فتاوی رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

[illegible]

۱

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور

پاکستان (۵۴۰۰۰)

فتاوٰی رضویّہ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور
پاکستان (۵۴۰۰۰)

Marfat.com

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

جلد اوّل

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ — ۱۳۴۰ھ
۱۸۵۶ء — ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن ۰ جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ ۔ لاہور ۰ پاکستان

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

کتاب ——— فتاوی رضویہ جلد اول

تصنیف ——— شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز

ترجمہ عربی عبارات ——— مفتی سید شجاعت علی قادری، دارالعلوم نعیمیہ، کراچی

کلمات آغاز ——— محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی مدظلہ

تخریج و تصحیح ——— ۱- مولانا نذیر احمد سعیدی

۲- مولانا محمد عمر ہزاروی

باہتمام و سرپرستی ——— مولانا مفتی محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی مدظلہ

ترتیب فہرست ——— مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی

کتابت ——— محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)

پروف ریڈنگ ——— مولانا سردار احمد حسن سعیدی

اشاعت دوم ——— صفر المظفر ۱۴۱۲ھ / اگست ۱۹۹۱ء

صفحات ——— ۸۴۰

مطبع ———

ناشر ——— رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

قیمت ———

ملنے کے پتے

○ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

۰۳۰۰/۹۴۱۵۳۰۰ ۷۶۶۵۰۷۲

○ مکتبہ اہلسنت جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

○ ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

○ شبیر برادرز، ۴۰ بی، اردو بازار، لاہور

Marfat.com

اجمالی فہرست

- کلماتِ آغاز ـــــــــــ ۵
- مرجع العلماء (مقالہ) ـــــــــــ ۲۵
- خطبۃ الکتاب ـــــــــــ ۸۳
- رسم المفتی (اجلی الاعلام) ـــــــــــ ۹۵
- کتاب الطہارۃ ـــــــــــ ۱۷۹
- ماخذ و مراجع ـــــــــــ ۸۲۵

فہرست رسائل

- اجلی الاعلام ـــــــــــ ۹۵ تا ۱۷۸
- الجود الحلو ـــــــــــ ۱۷۹ تا ۲۳۴
- تنویر القندیل ـــــــــــ ۲۳۷ تا ۲۵۳
- لمع الاحکام ـــــــــــ ۲۶۳ تا ۲۷۸
- الطراز المعلم ـــــــــــ ۲۷۹ تا ۳۵۲
- نبہ القوم ـــــــــــ ۳۶۵ تا ۴۳۸
- تبیان الوضوء ـــــــــــ ۴۳۹ تا ۴۵۶
- الاحکام والعلل ـــــــــــ ۴۶۵ تا ۵۷۸
- بارق النور ـــــــــــ ۵۷۹ تا ۷۹۰
- برکات السماء ـــــــــــ ۶۵۱ تا ۷۶۵
- ارتفاع الحجب ـــــــــــ ۷۹۵ تا ۸۲۴

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلماتِ آغاز

سرزمینِ پاک و ہند پر تقریباً ایک ہزار سال تک مسلمانوں کی حکومت رہی، اس عرصے میں غیر مسلموں کو مکمل شہری حقوق حاصل رہے، ہر شخص کو اپنے دین پر عمل کرنے کی آزادی تھی، بلکہ بعض مواقع تو ایسے بھی آئے کہ غیر مسلموں کو ترجیحی مراعات حاصل رہیں، انگریز تاجربن کر آئے اور سازشوں کے بل بوتے پر حکمران بن بیٹھے، ان کی حکومت کو سب سے زیادہ خطرہ مسلمانوں سے تھا، ایک تو اس لیے کہ مسلمان عرصۂ دراز تک یہاں حکومت کر چکے تھے، دوسرا اس لئے کہ ان کی ایمانی حرارت انھیں کسی بھی وقت آمادۂ جہاد کر سکتی تھی، یہی وجہ تھی کہ انھوں نے مسلمانوں کی قوت کو پامال کرنے اور ان کی وحدتِ ملّی کو پارہ پارہ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔

وہ اس حقیقت سے پوری طرح باخبر تھے کہ مسلمانوں کی بقا اور ترقی کا راز ایمان اور اتحاد میں مضمر ہے اسی لئے انھوں نے اپنی تمام تر توانائیاں اسی بنیاد کو کمزور اور ختم کرنے پر صرف کر دیں، دینی مدارس کو بے اثر بنانے کے لئے سکول اور کالج کھولے اور وہاں تعلیم پانے والے بچوں کے ذہنوں کو الحاد اور بے دینی کے زہر سے مسموم کیا، اتحادِ ملت کو ختم کرنے کے لئے نئے نئے پیدا ہونے والے فرقوں کی حوصلہ افزائی کی، اسی دورِ بلاخیز میں اس قسم کے مباحث چھیڑے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے یا نہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی آجائے تو آپ کے خاتم النبیین ہونے میں فرق آئے گا یا نہیں؟ بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی نے تو نبی ہونے کا دعویٰ ہی کر دیا، اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر محبوبانِ خدا کی شان میں توہین و تنقیص کی زبان درازی کی گئی، نتیجہ یہ ہوا کہ اُمّتِ مُسلمہ کئی فرقوں میں بٹ گئی اور متحدہ پاک و ہند میں اتنے فرقے پیدا ہوئے کہ دوسرے کسی بھی اسلامی ملک میں اتنے فرقے نہیں ملیں گے۔

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرقہ بندی کی بھرپور حوصلہ شکنی کی اور وحدتِ ملّی پر زور دیا ان کی علمی اور تحقیقی مساعی کا محور ہی ملّی اتحاد تھا۔

Marfat.com

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

ولادت ــــــ تعلیم

یہ وہ ماحول تھا کہ ۱۰ ر شوال ۱۴ ر جون ۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۶ء کو بریلی شریف، یوپی، انڈیا میں امام احمد رضا قادری بریلوی پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد غزالیِ زماں مولانا نقی علی خاں اور جدِ امجد مولانا رضا علی خاں قدس سرہما اپنے دور کے اکابر علماء اور اولیاء میں سے تھے، آپ کے آباء و اجداد قندھار' افغانستان سے ہجرت کر کے پہلے لاہور پھر بریلی میں قیام پذیر ہو گئے۔

فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے تمام مروّجہ علوم و فنون اپنے والد ماجد سے پڑھ کر تقریباً چودہ[۲] سال کی عمر میں سندِ فضیلت حاصل کی اور مسندِ تدریس و افتاء کو زینت بخشی، والد ماجد کے علاوہ حضرت شاہ آلِ رسول مارہروی' علامہ احمد بن زینی دحلان مفتیِ مکہ مکرمہ، علامہ عبد الرحمٰن مکی، علامہ حسین بن صالح مکی اور حضرت مولانا شاہ ابو الحسین احمد نوری رحمہم اللہ تعالیٰ سے بھی استفادہ کیا، امام احمد رضا بریلوی نے کچھ علوم تو اپنے زمانے کے متبحر علمائے سے پڑھے، باقی علوم خداداد قابلیت کی بنا پر مطالعہ کے ذریعے حل کئے اور نہ صرف پچاس سے زیادہ علوم و فنون میں محیر العقول مہارت حاصل کی بلکہ ہر فن میں تصانیف بھی یادگار چھوڑیں۔

امام احمد رضا بریلوی ۱۴ ر رمضان المبارک ۱۲۸۶ھ / ۱۸۷۰ء کو پونے چودہ سال کی عمر میں علومِ دینیہ کی تحصیل سے فارغ ہوئے، اُسی دن رضاعت کے ایک مسئلے کا جواب لکھ کر والد ماجد کی خدمت میں پیش کیا جو بالکل صحیح تھا، اُسی دن سے فتویٰ نویسی کا کام آپ کے سپرد کر دیا گیا۔[۱] اس دن سے آخر عمر تک مسلسل فتویٰ نویسی کا فریضہ انجام دیتے رہے اور فتاویٰ رضویہ کی ضخیم بارہ جلدوں کا گراں قدر سرمایہ اُمتِ مسلمہ کو دے گئے۔ رد المحتار علامہ شامی پر پانچ جلدوں میں حاشیہ لکھا، قرآن پاک کا مقبول ترین ترجمہ لکھا جو 'کنز الایمان' کے نام سے معروف و مشہور ہے۔

امام احمد رضا بریلوی نے اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت کے خلاف لب کشائی کرنے پر بھرپور تنقید کی' سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح (اللہ تعالیٰ جھوٹ ایسے قبیح عیب سے پاک ہے) کے علاوہ امکان کذب

---

[۱] محمد صابر نسیم بستوی، مولانا: اعلیٰ حضرت بریلوی (مکتبہ نبویہ، لاہور) ص ۳ - ۲۲

Marfat.com

کے رد پر پانچ رسالے لکھے، اللہ تعالیٰ کو جسم ماننے والوں کے رد میں رسالۂ مبارکہ قوارع القہار علی المجسمۃ الفجار تحریر کیا، دینِ اسلام کے مخالف، قدیم فلاسفر کے عقائد پر رد کرتے ہوئے مبسوط رسالہ الکلمۃ الملہمۃ رقم فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام، اہلِ بیتِ عظام، ائمہ دین مجتہدین اور اولیاء کاملین کی شان میں گستاخی کرنے والوں کا سخت محاسبہ کیا۔ قادیان میں انگریز کے کاشتہ پودے کی بیخ کنی کی اور اس کے خلاف متعدد رسائل لکھے، مثلاً:

۱۔ جزاء اللہ عدوہ لاباءہ ختم النبوۃ

۲۔ قہر الدیان علی مرتد بقادیان

۳۔ المبین معنی ختم النبیین

۴۔ السوء والعقاب علی المسیح الکذاب

۵۔ الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی

امام احمد رضا نے اس دور میں پائی جانے والی بدعتوں کے خلاف جہاد کیا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کی جانے والی سازشوں کے تار و پود بکھیر کر رکھ دیے۔ مختصر یہ کہ انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ کی خاطر ہر محاذ پر جہاد کیا اور تمام عمر اس کام میں صرف کر دی۔

عبقری فقیہ

امام احمد رضا بریلوی مروّجہ علوم دینیہ مثلاً تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، تصوف، تاریخ، سیر، معانی، بیان، بدیع، عروض، ریاضی، توقیت، منطق، فلسفہ وغیرہ کے یکتائے زمانہ فاضل تھے۔ صرف یہی نہیں بلکہ طب، علمِ جفر، تکسیر، زیجات، جبر و مقابلہ، لوگارثم، جیومیٹری، مثلث کروی وغیرہ علوم میں بھی کامل مہارت رکھتے تھے۔ یہ وہ علوم ہیں جن سے عام طور پر علماء تعلق ہی نہیں رکھتے۔ انھوں نے پچاس سے زیادہ علوم و فنون میں تصانیف کا ذخیرہ یادگار چھوڑا اور ہر فن میں قیمتی تحقیقات کا اضافہ کیا۔ غرض یہ کہ ایک فقیہ کے لیے جن علوم کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب امام احمد رضا بریلوی کو حاصل تھے۔

علومِ قرآن

انھوں نے قرآن کریم کا بہت گہری نظر سے مطالعہ کیا تھا، قرآن فہمی کے لئے جن علوم کی ضرورت ہوتی ہے ان پر انھیں گہرا عبور حاصل تھا، شانِ نزول، ناسخ و منسوخ، تفسیر بالحدیث، تفسیرِ صحابہ اور استنباطِ احکام

Marfat.com

کے اصول سے پوری طرح باخبر تھے۔ یہی سبب ہے کہ اگر قرآنِ پاک کے مختلف تراجم کو سامنے رکھ کر مطالعہ کیا جائے تو ہر انصاف پسند کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ امام احمد رضا کا ترجمہ کنزالایمان' سب سے بہتر ترجمہ ہے جس میں شانِ الوہیت کا احترام بھی ملحوظ ہے اور عظمتِ نبوت و رسالت کا تقدس بھی پیشِ نظر ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد ہونے کے باوجود عموماً مسائل پر مجتہدانہ انداز میں گفتگو کرتے ہیں۔ پہلے قرآنِ کریم سے' پھر حدیث شریف سے، پھر سلف صالحین اور اس کے بعد فقہائے متاخرین کے ارشادات سے استدلال اور استناد کرتے ہیں۔

قرآنِ کریم سے اچھوتا استدلال

حضرت علامہ مولانا محمد وصی احمد محدث سورتی نے ایک استفتاء بھجوایا جس میں سوال یہ تھا کہ کیا مشرقی افق سے سیاہی نمودار ہوتے ہی مغرب کا وقت ہو جاتا ہے؟ یا سیاہی کے بلند ہونے پر مغرب کا وقت ہوگا؟

امام احمد رضا نے جواب دیا کہ سورج کی ٹکیہ کے شرعی غروب سے بہت پہلے ہی سیاہی مشرقی افق سے کئی گز بلند ہو جاتی ہے۔ اس مسئلے پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اس پر عیان و بیان و برہان سب شاہد عدل ہیں..... الحمدللہ! عجائبِ قرآن منتہی نہیں...
ایک ذرا غور سے نظر کیجئے تو آیہ کریمہ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ کے مطالعِ رفیعہ سے اس مطلب کی شعاعیں چمک رہی ہیں۔

رات یعنی سایۂ زمین کی سیاہی کو حکیم قدیر عز جلالہ دن میں داخل فرماتا ہے' ہنوز دن باقی ہے کہ سیاہی اٹھائی، اور دن کو سوادِ مذکور میں لاتا ہے، ابھی ظلمتِ شبینہ موجود ہے کہ عروس خاور نے نقاب اٹھائی۔"[1]

تحریکِ پاکستان کے قافلہ سالار محدثِ اعظم ہند مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی فرماتے ہیں:

"علمِ قرآن کا اندازہ صرف اعلیٰ حضرت کے اس اردو ترجمہ سے کیجئے جو اکثر گھروں میں موجود ہے اور جس کی کوئی مثال سابق نہ عربی زبان میں ہے نہ فارسی میں اور نہ اردو میں' اور جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس جگہ لایا نہیں جا سکتا، جو بظاہر محض ترجمہ ہے مگر درحقیقت وہ قرآن کی صحیح تفسیر اور اردو زبان میں (روح) قرآن ہے۔"[2]

---

[1] امام احمد رضا بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ (طبع مراد آباد) ج ۲ ص ۴-۲۶۳
[2] عبدالنبی کوکب، مولانا: مقالاتِ یوم رضا ج ۱ ص ۱۴

Marfat.com

علوم حدیث

امام احمد رضا بریلوی علمِ حدیث اور اس کے متعلقات پر وسیع اور گہری نظر رکھتے تھے۔ طُرقِ حدیث، مشکلاتِ حدیث، ناسخ و منسوخ، راجح و مرجوح، طُرقِ تطبیق، وجوہِ استدلال اور اسماءِ رجال یہ سب امور انھیں مستحضر رہتے تھے۔ محدث کچھوچھوی فرماتے ہیں:

"علم الحدیث کا اندازہ اس سے کیجیے کہ جتنی حدیثیں فقہ حنفی کی ماخذ ہیں، ہر وقت پیشِ نظر، اور جن حدیثوں سے فقہ حنفی پر بظاہر زد پڑتی ہے اس کی روایت و درایت کی خامیاں ہر وقت ازبر، علم الحدیث میں سب سے نازک شعبہ علم اسماء الرجال کا ہے اعلیٰ حضرت کے سامنے کوئی سند پڑھی جاتی اور راویوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو ہر راوی کی جرح و تعدیل کے جو الفاظ فرما دیتے تھے اٹھا کر دیکھا جاتا تو تقریب و تہذیب اور تذہیب میں وہی لفظ مل جاتا تھا، اس کو کہتے ہیں علم راسخ اور علم سے شغف کامل اور علمی مطالعہ کی وسعت۔"[1]

امام احمد رضا بریلوی جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں دلائل و براہین کے انبار لگا دیتے ہیں، وہ کسی بھی مسئلے پر طائرانہ نظر ڈالنے کی بجائے بحث و تحقیق کی انتہا کو پہنچتے ہیں، مسائل کی تنقیح اور تفصیل پر آتے ہیں تو دریا کی روانی اور سمندر کی وسعت کا نقشہ نظر آتا ہے، متقدمین فقہاء کے اقوال مختلفہ میں تطبیق دیتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ اختلاف تھا ہی نہیں۔

طُرقِ حدیث

بنگال سے ایک سوال آیا کہ ہمارے علاقے میں ہیضہ، چیچک، قحط سالی وغیرہ آ جائے تو لوگ بلا کے دفع کے لئے چاول، گیہوں وغیرہ جمع کر کے پکاتے ہیں، علماء کو بلا کر کھلاتے ہیں اور خود محلے والے بھی کھاتے ہیں کیا یہ طعام ان کے لیے کھانا جائز ہے؟

امام احمد رضا بریلوی نے جواب دیا کہ یہ طریقہ اور اہلِ دعوت کے لیے اس طعام کا کھانا جائز ہے، شریعتِ مطہرہ میں اس کی ہرگز ممانعت نہیں ہے۔ اس دعوے پر ساٹھ حدیثیں بطور دلیل پیش کیں، یہ حدیث بھی پیش کی:

اَلدَّرَجَاتُ اِفْشَاءُ السَّلَامِ وَ اِطْعَامُ الطَّعَامِ وَ الصَّلٰوۃُ بِاللَّیْلِ وَ النَّاسُ — اللہ تعالیٰ کے ہاں درجہ بلند کرنے والے امور ہیں سلام کا پھیلانا اور ہر طرح کے لوگوں کو

---

[1] عبد النبی کوکب، مولانا: مقالاتِ یوم رضا ج ۱ ص ۱۴۱

Marfat.com

رنبیا مُ ۔ کھانا کھلانا اور رات کو نماز پڑھنا جب کہ لوگ سورہے ہوں۔

پھر جو اس کی تخریج کی طرف توجہ ہوئی تو فرمایا کہ یہ حدیث مشہور و مستفیض کا ایک حصّہ ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت اپنی شان کے مطابق آپ کے کندھوں کے درمیان رکھا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم فرماتے ہیں:

فَتَجَلّٰى لِي كُلُّ شَيْءٍ وَعَرَفْتُ ۔ ہر چیز مجھ پر منکشف ہوگئی اور میں نے پہچان لی۔

اب اس حدیث کے حوالے ملاحظہ ہوں:

- رواہ امام الائمۃ ابو حنیفۃ والامام احمد وعبد الرزاق فی مصنفہ والترمذی والطبرانی عن ابن عباس ۔
- واحمد والطبرانی وابن مردویہ عن معاذ بن جبل ۔
- وابن خزیمۃ والدارمی والبغوی وابن السکن وابو نعیم وابن بسطۃ عن عبد الرحمٰن بن عایش والطبرانی عنہ عن صحابی ۔
- والبزار عن ابن عمر وعن ثوبان ۔
- والطبرانی عن ابی امامۃ ۔
- وابن قانع عن ابی عبیدۃ بن الجراح ۔
- والدارقطنی وابوبکر النیسابوری فی الزیادات عن انس ۔
- وابو الفرج تعلیقا عن ابی ھریرۃ ۔
- وابن ابی شیبۃ مرسلا عن عبد الرحمٰن بن سابط

(رضی اللہ تعالیٰ عنھم)

آخر میں فرماتے ہیں کہ ہم نے اس حدیث کے طرق کی تفصیلات اور کلمات کا اختلاف اپنی بابرکت کتاب سلطنۃ المصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ میں بیان کیا ہے۔[1] قلم برداشتہ کسی حدیث کے اتنے مآخذ کا بیان کردینا معمولی بات نہیں۔

امام احمد رضا بریلوی نے یہ فتویٰ راد القحط والوباء بدعوۃ الجیران ومواساۃ الفقراء کے نام سے ماہ ربیع الآخر ۱۳۱۲ھ میں مکمل کیا۔

---

[1] امام احمد رضا بریلوی، امام: راد القحط والوباء (مکتبہ رضویہ، لاہور) ص ۱۱

Marfat.com

امام احمد رضا بریلوی نے تخریج احادیث کے آداب پر ایک رسالہ لکھا جس کا نام ہے : الروض البهیج فی آداب التخریج ۔ مولوی رحمٰن علی اس رسالۂ مبارکہ کے بارے میں لکھتے ہیں :[۱]

" اگر اس سے قبل اس فن میں کوئی کتاب نہیں ملتی تو مصنف کو اس فن کا موجد کہہ سکتے ہیں۔"

فنِ اسماء الرجال

ایک سوال پیش ہوا کہ سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ چونکہ اس موضوع پر غیر مقلدین کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی، معیار الحق میں کلام کر چکے تھے، اس لئے امام احمد رضا بریلوی نے اس مسئلے پر تفصیلی گفتگو کی اور ۱۴۴ صفحات پر مشتمل رسالہ حاجز البحرین تصنیف فرمایا ۔ رسالہ کیا ہے علم حدیث اور علم اسماء الرجال کا بحرِ مواج ہے، اس کا مطالعہ کرتے وقت غیر مقلدین کے شیخ الکل علم حدیث میں طفلِ مکتب نظر آتے ہیں، آج تک غیر مقلدین کو علم حدیث کے مدعی ہونے کے باوجود اس کا جواب دینے کی جرأت نہیں ہوسکی۔

امام نسائی حضرت نافع سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا وہ تیزی کے ساتھ سفر کر رہے تھے، شفق غروب ہونے والی تھی کہ اتر کر نماز مغرب ادا کی پھر عشاء کی تکبیر اس وقت کہی جب شفق غروب ہو چکی تھی ۔ اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے دو نمازیں ایک وقت میں جمع نہیں کیں، بلکہ صورۃً اور عملاً جمع کیں ۔ یہ بات میاں صاحب کے موقف کے خلاف تھی انھوں نے اس پر اعتراض کیا کہ امام نسائی کی روایت میں ایک راوی ولید بن قاسم ہیں اور ان سے روایت میں خطا ہوتی تھی تقریب میں ہے : صَدُوْقٌ یُّخْطِئُ ۔

اس اعتراض پر امام احمد رضا بریلوی نے متعدد وجوہ سے گرفت فرمائی :

۱ ۔ یہ تحریف ہے، امام نسائی نے ولید کا فقط نام ذکر کیا تھا، میاں صاحب نے ازراہِ چالاکی اسی نام اور اسی طبقے کا ایک راوی متعین کر لیا جو امام نسائی کے راویوں میں سے ہے اور جس پر کسی قدر تنقید بھی کی گئی ہے حالانکہ یہ راوی ولید بن قاسم نہیں بلکہ ولید بن مسلم ہیں جو صحیح مسلم کے رجال اور ائمۂ ثقات اور حفاظ اعلام میں سے ہیں، ہاں وہ تدلیس کرتے ہیں، لیکن اس کا کیا نقصان کہ اس جگہ وہ صاف حَدَّثَنِیْ نَافِعٌ فرماتے ہیں۔

۲ ۔ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ وہ ابن قاسم ہی ہیں تاہم وہ مستحقِ رد نہیں امام احمد نے ان کی توثیق کی ہے، اُن سے روایت کی، محدثین کو اُن سے حدیث لکھنے کا حکم دیا ۔ ابن عدی نے کہا جب وہ کسی ثقہ سے روایت

---

[۱] رحمٰن علی، مولوی : تذکرہ علمائے ہند اردو (پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی) ص ۱۰۰

Marfat.com

کریں تو ان میں کوئی عیب نہیں ہے۔

۳۔ صحیح بخاری و مسلم میں کتنے راوی وہ ہیں جن کے بارے میں تقریب میں فرمایا صَدُوْقٌ یُخْطِئُ، کیا آپ قسم کھائے بیٹھے ہیں کہ صحیحین کی روایات کو بھی رد کر دو گے؟

پھر امام احمد رضا بریلوی نے حاشیہ میں قلم برداشتہ صحیحین کے ۱۳ ایسے راویوں کے نام گنوا دیے جن کے بارے میں اسماء رجال کی کتابوں میں اَخْطَأَ یا کَثِیْرُ الْخَطَاءِ کے الفاظ وارد ہیں۔

۴۔ حسان بن حسان بصری، صحیح بخاری کے راوی ہیں ان کے بارے میں تقریب میں ہے صدوق یخطئ، ان کے بعد حسان بن حسان واسطی کے بارے میں لکھا ابن مندہ نے انھیں وہم کی بنا پر حسان بصری سمجھ لیا حالانکہ حسان واسطی ضعیف ہیں، دیکھئے پہلے حسان بصری کو صدوق یخطئ کہنے کے باوجود واضح طور پر کہہ دیا کہ وہ ضعیف نہیں ہیں۔

مطالبِ حدیث

مرزائیوں نے حدیث شریف لَعَنَ اللّٰہُ الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِهِمْ مَسَاجِدَ سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات پر اس طرح استدلال کیا کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ یہود و نصارٰی نے اپنے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجد بنایا، اس سے ظاہر ہوا کہ نبیِ یہود حضرت موسٰی اور نبیِ نصارٰی حضرت عیسٰی علٰی نبینا و علیہم الصلاۃ والسلام کی قبریں تھیں جن کی عبادت کی جاتی تھی۔

امام احمد رضا بریلوی حدیثِ مذکور سے استدلال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

۱۔ اَنْبِیَائِهِمْ میں اضافت استغراق کے لیے نہیں ہے حتٰی کہ اس کا یہ معنی ہو کہ حضرت موسٰی سے یحیٰی علیہم الصلاۃ والسلام تک ہر نبی کی قبر کو تمام یہود و نصارٰی نے مسجد بنا لیا ہو، یہ یقیناً غلط ہے، اور جب استغراق مراد نہیں تو بعض میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کو داخل کر لینا باطل اور مردود ہے۔ یہود و نصارٰی کا بعض انبیاء کی قبور کریمہ کو مسجد بنا لینا صدقِ حدیث کے لیے کافی ہے۔

علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں یہ سوال اٹھایا کہ نصارٰی کے انبیاء کہاں ہیں؟ اُن کے نبی تو صرف حضرت عیسٰی علیہ السلام تھے، ان کی قبر نہیں ہے۔ اس سوال کا ایک جواب یہ دیا:

"انبیاء کی قبروں کو مسجد بنانا عام ہے کہ ابتداءً ہو یا کسی کی پیروی میں، یہودیوں نے ابتداء کی اور عیسائیوں نے ان کی پیروی کی اور اس میں شک نہیں کہ نصارٰی بہت سے اُن انبیاء کی قبور کی تعظیم کرتے ہیں جن کی یہودی تعظیم کرتے ہیں"۔ (ترجمہ)

Marfat.com

۲۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے دوسرا جواب یہ دیا کہ اس حدیث میں اقتصار واقع ہوا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہود اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بناتے تھے اور نصاریٰ اپنے صالحین کی قبروں کو۔ صحیح بخاری، حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں قبور انبیاء کے بارے میں صرف یہودیوں کا ذکر ہے اور ان کے ساتھ ان کے انبیاء کا ذکر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ۔

اللہ تعالیٰ یہودیوں کو ہلاک فرمائے کہ انھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنالیا۔

صحیح بخاری، حدیث حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں صرف نصاریٰ کا ذکر تھا ان کے ساتھ صرف صالحین کا ذکر ہے، انبیاء کرام کا ذکر نہیں ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ،

اُولٰئِكَ قَوْمٌ اِذَا مَاتَ فِيْهِمُ الْعَبْدُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوْا فِيْهِ تِلْكَ الصُّوَرَ۔

نصاریٰ وہ قوم ہے کہ جب ان میں کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا تو اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے اور اس میں وہ تصویریں بنا لیتے۔

اور صحیح مسلم حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہود ونصاریٰ دونوں کا ذکر تھا اس میں انبیاء اور صالحین دونوں کا ذکر فرمایا، چنانچہ ارشاد فرمایا:

اَلَا وَمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا يَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيْهِمْ مَسَاجِدَ۔

خبردار! تم سے پہلے لوگ اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنا لیتے تھے۔

کسی حدیث کا مطلب اسی وقت واضح ہوتا ہے جب اس کے متعدد طرق کو جمع کر لیا جائے[1]

دین کے اصول وقواعد

ایک متبحر فقیہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ دین کے اصول وقواعد کا وسیع علم رکھتا ہو تاکہ کسی نئے مسئلے کا حکم پورے وثوق کے ساتھ بیان کر سکے، امام احمد رضا بریلوی سے سوال کیا گیا کہ روسر[2] کی شکر ہڈیوں سے صاف کی جاتی ہے اور صاف کرنے والے اس بات کی احتیاط نہیں کرتے کہ وہ ہڈیاں پاک ہیں یا ناپاک، حلال جانور کی یا حرام کی۔ اس

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام: مجموعۂ رسائل ردّ مرزائیت (رضا فاؤنڈیشن، لاہور) ص ۹۰ - ۸۷

[2] روسر انگریزی تاجروں کی ایک جماعت کا نام ہے جس نے شاہجہان پور میں شکر کا کارخانہ لگایا تھا اور وہ حیوانوں کی ہڈیاں جلا کر اس کے کوئلوں سے شکر صاف کرتی تھی۔ (تذکرہ علمائے ہند، اردو از رحمٰن علی ص ۱۰۰)

Marfat.com

شکر کا کیا حکم ہے؟ امام احمد رضا بریلوی نے جواب سے پہلے دس مقدمات بیان کئے جن میں شرعی اصول وضوابط پیش کئے، ان ہی مقدمات میں ایک ضابطۂ کلیہ واجبۃ الحفظ بیان فرمایا:

"فعلِ فرائض و ترکِ محرمات کو رضائے خلق پر مقدم رکھے اور ان امور میں کسی کی مطلقاً پروا نہ کرے اور اتیانِ مستحب و ترکِ غیر اولیٰ پر مداراتِ خلق و مراعاتِ قلوب کو اہم جانے اور فتنہ و نفرت و ایذا و وحشت کا باعث ہونے سے بہت بچے۔

اسی طرح جو عادات و رسوم خلق میں جاری ہوں اور شرعِ مطہر سے ان کی حرمت و شناعت نہ ثابت ہو ان میں اپنے ترفّع و تنزّہ کے لئے خلاف و جدائی نہ کرے کہ یہ سب امور ایتلاف و موانست کے معارض اور مرادِ محبوبِ شارع کے مناقض ہیں۔

ہاں وہاں! ہوشیار و گوش دار! کہ یہ وہ نکتۂ جمیلہ و حکمتِ جلیلہ و کوچۂ سلامت و جادۂ کرامت ہے جس سے بہت زاہدانِ خشک و اہلِ تقشف غافل و جاہل ہوتے ہیں وہ اپنے زعم میں محتاط و دین پرور بنتے ہیں اور فی الواقع مغزِ حکمت و مقصودِ شریعت سے دور پڑتے ہیں، خبردار و محکم گیر، یہ چند سطروں میں علم غزیر و باللّٰہ التوفیق والیہ المصیر"[1]

عربی لغات

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لفظ طَفَّ بہ بڑھنے کے معنی میں استعمال کیا اور فرمایا: حَتّٰی طَفَّ مِنْ جَوَانِبِہَا۔ اس پر امام احمد رضا بریلوی نے فرمایا:

"مجھے یہ فعل اور اس کا مصدر صحاح، صراح، مختار، قاموس، تاج العروس، مفردات، نہایہ، درنثیر، مجمع البحار اور مصباح میں نہیں ملا۔ ہاں قاموس میں صرف اتنا ہے کہ طفّ المکوک والاناء وطففہ وطفافہ وہ چیز جو اس برتن کے کناروں کو بھر دے"[2]

امام احمد رضا بریلوی کو عربی زبان پر اس قدر عبور تھا کہ ایک نامانوس لفظ دیکھتے ہی اسے غریب سمجھا اور اس کی غرابت پر لغات کی دس مستند کتابوں کا حوالہ پیش کیا، ان مآخذ میں عربی لغات بھی ہیں اور لغاتِ حدیث بھی۔

امام احمد رضا بریلوی اپنی اکثر و بیشتر تصنیفات کے خطبوں میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور درود شریف کے ساتھ ساتھ وہ مسئلہ بھی بیان فرما دیتے ہیں جسے بعد ازاں تفصیلی دلائل کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔ صرف یہی نہیں

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ (مکتبہ نعیمیہ مراد آباد) ج ۲ ص ۱۲۰

[2] احمد رضا بریلوی، امام: جد الممتار (مطبعہ عزیزیہ، حیدر آباد دکن) ج ۱ ص ۱۲۹

Marfat.com

بلکہ اکثر رسائل و تصنیفات کا البا حسین نام تجویز فرماتے ہیں جس سے نہ صرف واضح طور پر موضوع کی نشان دہی ہوتی ہے بلکہ حروف ابجد کے حساب سے سالِ تصنیف بھی معلوم کیا جا سکتا ہے۔

علامہ ابن کمال پاشا نے فقہا کے سات طبقے بیان کیے جن میں سے تیسرا طبقہ مجتہدین فی المسائل کا ہے، یہ وہ فقہاء ہیں جو اصول و فروع میں اپنے امام کے پابند ہیں اور امام کے غیر منصوص احکام کا استنباط کرنے کی قدرت رکھتے ہیں، امام احمد رضا بریلوی کے فتاویٰ اور تحقیقاتِ جلیلہ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ وہ مجتہدین کے اسی طبقے میں شامل ہیں۔ چنانچہ آپ نے نوٹ کے احکام پر مبسوط رسالہ کفل الفقیہ الفاھم میں لکھ کر عرب و عجم کے علماء کو خوشگوار حیرت میں مبتلا کر دیا۔ اسی طرح انگریزوں کی ایک کمپنی روسر جانوروں کی ہڈیاں جلا کر ان کی راکھ سے شکر صاف کرتی تھی، یہ ایک نیا مسئلہ تھا جسے آپ نے اصولِ دینیہ کی روشنی میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔ اسی طرح جنسِ ارض کی تہتر قسمیں علماء متقدمین نے بیان کی تھیں جن میں آپ نے ایک سو سات چیزوں کا اضافہ کیا، اور جن چیزوں سے تیمم نہیں ہو سکتا فقہاء متقدمین نے سینتالیس چیزیں گنوائی تھیں جبکہ آپ نے ان میں تہتر چیزوں کا اضافہ کیا۔ فتاویٰ رضویہ جلد اوّل کے بارے میں خود فرماتے ہیں:

> "بظاہر اس (پہلی جلد) میں ۱۱۴ فتوے اور ۲۸ رسالے ہیں مگر بحمداللہ تعالیٰ ہزار ہا مسائل پر مشتمل ہے جن میں صدہا وہ ہیں کہ اس کتاب کے سوا کہیں نہ ملیں گے۔"[1]

حکیم محمد سعید دہلوی، چیئرمین ہمدرد ٹرسٹ، پاکستان رقمطراز ہیں:

> "میرے نزدیک ان کے فتاویٰ کی اہمیت اس لیے نہیں ہے کہ وہ کثیر در کثیر فقہی جزئیات کے مجموعے ہیں بلکہ ان کا خاص امتیاز یہ ہے کہ ان میں تحقیق کا وہ اسلوب و معیار نظر آتا ہے جس کی جھلکیاں ہمیں صرف قدیم فقہاء میں نظر آتی ہیں، میرا مطلب ہے کہ قرآنی نصوص اور سننِ نبویہ کی تشریح و تعبیر اور ان سے احکام کے استنباط کے لئے قدیم فقہا جملہ علوم و وسائل سے کام لیتے تھے اور یہ خصوصیت مولانا کے فتاویٰ میں موجود ہے۔"[2]

علمِ طب

امام احمد رضا بریلوی وہ بالغ نظر مفتی ہیں جو احکامِ شرعیہ معلوم کرنے کے لیے تمام امکانی مآخذ کی طرف رجوع کرتے ہیں، ایک ماہر طبیب جب فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کرتا ہے تو بیش بہا طبی معلومات دیکھ کر اسے حیرت

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ (طبع بمبئی) ج ا ص ۵۰

[2] محمد سعید دہلوی، حکیم: معارفِ رضا، کراچی، شمارہ نہم ۱۹۸۹ء ص ۹۹

Marfat.com

ہوتی ہے اور وہ یہ سوچنے پر مجبور رہو جاتا ہے کہ وہ کسی مفتی کی تصنیف پڑھ رہا ہے یا ماہر طبیب کی۔ چنانچہ جناب
حکیم محمد سعید دہلوی لکھتے ہیں :

"فاضل بریلوی کے فتاویٰ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ احکام کی گہرائیوں تک پہنچنے کے لئے سائنس اور
طب کے تمام وسائل سے کام لیتے ہیں اور اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر ہیں کہ کس لفظ کی معنویت
کی تحقیق کے لیے کن علمی مصادر کی طرف رجوع کرنا چاہیئے، اس لیے ان کے فتاویٰ میں بہت سے
علوم کے نکات ملتے ہیں، مگر طب اور اس علم کے دیگر شعبے مثلاً کیمیا اور علم الاحجار کو تقدم حاصل ہے
اور جس وسعت کے ساتھ اس علم کے حوالے ان کے ہاں ملتے ہیں اس سے ان کی وقتِ نظر اور طبی
بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے، وہ اپنی تحریروں میں صرف ایک مفتی نہیں بلکہ محقق طبیب بھی معلوم ہوتے ہیں،
ان کے تحقیقی اسلوب و معیار سے دین و طب کے باہمی تعلق کی بھی بخوبی وضاحت ہو جاتی ہے۔"[۱]

مرجع العلماء

یہ پہلو بھی لائق توجہ ہے کہ عام طور پر مفتیان کرام کی طرف عوام الناس رجوع کرتے ہیں اور احکام شرعیہ
دریافت کرتے ہیں، فتاویٰ رضویہ کے مطالعہ سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ امام احمد رضا بریلوی کی طرف رجوع
کرنے والوں میں بڑی تعداد اُن حضرات کی ہے جو بجائے خود مفتی تھے، مصنف تھے، جج تھے یا وکیل تھے۔
مولانا خادم حسین فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور نے ایک مقالہ لکھا ہے جس کا عنوان ہے :

امام احمد رضا بریلوی —— بحیثیت مرجع العلماء

اس مقالہ میں انھوں نے فتاویٰ رضویہ کی نو جلدوں (پہلی سے ساتویں اور دسویں گیارھویں جلد) کا مطالعہ
پیش کیا ہے، ان کے فراہم کردہ اعداد و شمار کے مطابق ان جلدوں میں چار ہزار پچانوے (۴۰۹۵) استفتاء ہیں
جن میں سے تین ہزار چونتیس (۳۰۳۴) عوام الناس کے استفتاء ہیں اور ایک ہزار اکسٹھ (۱۰۶۱) استفتاء علماء
اور دانشوروں کے پیش کردہ ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ استفتاء کرنے والوں میں ایک چوتھائی تعداد علماء اور
دانشوروں کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عموماً امام احمد رضا بریلوی جواب دیتے وقت ہاں یا نہیں میں بات نہیں کرتے
بلکہ دلائل و براہین کے انبار لگا دیتے ہیں۔ مولانا خادم حسین کا یہ مقالہ فتاویٰ رضویہ کی پیشِ نظر جلد میں شامل
کیا جا رہا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی کی جلالت علمی کا یہ عالم تھا کہ انھیں جو عالم بھی ملا عقیدت و احترام سے ملا اور ہمیشہ کے لیے

---

[۱] محمد سعید دہلوی، حکیم : معارف رضا، کراچی، شمارہ نہم ۱۹۸۹ء ص ۱۰۰

Marfat.com

ان کا مداح بن گیا، حضرت علامہ مولانا وصی احمد محدث سورتی، عظیم محدث اور عمر میں بڑے ہونے کے باوجود امام احمد رضا بریلوی سے اس قدر والہانہ تعلق رکھتے تھے کہ دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی تھی۔ حضرت علامہ مولانا سراج احمد خانپوری اپنے دور کے جلیل القدر فاضل تھے اور علم میراث میں تو انھیں تخصص حاصل تھا۔ الزبدۃ السراجیہ لکھتے وقت ذوی الارحام کی صنف رابع کے بارے میں مفتیٰ بہ قول دریافت کرنے کے لیے دیوبند، سہارنپور اور دیگر علمی مراکز کی طرف رجوع کیا، کہیں سے تسلی بخش جواب نہ آیا، پھر انھوں نے وہی سوال بریلی بھجوا دیا، ایک ہفتے میں انھیں جواب موصول ہوگیا جسے دیکھ کر ان کا دماغ روشن ہوگیا اور وہ تا زیست امام احمد رضا بریلوی کے فضل و کمال اور تبحر علمی کے گن گاتے رہے۔

لطف کی بات یہ ہے کہ امام احمد رضا بریلوی سے شدید اختلاف رکھنے والے بھی ان کی فقاہت اور تبحر علمی کے قائل ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ امام احمد رضا بریلوی نے ندوۃ العلماء کی صلح کلیت کا سخت تعاقب اور رد کیا تھا، اس کے باوجود ندوہ کے ناظم اعلیٰ علامہ ابو الحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

> "ان کے زمانے میں فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر آگاہی میں شاید ہی کوئی ان کا ہم پلہ ہو، اس حقیقت پر ان کا فتاویٰ اور ان کی کتاب کفل الفقیہ شاہد ہے جو انھوں نے ۱۳۲۳ھ میں مکہ معظمہ میں لکھی۔"[۱]

گزشتہ سال مولانا کوثر نیازی ہندوستان گئے تو ندوۃ العلماء لکھنؤ بھی گئے، واپسی پر انھوں نے اپنے تاثرات میں ندوہ کے بارے میں لکھا کہ اس کے ہال میں ہندوستان کے ممتاز علماء کا امتیازی مقام واضح کرنے کے لیے چارٹس آویزاں کئے گئے تھے، چنانچہ علم فقہ میں ممتاز شخصیت کی حیثیت سے حضرت مولانا احمد رضا خاں کا نام لکھا ہوا تھا۔[۲] تذکرہ و تاریخ کی کتابوں کا مطالعہ کئے بغیر یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ اس دور میں بڑے بڑے فقہاء ہو گزرے ہیں ان سب میں ممتاز فقیہ کے طور پر امام احمد رضا بریلوی کا نام منتخب کرنا اور وہ بھی ان کے مخالفین کی طرف سے، ان کے فضل و کمال کی بہت بڑی دلیل ہے ؏

اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ

(فضیلت وہ ہے جس کی گواہی مخالفین بھی دیں)

امام احمد رضا بریلوی میں بہت سی مجتہدانہ خصوصیات پائی جاتی ہیں اور ان کے بیان و استدلال میں واضح طور پر اجتہاد کی جھلک دکھائی دیتی ہے، اس کے باوجود وہ تکبر اور عُجب کی زد میں نہیں آتے، وہ یہ دعویٰ نہیں کرتے

---

[۱] ابو الحسن علی ندوی: نزہۃ الخواطر (نور محمد کراچی) ج ۸، ص ۴۱

[۲] کوثر نیازی: مشاہدات و تاثرات، روزنامہ جنگ لاہور، ۱۱ دسمبر ۱۹۸۹ء

Marfat.com

کہ میں مجتہد ہوں اور براہِ راست کتاب وسنت سے استدلال کرتا ہوں، بلکہ وہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد کی حیثیت سے فتویٰ دیتے ہیں اور مذہب حنفی کی تائید وحمایت میں ہی دلائل فراہم کرتے ہیں۔ ذرا ملاحظہ فرمائیں وہ اپنے فتاویٰ کی حیثیت کا تعین کس انداز میں کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

"فتوے کی دو قسمیں ہیں (۱) حقیقیہ (۲) عرفیہ، فتوائے حقیقیہ تو یہ ہے کہ تفصیلی دلیل کی معرفت کی بنا پر فتویٰ دیا جائے، ایسے حضرات کو اصحاب فتویٰ کہا جاتا ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے فقیہ ابوجعفر اور فقیہ ابواللیث اور ان جیسے دیگر فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے یہ فتویٰ دیا، فتوائے عرفیہ یہ ہے کہ ایک عالم امام کی تقلید کرتے ہوئے اس کے اقوال بیان کرے اور اسے تفصیلی دلیل کا علم نہ ہو، جیسے کہ کہا جاتا ہے ابن نجیم، غزی، طوری کے فتاویٰ اور فتاویٰ خیریہ، اسی طرح زمانے اور مرتبے میں مؤخر فتاویٰ کو فتاویٰ رضویہ تک گنتے چلے جائیے، اللہ تعالیٰ اس فتاویٰ کو باعث خوشنودی اور پسندیدہ بنائے۔ آمین۔[۱] (ترجمہ)

انہوں نے کثیر مقامات میں اکابر فقہاء متقدمین سے اختلاف کیا ہے لیکن کیا مجال ہے کہ ان کی شان میں بے ادبی کا کوئی کلمہ کہہ دیں یا ایسا کلمہ کہہ دیں جو ان کے شایانِ شان نہ ہو، وہ اپنی تنقید اور گرفت کو معروضہ یا تطفّل (بچپنے) سے تعبیر کرتے ہیں، آج بعض علماء کو اللہ تعالیٰ نے وسعتِ علمی عطا فرمائی ہے تو وہ بزرگوں کے بارے میں ایسا اسلوب ولہجہ اختیار کرتے ہیں جیسے کسی طفلِ مکتب سے ہم کلام ہوں، یہ رویہ کسی طرح بھی قابلِ تحسین نہیں ہے۔

ذوقِ شعر وسخن

تحقیقاتِ علمیہ میں امام احمد رضا بریلوی کا بلند ترین مقام تو اہل علم کے نزدیک مسلّم ہی ہے شعر وادب میں بھی وہ قادر الکلام اساتذہ کی صف میں شامل ہیں۔ جامعہ ازہر مصر کے ڈاکٹر محی الدین الوائی نے اس امر پہ حیرت کا اظہار کیا ہے کہ علمی موشگافیاں کرنے والا محقق نازک خیال ادیب اور شاعر بھی ہو سکتا ہے!

متنبی ادب عربی کا مسلّم اور نامور شاعر ہے، وہ کہتا ہے: ؎

اَزُوْرُهُمْ وَسَوَادُ اللَّيْلِ يَشْفَعُ لِيْ وَاَنْثَنِيْ وَبَيَاضُ الصُّبْحِ يُغْرِيْ بِيْ

(میں اس حال میں محبوبوں کی زیارت کرتا ہوں کہ رات کی سیاہی میری سفارش کرتی ہے اور اس حال میں لوٹتا ہوں کہ صبح کی سفیدی میرے خلاف برانگیختہ کرتی ہے)

کہتے ہیں کہ یہ شعر متنبی کے اشعار کا امیر ہے کیونکہ اس کے پہلے مصرعے میں پانچ چیزوں کا ذکر ہے اور دوسرے مصرعے میں ان کے مقابل پانچ چیزوں کا اسی ترتیب سے ذکر ہے۔

---

[۱] احمد رضا بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ (رضا اکیڈمی، بمبئی) ج ۱ ص ۳۸۵

Marfat.com

پہلا مصرع: ١- زیارت ٢- سیاہی ٣- رات ٤- سفارش کرنا ٥- بِلی (میرے حق میں)
دوسرا مصرع: ١- واپسی ٢- سفیدی ٣- صبح ٤- برانگیختہ کرنا ٥- بِلی (میرے خلاف)

رضا بریلوی کا شعر ملاحظہ ہو، معنوی بلندی اور پاکیزگی کے ساتھ ساتھ شاعرانہ نقطۂ نظر سے کتنا زوردار ہے! پہلے مصرعے میں بجائے پانچ کے چھ چیزوں کا ذکر ہے اور ان کے مقابل دوسرے مصرعے میں بھی چھ چیزیں ہی مذکور ہیں، اور لطف یہ ہے کہ غزل نہیں بلکہ نعت ہے جہاں قدم قدم پر احتیاط لازم ہے ؎

حُسنِ یُوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

مصرع ١: ١- حُسن ٢- انگشت ٣- کٹیں (غیر اختیاری عمل تھا) ٤- عورتیں ٥- مصر ٦- 'کٹیں' سے ایک بار کا پتا چلتا ہے۔

مصرع ٢: ١- نام ٢- سر ٣- کٹاتے (اختیاری عمل ہے) ٤- مرد ٥- عرب ٦- 'کٹاتے ہیں' سے استمرار معلوم ہوتا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی نے اصنافِ شعر وسخن میں سے حمدِ باری تعالیٰ، نعت اور منقبت کو منتخب کیا، قصیدۂ معراجیہ، قصیدۂ نور اور مقبولیتِ عامہ حاصل کرنے والا اسلام ؏

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

ایسے ادب پارے پیش کئے۔

ان کی تمام تصانیف کی بنیاد اسلام اور داعیِ اسلام سیدالانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گہری وابستگی پر ہے، اسلامیانِ پاک وہند کے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت ومحبت تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ بسانے میں انھوں نے اہم کردار ادا کیا۔

دو قومی نظریہ

٢٠-١٩١٩ء میں تحریکِ خلافت اور تحریکِ ترکِ موالات شروع ہوئی، پہلی تحریک کا مقصد سلطنتِ عثمانیہ ترکی کی حفاظت اور امداد تھا جبکہ دوسری تحریک کا مقصد ہندوستان کی آزادی کے لیے بائیکاٹ کے ذریعے حکومتِ برطانیہ پر دباؤ ڈالنا بتایا گیا، مسٹر گاندھی کمالِ عیاری سے دونوں تحریکوں کا قائد اور امام بن گیا، حالات اس نہج پر پہنچ گئے کہ قریب تھا کہ مسلمان اپنا ملی تشخص کھو کر ہندو مت میں مدغم ہو جاتے، اس ماحول میں امام احمد رضا بریلوی نے المحجۃ المؤتمنۃ اور انفس الفکر ایسے رسائل لکھ کر دشمنوں کی سازشوں کو ناکام بنا دیا اور

Marfat.com

دلائل سے ثابت کیا کہ ہندو نہ تو مسلمانوں کا خیر خواہ ہے اور نہ ہی وہ مسلمانوں کا امام بن سکتا ہے ، ان کی دُور بین نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ مسلمان انگریزوں کے چنگل سے رہا ہو کر ہندوؤں کے محکوم اور غلام بن کر رہ جائیں گے اس لئے مسلمانوں کو وہ طریقہ اختیار کرنا چاہئے جو دونوں سے گلو خلاصی کرائے ۔ یہی وہ دو قومی نظریہ تھا جس کی بنا پر پاکستان کا قیام عمل میں آیا، امام احمد رضا بریلوی کے تلامذہ ، خلفاء اور تمام ہم مسلک علماء و مشائخ نے نظریۂ پاکستان کی حمایت کی اور ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سُنّی کانفرنس، بنارس کے اجلاس میں متفقہ طور پر قیامِ پاکستان کے حق میں قرار دادیں پاس کی گئیں اور اپیل کی گئی کہ اپنے اپنے علاقوں میں مسلم لیگ کے نمائندوں کو کامیاب کرایا جائے حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ حضرات حمایت نہ کرتے تو پاکستان کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا تھا ۔

امام احمد رضا بریلوی کے سیاسی فکر کی بنیاد قرآن و حدیث پر تھی، ان کے نزدیک کسی بھی کافر سے محبت کی گنجائش نہیں ہے خواہ وہ ہندو ہو یا انگریز ۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؛

" قرآن عظیم نے بکثرت آیتوں میں تمام کفار سے موالات قطعاً حرام فرمائی ، مجوس ہوں خواہ یہود و نصارٰی ہوں ، خواہ ہنود اور سب سے بدتر مرتدانِ عنود "[۱]

پٹنہ، عظیم آباد کی ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء میں منعقد ہونے والی کانفرنس میں ارشاد فرمایا ؛

" سب کلمہ گو حق پر ہیں ، خدا سب سے راضی ہے ، سب کو ایک نظر سے دیکھتا ہے ، گورنمنٹ انگریزی کا معاملہ خدا کے معاملوں کا پُورا نمونہ ہے ، اس کے معاملے کو دیکھ کر خدا کی رضا و ناراضی کا حال کھل سکتا ہے .... یہ کلمات اور ان کے امثال خرافات کو اہلِ ندوہ کی جو روداد ہے جو مقال ہے ایسی باتوں سے مالامال ہے ، سب صریح و شدید نکال و عظیم وبال موجب غضب ذی الجلال ہیں "[۲]

اسرارِ شریعت و طریقت کا اُجالا پھیلا کر ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء بروز جمعہ عین اس وقت عبقریِ اسلام امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کی رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی جب مؤذن اذانِ جُمعہ میں کہہ رہا تھا حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ ـــــ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً واسکنہ فی اعلیٰ علیین ونفعنا وجمیع المسلمین بعلومہ ومعارفہ ۔

---

[۱] احمد رضا بریلوی، امام : فتاوٰی رضویہ (طبع مبارک پور) ج ۶ ص ۱۹۲

[۲] محمد ظفر الدین بہاری، مولانا : حیاتِ اعلیٰ حضرت ج ۱ ص ۱۲۷

Marfat.com

رضا فاؤنڈیشن ــــ عظیم اشاعتی منصوبہ

یوں تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظرِ عنایت سے جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور/شیخوپورہ پاکستان کا ایک اہم مرکزی ادارہ ہے جہاں تعلیم وتربیت کا بہترین انتظام ہے ملک بھر کے سُنّی مدارس کی تنظیم "تنظیم المدارس (اہلسنت)" کا مرکزی دفتر بھی یہیں قائم ہے، طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیشِ نظر شیخوپورہ میں چالیس کنال پر مشتمل وسیع خطۂ اراضی حاصل کیا گیا ہے جہاں جامعہ نظامیہ رضویہ کی بنیاد رکھی جاچکی ہے۔

۱۹۷۴ء سے جامعہ میں مکتبہ قادریہ قائم ہے جس کی طرف سے اسلامی، تاریخی اور اعتقادی موضوعات اور درسِ نظامی سے متعلق مطبوعات کا قابلِ قدر ذخیرہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاچکا ہے جسے اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک پسندیدگی اور وقعت کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔ یہ سب کام استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی مدظلہ کی نگرانی اور سرپرستی میں انجام دیئے جارہے ہیں، جامعہ میں شعبۂ تحقیق وتصنیف بھی قائم ہے جس کے ناظم مولانا محمد منشا تابش قصوری ہیں۔ ہماری خوش قسمتی یہ ہے کہ ہمیں پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ کی سرپرستی حاصل ہے۔ آج پوری دنیا کے علمی حلقوں میں امام احمد رضا بریلوی کا جو تعارف ہے اس میں پروفیسر صاحب کا سب سے زیادہ حصّہ ہے اور وہ اس موضوع پر سند کا درجہ رکھتے ہیں۔

جامعہ نظامیہ رضویہ میں طلباء کو مقالہ نویسی کی ترغیب اور تربیت دی جاتی ہے خصوصاً تنظیم المدارس کے امتحانات درجۂ عالمیہ کا مقالہ لکھنے کے لیے اساتذہ، طلباء کی راہنمائی کرتے ہیں اور طلباء جامعہ کی وسیع لائبریری کے علاوہ دیگر لائبریریوں سے بھی استفادہ کرتے ہیں، اس طرح ایک عمدہ تصنیف تیار ہو جاتی ہے۔ کوئی ادارہ یا خود تنظیم درجہ عالمیہ کے طلباء کے منتخب مقالات' اصحابِ علم وتحقیق کی نظرِ ثانی کے بعد شائع کرنے کا اہتمام کرے تو مختلف موضوعات پر اچھی کتابوں کا بڑا ذخیرہ مارکیٹ میں آجائے گا۔ اس میں تنظیم اور مسلک کی نیک نامی بھی ہوگی اور لکھنے والے علماء کے لیے مزید لکھنے کی تحریک بھی ہوگی۔

یہ غالباً ۱۹۸۵ء کی بات ہے کہ بے سروسامانی کے باوجود جامعہ میں فتاویٰ رضویہ کی تخریج کا کام شروع ہوا' مولانا اظہار اللہ ہزاروی، مولانا منظفر خاں نیازی، مولانا نذیر احمد سعیدی، مولانا محمد عمر ہزاروی اور مولانا محمد حسین اس شعبے میں کام کرتے رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے تمام مدارس کو اس اہم ترین شعبے کی طرف توجہ دینی چاہیئے جہاں متعدد مدرسین کام کر رہے ہوں وہاں ایک مصنّف اور محقق کے لیے بھی جگہ نکالی جاسکتی ہے اور اس کے مشاہرے کا انتظام بھی کیا جاسکتا ہے، یہ امر واقع ہے کہ ایک مصنّف کے کام کی افادیت کئی مدرسین سے

Marfat.com

زیادہ ہے، مدرس تو صرف ان طلبہ کو فائدہ پہنچائے گا جو کلاس میں حاضر ہوں جبکہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہو تو تصنیف کا فائدہ ملک کے گوشے گوشے بلکہ دوسرے ممالک تک پہنچ سکتا ہے، اس سے وہ تشنگی بھی دُور ہوسکتی ہے جو کئی موضوعات کے بارے میں شدت سے محسوس کی جارہی ہے۔

مارچ ۱۹۸۰ء میں جناب مولانا احمد نثار بیگ (مانچسٹر، انگلینڈ) جامعہ میں تشریف لاتے انھوں نے فتاوٰی رضویہ کی تخریج کا کام دیکھا تو پُرزور سفارش کی کہ امام احمد رضا بریلوی کی تصنیفات خصوصاً فتاوٰی رضویہ کی اشاعت کے لیے ایک ادارہ "رضا فاؤنڈیشن" قائم کیا جائے اور انگلینڈ کے احباب سے بھی رابطہ قائم کیا جائے۔ وہ بڑی سعید ساعت تھی کہ حضرت مولانا مفتی محمد عبد القیوم قادری ہزاروی مدظلہ کی سرپرستی میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے ایک ادارہ قائم ہوگیا اور انگلینڈ کے علماء سے رابطہ بھی قائم کیا گیا اور انھوں نے بھرپور دلچسپی لی اور مالی تعاون بھی کیا، فجزاھم اللہ تعالٰی احسن الجزاء۔

حوالوں کی تخریج کے بعد عربی عبارات کے ترجمے کا کام مولانا علامہ مفتی سید شجاعت علی قادری (رکن اسلامی نظریاتی کونسل (سابق جسٹس وفاقی شرعی عدالت) کے سپرد کیا گیا جسے انھوں نے بڑی عمدگی اور دلچسپی سے انجام دیا، پہلے دو رسالوں کی عربی عبارات کا ترجمہ راقم نے کیا، کتابت کے لیے راسخ العقیدہ اور وسیع مذہبی معلومات رکھنے والے خوش نویس جناب محمد شریف گل کا انتخاب کیا گیا ——— پیشِ نظر کتابت کے مطابق فہرست مولانا حافظ محمد عبد الستار سعیدی نے تیار کی۔ اس طرح جلد اوّل تیار ہوکر قارئین کی خدمت میں حاضر ہے۔

فتاوٰی رضویہ جلد اوّل

فتاوٰی رضویہ کی پہلی، دوسری اور پانچویں جلد بریلی شریف سے طبع ہوئی تھی۔ تیسری، چوتھی اور پانچویں جلد حضرت مولانا علامہ عبد الرؤف رحمہ اللہ تعالٰی (متوفی شوال ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء) نے سُنّی دار الاشاعت مبارکپور سے شائع کیں۔ چھٹی اور ساتویں جلد بحر العلوم حضرت مولانا علامہ مفتی عبد المنان اعظمی مدظلہ العالی کی محنت اور کوشش سے منظرِ عام پر آئی ہیں اور آٹھویں جلد کتابت کے مراحل سے گزر رہی ہے، دسویں جلد مکتبہ رضا بیسلپور نے شائع کی اور گیارھویں جلد ادارہ اشاعتِ تصنیفاتِ رضا بریلی نے شائع کی۔ سچی بات یہ ہے کہ ان حضرات نے جتنی محنت ان غیر مطبوعہ جلدوں کو شائع کرنے پر صرف کی ہے اتنی محنت سے وہ نئی کتابیں لکھ سکتے تھے، لیکن آفرین ہے ان کی ہمتِ مردانہ پر کہ انھوں نے اپنی توانائیاں اور علمی صلاحیتیں دورِ حاضر کے اس عظیم فتاوٰی کی اشاعت پر صرف کردیں، یقیناً وہ تمام علمی دنیا کے شکریے کے مستحق ہیں، اللہ تعالٰی انھیں اجر جزیل عطا فرمائے۔

Marfat.com

شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور نے جلد اول دوبارہ شائع کی، سنی دار الاشاعت علویہ رضویہ فیصل آباد کے مالک مولانا حافظ محمد اسلم قادری نے نابینا ہونے کے باوجود پانچ جلدیں شائع کیں (افسوس کہ حافظ صاحب ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۲ء میں رحلت فرما گئے رحمہ اللہ تعالیٰ)، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، مکتبہ رضویہ کراچی، ادارۂ تصنیفات امام احمد رضا کراچی، مکتبہ نعیمیہ اور مکتبہ فاروقیہ دیپا سرائے، سنبھل (انڈیا) نے بھی بعض جلدیں دوبارہ شائع کیں، اس تفصیل سے فتاویٰ رضویہ کی مقبولیت کا کسی قدر اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

رضا فاؤنڈیشن لاہور کی طرف سے پہلی جلد ہدیۂ قارئین ہے، اس ایڈیشن کی خصوصیات درج ذیل ہیں:

۱ - عربی اور فارسی عبارات ایک کالم میں اور ان کا ترجمہ دوسرے کالم میں شامل کیا گیا ہے۔

۲ - حاشیہ میں حوالوں کی تخریج کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ یہ عبارت کس جلد کے کس صفحہ پر ہے اور ایڈیشن کون سا ہے، اور جہاں مصنّف کی اپنی عبارت ہے وہاں (م) اور ترجمہ کی جگہ (ت) لکھا گیا ہے۔

۳ - نئی اور دلکش کتابت کروائی گئی ہے۔

۴ - پیرا بندی کا اہتمام کیا گیا ہے۔

۵ - سائز درمیانہ تجویز کیا گیا ہے، اور یہ بھی کوشش ہوگی کہ جلد زیادہ ضخیم نہ ہو تا کہ قاری کو دقّت نہ ہو۔

اس انداز میں ایڈٹ کرنے کا نتیجہ ہوگا کہ جلدوں کی تعداد میں اضافہ ہو جائے گا، چنانچہ پہلی جلد، تین جلدوں میں پیش کی جائے گی۔ 'کتاب الطہارۃ' کا کچھ حصہ جو دوسری جلد میں شامل کر دیا گیا تھا اسے بھی انھی جلدوں میں شامل کر دیا جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

پیش نظر جلد اول، سابقہ جلد اول کے صفحہ ۲۴۳ 'باب المیاہ' تک ہے۔ ترتیب میں ایک تبدیلی یہ بھی کی گئی ہے کہ اصولِ افتاء سے متعلق رسالہ مبارکہ 'اجلی الاعلام' ابتداء میں لگا دیا گیا ہے، اسی طرح رسالہ 'باب العقائد والکلام' کو عقائد سے متعلق جلد میں پیش کیا جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

پیشِ نظر جلد میں ۲۲ سوالات کے جوابات ہیں، اس حصے میں ۱۰۸ مقامات پر امام احمد رضا نے اقول کہہ کر فوائد بیان کیے ہیں یا فقہائے متقدمین کی خدمت میں معروضات و تطفلات پیش کیے ہیں۔ گیارہ مستقل رسائل ہیں جن کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱ - اَجْلَی الْاِعْلَامِ اَنَّ الْفَتْوٰی مُطْلَقًا عَلٰی قَوْلِ الْاِمَامِ۔	فتوٰی مطلقاً امام اعظم کے قول پر ہوتا ہے۔
۲ - اَلْجُوْدُ الْحُلْوُ فِیْ اَرْکَانِ الْوُضُوْءِ۔	وضو کے اعتقادی اور عملی فرائض و واجبات کا بیان (جو اس رسالے کے علاوہ کہیں نہ ملے گا)

Marfat.com

٣ - تَنْوِيرُ الْقِنْدِيلِ فِيْ أَوْصَافِ الْمِنْدِيلِ۔ — طہارت کے بعد بدن کے پونچھنے کا بیان

۴ - نَبْهُ الْاَحْكَامِ اَنْ لَّا وُضُوْءَ مِنَ الزُّكَامِ۔ — زکام ناقض وضو نہیں

۵ - اَلطِّرَازُ الْمُعْلَمُ فِيْمَا هُوَ حَدَثٌ مِّنْ اَحْوَالِ الدَّمِ۔ — جسم سے خون نکلنے کے مسائل اور دلائل کی بے مثال تنقیح۔

۶ - نَبَهُ الْقَوْمِ اَنَّ الْوُضُوْءَ مِنْ اَيِّ نَوْمٍ۔ — سونے سے وضو ٹوٹنے کے مسائل

۷ - خُلَاصَةُ تِبْيَانِ الْوُضُوْءِ۔ — وضو اور غسل کی احتیاطوں کا بیان

۸ - اَلْاَحْكَامُ وَالْعِلَلُ فِيْ اَشْكَالِ الْاِحْتِلَامِ وَالْبَلَلِ۔ — احتلام کے متعلق تمام مسائل کی منفرد تحقیق

۹ - بَارِقُ النُّوْرِ فِيْ مَقَادِيْرِ مَاءِ الطُّهُوْرِ۔ — وضو اور غسل میں پانی کی مقدار پر بحث

۱۰ - بَرَكَاتُ السَّمَاءِ فِيْ حُكْمِ اِسْرَافِ الْمَاءِ۔ — پانی کے غیر ضروری خرچ کرنے کا حکم

۱۱ - اِرْتِفَاعُ الْحُجُبِ عَنْ وُجُوْهِ قِرَاءَةِ الْجُنُبِ۔ — جنبی کی قراءت سے متعلق وہ تحقیقات جو دوسری جگہ نہیں ملیں گی۔

اللہ تعالیٰ رضا فاؤنڈیشن، لاہور کو بہتر سے بہتر انداز میں مکمل فتاویٰ رضویہ پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ادارے کا یہ پروگرام بھی ہے کہ امام احمد رضا بریلوی کے جو رسائل عربی میں ہیں یا ان میں کہیں کہیں اردو عبارات آئیں انھیں عربی زبان میں جدید انداز میں ٹائپ پر کمپوز کروا کر شائع کیا جائے تاکہ علمی دنیا میں ان سے استفادہ کیا جا سکے۔

الحمد للہ تعالیٰ! اس وقت تک چار کتابیں دیدہ زیب انداز میں شائع کر کے ہدیۂ قارئین کی جا چکی ہیں:

۱ - کفل الفقیہ الفاہم (عربی) — مصری ٹائپ میں

۲ - کفل الفقیہ الفاہم (اردو) — نئی کتابت اور تخریج کے ساتھ

۳ - مجموعۂ رسائل نور و سایہ — ″ ″ ″ ″

۴ - مجموعۂ رسائل ردّ مرزائیت — ″ ″ ″ ″

برادرانِ اہلِ سنّت اور قدر شناسانِ اعلیٰ حضرت کا کام ہے کہ آگے بڑھیں، رضا فاؤنڈیشن کے خود ممبر بنیں اور اپنے دوستوں کو ممبر بنائیں تاکہ یہ پروگرام تیزی کے ساتھ تکمیل کی طرف گامزن ہو سکے۔

۱۶ شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ
۱۴ مارچ ۱۹۹۰ء

محمد عبد الحکیم شرف قادری نقشبندی

Marfat.com

فقیہِ اسلام امام احمد رضا خاں بریلوی

بحیثیت

مرجع العلماء

خادم حسین، فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

Marfat.com

فتاویٰ رضویہ کا اجمالی خاکہ

- فتاویٰ رضویہ کے مطبوعہ حصص میں دریافت کیے گئے کل استفتاء کی تعداد ۴۴۹۴
- علماء و دانشور حضرات کے کل استفتاء کی تعداد ۱۰۶۱

جلد اوّل

کل استفتاء کی تعداد	۱۸۱
علماء و دانشور حضرات کے استفتاء کی تعداد	۴۹
غیر علماء کے استفتاء کی تعداد	۱۳۲

جلد دوم

کل استفتاء کی تعداد	۲۵۶
علماء و دانشور حضرات کے استفتاء کی تعداد	۷۳
غیر علماء کے استفتاء کی تعداد	۱۸۳

جلد سوم

کل استفتاء کی تعداد	۸۳۲
علماء و دانشور حضرات کے استفتاء کی تعداد	۲۰۰
غیر علماء کے استفتاء کی تعداد	۶۳۲

Marfat.com

جلد چہارم

کل استفتاء کی تعداد	۴۴۰
علماء و دانشور حضرات کے استفتاء کی تعداد	۱۱۳
غیر علماء کے استفتاء کی تعداد	۳۲۷

جلد پنجم

کل استفتاء کی تعداد	۹۲۰
علماء و دانشور حضرات کے استفتاء کی تعداد	۱۶۲
غیر علماء کے استفتاء کی تعداد	۷۴۸

جلد ششم

کل استفتاء کی تعداد	۴۹۹
علماء و دانشور حضرات کے استفتاء کی تعداد	۱۰۳
غیر علماء کے استفتاء کی تعداد	۳۹۶

جلد ہفتم

کل استفتاء کی تعداد	۳۷۶
علماء و دانشور حضرات کے استفتاء کی تعداد	۸۰
غیر علماء کے استفتاء کی تعداد	۲۹۶

جلد دہم

کل استفتاء کی تعداد	۸۲۴
علماء و دانشور حضرات کے استفتاء کی تعداد	۲۵۱
غیر علماء کے استفتاء کی تعداد	۵۷۳

Marfat.com

جلد یازدہم

کل استفتاء کی تعداد	۱۶۶
علماء و دانشور حضرات کے استفتاء کی تعداد	۳۰
غیر علماء کے استفتاء کی تعداد	۱۳۶

Marfat.com

امام احمد رضا بریلوی سے

استفتاء کرنے والے عالمِ اسلام کے معروف علماء اور دانشور

نمبر شمار	اسماء			حوالہ
	ا			
۱	ابوالحسن	مولانا	ضلع ارکان	ج ۴ ص ۲۰۴
۲	اشرف علی	〃	بریلی	ج ۴ ص ۴۱۲ ؛ ج ۱۰ نصف ثانی ص ۱۲۰
۳	ایوب علی سیّد	〃	〃	ج ۴ ص ۴۱۴
۴	امیر اللہ حافظ مدرس	〃	〃	ج ۳ ص ۱۰۲، ۱۸۴، ۶۵۳، ۶۷۰ ؛ ج ۴ ص ۴۷۸، ۴۸۵ ؛ ج ۵ ص ۱۶۹ ؛ ج ۱۰ نصف اول ص ۱۳۸، ۲۳۰ ۔
۵	احسان علی	〃	〃	ج ۳ ص ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۵ ؛ ج ص ۳۵۵، ۴۱۶، ۶۴۵ ؛ ج ۵ ص ۲۹۹ ؛ ج ۱۰ نصف ثانی ص ۲۸۴
۶	امام الدین	〃	〃	ج ۵ ص ۶۷۴
۷	اظہر الدین بنگالی	〃	سہارن پور	ج ۴ ص ۴۹۳
۸	انوار الدین	〃	ضلع سلہٹ	ج ۴ ص ۱۰۸، ۱۶۳، ۲۰۴
۹	امیر یار	〃	سہارن پور	ج ۴ ص ۱۱۰
۱۰	اسمٰعیل میاں حاجی	〃	جنوبی افریقہ	ج ۲ ص ۴، ۲۶، 112 ؛ ج ۵ ص ۱۰۳ ؛ ج ۲ ص ۱۲۵، ۱۳۷
۱۱	انوار الحق	〃	ضلع لاہور	ج ۳ ص ۲۲۶ ؛ ج ۵ ص ۷۵، ۷۹۵ ج ۴ ص ۱۲۴

Marfat.com

۱۲	احمد الدین	مولانا	بیگم شاہی مسجد لاہور	ج ۷ ص ۹۲ ؛ ج ۱۰ نصف ثانی ص ۳۱۴
۱۳	اکرم علی سید عرف مطلوب شاہ	مولانا مدرس	حیدرآباد دکن	ج ۵ ص ۲۷۵
۱۴	ابوالحسن احمد نوری، سید	مولانا	بدایوں	ج ۳ ص ۱۷۵ ؛ ج ۵ ص ۵۳۰ ؛ ج ۱۱ ص ۹۳
۱۵	امداد علی مدرس	مولانا	ضلع علی گڑھ	ج ۵ ص ۷۲۲ ، ۷۲۷
۱۶	انعام الحق	〃	بریلی	ج ۵ ص ۷۳۶
۱۷	احمد بخش	〃	ڈیرہ غازیخان	ج ۳ ص ۶۳۹ ؛ ج ۵ ص ۷۸۶
۱۸	احمد حسین	〃	ضلع رہتک	ج ۳ ص ۷۲۳
۱۹	امیر اللہ مدرس	〃	ضلع ایٹہ	ج ۴ ص ۴۷۸ ، ۴۸۵ ؛ ج ۱۰ نصف اول ص ۱۷۹
۲۰	امام علی شاہ	〃	پاکپتن ساہیوال	ج ۳ ص ۴۱۹
۲۱	اولاد علی سید	〃	مراد آباد	ج ۴ ص ۸۳
۲۲	امجد علی اعظمی صدر الشریعۃ مصنف بہار شریعت			ج ۳ ص ۴۸۷
۲۳	احمد مختار میرٹھی	〃	شہر مانڈلے	ج ۲ ص ۴۸۳ ؛ ج ۵ ص ۱۹۷
۲۴	اللہ یار	〃	نماڑ	ج ۱ ص ۹۷۵ ؛ ج ۲ ص ۱۲۸ ، ۱۸۲ ؛ ج ۳ ص ۶۷۵ ، ۶۸۴
۲۵	احسان حسین	〃	بریلی	ج ۵ ص ۴۲ ؛ ج ۷ ص ۲۵۱ ، ۲۶۲
۲۶	امداد حسین	〃	رام پور	ج ۳ ص ۱۶۸
۲۷	احمد بخش	〃	شہر تکیہ	ج ۳ ص ۳۷۳
۲۸	احمد مختار صدیقی	〃	ملک برہما (برما)	ج ۶ ص ۲۵
۲۹	اختر حسین	〃	بریلی	ج ۶ ص ۱۷۴ ؛ ج ۷ ص ۹۳ ؛ ج ۵ ص ۷۸۲ ؛ ج ۱۱ ص ۹۰
۳۰	آدم شاہ	〃	کولھاپور	ج ۶ ص ۷۷
۳۱	احمد صدیقی	〃	کراچی بندرگاہ	ج ۶ ص ۱۱۴
۳۲	امیر حسین	〃	ضلع پٹنہ	ج ۶ ص ۳۴۲

Marfat.com

۳۳	احمد حسن	مولانا	کانپور	ج ۱۰ نصف اول ص ۷۷
۳۴	امیر حسن	"	بلندشہر	ج ۴ ص ۱۷۴ ؛ ج ۷ ص ۲۶۱ ؛ ج ۱۰ نصف ثانی ص ۲۰۳
۳۵	احمد علی	"	کانپور	ج ۱۰ نصف اول ص ۱۵۴
۳۶	احسان علی مدرس	"	علی گڑھ	ج ۱۱ ص ۳۷، ۲۷۵
۳۷	احمد حسین	مولانا	رام پور	ج ۱۱ ص ۲۹۱
۳۸	امجد علی خان صاحبزادہ	"	رام پور	ج ۷ ص ۳۸۴
۳۹	احمد علی سیّد	"	اودے پور	ج ۶ ص ۳۳۵
۴۰	اکرام الدین شیخ	"	لکھنؤ	ج ۷ ص ۱۴
۴۱	ابراہیم شیخ مدرس	"	ملک آباد گجرات	ج ۱ ص ۳۱۸ رضا اکیڈمی بمبئی
۴۲	احمد خان وکیل	"	اودے پور	ج ۱۱ ص ۳۱۲
۴۳	اسمٰعیل حسن میاں سیّد	"	ضلع ایٹہ	ج ۱۰ نصف اول ص ۶، ۸۷
۴۴	احمد علی سیّد مدنی	"	بمبئی	ج ۶ ص ۳۲۸
۴۵	احمد میاں سیّد زادہ	"	رام پور	ج ۱۱ ص ۳۶
۴۶	ابو سعید	"	کان پور	ج ۱۱ ص ۲۹۵
۴۷	امیر عالم حسن عرف نوشہ میاں	"	بریلی شریف	ج ۱۰ نصف ثانی ص ۱۴۵
۴۸	ابراہیم مدرس	"	الہ آباد	ج ۱۰ " ص ۲۶۲
۴۹	آفتاب الدین	"	بریلی شریف	ج ۱۰ " ص ۲۸۲
۵۰	احمد مختار	"	میرٹھ	ج ۱۰ " ص ۳۱۲
۵۱	الطاف الرحمٰن	"	مرادآباد	صلوٰۃ
۵۲	احمد اللہ	"	کان پور	رادالقحط والوبا بدعوۃ الجیران ومواساۃ الفقراء
۵۳	ارشد علی	"	رام پور	ج ۷ ص ۲۹۱
۵۴	ابراہیم گیلانی، سید، قادری بغدادی	مولانا	کراچی	ج ۱۰ نصف ثانی ص ۲۰۴
۵۵	ابراہیم	مولانا	بنارس	ج ۱۰ نصف ثانی ص ۲۶۰، ۳۰۸
۵۶	امیر الدین		گنج گیا	ج ۵ ص ۲۴۷

Marfat.com

۵۷	امیرالدین		جوناگڑھ	ج ۲ ص ۱۶۲

ب

۵۸	باسط احمد	مولانا	لکھنؤ	ج ۴ ص ۴۹۴
۵۹	بدرالدین	″	بنارس	ج ۱۱ ص ۳۱
۶۰	بدیع الزمان	″	بریلی شریف	ج ۳ ص ۵۹۴
۶۱	برکات احمد وکیل	″	بریلی شریف	ج ۵ ص ۳۲۰
۶۲	بشیر احمد مدرس علی گڑھی	″	بریلی شریف	ج ۳ ص ۱۵ ؛ ج ۵ ص ۱۶۷
۶۳	بشیر الدین وکیل	″	″	ج ۵ ص ۶۱۳
۶۴	بندہ علی	″	″	ج ۱۰ ثانی ص ۳۲

ت

۶۵	تلن خان قاضی، مدرس	″	شہر کہنہ بریلی	ج ۶ ص ۳۴۰
۶۶	عرف میزان اللہ شاہ			
۶۷	تمیز الدین	″	نصیر آباد	ج ۷ ص ۱۱۹
۶۸	تاج الدین	″	گوجر خان ضلع راولپنڈی	ج ۶ ص ۱۴۰

ج

۶۹	جمال الدین	″	ضلع چاٹگام	ج ۵ ص ۴۷۴
۷۰	جمیل الدین رضوی	″	جیت پور کاٹھیاواڑ	ج ۵ ص ۵۵۲
۷۱	جمیل الدین احمد	″	مراد آباد	ج ۴ ص ۵۲

ح

۷۲	حاکم علی پروفیسر بی اے	″	موتی بازار لاہور	ج ۱۰ ثانی ص ۷۶۹
۷۳	حامد بخش	″	بدایوں	ج ۷ ص ۲۴۸، ۹۶

Marfat.com

۷۴	حامد حسن، سیّد	مولانا	مارہرہ مطہرہ شریف	ج ۴ ص ۶۶۴
۷۵	حامد علی	″	الہ آباد	ج ۱۰ اول ص ۲۱۰
۷۶	حامد علی	″	بریلی شریف	ج ۱۰ ثانی ص ۲۱۱
۷۷	حبیب اللہ، سیّد، دمشقی		″	ج ۱۰ ثانی ص ۱
۷۸	حبیب اللہ بیگ	″	ریاست رام پور	ج ۵ ص ۶۰۱ ؛ ج ۳ ص ۶۲۹
۷۹	حسن رضا خان	″	ریاست ٹونک	ج ۷ ص ۲۹۵
۸۰	حشمت علی	″	شہر گڈھیا	ج ۳ ص ۷۳ ؛ ج ۶ ص ۵۰۶
۸۱	حضور احمد	″	بریلی شریف	ج ۴ ص ۱۱۴
۸۲	حفیظ الرحمٰن، مدرس	″	ضلع رہتک	ج ۲ ص ۳۲
۸۳	حفیظ الرشید	″	مراد آباد	ج ۷ ص ۲۷۷
۸۴	حمد اللہ قادری	″	ضلع پشاور	ج ۷ ص ۵۴۳ ؛ ج ۱۰ ثانی ص ۳۰۷
۸۵	حمید الرحمٰن	مولانا	ضلع نواکھالی	ج ۱۰ ثانی ص ۳۱۰
۸۶	حمید اللہ پیر المعروف نعمان ملّا	″	گولڑہ شریف ضلع راولپنڈی	ج ۳ ص ۶۶
۸۷	حسن حیدر میاں	″	مارہرہ مطہرہ	ج ۴ ص ۴۸۶
۸۸	حسن بخش رضوی	″	خیر آباد	ج ۱ ص ۵۵۹

خ

۸۹	خدا بخش	″	ضلع کیمبل پور	ج ۳ ص ۲۴۰
۹۰	خدا یار خان	″	شہر کہنہ	ج ۷ ص ۳۵
۹۱	خلیل الرحمٰن	″	بنارس	ج ۱۰ ثانی ص ۷۷، ۱۳۳، ۲۶۹ ؛ ج ۷ ص ۵۳
۹۲	خلیل اللہ، مدرس	″	ریاست کوچ بہار ملک بنگالہ	ج ۱۰ اول ص ۱۸۰
۹۳	خلیل اللہ خاں	″	پشاوری	ج ۱۰ اول ص ۱۴۰
۹۴	خورشید، سیّد	″	بھیرٹی	ج ۱ ص ۵۷۹
۹۵	خلیل اللہ	″	کوہ الموڑہ	ج ۴ ص ۶۴۸، ۶۴۹
۹۶	خلیل اللہ خان	″	کھیری	ج ۵ ص ۲۵۱

Marfat.com

ر

۹۷	رضی الدین	مولانا	ضلع گیا	ج ۳ ص ۷۰۱
۹۸	رحیم اللہ	〃	بریلی	ج ۳ ص ۸۷ ، ۲۲۹ ؛ ج ۱۰ ص ۹۲
۹۹	رحمۃ اللہ	〃	شہر کہنہ	ج ۵ ص ۱۵۴
۱۰۰	رمضان علی بنگالی	〃	بریلی	ج ۳ ص ۷۴۶ ، ج ۶ ص ۴۸۴ ؛ ج ۱۰ ثانی ص ۲۵۳
۱۰۱	رحیم بخش	〃	میرٹھ	ج ۶ ص ۱۵۰
۱۰۲	راحت اللہ	〃	بلند شہر	ج ۳ ص ۱۳۳ ، ۶۰۲ ؛ ج ۵ ص ۴۳۸ ؛ ج ۶ ص ۸۰
۱۰۳	ریاست علی خاں	〃	شاہجہانپور	ج ۵ ص ۴۶۷ ؛ ج ۱۱ اول ص ۲۲۱ ، ۲۳۲
۱۰۴				
	رحیم بخش بنگالی	〃	بریلی	ج ۳ ص ۵۹۸ ، ۸۰۸ ؛ ج ۱۰ ثانی ص ۲۵۴
۱۰۵				ج ۱۱ ص ۳۲۰
	رجب الدین	〃	〃	ج ۴ ص ۹۹
۱۰۶	رحیم بخش ، مدرس	〃	آرہ شاہ آباد	ج ۳ ص ۷۹۹ ؛ ج ۴ ص ۸۶
۱۰۷	ریاست حسین	〃	رام پور	ج ۳ ص ۶۸۸ ، ۸۰۲ ؛ ج ۵ ص ۴۴۴ ، ۶۱۹
۱۰۸	رسول بخش	مولانا	گورکھپور گھوسی پور	ج ۱۰ ثانی ص ۴۵
۱۰۹	رحیم بخش	〃	شیرکوٹ	ج ۵ ص ۴۸۹

س

۱۱۰	سلامت اللہ شاہ	〃	رام پور	ج ۳ ص ۴۳۹ ؛ ج ۷ ص ۵۹۸
۱۱۱	سکندر علی بنگالی	〃	خیرآباد	ج ۵ ص ۱۸۶
۱۱۲	سراج الحق شاہ	〃	دہلی	ج ۳ ص ۵۲۰
۱۱۳	سلیم اللہ	〃	لاہور	ج ۲ ص ۱۱۵
۱۱۴	سعید احمد	〃	کاٹھیاواڑ	ج ۲ ص ۱۳۷
۱۱۵	سلطان احمد ، نواب	〃	بریلی	ج ۱ ص ۳۱۶ ؛ ج ۲ ص ۱۸ ، ۳۱ ؛

Marfat.com

				ج ۳ ص ۷۵۳، ۶۵۳، ۸۶، ۹۸، ۳۲۲، ۲۳، ۷ : ج ۴ ص ۱۸، ۶۶۳؛ ج ۵ ص ۱۰۰، ۳۱۷ : ج ۱۱ ص ۱۱۷
۱۱۶	سعید الحسن	مولانا	کانپور	ج ۵ ص ۵۱۹
۱۱۷	سیف اللہ	″	کاٹھیاواڑ	ج ۴ ص ۴۷۵
۱۱۸	سراج الحق، جج	″	بہاولپور	ج ۷ ص ۳۰۳
۱۱۹	سید احمد لکھنوی	″	علی گڑھ	ج ۱۰ ثانی ص ۱۶۵
۱۲۰	سعید الرحمٰن	″	ضلع میمن سنگھ	ج ۱۰ ثانی ص ۳۰۶
۱۲۱	سید حسین	″	گونڈہ	ج ۴ ص ۴۶۴
۱۲۲	سلیمان	″	اکبر آباد	ج ۶ ص ۵۰۵
۱۲۳	سرور شاہ، ابو النصر	″	ضلع سکھر چونڈی شریف	ج ۵ ص ۲۷۷
۱۲۴	سید حسین نائب قاضی	″	بمبئی	ج ۵ ص ۶۱۷
۱۲۵	سید احمد	″	مراد آباد	ج ۲ ص ۳۵۳
۱۲۶	سلیمان۔ مدرس	″	کانپور	ج ۱۰ ثانی ص ۱۸۷
۱۲۷	سید دیدار علی الوری	″	اکبر آباد	ج ۶ ص ۱۲۶

ش

۱۲۸	شجاعت علی	″	شہر کہنہ	ج ۳ ص ۴۷۷ ؛ ج ۴ ص ۵۴۱
۱۲۹	شریف الرحمٰن	″	ضلع مظفر پور	ج ۵ ص ۲۹۸
۱۳۰	شفاعت رسول	مولانا	رام پور	ج ۵ ص ۵۸
۱۳۱	شفاعت اللہ	″	بریلی محلہ ملوک پور	ج ۶ ص ۱۲۹ ؛ ج ۴ ص ۴۰۶
۱۳۲	شفیع احمد	″	بریلی	ج ۱۰ ثانی ص ۱۵۴
۱۳۳	شمس الدین	″	″	ج ۱۰ ثانی ص ۲۷۹
۱۳۴	شفیع الدین	″	کانپوری	ج ۳ ص ۳۲۴
۱۳۵	شمس الدین	″	ضلع پیلی بھیت	ج ۱۰ ثانی ص ۲۷۸

Marfat.com

۱۳۶	شیر علی	مولانا	ضلع دربھنگہ	ج ۵ ص ۱۱۴
۱۳۷	شمس الدین	"	نصیر آباد ضلع اجمیر شریف	ج ۷ ص ۵۲۳
۱۳۸	شبیر محمد	"	میرٹھ	ج ۶ ص ۱۵۱
۱۳۹	شبیر محمد	"	کوٹ نجیب اللہ ہری پور ہزارہ	ج ۱ ص ۵۶۴ ؛ ج ۲ ص ۳۴۲ ؛ ج ۳ ص ۴۶۰، ۶۲۶، ۱۵۸ ؛ ج ۴ ص ۳، ۳۳، ۱۸۰، ۳۷۷، ۴۷۴ ؛ ج ۵ ص ۳۰۴
۱۴۰	شمس الهدیٰ	"	بریلی	ج ۳ ص ۳۷۴

ص

۱۴۱	صابر علی	"	لکھنؤ	ج ۶ ص ۴۲۸
۱۴۲	صالح محمد خان، مدرس	"	ضلع بلند شہر	ج ۱۰ ثانی ص ۱۳۶
۱۴۳	صلاح الدین	"	ضلع پشاور	ج ۶ ص ۴۱۴

ض

۱۴۴	ضیاء الدین	"	لکھنؤ	ج ۲ ص ۲۷
۱۴۵	ضیاء الدین	"	پٹنہ	ج ۲ ص ۱۲۹ ؛ ج ۳ ص ۴۷ ؛ ج ۴ ص ۱۶۵
۱۴۶	ضیاء الدین	"	پرتگال	ج ۲ ص ۳۷۲ ؛ ج ۳ ص ۴۸۹، ۸۱۰؛
۱۴۷	ضیاء الدین	"	ضلع شاہجہانپور	ج ۶ ص ۱۰۲
۱۴۸	ضیاء الاسلام	"	آگرہ	ج ۵ ص ۷۶۲

ظ

۱۴۹	ظفر الدین، مدرس	مولانا	شہرام مدرسہ عربیہ	ج ۴ ص ۴۶۵ ؛ ج ۲ ص ۳۰۶
۱۵۰	ظفر الدین، مدرس	مولانا	ضلع شاہ آباد	ج ۱۰ نصف آخر ص ۳۷، ۴۱
۱۵۱	ظفر الدین، مدرس	"	پانکی ڈاکخانہ بیند	ج ۱۰ نصف آخر ص ۱۳۰

Marfat.com

۱۵۲	ظہور احمد، سید	مولانا	بیٹھو شریف ضلع گیا	ج ۵ ص ۴۷، ۴۸، ۴۹
۱۵۳	ظہور الحسن، سید	″	رام پور	ج ۷ ص ۲۹۱
۱۵۴	ظہور حسین	″	بریلی	ج ۶ ص ۳۳۷
۱۵۵	ظہور اللہ	″	ریاست ٹونک	ج ۷ ص ۳۵۴
۱۵۶	ظہیر الدین	″	مظفر پوری	ج ۱۰ نصف اول ص ۲۴۰
۱۵۷	ظہور الحسین حسنی	″	بنگالہ	ج ۱۰ نصف آخر ص ۱۸۵

ع

۱۵۸	عبد العزیز، مدرس	″	گوندہ ملک	ج ۳ ص ۵۷، ۳۸۳ ؛ ج ۱۰ ج ۳ س ۳۸۳
۱۵۹	عبد الحمید	″		ج ۱ ص ۵۵۴
۱۶۰	عبد اللطیف، قاضی	″	بمبئی	ج ۶ ص ۳۵۶
۱۶۱	عبد القادر مفتی، صدر الصدور	″	رامپور	ج ۶ ص ۳۹۲ ؛ ج ۷ ص ۵۵۹ ؛ ج ۱۱ ص ۳۱۹
۱۶۲	عبد العلی	″	ضلع نواکھالی	ج ۶ ص ۳۹۶
۱۶۳	عبید اللہ	″	کان پور	ج ۶ ص ۳۹۷
۱۶۴	عبد المطلب	″	کاٹھیاواڑ	ج ۴ ص ۸۲ ؛ ج ۶ ص ۴۳۱
۱۶۵	عبد الحمید	″	مارہرہ مطہرہ ایٹہ	ج ۶ ص ۴۹۶
۱۶۶	عبد العزیز خان قادری	″	ملک برھما	ج ۶ ص ۱۵۴
۱۶۷	عبد الرحیم، مدرس	″	ریاست بہاولپور	ج ۶ ص ۱۵۸، ۱۷۱
۱۶۸	علی رضا خان	″	بغداد شریف	ج ۶ ص ۱۸۳
۱۶۹	عبد الرحمٰن قادری (مصنف فوائد مکیہ)	″	گولڑہ شریف راولپنڈی	ج ۷ ص ۴۸۹ ؛ ج ۱۰ نصف آخر ص ۳۲
۱۷۰	عبد العزیز	″	ضلع اورنگ آباد	ج ۷ ص ۲۸
۱۷۱	عبد الحمید	″	بنارس	ج ۵ ص ۱۵۵ ؛ ج ۱۰ ثانی ص ۱۴۷

Marfat.com

				ج ۱۱ ص ۲ ؛ ج ۲ ص ۴۴ ج ۶ ص ۳۲
۱۷۲	عبدالرزاق	مولانا	مدراس	ج ۳ ص ۲۳۰ ؛ ج ۵ ص ۲۹ ج ۵ ص ۵۷۱
۱۷۳	عبدالحکیم	〃	ضلع سلہٹ	ج ۵ ص ۴۰۲، ۵۶۳
۱۷۴	عبدالوحید قاضی	〃	عظیم آباد پٹنہ	ج ۳ ص ۶۱۸ ؛ ج ۴ ص ۶۰۲ ؛ ج ۵ ص ۴۰، ۱۲۵ ؛ ج ۱۱ ص ۱۹۷
۱۷۵	عابد حسین	〃	لکھنؤ	ج ۵ ص ۳۷۷
۱۷۶	عزیز الحسن	〃	ضلع ٹاوہ	ج ۵ ص ۸۲ ؛ ج ۶ ص ۳۳۳
۱۷۷	عبدالقادر	〃	سرہند شریف	ج ۵ ص ۱۹۳
۱۷۸	عبداللہ ٹونکی	〃	لاہور	ج ۵ ص ۳۳۲ ؛ ج ۷ ص ۴۱۹
۱۷۹	عبدالغنی	〃	ضلع سلہٹ	ج ۳ ص ۶۲۵ ؛ ج ۵ ص ۱۵۵، ۵۵۸، ۵۵۹، ۶۴۳
۱۸۰	عبدالغفور	〃	الہ آباد	ج ۵ ص ۲۹۱
۱۸۱	عبدالرسول	〃	بدایوں	ج ۵ ص ۲۹۷
۱۸۲	عبدالمقتدر	〃	〃	ج ۲ ص ۳۶۴
۱۸۳	عبدالحمید	〃	〃	ج ۳ ص ۸
۱۸۴	عبدالغنی	〃	ضلع بلاسپور	ج ۲ ص ۳۷۹
۱۸۵	عبدالرحمٰن، وکیل	〃	میرٹھ تا علاقہ جودھپور	ج ۳ ص ۶۰۹
۱۸۶	عبدالرحمٰن، مدرس	〃	مراد آباد	ج ۳ ص ۲۶۳ ؛ ج ۱۰ ثانی ص ۲۶۵، ۳۱۳
۱۸۷	عبدالغنی	〃	〃	ج ۵ ص ۳۳۲
۱۸۸	عبدالحفیظ، مدرس	〃	ٹونڈہ، بریلی شریف	ج ۳ ص ۲۰۹ ؛ ج ۱۰ ص ۲۷۴
۱۸۹	عبدالعلی	〃	فیض آباد	ج ۳ ص ۳۷۹، ۵۹۴، ۶۰۰ ؛ ج ۱۰ ثانی ص ۱۶۸
۱۹۰	عبداللہ، مدرس	〃	〃	ج ۳ ص ۲۰۹، ۲۷۴

Marfat.com

۱۹۱	عبداللہ بہاری، مدرس	مولانا	بریلی شریف	ج ۲ ص ۱۲؛ ج ۳ ص ۶۶، ۲۰۷؛ ج ۲ ص ۱۴۳؛ ج ۳ ص ۳۷۴، ۳۷۶، ۶۲۲، ۶۴۷؛ ج ۳ ص ۲۵۰، ۴۸۸؛ ج ۵ ص ۱۹۵؛ ج ۱۰ ثانی ص ۲۷۶
۱۹۲	عبدالعزیز	"	"	ج ۶ ص ۳۷۹
۱۹۳	عبدالرشید، مدرس	"	"	ج ۳ ص ۳۹۴؛ ج ۵ ص ۶۴۵؛ ج ۲ ص ۲۰۵
۱۹۴	عبیداللہ	"	"	ج ۱۰ ثانی ص ۲۵۳
۱۹۵	عبدالمنان	"	دہلی	ج ۳ ص ۲۴۱
۱۹۶	عبدالمنان	"	بنگالہ	ج ۱۰ ثانی ص ۷۰۰
۱۹۷	عبدالقادر، مدرس	"	بمبئی	ج ۱۰ ثانی ص ۲۹
۱۹۸	عزیز الحسن	"	بریلی	ج ۱۰ ثانی ص ۱۲۶
۱۹۹	عبدالمجید خان حنفی	"	بلند شہر	ج ۱۰ ثانی ص ۱۳۷
۲۰۰	عبدالقوی بنگالی	"	بریلی	ج ۱۰ ثانی ص ۱۸۸
۲۰۱	عبدالرحیم بیگ	"	کراچی	ج ۱۰ ثانی ص ۱۴۴
۲۰۲	عبدالرحمٰن، مدرس	"	گودھرہ	ج ۱۰ ثانی ص ۱۷۵
۲۰۳	عبدالعلیم صدیقی قادری	"	بمبئی۔ کلکتہ۔ جنوبی افریقہ	ج ۷ ص ۱۲۵؛ ج ۱۰ ثانی ص ۱۶۱، ۱۹۶
۲۰۴	عطاء حسین	"	گوالیار	ج ۱۰ ثانی ۱۹۶
۲۰۵	عین الیقین	"	بریلی	ج ۱۰ ثانی ص ۳۷۸
۲۰۶	عابد علی	"	ضلع سلطان پور	ج ۱۰ ثانی ص ۳۲۰
۲۰۷	عبداللہ قادری	"	ضلع سکھر	ج ۱۰ ثانی ص ۳۱۵
۲۰۸	عبدالرشید	"	دہلی	ج ۴ ص ۱۱۶؛ ج ۱۰ ص ۲۶۶
۲۰۹	عبدالواحد متھراوی	"	شہر کہنہ	ج ۵ ص ۷۷۱
۲۱۰	عبدالرحیم	"	بریلی شریف	ج ۷ ص ۳۹۰
۲۱۱	عبدالباری	"	ضلع نواکھالی	ج ۱۰ اول ص ۲۱۱
۲۱۲	عبدالحمید	"	ضلع کمرلہ	ج ۱۰ اول ص ۱۹۱

Marfat.com

۲۱۳	عبدالجبار، سید	مولانا	حیدرآباد دکن	ج ۱۱ ص ۳۰۰
۲۱۴	عبداللطیف	″	ضلع رنگ پور	ج ۱۰ اول ص ۲۱۱
۲۱۵	عبدالرحیم خان	″	ریاست دیوان	ج ۱۰ اول ص ۱۴۳
۲۱۶	عبدالسلام	″	جبل پور	ج ۳ ص ۴۲۸
۲۱۷	عظیم الدین، مدرس	″	خیرآباد	ج ۳ ص ۱۱؛ ج ۷ ص ۴، ۱۱۲
۲۱۰	عبدالغنی بنگالی	″	بریلی	ج ۴ ص ۶۳؛ ج ۱۱ ص ۲۷۲
۲۱۹	عبداللطیف	″	سہسوان	ج ۱۰ ثانی ص ۴۷
۲۲۰	علی بن زید، سید	″	ضلع سورت	ج ۶ ص ۳۳۸، ۳۷۰
۲۲۱	عبدالسمیع	″	میرٹھ	ج ۱۱ ص ۱۱۷
۲۲۲	عظیم اللہ	″	شیرگڑھ	ج ۱۰ ثانی ص ۱۰۰
۲۲۳	عبدالاول، سید	″	کاٹھیاواڑ	ج ۱۰ ثانی ص ۲۸۷
۲۲۴	عبدالعزیز میاں، مدرس	″	ضلع سارن	ج ۱۰ ثانی ص ۳۰۴
۲۲۵	عبدالشکور	″	بلیا	ج ۵ ص ۲۷۲
۲۲۶	عبدالرب	″	رانچی	ج ۵ ص ۶۵۱
۲۲۷	عبدالجلیل	″	بریلی	ج ۵ ص ۱۷۵
۲۲۸	عنایت حسین، وکیل	″	ضلع ہردوائی	ج ۵ ص ۷۱۷
۲۲۹	عبدالنبی قادری	″		ج ۳ ص ۵۸۷
۲۳۰	عبدالرحیم	″	ضلع علی گڑھ	ج ۴ ص ۱۱۷
۲۳۱	عبدالحمید	″	ضلع سلہٹ	ج ۴ ص ۵۵
۲۳۲	عبدالحمید، قاضی	″	ککڑی	
۲۳۳	عبداللہ	″	علی گڑھ	ج ۵ ص ۷۱۷
۲۳۴	عبداللہ	″	گورکھپور	ج ۴ ص ۶۷۳
۲۳۵	عبداللہ	″	بہار شریف	ج ۴ ص ۴۵۳
۲۳۶	علی حبیب علوی	″	ضلع اٹاوہ	ج ۵ ص ۳۱۵
۲۳۷	عبدالکریم	″	احمدآباد گجرات	ج ۵ ص ۱۲۶

Marfat.com

۲۳۸	عبدالرحیم	مولانا	احمدآباد گجرات	ج ۳ ص ۷۳۱؛ ج ۴ ص ۱۶۶، ۱۸۱؛ ج ۵ ص ۶۵۵، ۷۹۲؛ ج ۶ ص ۴۷۲؛ ج ۱۰ ثانی ص ۴۶، ۲۸۲
۲۳۹	عبدالرحمٰن	〃	〃	ج ۶ ص ۱۹۵
۲۴۰	عزیز الرحمٰن	〃	کلکتہ	ج ۵ ص ۴۳۰
۲۴۱	عبدالعزیز	〃	〃	ج ۵ ص ۶۰۷
۲۴۲	عبدالمطلب	〃	〃	ج ۳ ص ۷۳۸
۲۴۳	عبیداللہ	〃	الہ آباد	ج ۵ ص ۱۱۹
۲۴۴	عبدالغفور	〃	آرہ	ج ۵ ص ۵۲۶
۲۴۵	عبدالمجید شنوپوری	〃	ریاست رامپور	ج ۵ ص ۵۷۳، ۵۹۰؛ ج ۱۰ ثانی ص ۱۱۹، ۳۸۳
۲۴۶	عبدالرؤف	〃	〃	ج ۳ ص ۶۸۹
۲۴۷	علیم الدین	〃	〃	ج ۲ ص ۳۴۴؛ ج ۵ ص ۱۸
۲۴۸	عبدالحق	مولانا	کلکتہ	ج ۴ ص ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۶
۲۴۹	عباس علی میاں	〃	پھڑوچ	ج ۲ ص ۳۵۳؛ ج ۴ ص ۱۸۰؛ ج ۶ ص ۱۴۶
۲۵۰	عبدالرحیم مکرانی	〃	کراچی	ج ۴ ص ۲۰۰
۲۵۱	علی احمد	〃	ضلع گیا	ج ۴ ص ۲۰۹
۲۵۲	عبدالرحمٰن جیشانی	〃	کانپور	ج ۱ ص ۳۳۴؛ ج ۱ ص ۳۳۶؛ ج ۴ ص ۳۱، ۴۰۵؛ ج ۵ ص ۴۸۰؛ ج ۱۰ اول ص ۷۵، ۹۸
۲۵۳	عبدالرحیم مدارسی	〃	بنگلور	ج ۴ ص ۵۸
۲۵۴	عبدالصمد	〃	رام پور	ج ۴ ص ۵۰۱
۲۵۵	عبدالکریم، سیّد	〃		ج ۴ ص ۸۸؛ ج ۵ ص ۶۸
۲۵۶	عبداللہ، مدرس	〃	گونڈہ ملک	ج ۴ ص ۴۴۱، ۴۵۳
۲۵۷	عبدالکریم	〃	نواکھالی	ج ۴ ص ۸۶
۲۵۸	عطاء الحق، سیّد	〃	مونگیر	ج ۴ ص ۱۱۳
۲۵۹	عبدالواحد	〃	بریلی	ج ۴ ص ۳۸۰

Marfat.com

۲۶۰	عبدالودود رضوی	مولانا	مراد آباد	ج ۲ ص ۳۷۲ ؛ ج ۴ ص ۲۱۵ ؛ ج ۱۰ ثانی ص ۱۷۶
۲۶۱	عمرالدین	״	بمبئی	ج ۳ ص ۳۰۰ ؛ ج ۴ ص ۱۸
۲۶۲	عبدالحی	״	ضلع اٹاوہ	ج ۲ ص ۳۷۲ ؛ ج ۳ ص ۳۸۳ ؛ ج ۵ ص ۹۵
۲۶۳	عبدالحمید چودھری	״	ضلع ایٹہ	ج ۲ ص ۳۶۷ ؛ ج ۱۰ ثانی ص ۱۵۳ ؛ ج ۱ ص ۴۵۵
۲۶۴	عبدالکریم، مدرس	״	علی گڑھ	ج ۲ ص ۲۰۳ ؛ ج ۳ ص ۴۳۷، ۶۳۸ ؛ ج ۵ ص ۱۶۳
۲۶۵	عبدالخالق	״	حیدرآباد دکن	ج ۲ ص ۱۸۷
۲۶۶	عبدالغفار، سید، قادری، مدرس، مولانا		بنگلور	ج ۲ ص 119، ۳۲۲
۲۶۷	عبدالکریم	مولانا	چتوڑگڑھ اودی پور	ج ۱ ص ۳۱۹ ؛ ج ۲ ص ۳۲۷
۲۶۸	عبدالجلیل	״	بنگال	ج ۳ ص ۱۳۸
۲۶۹	عبدالشکور ارکانی	״	امروہہ	ج ۱ ص ۵۵۳، ۵۷۴ ؛ ج ۳ ص ۴۱۷ ؛
۲۷۰	علی احمد	״		ج ۱ ص ۴۹ ؛ ج ۴ ص ۳۷۹ ؛ ج ۱۰ اول ص ۱۶۴
۲۷۱	عباس علی عرف مولانا عبدالسلام		نواکھالی	ج ۱ ص ۲۲۰ ؛ ج ۵ ص ۵۹۹ ؛ ج ۷ ص ۲۵۱
۲۷۲	عبداللہ	مولانا	ضلع پنچ محل گجرات	ج ۱ ص ۵۶۵
۲۷۳	عبداللہ حکیم	״	گورکھپور	ج ۴ ص ۶۷۳ ؛ ج ۵ ص ۲۵۱
۲۷۴	عبدالاحد	״	پیلی بھیت	ج ۵ ص ۵۹۹ ؛ ج ۷ ص ۳۵
۲۷۵	عبدالسبحان	״	״	ج ۳ ص ۲۵۵
۲۷۶	عرفان علی رضوی	״	״	ج ۱ ص ۵۸۶ ؛ ج ۶ ص ۵۸۴ ؛ ج ۴ ص ۵۱۸ ؛ ج ۱۰ ثانی ص ۹۸، ۳۱۱
۲۷۷	عبدالرب	״	״	ج ۱۱ ص ۱۹۰
۲۷۸	عبدالاول	״	جون پور	ج ۵ ص ۶۱۷ ؛ ج ۶ ص ۳۷
۲۷۹	عبدالغفور	״	ملک بنگالہ	ج ۵ ص ۶۳۶

Marfat.com

۲۸۰	عبدالمجید	مولانا	ضلع کرلہ	ج ۳ ص ۸۱۳
۲۸۱	عبدالمجید	″	چاٹگام	ج ۵ ص ۱۲۸
۲۸۲	عبدالغفور	″	″	ج ۳ ص ۷۰۶
۲۸۳	عبدالحق، مدرس	″	ضلع سورت	ج ۳ ص ۵۷۵، ۷۶۲؛ ج ۴ ص ۱۲۰؛ ج ۵ ص ۲۶؛ ج ۱۰ اول ص ۴۰
۲۸۴	عبدالغفور	″	بنارس	ج ۳ ص ۱۸۶، ۷۹۷؛ ج ۴ ص ۹ ۳۴، ۶۵۱؛ ج ۷ ص ۳۳۰؛ ج ۱۱ ص ۲
۲۸۵	عبدالوہاب	″	″	ج ۶ ص ۱۱۴
۲۸۶	عبدالغفور	″	″	ج ۳ ص ۱۶۷
۲۸۷	عبدالسمیع، مدرس	″	″	ج ۵ ص ۲۱۲
۲۸۸	عبدالمجید	″	″	ج ۵ ص ۵۵۱؛ ج ۱۰ ثانی ص ۱۴۷
۲۸۹	عبدالحمید، حافظ	″	سلہٹ	ج ۴ ص ۵۵
۲۹۰	عبدالرزاق	″		ج ۱۱ ص ۲

غ

۲۹۱	غلام قادر مرزا، بیگ	″	کلکتہ	ج ۱ ص ۲۲۰؛ ج ۲ ص ۳۵، ۴۲، ۴۳، ۶۸، ۳۴۰، ۱۸۸، ج ۳ ص ۱، ۸، ۹۴، ۱۵۸، ۱۶۳، ۳۱۴، ۳۲۰، ۳۲۲، ۳۸۱، ۴۱۴، ۴۲۲، ۴۵۳، ۶۷۷، ۶۸۴؛ ج ۴ ص ۵۱۶، ۵۳۶؛ ج ۳ ص ۴۰۲، ۴۰۷؛ ج ۷ ص ۳۱، ۳۴۳؛ ج ۱۰ ص ۲۳، ۵۶؛ ج ۱۰ اول ص ۶۴، ۶۵
۲۹۲	غلام رسول، سید، وکیل	″	صوبہ اورنگ آباد	ج ۷ ص ۳۳
۲۹۴	غلام گیلانی، قاضی	″	شمس آباد اٹک	ج ۵ ص ۱۰۴، ۱۷۹، ۴۰۷؛ ۷۶۰؛

Marfat.com

۲۹۴	غلام محی الدین	مولانا	ضلع سورت	ج ۶ ص ۴۱۶ ، ۴۳۰ ؛ ج ۷ ص ۵۲۳ ج ۴ ص ۴۹۲ ؛ ج ۶ ص ۴۸۰ ؛ ج ۱۰ ثانی ص ۳۰۵
۲۹۵	غلام فرید	مولانا	محمد پور دوماہڑہ والا احمد پور	ج ۶ ص ۴۸۵
۲۹۶	غلام امام، سیّد			ج ۳ ص ۴۳
۲۹۷	غلام ربانی	"	اٹک	ج ۶ ص ۱۷۵ ؛ ج ۴ ص ۱۲۱
۲۹۸	غلام صدیق	"	بیرم نگر	ج ۷ ص ۲۴۸
۲۹۹	غلام محمد پیرزادہ	"	احمد آباد گجرات	ج ۷ ص ۳۱۰ ؛ ج ۱۰ ثانی ص ۳۰۴
۳۰۰	غلام حیدر	"	ریاست رامپور	ج ۵ ص ۴۶۱
۳۰۱	غلام نبی، سید	"	کاٹھیاواڑ ضلع راجکوٹ	ج ۲ ص ۱۲ ؛ ج ۳ ص ۵۷
۳۰۲	غلام گیلانی، قاضی	"	لاہور	ج ۵ ص ۲۶۷
۳۰۳	غلام محی الدین	"	اٹک	ج ۵ ص ۴۷
۳۰۴	غلام کبریا	"	ضلع گڑگاؤں	ج ۵ ص ۶۷
۳۰۵	غلام گیلانی قاضی	"	کاٹھیاواڑ	ج ۳ ص ۶۹
۳۰۶	غلام مصطفیٰ پنجابی	"	بریلی	ج ۳ ص ۱۷۰
۳۰۷	غلام جان	"	"	ج ۳ ص ۳-۶ ، ۶۷ ؛ ج ۴ ص ۱۱۰
۳۰۸	غلام محی الدین	"	احمد آباد گجرات	ج ۱۰ ثانی ص ۱۲۹
۳۰۹	غلام مصطفیٰ		بجنور	ج ۷ ص ۲۵۷

ف

۳۱۰	فضل احمد بدایونی	"	سہسوان	ج ۶ ص ۳۷۱
۳۱۱	فخر الحسن، سید، مدرس	"	خیرآباد ضلع سیتاپور	ج ۲ ص ۳۳۱ ؛ ج ۴ ص ۷۷ ، ۱۲۳ ؛ ج ۵ ص ۵۱ ، ۵۶۵ ؛ ج ۷ ص ۲۸۴ ، ۲۸۵ ؛ ج ۱۰ ثانی ص ۹۳
۳۱۲	فضل قدیر	"	ضلع کرنالہ	ج ۷ ص ۱۰۰
۳۱۳	فضل حق	"	پیلی بھیت	ج ۵ ص ۵۲۴
۳۱۴	فیض محمد	"	ضلع اجمیر شریف	ج ۵ ص ۶۷۵

Marfat.com

۳۱۵	فیض الحق	مولانا	ضلع حرولہ	ج ۱۰ ثانی ص ۱۰۳
۳۱۶	فضل امیر	"	کتہ ٹوڑہ	ج ۱۰ ثانی ص ۱۱۱
۳۱۷	فاضل	مولانا		ج ۵ ص ۱۱۷

ق

۳۱۸	قاسم علی	"	شہر کرلہ	ج ۱۰ ثانی ص ۹۷
۳۱۹	قمر الحسن	"	رائے بریلی	ج ۱۰ ثانی ص ۱۵۲

ک

۳۲۰	کمال الدین جعفری، سید، وکیل، مولانا		الہ آباد	ج ۶ ص ۴۲۶
۳۲۱	کریم بخش	مولانا	پیلی بھیت	ج ۵ ص ۷۶۸
۳۲۲	کریم بخش	"	بلند شہر	ج ۵ ص ۴۶۰
۳۲۳	کریم رضا، سید		ضلع گنج گیا	ج ۳ ص ۴۷۷، ۷۰۰؛ ج ۴ ص ۴۳؛ ج ۵ ص ۳۲۷، ۴۶۰؛ ج ۱۰ اول ص ۸۱، ۸۳، ۱۰۳، ۱۶۹
۳۲۴	کاظم الدین		شہر کرلہ	ج ۱۰ اول ص ۲۴۰

ل

۳۲۴-الف	لعل نور	مولانا	وزیر آباد (گوجرانوالہ)	ج ۶ ص ۴۴۴
۳۲۴-ب	لطف اللہ، مفتی خلف مفتی سعد اللہ	"	رامپور	ج ۷ ص ۴۰

م

۳۲۵	محمد صاحب محمدی برادر مفتی اسد اللہ خان، مولانا		الہ آباد	ج ۷ ص ۷۶، ۷۹
۳۲۶	محمد عنایت صابری	مولانا	ضلع امرتسر	ج ۷ ص ۱۰۱
۳۲۷	محمد احمد، سید، محدث کچھوچھوی	مولانا	کچھوچھہ شریف	ج ۷ ص ۲۳۸
۳۲۸	محمد رضا خان	مولانا	بدایوں	ج ۷ ص ۲۳۹
۳۲۹	محمد علیم الدین	"	رامپور	ج ۷ ص ۲۶۰
۳۳۰	محمد زاہد، سید	"	بلگرام شریف ہردوئی	ج ۷ ص ۳۲۵
۳۳۱	محمد عبد اللہ	"	الہ آباد	ج ۷ ص ۳۳۲

Marfat.com

۳۳۲	محمد منور ، سید	مولانا	رامپور	ج ۷ ص ۳۳۸
۳۳۳	محمد عنایت اللہ ، حافظ	"	"	ج ۷ ص ۳۵۷ ، ۵۴۵
۳۳۴	محمد نفیس	"	لکھنؤ	ج ۱۰ اول ص ۲۵۷
۳۳۵	محمد علاء الدین	"	بمبئی	ج ۱۰ اول ص ۱۱۰
۳۳۶	محمد اسرار الحق	"	بڑودہ گجرات	ج ۱۰ اول ص ۱۶۹
۳۳۷	محمد عبد السمیع	"	میرٹھ	ج ۱۱ ص ۱۱۷
۳۳۸	مختار علی وکیل	"	اوجبین حویلی میرٹھ	ج ۵ ص ۲۳۸
۳۳۹	مہدی حسن شاہ	"	مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ	ج ۲ ص ۱۳۰ ؛ ج ۱۰ اول ص ۱۵۸
۳۴۰	محمد افضل کابلی	مولانا	بریلی	ج ۲ ص ۱۷۷ ، ۳۷۴ ؛ ج ۳ ص ۱۲۹
				۲۷۲ ؛ ج ۵ ص ۶۷ ؛ ج ۶ ص ۳۱
				ج ۱۰ ثانی ص ۱۵۶ ، ۱۶۳ ، ۲۵۴
۳۴۱	محمد حبیب اللہ قادری رضوی ، مولانا		میرٹھ	ج ۳ ص ۳۱۲ ، ج ۱۰ ثانی ص ۲۰۹
۳۴۲	محمود حسین	مولانا	بریلی	ج ۳ ص ۲۶۰ ؛ ج ۱۰ اول ص ۱۶۳
				ج ۱۰ ثانی ص ۱۴۷۔
۳۴۳	محمد حیات ، مدرس	"	کوٹ ڈسکہ	ج ۳ ص ۶۰
۳۴۴	محمد ابراہیم احمد آبادی	"	مدرسہ نعمانیہ دہلی	ج ۳ ص ۴۳
۳۴۵	محمد حبیب علی علوی	"	ضلع ٹاوہ	ج ۳ ص ۵۴
۳۴۶	مظہر حسین	"	بلاسپور	ج ۳ ص ۶۰
۳۴۷	مقبول حسن ، مدرس	"	شاہجہانپور	ج ۳ ص ۲۵۵
۳۴۸	محمد یٰسین	"	دربھنگہ	ج ۳ ص ۱۱۰
۳۴۹	محمد احسان	"		ج ۳ ص ۳۵۵
۳۵۰	محمد احسان الحق	"	میرٹھ	ج ۳ ص ۴۰۹ ، ۴۷۹
۳۵۱	محمد اسمٰعیل	"	چاٹگام	ج ۳ ص ۴۳۶
۳۵۲	محمد رکن الدین نقشبندی	"	ریاست راجپوتانہ	ج ۳ ص ۳۵۶ ، ۴۶۱
۳۵۳	محمد علی ، سید ، مدرس	"	سنبھل مراد آباد	ج ۳ ص ۳۶۲

Marfat.com

۳۵۴	محمد عبدالعلی مدراسی	مولانا	لکھنؤ	ج ۱۱ ص ۱۲۴؛ ج ۵ ص ۳۲۲
۳۵۵	محمد عبدالحلیم	"	کانپور	ج ۵ ص ۲۴۰
۳۵۶	محمد اسمٰعیل	"	شہر پور بندر	ج ۵ ص ۳۲۹
۳۵۷	محمد علی ارم، مدرس	"	ضلع شیخا وائی	ج ۵ ص ۳۴۴
۳۵۸	محمد یار علی، مدرس	"	بستی	ج ۵ ص ۳۴۸؛ ج ۳ ص ۳۷۷
۳۵۹	محمد امانت رسول	"	رام پور	ج ۵ ص ۱۶۹
۳۶۰	مشتاق احمد مدرس	"	اجمیر شریف	ج ۵ ص ۲۷۰
۳۶۱	محمد عظیم	"	کلکتہ دھرم تلا	ج ۳ ص ۱۸۱؛ ج ۵ ص ۲۳۸؛ ج ۱۰ ثانی ص ۱۴۰
۳۶۲	محمد یعقوب علی خان	"	اوجین گوالیار	ج ۲ ص ۱۷، ۱۴۶؛ ج ۳ ص ۵۰، ۵۲، ۴۶۲، ۴۷۶، ۵۱۴، ۵۵۵، ۶۱۰، ۶۱۳، ۶۲۰، ۷۶۰، ۸۰۹؛ ج ۵ ص ۲۱۲، ۲۸۷، ۳۱۳، ۳۸۵، ۴۰۱، ۷۳۳؛ ج ۶ ص ۳۱۶؛ ج ۷ ص ۹۱، ۳۲۷، ۳۲۹؛ ج ۱۰ اول ص ۳۸، ۴۰۰، ۴۴، ۶۶، ۲۲۸؛ ج ۱۱ ص ۶۰۱
۳۶۳	محمد حبیب الرحمٰن سلہٹی	مولانا	مراد آباد	ج ۳ ص ۳۳۹
۳۶۴	محمد بیگ مرزا	"	سنگڑہ	ج ۳ ص ۶۳
۳۶۵	محمد نور ولایتی	"	سہسرام	ج ۳ ص ۹۶
۳۶۶	محمد مہدی	"	چاٹگام	ج ۳ ص ۴۸۸
۳۶۷	محمد سعد اللہ	"	بمبئی	ج ۳ ص ۵۰۸
۳۶۸	محمد رمضان	"	اکبر آباد	ج ۶ ص ۳۸۵
۳۶۹	محمد صابر مدرس	"	اعظم گڑھ	ج ۶ ص ۴۳۲
۳۷۰	محمود حسین	"	شہر آگرہ	ج ۶ ص ۵۱۰
۳۷۱	محمد طاہر	"	ملیسار	ج ۶ ص ۱۵۷

Marfat.com

۳۷۲	محمد بخش حنفی چشتی	مولانا	لاہور	ج ۶ ص ۱۰۱
۳۷۳	محمد میاں، سید	″	مارہرہ مطہرہ	ج ۶ ص ۱۱۳، ۲۱۱ ؛ ج ۲ ص ۱۱۵
۳۷۴	محمد قاسم مدرس	″		ج ۶ ص ۱۱۸
۳۷۵	محمد امان اللہ مدرس	″	بنارس	ج ۶ ص ۲۱، ۴۳۸
۳۷۶	محمد ادریس	″	کانپور	ج ۷ ص ۴۴
۳۷۷	محمد امام الدین	″	رامپور	ج ۷ ص ۷۰
۳۷۸	محمد صدیق	″	پیلی بھیت	ج ۲ ص ۳۸۵
۳۷۹	محمد برہان الحق، مفتی	″	جبل پور	ج ۲ ص ۳۰۵
۳۸۰	محمد افضل بخاری	″		
۳۸۱	محمد الدین مجددی	″	گجرات بھڑوچ	ج ۲ ص ۳۵۲
۳۸۲	محمد عبد الباری	مولانا	مراد آباد	ج ۲ ص ۳۱۴ ؛ ج ۳ ص ۲۷۸، ۵۸۴، ۷۴۶ ؛ ج ۱۰ ثانی ص ۲۵۲
۳۸۳	محمد رضا علی	″	بنارس	ج ۲ ص ۱۶۵
۳۸۴	محمد عبد الحمید پانی پتی، چشتی فریدی، مولانا		″	ج ۲ ص ۴۴ ؛ ج ۴ ص ۶۵۲ ؛ ج ۶ ص ۳۲
۳۸۵	مودود الحسن سہسوانی	مولانا		ج ۲ ص ۲۸
۳۸۶	محمد رضا خان عرف ننھے میاں	مولانا	بریلی	ج ۲ ص ۱۸۰
۳۸۷	محمد یحییٰ	مولانا	رامپور	ج ۲ ص ۲۰۱ ؛ ج ۳ ص ۱۰۵
۳۸۸	محمد اسمٰعیل، قاضی	″	ضلع اودے پور	ج ۱ ص ۵۷۰، ۵۷۷
۳۸۹	محمد یقین الدین	″	ناگپور	ج ۳ ص ۱۴۸
۳۹۰	محمد محسن	″	جونپور	ج ۱ ص ۵۸۱
۳۹۱	محمد یعقوب ارکانی	″	رامپور	ج ۱ ص ۳۲
۳۹۲	محمد اسمٰعیل	″	شہر پور بندر	ج ۵ ص ۴۲۹
۳۹۳	محمد فضل قادری فاروقی	″		
۳۹۴	ممنون حسن	″	بنارس	ج ۱۰ ثانی ص ۴۳
۳۹۵	محمد معصوم شاہ پیرزادہ	″	ملک گجرات	ج ۱۰ ثانی ص ۶۵

Marfat.com

۳۹۶	محمد عبدالمجید خان یوسف زئی وکیل		علی گڑھ	ج ۱۰ ثانی ص ۳۷
۳۹۷	معظم علی	مولانا	حیدرآباد دکن	ج ۱۰ ثانی ص ۳۷
۳۹۸	محمد علی، سید	〃	کانپور	
۳۹۹	محمد عبدالحمید	〃	بنارس	ج ۱۰ ثانی ص ۷۷
۴۰۰	محمد میاں	〃	بریلی	ج ۱۰ ثانی ص ۱۰۲
۴۰۱	محمد طاہر رضوی	〃	〃	ج ۱ ص ۳۱۵
۴۰۲	محمد ظہور الحق	〃	〃	ج ۳ ص ۲۵۷
۴۰۳	میر احمد بنگالی	〃	〃	ج ۶ ص ۳۷۴
۴۰۴	محمد احمد بنگالی	〃	〃	ج ۶ ص ۱۱۹ ؛ ج ۱۱ ص ۳۲۴
۴۰۵	محمد میاں، سید، صاحبزادہ	〃	ضلع سیتاپور	ج ۱ ص ۲۷۵
۴۰۶	محمد الہ	مولانا	ضلع پیرہ	ج ۶ ص ۲۴
۴۰۷	محمد سلیم خان، مدرس	〃	ضلع ہگلی	ج ۶ ص ۷۲
۴۰۸	محمد رمضان	〃	ریاست راجپوتانہ	ج ۶ ص ۴۴، ۵۴
۴۰۹	محمد حسین شاہ، مدرس	〃	مدراس	ج ۶ ص ۱۸۴
۴۱۰	محمد عبدالرحمن	〃	جودھپور	ج ۶ ص ۲۰۸
۴۱۱	محمد عبدالغنی	〃	امرتسر	ج ۶ ص ۲۹۷
۴۱۲	محمد سلیمان	〃	کانپور	ج ۷ ص ۵۲۴
۴۱۳	محمد یار	〃	بہاولپور	ج ۷ ص ۵۲۹
۴۱۴	محمد عبداللہ، مدرس	〃	علی گڑھ	ج ۷ ص ۵۳۷
۴۱۵	میاں جان شاہ	〃	رام پور	ج ۷ ص ۴۹
۴۱۶	میر غلام، مدرس	〃	گوجر خان ضلع راولپنڈی	ج ۷ ص ۵۴۰
۴۱۷	محمود بیگ، مرزا، وکیل	〃	شہر گونڈہ	ج ۷ ص ۴
۴۱۸	محمد بشیر الدین	〃	کانپور	ج ۷ ص ۳۶ ؛ ج ۱۰ ثانی ص ۳۹
۴۱۹	محمد حشمت علی رضوی، مدرس	〃	بریلی	ج ۲ ص ۱۳۹ ؛ ج ۳ ص ۴۰۹ ؛ ج ۵ ص ۵۵۳، ۶۳۸ ؛ ج ۶ ص ۷۰

Marfat.com

				۱۴۰؛ ج ۷ ص ۴۰، ۱۰۳
۴۲۰	محمود الحسن	مولانا	گوالیار	ج ۴ ص ۸۷، ۱۶۵؛ ج ۷ ص ۵۲۱؛ ج ۱۰ ثانی ص ۱۰۸
۴۲۱	محمود حسن شاگرد مولوی رشید احمد گنگوہی، مولانا			ج ۴ ص ۴۷۴؛ ج ۱۰ اول ص ۳۷، ۵؛ ج ۱۱ ص ۱۵۵
۴۲۲	محمد اسحاق	مولانا	ایٹہ	ج ۴ ص ۶۶۱
۴۲۳	محمد عبد اللہ میرپوری	"	میرپور آزاد کشمیر	ج ۴ ص ۴۹۶
۴۲۴	محمد اسمٰعیل محمود آبادی	"	بریلی	ج ۴ ص ۴۹۸؛ ج ۵ ص ۷۸، ۴۵۳۰؛ ج ۱۰ ثانی ص ۱۱۹
۴۲۵	محمد سجاد ابوالمحاسن، مدرس	مولانا	شہر گیا	ج ۴ ص ۶۸۶
۴۲۶	محمد اقبال	مولانا	سیالکوٹ	ج ۵ ص ۹۶
۴۲۷	مفیض الرحمٰن، سید، مدرس	"	ضلع چٹاگانگ	ج ۲ ص ۶۷، ۱۱۹؛ ج ۳ ص ۸۶؛ ج ۵ ص ۴۳۴؛ ج ۱۰ ثانی ص ۱۸۶
۴۲۸	محمد عمر	"	رائے بریلی	ج ۵ ص ۵۲
۴۲۹	محمد عبد المجید، مدرس	"	ریاست گوالیار	ج ۵ ص ۱۹۴
۴۳۰	محمد ابراہیم قادری حنفی	"	احمد نگر دکن	ج ۵ ص ۱۹۴
۴۳۱	محمد علاء الدین	"	ضلع مان بھوم	ج ۵ ص ۱۹۹؛ ج ۶ ص ۳۰
۴۳۲	محمد وصی احمد محدث سورتی	"	پیلی بھیت	ج ۱ ص ۳۱۵؛ ج ۲ ص ۱۹۵؛ ج ۳ ص ۷۶، ۱۷۷، ۲۰۴، ۳۵۲، ۵۱۱، ۷۱۸، ۸۰۵؛ ج ۴ ص ۶۶۹؛ ج ۵ ص ۲۲۸ تا ۲۳۸؛ ج ۶ ص ۲۳، ۱۰۱ [illegible]؛ ج ۱۰
۴۳۳	مظفر علی، سید، مدرس	"	ضلع رائے پور	ج ۶ ص ۴۹۱
۴۳۴	محمد احسان	"	پیلی بھیت	ج ۳ ص ۱۴۹
۴۳۵	محمد عبد العزیز، ابوالرشید	"	مزنگ لاہور	ج ۲ ص ۳۱۴

Marfat.com

۴۳۶	ملا حسن پشاوری	مولانا	پشاور	ج ۱۰ اول ص ۱۷
۴۳۷	محمد شاہ، سید	″	امروہہ	ج ۱۰ اول ص ۶۰
۴۳۸	مظفر، سید، مدرس	″	لکھنؤ	ج ۷ ص ۱۲۳
۴۳۹	محمد احمد	″	″	ج ۴ ص ۱۴۲
۴۴۰	محمد اکرم	″	سلہٹ	ج ۴ ص ۳۵۳ ؛ ج ۱۰ اول ص ۱۸۹
۴۴۱	محمد ابراہیم	″	بنارس	ج ۴ ص ۴۸، ۲۲۱ ؛ ج ۵ ص ۳۷۷ ؛ ج ۶ ص ۳۳۹
۴۴۲	محمد عمر، ولایتی	″	مونگیر ملک بہار	ج ۴ ص ۵۲۰
۴۴۳	محمد عارف، ابوسعید	″	ضلع پٹرا بنگال	ج ۳ ص ۶۰۰
۴۴۴	محمد عبدالجلیل	″	حیدرآباد دکن	ج ۳ ص ۲۵۷
۴۴۵	محمد ابراہیم شافعی	مولانا	افریقہ	ج ۳ ص ۲۲۷
۴۴۶	محمد فضل الرحمن	″	فیروزپور پنجاب	ج ۳ ص ۲۸۳، ۲۷۷ ؛ ج ۵ ص ۴
۴۴۷	محمد دین، جج	″	چیف کورٹ بہاولپور	ج ۱۱ ص ۱۹۵
۴۴۸	محمد ابراہیم	″	زنگون سکی	ج ۱۱ ص ۳۲۴
۴۴۹	محمد جمال	″	ضلع رہتک	ج ۱۱ ص ۳۲۴
۴۵۰	محمد شریف، ابویوسف	″	سیالکوٹ	ج ۶ ص ۳۱۹
۴۵۱	محمد سلیمان اشرف، سید، بہاری، مولانا		علی گڑھ	ج ۳ ص ۵۹۹ ؛ ج ۵ ص ۶۴۸ ؛ ج ۶ ص ۱۱
۴۵۲	محمد عبدالرشید	مولانا	حصار	ج ۲ ص ۳۷۵
۴۵۳	محمد احسان الحق	″		جواب رسالہ تجلیۃ السلم فی مسائل من وصف العلم ص ۳
۴۵۴	محمد عبدالکریم	″	کلکتہ	″ ″ ص ۱۴
۴۵۵	محمد سلطان الدین	″	بنگال	ج ۳ ص ۷۵
۴۵۶	محمد عمر	″	رام پور	جواب رسالہ فضل الموہبی ص ۲۶
۴۵۷	میر احسان علی	″	ہوڑہ	ج ۵ ص ۱۷۷
۴۵۸	نور خاں محرر		فتح پور	ج ۵ ص ۱۸۱

Marfat.com

۴۵۹	محمد ابراہیم خان وکیل	مولانا	راجپوتانہ	ج ۵ ص ۴۵۸
۴۶۰	محمد آصف، سید	"	کان پور	ج ۵ ص ۴۷۹؛ ج ۶ ص ۴، ۶۸، ۱۴۱، ۱۸۰؛ ج ۳ ص ۵۱۰
۴۶۱	محمد فاضل	"	پنجاب	ج ۵ ص ۷۱۱
۴۶۲	محمد حسین	"	میرٹھ	ج ۲ ص ۲؛ ج ۴ ص ۷۸۶، ۳۸۰، ۴۲۳
۴۶۳	محمد ابراہیم، سید، مدنی	"	کلکتہ	ج ۵ ص ۷۲۸؛ ج ۴ ص ۵۹۹، ۶۱۳
۴۶۴	محمد سلیم	"	رائے پور	ج ۵ ص ۷۳۹
۴۶۵	محمد اسمٰعیل، مدرس	"	ضلع گیا	ج ۳ ص ۲۵۸، ۸۱۴
۴۶۶	محمد عبدالحافظ، مدرس	"	میمن سنگھ	ج ۳ ص ۸۰۸
۴۶۷	محمد جہانگیر	"	اسٹیشن باندرہ	ج ۳ ص ۷۴۱
۴۶۸	محمد واحد	"	برھا	ج ۳ ص ۷۴۶؛ ج ۱۰ ثانی ص ۱۴۴، ۱۴۶
۴۶۹	ممتاز الدین	مولانا	ضلع سلہٹ	ج ۳ ص ۷۷۰
۴۷۰	محمد عبدالرؤف	"	بریلی	ج ۳ ص ۵۹۰
۴۷۱	محمد حیات	"	سلمپور	ج ۷ ص ۱۴
۴۷۲	محمد ابوذر	"	مرادآباد	ج ۱۰ ثانی ص ۱۰۱
۴۷۳	محمود حسن	"	"	ج ۱۰ ثانی ص ۱۱۷
۴۷۴	میاں محمد سید	"	لکھنؤ	ج ۱۰ ثانی ص ۱۲۰
۴۷۵	محمد بہاؤ الدین	"	غازی پور	ج ۱۰ ثانی ص ۱۴۱
۴۷۶	محمد قاسم قریشی	"	ڈسکہ سیالکوٹ	ج ۱۰ ثانی ص ۱۵۸، ۲۰۶
۴۷۷	محمد حسین	"	جوناگڑھ	ج ۱۰ ثانی ص ۱۷۰
۴۷۸	محمد سلیمان، مدرس	"	کانپور	ج ۱۰ ثانی ص ۱۸۷
۴۷۹	محمد عبدالقادر، مدرس	"	ضلع پاپنہ	ج ۱۰ ثانی ص ۱۷۹
۴۸۰	منیرالدین بنگالی	"	بریلی	ج ۱۰ ثانی ص ۱۸۶
۴۸۱	محمد اکبر علی	"	حیدرآباد دکن	ج ۱۰ ثانی ص ۱۹۵
۴۸۲	محمد جعفر	"	مبارک پور	ج ۱۰ ثانی ص ۲۰۲

Marfat.com

۴۸۳	محمد عین اللہ	مولانا	بلرام پور گونڈہ	ج ۱۰ ثانی ص ۲۰۴
۴۸۴	محمد فیض اللہ	"	ضلع سیتاپور	ج ۱۰ ثانی ص ۲۰۰
۴۸۵	محمد ارشد	"	مہرام ضلع ہوگلی	ج ۵ ص ۴۶۶
۴۸۶	محمد سراج الحق	"		ج ۵ ص ۳۷۰، ۴۱۹
۴۸۷	محمد حسین	"	بمبئی	ج ۵ ص ۴۸۷
۴۸۸	محمد سلیم	"	مارہرہ مطہرہ	ج ۵ ص ۲۰۰
۴۸۹	محبوب علی شاہ	"		ج ۵ ص ۷۷۷
۴۹۰	محمد آصف وکیل	"		ج ۵ ص ۷۱۲
۴۹۱	محمد صدیق	"	پیلی بھیت	ج ۲ ص ۳۶۶
۴۹۲	محمد تقی قادری	"	ضلع ہردوئی	ج ۳ ص ۱۹۸
۴۹۳	محمد نور اللہ اشرفی	"	شہر کہنہ	ج ۴ ص ۶۶۲
۴۹۴	محمد عبدالقادر بدایونی	مولانا	مرزاپور	خ ۴ ص ۴۷۶
۴۹۵	محمد ایوب	"		ج ۳ ص ۶۶۹
۴۹۶	محمد طاہر، مدرس	"	ضلع پورینہ	ج ۳ ص ۷۵۴
۴۹۷	محمد ظہور الحسن	"		ج ۳ ص ۱۳۰
۴۹۸	محمد احمد مفتی	"		ج ۱۰ ثانی ص ۲۶۴
۴۹۹	مقیم الدین دامانی	"	ضلع ہردوئی	ج ۱۰ ثانی ص ۲۸۲
۵۰۰	محمد ثناء اللہ	"	بریلی	ج ۱۰ ثانی ص ۲۸۴
۵۰۱	محمد احمد، حکیم، علوی	"	مین پوری	ج ۱۰ ثانی ص ۲۹۲
۵۰۲	محمد حبیب اللہ	"	دہلی	ج ۱۰ ثانی ص ۳۰۲
۵۰۳	محمد اسحاق	"	سہارن پور	ج ۱۰ ثانی ص ۳۰۵
۵۰۴	محمد عمر، قادری	"	بنارس	ج ۱۰ ثانی ص ۲۹۳
۵۰۵	میر اللہ		بریلی	ج ۵ ص ۱۶۹

ن

۵۰۶	نذر امام، مدرس	"	سہسوان	ج ۱ ص ۳۰۵

Marfat.com

۵۰۷	نذیر احمد	مولانا	پیگا	ج ۷ ص ۱۷
۵۰۸	نبی بخش، ابوطاہر	〃	بہار شریف	ج ۶ ص ۵۵
۵۰۹	نور احمد ہزاروی	〃	کانپور	ج ۶ ص ۳۲۷
۵۱۰	نظام الدین	〃	چک ۲۲۴	ج ۶ ص ۷۲
۵۱۱	نور احمد فریدی	〃	بہاولپور	ج ۵ ص ۱۷۱ ؛ ج ۶ ص ۱۳۲
۵۱۲	نذیر احمد، سید	〃	الہ آباد	ج ۶ ص ۱۴۹ ، ۴۷۴
۵۱۳	نذر محمد خان	〃	رہتک	ج ۵ ص ۳۷۶ ؛ ج ۶ ص ۳۱۸
۵۱۴	نجم النبی، حکیم	〃	رامپور	ج ۷، ص ۳۴۴
۵۱۵	نوشہ علی	〃		ج ۱۰ اول ص ۱۶۴
۵۱۶	نور الدین احمد	〃	گوالیار	ج ۳ ص ۳۹۳، ۴۵۹، ۶۸۷؛ ج ۱۰ اول ص ۸۶
۵۱۷	نثار احمد	〃	کانپور	ج ۳ ص ۴۶۷
۵۱۸	نور محمد	〃	بہاولپور	ج ۷ ص ۴۴۳
۵۱۹	نعیم الدین، صدر الافاضل	〃	مراد آباد	ج ۳ ص ۷۲۸
۵۲۰	نور الہدیٰ	مولانا	پٹنہ	ج ۳ ص ۷۰۳
۵۲۱	نور اللہ	〃	پیلی بھیت	ج ۱۰ ثانی ص ۸۷
۵۲۲	نذیر احمد	〃	بریلی	ج ۱۰ ثانی ص ۱۶۰، ۱۶۱
۵۲۳	نبی محمد	〃	گوالیار	ج ۱۰ ثانی ص ۲۷۲
۵۲۴	نجف خان	〃		ج ۱۰ ثانی ص ۸۸
۵۲۵	نیاز محمد خان بدایوں	〃	مانوگاچہ پیراک	ج ۴ ص ۴۷۵
۵۲۶	نعیم اللہ فخری چشتی نظامی قادری، مولانا		لکھنؤ	ج ۵ ص ۴۴۲
۵۲۷	نور خان	مولانا		ج ۵ ص ۱۸۱

و

۵۲۸	وصی علی	〃	ٹاوہ کچری	ج ۴ ص ۱۲۴ ؛ ج ۵ ص ۱۲۲؛ ج ۱۰ اول ص ۸۳، ۸۵

Marfat.com

۵۲۹	ولی اللہ، سید	مولانا	ٹونک	ج ۵ ص ۶۹۵
۵۳۰	وزیر احمد	〃	اودے پور راجپوتانہ	ج ۳ ص ۴۱۷ ؛ ج ۶ ص ۴۸۴ ؛ ج ۷ ص ۳۹ ؛ ج ۱۰ ثانی ص ۱۹۳،
		〃		۲۶۱
۵۳۱	ولایت حسین	〃	بریلی	ج ۷ ص ۱۰۳
۵۳۲	ولی الحسن، مدرس	〃	دارجلنگ	ج ۱۰ ثانی ۳۰۳
۵۳۳	وکیل الدین		بریلی	ج ۲ ص ۳۷۶ ؛ ج ۳ ص ۶۴۶
۵۳۴	ولی اللہ		کلکتہ	ج ۶ ص ۱۹۵
۵۳۵	ولی محمد		ہلکر اندور بازار بمبئی	ج ۵ ص ۸۵

ہ

۵۳۶	ہدایت اللہ خان	〃	〃	ج ۷ ص ۳۰۰
۵۳۷	ہدایت رسول	〃	〃	ج ۷ ص ۴۸۵
۵۳۸	ہدایت رسول	〃	بمبئی	ج ۱۰ اول ص ۲۰۷

ی

۵۳۹	یقین الدین	مولانا	نرسنگھ پور کندیلی	ج ۵ ص ۱۰۸
۵۴۰	یعقوب علی	〃		ج ۶ ص ۴۱۶
۵۴۱	یقین الدین	〃	اکولہ	ج ۱۰ اول ص ۴۱

Marfat.com

مآخذ

اس مقالے کی تیاری میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کی درج ذیل تصانیف کو پیش نظر رکھا گیا:

- العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ جلد ۱ ——— رضا اکیڈمی بمبئی
- 〃 〃 〃 〃 جلد ۲ ——— سنی دار الاشاعت، فیصل آباد
- 〃 〃 〃 〃 جلد ۳ ——— 〃 〃 〃 〃
- 〃 〃 〃 〃 جلد ۴ ——— 〃 〃 〃 〃
- 〃 〃 〃 〃 جلد ۵ ——— 〃 〃 〃 〃
- 〃 〃 〃 〃 جلد ۶ ——— 〃 مبارکپور اعظم گڑھ
- 〃 〃 〃 〃 جلد ۷ ——— 〃 〃 〃 〃
- 〃 〃 〃 〃 جلد ۱۰ ——— مکتبہ رضا ایوان عرفان ضلع پیلی بھیت
- 〃 〃 〃 〃 جلد ۱۱ ——— ادارہ اشاعت تصنیفات رضا، بریلی شریف
- رسائل رضویہ ——— جلد ۱ ——— مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی
- رسائل رضویہ ——— جلد ۲ ——— 〃 〃 〃 〃
- رسائل رضویہ ——— جلد ۳ ——— 〃 〃 〃 〃
- معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین ——— مرکزی مجلس رضا، لاہور
- تجلیۃ السلم فی مسائل من نصف العلم ——— مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر
- الفضل الموہبی اذا صح الحدیث فھو مذہبی ——— مرکزی مجلس رضا، لاہور
- فتاوی افریقہ ——— مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی
- ملفوظات شریف ——— حامد اینڈ کمپنی لاہور

Marfat.com

فہرست جلد اوّل [1]

ابواب و مسائل

کلماتِ آغاز	۵		
مرجع العلماء	۲۵	اجلی الاعلام ان الفتوی مطلقا علی	
خطبۂ کتاب	۸۳	قول الامام [2]	۹۵
(فتوے اسماءِ ائمہ و کتبِ فقہ پر مشتمل)			
فقہ حنفی میں حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک مصنّف کی سند	۹۰	بے مثال تحقیقات سے اس کا ثبوت کہ ہمیشہ ہر مسئلہ میں قولِ امام ہی پر فتوٰی ہے	

---

[1] امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ اپنے دور کے عظیم عبقری مفکر اور مفتی تھے۔ انہوں نے آج سے پچھتر سال پہلے جلد اول کی ترتیب دینے وقت بھی عالی فکری کا ثبوت دیا، وہ یوں کہ تین فہرستیں تیار کیں: (۱) مضامینِ کتاب (۲) ضمنی مسائل (۳) رسائل۔ جبکہ اُس دور میں اتنی فہرستیں تیار کرنے کا رواج نہ تھا، جلد اول کی فہرست کے ابتدا میں اُنھوں نے ایک نوٹ لکھا تھا جو ذیل میں بلفظہٖ نقل کیا جارہا ہے۔ (مرتب)

"یہ جلد صرف باب التیمم تک ہے، خیال تھا کہ بارہ جلدوں میں ہر جلد ۸۰۰ صفحوں کی کی جائے پہلی جلد میں پُوری کتاب الطہارۃ ہو مگر فقط باب التیمم تک ساڑھے آٹھ سو صفحے ہو گئے لہذا یہ جلد اسی قدر پر ختم کی۔ بظاہر اس میں صرف ۱۴ فتوے اور ۲۸ رسالے ہیں مگر بحمداللہ تعالٰی ہزار ہا مسائل پر مشتمل ہے جن میں صدہا وُہ ہیں کہ اس کتاب کے سوا کہیں نہ ملیں گے۔ ہم اوّلاً ان مسائل کی مجمل فہرست دیں جو اس جلد میں مذکور ہیں پھر اجمالاً فہرستِ رسائل۔

فہرست مسائل: باب تیمم تک جو مسائل ہیں وہ اصالۃً ان ابواب کے ہیں اور ضمناً تحقیقِ مسائل و بیان دلائل میں باب التیمم سے آگے ابوابِ طہارت پھر نماز سے فرائض تک ابواب فقہ کے مختلف مسئلے پھر علمِ فقہ کے علاوہ اور علوم مثل علم عقائد و علمِ حدیث و علمِ اصول و علمِ ہندسہ و ریاضی وغیرہا کے مسائل ہیں لہذا مناسب ہوا کہ فہرستِ مسائل دو حصے ہو ——— مسائل ابواب جلد کہ باب التیمم تک ہیں پھر مسائل ضمنیہ کہ دیگر ابوابِ طہارت و نماز وغیرہ ابوابِ فقہ و دیگر علوم کے ضمناً مذکور ہوئے۔"

[2] یہ رسالہ چونکہ رسم المفتی (قواعدِ افتاء) سے متعلق ہے اس لیے جلد اول کی ابتدا میں درج کیا جارہا ہے۔ (مرتب)

Marfat.com

کتاب الطہارۃ

کتاب الطہارۃ ۱۷۹

باب الوضوء ۱۷۹

فتویٰ ۱ تفصیل فرائض و واجباتِ وضو
وضو میں چار فرض اعتقادی ہیں۔ ۱۹۹

وضو میں آنکھیں زور سے نہ بند کرے مگر
وضو ہو جائے گا۔ ۲۰۰

کن چیزوں کا بدن پر لگا رہ جانا وضو و غسل
کا مانع نہیں۔ ۲۰۳

عورت کے بدن پر مہندی کا جرم لگا رہ گیا۔ 〃

وضو کیا اور آنکھ کے کوئے میں سرمہ رہ گیا۔ 〃

کاتب کے ناخن پر روشنائی رہ گئی۔ 〃

بے اپنے قصد کے بدن پر پانی پہنچ گیا طہارت ہوگئی ۲۰۸

تحقیق ان غسل الرجلین مجمع علیہ ۲۱۱

وضو میں بارہ فرض عملی ہیں۔ ۲۱۳

لب خوب زور سے بند کرلیے اور کُلّی نہ کی وضو
نہ ہوگا۔ ۲۱۴

بھووں اور مُونچھوں اور بچّی کے بالوں کا حکم۔ 〃

کتنی داڑھی کا دھونا وضو میں فرض ہے اور
کتنی کا مستحب؟ 〃

وضو میں کنپٹیوں پر بھی پانی بہانا فرض ہے۔ ۲۱۶

وضو میں انگوٹھی وغیرہ گہنوں کا حکم۔ 〃

سر کے نیچے جو بال لٹکتے ہیں اُن کا مسح کافی نہیں۔ ۵۰

ٹوپی اور دوپٹے پر سے مسح میں کیا حکم ہے؟ 〃

کتنا پانی بہنے میں دھونا صادق آئے گا۔ ۲۱۸

مواضعِ ضرورت میں کسی سخت چیز کا لگا رہ جانا ۲۲۰

وضو و غسل میں واجب اصطلاحی کوئی نہیں ۲۲۳

وضو کی ابتدا میں بسم اللہ صرف سنت ہے 〃

فتویٰ ۲ مسواک ایک بالشت سے زیادہ
نہ ہو۔ ۲۳۴

فتویٰ ۳ وضو کے بعد کپڑے سے اعضاء
پونچھنے کا حکم۔ ۲۳۸

وضو کا پانی روزِ قیامت نیکیوں کے پلّے میں
رکھا جائیگا۔ 〃

وضو و غسل میں ہاتھ جھٹکنے کا کیا حکم ہے؟ ۲۴۴

تنبیہ آنچل اور دامن سے ہاتھ منہ
پونچھنا کیسا ہے۔ ۲۵۰

فتویٰ ۴ تانبے کے برتن سے وضو کیسا ہے؟ ۲۵۴

وضو کے وقت ناف سے زانو کے نیچے تک
بدن چھپا ہونا چاہیے بلکہ بلاضرورت کسی وقت
بھی نہ کھلے۔ ۳۵۲

وضو میں پچیس جگہ ہیں جن کی خاص احتیاط
مرد و عورت سب پر لازم ہے۔ ۴۴۴

وضو میں پانچ مواقع اور ہیں جن کی احتیاط
خاص عورتوں پر لازم ہے۔ ۴۴۵

وضو کے لیے پانی لے کر بیٹھنا یاد ہے اور
وضو کرنا یاد نہیں تو وضو سمجھا جائے گا۔ ۵۶۰

وضو میں منہ کے بعد دونوں ہاتھ سرِ ناخن
سے کہنیوں تک تین بار دھوئے۔ ۵۹۶

وضو سے پہلے گٹّوں تک تین بار ہاتھ دھونا مطلقاً

Marfat.com

سنّت ہے اور کسی نجاست تک پہنچنے کا احتمال ہو تو سنتِ مؤکدہ۔	۵۹۹
اس کا بیان کہ مسواک وضو کی سنّت ہے یا نماز کی؟	"
اس امر کی تحقیق کہ مسواک قبل وضو ہے یا کلی کرتے ہیں؟	۶۰۰
مسواک ہوتے ہوئے انگلی سے مانجھنا کافی نہیں، مگر عورتوں کو مسی کفایت کرتی ہے۔	۶۰۳
اس امر کی تحقیق کہ وضو میں مسواک سنت ہے، یا مستحب؟	۶۰۶
وضو سے گناہ دُھلنے کی حدیثیں	۶۱۷
مسواک پہلے اور بعد تین تین بار دھوئیں	۶۲۳
تمباکو کھانے پینے والوں کے لیئے کہاں تک مسواک واجب ہے اور ان کے امتحان کا طریقہ	"
پان کے عادیوں کو کلیوں میں کتنی احتیاط لازم	۶۲۴
نماز میں منہ کی کمال صفائی کرے ورنہ فرشتوں کو ایذا ہوتی ہے۔	"
وہ پانی جو مقدارِ وضو بتایا گیا ہے ہاتھ دھونا کلی کرنا ناک میں ڈالنا اسی میں محسوب ہے یا الگ؟	۶۲۶
اجماع ہے کہ وضو وغسل میں پانی کی کوئی حد مقرر نہیں۔	"
وضو میں غرہ وتحجیل کا بڑھانا مستحب ہے اور اس کے معنی کا بیان	۶۳۰
سب کے لئے وضو وغسل میں پانی کی ایک مقدار مقرر ہونا محض باطل ہے۔	۶۳۷
وضو یا غسل میں بے سبب پانی زیادہ خرچ کرنے کا کیا حکم ہے اور اس باب میں مصنف کی تحقیق مفرد۔	۶۵۱
وضو میں انگوٹھی اور غسل میں بالی کا حکم	۶۶۸
وضو میں پانی زور سے ڈالنا مکروہ ہے۔	"
اعضا کا مل مل کر دھونا وضو اور غسل میں سنت ہے۔	۶۶۹
اعضائے وضو دھونے میں حدِ شرعی سے اتنی خفیف تحریر بڑھانا جس سے حدِ شرعی پوری ہونے میں شُبہ نہ رہے واجب ہے۔	"
وضو میں داہنے سے ابتدا کرنا سنّت ہے	۶۷۰
وضو میں ترتیب سنّت ہے یہاں تک کہ کُلّی کرنے ناک میں پانی ڈالنے میں بھی۔	"
کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کی کیا حد ہے کہ وضو میں جس کے ترک سے لوگ گنہ گار ہوتے ہیں اور غسل میں ترک سے نماز ہی نہیں ہوتی؟	۶۷۳
وضو میں ترکِ نیت کی عادت گناہ ہے۔	۶۸۰
طہارت میں ہر عضو پورا تین بار دھونا سنتِ مؤکدہ ہے ترک کی عادت سے گنہ گار ہوگا۔	۶۸۱
اعضا میں تین بار دھونے کے معنی جس کے ترک کی عادت سے لوگ گنہ گار ہوتے ہیں اور بہت کی نماز ہی نہیں ہوتی۔	"
ضرورت کے لیئے اعضا ایک ایک بار دھونا جائز ہے۔	"
اُن صحیح فرضوں کا بیان جن کی وجہ سے اعضاء کا تین تین بار سے زیادہ دھونا جائز یا محمود ہے۔	۶۹۹
تجدید وضو کے استحباب میں مصنف کی تحقیق	۷۰۲

Marfat.com

بروقت باوضو رہنے کی فضیلتیں ۷۰۲
تازہ وضو کی فضیلت ″
مصنف کی تحقیق وضو وغسلِ مستحب مقصود بالذات بھی ہیں۔ ۷۰۴
وضوئے مستحب بے نیت ادا نہ ہوگا۔ ۷۰۷
مصنف کی تحقیق کہ وضوئے تازہ کے لیے مجلس بدلنے کی بھی حاجت نہیں۔ ۷۱۱
اُن صورتوں کا بیان جن میں تازہ وضو کرنا مطلقاً بالاتفاق مستحب ہے۔ ۷۱۵
بغل میں بدبو ہو تو اس کے کھجانے سے وضو مستحب ہے۔ ″
جذامی و برص والے سے مس کرنے میں تجدیدِ وضو مستحب ہے۔ ۷۲۱
معبودانِ کفّار کے چھونے سے نیا وضو چاہیے۔ ″
جن باتوں سے اعادۂ وضو مستحب ہے وضو کرتے میں ہوں تو سرے سے وضو مستحب ہوگا۔ ۷۲۵
وضو میں ممانعتِ اسراف کی حدیثیں ۷۳۱
وضو میں مقدار سے زیادت کے بارے میں مصنف کی تحقیق۔ ۷۳۴
وُہ باتیں جن کے لحاظ سے وضو میں پانی کم خرچ ہو۔ ۷۶۵
وضو احتیاط کے ساتھ کیا جائے عوام میں جو مشہور ہے کہ وضو جوانوں کا سا کرے غلط ہے۔ ″
عضو دھونے سے پہلے بھیگا ہاتھ پھیرنا مستحب ہے خصوصاً جاڑوں میں۔ ۷۶۶

ہر عضو دھو کر اُس کا پانی ہاتھ سے صاف کریں۔ ۷۶۷
وضو میں پانی ناخنوں کی طرف سے ڈالا جائے نہ اُدھر سے۔ ۷۷۰
دفعِ وسواس کی دُعائیں اور علاج ″
وضو کے بعد رومال پر چھینٹا دینا سنّت ہے۔ ۷۷۵
رومال پر چھینٹا دینے میں چند باتیں ملحوظ رہیں۔ ۷۷۸
وضو میں دستہ دار لوٹے کا دستہ تھامے اُس کے منہ پر ہاتھ نہ رکھے۔ ۷۷۹
وضو سے پہلے تین بار دستہ دھونا مستحب ہے۔ ″
مستحب ہے کہ وضو مٹی کے برتن سے کرے ″
منہ دھونے میں پانی کہاں سے ڈالا جائے؟ ۷۸۹
پانی خود بہنا ضروری ہے ہاتھ کے ذریعہ سے پہنچانا کافی نہیں۔ ″

فصل فی النواقض

فتوی ۵ وضو کرتے میں ناقضِ وضو واقع ہو تو سرے سے وضو کرے۔ ۲۵۵
پانی چلّو میں لیا اور حدث واقع ہوا ۲۵۶
فتوی ۶ تھوک میں خون کا اثر ظاہر ہونا ۲۵۷
فتوی ۷ زکام بہنے سے وضو نہیں جاتا ۲۶۳
بلغم کی قے سے وضو نہیں جاتا ″
مرض سے جو پانی آنکھ وغیرہ سے بہے وضو نہ رہے گا۔ ۲۶۴
رال بہنے سے وضو نہیں جاتا ۲۶۵
بدن سے کسی پاک رطوبت کا نکلنا ناقضِ وضو نہیں ۲۶۷

Marfat.com

حدث ونجس کی نسبتوں میں مصنف کی تحقیق	٢٦٨
شراب کی قے کا حکم	″
مرض سے جو رطوبت بہے اگر اس میں خون وغیرہ نجس کی آمیزش کا احتمال نہیں تو پاک ہے اس سے وضو نہ جائیگا۔	٢٦٩
ناف سے زرد پانی بہا	٢٧٠
دانے کا پانی اگر نتھرا ہو ناقض وضو ہے۔	″
اندھے کی آنکھ سے جو رطوبت بہے ناقض وضو ہے۔	٢٧١
دانے کھجلی سے نتھرا پانی اگر بکثرت نکلے تو ضرورت کے لیے اس قول پر عمل کر سکتے ہیں کہ وضو نہ جائیگا جبکہ بالکل صاف ہو	٢٧٥
نارو کا ڈورا نکلنے سے وضو نہ جائیگا۔	″
نارو سے رطوبت بہے تو وضو جاتا رہے گا۔	″
بحران کے پسینہ سے وضو نہیں جاتا	٢٧٦
جسے نکسیر کا عارضہ ہوا کرتا ہے اُس کی ناک سے ریزش سُرخی لئے آئے وضو نہ رہے گا۔	″
مصنف کی تحقیق کہ جو پاک رطوبتیں بدن سے عادۃً نکلتی ہیں وہ اگر بطورِ مرض بھی بہیں وضو نہ جائیگا۔	٢٧٨
خون چھلکنے اُبھرنے بہنے کے فرق واحکام	٢٧٩
فتوی ۸ خون چھلکنا اور کپڑے میں لگنا اور دانے کی چپک،	٢٨٠
ناک سے انگلی یا دانتوں سے مسواک میں خون لگ آیا یا چھلکا ہوا خون ہاتھ یا کپڑے میں لگ گیا تو کیا حکم ہے؟	″

خون یا ریم آبلے کے منہ تک آیا اور نہ بہا۔	٢٨٠
دانوں کی چپک یا چھلکے ہوئے خون سے کپڑا ناپاک نہیں ہوتا نہ وضو جائے۔	″
بہنے قابل خون یا ریم کپڑے میں لگ کر بہ نہ سکا تو کیا حکم ہے؟	″
جو خون اُبھر کر رہ جائے پاک ہے اور ناقض وضو نہیں۔	″
خون یا ریم بار بار پونچھ لیا تو وضو اور کپڑے کا کیا حکم ہے؟	٢٨١
خون بار بار اُبھرا اور مٹی ڈال دی تو وضو کا کیا حکم ہے؟	″
ایک جلسہ میں جتنا خون بار بار نکلا وہ بہتا یا نہیں یہ اندازہ پر ہے۔	″
جو خون یا پیپ آنکھ سے بہ کر آنکھ سے نہ نکلے نہ ناپاک ہے نہ ناقض وضو۔	″
ناک کی ہڈی تک خون اُترا اور نرم حصے تک نہ آیا تو وضو نہ جائیگا۔	″
پٹی کے اندر جو خون نکلا اُس کا کیا حکم ہے۔	٢٨٢
قطرہ اگر عضوِ تناسل کے اندر بہے اور منہ پر نہ آئے تو وضو نہ جائیگا اور خون میں یہ بھی شرط ہے کہ باہر نکل کر بہے۔	٢٨٣
ناک یا دانت سے انگلی پر بار بار خون لگ آیا تو وضو گیا یا نہیں۔	٢٨٥
قے منہ بھر کر ناقض وضو ہے اور تھوڑی تھوڑی آئے تو کیا حکم ہے؟	٢٩٣

Marfat.com

حیض وغیرہ نجاست جب تک فرجِ داخل سے باہر نہ ہو اُس سے وضو وغسل کچھ نہیں۔ ٣١٦

بول و براز جب تک سوراخ کے مُنہ پہ ظاہر نہ ہو وضو نہ جائے گا ٣١٩

وضو کے بعد پانی سے استنجا کس صورت میں ناقضِ وضو ہے؟ 〃

کھٹمل مچھر پسّو کے کاٹے سے وضو نہیں جاتا جونک اور کلّی میں تفصیل ہے۔ ٣٢١

ورم سے خون وغیرہ نکلا اُسی پر بہا صحیح بدن تک نہ پہنچا وضو جاتا رہے گا اگرچہ موضع ورم پر مسح تر کرسکے ٣٢٦

زخم کے اندر اندر خون کا بہنا ناقضِ وضو نہیں جب تک مُنہ پر آکر نہ ڈھلکے۔ ٣٢٩

ایک زخم لمبا اور باریک ہے خون اس میں دورہ کرے اور اس کے لبوں سے ابھر کر نہ ڈھلکے ظاہراً وضو نہ جائے گا۔ ٣٣٠

چوڑے زخم کا بھی یہی حکم ہے ٣٣١

جو خون تھوڑا تھوڑا بار بار نکلے اُس میں وقتِ ضرورت کے لیے ایک آسان فتوی ٣٣٢

فتوی ۹ دوڑنے یا کُودنے یا اپنا یا پرایا ستر دیکھنے سے وضو نہیں جاتا۔ ٣٥٤

بلندی سے گرنے میں وضو نہ جائیگا۔ 〃

کسی کام میں مستغرق ہوجانے سے وضو نہیں جاتا۔ 〃

منی کہ بے شہوت جُدا ہوئی تھی اس کا نکلنا وضو واجب کرتا ہے غسل نہیں۔ ٣٥٤

فتوی ۱۰ پھڑیا اچھی ہوگئی اس کے خلا میں پانی بھر کے نکل جانا ناقضِ وضو نہیں۔ ٣٥٥

پھڑیا میں ابھی رطوبت باقی ہے اُس کے خلا میں پانی بھر کر نکلا تو وضو جاتا رہا۔ ٣٥٦

معدہ میں جاکر پانی اگرچہ اُسی وقت لوٹ آئے ناپاک و ناقضِ وضو ہے جبکہ منہ بھر کر ہو۔ 〃

پانی معدہ تک نہ پہنچا تھا کہ اُچھو سے نکل گیا پاک ہے اور وضو نہ جائیگا۔ 〃

کیڑے اور سانپ کی قے ناقضِ وضو نہیں اگرچہ منہ بھر کر ہو۔ ٣٥٨

فتوی ۱۱ کس طرح سونے سے وضو جاتا ہے ٣٦٥

نیند دو شرطوں سے ناقض ہوتی ہے۔ 〃

سونے کی دس صورتیں جن سے وضو نہیں جاتا۔ 〃

کُرسی مُونڈھے پہ پاؤں لٹکائے ہوئے بیٹھا سوگیا وضو نہ جائیگا جبکہ کرسی انگریزی ساخت کی نہ ہو۔ 〃

زین سواری کا سونا ناقضِ وضو نہیں۔ 〃

ننگی پیٹھ پر سوار کا سونا۔ ٣٦٦

تکیہ لگائے سونے کا حکم 〃

کھڑے بیٹھے رکوع سجود کی ہیئات پر سونے کا حکم۔ 〃

سونے کی دس صُورتیں جن سے وضو جاتا ہے

کاٹھی پر سواری میں سونے کا حکم۔ 〃

سجدۂ زنانہ میں سونا ناقضِ وضو ہے سجدۂ مردانہ میں نہیں 〃

Marfat.com

گرم تنور کے کنارے سونے کا حکم ۳۶۶
نیند کی سب صورتوں میں نماز و غیرِ نماز کا ایک حکم ہے۔ ۳۶۷
بیمار لیٹ کر نماز پڑھتا تھا نیند آگئی وضو نہ رہا ״
نماز میں سو جانے کے احکام ״
اونگھنے کا حکم ״
بیٹھے بیٹھے جھونکے لینے سے وضو نہیں جاتا ״
جھوم کر گر پڑا معاً آنکھ کھل گئی وضو نہ گیا ״
سوتے میں اُس شکل پر سو گیا جس سے وضو جاتا ہے مگر فوراً آنکھ کھل گئی وضو نہ گیا۔ ״
کبھی آدمی سو جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ نہیں سویا اس کا ضروری بیان۔ ״
نیند بوجہ ظنِ ریح ناقص ہے نہ خود ۴۲۷
قہقہہ سے وضو جانے کا بیان ۴۳۱
جنون ناقضِ وضو ہے ۴۳۱
بوہرا ہو جانے سے وضو نہیں جاتا ״
غشی و بیہوشی بوجہ ظنِ ریح ناقص ہیں ״
جسے ریح کا عارضہ حدِ معذوری تک ہو اُس کا وضو سونے سے نہ جانا چاہیے۔ ۴۳۶
بیت الخلا میں جانا یاد ہے اور پیشاب کرنا یاد نہیں وضو واجب ہے۔ ۵۶۰
عورت کے دونوں مقام پردہ شق ہونے سے ایک ہو گئے تو ریح آنے سے اُس پر بھی وضو واجب ہے۔ ״
سوتے میں دونوں سرین جمے ہوں جب بھی وضو مستحب ہے۔ ۷۲۱
قطرے یا ریح کے شبہ سے وضو نہیں جاتا۔ ۷۷۵

باب الغسل

غسل میں عورت کو چوٹی کھولنا ضرور ہے یا نہیں؟ ۲۰۷
غسل کے بعد اعضا پونچھنے کا حکم ۲۴۱
نہ پونچھنا ضرر دے تو پونچھنا ضرور ہے ״
غسل کا پانی بھی نیکیوں کے پلّے میں رکھا جانا ظاہر ہے ۲۴۸
غسل میں فرجِ داخل اندر سے دھونا فقط مستحب ہے واجب نہیں۔ ۴۱۸
فتوی ۱۲ فرائضِ غسل ۴۳۹
دانتوں کی جڑ یا کھڑکیوں میں سخت چیز جمی ہو تو چھڑانا لازم ہے ورنہ غسل نہ اُترے گا۔ ۴۴۱
چونا یا مسی کی ریخیں جن کے چھڑانے میں عذر ہو معاف ہیں۔ ״
وضو و غسل میں غرغرہ سنّت ہے مگر روزہ دار کو مکروہ۔ ۴۴۲
غسل میں منہ اور ناک کا کتنا دھونا فرض ہے؟ ״
ناک میں جو کثافت جمی ہو اس کا چھڑانا غسل میں فرض ہے اور وضو میں سنّت۔ ۴۴۳
ناک میں کہاں تک پانی چڑھانے کا حکم ہے
وضو و غسل کی بے احتیاطیاں جن سے نماز نہیں ہوتی۔ ״
غسل میں بائیس ۲۲ جگہ اور ہیں جن کی احتیاط مرد و عورت سب پر لازم۔ ۴۴۸

Marfat.com

آٹھ مواقع احتیاط خاص مردوں کے لیے ۴۴۹

دس مواقع احتیاط خاص عورتوں کے لیے ۴۵۰

احتیاط کی جگھوں میں پانی پہنچنے کا کیسا ظن درکار ہے ۴۵۱

اکیس ۲۱ مواضع جو پانی بہانے سے بوجہ حرج معاف ہیں۔ ۴۵۲

تار سے اگر دانت بندھے ہوں تو ظاہر اُن پہ سے پانی بہا دینا کافی ہے۔ ۴۵۳

حرج تین قسم ہے ۴۵۵

فتوی ۱۳ گلے سے نہانا اور سر کا مسح۔ ۴۵۶

بدن کے بعض حصہ کو پانی مضر ہو تو اکثر کا اعتبار ہے۔ 〃

توجیہ نفیس لما فی غریب الروایۃ ۴۵۸

فتوی ۱۴ نہانا مضر ہونے کی مختلف صورتیں اور اُن کے احکام ۴۶۰

فتوی ۱۵ ران میں پھڑیا ہونے کے سبب تیمم نہیں کر سکتا۔ ۴۶۱

فتوی ۱۶ تری دیکھی اور خواب یاد نہیں یا خواب یاد ہے اور تری نہ پائی اور ان کے سوا تمام صورتوں کی تفاصیل و احکام۔ ۴۶۵

بیہوشی یا نشہ کے بعد کپڑے پر مذی پانے کا حکم۔ ۴۸۱

تری کپڑے یا ران یا سر ذکر میں یکساں ہے ۵۱۳

نہانے کے بعد بقیہ منی خارج ہو تو کیا حکم ہے؟ ۵۱۴

نماز میں احتلام ہوا اور سلام پھیرنے تک منی نہ نکلی نماز ہو گئی۔ ۵۱۵

احتلام یاد تھا اور اُٹھ کر تری نہ پائی نماز کے بعد تری نکلی نماز ہو گئی غسل اب واجب ہوا۔ ۵۱۵

احتلام خوب یاد ہے اور تری نہ دیکھی پھر مذی نکلی غسل نہیں۔ 〃

جو منی مرد کی پشت اور عورت کے سینہ سے بشہوت جدا ہوئی اس کا نکلنا غسل واجب کرے گا اگرچہ بے شہوت نکلے۔ اس بارے میں مذہب امام ابو یوسف پر عمل کی ایک صورت۔ ۵۱۸

انزال کے بعد پیشاب کر لیا یا سو رہا یا بقدر کافی چلا پھر منی بے شہوت نکلی دوبارہ غسل نہ ہوگا۔ ۵۲۵

بعد انزال پیشاب وغیرہ کر کے نہا لیا پھر کچھ منی بشہوت نکلی دوبارہ نہانا ہوگا۔ ۵۲۷

بحث تعریف الجنابۃ ۵۳۰

زوج کی منی عورت کے بدن سے نکلے تو اس پر وضو واجب ہوگا غسل نہیں۔ ۵۳۱

عورت کو اگر احتلام یاد ہو اور تری نہ پائے تو کیا حکم ہے؟ ۵۳۸

حشفہ غائب نہ ہوا اور منی عورت کے بدن میں چلی جائے تو اس پر غسل نہ ہوگا جب تک حمل رہ جانا ثابت نہ ہو۔ ۵۵۲

بکارت زائل نہ ہونا اس پر دلیل ہے کہ حشفہ غائب نہ ہوا 〃

سونے سے پہلے شہوت تھی اور جاگ کر تری دیکھی اور احتلام یاد نہیں تو غسل نہ ہوگا جب تک منی ہونا ثابت نہ ہو۔ ۵۵۶

جاگ کر تری دیکھنے کے جملہ مسائل میں برابر ہے کہ

Marfat.com

لیٹا سویا ہو خواہ کھڑا بیٹھا چلتا۔ ۵۷۲
فتوی ۱۷ وضو و غسل میں پانی کی مقدار ۵۷۹
زن و شو باہم ایک برتن سے غسل کر سکتے ہیں اگرچہ
برہنہ ہوں اور اس کے متعلق ضروری بات بھی۔ ۵۸۴
آبِ غسل و وضو کا اندازہ ۵۹۵
اس سے علاوہ اور بھی پانی درکار ہیں ″
اسراف و وسوسہ نہ ہو تو ایک صاع سے زیادہ
غسل میں خرچ کرنا افضل ہے۔ ۶۲۷
غسل کہاں کہاں مستحب ہے۔ ۷۰۳
گندھی چوٹی میں تین بار پانی ڈالنے سے جڑوں
تک پہنچنے میں شبہ رہے تو زیادہ ڈالے۔ ۷۲۸
فتوی ۱۸ قبل غسل جنب کے کھانے کا حکم۔ ۷۹۰
فتوی ۱۹ حالتِ ناپاکی میں مسجد میں جانا
حرام ہے۔ ۷۹۱
فتوی ۲۰ حالتِ جنابت میں مسجد کے لوٹے
چھونے کیسا ہے۔ ۷۹۲
فتوی ۲۱ بے وضو مصحف شریف کا چھونا
مطلقاً حرام ہے اگرچہ مع ترجمہ ہو اور اس پر
کتنے ہی فوائد و تفسیر لکھی ہوں۔ ″
بے وضو خود آیت کو ہاتھ لگانا مطلقاً حرام ہے
اگرچہ کسی کتاب میں لکھی ہو اور قرآن مجید کے پٹھے
بلکہ چولی کو بھی نہیں چھو سکتا ہاں جزدان کے
اندر ہو تو اٹھا سکتا ہے۔ ۷۹۳
قرآن مجید کا خالی ترجمہ اگرچہ جدا لکھا ہو اسے بھی
بے وضو چھونا منع ہے۔ ″

کتب حدیث و تفسیر و فقہ کا باوضو چھونا افضل
ہے مگر جہاں آیت لکھی ہو اسے بے وضو ہاتھ
لگانا حرام ہے۔ ۷۹۴
فتوی ۲۲ جنب کو قرآن مجید کی نیت سے
آیت کا کوئی ٹکڑا پڑھنا بھی جائز نہیں۔ ۷۹۵
جو آیت یا سورت خالص دعا و ثنا ہو جنب و
حائض اسے بہ نیتِ دعا بے نیتِ قرآن
پڑھ سکتے ہیں۔ ″
کسی آیت کا اتنا ٹکڑا کہ ایک چھوٹی آیت کے
برابر ہو بہ نیتِ قرآن پڑھنا جنب و حائض کو
بالاتفاق ممنوع ہے۔ ۷۹۷
صحیح یہ ہے کہ بہ نیتِ قرآن ایک حرف کی بھی
جنب و حائض کو اجازت نہیں۔ ″
جنب و حائض تعلیم کی نیت سے بھی آیت کا
کوئی کلمہ نہیں کہہ سکتے۔ ۸۰۶
قراءت جنب کی صورتوں میں مصنف کی تحقیق
جلیل مفرد۔ ۸۱۳
ان مسائل کا خلاصہ حکم۔ ۸۱۹
جنب کو وہ آیات ثنا بہ نیتِ ثنا بھی پڑھنا
حرام ہیں جن میں رب عزوجل نے اپنے لیے
متکلم کی ضمیریں ذکر فرمائیں۔ ″
جن آیات دعا و ثنا کے اول میں لفظ قُل ہے
اُن میں جنب یہ لفظ چھوڑ کر بہ نیت دعا پڑھے
ورنہ جائز نہیں۔ ″
اُسے حروفِ مقطعات والی دعا کی بھی اجازت نہیں ۸۲۰

Marfat.com

جن آیات میں خالص دعا و ثنا نہیں اُنھیں جُنب و حائض بہ نیتِ عمل بھی نہیں پڑھ سکتے۔ ٨٢٠

صرف عمل میں لانے کی نیت سے جنب و حائض خالص آیاتِ دُعا و ثنا بھی نہیں پڑھ سکتے۔ 〃

دم کرنے کی نیت سے بھی صرف بہ نیت دعا پڑھنا جائز ہے۔ 〃

فقط شفا لینے کی نیت قرآن مجید کو قرآنیت سے خارج نہیں کرسکتی۔ ٨٢١

لکھی ہُوئی آیت کو جنب اپنی نیت سے بدل نہیں سکتا۔ 〃

آیاتِ دعا بہ نیتِ دُعا بھی لکھنے کی اجازت نہ ہونی چاہیے۔ ٨٢٣

باب المیاہ

پانی کس طرح مستعمل ہوتا ہے۔ ۴۵۷

نجس پانی سے وضو کیا پھر تین وضو اور کیے اور ہر بار وضو سے پہلے برتن میں بوند ٹپکی تو کیا حکم ہے۔ ۴۵۸

باب التیمّم

تیمم کے لیے ضرب کی اور حدث ہوا۔ ۴۵۶

مآخذ و مراجع ٨٢٥

Marfat.com

فہرست ضمنی مسائل

رسم المفتی

- عادة الفقهاء البناء علی المظنة و المراد المناط۔ ۲۱۷
- مذہب کے خلاف کوئی بحث معتبر نہیں ۲۲۴
- مستحب کے ترک سے کراہت تنزیہیہ لازم نہیں آتی۔ ۲۳۹
- الاحتیاط هو العمل باقوی الدلیلین۔ ۲۸۸
- صاحب الهدایة امام جلیل من ائمة التخریج والترجیح یجوز تقلیده۔ ۳۲۳
- الخصاف کبیر فی العلم یجوز اقتداؤه۔ ″
- العمل بما هو المختار فی المذهب وان کان قائل خلافه اماما کبیرا۔ ۳۲۴
- تقلید الغیر عند الضرورة وان جاز بشروطه فالعمل نفسه اما الافتاء فلا یکون الا بالراجح فی المذهب۔ ″
- عند الضرورة تقلید قیل فی المذهب احسن من تقلید مذهب الغیر۔ ″
- القاعدة العمل بما علیه الاکثر من ائمة المذهب۔ ۳۹۵
- عادة الاوائل السذاجة فی البیان و عدم التدقیق فی العبارات۔ ۳۹۷
- منازع اختلاف عبارات العلماء مع کون المقصود واحدا۔ ۳۹۸
- الامام قاضیخان انما یقدم الاظهر الاشهر۔ ۴۰۵
- اذا جاء قید فی المسألة عن احد الائمة ولم یصرح غیره منهم بخلافه وجب قبوله۔ ۵۷۰
- المراد بالمحیط المطلق البرهانی۔
- هذا قول لبعض المشایخ مفاده ان اکثرهم علی خلافه۔ ۶۰۴
- نسبة قول الی البعض تفید ان المعتمد خلافه۔ ۶۰۵
- المفاهیم معتبرة فی الکتب بالاتفاق۔ ۶۵۴
- کتب شروح حدیث میں جو مسئلہ کتب فقہ کے خلاف ہو معتبر نہیں۔ ۷۰۴

Marfat.com

- کلمة لا باس لما ترکه اولی وقد تستعمل فی المندوب۔ ۷۱۲
- شئ اگرچہ مطلق ذکر کی جائے اپنے اسباب و شروط و احکام و آثار پر خود ہی دلالت کرے گی۔ ۷۱۴
- تحقیق مفاد قولهم لاخیر فیه ۷۳۲
- شرعی کے دو معنے ہیں مقبول فی الشرع، مطلوب فی الشرع۔ ۷۴۴
- فتوٰی ہمیشہ بلا استثناء قولِ امام پر ہے ۹۵
- القول قولان صوری وضروری وهو یقضی علی الصوری وله ستة وجوه۔ ۱۰۹
- چھ باتیں ہیں جن کے سبب بظاہر قول امام کے خلاف پر عمل ہوتا ہے اور حقیقۃً قول امام ہی پر ہے۔ ۱۱۰
- انھیں وجوہ سے صحیح و مؤکد احادیث کا خلاف کیا جاتا ہے اور وہ خلاف نہیں ہوتا۔ ۱۱۱
- العدول عن قوله بدعوی ضعف دلیله خاص بالمجتهدین فی المذهب وهم لا یخرجون به عن المذهب۔ ۱۱۳
- معنی قوله اذا صح الحدیث فهو مذهبی۔ ۱۱۴
- لا یتبدل المذهب بتصحیحات المرجحین خلافه۔ ۱۱۵
- عند اختلاف التصحیح یقدم قول الامام۔ ۱۱۶
- ہم صرف امام اعظم کے مقلد ہیں ۱۱۹
- امام سے احکام منقول ہیں دلائل استنباط مشایخ ہیں اُن کے ضعف سے قولِ امام ضعیف نہیں ہوتا۔ ۱۲۰
- معنی کلام العلامة قاسم علینا اتباع ما رجحوه۔ ۱۲۵
- حیث لا تصحیح لا یعدل عن قول الامام۔ ۱۲۹
- مشی متون علی خلاف قول الامام لا یقبل۔ ۱۳۰
- حدوث حکم ضروری لاحد سے الحوامل الست لا یتقید بزمان۔ ۱۳۲
- ما خرج عن ظاهر الروایة فهو مرجوع عنه۔ ۱۳۶
- لیجتنب النقل بالواسطة مهما امکن۔ ۱۴۵
- الترجیح لقول الامام ای بلا خلاف اذا خالفا و تخالفا۔ ۱۴۶
- **توفیق نفیس من المصنف بین** عبارات الائمة فی تقدیم قول الامام المختلفة ظاهرا۔ ۱۵۲
- قولِ امام کے بعد کس کے قول پر عمل ہو اس کی ترتیب۔ ۱۵۷
- العمل بما علیه الاکثر۔ 〃
- قول البحر الفتوی علی قول الامام وان افتوا بخلافه وتوجیه ما نازعه فیه الشامی۔ ۱۶۳

Marfat.com

ربما لا یکون قول الفقهاء هذا اصح ومثله من باب التفضیل۔ ۱۶۶
اذا ثبت الاصح لا یعدل عنه اذا لم یوجد اقوی منه۔ ″
الصحیح والاصح متقاربان۔ ۱۶۷
لا یعتمد علی النقل عن مجهول وان کان الناقل ثقة۔ ″
تحقیق قول الدر ان الفتوی مطلقا علی قول الامام ولا یخیر الا اذا کان مجتهدا۔ ۱۶۸
ذکر عشر مرجحات لاحد القولین علی الاخر۔ ۱۶۹
ذکر ثلث مرجحات اخر۔ ″
الترجیح بکونه قول الامام ارجح من کل ما یوجد معارضا له۔ ″
الاستحسان لغیر نحو ضرورة وتعامل لا یقدم علی قول الامام۔ ۱۷۰
ما علیه الفتوی مقدم علی الاستحسان۔ ۱۷۱
عند قول الامام لا ینظر الی کثرة الترجیح فی الجانب الاخر۔ ″
اذا رجح قول الامام وقول خلافه کان العمل بقول الامام وان قالوا لغیره علیه الفتوی۔ ۱۷۲
تاخیر الهدایة دلیل قول دلیل اعتماده۔ ۱۷۳
قول الامام المذکور فی المتون مقدم علی ما صححه قاضی خان باکد الفاظ الفتوی۔ ۱۷۴
لا یعدل عن تصحیح قاضی خان فانه فقیه النفس۔ ″
تنبیهان جلیلان یتبین بهما ما یعمل به المقلد فی امثال المقام۔ ۱۷۷

حیض

بعد فراغ حیض پرانے کپڑے سے خون کا اثر صاف کرنا مستحب ہے۔ ۳۱۶

انجاس

پانی کے برتن کے اوپر یا اندر مگر پانی سے اوپر نجاست کی بوند گرے تو کیا حکم ہے؟ ۲۵۹
جن تین پانیوں سے نجاست دھوئی گئی وہ پانی کسی چیز کو لگیں تو ان میں کیا تفصیل ہے؟ ۲۶۰
رال مطلقاً پاک ہے۔ ۲۶۵
بدن سے جس چیز کے نکلنے سے وضو نہ جائے ناپاک نہیں۔ ″
ریح پاک ہے۔ ″
آب منی پاک ہے۔ ۲۶۶
خون پیشاب وغیرہ فضلات جب تک بدن سے باہر نہ نکلیں ناپاک نہیں۔ ۲۶۸
میت کے منہ سے جو پانی نکلتا ہے ناپاک ہے۔ ″

Marfat.com

نجس چیز دوبارہ نجس ہوسکتی ہے ولہذا اگر شراب پیشاب میں پڑجائے پھر سرکہ ہوجائے پاک نہ ہوگی۔ ۲۶۹

آنکھوں کے اندر اگر کوئی نجاست لگے اُس کا دھونا معاف ہے۔ ۲۸۱

بچے کے معدہ تک دُودھ پہنچ کر لَوٹا اگر منہ بھر کر نکلا ناپاک ہے۔ ۳۵۶

ہر جاندار کا پِتّا اُس کے پیشاب کے حکم میں ہے۔ ۳۵۸

ہر جاندار کی جگالی اُس کے گوبر مینگنی کے حکم میں ہے۔ 〃

سُوئی کی نوک برابر پیشاب کی باریک بُندکیاں بدن یا کپڑا ناپاک نہیں کرتیں مگر وہ کپڑا پانی میں گرا تو اُسے ناپاک کردے گا۔ ۵۶۹

استنجا

بعد استنجا پانی صاف کرلیا جائے ۲۴۹

جس کپڑے سے استنجے کا پانی خشک کرے اُس سے باقی اعضاء کو نہ پونچھے۔ ۲۵۰

بڑے استنجے کا مسنون طریقہ۔ ۳۱۹

یہ مسنون طریقہ روزہ دار کے لیے نہیں۔ 〃

پیشاب کے بعد مرد پر استبرا واجب ہے یعنی وہ افعال جن سے قطرہ نہ آنے کا اطمینان کافی ہوجائے۔ ۵۲۶

مقدارِ آبِ استنجاء وضو میں اختلاف حالت سے پانی کی مقدار مختلف ہونا۔ ۵۹۵

استنجے سے پہلے تین بار دونوں ہاتھ کلائیوں تک دھونا مطلقاً سنت ہے۔ ۵۹۶

جس انگشتری پر متبرک نام لکھا ہو وقت استنجا اُس کا اتارنا بہت ضرور ہے۔ ۶۶۷

جس انگشتری پر کچھ لکھا ہو اُسے پہن کر بیت الخلا میں جانا مکروہ ہے۔ 〃

غلاف کے اندر تعویذ ہو تو بیت الخلا جاسکتا ہے اور بچنا بہتر۔ 〃

مسائل نماز

صرف ایک جُبّہ پہن کر جس سے سجدہ میں بھی زانوؤں کے نیچے تک بدن چھپا رہے نماز ہوسکتی ہے۔ ۳۵۳

اگر گریبان اتنا وسیع ہے کہ اُس سے ستر تک اپنی نگاہ پڑسکتی ہے تو حرج نہیں ہاں قصداً دیکھنا مکروہ ہے۔ 〃

نماز میں اپنی مطلقہ رجعیہ کی فرج داخل پر نظر بشہوت طلاق سے رجعت کردے گی اور نماز و وضو میں خلل نہ آئے گا مگر بالقصد کراہت ہے۔ 〃

مرد نماز میں ہو اور عورت بوسہ لے اور اس سے مرد کو خواہش پیدا ہو نماز جاتی رہے گی اور عورت نماز میں ہو اور مرد بوسہ لے نماز نہ جائے گی۔ 〃

Marfat.com

بیگانہ عورت کے ستر پر نماز میں نظر اور بھی سخت
حرام ہے مگر نماز و وضو میں خلل نہ آئے گا۔ ۳۵۴
خال پاجامہ سے نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے۔ ۶۲۸
نماز میں کنکھیوں سے دیکھنے کا حکم۔ ۶۶۵
تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کا ترک مکروہ ہے
اور ترک کی عادت گناہ۔ ۶۷۹
سجدۂ بے سبب کا حکم۔ ۷۰۷
صبح ہونے سے طلوعِ آفتاب تک دنیوی کلام
مکروہ ہے۔ ۷۳۲
نمازِ عشاء کے بعد دنیا کی باتیں مکروہ ہیں۔ 〃
نماز میں مٹی سے بچانے کے لیے دامن اٹھانا
مکروہ ہے۔ ۷۴۴
نماز میں پسینہ پونچھنے کا حکم۔ ۷۴۵
نماز میں دامن جھٹکنا ایک صورت میں مطلوب
ہے اور بلا حاجت مکروہ۔ 〃
اس کا کلیہ کہ نماز میں کیا عمل مکروہ ہے کیا
نہیں؟ ۷۴۶
سجدہ میں جو مٹی ماتھے کو لگی نماز میں یا بعد نماز
اس کے چھڑانے کی تفصیلیں۔ 〃
نماز میں مٹی سے کپڑا بچانے کی ایک صورت جواز ۷۴۹
مستحب ہے کہ سجدہ میں سر خاک پر بلا حائل ہو۔ 〃
نماز و غیر نماز میں انگلیاں چٹخانے کے احکام۔ ۷۵۵
ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں
میں ڈالنے کے احکام۔ ۷۵۶
نمازی اگر اپنے امام کے سوا کسی کو قرآن مجید
میں لقمہ دے گا نماز جاتی رہے گی۔ ۸۰۳
یہ نماز میں تھا کسی نے کہا فلاں سورت پڑھ اُس
نے اُس کا کہنا مان کر پڑھی نماز نہ ہوئی۔ 〃
قیام نماز میں قرآن مجید اگرچہ بہ نیتِ دعا پڑھے
نماز ہو جائے گی۔ ۸۱۰
آیت سے اگر کسی کی بات کا جواب دینا
مقصود ہو نماز نہ ہوگی ہاں کسی پر یہ ظاہر
کرنے کو کہ نماز پڑھتا ہوں سبحٰن اللہ وغیرہ
آواز سے کہنا جائز ہے صرف یہی صورت
مستثنیٰ ہے۔ ۸۱۶

احکامِ مسجد

مسجد میں مسواک نہ چاہیے اور کُلی حرام
مگر ایک صورت میں۔ ۶۱۵
منہ میں بدبو ہو تو مسجد میں جانا یا نماز پڑھنا
منع ہے۔ ۶۲۳

مسائلِ زکوٰۃ

اس کی تحقیق کہ مصرفِ خیر میں اپنا کُل مال
دے دینا کیسا ہے؟ ۶۹۰
اپنے محتاج عزیزوں کو چھوڑ کر اوروں کو صدقہ
دینا قبول نہیں۔ ۶۹۴
عزیزوں سے سلوک اُس وقت ثواب ہے
جبکہ بوجہ اللہ ہو نہ فقط خون کے
جوش سے۔ ۷۴۳

Marfat.com

مسائلِ روزہ

صدقۂ فطر و کفارۂ روزہ کی مقدار ایک سو پچھتر روپے آٹھ آنے بھر ہے۔ ۵۹۵

مسائلِ وقف

جس ویران مسجد کی آبادی ناممکن ہو اس کی اینٹ کڑی دوسری مسجد میں بشرط کمال احتیاط لے جا سکتے ہیں۔ ۱۳۴

مسائلِ شہادت

تنہا پاجامہ پہنے راہ میں نکلنے والا ساقط العدالۃ مردود الشہادۃ ہے۔ ۶۲۸

مسائلِ حظر و اباحت

کھانے کے بعد کاغذ سے منہ پونچھنا کیسا؟ ۲۵۲
کھانے کے بعد عمامہ وغیرہ سے ہاتھ منہ پونچھنا کیسا؟ ۲۵۲
مٹی کے برتن افضل ہیں اور تانبے پیتل میں حرج نہیں۔ ۲۵۴
چاندی کے تار سے دانت باندھنا جائز ہے۔ ۴۵۳
مطلقاً حروف کی تعظیم چاہیے۔ ۶۶۷
اسراف کے معنی کی تفصیل و تحقیق ۶۹۰
فرقِ تبذیر و اسراف ۶۹۷
اسراف کس صورت میں گناہ ہے۔ ۶۹۹
جھوٹ اور غیبت کی برائی قابلِ حفظ ۷۲۰
دینی محنت کی تکان دفع کرنے کو کسی مباح کام سے دل بہلانا جائز بلکہ مطلوب ہے۔ ؍؍
عبث کے معنی وحکم۔ ۷۳۶
عبث کی بارہ تعریفیں اور مصنف کی تحقیق ۷۴۰
لعب و لہو و ہزل و لغو و باطل و عبث متقارب المعنیٰ ہیں۔ ؍؍
حکم عبث کی تنقیح ۷۵۰
لایعنی کسے کہتے ہیں اور اس کے ترک کی ہدایتیں ۷۶۰
ہاتھ پاؤں سینہ پشت پر بال ہوں تو نورہ سے دور کرنا بہتر ہے اور موئے زیرِ ناف پر بھی استعمالِ نورہ آیا ہے۔ ۷۶۹
دس باتیں قدیم سے سنتِ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ ۷۷۴
بلاضرورت پاک چیز کو ناپاک کرنا حرام ہے۔ ۷۹۲
جمعہ عید وعظ کسی میں کسی عورت کو کبھی جانے کی اجازت نہیں۔ ۱۱۱

فوائدِ فقہیہ

اختلافِ علما سے بچنا مستحب ہے جب تک اپنے مذہب کا مکروہ لازم نہ آئے۔ ۴۴۷
معانی العلم والظن والاحتمال فی
اصطلاح الفقہ۔ ۴۹۲

Marfat.com

مشغال و استارہ و رطل و مد و صاع کا بیان ۵۷۹
مکوک اور کیلجہ کا بیان۔ ۵۸۳
مقدار ظرف فرق کا بیان ۵۸۶
شئے کے پانچ مرتبے ہیں ضرورت، حاجت، منفعت، زینت، فضول اور ان کی تحقیق اور مکان و طعام و لباس و طہارت میں ان کی مثالیں۔ ۶۲۷

عقائد

معنے اذعان ۱۸۰
معنے اعتقاد ۱۸۱
معنے ضروریاتِ دین ״
اُن دس فرقوں کا بیان جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور شرعاً مرتد ہیں۔ ۷۱۵
اُن نفیس کتابوں کا پتا جن سے مرتدینِ حال کا حال کھلے۔ ۷۱۸
آریوں پادریوں کے لکچر ندائیں سننا سخت حرام ہے۔ ۷۸۰
اللہ و رسول و قرآنِ عظیم کی جتنی توہین آریہ پادری اپنے لکچروں میں کرتے ہیں اُس سب کا وبال شرعاً ان پر ہے جو سننے جاتے اور ایسے جلسوں میں شریک ہوتے ہیں۔ ۷۸۴
قرآن مجید فرماتا ہے جو ایسے جلسوں میں جائے ایسی جگہ کھڑا ہو وہ بھی انھیں کافروں کی مثل ہے۔ ״
تلاوتِ قرآن یا قرأت حدیث کے سوا اپنی طرف سے کسی نبی کی طرف نسبت معصیت سخت حرام ہے۔ ۸۳۳

ردِّ بد مذہبان

امام اعمش کا ارشاد کہ ہم محدثین عطار ہیں اور فقہا طبیب، اور اے ابوحنیفہ! تم دونوں باتوں کے جامع ہو۔ ۱۲۱
اکابر ائمہ تو یہ کہیں کہ ہمیں کچھ اختیار رہوتا تو یوں کہتے اور آج کل جاہلانِ بے تمیز "ائمہ" کے مقابلہ کو طیار۔ ۱۵۰
تقلید شخصی واجب ہے غیر مقلدین دین میں فتنہ ہیں۔ ۱۵۸
مذہب کی پابندی لازم ہے اس کے خلاف جنھوں نے لکھا وہ بھی پابند ہی رہے۔ ۱۵۹

فوائد حدیثیہ

المعلق عندنا کالموصول۔ ۲۳۸
ما لا یقال بالرأی یحمل علی الرفع اذا لم یکن صاحبہ اخذا عن الاسرائیلیات۔ ״
حدیث ضعیف استحباب و اباحت میں بالاجماع مقبول ہے۔ ۲۴۰
قول المحدثین لایصح لاینفی الحسن۔ ״

اسماء الرجال

طرح مهدی بن هلال۔ ۴۰۷

Marfat.com

جرح بحر بن كنيز السقاء ۴۰۸
تمشية يزيد بن عبد الرحمٰن الدالانی ″
قالوا لم يسمع قتادة من ابی العالية الا اربعة او ثلثة۔ ۴۰۹
لم تقبل شهادة نفی سماع ابن اسحٰق من فاطمة بنت المنذر من ائمة اجلة۔ ″
تمشية عبد الله العمری المكبر۔ ۵۶۵
تاريخ وفات امام ابراہيم نخعی و امير المؤمنين عمر بن عبد العزيز رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ ۶۵۰
تضعيف المختری بن عبيد ۶۶۵

فضائل ومناقب

انبياء عليہم السلام كا وضو سونے سے نہ جاتا۔ ۴۲۷
انبياء عليہم الصلوٰة والسلام كی آنكھيں سوتی ہيں دل كبھی نہيں سوتا۔ ۴۲۵
حضور سيدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ و اكابر اولياء كی نسبت ظاہر يہی ہے كہ سونے سے ان كا وضو نہ جاتا دل ان كا كبھی نہيں سوتا۔ ۴۲۸
انبياء عليہم الصلوٰة والسلام كا وضو نواقض وضو سے جاتا ہے يا نہيں اور اس ميں مصنف كی تحقيق ۴۳۱
بعض نواقض وضو انبياء عليہم السلام پر محال ہيں ″
انبياء عليہم الصلوٰة والسلام كا دل غشی ميں بھی بيدار رہتا ہے ۴۳۴
فضلات شريفہ طيب وطاہر ہيں ان كا كھانا حلال وباعث بركت۔ ۴۳۵
اجلہ ائمہ كی تصريح كہ امام اعظم كے علم وعقل كو اوروں كے علم وعقل نہيں پہنچتے۔ ۱۲۱
امام اجل سفيان ثوری نے ہمارے امام سے كہا آپ كو وہ علم كھلتا ہے جس سے ہم سب غافل ہوتے ہيں اور فرمايا ابوحنيفہ كا خلاف كرنے والا اس كا محتاج ہے كہ ان سے مرتبہ ميں بڑا ہو اور علم ميں زيادہ اور ايسا ہونا دور ہے۔ ۱۲۲
امام اعظم كی عقل كی نسبت امام شافعی وغيرہ اكابر كی شہادت كہ تمام ائمہ كی عقول پر غالب ہے۔ ″
امامنا رضی اللہ تعالٰی عنہ من التابعين وقد زاحم ائمتهم فی الفتوی۔ ۱۳۸

فوائد اصوليہ

فرض اعتقادی و فرض عملی و واجب اعتقادی و واجب عملی كی تعريفيں اور مصنف كی جميل تحقيقيں۔ ۱۸۰
كبھی مجتہد كو اپنی رائے پر يقين حاصل ہو جاتا ہے باآنكہ خلاف پر مطلع ہے۔ ۱۸۳
اس كی تحقيق كہ جو دليل ثبوت و اثبات دونوں ميں ظنی ہو اس سے وجوب ثابت ہو گا يا سنيت۔ ۱۹۰
نحو لا صلاة ظاہرہ نفی الصحة لا الكمال۔ ۱۹۴
التحقيق الاجمالی للمصنف ان الادلة فی اثبات الفرض وما دونه تسعة اقسام۔ ۱۹۵
بالحديث الضعيف يثبت الاستحباب

Marfat.com

دون الاستنان ۔ ۱۹۶

التحقیق التفصیلی للمصنف ان الادلۃ فی اثبات الفرض وما دونہ علی سبعۃ وعشرین قسما ۔ ۱۹۷

فرض وواجب اعتقادی وعملی چاروں کی نسبتیں ۔ ۱۹۸

الفرض یطلق علی الرکن والشرط وماسواھما ۔ ۱۹۹

لا اجمال فی نحو "لا صلاۃ الا بطھور" ۔ ۲۳۱

حکایۃ وقائع الحال لا تدل علی العموم ۔ ۲۴۲

ترک الاولی احیانا لبیان الجواز ۔ ۲۴۶

لا یقبل حدیث الاحاد فی موضع عموم البلوی فکیف رأی عالم متاخر ۔ ۲۷۸

کل مادل علی العموم کما و من فھو سور الکلیۃ ۔ ۳۴۶

نقیض مدخول لو وان للوصلیۃ یکون اولی بالحکم منہ ۔ ۳۸۶

المطلق مطلق مطلقا الا لضرورۃ ۔ ۴۱۷

سنّتِ مؤکدہ کے ترک کی عادت گناہ و استحقاق عذاب ہے ۔ ۴۴۳

بیان معاد عند ۔ ۶۱۴

تعریف مکروہ تنزیہی کی بحث ۔ ۶۶۱

دربارہ مکروہ تنزیہی وتحریمی واساءت و خلاف اولیٰ مصنّف کی تحقیق نفیس فوائد کثیرہ پر مشتمل اور واجب وسنّتِ مؤکدہ وغیر مؤکدہ کے فرق احکام ۔ ۶۷۱

سنّتِ ہدیٰ سنّتِ مؤکدہ کا نام ہے اور سنّتِ زائدہ غیر مؤکدہ کا ۔ ۶۷۳

احکامِ شرعیہ فرض سے حرام تک گیارہ ہیں ۔ ۶۷۵

سنّتِ مؤکدہ کے ترک کا کیا حکم ہے ؟ ۶۷۷

مطلق کراہت میں اصل تحریم ہے ۔ ۶۸۳

مکروہ تنزیہی منع نہیں ۔ ۶۸۷

مستحب سنّت کی تکمیل ہے سنّت واجب کی ، واجب فرض کی ، فرض ایمان کی ۔ ۷۰۶

الندب لاینافی الکراھۃ ۷۱۲

تحقیق المصنف فی أن تقسیم الشئ بحسب المجاور لایسری حکم القسم الی المقسم ۔ ۷۵۴

معنی الافتاء وانہ لیس حکایۃ محضۃ و انہ لا یجوز الا عن دلیل ۔ ۱۰۰۲

الدلیل دلیلان تفصیلی خاص معرفتہ بالمجتھد واجمالی لا بد منہ حتی للمقلد ۔ 〃

ائمہ مجتہدین کی تقلید عرفاً تقلید ہے شرعاً دلیل پر عمل ہے جس تقلید کی مذمت ہے وہ وہ ہے جو غیر مقلدین کرتے ہیں اپنے غیر مجتہد استادوں کی ۔ ۱۰۰۳

الفتوی قسمان حقیقیۃ مختصۃ بالمجتھد وعرفیۃ ۔ ۱۰۰۹

Marfat.com

قد ینهى زید والمقصود نهى غیرہ ۔ ۵۰

متفرقات

الفرق بین العکس المنطقی والعرفی
وان العرفی معروف حتی فی
الکتب العقلیة والمنطقیة ۔ ۳۴۵
حروف ہجا کلام منزل من اللہ ہے ۔ ۶۶۷
اڈیٹر اہل حدیث کی گریزیں اور چالیں ۔ ۷۱۶
بلاؤں سے محفوظی کی دُعا ۔ ۸۲۰
آسیب زدہ ومصروع ومجنون کا علاج ۔ ۸۲۱

Marfat.com

مجمل فہرست مضامین رسائل

رسالہ ۱ اجلی الاعلام ان الفتوی مطلقا
علی قول الامام۔ بے نظیر تحقیقات سے اس کا
ثبوت کہ ہمیشہ ہر مسئلہ میں قولِ امام ہی پر
فتویٰ ہے۔ والکلام مع العلامۃ الخیر
الرملی بثمانیۃ وجوہ و مع العلامۃ الشامی
بسبعۃ وستین وجھا (علامہ خیر الدین رملی سے
آٹھ وجوہ علامہ شامی سے سڑسٹھ وجوہ) و
وضع سبع مقدمات۔ ۹۵
معنی التقلید والکلام مع بحر العلوم
باثنی عشر وجھا۔ ۱۰۵
تحقیق المصنف الحکم فی ذلک۔ ۱۳۲
خمسۃ واربعون نصا علی المدعی والکلام
مع الدر والنھر دح وط ۱۳۷
السعی الجمیل فی توجیہ کلام العلامۃ الشامی ۱۶۳
رسالہ ۲ الجود الحلو فی ارکان الوضوء
وضو کے فرائض عملی و اعتقادی کا بیان
یکتا کہ اس رسالہ کے سوا کہیں نہ ملے گا۔ ۱۷۹
فرض وواجب اعتقادی وعملی وغیرہا احکام اور
اُن کے دلائل کا بیان کہ کون حکم کیسی دلیل سے
ثابت ہوتا ہے۔ والکلام مع السید
الطحطاوی والبحر والشامی وکثیرین۔ ۱۸۰
فرائض اربعۂ وضو سے ہر فرض میں کیا کیا مستثنیٰ
ہیں کہ وہ فرض اعتقادی نہیں والکلام
مع الغنیۃ والشامی والامام الشعرانی۔ ۱۹۹
وضو کے بارہ واجب اعتقادی کا بیان
والکلام مع البحر والغنیۃ والدر
والشامی۔ ۲۱۳
بحث الواجب العملی فی الوضوء۔
والکلام مع الامام ابن الہمام
والمحقق البحر صاحب البحر و
الشامی رحمہم اللہ تعالیٰ۔ ۲۲۲
رسالہ ۳ تنویر القندیل فی اوصاف
المندیل طہارت کے بعد بدن پونچھنے کا
بیان۔ ۲۳۷
الکلام مع علی القاری۔ ۲۴۴
رسالہ ۴ لمع الاحکام ان لا وضوء
من الزکام۔ اس کی تحقیق کہ زکام ناقض
وضو نہیں۔ ۲۶۳
الکلام مع العلامتین الطحطاوی
والشامی۔ ۲۶۴

Marfat.com

بیان النسبة بین الحدث والنجس۔ ٢٦٨
رسالہ ۵ الطراز المعلم فیما ھو حدث من احوال الدم۔ بدن سے خون نکلنے کے مسائل ودلائل کی تنقیح یکتا۔ ٢٧٩
خروج دم کی تین حالتیں اور ان کے احکام ٢٨٠
سبعة تنبیھات من المصنف ٢٨٥
الاول فی حد السیلان والکلام مع الامام الزیلعی رحمہ اللہ تعالٰی
الثانی فی ترجیح اشتراط السیلان۔ ″
والکلام مع البحر والکفایة والبزازیة۔ ٢٨٨
الثالث تحقیق المصنف فی اعتبار الامام محمد المجلس لجمع الدم والسبب لجمع القیئ۔ ٢٩٣
الرابع تحقیق شریف ان النقض بالخروج الی ما یجب تطھیرہ لاما یندب والکلام مع الامام ابن الھمام والحلیة والبحر وغیرھم۔ ٢٩٦
بحث نزول الدم الی مالان من الانف والکلام مع البحر والنھر والشامی والعنایة والغایة والشرنبلالی وغیرھم۔ ٣٠١
فصل النزاع فی قولھم سال الی ما یطھر۔ ٣٢٢
افادة المصنف عبارة حسنة فی بیان الناقض من غیر السبیلین۔ ٣٢٢
الخامس تحقیق شریف فی المراد بما یلحقه حکم التطھیر والکلام مع ابی السعود والحلیة و بحر العلوم وابن ملك وابن کمال وغیرھم۔ ٣٢٣
تحقیق المعنی المؤثر فی الحدث ووجه اشتراط السیلان فی الخارج من غیر السبیلین۔ ٣٢٨
حکمة الفرق بین السائل والبادی۔
تحقیق المصنف فی اقسام الجرح المنبسط واحکامھا۔ ٣٣٩
السادس ان الدم فی مجلس یجمع وذکر ما وقع من خلافه فی مختارات النوازل۔ ٣٤٢
السابع، تحقیق قولھم ما لیس بحدث لیس بنجس قضیة وعکسا والکلام مع العلامة الشامی و سیدی النابلسی والبرجندی۔
رسالہ ٦ نبه القوم ان الوضوء من ای نوم ٣٤٤
سونے سے نقض وضوء کے مسائل میں بے نظیر تحقیقیں۔ ٣٦٥
فرق الاتکاء والاستناد۔ ٣٦٨
للتورك معنیان۔ ″
مسألة تعمد النوم فی الصلاة۔ ٣٦٩
تحقیق شریف للمصنف ان

Marfat.com

الصلاۃ وغیرہا فی نقض الطہارۃ بالنوم سواء۔ ۳۷۷

خمس افادات من المصنف ″

الاولیٰ تلخیص الاقوال فی النوم علی وضع السجود والکلام مع العلامۃ الشامی والبحر۔ ″

الثانیۃ فی استخراج القول الراجح منہا والکلام مع العلامۃ الشامی۔ ۳۹۵

اقامۃ المصنف الدلیل علی ارجح الاقاویل والکلام مع الامام صاحب البدائع والغنیۃ والبحر۔ ۴۰۴

الثالثۃ تعمد النوم فی الصلاۃ لایفسدہا الا اذا کان حدثا والکلام مع العلامۃ الشامی والعلامۃ اسمٰعیل شارح الدرر۔ ۴۱۳

الرابعۃ، تحقیق مسألۃ النوم علی رأس التنور والکلام مع الفتح والحلیۃ۔ ۴۲۲

تحقیق المصنف مناط النقض بالنوم علی مختار صاحب الہدایۃ۔

الخامسۃ النوم لیس بنفسہ حدثا وذکر وضوء الانبیاء علیہم الصلاۃ والسلام۔ ۴۲۷

رسالہ ۷ خلاصۃ تبیان الوضوء وضوء وغسل کی احتیاطوں کا مشرح بیان۔ ۴۳۹

رسالہ ۸ الاحکام والعلل فی اشکال الاحتلام والبلل احتلام کے متعلق جملہ مسائل کی یکتا تحقیق۔ ۴۶۵

صورتوں کا احاطہ اور اُن کے احکام۔ ۴۶۶

ذکر اضطراب شدید فی بیان مذہب الطرفین فی رؤیۃ ماعلم انہ مذی مع عدم تذکر الاحتلام۔ ۴۷۱

الترجیح فی ذلک والتطبیق ۴۸۰

تحقیق المصنف ان الراجح فیہ وجوب الغسل والکلام مع العلامتین ش وط۔ ۴۹۲

تقریر المصنف علل جمیع الاحکام فی ہذہ الاقسام۔ ۵۰۱

خمسۃ عشر تنبیہا من المصنف ۵۰۵

تحقیق المصنف ان الرؤیۃ علی الفراش وفی الاحلیل سواء والکلام مع الغنیۃ۔ ۵۱۳

لا یتغیر المنی فی الباطن **وتحقیق المصنف** ان من استیقظ ذاکر حلم ولم یر بللا ثم خرج مذی لا یجب الغسل۔ ۵۱۵

تحقیق ایجاب الغسل بخروج منی بعد البول منتشرا۔ ۵۲۷

تحقیق المصنف فی تعریف الجنابۃ والکلام مع الفتح والبحر والحلیۃ۔ ۵۳۰

Marfat.com

تحقیق المصنّف ان المنی النازل من دون شہوۃ منی حقیقۃ والکلام مع المصفی والفتح والبحر۔ ۵۳۴

تحقیق الکلام فی ان المرأۃ کالرجل فی الاحتلام والکلام مع الشامی و الغنیۃ والاختیار والحلیۃ وغیرہم۔ ۵۳۸

تحقیق عدم وجوب الغسل اذا رأی بللا یحتمل انه منی ولا یذکر الحلم وکان منتشرا عند النوم والکلام مع الحلیۃ۔ ۵۶۳

تحقیق المصنّف عموم ھذا الحکم کل نوم ولو مستلقیا والکلام مع المنیۃ و مسکین والدرر و مجمع الانہر والغنیۃ والطحطاوی والشامی۔ ۵۷۲

رسالہ ۹ بارق النور فی مقادیر ماء الطہور وضو وغسل میں پانی کی مقدار پر بحث۔ ۵۷۹

ان مقداروں کے بیان میں حدیثیں ۵۷۹

تنقیحاتِ مصنّف ۵۹۰

تنقیح ۱۔ ان مقداروں سے پانی کا وزن مراد ہے۔ 〃

تنقیح ۲۔ مقدار آبِ غسل میں اُس کا وضو شامل نہیں۔ ۵۹۳

تنقیح ۳۔ یہ صاع جَو کا تھا جس سے آبِ غسل کا وزن اتنا آتا ہے۔ 〃

تحقیق المصنّف ان السواک سنۃ قبل الوضوء لا فیه والکلام مع الائمۃ الزیلعی والعینی وابن الہمام۔ ۵۹۹

تحقیق المصنّف انه لم یثبت حدیث یفید الاستیاک فی الوضوء والجواب عن احادیث توهمه۔ ۶۰۸

تنقیح ۴ یہ مقادیر حد بندی نہیں مصنف کی اس میں تحقیقات رائقہ والکلام مع الحلیۃ۔ ۶۲۶

اشکال فی حدیث البخاری اخذ غرفۃ فغسل بها وجهه والمقال فیه حسب الاستطاعۃ والکلام مع الکرمانی والعینی والفتح والغنیۃ۔ ۶۳۹

تنقیح ۵ پانی زیادہ خرچ کرنے میں علماء کے چار قول اور تحقیق مصنف۔ ۶۵۱

رسالہ ۱۰ ضمنیہ برکات السماء فی حکم اسراف الماء۔ ۶

سبعۃ تنبیہات من المصنّف ۶۵۶

تنبیہات والکلام مع العلامۃ الشامی انتصارا للبحر والدر فی جعلهما الاسراف مکروها تحریما وبیان معنی المتوضی من النهر والکلام مع الحلیۃ۔ 〃

التنبیه ۳ فی الکلام مع النهر والشامی فی ان جعلهما کون الاسراف ترک ادب الی کراهۃ التنزیه وفی

Marfat.com

جعلهما الاسراف مکروه تنزیہ
لکونه ترک ادب وتحقیق معنیٰ
هذه الکراهة وانها لیست فی
ترک المستحب مع افادات کثیرة
والکلام مع الحلیة و
الغنیة والفتح والشامی
والبحر۔ ٦٦٠
تنویر فی سبع افادات جلیلة
والکلام مع الحلیة والشامی
ومسلم الثبوت والتوضیح ومولیٰ
خسرو والفناری۔ ٦٧٢
التنبیه ٤ فی الکلام مع النهر
وجعله الاسراف مکروه تحریم
وتحقیق حکم السنة المؤکدة۔ ٦٧٦
التنبیه ٥ فی الکلام مع الشامی
فی ردہ علی النهر کراهة
التحریم۔ ٦٨٢
التنبیه ٦ فی تحقیق معنی
الاسراف والتبذیر والکلام
مع الحلیة والبحر وابن جریر
وابن اثیر والسید الشریف و
الشامی والغنیة والقاری
والدر والنهر والسراج
الوهاج وغیرهم۔ ٦٨٩
اسراف کے ١١ معنے اور تحقیق مصنف
کہ ان میں اصح کیا ہے۔ ٦٩٠
اسراف و تبذیر میں کیا فرق ہے؟ ٦٩٧
تحقیق مصنف کہ فرق نہیں۔ "
التنبیه ٧ تحقیق المصنف
الحکم والتوفیق بین الاقوال ٧٢٩
اثنا عشر تعریفا للعبث وتحقیق
المصنف فیه والکلام
مع السید الشریف وغیره۔ ٧٣٥
تحقیق المصنف حکم العبث
والکلام مع العلامة الخفاجی
والامام الرازی والبیضاوی
وابی السعود ومع السروجی
والبحر والشرنبلالی و
الشامی انتصارا للهدایة۔ ٧٥٠
رسالہ ١١ ارتفاع الحُجُب عن
وجوه قراءة الجنب قراءتِ جنب
کے متعلق وہ جلیل تحقیقیں کہ اس رسالہ کے
غیر میں نہ ملیں گی والکلام مع الامام
فخر الاسلام والرضی السرخسی
والفتح والحلیة والبحر والدر
والشامی۔ ٧٩٥
ثمانیة تنبیهات من المصنف و
الکلام مع النهر والشامی وسیدی اسمٰعیل
النابلسی والغنیة والحلیة وسیدی عبدالغنی
النابلسی رحمنا الله تعالیٰ بهم۔ ٨١١

Marfat.com

فتاویٰ میں مصنّفین اور کتب سے متعلق بعض رموز

ح ـــــــــ علامہ حلبی

ش ـــــــــ علامہ شامی

ط ـــــــــ علامہ طحطاوی

محقق ـــــــــ علامہ محقق علی الاطلاق ابن ہمام

بحر ـــــــــ بحرالرائق

حلیہ ـــــــــ حلیۃ المحلی

دُر ـــــــــ الدرالمختار

دُرر ـــــــــ الدرر والغرر

غنیہ ـــــــــ غنیۃ المستملی

فتح ـــــــــ فتح القدیر

نہر ـــــــــ نہرالفائق

ہندیہ ـــــــــ فتاویٰ عالمگیری

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

خطبۃ الکتاب

الحمد للہ ھو الفقہ الاکبر ۞ والجامع الکبیر لزیادات فیضہ المبسوط الدرر الغرر ۞
بہ الھدایۃ ۞ ومنہ البدایۃ ۞ والیہ النھایۃ ۞ بحمدہ الوقایۃ ۞ ونقایۃ الدرایۃ ۞
وعین العنایۃ ۞ وحسن الکفایۃ ۞ والصلاۃ والسلام علی الامام الاعظم للرسل الکرام ۞ مالکی
وشافعی احمد الکرام ۞ یقول الحسن بلا توقف ۞ محمد الحسن ابو یوسف ۞ فانہ الاصل
المحیط ۞ لکل فضل بسیط ۞ ووجیز ووسیط ۞ البحر الزخار ۞ والدر المختار ۞ وخزائن الاسرار ۞
وتنویر الابصار ۞ ورد المحتار ۞ علی منح الغفار ۞ وفتح القدیر ۞ وزاد الفقیر ۞ وملتقی الابحر ۞
ومجمع الانھر ۞ وکنز الدقائق ۞ وتبیین الحقائق ۞ والبحر الرائق ۞ منہ یستمد کل نھر فائق ۞

ترجمہ خطبہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

ہم اُس کی حمد کرتے اور اُس کے کرم والے رسول پر درود بھیجتے ہیں سب خوبیاں خدا کو ہیں یہی سب سے بڑی فقہ و دانشمندی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فیض کشادہ کی افزائشیں کہ نہایت روشن ہوئی ہیں اُن کے لیے بڑی جامع ہے اُسی سے آغاز ہے اور اسی کی طرف انتہا، اُسی کی حمد سے حفظ ہے اور عقل کی پاکیزگی اور عنایت کی نگاہ اور کفایت کی خوبی اور درود و سلام اُن پر جو تمام معزز رسولوں کے امام اعظم ہیں میرے مالک اور میرے شافع احمد کمال کرم والے حُسن بے توقف کہتا ہے کہ حُسن والے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد ہیں کیونکہ وہی اصل ہیں جو ہر فضیلت کبیر و صغیر و متوسط کو محیط ہیں نہایت چھلکتے دریا ہیں اور چُنے ہوئے موتی، اور رازوں کے خزانے اور آنکھیں روشن کرنے والے اور حیران کو اللہ غفار کی عطاؤں کی طرف پلٹانے والے قادر مطلق کی کشایش ہیں، اور محتاجوں کے توشے، تمام کمالات کے سمندر اونھیں میں جا کر ملتے ہیں، اور سب خوبیوں کی نہریں اونھیں میں جمع ہیں، باریکیوں کے خزانے ہیں، اور تمام حقائق کے روشن بیان، اور خوشنما صاف شفاف سمندر کہ ہر فوقیت والی نہر اونھیں سے مدد لیتی ہے، اونھیں میں آرزو ہے، اور اونھیں کے سبب باقی سب سے بے نیازی،

Marfat.com

فیہ المنیۃ ؛ وبہ الغنیۃ ؛ و مراقی الفلاح ؛ وامداد الفتاح ؛ وایضاح الاصلاح ؛ وتنویر
الایضاح ؛ وکشف المضمرات ؛ وحل المشکلات ؛ والدر المنتقی ؛ وینابیع المبتغی ؛ و
تنویر البصائر ؛ وزواھر الجواھر ؛ البدائع النوادر ؛ المنزہ وجوبا عن الاشباہ والنظائر ؛
مغنی السائلین ؛ ونصاب المساکین ؛ الحاوی القدسی ؛ لکل کمال قدسی وانسی ؛ الکافی الوافی
الشافی ؛ المصفی المصطفی المستصفی المجتبی المنتقی الصافی ؛ عمدۃ النوازل ؛ وانفع
الوسائل ؛ لاسعاف السائل ؛ بعیون المسائل ؛ عمدۃ الاواخر وخلاصۃ الاوائل ؛ وعلی آلہ
وصحبہ ؛ واھلہ وحزبہ ؛ مصابیح الدجی ؛ ومفاتیح الھدی ؛ لاسیما الشیخین الصاحبین ؛
الآخذین من الشریعۃ والحقیقۃ بکلا الطرفین ؛ والختنین الکریمین ؛ کل منہا نور العین ؛
ومجمع البحرین ؛ وعلی مجتھدی ملتہ ؛ وائمۃ امتہ ؛ خصوصا الارکان الاربعۃ ؛
والانوار اللامعۃ ؛ وابنہ الاکرم ؛ الغوث الاعظم ؛ ذخیرۃ الاولیاء ؛ وتحفۃ الفقہاء ؛
وجامع الفصولین ؛ فصول الحقائق والشرع المھذب بکل زین ؛ وعلینا معھم ؛ وبھم ولھم
یا ارحم الرحمین ؛ امین امین ؛ والحمد للہ رب العلمین ؛

اور مراد پانے کے زینے اور تمام ابوابِ خیر کھولنے والے کی مدد، اور آراستگی کی روشنی، اور اوس روشنی کے لیے نور، اور علیوں کا کُھلنا، اور مشکلوں کا حل ہونا، اور چُنا ہُوا موتی، اور مراد کے چشمے، اور دلوں کی روشنیاں، اور نہایت چمکتے جواہر عجیب و نادر، وہ مثل ونظیر سے ایسے پاک ہیں کہ اُن کا مثل ممکن نہیں، سائلوں کو غنی فرمانے والے ہیں اور مسکینوں کی تونگری، ہر کمال ملکوتی و انسانی کے پاک جامع ہیں، تمام مہمات میں کافی ہیں، بھرپور بخشنے والے، سب بیماریوں سے شفا دینے والے، مصفی برگزیدہ پاکیزہ چُنے ہُوئے، ستھرے صاف، سب سختیوں کی وقت کے لیے ساز و سامان ہیں، سائل کو نہایت عمدہ منہ مانگی مرادیں ملنے کے لیے سب سے زیادہ نفع بخش وسیلے ہیں، پچھلوں کے تکیہ گاہ اور اگلوں کے خلاصے، اور اُن کے آل و اصحاب اور ازواج و گروہ پر درود و سلام جو ظلمتوں کے چراغ اور ہدایت کی کُنجیاں ہیں، خصوصاً اسلام کے دونوں بزرگ مصطفیٰ کے دونوں یار کہ شریعت و حقیقت دونوں کناروں کے حاوی ہیں، اور دونوں کرم والے شادیوں کے سبب فرزندی اقدس سے مشرف کہ اُن میں ہر ایک آنکھ کی روشنی اور دونوں سمندروں کا مجمع ہے، اور اُن کے دین کے مجتہدوں اور امت کے اماموں پر خصوصاً شریعت کے چاروں رکن چمکتے نور، اور اُن کے نہایت کریم بیٹے غوثِ اعظم پر کہ اولیا کے لیے ذخیرہ ہیں، اور فقہا کے لیے تحفہ، اور حقیقت اور وہ شریعت کہ ہر زینت سے آراستہ ہے دونوں کی فصول کے جامع، اور ہم سب پر اُن کے ساتھ ان کے صدقہ میں اُن کے طفیل اے سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان سُن لے قبول کر۔

Marfat.com

صفة الكتاب

امابعد فهذه بحمد الله ؛ ورفد الله ؛ وعون الله ؛ وصون الله ؛ تبارك الله ؛ و بارك الله ؛ ماشاء الله ؛ لا قوة الا بالله ؛ وحسبنا الله ونعم الوكيل ؛ نعم المولٰى ونعم النصير ؛ جنات عالية ؛ قطوفها دانية ؛ فيها سرر مرفوعة ؛ واكواب موضوعة ؛ و نمارق مصفوفة ؛ وزرابي مبثوثة ؛ من مسائل الدين الحنيفي ؛ والفقه الحنفي ؛ تجد فيها ان شاء الله عينا جارية من عيون تحقيقات السلف الكرام ؛ مع رفرف خضر وعبقري حسان من تمهيدات الخلف الاعلام ؛ وعرائس نفائس كانهن الياقوت والمرجان ؛ لم يطمثهن قبلي انس ولا جان ؛ من احكام حوادث جديدة ؛ وتحقيقات مديدة ؛ و تنقيحات سديدة ؛ وتدقيقات مجيدة ؛ وتوثيقات فريدة ؛ واحكام الاحكام ؛ والنقض والابرام ؛ ما الهمني الملك العلام ؛ ببركة خدمة علوم الاعلام ؛ مع الوف التبري ؛ من حولي وقدري ؛ وصنوف الالتجاء الى الحول العظيم ؛ والطول القديم ؛ والف الف شهادة ان لا حول ولا قوة الا بالله العزيز الحكيم ؛ وما ابرئ نفسي ان النفس لكثيرة الخطاء ؛

بعدازاں یہ اللہ کی حمد اللہ کی عطا اللہ کی مدد اللہ کی حفاظت سے (بڑی برکت والا ہے اللہ، اور برکت دے اللہ، جو چاہے اللہ، قوت نہیں مگر منجانب اللہ، ہمیں اللہ کافی ہے اور اچھا کام بنانے والا، کیا اچھا مولا اور کیا اچھا مددگار) بلند باغ ہیں جن کے انگوروں کے گچھے بوجھ کے سبب جھک کر نزدیک آگئے ہیں اُن میں بلند تخت ہیں، اور رکھے ہوئے کوزے، اور قالینوں کی قطاریں، اور جا بجا رکھی ہوئی مسندیں دین ابراہیمی اور فقہ حنفی کے مسائل سے، اللہ چاہے تو تُو اس میں بہتا چشمہ پائے گا اگلے کریموں کی عمدہ تحقیقات سے اور اُن کے ساتھ سبز غالیچے اور منقش رنگین خوب صورت فرش پچھلے مشاہیر کی آرائشوں سے، اور ستھری دُلہنیں گویا وہ یاقوت و مرجان ہیں جن کو مجھ سے پہلے کسی آدمی یا جن نے ہاتھ نہ لگایا، نو پید اچیزوں کے احکام اور مفصل تحقیقوں اور صحیح تنقیحوں اور شاندار تدقیقوں، اور یکتا تائیدوں اور احکام کی مضبوطیوں، اور اعتراضوں جوابوں سے جو بڑے علم والے بادشاہ نے مجھے الہام کیے علوم اکابر کی خدمت گاری کی برکت سے، یہ جو میں کہہ رہا ہوں اس کے ساتھ ہزاروں بیزاریاں ہیں اپنی قوت و طاقت سے، اور قسم قسم کی التجائیں ہیں عظمت والی قوت اور ازلی فضل و منت کی طرف، اور ہزار ہزار گواہیاں ہیں کہ قوت و قدرت نہیں مگر اللہ غالب عظمت والے کی عطا سے اور میں اپنے نفس کو بری نہیں بتاتا

Marfat.com

الی الزلة والخطاء فکیف مثلی ، فی ظلمی وجهلی ، وقلة الطاعة ، وذلة البضاعة ، و کثرة الذنوب ، وسورة العیوب ، ولکن اللہ یفعل ما یرید ، فضلہ اوسع ولدیہ المزید لیس علی اللہ بمستنکر ، ان یلحق العاجز بالقادر ، فما کان فیھا من الصواب ، وھو الرجاء من الوھاب ، فمن ربی وحدہ وانا احمدہ علیہ ، وما کان فیھا من الخطأ فمنی ومن الشیطان وانا اعوذ بربی واعود الیہ ، الا وانا احمد رضا لربی ، وھو حسبی ، ان لم یخطر ببالی قط انی من العلماء ، او زمرة الفقہاء ، او ان لی بجنب الائمة مقالا ، او فی الحکم و الحکم معھم مجالا ، وانما انا منتم الیھم ، متطفل علیھم ، فعنھم اخذ ومنھم استفیض ، ومنھم یفیض علی ما یفیض ، فببرکة ھذا فتح المولیٰ علیّ الابواب ، ولیسر الاسباب وھدی للصواب ، ان شاء اللہ فی کل باب ، وانا اعرف حیث یحل للمقلد ان یقول اقول ، ففی میدانی احول ، والیہ احول ، وما عونی وصونی الا باللہ ثم بالرسول ، ثم بالسادة القادة الفحول ، علیہ وعلیھم صلوات لا تزول ، فھاک بحمد اللہ تعالیٰ جنات لاولی الالباب ،

بیشک نفس لغزش وخطا کی طرف بکثرت گامزن ہوتا ہے تو اس کا کیا پوچھنا جو مجھ جیسا ہو میرے ظلم وجہل وکمی طاعت وخواری مایہ وکثرت گناہ اور غلبۂ عیوب میں مگر ہے یہ کہ اللہ جو چاہے کرتا ہے اس کا فضل بڑی گنجائش والا اور اس کے پاس زیادہ ہے اللہ سے کچھ دور نہیں کہ عاجز کو قادر سے ملا دے، تو جو کچھ ان میں ٹھیک ہے (اور بڑے بخشنے والے سے اسی کی امید ہے) وہ صرف میرے رب کی طرف سے ہے اور میں اس پر اس کی حمد کرتا ہوں اور جو غلطی ہو وہ مجھ سے اور شیطان کی طرف سے ہے، اور میں اپنے رب کی پناہ مانگتا اور اسی کی طرف رجوع لاتا ہوں ہاں ہاں میں اپنے رب کی رضا کے لیے اس کی حمد کرتا ہوں (اور وہ مجھے کافی ہے) کہ کبھی میرے دل میں یہ خطرہ نہ گزرا کہ میں عالم ہوں یا فقہا کے گروہ سے ہوں یا اماموں کے مقابل مجھے کوئی لفظ کہنا پہنچتا ہے یا حکم وحکمت شرع میں مجھے ان کے ساتھ کچھ مجال ہے میں تو ان کا نام لیوا ہوں اور ان کا طفیلی انھیں سے لیتا اور فائدے پاتا ہوں مجھ پر جو فیض آتا ہے انھیں سے آتا ہے۔ اس کی برکت سے مولا نے مجھ پر دروازے کھول دیے اور اسباب آسان کیے اور خدا چاہے تو ہر مسئلہ میں حق کی طرف ہدایت فرمائے اور میں پہچانتا ہوں کہ مقلد کو کس جگہ اقول کہنا روا ہے تو میں اپنی ہی میدان میں جولان کرتا اور اسی کی طرف پھرتا ہوں اور میری مدد اور میری حفاظت نہیں مگر اللہ سے پھر نبی سے پھر ہمارے اماموں سرداروں مردان میدان علم سے نبی پر اور ان پر وہ درودیں کہ کبھی زائل نہ ہوں تو تو اللہ تعالیٰ کے شکر کے ساتھ وہ بہشتیں لے جن کے دروازے عقل والوں کے لیے کشادہ ہیں یہاں تک کہ جب وہ ان تک آئے اور

Marfat.com

مفتحۃ لھم الابواب ، حتی اذا جاؤھا و فتحت ابوابھا و قال لھم خزنتھا سلٰم علیکم طبتم فادخلوھا اٰمنین ، و من کرام کرُوم ریاضھا مجتنین ، و من بلال زلال حیاضھا مرتوین ، و فی ظلال جلال غیاضھا ساکنین ، فقد رتبت علی الکتب و الابواب ، فسھل التناول و حق التداول بین الاصحاب ، و ستراھا محذوفۃ التکرار ، محفوظۃ الذمار عن الاکثار و الاکبار ، بنقل فتاوی بنی الاعصار ، بل ما ھی من فتاوی الفقیر ، الا النصف او ازید بیسیر او قل الثلث و الثلث کثیر ، و ذٰلک ان سیدی و ابی ، و ظل رحمۃ ربّی ، ختام المحققین و امام المدققین ، ماحی الفتن ، و حامی السنن ، سیدنا و مولٰینا المولوی **محمد نقی علیخان** القادری البرکاتی ، امطر اللہ تعالٰی علٰی مرقدہ الکریم شآبیب رضوانہ فی الحاضر و الاٰتی ، اقامنی فی الافتاء للرابع عشر ، من شعبان الخیر و البشر ، ۱۲۸۶ھ ست وثمانین و الف و مائتین ، من ھجرۃ سید الثقلین ، علیہ و علٰی اٰلہ الصلوات من رب المشرقین ، و لم تتم لی اذ ذاک اربعۃ عشر عاما من العُمُر ، لان ولادتی عاشر شوال ۱۲۷۲ھ اثنتین و

ان کے دروازے کھولے گئے اور ان سے اون بہشتوں کے خزانچیوں نے کہا تم پر سلامتی تم خوش رہو ان جنتوں میں آؤ امن پاتے، اوران کے باغوں کے معزز انگور چنتے، اور ان کے حوضوں کے نتھرے پانیوں سے سیراب ہوتے، اوران کے گنجان درختوں کے سایۂ عزت میں راحت لیتے اس وقت اُن اربابِ دانش کی خوشی بیان سے باہر ہے، بات یہ ہے کہ یہ فتاوے فقہ کی کتابوں اور بابوں پر مرتب کر دیے گئے ہیں تو ان سے مسئلہ نکالنا آسان اور احباب میں اُن کا دست بدست دورہ رکھنا سزاوار ہوا، اور عنقریب تو انھیں دیکھے گا کہ مکرر فتوے اون میں نہیں اُن کی حریم اس سے محفوظ رکھی گئی ہے کہ اور اہل زمانہ کے فتوے نقل کر کے گنتی اور کتاب کا حجم بڑھائیں بلکہ اُن میں خود میرے ہی فتوے پورے درج نہ پائے آدھے ہوں گے یا کچھ زیادہ یا تہائی کم ہو گئے اور تہائی بہت ہوتی ہے اور اُس کا سبب یہ ہے کہ میرے آقا اور والد سایۂ رحمت الٰہی خاتمۃ المحققین، امام مدققین، فتنوں کے مٹانے والے، سُنتوں کی حمایت فرمانے والے، ہمارے سردار و مولٰی حضرت مولوی محمد نقی علیخان صاحب قادری برکاتی نے (کہ اللہ عزوجل اُن کے مرقد کریم پر اب سے ہمیشہ تک اپنی رضا کے مینھ برسائے) مجھے چاردہم شعبان خیر و بشارت کو فتوے لکھنے پر مامور فرمایا جب کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ہجرت سے ۱۲۸۶ھ سال تھے اور اس وقت میری عمر کے چودہ برس پورے نہ ہوتے تھے کہ میری پیدائش ہجرت کے پاکیزہ روشن برسوں سے دہم شوال ۱۲۷۲ھ میں ہے تو میں نے فتوے دینا شروع کیا اور جہاں میں غلطی کرتا حضرت

Marfat.com

سبعين من سنی الهجرة الاطائب الغر؛ فجعلت أفتی ؛ ویهدینی قدس سرہ فیما اُخطیٔ؛ فبعد سبع سنین اذن لی ؛ عطر اللہ تعالیٰ مرقدہ النقی العلی ؛ ان أفتی واعطی ولا اعرض علیہ ؛ ولکن لم اجترئ بذلک حتی قبضہ الرحمٰن الیہ ؛ سلخ ذی القعدہ عام سبع وتسعین؛ ۱۲۹۷ فلم الق بالی الی جمع ما افتیت فی تلک السنین؛ فحوا ثنتی عشرۃ سنۃ ؛ قرنا کاملا فی الان منہ؛ وبعد ذلک ان اتی السؤال من بلاد قریبۃ دانیۃ ؛ وممالک بعیدۃ قاصیۃ ؛ عشر مرات فصاعدا ؛ لم اثبت فی الکتاب الاجوابا واحدا ؛ الا لفائدۃ ؛ اوعائدۃ زائدۃ ؛ اوطرؤ نسیان ؛ وقلما یسلم منہ انسان ؛ ومع فوات الکثیرۃ ورَوم الاختصار ؛ قد بلغت الی الان سبع مجلدات کبار ؛ کل مجلد ما بین سبعین ؛ کُراسا کبیرا الی ثمانین ؛ والاٰن ھی فی ازدیاد ؛ الی مایشاء الکریم الجواد فاستثقل الاحباب حجم المجلدات وجزؤھا علی اثنی عشر ؛ وما یرزق المولی من بعد ذٰلک فسیکون ذیلا بعونہ الاکبر ؛ وسمیتھا بالعطایا النبویۃ ؛ فی الفتاوی الرضویۃ ؛ جعلھا اللہ ؛ وسیلۃ لرضاہ ؛ ونافعۃ فی الدارین لی ولعبادہ ؛ وجُودا جائدا علی جمیع بلادہ ؛ واھب واھب المراد قبول

قدس سرہٗ اصلاح فرماتے اللہ عزوجل اُن کے مرقد پاکیزہ بلند کو معطر فرمائے، سات برس کے بعد مجھے اذن فرمادیا کہ اب فتوے لکھوں اور بغیر حضور کو سنائے سائلوں کو بھیج دیا کروں مگر میں نے اس پر جرأت نہ کی یہاں تک کہ رحمٰن عزوجل نے حضرت والا کو سلخ ذی القعدہ ۱۲۹۷ھ میں اپنے پاس بلالیا تو ان برسوں میں جو فتوے تقریباً ایک قرن کامل یعنی بارہ سال تک لکھے اُن کے جمع کرنے کا خیال نہ آیا اور اُس کے بعد پاس پاس کے شہروں اور دُور دراز کے ملکوں سے اگر سوال دس یا زیادہ بار آیا تو کتاب میں ایک ہی بار کا جواب درج کیا مگر کسی فائدے یا زیادہ نفع کے لیے یا بھول کر کہ آدمی بھول سے کم خالی ہوتا ہے، اور باآنکہ اتنے کثیر فتاوے جاتے رہے اور باقیوں میں اس قدر اختصار منظور رہا اب تک میرے فتاوے سات مجلد کبیر تک پہنچ گئے ہر جلد چودہ سو صفحہ کلاں سے سولہ سو کے اندر تک اور ہنوز جہاں تک وہ جُود و کرم والا چاہے افزائش ہی ہے، پس احباب نے مجلدات کا حجم بھاری دیکھ کر فتاوے کو بارہ جلدوں پر تقسیم کیا اور جو کچھ مولا تعالیٰ اس کے بعد عطا فرمائے گا وہ اس کی مدد اکبر سے عنقریب ذیل فتاوی ہو جائے گا اور میں نے اس کا نام العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ رکھا اللہ اُسے اپنی رضا کا وسیلہ بنائے اور دونوں جہان میں مجھے اور اپنے بندوں کو اس سے نفع پہنچائے اور اُسے اپنے سب شہروں پر نفع رسانی کے لیے برسنے والا عظیم باران بنائے، مرادیں دینے والا، اُس

Marfat.com

القبول ۔ علیہا وصانہا من کل لدود جہول ۔ فقد عذت برب الفلق ۔ من شر ما خلق ۔ ومن شر حاسد اذا حسد ۔ ومن ضر حاقد اذا حقد ۔ اللھم من استعاذ بک فقد استعاذ بعظیم ۔ عز جارک وجل ثناؤ وجہک الکریم ۔ صل وسلم وبارک علی ھذا الحبیب الرؤف الرحیم ۔ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ واولیائہٖ وعلمائہٖ بالوف التکریم ۔ واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ۔ واشھد ان سیدنا ومولٰینا محمداً عبدہٗ ورسولہٗ بالھدٰی ودین الحق ارسلہٗ ۔ صلی اللہ تعالیٰ وسلم علیہ ۔ وعلیٰ کل من ھو مرضی لدیہ ۔ وعلیٰ کل مسلم ملتجیٔ الیہ ۔ فی کل اٰن دائما ابدا ۔ مالا یحصیہ احد عددا اٰمین ۔

پر قبول کی نسیم چلائیے، اور ہر سخت جاہل جھگڑالو سے اسے بچائیے، اس لیے کہ میں پروردگار صبح کی پناہ میں آیا اس کی تمام مخلوقات کے شر سے اور حاسد کی برائی سے جب وہ حسد کرے اور کینہ ور کے ضرر سے جب وہ کینہ رکھے، اے اللہ! جس نے تیری پناہ لی اس نے بڑی عظمت والے کی پناہ لی، عزت والا وہ ہے جسے تو پناہ بخشے تیری وجہ کریم کی تعریف کمال بزرگ ہے اس رافت و رحمت والے پیارے پر درود و سلام و برکت اتار اور ان کے آل و اصحاب اور ان کے اولیاء و علماء پر ہزاروں تعظیم کے ساتھ، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، ایک اکیلا کوئی اس کا ساجھی نہیں، اور گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے مالک ہمارے مولیٰ محمد اس کے بندے اس کے رسول ہیں کہ اس نے انھیں رہنمائی اور سچے دین کے ساتھ بھیجا، اللہ تعالیٰ ان پر درود و سلام نازل فرمائے اور ان سب پر جو ان کو پسند ہیں اور ہر اس مسلمان پر جو ان کی طرف التجا لے جائے ہر آن میں ہمیشہ ہمیشہ اتنی کہ کوئی گن نہ سکے قبول فرما۔

Marfat.com

سند الفقیر فی الفقہ المنیر مسلسلا بالحنفیۃ الکرام والمفتین والمصنّفین والمشائخ الاعلام

لہ بحمد اللہ تعالٰی طرق کثیرۃ من اجلّھا انی اروی عن سراج البلاد الحرمیۃ مفتی الحنفیۃ بمکۃ المحمیۃ مولٰینا الشیخ عبد الرحمٰن السراج ابن المفتی الاجل مولٰینا عبد اللہ السراج عن مفتی مکّۃ سیّدی جمال بن عبد اللہ بن عمر عن الشیخ الجلیل محمد عابد الانصاری المدنی عن الشیخ یوسف بن محمد بن علاء الدین مزجاجی عن الشیخ عبد القادر بن خلیل عن الشیخ اسمٰعیل بن عبد اللہ الشہیر بعلی زادہ البخاری عن العارف باللہ تعالٰی الشیخ عبد الغنی بن اسمٰعیل بن عبد الغنی النابلسی (وھو صاحب الحدیقۃ الندیۃ والمطالب الوفیۃ والتصانیف الجلیلۃ الزکیۃ) عن والدہ مؤلف شرح الدرر والغرر عن شیخین جلیلین احمد الشوبری وحسن الشرنبلالی محشی الدرر والغرر (وھو صاحب نور الایضاح وشرحیہ مراقی الفلاح وامداد الفتاح والتصانیف الملاح) بروایۃ الاول عن الشیخ عمر بن نجیم صاحب النھر الفائق والشمس الحانوتی صاحب الفتاوٰی والشیخ علی المقدسی شارح نظم الکنز وروایۃ الثانی عن الشیخ عبد اللہ النحریری والشیخ محمد بن عبد الرحمٰن المسیری والشیخ محمد بن احمد الحموی والشیخ احمد المحبی سبعتھم عن الشیخ احمد بن یونس الشلبی صاحب الفتاوٰی عن سری الدین عبد البر بن الشحنۃ شارح الوھبانیۃ عن الکمال بن الھمام (وھو المحقق حیث اطلق

الٰہی قبول کر فقہ روشن میں میری سند کہ معزز حنفیہ اور مشہور مفتیوں مصنفوں اماموں سے مسلسل ہے خدا کا شکر اس کے بہت سے طرق ہیں اُن میں نہایت عظمت والے طرق سے یہ ہے کہ میں فقہ روایت کرتا ہوں شمع حرم مفتی مکہ معظمہ مولانا عبد الرحمٰن سراج ابن مفتی اجل مولانا عبد اللہ سراج مکی سے، وہ ستائیس واسطوں سے امام اعظم تک، وہ چار واسطوں سے حضور پُر نور سید المرسلین تک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

Marfat.com

صاحب فتح القدیر عن السراج قاریٔ الھدایۃ عن علام الدین السیرافی[1] عن السید جلال الدین الخبازی[2] شارح الھدایۃ عن الشیخ عبد العزیز البخاری صاحب الکشف و التحقیق عن جلال الدین کبیر عن الامام عبد الستار بن محمد الکردری عن الامام برھان الدین

---

[1] ھکذا ھو فی روایاتی بالفاء وھو الاشھر ویقال سیرامی بالمیم وھو الواقع فی فتح القدیر والطحطاوی ورد المحتار وسیراف بالفاء کشیراز بلدۃ بفارس علی ساحل البحر مما یلی کرمان منھا ابو سعید النحوی المشھور وبالمیم مدینۃ بالروم منھا النظام یحیی بن یوسف بن فھد النحوی تلمیذ التفتازانی ۱۲ منہ دام فیضہ

[2] ھکذا فی روایتی ھذہ وفی روایتی الاخری من طریق السراج الحانوتی عن ابراھیم الکرکی صاحب الفیض عن الشیخ محب الدین الاقصرائی عن قاریٔ الھدایۃ عن السیرافی بلفظ عن السید جلال الدین بن شمس الدین الکرلانی عن عبد العزیز بن محمد بن احمد البخاری الخ والسید جلال الدین ھذا ھو صاحب الکفایۃ شرح الھدایۃ تلمیذ حسام الدین السغناقی صاحب النہایۃ اول شروح الھدایۃ والخبازی صاحب المغنی فی الاصول عمر بن محمد بن عمر وھو ایضا شرح الھدایۃ وکلاھما من تلامذۃ صاحب الکشف و التحقیق، واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ دام فیضہ

میری روایات میں اسی طرح ہے فا کے ساتھ اور یہی زیادہ مشہور ہے، سیرامی بھی کہا جاتا ہے جیسے کہ فتح القدیر طحطاوی اور رد المحتار میں ہے۔ سیراف فا کے ساتھ، شیراز کے وزن پر فارس میں سمندر کے کنارے، کرمان کے پاس ایک گاؤں ہے۔ مشہور نحوی ابوسعید یہیں کے رہنے والے تھے، اور میم کے ساتھ (سیرام) روم کا ایک شہر ہے، علامہ تفتازانی کے شاگرد نظام یحیٰی بن یوسف بن فہد نحوی اسی جگہ کے رہنے والے تھے۔

میری اس روایت میں اسی طرح ہے اور میری دوسری روایت یہ ہے کہ سراج حانوتی نے روایت کی صاحب الفیض ابراہیم کرکی سے، انہوں نے شیخ محب الدین اقصرائی سے، انہوں نے قاریٔ الہدایہ سے، انہوں نے سیرافی سے ان کے الفاظ یہ ہیں: میں روایت کرتا ہوں سید جلال الدین بن شمس الدین الکرلانی سے، وہ عبد العزیز بن محمد بن احمد بخاری سے الخ یہ سید جلال الدین صاحبِ کفایہ، شرح ہدایہ ہیں، اور ہدایہ کے پہلے شارح حسام الدین سغناقی صاحبِ نہایہ کے شاگرد ہیں اور خبازی علم اصول کی کتاب المغنی کے مصنف، عمرو بن محمد بن عمرو ہیں، انہوں نے بھی ہدایہ کی شرح لکھی ہے اور یہ دونوں صاحب الکشف و التحقیق (علامہ عبد العزیز بخاری) کے شاگرد ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

Marfat.com

صاحب الهداية عن الامام فخر الاسلام البزدوی عن[1] شمس الائمة الحلوانی عن[2] الفقیه ابی علی النسفی عن ابی بکر محمد بن الفضل البخاری عن الامام ابی عبد الله السبزمونی

---

[1] هکذا هو فی روایتی ووقع فی اسانید السید الطحطاوی والسید الشامی عن فخر الاسلام وعن شمس الائمة السرخسی عن شمس الائمة الحلوانی الخ اقول وهذا من المزید فی متصل الاسانید فان الامام فخر الاسلام قد اخذ عن شمس الائمة الحلوانی بلا واسطة قال الذهبی فی سیر اعلام النبلاء فی ترجمة الامام الحلوانی اخذ عنه شمس الائمة السرخسی وفخر الاسلام البزدوی واخوه صدر الاسلام الخ وارخ وفاته ببخارا سنة ۴۵۶ اربعمائة وست وخمسین ووفاة فخر الاسلام بکش فی رجب سنة ۴۸۲ اربعمائة واثنتین وثمانین قال وولد فی حدود سنة ۴۰۰ اربعمائة فیکون عمره عند وفاة الحلوانی نحو ست وخمسین سنة ۱۲ منه دام فیضه

[2] هکذا هو فی روایتی هذه وکذا فی سند الطحطاوی والشامی وثبت شیخ الشامی و المشهور ان کنیته ابو محمد واسمه عبد الله بن محمد وهو الواقع فی روایتی الاخری من طریق عز الدین احمد بن المظفر و عبد العزیز المذکور البخاری کلیهما عن حافظ الدین البخاری عن شمس الائمة الکردری

میری روایت میں اسی طرح ہے، سید طحطاوی اور سید شامی کی سندوں میں ہے: فخر الاسلام روایت کرتے ہیں شمس الائمہ سرخسی سے اور وہ شمس الائمہ حلوانی سے الخ

میں کہتا ہوں کہ یہ سند متصل میں اضافہ ہے کیونکہ امام فخر الاسلام نے علم فقہ شمس الائمہ حلوانی سے بلا واسطہ حاصل کیا ہے۔ علامہ ذہبی "سیر اعلام النبلاء" میں امام حلوانی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ان سے شمس الائمہ سرخسی، فخر الاسلام بزدوی اور ان کے بھائی صدر الاسلام نے علم حاصل کیا (سیر اعلام النبلاء) ذہبی نے بیان کیا کہ ۴۵۶ھ میں ان کا وصال بخارا میں ہوا، اور فخر الاسلام کا وصال ماہ رجب ۴۸۲ھ میں کش میں ہوا، انہوں نے یہ بھی کہا کہ فخر الاسلام کی پیدائش ۴۰۰ھ کے لگ بھگ ہوئی۔ اس طرح شمس الائمہ کے وصال کے وقت ان کی عمر چھپن ۵۶ (برس) ہوگی۔

میری اس روایت میں اسی طرح ہے اور اسی طرح علامہ طحطاوی اور شامی کی سند اور علامہ شامی کے شیخ کی تحریر میں ہے۔ مشہور یہ ہے کہ ان کی کنیت ابو محمد اور نام عبد اللہ بن محمد ہے، اور یہی میری دوسری روایت میں واقع ہے جو عز الدین احمد بن مظفر اور عبد العزیز بخاری (جو پہلی روایت میں مذکور ہیں) سے مروی ہے، وہ دونوں حافظ الدین بخاری سے، وہ شمس الائمہ کردری سے

(باقی بر صفحہ آیندہ)

Marfat.com

عن عبد الله بن ابی حفص البخاری عن ابیہ احمد بن حفص (وهو الامام الشهير بابی حفص الكبير) عن الامام الحجة ابی عبد الله محمد بن الحسن الشيبانی عن الامام الاعظم ابی حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن علقمة والاسود عن عبد الله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنہ عن النبی صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم۔

○

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

عن بدر الائمة عمر الورسکی عن الامام رکن الدین عبد الرحمٰن الکهانی عن فخر القضاة الارسابندی عن عماد الاسلام عبد الرحیم الزوزنی عن القاضی الامام ابی زید الدبوسی عن الاستاذ ابی جعفر الاستروشنی عن ابی الحسن علی النسفی عن الامام الفضلی قال اخبرنا الامام ابو محمد عبد الله بن محمد بن یعقوب السبذمونی الحارثی الخ فلعل له کنیتین ابو محمد وابو عبد الله والله تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ غفرلہ

وہ بدر الائمہ عمر ورسکی سے، وہ امام رکن الدین عبد الرحمٰن کہانی سے، وہ فخر القضاۃ ارسابندی سے، وہ عماد الاسلام عبد الرحیم زوزنی سے، وہ قاضی امام ابو زید دبوسی سے، وہ استاد ابو جعفر استروشنی سے، وہ ابو الحسن علی نسفی سے، وہ امام فضلی سے روایت کرتے ہیں کہ ہمیں امام ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب سبذمونی حارثی نے بیان کیا الخ۔ ہوسکتا ہے کہ ان کی دو کنیتیں ہوں: (۱) ابو محمد (۲) ابو عبد اللہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

Marfat.com

رسالہ

اجلی الاعلام ان الفتوٰی مطلقا علی قول الامام ۱۳۳۴

اس امر کی تحقیقِ عظیم کہ فتوٰی ہمیشہ قولِ امام پر ہے۔ (ت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ الحفی، علی دینہ الحنفی، الذی اید نا بائمۃ یقیمون الاود، و یدیمون المدد، باذن الجواد الصمد، وجعل من بینھم امامنا الاعظم کالقلب فی الجسد، والصلوۃ والسلام، علی الامام الاعظم للرسل الکرام، الذی جاءنا حقا من قولہ المأمون، استفت قلبک وان افتاک المفتون[۱]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے ہیں جو اپنے دینِ حنیف (تمام ادیانِ باطلہ سے جدا) پر بے انتہا مہربان ہے جس نے ہمیں ایسے ائمہ عطا فرمائے جو کجی کو درست کرنے والے اور سخی، بے نیاز، خدا کے حکم سے مسلسل مدد فرمانے والے ہیں، جس نے ہمارے امام اعظم کو اماموں کے درمیان وہ مقام عطا فرمایا جو دل کو تمام جسم میں ہے، اور درود و سلام ہو رسل کرام کے

---

[۱] جعل الامام الاعظم کالقلب ثم ذکر ھذا الحدیث استفت قلبک وان افتاک المفتون فاکرم بہ من براعۃ استھلال والحدیث رواہ الامام احمد والبخاری فی تاریخہ عن واصلۃ بن معبد الجھنی رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن بلفظ استفت نفسک وروی احمد بسند صحیح عن ابی ثعلبۃ الخشنی رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم البر ما سکنت الیہ النفس واطمان الیہ

اولاً امامِ اعظم کو دل کے ساتھ تشبیہ دی گئی پھر اس حدیث کا ذکر کیا (تو اپنے دل سے فتوٰی طلب کر خواہ مفتی تجھ کو کچھ ہی فتوٰی دیتے رہیں) جسم میں دل کا ذکر ہے تو یہ براعۃ استہلال کا عمدہ ذکر ہے اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا اور بخاری نے اپنی تاریخ میں واصلہ بن معبد جہنی سے سندِ حسن کے ساتھ استفت نفسک کا ذکر کیا ہے اور امام احمد نے ابوثعلبہ خشنی سے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا کہ نیکی یہ ہے کہ جس سے نفس کو سکون اور دل کو اطمینان (باقی بر صفحہ آیندہ)

Marfat.com

وعليهم وعلى آله وآلهم وصحبه وصحبهم
وفئامه وفئامهم، الى يوم يدعى كل اناس
بامامهم، آمين اعلم رحمنى الله تعالى واياك،
وتولى بفضله هداى وهداك، انه قال العلامة
المحقق البحر فى صدر قضاء البحر بعد ما ذكر
تصحيح السراجية ان المفتى يفتى بقول
ابى حنيفة على الاطلاق[1] وتصحيح الحاوى
القدسى اذا كان الامام فى جانب وهما فى جانب ان الاعتبار
لقوة المدرك[2] مانصه فان قلت كيف جاز
للمشايخ الافتاء بغير قول الامام الاعظم
مع انهم مقلدون قلت قد اشكل على ذلك
مدة طويلة ولم ار فيه جوابا الا ما فهمته
الآن من كلامهم وهو انهم نقلوا عن اصحابنا[علہ]

امام اعظم پر، جن کا ارشاد گرامی ہے تو اپنے دل سے فتوٰی
طلب کر خواہ مفتی تجھ کو کچھ ہی فتوے دیتے رہیں، اور
آپ کے آل و اصحاب و تابعین اور تمام امتِ مسلمہ پر بھی درود وسلام ہو
اُس دن تک جس دن ہر جماعت کو اس کے امام کے
نام سے بلایا جائے گا آمین، جاننا چاہئے اللہ مجھ پر
اور آپ پر رحم کرے اور مجھ کو اور آپ کو ہدایت دے،
علامہ محقق علی البحر نے بحر کی "قضاء" کی بحث کی ابتدا
میں پہلے سراجیہ کی اس تصحیح کو ذکر کیا کہ مفتی کو علی الاطلاق
ابوحنیفہ کے قول پر فتوی دینا چاہئے، اور حاوی نے
یہ تصحیح کی کہ اگر امام صاحب ایک طرف ہوں اور صاحبین
دوسری طرف ہوں، پھر فرمایا تو اعتبار مُدرک کی قوۃ کا ہے،
ان کی تصریح یہ ہے مشایخ کے لیے یہ کیونکر جائز ہوگا کہ وہ
امام ابوحنیفہ کے مقلد ہوتے ہوئے کسی دوسرے امام کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) القلب والاثم مالم تسكن
اليه النفس ولم يطمئن اليه القلب وان افتاك
المفتون اھ منه غفرله۔ م

حاصل ہو ______ اور براتی
یہ ہے کہ جس سے نفس کو سکون اور دل کو اطمینان
حاصل نہ ہو خواہ مفتی تجھ کو کچھ ہی فتوے دیتے
رہیں۔ (ت)

علہ قال الرملی هذا مروی عن ابى حنيفة
رضى الله تعالى عنه وكلامه هنا موهم ان
ذلك مروى عن المشايخ كما هو ظاهر من
سياقه اھ ۱۲

رملی نے کہا یہ امام ابوحنیفہ سے مروی ہے اور بحر کے
کلام سے وہم ہوتا ہے کہ یہ مشایخ سے مروی ہے
جیسا سیاق سے ظاہر ہے،

اقول ای حرف فی كلامه يوهم

میں کہتا ہوں اس کے (باقی برصفحہ آئندہ)

۱؎ بحرالرائق فصل یجوز تقلید من شاء الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۶۹
۲؎ ایضاً

Marfat.com

انه لا یحل لاحد ان یفتی بقولنا حتی یعلم من
این قلنا حتی نقل فی السراجیة ان هذا
سبب مخالفة عصام للامام وکان یفتی بخلاف
قوله کثیرا لانه لم یعلم الدلیل وکان یظهر له
دلیل غیره فیفتی به فاقول ان هذا الشرط
کان فی زمانهم اما فی زماننا فیکتفی بالحفظ
کما فی القنیة وغیرها فیحل الافتاء بقول

قول پر فتویٰ دے، میں کہتا ہوں کہ یہ اشکال ایک طویل
عرصہ تک میرے ذہن میں رہا، میں اس کا جواب نہ
معلوم کر سکا مگر اب ان ائمہ کے کلام سے میرے ذہن
میں آیا ہے وہ یہ ہے کہ اُنھوں نے ہمارے اصحاب سے
یہ قول نقل کیا ہے کہ کسی شخص کو یہ جائز نہیں کہ وہ ہمارے
قول پر فتویٰ دے تاوقتیکہ اس کو یہ معلوم نہ ہو جائے کہ ہم نے
یہ قول کہاں سے اخذ کیا ہے، یہاں تک کہ سراجیہ میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) روایته عن المشایخ وای
سیاق یظهر انما جعل خلاف المشایخ لانهم
منهیون عن الافتاء بقول الاصحاب مالم
یعرفوا دلیله فهم منهیون لاناهون اما الاصحاب
فنعم روی عنهم کما روی عن الامام رضی
الله تعالی عنهم فی مناقب الامام للامام الکردری
عن عاصم ابن یوسف لم یر مجلس انبل من مجلس
الامام وکان انبل اصحابه اربعة زفر وابویوسف
وعافیة واسد بن عمرو وقالوا لا یحل لاحد
ان یفتی بقولنا حتی یعلم من این قلنا ولا ان
یروی عنا شیئا لم یسمعه منا وفیها عن ابن
جبلة سمعت محمدا یقول لا یحل لاحد ان
یروی عن کتبنا الا ما سمع او یعلم مثل علمنا
۱۲ منه غفرله۔ (م)

کلام میں کون سا حرف ہے جس سے وہم ہوتا ہے
کہ یہ مشایخ سے مروی ہے اور کس سیاق سے ظاہر ہے مشایخ
کا خلاف اس وجہ سے کہا ہے کہ جب تک وہ کسی دلیل
کو جان نہ لیں اصحاب کے قول پر فتویٰ دینے سے منع
کیے گئے ہیں وہ تو منع کیے گئے ہیں منع کرنے والے
نہیں ہاں اصحاب سے مروی ہے جیسے مناقب
کردری میں امام سے مروی ہے عاصم بن یوسف
سے کہ سب سے زیادہ بحث امام کی مجلس میں ہوتی تھی
سب سے زیادہ بحث کرنے والے چار اصحاب تھے
زفر، ابویوسف، عافیہ اور اسد بن عمرو۔ وہ فرماتے
ہیں ہمارے قول پر فتویٰ دینا کسی کو روا نہیں جب تک
ہماری دلیل نہ جان لے اور نہ کچھ ہم سے روایت کرے
جب تک ہم سے سُن نہ لے اور اسی میں ابن جبلہ سے
کہ میں نے محمد رحمۃ اللہ علیہ سے سُنا ہے وہ فرماتے
ہیں کہ کسی کو جائز نہیں کہ ہماری کتب سے روایت کرے مگر جو کچھ سُنا ہو یا ہماری طرح جانتا ہو۔
۱۲ منہ غفرلہ (ت)

Marfat.com

الامام بل یجب وان لم نعلم من این قال وعلی
ھذا فما صححه فی الحاوی مبنی علی ذلك
الشرط وقد صححوا ان الافتاء بقول الامام
فینتج من ھذا انه یجب علینا الافتاء بقول
الامام وان افتی المشایخ بخلافه لانھم
انما افتوا بخلافه لفقد شرطه فی حقھم
وھو الوقوف علی دلیله واما نحن فلنا الافتاء
وان لم نقف علی دلیله وقد وقع للمحقق
ابن الھمام فی مواضع الرد علی المشایخ فی الافتاء
بقولھما بانه لا یعدل عن قوله الا لضعف دلیله
وھو قوی فی وقت العشاء لکونه الاحوط وفی
تکبیر التشریق فی اٰخر وقته الی اٰخرھا ذکرہ فی
فتح القدیر لکن ھو اھل للنظر فی الدلیل ومن
لیس باھل للنظر فیه فعلیه الافتاء بقول الامام
والمراد بالاھلیة ھنا ان یکون عارفا ممیزا
بین الاقاویل له قدرة علی ترجیح بعضھا علی
بعض اھ وتعقبه العلامة ش فی شرح عقوده
بقوله لا یخفی علیك ما فی ھذا الکلام من
عدم الانتظام ولھذا اعترضه محشیه
الخیر الرملی بان قوله یجب علینا الافتاء
بقول الامام وان لم نعلم من این قال
مضاد لقول الامام لا یحل لاحد ان
یفتی بقولنا حتی یعلم من این قلنا اذ ھو صریح
فی عدم جواز الافتاء لغیر اھل الاجتھاد
فکیف یستدل به علی وجوبه فنقول ما یصدق

میں نقل کیا گیا ہے کہ اسی وجہ سے عصام نے امام ابوحنیفہ
کی مخالفت کی اور وہ بسا اوقات امام کے خلاف فتویٰ
دیا کرتے تھے، کیونکہ ان کو دلیل کا علم نہ ہوتا اور دوسروں
کی دلیل ان کو معلوم ہوتی تھی، وہ اس پر فتویٰ دیتے،
میں کہتا ہوں یہ شرط ان کے زمانہ میں تھی، اب ہمارے
زمانے میں صرف ان کے اقوال کو یاد کر لینا کافی ہے،
جیسا کہ قنیہ وغیرہا میں ہے۔ امام کے قول پر فتویٰ دینا
حلال بلکہ واجب ہے اگرچہ اسکی دلیل معلوم نہ ہو اس بنا پر جس چیز کی تصحیح
حاوی میں ہے وہ اسی شرط پر مبنی ہے، اور علماء نے
اس امر کی تصحیح کی ہے کہ فتویٰ امام کے قول پر ہے،
اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمیں امام کے قول پر فتویٰ دینا
واجب ہے اگرچہ مشایخ اس کے خلاف فتویٰ دیں،
اس لیے کہ ان مشایخ نے امام کے قول کے خلاف اس
لیے فتویٰ دیا کہ اُن کے حق میں اس کی شرط مفقود تھی
اور یہ ہمارے حق میں نہیں ہے، اور شرط یہی تھی کہ وہ
ابوحنیفہ کی دلیل پر مطلع ہو سکے، اور ہم خواہ دلیل
پر مطلع نہ ہوں ہم پر لازم ہے کہ ہم امام کے قول پر
فتویٰ دیں، ابن ہمام نے کئی مقامات پر مشایخ کی
تردید کی ہے کہ انہوں نے صاحبین کے قول پر فتویٰ
کیوں دیا، اور فرمایا کہ ان کے قول سے اس وقت
تک انحراف درست نہیں جب تک کہ اس دلیل کا ضعف
ظاہر نہ ہو، اور وہ عشاء کے وقت کے سلسلہ میں قوی ہے
کیونکہ وہی احوط ہے اور تکبیر تشریق میں اُس کے آخری
وقت میں، الی آخرھا ذکرہ فی فتح القدیر، مگر وہ
دلیل میں غور کرنے کی اہلیت رکھتے تھے، لیکن جو اہلِ نظر

لہ بحر الرائق فصل یجوز تقلید من شاء الخ ۶/۲۶۹

Marfat.com

من غير الاهل ليس بافتاء حقيقة وانما هو
حكاية عن المجتهد انه قائل بكذا وباعتبار
هذا الملحظ تجوز حكاية قول غير الامام فكيف
يجب علينا الافتاء بقول الامام وان افتى
المشايخ بخلافه ونحن انما نحكي فتواهم
لاغير فليتأمل انتهى وتوضيحه ان المشايخ
اطلعوا على دليل الامام وعرفوا من اين قال
واطلعوا على دليل اصحابه فيرجحون دليل
اصحابه على دليله فيفتون به ولا يظن بهم
انهم عدلوا عن قوله لجهلهم بدليله فانا
نريهم قد شحنوا كتبهم بنصب الادلة ثم يقولون
الفتوى على قول ابي يوسف مثلا وحيث لم نكن
اهلا للنظر في الدليل ولم نصل الى رتبتهم
في حصول شرائط التفريع والتاصيل فعلينا
حكاية ما يقولونه لانهم هم اتباع المذهب
الذين نصبوا انفسهم لتقريره وتحريره
باجتهادهم وانظر الى ما قدمناه من قول
العلامة قاسم ان المجتهدين لم يفقدوا
حتى نظروا في المختلف ورجحوا وصححوا
الى ان قال فعلينا اتباع الراجح والعمل
به كما لو افتوا في حياتهم (وفي) فتاوى العلامة
ابن الشلبي ليس للقاضي ولا للمفتي العدول
عن قول الامام الا اذا صرح احد من المشايخ

نہ ہوں ان پر لازم ہے کہ وہ امام کے قول پر فتویٰ دیں،
اور اہلیت سے یہاں یہ مراد ہے کہ وہ مختلف اقوال
کی معرفت رکھتا ہو اور ان میں امتیاز کر سکتا ہو اور
بعض کو بعض پر ترجیح دے سکتا ہو اھ، علامہ شامی نے
شرح عقود میں اس پر تعاقب کیا ہے فرمایا ہے اس
کلام میں جو بدنظمی ہے وہ مخفی نہ رہے، اسی لیے اس
کے محشی خیر رملی نے اس پر اعتراض کیا ہے فرمایا کہ ان کا
قول کہ ہم پر امام کے قول پر فتویٰ دینا لازم ہے
خواہ ہمیں یہ علم نہ ہو کہ انھوں نے کہاں سے لیا، یہ
خود امام کے اس قول کے خلاف ہے کہ کسی کو ہمارے
قول پر اس وقت تک فتویٰ دینا حلال نہیں جب تک
کہ اس کو یہ علم نہ ہو جائے کہ ہم نے یہ بات کہاں سے
کہی ہے، یہ صریح ہے کہ مجتہد کے علاوہ کوئی اور فتوے
نہیں دے سکتا ہے تو اس سے اس کے وجوب پر کیونکر
استدلال کیا جا سکتا ہے، ہم کہتے ہیں جو نااہل لوگوں سے
صادر ہوتا ہے وہ فتویٰ ہی نہیں ہے وہ تو مجتہد کے
قول کی حکایت ہے اس لحاظ سے غیر امام کے قول کی
حکایت درست ہے، تو ہم پر امام کے قول کے مطابق
خواہ مشایخ کے خلاف ہی کیوں نہ ہو فتویٰ دینا کس طرح
واجب ہوا؟ ہم تو ان کے فتاویٰ کو نقل کر رہے ہیں
اور بس! فلیتأمل انتہیٰ۔ اس کی وضاحت یہ ہے
کہ مشایخ امام کی دلیل پر مطلع ہوئے اور انھیں پتا چل گیا
کہ امام نے یہ بات کہاں سے کہی ہے، اور وہ ان کے

Marfat.com

بان الفتوى على قول غيره فليس للقاضي ان
يحكم بقول غير ابي حنيفة في مسألة لم يرجح فيها
قول غيره و رجحوا فيها دليل ابي حنيفة على
دليله فان حكم فيها فحكمه غير ماض ليس له
غير الانتقاض انتهى[ل] اھ كلامه في الرسالة
وذكر نحوه في رد المحتار من القضاء وزاد في
منحة الخالق انت ترى اصحاب المتون المعتمدة
قد يمشون على غير مذهب الامام واذا افتى
المشايخ بخلاف قوله لفقد الدليل في
حقهم فنحن نتبعهم اذ هم اعلم وكيف يقال
يجب علينا الافتاء بقول الامام لفقد الشرط
وقد اقررنا انه قد فقد الشرط ايضا في حق المشائخ
فهل تراهم ارتكبوا منكرا والحاصل ان
الانصاف الذي يقبله الطبع السليم ان
المفتي في زماننا ينقل ما افتاه المشايخ وهو
الذي مشى عليه العلامة ابن الشلبي
في فتاواه حيث قال الاصل ان العمل على
قول ابي حنيفة رضي الله تعالى عنه ولذا
ترجح المشايخ دليله في الاغلب على دليل
من خالفه من اصحابه ويجيبون عما استدل
به مخالفه وهذا امارة العمل بقوله وان
لم يصرحوا بالفتوى عليه اذ الترجيح كصريح
التصحيح لان المرجوح طائح بمقابلة الراجح

اصحاب کی دلیل پر بھی مطلع ہوئے، اب کبھی وہ ان کے
اصحاب کی دلیل کو ان کی دلیل سے زیادہ وزنی پاتے
ہیں تو وہ اس کو ترجیح دے کر اس کے مطابق فتوے
دے دیتے ہیں' ان کے بارے میں یہ گمان تک نہیں
کیا جا سکتا ہے کہ انھوں نے امام کے قول سے اس لیے
انحراف کیا ہے کہ وہ ان کی دلیل پر مطلع نہ ہوئے۔ ہم
دیکھتے ہیں کہ ان حضرات کی کتب ادلّہ سے بھری پڑی
ہیں پھر ان دلائل کے بعد فرماتے ہیں کہ فتویٰ مثلاً ابو یوسف
کے قول پر ہے' اور چونکہ ہم دلیل میں غور کرنے کے اہل نہیں
ہیں اور ان کے مرتبہ تک نہیں پہنچ پائے ہیں، تفریع و
تاصیل کے شرائط ہم میں موجود نہیں تو ہم پر لازم ہے کہ
ہم ان کے اقوال کی حکایت کریں کیونکہ وہ مذہب کے
پیروکار ہیں انہوں نے اپنے اجتہاد سے اس مذہب کی
تحریر و تقریر کی ذمہ داری اٹھا رکھی ہے ہم نے علامہ
قاسم کا جو قول ذکر کیا ہے اس پر غور کیجئے وہ فرماتے
ہیں مجتہدین نے مختلف اقوال میں غور و فکر کی اور ترجیح و
تصحیح کا سلسلہ جاری رکھا، پس ہم پر لازم ہے کہ
ہم راجح قول کی پیروی کریں اور اس پر عمل کریں' جیسا کہ
اگر وہ اپنی زندگی میں فتویٰ دیتے تو ہم پر لازم تھا کہ اس
پر عمل کریں (اور) علامہ ابن شلبی کے فتاویٰ میں ہے
کہ قاضی اور مفتی کو امام کے قول سے انحراف جائز نہیں،
ہاں اگر مشایخ میں سے کوئی اس امر کی تصریح کر دے
کہ فتویٰ غیر کے قول پر ہے، تو اگر کسی مسئلہ میں غیر کا قول

[ل] رسالہ من رسائل ابن عابدین شرح عقود رسم المفتی   سہیل اکیڈمی لاہور   ۱/۲۹

Marfat.com

وحینئذ فلا یعدل المفتی ولا القاضی عن
قوله الا اذا اصرح الی اٰخر ما مر قال وهو الذی
مشی علیه الشیخ علاء الدین الحصکفی ایضا
فی صدر شرحه علی التنویر حیث قال واما
نحن فعلینا اتباع ما رجحوه وما صححوه کما
لو افتوا فی حیاتهم فان قلت قد یحکون
اقوالا بلا ترجیح وقد یختلفون فی التصحیح
قلت یعمل بمثل ما عملوا من اعتبار تغیر
العرف واحوال الناس وما هو الارفق وما
ظهر علیه التعامل وما قوی وجهه ولا یخلو
الوجود ممن یمیز هذا حقیقة لا ظنا وعلی
من لم یمیز ان یرجع لمن یمیز لبراءة ذمته
اھ والله تعالی اعلم اھ۔

راجح نہ ہو اور امام کی دلیل کو غیب۔ کی دلیل پر ترجیح
حاصل ہو تو قاضی کو روا نہیں کہ وہ امام کے قول کے
علاوہ کسی اور کے قول پر فتویٰ دے، اور اگر وہ ایسا
حکم کرے تو اس کا حکم جاری نہ ہوگا، اور اس کو
ختم کر دینا لازم ہے اھ اور رد المحتار کی کتاب القضاء
میں بھی یہی مذکور ہے اور منحۃ الخالق میں اتنا اضافہ ہے[ل]
کہ آپ دیکھتے ہیں کہ اصحاب متون معتمدہ مذہب امام
کے علاوہ کسی اور کے قول پر اس وقت فتویٰ دیتے ہیں
جبکہ مشایخ نے ان کے قول کے برعکس فتویٰ دیا ہو کیونکہ
ان کے حق میں دلیل موجود نہیں ہے، لہذا ہم ان کی
پیروی کریں گے کیونکہ وہ ہم سے زیادہ جاننے والے ہیں
تو یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ہم پر لازم ہے کہ ہم امام کے
قول پر فتویٰ دیں اس لیے کہ شرط مفقود ہے اور اس نے
یہ اقرار کیا ہے کہ مشایخ کے حق میں بھی شرط مفقود ہے

تو کیا تمہارے خیال میں انہوں نے کچھ برا کیا، حاصل کلام یہ ہے کہ طبع سلیم جو انصاف سے کہتی ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں مفتی کا کام صرف یہ ہے کہ جو ہمارے مشایخ نے لکھا ہے اس کو نقل کر دے، علامہ ابن شلبی نے اپنے فتاویٰ میں یہی فرمایا ہے فرماتے ہیں کہ اصل یہی ہے کہ فتویٰ قول ابی حنیفہ پر ہو، یہی وجہ ہے کہ مشایخ آپ ہی کے قول کی ترجیح کے دلائل فراہم کرتے ہیں اور مخالفین نے جو کچھ ان کی بابت فرمایا ہے اس کا جواب دیتے ہیں، اور یہ اس امر کی علامت ہے کہ ان کے قول پر عمل ہے اگرچہ وہ اس امر کی تصریح نہ کریں کہ فتویٰ ابو حنیفہ کے قول پر ہے، کیونکہ ترجیح صریح تصحیح کی طرح ہے کہ راجح کے مقابل مرجوح کی کوئی حیثیت نہیں، ایسی صورت میں مفتی یا قاضی کو ابو حنیفہ کے قول سے عدول نہیں کرنا چاہئے مگر یہ کہ جب وہ تصریح کرے، آخر تک۔ فرمایا کہ یہی روش علامہ علاء الدین حصکفی نے شرح تنویر میں اختیار کی، فرمایا ہم تو ان کی ترجیح و تصحیح کی پیروی کرنے والے ہیں بالکل اسی طرح جس طرح وہ اپنی زندگی میں فتویٰ دیتے، اگر یہ سوال کیا جائے کہ مشایخ کبھی بلا ترجیح محض اقوال کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں اور کبھی تصحیح میں اختلاف کرتے ہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسی صورت میں جس طرح انہوں نے عمل کیا ہے ہم کو بھی کرنا چاہئے

[ل] منحۃ الخالق علی حاشیۃ بحر الرائق فصل یجوز تقلید من شاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۶۹/۶

Marfat.com

اس میں عُرف عام اور تبدیلیِ زمانہ کا لحاظ ضروری ہے، اور یہ دیکھنا ہوگا کہ کون سی صورت آسانی کی ہے اور کس پر تعامل ہے اور کس کی دلیل قوی ہے، اور ایسے لوگوں سے زمانہ خالی نہیں ہے جو ان امور میں حقیقی امتیاز کر سکیں، نہ کہ محض ظن وتخمین سے اور جو لوگ خود امتیاز نہ کر سکیں وہ ایسے لوگوں سے مدد لیں جو امتیاز کر سکتے ہیں تاکہ وہ بری الذمہ ہو سکے اھ واللہ تعالیٰ اعلم احمد (ت)

اقول وتلك شكاة ظاهر عنك عارها، ولنقدم لبيان الصواب مقدمات تكشف الحجاب **الاولى** ليس حكاية قول افتاء به فانا نحكى اقوالا خارجة عن المذهب ولا يتوهم احد انا نفتى بها انما الافتاء ان تعتمد على شئ وتبين لسائلك ان هذا حكم الشرع فى ما سألت وهذا لا يحل لاحد من دون ان يعرفه عن دليل شرعى والا كان جزافا وافتراء على الشرع ودخولا تحت قوله عزوجل ام تقولون على الله ما لا تعلمون[1] وقوله تعالى قل الله اذن لكم ام على الله تفترون[2] **الثانية** الدليل على وجهين اما تفصيلى ومعرفته خاصة باهل النظر والاجتهاد فان غيره وان علم دليل المجتهد فى مسألة لا يعلمه الا تقليدا كما يظهر مما بيناه فى رسالتنا المباركة ان شاء الله تعالى الفضل الموهبى فى معنى اذا صح الحديث فهو مذهبى فان قطع تلك المنازل التى بينا فيها لا يمكن الا المجتهد واشار الى بعض قليل منه فى عقود

میں کہتا ہوں یہ ایسی شکایت ہے جس کی عار تجھ سے ظاہر زائل ہونے والی ہے، اب ہم کچھ تمہیدی مقدمات بیان کرتے ہیں جن سے حق کی وضاحت میں آسانی ہوگی۔

پہلا مقدمہ کسی قول کی حکایت، اُس قول پر افتاء کے مترادف نہیں، کیونکہ ہم بہت سے ایسے اقوال بیان کرتے ہیں جو مذہب (ابی حنیفہ) سے الگ ہوتے ہیں، اور کوئی بھی نہیں سمجھتا ہے کہ ہم ان اقوال پر فتوٰی دے رہے ہیں، افتاء کے معنی یہ ہیں کہ ہم کسی چیز پر اعتماد کریں اور سائل کو بتائیں کہ تم نے جو سوال کیا ہے اس میں شرع کا یہ حکم ہے اور یہ اسی کے لیے حلال ہے جو کسی چیز کو اس کی شرعی دلیل سے پہچانتا ہو، ورنہ یہ غلط ہوگا اور شریعت پر افتراء ہوگا، اور ایسا کرنے والا اللہ کے اس قول کا مصداق ہوگا "کیا تم اللہ پر وہ بات کہتے ہو جس کا تم کو علم نہیں۔ نیز فرمادیجئے کیا اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ تم اللہ پر افتراء باندھتے ہو"۔

دوسرا مقدمہ دلیل کی دو قسمیں، ایک تو تفصیلی ہے اور اس کی معرفت اہل نظر واجتہاد کے ساتھ خاص ہے کیونکہ دوسرے حضرات اگر کسی مسئلہ میں مجتہد

---

[1] القرآن ۲/۸۰

[2] القرآن ۱۰/۵۹

Marfat.com

رسم المفتی اذنقل فیہا ان معرفۃ الدلیل انما تکون للمجتہد لتوقفہا علی معرفۃ سلامتہ من المعارض وھی متوقفۃ علی استقراء الادلۃ کلہا ولا یقدر علی ذلك الا المجتہد اما مجرد معرفۃ ان المجتہد اخذ الحکم الفلانی من الدلیل الفلانی فلا فائدۃ فیہا[1] اھ او اجمالی[2] کقولہ سبحنہ فاسألوا اھل الذکران کنتم لا تعلمون[2] وقولہ تعالی اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم[3] فانہم العلماء علی الاصح وقولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم الا سألوا اذ لم یعلموا فانما شفاء العی السؤال[4] و عن ھذا نقول ان اخذنا باقوال امامنا لیس تقلیدا شرعیا لکونہ عن دلیل شرعی انما ھو تقلید عرفی لعدم معرفتنا بالدلیل التفصیلی اما التقلید الحقیقی فلا مساغ لہ فی الشرع وھو المراد فی کل ما ورد فی ذم التقلید و الجہال الضلال یلبسون علی العوام فیحملونہ علی التقلید العرفی الذی ھو فرض شرعی علی کل من لم یبلغ رتبۃ الاجتہاد قال المدقق البہاری فی مسلم الثبوت التقلید العمل بقول الغیر من غیر حجۃ کاخذ العامی و المجتہد من مثلہ فالرجوع الی النبی صلی اللہ تعالی

کی دلیل جانیں گے بھی تو بطور تقلید جانیں گے، جیسا کہ ہم نے اس کو اپنے رسالہ مبارکہ "الفضل الموھبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی" میں وضاحت سے بیان کر دیا ہے کیونکہ جو منازل ہم نے اس میں بیان کی ہیں اُن کو طے کرنا مجتہد کے سوا اور کسی کے بس کا روگ نہیں، اس کا کچھ حصہ عقود رسم المفتی میں بیان کیا ہے، اس میں بیان کیا ہے کہ دلیل کی معرفت مجتہد ہی کو حاصل ہوتی ہے، کیونکہ دلیل کی صحت اس پر موقوف ہے کہ وہ دوسرے دلائل سے متعارض نہ ہو، اور یہ چیز اسی وقت معلوم ہوسکتی ہے جب آدمی تمام دلائل کا استقراء، تتبع اور تلاش کرے اور یہ صرف مجتہد ہی کر سکتا ہے، صرف اتنی بات کا جان لینا کہ فلاں مجتہد نے یہ حکم فلاں دلیل سے حاصل کیا ہے تو اس میں کچھ فائدہ نہیں اھ یا اجمالی ہوگی جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے "تو تم اہلِ علم سے دریافت کرو اگر تم نہ جانتے ہو" اور فرمانِ الٰہی "اطاعت کرو تم اللہ کی اور اطاعت کرو رسول اور صاحبانِ امر کی"۔ کیونکہ اصح قول کے مطابق اولوالامر سے مراد علماء ہیں، نیز حضور کا ارشاد ہے "جب ان کو معلوم نہ تھا تو انہوں نے دریافت کیوں نہ کیا، کیونکہ جہل کی بیماری کی شفا سوال کرنے میں ہے، اور یہی وجہ ہے ہم کہتے ہیں کہ ہمارا اپنے امام کے اقوال کو قبول کرنا شرعی تقلید

---

[1] رسالہ شرح عقود من مجموعہ رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۳۰

[2] القرآن ۱۶/۴۳ [3] القرآن ۴/۵۹

[4] سنن ابی داؤد باب المجدور یتیمم مجتبائی دہلی ۱/۴۹

Marfat.com

علیہ وسلم او الی الاجماع لیس منہ وکذ العامی الی المفتی والقاضی الی العدول لایجاب النص ذلک علیھما لکن العرف علی ان العامی مقلد للمجتہد قال الامام وعلیہ معظم الاصولیین[1] وشرحہ المولی بحر العلوم فی فواتح الرحموت ھکذا (التقلید العمل بقول الغیر من غیر حجۃ) متعلق بالعمل والمراد بالحجۃ حجۃ من الحجج الاربع والا فقول المجتہد دلیلہ وحجتہ (کاخذ العامی) من المجتہد (و) اخذ (المجتہد عن مثلہ فالرجوع الی النبی علیہ) وآلہ واصحابہ (الصلوٰۃ والسلام او الی الاجماع لیس منہ) فانہ رجوع الی الدلیل (وکذا) رجوع (العامی الی المفتی والقاضی الی العدول) لیس ھذا الرجوع نفسہ تقلیدا وان کان العمل بما اخذوا بعدہ تقلیدا (لایجاب النص ذلک علیھما) فھو عمل بحجۃ لا بقول الغیر فقط (لکن العرف) دل (علی ان العامی مقلد للمجتہد) بالرجوع الیہ (قال الامام) امام الحرمین (وعلیہ معظم الاصولیین) وھو المشتھر المعتمد علیہ[2] اھ

نہیں ہے، کیونکہ یہ دلیل شرعی سے ہے، یہ تو محض عرف کے اعتبار سے تقلید ہے، کیونکہ ہمیں تفصیلی دلیل کا علم نہیں، اور تقلید حقیقی کا تو شریعت میں کوئی جواز نہیں اور جن روایتوں میں جاہلوں اور گمراہوں کی تقلید کی مذمت کی گئی ہے وہ یہی ہے، گمراہ لوگ عوام کو دھوکا دے کر اس کو تقلید عُرفی پر محمول کرتے ہیں جو ہر اس شخص پر فرض ہے جو مرتبۂ اجتہاد پر فائز نہ ہو، مدقق بہاری نے مسلم الثبوت میں فرمایا "تقلید غیر کے قول پر بلا حجت عمل کا نام ہے جیسے عام آدمی کا عام اور مجتہد کا مجتہد سے کچھ حاصل کرنا، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا اجماع کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں ہے، اسی طرح عام آدمی کا مفتی سے رجوع کرنا اور قاضی کا عادل گواہوں کی طرف رجوع کرنا' کیونکہ یہ نص نے ان پر واجب کیا ہے، مگر عرف میں یہ ہے کہ عام شخص مجتہد کا مقلد ہے، امام نے فرمایا اصولیوں کی بڑی تعداد اسی پر ہے اھ بحر العلوم نے فواتح الرحموت میں اسکی شرح اس طرح کی ہے (تقلید غیر کے قول پر بلا حجت عمل کرنا ہے) اس کا تعلق عمل سے ہے اور حجت سے مراد ادلۂ اربعہ ہیں، ورنہ تو قول مجتہد بھی اس کی دلیل اور حجت ہے (جیسے عام آدمی) مجتہد کا قول قبول کرے (اور) مجتہد اپنی ہی طرح کسی اور مجتہد سے لے

توحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنا یا اجماع کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں کیونکہ یہ دلیل کی طرف رجوع ہے (اور اسی طرح) رجوع (عام آدمی کا مفتی کی طرف اور قاضی کا عادل گواہوں کی طرف) یہ تقلید نہیں اگرچہ اس پر

---

[1] مسلم الثبوت فصل التقلید مطبع انصاری دہلی ص ۲۸۹

[2] فواتح الرحموت " مطبعۃ امیریہ بولاق مصر ۲/۴۰۰

Marfat.com

اس کے بعد عمل کرنا تقلید ہے (کیونکہ اُن پر یہ چیز نص نے واجب کی ہے) یہ حُجت پر عمل ہے قول غیر پر عمل نہیں ہے (لیکن عُرف) دلالت کرتی ہے (کہ عام آدمی مجتہد کا مقلد ہے) کہ ان کی طرف رجوع کرتا ہے (امام نے فرمایا) یعنی امام الحرمین نے (کہ اسی پر اصولیوں کی بڑی جماعت ہے اور یہی مشہور و معتمد ہے اھ ت

اقول فیہ نظر من وجوہ **فاولا** لافرق فی الحکم بین الاخذ والرجوع حیث لا رجوع الا للاخذ اذ لم یوجبہ الشرع الا لہ ولو سأل العامی امامہ ولم یعمل بہ کان عابثا متلاعبا والشرع متعال عن الامر بالعبث فان لم یکن الرجوع تقلیدا لوجوبہ بالنص لم یکن الاخذ ایضا من التقلید قطعا لوجوبہ بعین النص **وثانیا** الاٰیۃ الاولی اوجبت الرجوع والثانیۃ الاخذ فطاح الفرق **وثالثا** حیث اتحد مآل الرجوع والاخذ فعلی تقریر الشارح یتناقض قولہ التقلید اخذ العامی من المجتہد وقولہ لیس منہ رجوع العامی الی المفتی فان المفتی ھو المجتہد کما فی المتن متصلا بما مر **ورابعا** ان ارید بحجۃ من الاربع التفصیلیۃ اعنی الخاصۃ بالجزئیۃ النازلۃ بطل قولہ فالرجوع الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اوالاجماع لیس منہ فانہ لایکون عن ادراک الدلیل التفصیلی وان ارید الاجمالیۃ کالعمومات الشرعیۃ بطل جعلہ اخذ العامی عن المجتہد تقلیدا فانہ ایضا عن دلیل شرعی **وخامسا** اذقد حکم اولا ان اخذ العامی عن المجتہد تقلید فما

میں کہتا ہُوں اس پر کئی اعتراضات ہیں:

اوّل اس میں کوئی فرق نہیں کہ لیا جائے یا رجوع کیا جائے، کہ رجوع تو اخذ ہی کے لیے ہوتا ہے کیونکہ شریعت نے اِس کو اخذ ہی کے لیے ضروری قرار دیا ہے، اور اگر عام آدمی اپنے امام سے سوال کرے لیکن اس کی بات پر عمل نہ کرے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ ہنسی مذاق کر رہا ہے اور شریعت میں اس کی اجازت نہیں، تو اگر رجوع تقلید نہ ہو کیونکہ وہ نص کی رُو سے واجب ہے تو اخذ بھی تقلید نہ ہوگا کیونکہ وہ بھی نص ہی سے واجب ہے۔

دوم پہلی آیت کی رُو سے رجوع لازم ہے اور دوسری کی رُو سے لینا ضروری ہے، تو فرق ختم ہوا۔

سوم جب رجوع اور اخذ کا مآل متحد ہُوا تو شارح کی تقریر کے مطابق ان کا یہ قول متناقض ہو جائیگا کہ تقلید عام شخص کا مجتہد سے لینا ہے، اور ان کا یہ قول کہ اُس سے عامی کا رجوع مفتی کی طرف نہیں، کیونکہ مفتی مجتہد ہی ہے جیسا کہ متن میں اس کے متصل بیان ہُوا۔

چہارم اگر ادلّہ اربعہ سے مراد تفصیلی ادلّہ ہیں، یعنی وہ ادلّہ جو ایک ایک جزئی سے متعلق ہیں تو ان کا یہ قول باطل ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور اجماع کی طرف رجوع اُس سے نہیں، کیونکہ یہ دلیل

Marfat.com

معنى الاستدراك عليه بقوله لكن العرف الخ
وسادسا ليس[1] نفس الرجوع تقليدا قط و
الا لكان رجوعنا الى كتب الشافعية لنعلم ما
مذهب الامام المطلبي فى المسألة تقليدا له
ولا يتوهمه احد وسابعا[2] مثله او اعجب منه
جعل اخذ القاضي بشهادة الشهود تقليدا منه
لهم فانه تقليد لا يعرفه عرف ولا شرع
ومن يتجاسر[3] ان يسمى قاضي الاسلام ولو ابا يوسف ع
مقلد ذميين اذا قضى بشهادتهما على ذمي
بل الحق فى حل المتن ما رأيتني كتبت عليه
هكذا (التقليد) الحقيقي هو (العمل بقول
الغير من غير حجة) اصلا (كاخذ العامي
من مثله وهذا بالاجماع اذ ليس قول العامي
حجة اصلا لا لنفسه ولا لغيره (و) كذا

تفصیلی کے ادراک کے بغیر ممکن نہیں، اور اگر ادلہ سے
مراد اجمالی ادلہ ہیں جیسے شرعی عمومات، تو اس کے
بارے میں یہ قرار دینا کہ عامی کا مجتہد سے لینا تقلید ہے
کیونکہ یہ بھی شرعی دلیل سے ہے باطل ہو جائیگا۔
پنجم پہلے یہ حکم کیا ہے کہ عامی کا مجتہد سے لینا
تقلید ہے تو پھر لکن العرف سے استدراک کرنے کے
کیا معنی ہیں!
ششم نفس رجوع تقلید نہیں ہے ورنہ ہمارا
شافعیوں کی کتب کی طرف رجوع کرنا تاکہ امام شافعی
کا مذہب معلوم کریں، بھی تقلید ہوتا۔ حالانکہ یہ بات
سوچی بھی نہیں جا سکتی ہے۔
ہفتم اسی طرح بلکہ اس سے عجیب تر یہ ہے
کہ قاضی کا گواہیاں لینا بھی تقلید بن جائے گا اور یہ ایسی
تقلید ہے جو نہ عرف میں تقلید ہے اور نہ شرع میں، اگر

ع بل وامراء المؤمنين الخلفاء الراشدين
رضي الله تعالى عنهم وانت تعلم انه ليس
الا ثقة بقول الشهود فيما اخبروا به عن
واقعة حسية شهدوها ولو كان هذا تقليدا
لم يسلم من تقليد احاد الناس امام ولا
صحابي ولا نبي وفى مسلم قوله صلى الله تعالى
عليه وسلم حدثنا تميم الداري اھ منه
غفرله (م)

بلکہ کوئی شخص جرأت کر سکتا ہے کہ خلفائے راشدین کو
ذمیوں کا مقلد کہے؟ اور آپ جانتے ہیں کہ قاضی تو صرف
گواہوں کے اس قول سے وثوق حاصل کرتا ہے
اس معاملہ میں جس واقعہ حسیہ کا اُنھوں نے مشاہدہ
کیا ہو اگر اس چیز کا نام تقلید ہے تو کوئی امام، صحابی
اور نبی تقلید سے سالم نہ رہے گا اور مسلم شریف میں
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ ہمیں تمیم داری
نے حدیث بیان کی ہے اھ منہ غفرلہ (ت)

Marfat.com

اخذ (المجتهد من مثله) على مذهب الجمهور
من عدم جواز تقليد مجتهد مجتهدا آخر
وذلك لانه لما كان قادرا على الاخذ عن
الاصل فالحجة في حقه هو الاصل وعدوله
عنه الى ظن مثله عدول الى ما ليس حجة
في حقه فيكون تقليدا حقيقيا فالضمير في مثله
الى كل من العامي والمجتهد لا الى المجتهد
خاصة واذا عرفت ان التقليد الحقيقي ليعتمد
انتفاء الحجة رأسا (فالرجوع الى النبي
صلى الله تعالى عليه وسلم او الى الاجماع) وان
لم نعرف دليل ما قاله صلى الله تعالى عليه
وسلم او قاله اهل الاجماع تفصيلا (ليس
منه) اى من التقليد الحقيقي لوجود الحجة
الشرعية ولو اجمالا (وكذا) رجوع (العامي)
من ليس مجتهدا (الى المفتي) وهو المجتهد
(و) رجوع القاضي الى الشهود (العدول) واخذها
بقولهم ليس من التقليد في شيء لا نفس الرجوع
ولا العمل بعده (لايجاب النص) ذلك الرجوع
والعمل (عليهما) فيكون عملا بحجة ولو
اجمالية كما عرفت هذا هو حقيقة التقليد
(لكن العرف) مضى (على ان العامي مقلد

فرض کیجئے کہ امام یوسف دو ذمیوں کی شہادت پر فیصلہ
دیتے تو کیا کوئی شخص یہ جرأت کرسکتا ہے کہ اُن کو ذمیوں
کا مقلد کہہ دے۔ متن کے حل میں جو حق بات ہے وہ یہ ہے
(تقلید) حقیقی (وہ غیر کے قول پر بلا حجت عمل کرنا ہے
جیسے عامی کا لینا) اپنی مثل سے، اور یہ بالاجماع ہے
کیونکہ عامی کا قول قطعاً حجت نہیں، نہ اپنے لیے نہ غیر
کے لیے (اور) اسی طرح (مجتہد کا اپنی مثل سے) لینا
مذہب جمہور کے مطابق، اور وہ یہ ہے کہ ایک مجتہد
دوسرے مجتہد کی تقلید نہیں کرسکتا ہے، کیونکہ جب وہ
اصل سرچشمہ سے استفادہ کرسکتا ہے تو اس کے حق
میں حجت وہی اصل ہے، اب اس کا ایک ظن کی طرف
رجوع کرنا جو خود اس کے اپنے ظن سے زیادہ حیثیت
نہیں رکھتا ہے اس کے حق میں حجۃ نہیں ہوگا بلکہ حقیقی
تقلید ہوگا، تو مثلہ کی ضمیر عامی اور مجتہد میں سے ہر ایک
کی طرف ہے، صرف مجتہد کی طرف نہیں ہے، اور جب
یہ معلوم ہوگیا کہ حقیقی تقلید کی بنیاد حجت کا موجود نہ ہونا
ہے (تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا اجماع کی طرف
رجوع) اگرچہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان
یا اجماع کی دلیل تفصیلی معلوم نہ ہو (تقلید نہیں ہے)
کیونکہ شرعی حجۃ موجود ہے خواہ اجمالی سہی۔ (اور اسی
طرح عامی) کا رجوع کرنا، یعنی جو مجتہد نہ ہو (مفتی

عــه كما لا يخفى على كل ذى ذوق فضلا عن النظر
الى ما يلزمه ۱۲ منه (م)

عــه تقديره اولى من تقدير دل كما لا يخفى
اھ منه غفرله (م)

جیسا کہ ہر ذوق والے پر مخفی نہیں چہ جائیکہ اس کے
لازم کی طرف نظر کی جائے۔ (ت)

مضی کو مقدر ماننا دلّ کے مقدر ماننے سے بہتر ہے
جیسا کہ مخفی نہیں۔ (ت)

Marfat.com

للمجتهد) فجعل عمله بقوله من دون
معرفة دليله التفصيلي تقليدا له وان كان انما
يرجع اليه لانه مامور شرعا بالرجوع اليه
والاخذ بقوله فكان عن حجة لا بغيرها و
هذا الاصطلاح خاص بهذه الصورة فالعمل
بقول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وبقول
اهل الاجماع لا يسميه العرف ايضا تقليدا
(قال الامام) هذا عرف العامة (و) مشى
(عليه معظم الاصوليين) والاصطلاحات
سائغة لا محل فيها للتذييل بان هذا
ضعيف وذاك معتمد كما لا يخفى هذا هو
التقرير الصحيح لهذا الكلام والله تعالى
ولي الانعام **الثالثة اقول** حيث
علمت ان الجمهور على منع اهل النظر من
تقليد غيره وعندهم اخذه بقوله من دون
معرفة دليله التفصيلي يرجع الى التقليد
الحقيقي المحظور اجماعا بخلاف العامي فان
عدم معرفته الدليل التفصيلي يوجب
عليه تقليد المجتهد والا لزم التكليف بما
ليس في الوسع او تركه سدى ظهران عدم
معرفة الدليل التفصيلي له اثران تحريم
التقليد في حق اهل النظر وايجابه في حق
غيرهم ولا غروان يكون شئ واحد موجبا
ومحرما معا لشئ آخر باختلاف الوجه فعدم
المعرفة لعدم الاهلية موجب للتقليد و

کی طرف) جو مجتہد ہے، (اور) قاضی کا رجوع گواہوں
کی طرف (جو عادل ہوں) اور گواہوں کے قول کو
لینا تقلید نہیں ہے، نہ کہ نفس رجوع اور نہ اس کے
بعد عمل (کیونکہ یہ نص سے واجب ہے) یہ رجوع اور
عمل (ان دونوں پر) تو عمل حجۃ پر ہی ہوگا اور اگرچہ
حجت اجمالیہ ہی ہوگا جیسا کہ آپ نے پہچانا، یہی
حقیقت تقلید ہے (لیکن عرف) اس پر ہے کہ (عامی
مجتہد کا مقلد ہوتا ہے)' تو انہوں نے اس کا عمل
اس کے قول" بغیر دلیل تفصیلی کی معرفت کے اس
کی تقلید قرار دیا ہے، اگرچہ اس کی طرف رجوع کی
وجہ یہ ہے کہ اس کی طرف رجوع کرنے اور اس کے قول
کو اخذ کرنے کا حکم شرعا ہے، تو یہ حجۃ کی وجہ سے ہوا نہ کہ
بلا حجۃ، اور یہ اس صورت کے ساتھ خاص اصطلاح ہے
تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو اختیار کرنا اور
اہل اجماع کے قول کو اختیار کرنا عرف میں تقلید نہیں
کہلاتا (امام نے فرمایا) یہ عام عرف ہے (اور اسی پر)
عام اصولی چلے ہیں' اور اصطلاحات میں اس طرح کے
مناقشات کی گنجائش نہیں ہوتی ہے کہ یہ ضعیف ہے
اور وہ معتمد ہے جیسا کہ ظاہر ہے، یہ صحیح تقریر ہے
اس کلام کی، اللہ تعالیٰ انعام کا والی ہے۔
تیسرا مقدمہ یہ بات پہلے معلوم ہو چکی ہے کہ جمہور
کے نزدیک اہل نظر کو تقلید ممنوع ہے، اور ان کے نزدیک
غیر کے قول کو اختیار کرنا بلا دلیل تفصیلی کی معرفت کے
حقیقی تقلید ہے جو ممنوع ہے اجماعاً، بخلاف عامی
کے کہ اس کا دلیل تفصیلی کو نہ پہچاننا اس پر لازم کرتا ہے

Marfat.com

معها محرم له **الرابعة** الفتوى حقيقية و
عرفية فالحقيقية هو الافتاء عن معرفة الدليل
التفصيلي واولئك الذين يقال لهم اصحاب
الفتوى ويقال بهذا افتى الفقيه ابو جعفر و
الفقيه ابو الليث واضرابهما رحمهم الله تعالى
والعرفية اخبار العالم باقوال الامام جاهلا
عنها تقليدا له من دون تلك المعرفة كما يقال
فتاوى ابن نجيم والغزى والطورى والفتاوى
الخيرية وهلم تنزلا زمانا ورتبة الى الفتاوى
الرضوية جعلها الله تعالى مُرضية مرضية
امين **الخامسة اقول** وبالله التوفيق
القول قولان صوری وضروری فالصوری هو
المقول المنقول والضروری ما لم يقله القائل
نصا بالخصوص لکنه قائل به فی ضمن العموم
الحاکم ضرورة بان لو تکلم فی هذا الخصوص
لتکلم کذا وربما یخالف الحکم الضروری الحکم
الصوری وح یقضی علیه الضروری حتی ان
الاخذ بالصوری یعد مخالفة للقائل والعدول
عنه الی الضروری موافقة او اتباعا له کأن
کان زید صالحا فامر عمرو خدامه باکرامه
نصا جهارا وکرر ذلک علیهم مرارا وقد کان
قال لهم ایاکم ان تکرموا فاسقا ابدا
فبعد زمان فسق زید علانیة فان اکرمه
بعده خدامه عملا بنصه المکرر المقرر
لکانوا عاصین وان ترکوا اکرامه کانوا مطیعین

کہ وہ مجتہد کی تقلید کرے ورنہ تکلیف بما لا یُطاق لازم
آئے گی یا اُس کو مُہمل چھوڑنا لازم آئے گا، اس سے
معلوم ہوا کہ دلیل تفصیلی کے نہ جاننے کے دو اثر ہیں
اہلِ نظر کے حق میں تقلید کا نہ ہونا، اور دوسروں کے حق
میں تقلید کا ہونا، اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ
ایک ہی چیز واجب بھی ہو اور حرام بھی، یعنی وجوہ میں
اختلاف کی وجہ سے، تو عدمِ اہلیت کی وجہ عدمِ معرفت
تقلید کا موجب ہے اور اہلیت کے ساتھ حرام ہے۔
چوتھا مقدمہ فتویٰ کی دو قسمیں ہیں: عرفی اور حقیقی۔
حقیقی یہ ہے کہ دلیل تفصیلی کی معرفت کے بعد فتویٰ دیا جائے،
یہی وہ لوگ ہیں جن کو اصحابِ فتویٰ کہا جاتا ہے اور
کہا جاتا ہے" یہی فتویٰ دیا ہے فقیہ ابوجعفر اور فقیہ
ابواللیث اور اُن کے امثال نے، اور عرفی فتویٰ یہ ہے
کہ عالم لوگوں کو امام کے اقوال بتا دے، وہ دلیل کو
نہ جانتا ہو، محض تقلید کے طور پر ایسا کرے، جیسے
کہا جاتا ہے فتاویٰ ابن نجیم، غزی، طوری اور فتاویٰ
خیریہ وغیرہ، اور بعد کے زمانہ میں فتاویٰ رضویہ ہے
اللہ تعالیٰ اس کو پسندیدہ اور راضی کرنے والا بنا دے
پانچواں مقدمہ میں کہتا ہوں وباللہ التوفیق،
قول دو قسم کے ہیں، صوری اور ضروری۔ تو صوری وہ
منقول قول ہے اور ضروری وہ ہے جو کسی قائل کا قول
نہ ہو خاص طور پر لیکن وہ قول ضمناً آ گیا ہو، اور
ضرورتاً اس کا حکم کیا گیا ہو، یعنی اگر اس خصوص
میں وہ کلام کرتا تو یہ کلام کرتا، اور بسا اوقات
حکم ضروری حکم صوری کے مخالف ہوتا ہے، اور

Marfat.com

ومثل ذلك يقع في اقوال الائمة اما لحدوث ضرورة او حرج او عرف او تعامل او مصلحة مهمة تجلب او مفسدة ملمة تسلب وذلك لان استثناء الضرورات ودفع الحرج ومراعاة المصالح الدينية الخالية عن مفسدة تربو عليها ودرء المفاسد والاخذ بالعرف والعمل بالتعامل كل ذلك قواعد كلية معلومة من الشرع ليس احد من الائمة الا مائلا اليها وقائلا بها ومعولا عليها فاذا كان في مسألة نص الامام ثم حدث احد تلك المغيرات علمنا قطعا ان لو حدث على عهده لكان قوله على مقتضاه لا على خلافه ورده فالعمل بقوله الضروري الغير المنقول عنه هو العمل بقوله لا الجمود على المأثور من لفظه وقد عد في العقود مسائل كثيرة من هذا الجنس ثم احال بيان كثير اخر على الاشباه ثم قال فهذه كلها قد تغيرت احكامها لتغير الزمان اما للضرورة واما للعرف واما لقرائن الاحوال قال وكل ذلك غير خارج عن المذهب لان صاحب المذهب لو كان في هذا الزمان لقال بها ولو حدث هذا التغير في زمانه لم ينص على خلافها قال وهذا الذي جرأ المجتهدين في المذهب واهل النظر الصحيح من المتأخرين على مخالفة

ایسی صورت میں ضروری غالب ہوتا ہے اور اگر اس صورت میں کوئی ضروری کو اختیار کرے تو قائل کی مخالفت قرار پاتا ہے اور اس کو چھوڑ کر ضروری کی طرف آنا، اس کی موافقت اور اتباع کہلاتا ہے، مثلاً زید ایک نیک شخص ہے تو عمر نے اپنے خادم کو اس کی تعظیم و تکریم کا حکم دیا، اور صراحت کے ساتھ کھلم کھلا دیا، اور بااصرار و تکرار دیا اور وہ یہ پہلے کہہ چکا تھا کہ تم کسی فاسق کی تعظیم کبھی نہ کرنا، اب ایسا ہوا کہ کچھ عرصہ بعد زید فاسق ہو گیا، اب اگر اس شخص کے خادم پہلے نص کی وجہ سے اس کی تعظیم کریں تو گنہگار ہوں گے اور نہ کریں تو فرمانبردار ہوں گے اور اس قسم کی چیزیں اقوالِ ائمہ میں ہوتی ہیں اور اُن کے اسباب یہ ہو سکتے ہیں: (۱) ضرورت (۲) حرج (۳) عرف (۴) تعامل (۵) اہم مصلحہ (۶) فساد، اور یہ اس لیے ہے کہ ضرورتوں کا استثناء، حرج کا دفع کرنا اور مصالح دینیہ کی رعایت جو زیادہ مفاسد سے خالی ہوں اور مفاسد کو دور کرنا، عرف کو اختیار کرنا اور تعامل پر عمل کرنا یہ ایسے شرعی قواعد کلیہ ہیں جو سب کو معلوم ہیں، اور ائمہ یا تو ان کی طرف مائل ہیں یا ان کے قائل ہیں، یا ان پر اعتماد کرتے ہیں، اگر کسی مسئلہ میں امام کی نص موجود ہو اور پھر یہ مغیرات پائے جائیں تو ہم قطعی طور پر یہ جان لیں گے کہ اگر یہ امور حضور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے عہد میں ہوتے تو آپ کا قول ان کے مقتضاء پر ہوتا نہ کہ اُن کے خلاف، تو ایسی صورت میں اُن کے ضروری قول پر عمل جو آپ سے منقول نہ ہو یہ آپ ہی کے قول پر عمل ہے، نہ یہ کہ آپ کے منقول قول پر جمود ہے، اور عقود میں اس

Marfat.com

المنصوص علیه من صاحب المذھب فی کتب ظاھر الروایۃ بناء علی ماکان فی زمنه کما مر تصریحهم به[1] الخ

قسم کے بہت سے مسائل گنائے ہیں اور بہت سے مسائل کے لیے اشباہ کا حوالہ دیا ہے اور فرمایا ہے کہ ان تمام کے احکام زمانہ کے تغیرات کی وجہ سے بدل گئے ہیں یا تو ضرورت کی وجہ سے یا عرف کی وجہ سے اور یا احوال کے قرائن کے باعث، اور فرمایا کہ ان میں سے کوئی چیز مذہب سے خارج نہیں، کیونکہ اگر صاحبِ مذہب خود اس زمانے میں ہوتے تو یہی قول کرتے، اور اگر یہ تغیر آپ کے زمانے میں واقع ہوتا تو وہ اس کے خلاف تصریح نہ کرتے، اسی نے مجتہدین فی المذہب کو جرأت دی ہے اور متاخرین صائب الرائے نے ظاہر مذہب کی کتب سے ثابت شدہ مذہب کی جو مخالفت کی ہے وہ اپنے زمانے کے اعتبار سے ہے، جیسے کہ خود انھوں نے اس کی تصریح کی ہے۔ ت

اقول بل ربما یقع نظیر ذلك فی نص الشارع صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فقد قال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اذا استاذنت احدکم امرأته الی المسجد فلا یمنعها[2] رواہ احمد والبخاری ومسلم والنسائی وفی لفظ لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ[3] رواہ احمد ومسلم کلهم عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنهما وبالثانی رواہ احمد وابو داؤد وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بزیادۃ ولیخرجن تفلات[4] وقد امر صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم باخراج الحیض وذوات الخدود یوم العیدین

میں کہتا ہوں اس کے نظائر خود شارع کے نصوص میں موجود ہیں، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جب تم میں سے کسی کی عورت مسجد میں جانے کی اجازت مانگے تو تم اس کو منع نہ کرو" اس کو احمد، بخاری، مسلم اور نسائی نے روایت کیا ہے، اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ "تم اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مساجد سے نہ روکو" اس کو احمد اور مسلم نے روایت کیا ہے۔ سب حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہیں اور دوسری روایت احمد اور ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ "نکل بھاگنے والی عورتیں ضرور نکلیں گی"

---

[1] عقود رسم المفتی رسالہ من مجموعۃ رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۴۵
[2] صحیح للبخاری باب الاستیذان المرأۃ لزوجها الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۰
[3] صحیح للبخاری باب هل علی من لایشهد الجمعۃ " ۱/۱۲۳
[4] سنن ابی داؤد باب ماجاء فی خروج النساء الی المساجد مجتبائی لاہور ۱/۸۴

Marfat.com

فیشھدن جماعۃ المسلمین و دعوتھم و وتعتزل الحیض المصلی قالت امرأۃ یا رسول اللہ احدنا لیس لہا جلباب قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لتلبسہا صاحبتہا من جلبابہا[1] رواہ البخاری و مسلم واٰخرون عن ام عطیۃ رضی اللہ عنہا و مع ذلک نہی الائمۃ الشواب مطلقا والعجائز نہارا ثم عمموا النہی عملا بقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الضروری المستفاد من قول ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا لوان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رأی من النساء ما رأینا لمنعھن من المسجد کما منعت بنو اسرائیل نساءھا[2] رواہ احمد والبخاری و مسلم قال فی التنویر والدر (یکرہ حضورھن الجماعۃ) ولو لجمعۃ وعید و وعظ (مطلقا) ولو عجوزا لیلا (علی المذھب) المفتی بہ لفساد الزمان واستثنی الکمال بحثا العجائز المتفانیۃ[3] اھ والمراد بالمذھب مذھب المتاخرین و لما رد علیہ البحر بان ھذہ الفتوی مخالفۃ لمذھب الامام وصاحبیہ جمیعا فانہما اباحا للعجائز

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حائض عورتوں اور پردہ نشین عورتوں کو عیدین کے دن نکلنے کا حکم دیا ہے تاکہ وہ مسلمانوں کی جماعت میں حاضر ہوں اور حائض عورتیں نماز پڑھنے کی جگہ سے دور رہیں۔ ایک عورت نے عرض کی: یا رسول اللہ! اگر ہم میں سے کسی عورت کے پاس چادر نہ ہو؟ تو آپ نے فرمایا: اس کو اس کی سہیلی اپنی چادر اُڑھا دے۔ اس کو بخاری و مسلم وغیرہما نے ام عطیہ سے روایت کیا ہے، اس کے باوجود ائمہ نے جوان عورتوں کو مطلقا اور بوڑھیوں کو دن میں مسجد میں آنے سے منع کیا ہے، اور پھر نہی کو عام کر دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول ضروری پر عمل کرتے ہوئے جو ام المومنین کے اس قول سے مستفاد ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی وہ حالت دیکھ لیتے جو ہم نے دیکھی ہے تو آپ ان کو مسجد میں آنے سے اس طرح روک دیتے جیسے بنو اسرائیل کی عورتیں روک دی گئی تھیں، اس کو احمد، بخاری اور مسلم نے روایت کیا۔ تنویر اور دُر میں ہے (عورتوں کا جماعت میں آنا مکروہ ہے) اگرچہ جمعہ، عید یا وعظ کے لیے ہو (مطلقا) خواہ بوڑھی ہوں، رات میں (مذہب) مفتی بہ کے مطابق، کیونکہ زمانہ خراب ہو چکا ہے۔ اور کمال نے بحث

---

[1] صحیح للبخاری باب شھود الحائض العیدین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۶

[2] صحیح للبخاری باب خروج النساء الی المساجد باللیل الخ ؍؍ ۱/۱۲۰

[3] الدر المختار باب الامامۃ مجتبائی دہلی ۱/۸۳

Marfat.com

الحضور مطلقا والامام فی غیر الظہر والعصر والجمعۃ فالافتاء بمنع الکل فی الکل مخالف للکل فالمعتمد مذہب الامام اھ بمعناہ اجاب عنہ فی النھر قائلا فیہ نظر بل ھو ماخوذ من قول الامام وذلک انہ انما منعھا لقیام الحامل وھو فرط الشھوۃ بناء علی ان الفسقۃ لاینتشرون فی المغرب لانھم بالطعام مشغولون وفی الفجر والعشاء نائمون فاذا فرض انتشارھم فی ھذہ الاوقات لغلبۃ فسقھم کما فی زماننا بل تحریھم ایاھا کان المنع فیھا اظھر من الظھر اھ قال الشیخ اسمعیل وھو کلام حسن الی الغایۃ اھ ش[1]

کرتے ہوئے بوڑھیوں کا استثناء کیا ہے جو بہت زیادہ بوڑھی ہوں اھ اور مذہب سے مراد متأخرین کا مذہب ہے، اور جب اس پر بحر نے رد کیا کہ یہ فتوٰی مذہب امام اور مذہب صاحبین سب کے خلاف ہے کیونکہ صاحبین نے بوڑھیوں کو مطلقاً اجازت دی ہے، اور امام اعظم نے ظہر و عصر و جمعہ کے علاوہ نمازوں میں اجازت دی ہے، تو ہر نماز میں ہر عورت کو منع کرنا ان تمام حضرات کی مخالفت ہے، تو قابلِ اعتماد مذہب امام ہے اھ یہ روایت بالمعنٰی ہے اس کا جواب نہر میں یہ ہے کہ اس میں نظر ہے، بلکہ تمام نمازوں میں منع امام صاحب کے قول سے ماخوذ ہے وہ یوں کہ ظہر و عصر میں روکنے کا سبب فاسق لوگوں کا غلبہ شہوت ہے جبکہ مغرب میں کھانے میں مشغول اور عشاء اور فجر میں سونے میں مصروف ہونے کی وجہ سے باہر نہیں گھومتے اور جب فرض کیا جائے کہ غلبہ فسق کی وجہ سے باقی اوقات میں بھی گھومتے ہوں جیسا کہ ہمارے زمانہ میں ان اوقات کو وہ اپنے فسق کے لیے موزوں سمجھتے ہیں اھ شیخ اسمٰعیل نے اس کلام کو بہت عمدہ و حسن قرار دیا اھ ش۔ ت

السادسۃ حاصل اخرعلی

العدول عن قول الامام مختص باصحاب النظر وھو ضعف دلیلہ۔

اقول ای فی نظرھم وذلک لانھم مأمورون باتباع مایظھر لھم قال تعالٰی فاعتبروا یاولی الابصار[2] ولا تکلیف الا

چھٹا مقدمہ

ایک چیز امام کے عدول پر اور برانگیختہ کرنے والی ہے وہ اصحابِ نظر کے ساتھ مخصوص ہے اور وہ اس کی دلیل کا ضعف ہے۔

میں کہتا ہوں ان کی نظر میں ضعف ہے کیونکہ ان کو صرف اسی چیز کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے جو ان پر ظاہر ہو، فرمانِ الٰہی ہے "تو اے صاحبان بصیرت

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ البابی مصر
[2] القرآن ۵۹/۲

Marfat.com

بالوسع فلا يسعهم الا العدول ولا يخرجون بذلك عن اتباع الامام بل متبعون لمثل قوله العام اذا صح الحديث فهو مذهبي ففي شرح الهداية لابن الشحنة ثم شرح الاشباه لبيري ثم رد المحتار اذا صح الحديث وكان على خلاف المذهب عمل بالحديث ويكون ذلك مذهبه ولا يخرج مقلده عن كونه حنفيا بالعمل به فقد صح عنه انه قال اذا صح الحديث فهو مذهبي[1] اھ

تم عبرت حاصل کرو' اور تکلیف تو طاقت کے مطابق ہی ہوتی ہے، تو سوائے عدول کے ان کے پاس کوئی چارہ نہیں' اور ایسا کرنے سے وہ امام کی اتباع سے خارج نہیں ہوجائیں گے، بلکہ وہ ان کے اس عام قول کی طرح ایک عام قول کی پیروی کریں گے کہ جب کوئی حدیث صحیح ثابت ہوجائے تو میرا مذہب وہی ہے، ابن الشحنہ نے ہدایہ کی شرح میں' نیز شرح اشباہ بیری میں اور ردالمحتار میں ہے کہ جب کوئی حدیث صحیح ثابت ہوجائے اور خلافِ مذہب ہو تو حدیث پر عمل کیا جائے گا اور یہی ان کا مذہب ہوگا اور وہ شخص ان کے حنفی مقلد ہونے سے خارج نہ ہوگا، امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جب کوئی حدیث صحیح ثابت ہوجائے تو وہ میرا مذہب ہے اھ۔ ت

اقول: يريد الصحة فقها ويستحيل معرفتها الا للمجتهد لا الصحة المصطلحة عند المحدثين كما بينته في الفضل الموهبي بدلائل قاهرة يتعين استفادتها قال ش فاذا نظر اهل المذهب في الدليل وعملوا به صح نسبته الى المذهب لكونه صادرا باذن صاحب المذهب اذ لا شك انه لو علم ضعف دليله رجع عنه واتبع الدليل الاقوى ولذا رد المحقق ابن الهمام على بعض المشايخ حيث افتوا بقول الامامين بانه لا يعدل عن قول الامام الا لضعف دليله اھ[2]

میں کہتا ہوں اس سے مراد فقہی صحت ہے اور یہ مجتہد کے علاوہ کسی اور کے لیے معلوم کرنا محال اس سے مراد وہ اصطلاحی صحت نہیں ہے جو محدثین کے نزدیک ہے، یہ بات میں نے دلائل واضحہ سے اپنے رسالہ "الفضل الموہبی" میں بیان کی ہے اور یہ قابلِ مطالعہ ہے، ش نے فرمایا کہ جب اہل مذہب کسی دلیل میں غور کریں اور اس میں عمل کریں — تو اس کی نسبت مذہب کی طرف صحیح ہو کیونکہ وہ صاحبِ مذہب کی اجازت ہی سے صادر ہے، کیونکہ اس میں شک نہیں کہ اگر ان کو اپنی دلیل کا ضعف معلوم ہوتا تو وہ اس کمزور دلیل کو چھوڑ کر

---

[1] ردالمحتار مطلب عن الامام اذا صح الحدیث الخ البابی مصر ۱/۵۰

[2] ایضاً

Marfat.com

زیادہ قوی دلیل کی پیروی کرتے، اسی طرح محقق ابن ہمام نے بعض مشایخ کے اس فتویٰ پر اعتراض کیا ہے جو انہوں نے صاحبین کے قول پر دیا اور فرمایا کہ امام کے قول سے صرف اسی وقت عدول کیا جائے گا جب ان کی دلیل کا ضعف ظاہر ہوت

اقول هذا غیر معقول ولا مقبول وکیف یظهر ضعف دلیله فی الواقع لضعفه فی نظر بعض مقلدیه وهؤلاء اجلة ائمة الاجتهاد المطلق مالك والشافعی واحمد ونظراؤهم رضی الله تعالیٰ عنهم یطبقون کثیرا علی خلاف الامام وهو اجماع منهم علی ضعف دلیله ثم لا یظهر بهذا ضعفه ولا ان مذهب هؤلاء مذهبه فکیف بمن دونهم ممن لم یبلغ رتبتهم نعم هم عاملون فی نظرهم بقوله العام فمعذورون بل ماجورون ولا یتبدل بذلك المذهب الا تری ان تحدید الرضاع بثلثین شهرا دلیله ضعیف بل ساقط عند اکثر المرجحین ولا یجوز لاحد ان یقول الاقتصار علی عامین مذهب الامام وتحریم حلیلة الاب والابن رضاعا نظر فیه الامام البالغ رتبة الاجتهاد المحقق علی الاطلاق وزعم ان لا دلیل علیه بل الدلیل قاض بحلهما ولم ار من اجاب عنه وقد تبعه علیه ش فهل یقال ان تحلیلهما مذهب الامام کلا بل بحث من ابن الهمام ولیس فیما ذکر عن ابن الهمام الی ما ادعی من صحة جعله مذهب الامام انما فیه جواز العدول لهم اذا استضعفوا دلیله واین هذا من ذلك

میں کہتا ہوں یہ نہ معقول ہے نہ مقبول ہے، دلیل کا ضعف فی الواقع کیسے ظاہر ہوسکتا ہے، اگرچہ وہ ان کے بعض مقلدین کی نگاہ میں ضعیف ہو اور یہ اجتہاد مطلق کے ائمہ ہیں مثلاً امام مالک، شافعی اور احمد وغیرہم، یہ حضرات عام طور پر امام صاحب کے خلاف اجماع کر لیتے ہیں، یہ اجماع دراصل امام صاحب کی ضعیف دلیل کے خلاف اجماع ہے، مگر اس سے اس کا ضعف ظاہر نہیں ہوتا ہے اور نہ یہ کہ ان حضرات کا مذہب امام کا مذہب ہے، تو جو لوگ ان مجتہد حضرات کے رتبہ کو نہیں پہنچے وہ کس شمار میں ہوں گے، ہاں وہ ابوحنیفہ کے عام قول پر عمل پیرا ہیں، اس لیے معذور بلکہ ماجور ہیں، اور اس سے مذہب میں تبدیلی لازم نہیں آتی، مثلاً یہ کہ مدتِ رضاعت کی تحدید تیس مہینوں سے اس کی دلیل ضعیف ہے بلکہ اکثر مُرجحین کے نزدیک تو ساقط ہے، لیکن پھر بھی یہ کسی کے لیے روا نہیں کہ دو سال پر اکتفا کرنا مذہبِ امام ہے اور رضاعی باپ اور بیٹے کی حلیلہ کی حرمت پر محقق علی الاطلاق نے کلام کیا اور فرمایا اس حرمت پر کوئی دلیل نہیں بلکہ اس کی حلت کے دلائل موجود ہیں، اور میں نے نہیں دیکھا کہ کسی نے اس کا جواب دیا ہو، اور اس پر "ش" نے ان کی متابعت کی، تو کیا اب یہ کہا جائے گا کہ ان دونوں کا حلال ہونا مذہبِ امام ہے؟ ہرگز نہیں، بلکہ صرف اتنا ہے کہ یہ ابن ہمام کی بحث ہے، اور جو ذکر کیا گیا ہے

Marfat.com

نعم في الوجوه السابقة تصح النسبة الى المذهب لاحاطة العلم بانه لووقع في زمنه لقال به كما قال في التنوير لمسألة نهي النساء مطلقا عن حضور المساجد على المذهب وهذا نكتة غفل منها المحقق ش ففسر المذهب مذهب المتأخرين هذا واما نحن فلم نؤمر بالاعتبار كاولي الابصار بل بالسؤال والعمل بما يقوله الامام غير باحثين عن دليل سوى الاحكام فان كان العدول للوجوه السابقة اشترك فيه الخواص والعوام اذ لا عدول حقيقة بل عمل بقول الامام وان كان لدعوى ضعف الدليل اختص بمن يعرفه ولذا قال في البحر قد وقع للمحقق ابن الهمام في مواضع الرد على المشايخ في الافتاء بقولهما بانه لايعدل عن قوله الا لضعف دليله لكن هو (اي المحقق) اهل للنظر في الدليل ومن ليس باهل للنظر فيه فعليه الافتاء بقول الامام اھ[1]

اس کا مقصود یہ نہیں کہ ان کا اپنے دعوی کو مذہب امام قرار دینا صحیح ہے اس سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ کہیں ان کو اگر امام کی دلیل کمزور معلوم ہو تو امام کے قول سے ان کا عدول جائز ہے، اور اِس کو اُس سے کیا نسبت! ہاں وجوہ سابقہ میں مذہب کی طرف نسبت کرنا صحیح ہے اس لیے کہ اگر اُن کے زمانے میں یہ صورتِ حال ہوتی تو وہ بھی یہی قول کرتے، جیسا کہ تنویر میں عورتوں کے مسجد میں آنے کی ممانعت کے بارے میں فرمایا ہے، اور یہ نکتہ ہے جس سے محقق شؔ غافل رہے، اور متأخرین کے مذہب سے مذہب کی تفسیر کی، لیکن ہم لوگوں کو محققین کی طرح قیاس کا حکم نہیں دیا گیا ہے، بلکہ صرف پُوچھنے کا اور امام کے قول پر عمل کرنے کا حکم ہے، اور دلیل تلاش کرنے کا مکلف ہمیں نہیں بنایا گیا ہے تو اگر وجوہ سابقہ کی وجہ سے عدول ہو تو عام وخاص کے لیے یکساں طور پر جائز ہے کیونکہ یہ حقیقت عدول نہیں ہے بلکہ امام کے قول پر ہی عمل ہے، اگرچہ ضعیف دلیل کی وجہ سے عدول خواص کے ساتھ مختص ہے اس لیے بحر میں فرمایا کہ محقق ابن ہمام نے کئی مقامات پر اصحاب فتوی مشایخ کا رد کیا ہے اور کہا ہے کہ اِن حضرات کے صاحبین کے قول پر فتوی دینا درست نہیں، کیونکہ امام کے قول سے صرف دلیل کے ضعف کی وجہ سے عدول کیا جاسکتا ہے لیکن وہ (یعنی محقق) دلیل میں غور وفکر کرسکتے ہیں، اور جو شخص اس مرتبہ پر فائز نہ ہو اس کو امام کے قول پر ہی فتوی دینا چاہیے اھ۔ت

السابعة اذا اختلف التصحيح تقدم قول الامام الاقدم في رد المحتار قبل ما

ساتواں مقدمہ جب تصحیح میں اختلاف ہوجائے تو قولِ امام کو ترجیح دینی چاہیے، ردالمحتار میں جہاں

---

[1] بحرالرائق فصل یجوز تقلید من شاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۲۷۰

Marfat.com

يدخل فى البيع تبعا اذا اختلف التصحيح اخذ بما هو قول الامام لانه صاحب المذهب[1] اھ وقال فى الدر فى وقف البحر وغيره متى كان فى المسألة قولان مصححان جاز القضاء والافتاء باحدهما[2] اھ فقال العلامة ش لاتخيير لوكان احدهما قول الامام والاخر قول غيره لانه لما تعارض التصحيحان تساقطا فرجعنا الى الاصل وهو تقديم قول الامام بل فى شهادات الفتاوى الخيرية المقرر عندنا انه لايفتى ولا يعمل الا بقول الامام الاعظم ولا يعدل عنه الى قولهما او قول احدهما اوغيرهما الا لضرورة كمسألة المزارعة وان صرح المشايخ بان الفتوى على قولهما لانه صاحب المذهب والامام المقدم[3] اھ ومثله فى البحر وفيه يحل الافتاء بقول الامام بل يجب وان لم يعلم من اين قال[4] اھ اھ اذا عرفت هذا وضح لك كلام البحر وطاح كل ما رد به عليه وان شئت التفصيل المزيد فالق السمع وانت شهيد قول ش رحمه الله تعالى لايخفى عليك ما فى هذا الكلام من عدم

یہ بحث ہے کہ کون سی چیز بیع میں تبعاً داخل ہوجاتی ہے اس سے قبل ہے کہ جب تصحیح میں اختلاف ہو تو قول امام کو اختیار کیا جائے گا کہ وہ صاحبِ مذہب ہیں اھ اور دُر میں ہے کہ بحر کی بحث وقف میں ہے کہ جب کسی مسئلہ میں دو اقوال تصحیح شدہ ہوں تو قضا و افتاء کسی بھی ایک پر جائز ہے اھ تو علامہ ش نے فرمایا تخییر نہیں اگر ایک امام کا قول ہو اور دوسرا کسی اور کا ہو، اس لیے کہ جب دونوں تصحیحات میں تعارض ہوا تو دونوں ساقط ہوگئیں، اور اصل باقی رہ گئی اور وہ قول امام کا مقدم کرنا ہے، بلکہ فتاوٰی خیریہ کے باب الشہادات میں ہے کہ ہمارے نزدیک طے شدہ امر یہ ہے کہ امام ہی کے قول پر فتوی دیا جائے گا اور ان کے قول سے عدول نہ کیا جائے گا نہ تو صاحبین کا قول اختیار کیا جائے گا نہ کسی اور کا، ہاں اگر ضرورت ہو تو عدول کرسکتے ہیں، مثلاً مزارعۃ کا مسئلہ، اگرچہ مشایخ نے اس کی تصریح کی ہو کہ فتوٰی صاحبین کے قول پر ہے، کیونکہ امام صاحب، صاحبِ مذہب اور امام مقدم ہیں اھ اور اسی کی مثل بحر میں ہے، اس میں ہے کہ امام کے قول پر فتوی حلال ہے بلکہ واجب ہے خواہ یہ نہ معلوم ہو کہ ان کی دلیل کیا ہے اھ اھ، یہ معلوم ہونے کے بعد وہ تمام بحث ختم ہوگئی جو بحر کی تردید میں

---

[1] ردالمحتار قبیل فصل فیما یدخل فی البیع تبعاً مصطفی البابی مصر ۴/۳۶
[2] الدرالمختار رسم المفتی مجتبائی دہلی ۱/۱۴
[3] ردالمحتار ″ ″ مصطفی البابی مصر ۱/۵۳
[4] بحوالہ ردالمحتار رسم المفتی ″ ″ ″ ۱/۵۳

Marfat.com

الانتظام اقول بل هو متسق النظام اخذ بعضه بحجز بعض کما ستری قول العلامة الخیر قوله مضاد لقول الامام اقول تعرف[1] بالرابعة ان قول الامام فی الفتوی الحقیقیة فیختص باهل النظر لامحمل له غیره والاکان تحریما للفتوی العرفیة مع حلها بالاجماع و فی قضاء منحة الخالق عن الفتاوی الظهیریة روی عن ابی حنیفة رضی اللہ تعالٰی عنه انه قال لا یحل لاحد ان یفتی بقولنا ما لم یعلم من این قلنا وان لم یکن من اهل الاجتهاد لایحل له ان یفتی الا بطریق الحکایة[1] اھ وقول البحر فی الفتوی العرفیة لامحمل له سواه لقوله اما فی زماننا فیکتفی بالحفظ وقوله وان لم نعلم وقوله یجب علینا الافتاء بقول الامام وقوله اما نحن فلنا الافتاء فاین التضاد و لم یردا موردا واحدا قوله هو صریح فی عدم جواز الافتاء لغیر اهل الاجتهاد فکیف یستدل به علی وجوبه اقول نعم صریح[2] فی عدم جواز الحقیقی ونشوء الحرمة والجواز معا عن شیئ واحد فرغنا عنه فی الثالثة قوله فنقول ما یصدر من غیر الاهل لیس بافتاء حقیقة اقول فیه[3] کان الجواب عن التضاد لو التفتم الیه قوله وانما هو حکایة عن المجتهد

کی گئی ہے، اگر مزید تفصیل درکار ہے تو بغور سُنیے، شِق کا قول کہ جو بدنظمی اس کلام میں پائی جاتی ہے وہ آپ پر مخفی نہیں میں کہتا ہوں یہ کلام قطعی طور پر منظم ہے۔ علامہ خیر کا قول کہ ان کا قول امام کے قول کی ضد ہے۔ میں کہتا ہوں چوتھی شق سے آپ کو معلوم ہوگا کہ امام کا قول فتوی حقیقی میں ہے تو یہ اہلِ نظر کے ساتھ مختص ہوگا، اس کا محل اس کے سوا کوئی اور نہیں، ورنہ عرفی فتوی کو حرام قرار دینے کے مترادف ہوگا، حالانکہ فتوٰی دینا بالاجماع جائز ہے۔ منحۃ الخالق کے باب القضاء میں فتاوٰی ظہیریہ سے منقول ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ کسی کو یہ حلال نہیں کہ وہ ہمارے قول پر فتوی دے تاوقتیکہ اس کو یہ معلوم نہ ہوجائے کہ اس کی دلیل کیا ہے، اور اگر وہ اہلِ اجتہاد سے نہ ہو وہ صرف بطریقِ حکایت فتوٰے دے سکتا ہے اھ ــــــــ اور بحر کا قول عرفی فتوٰی میں اس کا محل اس کے سوا کچھ اور نہیں، کیونکہ وُہ فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں مفتی کو صرف یہ کافی ہے کہ وہ اقوال یاد کرے، اور ان کا قول "اگرچہ ہم نہ جانیں" اور ان کا قول ہم پر لازم ہے کہ ہم امام کے قول پر فتوٰی دیں، اور ان کا قول کہ بہرحال ہمارے لیے فتوٰی دینا جائز ہے، تو تضاد کہاں ہوا اور دونوں کا مورد ایک نہیں ہے، اس کا قول "وہ اس امر میں صریح ہے کہ مجتہد کے علاوہ کسی اور کو فتوٰی دینا جائز نہیں، تو اس کے وجوب پر کس طرح استدلال کیا جاسکتا ہے، میں کہتا ہوں ہاں یہ عدم جواز

---

[1] منحۃ الخالق فصل یجوز تقلید من شاء الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۲۶۹

Marfat.com

اقول[1] لا و انظر الاولیٰ **قوله** تجوز حکایة قول غیر الامام **اقول**[2] لا حجر فی الحکایة ولو قولا خارجا عن المذهب انما الکلام فی التقلید والمجتهد المطلق احق به ممن دونه فلم لا تجیزون الافتاء باقوال الائمة الثلثة بل ومن سوی الاربعة رضی اللہ تعالیٰ عنہم فان اجزتم ففیم التمذهب وتلك المشاجرات بل سقط المبحث رأسا وانهدم النزاع بنفس النزاع کما سیأتی بیانه ان شاء اللہ تعالیٰ

قوله فکیف یجب علینا الافتاء بقول الامام **اقول**[3] لانا قلدناه لا من سواه وقد اعترف به السید الناقل فی عدة مواضع منها صدر رد المحتار قبیل رسم المفتی انا التزمنا تقلید مذهبه دون مذهب غیره ولذا نقول ان مذهبنا حنفی لا یوسفی ونحوه اھ[1] ای الشیبانی نسبة الی ابی یوسف او محمد رضی اللہ تعالیٰ عنهم وقال فی شرح العقود الحنفی انما قلد ابا حنیفة ولذا نسب الیه دون غیره اھ[2]

قوله وانما نحکی فتاواهم لا غیر۔

فتویٰ حقیقی میں صریح ہے، اور یہ کہ ایک ہی چیز سے حرمت و جواز کا پیدا ہونا، ہم اس سے تیسرے مقدمہ میں فارغ ہو چکے ہیں، ان کا قول "ہم کہتے ہیں جو نا اہل سے صادر ہوتا ہے وہ حقیقۃً فتویٰ نہیں ہے"، میں کہتا ہوں گر آپ توجہ کرتے تو اس میں تضاد کا جواب موجود ہے، اس کا قول "وہ تو صرف مجتہد کے قول کی حکایت ہے" میں کہتا ہوں نہیں، اور پہلے مقدمہ کو دیکھئے، اس کا قول "غیر امام کے قول کی حکایت جائز ہے" میں کہتا ہوں حکایت کی کوئی ممانعت نہیں، خواہ مذہب سے خارج قول ہی کیوں نہ ہو، گفتگو تو تقلید میں ہے، اور مجتہد مطلق اس کا زیادہ حقدار ہے، تو تم ائمہ ثلثہ کے اقوال پر فتویٰ دینے کی اجازت کیوں نہیں دیتے، بلکہ چاروں ائمہ کے علاوہ دوسرے ائمہ کے قول پر فتویٰ دینے کو کیوں جائز نہیں سمجھتے، اور اگر اس کی اجازت ہے تو مخصوص مذہب اختیار کرنے کے کیا معنی ہیں! اور یہ مشاجرات کیا ہیں، اور سارا نزاع ہی ختم ہو جائے گا، اس کا بیان ان شاء اللہ عنقریب آئے گا، تو ان کا قول "تو ہم پر امام کے قول پر فتویٰ دینا کیوں واجب ہے؟" میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے ان کی تقلید کی ہے نہ کسی اور کی، اور سید ناقل نے اس کا متعدد مقامات پر اعتراف کیا ہے اور رد المحتار میں رسم المفتی سے کچھ قبل ہے کہ ہم نے مذہب امام کی تقلید کی ہے نہ کسی اور کی، اس لیے ہم کہتے ہیں کہ ہمارا مذہب حنفی ہے نہ کہ یوسفی وغیرہ اھ یعنی شیبانی، یہ نسبت ابو یوسف کی طرف ہے یا محمد کی طرف ہے اور شرح عقود میں ہے کہ حنفی نے ابو حنیفہ کی تقلید کی ہے اس لیے

---

[1] رد المحتار قبیل رسم المفتی البابی مصر ۱/۵۰

[2] عقود رسم المفتی من رسائل عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۲۴

Marfat.com

ان کی طرف منسوب ہے نہ کہ غیر کی طرف، ان کا قول "ہم ان کے فتاوٰی نقل کرتے ہیں نہ کہ ان کے غیر کے"۔ ت

اقول ۱ سبحٰن اللہ بل انما نقلد امامنا لاغیر ۲ ثم لیس افتاؤنا عندکم الا حکایۃ قول غیرنا فمن ذا الذی حرم علینا حکایۃ قول امامنا واوجب حکایۃ قول غیرہ من اھل مذھبنا فانکانوا مرجحین بالکسر فلیسوا مرجحین علی الامام بالفتح **قولہ ش** المشایخ اطلعوا علی دلیل الامام وعرفوا من این قال۔

اقول ۳ من این عرفتم ھذا وبای دلیل اطلعتم علیہ انما المنقول عن الامام المسائل دون الدلائل واجتھد الاصحاب فاستخرجوا لہا دلائل کل حسب مبلغ علمہ ومنتھی فہمہ ولم یدرکوا اشارہ ولا معشارہ ولو بما لم یلحقوا اغبارہ فان قلتم فقولوا اطلعوا علی دلیل قول الامام ولا تقولوا علی دلیل الامام ورحم اللہ سیدی ط اذ قال فی قضاء حواشی الدر قد یظھر قوۃ لہ (ای لاھل النظر فی قول خلاف قول الامام) بحسب ادراکہ ویکون الواقع بخلافہ او بحسب دلیل ویکون لصاحب المذھب دلیل اٰخر لم یطلع علیہ[1] اھ **قولہ** ولا یظن بھم انھم عدلوا عن قولہ لجھلھم بدلیلہ۔

میں کہتا ہوں سبحان اللہ! بلکہ ہم تو صرف اپنے امام کی تقلید کرتے ہیں، پھر ہمارا فتوٰی تمہارے نزدیک ہمارے غیر کے قول کی حکایت ہے تو ہمیں ہمارے امام کے قول کی حکایت کو کون حرام کرسکتا ہے اور امام کے غیر کے قول کی حکایت کو ہم پر کون واجب کرسکتا ہے، تو اگر وہ بالکسر مرجح ہے تو بالفتح امام پر مرجح نہیں ہیں قولہ ش مشائخ امام کی دلیل پر مطلع ہوئے اور اس کو پہچانا، یہ بات انہیں کہاں سے معلوم ہوتی۔

میں کہتا ہوں تمہیں یہ کہاں سے معلوم ہوا اور تم کس دلیل سے اس پر مطلع ہوئے، امام سے تو مسائل منقول ہیں نہ کہ دلائل پھر ان کے اصحاب نے اجتہاد کیا اور حسبِ استطاعت دلائل مہیا کیے مگر وہ امام کے علم کے عشر عشیر کو بھی نہ پہنچ سکے، ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ قول امام کی دلیل پر وہ مطلع ہوئے، اور یہ نہ کہو کہ وہ امام کے دلائل پر مطلع ہوئے۔ سیدی ط نے دُر کے حواشی پر فرمایا "کبھی اس کو قوت ظاہر ہوتی ہے (یعنی اہلِ نظر کے اس قول کو جو امام کے خلاف ہو) اس کے ادراک کے مطابق اور واقعہ اس کے خلاف ہوتا ہے یا دلیل کے اعتبار سے اور صاحب مذہب کی کوئی اور دلیل ہو جس پر اس کو اطلاع نہ ہوئی ہو اھ، اس کا قول "ان کے بارے میں یہ گمان بھی نہیں کیا جاسکتا ہے کہ انھوں نے ان کے قول سے اس لیے عدول کیا کہ وہ ان کی دلیل پر مطلع نہ تھے۔ (ت)

---

[1] طحطاوی علی الدرالمختار کتاب القضاء بیروت ۳/ ۱۷۶

Marfat.com

اقول اولاً أيظن به انه لم يدرك ما ادركوا فاعتمد شيئاً اسقطوه لضعفه فياللانصاف اى الظنين ابعد وثانياً ليس فيه ازراء بهم ان لم يبلغوا مبلغ امامهم وقد ثبت ذلك عن اعظم المجتهدين فى المذهب الامام الشافعى فضلاً عن غيره فى الخيرات الحسان للامام ابن حجر المكى الشافعى روى الخطيب عن ابى يوسف ما رأيت احداً اعلم بتفسير الحديث ومواضع النكت التى فيه من الفقه من ابى حنيفة وقال ايضاً ما خالفته فى شئ قط فتدبرته الا رأيت مذهبه الذى ذهب اليه انجى فى الآخرة و كنت ربما ملت الى الحديث فكان هو ابصر بالحديث الصحيح منى وقال كان اذا صمم على قول درت على مشايخ الكوفة هل اجد فى تقوية قوله حديثاً او اثراً فربما وجدت الحديثين والثلثة فاتيته بها فمنها ما يقول فيه هذا غير صحيح او غير معروف فاقول له وما علمك بذلك مع انه يوافق قولك فيقول انا عالم بعلم اهل الكوفة وكان عند الاعمش فسئل عن مسائل فقال لابى حنيفة ما تقول فيها فاجابه قال من اين لك هذا قال من احاديثك التى رويتها عنك وسرد له عدة احاديث بطرقها فقال الاعمش حسبك ما حدثتك به فى مائة يوم تحدثنى به فى ساعة واحدة ما علمت انك تعمل بهذه الاحاديث يا معشر الفقهاء انتم الاطباء

میں کہتا ہوں اول کیا ہم ان کے بارے میں یہ گمان کرلیں کہ جو ان مشایخ نے معلوم کیا کہ وہ امام کو معلوم نہ ہوسکا، اور جس پر امام نے اعتماد کیا اس کو انہوں نے ساقط کردیا کیونکہ وہ ضعیف تھا، تو خدارا انصاف کیجیے یہ کیسا گمان ہے!

دوم اس میں ان کی توہین نہیں کہ وہ اپنے امام کے مقام تک کیوں نہ پہنچے، یہ بات عظیم ترین مجتہد امام شافعی سے ثابت ہے چہ جائیکہ دوسرے حضرات، ابن حجر مکی شافعی نے "الخیرات الحسان" میں کہا خطیب نے ابویوسف سے روایت کیا کہ میں نے حدیث کی تفسیر اور اس کے فقہی نکات میں ابوحنیفہ سے بڑھ کر کسی کو عالم نہیں پایا" اور میں نے ان کی مخالفت جس چیز میں بھی کی تو ان کے مذہب کو اُخروی نجات کا باعث پایا اور بسا اوقات میں نے حدیث کی طرف رجوع کیا تو معلوم ہوا کہ حدیث میں ان کو مجھ سے زیادہ بصیرت حاصل تھی، اور جب وہ کسی معاملہ میں سخت ہوجاتے تو میں مشایخ کوفہ کے پاس جاتا کہ ان کی تائید میں کوئی حدیث یا اثر مل جائے تو بسا اوقات دو دو یا تین تین احادیث مل جاتی تھیں، وہ لے کر میں اُن کے پاس آجاتا تھا، بعض کے بارے میں وہ فرماتے کہ یہ غیر صحیح یا غیر معروف ہے، میں کہتا تھا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟ اور یہ احادیث تو آپ کے مذہب کی تقویت کا باعث ہیں تو وہ فرماتے تھے میں تمام اہلِ کوفہ کے علم کا عالم ہوں۔ آپ اعمش کے پاس تھے، اُن سے کچھ مسائل دریافت کئے گئے، انہوں نے ابوحنیفہ سے دریافت کیا کہ آپ ان مسائل کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے انکے

Marfat.com

ونحن الصیادلة وانت ایها الرجل اخذت بکلا الطرفین اھ[1]

جوابات دئے تو انھوں نے دریافت کیا کہ یہ جوابات آپ نے کہاں سے حاصل کئے۔ آپ نے فرمایا کہ اُن احادیث سے جو میں نے آپ سے روایت کی ہیں، پھر آپ نے کئی احادیث مع اسانید ان کو سنائیں، اعمش نے فرمایا بس کیجئے جو احادیث میں نے آپ کو ایک سو دنوں میں سُنائی ہیں وہ آپ مجھ کو آنِ واحد میں سنانا چاہتے ہیں، مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ ان احادیث پر عمل کریں گے، اے فقہاء تم طبیب ہو ہم دوا فروش ہیں، اور آپ نے دونوں منصب حاصل کر لیے ہیں۔ ت

اقول وانما قال ما علمت الخ لانه لم یرق تلك الاحادیث موضعا لتلك الاحکام التی استنبطها منها الامام فقال ما علمت انك تأخذ هذه من هذه وقد قال الامام الاجل سفیٰن الثوری لامامنا رضی الله تعالٰی عنهما انه لیکشف لك من العلم من شیٔ کلنا عنه غافلون وقال ایضا ان الذی یخالف ابا حنیفة یحتاج الی ان یکون اعلی منه قدرا او فرعلما وبعید ما یوجد ذلك[2] وقال له ابن شبرمة عجزت النساء ان یلدن مثلك ما علیك فی العلم کلفة[3] وقال ابو سلیمٰن کان ابو حنیفة رضی الله تعالی عنه عجبا من العجب وانما یرغب من کلامه من لم یقو علیه[4] وعن علی بن عاصم قال لو وزن عقل ابی حنیفة بعقل نصف اهل

میں کہتا ہوں اعمش نے جو کہا کہ مجھے معلوم نہ تھا الخ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کے ذہن میں یہ بات نہ تھی کہ یہ مسائل بھی اِن احادیث سے مستنبط ہو سکتے ہیں؛ حضرت امام سفیان ثوری نے فرمایا کہ ابو حنیفہ آپ ہمیں وہ معلومات بہم پہنچاتے ہیں کہ ہم سب کے سب اُن سے غافل ہیں؛ نیز فرمایا کہ ابو حنیفہ کی مخالفت وہی کر سکتا ہے جو قدر و منزلت میں اُن سے بلند تر ہو، اور ایسا شخص ملنا مشکل ہے۔

ابن شبرمہ نے فرمایا: اے ابو حنیفہ! عورتیں تم جیسے شخص کو جننے سے عاجز ہو گئیں، آپ کے لیے علم میں کسی قسم کا تکلف نہیں۔

ابو سلیمان نے فرمایا، ابو حنیفہ عجائب روزگار میں سے ایک تھے، اُن کے کلام سے وہی شخص اعراض کرے گا جو اس کو سمجھ نہ سکے۔

علی بن عاصم سے منقول ہے کہ اگر روئے زمین کے

[1] الخیرات الحسان فصل فی سند حدیث مطبع استنبول ترکیہ ص ۶۰
[2] 〃 〃 فصل ائمہ نے آپ کی جو تعریفیں کیں 〃 〃 〃 ص ۲۷
[3] 〃 〃 فصل ۲۲ و ۲۳ 〃 〃 〃 ص ۱۱۱
[4] 〃 〃 فصل ۱۳ 〃 〃 〃 ص ۷۹

Marfat.com

الارض لرجح بهم[1] وقال الشافعي رضي الله تعالى عنه ما قامت النساء عن رجل اعقل من ابي حنيفة[2] وقال بكر بن حبيش لو جمع عقله و عقل اهل زمنه لرجح عقله على عقولهم[3] الكل من الخيرات الحسان وعن محمد بن رافع عن يحيى بن ادم قال ماكان شريك وداود الا اصغر غلمان ابي حنيفة وليتهم كانوا يفقهون ما يقول[4] وعن سهل بن مزاحم وكان من ائمة مرو انما خالفه من خالفه لانه لم يفهم[5] قوله هذان عن مناقب الامام الكردري وفي ميزان الشريعة الكبرى لسيدي العارف الامام الشعراني سمعت سيدي عليا الخواص رضي الله تعالى عنه يقول مدارك الامام ابي حنيفة دقيقة لا يكاد يطلع عليها الا اهل الكشف من اكابر الاولياء اه[6] **قوله** شحنوا كتبهم بنصب الادلة **اقول** دراية لا رواية واين الدراية من الرواية **قوله** ثم يقولون الفتوى على قول ابي يوسف

آدھے انسانوں کے ساتھ ابوحنیفہ کی عقل کو تولا جائے تو ابوحنیفہ کی عقل وزنی نکلے گی۔

امام شافعی نے فرمایا: عورتوں نے ابوحنیفہ جیسا کوئی اور نہ جنا۔

بکر بن حبیش نے فرمایا: اگر ابوحنیفہ اور ان کے تمام معاصرین کی عقلوں کا موازنہ کیا جائے تو ابوحنیفہ کی عقل وزنی نکلے گی ــــ یہ سب خیرات الحسان سے منقول ہے۔

محمد بن رافع یحیٰی بن آدم سے روایت کرتے ہیں کہ شریک اور ابوداؤد تو ابوحنیفہ کے سامنے طفلِ مکتب تھے، کاش! وہ ابوحنیفہ کی بات کو سمجھ سکتے۔

سہل بن مزاحم سے منقول ہے (یہ مرو کے امام تھے) کہ جس نے بھی ابوحنیفہ کی مخالفت کی اس کا سبب یہ تھا کہ وہ ابوحنیفہ کی بات کو نہ سمجھ سکا (مناقب کردری)

امام شعرانی نے میزان الشریعۃ الکبریٰ میں کہا کہ میں نے سیدی علی خواص کو فرماتے سنا کہ ابوحنیفہ

ـ۱ الخیرات الحسان فصل آپ کا وفورِ عقل استنبول ترکیہ ص ۱۰۲

ـ۲ 〃 〃 فصل آپ کا وفورِ عقل 〃 〃 ص ۱۰۳

ـ۳ 〃 〃 فصل وفورِ عقل 〃 〃 〃

ـ۴ مناقب امام اعظم للامام کردری مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ۱/۹۸

ـ۵ مناقب امام اعظم 〃 〃 ۱/۱۰۸

ـ۶ المیزان الکبریٰ قبیل فصول فی بعض الاجوبۃ عن الامام البابی مصر ۱/۶۳

Marfat.com

مثلا اقول لانهم لم یظهر لهم ماظهر للامام وهم اهل النظر فلم یسعهم الا اتباع ما عن لهم وذلك قول الامام لا یحل لاحد ان یفتی الخ ولو ظهر لهم ماظهر له لاتوا الیه مذعنین **قوله** فعلینا حکایة ما یقولونه **اقول** هذا علی من ترك تقلیده الی تقلیدهم اما من قلده فعلیه حکایة ما قاله والاخذ به **قوله** لانهم هم اتباع المذهب **اقول** فالمتبوع احق بالاتباع من الاتباع **قوله** نصبوا انفسهم لتقریره **اقول** علی الرأس والعین وانما الکلام فی تغییره۔

کے علوم انتہائی دقیق ہیں ان کو صرف بلند مرتبہ اہل کشف اولیاء ہی سمجھ سکتے ہیں۔

ان کا قول "انھوں نے اپنی کتب دلائل سے بھر دی ہیں" میں کہتا ہوں اس سے مراد درایت ہے نہ کہ روایت، اور درایت اور روایت میں بڑا فرق ہے۔ ان کا قول "پھر وہ کہتے ہیں کہ فتوٰی ابویوسف کے قول پر ہے مثلاً" میں کہتا ہوں اس لیے کہ ان پر وہ ظاہر نہ ہوا جو امام پر ظاہر ہوا حالانکہ وُہ اہل نظر تھے تو وہ اسی کی پیروی کریں گے جو ان پر ظاہر ہوا اور امام کے قول "کسی کو جائز نہیں کہ وہ فتوی دے الخ" کا مطلب بھی یہی ہے، اور اگر وہ حقائق جو ابوحنیفہ پر منکشف ہوئے ان پر بھی منکشف ہو جاتے تو وہ بلاشبہ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ ان کا قول "تو ہم پر لازم ہے کہ ہم ان کے اقوال کی حکایت کریں"۔ میں کہتا ہوں یہ اُس شخص پر ہے جو ابوحنیفہ کی تقلید چھوڑ کر اُن کی تقلید کرے، لیکن جو ابوحنیفہ کی تقلید کرے اس پر لازم ہے کہ وہ ان کے اقوال ہی کی تقلید کرے اور ان کو نقل کرے۔ ان کا قول "اس لیے کہ وہ مذہب کے پیروکار ہیں" میں کہتا ہوں کہ متبوع پیروی کیے جانے کے زیادہ لائق ہے نہ کہ تابع۔ ان کا قول "اُن لوگوں نے خود کو ان کے مذہب کی تقریر کے لیے وقف کر دیا ہے"۔ میں کہتا ہوں یہ اچھی بات ہے سر آنکھوں پر، گفتگو ابوحنیفہ کے قول کو بدلنے میں ہے۔ (ت)

قوله عن العلامة قاسم کما لو افتوا فی حیاتهم **اقول** اولا رحمك الله ارأیت انکان الامام حیا فی الدنیا وهؤلاء احیاء وافتوا ایا کنت تقلد **وثانیا** انما کلام العلامة فیما فیه الرجوع الی فتوی المشایخ حیث لا روایة عن الامام او اختلفت الروایة عنه او وجد شیئ من الحوامل الست المذکورة فی الخامسة فانه عین تقلید

ان کا قول "علامہ قاسم نے فرمایا جیسے کہ وہ اپنی زندگی میں فتوٰی دیتے"۔ میں کہتا ہوں اول اگر امام صاحب آج زندہ ہوتے اور یہ مشایخ بھی تو آپ کس کی اقتداء کرتے؟

دوم علامہ قاسم کا کلام ان معاملات سے متعلق ہے جن میں امام سے کوئی روایت نہ ہو اور رجوع مشایخ کے فتوٰی کی طرف ہو، یا امام کی مختلف روایات ہوں، یا وہ چھ اسباب جن کا شق نمبر پنجم میں ذکر ہوا

Marfat.com

الامام وان اثبت عليه ببينة عادلة منكم و من نفس العلامة قاسم فهو اعلم بمراده قلتم [1] في شرح عقود كو قال العلامة المحقق الشيخ [2] قاسم في تصحيحه ان المجتهدين لم يفقدوا حتى نظروا في المختلف ورجحوا وصححوا فشهدت مصنفاتهم بترجيح قول ابي حنيفة والاخذ بقوله الا في مسائل يسيرة اختاروا الفتوى فيها على قولهما او قول احدهما وان كان الآخر مع الامام كما اختاروا قول احدهما فيما لا نص فيه للامام للمعاني التي اشار اليها القاضي بل اختاروا قول زفر في مقابلة قول الكل لنحو ذلك وترجيحاتهم وتصحيحاتهم باقية فعلينا اتباع الراجح والعمل به كما لو افتوا في حياتهم اھ وكلام الامام القاضي سيأتي عند سرد النقول بتوفيق الله تعالى صرح فيه ان العمل بقوله رضى الله تعالى عنه وان خالفاه الا لتعامل بخلافه او تغير الحكم بتغير الزمان فتبين ولله الحمد ان قول العلامة قاسم علينا اتباع ما رجحوه انما هو فيما لا نص فيه للامام ويلحق به ما اختلفت فيه الرواية عنه او في احدى الحوامل الست فاحفظه حفظا جيدا ففيه ارتفاع الحجب عن اخرها ولله الحمد حمدا كثيرا

ان میں سے کوئی پایا جائے، کہ یہی امام کی تقلید ہے میں اس پر واضح دلائل پیش کروں گا، تو علامہ قاسم کے کلام سے کہ وہ آپ کی بہ نسبت اپنے کلام کی مراد کو زیادہ جاننے والے ہیں۔

شرح عقود میں ہے کہ علامہ قاسم نے فرمایا کہ مجتہدین نے اقوال مختلفہ میں غور و فکر کیا اور ترجیح و تصحیح کا کام کیا، ان کی کتابوں میں اقوالِ ابی حنیفہ کی ترجیح اور اس کے اختیار کرنے کے ادلہ موجود ہیں، سوائے چند مسائل کے، کہ ان میں انھوں نے صاحبین کے قول پر فتویٰ دیا ہے یا کسی ایک کے قول پر فتویٰ دیا ہے اگرچہ دوسرا امام صاحب کے ساتھ ہو، جیسے اگر کسی مسئلہ میں امام صاحب کی تصریح نہ ہو تو وہ صاحبین میں سے کسی ایک کے قول کو مختار قرار دیتے ہیں اور اس کے وہی اسباب ہیں جن کی طرف قاضی نے اشارہ کیا بلکہ سب کے مقابلہ میں زفر کے قول کو ترجیح دیتے ہیں، ان کی ترجیحات و تصحیحات آج تک باقی ہیں، لہذا ہم پر راجح کی پیروی لازم ہے اور اسی پر عمل لازم ہے جیسا کہ وہ اپنی زندگی میں فتویٰ دیتے اھ قاضی کا کلام اس مقام پر آئے گا جہاں ہم نقول کا ذکر کریں گے، انہوں نے تصریح کی ہے کہ عمل ابو حنیفہ کے قول پر ہی کیا جائے گا اگرچہ صاحبین ان کی مخالفت میں ہوں ہاں اگر اس کے برعکس تعامل ہو یا حکم زمانہ کے تغیرات کی وجہ سے بدل گیا ہو۔ اس سے واضح ہو گیا کہ علامہ قاسم کا قول کہ "ہم پر اس چیز کی پیروی لازم ہے جس کی ترجیح انہوں نے کی ہے" یہ ان معاملات سے متعلق ہے جس میں

[1] رسالہ عقود رسم المفتی رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۲۷

Marfat.com

طيبا مباركا فيه ابدا وهذه عبارة العلامة
قاسم التي اوردها السيد ههنا ملتقطا من
اولها واخرها لو تأملها تماما لما كان ليخفى عليه
الامر وكثيرا ما تحدث امثال الامور لاجل الاقتصار
وبالله العصمة **وثالثا** على فرض الغلط لو اراد
العلامة قاسم ما تريدون لكان محجوجا بقول
شيخه المحقق حيث اطلق الذي نقلتموه و
قبلتموه من رده مرارا على المشايخ افتاءهم
بقولهما قائلا انه لا يعدل عن قوله الا لضعف
دليله۔

امام سے نص موجود نہ ہو، اور اس میں وہ بھی شامل ہے
جس میں امام سے روایات مختلف ہوں' یا چھ اسباب
مذکورہ میں سے کوئی ایک ہو' اس کو اچھی طرح یاد کر …
یہ علامہ قاسم کی عبارت ہے جس کو سید نے یہاں ملتقط …
نقل کیا ہے، اگر وہ پوری عبارت پر غور کرتے تو معاملہ …
پر پوشیدہ نہ رہتا، اور عام طور پر ایسی چیزیں اختصار کی …
سے پیدا ہو جاتی ہیں و باللہ العصمۃ۔
سوم بفرض غلط اگر علامہ قاسم کی عبارت کا مطلب …
وہی ہے جو آپ نے بیان کیا ہے تو ان کے خلاف …
شیخ محقق کا یہ قول ہے جو انہوں نے علی الاطلاق رکھ …
اور جسے آپ نے نقل کیا ہے اور قبول کیا ہے کہ وہ بارہا مشایخ پر رد کر چکے ہیں کہ ان کا صاحبین کے قول پر فتوٰی دینا …
درست نہیں، امام کے قول سے صرف اسی وقت عدول کیا جائے گا جب امام کی دلیل ضعیف ہو۔ ت

قوله عن العلامة ابن الشلبي الا
اذا صرح احد من المشايخ بان الفتوى على
قول غيره **اقول اولا** سائرهم موافقون
لهذا المفتي او مخالفون له او ساكتون فلم
يرجحوا شيئا حتى في التعليل والجدل ولا
بوضعه متنا او الاقتصار او التقديم او غير
ذلك من وجوه الاختيار الثالث لم يقع و
الثاني ظاهر المنع وكيف يعدل عن قول الامام
المرجح من عامة اصحاب الترجيح بفتوى
رجل واحد قال في الدر في تنجس البئر
قالا من وقت العلم فلا يلزمهم شيء قبله
قيل وبه يفتي[۱] اھ قال ش قائله

ان کا قول علامہ ابن شلبی فرماتے ہیں، مگر جب …
کوئی شیخ اس امر کی تصریح کر دے کہ فتوٰی امام کے علا …
کسی اور کے قول پر ہے۔ میں کہتا ہوں اول وہ سب …
یا تو اس مفتی کے موافق ہیں' یا مخالف اس کے، …
خاموش ہیں۔ تو انہوں نے کسی چیز کو ترجیح نہ دی …
یہاں تک کہ تعلیل وجدل میں بھی نہیں' یا اس کو متن …
میں یا اقتصار میں یا تقدیم میں وغیرذالک من وجوہ الاخ …
تیسرا واقع نہ ہوا اور دوسرا ظاہر المنع ہے، اور اما …
کے اس قول سے کیسے عدول کیا جائے گا جس کو …
اہل ترجیح نے ترجیح دی، ایک شخص کے فتوٰی سے، …
میں کنویں کے نجس ہونے کے سلسلہ میں فرمایا "نجاست …
واقع ہونے کے وقت کا علم ہونے کے بعد"، تو ان …

---

[۱] الدر المختار فصل فی البئر مجتبائی دہلی ۱/۴۰

Marfat.com

صاحب[عـہ] الجوهرة وفی فتاوی العتابی قولهما هو المختار[1] اھ قال ط وانما عبر بقیل لرد العلامة قاسم له لمخالفته عامة الکتب فقد رجح دلیله فی کثیر منها وهو الاحوط نهر[2] اھ بل قال فی الدر لاحد بشبهة العقد عند الامام کوطء محرم نکحها وقالا ان علم الحرمة حد وعلیه الفتوی خلاصة لکن المرجح فی جمیع الشروح قول الامام فکان الفتوی علیه اولی قاله قاسم فی تصحیحه لکن فی القهستانی عن المضمرات علی قولهما الفتوی[3] اھ قال ش استدراك علی قوله فی جمیع الشروح فان المضمرات من الشروح وفیه ان ما فی عامة الشروح مقدم[4] اھ فههنا جعلت الفتاوی علی قولهما الفتوی ووافقها بعض الشروح المعتمدة ولم یقبل لان عامة الشروح رجحت دلیله بقی الاول وهو مسلم ولاشك ولایوجد الا فی احدی الصور الست وح یکون عد ولا الی قوله لاعنه کما علمت

اس سے پہلے کچھ لازم نہ ہوگا، ایک قول یہ ہے کہ اسی پر فتوٰی ہے اھ 'ش' نے کہا کہ اس کے قائل صاحبِ جوہرہ ہیں اور فتاوٰی عتابی میں صاحبین کے قول کو مختار کہا ہے اھ اور 'ط' نے کہا کہ "قیل" کے ساتھ تعبیر کیا تاکہ علامہ قاسم پر رد ہو جائے کیونکہ انھوں نے عام کتب کی مخالفت کی ہے، ان میں سے بہت سی کتب میں ان کی دلیل کو راجح قرار دیا ہے اور یہی احوط ہے اھ بلکہ دُر میں ہے کہ شبہ عقد کی وجہ سے کوئی حد نہیں امام اعظم کے نزدیک جیسے محرم سے نکاح کیا پھر اس سے وطی کی اور صاحبین نے فرمایا اگر اس کو حرمت کا علم ہو تو حد لگائی جائے گی، اور اسی پر فتوٰی ہے، خلاصہ، لیکن تمام شروح میں ترجیح امام کے قول کو دی ہے تو اسی پر فتوٰی اولٰی ہے، قاسم نے اپنی تصحیح میں یہی فرمایا لیکن قہستانی میں مضمرات سے نقل کیا ہے کہ فتوٰی صاحبین کے قول پر ہے اھ 'ش' نے فرمایا ان کے قول فی جمیع الشروح پر استدراک ہے، کیونکہ مضمرات شروح سے ہے اور اس میں ہے کہ جو عام شروح میں ہے وہ مقدم ہے اھ یہیں سے فتوٰی

عـہ اقول لم اره فیها لعله فی سراج الوهاج واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منه (م)

میں نے اس کو اس میں نہیں دیکھا ہو سکتا ہے کہ سراج وہاج میں یہ ہو واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار فصل فی البئر مصطفی البابی مصر ۱/۱۶۱
[2] طحطاوی علی الدرالمختار بیروت ۱/۱۱۹
[3] الدرالمختار الوطء الذی یوجب الحد مجتبائی دہلی ۱/۳۱۹
[4] ردالمحتار " " " مصطفی البابی مصر ۳/۱۶۹

Marfat.com

وثانیا بوجہ آخر ارأیت ان قال الامام قولا وخالفہ احد صاحبیہ ولا روایۃ عن الاٰخر فافتی احد من المشایخ بقول الصاحب فان وافقہ الباقون فقد مر وان خالفوہ فظاھر وکذا ان خالف بعضھم ووافق بعضھم لما مر فی السابعۃ اما ان لم یرد عن الباقین شیٔ وھی الصورۃ التی انکرنا وقوعھا فھل یجب اتباع تلک الفتوی ام لا علی الثانی این قولکم علینا اتباع ما صححوہ کما لو افتوا فی حیاتھم فان فتوی الحیاۃ واجبۃ العمل علی المستفتی وان کان المفتی واحد ا لم یخالفہ غیرہ ولیس لہ التوقف عن قبولھا حتی یجتمعوا او یکثروا وعلی الاول لم یجب العدول عن قول الامام الی قول صاحبہ الا لترجح رأی صاحبہ بانضمام رأی ھذا المفتی الیہ اذ لیس ھذا الافتاء قضاء یرفع الخلاف بل ولا افتاء مفت لمن اتاہ من مستفت انما حاصلہ ان الرأی الفلانی ارجح عندی فاذن ترجح رأی احد الصاحبین بانضمام رأی الاٰخر اعلی و اعظم لان کلا منھما اعلم واقدم من جمیع من جاء بعدھما من المرجحین فکل ما خالف فیہ الامام صاحباہ وجب فیہ ترک قولہ الی قولھما وھو خلاف الاجماع وثالثا علی التسلیم معکم ابن الشلبی وانظروا من معنا اٰخر الکلام قولہ فلیس للقاضی ان یحکم

صاحبین کے قول پر کیا گیا اور بعض معتمد شروح نے اس کی موافقت کی ہے اور اس کو قبول نہیں کیا گیا کیونکہ عام شروح نے اسکی دلیل کو راجح قرار دیا ہے، باقی رہا اول، سو وہ مسلم ہے، بلاشک، اور وہ نہیں پایا جاتا ہے مگر چھٹی ایک صورت میں، اور اس صورت میں آپ کے قول کی طرف عدول ہوگا نہ کہ ان کے قول سے جیسا کہ آپنے جانا۔

دوم ایک دوسرے اعتبار سے میں نے دیکھا کہ امام نے کوئی قول کیا اور ان کے صاحبین میں سے کسی نے ان کی مخالفت کی اور دوسرے سے کوئی روایت موجود نہیں، پھر کسی نے مشایخ میں سے صاحب کے قول پر فتوی دیا تو اگر باقی اس کی موافقت کریں تو اس کا حکم گزرا اور اگر مخالفت کریں تو ظاہر ہے اسی طرح اگر بعض مخالفت کریں اور بعض موافقت کریں، جیسا کہ ہفتم میں گزرا، اور اگر باقی سے کچھ منقول نہ ہو تو یہ ایک ایسی صورت ہے جس کا وقوع ہمیں مسلّم نہیں، ایسی صورت میں اُس فتوٰی کی پیروی کی جائے گی یا نہیں؟ دوسری تقدیر پر آپ کے اِس قول کی کیا حیثیت ہے کہ ہمیں اس کی اتباع ضروری ہے جس کی انہوں نے تصحیح کی، جیسا کہ وُہ اپنی زندگی میں فتوٰی دیتے تو ہم پر لازم تھا، کیونکہ مستفتی پر ان کی زندگی کے فتوٰی پر عمل ضروری تھا اور اگر مفتی ایک ہو، اس کا مخالف کوئی نہ ہو اور اس کو اس فتوٰی کے قبول کرنے میں کوئی توقف نہ ہو یہاں تک کہ سب جمع ہوجائیں یا زیادہ ہوجائیں اور پہلی صورت میں امام کے قول سے عدول واجب نہ ہوگا مگر اس لئے کہ اس صاحب کی رائے کو مفتی کی رائے کے ساتھ ملاکر راجح

Marfat.com

بقول غیر ابی حنیفة فی مسألة لم یرجح فیہا قول غیرہ و رجحوا فیہا دلیل ابی حنیفة علی دلیلہ ۔

کیا جائے کیونکہ یہ اتفاقاً نہیں ہے جو خلاف کو ختم کردے بلکہ نہ کسی مفتی کا فتوٰی اس شخص کے لیے جو مستفتی بن کر آیا ہو، اس کا حاصل صرف اتنا ہے کہ فلاں رائے میرے نزدیک زیادہ راجح ہے، پس صاحبین میں سے کسی ایک کی رائے راجح ہو جائے گی جبکہ اُس کے ساتھ کوئی اعلٰی رائے اور شامل ہو جائے کیونکہ دونوں حضرات اپنے بعد والوں سے اعلم و اقدم ہیں، تو ہر وہ مسئلہ جس میں امام نے اپنے صاحبین سے اختلاف کیا ہو تو اس میں امام صاحب کے قول کو ترک کرکے صاحبین کے قول کو اختیار کرنا واجب ہے اور وہ خلاف اجماع ہے ۔

سوم یہ درست ہے کہ آپ کے ساتھ ابن الشلبی ہیں لیکن آپ کلام کے آخر میں اُن حضرات کو دیکھیں جو ہمارے ساتھ ہیں، اُن کا قول "تو قاضی کو یہ حق نہیں کہ جس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کے علاوہ کسی اور کے قول کو ترجیح نہ دی گئی ہو اس میں کسی اور کے قول کے مطابق فیصلہ صادر کرے، اور اسی قول میں جس میں ابوحنیفہ کی دلیل کو دوسروں کے دلائل پر ترجیح دی گئی ہو۔"

اقول (١) هذا تعد فوق ما مر فان مفادہ ان ما لم یرجح فیہ دلیل الامام فللقاضی و مثلہ المفتی العدول عنہ الی قول غیرہ و ان لم یذیل ایضا بترجیح فانہ بنی الحکم بعدم العدول علی وجود عدم وجود ترجیح دلیلہ و عدم ترجیح قول غیرہ فما لم یجتمعا حل العدول ولم یقل باطلاقہ الثقات العدول فانہ یشتمل ما اذا رجحا او لم یرجح شیئ منہما والعمل فیہما بقول الامام لا شك مر الاول فی السابعة (٢) وقال سیدی ط فی زکاة الغنم مسألة صرف الھالك الی العفو من المعلوم انہ عند عدم التصحیح لا یعدل عن قول صاحب المذہب[1] قولہ فی المنحة

میں کہتا ہوں یہ اُس سے زائد ہے جو گزرا، کیونکہ اس کا ماحصل یہ ہے کہ جس میں دلیلِ امام راجح نہ ہو تو اس میں قاضی اور مفتی کو دوسرے امام کے قول کی طرف عدول کرنے کی اجازت ہے اگرچہ اس میں ترجیح نہ دی گئی ہو کیونکہ عدول نہ کرنے کے حکم کا مبنٰی ان کی دلیل کی ترجیح کے وجود یا عدم اور غیر کے قول کی عدمِ ترجیح پر ہے تو جب تک یہ دونوں چیزیں مجتمع نہ ہوں عدول کرنا جائز ہے اور ثقہ علماء نے اس کے اطلاق کا قول نہیں کیا کیونکہ یہ اس صورت کو بھی شامل ہے کہ جب دونوں کو ترجیح دی گئی ہو یا ان میں سے کسی کو ترجیح نہ دی گئی ہو، اور ان دونوں صورتوں میں عمل امام کے قول پر ضروری ہوگا، یہ ساتویں میں گزرا۔ اور سیدی ط نے زکوٰۃ غنم کے باب میں فرمایا ہلاک ہونے والے

---

[1] طحطاوی علی الدر المختار زکوٰۃ الغنم بیروت ١/٤٠٢

Marfat.com

اصحاب المتون قد یمشون علی غیر مذھب الامام[1] اقول نعم فی احدی الوجوہ الستۃ وھو عین قول الامام اما فی غیرھا[2] فان مشی بعضھم لم یقبل کما سیأتی فی مسألۃ الشفق و مثلھا تفسیر المصر کما یعلم من الغنیۃ شرح المنیۃ وقد فصلناہ فی فتاونا بما لا مزید علیہ اما ان یمشوا قاطبۃ علی خلاف قولہ من دون الحوامل الست فحاشا ومن ادعی فلیبرز مثالا لہ ولو واحدا قولہ واذا افتی المشایخ بخلاف قولہ لفقد الدلیل فی حقھم فنحن نتبعھم اذھم اعلم۔[2]

کہ عرف کی طرف پھرنا اس سے یہ معلوم ہے کہ تصحیح کے نہ پائے جانے کی صورت میں صاحبِ مذہب کے قول سے عدول نہ کیا جائے گا اھ، ان کا قول منحہ میں ہے کہ اصحابِ متون کبھی مذہب امام کے غیر پر چلتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ ہاں وہ جو ستہ میں سے ایک میں، اور یہی قولِ امام ہے، اور اس کے غیر میں اگر ان کے بعض چلے ہیں تو قبول نہ کیا جائے گا، جیسا کہ شفق کے مسئلہ میں آئیگا اور اس کی مثل "مصر" کی تفسیر میں ہے، جیسے کہ غنیہ شرح منیہ سے معلوم ہوتا ہے اور ہم نے اس کی مکمل تفصیل اپنے فتاوٰی میں کر دی ہے اس پر زیادتی کی ضرورت نہیں اور اگر وہ مشایخ اسباب ستہ کے بغیر ہی امام کے قول کے خلاف چلیں تو یہ ممکن ہی نہیں، اور جو کہتا ہے وہ اس کی کوئی ایک مثال پیش کرے۔ ان کا قول "اور جب مشایخ امام ابو حنیفہ کے قول کے خلاف اس لیے فتوٰی دیں کہ ان کے حق میں دلیل نہیں تو ہم ان کی پیروی کریں گے، کیونکہ وہ زیادہ جاننے والے ہیں۔

اقول اولا ھو اعلم منھم[3] ومن اعلم من اعلم منھم فای الفریقین احق بالاتباع وثانیا انظر الثانیۃ[3] الدلیل فی حقھم التفصیلی وقد فقدوہ فی حقنا الاجمالی وقد وجدناہ فکیف نتبعھم ونعدل من الدلیل الی فقدہ قولہ کیف یقال یجب علینا الافتاء بقول الامام لفقد الشرط وقد اقر انہ فقد الشرط ایضا فی حق المشایخ۔

میں کہتا ہوں، اول ابو حنیفہ اُن سے زیادہ جاننے والے ہیں اور ان میں بڑے سے بڑے عالم سے زیادہ جاننے والے ہیں، تو دونوں فریقوں میں اتباع کا زیادہ کون مستحق ہے؟
دوم نمبر دوم کو ملاحظہ کریں، یہ تفصیلی دلیل ان کے حق میں ہے جو انھوں نے کھو دی، اور ہمارے حق میں یہ اجمالی دلیل ہے جو ہم نے پالی، تو ہم ان کی پیروی کس طرح کریں اور دلیل سے عدول کرکے اس کے گم

---

[1] و [2] منحۃ الخالق علی حاشیۃ بحر الرائق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۲۶۹
[3] ایضاً ۶/۲۶۹

Marfat.com

کرنے کی طرف آئیں۔ ان کا قول "ہم پر امام کے قول کے مطابق فتوٰی دینا کس طرح واجب ہے، کیونکہ شرط مفقود ہے" اور اُس نے اقرار کیا ہے کہ اس نے مشایخ کے حق میں بھی شرط کو نہیں پایا۔

اقول شبهة[1] کشفناها فی الثالثة **قوله** فهل تراهم ارتکبوا منکرا[1]۔ **اقول** مبنی علی الذهول عن فرق الموجب فی حقنا و حقهم وان شئت الجمع مکان الفرق فالجامع ان کل من فارق الدلیل فقد اتی منکرا فدلیلنا قول امامنا و خلافنا له منکر و دلیلهم ماعن لهم فی المسألة فمصیرهم الیه لاینکر **قوله** وقد مشی علیه الشیخ علاؤالدین[2]۔ **اقول** انما[2] مشی فی صدر الکتاب و فی کتاب القضاء معا علی ان الفتوی علی قول الامام مطلقا کما سیأتی وقوله انما نحن فعلنا اتباع ما رجحوه فماخوذ من التصحیح کما افدتموه فی رد المحتار وقد کان صدر کلام الدر هذا و حاصل ماذکره الشیخ قاسم فی تصحیحه الخ وقد علمت ماهو مراد التصحیح الصحیح والحمد لله علی حسن التنقیح **اتینا علی ماوعدنا** من سرد النقول علی ماقصدنا۔

میں کہتا ہوں یہ شبہ وُہ ہے جس کا جواب ہم نمبر سوم میں دے چکے ہیں' ان کا قول" کیا تو دیکھتا ہے کہ انھوں نے کسی بُری بات کا ارتکاب کیا ہے؟ میں کہتا ہُوں یہ بات اس فرق کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے جو ہمارے اور ان کے حق میں موجب سے متعلق ہے، اور اگر آپ بجائے تفریق کے جمع کرنا چاہیں تو امر جامع یہ ہے کہ جو بھی دلیل کو چھوڑیگا وہ ناپسندیدہ چیز کا مرتکب ہوگا، تو ہماری دلیل ہمارے امام کا قول ہے اور ان کے خلاف کہنا بُری بات ہے اور ان کی دلیل وُہ ہے جو اس مسئلہ میں ان پر منکشف ہوئی ہے تو ان کا اس دلیل پر عمل بُری بات نہیں' ان کا قول "اسی پر شیخ علاء الدین چلے ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ بات انھوں نے کتاب کی ابتداء اور کتاب القضاء دونوں جگہ فرمائی ہے کہ فتوٰی مطلقاً امام کے قول پر ہے جیسا کہ آئے گا' اور ان کا قول' ہم پر تو اسی کی اتباع ہے جس کو انھوں نے راجح قرار دیا ہے' تو یہ تصحیح سے ماخوذ ہے' جیسا کہ آپ نے ردالمحتار میں فرمایا' اور دُر کے کلام کی ابتدا یہی تھی اور یہی اس چیز کا حاصل ہے جس کو شیخ قاسم نے اپنی تصحیح میں ذکر کیا الخ اور آپ جان چکے ہیں کہ صحیح تصحیح سے مراد کیا ہے' اور اللہ کی تعریف حسن تنقیح پر ہے، یہ وہ نقول ہیں جن کا ہم نے وعدہ کیا ہے۔

---

[1] منحۃ الخالق علی حاشیۃ بحرالرائق سعید کمپنی کراچی ۶/۲۶۹

[2] ایضاً

Marfat.com

اقول وبالله التوفیق ما ھو المقرر عند نا قد ظھر من مباحثنا وتفصیلہ ان المسألۃ اما ان یحدث فیھا شئ من العوامل الست اولا علی الاول الحکم للعامل و ھو قول الامام الضروری المعتمد علی الاطلاق سواء کان قولہ الصوری بل وقول اصحابہ وترجیحات المرجحین موافقا لہ اولا علما منا ان لوحدث ھذا فی زمانھم لحکموا بہ فقول الامام الضروری شئ لانظر معہ الی روایۃ ولا ترجیح بل ھو القول الضروری للمرجحین ایضا ولا یتقید ذلک بزمان دون زمان قال فی شرح العقود فان قلت العرف یتغیر مرۃ بعد مرۃ فلو حدث عرف اٰخر لم یقع فی الزمان السابق فھل یسوغ للمفتی مخالفۃ المنصوص واتباع العرف الحادث؟ قلت نعم فان المتاخرین الذین خالفوا المنصوص فی المسائل المارۃ لم یخالفوہ الا لحدوث عرف بعد زمن الامام فللمفتی اتباع عرفہ الحادث فی الالفاظ العرفیۃ وکذا فی الاحکام التی بناھا المجتہد علی ما کان فی عرف زمانہ وتغیر عرفہ الی عرف اٰخر اقتداء بھم لکن بعد ان یکون المفتی ممن لہ رأی ونظر صحیح ومعرفۃ بقواعد الشرع حتی یمیز بین العرف الذی یجوز بناء الاحکام علیہ وبین غیرہ[1] قال وکتبت فی رد المحتار

اللہ تعالٰی کی توفیق سے جو ہمارے نزدیک مقرر ہے وہ ہم نے اپنی مباحث میں ذکر کیا اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ مسئلہ میں یا تو چھ اسباب میں سے کوئی سبب موجود ہوگا یا نہیں، پہلی صورت میں، حکم سبب کے لیے ہے، اور یہی امام کا قول ہے جو ضروری ہے اور معتمد ہے علی الاطلاق عام ازیں کہ ان کا قول صوری بلکہ ان کے اصحاب کا قول اور مرجحین کی ترجیحات اس کے موافق ہوں یا نہ ہوں، چونکہ ہم یہ جانتے ہیں کہ اس قسم کی چیز اگر ان کے زمانے میں پیدا ہوتی تو وہ یہی حکم لگاتے تو امام کا ضروری قول ایک ایسی چیز ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے کسی روایت کو دیکھنا اور ترجیح کی طرف نگاہ کرنے کی کوئی حاجت نہیں بلکہ مرجحین کے لیے بھی یہی قول ضروری ہے، اور اس میں کسی زمانہ کی قید نہیں ہے، شرح عقود میں فرمایا اگر کہا جائے کہ عرف تو بار بار تبدیل ہوتی رہتی ہے تو اب اگر کوئی نئی عرف وقوع پذیر ہوگئی ہو تو کیا مفتی کے لیے یہ گنجائش ہے کہ نص کی تو مخالفت کرے اور نئی عرف کے مطابق فیصلہ کرے؟ میں کہوں گا ہاں ایسا ہی ہے کیونکہ جن حضرات نے نئی عرف کی وجہ سے فتوٰی دیا تو اسی وجہ سے دیا کہ امام کے زمانہ کے بعد نئی عرف پیدا ہوگئی تھی تو مفتی کو نئے الفاظ عرفیہ کی پیروی کرنا چاہیے اور اسی طرح اُن احکام میں جو کسی مجتہد نے اپنے زمانہ کے عرف پر مبنی کیے تھے اور اب عرف بدل گئی ہو (ان کی اقتداء میں)، مگر مفتی ایسا ہونا چاہیے جو صاحب نظر ہو جسے قواعدِ شرع کا علم ہو اور یہ سمجھ سکتا ہو کہ کس عرف پر حکم متفرع کیا جا سکتا ہے اور

---

[1] رسالہ عقود رسم المفتی من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۴۵

Marfat.com

في باب القسامة فيما لوادعى على رجل من غير اهل المحلة وشهد اثنان منهم عليه لم تقبل عنده وقالا تقبل الخ نقل السيد الحموي عن العلامة المقدسي انه قال توقفت عن الفتوى بقول الامام ومنعت من اشاعته لما يترتب عليه من الضرر العام فان من عرفه من المتمردين يتجاسر على قتل النفس في المحلات الخالية من غير اهلها معتمدا على عدم قبول شهادتهم عليه حتى قلت ينبغي الفتوى على قولهما لاسيما والاحكام تختلف باختلاف الايام[1] انتهى وقالوا اذا زرع صاحب الارض ارضه ماهو ادنى مع قدرته على الاعلى وجب عليه خراج الاعلى قالوا وهذا يعلم ولا يفتى به كيلا يتجرأ الظلمة على اخذ اموال الناس قال في العناية ورد بانه كيف يجوز الكتمان ولو اخذوا كان في موضعه لكونه واجبا واجيب بانا لو افتينا بذلك لادعى كل ظالم في ارض ليس شأنها ذلك انها قبل هذا كانت تزرع الزعفران مثلا فياخذ خراج ذلك وهو ظلم وعدوان انتهى وكذا في فتح القدير قالوا لا يفتى بهذا لما فيه من

کسی پر نہیں، فرمایا میں نے رد المحتار کے باب القسامہ میں لکھا کہ اگر کسی شخص نے محلہ والوں کے علاوہ کسی اور پر دعویٰ کیا اور اہلِ محلہ میں سے دو نے اس پر گواہی دی تو اُن کے نزدیک یہ گواہی قبول نہ کی جائے گی اور صاحبین نے فرمایا قبول کی جائے گی الخ سید حموی نے علامہ مقدسی سے نقل کیا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے اسی صورت

میں جبکہ امام کے قول پر فتویٰ دینے سے ضررِ عام ہوتا ہو توقف کیا، کیونکہ سرکش لوگوں کو اگر پتا چل گیا تو وہ ایسے محلات میں لوگوں کو بے دریغ قتل کریں گے جن میں اہلِ محلہ کے علاوہ اجنبی لوگ نہ رہتے ہوں، کیونکہ ان کو پتا ہوگا کہ اہلِ محلہ کی شہادت اُن کے خلاف قبول نہ کی جائیگی، اور میں نے صاحبین کے قول پر فتویٰ دینا مناسب سمجھا، خاص طور پر احکام کا تعلق زمانہ کے حالات پر ہوتا ہے انتہیٰ، اور مشایخ نے فرمایا کہ جب کسی شخص نے اپنی زمین کا وہ حصہ کاشت کیا جو ادنیٰ درجہ ہے اور اعلیٰ کو چھوڑ دیا تو اعلیٰ کا خراج واجب ہوگا مشایخ نے فرمایا کہ یہ چیز جانی جائے گی مگر اس پر فتویٰ نہ دیا جائے گا، تاکہ ظالم حکام لوگوں کا مال ہڑپ کرنے کی جسارت نہ کریں،

---

[1] رسالہ عقود رسم المفتی من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۴۶

Marfat.com

تسلط الظلمة علی اموال المسلمین اذ یدعی کل ظالم ان الارض تصلح لزراعة الزعفران ونحوہ وعلاجه صعب انتہی فقد ظہر لك ان جمود المفتی او القاضی علی ظاہر المنقول مع ترك العرف والقرائن الواضحة والجہل باحوال الناس یلزم منه تضییع حقوق کثیرة وظلم خلق کثیرین[1] اھ

عنایہ میں کہا اس کو رد کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ کیسے درست ہے کہ حق کو چھپایا جائے اور اگر وہ اس کو لیں تو وہ اپنی جگہ ہوگا کیونکہ یہ واجب ہے' اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اگر ہم یہ فتوٰی دیں تو ہر ظالم زمین کی بابت یہ دعوٰی کرے گا کہ اس سے قبل اس میں زعفران کاشت ہوتی تھی اور تمہیں اسی اعتبار سے خراج دینا ہوگا، حالانکہ یہ سراسر ظلم ہے انتہی کذا فی فتح القدیر، مشایخ نے فرمایا اس پر فتوٰی نہ دیا جائے کہ اس طرح ظالموں کو اموالِ مسلمین پر تسلط حاصل ہوگا کہ ہر ظالم یہ دعوٰی کرے گا کہ یہ زمین زعفران کی کاشت کے لائق ہے اور اس کا حل مشکل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مفتی یا قاضی کا محض منقولات کے ظاہر کو پکڑ کر بیٹھ جانا' اور لوگوں کے عرف، قرائن واضحہ اور لوگوں کے احوال سے صرفِ نظر کرلینا بہت سے حقوق کے زائل ہوجانے کا باعث ہوگا اور خلقِ خدا پر ظلم و تعدّی کا دروازہ کھل جائے گا اھ

اقول ومن ذلك افتاء السیّد بنقل انقاض مسجد خرب ما حوله واستغنی عنه الی مسجد اٰخر قال فی ردّ المحتار وقد وقعت حادثة سئلت عنها فی امیر اراد ان ینقل بعض احجار مسجد خراب فی سفح قاسیون بدمشق لیبلط بها صحن الجامع الاموی فافتیت بعدم الجواز متابعة للشرنبلالی ثم بلغنی ان بعض المتغلبین اخذ تلك الاحجار لنفسه فندمت علی ما افتیت به[2] اھ ومن ذلك افتاء جد المقدسی بجواز اخذ الحق من خلاف جنسه حذار تضییع

میں کہتا ہوں سیّد نے اسی لیے یہ فتوٰی دیا کہ جس مسجد کے گرد آبادی کسی وجہ سے ختم ہوگئی ہو تو اس کا ملبہ دوسری مسجد پر لگایا جاسکتا ہے' ردالمحتار میں ہے کہ مجھ سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا کہ دمشق کے علاقہ سفح قاسیون کی مسجد ویران ہوگئی تو امیر نے خیال ظاہر کیا کہ اس کے کچھ پتھر جامع اُموی کے صحن میں لگا دئے جائیں تو میں نے شرنبلالی کی متابعت میں عدمِ جواز کا فتوٰی دیا، پھر بعد میں مجھے اطلاع ملی کہ کچھ سرکش لوگوں نے یہ پتھر خود اپنے استعمال کے لئے لے لیے، اس پر مجھے اپنے فتوٰی پر ندامت ہوئی اھ' اسی کی ایک مثال یہ ہے کہ مقدسی کے دادا نے فتوٰی

---

[1] رسالہ عقود رسم المفتی من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۴۷

[2] ردالمحتار مطلب فی انقاض المسجد ۳/۴۰۷

Marfat.com

الحقوق قال فی رد المحتار قال القهستانی وفیه ایماء الی ان له ان یأخذ من خلاف جنسه عند المجانسة فی المالیة وهذا اوسع فیجوز الاخذ به وان لم یکن مذهبنا فان الانسان یعذر فی العمل به عند الضرورة کما فی الزاهدی اھ قلت وهذا ما قالوا انه لا مستند له لکن رأیت فی شرح نظم الکنز للمقدسی من کتاب الحجر قال ونقل جد والدی لامه الجمال الاشقر فی شرحه للقدوری ان عدم جواز الاخذ من خلاف الجنس کان فی زمانهم لمطاوعتهم فی الحقوق والفتوی الیوم علی جواز الاخذ عند القدرة من ای مال کان لا سیما فی دیارنا لمداومتهم العقوق اھ[1] وفی ذلک افتائی مراراً بعدم انفساخ نکاح امرأة مسلم بارتدادها لما رأیت من تجاسرهن مبادرة الی قطع العصمة مع عدم امکان استرقاقهن فی بلادنا ولا ضربهن وجبرهن علی الاسلام کما بینته فی السیر من فتاوینا وکم له من نظیر وعلی الثانی ان لم تکن فیها روایة عن الامام فخارج عما نحن فیه ولا شك ان الرجوع اذ ذاك المجتهدین فی المذهب وانکانت فاما مختلفة عنه اولا علی الاول

دیا کہ خلاف جنس سے حق وصول کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ قیمت برابر ہو تاکہ حقوق ضائع ہونے سے بچ جائیں، ردالمحتار میں قہستانی سے منقول ہے کہ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جب مالی مجانست پائی جائے تو مخالف جنس سے حق وصول کرنا جائز ہے، اس میں گنجائش زیادہ ہے لہذا اس پر عمل جائز ہے اگرچہ یہ ہمارا مذہب نہیں ہے کیونکہ ضرورت کے وقت انسان اس پر عمل کرنے میں معذور ہے، جیسا کہ زاہدی میں ہے اھ میں کہتا ہوں ان کے اس قول کی کوئی سند نہیں ہے، لیکن میں نے مقدسی کی کتاب الحجر کی شرح نظم الکنز میں دیکھا انہوں نے فرمایا کہ میرے والد کے دادا نے اپنی والدہ کیلئے نقل کیا (انکا نام الجمال الاشقر تھا) قدوری کی شرح میں، فرمایا کہ خلاف جنس حق کا نہ لینا ان کے زمانہ میں تھا کیونکہ وہ حقوق کی ادائیگی میں بہت فراخدل تھے، اور آج کل فتوی یہ ہے کہ حق جس طرح اور جس جنس سے وصول ہو سکے وصول کیا جائے، خاص طور پر ہمارے ممالک میں جہاں لوگ ادائیگی حقوق میں بہت پس وپیش کرتے ہیں اھ اور اسی قبیل سے میرا یہ فتوی ہے کہ مسلمان عورت کے ارتداد سے اس کا نکاح فسخ نہیں ہوتا ہے، کیونکہ عورتیں بڑی جرأت مند ہو گئی ہیں، اور عصمت کے قطع کرنے میں جلدی کرتی ہیں، اور ہمارے بلاد میں ان کو باندیاں بنانا بھی ممکن نہیں اور نہ ان کو مار پیٹ کر مسلمان کرنے کا امکان ہے، جیسا

---

[1] ردالمحتار مطلب فی اخذ الدائن من مال مدیونه ۳/۲۱۹

Marfat.com

الرجوع الیہم وکیف ماکان لایکون خروجا عن قولہ رضی اللہ تعالی عنہ ولا اعنی بالاختلاف مجیئ النوادر علی خلاف الظاہر فان ماخرج عن ظاہر الروایۃ مرجوع عنہ[1] کما نص علیہ البحر والخیر والشامی وغیرہم وما رجع عنہ لم یبق قولا لہ فتثبت وعلی الثانی اما وافقہ صاحباہ او احدہما او خالفاہ علی الاول العمل بقولہ قطعا ولا یجوز لمجتہد فی المذہب ان یخالفہم الا فی صور التنیا اعنی الحوامل الست فانہ لیس خلافہم بل فی خلافہ خلافہم وکذلک علی الثانی کما نصوا علیہ ایضا وعلی الثالث اما ان یتفقا علی شیئ واحد او خالفا وتخالفا علی الثانی العمل بقولہ مطلقا وعلی الاول اما ان یتفق المرجحون علی ترجیح قولہما او قولہ اولا بان یختلفوا فیہ اولا یأتی ترجیح شیئ منہما الاول لاکان ولایکون قط ابدا الا فی احدی الحوامل الست وحینئذ نتبعہم لانہ قول امامنا بل ائمتنا الثلثۃ رضی اللہ تعالی عنہم صوریا لہما وضروریا لہ وان جہد احد غایۃ جہدہ ان یستخرج فرعا من غیر الست اجمع فیہ المرجحون عن اخرہم علی ترک قولہ و اختیار قولہما فلن یجد نہ ابدا وللہ الحمد

کہ میں نے اپنے فتاوٰی کے باب السیر میں بیان کیا، اور اس کی بہت سی نظیریں ہیں۔

اور دوسری تقدیر پر، اگر اس میں امام سے کوئی روایت نہیں تو یہ چیز مانحن فیہ سے خارج ہے اور بلا شبہہ ایسی صورت میں مجتہدین للمذہب کی طرف رجوع کرنا ہوگا اگر امام سے کوئی روایت ہو تو مختلف ہوگی یا نہیں، پہلی صورت میں ان کی طرف رجوع ہوگا، اور جو صورت بھی ہوگی بہرحال ابوحنیفہ کے قول سے خروج نہ ہوگا، اور میری مراد اختلاف سے نوادر کا ظاہر روایت کے خلاف ہونا نہیں ہے کیونکہ جو چیزیں ظاہر روایت سے خارج ہیں اُن سے رجوع کیا جا چکا ہے، جیسا کہ اس پر تنصیص کی گئی ہے بحر، خیر، شامی وغیرہم میں، اور جس چیز سے امام صاحب رجوع کر چکے ہوں وہ ان کا قول ہی نہ رہا اسے بخوبی یاد رکھیں۔

اور دوسری تقدیر پر، یا تو ان کے صاحبین نے ان کی موافقت کی ہوگی یا کسی ایک نے موافقت کی ہوگی یا دونوں نے ان کی مخالفت کی ہوگی، پہلی صورت میں امام صاحب کے قول پر قطعاً عمل کرنا ہوگا اور مجتہد فی المذہب کو روا نہیں کہ سوائے استثنائی صورت کے اُن کی مخالفت کرے (یعنی چھ اسباب کی صورت میں) کیونکہ اس میں ان کی مخالفت نہیں بلکہ ان کی مخالفت ان کے اصحاب کی مخالفت کرنے کی صورت میں ہوگی اور اسی طرح دوسری صورت میں، جیسا کہ انہوں نے صراحت کی ہے، اور تیسری

---

[1] بحوالہ رد المحتار قبیل رسم رسم المفتی مصطفی البابی مصر ۱/۵۰

Marfat.com

والثانی ظاهر ان العمل بقوله اجماعا لا ینبغی
ان ینتطح فیه عنزان فالمسائل التی هذا لا خلاف
فیها وفیها جمیعا العمل بقول الامام معها وجد۔
بقی الثالث وهو ثامن ثمانیة من هذه الشقوق
فهو الذی اتی فیه الخلاف فقیل هنا ایضا
لا تخییر حتی المجتهد بل یتبع قول الامام
وان ادی اجتهاده الی ترجیح قولهما وقیل
بل یتخیر مطلقا ولو غیر مجتهد والذی
اتفقت کلماتهم علی تصحیحه التفصیل بان
المقلد یتبع قول الامام واهل النظر قوة
الدلیل فقد التأمت الکلمات الصحیحة المعتمدة
جمیعا علی ان المقلد لیس له الا تقلید الامام
وان افتی بخلافه مفت او مفتون۔ فان افتاءهم
جمیعا بخلافه فی غیر صور الثنیا ما کان وما
یکون۔ والحمد لله رب العلمین وصلاته الدائمة
علی عالم ما کان وما یکون وعلی آله وصحبه
وابنه وحزبه افضل ما سأل السائلون۔
هذا ما تلخص لنا من کلماتهم وهو المنهل
الصافی الذی ورده البحر فاستمع نصوص
الاعلام کشف الله تعالی بهم العماء۔ وجلا بهم
عنا کل بلاء وعناء۔

خمسة وأربعون نصا علی المدعی

(۱) فی محیط الامام السرخسی
ثم الفتاوی الهندیة لابد من معرفة فصلین
احدهما انه اذا اتفق اصحابنا فی شئ ابو حنیفة
وابو یوسف ومحمد رضی الله تعالی عنهم
لا ینبغی للقاضی ان یخالفهم برأیه والثانی

صورت میں یا تو وہ دونوں ایک چیز پر متفق ہوں گے یا
دونوں مخالف ہوں گے، دوسری صورت میں امام کے
قول پر مطلقاً عمل ہوگا، اور پہلی صورت میں اگر
ترجیح دینے والے صاحبین کے قول پر متفق ہوں، یا
امام صاحب کے قول پر متفق ہوں یا نہ ہوں، اور
نہ اس میں اختلاف کریں یا ان دونوں میں سے کسی
کی ترجیح نہ آئے، پہلا نہیں، تھا اور نہ ہوگا کبھی بھی
مگر چھ موجبات میں۔ اور اس وقت ہم ان کی پیروی
کریں گے، کیونکہ وہ ہمارے امام کا قول ہے بلکہ ہمارے
ائمہ ثلثہ کا ہے، صاحبین کا قول صوری ہے اور امام کا
ضروری ہے، اور اگر کوئی شخص اپنی پوری کوشش کرلے
کہ چھ کے علاوہ کوئی اور فرع نکالے جس میں ترجیح دینے
والوں نے ابوحنیفہ کے قول کے ترک اور صاحبین کے
قول کے اختیار کا فیصلہ دیا ہو تو ایسا ہرگز نہ پائیں گے
وللہ الحمد۔ اور دوسرا ظاہر ہے کہ اجماعی طور پر امام
کے قول پر ہی عمل ہو۔ اس میں کسی کو مجالِ اختلاف
نہیں، یہاں تک مسائل میں کسی کا اختلاف نہیں،
اور ان تمام صورتوں میں عمل امام کے قول پہ ہوگا۔ باقی
رہا تیسرا جو ان شقوں میں آٹھواں ہے، اسی میں اختلاف
واقع ہوا ہے۔ ایک قول تو یہ ہے کہ یہاں بھی مجتہد کو
اختیار نہیں ہے اس کو قولِ امام کی پیروی لازم ہے
خواہ اس کا اپنا اجتہاد صاحبین کے قول کی ترجیح کا مقتضی
ہو۔ ایک قول یہ ہے کہ خواہ مجتہد نہ بھی ہو تب بھی اس
کو مطلقاً اختیار ہے اور مشائخ کا جس پہ اتفاق
نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ مقلد تو امام کے قول کی پیروی

Marfat.com

اذا اختلفوا فيما بينهم قال عبد الله بن المبارك
رحمه الله تعالى يؤخذ بقول ابي حنيفة رضي
الله تعالى عنه لانه كان من التابعين وزاحمهم
في الفتوى[1] اه زاد العلامة قاسم في تصحيحه
ثم الشامي في رد المحتار فقوله اسد واقوى
مالم يكن اختلاف عصر وزمان[2] اه

کرے اور صاحبِ نظر قوّتِ دلیل کو دیکھے، لہٰذا اس پر
اتفاق ہوگیا کہ مقلد کے لیے سوائے اس کے اور کوئی
چارہ کار نہیں کہ وہ امام کے قول کی پیروی کرے خواہ مفتی
بلکہ کئی مفتی بھی اس کے خلاف فتوٰی دے دیں، کیونکہ
ان سب کا فتوٰی استثناء کی مذکورہ صورتوں ہی کوئی
حیثیت نہیں رکھتا ہے والحمد للہ رب العالمین عالم
ماکان ومایکون پر اللہ تعالٰی کی دائمی رحمت ہو اور ان کی آل، اصحاب، اولاد اور پیروکاروں پر، افضل اس سے جو سوال کرنے والے سوال کریں، ہمارے مشائخ کے کلام کا خلاصہ یہ ہے جو ہم نے ذکر کیا، یہ وہ گھاٹ ہے جس پر سمندر رواں رہو اب علماء کی نصوص سنو جن کے ذریعے اللہ تعالٰی نے اندھیرے کھولے اور ہر بلا اور بوجھ کو دُور کیا۔

مدعی پر پینتالیس ۴۵ دلیلیں

محیط امام سرخسی اور فتاوٰی ہندیہ میں ہے دو چیزوں کو سمجھ لینا ضروری ہے ایک تو یہ کہ مسئلہ پر اگر ابوحنیفہ، ابویوسف اور امام محمد کا اتفاق ہوجائے تو قاضی کو اس کے خلاف اپنی رائے استعمال کرنے کی اجازت نہیں، اور دُوسری چیز یہ کہ اگر ان اصحاب میں اختلاف ہو تو عبداللہ بن المبارک نے فرمایا ابوحنیفہ کا قول اختیار کیا جائیگا کیونکہ وہ تابعی تھے، اور وُہ ان سے فتوٰی میں مزاحمت کررہے ہیں اھ علامہ قاسم نے اپنی تصحیح میں اضافہ کیا پھر شامی نے رد المحتار میں، اور وہ یہ ہے کہ ان کا قول اس وقت تک زیادہ درست اور اقوی ہوگا جب تک اس میں زمانہ کا اختلاف نہ آگیا ہو اھ۔

اقول وقول السرخسي برأيه يدل ان
النهي للمجتهد ولا ينبغي اي لا يفعل بدليل
قوله لابد فلا يقال للمستحب لابد من معرفته
اذ ما لا يحتاج الى فعله لا يحتاج الى معرفته انما
العلم للعمل وفي فتاوى الامام الاجل فقيه
النفس قاضي خان المفتي في زماننا من اصحابنا
اذا استفتي في مسألة وسئل عن واقعة ان كانت
المسألة مروية عن اصحابنا في الروايات
الظاهرة بلا خلاف بينهم فانه يميل اليهم

میں کہتا ہوں سرخسی کا یہ فرمانا کہ "اپنی رائے
سے" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ممانعت مجتہد
کے لیے ہے اور لا ینبغی کا مطلب یہ ہے کہ نہ کرے
کیونکہ پہلے انہوں نے لابد فرمایا ہے کیونکہ کسی
مستحب کے لیے لابد من معرفتہ کا لفظ استعمال
نہیں ہوتا ہے کیونکہ جس چیز کا کرنا ضروری نہیں اس کی
معرفت بھی ضروری نہیں، علم تو عمل ہی کے لیے ہوتا ہے
اور فتاوٰی قاضیخان میں ہے کہ ہمارے زمانہ کے کسی
مفتی سے اگر کسی مسئلہ کے بارے میں دریافت کیا جائے

۱؎ فتاوٰی ہندیہ، الباب الثالث فی ترتیب الدلائل للعمل بہا نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۳۱۲
۲؎ رد المحتار رسم المفتی مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۵۲

Marfat.com

ویفتی بقولهم ولا یخالفهم برأیه وان کان مجتهدا متقنا لان الظاهر ان یکون الحق مع اصحابنا ولا یعدو هم واجتهاده لا یبلغ اجتهادهم ولا ینظر الی قول من خالفهم ولا یقبل حجته لانهم عرفوا الادلة ومیزوا بین ما صح وثبت وبین ضده فان کانت المسألة مختلفا فیها بین اصحابنا فان کان مع ابی حنیفة رحمه الله تعالی احد صاحبیه یؤخذ بقولهما لوفور الشرائط واستجماع ادلة الصواب فیهما وان خالف ابا حنیفة رحمه الله تعالی صاحباه فی ذلک فان کان اختلافهم اختلاف عصر وزمان کالقضاء بظاهر العدالة یأخذ بقول صاحبیه لتغیر احوال الناس وفی المزارعة والمعاملة ونحوهما یختار قولهما لاجتماع المتأخرین علی ذلک وفیما سوی ذلک قال بعضهم یتخیر المجتهد ویعمل بما افضی الیه رأیه وقال عبد الله بن المبارک یأخذ بقول ابی حنیفة رحمه الله تعالی[1] اھ

تو اگر یہ مسئلہ ہمارے اصحاب کی روایات ظاہرہ میں بلاخلاف مروی ہو تو مفتی ان حضرات کی رائے سے اختلاف نہ کرے، خواہ وہ کتنا ہی پختہ عالم اور مجتہد کیوں نہ ہو، کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ حق ہمارے اصحاب کے ساتھ ہی ہوگا، اور مفتی کا اجتہاد ان حضرات کے اجتہاد کا ہم پلہ نہیں ہو سکتا ہے، اور جن لوگوں نے ان حضرات سے اختلاف کیا ہے اس کی طرف توجہ نہ دی جائیگی کیونکہ ان حضرات نے دلائل میں غور کیا اور صحیح و غلط میں امتیاز کیا، اور اگر مسئلہ میں ہمارے اصحاب کا اختلاف ہو تو اگر ابوحنیفہ کے ساتھ ان کا کوئی صاحب ہو تو ان دونوں کے قول کو اختیار کیا جائے گا کیونکہ شرائط پوری ہیں اور ادلہ موجود ہیں اور اگر ابوحنیفہ کے صاحبین ابوحنیفہ کی مخالفت میں ہوں اور اگر اختلاف کی بنیاد زمانہ ہو تو مثلاً گواہ کی ظاہری عدالت پر فیصلہ کرنا تو اس صورت میں صاحبین کے قول پر فیصلہ ہوگا کیونکہ مزارعت اور معاملہ میں لوگوں کے حالات زمانہ کے تقاضوں کے پیشِ نظر بدل چکے ہیں، ایسی صورت میں فتویٰ صاحبین کے قول پر ہوگا کیونکہ متاخرین کا اس پر اجماع ہے، اور اس کے علاوہ دوسرے مقامات پر بعض نے کہا مجتہد کو اختیار ہے کہ اسکی رائے میں جو صحیح ہو وہ اس کے مطابق فیصلہ کرے اور عبد اللہ بن مبارک نے فرمایا کہ ابوحنیفہ کے قول پر عمل کیا جائے گا۔

اقول ولوجہ ربنا الحمد اتنے

میں کہتا ہوں الحمد للہ انھوں نے وہ تمام امور

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فی رسم المفتی نولکشور لکھنؤ ۱/۲

Marfat.com

بكل ما قصدناه فاستثنى التعامل وما تغير فيه الحكم لتغير الاحوال فقد جمع الوجوه الستة التى ذكرناها۔ ونص ان اهل النظر ليس خلاف الامام اذا وافقه احد صاحبيه فكيف اذا وافقاه ثم ما ذكر من القولين فيما عداها لاخلف بينهما فى المقلد فالاول بتقييد التخيير بالمجتهد افادات لاخيار لغيره والثانى حيث منع المجتهد عن التخيير فهو للمقلد امنع فاتفق القولان على ان المقلد لايتخير بل يتبع الامام وهو المرام وفى الفتاوى السراجية [۱] و النهر الفائق [۲] ثم الهندية و الحموى و كثير من الكتب واللفظ للسراجية الفتوى على الاطلاق على قول ابى حنيفة ثم ابى يوسف ثم محمد ثم زفر والحسن [۱] ولفظ النهر ثم الحسن۔

ذکر کرئے جن کا ہم نے قصد کیا تھا، ایک تو تعامل کا استثنا کیا اور دوسرے اُن امور کا جو تغیراتِ زمانہ کے باعث بدل چکے ہیں، اس طرح انہوں نے اِن چھ امور کو جمع کیا جن کا ہم نے ذکر کیا ہے، اور یہ بتایا ہے کہ اہلِ نظر کے لیے امام اور ان کے صاحبین کے متفقہ اقوال سے خلاف کی گنجائش نہیں بلکہ اس وقت بھی اختلاف نہ کرنا چاہیے جب اُن کے کسی ایک صاحب نے اُن سے موافقت کی ہو، پھر جو دو قول اِن صورتوں کے علاوہ ذکر کئے ہیں ان میں مقلد کے لیے کوئی اختلاف نہیں، پہلے میں تخییر صرف مجتہد کے لیے ہے اس سے معلوم ہُوا کہ غیر کو اختیار نہیں اور دوسرے جہاں انھوں نے مجتہد کو تخییر سے روکا ہے اس سے معلوم ہُوا کہ اس میں مقلد کے لیے ممانعت کچھ زیادہ ہی ہوگی تو دونوں اقوال میں اتفاق ہوگیا کہ مقلد کو اختیار نہیں ہے اس کے لیے صرف تقلید کی راہ متعین ہے اور یہی مقصود ہے۔ فتاوی سراجیہ، نہرالفائق، ہندیہ، حموی اور بہت سی کتابوں میں ہے مگر یہ الفاظ سراجیہ سے نقل کئے جاتے ہیں، فتویٰ علی الاطلاق ابوحنیفہ کے قول پر ہے، پھر ابو یوسف، محمد، زفر اور حسن کے قول پر علی الترتیب ہے اور نہر میں ہے "پھر حسن کے قول پر"۔

اقول وهو حسن فان مكانة زفر مما لاينكر لكن قال ش الواو هى المشهورة

میں کہتا ہُوں یہ اچھا ہے کہ امام زفر کی جلالت شان کا کوئی منکر نہیں لیکن "ش" کا کہنا ہے کہ

---

[۱] هكذا نقل عنها فى شرح العقود وغيره والحسن بالواو وهو مفاد الدر لكن فى نسختى السراجية ثم الحسن والله تعالى اعلم ۱۲ منه غفرله (م)

اسی طرح سراجیہ سے شرح عقود وغیرہ میں نقل ہے اور حسن واو کے ساتھ در کی عبارت کا مفاد ہے لیکن میرے نسخہ سراجیہ میں ثم الحسن ہی ہے واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

[۲] بحوالہ در المختار کتاب القضاء مجتبائی دہلی ۲/۷۲

Marfat.com

فی الکتب[1] اھ ومعنی الترتیب ای اذا لم یجد قول الامام ثم رأیت الشامی صرح بہ فی شرح عقودہ حیث قال اذا لم یوجد للامام نص یقدم قول ابی یوسف ثم محمد الخ قال والظاھر ان ھذا فی حق غیر المجتہد اما المفتی المجتہد فیتخیر بما یترجح عندہ دلیلہ[2]۔

اقول ای اذا لم یجد قول الامام لا یتقید بالترتیب فیتبع قول الثانی وان ادی رأیہ الی قول الثالث کما کان لا یتخیر اتفاقا اذا کان مع الامام صاحباہ او احدھما والذی استظھرہ ظاھر ثم قال اعنی السراجیۃ والنھر وقیل اذا کان ابو حنیفۃ فی جانب وصاحباہ فی جانب فالمفتی بالخیار والاول اصح اذا لم یکن المفتی مجتہدا[3] اھ وفی التنویر والدر (یأخذ) القاضی کالمفتی (بقول ابی حنیفۃ علی الاطلاق) وھو الاصح منیۃ وسراجیۃ وصحح فی الحاوی اعتبار قوۃ المدرک والاول اضبط نھر (ولا یخیر الا اذا کان مجتہدا)[4] اھ وفی صدر ما ذکرہ

"واؤ" کی روایت کتب میں مشہور ہے اھ' اور ترتیب کے معنی یہ ہیں کہ جب "امام کا قول نہ ملے" پھر شامی نے اپنی شرح عقود میں فرمایا "جب امام کا قول نہ پایا جائے تو ابو یوسف کے قول کو محمد کے قول پر مقدم کیا جائے گا الخ فرمایا بظاہر یہ غیر مجتہد کے حق میں ہے مگر وہ مفتی جو مجتہد بھی ہو تو اس کو یہ اختیار ہے کہ جو دلیل اس کے نزدیک راجح ہو اس پر فتوٰی دے اھ۔

میں کہتا ہوں کہ جب امام کا قول نہ ملے تو مفتی مجتہد مذکورہ ترتیب کا پابند نہیں، یعنی اگر اس کی رائے میں تیسرے امام کی رائے راجح بھی ہو تب بھی وہ دوسرے امام کے قول پر فتوٰی دے سکتا ہے' جیسے کہ بالاتفاق وہ اس صورت میں پابند ہے جبکہ امام کے ساتھ صاحبین ہوں یا ایک صاحب ہوں' اور جو رائے انہوں نے ظاہر کی ہے وہی ظاہر ہے۔ پھر سراجیہ اور نہر نے کہا کہ جب ابو حنیفہ ایک طرف ہوں اور ان کے صاحبین دوسری طرف ہوں تو مفتی کو اختیار ہے، اور پہلا اصح ہے بشرطیکہ مفتی مجتہد نہ ہو اھ اور تنویر اور در میں ہے کہ قاضی مفتی کی طرح (علی الاطلاق ابو حنیفہ کا قول اختیار کرے) اور یہی زیادہ صحیح ہے، منیہ و سراجیہ اور حاوی میں دلیل کی قوت کو معتبر مانا ہے، اور پہلا

---

[1] رد المحتار کتاب القضاء — مصطفی البابی مصر ۴/۳۳۶
[2] شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین — سہیل اکیڈمی ۱/۲۷
[3] بحوالہ رد المحتار بحث رسم المفتی — مصطفی البابی مصر ۱/۵۲
[4] الدر المختار کتاب القضاء — مجتبائی دہلی

Marfat.com

المصنف صححه فی ادب المقال اھ و فی البحر[1] کما مرقد صححوا ان الافتاء بقول الامام اھ وقال ش قوله وهو الاصح مقابله مایأتی عن الحاوی وما فی جامع الفصولین من انه لو معه احد صاحبیه اخذ بقوله وان خالفاه قیل کذلك وقیل یخیر الا فیما کان الاختلاف بحسب تغیر الزمان کالحکم بظاهر العدالة وفیما اجمع المتأخرون[2] علیه کالمزارعة والمعاملة فیختار قولهما اھ وفی صدر الدر الاصح کما فی السراجیة وغیرها انه یفتی بقول الامام علی الاطلاق[3] وصحح فی الحاوی القدسی قوة المدرك اھ قال ط قوله والاصح مقابله قوله بعد وصحح فی الحاوی[4] اھ وقال ش بعد نقل عبارة السراجیة مقابل الاصح غیر مذکور فی کلام الشارح فافهم[5] اھ یرید به التعریض علی ط۔

قول زیادہ منضبط ہے اور جب مجتہد نہ ہو تو اختیار نہیں ہے اھ اور "ط" کے شروع میں وہی ہے جو مصنف نے ذکر کیا ہے اس کو ادب المقال میں صحیح قرار دیا ہے اھ اور بحر میں ہے کہ علماء نے تصحیح کی ہے کہ فتوٰی امام کے قول پر ہوگا اھ اور "ش" نے کہا کہ وہی اصح ہے، اس کے مقابل حاوی اور جامع الفصولین کی یہ عبارت ہے کہ اگر امام کے ساتھ ان کا کوئی ایک صاحب ہو تو امام کے قول پر فتوٰی دیا جائیگا، اگر دونوں ان کے مخالف ہوں تو ایک قول کے مطابق یہی عمل ہوگا اور ایک قول یہ ہے کہ مفتی کو اختیار رہے گا صرف اُن معاملات میں ایسا نہ ہوگا جن میں زمانہ کے تغیرات کے باعث تغیر آیا ہو، مثلاً یہ کہ گواہ کی ظاہری عدالت پر فیصلہ دینا' یا وہ معاملات جن پر متاخرین نے اجماع کیا ہو جیسے مزارعۃ اور معاملہ۔ اس صورت میں صاحبین کا قول مختار رہوگا اھ اور دُر کے شروع میں ہے کہ جیسا کہ سراجیہ وغیرہ میں ہے کہ اصح یہ ہے کہ علی الاطلاق امام کے قول پر فتوٰی دیا جائے گا اور حاوی قدسی نے قوۃِ دلیل کو ترجیح دی ہے اھ "ط" نے فرمایا کہ ان کا قول "الاصح" بعد میں آنے والے قول صحح فی الحاوی کے مقابل ہے اھ اور "ش" نے سراجیہ کا قول نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ اصح کا مقابل شارح کے کلام میں موجود نہیں فافھم اھ یہ "ط" پر تعریض ہے۔

---

[1] بحر الرائق فصل یجوز تقلید من شاء سعید کمپنی کراچی ۶/۲۶۹

[2] رد المحتار کتاب القضاء مصطفی البابی مصر ۴/۳۳۶

[3] الدر المختار رسم المفتی مجتبائی دہلی ۱/۱۴

[4] طحطاوی علی الدر المختار رسم المفتی بیروت ۱/۴۹

[5] رد المحتار علی الدر المختار مصطفی البابی مصر ۱/۵۲

Marfat.com

اقول ههنا امور لابد من التنبیه لها **فاولا** اقحم الدر[1] ذکر التصحیحین قبل قول المصنف ولا یخیر الخ فاوهم الاطلاق فی الحکم الاول حتی قال ط[2] قوله صحح فی الحاوی مقابل الاطلاق الذی فی المصنف اھ[1] مع ان صریح نص المصنف تقییده بما اذا لم یکن مجتهدا **وثانیا** ماصححه فی الحاوی عین ماصححه فی السراجیة والمنیة وادب المقال وغیرها وانما الفرق فی التعبیر فهم قالوا الاصح ان المقلد لایتخیر بل یتبع قول الامام وهو قال الاصح ان المجتهد یتخیر[3] لان قوة الدلیل انما یعرفها هو فیستحیل انیکون مقابل الاصح ماصححه فی الحاوی بل مقابله التخییر مطلقا اذا خالفاه معا کما هو مفاد اطلاق القیل المذکور فی السراجیة والتقیید بقول الامام مطلقا وان خالفاه والمفتی مجتهد کما هو مفاد اطلاق ماصدر به فیها[2] فلا وجه لترجیح الاول علیه بانه اضبط وقد قال ح[19] ط[20] ش[21] فی التوفیق بین مافی السراجیة والحاوی ان من کان له قوة ادراك قوة المدرك یفتی بالقول القوی المدرك والا فالترتیب[2] اھ قال ش یدل

میں کہتا ہوں یہاں چند امور پر متنبہ کرنا ضروری ہے، اول دُر نے مصنف کے قول ولا یخیر سے پہلے دونوں تصحیحوں کا ذکر کیا ہے الخ اس سے وہم پیدا ہوتا ہے کہ وہ علی الاطلاق حکم لگا رہے ہیں، یہاں تک کہ ط نے فرمایا کہ ان کا قول صحح فی الحاوی مصنف کے اطلاق کے مقابل ہے اھ حالانکہ مصنف نے اس کو مجتہد نہ ہونے کے ساتھ مقید کیا ہے۔

دوم جو تصحیح حاوی میں ہے بعینہٖ وُہ سراجیہ، منیہ اور ادب المقال وغیرہا میں ہے اور فرق محض تعبیر کا ہے ان سب نے فرمایا کہ اصح یہ ہے کہ مقلد کو اختیار نہیں ہے بلکہ اس پر امام کے قول کی پیروی لازم ہے، اور انہوں نے فرمایا اصح یہ ہے کہ مجتہد کو اختیار ہے کیونکہ وہ دلیل کی قوۃ کو جانتا ہے، تو یہ محال ہے کہ جس چیز کو حاوی میں صحیح کہا ہے وہ اصح کے مقابل ہو، بلکہ اس کا مقابل تخییر ہے مطلقاً جبکہ صاحبین امام کی مخالفت کریں، جیسا کہ وہ اس قیل کا مفاد ہے جو سراجیہ میں ہے، اور امام کے قول کی پیروی کو لازم قرار دینا مطلقاً خواہ صاحبین ان کی مخالفت کریں، اور مفتی مجتہد ہو، جیسا کہ مفاد ہے ان کے اطلاق کا جو اس کی ابتداء میں، تو پہلی کی ترجیح کی کوئی وجہ نہیں کہ وہ زیادہ منضبط ہے، اور ح، ط، ش نے سراجیہ اور حاوی میں تطبیق دیتے ہُوئے فرمایا کہ جس کو دلیل کی قوۃ پہچاننے کی طاقت ہو تو وہ قوتِ دلیل کے اعتبار سے فتوٰی دے گا،

۱؎ طحطاوی علی الدر المختار کتاب القضاء بیروت ۳/۱۷۶
۲؎ طحطاوی علی الدر المختار رسم المفتی بیروت ۱/۴۹

Marfat.com

Marfat.com

علیہ قول السراجیۃ والاول اصح اذا لم یکن المفتی مجتہدا[1] اھ۔

ورنہ ترتیب کو مدِ نظر رکھے گا اھ "ش" نے فرمایا اس پر سراجیہ کا قول دلالت کرتا ہے اور اول اصح ہے جبکہ مفتی مجتہد نہ ہو اھ

اقول فرق[1] التعبیر لا یکون خلافا حتی یوفق وبالجملۃ فتوھم المقابلۃ بینھما اعجب واعجب[2] منہ ان العلامۃ ش تنبہ لہ فی صدر الکتاب ثم وقع فیہ فی کتاب القضاء فسبحٰن من لاینسی **وثالثا**[3] کذلک لایقابلہ مافی جامع الفصولین فانہ عین مافی الخانیۃ وانما نقلہ عنہا برمز خ وفیہ تقیید التخییر بالمجتہد فالکل وردوا موردا واحدا وانما نشؤ التوھم لاقتصار وقع فی النقل عنہ فان نصہ لومع ح رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ احد صاحبیہ یأخذ بقولھما ولو خالف ح صاحباہ فلو کان اختلافھم بحسب الزمان یأخذ بقول صاحبیہ وفی المزارعۃ والمعاملۃ یختار قولھما لاجماع المتأخرین وفیما عدا ذلک قیل یخیر المجتہد وقیل یأخذ بقول ح رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ[2] اھ فانکشفت الشبھۃ **ورابعا** امن الکل دفع ما اوھمہ عبارۃ الدر من ان تصحیح الحاوی اعتبار قوۃ المدرك مطلق لاقتصارہ من نصہ علی فصل واحد ولیس کذلك

میں کہتا ہوں تعبیر کا فرق خلاف نہیں ہوتا تاکہ توفیق کی جائے، خلاصہ یہ کہ ان کے درمیان مقابلہ کا وہم تعجب خیز امر ہے اور اس سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ علامہ "ش" اس پر کتاب کے شروع میں تو متنبہ ہوگئے ہیں، پھر کتاب القضاء میں اسی میں مبتلا ہوگئے ہیں اس کی تسبیح جو بھولتا نہیں۔

سوم اسی طرح اس کے مقابل وُہ بھی نہیں جو جامع الفصولین میں ہے کیونکہ وُہ بعینہٖ وُہ ہے جو خانیہ میں اس کو "خ" کے رمز کے ساتھ ذکر کیا ہے اس میں اختیار کو اس امر سے مقید رکھا ہے کہ مفتی مجتہد ہو، تو سب ہی نے ایک موقف اختیار کیا، اور وہم اس اختصار سے پیدا ہوا جو نقل میں ہے۔ ان کی عبارت یہ ہے کہ اگر امام صاحب کے ساتھ ان کے صاحبین میں سے کوئی ایک ہو تو ان دونوں کے قول پر فتوٰی دے گا، اور اگر امام صاحب سے ان کے صاحبین مخالفت کریں تو اگر یہ اختلاف، اختلافِ زمانہ کے باعث تو صاحبین کا قول اختیار کیا جائیگا اور مزارعۃ اور معاملہ میں صاحبین کا قول اختیار کیا جائے گا، کیونکہ اس پر متاخرین کا اجماع ہے، اور اس کے علاوہ دوسری صورتوں میں ایک قول ہے

[1] ردالمحتار رسم المفتی البابی مصر ۱/۵۲

[2] جامع الفصولین الفصل الاول فی القضاء ۱/۱۵

Marfat.com

٢٣
ففي الحاوي القدسي متى كان قول ابي يوسف ومحمد موافق قوله لايتعدى عنه الا فيما مست اليه الضرورة وعلم انه لوكان ابو حنيفة رأى ما رأوا لافتى به وكذا اذا كان احدهما معه فان خالفاه في الظاهر[a] قال بعض المشايخ يأخذ بظاهر قوله وقال بعضهم المفتي مخير بينهما ان شاء افتى بظاهر قوله وان شاء افتى بظاهر قولهما و الاصح ان العبرة بقوة الدليل اھ[1] فهذا كما ترى عين ما في الخانية لايخالفها في شئ فقد الزم اتباع قول الامام اذا وافقه صاحباه وكذا اذا وافقه احدهما وانما جعل الاصح العبرة بقوة الدليل اذا خالفاه معا لا مطلقا كما اوهمه الدر ومعلوم ان معرفة قوة الدليل وضعفه خاص باهل النظر فوافق تقديم الخانية تخيير المجتهد لانه انما يقدم الاظهر لا الاشهر وقد علمت ان لاخلف فاحفظ هذا كيلا تزل في فهم مراده حيث ينقلون عنه القطعة الاخيرة فقط ان العبرة بقوة الدليل فتظن عمومه للصور وانما هو في ما اذا خالفاه معا وبامثا

کہ مجتہد کو اختیار ہوگا اور ایک قول ہے کہ ابو حنیفہ کے قول کو اختیار کیا جائے گا اھ اس طرح شبہ دُور ہوا۔

چہارم سب سے اہم اس وہم کو رفع کرنا ہے جو درّ کی عبارت سے پیدا ہوتا ہے کہ حاوی نے قوۃ مدرک کے اعتبار کو علی الاطلاق صحیح قرار دیا ہے کیونکہ درّ نے حاوی کی اتنی ہی بات ذکر کی ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے، حاوی القدسی میں ہے کہ جب صاحبین کا قول امام صاحب کے قول کے مطابق ہو تو بلا ضرورت اُس سے عُدول کرنا جائز نہیں، یا وہ اس نوعیت کا معاملہ ہو جس میں یہ خیال پیدا ہوتا ہو کہ اگر امام صاحب وہ چیز دیکھ لیتے جو ان حضرات نے دیکھی ہے تو وہی فیصلہ کرتے جو ان حضرات نے کیا ہے، یہی حکم اُس وقت بھی ہے جب صاحبین میں سے کوئی ایک اُن کے ساتھ ہو اور اگر وہ ظاہر روایت میں امام صاحب کے مخالف ہوں تو بعض مشائخ نے فرمایا ابو حنیفہ کے قول کے ظاہر کو لیا جائے گا اور بعض نے فرمایا مفتی کو دونوں میں اختیار ہے اگر چاہے تو امام ابو حنیفہ کے ظاہر قول پر فتویٰ دے اور اگر چاہے تو صاحبین کے قول کے ظاہر پر فتویٰ دے اور اصح یہ ہے کہ اعتبار دلیل کی قوت کا ہے اھ یہ بعینہٖ وہ چیز ہے جو خانیہ میں ہے، کیونکہ اس میں یہی کیا گیا ہے کہ جب امام صاحب اور صاحبین کسی معاملہ پر متفق ہوں یا ایک صاحب امام صاحب سے متفق ہوں تو امام صاحب کے قول ہی کی اتباع لازم ہے اور قوۃ دلیل کے مطابق فیصلہ کو اصح

[a] المراد بالظاهر في المواضع الاربعة ظاهر الرواية ١٢ منه (م)

چار جگہ میں ظاہر سے مراد ظاہر الروایۃ ہے ١٢ منہ (ت)

[1] شرح رسالہ عقود رسم المفتی من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ١/٢٦

Marfat.com

ماوقع ههنا فی نقل ش کلام جامع الفصولین ونقل الد رکلام الحاوی وما وقع فیهما من الاقتصار المخل یتعین انه ینبغی مراجعة المنقول عنه اذا وجد فربما ظهر شیئ لا یظهر مما نقل وان کانت النقلة ثقات معتمدین فاحفظ وقد قال فی شرح العقود[۱] بعد نقله ما فی الحاوی الحاصل انه اذا اتفق ابوحنیفة وصاحباه علی جواب لم یجز العدول عنه الا لضرورة وکذا اذا وافقه احدهما واما اذا انفرد عنهما بجواب وخالفاه فیه فان انفرد کل منهما بجواب ایضا بان لم یتفقا علی شیئ واحد فالظاهر ترجیح قوله ایضا۔

اسی وقت قرار دیا ہے جب صاحبین امام صاحب کے خلاف ہوں، مطلقاً نہیں ہے، جیساکہ دُر سے وہم پیدا ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ دلیل کی قوت وضعف کا علم تو اہلِ نظر ہی کو ہوسکتا ہے، گویا یہ قول خانیہ کے مجتہد کو اختیار دینے کے مطابق ہے کیونکہ وُہ اظہر و اشہر کو مقدم کرتے ہیں، اور آپ جانتے ہیں کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں، اس کو اچھی طرح یاد کرلیجئے کہ لوگ عام طور پر ان کی عبارت کا آخری ٹکڑا نقل کردیتے ہیں یعنی یہ کہ اعتبار قوتِ دلیل کا ہے، اس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ حکم عام ہے، حالانکہ یہ حکم صرف اس صورت کے ساتھ مختص ہے جب صاحبین امام صاحب کے مخالف ہوں اس کی مثال یہاں یہ ہے کہ "ش" نے جامع الفصولین کا کلام نقل کیا اور دُر نے حاوی کا کلام نقل کیا، اور ان دونوں کتب میں جو اختصار ہے وُہ سمجھنے میں مخل ہے، اس میں لازم ہے کہ منقول عنہ کی طرف مراجعت کی جائے، اس صورت میں بعض ایسی چیزیں ظاہر ہوجاتی ہیں جو پہلے نہ تھیں خواہ نقل کرنے والے کتنے ہی ثقہ اور معتمد کیوں نہ ہوں، اس کو یاد کرلیجئے۔ حاوی کی عبارت نقل کرنے کے بعد شارح نے شرح عقود میں فرمایا" اور حاصل یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ پر ابوحنیفہ اور ان کے صاحبین متفق ہوجائیں تو بلاضرورت قولِ امام سے عدول روا نہیں، اور یہی حال ہے جب کوئی ایک صاحب ابوحنیفہ کے ہمنوا ہوں، اور جب صاحبین ابوحنیفہ کے مخالف ہوں یا ہر ایک کا جواب الگ الگ ہو تو بھی ظاہر یہی ہے کہ ترجیح قولِ امام کو ہوگی۔

اقول وهذه نفیسة افادها وکم له من فوائد اجادها والامر کما قال لقول الخانیة یأخذ بقول صاحبیه وقولهما یختار قولهما وقول السراجیة وغیرها وصاحباه فی جانب قال واما اذا خالفاه واتفقا

میں کہتا ہُوں یہ نکتہ اُن کے نفیس نکات میں سے ایک ہے، اور جیساکہ اُنہوں نے فرمایا ہے حق یہی ہے، خانیہ نے کہا ہے کہ صاحبین کے قول کو اختیار کیا جائے اور سراجیہ وغیرہا کا قول کہ ان کے صاحبین دوسری طرف ہوں، اور فرمایا کہ جب صاحبین ابوحنیفہ

---

[۱] شرح العقود رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۲۶

Marfat.com

علی جواب واحد حتی صار ھو فی جانب وھما فی جانب فقیل یترجح قولہ ایضا وھذا قول الامام عبداللہ بن المبارک و قیل یتخیر المفتی وقول السراجیۃ والاول اصح اذا لم یکن المفتی مجتھدا یفید اختیار القول الثانی ان کان المفتی مجتھدا ومعنی تخییرہ انہ ینظر فی الدلیل فیفتی بما یظھر لہ ولا یتعین علیہ قول الامام وھذا الذی صححہ فی الحاوی ایضا بقولہ والاصح ان العبرۃ لقوۃ الدلیل لان اعتبار قوۃ الدلیل شأن المفتی المجتھد فصار فیما اذا خالفہ صاحباہ ثلاثۃ اقوال الاول[۱] اتباع قول الامام بلا تخییر الثانی[۲] التخییر مطلقا الثالث[۳] وھو الاصح التفصیل بین المجتھد وغیرہ وبہ جزم قاضی خان کما یأتی والظاھر ان ھذا توفیق بین القولین بحمل القول باتباع قول الامام علی المفتی الذی ھو غیر مجتھد وحمل القول بالتخییر علی المفتی المجتھد[۱] اھ ثم قال وقد علم من ھذا انہ لا خلاف فی الاخذ بقول الامام اذا وافقہ احدھما ولذا قال الامام قاضی خان وان کانت المسئلۃ مختلفا فیھا بین اصحابنا الی اخر

کے مخالف ہوں اور خود دونوں میں اتفاق ہو یعنی ابو حنیفہ ایک طرف ہوں اور صاحبین دوسری طرف ہوں تو ایک قول تو یہ ہے کہ امام صاحب کا قول راجح ہوگا یہ عبداللہ بن مبارک کا قول ہے، ایک قول یہ ہے کہ مفتی کو اختیار ہے اور یہ سراجیہ کا قول ہے کہ اول اصح ہے جبکہ مفتی مجتہد نہ ہو، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دوسرے قول کو مختار کرتے ہیں اگر مفتی مجتہد ہو اور ان کی تخییر کے معنی یہ ہیں کہ دلیل میں غور کیا جائے گا اور جو ظاہر ہو اس کے مطابق فتویٰ دے اور اس پر لازم نہیں کہ قولِ امام پر فتویٰ دے حاوی میں بھی اسی کی تصحیح کی ہے اور فرمایا ہے کہ اصح یہ ہے کہ اعتبار قوۃ دلیل کا ہے، کیونکہ قوۃ دلیل کا اعتبار تو وہی مجتہد کر سکتا ہے جو مفتی ہو، تو وہ صورت جس میں امام صاحب سے ان کے صاحبین مخالفت کریں تین اقوال ہیں، ایک تو یہ کہ امام کے قول کی پیروی ہوگی بلا تخییر۔ دوسرے مطلقاً تخییر، اور تیسرے یہ کہ مجتہد اور غیر مجتہد میں تفصیل ہے اور یہی اصح ہے، اور جیسا کہ آئے گا قاضیخان نے اسی پر جزم کیا ہے، اور بہ ظاہر یہ دونوں قولوں میں تطبیق کی ایک شکل ہے کہ امام کے قول کی پیروی وہ مفتی کرے گا جو مجتہد نہ ہو اور تخییر کی صورت اس مفتی کے لیے ہے جو مجتہد ہو اھ پھر فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ امام صاحب کے ساتھ جب کوئی صاحب موافقت کرے تو امام کے قول کی متابعت کرنے میں کوئی مخالفت نہیں، اور

---

[۱] شرح العقود رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۲۶

Marfat.com

ما قد مناعنها فقد اعترف رحمه الله تعالیٰ بالصواب فی جمیع تلك الابواب غیر انه استدرك علی هذا الفصل الاخیر بقوله لکن قد مناان ما نقل عن الامام من قوله اذا اصح الحدیث فهومذهبی محمول علی مالم یخرج عن المذهب بالکلیة کما ظهر لنا من التقریر السابق ومقتضاه جواز اتباع الدلیل وان خالف ماوافقه علیه احد صاحبیه ولهذا قال فی البحرعن التتارخانیة اذا کان الامام فی جانب وهما فی جانب خیر المفتی وان کان احدهما مع الامام اخذ بقولهما الا اذا اصطلح المشایخ علی القول الآخر فیتبعهم کما اختار الفقیه ابو اللیث قول زفر فی مسائل[1] انتهی وقال فی رسالته المسماة رفع الغشاء فی وقت العصر والعشاء لا یرجح قول صاحبیه او احدهما علی قوله الا لموجب وهو اما ضعف دلیل الامام واما للضرورة والتعامل کترجیح قولهما فی المزارعة والمعاملة واما لان خلافهما له بسبب اختلاف العصر والزمان وانه لو شاهد ما وقع فی عصرهما لوافقهما کعدم القضاء بظاهر العدالة[2] و

اسی لیے امام قاضی خان نے فرمایا اگر مسئلہ ہمارے اصحاب کے درمیان مختلف فیہ ہو الی اخرما قدمنا عنہا' انھوں نے ان تمام ابواب میں صواب کا اعتراف کیا البتہ انھوں نے اس آخری فصل میں بطور استدراک فرمایا لیکن ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ امام کا قول "جب حدیث ثابت ہو جائے تو وُہ میرا مذہب ہے" اس پر محمول ہے کہ جب مذہب سے بالکلیہ خارج نہ ہو ، جیسا کہ ہمارے لیے سابقہ تقریر سے ظاہر ہوا ہے ، اور اس کا مقتضی یہ ہے کہ دلیل کی پیروی کا جواز ہے' اگرچہ امام صاحب اور ان کے کسی صاحب کے مشترکہ موقف کے مخالف دلیل پائی جائے ، اور اسی لیے بحر نے تتارخانیہ سے فرمایا کہ جب امام صاحب ایک طرف ہوں اور صاحبین دوسری طرف' تو مفتی کو اختیار ہے اور اگر صاحبین میں سے کوئی امام کے ساتھ ہو تو ان دونوں کے قول کو لیا جائے۔ ہاں اگر مشایخ نے طے کر لیا ہو کر دوسرے قول کو لیں گے تو ان کی اتباع کرنی چاہیئے جیسے فقیہ ابو اللیث نے کئی مسائل میں زفر کے قول کو اختیار کیا ہے انتہی ، اور انہوں نے اپنے رسالہ "رفع الغشاء فی وقت العصر والعشاء" میں فرمایا ابوحنیفہ کے قول پر ان کے صاحبین کے قول کو یا کسی ایک کے قول کو ترجیح نہیں دی جائے گی تاوقتیکہ اس کا کوئی مُوجب نہ ہو' اور وُہ یا تو امام کی دلیل کا ضعف ہو سکتا ہے یا تعامل اور ضرورۃ جیسے صاحبین کا قول مزارعۃ

---

[1] شرح العقود رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۲۶

[2] رسالہ رفع الغشاء عن وقت العصر والعشاء رسائل ابن نجیم ادارۃ القرآن کراچی ص ۱۸

Marfat.com

يوافق ذلك ما قاله [29] العلامة المحقق الشيخ قاسم في تصحيحه فذكر ما قدمنا من كلامه في توضيح مرامه وفيه ان الاخذ بقوله الا في مسائل يسيرة اختاروا الفتوى فيها على قولهما اوقول احدهما وان كان الأخر مع الامام[1] اھ وھو محل استشهاده۔

اور معاملہ میں، اور یا اس لیے کہ صاحبین کا اختلاف امام صاحب سے عصری اختلافات کے باعث، اور خود اگر حضرت امام صاحب ان کے زمانہ کو دیکھتے تو یہی فیصلہ دیتے، مثلاً ظاہر عدالت کو دیکھتے ہُوئے فیصلہ نہ کرنا، اس کی تائید علامہ قاسم کی تصحیح سے ہوتی ہے، پھر انھوں نے علامہ کا وہی کلام ذکر کیا جو ہم نے ان کے مقصود کی توضیح میں ذکر کیا تھا، اور اس میں یہی ہے کہ امام کے قول کو لیا جائے گا، البتہ چند ایک مسائل میں مشایخ نے صاحبین یا کسی ایک صاحب کے قول پر فتویٰ اختیار کیا ہے اگرچہ دوسرے صاحب امام صاحب کے ساتھ ہی کیوں نہ ہوں، اھ اور یہی محل استشہاد ہے۔

اقول قد علمت ان کلام العلامة قاسم فیما یخالف فیه قولهما الصوری جمیعا [2] فضلا عما اذا خالف احدهم وکذا کلام التاتارخانیة فانه انما استثنی ما اجمع فیه المرجحون علی خلاف الامام ومن معه من صاحبیه ولا یوجد قط الا فی احد الوجوه الستة [3] وح لا تتقید بوفاق احد من الائمة الثلثة رضی الله تعالی عنهم الا تری الی ذکر اختیار قول زفر اما حدیثا اذا صح الحدیث وضعف الدلیل فشامل لما یخالف الثلثة رضی الله تعالی عنهم الا تری ان الامام الطحاوی خالفهم جمیعا فی عدة مسائل منها تحریم الضب والمحقق حیث اطلق فی تحریم حلیلة الاب والابن رضاعا فکیف یخص الکلام بما اذا وافقه احدهما دون الاٰخر۔

میں کہتا ہُوں کہ یہ آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ علامہ قاسم کا قول اُس صورت میں ہے جبکہ امام کا قول دوسروں کے صوری اقوال کے مخالف ہو، ان میں سے کسی ایک کی مخالفت معتبر نہیں۔ تاتارخانیہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے صرف اس صورت کا استثناء کیا ہے جس میں امام سے تمام ترجیح کرنے والوں نے اختلاف کیا ہو اور ان کے صاحبین سے بھی، اور یہ چیز صرف چھ صورتوں میں سے ایک ہے، اور اس صورت میں یہ اس قید سے مقید نہ ہوگا کہ تینوں میں سے کسی ایک کا اتفاق ہو، مثلاً زفر کے قول کو اختیار کرنا، اور یہ قول کہ "جب حدیث صحیح ثابت ہو تو وہ میرا مذہب ہے یا ضعف دلیل" تو یہ دونوں اس صورت کو شامل ہیں جو تینوں کے مخالف ہو، مثلاً یہ کہ امام طحاوی نے بہت سے مسائل میں ان تمام ائمہ کی مخالفت کی ہے، ان میں سے ایک گوہ (جانور) کی حرمت ہے، اور محقق نے باپ کی موطوءۃ اور رضاعی بیٹے کی موطوءۃ

---

[1] بحوالہ رسالہ عقود رسم المفتی ابن عابدین من مجموعہ رسائل سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۲۷

Marfat.com

کی حرمت کا اطلاق کیا ہے تو کلام اس صورت کے ساتھ کیسے مختص ہوگا جبکہ امام صاحب کے ساتھ کوئی ایک صاحب موافقت کرے۔

فان قلت اذا وافقاه فلاخلاف عندنا ان المجتهد فی مذهبهم لایسعه مخالفتهم فلاجل هذا الاجماع یخص الحدیثان بما اذا خالفه احدهما قلت کذا لاخلاف فیه عندنا اذاکان معه احد صاحبیه رضی الله تعالٰی عنهم کما اعترفتم به تصریحا فالاوجه عندی ان معنی نهی المجتهد عنه نهی المقلد ان یتبعه فیه نهیا وفاقیا بخلاف ما اذا خالفاه فان فیه قیلا ان التخییر عام کما سبق فلان یتبع مرجحا رجح قولهما اولی وربما یلمح الیه قول المحقق حیث اطلق فی مسألة الجهر بالتامین لوکان الی فی هذا شیئ لوفقت بان روایة الخفض یرادبها عدم القرع العنیف وروایة الجهر بمعنٰی قولها فی زیر الصوت وذیله[1] الخ فلم یمتنع عن ابداء ما عن له وعلم انه لا یتبع علیه فقال لوکان الی شیئ والله تعالٰی اعلم ومجیئ النهی علی هذا الاسلوب غیر مستنکران یتوجه الی احد والمقصود به غیره قال تعالٰی فلا یصدنك عنها من لا یؤمن بها[2] وقال عزوجل ولا یستخفنك الذین

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب صاحبین ابوحنیفہ کی موافقت میں ہوں تو ہمارے نزدیک اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ مجتہد فی المذہب کو اُن کی مخالفت جائز نہیں اس اجماع کے باعث مذکورہ دونوں اقوال کا مفہوم یہ نکلے گا کہ جب کوئی ایک صاحب ابوحنیفہ کے مخالف ہو۔ میں کہتا ہوں اسی طرح ہمارے نزدیک کوئی اختلاف نہیں کہ جب امام صاحب کے ساتھ کوئی ایک صاحب ہوں، جیسا کہ تم نے صریحاً اس کا اعتراف کیا ہے، تو میرے نزدیک اس کی بہترین توجیہ یہ ہے کہ اس صورت میں مجتہد کو روکنے کا مطلب یہ ہے کہ مقلد کو یہ نہی وفاقی صورت میں ہے، یہ اس صورت کے خلاف ہے جس میں صاحبین امام صاحب کی مخالفت کریں کیونکہ اس میں یہ اعتراض ہے کہ تخییر عام ہے جیسا کہ گزرا، تو کسی مُرَجِّح کی پیروی کرنا جیسے صاحبین کے قول کو ترجیح دی ہو اولٰی ہے، اور اسی طرف محقق کے قول میں تلمیح پائی جاتی ہے انھوں نے آمین بالجہر کے مسئلہ میں اطلاق رکھا ہے، اور فرمایا ہے کہ اگر میرے بس میں کچھ ہوتا تو میں تطبیق کی یہ صورت نکالتا کہ خفض کی روایت سے یہ مراد ہے کہ بہت زوردار آواز نہ نکالی جائے اور جہر کی روایت کا یہ مطلب ہے کہ آواز خفی یا اس سے کم ہو الخ چنانچہ جو ان پر ظاہر ہوا

[1] فتح القدیر بحث آمین بالجہر او بالخفاء نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۵۷

[2] القرآن ۲۰/ ۱۶

Marfat.com

لا یوقنون[1] ای لاتقبل صدہ ولا تنفعل باستخفافھم واللہ تعالٰی اعلم ھذا[2] او فی کتاب التجنیس والمزید للامام الاجل صاحب الھدایۃ ثم ط من اوقات الصلاۃ الواجب عندی ان یفتی بقول ابی حنیفۃ علی کل حال[2] اھ و فی ط منھا قد تعقب نوح افندی[25] ما ذکر فی الدر من ان الفتوی علی قولھما (ای فی الشفق) بانہ لایجوز الاعتماد علیہ لانہ لایرجح قولھما علی قولہ الا لموجب من ضعف دلیل اوضرورۃ او تعامل او اختلاف زمان[3] اھ ومر رد المحقق حیث اطلق علی المشایخ فتوٰھم بقولھما فی مواضع من کتابہ وانہ قال لایعدل عن قولہ الا لضعف دلیلہ[4] اھ وقد نقلہ ش[30] واقرہ کالبحر[31]۔

وہ انہوں نے بیان کردیا، مگر ان کو معلوم تھا کہ ان کی یہ بات کوئی نہیں مانے گا، اس لیے فرمایا اگر میرے بس میں ہوتا، واللہ تعالٰی اعلم۔ اور اس انداز میں نہی کا آنا معیوب نہیں کہ کسی کی طرف متوجہ ہو، اور مقصود کوئی اور ہو، فرمانِ الٰہی ہے "تجھ کو اُس سے باز نہ رکھے جو اُن پر ایمان نہیں لاتے"۔ نیز آپ کے ساتھ مذاق نہ کریں وُہ جو یقین نہیں رکھتے، یعنی آپ ان کے اعراض کرنے کو قبول نہ کریں اور آپ ان کے استخفاف سے شرمندہ نہ ہوں، واللہ تعالٰی اعلم۔ اور صاحبِ ہدایہ کی کتاب التجنیس والمزید میں اور "ط" کے اوقات الصلٰوۃ میں ہے کہ میرے نزدیک ہر حال میں واجب ہے کہ فتوٰی قولِ ابی حنیفہ رحمہ اللہ پر دیا جائے۔ اور "ط" میں ہے نوح آفندی نے اس کا تعاقب کیا ہے جو در میں ہے کہ فتوٰی صاحبین کے قول پر ہے (یعنی شفق کے مسئلہ میں) انھوں نے فرمایا ہے کہ اس پر اعتماد جائز نہیں کیونکہ صاحبین کے قول کو امام صاحب کے قول پر ترجیح نہیں دی جائے گی، ہاں اگر دلیل کمزور ہو یا ضرورۃ ہو یا تعامل ہو یا زمانہ کا اختلاف ہو اھ اور محقق نے جو رد کیا ہے وُہ گزر چکا ہے کہ مشایخ نے بعض مقامات پر صاحبین کے قول پر فتوٰی دیا ہے نیز فرمایا کہ امام صاحب کے قول سے اُسی وقت عُدول کیا جائے گا جب ان کی دلیل ضعیف ہو اور "ش" نے اس کو ذکر کرکے برقرار رکھا، جیسے بحر نے۔

اقول ولم یستثن ماسواہ لما علمت

میں کہتا ہُوں جیسا تُو نے جانا اس کے علاوہ

---

[1] القرآن ۳۰/۶۰

[2] طحطاوی علی الدر اختلاف فی وقت المغرب بیروت ۱/۱۷۵

[3] ایضاً ۱/۱۷۵

[4] عقود رسم المفتی من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۲۴

Marfat.com

ان ذلك عين العمل بقول الامام لا عدول عنه فمن استثناها كالخانية والتصحيح وجامع الفصولين والبحر والخير ورفع الغشاء ونوح وغيرهم نظر الى الصورة ومن ترك نظر الى المعنى فان استثنى ضعف الدليل كالمحقق فنظره الى المجتهد وان لم يستثن شيأ كالامام صاحب الهداية والامام الاقدم عبد الله بن المبارك فقوله ماش على ارساله في حق المقلد فظهر ولله الحمد ان الكل انما يرمون عن قوس واحدة ويرمون جميعا ان المقلد ليس له الا اتباع الامام في قوله الصوري ان لم يخالفه قوله الضروري والا ففي الضروري وفي شرح العقود[۳۲] رأيت في بعض[۳۳] كتب المتأخرين نقلا عن[۳۴] ايضاح الاستدلال على ابطال الاستبدال لقاضي القضاة شمس الدين الحريري احد شراح الهداية ان[۳۵] صدر الدين سليمن قال ان هذه الفتاوى هي اختيارات المشايخ[۳۶] فلا تعارض كتب المذهب قال وكذا كان يقول غيره من مشايخنا وبه اقول[۱] اھ وتقدم قول الخيرية[۳۷] ثم[۳۸] ش المقرر عندنا انه لا يفتى ولا يعمل الا بقول الامام الاعظم الا لضرورة وان صرح المشايخ ان الفتوى

کسی اور چیز کا انہوں نے استثناء نہیں کیا، اور یہ تو امام کے قول پر ہی عمل کی ایک صورت ہے کہ اس سے خروج، تو جن حضرات نے اس کا استثناء کیا جیسے خانیہ اور تصحیح، جامع الفصولین، بحر، خیر، رفع الغشاء اور نوح وغیرہم نے صورت کو دیکھا اور جس نے چھوڑا اس نے معنی کو دیکھا، تو اگر ضعف دلیل کا استثناء کیا جائیگا جیسے محقق نے کیا ہے تو یہ مجتہد کے اعتبار سے ہے، اور اگر کسی چیز کا استثناء نہ کیا جیسے امام صاحب ہدایہ اور امام عبد اللہ بن مبارک، تو ان کا کلام اپنے اطلاق پر رہ سکتا ہے مقلد کے حق میں اس سے یہ امر بحمد اللہ واضح ہو گیا کہ مقلد کے لیے صرف ایک ہی راہ ہے کہ وہ امام صاحب کے قول صوری کی پیروی کرے جبکہ وہ ان کے قولِ ضروری کے مخالف نہ ہو، ورنہ قول ضروری کی پیروی کرے۔ شرح عقود میں ہے کہ میں نے متاخرین میں سے کسی کی کتاب میں دیکھا ہے انہوں نے ایضاح الاستدلال علی ابطال الاستبدال سے نقل کیا ہے یہ کتاب قاضی القضاۃ شمس الدین حریری کی ہے جو شراحِ ہدایہ میں سے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ صدر الدین سلیمان نے کہا کہ یہ فتوی مشایخ کے اختیارات سے ہے اس لیے کتب مذہب سے اُن کا ٹکراؤ نہیں، فرمایا ہمارے مشایخ بھی یہی کہتے تھے اور یہی میرا قول ہے، اور خیریہ کا قول گزرا، پھر "ش" نے فرمایا کہ ہمارے

---

[۱] عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۳۶

Marfat.com

على قولهما[1] وايضا قول البحر ثم ش[2] يجب الافتاء بقول الامام وان لم يعلم من اين قال[2] اھ وفى رد المحتار[3] قد قال فى البحر لايعدل عن قول الامام الى قولهما او قول احدهما الا لضرورة من ضعف دليل او تعامل بخلافه كالمزارعة وان صرح المشايخ بان الفتوى على قولهما[3] اھ وهكذا اقره فى منحة الخالق وفيه[4] من النكاح قبيل الولى فى مسألة دعوى النكاح منه او منها ببينة الزور وقضاء القاضى بها عند قول الدر تحل له خلافا لهما وفى الشرنبلالية عن المواهب وبقولهما يفتى ما نصه قال الكمال قول الامام اوجه قلت وحيث كان الاوجه فلا يعدل عنه لما تقرر انه لايعدل عن قول الامام الا لضرورة او ضعف دليله كما اوضحناه فى رسم المفتى وشرحها[4] اھ وفيه[5] من هبة المشاع حيث علمت انه ظاهر الرواية ونص عليه محمد ورووه عن ابى حنيفة ظهر انه الذى عليه العمل وان صرح بان المفتى به خلافه[5] اھ

نزدیک ثابت شدہ یہ ہے کہ نہ تو فتوٰی دیا جائے گا اور نہ عمل کیا جائے گا سوائے امام اعظم کے قول کے، ہاں اگر ضرورت ہو، خواہ مشایخ نے اس امر کی تصریح کی ہو کہ فتوٰی صاحبین کے قول پر ہے اھ اسی طرح بحر، ش کا قول کہ امام کے قول پر فتوٰی دینا واجب ہے اگرچہ یہ معلوم نہ ہو کہ ان کی دلیل کیا ہے۔ اور ردالمحتار نے کہا بحر سے امام کے قول سے ان دونوں کے قول یا ایک کے قول کی طرف عدول درست نہیں ضرورت کی بناء پر ضرورت ضعف دلیل یا تعامل کی مثل ہے جیسے مزارعۃ اگرچہ مشایخ نے صاحبین کے قول پر فتوٰی کی تصریح کی ہو اھ، اور منحۃ الخالق میں اسی کو برقرار رکھا۔ اور ردالمحتار ولی کے بیان میں جہاں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ مرد یا عورت دعوٰی نکاح کرے اور جھوٹے گواہ پیش کرے اور قاضی ان گواہوں پر فیصلہ کر دے، یہاں دُر نے کہا کہ وہ عورت اس مرد کے لیے حلال ہو جائے گی اس میں صاحبین کا اختلاف ہے اور شرنبلالیہ میں مواہب سے ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوٰی دیا جائیگا وہ فرماتے ہیں کمال نے فرمایا امام کا قول زائد معقول ہے، میں کہتا ہوں جب قولِ امام اوجہ ہے تو اس سے

---

[1] بحوالہ ردالمحتار بحث رسم المفتی مصطفی البابی مصر ۱/۵۳

[2] ایضاً ۱/۵۳

[3] ایضاً ۱/۵۳

[4] بحوالہ ردالمحتار قبیل باب الولی مصطفی البابی مصر ۲/۳۱۹

[5] ردالمحتار بحث ہبۃ المشاع " ۴/۵۷۰

Marfat.com

هذه نصوص العلماء رحمهم الله تعالى و
رحمنا بهم وهي كما ترى كلها موافقة لما في
البحر ولم يتعقبه فيما علمت الا العالمان
متأخران كل منهما عاب وآب وانكر واقر وفارق
ووافق وخالف ووافق وهما العلامة خير
الرملي والسيد الشامي رحمهما الله تعالى
ولا عبرة بقولٍ مضطرب وقد علمت ان
لا نزاع في سبع صور انما ورد خلاف ضعيف
في الثامن وهي ما اذا خالفه صاحباه متوافقين
على قول واحد ولم يتفق المرجحون على ترجيح
شئ منهما فعند ذلك جاء قيل ضعيف مجهول
القائل بل مشكوك الثبوت ان المقلد يتبع
ما شاء منهما والصحيح المشهور المعتمد المنصور
انه لا يتبع الا قول الامام والقولان كما
ترى مطلقان مرسلان لا نظر في شئ منهما
لترجيح او عدمه لكن المحقق الشامي اختار
لنفسه مسلكا جديدا لا اعلم له فيه سندا
سديدا وهو ان المقلد لا له التخيير ولا
عليه التقييد بتقليد الامام بل عليه
ان يتبع المرجحين قال في صدر رد المحتار
قول السراجية الاول اصح اذا لم يكن مجتهدا
صريح في ان المجتهد يعني من كان
اهلاً للنظر في الدليل يتبع من الاقوال
ما كان اقوى دليلا والا اتبع الترتيب
السابق وعن هذا تراهم قد يرجحون قول

عُدول نہ کرنا چاہیئے کیونکہ یہ پہلے ثابت ہو چکا ہے
کہ امام کے قول سے ضرورت کے وقت یا ضعفِ دلیل
کے وقت ہی عدول کیا جا سکتا ہے جیسا کہ ہم نے
اس کی وضاحت رسم المفتی اور اس کی شرح میں
کی ہے اھ اور اسی کی ہبتہ المشاع میں ہے جیسا
کہ آپ نے جانا ہے کہ یہ ظاہر الروایۃ ہے اور اس پر
محمد نے نص کیا ہے، اور مشایخ نے اس کو ابوحنیفہ سے
روایت کیا، اس سے ظاہر ہوا کہ عمل اسی پر ہے
اگرچہ اس امر کی تصریح کی گئی ہو کہ مُفتیٰ بہ اس کے
خلاف ہے اھ یہ علماءؒ کے نصوص ہیں، اور جیسا کہ
آپ نے ملاحظہ کیا یہ بحر کی تصریح کے مطابق ہیں اِس
سے اختلاف کسی نے نہیں کیا، صرف دو متأخر علماء نے
اختلاف کیا ہے اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے موافقت بھی کی ہے
وہ علامہ خیر رملی اور سید شامی ہیں لیکن مضطرب قول کا اعتبار نہیں ہوتا
اور آپ کو معلوم ہے کہ سات صورتوں میں تو کوئی اختلاف نہیں
ہے صرف آٹھویں صورت میں معمولی اختلاف ہے اور
وُہ یہ ہے کہ جب صاحبین امام صاحب کے برخلاف
کسی ایک چیز پر اتفاق کرلیں اور ترجیح دینے والے
کسی کو ترجیح نہ دے سکیں تو اس سلسلہ میں ایک قول
ضعیف ہے جس کا قائل بھی مجہول ہے بلکہ مشکوک
الثبوت ہے کہ مقلد جس کی پیروی چاہے کر سکتا ہے،
اور صحیح مشہور، معتمد اور منصور یہ ہے کہ امام صاحب
کے قول ہی کی پیروی کرے گا، اور دونوں قول جیسا
کہ اب دیکھتے ہیں مطلق و مرسل ہیں، ان میں ترجیح و
عدم ترجیح کا کوئی اعتبار نہیں مگر محقق شامی نے اپنے

Marfat.com

بعض اصحابه علی قوله کما رجحوا قول زفر وحده فی سبع عشرة مسألة فنتبع ما رجحوه لانهم اهل النظر فی الدلیل[1] اھ وقال فی قضائه لایجوز له مخالفة الترتیب المذکور الا اذا کانت له ملکة یقتدر بها علی الاطلاع علی قوة المدرك وبهذا رجح القول الاول الی ما فی الحاوی من ان العبرة فی المفتی المجتهد لقوة المدرك نعم فیه زیادة تفصیل سکت عنه الحاوی فقد اتفق القولان علی ان الاصح هو ان المجتهد فی المذهب من المشایخ الذین هم اصحاب الترجیح لایلزمه الاخذ بقول الامام علی الاطلاق بل علیه النظر فی الدلیل وترجیح ما رجح عنده دلیله ونحن نتبع ما رجحوه واعتمدوه کما لو افتوا فی حیاتهم کما حققه الشارح فی اول الکتاب نقلا عن العلامة قاسم ویأتی قریبا عن الملتقط انه اذا لم یکن مجتهدا فعلیه تقلیدهم واتباع رأیهم فاذا قضی بخلافه لاینفذ حکمه وفی فتاوی ابن الشلبی لایعدل عن قول الامام الا اذا صرح احد من المشایخ بان الفتوی علی قول غیره وبهذا سقط ما بحثه فی البحر من ان علینا الافتاء

ایک نیا مسلک اختیار کیا ہے، مگر مجھے اس کی کوئی معتبر سند معلوم نہیں کہ مقلد کو نہ تخییر ہے اور نہ اس پر امام کی تقلید لازم ہے بلکہ اس پر لازم ہے کہ ترجیح دینے والے حضرات کی ترجیح کی پیروی کرے، ردالمحتار کے شروع میں فرمایا کہ سراجیہ کا پہلا قول اصح ہے جبکہ وہ مجتہد نہ ہو، یہ اس سلسلہ میں صریح ہے کہ مجتہد یعنی وہ جو اہلِ نظر ہو وہ ان اقوال میں سے جو دلیل کے اعتبار سے اقوی ہوگا اس کی پیروی کرے ورنہ سابق ترتیب کے مطابق عمل پیرا ہو، اور یہی وجہ ہے کہ بعض متاخرین امام صاحب کے بعض اصحاب کے اقوال کو ترجیح دیتے ہیں، جیسے سترہ[۱۷] مقامات پر امام صاحب کے قول پر امام زفر کے قول کو ترجیح دی گئی ہے۔ لہذا ہم ان کی پیروی کریں گے کہ وہ اہلِ نظر ہیں اھ اور اسی کتاب کے "باب القضاء" میں فرمایا کہ مقلد کے لیے مذکور ترتیب کے خلاف کرنا جائز نہیں، ہاں اگر اس میں ایسی استعداد ہے کہ وہ دلیل کی قوت پر مطلع ہو سکتا ہے تو ایسا کر سکتا ہے، اس طرح پہلا قول حاوی کے قول کے مطابق ہو گیا کہ مجتہد مفتی کے لیے اعتبار دلیل کی قوۃ کا ہے، البتہ اس میں قدرے تفصیل زائد ہے جو حاوی میں نہیں ہے، اب دونوں قول اس پر متفق ہیں کہ اصح یہ ہے کہ مجتہد فی المذہب ان مشایخ میں سے جو اصحاب ترجیح ہیں، ان پر مطلقاً امام کے قول کی پیروی لازم نہیں، بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ دلیل

---

[1] ردالمحتار رسم المفتی مصطفی البابی مصر ۱/۵۲

بقول الامام وان افتی المشایخ بخلافہ[1] اھ

میں غور کرے اور جو اس کے نزدیک راجح ہو اس کو ترجیح دے، اور ہم ان کے ترجیح دیتے ہوئے اور معتمد کی پیروی کریں گے، بالکل اسی طرح جس طرح اگر وہ اپنی زندگی میں فتوٰی دیتے تو ہم پر لازم تھا کہ ہم اس پر عمل کریں، یہی تحقیق شارح نے کتاب کی ابتداء میں کی ہے اور علامہ قاسم کا حوالہ دیا ہے، ملتقطاً سے ہم اس کو عنقریب نقل کریں گے، اس میں یہ ہے کہ اگر مفتی مجتہد نہیں ہے تو اس پر ان حضرات کی تقلید اور ان کی رائے کا اتباع لازم ہے، اگر اس کے خلاف فیصلہ کرے گا تو اس کا حکم نافذ نہ ہوگا، اور فتاوی ابن شلبی میں ہے کہ قولِ امام سے عدول نہ کیا جائے گا ہاں صرف ایک صورت ہے کہ مشایخ میں سے اگر کسی نے یہ تصریح کی ہو کہ فتوٰی امام کے علاوہ کسی اور کے قول پر ہے۔ اور اس تحقیق سے بحر کی یہ بحث ختم ہوئی کہ اگر مشایخ یہ کہیں کہ فتوٰی امام کے علاوہ کسی اور کے قول پر ہے تب بھی ہم پر لازم ہے کہ ہم امام کے قول پر ہی فتوٰی دیں اھ

اقول اولا[1] ھذا کما تری قول مستحدث وثانیا[2] نرا داحد اما باتباع الترجیح المخالف لاجماع ائمتنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم وقد سمعت صرائح النصوص علی خلافہ نعم نتبع القول الضروری حیث کان وجد معہ ترجیح اولا بل ولو وجد الترجیح بخلافہ کما علمت فلیس الاتباع فیہ للترجیح بل لقول الامام وثالثا[3] فیہ ذھول عن محل النزاع کما علمت تحریرہ بل فوق ذلک لان ما خالف[4] فیہ صاحباہ ینقسم الاٰن الی ستۃ اقسام اما یتفق المرجحون علی ترجیح قولہ او قولھما اویکون ارجح الترجیحین لکثرۃ المرجحین اوقوۃ لفظ الترجیح لہ اولھما اویتساویان فیہ اوفی عدمہ ولا یتاھل لخلاف السید

میں کہتا ہوں اولاً تو یہ نیا قول ہے اور ثانیاً یہ ہے کہ یہ قول جس میں ترجیح کی پیروی کا حکم ہے ہمارے ائمہ ثلثہ کے اجماع کے مخالف ہے، اور حالانکہ ہم اس کے خلاف نصوص پیش کر چکے ہیں، ہاں ہم ضروری قول کی پیروی کریں گے، خواہ اس کو ترجیح حاصل ہو یا نہ ہو بلکہ اس کے خلاف کی ترجیح بھی موجود ہو تب بھی، تو یہاں پیروی ترجیح کی نہیں بلکہ قولِ امام کی ہے، اور ثالثاً یہ کہ اس میں محلِ نزاع کو ہی بھلا دیا گیا ہے جیسا کہ ہم وضاحت سے بتا چکے ہیں، کیونکہ وہ قول جس میں امام صاحب کے صاحبین ان کی مخالفت کریں، اس کی چھ صورتیں ہیں، یا تو ترجیح دینے والے امام کے قول کی ترجیح پر متفق ہونگے یا صاحبین کے قول کی ترجیح پر، یا دو نوں ترجیحوں میں سے زیادہ ترجیح مرجحین کی کثرت کے باعث ہوگی یا لفظ ترجیح کی قوت کی وجہ سے ہوگی، امام صاحب کےلئے

---

[1] ردالمحتار مطلب یفتی بقول الامام علی الاطلاق مصطفی البابی مصر ۴/۳۳۶

Marfat.com

الا الرابع ان یکون ارجح التوجیحین لهما فاذن هو عاشر عشرة وقد تعدی الی ماهو اعم من المقسم ایضا وهو اتباع الترجیح سواء خالف صاحباه او احدهما اولا احد ورابعا ان کان لهذا القول المحدث اثر فی الزبر کان قول التقیید بتقلید الامام مرجحا علیه و واجب الاتباع بوجوه الاول انه قول صاحب الامام الاعظم بحر العلم امام الفقهاء و المحدثین والاولیاء سیدنا عبد الله بن المبارک رضی الله تعالی عنه ونفعنا ببرکاته العظیمة فی الدین والدنیا والاخرة فقد قال فی الحاوی القدسی ونقلتموه انتم فی شرح العقود متی لم یوجد فی المسألة عن ابی حنیفة روایة یؤخذ بظاهر قول ابی یوسف ثم بظاهر قول محمد ثم بظاهر قول زفر والحسن وغیرهم الاکبر فالاکبر الی اخر من کان من کبار الاصحاب[1] اھ الثانی علیه الجمهور والعمل بما علیه الاکثر کما صرحتم به فی رد المحتار والعقود الدریة واکثرنا النصوص علیه فی فتاونا وفی فصل القضاء فی رسم الافتاء الثالث هو الذی تواردت علیه التصحیحات

یا صاحبین کے لیے، یا دونوں اس میں برابر ہوں گے یا اس کے عدم میں برابر ہوں گے۔ اور سید کا خلاف صرف چوتھی صورت میں ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ دونوں ترجیحوں میں سے زاید راجح صاحبین کے لیے ہو، اس طرح یہ دسویں ہے اور یہ مقسم سے بھی اعم ہے اور وہ ترجیح کی اتباع ہے، عام ازیں امام صاحب کے صاحبین مخالف ہوں یا ان میں سے ایک یا کوئی بھی نہیں۔ رابعاً اگر اس نئے قول کا کتابوں میں کوئی نام ونشان ہو تو بھی امام کی تقلید کا قول اس پر راجح ہوگا اور بوجوہ واجب الاتباع ہوگا،

(۱) یہ قول صاحب الامام الاعظم علم کے دریا، فقہاء ومحدثین واولیاء کے امام سیدنا حضرت عبد اللہ بن مبارک نے، اللہ ہم کو ان کی عظیم برکتوں سے دین ودنیا وآخرت میں نفع بخشے، فرمایا (حاوی القدسی میں) اور تم نے خود شرح العقود میں فرمایا کہ جب کسی مسئلہ میں ابوحنیفہ کا قول موجود نہ ہو تو ابویوسف کے ظاہر قول کو لیا جائے گا پھر محمد کے ظاہر قول کو لیا جائیگا پھر زفر وحسن وغیرہم کے ظاہر قول کو لیا جائیگا، پہلے بڑے کا قول پھر اس کے بعد والے کا، علی الترتیب۔

(۲) یہی جمہور کا قول ہے اور اسی پر اکثر کا عمل ہے، جیسے کہ خود آپ نے رد المحتار اور العقود الدریہ

---

[1] شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۲۶

Marfat.com

واتفقت عليه الترجيحات فان وجب اتباعها وجب القول بوجوب تقليد الامام وان خالفاه مطلقا وان لم يجب سقط البحث رأسا فانما كان النزاع فی وجوب اتباع الترجیحات فظهر ان نفس النزاع يهدم النزاع وای شیٔ اعجب منه وخامسا السيد المحقق من الذين زعموا ان العامی لامذهب له وان له ان یقلد من شاء فیما شاء وقد قال فی قضاء المنحة فی نفس هذا المبحث نعم ماذکرہ المؤلف يظهر بناء على القول بان من التزم مذهب الامام لا یحل له تقلید غیرہ فی غیر ما عمل به وقد علمت ما قدمناہ عن التحریر انه خلاف المختار[1] اھ۔

میں تصریح کی ہے، اور ہم نے اپنے فتاوی میں اس پر بکثرت نقول ذکر کی ہیں اور رسم الافتاء کی فصل القضاء میں بھی۔

(۳) یہی ہے جس پر تصریحات وارد ہیں، اور ترجیحات کے فیصلے موجود ہیں، اگر ان کی پیروی واجب ہے تو امام کی تقلید بھی واجب ہے، اگرچہ صاحبین امام صاحب کی مخالفت کریں، اور اگر واجب نہیں ہے تو بحث سرے سے ساقط ہے، کیونکہ جھگڑا تو ترجیحات کی پیروی میں تھا، تو اس سے ظاہر ہوا کہ نفس نزاع، نزاع ہی کو جڑ سے ختم کرتا ہے اور اس سے زاید تعجب خیز امر کیا ہوسکتا ہے!

خامسا، سید محقق اُن حضرات میں سے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ عام شخص کا مذہب نہیں ہوتا ہے اور یہ کہ عام آدمی جس کی چاہے پیروی کرے، اور منحہ کی "قضاء" میں اسی بحث میں فرمایا کہ جو مؤلف نے ذکر کیا ہے وہ ظاہر ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جو مذہب امام کا التزام کرے اس کو غیر کی تقلید حلال نہیں، اس کے غیر میں جس پر اس نے عمل کیا ہو، اور پہلے ہم نے تحریر سے نقل کیا ہے کہ یہ مذہب مختار کے خلاف ہے اھ۔

اقول وھذا وان کان قیلا باطلا مغسولا قد صرح ببطلانه کبار الائمة الناصحين، وصنف فی ابطاله زبر فی الاولین والآخرین، وقد حدثت منه فتنة عظيمة فی الدين، من جهة الوهابية الغير المقلدين، والله لا یصلح عمل المفسدین،

میں کہتا ہوں اگرچہ یہ باطل قول ہے، ائمہ کبار نے اس کے باطل ہونے کی تصریح کی ہے، اور اس پر اگلے پچھلوں نے تصنیفات لکھی ہیں، اور وہابیہ غیر مقلدوں کی طرف سے اس پر فتنۂ عظیم برپا ہوا، اللہ مفسدین کے عمل کی اصلاح نہیں فرماتا، ہمارے علماء نے جواب دیا وہ دوسروں کو کسی مذہب کے اختیار کرنے سے روکتے ہیں

---

[1] منحۃ الخالق علی حاشیہ بحرالرائق فصل یجوز تقلید من شاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۲۶۹

Marfat.com

ولعمری هؤلاء المبیحون من العلماء غفر الله
تعالٰی لنا بهم ان سبرتهم واختبرتهم لوجدت
قلوبهم[1] أبیة عما یقولون، وصنیعهم شاهد
انهم لا یجوزونه ولا یریدون، ولا یجتنبونه
بل یجتنبون، و یقولون فی مسائل هذه تعلم
وتكلم كیلا یتجاسر الجهال علی هدم المذهب
ثم طول اعمارهم یتمذهبون لامامهم
ولا یخرجون عن المذهب فی افعالهم
واقوالهم و یصرفون العمر فی الانتصار
له والذب عنه وهذا فتح القدیر لصاحب
التحریر ماصنف الا جدلا وكذلك فی مذهبنا
والمذاهب الثلثة الباقیة دفاتر ضخام فی
هذا المرام فلولا التمذهب لامام بعینه
لازما وكان یسوغ ان یتبع من شاء ماشاء
لكان هذا كله اضاعة عمر فی فضول واشتغالا
بمالا یعنی وقد اجمع علیه علماء المذاهب
الاربعة واهلها هم الائمة بل المناظرة
فی الفروع وذب كل ذاهب عما ذهب الیه

جبکہ خود اپنے امام کے مذہب سے اقوال و افعال میں
سرِمُو انحراف نہیں کرتے ہیں اور اپنی زندگیاں اس کی
طرف سے مدافعت اور اس کی نصرت و تائید میں خرچ
کردیتے ہیں اور فتح القدیر جو صاحب تحریر کی ہے ان
سے محض مجادلہ کیا ہے اور اسی طرح ہمارے مذہب
میں اور باقی مذاہب ثلثہ میں اس نزاع پر بڑی بڑی
ضخیم کتب موجود ہیں، اب اگر امام معین کی تقلید جائز
نہ ہوتی، اور ہر شخص کے لیے یہ روا ہوتا کہ وہ جس کی
چاہے پیروی کرے تو یہ سب تصنیف و تالیف کا کاروبار
فضول ہوتا اور عمر کا ضیاع ہوتا، حالانکہ مذاہب اربعہ
کے علماء کا اس پر اجماع و اتفاق ہے، حالانکہ یہ ائمہ
ہیں، ان حضرات نے اپنے اپنے مذاہب کے فروع پر
مناظرے کیے ہیں اور یہ عہد صحابہ رضی اللہ عنہم سے
اب تک جاری و ساری ہے اس پر کسی نے کوئی نکیر بھی
نہیں کی ہے تو گویا یہ لایعنی چیزوں پر اجماع عملی ہوا
اور فضول پر مشغولیت کے استحسان سے زائد بُری
بات اور کیا ہوسکتی ہے، لیکن تو ستید سے دریافت کر
کہ جب کسی مذہب کی تقلید جائز نہیں اور کسی مذہب سے

---

[1] اقول والوجه فیه ان للشیئ حكما فی نفسها
مع قطع النظر عن الخارج وحكما بالنظر
الی مایعرضه عن خارج فالاول هو
البحث والثانی علیه العمل عن المفاسد
وان لم یكن انبعاثها عن نفس ذات الشیئ كمالا
یخفی اه ۱۲ منه غفرله (م)

میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ شئی کے دو حکم ہوتے
ہیں، ایک فی نفسہٖ شئی کا حکم قطع نظر خارج کے دوسرا
خارجی امور کے اعتبار سے پہلے سے بحث ہوتی ہے،
دوسرے پر عمل مفاسد سے ہے اگرچہ مفاسد کا
محرک نفس شئی نہیں ہے جیسا کہ مخفی نہیں اھ۔
(ت)

Marfat.com

جارية من لدن الصحابة رضي الله تعالى عنهم
بدون نكير فاذن يكون الاجماع العملي على
الاهتمام بما لا يعني واستحسان الاشتغال
بالفضول واى شناعة اشنع منه لكن سُئل
السيد اذا لم يجب التقيد بالمذهب وجاز
الخروج عنه بالكلية فمن ذا الذي اوجب اتباع
مرجحين في مذهب معين رجحوا احد قولين
فيه هذا اذا اتفقوا فكيف وقد اختلفوا وفي احد
الجانبين الامام الاعظم المجتهد المطلق
الذي لم يلحقوا غباره ولم يبلغ مجموعهم
عشر فضله ولا معشاره هل هذا الا جمع بين
الضب والنون اذ حاصله ان الامام واصحابه
واصحاب الترجيح في مذهبه اذا اجمعوا
كلهم اجمعون على قول لم يجب على المقلدين
الاخذ به بل يأخذون به او بما تهوى انفسهم
من قيلات خارجة عن المذهب لكن اذا قال
الامام قولا وخالفه صاحباه ورجح مرجحون
كلا من القولين وكان الترجيح في جانب
الصاحبين اكثر ذاهبا او آكد لفظا لم يجب
تقليد هؤلاء ويمتنع تقليد الامام ومن
معه بل ان اجمع الامام وصاحباه على
شئ ورجح ناس من هؤلاء المتأخرين
قيلا مخالفا لاجماعهم، وجب ترك تقليد
الائمة الى تقليد هؤلاء واتباعهم، هذا
هو الباطل المبين، لا دليل عليه اصلا

بالکلیہ خروج جائز ہے تو پھر وہ کون ہے جس نے مرجحین
کی اتباع مذہب معین میں واجب کی ہو، جس میں
مرجحین نے دو قولوں میں سے ایک کو راجح کیا ہو، یہ
تب ہے جب انہوں نے اتفاق کیا ہو، تو جب اختلاف
کیا ہو تو کیسا ہو۔ اور دوسری طرف امام اعظم ہوں،
جو مجتہد مطلق ہوں، یہ بعد والے امام صاحب کے
عشر عشیر کو نہیں پہنچ سکتے ہیں، یہ تو مچھلی اور گوہ کو
جمع کرنے کے مترادف ہے، کیونکہ اس کا حاصل یہ ہے
کہ امام صاحب، ان کے اصحاب اور ان کے مذہب
کے اصحابِ ترجیح جب سب کے سب ایک قول پر
جمع ہو جائیں تو بھی مقلدین پر اس قول کو اختیار کرنا
واجب نہیں، بلکہ چاہیں تو اس قول کو لیں اور چاہیں
تو جو مرضی میں آئے اس کو اختیار کریں، لیکن جب
کوئی قول امام کا ہو اور صاحبین اس کے مخالف
ہوں اور ترجیح دینے والوں نے ہر دو کی ترجیح کی ہو اور
صاحبین کی ترجیح افراد کے اعتبار سے بھی زاید ہو اور
لفظوں میں بھی زاید موکد ہو، تو ان کی تقلید واجب ہے
اور امام صاحب اور انکے ہمنوا کی تقلید منع ہے، بلکہ اگر
امام صاحب اور ان کے صاحبین کسی چیز پر اجماع کریں
اور ان متاخرین میں سے کچھ حضرات ان کے اجماع کے
مخالف کسی قول کی ترجیح کر دیں تو ائمہ کی تقلید چھوڑ کر
ان لوگوں اور ان کے متبعین کی تقلید اختیار کی جائے،
یہ واضح باطل ہے شریعت میں اس پر کوئی دلیل
نہیں والحمد للہ رب العالمین۔ اور اس سے معلوم
ہوا کہ بحر کا قول اگرچہ ائمہ کے مختار قول پر مبنی ہے،

Marfat.com

من الشرح المتين، والحمد لله رب العلمين،
وبه ظهر ان قول البحر وان كان مبنيا على ذلك
الحق المنصور المعتمد المختار، المأخوذ به
قولا عند الائمة الكبار، وفعلا عندهم وعند
هؤلاء المنازعين الاخيار، لكن ما زعم السيد
لا يبتنى عليه ولا على ما زعم انه المختار، بل
يخالفهما جميعا بالاعلان والجهار، والحجة
لله العزيز الغفار، والصلوة والسلام على
سيد الابرار، وأله الاطهار، وصحبه الكبار،
وعلينا معهم فى دار القرار، آمين. **قوله** قول
السراجية صريح ان المجتهد يتبع ما كان
اقوى والا اتبع الترتيب فنتبع ما رجحوه[1]۔
اقول رحمك الله قولك فنتبع ما
رجحوه ان كان داخلا فى ما ذكرت من مفاد
السراجية فتوجيه القول بضده وردة
فان السراجية توجب على غير المجتهد
اتباع الترتيب لا الترجيح وان كان زيادة
من عندكم فمخالف للمنصوص وتفريع
للشئ على ما هو تفريع له فانك ان كنت
اهل النظر فعليك بالنظر المصيب، اولا
فعليك بالترتيب، فمن اين هذا الثالث
الغريب، **قوله** لايجوز له مخالفة الترتيب
الا اذا كان له ملكة فعليه ترجيح ما رجح

لیکن سید نے جو زعم کیا ہے نہ تو وہ اس پر مبنی ہے اور نہ
اس پر جس کو انہوں نے اپنے زعم میں مختار سمجھا ہے بلکہ
کھلم کھلا ان دونوں کے خلاف ہے۔ دلائل اللہ غالب
غفار کے لیے ہیں اور صلوٰۃ وسلام ابرار کے سید پر
نازل ہو اور ان کی پاک آل اور عظیم صحابہ پر اور ان کے
طفیل ہم پر ہمیشہ ہمیشہ، آمین۔

ان کا قول ہے کہ سراجیہ کا قول اس میں صریح ہے
کہ مجتہد کو اقوی کی اتباع کرنی چاہیے ورنہ ترتیب کی پیروی
کرے تو ہم اس چیز کی پیروی کرینگے جس کو انھوں نے راجح قرار دیا ہے۔
میں کہتا ہوں، اللہ آپ پر رحم کرے آپ کا قول
کہ ہم اس کی اتباع کریں گے جس کو انہوں نے
راجح قرار دیا ہے، اگر یہ آپ کے بیان کردہ مفاد سراجیہ
میں داخل ہے تو آپ اس کی ضد کا قول کر رہے ہیں
کیونکہ بقول سراجیہ کے غیر مجتہد پر ترتیب کی پیروی لازم
ہے نہ کہ ترجیح کی، اور اگر یہ آپ کی طرف سے زیادتی
ہے تو یہ منصوص کے خلاف ہے، اور یہ ایک چیز کی تفریع
اس کی ضد پر ہے، اگر آپ اہلِ نظر سے ہیں تو صحیح نظر
کریں، ورنہ ترتیب کی اتباع کریں اور یہ تیسرا نیا قول
نہ کریں۔ ان کا قول "ترتیب کی مخالفت اس کو جائز
نہیں، ہاں اگر اس میں ملکہ ہے تو جو چیز اس کے

[1] ردالمحتار رسم المفتی مصطفى البابی مصر ١/٥٢

Marfat.com

عندہ ونحن نتبع ما رجحوہ۔[1]

اقول (ف۱) رحمك الله هذا كذلك فحاصل كلامهم جميعا ما ذكرت الى قولك ونحن اما هذا فرد عليه وخروج عنه فان من لاملكة له لا يجوز له عندهم مخالفة الترتيب وانتم اوجبتموه عليه ادارة له مع الترجيح قوله كما حققه الشارح عن العلامة قاسم[2] اقول (ف۲) علمت ان لا موافقة فيه لما لديه ولا فيه ميل اليه قوله ويأتى عن الملتقط[3] اقول اولا (ف۳) حاصل ما فيه ان القاضى المجتهد يقضى برأى نفسه والمقلد برأى المجتهدين وليس له ان يخالفهم واين فيه ان الذين يفتونه انكانوا من مجتهدى مذهب امامه فاختلفوا فى الافتاء بقوله وجب عليه ان يأخذ بقول الذين خالفوا امامه وامامهم انكانوا اكثر او لفظهم اكد وانما النزاع فى هذا وثانيا (ف۴) المنع من ان نخالفهم بأرائنا اذ لارأى لنا ونحن لا نخالفهم بآرائنا بل برأى امامهم وامامنا وقد قال فى (ف۵) الملتقط فى تلك العبارة فى القاضى المجتهد

نزدیک راجح ہے اس کو ترجیح دے اور ہم ان کی ترجیح کی پیروی کریں گے۔

میں کہتا ہوں، اللہ آپ پر رحم کرے، بات یہی ہے، ان کے کلام کا حاصل وہی ہے جو آپ نے اپنے قول "و نحن" تک ذکر کیا، مگر یہ تو ان کی تردید ہے کیونکہ جس میں ملکہ نہ ہو اس کے لیے ان کے نزدیک ترتیب کی مخالفت جائز نہیں اور آپ نے اس کو اس پر واجب کیا مع ترجیح کے۔ اس کا قول جیسا کہ اس کی تحقیق شارح نے علامہ قاسم سے کی۔ میں کہتا ہوں اس میں ان کی کوئی موافقت نہیں اور نہ اس میں اس طرف میلان ہے، اس کا قول "اور ملتقط سے آئیگا" میں کہتا ہوں اولاً اس کا حاصل یہ ہے کہ مجتہد قاضی خود اپنی رائے سے فیصلہ کرے گا، اور مقلد مجتہدین کی رائے سے فیصلہ کرے گا، ان کی مخالفت نہیں کرسکتا ہے۔ اس میں کہاں ہے کہ جو لوگ اس کو فتوٰی دیں اگر اس کے مذہب کے امام کے مجتہدین سے ہوں اور امام کے قول پر فتوٰی دینے میں اختلاف کریں تو اس پر لازم ہے کہ ان لوگوں کا قول اختیار کرے جو اس کے امام کے مخالف ہوں یا ان کے امام کے مخالف ہوں گر وہ زائد ہوں اور ان کے لفظوں میں زاید تاکید ہو اور نزاع تو اسی میں ہے۔

---

[1] ردالمحتار مطلب یفتی بقول الامام علی الاطلاق مصطفی البابی مصر ۴/ ۳۳۶

[2] ایضاً ۴/ ۳۳۷

[3] ایضاً ۴/ ۳۳۷

Marfat.com

قضی بما س اہ صوابا لا بغیرہ الا ان یکون غیرہ اقوی فی الفقہ و وجوہ الاجتہاد فیجوز ترك رأیہ برأیہ اھ[1] فاذا جاز للمجتہد ان یترك رأیہ برأی من ھو اقوی منہ مع انہ مأمور باتباع رأیہ ولیس لہ تقلید غیرہ فان ترکنا اراء ہؤلاء المفتین لرأی امامنا و امامھم الاعظم الذی ھو اقوی من مجموعھم فی الفقہ و وجوہ الاجتہاد بل فضلہ علیھم کفضلھم علینا اوھو اعظم الاولی بالجواز واجدر

قولہ سقط ما بحثہ فی البحر[2]۔

ثانیاً، منع کرتا ہے اس امر سے کہ ہم ان کی مخالفت اپنی آراء سے کریں کہ ہماری کوئی رائے نہیں اور ہم ان کی مخالفت اپنی رائے سے نہیں کر رہے ہیں، بلکہ ان کے اور اپنے امام کی رائے سے ایسا کر رہے ہیں، اور ملتقط میں اُس عبارت میں فرمایا کہ مجتہد قاضی وہ فیصلہ کرے گا جس کو خود صواب سمجھے دوسرے کے فیصلہ پر نہ کرے گا، ہاں اگر دوسرا اس سے فقہ اور وجوہ اجتہاد میں برتر ہو تو وہ اپنی رائے چھوڑ کر اس کی رائے اختیار کر سکتا ہے اھ تو جب مجتہد، جس کو اپنی رائے پر فیصلہ کرنے کا حکم ہے، اپنی رائے چھوڑ کر اپنے سے زاید عالم کی رائے کی پیروی کر سکتا ہے تو ہم اگر ان مفتی حضرات کی رائے چھوڑ کر اپنے اور ان کے امام اعظم کے قول کو مان لیں جو ان سب مفتیوں سے زیادہ فقیہ اور وجوہ اجتہاد کے زیادہ جاننے والے ہیں تو کیا مضائقہ ہے! ان کا قول جو بحر میں ہے وہ ساقط ہُوا۔

اقول: ف[1] سبحن اللہ ھو الحکم الماثور، ومعتمد الجمھور، والمصحح المنصور، فکیف یصح تسمیتہ بحث البحر ھذا

واقول ف[2] یظھرلی فی توجیہ کلامہ رحمہ اللہ تعالٰی ان مرادہ اذا اتفق المرجحون علی ترجیح قول غیرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ذکرہ رد الما فھم من اطلاق قول البحر وان افتی المشایخ بخلافہ فانہ بظاھرہ یشمل ما اذا اجمع المشایخ علی ترجیح قول غیرہ والدلیل علی ھذہ العنایۃ فی

میں کہتا ہوں، بحر کا حکم جمہور کا معتمد اور تصحیح کردہ ہے، اسکو بحر کی بحث نہیں کہنا چاہیے۔ میں کہتا ہوں ان کے کلام کی توجیہ جو مجھ پر ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جب ترجیح دینے والے امام صاحب کے قول کے علاوہ کسی اور کی ترجیح پر متفق ہو گئے ہوں، یہ اس چیز کا رد ہے جو بحر کے اطلاق سے سمجھا جا رہا تھا، اور اگرچہ مشایخ نے اس کے برعکس فتوٰی دیا ہو، کیونکہ یہ بظاہر ایسی صورت کو بھی شامل ہے جبکہ مشایخ امام کے علاوہ کسی اور کی ترجیح پر متفق ہوتے ہوں، اور اس عنایہ پر دلیل 'ش' کا کلام ہے کہ انہوں نے

---

[1] الدر المختار کتاب القضاء مجتبائی دہلی ۲/۷۲

[2] رد المحتار مطلب لیفتی بقول الامام علی الاطلاق مصطفٰی البابی مصر ۴/۳۳۷

Marfat.com

کلام ش انه انما تمسك باتباع المرجحين وانهم اعلم وانهم سبروا الدلائل فحكموا بترجيحه ولم يلم في شئ من الكلام الى صورة اختلاف الترجيح فضلا عن ارجحية احد الترجيحين ولوكان مراده ذلك لم يقتصر على اتباع المرجحين فانه حاصل في ح كلا الجانبين بل ذكراتباع ارجح الترجيحين ويؤيده ايضا ما قدمنا في السابعة من قوله رحمه الله تعالٰی لما تعارض التصحیحان تساقطا فرجعنا الى الاصل وهو تقديم قول الامام[۱] اھ وھذا وان کان ظاھرہ فیما استوى الترجيحان لكن ما ذكره مترقيا عليه عن الخيرية والبحر يعين ان الحكم اعم ويؤيده ايضا ما جعل آخرا لكلام محصل جميع كلام الدر في المرام اذ قال قولـه فليحفظ اى جميع ما ذكرناه وحاصله ان الحكم ان اتفق عليه اصحابنا يفتى به قطعا والافاما[۱] ان يصحح المشايخ احد القولين فيه او[۲] كلا منهما او[۳] لا وفي الثالث يعتبر الترتيب بان يفتى بقول ابي حنيفة ثم ابي يوسف[۲] الخ او قوة الدليل ومرالتوفيق وفي الاول ان كان التصحيح بافعل التفضيل

مرجحین کی پیروی سے استدلال کیا ہے اور وہ زیادہ جاننے والے ہیں، اس لیے وہ دلائل کی بنا پر ترجیح دے سکتے ہیں اور انہوں نے اپنے کلام میں ترجیح کے اختلاف کی کسی صورت کا ذکر نہیں کیا ہے چہ جائیکہ دو ترجیحوں میں سے کسی ایک کی ارجحیت کا، اور اگر ان کا مقصود یہی ہوتا تو وہ مرجحین کی پیروی پر ہی اکتفاء نہ کرتے کیونکہ وہ اس صورت میں دونوں طرف حاصل ہے بلکہ وہ دو ترجیحوں میں سے جو زیادہ راجح ہوتی اس کا ذکر کرتے، اور اس کی تائید ہماری اس عبارت سے ہوتی ہے جو ہم نے ساتویں میں ذکر کی ہے یعنی ان کا قول کہ جب دو تصحیحوں میں تعارض ہو تو دونوں ساقط ہو گئیں اور ہم نے اصل کی طرف رجوع اور وہ امام کے قول کا مقدم کرنا ہے اھ یہ اگرچہ اُس صورت میں ظاہر ہے جبکہ دونوں برابر کی ہوں، لیکن جو خیریہ اور بحر سے بطور ترقی ذکر کیا ہے وہ اس امر کو متعین کرتا ہے کہ حکم اعم ہے، اور اس کی تائید کرتا ہے کہ جو چیز انھوں نے آخر میں ذکر کی ہے وہ دُر کے کلام کا نچوڑ اور خلاصہ ہے، انہوں نے کہا فلیحفظ، یعنی جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی حکم پر ہمارے اصحاب متفق ہوں تو اس پر قطعاً فتوٰی دیا جائے گا، ورنہ اس کی کئی صورتیں ہیں، یا تو مشائخ دو قولوں میں سے کسی ایک کی تصحیح کریں گے یا دونوں کی، یا نہیں کریں گے

---

[۱] ردالمحتار رسم المفتی مصطفی البابی مصر ۱/۵۳

[۲] ایضاً ۱/۵۵

Marfat.com

خیر المفتی والا فلا بل یفتی بالمصحح فقط
وھذا ما نقلہ عن الرسالۃ وفی الثانی اما
ان یکون احدھما[1] بافعل التفضیل اولا ففی
الاول قیل یفتی بالاصح وھو المنقول عن
الخیریۃ وقیل بالصحیح وھو المنقول عن
شرح المنیۃ وفی الثانی یخیر المفتی وھو
المنقول عن وقف البحر والرسالۃ افادہ
ح[2] اھ فما ذکرہ فی الثالث عین مرادنا وکذا
ما ذکرہ فی الاول اما استثناء ما اذا کان التصحیح
بافعل فاقول[1] یخالف نفسہ ولا یخالفنا
فان الترجیح اذا لم یوجد الا فی جانب واحد
کما جعلہ محمل الرسالۃ ومع ذلک
خیر المفتی لم یکن علیہ اتباع ما رجحوہ و
التاویل بان افعل افاد ان الروایۃ المخالفۃ
صحیحۃ ایضا کما قالاہ ھما وطفا فاقول
اولا[2] ھذا مسلم اذا قوبل الاصح بالصحیح
اما اذا ذکروا قولین وقالوا فی احدھما وحدہ
انہ الاصح ولم یلموا ببیان قوۃ ما فی
الآخر اصلا فلا یفہم منہ الا ان الاول

تو تیسری صورت میں ترتیب کا اعتبار کیا جائے گا ،
یعنی یہ کہ ابو حنیفہ کے قول پر فتوٰی دیا جائیگا پھر ابو یوسف
کے قول پر الخ یا قوۃ دلیل کا اعتبار ہوگا اور ان میں
تطبیق گزر چکی ہے پہلی صورت میں اگر تصحیح افعل تفضیل سے ہے
تو مفتی کو اختیار ہے ورنہ نہیں بلکہ لازم ہے کہ قول مصحح
پر فتوٰی دے ، یہ انہوں نے رسالہ سے نقل کیا اور
دوسری صورت میں یا تو ان میں سے کوئی ایک افعل
تفضیل سے ہوگا یا نہ ہوگا تو پہلی صورت میں کہا گیا ہے
کہ مفتی اصح کے مطابق فتوٰی دے گا ، اور خیریہ سے یہی
منقول ہے اور ایک قول ہے کہ صحیح سے فتوٰی دے گا
اور یہ شرح منیہ سے منقول ہے اور دوسری صورت میں
مفتی کو اختیار ہے اور یہی بحر کے وقف سے منقول ہے
اور رسالہ میں بھی یہی ہے ، ح نے اس کا افادہ کیا اھ
تو جو تیسری میں ذکر کیا وہ ہماری مراد ہے ، اسی طرح جو
اول میں مذکور ہے ، افعل سے تصحیح کا استثناء ۔ تو میں
کہتا ہوں یہ خود ان کے مخالف ہے اور ہمارے مخالف نہیں
کیونکہ ترجیح جب صرف ایک ہی طرف ہو ، جیسا کہ اس کو
انہوں نے رسالہ کا محمل بنایا ہے اور اس کے باوجود مفتی کو
اختیار ہے اس پر جو مشایخ نے کہا ہے اس کی ترجیح لازم

---

[1] اقول[3] لیشمل اذا کان کلاھما بہ ولا یتاتی
فیہ الخلاف المذکور فکان ینبغی
ان یقول احدھما وحدہ لیشتمل قولہ اولا
ما اذا کان بافعل ۱۲ منہ غفرلہ (م)

میں کہتا ہوں یہ اس کو شامل ہے جبکہ دونوں تصحیحیں افعل
کے ساتھ ہوں اور اس میں اختلاف مذکور بھی
نہیں آتا تو مناسب تھا یوں کہتے احدھما وحدہ
تاکہ اس کا قول اولا ما اذا کان بافعل کو شامل ہو جاتا اھ (ت)

[2] رد المحتار رسم المفتی مصطفی البابی مصر ۱/۵۵

Marfat.com

هو الراجح المنصور ولا ينقدح فی ذهن احد انهم یریدون به تصحیح کلا القولین و ان للاول مزیة ما علی الآخر فافعل ههنا من باب اهل الجنة خیر مستقرا واحسن مقیلا ولو سبرت کلماتهم لوجدتهم یقولون هذا احوط وهذا ارفق مع ان الآخر لا رفق فیه ولا احتیاط وهذا بدیهی عند من خدم کلامهم ولذا قال فی الخیریة من الطلاق انت علی علم بانه بعد التنصیص علی اصحیته لا یعدل عنه الی غیرہ[1] اھ بل قال فی صلحها فی مسألة قالوا فیها لقائل ان یقول تجوز و هو الاصح ولقائل ان یقول لا لما نصه حیث ثبت الاصح لا یعدل عنه[2] اھ وهذا امفاد متنه العقود وان مال فی شرحه الی ما هنا فانه قال: ؎

وحیثما وجدت قولین وقد
صحح واحد فذاك المعتمد
بنحو ذا الفتوی علیه الاشبه
والاظهر المختار ذا والاوجه[3]

فقد حکم بقصر الاعتماد علی ما قیل فیه افعل ولم یصحح خلافه ولما قال فی الدر فیمن

نہیں، اور یہ تاویل کہ افعل سے معلوم ہوتا ہے کہ مخالف روایت بھی صحیح ہے جیسا کہ اُن دونوں نے کہا اور ط نے کہا تو میں کہتا ہوں اوّلاً یہ اُس صورت میں مسلّم ہے جبکہ اصح کا مقابلہ صحیح سے ہو لیکن جب دونوں ذکر کیے گئے ہوں اور صرف ایک کی بابت کہا گیا ہو کہ وہی اصح ہے اور دوسرے کی قوت کے بارے میں کچھ نہ کہا گیا ہو تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ پہلا ہی راجح ہے اور کسی کے ذہن میں یہ بات نہ آئے گی کہ اس سے ان کی مراد دونوں قولوں کی تصحیح ہے اور یہ کہ پہلے کو دوسرے پر ایک قسم کی فضیلت حاصل ہے تو افعل یہاں اھل الجنۃ خیر مستقرا واحسن مقیلا (اہلِ جنّت کا مستقر بہتر اور گفتگو اچھی ہے) کے باب سے ہے، اور اگر آپ فقہاء کے ارشادات سنیں تو وہ فرماتے ہیں یہ احوط ہے، اور یہ نرم بات ہے جبکہ دوسرے میں نہ نرمی ہے اور نہ ہی احتیاط ہے، جو فقہاء کے کلام کے خدمت گزار ہیں ان کے لیے یہ بدیہی ہے اور اسی خیریہ کی کتاب الطلاق میں فرمایا کہ آپ کو علم ہے کہ اس کی اصحیت کی تنصیص کے بعد اس سے کسی دوسرے کی طرف عدول نہ کیا جائیگا اھ بلکہ اس کی کتاب الصلح میں ہے کہ فقہاء کہتے ہیں کسی مسئلہ میں قائل کو روا ہے کہ وہ کہے جائز ہے اور وہی اصح ہے اور دوسرے کو روا ہے کہ وہ کہے جائز نہیں کیونکہ جب اصح ثابت ہو جائے

---

[1] فتاوٰی خیریۃ — کتاب الطلاق — بیروت ۱/۳۹
[2] فتاوٰی خیریۃ — کتاب الصلح — بیروت ۲/۱۰۴
[3] عقود رسالہ من رسائل ابن عابدین — سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۳۷

Marfat.com

نسی التسلیم عن یسارہ اتی بہ مالم یستدبر
القبلة[1] فی الاصح وکان فی القنیة انہ الصحیح
قال ش عبر الشارح بالاصح بدل الصحیح
والخطب فیہ سہل[2] اھ وکیف یکون سہلا
وھما عندکم علی طرفی نقیض فان الصحیح
کان یفید ان خلافہ فاسد وافاد الاصح
عندکم انہ صحیح فقد جعل الفاسد صحیحا
وثانیا قد قلتم علینا اتباع مارجحوہ و
لیس بیان قوۃ للشئ فی نفسہ ترجیحا لہ اذ
لابد للترجیح من مرجح و مرجح علیہ
فالمعنی قطعا ما فضلوہ علی غیرہ فلا شك
انھم اذا قالوا لاحد قولین انہ الاصح و
سکتوا عن الأخر فقد فضلوہ ورجحوہ علی
الأخر فوجب اتباعہ عندکم وسقط التخییر
فالوجہ عندی حمل کلام الرسالة علی
ما اذا ذیلت احدھما بافعل والاخری بغیرہ
فیکون ثالث ما فی المسألة عن الخیریة و
الغنیة من اختیار الاصح او الصحیح
وھو التخییر وھذا اولی من حملہ علی ما لا
یقبل لاسیما والرسالة مجہولة لاتدری
ھی ولا مؤلفہا والنقل عن المجہول لایعتمد
وان[3] کان الناقل من المعتمدین کما

[3] اقول وثم تفصیل یعرفہ الماھر باسالیب الکلام والمطلع علی مراتب الرجال فافھم اھ منہ (م)

تو اس سے غیر کی طرف عدول جائز نہیں ہے اور یہ
ان کی عقود کے متن کا مفاد ہے اگرچہ وہ اس کی
شرح میں اس طرف مائل ہوئے ہیں جو یہاں ہے
وہ فرماتے ہیں اگر تم دو قول پاؤ اور حالانکہ ایک کی
تصحیح کی گئی ہو تو وہی معتمد ہے اسی پر فتوی اشبہ،
اظہر، مختار، اوجہ ہے چنانچہ انھوں نے صرف اسی پر اعتماد
کیا جس میں افعل کہا گیا ہو، اور اس کے خلاف کی
تصحیح نہیں کی، اور در میں کہا کہ جو شخص الٹی طرف
سلام پھیرنا بھول گیا ہے تو جب تک اس نے قبلہ کو
پیٹھ نہ کی ہو پھیرلے، اصح یہی ہے، اور قنیہ میں تھا
یہ صحیح ہے، "ش" نے کہا کہ شارح نے اصح سے
تعبیر کیا نہ کہ صحیح، اور معاملہ میں ان سے سہل ہے اھ
اور سہل کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ تمہارے نزدیک وہ
دونوں متناقض ہیں، کیونکہ صحیح کا مفہوم تو یہ تھا کہ اس کا
خلاف فاسد ہے اور اصح کا مطلب تمہارے نزدیک
یہ ہے کہ یہ صحیح ہے، تو گویا فاسد کو صحیح کردیا گیا۔
اور ثانیا تم نے کہا ہے کہ ہمیں ان کے ترجیح
دیے ہوئے کی پیروی لازم ہے اور کسی چیز کی فی نفسہ
قوت کا بیان اس کی ترجیح نہیں ہے کیونکہ ترجیح کے لیے
کسی مرجح کا اور مرجح علیہ کا ہونا ضروری ہے، تو
معنی قطعا یہ ہیں کہ انہوں نے اس کو اس کے غیر
پر فضیلت دی ہے، تو اس میں شک نہیں کہ

یہاں کی تفصیل کو اسلوب کلام کا ماہر اور رجال کے مراتب کو جاننے والا ہی جانتا ہے فافہم اھ منہ (ت)

[1] الدرالمختار، صفة الصلوٰة، مجتبائی دہلی ۱/۸۷
[2] ردالمحتار، صفة الصلوٰة، البابی مصر ۱/۳۸۸

Marfat.com

افصح به ش فی مواضع من کتبه وبیناها فی فصل القضاء وبالجملة فالثنیا تخالف ما قررہ اما انها لا تخالفنا فلان مفادها اذ ذاک التخییر وهو حاصل ما فی شق الثانی لانه لما وقع فی شقه الاول الخلاف من دون ترجیح آل الی التخییر والتخییر مقید بقیود قد ذکرها من قبل وذکرها هنا بقوله ولا تنس ما قدمناه من قیود التخییر[1] اھ من اعظمها ان لا یکون احدهما قول الامام فاذا کان فلا تخییر کما اسلفنا آنفا نقله **وقد قال** فی شرح عقوده اذا کان احدهما قول الامام الاعظم والاٰخر قول بعض اصحابه عند عدم الترجیح لاحدهما یقدم قول الامام فکذا بعده[2] اھ ای بعد ترجیح القولین جمیعا فرجع حاصل القول الی ان قول الامام هو المتبع الا ان یتفق المرجحون علی تصحیح خلافه۔

جب وہ کسی قول کے لیے الاصح کہیں اور دوسرے سے خاموش رہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انھوں نے اس کو فضیلت اور ترجیح دی ہے دوسرے پر، تو تمہارے نزدیک اس کی پیروی واجب ہے اور تخییر ساقط ہے تو میرے نزدیک رسالہ کے کلام کو اس پر محمول کیا جانا چاہیے کہ اگر ایک قول کے بعد افعل ہو اور دوسرے میں کچھ اور ہو تو یہ تیسری چیز ہو گی جو مسئلہ میں خیریہ اور غنیہ میں اصح یا صحیح کا اختیار ہے اور یہی تخییر ہے اور یہ اس سے بہتر ہے کہ اس کو نامقبول چیز پر محمول کیا جائے، پھر رسالہ ایک مجہول کتاب ہے، نہ اس کا پتا اور نہ اس کے مصنف کا پتا ہے، اور مجہول کی نقل پر اعتماد نہیں کیا جاتا ہے خواہ ناقل کتنا ہی قابلِ اعتماد ہو، ش نے اپنی کتاب کے کئی مقامات پر اس کو ذکر کیا ہے اور ہم نے اس کو فصلِ قضاء میں ذکر کیا ہے، خلاصہ یہ کہ استثناء ان کی تقریر کے خلاف ہے لیکن ہمارے مخالف نہیں ہے، کیونکہ اس وقت ان کا مفاد تخییر ہے اور یہ دوسری کی دونوں شقوں میں موجود ہے کیونکہ جب اس کی شق اول خلاف واقع ہوئی بلا ترجیح کے تو تخییر واپس آگئی اور تخییر ایسی قیود سے مقید ہے جس کو انھوں نے پہلے ذکر کیا اور یہاں اس کو یاد کرایا اور فرمایا "جو قیود تخییر ہم نے ذکر کی ہیں وہ نہ بھولو اھ" ایک یہ ہے کہ دونوں میں سے کوئی ایک قولِ امام نہ ہو اگر ایسا ہو تو تخییر نہ ہو گی جیسا ہم نے ابھی ذکر کیا، انہوں نے شرح عقود میں فرمایا کہ جب ایک قول امام اعظم کا ہو اور دوسرا ان کے بعض اصحاب کا اور ان میں سے کسی ایک کی ترجیح نہ ہو تو قولِ امام ہی کو مقدم کیا جائے گا، اسی طرح اس کے بعد والا ہے اھ یعنی دونوں قولوں کی ترجیح کے بعد، تو حاصلِ قول یہ نکلا کہ قولِ امام ہی لائقِ اتباع ہے، ہاں اگر ترجیح دینے والے اس کے خلاف کی تصحیح پر متفق ہو جائیں۔

---

[1] ردالمحتار اذا تعارض التصحیح البابی مصر ۱/ ۵۵

[2] شرح عقود رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۴۰

Marfat.com

فان قلت الیس قد ذکر عشر مرجحات أخر و نفی التخییر مع کل منها، ۱ اٰکدیۃ التصحیح ۲ کونہ فی المتون والاٰخر فی الشروح ۳ او فی الشروح والاٰخر فی الفتاوٰی ۴ او علّلوہ دون الاٰخر ۵ او کونہ استحسانا ۶ او ظاھر الروایۃ ۷ او انفع للوقف ۸ او قول الاکثر ۹ او اوفق باھل الزمان ۱۰ او اوجہ زادھذین فی شرح عقودہ۔

اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے دس ترجیحات ذکر کی ہیں اور ہر ترجیح کے ساتھ تخییر کی نفی کی ہے، وہ دس یہ ہیں:

(۱) تصحیح کی آکدیت۔
(۲) ایک کا متن میں اور دوسرے کا شروح میں ہونا۔
(۳) ایک کا شروح میں ہونا اور دوسرے کا فتاوٰی میں ہونا۔ (۴) ایک میں تعلیل کی گئی اور دوسرے میں نہ کی گئی
(۵) استحسان ہونا۔
(۶) ظاہر الروایۃ ہونا۔
(۷) وقف کے لیے زائد نفع بخش ہونا۔
(۸) اکثر کا قول ہونا۔
(۹، ۱۰) اہلِ زمانہ کے حق میں زیادہ مناسب ہونا یا معقول ہونا، یہ دو وجوہ انہوں نے اپنی شرح عقود میں زیادہ کی ہیں۔

قلت بلی ولا ننکرھا افقال ان الترجح بھا اٰکد من الترجح بانہ قول الامام انما ذکر رحمہ اللہ تعالٰی ان التصحیح اذا اختلف وکان لاحدھما مرجح من ھذہ ترجح ولا تخییر ولم یذکر ما اذا کان لکل منھما مرجح منھا۔

میں کہتا ہوں کیوں نہیں، اور ہم بھی اُن کا انکار نہیں کرتے ہیں، کیا اُنہوں نے یہ کہا ہے کہ ان سے ترجیح کا پایا جانا اس امر سے زیادہ قوی ہے کہ یہ قولِ امام ہے؟ انہوں نے ذکر کیا کہ جب تصحیح مختلف ہو جائے اور کسی کو ان وجوہ میں سے کسی وجہ سے ترجیح حاصل ہو اور تخییر بھی نہ ہو، انہوں نے یہ ذکر نہیں کیا کہ جب ان میں سے ہر ایک کے لیے مرجح موجود ہو تو کیا ہوگا!

اقول ۲ وقد بقی من المرجحات کونہ احوط او ارفق او علیہ العمل وھذا یقتضی الکلام علی تفاضل ھذہ المرجحات فیما بینھا وکانہ لم یلم بہ لصعوبۃ استقصائہ فلیس فی کلامہ مضادۃ لما ذکرنا وانا **اقول** ۳ الترجح بکونہ مذھب الامام ارجح من کل التصحیحات القاھرۃ الظاھرۃ الباھرۃ المتواترۃ ان الفتوی بقول الامام مطلقا وقد صرح الامام الاجل

میں کہتا ہوں مرجحات میں سے یہ باقی رہ گیا ہے کہ یہ احوط ہو یا ارفق ہو یا اس پر عمل ہو، اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان مرجحات میں آپس میں درجہ بندی پائی جاتی ہے مگر اُنہوں نے اس کا ذکر غالباً اس لئے نہیں کیا کہ اس کا استقصاء دشوار ہے، تو ان کے کلام میں تضاد نہیں جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، میں کہتا ہوں ان الفاظ کے ساتھ ترجیح دینا کہ یہ قول مذہب امام ہے تمام ترجیحات سے افضل ظاہر باہر متواتر ہے، اور یہ

Marfat.com

صاحب الهداية بوجوبه على كل حال وان بغيت التفصيل وجدت الترجيح به ارجح من جل ما ذكر مما يوجد معارضا له ۔

تصریح موجود ہے کہ فتویٰ مطلقاً امام کے قول پر ہوگا اور صاحب ہدایہ نے ہر حال میں اس کے وجوب کا قول کیا ہے، اور اگر آپ تفصیل کے متلاشی ہیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ترجیح کا یہ طریقہ اس کے مخالف تمام طریقوں سے ارجح ہے ۔

فاقول القول لا يكون الا ظاهر الرواية ومحال ان تمشي المتون قاطبة على خلاف قوله وانما وضعت لنقل مذهبه وكذا لن تجد ابدا ان المتون سكتت عن قوله والشروح اجمعت على خلافه ولم يلهج به الا الفتاوى والانفعية للوقت من المصالح الجليلة المهمة وهي احدى الحوامل الست وكذا الاوفقية لاهل الزمان وكونه عليه العمل وكذا الارفق اذا كان في محل دفع الحرج والاحوط اذا كان في خلافه مفسدة والاستحسان اذا كان لنحو ضرورة او تعامل اما اذا كان لدليل فمختص باهل النظر وكذا كونه اوجه واوضح دليلا كما اعترف به في شرح عقوده وقد اعلمناك ان المقلد لا يترك قول امامه لقول غيره ان غيره اقوى دليلا في نظري فاين النظر من النظر وانما يتبعه في ذلك تاركا تقليد امامه من يسلم ان احدا من مقلديه ومجتهدي مذهبه ابصر بالدليل الصحيح منه وكربما يكون قياس يعارضه استحسان يعارضه استحسان اخر اقوى منه فكيف يترك القياس القوي بالاستحسان الضعيف وهذا هو المرجو في كل قياس قابل

میں کہتا ہوں، قول تو ظاہر روایت پر ہی ہوگا، اور یہ محال ہے کہ تمام کے تمام متون امام صاحب کے قول کے برخلاف چلیں، متون تو وضع ہی اس لیے کئے گئے ہیں کہ امام صاحب کے مذہب کو نقل کریں، اور یہ بھی ہرگز نہیں پاؤ گے کہ تمام متون امام صاحب کے قول سے خاموش رہیں، اور تمام شروح میں اس کے خلاف ہی ہو اور اس کا ذکر صرف فتاویٰ میں پایا جائے، اور وقت کے لیے کسی چیز کا انفع ہونا عظیم جلیل مصلحتوں میں سے ایک ہے اور چھ موجبات میں سے ایک ہے، اسی طرح کسی چیز کا اہلِ زمانہ کے مزاج کے موافق ہونا، اور اس پر عمل کا ہونا، اور اسی طرح زیادہ آسان ہونا جبکہ تنگی کا دفع کرنا مقصود ہو، اور احوط کا ہونا جبکہ اس کے خلاف میں فساد ہو، اور استحسان جبکہ ضرورت یا تعامل کی وجہ سے ہو، اور اگر کسی دلیل کی وجہ سے ہو تو یہ چیز صاحبانِ نظر کے ساتھ مختص ہے، اسی طرح دلیل کا اوجہ یا اوضح ہونا، جیسا کہ انھوں نے اپنی شرح عقود میں اس کا اعتراف کیا ہے اور آپ کو بتایا جا چکا ہے کہ مقلد کسی دوسرے کی خاطر اپنے امام کے قول کو ترک نہیں کرے گا خواہ نظری اعتبار سے وہ کتنا ہی قوی کیوں نہ ہو ایسا صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو امام صاحب کے مقلدین و مجتہدین میں سے کسی کو بہ نسبت امام صاحب کے دلیل صحیح کا زاید

Marfat.com

به الامام وقيل لغيره لا لمثل ضرورة وتعامل انه استحسان ولنحو هذا مر بما قدموا القياس على الاستحسان وقد نقل فی مسألۃ فی الشركة الفاسدة ش عن ط عن الحموی عن المفتاح ان قول محمد هو المختار للفتوی وعن غاية[1] البيان ان قول ابی يوسف استحسان فقال ش وعليه فهو من المسائل التی ترجح فيها القياس على الاستحسان[2] اھ فافادان[1] ما عليه الفتوی مقدم على الاستحسان وكذا ضرورة على ما علل فالتعليل من امارات الترجيح والفتوی اعظم ترجيح صريح وكذا لا شك فی تقديمها على الاوجه والارفق والاحوط كما نصوا عليه فلم يبق من المرجحات المذكورة الا اكدية التصحيح واكثرية القائلين ولذا اقتصرنا على ذكرهما فيما مضی وای[2] اكثرية اكثر مما فی مسألتی وقت العصر والعشاء حتی ادعوا على خلاف قوله التعامل بل عمل عامة الصحابة فی العشاء ولم يمنع ذلك لاسيما فی العصر عن التعويل على قول الامام ونقلتم عن البحر واقررتم انه لايعدل عن قول الامام الا لضرورة وان صرح المشايخ ان الفتوی على قولهما

جاننے والا اور سمجھنے والا اگر دانا ہو، اور بسا اوقات ہوتا ہے کہ قیاس کے معارض استحسان ہوتا ہے اور استحسان کے معارض اس سے زیادہ دقیق استحسان ہوتا ہے، تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک مضبوط قیاس کو کمزور استحسان کے مقابل ترک کردیا جائے، اور یہی چیز امام صاحب کے تمام قیاسات کی بابت کہی جاسکتی ہے اور امام صاحب کے علاوہ دوسروں کی بابت کہا جاسکتا ہے کہ ضرورت و تعامل کے مثل کے لیے استحسان نہیں ہے، اور اسی کے مثل کے لیے انہوں نے قیاس کو استحسان پر مقدم کیا ہے اور شرکت فاسدہ میں 'ش' نے 'ط' سے نقل کیا ہے انہوں نے حموی سے انہوں نے مفتاح سے کہ محمد کا قول ہی فتوٰی کے لیے مختار ہے اور غایۃ البیان سے منقول ہے کہ ابو یوسف کا قول استحسان ہے، تو 'ش' نے کہا اور اس پر تو وہ ان مسائل میں سے ہے جن میں قیاس کو استحسان پر ترجیح دی گئی ہے اھ تو انہوں نے یہ بتایا ہے کہ جس پر فتوٰی ہو وہ استحسان پر مقدم ہے اور اسی طرح ضرورت اس چیز پر مقدم ہے جس کی تعلیل کی گئی ہو، تو تعلیل علامات ترجیح سے ہے اور فتوٰی بڑی ترجیح صریح ہے اور اسی طرح اس میں شک نہیں کہ اس کی تقدیم اوجہ پر کی جائے اور ارفق اور احوط پر کی جائے، جیسا کہ مشایخ نے تصریح کی ہے، تو مذکورہ

---

[1] قاله الامام الكرخی فی مختصره وعنه نقل فی غاية البيان ۱۲ منه غفرله۔ (م)

[2] رد المحتار شركت فاسدہ البابی مصر ۳/۳۴۳

[1] یہ امام کرخی نے اپنی مختصر میں کہا اسے غایۃ البیان نے نقل کیا۔ (ت)

Marfat.com

کما ھنا[1] اھ و ناھیك بہ جوابا عن اکدیۃ لفظ التصحیح و ایضا قدمنا نصوص ش فی ذلك فی سرد النقول عن کتاب النکاح و کتاب الھبۃ و ایضا اکثر فی رد المحتار من معارضۃ الفتوی بالمتون و تقدیم ما فیھا علی ما علیہ الفتوی و ما ھو الا لان المتون وضعت لنقل مذھب صاحب المذھب رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

مرجحات میں سے صرف تصحیح کی اکدیت اور قائلین کی اکثریت رہ گئی ہے، اور اسی لیے ہم نے سابق میں ان دونوں چیزوں کو ذکر کیا ہے، عصر اور عشأ کے اوقات کے معاملات میں جو اکثریت ہے اس سے بڑی اور کون کی اکثریت ہوگی، یہاں تک کہ علمأ نے دعوٰی کیا ہے کہ امام صاحب کے قول کے برخلاف تعامل ہے بلکہ عشأ میں عام صحابہ کا عمل موجود ہے اس کے باوجود امام صاحب کے قول پر ہی اعتماد ہے خاص طور پر عصر میں، اور آپ نے بحر میں اقرار کیا ہے کہ قول امام سے عدول صرف ضرورت کے وقت ہی ہوسکتا ہے، خواہ مشایخ نے صاحبین کے قول پر فتوٰی دیا ہوگا جیسا کہ یہاں ہے اھ اور اکدیت لفظ تصحیح کا جواب کافی ہے اور ہم "ش" سے کتاب النکاح اور کتاب الھبہ سے نقول پیش کرآئے ہیں نیز ردالمحتار میں انہوں نے فتوٰی کا متون سے کئی جگہ مقابلہ کیا ہے اور متون کو فتاوٰی پر مقدم کیا ہے، اور اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ متون تو نقل مذہب ہی کے لیے ہیں۔

فمنھا الاسناد فی البئر الی یوم او ثلثۃ فی حق الوضوء والغسل و الاقتصار فی حق غیرھما افتی بہ الصباغی و صححہ فی المحیط و التبیین و اقرہ فی البحر و المنح و اعتمدہ فی التنویر و الدر فقلتم مخالف لاطلاق المتون قاطبۃ (الی قولکم) فلا یعول علیہ و ان اقرہ فی البحر و المنح[2] **ومنھا** وقف صدقۃ علی رجل بعینہ عاد بعد موتہ لورثۃ الواقف قال فی الاجناس ثم فتح القدیر بہ یفتی فقلتم انہ خلاف المعتمد لمخالفتہ لما نص علیہ محققو المشایخ و لما فی المتون من انہ بعد

ان متون میں سے ایک اسناد ہے کنویں میں ایک دن یا تین دن وضوء اور غسل میں اور ان دونوں کے غیر میں اقتصار، اس پر صباغی نے فتوٰی دیا اور اس کی تصحیح محیط اور تبیین میں کی اور اس کو بحر اور منح میں برقرار رکھا اور اس پر تنویر اور دُر نے اعتماد کیا تو تم نے کہا کہ یہ اطلاق متون کے خلاف ہے (اسلئے قولکم) تو اس پر اعتماد نہ کیا جائے گا اگرچہ بحر و منح نے برقرار رکھا اور انہی میں سے یہ ہے کہ کوئی صدقہ کسی معین شخص پر وقف کردینا، کہ یہ اس شخص کی موت کے بعد واقف کے وارثوں کی طرف لوٹ آئے گا۔ الاجناس میں فرمایا، پھر فتح القدیر میں، اسی پر فتوٰی دیا جائیگا

---

[1] بحرالرائق باب المغنے فصل یجوز تقلید من شاء من المجتہدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۲۷۰

[2] ردالمحتار فصل فی البئر مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۶۰

موت الموقوف علیہ یعود للفقراء[1] ومنھا ما اختار الامامان الجلیلان الطحاوی و الکرخی من الغاء طلاق السکران وفی التفرید ثم التاترخانیۃ ثم الدر الفتوی علیہ فقلتم مثل ح قد علمت مخالفتہ لسائر المتون[2] ومنھا قال محمد اذا لم یکن عصبۃ فولایۃ النکاح للحاکم دون الام قال فی المضمرات علیہ الفتوی فقلتم کالبحر والنھر غریب لمخالفتہ المتون الموضوعۃ لبیان الفتوی[3] ومنھا قال محمد لاتعتبر الکفاءۃ دیانۃ وفی الفتح عن المحیط علیہ الفتوی وصححہ فی المبسوط فقلتم کالبحر تصحیح الھدایۃ معارض لہ فالافتاء بما فی المتون اولی[4] ومنھا قال لھا اختاری اختاری اختاری فقالت اخترت الاولی او الوسطی او الاخیرۃ طلقت ثلثا عندہ وواحدۃ بائنۃ عندھما واختارہ الطحاوی قال فی الدر و اقرہ الشیخ علی المقدسی وفی الحاوی القدسی وبہ ناخذ فقد افادان قولھما ھو المفتی بہ کذا بخط الشرف الغزی فقلتم قول الامام مشی علیہ المتون واخر دلیلہ فی الھدایۃ

تو تم نے کہا کہ یہ معتمد کے خلاف ہے کیونکہ یہ محققین مشایخ کی تصریحات کے خلاف ہے اور اس لیے کہ متون میں ہے کہ یہ صدقہ موقوف علیہ کی موت کے بعد فقراء کو مل جائیگا اور انہی میں سے یہ ہے کہ طحاوی اور کرخی نے نشہ والے کی طلاق کو معتبر نہیں مانا ہے۔ تفرید اور تتارخانیہ اور دُر میں ہے کہ فتویٰ اسی پر ہے، تم نے 'ح' کی مثل کہا' اور آپ جانتے ہیں کہ یہ باقی متون کے مخالف ہے اور انہی میں سے یہ ہے کہ محمد نے فرمایا جب کوئی عصبہ نہ ہو تو ولایۃ نکاح حاکم کو ہے نہ کہ ماں کو۔ مضمرات نے کہا کہ اسی پر فتویٰ ہے تو تم نے بحر و نہر کی طرح کہا کہ یہ غریب ہے کیونکہ یہ اُن متون موضوعہ کے مخالف ہے، جو فتویٰ کے لیے مقرر ہیں، اور انہی میں سے یہ ہے کہ محمد نے فرمایا دین میں کفاءت کا اعتبار نہیں، اور فتح میں محیط سے ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے اور اس کو مبسوط میں صحیح کہا ہے تو تم نے مثل بحر فرمایا کہ ہدایہ کی تصحیح اس کے معارض ہے تو متون کے مطابق فتویٰ دینا اولیٰ ہے، اور انہی میں سے یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا اختاری، اختاری، اختاری، تو اس نے کہا میں نے پہلی یا درمیانی یا آخری کو اختیار کیا، تو امام صاحب کے نزدیک اس کو تین طلاقیں واقع ہوں گی اور صاحبین کے

---

[1] رد المحتار	کتاب الوقف	مصطفی البابی مصر	۳/۴۰۱
[2] رد المحتار	کتاب الطلاق	"	۲/۴۶۰
[3] رد المحتار	باب الولی	"	۲/۳۳۹
[4] رد المحتار	باب الکفاءۃ	"	۲/۳۴۷

Marfat.com

فکان ھو المعتمد ۔ نزدیک ایک بائنہ ہوگی اور طحاوی نے اسی کو اختیار کیا ،
دُر میں فرمایا کہ شیخ علی المقدسی نے اس کو برقرار رکھا اور حاوی القدسی میں ہے کہ ہم اسی کو لیتے ہیں، لہٰذا انھوں نے فرمایا
کہ اُن کا قول ہی مفتٰی بہ ہے، اسی طرح شرف الغزی کا لکھا ہوا موجود ہے تو تم نے کہا کہ قولِ امام پر ہی متون چلے ہیں ،
اور اس کی دلیل ہدایہ میں بعد میں ذکر کی تو وہی معتمد ہے ۔

ومنھا طلب القسمۃ من لاینتفع بھا لقلۃ حصتہ قال شیخ الاسلام خواھرزادہ یجاب قال فی الخانیۃ وعلیہ الفتوی فقال فی الدر لکن المتون علی الاول فعلیہ المعول واقرہ ثموہ اتم و ط مع قولکم مرارا منھا فی ھبۃ ردالمحتار کن علی ذکر مما قالوا لایعدل عن تصحیح قاضی خان فانہ فقیہ النفس[1] اھ فقد ظھر وللہ الحمد ان الترجیح بکون القول قول الامام لایوازیہ شیئ واذا اختلف الترجیح وکان احدھما قول الامام فعلیہ التعویل وکذا اذا لم یکن ترجیح فکیف اذا اتفقوا علی ترجیحہ فلم یبق الا ما اتفقوا فیہ علی ترجیح غیرہ فاذا احمل کلامہ علی ما وصفنا فلا شک فی صحتہ اذن بالنظر الی حاصل الحکم فانا نوافقہ علی انا نخرج بما اتفقوا علی ترجیحہ انما یبقی الخلاف بیننا فی الطریق فھو اختارہ بناء علی اتباع المرجحین ونحن نقول لایکون ھذا الا فی محل احدی الحوامل فیکون ھذا ھو قول الامام الضروری وان خالف قولہ الصوری بل عندنا ایضا ساغ ھھنا لتقلید المشایخ فی بعض الصور علی ما یأتی بیانھا ثم لاشک انہ لایتقیدح بکونہ قول

اور انہی میں سے یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے تقسیم کا مطالبہ کیا مگر اس کا حصہ اتنا کم ہے کہ اس کے لیے بیکار رہے ، تو شیخ الاسلام خواہر زادہ نے فرمایا اس کی بات مانی جائے گی، خانیہ میں ہے کہ اسی پر فتوی ہے ، دُر میں فرمایا کہ مگر متون اول پر ہیں تو اسی پر اعتماد ہوگا ، اور تم نے اور "ط" نے اقرار کیا ، اور تم نے بار ہا ردالمحتار کے ھبہ میں فرمایا ، جو انھوں نے فرمایا وہ یاد کیجئے ، انہوں نے فرمایا قاضی خان کی تصحیح سے عدول نہ کیا جائیگا کہ وہ فقیہ النفس ہیں، تو بحمد اللہ یہ ظاہر ہوگیا کہ ان الفاظ سے ترجیح دینا کہ یہ قول امام ہے ایسی چیز ہے کہ جس کے مقابل کوئی چیز نہیں، اور جب ترجیح مختلف ہو اور ان میں سے ایک قولِ امام ہو تو اسی پر اعتماد ہوگا ، اور اسی طرح اگر ترجیح نہ ہو تو اس کی ترجیح پر وہ کیسے متفق ہوں گے ، تو صرف یہی صورت رہ گئی کہ تمام لوگ امام کے علاوہ دُوسروں کے قول کی ترجیح پر متفق ہوں، تو جب ان کا کلام اس پر محمول کیا جائے جو ہم نے بیان کیا تو اس کی صحت پر کوئی شک نہیں، حاصل حکم کو دیکھتے ہُوئے ، تو ہم ان کی موافقت اس پر کرتے ہیں کہ ایسی صورت میں ہم اس قول ہی کو لیں گے جس کی ترجیح پر متفق ہوں، اب ہمارا اور ان کا اختلاف صرف طریقہ میں ہے، انہوں نے

---

[1] ردالمحتار باب تفویض الطلاق مصطفی البابی مصر ۲/۵۱۲

Marfat.com

احد الصاحبين بل ندور مع الحوامل حيث
دارت وان كان قول زفر مثلا على خلاف الائمة
الثلثة كما ذكروما ذكر من سيرهم الدليل و
سائر كلامه نشأ من الطريق الذى سلكه
رح يبقى الخلاف بينه وبين البحر لفظيا فان
البحر ايضا لايابى عندئذ العدول عن قول الامام
الصورى الى قوله الضرورى كيف وقد فعل مثله
نفسه والوفاق اولى من الشقاق ولعل مراد
ابن الشلبى ان يصرح احد من المشايخ بالفتوى
على قول غير الامام مع عدم مخالفة الباقين
له صراحة ولا دلالة كاقتصارهم على قول
الامام او تقديمه او تأخير دليله او الجواب
عن دلائل غيره الى غير ذلك مما يعلم انهم
يرجحون قول الامام كما اشار ابن الشلبى الى
التصحيح دلالة وح لابد ان يظهر منهم مخايل
وفاقهم لذلك المفتى فيدخل فى صورة الثنيا
هذا فى جانب الشامى واما جانب البحر فأستثنى
كتب فيما علقت على رد المحتار فى كتاب
القضاء مانصه .

اس کو مرجحین کی اتباع کی بنیاد پر اختیار کیا ہے، اور ہم کہتے ہیں یہ صرف چھ موجبات کے مقام میں ہوگا اور امام کا یہی قول ضروری قرار پائے گا خواہ یہ ان کے صوری قول کے مخالف ہی ہو، بلکہ جیسا کہ ہم بیان کریں گے یہاں اس امر کی گنجائش موجود ہے کہ بعض مشایخ کی بعض صورتوں میں تقلید اختیار کر لی جائے، پھر اس میں شک نہیں کہ اس صورت میں یہ قید نہیں کہ وہ صاحبین میں سے کسی ایک کا قول ہو، بلکہ جو موجبات ہیں انہی کے ساتھ ہمیں چلنا ہوگا خواہ وہ زفر کا قول ہو اور ائمہ ثلثہ کے خلاف ہو جیسا کہ ذکر کیا گیا، اور جو ذکر ان کے دلیل چلانے کا ہوا اور ان کا باقی کلام ان کے اپنے اختیار کردہ طریق کے مطابق ہے، اس صورت میں ان کا اور بحر کا اختلاف صرف لفظی رہ جائیگا، کیونکہ بحر بھی ایسی صورت میں امام صاحب کے صوری قول سے عدول کر کے ضروری قول کے اختیار کرنے کو نہیں کہتے ہیں، اور ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ انہوں نے خود ایسا ہی کیا ہے، اور اتفاق اختلاف سے بہتر ہے، اور غالباً ابن شلبی کی مراد یہ ہے کہ مشایخ میں سے کوئی اس امر کی وضاحت کر دے کہ فتویٰ امام کے علاوہ کسی اور کے قول پر ہے اور باقی حضرات بھی اس کی مخالفت کریں، نہ صراحۃً اور نہ دلالۃً۔ مثلاً یہ کہ وہ قولِ امام پر اکتفاء کریں یا اس کو مقدم کریں یا اس کی دلیل کو مؤخر کریں، یا دوسروں کے دلائل کے جواب دیں، یا اس کے علاوہ کوئی اور چیز جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ امام کے قول کو ترجیح دے رہے ہیں، جیسے ابن شلبی نے تصحیح کی طرف اشارہ کیا ہے، اور ایسی صورت میں یہ ضروری ہے کہ ان کی طرف سے ایسا اشارہ ملے کہ وہ اس مفتی کے ساتھ متفق ہیں، تو یہ استثناء کی صورت میں داخل ہو جائیگا، یہ شامی کی طرف ہے اور بحر کی طرف تو میں نے رد المحتار کی کتاب القضاء میں تعلیق لکھی ہے

اقول محل کلام البحر حیث وجد

میں کہتا ہوں کہ بحر کے کلام کا محل یہ ہے کہ ان کے ائمہ

Marfat.com

الترجيح من ائمته في جانب الامام ايضا كما في
مسألتي العصر والعشاء وان وجد اكد الفاظه
وهو الفتوى من المشايخ في جانب الصاحبين
وليس يريد ان المشايخ وان اجمعوا على ترجيح قولهما
لايعبؤبه ويجب علينا الافتاء بقول الامام فان هذا
لايقول به احد ممن له مساس بالفقه فكيف بهذا
العلامة البحر لن ترى ابدا اجماع الائمة على ترجيح قول غيره الا
لتبدل مصلحة باختلاف الزمان وح لايجوز
لنا مخالفة المشايخ (لانها اذن مخالفة الامام
عينا كما علمت) واما اذا اختلف الترجيح
فرجحان قول الامام لانه قول الامام ارجح
من رجحان قول غيره لارجحية لفظ الافتاء
به (او كثرة المائلين الى ترجيحه) فهذا
ما يريده العلامة صاحب البحر وبه يسقط
ايراد العلامتين الرملي والشامي اه ما كتبت
مع زيادات مني الآن ما بين الاهلة
فبهذا التئم الكلمات، وتألف الاشتات،
والحمد لله رب البريات، وافضل الصلوات
واكمل التسليمات، على الامام الاعظم لجميع
الكائنات، وآله وصحبه وابنه وحزبه
اولى الخيرات، والسعود والبركات،
عدد كل ما مضى وما هو آت، آمين
والحمد لله رب العلمين والله سبحنه وتعالى
اعلم رأيت الناس يتحفون كتبهم الى ملوك
الدنيا وانا العبد الحقير، خدمت بهذه

کی طرف سے اگر ترجیح امام صاحب کے لیے ہو جیسے عصر و
عشاء کے مسئلہ میں اگرچہ بہت زیادہ تاکیدی الفاظ ہوں،
اور یہی فتویٰ مشایخ نے صاحبین کی طرف دیا ہے، ان
کی مراد یہ نہیں ہے کہ اگرچہ مشایخ صاحبین کے قول کی
ترجیح پر متفق ہوں تب بھی کوئی لحاظ نہ کیا جائے گا، اور
ایسی صورت میں بھی امام کے قول پر فتویٰ دینا لازم
ہوگا، ایسی بات تو کوئی ایسا شخص بھی نہیں کہہ سکتا ہے
جس کو فقہ سے ادنیٰ بھی مس ہو چہ جائیکہ صاحب بحر جیسی
شخصیت، اور تم ہرگز ایسا نہیں پاؤ گے کہ مشایخ
امام صاحب کے علاوہ کسی اور کے قول کی ترجیح پر متفق
ہو گئے ہوں، یہ چیز صرف اس صورت میں ہو سکتی ہے
جبکہ اختلافِ زمانہ کے باعث مصلحت بدل گئی ہو، ایسی
صورت میں ہمارے لیے روا نہ ہوگا کہ ہم مشایخ کی مخالفت
کریں (کہ یہ تو بعینہٖ امام کی مخالفت ہے) اور اگر ترجیح
مختلف ہو تو امام کے قول کو راجح قرار دیا جائیگا کہ امام کا
قول بہ نسبت دوسروں کے ترجیح کا زیادہ مستحق ہے،
یا تو لفظِ افتاء میں اس کی ارجحیت ہو (یا زیادہ لوگ
اس کی ترجیح کی طرف مائل ہوں)، صاحبِ بحر کی
مراد یہی ہے اور اس وضاحت کے بعد علامہ رملی اور
شامی کا اعتراض ساقط ہو جاتا ہے اھ میں نے
جو کچھ لکھا ہے اس میں بین القوسین کی عبارات میری
طرف سے اضافہ شدہ ہیں، اس طرح فقہاء کی مختلف
عبارات میں تطبیق کی شکل پیدا کی ہے، میں نے دیکھا ہے
کہ لوگ اپنی کتب کو شاہانِ دنیا کے نام سے معنون
کرتے ہیں مگر میں اس رسالہ کو امام ائمۃ المجتہدین حضرت

Marfat.com

السطور، ملكاف الدين، امام ائمة المجتهدين، رضى الله تعالى عنه وعنهم اجمعين، فان وقعت موقع القبول، فذالك نهاية المسئول ومنتهى المأمول، وماذلك على الله بعزيز ان ذلك على الله ليسير، ان الله على كل شئ قدير، ولله الحمد واليه المصير، وصلى الله تعالى على المولى الاكرم، وآله وصحبه و بارك وسلم، امين۔

تنبيه اقول كون المحل محل احدى الحوامل انكان بينا لايلتبس فالعمل عليه وما عداه لانظر اليه وهذا طريق لمى وانكان الامر مشتبها رجعنا الى ائمة الترجيح فان رأيناهم مجمعين على خلاف قول الامام علمنا ان المحل محلها وهذا طريق انى وان وجدناهم مختلفين فى الترجيح اولم يرجحوا شيئا عملنا بقول الامام وتركنا ماسواه من قول وترجيح لان اختلافهم اما لان المحل ليس محلها فاذن لاعدول عن قول الامام اولانهم اختلفوا فى المحلية فلا يثبت القول الضرورى بالشك فلا يترك قوله الصورى الثابت بيقين الا اذا تبينت لنا المحلية بالنظر فيما ذكروا من الادلة او بنى العادلون عن قوله الامر عليها وكانوا هم الاكثرين فنتبعهم ولانتهمهم اما اذا لم يبنوا الامر عليها انما حاموا حول الدليل فقول الامام عليه

امام اعظم رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرتا ہوں۔ اگر یہ قبول ہو جائے تو میری اعلیٰ درجہ کی غرض و غایت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی بات نہیں بلکہ معمولی بات ہے، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف جائے رجوع ہے، اور اللہ تعالے سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کی آل اور صحابہ پر درود و سلام بھیجے آمین۔

تنبیہ میں کہتا ہوں اگر مقام ایسا ہو کہ اس میں مذکور چھ موجبات میں سے کسی کا پایا جانا واضح ہو تو اس پر عمل کرنا لازمی ہے اور کسی اور طرف دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں اور یہ طریق لمّی ہے اور اگر معاملہ مشتبہ ہو تو ائمہ ترجیح کی طرف رجوع کیا جانا چاہئے، اب اگر وہ سب کے سب قول امام کے خلاف متفق ہیں، تو ہم جان لیں گے کہ یہ اسی کا محل ہے، اور یہ طریق انّی ہے، اگر ہم دیکھیں کہ مشایخ ترجیح کے باب میں مختلف ہیں یا انہوں نے کسی قول کو ترجیح نہیں دی ہے تو ہم امام کا قول ہی لیں گے اور کسی جانب التفات نہیں کرینگے کیونکہ ان کا اختلاف یا تو اس لیے ہوگا کہ مقام اس کا مقام نہیں، تو اس صورت میں امام کے قول سے عدول نہیں ہونا چاہئے، یا محل ہونے میں اختلاف ہو تو قول ضروری شک سے ثابت نہ ہوگا، اور قول صوری جو یقین سے ثابت ہے اس کو قولِ ضروری کے لیے ترک نہ کیا جائیگا، ہاں اگر ہم ادلہ میں غور کے بعد محسوس کریں کہ یہ محل ہے یا جن لوگوں نے قولِ امام سے عدول

Marfat.com

التحويل هذا ما ظهر لي وارجو ان يكون صوابا ان شاء الله تعالىٰ والله تعالىٰ اعلم۔

کیا ہے وہ ان ادلہ پر بنا کریں اور ان کی تعداد بھی زیادہ ہو تو ہم ان کی پیروی کریں گے اور ان کو متہم نہ کریں گے، اور اگر وہ اپنے دعویٰ کی بنا ان ادلہ پر نہ کریں اور دلیل کے گرد ہی رہیں، تو امام کے قول پر ہی اعتماد ہوگا، یہ مجھ پر ظاہر ہوا ہے اور مجھے امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ درست ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تنبیہ اقول هذا كله اذا خالفوا الامام اما اذا فصلوا اجمالا، او اوضحوا اشكالا، او قيدوا ارسالا، كداب الشراح مع المتون، وهم في ذلك على قوله ماشون، فهم اعلم منا بمراد الامام فان اتفقوا والا فالترجيح بقواعده المعلومة وانما قيدنا بانهم في ذلك على قوله ماشون لانه تقع هنا صورتان مثلا قال الامام في مسألة باطلاق وصاحباه بالتقييد فان اثبتوا الخلاف واختاروا قولهما فهذه مخالفة وان نفوا الخلاف وذكروا ان مراد الامام ايضا التقييد فهذا شرح والله تعالىٰ اعلم وليكن هذا آخر الكلام، وافضل الصلاة والسلام، على اكرم الكرام، وآله وصحبه وابنه وحزبه الى يوم القيام، والحمد لله ذي الجلال والاكرام۔

تنبیہ میں کہتا ہوں یہ تمام بحث اُس صورت میں ہے جب مشایخ امام صاحب کی مخالفت کریں لیکن اگر وہ کسی اجمال کی تفصیل کریں یا کسی اشکال کی وضاحت کریں یا کسی مرسل کو مقید کریں، جیسے شارحین متون میں کیا کرتے ہیں، تو اگر ایسا متفقہ طور پر کیا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ ترجیح معروف طریقوں کے مطابق ہوگی، اور ہم نے یہ قید لگائی کہ وہ ان کے قول پر چلنے والے ہیں کیونکہ یہاں دو صورتیں ہوسکتی ہیں مثلاً امام نے کسی مسئلہ میں اطلاق رکھا اور صاحبین نے تقیید کی، تو اگر وہ اختلاف ثابت کردیں اور صاحبین کے قول کو اختیار کریں تو یہ مخالفت ہے، اور اگر وہ اختلاف کی نفی کریں اور ذکر کریں کہ امام کی مراد بھی تقیید ہے تو یہ شرح ہے واللہ تعالیٰ اعلم .... (ت)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الطّہارۃ

باب الوضوء

اَلْجُوْدُ الْحُلُوّ فِیْ اَرْکَانِ الْوُضُوْء (۱۳۲۴ھ)

(وضو کے ارکان کے بیان میں دل کش سخاوت ۱۲ ق)

مسئلہ مسئولہ مولوی محمد ظفر الدین صاحب بہاری قادری ۱۰ شوال المکرم ۱۳۲۴ھ

بحر العلوم النقلیۃ حبر الفنون العقلیۃ مجدد المائۃ الحاضرۃ متع اللہ المسلمین بطول بقائکم۔

علوم عقلیہ کے دریا، فنونِ نقلیہ کے ماہر، موجودہ صدی کے مجدد، اللہ تعالٰی آپ کی عمر کی درازی سے مسلمانوں کو نفع عطا فرمائے ۱۲ م

وضو میں کتنے فرائض اعتقادی اور کتنے فرض عملی اور کے واجب اعتقادی اور کے واجب عملی ہیں؟ اور ہر ایک کی تعریف کیا ہے؟ مدلل ارشاد ہو۔

جزاکم اللہ تعالٰی من افضل ما جازی علماء امۃ حبیبہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اللہ تعالٰی آپ کو وہ افضل ترین جزا عطا فرمائے جو اس نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی امت کے علماء کو عطا فرمائی ۱۲ م

Marfat.com

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللھم لک الحمد فرضا لازما وصل علی افضل ارکان الایمان وسلم دائماً، ایھا السائل الفاضل رزقک اللہ علما نافعا ھذا سوال لایہتدی الیہ الامن وفقہ اللہ واللہ یختص برحمتہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

اے اللہ! تیرے لیے فرض لازم کے طور پر حمد وثنا ہے ایمان کے افضل رکن پر ہمیشہ رحمت اور سلامتی نازل فرما! سائل فاضل! اللہ تعالیٰ تمہیں علم نافع عطا فرمائے، ایسا سوال وہی کرسکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے مختص فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے ۱۲ق

مجتہد جس شے کی طلب جزمی، حتمی اذعان کرے[۱]، اگر وہ اذعان بدرجۂ یقین معتبر فی اصول الدین ہو[۲] اور

---

[۱] اقول: والاذعان یعم الظن الغالب واکبر الرائی الملحق فی الفقہیات بالیقین والیقین بالمعنی الاعم والمعنی الاخص المعتبرین فی العقاید ۔۱۲م

[۱] اقول، فقہیات میں غالب ظن اور راجح رائے کو یقین کے درجے میں شمار کیا جاتا ہے، عقاید میں یقین، عام اور خاص دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے لفظ اذعان' ان سب کو شامل ہے ۱۲م

[۲] اذا اذعن بشئ فان لم یحتمل خلافہ اصلا کوحدانیۃ اللہ تعالیٰ وحقانیۃ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیقین بالمعنی الاخص وان احتمل احتمالا ناشئا لاعن دلیل کامکان ان یکون الذی نراہ زیدا، جنیا تشکل بشکلہ فبالمعنی الاعم ومثل ھذا الاحتمال لانظر الیہ اصلا ولا ینزل العلم عن درجۃ الیقین اما الناشئ عن دلیل فیجعلہ ظنا والکل داخل فی الاذعان ۱۲م

[۲] جب ہمیں کسی چیز کا وثوق ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں (۱) اس کے خلاف کا بالکل احتمال نہ ہو، جیسے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقانیت کا وثوق، تو یہ خاص معنوں میں یقین ہے (۲) جانب مخالف کا بغیر کسی دلیل کے احتمال ہو، جیسے ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں کہ ہمارے سامنے کھڑا ہوا شخص زید ہے، لیکن ہو سکتا ہے کہ وہ زید کی شکل میں جن ہو، یقین کا یہ عام معنیٰ ہے۔ ایسا احتمال قابل توجہ نہیں ہوتا اور اس کی وجہ سے علم، درجۂ یقین سے نیچے نہیں آتا۔ ہاں! جو احتمال دلیل پر مبنی ہو وہ اس علم کو ظن بنا دیتا ہے اور یہ سب قسمیں اذعان میں داخل ہیں ۱۲م

Marfat.com

اس تقدیر پر مسئلہ نہ ہوگا مگر مجمع علیہ جمیع ائمہ دین^۱) تو وہ فرض اعتقادی ہے^۲ جس کا منکر عند الفقہاء مطلقاً کافر، اور متکلمین کے نزدیک (منکر اس وقت کافر ہے ۱۲ ق) جب کہ مسئلہ ضروریاتِ دین^۳ سے ہو، اور یہی عند المحققین احوط واسد (زیادہ احتیاط والا اور زیادہ درست ۱۲ ق) اور ہمارے اساتذۂ کرام کا معول^۴ معتمد (وثوق اور اعتماد والا ۱۲ ق) ہے ورنہ (یعنی اگر اس مسئلہ پر تمام ائمہ کا اتفاق نہیں ہے تو ۱۲ ق)

---

۱ لان ما فیہ خلاف ولو مرجوحا لا یصل الی درجۃ ھذا الیقین۔

کیونکہ جس مسئلے میں اختلاف ہو، اگرچہ مخالفت مرجوح ہی ہو، وہ اس یقین کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا ۱۲ م

۲ اقول والاعتقاد وان ساوی الاذعان فی اصل وضعہ فالمراد بہ ھھنا ھو العلم بالمعنی الاخص المختص بالیقین الاعم والاخص ومنہ قولھم حدیث الاحاد لا یفید الاعتماد فی باب الاعتقاد۔

اقول: اعتقاد، اگرچہ اصل وضع کے اعتبار سے اذعان کے مساوی ہے، لیکن اس جگہ اس سے مراد علم کا وہ معنیٰ خاص ہے جو خاص و عام یقین کے ساتھ مختص ہے، اسی معنیٰ کے اعتبار سے ائمہ فرماتے ہیں کہ خبر واحد، باب اعتقاد (یقین) میں اعتماد کا فائدہ نہیں دیتی ۱۲ م

۳ ای عند عامۃ مصنفیہم من اصحاب الفتاوی وغیرھم من المتاخرین اما ائمتنا الاقدمون فعلی ما علیہ المتکلمون کما حققہ خاتم المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد فی بعض فتاواہ۔

یعنی اکثر اصحاب فتاویٰ مصنفین وغیرہم متاخرین کے نزدیک، جہاں تک ہمارے ائمہ متقدمین کا مذہب ہے، تو وہ علماءِ کلام کے ساتھ متفق ہیں، جیسے کہ ہمارے والد ماجد، خاتم المحققین (مولانا نقی علی خاں) رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض فتاویٰ میں اس کی تحقیق فرمائی ہے ۱۲ م

۴ وفسرت الضروریات بما یشترک فی علمہ الخواص والعوام اقول المراد العوام الذین لھم شغل بالدین واختلاط بعلمائہ والا فکثیر من جھلۃ الاعراب لاسیما فی الھند والشرق لا یعرفون کثیرا من الضروریات

ضروریاتِ دین کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ وہ امور جن کے علم میں خواص وعوام برابر شریک ہوں — میں کہتا ہوں کہ عوام سے وہ لوگ مراد ہیں جن کا دین کے ساتھ تعلق اور علماءِ دین کے ساتھ میل جول ہے، ورنہ بہت سے جاہل دیہاتی، خصوصاً ہندوستان اور مشرق میں ایسے ہیں جو کئی ضروریاتِ دین کو نہیں

(باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

واجب اعتقادی ہے، پھر اگر مجتہد کو بنظر دلائل شرعیہ جو اس پر ظاہر ہوئے اس کی طلب جزمی میں اصلاً

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

لا بمعنی انهم لها منكرون بل هم عنها غافلون فشتان ما عدم المعرفة ومعرفة العدم وان كان جهلا مركبا فلا تجهل و التحقيق عندی ان الضرورة ههنا بمعنى البداهة وقد تقرر ان البداهة والنظرية تختلف باختلاف الناس فرب مسألة نظرية مبنية على نظرية اخرى اذا تبين المبنى عند قوم حتى صار اصلا مقررا وعلما ظاهرا فالاخرى التى لم تكن تحتاج فى ظهورها الا الى ظهور الاولى تلتحق عندهم بالضروريات وان كانت نظرية فى نفسها الا ترى ان كل قوس لم تبلغ ربعا تاما من اربعة ارباع الدور وجود كل من القاطع والظل الاول لها بديهى عند المهندس لا يحتاج اصلا الى اعمال نظر وتحريك فكر بعد ملاحظة المصادرة المشهورة المسلمة المقررة وان كان هو والمصادرة كلاهما نظرما بين فى انفسهما هكذا حال ضروريات الدين۔

جانتے، یہ نہیں کہ وہ ان امور کے منکر ہیں بلکہ ان سے غافل ہیں، نہ پہچاننا اور کسی چیز کے عدم کا پہچاننا اور ہے اگرچہ جہل مرکب ہی ہو۔ اس فرق کو ذہن میں رکھئے۔ میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ اس جگہ ضرورت' بداہت کے معنیٰ میں ہے اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ بدیہی اور نظری ہونا لوگوں کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتا ہے، کئی دفعہ یہ ہوتا ہے کہ ایک نظری مسئلہ دوسرے نظری مسئلے پر مبنی ہوتا ہے، وہ مسئلہ جو بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے ایک جماعت کے نزدیک واضح ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ ظاہر و باہر قاعدے کی حیثیت اختیار کر جاتا ہے' تو دوسرا قاعدہ جو اپنے اظہار میں صرف پہلے قاعدے کے اظہار کا محتاج ہوتا ہے ان کے نزدیک بدیہیات میں شامل ہو جاتا ہے' اگرچہ وہ اپنی جگہ نظری ہوتا ہے، دیکھئے کہ ہر قوس جو ایک دائرے کے چار حصوں میں سے ایک پورے چوتھائی کو نہیں پہنچی، علمِ ہندسہ (جیومیٹری) کے عالم کے نزدیک اس کے لیے قاطع اور ظل اول (علم ہندسہ اور توقیت کی دو اصطلاحیں) کا موجود ہونا بدیہی مشہور اور مسلّم ثابت شدہ مقدمہ کے دیکھنے کے بعد اسے نظر و فکر کو کام میں لانے کی حاجت نہیں رہتی، اگرچہ پیشِ نظر مسئلہ اور وہ مشہور مقدمہ دونوں اپنی جگہ نظری ہیں' یہی حال ضروریاتِ دین کا ہے (کہ بعض لوگوں کے لئے بدیہی' بعض کے لیے نظری اور بعض کے لیے نامعلوم ۱۲ ام

Marfat.com

شبہ نہیں[1]، بایں وجہ اس کی نظر میں اس شے کا وجود، شرطِ صحت و براءتِ ذمہ یعنی علومِ بقائے اشتغال

اگرچہ کوئی اختلاف اس مجتہد کی نظر میں ہو، کیونکہ بعض اوقات دلائل ربانیہ کے انوار کی روشنی اس کے نزدیک اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ وہ مجتہد فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کی نہر (فیضانِ الٰہی) آتی ہے تو عقل کی نہر باطل ہو جاتی ہے، اسی لیے وہ بعض اوقات ان امور قطعیہ کی تاویل کر دیتے ہیں جو ان کے نزدیک ثابت شدہ حقیقت کے خلاف ہوتے ہیں، جیسے کہ سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے مسئلۂ کنز میں واقع ہوا (حضرت عبداللہ بن عمر وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی ہو، وہ کنز نہیں جس پر قرآن کریم میں وعید آئی ہے، جبکہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ انسانی حاجت سے جو بھی زائد مال ہے کنز ہے ۱۲ ق) اسی طرح انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں وہ کچھ فرمایا جو فرمایا، حالانکہ اصحابِ بدر کے بارے میں عموماً اور عشرہ مبشرہ کے حق میں خصوصاً قطعی بشارتیں وارد ہو چکی ہیں، اسی لیے تم دیکھو گے کہ ہمارے ائمہ اور دیگر حضرات بہت سے ان مسائل کے بارے میں جن میں ائمہ کا اختلاف ہوتا ہے، فرماتے ہیں کہ ان میں اجتہاد جائز نہیں ہے یہاں تک کہ کسی قاضی نے ان کے خلاف فیصلہ دے دیا تو وہ فیصلہ توڑ دیا جائے گا، مثلاً اس جانور کا حلال ہونا

(باقی بر صفحہ آئندہ)

[1] **اقول** وانکان عارفا بخلاف ما فان سطوع انوار الحجج الالهية ربما يبلغ عنده مبلغا يقول اذا جاء نهر الله بطل نهر معقل وعن هذا ربما اول القطعيات الاتية على خلاف ما عنده كما وقع لسيدنا ابي ذر رضي الله تعالى عنه في مسئلة الكنز وقوله في سيدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضي الله تعالى عنه ما قال مع القطعيات الواردة في حق بدريين عموما والعشرة خصوصا رضي الله تعالى عنهم احسن الرضا وعن هذا ترى ائمتنا وغيرهم قائلين في كثير من الاجتهاديات المختلف فيها بين الائمة ان هذا مما لا يسوغ الاجتهاد فيه حتى ينقض القضاء به كحل متروك التسمية عمدا وغير ذلك فهو

Marfat.com

قطعی ہے[۱] یعنی اگر وہ کسی عمل میں فرض ہو تو بے اُس کے وہ عمل باطل محض ہو اور مستقل مطلوب ہے تو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مع علمہ الخلاف جازم بالحکم مع جزمہ به منکر للاکفار بالخلاف والانکار وھذا الذی اشرت الیه علم عزیز علیك ان تحتفظ به فانه یحل باذن الله تعالٰی عقدا حار فی حلها حائرون وبار بجهلها بائرون والله یهدی من یشاء الٰی صراط مستقیم۔

جس پر جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو، تو یہ حضرات مخالفت کے علم کے باوجود حکم پر جزم رکھتے ہیں اور جزم کے باوجود منکر اور مخالف کی تکفیر نہیں کرتے، یہ مسئلہ جس کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے اس کا یاد رکھنا تمہارے لیے بہت ضروری ہے کیونکہ اس کی بدولت بہت سی ایسی گرہیں کھل جائیں گی جن کے کھولنے میں بہت سے علماء حیران ہو گئے اور بہت سے لوگ اپنی جہالت کی وجہ سے ہلاک ہو گئے، اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔

[۱] اقول وبہ زدت ھذا الان قولھم ما یفوت بفوته الجواز المراد فیه بالجواز الصحة لا الحل لفوته بفوت کل واجب ولو عملیا والشیئ قد یکون فرضا براسه وفوات الصحة انما کان یشمل الاول فزدت الاخر وفسرته بما مر لاخراج الواجب العملی فافھم۔

ہم نے کہا کہ اس شے کا وجود شرطِ صحت و براءتِ ذمہ بمعنی عدم بقائے اشتغال، یہ اس لیے کہا کہ علماءِ اصول جو فرماتے ہیں کہ فرض وہ ہے جس کے فوت ہونے سے جواز فوت ہو جائے تو اس جواز سے مراد صحت ہے، حلال ہونا مراد نہیں۔ ہے کیونکہ حلت تو ہر واجب کے فوت ہونے سے فوت ہو جاتی ہے اگرچہ واجب عملی ہی ہو۔ اور شے کبھی مستقل فرض ہوتی ہے اور صحت کا فوت ہونا پہلی صورت کو شامل ہے (جب کہ وہ کسی عمل میں فرض ہو اور اس کے نہ ہونے سے وہ عمل باطلِ محض ہو ۱۲ م) اس لیے میں نے دوسری قید (براءتِ ذمہ) لگائی اور اس کی تفسیر (بمعنی عدم بقائے اشتغال) کی تاکہ واجب عملی خارج ہو جائے ۱۲ م

Marfat.com

ہے اُس کے براءت ذمہ نہ ہونے پر اسے جزم ہو تو فرض عملی ہے اور اگر خود اُس کی رائے میں بھی طلب جزمی، جزمی نہیں تو واجب عملی، کہ بغیر اس کے حکمِ صحت حاصل اور براءتِ ذمہ محتمل، وقد علم بذلك حد كل واحد منها (اس تقریر سے ہر ایک کی تعریف معلوم ہوگئی ۱۲ ق)

بحرالرائق میں ہے:

في التحرير الفرض ما قطع بلزومه اھ وعرفه في الكافي بما يفوت الجواز بفوته وهو يشمل كل فرض بخلاف الاول اذ يخرج عنه المقدار في مسح الرأس فانه فرض مع انه ثبت بظني لكنه تعريف بالحكم موجب للدور۔

تحریر میں ہے فرض وہ ہے جس کا لزوم قطعی ہو، کافی میں فرض کی تعریف یُوں کی وہ جس کے فوت ہونے سے جواز فوت ہوجائے، یہ تعریف ہر فرض کو شامل ہے، جب کہ پہلی تعریف سے سر کے مسح کی مقدار خارج ہوجاتی ہے، کیونکہ وہ فرض ہے حالانکہ دلیل ظنی سے ثابت ہے، لیکن کافی میں فرض کی تعریف اس کے حکم سے کی گئی ہے اور اس کی وجہ سے دور لازم آتا ہے (حکم کا جاننا فرض پر اور فرض کا جاننا حکم پر موقوف ہوگیا ۱۲ م)

والظاهر من كلامهم في الاصول والفروع ان المفروض على نوعين:

(۱) قطعي و

(۲) ظني

فقہ اور اصولِ فقہ میں ائمہ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ فرض دو قسم ہے:

(۱) قطعی

(۲) ظنی

هو في قوة القطعي في العمل بحيث يفوت الجواز بفوته فالمقدر في مسح الرأس من الثاني وعند الاطلاق ينصرف الى الاول لكماله والفارق بين الظني القوي المثبت للفرض والظني المثبت للواجب خصوص المقام وليس اكفار جاحد الفرض لازماله

عمل میں ظنی بھی قطعی کے حکم میں ہے کہ اس کے فوت ہونے سے جواز فوت ہوجاتا ہے، پس سر کے مسح کی معیّن مقدار، فرض ظنی ہے، مطلق فرض کا ذکر کیا جائے تو اس سے فرض قطعی مراد ہوتا ہے کہ وہ فرد کامل ہے، دلیل ظنی قوی جو فرضیت کو ثابت کرتی ہے اور دلیل ظنی جو وجوب کو ثابت کرتی ہے ان کے درمیان فرق کرنے والی چیز، مقام کی خصوصیّت ہے، اسے یہ لازم نہیں کہ فرض کے منکر کو کافر قرار دیا جائے، یہ

Marfat.com

وانما ھو حکم الفرض القطعی المعلوم من الدین بالضرورۃ۔ وذکر فی النہایۃ انہ یجوز ان یکون الفرض فی مقدار المسح بمعنی الواجب لالتقائھما فی معنی اللزوم وتعقب بانہ مخالف لما اتفق علیہ الاصحاب اذ لا واجب فی الوضوء وقد یدفع بان الذی وقع الاتفاق علیہ ھو الواجب الذی لا یفوت الجواز بفوتہ بل یحصل بترکہ النقصان والکلام ھنا فی الواجب الذی یفوت الجواز بفوتہ فلا مخالفۃ اھ مختصرا[1]

اس فرض قطعی کا حکم ہے جو دین میں بداہۃً معلوم ہو۔ نہایہ میں ہے جائز ہے کہ مسح کی مقدار کا فرض ہونا' واجب کے معنی میں ہو، کیونکہ دونوں لازم ہونے میں شریک ہیں —— اس پر اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ بات ائمہ کے اس متفقہ مسئلہ کے خلاف ہے کہ وضو میں کوئی واجب نہیں ہے، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ جس کی نفی پر اتفاق ہے، وہ ایسا واجب ہے جس کے فوت ہونے سے جواز فوت نہیں ہوتا، بلکہ اس کے ترک کرنے سے نقصان پیدا ہوتا ہے اور اس جگہ اس واجب میں کلام ہے جس کے فوت ہونے سے جواز ہی فوت ہو جاتا ہے لہٰذا مخالفت نہیں ہے ۱۲ م

علامہ سید طحطاوی نے حاشیہ درمختار میں عبارت مذکور لفظ خصوص المقام تک نقل کر کے فرمایا:

وفی النھر ما یفید ان دلیل الفرض العملی اقوی اھ[2]

النہر الفائق کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض عملی کی دلیل زیادہ قوی ہوتی ہے۔

اقول ھذا مستفاد من البحر ایضا لقولہ والمفارق بین الظنی القوی المثبت للفرض والظنی المثبت للواجب فوصف الاول بالقوی دون الاخر ولم یرد ان الدلیلین لا یکونان الا علی حد سواء فی القوۃ ثم یظھر افادۃ الافتراض بخصوص المقام وای خصوص یفیدہ بعد ما لم یظھر فی الدلیل قوۃ فوق ما یفید

اقول: یہ بات بھی البحر الرائق سے مستفاد ہے کیونکہ انہوں نے کہا کہ فرض کو ثابت کرنے والی قوی دلیل ظنی اور واجب کو ثابت کرنے والی دلیل ظنی میں خصوصیتِ مقام کی بنا پر فرق ہو گا، پہلی دلیل کو قوی سے موصوف کیا' دوسری دلیل کے ساتھ یہ قید نہیں لگائی، اُن کا یہ مطلب نہیں کہ دونوں دلیلیں قوت میں برابر ہیں۔ پھر فرضیت کا فائدہ دینا خصوصیتِ مقام سے ظاہر ہوتا ہے، اگر اس دلیل میں وجوب کا فائدہ دینے والی دلیل سے زیادہ قوت نہ ہو تو کون سی

[1] البحر الرائق، کتاب الطہارۃ ۱/۱۰
[2] طحطاوی علی الدر المختار ۱/۶۱

(م)

Marfat.com

الوجوب وانما اراد ان بخصوص المقام حفوف القرائن وامور تظهر للمجتهد يتقوى الظنی قوة تكاد تبلغه درجة القطعی فهذا الدليل الاقوی يثبت الفرض العملی هذا تقرير كلامه۔

وانا اقول وبالله التوفيق سبل القطع علی ثلثه اوجه :

قطع عام يشترك فيه الخواص والعوام وهو الحاصل فی ضروريات الدين۔

وخاص يختص بمن مارس العلم وهو الحاصل فی سائر الفرائض الاعتقادية المجمع عليها۔

الثالث قطع اخص يختلف فی حصوله العلماء۔

كما اختلف فی حصول الثانی العوام والعلماء فربما يؤدی ذهن عالم الی قرائن هجمت وحفت فرفعت عنده الظنی الی منصة اليقين ولا تظهر ذلك لغيره او تظهر فتظهر له معارضات تردها الی المرتبة الاولی من الظن واعتبره بمسئلة سمعها صحابی من النبی صلی الله تعالی عليه وسلم شفاها و

خصوصیت۔ فرضیت کو ثابت کرنے کا فائدہ دے گی؟ خصوصیتِ مقام سے ان کی مراد یہ ہے کہ قرائن کا ہجوم ہو اور مجتہد کے سامنے ایسے امور آجائیں جن کی بنا پر دلیل ظنی اتنی قوت حاصل کرجائے کہ وہ دلیل قطعی کے درجہ تک پہنچنے کے قریب ہوجائے، تو ایسی قوی دلیل فرض عملی کو ثابت کرے گی، یہ بحر کی عبارت کا مطلب ہے۔

میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں کہ قطعی کی تین قسمیں ہیں :

(۱) عام معنی جس میں خواص اور عوام شریک ہوتے ہیں، یہ معنی ضروریاتِ دین میں پایا جاتا ہے۔

(۲) خاص، اس شخص کے ساتھ خاص ہے جو علمی تبحر رکھتا ہو، یہ ان تمام فرائض اعتقادیہ میں پایا جاتا ہے جن پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔

(۳) اخص، اس کے حصول میں علماء کا اختلاف ہوتا ہے۔

جیسے کہ دوسری قسم کے حصول میں عوام اور علماء کا اختلاف ہوتا ہے، بعض اوقات ایک عالم کا ذہن کثرتِ قرائن کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے جو اس کے نزدیک دلیل ظنی کو یقین کے مقام تک پہنچا دیتے ہیں جب کہ یہ قرائن دوسرے عالم کو حاصل نہیں ہوتے یا اس کے نزدیک یہ قرائن ظاہر تو ہوتے ہیں لیکن ان کے مخالف قرائن بھی اس کے سامنے ہوتے ہیں جن کی بنا پر وہ دلیل پھر اپنے اسی ظنی مقام پر چلی جاتی ہے۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ کسی صحابی نے ایک مسئلہ نبی اکرم صلی اللہ

Marfat.com

بلغ غیرہ باخبارہ فھو قطعی عندہ ظنی عندھم۔

تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے براہ راست سنا، وہی مسئلہ اُن کے بیان کرنے سے کسی تابعی کو پہنچا، تو وہ مسئلہ صحابی کے نزدیک قطعی اور دوسروں کے نزدیک ظنی ہے۔

فالمجتہد لایثبت الافتراض الا بما حصل لہ القطع بہ فان کان العلماء کلھم قاطعین بہ کان فرضا اعتقادیا وان کان قطعا خاصا بھذا المجتہد کان فرضا عملیا ھذا ما ظھر لی وارجو ان یکون صوابا ان شاء اللہ تعالٰی و الیہ اشرت فیما قررت فاعرف۔

پس مجتہد صرف اس چیز کو فرض قرار دیتا ہے جس کا اسے یقین حاصل ہوگیا ہو۔ پھر اگر تمام مجتہدین کو اس کا یقین ہو تو وہ فرض اعتقادی ہے اور اگر صرف اُس مجتہد کو یقین ہو تو وہ فرض عملی ہے ۔یہ وہ تفصیل ہے جو مجھے ظاہر ہوئی اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالٰی نے چاہا تو یہی تحقیق درست ہوگی، میں نے مسئلہ بیان کرتے وقت اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

علامہ شامی نے منحۃ الخالق میں کلام مذکور بحر کے مؤیدات عبارات نہایہ وشرح قہستانی سے نقل کرکے فرمایا:

ولایخفی مخالفتہ لما اطبق علیہ الاصولیون من ان الفرض ماثبت بدلیل قطعی لاشبھۃ فیہ[1]

مخفی نہ رہے کہ یہ بیان (کہ فرض ایک قطعی ہوتا ہے اور ایک ظنی) علماء اصول کی اس اجماعی تعریف کے خلاف ہے کہ فرض وُہ ہے جو ایسی دلیل قطعی سے ثابت ہو جس میں کسی قسم کا شُبہ نہ ہو۔

پھر اصول بزدوی کی عبارت ذکر کی اور مغنی ومنتخب وتنقیح وتلویح وتحریر ومنار وغیرہا کا حوالہ دیا۔

اقول وھذا بعید من مثلہ رحمہ اللہ تعالٰی فھذا اصطلاح فقھی ولایقضی علیہ اصطلاح خاص اصولی مع انہ ھو الناقل ھھنا و فی ردالمحتار عن التلویح

میں یہ کہتا ہُوں کہ یہ اعتراض علامہ شامی ایسی شخصیت کی شان سے نہیں ہے، بحر نے جو کچھ بیان کیا وُہ فقہی اصطلاح ہے، اصولِ فقہ کی اصطلاح اس کے خلاف فیصلہ نہیں کرسکتی۔ حالانکہ علامہ شامی نے خود منحۃ الخالق اور ردالمحتار میں تلویح سے نقل کیا ہے

---

[1] منحۃ الخالق علی البحرالرائق ۱/۱۰

Marfat.com

ان استعمال الفرض فیما ثبت بظنی والواجب فیما ثبت بقطعی شائع مستفیض کقولھم الوتر واجب فرض وتعدیل الارکان فرض ونحو ذلك یسمی فرض عملیا فلفظ الواجب یقع علی ما ھو فرض علما وعملا کصلاۃ الفجر وعلی ظنی ھو فی قوۃ الفرض فی العمل کالوتر حتی یمنع تذکرہ صحۃ الفجر کتذکر العشاء وعلی ظنی ھو دون الفرض فی العمل وفوق السنۃ کتعیین الفاتحۃ حتی لا تفسد الصلاۃ بترکھا لکن تجب سجدۃ السھو اھ[1]

کہ وُہ چیز جو دلیل ظنی سے ثابت ہو اس میں فرض کا استعمال اور جو دلیل قطعی سے ثابت ہو اس میں واجب کا استعمال عام اور مشہور ہے جیسے فقہا فرماتے ہیں وتر، واجب فرض ہے اور تعدیل ارکان فرض ہے وغیر ذالک، ایسے امور کو فرض عملی کہا جاتا ہے، پس لفظِ واجب کا اطلاق تین چیزوں پر ہوتا ہے:

(۱) جو علماً اور عملاً فرض ہو جیسے فجر کی نماز۔

(۲) وہ ظنی جو عمل میں فرض کے درجے میں ہے جیسے وتر، یہاں تک کہ عشا کی طرح اگر یاد ہو کہ وتر ادا نہیں کیے تو فجر کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔

(۳) وہ ظنی جو عمل میں فرض سے نیچے اور سنّت کے اُوپر ہے جیسے متعین طور پر سورۃ فاتحہ کا پڑھنا۔ اگر اسے ترک کر دیا گیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی، لیکن سجدۂ سہو واجب ہوگا (اگر فاتحہ کا پڑھنا فرض کے برابر ہوتا تو نماز ہی باطل ہو جاتی ۱۲ ق)

ثم لعلہ لامساغ للشبھۃ اصلا فیما قررت فان الفرض لم یثبت عند المجتھد الا بدلیل قطعی عندہ وان لم یکن کذلك عند غیرہ فافھم۔

پھر جیسے کہ میں نے تقریر کی ہے شبہ کی بالکل گنجائش نہیں رہتی، کیونکہ مجتہد کے نزدیک فرض، دلیل قطعی ہی سے ثابت ہوا ہے اگرچہ دوسرے مجتہد کے نزدیک ایسا نہیں ہے (فرض کی تعریف میں جو بلاشبہ کہا جاتا ہے وہ اس جگہ صادق ہے کیونکہ کثرتِ قرائن کی بنا پر ظنی، مجتہد کے نزدیک قطعی کا مقام حاصل کر چکا ہے ۱۲ ق) ۱۲ م

درمختار میں ہے:

الفرض ما قطع بلزومہ حتی یکفر جاحدہ کاصل مسح الرأس

فرض وُہ ہے جس کا لازم ہونا قطعی ہو، یہاں تک کہ اس کے منکر کو کافر قرار دیا جائے، جیسے خود سر کا

[1] منحۃ الخالق علی بحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰

Marfat.com

وقد يطلق على العملي وهو ما تفوت الصحة بفواته كالمقدار الاجتهادي في الفروض فلا يكفر جاحده[1]

مسح کرنا (مقدار نہیں کہ اس میں اختلاف ہے ۱۲ ق) اور بعض اوقات فرض کا اطلاق فرض عملی پر کر دیا جاتا ہے اور یہ وہ امر ہے جس کے فوت ہونے سے صحت فوت ہو جائے جیسے فرضوں میں اجتہاد سے مقرر کی جانے والی مقدار (مثلاً وضو میں احناف کے نزدیک سر کے چوتھائی حصے کا مسح فرض ہے ۱۲ ق) تو اس کا منکر کافر نہیں ہوگا ۱۲ م

ردالمحتار میں ہے:

اقول بيان ذلك ان الادلة السمعية اربعة:

الاول قطعي الثبوت والدلالة كنصوص القرآن المفسرة والمحكمة والسنة المتواترة التي مفهومها قطعي۔

الثاني قطعي الثبوت ظني الدلالة كالآيات المؤولة۔

الثالث عكسه كاخبار الآحاد التي مفهومها قطعي۔

الرابع ظنيهما كاخبار الآحاد التي مفهومها ظني۔

فبالاول يثبت الفرض والحرام، وبالثاني والثالث الواجب وكراهة التحريم وبالرابع السنت والمستحب۔

ثم ان المجتهد قد يقوى عنده الدليل الظني حتى يصير قريبا عنده من القطعي فما ثبت به يسميه فرضا

اقول: اس کا بیان یہ ہے کہ دلائل سمعیہ چار قسم ہیں:

(۱) جس کا ثبوت بھی قطعی ہو اور مقصد پر دلالت بھی قطعی ہو جیسے قرآن پاک کی مفسَّر اور محکم نصوص اور وہ سنّتِ متواترہ جس کا مفہوم قطعی ہو۔

(۲) جس کا ثبوت قطعی ہو، لیکن دلالت ظنی ہو، جیسے وہ آیات جن کی تاویل کی گئی ہو۔

(۳) جس کا ثبوت ظنی ہو اور مقصد پر دلالت قطعی ہو جیسے وہ اخبارِ آحاد جن کا مفہوم قطعی ہو۔

(۴) جس کا ثبوت اور دلالت دونوں ظنی ہوں جیسے وہ اخبارِ آحاد جن کا مفہوم ظنی ہے۔

پہلی قسم سے فرض اور حرام ثابت ہوگا، دوسری اور تیسری قسم سے واجب اور مکروہ تحریمی ثابت ہوگا چوتھی قسم سے سنت اور مستحب ثابت ہوگا۔

پھر بعض اوقات مجتہد کے نزدیک دلیل ظنی اتنی قوی ہو جاتی ہے کہ وہ قطعی کے قریب جا پہنچتی ہے، ایسی دلیل سے جو چیز ثابت ہوتی ہے، مجتہد اسے

[1] درمختار مع الشامی ۱/۷۰-۶۹

Marfat.com

عمليا لانه يعامل معاملة الفرض في وجوب العمل ويسمى واجبا نظرا الى ظنية دليله فهو اقوى نوعي الواجب واضعف نوعي الفرض بل قد يصل خبر الواحد عنده الى حد القطعي ولذا قالوا انه اذا كان متلقى بالقبول جاز اثبات الركن به حتى ثبتت ركنية الوقوف بعرفات بقوله صلى الله تعالٰى عليه وسلم الحج عرفة۔[1]

فرض عملی کا نام دیتا ہے کیونکہ عمل کے واجب ہونے میں اس کے ساتھ فرض والا معاملہ کیا جاتا ہے، اسے واجب بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کی دلیل (بنیادی طور پر ۱۲ اق) ظنی ہوتی ہے تو یہ عمل واجب کی دو قسموں میں سے قوی اور فرض کی دو قسموں میں سے کمزور ہے بلکہ بعض اوقات خبر واحد، مجتہد کے نزدیک قطعی کی حد کو پہنچ جاتی ہے۔ اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ جب خبر واحد کو مجتہدین نے سندِ قبولیت عطا کر دی ہو تو اس سے رکن بھی ثابت کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ عرفات میں وقوف کا رکنِ حج ہونا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ثابت ہے کہ حج، عرفہ ہے۔ م

اس کے بعد عبارت مذکورہ تلویح نقل فرمائی:

اقول: هذا الكلام كله مذكور في الطحطاوي وعن النهر بمحصله سوى ما افاد بقوله بل قد يصل الخ وهو كلام كاف في ابداء الفرق في الفرض والواجب العمليين وصدره وان كان على سنن ما قاله البحر حيث قال قريبا من القطعي فاخره وذكر حديث عرفة ناظر الى التحقيق الذي نحوت اليه وبالله التوفيق۔

لكن في مطاويه ابحاث طوال يخرج الاسترسال فيه عن قصد

اقول: یہ تمام کلام، حاشیہ طحطاوی (علی الدر المختار) میں النہر الفائق کے خلاصہ کے طور پر مذکور ہے سوائے اس قول کے "بل قد یصل الخ" اور فرض عملی اور واجب عملی میں فرق ظاہر کرنے کے لیے اتنا ہی کلام کافی ہے۔ اس عبارت کی ابتدا اگرچہ بحر الرائق کے طریقے کے مطابق ہے جہاں کہا کہ ظنی، قطعی کے قریب پہنچ جاتا ہے اور اس کی انتہا اور حدیث عرفہ کا ذکر اس تحقیق پر دلالت کرتا ہے جس کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

لیکن اس عبارت کے ضمن میں طویل بحثیں ہیں، اگر انھیں چھیڑا جائے تو کلام بہت طویل ہو جائے گا تاہم

---

[1] ردالمحتار، کتاب الطہارۃ ۱/۷۰

Marfat.com

المقال بيد انه لا ينبغي اخلاء المقام
عن افادة ان ما ذكر تبعا للطحطاوي
والنهر وكثيرين من الفارق بين الوجوب
وبين السنية والاستحباب من ان ثبوت
الاول بما فيه ظنية في احد طرفي
الثبوت والاثبات والاخيرين بما فيه ظنية
في كليهما غير مسلم ولا صواب كيف
وحفوف الظن بكلا الطرفين لا ينزل
الطلب عن المظنونية والرجحان و
هو ملاك امر الوجوب لا غير وانما الفرق
بين الفريقين بنفس الطلب فقد يكون
حتميا ويفيد الوجوب عند الظنية
ثبوتا او اثباتا او معا وقد يكون
ندبيا ترغيبيا فيفيد السنية او
الاستحباب ولو كان قطعيا
يقينيا ثبوتا و اثباتا فان القطع
انما حصل على الترغيب والارشاد
دون الطلب الجازم من غير ان يبقى فيه
للمكلف خيار وهذا ظاهر جدا
هذا ما ظهر للعبد الضعيف۔

ثم رأيت المحقق حيث اطلق
افاد في الفتح ما جنحت اليه واومى
الى ما عولت عليه حيث قال
بعد ما بحث وجوب التسمية في
الوضوء فان قيل يرد عليه

اس جگہ پر یہ امر بیان کرنا مناسب ہے کہ علامہ شامی
طحطاوی، النہر الفائق اور متعدد فقہا کی پیروی میں وج
سنیت اور استحباب میں فرق بیان کیا ہے کہ وجوب
اس دلیل سے ثابت ہوتا ہے جس کا ثبوت ظنی ہو
اثبات، سنیت اور استحباب اس دلیل سے ثابت
ہوتے ہیں جس کا ثبوت اور اثبات دونوں ظنی ہوں
یہ فرق نہ تو صحیح ہے اور نہ ہی قابلِ تسلیم، کیونکہ ثبوت
اور اثبات دونوں کے ظنی ہونے سے یہ لازم نہیں
آتا کہ طلب، درجۂ ظن اور رجحان سے نیچے چلی جائے
اور وجوب کا دار و مدار صرف اس بات پر ہے کہ طلب ظنی
اور راجح ہو۔ پہلی اور آخری دو قسموں میں فرق، نفس
طلب کی بنا پر ہوتا ہے، بعض اوقات طلب حتمی اور
لازمی ہوتی ہے اور وجوب کا فائدہ دیتی ہے خواہ ثبوت
میں ظنی ہو یا اثبات میں یا دونوں میں، اور کبھی طلب
ترغیب اور بیانِ استحباب کے لیے ہوتی ہے تو وہ
سنیت یا استحباب کا فائدہ دے گی، اگرچہ وہ ثبوت
اور اثبات میں قطعی اور یقینی ہو، کیونکہ یقین تو ترغیب
اور ارشاد کا حاصل ہوا ہے نہ کہ لازمی طلب کا کہ
مکلف کا اختیار ہی باقی نہ رہے۔ اور یہ بہت ظاہر ہے
یہ وہ امر ہے جو اس عبد ضعیف کو ظاہر ہوا۔

پھر میں نے دیکھا کہ محقق علی الاطلاق
(علامہ ابن ہمام) نے فتح القدیر میں وہی بات کہی
جس کی طرف میرا رجحان ہے اور اسی طرف اشارہ کیا
جس پر میں نے اعتماد کیا ہے، وضو میں بسم اللہ شریف
کے واجب ہونے کی بحث کے بعد فرماتے ہیں،

Marfat.com

ما قالوه من ان الادلة السمعية على اربعة اقسام الرابع ما هو ظني الثبوت والدلالة وحكمه افادة السنية والاستحباب وجعلوا منه خبر التسمية (يعني قوله صلى الله تعالٰى عليه وسلم لا وضوء لمن لم يذكر اسم الله عليه فانه مع احاديثه يحتمل نفي الفضيلت قال) وصرح بعضهم بان وجوب الفاتحة ليس من قوله صلى الله تعالٰى عليه وسلم لا صلاة الا بفاتحة الكتاب بل بالمواظبة من غير ترك لذلك۔

فالجواب ان ارادوا بظني الدلالة مشتركها سلمنا الاصل المذكور[1] (اى فان الوجوب لا يثبت بالشك)

اقول: بل لو كان الشك في احد طرفي الثبوت والاثبات لكفى لتنزيله عن مرتبة اثبات الايجاب۔

ثم اقول: غير ان هذا الاحتمال لا مساغ له في كلامهم بعد ملاحظة المقابلات اعني ان ظني الثبوت قطعي الدلالة والعكس يثبتان الوجوب فليس المراد بالظن

سوال: اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ فقہاء نے فرمایا ہے کہ دلائل سمعیہ چار قسم ہیں۔ چوتھی قسم وہ ہے جس کا ثبوت بھی ظنی اور دلالت بھی ظنی ہے اور اس کا حکم، سنیت اور استحباب ہے، انہوں نے بسم اللہ شریف کی حدیث کو اسی قبیل سے قرار دیا ہے (یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ اس کا وضو نہیں جس نے اللہ تعالٰی کا نام نہیں لیا۔ یہ حدیث خبرِ واحد ہونے کے باوجود، فضیلت کی نفی کا احتمال رکھتی ہے، ابن ہمام نے مزید فرمایا) بعض فقہاء نے تصریح کی کہ سورۂ فاتحہ کا واجب ہونا اس حدیث سے ثابت نہیں کہ "نماز نہیں ہے مگر سورۂ فاتحہ کے ساتھ"، بلکہ اس بنا پر کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر مواظبت فرمائی اور اسے ترک نہیں کیا۔

جواب: اگر ظنی الدلالۃ سے مراد یہ ہو کہ اس دلیل کے ایک سے زاید معانی ہو سکتے ہیں تو ہم قاعدہ مذکورہ تسلیم کرتے ہیں (کیونکہ وجوب شک سے ثابت نہیں ہوتا)

اقول: اگر ثبوت اور اثبات میں سے کسی ایک میں شک ہو تو یہ اس دلیل کو اثباتِ ایجاب سے نیچے لانے کے لیے کافی ہے۔

ثم اقول: کلام فقہاء میں مقابلات دیکھنے کے بعد اس احتمال کی گنجائش نہیں ہے، یعنی انہوں نے ایک قسم اس دلیل کو قرار دیا جس کا ثبوت ظنی ہو اور دلالت قطعی اور ایک قسم اس کے برعکس شمار کی یعنی جس کا ثبوت قطعی ہو اور دلالت ظنی ہو، لہٰذا ظن سے

---

[1] فتح القدیر کتاب الطہارت ۱/۲۱

Marfat.com

الا المصطلح۔

(قال) ومنعنا كون الخبرين من ذلك بل نفي الكمال فيهما احتمال يقابله الظهور (اي فليس مشكوكا بل موهوما فقال) فان النفي تسلط على الوضوء والصلاة فيهما فان قلنا النفي لا يتسلط على نفس الجنس بل ينصرف الى حكمه وجب اعتباره في الحكم الذي هو الصحة فانه المجاز الاقرب الى الحقيقة وان قلنا يتسلط ههنا على الجنس لانها حقائق شرعية فتنتفي شرعا بعدم الاعتبار شرعا وان وجدت حسا فالظهر في المراد فنفي الكمال على كلا الوجهين احتمال خلاف الظاهر لا يصار اليه الا بدليل۔

صرف اصطلاحی معنی مراد ہے (مشکوک ہونا مراد نہیں ہے)

(ابن ہمام نے فرمایا) ہم تسلیم نہیں کرتے کہ یہ دونوں حدیثیں دو معنوں پر یکساں دلالت کرتی ہیں بلکہ ان دونوں حدیثوں میں کمال کی نفی ایک ایسا احتمال ہے جس کی جانبِ مقابل ظاہر ہے (یعنی نفی کمال کا احتمال مشکوک نہیں بلکہ موہوم ہے) کیونکہ ان دونوں حدیثوں میں نفی، وضو اور نماز پر وارد ہے اب اگر ہم یہ کہیں کہ نفی، نفس جنس پر وارد نہیں ہے بلکہ اس کے حکم کی طرف راجع ہے تو کہنا پڑے گا کہ نفی جس حکم کی طرف متوجہ ہے وہ صحت ہے (کیونکہ یہ وہ مجاز ہے جو حقیقت کے قریب ہے (معنی یہ ہوگا کہ نہ وضو صحیح ہے اور نہ نماز ۱۲ ق) اور اگر ہم کہیں کہ نفی، نفس جنس پر وارد ہے کیونکہ یہ (وضو اور نماز) حقائق شرعیہ ہیں اور جب شرعاً ان کا اعتبار نہ رہا تو اگرچہ حسی طور پر موجود ہوں، شرعی طور پر انھیں کالعدم قرار دیا جائے گا (اب معنی یہ ہوگا کہ وضو اور نماز کا شرعاً وجود ہی نہیں ہے ۱۲ ق) اس صورت میں ہمارا مقصد مزید واضح ہو جائے گا۔ دونوں صورتوں میں (نفی صحت پر وارد ہو یا نفس جنس پر) کمال کی نفی مراد لینا غیر ظاہر احتمال ہے، جسے بغیر کسی دلیل کے قبول نہیں کیا جا سکتا۔

وان اراد به ما فيه احتمال ولو مرجوحا منعنا صحة الاصل المذكور (اي اثباته ح السنية والندب لا الوجوب بل يثبت الوجوب

اور اگر ظنی الدلالۃ سے یہ مراد ہو کہ جس میں جانبِ مخالف کا احتمال موجود ہو اگرچہ مرجوح ہی ہو تو ہم قاعدۂ مذکورہ کو صحیح ہی نہیں مانتے (کہ وہ دلیل اس وقت سنیّت اور استحباب کا فائدہ دے گی

Marfat.com

لحصول الترجيح وان تطرق الظن الى الطرفين جميعا قال) واسندناه بان الظن واجب الاتباع فى الادلة الشرعية الاجتهادية وهو متعلق بالاحتمال الراجح فيجب اعتبار متعلقه وعلى هذا مشى المصنف رحمه الله تعالٰى فى خبر الفاتحة حيث قال بعد ذكره من طرف الشافعى رحمه الله تعالٰى ولنا قوله تعالٰى فاقرءوا ما تيسر من القرآن والزيادة عليه بخبر الواحد لا يجوز لكنه يوجب العمل فقلنا بوجوبها وهذا هو الصواب[1] اھ مزيدا منا ما بين الاهلة۔

اور وجوب کا فائدہ نہیں دے گی۔ بلکہ وہ دلیل وجوب کا فائدہ دے گی کیونکہ جانب موافق راجح ہے۔ اگرچہ ثبوت اور اثبات دونوں طرفوں سے ظن متعلق ہو چکا ہو، ابن ہمام کا ارشاد جاری ہے) اور صحیح نہ ماننے کی وجہ ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ دلائل شرعیہ اجتہادیہ میں ظن کی پیروی واجب ہے اور ظن کا تعلق احتمالِ راجح سے ہوتا ہے، اس لیے اس کے متعلَّق (احتمال راجح ۱۲ ق) کا اعتبار واجب ہے۔ حضرت مصنّف (صاحب ہدایہ ۱۲ ق) نے سورۃ فاتحہ سے متعلق حدیث کے بارے میں یہی مؤقف اختیار کیا ہے، امام شافعی کی طرف سے یہ حدیث پیش کرنے کے بعد فرمایا کہ ہماری دلیل اللہ تعالٰی کا فرمان ہے "تم قرآن کا وہ حصہ پڑھو جو آسان ہو"، خبر واحد کے ساتھ اس پر زیادتی جائز نہیں ہے۔ ہاں اس حدیث سے وجوب عمل ثابت ہوتا ہے اور ہم اس کے قائل ہیں، اور یہی صحیح ہے (فتح القدیر) (قوسین میں ہم (امام احمد رضا بریلوی) نے عبارتوں کا اضافہ کیا ہے۔ بعض جگہ مترجم نے اضافہ کیا ہے وہاں بطور علامت ق لکھ دیا ہے)

اقول: وتحرر مما تقرران الادلة السمعية تسعة اقسام لان لها طرفين الثبوت والاثبات وكل على ثلثة وجوه القطع و

اقول: گزشتہ تفصیل سے یہ واضح ہو گیا کہ دلائل سمعیہ نو قسم ہیں، کیونکہ ان کی دو طرفیں ہیں:

(۱) ثبوت

(۲) اثبات

---

[1] فتح القدیر، سنن الطہارۃ ۱/۲۱

Marfat.com

الظن والشك خمسة منها وهى ما فى احد طرفيها شك لا يثبت فوق سنية او ندب وان اشتملت على طلب جازم والاربعة البواقى كذلك ان اشتملت على طلب غير جازم والا فان كان كل الطرفين قطعيا ثبت الافتراض والا فالوجوب۔

اور ہر ایک میں تین احتمال ہیں (ہر شق کے تین احتمالات کے مقابل دوسری شق کے تین احتمال ہوئے، اس طرح کل نو صورتیں ہوئیں ۱۲ قادری)۔

(۱) یقینی ، (۲) ظنی (۳) مشکوک (یعنی موہوم ۱۲ ق)

ان میں سے پانچ صورتوں میں جن میں کسی ایک جانب شک ہو، سنیت اور استحباب سے زیادہ کوئی چیز ثابت نہیں ہوگی، اگرچہ وہ دلیل طلبِ جازم پر مشتمل ہو۔ باقی چار قسمیں اگر غیر جازم طلب پر مشتمل ہوں تو ان سے بھی سنیت اور استحباب سے زیادہ کچھ ثابت نہیں ہوگا اور اگر طلب جازم پر مشتمل ہوں تو پھر اگر دونوں طرفیں (ثبوت اور اثبات) قطعی ہیں تو فرضیت ثابت ہوگی ورنہ وجوب۔ ت

ثم الظاهر ان السنية لا تثبت بالشك بل هو المتعين والا لزم التقول على النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بمجرد شك واحتمال ولذا افاد المحقق فى الفتح وتلميذه فى الحلية ان الاستنان لا يثبت بالحديث الضعيف حيث حقق فى الفتح ان غسل الجمعة مستحب لا سنة ثم قال يقاس عليه باقى الاغتسال (اى غسل العيدين والعرفة والاحرام) وانما يتعدى الى الفرع حكم الاصل وهو الاستحباب اما ما روى ابن ماجة كان صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يغتسل يوم العيدين

پھر ظاہر یہ ہے کہ شک کی صورت میں سنیت ثابت نہیں ہوتی، بلکہ (استحباب) ہی متعین ہے ورنہ محض شک اور احتمال کی بنا پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت غلط بیانی لازم آئے گی، اسی لیے محقق ابنِ ہمام نے فتح القدیر میں اور ان کے شاگرد نے حلیہ میں فرمایا کہ حدیثِ ضعیف سے سنیت ثابت نہیں ہوتی، جہاں انہوں نے فتح القدیر میں تحقیق کی کہ جمعہ کا غسل، سنت نہیں ہے مستحب ہے۔ پھر فرمایا کہ باقی غسل (عیدین، عرفہ اور احرام کے غسل) بھی اسی پر قیاس کئے جائیں۔ فرع میں وہی حکم ثابت ہوگا جو اصل میں ہے یعنی استحباب؛ وہ حدیث جو ابنِ ماجہ نے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عیدین کے دن غسل فرمایا کرتے تھے اور حضرت فاکہ بن سعد صحابی رضی اللہ

Marfat.com

عن الفاکہ بن سعد الصحابی انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یغتسل یوم عرفۃ ویوم النحر ویوم الفطر فضعیفان قالہ النووی وغیرہ[1] اھ

تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عرفہ اور عیدین کے دن غسل فرمایا کرتے تھے تو یہ دونوں حدیثیں ضعیف ہیں، جیسے کہ امام نووی وغیرہ نے فرمایا۔

فافادان ضعفہما یقعدھما عن افادۃ الاستنان وکذلک قال فی الحلیۃ بعد ماذکر استنان غسل الجمعۃ مانصہ واستنان غسل العیدین ان قلنا بان تعدد الطرق الواردۃ فیہ تبلغ درجۃ الحسن والا فالندب[2] اھ وقد المنا بطرف من تحقیق ھذا فی رسالتنا الھاد الکاف فی حکم الضعاف وایضًا حققنا فیہا بما لا مزید علیہ ان الاستحباب یثبت بالحدیث الضعیف۔

ابن ہمام نے واضح طور پر بیان کر دیا کہ یہ دونوں حدیثیں چونکہ ضعیف ہیں اس لیے سنیت کو ثابت نہیں کرسکتیں۔ اسی طرح حلبہ میں جمعہ کے غسل کا سنت ہونا بیان کرنے کے بعد فرمایا: اگر ہم یہ کہیں کہ اس حدیث کا متعدد سندوں سے مروی ہونا اسے درجۂ حسن تک پہنچا دیتا ہے تو عیدین کا غسل سنّت ہے ورنہ مستحب ہے (حلیہ) ہم نے اپنے رسالہ "الھاد الکاف فی حکم الضعاف" میں اس مسئلے کی تحقیق پیش کی ہے مزید زیادتی کی ضرورت نہیں اور اس میں مکمل تحقیق کے ساتھ یہ بھی ثابت کیا ہے کہ استحباب حدیثِ ضعیف سے ثابت ہوجاتا ہے۔

ثم اقول: الشک فی الاثبات مثل الشک فی الثبوت فاذن الاوضح الاجمع الاشمل الاکمل ان نقول النصوص الطلبیۃ علی ثلثۃ اقسام:

(۱) ما فیہ طلب ترغیب مجردًا

(۲) او مع تاکید

(۳) او طلب جازم۔

ثم اقول: کہ اثبات میں شک ایسے ہی ہے جیسے ثبوت میں ہے، اب زیادہ واضح، جامع، شامل اور کامل تفصیل یہ ہے کہ وہ نصوص جن کا تعلق طلب سے ہے ان کی تین قسمیں ہیں:

(۱) وہ نصوص جن میں صرف ترغیب ہے۔

(۲) یا جن میں ترغیب کے ساتھ تاکید بھی ہے۔

(۳) یا جن میں طلب جازم ہے۔

---

[1] فتح القدیر، سنن الطہارۃ ۱/ ۵۸ [2] حلیہ

Marfat.com

وکل منها علیٰ تسعة اقسام کما قدمت فهی سبعة وعشرون قسما لا یثبت الافتراض منها الا واحد وهو یقینی الثبوت والاثبات مع الطلب الجازم وثلثة تفید الوجوب وهو ظنی الثبوت اوالاثبات اوکلیهما مع الطلب الجازم فی الکل واربعة تفید الاستنان وهی نظائر ما تفید الفرضیة والوجوب فی الثبوت والاثبات بید ان الطلب فیها مؤکد غیر جازم والبواقی وهی تسعة عشر تفید الندب وهی التی فی احد طرفیها شك ولو الطلب جازما او کان الطلب فیها طلب ترغیب مجرد ولو قطعی الطرفین وقس علی هذا فی جانب الکف الحرام والمکروه تحریما وتنزیها وخلاف الاولی ولا تذهلن عن مقام الاحتیاط والله الهادی الی سواء الصراط هذا هو التحقیق الساطع اللامع النور فاحفظه فلعلك لا تجده فی غیر هذه السطور۔

اور ان میں ہر ایک کی نو قسمیں ہیں، جیسے کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں، تو یہ کل ستائیس[۲۷] قسمیں ہوئیں، ان میں سے صرف ایک صورت ہے جس سے فرضیت ثابت ہوتی ہے، وُہ دلیل جس کا ثبوت اور اثبات یقینی ہو اور طلب جازم پر دلالت کرے اور تین قسمیں وجوب کا فائدہ دیتی ہیں، وُہ دلیل جس کا ثبوت یا اثبات یا دونوں ہی ظنّی ہوں طلب جازم کے ساتھ، اور چار صورتیں سنیّت کا فائدہ دیتی ہیں یہ ثبوت اور اثبات میں ان صورتوں کی مثل ہیں جن سے فرضیت اور وجوب ثابت ہوتا ہے، مگر یہ کہ ان میں طلب مؤکد ہے، لیکن یقینی جازم نہیں ہے باقی انیس[۱۹] صورتیں استحباب کا فائدہ دیتی ہیں اور یہ وُہ صورتیں ہیں جن کی ایک جانب (ثبوت یا اثبات ۱۲ ق) میں شک ہے اگرچہ طلب جازم ہو۔ یا اُن میں محض ترغیب ہو، اگرچہ ان کی دونوں طرفیں قطعی ہوں، اسی پر ممانعت کی جانب حرام، مکروہ تحریمی و تنزیہی اور خلافِ اولیٰ کو قیاس کرو اور مقامِ احتیاط میں غفلت نہ برتو۔ اللہ تعالےٰ ہی راہِ راست کی ہدایت دینے والا ہے۔ یہ وہ روشن نور والی چمکتی ہُوئی تحقیق ہے کہ تمہیں ان سطور کے علاوہ کہیں اور نہیں ملے گی اسے اچھی طرح محفوظ کر لو۔

ف[۱] یہاں سے ظاہر ہوا کہ فرض اعتقادی سب سے اعظم و اعلیٰ اور دونوں قسم واجب الاعتقادی کا مباین ہے اور فرض عملی واجب اعتقادی سے خاص مطلقاً کہ ہر فرض عملی واجب اعتقادی ہے ولا عکس اور واجب عملی ہر دو قسم فرض کا مباین اور واجب اعتقادی سے خاص مطلقاً ہے کہ ہر واجب عملی واجب اعتقادی ہے ولا عکس

Marfat.com

ثم اقول یہ اُس تقدیر پر ہے کہ قسمیں عملی بشرط لا ہوں کما ھو المتعارف عند علمائنا اور لا بشرط لیں تو فرض عملی فرض اعتقادی سے عام مطلقاً اور واجب اعتقادی سے عام من وجہ ہوگا کہ فرض اعتقادی فرض عملی ہے نہ واجب اعتقادی اور واجب عملی بالمعنے الاول واجب اعتقادی ہے نہ فرض عملی اور فرض عملی بالمعنی الاول میں دونوں مجتمع ہیں اور واجب عملی بالمعنی الثانی واجب اعتقادی کا مساوی کہ اعتقاد وجوب موجب وجوب عمل و ایجاب عمل ہے اعتقاد وجوب نامحتمل کلام آتی میں معانی اول ہی مراد ہوں گے کہ وہی شائع بین العلماء ہیں و باللہ التوفیق۔

وضو میں فرض اعتقادی یعنی ارکان اعتقادیہ چار ہیں۔

فان الفرض یطلق علی الرکن و علی الشرط کما فی الدر[1] و علی ما لیس برکن و لا شرط کترتیب ما شرع غیر مکرر فی رکعۃ کترتیب القعدۃ علی السجود و السجود علی الرکوع و الرکوع علی القراءۃ و القراءۃ علی القیام فانہا فروض لیست بارکان و لا شروط کما فی[2] الشامی عن الغنیۃ۔

(فرائض اعتقادیہ کی تفسیر ارکانِ اعتقادیہ سے اس لیے کی ہے کہ لفظ فرض عام ہے ۱۲ ق) کیونکہ فرض کا اطلاق رکن پر ہوتا ہے اور شرط پر بھی جیسے کہ درمختار میں ہے اور ایسی چیز پر بھی ہوتا ہے جو رکن اور شرط نہیں ہوتی، مثلاً ان امور کی ترتیب جو ایک رکعت میں مکرر طور پر مشروع نہیں ہیں، جیسے قعدہ کا سجدے پر، سجدے کا رکوع پر، رکوع کا قراءۃ پر اور قراءۃ کا قیام پر ترتیب وار ہونا، یہ فرائض ہیں لیکن ارکان اور شرائط نہیں ہیں جیسے کہ شامی میں غنیہ کے حوالے سے ہے۔

اقول: وکانہ نظر الی انہا برزخ بین الدخول و الخروج و الا ففیہ کلام لمن تامل فلیتامل۔

اقول: کہ غالباً انہوں نے اس بات کو پیش نظر رکھا ہے کہ یہ امور داخل اور خارج ہونے کے درمیان واسطہ ہیں ورنہ غور کرنے والے کے لیے اس میں کلام ہے پس غور و فکر کیا جائے۔

اوّل منہ دھونا یعنی علاوہ مستثنیات کے طول میں شروع سطح پیشانی سے، نیچے کے دانت جمنے کی جگہ تک، اور عرض میں ایک کان سے دُوسرے کان تک۔ اس میں دس استثناء ہیں:

---

[1] الدرالمختار ارکان الوضوء ۱/۱۸

[2] ردالمحتار، سنن الطہارۃ ۱/۶۹

Marfat.com

(۱) آنکھوں کے ڈھیلے۔

(۲) پپوٹوں کی اندرونی سطح کہ ان دونوں مواضع کا دھونا باجماع معتدبہ اصلا فرض کیا مستحب بھی نہیں،

وبالغ الامامان عبد اللّٰہ بن عمر وعبد اللّٰہ بن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہم فکف بصرھما۔

دو اماموں حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اس معاملے میں مبالغہ کیا تو ان کی بینائی جاتی رہی۔

(۳) آنکھیں خوب زور سے بند کرنے سے جو حصہ بند ہو جاتا ہے کہ زم بند کرے تو ظاہر رہتا اُتنا حصّہ دُھلنا مختلف فیہ ہے۔ ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ اُس کا دھونا بھی واجب نہیں کہ خوب آنکھیں بند کرکے وضو کیا وضو ہو جائیگا اور بعض نے کہا نہ ہوگا۔ ردالمحتار میں ہے:

لوغمض عینیہ شدیدا لایجوز بحر لکن نقل العلامۃ المقدسی فی شرح علی نظم الکنز ان ظاہر الروایۃ الجواز واقرہ فی الشرنبلالیۃ تأمل[1] اھ کلام الشامی۔

اگر دونوں آنکھیں سختی سے بند کرلیں تو جائز نہیں ہے (البحر الرائق) لیکن علامہ مقدسی نے نظم کنز کی شرح میں فرمایا کہ ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ جائز ہے شرنبلالیہ میں اسی کو برقرار رکھا ۔ شامی

اقول: رحم اللّٰہ العلامۃ السید انما عبارۃ البحر ھکذا ذکر فی المجتبٰی لاتغسل العین بالماء ولا باس یغسل الوجہ مغمضا عینیہ وقال الفقیہ احمد بن ابرھیم ان غمض عینیہ شدیدا لایجوز[2] اھ فمفادہ ایضا لیس الا ان المذھب الجواز وعدمہ قول احمد بن ابرھیم فلیتنبہ۔

اقول: اللہ تعالٰی سید شامی پر رحمتیں نازل فرمائے، البحر الرائق کی عبارت اس طرح ہے: اسی طرح مجتبٰی میں ذکر کیا گیا ہے، آنکھیں پانی سے نہیں دھوئی جائیں گی، اور آنکھیں بند کرکے چہرہ دھونے میں حرج نہیں ہے، فقیہ احمد بن ابراہیم نے فرمایا اگر دونوں آنکھیں سختی سے بند کرلے تو جائز نہیں (بحر) تو اس عبارت کا مطلب بھی یہی ہُوا کہ مذہب جواز ہی ہے اور عدم جواز احمد بن ابراہیم کا قول ہے۔ یہ نکتہ ذہن میں رہنا چاہیے۔

(۴) دونوں لب کہ بعض نے کہا وہ تابع دہن ہیں اور وضو میں دہن کا دھونا صرف سنت ہے۔ بحرالرائق میں ہے:

---

[1] ردالمحتار فرائض الوضو ۱/۷۲ [2] بحرالرائق، فرائض الوضو ۱/۱۱

Marfat.com

اما الشفة فقیل تبع للفم[۱] لیکن ہونٹ، تو کہا گیا ہے کہ وہ منہ کے تابع ہیں ۔

(۵، ۶، ۷) ابروؤں اور مونچھوں اور بچی کے نیچے کی کھال کہ بعضوں نے کہا اگرچہ بال چھدرے ہوں، کھال نظر آتی ہو اس کا دھونا ضروری نہیں۔ درمختار میں ہے:

فی البرهان یجب غسل بشرة لم یسترها الشعر کحاجب و شارب وعنفقة فی المختار[۲]

برہان میں ہے کہ جلد کے اس حصے کو دھونا واجب ہے جسے بالوں نے نہ ڈھانپا ہو، جیسے ابرو، مونچھ اور بچی (ہونٹ اور ٹھوڑی کی درمیانی جگہ ۱۲ ق)

(۸) گھنی داڑھی کے نیچے کی کھال کہ اس کا دھونا اصلا ضروری نہیں۔

(۹) داڑھی مطلقا کہ اس کے باب میں نو قول ہیں:

فقیل یفترض مسحه او غسله کل منها کلا او ثلثا او ربعا او لما یلاقی البشرة فقط اولا شئ کما رد المحتار[۳]

کہا گیا ہے کہ پوری داڑھی، یا اس کے تہائی، یا چوتھائی یا جلد سے ملے ہوئے حصّے کا مسح یا دھونا فرض ہے (یہ آٹھ قول ہوئے ۱۲ ق) یا کچھ بھی نہیں، جیسے کہ رد المحتار میں ہے۔

(۱۰) کنپٹیاں کہ جب داڑھی کے بال ہوں تو امام ابو یوسف سے ایک روایت آئی کہ اُن کا دھونا ضروری نہیں۔ درمختار میں ہے:

یجب غسل ما بین العذار و الأذن به یفتی[۴]

رخسار اور کان کے درمیانی حصّے کا دھونا واجب ہے اسی پر فتوی ہے۔

رد المحتار میں ہے:

قال فی البدائع وعن ابی یوسف عدمه وظاهره ان مذهبه بخلافه بحر والخلاف فی الملتحی اما المرأة والامرد والکوسج فیفترض الغسل اتفاقا[۵]

بدائع میں ہے کہ امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ واجب نہیں، اور ظاہر یہ ہے کہ ان کا مذہب اس کے خلاف ہے (بحر) اختلاف داڑھی والے مرد میں ہے، عورت، بے ریش لڑکے اور وہ بالغ جس کی داڑھی ہی پیدا نہیں ہوئی ان کے لیے بالاتفاق دھونا واجب ہے۔

---

۱ بحر الرائق، فرائض الوضوء ۱/۱۱ ۲ الدر المختار، فرائض الوضوء ۱/۱۹ ۳ رد المحتار، فرائض الوضوء ۱/۷۰،
۴ الدر المختار، فرائض الوضوء ۱/۱۹ ۵ رد المحتار، فرائض الوضوء ۱/۷۲،

Marfat.com

تنبیہ: اس روایت پر خلاف امام ابو یوسف اگرچہ اس صورت سے خاص ہے کہ وہاں داڑھی کے بال ہوں مگر یہ مراد نہیں کہ خاص اُس حصہ بدن پر بال ہوں۔

حتی یدخل فی بشرۃ ما تحت اللحیۃ کما ظن۔ — یہاں تک کہ پانی داڑھی کے نیچے کی جلد تک پہنچ جائے جیسے کہ بعض نے گمان کیا۔

بلکہ داڑھی کا بالائی حصہ جو کانوں کے محاذی ہوتا ہے جسے عربی میں عِذار کہتے ہیں، اس حصے اور کان کے بیچ میں جلد کی ایک صاف سطح ہوتی ہے جس پر بال نہیں نکلتے۔ یہاں اس سطح خالی میں خلاف ہے کہ عِذار والے کے لیے اس روایت پر اس کا دھونا ضروری نہیں۔ اور ظاہر الروایۃ و مذہب معتمد میں مطلقاً فرض ہے۔

امام اجل ابو البرکات عبداللہ نسفی، کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں:

البیاض الذی بین العذار و شحمۃ الاذن من الوجہ حتی یجب غسلہ عندھما خلافا لابی یوسف لان البشرۃ التی ینبت علیھا الشعر لا یجب ایصال الماء الیھا فما ھو ابعد اولی وقالا انما لم یجب ثم لانہ استتر بالشعر ولا شعر ھنا فبقی علی ما کان اھ[1] — رخسار اور کان کی لو کے درمیان کی سفیدی چہرے میں داخل ہے، جسے دھونا طرفین کے نزدیک واجب ہے۔ امام ابو یوسف کا اس میں اختلاف ہے، کیونکہ جلد کا وہ حصہ جس پر بال پیدا ہوتے ہیں وہاں تک پانی کا پہنچانا واجب نہیں ہے، جو اس سے بعید ہو اس کا دھونا بطریق اولی واجب نہیں ہوگا۔ طرفین فرماتے ہیں اس جگہ کا دھونا اس لیے واجب نہیں کہ وہ بالوں سے ڈھکی ہوتی ہے اور اس جگہ بال نہیں ہیں لہذا یہ اپنے اصلی حکم پر باقی رہے گی۔

اور امام دار الہجرۃ سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہوا کہ ان کا دھونا مطلقاً ضروری نہیں۔ میزان الشریعۃ الکبرٰی للعارف الربانی سیدی عبدالوہاب الشعرانی میں ہے:

قول الائمۃ الثلثۃ ان البیاض الذی بین الشعر الاذن واللحیۃ من الوجہ مع قول مالک و ابی یوسف انہ لیس من الوجہ — تینوں امام (امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد) فرماتے ہیں کہ کان اور داڑھی کے بالوں کے درمیان سفیدی چہرے کا حصہ ہے، جبکہ امام مالک اور ابو یوسف فرماتے ہیں کہ وہ چہرے کا حصہ نہیں ہے۔

---

[1] کافی شرح وافی

Marfat.com

فی الوضوء[1]۔ لہذا اسے وضو میں چہرے کے ساتھ دھونا واجب نہیں ہے۔

اسی طرح رحمۃ الامہ فی اختلاف الائمہ میں ہے۔

اقول : اما ابو یوسف فقد علمت ان قولہ کقول الجمہور والروایۃ النادرۃ عنہ ایضا مفصلۃ لا مرسلۃ واھل البیت ادری بما فی البیت واما مالک فالذی رأیتہ من کتب مذھبہ فی شرح المقدمۃ العشماویۃ لابن ترکی ان الوجہ حدہ طولا من منابت شعر الراس المعتاد الی اخر الذقن وحدہ عرضا من الاذن الی الاذن[2] اھ وفی حاشیۃ للسفطی مابین العذارین والاذن وھو البیاض الذی تحت الوتد (ای وتد الاذن) اوالمسامت لہ یجب غسلہ لانہ من الوجہ[3] اھ فاللہ تعالٰی اعلم۔

اقول : جہاں تک امام ابو یوسف کا تعلق ہے تو آپ اس سے پہلے جان چکے ہیں کہ ان کا قول جمہور کے موافق ہے، اور ان سے روایتِ نادرہ بھی مطلق نہیں ہے بلکہ تفصیل پر مشتمل ہے اور صاحبِ خانہ گھر کی چیزوں سے زیادہ واقف ہوتا ہے، باقی رہے امام مالک، تو میں نے ان کے مذہب کی کتابوں مثلاً ابن ترکی کی شرح مقدمہ عشماویہ میں ہے کہ چہرے کی لمبائی جہاں عادۃً سر کے بال پیدا ہوتے ہیں ہاں سے لے کر ٹھوڑی کے آخر تک ہے اور چوڑائی ایک کان سے دوسرے کان تک۔ اس شرح کے حاشیہ میں علامہ سفطی نے فرمایا: رخساروں اور کان کا درمیانی حصہ، وہ سفیدی جو کان کی جڑ کے نیچے یا اس کے سامنے ہے، اسے دھونا واجب ہے کیونکہ وہ چہرے کا حصّہ ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

تنبیہ : یہاں ایک استثنائے عام اور بھی ہے کہ فرض دوم کے استثنائے ثانی میں مذکور ہوگا۔

دوم دونوں ہاتھ ناخنوں سے کہنیوں تک دھونا، اس میں تین استثنا ہیں :

(۱) خود کہنیاں دھونا امام زفر رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک ضروری نہیں۔

(۲) جس چیز کی آدمی کو عموماً یا خصوصاً ضرورت پڑتی رہتی ہے اور اس کے ملاحظہ و احتیاط میں حرج ہے اُس کا ناخنوں کے اندر یا اوپر یا اور کہیں لگا رہ جانا اگرچہ جرم دار ہو (جسم رکھتی ہو ۱۲م) اگرچہ پانی اس کے نیچے نہ پہنچ سکے جیسے پکانے گوندھنے والوں کے لیے آٹا، رنگریز کے لیے رنگ کا جرم، عورات کے لیے مہندی کا جرم، کاتب کے لیے روشنائی، مزدور کے لیے گارا مٹی، عام لوگوں کے لیے کوئے یا پلک میں سرمہ کا جرم، بدن کا میل مٹی غبار مکھی مچھر کی بیٹ وغیرہا کہ ان کا رہ جانا فرض اعتقادی کی ادا کو مانع نہیں۔

---

[1] میزان الکبرٰی، مصر ۱/۱۲۶ [2] شرح مقدمہ عشماویہ لابن ترکی [3] حاشیۃ العلامہ سفطی

Marfat.com

درمختار میں ہے :

لایمنع الطہارۃ خرء ذباب و برغوث لم یصل الماء تحتہ وحناء ولوجرمہ بہ یفتی ودرن ودھن و دسومۃ وتراب وطین ولوفی ظفر مطلقا ای قرویا اومدنیا فی الاصح بخلاف نحو عجین ولایمنع ما علی ظفر صباغ[1]۔

مکھی اور پسُّو کی بیٹ، جس کے نیچے پانی نہ پہنچا ہ
اور مہندی اگر اس کا جسم ہو طہارت سے مانع نہی
اسی پر فتوٰی ہے۔ اسی طرح میل، تیل، چکنائی،
گارا اگرچہ ناخن میں ہو، اصح یہ ہے کہ وہ شخص
دیہاتی ہو یا شہری، طہارت سے مانع نہیں۔
برخلاف آٹے ایسی چیز کے (کہ وہ طہارت سے مانع
۱۲م) رنگریز کے ناخن پر لگی ہوئی چیز مانع نہیں ہے

ردالمحتار میں ہے :

لکن فی النہر لوفی اظفارہ عجین فالفتوی انہ مغتفر اھ[2]۔

لیکن النہر الفائق میں ہے کہ اگر اس کے ناخنوں
میں آٹا ہے تو فتوٰی یہ ہے کہ وہ معاف ہے (شا

ورأیتنی کتبت فیما علقت علی ردالمحتار علی قولہ وحناء ولوجرمہ بہ یفتی **اقول** وبہ یظہر بحکم بعض اجزاء الکحل تخرج فی النوم و تلتصق ببعض الجفون او تستقر فی بعض الماٰقی وربما تمر الید علیہا فی الوضوء والغسل ولا یعلم بہا اصلا فلا یکفی فیہ التعاھد المعتاد ایضا الا بتیقظ خاص و تفحص مخصوص فذلك كجرم الحناء لا بالقیاس بل بدلالۃ النص فان الحاجۃ الی

میں نے شامی کی تعلیقات میں اس قول "وحنا
ولوجرمہ بہ یفتی" پر یہ حاشیہ لکھا ہے
اقول: اس سے سُرمے کے ان بعض اجزاء کا حکم ظاہر
ہوگیا جو نیند کی حالت میں آنکھوں سے نکل کر کچھ
پلکوں کے ساتھ چمٹ جاتے ہیں یا آنکھ کے کچھ
گوشوں میں ٹھہر جاتے ہیں، اور بعض اوقات وضو او
غسل میں ان پر ہاتھ گزرتا ہے اور سُرمے کے ان
اجزاء کا بالکل علم نہیں ہوتا، ان کے بارے میں
عادت کے مطابق نگرانی بھی کافی نہیں ہوتی جب تک
کہ خصوصی بیدار مغزی اور جستجو سے کام نہ لیا جائے،
ان کا حکم وہی ہے جو مہندی کے جسم کا ہے، لیکن
قیاس سے نہیں بلکہ دلالۃ النص سے۔ کیونکہ سُرمے

۱؎ الدرالمختار، مع الشامی، فرائض الغسل ۱/۱۱۴ ۲؎ ردالمحتار ایضاً ۱/۱۱۴

Marfat.com

الکحل اشد و اکثر۔

ولیعلم ان ظھورہ فی مؤق بعد ما یمر علی الطھارۃ شئ من ثمرات کما یراہ بعد ما صلی لایلتفت الیہ اصلا فانہ ربما ینتقل بعد التطھر من داخل العین الی الماق والحادث یضاف الی اقرب الاوقات اما الملتزق بالجفن فلعل فیہ الوجہ الاول لاغیر ھذا کلہ ما ظھر لی و لیحرر واللہ تعالٰی اعلم۔

کی حاجت زیادہ اور شدید ہوتی ہے۔

یہ بھی آپ کے علم میں رہے کہ وضو کے کچھ وقت کے بعد جو سُرمہ گوشۂ چشم (ناک کی جانب والا ۱۲ ق) میں ظاہر ہو، مثلاً نماز پڑھنے کے بعد دکھائی دیا اس کی طرف بالکل توجہ نہیں دی جائے گی، کیونکہ بعض اوقات سُرمہ وضو کے بعد آنکھ کے اندرونی حصے سے گوشۂ چشم کی طرف نمودار ہوتا ہے اور نوزائیدہ چیز کو قریب ترین وقت کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، پلکوں کے ساتھ چپکنے والے سُرمے میں غالباً پہلی وجہ ہی متعین ہے (کہ مہندی سے سرمے کی حاجت زیادہ ہے اور شدید ۱۲ ق) یہ سب وہ ہے جو مجھ پر ظاہر ہُوا، اس پر خوب غور کیا جائے — واللہ تعالٰی اعلم

ورأیتنی کتبت فیہ علی قولہ لا یمنع ما علی ظفر صباغ اقول ویعلم منہ حکم المداد علی ظفر الکاتب فانہ یضع القلم علی ظفر ابہامہ الیسری و یغمزہ لینفتح فیصیب الظفر جرم من الحبر وربما ینسی فیتوضأ و یمر الماء فوق المداد ولا یزیلہ فمفاد ما ھنا الجواز ورأیت التنصیص بہ فی حاشیۃ العشماویۃ من کتب السادۃ المالکیۃ حیث قال تجب ازالۃ ما یمنع

درمختار کے اس قول پر کہ رنگریز کے ناخن پر لگنے والی چیز منع نہیں کرتی اس پر میں نے حاشیہ لکھا، اقول: اس سے کاتب کے ناخن پر لگنے والی سیاہی کا حکم معلوم ہوگیا، کیونکہ کاتب بائیں انگوٹھے کے ناخن پر قلم کو رکھ کر دباتا ہے تاکہ اس کا منہ کھل جائے، تو ناخن پر سیاہی کا کچھ حصہ لگ جاتا ہے، پھر لبا اوقات وہ بھول جاتا ہے اور وضو کرتا ہے تو پانی سیاہی کے اوپر سے گزر جاتا ہے اور سیاہی کو جسم سے الگ نہیں کرتا۔ اس عبارت کے مفاد کے مطابق جواز ثابت ہوتا ہے میں نے حضرات مالکیہ کی کتابوں میں سے حاشیہ عشماویہ میں اس کی تصریح دیکھی ہے، انہوں نے کہا کہ پانی کے

Marfat.com

من وصول الماء كعجين وشمع فكذلك الحبر المتجسد لغير كاتبه ونحوه كباغه وصانعه واما الكاتب ونحوه ان رآه بعد ان صلى فلا يضر اذا مر يده على المداد لعسر الاحتراز منه لا ان رآه قبل الصلاة وامكنه ازالته اھ وھو كله واضح موافق لقواعدنا الا قوله اذا مر يده على المداد فانما شرطه لان الدلك فرض عندھم واما على مذھبنا فيقال اذا مر الماء على المداد والذی ذكره ھو عين ما كنت بحثته فی فتاوی ان الذی لا حرج فی ازالته بل فی تعاھده اذا اطلع عليه يجب ازالته ولا يجوز تركه كالحناء والكحل والونيم ونحوھا ولله الحمد۔

پہنچنے سے منع کرنے والی چیز کا زائل کرنا واجب ہے
جیسے آٹا اور موم۔ اسی طرح جو شخص کاتب نہیں مثل
سیاہی بیچنے اور بنانے والا ہو، اس کے لیے سیاہی کا
جسم وغیرہ دُور کرنا ضروری ہے، ہاں کاتب یا اس
جیسا آدمی اگر نماز پڑھنے کے بعد دیکھے تو اس کے لیے
نقصان وہ نہیں جب کہ اس نے سیاہی پر ہاتھ پھیر
کیونکہ اس سے بچنا مشکل ہے، اور اگر اس نے
نماز پڑھنے سے پہلے سیاہی کا جسم کسی عضو پر دیکھا او
اسے زائل کرنا بھی ممکن ہو تو یہ بے توجہی اس کے لیے
نقصان وہ ہوگی (حاشیہ عشماویہ)[1] یہ سب واضح
اور ہمارے قواعد کے موافق ہے سوائے اس شرط کے
کہ اس نے سیاہی پر ہاتھ پھیرا ہو۔ یہ شرط انہوں نے
اس لیے لگائی کہ حضرات مالکیہ کے نزدیک جسم پر ہاتھ
پھیرنا فرض ہے، ہمارے مذہب کے مطابق کہا جائے گا
کہ جب پانی سیاہی کے اُوپر سے گزرا ہو، جو کچھ
انہوں نے بیان کیا ہے وہی میں نے اپنے فتاوٰی میں
ثابت کیا تھا کہ جس چیز کے زائل کرنے بلکہ خیال رکھنے
میں حرج نہیں ہے، جب اس پر مطلع ہو تو اس کا
زائل کرنا واجب ہے اور اسے ترک کرنا جائز نہیں ہے
جیسے مہندی، سُرمہ اور مکھی کی بیٹ وغیرہ۔ والحمدللہ

(۳) مالکیہ کے نزدیک مرد کے لیے چاندی کی انگوٹھی بقدر جائز کہ اُن کے مذہب میں دو درم شرعی ہے اور
عورت کے لیے سونے چاندی کے مطلق گہنے چھلے، انگوٹھیاں، علی بند، حسین بند، آرسی، پہنچیاں، کنگن، چھن بتانے
چوہے دتیاں، یُونہی چُوڑیاں اگرچہ کانچ یا لاکھ وغیرہ کی ہوں اور ریشم کے لچھے غرض جتنے گہنے سنگار شرعاً
جائز ہیں کسی قدر تنگ اور پھنسے ہوئے ہوں کہ پانی بہنے کو روکیں اُن کے مذہب میں سب معاف ہیں، ہاں
لوہے، تانبے، رانگ وغیرہا کے مکروہ گہنے یا مرد کے لیے سونے کی انگوٹھی کہ شرعاً جائز نہیں ان میں وُہ بھی

[1] حاشیہ مقدمہ عشماویہ

Marfat.com

اجازت نہیں مانتے۔

اقول : وکانهم قاسوۃ علی ضفیرۃ المرأۃ حیث لم تؤمر بنقضها فی الغسل عندنا الا اذا لم یصل الماء الی الاصول وفی الغسل و الوضوء جمیعا عندهم الا اذا اشتدت او کانت مفتولۃ بثلثۃ خیوط فاکثر عندهم۔

اقول : غالباً انہوں نے جائز زیوروں کو عورت کی گندھی ہوئی چوٹی پر قیاس کیا ہے کہ ہمارے نزدیک غسل میں اسے کھولنے کا حکم نہیں دیا جائے گا، ہاں اگر پانی جڑوں تک نہ پہنچے تو اسے گندھے ہوئے بال کھولنا ہوں گے اور ان (مالکیہ) کے نزدیک غسل اور وضو دونوں میں کھولنا ہوں گے مگر جب کہ سخت گندھے ہوئے ہوں یا تین یا اس سے زیادہ دھاگوں کے ساتھ گندھے ہوئے ہوں، یہ مالکیہ کا مذہب ہے۔

حاشیہ سفطی میں ہے[1] :

لا یجب نزع خاتم الفضۃ المأذون فیه ولا تحریکه سواء کان واسعا او ضیقا و اما المحرم کخاتم الذهب للرجل والمکروہ کخاتم الحدید والنحاس والرصاص فیجب نزعه اذا کان ضیقا و یکفی تحریکه ان کان واسعا علی المعتمد وکذا ما تجعله الرماۃ فی ایدیهم من عظم و نحوہ و محل الکراهۃ فی خاتم الحدید مالم یکن لدواء ویدخل فی المأذون فیه خاتم الذهب بالنسبۃ للمرأۃ والاساور والحدائد التی تلبسها المرأۃ بمنزلۃ الخاتم علی المعتمد فلا یجب تحریکها لانها ماذون لها فی ذلک کله کما فی حاشیۃ الخرشی واعتمدہ شیخنا فی تقریر الخرشی

جس انگوٹھی کی (شرعاً) اجازت ہے اسے اتارنا یا حرکت دینا واجب نہیں ہے، خواہ وہ کھلی ہو یا تنگ لیکن جس کا پہننا حرام ہے مثلاً مرد کے لیے سونے کی انگوٹھی، یا مکروہ ہے مثلاً لوہے، تانبے اور قلعی کی انگوٹھی، اگر تنگ ہو تو اسے اتارنا واجب ہے اور اگر کھلی ہو تو قول معتمد کے مطابق اسے حرکت دینا کافی ہے، اسی طرح تیر انداز جو ہڈی وغیرہ یا اس جیسی کسی چیز کو اپنے ہاتھ میں پہنتے ہیں۔ محل کراہت لوہے کی وہ انگوٹھی ہے جو دوا کے لیے نہ ہو۔ جس کی شرعاً اجازت ہے اس میں عورت کے لیے سونے کی انگوٹھی اور کنگن ہیں اور لوہے کے وہ چھلے جنہیں عورت پہنتی ہے وہ قول معتمد کے مطابق انگوٹھی کی طرح ہیں ان کو حرکت دینا واجب نہیں ہے کیونکہ عورت کو ان سب کے پہننے کی اجازت ہے، جیسے کہ حاشیہ خرشی میں ہے اور ہمارے شیخ نے تقریر خرشی میں

[1] حاشیہ سفطی علی مقدمہ عشماویہ

Marfat.com

خلافا لما فی شرح الاصیلی وزنۃ الخاتم الذی یجوز لبسہ للرجال من الفضۃ درھمان بالدرھم الشرعی اھ[1]

اسی پر اعتماد کیا ہے، جب کہ یہ قول شرح اصیلی کے خلاف ہے، مردوں کے لیے چاندی کی جس انگوٹھی کا پہننا جائز ہے اس کا وزن درہم شرعی کے مطابق دو درہم (سوا چار ماشے) ہے۔

اقول[22]: وعندنا مادون مثقال لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولا تتمہ مثقالا کما بیناہ فی محلہ من فتاوٰنا۔

اقول: ہمارے نزدیک ایک مثقال سے کم ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انگوٹھی پورے مثقال کی نہ بناؤ، جیسے کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کے مقام پر بیان کیا ہے۔

سوم سر کا مسح یعنی اس کے کسی جُز، کھال یا بال یا نائب شرعی پر نم پہنچ جانا، فرض اعتقادی اسی قدر ہے کتاب الانوار لاعمال الابرار امام یوسف اردبیلی شافعی میں ہے:

الفرض الرابع مسح الرأس بما شاء اما علی البشرۃ ولو قدر ابرۃ او علی شعر ولو واحدۃ ان لم یخرج الممسوح من حدہ[2]

چوتھا فرض، سر کا مسح ہے جتنی مقدار چاہے یا تو جلد پر اگرچہ سوئی کی مقدار ہو اور یا بالوں پر اگرچہ ایک ہی بال ہو، بشرطیکہ جس پر مسح کیا گیا ہو وہ اپنی حد سے نہ نکل گیا ہو۔

قرۃ العین علامہ زین تلمیذ امام ابن حجر مکی شافعی میں ہے: ولو بعض شعرۃ واحدۃ اھ[3] اگرچہ ایک بال کے کچھ حصے پر ہو۔

اقول: وعبرت انا بوصول البلل لانہ الفرض عندنا دون الایصال حتی لو اصابہ مطر اجزاہ[4] کما فی الدر المختار وزدت النائب الشرعی لقول الامام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ علی ما فی میزان الشعرانی حیث قال قول الائمۃ

اقول: میں نے کہا کہ رطوبت پہنچ جائے کیونکہ ہمارے نزدیک یہی فرض ہے، اس کا پہنچانا فرض نہیں ہے، یہاں تک کہ اگر اس کے سر پر بارش برسی تو اس کے لیے کافی ہے، جیسے درمختار میں ہے، نیز میں نے کہا: یا نائب شرعی پر نم پہنچ جانا۔ یہ میں نے میزان الشریعۃ، علامہ عبدالوہاب شعرانی میں مذکور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] حاشیہ سفطی علی مقدمۃ عشماویۃ
[2] کتاب الانوار لاعمال الابرار
[3] قرۃ العین
[4] الدر المختار، فرائض الوضوء، مجتبائی دہلی ۱/۱۹

Marfat.com

الثلثة ان المسح على العمامة لايجزئ مع قول احمد بانه يجزئ لكن بشرط ان يكون تحت الحنك منها شئ رواية واحدة وعنه فى مسح المرأة على قناعها المستدير تحت حلقها رواية وهل يشترط ان يكون لبس العمامة على طهر روايتان اھ[1]

قلت: وكلامه شيخه الذى صحبه الامام الشعرانى عشر سنين وقال لم اره يغضب فى سفر ولا حضر اعنى محقق عصره العلامة زين بن ابرهيم بن نُجَيم المصرى رحمهما الله تعالٰى فى البحر الرائق اتم وانفع حيث قال اما على العمامة فاجمعوا على عدم جوازه الا احمد فانه اجازه بشرط ان تكون ساترة لجميع الرأس الاماجرت العادة بكشفه وان يكون تحت الحنك منها شئ سواء كانت لها ذؤابة اولم تكن وان لا تكون عمامة محرمة فلايجوز المسح على العمامة المغصوبة ولا يجوز للمرأة اذا

کے قول کی بنا پر کہا ہے، علامہ شعرانی فرماتے ہیں: تینوں امام فرماتے ہیں کہ پگڑی پر مسح کافی نہیں ہے، جبکہ امام احمد سے ایک ہی روایت ہے اور وہ یہ کہ پگڑی کا مسح جائز ہے بشرطیکہ اس کا کچھ حصہ ٹھوڑی کے نیچے ہو، اور عورت نے دوپٹہ سر پر لیا ہو اور ٹھوڑی کے نیچے لپیٹ رکھا ہو۔ ان کی ایک روایت کے مطابق وہ اس پر مسح کر سکتی ہے، اور کیا یہ شرط ہے کہ پگڑی باوضو پہنی گئی ہو؟ اس میں دو روایتیں ہیں، (میزان الشریعۃ)

قُلتُ: محقق عصر علامہ زین بن ابراہیم بن نُجیم مصری رحمہ اللہ تعالٰی امام شعرانی رحمہ اللہ کے استاد ہیں، وہ دس سال ان کی خدمت میں رہے اور کہا کہ میں نے انھیں سفر و حضر میں کبھی غصے میں نہیں دیکھا۔ علامہ زین نے جو کچھ البحر الرائق میں فرمایا وہ زیادہ مفید اور نفع بخش ہے۔ انہوں نے فرمایا: ائمہ کرام کا اجماع ہے کہ پگڑی پر مسح کرنا جائز نہیں ہے سوائے امام احمد کے کہ ان کے نزدیک پگڑی پر مسح جائز ہے بشرطیکہ تمام سر کو ڈھانپے ہوئے ہو، عادۃً جتنا حصہ کھلا ہوتا ہے، وہ بے شک کھلا ہوا ہو، نیز پگڑی کا کچھ حصہ ٹھوڑی کے نیچے بھی ہو، خواہ اس کا کوئی کنارہ لٹک رہا ہو یا نہ۔ تیسری شرط یہ ہے کہ پگڑی مالِ حرام میں سے نہ ہو، لہٰذا غصب کی ہوئی پگڑی پر مسح جائز نہیں۔ عورت اگر مرد کی پگڑی پہن لے

[1] المیزان الکبرٰی، باب الوضوء ۱/۱۲۷

Marfat.com

لبست عمامة الرجل ان تمسح علیها والاظهر عند احمد وجوب استیعابها والتوقیت فیها کالخف و یبطل بالنزع والانکشاف الا ان یکون یسیرا مثل ان یحک رأسه او یرفعها لاجل الوضوء فی اشتراط لبسها علی طهارة روایتان اھ[1]

تو اس کے لیے جائز نہیں کہ اس پر مسح کرے، امام احمد کے نزدیک اظہر یہ ہے کہ پُوری پگڑی پر مسح کرے اور موزے کی طرح اس کا وقت مقرر ہے اس کے اتارنے یا سر کے ننگا ہونے سے مسح باطل ہو جائے گا، مگر یہ کہ معمولی ہو، مثلاً وہ شخص اپنا سر کھجاتا ہے یا وضو کے لیے اسے سر سے اٹھاتا ہے اور طہارت پر پہننے میں دو روایتیں ہیں۔

چہارم پاؤں کہ بشرائط شرعیہ موزہ شرعی کے اندر نہ ہوں انہیں ناخنوں سے پنڈلی اور پاؤں کے جوڑ تک جو وسط قدم میں چار طرف جدا گانہ تحریر سے ممتاز ہے جہاں عربی نعال کا دوال باندھا جاتا ہے اور نیچے کروٹوں اور ایڑیوں سب پر پانی پہنچنا، فرض اعتقادی اسی قدر ہے اور موزے بشرائط ہوں تو مدت معلوم تک مسح کافی، اور یہاں بھی ہاتھوں کی طرح تین استثناء ہیں:

(۱) گٹوں سے تحریر مذکور تک کہ اس قدر کا دھونا بروایت ہشام عن محمد ضرور نہیں اور نفس کعبین مثل مرفقین امام زفر کے نزدیک خارج ہیں۔

کافی میں ہے:

وغسل یدیہ مع مرفقیہ ورجلیہ مع کعبیہ خلافا لزفر فی الغایتین[2]

دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت اور دونوں پاؤں کا ٹخنوں سمیت دھونا، امام زفر کا دونوں غایتوں میں اختلاف ہے (ان کے نزدیک کہنیوں اور ٹخنوں کا دھونا فرض نہیں ہے ۱۲ ق)

بحر میں ہے:

الکعبان العظمان الناشزان من جانبی القدم صححہ فی الھدایۃ وغیرھا وروی ھشام عن محمد انہ فی ظہر القدم عند معقد الشراک

کعبین، وہ دو ہڈیاں ہیں جو پاؤں کی دونوں جانب اُبھری ہُوئی ہیں۔ ہدایہ وغیرہ میں اسی تعریف کو صحیح قرار دیا ہے، ہشام، امام محمد سے روایت کرتے ہیں کہ کعب پاؤں کی پشت میں ہے، جہاں

---

[1] بحرالرائق، باب مسح علی الخفین ۱/۱۸۴
[2] کافی

Marfat.com

قالوا ھو سھو من ھشام[1] الخ۔

عربی جوتے کا تسمہ باندھا جاتا ہے۔ مشائخ نے فرمایا کہ یہ ہشام کا سہو ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

قد منا عن شرح المنیۃ ان غسل المرفقین والکعبین لیس بفرض قطعی بل عملی[2]۔

ہم اس سے پہلے شرح منیہ سے نقل کرچکے ہیں کہ کہنیوں اور ٹخنوں کا دھونا فرض قطعی نہیں ہے بلکہ فرض عملی ہے۔

(۲) عورتوں کے لیے چھلّے وغیرہ جائز گہنوں کے نیچے کہ مالکیہ عفو کرتے ہیں۔

(۳) میل مکھی مچھر کی بیٹ کہ سارے ہی بدن میں معاف ہیں اور مہندی مٹّی گارا جس طرح ہاتھوں میں گزرا۔

اقول: وعبرت بوصول الماء لما عبر ولرعایۃ ما فی المیزان اتفاق الائمۃ علی ان غسل القدمین فی الطہارۃ مع القدرۃ فرض اذا لم یکن لابسا للخف مع ما حکی احمد والاوزاعی والثوری وابن جریر من جواز مسح جمیع القدمین وان الانسان عندھم مخیر بین الغسل والمسح وقد کان ابن عباس یقول فرض الرجلین المسح لا الغسل اھ[3]

اقول: میں نے (چوتھے فرض میں) پانی کے پہنچنے کا ذکر کیا ہے، اس کی وجہ گزرچکی ہے، نیز میزان الشریعۃ کی رعایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں: ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ اگر آدمی نے موزے نہ پہنے ہوں اور قدرت بھی رکھتا ہو تو وضو میں پاؤں کا دھونا فرض ہے، امام احمد، اوزاعی، ثوری اور ابن جریر سے مروی ہے کہ پورے پاؤں پر مسح کرنا جائز ہے اور ان کے نزدیک انسان کو اختیار ہے کہ پاؤں دھوئے یا ان پر مسح کرے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرمایا کرتے تھے کہ پاؤں پر مسح کرنا فرض ہے نہ کہ دھونا (المیزان)

واللہ اعلم بصحۃ ھذہ الحکایات فقد قال فی البحر الرائق ان الاجماع انعقد علی غسلھما ولا اعتبار بخلاف الروافض[4] اھ وکذا قال الامام النووی

اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے کہ یہ حکایات کہاں تک صحیح ہیں؟ البحر الرائق میں ہے کہ پاؤں کے دھونے پر اجماع منعقد ہوچکا ہے اور روافض کے اختلاف کا کوئی اعتبار نہیں ہے (بحر) اسی طرح امام نووی

---

[1] بحرالرائق، فرائض الوضوء ۱/۱۳
[2] ردالمحتار، فرائض الوضوء ۱/۷۳
[3] المیزان الکبرٰی، باب الوضوء ۱/۱۲۸
[4] بحرالرائق، فرائض وضو ۱/۱۴

Marfat.com

اجمع علیه الصحابة والفقهاء اھ[1]

قلت: واخرج سعید بن منصور فی سننه عن عبد الرحمٰن بن ابی لیلی قال اجتمع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی غسل القدمین نعم روی ابن ماجة وغیرہ من طریق عبد اللہ بن محمد بن عقیل مختلف فیه کثیرا وقال الحافظ فی التقریب صدوق فی حدیثه لین ویقال تغیر باٰخرہ[2] عن الربیع رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت اتانی ابن عباس فسألنی عن ھذا الحدیث تعنی حدیثھا الذی ذکرت ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ و غسل رجلیه فقال ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما ان الناس ابوا الا الغسل ولا اجد فی کتاب اللہ الا المسح[3]۔

اقول: وکفی حجة لنا قول نفسه ان الناس ابوا الا الغسل فابی الحق الا ان یکون مع الجماعة وقد ثبت عنه رضی اللہ تعالٰی عنه ما یعارضه اخرج سعید بن منصور وابن

نے فرمایا کہ اس پر صحابہ اور فقہاء کا اجماع ہے (نووی)

قلت: امام سعید بن منصور اپنی سنن میں عبد الرحمٰن بن ابی لیلٰی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے صحابہ کرام کا پاؤں کے دھونے پر اجماع ہے، ہاں! امام ابن ماجہ وغیرہ، عبد اللہ بن محمد بن عقیل کے واسطے سے راوی ہیں، اور ان میں بہت اختلاف ہے، حافظ ابن حجر نے تقریب میں فرمایا: وہ حدیث کی روایت میں سچے ہیں اور نرم ہیں اور کہا جاتا ہے کہ آخر میں (یادداشت میں) تبدیلی آگئی تھی راوی مذکور، حضرت رُبَیّع رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی ہیں وہ فرماتی ہیں کہ ابن عباس نے میرے پاس آکر اس حدیث کے بارے میں پوچھا جس کی وہ روایت کرتی تھیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور دونوں پاؤں دھوئے، ابن عباس نے کہا کہ لوگ دھونے کے علاوہ کسی چیز کو مانتے ہی نہیں ہیں، حالانکہ میں اللہ تعالٰی کی کتاب میں صرف مسح پاتا ہوں۔

اقول: ہمارے لیے خود ان کا یہ ارشاد کافی دلیل ہے کہ لوگ (یعنی صحابہ کرام) دھونے کے علاوہ کسی چیز کو نہیں مانتے، اور حق جماعت ہی کے ساتھ ہوتا ہے، قولِ مذکور کے مخالف قول اُن سے ثابت ہے، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ

---

[1] شرح مسلم للنووی، صفة الوضوء (قدیمی کتب خانہ کراچی) ۱/۱۲۰ [2] تقریب التہذیب، عبد اللہ بن محمد ص ۱۸۸
[3] سنن ابن ماجہ، ماجاء فی غسل القدمین ص ۳۶

Marfat.com

ابی شیبۃ وعبد الرزاق وعبد بن حمید والطبرانی فی الکبیر وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والنحاس عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ قرأھا وارجلکم بالنصب یقول رجعت الی الغسل[1] وقد اخرج ابن جریر عن عطاء قال لم ار احدا یمسح علی القدمین[2] فھذا من اخص تلامذۃ ابن عباس یقول ما تسمع فلا جرم رجع ابن عباس عن ھذا کما رجع عن قولہ فی المتعۃ وتلا الاٰیۃ الاعلی ازواجھم اوما ملکت ایمانھم وقال کل فرج سواھما حرام وکذلک ثبت الرجوع عن کل من نقل عنہ المسح وھم شرذمۃ قلیلۃ فلا شک فی استقرار الاجماع علی الغسل کما قال التابعی الجلیل الکبیر الشان عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما واللہ الھادی۔

عبد الرزاق، عبد بن حمید، امام طبرانی، معجم کبیر میں ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور نحاس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ انہوں نے وَاَرْجُلَکُمْ کو زبر کے ساتھ پڑھا ہے گویا ابنِ عباس نے فرمایا کہ میں نے پاؤں دھونے کی طرف رجوع کیا ہے۔ ابن جریر حضرت عطاؔ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے کسی کو پاؤں پر مسح کرتے ہوئے نہیں دیکھا، یہ ابن عباس کے خاص ترین شاگرد ہیں انہوں نے جو کہا وہ آپ نے سُن لیا۔ لازمی بات ہے کہ ابن عباس نے مسح کے قول سے رجوع کر لیا جیسے انہوں نے متعہ کے قول سے رجوع فرمایا اور یہ آیت تلاوت فرمائی، مگر اپنی بیویوں اور مملوکہ کنیزوں پر، اور انہوں نے فرمایا کہ ان دونوں کے علاوہ ہر فرج حرام ہے۔ اسی طرح ان تمام حضرات سے رجوع ثابت ہے جن سے مسح کا قول نقل کیا گیا ہے، اور وہ مختصر سا گروہ ہے' تو پاؤں کے دھونے پر اجماع کے منعقد ہونے میں کوئی شک نہیں ہے' جیسے کہ جلیل القدر، کبیر الشان تابعی حضرت عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا واللہ الھادی اور اللہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔

فرض عملی ہر مذہب میں جُدا ہوتے ہیں ہمارے مذہب صحیح مُعتمد مفتیٰ بہ پر وضو میں فرض عملی بمعنی مذکور اعنی ارکان عملیہ کہ یہاں وہی **واجب اعتقادی** ہیں بارہ ہیں جن میں اکثر کا استخراج مسائل پر ہمارے بیان سابق سے دشوار نہیں مگر مفتیٰ بہ کی غیر ماخوذ سے تمیز صریح اور اپنے کم علم بھائیوں کی تفہیم کے لیے صاف تصریح بہتر ہے:

[1] تفسیر ابن جریر لفظ وارجلکم الی الکعبین ۶/۷۲ [2] ایضاً ۶/۷۳

Marfat.com

(۱) دونوں لب حق یہ ہے کہ ان کا دھونا فرض ہے یہاں تک کہ اگر لب خوب[1] زور سے بند کر لیے کہ ان کی کچھ تحریر جو عادی طور پر بند کرنے میں کھلی رہتی اب چھپ گئی اور اس پر پانی نہ بہا نہ کلی کی وضو نہ ہوگا۔ ہاں عادی طور پر خاموش بیٹھنے کی حالت میں لبوں کا جتنا حصہ باہم مل کر چھپ جاتا ہے تو وہ دہن کا تابع ہے کہ وضو میں اس کا دھونا فرض نہیں۔

درمختار میں ہے:

یجب غسل ما یظھر من الشفۃ عند انضمامھا[1]۔	ہونٹوں کے بند کرنے کے وقت جو حصہ ظاہر رہتا ہے اس کا دھونا واجب ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

ای یفترض کما صححہ فی الخلاصۃ والمراد ما یظھر عند انضمامھا الطبیعی لا عند انضمامھا بشدۃ وتکلف اھ[2]	یعنی فرض ہے، جیسے کہ خلاصہ میں اسے صحیح قرار دیا ہے اور مراد وہ حصہ ہے جو طبعی طور پر ہونٹوں کے بند ہونے پر ظاہر ہوتا ہے، وہ حصہ مراد نہیں جو سختی اور تکلف کے ساتھ ہونٹوں کے بند کرنے پر ظاہر ہوتا ہے۔

(۲، ۳، ۴) بھووں مونچھوں[2] بچی کے نیچے کی کھال جب کہ بال چھدرے ہوں کھال نظر آتی ہو وضو میں بھی دھونا فرض ہے، ہاں گھنے ہوں کہ کھال بالکل نہ دکھائی دے تو وضو میں ضروری نہیں غسل میں جب بھی ضروری ہے۔

(۵) داڑھی[3] چھدری ہو تو اس کے نیچے کی کھال دھلنا فرض، اور گھنی ہو تو جس قدر بال دائرۂ رُخ میں داخل ہیں ان سب کا دھونا فرض ہے یہی صحیح ہے ومعتمد ہے ہاں جو بال نیچے چھوٹے ہوتے ہیں ان کا مسح سنّت ہے اور دھونا مستحب، اور نیچے ہونے کے یہ معنے کہ داڑھی کو ہاتھ سے ذقن (ٹھوڑی) کی طرف دبائیں تو جتنے بال منہ کے دائرہ سے نکل گئے ان کا دھونا ضروری نہیں باقی کا ضرور ہے، ہاں خاص جڑیں ان کی بھی دھوتی ضرور نہیں کہ ان کا دھونا بعینہٖ کھال کا دھونا ہوگا اور گھنی داڑھی میں اس کا دھونا ساقط ہو چکا ہے۔

درمختار میں ہے:

غسل جمیع اللحیۃ فرض عملیا علی المذھب الصحیح المفتی بہ	مذہب صحیح، مفتٰی بہ اور جس کی طرف رجوع کیا گیا ہے کے مطابق تمام داڑھی کا دھونا فرض عملی ہے (بدائع)

---

[1] الدرالمختار، فرائض وضو ۱/۱۹ [2] ردالمحتار، فرائض وضو ۱/۷۲

Marfat.com

المرجوع الیه بدائع ثم لاخلاف ان المسترسل لا یجب غسله ولا مسحه بل یسن وان الخفیفة التی تری بشرتها یجب غسل ماتحتها نهر[1]

پھر اس میں اختلاف نہیں کہ لٹکنے والے بالوں کا دھونا اور ان پر مسح کرنا واجب نہیں ہے بلکہ سنّت ہے، اور وہ ہلکی داڑھی جس کے نیچے جلد دکھائی دیتی ہو اس کے نیچے کے حصّے کا دھونا واجب ہے۔

اُسی میں ہے:

لاغسل باطن العینین والانف والفم واصول شعر الحاجبین واللحیة والشارب۔[2]

آنکھوں، ناک اور مُنہ کے اندرونی حصّوں، ابرؤوں، داڑھی اور مونچھوں کی جڑوں کا دھونا واجب نہیں ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

قوله واصول شعر الحاجبین یحمل علی ما اذا کانا کثیفین اما اذا بدت البشرة فیجب کما یاتی له قریبا عن البرهان وکذا یقال فی اللحیة والشارب ونقله ح عن عصام الدین شارح الهدایة[3]

ابروؤں کی جڑوں کا دھونا واجب نہیں، یہ اس صورت پر محمول ہے کہ ابرو گھنے ہوں، اگر جلد ظاہر ہو تو اس کا دھونا واجب ہے، جیسے کہ برہان کے حوالے سے آئے گا، اسی طرح داڑھی اور مونچھوں کے بارے میں کہا جائے (کہ وہ گھنی ہوں تو جلد کا دھونا واجب نہیں ۱۲ ق) حلبی نے شارح ہدایہ عصام الدین سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

اُسی میں ہے:

قوله لاخلاف ای بین اهل المذهب علی جمیع الروایات اھ[4]

مصنّف نے کہا کہ کسی کا اختلاف نہیں ہے، یعنی تمام روایات کے مطابق اہلِ مذہب میں اختلاف نہیں ہے۔

اقول: فلاینافی ماقدمنا لثبوت الخلاف من غیرنا۔

یہ قول اُس تفصیل کے مخالف نہیں جو ہم اس سے پہلے بیان کرچکے ہیں، کیونکہ وہ غیر احناف کا اختلاف گزرا ہے۔

---

[1] الدرالمختار، فرائض وضو ۱/۱۹
[2] ایضاً ۱/۱۹
[3] ردالمحتار، فرائض وضو ۱/۷۲
[4] ایضاً ۱/۷۴

Marfat.com

اُسی میں ہے :

قولہ المسترسل ای الخارج عن دائرۃ الوجہ وفسرہ ابن حجر فی شرح المنہاج بما لومد من جہۃ نزولہ لخرج عن دائرۃ الوجہ[1]

مصنف نے کہا کہ مسترسل یعنی چہرے کے دائرے سے باہر ہوں، ابن حجر نے شرح منہاج میں اس کی تفسیر یہ کی کہ اگر ان بالوں کو نیچے کی جانب پھیلایا جائے تو چہرے کے دائرے سے باہر ہوں۔

اُسی میں ہے :

قولہ بل یسن ای المسح لکونہ الاقرب لمرجع الضمیر وعبارۃ المنیۃ صریحۃ فی ذلک[2]

مصنف نے کہا: بَلْ یُسَنُّ یعنی مسح مسنون ہے کیونکہ ضمیر راجع کرنے کے لیے مسح اقرب ہے اور منیہ کی عبارت اس بارے میں واضح ہے۔

(۶) کنپٹیاں، کان اور رخسار کے بیچ میں جو حصہ ہے اس کا دھونا فرض ہے جتنا حصہ داڑھی اور کان کے بیچ میں ہے وہ تو مطلقًا اور جتنا بالوں کے نیچے ہے اگر بال چھدرے ہوں تو وہ بھی، ہاں گھنے ہوں تو اس کا فرض بالوں کی طرف منتقل ہوجائے گا وقدم تعدم ما یکفی لافادتہ (اس سے پہلے وہ گزر چکا ہے جو اس کو فائدہ دینے کے لیے کافی ہے ۱۲ ق)

(۷) دونوں کہنیاں تمام وکمال۔

(۸) انگوٹھی چھلّے وغیرہا جائز ناجائز ہر قسم کے گہنے مرد عورت سب کے لیے جب تک کہ تنگ ہوں کہ بے اُتارے اُن کے نیچے پانی نہ بہے گا اُتار کر دھونا فرض ہے ورنہ ہلا ہلا کر پانی ڈالنا کہ اُن کے نیچے بہ جائے مطلقًا ضرور ہے۔

درمختار میں ہے :

لوخاتمہ ضیقا نزعہ او حرکہ وجوبا[3]

اگر اس کی انگوٹھی تنگ ہے تو اس کا اتارنا یا حرکت دینا واجب ہے ۱۲ ق

(۹) مسح کی نم سر کی کھال یا خاص سر پر جو بال ہیں (نہ وہ کہ سر سے نیچے لٹکتے ہیں) اُن پر پہنچنا فرض ہے عمامے دوپٹے وغیرہ پر مسح ہرگز کافی نہیں مگر جب کہ کپڑا اتنا باریک اور نم اتنی کثیر ہو کہ کپڑے سے پھوٹ کر سر یا بالوں کی مقدار شرعی پر پہنچ جائے۔ بحر میں ہے :

معراج الدرایۃ لومسحت علی

معراج الدرایہ میں ہے کہ اگر عورت نے اپنے دوپٹے

---

[1] ردالمحتار، فرائض الوضوء ۱/۴۷، [2] ایضاً ۱/۷۰، [3] الدرالمختار، فرائض الغسل ۱/۲۹

Marfat.com

خمارها ونفذت البلة الى رأسها حتى ابتل قدر الربع منه يجوز قال مشائخنا اذا كان الخمار جديدا يجوز لان ثقوب الجديد لم تنسد بالاستعمال فتنفذ البلة اما اذا لم يكن جديدا لا يجوز لانسداد ثقوبه اھ۔

ف۱

اقول: جرت عادتهم رحمهم الله باحالة الامور على مظانها الاغلبية كقولهم فى شرب الجنب ماء يجزئ عن المضمضة ان جاهلا لعبه لا عالما لمصه وفى عض الكلب على ثوب بنجس فى الرضا لسيلان لعابه دون الغضب لجفافه و وقوع الفارة حية فى البئر ينجس لو هاربة من هرة لبولها والا لا ونظائره لا تحصى والذى يعرف المناط يعرف المقصود فالمناط نفوذ البلة الى قدر الفرض فان علم اجزأ ولو الثوب خلقا والا لا ولو جديدا كما لا يخفى۔

پر مسح کیا اور تری اُس کے سر تک پہنچ گئی، یہاں تک کہ سر کا چوتھائی حصہ تر ہو گیا تو جائز ہے۔ ہمارے شیخ نے کہا کہ اگر دوپٹا نیا ہو تو جائز ہے کیونکہ نئے دوپٹے کے سوراخ استعمال سے بند نہیں ہوتے تو ان میں سے تری داخل ہو جاتی ہے، اور اگر نیا نہ ہو تو جائز نہیں کیونکہ اس کے سوراخ بند ہو چکے ہیں (بحر)

ہمارے مشائخ رحمہم اللہ تعالٰی کی عادت ہے کہ امور کو اُن کے اُن احوال پر محمول کرتے ہیں جن کا غالب گمان ہوتا ہے مثلاً جنبی پانی پیئے تو اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اگر وہ جاہل ہے تو جانوروں کی طرح منہ لگا کر پیئے گا لہذا کُلّی کرنے سے کفایت کرجائے گا اور عالم ہوا تو چوس کر پیئے گا لہذا کفایت نہیں کرے گا۔ اسی طرح کُتّے نے کپڑے کے اوپر سے کاٹا، اگر خوشی سے ہے تو کپڑا پلید ہو جائے گا کیونکہ اس کا تھوک بہے گا اور اگر حالتِ غضب میں ہے تو پلید نہ ہو گا کیونکہ اس کا تھوک خشک ہو جائے گا۔ اسی طرح زندہ چوہیا کنویں میں گر گئی اگر وہ بلّی سے ڈر کر بھاگ رہی تھی تو کنواں پلید ہو جائے گا کیونکہ اس کا پیشاب خطا ہو رہا ہو گا ورنہ نہیں۔ اس کی بے شمار مثالیں ہیں، جسے بنیاد کا پتا ہو گا وہ مقصود کو بھی پہچان لے گا، اور بنیاد یہ ہے کہ مقدارِ فرض تک تری پہنچ جائے، اگر یقین ہو جائے کہ تری پہنچ گئی ہے تو کافی ہے، اگرچہ کپڑا پرانا ہو، اور اگر تری پہنچنے کا یقین نہ ہو تو کافی نہیں ہے اگرچہ کپڑا نیا ہو، جیسے کہ مخفی نہیں ہے۔

۱؎ بحر الرائق، مسح علی الخفین ۱/۱۸۴

Marfat.com

(۱۰) نم کم از کم چوتھائی سر کو استیعاب کرلے ھو الصحیح المفتی بہ الماخوذ وان قیل
وقیل وقد اشتھرت المسألۃ متونا و شروحا (یہی صحیح ہے اور اسی پر فتوٰی ہے اگرچہ
مختلف اقوال موجود ہیں، اور یہ مسئلہ متون اور شروح میں مشہور ہے ۱۲ق)

(۱۱) کعبین گٹوں یعنی ٹخنوں کا نام ہے اُن کے بالائی کناروں سے ناخنوں کے ملنے تک ہر حصے پرزے ذرّے ذرّے کا دُھلنا فرض ہے اُس میں سے سرِ سوزن برابر اگر کوئی جگہ پانی بہنے سے رہ گئی وضو نہ ہوگا، ہاں پاؤں میں تیسرا استثنا جو گزرا اپنے محل پر مسلم ہے جس کی تحقیق فقیر کے فتاوٰی بیانِ غسل میں ملے گی، چھلّے اور سب گہنے کہ گٹوں پر یا اُن سے نیچے ہوں اُن کا حکم وہی ہے جو حکم فرض ہشتم میں گزرا۔

(۱۲) مُنہ ہاتھ پاؤں تینوں عضوؤں کے تمام مذکور ذروں پر پانی کا بہنا فرض ہے فقط بہے گا ہاتھ پھر جانا یا تیل کی طرح پانی چُپڑ لینا تو بالاجماع کافی نہیں اللھم الا مامر فی الرجلین (سوائے اس کے جو پاؤں کے بارے میں گزرا ۱۲ق) اور صحیح مذہب میں ایک بوند ہر جگہ سے ٹپک جانا بھی کافی نہیں کم سے کم دو بوندیں ہر ذرّۂ ابدانِ مذکورہ پر سے بہیں۔

درمختار میں ہے:

غسل الوجہ ای اسالۃ الماء مع التقاطر ولو قطرۃ وفی الفیض اقلہ قطرتان فی الاصح اھ[1]

چہرے کا دھونا یعنی پانی کا اس طرح بہانا کہ ٹپکنے لگے، اگرچہ ایک قطرہ ٹپکے۔ فیض المولی الکریم میں ہے اصح یہ ہے کہ کم از کم دو قطرے ٹپکیں (درمختار)

قال ح ثم ط ثم ش کلھم فی حواشی الدر یدل علیہ صیغۃ التفاعل اھ[2]

علامہ حلبی، پھر طحطاوی، پھر شامی، سب نے درمختار کے حواشی میں فرمایا: اس پر تفاعل کا صیغہ (تقاطر) دلالت کرتا ہے (اھ)

اما ما عن ابی یوسف ان الغسل مجرد بلّ المحل بالماء سال اولم یسل ولاجلہ جعل فی البحر الاسالۃ مختلفا فیھا بینہ وبین الطرفین وزعم ان اشتراطھا ھو ظاھر الروایۃ فالحق الذی

وہ جو امام ابویوسف سے مروی ہے کہ دھونا صرف یہ ہے کہ جسم کے کسی حصے کو تر کر دیا جائے خواہ وہ بہے یا نہ بہے۔ اسی لیے البحرالرائق میں پانی کے بہانے کو امام ابویوسف اور امام ابوحنیفہ و محمد کے درمیان اختلافی قرار دیا، اور گمان کیا کہ بہانے کی شرط لگانا ظاہر الروایۃ کا حکم ہے اور

[1] الدرالمختار، مع الشامی، فرائض الوضوء ۱/۷۰ ـ ۷۱ [2] ردالمحتار ایضاً ۱/۷۱

Marfat.com

لا محيد عنه ولا يحل المصير الا اليه
ان تأويله ما في حلية عن الذخيرة
انه سال من العضو قطرة او قطرتان
ولم يتدارك كيف ولولا ذلك لكان
هذا والعياذ بالله تعالى انكار اللنص
وتبديلا للشرع فان الله تعالى
امر بالغسل وهذا ليس بغسل لا لغة
ولا عرفا وقد قال في البحر نفسه
الغسل بفتح الغين ازالة الوسخ
عن الشيء ونحوه باجراء الماء عليه
لغة اه[1] وهل الاجراء الا الاسالة
وقد فرق المولى سبحنه وتعالى بين
الاعضاء فجعل وظيفة بعضها الغسل
وبعضها المسح وعلى هذا التقدير ترجع
جميعا الى المسح فانه اذا لم يسل الماء
لم يكن الا اصابة بلل وهو المسح۔

اقول: فما كان ينبغي لمثل هذا
المحقق البحران يجعله مختلفا فيه
كي يجترئ عليه الجاهلون كما
نشاهد الأن من كثير منهم انه لا يزيد
في جبهته وعارضيه وغيرها على
اصابة يد مبتلة من دون سيلان
ولا تقاطر اصلا واذا اخبر ان قد
بقي لمعة مثلا في مرفقه او اخمصه
او عقبه امر عليه يده الباقي فيها

وہ حق جس سے گریز نہیں کیا جا سکتا اور جس کی طرف رجوع
کے بغیر چارہ نہیں ہے یہ ہے کہ امام ابو یوسف کے قول
کی تاویل حلیہ میں ذخیرہ سے نقل کی گئی ہے اور وہ یہ ہے
کہ عضو سے ایک یا دو قطرے بہ جائیں اور پے در پے
نہ گریں، اور اگر یہ مطلب نہ ہو تو معاذ اللہ! نص کا انکار
اور شریعت کی تبدیلی ہو گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے
دھونے کا حکم دیا ہے اور کسی عضو کو صرف تر کر دینا،
نہ لغۃً دھونا ہے اور نہ عرفاً۔ خود بحر الرائق میں ہے
کہ غَسل، غین پر زبر، لغت میں کسی چیز سے پانی جاری
کرکے میل وغیرہ کے زائل کرنے کو کہتے ہیں (بحر) جاری
کرنا اور بہانا ایک ہی ہے۔ اللہ سبحانہ، و تعالیٰ
نے اعضاء میں فرق کیا ہے، بعض اعضاء کا وظیفہ
دھونا اور بعض کا وظیفہ مسح مقرر کیا ہے، اور اس
صورت پر (جب کہ عضو کا ترک کرنا کافی ہو) سب
اعضاء کا وظیفہ مسح ہی بن جائے گا کیونکہ جب پانی
نہ بہا تو صرف تری کا جسم پر لگنا رہ جائے گا اور یہی مسح ہے۔

اقول، ایسے بحر العلوم، محقق کے لائق نہ تھا
کہ اس مسئلے کو مختلف فیہ قرار دیتے، نتیجہ یہ ہو گا کہ
جہلاء اس پر جرأت کرنے لگیں گے، جیسے کہ اس
وقت ہم بہت سے ایسے لوگوں کو دیکھ رہے ہیں کہ وہ
اپنے ماتھے، رخساروں اور دیگر اعضاء پر صرف گیلا
ہاتھ پھیرنے پر اکتفاء کرتے ہیں، پانی بہانے اور چند
قطروں کے ٹپکنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے، اور جب
انہیں بتایا جائے کہ کہنی، کنپٹی یا ایڑی کا کوئی حصہ
خشک رہ گیا ہے تو وہی ہاتھ اس جگہ پھیر دیتے ہیں جس

---

[1] بحر الرائق فرائض الوضوء ١/١١

Marfat.com

بلل الماء من دون ان یأخذ ماء جدیدا فضلا عن الاسالۃ فالی اللہ المشتکی ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

میں کچھ رطوبت باقی ہوتی ہے، پانی بہانا تو دُور کی بات ہے، نیا پانی لینے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتے ــــ اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں ہی شکایت ہے، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

تنبیہ جلیل متعدد کتب معتمدہ مثل خلاصہ وجوہرہ نیرہ و حلیہ و غنیہ و درمختار وغیرہا میں وہ استثنا کہ ہاتھوں میں دُوسرا اور پاؤں میں تیسرا تھا اس میں یہ قید لگائی کہ وہ چیز ایسی نرم ہو جس میں پانی سرایت کرسکے جیسے مٹی گارا نہ سخت اور نفوذ کو مانع جیسے آٹا موم چربی جما ہوا گھی مچھلی کا سنّا چبائی ہوئی روٹی۔

درمختار سے گزرا: بخلاف نحو عجین[1] (برخلاف اُس چیز کے جو آٹے جیسی ہو ۱۲ق)۔ ردالمحتار میں قول شارح لا یمنع دھن (تیل منع نہیں کرتا ۱۲ق) کے تحت میں ہے ای کزیت وشیرج بخلاف نحو شحم وسمن جامد[2] (جیسے زیتون اور تلوں کا تیل، بخلاف چربی اور جمے ہُوئے گھی ایسی چیزوں کے ۱۲ق) اُسی میں بخلاف نحو عجین کے نیچے ہے ای کعلك وشمع وقشر سمك وخبز ممضوغ متلبد جوھرۃ[3] (یعنی جیسے دنداسہ، موم، مچھلی کا چانہ، چبائی ہوئی روٹی جو جم جائے ـــ جوہرہ نیرہ ۱۲ق)

درمختار میں ہے:

لا یمنع طعام بین اسنانہ او فی سنہ المجوف بہ یفتی وقیل ان صلبا منع وھو الاصح[4]۔

دانتوں کے درمیان یا دانت کے سوراخ میں پھنسا ہوا طعام منع نہیں کرتا۔ اسی پر فتوٰی ہے۔ اور بعض نے کہا کہ اگر طعام سخت ہو تو منع کرے گا اور یہی قول اصح ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

صرح بہ فی الخلاصۃ وقال لان الماء شیئ لطیف یصل تحتہ غالبا اھ[5] ومفادہ عدم الجواز اذا علم انہ لم یصل الماء

خلاصہ میں اس کی تصریح کی ہے اور کہا وجہ یہ ہے کہ پانی لطیف چیز ہے غالباً اس کے نیچے پہنچ جائے گا (شامی) اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر یقین ہو کہ طعام کے نیچے پانی نہیں پہنچا تو جائز نہیں ہے۔

---

[1] الدرالمختار، فرائض غسل ۱/۲۹
[2] ردالمحتار، فرائض غسل ۱/۱۱۴
[3] ردالمحتار، فرائض غسل ۱/۱۱۴
[4] الدرالمختار مع الشامی ۱/۱۱۴
[5] ردالمحتار، فرائض الغسل ۱/۱۱۴

Marfat.com

تحته قال فی الحلیة وھوا ثبت[1] قولہ وھوالاصح صرح بہ فی شرح المنیة و قال لامتناع نفوذ الماء مع عدم الضرورة والحرج[2]

حلیہ میں ہے اور یہی ان کا راجح قول ہے اور یہی اصح ہے۔ شرح منیہ میں اس کی تصریح کی ہے، انہوں نے فرمایا کہ پانی کا سرایت کرنا ناممکن ہے جبکہ ضرورت بھی نہیں اور حرج بھی نہیں۔

تو اس کا لحاظ مناسب ہے اگرچہ تحقیق یہ ہے کہ مدار کا ضرورت وحرج عام یا خاص پر ہے اگر حرج نہیں طہارت نہ ہوگی اگرچہ پانی سرایت کرے کہ مجرد تری پہنچنا کافی نہیں بہنا شرط ہے اور وہ قطعاً گارے وغیرہ جرم دار چیزوں میں بھی نہ ہوگا جب تک ان کا جرم نہ زائل ہو تو نرمی وسختی کا فرق بیکار ہے اور حرج وضرورت ہو اور طہارت کرلی اور ایسی چیز لگی رہ گئی اور نماز پڑھ لی تو معافی ہے اگرچہ سخت ومانع نفوذ ہو آخر مکھی مچھر کی بیٹ پر خود درمختار میں لم یصل الماء تحتہ (اس کے نیچے پانی نہ پہنچا ہو ۱۲ ق) فرماکر حکم دیا کہ لایمنع الطھارۃ[3] (طہارت سے مانع نہیں ہے ۱۲ ق) اور مہندی کے جرم کو بھی مانع نہ مانا اور فرمایا بہ یفتی (اسی پر فتوٰی ہے) حالانکہ اس کا جرم خصوصاً بعد خشکی یقیناً نفوذِ آب کو مانع ہے ولہذا ردالمحتار میں فرمایا:

قولہ بہ یفتی صرح بہ فی المنیة عن الذخیرة فی مسألة الحناء والطین والدرن معللا بالضرورة قال فی الشرح لان الماء ینفذ لتخللہ و عدم لزوجتہ وصلابتہ والمعتبر فی جمیع ذلک نفوذ الماء ووصولہ الی البدن اھ لکن یرد علیہ ان الواجب الغسل وھواسالة الماء مع التقاطر کما مرفی ارکان الوضوء والظاھر ان ھذہ الاشیاء تمنع الاسالة فالاظھر التعلیل بالضرورة۔[4]

اسی پر فتوٰی ہے (درمختار) ذخیرہ کے حوالے سے منیہ میں مہندی، مٹی اور میل کے مسئلے میں بخیال ضرورت یہی حکم دیتے ہیں۔ شرح منیہ میں کہا: چونکہ یہ چیزیں نرم ہیں، ان میں سختی اور لیس نہیں ہے اس لئے پانی سرایت کرجائے گا، اور ان سب میں پانی کا سرایت کرنا اور بدن تک پہنچنا معتبر ہے (شرح منیہ) لیکن اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ واجب تو دھونا ہے اور پانی کا اس طرح بہانا کہ قطرے ٹپکنے لگیں، جیسے کہ ارکان وضو میں گزر گیا ہے اور جزمی بات یہ ہے کہ یہ چیزیں پانی بہنے کو روکتی ہیں، لہذا زیادہ ظاہر یہ ہے کہ بطورِ علت، ضرورت کو پیش کیا جائے اس لیے کہ پانی لطیف چیز ہے۔

---

[1] ردالمحتار، فرائض الغسل ۱/۱۱۴ [2] ایضاً [3] الدرالمختار، فرائض الغسل ۱/۲۹ [4] ردالمحتار ۱/۱۱۴

Marfat.com

قول مذکور خلاصہ لان الماء شئ لطیف الخ (اس لیے کہ پانی لطیف چیز ہے) نقل کرکے فرمایا و یرد علیہ ما قدمناہ انفا[1] (اس پر وہ اعتراض وارد ہوتا ہے جو ہم ابھی بیان کرچکے ہیں ۱۲ق) لاجرم بعض مشایخ نے کہ ناخنوں کے میل میں فرق کیا کہ دیہاتی کے لیے اجازت ہے کہ اس کا میل خاک مٹی سے ہوگا اس میں پانی سرایت کرجائے گا اور شہری کو نہیں کہ اس کا میل چکنائی سے ہوگا۔ انھیں اکابر نے اس تفرقہ کو رد کردیا اور فرمایا اصح یہ کہ دونوں یکساں ہیں درمختار سے گزرا قد ردہ الدبوسی والاصح[2] (خواہ دیہاتی ہو یا شہری، یہی اصح قول ہے ۱۲ق) جب یہی قضیۂ نظر (یہی نظر وفکر کا فیصلہ ہے) اور یہی مفتٰی بہ تو اسی پر عمل اور یہی معوّل۔

اقول: وکان مراد العلامۃ الشامی بقولہ بخلاف نحو شحم وسمن جامد حیث لاحرج ولاضرورۃ فان مسألۃ الدھن والشیرج عامۃ لاتقتصر علی الضرورۃ فافاد ان الشحم لیس کمثلہ لکن العجب انہ ذکرما مر عن الجوھرۃ ثم استدرك علیہ بالفتوی المذکورۃ فی النھر ثم عقبھا بقولہ نعم ذکر الخلاف فی شرح المنیۃ فی العجین واستظھر المنع لان فیہ لزوجۃ وصلابۃ تمنع نفوذ الماء[3] اھ وکانہ سکت علیہ اکتفاء بما قدمہ واللہ تعالٰی اعلم۔

اقول: علامہ شامی نے فرمایا: برخلاف چربی اور جمے ہوئے گھی کے ایسی چیزوں سے غالباً ان کی مراد یہ ہے کہ جب نہ تو حرج ہو اور نہ ہی ضرورت ہو تیل اور تلوں کے روغن کا مسئلہ عام ہے، اس صورت میں منحصر نہیں جب ضرورت ہو، علامہ شامی نے بیان کردیا کہ چربی، تیل کی طرح نہیں ہے (ایسی صورت میں یہ چیزیں طہارت سے مانع ہوں گی اور اگر ضرورت یا حرج ہے تو مانع نہیں ۱۲ق) لیکن تعجب ہے کہ انہوں نے جوہرہ کی وہ عبارت نقل کی جو ہم اس سے پہلے نقل کرچکے ہیں، پھر النہر الفائق میں بیان کردہ فتوٰی کی بنا پر اس پر اعتراض کیا (کہ ناخنوں میں آٹا یا مٹی لگی ہو تو معاف ہے ۱۲ق) اس کے بعد کہا کہ ہاں شرح منیہ میں آٹے کے بارے میں اختلاف کا ذکر ہے اور طہارت کے لیے مانع ہونے کو ظاہر قرار دیا کیونکہ آٹا لیس دار اور سخت ہوتا ہے، پانی کے سرایت کرنے کو روکے گا (شامی) غالباً اس سے

---

[1] ردالمحتار مع الشامی، فرائض الغسل ۱/۱۱۴ [2] ایضاً [3] ایضاً

Marfat.com

پہلے جو بیان کرچکے ہیں اس پر اکتفا کرتے ہوئے اس جگہ سکوت کرگئے ہیں (پہلے اشارہ کرچکے ہیں کہ جسم پہ آٹا اور چربی وغیرہ چیزیں لگی ہوں تو حرج اور ضرورت کی صورت میں وضو ہوجائے گا ورنہ نہیں ۱۲ قادری) واللہ تعالٰی اعلم

رہا واجب عملی وہ وضو میں کوئی نہیں، بحرالرائق سے گزرا اتفق الاصحاب انہ لا واجب فی الوضوء[1] ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے کہ وضوء میں کوئی واجب نہیں ۱۲ ق) درمختار میں ہے افاد انہ لا واجب للوضوء ولا للغسل[2] (مصنف نے اشارہ کیا ہے کہ وضو اور غسل میں کوئی واجب نہیں ۱۲ ق) اسی طرح کتب کثیرہ میں ہے اور خود بعد نقل اتفاق اصحاب کیا حاجت اطناب و اسہاب! مگر محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اپنی بحث سے وضو کے لیے بسم اللہ و ذکر الٰہی سے ابتدا کرنا برخلاف مذہب واجب ٹھہرایا اور اس مسئلہ متفق علیہا کے جواب میں فرمایا:

ماقیل انہ لامدخل للوجوب فی الوضوء لانہ شرط تابع فلو قلنا بالوجوب فیہ لساوی التبع الاصل غیر لازم اذ اشتراکہما بثبوت الواجب فیہما لایقتضیہ لثبوت عدم المساواۃ بوجہ اٰخر نحو انہ لایلزم بالنذر بخلاف الصلاۃ مع انہ لامانع من الحکم بان واجبہ احط رتبۃ من واجب الصلاۃ کفرضہ بالنسبۃ الی فرضہا[3] اھ کلامہ الشریف۔

وہ جو کہا گیا ہے کہ وجوب کا وضو میں کوئی دخل نہیں ہے، کیونکہ وہ نماز کی شرطِ تابع ہے، اب اگر ہم اس میں کوئی واجب مان لیں تو تابع اصل کے برابر ہوجائے گا' یہ اعتراض لازم نہیں آتا کیونکہ نماز اور وضو دونوں میں واجب کے ثابت ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ ان میں کسی اور وجہ سے بھی فرق نہ رہے، مثلاً یہ کہ نذر ماننے سے نماز لازم ہوجاتی ہے وضوء لازم نہیں ہوتا، علاوہ ازیں یہ کہنے سے کون سی چیز مانع ہے کہ وضو کا واجب نماز کے واجب سے کم مرتبہ ہے، جیسے کہ وضو کا فرض نماز کے فرض سے کم مرتبہ ہے (فتح القدیر)

اقول: لم یأت المستدل بشیئ حتی سمع ماسمع واذا لم یمنع تبعیۃ

اقول: مستدل نے مضبوط دلیل پیش نہیں کی، اسی لیے اسے یہ سب کچھ سننا پڑا، وضو کا تابع ہونا

---

[1] بحرالرائق قبیل سنن الوضو (ایچ ایم سعید کمپنی کراچی) ۱/۱۶ [2] الدر المختار مع الشامی، سنن الوضوء ۱/۷۶
[3] فتح القدیر، سنن الوضوء ۱/۲۱

Marfat.com

الوضوء ثبوت الفرائض فيه فلم يمنع ثبوت الواجبات والرواتب توابع للفرائض انما شرعت مكملات لا محصلات لها فليست في مرتبة الوضوء ايضا ثم لم يقعدها ذلك ان يكون لها كل من الفروض والواجبات والسنن و المستحبات كما للاصول۔

وضوء میں فرائض کے ثابت ہونے سے مانع نہیں، تو واجبات کے ثابت ہونے سے کیوں کر مانع ہوگا؟ حالانکہ سننِ مؤکدہ فرائض کے تابع ہیں، وہ فرائض کی تکمیل کے لیے مشروع ہیں تحصیلِ فرائض کے لیے نہیں، وہ تو وضو کے مرتبے میں بھی نہیں، اس کے باوجود سُنتوں میں فرائض، واجبات، سُنن اور مستحبات، وہ سب کچھ ثابت ہے جو فرائض میں ثابت ہے۔

ولم نعن ان الوضوء لا يستاهل فی نفسه ان يكون له واجب حتی نحتاج الی ما ذكر المستدل وانما عنينا ان ليس فی مذهبنا واجب فی الوضوء لا يجوز تركه ويصح بدونه و هذا ظاهر لا يفتاق الی اظهار وثابت لا يصلح للانكار۔

ہماری مراد یہ نہیں ہے کہ وضو اس لائق نہیں ہے کہ اس میں کوئی واجب ہو، حتی کہ ہمیں اس چیز کی ضرورت ہو جو مستدل نے بیان کی ہے، ہماری مراد تو یہ ہے کہ ہمارے مذہب کے مطابق وضو میں کوئی ایسا واجب نہیں ہے جس کا ترک کرنا جائز نہیں ہے اور اس کے بغیر وضو ہو جاتا ہے، یہ ایسا ظاہر و باہر امر ہے جو محتاجِ اظہار نہیں ہے اور اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

اور مسئلہ تسمیہ **اولاً** تنہا محقق کی اپنی بحث ہے کہ نہ ائمہ مذہب سے منقول نہ محققین مابعد میں مقبول، خود ان کے تلمیذ علامہ قاسم بن قطلوبغا نے فرمایا: ہمارے شیخ کی جو بحثیں خلافِ مذہب ہیں اُن کا اعتبار نہ ہوگا۔

اقول یعنی جب کہ خلاف، اختلافِ زمانہ سے ناشی نہ ہو کما افتوا بجواز الاجارة علی التعليم والاذان والامامة وباخذ صاحب الحق من خلاف جنسه اذ ظفر الی نظائر كثيرة (جیسے کہ ہمارے فقہاء متاخرین نے تعلیم، اذان اور امامت پر معاوضہ لینے کے جائز ہونے پر فتوی دیا اور یہ فتوی دیا کہ صاحبِ حق کا ہاتھ پہنچے تو وہ اپنے حق سے مختلف جنس لے سکتا ہے۔ اس کی بہت سی نظیریں ہیں ۱۲ ق)

ردالمحتار جنایات الحج میں ہے: قد قال تلميذه العلامة قاسم ان ابحاثه

Marfat.com

المخالفة للمذھب لا تعتبر[1] (ابن ہمام کے شاگرد علامہ قاسم نے کہا کہ استاذ کی وہ بحثیں معتبر نہیں ہیں جو مذہب کے مخالف ہوں ۱۲ ق)

اور خاص اس مسئلہ میں ان کے تلمیذِ ارشد امام محمد محمد ابن امیر الحاج نے بحثِ محقق پر تعویل (اعتماد) درکنار سُنیت بھی نہ مانی، صرف استحباب کو مرجح قرار دیا جسے خلاصہ میں مفاد ظاہر الروایۃ اور ھدایہ میں اصح فرمایا۔

حلیہ میں فرماتے ہیں:

وانی لمتعجب ممن استدل بہ وحدہ علی الاستنان (یرید حدیث انس قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھل مع احد منکم ماء فوضع یدہ فی الاناء وقال توضؤا بسم اللہ قال فرأیت الماء یخرج من بین اصابعہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی توضؤا من عند اٰخرھم وکانوا نحوا من سبعین اخرجہ النسائی وابن خزیمۃ والبیھقی وقال انہ اصح ما فی التسمیۃ[2] وقال النووی اسنادہ جید۔

مجھے اس شخصیت سے تعجب ہے جس نے صرف اس حدیث سے سنّت ہونے پر استدلال کیا ہے (اس سے وہ حدیث مراد ہے جسے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کسی کے پاس پانی ہے؟ پس آپ نے برتن میں دستِ مبارک رکھا اور فرمایا: بسم اللہ پڑھ کر وضو کرو، تو میں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی انگلیوں کے درمیان سے پانی اُبل رہا تھا حتّٰی کہ تمام صحابۂ کرام نے وضو کر لیا، اور وہ ستّر کے قریب تھے۔ اس حدیث کو امام نسائی، ابنِ خزیمہ اور بیہقی نے بھی روایت کیا۔ امام بیہقی نے فرمایا: بسم اللہ کے بارے میں روایت کی جانے والی یہ صحیح ترین حدیث ہے۔ امام نووی نے کہا کہ اس کی سند عمدہ ہے)

اقول: وضعف دلالتہ علی استنان التسمیۃ لکل

اقول: ہر وضو کے لیے بسم اللہ کے سنّت ہونے پر اس حدیث کی دلالت کا ضعیف ہونا ظاہر ہے

---

[1] ردالمحتار، جنایات الحج ۲/۲۲۴

[2] السنن الکبرٰی للبیہقی، التسمیہ علی الوضوء ۱/۴۳

Marfat.com

وضوئہ ظاہر فالظاہر انہ ھھنا لاستجاب البرکۃ فی الماء القلیل واللہ تعالٰی اعلم۔

کیونکہ اس جگہ تو تھوڑے پانی میں برکت حاصل کرنے کے لیے بسم اللہ پڑھی گئی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

قال فی الحلیۃ وکذلک غایۃ ما یفیدہ الاستدلال الماضی بقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا وضوء لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ الاستحباب فانہ کما یثبت نفی الفضیلۃ والکمال بترک السنۃ یثبت بترک المستحب فی الجملۃ فیترجح بھذا البحث القول بالاستحباب واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم بالصواب اھ[1]

حلیہ میں ہے: اسی طرح اس حدیث شریف: "اس کا وضو نہیں جس نے اللہ تعالٰی کا نام نہیں لیا" سے گزشتہ استدلال کے مطابق زیادہ سے زیادہ استحباب ثابت ہوتا ہے، کیونکہ جس طرح سنّت کے ترک کرنے سے فضیلت اور کمال کی نفی ہوتی ہے فی الجملہ مستحب کے ترک سے بھی یہ نفی ثابت ہوتی ہے، اس بحث سے استحباب کے قول کی ترجیح ثابت ہوتی ہے — واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

ثانیاً کہا گیا کہ خود امام محقق علی الاطلاق نے اسی کتاب کے باب شروط الصلاۃ میں اپنی اس بحث سے رجوع کی اور فرمادیا کہ حق وہی ہے جو ہمارے علماء کا مذہب ہے کہ وضوء میں بسم اللہ صرف مستحب ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

تعجب صاحب البحر من المحقق ابن الھمام حیث رجح ھنا وجوبھا ثم ذکر فی باب شروط الصلاۃ ان الحق ما علیہ علماؤنا من انھا مستحبۃ کیف وقد قال الامام احمد لا اعلم فیھا حدیثا ثابتا اھ[2]

صاحبِ بحر نے محقق ابن ہمام پر تعجب کیا کہ انہوں نے اس جگہ تو بسم اللہ کے واجب ہونے کو ترجیح دی، پھر باب شروط الصلاۃ میں بیان کیا کہ حق وہی ہے کہ یہ مستحب ہے، اسے واجب کیسے کہہ سکتے ہیں، جبکہ امام احمد نے فرمایا: اس بارے میں مجھے کسی حدیث ثابت کا علم نہیں ہے۔

اقول اللّٰھم غفرا (اے اللہ! معافی عطا فرما ۱۲ ق) یہ سخت تعجب کا محل ہے فقیر نے ردالمحتار پر جو حواشی لکھے ہیں ان میں اس قول پر لکھا۔

اقول سبحٰن من تنزہ عن النسیان والخطأ انما عبارۃ المحقق فی شروط الصلاۃ فی الکلام علی الاستدلال بقولہ تعالٰی

پاک ہے وہ ذات جو خطا ونسیان سے منزّہ ہے، محقق ابن ہمام نے شروطِ صلاۃ میں، نماز میں سترعورت کے لازم ہونے پر ارشادِ ربانی خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ

---

[1] حلیہ
[2] ردالمحتار، سنن الوضوء ۱/۸۱

Marfat.com

خذوا زينتكم عند كل مسجد على لزوم
ستر العورة فى الصلاة بهذا القدر "الحق
ان الآية ظنية الدلالة فى ستر العورة
فمقتضاها الوجوب فى الصلاة ومنهم
من اخذ منها قطعية الثبوت ومن
حديث "لا صلاة لحائض الا بخمار" قطعية
الدلالة فى ستر العورة فيثبت الفرض
بالمجموع وفيه مالا يخفى بعد تسليم
قطعية الدلالة فى الحديث والا فهو
قد اعترف فى نظيره من نحو "لا وضوء
لمن لم يسم و لا صلاة لجار المسجد"
انه ظنى الدلالة ولا شك فى ذلك
لان احتمال نفى الكمال قائم. و
الاوجه الاستدلال بالاجماع على
الافتراض فى الصلاة كما نقله غير
واحد من ائمة النقل الى ان حدث
بعض المالكية فخالف فيه
كالقاضى اسمعيل وهو لا
يجوز بعد تقرر الاجماع
اه[1] بلفظه الشريف۔

وليس فيه من قوله فالحق
ما عليه علماؤنا الخ عين و لا اثر و

کُلِّ مَسْجِدٍ" سے استدلال پر کلام کرتے ہوئے صرف فرمایا:
حق یہ ہے کہ ستر عورت کے بارے میں آیت کی دلالت
ظنی ہے، لہذا اس کا مقتضا یہ ہے کہ نماز میں ستر عورت
واجب ہے۔ بعض فقہا نے قطعی الثبوت ہونا تو آیت
سے لیا اور ستر عورت پر دلالت کا قطعی ہونا اس حدیث
سے لیا کہ "بالغ عورت کی نماز اوڑھنی کے بغیر نہیں" پس
دونوں کے دلائل کے اجماع سے فرضیت ثابت ہوگئی،
حدیث کا قطعی الدلالۃ ہونا تسلیم بھی کر لیا جائے تو
اس میں واضح اشکال ہے، ورنہ مستدل نے اس
جیسی حدیثوں کا ظنی الدلالت ہونا خود تسلیم کیا ہے
مثلاً یہ حدیث کہ "جس نے بسم اللہ نہیں پڑھی اس کا وضو
نہیں اور مسجد کے پڑوسی کی نماز (سوائے مسجد کے)
نہیں ہے"، اور ظنی الدلالت ہونے میں شک نہیں ہے
کیونکہ نفیِ کمال کا احتمال قائم ہے (یہ معنی مراد ہو سکتا ہے
کہ بالغہ کی نماز اوڑھنی کے بغیر کامل نہیں ہے ۱۲ ق)
لہذا بہتر یہ ہے کہ نماز میں ستر عورت کے فرض ہونے
پر اجماع سے استدلال کیا جائے، جیسے کہ متعدد ائمہ نقل
نے اجماع بیان کیا ہے یہاں تک کہ بعض مالکیہ پیدا
ہوئے اور انہوں نے اس مسئلے میں اختلاف کیا مثلاً
قاضی اسمٰعیل۔ حالانکہ اجماع کے منعقد ہونے کے بعد
ایسا کرنا جائز نہیں ہے (فتح القدیر)

علامہ ابن ہمام کے کلام میں اس بات کا
نام و نشان بھی نہیں ہے کہ "حق وہ ہے جو ہمارے علما

---

[1] فتح القدیر، شروط الصلوۃ ۱/۲۲۴

Marfat.com

انما هو من كلام البحر حيث قال
والعجب من الكمال ابن الهمام
انه في هذا الموضع نفى ظنية
الدلالة عن حديث التسمية بمعنى
مشتركها واثبتها له في باب شروط
الصلاة بابلغ وجوه الاثبات بان قال
ولاشك في ذلك لان احتمال نفي
الكمال قائم فالحق ما عليه علماؤنا[1]
الى اٰخر ما نقل الشامي ۔

فالعلامة الشامي رحمه الله تعالٰى
لم يراجع ههنا الى الفتح وظن ان الكلام
كله منقول عنه وانما هو عنه الى قوله
قائم وما بعده فمن البحر۔

ثم اقول العجب كل العجب
من المحقق صاحب البحر كيف نسب ههنا
الى المحقق مالم يقله ولم يُرِده فانه
رحمه الله تعالى انما نفى ههنا عن خبر
التسمية الظنية بمعنى الاشتراك اعني
تساوي الاحتمالين كما يتساوى معنيا
المشترك مالم تقم على احدهما قرينة
ولم يقل مكان قوله مشتركها، مشكوكها
اذلا شك في الدلالة انما
الشك في تعيين المدلول ولم
يعترف بهذا في شروط الصلاة

نے کہا "یہ تو صاحب بحر کا اپنا کلام ہے، جہاں
انہوں نے فرمایا کہ کمال الدین ابن ہمام پر تعجب ہے
کہ انہوں نے اس جگہ تو حدیث تسمیہ کے ظنی الدلالت
ہونے کی اس معنی کے اعتبار سے نفی کی ہے کہ وہ دو
معنوں میں مشترک ہو اور شروط الصلاۃ کے باب میں اسی
بات کو بڑے شد و مد سے ثابت کیا ہے اور فرمایا کہ
اس میں شک نہیں ہے کیونکہ نفیِ کمال کا احتمال قائم
ہے، پس حق وہ ہے کہ ہمارے علماء اس کے قائل ہیں
اس کے بعد جہاں تک علامہ شامی نے عبارت نقل
کی ہے۔

دراصل علامہ شامی نے اس جگہ فتح القدیر
کی طرف رجوع نہیں کیا اور گمان کیا کہ یہ تمام کلام اسی
سے منقول ہے حالانکہ وہ صرف قائمٌ تک ہے
اس کے بعد صاحب بحر کا کلام ہے۔

ثم اقول، محقق صاحب بحر سے سخت تر
حیرت ہے کہ انہوں نے اس جگہ محقق ابن ہمام کی
طرف وہ بات کیسے منسوب کر دی؟ جو انہوں نے نہیں
کہی اور نہ ہی اس کا ارادہ کیا۔ انہوں نے اس جگہ
حدیث تسمیہ سے اشتراک کے معنی میں ظنی ہونے کی
نفی کی ہے یعنی اس امر کی نفی کی ہے کہ دونوں احتمال
برابر ہوں، جیسے کہ مشترک میں دونوں معنی برابر ہوتے
ہیں، جب تک کسی ایک کے مراد ہونے پر قرینہ قائم
نہ ہو، ابن ہمام نے مشترک الدلالۃ کہا ہے مشکوک
الدلالۃ نہیں کہا، کیونکہ دلالت میں کوئی شک نہیں
شک تو صرف مدلول کی تعیین میں ہے (خلاصہ

[1] بحر الرائق سنن الوضو مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۹

Marfat.com

انما اعترف بقیام الاحتمال و لم ینکرہ ھھنا بل قد صرح بہ حیث قال نفی الکمال فیھما احتمال یقابلہ الظھور اھ[1] ولاجل کونہ مرجوحًا لم یستنزل الحدیث عن افادۃ الوجوب کما قدمنا نقل کلامہ وھو بمرأی منک فلا تعارض بین کلامیہ اصلاً وباللہ التوفیق۔

یہ کہ ظنی ہونے کی بایں معنی نفی کی ہے کہ دونوں احتمال برابر ہیں ۱۲ق) اور اس کا شروطِ صلاۃ میں اعتراف نہیں کیا، انہوں نے صرف قیامِ احتمال کا اقرار کیا ہے اور اس جگہ (بحثِ تسمیہ میں) اس کا انکار نہیں کیا، بلکہ اس کی تصریح کی ہے، انھوں نے فرمایا کہ ان دو حدیثوں میں نفی کمال کا احتمال ہے لیکن ظاہر احتمال اس کے مقابل ہے (فتح) چونکہ نفی کمال والا احتمال غالب ہے اس لیے حدیث، مفید وجوب ہونے کے درجے سے نیچے نہیں اتری، جیسے کہ ہم اس سے پہلے ان کا کلام نقل کرچکے ہیں اور وہ آپ کے سامنے ہے لہٰذا ان کے کلام میں بالکل تعارض نہیں ہے، وباللہ التوفیق۔

ثم اشد العجب علی العجب ان المحقق صاحب البحر فھم من کلام المحقق حیث اطلق رحمھما اللہ تعالٰی انہ یدعی قطعیۃ دلالۃ الحدیث علی ایجاب التسمیۃ للوضوء حیث قال وقد اجاب (ای فی الفتح) عن قولھم لاواجب فی الوضوء بما حاصلہ ان ھذا الحدیث لما کان ظنی الثبوت قطعی الدلالۃ ولم یصرفہ صارف افاد الوجوب اھ[2]۔

پھر محقق صاحبِ بحر پر حیرت بالائے حیرت یہ ہے کہ انہوں نے محقق علی الاطلاق (ابن ہمام) کے کلام سے یہ سمجھا کہ ان کا دعوٰی یہ ہے کہ حدیث، وضو میں بسم اللہ کے واجب ہونے پر قطعی طور پر دلالت کرتی ہے۔ چنانچہ بحر میں ہے کہ فقہاء فرماتے ہیں کہ وضوء میں کوئی واجب نہیں ہے، (فتح القدیر میں) اس کا جواب یہ دیا کہ چونکہ یہ حدیث ظنی الثبوت اور قطعی الدلالۃ ہے اور کوئی مانع بھی نہیں ہے، لہٰذا وجوب کا فائدہ دیتی ہے (بحر)

اقول ھذا نقیض ما صرح بہ المحقق فانہ انما قرر ان الحدیث ظنی الثبوت والدلالۃ جمیعا وحقق ان الثابت بمثلہ الوجوب دون الاستنان

اقول: یہ محقق ابن ہمام کی تصریح کی نقیض ہے کیونکہ انہوں نے بیان کیا کہ حدیث ثبوت اور دلالت دونوں اعتبار سے ظنی ہے، اور یہ بھی ثابت کیا کہ جب خلاف کا احتمال مرجوح ہو تو ایسی حدیث سے

[1] فتح القدیر، سنن الوضوء ۱/۲۱
[2] بحرالرائق، سنن الوضوء ۱/۱۹

Marfat.com

اذا کان احتمال الخلاف مرجوحا وقال ان الظن واجب الاتباع فی الادلۃ الشرعیۃ الاجتھادیۃ وھو متعلق بالاحتمال الراجح فیجب اعتبار متعلقہ[1] اھ کما تقدم وقد نقلہ المحقق صاحب البحر بقولہ ان ارید بظنیھا ما فیہ احتمال ولو مرجوحا فلا نسلم انہ لایثبت بہ الوجوب لان الظن واجب الاتباع وان کان فیہ احتمال[2] اھ فسبحن من لایزال ولا ینسٰی۔

سُنّیت نہیں وجوب ثابت ہوتا ہے، یہ بھی کہا کہ دلائل شرعیہ اجتہادیہ میں ظن واجب الاتباع ہے اور ظن کا تعلق احتمال راجح سے ہوتا ہے لہذا اس کے متعلَّق کا اعتبار واجب ہے (فتح القدیر) جیسے کہ اس سے پہلے گزر چکا ہے اور خود صاحبِ بحر نے اسے ان الفاظ میں نقل کیا ہے، اگر دلالت کے ظنی ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس میں احتمال ہے اگرچہ مرجوح ہی ہو تو ہم تسلیم نہیں کرتے کہ ایسی حدیث سے وجوب ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ ظن کی پیروی واجب ہے اگرچہ اس میں احتمال موجود ہو (بحر) (اس جگہ دلالت کا ظنی ہونا تسلیم کیا ہے، اس کے باوجود وجوب ثابت ہے ۱۲ قادری) پاک ہے وہ جو ہمیشہ ہے اور کبھی نہیں بھولتا۔

ثم حاول المحقق صاحب البحر الرد علی المحقق حیث اطلق باختیار الشق الاول فقال مرادھم من ظنی الدلالۃ مشترکھا ولا شک انہ مشترک شرعی اطلق تارۃ وارید بہ نفی الحقیقۃ نحو لاصلاۃ لحائض الابخمار ولا نکاح الابشھود واطلق تارۃ مرادا بہ نفی الکمال نحو لاصلاۃ للعبد الأبق ولا صلاۃ لجار المسجد الا فی المسجد[3] اھ

پھر محقق صاحبِ بحر نے شق اوّل اختیار کرکے محقق علی الاطلاق پر رد کرتے ہوئے کہا ظنی الدلالۃ سے فقہاء کی مراد یہ ہے کہ دونوں معنوں پر دلالت ہوتی ہے، اور اس میں شک نہیں کہ یہ شرعاً مشترک ہے، بعض اوقات اطلاق کیا جاتا ہے اور نفی حقیقت مراد ہوتی ہے جیسے اوڑھنی کے بغیر بالغہ کی نماز نہیں ہے اور گواہوں کے بغیر نکاح نہیں (ان حدیثوں میں سرے سے نماز اور نکاح کی نفی ہے ۱۲ ق) اور کبھی اس کا استعمال نفی کمال کے معنی میں ہوتا ہے جیسے بھگوڑے غلام کی نماز نہیں ہے اور مسجد کے پڑوسی کی مسجد کے سوا نماز نہیں ہے۔

اقول المحقق لاینکر انہ

اقول: محقق ابن ہمام اس بات کا انکار

---

[1] فتح القدیر، سنن الوضوء ۱/۲۱ [2] البحر الرائق ۱/۱۹ [3] ایضاً ۱/۲۱

Marfat.com

یأتی لهذا وهذا فکیف وقد نص بقیام احتمال نفی الکمال فی الموضعین من کلامه انما یقول ان الاصل نفی الاصل ونفی الکمال خلاف الظاهر ولا ینفیه ارادته حیث دعا الیه الدلیل ومجرد استعمال لفظ فی معنیین لا یجعله مشترکا فیهما متساوی الدلالة علیهما والا لارتفع المجاز من البین و العجب من المحقق صاحب البحر نسی ههنا ان مذهب الحنفیة والجمهور ان لا اجمال فی نحو لا صلاة الا بطهور وانما ادعی الاشتراک القاضی ابوبکر الباقلانی من الشافعیة وقد تکفل برده علماؤنا فی کتبهم الزکیة۔

ثم قال المحقق صاحب البحر فتعین نفی الحقیقة فی الاولی بالاجماع وفی الثانی لانه مشهور تلقته الامة بالقبول فتجوز الزیادة بمثله علی النصوص المطلقة فکانت الشهادة شرطا اھ[1]

نہیں کرتے کہ یہ لفظ (لائے نفیِ جنس) کبھی ایک معنی کے لیے آتا ہے اور کبھی دوسرے معنی کے لیے، انہوں نے دونوں جگہوں پر اپنے کلام میں نفیِ کمال کے احتمال کے قائم ہونے کی تصریح کی ہے، وہ تو یہ کہتے ہیں کہ اصل، نفیِ اصل ہے، اور کمال کی نفی خلاف ظاہر ہے، دلیل موجود ہو تو اس کے مراد لینے کی نفی نہیں کرتے، محض کسی لفظ کا دو معنوں میں استعمال ہونا اسے ان دونوں میں مشترک اور برابر دلالت کرنے والا نہیں بنا دیتا ورنہ مجاز کا وجود ہی ختم ہو جائے گا۔ محقق صاحب بحر سے تعجب ہے کہ وہ اس جگہ بھول گئے کہ احناف اور جمہور علماً کا مذہب یہ ہے کہ ”نماز کامل طہارت کے بغیر نہیں ہوتی“ ایسی حدیثوں میں اجمال نہیں ہے، صرف شافعیہ میں سے قاضی ابوبکر باقلانی نے اشتراک کا قول کیا تھا، ہمارے علماً نے اپنی مقدس کتابوں میں ان کے رد کا فریضہ ادا کیا ہے۔

پھر محقق صاحب بحر نے فرمایا: پہلی مثال (اوڑھنی کے بغیر بالغہ کی نماز نہیں) میں اجماع کی بنا پر نفیِ حقیقت متعین ہے اور دوسری مثال (گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہے) میں نفیِ جنس اس لیے متعین ہے کہ یہ مشہور ہے اور امت نے اسے قبول کیا ہے، ایسی حدیثوں سے مطلق نصوص پر زیادتی کی جا سکتی ہے، لہذا شہادت نکاح کے لئے شرط ہے۔

---

[1] البحر الرائق ۱/۱۹

Marfat.com

اقول اولاً[۱] مبنی علی الاشتراك ونفی الحقیقة متعین لظهوره و ان اکتسب القطع بالاجماع۔

وثانیاً[۲] ماذکر فی الثانی ان حققت یکن حجة علیه فان تلقی الامة بالقبول بمعنی نفی الصحة غیر مسلم لخلاف امام دار الهجرة ومن معه فلم یبق الا تلقی الحدیث بالقبول فیفید قطعیة الثبوت فقط فلوکان مشترك الدلالة تقاعد عن صلوح الزیادة به علی الکتاب من قبل الدلالة وان تکامل من جهة الثبوت۔

وثالثاً[۳] اشتراط الشهادة للصحة لایقضی بنفی الحقیقة بدونها فان الحق کما حققت فیما علقت علی رد المحتار الفرق بین باطل النکاح وفاسده وقد قال فی الدر المختار یجب مهر المثل فی نکاح فاسد و هو الذی فقد شرطا من شرائط

اقول اولاً: اس جگہ ہمیں تین باتیں کہنا ہیں:

(۱) یہ تقریر اشتراک پر مبنی ہے (جو کہ درست نہیں ہے ۱۲ ق) حقیقت کی نفی اپنے ظہور کی بنا پر ہے اگرچہ اجماع کی وجہ سے اسے قطعیت حاصل ہوگئی ہے۔

(۲) اگر تم نظرِ غائر سے دیکھو تو دوسری حدیث کے بارے میں انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ ان کے خلاف جاتا ہے کیونکہ یہ امر قابلِ تسلیم نہیں ہے کہ امت مسلمہ نے مان لیا ہے کہ گواہوں کے بغیر نکاح سرے سے صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس میں امام مالک امام دار الہجرۃ اور ان کے اصحاب کا اختلاف ہے تو صرف یہ باقی رہا ہے کہ حدیث امتِ مسلمہ کے نزدیک مقبول ہے، اس اعتبار سے محض اس کا ثبوت ہی قطعی ہوگا، اب اگر دونوں معنوں پر دلالۃ یکساں ہو تو یہ حدیث ثبوت کے لحاظ سے اگرچہ کامل ہے لیکن دلالت کے اعتبار سے اس لائق نہیں رہے گی کہ اس کے ساتھ کتاب اللہ پر زیادتی کی جا سکے۔

(۳) شہادت کا صحتِ نکاح کے لیے شرط ہونا اس امر کا مقتضی نہیں ہے کہ شہادت نہ ہو تو نفس نکاح ہی نہیں ہوگا، ہم نے رد المحتار کے حاشیہ میں ثابت کیا ہے کہ نکاح باطل اور فاسد میں فرق ہے، درمختار میں ہے کہ نکاح فاسد میں مہرِ مثل واجب ہے۔ اور نکاح فاسد وہ ہے جس میں صحت کی شرطوں میں سے کوئی شرط

Marfat.com

الصحة کشھود[1] اھ وبہ صرح فی النھر بل قد نقل البحر مقرا ان کل نکاح اختلف العلماء فی جوازہ کالنکاح بلا شھود فالدخول فیہ موجب للعدۃ اما نکاح منکوحۃ الغیر فلم یقل احد بجوازہ فلم ینعقد اصلا اھ[2]

نہ پائی جائے مثلاً گواہ (درمختار) النہر الفائق میں بھی اسی کی تصریح کی ہے، بلکہ بحر میں تائید کرتے ہوئے نقل کیا کہ ہر وہ نکاح جس کے جائز ہونے میں علماء کا اختلاف ہو، جیسے گواہوں کے بغیر نکاح، اس میں مباشرت کی بنا پر عدت واجب ہوگی، لیکن غیر کی منکوحہ سے نکاح کرنا، تو کسی نے بھی اس کے جائز ہونے کا قول نہیں کیا لہٰذا یہ بالکل منعقد نہیں ہے۔

ثم قال فعند عدم المرجح لاحد المعنیین کان الحدیث ظنیا وبہ تثبت السنۃ ومنہ حدیث التسمیۃ اھ[3]

پھر صاحبِ بحر نے فرمایا: جب دونوں معنوں میں سے کسی کا مرجح بھی موجود نہ ہو تو حدیث ظنی ہوگی اور اسی سے سنّیت ثابت ہوگی اور حدیث تسمیہ اسی قبیلے سے ہے۔

اقول اولا کفی بالظھور مرجحا وثانیا مبنی علی ماسبق الیہ ذھنہ رحمہ اللہ تعالٰی من ان المحقق یدعی الوجوب بناء علی ادعاء قطعیۃ الدلالۃ وقد علمت انہ ضد ما صرح المحقق۔

اقول اولا: اس پر بھی تین گزارشات پیش کرنا ہیں:
(۱) ظہور کا مرجح ہونا کافی ہے۔
(۲) یہ اس بات پر مبنی ہے جس کی طرف صاحبِ بحر کا ذہن چلا گیا ہے کہ محقق ابن ہمام اس بنا پر وجوب کا دعوٰی کرتے ہیں کہ وہ دلالت کے قطعی ہونے کے دعویدار ہیں، حالانکہ آپ جان چکے ہیں کہ یہ محقق کی تصریح کے خلاف ہے۔

وثالثا قولہ بہ تثبت السنۃ ذھول عما حقق المحقق من ان الظنیۃ ولو فی جانبی الثبوت والاثبات لایقعد الطلب الجازم عن افادۃ الایجاب کما قدمنا تحقیقہ ھذا مامست الحاجۃ الیہ للاحقاق والانتصار للمحقق علی الاطلاق

(۳) ان کا یہ کہنا کہ اسی سے سنّت ثابت ہوتی ہے یہ محقق ابنِ ہمام کی تحقیق کی طرف توجہ نہ دینے کا نتیجہ ہے، انہوں نے ثابت کیا ہے کہ طلبِ جازم وجوب کا فائدہ دیتی ہے اگرچہ ثبوت اور اثبات دونوں جانبوں میں ظنیت پائی جائے جیسے کہ ہم اس سے پہلے اس کی تحقیق پیش کر چکے ہیں، یہ وہ گفتگو ہے جو اظہارِ حق اور محقق علی الاطلاق کی تائید کے لیے اس کی حاجت تھی،

[1] الدرالمختار، باب المہر ۱/۲۰۱ [2] بحرالرائق، باب العدۃ ۴/۱۴۴ [3] بحرالرائق، سنن الوضوء ۱/۱۹

Marfat.com

ولنرجع الی ماکنا فیہ۔ اب ہم اصل گفتگو کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

ثالثا اگر اس بحث محقق پر لحاظ بھی ہو تو بسم اللہ واجب للوضوء ہوگی نہ کہ فی الوضوء اور ہمارا کلام افعالِ داخلہ فی الوضوء میں ہے کما علمت (جیسے تم نے جانا)

ھذا والکلام وان افضی الی قلیل تطویل فقد اتی بحمد اللہ بجزیل تحصیل والحمد للہ علی ما علم وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا وآلہ وصحبہ وسلم واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم واذخرجت العجالۃ فی صورۃ الرسالۃ سمیتھا:

الجود الحلو فی ارکان الوضوء

والحمد للہ رب العٰلمین۔

کلام اگرچہ کچھ طویل ہوگیا ہے لیکن بحمد اللہ تعالٰی بڑا فائدہ بخش ہے۔ سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے علم کے عطا فرمانے پر، اور اللہ تعالٰی رحمتیں اور سلامتی نازل فرمائے ہمارے آقا ومولٰی اور ان کی آل اور اصحاب پر، اللہ تعالٰی بڑے علم والا ہے، چونکہ عجلت میں لکھی جانے والی یہ تحریر ایک رسالے کی صورت اختیار کرگئی ہے اس لیے میں نے اس کا نام رکھا ہے:

اَلْجُوْدُ الْحُلُوُّ فِیْ اَرْکَانِ الْوُضُوْءِ

(ارکانِ وضو کے بیان میں دلکش سخاوت)

والحمد للہ رب العٰلمین۔

مسئلہ ۲ ازبلگرام ضلع ہردوئی محلہ میدان پورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم صاحب از صاحبزادگان مارہرہ شریف ۸ جمادی الاولی ۱۳۱۱ھ

ماقولکم دام فضلکم (آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ کی فضیلت قائم ودائم رہے ۱۲ ق) کہ مسواک کتنی طول میں ہونا چاہیے؟ سنا ہے کہ اگر بالشت بھر سے زاید مسواک ہے تو وہ مرکبِ شیطان (شیطان کی سواری) ہے اُمید کہ اس کی سند لکھی جائے بینوا توجروا (بیان فرمائیے آپ کو اجر وثواب دیا جائے گا ۱۲ ق)

الجواب

یہ قول امام عارف باللہ حکیم الامہ سیدی محمد بن علی ترمذی قدس سرہ سے منقول ہے درمختار میں ہے: لایزاد علی الشبر والا فالشیطان یرکب علیہ[1] (ایک بالشت سے زیادہ نہ ہو ورنہ اس پر شیطان سوار ہوجاتا ہے ۱۲ ق) حاشیہ طحطاویہ علٰی مراقی الفلاح میں ہے: یکون طول شبر مستعملہ لان

---

[1] الدرالمختار، سنن الوضوء ۱/ ۲۱

Marfat.com

الزائد یرکب علیہ الشیطان[1] (مسواک کی لمبائی استعمال کرنے والے کی بالشت کے برابر ہو، کیونکہ زائد پر شیطان سوار ہوجاتا ہے ۱۲ق) شرح نقایہ علامہ قہستانی میں ہے: قال الحکیم الترمذی لا یزاد علی الشبر و الا فالشیطان یرکب علیہ[2] (حکیم ترمذی نے فرمایا: بالشت سے زیادہ نہ رکھی جائے ورنہ اس پر شیطان سوار ہوجاتا ہے)

اقول شک نہیں کہ ظاہر، حقیقت ہے جب تک کوئی صارف (ظاہر سے پھیرنے والا) نہ ہو ولا مانع منہا فالشیطان موجود و رکوبہ ممکن واللہ اعلم بحقیقۃ الحال (حقیقت سے روکنے والا کوئی نہیں، کیونکہ شیطان موجود ہے اور اس کا سوار ہونا ممکن ہے، حقیقتِ حال کو اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے)

اگرچہ علامہ طحطاوی نے حاشیہ دُر میں فرمایا:

لعل المراد من ذلک انہ ینسیہ استعمالہ او یوسوس لہ اھ[3]

شاید اس سے مراد یہ ہے کہ شیطان اسے مسواک کا استعمال بُھلادیتا ہے یا اسے وسوسہ میں ڈالتا ہے۔

اقول ظاہرہ انہ فہم رجوع ضمیر علیہ الی المستاک وانما ھو الی السواک کما یفصح عنہ ما نقل ھو نفسہ فی حاشیۃ المراقی واللہ تعالٰی اعلم۔

اس عبارت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ علامہ طحطاوی نے یہ سمجھا کہ علیہ کی ضمیر، مسواک کرنے والے کی طرف راجع ہے حالانکہ یہ ضمیر مسواک کی طرف راجع ہے، جیسے کہ حاشیہ مراقی الفلاح میں خود ان کی نقل کی ہوئی عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔

---

[1] طحطاوی علی مراقی الفلاح، سنن الوضوء ۱/۴۰ [2] جامع الرموز، سنن الوضوء ۱/۲۹

[3] طحطاوی علی الدرالمختار، سنن الوضوء ۱/۷۰

Marfat.com

فتوٰی مسمّٰی بہ

تَنْوِیْرُ الْقِنْدِیْلِ فِیْ اَوْصَافِ الْمِنْدِیْلِ

(رومال کے اوصاف بیان کرنے میں قندیل کا روشن کرنا۔ ت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۳ ۶ شعبان معظم ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ بعد وضو منہ کپڑے سے پونچھنا نہیں چاہیے اس میں ثواب وضو کا جاتا رہتا ہے بینوا توجروا۔

الجواب

الحمد للہ الذی ثقل میزاننا بالوضوء وجعلنا غرا محجلین من اثار

تمام تعریفیں اس ذات اقدس کے لیے جس نے ہمارے ترازوؤں کو وضو کے پانی سے بھاری فرمایا، اور وضو

Marfat.com

الوضوء والصلاۃ والسلام علی من کان مندیل سعدہ احسن وانفس من کل حریر ماسحین بقبولہ عن وجوھنا وقلوبنا کل درن ووسخ للتنویر۔

کے آثار سے ہمیں پنج کلیاں (روشن اعضاء وضووالا) بنایا، رحمتِ کاملہ اور سلامتی نازل ہو جن کی سعادت کا رومال، ہر ریشم سے زیادہ حسین اور نفیس ہے، اس حال میں کہ صلوٰۃ وسلام آپ کی بارگاہ میں مقبول ہوکر ہمارے دلوں اور چہروں کو ہر میل کچیل سے پاک کردیں۔

اللہ تعالیٰ ثواب عطا فرمائے وضو کا ثواب جاتا رہنا محض غلط ہے۔ ہاں بہتر ہے کہ بے ضرورت نہ پونچھے۔ امراء ومتکبرین کی طرح اس کی عادت نہ ڈالے اور پونچھے تو بے ضرورت بالکل خشک نہ کرلے قدرے نم باقی رہنے دے کہ حدیث میں آیا ہے:

ان الوضوء یوزن[1] (وضو کا پانی تولا جائے گا) یہ پانی روزِ قیامت نیکیوں کے پلّے میں رکھا جائیگا،

رواہ الترمذی عن ابن شھاب الزھری من اواسط التابعین وعلقہ عن سعید بن المسیّب من اکابرھم وافضلھم (امام ترمذی نے یہ حدیث ابن شہاب زہری سے روایت کی وُہ اوسط درجہ کے تابعین میں سے ہیں، نیز امام ترمذی نے یہ حدیث تعلیقاً حضرت سعید بن مسیّب سے روایت کی اور وُہ اکابر اور افاضل تابعین میں سے ہیں)

اقول والمعلق عند نافی الاستناد کالموصول وقد وصلہ ابوبکر بن ابی شیبۃ انہ قال اکرہ المندیل بعد الوضوء وقال ھو یوزن[2] وما لا یقال بالرأی فعلی الرفع محمول ما لم یکن صاحبہ أخذا عن الاسرائیلیات بل قد روی تمام فی فوائدہ وابن عساکر فی تاریخہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ہمارے نزدیک معلّق (جس حدیث کی سند کی ابتدا سے راوی محذوف ہو ۱۲ ق) مستند ہونے میں متصل کی طرح ہے، ابوبکر بن ابی شیبہ نے اسے سند متصل سے روایت کیا کہ حضرت سعید بن مسیّب نے فرمایا: میں وضو کے بعد رومال کے استعمال کو ناپسند رکھتا ہوں اور یہ بھی فرمایا کہ وضو کا پانی تولا جائے گا، اور جو بات قیاس سے نہ کہی جاسکے اسے حکماً حضور کا فرمان قرار دیا جاتا ہے، بشرطیکہ اس کے راوی اسرائیلیات سے لے کر روایت نہ کرتے ہوں بلکہ تمام نے اپنے فوائد میں اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

---

[1] جامع الترمذی، باب المندیل بعد الوضوء ۱/۹ [2] مصنف ابن ابی شیبہ، من کرہ المندیل ۱/۱۵۰

Marfat.com

عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من توضأ فمسح بثوب نظیف فلا باس به ومن لم یفعل فهو افضل لان الوضوء یوزن یوم القیٰمة مع سائر الاعمال[1]

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو وضو کرکے پاکیزہ کپڑے سے بدن پونچھ لے تو کچھ حرج نہیں اور جو ایسا نہ کرے تو یہ بہتر ہے، اس لیے کہ قیامت کے دن آبِ وضو بھی سب اعمال کے ساتھ تولا جائے گا۔

اقول وبه انتفی الاستدلال بوزنه علی کراھة مسحه کما قال الترمذی فی جامعه ان من کرھه انما کرھه من قبل انه قیل ان الوضوء یوزن[2] الخ فھذا الحدیث مع تصریحه بالوزن نص علی نفی الکراھة فان ذلک انما ھو استحباب ومعلوم ان ترک المستحب لایوجب کراھة التنزیه کما حققه فی البحر والشامی وغیرھما۔

اقول: اس حدیث کی بنا پر یہ استدلال ختم ہوجاتا کہ چونکہ وضو کا پانی تولا جائے گا لہذا اس کا پونچھنا مکروہ ہے، جیسے کہ امام ترمذی نے اپنی جامع میں کہا کہ جس نے اسے مکروہ قرار دیا اس نے اس لیے مکروہ جانا کہ وضو کا پانی تولا جائے گا، اس حدیث میں باوجودیکہ وزن کی تصریح ہے، کراہت کی نفی بھی صراحۃً ہے، رومال کا ترک کرنا صرف مستحب ہے اور مستحب کی خلاف ورزی مکروہ تنزیہی نہیں ہے جیسے کہ البحرالرائق اور شامی وغیرہ میں اس کی تحقیق کی گئی ہے۔

اس کے سوا اس کی ممانعت یا کراہت کے بارے میں اصلاً کوئی حدیث نہیں بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد حدیثوں میں اس کا فعل مروی ہوا۔ جامع ترمذی میں ام المومنین صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے[3] قالت کان لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم خرقة یتنشف بها بعد الوضوء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رومال رکھتے کہ وضو کے بعد اُس سے اعضائے منوّر صاف فرماتے۔ **قلت** ونحوه للدارقطنی فی الافراد عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنه (اقول: اسی طرح امام دارقطنی نے یہ حدیث افراد میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے م) نیز جامع ترمذی میں معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے: قال رأیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اذا توضأ مسح وجهه بطرف ثوبه[4] میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب وضو فرماتے اپنے آنچل

[1] بحوالہ کنز العمال، آداب متفرقہ من الاکمال ۹/ ۳۰۷

[2] [3] [4] جامع للترمذی، باب المندیل بعد الوضوء ۱/ ۹

Marfat.com

سے روئے مبارک صاف کرتے۔ سنن ابن ماجہ میں سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے: ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ فقلب جبۃ صوف کانت علیہ فمسح بہا وجہہ[1] رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وضو فرما کر اُونی کُرتا کہ زیبِ بدنِ اقدس تھا اُلٹ کر اُس سے چہرہ انور پونچھا

اقول: یہ چاروں حدیثیں اگرچہ ضعیف ہیں مگر تعددِ طرق سے اس کا انجبارِ ضعف دُور ہوتا ہے معہذا حلیہ میں فرمایا کہ جب حدیثِ ضعیف بالاجماع فضائل میں مقبول ہے تو اباحت میں بدرجۂ اَولیٰ علاوہ بریں یہاں ایک حدیث حسن قولی بھی موجود امام ابو المحاسن محمد بن علی رحمہ اللہ تعالٰی کتاب الالمام آداب دخول الحمام میں روایت فرماتے ہیں:

اخبرنا محمد بن اسمٰعیل انا ابو اسحٰق الارموی اخبرتنا کریمۃ القرشیۃ انا ابو علی بن المحبوبی انا ابو القاسم المصیصی انا ابو عبد الرحمٰن بن عثمٰن انا ابرٰھیم بن محمد بن احمد بن ابی ثابت ثنا احمد بن بکیر ثنا یعلی ثنا سفین عن لیث عن زریق عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاباس بالمندیل بعد الوضوء[2]۔

یعنی انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: "وضو کے بعد رومال میں کچھ حرج نہیں"۔

امام مذکور اس حدیث کو روایت کرکے فرماتے ہیں: ھذا الاسناد لاباس بہ (اس سند میں کوئی حرج نہیں)

حلیہ میں فرمایا:

وقول الترمذی لایصح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی ھذا الباب شیئ انتھی لاینفی وجود الحسن

امام ترمذی نے فرمایا اس سلسلے میں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کوئی چیز سندِ صحیح سے ثابت نہیں، ان کے اس قول کا یہ مطلب نہیں کہ حدیث حسن یا اس کے

---

[1] سنن ابن ماجہ، باب المندیل بعد الوضوء ۱ / ۳۷

[2] کتاب الآثار لامام محمد، باب مسح الوجہ بعد الوضوء ص ۸

Marfat.com

ونحوه والمطلوب لا یتوقف ثبوته علی الصحیح بل یثبت به کما یثبت بالحسن ایضاً[۱]

قریب بھی کوئی حدیث موجود نہیں ہے، اور مقصد کا ثبوت حدیث صحیح پر موقوف نہیں ہے، بلکہ حدیث صحیح کی طرح حسن سے بھی ثابت ہو جاتا ہے۔

لاجرم محرر المذہب امام ربانی سیدنا امام محمد شیبانی قدس سرہ النورانی کتاب الآثار شریف میں فرماتے ہیں:

اخبرنا ابوحنیفۃ عن حماد عن ابرھیم فی الرجل یتوضأ فیمسح وجھہ بالثوب قال لا باس بہ ثم قال ارأیت لو اغتسل فی لیلۃ باردۃ ایقوم حتی یجف قال محمد وبہ ناخذ ولا نری بذلک باساً وھو قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ[۲]۔

یعنی امام اجل ابراہیم نخعی سے اس باب میں استفتا ہوا کہ آدمی وضو کر کے کپڑے سے منہ پونچھے۔ فرمایا: کچھ حرج نہیں۔ پھر فرمایا: بھلا دیکھ تو اگر ٹھنڈی رات میں نہائے تو کیا یوں ہی کھڑا رہے! یہاں تک کہ بدن خشک ہو جائے۔ امام محمد نے فرمایا: ہم اسی کو اختیار فرماتے ہیں ہمارے نزدیک اس میں کچھ حرج نہیں اور یہی قول امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ہے۔

اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ وضو و غسل دونوں کا اس باب میں ایک ہی حکم ہے بلکہ بسا اوقات غسل میں کپڑے سے بدن، خصوصاً سر پونچھنے کی حاجت بہ نسبت وضو کے زائد ہوتی ہے اور اگر تجربۂ صحیحہ یا خبر طبیب حاذق مسلم مستور سے معلوم ہو کہ نہ پونچھنا ضرر شدید کا باعث ہوگا جب تو صاف کر لینا واجب ہو جائے گا اگرچہ وضو میں اگرچہ بنہایت مبالغہ کر نم کا نام نہ رہے۔ حلیہ میں ہے:

ھذا کلہ اذا لم تکن حاجۃ الی التنشیف فان کان فالظاھر انہ لا ینبغی ان یختلف فی جوازہ من غیر کراھۃ بل فی استحبابہ او وجوبہ بحسب تلک الحاجۃ[۳]۔

یہ سب اس وقت ہے جب پونچھنے کی حاجت نہ ہو، اور اگر حاجت ہو تو ظاہر یہ ہے کہ اس کے بغیر کراہت کے جائز ہونے بلکہ حاجت کے مطابق مستحب یا واجب ہونے میں اختلاف مناسب نہیں ہے۔

اور صحیحین کی حدیث میں جو ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے:

انھا اتت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بخرقۃ بعد الغسل فلم یردھا وجعل ینفض الماء بیدہ[۴]۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نہائے یہ کپڑا جسم اقدس صاف کرنے کو حاضر لائیں حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نہ لیا اور ہاتھ سے پانی

---

[۱] حلیہ [۲] کتاب الآثار لامام محمد، باب مسح الوجہ بعد الوضوء ص ۸ [۳] حلیہ
[۴] جامع للبخاری، باب من توضأ فی الجنابۃ ثم غسل سائر جسدہ ۱/ ۴۱

Marfat.com

جھاڑا — اس سے کراہت ثابت نہیں ہوتی لانہا واقعۃ عین لاعموم لہا (یہ ایک معین واقعہ ہے اس میں عموم نہیں ہے۔م) ممکن ہے کہ وُہ کپڑا میلا تھا پسند نہ فرمایا ذکرہ الامام النووی فی شرح المھذب (یہ جواب بھی امام نووی نے بیان کیا ۔م) امام نووی نے یہ وجہ شرح مہذب میں بیان فرمائی ۔

اقول: وفیہ بُعد ان تکون ام المومنین اختارت لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مثل ھذا مع علمھا بکمال نزاھتہ ونظافتہ ولطافتہ صلی اللہ علیہ وسلم الا ان یقال ظنت الحاجۃ لبرد ونحوہ ولم تجد الا ما اتت بہ ۔

اقول: یہ وجہ بعید ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے نبی اکرم کے مزاج شریف کی کمال نظافت، لطافت اور پاکیزگی جانتے ہُوئے میلا رومال پیش کردیا ہو، ہاں البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ سردی وغیرہ کی وجہ سے انہوں نے گمان کیا ہو کہ حضور کو رومال کی حاجت ہے اور انہیں صرف میلا رومال ملا وہی لاکر پیش کردیا۔

ممکن ہے کہ نماز کی جلدی تھی اس لیے نہ لیا۔ ذکرہ ایضا (یہ جواب بھی امام نووی نے بیان کیا)

اقول: ولا یرد علیہ انہ لایظھر الفرق بین النشف بالثوب والنفض بالید فی الاستعجال لان لفظ البخاری فناولتہ ثوبا فلم یاخذہ فانطلق وھو ینفض یدیہ[1] اھ فلعلہ لاجل الاستعجال لم یقم لیتنشف بالثوب ولم یرد استصحابہ بخلاف النفض بالید فکان یحصل ماشیا کما فعل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اقول: اس پر یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ جلدی میں ہونے کی صورت میں کپڑے سے جسم خشک کرنے اور ہاتھ سے پونچھنے میں کوئی فرق نہیں ہے، کیونکہ امام بخاری کی روایت میں ہے کہ ام المومنین نے آپ کو کپڑا پیش کیا تو آپ نے نہیں لیا اور ہاتھ سے پونچھتے ہوئے تشریف لے گئے (بخاری) ممکن ہے جلدی کی بنا پر کپڑے سے جسم خشک کرنے کے لیے کھڑے نہیں ہوئے اور کپڑا ساتھ لے جانے کا ارادہ بھی نہیں تھا، برخلاف ہاتھ سے پانی پونچھنے کے کہ وُہ تو چلتے چلتے بھی کیا جاسکتا ہے جیسے کہ آپ نے کیا۔م

ممکن ہے کہ اپنے رب عزوجل کے حضور تواضع کے لیے ایسا کیا ذکرہ ایضا (یہ جواب بھی امام نووی نے بیان کیا۔م)

اقول: یعنی رومالوں سے بدن صاف کرنا اربابِ تنعم کی عادت ہے اور ہاتھ سے پانی پونچھ ڈالنا مساکین کا طریقہ، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تواضعاً طریقۂ مساکین پر اکتفا فرمایا، ممکن ہے وقت گرم تھا اُس وقت بھاسے تری ہی مطلوب تھی ذکرہ القاری فی المرقات (ملا علی قاری نے مرقات میں یہ جواب دیا م

[1] جامع للبخاری باب نفض الیدین من غسل الجنابۃ ۱/۴۱

Marfat.com

بلکہ ام المومنین کا کپڑا پیش کرنا ظاہر اسی طرف ناظر کہ ایسا ہوتا تھا مگر اس وقت کسی خاص وجہ سے قبول نہ فرمایا
قالہ ابن التین نقلہ فی ارشاد الساری و لفظہ ما اتی بالمندیل الا انہ کان یتنشف بہ
و ردہ لنحو وسخ کان فیہ[1] اھ (ابن التین نے یہ مطلب بیان کیا کہ اسے ارشاد الساری میں نقل کیا
ان کی عبارت یہ ہے رومال اسی لیے لایا گیا تھا کہ آپ اس کے ساتھ جسم خشک کیا کرتے تھے اور مثلاً میلا ہونے
کی وجہ سے واپس کردیا)

اقول: و یتوقف علی اثبات ان هذا لم یکن اول غسلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عندها و اتی لہ ذلک۔

اقول: یہ توجیہ اس بات کے ثابت کرنے پر موقوف ہے کہ حضرت میمونہ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پہلا غسل نہ تھا (کیونکہ رومال استعمال کرنے کی عادت تب معلوم ہوگی جب اس سے پہلے کئی مرتبہ غسل کیا ہو۔م) اور وہ یہ کیسے ثابت کریں گے؟

بالجملہ اس قدر میں شک نہیں کہ ترک احیاناً دلیل کراہت نہیں ہوسکتا بلکہ وہ تتمۂ دلیل سنیت ہوتا ہے اور احسن تاویلات حدیث وہ ہے جو امام اجل ابراہیم نخعی استاذ الاستاذ سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہما نے افادہ فرمائی کہ سلف کرام کپڑے سے پونچھنے میں حرج نہ جانتے مگر اس کی عادت ڈالنا پسند نہ فرماتے کہ وہ باب ترفہ و تنعم (خوشحالی اور دولت مندی کی علامت۔م) سے ہے۔ سنن ابوداؤد میں حدیث میمونہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے آخر میں ہے:

فذکرت ذلک لابرھیم فقال کانوا لایرون بالمندیل باسا و لکن کانوا یکرھون العادۃ[2] و لفظ الطبری قال الاعمش فذکرت ذلک لابرھیم فقال انما کانوا یکرھون المندیل بعد الوضوء مخافۃ العادۃ[3]۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے اس کا ذکر ابراہیم نخعی سے کیا تو انہوں نے فرمایا: سلف صالحین رومال کے استعمال میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے، لیکن اس کی عادت کو مکروہ جانتے تھے۔ طبری کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے: اعمش کہتے ہیں کہ میں نے اس کا ذکر ابراہیم نخعی سے کیا تو انہوں نے کہا کہ سلف، وضو کے بعد رومال کو صرف اس لیے مکروہ جانتے تھے کہ کہیں عادت نہ پڑ جائے۔

---

[1] ارشاد الساری، باب المضمضہ والاستنشاق فی الجنابۃ ۱/ ۳۲۱

[2] سنن ابی داؤد، باب الغسل من الجنابۃ ۱/ ۳۳

[3] مرقات شرح مشکوٰۃ، مسئلہ نفض الایدی بعد الوضوء ۲/ ۳۳

Marfat.com

پھر نفسِ حدیث میں دلیلِ جواز موجود کہ ہاتھ سے پانی صاف فرمایا اور صاف کرنے میں جیسا کپڑا ویسا ہاتھ،

ذکرہ الامام النووی فی شرح المھذب واوردہ فی شرح مسلم عن بعض العلماء مقرا علیہ لکن نقل العلامۃ علی القاری فی المرقاۃ شرح المشکوۃ عن بعض علمائنا ان معنی قولہا رضی اللہ تعالٰی عنہا فانطلق فھو ینفض یدیہ یحرکہما ھو عادۃ[عہ] من لہ رجولیۃ قال وقیل ینفضہما لان الماء المستعمل وھو منھی عنہ فی الوضوء والغسل لما فیہ من اماطۃ اثر العبادۃ مع ان الماء ما دام علی العضو لایسمی مستعملا فالاول اولی اھ[1]

امام نووی نے شرح مہذب میں اس کا ذکر کیا اور شرح مسلم میں تائید کرتے ہوئے بعض علماء سے نقل کیا، لیکن ملا علی قاری نے مرقات شرح مشکوۃ میں ہمارے بعض علماء سے نقل کیا کہ حضرت میمونہ کے ارشاد فانطلق وھو ینفض یدیہ کا مطلب یہ ہے کہ آپ ہاتھوں کو ہلاتے ہوئے تشریف لے گئے جیسے جواں مردوں کا طریقہ ہوتا ہے۔ ملا علی قاری نے فرمایا، بعض علماء نے کہا کہ مستعمل پانی کو پونچھتے ہوئے چلے گئے، حالانکہ یہ وضو اور غسل میں ممنوع ہے کیونکہ اس میں عبادت کے اثر کو زائل کرنا ہے۔ علاوہ ازیں پانی جب تک عضو پر رہے گا اسے مستعمل نہیں کہا جائے گا، لہذا پہلا مطلب زیادہ بہتر ہے (مرقاۃ)

ثم نقل عن القاضی الامام عیاض ان من فوائد الحدیث جواز النفض والاولی ترکہ لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام اذا توضأتم فلا تنفضوا ایدیکم ومنھم من حمل النفض علی تحریک الیدین فی المشی وھو تاویل بعید اھ۔ ثم قال اعنی القاری قلت وان کان التاویل بعیدا فالحمل علیہ جمعا بین الحدیثین اولی من الحمل علی ترک الاولی اھ[2]

پھر امام قاضی عیاض سے نقل کیا کہ حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ پانی کا پونچھنا جائز ہے اور بہتر یہ ہے کہ اسے ترک کیا جائے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم وضو کرو تو اپنے ہاتھوں کو نہ پونچھو۔ بعض محدثین نے (حضرت میمونہ کی حدیث میں) نفض کو چلتے ہوئے ہاتھوں کے ہلانے پر محمول کیا اور یہ بعید تاویل ہے (قاضی عیاض) اس کے بعد ملا علی قاری نے فرمایا: میں کہتا ہوں کہ یہ تاویل اگرچہ بعید ہے لیکن دو حدیثوں میں تطبیق دینے کے لیے اس پر محمول کرنا، ترکِ اولٰی پر محمول کرنے سے بہتر ہے۔

اقول اولا قد اعترفتم ببعد التاویل وھو کذلک و لم یثبت فی النھی عن

اقول: (۱) آپ نے اعتراف کیا ہے کہ تاویل بعید ہے اور واقعی بعید ہے، ہاتھ پونچھنے

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوۃ، مسئلہ نفض الایدی بعد الوضوء ۲/۳۳
[2] ایضاً

[عہ] اقول الاولی ان یقول کتعبیر غیرہ کما ھو عادۃ الاقویاء ۱۲ (م)

بہتر یہ تھا کہ وہ یوں کہتے جیسے ان کے غیر نے تعبیر کیا یعنی جیسے بہادروں کی عادۃ ہے۔ (ت)

Marfat.com

النفض حدیث صحیح قال الامام النووی فی المنہاج تحت الحدیث المذکور فیہ دلیل علی ان نفض الید بعد الوضوء والغسل لاباس بہ وقد اختلف اصحابنا فیہ علی اوجہ اشہرھا ان المستحب ترکہ ولا یقال انہ مکروہ الثانی انہ مکروہ الثالث انہ مباح یستوی فعلہ وترکہ وھذا ھو الاظہر المختار فقد جاء ھذا الحدیث الصحیح فی الاباحۃ ولم یثبت فی النہی شیئ اصلا اھ[1] والحدیث المذکور رواہ ابویعلی فی مسندہ وابن عدی فی الکامل من طریق البختری بن عبید عن ابیہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اشربوا اعینکم من الماء عند الوضوء ولا تنفضوا ایدیکم فانہا مراوح الشیطان[2] ونحوہ عند الدیلمی فی مسند الفردوس واخرجہ ایضا ابن حبان فی الضعفاء وابن ابی حاتم فی العلل والبختری ضعیف متروک کما فی التقریب وقال المناوی فی شرحہ الکبیر للجامع الصغیر المسمی بفیض القدیر ان البختری ضعفہ ابوحاتم وترکہ غیرہ وقال ابن عدی روی عن ابیہ قدر عشرین حدیثا عامتہا مناکیر ھذا منہا ومن ثم قال العراقی سندہٗ ضعیف وقال النووی کابن الصلاح

کی ممانعت میں کوئی حدیث نہیں، امام نووی نے منہاج میں حدیث مذکور (ام المومنین میمونہ کی حدیث) کی شرح میں فرمایا، اس میں دلیل ہے کہ وضو اور غسل کے بعد ہاتھ پونچھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، ہمارے اصحاب (شافعیہ) کا اس میں اختلاف ہے مشہور قول یہ ہے کہ اس کا ترک کرنا مستحب ہے لیکن اسے مکروہ نہیں کہا جائیگا دوسرا قول یہ ہے کہ مکروہ ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ مباح ہے، اس کا کرنا اور نہ کرنا برابر ہے، یہی قول اظہر اور مختار ہے، یہ حدیث صحیح مباح ہونے کے بارے میں آئی ہے اور نہی میں بالکل کوئی حدیث ثابت نہیں ہے (منہاج) حدیث مذکور (ممانعت کے بارے میں) کو ابویعلیٰ نے اپنی مسند میں، ابن عدی نے الکامل میں بختری بن عبید سے انھوں نے اپنے والد سے انھوں نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا کہ نبی کرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: وضو کرتے ہوئے کچھ پانی اپنی آنکھوں کو پلاؤ اور اپنے ہاتھوں کو نہ پونچھو کہ یہ شیطان کے پنکھے ہیں۔ اسی طرح اس حدیث کو امام دیلمی نے مسند الفردوس میں روایت کیا، ابن حبان نے اسے الضعفاء میں اور ابن ابی حاتم نے العلل میں روایت کیا، بختری جیسے کہ تقریب میں ہے ضعیف اور متروک ہے۔ امام مناوی نے جامع صغیر کی شرح کبیر فیض القدیر میں فرمایا کہ ابوحاتم نے بختری کو ضعیف قرار دیا اور دیگر محدثین نے اسے ترک کیا، ابن عدی نے کہا کہ اس نے اپنے والد سے بیس حدیثیں روایت کیں جن میں سے اکثر منکر ہیں، یہ

[1] شرح المسلم للنووی، غسل الجنابۃ ۱/۱۴۷ [2] کنز العمال، محظورات الوضوء ۹/۳۲۶

Marfat.com

لم نجد له اصلا اھ[1] — حدیث بھی ان ہی میں سے ہے، اسی لیے عراقی نے کہا کہ اس کی سند ضعیف ہے، ابن صلاح کی طرح امام نووی نے کہا کہ نہیں اس کی اصل بالکل نہیں ملی۔

قلت وبعض اصحابنا وان عدوا عدم النفض من اداب الوضوء کما فی الدر وغیرہ فلاغرو فان امثال الحدیث فی امثال المقام تقوم بافادۃ الادبیۃ اما ان ینتھض معارضا لحدیث صحیح فکلا وثانیا ترک الاولی لافادۃ الجواز واقع عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بحیث تجاوز حد الاحصاء وذلک ھو الاولی منہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم لکونہ من مشارع تبلیغ الشرائع والبیان بالفعل اقوی کما شھد بہ حدیث ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا فی واقعۃ الحدیبیۃ وثالثا لفظ الحدیث عند مسلم والنسائی فی طریق اخری عن مخرج الحدیث الاعمش اعنی بطریق عبد اللہ بن ادریس عن الاعمش عن سالم ھو ابن ابی الجعد عن کریب عن ابن عباس عن میمونۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اتی بمندیل فلم یمسہ وجعل یقول بالماء ھکذا یعنی ینفضہ اھ[2] ولفظ ابی داؤد بطریق عبد اللہ بن داؤد عن الاعمش فناولتہ المندیل فلم یاخذہ وجعل ینفض الماء عن جسدہ[3] فھذہ نصوص مفسرۃ لاتدع لتاویل ذلک البعض

اقول، ہمارے بعض اصحاب نے اگرچہ نہ پونچھنے کو آدابِ وضو میں شمار کیا ہے جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے، تو اس پر تعجب نہیں ہے کیونکہ ایسی حدیث ایسے مقام میں ادب ہونے کا فائدہ تو دیتی ہے، لیکن حدیث صحیح کے معارض ہرگز نہیں ہو سکتی۔

(۲) نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بیانِ جواز کے لیے بے شمار مرتبہ اولٰی کو ترک کیا ہے اور یہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اولٰی ہے کیونکہ یہ احکامِ شرعیہ کی تبلیغ کا ایک طریقہ ہے اور فعل کے ساتھ بیان زیادہ قوی ہے جیسے واقعہ حدیبیہ میں حضرت ام سلمہ کی حدیث اس پر شاہد ہے (انھوں نے عرض کیا کہ آپ صحابہ کرام کو حکم دینے کی بجائے عملاً قربانی کر دیں)۔

(۳) حدیث کے راوی امام اعمش سے امام مسلم اور نسائی نے ایک اور سند سے یہ حدیث روایت کی، یعنی عبد اللہ بن ادریس نے اعمش سے انہوں نے سالم سے کہ وہ ابن ابی الجعد ہیں، انہوں نے کریب سے انہوں نے ابن عباس سے، انہوں نے ام المومنین میمونہ سے رضی اللہ تعالٰی عنہم کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رومال پیش کیا گیا تو آپ نے اسے نہیں چھوا اور پانی کو اس طرح کرنے لگے یعنی نچوڑنے لگے (مسلم اور نسائی) امام ابو داؤد عبد اللہ بن داؤد سے وہ اعمش سے روایت کرتے ہیں

[1] فیض القدیر شرح جامع صغیر ۱/۵۲۳ [2] صحیح لمسلم، صفۃ غسل الجنابۃ ۱/۱۴۷ [3] سنن ابی داؤد، الغسل من الجنابۃ ۱/۳۲

Marfat.com

مساغا ولا مجالا فضلا عن ان یکون هو الاولیٰ وانا اتعجب من القاضی الامام کیف یقتصر علی تبعیدہ وکذا الشیخ المحقق حیث نقل ھذا التاویل فی لمعات التنقیح شرح مشکوۃ المصابیح عن بعض الشروح واقرہ وقال فی اشعۃ اللمعات این معنی بعید است از مقام اھ[1] لم لا یقولون باطل مالہ من مساغ ھذا۔

کہ میں نے آپ کو رومال پیش کیا تو آپ نے اسے نہیں پکڑا اور اپنے جسم سے پانی پونچھنے لگے۔ یہ تفسیر کرنے والی نصوص ہیں جو اُن بعض کی تاویل کے لیے کوئی جواز اور گنجائش نہیں رہنے دیتیں، چہ جائیکہ اس تاویل کو اولیٰ کہا جائے، مجھے امام قاضی عیاض پر تعجب ہے کہ انہوں نے اس تاویل کے بعید قرار دینے پر ہی کیسے اکتفا کیا۔ اسی طرح شیخ محقق پر تعجب ہے کہ انہوں نے مشکوۃ المصابیح کی شرح لمعات التنقیح میں بعض شروح سے یہ تاویل نقل کی اور اسے برقرار رکھا، اور اشعۃ اللمعات میں فرمایا: یہ تاویل اس مقام سے بعید ہے (اشعہ) یُوں کیوں نہیں کہتے کہ یہ تاویل باطل ہے اس کے لیے کوئی گنجائش نہیں۔

ثم ان من الناس من یقول بکراھۃ المندیل بعد الوضوء دون الغسل قال فی الحلیۃ روی عن ابن عباس اھ[2] قلت رواہ عبدالرزاق فی مصنفہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما انہ کرہ ان یمسح بالمندیل من الوضوء ولم یکرھہ اذا اغتسل من الجنابۃ اھ[3] وحاول الامام ابن امیر الحاج فی الحلیۃ توجیھہ بان کراھتہ فی الوضوء لما ذکرنا عن الزھری قال ولم ینقل فی الغسل انہ یوزن اھ[4] اقول تقاعد کونہ یوزن عن ایراث کراھۃ المسح قد قدمناہ وان سلم فالنقل فی الوضوء نقل فی الغسل بالقیاس الجلی بل بدلالۃ النص فان الغسل حسنۃ کالوضوء فان کان یوزن

پھر کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وضو کے بعد رومال کا استعمال مکروہ ہے غسل کے بعد نہیں، حلیہ میں ہے کہ یہ قول ابن عباس سے مروی ہے (حلیہ) اقول: عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے وضو کے بعد رومال سے جسم خشک کرنے کو مکروہ قرار دیا، غسلِ جنابت کے بعد اس کے استعمال کو مکروہ نہیں کیا، امام ابن امیر الحاج نے حلیہ میں اس کی توجیہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ وضو میں رومال کے مکروہ ہونے کی وجہ وُہ ہے جو ہم نے زہری کے حوالے سے بیان کی اور غسل میں یہ منقول نہیں کہ تری تولی جائے گی۔ اقول: اس کا تولا جانا، مسح کی کراہت کا فائدہ دینے سے قاصر ہے جیسے کہ ہم اس سے پہلے بیان کرچکے ہیں، اور اگر تسلیم کرلیا جائے تو وضو میں نقل واضح قیاس بلکہ دلالۃ النص کی بنا پر غسل میں نقل ہے، کیوں کہ

---

[1] اشعۃ اللمعات، باب الغسل ۱/۲۳۲ [2] حلیہ [3] المصنف لعبدالرزاق باب المسح بالمندیل ۱/۱۸۲ [4] حلیہ

Marfat.com

ماء الوضوء فکذا ماؤہ بل ھو اولی لانہا طھارۃ کبری وماؤہ اکثر وادفی وانما الامر عندی واللہ تعالٰی اعلم ان حبر الامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ رأی فی منعہ فی الغسل حرجا کما اسلفنا۔

غسل، وضو کی طرح نیکی ہے، پس اگر وضو کا پانی تولا جاتا ہو تو غسل کا پانی بھی تولا جائے گا، بلکہ وہ اس کے زیادہ لائق ہے، کیونکہ وہ بڑی طہارت ہے، اور اس کا پانی بھی زیادہ ہوتا ہے، میرے نزدیک وجہ یہ ہے کہ حبر الامت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دیکھا کہ غسل میں رومال سے منع کرنے میں حرج ہے، جیسے کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، واللہ تعالٰی اعلم

بالجملہ تحقیق مسئلہ وہی ہے کہ کراہت اصلا نہیں، ہاں حاجت نہ ہو تو عادت نہ ڈالے اور پونچھے بھی تو حتی الوسع کچھ نم باقی رکھنا افضل ہے۔ فتاوٰی امام قاضی خان میں ہے:

لاباس للمتوضئ والمغتسل ان یتمسح بالمندیل روی عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ کان یفعل ذلک ومنھم من کرہ ذلک ومنھم من کرہ للمتوضی دون المغتسل والصحیح ماقلناہ الا انہ ینبغی ان لایبالغ ولا یستقصی فیبقی اثر الوضوء علی اعضائہ۔[1]

وضو اور غسل کرنے والے کے لیے رومال کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ رومال استعمال کیا کرتے تھے، بعض علماء نے اسے مکروہ کہا، بعض نے غسل کرنے والے کے لیے نہیں، وضو کرنے والے کے لیے مکروہ قرار دیا، صحیح وہی ہے جو ہم نے کہا کہ مبالغہ اور احاطہ نہیں کرنا چاہیے تاکہ اعضاء پر وضو کا اثر باقی رہے۔ م

حلیہ میں ہے:

وکذا وقع ذکر التنشیف بلفظ لاباس فی خزانۃ الاکمل وغیرہ وعزاہ فی الخلاصۃ الی الاصل بھذا اللفظ ایضا اھ[2]

خزانۃ الاکمل وغیرہ میں تولیہ استعمال کرنے کا ذکر لاباس (کوئی حرج نہیں) کے لفظ کے ساتھ ہے خلاصہ میں اصل کا حوالہ دیتے ہوئے یہی لفظ نقل کیے ہیں۔ م

یہاں سے ظاہر ہوا کہ وہ جو درمختار میں واقع ہوا کہ وضو کے بعد رومال سے اعضاء پونچھنا مستحب ہے حیث قال من الاداب التمسح بمندیل وعدم نفض یدہ اھ[3] (درمختار میں فرمایا: آداب میں سے

---

[1] فتاوٰی قاضی خان

[2] ردالمحتار، آداب الوضوء ۱/۹۷

[3] الدرالمختار، آداب الوضوء ۱/۲۴

Marfat.com

رومال کے ساتھ خشک کرنا اور ہاتھ کا نہ پونچھنا ہے۔م) اور منیہ میں کہ غسل کے بعد مستحب ہے حیث قال ولیستحب ان یمسح بمندیل بعد الغسل[1] آھ (صاحبِ منیہ نے فرمایا : غسل کے بعد رومال کے ساتھ جسم کا خشک کرنا مستحب ہے۔م) دونوں سہو قلم ہیں لا اعلم لہما سلفا فی ذٰلک فی المذھب فان الخلاف کما علمت فی الکراھۃ فضلا عن الاستحباب (مجھے مذہب میں ان دونوں کا پیش رو نہیں ملتا ، کیونکہ جیسے کہ آپ جان چکے ہیں ، استحباب چھوڑ ، کراہت میں اختلاف ہے۔م) ولہذا ردالمحتار میں قولِ دُر پر فرمایا :

ذکرہ صاحب المنیۃ فی الغسل و قال فی الحلیۃ و لم ار من ذکرہ غیرہ وانما وقع الخلاف فی الکراھۃ الخ[2] فاشار الی ان نقلہ الی الوضوء تفرد علی تفرد ۔

صاحبِ منیہ نے غسل میں اس کا ذکر کیا ہے اور حلیہ میں فرمایا : ان کے علاوہ میں نے نہیں دیکھا کہ کسی نے اس مسئلے کا ذکر کیا ہو ، ہاں کراہت میں اختلاف ہے (اھ) اس میں اشارہ ہے صاحبِ درِمختار کا اس مسئلے کو وضو میں نقل کرنا دوہرا تفرد ہے۔م

ہاں علامہ طحطاوی نے قولِ دُر کو بعدِ استنجا آبِ استنجا رومال سے پونچھنے پر حمل کیا اور وہ محلِ حسن ہے متعدد کتب میں اُس کا استحباب مصرح ہے ۔

قال ط قولہ والتمسح ای مسح موضع الاستنجاء بخرقۃ کذا فی فتح القدیر[3] آھ

علامہ طحطاوی نے فرمایا : والتمسح یعنی استنجاء کی جگہ کو کپڑے کے ٹکڑے سے پونچھنا ، اسی طرح فتح القدیر میں ہے ۔

منیہ کے آداب الوضوء میں ہے :

وان یمسح موضع الاستنجاء بالخرقۃ بعد الغسل قبل ان یقوم وان لم یکن معہ خرقۃ یجففہ بیدہ[4]

غسل کے بعد کھڑا ہونے سے پہلے استنجاء کی جگہ کو کپڑے سے خشک کرے اور اگر اس کے پاس کپڑا نہ ہو تو ہاتھ کے ساتھ خشک کرے ۔

حلیہ میں ہے :

یعنی الیسری مرۃ بعد اخری حتی

یعنی یکے بعد دیگرے بائیں ہاتھ سے خشک کرے ،

---

[1] منیۃ المصلی ، آداب الغسل ص ۴۰
[2] ردالمحتار ، آداب الوضوء ۱/۹۷
[3] طحطاوی علی الدرالمختار ، آداب الوضوء ۱/۷۶
[4] منیۃ المصلی ، آداب الوضوء ص ۲۷

Marfat.com

لایبقی البلل علی ذلک المحل و منھم من فسر الاستنقاء بھذا۔[1]

یہاں تک کہ اس جگہ تری باقی نہ رہے، بعض حضرات نے استنقاء کی یہی تعریف کی ہے۔

غنیہ میں ہے:

لیزول اثر الماء المستعمل بالکلیۃ الخ[2]

تاکہ استعمال کیے گئے پانی کا اثر بالکل زائل ہوجائے۔

ثم قال ط فی الھندیۃ و لایمسح سائر اعضائہ بالخرقۃ التی یمسح بھا موضع الاستنجاء فلاینافی انہ یمسح بغیرھا اھ[3] و نحوہ فی ردالمحتار۔

پھر علامہ طحطاوی نے فرمایا: فتاوٰی عالمگیری میں ہے جس کپڑے کے ساتھ استنجاء کی جگہ کو خشک کرے اُس کے ساتھ باقی اعضاء کو نہ پونچھے۔ یہ اس بات کے منافی نہیں کہ باقی اعضاء کو دوسرے کپڑے سے صاف کرے۔ اسی طرح ردالمحتار میں ہے۔م

اقول: نعم و کرامۃ و لکن لایقتضی ایضا استحباب مسح غیرہ بغیرھا کما لایخفی فلایفید کلام الشارح رحمہ اللہ تعالٰی۔

اقول: ہاں دیگر اعضاء کی عزت یہی ہے، لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ دوسری جگہ کو دوسرے کپڑے سے خشک کرنا مستحب ہو، جیسے کہ مخفی نہیں، لہٰذا یہ عبارت، کلامِ شارح (صاحبِ دُرِمختار) کے لیے مفید نہیں ہے۔

تنبیہ: علماء میں مشہور ہے کہ اپنے دامن آنچل سے بدن نہ پُونچھنا چاہیے، اور اسے بعض سلف سے نقل کرتے ہیں اور ردالمحتار میں فرمایا،

دامن سے ہاتھ منہ پُونچھنا بھول پیدا کرتا ہے۔

لمعات باب الغسل میں ہے:

الاولی ان لاینشف بذیلہ وطرف ثوبہ و نحوھما وحکی ذلک عن بعض السلف۔[4]

بہتر یہ ہے کہ اپنے دامن اور کپڑے کے کنارے وغیرہ سے جسم خشک نہ کرے، یہ بعض سلف سے منقول ہے

ارشاد الساری باب المضمضۃ والاستنشاق فی الجنابۃ میں ہے:

قال فی الذخائر و اذا انتشف فالاولی ان لایکون بذیلہ وطرف ثوبہ ونحوھما۔[5]

الذخائر میں ہے کہ جب جسم خشک کرے تو بہتر یہ ہے اپنے دامن اور کپڑے کے کنارے اور ایسی ہی کسی چیز سے نہ ہو۔

---

[1] حلیہ [2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی، آداب الوضوء ص ۳۱

[3] طحطاوی علی الدر المختار، مستحبات الوضوء (بیروت) ۱/۷۶ [4] لمعات التنقیح، باب الغسل ۲/۱۰۹

[5] ارشاد الساری شرح بخاری، باب المضمضۃ والاستنشاق فی الجنابۃ ۱/۳۲۱

Marfat.com

ردالمحتار میں قبیل تیمم ہے:

زاد بعضهم مما یورث النسیان اشیاء منها مسح وجهه او یدیه بذیله ولسیدی عبدالغنی فیها رسالة۔[1]

بعض فقہاء نے کچھ مزید چیزوں کا ذکر کیا ہے جو نسیان کا سبب بنتی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اپنے دامن سے چہرے یا ہاتھوں کو خشک کیا جائے، علامہ عبدالغنی کا اس بارے میں ایک رسالہ ہے۔م

اقول: یہ اہلِ تجربہ کی ارشادی باتیں ہیں کوئی شرعی ممانعت نہیں جامع ترمذی وسنن ابن ماجہ کی حدیثیں گزریں کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے گوشۂ جامہ مبارک سے چہرۂ اقدس کا پانی صاف فرمایا۔

وذکر فی اشعة اللمعات[عہ] فی حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنه انه یحتمل ان یراد بالثوب الخرقة والمندیل۔[2]

اشعۃ اللمعات میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شرح میں فرمایا: ہوسکتا ہے کہ ثوب سے مراد کپڑے کا ٹکڑا اور رومال ہو۔م

اقول: مع کونه خلاف الظاهر لایحتمله حدیث سلمان رضی اللہ تعالٰی عنه۔

باوجودیکہ یہ احتمال خلافِ ظاہر ہے حضرت سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث اس کا احتمال ہی نہیں رکھتی۔

ہاں ان کا ضعف اور علماء میں اس کی شہرت اسے مقتضی کہ اس سے احتراز اولٰی ہے۔

بل فی البنایة شرح الهدایة للامام العینی عن شرح الجامع الصغیر للامام الاجل فخرالاسلام ان الخرقة التی یمسح بها الوضوء بدعة محدثة یجب ان تکرہ لانها لم تکن فی عهد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ولا احد من الصحابة والتابعین قبل ذلک وانما کانوا یتمسحون باطراف اردیتهم[3] اھ فهذا النص فی المقصود۔

بلکہ علامہ عینی نے امام اجل فخرالاسلام کی شرح جامع صغیر سے نقل کرتے ہوئے بنایہ شرح ہدایہ میں فرمایا: وُہ کپڑا جس کے ساتھ وضو کا پانی پونچھا جاتا ہے نوپیدا بدعت ہے اسے مکروہ قرار دینا واجب ہے، کیونکہ یہ نہ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عہد میں تھا اور نہ ہی صحابہ اور تابعین نے ایسا کیا وُہ اپنی چادروں کے کناروں سے جسم خشک کرلیتے تھے (اھ) تو یہ مقصود میں نص ہے۔

---

[1] ردالمحتار، قبیل باب التیمم ۱/۱۶۵

[2] اشعۃ اللمعات، باب سنن الوضوء ۱/۲۲۰

[3] بنایہ شرح ہدایہ، فصل اللبس (مکہ مکرمہ) ۴/۲۲۱

[عہ] اشعۃ اللمعات فارسی زبان میں ہے اعلٰحضرت نے معاذ ابن جبل کی حدیث کا مفہوم عربی زبان میں لکھا ہے (نذیر احمد سعیدی)

Marfat.com

ثم ما ذکر قدس سرہ من الکراھۃ فمحلہ اذا کان بثیاب فاخرۃ کما تعودہ المتجبرون قال الامام العینی بعد نقلہ وقال الفقیہ ابو اللیث فی شرح الجامع الصغیر کان الفقیہ ابو جعفر یقول انما یکرہ ذلک اذا کان شیئا نفیسا لان فی ذلک فخرا وتکبرا واما اذا لم تکن الخرقۃ نفیسۃ فلا باس بہ لانہ لایکون فیہ کبر وقول المصنف (ای صاحب الھدایۃ) ھو الصحیح ای ھذا القول (المذکور عن الفقیھین ابی اللیث وابی جعفر) ھو الصحیح[1] وکذا قال فی جامع قاضی خان والمحبوبی وذلک لان المسلمین قد استعملوا فی عامۃ البلدان منادیل فی الوضوء کیف وقد روی الترمذی فی جامعہ الخ ذکر ھنا حدیث ام المؤمنین المتقدم رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

پھر علامہ عینی قدس سرہ نے جس کراہت کا ذکر کیا ہے یہ اس جگہ ہے کہ قیمتی کپڑوں سے ہو، جیسے ٹھاٹھ باٹھ والے امراء کی عادت ہوتی ہے۔ امام عینی نے یہ قول نقل کرنے کے بعد فرمایا: فقیہ ابو اللیث نے جامع صغیر کی شرح میں فرمایا کہ فقیہ ابو جعفر فرمایا کرتے تھے کہ یہ اس وقت مکروہ ہے جب کہ وہ کپڑا نفیس شے ہو کیونکہ اس میں فخر اور تکبر ہے، لیکن اگر کپڑے کا وہ ٹکڑا قیمتی نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس کے استعمال میں تکبر نہیں ہوگا۔ اور مصنف (صاحب ہدایہ) کا قول صحیح ہے، یعنی یہی قول (جو فقیہ ابو اللیث اور ابو جعفر سے منقول ہوا) صحیح ہے، اسی طرح جامع قاضی خاں اور محبوبی میں فرمایا: اور یہ اس لیے کہ اکثر شہروں میں مسلمانوں نے وضو کے لیے رومال استعمال کئے ہیں، کیسے جائز نہیں ہوں گے جب کہ امام ترمذی نے اپنی جامع میں حدیث روایت کی (الخ) وہ حدیث بیان کی جو ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی روایت سے اس سے پہلے بیان ہوچکی۔

قلت اما ما وقع فی القنیۃ من عدم جواز المسح بثیابہ والعمامۃ ففی مسح الید بعد الاکل فانہ رمز اولا عس للامام علاء الدین السغدی وذکر انہ یجوز مسح الید علی الکاغذ ثم ذکر رامزا ط للمحیط یکرہ استعمال

اقول، وہ جو قنیہ میں واقع ہے کہ اپنے کپڑوں اور عمامے کے ساتھ پونچھنا جائز نہیں ہے تو وہ کھانے کے بعد ہاتھ صاف کرنے کے بارے میں ہے کیونکہ انہوں نے پہلے عس سے امام علاء الدین سغدی کی طرف اشارہ کیا اور بیان کیا کہ کاغذ سے ہاتھ صاف کرنا جائز ہے، پھر انہوں نے ط سے محیط کی طرف

---

[1] بنایہ شرح ہدایہ، فصل اللبس (مکہ مکرمہ) ۴/۲۲۱

Marfat.com

الکاغذ فی ولیمة یمسح بھا الاصابع ولا یجوز مسح الید علی ثیابہ ولا بدستار ثم نقل عن استاذہ البدیع انہ قال فعلی ھذا لا یجوز علی المندیل الذی یوضع عند الخوان لمسح الایدی بہ ثم ردہ بقولہ قلت لکن تعلیل عس فی بیانہ یقتضی جوازہ بالمندیل فانہ قال لان الثوب ما نسج لھذا والمندیل ینسج لھذا اھ فھذا کلہ فی المسح بعد الاکل۔

اشارہ کرتے ہُوئے کہا کہ ولیمہ میں کاغذ کا استعمال کرنا مکروہ ہے جس کے ساتھ انگلیاں صاف کی جاتی ہیں، اور اپنے کپڑوں اور پگڑی پر ہاتھ پونچھنا جائز نہیں ہے، پھر انہوں نے اپنے استاد بدیع سے نقل کیا کہ انھوں نے کہا کہ اس بنا پر اس رومال پر بھی ہاتھ پونچھنا جائز نہیں ہوگا جو کھانے کے میزان کے پاس ہاتھ پُونچھنے کے لیے رکھا جاتا ہے، پھر اسے یہ کہتے ہوئے رد کردیا کہ امام علاء الدین لسعدے نے جو علت بیان کی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ رومال کے ساتھ ہاتھ پونچھنا جائز ہو، وجہ یہ بیان کی کہ یہ کپڑا اس مقصد کے لیے بُنا نہیں گیا، جب کہ رومال تو اسی مقصد کے لیے تیار کیا جاتا ہے (اھ) یہ تمام بحث کھانے کے بعد مسح میں ہے۔ (ت)

اقول: وانما لم یجز بثیاب اللبس والعمامة لانہ یفسدھا وافساد المال لایجوز ویتخصل من ھذا ان محلہ ما اذا مسح قبل الغسل وکذا بعدہ ان کان فیہ دسم او رائحة تکرہ من الثواب و ان اجتنّت فی الطعام والا فلا مانع فیما یظھر فلیراجع ولیحرر اللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم ولنسم ھذا التحریر المنیر "تنویر القندیل فی اوصاف المندیل" ۱۳۲۴ والحمد للہ رب العالمین۔

اقول: پہننے کے کپڑوں اور عمامہ کے ساتھ پونچھنا اس لیے جائز نہیں کہ پونچھنے سے کپڑے خراب ہوجائیں گے اور مال کو فاسد اور خراب کرنا جائز نہیں ہے۔ اس گفتگو سے یہ واضح ہوجاتا ہے، کہ یہ گفتگو اس جگہ ہے کہ دھونے سے پہلے ہاتھ پونچھے جائیں۔ اسی طرح اگر دھونے کے بعد ہو اور چکنائی باقی ہو یا ایسی بُو باقی ہو جو کھانے میں تو پسندیدہ ہوتی ہے لیکن کپڑے میں پسند نہیں کی جاتی، اور اگر ایسی کوئی بات نہیں تو ظاہر یہ ہے کہ کپڑے سے پُونچھنے میں کوئی مانع نہیں ہے چاہیے کہ خوب غور وفکر کیا جائے، اللہ تعالٰی ہی بہتر جانتا ہے، ہم اس روشن تحریر کا نام رکھتے ہیں "تَنْوِیْرُ الْقِنْدِیْلِ فِیْ اَوْصَافِ الْمِنْدِیْلِ" (رومال کے اوصاف بیان کرنے میں قندیل کا روشن کرنا) سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔

لے قنیتہ

Marfat.com

مسئلہ ۴۴ مرسلہ شیخ شوکت علی صاحب ۱۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس صورت میں کہ شرع محمدی فصل بست وہشتم دربیان مکروہات وضو میں ہے ؎

تیسرے تانبے کے برتن سے اگر
ہے وضو ناقص کرے گا جو بشر

یہ نہ معلوم ہوا کہ تانبے کے برتن سے کیوں وضو ناقص ہے آج کل بہت شخص تانبے کے برتن لوٹے سے وضو کرتے ہیں کیا ان سب کا وضو ناقص ہوتا ہے بینوا توجروا۔

الجواب

تانبے کے برتن سے وضو کرنا اُس میں کھانا پینا سب بلاکراہت جائز ہے، وضو میں کچھ نقصان نہیں آتا۔ ہاں قلعی کے بعد چاہیے بے قلعی برتن میں کھانا پینا مکروہ ہے کہ جسمانی ضرر کا باعث ہے اور مٹی کا برتن تانبے سے افضل ہے۔ علمائے نے وضو کے آداب ومستحبات سے شمار فرمایا کہ مٹی کے برتن سے ہو اور اس میں کھانا پینا بھی تواضع سے قریب تر ہے۔ ردالمحتار میں فتح القدیر سے ہے (منھا) ای من اٰداب الوضوء (کون اٰنیتہ من خزف)[1] (آدابِ وضو میں سے یہ ہے کہ وضو کا برتن مٹی کا ہو) اُسی میں اختیار شرح مختار سے ہے (اتخاذہ ای اوانی الاکل والشرب (من الخزف افضل اذ لاسرف فیہ ولا مخیلۃ وفی الحدیث من اتخذ اوانی بیتہ خزفا زارتہ الملئکۃ ویجوز اتخاذھا من نحاس اور رصاص[2] (کھانے پینے کے برتن مٹی کے ہونا افضل ہے کہ اُس میں نہ اسراف ہے نہ اِترانا، اور حدیث میں ہے: جو اپنے گھر کے برتن مٹی کے رکھے فرشتے اس کی زیارت کریں، اور تانبے اور رانگ کے بھی جائز ہیں) اُسی میں ہے، یکرہ الاکل فی النحاس الغیر المطلی بالرصاص لانہ یدخل الصداء فی الطعام فیورث ضررا عظیما واما بعدہ فلا[3] اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم (قلعی کے بغیر تانبے کے برتن میں کھانا مکروہ ہے، کیونکہ اُس کی کَس کھانے میں مل جائے گی اور بڑا نقصان دے گی، قلعی کے بعد مکروہ نہیں۔ م)

---

[1] ردالمحتار، آداب الوضوء (مصطفی البابی مصر) ۱/ ۹۲
[2] ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ (ایضاً) ۵/ ۲۴۱
[3] ایضاً

Marfat.com

مسئلہ ۵

۲۴ ربیع الاول ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر درمیان وضو کرنے کے ریح خارج ہوجائے یعنی دو عضو یا تین عضو دھولیے ہیں اور ایک یا دو باقی ہیں تو اس شخص کو از سرِ نو وضو کرنا چاہیے یا جو عضو باقی رہا ہے صرف اسی کو دھولینا کافی ہے بینوا توجروا۔

الجواب

از سرِ نو وضو کرے اتنے اعضاء کا غسل باطل ہوگیا مسئلہ بدیہیہ ہے کہ ناقضِ کامل ناقضِ ناقص بدرجہ اولٰی ہے معہذا جزئیہ کی بھی تصریح ہے درمختار میں ہے:

شرط صحتہا) ای الطہارۃ (صدور الطہر من اہلہ فی محلہ مع فقد مانعہ[1]

طہارت کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ طہارت اپنے اہل سے اور اپنے محل میں صادر ہو اس کے ساتھ ساتھ مانع موجود نہ ہو۔ م

ردالمحتار میں ہے:

قولہ مع فقد مانعہ بان لایحصل ناقض فی خلال الطہارۃ لغیر معذور بہ[2]

درمختار کے قول مع فقد مانعہ کا مطلب یہ ہے کہ طہارت کے دوران ناقضِ وضو نہ پایا جائے جب کہ وہ شخص معذور نہ ہو۔ م

نیز درمختار میں ہے:

وشرط لتصحیح الوضوء زوال مایمنع ایصال الماء من ادران، کشمع ورمص ثم لم یتخلل الوضوء مناف یاعظیم ذوی الشان[3]

وضو کی درستی کے لیے اس چیز کا زائل کرنا ضروری ہے، جو پانی کے پہنچنے سے روکے مثلاً میل کچیل، موم اور آنکھ کی میل، پھر کوئی امر منافی وضو میں نہ آئے، اے عظمت والے صاحبِ شان! م

حاشیہ علامہ سید احمد مصری طحطاوی پھر ردالمحتار میں ہے:

قولہ مناف کخروج ریح ودم اھ زاد الشامی ای لغیر المعذور بذلک اھ[4]

مصنف نے منافی کہا ہے جیسے ہوا اور خون کا نکلنا (اھ) علامہ شامی نے اضافہ کیا اس شخص کے لیے جو اس عذر میں مبتلا نہ ہو۔ م

---

[1] الدرالمختار، کتاب الطہارۃ ۱/۱۷

[2] ردالمحتار، کتاب الطہارۃ ۱/۶۵

[3] الدرالمختار، کتاب الطہارۃ ۱/۱۷

[4] ردالمحتار، کتاب الطہارۃ ۱/۶۵

Marfat.com

جواہر الفتاوی امام اجل صدر شہید رکن الدین ابوبکر محمد بن ابی المفاخر بن عبد الرشید کرمانی کتاب الطہار

باب ثالث فتاوائے امام شیخ الاسلام عطا بن حمزہ سغدی میں ہے:

رجل ضرب الید علی الارض للتیمم ورفعها وقبل ان یمسح بها وجهه وذراعیه احدث بریح اوصوت قال بعضهم یجوز التیمم بمنزلة من ملأ کفیه ماء الوضوء فاحدث ثم استعمله فی بعض الوضوء فانه یجوز وقال السید الامام ناصر الدین لا یجوز وهو اختیار الامام الشجاع بسمرقند لان الضربة من التیمم قال صلی الله تعالٰی علیه وسلم التیمم ضربتان فقد اتی ببعض التیمم ثم احدث فینتقض کما اذا حصل الکل وهذه بمنزلة الوضوء اذا حصل فی خلاله نقض ما وجد کما ینتقض بعد تمامه اذا حصل قال الامام ظهیر الدین المرغینانی ما اختاره السید الامام حسن به ناخذ[1]۔

ایک شخص نے تیمم کے لیے ہاتھ زمین پر مار کر اٹھایا [ا]بھی چہرے اور کلائیوں پر مسح نہیں کیا تھا کہ ہوا آوا[ز سے] یا بغیر آواز کے خارج ہو گئی، بعض فقہا نے کہا کہ تیمم جائز ہے (یعنی وہ تیمم کر سکتا ہے ۔م) یہ ایسے ہی ہے کہ کسی شخص نے دونوں ہاتھوں میں وضو کا پانی لیا پھر اسے حدث لاحق ہو گیا، پھر اس نے یہی پانی وضو کے کچھ حصے میں صرف کر لیا تو یہ جائز ہے۔ سید امام ناصر الدین نے فرمایا: جائز نہیں ہے اور یہی سمرقند کے امام شجاع کا مختار ہے، کیونکہ ایک دفعہ زمین پر ہاتھ مارنا تیمم کا حصہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تیمم دو دفعہ ہاتھ مارنا ہے۔ تو اس شخص نے تیمم کا کچھ حصہ ادا کر لیا ہے پھر اسے حدث لاحق ہوا ہے تو کل کی طرح یہ حصہ بھی ٹوٹ جائے گا' اور یہ وضو کی طرح ہی ہے کہ جب حدث اس کے درمیان پایا گیا تو جتنا حصہ اس کا موجود ہوا تھا ٹوٹ گیا جیسے کہ وضو مکمل ہونے کے بعد حدث پایا جائے تو پورا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ امام ظہیر الدین مرغینانی نے فرمایا: سید امام حسن کا مختار بہتر ہے اور وہی ہمارا مختار ہے م

اقول وبالله التوفیق ما ذکر ذلك البعض فی الاستشهاد له من مسألة من ملأ کفیه وضوء الخ انما یتمشی علی احدی روایتین غیر ماخوذتین الاولی قول الامام الثانی ان شرط الاستعمال

اقول: اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے توفیق ہے، اُن بعض حضرات نے اپنی تائید میں بطور شہادت دونوں ہاتھوں میں وضو کے پانی بھرنے کا جو مسئلہ پیش کیا ہے تو وہ دو غیر مختار روایتوں میں سے کسی ایک پر مبنی ہے، پہلی روایت امام ثانی

[1] جواہر الفتاوی

Marfat.com

الصب والنية وقد فقدا فی الصورة المذکورۃ والاخری ما علیہ مشائخ بلخ من اشتراط الاستقرار بعد الانفصال فی موضع ما من بدن او ثوب او ارض او غیرھا ومعلوم انہ اذا استعمل ما فی کفہ فی عضو فالانفصال من الکف وان حصل لکن لم یستقر بعد فلا یکون مستعملا اما علی القول الصحیح المعتمد ان مجرد مس الماء بدنا علیہ حدث وانفصالہ عنہ کاف لحکم الاستعمال وان لم یکن ھناک صب من المحدث ولا نیۃ ولم یستقر بعد ما انفصل فلا شک ان الماء بانفصالہ من کفہ یصیر مستعملا فلا یصح استعمالہ فی وضوء ھذا ما ظھر لی وھو واضح جدا وبہ تم الرد علی ذلک القول واللہ تعالٰی اعلم۔

(امام محمد) کا قول ہے کہ استعمال کے لیے پانی کا ڈالنا اور نیت شرط ہے اور صورت مذکورہ میں یہ دونوں مفقود ہیں، دوسری روایت مشائخ بلخ کے نزدیک مختار ہے کہ جُدا ہونے کے بعد جسم، کپڑے، زمین یا کسی اور چیز پر ٹھہرنا شرط ہے اور ظاہر ہے کہ جب چُلّو کے پانی کو کسی عضو میں استعمال کیا تو ہتھیلی سے جُدائی اگرچہ پائی گئی ہے، لیکن اس کے بعد پانی ٹھہرا نہیں، لہٰذا مستعمل نہیں ہوگا، لیکن قول صحیح اور معتمد یہ ہے کہ پانی کے مستعمل ہونے کے لیے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ وُہ جسم کے کسی حدث والے حصّے کو چھوئے اور اس سے جُدا ہو جائے، اگرچہ بے وضو نے پانی ڈالا نہ ہو، نیت بھی نہ کی ہو اور جدا ہونے کے بعد کہیں ٹھہرے بھی نہیں، اس قول کے مطابق بلاشک و شُبہ پانی ہتھیلی سے جُدا ہوتے ہی مستعمل ہوجائے گا، لہٰذا کسی وضو میں اس کا استعمال صحیح نہ ہوگا۔ یہ تقریر مجھے ظاہر ہوئی اور یہ بہت ظاہر ہے اور اسی کے ساتھ اس قول پر رد مکمل ہوگیا واللہ تعالٰی اعلم۔م

مسئلہ ۹ مرسلہ مولوی محمد یعقوب صاحب ارکانی از ریاست رامپور محلہ پنجابیاں مکان حافظ غلام شاہ صاحب ۴ شوال ۱۳۲۴ھ

بعون من قال فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ۵ یا مخدومنا الذی فاق فی الاشتہار علی الشمس فی رابعۃ النہار احتوت فضائلہ الاقطار احاطت مواھبہ الامصار ما قولکم فی ان المتوضئ رأی اثرا من الدم فی البزاق بعد المضمضۃ فاخرج ما فی الفم من البزاق وغیرہ بالمص

اس کی مدد سے جس نے فرمایا: علم والوں سے پُوچھو اگر تم نہ جانتے ہو، تو اے ہمارے وہ مخدوم جو شہرت میں آفتابِ چاشت پر فائق ہیں جن کے فضائل تمام اطرافِ زمین کو حاوی ہیں، جن کی عطائیں شہروں کو محیط ہیں، آپ کا کیا ارشاد ہے اُس شخص کے بارے میں جو وضو کرتا تھا، کُلّی کے بعد لعابِ دہن میں خون کا اثر دیکھا تو باقی لعاب وغیرہ

Marfat.com

ليظهر مساواته ومغلوبيته في البزاق فرأى
بعد ما اخرج ان الدم مساو للبزاق ففي هذه
هل ينجس فمه ام لا وماء المضمضة
التي وقعت بعد ذلك الاخراج نجس ام لا
ففي صورة النجس ان اليد التي مضمض
بها اخذ بتلك اليد الاناء الذي فيه الماء
ووقعت قطرتها اي قطرة تلك اليد في ذلك
الاناء غالبا لان تلك اليد كانت مبلولة بماء
المضمضة لانه لا شك ان القدر القليل
من ماء المضمضة يصل في اليد عند
المضمضة وايضا يبقى شئ من ماء المضمضة
في اليد فلا يدخل كل الماء في الفم وذلك
الباقي يلاقي الشفتين ففي هذه ان صارت
الشفتان نجستين بورود الدم المساوي
للبزاق عند دفع ذلك الدم عن الفم
يكون ما يلاقيهما ايضا نجسا فتكون اليد نجسة
وما وقع عليه ماء اليد يكون نجسا
فيصير الماء الموضوع في الاناء الذي اخذه
بتلك اليد نجسا لان قطرة تلك اليد وقعت
في الاناء غالباً فذلك المتوضي غسل يديه
ووجهه ورجليه بذلك الماء الذي وقعت
فيه قطرة تلك اليد التي مضمض بها بعد
اخراج الدم المساوي للبزاق ثم وقع في
الشك فتوضأ ثانيا في المسجد الآخر
لكن وقعت قطرة في ماء الاناء الذي يتوضأ

خوب چوس کر نکالا تاکہ ظاہر ہو کہ خون تھوک کے
برابر ہے یا مغلوب ہے، نکالنے کے بعد معلوم ہوا
کہ خون، تھوک کے برابر ہے، تو اس کا منہ ناپاک
ہوا یا نہیں؟ اور اس کے بعد جو کلی کی اس کا پانی
ناپاک ہے یا نہیں؟ اگر ناپاک ہے تو جس ہاتھ
سے کلی کی غالباً اس کا قطرہ برتن میں ٹپکا، کہ ہاتھ
کلی کے پانی سے تر تھا اور شک نہیں کہ کلی کا کچھ پانی
ہاتھ میں رہ جاتا ہے جو ناپاک شدہ ہونٹوں سے
مل کر ناپاک ہوگیا تو برتن کا پانی ناپاک ہوا، اسی سے
اس نے تمام وضو کیا، پھر دل میں کچھ شک آیا تو
دوسری مسجد میں وضو کیا مگر یہاں بھی برتن میں قطرہ
ٹپک گیا، پھر دوبارہ سہ بارہ ایسا ہی ہوا اور ہر بار
وضو سے پہلے ہاتھ دھوتے ہی قطرہ، وضو کے برتن میں
گرا تو اب اس کے اعضائے وضو پاک ہوگئے ہیں
یا نہیں؟ بیان کیجئے اجر لیجئے!

Marfat.com

به ثم توضأ فی الوقت الآخر فوقعت قطرات فی ماء الاناء ثم توضأ فی الوقت الاخر فوقعت کذلک قطرات فی ماء الاناء عند غسل الیدین وکل قطرات وقعت فی ماء الوضوء انما وقعت فی اول کل مرة عند غسل الیدین فی هذه الاوقات الثلثة فبعد ذلک طهرت اعضاء وضوئه ام لا بیکتب فی هذه الباقیة من الصفحة مختصرا ملخصا بینوا توجروا۔

الجواب

نعم تنجس فمه وماء المضمضة بعد ذلک الی ثلث نجس وکذلک الید التی تمضمض بها فان قطرت قطرة من الید فی الاناء اعنی داخله فی الماء قبل تمام الثلث فقد تنجس ماء الاناء والتمضمض به بعد ذلک لایزید الفم والید الا تنجسا ثم اذا توضأ بذلک الماء فقد عمت النجاسة اعضاء الوضوء وکل ما اصابه ذلک الماء من بدن او ثوب وکلما توضأ بماء وقعت فیه قبل الوضوء قطرة من یده المتنجسة فانه تنجس والغسل بالنجس لا یفید طهرا ولا خفة وان غسل الف مرة فاعضاؤه وثیابه کلها الی الآن علی نجاستها فانکانت القطرة التی قطرت اول مرة فی الماء من بقیة المضمضة الاولی یجب

ہاں اس کا منہ ناپاک ہو گیا اور اس کے بعد تین کُلیوں تک کا پانی ناپاک ہے' یُوں ہی وُہ ہاتھ جس سے کلی کی تھی تو اگر ہاتھ کی بوند برتن میں یعنی اس کے اندر پانی میں تین کُلیاں پُوری ہونے سے پہلے ٹپکی تو برتن کا پانی ناپاک ہو گیا۔ اور اب اس سے کُلی کرنا' ہاتھ اور منہ کی نجاست ہی بڑھائے گا' پھر جب اس پانی سے وضو کیا تو اب تمام اعضائے وضو اور جس جس بدن یا کپڑے کو پانی پہنچا سب ناپاک ہو گئے اور جتنی بار ایسے پانی سے وضو کیا جس میں پیش از وضو ناپاک ہاتھ کی بوند گری وہ پانی ناپاک ہو گیا اور ناپاک پانی سے دھونا نہ تو پاک کرے' نہ ناپاکی کم ہو، اگرچہ ہزار بار دھوئے تو اس کے اعضاء اور کپڑے سب اب تک نجس ہیں، پس اگر وہ قطرہ کہ پہلی بار پانی میں ٹپکا پہلی کُلی کے بقیہ سے تھا جب تو کسی بارے وضو کا پانی جس چیز کو لگا اُسے

Marfat.com

غسل كل ما أصابه ماء شئ من الوضوءات
ثلث مرات وانكانت من المضمضة
الثانية فمرتين او الثالثة فمرة واحدة
لان النجاسة تقبل التشكيك فقبل الغسل
نجاسة لاتطهر الا بتثليث الغسل و
بعد الغسل بما نعم طاهر قالعم مرة نجاسة
تطهر بغسلتين وبعد الغسل مرتين نجاسة
تطهر بغسلة واحدة والماء المصيب
شيئا نجسا انما يكتسب من النجاسة قدر
ما في المصاب فماء الغسلة الاولى نجس
بالنجاسة الكاملة لا يطهر ما يصيبه
الا بثلث غسلات وماء الغسلة الثانية
نجس بنجاسة يطهرها غسلتان فما يصيبه
يطهر بمرتين وفي ماء الثالثة نجاسة
تطهر بغسلة فما اصابه يطهر بمرة هذا
كله اذا تحقق وقوع القطرة في الماء ومجرد
بقاء شئ من ماء المضمضة في اليد لا
يقضي به جزما لجواز ان لا يقع ما فيها
الاعلى الاناء من فوق فلا ينجس الاسطحه
الفوقاني او في الاناء فوق موضع الماء
فلا تنجس الماء مالم يصبه ر اكن او
حينئذ يطهره التوضي الثالث ان مر الماء
كل مرة على كل ما اصابه الماء
المتنجس اذا تحقق وقوع القطرة في
الماء اول مرة لا في هذه المرات الثلث و

تین بار دھونا واجب ہے اور اگر دوسری کلی کا تھا
تو دو بار اور تیسری کا تو ایک بار، اس لیے کہ نجاست
کم وبیش ہونے کی قابلیت رکھتی ہے، دھونے
سے پہلے تو وہ نجاست ہے کہ بغیر تین بار دھوئے
پاک نہ ہوگی اور جب کسی پاک بہتی چیز سے جو لگی ہوئی
چیز کو چھڑانے والی ہے ایک بار دھولیں تو اب وہ
نجاست ہے کہ دو بار دھونے سے پاک ہوگی اور جب
دو بار دھولیا تو اب وہ نجاست ہے کہ ایک بار دھلنے
سے پاک ہوجائے گی اور جو پانی کسی نجس چیز سے ملے
اس میں اُسی قدر نجاست آئے گی جو اس چیز میں تھی
تو پہلی بار کا دھوون پوری نجاست سے نجس ہے
کہ جسے یہ پانی لگے گا وہ بغیر تین دفعہ دھوئے پاک
نہ ہوگی اور دوسرا دھوون اس نجاست سے نجس ہے
جسے دو بار دھونا پاک کرے گا، تو جس چیز کو یہ دھوون
لگے وہ دو دفعہ دھونے سے پاک ہوجائے گی اور تیسرے
دھوون میں وُہ ناپاکی ہے جو ایک ہی بار دھونے سے پاک ہوجائے گی
تو یہ جس چیز پر پہنچے وہ ایک ہی بار دھونے سے طہارت
حاصل کرلے گی، یہ سب اس وقت ہے کہ اس پانی
میں بوند کا ٹپکنا تحقیق ہو۔ فقط اتنی بات کہ کُلی کا کچھ
پانی ہاتھ میں رہ جاتا ہے پانی میں قطرہ گرنے کو مستلزم
نہیں، ممکن ہے کہ ہاتھ کی بوند برتن کے اوپر گری ہو
تو صرف اس کی سطح بالا ناپاک ہوگی، یا برتن کے
اندر جہاں تک پانی ہے اُس جگہ سے اوپر گری ہو تو
پانی ناپاک نہ ہوگا جب تک ٹھہرے ہونے کی حالت
میں اس بوند کی جگہ سے نہ ملے، پس اب اس کو تیسرا

Marfat.com

ان لم یتحقق حتی فی المرۃ الاولی فهو طاهر من اول مرۃ کما لا یخفی وقس علیہ و اللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

وضوء پاک کرے گا بشرطیکہ ہر بار پانی ان اعضاء پر گزرا ہو جن کو ناپاک پانی لگا ہو جبکہ پانی میں قطرہ کا وقوع صرف پہلی بار متحقق ہو اور اگر پانی میں قطرہ کا وقوع پہلی بار متحقق نہ ہو تو پہلے وضوء سے ہی پاک قرار دیا جائے گا، جیسا کہ مخفی نہیں اور اسی پر قیاس کرو۔ (ت)

Marfat.com

فتوٰی مسمّٰی بہ

لمع الاحکام ان لاوضوء من الزکام

روشن احکام کہ زکام سے وضو نہیں (ت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱: غرہ ذی القعدہ ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زکام جاری ہونے سے وضو جاتا ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

الحمد للّٰہ الذی حمدہ نور و ذکرہ طھور والصلاۃ والسلام علی سید کل طیب طاھر والہ وصحبہ الاطائب الاطاھر (تمام تعریف اس کے لیے ہے جس کی تعریف نور اور جس کا ذکر پاک کرنے والا ہے، اور درود وسلام ہو اُس ذات پر جو ہر طیب وطاہر کا سردار ہے اور ان کے پاکباز نیکو کار اصحاب پر۔ ت) زکام کتنا ہی جاری ہو اس سے وضو نہیں جاتا کہ محض بلغمی رطوبات طاہرہ ہیں جن میں آمیزشِ خون یا ریم کا اصلاً احتمال نہیں۔ اقول ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ بلغم کی قے کسی قدر کثیر ہو ناقضِ وضو نہیں، درمختار میں ہے:

لاینقضہ قیئ من بلغم علی المعتمد اصلا[1]۔

وضو کو معتمد قول کے مطابق بلغم کی قے بالکل نہیں توڑے گی۔ (ت)

حاشیہ علامہ طحطاوی میں ہے:

شامل للنازل من الرأس والصاعد من الجوف وقولہ علی المعتمد راجع الی الثانی لان الاول بالاتفاق علی الصحیح[2]۔

یہ حکم اس بلغم کو شامل ہے جو سر سے آئے یا پیٹ سے اوپر آئے۔ اور درمختار کا قول علی المعتمد پیٹ سے چڑھنے والے بلغم کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ صحیح روایات کے مطابق سر سے آنے والے بلغم پر اتفاق ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار، نواقض وضو ۱/۲۶

[2] طحطاوی علی الدر المختار ۱/۷۹

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے:

اصلا ای سواء کان صاعدا من الجوف او نازلا من الراس خلافا لابی یوسف فی الصاعد من الجوف الیہ اشار بقولہ علی المعتمد ولو اخرہ لکان اولٰی اھ ای لان تقدیمہ یوھم ان فی عدم النقض بالبلغم خلافا مطلقا ولیس کذلک فی الصحیح۔[1]

اصلا یعنی خواہ پیٹ سے چڑھے یا سر سے اترے، پیٹ سے چڑھنے والے میں ابو یوسف کا اختلاف ہے اور علی المعتمد سے اسی طرف اشارہ کیا اور اگر اس کو موخر کردیتے تو اچھا تھا یعنی اس کو مقدم کرنے سے یہ وہم ہوتا ہے کہ وضو کے بلغم سے نہ ٹوٹنے میں مطلقا اختلاف ہے حالانکہ صحیح روایت کے مطابق بات یہ نہیں ہے۔ (ت)

نورالایضاح و مراقی الفلاح میں ہے:

عشرۃ اشیاء لاتنقض الوضوء منھا قئ بلغم ولوکان کثیرالعدم تخلل النجاسۃ فیہ وھوطاھر۔[2]

دس چیزیں وضو کو نہیں توڑتی ہیں، ان میں ایک چیز بلغم کی قے ہے خواہ کتنی ہی زائد کیوں نہ ہو، کیونکہ اس میں نجاست داخل نہیں ہوتی ہے جبکہ بلغم خود پاک ہے۔ (ت)

یہ تصریحات جلیہ ہیں کہ بلغم جو دماغ سے اُترے بالاجماع ناقضِ وضو نہیں اور ظاہر ہے کہ زکام کی رطوبتیں دماغ ہی سے نازل ہیں تو اُن سے نقض وضو کسی کا قول نہیں ہو سکتا حکم مسئلہ تو اسی قدر واضح ہے مگر یہاں علامہ سید طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک شبہ عارض ہوا جس کا منشا یہ کہ ہمارے علماء نے فرمایا جو سائل چیز بدن سے بوجہ علت خارج ہو ناقض وضو ہے مثلاً آنکھیں دکھتے ہیں یا جسے ڈھلکے کا عارضہ ہو یا آنکھ، کان، ناف وغیرہا میں دانہ یا ناسور یا کوئی مرض ہو ان وجوہ سے جو آنسو یا پانی بہے وضو کا ناقض ہوگا۔ درمختار باب الحیض میں ہے:

صاحب عذر من بہ سلس بول او استحاضۃ او بعینہ رمد او عمش او غرب وکذا کل ما یخرج بوجع ولو من اذن اوثدی وسرۃ۔[3]

صاحبِ عذر وُہ ہے جس کا پیشاب نکل جاتا ہو، یا وُہ عورت جس کو استحاضہ ہو، یا وہ شخص جس کی آنکھیں دُکھتی ہوں یا اس کی آنکھوں میں عمش یا غرب ہو، اسی طرح ہر وہ چیز جو درد کے ساتھ خارج ہو خواہ کان سے ہو یا چھاتی یا ناف سے ہو۔

---

[1] ردالمحتار علی الدرالمختار، نواقض وضو ۱/۱۰۲
[2] مراقی الفلاح علی حاشیہ طحطاوی، نواقض وضو ۱/۵۵
[3] الدرالمختار، باب الحیض ۱/۵۳

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے :

قولہ رمد ای ویسیل منہ الدمع قولہ عمش ضعف الرؤیۃ مع سیلان الدمع فی اکثر الاوقات قولہ غرب قال المطرزی ھو عرق فی مجری الدمع یسقی فلاینقطع مثل الباسور عن الاصمعی بعینہ غرب اذا کانت تسیل ولا تنقطع دموعھا والغرب بالتحریک ورم فی الماقی اھ[1]

"قولہ رمد" یعنی اس سے آنسو بہتے ہوں عمش سے مراد نگاہ کا کمزور ہونا اور بسا اوقات آنسو کا نکلنا۔ غرب کے بارے میں مطرزی نے کہا ہے یہ آنسوؤں کے بہنے کی راہ میں ایک رگ ہے جس سے مسلسل آنسو نکلتے رہتے ہیں بواسیر کی طرح۔ اصمعی کہتے ہیں "بعینہ غرب" کے معنی ہیں اس کی آنکھ سے مسلسل آنسو بہتے رہتے ہیں۔ اور "غَرَب" حرکات کے ساتھ کویوں کا ورم ہے (ت)

اس پر علامہ طحطاوی نے فرمایا :

ظاھرہ یعم الانف اذا زکم[2]۔ (اس میں بظاہر زکام کی حالت میں ناک بھی شامل ہے۔ ت)

یعنی ظاہراً یہ مسئلہ ناک کو بھی شامل ہے جب زکام ہو۔ علامہ شامی نے اُس پر اعتراض کیا کہ ہمارے علماء تصریح فرما چکے ہیں کہ سوتے آدمی کے مُنہ سے جو رال بہے اگرچہ پیٹ سے آئے اگرچہ بدبودار ہو پاک ہے قول سید طحطاوی نقل کرکے فرماتے ہیں :

لکن صرحوا بان ماء فم النائم طاھر ولو منتنا فتامل[3]۔

لیکن فقہاء نے تصریح کی ہے کہ سونے والے کے منہ کا پانی پاک ہے خواہ بدبودار ہی ہو، اس پر غور کرنا چاہیے۔

اقول علامہ طحطاوی کی طرف سے اس پر دو شبہے وارد ہو سکتے ہیں :

اوّل : کلام اس پانی میں ہے کہ مرض سے بہے اور سوتے میں رال نکلنا مرض نہیں، نہ اس کی بُو دلیل علت ہے جیسے آخر روز میں بوئے دہان صائم کا تغیر۔

دوم : عوارض مکلف میں ادھر سے کلیہ ہے کہ جو حدث نہیں نجس نہیں اور اس کا عکس کلی نہیں کہ جو نجس نہ ہو حدث بھی نہ ہو نیند جنون بیہوشی کو نجس نہیں کہہ سکتے اور ناقض وضو ہیں اور سب سے بہتر مثال ریح ہے کہ صحیح و معتمد مذہب پر طاہر ہے اور بالاجماع حدث ہے تو آپ دہان نائم کی طہارت سے استدلال جائے مجال مقال ہوگا۔ درمختار میں ہے : کل مالیس بحدث لیس بنجس وھو الصحیح[4] (ہر وہ چیز جو حدث نہیں ہے،

---

[1] ردالمحتار، باب الحیض ۱/۲۲۳ [2] الطحطاوی علی الدر، باب الحیض ۱/۱۵۵ [3] ردالمحتار، باب الحیض ۱/۲۲۳
[4] الدرالمختار، باب الحیض ۱/۲۶

Marfat.com

وہ پاک ہے یہی صحیح ہے۔ ت)

ردالمحتار میں درایہ سے ہے:

انہا لا تنعکس فلا یقال ما لا یکون نجسا لا یکون حدثا لان النوم والجنون والاغماء وغیرھا حدث ولیست بنجسۃ۔[1]

اس کا عکس نہیں ہے کہ یہ نہ کہا جائے گا جو نجس نہیں ہے وہ حدث بھی نہیں ہے کیونکہ نیند، جنون، بیہوشی وغیرہ حدث ہیں لیکن نجس نہیں ہیں۔ (ت)

حاشیہ طحطاویہ میں ہے:

یلزم من انتفاء کونہ حدثا انتفاء کونہ نجسا ولا ینعکس فلا یقال ما لا یکون نجسا لا یکون حدثا فان النوم والاغماء والریح لیست بنجسۃ وھی احداث اھ۔[2]

اس کے حدث نہ ہونے کو لازم ہے کہ وہ نجس نہ ہو لیکن اس کا عکس نہیں ہے، تو یہ نہ کہا جائے گا کہ جو چیز نجس نہیں ہے وہ حدث بھی نہیں ہے کیونکہ نیند، بیہوشی اور ہوا ناپاک نہیں ہیں لیکن یہ سب حدث ہیں (ت)

اقول: وھھنا وھم عرض فی فھم القضیۃ وفھم العکس العلامۃ الشامی فی ردالمحتار نبھت علیہ فیما علقت علیہ ولعل لنا فی اٰخر الکلام عودا الیہ۔

اقول: علامہ شامی کو ردالمحتار میں قضیہ اور اس کے عکس کو سمجھنے میں وہم لاحق ہوگیا ہے، میں نے ردالمحتار پر جو تعلیق کی ہے اس میں اس پر تنبیہ کی ہے اور شاید گفتگو کے آخر میں یہاں بھی اس کا ذکر کروں۔

اور اگر یہ ثابت کرلیں کہ جو طاہر رطوبت بدن سے نکلے اگرچہ سائل ہو ناقض نہیں تو اب اس تجشم کی حاجت نہ رہے گی کہ آب دہان نائم سے استدلال کیجئے خود آبِ بینی کی طہارت مصرح ومنصوص ہے۔ درمختار مسائل قے میں ہے: المخاط کالبزاق (ناک تھوک کی طرح ہے۔ ت) خود علامہ طحطاوی پھر شامی فرماتے ہیں: وما نقل عن الثانی من نجاسۃ المخاط فضعیف[3] (اور دوسرے سے جو ناک کی نجاست منقول ہے وہ ضعیف ہے۔ ت) تو مسئلہ قے بلغم سے استدلال جس طرح فقیر نے کیا اسلم واحکم ہے جس میں خود علامہ طحطاوی کو اقرار ہے کہ رطوبات بلغمیہ جب دماغ سے اتری ہوں بالاجماع ناقض وضو نہیں۔

ثم اقول: اب یہ نظر کرنی رہی کہ آیا کلیہ مذکورہ ثابت ہے کہ اگر ثابت ہو تو یہاں تک استظہار

---

[1] ردالمحتار، نواقض وضوء ۱/۱۰۴
[2] طحطاوی علی الدرالمختار، نواقض وضوء ۱/۸۱
[3] ردالمحتار، نواقض وضوء ۱/۱۰۳

Marfat.com

علامہ طحطاوی کے خلاف دو دلیلیں ہوجائیں گی۔ مسئلہ قے و مسئلہ آب بینی کہ فقیر نے عرض کیے اور علامہ شامی کے طور پر تین تیسری مسئلہ آبِ دہان نائم کہ وہ مثل بزاق یعنی لعاب دہن ہے اور لعابِ دہن و بلغم جنس واحد ہیں اور اُنھی کی جنس سے آبِ بینی ہے وہی رطوبات ہیں کہ قدرے غلیظ و بستہ ہوں تو بلغم کہلائیں رقیق ہوکر منہ سے آئیں تو آبِ دہن غلیظ یا رقیق ہوکر ناک سے آئیں تو آبِ بینی۔

حلیہ میں ہے:

فی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان ان قاء بزاقا لاینقض الوضوء بالاجماع ھ البزاق ما لایکون متجمد المنعقد اوالبلغم مایکون متجمدا منعقدا[1]

قاضی خاں نے شرح جامع صغیر میں کہا ہے کہ اگر تھوک کی قے ہوئی تو بالاتفاق وضو نہیں ٹوٹے گا، اور تھوک وہ ہے جو جما ہوا بستہ نہ ہو، اور بلغم منجمد بستہ ہوتا ہے۔ (ت)

ہاں کلیۂ مذکورہ ضرور ثابت ہے ولہذا ایسی اشیاء میں علماء برابر ان کی طہارت سے حدث نہ ہونے پر استدلال فرماتے ہیں۔ حلیہ میں ہے:

انکان ای القیئ بلغما لاینقض لانہ طاھر ذکرہ فی البدائع وغیرہ[2] اھ ملتقطا

اگر قے بلغم کی ہو تو وضو نہ ٹوٹے گا کیونکہ وہ پاک ہے بدائع وغیرہ میں یہی مذکور ہے۔ اھ ملتقطا (ت)

اُسی میں ہے:

ثم فی البدائع وذکر الشیخ ابومنصور ان جوابھما فی الصاعد من حواشی الحلق واطراف الرئۃ وانہ لیس بحدث بالاجماع لانہ طاھر فینظران لم یصعد من المعدۃ لایکون نجسا ولایکون حدثا[3]۔

پھر بدائع میں ہے اور شیخ ابومنصور نے ذکر کیا ہے کہ ان دونوں کا جواب اس بلغم کے بارے میں ہے جو حلق کے کناروں سے اوپر کو آئے یا پھیپھڑوں کے کناروں سے آئے اور وہ بالاتفاق حدث نہیں ہے کیونکہ وہ پاک ہے، اب دیکھا جائے گا اگر وہ معدہ سے نہیں آیا ہے تو نجس نہ ہوگا اور نہ حدث ہوگا۔ (ت)

اور اس کے نظائر کلامِ علماء میں کثیر ہیں کلیہ کی صریح تصریح لیجئے خزانۃ المفتین میں ہے:

الخارج من البدن علی ضربین طاھر ونجس فخروج الطاھر لاینتقض

بدن سے نکلنے والی چیزیں دو قسموں کی ہیں پاک اور ناپاک۔ پاک چیز کا خارج ہونا وضو کو نہیں توڑتا ہے

---

[1] و [2] و [3] حلیہ

Marfat.com

الطہارۃ کالدمع والعرق والبزاق والمخاط ولبن بنی آدم الخ[۱] — جیسے آنسو، پسینہ، ناک اور انسان ک[ا] دودھ۔ (ت)

الحمدللہ اس تقریر فقیر سے ایک تحقیق منیر ہاتھ آئی کہ قابل حفظ ہے۔

فاقول حدث ونجس کو اگر مطلق رکھیں تو اُن میں نسبت عموم وخصوص من وجہ ہے نوم حدث ہے او[ر] نجس نہیں، خمر نجس ہے اور حدث نہیں، دم فصد حدث ونجس دونوں ہے اور خارج از بدن مکلف کی قید لگا[ئیں] لا من بدن الانسان فینتقض طردا وعکسا بخارج الجن والصبی (نہ کہ انسان کے بدن سے تو اس [پر] نقض وارد ہوگا، جامعیت اور مانعیت دونوں لحاظ سے، جن اور بچہ سے خارج ہونے والی چیز کے ذریعہ۔ ت) اس کے ساتھ نجس سے مراد نجس بالخروج لیں یعنی وُہ چیز کہ بوجہ خروج اُسے حکم نجاست دیا جائے اگرچہ اس سے پہلے اسے نجس نہ کہا جاتا (جیسے خون وغیرہ فضلات کا یہی حال ہے پیشاب اگر پیش از خروج ناپاک ہو تو اس کی حاجت میں نماز باطل ہو اور خون تو ہر وقت رگوں میں ساری ہے پھر نماز کیونکر ہوسکے) تو ان دو قیدوں ک[ے] ساتھ حدث عام مطلقا ہے یعنی بدنِ مکلف سے باہر آنے والا ہر نجس بالخروج حدث ہے اور ہر حدث نجس بالخروج نہیں جیسے ریح فان عینہا طاھرۃ علی الصحیح (کیونکہ ہوا بذاتِ خود قول صحیح پر پاک ہے۔ ت) قضیہ مذکورہ میں علمائے کرام نے یہی صورت مراد لی ہے ولہذا عکس کلی نہ مانا اور اگر قیود مذکورہ کے ساتھ رطوبا[ت] کی تخصیص کرلیں تو نسبت تساوی ہے ہر رطوبت کہ بدن مکلف سے باہر آئے اگر نجس بالخروج ہے ضرور حدث [ہے] اور اگر حدث ہے ضرور نجس ہے تو یہاں ہر ایک کے انتفا سے دوسرے کے انتفا پر استدلال صحیح ہے لہٰ[ذا] آپ بنی کہ نجس نہیں ہرگز ناقضِ وضو نہیں ہوسکتا وباللہ التوفیق اور نجس میں نجس بالخروج کی قید ہم نے [...] زائد کی کہ اگر یہ نہ ہو اور صرف خروج از بدن مکلف کی قید رکھیں تو اب بھی نسبت عموم من وجہ ہوگی کہ ریح حدث [ہے] اور نجس نہیں، اور معاذ اللہ اگر کسی نے شراب پی اور وہ قے ہُوئی مگر تھوڑی کہ منہ بھر کر نہ تھی تو نجس ہے ا[ور] حدث نہیں یعنی وضو نہ جائے گا کہ قلیل ہے لیکن یہ اُس کی نجاست اپنی ذات میں تھی خروج کے سبب عار[ض] نہ ہُوئی، درمختار میں ہے،

ماء فم المیت نجاسۃ کقئ عین خمر او بول وان لم ینقض لقلتہ لنجاستہ بالاصالۃ لابالمجاورۃ۔[۲] — مردہ کے منہ کا پانی ناپاک ہے جیسے شراب کی ق[ے] [یا] پیشاب، اگرچہ وضو کو نہ توڑے اس کی کمی کی وجہ سے کیونکہ وہ بذاتِ خود نجس ہے، قرب کی وجہ سے نہیں ہے (ت)

اور اگر رطوبات کی بھی قید بڑھالیں تو اب نجس عام مطلقا ہوجائے گا کہ مسئلہ ریح داخل نہ رہے گا اور مسئ[لہ] خمر باقی ہوگا اب کہ نجس بالخروج کی قید لگائی مسئلہ خمر بھی خارج ہوگیا اور تساوی رہی۔

---

[۱] خزانۃ المفتین

[۲] الدرالمختار، نواقض وضو ۱/۲۶

Marfat.com

فان قلت ترد حینئذ مسألة الخمر علی الکلیة الثانیة القائلة ان کل حدث نجس بالخروج فانه ان قاء الخمر ملاء الفم کان حدثا قطعا ولم یکن نجسا بالخروج فانها نجسة العین۔

قلت لاغرو ان یکتسب النجس بنجاسة اخری من خارج کخمر وقعت فی بول حتی لو تخللت لم تطھر وان ابیت فلیکن النجس اعم مطلقا و انتفاء العام یوجب انتفاء الخاص فبطھارة المخاط یثبت انه لیس بحدث وفیہ المقصود واللہ تعالٰی اعلم۔

اب اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ دوسرے کلیہ پر شراب سے اعتراض ہوگا، کیونکہ اس کلیہ کی رُو سے ہر حدث نکلنے کی وجہ سے ناپاک ہے۔ اب اگر کسی نے منہ بھر شراب کی قے کی تو قطعاً حدث ہوگی لیکن نکلنے کی وجہ سے نجس نہ ہوگی کہ وہ تو بذاتِ خود ہی نجس ہے۔

میں کہتا ہُوں کہ اس میں کیا مضائقہ ہے کہ ایک نجاست بیرونی طور پر مزید نجاست کو حاصل کرلے، جیسے شراب جو پیشاب میں مل جائے کہ اب اس کو اگر سرکہ بنالیا جائے تو پاک نہ ہوگا، اور اگر تم نہ مانو تو نجس کو عام مطلق کیا جاسکتا ہے اور عام کے انتفاء سے خاص کا انتفاء لازم آتا ہے۔ اب ناک کے پاک ہونے سے ثابت ہوگا کہ وہ حدث نہیں ہے اور یہی مقصود ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

ثم اقول حقیقت امر[1] یہ ہے کہ درد و مرض سے جو کچھ بہے[2] اُسے ناقص ماننا اس بنا پر ہے کہ اُس میں آمیزش خون وغیرہ نجاسات کا ظن ہے خود محرر مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے کلام مبارک میں اس کی تصریح ہے اور وہی ان فروع کا ماخذ صریح ہے تو زکام اس کے تحت میں آہی نہیں سکتا۔

منیہ میں ہے:

عن محمد اذا کان فی عینہ رمد ولیسیل الدموع منہا اٰمرہ بالوضوء لانی اخاف ان یکون مایسیل منہ صدیدا۔[1]

امام محمد سے منقول ہے کہ اگر کسی کو آشوبِ چشم کی بیماری ہے اور اس کی آنکھ سے آنسو بہتے ہوں، تو میں اس کو وضو کا حکم دُوں گا، کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ اس کی آنکھ سے نکلنے والی چیز پیپ ہو۔ (ت)

حلیہ میں ہے:

کذا ذکرہ بنحوہ عنہ ھشام فی نوادرہ[2] (یہی چیز بعینہٖ امام محمد سے ہشام نے اپنی نوادر میں ذکر کی ہے۔ ت)

---

[1] منیۃ المصلی، نواقض وضوء ص ۹۱ [2] حلیہ

Marfat.com

غنیہ میں ہے :

لافرق فی ذلك بین العین وغیرھا بل کل ما یخرج من علۃ من ای موضع کان کالاذن والثدی والسرۃ ونحوھا فانہ ناقض علی الاصح لانہ صدید[1]

اس میں آنکھ وغیرہ میں کوئی فرق نہیں، بلکہ ہر وہ چیز جو کسی مرض کی وجہ سے کسی بھی جگہ سے نکلے اس کا حکم یہی ہے، جیسے کان، چھاتی، ناف وغیرہ۔ یہ اصح قول پر ناقض ہے کیونکہ یہ پیپ ہے۔ (ت)

اُسی میں مثل فتح القدیر تجنیس امام برہان الدین صاحبِ ہدایہ سے ہے :

لوخرج من سرتہ ماء اصفر وسال نقض لانہ دم قد نضج فاصفر وصار رقیقا[2]

اگر اس کی ناف سے پیلا پانی نکلا اور بہہ گیا، تو وضو ٹوٹ جائے گا کیونکہ یہ پختہ خون ہے، پیلا اور پتلا ہوگیا ہے۔ (ت)

کافی میں ہے :

عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی اذا خرج (ای من النفطۃ) ماء صاف لاینقض فی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان قال الحسن بن زیاد الماء بمنزلۃ العرق والدمع فلایکون نجسا وخروجہ لایوجب انتقاض الطہارۃ والصحیح ما قلنا لانہ دم رقیق لم یتم نضجہ فیصیر لونہ لون الماء واذا کان دما کان نجسا ناقضا للوضوء[3]

ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ جب چھالے سے صاف پانی نکلے تو وضو نہ ٹوٹے گا، اور قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں ہے کہ حسن بن زیاد نے کہا کہ پانی پسینہ اور آنسو کی طرح ہے تو وُہ ناپاک نہ ہوگا اور اس سے پاکی ختم نہ ہوگی۔ اور صحیح وہی ہے جو ہم نے کہا، کیونکہ وہ پتلا خون ہے پوری طرح پکا نہیں ہے تو اس کا رنگ پانی جیسا ہوگا، اور جب خُون ہوگا تو نجس اور ناقض وضو ہوگا۔ (ت)

بحر میں ہے :

لوکان فی عینیہ رمد یسیل دمعھا یؤمر بالوضوء لکل وقت لاحتمال کونہ صدیدا[3]

اگر اس کی آنکھیں دُکھ رہی ہوں اور اُن سے آنسو بہتے ہوں تو ایسے شخص کو ہر نماز کے وقت کے لیے وضو کا حکم دیا جائے گا کیونکہ ممکن ہے وُہ پیپ ہو۔

---

[1] غنیۃ المستملی، نواقض وضوء ص ۱۳۳

[2] ایضاً

[3] البحر الرائق، نواقض وضوء ۱/۳۴

Marfat.com

تبیین الحقائق میں ہے :

لوکان بعینیه رمد او عمش یسیل منها الدموع قالوا یؤمر بالوضوء لوقت کل صلاة لاحتمال ان یکون صدیدا او قیحا[1]

اگر اس کی آنکھیں دُکھتی ہوں، چندھیائی ہوں، ان سے آنسو بہتے ہوں، فقہاء نے کہا کہ اسے ہر نماز کے وقت کے لیے وضو کا حکم دیا جائے گا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ زرد پانی ہو یا پیپ ہو۔ (ت)

خلاصہ میں ہے :

تذکر الاحتلام ورأی بللا ان کان ودیا لا یجب الغسل بلاخلاف وان کان منیا او مذیا یجب الغسل بالاجماع ولسنا نوجب الغسل بالمذی لکن المنی یرق باطالة المدة فکان مرادہ ما یکون صورته المذی لاحقیقة المذی وعلی ھذا الاعمی ومن بعینیه رمد اذا سال الدمع ینبغی ان یتوضأ لوقت کل صلاة لاحتمال خروج القیح والصدید[2]۔

احتلام یاد ہو اور تری بھی دیکھے تو اگر ودی ہو تو بلاخلاف غسل واجب نہ ہوگا، اور اگر منی یا مذی ہو تو بالاتفاق غسل واجب ہوگا اور ہم مذی سے غسل واجب نہیں کرتے لیکن منی زیادہ وقت گزرنے کے بعد پتلی ہو جاتی ہے تو ان کی مراد یہ ہوگی کہ وہ چیز جو صورتاً مذی ہو نہ کہ حقیقۃً، اسی طرح نابینا شخص یا آشوبِ چشم والا جب اس کی آنکھوں سے آنسو نکلیں تو اس کے لیے مناسب ہے کہ وہ ہر نماز کے وقت کے لیے وضو کرے، کیونکہ احتمال ہے کہ یہ پیپ یا زرد پانی ہو۔

وجیز امام کردری میں ہے :

احتلم ولم یر بللا لاغسل علیه اجماعا ولو منیا او مذیا لزم لان الغالب انه منی رق بمضی الزمان وعن ھذا قالوا ان الاعمی او من به رمد اذا سال الدمع یتوضؤ لوقت کل صلاة لاحتمال کونه قیحا او صدیدا[3]۔

احتلام یاد ہو لیکن تری نہ دیکھی تو اس پر بالاتفاق غسل نہیں، اور اگر منی یا مذی ہو تو غسل لازم ہے کیونکہ گمان غالب یہ ہے کہ یہ منی ہے جو وقت کی زیادتی کے باعث پتلی ہو گئی اور اسی بنا پر فقہاء نے کہا کہ نابینا اور آشوبِ چشم والا جب اس کی آنکھ سے آنسو بہے تو وہ ہر نماز کے وقت کے لیے وضو کرے کیونکہ احتمال ہے کہ وہ مواد یا پیپ ہو۔

---

[1] تبیین الحقائق، نواقض وضوء ۱/۸ [2] خلاصۃ الفتاوٰی، الفصل الثانی فی الغسل ۱/۱۳

[3] فتاوٰی بزازیہ علی حاشیہ فتاوٰی ہندیہ، فصل الثانی فی الغسل ۴/۱۰

Marfat.com

بالجملہ مجرد رطوبت کہ مرض سے سائل ہو مطلقاً فی نفسہا ہرگز ناقض نہیں بلکہ احتمال خون وریم کے سبب ولہذا ابن الہمام کی رائے اس طرف گئی کہ مسائل مذکورہ میں امام محمد کا حکم وضو استحبابی ہے اس لیے کہ خون وغیرہ ہونا محتمل ہے اور احتمال سے وضو نہیں جاتا مگر یہ کہ خبر اطبا یا علامات سے ظن غالب ہو کہ یہ خون یا ریم ہے تو ضرور وجوب ہوگا۔ فتح میں قبیل فصل فی النفاس فرمایا،

فی عینہ رمد یسیل دمعہا یؤمر بالوضوء لکل وقت لاحتمال کونہ صدیدا واقول ھذا التعلیل یقتضی انہ امر استحباب فان الشك والاحتمال فی کونہ ناقضا لایوجب الحکم بالنقض اذ الیقین لایزول بالشك واللہ اعلم نعم اذا علم من طریق غلبۃ الظن باخبار الاطباء او علامات تغلب ظن المبتلی یجب[1]۔

اس کی آنکھ میں آشوب ہو جس سے آنسو بہہ رہے ہوں تو اس کو ہر نماز کے وقت کے لیے وضو کا حکم دیا جائے گا کہ اس کے پیپ ہونے کا احتمال ہے میں کہتا ہوں اس تعلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ وضو کا حکم استحبابی ہے کیونکہ اس کے ناقض ہونے میں شک واحتمال سے وضو ٹوٹ جانے کا حکم دینا درست نہیں کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا واللہ تعالٰی اعلم، ہاں اگر گمان غالب سے معلوم ہوا، مثلاً طبیبوں نے بتایا یا خود مریض پر ایسی علامات ظاہر ہوئیں تو وضو واجب ہے۔

اسی طرف اُن کے تلمیذ ارشد امام ابن امیر الحاج نے میل کیا اور اس کی تائید میں فرمایا:

یشھد لھذا ما فی شرح الزاھدی عقب ھذہ المسئلۃ وعن ھشام فی جامعہ انکان قیحا فکالمستحاضۃ والا فکالصحیح[2]۔

اس کا ثبوت شرح زاہدی کی وہ عبارت ہے جو اس مسئلہ کے بعد مذکور ہے کہ ہشام نے اپنی جامع میں لکھا کہ اگر وہ پیپ ہے تو اس کا حکم مستحاضہ کا سا ہے ورنہ تندرست کا سا ہے۔

یونہی محقق بحر نے بحر الرائق میں کلام فتح باب وضو میں بلا عزو ذکر کیا اور مقرر رکھا اور باب الحیض میں ہو حسن فرمایا اور تحقیق یہی ہے کہ حکم استحبابی نہیں بلکہ بوجہ احتیاط ایجابی ہے مشائخ مذہب سے تصریح وجوب منقول ہے خود فتح القدیر باب نواقض الوضوء میں فرمایا:

ثم الجرح والنفطۃ وماء الثدی

پھر زخم، چھالا، چھاتی کا پانی، ناف اور کان کا

---

[1] فتح القدیر، قبیل فصل فی النفاس ۱/۱۶۴ [2] حلیہ

Marfat.com

والسرة والاذن اذا کان لعلة سواء علی الاصح وعلی ھذا قالوا من رمدت عینہ وسال الماء منہا وجب علیہ الوضوء فان استمر فلوقت کل صلاۃ وفی التجنیس الغرب فی العین اذا سال منہ ماء نقض لانہ کالجرح ولیس بدمع[1] الخ

پانی جب مرض کی وجہ سے ہو تو سب کا حکم ایک ہی ہے، اصح قول یہی ہے۔ اسی بنا پر فقہاء نے کہا کہ آشوبِ چشم والے کی آنکھ سے پانی نکلا تو اس پر وضو واجب ہے اور اگر یہ سلسلہ مسلسل جاری رہا تو ہر نماز کے وقت کے لیے وضو ہے۔ اور تجنیس میں ہے آنکھ کے غرب سے جب پانی نکلے تو وضو ٹوٹ جائے گا کہ وہ زخم کی طرح ہے اور آنسو نہیں ہے الخ (ت)

ف۱

اور تقریر محقق علی الاطلاق کا جواب اُن عباراتِ جلیلہ سے واضح جو ابھی خلاصہ و بزازیہ سے منقول ہوئیں کہ جس طرح احتلام یاد ہونے کی حالت میں صریح مذی کے دیکھنے سے بھی غسل بالاجماع واجب ہے حالانکہ مذی سے بالاجماع غسل واجب نہیں مگر احتیاطاً حکم وجوب ہوا خود محقق علی الاطلاق نے فتح میں نقل فرمایا:

النوم مظنۃ الاحتلام فیحال بہ علیہ ثم یحتمل انہ کان منیا فرق بواسطۃ الھواء۔[2]

اور نیند میں احتلام کا احتمال ہے تو اس کو اسی پر محمول کیا جائے گا۔ پھر یہ بھی احتمال ہے کہ یہ منی ہو جو ہوا کی وجہ سے پتلی ہو گئی ہو۔

اسی طرح یہاں وجود مرض مظنۂ خروجِ خون وریم ہے تو امر عبادات میں احتیاطاً حکم وجوب ہوا۔ منحۃ الخالق میں ہے:

قولہ وھذا التعلیل یقتضی انہ امر استحباب الخ ردہ فی النھر بان الامر للوجوب حقیقۃ وھذا الاحتمال راجح وبان فی فتح القدیر صرح بالوجوب وکذا فی المجتبی قال یجب علیہ الوضوء والناس عنہ غافلون[3] اھ ما فی المنحۃ۔

اس کے قول وھذا التعلیل یقتضی انہ امر استحباب الخ کی تردید نہر میں اس طرح کی ہے کہ امر حقیقۃً وجوب کے لیے ہے اور یہ احتمال راجح ہے اور یوں بھی کہ فتح القدیر میں وجوب کی تصریح کی ہے مجتبیٰ میں بھی یہی کہا ہے کہ اس پر وضو واجب ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں۔ منحہ کی عبارت ختم (ت)

ف۲

اقول والاولی ان یقول ان

اقول: بہتر یہ ہے کہ کہا جاوے وجوب پر

---

[1] فتح القدیر، نواقض وضوء ۱/۳۴
[2] فتح القدیر، فصل فی الغسل ۱/۵۴
[3] منحۃ الخالق علی البحر، نواقض الوضوء ۱/۳۲

Marfat.com

الوجوب منصوص علیہ کما نقلہ فی فتح القدیر وذلک لما علمت ان المحقق انما نقلہ فی النواقض بلفظۃ قالوا وبحث بنفسہ فی الحیض ان لاوجوب مالم یغلب علی الظن بامارۃ او اخبار طبیب۔

نص موجود ہے جیسا کہ فتح القدیر میں نقل کیا ہے، جیسا کہ تمہیں معلوم ہے۔ محقق نے اس کو نواقض میں اس سے نقل کیا ہے کہ "انہوں نے کہا" اور حیض کے باب میں بحث کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس وقت تک وضو واجب نہ ہوگا جب تک گمانِ غالب علامتوں یا طبیب کے بتانے سے حاصل نہ ہوجائے۔ (ت)

اخیر میں صاحبِ بحر نے بھی کلامِ فتح پر استدراک فرماکر مان لیا کہ یہ حکم وجوب کے لیے ہے۔ باب الحیض میں فرمایا:

وھو حسن لکن صرح فی السراج الوھاج بانہ صاحب عذر فکان الامر للایجاب[1]

اور وہ اچھا ہے لیکن سراج الوہاج میں تصریح ہے کہ وہ صاحب عذر ہے تو امر ایجاب کے لیے ہے۔ (ت)

غرض فریقین تسلیم کیے ہوئے ہیں کہ مدار اُس رطوبت کے خون وریم ہونے پر ہے قول تحقیق میں احتیاطاً احتمالِ دم پر ایجاب کیا اور خیالِ محقق وتلمیذ محقق میں جب تک دم کا غلبۂ ظن نہ ہوا استحباب رہا۔

ولہذا اشکِ رمد میں محقق ابن امیر الحاج نے بحثاً یہ قید بڑھائی کہ اُس کا رنگ متغیر ہو جس سے احتمالِ خون ظاہر ہو۔ حلیہ میں فرمایا:

وعلی ھذا فما فیہ (ای فی المجتبی) ان من رمدت عینہ فسال منھا ماء بسبب رمد ینتقض وضوءہ انتہی ینبغی ان یحمل علی ما اذا کان الماء الخارج من العین متغیرا بسبب ذلک[2] اھ مختصرا۔

اور اس بنا پر جو مجتبیٰ میں ہے کہ "اگر اس کی آنکھوں میں آشوبِ چشم ہوگیا اور ان میں سے پانی بہا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔" اس کا مطلب یہ لینا چاہیے کہ پانی آشوبِ چشم کی وجہ سے متغیر ہوکر نکلا ہو۔ (ت)

اقول اور تحقیق وہی ہے کہ وجود مرض مظنۂ دم ہے اُس کے ساتھ شہادتِ صورت کی حاجت نہیں جس طرح مسئلہ مذی میں معلوم ہوا۔

ولہذا امام برہان الدین صاحبِ ہدایہ نے کتاب التجنیس والمزید میں ناف سے جو پانی نکلے اس کے

---

[1] بحرالرائق، باب الحیض قبل باب الانجاس ۱/۲۱۶

[2] حلیہ

Marfat.com

زرد رنگ ہونے کی شرط لگائی کہ احتمالِ دمویت ظاہر ہو کما قدمنا نقلہ (جیسا کہ سابق میں نقل ہوا۔ ت)

اقول اور یہ منافی تحقیق نہیں کہ امام ممدوح کا یہاں کلام صورت وجودِ مرض میں نہیں اور بلا مرض بلاشبہ حکمِ دمویت کے لیے شہادت صورت کی حاجت۔

ولہذا حسن بن زیاد نے فرمایا اور وہ ایک روایت نادرہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بھی ہے اور جوہرہ و ینابیع وغیرہما بعض کتب میں اُس پر جزم کیا اور امام حلوانی نے خارش اور آبلے والوں کے لیے اُسی میں وسعت بتائی کہ دانوں سے جو صاف نتھرا پانی نکلے نہ ناپاک ہے نہ ناقضِ وضو کہ رنگت کی صفائی احتمالِ خون و ریم کو ضعیف کرتی ہے۔

کما تقدم نقلہ و ذکر الطحطاوی نفسہ فی حاشیتہ علی مراقی الفلاح ما نصہ عن الحسن ان ماء النفطۃ لاینقض قال الحلوانی وفیہ وسعۃ لمن بہ جرب او جدری او مجل وفی الجوہرۃ عن الینابیع الماء الصافی اذا خرج من النفطۃ لاینقض (الٰی قولہ) قال العارف باللہ سیدی عبدالغنی النابلسی وینبغی ان یحکم بروایۃ عدم النقض بالصافی الذی یخرج من النفطۃ فی کی الحمصۃ وان ما یخرج منہا لاینقض اذا کان ماء صافیا۔[1]

اور خود طحطاوی نے مراقی الفلاح کے حاشیہ میں حسن سے نقل کیا ہے کہ چھالے کا پانی وضو نہیں توڑتا ہے حلوانی نے کہا کہ اس میں خارش زدہ یا چیچک یا آبلے کے مریضوں کے لیے سہولت ہے، اور جوہرہ میں ینابیع منقول ہے کہ چھالے سے اگر صاف پانی نکلا تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ پھر کہا کہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی نے فرمایا کہ جو صاف پانی چیچک کے دانوں سے نکلتا ہے اس سے وضو نہ ٹوٹنے والی روایت پر فیصلہ کرنا چاہیے اور یہ کہ جب صاف پانی نکلے گا تو وضو نہ ٹوٹے گا۔ (ت)

جوہرہ نیرہ کی عبارت یہ ہے:

العرق المدنی اذا خرج من البدن لاینقض لانہ خیط لاماء واما الذی یسیل منہ ان کان صافیا لاینقض قال فی الینابیع الماء الصافی الخ۔[2]

مدنی رگ اگر بدن سے نکلے تو وضو نہ ٹوٹے گا کہ وہ دھاگا ہے بہنے والی چیز نہیں اور جو پانی اس سے بہے گا اگر وہ صاف ہو تو وضو نہ ٹوٹے گا جیسا کہ ینابیع میں ہے۔ (ت)

---

[1] طحطاوی علی مراقی الفلاح، نواقض وضوء ص ۵۱

[2] جوہرہ نیرہ، نواقض وضوء ۱/۱

Marfat.com

یہاں بھی اگرچہ وہی ہے کہ صاف پانی بھی ناقض مگر نہ اس لیے کہ مطلق جو رطوبت مرض سے نکلے ناقض ہے
بلکہ اُسی وجہ سے کہ دانوں آبلوں کے پانی میں ظن راجح یہی ہے کہ خون وریم رقیق ہو کر پانی ہو گئے کما اسلفت
عن الامام فقیہ النفس قاضی خاں (جیسا کہ ہم نے امام فقیہ النفس قاضی خان سے نقل کیا۔ ت)
بالجملہ اُن کے کلمات قاطبۃً ناطق ہیں کہ حکمِ نقض احتمال و ظنِ خون وریم کے ساتھ دائر ہے نہ کہ زکام سے ناک بہی
اور وضو گیا بحران میں پسینہ آیا اور وضو گیا پستان کی قوت ماسکہ ضعیف ہونے سے دودھ بہا اور وضو گیا ہرگز اس کا
کوئی قائل نہ قواعد مذہب اس پر مائل۔

ثم اقول: ان تمام دلائل قاہرہ و جل بازغ کے بعد اگر کچھ بھی نہ ہوتا تو یہ استظہار آپ ہی
واجب الرد تھا۔ زکام ایک عام چیز ہے غالباً جب سے دُنیا بنی کوئی فرد بشر جس نے چند سال عمر پائی ہو اُسے
کبھی نہ کبھی اگرچہ جاڑوں ہی کی فصل میں زکام ضرور ہوا ہو گا یقین عادی کی رُو سے کہا جاتا ہے کہ صحابہ کرام و
تابعین اعلام و ائمہ عظام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو خود بھی عارض ہوا ہو ایسی عموم بلوی کی چیز میں اگر نقض وضو کا
حکم ہوتا تو ایک جہان اُس سے مطلع ہوتا مشہور و مستفیض حدیثوں میں اس کی تصریح آئی ہوتی۔ کتب ظاہر الروایۃ
سے لے کر متون و شروح و فتاوٰے سب اُس کے حکم سے مملو ہوتے نہ کہ بارہ سو برس کے بعد ایک مصری فاضل
سید علامہ طحطاوی کی بعض عبارات سے اُسے بطور احتمال نکالیں اور خود بھی اُس کے اصل موضع بیان یعنی نواقض
وضو کے ذکر تک اُس کی طرف اُن کا ذہن نہ جائے حالانکہ آبِ رمد وغیرہ کا مسئلہ در مختار میں وہاں بھی مذکور تھا
باب الحیض میں جا کر خیال تازہ پیدا ہو ایسا خیال زنہار قابل قبول نہیں ہو سکتا تمام اصولِ حدیث و اصول فقہ
اس پر شاہد ہیں ہاں جسے رُعاف یعنی ناک سے خون جانے کا مرض ہے اور اسی حالت میں اُسے زکام ہوا
اور خون نکلنے کے غیر اوقات میں جو ریزش زکام کی آتی ہے سرخی لیے متغیر اللون آتی ہے جس سے آمیزشِ خون
مظنون ہے تو اس صورت میں نقضِ وضو کا حکم ظاہر ہے۔

وانما شرطنا ھھنا تغیر اللون المذکور لان العلۃ وان کانت موجودۃ فالمخاط لا یحدث منہا اعنی من الرعاف فاذا کان صافیا کان من محض الزکام واذا تغیر استند تغیرہ الی الرعاف بناء علی الظاھر وان امکن استنادہ الی اسباب اُخر ھذا ما عندی وارجو ان یکون صوابا ان شاء اللہ

اور یہاں ہم نے مذکور رنگ کے بدل جانے کی جو شرط لگائی ہے تو اس لیے ہے کہ اگرچہ علت موجود ہے لیکن رینٹ اس سے پیدا نہیں ہوتی یعنی نکسیر سے تو جب صاف ہو گی تو صرف زکام کی وجہ سے ہو گی اور جب متغیر ہو گیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نکسیر سے ہے، چونکہ ظاہر یہی ہے اگرچہ یہ دوسرے اسباب سے بھی ہو سکتا ہے میں یہی سمجھتا ہوں اور مجھے امید ہے

Marfat.com

تعالیٰ ورأیتنی کتبت علی ہامش نسختی الغنیة عند قوله ناقض علی الاصح لانه صدید ما نصه۔

ان شاء اللہ تعالیٰ درست ہی ہوگا، میں نے غنیہ کے نسخہ پر حاشیہ میں لکھا ہے کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ ناقض وضو ہے

قلت تعلیله النقض بانه صدید یبعد استظهار الطحطاوی النقض بالزکام لکونه ماء سال من علة وتعقبه الشامی بما صرحوا بان ماء فم النائم طاهر وان کان منتنا۔

قلت: اصل عبارت یہ ہے "ان کا وضو کے ٹوٹ جانے میں پیپ ہونے کو بطور علت قرار دینا طحطاوی کے اس قول کو رد کرتا ہے کہ وہ زکام کا پانی ہے اور بیماری کے باعث نکلا ہے۔ شامی نے اس پر اعتراض کیا ہے اور کہا کہ سونے والے کے منہ سے نکلنے والا پانی اگرچہ بدبودار ہی ہو ناقضِ وضو نہیں۔

اقول: لکن فیه ان النوم یرخی والمکث ینتن فلم یلزم کونه من علة وانما الناقض ما منها فافهم لکنی۔

اقول: لیکن اس میں یہ بات ہے کہ نیند سے اعضاء ڈھیلے پڑجاتے ہیں اور ٹھہرنے سے بدبو پیدا ہوتی ہے تو اس کا بیماری سے ہونا لازم نہ آیا اور ناقض وہ ہے جو صرف بیداری کی وجہ سے ہو فافہم۔

اقول: الزکام امر عام ولعله لم یکن انسان الا ابتلی به فی عمره مرارا ومتیقن انه وقع فی کل قرن وکل طبقة بل کل عام وفی عهد الرسالة وزمن الصحابة وایام الائمة بل لعلهم زکموا بانفسهم ایضا فلو کان ناقضا لوجب ان یشتهر حکمه ویملأ الاسماع ویعم البقاع ویتدفق منه بحار الاسفار قدیما وحدیثا فقها وحدیثا لا ان لا یذکر فی شیٔ من الکتب ویبقی موقوفا الی ان یستخرجه العلامة الطحطاوی علی وجه الاستظهار فی القرن الثالث عشر

اقول: زکام ایک عام چیز ہے شاید ہی کوئی انسان ایسا ہو جو اس میں کئی مرتبہ مبتلا نہ ہوا ہو اور یہ یقینی ہے کہ یہ بیماری ہر صدی، ہر طبقہ اور ہر سال میں ہوتی ہے۔ عہدِ نبوت اور عہدِ صحابہ و عہدِ ائمہ میں بھی تھا بلکہ شاید از خود انہوں نے زکام اپنے اندر پیدا کیا ہو، پس اگر یہ ناقضِ وضو ہوتا تو اس کا حکم مشہور ہوتا اور ہر شخص اس کو سنتا اور اس سے کتابیں بھری پڑی ہوتیں۔ یہ نہ ہوتا کہ اس کا ذکر کسی کتاب ہی میں نہ ہو اور تیرھویں صدی میں صرف علامہ طحطاوی آکر اس کو بطور استنباط کے نکالیں، اور تم یہ چیز جان چکے ہو کہ اس قسم کے معاملات میں اخبارِ آحاد مقبول نہیں کیونکہ

Marfat.com

وقد علمت ان ما كان هذا شانه لا يقبل
فيه حديث روى آحاد الان الأحادية مع
توفر الدواعي امارة الغلط والذي يظنه
العبد الضعيف ان ما كان خروجه معتادا
ولا ينقض لا ينقض ايضا اذا افحش و
ان عد حينئذ علة فيما يعد الا ترى ان
العرق لا ينقض فاذا فحش جدا كما في
بحران الحمو مراو بعض الامراض لم
ينقض ايضا كذلك الدمع واللبن والريق
فكذا المخاط ومن ادل دليل عليه ما
اجمعوا عليه ان من قاء بلغما فان نازلا
لا ينقض وان ملأ الفم ومعلوم انه لا
اختلاف في البلغم وماء الزكام في الحقيقة
وما يملؤ الفم كثير فوجب عدم النقض
بالزكام هذا ما ظهر لي والله تعالى اعلم
اھ ما كتبت عليه ونقلته كما اشتمل على
بعض فوائد والله سبحانه ولي التوفيق
وبه الوصول الى ذرى التحقيق والحمد
لله على ما علم وصلى الله تعالى على سيدنا
واله وسلم والله سبحنه وتعالى اعلم۔

دواعی کی کثرت کے باوجود صرف احاد کا وجود غلطی کی
علامت ہے، اور بندۂ ضعیف کی سمجھ میں جو بات
آتی ہے وُہ یہ ہے کہ جو چیز عادۃً خارج ہوتی ہو اور
ناقض نہ ہو وُہ خواہ کتنی زاید مقدار میں کیوں نہ ہو، وہ
ناقض نہ ہوگی، اور وہ خواہ بیماری ہی کیوں نہ سمجھی جائے
جیسے پسینہ وضو کو نہیں توڑتا ہے اب اگر یہ بہت
زاید ہوجائے جیسے بخار کی صورت میں اور بعض
دوسرے امراض میں تو بھی ناقضِ وضو نہ ہوگا،
یہی حال آنسو، دُودھ اور تھوک کا بھی ہے تو یہی
حال ناک (ناک کی ریزش) کا بھی ہوگا۔ اس کی
سب سے بڑی دلیل علماء کا اس پر اجماع ہے کہ
جس شخص کو قے ہُوئی تو اگر یہ سر سے آئے تو وضو
کو نہ توڑے گا خواہ منہ بھر کر ہی کیوں نہ ہو اور یہ
امر معلوم ہے کہ بلغم اور زکام کے پانی میں درحقیقت
کوئی فرق نہیں ہے، اور جو منہ بھر کر ہو وہ زاید
ہے، تو زکام سے وضو کا نہ ٹوٹنا ظاہر ہُوا۔ یہ
وہ ہے جو میرے لیے ظاہر ہُوا واللہ تعالیٰ اعلم
اس کے فوائد کی وجہ سے میں نے اس کو یہاں نقل
کیا ہے۔ (ت)

Marfat.com

فتوٰی مسمّٰی بہ

الطراز المعلم فیما ھو حدث من احوال الدم ۱۳۲۴ھ

منقش کتاب خون کے مختلف احوال سے بے وضو ہونے کی صورت میں (ت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۸ ۲ دوم ذی القعدۃ الحرام ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر خون چھلکا اور باہر نہ آیا تو وضو جائے گا یا نہیں اور اگر کپڑا اُس خون پر بار بار مختلف جگہ سے لگ کر آلودہ ہوا کہ قدر درم سے زائد ہوگیا تو ناپاک ہوگا یا نہیں اور اگر خارش وغیرہ کے دانوں پر جو چپک پیدا ہوتی ہے اُس سے کپڑا اُسی طرح بھرا تو کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

Marfat.com

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ شھد بھا لحمی ودمی والصلاۃ والسلام علی الطیب الطاھر النبی الامی وآلہ وصحبہ وسائر حزبہ ومن فی سبیلہ ادمی اودمی۔

یہاں تین صورتیں ہیں ،

اول : چھلکنا یعنی خون وریم وغیرہ نے اپنی جگہ سے اصلاً تجاوز نہ کیا بلکہ اُس پر جو کھال کا پردہ تھا وہ ہٹ گیا' جس کے سبب وہ شے اپنی جگہ پر نظر آنے لگی پھر اگر وہ کسی چیز سے مس ہو کر اُس میں لگ آئی مثلاً خون چھلکا اُسے انگلی سے چھوا انگلی پر اُس کا داغ آگیا یا خلال کیا یا مسواک کی یا انگلی سے دانت مانجے یا دانت سے کوئی چیز کاٹی ان اشیاء پر خون کی رنگت محسوس ہوئی یا ناک انگلی سے صاف کی اُس پر سُرخی لگ آئی اور ان سب صورتوں میں اُس ملنے والی شے پر اثر آجانے سے زیادہ خود اُس خون کو حرکت نہ ہوئی تو یہ بھی جگہ سے تجاوز کرنا نہ ٹھہرے گا کہ اُس میں آپ تجاوز کی صلاحیت نہ تھی اور اسی حکم میں داخل ہے یہ کہ دانہ آبلہ بدن کی سطح سے اُبھار رکھتا ہو۔ خون وریم اس کے باطن سے تجاوز کر کے اُس کے منہ پر رہ جائے منہ سے اصلا تجاوز نہ کرے کہ وہ جب تک دانوں یا آبلوں کے دائرے میں ہیں اپنی ہی جگہ پر گنے جائیں گے اگرچہ آبلے کے جرم میں حرکت کریں یہ صورت بالاجماع ناقضِ وضو نہیں نہ اس خون وریم کے لیے حکمِ ناپاکی ہے کہ مذہب صحیح ومعتمد میں جو حدث نہیں وہ نجس بھی نہیں ولہٰذا اگر خارش کے دانوں پر کپڑا مختلف جگہ سے بار بار لگا اور دانوں کے منہ پر جو چپک پیدا ہوتی ہے جس میں خود باہر آنے اور بہنے کی قوت نہیں ہوتی اگرچہ دیر گزرے تو وہ وہاں کی وہیں رہے گی اُس چپک سے سارا کپڑا بھر گیا ناپاک نہ ہوگا یہی حالت خون کی ہے جبکہ اُس میں قوتِ سیلان نہ ہو یعنی ظنِ غالب سے معلوم ہوا کہ اگر کپڑا نہ لگتا اور اُس کا راستہ کھلا رہتا جب بھی وہ باہر نہ آتا اپنی جگہ ہی پر رہتا ہاں اگر حالت یہ ہو کہ خون بہنا چاہتا ہے اور کپڑا لگ لگ کر اُسے اپنے میں لے لیتا ہے تجاوز نہیں کرنے دیتا یہاں تک کہ جتنا خون قاصدِ سیلان تھا وہ اُس کپڑے ہی میں لگ کر بچ گیا اور بہنے نہ پایا تو ضرور وضو جاتا رہے گا اور قدر درم سے زائد ہُوا تو کپڑا بھی ناپاک ہو جائے گا کہ یہ صورت واقع میں بہنے کی تھی کپڑے کے لگنے نے اُسے ظاہر نہ ہونے دیا۔

دوم : ابھرنا کہ خون وریم اپنی جگہ سے بڑھ کر جسم کی سطح یا دانے کے منہ سے اوپر ایک بولے کی صورت

Marfat.com

ہو کر رہ گیا کہ اس کا جرم سطح جسم و آبلہ سے اُوپر ہے مگر نہ وہاں سے ڈھلکا نہ ڈھلکنے کی قوت رکھتا تھا جیسے سُوئی چبھونے میں ہوتا ہے کہ خون کی خفیف بوند نکلی اور نقطے یا دانے کی شکل پر ہو کر رہ گئی آگے نہ ڈھلکی اور اسی قسم کی اور صُورتیں ان میں بھی ہمارے علماء کے مذہب اصح میں وضو نہیں جاتا یہی صحیح ہے اور اسی پر فتوے اور اسی حکم میں داخل ہے یہ کہ خون یا ریم اُبھرا اور فی الحال اس میں قوتِ سیلان نہیں اُسے کپڑے سے پونچھ ڈالا دوسرے جلسے میں پھر اُبھرا اور صاف کر دیا یوُں ہی مختلف جلسوں میں اتنا نکلا کہ اگر ایک بار آتا ضرور بہہ جاتا تو اب بھی نہ وضو جائے نہ کپڑا ناپاک ہو کہ ہر بار اتنا نکلا ہے جس میں بہنے کی قوت نہ تھی۔ ہاں جلسۂ واحدہ میں ایسا ہُوا تو وضو جاتا رہے گا کہ مجلس واحد کا نکلا ہوا گویا ایک بار کا نکلا ہوا ہے۔ یوں ہی اگر خون اُبھرا اور اس پر مٹی وغیرہ ڈال دی پھر اُبھرا پھر ڈالی اسی طرح کیا تو وضو نہ رہے گا جب کہ ایک جلسے میں بقدر سیلان جمع ہو جاتا کہ یہ بہتے ہی کی صورت ہے اگرچہ عارض کے سبب صرف اُبھرنا ظاہر ہوا اور ایک جلسے میں اتنا ہوتا یا نہ ہوتا اس کا مدار ٹھیک اندازے اور غلبۂ ظن پر ہے۔

سوم: بہنا کہ اُبھر کر ڈھلک بھی جائے یا کسی مانع کے باعث نہ ڈھلکے تو فی نفسہٖ اتنا ہو کہ مانع نہ ہوتا تو ڈھلک جاتا جس کی صُورتیں اُوپر گزریں یہ شکل ہمارے ائمہ کے اجماع سے ناقضِ وضو ہے اور کپڑا قدر درم سے زائد بھرے تو ناپاک۔ ہاں وُہ بہنا کہ صرف باطنِ بدن میں ہو ناقض نہیں کہ باطن انسان میں تو خُون ہر وقت دورہ کرتا ہے آنکھوں کے ڈھیلے بھی شرعاً باطنِ بدن میں داخل ہیں۔ ولہٰذا وضو و غسل کسی میں یہاں تک کہ حقیقی نجاست سے بھی اُن کے دھونے کا حکم نہ ہُوا تو اگر آنکھ کے بالائی حصّے میں کوئی دانہ پھوٹا اور خون و ریم اُس کے زیریں حصّے تک بہہ کر آیا مگر آنکھ سے باہر نہ ہوا وضو نہ جائے گا اور حسبِ قاعدہ معلومہ جب وہ حدث نہیں تو نجس بھی نہیں۔ پس اگر کپڑے سے اُسے پُونچھ لیا اور وہ کپڑا پانی میں گرا پانی ناپاک نہ ہوگا اور ناک کے سخت بانسے میں اختلاف ہے کہ اگر خون دماغ سے اتر کر اُس میں بہا اور نرم بانسے تک نہ پہنچا تو ناقض وضو ہوگا یا نہیں۔ مشہور تر یہ ہے کہ وضو نہ جائے گا کہ ناک کا سخت حصہ بھی اندر سے یقیناً باطنِ بدن میں داخل ہے و لہٰذا وضو و غسل کسی میں اُس کا دھونا واجب نہیں، اور انسب یہ ہے کہ وضو کر لے کہ اس موضع کا دھونا اگرچہ واجب نہیں وضو و غسل دونوں میں سنّت تو ہے۔ فتح القدیر میں ہے:

الخروج فی غیر السبیلین ھو تجاوز النجاسۃ الی موضع التطھیر فلو خرج من جرح فی العین دم فسال الی الجانب الاخر منھا لا ینقض لانہ لا یلحقہ حکم	سبیلین کے علاوہ کسی دوسرے مقام سے نجاست کے نکلنے کا مطلب یہ ہے کہ نجاست اس جگہ تک آجائے جس کو پاک کرنے کا حکم ہے۔ اب اگر آنکھ کے زخم سے خون نکل کر آنکھ ہی کے دوسرے

Marfat.com

هو وجوب التطهير اوندبه بخلاف مالو نزل من الراس الى مالان من الانف لانه يجب غسله فى الجنابة ومن النجاسة فينقض ولوربط الجرح فنفذت البلة الى طاق لا الى الخارج نقض ويجب ان يكون معناه اذا كان بحيث لولا الربط سال لان القميص لوتردد على الجرح فابتل لا ينجس مالم يكن كذلك لانه ليس بحدث ولو اخذه من راس الجرح قبل ان يسيل مرة فمرة ان كان بحال لوتركه سال نقض والا لا وفى المحيط حد السيلان ان يعلو وينحدر وعن ابى يوسف وعن محمد اذا انتفخ على راس الجرح وصار اكبر من راسه نقض والصحيح لا ينقض وفى الدراية جعل قول محمد اصح ومختار السرخسى الاول وهو اولى وفى مبسوط شيخ الاسلام تورم راس الجرح فظهر به قيح ونحوه لا ينقض مالم يجاوز الورم لانه لا يجب غسل موضع الورم فلم يتجاوز الى موضع يلحقه حكم التطهير۔[1]

حصہ تک آگیا تو وضو نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ اس کا دھونا نہ واجب ہے نہ مندوب۔ ہاں اگر سر سے بہہ کر ناک کے نرمہ تک آگیا تو وضو ٹوٹ جائے گا کہ اس حصہ کا غسل میں دھونا واجب ہے، اور نجاست سے بھی دھونا واجب ہے۔ اگر زخم پر پٹی باندھی تو تری پٹی کی تہہ تک آئی باہر نہ آئی تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ اس کا مفہوم یہی ہو سکتا ہے کہ خون ایسا تھا کہ اگر بندش نہ ہوتی تو بہہ نکلتا کیونکہ اگر قمیص بار بار زخم پر لگنے کی وجہ سے تر ہو جائے تو ناپاک نہ ہوگی جب تک کہ خون بہنے والا نہ ہو کیونکہ وہ حدث نہیں ہے اور اگر اس کو زخم کے سر سے بہنے سے قبل بار بار ہٹایا تو اگر خون اس نوعیت کا تھا کہ چھوڑ دیا جاتا تو بہہ نکلتا تو وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں۔ اور محیط میں بہنے کی حد یہ بتائی ہے کہ وہ اوپر جائے اور نیچے آئے۔ صاحبین فرماتے ہیں کہ اگر خون زخم سے ابھر آئے اور زخم کے سر سے بڑا ہو جائے تو ناقضِ وضو ہے، اور صحیح یہ ہے کہ ناقض نہیں ہے۔ درایہ نے محمد کے قول کو اصح قرار دیا ہے اور سرخسی کا مختار پہلا قول ہے اور وہی اولیٰ ہے۔ شیخ الاسلام کی مبسوط میں ہے کہ اگر سرِ زخم پر ورم آگیا اور اس سے پیپ وغیرہ ظاہر ہوا تو جب تک ورم سے تجاوز نہ کرے وضو کو نہ توڑے گا کہ ورم کی جگہ دھونا لازم نہیں ہے، تو وہ ایسی جگہ متجاوز نہ ہوا جس کو تطہیر کا حکم ہے۔ (ت)

---

[1] فتح القدیر، نواقض وضوء ۱/۳۴

Marfat.com

درمختار میں ہے :

لایجب غسل مافیہ حرج کعین وان اکتحل بکحل نجس[1]

اس کا دھونا واجب نہیں جس کے دھونے میں حرج ہو جیسے آنکھ خواہ اس میں ناپاک سرمہ ہی کیوں نہ لگایا ہو۔ (ت)

اُسی میں ہے :

المراد بالخروج من السبیلین مجرد الظھور وفی غیرھما عین السیلان ولو بالقوۃ لما قالوا لو مسح الدم کلما خرج ولو ترکہ لسال نقض والا لا کما لو سال فی باطن عین اوجرح اوذکر ولم یخرج[2]۔

سبیلین سے نکلنے سے مراد صرف ظاہر ہونا ہے اور غیر سبیلین میں بہہ جانا ضروری ہے خواہ بالقوۃ ہی ہو، کیونکہ فقہاء نے فرمایا کہ اگر کسی نے خون کو نکلتے ہی پونچھ دیا، تو اگر ایسا تھا کہ نہ پونچھنے کی صورت میں بہہ نکلتا تو وضو ٹوٹے گا ورنہ نہیں جیسے کہ آنکھ کے اندر یا زخم میں یا ذکر میں خون رہا اور باہر نہ نکلا تو وضو نہ ٹوٹے گا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

اذا وضع علیہ قطنۃ او شیئا اٰخر حتی ینشف ثم وضعہ ثانیا وثالثا فانہ یجمع جمیع ما نشف فان کان بحیث لو ترکہ سال نقض وانما یعرف ھذا بالاجتھاد وغالب الظن وکذا لو القی علیہ رمادا او ترابا ثم ظھر ثانیا فتربہ ثم وثم فانہ یجمع قالوا وانما یجمع اذا کان فی مجلس واحد مرۃ بعد اخری فلو فی مجالس فلا تاترخانیۃ ومثلہ فی البحر اقول وعلیہ فما یخرج من الجرح الذی ینزداائما ولیس فیہ قوۃ السیلان

اگر زخم پر رُوئی یا کوئی چیز رکھ دی جس سے خون جذب ہوگیا اور اسی طرح دوسری تیسری مرتبہ کیا جو خشک ہوا ہے اسے جمع کیا جائے گا، اگر وہ اتنا ہے کہ جذب نہ ہونے کی صورت میں بہہ جاتا تو ناقض وضو ہے، اور یہ چیز اجتہاد اور ظن غالب ہی سے معلوم ہوسکتی ہے۔ اسی طرح اگر خون پر راکھ یا مٹی ڈال دی اور پھر ظاہر ہوا اور بار بار یہی عمل کرتا رہا تو اس کو بھی جمع کیا جائے گا فقہاء نے فرمایا جمع اسی صورت میں کیا جائے گا جب ایک ہی مجلس میں بار بار بہہ نکلا ہو، اور اگر مختلف مجالس میں نکلا ہو تو جمع نہ کیا جائے گا،

[1] الدرالمختار، فرائض الغسل ۱/۲۸
[2] درمختار، نواقض وضو ۱/۲۵

Marfat.com

ولکنہ اذا ترك یتقوی باجتماعہ ولیسیل عن محلہ فاذا نشفہ اوربطہ بخرقۃ وصار کلما خرج منہ شیئ تشربتہ الخرقۃ ینظر ان کان ما تشربتہ الخرقۃ فی ذلك المجلس شیئا فشیئا بحیث لو ترك واجتمع لسال بنفسہ نقض والا لا ولا یجمع ما فی مجلس الی مجلس اٰخر[1]

(تتارخانیہ وغیرہ) میں کہتا ہوں اس پر ایسے زخم کو قیاس کرنا چاہئے جس سے خون مسلسل رستا ہو اور اس میں بہنے کی قوت نہ ہو لیکن اگر اس کو یونہی چھوڑ دیا جائے تو وہ اکٹھا ہو کر بہہ نکلے گا، اب اگر اس کو کپڑے سے باندھ دیا یا جذب کر لیا، اس طور پر کہ جونہی جذب ہوتا جائے تو دیکھا جائے گا کہ جو کچھ کپڑے میں آہستہ آہستہ جذب ہوا ہے اگر اس کو چھوڑ دیا جاتا تو بہہ نکلتا، تو یہ ناقضِ وضو ہوگا ورنہ نہیں اور دو مجلسوں کا خون جمع نہ کیا جائے گا۔ (ت)

اسی میں ہے :

صرح فی غایۃ البیان بان الروایۃ مسطورۃ فی کتب اصحابنا انہ اذا وصل الی قصبۃ الانف ینتقض وان لم یصل الی ما لان خلافا لزفر وان قول الھدایۃ ینتقض اذا وصل الی ما لان بیان لاتفاق اصحابنا جمیعا ای لتکون المسألۃ علی قول زفر ایضا لان عندہ لا ینتقض ما لم یصل الی ما لان فھذا صریح فی ان المراد بالقصبۃ ما اشتد[2]

غایۃ البیان میں ہے کہ ہمارے اصحاب کی کتب میں یہی روایت ہے کہ اگر خون بہہ کر ناک کے بانسے تک آگیا تو وضو ٹوٹ جائے گا خواہ ناک کے نرمہ تک نہ پہنچے۔ اس میں زفر کا اختلاف ہے۔ اور ہدایہ میں جو ہے کہ ناک کے نرمہ تک پہنچا تو ٹوٹے گا تو ہمارے اصحاب کے متفقہ فیصلہ کا بیان ہے یعنی یہ زفر کے نزدیک بھی ہے، کیونکہ ان کے نزدیک جب تک نرمہ تک نہ پہنچے ناقضِ وضو نہیں، یہ اس امر میں صریح ہے کہ قصبہ سے مراد سخت حصّہ ہے۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے :

ولیس ذلك الا لکونہ یندب تطھیرہ فی الغسل ونحوہ۔[3]

یہ اس لیے کہ غسل وغیرہ میں اس کا پاک کرنا مندوب ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار، نواقض وضوء ۱/۱۰۰ [2] ایضاً ، ۱/۹۹

[3] بحرالرائق، نواقض وضو ۱/۳۲

Marfat.com

اُسی میں ہے :

قالوا لاینقض ماظھر من موضعه ولم یرتق کالنفطة اذا قشرت ولا ما ارتقی عن موضعه ولم یسیل کالدم المرتقی من مغرز الابرة والحاصل فی الخلال من الاسنان وفی الخبز من العض وفی الاصبع من ادخاله فی الانف[1]

فقہا نے فرمایا وُہ خون وضو کو نہ توڑے گا جو اپنی جگہ سے ظاہر تو ہوا لیکن چڑھا نہیں، جیسے چھالے کو پھوڑ دیا جائے، اور نہ وُہ توڑے گا جو اپنی جگہ سے چڑھا تو سہی لیکن بہا نہیں جیسے سُوئی چُبھنے کی جگہ سے اُٹھنے والا خون یا خلال کے وقت دانتوں سے نکلنے والا خون یا روٹی کاٹنے میں نکلنے والا خون یا ناک میں انگلی کرنے سے نکلنے والا خون۔ (ت)

اسی طرح جامع الرموز میں محیط سے ہے عالمگیری میں ہے :

المتوضئ اذا عض شیئا فوجد فیه اثر الدم او استاك بسواك فوجد فیه اثر الدم لاینتقض مالم یعرف السیلان کذا فی الظھیریة اھ[2]

باوضو شخص نے کسی چیز کو کاٹا اور اس میں خون کا اثر پایا یا مسواک کی اور اس میں خون کا اثر پایا، تو جب تک بہنا معلوم نہ ہو وضو نہ ٹوٹے گا۔ ظہیریہ میں اسی طرح ہے۔ (ت)

تنبیہات عدیدة جلیلة مفیدة

متعدد تنبیہاتِ جلیلہ و مفیدہ :

الاوّل یقول العبد الضعیف لطف به المولی اللطیف لقد احسن المحقق البحر صاحب البحر فیما نقلنا عنه انفا فی مسئلة الخلال والخبز اذ جزم بھذا المصرح به المنصوص علیه من غیر واحد من المشایخ العظام ولم یرکن الی مایوھمه ظاھر مافی التبیین حیث قال ذکر الامام علاء الدین ان من اکل خبزا ورای اثر الدم فیه من اصول اسنانه ینبغی ان یضع اصبعه او طرف کمه علی ذلك الموضع فان وجد فیه اثر الدم انتقض وضوءه والا فلا اھ[3]

(ا) عبدِ ضعیف، خدا اس پر مہربانی کرے ــــ صاحب البحر نے منقولہ مسئلہ میں بہت اچھی رائے دی ہے یعنی خلال اور روٹی والے مسئلے میں، کیونکہ اس پر ایک سے زاید مشائخ نے جزم کیا ہے اور تبیین میں جو ذکر کیا ہے اس کے ظاہر کی طرف مائل نہ ہوئے اس میں ہے کہ علامہ علاء الدین نے ذکر کیا ہے جس نے روٹی کھاتے وقت دانتوں کی جڑوں میں خون دیکھا تو اسے چاہیے کہ اپنی انگلی یا آستین کا حصہ اس پر رکھ لے اب اگر اس پر بھی خون کا نشان پائے تو وضو ٹوٹ گیا ورنہ نہیں۔ (ت)

---

[1] بحرالرائق، نواقض وضوء ۱/۳۳
[2] فتاوٰی ہندیہ، نواقض وضوء ۱/۱۱
[3] تبیین الحقائق، نواقض وضو ۱/۸

Marfat.com

ورأیتنی کتبت علیہ ما نصہ **اقول** لوکان ظہور اثر الدم علی شیئ بالاتصال ناقضا مطلقا فلم لم ینقض حین رأی الدم علی الخبز اولا بل الواجب ان تکون فی نفسہ قوۃ التجاوز من محلہ لا ان یمسہ شیئ فیلتصق بہ وھذا اظہر من ان یظہر ولعلہ ھو المقصود ای یجرب ھل ھو سائل ام کان بادیا وانتقل الی الخبز بالمساس ولعل ظانا یظن ان البادی لقلتہ وعدم مددہ ینتشف بالمساس الاول فاذا وضع الاصبع اوالکم وظہر فیہ ظہر ان لہ مددا فلا یکون بادیا بل خارجا۔

میں نے اس پر جو لکھا ہے وہ یہ ہے : اگر کسی چیز پر خون کے اثر کا ظاہر ہونا اتصال کی وجہ سے مطلقاً ناقضِ وضو ہے تو جب روٹی پر دیکھا تھا تو وضو کیوں نہ ٹوٹا ؟ بلکہ ضروری یہ ہے کہ اپنے محل سے بہنے کی قوت ہو، یہ نہیں کہ محض کسی چیز کے لگنے سے اس پر نشان آجائے اور یہ بالکل ظاہر ہے اور غالباً مقصود یہی ہے کہ تجربہ کرکے دیکھ لیا جائے کہ آیا وہ بہنے والا ہے یا بادی ہے جو محض چھُو جانے سے روٹی کی طرف منتقل ہُوا ہے، شاید کوئی گمان کرنے والا یہ گمان کرے کہ بادی اپنی کمی کے باعث اور نہ پھیلنے کی وجہ سے لگتے ہی سُوکھ جائیگا پھر جب انگلی یا آستین اس پر رکھی جائے گی اور اس پر بھی ظاہر ہوجائے تو اس کے لیے پھیلنا ثابت ہوگا تو معلوم ہوگا کہ یہ صرف بادی نہ تھا بلکہ خارج تھا۔ (ت)

اقول ولیس بشیئ وکفی بالمشاھدۃ ردا علیہ وقد تقدم عن الفتح[1] ان القمیص لو تردد علی الجرح فابتل لاینجس مالم یکن بحیث لو ترک سال لانہ لیس بحدث اھ ماکتبت ثم رأیت وللہ الحمد ان جنح فی الحلیۃ الی تأویلہ بما ذکرت وھذا لفظہ الشریف م و لو عض شیئا فرأی علیہ اثر الدم فلا وضوء علیہ[2] ش وکذا لو خلل اسنانہ فرأی الدم رأس الخلال لا وضوء علیہ لانہ لیس بدم سائل ذکرہ قاضی خان وغیرہ[3] م وقال

میں کہتا ہُوں یہ کچھ نہیں ہے، مشاہدہ اس کے خلاف ہے اور فتح سے گزرا کہ قمیص اگر کسی زخم پر بار بار لگی اور بھیگ گئی تو ناپاک نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ زخم ایسا نہ ہو کہ اگر چھوڑ دیا جاتا تو بہہ نکلتا کہ وہ حدث نہیں ہے میرا حاشیہ ختم۔ پھر میں نے دیکھا وللہ الحمد، کہ حلیہ میں وہی تاویل کی ہے جو میں نے ذکر کی، ان کے لفظ یہ ہیں کہ "م" اگر کسی چیز پر کاٹا اور اس پر خون کا اثر دیکھا تو اس پر وضو نہیں "ش" اسی طرح دانتوں میں خلال کیا اور خلال پر خون کا اثر دیکھا تو اس پر وضو نہیں کیونکہ بہنے والا نہیں، اس کو قاضی خان وغیرہ نے ذکر کیا "م" اور بعض مشائخ نے فرمایا

[1] فتح القدیر، نواقض وضوء ۱/۳۴

[2] منیۃ المصلی، نواقض وضوء ص ۹۰

[3] حلیہ

Marfat.com

بعض المشایخ ینبغی ان یضع کمه او اصبعه فی ذلك الموضع ان وجد الدم فیه نقض والا فلا[1] ش هذا هو الشیخ الامام علاء الدین کما فی الذخیرة وغیرها والاحسن لا ینقض مالم یعرف السیلان کما فی الفتاوی الظهیریة والظاهر انه مراد الکل ومن ثم قال فی خزانة الفتاوی عض علی شیئ واصابه دم من بین اسنانه او اصاب الخلال ان کان بحیث لو ترك لا یسیل لا ینقض اھ[2] فالحمد لله علی کشف الغمة ثم راجعت الغنیة فرأیت ان الترجی الاخر الذی ترجیت بقولی ولعل ظانا یظن قد وقع فانه رحمه الله تعالٰی قال بعد قول بعض المشایخ وهذا هو الاحوط فانه اذا رأی الاثر یجب علیه ان یتعرف هل ذلك عن شیئ سائل بنفسه ام لا فاذا ظهر ثانیا علی کمه او اصبعه غلب علی الظن کونه سائلا والا فلا وفی الحاوی سئل ابراهیم عن الدم اذا خرج من بین الاسنان فقال ان کان موضعه معلوما وسال نقض وهو نجس وان لم یعلم وخرج مع البزاق فانه ینظر الی الغالب[3] اھ وقد اصاب رحمه الله تعالٰی

کہ اسے چاہیے کہ اپنی انگلی یا آستین وہاں رکھے پھر اگر اس پر خون پائے تو وضو ٹوٹے گا ورنہ نہیں "ش" یہی شیخ علاء الدین ہیں جیسا کہ ذخیرہ وغیرہ میں مذکور ہے۔ اور احسن یہ ہے کہ وضو اس وقت تک نہ ٹوٹے گا جب تک بہنا معلوم نہ ہو، جیسا کہ فتاوٰی ظہیریہ میں ہے، اور ظاہر یہ ہے کہ یہی سب کی مراد ہے اور اسی لیے خزانۃ الفتاوٰی میں کہا کہ اگر کسی چیز کو کاٹا اور اس کو دانتوں کے درمیان سے خون لگ گیا یا خلال سے لگ گیا، اگر وہ ایسا ہے کہ چھوڑ دیا جائے تو نہ بہے تو وضو نہ ٹوٹے گا، تو اللہ کا شکر ہے مشکلیں حل ہوئیں، پھر میں نے غنیہ کی طرف رجوع کیا تو اس میں دیکھا کہ دوسری ترجی جو میں نے ولعل ظانا یظن سے کی تھی واقع ہو گئی کیونکہ صاحبِ غنیہ نے بعض مشائخ کے قول وھذا ھو الاحوط کے بعد فرمایا، تو جب وہ خون کا اثر دیکھے تو یہ جاننے کی کوشش کرے کہ یہ خود بخود بہہ نکلا ہے یا نہیں، اب اگر دوبارہ آستین پر ظاہر ہو یا انگلی پر تو اس کو ظن غالب ہوگا کہ یہ بہنے والا ہے ورنہ نہیں، اور حاوی میں ہے کہ ابراہیم سے دانتوں کے درمیان سے نکلنے والے خون کی بابت دریافت کیا گیا تو فرمایا اگر اس کی جگہ معلوم ہے اور بہنے والا ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا اور وہ ناپاک ہے۔ اور اگر جگہ معلوم نہ ہو اور تھوک کے ساتھ نکلا ہو تو غالب کو

---

[1] منیۃ المصلی، نواقض وضو، ص ۹۰ [2] حلیہ [3] غنیۃ المستملی، نواقض وضو ص ۱۳۲

Marfat.com

اولا ان الواجب تعرف سیلانه بنفسه و اخرا حیث عقبه بقول ابرهیم المدیر للحکم علی السیلان وانما الزلة فی زعمه انه بظهوره علی الاصبع ثانیا یغلب علی الظن سیلانه وقد قدمت ما یکفی ویشفی و وقول الامام الاجل ظهیر الدین المرغینانی لقول الاکثرین انه الاحسن مع ظهور وجهه ومع انه علیه الاکثر وانه جزم به الاکابر کقاضی خان وصاحب المحیط وغیرهما لایقاومه قول الغنیة لخلافه احوط مع عدم ظهور وجهه بل ظهور وجه عدمه وانما الاحتیاط العمل باقوی الدلیلین کما فی الفتح والبحر وغیرهما لاجرم لم یعرج علیه المحقق الشارح نفسه فی شرحه الصغیر الملخص من هذا الکبیر انما اقتصر علی نقل قول ابرهیم ولله الحمد علی تواتر الائه علی عبده الاثیم۔

دیکھا جائے گا اھ آپ نے اولاً درست فرمایا کہ واجب یہ معلوم کرنا ہے کہ یہ خود بہنے والا ہے۔ اور آخر میں انہوں نے ابراہیم کا قول نقل کیا ہے جو سیلان پر حکم لگاتے ہیں البتہ اُن سے لغزش یہ ہوگئی کہ انہوں نے کہا کہ انگلی پر دوسری مرتبہ اثر ظاہر ہونے سے یہ ظن غالب ہوجائے گا کہ یہ بہنے والا ہے، اور میں اس پر تسلی بخش بحث کرچکا ہوں، نیز امام اجل ظہیر الدین مرغینانی کا قول اکثر کے قول کے لیے کہ یہی احسن ہے نیز اس کی وجہ ظاہر ہے اور اس پر اکثر ہیں، اور اکابر جیسے قاضی خاں اور صاحب محیط وغیرہ نے اس پر جزم کیا ہے، اس کے مقابلے میں غنیہ کے قول کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ اس کے برخلاف احوط ہے اور اس کی وجہ بھی ظاہر نہیں بلکہ اس کے عدم کی وجہ ظاہر ہے اور احتیاط تو زیادہ قوی دلیل پر عمل کرنے میں ہی ہے، جیسا کہ فتح اور بحر وغیرہما میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شارح محقق نے شرح صغیر میں جو اس شرح کبیر کا خلاصہ ہے توجہ نہ فرمائی، صرف ابراہیم کے قول کو نقل کرنے پر اکتفا کیا، والحمدللہ علی تواتر الائہ علی عبدہ الاثیم۔

الثانی عامة الرواة فی ما ذکرنا من الخلاف فی حد السیلان انه العلو والانحدار معا ام مجرد العلو علی نسبة الاول الی الامام الثانی والثانی الی الامام الشیبانی وقال فی الحلیة ظاهر البدائع انه ای الاول قول علمائنا الثلثة رضی الله تعالی عنهم اھ وفی الفوائد المخصصة لسیدی العلامة ابن عابدین اشتراط السیلان

دوسری چیز یہ ہے کہ اس اختلافی مسئلہ میں جو ہم نے ذکر کیا عام راویوں کا خیال یہ ہے کہ سیلان کی حد اوپر کو آنا اور نیچے کو جانا ہے یا صرف اوپر کو جانا ہے۔ پہلا قول دوسرے امام کی طرف منسوب ہے اور دوسرا امام شیبانی کی طرف۔ حلیہ میں ہے کہ بدائع سے ظاہر ہوتا ہے کہ پہلا ہمارے تینوں علماء رحمہم اللہ کا قول ہے اھ اور الفوائد المخصصہ جو سیدی علامہ

۱ حلیہ

Marfat.com

فی نقض الطہارۃ فیہ خلاف والصحیح اشتراطہ وان اخذ اکثر من راس الجرح خلافا لمحمد وجعلہا فی الظہیریۃ روایۃ شاذۃ عن محمد وفی التتارخانیۃ عن المحیط شرط السیلان مذہب علمائنا الثلثۃ وانہ استحسان وقال زفر رحمہ اللہ تعالٰی اذا علا فظہر علی راس الجرح ینتقض وضوءہ وھو القیاس[1] انتہی۔

اقول قد عرف مذہب زفر فی الہدایۃ وغیرھا النقض بمجرد الظہور فقولہ علا ای من الباطن وقولہ ظہر بمعنی التبیین دون الصعود کیف وزفر لا یشترط الانتفاخ والصعود بعد الوصول الی راس الجرح فلیعلم ذلک ورأیت فی خلاصۃ الامام طاہر بن عبدالرشید البخاری ما نصہ فی بعض نسخ الجامع الصغیر الدم اذا لم ینحدر عن راس الجرح لکن علا فصار اکبر من راس الجرح لا ینتقض وضوءہ[2] ثم رأیت فی وجیز الکردری جزم بعزوہ الجامع الصغیر کما سیاتی فافادت اطلاقہ القول یقینا ظاہرا انہ مذہب علمائنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم ثم ھو الذی صححہ عامۃ

ابن عابدین کی ہے' میں ہے کہ طہارت کے توڑنے میں سیلان کی شرط میں اختلاف ہے، اور صحیح یہ ہے کہ یہ شرط ہے اگرچہ زخم کے سر سے زائد لیا جائے۔ اس میں محمد کا خلاف ہے اور ظہیریہ نے اس کو محمد سے شاذ روایت قرار دیا ہے اور شرط سیلان تتارخانیہ میں محیط سے منقول ہے کہ یہی ہمارے تینوں علما کا مذہب ہے اور یہی استحسان ہے۔ اور زفر نے فرمایا کہ جب اوپر آیا اور زخم کے سرے پر ظاہر ہو گیا تو وضو ٹوٹ گیا اور یہی قیاس ہے انتہی۔

میں کہتا ہوں ہدایہ وغیرہ میں زفر کا مذہب یہ ہے کہ صرف ظاہر ہونے سے ہی وضو ٹوٹ جائے گا تو ان کے قول "علا" کے معنی باطن سے ہیں اور "ظہر" بمعنی تبیین ہے نہ کہ صعود کے معنی میں ہے۔ اور یہ کیونکر ممکن ہے جبکہ زفر پھولنے کی شرط نہیں لگاتے ہیں اور صعود تو زخم کے سر تک پہنچنے سے ہی ہوگا۔ لہذا یہ ذہن میں رکھنا چاہیے۔ میں نے طاہر بن عبدالرشید بخاری کے خلاصہ میں دیکھا کہ جامع صغیر کے بعض نسخوں میں ہے کہ خون جب زخم کے سرے سے نیچے نہ آئے لیکن اوپر آ کر زخم کے سرے سے بڑا ہو جائے تو وضو نہ ٹوٹے گا۔ پھر میں نے دیکھا کہ وجیز کردری نے اس قول کو جامع صغیر کی طرف قطعی طور پر منسوب کیا ہے جیسا کہ آئے گا تو ان کا اس کو مطلق رکھنا اس امر کی بظاہر علامت ہے کہ یہی ہمارے تینوں علماء کا

---

[1] فوائد مخصصہ، الفائدۃ الثانیہ ۱/۵۷ (رسائل ابن عابدین)

[2] خلاصۃ الفتاوٰی، نواقص وضو ۱/۱۷

Marfat.com

ائمة الفتوٰی کقاضی خان وغیرہ ممن
قصصنا او لم نقصص علیك ووقع ھھنا زلة[1]
قلم من المحقق البحر تبعه علیها العلامة
ط حیث قال فی البحر الرائق فی الدرایة جعل
قول محمد اصح واختارہ السرخسی وفی
فتح القدیر انه الاولٰی اھ وھو کما تری
سھو ظاھر وانما اختار السرخسی قول ابی
یوسف وایاہ جعل فی الفتح اولٰی کما نقلنا
لك نصه رحمھم اللہ تعالٰی جمیعا ورحمنا
بھم اٰمین نبه علیه العلامة ش قائلا
فاجتنبه[2] اھ

قلت ونسبة تصحیح قول محمد[2]
للدرایة منصوص علیها فی الفتح وتبعه
علیه من بعدہ حتی العلامة ش اذ انقل
کلامه ھذا فی رد المحتار واقرہ علیه
لکنه زعم فی منحة الخالق[3] حاشیة البحر
الرائق انه ذکر فی الدرایة قول ابی یوسف ثم
ذکر قول محمد ثانیا ثم قال والصحیح الاول
فلیراجع[3] اھ وھذا یقتضی انه انقلب الامر
علی الفتح ایضا کما انقلب علی البحر واذا صح
ھذا بقیت التصحیحات کلھا راجعة الی
قول ابی یوسف وھو اسکن للقلب وامکن
فلیراجع والعبد الضعیف لم یر ھھنا تصریح

مذہب ہے۔ پھر اسی کو عام ائمہ فتوٰی نے صحیح گردانا ہے
جیسا کہ قاضی خان وغیرہ نے کیا ہے یا ان لوگوں نے
جن کا ہم نے بیان کیا ہے یا نہ کیا ہے۔ یہاں صاحب
بحر سے لغزشِ قلم صادر ہوئی ہے اور علامہ طحطاوی نے
اس کی پیروی کی ہے بحرالرائق میں فرماتے ہیں
درایہ میں محمد کے قول کو اصح قرار دیا ہے اور اس کو
سرخسی نے اختیار کیا ہے۔ اور فتح القدیر میں ہے کہ یہی
اولٰی ہے اھ جیسا کہ آپ ظاہر دیکھتے ہیں یہ سہو ہے۔
سرخسی نے تو ابو یوسف کے قول کو اختیار کیا ہے اور
اسی کو فتح میں اولٰی کہا گیا ہے جیسا کہ ہم نے آپ کے
سامنے ان تمام حضرات کی تصریحات کو نقل کیا ہے
اللہ ان پر اور ہم سب پر رحم فرمائے، آمین۔ اس پر
علامہ ش نے یہ کہتے ہوئے تنبیہ کی ہے کہ فاجتنبہ اھ
میں کہتا ہوں کہ محمد کے قول کی تصحیح جو درایہ
میں ہے اس کی صراحت فتح میں موجود ہے اور بعد
والوں نے اس کی متابعت کی ہے یہاں تک کہ
علامہ ش نے بھی متابعت کی ہے جب ان کا یہی
قول رد المحتار میں نقل کیا اور اس کو درست قرار دیا۔
بحرالرائق کے حاشیہ منحۃ الخالق میں گمان ظاہر ہوگیا ہے
کہ انہوں نے پہلے ابو یوسف کا قول ذکر کیا ہے پھر
محمد کا قول ذکر کیا ہے پھر کہا ہے کہ صحیح پہلا ہے،
فلیراجع اھ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب
فتح کو بھی مغالطہ ہوگیا جیسا کہ صاحب بحر کو ہوا ہے

---

[1] بحرالرائق، نواقض وضوء ۱/۳۲ [2] ردالمحتار، نواقض الوضوء ۱/۱۰۰ [3] منحۃ الخالق علی بحرالرائق ۱/

Marfat.com

احد بتصحیح قول محمد بل ولا ترجیحا ماله
واختیاره اللّٰهم الا ما فی الفوائد المخصصة
عن الذخیرة عن الفقیه ابن جعفر عن محمد
بن عبد اللّٰه رحمه اللّٰه تعالٰی انه کان
یمیل فی ھذا الی انه ینتقض وضوءه و یراه
سائلا قال اعنی صاحب الذخیرة وفی فتاوی
النسفی ھکذا اھ[1] والا ما رأیت فی جواھر
الفتاوی من الباب الرابع المعقود لفتاوی
الامام الاجل نجم الدین النسفی ما نصه
رجل توضأ فعض الذباب بعض اعضائه
فظھر منه دم لا ینتقض الوضوء لقلته ولو
غرز فی عضوه شوکا او ابرة فظھر الدم ولم
یسل ظاھرا ینتقض وضوءه لان الظاھر
انه سال عن راس الجرح[2] اھ وھذا ما کان
اشار الیه فی الذخیرة ان ھکذا فی الفتاوی
النسفی والا مشیا علیه فی مجموع النوازل
نقله عنه فی الخلاصة ثم عقب بما فی نسخة
الجامع الصغیر ثم قال فعلی ھذا ینبغی ان
لا ینتقض اھ[3] والا ما وقع فی الکفایة من قوله
بعض مشایخنا رحمھم اللّٰه تعالٰی اخذوا
بقول محمد رحمه اللّٰه تعالٰی احتیاطا وبعضھم
اخذوا بقول ابی یوسف رحمه اللّٰه تعالٰی وھو
اختیار المصنف ای صاحب الھدایة رحمه
اللّٰه تعالٰی رفقا بالناس خصوصا فی حق

اور جب یہ صحیح ہُوا تو تمام تصحیحات ابو یوسف کے قول
کی طرف راجع ہونگی اور یہی چیز دل کو لگتی ہے اور زیادہ ممکن ہے،
فلیراجع۔ اور عبد ضعیف کو کوئی ایسی صراحت نہ
مل سکی جو محمد کے قول کو صحیح قرار دیتی ہو حالانکہ
نہ انکے قول کی کوئی ترجیح ملی ہے نہ ان کے قول کا مختار، ہاں
فوائد مخصصہ میں ذخیرہ سے بروایت فقیہ ابوجعفر محمد
بن عبد اللہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ اس صورت میں
ان کا میلان وضو کے ٹوٹنے کی طرف تھا اور وہ اس کو
بہنے والا سمجھتے تھے، صاحبِ ذخیرہ نے کہا کہ نسفی کے
فتاوٰی میں اسی طرح ہے نیز میں نے جواہر الفتاوی
کے چوتھے باب میں جو امام اجل نجم الدین نسفی کے
فتاوٰی میں ہے یہ صراحت پائی ہے کہ ایک شخص نے
وضو کیا اور اس کو مکھی نے کاٹ کھایا جس سے خون
ظاہر ہوا تو اس کا وضو نہ ٹوٹے گا کیونکہ یہ کم ہے۔
اور اگر اس نے اپنے کسی عضو پر کانٹا چبھویا یا سُوئی،
اور اس سے خون ظاہر ہُوا اور بہا نہیں تو وضو ٹوٹ
جائے گا کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ زخم کے سر سے بہا ہے اھ
یہی وُہ قول ہے جس کی طرف ذخیرہ میں اشارہ تھا
کہ ھکذا فی فتاوی النسفی ورنہ وہ دونوں اسی
طرف گئے ہیں مجموع النوازل میں، اس سے اس کو
خلاصہ میں نقل کیا ہے اس کے بعد وُہ ذکر کیا ہے جو
جامع صغیر کے نسخے میں ہے۔ پھر فرمایا کہ اس بنا
پر مناسب یہی ہے کہ وضو نہ ٹوٹے اھ نیز کفایہ میں ہے
کہ ہمارے بعض مشائخ نے احتیاطاً محمد کے قول کو

---

[1] الفوائد المخصصة من رسائل ابن عابدین ۱/ ۶۰ [2] جواہر الفتاوی [3] خلاصۃ الفتاوی نواقض وضو ۱/ ۱۷

Marfat.com

اصحاب القروح اھ[1]

اقول وھذا[ف1] اغرب من الکل لانہ ربما یوھم ان الاختیارین متکافئان و الاما وقع فی وجیز الامام الکردری حیث قال نوازل (ای قال فی مجموع النوازل) شاکہ شوکۃ او ابرۃ فاخرجھا وظھر دم و لم یسل نقض وفی الجامع الصغیر لم یتحدر الدم عن راسہ لکنہ علا وصار اکثر من راس الجرح لاینقض وھذا خلاف ما فی النوازل والاول عن الامام الثانی و الثانی عن محمد رحمھما اللہ تعالٰی والنقض اقیس لان مزایلتہ عن مخرجہ سیلان اھ[2]

قلت وانت تعلم ان قد انقلب علیہ الامر فی نسبۃ المذھبین الی حضرۃ الامامین۔

اقول وعجبا[ف2] منہ ان عزا ما عزا للجامع الصغیر جازما ثم قال والثانی ای عدم النقض عن محمد فان ما فی الجامع الصغیر مطلقا ان لم یکن ظاھرہ انہ قول ائمتنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم فلا اقل من ان یکون قول محمد فکیف ینسبہ الیہ بعن ثم لانظر الی قولہ اقیس مع ما مر من تصحیحات عامۃ الائمۃ قول عدم

اختیار کیا ہے اور بعض نے ابو یوسف کے قول کو اور یہی صاحبِ ہدایہ کا مختار ہے تاکہ لوگوں کو آسانی ہو بالخصوص پھوڑے پھنسیوں کے مریضوں کو اھ

میں کہتا ہوں یہ سب سے عجیب تر ہے کہ اس سے وہم ہوتا ہے کہ دونوں اختیار برابر ہیں، نیز امام کردری کی وجیز میں ہے، فرمایا مجموع النوازل میں کسی کو کانٹا چُبھا یا سُوئی چُبھی، اس نے ان کو نکال دیا، خون ظاہر ہوا مگر بہا نہیں، تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ جامع صغیر میں ہے خون زخم کے سرے سے اترا نہیں لیکن اوپر کو چڑھا اور زخم کے سرے سے زاید ہوگیا، تو وضو نہ ٹوٹے گا، یہ بات نوازل کے برعکس ہے اور پہلا قول دوسرے امام کا ہے اور دوسرا امام محمد کا ہے اور ٹوٹ جانا قیاس کے زیادہ مطابق ہے کہ خون کا اپنے مرکز سے جُدا ہونا ہی سیلان ہے اھ

میں کہتا ہوں کہ تمہیں معلوم ہے کہ ان کو دونوں اماموں کی طرف دونوں اقوال کے منسوب کرنے میں غلطی لگی ہے۔

اقول ان پر تعجب ہے کہ انہوں نے جو کچھ جامع صغیر کی طرف منسوب کیا قطعیت کے ساتھ کیا، پھر کہا کہ دوسرا یعنی وضو نہ ٹوٹنے کا قول محمد کا ہے، کیوں کہ جامع صغیر میں تو مطلق ہے اور وہ بظاہر ہمارے تینوں اماموں کا قول ہے اگر ایسا نہ بھی ہو تو کم از کم محمد کا تو قول ہے ہی۔ تو پھر وہ ان کی طرف "عن" سے کیوں منسوب کرتے ہیں؟ پھر میں ان کے قول "اقیس"

---

[1] کفایۃ مع الفتح القدیر، نواقض وضوء ۱/۴۰
[2] فتاوٰی بزازیہ علی الہندیہ نوازل ۴/۱۲

Marfat.com

النقض بلفظ ھو الصحیح والاصح والمختار وغیرھا ویقطع النزاع ما رأیت فی جواھر الاخلاطی وفی الفوائد المخصصۃ عن الذخیرۃ والتتارخانیۃ ثلثتھم عن فتاوٰی خوارزم وفی الھندیۃ عن المحیط واللفظ للاولی اذا لم ینحدر عن رأس الجرح و لکن علا فصار اکبر من رأس الجرح لا ینتقض وضوؤہ والفتوی علی عدم النقض فی جنس ھذہ المسائل[1] اھ واللہ الموفق۔

الثالث ابو یوسف یجمع القیئ اذا اتحد المجلس ولا یعتبر السبب وعکس محمد وقولہ الاصح ونقلت النقول ھھنا علی اعتبار المجلس قال فی الحلیۃ فعلی ھذا یحتاج محمد رحمہ اللہ تعالٰی الی الفرق و اللہ تعالٰی اعلم بذلک[2] اھ واشار فی رد المحتار الی ما یحذ وحذ وجوابہ فقال کانھم قاسوھا علی القیئ ولما لم یکن ھنا اختلاف سبب تعین اعتبار المجلس فتنبہ[3] اھ

اقول ھذا عجیب فان من یعتبر السبب وھو الامام الربانی اذا وجد

کی طرف دیکھتا ہوں، نیز یہ کہ عام ائمہ نے عدم نقض کی تصحیحات لفظ ھو الصحیح، الاصح اور مختار وغیرہ سے کی ہیں، پھر اس نزاع کا فیصلہ اس عبارت سے ہوتا ہے جو میں نے جواہر اخلاطی، فوائد مخصصہ میں ذخیرہ سے، اور تتارخانیہ میں دیکھی، تینوں نے فتاوٰی خوارزم سے نقل کیا، اور ھندیہ میں محیط سے ہے اور لفظ پہلی کتاب کے ہیں کہ جب خون زخم کے سرے سے اترا نہیں لیکن اوپر کو چڑھا اور زخم کے سرے سے بڑا ہوگیا تو اس کا وضو نہ ٹوٹے گا، اور اس جیسے مسائل میں فتوٰی وضو نہ ٹوٹنے پر ہے واللہ الموفق۔

تیسرا یہ کہ ابو یوسف اتحادِ مجلس کے وقت قے کو جمع کرتے ہیں اور سبب کا لحاظ نہیں کرتے۔ اور امام محمد اس کے برعکس کرتے ہیں اور ان کا قول اصح ہے۔ اور نقلیں اعتبار مجلس پر متواتر ہیں۔ حلیہ میں کہا کہ اس بنا پر محمد کو فرق کی حاجت ہے واللہ تعالٰی اعلم بذالک اھ اور رد المحتار میں انہی جیسے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور فرمایا کہ گویا ان حضرات نے اس کو قے پر قیاس کیا ہے اور چونکہ یہاں اختلافِ سبب کا اعتبار نہیں ہے تو مجلس کا اعتبار متعین ہوگیا تو متنبہ ہونا چاہئے اھ

میں کہتا ہوں یہ عجیب ہے اس لیے کہ سبب کا

---

[1] بحوالہ فوائد مخصصہ، مقدمہ ۱/۶۰
[2] حلیہ
[3] رد المحتار، نواقض وضوء ۱/۱۰۰

Marfat.com

ما هو علة حکم الجمع عنده لو لا یحکم به و
یعدل عنه الی ما قد سقط اعتباره عنده
لاجل ان العلة دائمة ههنا وان دوام
العلة انما یقتضی دوام الحکم لا لغاءها و
اسناده الی غیرها فان **قیل** قد یدوم
السبب ههنا شهورا و دهورا فکیف یجمع
الاخر الی الاول۔

قلت هذا اعتراف بان اتحاد
السبب لا یقوم باقتضاء حکم الجمع فلم
یکن فیه دفع الایراد بل تسلیمه
لکنی۔

اقول یتخالج[1] صدری ما یدفع
هذا والایراد جمیعا ان شاء الله تعالی
وهو انا لا نسلم[2] ههنا اتحاد السبب بل الروح
اذا احست بالم تتوجه لدفاعه فتتبعها
الریح والدم فلاجتماعها یحدث الورم
وتزداد الحرارة فیثقل اجتماع الدم
ههنا غیر ان الطبیعة تضن بالدم الصالح
ان تدفعه ولذلك اذا فصد المریض یتقدم
الدم الفاسد خروجا وعن هذا کانت
الحجامة احب من الفصد لان الفصد
یشق العرق فیثج الدم ثجا فمع شدة
تحفظ الطبیعة علی الدم الصالح تعجز عن
امساکه کلیا لانه بانفتاح مجراه یسیل بطبعه سیلانا
قویا فمع حجز الطبیعة یخرج شیئ من الصالح قهرا علیها
بخلاف الحجامة فان الخروج فیها ضعیف

اعتبار کرنے والے امام ربانی نے جب جمع کرنے کے
حکم کی علت واجب کی تو اس پر حکم کیوں نہ لگایا اور
اس طرف کیوں عدول کیا جس کا ان کے نزدیک اعتبار
ہی نہیں ہے کیونکہ یہاں علت دائمی ہے اور علت
کا دوام حکم کے دوام کو چاہتا ہے، نہ یہ کہ اس علت کے
باطل کرنے اور حکم کو کسی اور علت کی طرف منسوب کرنے
کو چاہتا ہے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ یہاں یہ ممکن ہے
کہ سبب مدتِ دراز تک رہے تو آخر کو اول کے
ساتھ کیسے ملایا جائے گا؟

میں کہتا ہوں یہ اس امر کا اعتراف ہے
کہ سبب کا اتحاد جمع کے حکم کے اقتضاء کے ساتھ قائم
نہیں ہوتا ہے، تو یہ اعتراض کا جواب نہ ہوا بلکہ
اس کو تسلیم کرنا ہوا۔

لیکن میں کہتا ہوں میرے دل میں ایک بات
آتی ہے جس سے یہ اور دیگر سب اعتراض دفع
ہو جاتے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ، اور وہ یہ ہے
کہ ہم یہاں مجلس کا اتحاد تسلیم نہیں کرتے ہیں بلکہ
روح جب کسی تکلیف کا احساس کرتی ہے تو اس
کے دفاع کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو اس کے ساتھ
ہوا اور خون آتا ہے جس کی وجہ سے ورم ہو جاتا ہے
اور حرارت زائد ہو جاتی ہے تو یہاں خون کا جمع ہونا
بھاری ہوتا ہے مگر طبیعت خونِ صالح کو رائیگاں
نہیں کرتی ہے اس لیے مریض جب فصد کھلواتا ہے
تو اولاً فاسد خون ہی اس سے نکلتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ
سنگی لگوانا فصد سے بہتر ہے کہ فصد رگ کو پھاڑ

Marfat.com

فتقوى الطبيعة على احراز الصالح كما ينبغي واذا كان الامر كذلك لا تنبعث للطبيعة داعية دفع الدم المنتقل الى ههنا مع الروح الا اذا عملت فيه الحرارة الملتهبة من اجتماع الثلاث الحارات فينفسد بنضج يحصل له بعد بلوغه كمال صلاحه و ح تترك الطبيعة الظن به و يزداد الناذي فتحب دفعه فتنفجر القرحة فيجعل الدم يخرج على شاكلته في الحجامة دون الفصد لان الانفتاح ههنا ايضا في الجلد لا في العرق فيكون خروجه لضعف لا بدفق شديد غيران القدر المتهيئ منه للخروج وهو الذي تحول مزاجه من الصلاح و عدل قوامه للخروج اذا خرج خرج اعني تتعاقب اجزاؤه ولا ينبغي لبعضه القعود خلف بعض حتى يحصل بين خروج ابعاضه طفرات وتخللات انقطاع لان المقتضي موجود والمانع مفقود فلا يزال يخرج حتى ينتهي ثم اذا كان الاذى باقيا بعد لا تزال الروح تتوجه اليه فيعقب الخارج دم آخر صالح ويمكث حتى يعرض له ما عرض لسالفه فيخرج كما خرج وهكذا فظهر ان كل خروج بعد انقطاع من دون منع انما ينشؤ من سبب جديد فيجب ان لا يجمع الاما تلاحق شيئا فشيئا كما ذكرنا وهو المعنى ان شاء الله تعالى باتحاد

دیتی ہے تو خون تیزی سے بہتا ہے اور طبیعت باوجود شدت حفاظت کے اس کو پوری طرح روکنے پر قادر نہیں ہوتی ہے کیونکہ رگ کھولنے کے آلے سے خون بہتا ہے اور باوجود طبیعت کے روکنے کے کچھ نہ کچھ صالح خون بھی بہہ جاتا ہے، سنگی میں یہ بات نہیں ہے اس میں خون کا بہاؤ کمزور رہوتا ہے اور طبیعت صالح خون کو روک لیتی ہے اور ایسی صورت میں طبیعت کو کوئی داعیہ اس خون کے دفع کرنے کا روح کے ساتھ لاحق نہیں ہوتا ہے ہاں صرف اس صورت میں جبکہ تیز حرارت اس میں عمل کرے جو تین حرارتوں کے اجماع سے پیدا ہوتی ہے تو وہ خون پکنے کی وجہ سے فاسد ہو جاتا ہے، یہ پکنا اس خون کی صلاحیت کی تکمیل کے بعد ہو ہے اور اس وقت طبیعت اس کا خیال چھوڑ دیتی ہے اور تکلیف زیادہ ہو جاتی ہے تو طبیعت اس کے دفع کرنے کو چاہتی ہے اور زخم پھٹ پڑتا ہے، تو سنگی میں خون اپنی طبیعت کے موافق نکلتا ہے، فصد میں ایسا نہیں ہے کہ یہاں شگاف جلد میں ہے نہ کہ رگ میں، تو وہ کمزوری سے نکلتا ہے نہ کہ قوت سے ہاں وہ مقدار جو نکلنے کو تیار ہوتی ہے صرف وہی ہوتی ہے جس کا مزاج خراب ہو چکا ہوتا ہے، اور جب وہ نکلتا ہے تو پورا نکلتا ہے یہ نہیں کہ اس کے بعض اجزا دوسرے اجزا کے پیچھے رک جائیں اور نکلنے میں رکاوٹ اور خلل پیدا ہوتا رہے، کیونکہ مقتضی موجود اور مانع مفقود ہے، تو وہ نکلتا رہے گا یہاں تک کہ ختم ہو جائے، اور چونکہ تکلیف تاحال باقی ہے اس لئے

Marfat.com

المجلس لان المجلس نفسه معتبر حتى اذا بدأ الدم فانتقل الانسان من فوره لا يجمع ما خرج هنا مع ما خرج انفاً و ان بقي جالساً كما هو طول النهار وخرج دم اول الصبح وانقطع ثم خرج شيء عند الغروب يجمع هذا مع الاول فان هذا بعيد من الفقه كل البعد و بالجملة علامة اتحاد السبب ههنا هو التلاحق واختلافه هو تخلل الانقطاع طبعاً لا قسراً بخلاف القيء فان الطبيعة تحتاج فيه الى دفع الثقيل الذي ميله الطبعي الى الاسفل على خلاف طبعه الى جهة الاعلى فربما لا تقدر عليه الا تدريجاً كما هو مرئي مشاهد فما دام الطبيعة في الهيجان فهو سبب واحد وان تخلل الانقطاع فاذا سكنت ثم هاجت فهو سبب جديد هذا ما ظهر لفهمي القاصر فتأمل وتبصر فلعل بعضه يعرف وينكر۔

الرابع انما المنقول عن ائمة المذهب رضي الله تعالى عنهم في النجس الخارج من غير السبيلين شرط السيلان ليس الا وفيه خلاف زفر وخلاف بينهم ان السيلان مجرد العلو او مع الانحدار كما سمعت كل ذلك على هذا كانت كلماتهم حتى جاء الامام ابو الحسين احمد بن محمد القدوري رحمه الله تعالى

روح بھی اس کی طرف متوجہ رہے گی، اور نکلنے والے خون کے بعد خون صالح نکلے گا اور ٹھہرے گا یہاں تک کہ اس کو بھی وہ عارض ہو جائے جو اس سے پہلے والے کو عارض ہوا تھا اور اسی طرح نکلے گا جیسے پہلا نکلا تھا، اور اسی طرح جاری رہے گا۔ پس معلوم ہوا کہ ہر خروج جو انقطاع کے بعد ہو اور اس میں کوئی رکاوٹ نہ ہو سبب جدید سے ہوگا لہٰذا اس کو جمع نہیں کرنا چاہیے، صرف اسی کو جمع کیا جائے جو تھوڑا تھوڑا رِستا ہو جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور ان شاء اللہ اتحاد مجلس سے یہی مراد ہے کہ مجلس بذاتہ معتبر ہے یہاں تک کہ جب خون شروع ہوا اور انسان فوراً اس جگہ سے منتقل ہو گیا تو دونوں کو جمع نہ کرے گا جو نکل چکا ہے اس کو اور جو ابھی نکلا ہے اس کو، اور اگر تمام دن ایک ہی جگہ بیٹھا رہا اور صبح کے پہلے حصہ میں خون نکلا پھر منقطع ہو گیا اور غروب کے وقت پھر نکلا، تو اس کو صبح کے نکلے ہوئے کے ساتھ جمع کرنا عقل سے بعید ہے۔ خلاصہ یہ کہ اتحاد سبب کی علامت یہاں پر تسلسل ہے، اور اختلاف مجلس سے مراد طبعی طور خون کے نکلنے میں انقطاع کا ہونا ہے نہ کہ جبراً، بخلاف قے کے، کیونکہ اس میں طبیعت ثقیل کو دور کرنے کے طور محتاج ہوتی ہے جس کا طبعی میلان نیچے کی طرف ہے، جبکہ اس کا یہ میلان اوپر کی طرف نہیں ہے، ہاں تدریجاً اس پر قادر رہے جیسا کہ مشاہدہ میں آتا ہے، تو جب تک طبیعت میں ہیجان پایا جائے تو اس کو ایک ہی سبب سمجھنا چاہیے

Marfat.com

فزاد فی الکتاب قید التجاوز الی موضع یلحقه حکم التطہیر ثم تطافرت عامة الکتب علی اتباعه متونا وشروحا و فتاوٰی قال فی المنیة تفسیر السیلان ان ینحدر عن راس الجرح واما اذا علا عن راس الجرح ولم ینحدر لایکون سائلا وقال بعضہم اذا خرج وتجاوز الی موضع یلحقه حکم التطہیر فہو سیلان یعنی اذا خرج الدم من راسه الی الانف او اذنه ان سال الی موضع یجب تطہیره عند الاغتسال نقض والافلا[۱] اھ

اگرچہ انقطاع واقع ہو اور اگر طبیعت پُرسکون ہونے کے بعد پھر جوش مارے تو یہ نیا سبب ہے، یہ میری ناقص سمجھ میں آیا ہے فتامل وتبصر، شاید اس میں کچھ درست ہو اور کچھ نہ ہو۔

چوتھا یہ کہ ائمہ مذاہب سے اس نجاست کے بارے میں جو غیر سبیلین سے نکلے سیلان کی شرط منقول ہے۔ اس میں زفر اور دوسرے فقہاء کے مابین اختلاف ہے کہ سیلان صرف اوپر کو آتا ہے یا نیچے کو بھی آتا ہے، جیسا کہ تم سُن چکے ہو، یہی ان کی تحقیقات تھیں، پھر امام ابوالحسین احمد بن محمد قدوری رحمہ اللہ آئے تو انہوں نے اس جگہ بہہ کر آنے کی شرط کا اضافہ کیا جس کو پاک کرنے کا حکم لاحق ہو پھر تمام شروح ومتون نے اسی کی پیروی کی اور یہی چیز فتاوٰی میں آئی۔ منیہ میں فرمایا کہ سیلان کی تفسیر یہ ہے کہ زخم کے سرے سے نیچے آئے، اور اگر اوپر آیا لیکن نیچے نہ اُترا تو بہنے والا نہ ہوگا۔ اور بعض فقہائے نے فرمایا کہ جب اس جگہ تک تجاوز کرے جس کو پاک کرنے کا حکم ہے تب سیلان ہے یعنی جب خون اس کے سر سے اس کی ناک یا کان کی طرف نکلا، اب اگر اس جگہ تک آگیا جس کو غسل میں دھونا لازمی ہے تو وضو ٹوٹے گا ورنہ نہیں اھ

قال المولی الحلبی فی شرحه الحلیة هذا البعض هو الشیخ ابوالحسین القدوری ومن حذا حذوه[۲] اھ

مولیٰ حلبی نے شرح حلیہ میں فرمایا یہ بعض شیخ ابوالحسین قدوری اور ان کے ہم خیال حضرات ہیں۔

ثم الذی کانت تتوارد علیه کلماتهم من بعد ان المراد بحکم التطہیر هو الوجوب ولو فی الغسل کما افصح عنه فی المنیة وقال العلامة ابرهیم الحلبی

پھر فقہاء اس پر متفق تھے کہ حکمِ تطہیر سے مراد وجوب ہے خواہ غسل ہی میں کیوں نہ ہو جیسا کہ منیہ میں ہے، اور علامہ ابراہیم حلبی نے اس کی شرح غنیہ میں فرمایا کہ الی موضع

---

[۱] منیة المصلی، نواقض وضوء ص ۹۰ [۲] حلیة

Marfat.com

فی شرحہا الغنیۃ (الی موضع یلحقہ حکم التطہیر) ای یجب تطہیرہ فی الجملۃ فی الوضوء او الغسل او ازالۃ النجاسۃ الحقیقیۃ[1] اھ وقال الحدادی فی الجوہرۃ النیرۃ شرح مختصر القدوری قولہ یلحقہ حکم التطہیر یعنی یجب تطہیرہ فی الحدث او الجنابۃ حتی لو سال الدم الی ما لان من الانف نقض الوضوء[2] اھ وقال الامام صدر الشریعۃ فی شرح الوقایۃ (سال الی ما یطہر) ای الی موضع یجب تطہیرہ فی الجملۃ اما فی الوضوء او فی الغسل[3] اھ وقال سلطان الوزراء العلامۃ ابن کمال باشا فی ایضاح الاصلاح (سال الی ما یطہر) ای الی موضع یجب ان یطہر فی الوضوء او فی الغسل بالغسل او بالمسح[4] اھ وقال العلامۃ اکمل الدین البابرتی فی العنایۃ شرح الہدایۃ قولہ یلحقہ التطہیر المراد ان یجب تطہیرہ فی الجملۃ کما فی الجنابۃ حتی لو سال الدم من الراس الی قصبۃ الانف انتقض الوضوء لان الاستنشاق فی الجنابۃ فرض[5] اھ وقال الامام فخر الدین الزیلعی فی تبیین الحقائق غیر السبیلین اذا خرج منہا شیئ ووصل الی موضع یجب

یلحقہ حکم التطہیر سے مراد یہ ہے کہ اس جگہ کا دھونا فی الجملہ واجب ہو غسل میں وضو میں یا نجاست حقیقیہ کا اس جگہ سے زائل کرنا واجب ہوا ـــــ مختصر القدوری کی شرح الجوہرۃ النیرۃ میں حدادی نے فرمایا کہ ملحقہ حکم التطہیر سے مراد یہ ہے کہ اس کو حدث یا جنابت میں پاک کرنا واجب ہو یہاں تک کہ خون اگر بہہ کر ناک کے زمہ کی طرف آیا تو وضو ٹوٹ جائے گا اھ اور امام صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں فرمایا "سال الی ما یطہر" کا مطلب یہ ہے کہ اس جگہ تک بہہ کر آیا جس کا دھونا وضو یا غسل میں ضروری ہو اھ

اور سلطان الوزراء ابن کمال پاشا نے ایضاح الاصلاح میں فرمایا "سال الی ما یطہر" کی تشریح میں فرمایا یعنی وہ جگہ جس کا پاک کرنا وضو یا غسل میں دھونے یا مسح کرنے کے ساتھ واجب ہے اور علامہ اکمل الدین بابرتی نے عنایہ شرح ہدایہ میں فرمایا کہ "یلحقہ حکم التطہیر" سے مراد یہ ہے کہ جس کا پاک کرنا فی الجملہ ضروری ہو جیسے جنابت میں، یہاں تک کہ اگر خون سر سے بہہ کر ناک کے بانسہ تک آگیا تو وضو ٹوٹ جائے گا، کیونکہ جنابت میں ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے اھ اور امام فخر الدین زیلعی نے تبیین الحقائق میں فرمایا کہ سبیلین کے علاوہ سے اگر کوئی چیز نکل کر اس مقام تک آئی جس کا جنابت وغیرہ میں

---

[1] غنیۃ المستملی، نواقض وضوء ص ۱۳۱
[2] جوہرہ نیرہ، نواقض وضوء ۱/۹
[3] شرح وقایہ، نواقض وضوء ۱/۷۰
[4] بحوالہ فتح المعین، نواقض وضو ۱/۴۱
[5] عنایۃ علی حاشیہ فتح القدیر، نواقض وضوء ۱/۳۳

Marfat.com

تطهیرہ فی الجنابۃ و نحوہ ینقض الوضوء اھ[1] وقال الامام السید جلال الدین الکرلانی فی الکفایۃ اذا کان فی عینہ قرحۃ ووصل الدم منھا الی جانب اٰخر من عینہ لا ینقض الوضوء لانہ لم یصل الی موضع یجب غسلہ اھ[2] وقال السید برھان الدین ابرھیم بن ابی بکر بن محمد بن الحسین الاخلاطی الحسینی فی جواھرہ خروج الدم الی وسط الاذن حیث یجب ایصال الماء الیہ فی الاغتسال ناقض الوضوء اھ[3] وقال العلامۃ عبد العلی البرجندی فی شرح النقایۃ قولہ الی ما یطھر ای الی موضع یجب تطھیرہ فی الغسل اھ[4] وقال الامام شیخ الاسلام بکر خواھر زادہ فی مبسوطہ علی ما نقلہ عنہ فی الفتح و البحر وغیرھما تورم راس الجرح فظھر بہ قیح و نحوہ لا ینقض ما لم یجاوز الورم لانہ لا یجب غسل موضع الورم فلم یتجاوز الی موضع یلحقہ حکم التطھیر اھ[5] وقال المولی حسام الدین السغناقی فی النھایۃ اول شروح الھدایۃ علی ما اثر

پاک کرنا ضروری ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا اھ اور امام سیّد جلال الدین کرلانی نے کفایہ میں فرمایا کہ جب اس کی آنکھ میں پھوڑا ہو اور اس سے خون بہہ کر آنکھ کی دوسری جانب آجائے تو وضو نہ ٹوٹے گا کہ وہ ایسی جگہ بہہ کر نہیں آیا جس کا دھونا فرض ہو اھ، اور سیّد برہان الدین ابراہیم بن ابی بکر بن محمد بن حسین الاخلاطی الحسینی نے اپنے جواہر میں فرمایا کہ خون کا کان کے درمیان نکلنا جہاں غسل میں پانی کا پہنچانا لازم ہے وضو توڑ دیتا ہے اھ علامہ عبد العلی برجندی نے شرح نقایہ میں فرمایا کہ ان کا قول الی موضع یجب تطھیرہ سے مراد غسل میں پاک کرنا مراد ہے اھ امام شیخ الاسلام بکر خواہر زادہ نے اپنی مبسوط میں فرمایا، جیسا کہ ان سے بحر اور فتح وغیرہ میں منقول ہے کہ اگر زخم کے سرپر ورم آگیا اور اس میں پیپ وغیرہ ظاہر ہوئی تو وضو اس وقت تک نہ ٹوٹے گا جب تک ورم سے متجاوز نہ ہو کیونکہ مقام ورم کا دھونا واجب نہیں ہے تو وہ اس مقام تک نہ پہنچا جس کو حکم تطہیر ہے اھ مولی حسام الدین سغناقی نے نہایہ میں، جو ہدایہ کی پہلی شرح ہے فرمایا، جیسا کہ ان سے حلیہ میں منقول ہے کہ

---

[1] تبیین الحقائق، نواقض وضوء ۱/۸ [2] کفایۃ مع فتح القدیر، نواقض وضو ۱/۳۴

[3] جواہر الاخلاطی [4] شرح نقایہ برجندی نواقض الوضوء ۱/۲۱

[5] فتح القدیر، نواقض الوضوء ۱/۳۴

Marfat.com

عنه فی الحلیة فی شرح قوله الی موضع
یلحقه حکم التطهیر المراد ان یجب تطهیره
فی الجملة کما فی الجنابة اھ[1] وھذا ھو
المستفاد من معراج الدرایة شرح الهدایة
ومن الملتقط ومن الدرر ومن غیرها و
سترد علیك نقولها ان شاء الله تعالٰی
وبه جزم العلامة عمر بن نجیم فی النهر
الفائق وقال العلامة السید ابو السعود
الازھری فی فتح الله المعین نقلا عن
ابیه السید علی الحسینی ان المراد
بحکم التطهیر وجوبه فی الوضوء والغسل
ولو بالمسح اھ[2] فهذا ما ارتکز فی اذھان
العامة جیلا فجیلا غیر ان المحقق علی
الاطلاق الامام الهمام کمال الدین
محمد بن الهمام زاد الندب ایضا حیث
یقول لو خرج من جرح فی العین دم فسال
الی الجانب الاخر منها لا ینتقض لانه لا
یلحقه حکم وجوب التطهیر او ندبه
بخلاف ما لو نزل من الراس الی ما لان
من الانف لانه یجب غسله فی الجنابة
ومن النجاسة فینتقض اھ[3] وتبعه
تلمیذه المحقق فی الحلیة قائلا بعد
نقله ما یاتی عن الاتقانی فعلی ھذا المراد

الی موضع یلحقه حکم التطهیر سے مراد یہ ہے
کہ اس جگہ کا دھونا فی الجملہ واجب ہو جیسے جنابت میں
اھ، اور یہی چیز ہدایہ کی شرح معراج الدرایہ سے
معلوم ہوتی ہے اور ملتقط اور درر وغیرہ سے بھی، ان
کی نقول آپ ابھی پڑھ لیں گے ان شاء اللہ۔ اور اس
پر علامہ عمر بن نجیم نے نہر الفائق میں جزم کیا اور علامہ
سید ابو السعود الازہری نے فتح اللہ المعین میں اپنے
باپ سید علی حسینی سے نقل کرتے ہُوئے فرمایا کہ حکم
تطہیر سے مراد تطہیر کا وجوب وضو یا غسل میں ہے
خواہ مسح سے ہی ہو اھ۔ یہ ہے وہ جو نسلاً بعد نسل
علماء کے ذہن میں جم چکا تھا، صرف اتنا ہوا امام ہمام
کمال الدین محمد بن الہمام نے ندب کا اور اضافہ فرمایا
وُہ فرماتے ہیں کہ اگر آنکھ کے زخم سے خون بہہ کر آنکھ
کی دوسری طرف آگیا تو وضو نہ ٹوٹے گا کیونکہ نہ تو
اس کو وجوب تطہیر کا حکم لاحق ہوتا ہے اور نہ ہی ندب
کا بخلاف اس کے کہ اگر سر سے بہہ کر ناک کے نرم تک
آیا کہ اس کا دھونا جنابت میں اور نجاست سے لازم
ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا اھ اور ان کی اتباع کی حلیہ
میں ان کے شاگرد محقق نے، انہوں نے اتقانی کا
قول نقل کرنے کے بعد، جو آگے آئے گا، فرمایا کہ
اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خون اس جگہ تک آجائے
کہ جس کی پاکی واجب یا مندوب ہو، جیسا ہم نے
ابھی اشارہ کیا اھ میں کہتا ہوں کہ ان کے قول الے

[1] مستفاد من الکفایۃ مع فتح القدیر، نواقض الوضوء، ۱/۳۴ [2] فتح المعین، نواقض الوضوء ۱/۴۱ [3] فتح القدیر، نواقض الوض

Marfat.com

ان یتجاوز الی موضع یجب طہارتہ او تندب کما اشرنا الیہ آنفا اھ[1]

قلت والاشارۃ فی قولہ الی موضع یلحقہ حکم التطہیر ای شرع فی حقہ الحکم الذی ھو التطہیر اھ فان المشروع یعم المندوب

اقول وربما یترشح ھذا التعمیم من النہایۃ ایضاً فانہ مع تصریحہ بان المراد الوجوب کما تقدم فرع علیہ بقولہ حتی لو سال الدم الی قصبۃ الانف انتقض الوضوء لان الاستنشاق فی الجنابۃ فرض وفی الوضوء سنۃ وکذلک فی المبسوط اھ[2] فان الاستنان لو لم یکف لکان ذکرہ عبثاً الا ان یقال المراد انہ وان لم یکن فی الوضوء الا سنۃ لکنہ فی الغسل فرض فتحقق التجاوز الی ما یجب تطہیرہ فی الجملۃ فتکون زیادۃ ھذہ الجملۃ تحقیقا لقولہ فی ما سبق فی الجملۃ وھذا ھو الذی یتعین حمل کلامہ علیہ کیلا یخالف اٰخرہ اولہ۔

اقول وکذلک لظاھر کلام المحقق حیث اطلق تجاذب فی الاول والاٰخر فانہ عمم الندب ثم ذکر النزول الی مالان وعللہ بوجوب غسلہ فی الغسل ومعلوم ان المفہوم معتبر فی کلمات العلماء ولو کان

موضع یلحقہ حکم التطہیر میں اشارہ اس طرف ہے کہ اس جگہ تک آجائے کہ جس کو ایک حکم یعنی تطہیر مشروع ہے اھ مشروع مندوب کو بھی شامل ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہی تعمیم نہایہ سے بھی مترشح ہوتی ہے اس لیے کہ انہوں نے اگرچہ یہ تصریح کی ہے کہ اس سے مراد وجوب ہے مگر اس کے بعد اس پر تفریع کرتے ہوئے فرمایا یہاں تک کہ اگر خون ناک کے بانسہ کی طرف بہہ آیا تو وضو ٹوٹ جائے گا کہ ناک میں پانی ڈالنا غسلِ جنابت میں فرض اور وضو میں سنّت ہے یہی مبسوط میں ہے اھ کیونکہ اگر سنّت ہونا کافی نہ ہوتا تو اس کا ذکر بیکار ہوتا، ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر وہ وضو میں سنّت ہی ہو لیکن غسل میں فرض ہے تو فی الجملہ اس جگہ کی طرف نکلنا متحقق ہوگیا جس کو تطہیر کا حکم واجب ہے ——— تو یہ جملہ ان کے پہلے جملے کی تحقیق ہوگا، اور اسی پر ان کے کلام کو محمول کرنا چاہیے تاکہ اس کا آخر اس کے اول سے معارض نہ ہو۔

میں کہتا ہوں کلامِ محقق کا ظاہر بھی یہی ہے اس لیے کہ انہوں نے اول اور آخر میں تجاذب کو مطلق رکھا، انہوں نے ندب کو عام کیا پھر ناک کے نرمہ کی طرف نزول کا ذکر کیا، پھر اس کی وجہ یہ بتائی کہ اس کا غسل میں دھونا واجب ہے، اور یہ طے شدہ ہے کہ علماء کے کلام میں مفہوم معتبر

---

[1] حلیہ [2] النہایۃ

Marfat.com

الحکم عندہ کذلک فی النزول الی ما اشتد
کان الظاہر ان یذکرہ ویعللہ بندب غسلہ
فی الغسل والوضوء کی یکون مثالا لما زاد
من الندب ولا یوھم خلاف المراد لکنہ
رحمہ اللہ تعالیٰ لم یزد امن اتباع العامۃ
فانھم انما صوروا المسألۃ ھکذا کما ستعرفہ
ان شاء اللہ تعالیٰ ثم لم ار من تبعہ بعدہ
غیر تلمیذہ حتی اتی المحقق البحر فشید ار
کانہ فی بحرہ قائلا انما فسرنا الحکم بالاعم
من الواجب والمندوب لان ما اشتد
من الانف لا تجب طہارتہ اصلا بل
تندب لما ان المبالغۃ فی الاستنشاق
لغیر الصائم مسنونۃ وقد صرح فی معراج
الدرایۃ وغیرہ بانہ اذا نزل الدم الی قصبۃ
الانف نقض وفی البدائع اذا نزل الدم الی
صماخ الاذن یکون حدثا وفی الصحاح صماخ
الاذن خرقہا ولیس ذلک الا لکونہ یندب
تطہیرہ فی الغسل ونحوہ فقول بعضہم المراد
ان یصل الی موضع تجب طہارتہ محمول
علی ان المراد بالوجوب الثبوت وقول الحدادی
اذا نزل الدم الی قصبۃ الانف لا ینقض
محمول علی انہ لم یصل الی ما یسن ایصال
الماء الیہ فی الاستنشاق توفیقا بین العبارات
وقول من قال اذا نزل الدم الی ما لان من
الانف نقض لا یقتضی عدم النقض اذا وصل

ہوتا ہے، اور اگر سخت حصہ کی طرف نزول کی صورت
میں بھی ان کے نزدیک یہی حکم ہوتا تو بظاہر ان کو اس
کی علت بھی بتانی چاہئے تھی اور یہ کہنا چاہئے تھا
کہ اس کا دھونا غسل اور وضو میں مندوب ہے تاکہ
ندب کا جو انہوں نے اضافہ کیا ہے اس کی مثال
پہنچانا، اور مراد کے برخلاف کا وہم پیدا نہ ہوتا لیکن
انہوں نے عام علماء کی روش سے انحراف نہ کیا،
انہوں نے صورتِ مسئلہ اسی طرح بیان کی ہے جیسا
کہ تم عنقریب جان لوگے ان شاء اللہ تعالیٰ پھر
میں نے ان کے بعد سوائے ان کے شاگرد کے
اور کسی کو ان کی اتباع کرتے ہوئے نہ پایا۔ پھر
محقق بحر آئے اور اپنی بحر میں ان کی تائید کی اور فرمایا
کہ ہم نے حکم تطہیر کی تفسیر واجب اور مندوب دونوں
سے کی ہے کہ ناک کے سخت حصہ کا دھونا کسی حال میں
ضروری نہیں، بلکہ صرف مندوب ہے، کیونکہ ناک میں
پانی ڈالتے وقت مبالغہ کرنا روزہ دار کے علاوہ
ہر شخص کے لیے مسنون ہے اور معراج الدرایۃ وغیرہ
میں تصریح کی کہ خون جب ناک کے بانسہ کی طرف
آجائے تو وضو ٹوٹ جائے گا، اور بدائع میں ہے
کہ خون جب کان کے سوراخ تک آگیا تو وضو
ٹوٹ گیا، اور صحاح میں ہے صماخ الاذن
کان کا سوراخ، اور اس کی وجہ یہی ہے کہ
اس کا دھونا غسل وغیرہ میں مندوب ہے، تو
بعض علماء کا یہ کہنا کہ الی موضع تجب طہارتہ
سے مراد یہ ہے کہ وجوب سے ثبوت مراد ہے اور

Marfat.com

الی ما اشتد منه الا بالمفہوم والصریح بخلافه وقد اوضحه فی غایۃ البیان والعنایۃ والمراد بالوصول المذکور سیلانه[1] اھ

حدادی کا قول اذا نزل الدم الی قصبة الانف لاینقض اس پر محمول ہے کہ خون اس جگہ تک نہ پہنچا جہاں تک ناک میں پانی ڈالتے وقت پانی کا پہنچنا مسنون ہے تاکہ تمام عبارات میں مطابقت ہو جائے، اور جس نے کہا کہ خون جب ناک کے نرمہ تک آجائے تو وضو توڑ دے گا اس کا مطلب یہ نہیں کہ جب سخت حصہ تک آئے گا تو وضو نہ توڑے گا، صرف مفہوم مخالف میں ہی کہا جا سکتا ہے، اور تصریح اس کے خلاف ہے، اور اس کو غایۃ البیان اور عنایہ میں واضح کیا ہے اور وصول مذکور سے مراد اس کا بہنا ہے۔

اقول تاویله کلام الحدادی فی السراج الوھاج کانه یرید به ان الی فی کلامه لاخراج الغایۃ ای نزل الدم من الراس وانتھی الی مبدء ما اشتد من الانف من دون ان ینزل منه شیئ فیه و ھذا کان محتملا لولا ان الحدادی صرح فی مختصر سراجه ان المراد بالحکم الوجوب وفرع علیه تقیید الانتقاض بالنزول الی مالان کما تقدم وسیأتی عنھا ما ھو انص واجلی ورده اخوه وتلمیذه العلامۃ عمر فی النھر الفائق بقوله وھذا وھم وانی یستدل بما فی المعراج وقد علل المسألۃ بما یمنع ھذا الاستخراج فقال ما لفظه لو نزل الدم الی قصبۃ الانف انتقض بخلاف البول اذا نزل الی قصبۃ الذکر ولم یظھر فانه لم یصل الی موضع

اقول، اس کی تاویل حدادی کا کلام ہے سراج الوہاج، گویا ان کا ارادہ یہ ہے کہ الی ان کے کلام میں اخراج غایت کے لیے ہے، یعنی خون سر سے اترا اور ناک کے سخت حصہ کے شروع تک پہنچا لیکن ناک میں قطعاً نہ آیا، اس کا احتمال اس وقت تھا جبکہ حدادی اپنی مختصر سراج میں اس امر کی تصریح نہ کر چکے ہوتے کہ حکم سے مراد وجوب ہے اور اس پر یہ تفریع بھی کی ہے کہ وضو اسی وقت ٹوٹے گا جب ناک کے نرم حصہ تک خون آجائے جیسا کہ گزرا، اور اس سے زیادہ صریح اور واضح آئیگا۔ اس کی تردید ان کے بھائی اور شاگرد علامہ عمر نے نہر الفائق میں کی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ یہ وہم ہے، وہ معراج کی عبارت سے کیسے استدلال کر سکتے ہیں، حالانکہ انہوں نے مسئلہ کی تعلیل اس طرح کی ہے کہ اس کی روشنی میں یہ استنباط درست نہیں ہو سکتا ہے اس میں فرماتے ہیں " اگر خون ناک کے بانسہ تک اتر آیا

---

[1] بحرالرائق، نواقض وضو، ۱/ ۳۱-۳۲

Marfat.com

بلحقه حكم التطهير و في الانف وصل فات الاستنشاق في الجنابة فرض كذا في المبسوط اھ وقد افصح هذا التعليل عن كون المراد بالقصبة مالان منها لانه الذي يجب غسله في الجنابة وكذا قال الشارح (اى شارح الكنز يعني الامام الزيلعي) لونزل الدم من الانف انتقض وضوؤه اذا وصل الى مالان منه لانه يجب تطهيره وحمل الوجوب في كلامه على الثبوت مما لا داعي اليه وعلى هذا فيجب ان يراد بالصماخ الخرق الذي يجب ايصال الماء اليه في الجنابة وبهذا ظهران كلامهم مناف لتلك الزيادة اھ كلام النهر[1]۔

تو وضو ٹوٹ جائے گا، جبکہ پیشاب اگر ذکر کی نالی تک آجائے تو وضو نہ ٹوٹے گا کیونکہ وہ اس جگہ تک نہیں پہنچا ہے جس کو حکمِ تطہیر لاحق ہو، اور ناک میں ایسی جگہ تک پہنچ چکا تھا، کیونکہ جنابت کی صورت میں ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے کذا فی المبسوط اھ ۔ اس تعلیل سے معلوم ہوا کہ قصبہ سے مراد مالان من الانف ہے کیونکہ جنابت میں وہی دھویا جاتا ہے، شارح نے بھی یہی فرمایا (کنز کے شارح زیلعی مراد ہیں) کہ اگر خون ناک سے اتر آیا تو وضو ٹوٹ جائے گا، بشرطیکہ ناک کے نرم حصہ تک آگیا، کیونکہ اس کا دھونا واجب ہے، اور ان کے کلام میں وجوب کو ثبوت پر محمول کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، اور اس بنا پر صماخ سے مراد وہ سوراخ ہے جس تک جنابت میں پانی کا پہنچانا لازم ہے، اس سے معلوم ہُوا کہ ان کا کلام اس زیادتی کے منافی ہے ۔ یہاں تک نہر کا کلام ختم ہوا۔

اقول کفی بابداء التوفیق بین کلماتهم داعیا الیه ان امکن و کلام المعراج ان لم یثبت الزیادة فلا ینفیها و کلام الشارح انما ینافی بلحاظ مفهوم المخالفة وقد اجاب عنه البحر بان المفهوم لا یعارض الصریح فیجب عنده ان یراد ان المفهوم غیر مراد کی لا تتعارض کلمات الاسیاد نعم فی الاستناد بالمعراج منع

اقول: ان کے کلام میں تطبیق کا ظاہر کرنا اس کے لیے بطور داعی کے کافی ہے اگر ممکن ہو۔ اور معراج کا کلام اگر زیادتی ثابت نہ کرے تو اس کے منافی نہیں اور شارح کا کلام اس کے منافی ہے بلحاظ مفہومِ مخالف کے ۔ اس کا جواب بحر نے یہ دیا ہے کہ مفہومِ مخالف صریح کے معارض نہیں ہوتا ہے، تو ان کے نزدیک لازمی طور مفہوم مخالف مراد نہ ہوگا تاکہ بزرگوں کے کلام میں تعارض نہ ہو۔ ہاں معراج سے استدلال کرنے

---

[1] نہر الفائق

Marfat.com

ظاهر فان ظاهر قوله نزل الى قصبة الانف وان كان مفيد التعميم ما اشتد وما لان فان بالنزول الى ما اشتد يتحقق النزول الى القصبة قطعا وان لم يصل الى المارن لكن يكدره تعليله آخرا بافتراض الاستنشاق كما ذكره في النهر۔

اقول لاسيما وقد ترك على ما نقل في النهر من كلام المبسوط لفظة وفي الوضوء سنة كما تقدم نقله عن الحلية عن النهاية عن المبسوط فلو كان مراده العموم لما ترك ما يفيده واقتصر على ما لايعطيه وانتصر العلامة الشامي للبحر الرائق في منحة الخالق فقال يتعين ان يحمل قول المعراج فان الاستنشاق في الجنابة فرض على معنى ان اصل الاستنشاق فرض وان يبقى اول كلامه على ظاهره من غير تاويل[1] الخ

اقول كيف يخالف بين محمليهما مع ان اخره على اوله دليل قال لما سيأتي قريبا عن غاية البيان ان النقض بالوصول الى قصبة الانف قول اصحابنا وان اشتراط الوصول الى ما لان منه قول زفر[2] الخ

پر ایک واضح اعتراض ہے، کیونکہ ان کے قول نزل الی قصبۃ الانف کا ظاہر اگرچہ سخت اور نرم دونوں حصّوں کو عام معلوم ہوتا ہے کیونکہ سخت حصہ کی طرف نزول بانسہ کی طرف قطعاً نزول ہے اگرچہ نرمہ کی طرف نہ پہنچے لیکن ناک میں پانی ڈالنے کو فرض کہنے سے اس کی تعلیل کرنا اس کو مکدر کر دیتا ہے جیسا کہ نہر میں ذکر کیا ہے۔

اقول: خاص طور پر ایسی صورت میں جبکہ نہر میں مبسوط کا کلام نقل کرتے ہوئے وفی الوضوء سنۃ کا لفظ ترک کر دیا ہے، جیسا کہ یہ منقول ہوا حلیہ میں نہایہ سے مبسوط سے، تو اگر ان کی مراد عموم کی ہوتی تو مفیدِ مقصد کلمہ ترک نہ کرتے اور وہ بات نہ کہتے جو ان کو مفید نہیں ہے۔ اور علامہ شامی نے منحۃ الخالق میں بحر الرائق کی تائید میں فرمایا کہ معراج کے قول فالاستنشاق فی الجنابۃ فرض کو اس معنی پر محمول کرنا لازم ہے کہ اصل استنشاق فرض ہے اور یہ کہ اس کے کلام کی ابتدا کو اس کے ظاہر پر محمول کیا جائے، تاویل نہ کی جائے الخ

اقول: ان دونوں کے مفہوم ایک دوسرے سے مخالف کیونکر ہو سکتے ہیں حالانکہ ان کا آخر اول پر دلیل ہے، عنقریب غایۃ البیان سے آئے گا کہ ناک کے بانسہ تک خون پہنچنے سے وضو کا ٹوٹنا ہمارے اصحاب کا قول ہے اور نرمہ تک پہنچنے کا قول زفر کا ہے۔

---

[1] بحوالہ منحۃ الخالق علی حاشیہ بحر الرائق ١/٣١ — [2] ایضاً ١/٣٢

Marfat.com

اقول هذا کان له محل لو ان المعراج کان هو المتفرد بهذا فکان یجب رد کلامه الی وفاق الجمهور مهما امکن لکن عامة الکتب مصرحة ههنا بتقیید النقض بما لان کما ستسمعه ان شاء الله تعالٰی فجعلهم جمیعا غافلین عما حکی الاتقانی فی غایة البیان فی غایة البعد غایة الامر ان یحمل علی اختلاف الروایات فانی یجب رد ما فی المعراج الی ما فی الغایة ثم علی هذا ایضا انما کان السبیل ان یحمل کلامه اولا واٰخرا علی بیان ما اذا نزل الی ما لان والسکوت عما نزل الی ما اشتد کما اختارہ البحر لا ان یجعل اٰخر کلامه مخالفا لاوله مع کونهما مطلبا ودلیلا قال) وان قول من قال اذا وصل الی ما لان منه لبیان الاتفاق وکان صاحب النهر لم یطلع علی ذلك حتی قال ما قال[1] اھ

اقول، اس کی گنجائش اس وقت تھی جب کہ معراج ہی اس بابت تنہا ہوتے تو حتی المقدور ان کے کلام کو جمہور کے کلام کی طرف لوٹایا جاتا لیکن یہاں تو عام نصوص میں نرمہ کی قید موجود ہے، جیسا کہ عنقریب آئے گا، تو ان تمام حضرات کو غافل قرار دینا جیسا کہ اتقانی نے نقل کیا ہے انتہائی نامناسب بات ہے، زیادہ سے زیادہ اختلافات روایات پر محمول کیا جا سکتا ہے لہٰذا جو کچھ معراج میں ہے اس کو غایۃ کی طرف لوٹانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ پھر اس بنیاد پر ان کے کلام کو اولاً و آخراً اس بیان پر محمول کرنا چاہیے کہ خون اتر کر نرمہ کی طرف آجائے اور سخت حصہ کی طرف آنے کی صورت سے سکوت پر محمول کیا جائے، جیسا کہ بحر نے کیا ہے۔ یہ نہیں کہ ان کے کلام کے آخر کو اول کا مخالف قرار دیا جائے، حالانکہ وہ مطلب اور دلیل ہے، اور جس نے یہ کہا کہ جب ناک کے نرمہ کی طرف پہنچے، بیان اتفاق کے لیے ہے، اور شاید صاحبِ نہر کو اس کی اطلاع نہ ہوئی اس لیے انہوں نے جو کہا سو کہا اھ

اقول هذا انما یتمشی فی عبارة الهدایة وفیها کلام الاتقانی دون سائر العبارات المتظافرة الا فی بعضها بتعسف شدید هذا ولنأت علی ما ذکر الاتقانی فاعلموا ان الامام برهان الدین

اقول: یہ ہدایہ کی عبارت میں چلے گا، اس میں اتقانی کا کلام ہے، باقی عبارات جو ایک دوسرے کو تقویت دیتی ہیں انہی سے بعض نے سخت کجروی کے ساتھ کلام کیا ہے، اب ہم اتقانی کا موقف بیان کرتے ہیں برہان الدین نے ہدایہ میں

---

[1] بحر الرائق المنحۃ الخالق علی حاشیہ بحر الرائق ۱/۳۲

Marfat.com

قال فی الھدایۃ فی صدر الفصل المعانی الناقضۃ للوضوء کل ما یخرج من السبیلین والدم والقیح اذا خرجا من البدن فتجاوزا الی موضع یلحقہ حکم التطہیر[1] ثم ذکر مسائل القیئ الی ان ذکر قیئ الدم ثم قال ولو نزل من الرأس الی مالان من الانف نقض بالاتفاق لوصولہ الی موضع یلحقہ حکم التطہیر فیتحقق الخروج[2] اھ قال العلامۃ الاتقانی قولہ الی مالان من الانف ای الی المارن وما بمعنی الذی فان قلت لم قید بھذا القید مع ان الروایۃ مسطورۃ فی کتب اصحابنا ان الدم اذا نزل الی قصبۃ الانف ینقض الوضوء ولاحاجۃ الی ان ینزل الی مالان من الانف فای فائدۃ فی ھذا القید اذن سوی التکرار بلا فائدۃ لان ھذا الحکم قد علم فی اول الفصل من قولہ والدم والقیح اذا خرجا من البدن فتجاوزا الی موضع یلحقہ حکم التطہیر قلت بیان لاتفاق اصحابنا جمیعا لان عند زفر لا ینقض الوضوء مالم ینزل الدم الی مالان من الانف لعدم الظہور قبل ذلک[3] اھ قال فی المنحۃ بعد نقلہ وھو شاھد قوی علی ما قالہ (ای صاحب البحر)

المعانی الناقضۃ للوضوء کی ابتداء فصل میں فرمایا ہے جو چیزیں وضو کو توڑتی ہیں یہ ہیں، سبیلین سے نکلنے والی ہر چیز، خون اور پیپ جبکہ بدن سے نکل کر اس مقام تک پہنچے جس کو حکم تطہیر لاحق ہو، پھر قے کے مسائل ذکر کئے، یہاں تک کہ خون کی قے کا ذکر کیا پھر فرمایا کہ اگر خون سر سے اتر کر ناک کے نرمہ کی طرف آئے تو بالاتفاق وضو ٹوٹ جائے گا، کیونکہ یہ اس جگہ تک پہنچ گیا جس کو حکم تطہیر لاحق ہے، تو خروج پایا گیا اھ علامہ اتقانی فرماتے ہیں مالان من الانف سے مراد ناک کا نرم حصہ ہے اور "ما" بمعنی الذی ہے ممکن ہے کہ یہاں یہ اعتراض ہو کہ یہ قید کیوں لگائی گئی حالانکہ ہمارے اصحاب کی کتب کی روایت کہ خون جب ناک کے بانسہ تک آجائے تو وضو ٹوٹ جائے گا، خواہ نرمہ تک آیا ہو یا نہ آیا ہو، سو یہ قید بلا فائدہ ہے اور تکرار محض سے کچھ زائد نہیں، کیونکہ یہی بات ابتدا فصل میں بھی معلوم ہو چکی تھی کہ "خون اور پیپ جب بدن سے نکل کر اس جگہ تک آجائیں جس کو دھونے کا حکم ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا" اس کا جواب یہ ہے کہ یہ چیز ہمارے اصحاب کے اتفاق کو ذکر کرنے کے لیے ہے کیونکہ زفر کے نزدیک صرف اسی وقت ناقضِ وضو ہے جب نرمہ کی طرف آجائے کہ خروج کے یہی معنی ہیں اھ منحہ میں اس کو نقل کرنے کے بعد

---

[1] الہدایۃ، نواقض وضوء ۱/۸ [2] ایضاً ۱/۱۰

[3] بحوالہ منحۃ الخالق، نواقضِ وضوء ۱/۳۲

Marfat.com

فلا تغتر بتزییف صاحب النھر واللہ تعالٰی ولی التوفیق اھ[۱] وذکر مثل کلامہ الذی نقلنا ھھنا مع قلیل زیادۃ فی رسالۃ الفوائد المخصصۃ واورد خلاصتہ فی ردالمحتار وختمہ بقولہ فھذا صریح فی ان المراد بالقصبۃ ما اشتد فاغتنم ھذا التحریر المفرد اھ[۲]۔

۱ اقول نعم ھو صریح فی ان المراد فی تلک الروایۃ ما اشتد اما عبارۃ المعراج التی فیھا کلام البحر والنھر فلا مساغ فیھا للحمل علی ما اشتد للزوم الاختلاف بین الدلیل والمدعی کما علمت فالحق ان استناد البحر بھا لیس فی محلہ۔

۲ ثم اقول ان کان مراد الھدایۃ بالحکم الوجوب کما ھو المتبادر من کلامہ فانہ انما جعلہ واصلا الی ما یلحقہ حکم التطھیر بعد نزولہ الی مالان فمعلوم ان المارن داخل من وجہ خارج من وجہ یلحقہ حکم التطھیر فی الغسل ولا یلحقہ فی الوضوء فالتنصیص علی مثل ھذا لا یعد عبثا ولا تکرارا فیسقط سؤال الغایۃ من رأسہ و۳ علی ھذا فالعجب من العلامۃ صاحب العنایۃ رحمہ اللہ تعالٰی حیث صرح ان

فرمایا کہ یہ بحر کے قول پر قوی شاہد ہے، لہذا صاحبِ نہر کی ناپسندیدگی کا کوئی اعتبار نہیں، واللہ تعالٰی ولی التوفیق اھ جو گفتگو ہم نے کی ہے یہی انہوں نے اپنے رسالہ "الفوائد المخصصہ" میں کی ہے جس کا ردالمحتار میں ذکر کیا ہے اس کے آخر میں فرمایا ہے کہ اس سے واضح ہوا کہ قصبہ سے مراد ناک کا سخت حصہ ہے اس انوکھی تقریر کو غنیمت جاننا چاہئے۔

اقول: اس سے بصراحت یہی معلوم ہوتا ہے کہ قصبہ سے مراد ناک کا سخت حصہ ہی ہے اور معراج نے جو بحر ونہر کا کلام نقل کیا ہے اس سے یہ کہیں نہیں نکلتا کہ قصبہ سے مراد سخت حصہ ہے کیونکہ اس طرح دلیل اور دعوٰی میں مطابقت نہ رہے گی، لہذا اس میں بحر کے قول سے استدلال برمحل نہیں ہے۔

اقول: اگر صاحبِ ہدایہ کی مراد حکم سے وجوب ہے جیسا کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے خون کو نرمہ تک آنے کے بعد اس مقام تک پہنچنے والا قرار دیا ہے جس کو تطہیر کا حکم لاحق ہے، تو یہ معلوم ہے کہ نرمہ من وجہٍ داخل اور من وجہٍ خارج ہے، غسل میں اس کو دھونے کا حکم ہے اور وضو میں نہیں ہے۔ پس ایسی چیز کی تصریح نہ تو عبث ہے اور نہ ہی تکرار ہے، پس غایۃ کا سوال جڑ سے ختم ہوجاتا ہے۔ اس بنا پر علامہ صاحبِ عنایہ پر تعجب ہے کہ انہوں نے حکم سے مراد وجوب لیا ہے پھر غایۃ کی متابعت

۱؎ بحوالہ منحۃ الخالق، نواقض وضوء ۱/۳۲

۲؎ ردالمحتار، نواقض الوضوء ۱/۹۹

Marfat.com

المراد بالحکم الوجوب ثم تبع الغایۃ فی ایراد ھذا السؤال والجواب وزاد ان قولہ (ای قول الھدایۃ) لوصولہ الی موضع یلحقہ حکم التطہیر یعنی بالاتفاق لعدم الظھور قبل ذلك عند زفر[1] اھ واعترضہ العلامۃ سعدی افندی فی حاشیتہ علیہا قائلا فیہ بحث[2] اھ ولم یبین وجہہ۔

میں یہ سوال وجواب وارد کیا ہے اور یہ اضافہ کیا ہے کہ صاحبِ ہدایہ کے اس قول لوصولہ الی موضع یلحقہ حکم التطہیر کے معنی یہ ہیں کہ اس کو تطہیر کا حکم بالاتفاق ہو، کیونکہ زفر کے نزدیک اس سے پہلے ظہور نہیں ہوتا ہے۔ اس پر علامہ سعدی آفندی نے اپنے حاشیہ میں اعتراض کیا، اور کہا ہے کہ اس میں بحث ہے مگر اس کی وجہ بیان نہیں کی ہے۔

اقول وجہ[1] التقریر علی ھذا التقدیر ان ائمتنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم یعتبرون السیلان الی ما یلحقہ حکم التطہیر ولو ندبا وزفر وان اجتزأ بمجرد الظھور لکن یجب عندہ الوصول الی ما ھو ظاھر البدن اذ لا ظھور قبل ذلك فما دام الدم فی ما اشتد من الانف سائلا فیہ غیر واصل الی ما لان یتحقق الناقض عند الائمۃ لندب غسلہ فی الغسل والوضوء لا عند الامام زفر لان ما اشتد لیس من ظاھر البدن عند احد فلا یتحقق الظھور اما اذا تجاوز حتی وصل الی الحرف الاول مما لان فقد تحقق الناقض علی القولین اما علی قول الائمۃ فظاھر واما علی قول زفر فلظھورہ علی ظاھر البدن فیتحقق الخروج فقولہ لوصولہ الخ یعنی بالاتفاق

اقول: اس اعتراض کی تقریر میرے خیال میں اس طرح ہے کہ "ہمارے تینوں ائمہ اس جگہ تک بہہ جانے کا اعتبار کرتے ہیں جس کو تطہیر کا حکم لاحق ہو خواہ یہ طور ندب ہی ہو۔ اور زفر نے اگرچہ صرف ظہور پر اکتفا کیا ہے لیکن ان کے نزدیک ظاہر بدن تک پہنچنا ضروری ہے کہ اس سے قبل ظہور نہیں ہوتا ہے، تو خون جب تک ناک کے سخت حصہ میں رہے اور نرمہ تک نہ آئے تو تینوں ائمہ کے نزدیک وضو ٹوٹ جائے گا کیونکہ اس کا غسل اور وضو میں دھونا مندوب ہے کیونکہ سخت حصہ کسی کے نزدیک بھی ظاہر بدن نہیں ہے تو ظہور نہیں پایا گیا، اور زفر کے نزدیک وہ بدن کے ظاہر پر آگیا ہے، تو خروج پایا گیا، تو ان کا قول "لوصولہ الخ" اس سے مراد بالاتفاق ہے، کیونکہ وصول سے زفر کی مراد ظاہر بدن پر ظہور ہے، جبکہ دوسرے ائمہ کے نزدیک وصول سے مراد بہنا ہے اور "ما یلحقہ التطہیر" سے مراد وہ حصہ ہے جس کا پاک کرنا

[1] العنایۃ مع الفتح، نواقض الوضوء ۱/۴۲
[2] حاشیۃ سعدی آفندی مع الفتح، نواقض الوضوء ۱/۴۲

Marfat.com

فان مراد زفر بالوصول مجرد الظهور وبما يلحقه حكم التطهير ظاهر البدن و مراد الائمة بالوصول السيلان و بما يلحقه التطهير ما شرع تطهيره ولو ندبا فاذا وصل الى هنا حصل الوصول بالمعنيين الى ما يطهر على القولين وهذا تقرير صاف واف لا بحث فيه ولا غبار عليه بقي الفحص عن الرواية **اقول** لا نمترى ان صاحب الغاية ثقة الى الغاية وقد اعتمد كلامه فى العناية وجزم به فى الحلية حتى حكو باعتماده على صاحب المنية وعلى من هو اجل واكبر اعنى الامام برهان الدين محمود صاحب الذخيرة انهما مشيا ههنا على قول زفر لكن الذى رأيته فيما بيدى من الكتب هو المشى على التقييد والحكم عليهم جميعا انهم اغفلوا المذهب ومشوا على قول زفر فى غاية الاشكال وقد اسمعناك نصوص المنية والجوهرة والتبيين ومعراج الدراية بل والفتح و العناية والنهاية وفى الجوهرة ايضا لو سال الدم الى ما لان من الانف والانف مسدودة نقض اھ وفيها ايضا احترز بقوله حكم التطهير عن داخل العين وباطن الجرح وقصبة الانف اھ[2]

مشروع ہو خواہ بطور ندب ہی ہو، اب جب اس مقام تک پہنچ گیا تو وصول دونوں معنی کے اعتبار سے ہوگیا۔ یہ تقریر واضح اور بے غبار رہے۔ اب رہ گئی روایت کی تحقیق تو اس کے بارے میں میں کہتا ہوں اس میں شک نہیں کہ صاحب غایہ انتہائی درجہ کے ثقہ ہیں، ان کے کلام پر عنایہ میں اعتماد کیا اور حلیہ میں اس پر جزم کیا یہاں تک کہ اس کے اعتماد کا صاحب منیہ اور ان سے بڑے عالم برہان الدین محمود صاحب ذخیرہ پر حکم کیا کہ یہاں ان دونوں حضرات نے زفر کا قول اختیار کیا ہے لیکن جو کتابیں مجھے دستیاب ہیں ان کی روشنی میں میں کہتا ہوں کہ تقیید پر چلنا چاہیے، اور یہ خیال کہ ان تمام حضرات کو مذہب کا پتہ نہ چل سکا اور وہ سب زفر کے قول پر ہی چلے انتہائی مشکل امر ہے، خاص طور پر میں نے منیہ، جوہرہ، تبیین، معراج الدرایہ، فتح، عنایہ اور نہایہ کی جو تصریحات پیش کی ہیں وہ اس سلسلہ میں واضح ثبوت ہیں۔ جوہرہ میں یہ بھی ہے کہ اگر خون بہہ کر ناک کے نرمہ کی طرف آیا اور ناک بند ہے تو وضو ٹوٹ جائیگا اھ اور "حکم التطہیر" کے لفظ سے آنکھ کے اندرونی حصے، زخم کے باطن اور ناک کے بانسہ سے احتراز کیا اھ

اور امام سمعانی کی خزانۃ المفتین میرے نسخہ کے مطابق یہ کہ رمز خ (خلاصہ) میں ہے اپنی انگلی

---

[1] جوہرہ نیرہ، نواقض وضوء ۱/۹ [2] ایضاً

Marfat.com

وفی خزانۃ المفتین للامام السمعانی رامزا علی ما فی نسختی خ للخلاصۃ اذا ادخل اصبعہ فی انفہ فدمیت اصبعہ ان نزل الدم من قصبۃ الانف نقض و ان کان من داخل الانف لا اھ[1] وفیہا رامزا ن للنوازل الرعاف اذا نزل الی مالان من الانف نقض اھ[2] وفی جامع الرموز اذا نزل الدم الی الانف فسد مالان منہ حتی لاینزل فانہ لاینقض اھ[3] وقال الامام الاجل محمود فی الذخیرۃ علی ما نقل عنہا فی الحلیۃ وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ ادخل اصبعہ فی انفہ فلما اخرجہ رأی علی انملتہ دما فمسح ثم قام فصلی وتاویلہ عندنا اذا بالغ حتی جاوز مالان من انفہ الی ما صلب وکان الدم فیما صلب من انفہ وکان قلیلا بحیث لو ترکہ لاینزل الی موضع اللین فمثلہ لیس بناقض[4] اھ وکذلک صرح بہ الامام الشہید ناصر الدین محمد بن یوسف الحسینی فی الملتقط۔

ناک میں کی اور خون آلود ہوگئی اور اگر خون ناک کے سخت سے نکلا تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر اندرونی حصہ سے آیا تو نہ ٹوٹے گا اھ اسی کتاب کے رمز "ن" (نوازل کے لیے) میں ہے کہ نکسیر جب ناک کے نرم حصہ میں آجائے تو وضو توڑ دے گی اھ اور جامع الرموز میں ہے کہ خون جب ناک میں آئے اور اس کے نرم حصہ کو بند کر دے اور باہر نہ آئے تو وضو نہیں توڑے گا اھ امام محمود نے ذخیرہ میں فرمایا (بروایت حلیہ) کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب کسی نے اپنی انگلی ناک میں ڈالی پھر نکالی تو پورے پر خون تھا تو اس کو پونچھ لیا اور نماز پڑھنے لگا۔ اس کی تاویل ہمارے نزدیک یہ ہے کہ جب اس نے اتنا مبالغہ کیا کہ وہ ناک کے نرم حصہ سے سخت تک آگیا اور خون سخت حصہ میں تھا اور تھوڑا تھا، اتنا کہ اگر اس کو چھوڑ دیتا تو نرم تک نہ آتا تو اس جیسا ناقض وضو نہیں ہے اھ یہ تصریح امام شہید ناصر الدین محمد بن یوسف نے ملتقط میں کی ہے۔

قال فی الہندیۃ لو نزل الدم من الرأس الی موضع یلحقہ حکم التطہیر من الانف والاذنین نقض الوضوء، کذا فی المحیط والموضع الذی یلحقہ حکم التطہیر من الانف

ہندیہ میں فرمایا کہ اگر خون سر سے اتر کر اس جگہ آیا جس کو تطہیر کا حکم لاحق ہو خواہ وہ ناک ہو یا کان تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ محیط میں یہی ہے، ناک کا وہ حصہ جس کو دھونے کا حکم ہے نرم حصہ ہے ملتقط میں

---

[1] خزانۃ المفتین
[2] ایضاً
[3] جامع الرموز، نواقض وضو ۱/۳۴
[4] فتاوی ذخیرہ

Marfat.com

مالان منہ کذا فی الملتقط اھ[1]

یہی ہے اھ

وقال الامام الاجل فقیہ النفس فی الخانیۃ لونزل الدم من الرأس الی مالان من الانف ولم یظہر علی الارنبۃ نقض الوضوء اھ[2]

اور امام اجل فقیہ النفس نے خانیہ میں فرمایا کہ اگر خون سر سے بہہ کر ناک کے نرم حصہ تک آیا اور ناک کے بانسے پر ظاہر ہوا تو وضو ٹوٹ جائے گا اھ۔

وقال البرجندی مستشکلا عبارۃ النقایۃ سال الی ما یطہر مانصہ یخدشہ انہ اذا خرج الدم من اقصی الانف وسال حتی بلغ مالان منہ ولم یسل علیہ ینبغی علی ھذا ان یکون ناقضا لانہ خرج الی ما یطہر وسال ولیس کذلک الا ان یقال المراد من النجس النجس بالفعل ومثل ھذا الدم لیس بنجس بالفعل اویقال المراد انہ سال بعد الخروج الی مایطہر علی ما ھو المتبادر من العبارۃ اھ[3]

اور برجندی نے نقایہ کی عبارت پر اشکال وارد کرتے ہوئے فرمایا کہ خون جب ناک کے انتہائی حصہ سے نکلے اور بہہ کر ناک کے نرم حصہ تک آجائے اور اس پر نہ بہے تو چاہئے کہ وضو کو توڑ دے کہ اس حصہ تک بہہ کر آگیا جس کے دھونے کا حکم ہے' اور یہ صرف اسی باعث ہے کہ نجس سے بالفعل نجس مراد لیا جائے، اور یہ خون نجس بالفعل نہیں ہے، یا یہ کہا جائے کہ یہ نکلنے کے بعد اس جگہ تک بہہ کر آگیا ہے جس کو حکم تطہیر لاحق ہے، جیسا کہ عبارت سے ظاہر ہے۔ اھ۔

وقال العلامۃ مولی خسرو فی الدرر قولہ الی ما یطہر احتراز عما اذا سال الدم الی ما فوق مارن الانف بخلاف ما اذا سال الی المارن لان الاستنشاق فی الجنابۃ فرض اھ[4]

اور علامہ مولی خسرو نے درر میں فرمایا کہ "الی مایطہر" اس صورت سے احتراز ہے جس میں خون ناک کے بانسہ کے اوپر آجائے برخلاف اس صورت کے جس میں بانسہ تک آئے کہ ناک میں پانی ڈالنا جنابت میں فرض ہے اھ

اقول[1] والعجب من العلامۃ الجلیل ابی الاخلاص حسن بن عمار الشرنبلالی حیث حاول فی غنیتہ تحویل ھذا التصریح

علامہ شرنبلالی پر تعجب ہے کہ انہوں نے اپنی غنیہ میں اس تصریح کو اپنے مختار قول کی طرف فتح اور بحر کی متابعت میں پھیرنے کی کوشش فرمائی ہے

---

[1] فتاوی ہندیہ، نواقض وضو ۱/۱۱ [2] فتاوی قاضی خان، نواقض وضو ۱/۱۸ [3] شرح النقایہ للبرجندی، نواقض الوضو ۱/۱۰
[4] درر الحکام لملا خسرو نواقض الوضو ۱/۱۳

Marfat.com

الی ما اختارہ تبعا للفتح والبحر من ان الحکم یعم الندب حیث قال فی مراقیہ السیلان فی غیر السبیلین بتجاوز النجاسۃ الی محل یطلب تطہیرہ ولو ندبا فلا ینقض دم سال داخل العین بخلاف ما صلب من الانف[1] اھ

فقال رحمہ اللہ تعالی قولہ عما اذا سال الدم الی ما فوق مارن الانف یعنی اقصاہ لا ما قریب من الارنبۃ فان غسلہ مسنون فینتقض الوضوء بسیلان الدم فیہ[2] اھ وانت تعلم ان ھذا تبدیل لا تاویل وبالجملۃ عامۃ الکتب علی ما تری نعم فی الخلاصۃ ان رعف فنزل الدم الی قصبۃ الانف نقض وضوء[3] اھ و فی البزازیۃ نزول الرعاف الی قصبۃ الانف ناقض[4] اھ وظاھرہ کما قدمنا یعم ما صلب لکن البزازیۃ کانہا خلاصۃ الخلاصۃ کما یظہر علی من طالعہما واذا کان فی الخلاصۃ ما نقلہ عنہ فی خزانۃ المفتین علی ما فی نسختی ظہر مرادھا لکن لم اجدہ فی نسختی الخلاصۃ وقد وجدت نسختہا

کہ حکم ندب کو عام ہے آپ نے اپنی مراقی میں فرمایا کہ سبیلین کے علاوہ دوسری جگہ سے نجاست کا بہنا اسی وقت متصور ہوگا جبکہ وہ اس جگہ تک آجائے جس کا پاک کرنا مطلوب ہو خواہ ندباً ہی ہو، لہذا جو خون آنکھ کے اندر بہے وہ ناقض وضو نہیں، بخلاف اس خون کے جو ناک کے سخت حصے میں بہے اھ۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ خون کے مافوق مارن الانف بہنے سے مراد اس کا انتہائی حصہ ہے، نہ وہ حصہ جو بانسہ کے قریب ہے کہ اس کا غسل مسنون ہے، تو اس میں خون کے بہنے سے وضو ٹوٹ جائے گا اھ اور آپ جانتے ہیں کہ یہ تاویل نہیں ہے تبدیل ہے۔ خلاصہ یہ کہ عام کتب میں وہی ہے جو آپ نے ملاحظہ کیا۔ خلاصہ میں ہے کہ نکسیر کی صورت میں اگر خون ناک کے بانسہ کی طرف آگیا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ اور بزازیہ میں ہے کہ نکسیر کا ناک کے بانسہ کی طرف آنا ناقض وضو ہے اھ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اس کا ظاہر سخت حصہ کو بھی عام ہے، لیکن بزازیہ گویا خلاصہ کا خلاصہ ہے جیسا کہ اس کے مطالعہ کرنے والوں پر روشن ہوگا اور اگر خلاصہ میں وہی ہے جیسا کہ اس سے خزانہ میں نقل کیا گیا ہے (جیسا کہ میرے نسخہ میں ہے) تو

---

[1] مراقی الفلاح مع الطحطاوی، نواقض وضوء، ص ۴۷ [2] غنیۃ ذوی الاحکام مع الدرر، نواقض وضوء ۱/۱۳
[3] خلاصۃ الفتاوی، نواقض وضوء ۱/۱۵
[4] فتاوی بزازیہ علی حاشیہ فتاوی ہندیہ نواقض وضوء ۴/۱۲

Marfat.com

مختلفات بنقص و زيادة قليلا و تقديم و
تاخير كثيرا فالله تعالىٰ اعلم۔

ولعلك تقول ما الذى تحصل من تلك النقول والام آل الامر فى اختلاف البحر والنهر وهل ثمه ما يكشف الغمه۔

اقول كان باب التوفيق مفتوحا كما اشرنا الى بعضه لولا ان مع البحر رواية الاتقانى مع تبعية العناية وجزم الحلية وهو مفسر لا يقبل التاويل ويقرب منه نص الفتح بتعميم الندب ومع النهر ما اسلفنا من كثرة النصوص فى كلتا المسألتين القصر على الوجوب والتقييد بالمارن وفيها سبعة نصوص مفسرات ابيات عن التاويل كلام الذخيرة والملتقط والخزانة عن الخلاصة وثالث عبارات الجوهرة والبرجندى وجامع الرموز والدر فلا امكان للتطبيق والحمل على اختلاف الرواية ايسر من نسبة احد الفريقين الى الخطاء والغلط والغفلة والشطط فالذى تحرر عندى ان ههنا عن ائمتنا الثلثة رضى الله تعالىٰ عنهم روايتين رواية النقض بالسيلان فى ماصلب وان لم يصل الى مالان وهى التى عرفناها باعتماد اتقان الاتقانى وعليها يجب تعميم الحكم الندب وهو الذى اختاره فى الفتح و

اس کی مراد ظاہر ہے لیکن یہ چیز میں نے خلاصہ کے ا
پاس موجود نسخہ میں نہیں پائی اس کے کسی نسخے کی بن
اور تقدیم و تاخیر کے ساتھ موجود ہیں، فاللہ تعالیٰ اعلم۔

اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ ان تمام نقول ک
نقل کرنے کا کیا فائدہ ہے اور بحر و نہر کے اختلا
کا ثمرہ کیا ہے اور کیا اس سے مشکل کا کچھ حل نکلا

اقول اگر بحر کے ساتھ اتقانی کی روایت
عنایہ کی متابعت اور حلیہ کا جزم موجود نہ ہوتا تو
تطبیق کا دروازہ کھلا تھا اور ہم نے کچھ اشارات
بھی اس طرف کر دئے ہیں، لیکن وہ مفسر ہے او
تاویل کو قبول نہیں کرتا ہے، اس کے قریب فتح ک
نص ہے جس میں ندب کو عام رکھا گیا ہے، اور ہم
دونوں مسائل پر تبصرے کے ساتھ نصوص کثیرہ نق
کی ہیں، ان میں وجوب پر اقتصار کیا گیا ہے اور مار
کو مقید کیا گیا ہے، اس میں سات مفسر نصوص ایسی
موجود ہیں جو خلاصہ سے منقول ذخیرہ، ملتقط اور خز
کے کلام کی تاویل کو قبول نہیں کرتی ہیں، اور جوہر
برجندی اور جامع الرموز اور در کی روایات سے
بھی یہی معلوم ہوتا ہے، پس تطبیق دینا اور اختلا
روایت پر محمول کرنا یہ بہ نسبت اس کے زیادہ سہل
کہ کسی ایک فریق کو خطا، غفلت، غلطی اور حد سے
تجاوز کی طرف منسوب کیا جائے، اور جو بات نکھر کر
میرے سامنے آئی ہے کہ اس مقام پر ائمہ ثلثہ
دو روایتیں ہیں، ایک تو وضو کے ٹوٹنے کی، جبکہ
خون سخت حصہ میں بہا خواہ نرم تک نہ پہنچا ہو، یہ

Marfat.com

الحلية والبحر والمراق وتبعهم الطحطاوی[1] ورد المحتار والاخری عدم النقض الا بالسیلان فیما لان وھی الروایة الشھیرة الشائعة فی الکتب الکثیرة وعلیھا یقتصر الحکم علی الوجوب ولایبقی داع اصلا الی تعمیم الندب وھوالذی مشی علیہ الاکثرون فان الثانی اکثرواشھرواظھروایسرغیر ان مراعاۃ الاول احوط کما قال السید الطحطاوی فی حاشیۃ الدر بعد نقل کلامی البحروالنھراقول مافی البحراحوط فتامل اھ[1] وصورۃ السیلان فیما اشتد مع عدم النزول الی المارن نادرۃ لاعلینا ان نعمل فیھا بالاحوط فلذا اجنحت الیہ جنوحا ما تبعا لھؤلاء المحققین الجلۃ الکرام اقول والثانی وان ظھروجھہ فان الخروج الی ظاھرالبدن شرط بالاتفاق قال صدرالشریعۃ المعتبرالخروج الی ما ھوظاھرشرعا اھ[2] وما صلب من الانف داخل فی الداخل خارج عن الخارج بالاتفاق ولذا لم یجب تطھیرہ فی الغسل ایضا فالاول ایضالہ وجہ وذلک انا لما رأینا الشرع ندب الی غسلہ فی الغسل والوضوء علمنا ان لہ وجھا الی الظاھروالا لم یندب غسلہ کسائرالداخلات فاذا وجد السیلان فیہ اوجبنا الوضوء للاحتیاط

وہ روایت ہے جس کو ہم نے اتفاقی کے اعتماد سے پہچانا ہے، اس کی بنا پر حکم کو عام کرکے ندب کو بھی اس میں شامل کرنا ہوگا، اسی کو فتح، حلیہ، بحر اور مراقی میں مختار قرار دیا ہے، ان کی پیروی طحطاوی اور ردالمحتار وغیرہ نے کی ہے۔ دوسری روایت میں اس صورت میں وضو کے ٹوٹنے کی ہے جبکہ نرمہ تک بہہ کر آجائے۔ یہی عام کتب میں مشہور ومعروف ہے، اس میں حکم سے صرف وجوب مراد ہے ندب تک اس کو عام کرنے کی کوئی وجہ موجود نہیں ہے' اس پر اکثر فقہا چلے ہیں، اس اعتبار سے یہ دوسری صورت اکثر، اشہر، اظہر اور ایسر ہے، البتہ پہلی صورت میں عمل زیادہ محتاط طریقہ ہے، جیسا کہ سید طحطاوی نے بحر ونہر کا قول نقل کرنے کے بعد در کے حاشیہ میں فرمایا اقول جو بحر میں ہے وہ احوط ہے فتامل اھ اور ناک کے سخت حصہ کی طرف بہہ کر آنا بلا نرم حصہ کی طرف جانے کے بہت ہی نادر ہے، اس میں احوط پر عمل ہمارے لیے ضروری نہیں، یہی وجہ ہے کہ میں ان محققین کرام کی پیروی کرتے ہوئے کچھ مائل ہوں۔ اقول: اگرچہ دوسری صورت کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ ظاہر بدن کی طرف نکلنا اتفاقی شرط ہے، صدر الشریعۃ نے فرمایا قابلِ اعتبار وہ خروج ہے جو ظاہر طرف ہو اور وہ ظاہر شرعاً ظاہر ہو اھ اور ناک کا سخت حصہ داخل میں داخل ہے اور خارج میں خارج ہے بالاتفاق اس لیے غسل میں اس کا پاک کرنا واجب

---

[1] طحطاوی علی الدر المختار نواقض وضوء ۱/۷۷ [2] شرح الوقایۃ، نواقض الوضوء ۱/۷۰

Marfat.com

نظر الی ذلك الوجه هذا ما ظهر لی و الله تعالیٰ اعلم و بالجملة انا العبد الضعيف اجد فی اميل الی القول الثانی من حيث الدراية و شهرة الرواية معا لکن لاجل الاحتياط و تلك الرواية الهائلة القائلة ان الوجوب ثمه باتفاق ائمتنا الثلثة رضی الله تعالیٰ عنهم اجبت ميلا ما الی الاول و علی توفيق الله المعول۔

نہیں ہے، نیز پہلے قول کی بھی وجہ ہے اور وہ یہ کہ ہم نے یہ دیکھا کہ شریعت نے اس کا دھونا غسل ا… وضو میں مندوب رکھا تو ہمیں معلوم ہوا کہ اس کا … رُخ ظاہر کی طرف ہے ورنہ دوسرے داخلی حصوں … طرح اس کا دھونا بھی مندوب نہ ہوتا، تو جب ا… میں سیلان پایا گیا تو ہم نے احتیاطا اس میں وضو … واجب کر دیا احتیاط کے طور پر هذا ما ظهر لی وا… اعلم خلاصہ یہ کہ یہ ناچیز اپنے آپ درایہ اور شہرت … روایت کے باعث دوسرے قول کی جانب زیادہ مائل پاتا ہے لیکن احتیاط اور اس عظیم روایت کے باعث ک… وجوب ہمارے تینوں ائمہ کا قول ہے میرا کچھ میلان پہلے قول کی طرف ہے، اور اللہ کی توفیق پر ہی اعتماد ہے

ثم اقول ظهر لی الان بتوفيق المنان علی تعميم الحکم للندب نقضان احدهما (١) نظافی نصوص المذهب ان نزول شئ الی (٢) الفرج الداخل لا ينقض طهرا قطعا ما لم (٣) يجاوزه الی الفرج الخارج مع ان الفرج الداخل قد لحقه حکم التطهير ندبا و ذلك حديث ام المؤمنين الصديقة رضی الله تعالیٰ عنها فی الصحيحين و غيرهما ان امرأة من الانصار سألت النبی صلی الله تعالیٰ[1] عليه وسلم عن غسلها من المحيض فامرها صلی الله تعالیٰ عليه وسلم كيف تغتسل ثم قال خذی فرصة من مسك فتطهری بها (وهو بفتح الميم ای من اديم و رجحوه علی رواية الكسر و فی روايات فرصة ممسكة

اقول، ندب کو عام رکھنے پر دو نقص ہیں ایک تو یہ کہ پے در پے نصوص کی رُو سے فرج … میں کسی چیز کا آنا اس وقت تک قطعاً پاکی کو نہیں … توڑتا ہے جب تک کہ خارجی فرج کی طرف نہ آجا… حالانکہ فرج داخل کو تطہیر کا حکم بطور ندب ہے … جیسا کہ صحیحین وغیرہما میں ام المؤمنین صدیقہ رضی … عنہا سے مروی کہ ایک انصاری عورت نے رسو… صلی اللہ علیہ وسلم سے حیض کے غسل کی بابت در… فرمایا تو آپ نے فرمایا کہ پھر تو چمڑے کا ایک ٹکڑا … اور اس سے پاکی حاصل کر (مَسك، میم کے فتح … چمڑے کا ٹکڑا" اور کسرہ کی روایت کو علماء نے ت… دی ہے، اور ایک روایت میں فرصة ممسـ… ہے یعنی پرانا کپڑا جو بہت رکا ہوا ہو۔ امام تور…

---

[1] مشکوٰۃ، باب الغسل ص ٤٨

Marfat.com

ای خرقة خلقة قد امسکت کثیرا قال الامام التورپشتی هذا القول امتن و احسن واشبه بصورة الحال ولوکان المعنی علی انها مطیبة لقال فتطیبی ولانه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم امرها بذلک لازالة الدم عند التطهیر ولوکان لازالة الرائحة لامرہا بعد ازالة الدم[1] وتمامه فی المرقاة لمولینا علی القاری) قالت کیف اتطهر بها فقال صلی الله تعالیٰ علیه وسلم تطهری بها قالت کیف اطہر بها قال صلی الله تعالیٰ علیه وسلم سبحٰن الله تطہری بها قالت ام المؤمنین فاجتذبتها الی فقلت تبتغی بها اثر الدم[2] اھ ای اجعلیها فی الفرج وحیث اصابه الدم للتنظیف[3] فقد امر صلی الله تعالیٰ علیه وسلم المرأة تغتسل من محیضها ان تطہر داخل فرجها وتزیل عنه الدم بفرصة ومعلوم ان حکم التطهیر یعم التطهیر من النجاسة الحقیقیة کالحکمیة وقد مر التنصیص به فی قول الفتح فیما لان من الانف انه یجب غسله فی الجنابة ومن النجاسة فینقض[4] اھ وفی الغنیة او فی ازالة النجاسة الحقیقة[5] اھ وفی البحر

کہتے ہیں یہ قول زیادہ مضبوط، احسن اور صورتحال کے زیادہ مطابق ہے اور اگر اس کے معنی خوشبو والے کپڑے کے ہوتے تو آپ فرماتے کہ تو اس کپڑے سے خوشبو لگا۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو خون سے فارغ ہونے کے بعد پاک کرنے کا حکم دیا ہے اور اگر خوشبو لگانے کا حکم دیتے تو خون کے زائل ہونے کے بعد دیتے، تفصیلی بحث مرقاۃ میں ہے آپ نے فرمایا: تطہری بہا۔ اس نے پوچھا کیف اتطہر بہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ، تطہری بہا۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر میں اس عورت کو اپنی طرف کھینچ لائی اور اس کو بتایا اس ٹکڑے سے خون کے اثر کو صاف کرے اھ یعنی اس کو فرج میں داخل کرکے خون کو صاف کرے۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو غسل سے پاک ہونے کا یہ طریقہ بتایا کہ فرج کے داخلی حصہ کو پاک کرے اور چمڑے کے ٹکڑے سے اس کو صاف کرے، اور یہ معلوم ہے کہ نجاست کو پاک کرنے کا حکم نجاستِ حقیقیہ کو بھی ایسا ہی شامل ہے جیسا کہ نجاستِ حکمیہ کو، اور فتح میں اس کی صراحت گزر چکی ہے کہ ناک کے نرم حصہ کو غسل جنابت میں دھونا فرض ہے اور اسی طرح نجاست سے،

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب الغسل ۲/۳۴

[2] مشکوٰۃ، باب الغسل ص ۴۸

[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب الغسل ۲/۳۴

[4] فتح القدیر، نواقض وضوء ۱/۳۴

[5] غنیۃ المستملی، نواقض وضو ص ۱۳۱

Marfat.com

مرادھم ان یتجاوز الی موضع تجب طھارتہ او تندب من بدن وثوب ومکان[1] اھ ولا شك ان مسح الدم من باطن الفرج لفرصۃ لیس الا لازالۃ النجاسۃ الحقیقیۃ ولذا اعبر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عنہ بالتطہیر فحکم التطہیر لایختص بالماء علا انا لما علمنا ان نظر الشارع ھھنا الی ازالۃ اثر الدم من الباطن فلا شك ان الماء ابلغ فیہ لاسیما بعد المسح بالخرقۃ کما عرف فی الاستنجاء بالماء بعد المسح بالحجر ولذا اتت الروایۃ عن محرر المذھب محمد رحمہ اللہ تعالٰی فی اغتسال المرأۃ انھا ان لم تدخل اصبعھا فی فرجھا فلیس بتنظیف[2] کما فی ردالمحتار عن التاترخانیۃ وفھم منہ الامر بالوجوب فجعل المختار خلافہ قال الشامی وھو بعید[3] اھ

تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ اور غنیہ میں ہے: یا نجاست حقیقیہ کے زائل کرنے میں اھ اور بحر میں ہے کہ ان کی مراد یہ ہے کہ اس جگہ کی طرف تجاوز کرے جس کو پاک کرنا واجب یا مندوب ہے بدن، جگہ اور کپڑے سے اھ اور اس میں شک نہیں کہ فرج کے داخلی حصہ سے کپڑے سے خون کا صاف کرنا حقیقی نجاست کے ہی زائل کرنے کے لیے ہے اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کو تطہیر سے تعبیر فرمایا، سو تطہیر صرف پانی سے ہی نہیں ہوتی ہے؛ لیکن جب یہ چیز معلوم ہوگئی کہ شارع کا منشا یہاں خون کے اثر کو باطن سے زائل کرنا ہے، تو ظاہر ہے کہ یہ مقصد پانی سے بخوبی حاصل ہو سکتا ہے، خاص طور پر کپڑے سے صاف کر لینے کے بعد، یہی چیز پتھر سے استنجاء کرنے کے بعد پانی سے استنجا کرنے میں پائی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محرر مذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں کہ اگر عورت غسلِ جنابت کے وقت اپنی فرج میں انگلی نہ ڈالے تو تنظیف حاصل نہ ہوگی کذا فی ردالمحتار عن التاتارخانیہ، اس سے وجوب مفہوم تھا، لیکن انہوں نے اس کے برخلاف کو مختار قرار دیا۔ شامی کہتے ہیں یہ بعید ہے اھ۔

قلت فانہ ان اراد الوجوب قال لیس بطھارۃ ولم یقلہ وانما قال لیس بتنظیف وما فی الدر وغیرہ لاتدخل

قلت: کیونکہ اگر وہ وجوب کا ارادہ کرتے تو یہ کہتے کہ "یہ طہارت ہی نہیں ہے" حالانکہ انہوں نے صرف یہ کہا ہے کہ "یہ پاکی نہیں ہے" اور

---

[1] بحرالرائق، نواقض وضوء ۱/۳۱

[2] ردالمحتار، ابحاث الغسل ۱/۱۱۲

[3] ردالمحتار، ابحاث الغسل ۱/۱۱۲

Marfat.com

اصبعها فی قبلها به یفتی[1] فمرادہ نفی الوجوب کما فی رد المحتار عن السید الحلبی عن العلامۃ الشرنبلالی لاجرم ان قال فی الفتح تغسل فرجها الخارج لانه کالفم ولا یجب ادخالها الاصبع فی قبلها وبه یفتی[2] اھ ونفی الوجوب لاینفی الندب والاخر ھو الاقوی والاظھر۔

اقول اجمعنا[2] ان خروج شیئ الی الشرج لاینقض طھرا مالم یبرز وقد لحقه حکم التطھیر ندبا فان السنۃ[3] للمستنجی ان یجلس افرج ما یکون ویرخی کی یظھر فیطھر ما یبقی کامنا لولا الانفراج والارخاء قال فی الحلیۃ اذا کان الاستنجاء بالماء من الغائط فلیجلس افرج ما یکون مرخیا نفسه کل الارخاء لیطھر ما یداخله من النجاسۃ فیزیله وان کان صائما ترک تکلف[4] الارخاء[3] وقد بین المقدمتین معا فی الدر المختار باوجز لفظ حیث قال فی اٰخر فصل الاستنجاء استنجی[5] المتوضیٔ ان علی وجه السنۃ بان ارخی انتقض والا لا[4] اھ فافاد بالجملۃ الاولی ان غسل داخل الدبر سنۃ

وردوغیرہ کی عبارت کہ "عورت اپنی فرج میں انگلی نہیں ڈالے گی اور یہی مفتٰی بہ قول ہے" سے مراد وجوب کی نفی ہے جیسا کہ ردالمحتار میں سید حلبی سے ہے اور انہوں نے علامہ شرنبلالی سے نقل کیا ہے، فتح میں کہا ہے کہ وُہ اپنی فرج کا بیرونی حصہ دھوئے گی کہ وہ منہ کی طرح ہے اور اندر انگلی ڈالنا لازم نہیں ہے، یہی مفتٰی بہ ہے اھ اور وجوب کی نفی سے ندب کی نفی نہیں ہوتی۔ اور دوسرا قول قوی اور اظہر ہے۔ ت

اقول: اس امر پر اتفاق ہے کہ کسی چیز کا فرج کی طرف نکلنا پاکی کو ختم نہیں کرتا ہے جب تک کہ باہر نہ آجائے۔ اس کا پاک کرنا مندوب ہے کیونکہ استنجاء کرنے والے کے لیے مسنون طریقہ یہ ہے کہ وُہ اپنے اعضاء کو ڈھیلا کرکے کشادہ ہوکر بیٹھے کہ جو نجاست رہ گئی ہو وہ بھی خارج ہوجائے اور بخوبی پاکی حاصل ہو سکے۔ حلیہ میں ہے کہ جب پانی سے استنجاء کرنا ہو تو اعضاء کو پوری طرح ڈھیلا چھوڑ کر بیٹھے تاکہ اندرونی نجاست باہر آسکے اور اس کا دُور کرنا ممکن ہو، اگر روزہ دار ہو تو ایسا نہ کرے۔ یہ دونوں مقدمے درمختار میں نہایت مختصر عبارت سے ذکر کئے گئے ہیں، وُہ استنجاء کی فصل کے آخر میں فرماتے ہیں: باوضو شخص نے سنّت طریقے کے مطابق مقعد کو ڈھیلا

---

[1] الدرالمختار، فرض الغسل ۱/۲۸

[2] فتح القدیر، فصل فی الغسل ۱/۵۰

[3] حلیہ

[4] الدرالمختار آخر فصل فی الاستنجاء ۱/۵۷

Marfat.com

وبالاخيرة ان النزول اليه غير ناقض مالم يبرز ولا اعلم في هاتين خلافا لاحد من علمائنا فاستقر بحمد الله تعالیٰ عرش التحقيق على ما كان عليه الاكثرون كما هو القاعدة المقررة ان الصواب مع الاكثر وقد تبين لك مما تقرر فوائد :

چھوڑ کر استنجا کیا تو وضو ٹوٹ گیا ورنہ نہیں" ا... تو پہلے جملے میں انہوں نے یہ بتایا کہ دبر کے داخل... حصے کا دھونا سنت ہے اور دوسرے سے یہ ک... دبر کے داخلی حصے کی طرف نجاست کے آنے سے... اس وقت تک وضو نہ ٹوٹے گا جب تک نجاست... ظاہر نہ ہو جائے، اور اس میں مجھے اپنے علماء میں سے... کسی کا کوئی اختلاف معلوم نہیں، لہذا تحقیق سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ جو اکثر علماء کا مذہب ہے وہ... حق ہے، اور قاعدہ بھی یہی ہے کہ حق اکثریت کے ساتھ ہوتا ہے۔ ہماری بحث سے درج ذیل فوائد معلوم...

فوائد :

(۱) مرادهم بحكم التطهير هو الوجوب وكلامهم مناف لزيادة الندب كما افاد في النهر لا لما قال بل لما افاض على المهيمن المتعال.

(۱) فقہاء کی مراد حکمِ تطہیر سے وجوبِ تطہیر... اور ان کا کلام ندب کی زیادتی کے منافی ہے جیس... کہ نہر میں بتایا، یہ ان کے کہنے کی وجہ سے نہیں بلک... یہ اللہ کے فضل سے ہے جو اس نے مجھ پر کیا ہے...

(۲) لا يشترط في النقض بما من غير السبيلين الا الخروج بالسيلان على ظاهر البدن ولو بالقوة فلا يستثنى من الظاهر حسا الا داخل العين لانه ليس من الظاهر

(۲) سبیلین کے علاوہ کہیں اور سے خروجِ... نجاست اسی وقت ناقضِ وضو ہوگا جب کہ و... بدن کے ظاہری حصے کی طرف نکلے خواہ بالقوۃ ہی... بدن کے محسوس اور ظاہر حصے سے صرف آنکھ...

۱؎ واليه يشير كلام الفاضل يوسف چلپی تلميذ العلامة مولی خسرو في ذخيرة العقبى حيث قال الخروج الى ما يطهر هو الانتقال من الباطن الى ما يجب تطهيره وان لم يصل اليه ولم يتلوث هو به والمقصود من اعتبار.

مولیٰ خسرو کے شاگرد یوسف چلپی نے ذخیرۃ العقبیٰ... میں جو کچھ فرمایا ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا... وہ فرماتے ہیں پاک کیے جانے والے حصہ کی طرف... نکلنے کا مفہوم یہ ہے کہ باطن سے اس جگہ منتقل... ہو جائے جس کی تطہیر لازم ہو، اگرچہ اس تک نہ پہنچے... اور وہ اس میں نہ لتھڑے، اور "الی ما یطھر بہ...

(باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

شرعا اصلا و دخل المارن و خرجت القصبة وسیاتیك بعض ما یتعلق بهذہ الفائدة فی التنبیه الخامس ان شاء الله تعالٰی وبقید القوة دخل ما اذا افتصد فظار الدم و لم یتلوث راس الجرح[1] وما اذا ترب او اخذ بخرق او مص علق او قراد کبیر من دمه ما لو خرج لسال ولم یبق حاجة الی زیادة المکان فیما یطهر[2] کما فعل فی الغنیة والبحر لادخال صورة الفصد فورد علیه ما لو سال الی نهر او وقع

اندرونی حصے کا استثنا ہے کہ وہ شرعاً ظاہر نہیں ہے، اور ناک کا نرم حصّہ داخل ہے جبکہ سخت حصّہ خارج ہے۔ پانچویں تنبیہ میں ہم اس سے متعلق مزید روشنی ڈالیں گے ان شاء اللہ تعالٰی، اور القوۃ کی قید سے یہ صورتیں بھی داخل ہوگئیں کسی سے فصد کھلوائی اور خون کی دھار نکلی لیکن زخم کا سر ملوث نہ ہوا یا مٹی یا بڑے کپڑے سے صاف کیا یا جونک یا بڑی کلّی نے اس کا خون چُوسا کہ اگر اس کو چھوڑ دیا جاتا تو بہہ نکلتا، لفظ المکان فیما یطھر کے اضافہ کی ضرورت نہ رہی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

قید الی ما یطهر الاحتراز عن الخروج الی ما یعد من ظاهر البدن حسا ولا یعد منه شرعا لحکمة شرعیة کداخل العین لانه لا یجب تطهیرہ فالذی یخرج من بدن الانسان الی باطن العلقة والقراد خارج الی ما یجب تطهیرہ بمعنی انه لم یبق فی باطنه الحقیقی الذی هو تحت الجلدة و باطنه الشرعی الذی هو داخل العین[1] اھ فالکاف فی قوله اولا کداخل العین کاف الاستقصاء بدلیل اٰخر کلامه وفیه من الفوائد ان المراد الحکم الوجوب ۱۲ منه۔

کی قید سے مقصود اس حصے کی طرف خروج سے احتراز کرنا ہے جو ظاہرِ بدن حساً شمار ہوتا ہے اور حکمت شرعیہ کی وجہ سے ظاہر بدن میں شمار نہیں ہوتا ہے، جیسے آنکھ کا داخل حصہ ہے کہ اس کا پاک کرنا واجب نہیں ہے، لہٰذا جو کچھ انسانی بدن سے خارج ہو کر جونک یا بڑی کلّی کی طرف آتا ہے وہ ایسے حصہ کی طرف خارج ہے جس کی تطہیر واجب ہے یعنی اس کے حقیقی باطن میں جو کھال کے نیچے ہے اور اس کے شرعی باطن میں جو آنکھ کا اندرونی حصہ ہے نجاست باقی نہ رہی، لہٰذا ان کے قول "کداخل العین" میں کاف استقصا کے لیے ہے، اور اس پر ان کے کلام کا آخری حصہ دلیل ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حکم سے مراد وجوب ہے۔ (م) (اس کی مزید تحقیق پانچویں تنبیہ میں آئے گی)

---

[1] ذخیرۃ العقبٰی، نواقض الوضوء ۱/۹۷

Marfat.com

علی عذرة او جلد خنزیر الی غیر ذلك و سقطت[۱] المنازعات التی کانت مستمرة من زمن الامام صدر الشریعة الی عهد السید الشامی فی قولهم سال الی مایطهر وصارت[۲] العبارة الحسنة الصافیة الوافیة بحمد الله تعالیٰ۔

جیسا کہ غنیہ اور بحر میں فصد کی صورت کو شامل کرنے کے لیے کیا ہے، کیونکہ اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر وُہ خون بہہ کر نہر، گوبر یا خنزیر کی کھال پر پڑ جائے تو کیا حکم ہوگا اور اس سے ان مناقشات کا بھی فیصلہ ہو گیا جو صدر الشریعۃ کے زمانہ سے علامہ شامی کے زمانہ تک جاری رہے تھے یہ مناقشات "سال الی ما یطھر" سے متعلق تھے، اس طرح بہترین، صاف اور مکمل عبارت جو اس مفہوم کو ادا کرے گی یہ ہو گی بحمد اللہ تعالیٰ۔

ما اقول ناقضه من غیر السبیلین کل نجس خرج منه وفیه قوة سیلانه علی ماهو ظاهر البدن شرعا۔

غیر سبیلین سے ہر نجس چیز کا نکلنا کہ اس میں بہنے کی قوت ہو اس پر جو شرعاً بدن کا ظاہر ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

(۳) لیس فی النزول[۳] الی ما صلب النقض روایة واحدة کما وهم الاتقانی وتبعه من تبعه ولا عدم[۴] النقض روایة واحدة کما زعم النهر بل هما روایتان والثانی اشهر واظهر۔

(۳) خون کے ناک کے سخت حصہ کی طرف آنے سے وضو کے نہ ٹوٹنے کو متفق علیہ قرار دینا جیسا کہ اتقانی اور ان کے ہم نواؤں کا محض وہم ہے یا عدم نقض کو متفقہ قرار دینا جیسا کہ نہر کا زعم ہے درست نہیں، بلکہ دونوں مسائل میں دو دو روایتیں ہیں اور دوسری اشہر و اظہر ہے۔

(۴) لم تمش[۵] المنیة ولا الذخیرة علی قول زفر کما زعم المحقق فی الحلیة بل مشیا علی الروایة الشهیرة۔

(۴) منیہ اور ذخیرہ نے زفر کا قول اختیار نہیں کیا ہے حالانکہ حلیہ میں محقق کا یہی خیال ہے۔ ان دونوں حضرات نے مشہور روایت ہی کو اختیار کیا ہے۔

(۵) لا داعی لحمل الوجوب علی الثبوت کما ارتکب البحر بل هو المراد علی اشهر الروایات۔

(۵) وجوب کو ثبوت پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں، صاحب بحر نے ایسا ہی کیا ہے بلکہ اشہر روایات کے مطابق وجوب ہی مراد ہے۔

Marfat.com

(۶) لامعنى لحمل القصبة فى كلام المعراج على ما صلب كما فهم فى البحر و جزم به فى منحة الخالق و ردالمحتار بل مراده ما لان كما افاد فى النهر۔

(۶) قصبہ کو جو معراج میں ہے سخت حصہ پر محمول کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے جیسا کہ بحر نے سمجھا ہے اور منحۃ الخالق اور ردالمحتار میں تو اس پر جزم ہے بلکہ جیسا کہ نہر میں ہے اس سے مراد نرم حصہ ہی ہے۔

(۷) وقع الخلط بين القولين و المشى على روايتين مختلفتين فى العناية و شئ منه فى الفتح اما النهاية فاجبنا عنها جوابا نفيسا۔

(۷) اور عنایہ نے دونوں اقوال کو خلط ملط کر دیا اور اسی طرح دونوں مختلف روایات کے اختیار کے مسئلہ میں ابہام پیدا کر دیا۔ کچھ ایسا ہی فتح میں ہے لیکن نہایہ کا ہم نے نفیس جواب دیا ہے۔

(۸) لاوجه لحمل كلام الحدادى الى ما قال فى البحر بل هو ماش على الرواية الشهيرة كما افصح عنه فى الجوهرة النيرة۔

(۸) حدادی کے کلام کو بحر کے قول پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ جیسا کہ جوہرہ نیرہ میں بیان ہوا ہے انہوں نے مشہور روایت ہی کو اختیار کیا ہے۔

(۹) نفى النقض فيما صلب ليس بمحض المفهوم كما فهم البحر بل عليه صرائح نصوص لامرد لها۔

(۹) سخت حصہ کے بارے میں نقض کی نفی جیسا کہ بحر میں ہے محض اشارہ کنایہ سے سمجھی جانے والی بات نہیں ہے بلکہ یہ چیز ناقابلِ تردید صریح نصوص سے معلوم ہوتی ہے۔

(۱۰) لايجب حمل كلام الهداية على ما ذكر الاتقانى و العناية بل له محمل صحيح على الرواية الشهيرة ايضا من دون لزوم العبث و التكرار ذلك من فضل الله علينا و الحمد لله العزيز الغفار۔

(۱۰) صاحبِ ہدایہ کے کلام کی تاویل اتقانی اور عنایہ کی طرح کرنی ضروری نہیں ہے بلکہ مشہور روایت کے مطابق بھی اس کا صحیح مفہوم موجود ہے، اس میں نہ عبث لازم آئے گا نہ تکرار۔ ذلك من فضل الله علينا و الحمد لله العزيز الغفار۔

الخامس سبق الى خاطر بعض المتأخرين من الشراح و المحشين ان المراد بما يلحقه حكم التطهير ما يؤمر المكلف بايقاع تطهيره بالفعل۔

پانچواں بعض متاخرین شراح اور محشین کے ذہن میں یہ بات آئی ہے کہ "ما يلحقه حكم التطهير" سے مراد "ما يؤمر المكلف بايقاع تطهيره بالفعل" ہے۔

Marfat.com

قلت ای علی فرض وقوع حدث او
اصابة خبث اذ لولاہ لما نقض فصد المتوضئ
لعدم خروجہ الی ما کان مامورا بتطهیرہ
بالفعل فان جعل مامورا بہ بهذا الفصد
کان دورا کما لا یخفی ویتفرع علیہ انہ
ان تورم موضع من بدنہ قدر کف
مثلا وکان یضرہ اصابة الماء فانفجر
من اعلاہ وسال علی الورم لا ینقض ما
لم یجاوز موضع الورم لانہ لا یؤمر
بایقاع تطهیرہ بالفعل لمکان الضرر فی
فتح اللہ المعین عن حاشیة العلامة
نوح افندی قال بعض الفضلاء فی شرح
الوقایة یعنی ابن ملك یفهم من قولہ سال
الی ما یطهر انہ اذا کان لہ جراحة منبسطة
بحیث یضرہ غسلها فان خرج الدم وسال
علی الجراحة ولم یتجاوز الی موضع یجب
غسلہ لا ینقض الوضوء کذا فی المشکلات[1]
اھ والیہ یشیر کلام ابیہ السید علی حیث
قال السید الازهری المراد بحکم التطهیر
وجوبہ فی الوضوء والغسل ولو بالمسح
لینتظم ما اذا کانت الجراحة منبسطة بحیث
یضرہ غسلها فان خرج الدم وسال علی الجراحة
ولم یتجاوزها الی موضع یجب غسلہ

قلت یعنی جب یہ فرض کیا جائے کہ کوئی حدث
واقع ہوا ہے یا ناپاکی لگی ہے کیونکہ اگر یہ نہ ہو تو باوضو
شخص کا فصد کھلوانا وضو کو نہ توڑے گا کہ وہ خون
بہہ کر اس جگہ نہیں پہنچا ہے جس کے پاک کرنے کا
حکم بالفعل دیا گیا ہے، اور اگر اس کو اس فصد کی
وجہ سے مامور بہ قرار دیا جائے تو یہ دور ہوگا جیسا کہ
مخفی نہیں ہے۔ اس پر یہ تفریع ہے کہ اگر کسی
کے جسم پر مثلاً ہتھیلی کے برابر ورم آگیا اور اس کو پانی
لگنے سے ضرر ہوتا ہے پھر وہ اوپر سے پھٹ کر ورم پر
بہنے لگا تو وضو کو اس وقت تک نہیں توڑے گا
جب تک کہ بہہ کر مقام ورم سے تجاوز نہ کر جائے،
کیونکہ اس کو اس صورت میں ضرر کی وجہ سے بالفعل
پاک کرنے کا حکم نہیں ہے۔ فتح اللہ المعین میں علامہ
نوح افندی کے حاشیہ سے منقول ہے کہ بعض
فضلاء نے شرح وقایہ میں (یعنی ابن ملک نے) فرمایا ہے
کہ ان کے قول سال الی ما یطهر سے معلوم
ہوتا ہے کہ جب کسی کا زخم کھلا ہوا ہو اور اس کو
دھونے سے نقصان ہوتا ہو، تو اگر اس میں سے
خون نکلے اور زخم سے متجاوز نہ ہو، ایسی جگہ نہ پہنچے
جس کا دھونا واجب ہے تو وضو کو نہ توڑے گا کذا
فی المشکلات اھ ان کے باپ سید کے کلام میں
بھی اسی طرف اشارہ ہے۔ سید ازہری فرماتے ہیں
حکم تطہیر سے مراد اس کا وضو یا غسل میں وجوبی طور پر

---

[1] فتح المبین، نواقض وضوء ۱/۴۱

Marfat.com

فانه ینقض لانه سال الی موضع یلحقه حکم التطهیر بالمسح علیہ للعذر کذا بخط شیخنا وانظر حکم مالو ضره المسح ایضا الخ ثم نقل عن العلامۃ نوح افندی رد ما مر عن المشکلات بما سیاتی ان شاء اللہ تعالٰی ثم قال وکلام القہستانی یشیر الی ما فی المشکلات ونصہ نزل الدم من الانف فسد مالان منہ ولم ینزل منہ شیئ او تورم راس الجرح فظہر بہ قیح اونحوہ ولم یتجاوز الورم لم ینقض[1] الخ

پاک کرتا ہے، خواہ مسح سے ہی ہو تاکہ اس میں یہ صورت بھی آجائے کہ کسی کا زخم کھلا ہوا ہو اور اس کو دھونے سے نقصان ہوتا ہو، اب اس میں سے اگر خون نکل کر زخم پر آئے اور ایسی جگہ تک نہ پہنچے جس کا دھونا ضروری ہو تو وہ وضو کو توڑ دے گا، کیونکہ یہ ایسی جگہ تک بہہ کر آگیا ہے کہ جس کو حکم تطہیر مسح کے ساتھ ہے، یعنی عذر کی وجہ سے ایسا ہے کذا بخط شیخنا، پھر یہ صورت بھی دیکھئے جس میں مسح سے بھی باوضو شخص کو ضرر ہوتا ہو الخ پھر انہوں نے علامہ نوح افندی سے اس کا رد نقل کیا جو مشکلات میں ہے، یہ رد آگے آئے گا ان شاء اللہ تعالٰی۔ پھر فرمایا قہستانی کے کلام سے وہی چیز مترشح ہوتی ہے جو مشکلات میں بصراحت مذکور ہے وہ یہ ہے کہ خون ناک سے نیچے اترا اور اس کے نرم حصہ کو مسدود کر دیا، مگر اس سے نیچے نہ آیا، یا زخم کا سر سوج گیا اور اس سے پیپ وغیرہ نکلا مگر سوجن کی جگہ سے آگے نہ بڑھا تو وضو نہ ٹوٹا الخ

اقول اولا ان کان فی ھذا الکلام اشارۃ الی ذلک فاسنادہ للقہستانی من ابعاد النجعۃ فان الفرع مذکور فی البحر والفتح والمبسوط وغیرھا من جملۃ المعتمدات وقد قدمنا کلام الفتح ان فی مبسوط شیخ الاسلام تورم راس الجرح فظہر بہ قیح ونحوہ ولا ینقض مالم یجاوز الورم[2] الخ

اقول اوّل اگر اس کلام میں یہی اشارہ ہے تو اس کا قہستانی سے منسوب کرنا دور کی کوڑی لانے کے مترادف ہے، کیونکہ فرع تو خود بحر، فتح، مبسوط وغیرہا مستند کتب میں موجود ہے، اور فتح کا کلام نقل کر آئے ہیں اور وہ یہ ہے کہ شیخ الاسلام کی مبسوط میں ہے کہ اگر زخم کا سرا سُوج گیا اور اس میں سے پیپ وغیرہ نکلا تو جب تک سوجن کی جگہ سے متجاوز نہ ہو وضو نہ ٹوٹے گا الخ

وثانیا لا اشارۃ فانہم انما فرضوا تورم راس الجرح فالتجاوز عنہ یکون

دوم اس میں ایسا کوئی اشارہ موجود نہیں ہے اس لیے کہ انہوں نے پہلے ورم کے سر کا

[1] فتح المعین، نواقض وضوء، ۱/۱۴

[2] فتح القدیر، نواقض وضوء، ۱/۳۴

Marfat.com

بالانحدار وھو شرط النقض علی الصحیح المفتی بہ ولبس فی کلامھم ذکر ورم بسیط وسیع ینفجر راسہ فیسیل علی سطحہ ولا یجاوز الی الموضع الصحیح[1] نعم انا اسعف بذکر ما وقفت علیہ من کلام من یذھب او یمیل الیہ ثم اذکر ما یفتح المولی سبحنہ من لدیہ قال الامام الحلبی فی الحلیۃ اذا انحدر الخارج عن راس الجرح لکن لم یجاوز المحل المتورم و انما انحدر الی بعض ذلک المحل فانما لا ینتقض اذا کان یضرہ غسل ذلک الموضع ومسحہ ایضا اما اذا کان لا یضرہ احدھما فینبغی انہ ینتقض لانہ یلحقہ حکم التطھیر اذ لمسح تطہیر لہ شرعا کالغسل فلیتنبہ لذلک اھ وفی الفوائد المخصصۃ للعلامۃ الشامی عن المقاصد المخصصۃ فی بیان کی الحمصۃ السیدی عبد الغنی انہ قال بعد نقلہ حد السیلان وما فیہ من الخلاف فالمفھوم من ھذہ العبارات ان الدم و القیح و الصدید اذا علا علی الجرح و لم یسل عنہ الی موضع صحیح من البدن لا ینقض الوضوء سواء کان الجرح کبیرا او صغیرا[2] (ثم قال بعد کلام) ویؤید ھذا ما

سوجا فرض کیا اور اس سے تجاوز اس صورت میں ہوگا جب کوئی چیز اس سے ٹپکے اور یہی وضو ٹوٹنے کی مفتی بہ قول کے مطابق شرط ہے، اور ان کے کلام میں بڑے زخم کا ذکر نہیں ہے کہ جس کا منہ کھل جائے اور مواد اس کی سطح پر ہی رہے اس سے تجاوز نہ کرے اب ہم ان فقہا کا کلام ذکر کرتے ہیں جن کا میلان اس مذہب کی طرف ہے پھر ہم اپنے خیالات کا اظہار کریں گے جو اللہ نے اپنے فضل وکرم سے ہم پر منکشف کئے۔ امام حلبی نے حلیہ میں فرمایا کہ جب زخم کے منہ سے کچھ نکلا لیکن سوجن کی جگہ سے متجاوز نہ ہوا صرف اس کے کچھ حصہ پر ہی رہا تو وضو اس صورت میں ٹوٹے گا جبکہ اس جگہ کا دھونا یا اس پر مسح کرنا اس کو مضر ہو اور جب مضر نہ ہو تو مناسب یہ ہے کہ ٹوٹ جائے کہ اس کو حکم تطہیر لاحق ہے کیونکہ شرعا اس کا مسح کرنا اس کے حق میں دھونے کی طرح تطہیر ہے، فلیتنبہ لذلک اھ۔ علامہ شامی نے فوائد مخصصہ میں سید عبد الغنی کی "مقاصد حسنہ فی بیان کی الحمصہ" سے کے بیان میں فرمایا کہ انہوں نے پہلے تو سیلان کی حد اور اس میں اختلاف کو ذکر کیا پھر فرمایا کہ ان عبارات سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ خون، مواد اور پیپ جب زخم کے اوپر ظاہر ہو جائے اور بدن کے صحیح حصہ پر بہہ کر نہ جائے تو وضو نہ ٹوٹے گا خواہ زخم بڑا ہو یا چھوٹا ہو، پھر کچھ کلام کے بعد فرمایا اس

---

[1] حلیہ

[2] رسائل ابن عابدین، فوائد مخصصہ، فائدہ تاسعہ ۱/۶۳

Marfat.com

فی خزانۃ الروایات فی الجراحۃ البسیطۃ اذا خرج الدم من جانب و تجاوز الی جانب اٰخر لکن لم یصل الی موضع صحیح فانہ لاینقض الوضوء لانہ لم یصل الی موضع یلحقہ حکم التطہیر اھ[1] وفی الارکان الاربعۃ للمولی ملک العلماء بحر العلوم عبد العلی اللکنوی اذا خرج القیح من راس الجرح ولم یتجاوز ورم الجرح لاینقض الطہارۃ ولایکون نجسا اھ[2] وفی ردالمحتار عن السراج عن الینابیع الدم السائل علی الجراحۃ اذا لم یتجاوز قال بعضھم ھو طاھر حتی لوصلی رجل بجنبہ واصابہ منہ اکثر من قدر الدرھم جازت صلاتہ وبھذا اخذ الکرخی وھو الاظہر وقال بعضھم ھو نجس وھو قول محمد اھ[3] قال الشامی ومقتضاہ انہ غیر ناقض لانہ بقی طاھرا بعد الاصابۃ وان المعتبر خروجہ الی محل یلحقہ حکم التطہیر من بدن صاحبہ فلیتامل اھ[4]

کی تائید خزانۃ الروایات سے ہوتی ہے اس میں کھلے زخم کے بارے میں ہے کہ جب خون ایک طرف سے نکلا اور دوسری طرف آیا لیکن جسم کے تندرست حصّہ کی طرف نہ پہنچا تو وضو کو نہ توڑے گا کیونکہ وُہ ایسی جگہ نہیں پہنچا ہے جس کو تطہیر کا حکم لاحق ہو اھ ارکان اربعہ میں علامہ عبد العلی بحر العلوم فرماتے ہیں کہ جب مواد زخم کے سرے سے نکلے اور زخم کے ورم سے متجاوز نہ ہو تو طہارۃ کو نہ توڑے گا اور نجس نہ ہوگا اھ اور ردالمحتار میں سراج سے ینابیع سے منقول ہے کہ زخم پر بہنے والا خون جب زخم سے متجاوز نہ ہو تو بعض فقہاء کے نزدیک پاک ہے یہاں تک کہ اگر اس شخص کے پاس کسی نے نماز پڑھی اور اس کو ایک درہم سے زیادہ یہ خون لگ گیا تو اس کی نماز جائز ہوگی، کرخی نے اسی کو پسند کیا ہے اور یہی اظہر ہے۔ اور بعض نے فرمایا یہ نجس ہے، یہی امام محمد کا قول ہے اھ شامی نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ناقض وضو نہیں ہے کیونکہ وہ لگنے کے بعد پاک ہے۔ اور اعتبار اس امر کا ہے کہ وہ اس جگہ کی طرف تجاوز کرے جو صاحب بدن کے اس حصہ کی طرف آئے جس کو حکم تطہیر لاحق ہو فلیتامل اھ

وانا اقول وباللہ التوفیق وبہ استھدی سواء الطریق ھھنا مسئلتان

اللہ ہی سے توفیق ہے اور اسی سے سیدھے راستے کی ہدایت چاہتا ہوں، در اصل یہاں دو مسئلے ہیں ایک تو ورم جو صرف اوپر سے

---

[1] فوائد مخصصہ من رسائل ابن عابدین فائدہ تاسعہ ۱/۶۴ [2] رسائل الارکان لعبد العلی، نواقض وضو ص ۱۶

[3] ردالمحتار، نواقض وضو ۱/۱۰۰ [4] ردالمحتار، نواقض وضو ۱/۱۰۰

Marfat.com

مسئلة الورم الغیر المنفجر الا من اعلاه
کما وصفنا ومسئلة الجرح اعنی تفرق
الاتصال کما یحصل بالسلاح والانفجار
وقد خلطهما السید ابو السعود کما رأیت
وسیظهر الفرق بعون رب البیت اما الاولی
ففی غایة الاشکال ولا تحضرنی الأن
مصرحة کذلک الا من الحلیة والارکان
الاربعة وکذا ما تبتنی علیه من ارادة ما
یکلف بایقاع تطهیره بالفعل وهذا ربما
یشم من غیرهما ایضا کابن ملک وخزانة
الروایات ورد المحتار۔

فاقول اولا لایذهبن عنک ان
المعنی المؤثر عندنا فی الحدث هو خروج
النجس من باطن البدن الی ظاهره لا
یحتاج معه الی شیئ اٰخر غیر ان الخروج
لا یتحقق فی غیر السبیلین الا بالانتقال
لان تحت کل جلدة دما هو ما دام فی
مکانه لا یعطی له حکم النجاسة قال
الامام برهان الملة والدین فی الهدایة
خروج النجاسة مؤثر فی زوال الطهارة غیر
ان الخروج انما یتحقق بالسیلان الی
موضع یلحقه حکم التطهیر لان بزوال
القشرة تظهر النجاسة فی محلها فتکون
بادیة لا خارجة بخلاف السبیلین لان
ذلک الموضع لیس بموضع النجاسة

پھٹا ہوا ہو جیسا کہ ہم نے بیان کیا، دوسرا مسئلہ زخم کا مسئلہ جو
تلوار وغیرہ سے لگ جاتا ہے لیکن ابو السعود نے جیسا کہ آپ نے دیکھا دونوں
مسئلوں کو خلط ملط کر دیا۔ ان میں فرق ابھی
ربِ کعبہ کی مدد سے ظاہر ہو جائے گا۔ پہلا مسئلہ
نہایت ہی مشکل ہے اور اس کی بابت اس وقت
مجھے کوئی صراحت مستحضر نہیں ہے، صرف حلیہ اور
ارکانِ اربعہ کی عبارت ہے۔ اسی طرح اس پر
متفرع ہونے والا مسئلہ یعنی کسی عضو کی تطہیر
کے بالفعل کرنے کا ارادہ، ممکن ہے کہ بعض دوسرے
علماء مثلاً ابن ملک، خزانۃ الروایات اور
ردالمحتار سے بھی کچھ ایسا ہی مفہوم ہوتا ہو۔

اقول اول: یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے
کہ ہمارے نزدیک حدث میں مؤثر کا مفہوم یہ ہے کہ
ناپاک چیز بدن کے باطن سے نکل کر ظاہر کی طرف
آجائے۔ اس کے علاوہ کسی اور چیز کی حاجت
نہیں، البتہ سبیلین کے علاوہ دوسرے مقامات
سے خروج کے لیے منتقل ہونا ضروری ہے کہ ہر کھال
کے نیچے خون ہے، جب تک وُہ اپنی جگہ رہے گا،
اس کو ناپاکی کا حکم نہیں ہوگا۔ امام برہان الدین
نے ہدایہ میں فرمایا کہ نجاست نکلنا زوالِ طہارت
میں مؤثر ہے۔ البتہ خروج اسی وقت متحقق ہوگا
جبکہ نجاست بہہ کر اس حصے تک آجائے جس کو
پاک کرنے کا حکم ہو، کیونکہ کھال کے ہٹ جانے سے
نجاست اپنے مقام پر ظاہر ہوتی ہے نہ کہ خارج،
سبیلین کا معاملہ مختلف ہے کہ وہ مقام نجاست

Marfat.com

فیستدل بالظهور علی الانتقال والخروج اھ[1] ومثله فی المستخلص نقلا عنها و قال الامام فقیه النفس فی شرح الجامع الصغیر الحدث اسم للخارج النجس و الخروج انما یتحقق بالسیلان[2] الخ وقال الامام المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر خروج النجاسة مؤثر فی زوال الطهارة شرعا وهذا القدر فی الاصل معقول ای عُقل فی الاصل وهو الخارج من السبیلین ان زوال الطهارة عنده انما هو بسبب انه نجس خارج من البدن اذ لم یظهر لکونه من خصوص السبیلین تاثیر وقد وجد فی الخارج من غیرهما فیتعدی الحکم الیه فالاصل الخارج من السبیلین وحکمه زوال طهارة یوجبها الوضوء وعلته خروج النجاسة من البدن و الفرع الخارج النجس من غیرهما وفیه المناط فیتعدی الیه زوال الطهارة[3] اھ و مثله فی البحر الرائق وفیه ایضا النقض بالخروج وحقیقته من الباطن الی الظاهر وذلك بالظهور فی السبیلین یتحقق و فی غیرهما بالسیلان الی موضع یلحقه التطهیر

نہیں ہے وہاں ظہور ہی کو منتقل ہونا اور خارج ہونا قرار دیا جائے گا۔ اسی قسم کی بات مستخلص میں اس سے منقول ہے۔ امام فقیہ النفس نے شرح جامع صغیر میں فرمایا کہ حدث، خارج ہونے والی ناپاک چیز کا نام ہے اور خروج بہنے سے متحقق ہوتا ہے الخ۔ امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا کہ نجاست کا نکلنا زوال طہارۃ میں شرعاً موثر ہے اور اس قدر بات اصل میں معقول ہے، اور اصل مراد "خارج من السبیلین" ہے۔ یعنی یہ بات کہ پاکی کا زوال اس باعث ہے کہ یہ نجاست ہے اور بدن سے نکل رہی ہے، کیونکہ خاص طور پر اس کے سبیلین سے نکلنے کی وجہ سے حدث کا ہونا کوئی مفہوم نہیں رکھتا ہے، یہ بات تو سبیلین کے علاوہ جسم کے دوسرے حصّوں سے خروج کی صورت میں بھی پائی جاتی ہے تو حکم اس کی طرف بھی متعدی ہوگا، تو اصل "خارج من السبیلین" ہے، اور اس کا حکم طہارت کا زائل ہونا ہے، جس کے باعث وضوء واجب ہوجاتا ہے، اس کی علت نجاست کا بدن سے خارج ہونا ہے' اور فرع سبیلین کے علاوہ کہیں سے بھی نجاست کا خارج ہونا ہے اور اسی میں "مناط" ہے۔ لہذا زوال طہارۃ اس کی طرف بھی متعدی ہوگا اھ، بحر الرائق میں بھی

---

[1] الہدایہ، نواقض وضوء، ۱/ ۸
[2] بحر الرائق، نواقض وضوء ۱/ ۳۴
[3] فتح القدیر، نواقض وضوء، ۱/ ۳۹

Marfat.com

لان بزوال القشرۃ تظہر النجاسۃ فی محلہا فتکون بادیۃ لا خارجۃ[1] اھ وفی الفتح و الحلیۃ والغنیۃ والبحر والطحطاوی و الشامی جمیع الادلۃ المورودۃ من السنۃ والقیاس تفید تعلیق النقض بالخارج النجس[2] اھ وفی الغنیۃ اذا زالت بشرۃ کانت الرطوبۃ بادیۃ لا منتقلۃ ولا تکون منتقلۃ الا بالتجاوز والسیلان[3] اھ وفی تبیین الامام الزیلعی الخروج انما یتحقق بوصولہ الی ما ذکرنا لان ما تحت الجلدۃ مملوء دما فبالظہور لا یکون خارجا بل بادیا وھو فی موضعہ[4] اھ وفی المحیط ثم الدرر حد الخروج الانتقال من الباطن الی الظاہر و ذلک یعرف بالسیلان من موضعہ[5] اھ

یہی ہے، اس میں یہ بھی ہے کہ وضو خروج سے ٹوٹتا ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ باطن سے ظاہر کی طرف ہو، اور یہ چیز سبیلین میں تو ظہور سے ہی متحقق ہو جائیگی اور ان کے علاوہ بدن کے دوسرے حصوں میں، ایسی جگہ تک آنا ضروری ہے جس کو تطہیر کا حکم ہو، کیونکہ چھلکے کے ہٹ جانے سے نجاست صرف ظاہر ہوتی ہے خارج نہیں ہوتی ہے اھ فتح، حلیہ، غنیہ، بحر، طحطاوی اور شامی میں ہے کہ سنت اور قیاس کے تمام دلائل سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وضو کا ٹوٹنا خارج ہونے والی نجاست سے ہی متعلق ہے اھ اور غنیہ میں ہے کہ جب کھال ہٹ جائے تو رطوبت ظاہر ہوگی منتقل نہ ہوگی منتقل صرف بہنے کی صورت ہی میں ہوگی۔ امام زیلعی نے تبیین میں لکھا کہ خروج اسی وقت متحقق ہوگا جبکہ وہ اس حصہ کی طرف بہہ جائے جس کا ہم نے ذکر کیا، کیونکہ جلد کا نچلا حصہ خون سے پُر ہے لہذا ظاہر ہونے سے خارج نہ ہوگا بلکہ بادی ہوگا، اور اپنی جگہ پر ہی رہے گا اھ محیط اور درر میں ہے کہ خروج کی حد باطن سے ظاہر کی طرف منتقل ہونا ہے، اور یہ اپنی جگہ سے بہہ جانے سے معلوم ہوگا اھ

وفی شرح الوقایۃ للامام صدر الشریعۃ المعتبر الخروج الی ما ھو ظاہر البدن شرعا[6] اھ

امام صدر الشریعۃ کی شرح وقایہ میں ہے کہ خروج سے مراد اس حصہ کی طرف آنا ہے جو شرعاً ظاہر ہے اھ

وقال الامام النسفی فی متن الکنز

امام نسفی نے کنز کے متن میں فرمایا وضو کو

---

[1] بحر الرائق، نواقض وضو ۱/۳۳ [2] غنیۃ المستملی، نواقض وضو ص ۱۳۱ [3] ایضاً
[4] تبیین الحقائق، نواقض وضو ۱/۸ [5] درر الحکام شرح غرر الاحکام، نواقض وضو ۱/۱۳
[6] شرح وقایہ، نواقض وضو ۱/۱۰

Marfat.com

ینقضہ خروج نجس منہ[۱] اھ واستحسنہ فی جامع الرموز فقال حق العبارۃ ناقضہ خروج النجس[۲] اھ

وقال السید جلال الدین فی الکفایۃ لایتحقق الخروج الا بالسیلان لان تحت کل جلدۃ رطوبۃ فاذا زالت کانت بادیۃ لاخارجۃ کالبیت اذا انہدم کان اساکن ظاھرا لا منتقلا عن موضعہ[۳] اھ

وقال العلامۃ الاکمل فی العنایۃ خروج النجس من بدن الانسان الحی ینقض الطہارۃ کیفما کان عندنا وھو مذھب العشرۃ المبشرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم[۴] اھ وفیہا ایضا شرط التجاوز الی موضع یلحقہ حکم التطہیر احترازعما یبدو ولم یخرج ولم یتجاوز فانہ لایسمی خارجا فکان تفسیرا للخروج وردا لما ظن زفران البادی خارج[۵] اھ

نجاست کا بدن سے نکلنا توڑ دے گا اھ اور اس کو جامع الرموز میں پسند کیا ہے اور کہا ہے کہ عبارت اس طرح ہونی چاہئے ناقضہ خروج النجس اھ

سید جلال الدین نے کفایہ میں فرمایا کہ خروج سیلان سے ہی متحقق ہوگا کہ کھال کے ہر حصہ کے نیچے رطوبت پائی جاتی ہے اب جب کھال ہٹ جائے گی تو نجاست بادی ہوگی نہ کہ خارج، جیسے گھر اگر گر جائے تو گھر والے اس میں ظاہر ہو جاتے ہیں اس سے خارج نہیں ہو جاتے اھ علامہ اکمل نے عنایہ میں فرمایا کہ زندہ انسان کے بدن سے خون کا نکلنا بہرحال ہمارے نزدیک طہارت کو توڑتا ہے اور یہی عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کا مذہب ہے اھ اسی کتاب میں ہے کہ اس جگہ کی طرف تجاوز کرنے کی شرط جس کو پاک کرنے کا حکم ہے اس صورت سے احتراز ہے جس میں نجاست ظاہر تو ہو مگر خارج نہ ہو کیونکہ اس کو خارج نہیں کہا جاتا ہے پس یہ خروج کی تفسیر ہے اور زفر کے اس خیال کی تردید ہے کہ یہ خارج ہے اھ

وقد صرح المولی بحرالعلوم نفسہ فی ذلک الکتاب انہ ثبت ان علۃ انتقاض الطہارۃ خروج النجاسۃ فکلما خرج من

علامہ بحر العلوم نے خود اسی کتاب میں صراحت کی ہے کہ طہارۃ کے ٹوٹنے کی علت نجاست کا نکلنا ہے پس جو بھی نجاست نکلے گی وہ طہارت کو

---

[۱] کنز الدقائق، نواقض وضو ص ۷
[۲] جامع الرموز، نواقض وضو ۱/۳۴
[۳] کفایۃ مع فتح القدیر، نواقض وضو ۱/۳۸
[۴] عنایۃ علی حاشیہ فتح القدیر، نواقض وضو ۱/۳۳
[۵] عنایۃ علی حاشیۃ فتح القدیر، نواقض وضوء ۱/۳۳

Marfat.com

النجاسة ينقض الطهارة[1] اھ ومن نظر الى هٰذه النصوص ايقن ان خروج النجس الى ظاهر البدن اذا تحقق لا يتوقف بعده ثبوت الحدث وان تحققه في غير السبيلين يحصل بانتقال ما عن موضعه لا يشترط فيه ان يكون ذراعا او شبرا مثلا ولذلك لما ظهر لمحمد فيما روى عنه ان بالعلو على راس الجرح يحصل انتقال الدم من مكانه حكم بالنقض من دون توقيف على انحدار ايضا فضلا عن اشتراط امتداد مسافة واصحابنا جعلوا راس الجرح من مكانه فما دام عليه ولم يجاوزه لم ينتقل من مكانه وان انتقل من تحت قال في الدرر عن المحيط بعد ما قدمنا وحد السيلان ان يعلو فينحدر عن راس الجرح هكذا فسر ابو يوسف لانه مالم ينحدر عن راس الجرح لم ينتقل عن مكانه فان ما يوازي الدم من اعلى الجرح مكانه[2] اھ

توڑ دے گی اھ جو بھی ان تصریحات کو دیکھے گا اس کو اس امر میں شک کی گنجائش باقی نہ رہے گی۔ نجاست کا نکلنا ظاہر بدن کی طرف حدث کے لیے کافی ہے اور اس کے بعد مزید کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے اور سبیلین کے علاوہ اگر نجاست نکلے تو اس میں اپنی جگہ سے منتقل ہونے کی شرط ہے، اس میں ایک گز یا ایک بالشت کی شرط نہیں ہے۔ اس لیے جب امام محمد پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ زخم کے سرے پر نجاست کے آنے سے خون کا اس کی جگہ سے منتقل ہونا متحقق ہو جائے گا تو انہوں نے طہارت ٹوٹنے کا حکم لگا دیا اور اس میں زخم سے گرنے کی شرط نہ لگائی، اس میں کسی مسافت تک پہنچنے کا سوال ہی نہ پیدا ہوتا، اور ہمارے اصحاب کا خیال ہے کہ زخم کا سرا زخم ہی کی جگہ ہے جب تک نجاست اس پر رہے تو سمجھا جائے گا کہ نجاست اپنی جگہ سے منتقل نہیں ہوئی ہے خواہ وہ نیچے سے منتقل ہو چکی ہو۔ درر میں محیط سے اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد جس کو ہم نے نقل کیا فرمایا: سیلان کی حد یہ ہے کہ زخم کے سرے پر آکر ٹپک جائے، ابو یوسف نے بھی یہی تفسیر کی ہے کیونکہ جب تک زخم سے نہ ٹپکے اپنی جگہ سے منتقل نہ ہوگی، کیونکہ زخم کا بالائی حصہ جو خون کے مقابل ہے وہی خون کی جگہ ہے اھ

فالورم المنبسط المنفجر من اعلاه اذا انحدر القيح من راسه تحقق

پس کھلا ہوا زخم جو اوپر سے پھٹا ہوا ہو جب پیپ اس کے سر سے نکلے تو خروج متحقق ہو جائے گا اور

[1] رسائل الارکان، نواقض وضوء ص ۱۶ [2] درر الحکام شرح غرر الاحکام، نواقض وضوء ۱/۱۳

Marfat.com

الخروج والانتقال والسیلان قطعا لامحل فیه لارتیاب فما هی الاعبارة عن معنی واحد ولن یسبقن الی وهم احد ان الورم ان استوعب ید انسان من کتفه الی رسغه فانفجر من اعلی الکتف وجعل الدم یثج ثجا حتی ملاء الکتف ثم العضد ثم المرفق ثم الساعد لم یکن کل هذا خروجا حتی یتجاوز الی الکف وعدم لحوق حکم التطهیر عند العذر ظاهر المنع بل قد لحق وتاخر طلب ایقاعه بالفعل حتی یزول ولذا اذا زال ظهر فکان من باب الوجوب لانعقاد السبب وتأخر وجوب الاداء بخلاف داخل العین فانه من باطن البدن شرعا فی باب التطهیر من کل وجه لم یلحقه قط حکم التطهیر ولن یلحقه ابدا ما بقی فکیف یقاس علیه ما کان ظاهر البدن قطعا حسا و شرعا ثم اعتری معترا خر عنه حکم اداء التطهیر موقتا لوقت البرء ام کیف یجعل العارض کاللازم والحادث عن قریب الزائل عما قلیل کاللازب المستمر۔

انتقال اور سیلان بھی قطعاً ہوگا، اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں، سو اس عبارت کا ایک ہی مفہوم ہے، یہ وہم نہ کیا جائے کہ اگر کسی شخص کے کاندھے سے نیچے کلائی تک ورم آجائے پھر کاندھے کے بالائی حصے سے پھٹ جائے اور خون پوری تیزی سے بہہ کر کاندھے، بازو اور کلائی تک آجائے، تو یہ خروج نہ ہوگا، خروج اسی وقت ہوگا جب ہتھیلی سے متجاوز ہو جائے۔ اور تطہیر کا حکم نہ ہونا عذر کے ہونے کی صورت میں مسلّم نہیں ہے بلکہ حکم تو ہوا لیکن اس کے بالفعل واقع کرنے کی طلب متاخر ہو گئی ہے یہ عذر کے زوال کے بعد ہوگی، اس لیے جب عذر ختم ہوگا حکم تطہیر ظاہر ہوگا، گویا یہ سبب کے منعقد ہونے اور وجوب اداء کے متاخر ہونے کی قسم سے ہے، آنکھ کے اندرونی حصے کا معاملہ اس سے مختلف ہے کیونکہ وہ تطہیر کے معاملہ میں شرعاً بدن کا باطنی حصہ ہے۔ اس کو نہ تو حکم تطہیر لاحق ہوا ہے اور نہ کبھی ہوگا، لہٰذا جو چیز حساً اور شرعاً بدن کا ظاہر ہو اس کو اس پر کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے۔ پھر اس کو ایک اور امر لاحق ہوگیا جس نے حکم تطہیر کو ایک معین وقت تک کے لیے موخر کر دیا یعنی تندرستی تک، یا یوں سمجھ لیجئے کہ عارض کو مثل لازم کیونکر کیا جا سکتا ہے اور جو چیز مستقبل قریب میں ہونے والی ہو اور جلد ہی زائل ہو جانے والی ہو اس کو مسلسل جاری رہنے والی چیز کے مانند کیسے کہا جا سکتا ہے؟

وثانیا انما المنقول عن ائمتنا رضی اللہ تعالیٰ عنہم شیئان اما النقض بمجرد العلو علی راس الجرح وان لم ینحدر کما

دوم ہمارے ائمہ سے دو چیزیں منقول ہیں، یا تو زخم کے سر پر آتے ہی طہارت کا ختم ہو جانا، جیسا کہ امام محمد سے مروی ہے اور اسی کی طرف امام محمد

Marfat.com

روی عن محمد والیه مال الامام محمد بن عبداللہ وعلیہ مشی فی مجموع النوازل والفتاوی النسفیة وجعله فی الوجیز اقیس وفی الدرایة اصح واما بالانحدار عن راس الجرح وھو المعتمد وعلیه الفتوی ولم ینقل عن احد منھم قط ان الانحدار عن الراس ایضا لا یکفی للنقض ما لم یجاوز سطح ورم الجرح کله قدر ذراع کان او اکثر بل قد نطقت کتب المذھب قاطبة بان مجرد الانحدار عن الراس کاف فی النقض وھذا محرر المذھب محمد رضی اللہ تعالٰی عنه قائلا فی جامعه الصغیر محمد عن یعقوب عن ابی حنیفة رضی اللہ تعالٰی عنھم فی نفطة قشرت فسال منھا ماء او دم او غیرہ عن راس الجرح نقض الوضوء وان لم یسل لم ینقض اھ[1]

قال الامام الاجل قاضی خان فی شرحه والسیلان ان ینحدر عن راس الجرح وعن محمد رحمه اللہ تعالٰی اذا انتفخ علی راس الجرح وصار اکثر من راس الجرح انتقض والصحیح ما قلنا اھ[2]

وفی محیط الامام السرخسی ثم النھر ثم الھندیة حد السیلان ان یعلو فینحدر

بن عبداللہ کا میلان ہے اور مجموع النوازل نیز فتاوٰی نسفیہ میں بھی یہی ہے، وجیز میں اس کو زیادہ قرینِ قیاس قرار دیا ہے، اور درایہ میں اصح کہا ہے، یا زخم کے سر سے نیچے آتے ہی طہارۃ ختم ہوجائے گی، یہی معتمد ہے اور اسی پر فتوٰی ہے، یہ کسی امام سے منقول نہیں کہ زخم کے سر سے نیچے آنے کے باوجود طہارۃ اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک کہ زخم کے پورے ورم کی سطح سے متجاوز نہ ہوجائے خواہ وہ ایک گز ہو یا اس سے بھی زیادہ، بلکہ تمام کتبِ مذہب میں یہی ہے کہ سرِ زخم سے نیچے آنا ہی کافی ہے، محررِ مذہب امام محمد نے جامع صغیر میں اسی کو واضح طور پر بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں محمد کو ابو یوسف سے ان کو ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی چھالا پھُوٹ گیا اور اس سے پانی، خون یا کچھ اور نکلا اور سرِ زخم سے متجاوز ہوگیا تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر نہ بہا تو نہ ٹوٹے گا اھ

امامِ اجل قاضی خان نے اس کی شرح میں کہا کہ سیلان یہ ہے کہ سرِ زخم سے نیچے آجائے، اور امام محمد سے روایت ہے کہ جب پھول کر سرِ زخم پر آئے اور اس کے سر سے حجم میں بڑا ہوجائے تو وضو ٹوٹ جائے گا، لیکن صحیح وہی ہے جو ہم نے کہا اھ

امام سرخسی کی محیط، نہر اور ہندیہ میں ہے کہ سیلان یہ ہے کہ اوپر کو آئے پھر زخم کے سر سے

---

[1] جامع الصغیر للامام محمد، نواقض وضو، ص ۷

[2] شرح جامع الصغیر

Marfat.com

عن راس الجرح اھ[1]

وفی جواھر الفتاوی للامام الکرمانی فی الباب الثانی المعقود لفتاوی الامام جمال الدین البزدوی اما التی تخرج من غیر السبیلین ان وقفت ولو تتعدعن راس الجرح فطاھرۃ[2] ثم اطال فی بیان حکمۃ الفرق بین الخارج والبادے ملخصہ ان البادی الکائن تحت الجلدۃ ھوالذی انتقل عن طبیعۃ الدم الی طبیعۃ اللحم وانتھی نضجہ غیرانہ لم ینجمد بخلاف السائل[3] وفی شرح الطحاوی للامام الاسبیجابی ثم ایضاح الاصلاح لابن کمال باشا قال اصحابنا اذا خرج وسال عن راس الجرح نقض الوضوٗ وقال زفر ینقضہ سال اولم یسل وقال الشافعی لا ینقضہ سال اولم یسل اھ[4]

نیچے آجائے اھ

امام کرمانی کے جواہر الفتاوی کے دوسرے باب میں جو امام جمال الدین بزدوی کے فتاوی پر مشتمل ہے، یہ ہے کہ وہ نجاست جو سبیلین کے علاوہ کہیں اور سے خارج ہو، اگر سرِ زخم سے متجاوز نہ ہو تو وہ طاہر ہے اھ پھر خارج اور بادی کے فرق کی حکمت کو تفصیل سے بیان کیا، جس کا خلاصہ یہ ہے، بادی جو کھال کے نیچے ہو، خون کی طبیعت سے منتقل ہو کر گوشت کی طبیعت میں آگیا ہے اور مکمل طور پر پختہ ہو چکا ہے صرف اتنا ہے کہ منجمد نہیں ہوا ہے۔ یہ بات سائل (بہنے والے) میں نہیں ہوتی ہے۔ امام اسبیجابی کی شرح طحاوی اور ابن کمال پاشا کی ایضاح الاصلاح میں ہے کہ ہمارے اصحاب نے فرمایا جب زخم کے سر سے نکلے اور بہے تو وضو ٹوٹ جائے گا، اور زفر نے فرمایا بہے یا نہ بہے وضو ٹوٹ جائے گا، اور امام شافعی نے فرمایا: بہے یا نہ بہے وضو نہ ٹوٹے گا اھ۔

وفی الخلاصۃ ان خرج من قرح بہ دم اوصدید اوقیح فسال عن راس الجرح نقض عندنا[5] اھ وفی المنیۃ ان سال عن راس الجرح نقض وان لم

اور خلاصہ میں ہے کہ اگر کوئی چیز خون، مواد یا پیپ کی قسم سے زخم سے نکلے اور زخم کے سر سے بہے تو ہمارے نزدیک وضو ٹوٹ جائے گا[5] اور منیہ میں ہے کہ اگر سرِ زخم سے بہے تو وضو ٹوٹیگا

---

[1] فتاوی ہندیہ، نواقضِ وضو ۱/۱۰
[2] جواہر الفتاوی
[3] جواہر الفتاوی
[4] شرح الطحاوی
[5] خلاصۃ الفتاوی، نواقض وضو ۱/۱۵

Marfat.com

يسل لا ينقضه وتفسير السيلان ان ينحدر عن راس الجرح اھ[1]

اور اگر نہ بہے تو وضو نہ ٹوٹے گا اور سیلان کا معنیٰ ہے کہ سرِ زخم سے نیچے آجائے اھ

وفي صدر الشريعة اذا سال عن راس الجرح علم انه دم انتقل من العروق في هذه الساعة وهو الدم النجس اما اذا لم يسل علم انه دم العضو اھ[2]

اور صدر الشریعۃ نے فرمایا کہ جب سرِ زخم سے بہا تو معلوم ہو گیا کہ یہ وہ خون ہے جو ابھی رگوں سے آرہا ہے اور یہی ناپاک خون ہے، اور جب نہ بہے تو معلوم ہو جاتے گا کہ یہ عضو کا خون ہے اھ

يشير الى الحكمة التي ذكرها الامام جمال الدين وفي جواهر الاخلاطي ان سال عن راس الجرح نقض والا لا والسيلان الانحدار عن راس الجرح اھ[3]

اور جواہر الاخلاطی میں صدر الشریعۃ اس حکمت کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں جس کا ذکر امام جمال الدین نے اپنے فتاوٰی میں کیا ہے کہ اگر سرِ زخم سے بہا تو وضو ٹوٹے گا ورنہ نہیں، اور سیلان کے معنی سرِ زخم سے نیچے آنے کے ہیں اھ

وقال صاحب السراج نفسه في الجوهرة النيرة حد التجاوز ان ينحدر عن راس الجرح واما اذا علا ولم ينحدر لا ينقض اھ[4] وهذا هو الموافق لما تقدم ان المعنى الخروج وظهوره بالانتقال فاذن لا ارى هذا القيل الا مستحدثا بعد ائمتنا على خلاف ما يعطيه كلامهم جميعا وعلى خلاف اطلاقات المتون وعامة الكتب المعتمدة وعلى خلاف ما هو قضية جميع الادلة المورودة من السنة والقياس كما علمت -

اور صاحبِ سراج نے جوہرہ نیرہ میں فرمایا کہ تجاوز کی حد یہ ہے کہ سرِ زخم سے نیچے آجائے لیکن اگر اوپر آیا اور نیچے نہ آیا تو وضو نہ ٹوٹے گا اھ یہی چیز گزشتہ گفتگو سے مطابقت رکھتی ہے کہ خروج اور ظہور کے معنی منتقل ہونے کے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ قول ہمارے ائمہ کے دور کے بعد کی ایجاد ہے یہ تمام متون، کتبِ معتمدہ کے عمومی اطلاقات اور سنّت و قیاس کے بیان کردہ تمام ادلہ کے خلاف ہے۔

وثالثا مع قطع النظر عن كل ذلك هذا يشبه فرض محال فقد قدمنا عن الفتح والبحر والغنية ان التطهير يعم الطهارة من الخبث ومعلوم انه يكون بكل ماء طاهر قالع ولا يشترط فيه

سوم جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس سے قطع نظر یہ فرض محال کے مشابہ ہے، ہم فتح، بحر اور غنیہ کی عبارات نقل کر چکے ہیں کہ تطہیر خبث سے طہارۃ کو بھی شامل ہے اور یہ معلوم ہے کہ ہر پاک پانی سے ہو جاتی ہے جو نجاست کو

---

[1] منیۃ المصلی، نواقض وضوء ص ۹۰ [2] شرح وقایہ، نواقض وضوء ۱/ ۷۵ [3] جواہر اخلاطی [4] جوہرہ نیرہ، نواقض وضو ۱/۶

Marfat.com

شدة الاسالة بل تكفي الازالة ولو بثلث خرق مبلولة وفي الدر[1] تطهر اصبع وثدي تنجس بلحس ثلثا اھ ولا اعلم ورما يضره المسح بخرقة بلت بعرق يناسبه بل ربما ينفع فلعله فرض لا يقع۔

دور کر دے اس میں سیلان کی شدت کی شرط نہیں ہے اصل چیز تو نجاست کا دور کرنا ہے، خواہ تین ترشدہ کپڑوں کے ذریعہ ہی کیوں نہ ہو۔ در میں ہے کہ انگلی اور چھاتی اگر نجس ہو جائے تو تین مرتبہ چاٹنے سے پاک ہو جائے گی اھ میں نہیں سمجھتا کہ ورم کی کوئی ایسی قسم بھی ہے جس کو کسی مناسب عرق سے ترشدہ کپڑے سے پونچھنے سے نقصان پہنچتا ہو، بلکہ عین ممکن ہے کہ فائدہ پہنچتا ہو، لہذا یہ سراسر مفروضہ ہے جو واقع نہیں ہوگا۔

ورابعا ان لزم صلوحه لطلب ايقاع التطهير بالفعل فاذا كان بالانسان والعياذ بالله ما يضره اصابة الماء في شيئ من بدنه فهذا ان افتصد لا يكون حدثا وان اصابته شجة في راسه فسال الدم من قرنه الى قدمه فهو على وضوئه ولم يتنجس بهذا الدماء الفوارة بدنه ولا ثيابه بل لو اخذ غيره تلك الدماء ولطخ بها ثوبه كان صبغا طيبا طاهرا لان ما ليس بحدث ليس بنجس ولو كان المرض باحد شقيه فان خرج من الشق السليم دم قدر راس ذباب بطل وضوؤه وان افتصد من الشق المأوف وخرج الدم ارطالا لم يضره وهو ظاهر مع انه هو الدم المسفوح وهذا كله غير معقول ولا منقول ولا متجه ولا مقبول فلا مرية عندي ان المراد كل ما هو ظاهر البدن شرعا وان تأخر طلب ايقاع تطهيره بالفعل

چہارم یہ بات لازم آتی ہے کہ وہ بالفعل تطہیر کے واقع کرنے کی طلب کی صلاحیت رکھتا ہو مثلاً انسان کے بدن میں کوئی ایسی تکلیف ہو جس کو پانی نقصان دیتا ہو تو یہ شخص اگر فصد کھلوائے تو حدث نہ ہوگا، اور اگر اس کا سر زخمی ہو جائے اور اس کے سر سے خون بہہ کر قدم تک آجائے تو اس کا وضو نہ ٹوٹے گا اور اس خون سے نہ اس کے کپڑے ناپاک ہوں گے اور نہ اس کا جسم، بلکہ اگر کسی اور نے یہ خون لے کر اپنے بدن یا کپڑوں پر لگا لیا تو پاکیزہ رنگ سے زیادہ اور کچھ نہ ہوگا کہ جو چیز حدث نہیں وہ نجس نہیں ہے، اگر ایک پہلو مریض ہو اور دوسرا تندرست، پھر تندرست پہلو سے مکھی کے سر کے برابر خون نکلے تو وضو ٹوٹ جائے گا، اور اگر بیمار پہلو میں فصد کھلوائی اور اس سے سیروں خون نکلا تو وضو نہ ٹوٹے گا حالانکہ یہ دم مسفوح ہے، یہ تمام چیزیں نہ تو معقول ہیں اور نہ منقول ہیں، نہ ان کی کوئی دلیل ہے۔ لہذا میرے نزدیک یہ امر شبہ سے بالاتر ہے کہ مراد ہر وہ حصہ ہے

[1] الدر المختار، باب الانجاس ۱/۵۳

Marfat.com

الی زوال عذرہ رحم اللہ العلامۃ ابن کمال باشا حیث قال فی الایضاح سال الی ما یطھر ای الی موضع یجب ان یطھر بغسل او مسح عند عدم عذر شرعی لابد من ھذا التعمیم حتی ینتظم الموضع الذی سقط عنہ حکم التطہیر بعذر[1] اھ وتبعہ السید العلامۃ الطحطاوی فی حاشیۃ مراقی الفلاح والعلامۃ الفہامۃ نوح افندی لما نقل ما نقل عن المشکلات عقبہ بقولہ لکن قال بعض المحققین یرید ابن کمال فنقل کلامہ ثم قال وھذا مخالف لما فی المشکلات ولعل الحق ھذا[2] اھ

جو شرعاً بدن کا ظاہر ہو اگرچہ اُس کے بالفعل پاک کرنے کی طلب زوالِ عذر تک مؤخر ہو۔ خدا ابن کمال پاشا پر رحم فرمائے، انہوں نے ایضاح میں فرمایا: سال الی ما یطھر یعنی اس حصہ تک بہہ کر آیا جس کا پاک کرنا غسل یا مسح سے عذرِ شرعی کے موجود نہ ہونے کی صورت میں واجب ہو۔ اس تعمیم کی ضرورت ہے تاکہ اس میں وہ حصہ بھی آجائے جس کو تطہیر کا حکم کسی عذر کے باعث لاحق نہیں ہوا ہے اھ، طحاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں اور علامہ نوح آفندی نے اسی کی متابعت کی ہے، انہوں نے مشکلات میں کچھ نقل کرنے کے بعد فرمایا: "لیکن بعض محققین نے فرمایا ان کی مراد اس سے ابن کمال پاشا ہیں۔ پھر انہوں نے ان کا کلام نقل کیا۔ پھر فرمایا کہ یہ مشکلات کے مخالف ہے۔ اور شاید حق یہی ہو۔" اھ

اقول اولاً بل لك ان تقول فرق بین السقوط والتأخر کما علمت بل ان سقط لعذر فحقیقۃ السقوط تعقب الثبوت فذلك یقرر اللحوق ویؤکدہ کما لا یخفی۔

اقول اول کہا جا سکتا ہے کہ سقوط اور تاخر میں فرق ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے، بلکہ اگر عذر ختم ہو گیا تو سقوط کی حقیقت ثبوت کے بعد ہی ہو گی اور یہ چیز لحوق کی تائید کرتی ہے جیسا کہ واضح ہے۔

وثانیاً لعبارۃ المشکلات وجھۃ تنجیھا عن المشکلات فانھا فی الجرح وسیأتی بالشرح فلا تتعین للمخالفۃ ھذا ما یتعلق بمسئلۃ الورم وما بنیت علیہ

دوم: مشکلات کی عبارت کی توجیہ یہ ہے کہ یہ زخم کی بابت ہے، اس کی تشریح آئے گی، لہذا یہ مخالفت کے لیے متعین نہیں ہے یہ ورم کے مسائل اور اس سے متعلقہ مسائل کی بابت ہے۔

واما مسألۃ الجرح فاقول یظھر

زخم کا مسئلہ: بندہ ناچیز عرض پرداز ہے اور

---

[1] بحوالہ فتح المعین، نواقض الوضوء ۱/۴۱

[2] ایضاً

Marfat.com

للعبد الضعيف والله تعالیٰ اعلم ان الجرح المنبسط ثلث صور الاولی ان یکون انبساطه فی الباطن فقد تفجر راسه وعلی سائره جلدة ولو متورمة والثانیة بسیط منبسط علی ظاهر البدن لکنه دقیق لا عرض له فلا یظهر للنظر الا کخط او خیط والثالثة بسیط عریض ظاهر غوره مرئی قعره فباطن الاول باطن قطعا حسا وشرعا فان اختلف الدم فی باطنه لم یضر وکان کنزول البول الی قصبة الذکر وهذا ما قدمنا عن الدر المختار من قوله والا لا کما لو سال فی باطن عین او جرح او ذکر ولم یخرج[1] اھ ولا یبعد ان یحمل علیه ما مر عن الشامی عن السراج عن الینابیع فقوله السائل علی الجراحة اذا لم یتجاوز ای الذی فار من قعرها و سال فی غورها وعلا علی راسها ولم یتجاوز الراس لیوافق السراج خلاصة نفسه الناصة ان حد التجاوز ان ینحدر عن راس الجرح کما تقدم ولا شك ان محمدا روی عنه فی هذا النقض وان الماخوذ عدمه فصح کل ما ذکر السراج وان علت علی راسه ثم انحدرت فلا شك فی انتقاض الوضوء وان لم یتجاوز سطح الورم لوجود الانحدار من الراس الذی هو ناقض باجماع ائمتنا رضی الله تعالیٰ عنهم واظن

اللہ بہتر جانتا ہے۔ کھلے زخم کی تین صورتیں ہیں:

پہلی صورت: زخم اندرونی طور پر پھیلا ہوا ہو، صرف اس کا منہ کھلا ہو اور باقی حصہ پر کھال ہو خواہ ورم کی شکل میں ہو۔

دوسری صورت: ظاہرِ بدن پر پھیلا ہوا ہو، مگر صرف لمبائی میں ہو چوڑائی میں نہ ہو، دھاگے یا لکیر کی طرح نظر آتا ہو۔

تیسری صورت: زخم چوڑائی میں، اس کی گہرائی نظر آتی ہو۔

تینوں صورتوں کے احکام: پہلے زخم کا باطن حسًّا و شرعًا باطن ہی ہے اب اگر خون اس کے اندرونی حصہ میں گردش کرتا رہے تو کچھ حرج نہیں، جیسے پیشاب، پیشاب کی نالی تک آجائے۔ یہ ہم درمختار سے نقل کر آئے ہیں" یعنی اگر خون آنکھ کے اندرونی حصہ میں بہا، یا زخم کے اندر یا ذکر کے اندر اور نہ نکلا اھ

اور شامی نے بروایت سراج ینابیع سے جو نقل کیا ہے اگر اس کو اسی پر محمول کرلیا جائے تو کچھ حرج نہ ہوگا، ان کا قول یہ ہے کہ "پس ان کا قول زخم پر بہنے والا جبکہ تجاوز نہ کرے، یعنی وہ جو زخم کی گہرائی سے ابھر کر آیا ہے اور جو گہرائی میں بہہ رہا ہے صرف سرِ زخم تک آیا ہے لیکن اس سے متجاوز نہیں ہوا ہے۔ اس طرح سراج کا قول خود ان کے بیان کردہ خلاصہ کے مطابق ہوجائے گا، خلاصہ میں یہ ہے کہ حدِ تجاوز یہ ہے کہ سرِ زخم سے نیچے

---

[1] الدر المختار، نواقض وضو ١/٢٥

Marfat.com

الثانی ایضا کذالك فان الاتصال وان تفرق ولم تبق جلدۃ تسترہ لکن لدقتہ لا یظہر غورہ للنظر الا بان یفرق الجانبان بعمل الید بالقبض والجبذ مثلا ومثل ھذا لا یجعل الباطن ظاھرا کما تقدم فی الفرج والشرج فکان کباطنھما بل باطن صماخ الاذن فی البطون مع عدم غطاء من فوق فما سال فیہ ولم یظہر فانما یسیل فی الباطن وما ظہر فان علا ولم ینحدر لم ینقض علی المفتی بہ ولو علا علی سطح الجرح کلہ لعدم تحقق الانحدار وھذا المحمل اقرب من الاول لعبارۃ السراج والینابیع اما اذا بنع الدم علی راسہ فقطر انحدر منہ سائلا علی سطحہ فلا شك انہ لعدم العرض فی الجراحۃ یاخذ شیئا من الجسم الصحیح ایضا من جنبیہا فیتحقق التجاوز الی البدن الصحیح ایضا ولا یبقی محل للامتراء فی انتقاض الطہر واما الثالث فمجال نظر فان الغور الذی ظہر کان من باطن البدن قطعا واذا ظہر ولم یتناولہ حکم التطہیر بعد فعسی ان یکون باقیا علی حکمہ الاصلی حتی یبرء فینزل علیہ حکم التطہیر ویلتحق بالظاہر شرعا ایضا کما التحق حسا وحینئذ یکون سیلان الدم فیہ سیلانا فی الباطن ویؤیدہ ما تقدم عن الدرر عن المحیط

آجائے، اور اس میں شک نہیں کہ امام محمد نے ان سے اس روایت میں وضو کے ٹوٹنے کی روایت کی ہے ، اور ماخوذ وضو کا نہ ٹوٹنا ہے ، لہذا جو کچھ سراج میں ہے وہ مکمل طور پر ٹھیک ہوگیا ۔ اور اگر نجاست سرِ زخم تک پھر نیچے آجائے تو ایسی صورت میں وضو کا ٹوٹنا میرے نزدیک شک سے بالاتر ہے خواہ وہ سطح ورم سے متجاوز نہ ہو کیونکہ یہ سرِ زخم سے نیچے آگیا ہے جو ہمارے تمام ائمہ کے نزدیک بالاتفاق ناقضِ وضو ہے ۔ دوسری صورت بھی میرے نزدیک ایسی ہی ہے کیونکہ کھال اگرچہ ٹھیک ہو چکی ہے اور کوئی کھال اس کو چھپانے والی نہیں ہے لیکن اس کی باریکی کی وجہ سے اسکی گہرائی نظر نہیں آتی ہے صرف یہی صورت ہے کہ اس کے دونوں کنارے ہاتھ سے جُدا کر دیے جائیں، یا دبا کر الگ کئے جائیں، لیکن یہ عمل باطن کو ظاہر کرنے کے لیے کافی نہیں ہے ، جیسا کہ فرج و شرج کے بیان میں گزرا ، تو یہ اُن دونوں کے باطن کی طرح ہوا بلکہ کان کے سوراخ کا اندرونی حصّہ چھپا ہوا ہے حالانکہ اوپر کوئی ڈھکنا بھی نہیں ہے لہذا جو اس میں بہے گا اور ظاہر نہ ہوگا وہ باطن ہی میں بہے گا اور جو ظاہر ہو کر اوپر کو آئے لیکن نہ ٹپکے وہ مفتیٰ بہ قول کے مطابق ناقضِ وضو نہیں خواہ زخم کی پوری سطح پر ہی کیوں نہ پھیل جائے، اس لیے کہ ٹپکنا نہیں پایا گیا سراج وینابیع کی عبارات کی یہ توجیح حق سے زیادہ قریب ہے اگر خون سرِ زخم پر ہی ظاہر ہُوا پھر اتر کر زخم کی سطح پر پھیلا تو بلاشبہ وہ صحیح جسم کے کچھ نہ کچھ حصّہ کو

Marfat.com

ان مایوازی الدم من اعلی الجرح مکانه[1]
فقضیته ان لو نبع الدم فیه حتی وازی
حرفه من کل جانب لم ینقض لانه علا ولا انحدار
فیلزمه ان لو نبع فی اعلاه ثم انحدر فیه
ولم یجاوزه لم ینقض لانه منتقل فی مکانه
لا عن مکانه وکان هذا هو ملحظ ما فی
المشکلات وخزانة الروایات ولا ینافیه
ما فی النهر والسراج وط علی المراقی ان
فائدة ذکر الحکم دفع ورود داخل العین
وباطن الجرح اذ حقیقة التطهیر فیهما ممکنة
وانما اسقط حکمه[2] اھ فلیس ظاهرا فی
جعله ظاهرا الا ظاهرا ای حسا وهو
ظاهر بخلاف ما کان ظاهرا ثم عرض عارض
فانه لا یخرجه عن الخروج الی الدخول
کما علمت فلیس فیها ان کل ما لا یطلب
تطهیره بالفعل لعذر فالسیلان علیه لا
یضر کما اوهم بعض وافهم بعض وبالجملة
ما کان ظاهرا لا یصیر بالعذر باطنا کما
افاده ابن الکمال وما کان باطنا لعله لا یصیر
ظاهرا ما لم ینزل علیه حکم التطهیر کما
یفهم من المشکلات وخزانة الروایات و
والنهر والینابیع وطحطاوی المراقی و
رد المحتار ایضا فهذا ما یتراءی لی و
یحتاج الی زیادة تحریر فمن ظفر به من
کلمات العلماء فلیسعفنا بالاطلاع علیه

دونوں طرف سے گھیر لے گا کیونکہ زخم میں چوڑائی نہیں ہے
اس طرح بدن صحیح کی طرف تجاوز متحقق ہو جائے اور بہ بات
ختم ہو جانے میں شک باقی نہ رہے گا۔
تیسرا مسئلہ قابل غور ہے کہ جسم کا ظاہر ہو گا جو
پہلے جسم کا باطنی حصہ تھا اور جب وہ ظاہر ہو گیا تو
اس کو تطہیر کا حکم لاحق نہ ہوا، تو اب یہ بھی ممکن ہے
کہ وہ اپنے اصلی حکم پر باقی رہے جب تک کہ ٹھیک
نہ ہو جائے اور اس کو حکم تطہیر نہ
ہو جائے اور اس کو شرعاً بھی ظاہر قرار دے دیا جائے
جیسا کہ وہ حساً ہے۔ ایسی صورت میں اس کے
اندر خون کا بہاؤ باطن میں بہاؤ قرار پائے گا اس
کی تائید درر کے محیط سے نقل کردہ بیان سے بھی
ہوتی ہے کہ خون کا وہ حصہ جو زخم کے بالائی حصہ
کے مقابل میں ہے اگر وہ ابل کر زخم کے پورے سر کے
مقابل آجائے تو مضر نہیں کہ یہ صرف اوپر آنا ہے ٹپکنا نہیں ہے
اس پر یہ لازم آئے گا کہ اگر ابل کر اوپر آیا پھر نیچے
آیا اور اس سے تجاوز نہ کیا تو وضو کو نہ توڑے گا کہ
وہ اپنی جگہ میں منتقل ہو رہا ہے اپنی جگہ سے منتقل
نہیں ہو رہا ہے اور غالباً مشکلات اور خزانۃ الروایات
کا نقطہ نظر یہی ہے۔ نہر، سراج اور طحطاوی
علی مراقی الفلاح میں ہے کہ حکم کے ذکر کرنے کا
فائدہ اس اعتراض سے بچنا ہے جو آنکھ کے
اندرونی حصے اور زخم کے اندرونی حصے پر ہے
اس لیے کہ ان دونوں میں حقیقۃً تطہیر تو ممکن ہے
مگر حکماً ساقط ہے اھ مشکلات اور خزانہ کا نقطہ نظر

[1] درر الحکام شرح غرر الاحکام، نواقض وضو ۱/۱۳ [2] طحطاوی علی مراقی الفلاح، نواقض وضو ص ۵۱

Marfat.com

لعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ان کتب کے بیان کے منافی نہیں ہے، تو اس کو ظاہر قرار دینا ظاہر نہیں مگر اسی صورت میں جبکہ وہ حصہ ظاہر ہوا، اور یہ بات بالکل ظاہر ہے، یہ اس صورت کے خلاف ہے جبکہ وہ ظاہر ہو پھر اس کو کوئی عارضہ لاحق ہوگیا ہو تو وہ اس کو خروج سے دخول کی طرف نہ نکالے گا، تو اس میں یہ نہیں ہے کہ ہر وہ حصہ جس کی تطہیر بالفعل مطلوب نہ ہو کسی عذر کے باعث تو اس پر بہنا مضر نہیں، اس قسم کا وہم بعض حضرات کو ہوا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ جو ظاہر ہے وہ عذر کی وجہ سے باطن نہیں بن جائے گا، جیسا کہ ابن کمال نے فرمایا، اور جو باطن ہے وہ غالباً ظاہر نہ ہوگا جب تک کہ اس پر حکم تطہیر نہ لگایا جائے، جیسا کہ مشکلات، خزانۃ الروایات، نہر، ینابیع، طحطاوی، مراقی الفلاح اور رد المحتار سے مفہوم ہے۔ میری سمجھ میں یہی ہے مگر ابھی اس کی مزید تحقیق کی ضرورت ہے، اگر کسی کو علماء کرام کی کسی تحقیق کا پتہ چلے تو ہمیں مطلع کرے لعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

السادس تقدم ان الدم فی مجلس یجمع وھی الروایۃ الواردۃ فی الکتب اجمع لکن قال الامام الاجل برھان الملۃ والدین صاحب الھدایۃ رحمہ اللہ تعالٰی فی کتابہ مختارات النوازل فی فصل لنجاسۃ الدم اذا خرج من القروح قلیلا قلیلا غیر سائل فذلک لیس مانع وان کثر وقیل لو کان بحال لو ترکہ لسال یمنع[1] اھ ثم اعاد المسألۃ فی نواقض الوضوء فقال ولو خرج منہ شیٔ قلیل و مسحہ بخرقۃ حتی لو ترک لسیل لا ینقض[2] وقیل الخ فھذا صریح فی ترجیح عدم الجمع مطلقا لکنہ متوغل فی الغرابۃ حتی قال العلامۃ الشامی

ششم یہ گزر چکا ہے کہ ایک ہی مجلس کے خون کو جمع کیا جائے گا۔ تمام کتب میں یہی روایت مشہور ہے لیکن صاحب ہدایہ نے مختارات النوازل کی فصل نجاست میں فرمایا کہ جب زخم سے خون رستا رہا، بہا نہیں تو یہ مانع نہیں ہے خواہ زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔ ایک قول یہ ہے کہ اگر اتنا ہو کہ اگر چھوڑ دیا جائے تو بہے گا تو مانع ہے۔ اھ پھر انہوں نے یہی مسئلہ نواقض وضو میں بیان کیا اور فرمایا "اگر زخم سے کچھ نکلا اور اس کو کپڑے سے پونچھ دیا، اور وہ اتنا تھا کہ اگر اس کو چھوڑ دیتا تو بہہ نکلتا تو وضو نہیں ٹوٹے گا الخ یہ عبارت اس سلسلہ میں صریح ہے کہ جمع نہ کرنے کو ترجیح مطلق حاصل ہے مگر یہ انتہائی درجہ عجیب بات ہے، چنانچہ علامہ شامی

---

[1] بحوالہ فوائد مخصصہ من الرسائل، فائدہ تاسعہ ۱/۶۳ [2] بحوالہ شرح منظومہ رسم المفتی ۱/۴۹

Marfat.com

لو ارمن سبقه اليه ولا من تابعه عليه بعد المراجعة الكثيرة فهو قول شاذ قال ولكن صاحب الهداية امام جليل من اعظم مشائخ المذهب من طبقة اصحاب التخريج والتصحيح فيجوز للمعذور تقليده فی هذا القول عند الضرورة فان فيه توسعة عظيمة لاهل الاعذار قال وقد كنت ابتليت مدة بحب الخمصة و لم اجد ما تصح به صلاتی علی مذهبنا بلا مشقة الا علی هذا القول فاضطررت الی تقليده ثم لما عافانی الله تعالٰی منه اعدت صلاة تلك المدة و لله تعالی الحمد[1] اھ هذا كلامه فی شرح منظومته فی رسم المفتی وقال فی الفوائد المخصصة صاحب الهداية من اجل اصحاب الترجيح فيجوز للمبتلی تقليده لان فيما ذكرناه مشقة عظيمة فجزاه الله تعالٰی خير الجزاء حيث اختار التوسيع والتسهيل الذی بنيت عليه هذه الشريعة الغراء السهلة السمحة[2] اھ

نے کہا ہے کہ میں نے نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے یہ بات کسی نے کی ہو یا ان کے بعد کسی نے اس بات کی پیروی کی ہو، حالانکہ میں نے کافی تلاش کیا لہذا یہ قول شاذ ہے، مگر صاحبِ ہدایہ جلیل القدر امام ہیں مشائخ مذہب سے ہیں اصحابِ تخریج وتصحیح کے طبقہ سے ہیں، لہذا صاحبِ عذر کو بوقت ضرورت ان کی تقلید جائز ہے، اس میں معذور حضرات کے لیے بہت گنجائش ہے، انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں پھوڑے پھنسیوں میں مبتلا ہوگیا، اور اپنے مذہب کے مطابق بغیر شدید مشقت کے نماز ادا کرنے کے لائق نہ رہا، لہذا مجبوراً یہ قول اختیار کیا پھر جب تندرست ہوگیا تو اس عرصہ کی نماز کا اعادہ کیا اھ یہ انہوں نے اپنی نظم کی شرح کے رسم المفتی میں بیان کیا ہے۔ فوائد المخصصہ میں ہے کہ صاحبِ ہدایہ اصحابِ ترجیح میں جلیل القدر ہیں، لہذا جو شخص مبتلاءِ مرض ہو اس کو ان کی تقلید جائز ہے کیونکہ اصل مذہب میں جو ہے اس میں بہت مشقت ہے، پس اللہ تعالٰی ان کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے امتِ مسلمہ کے لیے آسان راستہ تجویز کیا، جو اس آسان شریعتِ مطہرہ کی بنیاد ہے اھ

اقول جوز الامام الكبير العلم الشهير الخصاف تزويج الوكيل مؤكلته بغيبتها من دون تسميتها قال الامام شمس الائمة السرخسی الخصاف كان كبيرا فی العلم يجوز الاقتداء به[3] فقال فی البحر المختار فی المذهب خلاف ما

اقول امام خصاف نے عورت کی طرف سے اس کے وکیل کی اجازت کو اس کا نام لیے بغیر جائز قرار دیا ہے۔ شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں کہ خصاف بہت بڑے عالم تھے ان کی اقتدا جائز ہے، بحر میں فرمایا مذہب مختار خصاف کے قول کے

[1] شرح منظومہ رسم المفتی من الرسائل ۱/۴۹
[2] فوائد مخصصہ من الرسائل ۱/۶۳

Marfat.com

قاله الخصاف وان کان الخصاف کبیرا اھ[1] و فی الدر عن تصحیح القدوری الحکم والفتیا بالقول المرجوح جہل وخرق للاجماع اھ[2] و فی عدۃ رد المحتار التقلید وان جاز بشرطہ فھو للعامل لنفسہ لا للمفتی لغیرہ فلا یفتی بغیر الراجح فی مذھبہ اھ[3] نعم للمبتلی فیہ مافیہ من ترفیہ وھوایسرلہ من تقلید الامام الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ فان النجاۃ من التلفیق شاء وسحیق و باللہ التوفیق۔

خلاف ہے خواہ خصاف کتنے بڑے عالم کیوں نہ ہوں اھ در میں قدوری کی تصحیح سے منقول ہے کہ قول مرجوح پر فتوٰی دینا جہل ہے اور اجماع کی خلاف ورزی ہے اھ اور ردالمحتار کے عدت کے بیان میں ہے اگرچہ تقلید اپنی شرائط کے ساتھ جائز ہے لیکن وہ خود اپنے لیے عمل کرنے والے کے لیے ہے نہ کہ دوسرے کو فتوٰی دینے والے کے لیے، لہذا فتوی مذہب راجح کے مطابق ہی ہوگا اھ یہ درست ہے کہ مریض کو اس میں بہت آسانی ہے، اور یہ اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ امام شافعی کی تقلید کرے، کیونکہ تلفیق (دو مذاہب کو ملا کر عمل کرنے) سے نجات اہم ہے۔

السابع قولہم مالیس بحدث لیس بنجس قضیۃ نفیسۃ مفیدۃ افادھا الامام قاضی الشرق والغرب سیدنا ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ وھی مذکورۃ کذلک فی متون المذھب وغیرھا وزاد الشراح نفی عکسہا فقالوا انہا لا تنعکس فلا یقال مالا یکون نجسا لایکون حدثا کما فی الدرایۃ وغیرھا قال العلامۃ الشامی یرید بہ العکس المستوی لانہ جعل الجزء الاول ثانیا والثانی اولا مع بقاء الصدق والکیف بحالہما[4] وعزاہ للشیخ اسمٰعیل والد سیدی عبدالغنی النابلسی رحمہم اللہ تعالٰی۔

ہفتم: فقہاء کا یہ قاعدہ کہ "جو چیز حدث نہیں ہے وہ نجس نہیں ہے" بہت عمدہ قاعدہ ہے جو کہ قاضی ابو یوسف رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے متون کتب مذہب میں یہ قاعدہ اسی طرح مذکور ہے، شارحین کا کہنا ہے کہ اس کا عکس نہ ہوگا۔ اب یہ نہ کہا جائے گا کہ جو نجس نہیں ہے وہ حدث نہیں ہے، جیسا کہ درایہ وغیرہ میں ہے' علامہ شامی فرماتے ہیں اس سے ان کی مراد عکس مستوی ہے کیونکہ عکس مستوی یہ ہے کہ پہلے جز کو دوسرا اور دوسرے کو پہلا کہا جائے اور صدق و کیف دونوں اپنی حالت پر برقرار رکھے جائیں، اس قول کو انہوں نے عبدالغنی نابلسی کے والد شیخ اسماعیل کی طرف منسوب کیا۔

اقول ھذہ زلۃ واضحۃ فانہم لو ارادوا بہ العکس المنطقی لکان نفیہ نفی

اقول میرے نزدیک یہ بڑی واضح لغزش ہے کیونکہ اگر فقہا کی مراد اس سے عکس منطقی کی ہے

---

[1] بحرالرائق، فصل لابن الہمام ان یزوج الخ ۳/۱۳۷
[2] الدرالمختار، رسم المفتی ۱/۱۵
[3] ردالمحتار، باب العدۃ ۲/۶۵۳
[4] ردالمحتار، نواقض الوضوء ۱/۱۰۴

Marfat.com

الاصل لان العکس من اللوازم و لم یلتفت[1] رحمه الله تعالیٰ الی قول نفسه مع بقاء الصدق فاذا کان الصدق باقیا فکیف یصح نفیه بل الحق[2] انهم انما یریدون فی امثال المقام نفی العکس العرفی وهو عکس الموجبة الکلیة کنفسها تقول کل حلال طاهر ولا عکس ای لیس کل طاهر حلالا وهذا معهود متعارف فی الکتب العقلیة ایضا تراهم یقولون ارتفاع العام یستلزم ارتفاع الخاص ولا عکس ونفی اللازم یستلزم نفی الملزوم ولا عکس الی غیر ذلك وهذا اظهر من ان یظهر ثم اختلف نظر الفاضلین البرجندی والشیخ اسمعیل فی کیف هذه القضیة فجعلها البرجندی موجبة وشارح الدرر سالبة فی شرح النقایة ما لیس بحدث لیس بنجس ای کل ما لیس بحدث من الاشیاء الخارجة من السبیلین وغیرهما لیس بنجس هذه الکلیة السالبة الطرفین تنعکس بعکس النقیض الی قولنا کل نجس من الاشیاء المذکورة حدث ولا یستلزم ذلك ان یکون کل حدث نجسا وهذه الکلیة لو جعلت متعلقة بمباحث النقض لکان له وجه وسلمت عن توهم الدور اھ مختصرا[1]۔

تو اس کی نفی سے اصل کی نفی لازم آئے گی کیونکہ عکس تو لوازم قضیہ سے ہے۔ پھر انہوں نے خود اپنے اس قول کی طرف توجہ نہ فرمائی کہ "مع بقاء صدق کے" اب جبکہ صدق باقی ہوگا تو اس کی نفی کیونکر ہوگی! حق یہ ہے کہ فقہاء اس جیسے مقامات پر عکس عرفی کی نفی مراد لیتے ہیں، اور وہ موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ کلیہ ہی کی طرف ہے اس کی مثال یوں لیجئے "کل حلال طاھر" ولا عکس یعنی یہ نہ ہوگا کہ کل طاھر حلال' یہ چیز کتب معقول میں بھی متعارف ہے، وہ کہتے ہیں کہ عام کا ارتفاع خاص کے ارتفاع کو مستلزم ہے اور اس کا عکس نہیں، اور لازم کی نفی مستلزم ہے نفی ملزوم کو اور اس کا عکس نہیں۔ اور یہ بالکل ظاہر بات ہے۔

فاضل برجندی اور شیخ اسماعیل کا اختلاف اس قضیہ کی کیف میں بھی ہے۔ برجندی نے اس کو موجبہ قرار دیا جبکہ شیخ اسماعیل شارح الدرر نے اس کو سالبہ قرار دیا، شرح نقایہ میں ہے "مالیس بحدث لیس بنجس یعنی جو چیزیں سبیلین وغیرہما سے خارج ہوتی ہیں ان میں سے جو حدث نہیں ہے وہ نجس بھی نہیں ہے، یہ قضیہ سالبۃ الطرفین ہے اس کا عکس نقیض یوں ہوگا "کل نجس من الاشیاء المذکورۃ حدث" اور اس کو یہ لازم نہیں کہ "کل حدث نجس" اس کلیہ کو اگر نقض کے مباحث سے متعلق قرار دیا جائے تو درست ہوگا اور اس میں دور کا توہم نہ ہوگا اھ مختصر

---

[1] برجندی شرح مختصر النقایہ نواقض الوضوء ۱/۲۳

Marfat.com

اقول ویرد علیه **اولاً** ان الاشیاء المذکورة اعنی الخارجة من بدن المکلف انما اریدت بما وهی من الموضوع دون المحمول فمن این یاتی هذا التقیید فی موضوع العکس وبدونه یبقی کاذبا فیکذب الاصل۔

وثانیا لیس موضوع الاصل لیس بحدث بل ما والمراد بها شیئ مخصوص وهو الخارج من بدن المکلف فانما یؤخذ نقیضه بایراد السلب علی ما لا بحذفه من متعلق الموضوع وانتظر ما سنلقی من التحقیق واللّٰه تعالٰی ولی التوفیق۔

وثالثا تحرر مما تقرر ان السلب لیس جزء الموضوع فکیف تکون سالبة الطرفین وقال فی رد المحتار ما ذکره المصنف قضیة سالبة کلیة لا مهملة لان ما للعموم وکل ما دل علیه فهو سور الکلیة کما فی المطول وغیره فتنعکس بعکس النقیض الی قولنا کل نجس حدث لانه جعل نقیض الثانی اولا ونقیض الاول ثانیا مع بقاء الکیف والصدق بحاله وتمامه فی شرح الشیخ اسمٰعیل اھ[1]۔

اقول رحمه اللّٰه العلامتین شارحی الدرر والدرر لو کانت القضیة سالبة۔

اقول اس پر کئی اعتراض لازم ہیں:
اوّل بدن مکلف سے خارج ہونے والی اشیاء […] مذکورہ کا ارادہ "ما" سے ہوگا اور یہ موضوع ہے نہ […] محمول، تو یہ تقیید عکس کے موضوع میں کہاں سے آگئی، اور اس کے بغیر وہ کاذب ہوگا، اور جب […] کاذب ہوگا تو اس کا اصل بھی کاذب ہوگا۔

دوم: اصل کا موضوع "لیس بحدث" نہیں ہے بلکہ "ما" ہے اور اس سے مراد خاص چیز ہے جو بدنِ مکلّف سے خارج ہوتی ہے۔ اس کا نقیض سلب کو "ما" پر لانے سے حاصل ہوگا نہ کہ متعلق موضوع سے سلب کو حذف کرنے سے۔ ابھی ہم اس کی مزید تحقیق پیش کریں گے۔

سوم: گزشتہ تقریر سے یہ امر واضح ہوگیا کہ سلب جزءِ موضوع نہیں ہے، تو پھر قضیہ سالبۃ الطرفین کس طرح ہوگا، اور ردالمحتار میں فرمایا کہ مصنف نے جو ذکر کیا ہے وہ قضیہ سالبہ کلیہ ہے، مہملہ نہیں ہے کہ ما عموم کے لیے ہے اور جو چیز محض عموم پر دلالت کرے وہ کلیۃ کا سور ہے جیسا کہ مطول وغیرہ میں ہے تو اس کا عکس نقیض کل نجس حدث ہوگا، اس لیے کہ دوسرے کے نقیض کو اول کیا گیا ہے اور اول کے نقیض کو ثانی کیا گیا ہے جبکہ کیف وصدق اپنے حال پر ہے، اس کی مکمل بحث شیخ اسماعیل کی شرح میں ہے اھ

اقول: خدا درر اور درر کے شارحین پر رحم کرے اگر یہ قضیہ سالبہ ہوتا، تو ایک تو اس کی کلیت ما

[1] رد المحتار، نواقض الوضو ۱/۱۰۴

Marfat.com

فاولا لن تظهر كليتها بكون ما من
صيغ العموم بل وان كان هناك لفظة كل
مكان ما فان ما او كلا يكون في الموضوع و
يرد السلب على ثبوت المحمول له فيفيد سلب
العموم لا عموم السلب ولذا نصوا ان ليس
كل سور السالبة الجزئية۔
وثانيا على فرض كليتها كيف تنعكس
كلية والسوالب انما تنعكس بعكس النقيض
جزئية على ديدن الموجبات في العكس المستقيم۔
وثالثا اعجب منه ايراد الموجبة في
عكسها مع انهما رحمهما الله تعالى قد ذكرا
بانفسهما شرط بقاء الكيف ويخطر ببالي
والله تعالى اعلم سقوط لفظة المحمول بعد
قوله سالبة من قلم احدهما او قلم النساخين
وكان اصله قضية سالبة المحمول كلية
فاذن تكون موجبة وتندفع الايرادات الثلثة
جميعا۔
اقول لكن اذن يرد اولا ما ورد على
البرجندي ثانيا **وثانيا** ينازع في صدق
العكس فرب نجس ليس بحدث كالاعيان
النجسة الغير الخارجة من بدن مكلف
هذا ما يحكم به جلي النظر وعليه فالوجه
ما اقول تحتمل القضية الايجاب والسلب
الكليين جميعا اما الاول فيجعل ما للعموم
والسلب الاخير جزء المحمول والاول جزء

کے عموم سے ظاہر نہ ہوتی بلکہ یہاں اگر بجائے ما
کل بھی ہوتا تب بھی کلیہ نہ ہوتا، کیونکہ ما یا کل
اگر موضوع میں ہو اور اس کے محمول پر صرف سلب آجائے
تو وہ سلب عموم کا فائدہ دے گا نہ عموم سلب کا اس
لئے مناطقہ نے تصریح کی ہے کہ لیس کل سالبہ
جزئیہ کا سور ہے۔
دوسرے یہ کہ اگر اس کو کلیہ فرض بھی کرلیا جائے
تو اس کا عکس کلیہ کیسے ہوگا کہ سالبوں کا عکس نقیض
جزئیہ آتا ہے جیسا کہ موجبات کا عکس مستقیم آتا ہے۔
تیسرے یہ کہ اس سے بھی زاید تعجب کی بات
اس کے عکس میں موجبہ کا لانا ہے حالانکہ ان دونوں
حضرات نے خود ہی بقاء کیف کی شرط لگائی ہے،
میرا خیال ہے واللہ اعلم ان دونوں میں کسی کے قلم
کی لغزش محمول کا لفظ سالبہ کے بعد رہ گیا ہے
یا کسی کاتب کی غلطی ہے، دراصل عبارت یہ تھی
قضیۃ سالبۃ المحمول کلیۃ اب اس صورت
میں موجبہ ہوگا اور تینوں اعتراضات مرتفع ہوجائیں گے۔
اقول اس صورت میں ایک تو وہ اعتراض
ہوگا جو برجندی پر تھا، دوسرے عکس قضیہ کے
صدق میں تنازعہ رہے گا کہ بہت سے نجس حدث
نہیں، جیسے وہ گندی اشیاء جو مکلف کے بدن سے
خارج نہیں ہوتی ہیں یہ چیزیں بادی النظر میں ہر
شخص کو معلوم ہوسکتی ہیں۔ ما اقول درست توجیہ
یہی ہے کہ اس قضیہ میں ایجاب کلی اور سلب کلی دونوں
کی گنجائش ہے ایجاب کلی تو اس طرح کہ ما کو عموم

Marfat.com

متعلق الموضوع لا نفسه لما علمت فتكون
موجبة كلية معدولة المحمول فقط لا
سالبة الطرفين والمراد بما كما علمت الخارج
من بدن المكلف فيكون حاصلها كل خارج
من بدن مكلف غير حدث فهو لا نجس و
قولنا غير حدث حال من خارج اي ما خرج
منه و لم ينقض طهرا والان تنعكس بعكس
النقيض موجبة كلية قائلة ان كل
نجس فهو لا خارج غير حدث اي ليس بالخارج
الذي لا ينتقض به الطهارة اي لا يجتمع
فيه الوصفان فان خرج نقض ولا بد وان لم
ينقض لم يكن خارجا من بدن المكلف و
بالعكس المستوي موجبة جزئية بعض اللانجس
خارج منه غير حدث وهو ايضا صادق
قطعا كالدمع والعرق والدم القليل
واما الثاني فبتحصيل الطرفين وما ليست
للعموم بل نكرة بمعنى شئ دخلت في حيز
النفي فعمت واذن يكون الحاصل لا شئ
من الخارج منه غير حدث نجسا و
ينعكس بعكس النقيض سالبة جزئية ليس
بعض اللانجس لاخارجا منه غير حدث
وبورود السلب على لاخارج يعود الى الاثبات
فيؤل المعنى الى قولنا بعض ما ليس نجسا
خارج من بدن المكلف غير حدث و
بالمستقيم سالبة كلية لا شئ من

کے لیے قرار دیا جائے اور سلب اخیر کو جزء محمول
سلب اول کو جزء متعلق موضوع کا جزء بنایا جا
نفس موضوع کا جزء نہ بنایا جائے، تو یہ موجبہ کلیہ
معدولۃ المحمول ہو جائے گا سالبۃ الطرفین نہ ہو
اور ما سے مراد جیسا کہ ہم نے بیان کیا بدن مکلف
سے خارج ہونے والی چیزیں ہیں تو حاصل قضیہ یہ
کہ کل خارج من بدن مکلف غیر حدث
فھو لا نجس اور ہمارا قول "غیر حدث" خا
سے حال ہے، یعنی جو اس سے نکلے اور پاکی کو نہ تو
اور اب اس کا عکس نقیض موجبہ کلیہ ہوگا یعنی کل
نجس فھو لا خارج غیر حدث یعنی یہ و
خارج نہیں ہے جس سے طہارت نہیں ٹوٹتی ہے
یعنی اس میں دونوں اوصاف یکجا نہیں ہوتے ہیں
پس اگر خارج ہوگا تو وضو توڑے گا اور ضروری ہے
کہ اگر وضو نہ توڑے تو بدن مکلف سے خارج نہ ہو
اور اس کا عکس مستوی موجبہ جزئیہ ہوگا، یعنی بعض
اللانجس خارج منه غیر حدث ، اب یہ بھی
قطعی طور پر صادق ہے جیسے آنسو اور پسینہ یا کم
مقدار میں خون، اور دوسرا طرفین کو حاصل کرنے
کے لیے ہے، اور ما عموم کے لیے نہیں ہے بلکہ
نکرہ بمعنی شئ ہے جو حیز نفی میں داخل ہے ، لہذا
عام ہے، اب حاصل یہ ہوگا کہ لا شئ من
الخارج منه غیر حدث نجسا اور اس کا عکس
نقیض سالبہ جزئیہ ہوگا یعنی لیس بعض
اللانجس لا خارجا منه غیر حدث، اور

Marfat.com

النجس خارجا منه غير حدث وجوه صدقه ماقدمنا وبالجملة حاصل العكسين على الوجهين متعاكس فحاصل عكس النقيض على جعلها موجبة هو حاصل المستوى على جعلها سالبة وبالعكس هذا اما تحتمله العبارة اما علماؤنا فانما ارادوا الوجه الاول اعنى الايجاب ولم يريدوا عكس النقيض بل المستوى لكن لا منطقيا بل عرفيا كما عرفت واما النظر الدقيق **فاقول** ان كانت القضية موجبة كما ارادوا فقد حكموا كليا على ما ليس بحدث بلا نجس فيجب ان يكون اللانجس مساويا للخارج غير حدث او اعم منه مطلقا ونقيض المتساويين متساويان والاعم والاخص مطلقا مثلهما بالتعكيس فيجب ان يكون النجس مساويا للاخارج غير حدث او اخص منه مطلقا واللاخارج غير حدث يصدق بوجهين ان لا يكون خارجا اصلا او يكون خارجا حادثا والنجس ان ابقى على ارساله يكون اعم منه لما بينا في رسالتنا لمع الاحكام ان قئ قليل الخمر والبول ليس بحدث فيصدق عليه النجس ولا يصدق اللاخارج غير حدث بل هو خارج غير حدث فوجب ان يراد بالنجس النجس بالخروج كما حققنا ثمه وحينئذ

جب لاخارج پر صرف سلب داخل ہوگا تو یہ ثبت ہوجائے گا اور معنی یہ ہوں گے کہ بعض ما لیس نجسا خارج من بدن المکلف غیر حدث اور اس کا عکس مستقیم سالبہ کلیہ ہوگا، یعنی لا شئ من النجس خارجا منہ غیر حدث اور اس کی وجوہ صدق پہلے بیان ہوچکی ہیں۔

خلاصہ یہ کہ دونوں عکسوں کا حاصل دونوں صورتوں میں ایک دوسرے کا عکس ہے، موجبہ کی صورت میں عکس نقیض کا حاصل وہی ہے جو سالبہ کی صورت میں عکس مستوی کا ہے، اور بالعکس، یہ تو عبارت کے احتمالات ہیں مگر ہمارے علماء نے پہلی صورت ہی کو اختیار کیا ہے یعنی موجبہ کی، اور عکس نقیض کے بجائے عکس مستوی مراد لیا ہے مگر یہ عکس منطقی نہیں ہے بلکہ عکس عرفی ہے۔

اگر بنظر تدقیق دیکھا جائے تو اگر ان کے قول کے مطابق قضیہ موجبہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر وہ چیز جو حدث نہیں ہے وہ نجس نہیں ہے تو اس سے لازم آئے گا کہ غیر نجس مساوی ہو خارج غیر حدث کے یا اس سے اعم مطلق ہو، اور متساویین کی نقیض متساوین ہوتی ہیں اور اعم و اخص مطلق کی عکس میں ان جیسی ہوتی ہے لہٰذا واجب ہے کہ نجس مساوی ہو لاخارج غیر حدث کے، یا اس سے اخص مطلق ہو، اور خارج غیر حدث دو طرح صادق آتا ہے، ایک تو یہ کہ خارج بالکل نہ ہو یا خارج حدث ہو۔ اور اگر نجس کو عام رکھا جائے تو اس سے

Marfat.com

يكون اخص من اللاخارج غيرحدث فان كل نجس بالخروج يصدق عليه انه ليس بخارج غيرحدث بل حدث ولا يصدق على كل لا خارج غيرحدث انه نجس بالخروج لجواز ان لا يكون خارجا اصلا فاذن تؤل القضية الى قولنا كل خارج من بدن المكلف غيرحدث فهو لا نجس بالخروج وعكس نقيضها كل نجس بالخروج فهو لا خارج منه غيرحدث واذا كان ذلك كذلك انتفى الوجه الاول من مصداقي اللاخارج غيرحدث لان النجس بالخروج خارج لا شك فلم يبق الا ان يكون خارجا حدثا و الخروج قد اعتبر في الموضوع فلا حاجة الى عادته في المحمول فيخرج فذلك العكس ان كل نجس بالخروج حدث فتبين ان فيه من اين جاء التقييد بالاشياء الخارجة من بدن المكلف في موضوعه وكيف خرج السلب الوارد على ما وعلى الحدث من محموله حتى لم يبق فيه الا لفظة حدث فارتفع الايراد ان محها عن البرجندي والشيخ اسمعيل جميعا انما بقي الاخذ على اخذها سالبة الطرفين وكانه رحمه الله تعالىٰ نظر الى وجود السلب ولو في المتعلق وليس فيه كبير مشاحة هكذا ينبغي التحقيق والله تعالىٰ ولي التوفيق وكذلك

اعم ہوگا، یہ چیز ہم نے اپنے رسالہ "لمع الاحکام" میں بیان کی ہے اور وہ یہ ہے کہ تھوڑی شراب کی قے اور پیشاب حدث نہیں ہے، اب اس پر نجس تو صادق آئے گا لیکن لاخارج غیرحدث صادق نہ آئے گا' بلکہ یہ خارج غیرحدث ہے اس لیے ضروری ہے کہ نجس سے مراد نجس بالخروج مراد لیا جائے، جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق اس جگہ کر دی ہے، اس صورت میں لاخارج سے اخص حدث ہو جائے گا کیونکہ ہر وہ چیز جو نکلنے کی وجہ سے نجس ہے اس پر یہ صادق آتا ہے کہ وہ لیس بخارج غیرحدث ہے بلکہ حدث ہے، اور لاخارج غیرحدث پر یہ صادق نہیں آتا ہے کہ وہ نجس بالخروج ہے' اس لیے کہ یہ جائز ہے کہ وہ بالکل خارج ہی نہ ہو، اب قضیہ کا مآل ہمارا یہ قول ہے کل خارج من بدن المکلف غیرحدث فہو لا نجس بالخروج، اور اس کا عکس نقیض کل نجس بالخروج فہو لا خارج منہ غیرحدث ہے، اور جب صورت یہ ہے تو لاخارج غیرحدث کے دو مصداقوں میں سے پہلی صورت منتفی ہوگئی، کیونکہ نجس بالخروج بلاشبہ خارج ہے، تو صرف یہی صورت رہ گئی کہ خارج حدث ہو' اور خارج کا موضوع میں اعتبار کیا گیا ہے، تو اس کو محمول میں دُہرانے کی حاجت نہیں، تو عکس کا خلاصہ یہ ہوگا کہ کل نجس بالخروج حدث، اس سے معلوم ہوا کہ اشیا کے بدن مکلف سے خارج ہونے کی قید موضوع میں لگانا بلا دلیل ہے'

Marfat.com

ان كانت سالبة لابد ايضا من الحمل المذكور اذ لا شك ان المراد الكلية لان المقصود اعطاء ضابطة فقد سلبت النجاسة كلية عن الخارج غير حدث فيكون النجس مباينا له ولا يباينه الا بارادة النجس بالخروج اذ لولاها لكانت اعم لمسألة قئ الخمر المذكورة لكن مرادهم هو الايجاب كما علمت اما قول البرجندي هذه الكلية لو جعلت متعلقة بمباحث القئ لكان له وجه اقول كيف وانهم جميعا انما يذكرونها تلو مسائل القئ وقوله سلمت عن توهم الدور۔

اور وہ سلب جو مصا پر داخل تھا کیسے خارج ہوگیا اور محمول میں حدث پر سے کیسے خارج ہُوا اور وہاں صرف حدث باقی رہ گیا، تو دونوں اعتراض مرتفع ہوگئے جو برجندی اور شیخ اسمٰعیل پر تھے۔ اب اعتراض صرف قضیہ کو سالبۃ الطرفین بنانے کی صورت پر رہا، اور شاید انہوں نے وجود سلب کو دیکھا، اگرچہ یہ متعلق ہی میں ہو، اور اس میں زیادہ اختلاف نہیں، تحقیق کا حق یہی ہے۔

اور اگر سالبہ ہو بھی تو اس میں مذکور حمل ہی کرنا ہوگا کیونکہ اس میں شک نہیں کہ اس سے مراد کلیہ ہے کیونکہ مقصود ایک ضابطہ بیان کرنا ہے اس لئے نجاست کلی طور پر خارج غیر حدث سے سلب کی گئی ہے تو نجس اس کے مباین ہوگا، اور مباینہ اسی وقت ہوگی جب خروج کی وجہ سے نجس کا ارادہ کیا جائے، کیونکہ اگر یہ نہ ہو تو اس میں شراب کا مذکورہ مسئلہ بھی آجائے گا، لیکن فقہاء کی مراد وجوب ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا اور برجندی کا یہ قول کہ اگر اس کو قے کے مباحث سے متعلق قرار دیا جائے تو اس کی معقول وجہ ہوسکتی ہے، اس پر کلام ہے یہ کیسے ممکن ہے حالانکہ تمام فقہاء اس کو قے کے مسائل کے بعد ہی ذکر کرتے ہیں۔ جہاں تک ان کے اس قول کا تعلق ہے کہ اس صورت میں دور سے نجات مل جائے گی،

اقول وجهه ان اعطاء القضية انما هو ليكتسب علم عدم النجاسة من علم عدم الحدثية يتوقف على علم عدم النجاسة اذ لو كان نجسا لكان حدثا فيدور وانما قال توهم لان العلم بعدم الحدثية يحصل بتصريح الفقه فالمراد كلما سمعتموه من علمائنا انه لا ينقض الطهارة فاعلموا انه ليس بخروجه

اقول:

تو قضیہ کا مفہوم یہ ہے کہ عدم نجاست کا علم عدم حدثیۃ سے حاصل ہوتا ہے، اور عدم حدثیۃ کا علم عدم نجاست کے علم پر موقوف ہے، کیونکہ اگر وہ نجس ہوتا تو لازماً حدث ہوگا اس طرح دور لازم آئے گا اور توہم کا لفظ انہوں نے اس لیے استعمال کیا کہ عدم حدثیۃ کا علم تو فقہ کی تصریحات سے ہی

Marfat.com

نجسا فان لم یکن نجسا دخل من خارج فھو طاھر وھذا ظاھر وصلی اللہ تعالٰی علی اطھر طیب واطیب طاھر وعلی اٰلہ و صحبہ الاطائب الاطاھر والحمد للہ رب العلمین فی الاول والاٰخر والباطن والظاھر وکنسم ھذا التحریر المنیر المتفرد بھذا التحریر والتحبیر الطراز المعلم فیما ھو حدث ۱۳۲۴ھ من احوال الدم وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا و اٰلہ وصحبہ وسلم والحمد للہ علی ما علم واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم۔

ہوسکتا ہے، تو مرادٓ یہ کہ تم نے جو کچھ ہمارے علماء سے سنا ہے کہ وہ طہارۃ کو نہیں توڑتا ہے تو خوب اچھی طرح جان لو کہ وہ اس کے بطور نجس خارج ہونے کی وجہ سے نہیں، تو اگر وہ ایسا نجس نہیں جو خارج سے داخل ہوا ہے تو وہ پاک ہے اور یہ بالکل ظاہر ہے وصلی اللہ تعالٰی علی اطھر طیب واطیب طاھر وعلی اٰلہ وصحبہ الاطائب الا طاھر والحمد للہ رب العلمین فی الاوّل والاٰخر والباطن والظاھر، اس عالمانہ محققانہ رسالے کا نام "الطراز المعلم فی ماھو حدث ۱۳۲۴ھ من احوال الدم" (پھولوں کی کشیدہ کاری، خون کے احوال میں ناپاکی کے بیان میں) ہے وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا و اٰلہ وصحبہ وسلم والحمد للہ علی ما علم واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۹

دہم محرم الحرام ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اپنے گھٹنے کھل جانے یا اپنا یا پرایا ستر بلا قصد یا بالقصد دیکھنے یا دوڑنے یا بلندی پر سے کودنے یا گرنے سے وضو جاتا ہے یا نہیں، بیّنوا توجروا۔

الجواب

ان میں کسی بات سے وضو نہیں جاتا۔ ستر کھلنے یا دیکھنے سے وضو جانا کہ عوام کی زبان زد ہے محض بے اصل ہے، علماء نے ستر عورت کو آداب وضو سے گنا اگر کشف سے وضو جاتا تو فرائض وضو سے ہوتا۔ حلیہ وغنیہ میں ہے:

اٰداب الوضوء ان یستر عورتہ حین فرغ من الاستنجاء[1] اھ ملتقطا۔

وضو کے آداب میں سے یہ ہے کہ جب استنجاء سے فارغ ہوجائے تو اپنی عورت (شرم گاہ) کو ڈھانپ لے اھ (ت)

---

[1] غنیۃ المستملی، آداب وضو، ص ۳۱

Marfat.com

اور تصریح فرماتے ہیں کہ اگر صرف ایک جبہ پہن کر نماز پڑھی جس سے گھٹنوں تک رکوع سجود وغیرہما ہر حال میں ستر حاصل ہے اور اُس کا گریبان[1] اتنا کشادہ ہے کہ گریبان سے اپنے ستر تک نظر جاسکتی ہے اور اس نے دیکھا تو کراہت ہے مگر نماز ہوگئی اگر وضو جاتا رہتا نماز کیونکر ہوتی۔ درمختار میں ہے:

الشرط سترها عن غیرہ لا نفسہ به یفتی فلو رأها من زیقہ لم تفسد وان کرہ[1]

شرط عورت (شرم گاہ) اپنے غیر سے چھپانا ہے نہ کہ خود اپنے آپ سے یہ مفتی بہ ہے اگر اپنے ستر کو اپنے کُرتے کے گریبان سے دیکھ لیا تو نماز فاسد نہ ہوگی اگرچہ یہ عمل مکروہ ہے۔

اور تصریح فرماتے ہیں کہ اگر عورت[2] کو طلاق رجعی دی تھی ہنوز عدت نہ گزری تھی یہ نماز میں تھا کہ عورت کی فرج داخل پر نظر پڑگئی اور شہوت پیدا ہوئی رجعت ہوگئی اور نماز میں فساد نہ آیا اور اگر قصداً بھی ایسا کرے تو مکروہ ضرور ہے مگر نماز فاسد نہیں۔ خلاصہ و ردالمحتار میں ہے:

لو نظر الی فرج المطلقة رجعیا بشهوة یصیر مراجعا ولا تفسد صلاته فی روایة هو المختار اھ ثم الفساد علی الاخری انما هو لان النظر الی الفرج بشهوة من[3] دواعی الجماع فصار کما لو قبلت المصلی امرأته وهو فی الصلاة فاشتهی فسدت لصیرورته باشتهائه فی معنی الجماع والجواب مذکور فیهما هذا فی الدواعی التی هی فعل غیر النظر والفکر لتعذر التحرز عنهما[2]

اگر مطلقہ رجعیہ کی فرج کی طرف بنظر شہوت دیکھا تو یہ رجعت شمار ہوگی، اور ایک روایت میں ہے کہ اس کی نماز فاسد نہ ہوگی، یہی مختار ہے اھ اور دوسری روایت کے مطابق نماز کا فاسد ہونا اس لیے ہے کہ فرج کی طرف شہوت سے دیکھنا دواعی جماع سے ہے، تو یہ ایسا ہوگیا جیسے نماز پڑھنے والے کو اس کی بیوی بوسہ دے اور نمازی کو شہوت پیدا ہوجائے تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی، کیونکہ وہ اپنی شہوت کے باعث جماع کے حکم میں ہوگیا، اور جواب ان دونوں میں یہ ہے کہ یہ ایسے دواعی میں تو ہوسکتا ہے جو نظر کے علاوہ ہیں، اور نظر و فکر میں یہ ممکن نہیں کہ اس سے بچنا محال ہے۔ (ت)

اور منکوحہ کی بھی تخصیص نہیں زنِ بیگانہ[4] کا بھی یہی حکم ہے یہاں بجائے رجعت حرمت مصاہرت

---

[1] الدرالمختار، باب شروط الصلوٰۃ ۱/ ۶۶ [2] ردالمحتار، مفسدات نماز ۱/ ۴۶۵

Marfat.com

ثابت ہوگی۔ مراقی الفلاح میں ہے:

لا تبطل صلاته بنظره الی فرج المطلقة او الاجنبیة یعنی فرجها الداخل قال ط فی حاشیتها وتثبت به حرمة المصاهرة فی الاجنبیة[2]

اس کی نماز مطلقہ یا اجنبیہ کی فرج کو دیکھنے سے باطل نہ ہوگی، مراد فرج داخل ہے۔ طحطاوی نے اس کے حاشیہ پر کہا کہ اس سے اجنبیہ میں حرمتِ مصاہرہ ثابت ہوجائے گی۔

دوڑنے کودنے گرنے میں بھی کوئی وجہ نقضِ وضو نہیں جب تک گرنے سے بیہوشی نہ ہو یا خون نہ نکلے بحالِ بقائے ہوش فقط یہ خیال کہ طبیعت دوسری طرف متوجہ اور اپنے حال سے غافل ہوتی ہے کافی نہیں ورنہ مطالعۂ کتب بلکہ مراقبۂ یادِ الٰہی بھی ناقضِ وضو ہو۔

نعم وقع فی حاشیة السید العلامة ط علی مراقی الفلاح ما نصه فی الهندیة عن المحیط عد من النواقض سقوطه من اعلی اھ قال بعض الفضلاء و لعله لعدم خلوه عن خروج خارج غالبا وهو لایشعر اھ[3]

طحطاوی نے مراقی الفلاح کے حاشیہ میں کہا کہ یہ عبارت ہندیہ نے محیط سے نقل کی ہے، اوپر سے گرنا بھی نواقضِ وضو سے ہے اھ بعض فضلاء نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ عام طور پر اوپر سے گرنے میں کچھ نہ کچھ انسانی جسم سے لاشعوری طور پر خارج ہوجاتا ہے۔

اقول رحمه الله السید والفاضل انما نص الهندیة هکذا المذی ینقض الوضوء وکذا الودی والمنی اذا خرج من غیر شهوة بان حمل شیئا فسبقه المنی او سقط من مکان مرتفع یوجب الوضوء کذا فی المحیط[4] اھ بلفظها فقوله المنی مبتدأ خبره یوجب والضمیر فیه للمنی وقوله سقط معطوف علی حمل وهو تصویر اخر لخروج المنی بلا شهوة لا معدود

اقول اللہ سید اور فاضل پر رحم کرے، دراصل ہندیہ کی عبارت اس طرح ہے: "مذی وضو کو توڑتی ہے اور اسی طرح ودی اور منی جب بلاشہوت نکلے جیسے کسی کی بوجھ اٹھانے سے منی نکل جائے یا اونچی جگہ سے گر پڑے تو وضو واجب ہوگا کذا فی المحیط اھ" تو ان کا قول المنی مبتدا ہے، اس کی خبر یوجب ہے اور اس میں ضمیر منی کی طرف راجع ہے اور سقط معطوف ہے حمل پر، یہ منی کے بلاشہوت نکلنے کی ایک اور صورت ہے مستقلاً

---

[1] مراقی الفلاح علی حاشیۃ الطحطاوی، فصل فیما لا یفسد الصلوٰۃ ص ۲۰۰ [2] ایضاً [3] ایضاً ص ۵۰
[4] فتاوٰی ہندیہ، نواقض الوضو ۱/۱۰

Marfat.com

فی الموجبات بنفسہ و عبارۃ الامام قاضی خان تزیل الوھم قال فی الخانیۃ خروج المنی لاعن شھوۃ بان سقط من مکان مرتفع او ما اشبہ ذلک لا یوجب الغسل و ینقض الوضوء[1] الخ فسبحن من لا یزل ولا ینسی و اللہ تعالی اعلم۔

یہ موجباتِ وضو سے نہیں، امام قاضی خان کی عبارت وہم کو رفع کرتی ہے۔ خانیہ میں ہے منی کا بلا شہوت نکلنا جیسے اونچی جگہ سے گرے یا اسی طرح کوئی اور صورت پیش آجائے، موجبِ غسل نہیں، وضو ٹوٹ جائیگا الخ فسبحن من لا یزل ولا ینسی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰

۱۰ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے ایک پھڑیا تھی اُس نے اوپر کی جانب سے منہ کیا اور پھوٹی بھی بالکل اچھی ہوگئی مگر اس کا بالائی پوست اور اس کے نیچے خالی جگہ ہنوز باقی ہے۔ زید نہایا غسل کا پانی کہ اوپر سے بہتا آیا اُس خلا میں بھر گیا بعد نہانے کے زید نے ہاتھ سے دبا دیا کہ وُہ پانی بہہ کر نکل گیا۔ اس صورت میں وضو ساقط ہوا یا نہیں اور جس بدن پر وُہ پانی گزرا پاک رہا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

جب کہ وُہ پانی پھڑیا کا نہیں بلکہ خاص غسل کا ہے پھڑیا بالکل صاف ہوگئی تھی کہ اُس میں خون پیپ کچھ نہ رہا تھا تو نہ وضو گیا نہ بدن ناپاک ہوا۔ جواہر الفتاوی امام کرمانی باب رابع فتاوائے امام نجم الدین عمر نسفی میں ہے:

جرح لیس فیہ شیئ من قیح اودم اوصدید دخل صاحبہ الحمام فدخل ماء الحمام الجرح فلما خرج من الحمام عصر الجرح فخرج ماء الحمام لاینتقض الوضوء لان الخارج ماء الحمام لا ما حصل من الجرح[2]۔

ایسے زخم والا جس میں مواد یا خون نہ ہو یا پیپ نہ ہو حمام میں داخل ہوا اور حمام کا پانی زخم میں چلا گیا، حمام سے جب نکلا اس نے زخم کو نچوڑا، زخم میں سے حمام کا پانی نکلا تو وضو کو نہ توڑے گا اس لئے کہ نکلنے والی چیز حمام کا پانی ہے زخم کا نہیں۔ (ت)

اسی طرح خلاصہ میں ہے:

و لفظھا فخرج منہ الماء و سال لاینقض[3]۔

اس سے پانی نکلا اور بہا تو وضو نہ ٹوٹے گا۔

---

[1] فتاوی قاضی خان، نواقض الوضو ۱/۱۸
[2] جواہر الفتاوی
[3] خلاصۃ الفتاوی، نواقض وضوء ۱/۱۷

Marfat.com

وجیز امام کردری میں ہے :

دخل الماء جرحا ولادم ولا صدید فیه ثم خرج منه لا ینقض[1]

پانی اس کے زخم میں داخل ہوگیا اور اس میں نہ خون ہے نہ پیپ ہے، پھر اس سے پانی نکلا تو وضو نہ ٹوٹے گا۔

خزانۃ المفتین میں ہے :

الماء اذا دخل الجرح ثم خرج لا یضر[2] اھ

زخم میں پانی داخل ہوکر نکلا تو ضرر نہ دے گا۔

اقول رمزله خ یعنی الخلاصة وقد بالغ فی الاختصار حتی بلغ الاقتصار فانه صور المسألة بقوله جرح لیس فیه شیئ من الدم والقیح الخ کما صور ماخذه فتاوی الامام النسفی والاخذ منه وجیز الکردری ولابد منه لانه لو کان فیه ذلك یتنجس الماء بالمجاورة فینقض بانه بما وراء لان خروج نجس سال ناقض مطلقا وان کان شیئا طاهرا انما اکتسب النجاسة فی الباطن بالجوار الا تری انه اذا شرب الماء ووصل معدته ثم خرج بالقیئ من ساعته وکان ملأ فیه نقض قال فی الدر وان لم یستقر وهو نجس مغلظ ولو من صبی ساعة ارتضاعه هو الصحیح لمخالطة النجاسة ذکره الحلبی[3] اھ

اقول اس کے لیے انہوں نے "خ" کی رمز رکھی ہے یعنی "خلاصہ" اور اتنا اختصار کیا ہے کہ حدِ اقتصار کو پہنچ گیا ہے، اس میں صورتِ مسئلہ اس طرح بیان کی ہے "وہ زخم جس میں نہ خون ہو نہ پیپ الخ" یہ بالکل ویسی ہی صورت ہے جیسے اس کی اصل فتاوٰی امام نسفی اور وجیز کردری میں ہے، اور یہ ضروری ہے اس لیے اگر اس میں خون وغیرہ ہو تو یہ پانی اتصال کی وجہ سے ناپاک ہوجائے گا اور وضو تجاوز کی وجہ سے ٹوٹ جائیگا کیونکہ بہہ کر نجاست نکلنا مطلقاً وضو کو توڑ دیتا ہے اور اگر چیز پاک ہو تو وہ اندر جاکر اتصال کی وجہ سے ناپاک ہوجائے گی، جیسے کوئی پانی پئے اور وہ فوراً قے کی وجہ سے نکل جائے اور یہ منہ بھر کر ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ در میں کہا کہ اگرچہ نہ ٹھہرے پھر بھی وہ غلیظ درجہ کا نجس ہے اگرچہ بچّہ کے منہ سے دُودھ پینے وقت نکلے۔ یہ صحیح ہے کہ نجاست سے مل کر آیا ہے، ذکرہ الحلبی اھ۔

فان قلت هنا روایة اخری ان قئ

اگر اس موقع پر یہ اعتراض کیا جائے

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علی الہندیۃ، نواقض وضو ۱/ ۱۲
[2] خزانۃ المفتین
[3] الدر المختار، نواقض وضو، مجتبائی دہلی ۱/ ۲۵

Marfat.com

الماء لاینقض مالم یستحل وقد صحح ایضا قال فی البحر تحت قول المتن وقئ ملأفاہ ولو طعاما او ماء اطلق فی الطعام والماء قال الحسن اذا تناول طعاما او ماء ثم قاء من ساعتہ لاینقض لانہ طاهر حیث لم یستحل وانما اتصل بہ قلیل القیئ فلا یکون حدثا فلا یکون نجسا وکذا الصبی اذا ارتضع وقاء من ساعتہ وصححہ فی المعراج وغیرہ ومحل الاختلاف اذا وصل الی معدتہ ولم یستقر اما لو قاء قبل الوصول الیها وهو فی المرئ فانہ لاینقض اتفاقا کما ذکرہ[۱] الزاهدی اھ وقال المحقق فی الفتح تحت قول الهدایۃ ان قاء بلغما فغیر ناقض وقال ابو یوسف ناقض لانہ نجس بالمجاورۃ ولهما انہ لزج لاتتخللہ النجاسۃ ومایتصل بہ قلیل والقلیل فی القیئ غیر ناقض مانصہ وعلی هذا یظهر ما فی المجتبی عن الحسن لو تناول طعاما او ماء ثم قاء من ساعتہ لاینتقض لانہ طاهر[۲] الی اخر مامر عن البحر الی مسئلۃ ارتضاع الصبی قال المحقق قیل هو المختار وما فی القنیۃ لوقاء دودا کثیرا او حیۃ ملأت فاہ

کہ پانی کی قے ایک روایت کے مطابق وضو کو نہیں توڑتی ہے، صرف اسی وقت توڑتی ہے جبکہ وہ پانی متغیر ہو جائے، اس قول کو صحیح قرار دیا گیا ہے، بحر میں متن کے تحت فرمایا "اور منہ بھر کر قے خواہ کھانے کی ہو یا پانی کی"، یعنی کھانے پانی کو مطلق رکھا، حسن نے کہا کہ جب کھانا کھایا یا پانی پیا پھر فوراً ہی قے ہو گئی وضو نہیں ٹوٹے گا اس لیے کہ وہ پاک ہے کیونکہ متغیر نہیں ہوا ہے، اس کے ساتھ صرف تھوڑی سی قے مل گئی ہے تو حدث نہ ہوگا" اور جب حدث نہیں تو نجس نہیں، اور اسی طرح جب بچہ دُودھ پیتے ہی قے کر دے۔ اس کو معراج وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ اختلاف اسی صورت میں ہے جب کہ معدہ کو پہنچے مگر اس میں نہ ٹھہرے اور اگر پانی پیا ابھی پانی کی نالی میں ہی تھا معدہ میں نہیں پہنچا یا تھا تو وہ بالاتفاق نہیں توڑے گا کذا ذکرہ الزاہدی۔ محقق نے فتح میں فرمایا (ہدایہ کی عبارت پر) کہ اگر بلغم کی قے ہوئی تو یہ ناقض وضو نہیں ہے، اور ابو یوسف نے فرمایا کہ یہ ناقض وضو ہے کہ مل جانے کی وجہ سے نجس ہو گیا۔ اور طرفین کی دلیل یہ ہے کہ یہ چکنی چیز ہے اس کے اندر نجاست نہیں جا سکتی ہے اور اگر کچھ لگتا بھی ہے تو معمولی ہوتا ہے اور کم قے ناقض وضو نہیں ہے

---

[۱] بحر الرائق، نواقض الوضو، سعید کمپنی کراچی ۱/۳۴

[۲] فتح القدیر، " " ، نوریہ رضویہ سکھر ۱/۴۱

Marfat.com

لاینقض[1] اھ وقال المحقق ایضا فی باب الانجاس مرارة کل شیئ کبولہ واجترارہ کسرقنیہ قال فی التجنیس لانہ واراہ جوفہ الا تری ان ما یواری جوف الانسان بان کان ماء ثم قاء فحکمہ حکم بولہ انتھی وھو یقتضی انہ کذلك وان قاء من ساعتہ (ای لانہ ایضا واراہ جوفہ قال) وقدمنا فی النواقض عن الحسن ماھو الاحسن وقد صححہ (ای صاحب التجنیس) بعد قریب ورقة فقال فی الصبی ارتضع ثم قاء فاصاب ثیاب الام ان زاد علی الدرھم منع قال وروی الحسن عن ابی حنیفة انہ لا یمنع مالم یفحش لانہ لم یتغیر من کل وجہ فکان نجاستہ دون نجاسة البول بخلاف المرة لانھا متغیرة من کل وجہ کذا فی غریب الروایة عن ابی حنیفة وھو الصحیح وفیہ ماذکرنا[2] اھ فقد صححہ فی المعراج وغیرہ وقیل ھو المختار واستظھرہ المحقق وجعلہ الاحسن فلعل الی ھذا مال فی خزانة المفتین فحذف ذلك القید۔

ان کی تصریح یہ ہے کہ اس بنا پر مجتبٰی میں جو حسن سے مذکور ہے کہ اگر کھانا کھایا یا پانی پیا پھر فوراً ہی قے کردی تو وضو نہ ٹوٹے گا کہ وہ پاک ہے، یہ بحث بحر میں بچّہ کے دُودھ پینے کی بحث تک ہے'' محقق نے کہا کہ ایک قول کے مطابق یہی مختار ہے۔ اور قنیہ کی عبارت کا مفہوم بھی واضح ہوتا ہے، وہ عبارت یہ ہے کہ اگر کسی نے بہت سے کیڑوں کی قے کی یا مُنہ بھر کر سانپوں کی، تو وضو نہ ٹوٹے گا۔ محقق نے باب الانجاس میں فرمایا: ہر چیز کے پت (کڑوے پانی) کا حکم اس کے پیشاب کی طرح ہے، اور اس کی جگالی (یعنی جگالی سے جو خارج ہو) اس کی لید کی طرح ہے۔ تجنیس میں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اس کو اپنے پیٹ میں چھپایا ہوا ہے، جیسے انسان اپنے پیٹ میں پانی کو چھپاتا ہے۔ اب اگر وہ اس کی قے کرے تو یہ پیشاب کے حکم میں ہے انتہی۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا یہ حکم اس وقت بھی ہو گا جبکہ وہ اسی وقت قے کر دے، ہم حسن سے نواقضِ وضو میں یہ نقل کر چکے ہیں (اور صاحبِ تجنیس نے اس کی تصحیح کی ہے) کہ بچّہ نے دودھ پیتے ہی قے کردی اور اس سے ماں کے کپڑے ملوث ہو گئے اور اگر درہم سے زاید ہے تو مانع صلوٰۃ ہے انہوں نے فرمایا کہ حسن نے ابوحنیفہ سے روایت کی ہے کہ جب تک یہ زیادہ نہ ہو مانع صلوٰۃ نہیں ہے،

---

[1] فتح القدیر، نواقض الوضوء، نوریہ رضویہ سکھر ۱/۴۱

[2] فتح القدیر، باب الانجاس ۱/۱۷۹

Marfat.com

کیونکہ یہ پوری طرح متغیر نہیں ہوا ہے اس لیے اس کی غلاظت پیشاب سے کم ہی ہوگی ، اور پسنت بہر طور متغیر ہوچکا ہے ابو حنیفہ سے ایک غریب روایت یہی ہے ، یہی صحیح ہے ، اس میں ہمارے موقف کی تائید ہے اھ۔ معراج وغیرہ نے اس کو صحیح کہا ہے ، ایک قول کے مطابق یہی مختار ہے ، اور محقق نے اس کی تائید کی اور فرمایا کہ یہ احسن ہے اور شاید خزانۃ المفتین میں اس کی طرف مائل ہوئے ہیں اور اس قید کو حذف کردیا ہے ۔

قلت اولا لو اختار هذا ما كان ليعزو الى الخلاصة مالم ترده وثانيا قد تبع الخلاصة بعد هذا بسطرين فاطلق مسألة القئ الطعام والماء اطلاقا كما ارسلت المتون والعامة وثالثا رأيتني كتبت على هامش الفتح من النواقض ما نصه قوله وعلى هذا يظهر ما فى المجتبى[1] الخ

اقول وبالله التوفيق فى هذا الظهور خفاء شديد فان الماء والطعام وان لم يستحيلا لكنهما يقبلان النجاسة بالمجاورة فاذا عادا من معدن النجس كانا متنجسين وان لم يكونا نجسين فيجب النقض بهما كالريح طاهرة عينها وناقض خروجها لانبعاثها من محل النجاسة نعم مسألة الدود والحية واضحة الوجه فانهما لا يتداخلهما النجاسة وما عليهما قليل فلا ينقضان الا اذا اكثر خروجهما من غثيان

قلت اول : اگر وہ اس کو اختیار کرتے تو خلاصہ کی طرف اس چیز کو منسوب نہ کرتے جو خلاصہ میں ہے ہی نہیں ۔

دوم : اس کے دو سطروں کے بعد انہوں نے خلاصہ کی پیروی کی اور پانی اور کھانے کے مسئلہ کو مطلق رکھا جیسے عام متون ہیں ، اس کو مطلق رکھا گیا ہے ۔

سوم : میں نے فتح کے نواقض کے حاشیہ پر لکھا ہے " اس بنا پر مجتبی کا قول ظاہر ہوتا " الخ

اقول اس ظہور میں سخت خفا ہے اس لیے کہ پانی اور کھانا اگرچہ متغیر نہ ہوئے ہوں لیکن وہ اتصال کی وجہ نجاست کو قبول کرتے ہیں اب جبکہ وہ نجاست کے مرکز سے لوٹ کر آئیں گے تو نجس ہوں گے (خواہ در اصل نجس نہ ہوں) تو لازم ہے کہ ان سے وضو ٹوٹ جائے ، جیسے ہوا اصل میں پاک ہے لیکن جب خارج ہوتی ہے تو ناپاک ہوتی ہے کہ محلِ نجاست سے آرہی ہے ، ہاں کیڑوں اور زندہ سانپ کا مسئلہ واضح ہے کہ ان میں نجاست سرایت نہیں کرتی ہے

---

[1] فتح القدیر ، نواقض وضو ۱/۴۱

Marfat.com

واحد حتى بلغ ما عليهما الكثيران وقع هذا والعياذ بالله تعالى هذا ما اختلج بقلبي لبعد الضعيف اولا وقوفي على هذا الكلام ثم بعد يومين رأيت العلامة المحقق ابراهيم الحلبي ذكر في شرح المنية الكبير رواية المجتبى عن الحسن وانه قيل هو المختار ثم عقبه بقوله والصحيح ظاهر الرواية انه نجس لمخالطة النجاسة وتداخلها فيه بخلاف البلغم وبخلاف دود او حية لانه طاهر في نفسه ولم تتداخله النجاسة وما يستتبعه قليل لا يبلغ ملأ الفم اھ فهذا عين ما بحثته ولله الحمد حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه اھ ماكتبت عليه وكتبت على هامش باب الانجاس **قوله** ماهو الاحسن۔

اور جو ان کیڑوں پر ہے وہ کم ہے لہذا وہ ناقض وضو اسی صورت میں ہوں گے جبکہ ایک مثلی سے بکثرت خارج ہوں تاکہ جو کچھ ان پر ہے وہ بھی حدِ کثرت میں آجائے۔ جب پہلی مرتبہ میں نے اس کلام کو دیکھا تو یہ بحث میرے ذہن میں آئی پھر دو دن بعد میں نے دیکھا کہ ابراہیم حلبی نے منیہ کی شرح کبیر میں مجتبی کی روایت حسن سے نقل کی اور یہ کہ ایک قول کے مطابق وہی مختار ہے اس کے بعد کہا کہ صحیح ظاہر روایت ہے کہ وہ نجاست سے مل جانے کی وجہ سے ناپاک ہو گیا برخلاف بلغم کیڑوں اور سانپ کے، کیونکہ وہ فی نفسہ پاک ہیں اور ان میں نجاست سرایت نہیں کرتی اور جو کچھ ان کے اوپر ہوتی ہے وہ بہت کم ہے منہ بھر کے نہیں ہے، سو جو بحث میں نے کی تھی وہی بحمد اللہ اس کتاب میں مل گئی و للہ الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ اھ **باب الانجاس** کے حاشیہ پر ان کے قول "ماھو الاحسن" پر میں نے لکھا ہے۔

[1] **اقول** ماهو الاحسن لانه خلاف ظاهر الرواية المصححة والفتوى متى اختلفت وجب المصير الى ظاهر الرواية **قوله** وقد صححه بعد قريب ورقة۔

اقول ماھو الاحسن اس لیے ہے کہ یہ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے جس کی تصحیح کی گئی ہے اور جس پر فتوی ہے، اور جب فتاوی میں اختلاف ہو تو ظاہر روایت کی طرف ہی رجوع کرنا ہوگا۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک ورقہ بعد انہوں نے اس کی تصحیح کی ہے۔

[2] **اقول** فرق بين ما مر عن الحسن وهو الطهارة بدليل عدم انتقاض الوضوء

میں کہتا ہوں حسن کے طہارۃ کے قول میں (اس دلیل سے کہ وضو نہ ٹوٹے گا) اور حسن کی

---

[1] غنیۃ المستملی، نواقض الوضوء ص ۱۲۹

Marfat.com

وبین هذا الآتی عن الحسن عن الامام وهو کونه نجاسة خفیفة وایاما کان فعلی ظاهر الروایة التعویل کیف وهو الذی یقضی به الدلیل وهو الموافق لاطلاق المتون وعامة الشروح والفتاوی فی القیئ۔

ابوحنیفہ سے آنے والی روایت میں جس میں اس کو نجاستِ خفیفہ قرار دیا گیا ہے فرق ہے، اور جو بھی ہو بہرحال اعتماد ظاہر الروایۃ پر ہی ہوگا، اور ہونا بھی چاہیے کہ دلیل کا تقاضا یہی ہے، اور یہ متون کے اطلاقات اور قَے کے بارے میں عام شروح اور فتاوٰی کے مطابق ہے۔

قولہ لانہ لم یتغیر من کل وجہ
اقول نعم لکن او لم یجاوز النجاسة الغلیظة اولیس ما تستحیل الیہ النجاسة واذا کان الامر علی هذا اوجب کونه نجاسة غلیظة فان الغلیظة انما تورث بجوارها الغلظة دون الخفة کما لایخفی فالصحیح ان القیئ ناقض مطلقا بشروطه المعروفة وان جرة کل شیئ کسرقینه من دون فصل۔

ان کا قول "لانہ یتغیر من کل وجہ" یہ کیسے ہوسکتا ہے کیا وہ نجاست غلیظہ کے قریب نہیں تھا یا یہ ایسی چیز ہے جس میں نجاست سرایت ہی نہیں کرتی ہے؟ پھر یہ نجاستِ غلیظہ کیوں نہیں؟ جو چیز نجاست غلیظہ کے قریب ہوتی ہے وہ خود نجاست غلیظہ بن جاتی ہے نجاستِ خفیفہ نہیں بنتی ہے، تو صحیح یہ ہے کہ قَے اپنی معروف شرائط کے مطابق مطلقاً ناقضِ وضو ہے اور ہر جانور کی جگالی کا حکم اس کی لید کا سا ہے اس میں کوئی قید نہیں۔

قولہ وفیہ ما ذکرنا ای ان ما فی المجتبٰی وغیرہ یقتضی طہارتہ اقول وفیہ ما ذکرنا اھ ما کتبت ثمہ وقد نقل فی ردالمحتار قبیل الصلاة عبارة الفتح هذه الی قول التجنیس وهو الصحیح واقرہ علیه فکتبت علیه۔

ان کا قول "وفیہ ما ذکرنا" یعنی مجتبی وغیرہ کی عبارات کا تقاضا ہے کہ یہ پاک ہو۔ میرے نزدیک اس سلسلہ میں وہی گفتگو ہے جو میں پہلے ذکر کرچکا ہوں اھ اور ردالمحتار میں باب الصلوٰۃ سے کچھ قبل فتح کی اس عبارت کو تجنیس کے قول "وھو الصحیح" تک نقل کیا ہے اور اس کو تائید کی ہے۔

اقول قدم الشارح العلامة فی النواقض تصحیح کونه نجسا مغلظا وقدم المحشی ثمه انه حیث صحح القولان فلا یعدل عن ظاهر الروایة ولذا اجزم

اقول شارح نے نواقض وضو کی بحث میں اس کے مغلظ نجس ہونے کو صحیح قرار دیا ہے اور محشی نے اس پر کہا ہے کہ جب انہوں نے دونوں قولوں کی تصحیح کردی ہے تو ظاہر روایت سے عدول نہ کیا جائے گا

Marfat.com

بہ الشارح[1] اھ فکان علیہ ان لا یقر علی خلافہ ھھنا ولکن الانسان للنسیان و حسبنا اللہ ونعم الوکیل ولنرجع الی اول المسألۃ الحکم الذی قررناہ بنصوص فتاوی النسفی وجواھر الفتاوی والخلاصۃ والبزازیۃ والخزانۃ ینزاأی خلافہ من الغنیۃ اذقال (نفطۃ قشرت فسال منھا ماء) خالص اجتذب من الخارج والتأمت علیہ (او دم او صدید ان سال عن راس الجرح نقض وان لم یسل لا)[2]

اور اس لیے شارح نے اس پر جزم کیا ہے اھ لہذا ان پر لازم تھا کہ یہاں اس کے خلاف نہ کہتے، لیکن انسان کو نسیان لازم ہے وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ اب مسئلہ کی ابتداء کی طرف رجوع کرتے ہیں وہ حکم جس کو فتاوی نسفی، جواہر الفتاوی، خلاصہ، بزازیہ اور خزانہ کی صراحتوں کی روشنی میں بیان کیا ہے غنیہ میں اس کے خلاف ہے' اس میں ہے کسی چھالے کو چھیلا اور اس سے پانی نکلا' یعنی وُہ پانی جو اس میں باہر سے جذب ہو گیا تھا اور اس کا منہ بند ہو گیا تھا' یا خُون اور پیپ اگر زخم کے سر سے نکلا اور بہا تو وضوء ٹُوٹ جائے گا اور اگر نہ بہا تو وضوء نہ ٹُوٹے گا۔

اقول اصل المسألۃ فی الجامع الصغیر کما تقدم والظاھر المتبادر منہ ماء النفطۃ وھو الدم الذی نضج فرق فاشبہ الماء ھکذا فھمہ العامۃ قال الامام فقیہ النفس فی شرحہ تحت ھذہ المسألۃ قال الحسن بن زیاد الماء بمنزلۃ العرق والدمع لایکون نجسا وخروجہ لا یوجب انتقاض الطھارۃ والصحیح ماقلنا لانہ دم رقیق لم یتم نضجہ فیصیر لونہ لون الماء واذا کان دما کان نجسا ناقضا للوضوء اھ[3] وقال فی الحلیۃ تحت عبارۃ المنیۃ

اقول یہ مسئلہ در اصل جامع صغیر میں بیان کیا گیا ہے، اور اس سے جو چیز ظاہر اور متبادر ہے وہ یہ ہے کہ چھالے کا پانی وہ خون ہی ہے جو پک کر رقیق ہو گیا ہے اور پانی کی طرح ہو گیا ہے، عام علماء نے اس کو اسی طرح سمجھا ہے۔ امام فقیہ النفس نے اپنی شرح میں اس مسئلہ کے تحت فرمایا ہے کہ حسن بن زیاد نے کہا ہے کہ پانی بمنزلہ پسینہ اور آنسو کے ہے نجس نہیں ہو گا اور اس کے نکلنے سے طہارت ختم نہ ہو گی لیکن صحیح وہی ہے جو ہم نے لکھا ہے کیونکہ وہ پتلا خون ابھی پُوری طرح پکنے نہیں پایا ہے تو اس کا رنگ پانی کی طرح ہو گا اور چونکہ خون ہے تو نجس اور

---

[1] ردالمحتار، نواقضِ وضو ۱/۱۰۲
[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی، نواقض وضو ص ۱۳۱
[3] شرح جامع الصغیر للقاضی خان

Marfat.com

المذکورة قال فخر الاسلام وغیرہ قد تکون النفطة اصلہا دما ثم ینضج فیصیر قیحا ثم یزداد طبخا فیصیر صدیدا ثم قد یصیر ماء وقد یکون فی الابتداء ماء اھ[1] وفی البحر الرائق وعن الحسن ان ماء النفطة لاینقض قال الحلوانی وفیہ توسعة لمن بہ جرب او جدری کذا فی المعراج[2] اھ وفی منحة الخالق قال فی الجمہرة تنفطت ید الرجل اذا رق جلدھا من العمل وصار فیہا کالماء والکف نفیطة ومنفوطة کذا فی غایة البیان وقال ایضا بعد ھذا ای النقض اذا کانت النفطة اصلہا دما وقد تکون من الابتداء ماء اھ[3] ثم **اقول** بعد تسلیمہ یجب حملہ علی ما اذا کان فی النفطة من دم او قیح ما ینجس الماء والا فالحجة ما قدمنا من النصوص واللہ تعالٰی اعلم۔

ناقضِ وضو ہے اھ اور حلیہ میں منیہ کی مذکورہ عبارت کے تحت فرمایا "فخر الاسلام وغیرہ نے فرمایا کہ چھالا شروع میں خون ہوتا ہے پھر پکتا ہے تو مواد بنتا ہے پھر زیادہ پکتا ہے تو پیپ ہوجاتا ہے پھر کبھی پانی ہوجاتا ہے اور کبھی ابتدا ہی سے پانی ہوتا ہے" اھ بحر الرائق میں حسن سے مروی ہے کہ چھالے کا پانی ناقضِ وضو نہیں۔ حلوانی کہتے ہیں اس میں خارش زدہ یا چیچک زدہ لوگوں کے لیے سہولت ہے کذا فی المعراج اھ اور منحۃ الخالق میں ہے کہ جمہرہ میں ہے تنفطت ید الرجل، یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کسی کے ہاتھ کی کھال کام کی وجہ سے نرم ہوجائے اور اس میں پانی بھر جائے، اور "والکف نفیطة ومنفوطة" بھی اسی مفہوم کو ادا کرتا ہے، کذا فی غایۃ البیان، اس کے بعد فرمایا: "وضو کا ٹوٹنا اس وقت ہوگا جبکہ چھالا اصل میں خون ہو، اور کبھی چھالا شروع سے ہی پانی کا ہوتا ہے اھ میں اس کو تسلیم کے باوجود کہتا ہوں کہ اس کو اس پر محمول کرنا لازم ہے کہ چھالے میں خون یا مواد کی اتنی مقدار موجود ہو جو پانی کو نجس کردے ورنہ دلیل وہی ہے جو ہم نے بصورت نصوص پیش کی ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] حلیہ

[2] بحر الرائق، نواقض وضو ۱/۳۲

[3] منحۃ الخالق علی حاشیۃ البحر الرائق، نواقض وضو سعید کمپنی کراچی ۱/۳۲

Marfat.com

فتویٰ مسمّٰی بہ

۱۳ ھ ۲۵

نبه القوم ان الوضوء من ای نوم

قوم کو تنبیہ کہ کس نیند سے وضوء فرض ہوتا ہے ۔ (...)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۱ ۴ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کس طرح کے سونے سے وضو جاتا ہے اس میں قول منقح کیا ہے بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی لاتاخذہ سنۃ ولا نوم وافضل الصلاۃ والسلام بعدد آنات کل یوم علی من لاینام قلبہ فما کان وضوءہ ینتقض بالنوم وعلی الہ وصحبہ الذین نبھوا فنبھوا من نوم الغفلۃ غفلۃ القوم امام المدققین سیدی علاء الدین دمشقی حصکفی وعلامہ جلیل ابوالاخلاص حسن شرنبلالی ومحقق بالغ النظر سیدی ابرہیم حلبی ودیگر اکابر اعلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے درمختار ونور الایضاح ومراقی الفلاح وغنیہ وصغیری وغیرہا میں بعد احاطۂ اقوال جو اس باب میں قول منقح فہیم مستفید من الق السمع وھو شہید کے لیے افادہ فرمایا اس کا حاصل وعطر محاصل یہ ہے کہ نیند دو شرطوں سے ناقضِ وضو ہے:

اول یہ کہ دونوں سرین اس وقت خوب جمے نہ ہوں دوسرے یہ کہ ایسی ہیأت پر سویا ہو جو غافل ہوکر نیند آنے کو مانع نہ ہو۔ جب یہ دونوں شرطیں جمع ہوں گی تو سونے سے وضو جائے گا اور ایک بھی کم ہے تو نہیں، مثلاً:

(۱) دونوں سرین زمین پر ہیں اور دونوں پاؤں ایک طرف پھیلے ہوئے کرسی کی نشست اور ریل کی تپائی بھی اسی میں داخل ہے۔

اقول مگر یورپین ساخت کی کرسی جس کے وسط میں ایک بڑا سوراخ اسی مہمل غرض سے رکھا جاتا ہے اس سے مستثنیٰ ہے اس کی نشست مانع حدث نہیں ہوسکتی۔

(۲) دونوں سرین پر بیٹھا ہے اور گھٹنے کھڑے ہیں اور ہاتھ ساقوں پر محیط ہیں جسے عربی میں احتبا کہتے ہیں خواہ ہاتھ زمین وغیرہ پر ہوں اگرچہ سر گھٹنوں پر رکھا ہو۔ (۳) دو زانو سیدھا بیٹھا ہو۔

(۴) چار زانو پالتی مارے بہرصورت خواہ زمین پر ہوں یا تخت یا چارپائی پر یا کشتی یا شقدف یا شبری یا گاڑی کے کھٹولے میں۔ (۵) گھوڑے یا خچر وغیرہ پر زین رکھ کر سوار ہے۔

Marfat.com

(۶ و ۷) ننگی پیٹھ پر سوار ہے مگر جانور چڑھائی پر چڑھ رہا یا راستہ ہموار ہے۔ ظاہر ہے کہ ان سب صورتوں میں دونوں سرین جمے رہیں گے لہٰذا وضو نہ جائے گا اگرچہ کتنا ہی غافل ہو جائے اگرچہ سر بھی قدرے جھک گیا ہو نہ اتنا کہ سرین نہ جمے رہیں اگرچہ دیوار وغیرہ کسی چیز پر ایسا تکیہ لگائے ہو کہ وہ شے ہٹالی جائے تو یہ گر پڑے یہی ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کا اصل مذہب و ظاہر الروایۃ ومفتی بہ و صحیح و معتمد ہے اگرچہ ہدایہ و شرح وقایہ میں حالت تکیہ کو ناقض وضو لکھا۔

(۸) کھڑے کھڑے سو گیا۔ (۹) رکوع کی صورت پر۔

(۱۰) سجدۂ مسنونہ مردان کی شکل پر کہ پیٹ رانوں اور رانیں ساقوں اور کلائیاں زمین سے جدا ہوں اگرچہ یہ قیام و ہیئات رکوع و سجود غیر نماز میں ہو اگرچہ سجدہ کی اصلا نیت بھی نہ ہو ظاہر ہے کہ یہ تینوں صورتیں غافل ہو کر سونے کی مانع ہیں تو ان میں بھی وضو نہ جائے گا۔ (۱۱) اکڑوں بیٹھے سویا۔

(۱۲ و ۱۳ و ۱۴) چت یا پٹ یا کروٹ پر لیٹ کر۔ (۱۵) ایک کہنی پر تکیہ لگا کر۔

(۱۶) بیٹھ کر سویا مگر ایک کروٹ کو جھکا ہوا کہ ایک یا دونوں سرین اُٹھے ہوئے ہیں۔

(۱۷) ننگی پیٹھ پر سوار ہے اور جانور ڈھال میں اتر رہا ہے۔

اقول فقیر گمان کرتا ہے کہ کاٹھی بھی ننگی پیٹھ کے مثل ہے اور وہ یورپین وضع کی کاٹھیاں جن کے وسط میں اس لیے خلا رکھتے ہیں مانع حدث نہیں ہو سکتیں اگرچہ راہ ہموار ہو، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۱۸) دو زانو بیٹھا اور پیٹ رانوں پر رکھا ہے کہ دونوں سرین جمے نہ رہے ہوں۔

(۱۹) اسی طرح اگر چار زانو ہے اور سر رانوں یا ساقوں پر ہے۔

(۲۰) سجدۂ غیر مسنونہ کی طور پر جس طرح عورتیں گٹھری بن کر سجدہ کرتی ہیں اگرچہ خود نماز یا اور کسی سجدۂ مشروعہ یعنی سجدۂ تلاوت یا سجدۂ شکر میں ہو ان دس صورتوں میں دونوں شرطیں جمع ہونے کے سبب وضو جاتا رہے گا اور جب اصل مناط بتا دیا گیا تو زیادہ تفصیل صور کی حاجت نہیں ان دونوں شرطوں کو غور کر لیں جہاں مجتمع ہیں وضو نہ رہے گا ورنہ ہے البتہ فتاوی امام قاضی خان میں فرمایا کہ تنور کے کنارے اُس میں پاؤں لٹکائے بیٹھ کر سونے سے بھی وضو جاتا رہتا ہے کہ اُس کی گرمی سے مفاصل ڈھیلے ہو جاتے ہیں[2]

---

[1] یہ بیس صورتیں کلمات علماء میں منصوص ہیں جو باقی صورت اور کوئی پائی جائے اُس کے لیے ضابطہ بتا یا گیا ہے اگر اُس کا حکم کتابوں سے نہ ملے تو اس ضابطہ سے نکال لیں یا اختلاف پائیں تو جو قول اس ضابطہ کے مطابق ہو اُس پر عمل کریں کما سیأتی التصریح بہ عن الغنیۃ ان شاء اللہ تعالٰی ۱۲ منہ (م)

[2] فتاوی قاضی خان، فصل فی النوم ۱/۲۰

Marfat.com

اقول مگر یہ اُس ضابطۂ منقحہ کے خلاف ہے کہ سرین دونوں جمے ہیں لیکن یہ صورت بہت نادرہ ہے تو احتیاطاً عمل کر لینے میں حرج نہیں واللہ تعالٰی اعلم اور صورت بستم میں اگرچہ خاص دربارۂ سجدۂ نماز یا سجدۂ مشروعہ مطلقہ نزاع طویل و ہجوم اقاویل ہے مگر تحقیقِ احق یہی ہے کہ جملہ صور مذکورہ بستگانہ میں نماز و غیر نماز سب کا حکم یکساں ہے نماز میں بھی سونے سے وضو نہ جانے کے لیے دونوں سرین کا جما ہونا یا ہیئات کا مانع استغراقِ نوم ہونا ضرور ہے ولہذا یہی اکابر تصریح فرماتے ہیں کہ اگر نماز میں لیٹ کر سویا وضو نہ رہے گا عام ازینکہ چت ہو یا پٹ یا کروٹ پر یا ایک کہنی پر تکیہ دیے عام ازیں کہ قصداً لیٹا ہو یا سوتے میں لیٹ گیا اور فوراً فوراً جاگ نہ اُٹھا حتی کہ اگر کوئی شخص بیماری کے سبب بیٹھ کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو اُسے بھی اگر لیٹے لیٹے پڑھنے میں نیند آگئی وضو جاتا رہے گا۔ غرض پہلی دس صورتیں جن میں وضو نہیں جاتا اگر نماز میں واقع ہوں جب بھی نہ جائے گا نہ نماز فاسد ہو اگرچہ قصداً سوئے ہاں جو رکن بالکل سوتے میں ادا کیا اس کا اعتبار نہ ہوگا اُس کا اعادہ ضرور ہے اگرچہ بلا قصد سو جائے، اور جو جاگتے میں شروع کیا اور اُس رکن میں نیند آگئی اس کا جاگتے کا حصہ معتبر رہے گا۔ اور پچھلی دس صورتیں جن میں وضو جاتا رہتا ہے اگر نماز میں واقع ہوں جب بھی جاتا رہے گا پھر اگر ان صورتوں پر قصداً سویا تو نماز بھی گئی وضو کر کے سرے سے نیت باندھے اور بلا قصد سویا تو وضو گیا نماز باقی ہے بعد وضو پھر اسی جگہ سے پڑھ سکتا ہے جہاں نیند آگئی تھی پھر سب صورتوں میں سونے کی تخصیص اس لیے ہے کہ اونگھ ناقضِ وضو نہیں جبکہ ایسا ہوشیار رہے کہ پاس کے لوگ جو باتیں کرتے ہوں اکثر پر مطلع ہو اگرچہ بعض سے غفلت بھی ہو جاتی ہو یونہی اگر بیٹھے بیٹھے جھوم رہا ہے وضو نہ جائے گا اگرچہ جھومنے میں کبھی کبھی ایک سرین اُٹھ بھی جاتا ہو بلکہ اگرچہ جھوم کر گر پڑے جبکہ فوراً ہی آنکھ کھل جاتے ہاں اگر گرنے کے ایک ہی لمحہ بعد آنکھ کھلی تو وضو نہ رہے گا۔

اقول یہ قید ان سب صورتوں میں ہے جن میں وضو جانا بیان ہوا کہ اُنہی صورتوں پر سونا پایا جائے اور اگر سویا اُس شکل پر جس میں وضو نہ جاتا اور جسم بھاری ہو کر یہ شکل پیدا ہوئی جس سے جاتا رہتا مگر پیدا ہوتے ہی فوراً بلا وقفہ جاگ اُٹھا وضو نہ جائے گا جیسے سجدۂ مسنونہ میں سویا اور کلائیاں زمین سے لگتے ہی آنکھ کھل گئی اور یہ بھی یاد رہے کہ آدمی جب کسی کام مثلاً نماز وغیرہ کے انتظار میں جاگتا ہو اور دل اس طرف متوجہ ہے اور سونے کا قصد نہیں نیند جو آتی ہے اسے دفع کرنا چاہتا ہے تو بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ غافل ہو گیا جو باتیں اس وقت ہوئیں اُن کی خبر نہیں بلکہ دو دو تین تین آوازوں میں آنکھ کھلی اور وہ اپنے خیال میں یہ سمجھتا ہے کہ میں نہ سویا تھا اس لیے کہ اس کے ذہن میں وہی مدافعت خواب کا خیال جما ہوا ہے یہاں تک کہ لوگ اس سے کہتے ہیں تو سو گیا تھا وہ کہتا ہے ہرگز نہیں ایسے خیال کا اعتبار نہیں جب معتمد شخص کہے تو غافل تھا پکارا جواب نہ دیا یا باتیں پوچھی جائیں اور یہ نہ بتا سکے تو وضو لازم ہے۔

Marfat.com

فی الحلیة النوم ان کان فی الصلاۃ فلیس بحدث الا ان یکون مضطجعا وقال قاضی خان او متکئا ثم فی بعض شروح القدوری الاتکاء[1] عام والاستناد خاص وھو اتکاء الظھر لاغیر قلت لکن الظاھر ان مراد القاضی النوم علی احد ورکیہ فی الصلاۃ فان مقعدہ یکون متجافیا عن الارض فکان فی معنی النوم مضطجعا فی کونہ سببا لوجود الحدث بواسطۃ استرخاء المفاصل وزوال المسکۃ ولا یخالف ھذا ما فی الخلاصۃ من عدم النقض بالنوم متورکا لانہ مفسر فیھا بان[2] یبسط قدمیہ من جانب ویلصق الیتیہ بالارض وھذا یخالف تفسیر صاحب البدائع وصاحب الاسرار فانہ قال فی تعلیل النقض انھا جلسۃ تکشف عن مخرج الحدث الا انہ وضع المسألۃ خارج الصلاۃ والتعلیل یفید انہ وضع اتفاقی قال شیخنا فھذا اشتراک فی لفظ التورک اھ[1]

حلیہ میں ہے نیند بحالتِ نماز حدث نہیں ہے ہاں اگر چت لیٹ کر ہو تو حدث ہے۔ اور قاضیخان نے اس میں ٹیک لگا کر سونے کو بھی شامل کیا ہے۔ قدوری کی بعض شروح میں ہے کہ اتکاء عام ہے اور استناد خاص ہے، کیونکہ استناد میں صرف پیٹھ لگانا ہی ہوتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ قاضیخان کی مراد دونوں سرینوں میں سے ایک پر بل نماز میں سونے سے ہے کیونکہ ایسی صورت میں اس کی مقعد زمین سے الگ ہوگی اور چت لیٹ کے سونے کی طرح ہو جائیگا یعنی جوڑوں کے ڈھیلا ہونے اور چستی کے ختم ہوجانے کے اعتبار سے یہ حدث کا سبب بن جائے گا۔ یہ عبارت خلاصہ کی اس عبارت کے مخالف نہیں جس میں تورک کی حالت میں سونے کو ناقضِ وضو قرار نہیں دیا ہے کیونکہ خلاصہ میں اس کی تفسیر یہ ہے کہ نمازی اپنے دونوں پیر ایک طرف کو پھیلائے اور اپنے سرین زمین پر رکھے، اور یہ بدائع اور صاحبِ اسرار کی تفسیر کے مخالف ہے، کیونکہ انہوں نے وضو ٹوٹ جانے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ایسی نشست ہے جو حدث کے مخرج کو کھول دیتی ہے، مگر انہوں نے یہ مسئلہ بیرونِ نماز فرض کیا ہے، لیکن جو علت بتائی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ دونوں صورتوں کو عام ہے۔ ہمارے شیخ نے فرمایا کہ یہ "تورک" کے لفظ میں مشترک ہے اھ

اقول وکذا افاد فی البحر تبعا للفتح وللذھول عن ھذا وقع فی

اقول فتح کی پیروی میں بحر نے بھی یہی لکھا ہے اور چونکہ یہ بحث ذہن سے اتر گئی اس لیے کنز کی شرح

---

[1] حلیہ

المستخلص شرح الکنز ان نقل تحت قول الکنز والنوم مضطجع ومتورك تفسیر التورك ان یخرج رجلیه من الجانب الایمن ویلصق الیتیه علی الارض کذا فی المستصفی[1] اھ ولم یلق بالا ان ھذا تفسیر تورك الشافعیة فی الصلاۃ ولیس من نواقض الوضوء قطعا ثم قال فی الحلیة ویلحق بالنوم مضطجعا النوم مستلقیا علی قفاہ او منبطحا علی وجھه فان فی کل استرخاء المفاصل وزوال المسکة علی الکمال کالاضطجاع ثم لاخلاف عندنا فی عدم النقض للوضوء اذا کان فی الصلاۃ فی غیر ھذہ الحالات التی ذکرناھا اذا لم یکن متعمدا فان متعمدا ففی الخانیة ان تعمد النوم فی سجودہ تنتقض طھارته فی قولھم اھ قال شیخنا کانه مبنی علی قیام المسکة فی الرکوع دون السجود ومقتضی النظر ان یفصل فی ذلك السجود ان کان متجافیا لایفسد والا یفسد اھ[2] ما فی الحلیة۔

مستخلص میں کہا کہ "نوم مضطجع و متورك" تورک کے معنی یہ ہیں کہ اپنے دونوں پیروں کو دائیں جانب سے نکالے اور اپنے دونوں سرین زمین پر لگائے کذا فی المستصفی اھ لیکن تورک کی یہ تفسیر شافعیہ کے نزدیک ہے اور نواقضِ وضوء سے قطعاً نہیں ہے۔ پھر حلیہ میں کہا کہ مضطجعا سونے کے حکم میں گدی کے بل سونا یا چہرے کے بل سونا بھی ہے کیونکہ ان تمام صورتوں میں جوڑ ڈھیلے ہوجاتے ہیں اور چُستی ختم ہوجاتی ہے، جیسے چت لیٹ کر سونے میں ہوتا ہے۔ ہمارے نزدیک اگر مذکورہ حالات کے علاوہ نماز میں ہو تو ناقض وضو نہیں اور اس میں اتفاق ہے صرف ایک شرط ہے کہ قصد اور ارادۃً نہ ہو۔ خانیہ میں ہے کہ اگر کوئی ارادۃً سجدہ میں سوگیا تو ان کے قول کے مطابق اس کی طہارۃ ختم ہوجائے گی اھ ہمارے شیخ فرماتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہی ہے کہ حالت رکوع میں چستی برقرار رہتی ہے جبکہ سجود میں نہیں، اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو سجدہ میں یہ تفصیل کرنی چاہیے کہ اگر وُہ زمین سے الگ ہے تو ناقض نہیں ورنہ ناقض ہے اھ

اقول عبارۃ الخانیة لونام ساجدا فی الصلاۃ لایکون حدثا فی ظاھر الروایة فان تعمد النوم فی سجودہ تنتقض طھارته

اقول خانیہ کی عبارت اگر بحالت سجدہ نماز میں سوگیا تو ظاہر روایت میں حدث نہ ہوگا کیونکہ جان بُوجھ کر سجدہ میں سوجانا طہارت کو بھی

---

[1] مستخلص الحقائق شرح کنز، نواقض وضو ۱/۴۰

[2] حلیہ غیر موجود عندنا

Marfat.com

وتفسد صلاته ولو تعمد النوم فی قیامه او رکوعه لاتنتقض طہارته فی قولہم[۱] اھ فقوله قولہم راجع الی مسألة القیام والرکوع دون السجود کما اقتضاه اختصار الحلیة علی ما فی نسختی کیف وعدم النقض ولو تعمد فی الصلٰوة هو المعتمد وهو المذهب قال فی الهندیة ثم فی ظاهر الروایة لافرق بین غلبته وتعمده وعن ابی یوسف النقض والصحیح ما فی ظاهر الروایة هکذا فی المحیط[۲] اھ فکیف یجوز ان یکون قولہم وسیأتی عن نص الحلیة نفسہا۔

ختم کردیتا ہے اور نماز کو بھی جبکہ قصداً رکوع یا قیام میں سونا فقہا کے قول میں طہارت کو نہیں توڑتا ہے اھ اب اس عبارت میں "فی قولہم" قیام و رکوع کے مسئلہ کی طرف راجع ہے نہ کہ سجود کی طرف، جیسا کہ حلیہ کے اختصار میں میرے نسخہ کے مطابق ہے اور یہی درست ہے کہ قصداً بھی نماز کے اندر اگر ایسا کرے تو نہ ٹوٹے گا، یہی معتمد ہے اور مذہب ہے، ہندیہ میں کہا کہ "نیند کے غلبہ یا قصداً سونے کے درمیان ظاہر روایت کے مطابق کوئی فرق نہیں ہے، اور ابو یوسف سے وضو ٹوٹنے کی روایت ہے۔ لیکن صحیح وہی ہے جو ظاہر روایت میں ہے" ھکذا فی المحیط اھ اب یہ کیونکر درست ہوسکتا ہے کہ ان کا قول و سیأتی حلیہ کی عبارت ہو۔

ثم اقول لم یتعرض الامام قاضی خان ههنا عن حکم الصلاة اذا تعمد النوم فی القیام او الرکوع وعبارته فی مفسدات الصلاة ومن ثم نقل فی الفتح هکذا اذا نام المصلی مضطجعا متعمدا فسدت صلاته لو لم یتعمد فمال حتی اضطجع تنتقض طہارته ولا تفسد صلاته ولو نام فی رکوعه او سجوده ان لم یتعمد لا تفسد صلاته وان تعمد فسدت فی السجود ولا تفسد فی الرکوع[۳] اھ فانما محط کلامه طران النوم

ثم اقول اس مقام پر قاضی خان نے قیام و رکوع کی حالت میں قصداً سونے کی صورت میں نماز کے مسئلہ کا ذکر نہیں کیا اور نہ مفسداتِ صلوٰۃ میں ذکر کیا ہے۔ اس لیے فتح میں ہے" جبکہ نمازی چت قصداً سو گیا تو اس کی نماز فاسد ہوگئی، اور اگر قصداً نہیں ہے اور اتنا جھکا کہ لیٹنے کے قریب ہوگیا تو طہارت ٹوٹ جائے گی مگر نماز نہیں ٹوٹے گی، اور اگر رکوع و سجود میں سو گیا تو اگر قصداً نہیں ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر قصداً ہے تو سجود میں فاسد ہے رکوع میں نہیں" اھ سوال کے تمام کلام کا خلاصہ یہ ہے

---

[۱] فتاوٰی قاضی خان، نواقض وضو، فصل فی النوم ۱/۲۰ [۲] فتاوی ہندیہ نواقض الوضوء، نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۲
[۳] فتاوٰی قاضی خان، مفسدات الصلوٰۃ، نولکشور ۱/۶۴

Marfat.com

ان کان ناقض الطهارة کما فی الاضطجاع کان تعمدہ مفسدا للصلاۃ لان تعمد الحدث یمنع البناء والا لا کنوم قائم وراکع ولذا لما حکم علی نوم الساجد العامد بافساد الصلاۃ افاد فی الفتح ما افاد فلیحفظ فان لہ شانا ان شاء اللہ تعالٰی۔

کہ نیند اگر ناقضِ طہارت ہو جیسے کہ چت لیٹنے کی صورت میں ہے، تو ایسی نیند مفسد صلوٰۃ ہے، اس لیے کہ کسی حدث کا قصداً ارتکاب نماز کی بنا کے منافی ہے اگر نیند ناقضِ طہارت نہ ہو جیسے رکوع یا قیام میں تو مفسد صلوٰۃ نہیں اس لیے فتح میں سجدہ میں قصداً سوجانے کی بابت فسادِ نماز کا قول کیا اور جو کہا وہ اس میں موجود ہے فلیحفظ فان لہ شانا ان شاء اللہ تعالٰی۔

ثم قال فی الحلیۃ وذکر فی التحفۃ والبدائع ان النوم فی غیر حالۃ الاضطجاع والتورک فی الصلاۃ لا یکون حدثا سواء غلبہ النوم او تعمد فی ظاھر الروایۃ انتھی والعلۃ المعقولۃ فی کون النوم ناقضا استرخاء المفاصل وزوال المسکۃ وھذا لم یوجد فی ھذہ المذکورۃ والا سقط ھذا الکل فی الصلاۃ وان کان خارج الصلوٰۃ مضطجعا او متکئا بمعنی ان یکون معتمدا علی احد مرفقیہ کما ھو معنی التورک فی التحفۃ والبدائع ومحیط رضی الدین نقض بلا خلاف اھ[1] ملتقطا۔

ثم قال حلیہ میں ہے کہ تحفہ اور بدائع میں ذکر کیا کہ نماز میں چت لیٹنے کی صورت کے علاوہ سوجانا یا سرین پر بیٹھنے کی صورت کے علاوہ سوجانا حدث نہیں ہے خواہ اس پر نیند کا غلبہ ہوگیا ہو یا قصداً ایسا کیا ہو، ظاہر روایت میں یہی ہے اھ اور عقلی علت نیند کے ناقض ہونے میں جوڑوں کا ڈھیلا پڑجانا اور چستی وپھرتی کا ختم ہوجانا ہے، اور یہ چیز مذکورہ صورت میں نہیں پائی گئی ورنہ وہ شخص گرجاتا۔ یہ سب صورتیں حالتِ نماز کی تھیں اور اگر نماز کے باہر چت لیٹا یا ٹیک لگائی تو یہ کسی ایک کہنی پر ٹیک لگانے کے معنی میں ہوگا جیسا کہ تورک کے یہی معنی تحفہ، بدائع اور محیط رضی الدین میں ہیں، تو بالاتفاق وضو ٹوٹ جائیگا اھ ملتقطا

وفی ردالمحتار نام المریض وھو یصلی مضطجعا الصحیح النقض کما فی الفتح وغیرہ وزاد فی السراج وبہ ناخذ اھ[2] وفی الخانیۃ ظاھر المذھب ان النوم فی الصلاۃ

اور ردالمحتار میں ہے کہ مریض چت لیٹ کر نماز پڑھ رہا تھا کہ سوگیا تو صحیح یہ ہے کہ وضو ٹوٹ گیا، جیسا کہ فتح وغیرہ میں ہے اور سراج میں اتنا اضافہ ہے کہ "ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں" اھ اور خانیہ میں ہے

---

[1] حلیہ

[2] ردالمحتار، نواقض وضوء ۱/۱۰۵

Marfat.com

لا یکون حدثا الا ان یکون مضطجعا او متکئا والاضطجاع علی نوعین ان غلبت عیناہ فنام ثم اضطجع فی نومہ فھو بمنزلۃ ما لو سبقہ الحدث یتوضأ ویبنی وان تعمد النوم فی الصلاۃ مضطجعا یتوضأ ویستقبل ومن عجز فصلی مضطجعا فنام ینتقض اھ[1]

کہ ظاہر یہ ہے کہ نماز کی حالت میں نیند صرف اضطجاع یا اتکاء کی صورت میں ہی ناقض وضو ہے اور اضطجاع کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ اس پر نیند کا غلبہ ہوگیا تو سوگیا پھر سونے کی حالت ہی میں لیٹ گیا، تو اس کا حکم اس حدث کا سا ہے جو بے اختیار ہوگیا۔ ایسی صورت میں وضو کرکے نماز کی بناء کرے گا، اور اگر قصداً نماز میں لیٹ کر سوگیا تو وضو کرے گا اور از سر نو نماز ادا کرے گا، اگر کسی معذوری کے باعث نماز لیٹ کر پڑھ رہا تھا کہ سوگیا تو وضو ٹوٹ جائے گا اھ

وفی متن نور الایضاح وشرحہ مراقی الفلاح فی فصل ما لا ینقض الوضوء (و) منھا (نوم مصل ولو راکعا او ساجدا) اذا کان (علی جھۃ السنۃ) فی ظاھر المذھب اھ[2]

اور نور الایضاح کے متن اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں (ما لا ینقض الوضوء) کی فصل میں ہے "اور نواقض وضو میں نہیں ہے نمازی کا رکوع یا سجود میں سوجانا بشرطیکہ مسنون طریقہ کے مطابق ہو، ظاہر مذہب میں" اھ۔

وفی منحۃ الخالق عن النھر الفائق عن عقد الفرائد انما لا یفسد الوضوء بنوم الساجد فی الصلاۃ اذا کان علی الھیأۃ المسنونۃ قید بہ فی المحیط وھو الصحیح اھ[3]

اور منحۃ الخالق میں نہر الفائق سے منقول ہے انہوں نے عقد الفرائد سے نقل کیا کہ نماز کے سجدہ میں سوجانا وضو کو نہیں توڑتا جبکہ مسنون طریقہ پر ہو اس قید کا ذکر محیط میں ہے اور یہی صحیح ہے۔

وقال المحقق الکبیر فی شرح المنیۃ الصغیر والمعتمد انہ ان نام علی الھیئۃ المسنونۃ فی السجود رافعا بطنہ عن فخذیہ مجافیا مرفقیہ عن جنبیہ لا یکون حدثا

محقق کبیر نے شرح منیۃ الصغیر میں فرمایا اگر سجدہ میں ہیئتِ مسنونہ پر سویا کہ پیٹ رانوں سے اور بازو پہلو سے دور ہوں تو محدث نہیں ہوگا ورنہ وہ بوجہ کشادگی مفاصل حدث ہے

[1] فتاویٰ قاضی خان، نواقض وضو ۱/۲۰ [2] مراقی الفلاح علی حاشیۃ الطحطاوی، فصل فیما لا ینقض ص ۵۵
[3] منحۃ الخالق علی بحر الرائق، نواقض وضو ۱/۳۸

Marfat.com

والا فهو حدث لوجود نهاية استرخاء المفاصل سواء كان في الصلاة او خارجها وتمام تحقيقه في الشرح اھ[1]

بحالت ایں نماز میں ہو یا نہ ہو، اس کی مکمل تحقیق شرح میں ہے اھ

وفي التنوير والدر قام او قرأ او ركع او سجد او قعد الاخير نائما لا يعتد به بل يعيده ولو القراءة او القعدة على الاصح وان لم يعد تفسد ولو ركع او سجد فنام فيه اجزأه لحصول الرفع منه والوضع اھ[2]

اور تنویر اور در میں ہے اگر کسی نے قیام، قرأت، رکوع، سجود یا قعدہ بحالتِ نیند کیا تو اس کا اعتبار نہ ہوگا اس پر اس رکن کا اعادہ لازم ہے خواہ قرأۃ یا قعدہ ہی کیوں نہ ہو اصح یہی ہے، اور اگر اعادہ نہیں کیا تو نماز فاسد ہوگئی، اور اگر رکوع کیا یا سجدہ کیا پھر اسی حالت میں سوگیا تو یہی کافی ہے کیونکہ اس حالت میں جانا اور اس سے واپس آنا پایا گیا اھ

ولفظ المراقي وان طرأ فيه النوم صح بما قبله منه اھ[3]

اور مراقی الفلاح میں ہے کہ اگر کسی رکن میں نیند آگئی تو اس سے پہلے والا رکن صحیح رہا اھ

قلت وهو اوضح واوجه وفي الدر المختار ايضا ينقضه حكما نوم يزيل مسكته بحيث تزول مقعدته من الارض وهو النوم على احد جنبيه او وركيه او قفاه او وجهه والا يزل مسكته لا ينقض وان تعمده في الصلاة او غيرها على المختار[4] نص عليه في الفتح وهو قيد في قوله في الصلاة قال في شرح الوهبانية ظاهر الرواية ان النوم

یہی اوضح اور اوجہ ہے، اور درمختار میں بھی یہی ہے کہ وضو کو حکماً وہ نیند توڑ دیتی ہے جو چستی کو زائل کردے، اس طرح کہ اس کی مقعد زمین سے اُٹھ جائے، مثلاً ایک پہلو پر سوگیا یا سرین پر سوگیا، یا گدی یا چہرے کے بل سوگیا، اور اگر چستی زائل نہ کرتی ہو تو ناقضِ وضو نہیں خواہ وہ قصداً ہی سوگیا ہو نماز میں ہو یا نہ ہو، مختار یہی ہے (فتح میں اس کی تصریح ہے، شرح وہبانیہ میں ہے کہ ظاہر الروایۃ میں ہے

---

[1] صغیری شرح منیۃ المصلی، نواقض وضو ص ۸۰

[2] الدر المختار، فرائض صلوٰۃ ۱/۷۱

[3] مراقی الفلاح علی حاشیۃ الطحطاوی، ارکان الصلوٰۃ ص ۱۳۷

[4] الدر المختار، نواقض وضو ۱/۲۶

Marfat.com

في الصلاة قائما او قاعدا او ساجدا لا يكون حدثا سواء غلبه النوم او تعمده ش[1]) كالنوم قاعدا او مستندا الى ما لو ازيل لسقط على المذهب[2] (اي ظاهر المذهب عن ابي حنيفة وبه اخذ عامة المشايخ وهو الاصح كما في البدائع[3] ش وعليه الفتوى جواهر الاخلاطي) وساجدا على الهيأة المسنونة[4] (بان يكون رافعا بطنه عن فخذيه مجافيا عضديه عن جنبيه بحر قال ط وظاهره ان المراد الهيئة المسنونة في حق الرجل لا المرأة[5] ش.

اقول ليس هذا محل الاستظهار وقد صرح به السادة الكبار كقاضي خان وغيره على انهم لو لم يصرحوا لكان هو المتعين للارادة لان المقصود هيأة تمنع الاستغراق في النوم كما لا يخفى) ولو في غير الصلاة على المعتمد ذكره الحلبي[6] او متوركا[7] (بان يبسط قدميه من جانب ويلصق اليتيه بالارض فتح ش) او محتبيا (بان جلس على اليتيه ونصب ركبتيه وشد

کہ نماز میں سونا کھڑے ہوکر، بیٹھ کر یا سجدہ میں حدث نہ ہوگا، خواہ نیند کا غلبہ ہوگیا یا قصداً نیند آئی ہو، ش) جیسے کسی ایسی چیز سے ٹیک لگا کر سوگیا کہ اگر اس کو ہٹایا جائے تو گر پڑے، یا بیٹھ کر سوگیا، ابوحنیفہ سے ظاہر مذہب یہی ہے اور تمام مشایخ نے اسی کو لیا ہے اور یہی اصح ہے جیسا کہ بدائع میں ہے، ش، اور اسی پر فتوی ہے جواہر اخلاطی) اور جو شخص مسنون حالت پر سوگیا، یعنی اس کا پیٹ رانوں سے جدا ہو بازو پہلوؤں سے جدا ہوں طحطاوی نے کہا کہ بظاہر اس سے مراد وہ مسنون ہیئت ہے جو مردوں کے لیے ہے نہ کہ عورت کے لیے، ش۔

اقول یہ استظہار کا مقام نہیں ہے اس کی تصریح بڑے بڑے علماء نے مثلاً قاضی خان وغیرہ نے کی ہے، علاوہ ازیں اگر وہ اس کی تصریح نہ بھی کرتے تو یہی متعین ہوتا کیونکہ اس سے مراد ایسی ہیئت ہے جو نیند میں مستغرق ہوجانے سے مانع ہو اور یہ ظاہر ہے، یہ صورت خواہ نماز کے علاوہ ہی کیوں نہ ہوئی ہو، معتمد مذہب یہی ہے۔ اور اس کو حلبی نے "او متورکا" سے ذکر کیا یعنی وہ اپنے دونوں قدم ایک طرف کو نکال لے اور اپنے سرین

---

[1] رد المحتار، نواقض وضو ۱/۱۰۴ [2] الدر المختار، نواقض وضو ۱/۲۶
[3] رد المحتار، نواقض وضو مصطفی البابی مصر ۱/۱۰۴ [4] الدر المختار، نواقض وضو مجتبائی دہلی ۱/۲۶
[5] رد المحتار، نواقض وضو مصطفی البابی مصر ۱/۱۰۴ [6] الدر المختار، نواقض وضو ۱/۲۶
[7] رد المحتار، نواقض وضو ۱/۱۰۵

Marfat.com

ماقیه الی نفسه بیدیه او لشیٔ یحیط من ظهره علیهما شرح المنیة ش[1]

اقول ولا مدخل ههنا لوضع الیدین فانما مطمح النظر تمکین الورکین ولذا عممت) وراسه علی رکبتیه (غیر قید ش وبالاولی اذا لم یکن رأسه کذلک ط[2]) اوشبه المنکب ای علی وجهه وهوکما فی شروح الهدایة ان ینام واضعا الیتیه علی عقبیه وبطنه علی فخذیه ونقل عدم النقض به فی الفتح عن الذخیرة ایضا ش[3]

قلت ونقل فی الهندیة عن محیط السرخسی انه الاصح قال ش ثم نقل فی الفتح عن غیرها لونام متربعا وراسه علی فخذیه نقض قال وهذا یخالف ما فی الذخیرة واختار فی شرح المنیة النقض فی مسألة الذخیرة لارتفاع المقعدة وزوال التمکن واذا نقض فی التربع مع انه اشد تمکنا فالوجه الصحیح النقض هنا ثم ایده بما فی الکفایة عن المبسوطین

زمین سے چپکا دے (فتح ش)" او محتبیا" یعنی اپنے سرین پر بیٹھ جائے اور اپنی دونوں پنڈلیاں اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑے یا کسی چیز سے پیٹھ سے باندھ دے (شرح منیہ ش)۔

اقول اس میں ہاتھ باندھنے کا کوئی دخل نہیں ہے اصل مقصود تو دونوں سرینوں کا جمانا ہے، اس لیے میں نے اس کو عام رکھا ہے) اور اس کا سر اس کے دونوں گھٹنوں پر ہو (اس میں قید نہیں، ش اور جب اس کا سر اس طرح نہ ہو تو بطریق اولیٰ ایسا ہوگا' ط) یا کاندھے کے مشابہ (یعنی اس کے طریق پر اور وہ طریقہ جیسا کہ ہدایہ کی شروح میں ہے یہ ہے کہ وُہ اپنے دونوں سرین اپنی دونوں ایڑیوں پر رکھے اور اپنا پیٹ اپنی دونوں رانوں پر رکھے اور اس میں نہ ٹوٹنا فتح میں ذخیرہ سے منقول ہوا، ش۔

قلت ہندیہ میں محیط سرخسی سے منقول ہے کہ اصح یہی ہے ش نے کہا کہ فتح وغیرہ میں منقول ہے کہ اگر کوئی شخص پالتی مار کر بیٹھا اور اسی حال میں سو گیا اور اس کا سر اس کی دونوں رانوں پر ہے' تو وضو ٹوٹ گیا، یہ ذخیرہ کے مخالف ہے اور شرح منیہ میں ذخیرہ کی بیان کردہ صورت میں وضو کے ٹوٹ جانے کو پسند کیا ہے کیونکہ مقعد اٹھ گئی اور استقرار ختم ہوگیا، اور جب پالتی مار کر بیٹھنے کی صورت میں وضو ٹوٹ گیا (حالانکہ اس میں استقرار زیادہ ہے)

---

[1] ردالمحتار، نواقض وضو ۱/۱۰۵

[2] طحطاوی علی الدرالمختار، نواقض وضو ۱/۸۲

[3] ردالمحتار، نواقض وضو ۱/۱۰۵

Marfat.com

من انه لونام قاعدا او وضع الیتیه علی عقبیه وصار شبه المنکب علی وجهه قال ابویوسف علیه الوضوء اھ[1]

اقول ومن عرف المناط عرف القول الفصل فمن حنا راسه بحیث لم یرفع عجزه عن الارض لم ینقض وھو مراد الشارح ومن حنا حتی رفع نقض وھو مراد الغنیۃ ولذا عولت علی ھذا التفصیل) او فی محمل او سرج او اکاف (حال الصعود وغیرہ منیۃ ش[2]) ولو الدابۃ عریانا فان حال الھبوط نقض (لتجافی المقعدۃ عن ظھر الدابۃ حلیہ ش[3]) والا لا بان کان حال الصعود والاستواء منیۃ ش[4]) لا ولونام قاعدا یتمایل فسقط ان انتبہ حین سقط (ای قبل ان یصیب جنبہ الارض ط حلیہ ش او عند اصابۃ جنبہ الارض بلا فصل ط[5] غنیہ ش[6]) فلا نقض بہ یفتی (اما لو استمر ثم انتبہ نقض لانہ وجد النوم مضطجعا حلیہ ش[7]) کناعس یفہم اکثر ما قیل عندہ

تو صحیح بات یہ ہے کہ یہاں بھی ٹوٹنا چاہیے پھر کفایہ کی عبارت جو دونوں مبسوطوں سے منقول ہے، سے تائید کی۔ اس میں یہ ہے کہ اگر بیٹھ کر سوگیا یا اپنی سرین کو اپنی ایڑیوں پر رکھا اور اوندھا ہوگیا تو ابو یوسف فرماتے ہیں اس پر وضو لازم ہے اھ

اقول جو شخص مناط کو جانتا ہے وہ فیصلہ کن قول کو سمجھ سکتا ہے، جس شخص نے اپنا سر جھکایا مگر اپنی سُرین زمین سے نہ اٹھائی تو وضو نہ ٹوٹے گا اور یہی مراد شارح کی ہے اور اگر سرین اُٹھ گئے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ اور غنیہ کی مراد یہی ہے اس لیے میں نے اس تفصیل پر اعتماد کیا ہے) یا کسی محمل میں یا زین میں یا نمدہ میں (چڑھنے وغیرہ کی صورت میں، منیہ ش) اور اگر سواری کے جانور پر زین وغیرہ نہ ہو تو اترتے وقت وضو ٹوٹ جائیگا (کیونکہ سواری کی پشت سے مقعد ہٹ گئی ہے، حلیہ ش) ورنہ (مثلاً یہ کہ چڑھنے یا بیٹھنے کی حالت میں ہو، منیہ ش) تو وضو نہ ٹوٹے گا، اور اگر بیٹھے بیٹھے سوگیا اور ہچکولے کھا کر گرا پھر بیدار رہا (یعنی اس کے پہلو کے زمین پر لگنے سے قبل ط حلیہ ش یا اس کے پہلو کے زمین پر آنے سے قبل بلا قید کے ط غنیہ ش) تو وضو نہ ٹوٹے گا یہی مفتیٰ بہ قول ہے

---

[1] ردالمحتار، نواقض وضو ۱/۱۰۵
[2] ایضاً
[3] ایضاً
[4] ایضاً
[5] طحطاوی علی در المختار، نواقض وضو ۱/۸۲
[6] ردالمحتار، نواقض وضو ۱/۱۰۵
[7] ایضاً

Marfat.com

(قال الرحمتی ولاینبغی ان یغتر الانسان بنفسہ لانہ (بما یستغرقہ النوم و یظن خلافہ ش[1]) مزید اما بین الاھلۃ منّی و من ط و ش۔

(اگر بیٹھا پھر بیدار رہا تو وضو ٹوٹ جائے گا، کیونکہ چت لیٹنے کی حالت نیند میں پائی گئی حلیہ ش) جیسے اونگھنے والا کہ اکثر باتیں سمجھتا ہے (رحمتی نے کہا کہ انسان کو دھوکے میں نہ رہنا چاہیے، کبھی اس پر نیند کا غلبہ ہو جاتا ہے اور وہ اس کے خلاف گمان کرتا ہے، ش) اھ ہلالوں کے درمیان جو کچھ ہے اس کا اضافہ میں نے اور ط اور ش نے کیا ہے۔

افادات عدیدۃ مفیدۃ سدیدۃ

الاولی اعلم ان النوم علی وضع سجود فیہ خلف کثیر و نزاع ممدود وانا ارید ان شاء الکریم المجید ان اذکرہ علی وجہ حاصر یجلو بہ الحق کبدر زاھر وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب۔

فاقول واستعین بالقریب المجیب ذلک الوضع الذی نام فیہ اما ان یکون علی الھیأۃ المسنونۃ للرجال او علی غیرھا وکل اما فی الصلاۃ ومنھا سجود السھو وسہا من نقل الخلاف فیہ کما نبہ علیہ فی الفتح او فی سجدۃ مشروعۃ خارجھا وھی سجدۃ التلاوۃ والشکر او فی غیر ذلک ویدخل فیہ ماکان علی ھیأۃ ساجد ولم ینوھا اصلا فالصور ست وقد اجمعوا علی عدم النقض فی الاولی و ھی السجود فی الصلاۃ علی الھیأۃ المسنونۃ

چند افادات:

(۱) سجدہ کی حالت میں سونے کے سلسلہ میں کافی اختلافات پائے جاتے ہیں، ہم ان اختلافات کو مکمل طور پر سمیٹ کر بیان کرتے ہیں وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب۔

فاقول نمازی جس حالت میں سویا ہے وہ مردوں کے لیے مسنون ہے یا نہیں، پھر یہ دونوں نماز میں ہیں اور اس میں سجدۂ سہو ہے، اور جس نے اس میں اختلاف نقل کیا اس کو سہو لاحق ہوا جیسا کہ فتح میں ہے یا سجدہ مشروع میں نماز کے باہر نیند ہوگی، جیسے سجدۂ شکر یا سجدۂ تلاوت وغیرہ اور اس میں یہ صورت بھی داخل ہے جب وہ سجدہ کی حالت میں سویا مگر اس کی نیت بالکل نہ کی۔ اب یہ کل چھ صورتیں ہیں، پہلی صورت میں وضو نہ ٹوٹنے پر اتفاق ہے، یعنی نمازی کا سجدۂ مسنونہ میں سو جانا، اور ردالمحتار میں جو ہے کہ نماز وغیرہ میں بحالت سجدہ سو جانا، ایک قول کے مطابق مطلق

---

[1] ردالمحتار، نواقض وضو ۱/۱۰۵

Marfat.com

اما ماوقع فی ردالمحتار ان النوم ساجدا فی الصلاۃ وغیرھا قیل یکون حدثا ای مطلقا سواء کان علی الھیأۃ المسنونۃ اولا لانہ ذکر ھذا التفصیل من بعد فی قول مقابل لہ قال وذکر فی الخانیۃ انہ ظاھر الروایۃ [1]۔

حدث ہے، خواہ مسنون ہیئت پر ہو یا نہ ہو، کیونکہ انہوں نے خود ہی اس کی تفصیل اپنے ایک قول میں اس کے بعد ذکر کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ خانیہ میں ہے کہ ظاہر روایۃ یہی ہے اھ

فاقول ھذا الاطلاق ان صدر عن احد فھو محجوج بنص الحدیث وتصریحات ائمۃ القدیم والحدیث وقد تقدم عن الحلیۃ ان لاخلاف عندنا فی ذلک اما الخانیۃ فلم تذکرہ بھذا الارسال وانما نصھا ھکذا ظاھر المذھب ان النوم فی الصلاۃ لایکون حدثا نام قائما او راکعا او ساجدا اما خارج الصلوۃ علی ھیأۃ الرکوع والسجود قال شمس الائمۃ الحلوانی رحمہ اللہ تعالٰی یکون حدثا فی ظاھر الروایۃ وقیل ان کان ساجدا علی وجہ السنۃ بان کان رافعا بطنہ عن فخذیہ مجافیا عضدیہ عن جنبیہ بحیث یری من خلفہ عفرۃ الطبیہ لایکون حدثا وان کان ساجدا علی وجہ غیر السنۃ بان الصق بطنہ بفخذیہ وافترش ذراعیہ کان حدثا اھ [2] فاین ھذا من ذاک فلیتنبہ نعم جاءت خلافیۃ عن ابی یوسف فی تعمد النوم

فاقول اگر یہ استدلال کسی نے کیا بھی ہے تو متقدمین و متاخرین علماء کرام و ائمہ عظام کی تصریحات کے برعکس ہے۔ اور حلیہ کے مطابق ہمارے نزدیک اس میں کوئی اختلاف نہیں، مگر خانیہ میں یہ بات اس طرح مطلقاً پائی نہیں جاتی ہے ان کی عبارت یہ ہے "ظاہر مذہب یہ ہے کہ نماز میں نیند حدث نہ ہوگی خواہ کھڑے ہو کر، رکوع میں یا سجدہ میں سویا، اگر بیرون نماز ہیئت رکوع و سجود میں سو گیا تو شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا کہ ظاہر روایت پر یہ حدث ہے، ایک قول یہ ہے کہ مسنون سجدہ کی حالت میں سو گیا یعنی اس طرح کہ اپنا پیٹ اپنی رانوں سے جدا رکھا اور اپنے بازو پہلوؤں سے الگ رکھے اس طور پر کہ اس کے پیچھے سے اس کی بغلوں کا خلاء نظر آئے تو حدث نہ ہوگا اور اگر غیر مسنون طریقہ پر سجدہ کرنے والا ہے اس طور پر کہ اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے ملا دیا اور اپنی دو کلائیاں بچھا دیں، تو یہ حدث ہوگا اھ اب اس تصریح اور اُس قول میں بہت فرق ہے فلیتنبہ۔ البتہ امام ابو یوسف سے بقصد سو جانے کی صورت میں اختلاف

---

[1] ردالمحتار، نواقض وضو ۱/۱۰۴

[2] فتاوٰی قاضی خان، نواقض وضو ۱/۲۰

Marfat.com

علی خلاف ظاھر الروایۃ الصحیحۃ المختارۃ ولا تختص فی تحقیقنا بالسجود بل تعم الصلاۃ کلھا کما سیأتی ان شاء اللہ تعالٰی۔

واجمعوا علی النقض فی السادسۃ وھی کونہ علی ھیأۃ سجود غیر مسنونۃ من غیر نیۃ او فی سجدۃ غیر مشروعۃ اما ماوقع فی ردالمحتار ان النوم ساجدا قیل لایکون حدثا فی الصلاۃ وغیرھا وصححہ فی التحفۃ وذکر فی الخلاصۃ انہ ظاھر المذھب وفی الذخیرۃ ھو المشھور اھ[1]۔

فاقول ان اراد بالساجد الساجد الشرعی فعزو الحکم الی الخلاصۃ یصح لکنہ اذن لایتناول الاسجود الصلاۃ والسھو والتلاوۃ والشکر ویبقی کلامہ ساکتا عن حکم ما اذا کان علی ھیأۃ سجود من دون سجود او فی سجود غیر مشروع کما یفعلہ بعض الناس عقیب الصلاۃ ولا شک ان کلام الخلاصۃ و الخانیۃ والتحفۃ والبدائع والحلیۃ التی لخص منھا ھذا الفصل لیشمل ھذہ الصور کلھا فلا وجہ لاخراجھا عن الکلام مع ان الحاجۃ ماسۃ الی ادراک حکمھا ایضا

منقول ہے، یہ ظاہر روایت اور مختار وصحیح روایت کے خلاف ہے۔ ہماری یہ تحقیق سجدہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ پوری نماز کو شامل ہے، کما سیأتی ان شاء اللہ تعالٰی۔

اور چھٹی صورت یعنی سجدہ کی غیر مسنون ہیئت پر بلا نیت سجدہ سونا یا غیر مشروع سجدہ میں سونا' میں وضو ٹوٹنے پر اتفاق ہے۔ ردالمحتار کی عبارت' نماز وغیرہ میں بحالت سجدہ سوجانا ایک قول کے مطابق حدث نہ ہوگا، تحفہ میں اس کو صحیح قرار دیا' اور خلاصہ میں اس کو ظاہر مذہب قرار دیا ہے اور ذخیرہ میں اسی کو مشہور قرار دیا ہے اھ

فاقول اگر ان کی مراد سجود سے سجود شرعی ہے تو اس حکم کو خلاصہ کی طرف منسوب کرنا درست ہوگا مگر یہ صرف نماز کے سجدہ سہو، تلاوۃ اور شکر کے سجدوں کے لیے ہی ہوگا۔ مگر یہ عبارت اس صورت کے حکم سے خاموش رہے گی جس میں کسی نے ہیئت سجدہ تو بنائی مگر سجدہ نہ کیا یا غیر مشروع سجدہ کیا، جیسے بعض لوگ نماز کے بعد سجدہ کرتے ہیں، اس میں شک نہیں کہ خلاصہ، خانیہ، تحفہ، بدائع اور حلیہ کا کلام جن سے اس فصل کو ملخص کیا گیا ہے ان تمام صورتوں کو حاوی ہے لہٰذا ان کو خارج کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے خاص طور پر جبکہ ان کا حکم بھی معلوم کرنے کی حاجت ہے اور اگر یہ ارادہ ہو کہ جو سجود کی ہیئت پر ہو اگرچہ نیت

[1] ردالمحتار، نواقض وضو ۱/۱۰۴

Marfat.com

وان اراد من كان على هيأة سجود ولو لم ينوه او لم يشرع فيجب ان يكون المراد الهيأة المسنونة للرجال لانها المانعة عن الاستغراق في النوم فكان كالنوم قائما او على هيأة ركوع اما ان يؤخذ العموم في الساجد كما احاط به كلمات المنقول عنهم جميعا وقد اشار اليه في الخلاصة حيث عبر في الصلاة بلفظة ساجدا وفي خارجها بلفظة على هيأة السجود في الهيأة ايضا كما هو قضية رد المحتار حيث ذكر تفصيل الهيأة في قول ثالث مقابل لهذا حتى يلزم ان لا ينقض نوم من نام في غير سجود مشروع على هيأة سجود المرأة فلا يجوز ان يقول به احد فانه حينئذ ليس الا كنوم المنبطح سواء بسواء بل هو هو لا يفارقه الا بقبض في الايدي والارجل كما لا يخفى وراجعت الخلاصة فوجدت نصها هكذا في الاصل قال لا ينقض الوضوء النوم قاعدا او راكعا او ساجدا او قائما هذا في الصلاة فان نام خارج الصلاة قائما او على هيأة الركوع والسجود في ظاهر المذهب لا فرق بين الصلاة وخارج الصلاة اهـ ثم قال اذا نام في سجود التلاوة لا يكون

سجود نہ کی ہو یا وہ سجود ہی مشروع نہ ہو، لہٰذا اس سے مراد مردوں کے لیے مسنون ہیئت ہی ہے۔ کیونکہ وہی مردوں کو نیند میں مستغرق ہونے سے مانع ہے، تو یہ کھڑے ہو کر سونے کی طرح ہو گئی، یا رکوع میں سونے کی طرح ہو گئی، یا ساجد میں عموم مراد لیا جا[ئے] اور یہی فقہا سے عموماً منقول ہے۔ خلاصہ میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے، نماز میں ساجدا کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اور خارج نماز میں ھیأۃ سجود سے تعبیر کیا ہے اور ھیأۃ میں بھی جیسا ردالمحتا[ر] کا قضیہ ہے انہوں نے ھیأۃ کی تفصیل تیسرے قول میں ذکر کی ہے جو اس کے مقابل ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر کوئی غیر مشروع سجدہ میں عورت کے سجدہ کی ہیئت میں سو گیا تو اس کی نیند ناقض وضو ہو گی حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں، اس کی نیند تو بالکل اس شخص کی نیند کی طرح ہو گئی جو منہ کے بل لیٹا ہوا ہو، صرف اس کے ہاتھ پیر سکڑے ہوئے ہوں کما لا یخفی۔ میں نے خلاصہ[1] نکال کر دیکھا تو اس میں یہ عبارت تھی، اصل میں یہی کہا ہے کہ بیٹھ کر، رکوع میں، سجود میں یا کھڑے ہو کر سونا وضو کو نہ توڑے گا یہ نماز میں ہے، اور اگر بیرون نماز کھڑے ہو کر، رکوع میں، سجود میں سو گیا تو وضو نہ ٹوٹے گا، ظاہر مذہب میں کوئی فرق نہیں نماز کی حالت میں اور بیرون نماز میں اھ پھر فرمایا کہ اگر سجدۂ تلاوت میں سو گیا

---

[1] خلاصۃ الفتاوی، نواقض وضو ۱/۱۸

Marfat.com

حدثا عندهم جميعا كما في الصلاتية وفي سجدة الشكر كذلك عند محمد وهكذا روي عن ابي يوسف وسواء سجد على هيأة وجه السنة او غير السنة نحو ان يفترش ذراعيه ويلصق بطنه على فخذيه وعند ابي حنيفة يكون حدثا وفي سجدتي السهو لايكون حدثا اھ[1] فافاد ان عموم الهيأة انما هو في السجود المشروع كسجود التلاوة والسهو عند الكل والشكر عندهما ولما لم تشرع سجدة الشكر عنده قال بالنقض فيها اذا لم تكن على هيأة السنة وفي الحلية بعد ما قدمنا عنها من الكلام على النوم في الصلاة وان كان خارج الصلاة (فذكر الوجوه الى ان قال) وان نام قائما او على هيأة الركوع والسجود غير مستند الى شئ ففي البدائع العامة على انه لايكون حدثا لان الاستمساك فيها باق وفي التحفة الاصح انه ليس بحدث كما في الصلاة وعليه مشى في الخلاصة وذكر انه ظاهر المذهب وعكس هذا بالنسبة الى هيأة الركوع والسجود في الخانية فذكر انه حدث في ظاهر الرواية والاول هو المشهور كما في الذخيرة اھ[2] ملخصا

تو حدث نہ ہوگا، یہ تمام فقہاء کا قول ہے، جیسے نماز کے سجدہ میں، اور سجدۂ شکر میں یہی حکم ہے امام محمد کے نزدیک اور یہی ابو یوسف سے مروی ہے، خواہ سجدہ مسنون طریقہ پر کیا ہو یا غیر مسنون طریقہ پر کیا ہو مثلاً یہ کہ اپنی دونوں بانہوں کو بچھائے اور اپنا پیٹ اپنی رانوں سے ملائے۔ اور ابو حنیفہ کے نزدیک یہ حدث ہوگا، اور سجدۂ سہو میں حدث نہ ہوگا اھ، ان کے بیان کا مقصد یہ ہے کہ عموم ہیأت مشروع سجدہ میں ہے جیسے تمام کے نزدیک سجدۂ تلاوت وسجدۂ سہو اور صاحبین کے نزدیک سجدۂ شکر، اور چونکہ ابو حنیفہ کے نزدیک سجدۂ شکر جائز نہیں اس لیے انہوں نے اس میں وضو کے ٹوٹنے کا حکم دیا بشرطیکہ مسنون طریقہ پر نہ ہو، اور حلیہ میں نماز میں سوجانے کے مسئلہ پر گفتگو کے بعد فرمایا "اور اگر بیرون نماز ہو (اس کے بعد انہوں نے تمام صورتیں ذکر کیں پھر فرمایا) اور اگر کھڑے کھڑے سوگیا یا رکوع وسجود کی ہیئت پر سویا کسی چیز سے ٹیک لگائے بغیر تو بدائع میں ہے کہ عام فقہاء کے نزدیک حدث نہ ہوگا کیونکہ اس میں چستی باقی ہے، اور تحفہ میں ہے کہ اصح یہ ہے کہ حدث نہیں ہے جیسے نماز میں، اور خلاصہ میں یہی روش اختیار کی ہے اور فرمایا ہے کہ یہی ظاہر مذہب ہے، اور خانیہ میں رکوع وسجود کی ہیئت میں اس کے برعکس بتایا ہے، اور فرمایا ہے کہ یہ ظاہر

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی، نواقض وضو ۱/ ۱۹ [2] حلیہ

Marfat.com

فافادان کلامهم هذا فی غیر الصلٰوة وافاد بمفاد الاستمساك ان المراد هیأة السجود المسنونة فهذا الذی یشم من عبارة رد المحتار لیس مراد الخلاصة ولا التحفة ولا الخانیة ولا الذخیرة ولا الحلیة فلیتنبه بقیت اربع وهی الهیأة المسنونة خارج الصلاة فی السجدة المشروعة او غیرها او غیر المسنونة فی السجدة المشروعة فی الصلاة او غیرها فهذه تجاذبت فیها الأراء ووجدت ههنا مما اعتمده المصنفون فی تصانیفهم المتداولة فی المذهب اربعة اقوال۔

روایت میں حدث ہے اور پہلا قول مشہور ہے جیسا کہ ذخیرہ میں ہے اھ ملخصا' ان کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی یہ گفتگو خارج صلٰوۃ سے متعلق ہے اور چستی کے باقی رہنے سے یہ بتایا کہ مراد سجدہ کی مسنون ہیئت ہے، یہ چیز جو ردالمحتار سے مترشح ہے نہ تو خلاصہ کی مراد ہے اور نہ تحفہ کی، نہ خانیہ کی، نہ ذخیرہ اور حلیہ کی فلیتنبہ۔ اب چار صورتیں باقی رہ گئی ہیں

(۱) سجدہ مشروعہ میں مسنون ہیئت بیرون نماز۔

(۲) یا غیر مسنون ہیئت اسی صورت میں۔

(۳) یا سجدۂ مشروعہ میں نماز میں غیر مسنون ہیئت

(۴) یا اسی صورت میں بیرون نماز کی حالت،

ان صورتوں میں مختلف آراء ہیں میں نے کتب متداولہ میں ان کی بابت چار اقوال پائے ہیں:

الاول ان کان علی الهیأة المسنونة لا ینقض ولو خارج الصلاة و علی غیرها ینقض ولو فیها وهو الذی عولنا علیه وقدمنا نقله عن مراقی الفلاح والمحیط وعقد الفرائد وشرح المنیة الصغیر و فی مجمع الانهر[1] لا نوم ساجد فی الصلاة او خارجها علی الصحیح عندنا وفی المحیط انما لا ینقض اذا کان رافعا بطنه من فخذیه جافیا عضدیه عن جنبیه وان ملتصقا بفخذیه معتمدا علی ذراعیه فعلیه الوضوء اھ وقال العلامة اکمل الدین البابرتی

پہلا قول: اگر وہ مسنون ہیئت پر ہو تو وضو نہ ٹوٹے گا، خواہ بیرون نماز ہی کیوں نہ ہو، اور اگر مسنون ہیئت پر نہ ہو تو ٹوٹ جائے گا خواہ نماز ہی میں کیوں نہ ہو، یہی معتمد علیہ قول ہے۔ ہم اس کو مراقی الفلاح، محیط، عقدالفرائد اور شرح منیہ صغیر سے نقل کر چکے ہیں اور مجمع الانہر میں ہے کہ سجدہ میں سوجانا نماز یا بیرون نماز میں وضو کو نہیں توڑتا ہے ہمارے نزدیک یہی صحیح ہے، اور محیط میں ہے کہ جب سونے والا اپنا پیٹ اپنی رانوں سے اٹھائے ہوئے ہو اور اپنے دونوں بازو اپنے دونوں پہلوؤں سے الگ کئے ہوئے ہو تو وضو نہ ٹوٹے گا اور اگر اس

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر، نواقض وضو (بیروت) ۱/۲۱

Marfat.com

فی العنایۃ شرح الھدایۃ قولہ بخلاف النوم حالۃ القیام والقعود والرکوع والسجود فی الصلاۃ یعنی اذا کان علی ھیأۃ سجود الصلاۃ من تجافی البطن عن الفخذین وعدم افتراش الذراعین اذا کان بخلافہ فینقض[1] اھ وفی الرحمانیۃ عن العتابیۃ وعن اصحابنا ان النوم فی السجود انما لایفسد اذا کان علی الھیأۃ المسنونۃ[2] اھ وفی المعراجیۃ کما نقل عنھا فی ذخیرۃ العقبی ما نصہ عن الامام الثانی رحمہ اللہ تعالی انہ لو تعمد النوم فی السجود ینقض والا فلا لان القیاس ان یکون ناقضا الا انا استحسناہ فی غیر العمد لان من یکثر الصلاۃ باللیل لایمکنہ الاحتراز عن النوم فیہ فاذا تعمد بقی علی اصل القیاس وجہ ظاھر الروایۃ ما روی انہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قال اذا نام العبد فی سجودہ یباھی اللہ تعالی بہ ملٰئکتہ فیقول انظروا الی عبدی روحہ عندی وجسدہ فی طاعتی وانما یکون جسدہ فیھا اذا بقی وضوءہ وجعل ھذا الحدیث فی الاسرار[3] من المشاھیر

اپنا پیٹ اپنی دونوں رانوں سے لگایا ہوا ہو اور اپنی دونوں بانہوں پر ٹیک لگایا ہو تو اس پر وضو ہے اھ علامہ اکمل الدین بابرتی نے عنایہ شرح ہدایہ میں فرمایا کہ ان کا قول بخلاف نیند کے جو حالتِ قیام و رکوع قعود و سجود میں نماز کی حالت میں ہو۔ یعنی سجدہ اس طرح کہ پیٹ دونوں رانوں سے الگ اور دونوں کلائیاں زمین پر بچھی نہ ہوں، اور اگر اس کے برعکس ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا اھ اور رحمانیہ میں عتابیہ سے منقول ہے کہ ہمارے اصحاب سے مروی ہے کہ سجدہ میں نیند مفسدِ صلوٰۃ اسی صورت میں نہیں ہوتی ہے جبکہ سجدۂ مسنون ہیئت پر ہو' اھ اور معراجیہ میں ذخیرۃ العقبٰی سے یہ منقول ہے کہ امام ثانی نے فرمایا کہ اگر قصداً سجدہ میں سوگیا تو وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں، اگرچہ تقاضائے قیاس تو یہ تھا کہ ٹوٹ جائے، مگر ہم نے غیر عمد میں استحسان سے کام لیا، کیونکہ جو بھی رات کو زیادہ نمازیں پڑھے گا وہ اس مشکل سے بچ نہ سکے گا۔ ہاں اگر قصداً کوئی اس حرکت کا مرتکب ہو تو قیاس کے مطابق ہوگا، ظاہر روایت کی وجہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے کہ جب بندہ سجدہ میں سوجاتا ہے

---

[1] العنایۃ علی حاشیہ فتح القدیر، نواقض وضو ۱/۴۳ [2] رحمانیہ

[3] اخرج معناہ البیھقی عن انس والدارقطنی عن ابی ھریرۃ وابن شاھین عنہ وعن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالی عنھم کلھم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (م)

اس کے ہم معنی بیہقی نے انس سے دارقطنی نے ابوہریرہ سے ابن شاہین نے ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ان تمام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ (مترجم)

Marfat.com

ولان الاستمساك باق فانه لوزال لزال على احد شقيه[1] اھ وقال اعنی العلامة[11] يوسف چلپی قبله كان يختلج فی خلدی من عنفوان الشباب الی بلوغ درجة مطالعة معتبرات هذا الفن ان النوم ساجدا هو النوم مكبا على الوجه فما وجه عده غير ناقض مع وجود كمال الاسترخاء فيه ثم دفعته بحمله على وضع سجدة الصلوٰة من تجافی البطن عن الفخذ وعدم افتراش الذراعين كما هو الظاهر من قوله ساجدا۔

تو اللہ اپنے فرشتوں سے فخریہ انداز میں فرماتا ہے میرے بندے کو دیکھو اس کی روح تو میرے پاس ہے اور اس کا جسم میری اطاعت میں مصروف ہے۔ ظاہر ہے کہ بندہ کا جسم اللہ کی اطاعت میں اسی وقت ہوگا جبکہ اس کا وضو باقی ہو اور صاحب اسرار نے اس حدیث کو مشاہیر میں شمار کیا ہے، نیز یہ کہ چستی باقی ہے اگر چستی نہ ہوتی تو وہ ایک طرف کو لڑھک جاتا اھ، علامہ یوسف چلپی فرماتے ہیں اس سے قبل نوجوانی کے عہد سے اس فن کی معتبر کتب کے مطالعہ کے زمانے تک میرے دل میں ہمیشہ یہ بات کھٹکتی رہی کہ سجدے میں سونے کا مفہوم اوندھے منہ سونا ہی ہے، پھر اور ایسی حالت میں جوڑ ڈھیلے پڑجاتے ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ یہ ناقض وضو نہیں۔ پھر میں نے اس کی یہ تاویل کی کہ اس سے مراد ایسا سجدہ ہے کہ جس میں پیٹ رانوں سے الگ ہو اور دونوں بانہیں زمین پر نہ ہوں جیسا کہ ان کے قول ساجدا سے ظاہر ہے۔

ثم وجدت فی بعض الشروح هذا التوهم مع الدفع بعينه فقلت الحمد لله الذی وفقنی باراء الفضلاء[2] اھ وستأتی ان شاء الله تعالٰی عبارة شرح[12] الملتقی للمصنف و[13]المنح و[14]الطحطاوی و[15]الهداية و[16]الكافی و[17]الفتح و[18]الحلية و[19]الدرر بل و[20]نصوص المتون كمختصر القدوری و[21]البداية و[22]الوقاية و[23]النقاية و[24]الكنز و[25]الاصلاح و[26]الغرر و[27]الملتقی و[28]التنوير

پھر میں نے بعض شروح میں یہ اعتراض مع اس جواب کے پایا، تو میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اللہ تعالٰی نے فضلاء کی آراء سے میری تائید فرمائی اھ آئندہ سطور میں ان شاء اللہ تعالٰی شرح ملتقی (مصنف کی)، منح، طحطاوی، ہدایہ، کافی، فتح، حلیہ اور درر کی تصریحات پیش کی جائیں گی، بلکہ بعض متون کی نصوص جیسے مختصر قدوری، بدایہ، وقایہ، نقایہ، کنز، اصلاح، غرر، ملتقی، تنویر اور نور الایضاح بھی پیش کی جائیں گی، اور

---

۱ ذخیرۃ العقبی، نواقض وضو، بیروت ۱/۱۱۰

۲ ایضاً

Marfat.com

ونورالایضاح[۲۹] وبه جزم فی الدرالمختار علی ماقرر فی ردالمحتار حیث قال علی قوله الماروساجدا علی الهیأة المسنونة ولوفی غیرالصلاة علی المعتمد ذکره الحلبی[۱] مانصه قوله ولوفی غیرالصلاة مبالغة علی قوله علی الهیأة المسنونة لاعلی قوله وساجدا یعنی ان کونه علی الهیأة المسنونة قیدفی عدم النقض ولوفی الصلاة وبهذا التقریر یوافق کلامه ماعزاه الی الحلبی فی شرح المنیة کماسیظهر[۲] اھ وماظهر بعد هوقوله عن الحلبی انه اعتمد فی شرحه الصغیر ماعزاالیه الشارح من اشتراط الهیأة المسنونة فی سجود الصلاة وغیرها[۳] اھ ورأیتنی کتبت علیه۔

اقول اوردوا النص بلفظ لاوضوء علی من نام قائما اوقاعدا اوراکعا اوساجدا کما فی الهدایة وغیرها ولاقتران[ت] هذه الارکان تسبق الاذهان الی الصلاة وبه استدل اصحابنا علی ان المراد فی اٰخرٰیتی الحج رکوع الصلاة وسجودها فلیس فیها سجود التلاوة فیسری الی شمول الحدیث سجود غیرالصلاة

ردالمحتار کی صراحت کے مطابق درمختار میں اس پر جزم کیا گیا ہے، وہ ان کے قول "گزرنے والا اور سجدہ کرنے والا مسنون ہیئت پر خواہ بیرونِ نماز ہی ہو" معتمد قول کے مطابق حلبی نے صراحت کی کہ ان کا قول "اگرچہ بیرونِ نماز ہی ہو" یہ مبالغہ ان کے قول "ہیئت مسنونہ پر" نہ کہ ان کے قول "ساجداً" پر یعنی ان کا ہیئت مسنونہ پر ہونا عدم نقض کی قید ہے خواہ نماز ہی میں ہو، اور اس تقریر سے ان کا کلام اس کلام کے مطابق ہوجائے گا جس کو انہوں نے شرح منیہ میں حلبی کی طرف منسوب کیا ہے، جیسا کہ عنقریب ظاہر ہوگا اور جو بعد میں ظاہر ہوا وہ ان کا قول حلبی سے ہے کہ انہوں نے اپنی شرح صغیر میں اس پر اعتماد کیا ہے جس کو شارح نے ان کی طرف منسوب کیا ہے وہ یہ کہ نماز اور غیر نماز میں ہیئت مسنونہ کی شرط لگانا۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے اس پر (نوٹ) لکھا ہے اھ (ت)

فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جو کھڑے ہوکر، بیٹھ کر، رکوع میں یا سجدہ میں سوگیا تو اس کا وضو نہ ٹوٹے گا، جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں ہے، اور چونکہ ان ارکان کا تعلق نماز سے ہے تو ذہن فوری طور پر نماز ہی کی طرف منتقل ہوتا ہے اور اسی سے ہمارے اصحاب نے استدلال فرمایا ہے کہ حج کی دو آخری آیات میں نماز کا رکوع اور سجود ہے اس میں سجود تلاوت نہیں ہے، تو اب حدیث میں غیر صلوٰۃ کا سجدہ لینے

---

[۱] الدرالمختار، نواقض وضو ۱/۲۶
[۲] ردالمحتار، نواقض وضو ۱/۱۰۴
[۳] ردالمحتار، نواقض وضو ۱/۱۰۵

Marfat.com

نوع خفاء حتى قصر ذلك فى البدائع التبيين
وغيرهما على الصلوتية قائلين ان النص
انما ورد فى الصلاة كما سيأتى فاذن عدم
الانتقاض بالنوم فى السجود اظهر فى الصلاة
واشتراط الهيأة المسنونة لعدم النقض
اظهر فى غيرها لظاهر اطلاق النص فى
الصلاة والمبالغة انما تكون بذكر الخفى
فان نقيض مدخول الوصلية يكون اولى
بالحكم منه فان قيل ولو فى الصلاة
يكن مبالغة على قوله الهيأة المسنونة
كما ذكره المحشى رحمه الله تعالى لان
اشتراط الهيأة هو الخفى فى الصلوٰة لا عدم
النقض فى السجود اما اذا قال الشارح رحمه
الله تعالى ولو فى غير الصلاة فالمبالغة على
قوله ساجدا لا على قوله الهيأة المسنونة
لان اشتراط الهيأة فى غير الصلاة امر
ظاهر وانما الخفى عدم النقض لا جرم ان
العلامة المحشى لما جعله مبالغة على
الهيأة لم يمكنه تعبيره الا بلو فى الصلوٰة ولولا
نقله فى المقولة ولو غير الصلاة كما هو فى
نسخ الدر بايدينا لظننت ان لفظة غير من
كلام الدر ساقطة من نسخة المحشى
اما التثبت بذكر اعتماد الحلبى وانما اعتمد
تعميم اشتراط الهيأة سجود الصلاة
ايضا۔

میں کچھ خفا ہے، یہاں تک کہ بدائع، تبیین وغیرہما
میں اس کو نماز کے سجدہ تک رکھا ہے، ان کا
کہنا ہے کہ نص تو صرف نماز کے سجدہ ہی سے متعلق ہے،
کما سیأتی، اس صورت میں سجدہ میں سو جانے
سے نہ ٹوٹنا نماز میں زیادہ اظہر ہے، اور نماز کے
سجدہ کے علاوہ دوسرے سجدوں میں مسنون ہیئت
کی شرط لگانا وضو کے ٹوٹنے کے لیے زیادہ ظاہر ہے
ظاہر نص کا اطلاق نماز میں ہے، اور مبالغہ تو
ذکر خفی سے ہوتا ہے کیونکہ لو اور ان وصلیہ کے
مدخول کی نقیض اس سے حکم کی زیادہ مستحق ہے
اگر یہ کہا جائے کہ ولو فی الصلاۃ اس کے قول
علی الہیأۃ المسنونہ کو دیکھتے ہوئے مبالغہ
قرار پائے گا، جیسا کہ خود محشی نے ذکر کیا ہے،
کیونکہ ہیأۃ کی شرط نماز میں خفی ہی ہے نہ کہ
سجدہ میں عدم نقض، لیکن اس صورت میں جبکہ
شارح نے فرمایا ولو فی غیر الصلوٰۃ تو مبالغہ
اس کے قول ساجداً پر ہوگا نہ کہ ان کے قول
علی الہیأۃ المسنونہ پر، کیونکہ خارج نماز
ہیأۃ کی شرط بالکل ظاہر ہے پوشیدگی تو
وضو نہ ٹوٹنے میں ہے خاص طور پر جبکہ محشی نے
مبالغہ علی الہیأۃ پر قرار دیا تو ان کے لیے سوائے
اس کے اور کوئی چارۂ کار باقی نہیں رہ گیا مگر یہ کہ وہ
اس کی تعبیر نماز میں آزمائش سے کریں، اور اگر
انہوں نے اس کو قول میں نقل نہ کیا ہوتا کہ "ولو فی غیر
الصلوٰۃ" جیسا کہ در میں ہے، تو میں سمجھتا کہ

Marfat.com

"غیر" کا کلمہ درّ سے ساقط ہو گیا ہے محشی کے نسخہ سے۔ اور حلبی کے اعتماد کو لینا ہے تو انہوں نے بھی سجدۂ نماز میں عمومی طور پر مسنون ہیأۃ کی شرط پر اعتماد کیا ہے۔

فاقول لعله لا يتعين هذا الاعتماد مرادا فانه ذكر في الغنية قول ابن شجاع ان النوم ساجدا في غير الصلوٰة ناقض مطلقا ثم نقل عن الخلاصة والكفاية ان في ظاهر المذهب لا فرق بين الصلاة وخارج الصلاة وعن الهداية انه الصحيح ثم عن القمی التفصيل بالنقض ان كان على غير هيأة السنة وعدمه ان كان عليها ثم حقق ان المناط وجود نهاية الاسترخاء وان القاعدة الكلية المعتمدة كما سيجئ ان شاء الله تعالٰى فافاد ان السجود على هيأة السنة غير ناقض ولو خارج الصلاة وانه المعتمد فصح العزو من هذا الوجه ايضا وحينئذ يكون كلام الشارح رحمه الله تعالٰى ساكتا عن حكم الساجد في الصلاة على غير هيأة السنة۔

فاقول غالباً اس اعتماد کو لینا ضروری نہیں کیونکہ غنیہ میں ابن شجاع کا قول نقل کیا ہے کہ سجدہ کی حالت میں بغیر نماز سو جانا مطلقاً وضو کو توڑ دیتا ہے پھر خلاصہ اور کفایہ سے نقل کیا ہے کہ ظاہر مذہب کے مطابق اندرون نماز اور بیرون نماز میں کوئی فرق نہیں ہے اور ہدایہ میں ہے کہ یہی صحیح ہے پھر قمی سے وضو ٹوٹنے کی تفصیل نقل کی ہے کہ مسنون طریقہ پر نہ ہو ٹوٹ جائیگا ورنہ نہیں، پھر تحقیق کرکے بتایا کہ اصل علت استرخا کا انتہا کو پہنچنا ہے اور قابلِ اعتماد قاعدہ کلیہ (کما سیجئ ان شاء اللہ) یہ ہے کہ مسنون سجدہ کے طریقہ پر سو جانا ناقض نہیں ہے خواہ بیرونِ نماز ہی کیوں نہ ہو، اور یہی معتمد ہے، اس وجہ سے بھی منسوب کرنا صحیح ہُوا۔ اس صورت میں شارح کا کلام اس شخص کے حکم سے ساکت ہوگا جو اندرونِ نماز غیر مسنون ہیأۃ پر سو گیا ہو۔

فان قلت مدخول الوصلية ونقيضه يشتركان في الحكم وان كان النقيض اولى به فيكون هذا قيدا في الصلاة ايضا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ وصلیہ کا مدخول اور اس کا نقیض دونوں حکم میں شریک ہوتے ہیں، اگرچہ نقیض اولیٰ بالحکم ہوتا ہے تو یہ نماز میں بھی قید ہوگی۔

قلت كلا وانما يفيد ان الحكم بهذا القيد يعم الصورتين ومفهومه نفي العموم بغير هذا اما عموم النفي بدونه

اس کا جواب میں یہ دیتا ہُوں کہ یہ بات ہرگز نہیں، اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم اس قید کے ساتھ دونوں صورتوں کو شامل ہے اور اس کا

Marfat.com

فلا وذلك ان الواو فی الوصلیة کانها عاطفة حذف المعطوف علیه لظهوره فقوله تعالیٰ یؤثرون علی انفسهم و لوکان بهم خصاصة کانه قیل یؤثرون لو لم تکن بهم خصاصة و لو کان بهم خصاصة کما بینته فی المعتمد المستند شرح المعتقد المنتقد فالمعنی لا ینقض النوم ساجدا علی الهیأة المسنونة لا فی الصلاة و لا فی غیرها و لا کذلك النوم علی غیر الهیأة ای فانه ینقض فی احدهما دون الآخر او فیهما معًا کل محتمل و بعد اللتیا والتی لو قال الشارح ساجدا او لو فی غیر الصلاة علی الهیأة المسنونة و لو فیها لکان اظهر و ازهر و لاتی بالمبالغتین معا والله تعالیٰ اعلم بمراد عباده وسیستبین لك تحقیق هذا القول المنیر ان شاء المولی القدیر سبحنه و تعالی عن ند ید و نظیر۔

مفہوم اس کے بغیر نفی عموم ہے لیکن اس کے بغیر عموم نفی نہیں ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ واؤ وصلیہ دراصل واؤ عاطفہ ہے جس کا معطوف علیہ اس کے ظاہر ہونے کی بنا پر حذف کر دیا گیا ہے، تو اللہ تعالیٰ کے فرمان "ویؤثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ" کے معنی یہ ہوئے کہ "یؤثرون لو لم تکن بہم خصاصۃ و لو کان بہم خصاصۃ" میں نے یہ چیز المعتقد المنتقد کی شرح المعتمد المستند میں ذکر کی ہے، اب معنی یہ ہوئے کہ بحالت سجدہ مسنون ہیأۃ پر نماز اور غیر نماز میں وضو کو نہیں توڑتا ہے، جبکہ اس ہیئت کے علاوہ کسی اور ہیئت پر سونے کا معاملہ یہ نہیں ہے، یعنی یہ نیند ایک صورت میں ناقض وضو ہے اور دوسری صورت میں ناقض وضو نہیں ہے یا دونوں میں نہیں ہے، اس میں سے ہر صورت کا احتمال ہے۔ اس چون وچرا کے بعد اگر شارح یہ کہہ دیتے کہ "ساجدا او لو فی غیر الصلوۃ علی الہیأۃ المسنونۃ ولو فیہا" تو یہ نہایت واضح ہو جاتا اور اس میں دونوں مبالغے آجاتے، واللہ تعالیٰ اعلم بمراد عبادہ وسیستبین لک تحقیق ہذا القول المنیر ان شاء المولیٰ القدیر سبحنہ وتعالیٰ عن ند ید ونظیر۔

الثانی ان کان فی الصلاة لا ینقض اصلا و خارجها ینقض و لو فی سجود مشروع بوجه مسنون قدمنا نقله عن الخانیة عن الامام شمس الائمة الحلوانی و انه هو ظاهر الروایة عنده وقال

دوم: اگر نیند نماز میں ہو تو بالکل وضو نہیں ٹوٹتا اور نماز کے باہر بہرصورت ٹوٹتا ہے خواہ مشروع سجدہ ہی میں مسنون ہیأۃ پر ہو، شمس الائمہ حلوانی کا کتاب خانیہ سے اس کا حوالہ منقول ہو چکا ہے اور یہ کہ ان کے نزدیک یہی ظاہر روایت ہے،

Marfat.com

فی المنیۃ ان نام فی الصلاۃ قائما او راکعا اوقاعدا اوساجدا فلاوضوء علیہ وان کان خارج الصلاۃ فنام علی ھیأۃ الساجد ففیہ اختلاف المشایخ وظاھر المذھب انہ یکون حدثا[1] اھ وقال شارحھا العلامۃ ابراھیم قال ابن الشجاع لایکون حدثا فی ھذہ الاحوال فی الصلاۃ اما خارج الصلوۃ فیکون حدثا والیہ مال المصنف حتی قال ظاھر المذھب ان یکون حدثا[2] اھ و فی الفتاوی السراجیۃ اذانام فی سجدۃ التلاوۃ انتقض وضوءہ بخلاف سجدۃ الصلاۃ[3] اھ

اور منیہ میں کہا ہے کہ اگر نماز میں بحالتِ قیام، رکوع، قعود یا سجود کے سوگیا، تو اس پر وضو نہیں اور اگر بیرونِ نماز سجدہ کی ہیئت پر سوگیا تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور ظاہر مذہب یہ ہے کہ یہ حدث ہے اھ اس کے شارح علامہ ابراہیم فرماتے ہیں کہ ابن شجاع نے کہا کہ نیند ان احوال میں نماز میں حدث نہیں ہے لیکن بیرونِ نماز ان احوال میں حدث ہے، اور مصنف کا میلان بھی اسی طرف ہے یہاں تک کہ انہوں نے کہا کہ ظاہر مذہب بھی یہی ہے اھ اور فتاوٰی سراجیہ میں ہے کہ جب کوئی شخص سجدۂ تلاوت میں سوگیا تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا مگر نماز کے سجدہ میں نہیں۔

الثالث لانقض فی الصلاۃ مطلقا اما خارجھا فبشرط ھیأۃ السنۃ والانقض قال الامام الزیلعی فی التبیین النائم قائما او راکعا اوساجدا ان کان فی الصلاۃ لاینتقض وضوءہ لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاوضوء علی من نام قائما اوراکعا اوساجدا وان کان خارج الصلاۃ فکذلک فی الصحیح ان کان علی ھیأۃ السجود بان کان رافعا بطنہ عن فخذیہ مجافیا عضدیہ عن جنبیہ والا انتقض[4] اھ و فی الحلیۃ

سوم: نماز میں مطلقاً وضو نہ ٹوٹے گا اور خارج نماز مسنون طریقہ پر ہونے کی صورت میں نہ ٹوٹے گا ورنہ ٹوٹ جائے گا، امام زیلعی نے تبیین میں فرمایا کہ کھڑے ہوکر، رکوع میں یا سجود میں سونا اگر بحالتِ نماز ہے تو وضو نہ ٹوٹے گا، اس لیے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اس پر وضو نہیں ہے جو سوگیا کھڑے ہوکر رکوع میں یا سجود میں، اور اگر بیرونِ نماز سوگیا تو بھی یہی صحیح ہے اگر سجدہ کی ہیئت پر سویا ہو، یعنی اس طرح کہ اپنا پیٹ اپنی دونوں رانوں سے الگ رکھے

---

[1] منیۃ المصلی، نواقض وضو ص ۹۴
[2] غنیۃ المستملی، نواقض وضو ص ۱۳۸
[3] فتاوی سراجیہ، نواقض وضو ص ۳
[4] تبیین الحقائق، نواقض وضو ۱/۱۰

Marfat.com

بعد ما قد مناعنه ان هذ اكله فى الصلاة وان كان خارج الصلاة (فذكر الوجوه الى ان ذكر النوم على هيأة السجود فقال) ذكر غير واحد من المشايخ فى هذه المسألة عن على بن موسى القمى انه قال لا نص فى ذلك ولكن يظهر ان سجد على الوجه المسنون لايكون حدثا وان سجد على غير وجه السنة يكون حدثا قال فى البدائع وهو اقرب الى الصواب لان فى الوجه الاول الاستمساك باق والاستطلاق منعدم و فى الوجه الثانى بخلافه الا انا تركنا هذا القياس فى حالة الصلاه بالنص قلت وقد ذكر رضى الدين فى المحيط هذا التفصيل نقلا عن النوادر اهـ[1] وفى الغنية فى مسائل النوم خارج الصلاة بعد ما ذكر عن على بن موسى ما مر من التفصيل هذا هو مراد من صحح هذا القول (اى عدم النقض بالنوم على هيأة ساجد خارج الصلاة) اما لو كان على غير الهيأة المسنونة فلا شك فى النقض لوجود نهاية استرخاء المفاصل المذكور[2] فى الحديث (ثم قال بعد نقل كلام نفيس عن الكافى حاصله ان المراد بقوله صلى الله تعالى عليه وسلم

اور اپنے دونوں بازو اپنے دونوں پہلوؤں سے الگ رکھے، ورنہ ٹوٹ جائے گا اھ اور حلیہ میں اس عبارت کے بعد جو ہم نے نقل کی ہے یہ ہے کہ یہ سب کچھ نماز کے اندر ہے، اور اگر بیرونِ نماز ہو تو (پھر انہوں نے ہیئت سجود پر سونے کی صورتیں ذکر کی ہیں اور فرمایا) ایک سے زاید مشائخ نے اس مسئلہ میں علی بن موسٰی القمی سے نقل کیا کہ اس سلسلہ میں کوئی نص موجود نہیں ہے، لیکن بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ مسنون طریقہ پر سجدہ میں سونا حدث نہ ہوگا اور غیر مسنون طریقہ پر سونا حدث ہے۔ بدائع میں اس کو اقرب الی الصواب قرار دیا گیا ہے کیونکہ پہلی صورت میں چستی باقی ہے اور ڈھیلا پن نہیں ہے جبکہ دوسری صورت اس کے برعکس ہے مگر ہم نے نص کی وجہ سے اس قیاس کو نماز میں ترک کر دیا ہے۔ رضی الدین نے محیط میں اس تفصیل کو نوادر سے نقل کیا ہے اھ اور غنیہ میں مسائل نوم خارج الصلوٰۃ میں علی بن موسٰی کا قول نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے" جن حضرات نے اس کی تصحیح کی ہے ان کی مراد یہی ہے (یعنی ہیئت سجود میں بیرونِ نماز سونے سے وضو کا نہ ٹوٹنا) اور اگر غیر مسنون ہیئت پر سو گیا تو وضو ٹوٹنے میں شک نہیں، کیونکہ اس صورت میں انتہائی درجہ کا استرخاء مفاصل ہوتا ہے (پھر انہوں نے کافی سے نفیس کلام کرنے

---

[1] حلیہ غیر موجود عندنا

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی، نواقض وضوء ص ۱۳۸

Marfat.com

انه اذا اضطجع استرخت مفاصله كمال الاسترخاء فان اصله حاصل بنفس النوم ولو قائما) فجميع كلام الشيخ حافظ الدين يفيد ان المراد بالسجود الذى لا ينتقض الوضوء بالنوم فيه السجود الذى هو مثل الركوع والقيام فى عدم نهاية الاسترخاء وبقاء بعض التماسك وعدم السقوط واذا لم يكن السجود على الهيأة المسنونة فقد حصل نهاية الاسترخاء ولم يبق بعض التماسك ووجد السقوط فالحاصل ان القاعدة الكلية المعتمد عليها فى النقض بالنوم وجود كمال الاسترخاء مع عدم تمكن المقعدة فبهذا ينبغى ان يؤخذ عند الاختلاف واشتباه الحال الا انهم اخرجوا عن هذه القاعدة نوم الساجد على غير الهيأة المسنونة فى الصلاة اه[1] مزيلا منا ما بين الاهلة -

الرابع كالثالث غير الحاق كل سجود مشروع بسجود الصلاة فلا تشترط الهيأة الا فيما ليس سجودا مشروعا وقد قدمنا نص الخلاصة مع ايضاحه وفى البحر الرائق قيد المصنف بنوم المضطجع والمتورك لانه لا ينقض نوم القائم والقاعد

کے بعد فرمایا، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص لیٹتا ہے تو جوڑ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں، اب اس کی اصل محض نیند میں بھی ہے خواہ کھڑے ہو کر ہو) تو شیخ حافظ الدین کا پورا کلام بتاتا ہے کہ وہ سجدہ جس میں سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے وہ سجدہ ہے جو عدم استرخاء میں رکوع اور قیام کی طرح ہے یعنی اس میں کچھ نہ کچھ چستی باقی رہ جاتی ہے، اور جب سجدہ مسنون ہیأۃ پر نہ ہو تو اس میں استرخاء اپنی انتہاء کو پہنچ جائیگا اور چستی بالکل نہ رہے گی اور سقوط ہو جائے گا۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ نیند سے وضو ٹوٹنے کیلیے قابلِ اعتماد قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ استرخاء مفاصل اپنی انتہاء کو پہنچ جائے اور مقعد بھی زمین پر ٹکی ہوئی نہ ہو، اختلاف و اشتباہ کی صورت میں اسی طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے مگر فقہاء نے اس قاعدہ کلیہ سے نماز میں غیر مسنون طور پر سجدہ کی حالت میں نیند کو مستثنیٰ کیا ہے اھ

چہارم: یہ بھی تیسری صورت ہی کی طرح ہے اس میں صرف اتنا ہے کہ ہر مشروع سجدہ کا حکم نماز کے سجدہ کا ہے، لہذا ہیأۃ صرف غیر مشروع سجدہ ہی میں ہے، ہم خلاصہ کی عبارت مع وضاحت نقل کر چکے ہیں، اور بحر الرائق میں ہے مصنف نے لیٹنے والے اور متورک بیٹھنے والے کی نیند کی قید لگائی ہے کیونکہ

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی، نواقض وضو ص ۱۳۹

Marfat.com

والراکع والساجد مطلقا فی الصلاۃ وان کان خارجہا فکذلک الا فی السجود فانہ یشترط ان یکون علی الہیأۃ المسنونۃ لہ وھذا ھو القیاس فی الصلاۃ الا انا ترکناہ فیہا بالنص کذا فی البدائع وصرح الزیلعی بانہ الاصح وسجدۃ التلاوۃ فی ھذا کالصلبیۃ وکذا سجدۃ الشکر عند محمد خلافا لابی حنیفۃ وکذا فی فتح القدیر[1] اھ

کھڑے، بیٹھے، رکوع اور سجود کی نیند میں نماز میں تو مطلقاً وضو نہیں ٹوٹتا ہے اور بیرونِ نماز سجدہ میں ٹوٹتا ہے بشرطیکہ ہیأۃ مسنونہ پر ہو، قیاس تو نماز میں بھی یہی تھا مگر ہم نے قیاس کو نص کی وجہ سے چھوڑ دیا کذا فی البدائع، اور زیلعی نے تصریح کی ہے کہ یہی اصح ہے اور اس میں سجدۂ تلاوت کا حکم وہی ہے جو نماز کے سجدہ کا ہے اور امام محمد کے نزدیک سجدۂ شکر کا بھی یہی حکم ہے، ابو حنیفہ کا اس میں اختلاف ہے کذا فی فتح القدیر اھ

اقول اولا لم یعتمدہ فی الفتح بل عقبہ بقولہ کذا قیل۔

وثانیا المشار الیہ بھذا فی قولہ وسجدۃ التلاوۃ فی ھذا فی عبارۃ الفتح غیرہ فی عبارۃ البحر فان البحر جعلہا کالصلبیۃ فی عدم اشتراط الھیأۃ والفتح لم یعرج علی ھذا اصلا بل اسقط من ھذا القبیل الذی ھو لصاحب الخلاصۃ قولہ سواء سجد علی وجہ السنۃ او غیر السنۃ فالمشار الیہ فی قولہ ھو عدم النقض فی السجود علی ھیأۃ السنۃ ولذا قال بعد قولہ کذا قیل ردا علیہ ما نصہ وقیاس ما قدمناہ من عدم الفرق بین کونہ فی الصلاۃ او خارجہا یقتضی عدم الخلاف فی عدم الانتقاض

اقول اول: تو یہ کہ فتح میں اس پر اعتماد نہیں کیا ہے بلکہ اس کے بعد کہا ہے "کذا قیل"۔

دوم: ان کے قول وسجدۃ التلاوۃ فی ھذا کا مشار الیہ فتح میں بحر کے مشار الیہ سے مختلف ہے، کیونکہ صاحبِ بحر نے اس سجدہ کو نماز کے سجدہ کے مانند کہا ہے، یعنی ہیئت کی شرط نہیں لگائی ہے اور فتح نے تو اس طرف مطلق التفات نہیں کیا ہے بلکہ اس قیل سے صاحبِ خلاصہ کے قول "سواء سجد علی وجہ السنۃ او غیر السنۃ" کو ساقط ہی کر دیا ہے، تو ان کے قول میں مشار الیہ سجدہ میں مسنون ہیئت پر وضو کا نہ ٹوٹنا ہے اور اسی لیے اپنے قول "کذا قیل" کے بعد اس پر رد کرتے ہوئے فرمایا کہ ہماری گزشتہ گفتگو کی روشنی میں قیاس تو یہ تھا کہ سجدہ خواہ داخلِ نماز ہو

---

[1] بحر الرائق، نواقض وضو ۱/۳۸

Marfat.com

بالنوم فیھا ای فی سجدۃ الشکر وان کان بین الامام وصاحبیہ خلاف فی مشروعیتھا) نعم ینتقض علی مقابل الصحیح[1] (وھو قول ابن شجاع بالنقض مطلقا خارج الصلاۃ اھ مزید امنا ما بین الاھلۃ و انما الذی قدم ھو قولہ تحت قول الھدایۃ بخلاف النوم فی الرکوع والسجود فی الصلوۃ وغیرھا ھو الصحیح ھذا اذا نام علی ھیأۃ السجود المسنون خارج الصلوۃ بان جافی اما اذا الصق بطنہ بفخذیہ فینتقض ذکرہ علی بن موسی القمی[2] اھ فمحصل کلام الفتح عدم النقض فی السجود المشروع خارج الصلوۃ بشرط الھیأۃ ویؤمی بطرف خفی بفحوی الخطاب الی الاطلاق فی سجود الصلاۃ فمرجعہ ان کان فالی القول الثالث لاھذا الرابع الذی اختارہ فی البحر تبعا للخلاصۃ .

یا خارج نماز اس میں سونا ناقضِ وضو نہ ہو یعنی سجدۂ شکر میں اگرچہ امام صاحب اور صاحبین کے درمیان اس کے مشروع ہونے میں اختلاف ہے ہاں البتہ صحیح کے مقابل ٹوٹ جائے گا (ابن شجاع یہی کہتے ہیں کہ خارج نماز مطلقاً وضو ٹوٹ جائے گا اھ) توسین کے درمیان جو اضافہ ہے وہ ہماری طرف سے ہے، جو بات انہوں نے پہلے فرمائی ہے وہ ہدایہ کے قول کے تحت یہ ہے، بخلاف رکوع اور سجود میں سو جانے کے نماز میں یا غیر نماز میں، یہی صحیح ہے۔ یہ اُس وقت ہے جبکہ بیرونِ نماز سجدہ کی ہیئت مسنونہ پر سویا ہو، یعنی اپنے پیٹ کو رانوں سے اور دونوں بازوؤں کو پہلو سے الگ رکھا ہو، لیکن اگر اپنا پیٹ رانوں سے چپکا دیا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ یہ علی بن موسی القمی نے ذکر کیا ہے اھ تو فتح کے کلام کا خلاصہ وضو کا نہ ٹوٹنا ہے اس سجدہ میں جو بیرونِ نماز مشروع ہو مگر شرط یہ ہے کہ ہیئت مسنونہ پر ہو، اور اس میں خفیف سا اشارہ فحوائے کلام سے اس امر کا بھی ملتا ہے کہ نماز کے سجدہ میں حکم مطلق ہو، تو گویا تیسرے قول میں آتا ہے نہ کہ چوتھے میں، جس کو بحر نے خلاصہ کی پیروی کرتے ہوئے قبول کیا ہے۔ (ت)

بل اقول ان کان الفتح انما زاد لفظۃ خارج الصلاۃ لان کلام الامام علی بن موسی القمی انما کان فیہ اذ لاروایۃ فیہ عن اصحابنا بخلاف سجود الصلاۃ فان الروایۃ فیہ مستفیضۃ

اقول فتح نے "خارج الصلوٰۃ" کے جملہ کا اضافہ اس بنا پر کیا ہے کہ علی بن موسٰی کا کلام اسی میں تھا کہ اس میں ہمارے اصحاب سے کوئی روایت نہیں، بخلاف نماز کے سجدہ کے کہ اس میں روایات حدِ شہرت کو پہنچی ہوئی ہیں، جن کا کوئی منکر نہیں

---

[1] فتح القدیر، نواقض وضو ۱/۴۵

[2] فتح القدیر، نواقض وضو (نوریہ رضویہ سکھر) ۱/۴۳

Marfat.com

لا تنکر فاحب الفتح ان یأتی بکلامه علی نحوہ فیبطل الفحوی ویلتئم مفادہ بمفاد متنه الهدایة وهو القول الاول کما ستعلم ان شاء اللّٰہ تعالٰی بل هو المراد قطعا لایجوز حمل کلامه علی غیرہ لتصریحه بالتفرقة فی سجود الصلاة بین المتجافی وغیرہ کما سیأتی ان شاء اللّٰہ تعالٰی هذا وفی الغنیة بعد ما مر عنه فی القول الثالث نقل کلام الخلاصة ثم قال فتخصیص اختلافهم بسجدة الشکر لحسب وهی غیر مسنونة عند ابی حنیفة رضی اللّٰہ تعالٰی عنه مع التصریح بکونه علی وجه السنة اولا دلیل علی عدم النقض اجماعا فی غیرها سواء کان علی وجه السنة اولا وکان وجهه اطلاق لفظ ساجدا فی الحدیث فیترك به القیاس فیما هو سجود شرعا فیتناول سجود الصلاة والسهو والتلاوة وکذا الشکر عندهما ویبقی ما عداہ علی القیاس فینقض ان لم یکن علی وجه السنة لتمام الاسترخاء مع عدم التمکن المقعدة ولا ینقض ان کان علی هیأة السنة بعدم نهایة الاسترخاء لانه سجود داخل تحت اطلاق الحدیث واللّٰہ الموفق[1] اھ

تو فتح نے مناسب سمجھا کہ کلام مذکور طریق پر کریں کہ فحوائے کلام باطل ہو اور اس کے متن کا مفہوم ہدایہ کے مفہوم سے مختلف نہ ہو، اور یہ قول اول ہے کما ستعلم ان شاء اللّٰہ تعالٰی بلکہ ان کے کلام کا یہی قطعی مفہوم ہے اور اس کے علاوہ اس سے کوئی اور معنی لینا درست نہ ہوگا، کیونکہ وہ اس میں نماز کے ہیئت مسنونہ والے سجدے کو غیر مسنونہ ہیئت والے سجدے سے مختلف کر رہے ہیں کما سیاتی ان شاء اللّٰہ ھذا جو کچھ تیسرے قول میں گزرا اس کو نقل کرنے کے بعد صاحبِ غنیہ نے خلاصہ کا قول نقل کیا ہے، پھر فرمایا ہے کہ فقہاء کے اختلاف کو سجدۂ شکر میں مختص کرنا ہے حالانکہ وہ ابو حنیفہ کے نزدیک سرے سے جائز نہیں، حالانکہ اس کے بارے میں تصریح موجود ہے کہ وہ ہیئت مسنون پہ ہو یا نہ ہو وضو نہ ٹوٹے گا اور اس کی وجہ حدیث میں لفظ ساجدا کا اطلاق ہے لہذا قیاس کا ترک کرنا واجب ہے سجدۂ مشروعہ میں، لہذا یہ سجدۂ نماز، سہو، تلاوۃ اور صاحبین کے نزدیک سجدۂ شکر کو بھی لازم ہے جبکہ باقی میں قیاس کے مطابق ہوگا، تو اگر سجدہ ہیئت مسنونہ پہ نہ ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں کیونکہ استرخاء مکمل ہو گیا اور مقعد بھی جمی نہیں ہے، اور اگر ہیئت مسنونہ پہ ہو تو وضو نہ ٹوٹے گا کیونکہ استرخاء مکمل نہ ہوا، اس لیے

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی، نواقض وضو ص ۱۳۹

نہیں کہ یہ سجدہ اطلاقِ حدیث کے ماتحت آتا ہے واللہ الموفق اھ

اقول وهذا منه رحمه الله تعالى ابداء وجه لذلك القول لا اعتماد له الا ترى انه لما لخص شرحه هذا جزم بالنقض في غير هيأة السنة ولو في الصلاة وجعله المعتمد واحال تمام تحقيقه على الشرح كما تقدم فلو اراد هنا الاعتماد لكانت الحوالة غير رائجة بل حوالة على المخالف ثم لما صنف متن الملتقى لم يلتفت ايضا الى هذا التفصيل وتبع سائر المتون في الاطلاق ثم لما شرح متنه صرح ان الاطلاق هو المعتمد كما سيأتي ان شاء الله تعالى۔ الثانية في استخراج القول الراجح من هذه الاقاويل۔

اقول یہ ان کی طرف سے (رحمہ اللہ) اس قول کی توجیہ ہے، اس پر اعتماد نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ جب انہوں نے اپنی اس شرح کی تلخیص خود کی تو غیر مسنون ہیئت پر وضو ٹوٹنے کا حکم قطعی لگایا خواہ نماز ہی میں کیوں نہ ہو اور اسی کو معتمد قرار دیا۔ اور کہا کہ اس کی مکمل تحقیق شرح میں ہے، کما تقدم، تو اگر یہاں ان کو اسی پر اعتماد کرنا تھا تو اس کا حوالہ درست نہ ہوگا بلکہ خلاف مراد کی طرف حوالہ کرنا ہوگا۔ پھر جب مصنّف نے ملتقیٰ کا متن تصنیف کیا تو اس تفصیل کی طرف متوجہ نہ ہوئے، اور باقی متون کی اطلاق میں پیروی کی، پھر جب اپنے متن کی شرح کی تو تصریح کی کہ اطلاق ہی معتمد ہے کما سیأتی ان شاء اللہ تعالیٰ، دوم: ان اقوال سے جہاں تک قول راجح نکالنے کا تعلق ہے۔

اقول القول الاول عليه المعول وهو الصحيح وله الترجيح وذلك لاربعة وجوه:

میں کہتا ہوں میرے نزدیک پہلا قول ہی معتمد علیہ ہے اور راجح ہے اور اس کی چار وجوہات ہیں:

الاول عليه الاكثر كما يظهر لك مما مر ويأتي والقاعدة العمل بما عليه الاكثر كما نصت عليه نصوص كثيرة في فتاوى۔

اول: ایک تو اکثر فقہاء کی یہی رائے ہے جیسا کہ گزشتہ تفصیلات سے ظاہر ہے، اور مزید آئے گا۔ اور قاعدہ یہی ہے کہ جو اکثر کا قول ہو اسی پر عمل کیا جاتا ہے، اکثر فتاویٰ کی عبارات صریحہ اس پر دلالت کرتی ہیں۔

الثاني عليه تظافرت المتون وليس لها الى غيره ركون ولا طباقها شأن من اعظم الشئون فانها الموضوعة لنقل

دوم: متونِ کتب میں یہی ہے، اور چونکہ متون ہی مذہب کے محفوظ طریق پر نقل کرنے کا

Marfat.com

المذهب المصون وذلك انها من عند
اٰخرها لم تجنح الی تفرقة فی هذا بین
الصلاة وغیرها انما ترسل الحکم ارسالا
قال فی الکتاب والنوم مضطجعا او متکئا
او مستندا اھ[1] ومثله فی البدایة وقال
فی الوقایة ونوم مضطجع و متکئ او مستند
الی مالو ازیل لسقط لاغیر اھ[2] وفی النقایة ونوم
متکئ الی مالو ازیل لسقط اھ[3] وفی کنز الدقائق
ونوم مضطجع ومتورك اھ[4] وفی الاصلاح
ونوم متکئ وفی ملتقی الابحر ونوم مضطجع
او متکئ باحد ورکیه او مستند الی مالو ازیل
لسقط لا نوم قائم او قاعد او راکع او ساجد[5]
اھ وفی الغرر ونوم یزیل مسکته والا فلا
وان تعمد فی الصلاة اھ[6] وفی التنویر
ونوم یزیل مسکته والا لا اھ[7] وفی نور
الایضاح ونوم لم تتمکن فیه المقعدة
من الارض لا نوم متمکن ولو مستندا الی

ذریعہ میں اس لیے ان کو اہمیت حاصل ہے اور ان
تمام متون نے اس معاملہ میں اندرونِ نماز اور
بیرونِ نماز میں کوئی تفریق نہیں کی ہے بلکہ حکم
مطلق رکھا ہے۔ کتاب میں کہا ہے" اور نیند
لیٹ کر تکیہ یا ٹیک لگا کر، یہی ہدایہ میں ہے،
وقایہ میں ہے اور لیٹنے والے، سہارا لینے والے
اور ٹیک لگانے والے کی نیند کہ اگر ٹیک ہٹائی جائے
تو گر جائے، دوسری نیند نہیں اھ اور نقایہ میں ہے
اور ٹیک لگانے والے کی نیند کہ اگر اس کو زائل
کیا جائے تو گر پڑے اھ اور کنز الدقائق میں ہے
اور مضطجع اور متورک کی نیند اھ اور اصلاح میں ہے
متکئ کی نیند اھ اور ملتقی الابحر میں اور لیٹنے والے
کی نیند یا ایک سرین پر ٹیک لگانے والے کی نیند یا ایسی چیز پر ٹیک لگانے
والے کی نیند کہ اگر اس کو زائل کیا جائے تو گر پڑے نہ کہ کھڑے
ہو کر، بیٹھ کر، رکوع یا سجود میں سونے والے کی
نیند اھ اور غرر میں ہے اور ایسی نیند جو اس کی
چستی کو زائل کردے ورنہ نہیں خواہ نماز میں

---

[1] الہدایۃ، نواقض الوضوء المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۱۰
[2] شرح وقایۃ، نواقض الوضوء المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۶۰
[3] جامع الرموز، نواقض الوضوء مطبعۃ کریمیہ قزان ۱/۳۶
[4] کنز الدقائق، نواقض الوضوء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۸
[5] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر نواقض وضو بیروت ۱/۲
[6] درر الحکام شرح غرر الاحکام نواقض الوضو، مطبعۃ کاملیہ بیروت ۱/۱۵
[7] در المختار، نواقض الوضوء مجتبائی دہلی ۱/۲۶

Marfat.com

شیئ نوازیل سقط و مصل ولو راکعا او ساجدا علی جہۃ السنۃ اھ[1] ملتقطا۔

جان بوجھ کر ہی ہوا ھ اور تنویر میں ہے اور ایسی نیند جو اس کی چستی کو زائل کردے ورنہ نہیں خواہ نماز میں جان بوجھ کر ہی ہوا ھ اور نور الایضاح میں ہے اور ایسی نیند جس میں مقعد زمین پر نہ لگے نہ کہ وہ نیند جس میں تمکن پایا جائے خواہ ایسی چیز پر ٹیک لگائے ہوئے ہو کہ اگر اس کو ہٹایا جائے تو وہ شخص گر جائے۔ اور نہ وہ نیند جو مسنون رکوع یا سجدہ میں بندہ پر طاری ہو اھ ملتقطا۔ (ت)

اقول ومن عاشر[1] تلک العرائس النفائس اعنی المتون وعرف طرزہا فی رمزہا بالحواجب والعیون ایقن انہا انما ترمی عن قوس واحدۃ وھی ادارۃ الحکم علی ما ھو المناط المحقق الثابت بالنقل والعقل اعنی زوال المسکۃ وعدم تمکن الورکین وقد انقسمت فی بیان ذلک علی قسمین قسم مشوا علی عادتہم الشریفۃ من سذاجۃ البیان وعدم التدنق فی العبارات والدلالۃ بشیئ علی نظیرہ عند من عرف المناط وھم الاولون وھذا اما قال فی النہر کما نقلہ السید ابو السعود ان المراد من الاضطجاع ما یوجب زوال المسکۃ بزوال المقعدۃ عن الارض اھ[2] وما قال فی البحر بعد نقلہ فروعا فیہا النقض مع عدم حقیقۃ الاضطجاع والتورک المقتصر علیہما فی الکنز وفی ہذہ المواضع التی یکون فیہا حدثا فہو بمعنی التورک فلم تخرج عن کلام المصنف اھ[3]

اقول جس کو متون کے مطالعہ کا شرف ملا ہو وہ سمجھ سکتا ہے کہ ان سب کا انداز بیان ایک ہی جیسا ہوتا ہے یعنی حکم کو اس کی علت پر لگانا جو عقل ونقل سے ثابت ہو، اور یہاں وہ چستی کا فرو ہونا اور سرینوں کا نہ جمنا ہے۔ اس مسئلہ میں متون نے دو قسم کا انداز بیان اختیار کیا ہے، ایک تو سادہ لوح متقدمین کا طریق ہے جو سادہ عبارات سے ان مسائل کو ذکر کرتے ہیں، اور جو لوگ علت حکم پہچانتے ہیں ان کو بعض مسائل سے اس کی نشان دہی کر دیتے ہیں۔ چنانچہ ابو السعود کی روایت کے مطابق نہر میں کہا ہے کہ اضطجاع سے مراد وہ کیفیت ہے جس میں زمین سے مقعد کے الگ ہو جانے کی وجہ سے چستی ختم ہو جاتی ہے اھ اور بحر میں ہے اس میں نقض ہے باوجودیکہ اس میں نہ تو حقیقۃً اضطجاع ہے اور نہ حقیقۃً تورک ہے جبکہ کنز میں ان دو پر اکتفا کیا گیا ہے، اور ان مقامات پر جہاں نیند حدث ہے تو وہ تورک کے معنی میں ہے، تو وہ مصنف کے کلام سے خارج نہیں اھ

---

[1] نور الایضاح۔ عشرۃ اشیاء لا تنقض الوضوء علمی لاہور ص ۹
[2] فتح المعین نواقض وضو ۱/۴۷ [3] بحر الرائق نواقض وضوء ۱/۳۸

Marfat.com

اقول وکان الامام القدوری احب
التصریح بالمضطجع لورودہ خصوصا
فی الحدیث المروی عن عبد اللہ بن عباس
رضی اللہ تعالٰی عنہما بالفاظ عدیدۃ عن
النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما سیأتی
ان شاء اللہ تعالٰی وبالمستند لمکان الخلف
فیہ کما علمت وتبعہ فی الھدایۃ والملتقی
والا فالمتکئ یعمھما ویعم المستلق والمنبطح
والمتورک ونظراءھم جمیعا ولذا اقتصر
علیہ فی النقایۃ وزاد الی مالو ازیل لاختیارہ
ذلک القول والعلامۃ ابن کمال لما مشی
علی ظاھر الروایۃ المعتمدۃ ان الاستناد
الی مالو ازیل لسقط ایضا لا ینقض الا
بمزایلۃ المقعد اقتصر علی لفظ المتکئ فحسب
والکنز اقام مقامہ المتورک ومحصلھما
واحد وبدأ بالمضطجع تبرکا بالمنصوص
وترک المستند الخ تعویلا علی المذھب
فھذہ منازعھم رحمھم اللہ تعالٰی فی
اختلاف عباراتھم وانما مقصودھم
جمیعا ھو النوم المزیل للمسکۃ فکما ان
الحدیث حصر الحکم فی المضطجع ولیس
معناہ القصر علی من نام علی جنبہ فالنائم
علی وجھہ وقفاہ مثلہ قطعا وانما المقصود
التنبیہ علی صورۃ زوال المسکۃ کما دل
علیہ قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

اقول غالباً قدوری نے مضطجع کی صراحت پسند
کی کیونکہ وہ صریح حدیث میں وارد ہے یہ حدیث
عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما متعدد الفاظ سے
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کما
سیأتی ان شاء اللہ تعالٰی ۔ اور ٹیک لگانے والے
کی بھی تصریح کی ہے کیونکہ اس میں اختلاف ہے
کما علمت ، اور ہدایہ اور ملتقی نے ان کی پیروی
کی ، ورنہ تو متکئ ہر دو اور مستلقی ، منبطح ،
متورک اور ان کے امثال سب ہی آجاتے ہیں ،
اس لیے نقایہ میں اسی پر اقتصار کیا ہے اور "مالو ازیل"
تک کے لفظ کا اضافہ کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک
یہی قول پسندیدہ ہے اور علامہ ابن کمال نے
ظاہر روایت کو اختیار کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسی
چیز پر ٹیک لگانا کہ اگر اس کو ہٹا دیا جائے تو وہ
گر جائے ، یہ بھی ناقض وضو نہیں ، ہاں صرف
اسی صورت میں ناقض وضو ہوگا جبکہ اپنے مرکز
سے ہٹ جائے ۔ انہوں نے صرف لفظ متکی
پر اکتفا کیا ہے اور صاحب کنز نے اس کو متورک کے
بجائے رکھا ہے ، مگر دونوں کا ماحصل ایک ہی ہے
اور مضطجع سے ابتدا کی ہے تاکہ منصوص سے تبرک
حاصل ہو ، اور مستند کو ترک کر دیا الخ مذہب پر اعتماد
کرتے ہوئے ، یہ فقہاء کے اختلافات ہیں جو عبارات
میں ہیں ، مگر سب کا مقصود ایک ہی ہے ، یعنی وہ
نیند جو چستی کو زائل کر دے ۔ اب جس طرح حدیث شریف
میں اگرچہ حکم صرف مضطجع میں ہے لیکن اس کا مفہوم

Marfat.com

فانه اذا اضطجع استرخت مفاصله فكذلك هؤلاء الكرام اقتفاء بالحديث كما ارشد اليه البحر والنهر وقسم آخر احب الضبط فاتى بالجامع المانع وهم الاخرون وقد وتهم العلامة مولی خسرو فلتضلعه من العلوم العقلية ايضا تعود بالتدقيق وتبعه المولى الغزى والشرنبلالی واعلی الله مقامات مولنا صاحب الهداية فی دار السلام فاوجز لفظة كشف الظلام وجلا الاوهام اذ قال بخلاف النوم حالة القيام والقعود والركوع والسجود فی الصلاة وغيرها هو الصحيح لان بعض الاستمساك باق اذ لو زال لسقط فلم يتم الاسترخاء[1] اھ فقد افاد ببقاء الاستمساك وبعدم السقوط ان المراد هو السجود كالمسنون اذ لولاه بل الصق بطنه بفخذيه وافترش ذراعيه فهو السقوط عينا واى بقاء بعده لاستمساك كما تقدم عن الغنية وصرح بان الصلاة وغيرها سواء فی الحكم فان الاستمساك باقيا لم ينقض ولو خارج الصلاة والانقض ولو فيها وهذا هو القول الاول وكذلك افصح عنه فی الدرر حيث قال (والا) بان كان حال القيام او القعود او الركوع او

یہ نہیں ہے کہ صرف وہی شخص مراد ہو جو کروٹ کے بل سویا ہو، بلکہ منہ اور گدی کے بل سونے والے کا حکم بھی قطعاً یہی ہے، دراصل مقصود صرف یہی ہے کہ چستی کے زوال پر تنبیہ ہو جائے، جیسا کہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے" انسان جب لیٹتا ہے تو اس کے جوڑ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں" اسی طرح فقہا کرام نے بھی یہی علت بتائی ہے، جیسا کہ بحر و نہر میں ہے۔

دوسری قسم فقہاء متاخرین کی ہے جنھوں نے ذرا جامعیت کا طرز اختیار کیا ہے ان حضرات کے قائد مولی خسرو ہیں جو علوم عقلیہ میں بھی مہارت رکھتے تھے، ان کی پیروی مولی غزی اور شرنبلالی نے کی ہے جبکہ صاحب ہدایہ نے نہایت اختصار و جامعیت کے ساتھ فرمایا بخلاف قیام و قعود اور رکوع و سجود کی حالت میں نماز کے اندر یا نماز سے خارج سو جانے کے، اور یہی صحیح ہے کیونکہ کچھ نہ کچھ چستی باقی ہے، اس لیے کہ اگر چستی بالکل ختم ہو جاتی تو گر جاتا تو استرخاء مکمل نہ ہوا اھ استمساک کی بقا اور عدم سقوط کی قید سے معلوم ہوا کہ اس سے مراد سجدہ ہے اور سجدہ بھی ہیئت مسنونہ پر۔ اس لیے کہ اگر سجدہ مسنون ہیئت پر نہ ہوتا اور وہ اپنا پیٹ رانوں سے لگا لیتا اور اپنی دونوں کلائیاں زمین پر لگا دیتا، تو یہ گر جانا ہوتا اور اس کے بعد کسی چستی کا سوال ہی پیدا نہیں

---

[1] الہدایہ نواقض وضو ۱/۱۰

Marfat.com

السجود اذا رفع بطنه عن فخذيه وابعد عضديه عن جنبيه (فلاوان تعمد فی الصلاۃ)[1] اھ وعلیه حط کلام الامام حافظ الدین النسفی کما تقدم وحوّله تدور الحلیة فیما اسلفنا من نصوصها فانه من اوله لأخره انما بنی الامر علی وجود نهایة الاستر خاء وعدمها وختم مسائل النوم فی الصلاۃ بقوله والعلة المعقولة زوال المسکة کمامر۔

ہوتا ہے کما تقدم عن الغنیہ۔ انہوں نے یہ تصریح کی ہے کہ اس میں نماز اور غیر نماز دونوں برابر ہیں، اب اگر چستی باقی ہے خواہ خارج نماز ہو تو ناقض وضو نہیں، اور اگر چستی نہیں ہے خواہ اندرونِ نماز ہو تو ناقضِ وضو ہے اور یہی قول اول ہے، اور دُرر میں بھی اسی کی وضاحت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "(درنہ)" یعنی حالتِ قیام یا قعود یا رکوع یا سجود ہو بشرطیکہ اپنا پیٹ رانوں سے الگ رکھا ہوا اور اپنی بغلوں سے بازوؤں کو دور رکھا ہو (پس نہیں اگرچہ قصدا نماز میں سویا ہو) اھ اور جیسا کہ گزرا حافظ الدین نسفی کا کلام بھی اسی طرف مشیر ہے، اور حلیہ کی گزشتہ عبارات کا منشا بھی یہی ہے۔ اس میں بھی حکم کا دارومدار استرخاء کے مکمل ہونے یا نہ ہونے پر ہے۔ اور انہوں نے نیند کے مسائل کا اختتام اس پر کیا ہے اور معقول علت چستی کا زوال ہے۔

الثالث له صریح التصحیح

کما اسلفنا عن المنحة عن النهر عن عقد الفرائد عن المحیط انه الصحیح وعن الصغیری انه المعتمد وقال العلامة الطحطاوی فی حاشیة الدر نقلا عن منح الغفار شرح تنویر الابصار للمصنف انه قال فی الملتقی وشرحه للمؤلف لا ینقضه نوم قائم اوقاعد اوراکع اوساجد علی هیأۃ السجود المعتبرۃ شرعا فی الصلاۃ اوخارجها علی المعتمد[2] اھ والاقوال

سوم صریح تصحیح موجود ہے جیسا کہ منحہ نے نہر سے عقد الفرائد سے محیط سے نقل کیا کہ یہی صحیح ہے، اور صغیری سے ہے کہ یہی معتمد ہے۔ طحطاوی نے حاشیہ در میں منح الغفار شرح تنویر الابصار سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے مولف کی ملتقی اور اس کی شرح میں فرمایا "وضو نہیں توڑتا ہے کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر، رکوع میں یا سجدہ میں سو جانا، سجدہ کی مسنون ہیئت پر، نماز میں یا بیرونِ نماز معتمد قول کے مطابق وضو کو نہیں توڑتا اھ باقی اقوال کے بارے میں میں نے

---

[1] درر الحکام شرح غرر الاحکام نواقض وضو ۱/۱۵

[2] طحطاوی علی در المختار نواقض وضو ۱/۸۱

Marfat.com

الباقية لو ارشيئا منها ذيل بتصحيح صريح وانما علينا اتباع مارجحوه وماصححوه كما لو افتونا فی حياتهم اما قول البحر المار فی القول الرابع بعد ذكره كلام البدائع وصرح الزيلعی بانه الاصح[1]

فاقول قد اسمعناك نصه تحت القول الثالث وتصحيحه لا يمس بعدم اشتراط الهيأة فی الصلاة انما ذكره فی عدم الانتقاض خارج الصلاة اذا كان علی الهيأة نفيا لقول ابن شجاع فهو تصحيح لاحد جزئی القول الاول كقول البدائع وهو اقرب الی الصواب فانه ايضا راجع الی ذلك التفصيل الذی ذكره القمی فی السجود خارج الصلاة كما فی الحلية وذلك ان القول الاول يشتمل علی دعويين احدٰهما النقض عند عدم الهيأة ولو فی الصلاة وسائر الاقوال تخالفه فی ما بعد لو والاخری عدم النقض مع الهيأة المسنونة ولو خارج الصلاة والقول الثالث يوافقه فيها اصلا ووصلا والتصحيح فيه انما ورد علی هذا الجزء الموافق دون المخالف وكذلك لما سبق الی ذهن العلامة عمر بن نجيم ان شيخه واخاه رحمهما

کوئی صریح تصحیح نہیں دیکھی ہے، ہم پر تو صرف یہ لازم ہے کہ ہم فقہا کی تصحیح یا ترجیح کی پیروی کریں، بالکل اسی طرح جس طرح وہ اپنی زندگی میں اگر کوئی فتوی صادر کرتے تو اس کی پیروی لازم تھی۔ اب رہا بحر کا قول جو قول رابع میں بدائع کا کلام ذکر کرنے کے بعد گزرا اور جس کے بارے میں زیلعی نے کہا کہ وہ اصح ہے۔

فاقول ہم اس کی تصریح قولِ ثالث میں کر چکے ہیں اور اس کی تصحیح میں اندرونِ نماز ہیئت مسنونہ کی شرط نہ ہونے کا ذکر نہیں۔ انہوں نے تو اس کو بیرونِ نماز وضو کے نہ ٹوٹنے میں ذکر کیا ہے بشرطیکہ ہیأۃ مسنونہ پر ہو، تاکہ ابن شجاع کے قول کی نفی ہو جائے، تو یہ پہلے قول کے ایک جزء کی تصحیح ہے، جیسا کہ صاحبِ بدائع نے کہا ہے کہ وہ اقرب الی الصواب ہے، یہ بھی اسی تفصیل کی طرف راجع ہے جس کو قمی نے بیرونِ نماز کے سجدہ میں ذکر کیا ہے، جیسا کہ حلیہ میں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلا قول دو دعووں پر مشتمل ہے ایک یہ ہے کہ غیر مسنون ہیئت پر سجدہ خواہ نماز ہی میں ہو نیند ناقضِ وضو ہے، اور باقی اقوال "لو" کے مابعد سے اس قول کے مخالف ہیں، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب سجدہ ہیئت مسنونہ میں ہو تو خواہ خارج صلوٰۃ ہو، ناقض نہیں۔ اور تیسرا قول

---

[1] بحر الرائق نواقض وضو ۱/۳۸

Marfat.com

الله تعالیٰ یدعی تصحیح الزیلعی للجزء المخالف نسبه للسهو وعقبه بتصحیح المحیط قال ط قال فی النهر ما فی البحر من تصحیح الزیلعی لهذا فهو سهو بل فی عقد الفرائد انما لا ینقض الوضوء نوم الساجد فی الصلاة اذا کان علی الهیأة المسنونة قید به فی المحیط وهو الصحیح اهـ[1] ثم رأیت العلامة الشامی فی منحة الخالق حاول جواب النهر فحا نحو ما نحوت ثم زلت قدم القلم حیث قال قول الشارح وصرح الزیلعی بانه الاصح الضمیر المنصوب فیه یعود الی قوله وان کان خارجها فکذلک الا فی السجود[2] الخ (فهذا نحو ما ذکرته ان التصحیح منسحب علی عدم النقض خارج الصلاة ایضا اذا کان علی هیأة سنة ثم قال) خلاف ما یوهمه ظاهر العبارة من انه راجع الی قوله وهذا هو القیاس اذ هو اقرب[3].

اصلاً وصلاً اس کے موافق ہے، اور تصحیح اس جزء موافق کے لیے ہے مخالف کے لیے نہیں ہے، اس لیے علامہ ابن نجیم نے یہ سمجھ لیا کہ ان کے شیخ اور ان کے بھائی اس امر کے مدعی ہیں کہ زیلعی نے جزء مخالف کی تصحیح کی ہے، اس کو سہو قرار دیا اور اس کے بعد محیط کی تصحیح کا ذکر کیا ہے۔ "ط" نے کہا کہ نہر میں ہے، کہ بحر میں زیلعی کی جو تصحیح ہے وہ سہو ہے بلکہ عقد الفرائد میں ہے کہ نماز میں بحالتِ سجدہ سونے والے کا وضو اس وقت نہیں ٹوٹتا ہے جب وہ ہیئت مسنونہ پر سوئے۔ یہ قید محیط میں ہے اور یہی صحیح ہے اھ پھر میں نے دیکھا کہ علامہ شامی نے منحۃ الخالق میں نہر کا جواب دینے کی کوشش کی ہے، اور وہ اس رائے کی طرف مائل ہوئے ہیں جس کا میں نے ذکر کیا ہے پھر ان کے قلم کو لغزش ہوئی تو جو بات شارح نے کہی تھی وہی کہہ دی، اور زیلعی نے کہا کہ وہی اصح ہے، ان کے قول میں ضمیر منصوب، اس کے قول وان کان خارجها فکذلک الا فی السجود الخ کی طرف لوٹتی ہے (یہ اسی طرح ہے جو میں نے ذکر کیا ہے کہ اس تصحیح کا تعلق بیرونِ نماز وضو کے لیے نہ ٹوٹنے سے بھی ہے بشرطیکہ مسنون ہیئت پر ہو۔ پھر کہا) یہ اس کے خلاف ہے جو ظاہر عبارت سے وہم ہوتا ہے کہ یہ ضمیر "وهذا هو القیاس" کی طرف راجع ہے کہ وہی اقرب ہے۔

اقول لاهو متبادر من العبارة

اقول نہ تو عبارت سے متبادر ہے اور

---

[1] طحطاوی علی الدر المختار نواقض وضو ١/٨١

[2] منحۃ الخالق علی حاشیہ بحر الرائق نواقض وضو ١/٣٨

[3] ایضاً ١/٣٨

Marfat.com

ولاھو مفھوم النھر ولاھو اقرب بل الاقرب قولہ الا انا ترکناہ فیھا بالنص وھذا ما فھم فی النھر ولذا عارضہ بتصحیح المحیط قال فی المنحۃ) والاحسن ارجاعہ الی قولہ کذا فی البدائع لان ما فی البدائع من التفصیل ھو ما ذکرہ الزیلعی۔

نہ ہی نہر کا مفہوم ہے اور نہ ہی یہ اقرب ہے، بلکہ اقرب تو ان کا یہ قول ہے کہ الا انا ترکناہ فیھا بالنص اور یہ وہ ہے جو نہر میں سمجھا ہے اس لیے انہوں نے اس کا تقابل محیط کی تصحیح سے کیا ہے، منحۃ میں کہا) اور احسن یہ ہے کہ اس ضمیر کو ان کے قول کذا فی البدائع کی طرف لوٹانا بہتر ہے، کیونکہ بدائع میں جو تفصیل ہے وہی ہے جو زیلعی نے ذکر کی ہے۔

(اقول الذی حط علیہ کلام البدائع التفصیل خارج الصلاۃ والاطلاق فی الصلوۃ فاذا رجع الضمیر الی قولہ کذا فی البدائع یوھم ایھاما جلیا ان کل ھذا التفصیل والاطلاق صححہ الزیلعی وحینئذ یرد ایراد النھر بحیث لامرد لہ فان التصحیح انما ذکرہ الزیلعی فی التفصیل دون الاطلاق فھو تسلیم للایراد لادفعہ وقد وقع ھذا الایھام بابین وجہ فی کلامکم حیث ذکرتم کلام البدائع ثم قلتم وصححہ الزیلعی ما فی البدائع فلولا ان ذکرتم ثم نص الزیلعی لاستحکم الایھام ورسخ فی ذھن من لم یراجع التبیین قال فی المنحۃ) ومما یؤید ان الضمیر لیس راجعا الی ما ھو القیاس قولہ الاتی مقتضی الاصح المتقدم الخ وبہ سقط نسبۃ السھو الی المؤلف التی ذکرھا فی النھر اھ

(اقول بدائع کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بیرونِ نماز تفصیل کرتے ہیں اور اندرونِ نماز اطلاق کے قائل ہیں اب جب ضمیر "کذا فی البدائع" کی طرف راجع کی جائے تو یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ اس تفصیل و اطلاق دونوں ہی کی زیلعی نے تصحیح کی ہے اور اس صورت میں نہر کا اعتراض وارد ہوگا اور اس کا کوئی جواب نہیں، کیونکہ اس تصحیح کو زیلعی نے تفصیل میں ذکر کیا ہے اطلاق میں نہیں، گویا وہ اعتراض کو رد نہیں کر رہے ہیں بلکہ تسلیم کر رہے ہیں یہ ایہام واضح طور آپ کے کلام میں بھی ہے، کیونکہ آپ نے بدائع کے کلام کے بعد کہا ہے کہ "زیلعی نے جو کچھ بدائع میں ہے اس کی تصحیح کی ہے، اگر آپ زیلعی کی عبارت ذکر نہ کرتے تو جن لوگوں نے تبیین کی عبارت نہ دیکھی ہوتی ان کے اذہان میں ایہام مستحکم ہو جاتا۔ منحہ میں کہا) اس امر کی تائید ضمیر ماھو القیاس کی طرف نہیں لوٹتی ہے اس کا قول الاتی مقتضی الاصح المتقدم الخ سے ہے

لہ وئہ منحۃ الخالق علی حاشیہ بحر الرائق، نواقض وضو ۱/۳۸

Marfat.com

اس سے بقول نہر کے سہو کی نسبت مؤلف کی طرف نادرست قرار پاتی ہے اھ

اقول کل کلامہ رحمہ اللہ تعالٰی مبتن علی انہ فھم فھم النھر رجوع الضمیر الی ماھو القیاس وقد علمت انہ غیر الواقع الاتری الی قولہ بل فی عقد الفرائد ولو کان کما فھمتم لقال نعم فی عقد الفرائد لکن ارشد تم الی وجہ اخرشید مبانی ایراد النھر فان البحر ذکر بعدہ مسألۃ تعمد النوم فی الصلاۃ وان ابا یوسف یقول فیہ بالنقض والمختار لا وان قاضی خان فصل فجعلہ ناقضا فی السجود دون الرکوع وان المحقق فی الفتح حملہ علی سجود لم یتجاف فیہ ثم قال البحر وقد یقال مقتضی الاصح المتقدم ان لا ینتقض بالنوم فی السجود مطلقا اھ[1] ای سواء کان متجافیا اولا فقد افصح انہ جعل الاطلاق فی الصلاۃ ھو الاصح فظھر انہ رحمہ اللہ تعالٰی اراد بالضمیر قولہ ترکناہ فیھا بالنص کما کان ھو الاقرب المتبادر وایاہ فھم فی النھر وحینئذ ھو سھو لاریب فیہ وبالجملۃ تصحیح الزیلعی کالبدائع لامساس لہ بمخالفۃ ما ترتضیہ۔

اقول ان کا (رحمہ اللہ تعالٰی) کلام اس پر مبنی ہے کہ انہوں نے نہر کی طرح یہ سمجھ لیا کہ ضمیر ماھو القیاس کی طرف لوٹتی ہے اور جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ خلاف واقعہ ہے، ان کا قول "بل فی عقد الفرائد" اس امر کی دلیل ہے، اور اگر وہ بات ہوتی جو آپ نے سمجھی ہے تو وہ یہ کہتے کہ "نعم فی عقد الفرائد" لیکن آپ نے ایک نئی توجیہ کی جس سے نہر کا اعتراض پختہ ہُوا، کیونکہ بحر میں اس کے بعد نماز میں قصداً سونے کا مسئلہ ذکر کیا ہے، اور یہ کہ ابو یوسف اس میں وضو ٹوٹنے کے قائل ہیں جبکہ مختار نہ ٹوٹنا ہے، اور قاضی خان نے اس میں تفصیل کرتے ہُوئے فرمایا کہ یہ سجود میں ناقض ہے رکوع میں نہیں ہے اور محقق نے فتح میں اس کو سجود پر محمول کیا ہے وہ سجود جس میں پیٹ کو رانوں سے الگ نہ کیا گیا ہو۔ پھر بحر میں فرمایا "کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ جو اصح کہ گزرا اس کا تقاضا یہ ہے کہ سجود میں نیند سے مطلقاً وضو نہ ٹوٹے اھ یعنی پیٹ رانوں سے الگ ہو یا نہ ہو، اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے نماز میں اطلاق کو اصح قرار دیا ہے۔ اس سے ظاہر ہُوا کہ انہوں (رحمہ اللہ علیہ) نے ضمیر سے ان کے قول "ترکناہ فیھا بالنص" کا ارادہ کیا ہے، اور یہی اقرب اور متبادر ہے، اور یہی چیز انہوں نے نہر میں سمجھی ہے اس صورت میں وہ بلا شبہ سہو ہے، خلاصہ یہ

---

[1] بحر الرائق، نواقضِ وضو ۱/۳۸

Marfat.com

کہ بدائع کی طرح زیلعی کی تصحیح کا ہمارے پسندیدہ قول کی مخالفت سے کوئی تعلق نہیں بنتا۔

اما ما ذکر فی الخانیة ان النقض مطلقا فی السجود خارج الصلاة ظاهر الروایة[1] وقدمه وهو یقدم الاظهر الاشهر وعبر عن قول التفصیل بالهیأة بقیل فافاد ضعفه فاعلم انه قال ذلك ولم یوافق علیه بل جعل فی الخلاصة ظاهر المذهب عدم الفرق فی الصلاة وخارجها[2] وفی الحلیة عن الذخیرة انه المشهور وفیها عن البدائع ان علیه العامة[3] وفیها عن التحفه انه الاصح[4] وقال فی الهدایة هو الصحیح[5] وقال فی العنایة الذی صححه وهو ظاهر الروایة[6] وانما نسب العنایة وکتب اُخر الفرق الی ابن شجاع بل فی الحلیة عن الذخیرة عن الامام ابی الحسین القدوری انه قال فیما عن ابن شجاع انه اذا نام خارج الصلاة علی هیأة الساجد ینقض وضوؤه هذا قوله ولم یقل به احد من اصحابنا[7] اھ وفی هذا ما یکفینا للخروج عن عهدته ولله الحمد فاستبان ان القول الاول هو المحتظی بصریح التصحیح۔

اور خانیہ میں ہے کہ بیرونِ نماز سجدہ میں مطلقاً ناقضِ وضو ہونا ظاہر روایت ہے، اور انہوں نے اپنی عادت کے مطابق کہ اظہر اور اشہر کو مقدم کرتے ہیں اس قول کو مقدم رکھا ہے اور ہیأۃ کی تفصیل کو "قیل" سے تعبیر کرکے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے تو یہ صرف ان کا قول ہی ہے، وہ خود اس سے متفق نہیں ہیں، بلکہ خلاصہ میں ظاہر مذہب اندرونِ نماز اور بیرونِ نماز میں فرق نہ ہونے کو قرار دیا ہے، اور حلیہ میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ یہی مشہور ہے اور اس میں بدائع سے منقول ہے کہ اسی پر عام فقہاء ہیں، اور اس میں تحفہ سے ہے کہ وہی اصح ہے اور ہدایہ میں ہے کہ وہی صحیح ہے، اور عنایہ میں ہے کہ جس کو انہوں نے صحیح کہا ہے وہی ظاہر روایت ہے، اور عنایہ اور دوسری کتب میں فرق کو ابن شجاع کی طرف منسوب کیا ہے، بلکہ حلیہ میں ذخیرہ سے امام ابوالحسین قدوری سے منقول ہے کہ انہوں نے ابن شجاع سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر وہ نماز کے باہر سجدہ کرنے والے کی ہیئت پر سوگیا، تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ یہ صرف انہی کا قول ہے کسی اور نے ہمارے اصحاب سے یہ قول نہیں کیا ہے اھ اس سے وہ اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوجاتے ہیں وللہ الحمد۔ پس معلوم ہوا کہ پہلا قول ہی صریح تصحیح کا ہے۔

---

[1] قاضی خان، نواقض وضو ۱/۲۰ [2] خلاصۃ الفتاوٰی نوع منہ الاغماء والنوم ۱/۱۸

[3] حلیہ [4] ہدایۃ، نواقض وضو ۱/۱۰

[5] عنایہ مع فتح القدیر، نواقضِ وضو ۱/۴۳ [6] حلیہ [7] حلیہ

Marfat.com

الرابع هو الاقوى من حيث الدليل

اعلم انه اذ قد تحقق ان القول الاول عليه الاكثر وعليه المتون وله التصحيح ولو كان بعض هذا لمساغ لمثلي ان يتكلم عن الدليل فكيف وقد اجتمعت فالان اقول و بحول ربي احول اخرج الائمة احمد وابوداؤد والترمذي وابوبكر بن ابي شيبة في مصنفه والطبراني في المعجم الكبير والدارقطني و البيهقي في سننهما من طريق ابي خالد يزيد بن عبد الرحمن الدالاني عن قتادة عن ابي العالية عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما انه رأى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم نام وهو ساجد حتى غطا ونفخ ثم قام يصلي فقلت يارسول الله انك قد نمت قال ان الوضوء لا يجب الا على من نام مضطجعا فانه اذا اضطجع استرخت مفاصله[1] هذا لفظ الترمذي وفي لفظ لاحمد ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال ليس على من نام ساجدا وضوء حتى يضطجع فانه اذا اضطجع استرخت مفاصله[2] ولابي داود انما الوضوء على من نام مضطجعا فانه اذا اضطجع استرخت مفاصله[3] وللدارقطني

چہارم ، دلیل کے اعتبار سے یہی زیادہ قوی ہے

یہ تو معلوم ہو ہی چکا ہے کہ پہلے قول پر اکثر فقہاء ہیں متون میں بھی وہی ہے اور اس کی تصحیح کی گئی ہے ، اگر بعض فقہاء بھی اس کی طرف ہوتے تو مجھ جیسے شخص کو اس پر دلیل سے کلام کا موقع ملتا، اور اب تو سب متفق ہیں، لہٰذا میں کہتا ہوں و بحول ربی احول ۔ احمد، ابوداؤد ، ترمذی اور ابوبکر ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں اور دارقطنی اور بیہقی نے اپنی سنن میں بسند ابو خالد یزید بن عبد الرحمٰن دالانی نے قتادہ سے ابو العالیہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں بحالتِ سجدہ سو گئے یہاں تک کہ خراٹے لینے لگے پھر اٹھے اور مصروفِ نماز ہو گئے، انہوں نے عرض کی کہ یارسول اللہ آپ تو سو گئے تھے! آپ نے فرمایا: وضو صرف اس پر لازم ہے جو لیٹ کر سوئے، کیونکہ جب کوئی شخص لیٹتا ہے تو اس کے جوڑ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں، یہ ترمذی کے الفاظ ہیں۔ اور احمد کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو سجدہ میں سو گیا اس پر وضو نہیں ہے یہاں تک کہ لیٹ نہ جائے۔ کیونکہ جب لیٹے گا تو اس کے جوڑ ڈھیلے پڑ جائیں گے۔ اور ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں کہ وضو تو اس پر لازم ہے

---

[1] جامع للترمذی ، باب الوضوء من النوم ۱/۱۲
[2] مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس ۱/۲۵۶
[3] سنن ابی داؤد ، باب الوضوء من النوم ۱/۲۷

Marfat.com

لا وضوء علی من نام قاعدا انما الوضوء علی من نام مضطجعا فان من نام مضطجعا استرخت مفاصله[1] وللبیہقی لا یجب الوضوء علی من نام جالسا او قائما او ساجدا حتی یضع جنبه فانه اذا اضطجع استرخت مفاصله[2] وذکر المحقق فی الفتح حدیثا اٰخر عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جدہ فیه مهدی بن هلال و اٰخر عن ابن عباس عن حذیفة بن الیمان رضی اللہ تعالٰی عنهم فیه بحر بن کنیز[3] السقاء[4] ثم قال وانت اذا تأملت فیما اوردناه لم ینزل عندك الحدیث عن درجة الحسن[5] اھ قال فی الغنیة لما تقرر ان ضعف الراوی اذا کان بسبب الغفلة دون الفسق یزول بالمتابعة ویعلم بها ان ذلك الحدیث مما اجاد فیه ولم یهم فیکون حسنا[6] اھ۔

جو لیٹ کر سوئے کیونکہ جو لیٹ کر سوئے گا اس کے جوڑ ڈھیلے ہو جائیں گے اور دارقطنی کے الفاظ یہ ہیں کہ جو بیٹھ کر سوئے اس پر وضو نہیں ہے وضو تو اس پر ہے جو لیٹ کر سوئے کیونکہ جو لیٹ کر سوئے گا اس کے جوڑ ڈھیلے ہو جائیں گے۔ اور بیہقی میں ہے کہ بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر یا سجدہ میں سوئے اس پر وضو لازم نہیں تاوقتیکہ وہ اپنا پہلو زمین پر نہ رکھے کیونکہ جب وہ لیٹے گا اس کے جوڑ ڈھیلے پڑ جائیں گے۔ اور محقق نے فتح میں ایک اور حدیث ذکر کی ہے اور وہ یہ ہے کہ عمرو بن شعیب نے اپنے باپ سے، دادا سے روایت کی، اور اس میں مہدی بن ہلال ہے، اور دوسری روایت ابن عباس اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہم سے ہے، اس میں بحر بن کنیز السقا سے ہے، پھر کہا کہ ہم نے جو روایات بیان کی ہیں ان پر اگر آپ غور کریں گے تو حدیث حسن کے درجہ سے کم نہ ہو گی اھ غنیہ میں کہا کہ جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ راوی کا ضعف اگر غفلت کے باعث ہو نہ کہ فسق کی وجہ سے تو یہ ضعف متابعۃ سے ختم ہو جاتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ راوی کو اس روایت میں وہم نہیں ہوا ہے تو یہ حسن ہو گی اھ

اقول اما ابن هلال[7] فلا یصلح متابعا

اقول میں سمجھتا ہوں کہ ابن ہلال متابع بننے

---

[1] دارقطنی، روایت معناً فیمن روی فیمن نام ۱/۱۶۰
[2] بحوالہ التعلیق المغنی ایضاً ۱/۱۶۰
[3] بنون وزای ووقع فی نسخ الفتح والغنیة ونصب الرایة وغیرها من المطبوعات کلها کثیر بثاء وراء وهو تصحیف ۱۲ منه (م)
کنیز، نون اور زا سے ہے، اور فتح، غنیہ اور نصب الرایہ تمام میں کثیر، ثا اور را سے ہے اور یہ غلط ہے ۱۲ منہ (ت)
[4] کان یسقی الحجاج فسمی السقاء ۱۲ منه (م)
وہ حجاج کو پانی پلاتے تھے اس لئے ان کا نام سقاء مشہور ہو گیا (ت)
[5] فتح القدیر، نواقض وضو ۱/۴۵
[6] غنیۃ المستملی، نواقض وضو ص ۱۳۸
[7] "ط" غنیہ اور فتح پر
[8] مہدی بن ہلال کا سقوط

Marfat.com

فقد كذبه يحيى بن سعيد وقال ابن معين يضع الحديث وقال ابن المديني كان يتهم بالكذب وقال الدارقطني وغيره متروك واما[1] ابن كثير فقال النسائي والدارقطني متروك وهو قضية قول ابن معين لا يكتب حديثه لكن الحافظ في التقريب اقتصر على انه ضعيف تبعا للبخاري وابي حاتم فكان يجب اسقاط الاول وما كان كبير حاجة الى الاخر فان الحديث بنفسه لا ينزل عن درجة الحسن على اصولنا ان شاء الله تعالى وكلام الاثريين ماش على اصولهم من رد المراسيل وعنعنة المدلسين مطلقا اما الكلام[2] في الدالاني واما افحش فيه ابن حبان من القول كعادته فقال كثير الخطا فاحش الوهم لا يجوز الاحتجاج به اذا وافق الثقات فكيف اذا تفرد عنهم بالمعضلات فمردود بان البخاري قال فيه ابو خالد صدوق لكنه يهم بالشئ وقال احمد وابن معين والنسائي لا باس به وقال ابو حاتم صدوق وقال الذهبي في المغني مشهور حسن الحديث وما ذكر[3] ابوداؤد عن شعبة ههنا[1] انه لم يسمع قتادة من

کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں کیونکہ یحیی بن سعید نے ان کی تکذیب کی، اور ابن معین نے کہا کہ وہ حدیثیں گھڑا کرتے تھے، اور ابن مدینی نے کہا کہ وہ متہم بالکذب تھے، اور دارقطنی وغیرہ نے کہا کہ متروک ہے۔ اور ابن کثیر کے بارے میں نسائی اور دارقطنی نے کہا کہ وہ متروک ہے۔ ابن معین کہتے تھے کہ ان کی حدیث نہ لکھی جائے۔ حافظ نے تہذیب میں صرف یہ کہا کہ وہ ضعیف ہیں، انہوں نے اس رائے میں بخاری اور ابوحاتم کی پیروی کی ہے تو پہلے کا ساقط کرنا واجب ہے، اور دوسرے کی کوئی زیادہ ضرورت نہیں ہے، کیونکہ ہمارے اصول پر حدیث حسن کے درجہ سے کم نہیں ہے (ان شاء اللہ) اور محدثین کا کلام ان کے اصول کے مطابق ہے کہ وہ مراسیل اور مدلسین کے عنعنہ کو مطلقا قبول نہیں کرتے ہیں۔

دالانی کے بارے میں ابن حبان نے اپنی عادت کے مطابق حد سے تجاوز کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ کثیر الخطا فاحش الوہم ہیں ان سے استدلال درست نہیں، خواہ ثقات سے ان کی تائید کیوں نہ ہوتی ہو، پھر معضلات کی روایات میں جب وہ ثقات سے منفرد ہوں تو ان کی روایت کے معتبر ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، مگر ہم اس رائے کو درست

---

[1] اى في باب الوضوء من النوم لا كما يتوهم من كلام الامام الزيلعي المخرج انه ذكر ههنا مايدل على ان قتادة لم يسمع هذا الحديث من ابي العالية ونقل من شعبة في موضع آخر . (م)

یعنی وضوء من النوم کے باب میں ایسا نہیں جیسا امام زیلعی کی تخریج حدیث کے کلام سے وہم پیدا ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے یہاں ایسا کلام ذکر کیا ہے جو دلالت کرتا ہے کہ قتادہ نے ابو العالیہ سے اس حدیث کو نہیں سنا حالانکہ دوسری جگہ شعبہ سے نقل کیا ہے۔

Marfat.com

ابی العالیۃ الا اربعۃ[1] احادیث وحکی[2] عن ابی داود نفسہ لم یسمع منہ الا ثلثۃ احادیث۔

نہیں سمجھتے ہیں، کیونکہ بخاری نے ان کی بابت کہا ہے کہ ابو خالد صدوق ہے لیکن کبھی کسی چیز کا ان کو وہم ہوتا ہے، اور احمد، ابن معین اور نسائی نے کہا کہ ان میں کوئی مضائقہ نہیں، ابو حاتم نے کہا صادق ہیں اور ذہبی نے مغنی میں کہا کہ وہ مشہور ہیں اور حسن الحدیث ہیں، اور ابو داؤد نے جو شعبہ سے نقل کیا ہے کہ قتادہ نے ابو العالیہ سے نہیں سنا ہے، صرف چار احادیث سنی ہیں اور ابو داؤد سے خود حکایت کی گئی ہے کہ انھوں نے ان سے صرف تین احادیث سنی ہیں۔

فاقول وتلك شكاة ظاهر عنك و عارها فلو سلم لشعبة وابی داود شهادتهما علی النفی مع اضطراب اقوالهما فیه مع انها لم تقبل من الذین[3] هم اكبر واكثر

میں سمجھتا ہوں کہ اگر درج ذیل امور تسلیم کر لیے جائیں، اور وہ یہ ہیں:

۱۔ شعبہ اور ابو داؤد کی شہادت نفی پر،

۲۔ ان دونوں کے اقوال کا اس سلسلہ میں مضطرب ہونا۔

---

[1] حدیث یونس بن متی وحدیث ابن عمر فی الصلٰوۃ وحدیث القضاۃ ثلثۃ وحدیث ابن عباس حدثنی رجال مرضیون منهم عمر وارضاهم عندی عمر اھ ابو داود ۱۲ منہ (م)

یونس بن متی کی حدیث، ابن عمر کی حدیث نماز کی بابت، اور یہ حدیث کہ قاضی تین قسم کے ہوتے ہیں، اور ابن عباس کی یہ روایت کہ مجھ سے حدیث بیان کی پسندیدہ افراد نے ان میں عمر ہیں، اور عمر میرے نزدیک ان میں سب سے زیادہ پسندیدہ ہیں اھ ابو داؤد، منہ۔ (ت)

[2] الحاكی الامام الزیلعی المخرج انه ذكره ابو داود فی كتاب السنة فی حدیث لا ینبغی لعبد ان یقول انا خیر من یونس بن متی قلت وراجعت ثلث نسخ من الكتاب فلم اره ذكر فی كتاب السنة شیئا من هذا والله تعالی اعلم ۱۲ منہ (م)

حکایت کنندہ امام زیلعی ہیں جنھوں نے یہ تخریج کی ہے کہ اس کو ابو داؤد نے کتاب السنہ میں اس طرح بیان کیا ہے کہ کسی انسان کو یہ زیبا نہیں کہ وہ یہ کہے کہ وہ یونس بن متی سے بہتر ہے۔ میں کہتا ہوں کہ میں نے اس کتاب کے تین نسخوں میں دیکھا لیکن مجھے کتاب السنہ میں ایسی کوئی بات نہ مل سکی، واللہ تعالٰی اعلم، منہ۔ (ت)

[3] هم هشام بن عروة وامام دار الهجرة مالك بن انس والامام وهب بن جریر و

وہ حضرات یہ ہیں: ہشام بن عروہ، امام مالک، وہب بن جریر، یحیی بن سعید القطان۔ اور ابن عدی نے

(باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الامام یحیی بن سعید القطان اخرج ابن عدی عن ابی بشر الدولابی ومحمد بن جعفر بن یزید عن ابی قلابۃ الرقاشی ثنی ابوداود سلیمان بن داود قال قال یحیی القطان اشہد ان محمد بن اسحق کذاب قلت وما یدریک قال قال لی وہب فقلت لوہب ما یدریک قال قال لی مالک بن انس فقلت لمالک وما یدریک قال قال لی ہشام بن عروۃ قلت لہشام بن عروۃ وما یدریک قال حدث عن امراتی فاطمۃ بنت المنذر وادخلت علی وہی بنت تسع وما راہا رجل حتی لقیت اللہ تعالی حاول التفصی عنہ الذہبی فی المیزان فقال وما یدری ہشام بن عروۃ فلعلہ سمع منہا فی المسجد اوسمع منہا وہو صبی اودخل علیہا فحدثتہ من وراء حجاب فای شئ فی ہذا الخ وقد ضعفنا اعتذارہ فی کتابنا منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین مع ان المحقق عندنا ایضاً ہو توثیق ابن اسحق وبذل الامام البخاری جہدہ فی الذب

ابوالبشر الدولابی سے روایت کی اور محمد بن جعفر بن زید نے ابو قلابہ رقاشی سے روایت کی کہ مجھ سے ابوداؤد سلیمان بن داود نے روایت کی، انہوں نے کہا کہ یحیی القطان نے کہا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد بن اسحاق کذاب ہے، میں نے کہا کہ تمہیں کیسے پتا چلا؟ انہوں نے کہا کہ یہ بات مجھے وہب نے کہی تو میں نے وہب سے پوچھا کہ آپ کو کیسے پتا چلا؟ انہوں نے کہا کہ مجھے مالک بن انس نے بتایا، میں نے مالک بن انس سے دریافت کیا کہ آپ کو کس نے بتایا؟ انہوں نے کہا کہ مجھے ہشام بن عروہ نے بتایا میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کو کس نے بتایا؟ انہوں نے کہا مجھے یہ بات میری بیوی فاطمہ بنت منذر نے بتائی وہ میرے نکاح میں اس وقت آئیں جب نو سال کی تھیں، وہ اتنی باپردہ تھیں کہ مرتے دم تک ان کو کسی مرد نے نہ دیکھا۔ ذہبی نے میزان میں اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا کہ ہشام بن عروہ کو کیسے پتا چلا، شاید انہوں نے ان سے بچپن میں سُنا ہو یا وُہ ان کے پاس گئے ہوں اور پس پردہ انہوں نے ان کو یہ روایت سنائی ہو تو اس میں کیا حرج ہے الخ جس نے ان کے اس عذر کو اپنی کتاب منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین میں ضعیف قرار دیا ہے حالانکہ

(باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

ابن اسحٰق عن امرأة هشام بن عروة فليس
غاية الا الارسال فكان ماذا فان المرسل
مقبول عندنا وعند الجمهور مع انا في
غنى عن النظر فيه فقد احتج به اصحابنا
وقبلوه من غير نكير وانت على علم ان الحكم
لا يختص بالمضطجع فقد اجمعنا على
النقض في الاستلقاء والانبطاح لان
رأينا الحديث ارشد الى المعنى في ذلك وهو
استرخاء المفاصل ولا يراد به مطلقه
لحصوله في كل نوم فيناقض أخره اوله بل
كماله كما تقدم عن الكافي فتحصل لنا من
الحديث ان المدار على نهاية الاسترخاء فحيث
وجد وجد النقض وحيث عدم عدم كما
اشار اليه المحققون فاستقرت الضابطة
وانحلت العقدة عن كلتا الدعويين في القول
الاول فان خصوصية الصلاة لا دخل
لها في منع الاسترخاء ولا لخارجها في
احداثه بل الحديث مطلق عن التقييد
بالصلاة كما اعترف به في البدائع قائلا في النوم

جو بڑے بھی ہیں اور تعداد میں زائد بھی، جبکہ یہ روایت ان سے زیادہ مضبوط اور اظہر بھی ہے، جیسا کہ ابن اسحاق ہشام بن عروہ کی بیوی سے روایت کرتے ہیں۔

تب بھی یہ حدیث زیادہ سے زیادہ مرسل ثابت ہوگی، تو کیا ہوا؟ مرسل ہمارے نزدیک مقبول ہے، اور جمہور کے نزدیک بھی مقبول ہے، پھر مجھے اس پر غور کی اس لیے بھی ضرورت نہیں کہ ہمارے اصحاب نے اس سے استدلال کیا ہے اور اس کو بلا نکیر قبول کیا ہے، اور یہ امر معلوم ہے کہ حکم لیٹنے والے کے ساتھ مختص نہیں ہے کیونکہ اجماعی طور پر استلقاء اور انبطاح کی صورت میں بھی یہی حکم ہے، کیونکہ حدیث کی راہنمائی اس معنی کی طرف زیادہ واضح ہے یعنی استرخاء مفاصل، اور مطلق استرخاء مراد نہیں کہ یہ تو ہر قسم کی نیند میں ہوتا ہے، اس طرح حدیث کا اول آخر کے متضاد ہوگا، بلکہ جیسا کہ کافی سے گزرا استرخاء سے مراد مکمل استرخاء ہے، سو حدیث سے ہمیں یہ معلوم ہوا کہ دارومدار کامل استرخاء پر ہے، اب جہاں یہ پایا جائے گا وہاں وضو ٹوٹے گا اور جہاں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

عنه اذ اتى بحديث القراءة خلف الامام وان لم يرض بالاخراج له في صحيحه المسند ۱۲ منه - (م)

ہمارے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ ابن اسحٰق ثقہ ہے، امام بخاری نے بھی حدیث قراءۃ خلف الامام میں ان کی طرف سے دفاع کی بھرپور کوشش کی ہے، اگرچہ انہوں نے اپنی صحیح مسند میں ان کی روایت درج کرنا پسند نہیں کی۔ منہ (ت)

Marfat.com

خارج الصلاة علی هیأة السجود ان العامة علی انه لایکون حدثا لماروی من الحدیث من غیر فصل بین الصلاة وغیرها کما فی حلیة فمن سجد خارجها سجدة مشروعة واٰخر غیر مشروعة واٰخر لم ینو السجود اصلا فلا یفترقون الا فی النیة ولا اثر لها فی ارخاء اومنعه بداهة وانما ذلك الی هیأة النوم کیفما وجدت فیجب ادارة الحکم علیها ولا شك ان النوم علی هیأة سجود السنة یمنع الاسترخاء التام اذ لو کان لسقط کما افاده فی الهدایة فوجب ان لا ینقض حتی فی خارج الصلوة وان النوم علی غیرها مفترشا ذراعیه ملصق البطن بالفخذین لیس الا السقوط هو هو فوجب ان ینقض حتی فی الصلاة۔

نہیں ہوگا وہ نہیں ٹوٹے گا۔ محقق علماء کے اشارات سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ اس طرح یہ ضابطہ کھل کر ہمارے سامنے آگیا' اور پہلے قول میں جو دو دعوے تھے ان کا عقدہ بھی حل ہوگیا، کیونکہ نماز کو استرخاء کے روکنے میں کوئی دخل نہیں اور خارج نماز کو استرخاء کے پیدا کرنے میں کوئی دخل نہیں، بلکہ حدیث میں نماز کی کوئی قید نہیں، بدائع میں اس کا اعتراف موجود ہے، وہ کہتے ہیں کہ بیرونِ نماز سجدہ کی ہیئت پر سونے سے عام علماء کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ حدیث میں نماز یا خارج کی قید نہیں پائی جاتی ہے جیسا کہ حلیہ میں ہے مثلاً ایک شخص نے بیرونِ نماز مشروع میں سجدہ کیا اور ایک نے غیر مشروع سجدہ کیا، اور ایک نے بلا نیت سجدہ کیا، تو اب یہ تمام لوگ صرف نیت کے اعتبار ہی سے مختلف ہوں گے لیکن ظاہر کہ اس کا اثر استرخاء کے وجود و عدم پر نہ ہوگا، اس کا دارومدار تو نیند کی ہیئت پر ہے خواہ کسی طرح بھی ہو اس میں شک نہیں کہ ہیئت سجودِ مسنون طریقے سے سونا مکمل استرخاء کے لیے مانع ہے۔ ہدایہ میں ہے کہ اگر استرخاء مکمل ہو تو نمازی گرجائے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اندرونِ نماز یا بیرونِ نماز وضو نہ ٹوٹے، اور اس کے علاوہ سونا اس طرح کہ دونوں کلائیاں بچھائے ہوئے ہو' اور پیٹ کو دونوں رانوں سے لگائے ہوئے ہو، یہ خود گرنے کے مترادف ہے، اس لیے ضروری ہے کہ یہ ناقضِ وضو ہو' خواہ نماز میں ہی ہو۔

اقول وبه ظهر الجواب عن استحسان البدائع والبحر والغنیة فان ذلك انما کان یسوغ لو ان النص لم یکن فیه الا نفی النقض عن الساجد فعلی التنزل وتسلیم ان لیس الظاهر فی کلام الشارع علیه الصلوٰة والسلام ارادة الهیأة المسنونة

اقول اس تقریر سے بدائع، بحر اور غنیہ کے استحسان کا جواب بھی ہوگیا، یہ تو اس وقت درست ہوتا جب اس میں نص صرف ساجد کے وضو ٹوٹنے کی نفی کی ہوتی، تو بر سبیل تنزل یہ کہ شارع علیہ السلام کے کلام میں مسنون ہیئت کا ارادہ نہیں ہے یہ دعوٰی ممکن تھا کہ شارع نے یہ حکم ہر اس چیز پر لگایا ہے

Marfat.com

المعهودة كان يمكن ان يدعی ان الشارع ناط ذلك بكل ما[1] ينطلق عليه اسم السجود كيفما كان وليس كذلك بل النص نفسه ارشدنا الی العلة بقوله استرخت مفاصله فعلمنا ان الحكم معلول ومعقول وقد وجدت العلة فی سجود غير السنة فلا معنی لعدم النقض علی خلاف القياس والنص جميعا نعم يترك ای لا يجری ههنا القياس بالمعنی المصطلح عليه لان العلة منصوصة فاجراؤها لا يكون قياسا ولا يخص المجتهد كما بينه خاتمة المحققين سيدنا الوالد قدس سره الماجد فی كتاب الجليل لمفاد اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد فاستقر بحمد الله تعالی عرش التحقيق علی القول الاول وانه هو الصحيح وعليه المعول والحمد لله فی الاٰخر والاول۔

جس پر سجدہ کا اطلاق ہوتا ہو، خواہ کیسا ہی ہو، حالانکہ امر واقعہ یہ نہیں ہے بلکہ نص ہی میں علت موجود ہے یعنی "استرخت مفاصلہ" اس سے معلوم ہوا کہ حکم معلول ومعقول ہے، اور یہ علت غیر مسنون سجدہ میں بھی پائی جاتی ہے، تو برخلاف نص وقیاس وضو نہ ٹوٹنے کا کوئی معنی نہیں، ہاں یہاں قیاس اصطلاحی معنی میں جاری نہ ہوگا، کیونکہ علت منصوص ہے تو اس علت کا اجراء قیاس نہیں کہلائے گا، اور بامر مجتہد کے ساتھ خاص نہ ہوگا، جیسے یہی چیز حضرت والد محترم نے اپنی کتاب "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" میں بیان کی ہے، لہٰذا تحقیقی بات وہی ہے جو پہلے قول میں مذکور ہے، وہی صحیح اور قابل اعتماد ہے، والحمد للہ فی الاٰخر والاول۔

الثالثة[2] تعمد النوم فی الصلاة لا يفسدها مطلقا بل اذا كان حدثا كما نبهنا عليه وقد قدمنا عن الخانية انه ان تعمد النوم فی ركوعه لا تفسد[1] وفی الخلاصة لو نام فی ركوعه او سجوده جازت صلاته لكن لا يعتد بهما واعادهما هذا اذا لم يتعمد ذلك فان تعمد تفسد صلاته فی السجود

تیسرا قول نماز میں قصداً سونا نماز کو مطلقاً فاسد نہیں کرتا ہے بلکہ صرف اسی صورت میں فاسد کرتا ہے جبکہ حدث ہو، ہم اس پر تنبیہ کرچکے ہیں خانیہ سے ہم نے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی شخص قصداً رکوع میں سوگیا تو نماز فاسد نہ ہوگی، اور خلاصہ میں ہے کہ اگر رکوع یا سجود میں سوگیا تو اس کی نماز درست ہوئی لیکن اس رکوع وسجود کا

---

[1] فتاوٰی قاضیخان، مفسدات الصلوٰۃ (نولکشور، لکھنؤ) ۱/۶۴

Marfat.com

دون الركوع اھ[1] واسلفنا عن الفتح ان مبناہ على زوال المسكة فى السجود فلو سجد متجافيا ونام عامدا لم تفسد صلاتہ واثرہ فى الحلية فاقرہ ونقلہ فى البحر وزاد عليہ انها لا تفسد ولو غير متجاف وذلك لما اختار ان النوم فى السجود المشروع لا ينقض الوضوء مطلقا ولو على غير هيأة السنة فسجود غير المتجافى ايضا لما لم يكن النوم فيه حدثا عندہ لم يجعل تعمدہ فيہ مفسدا ولنقص عبارة البحر ليكون تذكيرا لما عبر وتمهيد الما غبر قال رحمہ اللہ تعالٰى واطلق فى الهداية الصلاة (قلت يريد النوم فيها فتجوز بحذف المضاف وبہ يسقط اعتراض المنحة على البحر فيما تابع هو فيہ الفتح قال البحر) فشمل ما كان عن تعمد وما عن غلبة وعن ابى يوسف اذا تعمد النوم فى الصلاة نقض والمختار الاول وفى فصل ما يفسد الصلٰوة من فتاوٰے قاضى خان لو نام فى ركوعہ او سجودہ ان لم يتعمد لا تفسد وان تعمد فسدت فى السجود دون الركوع اھ كانہ مبنى على قيام المسكة فى الركوع دون السجود ومقتضى النظر ان يفصل فى السجود ان كان متجافيا

اعتبار نہ ہوگا ان کا اعادہ لازم ہے، لیکن یہ اس صورت میں ہے جبکہ قصداً نہ سویا ہو، اگر قصداً سویا ہو تو سجدہ میں نماز فاسد ہوگی رکوع میں نہ ہوگی، اور فتح کے حوالے سے ہم نے بیان کیا کہ اس کا دار و مدار چستی کے سجدہ میں زائل ہونے پر ہے، لہٰذا اگر سجدہ اس طرح کیا کہ کلائیاں زمین سے الگ ہیں اور اس طرح قصداً سوگیا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ اسی حلیہ میں درست کہا، اور بحر نے اس پر اتنا اضافہ کیا کہ اگر کلائیاں الگ نہ کی ہوں تب بھی نماز فاسد نہ ہوگی، کیونکہ ان کا مختار قول یہ ہے کہ سجدہ مشروع میں نیند مطلقاً ناقضِ وضو نہیں خواہ یہ سجدہ ہیئت غیر مسنونہ پر ہو، اس لیے غیر متجافی کا سجدہ بھی ناقضِ وضو نہیں کیونکہ ان کے نزدیک سجدہ میں نیند ناقضِ وضو نہیں، چنانچہ انہوں نے سجدہ میں قصداً سونے کو ناقضِ وضو قرار نہیں دیا۔

اب بحر کی گزشتہ عبارت ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں "ہدایہ میں نماز کو مطلق رکھا" (میں کہتا ہوں اس سے ان کی مراد نماز میں سونا ہے اس میں مضاف کی وجہ سے مجاز پیدا ہوگیا ہے اور اس طرح منحہ کا اعتراض بحر پر سے ساقط ہوگیا، اعتراض ان کی فتح کی متابعت پر تھا، بحر نے) تو یہ قصداً اس عمل کے کرنے کو بھی شامل ہوگیا، بصورت غلبہ اس کے صدور کو بھی، اور ابو یوسف

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی جنس آخر مفسدات الصلٰوۃ (نولکشور، لکھنؤ) ۱/۱۳۲

Marfat.com

لا تفسد والا تفسد کذا فی فتح القدیر وقد یقال مقتضی الاصح المتقدم (ان النوم فی السجود المشروع لا ینقض مطلقا ولوغیر متجاف) ان لا ینتقض بالنوم فی السجود مطلقا وینبغی حمل ما فی الخانیۃ علی روایۃ ابی یوسف[1] اھ مافی البحر مزید امابین الاھلۃ قال فی منحۃ الخالق الذی تقدم من روایۃ ابی یوسف انہ اذا تعمد النوم فی الصلاۃ نقض وکذا فی الفتح وھی کما تری غیر مقیدۃ بالسجود تأمل ثم رأیت فی غایۃ البیان مانصہ وروی عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی فی الاملاء انہ اذا تعمد النوم فی السجود ینقض وان غلبت عیناہ لا ینقض اھ وبہ یترجح الحمل المذکور ویکون المراد حینئذ مما تقدم من قولہ فی الصلاۃ ای فی سجودھا فقط فافھم[2] اھ

مروی ہے کہ جو نماز میں قصداً سویا اس کی نماز ٹوٹ گئی، اور مختار پہلا قول ہے۔ اور قاضی خان میں "ما یفید الصلوٰۃ" کی فصل میں ہے کہ اگر کوئی شخص نماز کے رکوع یا سجود میں سوگیا تو اگر قصداً نہیں ہے تو نماز نہیں ٹوٹے گی اور اگر قصداً ہے تو سجدہ میں ٹوٹ جائے گی رکوع میں نہیں اھ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ رکوع میں چستی باقی رہتی ہے اور سجدہ میں نہیں، اور تحقیقی بات یہ ہے کہ ان کو سجدہ میں بھی یہ تفصیل کرنی چاہئے کہ اگر کلائیاں الگ ہیں تو فاسد نہ ہوگی ورنہ فاسد ہوگی کذا فی فتح القدیر، اور کہا جاتا ہے کہ مقتضی اصح کا پہلا قول ہے (مشروع سجدہ میں نیند مطلقاً خواہ تجافی کے ساتھ نہ ہو ناقض وضو نہیں) سجدہ میں سونے سے وضو مطلقاً نہیں ٹوٹتا ہے، البتہ خانیہ کی عبارت کو ابو یوسف کی روایت پر محمول کرنا چاہئے اھ بحر کی عبارت توسین کے درمیان دی گئی ہے۔ ابو یوسف کی روایت جو منحہ سے گزری، ہیں ہے کہ جب نماز میں قصداً سوئے گا تو نماز ٹوٹ جائے گی کذا فی الفتح۔ مگر اس میں سجدہ کی قید نہیں، "تأمل" غایۃ البیان کی عبارت یہ ہے کہ ابو یوسف کے املاء میں اس طرح مروی ہے کہ اگر سجدہ میں قصداً سوگیا تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر اس پر نیند کا غلبہ ہوگیا تو نہ ٹوٹے گا اھ اور اس کی روشنی میں عبارت کا مذکورہ مفہوم راجح قرار پاتا ہے، اور اس صورت میں باب الصلوٰۃ میں ان کے قول سے مراد صرف سجدہ کی حالت ہوگی فافہم اھ۔

اقول اولا[1] الحکم فی المقید لاینافی

میرے خیال میں مقید میں حکم مطلق کے منافی نہیں ہے

---

[1] بحر الرائق، نواقض وضو ۱/۳۸

[2] منحۃ الخالق علی حاشیۃ بحر الرائق نواقض وضو ۱/۳۸

Marfat.com

الحکم فی المطلق کما افادہ فی الفتح لاجرم ان ذکر فی التحفۃ والبدائع ان النوم فی غیر حالۃ الاضطجاع والتورک فی الصلاۃ لایکون حدثا سواء غلبہ النوم او تعمد فی ظاھر الروایۃ وروی عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی انہ قال سألت اباحنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النوم فی الصلاۃ فقال لاینقض الوضوء ولا ادری سألتہ عن العمد اوعن الغلبۃ وعندی انہ ان نام متعمدا انتقض وضوءہ[1] قال فی البدائع وجہ روایۃ ابی یوسف ان القیاس فی النوم حالۃ القیام والرکوع والسجود ان یکون حدثا لکونہ سببا لوجود الحدث الا انا ترکنا القیاس لضرورۃ التہجد نظرا للمجتہدین وذلک عند الغلبۃ دون التعمد[2] اھ قال فی الحلیۃ بعد نقلہ ھذا یفید اطلاقہ انہ ینتقض عند ابی یوسف بالنوم راکعا اذا تعمدہ[3] اھ ای وکذا قائما۔

جیساکہ فتح میں ہے، تحفہ بدائع میں ہے اضطجاع اور تورک کے علاوہ نماز میں نیند حدث نہیں ہے، خواہ قصدا سویا ہو یا اس پر نیند کا غلبہ ہوگیا، یہ ظاہر روایت میں ہے اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ انہوں نے ابو حنیفہ سے دریافت کیا کہ نیند میں نماز کا کیا حکم ہے؟ تو آپ نے فرمایا وضو نہیں توڑتی ہے، اور مجھے یہ یاد نہ رہا کہ میں نے اُن سے قصدا نیند کے بارے میں دریافت کیا تھا یا نیند کے غلبہ کے بارے میں دریافت کیا تھا، اور میری رائے یہ ہے کہ اگر قصدا سویا تو وضو ٹوٹ جائے گا، بدائع میں ہے کہ ابو یوسف کی روایت کی وجہ یہ ہے کہ قیام، رکوع اور سجود کی نیند میں قیاس تو یہ ہے کہ حدث ہو کہ وہ وجود حدث کا سبب ہے مگر ہم نے تہجد کی ضرورت کی وجہ سے اس قیاس کو ترک کردیا ہے، مگر یہ صرف غلبہ کی صورت میں ہے قصداً نہیں اھ حلیہ میں اس عبارت کے نقل کے بعد فرمایا، اس حکم کے مطلق ہونے سے پتا چلتا ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک قصدا رکوع میں سونا وضو کو توڑ دیتا ہے اھ اور اسی طرح کھڑے ہو کر سونے کا بھی حکم ہے۔

اقول انما الاطلاق فی تحفۃ الفقہاء اما فی البدائع فتنصیص صریح لقولہ ان القیاس فی النوم حالۃ القیام والرکوع الخ فافاد ان ابا یوسف عمل فی جمیعھا بالقیاس

اقول تحفہ میں تو اطلاق ہے، مگر بدائع میں ان کے قول ان القیاس فی النوم حالۃ القیام والرکوع الخ کی تنصیص صریح ہے، انہوں نے یہ بتایا کہ ابو یوسف نے تمام صورتوں میں عمد کے

---

[1] بدائع الصنائع نواقض وضوء النوم ۱/۳۱
[2] ایضاً
[3] حلیہ

Marfat.com

عند العمد والعالم ربما يسأل عن صورة خاصة فيجيب فتأتي الرواية عنه مقيدة بصورة السؤال مع ان الحكم مطلق عنده عرف هذا من مارس الفقه وعن هذا[1] قلنا ان المطلق يحمل على اطلاقه وان اتحد الحكم والحادثة مالم تدع الى التقييد ضرورة ثم القياس الذي ذكر في البدائع لرواية ابي يوسف وقد ذكره في الهداية والتبيين ايضا في مسئلة الاغماء فالجواب عنه انا نمنع كون القياس فيها ذلك بل القياس ايضا عدم النقض لعدم كمال الاسترخاء كما افاده في الفتح۔

وقت قیاس پر عمل کیا ہے، اور عالم سے کبھی ایک مخصوص صورت کی بابت سوال کیا جاتا ہے تو جواب میں جو روایت ذکر کی جاتی ہے وہ سوال کی صورت کے ساتھ مقید ہوتی ہے حالانکہ اس کے نزدیک حکم مطلق ہے، یہ چیز ماہرین فقہ پر مخفی نہیں ہے، یہی وجہ[1] ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ مطلق اپنے اطلاق پر محمول ہوتا ہے اگرچہ حکم وحادثہ متحد ہو، بشرطیکہ تقیید کی طرف کوئی ضرورت داعیہ نہ ہو پھر وہ قیاس جو ابو یوسف کی روایت کے لیے بدائع میں مذکور ہوا ہے اور جو ہدایہ اور تبیین میں اغماء کے مسئلہ میں مذکور ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم اس مسئلہ میں اس قیاس کو نہیں مانتے بلکہ قیاس وضو کا نہ ٹوٹنا ہے کیونکہ استرخاء مکمل نہیں ہے، جیسا کہ فتح میں ہے۔

وثانيا اطلاق[2] رواية ابي يوسف لاينافي حمل كلام قاضي خان في السجود عليها لان ائمة الترجيح كما يختارون احد القولين كذلك ربما يفصلون فيختارون قولا في صورة واخر في اخرى فيكون المعنى ان ما في الخانية مشى في صورة السجود على رواية ابي يوسف واي عتب فيه ثم اعترض هذا الحمل العلامة الشيخ اسمعيل في شرح الدرر بانه لا يلزم من فساد الصلاة انتقاض الوضوء لما في السراج لو قرأ وركع وسجد وهو نائم تفسد صلاته لانه زاد ركعة كاملة لايعتد بها ولا ينتقض وضوؤه[1] اھ ولم يحكم في الخانية على

دوم ابو یوسف کی روایت کا اطلاق قاضی خان کے کلام کو سجدہ میں اس روایت پر محمول کرنے کے منافی نہیں کیونکہ ائمہ ترجیح جس طرح دو قولوں میں سے ایک کو مختار قرار دیتے ہیں اسی طرح وہ کبھی تفصیل سے کام لیتے ہیں اور ایک صورت میں ایک قول اور دوسری صورت میں دوسرے قول کو مختار کرتے ہیں، گویا خانیہ میں سجدہ کی صورت میں ابو یوسف کی روایت کو ترجیح دی ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں، پھر شیخ اسماعیل نے شرح درر میں اس حمل پر اعتراض کیا ہے کہ نماز کے فساد سے وضو کا ٹوٹنا لازم نہیں آتا ہے کیونکہ سراج میں ہے کہ اگر کسی شخص نے قراۃ، رکوع اور سجدہ سونے میں کیا تو اس کی نماز فاسد

---

[1] بحوالہ منحۃ الخالق علی حاشیۃ بحر الرائق، نواقض وضو ۱/۳۹

---

[1] مطلق اپنے اطلاق پر محمول ہوتا ہے اگرچہ حکم وحادثہ متحد ہو۔

Marfat.com

الوضوء بالنقض والظاهر ان فی البحر غفولا عن ذٰلك فتدبرہ[1] اھ

ہوجائے گی، کیونکہ ان سے ایک مکمل ناقابلِ اعتبار رکعت کا اضافہ کیا ہے اور اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اھ اور خانیہ میں وضو کے ٹوٹنے کا حکم نہیں لگایا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ بحر میں اس سے غفلت برتی ہے فتدبرہ اھ

اقول اولا رحم اللہ العلامۃ الفاضل والسید الناقل الشیئ یبتنی علی ملزومہ لالازمہ لجواز عموم اللازم فلا یقضی بوجود الملزوم ولاشك ان نقض الوضوء یستلزم فساد الصلاۃ عند التعمد لکونہ حینئذ تعمد حدث وھو مفسد قطعا۔

اقول اول تو یہ کہ اللہ تعالٰی علامہ فاضل اور سید ناقل پر رحم کرے کہ ہر چیز کا دار و مدار اس کے ملزوم پر ہوتا ہے نہ یہ کہ لازم پر، کیونکہ لازم کا عام ہونا جائز ہے اس لیے وجود ملزوم کا حکم نہیں لگایا جاسکتا ہے، اور اس میں شک نہیں کہ وضوء کا عمداً ٹوٹنا فسادِ صلوٰۃ کو مستلزم ہے کیونکہ ان سے حدث کا قصد کیا ہے اور یہ مفسد قطعاً ہے۔

وثانیا الکلام فی فساد الصلاۃ لاجل تعمد النوم وما ذکر من الصورۃ فالفساد فیھا لیس لہ بل لزیادۃ رکعۃ تامۃ وحمل کلام الخانیۃ علی روایۃ الامام الثانی لا یستلزم ان لا تفسد صلوۃ بشیئ قط مالم ینتقض وضوؤ فالبحر عقول لا غفول ھذا واجاب فی المنحۃ عن ھذا الاعتراض بان ما فی الخانیۃ من الفساد مبنی علی نقض الوضوء لتفریقہ بین الرکوع والسجود تامل[2] اھ

دوم نماز کے فساد کی گفتگو نیند کے قصد کی وجہ سے ہے، اور جو صورت انہوں نے ذکر کی ہے تو اس میں فساد کی وجہ یہ نہیں ہے بلکہ ایک مکمل رکعت کے اضافہ کی وجہ سے ہے، اور خانیہ کے کلام کو دوسرے امام کی روایت پر محمول کرنا اس امر کو مستلزم نہیں کہ نماز کسی چیز سے بھی قطعاً فاسد نہ ہوتا وقتیکہ وضو نہ ٹوٹ جائے، تو بحر نے کسی غفلت کا مظاہرہ نہیں کیا ہے بلکہ عقلمندی کا ثبوت دیا ہے، ہذا۔ اور منحہ میں اس اعتراض کا جواب اس طرح دیا ہے کہ جو خانیہ میں فساد کا حکم نقضِ وضو پر مبنی ہے تو وہ اس وجہ سے کہ وہ رکوع و سجود میں فرق کرتے ہیں، تامل اھ

---

[1] بحوالہ منحۃ الخالق علی حاشیۃ بحر الرائق، نواقض وضوء ۱/ ۳۹

[2] ایضاً

Marfat.com

اقول[1] رحم اللہ الفاضلین السؤال والجواب کلاھما من وراء حجاب فان الخانیۃ قد نصت علی انتقاض الوضوء بہ فی نواقضہ حیث قال کما تقدم ان تعمد النوم فی سجودہ تنتقض طہارتہ وتفسد صلاتہ ولو تعمد النوم فی قیامہ ورکوعہ لا تنتقض طہارتہ فی قولھم[1] اھ والوجہ ان الفساد فی التعمد وانتقاض الوضوء متلازمان فایھما اثبت اثبت الاٰخر وایھما نفی نفی الاٰخر ولذا اقتصر فی الخانیۃ ھھنا اعنی فی مفسدات الصلٰوۃ علی فساد الصلاۃ وعدمہ ولم یتعرض للوضوء وثمہ ای فی نواقض الوضوء ذکرھما معا فی السجود واقتصر علی ذکر عدم النقض فی الرکوع ولم یتعرض لعدم الفساد فاتی فی کل باب بما یحتاج الیہ وکیفما کان فقد صرح باجلی تصریح ان تعمد النوم لیس مما یفسد الصلٰوۃ مطلقا وکذلک الخلاصۃ وعلیہ مشی الفتح والحلیۃ وعنہ نکلم البحر۔

اقول خدا ان دونوں فضلا پر رحم کرے کہ سوال وجواب دونوں پس پردہ ہیں کیونکہ خانیہ نے نواقض وضو کی بحث میں اس سے وضو کے ٹوٹ جانے کی صراحت کی ہے، جیسا کہ گزرا ہے انھوں نے تصریح کی ہے کہ اگر نمازی جان بوجھ کر سجدہ میں سو گیا تو اس کی طہارت اور نماز دونوں ختم ہو جائیں گی جبکہ حالتِ قیام و رکوع میں قصداً سونے سے فقہا کے نزدیک طہارت ختم نہ ہو گی اھ، وجہ اس کی یہ ہے کہ قصد کی صورت میں فاسد ہونا اور وضو کا ٹوٹنا متلازم ہیں تو ایک کے اثبات سے دوسرے کا اثبات اور ایک کی نفی سے دوسرے کی نفی لازم ہو گی، اس لیے خانیہ کے مفسدات الصلٰوۃ میں نماز کے فاسد ہونے یا نہ ہونے پر اکتفا کیا گیا ہے، اور وضو کا ذکر نہیں کیا گیا ہے، اور نواقضِ وضو میں سجدہ کے بارہ میں دونوں چیزوں کا ذکر ہے اور رکوع میں عدمِ نقض پر اکتفا کیا ہے، اور عدمِ فساد کا ذکر نہیں کیا ہے تو ہر باب میں بقدرِ ضرورت چیزوں کا ذکر کیا ہے، بہرصورت انہوں نے اس امر کی پوری وضاحت کر دی ہے کہ مطلقاً قصداً سونے سے نماز باطل نہیں ہوتی ہے، خلاصہ، فتح، حلیہ اور بحر میں یہی ہے۔

اقول وھو قضیۃ اطلاق المتون قاطبۃ فانھم یذکرون من صور الحدث الذی یمنع البناء ما اذا جن او نام فاحتلم او اغمی علیہ فیفیدون ان النوم بمفردہ لیس بحدث

اقول یہ تمام متون کے اطلاق کا معاملہ ہے یہ حضرات بناءِ صلٰوۃ کی ممانعت کی صورتوں میں ان احداث کا ذکر کرتے ہیں، جنون، سونے کی حالت

---

[1] فتاوٰی قاضی خان، نواقض وضو (نولکشور، لکھنؤ) ۱/۲۰

[1] "ط" شیخ اسماعیل اور شارح درپر۔

Marfat.com

ولاما نع للبناء مطلقا والا لم يحتج الى ضم الاحتلام قال في العناية ثم البحر انما قال نام فاحتلم لان النوم بانفراده ليس بمفسد[1] اھ ثم ھم يرسلونه ارسالا فيشمل العمد والغلبة وكذلك سكوتهم قاطبة عن عد تعمد النوم في المفسدات دليل على ذلك لاسيما المتاخرين الذين جنحوا نحو الاستيعاب مهما حضر كالدر المختار ومراقي الفلاح نعم يفسد اذا تعمده على هيأة يكون بها حدثا وهم قد ذكروا في المفسدات تعمد الحدث فقد توجه ما جزم به هؤلاء الجلة على ما في جامع الفقهاء ان النوم في الركوع والسجود لاينقض الوضوء ولو تعمده ولكن تفسد

میں احتلام یا بیہوشی کیونکہ محض سونا مفسد نہیں۔ پھر فقہاء اس مسئلہ کو مطلق رکھتے ہیں، لہذا یہ قصداً اور غلبہ کی حالت دونوں کو شامل ہوگا، اور اسی طرح تمام فقہاء کا مفسداتِ صلوٰۃ میں عدم تعمد نوم کی صورت سے خاموشی اختیار کرنا اس کی دلیل ہے، خاص طور پر ان متاخرین کا سکوت جو تمام صورتوں کے استیعاب کے عادی ہیں جیسے صاحبِ دُرِ مختار اور صاحبِ مراقی الفلاح۔ ہاں وضو اس صورت میں ٹوٹ جائے گا جبکہ قصداً ایسی صورت میں سوئے یا جس میں نیند حدث ہوتی ہے، اور فقہاء نے مفسدات عمداً حدث کا ذکر کیا ہے، اس بناء پر ان حضرات نے

ع اعترضه العلامة خير الدين رملي كما نقل عنه في المنحة بانه ذكر في التتارخانية اقوالا واختلاف تصحيح في المسألة وكذلك ذكر في الجوهرة في نوم المضطجع والمريض في الصلاة اختلافا والصحيح انه ينقض وبه ناخذ وفي التتارخانية عن المحيط في النوم مضطجعا ان غلبت عيناه فنام ثم اضطجع في حالة نومه فهو بمنزلة مالوسبقه الحدث يتوضأ ويبنى ولو تعمد النوم في الصلاة مضطجعا فانه يتوضأ و يستقبل الصلوٰة هكذا حكى عن مشايخنا اھ فراجع المنقول ولا تغتر بما اطلقه هنا اھ[2] (م)

اس پر منحہ میں خیر الدین رملی کا یہ اعتراض منقول ہے کہ تتارخانیہ میں مختلف اقوال ذکر کئے ہیں، اور اس مسئلہ میں کئی جوابات کا ذکر ہے، اور اس طرح جوہرہ میں لیٹنے والے کی نیند اور مریض کی نماز کی بابت اختلاف مذکور ہے، اور صحیح یہ ہے کہ وضو ٹوٹ جائے گا اور یہی ہم اختیار کرتے ہیں اور تاتارخانیہ میں لیٹ کر سونے کی بابت فرمایا کہ اگر نیند کے غلبہ کے باعث سوگیا پھر نیند ہی میں لیٹ گیا تو یہ اس شخص کی طرح ہے جس کو حدث لاحق ہوگیا ہو، وضو کرکے بناء کرے گا، اور اگر نماز میں لیٹ کر قصداً سویا تو وضو کرکے از سرِ نو نماز پڑھے گا ہمارے مشایخ سے یہی منقول ہے فراجع المنقول ولا تغتر بما اطلقه هنا اھ (ت)

[1] بحرالرائق، باب الحدث من الصلوٰۃ سعید کمپنی کراچی ۱/۳۷۲

[2] منحۃ الخالق۔ الحدث فی الصلوٰۃ ۱/۳۷۲

Marfat.com

صلاته کما نقله فی البحر عن شرح منظومة ابن وهبان واعتمدہ ش جنوحًا علی ما استدرك به ش علی العلامة العلائی قال فی الدر یتعین الاستئناف لجنون او حدث عمدا او احتلام بنوم[1] الخ قال الشامی افاد ان النوم بنفسه غیر مفسد لکن هذا اذا کان غیر عمد لما فی حاشیة نوح افندی النوم اما عمدا ولا فالاول ینقض الوضوء ویمنع البناء والثانی قسمان ما لا ینقض الوضوء ولا یمنع البناء کالنوم قائما اوراکعا او ساجدا وما ینقض الوضوء ولا یمنع البناء کالمریض اذا صلی مضطجعا فنام ینتقض وضوءہ علی الصحیح وله البناء فغیر العمد لا یمنع البناء اتفاقا سواء نقض الوضوء اولا بخلاف العمد اھ ملخصا[2] اھ

جس پر جزم کیا ہے اس کو ترجیح حاصل ہو گئی، اور جامع الفقہ میں ہے کہ رکوع وسجود میں نیند خواہ قصداً ہی ہو وضو کو نہیں توڑتی ہے لیکن نماز فاسد ہو جائے گی۔ یہی چیز بحر میں ابن وہبان کی نظم کی شرح سے ہے اور اس پر "ش" نے اعتماد کیا ہے۔ علامہ "ش" نے علامہ علائی پر یہ استدراک کیا ہے در میں کہا کہ از سرِ نو نماز پڑھنا ضروری ہے جبکہ جنون یا قصداً حدث یا نیند میں احتلام کے باعث وضو ٹوٹا ہو" الخ شامی کہتے کہ نیند بنفسہ مفسد نہیں، لیکن یہ اس صورت میں ہے جبکہ بالقصد نہ ہو، کیونکہ نوح آفندی کے حاشیہ میں ہے کہ "نیند یا قصداً ہو گی یا بلا قصد، تو پہلی صورت میں وضو ٹوٹ جائے گا اور بناء ممنوع ہو گی پھر دوسری کی دو قسمیں ہیں ایک تو یہ کہ نہ وضو ٹوٹے اور نہ ہی بناء ممنوع ہو بحالت قیام، رکوع یا سجود سو جانا' اور دوسری یہ کہ وضو تو ٹوٹ جائے گا مگر بناء ممنوع نہ ہو جیسے مریض جو لیٹ کر نماز پڑھ رہا تھا پھر سو گیا تو صحیح قول پر اس کا وضو ٹوٹ جائے گا مگر بناء کر سکتا ہے تو عمد کے علاوہ دوسری صورتوں میں اتفاقاً بناء ممنوع نہیں ہے خواہ وضو ٹوٹے یا نہ، عمد کا حکم اس کے برعکس ہے اھ ملخصا

اقول هذا ناطق بملأ فیه انه ماش علی الروایة عن ابی یوسف الا تری انه جعل نوم العمد مطلقا ناقض الوضوء وهذا خلاف ظاهر الروایة المعتمدة المختارة کما قدم المحشی والشارح وقدمنا نقله مع تصحیح المحیط فما کان للعلامة ان یعتمد

اقول اس سے واشگاف الفاظ میں اس امر کا اظہار ہوتا ہے کہ یہ ابو یوسف کی روایت پر مبنی ہے کیونکہ انہوں نے مطلق عمداً نیند کو ناقض وضو قرار دیا ہے اور معتمد ومختار ظاہر روایت کے صریح خلاف ہے، محشی وشارح نے اس کی تصریح کی ہے اور ہم بھی محیط کی تصحیح کے ساتھ اس کو نقل کر چکے ہیں،

---

[1] الدر المختار، باب الاستخلاف ۱/۸۷ مطبوعہ مجتبائی دہلی
[2] رد المحتار، " " ۱/۴۴۳ مطبوعہ مصطفی البابی مصر

Marfat.com

هذا ههنا ولکن سبحٰن من لا ینسی۔

الرابعة مسألة التنور مذکورة فی الخانیة وهی الاصل وعنها نقل فی خزانة المفتین والهندیة وایاها تبع فی الخلاصة والخلاصة فی البزازیة وعن الخلاصة اثر فی البحر قال الامام قاضی خان رحمه الله تعالٰی ان نام علی راس التنور وهو جالس قد دلی رجلیه کان حدثا لان ذلك سبب لاسترخاء المفاصل اھ[1] وقد قدمنا انها لا تلتئم علی الضابطة المؤیدة بالحدیث والقیاس الصحیح **قلت** ولم ارلها ما اشدها به الاشیاء ابداه المحقق فی الفتح توجیها لمسألة مخالفة لظاهر الروایة واختیار الجمهور وهی مسألة المستند الی ما لو ازیل سقط حیث قال ظاهر المذهب عن ابی حنیفة عدم النقض بهذا الاستناد ما دامت المقعدة مستمسکة للامن من الخروج والانتقاض مختار الطحاوی واختاره المصنف والقدوری لان مناط النقض الحدث لا عین النوم فلما خفی بالنوم ادیر الحکم علی ما ینتهض مظنة له ولذا لم ینقض نوم القائم والراکع والساجد ونقض فی المضطجع لان المظنة منه ما یتحقق معه الاسترخاء علی الکمال وهو فی المضطجع لا فیها وقد

تو علامہ کو یہاں اس پر اعتماد کرنا نہیں چاہیے تھا،

چہارم مسئلہ تنور کا ہے جو خانیہ میں مذکور ہے، بنیاد یہی ہے، اور اسی سے خزانۃ المفتین اور ہندیہ میں اس کو نقل کیا گیا ہے، اور خلاصہ میں اسی کی متابعت کی ہے، اور بزازیہ میں خلاصہ کی متابعت کی ہے، اور خلاصہ سے بحر میں نقل کیا ہے۔ قاضیخان نے کہا کہ اگر کوئی شخص تنور میں پیر لٹکا کر اس کے منہ پر سو گیا تو بے وضو قرار پائے گا کیونکہ یہ استرخاء مفاصل کا سبب ہے اھ اور ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ یہ حدیث اور قیاس صحیح سے حاصل شدہ ضابطہ سے موافقت نہیں رکھتا ہے۔ اس کی تائید میں مجھ کو صرف وہی توجیہ مل سکی ہے جو صاحب فتح نے ظاہر روایت کے مخالف مسئلہ میں کی ہے، یہ مسئلہ جمہور کا مختار بھی ہے، مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک شخص کسی ایسی چیز کے ساتھ ٹیک لگا کر سو جائے کہ اگر اس کو ہٹایا جائے تو گر جائے، وہ فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہ سے منقول ظاہر مذہب تو یہ ہے کہ جب تک اس کی مقعد جمی ہوتی ہے اس کا وضو نہ ٹوٹے گا کیونکہ کسی چیز کے نکلنے کا خدشہ نہیں ہے، اور طحاوی نے وضو کے ٹوٹنے کو مختار کہا ہے اور مصنف اور قدوری نے اسی کو پسند کیا ہے کیونکہ نقض وضو کی علت حدث ہے نہ کہ صرف نیند کا آجانا، اب حدث نیند کی وجہ سے مخفی ہے تو اس چیز پر حکم کا دار ومدار کر دیا جس میں حدث کا گمان ہے، اس لیے کھڑے ہوئے

[1] فتاوٰی قاضی خان، نواقض الوضوء النوم ۱/۲۰

Marfat.com

وجد فی هذا النوع من الاستناد اذلا یمسکہ الا السند وتمکن المقعدۃ مع غایۃ الاسترخاء لایمنع الخروج اذ قد یکون الدافع قویا خصوصا فی زماننا لکثرۃ الاکل فلا یمنعہ الا مسکۃ الیقظۃ[1] اھ واقرہ الحلبی فی الغنیۃ۔

رکوع کرنے والے اور سجدہ کرنے والے کا وضو سونے سے نہیں ٹوٹتا ہے اور لیٹ کر سونے والے کا وضو ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ استرخاء مفاصل اسی حالت میں ہوتا ہے، اور یہی وُہ موقع ہے جہاں حدث کا شبہ مکمل طور پر موجود ہے، اور یہی چیز اس قسم کے ٹیک لگا کر سونے والے میں ہے، کیونکہ اس کو صرف ٹیک ہی روکے ہوئے ہے، اور مقعد کا جما ہوا ہونا، استرخاء تام کی صورت میں کسی چیز کے نکلنے کو مانع نہیں ہے، کیونکہ کسی وقت طبیعت کا اندرونی زور قوی ہوتا ہے خاص طور پر ہمارے دَور میں جبکہ کھانے پینے کی فراوانی ہے، تو ایسی صورت میں صرف بیداری کی چستی ہی حدث کو روک سکتی ہے اھ حلبی نے غنیہ میں اسی کو درست کہا۔

اقول وقولہ لایمنعہ الا مسکۃ الیقظۃ ای عند وجود نہایۃ الاسترخاء بخلاف القائم والراکع والساجد علی ھیأۃ السنۃ فلا یرد ان ھذا التقریر یوجب النقض بالنوم مطلقا وھو خلاف ما اجمعنا علیہ لکن۔

اقول ان کا قول "لایمنعہ الا مسکۃ الیقظۃ" یعنی استرخاء تام کی صورت میں، یہ اس کے خلاف ہے جبکہ کوئی شخص قیام، رکوع اور مسنون طریقہ پر سجدہ میں سو جائے، لہذا اب یہ اعتراض وارد نہ ہوگا کہ اس تقریر کی روشنی میں وضو مطلقاً نیند سے ٹوٹ جائے گا، حالانکہ یہ اجماع کے خلاف ہے۔

اقول کمال الاسترخاء مظنۃ الخروج وتمکن المقعدۃ مظنۃ منعہ فیتعارضان ولا یثبت النقض بالشك ولا نسلم ان قوۃ الدافع بحیث لایقاومہ التمکن بلغ من الکثرۃ ما یعتد بہ غالبا ولا مظنۃ الا بالغلبۃ وکیفما کان فمخالفتہ للمذھب ولجمھور اھل الاختیار علم

اقول میری رائے اس سلسلہ میں یہ ہے کہ استرخاء تام کی صورت میں کسی موجبِ حدث کا نکلنا ممکن ہے اور مقعد کے جمے رہنے سے حدث کے نہ نکلنے کا گمان ہے، تو دونوں میں تعارض ہوگا، پس شک کی بنا پر وضو نہ ٹوٹے گا اور ہم یہ تسلیم نہیں کرتے ہیں کہ قوتِ مدافعت کا مقابلہ تمکن مقعد سے نہیں ہوسکتا ہے، اور یہ امر اتنی کثرت سے ہے اس کو غالب

---

[1] فتح القدیر، نواقض وضو مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۴۳

Marfat.com

كان على تقاعده عن الحجية بل اقول وبالله التوفيق مسئلة التنور لا تلتئم على هذا ايضا لان تحقيق هذا القول[1] على ما الهمني ذو الطول ان الحالات ثلث وذلك ان نفس وجود الاسترخاء لازم النوم مطلقا ثم يبقى معه بعض الاستمساك مالم يستغرق فاما غالبا كالنوم قائما او راكعا او على هيأة السنة ساجدا فان بقاءه على تلك الهيآت دليل واضح على غلبة الاستمساك او مغلوبا كالنوم قاعدا او راكبا وينتفي اصلا في صورة الاضطجاع والاسترخاء ونحوهما فالاول لا ينقض مطلقا والثالث ينقض من دون فصل ومنه المتكئ الى ما لو ازيل سقط لان عدم سقوطه ليس لبقاء شئ من المسكة فيه بل للسند كميت يسند الى شئ والثاني يفصل فيه فان كان متمكن المقعدة لم ينقض لان التمكن يعارض غلبة الاسترخاء والا نقض والنوم على راس التنور جالسا متمكنا مدليا من القسم الثاني قطعا دون الثالث اذ لو انتفى التماسك لسقط بل كون الجلوس على راس وطيس حام بما يوجب تيقظ القلب اكثر مما لو كان حيث لا مخافة في السقوط

الوقوع کا درجہ دیا جا سکتا ہے، اور مظنہ تو غلبہ ظن سے بنا ہوتا ہے بہرصورت چونکہ یہ مذہب جمہور اہل الفتیا کے مخالف ہے اس لیے اس کا حجت نہ ہونا ظاہر ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ تنور والا مسئلہ بھی اس سے مطابقت نہیں رکھتا ہے بتائیدِ الٰہی[1] اس کی تحقیق میرے نزدیک یہ ہے کہ حالتیں تین ہیں اور وہ اس طرح کہ مطلقاً استرخاء نیند کو مطلق لازم ہے، اب جب تک نیند گہری نہ ہو تو کچھ نہ کچھ چستی باقی رہتی ہے، اب یہ صورت یا تو بکثرت ہوگی، جیسے بحالتِ قیام و رکوع سونا، یا مسنون طریقہ پر سجدہ میں سو جانا۔ کیونکہ نمازی کا ان حالتوں پر رہنا ہی اس امر کی کافی دلیل ہے کہ چستی کا غلبہ باقی ہے، یا مغلوب طریق پر، جیسے بیٹھ کر یا سوار ہو کر سو جانا، اور چستی بالکل ختم ہو جاتی ہے جیسے چت لیٹ کر سونا اور استرخاء وغیرہ کی صورت میں۔ پس پہلی صورت میں وضوء مطلقاً نہیں ٹوٹتا ہے، اور تیسری میں بلاقید ٹوٹ جاتا ہے، اور اسی قسم میں وہ شخص بھی داخل ہے جو کسی ایسی چیز سے ٹیک لگائے ہوئے ہو کہ اگر اس کو زائل کیا جائے تو وہ گر پڑے، کیونکہ اس کا نہ گرنا چستی کے باقی رہ جانے کے باعث نہیں ہے بلکہ محض ٹیک کی وجہ سے ہے جیسے کسی مُردے کو سہارے سے کھڑا کر دیا جائے، اور دوسری صورت میں قدرے تفصیل ہے، اب اگر اس کی مقعد جمی ہوئی ہے تو وضو نہ ٹوٹے گا کیونکہ مقعد کے جمنے سے غلبہ استرخاء

---

[1] نیند کے باعث وضو ٹوٹنے کی تحقیق جو مصنف نے پیش کی ہے۔

Marfat.com

فیکون التمکن مانعا للنقض وھو الموافق للضابطة ولکن ھیبة تلک الکتب الکبار کانت تعقدنی عن الاجتراء علی انکار ھذا[1] الفرع حتی رأیت الامام ابن امیر الحاج الحلبی رحمہ اللہ تعالٰی اوردہ فی الحلیۃ عن الخانیۃ ثم قال وھو غیر ظاھر بل الاشبہ عدم النقض لان مظنۃ الحدث من النوم ما یتحقق معہ الاسترخاء علی وجہ الکمال والظاھر عدم وجود ذلک والا لسقط لفرض عدم المانع من استناد او غیرہ[2] اھ ومع ذلک احببت ان یجدد الوضوء ان وقع ذلک لانھا صورۃ نادرۃ فلا علینا ان نعمل فیھا بالاحتیاط بمعنی الخروج عن العھدۃ بیقین وان کان حقیقۃ الاحتیاط ھو العمل باقوی الدلیلین ثم الذی سبق منہ الی ذھن الحلیۃ ان سبب الاسترخاء نفس الادلاء حیث قال فالقیاس علی ھذا یفید انہ لو رکب علی اکاف علی الدابۃ فادلی رجلیہ من الجانبین کما یفعلہ بعضھم انہ ینقض وھو غیر ظاھر[3] الخ قلت ھکذا فی نسختی وھی سقیمۃ جدا والظاھر فادلی رجلیہ من احد الجانبین لان ھذا ھو الذی یفعلہ البعض دون العامۃ وھو المشابہ

کا گمان ختم ہوگیا ورنہ ٹوٹ جائے گا، اور تنور میں پیر لٹکا کر جم کر بیٹھ کر سونا قطعی طور پر دوسری قسم میں شامل ہے، تیسری میں نہیں ہے، کیونکہ اگر چستی ختم ہوتی تو گر پڑتا بلکہ گرم تنور پر بیٹھنے کی صورت میں انسان زیادہ ہوشیار رہتا ہے کہ کہیں گر نہ پڑے، لہٰذا ایسی صورت میں اگر جم کر بیٹھا ہوا سو گیا وضو نہ ٹوٹے گا، اور یہی چیز ضابطہ کے مطابق ہے، مگر ان بڑی بڑی کتابوں کی ہیبت کے باعث اس فرع کے انکار کی مجھ میں جرأت نہ تھی، پھر میں نے دیکھا یہی چیز امیر الحاج الحلبی رحمہ اللہ نے حلیہ میں خانیہ سے نقل کی ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ ظاہر نہیں ہے، بلکہ حق بات یہ ہے کہ وضو نہ ٹوٹے کیونکہ صرف وہی نیند مظنہ حدث ہوتی ہے جس میں بدرجہ کامل استرخا متحقق ہو اور ظاہر یہ ہے کہ یہ چیز نہیں ہے، ورنہ ساقط ہوجاتا، کیونکہ مانع کا عدم فرض کیا گیا ہے۔ خواہ وہ استناد ہو یا نہ ہو اھ اس کے باوجود میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ ایسی صورت میں وضو تازہ کرے کیونکہ یہ نادر صورت ہے تو ہم پر یہ لازم نہیں ہے کہ ہم ایسی صورت میں احتیاط پر عمل کریں یعنی ذمہ داری سے یقین ہونے کی صورت میں سبکدوش ہوں، اگرچہ حقیقی احتیاط تو یہ ہے کہ اقوی الدلیلین پر عمل کیا جائے، پھر اس سے جو چیز صاحبِ حلیہ کے ذہن

---

[1] و [2] و [3] حلیہ

Marfat.com

للادلاء فی التنور فسقط لفظ احد من قلم الناسخ ۔

میں آئی، وجہ یہ ہے کہ پیر لٹکانا بذاتِ خود استرخاء ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس پر قیاس کر کے کہا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی سواری پر زین کے ساتھ بیٹھا ہے اور دونوں طرف پیر لٹکائے ہوتے ہے تو وضو ٹوٹ جائیگا' اور یہ غیر ظاہر ہے الخ میرا نسخہ جو بہت پرانا بوسیدہ ہے اس میں یہی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ عبارت یوں ہوگی "فادلی رجلیه من احد الجانبین" کیونکہ عام لوگوں کو چھوڑ کر بعض لوگ یہی کرتے ہیں، اور یہی ہیئت تنور میں پیر لٹکانے کے مشابہ ہے تو قلم ناسخ سے "احد" کا لفظ ساقط ہوگیا ہے۔

اقول لکن یرد علیه **اولاً** ان الادلاء ان کان سببه فالادلاء من الجانبین اولی لزیادة الانفراج یحصل به فی المقعدة مع ان المصرح به فی الخانیة نفسها و الکتب قاطبة انه ان نام علی ظهر الدابة فی سرج او اکاف لاینتقض وضوؤه لعدم استرخاء المفاصل[1]۔

وثانیاً قد قال فی الخلاصة وغیرها ان نام متربعا لاینتقض الوضوء وکذا لونام متورکا وهو ان یبسط قدمیه من جانب ویلصق الیتیه بالارض[2] اھ فلا یدخل الادلاء المذکور فی هذا التفسیر بل هو امکن للمقعدة من بسط القدمین علی محل مستو کما لایخفی بل الوجه عندی ان المراد تنور حام فیه شیئ من الجمرات

اقول مگر اس پر کئی اعتراضات ہیں:

اول: اگر اس کا سبب پیروں کا لٹکانا ہے تو دونوں جانب پیروں کا لٹکانا کیونکہ اس میں کشادگی زیادہ ہوتی ہے نیز خانیہ اور دوسری کتب میں اس امر کی صراحت ہے کہ اگر کوئی شخص سواری کی زین یا نمدہ پر بیٹھ کر سو گیا تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا کیونکہ استرخاء مفاصل نہیں پایا گیا اھ

دوم: خلاصہ وغیرہ میں ہے کہ اگر کوئی شخص چار زانو ہو کر بیٹھا اور سو گیا تو وضو نہیں ٹوٹے گا اور اگر اس طرح بیٹھ کر سویا کہ دونوں پیر ایک طرف کو نکالے اور سرین زمین پر رکھے تو بھی یہی حکم ہے اھ تو مذکور ادلاء اس تفسیر میں نہیں آئے گا، بلکہ اس میں سرین زمین پر زیادہ جمتے ہیں، یہ صورت ہموار جگہ پر پیروں کے پھیلانے میں نہیں ہوتی کما لایخفی میرے نزدیک تنور سے مراد وہ گرم تنور ہے جس میں

---

[1] فتاوی قاضی خان، نواقض وضوء النوم ۱/۲۰ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ

[2] خلاصۃ الفتاوی " ۱/۱۹ " " "

Marfat.com

او بقية من حرارة الايقاد كما اومات اليه فان الحر يوجب الاسترخاء ولذا عبروا بالتنور دون الكرسي مع كون الجلوس على التنور بهذا الوجه في غاية الندور وعلى الكرسي معهود مشهور والله تعالى اعلم۔

الخامسة (ف۱) النوم ليس بنفسه حدثا بل لما عسى ان يخرج وعليه العامة بل حكى في التوشيح الاتفاق عليه وهو الحق لحديث ان العينين وكاء السه ولذا لم (ف۲) ينتقض وضوءه صلى الله تعالى عليه وسلم بالنوم كما ثبت في الصحيحين عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما وذلك (ف۳) لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم ان عيني تنامان ولا ينام قلبي[1] رواه الشيخان عن ام المؤمنين رضي الله تعالى عنها وعدوه من خصائصه صلى الله تعالى عليه وسلم كما في الفتح عن القنية قلت اي بالنسبة الى الامة والا فالانبياء جميعا كذلك عليهم الصلاة والسلام لحديث الصحيحين عن انس رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الانبياء تنام اعينهم ولا تنام قلوبهم[2]

فائدة (ف۴) ما في كشف الرمز ان مقتضى كونه

کچھ چنگاریاں یا گرماہٹ باقی ہو کیونکہ گرمی سے اعضا میں ڈھیلاپن پیدا ہوتا ہے، اس لیے فقہاء نے بجائے کرسی پر بیٹھنے کے تنور پر بیٹھنے کا ذکر کیا ہے جبکہ اس طرح بیٹھنا بہت ہی نادر ہے، اور کرسی پر بیٹھنا معمول کے مطابق ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

پانچویں صورت، نیند بذاتِ خود حدث نہیں ہے بلکہ اس میں خروجِ ریح کا امکان ہوتا ہے۔ عام فقہاء کا یہی موقف ہے بلکہ توشیح میں اس پر اتفاق نقل کیا ہے اور یہی حق ہے، کیونکہ ایک حدیث ہے کہ نیند کا بندھن آنکھ ہے، اور اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند ناقضِ وضو نہ تھی۔ صحیحین میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بیشک میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا ہے"۔ رواہ الشیخان عن ام المومنین رضی اللہ عنہا۔

اور اس کو علماء کرام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ذکر کیا ہے، کما فی الفتح عن القنیہ۔

اس کا مفہوم میرے نزدیک یہ ہے کہ "بہ نسبت امت" کے" ورنہ تو تمام انبیاء علیہم السلام کا یہی حال ہے۔ صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ

---

[1] جامع للبخاری، باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل فی رمضان ۱/۱۵۴

[2] جامع للبخاری، کتاب المناقب، قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۰۴

ف۱ نیند بذاتِ خود حدث نہیں ہے، لیکن اس میں خروج ریح کا ظن غالب ہے اس لیے حدث ہے۔

ف۲ انبیاء علیہم السلام کا وضو سونے سے نہیں ٹوٹتا ہے۔

Marfat.com

من الخصائص ان غيرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الانبياء عليهم الصلاة والسلام ليس كذلك اھ وهل يجوز ان يكون ذلك لاحد من اكابر الامة وراثة منه صلى الله عليه وسلم قال المولى ملك العلماء بحر العلوم عبد العلی محمد رحمه الله تعالى فی الاركان الاربعة ان قال احد ان كان فی اتباع رسول الله صلى الله عليه وسلم من بلغ رتبة لا يغفل فی نومه بقلبه انما تغفل عيناه بيمن اتباعه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كالشيخ الامام محی الدين عبد القادر الجيلانی قدس سرہ وغيرہ من وصل الى هذہ الرتبة وان لم يصل مرتبته رضی الله تعالى عنه لم يكن قوله بعيدا عن الصواب فافهم اھ[2]

سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

انبیاء کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کے دل نہیں سوتے ہیں ۔

اس سے کشف الرمز کا یہ اعتراض رفع ہوگیا کہ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہونے کا مقتضیٰ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کا یہ حال نہیں ہے[1] اب رہا یہ سوال کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اکابر امت میں سے کسی اور کو بھی یہ اعزاز حاصل ہے ؟

اس سلسلہ میں علامہ بحر العلوم نے ارکان اربعہ میں فرمایا کہ اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین میں آپ کی اتباع کے باعث کچھ حضرات ایسے گزرے ہیں کہ نیند سے ان کا دل غافل نہیں ہوتا ہے صرف آنکھیں غافل ہوتی ہیں جیسے حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور جو اس رتبہ تک پہنچے اگرچہ ان کے مرتبہ تک نہ پہنچے تو ایسے شخص کا قول صحت وصواب سے بعید نہ ہوگا فافہم اھ

اقول ليس من الشرع حجر فی ذلك انه لا يجوز الا للنبی والامر فيه وجد الى يعلمه من يرزقه فلا وجه للانكار وقد

اقول مجھے شریعت میں اس کی کوئی ممانعت نظر نہیں آتی ہے کہ یہ خوبی صرف انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہو، دراصل اس معاملہ کا تعلق

---

[1] کشف الرمز

[2] رسائل الارکان لعبد العلی ، نواقض وضوء النوم ص ۸

ف[1] انبیاء علیہم السلام کی آنکھیں سوتی ہیں دل کبھی نہیں سوتا ۔

Marfat.com

اخرج الترمذی وقال حسن عن ابی بکرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمکث ابوالدجال وامہ ثلثین عاما لایولد لھما ولد ثم یولد لھما غلام اعور اضر شیٔ واقلہ منفعۃ تنام عیناہ ولا ینام قلبہ[1] الحدیث وفیہ ولادۃ ابن صیاد وقول والدیہ الیھودیین ولد لنا غلام اعور اضر شیٔ واقلہ منفعۃ تنام عیناہ ولا ینام قلبہ[2] وفیہ قولہ عن نفسہ نعم تنام عینای ولا ینام قلبی[3] قال القاری قال القاضی رحمھما اللہ تعالیٰ ای لا تنقطع افکارہ الفاسدۃ عنہ عند النوم لکثرۃ وساوسہ وتخیلاتہ وتواتر ما یلقی الشیطان الیہ کما لم یکن ینام قلب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من افکارہ الصالحۃ بسبب ما تواتر علیہ من الوحی والالہام اھ[4]

وجدان سے ہے، اس کو وہی سمجھ سکتا ہے جس کو اللہ توفیق عطا فرمائے۔

ترمذی نے بافادۂ تحسین ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال کے ماں باپ کے یہاں تیس سال تک اولاد نہ ہوگی پھر ایک کانا لڑکا پیدا ہوگا وہ بجائے منفعت بخش کے زیادہ مضرت رساں ہوگا اس کی آنکھیں سوئیں گی مگر اس کا دل جاگتا رہے گا' الحدیث۔ اسی روایت میں ابن صیاد کی ولادت کا ذکر ہے اور یہ کہ اس کے یہودی والدین کا یہ قول منقول ہے کہ ہمارا بیٹا کانا ہے نقصان دہ زیادہ ہے اور منفعت بخش کم ہے، اس کی آنکھ سوتی ہے دل جاگتا ہے۔ اور اس میں خود اپنے بارے میں آپ کا یہ قول منقول ہے:

"میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا ہے"

قاری نے قاضی سے نقل کیا کہ سوتے وقت بھی اس کی (دجال کی) افکار فاسدہ اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی ہیں کیونکہ شیطان مسلسل اس کی طرف اپنے وساوس پہنچاتا رہتا ہے' اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کے بیدار رہنے کے معنی یہ ہیں کہ وحی ربانی کے باعث آپ کے قلب مبارک پر مسلسل افکار صالحہ کا القاء ہوتا رہتا ہے اھ

---

[1] جامع ترمذی، باب ماجاء فی ابن صیاد ایمن کمپنی دہلی ۲/۴۸

[2] " " " " " "

[3] " " " " " "

[4] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ قصہ ابن صیاد ۱/۲۲۸

Marfat.com

اقول لقد ثقلت هذه الكاف على واحسن منه قول مرقاة الصعود ان هذا كان من المكر به ليستيقظ القلب فى الفجور والمفسدة ليكون ابلغ فى عقوبته بخلاف استيقاظ قلب المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فانه فی المعارف الالٰهية ومصالح لا تحصی فهو رافع لدرجاته ومعظم لشانه اھ وبالجملة اذا جاز هذا للدجال ولابن صیاد استدراجا لهما فلان یجوز لکبراء الامة بوراثة المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم اولیٰ واحری ثم رأیت العارف باللہ سیدی عبد الوهاب الشعرانی قدس سرہ الربانی نقل فی المبحث الثانی والعشرین من کتاب الیواقیت والجواهر عن سیدی الشیخ محمد المغربی رحمه اللہ تعالیٰ انه کان رضی اللہ تعالیٰ عنه یقول ان من ادعی رویة رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم کما رأته الصحابة فهو کاذب وان ادعی انه یراه بقلبه حال کون القلب یقظانا فهذا لا یمنع منه وذلك لان من بالغ فی کمال الاستعداد بتنظیف القلب من الرزائل المذمومة حتی من خلاف الاولی صار محبوبا للحق

اقول "یہ کاف" مجھ پر گراں ہے، اس سے بہتر 'مرقاۃ الصعود' کا قول ہے کہ اس کے (دجال) کی بیداری فساد کے باعث تھی اور اس کو ایذا دینے کے لیے تھی کہ اس کا دل فسق و فجور کی باتوں کی طرف متوجہ ہو کر عقوبت میں مبتلا رہے جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب اطہر معارف الٰہیہ اور بے شمار مصالح میں منہمک ہوتا تھا، اور یہ چیز آپ کے درجات کی بلندی اور رفعت کا باعث تھی اھ

خلاصہ کلام یہ کہ جب بیداری قلب دجال اور ابن صیاد جیسے لوگوں کے لیے بطور استدراج جائز ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اکابر امت کے لیے کیوں جائز نہ ہو گی۔

علامہ عبد الوہاب شعرانی 'الیواقیت والجواہر' کی بائیسویں فصل شیخ محمد مغربی سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا ہے اور اگر صرف یہ دعویٰ کرے کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دل سے دیکھا ہے اور اس کا دل بیدار تھا تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ جو شخص اپنے دل کو رذائل سے بخوبی پاک کر لیتا ہے تو وہ حق تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے اور جب بندہ اس مقام پر فائز ہو جاتا ہے تو قلب کی نورانیت کے باعث گویا وہ بیدار رہتا ہے الخ

---

[1] مرقات الصعود

Marfat.com

تعالیٰ واذا احب الحق تعالیٰ عبدا کان فی نومہ من کثرۃ نورانیۃ قلبہ کانہ یقظان[1] الخ ثم رأیت وللّٰہ الحمد ماھو اصرح قال سیدنا الشیخ الاکبر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ فی الباب الثامن والتسعین من الفتوحات المکیۃ من شرط الولی الکامل ان لا ینام لہ قلب بحکم الارث لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وذلک لان الکامل مطالب بحفظ ذاتہ الباطنۃ عن الغفلۃ کما یحفظہا بیقظۃ ذاتہ الظاھرۃ[2] اھ ونقلہ المولی الشعرانی فی الکبریت الاحمر مقرا علیہ واللّٰہ تعالیٰ اعلم ثم وقع الخلف[ف1] بینھم فی سائر النواقض سوی النوم ھل تکون ناقضۃ من الانبیاء علیھم الصلوۃ والسلام ام لا اقول ای ما امکن منھا علیھم لا کجنون[ف2] او قہقہۃ[ف3] فی الصلاۃ وما ضاھاھا مما ھو محال علیھم صلوات اللّٰہ تعالیٰ وسلامہ علیھم ففی الدر المختار[ف4] العتہ لا ینقض کنوم الانبیاء علیھم الصلاۃ والسلام وھل ینقض اغماؤھم وغشیھم ظاھر کلام المبسوط نعم[3] اھ واعترضہ السید علی الازھری بعبارۃ

اس سے بھی زیادہ صریح عبارت مجھے فتوحات مکیہ کے اٹھانوے باب میں ملی، شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ ولی کامل کی شرط یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اس کا دل بھی بیدار رہے اور اس پر نیند طاری نہ ہو کیونکہ کامل شخص وہی کہلا سکتا ہے جو اپنے باطن کو غفلت سے اسی طرح محفوظ رکھ سکتا ہو جس طرح ایک شخص عالم بیداری میں اپنے ظاہر کو محفوظ رکھتا ہے اھ یہی مفہوم شیخ عبدالوہاب الشعرانی نے شیخ اکبر سے اپنی کتاب الکبریت الاحمر میں نقل کیا ہے اور اس کی تائید کی ہے واللہ اعلم

اب نیند کے علاوہ باقی نواقض وضو کے بارے میں انبیاء کرام علیہم السلام کی بابت اختلاف ہے کہ آیا یہ نواقض انبیاء کے لیے بھی نواقض ہیں یا نہیں؟

اس سے مراد صرف وہ نواقض ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے لیے ممکن ہیں اور جو ممکن ہی نہیں مثلاً جنون یا نماز میں قہقہہ وغیرہ تو اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ درمختار میں ہے کہ بوہرہ (مدہوش) ہوجانا وضو کو نہیں توڑتا ہے جیسے انبیاء علیہم السلام کی نیند۔ مبسوط سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا اغماء اور ان کی غشی ناقض وضو ہے اھ

---

[1] الیواقیت والجواہر للشعرانی۔ المبحث الثانی والعشرون فی بیان انہ تعالیٰ مرئی الخ مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۳
[2] فتوحات مکیہ [3] الدر المختار، نواقض وضو ۱/۲۷ مجتبائی دہلی

[ف1] نیند کے علاوہ باقی نواقض کا انبیاء کے لیے حکم۔ [ف2] جنون سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔
[ف3] قہقہہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

Marfat.com

القہستانی لانقض من الانبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام فلاحاجۃ الی تخصیص النوم بعدم النقض وحینئذ یکون وضوءھم تشریعا للامم[1] اھ وتبعہ ولدہ السید ابو السعود لکن استثنی الاغماء والغشی بدلیل ماعن المبسوط قال واصرح منہ ماوجدتہ بخط شیخنا ای ابیہ حیث قال ونوم الانبیاء لاینقض واغماؤھم وغشیھم ناقض[2] اھ قال والحاصل ان ماذکرہ القہستانی من تعمیم عدم النقض بالنسبۃ لماعدا الاغماء والغشی والایلزم ان یکون کلامہ منافیا لما سبق عن المبسوط[3] اھ ورأیتنی کتبت علیہ **اقول اولا** لاغرو فی المنافاۃ بعد اختلاف الروایات **وثانیا** لایظھر ولن یظھر وجہ اصلا یفید النقض بالغشی والاغماء لا بالفضلات بل الظاھر ان الغشی والاغماء مثل النوم لان النقض بھما انما ھو حکما لما عسی ان یخرج فالظاھر عدم نقض وضوئھم صلی اللہ تعالٰی علیھم وسلم بھما مثلہ وان قیل بالنقض بمثل البول لا لانہ منھم نجس حقیقۃ بل فی حقھم خاصۃ لعظم شانھم وعلو مکانھم علیھم الصلٰوۃ والسلام ابدا من رجحانھم اھ ثم رأیت العلامۃ ط

اس پر سید علی الازہری نے قہستانی کی عبارت سے اعتراض کیا ہے کہ "انبیاء علیہم السلام کا وضو نہیں ٹوٹتا ہے لہذا نیند کے ساتھ وضو کے نہ ٹوٹنے کی تخصیص کرنا کچھ معنی نہیں رکھتا ہے۔ اس صورت میں انبیاء علیہم السلام کا وضو محض تعلیمات کے لیے ہوگا اھ ان کے بیٹے سید ابو السعود نے بھی ان کی تائید کی ہے لیکن مبسوط کے باعث انہوں نے غشی اور اغماء کا استثناء کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: "اس سے زیادہ صریح میں نے اپنے باپ اور شیخ کے ہاتھ سے لکھا ہُوا پایا ہے وہ فرماتے ہیں انبیاء کی نیند ناقضِ وضو نہیں اور ان کی غشی اور اغماء ناقضِ وضو ہے" اھ
انہوں نے فرمایا کہ خلاصہ یہ ہے کہ قہستانی نے عدم نقض کو جو عام کیا ہے وہ غشی اور اغماء کے علاوہ باقی نواقض کی بہ نسبت ہے ورنہ ان کے کلام میں جو مبسوط سے نقل کیا تھا تناقض لازم آئیگا اھ

اقول اول: میں سمجھتا ہُوں کہ روایات کے اختلاف کی وجہ سے اگر منافاۃ پیدا ہوجائے تو حرج نہیں ہے۔

دوم، غشی اور اغماء سے وضو کے ٹوٹنے کی نہ کوئی وجہ ہے اور نہ ہوسکتی ہے بلکہ ظاہر یہی ہے کہ غشی اور اغماء نیند ہی کی طرح ہے کیونکہ ان دونوں احوال سے وضو کا ٹوٹنا اس خطرہ کی وجہ سے ہے کہ

---

[1] طحطاوی علی الدر المختار، نواقض وضو بیروت ۱/۸۲
[2] فتح المعین، نواقض وضو سعید کمپنی کراچی ۱/۴۷
[3] ایضاً

Marfat.com

نقل فی حاشیۃ المراقی بعد جزمہ ان لا نقض من الانبیاء علیھم الصلاۃ والسلام مما ینحو منحی بعض ما ذکرت حیث قال بحث فیہ بعض الحذاق بانہ اذا کان الناقض الحقیقی المتحقق غیر ناقض فالحکمی المتوھم اولی علی ان ما فی المبسوط لیس بصریح ولو سلم فیحمل علی انہ روایۃ اھ[1] واعتمد فی حاشیۃ الدر ما مشی علیہ ابو السعود قال وظاھرہ ان الاغماء والغشی نفسھما ناقضان لما لا یخلون عنہ والا لکانا غیر ناقضین فی حقھم ایضا اھ[2]

شاید اس حال میں کوئی چیز ناقضِ وضو جسم سے خارج ہوجائے، تو ظاہر یہی ہے کہ ان دونوں چیزوں سے انبیاء علیہم السلام کا وضو نہ ٹوٹے۔ اگرچہ پیشاب اور اسی کی مثل دوسری چیزوں سے وضو کے ٹوٹ جانے کا قول کیا گیا ہے، مگر وہ اس لیے نہیں کہ یہ امور انبیا علیہم السلام سے نجس ہیں بلکہ یہ چیزیں ان سے نجس نہیں ہیں، اور یہ ان پر اللہ کا فضل ہے اھ

علامہ "ط" نے مراقی الفلاح کے حاشیہ پر یہ جزم کرنے کے بعد کہ انبیا کا وضو نہیں ٹوٹتا ہے تقریباً وہی بات کہی ہے جو میں نے ذکر کی ہے وہ فرماتے بعض سمجھدار علماء نے فرمایا ہے کہ جب انبیاء علیہم السلام کا وضو حقیقی نواقض سے نہیں ٹوٹتا ہے، تو وہمی نواقض سے کیسے ٹوٹے گا، علاوہ ازیں جو مبسوط میں ہے وہ صریح نہیں ہے اور اگر مان بھی لیا جائے تو یہ صرف ایک روایت ہے اھ

اور در کے حاشیہ میں ابو السعود کے قول پر اعتماد کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اغماء اور غشی بذاتِ خود نواقضِ وضو سے ہیں، ورنہ ان کے حق میں بھی غیر ناقض ہوتے اھ

اقول ھذا ان تم[1] یصلح جوابا عن بحث بعض الحذاق لکن[2] الذی علیہ کلمات العلماء عدھما کالنوم من النواقض الحکمیۃ وھو مفاد الھدایۃ حیث علل الاغماء بالاسترخاء ونقل العلامۃ ش عن ابن عبد الرزاق عن المواھب اللدنیۃ نبہ لسبکے

اقول یہ اگر ثابت ہوجائے تو علماء کی مذکورہ بحث کا جواب ہوسکتا ہے لیکن علماء کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دونوں بھی نواقض حکمیہ وضو سے ہیں اور ہدایہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے اغماء کے ناقض وضو ہونے کی وجہ استرخاء قرار دی ہے اور علامہ ش نے ابن عبد الرزاق سے

---

[1] طحطاوی علی المراقی، نواقض وضو ازہریہ مصر ص ۵۳

[2] طحطاوی علی الدر المختار، نواقض وضو مطبوعہ بیروت ۱/۸۲

Marfat.com

علی ان اغماءھم علیھم الصلاۃ والسلام یخالف اغماء غیرھم وانما ھو عن غلبۃ الاوجاع للحواس الظاھرۃ دون القلب وقد ورد تنام اعینھم لاقلوبھم فاذا حفظت قلوبھم من النوم الذی ھو اخف من الاغماء فمنہ بالاولٰی اھ وبہ یتجہ البحث قلت والعجب ان السید ط ذکرہ ھذا الاستظہار عاد فاورد البحث ثم قال ھذا ینافی ما ذکرہ الملا علی القاری فی شرح الشفاء من الاجماع علی انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی نواقض الوضوء کالامۃ الا ماصح من استثناء النوم لانہ کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تنام عیناہ ولا ینام قلبہ وقد حکی فی الشفاء قولین بالطھارۃ والنجاسۃ فی الحدثین منہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اھ

مواہب اللدنیہ سے نقل کیا ہے کہ سبکی نے اس امر پر تنبیہ کی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا اغما دوسروں کے اغما سے مختلف ہوتا ہے، اس کی حقیقت صرف اس قدر ہوتی ہے کہ حواس ظاہرہ پر درد کا غلبہ ہوجاتا ہے لیکن دل اس سے محفوظ رہتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ "انبیاء کی آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا ہے"۔ اب جب کہ ان کے دل نیند سے محفوظ ہیں جو اغماء سے کم تر درجہ کی چیز ہے تو دل اغماء سے بدرجۂ اولٰی محفوظ رہے گا اھ اور اس تقریر سے بحث کی وجہ معلوم ہوتی ہے۔

قلت اس امر پر تعجب ہے کہ سید "ط" نے اس استظہار کے بعد بحث وارد کی ہے، پھر فرمایا کہ ملا علی قاری نے شرح شفاء میں جو اجماع ذکر کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حال نواقض وضو میں عام امت کا سا ہے سوائے اس کے کہ نیند سے آپ کا وضو نہیں ٹوٹتا ہے کیونکہ آپ کی آنکھیں سوتی تھیں مگر دل نہیں سوتا تھا۔ ملا علی قاری نے جو کچھ کہا ہے یہ بحث اس کے خلاف جاتی ہے۔ اور شفاء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حدثوں کی بابت طہارت و نجاست کے دو قول منقول ہیں اھ

اقول والقول الفصل عندی ان لانقض منھم صلی اللہ تعالٰی علیھم وسلم بالنوم والغشی ونحوھما مما یحکم

اقول میرے نزدیک قول محکم یہ ہے کہ نیند، غشی وغیرہ سے انبیاء علیہم السلام کا وضو نہیں ٹوٹتا ہے، یعنی ان تمام چیزوں سے

---

[1] بحوالہ ردالمحتار، نواقض وضو مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۰۶

[2] طحطاوی علی الدرالمختار ،، مطبوعہ بیروت ۱/۸۲

ف: انبیاء کی غشی وبیہوشی دوسروں سے مختلف ہے۔

Marfat.com

فیہ بالحدث لمکان الغفلۃ واما النواقض الحقیقۃ منا فتنقض منھم ایضا صلوات اللہ تعالٰی علیھم وسلامہ علیھم لا لانھا نجسۃ کلا بل ھی طاھرۃ بل طیبۃ حلال الاکل و الشرب لنا من نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما دل علیہ غیرما حدیث بل لانھا نجاسۃ فی حقھم صلی اللہ تعالٰی علیھم وسلم لرفعۃ مکانھم ونھایۃ نزاھۃ شانھم کما اشرت الیہ فھذا ما نختارہ ونرجوا ان یکون صوابا ان شاء اللہ تعالٰی والعجب ان العلامۃ القھستانی مع تصریحہ بما مرجعل ھذا البحث مستغنی عنہ فقال ولا نقضاء زمن الانبیاء علیھم الصلوۃ والسلام لا یحتاج فی ھذا الکتاب الی ان یقال ان نومھم غیر ناقض اھ[1]

جن سے غفلت کے باعث وضو ٹوٹتا ہے انبیاءِ کرام کا وضو نہیں ٹوٹتا ہے، اور جو حقیقی نواقض ہیں ان سے انبیاء کرام کا وضو ٹوٹتا ہے مگر اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ وہ نجس ہیں بلکہ وہ طاہر وطیب ہیں ہمارے لیے ان کا کھانا پینا حلال ہے، اس پر متعدد احادیث دلالت کرتی ہیں بلکہ نقضِ وضو کی علت یہ ہے کہ ان کی رفعتِ شان کے باعث یہ چیزیں خود ان کے حق میں نجس ہیں ہمارے نزدیک یہی مختار ہے اور امید ہے کہ یہی ان شاء اللہ درست ہوگا۔

اور تعجب کی بات ہے کہ علامہ قہستانی نے اس امر کی تصریح کے باوجود فرمایا کہ اس بحث کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا زمانہ اب گزر چکا ہے اب یہ بتانے کی اس کتاب میں حاجت نہیں ہے کہ ان کی نیند غیر ناقض ہے اھ

اقول بلی[2] لیوشکن ان ینزل عیسی بن مریم علیھما الصلوۃ والسلام علا ان العلم بخصائصھم ومناقبھم علیھم الصلاۃ والسلام مطلوب مرغوب وکانہ یشیر الی الجواب عن ھذا بقولہ فی ھذا الکتاب ای ان محلہ کتب الفضائل دون الفقہ وفیہ[3] ان الطالب ربما یطلع علی حدیث الصحاح انہ صلی اللہ

میں کہتا ہوں کہ اس کی ضرورت ہے کیونکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام بلاشک نازل ہوں گے اور پھر انبیاء علیہم السلام کے مناقب وفضائل کا علم ضروری ہے غالباً ان کی مراد "فی ھذا الکتاب" سے یہ ہوگی کہ اس بحث کا مقام فضائل کی کتب ہیں نہ کہ فقہ کی۔ پھر یہ بھی ہے کہ کوئی طالب صحاح کی یہ حدیث پڑھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے اور

---

[1] جامع الرموز، نواقض وضو مطبوعہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۳۷

Marfat.com

تعالیٰ علیہ وسلم نام حتی نفخ فاتاہ بلال فاذنہ بالصلاۃ فقام وصلی ولم یتوضأ[1] فینبغی اعلامہ ان ھذا من خصائصہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

خراٹے لینے لگے یہاں تک کہ حضرت بلال آئے اور انہوں نے آپ کو جگایا تو آپ اُٹھے اور بلا وضو کئے آپ نے نماز ادا کی، تو طالب علم کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے۔

ثم من المتفرع علی ان النوم نفسہ لیس بناقض مافی حاشیۃ العلامۃ احمد ابن الشلبی علی التبیین سئلت عن شخص بہ انفلات ریح ھل ینتقض وضوءہ بالنوم فاجبت بعدم النقض بناء علی ماھو الصحیح ان النوم نفسہ لیس بناقض وانما الناقض مایخرج ومن ذھب الی ان النوم نفسہ ناقض لزمہ نقض وضوء من بہ انفلات الریح بالنوم واللہ تعالیٰ اعلم[2] ونقلہ ط علی مراقی الفلاح فاقرلکن قال فی النھر ینبغی ان یکون عینہ ای النوم ناقضا اتفاقا فیمن فیہ انفلات ریح اذ مالا یخلو عنہ النائم لو تحقق وجودہ لم ینقض فالمتوھم اولی اھ[3] نقلہ ش۔

پھر نیند کے فی نفسہ ناقض نہ ہونے پر ایک تفریع وہ ہے جو علامہ احمد ابن شلبی کے حاشیہ علی التبیین میں ہے، اور وہ یہ ہے، مجھ سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کو خروجِ ریح کا عارضہ ہے کیا اس کا وضو نیند سے ٹوٹ جائے گا؟ میں نے جواب دیا کہ اس کا وضوء نہیں ٹوٹے گا کیونکہ صحیح یہ ہے کہ نیند فی نفسہ ناقض وضو نہیں ہے۔ اصل میں وہ چیز ناقض وضو ہے جو خارج ہوتی ہے، البتہ جو لوگ نیند کو فی نفسہ ناقض وضو قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک جس شخص کو عارضہ ریح ہو اس کا وضو نیند سے ٹوٹ جائے گا، واللہ تعالیٰ اعلم، اھ۔

اس کو "ط" نے مراقی الفلاح پر نقل کیا اور برقرار رکھا لیکن نہر میں فرمایا کہ چاہیے تو یہ کہ یہ نیند فی نفسہ ناقض وضو اتفاقاً ہو اس شخص کے حق میں جس کو خروج ریح کا عارضہ ہو، کیونکہ جو امور عام طور پر سونے والے کو لاحق ہوتے ہوں اگر وہ پائے جائیں تو وضو

---

[1] جامع للبخاری، باب الدعا اذا انتبہ من اللیل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۳۵

[2] شلبی علی حاشیۃ تبیین الحقائق نواقض وضو بولاق مصر ۱/۱۰

[3] رد المحتار، نواقض وضو مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۰۴

ف: مرض ریح والے کے وضو کا مسئلہ۔

Marfat.com

نہ ٹوٹے گا تو جو امر متوہم ہوں ان سے نہ ٹوٹنا اولٰی ہے اھ اس کو ''ش'' نے نقل کیا ہے۔

اقول ظاهره يشبه التناقض فان مفاد التعليل عدم النقض اذ لما علمنا ان النوم لا ينقض بنفسه بل لما يتوهم فيه وههنا محققه لا ينقض فما ظنك بالموهوم وجب الحكم بعدم النقض لكن محط نظره رحمه الله تعالٰی استبعاد ان يصلی الرجل العشاء فی اول الوقت فينام ولا يزال مستغرقا فی النوم طول الليل الی قبيل الصباح ثم يقوم كما هو فيجعل يصلی التهجد ولا يمس ماء فاضطر الی الحكم بجعل النوم نفسه ناقضا فی حقه۔

اقول بظاہر اس قول میں تناقض نظر آتا ہے کیونکہ تعلیل سے تو معلوم ہوتا ہے کہ وضو نہیں ٹوٹے گا کیونکہ جب ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ نیند فی نفسہ ناقض نہیں، بلکہ اس چیز کی وجہ سے ناقض ہے جو اس میں متوہم ہے اور یہاں متحقق ہے تو وضو نہ ٹوٹے گا تو پھر موہوم کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ کہ عدم نقض کا حکم ہوا، لیکن ان کے پیش نظر یہ امر مستبعد ہے کہ ایک شخص اول وقت میں عشاء پڑھے اور سو جائے اور پھر صبح سے کچھ پیشتر تک سوتا ہی رہے، اور پھر اٹھ کر تہجد ادا کرے اور پانی کو ہاتھ نہ لگائے، ایسی صورت میں وہ اس امر پر مجبور ہوئے کہ نیند کو فی نفسہ اس کے حق میں ناقضِ وضو قرار دیں۔

اقول كيف يعدل عن حق معول لمجرد استبعاد لا جرم ان قال الشامی بعد نقله فيه نظر والاحسن ما فی فتاوی ابن الشلبی[1] اھ

اقول محض استبعاد کی وجہ سے حق کو کیونکر چھوڑا جا سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ شامی نے اس کو نقل کرنے کے بعد فرمایا ''فیہ نظر'' اور احسن وُہ ہے جو ابن شلبی کے فتاوٰی میں ہے اھ

اقول ولا تظن ان النوم مظنة الانتشار والانتشار مظنة خروج المذی فان المظنة الثانية غير مسلمة لعدم الغلبة ولذا قال فی الحلية اذا لم يكن الرجل مذاء فالانتشار لا يكون مظنة تلك البلة[2] اھ ولذا صرحوا بعدم سنية الاستنجاء من

اقول یہ گمان نہ کیا جائے کہ نیند میں عام طور پر انتشار (آلہ) کا احتمال ہوتا ہے اور انتشار میں مذی کے نکلنے کا احتمال ہوتا ہے، کیونکہ دوسرا گمان مسلّم نہیں ہے کیونکہ اس کا غلبہ نہیں ہے اور اس لیے حلیہ میں فرمایا کہ اگر کسی شخص کو مذی کا خروج بکثرت نہیں ہوتا ہے تو انتشار سے اس

---

[1] ردالمحتار، نواقض الوضوء النوم مصطفی البابی مصر ۱/۱۰۴
[2] حلیہ

Marfat.com

النوم کما فی الدر وغیرہ فالاظھر ما ذکر ابن الشلبی ولیتأمل عند الفتوی فانہ شیئ لا نص فیہ عن الائمۃ واللہ المرجو لکشف کل غمۃ ولنسم ھذا التحریر **نبہ القوم ان الوضوء من ای نوم** ۱۳۲۵ھ والحمد للہ علی ما علم وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا وآلہ وصحبہ وسلم واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

تری کا گمان نہیں ہوگا اھ اور اس لیے فقہاء نے نیند سے اُٹھنے کے بعد استنجاء کے مسنون ہونے کی صراحت کی ہے، جیسا کہ دُر وغیرہ میں ہے، پس اظہر وہی ہے جو ابن شلبی نے کہا ہے، فتوٰی دیتے وقت اس پر غور کرلیا جائے کہ اس میں ائمہ سے کوئی صراحت موجود نہیں واللہ المرجو لکشف کل غُمۃ، اس رسالہ کا نام نبہ القوم ان الوضوء من ای النوم (۱۳۲۵ھ) قوم کو متنبہ کرنا کہ کون سی نیند سے وضوء لازم ہے والحمد للہ علی ما علم وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا وآلہ وصحبہ وسلم واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

Marfat.com

باب الغسل

خلاصۃ تبیان الوضوء

وضو کے بیان کا خلاصہ (ت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

مسئلہ ۱۲ مسئولہ مولوی علی احمد صاحب مصنف تہذیب الصبیان ۱۵ جمادی الاولٰی ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ فرائضِ غسلِ جنابت جو تین ہیں ان میں مضمضہ و استنشاق و اسالۃ الماء علی کل البدن سے کیسا مضمضہ و استنشاق و اسالۂ ماء مراد ہے، بینوا توجروا۔

الجواب

مضمضہ سارے دہن کا مع اس کے ہر گوشے پرزے کنج کے حلق کی حد تک دھلنا درمختار میں ہے فرض الغسل غسل کل فمہ[1] (غسل کے فرائض میں پورے منہ کا دھونا ہے۔ ت)

ردالمحتار میں ہے:

عبر عن المضمضۃ بالغسل لافادۃ الاستیعاب[2] اھ مضمضہ کو غسل سے تعبیر کیا ہے تاکہ استیعاب کا

---

[1] الدرالمختار، فرائض غسل مجتبائی دہلی ۱/ ۲۸

[2] ردالمحتار، فرائض الغسل ۱/ ۱۱۲

Marfat.com

وفی افادتہ بنفس ھٰذا اللفظ کلام قدمہ فی الوضوء والصحیح ان مفیدہ لفظ کل۔

کا فائدہ دے اھ اور لفظ غسل سے اس افادہ میں کلام ہے جو وضو کے باب میں بیان کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ بات لفظ "کل" سے معلوم ہوتی ہے۔ ت

اقول وعلی التسلیم فلیست دلالتہ علی الاستیعاب ظاھرۃ کدلالۃ کل فلا یرد ما قال ش ان علی الاول لاحاجۃ الی زیادۃ کل[1]

اقول اور مان بھی لیا جائے تو اس کی دلالت استیعاب پر لفظ کل کی دلالت کی طرح ظاہر نہیں ہے تو علامہ "ش" کا یہ اعتراض کہ پہلی صورت میں لفظ کل کے اضافہ کی ضرورت نہیں وارد نہیں ہوتا۔

اسی میں بحر الرائق سے ہے،

المضمضۃ اصطلاحا استیعاب الماء جمیع الفم[2]۔

مضمضہ کے معنی اصطلاح میں پانی سے پورے منہ کو گھیرنے کے ہیں۔

اور ہم نے دھلنا کہا دھونا نہ کہا اس لیے کہ طہارت میں کچھ اپنا فعل یا قصد شرط نہیں پانی گزرنا چاہیے جس طرح ہو۔

اقول وبہ ظھر ان عبارۃ البحر احسن من عبارۃ الدر الا ان یجعل الغسل مبنیا للمفعول ای مغسولیۃ کل فمہ۔

اقول اس سے معلوم ہوا کہ بحر کی عبارت در کی عبارت سے احسن ہے، ہاں یہ صورت ہوسکتی ہے کہ غسل کو مبنی للمفعول قرار دیا جائے، یعنی مغسولیۃ کل فمہ۔

آج کل بہت بے علم اس مضمضہ کے معنی صرف کُلّی کے سمجھتے ہیں کچھ پانی منہ میں لے کر اُگل دیتے ہیں کہ زبان کی جڑ اور حلق کے کنارہ تک نہیں پہنچتا، یوں غسل نہیں اُترتا، نہ اُس غسل سے نماز ہوسکے نہ مسجد میں جانا جائز ہو بلکہ فرض ہے کہ داڑھوں کے پیچھے گالوں کی تہ میں دانتوں کی جڑ میں دانتوں کی کھڑکیوں میں حلق کے کنارے تک ہر پرزے پر پانی بہے یہاں تک کہ اگر کوئی سخت چیز کہ پانی کے بہنے کو روکے گی دانتوں کی جڑ یا کھڑکیوں

---

[1] ردالمحتار، فرائض غسل مصطفی البابی مصر ۱/۱۱۲
[2] ردالمحتار سنن وضو مصطفی البابی مصر ۱/۸۵

Marfat.com

وغیرہ میں حائل ہو تو لازم ہے کہ اُسے جُدا کرکے کُلّی کرے ورنہ غسل نہ ہوگا ہاں اگر اُس کے جُدا کرنے میں حرج و ضرر و اذیت ہو جس طرح پانوں کی کثرت سے جڑوں میں چونا جم کر متحجر ہو جاتا ہے کہ جب تک زیادہ ہو کر آپ ہی جگہ نہ چھوڑ دے چھڑانے کے قابل نہیں ہوتا یا عورتوں کے دانتوں میں مسی کی ریخیں جم جاتی ہیں کہ ان کے چھیلنے میں دانتوں یا مسوڑھوں کی مضرت کا اندیشہ ہے تو جب تک یہ حالت رہے گی اس قدر کی معافی ہوگی فان الحرج مدفوع بالنص۔

درمختار میں ہے:

لا یمنع طعام بین اسنانہ او فی سنہ المجوف بہ یفتی وقیل ان صلبا منع وھو الاصح[1]

نہیں منع کرے گا کوئی کھانا جو اس کے دانتوں میں یا کسی ایک کھوکھل دانت میں پھنسا ہوا ہو، اس پر فتوی ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ اگر کھانا سخت ہو تو منع کرے گا، یہی اصح ہے۔ ت

ردالمحتار میں ہے:

قولہ بہ یفتی صرح بہ فی الخلاصۃ وقال لان الماء شیئ لطیف یصل تحتہ غالبا اھ ویرد علیہ ما قدمناہ انفا ای ان مجرد الوصول غیر کاف بل الواجب الاسالۃ والتقاطر) ومفادہ ای مفاد ما فی الخلاصۃ عدم الجواز اذا علم انہ لم یصل الماء تحتہ (ای لان غلبۃ الوقوع لاتعارض العلم بعدم الوقوع) قال فی الحلیۃ وھو اثبت قولہ وھو الاصح صرح بہ فی شرح المنیۃ وقال لامتناع نفوذ الماء مع عدم الضرورۃ والحرج اھ ولا یخفی ان ھذا التصحیح لاینافی ما قبلہ[2] اھ ملخصا مزیدا منا

ان کا قول بہ یفتی کی تصریح خلاصہ میں ہے انہوں نے کہا کہ پانی ایک لطیف چیز ہے عام طور پر نیچے تک پہنچ جاتا ہے اھ اور اس پر ہمارا مذکور اعتراض وارد ہوتا ہے، (یعنی یہ اعتراض کہ صرف پہنچنا کافی نہیں بلکہ بہانا اور قطروں کا ٹپکانا ضروری ہے) اور جو کچھ خلاصہ میں ہے اس کا مفہوم عدم جواز ہے جب یہ پتا چل جائے کہ پانی اس کے نیچے تک نہیں پہنچا (کیونکہ غلبہ وقوع عدم وقوع کے علم سے معارض نہیں ہوتا ہے) حلیہ میں کہا کہ یہ اثبت ہے ان کے قول وھو الاصح کی تصریح شرح منیہ میں ہے، انہوں نے فرمایا کہ پانی کا نفوذ ممتنع ہے اور ضرورۃ و حرج بھی نہیں اھ اور یہ مخفی نہ رہے کہ یہ تصحیح ماقبل کے

[1] الدرالمختار، فرائض غسل مجتبائی دہلی ۱/ ۲۹
[2] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۱۴

Marfat.com

مابین الاہلۃ۔ منافی نہیں اھ ہلالین کے درمیان ہم نے زاید کیا ہے باقی خلاصہ ہے۔ ت

بالجملہ غسل میں ان احتیاطوں سے روزہ دار کو بھی چارہ نہیں، ہاں غرغرہ اسے نہ چاہیے کہ حلق سے نیچے نہ اتر جا
غیر روزہ دار کے لیے غرغرہ سنت ہے۔ درمختار میں ہے:

سنتہ المبالغۃ بالغرغرۃ لغیر الصائم لاحتمال الفساد[1] اس کی سنت غرغرہ میں مبالغہ کرنا ہے اس شخص کے لیے جو روزہ دار نہ ہو کیونکہ فساد کا احتمال ہے ت

اُسی کے بیان غسل میں ہے:

سننہ کسنن الوضوء سوی الترتیب[2] الخ (اس کی سنتیں وضو کی سنتوں کی طرح ہیں سوائے ترتیب کے۔ ت

استنشاق ناک کے دونوں نتھنوں میں جہاں تک نرم جگہ ہے یعنی سخت ہڈی کے شروع تک دھلنا۔ ردالمحتار میں بحرالرائق سے ہے:

الاستنشاق اصطلاحا ایصال الماء الی المارن ولغۃ من النشق وھو جذب الماء ونحوہ بریح الانف الی داخلہ[3] استنشاق اصطلاح میں ناک کے نرمہ تک پانی کے پہنچانے کو کہتے ہیں اور لغت میں یہ لفظ نشق سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں پانی وغیرہ کو ناک کی ہوا سے اندر لیجا

اُسی میں قاموس سے ہے:

المارن مالان من الانف[4] (مارن جو ناک کے نرمہ سے سخت ہڈی تک کا حصہ ہے)

اور یہ یونہی ہوسکے گا کہ پانی لے کر سونگھے اور اوپر کو چڑھائے کہ وہاں تک پہنچ جائے لوگ اس کا بالکل خیال نہیں کرتے اوپر ہی اوپر پانی ڈالتے ہیں کہ ناک کے سرے کو چھو کر گر جاتا ہے بانسے میں جتنی نرم جگہ ہے اس سب کو دھونا تو بڑی بات ہے ظاہر ہے کہ پانی کا بالطبع میل نیچے کو ہے اوپر بے چڑھائے ہرگز نہ چڑھے گا افسوس کہ عوام تو عوام بعض پڑھے لکھے بھی اس بلا میں گرفتار ہیں۔ کاش استنشاق کے لغوی معنے پر ہی نظر کرتے تو اس آفت میں نہ پڑتے استنشاق سانس کے ذریعہ سے کوئی چیز ناک کے اندر چڑھانا ہے نہ کہ ناک کے کنارہ کو چھو جانا وضو میں تو خیر اس کے ترک کی

---

[1] الدرالمختار، سنن الوضو مجتبائی دہلی ۱/۲۱

[2] ایضاً ۱/۲۹

[3] ردالمحتار، سنن الوضو مصطفی البابی مصر ۱/۸۵

[4] ایضاً ۱/۸۶

Marfat.com

عادت ڈالے سے سنت چھوڑنے ہی کا گناہ ہو گا کہ مضمضہ و استنشاق بمعنی مذکور دونوں وضو میں سنتِ موکدہ ہیں کما فی الدر المختار[1] اور سنت موکدہ کے ایک آدھ بار کے ترک سے اگرچہ گناہ نہ ہو عتاب ہی کا استحقاق ہو مگر بار ہا ترک سے بلاشبہ گنہ گار ہوتا ہے کما فی رد المحتار وغیرہ من الاسفار، تاہم وضو ہو جاتا ہے اور غسل تو ہرگز اُترے ہی گا نہیں جب تک سارا منہ حلق کی حد تک اور سارا نرم بانسہ سخت ہڈی کے کنارہ تک پورا نہ دھل جائے یہاں تک کہ علماء فرماتے ہیں کہ اگر ناک کے اندر کثافت جمی ہے تو لازم کہ پہلے اسے صاف کرے ورنہ اس کے نیچے پانی نے عبور نہ کیا تو غسل نہ ہو گا، درمختار میں ہے:

فرض الغسل غسل انفہ حتی ماتحت الدرن[1] — غسل کا فرض ناک دھونا ہے حتی کہ میل کے نیچے تک۔

اس احتیاط سے بھی روزہ دار کو مفر نہیں، ہاں اس سے اوپر تک اُسے نہ چاہیے کہ کہیں پانی دماغ کو نہ چڑھ جائے غیر روزہ دار کے لیے یہ بھی سنت ہے۔ درمختار میں ہے:

سنتہ المبالغۃ بمجاوزۃ المارن لغیر الصائم[2] — ناک کے کنارہ تک پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا روزہ دار کے لیے سنت ہے۔

اسالۃ الماء علی ظاہر البدن

سر کے بالوں سے تلووں کے نیچے تک جسم کے ہر پرزے رونگٹے کی بیرونی سطح پر پانی کا تقاطر کے ساتھ بہ جانا سوا اُس موضع یا حالت کے جس میں حرج ہو جس کا بیان عنقریب آتا ہے۔ درمختار میں ہے:

یفرض غسل کل مایمکن من البدن بلاحرج[3] (بلا حرج جسم کے ہر حصہ پر جو ممکن ہو دھونا فرض ہے)

لوگ یہاں دو قسم کی بے احتیاطیاں کرتے ہیں جن سے غسل نہیں ہوتا اور نمازیں اکارت جاتی ہیں۔

اوّلاً، غسل بالفتح کے معنی میں نافہمی کہ بعض جگہ تیل کی طرح چپڑ لیتے ہیں یا بھیگا ہاتھ پہنچ جانے پر قناعت کرتے ہیں حالانکہ یہ مسح ہوا غسل میں تقاطر اور پانی کا بہنا ضرور ہے جب تک ایک ایک ذرّے پر پانی بہتا ہوا نہ گزرے گا غسل ہرگز نہ ہو گا۔ درمختار میں ہے:

غسل ای اسالۃ الماء مع التقاطر[4] (غسل یعنی پانی بہانا قطرے ٹپکنے تک)

ردالمحتار میں ہے: البل بلا تقاطر مسح[5] (تری بغیر قطرے ٹپکے مسح ہے)

---

[1] الدر المختار، فرائض غسل مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۸

[2] ؍ ؍ ، سنن الوضو ۱/۲۱

[3] الدر المختار، فرائض الغسل ۱/۲۸ [4] الدر المختار، فرائض الوضو ۱/۱۹ [5] رد المحتار، فرائض الغسل ۱/۱۰۲

Marfat.com

اُسی میں ہے :

لو لم یسل الماء بان یستعملہ استعمال الدھن لم یجز[1] — اگر پانی نہ بہائے بلکہ صرف تیل کی طرح چپڑ لے تو یہ جائز نہیں۔

ثانیاً : پانی ایسی بے احتیاطی سے بہاتے ہیں کہ بعض مواضع بالکل خشک رہ جاتے ہیں یا اُن تک کچھ اثر پہنچتا ہے تو وہی بھیگے ہاتھ کی تری۔ اُن کے خیال میں شاید پانی میں ایسی کرامت ہے کہ ہر کنج و گوشہ میں آپ دوڑ جائے کچھ احتیاط خاص کی حاجت نہیں حالانکہ جسم ظاہر میں بہت مواقع ایسے ہیں کہ وہاں ایک جسم کی سطح دوسرے جسم سے چھپ گئی ہے یا پانی کی گزرگاہ سے جدا واقع ہے کہ بے لحاظ خاص پانی کا اُس پر بہنا ہرگز مظنون نہیں اور حکم یہ ہے کہ اگر ایک ذرہ بھر جگہ یا کسی بال کی نوک بھی پانی بہنے سے رہ گئی تو غسل نہ ہوگا اور نہ صرف غسل بلکہ وضو میں بھی ایسی ہی بے احتیاطیاں کرتے ہیں کہیں ایڑیوں پر پانی نہیں بہتا کہیں کہنیوں پر کہیں ماتھے کے بالائی حصے پر کہیں کانوں کے پاس کنپٹیوں پر، ہم نے اس بارہ میں ایک مستقل تحریر لکھی ہے اُس میں ان تمام مواضع کی تفصیل ہے جن کا لحاظ و خیال وضو و غسل میں ضرور ہے مردوں اور عورتوں کی تفریق اور طریقہ احتیاط کی تحقیق کے ساتھ ایسی سلیس و روشن بیان سے مذکور ہے جسے بعونہٖ تعالیٰ ہر جاہل بچہ عورت سمجھ سکے یہاں اجمالاً ان کا شمار کئے دیتے ہیں۔

ضروریاتِ وضو مطلقاً یعنی مرد و عورت سب کے لیے :

۱۔ پانی مانگ یعنی ماتھے کے سرے سے پڑنا بہت لوگ لپ یا چلّو میں پانی لے کر ناک یا ابرو یا نصف ماتھے پر ڈالتے ہیں پانی تو بہ کر نیچے آیا وہ اپنا ہاتھ چڑھا کر اوپر لے گئے اس میں سارا ماتھا نہ دُھلا بھیگا ہاتھ پھرا اور وضو نہ ہوا۔

۲۔ پٹیاں جھکی ہوں تو انہیں ہٹا کر پانی ڈالے کہ جو حصہ پیشانی کا اُن کے نیچے ہے دُھلنے سے نہ رہ جائے۔

۳۔ بھووں کے بال چھدرے ہوں کہ نیچے کی کھال چمکتی ہو تو کھال پر پانی بہنا فرض ہے صرف بالوں پر کافی نہیں۔

۴۔ آنکھوں کے چاروں کوئے، آنکھیں زور سے بند نہ کرے یہاں کوئی سخت چیز جمی ہوئی ہو تو چھڑا لے۔

۵۔ پلک کا ہر بال پورا بعض وقت کیچڑ وغیرہ سخت ہو کر جم جاتا ہے کہ اُس کے نیچے پانی نہیں بہتا اُس کا چھڑانا ضرور ہے۔

۶۔ کان کے پاس تک کنپٹی ایسا نہ ہو کہ ماتھے کا پانی گال پر اتر جائے اور یہاں صرف بھیگا ہاتھ پھرے

---

[1] ردالمحتار، فرائض الوضوء ۱/۷۰

Marfat.com

۷۔ ناک کا سوراخ[1] اگر کوئی گہنا یا تنکا ہو تو اسے پھرا پھرا کر ورنہ یونہی دھار ڈالے، ہاں اگر بالکل بند ہو گیا ہو تو حاجت نہیں۔
۸۔ آدمی جب خاموش بیٹھے تو دونوں لب مل کر کچھ حصہ چھپ جاتا کچھ ظاہر رہتا ہے یہ ظاہر رہنے والا حصہ بھی دُھلنا فرض ہے۔ اگر کُلّی نہ کی اور منہ دھونے میں لب سمیٹ کر بزور بند کر لیے تو اس پر پانی نہ بہے گا۔
۹۔ ٹھوڑی کی ہڈی اُس جگہ تک جہاں نیچے کے دانت جمے ہیں۔
۱۰۔ ہاتھوں کی آٹھوں گھائیاں۔
۱۱۔ انگلیوں کی کروٹیں کہ ملنے پر بند ہو جاتی ہیں۔
۱۲۔ دسوں ناخنوں کے اندر جو جگہ خالی ہے، ہاں مَیل کا ڈر نہیں۔
۱۳۔ ناخنوں کے سرے سے کُہنیوں کے اوپر تک ہاتھ کا ہر پہلو، چُلّو میں پانی لے کر کلائی پر اُلٹ لینا ہرگز کافی نہیں۔
۱۴۔ کلائی کا ہر بال جڑ سے نوک تک، ایسا نہ ہو کہ کھڑے بالوں کی جڑ میں پانی گزر جائے نوکیں رہ جائیں۔
۱۵۔ آرسی، چھلّے اور کلائی کے ہر گہنے کے نیچے۔
۱۶۔ عورتوں کو پھنسی چُوڑیوں کا شوق ہوتا ہے اُنھیں ہٹا ہٹا کر پانی بہائیں۔
۱۷۔ چوتھائی سر کا مسح فرض ہے پوروں کے سرے گزار دینا اکثر اس مقدار کو کافی نہیں ہوتا۔
۱۸۔ پاؤں کی آٹھوں گھائیاں۔
۱۹۔ یہاں انگلیوں کی کروٹیں زیادہ قابلِ لحاظ ہیں کہ قدرتی ملی ہوئی ہیں۔
۲۰۔ ناخنوں کے اندر کوئی سخت چیز نہ ہو۔
۲۱۔ پاؤں کے چھلّے اور جو گہنا گٹوں پر یا گٹوں سے نیچے ہو اس کے نیچے سیلان شرط ہے۔
۲۲۔ گٹّے
۲۳۔ تلوے ۲۴۔ایڑیاں ۲۵۔ کونچیں

خاص بہ مردان[1]

۲۶۔ مونچھیں

---

[1] ناک کا سوراخ، ہاتھ پاؤں کے چھلّے، کلائی کے گہنے چُوڑیاں ۔ م

Marfat.com

۲۷۔ صحیح مذہب میں ساری داڑھی دھونا فرض ہے یعنی جتنی چہرے کی حد میں ہے نہ لٹکی ہُوئی کہ ہاتھ سے گلے کی طرف کو دباؤ تو ٹھوڑی کے اُس حصّے سے نکل جائے جس پر دانت جمے ہیں کہ اس کا صرف مسح سنّت اور دھونا مستحب ہے۔

۲۸و ۲۹۔ داڑھی مونچھیں چھدری ہوں کہ نیچے کی کھال نظر آتی ہو تو کھال پر پانی بہنا۔

۳۰۔ مونچھیں بڑھ کر لبوں کو چھپالیں تو انھیں ہٹا ہٹا کر لبوں کی کھال دھونا اگرچہ مونچھیں کیسی ہی گھنی ہوں۔

درمختار میں ہے:

ارکان الوضوء غسل الوجه من مبدء سطح جبهته الی منبت اسنانه السفلی طولا وما بین شحمتی الاذنین عرضا فیجب غسل المیاقی وما یظهر من الشفة عند انضمامها[1] (الطبیعی لاعند انضمامها بشدة وتکلف اھ ح وکذا لوغمض عینیه شدیدا لایجوز بحر[2]) وغسل جمیع اللحیة فرض علی المذهب الصحیح المفتی به المرجوع الیه وما عداه من الروایة مرجوع عنه ثم لاخلاف ان المسترسل[3] (وفسره ابن حجر فی شرح المنهاج بما لومد من جهة نزوله لخرج عن دائرة الوجه[4] ثم رایت المصنف فی شرحه علی زاد الفقیر قال وفی المجتبی قال البقالی ومانزل من شعر اللحیة من الذقن

وضو کے ارکان یہ ہیں: چہرہ کا دھونا پیشانی کی سطح کی ابتدا سے نچلے دانتوں کے اگنے کی جگہ تک لمبائی میں اور چوڑائی میں دونوں کانوں کی لو کے درمیان، لہذا کوئے دھونا واجب ہے اور دونوں ہونٹوں کے ملانے کے بعد جو حصہ ظاہر رہتا ہے اس کا دھونا بھی لازم ہے (اس سے مراد فطری طور پر بند ہونا ہے بتکلف بند کرنا مراد نہیں اھ ح اور اسی طرح اگر کسی شخص نے اپنی آنکھیں سختی سے بند کیں تو جائز نہیں، بحر) اور مذہب صحیح، مفتی بہ مرجوع الیہ میں پُوری داڑھی کا دھونا فرض ہے اور اس کے علاوہ جو روایات ہیں وہ مرجوع عنہ ہیں، اور اس میں اختلاف نہیں کہ مسترسل (اور اس کی تفسیر ابن حجر نے شرح منہاج میں اس طرح کی ہے کہ اگر کوئی شخص اس کو جہت نزول سے کھینچے تو

---

[1] الدرالمختار، ارکان وضو مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۸

[2] ردالمحتار، ” ” مصطفی البابی مصر ۱/۷۲

[3] الدرالمختار ” ” مجتبائی دہلی ۱/۱۹

[4] ردالمحتار ” ” مصطفی البابی مصر ۱/۷۴

Marfat.com

ليس من الوجه عندنا خلافا للشافعی اھ[1]) لا يجب غسله ولا مسحه بل يسن (المسح) وان الخفيفة التی تری بشرتها يجب غسل ماتحتها نهر وفی البرهان يجب غسل بشرة لم يسترها الشعر كحاجب وشارب وعنفقة فی المختار[2] (ويستثنی منه ما اذا كان الشارب طويلا يستر حمرة الشفتين لما فی السراجية من ان تخليل الشارب الساتر حمرة الشفتين واجب[3]) اھ ملخصا مزيدا ما بين الاهلة من رد المحتار قلت واستحبابی غسل المسترسل نظرا الی خلاف الامام الشافعی رضی الله تعالٰی عنه لما نصوا عليه من ان الخروج عن الخلاف[ف] مستحب بالاجماع مالم يرتكب مكروه مذهبه[4] كما فی رد المحتار وغيره۔

وہ چہرے کے دائرے سے نکل جائے پھر مصنف نے اس کی شرح میں زاد الفقیر پر کہا ہے کہ مجتبٰی میں بتعالٰی نے کہا کہ داڑھی کے وہ بال جو ٹھوڑی سے لٹکے ہوتے ہیں ہمارے نزدیک چہرے سے نہیں ہیں، اس میں شافعی کا اختلاف ہے اھ) کا نہ تو دھونا واجب ہے اور نہ مسح بلکہ مسنون ہے (یعنی مسح) اور چھدری داڑھی جس کے نیچے کھال نظر آتی ہو اس کے نچلے حصے کا دھونا واجب ہے نہر اور برہان میں ہے کہ جسم کا وہ حصہ جس کو بال ڈھانپے ہوئے نہ ہوں جیسے بھنویں، مونچھیں اور عنفقہ (زیرلب داڑھی، بچی) مختار قول یہی ہے، (اور اس سے وہ لمبی مونچھیں مستثنٰی ہیں جو دونوں ہونٹوں کی سرخی چھپالیں۔ سراجیہ میں ہے کہ لمبی مونچھیں جو ہونٹوں کی سرخی چھپالیں ان میں خلال کرنا ضروری ہے) اھ ملخصا ہلالین کے درمیان ردالمحتار سے اضافہ ہے۔ ہم نے لٹکے ہوئے بالوں کے دھونے کو مستحب قرار دیا ہے، اس کی وجہ امام شافعی کا اختلاف ہے اور اس پر ہمارے علماء نے تصریح کی ہے کہ اختلاف سے بچنا[ف] بالاجماع مستحب ہے بشرطیکہ اپنے مذہب کے مکروہ پر عمل لازم نہ آتا ہو، کما فی ردالمحتار وغیرہ۔

اُسی میں ہے:

سنته تخليل اصابع اليدين والرجلين وهذا بعد دخول الماء خلالها فلو منضمة

اس کی سنت دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں کی انگلیوں کا خلال ہے اور یہ جب ہے جب ان کے

---

[1] ردالمحتار، ارکان وضو مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۷۵
[2] الدرالمختار، 〃 مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹
[3] ردالمحتار، 〃 مصطفی البابی مصر ۱/ ۷۵
[4] الدرالمختار، نواقض الوضوء 〃 مجتبائی دہلی ۱/ ۲۷

ف: اختلاف علماء سے بچنا مستحب ہے۔

Marfat.com

فرض[1] درمیان پانی داخل ہوچکا ہو اور اگر انگلیاں بند ہوں تو خلال واجب ہے۔

اُسی میں ہے :

مستحبہ تحریك خاتمہ الواسع وکذا الضیق ان علم وصول الماء والا فرض[2] — انگوٹھی خواہ تنگ ہو یا کھلی اس کو حرکت دینا مستحب ہے، یہ اس وقت ہے جبکہ پانی پہنچ جانے کا علم ہو ورنہ فرض ہے۔

اُسی میں ہے :

ومن الآداب تعاھد موقیہ وکعبیہ وعرقوبیہ واخمصیہ[3] — اور اپنے دونوں کوئے، ٹخنوں کونچیں اور تلوے میں پانی پہنچانے کا اہتمام کرے۔

قلت وھذا ان کان الماء یسیل علیھا وان لم یتعاھد والا فرض کنظائرہ السابقۃ۔ — قلت یہ بھی اس صورت میں ہے جبکہ ان اعضاء پر اگر پانی بہہ گیا ہو اگرچہ اس کا پورا اہتمام نہ ہو ورنہ فرض کفایہ ہے جیسے اس کی نظائر میں جو گزریں۔

ضروریات غسل مطلقاً ظاہر ہے کہ وضو میں جس جس عضو کا دھونا فرض ہے غسل میں بھی فرض ہے تو یہ سب اشیاء یہاں بھی معتبر اور ان کے علاوہ یہ اور زائد۔

۳۱ - سر کے بال کہ گندھے ہوئے ہوں ہر بال پر جڑ سے نوک تک پانی بہنا۔

۳۲ - کانوں میں بالی پتے وغیرہ زیوروں کے سوراخ کا غسل میں وہی حکم ہے جو ناک میں بلاق وغیرہ کے چھید کا غسل و وضو دونوں میں تھا۔

۳۳ - بھنوؤں کے نیچے کی کھال اگرچہ بال کیسے ہی گھنے ہوں۔

۳۴ - کان کا ہر پرزہ اس کے سوراخ کا منہ۔

۳۵ - کانوں کے پیچھے کے بال ہٹا کر پانی بہائے۔

۳۶ - استنشاق بمعنی مذکور

---

[1] الدرالمختار ، سنن الوضوء ، مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲

[2] الدرالمختار ، مستحبات الوضوء " ۱/ ۲۳

[3] الدرالمختار ، آداب الوضوء " ۱/ ۲۴

Marfat.com

۳۷ - مضمضہ بطرز مسطور

۳۸ - داڑھوں کے پیچھے

۳۹ - دانتوں کی کھڑکیوں میں جو سخت چیز ہو پہلے جدا کرلیں۔

۴۰ - چونا ریخیں وغیرہ جو بے ایذا چھوٹ سکے چھڑانا۔

۴۱ - ٹھوڑی اور گلے کا جوڑ کہ بے منہ اٹھائے نہ دُھلے گا۔

۴۲ - بغلیں بے ہاتھ اٹھائے نہ دُھلیں گی۔

۴۳ - بازو کا ہر پہلو۔

۴۴ - پیٹھ کا ہر ذرہ۔

۴۵ - پیٹ وغیرہ کی بلٹیں اٹھا کر دھوئیں۔

۴۶ - ناف انگلی ڈال کر جبکہ بغیر اس کے پانی بہنے میں شک ہو۔

۴۷ - جسم کا کوئی رونگٹا کھڑا نہ رہ جائے۔

۴۸ - ران اور پیڑو کا جوڑ کھول کر دھوئیں۔

۴۹ - دونوں سرین ملنے کی جگہ، خصوصاً جب کھڑے ہو کر نہائیں۔

۵۰ - ران اور پنڈلی کا جوڑ جبکہ بیٹھ کر نہائیں۔

۵۱ - رانوں کی گولائی

۵۲ - پنڈلیوں کی کروٹیں خاص بمروان۔

۵۳ - گندھے ہوئے بال کھول کر جڑ سے نوک تک دھونا۔

۵۴ - مونچھوں کے نیچے کی کھال اگرچہ گھنی ہوں۔

۵۵ - داڑھی کا ہر بال جڑ سے نوک تک۔

۵۶ - ذکر و انثیین کے ملنے کی سطحیں کہ بے جدا کیے نہ دُھلیں گی۔

۵۷ - انثیین کی سطح زیریں جوڑ تک۔

۵۸ - انثیین کے نیچے کی جگہ تک۔

۵۹ - جس کا ختنہ نہ ہوا ہو بہت علماء کے نزدیک اُس پر فرض ہے کہ کھال چڑھ سکتی ہو تو حشفہ کھول کر دھوئے۔

۶۰ - اس قول پر اس کھال کے اندر بھی پانی پہنچانا فرض ہوگا بے چڑھائے اُس میں پانی ڈالے کہ چڑھنے کے بعد بند ہو جائے گی

Marfat.com

۶۱ - گندھی چوٹی میں ہر بال کی جڑ تر کرنی، چوٹی کھولنی ضرور نہیں مگر جب ایسی سخت گندھی ہو کہ بے کھولے جڑیں تر نہ ہوں گی۔

۶۲ - ڈھلکی ہوئی پستان اٹھا کر دھونی۔

۶۳ - پستان و شکم کے جوڑ کی تحریر۔

۶۴ تا ۶۷ - فرج خارج کے چاروں لبوں کی جیبیں جڑ تک۔

۶۸ - گوشت پارۂ بالا کا ہر پرت کہ کھولے سے کھل سکے گا۔

۶۹ - گوشت پارۂ زیریں کی سطح زیریں۔

۷۰ - اس پارہ کے نیچے کی خالی جگہ غرض فرج خارج کے ہر گوشے پرزے کنج کا خیال لازم ہے ہاں فرج داخل کے اندر انگلی ڈال کر دھونا واجب نہیں، بہتر ہے۔ درمختار میں ہے:

یفرض غسل کل ما یمکن من البدن بلا حرج مرة کاذن وسرة وشارب وحاجب[1] (ای بشرة وشعرا وان کثف بالاجماع کما فی المنیة[2]) ولحیة وشعر رأس ولو متلبدا وفرج خارج لانہ کالفم لا داخل ولا تدخل اصبعها فی قبلها بہ یفتی[3] (ای لا یجب ذلک کما فی الشرنبلالیة ح وفی التتارخانیة عن محمد انہ ان لم تدخل الاصبع فلیس بتنظیف[4] لا داخل قلفة بل یندب ھو الاصح قالہ الکمال وعللہ بالحرج وفی المسعودی ان امکن فسخ القلفة بلا مشقة یجب والا فلا وکفی

بدن کے ہر حصہ کا ایک دفعہ دھونا فرض ہے جبکہ اس میں حرج نہ ہو جیسے کان، ناف، مونچھیں، بھنویں (یعنی جسم اور بال بالاجماع اگرچہ جسم کا حصہ کھلا ہوا ہو کما فی المنیۃ) اور داڑھی، سر کے بال خواہ گندھے ہوئے ہوں اور فرج کا بیرونی حصہ کہ وہ منہ کی طرح ہے اندرونی حصہ نہیں، اور عورت اپنی فرج میں انگلی داخل نہ کرے۔ یہی مفتی بہ قول ہے (یعنی یہ واجب نہیں ہے کما فی الشرنبلالیہ ح اور تتارخانیہ میں امام محمد سے منقول ہے کہ اگر فرج داخل میں انگلی نہ ڈالی تو پوری طرح نظافت حاصل نہ ہوگی) غیر مختون پیشاب کی جگہ کی کھال میں انگلی داخل نہ کرے یہ صرف مندوب، یہی صحیح ہے یہ کمال نے کہا اور

---

[1] الدرالمختار، فرائض الغسل مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۸
[2] ردالمحتار، فرائض الغسل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۱۲
[3] الدرالمختار، فرائض الغسل مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۸
[4] ردالمحتار " " مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۱۲

Marfat.com

بل اصل ضفیرتہا للحرج اما المنقوض فیفرض غسل کلہ ولو لم یبتل اصلہا یجب نقضہا ھو الاصح لایکفی بل ضفیرتہ فینقضہا وجوبا ولو علویا او ترکیا لامکان حلقہ[1] (ھو الصحیح[2]) اھ ملخصا مزیدا من شامی۔

اس کی وجہ یہ بتائی کہ اس میں حرج ہے، اور مسعودی میں ہے کہ اگر قلفہ کا کھولنا بلا مشقت ہو سکے تو واجب ہے ورنہ نہیں، اور عورت کے لئے اپنی مینڈھیوں کی جڑوں تک پانی پہنچانا کافی ہے ان کو کھولنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس میں حرج ہے اور اگر چٹیا کھلی ہو تو مکمل کا دھونا فرض ہے اور اگر جڑیں تر نہ ہوتی ہوں تو چوٹی کھولنا فرض ہے یہی اصح ہے ایسی صورت میں مینڈھیوں کا تر کرنا کافی نہ ہوگا، تو وہ اس کو لازماً کھولے گا خواہ وہ علوی ہو یا ترکی ہو کیونکہ اس کے مونڈنے کا امکان ہے (یہی صحیح ہے) اھ ملخصا اضافہ شامی سے۔

اُسی میں ہے:

من ادابہ تحریك القرط ان علم وصول الماء والا فرض[3]

آداب وضو سے بالیوں کو حرکت دینا ہے اگر یہ علم ہو کہ پانی سوراخ میں پہنچ گیا ہے ورنہ فرض ہے۔

اُسی میں ہے:

لو خاتمہ ضیقا نزعہ او حرکہ وجوبا کقرط ولو لم یکن بثقب اذنہ قرط فدخل الماء فی الثقب عند مرورہ علی اذنہ اجزأہ کسرۃ واذن دخلہما الماء والا یدخلہ ادخلہ ولو باصبعہ ولا یتکلف بخشب ونحوہ والمعتبر غلبۃ ظنہ بالوصول[4]۔

اگر وضو کرنے والے کی انگوٹھی تنگ ہو تو اتارے یا اس کو حرکت دے اور یہ واجب ہے، جیسے بالیوں کا حکم ہے۔ اگر کان کے سوراخ میں بالیاں نہ ہوں اور اس میں پانی داخل ہوگیا ہو تو اس کو کافی ہے جیسے ناف اور کان کا حال ہے جن میں خود پانی داخل ہوجائے، اور اگر از خود پانی داخل نہ ہو تو خود داخل کرے خواہ انگلی سے داخل کرنا پڑے مگر لکڑی وغیرہ سے داخل کرنے کی کوشش نہ کرے، اور معتبر پانی پہنچنے کا ظن غالب ہے۔

---

[1] الدرالمختار، فرائض الغسل مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۸

[2] ردالمحتار " مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۱۴

[3] الدرالمختار، آداب الوضو مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۳

[4] " " ، فرائض الغسل " ۱/۲۹

Marfat.com

اقول ای فی غیر الموسوس و غیرہ ماجن لایبالی فالاول ینزل الیقین الی محض الشك والثانی یرفع الشك الی عین الیقین کما ھو معلوم مشاھد واللہ المستعان۔

اقول یعنی یہ حکم اس شخص کے بارے میں ہے جس کو وسوسہ کی بیماری نہ ہو اور جو لاپرواہی نہ کرتا ہو کیونکہ اول الذکر یقین کی کیفیت کو بھی محض شک سمجھتا ہے اور دوسرا شک کو بھی یقین سمجھتا ہے جیسا کہ ہم اس قسم کے لوگوں میں مشاہدہ کرتے ہیں واللہ المستعان۔

بالجملہ تمام ظاہر بدن ہر ذرہ ہر رونگٹے پر سر سے پاؤں تک پانی بہنا فرض ہے ورنہ غسل نہ ہوگا مگر مواضع حرج معاف ہیں مثلاً،

۱۔ آنکھوں کے ڈھیلے۔

۲۔ عورت کے گندھے ہوئے بال۔

۳۔ ناک کان کے زیوروں کے وہ سوراخ جو بند ہو گئے۔

۴۔ نامختون کا حشفہ جبکہ کھال چڑھانے میں تکلیف ہو۔

۵۔ اس حالت میں اُس کھال کی اندرونی سطح جہاں تک پانی بے کھولے نہ پہنچے اور کھولنے میں مشقت ہو۔

۶۔ مکھی یا مچھر کی بیٹ جو بدن پر ہو اُس کے نیچے۔

۷۔ عورت کے ہاتھ پاؤں میں اگر کہیں مہندی کا جرم لگا رہ گیا۔

۸۔ دانتوں کا جما ہوا چونا۔

۹۔ مسی کی ریخیں۔

۱۰۔ بدن کا میل۔

۱۱۔ ناخنوں میں بھری ہوئی یا بدن پر لگی ہوئی مٹی۔

۱۲۔ جو بال خود گرہ کھا کر رہ گیا ہو اگرچہ مرد کا۔

۱۳۔ پلک یا کوئے میں سرمہ کا جرم۔

۱۴۔ کاتب کے انگوٹھے پر روشنائی۔ ان دونوں کا ذکر رسالۂ الجود الحلو میں گزرا۔

۱۵۔ رنگریز کے ناخن پر رنگ کا جرم۔

۱۶۔ نان بائی یا پکانے والی عورت کے ناخن میں آٹا علی خلاف فیہ۔

۱۷۔ کھانے کے ریزے کہ دانت کی جڑ یا جوف میں رہ گئے کما مرانفا عن الخلاصۃ۔

اقول یوں ہی پان کے ریزے نہ چھالیا کے دانے کہ سخت ہیں کما مرایضا۔

Marfat.com

اقول وبتعلیل المسألۃ بالحرج لعموم البلوی یندفع ماعرمن الایراد۔

اقول اور جب حکم مسئلہ کی علت یہ قرار پائی کہ عموم بلوی کی وجہ سے حرج واقع ہوتا ہے تو گزشتہ ایراد ختم ہوگیا۔

۱۸ - **اقول** ہلتا ہوا دانت اگر تار سے جکڑا ہے معافی ہونی چاہیے اگرچہ پانی تار کے نیچے نہ بہے کہ بار بار رکھولنا ضرر دے گا نہ اس سے ہر وقت بندش ہوسکے گی۔

۱۹ - یوں ہی اگر اکھڑا ہوا دانت کسی مسالے مثلاً برادۂ آہن ومقناطیس وغیرہ سے جمایا گیا ہے جسے ہوئے چونے کی مثل اس کی بھی معافی چاہیے۔

اقول لانہ ارتفاق مباح وفی الازالۃ حرج۔

اقول چونکہ یہ مباح منفعت کا حاصل کرنا ہے اور ازالہ میں حرج ہے۔

درمختار میں ہے:

لایشد سنہ المتحرک بذھب بل بفضۃ[1]۔

وہ اپنا ہلتا ہوا دانت سونے سے نہ باندھے بلکہ چاندی سے باندھے۔

ردالمحتار میں ہے:

قال الکرخی سقطت ثنیۃ رجل فان اباحنیفۃ یکرہ ان یعیدھا ویقول ھی کسن میتۃ ولکن یاخذ سن شاۃ ذکیۃ یشد مکانہا وخالفہ ابویوسف فقال لاباس بہ اھ اتقانی زاد فی التاترخانیۃ قال بشر قال ابویوسف سألت اباحنیفۃ عن ذلک فی مجلس اٰخر فلم یربا عادتہا باسا[2]۔

کرخی نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کا دانت گر گیا تو ابوحنیفہ کے نزدیک یہ مکروہ ہے کہ اس کو وہ شخص دوبارہ لگالے۔ اور وہ فرماتے ہیں کہ یہ مُردہ دانت کی طرح ہے ہاں یہ چیز جائز ہے کہ وہ شخص کسی مذبوح بکری کا دانت لے کر لگوالے، اور ابویوسف کہتے ہیں کہ اس میں کچھ حرج نہیں اھ اتقانی نے تتارخانیہ میں اتنا اضافہ کیا کہ بشر نے کہا کہ ابویوسف فرماتے ہیں میں نے ابوحنیفہ سے اس کی بابت ایک دوسری مجلس میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس ٹوٹے ہوئے دانت کو واپس لگالینے میں حرج نہیں اھ

---

[1] الدرالمختار، فصل فی اللبس (مجتبائی دہلی) ۲/ ۲۴۰ [2] ردالمحتار، آخر فصل فی اللبس (مصطفی البابی مصر) ۵/ ۲۵۵

Marfat.com

اقول مبنی القول الاول ان السن عصب فیحلہ الموت والصحیح انہ عظم فلا ینجس ولو من میتۃ وقد نص فی البدائع و الکافی والبحر والدر وغیرھا ان سن الانسان طاھرۃ علی ظاھر المذھب وھو الصحیح و ان ما فی الذخیرۃ وغیرھا من انھا نجسۃ ضعیف اھ[1] فارتفع الاشکال کیف لا وقد رجع عنہ الامام۔

اقول دراصل پہلے قول کی بنیاد یہ امر ہے کہ دانت ایک پٹھا ہے جس میں موت حلول کرتی ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ ہڈی ہے تو ناپاک نہ ہوگا خواہ مردار کا ہی کیوں نہ ہو۔ اور بدائع، کافی، بحر اور در وغیرہ میں اس کی تصریح ہے کہ انسان کا دانت ظاہر مذہب پر پاک ہے اور یہی صحیح ہے اور ذخیرہ وغیرہ میں جو اس کو نجس کہا ہے وہ ضعیف ہے اھ اب اشکال مرتفع ہوگیا خاص طور پر ایسی صورت میں جبکہ امام نے اس سے رجوع کرلیا۔

ہاں اگر کمانی چڑھی ہو جس کے اتارنے چڑھانے میں حرج نہیں اور پانی بہنے کو روکے گی تو اتارنا لازم ہے۔

۲۰- پٹی کہ زخم پر ہو اور کھولنے میں ضرر یا حرج ہے۔

۲۱- ہر وُہ جگہ کہ کسی درد یا مرض کے سبب اُس پر پانی بہنے سے ضرر ہوگا والمسائل مشھودۃ وفی فتاونا مذکورۃ۔

غرض مدار حرج پر ہے اور حرج بنص قرآن مدفوع اور یہ امت دنیا و آخرت میں مرحومہ والحمد للہ رب العالمین۔

درمختار میں ہے:

لایجب غسل ما فیہ حرج کعین وان اکتحل بکحل نجس وثقب انضم وداخل قلفۃ وشعر المرأۃ المضفور ولا یمنع الطھارۃ خرء ذباب وبرغوث لم یصل الماء تحتہ[2] (لان الاحتراز عنہ غیر ممکن حلیہ[3]) وحناء ولو جرمہ بہ یفتی ودسخ وتراب و

ایسے عضو کا دھونا واجب نہیں کہ جس کے دھونے میں حرج ہو، جیسے آنکھ، اگرچہ آنکھ میں ناپاک سُرمہ ہی کیوں نہ لگا لیا ہو، یا وُہ سوراخ جو آپس میں مل گیا ہو، اور قلفہ کا اندرونی حصہ، اور عورت کے گندھے ہوئے بال، اگر مکھی یا مچھر کی بیٹ کے نیچے پانی نہ پہنچا تو طہارت میں کوئی حرج نہیں آئیگا

---

[1] ردالمحتار، باب المیاہ قبل فصل فی البئر مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۵۲

[2] الدرالمختار، فرائض الغسل مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۸

[3] ردالمحتار، ؍؍ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۱۴

Marfat.com

وطين ولوفى ظفر مطلقا قرويا او مدنيا فى الاصح وما على ظفر صباغ[1] اھ ملخصاً

(کیونکہ اس سے بچنا ممکن نہیں) اور مہندی کا دھونا بھی ضروری نہیں خواہ اس کا جرم ہو۔ یہی مفتی بہ ہے اسی طرح میل، مٹی اور کیچڑ خواہ ناخن کے اندر ہی ہو، اور آدمی خواہ دیہاتی ہو یا شہری، اصح یہی ہے۔ اسی طرح رنگریز کے ناخنوں پر جو لگا ہوا ہو اھ ملخصاً۔

ردالمحتار میں ہے:

یؤخذ من مسألة الضفیرة انه لایجب غسل عقد الشعر المنعقد بنفسه لان الاحتراز عنه غیر ممکن ولو من شعر الرجل ولم ار من نبه علیه من علمائنا تأمل[2]۔

عورت کے جُوڑے سے اُن بالوں کا حال بھی معلوم ہوا جو از خود پیچیدہ ہو گئے ہوں، کیونکہ اُن سے بچنا ممکن نہیں، خواہ یہ مرد ہی کے بال کیوں نہ ہوں مجھے اپنے علماء سے کسی کی تصریح اس کی بابت نہیں ملی ہے، تامل۔

اُسی میں ہے:

فی النھر لوفی اظفارہ عجین فالفتوی انه مغتفر[3]

نہر میں ہے کہ اگر کسی کے ناخنوں میں آٹا لگا ہوا ہو تو فتوٰی یہ ہے کہ وُہ معاف ہے۔

اقول وباللہ التوفیق حرج[ف۱] کی تین صورتیں ہیں:

ایک یہ کہ وہاں پانی پہنچانے میں مضرت ہو جیسے آنکھ کے اندر۔

دوم مشقت ہو جیسے عورت کی گندھی ہُوئی چوٹی۔

سوم بعد علم و اطلاع کوئی ضرر و مشقت تو نہیں مگر اس کی نگہداشت اس کی دیکھ بھال میں دقت ہے جیسے مکھی مچھر کی بیٹ یا الجھا ہوا اگرہ کھایا ہوا بال قسم اول و دوم کی معافی تو ظاہر اور قسم سوم میں بعد اطلاع ازالۂ مانع ضرور ہے مثلاً جہاں مذکورہ صورتوں میں مہندی سرمہ آٹا روشنائی رنگ بیٹ وغیرہ میں سے کوئی چیز جمی ہوئی دیکھ پائی تو اب یہ نہ ہو کہ اُسے یوں ہی رہنے دے اور پانی اوپر سے بہا دے بلکہ چھُڑا لے کہ آخر ازالہ میں تو کوئی حرج تھا ہی نہیں تعاہد میں تھا بعد اطلاع اس کی حاجت نہ رہی ومن المعلوم ان ماکان لضرورة تقدر بقدرھا ھذا ماظھرلی والعلم بالحق عند ربی واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم

---

[1] الدرالمختار، فرائض الغسل مجتبائی دہلی ۱/۲۹

[2] ردالمحتار، " مصطفی البابی مصر ۱/۱۱۳

[3] ایضاً ۱/۱۱۴

Marfat.com

وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد والہ وصحبہ اجمعین۔

مسئلہ ۱۳ — ۷شعبان ۱۳۱۳ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو زکام ہوا اور بسبب اُس کے دردِ سر ہے اسی حالت میں اُس کو حاجتِ غسل ہوئی اُس نے اس خیال سے کہ اگر میں سر سے نہاؤں گا تو مرض میں ترقی ہو کر اور عوارض مثل بخار وغیرہ کے پیدا ہو جائیں گے اور زید کو ترقیِ مرض کا پورا یقین اور تجربہ ہے اس سبب سے اُس نے سر کو چھوڑ کر باقی جسم سے نہالیا اور تمام سر کا خوب مسح کرلیا تو غسل اُس کا صحیح اور نماز اُس کی یا جس نے اُس کے پیچھے پڑھی درست ہوگی یا نہیں یا ایسی حالت میں اس کو تیمم کا حکم تھا بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں اُس کی نماز امامت سب درست وصحیح ہوئی غریب الروایۃ پھر کتاب الفیض الموضوع لنقل ما ھو المختار للفتوٰی پھر منحۃ الخالق علٰی البحر الرائق میں ہے:

المرأۃ لوضرھا غسل رأسھا فی الجنابۃ او الحیض تمسح علٰی شعرھا ثلث مسحات بمیاہ مختلفۃ وتغسل باقی جسدھا۔[1]

اگر غسلِ جنابت میں یا غسلِ حیض میں عورت کو سر کے دھونے سے ضرر لاحق ہوتا ہے تو وہ تین مختلف پانیوں سے اپنے سر کا تین مرتبہ مسح کرلے اور باقی جسم کو دھولے۔

حلیہ شرح منیہ میں ہے:

ان کان اکثر اعضائہ صحیحا بان کانت الجراحۃ علٰی رأسہ وسائر جسدہ صحیح فانہ یدع الرأس ویغسل سائر الاعضاء۔[2]

اگر اس کے اکثر اعضا صحیح ہیں، مثلاً زخم صرف سر پر ہو اور باقی جسم ٹھیک ہو تو وہ سر چھوڑ کر باقی اعضاء دھولے۔

درمختار میں ہے:

صح اقتداء غاسل بماسح ولو علی الجبیرۃ۔[3]

غسل کرنے والے کے لیے مسح کرنے والے کی اقتداء صحیح ہے خواہ وہ پٹی پر ہی مسح کیوں نہ کرتا ہو۔

اصل کلی یہ ہے کہ غسل میں اگر بعض جسم پر پانی ڈالنا مضر ہو تو کثرت کا اعتبار ہے اگر اکثر جسم وہی ہے جس پر پانی

---

[1] منحۃ الخالق علٰی حاشیۃ بحرالرائق مطبوعہ ایچ، ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۴

[2] حلیہ

[3] الدرالمختار باب الامامۃ قبیل الفروع مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۸۵

Marfat.com

پہنچا ضرر دے گا خواہ یوں کہ عارضہ خود اُسی جسم میں ہو یا یوں کہ اُس پر پانی ڈالنے سے پانی ایسی جگہ پہنچے گا جہاں پہنچنے سے ضرر ہے تو تیمم کرے اور اگر اکثر جسم سالم ہے تو جس قدر میں مضرت ہے وہاں مسح کرلے باقی پر پانی بہالے۔

درمختار میں ہے:

(تیمم لو اکثرہ مجروحا) او بہ جدری اعتبارا للاکثر (وبعکسہ یغسل) الصحیح[1]۔

(تیمم کرے گا اگر اس کا اکثر حصہ زخمی ہو) یا اس کو چیچک نکلی ہو اکثر کا اعتبار کرتے ہوئے (اور اس کے عکس میں) جو صحیح ہے اسے دھوئے گا۔ ت

ردالمحتار میں ہے:

لکن اذا کان یمکنہ غسل الصحیح بدون اصابۃ الجریح والا تیمم حلیۃ[2]۔

لیکن جب صحیح بدن کو زخمی حصہ کے نقصان پہنچائے بغیر دھوسکتا ہے تو دھولے ورنہ تیمم کرے۔ ت

ظاہر ہے کہ متن میں لفظ زخم یا شرح میں لفظ خارش کوئی قید نہیں مدار ضرر پر ہے کسی وجہ سے ہو۔

کما لایخفی ھذا واعلم ان المدقق العلائی ذکر فی الدرالمختار اٰخرالتیمم ما نصہ (من بہ وجع راس لایستطیع معہ مسحہ محدثا ولا غسلہ جنبا ففی الفیض عن غریب الروایۃ تیمم وافتی قارئ الھدایۃ انہ (یسقط) عنہ (فرض مسحہ) وکذا یسقط غسلہ فیمسحہ[3] اھ ملخصا قال الشامی وما افتی بہ نقلہ فی البحرعن الجلابی ونظمہ العلامۃ ابن الشحنۃ فی شرحہ علی الوھبانیۃ اھ وقال تحت قولہ وکذا یسقط غسلہ ای غسل الراس من الجنابۃ[4] اھ[5]

مدقق علائی نے درمختار کے تیمم کے بیان کے آخر میں کہا ہے (جس شخص کے سر میں اس قدر درد ہو کہ بے وضو مسح نہ کرسکے) اور جنبی سر کو دھو نہ سکے تو فیض میں غریب الروایۃ سے ہے کہ وہ تیمم کرے اور قاری الہدایۃ نے یہ فتوٰی دیا ہے کہ بے وضو کے مسح کی فرضیت ساقط ہوجائیگی اور جنبی سے سر کا دھونا لہٰذا جنبی سر کا مسح کرے اھ ملخصا، شامی نے کہا جو فتوٰی انہوں نے دیا ہے اس کو بحر میں جلابی سے نقل کیا ہے اور اس کو ابن الشحنۃ نے وہبانیہ میں نظم کیا ہے اھ اور ان کے قول "وکذا یسقط غسلہ" کے تحت فرمایا یعنی سر کا دھونا جنابت کی وجہ سے ساقط ہے اھ (ت)

---

[1] الدرالمختار آخر باب التیمم مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۵

[2] ردالمحتار 〃 〃 مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۸

[3] الدرالمختار 〃 〃 مجتبائی دہلی ۱/۴۶

[4] ردالمحتار 〃 〃 مصطفی البابی مصر ۱/۱۹۱ [5] ایضاً

Marfat.com

اقول فهذا الذی افتی به العلامۃ سراج الدین قاری الھدایۃ شیخ المحقق ابن الھمام موافق لما افتی بہ العبد الضعیف وھو الماشی علی الاصل المار الذی تظافر علیہ کلماتھم جمیعا ولم ازل اتعجب مما نقل عن غریب الروایۃ فی مسألۃ الجنابۃ من الامر بالتیمم لاجل الضرر فی الرأس وحدہ ثم رأیت منحۃ الخالق فوجدت انہ نقل عن الفیض عن الغریب ما فی الدر ولصیقا بہ ما قدمت من مسألۃ المرأۃ فزدت عجبا فان فرع المرأۃ یخالف الفرع الاول صریحا ولذا قال فی الفیض عقیب نقلہ وھو عجیب کما[1] فی المنحۃ ایضا ثم ان المولی سبحٰنہ وتعالٰی فتح بما اوضح المرام وازاح العجب فان عبارۃ غریب الروایۃ علی ما فی المنحۃ عن الفیض عنہ ھکذا من برأسہ صداع من النزلۃ ولیضرہ المسح فی الوضوء والغسل فی الجنابۃ تیمم والمرأۃ لوضرھا[2] الخ فتحدس فی خاطری وللہ الحمد ان الغسل ھھنا بضم الغاء دون فتحھا فلیس المراد غسل الرأس کما اوھمہ عبارۃ الدر بل المعنی ضرہ الغسل واسألۃ

اقول یہ فتوٰی جو علامہ سراج الدین قاری ہدایہ شیخ محقق ابنِ ہمام نے دیا ہے میرے فتوٰی کے مطابق ہے اور یہ اس اصل سے بھی مطابقت رکھتا ہے جو گزری اور جس پر فقہاء کی عبارات متفق ہیں، مجھے مسلسل اس غریب روایت پر تعجب ہے جو جنابت کے مسئلہ میں مروی ہے جس میں صرف سر میں تکلیف کے باعث تیمم کا حکم ہے پھر میں نے منحۃ الخالق میں دیکھا کہ انہوں نے فیض سے وہی غریب روایت نقل کی جو دُر میں ہے اور اس کے متصل وہ روایت جو عورت سے متعلق میں نے ذکر کی ہے، اس پر میرے تعجب میں اضافہ ہُوا، کیونکہ عورت والی فرع پہلی فرع کے صریحًا مخالف ہے اس لیے فیض میں اس کو نقل کرکے کہا کہ "اور یہ عجیب ہے" کما فی المنحۃ ایضاً پھر اللہ تعالٰی نے اپنے فضل وکرم سے مشکل حل فرما دی کیونکہ منحہ میں فیض سے جو غریب روایت نقل کی ہے وہ اس طرح ہے "جس کے سر میں نزلہ کی وجہ سے درد ہو اور اس کو وضو میں مسح سے تکلیف ہوتی ہو یا جنابت میں سر کے دھونے سے تکلیف ہوتی ہو تو وہ تیمم کرلے اور عورت کو اگر تکلیف ہو الخ" تو میرے دل میں اچانک یہ خیال آیا "وللہ الحمد" کہ غسل یہاں بضم فا ہے نہ کہ بفتح فاء تو یہاں سر کا دھونا مراد نہیں جیسا کہ دُر کی عبارت سے وہم

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۴

[2] ایضاً

Marfat.com

الماء على بدنه ولو بترك الرأس لما تصعد به الا بخرة الى الدماغ فيزداد به ضررا فى لبعض الصور كما علم فى الطب وهذا الحكم صحيح لاغبار عليه ولاخلاف فيه للاصل السابق ولا للفرع اللاحق وانما خص المرأة بالذكر ليعلم حكم الرجل بالاولى فانه اذا امر بمسح الشعر النازل الذى لا يكون ضرر غسله كضرر غسل نفس الرأس فنفسه احدر بالحكم هذا كله بالغسل واما الوضوء فمن المعلوم ان من بلغ به النزلة مبلغا يضره مسح ربع راسه بيد مبتلة فيضره غسل الوجه واليدين والرجلين من باب اولى فان البرد الذى يصل الى الدماغ باسالة الماء على الاطراف اشد من برد عسى ان يصل باصابة يد مبتلة بعض الرأس فلاجل هذا امر بالتيمم هذا غاية مايوجه به كلامه فكان الاحرى بالمولى المحقق المدقق العلائى ان يوجهه هكذا او الا تركه اصلا كيف ومثل الحكم عن غريب الرواية غير غريب كما قاله فى الحلية فى مسألة اخرى نقلها عنه مخالفا للجميع والالم يعزه للفيض الذى هو موضوع لنقل المذهب كيلا يكون تنويها بها والا اتم نقل كلام الفيض فانه قال عقيبه وهو عجيب هذا كله ما ظهر للعبد الضعيف

ہوتا ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ اس کو غسل سے ضرر ہوتا ہو اور بدن پر پانی بہانے سے نقصان ہوتا ہو خواہ سر پہ پانی نہ بھی ڈالے تب بھی نقصان ہوتا ہو کیونکہ اس سے بخارات دماغ پر چڑھتے ہیں، تو بعض صورتوں میں ضرر بہت زیادہ ہوتا ہے جیسا کہ علمِ طب میں ہے اور یہ حکم بلاشبہ صحیح ہے۔ اور اس میں نہ تو اصلِ سابق کی وجہ سے کوئی اختلاف ہے اور نہ فرع لاحق کی وجہ سے، اور عورت کو بطورِ خاص اس لیے ذکر کیا تاکہ مرد کا حکم بطریقِ اولی معلوم ہو جائے، کیونکہ جب مرد کو یہ حکم ہے کہ وہ اپنے بالوں کو دھوئے جو سر سے لٹکے ہوئے ہیں اور جن کو دھونے میں اتنا ضرر نہیں ہوتا ہے جتنا کہ خود سر کو دھونے سے ہوتا ہے، تو خود اس پر حکم بطریقِ اولی ہوگا۔ یہ سب غسل میں ہے اور وضو کے بارے میں تو معلوم ہے کہ جس کو نزلہ کی شکایت ہو اور تر ہاتھ سے چوتھائی سر کا مسح بھی اس کے لیے باعثِ مضرت ہو تو اس کے چہرے اور ہاتھ پیروں کے دھونے سے بطریقِ اولی ضرر ہوگا کیونکہ ہاتھ پیروں پر پانی کے بہانے سے جب سردی دماغ تک پہنچتی ہے تو دماغ پر تر ہاتھ لگانے سے زیادہ مضر ہو سکتی ہے اور اسی لیے تیمم کا حکم دیا گیا ہے، ان کے کلام کی توجیہ غایت درجہ اسی طرح ہو سکتی ہے اس لیے محقق علائی کے شایانِ شان تھا کہ وہ بھی یہی توجیہ کرتے ورنہ اس کو بالکل ہی چھوڑ دیتے، اور کیوں نہ ہو، غریب روایت سے حکم کی مثل حکم لگانا غریب نہیں ہے جیسے حلیہ میں ایک اور دوسرے

Marfat.com

واللہ تعالٰی اعلم۔ مسئلہ میں فرمایا جو سب کے خلاف ہے، ورنہ وہ اس کو فیض کی طرف منسوب نہ کرتے، جو نقلِ مذہب کے لیے کی گئی ہے تاکہ اس کی اہمیت کا اظہار نہ ہو ورنہ فیض کے کلام کی نقل پوری کرتے، کیونکہ انہوں نے اس کے بعد فرمایا" اور یہ عجیب ہے" ھذا کلہ ما ظھر للعبد الضعیف واللہ تعالٰی اعلم۔ ت

مسئلہ ۱۴: مرسلہ سید مودود الحسن نبیرہ ڈپٹی سید اشفاق حسین صاحب ۱۱ رجب ۱۳۱۷ھ

یا ایھا العلماء رحمکم اللہ تعالٰی مریض لہ حاجۃ الی الغسل والماء یضرہ فما الحکم فی غسلہ واداء صلاتہ الرجاء ان تبینوا الجواب الآن۔

اے علما! اللہ کی آپ پر رحمت۔ ایک مریض کو نہانے کی حاجت ہے لیکن پانی اس کو نقصان دیتا ہے تو اس کے غسل کا کیا حکم ہے اور وہ نماز کس طرح ادا کرے گا امید ہے کہ آپ جواب سے مطلع فرمائیں گے۔ ت

الجواب

ان ضرہ غسل راسہ لاغیر مسحہ وغسل سائر جسدہ وان ضرہ الاغتسال بماء بارد اغتسل بحار او فاتر ان قدر والا تیمم او مسح راسہ وغسل بدنہ حسبما یقتضیہ حالہ وان ضرہ الاغتسال فی الوقت البارد تیمم فیہ او مسح وغسل کما مر واغتسل فی غیر ذلک الوقت وبالجملۃ یتبع الضرر ولا یجاوزہ فحیث لا یجد سبیلا الی الغسل یتیمم الی ان یجد سبیلا واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

اگر اسے صرف سر دھونا مضر ہو تو سر کا مسح کرے اور باقی بدن دھوئے اور اگر ٹھنڈے پانی سے نہانا نقصان کرتا ہو تو گرم یا گنگنے (نیم گرم) پانی سے نہائے اگر مل سکے ورنہ تیمم کرے یا سر پر مسح کرے اور بدن دھولے جیسا اس کے حال مرض کا تقاضا ہو اور اگر ٹھنڈے وقت نہانا نقصان دیتا ہے تو اس وقت تیمم یا بدستور سر کا مسح اور باقی بدن کا غسل کرلے پھر جب گرم وقت آئے نہالے غرض جہاں تک ضرر ہو اُسی کا اتباع کرے اُس سے آگے نہ بڑھے جب کسی طرح نہ نہا سکے تو جب تک یہ حالت رہے تیمم کرے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵: از کلکتہ کوچہ تار ب ڈاکخانہ ویلزلی اسٹریٹ نمبر ۶ مرسلہ رشید احمد خاں ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۱۹ھ

زید کو ران میں پھوڑا یا اور کوئی بیماری ہے ڈاکٹر کہتا ہے پانی یہاں نقصان کرے گا مگر صرف اُسی جگہ مضر ہے اور بدن پر ڈال سکتا ہے اس حالت میں وضو یا غسل کے لیے تیمم درست ہے یا نہیں، اگر درست ہے تو تیمم غسل کا ویسا ہی ہے جیسا وضو کا یا کیا حکم ہے۔ باقی آداب۔

Marfat.com

الجواب

صورتِ مسئولہ میں غسل یا وضو کسی کے لیے تیمم جائز نہیں وضو کے لیے نہ جائز ہونا تو ظاہر کہ ران کو وضو سے کوئی علاقہ نہیں اور غسل کے لیے یوں نا روا کہ اکثر بدن پر پانی ڈال سکتا ہے لہذا وضو تو بلاشبہ تمام و کمال کرے اور غسل کی حاجت ہو تو اگر مضرت صرف ٹھنڈا پانی کرتا ہے گرم نہ کرے گا اور اسے گرم پانی پر قدرت ہے تو بیشک پورا غسل کرے اتنی جگہ کو گرم پانی سے دھوئے باقی بدن گرم یا سرد جیسے سے چاہے اور اگر ہر طرح کا پانی مضر ہے یا گرم مضر تو نہ ہوگا مگر اسے اس پر قدرت نہیں تو ضرر کی جگہ بچا کر باقی بدن دھوئے اور اس موضع پر مسح کرلے اور اگر وہاں مسح بھی نقصان دے مگر دوا یا پٹی کے حائل سے پانی کی ایک دھار بہا دینی مضر نہ ہوگی تو وہاں اُس حائل ہی پر بہا دے باقی بدن بدستور دھوئے اور اگر حائل پر بھی پانی بہانا مضر ہو تو دوا یا پٹی پر مسح ہی کرلے اگر اس سے بھی مضرت ہو تو اُتنی جگہ خالی چھوڑ دے جب وہ ضرر دفع ہو تو جتنی بات پر قدرت ملتی جائے بجالاتا جائے مثلاً ابھی پٹی پر سے مسح بھی مضر تھا لہذا جگہ بالکل خشک بچا دی چند روز بعد اتنا آرام ہو گیا کہ یہ مسح نقصان نہ دے گا تو فوراً پٹی پر مسح کرلے اسی قدر کافی ہو گا باقی بدن تو پہلے کا دھویا ہی ہوا ہے جب اتنا آرام ہو جائے کہ اب بندش پر سے پانی بہانا بھی ضرر نہ کرے گا فوراً اس پر پانی کی دھار ڈال دے صرف مسح پر جو پہلے کر چکا تھا قناعت نہ کرے جب اتنا آرام ہو جائے کہ اب خاص موضع کا مسح بھی ضرر نہ دے گا فوراً وہاں مسح کرلے پٹی کے غسل پر قانع نہ رہے جب اتنا آرام ہو کہ اب خود وہاں پانی بہانا مضر نہ ہوگا فوراً اس بدن کو پانی سے دھولے غرض رخصت کے درجے بتا دیے گئے ہیں جب تک کم درجہ کی رخصت میں کام نکلے اعلیٰ درجہ کی اختیار نہ کرے اور جب کوئی نیچے کا درجہ قدرت میں آئے فوراً اُس تک تنزل کر آئے اسی طرح اگر یہ حالت ہو کہ اُس جسم پر پانی تو نقصان نہ دے گا مگر بندھا ہوا ہے کھولنے سے نقصان پہنچے گا یا کھول کر پھر باندھ نہ سکے گا تو بھی اجازت ہے کہ بندش پر سے دھونے یا مسح کرنے جس بات کی قدرت ہو عمل میں لائے جب وہ عذر جاتا رہے کھول کر جسم کو مسح یا غسل جو مقدور ہو کرے یہی سب حکم وضو میں ہیں اگر اعضائے وضو میں کسی جگہ کوئی مرض ہو الحاصل یہاں اکثر کے لیے حکم کل کا ہے جب اکثر بدن پر پانی ڈال سکتا ہو تو ہرگز تیمم کی اجازت نہیں بلکہ یہی طریقے جو اوپر گزرے بجالائے ہاں اگر اکثر بدن پر پانی ڈالنے کی قدرت نہ ہو خواہ یوں کہ خود مرض ہی اکثر بدن میں ہے یا مرض تو کم جگہ ہے مگر واقع ایسا ہوا کہ اُس کے سبب اور صحیح جگہ کو بھی نہیں دھو سکتا کہ اُس کا پانی اس تک پہنچے گا اور کوئی صورت بچا کر دھونے کی نہیں یوں اکثر بدن دھونے کی قدرت نہیں (مثلاً رانوں، پنڈلیوں، بازوؤں، کلائیوں، پیٹھ پر جابجا دو دو چار چار انگل کے فاصلہ سے دانے ہیں کہ صرف دانوں کی جگہ جمع کی جائے تو سارے بدن کے نصف حصہ سے کم ہو مگر وہ پھیلے ہوئے اس طرح ہیں کہ ان کے بیچ بیچ کی خالی جگہ پر بھی

Marfat.com

پانی نہیں بہا سکتے) تو ایسی حالت میں بیشک تیمم کی اجازت ہو گی اب یہ نہ ہو گا کہ صرف تھوڑا سا بدن دھو کر باقی سارے جسم پر مسح کرلے۔ درمختار میں ہے:

تیمم لو کان اکثرہ ای اکثر اعضاء الوضوء عدداو فی الغسل مساحۃ مجروحا وبہ جدری اعتبارا للاکثر وبعکسہ یغسل الصحیح ویمسح الجریح[1]

اگر اعضاءِ وضو کی اکثریت عضویں قدر، اور غسل میں مقدار اعتبار سے زخمی ہو یا ان میں چیچک ہو تو تیمم کرلے کیونکہ اکثر کا اعتبار ہوتا ہے اور اگر معاملہ برعکس ہو تو صحیح حصہ کو دھوئے گا اور زخمی کا مسح کرے گا۔

ردالمحتار میں ہے:

لکن اذا کان یمکنہ غسل الصحیح بدون اصابۃ الجریح والاتیمم حلیہ[2]

لیکن جب اس کے امکان میں یہ بات ہو کہ تندرست عضو کو زخمی عضو کو نقصان پہنچائے بغیر دھو سکتا ہے تو دھولے ورنہ تیمم کرے، حلیہ۔

درمختار میں ہے:

الحاصل لزوم غسل المحل ولو بماء حار فان ضر مسحہ فان ضر مسحھا فان ضر سقط اصلا[3]

خلاصہ یہ ہے کہ محل کو دھوئے خواہ گرم پانی سے، اگر اس سے ضرر لاحق ہو تو مسح کرے اور اگر مسح سے بھی ضرر ہو تو مطلقاً ساقط ہو جائے گا۔

ردالمحتار میں ہے:

قولہ ولو بماء حار نص علیہ فی شرح الجامع لقاضیخان واقتصر علیہ فی الفتح وقیدہ بالقدرۃ علیہ وفی السراج انہ لایجب والظاھر الاول بحر[4]

"قولہ ولو بماء حار" اس کی تصریح قاضیخان کی شرح جامع میں ہے، اور فتح میں اس پر اکتفا کیا ہے، اور اس پر قدرت کی قید لگائی ہے، اور سراج میں ہے کہ اس پر واجب نہیں اور ظاہر پہلا ہے، بحر۔

---

[1] الدرالمختار، آخر باب التیمم مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۵

[2] ردالمحتار " مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۸

[3] الدرالمختار آخر مسح علی الخفین مطبوعہ مجتبائی دہلی، ۱/۵۰

[4] ردالمحتار " مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۰۵

Marfat.com

درمختار میں ہے :

یمسح علی کل عصابۃ ان ضرہ الماء اوحلہا ومنہ ان لایمکنہ ربطہا[1]

اگراس کو پانی سے نقصان ہوتا ہے تو ہر پٹی پر مسح کرے گا یا اس کو کھولے گا اور اسی سے ہے کہ اس کو اس کا باندھنا ممکن نہ ہو۔ ت

ردالمحتار میں ہے :

قولہ ان ضرہ الماء ای الغسل بہ اوالمسح علی المحل[2]

اگراس کو پانی سے دھونے سے ضرر ہوتا ہے یا محل پر مسح میں ضرر ہوتا ہے۔ ت

درمختار میں ہے :

انکسر ظفرہ فجعل علیہ دواء او وضعہ علی شقوق رجلہ اجری الماء علیہ ان قدر والامسحہ والاترکہ[3]

کسی کا ناخن ٹوٹ گیا اور اس نے اس پر دوا لگائی یا پیروں کی پھٹن پر دوا لگائی تو اگر قدرت ہو تو اُس پر پانی بہائے ورنہ مسح کرے ورنہ ترک کرے۔ ت

ردالمحتار میں ہے :

یمسح الجریح ان لم یضرہ والاعصبہا بخرقۃ ومسح فوقہا خانیہ وغیرہا ومفادہ کما قال ط انہ یلزمہ شد الخرقۃ وان لم تکن موضوعۃ[4]

زخمی مسح کرے اگر اس کو ضرر نہ ہوتا ہو ورنہ اس کو پٹی سے باندھ لے اور اس پر مسح کرے خانیہ وغیرہ۔ اور اس کا فائدہ یہ ہے جیسا کہ طحطاوی نے کہا کہ اس کو پٹی کا باندھنا لازم ہے اگرچہ نہ رکھی ہو۔ ت

ہاں یہ بات کہ فلاں امر ضرر دے گا کسی کافر یا کھلے فاسق یا ناقص طبیب کے بتانے سے ثابت نہیں ہوسکتی یا تو خود اپنا تجربہ ہو کہ نقصان ہوتا ہے یا کوئی صاف علامت ایسی موجود ہو جس سے واقعی ظن غالب نقصان کا ہو یا طبیب حاذق مسلم مستور بتائے جس کا کوئی فسق ظاہر نہ ہو۔

فی الدرالمختار وردالمحتار تیمم　　　درمختار اور ردالمحتار میں ہے اگر مرض میں شدت

---

[1] الدرالمختار، آخر مسح علی الخفین　مطبوعہ مجتبائی دہلی　۵۰/۱

[2] ردالمحتار، آخر مسح علی الخفین　مصطفی البابی مصر　۲۰۶/۱

[3] الدرالمختار　"　مجتبائی دہلی　۵۰/۱

[4] ردالمحتار　آخر باب التیمم　مصطفی البابی مصر　۱۸۸/۱

Marfat.com

لمرض یشتد او یمتد بغلبۃ ظن[1] (عن امارۃ او تجربۃ شرح منیۃ) او قول (طبیب حاذق مسلم (غیر ظاھر الفسق)[2] اھ بالالتقاط

ہو یا گمانِ غالب ہے کہ مرض بڑھ جائے گا اور اس کا ظن غالب ہے تو تیمم کرے (یہ ظن غالب کسی علامت سے ہو یا تجربہ سے ہو شرح منیہ) یا کسی طبیب کے قول سے ہو۔ طبیب سے مراد ماہر طبیب ہے جس کا فسق ظاہر نہ ہو اھ ملتقطاً۔ ت

اور تیمم غسل و وضو کا ایک ہی سا ہے بلکہ ایک ہی تیمم دونوں کے لیے کافی ہوسکتا ہے خصوصاً جبکہ نیت دونوں کو شامل ہو۔

فی رد المحتار عن الوقایۃ یکفی تیمم واحد عنہما[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

ردالمحتار میں وقایہ سے نقل ہے ان دونوں کے لیے ایک تیمم کافی ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ ت

---

[1] الدرالمختار شروع باب التیمم مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۱
[2] ردالمحتار " مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۷۱
[3] " " " " ۱/۱۸۲

Marfat.com

فتوٰی مسمّٰی بہ

الاحکام والعلل فی اشکال الاحتلام والبلل ۱۳۲۰ھ

احتلام اور تری کی اشکال کے حکم اور اسباب کا بیان (ت)

مسئلہ ۱۶
۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ کوئی شخص سوتے سے جاگا اور تری کپڑے یا بدن پر پائی یا خواب دیکھا اور تری نہ پائی تو اس پر نہانا واجب ہوا یا نہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ھادی الاحلام بانزال الاحکام والصلوۃ والسلام علی سید المعصومین عن الاحتلام و اٰلہ الکرام وصحبہ العظام الی یوم یبل فیہ وارد وحوضہ ببلل الاکرام اٰمین۔

یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے اور ہر شخص کو اس کی ضرورت اور کتابوں میں اختلاف بکثرت لہٰذا ضرور ہے کہ فقیر بعون القدیر

Marfat.com

اُس کی ضروری توضیح وتشریح اور مذہب معتمد ومختار کی تنقیح کرے۔

فاقول وباللہ التوفیق یہاں چھ صورتیں ہیں :

اوّل : تری کپڑے یا بدن کسی پر نہ دیکھی۔

دوم : دیکھی اور یقین ہے کہ یہ منی یا مذی نہیں بلکہ ودی یا بول یا پسینہ یا کچھ اور ہے ان دونوں صورتوں میں مطلقاً اجماعاً غسل اصلا نہیں اگرچہ خواب میں مجامعت اور اس کی لذت اور انزال تک یاد ہو۔

غنیہ میں ہے :

تذکر الاحتلام ولم یر بللا لاغسل علیہ اجماعا[1] احتلام تو یاد ہے لیکن تری نہیں دیکھی تو اس پر بالاجماع غسل نہیں۔ ت

درمختار میں ہے :

لا ان تذکر ولو مع اللذۃ والانزال ولم یر بللا اجماعا[2] نہیں کہ اس کو یاد ہوا اگرچہ لذت بھی یاد ہو اور انزال بھی اور تری نہ دیکھی، اس پر اجماع ہے۔ ت

ردالمحتار میں ہے :

لا یجب اتفاقا فیما اذا علم انہ ودی مطلقا[3] اس صورت میں غسل اتفاقاً واجب نہیں ہے جبکہ اس کو علم ہو کہ یہ ودی ہے۔ ت

جامع الرموز میں ہے :

احترز بقولہ المنی والمذی عن الودی فانہ غیر موجب عندھم وان تذکر الاحتلام کما فی الحقائق[4] منی اور مذی کہہ کر انہوں نے ودی سے احتراز کیا ہے کیونکہ وہ ان کے نزدیک خواہ احتلام یاد ہی کیوں نہ ہو موجبِ غسل نہیں ہے کما فی الحقائق۔ ت

سوم : ثابت ہو کہ یہ تری منی ہے اس میں بالاتفاق نہانا واجب ہے اگرچہ خواب وغیرہ اصلا یاد نہ ہو۔

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی، موجب غسل سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۳

[2] الدرالمختار موجبات الغسل مجتبائی دہلی ۱/۳۱

[3] ردالمحتار ۔۔ ۔۔ مصطفی البابی مصر ۱/۱۲۰

[4] جامع الرموز ۔۔ ۔۔ گنبد ایران ۱/۴۴

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے:

یجب الغسل اتفاقا اذا اعلم انه منی مطلقا[1]

جب منی ہونے کا یقین ہو تو غسل اتفاقاً واجب ہے۔ ت

اسی طرح عامہ کتب میں اس پر اجماع منقول لکن فی شرح النقایة للقهستانی کان الفقیه ابوجعفر یقول هذا عند ابی حنیفة و محمد رحمهما الله تعالٰی واما عند ابی یوسف رحمه الله تعالٰی فلا غسل علیه اذا لم یتذکر الاحتلام کذا فی شرح الطحاوی[2] اھ (لیکن قہستانی کی شرح نقایہ میں ہے کہ فقیہ ابوجعفر فرماتے تھے کہ یہ ابوحنیفہ اور محمد کے نزدیک ہے اور ابویوسف کے نزدیک اگر اس کو احتلام یاد نہ ہو تو غسل واجب نہیں ہے کما فی شرح الطحاوی اھ۔ت)

اقول لعل وجهه والله تعالٰی اعلم ان نزول المنی لایوجب الغسل مطلقا بل اذا نزل عن شهوة دفقا فاذا تذکر الاحتلام ثم راٰی علم انه نزل عن شهوة واذا لم یتذکر احتمل ان یکون نزل هکذا من دون شهوة فلا یجب الغسل بالشك والجواب ان بالنوم تتوجه الحرارة الی الباطن ولهذا یحصل الانتشار غالبا فالسبب مظنون و احتمال الخلاف اعنی الخروج بلا شهوة نادر فلا یعتبر۔

میں سمجھتا ہوں (واللہ اعلم) اس کی وجہ یہ ہے کہ منی کا نکلنا مطلقاً غسل واجب نہیں کرتا ہے بلکہ صرف اسی صورت میں جب کہ تیزی سے اور شہوت کے ساتھ نکلے اب جب اس کو احتلام یاد ہے اور پھر اس نے منی دیکھی تو اس کا مطلب یہ ہُوا کہ یہ شہوت سے ہے، اور جب احتلام یاد نہ ہو تو اس میں اس امر کا احتمال ہے کہ بلا شہوت نکلی ہو تو شک کے ساتھ غسل واجب نہ ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ نیند میں حرارت باطن کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور اس لیے عام طور پر انتشارِ آلہ غالب ہوتا ہے توسبب مظنون ہے اور خلاف کا احتمال یعنی یہ کہ بلاشہوت نکلنا نادر ہے تو بلاشہوت نکلنے کا اعتبار نہ ہوگا۔ت

شرح نقایہ برجندی میں ہے:

قد ظهر انه لاخلاف فی رؤیة المنی حیث یجب الغسل اجماعا ونقل فی شرح الطحاوی عن الفقیه ابی جعفر ان رؤیة

یہ ظاہر ہوا کہ منی کے دیکھنے میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ اس میں غسل اجماعاً واجب ہے، اور شرح طحاوی میں فقیہ ابوجعفر سے مروی ہے کہ

---

[1] ردالمحتار موجبات الغسل مصطفی البابی مصر ۱/۱۲۰

[2] جامع الرموز " گنبد ایران ۱/۴۳

Marfat.com

المنی ایضا علی ھذا الاختلاف والمشھور ھو الاول اھ[1]۔

منی کا دیکھنا بھی اس اختلاف پر ہے اور مشہور پہلا ہی ہے اھ

اب رہیں تین صورتیں اُس تری کے منی ہونے کا احتمال ہو مذی ہونے کا علم ہو منی نہ ہونا تو معلوم مگر مذی ہونے کا احتمال ہو پس اگر خواب میں احتلام ہونا یاد ہے تو ان تینوں صورتوں میں بھی بالاتفاق نہانا واجب ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

یجب اتفاقا اذا علم انه مذی او شك مع تذکر الاحتلام اھ مختصرا[2]

جب مذی ہونا معلوم ہو یا مشکوک ہو اور احتلام بھی یاد ہو تو غسل اتفاقاً واجب ہے اھ مختصر۔

اقول وقد تظافرت الکتب علی ھذا متونا وشروحا وفتاوی فلا نظر الی ما فی الحلیۃ عن المصفی عن المختلفات انه اذا تیقن بالاحتلام وتیقن انه مذی فانه لا یجب الغسل عندھم جمیعا ورأیتنی کتبت علی ھامش نسختی الحلیۃ ھھنا ما نصه عامۃ المعتبرات علی نقل الاجماع فی ھذہ الصورۃ علی وجوب الغسل وفی بعضھا جعلوھا خلافیۃ بین ابی یوسف وصاحبیه اما حکایۃ الاجماع فیھا علی عدم الوجوب فمخالفۃ لجمیع المعتبرات ولقد کدت ان اقول ان لا وقعت زائدۃ من قلم الناسخین لولا انی رأیت فی جامع الرموز ما نصه لو تیقن بالمذی لم یجب تذکر الاحتلام ام لا وھذا عندھم علی ما فی المصفی عن

اقول کتب فقہ کے متون، شروح اور فتاوٰی اسی کی تائید کرتے ہیں۔ لہٰذا حلیہ میں مصفی سے مختلف روایات سے جو مذکور ہے وہ قابلِ غور نہیں ہے یعنی یہ کہ جب احتلام کا یقین ہوگیا اور یہ بھی یقین ہوا کہ یہ مذی ہے تو ان سب کے نزدیک غسل واجب نہیں، میں نے حلیہ کے اپنے نسخہ پر لکھا ہے کہ عام معتبر کتب میں اس امر پر اجماع نقل کیا گیا ہے کہ کہ اس صورت میں غسل واجب ہے، اور بعض کتب میں اس مسئلہ پر ابو یوسف اور ان کے صاحبین کے درمیان اختلاف کا ذکر ہے اور عدم وجوب پر اجماع کی حکایت تو یہ تمام معتبر کتب کے مخالف ہے میرا خیال تھا کہ لا ناسخین کی طرف سے اضافہ ہے اگر میں نے جامع الرموز کی یہ عبارت نہ دیکھی ہوتی اگر مذی کا یقین ہو تو غسل واجب نہیں احتلام یاد ہو یا نہ ہو اور یہ ان کے نزدیک ہے جیسا کہ مصفی

---

[1] شرح نقایہ برجندی، کتاب الطہارۃ، بحث المنی والمذی مطبع نولکشور لکھنؤ بالسرور ۱/۳۰

[2] ردالمحتار، موجبات الغسل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۲۰

Marfat.com

المختلفات لکن فی المحیط وغیرہ انه واجب حینئذ اھ[1] ماکتبت علیه وانا الاٰن[عہ] ایضا لا استبعد ان الامرکما ظننت من وقوع لا زائدۃ فی نسخة المصفی او المختلفات ونقله القهستانی بالمعنی ولم یتنبه لما اسمعنا واللہ تعالٰی اعلم والخلاف الذی اشرت الیه ھوما فی الحصر والمختلف والعون وفتاوی العتابی الظهیریة ان برؤیة المذی لایجب الغسل عند ابی یوسف تذکر الاحتلام اولم یتذکر[2] کما فی فتح اللہ المعین للسید ابی السعود الازھری ونقله فی التبیین عن غایة السروجی عن الامام الفقیه ابی جعفر الهندوانی عن الامام الثانی رحمهم اللہ تعالٰی وفی ابی السعود عن نوح افندی عن العلامة قاسم ابن قطلوبغا مانصه قلت فیحتمل انیکون عن ابی یوسف روایتان اھ وفی الحلیة[3] وجوب الاغتسال فیما اذا تیقن کون البلل مذیا وھو متذکر الاحتلام باجماع اصحابنا علی مافی کثیر من الکتب المعتبرۃ وفی المصفی ذکر فی الحصر والمختلف والفتاوی الظهیریة اذا رای مذیا وتذکر الاحتلام لاغسل علیه

میں مختلفات سے ہے، لیکن محیط وغیرہ میں ہے کہ اس وقت پر واجب ہے اھ تو میں حاشیہ نہ لکھتا، اور اب بھی میں سمجھتا ہوں کہ "لا" کا زائدہ ہونا مستبعد نہیں مصفی یا مختلفات کے نسخہ میں، اور اسی کو قہستانی نے نقل بالمعنی کیا ہے اور وہ متنبہ نہیں ہوا جس کو کہ ہم نے سنایا واللہ اعلم، اور وہ اختلاف جس کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے وہ حصر، مختلف، عون، فتاوٰی عتابی اور فتاوٰی ظہیریہ میں ہے کہ مذی کے دیکھنے سے ابو یوسف کے نزدیک غسل واجب نہیں ہے، خواہ احتلام یاد ہو یا نہ ہو، جیسا کہ ابو السعود الازہری کی فتح اللہ المعین میں ہے اور اسی کو تبیین میں غایۃ السروجی سے ابو جعفر الھندوانی سے دوسرے امام سے نقل کیا۔ اور ابو السعود میں نوح افندی سے علامہ قاسم ابن قطلوبغا سے منقول ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ممکن ہے کہ ابو یوسف سے دو روایتیں ہوں اھ اور حلیہ میں تری کے مذی یقین کرلینے کی صورت میں وجوب غسل کا حکم ہے بشرطیکہ اس کو احتلام یاد ہو، اس پر ہمارے اصحاب کا اجماع ہے، یہی چیز بہت سی کتب معتبرہ میں ہے اور مصفی میں ہے ذکر کیا حصر اور مختلف اور فتاوٰی ظہیریہ میں کہ جب مذی دیکھی اور

عہ وسیاتی تاویل نفیس فانتظر اھ منه
انتظار کرو عنقریب نفیس تاویل آنے والی ہے۔ ت۔

---

[1] جامع الرموز موجبات الغسل مطبوعہ گنبد قاموس ایران ۱/۴۳
[2] فتح المعین علی منلامسکین موجبات الغسل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۹
[3] ایضاً

Marfat.com

عند ابی یوسف فیحتمل انیکون عن ابی یوسف روایتان اھ مختصرا۔[1]

احتلام یاد آیا تو اس پر ابو یوسف کے نزدیک غسل نہیں، تو احتمال ہے کہ ابو یوسف سے دو[2] روایتیں ہوں اھ مختصرا۔ ت

اقول بل ثلث[1] الاولٰی لاغسل بلاتذکروان رای منیا کما مرعن شرح النقایۃ عن الامام علی الاسبیجابی الثانیۃ لا الا بالمنی وان رأی المذی متذکرا وھی ھذہ والثالثۃ یغتسل فی التذکر باحتمال المذی ایضا و فی عدمہ بعلم المنی وھی الاظھر الاشھر و مرویۃ الاکثر بل عنہ رابعۃ نحو قولھما علی مافی القھستانی عن العیون وغیرھا و اللہ تعالٰی اعلم۔

اقول اس میں صرف دو قول ہی نہیں بلکہ تین ہیں:

پہلا یہ ہے کہ بلایاد کے غسل واجب نہ ہوگا خواہ منی دیکھے، کما مر عن شرح النقایۃ عن الامام علی الاسبیجابی۔

دوسرا یہ کہ غسل واجب نہ ہوگا، ہاں منی دیکھنے کی صورت میں ہوگا، اگرچہ مذی دیکھی ہو اور یاد بھی ہو اور وہ یہی ہو۔

تیسرا یہ کہ یاد کی صورت میں اس احتمال پر کہ مذی ہو یا نہ ہو اور منی کا علم ہو۔ یہی اظہر، اشہر اور اکثر کا روایت کردہ قول ہے بلکہ انہی سے ایک چوتھا قول بھی منقول ہے جو ان دونوں کے قول کی طرح ہے علی مافی القھستانی من العیون وغیرھا واللہ تعالٰی اعلم۔ ت

---

[1] حلیہ

[2] حیث ذکر الوجوب عندھما بالمذی وان لم یتذکر ثم قال وکذا عند ابی یوسف اذا تذکر الاحتلام واما اذا لم یتذکر فلا غسل وفی العیون وغیرہ انہ واجب عندہ فلعل عنہ روایتین کما فی الحقائق اھ فالروایتان ھھنا عدم الوجوب بالمذی اذا لم یتذکر وھی المشھورۃ والوجوب بہ وان لم یتذکر وھی التی فی العیون وھی کما فی مذھبھما والروایتان فی قول العلامۃ قاسم والحلیۃ الوجوب

قہستانی نے مذی کی صورت میں خواہ یاد نہ ہو طرفین کے نزدیک وجوب کا قول نقل کیا ہے اور پھر کہا ہے ابو یوسف کے نزدیک بھی یہی ہے، بشرطیکہ احتلام یاد ہو، اور جب یاد نہ ہو تو غسل واجب نہیں، اور عیون وغیرہا میں ہے کہ ان کے نزدیک واجب ہے، تو شاید ان سے دو روایتیں ہوں کما فی الحقائق اھ تو یہاں مذی کی صورت میں دو روایتیں ہیں ایک عدم وجوبِ غسل کی ہے جبکہ یاد نہ ہو اور یہی مشہور ہے، دوسری وجوبِ غسل کی ہے اگرچہ یاد نہ ہو، اور یہ عیون کی روایت ہے

(باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

اور اگر احتلام یاد نہیں تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک ان تینوں صورتوں میں اصلاً غسل نہیں وھو الاقیس وبہ اخذ الامام الاجل العارف باللہ خلف بن ایوب والامام الفقیہ ابو اللیث السمرقندی کما فی الفتح وغیرہ۔ (اور یہی چیز زیادہ قرینِ قیاس ہے، اور اسی کو امام خلف بن ایوب اور ابو اللیث سمرقندی نے اختیار کیا ہے کما فی الفتح وغیرہ۔ ت)

شکل اخیر یعنی ششم میں طرفین یعنی حضرت سیدنا امام اعظم و امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما بھی امام یوسف کے ساتھ ہیں یعنی جہاں نہ منی کا احتمال نہ مذی کا یقین بلکہ مذی کا احتمال ہے غسل بالاتفاق واجب نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

لا یجب اتفاقا فیما اذا شك فی الاخیرین (یعنی المذی والودی) مع عدم تذکر الاحتلام[1]۔

آخری دو صورتوں میں جب شک ہو (یعنی مذی اور ودی میں) تو اتفاقاً غسل واجب نہیں بشرطیکہ احتلام کا ہونا یاد نہ ہو۔ ت

اور شکل اول یعنی چہارم میں کہ منی کا احتمال ہو خواہ یوں کہ منی و مذی محتمل ہوں یا منی و ودی یا تینوں (اور ودی سے مراد وہ تری کہ منی و مذی کے سوا ہو) ان سب صورتوں میں دونوں حضرات باتفاق روایات غسل واجب فرماتے ہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

یجب عندھما فیما اذا شك فی الاولین (ای المنی والمذی) او فی الطرفین (ای المنی والودی)

طرفین کے نزدیک پہلی دو صورتوں (منی اور مذی) یا طرفین (منی اور ودی) میں یا تینوں میں طرفین کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بالمذی اذا تذکر وھی المشھورۃ وعدمہ بہ وان تذکر وھی التی فی العون فروایتا العیون والعون علی طرفی نقیض ھذا ما یعطیہ سوق القھستانی واللہ اعلم بحقیقۃ الحال اھ منہ (م)

جیسا کہ ان دونوں کا مذہب ہے اور علامہ قاسم اور حلیہ کے مطابق دو روایتیں یہ ہیں کہ وجوب غسل مذی سے یاد کی صورت میں ہوگا، یہی مشہور ہے، اور دوسری یہ کہ عدم وجوب غسل مذی سے اگرچہ یاد ہو اور یہ عون کی روایت ہے تو عون اور عیون کی روایتیں ایک دوسرے سے متناقض ہیں۔ قہستانی کے سیاق سے یہی معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ ت

---

[1] ردالمحتار، موجبات الغسل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۲۰

Marfat.com

اوفی الثلثۃ احتیاطا ولا یجب عند ابی یوسف للشک فی وجود الموجب[1]۔

نزدیک غسل احتیاطاً واجب ہے، جبکہ ابو یوسف کے نزدیک موجب میں شک پائے جانے کی وجہ سے واجب نہیں۔ ت

لیکن جہاں منی کے ساتھ مذی کا احتمال نہ ہو صرف ودی کا شبہہ ہو وجوب مطلق ہے اور جہاں مذی کا بھی شک ہو اس میں ایک صورت کا استثناء ۔ وہ یہ کہ اگر سونے سے کچھ پہلے اسے شہوت تھی ذکر قائم تھا اب جاگ کر تری دیکھی جس کا مذی ہونا محتمل ہے اور احتلام یاد نہیں تو اسے مذی ہی قرار دیں گے غسل واجب نہ کریں گے جب تک اس کے منی ہونے کا ظن غالب نہ ہو اور اگر ایسا نہ تھا یعنی نیند سے پہلے شہوت ہی نہ تھی یا تھی اور اُسے بہت دیر گزر گئی ۔ مذی جو اس سے نکلنی تھی نکل کر صاف ہو چکی اس کے بعد سویا اور تری مذکور پائی جس کا منی و مذی ہونا مشکوک ہے تو بدستور صرف اسی احتمال پر غسل واجب کر دیں گے منی کے غالب ظن کی ضرورت نہ جانیں گے ، صور استثناء کم مذکور ہوتی یاد رکھئے کہ آئندہ اس پر بحث ہونے والی ہے ان شاء اللہ تعالٰی۔

اب رہی شکل ثانی یعنی پنجم کہ مذی کا یقین ہو اس میں طرفین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے بیان مذہب میں علماء کا اختلاف شدید ہے بہت اکابر نے جزم فرمایا کہ اس صورت میں بھی مثل صورت ششم غسل واجب نہ ہونے پر ہمارے ائمہ ثلثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اتفاق ہے مبسوط[1] امام شیخ الاسلام بکر خواہر زادہ و محیط[2] امام برہان الدین ومغنی[3] و مصفٰے[4] للامام النسفی و فتح القدیر[5] نقلاً و منیۃ[6] المصلی و شرح[7] نقایہ للعلامۃ البرجندی و جامع[8] الرموز للعلامۃ القہستانی[9] و حاشیۃ الفاضل عبدالحلیم الرومی علی الدرر والغرر و بحر[10] الرائق و نہر[11] الفائق و در[12] مختار و حواشی[13] الدر للسید حلبی والسید[14] الطحطاوی والسید الشامی[15] و مسکین[16] علی الکنز و فتح المعین[17] للسید الازہری و تعلیقات[18] ابیہ السید علی بن علی بن ابی الخیر الحسینی و رحمانیہ[19] و ہندیہ[20] و طحطاوی[21] علی مراقی الفلاح و منحۃ[22] الخالق اسی طرف ہیں۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

ان رای بللا الا انہ لم یتذکر الاحتلام فان تیقن انہ مذی لایجب الغسل وان شک انہ منی اومذی قال ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی لا یجب حتی یتیقن بالاحتلام وقالا یجب ھکذا ذکرہ شیخ الاسلام کذا فی المحیط[2]۔

اگر تری دیکھی مگر احتلام کا ہونا یاد نہیں، تو اگر اس کے مذی ہونے کا یقین ہو تو غسل واجب نہیں اور اگر منی یا مذی ہونے میں شک ہے تو ابو یوسف نے فرمایا غسل اس وقت تک واجب نہ ہوگا جب تک کہ احتلام کا یقین نہ ہو، اور طرفین نے فرمایا

---

[1] رد المحتار، موجبات الغسل مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۱۲۰

[2] فتاوی ہندیۃ " " نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۵

Marfat.com

واجب ہوگا ھکذا ذکرہ شیخ الاسلام کذا فی المحیط۔

بحر الرائق میں ہے :

لا یجب الغسل اتفاقاً فیما اذا تیقن انہ مذی ولم یتذکر الاحتلام[1]۔

اس صورت میں غسل اتفاقاً واجب نہیں جبکہ اس کو مذی ہونے کا یقین ہو اور احتلام یاد نہ ہو۔

درمختار میں دربارۂ عدم تذکر احتلام ہے :

اذا علم انہ مذی فلا غسل علیہ اتفاقاً[2]۔

جب اس کو یہ علم ہو کہ یہ مذی ہے تو اس پر غسل اتفاقاً نہیں۔

ردالمحتار میں ہے :

لا یجب اتفاقاً فیما اذا علم انہ مذی مع عدم تذکر الاحتلام[3]۔

غسل اتفاقاً واجب نہ ہوگا جبکہ اس کو علم ہو کہ یہ مذی ہے اور احتلام کا ہونا اُسے یاد نہ ہو۔

بعینہ اسی طرح منحۃ الخالق میں ہے، حاشیۂ طحطاوی میں ہے :

اذا علم انہ مذی مع عدم التذکر لا یجب الغسل اتفاقاً[4]۔

جب اسے علم ہو کہ یہ مذی ہے اور احتلام یاد نہ ہو تو غسل اتفاقاً واجب نہ ہوگا۔

برجندی میں ہے :

ذکر فی المبسوط والمحیط والمغنی ھھنا تفصیلات وھو انہ اذا استیقظ ورای بللا ولم یتذکر الاحتلام فان تیقن انہ مذی لا یجب الغسل وان تیقن انہ منی یجب وان شك انہ مذی او منی قال ابو یوسف لا یجب وقالا یجب[5]

مبسوط، محیط اور مغنی میں ہے کہ اس مسئلہ میں تفصیلات ہیں، اگر بیدار ہوا اور تری دیکھی لیکن احتلام کا ہونا یاد نہیں ہے تو اگر مذی ہونے کا یقین ہے تو غسل واجب نہ ہوگا، اور منی ہونے کا یقین ہے تو واجب ہوگا اور اگر منی و مذی میں شک ہے تو ابو یوسف نے

---

[1] بحر الرائق، موجبات الغسل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۶

[2] الدرالمختار " مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۱

[3] ردالمحتار " مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۲۰

[4] طحطاوی علی الدرالمختار، موجبات الغسل بیروت ۱/۹۳

[5] شرح نقایۃ للبرجندی، کتاب الطہارۃ بحث المنی والمذی نولکشور بالسرور ۱/۳۰

Marfat.com

کہا واجب نہ ہوگا اور طرفین نے کہا کہ واجب ہوگا۔

رحمانیہ میں محیط سے ہے:

استیقظ فوجد علی فراشه اوفخذه بللا ولم یتذکر الاحتلام فان تیقن انه منی یجب الغسل والا لایجب وان شك انه منی او مذی قال ابو یوسف لایجب الغسل[1] اھ

اگر کوئی شخص بیدار ہوا اور اس نے اپنے بستر یا ران پر تری دیکھی اور احتلام یاد نہیں ہے اور اگر منی ہونے کا یقین ہے تو غسل واجب ہے ورنہ واجب نہیں اور اگر منی یا مذی میں شک ہے ابو یوسف نے فرمایا غسل واجب نہ ہوگا اھ ت

اقول فی قوله والا لایجب تدافع[ف۱] ظاهر مع مسألة الشك ولعل الجواب انها حلت محل الاستثناء ویُعکره لزوم ان لا یجب وفاقا اذا شك انه منی او ودی لانه لم یستثن الا الشك فی المنی والمذی الا ان یقال ان المراد بالمذی غیر المنی وهو ظاهر البعد والاولی ان یقال ان اصل قوله والا لایجب وان لا مفصولا والتقدیر وان تیقن انه لا منی لایجب۔

اقول ان کا قول "والا لایجب" مسئلہ شک سے متعارض نظر آتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ استثنا کے قائم مقام ہے، مگر اس کے خلاف یہ چیز ہے کہ منی اور ودی میں شک کی صورت میں یہ لازم آئے گا کہ اتفاقاً غسل واجب نہ ہو، کیونکہ صرف شک کی صورت ہی مستثنیٰ ہے۔ ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ مذی سے منی کے علاوہ مراد ہے، مگر بظاہر ایسا کہنا دور کی کوڑی لانے کے مترادف ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ان کے قول "والا لایجب" کی اصل "وان لا" فصل کے ساتھ ہے، اور معنی یہ ہوں گے کہ یہ یقین ہو کہ وہ لا منی ہے تو غسل واجب نہیں ہے۔ ت

شرح الکنز للعلامۃ مسکین میں ہے:

اذا لم یتذکر الاحتلام وتیقن انه مذی فلا غسل علیه[2]۔

جب احتلام یاد نہ ہو اور اس کو یقین ہو کہ یہ مذی ہے تو اس پر غسل واجب نہیں۔ ت

ابو السعود میں ہے:

اما صورما لایجب فیها الغسل اتفاقا فاربعة (الی قوله) الثالثة علم انه مذی ولم

جن صورتوں میں اتفاقاً غسل واجب نہیں ہوتا ہے وہ چار صورتیں ہیں الی قولہ، ان میں سے تیسری

---

[1] فتاوی ہندیہ اختصاراً موجبات الغسل نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۴

[2] شرح الکنز حاشیۃ فتح المعین " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۹

[ف۱] تطفل علی الرحمانیۃ۔

Marfat.com

یتذکر[1] | صورت یہ ہے کہ اگر اس کو یہ علم ہے کہ یہ مذی ہے اور اس کو یاد نہیں۔ ت

حلبی علی الدرر میں ہے:

لا غسل علیہ ان تیقن انہ مذی وکذا لو شك انہ مذی او ودی ولم یتذکر الاحتلام[2] | اس پر غسل واجب نہیں اگر اس کو یقین ہو کہ یہ مذی ہے اسی طرح اگر مذی یا ودی ہونے کا شک ہو اور احتلام یاد نہ ہو۔ ت

فتح القدیر میں ہے:

مستیقظ وجد فی ثوبہ او فخذہ بللا ولم یتذکر احتلاما لو تیقن انہ مذی لا یجب اتفاقا لکن التیقن متعذر مع النوم[3] اھ۔ | کوئی شخص بیدار ہوا اور اس نے اپنے کپڑے یا ران پر تری پائی اور احتلام یاد نہیں ہے، اب اگر اس کو اس کے مذی ہونے کا یقین ہو تو اتفاقاً غسل واجب نہیں مگر نیند کی صورت میں تیقن کا پایا جانا مشکل ہے اھ ت

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

لا یجب الغسل اتفاقا فیما اذا تیقن انہ مذی ولم یتذکر والمراد بالتیقن غلبۃ الظن لان حقیقۃ الیقین متعذرۃ مع النوم[4]۔ | جب مذی ہونے کا یقین ہو اور احتلام یاد نہ ہو تو غسل اتفاقاً واجب نہ ہوگا۔ اور تیقن سے مراد غلبہ ظن ہے کیونکہ نیند کی حالت میں حقیقۃً یقین کا پایا جانا محال ہے۔ ت

اقول کانہ یشیر الی الجواب عما اورد المحقق وما کان المحقق لیغفل عن مثل ھذا وانما ھو لتحقیق انیق سنعود الیہ بتوفیق من لا توفیق الا من لدیہ۔ | اقول غالباً یہ محقق کے اعتراض کے جواب کی طرف اشارہ ہے اور محقق اس سے غافل نہیں تھے اس کا ہم ذکر بعد میں کریں گے۔ ت

---

[1] فتح المعین لابی السعود موجبات الغسل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۸
[2] حاشیۃ الدرر للمولٰی عبدالحلیم موجبات الغسل بیروت ۱/۱۵
[3] فتح القدیر موجبات الغسل نوریہ رضویہ سکھر ۱/۵۴
[4] طحطاوی علی المراقی الفلاح موجبات الغسل ازہریہ مصر ص ۷۵

Marfat.com

منیہ میں ہے:

ان تیقن انه مذی فلا غسل علیه اذا لم یتذکر الاحتلام[1]

اگر یقین ہو کہ مذی ہے تو غسل واجب نہیں اگر احتلام یاد نہ ہو۔

مصفّٰی میں ہے:

ان رای بللا و لم یتذکر الاحتلام ان تیقن انه ودی او مذی لا یجب الغسل و ان تیقن انه منی یجب و ان شك انه منی او مذی قال ابو یوسف لا یجب حتی تیقن بالاحتلام وقالا یجب کذا فی[2] المحیط و المغنی و مبسوط شیخ الاسلام و فتاوی قاضی خان و الخلاصة۔

اگر تری دیکھی اور احتلام یاد نہیں اگر ودی و مذی ہونے کا یقین ہے تو غسل واجب نہیں، اور اگر منی کا یقین ہو تو غسل واجب ہے اور اگر منی و مذی میں شک ہے تو ابو یوسف کا قول ہے کہ جب احتلام کا یقین نہ ہو غسل واجب نہیں، اور طرفین کہتے ہیں کہ اس صورت میں غسل واجب ہے، اسی طرح محیط، مغنی، مبسوط، شیخ الاسلام اور فتاوٰے قاضی خاں اور خلاصہ میں ہے۔

حلیہ میں یہ کلام مصفّٰی نقل کرکے فرمایا:

لیس فی الفتاوی الخانیة ولا الخلاصة ذلك کما ذکرہ مطلقا و کذا لیس فی محیط رضی الدین و اما المغنی و مبسوط شیخ الاسلام فلم اقف علیهما اھ[3]۔

فتاوی خانیہ اور خلاصہ میں جیسا کہ انہوں نے ذکر کیا ہے مطلقاً یہ چیز موجود نہیں، اور رضی الدین کی محیط میں بھی یہ نہیں اور مغنی اور شیخ الاسلام کی مبسوط کا حال مجھے معلوم نہ ہو سکا اھ

اقول اما المبسوط فقد منا نقله عن الهندیة عن المحیط عن المبسوط و کذا عن البرجندی عن المبسوط و کذلك عنه عن المغنی و المراد بالمحیط المحیط

اقول جہاں تک مبسوط کی نقل کا تعلق ہے تو ہم اس کی عبارت بحوالہ ہندیہ از محیط از مبسوط نقل کر چکے ہیں نیز برجندی از مبسوط اور مغنی سے بھی نقل کیا ہے، اور محیط سے مراد محیط برہانی ہے

---

[1] منیہ المصلی　　موجباتِ غسل　　مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور
[2] مصفّٰی　　[3] حلیہ

Marfat.com

البرهانی لا الرضوی وقد تقدم النقل عنه عن الهندیة وعن البرجندی نعم لم ار هذا فی الخانیة بل الواقع فیها[۱] خلاف هذا کما سیأتی ان شاء الله تعالٰی و اما الخلاصة فنصها علٰی ما فی نسختی هکذا ان احتلم و لم یر شیئا لاغسل علیه بالاتفاق وان تذکر الاحتلام ورای بللا ان کان ودیا لا یجب الغسل بلا خلاف وان کان مذیا او منیا یجب الغسل بالاجماع ولسنا نوجب الغسل بالمذی لکن المنی یرق بطالة المدة فکان مرادہ ما یکون صورته المذی لا حقیقة المذی الثالث اذا رای البلل علٰی فراشه و لم یتذکر الاحتلام یجب علیه الغسل وعند ابی یوسف لاغسل علیه اھ[۱] وھو[۲] فیما اری عارٍ عن ذکر المسألة اصلا فان قلت بل فیه خلاف ما فی المصفی حیث ارسل البلل ارسالا فشمل المذی وقد اوجب فیه الغسل مع عدم التذکر ومثله ما فی الخانیة عن مبسوط الامام محرر المذهب محمد بن الحسن رضی الله تعالٰی عنه حیث قال وفی صلاة الاصل اذا استیقظ وعندہ انه لم یحتلم ووجد بللا علیه الغسل فی قول ابی حنیفة ومحمد[۲] رحمهما الله تعالٰی۔

نہ کہ محیط رضوی، اور اس سلسلہ میں محیط از ہندیہ اور از برجندی نقل گزری، میں نے یہ خانیہ میں نہیں دیکھا بلکہ جیسا کہ ہم ان شاء اللہ بیان کریں گے اس میں اس کے خلاف ہے۔ اور خلاصہ کا جو نسخہ میرے پاس ہے اس میں اس طرح ہے "اور اگر احتلام ہو مگر اس نے کوئی اثر نہ دیکھا تو بالاتفاق غسل واجب نہیں اور اگر احتلام یاد ہے اور تری دیکھی تو اگر ودی ہے تو بالاتفاق غسل واجب نہیں اور اگر مذی یا منی ہے تو بالاجماع غسل واجب ہے، اور ہم مذی سے غسل واجب نہیں کرتے ہیں لیکن منی زیادہ عرصہ گزرنے کے بعد پتلی ہو جاتی ہے تو ان کی مراد یہ ہوگی کہ وہ صورۃً مذی ہو حقیقۃً مذی نہ ہو۔ تیسری صورت یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنے بستر پر تری دیکھے اور اس کو احتلام یاد نہ ہو تو اس پر غسل واجب ہے اور ابو یوسف کے نزدیک اس پر غسل نہیں اھ

میں سمجھتا ہوں کہ اس میں مسئلہ کا ذکر ہی موجود نہیں۔

ممکن ہے کہ یہاں یہ سوال پیدا ہو کہ یہ تو مصفی کی عبارت کے خلاف ہے کیونکہ انہوں نے تری کو عام رکھا ہے لہٰذا اس میں مذی بھی شامل ہے اور اس میں غسل واجب کیا ہے باوجودیکہ یاد نہ ہونے کے، یہی چیز خانیہ میں امام محمد کی مبسوط سے منقول ہے، مبسوط کی کتاب الصلوٰۃ میں ہے کہ جب کوئی شخص بیدار ہوا اور وہ سمجھتا ہے کہ اس کو احتلام نہیں ہوا اور اس نے تری پائی تو ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک اس پر غسل لازم ہے۔

---

[۱] خلاصۃ الفتاوی موجبات الغسل نولکشور لکھنؤ ۱/۱۳

[۲] فتاوی قاضی خاں " " " ۱/۲۱

Marfat.com

قلت لا تعجل واورد الكلام موردہ فانہ اما ان يكون المراد بلل معلوم الحقيقة او غير معلومها او اعم لا سبيل الى الاول لانہ ارسل البلل ارسالا فيشمل ما اذا علم انہ منی وليس مراد اقطعا لان فيہ الغسل بلاخلاف وما اذا علم انہ ودی وليس مراد قطعا اذ لا غسل فيہ بالاتفاق ولا الى الثالث لشمولہ الاول فيعود المحذوران فتعين الثانی وكانہ لہذا ابہم محمد وارشد بالابہام اللفظی الى الابہام المعنوی فالمعنی رای بللا لا يدری ما هو فهذہ صورۃ الشك فی انہ منی او غيرہ ولا مساس لہا بصورۃ علم المذی ونظيرہ قول مسكين اذا استيقظ فوجد فی احليلہ بللا[1] الخ فقال ابو السعود و شك فی كونہ منيا او مذيا خانيۃ[2] اھ وقول المنيۃ ان استيقظ فوجد فی احليلہ بللا[3] الخ فقال فی الغنيۃ لا يدری امنی ھو ام مذی[4] اھ

میں کہتا ہوں کہ کلام کی صحیح تشریح کرنی چاہیے کیونکہ اس صورت میں یا تو تری کی حقیقت معلوم ہو گی یا معلوم نہ ہو گی یا دونوں کو عام ہوگا، پہلی صورت تو ممکن نہیں کیونکہ انہوں نے تری کو مطلق رکھا تو یہ اس صورت کو بھی شامل ہوگا جبکہ اس کو منی ہونے کا علم ہو، اور ظاہر ہے کہ یہ مراد قطعاً نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں تو بلاخلاف غسل واجب ہے، اور یا ودی مراد ہو، تو یہ بھی قطعاً درست نہیں کیونکہ اس میں بالاتفاق غسل واجب نہیں اور نہ ہی تیسری شکل مراد ہوسکتی ہے کیونکہ یہ پہلی صورت کو بھی شامل ہے، اس طرح پہلی خرابی یہاں بھی لازم آئے گی تو دوسری شکل متعین ہو گئی، اور غالباً امام محمد نے اس کو اسی لیے مبہم رکھا ہے اور ابہام لفظی کے ذریعہ ابہام معنوی کی طرف اشارہ کیا ہے، تو اب معنی یہ ہوں گے کہ اس نے تری دیکھی مگر اس کو یہ معلوم نہیں کہ یہ کیا ہے تو یہ شک کی صورت ہے کہ یہ منی ہے یا کچھ اور ہے اور اس کا تعلق مذی کے علم والی صورت سے بالکل نہیں ہے، اور اس کی نظیر مسکین کا قول ہے کہ بیدار ہوا اور اس نے اپنے احلیل میں تری پائی الخ اس کے بارے میں ابو السعود نے کہا اس کو منی یا مذی کے ہونے میں شک ہے، خانیہ اھ اور منیہ کا قول ہے کہ اگر بیدار ہوا اور اپنے احلیل میں تری پائی الخ اور غنیہ میں کہا کہ اس کو یہ معلوم نہیں کہ وہ مذی ہے یا منی اھ

---

[1] شرح الکنز لملا مسکین علی حاشیۃ فتح المعین، موجبات الغسل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۹
[2] فتح المعین علی شرح لملا مسکین " " "
[3] منیۃ المصلی موجبات الغسل مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۳۳
[4] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی موجبات الغسل سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۳

Marfat.com

اقول وبه ظهر الجواب عن ایراد الحلیۃ بقولہ انت علیم بما فی ھذا الاطلاق فانہ یشتمل المنی والمذی ولاشک ان المنی غیر مراد منہ بالاتفاق فلاجرم ان ذکر المصنف انہ لو تیقن انہ منی فعلیہ الغسل[۱] اھ ونظائرہ ھذا کثیر فی کلامھم غیر لبیب۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس سے حلیہ کے اعتراض کا جواب بھی مل گیا، حلیہ میں ہے کہ یہ اطلاق منی اور مذی دونوں کو شامل ہے اور اس میں شک نہیں کہ منی اس سے مراد نہیں، اس لیے مصنف نے یہ صورت ذکر کی ہے کہ اگر اس کو منی ہونے کا یقین ہے تو اس پر غسل لازم ہے اھ اور اس کی مثالیں فقہاء کے کلام میں بکثرت موجود ہیں۔ ت

اور عامہ متون مذہب وجماہیر اجلہ علماء کی تصریح کی ہے کہ صورت پنجم بھی مثل صورت چہارم ہمارے ائمہ میں مختلف فیہ ہے طرفین غسل واجب فرماتے ہیں اور امام ابو یوسف کا خلاف ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین وقایہ[۱] ونقایہ[۲] واصلاح[۳] وعزر[۴] و نورالایضاح[۵] وتنویرالابصار[۶] وملتقی الابحر[۷] وبدائع[۸] واسبیجابی[۹] وصدرالشریعۃ[۱۰] وحلیہ[۱۱] وغنیہ[۱۲] و ایضاح[۱۳] و درر[۱۴] ومراقی الفلاح[۱۵] وجوہرہ نیرہ[۱۶] وتبیین الحقائق[۱۷] ومستخلص[۱۸] وشمنی[۱۹] ومجمع الانہر[۲۰] وفتوٰئے امام اجل نجم الدین النسفی[۲۱] وجواہر الفتاوی[۲۲] للامام الکرمانی وخانیہ[۲۳] وسراجیہ[۲۴] وخجندی[۲۵] و بزازیہ[۲۶] وتجنیس[۲۷] وحصر[۲۸] ومختلف[۲۹] وظہیریہ[۳۰] وخزانۃ المفتین[۳۱] وارکان اربعہ[۳۲] اور شروح حدیث سے لمعات[۳۳] ومرقاۃ[۳۴] جزماً اسی طرف ہیں اور امام محقق علی الاطلاق[۳۵] نے بحثاً اُس کا افادہ فرمایا کما مریاتی بیانہ ان شاء اللہ تعالٰی۔

وقایہ وشرح میں ہے:

(ورؤیۃ المستیقظ المنی والمذی وان لم یحتلم) اما فی المنی فظاھر واما فی المذی فلاحتمال کونہ منیا رق بحرارۃ البدن وفیہ خلاف لابی یوسف[۲]۔

(اور بیدار ہونے والے کا منی اور مذی کو دیکھنا اگرچہ احتلام نہ ہوا ہو) منی کی صورت میں تو ظاہر ہے اور مذی کی صورت میں اس احتمال کی وجہ سے کہ شاید یہ منی ہی ہو حرارت بدنی کی وجہ سے پتلی ہوچکی ہے اس میں ابو یوسف کا اختلاف ہے۔

اصلاح وایضاح میں ہے:

(ورؤیۃ المستیقظ المنی او المذی وان لم یتذکر الاحتلام) فان ما ظھر فی صورۃ

(بیدار ہونے والے کا منی یا مذی کو دیکھنا ہے اگرچہ احتلام یاد نہ ہو) کیونکہ جو چیز بصورتِ مذی ظاہر

---

[۱] منیۃ المصلی، موجبات الغسل مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۳۳

[۲] شرح وقایہ " رشیدیہ دہلی ۱/۸۲

Marfat.com

المذی یحتمل انیکون منیارق بحرارۃ البدن او باصابۃ الھواء فمتی وجب من وجہ ما فالاحتیاط فی الایجاب وفیہ خلاف لابی یوسف۔[1]

ہو رہی ہے ممکن ہے کہ دراصل منی ہی ہو جو جسم کی حرارت سے پتلی ہوگئی ہو یا ہوا لگنے سے اس میں رقت پیدا ہوگئی ہو تو جب ایک صورت میں غسل واجب ہوا تو احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ مطلقاً واجب کر دیا جائے، اور اس میں ابو یوسف کا اختلاف ہے۔ ت

مختصر الوقایہ میں ہے:

ورؤیۃ المستیقظ المنی او المذی۔[2]

بیدار ہونے والے کا منی یا مذی کو دیکھنا الخ ت

غرر و درر میں ہے:

(وعند رؤیۃ مستیقظ منیا او مذیا وان لم یتذکر حلما) لان الظاھر انہ منی رق بھواء اصابہ۔[3]

(اور بیدار ہونے والے کے منی یا مذی کو دیکھنے کے وقت اگرچہ اس کو اپنا محتلم ہونا یاد نہ ہو) کیونکہ یہ بظاہر منی ہے جو ہوا لگنے سے پتلی پڑ گئی ہے۔ ت

متن و شرح علامہ شرنبلالی میں ہے:

ومنھا (وجود ماء رقیق بعد) الانتباہ من (النوم) ولم یتذکر احتلاما عندھما خلافا لابی یوسف وبقولہ اخذ خلف بن ایوب و ابو اللیث لانہ مذی وھو الاقیس ولھما ماروی انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سئل عن الرجل یجد البلل ولم یذکر احتلاما قال یغتسل ولان النوم راحۃ تھیج الشھوۃ وقد یرق المنی لعارض والاحتیاط لازم فی العبادات۔[4]

اور انہی میں سے (پتلے پانی کا) بیداری کے بعد پایا جانا ہے، اور اس کو احتلام یاد نہ ہو، یہ طرفین کے نزدیک ہے اس میں ابو یوسف کا خلاف ہے اور ان کے قول کو خلف بن ایوب اور ابو اللیث نے اختیار کیا کیونکہ یہ مذی ہے اور یہی زیادہ قرینِ قیاس ہے، اور طرفین کی دلیل ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جس نے تری دیکھی مگر اُسے احتلام یاد نہ تھا، تو آپ نے فرمایا وہ غسل کرے پھر نیند

---

[1] اصلاح وایضاح

[2] متن شرح وقایہ موجبات الغسل رشیدیہ دہلی ۱/۸۲

[3] درر الحکام شرح غرر الاحکام موجبات الغسل کاملیہ بیروت ۱/۱۹

[4] مراقی الفلاح علی حاشیۃ الطحطاوی موجبات الغسل ازہریہ مصر ص ۷۰

Marfat.com

راحت نہ ہے جو شہوت کو ابھارتی ہے اور منی کسی عارضہ کی وجہ سے پتلی پڑ سکتی ہے اور عبادات میں احتیاط لازم ہے۔

تنویر الابصار میں ہے :

وروية المستيقظ منيا او مذيا وان لم يتذكر الاحتلام[1]

اور بیدار ہونے والے کا منی یا مذی کو دیکھنا خواہ احتلام یاد نہ ہو۔

ملتقی و مجمع میں ہے :

(و) فرض (لرؤية مستيقظ لم يتذكر الاحتلام بللا ولو مذيا) عند الطرفين (خلافا له) اي لابي يوسف له ان الاصل براءة الذمة فلا يجب الا بيقين وهو القياس ولهما ان النائم غافل والمنى قد يرق بالهواء فيصير مثل المذى فيجب عليه احتياطا[2]

اور غسل فرض ہے جبکہ بیدار ہونے والا تری دیکھے خواہ وُہ مذی ہی کیوں نہ ہو اگرچہ اسے کو احتلام یاد نہ ہو۔ طرفین کے نزدیک، اس میں ابویوسف کا اختلاف ہے۔ ابویوسف کی دلیل یہ ہے کہ انسان بری الذمہ ہے اس پر یقین کے علاوہ کوئی چیز لازم نہ ہوگی اور قیاس بھی یہی ہے، اور طرفین کی دلیل یہ ہے کہ سونے والا غافل ہے اور منی ہوا کی وجہ سے کبھی پتلی ہو جاتی ہے اور مذی کی طرح ہو جاتی ہے تو غسل احتیاطاً واجب ہوگا۔

جوہرہ نیرہ میں ہے :

فى الخجندى ان كان منيا وجب الغسل بالاتفاق وان كان مذيا وجب عندهما تذكر الاحتلام اولا وقال ابويوسف لا يجب الا اذا تيقن الاحتلام[3]

خجندی میں ہے کہ اگر منی ہے تو غسل واجب ہے بالاتفاق۔ اور اگر مذی ہے تو طرفین کے نزدیک واجب ہے، احتلام یاد ہو کہ نہ ہو، اور ابویوسف سوائے احتلام کے تیقن کی صورت میں اور کسی صورت میں وجوبِ غسل کے قائل نہیں۔

شرح امام زیلعی میں ہے :

وا غشى عليه او كان سكران فوجد على فخذه

اگر کسی شخص پر غشی تھی یا وہ نشہ میں تھا پھر اس نے

---

[1] درالمختار موجبات الغسل مجتبائی دہلی ۱/۳۱
[2] مجمع الانہر کتاب الطہارۃ عامرہ مصر ۱/۲۳
[3] جوہرہ نیرہ موجبات الغسل مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۱۲

Marfat.com

اوفراشه مذیا لم یلزمه الغسل لانه یحال به علی هذا السبب الظاهر بخلاف النائم [1]

اپنی ران یا بستر پر مذی پائی تو اس پر غسل لازم نہیں کیونکہ اس کا ظاہری سبب اسی کیفیت کو سمجھا جائیگا لیکن نیند سے اٹھنے والے کا یہ حکم نہیں ہے۔

مستخلص الحقائق میں ہے:

(لا مذی و ودی و احتلام بلا بلل) روی الشیخ ابو منصور الماتریدی باسناده الی عائشة رضی الله تعالٰی عنها عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم انه قال اذا رای الرجل بعد ما ینتبه من نومه بللا ولم یتذکر احتلاما اغتسل وان رای احتلاما ولم یر بللا لا غسل علیه وهذا نص فی الباب کذا فی البدائع ثم قوله بلا بلل مطلقا یتناول المنی والمذی وقال ابو یوسف لا غسل علیه فی المذی وهذا نص فی المنی اعتبارا بحالة الیقظة ولهما اطلاق الحدیث ولان المنی قد یرق لمرور الزمان فیصیر فی صورة المذی کذا فی البدائع ایضا [2]

مذی اور ودی اور احتلام بلا تری کے نہیں ہوتا۔ شیخ ابو منصور ماتریدی نے اپنی سند سے حضرت عائشہ سے روایت کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے بیدار ہونے کے بعد تری دیکھی لیکن اس کو احتلام یاد نہیں ہے تو غسل کرے، اور اگر احتلام تو دیکھا لیکن تری نہ دیکھی تو اس پر غسل واجب نہیں ہے، اور یہ اس باب میں نص ہے کذا فی البدائع، پھر ان کا قول "بلا بلل" مطلق ہے منی اور مذی دونوں کو شامل ہے، اور ابو یوسف نے فرمایا مذی کی صورت میں اس پر غسل واجب نہیں ہے اور یہ نص منی بحالت بیداری میں ہے، اور طرفین کی دلیل حدیث کا اطلاق ہے، کیونکہ منی کبھی زیادہ وقت گزر جانے کی وجہ سے پتلی ہو کر مذی کی صورت اختیار کر لیتی ہے کذا فی البدائع۔

جواہر الفتاوٰی کے باب رابع میں کہ فتاوائے امام اجل نجم الدین نسفی کے لیے معقود ہوتا ہے فرمایا:

استیقظ وتذکر انه رای فی منامه مباشرة ولم یر بللا علی ثوبه ولا فرشه ومکث ساعة فخرج مذی لا یجب الغسل لظاهر الحدیث من احتلم ولم یر بللا فلا شیئ علیه ولیس

امام نجم الدین نسفی کے جواہر الفتاوی کے چوتھے باب میں ہے کہ کوئی شخص بیدار ہوا اور اس نے خواب میں اپنے آپ کو مباشرت کرتے ہوئے دیکھا، لیکن تری نہ تو اس نے اپنے کپڑوں پر دیکھی اور نہ ہی اپنے

---

[1] تبیین الحقائق موجبات الغسل مطبوعہ بولاق مصر ۱/۱۶

[2] مستخلص الحقائق " مطبوعہ رام کانشی پرنٹنگ پریس لاہور ص ۵۰-۵۱

Marfat.com

هذا كما استيقظ ورأى بلة يلزمه الغسل عند ابی حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالٰی لانهما يحملان انه كان منيا فرق بمرور الزمان وههنا عاين خروج المذى فوجب الوضوء دون الغسل قال ولا يلزم هذا من احتلم ليلا فاستيقظ ولم يربللا فتوضأ وصلى الفجر ثم نزل المنى يجب الغسل وجازت صلاة الفجر عند ابی حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالٰی لانه انما يجب الغسل بنزول المنى بعد ما استيقظ ولهذا لايعيد الفجر بخلاف مسالتنا لانه زال المذى بعد ما استيقظ وهو يراه فلم يلزم الغسل لانه مذى[1] اھ بنحو اختصار

بستر پر، اب تھوڑی دیر گزر جانے کے بعد اس کے جسم سے مذی نکلی تو اس پر غسل واجب نہ ہوگا، اس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ جس شخص کو احتلام ہُوا اگر اس نے تری نہ دیکھی تو اس پر کچھ واجب نہیں، اور یہ اس صورت سے مختلف ہے جبکہ کوئی شخص بیدار ہوا اور اس نے تری دیکھی تو ابوحنیفہ اور محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس پر غسل واجب ہے، کیونکہ یہ دونوں حضرات اس کو منی قرار دیتے ہیں جو وقت گزرنے کی وجہ سے پتلی ہوگئی ہے اور یہاں اس نے منی کا نکلنا دیکھا ہے تو وضو واجب ہوگا نہ کہ غسل، فرمایا یہ اس پر واجب نہیں جس کو رات کو احتلام ہوا تو بیدار ہوکر اس نے تری نہ دیکھی، پھر اس نے وضو کیا اور نماز فجر ادا کی پھر منی ظاہر ہُوئی تو اس پر غسل واجب ہے، اور ابوحنیفہ اور محمد کے نزدیک نمازِ فجر جائز ہے کیونکہ غسل بیداری کے بعد منی کے آنے سے ہی واجب ہوتا ہے اور اس لیے یہ شخص نماز فجر کا اعادہ نہیں کرے گا، یہ صورت ہمارے اس مسئلہ میں نہیں پائی جاتی ہے کیونکہ مذی اس کی بیداری کے بعد زائل ہوگئی، اور یہ اس کی آنکھوں کے سامنے ہوا تو غسل واجب نہ ہوگا کیونکہ یہ تو مذی ہے اھ مختصرا۔

فتاوٰی امام قاضی خان میں ہے:

انتبه ورای علی فراشه او فخذه المذی يلزمه الغسل فی قول ابی حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالٰی تذكر اولم يتذكر[2]

کوئی شخص بیدار ہُوا پھر اس نے اپنے بستر یا ران پر تری دیکھی تو ابوحنیفہ اور محمد کے نزدیک اس پر غسل واجب ہے خواہ اس کو یاد ہو کہ نہ ہو۔

اسی فتاوٰی میں ہے:

مغمی عليه افاق فوجد مذيا لاغسل عليه

کوئی شخص بیہوشی سے ہوش میں آیا تو اس نے مذی

---

[1] جواہر الفتاوٰی لامام نجم الدین نسفی

[2] قاضی خان موجبات الغسل نولکشور لکھنؤ ۱/۲۱

Marfat.com

وکذا السکران ولیس ھذا کالنوم لان ما یزاد النائم سببه ما یجدہ من اللذة والراحة التی تھیج منھا الشھوة والاغماء والسکر لیسا من اسباب الراحة[1]

یا ئی، اس پر غسل واجب نہیں ہے، یہی حکم نشے والے کا ہے، یہ نیند سے مختلف ہے کیونکہ نیند والا جو دیکھتا ہے اس کا سبب لذت و راحت ہے جس سے شہوت پیدا ہوتی ہے اور بیہوشی یا نشہ اسباب راحت سے نہیں ہیں۔ ت

سراجیہ میں ہے :

اذا استیقظ النائم فوجد علی فراشه بللا علی صورة المذی او المنی علیه الغسل وان لم یتذکر الاحتلام[2]

جب سونے والا جاگا اور اس نے اپنے بستر پر تری بصورت مذی یا منی پائی تو اس پر غسل ہے، خواہ اس کو احتلام یاد نہ ہو۔ ت

وجیز امام کردری میں ہے :

احتلم ولم یر بللا لاغسل علیه اجماعا ولو منیا او مذیا لزم لان الغالب انه منی رق لمضی الزمان[3]

کسی شخص کو احتلام ہوا اور اس نے تری نہ دیکھی تو خواہ منی ہو یا مذی اس پر بالاجماع غسل واجب نہیں کیونکہ غالب یہی ہے کہ یہ منی ہے جو وقت گزرجانے کی وجہ سے پتلی ہوگئی ہے۔ ت

اُسی میں ہے :

افاق بعد الغشی او السکر وجد علی فراشه مذیا لا غسل علیه بخلاف النائم[4]

کوئی شخص بیہوشی یا نشہ کے بعد ہوش میں آیا اور اس نے اپنے بستر پر مذی پائی تو اس پر غسل واجب نہیں، سونے والے کا یہ حکم نہیں۔ ت

التجنیس والمزید میں ہے :

استیقظ فوجد علی فراشه مذیا کان علیه الغسل ان تذکر الاحتلام بالاجماع وان

کوئی شخص بیدار ہوا اور اس نے اپنے بستر پر مذی پائی تو اگر اس کو احتلام یاد ہے تو اس پر بالاجماع

---

[1] قاضی خان موجبات غسل نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۲

[2] سراجیہ " " ص ۳

[3] بزازیہ مع الہندیہ " نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۰

[4] ایضاً

Marfat.com

لم يتذكر فعند ابي حنيفة و محمد رحمهما الله تعالٰی لان النوم مظنة الاحتلام فيحال عليه ثم يحتمل انه منی رق بالهواء او الغذاء فاعتبرناه منيا احتياطا[1] اھ من الفتح ملتقطا۔

غسل ہے اور اگر یاد نہیں تو ابوحنیفہ اور محمد کے نزدیک غسل واجب ہے کہ نیند میں احتلام کا گمان ہے تو اس کو اسی پر محمول کیا جائے گا پھر اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ یہ منی ہو جو ہوا سے پتلی ہوگئی یا غذا سے، تو ہم نے اس کو احتیاطاً منی اعتبار کر لیا، ام من الفتح ملتقطا۔ ت

حلیہ میں مصفی سے ہے:

ذكر فی الحصر و المختلف و الفتاوی الظهيرية انه اذا استيقظ فرای مذيا وقد تذكر الاحتلام او لم يتذكر فلا غسل عليه عند ابي يوسف وقالا عليه الغسل[2]۔

حصر، مختلف اور فتاوی ظہیریہ میں ہے کہ اگر کوئی شخص بیدار ہوا اور اس نے مذی دیکھی، احتلام یاد ہو کہ نہ ہو تو ابو یوسف کے نزدیک اس پر غسل واجب نہیں، اور طرفین نے فرمایا اس پر غسل ہے۔ ت

اُسی میں ہے:

وجوب الغسل اذا لم يتذكر حلما وتيقن انه مذی او شك فی انه منی او مذی قول ابی حنيفة و محمد خلافا لابی يوسف[3]۔

جب اس کو خواب یاد نہ ہو اور اس کو یقین ہو کہ یہ مذی ہے یا مذی اور منی میں شک ہے تو غسل واجب ہے یہ ابوحنیفہ اور محمد کا قول ہے، اس میں ابو یوسف کا اختلاف ہے۔ ت

اُسی میں ہے:

اطلق الجم الغفير انه اذا استيقظ و وجد مذيا يعنی ما صورته صورة المذی و لم يتذكر الاحتلام يجب عليه الغسل عند ابی حنيفة و محمد خلافا لابی يوسف[4]۔

علماء کی ایک کثیر جماعت کا قول ہے کہ جب کوئی شخص بیدار ہوا اور مذی کی صورت میں کوئی چیز دیکھی اور احتلام یاد نہیں ہے تو ابوحنیفہ اور محمد کے نزدیک اس پر غسل واجب ہے، اس میں ابو یوسف کا اختلاف ہے۔ ت

---

[1] بحوالہ فتح القدیر، موجبات الغسل نوریہ رضویہ سکھر ۱/۵۴

[2] حلیہ

[3] حلیہ

[4] حلیہ

Marfat.com

خزانۂ امام سمعانی میں برمز ط لشرح الطحاوی ہے :

استیقظ فوجد علی فراشه بللا فانکان مذیا فعند ابی حنیفة و محمد رحمهما الله تعالیٰ یجب الغسل احتیاطا تذکرا لاحتلام اولم یتذکر وقال ابو یوسف رحمه الله تعالیٰ لا غسل علیه حتی یتیقن بالاحتلام[1]

کوئی شخص بیدار ہوا اور اس نے اپنے بستر پر تری پائی تو اگر مذی ہے تو ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک اس پر احتیاطاً غسل واجب ہے خواہ اس کو احتلام یاد ہو کہ نہ ہو۔ اور ابو یوسف کہتے ہیں کہ جب تک اس کو احتلام کا یقین نہ ہو غسل واجب نہیں۔

ارکان بحر العلوم میں ہے :

من موجبات الغسل وجدان المستیقظ البلل سواء کان منیا او مذیا وسواء تذکر الاحتلام ام لا عند الامام ابی حنیفة و الامام محمد وقال ابو یوسف لا لان الغسل لا یجب بالاحتمال ولهما ماروی الترمذی وابو داؤد عن ام المؤمنین رضی الله تعالیٰ عنها (فذکر الحدیث المذکور ثم قال) المعنی فی وجوب الغسل علی المستیقظ الواجد البلل ان النوم حالة غفلة و توجه الی دفع الفضلات ویکون الذکر صلبا شاهیا للجماع ولذا یکثر فی النوم الاحتلام و خروج المنی بشهوة غالبا بخلاف حالة الیقظة فانه یندر فیه خروج المنی بلا تحریك فاذا وجد المستیقظ البلل فالغالب انه منی دفعه الطبیعة بشهوة وان کان البلل رقیقا مثل المذی فالغالب فیه انه رق بحرارة

بیدار ہونے والے کا تری پانا غسل کے موجبات سے ہے خواہ منی ہو یا مذی ہو، احتلام یاد ہو کہ نہ ہو، یہ ابو حنیفہ اور محمد کا قول ہے اور ابو یوسف کہتے ہیں غسل واجب نہ ہوگا، کیونکہ غسل احتمالات سے واجب نہیں ہوتا ہے۔ طرفین کی دلیل ترمذی اور ابو داؤد کی روایت ام المومنین رضی اللہ عنہا سے ہے (پھر انہوں نے مذکور حدیث بیان کی اور فرمایا کہ جو بیدار ہونے والا تری پائے اس پر غسل واجب ہے' اور اس کی دلیل یہ ہے کہ نیند غفلت کی حالت ہے اور اس میں طبیعت فضلات کے اخراج کی طرف مائل ہوتی ہے، اور ذکر سخت ہوتا ہے، اس میں جماع کی خواہش ہوتی ہے اور اس لیے نیند کی حالت میں احتلام کی کثرت ہوتی ہے اور منی اکثر خواہش سے ہی خارج ہوتی ہے اور بیداری کی حالت میں منی کا نکلنا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے، اب اگر بیدار ہونے والا تری پائے، تو غالب یہ ہے کہ یہ منی ہی ہے جس کو

---

[1] خزانۃ لامام سمعانی

Marfat.com

البدن فاوجب الشارع فی البلل الغسل مطلقا لانہ مظنۃ الخروج بالشھوۃ فافھم[1]

طبیعت نے شہوت کے ساتھ خارج کیا ہے، اور اگر تری مذی کی طرح پتلی ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ بحرارتِ بدن سے پتلی ہو گئی ہے، اس لیے شارع نے تری دیکھنے کی صورت میں مطلقاً غسل واجب قرار دیا ہے کیونکہ اس میں شہوت کے ساتھ خروج کا گمان رہتا ہے، فافہم۔ ت

کبیری علی المنیہ میں قول مذکور متن کو عند ابی یوسف سے مقید کرکے وعندھما یجب فرمایا پھر محل دلیل میں افادہ کیا،

قولھما وجوب الغسل انما یتقی انہ مذی ولم یتذکر الاحتلام لان النوم حال ذھول وغفلۃ شدیدۃ یقع فیہ اشیاء فلا یشعر بھا فیتیقن کون البلل مذیا لا یکاد یمکن الا باعتبار صورتہ ورقتہ وتلک الصورۃ کثیرا ما تکون للمنی بسبب بعض الاغذیۃ ونحوھا مما یوجب غلبۃ الرطوبۃ ورقۃ الاخلاط والفضلات وبسبب فعل الحرارۃ والھواء فوجوب الغسل ھو الوجہ[2]

کہ طرفین کا قول وجوب الغسل، یہ اس صورت میں ہے جب مذی کا یقین ہو اور اس کو احتلام یاد نہ ہو، کیونکہ نیند کی حالت انتہائی درجہ غفلت کی حالت ہے، اس میں کئی چیزیں ہو جاتی ہیں اور انسان کو خبر تک نہیں ہوتی ہے، لہٰذا تری کے مذی ہونے کا یقین صرف اس کے پتلے پن کو دیکھ کر ہی لگایا جا سکتا ہے، اور یہ صورت منی کی بھی بسا اوقات ہوتی ہے بعض غذائیں ایسی ہوتی ہیں جن سے رقّت اور تری میں اضافہ ہوتا ہے اس کی وجہ حرارت اور ہوا بھی ہوتی ہے، لہٰذا درست بات یہی ہے کہ غسل واجب ہونا چاہیے۔ (ت)

سنن دارمی و ابو داؤد و ترمذی و ابن ماجہ میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے،

قالت سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن الرجل یجد البلل ولا یتذکر احتلاما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یغتسل وعن الرجل الذی یری انہ قد احتلم ولا یجد بللا قال لا غسل علیہ[3]

انہوں نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کی بابت دریافت کیا گیا جو تری تو دیکھے لیکن اس کو احتلام یاد نہ ہو تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ غسل کرے گا، اور اس شخص کی بابت دریافت کیا گیا جو سمجھتا ہو کہ اس کو احتلام

[1] رسائل الارکان موجبات الغسل مطبوعہ مطبع علوی ص ۴۳
[2] غنیۃ المستملی " سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۳
[3] سنن ابو داؤد باب فی الرجل یجد البلۃ فی منامہ مجتبائی لاہور ۱/۳۱

Marfat.com

ہوا اور وُہ تری محسوس نہ کرے تو آپ نے فرمایا: اس پر غسل نہیں۔ ت

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے استفتا ہوا کہ آدمی تری پائے اور احتلام یاد نہیں فرمایا نہائے۔ عرض کی: احتلام یاد ہے اور تری نہ پائی۔ فرمایا: اُس پر غسل نہیں۔

مولٰنا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں یجد البلل کے نیچے لکھتے ہیں:

منیا کان او مذیا[1] (منی ہو یا مذی)

لمعات التنقیح میں ہے:

مذهب ابی حنیفة و محمد انه اذا رای الستیقظ بللا منیا کان او مذیا وجب الغسل یتذکر الاحتلام او لم یتذکر قال الشمنی قال ابو یوسف لا غسل اذا رای مذیا ولم یتذکر الاحتلام لان خروج المذی یوجب الوضوء لا الغسل و متمسکهما هذا الحدیث[2]۔

جب کوئی شخص تری دیکھے منی ہو یا مذی ہو تو ابوحنیفہ اور محمد کا مذہب یہ ہے کہ غسل واجب ہوجائیگا خواہ احتلام یاد ہو کہ نہ ہو، شمنی نے کہا کہ ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اگر مذی دیکھی اور احتلام یاد نہیں تو غسل واجب نہ ہوگا کیونکہ مذی نکلنے سے وضوء ہی واجب ہوتا ہے غسل واجب نہیں ہوتا ہے اور طرفین نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ ت

فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالٰی لہ فقہ وغیرہ ہر فن میں اختلاف اقوال بکثرت ہوتا ہے مگر اس رنگ کا اختلاف نادر ہے کہ ہر فریق یوں کلام فرماتا ہے گویا مسئلہ میں ایک یہی قول ہے قول دیگر و اختلاف باہم کا اشعار تک نہیں کرتا گویا خلاف پر اطلاع ہی نہیں یہاں تک کہ جہاں ایک فریق کے شراح نے اپنے مشروح کا خلاف بھی کیا وہاں بھی ایراد یا اصلاح کا رنگ برتا نہ یہ کہ مسئلہ خلافیہ ہے اور ہمارے نزدیک ارجح یہ ہے مثلاً عبارت مذکور تنویر الابصار میں کہ فریق دوم کے موافق تھی مدقق علائی نے یہ استثنا بڑھایا:

الا اذا علم انه مذی او شك انه مذی او ودی او کان ذکرہ منتشرا قبل النوم فلا غسل علیه اتفاقا[3]۔

مگر جب اس کو یہ علم ہو کہ وہ مذی ہے یا اس کو مذی یا ودی ہونے کا شک ہو اور یا اس کا ذکر نیند سے قبل مُنتشر رہا ہو تو اس پر بالاتفاق غسل واجب نہیں ہے۔

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب فی الغسل فصل الثانی امدادیہ ملتان ۲/ ۳۶

[2] لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ " موارق العلمیہ لاہور ۲/ ۱۱۳

[3] درمختار موجبات الغسل مجتبائی دہلی ۱/ ۳۱

Marfat.com

علامہ طحطاوی نے فرمایا :

یرد علی المصنف انه فی صورة المذی مع عدم التذکر لا یلزمه الغسل افادہ الشارح بقوله الا اذا علم[1]

مصنف پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ مذی کی صورت میں جب احتلام یاد نہ ہو تو غسل لازم نہیں، شارح نے اس صورت کی طرف اپنے الا اذا علم سے اشارہ کیا ہے۔ ت

علامہ شامی نے فرمایا :

اعلم ان الشارح قد اصلح عبارة المصنف فان قوله او مذیا یحتمل انه رای مذیا حقیقة بان علم انه مذی او صورة بان شك انه مذی او ودی او شك انه مذی او منی فاستثنی ماعدا الاخیر، و صار قوله او مذیا مفروضا فیما اذا شك انه مذی او منی فقط فهذہ الصورة یجب فیها الغسل وان لم یتذکر الاحتلام لکن بقیت هذہ صادقة بما اذا کان ذکرہ منتشرا قبل النوم اولا مع انه اذا کان منتشرا لا یجب الغسل فاستثناه ایضا فصار جملة المستثنیات ثلث صور لا یجب فیها الغسل اتفاقا مع عدم تذکر الاحتلام[2]

جاننا چاہیے کہ شارح نے مصنف کی عبارت میں اصلاح فرمائی ہے کیونکہ ان کا قول او مذیا اس امر کا احتمال رکھتا ہے کہ اس نے حقیقۃً مذی ہی دیکھی ہو یعنی اس کو اس امر کا علم ہوا ہو کہ یہ مذی ہے یا اس نے صورتاً مذی دیکھی ہو، مثلاً یہ کہ اس کو مذی یا ودی میں شک ہو، یا مذی یا منی میں شک ہو تو انہوں نے اخیر کے علاوہ باقی کو مستثنٰی کردیا، اور ان کا قول او مذیا صرف اُسی شکل سے متعلق ہے جبکہ اُسے فقط مذی یا منی میں شک ہو، اس صورت میں غسل واجب ہوگا، اگرچہ احتلام یاد نہ ہو لیکن یہ صورت اس وقت بھی صادق ہوگی جیسا کہ اُس کا ذکر نیند سے پہلے منتشر ہو یا نہ ہو، حالانکہ جب آلہ منتشر ہو تو غسل واجب نہ ہوگا، اس کا بھی استثناء ہے تو کل مستثنیات تین صورتیں ہیں جن میں غسل احتلام کے یاد نہ ہونے کی صورت میں واجب نہیں الخ۔ ت

اور اسی کے مثل جامع الرموز علامہ قہستانی سے آتا ہے ان شاء اللہ تعالٰی اُدھر صاحب منیۃ المصلی

---

[1] طحطاوی علی در المختار موجبات الغسل بیروت ۱/ ۹۲

[2] رد المختار " مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۲۱

Marfat.com

نے جو عبارۃ مذکورہ میں فریق اول کا قول اختیار کیا۔ علامہ ابراہیم حلبی نے غنیہ میں اس پر یوں فرمایا:

المصنف مشی علی قول ابی یوسف ولو ینبہ علیہ فیوھم انہ مجمع علیہ علی ان الفتوی علی قولھما[1]

مصنف نے ابویوسف کا قول اختیار کیا ہے لیکن اس پر تنبیہ نہیں کی ہے، اس سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ شاید یہ اجماعی مسئلہ ہے حالانکہ فتوی طرفین کے قول پر ہے۔ ت

حالانکہ فریق اول کے طور پر ضرور یہ قول مجمع علیہ ہی تھا یونہی حلیہ میں عبارت مذکورۂ مصنف سے مبسوط و محیط و مغنی کے نصوص نقل کر کے فرمایا:

یفید عدم الوجوب بالاجماع فی المذی کما فی الودی ولیس کذلک بل ھو علی الخلاف کما صرح بہ نفس صاحب المصفی فی الکافی وقاضی خان فی فتاویہ وغیرھما من المشائخ اھ[2]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذی میں بھی ودی کی طرح غسل بالاجماع واجب نہیں ہے، حالانکہ اس میں اختلاف ہے۔ خود صاحبِ مصفّی نے کافی میں اس کی تصریح کی ہے اور یہی چیز قاضی خان نے اپنے فتاوی میں ذکر کی ہے اور ان کے علاوہ دوسرے مشائخ نے بھی یہی ذکر کیا ہے۔ ت

بالجملہ یہ خلاف نادر دہر سے ہے اور راہ تطبیق ہے یا ترجیح، اگر ترجیح لیجئے۔ فاقول وہ تو سروست بوجوہ قول دوم کے لیے حاضر۔

اولاً اسی پر متون ہیں۔

ثانیاً اسی طرف اکثر ہیں وانما العمل بما علیہ الاکثر۔ واجب العمل اکثر کا قول ہے۔

ثالثاً اسی میں احتیاط بیشتر اور امر عبادات میں احتیاط کا لحاظ اوفر۔

رابعاً اس کے اختیار فرمانے والوں کی جلالتِ شان جن میں امام اجل فقیہ ابو اللیث سمرقندی صاحب حصر و امام ملک العلما ابوبکر مسعود کاشانی و امام اجل نجم الدین عمر نسفی و امام علی بن محمد اسبیجابی ہردو استاذ امام برہان الدین صاحبِ ہدایہ وخود امام اجل صاحب تجنیس و ہدایہ و امام ظہیر الدین محمد بخاری و امام فقیہ النفس قاضیخان و امام محقق علی الاطلاق وغیرہم ائمہ ترجیح وفتوے بکثرت ہیں اور قول اول کی طرف زیادہ متاخرین

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی موجبات الغسل سہیل اکیڈیمی لاہور ص ۴۳

[2] حلیہ

Marfat.com

قریب العصر۔

اور اگر تطبیق کی طرف چلیے تو نظر ظاہر میں وہ توفیق حاضر جسے علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی نے اختیار کیا اور من وجہ اُس کا پتا اور بعض کتب سے بھی چلتا ہے کہ قولِ اوّل میں حقیقت مذی مراد ہے یعنی جب یقین یا غلبۂ ظن سے کہ وُہ بھی فقہیات میں مثل یقین ہے معلوم ہو کہ یہ تری حقیقۃً مذی ہے، اُس کا منی ہونا محتمل نہیں تو بالاجماع غسل نہ ہوگا اور قول دوم میں صورت مذی مقصود ہے یعنی صورۃً مذی ہونے کا علم و یقین ہو اور دربارۂ حقیقت تردد کہ شاید منی ہو جو گرمی پاکر اس شکل پر ہوگئی۔ عبارت درمختار ابھی گزری، عبارت نقایہ رؤیۃ المستیقظ المنی او المذی کی جامع الرموز میں یُوں تفسیر کی:

(المنی) ای شیئًا تیقن انہ منی (او المذی) ای شیئًا یشك فیہ انہ منی او مذی تذکر الاحتلام اولا وھذا عندھما الخ[2]

(المنی) یعنی جس شے کے بارے میں منی ہونے کا یقین ہو (او المذی) یعنی وہ شیئ جس کے منی یا مذی ہونے کے بارے میں شک ہو، احتلام یاد ہو کہ نہ ہو اور یہ طرفین کے نزدیک ہے۔

---

[1] قال رحمہ اللہ تعالٰی تحت قول الماتن رؤیۃ مستیقظ منیا او مذیا قولہ او مذیا یقتضی انہ اذا علم مذی و لم یتذکر یجب الغسل وقد علمت خلافہ وعبارۃ النقایۃ کعبارۃ المصنف واشار القھستانی الی الجواب حیث فسر قولہ او مذیا بقولہ ای شیئًا شك فیہ انہ منی او مذی فالمراد ما صورتہ المذی لا حقیقتہ اھ فلیس فیہ مخالفۃ لما تقدم فافھم اھ فافاد ان المراد فی قول النفاۃ العلم بحقیقۃ المذی وفی قول الموجبین العلم بصورتہ فلاخلاف اھ منہ م

فرمایا رحمہ اللہ تعالٰی ماتن کے قول "رؤیۃ المستیقظ منیا او مذیا" ان کا قول او مذیا اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ جب اس کو مذی کا علم ہو اور یاد نہ ہو تو اس پر غسل واجب ہے، حالانکہ تم اس کے خلاف جان چکے ہو اور نقایہ کی عبارت مصنف کی عبارت ہی کی طرح ہے، اور قہستانی نے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ انھوں نے او مذیا کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مراد وہ چیز ہے جس میں اس امر کا شک ہو کہ آیا یہ منی ہے یا مذی ہے تو مراد یہ ہے کہ وہ صورتاً مذی ہو نہ کہ حقیقۃً اھ تو یہ گزشتہ عبارت کے مخالف نہیں فافھم اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ نفی کرتے ہیں ان کی مراد مذی کا حقیقۃً جان لینا ہے، اور جو لوگ غسل واجب کرتے ہیں وہ صورت کے اعتبار سے مذی کا علم رکھنے کی بات کرتے ہیں تو دونوں میں اختلاف نہیں ہے اھ منہ ت

---

[2] جامع الرموز موجبات الغسل گنبد قاموس ایران ۱/۴۳

Marfat.com

عبارت مذکورہ وقایہ پر ذخیرۃ العقبیٰ میں لکھا:

لایقال قد صرح فی جمیع المعتبرات بانہ لا یوجب الغسل کالودی فما بال المصنف رحمہ اللہ تعالٰی عد رؤیتہ من الموجبات لانا نقول الذی یحکم علیہ بعدم کونہ موجبا ہو المذی یقینا والذی عد موجبا ہو مایکون فی صورتہ مع احتمال کونہ منیا رقیقا کما اشار الیہ الشارح رحمہ اللہ تعالٰی بقولہ اما المذی فلا احتمال کونہ الخ[1]

یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ تمام معتبر کتب میں مذکور ہے کہ اس صورت میں غسل واجب نہیں جیسے ودی میں تو مصنف نے اس کے دیکھے جانے کو موجباتِ غسل میں کیوں قرار دیا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو چیز قطعی طور پر موجب غسل نہیں وہ یقینی مذی ہے، اور جو چیز موجب غسل ہے وہ وہ ہے جو اس کی صورت میں ہو اور اس میں منی پتلی ہونے کا احتمال بھی ہو، شارح نے بھی اس کی طرف اپنے قول اما المذی سے فلاحتمال کونہ الخ سے اشارہ کیا ہے۔ ت

اور تحقیق چاہیے تو حقیقت امر وہ ہے جس کی طرف محقق علی الاطلاق نے اشارہ فرمایا یعنی قول اول ضرور فی نفسہٖ ایک ٹھیک بات ہے۔ واقعی جب ثابت ہوجائے کہ یہ تری فی الحقیقۃ مذی ہے تو بالضرورۃ منی ہونا محتمل نہ رہے گا اور جب منی کا احتمال تک نہیں تو بالاجماع عدم وجوب غسل میں کوئی شک نہیں مگر ما نحن فیہ یعنی سوتے سے اٹھ کر تری دیکھنے میں یہ صورت کبھی موجود نہ ہوگی جب مذی دیکھی جائے گی منی ضرور محتمل رہے گی کہ بارہا بدن یا ہوا کی گرمی سے منی رقیق ہوکر شکل مذی ہوجاتی ہے تو بیدار ہوکر دیکھنے والے کو علم مذی ہمیشہ احتمال منی سے اور شک نہیں کہ مذہب طرفین میں اُسے احتمال منی ہمیشہ موجب غسل ہے اگرچہ احتلام یاد نہ ہو تو اس صورت میں بھی امام اعظم و امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک وجوبِ غسل لازم بالجملہ ترجیح لو یا تطبیق چلو۔ بہرحال صحیح و ثابت وہی قول دوم ہے و باللہ التوفیق۔

اقول وبیان ذلک علی ما ظہر للعبد الضعیف بحسن التوفیق من المولی اللطیف ان الحکم لشیئ اما ان یحتمل خلافہ احتمالا صحیحا ناشئا عن دلیل غیر ساقط حتی یکون للقلب الیہ رکون اولا الاول ہو الظن

اقول اس کی تشریح جو اللہ کے فضل و کرم سے میری سمجھ میں آئی ہے یہ ہے کہ کسی شے پر حکم کی صورت میں اگر اس کے برخلاف حکم کا احتمال صحیح کسی دلیل سے ہے، اور دل اس کی طرف مائل بھی ہے، یا ایسا نہیں ہے، پہلی صورت کو

---

[1] ذخیرۃ العقبیٰ موجبات الغسل مطبعۃ الاسلامیہ لاہور ۱/۱۳۱

Marfat.com

باصطلاح الفقه والثانی العلم ولیشمل ما اذا
لم یکن ثمہ تصور ما للخلاف اصلا وهو
الیقین بالمعنی الاخص اوکان تصوره بمجرد
امکانه فی حد نفسہ من دون ان
یکون هھنا ناشئ له من دلیل ما اصلا
وهو الیقین بالمعنی الاعم اوکان عن دلیل
ساقط مضمحل لایرکن الیه القلب و
هو غالب الظن واکبر الرأی والیقین
الفقهی لالتحاقه فیه بالیقین وبه علم
ان فی الاحکام الفقهیة لاعبرة بالاحتمال
المضمحل الساقط اصلا کما لاحاجة الی
الیقین الجازم بشیٔ من المعنیین کذلك
ففی بناء الاحکام اذا اطلقوا الاحتمال فانما
یریدون الاحتمال الصحیح وهو الناشیٔ عن
دلیل غیر ساقط واذا اطلقوا العلم فانما یعنون
المعنی الاعم الشامل لاکبر الرأی ای ما
لایحتمل خلافه احتمالا صحیحا وبه علم ان
غلبة الظن بشیٔ واحتمال ضده لا یمکن
اجتماعهما بالمعنی المذکور ثم ان الاشیاء
ثلثة منی ومذی وودی ونعنی به کل ما لیس
منیا ولا مذیا فصورة رؤیة البلل بالنظر
الی تعلق العلم اوالاحتمال باحد الثلثة
تتنوع الی سبع صور ثلث للعلم واربع فی
الاحتمال وذلك ان یتردد المرئی بین امنی و
مذی اومنی وودی اومذی وودی اوبین الثلثة ومرجع الاربع

اصطلاحِ فقہ میں ظن کہتے ہیں، اور دوسری کو علم
کہتے ہیں، اس میں وہ صورت بھی آجاتی ہے جبکہ
خلاف کا کوئی تصور نہ ہو اس کو یقین بالمعنی الاخص
کہا جاتا ہے یا اس کا تصور فی حد نفسہ امکان کے
طور پر ہو کسی دلیل سے امکان پیدا نہ ہوا ہو، اس کو
یقین بالمعنی الاعم کہتے ہیں، یا یہ امکان کسی ساقط
مضمحل دلیل سے پیدا ہو رہا ہو اور اس کی طرف دل
کا جھکاؤ بھی نہ ہو، اسی کو "ظن غالب" "اکبر رائے"
اور فقہی یقین کہا جاتا ہے، کیونکہ فقہ میں اس کو
یقین کے حکم میں رکھا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا
کہ احکام فقہیہ میں اس احتمال کی کوئی اہمیت
نہیں جو مضمحل اور ساقط دلیل سے پیدا ہوا ہو،
اسی طرح اس یقین جازم کی بھی ضرورت نہیں جو مذکور
دونوں معانی کے اعتبار سے ہوتا ہے، اب جب
فقہا احکام میں احتمال کا لفظ بولتے ہیں تو ان کی
مراد احتمال صحیح ہوتی ہے جو کسی غیر ساقط دلیل سے
پیدا ہوا ہو اور جب علم کا اطلاق کرتے ہیں تو اس سے
مراد وہ عام معنی مراد ہوتے ہیں جو اکبر رائے کو بھی
شامل ہوتے ہیں یعنی جس کے مخالف کا احتمالِ صحیح
نہیں ہوتا ہے، اس سے یہ بھی پتا چلا کہ کسی چیز کا
غلبہ ظن اور اس کی ضد کا احتمال مذکور معنی کے اعتبار
سے یکجا نہیں ہو سکتا ہے۔

اب تین چیزیں ہیں: منی، مذی، ودی۔
ہم اس سے یہ مراد لیتے ہیں کہ جو چیز نہ منی ہو نہ
مذی ہو، تو تری دیکھنے کی صورت میں احتمال یا علم کے

Marfat.com

الى ثنتين احتمال المنى مطلقا وهو فيما عدا
الثالث واحتمال المذى خاصة اى يحتمله
لا المنى فعادت السبع خمسا وهى مع
صورة عدم رؤية البلل ست كما فعلنا
وضابطها ان تقول يكون المنى او المذى
معلوما او محتملا او لا ولا۔

تعلق کے اعتبار سے ان تینوں چیزوں کے ساتھ سات
صورتیں بنتی ہیں، تین علم کی اور چار احتمال ہیں احتما
کی تشریح یہ ہے کہ دیکھنے والے کو احتمال ہو منی ا
مذی ہیں یا منی اور ودی ہیں یا مذی اور ودی ہیں یا تینوں ہیں، اور چ
مرجع دو کی طرف ہے منی کا احتمال مطلقاً وہ تیسری
کے علاوہ ہر صورت میں ہے، اور مذی کا خاص طو
پر احتمال، یعنی صرف مذی کا احتمال ہو منی کا نہ ہو تو سات کی پانچ صورتیں رہ گئیں، اب اس میں اگر تر ی
نہ دیکھنے کی صورت شامل کرلی جائے تو چھ رہ جائیں گی، جیسا کہ ہم نے کیا ہے، اس کا ضابطہ یہ ہے کہ منی
مذی معلوم ہوگی یا محتمل ہوگی یا نہ ہوگی۔ ت

اقول وان اخذت الاحتمال بحيث
يشمل العلم اى تسويغ شیئ سواء ساغ معه
ضده فكان احتمالا بالمعنى المعروف
اولا فكان علما فحينئذ يرجع التخميس
تثليثا بان يقال يحتمل منى او مذى اولا ولا
فيندرج علم المنى واحتماله مع مذى او
ودى او معهما فى الاول وعلم المذى و
احتماله مع ودى فى الثانى وعلم الودى هو
الثالث ثم ان لكل من الثلثة صورة و
حقيقة۔

اقول اور اگر احتمال کو بھی عام کیا جائے کہ علم کو شامل
یعنی کسی چیز کا جائز قرار دینا عام ازیں کہ اس کے
ساتھ اس کی ضد بھی جائز ہو تو یہ احتمال معروف مع
کے اعتبار سے ہوگا یا نہ ہوگا، تو علم ہوگا۔ اب
یہ تخمیس تثلیث بن جائے گی، یعنی اس طرح کہ
احتمال ہے کہ منی یا مذی ہو یا نہ ہو، تو اس میں
منی کا علم اور اس کا احتمال مذی یا ودی کے ساتھ
آجائے گا یا دونوں کے ساتھ پہلی صورت میں، او
مذی کا علم اور اس کا احتمال ودی کے ساتھ
دوسری صورت میں اور ودی کا علم، یہ تیسری صورت
ہے، پھر ان تینوں میں سے ہر ایک یا تو صورۃ ہوگی یا حقیقۃ ہوگی۔ ت

اقول ومعلوم قطعا ان العلم بحقيقة
شیئ ينفى احتمال ضده الكلامى والفقهى
الفقهى وكذا احتمالها لا يكون احتماله و
ان صحبه احتماله بخلاف العلم بصورته
او احتمالها فانه لا ينفى احتمال حقيقته

اقول یہ تو قطعی طور پر معلوم ہے کہ کسی چیز کی
حقیقت کا علم اس کی ضد کے احتمال کی نفی کرتا ہے
علم کلامی اپنی ضد اور علم فقہی اپنی ضد کے احتمال کی نفی کرتے
ہیں ایسے ہی حقیقت کا احتمال، ضد کا احتمال نہیں ہوتا اگرچ
احتمالِ ضد احتمالِ حقیقت کے ساتھ پایا جاسکتا ہے، علم

Marfat.com

ضدہ بل ربما یفیدہ اذا امکن ان تکون تلك الصورة له فحینئذ یجامع العلم الفقهی بل الکلامی بصورة شیئ الاحتمال الکلامی بل الفقهی لحقیقته اذا کان ناشئا عن دلیل غیر مضمحل اذا وعیت ھذا۔

صورت یا احتمالِ صورت اس کے خلاف ہے کیونکہ اس سے ضد کی حقیقت کے احتمال کی نفی نہیں ہوتی بلکہ علم یا احتمالِ صورت ضد کی حقیقت کے لئے مفید ہوتا ہے جبکہ یہ صورت ضد کی حقیقت کی صورت ہوسکتی ہو پس یوں شے کی صورت کا علمِ فقہی بلکہ علمِ کلامی حقیقت کے احتمالِ فقہی اور کلامی کے ساتھ جمع ہوسکے گا بشرطیکہ یہ احتمال کسی درست دلیل سے پیدا ہوا' جب آپ نے یہ سمجھ لیا۔ (ت)

فاقول لامساغ لان تؤخذ الصور ھھنا باعتبار تعلق العلم بحقیقة الشیئ عینا لوجه یجمعها۔

فاقول یہاں صورتوں کو اس اعتبار سے لینا درست نہ ہوگا کہ علم شے کی حقیقت سے متعلق ہو اور اس کی تفصیل اس طرح ہے۔

اولها وھو انه یبطل ما اجمعوا علیه من وجوب الغسل بعلم المذی عند تذکر الحلم کیف واذا علم انه مذی حقیقة لم یحتمل کونه منیا اصلا واذا لم یحتمل کونه منیا امتنع ان یوجب غسلا ولو تذکر الف حلم لما علم من الشرع ضرورة ان لاماء موجبا للماء الا المنی فیکون ایجابه بما علم انه مذی حقیقة تشریعا جدیدا والعیاذ باللّٰه تعالٰی اما تراھم مفصحین بانا لا نوجب الغسل بالمذی بل قد یرق المنی فیری کالمذی کما تقدم فقد ابانوا ان لیس المراد العلم بحقیقة المذی والا لم تحتمل المنویة لما علمت۔

اول، وُہ قول باطل قرار پائے جس پر فقہاء کا اجماع ہے یعنی احتلام یاد ہونے کی صورت میں مذی کے علم پر غسل کا واجب ہونا، یہ کیسے ہوگا جب اس کو مذی کا حقیقۃً علم ہو تو اس میں منی کا احتمال بالکل باقی نہیں رہتا ہے اور جب منی کا احتمال نہیں تو یہ ممکن نہیں کہ غسل واجب کرے خواہ ہزار مرتبہ احتلام یاد ہو، کیونکہ شرعی طور پر یہ چیز بالبداہت معلوم ہے کہ سوائے منی کے اور کوئی پانی موجب غسل نہیں، تو اب مذی حقیقۃً جان لینے کی صورت میں غسل واجب ٹھہرانا معاذ اللہ ایک نئی شریعت گھڑ لینے کے مترادف ہوگا۔ فقہاء صراحت فرماتے ہیں کہ ہم مذی سے غسل واجب نہیں کرتے ہیں بلکہ منی کبھی پتلی پڑ کر مذی کی طرح نظر آتی ہے، اس سے معلوم ہُوا کہ فقہاء نے یہ وضاحت کردی ہے کہ حقیقتِ مذی کا علم نہیں ہے ورنہ منی ہونے کا احتمال ہی نہ رہتا۔ ت

فان قلت العلم الفقهی لشیئ لاینفی احتمال ضدہ بل یحققه اذ ما ھو الا غلبة

ممکن ہے کہ اس موقعہ پر یہ اعتراض کیا جائے کہ علم فقہی کسی چیز کے ضد کے احتمال کی نفی نہیں

Marfat.com

ظن فلو قطع الاحتمال لکاف قطعا۔

کرتا ہے بلکہ اس کو اور محقق کرتا ہے، کیونکہ وہ تو صرف غلبہ ظن ہی ہے اب اس سے اگر احتمال کی قطعی نفی کردی جائے تو پھر یہ قطعی ہوجائے گا۔ ت

قلت بل ینفی الفقهی اذ لو نشأ عن دلیل غیر ساقط نفی غلبة الظن بضده والا لو یکن احتمالا یبتنی علیه حکم فقهی لان الساقط المضمحل لاعبرة به کما سمعت والا لوجب الغسل فی علم الودی ایضا لاسیما عند تذکر الحلم اذ یحتمل ان یکون فیه قلیل منی رق وامتزج فصار مستهلکا ولیس هذا احتمالا عن غیر دلیل فکفی بتذکر الاحتلام دلیلا علیه بل النوم نفسه مظنة له علی ما تقدم عن التجنیس والمزید۔

اس کا جواب یہ ہے کہ علم فقہی اگر کسی دلیل غیر ساقط سے ہو تو اپنی ضد کے غلبہ ظن کی بلاشبہ نفی کردے گا ورنہ تو اس احتمال کو حکم فقہی کا مبنیٰ قرار دینا صحیح نہ ہوگا کیونکہ ساقط مضمحل کا تو کوئی اعتبار ہی نہیں ورنہ تو ودی کے جان لینے کی صورت میں بھی غسل واجب ہوتا خاص طور پر احتلام یاد ہونے کی صورت میں، کیونکہ اس امر کا احتمال ہے کہ اس میں کچھ منی شامل ہو جو پتلی پڑ گئی ہو اور مل گئی ہو اور نظر نہ آتی ہو، اور یہ احتمال بلادلیل نہیں ہے۔ اب اس پر احتلام کا یاد آنا کافی دلیل ہے، بلکہ نیند کا آنا ہی اس گمان کا باعث ہے جیسا کہ تجنیس اور مزید سے منقول ہوا۔

وثانیها انه یرفع الفرق بین التذکر وعدمه علی مذهب الطرفین رضی الله تعالی عنهما لانهما یوجبان الغسل باحتمال المنی قطعا مطلقا وان لم یتذکر ولا یمکن ان یوجبا بما لیس منیا اصلا حتی بالاحتمال وان تذکر لما تلونا علیك آنفا فکان علم المذی والتردد بین المذی والودی کل کمثل العلم بالودی للاشتراك فی عدم احتمال ما هو موجب شرعا فبطل الفرق مع اجماعهم علی اثباته۔

دوم اس سے یاد ہونے اور نہ ہونے کا فرق مٹ جاتا ہے طرفین کے مذہب پر۔ کیونکہ یہ دونوں حضرات منی کے احتمال کی صورت میں قطعاً مطلقاً غسل واجب کہتے ہیں، خواہ یاد نہ ہو، اور یہ ممکن نہیں کہ یہ حضرات ایک ایسی چیز پر غسل واجب قرار دیں جو منی اصلاً نہ ہو یہاں تک کہ اس کا احتمال بھی نہ ہو خواہ یاد بھی ہو تو مذی کا علم اور مذی اور ودی کے ہونے میں تردد سب ودی کے علم کی طرح ہے کیونکہ یہ سب اس چیز کے عدم احتمال میں شریک ہیں جو شرعاً موجبِ غسل ہوتی ہے لہذا فرق باطل ہوا، اور اثباتِ غسل پر فقہاء کا اجماع بھی ہے۔ ت

وثالثها یضیع حینئذ لحاظ شیئ من علم المذی واحتماله فی بیان

سوم اس صورت میں مذی کے علم اور اس کے احتمال کا لحاظ فضول قرار پائے گا صورتوں کے

Marfat.com

الصور اذلا اثر له فی الحکم وکان یجب
القصر علی ثلث علم المنی واحتماله فیوجب
اولا ولا فلا بل اثنین علی الوجه الثانی
ای ان احتمل منیا وجب والا لا وهو ایضا
خلاف الروایات قاطبة فبان کالشمس ان
الصور لم تؤخذ الا باعتبار تعلق العلم
بالصورة دون الحقیقة لاجرم ان
صرح فی الخلاصة بان مراده ما صورته
المذی لاحقیقة المذی اھ وفی الحلیة
وجد مذیا یعنی ما صورته صورة المذی
الخ وکذلك عبر بالصورة فی البدائع و
الایضاح والسراجیة وغیرها مما تقدم
فالتوفیق الذی سلکه العلامة ش لا سبیل
الیه وایاك ان تغتر بما یوهمه ظاهر
کلام المحقق فی الفتح والسید ط فی
حواشی المراقی تبعا للنهر کما ذکره فی حواشی
الدر حیث حکما بتعذر الیقین مع النوم وانما المعتد
به التیقن بالحقیقة دون الصورة کما لا یخفی
فلیس ذلك لان المراد فی الصور العلم بالحقیقة بل الشبه

بیان میں کیونکہ حکم میں اس چیز کا کوئی اثر نہیں، اور لازم تھا کہ
تینوں صورتوں پر اکتفا کیا جاتا، منی کا علم یا اس کا
احتمال موجب غسل ہے اور اگر یہ نہ ہو تو غسل واجب
نہ ہوگا، بلکہ دوسری صورت میں صرف دو صورتوں پر
اکتفا کرنا چاہیے، یعنی اگر احتمال منی ہے تو غسل
واجب ہے ورنہ نہیں، اور یہ بھی تمام روایات کے
خلاف ہے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ مذکورہ تمام صورتیں
ان اشیاء کی صورت کے ساتھ علم کے متعلق ہونے
کے اعتبار سے ہیں، ان کی حقیقت کے اعتبار سے
نہیں، اس لیے خلاصہ میں صراحت کر دی ہے کہ ان
کی مراد یہ ہے کہ وہ صورۃً مذی ہو نہ کہ حقیقۃً اھ اور
حلیہ میں ہے کسی نے مذی پائی یعنی وہ چیز جس کی
صورت مذی کی ہو الخ اور اسی طرح صورت ہی سے
تعبیر کیا ہے بدائع، ایضاح اور سراجیہ وغیرہا میں،
لہذا وہ تطبیق جو علامہ ش نے دی ہے درست
نہیں، اور محقق نے فتح میں اور سید ط نے مراقی کے
حواشی میں نہر کی پیروی کرتے ہوئے، جیسا کہ حواشی
در میں ہے سے بظاہر جو معلوم ہوتا ہے اس سے
مغالطہ نہ ہونا چاہیے ان حضرات کا کہنا ہے کہ نیند
کی صورت میں کوئی قطعی حکم لگانا اور کسی امر کا یقین ہونا ممکن نہیں، یہ بات اس لیے درست نہیں کہ نیند کی حالت
میں حقیقت کا تیقن تو نہیں ہوتا ہے مگر صورۃ کا ہو سکتا ہے، کما لا یخفی، یہ ایسا نہیں ہے کہ مذکورہ صورتوں
میں علم بالحقیقۃ مراد ہے۔

اقول ان العلم بصورة الشئ علم
کلامی بحقیقته اذا لم تکن لغیره کصورة
المنی وعلم فقهی بها اذا امکنت لغیره

اصل بات یہ ہے کہ کسی چیز کی صورت کا علم، کلامی
اعتبار سے اس کی حقیقت ہی کا علم ہے، جبکہ یہ
حقیقت اس کے علاوہ اور کی نہ ہو، جیسے منی کی

Marfat.com

ولم يكن احتماله هنالك ناشئا عن دليل يركن
اليه وليس علما بها اصلا اذا نشأ عن
دليل صحيح كصورة المذي عند تذكر
الاحتلام فانها لا تختص به بل ربما
يكتسيها المني والاحتلام اقوى دليل عليه
فالعلم بصورة المذي لا يكون فيه علما
بحقيقته ولا غالب الظن بل مع احتمال
صحيح للمنوية فيجب الغسل بالاجماع اما
اذا لم يتذكر فان كان هناك مساغ للمنوية
بدليل اخر غير مضمحل كان علما بصورة المذي
مع احتمال المني والا علما بها مع عدمه
فكان علما فقهيا بالمذي فالاول يجب
فيه ايجاب الغسل عند الطرفين لكونه في
الاحتمال مثل التذكر وهو مراد الموجبين
وقد صدقوا والثاني لا يجب فيه الغسل
اجماعا لما علمت ان لا وجوب من دون
احتمال المني وهو مراد النفاة وقد صدقوا
فهذا غاية ما يوجه به طريق التطبيق
وبالجملة فالكلام انما هو في علم الصورة
غير ان النفاة جعلوه في صورة النفي علما
بالحقيقة لان صورة الشيء لا تحمل على غيره
الا بدليل ولا دليل فرده المحقق بقيام
احتمال المنوية في صورة مذي يراها المستيقظ
مطلقا وظن العلامة ط ان مراده الاحتمال
المنافي لليقين فاجاب بان المراد العلم

صورت، اور یہی علم فقہی علم ہوجاتا ہے جبکہ اس کے
علاوہ بھی یہ کسی اور کی صورت ہو اور وہاں کوئی
ایسا احتمال نہ ہو جو دلیل سے پیدا ہو رہا ہو اور اس
کی طرف دل بھی مائل ہوتا ہو، اور اس کا علم اصل
نہیں ہے جبکہ دلیل صحیح سے پیدا ہوا ہو جیسے مذی
کی صورت احتلام کے یاد آنے کی صورت میں، کہ
یہ اسی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ بسا اوقات
یہ چیز منی میں بھی آجاتی ہے، اور احتلام اس پر
قوی تر دلیل ہے، پس مذی کی صورت کا علم اس
کی حقیقت کا علم نہ ہوگا، اور نہ اس کا ظن غالب
ہوگا بلکہ اس کے منی ہونے کا احتمال صحیح ہوگا، تو
غسل بالاجماع واجب ہوگا، یا د نہ ہونے کی صورت
میں تو اگر اس کے کسی اور دلیل کے باعث منی ہونے
کی گنجائش ہو اور وہ دلیل مضمحل نہ ہو تو صورت مذی
کا علم ہوگا اور منی کا احتمال بھی باقی رہے گا ورنہ ا
کا علم ہوگا مع اس کے عدم کے، تو یہ علم فقہی ہوا مذی
کا، پس پہلی صورت میں طرفین کے نزدیک غسل واجب
ہوگا کیونکہ یہ احتمال میں یاد ہونے کی طرح ہے او
جو لوگ غسل واجب کہتے ہیں یہی ان کی مراد ہے اور دوسری صورت م
اجماعاً واجب نہیں کیونکہ بلا احتمال منی غسل کے
وجوب کا امکان نہیں اور جو وجوب غسل کے قائل
نہیں ان کی یہی مراد ہے، اس طرح بیان کردہ
تطبیق کی توجیہ ممکن ہے۔ خلاصہ یہ کہ گفتگو صورت
کے علم کی صورت میں ہے۔ اب جو لوگ نفی کرتے ہیں
تو انہوں نے نفی کی صورت میں اس کو حقیقت کا جان

Marfat.com

الفقھی ولم یتنبہ رحمہ اللہ تعالٰی ان ھذا ھوالذی ینکرہ المحقق و یدعی ان علم المستیقظ بصورۃ المذی لاعراء لہ عن احتمال صحیح للمنویۃ فکیف یکون علما فقھیا بحقیقۃ المذی و انت تعلم ان مناط الامر ھھنا انما ھو ثبوت ھذا المدعی فان تم ضاع الجواب ولم یفد التطبیق ووجب التعویل علی قول الموجبین فالاٰن ان نستعین بربنا و نسرح عنان النظر فی تحقیق ھذا المبحث لکی یتجلی حقیقۃ الامر۔

قرار دیا ہے، اس لیے کہ کسی چیز کی صورت دوسری کا احتمال نہیں رکھتی ہے، ہاں اگر کوئی دلیل ہو تو اور بات ہے، اور یہاں دلیل نہیں ہے؛ اس کا رد محقق نے اس طرح بیان کیا ہے کہ مذی کی صورت میں بھی منی کا احتمال باقی ہے، جو بیدار ہونے والے نے دیکھا اور علامہ ط نے گمان کیا کہ ان کی مراد وہ احتمال ہے جو یقین کا نافی ہو، تو اس کا جواب یہ دیا کہ علم سے مراد علم فقہی ہے لیکن ان کو یہ خیال نہ رہا کہ محقق تو خود اسی چیز کے منکر ہیں اور وہ اس چیز کے مدعی ہیں کہ جو شخص نیند سے بیدار ہوتا ہے اور صورۃ مذی کا اس کو علم ہوتا ہے اس میں بھی منی ہونے کا احتمال صحیح باقی رہتا ہے تو یہ حقیقت مذی کا علم فقہی کس طرح ہوگا جبکہ یہاں دارومدار اس دعوے کے ثبوت پر ہے، اگر یہ پورا ہو جائے تو تمام جواب ضائع ہو جائے گا اور تطبیق کا کوئی فائدہ نہ ہوگا، اور جو غسل کے وجوب کے قائل ہیں انہی کے قول پر اعتماد کرنا پڑے گا۔ اس وقت اپنے رب کی مدد طلب کرتے ہوئے عنانِ نظر اس بحث کی تحقیق میں چھوڑتے ہیں تاکہ حقیقۃِ امر کھل جائے۔ (ت)

فاقول وباللہ التوفیق یظھر لی ان الحق مع المحقق حیث اطلق وبیانہ ان المذی وان باین المنی صدقا لکنہ یجامع تحققا فرب مذی معہ منی کما ان کل منی معہ مذی وغلبۃ ظن المذویۃ بعد النوم المانع لاحاطۃ علم المستیقظ بحقیقۃ البلۃ عیانا ان کان فانما یکون لاحدی ثلث صورۃ المذی او وجود اسبابہ المفضیۃ الیہ غالبا اورؤیۃ اٰثارہ المخصوصۃ بہ ولا شیئ منھا ینفی احتمال المنی اما الاول فظاھر فانہ لا ینافی کون المرئی کلہ منیا فضلا عن نفیہ

اللہ کی توفیق سے مجھے ظاہر ہوا کہ جو بات محقق نے کہی ہے وہی حق ہے انہوں نے مطلق رکھا ہے، یہ درست ہے کہ مذی صدق کے اعتبار سے منی سے مختلف ہے لیکن تحقق کے اعتبار سے یہ دونوں جمع ہوسکتی ہیں کیونکہ بہت سی مذی ایسی ہے جس کے ساتھ منی ہوتی ہے جیسے کہ ہر منی کے ساتھ مذی ہوتی ہے' اور نیند جس کے باعث جاگنے والا تری کی حقیقت سے واقف نہیں ہوسکتا ہے اس کو مذی کا غلبہ ظن اگر ہوسکتا ہے تو تین اسباب میں سے کسی ایک کے باعث ہوسکتا ہے، تو مذی کی صورۃ اور

Marfat.com

وجود منی هناك و ذلك لان الصورة ربما تكون
له و اما الثانی فلانه انما يقتضی غلبة الظن
بان فی المرئی مذيا لا ان ليس فيه منی اصلا
كيف و الاسباب المفضية الی الامذاء غالبا
اسباب داعية الی الامناء فتحققها لا ينفی
المنوية بل هو من مقدماتها و اما الثالث
فلانه ان قضی فبان غالب المرئی مذی لا
ان ليس فيه مزج منی فان الممزوج يكون
فيه لزوجة ورقة و القلة ايضا لا تنفی المنی لان
الكثرة لا تلزمه الا تری ان الشرع اوجب
الغسل بايلاج الحشفة فقط و ان اخرجها
من فوره و لم ير عليها بلة اصلا سوی ندوة
من رطوبة الفرج و ما هو الا لان الايلاج
مظنة خروج المنی و ربما يكون قليلا لا يحس
به حتی انه لم ينظر فيه الی ان المنی
اذا نزل بشهوة يحس به المتيقظ لانه يدفق
و يلذ و يحرك العضو بل يحس بانه لا و
انما لم ينظر اليه لان هذه الآثار لكمال
الانزال لا لخروج قطرة بشهوة ربما لا يتنبه
لها لشغل البال اذ ذاك بمطلوب خطير فثبت
ان شيئا من صورة المذی و اسبابه و
و آثاره لا ينفی احتمال المنوية اصلا
ثم النوم من اسباب الاحتلام لانه يوجب
الشهوة و الانتشار و توجه الطبع الی دفع
الفضلات و وجود بلة لا تخرج الا بشهوة

ایسے اسباب کا پایا جانا جو غالباً مذی کے نکلنے پ
ختم ہوتے ہوں، یا اس کے مخصوص آثار کا دیکھنا، ا
ان میں سے کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے جو منی ک
احتمال کو ختم کرتی ہو، پہلی صورت تو ظاہر ہے کیو
یہ تمام مرئی کے منی ہونے کے خلاف نہیں پڑ جائے
وہاں منی کے وجود کی نفی کرے، کیونکہ صورت منی ک
بھی ہوتی ہے، اور دوسری صورت غلبۂ ظن کا تقا
کرتی ہے کہ مرئی میں مذی ہو یہ نہیں کہ اس م
منی بالکل نہیں، اور کیوں نہ ہو جبکہ وہ اسبا
جو مذی کے خروج کے ہوتے ہیں وہی غالباً منی ک
خروج کے داعی ہوتے ہیں، لہٰذا ان کا تحقق من
کی نفی نہیں کرتا ہے بلکہ یہ تو منی کے مقدمات سے
تیسرا یہ کہ اگر اس نے فیصلہ کیا تو یہی ہوگا کہ غالب
مرئی کا مذی ہے یہ نہیں کہ اس میں منی کی ملاوٹ
نہیں کیونکہ ملاوٹ کی صورت میں چکناہٹ اور پتلا پ
ہوتا ہے اور کمی بھی منی کی نفی نہیں کرتی ہے کیوں ک
کثرت اس کو لازم نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے ک
شریعت میں محض "حشفہ" کے دخول کی وجہ س
غسل واجب ہوجاتا ہے خواہ اس کو فوراً ہی نکا
لیا ہو خواہ اس پر فرج کی تری کے علاوہ اور کوئی تر
نہ دیکھی ہو اور اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ دخول
کی صورت میں منی کے نکلنے کا گمان ہوتا ہے، او
کبھی اتنا کم ہوتا ہے کہ محسوس تک نہیں ہوتا ہے
اس میں یہ لحاظ تک نہیں رکھا گیا ہے کہ منی کا خروج
شہوت کے ساتھ جس کو بیدار رہنے والا محسوس
کرسکتا ہو، کیونکہ منی اچھل کر نکلتی ہے، جس سے

Marfat.com

اعنی منیا اومذیا مؤذن بحصول قوۃ فی الانتشار والشھوۃ الی ان ادت الی اندفاع تلک الفضلات فانھا لا تندفع بکل شھوۃ وانتشار مالم یشتد اویشتد فباجتماع ھذہ الوجوہ لایکون احتمال المنی ضعیفا مضمحلا بل ناشئا عن دلیل لایطرحه القلب فیعمل به فی الاحتیاط فظھران علم المستیقظ بصورۃ المذی لایکون علما بحقیقته ولا فقھیا ولاعراء له عن احتمال صحیح للمنویة فوجب ایجاب الغسل کما فی التذکر ھذا ولنقرر المقام بتوفیق العلام بحیث یبین العلل لجمیع الاحکام فی تلک الصور الست والاقسام۔

عضو میں حرکت ہوتی ہے بلکہ خروج کے وقت احساس ہوتا ہے اور اس نظرانداز کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ تمام آثار کمالِ انزال کے ہیں، صرف ایک قطرہ شہوت کے ساتھ نکلنے کے نہیں ہیں، کیونکہ ایک آدھ قطرہ کی طرف توجہ بھی نہیں ہوتی ہے، اس سے ثابت ہُوا کہ مذی کی صورت اور اس کے اسباب و آثار میں سے کوئی بھی چیز منی کے وجود کے لیے مانع نہیں ہے، پھر نیند اسباب احتلام سے ہے کیونکہ نیند میں شہوت، انتشار اور طبیعت کا رجحان فضلات کے اخراج کی طرف ہوتا ہے، اور ایسی تری کا پایا جانا جو شہوت سے نکلتی ہو (یعنی منی یا مذی) اس امر کی علامت ہے کہ انتشار و شہوت انتہا درجہ کے ہیں، یہاں تک کہ ان کے نتیجہ میں یہ فضلات خارج ہو رہے ہیں کیونکہ یہ فضلات ہر انتشار و شہوت سے خارج نہیں ہوتے ہیں، تاوقتیکہ اس میں امتداد اور قوت و شدّت کا عنصر شامل نہ ہو جائے، اب اگر یہ تمام احتمالات یکجا ہو جائیں تو منی کا احتمال کمزور نہ ہوگا، بلکہ دلیلِ قوی سے ہوگا اور دل اس کی طرف مائل ہوگا، اور ایسی صورت میں بطور احتیاط عمل کا موجب ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ بیدار ہونے والے کا مذی کی صورت کا علم نہ تو اس کی حقیقۃ کا علم ہے اور نہ فقہی علم ہے، اور منی کے وجود کے احتمالِ صحیح سے خالی نہیں ہے، ایسی صورت میں غسل واجب ہوگا کما فی التذکر ——— اب چھ ممکنہ صورتوں کے احکام و علل کی تحقیق پیش کی جاتی ہے بتوفیق العلام۔ (ت)

فاقول النوم سبب ضعیف للامناء لعدم غلبة الافضاء بل غلبة عدم الافضاء بدلیل الحدیث المذکور وتجربة الدھور فلربما ینام الرجل شھورا لایحتلم وکثرته یعد من الامراض وتمامر عن الفتح عن التجنیس انه مظنة الاحتلام ومثله

فاقول نیند میں منی کے خروج کا سبب ضعیف ہے کیونکہ اس میں جماع کا غلبہ نہیں ہے بلکہ عدم جماع کا غلبہ ہے، حدیثِ مذکور اس پر دلیل ہے، اور تجربہ بھی اسی پر شاہد ہے کیونکہ ایسا بکثرت ہوتا ہے کہ مہینوں سونے کی حالت میں احتلام نہیں ہوتا ہے بلکہ نیند میں احتلام کا بکثرت ہونا امراض میں شمار

Marfat.com

فی الغنیۃ وغیرھا فلیس بمعنی المظنۃ المصطلح والا لدار الحکم علیہ ووجب الغسل بعلم الودی بل بمجرد النوم کالوضوء لکونہ مظنۃ خروج الریح اما ما مر عن الارکان الاربعۃ انہ یکثر فی النوم الاحتلام وخروج المنی بشھوۃ غالبا فمرادہ الکثرۃ الاضافیۃ بالنظر الی الیقظۃ بدلیل قولہ بخلاف حالۃ الیقظۃ فانہ بند رقیہ خروج المنی بلا تحریك۔

ہوتا ہے، اور فتح میں جو تجنیس کے حوالہ سے نقل کیا ہے یا غنیہ میں جو ہے کہ نیند مَظِنّہ احتلام ہے تو یہ مظنہ اصطلاحی معنی کے اعتبار سے نہیں ہے، ورنہ تو حکم کا دارومدار اسی پر ہوتا، اور ودی کے علم کے باوجود غسل واجب قرار پاتا بلکہ محض سونے سے ہی غسل واجب ہوجاتا، جیسے وضو سونے سے واجب ہوتا ہے کیونکہ نیند خروج ریح کا مظنہ ہے اور جو ارکانِ اربعہ میں ہے کہ نیند میں احتلام بکثرت ہوتا ہے اور منی غالباً شہوت سے نکلتی ہے تو کثرت اضافی یعنی بہ نسبت بیداری کے، اس کا قرینہ ان کا قول ہے کہ بخلاف بیداری کی حالت کے کہ اس میں بلا تحریک منی کا نکلنا نادر ہے۔ ت

فان قلت الیس قال قبلہ ان النوم حالۃ غفلۃ ویتوجہ الی دفع الفضلات ویکون الذکر صلبا شاھیا للجماع ولذا یکثر الخ ومعلوم ان ھذا الذی فرع کثرۃ الاحتلام علیہ فالنوم سبب مفض الیہ۔

(اعتراض) کیا اس سے پہلے یہ نہیں کہا تھا کہ نیند غفلت کی حالت ہے اور وہ فضلات کے اخراج کی طرف طبیعت کو مائل کرتی ہے، اس میں ذکر جماع کی طرف راغب ہوتا ہے اور سخت ہوتا ہے الخ اور یہ معلوم ہے کہ جس پر انہوں نے کثرتِ احتلام کی تفریع کی ہے تو نیند ایک سببِ مُفضی ہے اس کا۔ ت

قلت نعم ھو مفض الی الانتشار بید ان الانتشار غیر مفض الی الامناء وقد نص فی الحلیۃ انہ اذا لم یکن الرجل مذاء فالانتشار لایکون مظنۃ تلك البلۃ[1] اھ فاذا لم یفض الی الامذاء فکیف الامناء وبالجملۃ فالمفضی الی السبب البعید لایکون مفضیا الی المسبب فما النوم سبب بالامناء الامن وراء وراء فھو سبب لبعید وحصول شھوۃ توجب انتشارا یمتد او

(جواب) یہ درست ہے کہ نیند انتشار کی طرف پہنچاتی ہے لیکن انتشار خروج منی کا سبب نہیں، حلیہ میں اس کی تصریح کی ہے کہ اگر کسی شخص کو کثرتِ مذی کی شکایت نہ ہو تو انتشار اس تری کا سبب نہ ہوگا الخ اب جبکہ انتشار مُفضی الی المذی نہیں تو مفضی الی المنی کیسے ہوگا؟ خلاصہ یہ کہ جو چیز سبب بعید کی طرف مفضی ہو وہ مسبب کی طرف مفضی نہیں ہوتی ہے، تو نیند خروج منی کے لیے بہت دور کا سبب ہے اور حصولِ شہوت موجبِ انتشار رہے

---

[1] حلیہ

Marfat.com

يشتد حتى يوجب نزول بلة لا تنبعث الا عن شهوة سبب وسيط وَ الاحتلام اعنى اندفاق المنى فى النوم و انفصاله عن مقره بشهوة سبب قريب وَليس شئ من الاسباب مفضيا قطعا لا يمكن التخلف عنه عادة فلربما يرى الانسان حلما ويكون من اضغاث احلام لا اثر له فى الخارج فاذا لم ير بللا يحتمل انبعاثه عن شهوة لم يجب الغسل وان تذكر الحلم لعدم الموجب قطعا ولا احتمالا فيشمل ما اذا لم ير بللا اصلا او رئ ودى اى صورة لا تحتمل منيا ولا مذيا و اذا رئ بللا يعلم او يحتمل انبعاثه عن شهوة فان كان على صورة منى وجب مطلقا للعلم بنزول المنى لان صورته لا تكون لغيره و النوم سبب الشهوة المفضى اليها غالبا فيحال عليه فيجب الغسل وفاقا ولا ينظر الى احتمال انفصاله عندنا او خروجه عند الامام ابى يوسف لا عن شهوة لندرته وقد انعقد سبب الشهوة فلا اغماض عنه وَكذا ان كان مرأه مترددا بين منى و ودى لانهما احتملا من جهة ما يرى وقد ترجح جانب المنى بالنوم الموجب للراحة و اللذة وهيجان الحرارة والشهوة والانتشار ورب شئ صلح مؤيدا وان لم يصلح مثبتا فوجب عندهما احتياطا و ان لم يتذكر اما ان تذكر فقد

اس میں امتداد اور اشتداد پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ یہ تری کے نکلنے کا موجب ہوتا ہے جو شہوت ہی سے ہوتی ہے اس کے درمیان ایک واسطہ ہوتا ہے اور منی کا اچھل کر نکلنا نیند میں اور اپنی جگہ سے منفصل ہونا شہوت سے یہ سبب قریب ہے اور کوئی بھی سبب قطعی طور پر مفضی نہیں ہوتا ہے، ایسا کہ اس سے تخلف ممکن ہی نہ ہو عادۃً، اب ایک انسان خواب میں احتلام دیکھتا ہے، اور وہ اضغاثِ احلام سے ہوتا ہے مگر خارج میں اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا، لہٰذا اگر ایسی تری نہ دیکھے جس کے شہوت سے خروج کا احتمال ہو تو اس پر غسل واجب نہ ہوگا خواہ خواب میں احتلام یاد ہو کیونکہ موجب نہ تو قطعی طور پر ہے اور نہ محتمل ہے، اس میں وہ صورت بھی شامل ہے جس میں تری بالکل نہ دیکھی ہو یا ودی صورۃً دیکھی ہو جس میں مذی یا منی کا احتمال نہ ہو، اور اگر ایسی تری دیکھی جس کے بارے میں اس کو معلوم ہے یا احتمال ہے کہ یہ بوجہ شہوت خارج ہوئی ہے تو یہ اگر منی کی صورت میں ہے تو غسل مطلقاً واجب ہے کیونکہ خروج منی کا علم ہے کیونکہ منی کی صورت غیر منی کی نہیں ہو سکتی ہے اور نیند ایک سبب ہے جو غالباً خروجِ منی پر منتج ہوتا ہے، اس لیے یہ سمجھا جائے گا کہ یہ منی ہی ہے تو اس پر اتفاقاً غسل واجب ہوگا، اور ہمارے نزدیک اس میں یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ اس کا انفصال بلا شہوت ہوا ہے، یا ابو یوسف کے نزدیک یہ نہ دیکھا جائے کہ اس کا خروج بلا شہوت ہوا ہے۔

Marfat.com

ترجح باقوى مرجح فوجب اجماعا وكذا
ان كان على صورة مترددة بين مني ومذي
بالاولى للعلم بان البلة هي التي تنبعث عن
شهوة وصورة المذي نفسها تحتمل المنوية
فيكون كونه مذيا مجرد احتمالا في احتمال
فلا يعتبر ويجب الغسل وان لم يتذكر
فان تذكر وافق الثاني ايضا وكان الاجماع
وان كان على صورة مذي فقد علم حصول
بلة عن شهوة وعلمت ان صورة المذي
لا تنفك عن احتمال المنوية وقد تايد
بحصول السبب الوسيط وان لم يتذكر فكان
احتمالا صحيحا يوجب الاحتياط اما اذا
تذكر فقد تايد بالسبب الاقوى فوجب اجماعا
وان تردد مراه بين مذي وودي فلم
يتحقق حصول تلك البلة التي لا تخرج
عادة الا عن شهوة فكان احتمال المني
احتمالا على احتمال فلم يعتبر اجماعا ما لم
يتأكد بالسبب الاقوى بتذكر الاحتلام
فعلم ان الماشي على الجادة قول الموجبين
وبالجملة قول النفاة ان علم المذي بحيث لا
يحتمل المني لم يجب الغسل قول صحيح في
نفسه اذ لا غسل الا بالمني ولا عبرة بمجرد
سببية النوم لما علمت انه سبب ضعيف
لا ينهض موجبا لكن الشان في تحقق
مقدم هذه الشرطية في صورة التيقظ من

کیونکہ یہ چیز نادر ہے اور سبب شہوت موجود ہو چکا ہے
تو اس سے چشم پوشی ممکن نہیں، اور اسی طرح اگر اس
امر میں تردد ہو کہ جو چیز نظر آرہی ہے وہ منی یا ودی
ہے، کیونکہ ان دونوں میں بظاہر احتمال ہے، اور
منی کی جانب راجح ہے کیونکہ نیند موجبِ راحت و
لذت وہیجان حرارت وشہوت وانتشار ہے، اور
بہت سی چیزیں مؤید ہوسکتی ہیں خواہ مثبت نہ ہوں
تو ان دونوں کے نزدیک غسل احتیاطاً واجب ہوگا،
اگرچہ اس کو یاد نہ ہو، اگر یاد ہو تو قوی ترین مُرجح
سے ترجیح پائے گا، اور غسل اجماعاً واجب ہوگا۔
اور اسی طرح اگر منی یا مذی ہونے کا احتمال ہو تو بطریق
اولیٰ یہی حکم ہوگا، اگر اس کو احتلام یاد ہے تو قوی
ترین مُرجح کی وجہ سے ترجیح پائے گا کیونکہ یہ امر
معلوم ہے کہ تری وہی ہے جو شہوت کے باعث
نکلی ہے، اور مذی کی صورت بذاتِ خود منی کا
احتمال رکھتی ہے تو منی کا مذی ہونا محض احتمال در احتمال
ہے، اس لیے اس کا اعتبار نہ ہوگا اور
غسل واجب ہوگا اگرچہ احتلام یاد نہ ہو، اور اگر
یاد ہو تو دوسری شکل کے موافق ہوگا اور اجماع ہوگا،
اور اگر مذی کی صورت میں ہو تو شہوت سے تری
کے ہونے کا علم ہوگیا اور یہ تو پہلے معلوم ہو ہی
چکا ہے کہ مذی کی صورت میں منی ہونیکا احتمال باقی رہتا ہے
اور اسکی تائید ایک درمیانی واسطہ سے مزید ہوگئی ہے اور اگر
یاد نہ ہو تو یہ احتمال صحیح ہوگا جو موجبِ احتیاط ہوگا اور یاد ہونے
کی صورت میں اسکی تائید سببِ قوی سے ہوگی تو اجماعاً واجب

Marfat.com

النوم لما حققنا ان علم المذی فیه سواء کان عن صورة او سبب او اثر لا ینفك عن احتمال المنی فقول الموجبین ان علم المذی ای واحتمل المنی وجب الغسل شرطیة قد علم لمقدمها صحة الوقوع فعنده یؤول التعلیق الی التنجیز وقول النفاة شرطیة لا یصح وقوع مقدمها فلا نزول لجزائها فی شیء من الصور فلانتفاء الشرط یکون الواقع ابدا نفی الجزاء ای سلب عدم وجوب الغسل فیحصل الوجوب وهو المطلوب هکذا ینبغی التحقیق باذن من بیده وحده التوفیق

ہوگا اور اگر جو چیز اس نے دیکھی ہے وہ مذی یا ودی دونوں کا احتمال رکھتی ہو تو ایسی صورت میں وہ تری متحقق نہ ہوئی جو عادةً صرف شہوت سے خارج ہوتی ہے تو منی کا احتمال، احتمال بر احتمال ہوا، تو اجماعاً یہ معتبر نہ ہوگا جب تک کہ احتلام یا دہونے کے قوی تر سبب سے اس کی تائید نہ ہو جائے۔ اس سے معلوم ہُوا کہ فقہی اعتبار سے ان حضرات کا قول ہی درست ہے جو غسل کو واجب قرار دیتے ہیں خلاصہ یہ کہ جو حضرات نفی کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر مذی کا علم اس طرح ہوا کہ منی کا احتمال ممکن ہو تو غسل واجب نہ ہوگا، یہ قول فی نفسہٖ صحیح ہے، کیونکہ منی کے بغیر غسل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے اور محض نیند کے سبب ہونے کا کوئی اعتبار نہیں، کیونکہ نیند ایک ضعیف سبب ہے یہ موجب غسل نہیں ہو سکتی ہے، لیکن اس شرطیہ کے مقدم کے پائے جانے کا معاملہ نیند سے بیداری کی صورت میں اہم ہے، کیونکہ یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ اس میں مذی کا علم برابر ہے، خواہ وُہ صورت سے ہو، سبب سے ہو یا اثر سے ہو، بہر صورت منی کے احتمال سے جُدا نہیں ہوتا ہے، تو جو حضرات وجوب غسل کے قائل ہیں کہ مذی کا علم خواہ اس میں منی کا احتمال بھی ہو تو غسل واجب ہے، یہ شرطیہ ہے جس کے مقدم کی صحت وقوع کا علم ہے تو ان کے نزدیک تعلیق کا مآل بھی تنجیز ہی ہوگا، اور جو نفی کے قائل ہیں انکا قول ایسا شرطیہ ہے جس کا مقدم صحیح الوقوع نہیں ہے لہذا کسی صورت میں اس کی جزا نہیں پائی جائیگی تو شرط کے انتفاء کی وجہ سے ہمیشہ جزا کی نفی ہی رہے گی، یعنی عدم وجوب غسل کا سلب ہوگا تو وجوب حاصل ہوگا اور یہی مطلوب ہے۔ اس کے اذن سے اس طرح تحقیق کرنی چاہیے جس کے قبضہ میں توفیق ہے۔

ولا باس بایراد **تنبیهات** عدیدة نافعة جدیدة

چند مفید تنبیہات

الاول بما قررنا علم ان من فسر علم المذی بالشك فی المنی والمذی کما فعل القهستانی وغیره ان اراد الشك فی الحقیقة دون الصورة لم یزد ولم یحاول بل اتی بما هو المراد ومرجع المقاد

اول: قہستانی وغیرہ نے مذی کے علم کی تفسیر میں جو کہا ہے کہ مذی یا منی میں شک کی صورت میں الخ تو اگر ان کی مراد شک سے حقیقت میں شک ہے نہ کہ صورت میں، تو اس میں انہوں نے کوئی اضافہ نہیں کیا ہے، بلکہ ایسی بات کہی ہے جو مراد و مقصود ہے

Marfat.com

لکن المدقق العلائی صرح انه اذا علم المذی فلا غسل علیه[1] وزاد القهستانی ففرع علی تفسیرہ العلم بالشك انه تیقن بالمذی لم یجب تذکر الاحتلام ام لا الخ[2] فعن ھذا ادخل علیہما الایراد وظھران تفسیر العلائی لیس اصلاحا للمتن کما زعم العلامۃ الشامی بل تحویل له عن الصلاح اما یوسف چلپی فلم ارفی کلامہ مثل ما فی کلامہما فاحببت ان لا یعد اسمه فی الفریق الاول۔

لیکن مدقق علائی نے تصریح کی ہے کہ جب مذی کا علم ہوگیا ہو تو اس پر غسل نہیں، اور قہستانی نے اس پر اضافہ کیا تو اپنی تفسیر پر علم بالشک کی تفریع بیان کی کہ اگر اس کو مذی کا یقین ہوگیا تو غسل واجب نہیں خواہ احتلام کا ہونا یاد ہو یا نہ ہو الخ اور اسی سے ان دونوں پر اعتراض ہُوا اور معلوم ہوا کہ علائی کی تفسیر متن کی اصلاح نہیں ہے جیسا کہ علامہ شامی کا خیال ہے بلکہ اس عبارت کو درستگی سے پھیرنا ہے میں نے یوسف چلپی کے کلام میں وہ بات نہیں دیکھی جو ان دونوں کے کلام میں ہے تو میں نے ان کا نام فریقِ اول کی فہرست میں داخل کرنا مناسب نہ سمجھا۔

الثانی بما بینا من ان المعتبر ھو الاحتمال لا الاحتمال علی الاحتمال ظھر الجواب عما کان یختلج ببالی وذکرته فیما علقته علی ردالمحتار فی تائید الفریق الاول ان لو کان علم المذی مع عدم التذکر موجبا للغسل بناء علی انه لا یعرے عن احتمال المنویة لوجب ان یجب ایضا باحتمال المذی اعنی التردد بین المذی والودی فی عدم التذکر لان بالتقریر المذکور کل احتمال مذی احتمال منی واحتمال المنی موجب عندھما مطلقا فیبطل الفرق بین التذکر وعدمه فیجب القول بان احتمال

دوم یہ کہ ہم نے جو بیان کیا کہ معتبر احتمال ہے نہ کہ احتمال پر احتمال اس سے میرے دل میں پیدا ہونے والے سوال کا جواب ظاہر ہوگیا اس کو میں نے ردالمحتار پر اپنی تعلیقات میں فریقِ اوّل کی تائید میں ذکر کیا ہے اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ اگر مذی کا علم احتلام کے یاد نہ ہونے کی صورت میں بھی اگر موجبِ غسل ہے، اس بناء پر کہ بہرحال اس میں منی کا احتمال ہے تو غسل مذی کے احتمال کے باوجود بھی لازم ہونا چاہیے، یعنی مذی اور ودی میں تردّد کی صورت میں، جبکہ احتلام یاد نہ ہو کیونکہ مذکور تقریر سے معلوم ہوا کہ مذی کا ہر احتمال منی کا احتمال ہے اور منی کا احتمال طرفین کے نزدیک

---

[1] الدرالمختار، موجبات الغسل مجتبائی دہلی ۱/۳۱

[2] جامع الرموز " گنبد قاموس ایران ۱/۴۳

Marfat.com

المنی انما یکون باحد شیئین احدهما ان تکون الصورة مترددة بین المنی وغیره سواء تذکر الحلم اولا والاخر ان یری ماهو مذی ولو احتمالا ویتذکر الاحتلام فان تذکره اقوی دلیل علی الامناء فلاجله یحمل مایری مذیا علی انه منی رق اما اذا لم یتذکر ولم تحتمل الصورة المنویة فلم یعدل عن حکم الصورة من دون دلیل داع الیه وتقریر الجواب واضح مما فتح القدیر الان من فیض فتح القدیر ولله الحمد۔

مطلقاً موجب غسل ہے تو یاد ہونے نہ ہونے کی صورت میں فرق باطل ہوگیا تو یہ کہنا پڑے گا کہ منی کا احتمال دو چیزوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ہوگا، ایک تو یہ کہ صورت متردد ہو منی اور غیر منی میں خواہ احتلام یاد ہو کہ نہ ہو اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ اس چیز کو دیکھے جو مذی ہو خواہ بطور احتمال ہو اور احتلام یاد ہو، کیونکہ احتلام کا یاد ہونا منی کے خروج کا قوی ترین قرینہ ہے اور اسی بنا پر جو اس نے مذی کی صورت میں دیکھا ہے اس کو منی پر محمول کیا جائے گا اور یہ کہا جائے گا کہ یہ منی پتلی ہوگئی ہے، اور اگر اس کو احتلام یاد نہ ہو اور صورت میں منی کا احتمال نہ ہو تو انہوں نے صورت کے حکم سے بلا دلیل عدول نہیں کیا ہے، اور جواب کی تقریر ہمارے بیان سے واضح ہے۔

الثالث[1] مع قطع النظر عن التحقیق الذی ظهرنا علیه اقول انما علم المنی یتصور مذیا ولیس هذا للودی ولا تترك الصورة لمحض امکان فعلم المذی لایکون احتمال الودی ولذا لم یفسروه الا بالشك فی المنی والمذی فاستثناء[2] الدر[1] الشك فی المذی

سوم علم منی کو مذی کا علم تصور کیا جائے گا مگر یہ صورت ودی میں نہیں ہے (اس میں گزشتہ تحقیق سے قطع نظر کرنا چاہیے) اور صورت کو محض امکان کے لیے نہیں چھوڑا جائے گا تو مذی کا علم ودی کا احتمال نہ ہوگا، اس لیے اس کی تفسیر میں یہ نہ کہا مگر "منی اور مذی میں شک کی صورت میں" لہذا در کا

---

[1] ای ماقدمنا ان العلم بالحقیقة لا الیه سبیل للمستیقظ ولا لارادته مساغ فی کلام العلماء اھ منه غفر له (م)

[2] قدمنا عبارة التنویر فی نصوص الفریق الثانی

اس سے مراد وہ جو ہم نے پہلے ذکر کیا کہ بیدار ہونے والے کے لیے حقیقت کا جاننا، یا اس کے ارادہ کی اہمیت فقہا کے نزدیک کچھ بھی نہیں اھ منہ (ت)

ہم تنویر کی عبارت فریق ثانی کے نصوص میں ذکر کر آئے ہیں

(باقی بر صفحہ آیندہ)

Marfat.com

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وذکرنا بعد انہاء المنقول ما استثنی فی الدر وبعدہ کلام العلامۃ الشامی الشارح قد اصلح الخ وتمامہ وبہذا الحل الذی ھو من فیض الفتاح العلیم ظہران ھذہ المتعاطفات مرتبطۃ ببعضہا وان الاستثناء فیہا کلہا متصل وللہ در ھذا الشارح الفاضل فکثیرا ما تخفی اشاراتہ علی المعترضین وان کانوا من الماہرین فافہم اھ وعرض بہ علی العلامۃ ح محشی الدر المعترض علیہ والعلامۃ ط المجیب بالتزام ان لاضیر فی عطف الاستثناء المنقطع علی المتصل اقول لاشک وقد اعترف ھذا المحقق ایضا ان المراد بالرؤیۃ العلم والا خرج الاعمی فقول المتن ورؤیۃ المستیقظ مذیا معناہ یجب الغسل اذا علم المذی وان لم یتذکروا نتم جعلتموہ محتملا لمعنیین الاول ان یکون المراد بالمذی حقیقتہ والثانی صورتہ وجعلتم الاول علما بانہ مذی والاخیر شکا فیہ وفی غیرہ فعلی الاول معنی المتن اذا علم حقیقۃ المذی ولا شک انہ ھو المراد بقول الشارح الا اذا علم انہ مذی فیکون استثناء الشئی عن نفسہ ویکون حاصل الاستثناء الثانی یجب اذا علم

اور منقول کی انتہا کے بعد یہ ذکر کیا ہے کہ صاحبِ در نے کیا استثناء کیا ہے، اس کے بعد علامہ شامی کا کلام ہے کہ تحقیق اس نے اصلاح کی الخ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ" اور فتاح علیم کے اس حل کے ساتھ ظاہر ہوا کہ یہ متعاطفات ایک دوسرے کے ساتھ مرتبط ہیں اور ان سب میں استثناء متصل ہے، اور اس فاضل شارح نے کیا خوب بحث کی ہے، اس کے اشارات اکثر معترضین پر مخفی رہتے ہیں اگرچہ وہ ماہرین میں سے ہی کیوں نہ ہوں فافہم اھ اس سے انہوں نے علامہ ح جو در کے محشی ہیں پر تعریض کی ہے اور علامہ ط پر بھی جو جواب دے رہے ہیں کہ اگر استثناء منقطع کا عطف متصل پر ہو جائے تو کچھ حرج نہیں ہے، میں کہتا ہوں اس میں شک نہیں اور اس محقق نے اس امر کا اعتراف کر لیا ہے کہ رؤیۃ سے مراد علم ہی ہے ورنہ تو اندھا خارج ہو جائے گا تو متن کی عبارت بیدار ہونے والے کا مذی کو دیکھنا' اس کے معنی یہ ہیں کہ غسل اس وقت واجب ہوگا جب کہ وہ مذی کو دیکھے اگرچہ احتلام یاد نہ ہو اور تم نے اس کو دو معنی کا محتمل قرار دیا ہے پہلا تو یہ کہ مذی سے مراد حقیقۃً مذی ہو، اور دوسرے یہ کہ محض اس کی صورت ہو اور تم نے پہلی صورت کو مذی کا علم قرار دیا اور دوسری کو مذی وغیرہ میں شک قرار دیا'

(باقی برصفحہ آیندہ)

Marfat.com

علیٰ ان جعل العلامۃ ش مـراد

علاوہ ازیں علامہ "ش" نے متن کی مراد کو حقیقۃ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

حقیقۃ المذی الا اذا شك انہ مذی او ودی ولا شك انہ استثناء منقطع وعلی الثانی معنی المتن یجب الغسل اذا علم صورۃ المذی وشك فی حقیقۃ انہ مذی او غیرہ فیکون قول الشارح الا اذا علم حقیقۃ المذی استثناء منقطعا قطعا ولیس ھذا سبیل ما قصد تم بل کان ینبغی ان یقال ان المراد فی کلام المصنف العلم بالصورۃ لاغیر کما ذکرتموہ فی التوفیق والعلم بالصورۃ المذی یشمل ما اذا علم انہ فی الحقیقۃ ایضا مذی وما اذا شك انہ ھو او غیرہ من منی او ودی اذ لا معنی للقطع بانہ لیس مذیا حقیقۃ مع العلم بانہ مذی صورۃ الا اذا احاط علمہ بانہ کان منیا تحول مذیا صورۃ ولا سبیل الی ذلك فی النوم فلا اقل من احتمال المذی ولا مانع عندکم من العلم بحقیقتہ علی ما قررنا للفریق الاول فکان کلام المصنف یحملہ علی علم الصورۃ شاملا لثلث صور علم بحقیقۃ المذی والشك من المذی والودی والشك بین المذی والمنی وکل ذلك من صور العلم بصورۃ المذی

تو بر تقدیر اول متن کے معنی یہ ہوئے کہ جب اس کو حقیقت مذی کا علم ہو جائے، اور اس میں شک نہیں کہ قولِ شارح سے یہی مراد ہے (یعنی اس کے قول الا اذا علم انہ مذی) تو یہ از قبیل استثنا الشیٔ عن نفسہ ہوگا، اور حاصل استثنا یہ ہوگا، دوسرا یہ کہ غسل واجب ہے جبکہ حقیقت مذی کا علم ہو مگر جبکہ اس کو مذی اور ودی میں شک ہو، اور ظاہر ہے کہ یہ استثنا منقطع ہے اور دوسری تقریر پر متن کے معنی یہ ہونگے، غسل واجب ہوگا جبکہ صورت مذی کا علم ہو اور اس حقیقت میں شک ہو کہ آیا یہ مذی ہے یا کچھ اور ہے، تو شارح کا قول الا اذا علم حقیقۃ المذی قطعی طور پر استثنا منقطع ہوگا، تو اس سے آپ کا مقصود حاصل نہ ہوگا بلکہ یہ کہنا مناسب ہوگا کہ مصنف کی مراد صورت کا علم ہے اور بس جیسا کہ آپ نے تطبیق میں ذکر کیا ہے اور صورت مذی کا علم اس کی حقیقت کے علم کو بھی شامل ہے اور اس صورت کو بھی جبکہ اس کو اس امر میں شک ہو کہ یہ مذی ہے یا منی یا ودی، اس لیے کہ قطعی طور پر یہ کہنا کہ یہ حقیقتاً مذی نہیں ہے، اس کے معنی یہی ہیں کہ یہ صورۃ مذی ہے یا پھر اس کو اس کے منی ہونے کا قطعی علم ہو جو صورۃ مذی میں بدل گئی ہو، اور نیند میں یہ ممکن نہیں تو کم از کم مذی کا احتمال رہے گا، اور اس کی

(باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

المتن مترددا بين ارادة الحقيقة و الصّورة — اور صورة کے ارادہ کے درمیان متردد کر دیا ہے،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

لامجرد صور فی الشك كما قلتم وعند ذلك يكون استثناء علم الحقيقة و الشك الاول كل متصلا كما قصد ثم فوقعت الزلة من وجهين في ترديد المتن بين الحملين وفي تخصيص الاخير بالشك ثم هذا كله اذا سلمنا له ان في العلم بالمذى اى صورته يبقى احتمال الودى في حقيقته لما علمت ان لا عبرة لمحض احتمال مستند الى مجرد امكان ذاتى بلا دليل يدل عليه في خصوص المقام و لا دليل للمستيقظ على ان هذا الذى هو مذى قطعا بصورته ودى اصلا في حقيقته بخلاف المنى كما علمت على ان صورة المذى لم يثبت كونها للودى كما ثبت للمنى فلا معنى لحمل رؤية المذى على معنى الشك بين المذى والودى واذ لم يشمله كلام المصنف فاستثناؤه منه لايكون قطعا الا منقطعا فهذه زلة ثالثة

حقیقت کے علم سے کوئی مانع نہیں، جیسا کہ ہم نے فریق اول کے موقف کی تقریر میں بیان کیا ہے تو مصنف کا کلام جس میں صورت کے علم کا ذکر ہے تین صورتوں کو شامل ہے، مذی کی حقیقت کا علم اور مذی یا ودی میں شک، یا مذی اور منی میں شک اور یہ سب صورۃ مذی کے علم کی صورتیں ہیں، صرف شک کی دو صورتوں سے نہیں ہیں جیسا کہ تم نے کہا ہے، اس صورت میں حقیقت کے علم اور شک اول سے استثناء متصل ہوگا جیسا کہ آپ نے کہا ہے تو لغزش دو اعتبار سے ہوئی ہے، متن کی تردید دو محل میں اور اخیر کو شک کے ساتھ مخصوص کر دینے میں، پھر یہ سب کچھ اس صورۃ میں ہے جبکہ ہم اس کے لیے یہ تسلیم کر لیں کہ صورت مذی کے علم میں اس کی حقیقت میں ودی کا احتمال باقی رہ جاتا ہے، جیسا کہ تم جان چکے ہو کہ محض احتمال کا اعتبار نہیں، مجرد امکان کے حوالے سے، جبکہ اس پر کوئی دلیل نہ ہو، خصوص مقام میں، اور بیدار ہونے والے کے لیے کوئی دلیل نہیں کہ جو چیز صورتاً مذی ہے قطعاً وہ دراصل اپنی حقیقت کے اعتبار سے ودی ہے بخلاف منی کے جیسا کہ تم نے جان لیا، علاوہ ازیں صورۃ مذی کا ودی کے لیے ہونا ثابت نہیں جیسا کہ منی کے لیے ہے تو مذی کے دیکھنے کو مذی اور ودی

(باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

ثم حصر الاخیر فی الشك عاد نقضا علی المقصود لان الارادتین لا تجتمعان وقد استثنی العلم والشك معا فاحدهما منقطع لا شك والحق ان لا محل لشئ منهما فی کلام المصنف۔

پھر اخیر کو شک میں منحصر کردیا ہے، اس سے جو مقصود تھا وہ حاصل نہ ہوسکا، کیونکہ یہ دونوں ارادے یکجا نہیں ہوسکتے ہیں، اور انہوں نے علم و شک دونوں کا بیک وقت استثناء کردیا ہے تو بلا شبہ ان میں سے ایک کا استثناء منقطع ہوگا، اور حق تو یہ ہے کہ مصنّف کے کلام میں ان دونوں کی گنجائش نہیں۔

الرابع لکلام الغنیۃ جنوح الی ارادۃ الحقیقۃ حیث یقول النوم حال ذھول وغفلۃ شدیدۃ یقع فیہ اشیاء فلا یشعر بہا فیتقن کون البلل مذیا لا یکاد یمکن الا باعتبار صورتہ ورقتہ الخ فلیس ملحظ ھذہ العبارۃ ما قررنا ان التیقن انما ھو بالصورۃ مع التردد فی کونہ منیا او مذیا حقیقۃ بل جعلہ واثقا بانہ مذی ونبہ علی خطأہ فی وثوقہ فکانہ رحمہ اللہ تعالٰی یقول ھذا الذی یزعم انہ تیقن بالمذی یقینہ

چہارم غنیہ کا رجحان اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ وُہ حقیقت کا ارادہ کر رہے ہیں، کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ نیند انتہائی غفلت کی حالت ہے اس میں بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کا انسان کو شعور نہیں ہوتا ہے، تو کسی چیز کے مذی ہونے کا یقین صرف مذی کی صورت اور اس کی رقت کے اعتبار سے ہی ہوسکتا ہے الخ تو اس عبارت کا مفہوم وہ نہیں ہے جس کی ہم نے تقریر کی ہے کہ تیقن صورۃ کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس امر میں تردّد ہے کہ یہ حقیقۃً منی ہے یا مذی ہے، بلکہ اس کو امر کا یقین ہوگیا کہ وہ مذی ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اعظم من اختیہا والرابعۃ لما تقدم من التحقیق وبہ ظھر ان کلام المصنف لا محل فیہ لشئ من ھذین الاستثنائین فاستثناء الحقیقۃ باطل اذ لا سبیل الیہ واستثناء احتمال الودی ضائع اذ لا دلیل علیہ وباللہ التوفیق اھ منہ غفرلہ (م)

میں شبک پر محمول کرنے کا کوئی مفہوم نہیں اور چونکہ کلام مصنف اس کو شامل نہیں ہے تو اس لئے اس کا استثناء صرف منقطع ہی ہوسکتا ہے تو یہ تیسری بڑی لغزش ہے پہلی دو سے اور چوتھی سے بھی، جیسا کہ تحقیق سے معلوم ہوا اور اس سے ظاہر ہوا کہ مصنف کے کلام میں ان دونوں استثناؤں کا کوئی مقام نہیں تو حقیقت کا استثناء باطل ہے کیونکہ اس کی کوئی سبیل نہیں اور ودی کے احتمال کا استثناء فضول ہے کیونکہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے وباللہ التوفیق اھ منہ (ت)

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ص ۴۳

Marfat.com

مدخول فيه اى ظن ظنه يقينا و ليس به اذ ليس منشأه الا الاعتماد على ما يرى من الصورة و الرقة و هو اعتماد من غير عمدة وقد يشير اليه كلام الحلية ايضا فيما اذا تيقن المذى متذكرا حيث قال الظاهر كونه ليس كذلك حقيقة لوجود سبب المنى ظاهرا وهو الاحتلام وكون المنى مما تعرض له الرقة۔[1]

اور اس کے وثوق کے غلط ہونے پر تنبیہ کی، تو گویا وہ یہ فرمارہے ہیں کہ یہ شخص جو گمان کرتا ہے کہ اس کو مذی کا یقین ہوگیا ہے، مگر اس کے یقین میں گڑبڑ ہے یعنی اس نے اپنے ظن کو یقین سمجھ لیا ہے اور حالانکہ وہ یقین نہیں ہے، کیونکہ اس کا منشاء صورت اور رقت پر اعتماد ہے اور یہ اعتماد بلادلیل ہے، اور حلیہ میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگر مذی کا یقین ہو اور احتلام یاد ہو، وہ فرماتے ہیں بظاہر یہ بات حقیقۃ نہیں ہے، کیونکہ منی کا ظاہری سبب موجود ہے اور وہ احتلام ہے اور منی پتلی ہوسکتی ہے۔

اقول ارادة الحقيقة على هذا الوجه لا باس بها ولا ينافى ما قدمت من التحقيق بيد ان فيه اطلاق العلم و اليقين على ظن ظنه الظان بالغلط يقينا فالاحرى بنا ان لا نحمل كلام العلماء على مثل هذا المحمل و الوجه الذى اخترته صاف لا كدر فيه ولله الحمد۔

اقول میرا خیال ہے کہ اس صورت میں حقیقت کا ارادہ کرنے میں مضائقہ نہیں ہے اور نہ ہی یہ چیز میری گزشتہ تحقیق کے معارض ہے، اس میں صرف اتنی بات ضرور ہے کہ علم و یقین کا اطلاق ظن پر کیا جارہا ہے اور یہ غلط ہے، تو بہتر یہ ہے کہ ہم علماء کے کلام کی توجیہات اس قسم کی نہ کریں، اور جو توجیہ میں نے کی ہے وہ صاف اور بلاغبار ہے وللہ الحمد۔

الخامس قول الحلية وجوب الغسل اذا لم يتذكر حلما و تيقن انه مذى اوشك فى انه منى او مذى[2] الخ يخالف ظاهره ما حققنا ان العلم بالمذى ههنا مجامع للشك فى المذى و المنى فانه رحمه الله تعالى جعل التيقن مقابلا للشك وجوابه اما بالحمل على الصورة كما هو مسلكنا

پنجم حلیہ کا قول کہ غسل واجب ہے جبکہ احتلام یاد نہ ہو اور اس کو مذی ہونے کا یقین ہو، یا اس کو مذی یا منی میں شک ہے الخ یہ بظاہر ہماری تحقیق کے مخالف ہے، کہ یہاں مذی کا علم شک کے، مذی اور منی میں جمع کرنیوالا ہے، کیونکہ انہوں نے تیقن کو شک کے مقابل قرار دیا ہے، اور اس کا جواب یا تو یہ ہوسکتا ہے کہ صورت پر محمول ہو جیسا کہ ہمارا مسلک ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کو

---

[1] حلیہ [2] حلیہ

Marfat.com

فیعود الی انه تیقن بان الصورة صورة مذی او تردد فی الصورة فلا ینافی الشك فی الحقیقة او بالحمل علی زعم التیقن من دون یقین فی الحقیقة کما هو مسلك الغنیة فالمعنی سواء کان متیقنا بزعمه او شاکا۔

صورت کے مذی ہونے کا تیقن ہے یا صورۃ میں تردد ہے، تو اس صورۃ میں شک، حقیقۃ کے منافی نہ ہوگا، اور یا اس کا مطلب یہ لیا جائے کہ اس کو تیقن کا زعم ہے دراصل یقین حاصل نہیں جیسا کہ غنیہ کا مسلک، تو معنی ایک ہی رہیں گے خواہ وُہ اپنے زعم میں متیقن ہو، یا شک کرنے والا ہو۔

السادس حصر الغنیة ذرائع علم المذی فی الصورة والرقة وکلام الفقیر[1] انه اما بالصورة او الاسباب او الاثار والکل لا تنفی المنویة اجمع وانفع ولله الحمد۔

ششم غنیہ نے علمِ مذی کے ذرائع کو صورۃ اور رقّۃ میں منحصر کیا ہے، اور فقیر نے کہا ہے کہ وہ یا صورۃ سے ہوگا یا آثار و اسباب سے ہوگا اور ان میں سے کوئی چیز بھی منی کے منافی نہیں ہے وللہ الحمد۔

السابع عامة المتون والشروح[2] علی تصویر المسألة بالرؤیة مطلقا من دون ذکر المرئی علیه ومنهم من صورها بالرؤیة علی فراشه ومنهم من قال ثوبه ومنهم من زاد او فخذه ومنهم من صور بالوجدان فی احلیله کما تعلم بالرجوع الی ما سردنا من النصوص وهذا الاخیر فی الخانیة والمحیط والذخیرة والمنیة وغیرها بل هو لفظ محرر المذهب محمد رحمه الله تعالی کما فی الهندیة عن المحیط عن ابی علی النسفی عن نوادر هشام عن محمد ولفظ الخانیة وجد علی طرف احلیله بلة[1] الخ ولم ار من رفع لهذا

ہفتم عام متون وشروح نے مسئلہ کی تشریح میں صرف رُؤیۃ کا ذکر کیا ہے مرئی کو ذکر نہیں کیا ہے، اور بعض نے صورتِ مسئلہ یہ بتائی ہے کہ اُس نے بچھونے پر دیکھا اور بعض نے کہا کپڑوں پر دیکھا، بعض نے اضافہ کیا کہ اپنی ران پر دیکھا اور بعض نے کہا کہ اُس نے اپنے ذکر کے سوراخ میں پایا، جیسا کہ ہمارے بیان کردہ حوالوں سے معلوم ہوسکتا ہے، یہ آخری بات خانیہ، محیط، ذخیرہ اور منیہ وغیرہ میں ہے بلکہ یہ الفاظ محررِ مذہب امام محمد رحمہ اللہ کے ہیں جیسا کہ ہندیہ نے محیط سے ابوعلی نسفی سے ہشام کی نوادر سے محمد سے نقل کیا ہے اور خانیہ میں یہ لفظ ہیں کہ اس نے اپنے ذکر کے کنارے پر تری پائی الخ اور میں نے کسی کو اس سے اختلاف کرنے والا نہیں پایا، البتہ علامہ

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں، موجبات الغسل مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۱

Marfat.com

راسا واستطرق به الى خلاف معنوی غیران
العلامة المدقق الحلبی رحمه الله تعالیٰ
قال فی الغنیة بقی شیئ وھوان المنی اذا
خرج عن شھوة سواء کان فی نوم اویقظة
فانه لابد من دفقه وتجاوزه عن
راس الذکر ایضا فکون البلل لیس الا
فی راس الذکر دلیل ظاھر انه لیس بمنی
سیما والنوم محل الانتشار بسبب ھضم
الغذاء وانبعاث الریح فایجاب الغسل
فی الصورة المذکورة مشکل بخلاف وجود
البلل علی الفخذ ونحوه لان الغالب انه
منی خرج بدفق وان لم یشعر به علی
ما قررناه اھ ورأیتنی کتبت علی قوله لابد
من دفقه الخ ما نصه۔

اقول [1] سبحٰن الله کیف یقال لابد
مع اطباقھم ان عند الطرفین رضی الله
تعالیٰ عنھما یجب الغسل اذا انفصل المنی
عن الصلب بشھوة ثم خرج بعد السکون
وکما ذکروا من صوره امساك الذکر
کذلك ذکروا اما اذا نزل واغتسل قبل
ان یبول ویمشی کثیرا ثم بال فخرج
منی یعید الغسل عندھما فھو منی قد
زال بدفق وبقی داخل البدن حتی خرج

مدقق حلبی رحمہ اللہ نے غنیہ[1] میں کہا کہ ایک چیز باقی رہ گئی ہے اور وُہ یہ کہ منی جب شہوت کے ساتھ نکلے خواہ نیند میں یا بیداری میں، تو ضروری ہے کہ اُچھل کر نکلے اور ذکر کے سر سے تجاوز بھی کرے، تو تری کا صرف ذکر کے سر پہ ہونا اس امر کی دلیل ظاہر ہے کہ یہ منی نہیں ہے، خاص طور پر نیند تو انتشار کا وقت ہے کیونکہ اس میں غذا ہضم ہوتی ہے اور ہوا پیدا ہوتی ہے تو اس صورت میں غسل کا واجب کرنا مشکل ہے بخلاف ران وغیرہ پر تری کے پائے جانے کے، کیونکہ اس میں غالب یہی ہے کہ یہ منی ہے جو اُچھل کر نکلی ہے اگرچہ اس کو اس کا احساس نہیں ہوا ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا الخ لابد من دفقہ پر میں نے یہ لکھا ہے۔

اقول سبحان اللہ! یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ان کے اتفاق کے ساتھ ضروری ہے کہ طرفین کے نزدیک جب منی پیٹھ سے شہوت کے ساتھ جدا ہو تو غسل واجب ہے، خواہ پُرسکون ہونے کے بعد خروج ہوا ہو، فقہاء نے اس کی ایک صورت یہ لکھی ہے کہ انسان اپنے ذکر کو مضبوطی سے پکڑ لے۔ اسی طرح انہوں نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ کسی شخص کو انزال ہُوا اور اُس نے پیشاب کرنے

---

[1] غنیۃ المستملی، موجبات الغسل سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۳

Marfat.com

برفق فان جاز هذا فلم لا يجوز ان یاتی الی الاحليل ولا يتجاوز وان نوزع فی هذا بان الدفق انما يستلزم خروج بعضه لا كله فمع مطالبة الدليل على الفرق ماذا يصنع بفرع فتح القدير[1] احتلم فی الصلاة فلم ينزل حتى اتمها فانزل لا يعيدها ويغتسل اھ[1] هب ان يوجه هذا بان الحركة تدريجية لا بد لها من زمان فلعل صورته ان كان فی العقدة القعدة الاخيرة فاحتلم واندفق المنی نازلا من الصلب فالی ان ينزل الی القصبة ويخرج سلم فسلم من النزول فی الصلاة فماذا يجاب عن فرع الهندية عن الذخيرة احتلم ليلا ثم استيقظ ولم يربللا فتوضأ وصلى الفجر ثم نزل المنی يجب عليه الغسل اھ[2] اطلق ولم يقيد بالانتشار عند الخروج فما كان الغسل الا بانه فاقه فی النوم وبقاء كله داخل البدن الی ان تيقظ وتوضأ وصلى ام ماذا يصنع بفرعها[2] عنها استيقظ وهو يتذكر احتلاما ولم يربللا ومكث ساعة فخرج مذی لا يلزمه الغسل اھ[3] فافاد بمفهومه ان لو خرج منی لزم فان لم يقنع به ففی الغنية

سے پہلے غسل کرلیا پھر وہ بہت چلا تو منی خارج ہوگئی ایسی صورت میں طرفین کے نزدیک غسل کا اعادہ کرے گا، کیونکہ یہ منی ہے جو اُچھل کر اپنی جگہ سے جُدا ہُوئی ہے اور بدن کے اندرونی حصہ میں باقی رہی ہے پھر نرمی سے باہر آئی ہے تو اگر یہ صورت ممکن ہے تو یہ کیوں ممکن نہیں کہ منی ذکر کے سوراخ تک آئے اور تجاوز نہ کرے، اور اگر یہاں یہ بحث چھیڑی جائے کہ اُچھل کر منی کا نکلنا تو صرف بعض منی کے لیے ہے کُل کے لیے نہیں ہے تو اوّل تو اس فرق پر دلیل کا مطالبہ کیا جائے گا، پھر فتح القدیر کی اس فرع کا کیا ہوگا کہ اگر کسی شخص کو نماز میں احتلام ہوا مگر انزال نہ ہوا یہاں تک کہ اس نے نماز پُوری کرلی تو انزال ہُوا وہ نماز کا تو اعادہ نہ کرے گا مگر غسل کرے گا اھ اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ اس کی توجیہ یہ ہے کہ حرکت تدریجی ہے اس کے لیے زمانہ کا ہونا ضروری ہے، تو غالباً اس کی صورت یہ ہوگی کہ اگر وہ قعدۂ اخیرہ میں ہو اور احتلام ہوجائے اور پیٹھ سے منی اُچھل کر نکلے، تو ذکر تک آنے میں اور نکلنے سے پہلے اس نے سلام پھیر دیا تو نماز کے اندر انزال سے سالم رہا، تو پھر فتاوٰی ہندیہ میں ذخیرہ سے جو تفریع ہے اس کا کیا جواب دیا جائیگا کہ رات کو احتلام ہوا پھر بیدار ہوا تو تری نظر نہ آئی تو اس نے وضو کیا اور نماز فجر ادا کی پھر منی نکلی تو اس پر غسل واجب ہے اھ اس کو انہوں نے مطلق رکھا

---

[1] فتح القدیر، موجبات الغسل نوریہ رضویہ سکھر ۱/۵۴

[2] ہندیہ " نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵

[3] " " " ۱/۱۵

نفسها رأی فی نومه انه یجامع فانتبه ولم یر بللا ثم بعد ساعة خرج منه مذی لایجب الغسل وان خرج منی وجب اھ[1] فان اعتل بان النزول بدفق یستلزم الخروج و التجاوز عن الاحلیل ولو بعد حین فلا ترد الفروع وھھنا اذ لم یتجاوز راس الذکر علم انه لیس بمنی۔

اور بوقتِ خروج انتشار کی قید نہیں رکھی تو غسل کی وجہ صرف منی کا اچھلنا نیند میں اور بیدار ہونے، وضو کرنے اور نماز پڑھنے تک منی کا جسم کے اندر داخل رہنا ہے یا فتاوٰی ہندیہ میں ذخیرہ سے جو تفریع ہے اس کا کیا کہا جائے گا ۔۔ رہا اور احتلام یاد ہے مگر تری نہ دیکھی اور تھوڑی دیر ٹھہرا تو مذی نکلی تو اس پر غسل لازم نہیں اھ اس کا مفہوم اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ اگر منی نکل آتی تو غسل لازم ہوتا، اگر اس پر اکتفا نہ جائے تو خود غنیہ میں ہے کہ اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ جماع کر رہا ہے پھر بیدار ہوا مگر تری نہ دیکھی پھر کچھ دیر بعد اس سے مذی خارج ہوئی تو غسل واجب نہ ہوگا اور اگر منی خارج ہوئی تو غسل واجب ہوگا اھ اگر یہ علت بتائی جائے کہ اچھل کر منی کا خارج ہونا مستلزم ہے خروج کو اور سوراخ ذکر سے تجاوز کو اگرچہ کچھ وقت کے بعد تو یہ جتنی بھی فروع بیان ہوئیں اُن سے کوئی اعتراض لازم نہ آئے گا اور یہاں چونکہ منی ذکر کے سر سے متجاوز نہ ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ منی نہیں ہے۔

قلت کان استنادہ الی الحرکة الدفقیة انما توجب التجاوز لان ما یندفق فھو یندفع بقوة فلا یمنع الا قھرا وقد ابطلته الفروع وھذا الاستدلال بنفس الانفصال انه اذا خلی مقرہ فلا بدله من الخروج ولو بعد حین وجوابه ما قدمت ان الکثرة لاتلزم الامناء فقد لاینزل الا قطرة او قطرتان کما عرفت فی مسألة التقاء الختانین قال فی الھدایة قد یخفی علیه لقلته اھ[2] وفی الفتح خفاء خروجه لقلته وتکسله فی المجری لضعف الدفق لعدم

قلت اس کا جواب یہ ہے کہ غالباً معترض کی مراد یہ ہے کہ اچھل کر حرکت سے تجاوز ضروری ہے کیونکہ اس صورت میں جو چیز اچھل کر نکلتی ہے وہ قوت سے دُور ہوتی ہے تو اس کو صرف زبردستی روکا جا سکتا ہے اور اسی صورت کو مذکورہ فروع میں باطل قرار دیا گیا ہے، اور یہ استدلال محض جُدا ہونے سے ہے، کیونکہ اگر اس کے ٹھکانے کو خالی کیا جائے تو وہ ضرور خارج ہوگی خواہ کچھ دیر بعد، اس کا جواب ہم پہلے دے آئے ہیں کہ کثرتِ منی منی کے خروج کا لازمی سبب نہیں کیونکہ کبھی صرف ایک دو قطرہ منی خارج ہوتی ہے جیسا کہ التقاءِ ختانین کے مسئلہ میں معلوم ہو چکا ہے

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی، موجبات الغسل سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۶

[2] الہدایہ موجبات الغسل المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۱۴

Marfat.com

بلوغ الشهوة منتهاها کما یجده المجامع فی اثناء الجماع من اللذة بمقاربة المزایلة[1] اھ وزاد فی الحلیة لقلتہ مع غلبة الحرارة المجففة لہ[2] اھ

ہدایہ میں ہے کہ منی کا خروج کبھی پوشیدہ رہتا ہے اس کی قلت کی وجہ سے اھ اور فتح میں ہے منی کا خروج مخفی رہنے کی وجہ اس کی کمی اور رگوں میں اس کی سست روی ہے منی میں اُچھلنے کے ضعف کی وجہ سے اور یہ شہوت کے انتہائی درجہ کو نہ پہنچنے کی وجہ سے ہوتا ہے جیسا بعض اوقات جماع کرنے والا اس کیفیت کو جماع کے اختتام سے کچھ قبل محسوس کرتا ہے اھ اور حلیہ میں اتنا اضافہ ہے کہ مخفی رہنے کی وجہ اس کی کمی اور خشک حرارت کا غلبہ ہے اھ۔

اقول والامر فی النائم اظھر فقد یتجاوز بعضه الاحلیل وینشفه بعض ثیابه ولا یحس به لقلته وبالجملة اطلاق المتون والشروح وقد وتھم محمد فی المبسوط کما قدمنا عن الخانیة عن الاصل وتصریح امثال الخانیة والمحیط والذخیرة وغیرھم وعمدتھم محمد فی النوادر لا یترکان للبحث مجالا والحمد ﷲ سبحٰنه وتعالٰی وفوق کل ذلك اطلاق ما روینا من الحدیث فلا اتجاہ للبحث روایة ولا درایة واللہ سبحٰنه ولی الھدایة۔

اقول سونے والے میں یہ معاملہ اور بھی واضح ہے، کیونکہ منی کا کچھ حصہ سوراخِ ذکر سے متجاوز ہوجاتا ہے اور کچھ کپڑوں سے لگ کر سُوکھ جاتا ہے اور کمی کی وجہ سے اس کو خبر بھی نہیں ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ متون وشروح کے اطلاقات، اور خاص طور پر امام محمد کی مبسوط میں تصریح جیسا کہ ہم نے خانیہ سے اصل سے نقل کیا، اور خانیہ، محیط، ذخیرہ وغیرہ کی تصریحات اور نوادر میں محمد کی تصریح کے بعد بحث کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی ہے والحمدﷲ سبحانہ وتعالٰی، اور ان تمام سے بڑھ کر اس حدیث کا اطلاق ہے جو ہم نے روایت کی، لہذا روایۃً اور درایۃً بحث کی گنجائش نہیں، واللہ سبحانہ ولی الہدایہ۔

(فائدہ) اقول وظھر لك مما قدمنا ان ذکرھم الامساك فیما لو احتلم او نظر بشھوة فامسك ذکرہ حتی سکن ثم ارسل

فائدہ: ہماری سابقہ بحث سے یہ بات واضح ہوکر سامنے آئی ہے کہ فقہا جو فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو احتلام ہوا یا اس نے خود کو شہوت میں پایا تو اس نے اپنے ذکر کو تھام لیا حتی کہ وہ رک گیا، پھر چھوڑ دیا

---

[1] فتح القدیر، موجبات الغسل نوریہ رضویہ سکھر ۱/۵۶

[2] حلیہ

Marfat.com

فانزل وجب الغسل عندهما خلافا للثانی غیرقید[1] فان من الناس من یمسک المنی بمجرد التنفس صعداء عدة مرار وقد یبلغ ضعف الدفق فی بعضهم الی حد انه اذا احس بالانفصال فصرف خاطرہ عن الالتذ اذ وشغل باله بشیٔ اخر وقعد ان کان مستلقیا اوتصور فی فراشه اورش علی صلبه ماء باردا یقف المنی عن الخروج ثم اذا امشی اوبال ینزل وهو فاتر فیجب الغسل فی هذہ الصور ایضا عندهما لتحقق المناط وهو خروج منی زال عن مکانه بشهوة فاحفظه فقد کانت حادثة الفتوی۔

یہاں تک کہ وہ پرسکون ہوگیا پھر چھوڑا تو انزال ہُوا، اس میں طرفین کے نزدیک غسل واجب ہے ابو یوسف کا اس میں اختلاف ہے اور کوئی قید نہیں، کیونکہ بعض لوگ منی کو محض سانس روک کر روک لیتے ہیں اور بعض لوگوں میں منی کے اُچھلنے میں اس درجہ کمزوری واقع ہوجاتی ہے کہ جب وہ منی کے جُدا ہونے کا احساس کرتے ہیں اور اپنی توجہ لذت کوشی سے ہٹاتے ہیں اور کسی دوسری طرف مشغول ہوجاتے ہیں اور لیٹے سے بیٹھ جاتے ہیں یا کروٹ بدل لیتے ہیں یا پیٹھ پر ٹھنڈا پانی ڈالتے ہیں تو منی نکلنے سے رک جاتی ہے، پھر جب وہ چلتے ہیں یا پیشاب کرتے ہیں تو منی نکل آتی ہے اور آلہ سُست ہوتا ہے تو طرفین کے نزدیک ان تمام صورتوں میں غسل واجب ہوتا ہے، کیونکہ اس کی علت موجود ہے، یعنی منی کا اپنی جگہ کو شہوت سے چھوڑنا فاحفظه فقد کانت حادثة الفتوٰی۔

الثامن اکتساء المنی صورة المذی لرقة تعرضه احالها فی شرح الوقایة علی حرارة البدن وفی الدرر والذخیرة علی الهواء وعبر فی البدائع والخلاصة والبزازیة والجواهر بمرور الزمان وهو یشملهما وجمعهما ابن کمال فی الایضاح واشار الی الاعتراض علی صدر الشریعة انه قصر بالاقتصار۔

ہشتم منی کا مذی کی صورت کو رقت کی وجہ سے اختیار کرلینا، شرح وقایہ میں اس کیفیت کی وجہ بدن کی حرارت کو قرار دیا ہے، اور دُرر اور ذخیرہ میں ہوا کی وجہ سے قرار دیا ہے، اور خلاصہ، بدائع، بزازیہ اور جواہر میں اس کو وقت کے گزرنے کی وجہ سے قرار دیا ہے اور یہ دونوں کی وجہ سے مجموعی طور پر ہوسکتا ہے، ابن کمال نے ایضاح میں ان دونوں کو جمع کیا ہے اور صدر الشریعۃ پر اعتراض کیا ہے کہ اُنہوں نے ایک پر اکتفاء کرکے کوتاہی کی ہے۔

اقول ومثل ذلك لایعد[2] اعتراضا

اقول اس قسم کی چیز کو اعتراض نہیں

Marfat.com

فانما یکون المراد افادۃ تصویرلا الحصر وانکان فعلی العلامۃ المعترض مثلہ اذ فی الفتح عن التجنیس رق بالھواء او الغذاء وجمع الکل فی الغنیۃ فقال لبسبب بعض الاغذیۃ ونحوھا مما یوجب غلبۃ الرطوبۃ ورقۃ الاخلاط والفضلات وبسبب فعل الحرارۃ والھواء[1] اھ وما احسن قول الحلیۃ والمراقی قد یرق لعارض اھ[2]

کہنا چاہیے کیونکہ یہ ایک صورت مسئلہ کی توضیح ہے ان کی مراد اس سے حصر نہیں ہے، اور اگر ایسا ہی ہے تو خود علامہ پر اسی قسم کا اعتراض وارد ہوتا ہے کیونکہ فتح میں تجنیس سے ہے کہ منی ہوا یا غذا سے پتلی ہوگئی، اور غنیہ میں تمام اسباب کو یکجا کر دیا ہے اور کہا ہے کہ منی بعض اغذیہ کی وجہ سے پتلی ہوگئی یا کسی اور وجہ سے، جنہیں رطوبت کا غلبہ اخلاط وفضلات کی رقت اور حرارت ہوا کی تاثیر شامل ہے اھ اور مراقی اور حلیہ نے بہت اچھی بات کہی ہے کہ منی کبھی کسی عارض سے پتلی پڑجاتی ہے اھ

اقول ولا یھمنا تنوع عباراتھم ھنا لولا ان عدھم الغذاء وقد یوھم جواز ان یخرج المنی متغیرا من الباطن وحینئذ ینشؤ منہ سؤال علی مسألۃ وھو ما اذا استیقظ ذاکر حلم ولم یر بللا ثم خرج مذی فقد قدمنا عن الذخیرۃ والغنیۃ والھندیۃ وغیرھا ان لا غسل و مثلہ فی الخلاصۃ وخزانۃ المفتین والبرجندی والحلیۃ وفی الغیاثیۃ عن غریب الروایۃ وعن فتاوی الناصری برمز (ن) وفی القنیۃ عن فتاوی ابی الفضل الکرمانی وفی غیرما کتاب وعلی ھذا یجب الایجاب لان احتلام

اقول ہمارے نزدیک فقہاء کی عبارات کے اختلاف کو اتنی اہمیت نہیں ہے، اگر وہ یہ نہ فرماتے کہ ممکن ہے کہ منی غذا کی وجہ سے اندر ہی سے متغیر شدہ خارج ہو، تو ان کی عبارات کے اختلاف سے زائد فرق نہ ہوتا۔ اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ اگر ایک شخص جاگا اس کو خواب یاد ہے مگر اس نے تری نہیں دیکھی پھر مذی خارج ہوئی تو جیسا کہ ہم ذخیرہ، غنیہ اور ہندیہ وغیرہ سے نقل کر آئے ہیں کہ اس پر غسل واجب نہیں، یہی بات خلاصہ، خزانۃ المفتین، برجندی اور حلیہ میں ہے، اور غیاثیہ میں غریب الروایۃ اور فتاوی ناصری برمز (ن) اور قنیہ میں فتاوی ابو الفضل کرمانی

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی موجبات الغسل سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۳

[2] مراقی الفلاح علی حاشیۃ الطحطاوی المطبعۃ الازہریہ مصر ص ۵۸

Marfat.com

اقوی دلیل علی المنویة و صورة المذی لا تنفك اذن عن احتمال المنویة وان خرج بمرأه ولم یعمل فیه حر بدن وھواء لاحتمال التغیر فی الباطن بغذاء لکن نص الامام الجلیل مفتی الجن والانس نجم الدین النسفی قدس سرہ ان التغیر لا یکون فی الباطن کما قدمنا عن جواھر الفتاوی عن ذلك الامام من التفرقة بین ھذا و بین من استیقظ فوجد بلة حیث یجب الغسل لاحتمال کونه منیا رق بمرور الزمان اما ھھنا فقد عاین خروج المذی فوجب الوضوء دون الغسل والتفرقة بینه وبین ما اذا امسك فخرج منی ان الغسل انما وجب بالمنی وھھنا نزال المذی وھو یراہ فلم یلزمه لانه مذی وصریح النص ما نقل عنه الامام الزیلعی فی التبیین حیث ذکر جوابه فی المسألة انه لا یلزمه شیئ قال فقیل له ذکر فی حیرة الفقھاء فیمن احتلم ولم یر بللا فتوضأ وصلی ثم نزل منی انه یجب علیه الغسل فقال یجب بالمنی بخلاف المذی اذا راہ یخرج لانه مذی ولیس فیه احتمال انه کان منیا فتغیر لان التغیر لا یکون فی الباطن[1] اھ ومثله فی الحلیة عن مجموع النوازل عن الامام نجم الدین وزاد اما فی الظاھر فقد یکون[2] اھ

سے اور دوسری متعدد کتب میں یہی مذکور ہے، اس بنا پر غسل واجب کرنا لازم ہے، کیونکہ احتلام منی کے ہونے پر قوی ترین دلیل ہے اور اس وقت مذی کی صورت منی کے احتمال سے خالی نہیں ہے خواہ وہ اس کے سامنے ہی کیوں نہ نکلی ہو اور اس پر بدن کی حرارت اور ہوا نے کوئی اثر نہ کیا ہو کیونکہ ممکن ہے کہ غذا کے باعث اندر ہی سے متغیر ہوکر آئی ہو۔ امام نجم الدین نسفی نے فرمایا منی میں تغیر اندر نہیں پیدا ہوتا ہے، یہ بات جواہر الفتاوی کے حوالہ سے نسفی سے ہم نقل کر آئے ہیں، اس میں اس صورت میں، اور اس میں ایک شخص جاگا اور اس نے تری پائی تو غسل واجب ہوگا، فرق ہے کیونکہ اس میں یہ احتمال ہے کہ مرورِ زمانہ کے باعث منی پتلی ہوگئی ہو، اور اس صورت میں تو اس نے خود مذی کو دیکھا ہے تو وضو واجب ہوگا غسل نہیں، اور اس میں، اور اُس صورت میں کہ جب وہ ٹھہرا اور منی خارج ہوئی، فرق یہ ہے کہ غسل منی کی وجہ سے واجب ہوا ہے اور یہاں مذی اس کے سامنے جُدا ہوئی ہے تو غسل واجب نہ ہوگا کیونکہ یہ مذی ہے اور امام زیلعی سے تبیین میں صراحت ہے کہ اس صورت مسئلہ میں اس پر کچھ واجب نہیں، انہوں نے کہا کہ اس پر اُن سے یہ دریافت کیا گیا

---

[1] تبیین الحقائق موجبات الغسل مطبوعہ بولاق مصر ۱/۱۶

[2] حلیہ

Marfat.com

کہ حیرۃ الفقہاء میں مذکور ہے کہ ایک شخص کو احتلام ہوا اور اس نے تری نہ دیکھی تو وضو کرکے نماز ادا کر لی پھر منی نکلی تو اس پر غسل واجب ہے، تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ غسل منی کی وجہ سے واجب ہے بخلاف اس صورت کے کہ اس نے مذی کو نکلتا دیکھا، کیونکہ یہ تو مذی ہے اور اس میں منی کا احتمال نہیں ہے کہ متغیر ہوگئی ہو کیونکہ تغیر اندر نہیں ہوتا ہے اھ اور یہی چیز حلیہ میں مجموع النوازل سے امام نجم الدین سے منقول ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ ظاہر میں ایسا ہونا ممکن ہے اھ

اقول فعلی ھذا یجب ان یراد بکلام التجنیس ومن تبعہ ان الغذاء ونحوہ یعد المنی لسرعۃ التغیر فی الخارج بعمل حرارۃ تصلہ فیہ من بدن اوھواء وبھذا یخرج جواب عما اوردنا علی العلامۃ ابن کمال من وجوہ قصور فی کلامہ ایضا لکن وقع فی الخلاصۃ مانصہ وعلی ھذا لواغتسل قبل ان یبول ثم خرج من ذکرہ مذی یغتسل ثانیا وعند ابی یوسف لا یغتسل اھ[1] قال فی الحلیۃ بعد نقلہ یرید یخرج منہ ماھو علی صورۃ المذی کما صرح بہ ھو وغیرہ وقد مناہ فکن منہ علی ذکراھ[2]۔

اقول اس صورت میں تجنیس وغیرہ کی عبارت کا یہ مفہوم لینا مناسب ہوگا کہ غذا منی کو خارج میں بہت جلد متغیر کر دیتی ہے اور اس کا سبب بدن کی وہ حرارت ہے جو منی کو بدن یا ہوا سے حاصل ہوتی ہے اور اس تعبیر سے علامہ ابن کمال پر ہمارا وارد کیا ہوا اعتراض بھی دور ہو جائے گا کہ ان کے کلام میں کچھ قصور ہے۔ لیکن خلاصہ میں ہے کہ اس بنا پر اگر کسی شخص نے غسل کر لیا پھر پیشاب کے بعد مذی خارج ہوئی تو دوبارہ غسل کرے گا اور ابو یوسف کے نزدیک غسل نہیں کرے گا، حلیہ میں اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ ان کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز خارج ہوئی جو مذی کی صورت میں تھی جیسا کہ خود انہوں اور دوسروں نے تصریح کی اور ہم نے بھی تصریح کی فکن منہ علی ذکراھ

اقول ایش یفید التاویل بعد ما تظافرت النقول عن اجلۃ الفحول منھم صاحب الخلاصۃ نفسہ انہ اذا احتلم فاستیقظ فلم یجد شیئا ثم نزل المذی لا یغتسل

اقول لیکن جلیل القدر علماء کرام کی پے درپے تصریحات کے وارد ہو جانے کے بعد تاویل کا کیا فائدہ ہے جن میں خود صاحب خلاصہ بھی ہیں کہ اگر احتلام کے بعد جاگا مگر کوئی چیز نہ پائی پھر مذی خارج ہوئی تو غسل نہ کریگا

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی، موجبات الغسل نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۲

[2] حلیہ

Marfat.com

فان بالاغتسال قبل البول وان لم يعلم انقطاع مادة المنى الزائل بشهوة لكن لما عاين خروج المذى والتغير فى الباطن لا يكون فكيف يجب الغسل بالمذى بل لعل الامر ههنا اسهل لانه قد امنى مرة و اغتسل وبقاء شئ مما زال فى داخل البدن غير لازم بل ولا غالب بل الغالب ان المنى اذا اندفق اندفع بخلاف ما اذا احتلم و لم يخرج شئ ثم نزل ما يشبه مذيا فان كونه هو الذى زال بالاحتلام اظهر من كون النازل مرة اخرى بقية المنى الزائل فان قلت الاحتلام قد يكون من اضغاث احلام فان النائم ربما يرى ما لا حقيقة له ۔

کیونکہ پیشاب سے قبل اگرچہ شہوت سے جدا ہونے والی منی کے منقطع ہونے کا علم نہ ہُوا، لیکن جب اس نے مذی نکلتے دیکھی اور باطن میں تغیر پایا تو غسل نہیں ہوتا ہے تو پھر مذی سے غسل کیونکر واجب ہوگا۔ بلکہ شاید اس صورت میں معاملہ زیادہ آسان ہے کیونکہ ایک مرتبہ اس کی منی خارج ہو چکی ہے اور غسل کر چکا ہے اور جو زائل شدہ منی ہے اس کے کچھ حصہ کا جسم میں باقی رہنا لازم نہیں ہے بلکہ غالب بھی نہیں ہے بلکہ غالب تو یہی ہے کہ جب منی نکلی ہوگی تو پُوری نکل گئی ہوگی۔ لیکن اگر احتلام ہوا اور اس وقت کچھ نہ نکلا پھر مذی کے مشابہ کوئی چیز نکلی تو اس کا احتلام والی مذی ہونا زیادہ ظاہر ہے بہ نسبت اس کے کہ یہ اس منی کی باقی ماندہ ہے جو زائل ہوئی تھی، اگر یہ اعتراض کیا جائے گا کہ احتلام تو کبھی 'اضغاث احلام' کی وجہ سے بھی ہوتا ہے، کیونکہ سونے والا کبھی ایسی چیز بھی دیکھتا ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی ہے۔

قلت نعم لا حقيقة لما رأى من الافعال لكن اثرها على الطبع كمثلها فى الخارج ولذا لا يتخلف الانزال عن الاحتلام الا نادرا الا ترى ان ائمتنا جميعا اعتبروا مجرد احتمال المذى بدون احتمال منى اصلا موجبا للغسل عند تذكر الحلم فلولا انه من اقوى الادلة على الامناء لم يعتبروا المنوية الكائنة من جهة المرأى احتمالا على احتمال و مع ذلك تصريحهم جميعا بان لو احتلم فرأى فى اليقظة زوال

یہ درست ہے کہ جو کسی نے خواب دیکھا ہے ممکن ہے کہ اس کی کوئی حقیقت نہ ہو لیکن طبیعت پر اس کا اثر بہرحال ہوتا ہے جیسا کہ خارج میں ہوتا ہے اس لیے انزال احتلام سے شاذ و نادر ہی مختلف ہوتا ہے، چنانچہ ہمارے ائمہ نے خواب کے یاد ہونے کی صورت میں محض مذی کے احتمال کو بغیر منی کے احتمال کے موجب غسل قرار دیا ہے، تو اگر یہ چیز منی کے خروج پر قوی ترین دلیل نہ ہوتی تو وہ حضرات اس منی کو جو بظاہر منی نظر آتی ہے احتمال پر احتمال نہ قرار دیتے، پھر ان تمام حضرات کا اس امر کی تصریح کرنا کہ اگر

Marfat.com

مذی لاغسل علیہ ناطق بان ما ینزل بمرأی العین لایکون الا مایری وقد وافقہم علیہ صاحب الخلاصۃ قائلا ولو رأی فی منامہ مباشرۃ امرأۃ ولم یر بللا علی فراشہ فمکث ساعۃ فخرج منہ مذی لا یلزمہ الغسل[1] اھ

کسی کو احتلام ہُوا پھر اس نے بیداری کے عالم میں مذی زائل ہونے دیکھی تو اس پر غسل واجب نہ ہوگا، اس امر کی دلیل ہے کہ جو چیز آنکھوں کے سامنے ہے وُہ وہی ہوگی جو نظر آرہی ہے۔ خود صاحبِ خلاصہ نے اُن سے اتفاق کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ کسی عورت سے مباشرت کر رہا ہے مگر جب بیدار ہوا تو اس نے اپنے بچھونے پر تری نہ دیکھی، پھر کچھ دیر بعد مذی خارج ہوئی تو اس پر غسل لازم نہیں ہے اھ

والعبد الفقیر راجع الخانیۃ والبزازیۃ والفتح والبحر وشرح النقایۃ للقہستانی والبرجندی والمنیۃ والغنیۃ والھندیۃ وشرح الوقایۃ والسراجیۃ والغیاثیۃ و تبیین الحقائق ومجمع الانہر وشرح مسکین وابا السعود ومراقی الفلاح ورد المحتار وغیرھا من الاسفار فوجدتہم جمیعا انما ذکروا فی المسألۃ خروج المنی وکذا رایتہ منقولا عن الاجناس والمحیط والذخیرۃ والمصفی والمجتبی والنہر وغیرھا ولم ار احدا ذکر المذی الا ما فی خزانۃ المفتین فانہ ذکر اولا خروج بقیۃ المنی ثم قال ولو اغتسل قبل ان یبول ثم خرج من ذکرہ مذی یغتسل[2] ثانیا ثم ذکر مسائل و

اس ناچیز نے خانیہ، بزازیہ، فتح، بحر، قہستانی کی شرح نقایہ، برجندی، منیہ، غنیہ، ہندیہ، شرح وقایہ، سراجیہ، غیاثیہ، تبیین الحقائق، مجمع الانہر، شرح مسکین، ابوالسعود، مراقی الفلاح، رد المحتار وغیرہ کتب کو دیکھا تو اُن سب نے خروجِ منی کا مسئلہ ذکر کیا ہے۔ اسی طرح یہ مسئلہ اجناس، محیط، ذخیرہ، مصفی، مجتبی، نہر وغیرہ سے منقول ہے، ان میں سے کسی نے بھی مذی کا ذکر نہیں کیا ہے، صرف خزانۃ المفتین میں ہے، انہوں نے پہلے بقیہ منی کے خروج کا ذکر کیا ہے پھر فرمایا ہے کہ اگر پیشاب سے پہلے غسل کیا پھر اس کے ذکر سے مذی خارج ہوئی تو دوبارہ غسل کرے گا، پھر کچھ مسائل ذکر کرنے کے

---

[1] خلاصۃ الفتاوی، موجبات الغسل نولکشور لکھنؤ ۱/۱۳

[2] بحوالہ خلاصۃ الفتاوی الفصل الثانی فی الغسل نولکشور لکھنؤ ۱/۱۲

Marfat.com

رمز في آخرها (طح) اي شرح الطحاوي
للامام الاسبيجابي فهذا هو سلف[1] لخلاصة
في ما اعلم ثم رأيت في جواهر الاخلاطي
ما نصه بال بعد الجماع فاغتسل وصلى
الوقتية ثم خرج بقية المني لا غسل عليه
بخلاف ما لو لم يبل قبل الاغتسال عليه
الغسل عندهما وكذا بخروج المذي اهـ

وليس هو في الاعتماد كهؤلاء الاربعة
اعني الاسبيجابي او البخاري والسمعاني و
الحلبي رحمهم الله تعالى فلا يزيد وثوق
به قوة وهم ناصون في مسألة المحتلم
الذي عاين خروج المذي بعد الغسل
وفاقا لسائر الكبراء فقد نقلنا ما قدمنا
عن الخلاصة في الحلية وخزانة المفتين
واقراه ومعلوم قطعا ان لا وجه له الا
ان المذي اذا خرج عيانا لا يجعل قط الا
مذيا كما نص عليه الامام الاجل مفتي
الثقلين والامام ابن ابي المفاخر الكرماني
والامام الفخر الزيلعي وغيرهم رحمهم الله
تعالى فقولهم في الوفاق احب الي من قولهم
في الخلاف وجادة واضحة سلكوها مع
الجميع احق بالقبول مما تفردوا به ولا

بعد (طح) کا رمز لکھا ہے۔ یہ رمز اسبیجابی کی
شرح طحاوی کی طرف ہے، میری معلومات تک
خلاصہ کا بیان یہی ہے۔ جواہر الاخلاطی میں ہے
کہ کسی نے جماع کے بعد پیشاب کیا پھر غسل کر کے
نماز پڑھی، اور وقتی نماز پڑھی پھر منی کا باقیماندہ نکلا
تو اس پر غسل نہیں ہے اور اگر غسل سے قبل پیشاب
نہ کیا تو طرفین کے نزدیک اس پر غسل واجب ہے
اور اسی طرح مذی کے خروج سے بھی واجب ہے اھ
مگر ان کا کلام اعتماد میں اسبیجابی، بخاری، سمعانی
اور حلبی کے مرتبہ کا نہیں ہے، لہذا اس کو کوئی مدد
نہ ملے گی، کیونکہ ان حضرات کی تصریح موجود ہے
کہ اگر کسی نے مذی نکلتے دیکھی تو اس پر غسل واجب
نہیں ہے اتفاقاً۔ اور باقی اکابر نے بھی یہی فرمایا۔
ہم نے پہلے خلاصہ سے حلیہ میں اور خزانۃ المفتین سے
یہی چیز نقل کی ہے، اور یہ بات قطعاً معلوم ہے کہ
اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ جب مذی
آنکھوں کے سامنے خارج ہوئی تو اس کو مذی ہی
سمجھا جائے گا، اس کی تصریح امام اجل مفتی
الثقلین امام ابن ابی المفاخر الکرمانی اور امام
فخر الزیلعی نے کی، ان کا متفقہ فیصلہ میرے
نزدیک ان کے اختلاف سے بہتر ہے، ظاہر بات
کہ جس چیز میں وہ دوسرے علماء کے ساتھ متفق
ہیں وہ اس سے زیادہ لائق اعتبار رہے جس میں

[1] جواہر الاخلاطی

Marfat.com

يعرف له وجه الا القياس على المحتلم يستيقظ فيجد مذيا حيث يجب الغسل عند ائمتنا وقد علمت من كلام الامام مفتي الجن والانس انه قياس لا يروج هذا ما ظهر للعبد الضعيف ومع ذلك ان تنزه احد فهو خير له عند ربه والله تعالى اعلم۔

وہ متفرد ہیں، اور اس کی وجہ اس کے سوا کچھ اور معلوم نہیں ہوتی ہے کہ انہوں نے یہ قیاس کیا ہے کہ اگر کوئی محتلم بیدار ہو اور مذی پائے تو ہمارے ائمہ کے نزدیک اس پر غسل واجب ہے مگر جیسا کہ ہم نے مفتی الثقلین سے نقل کیا ہے یہ قیاس چلنے والا نہیں وھذا ما ظھر للعبد الضعیف اس کے باوجود اگر کسی شخص نے پاکی حاصل کی تو اللہ کے نزدیک اس کے حق میں زیادہ بہتر ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فائدہ ۲) اقول یتراأی لی ان الحمل مامر عن الحلیۃ عن المصفی عن المختلفات انه اذا تیقن بالاحتلام وتیقن انه مذی لا یجب الغسل عندهم جمیعا علی ھذہ المسألۃ المتظافرۃ علیها کلمات العلماء من دون خلاف اعنی المحتلم یستیقظ فیخرج المذی بمرأی منه والدلیل علیه ما قدمنا تحقیقه ان التیقن لاسبیل الیه لمن خرجت البلۃ وھو نائم انما ھو لمن تیقظ فخرجت بمرأی عینه وحینئذ ھی مسألۃ صحیحۃ لاغبار علیها ولله الحمد۔

فائدہ: حلیہ میں مصفّٰی کے مختلفات سے منقول ہے کہ جب کسی شخص کو احتلام کا یقین ہو اور مذی کا بھی یقین ہو تو تمام فقہاء کے نزدیک اتفاقاً غسل واجب نہ ہوگا، میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ مسئلہ جس پر تمام علماء کا اتفاق ہے یعنی محتلم جاگے اور دیکھے کہ مذی خارج ہو رہی ہے۔ اس کو بھی پہلی بیان کردہ صورت پر ہی محمول کرلینا چاہیے، اور اس کی دلیل وہ تحقیق ہے جو ہم سابق میں کر آئے ہیں کہ سونے والے کے لیے تری کا یقین کرنے کی کوئی صورت نہیں، یہ تو جاگنے والے کے سامنے اگر مذی نکلے تو اس کو یقین ہوسکتا ہے اور اس صورت میں مسئلہ بے غبار ہو جاتا ہے وللہ الحمد۔

التاسع اجمعوا ان لو بال او نام او مشی کثیرا ثم خرج بقیۃ المنی بدون شھوۃ لایجب الغسل تظافرت الکتب علی نقل الاجماع فی ذلک کالتبیین والفتح والمصفی والمجتبی والحلیۃ والغنیۃ و

نہم اس پر اجماع ہے کہ اگر اس نے پیشاب کیا یا سوگیا یا بہت چلا پھر بقیہ منی بلا شہوت خارج ہوئی تو غسل واجب نہ ہوگا، یہ اجماع متعدد کتب میں مذکور ہے مثلاً تبیین، فتح، مصفّٰی، مجتبیٰ، حلیہ، غنیہ، خانیہ، خلاصہ، بزازیہ وغیرہ،

Marfat.com

الخانية والخلاصة والبزازية وغيرها غيران منهم من يقتصر على ذكر البول كالخانية ومنهم من يزيد النوم كالمحيط والاسبيجابي والذخيرة والخلاصة والوجيز وخزانة المفتين ومنهم من زاد المشي ايضا كالتبيين والفتح والمنتقى والظهيرية ثم اطلق المشي كثير وقيده الزاهدي بالكثير وهو الاوجه كما ترجاه في الحلية وجزم به في البحر لان الخطوة والخطوتين لايكون منهما ذلك ونقل ش عن العلامة المقدسي قال في خاطري انه عين له اربعون خطوة فلينظر اهـ[1]

اقول هذا ما عين بعضهم في الاستبراء وقال بعضهم يزيد بعد اربعين سنة بكل سنة خطوة وهو كما ترى ناش عن منزع حسن لكن المني اثقل واسرع زوالا ويظهر لي ان يفوض الى رأي المبتلى به كما هو داب امامنا رضي الله تعالٰى عنه في امثال المقام اي يعلم من نفسه ان انقطع مادة الزائل بشهوة ولوكان له بقية لخرج كيف وان الطبائع تختلف وهذا ما صححوه في الاستبراء كما في

البتہ بعض کتب میں صرف پیشاب کے ذکر پر اکتفاء کیا ہے مثلاً خانیہ، اور بعض میں نیند کا اضافہ کیا ہے جیسے محیط، اسبیجابی، ذخیرہ، خلاصہ، وجیز اور خزانۃ المفتین، اور بعض نے چلنے کا اضافہ کیا ہے جیسے تبیین، فتح، منتقٰی اور ظہیریہ میں ہے، اور بہت سوں نے چلنے کو مطلق رکھا ہے، اور زاہدی نے بکثرت چلنے کی قید لگائی ہے اور یہی مناسب ہے جیسا کہ اُن دونوں نے اس کو ترجیح کے کلمہ سے حلیہ میں بیان کیا ہے اور بحر میں اس پر جزم کیا ہے کیونکہ ایک دو قدم چلنے سے یہ چیز نہیں ہوتی ہے اور "ش" نے علامہ مقدسی سے نقل کیا کہ میرے دل میں یہ بات ہے کہ انہوں نے اس کے لیے چالیس قدم کو متعین کیا ہے فلینظر اھ۔

اقول یہ چالیس قدم کی قید بعض فقہا نے استنجا میں لگائی ہے اور بعض نے فرمایا کہ چالیس سال کے بعد ہر سال پر ایک قدم کا اضافہ کرے، یہ ایک اچھی بات ہے لیکن منی زیادہ بھاری ہوتی ہے اور جلد زائل ہوتی ہے۔

اور میرا خیال یہ ہے کہ یہ معاملہ ہر شخص پر اس کے انفرادی حالات کے مطابق چھوڑ دیا جائے، اور ہمارے امام اعظم کا اس قسم کے معاملات میں یہی فیصلہ ہے، یعنی یہ بات وہ خود دیکھ لے کہ جونہی اس سے جدا ہوئی ہے وہ شہوت کے ساتھ

---

[1] ردالمحتار موجبات الغسل مصطفی البابی مصر ۱/۱۱۸

Marfat.com

الحلیۃ وغیرھا وقید [1] مسألۃ الخروج بعد البول فی عامۃ الکتب بان لایکون ذکرہ اذذاك منتشرا والاوجب الغسل قال المحقق فی الفتح بعد نقلہ عن الظہیریۃ ھذا بعد ماعرف من اشتراط وجود الشہوۃ فی الانزال فیہ نظر [1] الخ

جدا ہوئی ہے، اور اگر اس میں کچھ باقی ہوتی تو وہ ضرور نکلتی، اور طبیعتوں میں اختلاف پایا ہی جاتا ہے۔ استنجاء میں فقہاء نے اسی کی تصحیح کی ہے، جیسا کہ حلیہ وغیرہ میں ہے، اور پیشاب کے بعد نکلنے والے مسئلہ میں عام کتب میں یہ قید موجود ہے کہ اس کے ذکر کو اس وقت انتشار نہ ہو ورنہ غسل واجب ہوگا' محقق نے فتح میں اس کو ظہیریہ سے نقل کرنے کے بعد فرمایا، یہ انزال میں شہوت کی شرط کے معروف ہونے کے بعد محل نظر ہے الخ (ت)

وکتبت علیہ مانصہ فان مجرد الانتشار لایستلزم الشہوۃ الاتری ان الانتشار ربما یحصل باجتماع البول حتی للطفل وانہ یبقی مدۃ صالحۃ بعد الانزال مع انتہاء الشہوۃ۔

میں سمجھتا ہوں کہ صرف انتشار مستلزم شہوت نہیں ہے، کیونکہ یہ کیفیت پیشاب کے جمع ہونے کی وجہ سے پیدا ہوسکتی ہے جیسے بچہ میں ہوتی ہے، اور انتشار تو انزال کے بعد شہوت ختم ہونے کے بعد بھی کافی دیر تک رہتا ہے۔

اقول [2] والجواب ان المراد ھو الشہوۃ ووقع التعبیر باللازم مسامحۃ اھ

اقول دراصل مراد شہوت ہے، مگر یہاں لازم سے تعبیر کیا گیا اور اس میں تسامح ہے اھ

ماکتبت قال المحقق بخلاف ماروی عن محمد فی مستیقظ وجد ماء ولم یتذکر احتلاما ان کان ذکرہ منتشرا قبل النوم لایجب والا فیجب لانہ بناہ علی انہ امنی عن شہوۃ لکن ذھب عن خاطرہ [2] اھ

محمد سے جو بیدار ہونے والے کے بارے میں ہے کہ اس نے پانی دیکھا اور احتلام یاد نہیں ہے تو اگر اس کا ذکر نیند سے پہلے منتشر تھا تو غسل واجب نہ ہوگا ورنہ واجب ہوگا، کیونکہ ان کے نزدیک اس کی بنیاد اس پر ہے کہ یہ منی شہوت کے ساتھ خارج ہورہی ہے لیکن اس کو یاد نہ رہا۔ محقق نے محمد کے اس قول کے خلاف کہا ہے اھ (ت)

---

[1] فتح القدیر موجبات الغسل نوریہ رضویہ سکھر ۱/۵۳

[2] ایضاً

اقول لم یصل الی فھمہ قاصر ذھنی فان محل الاستشہاد قولہ ان کان ذکرہ منتشرا قبل النوم لا یجب بناء علی ان المذی المرئی بعد التیقظ یحال علیہ کما فی الخانیۃ وعامۃ الکتب ولفظ الامام قاضی خان لانہ اذا کان منتشرا قبل النوم فما وجد من البلۃ بعد الانتباہ یکون من اثار ذلک الانتشار فلا یلزمہ الغسل الا ان یکون اکبر رأیہ انہ منی الخ[1]

میں ان کے اِس قول کو نہیں سمجھ سکا، کیونکہ محل استشہاد اُن کا یہ قول ہے کہ ان کا ذکر اگر منتشر ہو نیند سے قبل تو غسل واجب نہ ہوگا، یہ اس بناء پر ہے کہ مذی جو بیداری کے بعد نظر آتی ہے اس پر محوّل ہوگی، جیسا کہ خانیہ اور عام کتب میں ہے، قاضیخان نے بھی یہی فرمایا ہے، کیونکہ جب آلۂ تناسل میں سونے سے قبل انتشار کی کیفیت تھی تو جو تری بیداری کے بعد اس نے دیکھی ہے وہ اُسی انتشار کا نتیجہ ہے تو اس پر غسل واجب نہ ہوگا، ہاں اگر اس کو اس کے منی ہونے کا ظن غالب ہے تو غسل واجب ہوگا الخ

ومعلوم ان المذی لا یکون من اثار انتشار بغیر شھوۃ فکما اطلق محمد الانتشار وارادالشھوۃ وتبعہ العامۃ علی ذلک فکذا فی قولھم ھنا وجواب المحقق لا یمسہ فلیتامل۔

اور یہ امر معلوم ہے کہ مذی انتشار کے باعث بلا شہوت خارج نہیں ہوتی ہے تو امام محمد اور ان کی پیروی میں دوسرے علماء نے انتشار سے شہوۃ مراد لی ہے، اسی طرح یہاں ان کے قول میں ہے اور محقق کا جواب اس سے متعلق نہیں ہے فلیتامل۔

قال المحقق ومحمل الاول (ای ما مرعن الظھیریۃ) انہ وجد الشھوۃ یدل علیہ تعلیلہ فی التجنیس بقولہ لان فی الوجہ الاول یعنی حالۃ الانتشار وجد الخروج والانفصال علی وجہ الدفق والشھوۃ اھ[2]

محقق نے فرمایا کہ پہلے کا محمل (یعنی ظہیریہ سے جو منقول ہوا) کہ اُس نے شہوت پائی، اس کی دلیل ان کی وہ تعلیل ہے) جو انہوں نے تجنیس میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر کی ہے کہ "اس لیے کہ پہلی صورت میں یعنی انتشار کی صورت میں خروج و انفصال دفق و شہوت کے طور پر ہوا ہے اھ

وتبعہ فی البحر قال الشامی بعد عزوہ

اور بحر میں اسی کی متابعت کی، شامی نے اس کی

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں، موجبات الغسل نولکشور لکھنؤ ۱/۲۱

[2] فتح القدیر، " نوریہ رضویہ سکھر ۱/۵۳

Marfat.com

للبحر عبارۃ المحیط کما فی الحلیۃ رجل بال فخرج من ذکرہ منی ان کان منتشرا فعلیہ الغسل لان ذلک دلالۃ خروجہ عن شہوۃ اھ[1]

اقول وایاک ان تتوھم من تعقیبہ کلام البحر بہ انہ یرید بہ الاخذ علی البحر ای والفتح فی اشتراط وجدان الشہوۃ لان المحیط یعنی الرضوی اذ عنہ نقل فی الحلیۃ جعل نفس الانتشار دلیل الشہوۃ و ذلک لان فیہ نظر اظاھرا لمن احاط بما قدمنا من الکلام وانما ملحظ الامام رضی الدین السرخسی فی ھذا القول عندی واللہ تعالٰی اعلم الایماء الی جواب عن سؤال اختلج ببالی وھو ما **اقول** ان الجنابۃ قضاء الشہوۃ بالانزال کما فی الفتح والحلیۃ والبحر وشتان ما بینہ وبین مجرد مقارنۃ الشہوۃ لنزول منی فان الانزال الذی تقضی بہ الشہوۃ یعقب الفتور وزوال الشہوۃ ولا ما نع لان ینفصل منی من مقرہ بدون شہوۃ بعد ما بال ثم ینتعش الرجل قلیلا فینتشر فینزل ھذا المنفصل بلا شہوۃ مع شہوۃ فلا یورث فتورا ولا تکسرا فیکون قد خرج حین الشہوۃ ولم یکن جنابۃ

نسبت بحر کی طرف کرتے ہوئے فرمایا محیط کی عبارت جیسا کہ حلیہ میں ہے یہ ہے کہ ایک شخص نے پیشاب کیا اور اس کے ساتھ منی خارج ہوئی، اگر اس کو انتشار تھا تو اس پر غسل واجب ہے کیونکہ یہ منی کے شہوت سے خروج پر دلیل ہے اھ

اقول انہوں نے بحر کے کلام پر جو تعقیب کی ہے اس کا ہرگز بھی یہ مفہوم نہیں ہے کہ وہ بحر اور فتح پر کوئی گرفت کر رہے ہیں ان کے شہوت کی شرط لگانے پر، کیونکہ محیط رضوی (کیونکہ حلیہ میں انہی کی عبارت نقل کی ہے) نے محض انتشار ہی کو دلیلِ شہوت قرار دیا ہے، اور یہ اس لیے کہ یہ ہماری اُس تحقیق سے لگا کھاتی ہے جو ابھی گزری میرے نزدیک۔ واللہ اعلم امام رضی الدین سرخسی کا مقصود ایک سوال کے جواب کی طرف اشارہ ہے جو خود میرے دل میں بھی پیدا ہوا ہے کہ جنابت کا مفہوم ہی یہ ہے کہ انزال کے ذریعہ شہوت پوری کی جائے، جیسا کہ فتح، حلیہ اور بحر میں ہے، اب اس میں اور نزولِ منی کے وقت شہوت کے پائے جانے میں بہت فرق ہے، کیونکہ وہ انزال جس سے شہوت کی تکمیل ہوتی ہے کے بعد آلہ تناسل میں فتور پیدا ہوتا ہے اور شہوت زائل ہوتی ہے، اور یہ ممکن ہے کہ منی اپنے محل سے بلا شہوت جدا ہو پیشاب کے بعد پھر تھوڑی دیر بعد یہی بلا شہوت جدا ہونے والی منی شہوت کے ساتھ خارج ہوجائے اور آلہ میں فتور اور شکستگی پیدا نہ ہو، تو اس پر یہ صادق آئے گا

---

[1] ردالمحتار، موجبات الغسل مصطفی البابی مصر ۱/۱۱۹

Marfat.com

لعدم قضاء الشهوة به فاومی الی الجواب و تقریرہ علی ما اقول انا لا ننکران المنی قد ینفصل بدون شہوة ولا نقول ان الشہوة ھو السبب المتعین لہ لکن المسبب لعدة اسباب اذا وجد ووجد معہ سبب لہ فانما یحال علی ھذا الموجود لا یلتفت الی انہ لعلہ حصل بسبب اخر کما قال الامام رضی اللہ تعالی عنہ فی حیوان وجد فی البئر میتا ولا یدری متی وقع یحال موتہ علی الماء ولا یقال لعلہ مات بسبب اخر والقی فیہ میتا فاذا نزل عند الشہوة کان ذلک دلالة خروجہ عن شہوة فاوجب الغسل اما حدیث تعقیب الفتور فانما ذلک فی کمال الانزال الا تری کیف اوجب الشارع الغسل بمجرد ایلاج حشفة نظرا الی کونہ مظنة الانزال مع انہ لا یعقبہ الفتور بل ربما یزید الانتشار ھکذا ینبغی ان یفہم ھذا المقام واللہ تعالٰی ولی الانعام۔

کہ منی شہوت کے وقت نکلی مگر جنابت نہیں پائی گئی کیونکہ اس سے شہوت پُوری نہیں ہُوتی، تو انہوں نے اس کے جواب کی طرف اشارہ کیا، اس جواب کی تقریر جو میں نے کی ہے وہ یہ ہے کہ ہم اس کے منکر نہیں ہیں کہ منی کبھی بلا شہوت بھی جُدا ہوتی ہے، اور نہ ہی یہ کہتے ہیں کہ خروجِ منی کا ایک ہی طے شدہ سبب شہوت ہے، لیکن جس چیز کے متعدد اسباب ہوں جب وُہ پائی جائے اور اس کے ساتھ کوئی سبب بھی پایا جائے تو اس کا تعلق اِسی موجود سبب سے جوڑا جائے گا اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ شاید اور کسی سبب سے ہو، جیسے امام ابو حنیفہ اُس جانور کی بابت فرماتے ہیں جو کسی کنویں میں مُردہ حالت میں پایا گیا اور یہ پتا نہیں کہ کب سے پڑا ہے کہ اس کی موت کا باعث کنویں میں گرنا ہے اور اب اس کو کسی اور دوسرے سبب کی طرف منسوب کرنے کی حاجت نہیں، اب جبکہ منی شہوت کے ساتھ خارج ہوئی ہے تو اس کو یہی سمجھا جائیگا کہ شہوت ہی اِس کے خروج کا سبب ہے، اور اس لیے غسل واجب ہوگا اور رہا بعد میں آلۂ تناسل میں فتور کا آجانا تو یہ کمالِ انزال کی صورت میں ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شارع نے محض حَشَفہ کے دخول پر غسل کے وجوب کا قول کیا ہے کیونکہ انزال کا گمان ہوتا ہے، حالانکہ اس میں فتور نہیں ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات انتشار میں اضافہ ہوتا ہے ھکذا ینبغی ان یفہم ھذا المقام واللہ تعالی ولی الانعام۔

العاشر فی تعریف الجنابة قد علمت ما افادہ الفتح وتبعہ الحلبی والبحر اقول وظھر لک مما قررنا ان ما یعطیہ ظاھرہ غیر مراد والاولی انہا

دہم فتح اور ان کی متابعت میں حلبی اور بحر نے جنابت کی جو تعریف کی ہے وہ ہم نے ذکر کی، لیکن میں سمجھتا ہُوں کہ جو اُس سے ظاہر ہوتا ہے وہ اُس کی مراد نہیں ہے اس کی بہتر تعریف یہ ہے

Marfat.com

الانزال عن شهوة ثم الحق انه تعریف بالسبب ویستفاد من نهایة ابن الاثیر انها وجوب الغسل بجماع او خروج منی ۔

اقول و اطلق عن قید الشهوۃ بناء علی مذهبه الشافعی ثم هذا التعریف بالحکم وحق الحد لها ما اقول انها وصف حکمی اعتبره الشرع قائما بالمکلف مانعا له عن تلاوة القران اذا خرج منه ولو حکما منی نزل عنه بشهوة فقولی ولو حکما لادخال ادخال الحشفة بشروطه وقولی نزل عنه بشهوۃ لاخراج اخراج المرأة منی زوجها من فرجها فانها لاتجنب به وان اجنبت بالایلاج بل قد یخرج منیه منها ولا تجنب اصلا کما اذا ولج نصف حشفة فامنی فدخل المنی فرجها فخرج ولم اقل الی غایة استعمال المزیل کما قال الفتح و البحر وغیرهما فی حد الحدث اذ لاحاجة الیه فان زوال المنع بزوال المانع مما لاحاجة الی التنبیه علیه فضلا عن الاحتیاج الی اخذه فی الحد فافهم واقتصرت مما یمنع بها علی التلاوۃ لعدم الحاجة الی استیعاب الممنوعات فی التعریف و انما ذلك عند تعریف الاحکام ۔

کہ جنابت انزال کو کہتے ہیں جو شہوت سے ہو ، حق تو یہ ہے کہ یہ تعریف بالسبب ہے، اور ابن اثیر کی نہایہ سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جنابت جماع کی وجہ سے یا خروج منی کی وجہ سے وجوبِ غسل کو کہتے ہیں ۔ ت

میں سمجھتا ہُوں کہ انہوں نے شہوت کی قید اپنے مذہب شافعی کی بنا پر نہیں لگائی ہے ، پھر یہ تعریف بالحکم ہے ، میرے نزدیک اس کی صحیح تعریف یہ ہے کہ جنابت ایک وصف حکمی ہے جس کو شریعت نے معتبر جانا ہے ، یہ مکلّف کے ساتھ قائم ہے ، اس کو قرآن کی تلاوت سے روکتا ہے ، یہ اس وقت پیدا ہوتا ہے، جب اس سے منی خارج ہو خواہ حکما شہوت کے ساتھ، حکماً میں اس لیے کہتا ہُوں کہ اس میں وہ صورت بھی آجائے جس میں حشفہ داخل ہُوا ہو اپنی شرائط کے ساتھ، اور شہوت کے ساتھ نزول کی قید اس لئے لگائی ہے تاکہ اس سے عورت کی اپنی فرج سے اپنے شوہر کی منی کو خارج کرنا خارج ہو جائے، کیونکہ اس سے اس کو جنابت نہ ہوگی ، ہاں ایلاج سے اس کو جنابت ہوگی بلکہ کبھی عورت کے اندر سے مرد کی منی خارج ہوتی ہے اور وہ بالکل جُنب نہیں ہوتی ہے جیسے مرد نے آدھا حشفہ اندر داخل کیا اور منی نکل کر عورت کی فرج میں چلی گئی پھر باہر نکلی پھر میں نے اپنی تعریف میں "مُزیل کے استعمال کی انتہا تک" کی قید نہیں لگائی جیسے کہ فتح اور بحر وغیرہ نے لگائی ہے حدث کی تعریف میں، کیونکہ اس کی ضرورت نہیں ، کیونکہ منع کا زائل ہونا مانع کے زوال سے ایسی چیز ہے جس پر تنبیہ کی چنداں حاجت نہیں ہے ، لہذا اس کو حد میں لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے فافہم ۔ اور میں نے ممّا یمنع بھا علی التلاوۃ پر اکتفاء کی

Marfat.com

کہ تعریف میں تمام ممنوعات کے ذکر کی ضرورت نہیں، یہ تو احکام کی تعریف میں ہوتا ہے۔

اقول والحاجة الی ذکرہ اخراج نجاسة المنی الحقیقیة وحکم البلوغ باول انزال الصبی واخترت القرآن علی قربان الصلاة لان المنع منها لا یختص بالحدث الاکبر ولم اقل قائما بظاهر بدن المکلف کی یصح الحمل علی کلا معنیی الحدث ما یتجزی منه وهی النجاسة الحکمیة القائمة بسطوح الاعضاء الظاهرة وما لا هو تلبس المکلف بها کما بینته فی الطرس المعدل فی حد الماء المستعمل ولو قلته لاختص بالاول۔

درحقیقت اس کو ذکر کرنے کی ضرورت منی کی نجاست حقیقیہ کے اخراج کے لیے ہے اور بلوغ کے حکم کے لیے بچّہ کے پہلے انزال پر، اور میں نے قرآن پڑھنے کو نماز پڑھنے پر ترجیح دی ہے کیونکہ نماز کا نہ پڑھنا حدث اکبر کے ساتھ خاص نہیں ہے، اور میں نے یہ بھی نہ کہا کہ وہ بدن مکلّف کے ساتھ قائم ہوتا کہ اس میں حدث کی دونوں قسمیں آجائیں ایک تو وہ کہ جس میں تجزّی ہوسکتی ہے یعنی نجاست حکمیہ جو اعضاء ظاہرہ کی سطحوں کے ساتھ قائم ہوتی ہے اور وہ بھی آجائے جس میں تجزّی نہیں ہوتی ہے، اور مکلّف کا اس کے ساتھ متلبس ہونا ہے، میں نے اس کو "الطرس المعدّل فی حد الماء المستعمل" میں بیان کیا ہے اور اگر یہ قید لگا دیتا تو یہ نجاست کی پہلی قسم کے ساتھ ہی مختص ہوجاتا۔ ت

اقول وبه ظهر ان فی حد الحدث المذکور فی الحلیة انه الوصف الحکمی الذی اعتبر الشارع قیامه بالاعضاء مسببا عن الجنابة والحیض والنفاس والبول والغائط وغیرهما من نواقض الوضوء ومنع من قربان الصلاة وما فی معناها معه حال قیامه بمن قام به الی غایة استعمال ما یعتبره زائلا به اھ[1] تسامحا ظاهرا فی جعل الحدث مسببا عن الجنابة بل هی نفسها احد الحدثین فان وجه بان الحد للحدث بمعنی التلبس والمراد بالجنابة تلک النجاسة الحکمیة ولا بعد ان یقال ان تلبسه بها مسبب عن وجودها۔

اس سے معلوم ہوا کہ حلیہ میں حدث کی جو تعریف کی گئی ہے کہ یہ وہ وصف حکمی جس کے اعضاء کے ساتھ قیام کو شارع نے جنابت، حیض، نفاس، پیشاب، پاخانہ وغیرہ نواقض وضو کا مسبّب قرار دیا ہے، اور اس کے ہوتے ہوئے نماز اور جو چیز بھی حکم نماز میں ہو اس سے منع کیا ہے، یہاں تک کہ وہ چیز استعمال کرے جس سے اس کا اثر زائل ہوجائے ا حدث کو جنابت کا مسبب قرار دینے میں واضح تسامح ہے، بلکہ جنابت تو خود ہی حدث ہے، اگر اس کی یہ توجیہ پیش کی جائے کہ یہ تعریف اس حدث

---

[1] حلیہ

Marfat.com

کی ہے جو بمعنی تلبس کے ہے اور جنابۃ سے مراد وہ نجاست حکمیہ ہے، اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ یہ کہا جائے کہ اس حدث کا جنابۃ سے تلبس اس کے وجود کا مسبّب ہے۔ ت

قلت یدفعہ قولہ رحمہ اللہ تعالٰی قیامہ بالاعضاء فالقائم بھا ھی النجاسۃ الحکمیۃ دون تلبس المکلف بھا فلا محید الا ان یرتکب المجاز فی الحد فیراد بھا المنی النازل عن شھوۃ۔

تو میں کہوں گا کہ اس کی تردید خود ان کے قول "وہ اعضاء کے ساتھ قائم ہے" سے ہوتی ہے کیونکہ اعضاء کے ساتھ نجاست حکمیہ ہی قائم ہوتی ہے مکلّف نہیں ہوتا ہے، تو سوائے اس کے کوئی چارۂ کار نہیں کہ حد میں مجاز مراد لیا جائے، اور کہا جائے کہ اس سے مراد وہ منی ہے جو شہوت سے اُترے۔ (ت)

ثم اقول خلل اخرفی مانعیتہ فان الواوات فی قولہ والحیض والنفاس الخ بمعنی او فیشمل التعریف الوصف الحکمی الذی یقوم بالاعضاء عند تلوثھا بنجاسات الحیض وما بعدہ الحقیقیۃ فانھا ایضا تمنع من قربان الصلاۃ الخ وکونھا نجاسات حقیقیۃ لاینافی کون الوصف الذی یحصل للاعضاء بھا حکمیا کما حققہ المحقق حیث اطلق اذ یقول فی الفتح من بحث الماء المستعمل معنی الحقیقیۃ لیس الاکون النجاسۃ موصوفا بھا جسم محسوس مستقل بنفسہ عن المکلف ولیس المتحقق لنا من معناھا سوی انھا اعتبار شرعی منع الشارع من قربان الصلاۃ والسجود حال قیامہ لمن قام بہ الی غایۃ استعمال الماء فیہ واذا استعملہ قطع ذلک الاعتبار کل ذلک ابتلاء للطاعۃ فاما ان ھناک وصفا حقیقیا عقلیا ومحسوسا

پھر اس تعریف کی مانعیت میں بھی ایک خلل ہے کیونکہ ان کے قول میں جو "واو" والحیض والنفاس میں بمعنی "او" ہیں تو تعریف اس وصف حکمی کو بھی شامل ہو جائے گی جو اعضاء کے ساتھ قائم ہوتا ہے جب یہ اعضاء نجاستوں کے ساتھ ملوث ہوتے ہیں، مثلاً حیض اور جو اس کے بعد ہو، یہ بھی نماز سے روکتے ہیں الخ اور ان کا حقیقی نجاست ہونا اس امر کے منافی نہیں کہ وہ وصف جو اس کے سبب اعضاء کو حاصل ہوا ہے حکمی ہو، جیسا کہ محقق نے فرمایا ہے، انہوں نے اس کو مطلق رکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں (فتح کی پانی کی بحث میں) حقیقیہ کے معنی اس کے علاوہ کچھ اور نہیں ہیں کہ اس نجاست سے ایک جسم محسوس مستقل بنفسہ عن المکلف متصف ہے اور اس کے معنی جو ہمیں معلوم ہوتے ہیں وہ یہی ہیں کہ یہ ایک ایسی شئی کا اعتبار ہے جس کے باعث شارع نے نماز کے قریب جانے اور سجدہ سے روکا ہے تاوقتیکہ وہ شخص جو اس میں ملوث ہے پانی استعمال کرکے

Marfat.com

فلا ومن ادعاہ لا یقدر فی اثباتہ علی غیر الدعوی فلا یقبل ویدل علی انہ اعتبار اختلافہ باختلاف الشرائع الا تری ان الخمر محکوم بنجاستہ فی شریعتنا وبطہارتہ فی غیرھا فعلم انہا لیست سوی اعتبار شرعی الزم معہ کذا الی غایۃ کذا ابتلاءً[1] اھ ولا عطر بعد عروس۔

اس کے اثر کو ختم نہ کر ڈالے یہ اعتبار آزمائش ہے برا... کرنے والے کے لئے، اب یہ کہنا کہ یہاں کوئی وصف حقیقی عقلی ہے یا وصف محسوس ہے، تو ایسا نہیں ہے اور جو بھی دعوٰی کرتا ہے اس کا دعوی بلا دلیل ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ معاملہ شریعتوں کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے، اب دیکھیے ہماری شریعت میں شراب ناپاک ہے اور دوسری شریعتوں میں پاک ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض شرعی اعتبار ہے جو لوگوں کی آزمائش کے لیے رکھا گیا ہے اھ ولا عطر بعد عروس۔

الحادی عشر عدم وجوب الغسل

بمنی خرج بعد البول ونحوہ من دون شہوۃ وقع تعلیلہ فی مصفی الامام النسفی رحمہ اللہ تعالٰی بانہ مذی ولیس بمنی لان البول والنوم والمشی یقطع مادۃ الشہوۃ[2] اھ فنقلہ فی البحر واقر۔

یازدہم پیشاب وغیرہ کے بعد جو منی بلا شہوت خارج ہوتی ہے اس سے غسل واجب نہیں، مصفٰی میں امام نسفی نے اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ یہ مذی ہے منی نہیں ہے کیونکہ پیشاب، نیند اور چلنا مادۂ شہوت کو قطع کر دیتا ہے اھ اس کو بحر میں نقل کرکے برقرار رکھا۔

اقول وفیہ نظر ظاہر (۱) فان صورۃ المنی لا تکون قط للمذی وفی قولہ رحمہ اللہ تعالٰی انہا تقطع مادۃ الشہوۃ تسامح (۲) واضح وانما تقطع مادۃ المنی المنفصل فیؤمن بہا ان یکون الخارج بعدہا بقیۃ منی کان نزل بشہوۃ وھذا ھو الصحیح فی تعلیل المسألۃ کما افادہ فی التبیین وغیرہ فان لیس خروج کل منی موجبا بل منی نزل عن شہوۃ وقد انقطع مادتہ بہا فالخارج

اقول مگر اس میں بظاہر ایک اعتراض ہے، اور وہ یہ کہ منی کی صورت کبھی مذی کی نہیں ہوسکتی، اور ان کا یہ قول کہ "یہ مادۂ شہوت کو قطع کر دیتا ہے" اس میں واضح تسامح ہے۔ کیونکہ یہ منی منفصل کے مادہ کو قطع کرتا ہے، اس سے یہ اطمینان ہوجاتا ہے کہ جو منی اب خارج ہو رہی ہے شہوت سے منفصل ہونے والی منی کا حصہ ہے، مسئلہ کی علت میں یہی قول صحیح ہے، تبیین وغیرہ میں یہی ہے۔ کیونکہ ہر منی کے

---

[1] فتح القدیر، بحث الماء المستعمل مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۵

[2] بحر الرائق، موجبات الغسل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۵

Marfat.com

الا ان منیا منی قطعا لکن غیر نازل عن شھوۃ فلا یوجب الغسل خلافا للامام الشافعی رضی اللہ تعالی عنہ فان قلت الیس افاد فی الفتح ان ما نزل عن غیر شھوۃ لا یکون منیا قال رحمہ اللہ تعالی کون المنی عن غیر شھوۃ ممنوع فان عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہا اخذت فی تفسیرھا ایاہ الشھوۃ قال ابن المنذر حدثنا محمد بن یحیی حدثنا ابو حنیفۃ حدثنا عکرمۃ عن عبد ربہ بن موسی عن امہ انہا سألت عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہا عن المذی فقالت ان کل فحل یمذی وانہ المذی والودی والمنی فاما المذی فالرجل یلاعب امرأتہ فیظھر علی ذکرہ الشیئ فیغسل ذکرہ وانثییہ ویتوضأ ولا یغتسل واما الودی فانہ یکون بعد البول یغسل ذکرہ وانثییہ ویتوضأ ولا یغتسل واما المنی فانہ الماء الاعظم الذی منہ الشھوۃ وفیہ الغسل وروی عبد الرزاق فی مصنفہ عن قتادۃ وعکرمۃ نحوہ فلا یتصور منی الا من خروجہ بشھوۃ والا فیفسد الضابط الذی وضعتہ لتمیز المیاہ لتعطی احکامہا اھ[1]

نکلنے سے انسان جنبی نہیں ہوجاتا ہے، بلکہ صرف اُس منی سے جو بطور شہوت خارج ہو، اور اس صورت میں اس کا مادہ منقطع ہوگیا، تو اس صورت میں خارج ہونے والی چیز قطعاً منی ہے لیکن یہ شہوت سے نہیں نکلی ہے لہذا غسل واجب نہ کرے گی۔ اس میں امام شافعی کا اختلاف ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ فتح میں یہ ہے کہ جو چیز بلا شہوت خارج ہوتی ہے وہ منی نہیں ہوتی ہے نیز کہ بلا شہوت خارج ہونے والی چیز کا منع ہونا ممنوع ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے منی کی تفسیر میں شہوت کو منی کے لیے لازم قرار دیا ہے، ابن منذر نے کہا کہ ہم سے حدیث بیان کی محمد بن یحیی نے ہم سے ابوحنیفہ نے حدیث بیان کی، ہم سے عکرمہ نے عبد ربہ بن موسی سے ان کی ماں سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت عائشہ سے مذی کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا ہر نر کو مذی آتی ہے، اور یہ کہ تین چیزیں خارج ہوتی ہیں مذی، ودی، منی۔ مذی تو جب مرد اپنی بیوی سے کھیلتا ہے تو اس کے آلۂ تناسل پر کچھ ظاہر ہوتا ہے اس صورت میں اس کو اپنا آلۂ تناسل اور خصیتین دھو کر وضو کرلینا چاہیے، غسل کی ضرورت نہیں، اور ودی پیشاب کے بعد خارج ہوتی ہے، اپنے آلۂ تناسل کو اور خصیتین کو دھو کر وضو کرلے غسل کی ضرورت نہیں۔ اور منی وہ بڑا پانی ہے جس سے شہوت ہوتی ہے اس میں غسل ہے، اور عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں قتادہ سے اور عکرمہ سے اسی قسم کی روایت

---

[1] فتح القدیر، موجبات الغسل نوریہ رضویہ سکھر ١/٥٣

Marfat.com

کی ہے، پس منی کا بلاشہوت تصور نہیں کیا جاسکتا ہے ورنہ وہ ضابطہ فاسد ہو جائیگا جو حضرت عائشہ نے پانیوں کو ممتاز کرنے کے لیے وضع کیا تھا تاکہ ان کے احکام معلوم ہوسکیں اھ۔

قلت علی تسلیمہ ایضا لایصح جعلہ مذیا بل انکان فلخروجہ بعد البول ودیا علاان ما افادالمحقق شیئ تفرد بہ لا اظن احدا سبقہ الیہ اوتبعہ علیہ وقول التبیین قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا حذفت الماء فاغتسل وان لم تکن حاذفا فلا تغتسل فاعتبرالحذف وھو لایکون الا بالشھوۃ اھ[1]

میں کہتا ہوں کہ اگر اس کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس کو مذی قرار دینا درست نہ ہوگا بلکہ اس کو ودی کہا جاسکتا ہے کیونکہ یہ پیشاب کے بعد نکلا ہے۔ علاوہ ازیں جو محقق نے فرمایا ہے میں سمجھتا ہوں نہ اُن سے پہلے یہ کسی نے کہا اور نہ بعد میں کسی نے ان کی متابعت کی اس میں وہ منفرد نظر آتے ہیں، اور تبیین میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب پانی بطور 'حذف' نکلے تو غسل کرو اور حذف کے طور پر نہ ہو تو غسل نہیں ہے۔ تو آپ نے 'حذف' کا اعتبار کیا اور "حذف" بلاشہوت نہیں ہوتا ہے اھ

لیس کشلہ لمن تأمل ففی الحذف الدفق ولایکون الابشھوۃ بخلاف نفس خروج المنی کیف وقد نطقت الکتب عن اخرھا متونھا وشروحھا وفتاونھا بتقیید المنی الذی یوجب الغسل بکونہ ذا شھوۃ وان ھذاالقید احترازی وان المنی اذا خرج من ضربۃ اوسقطۃ اوحمل ثقیل من دون شھوۃ لایوجب الغسل اما احتجاجہ بقول ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنھا **فاقول** فیہ **اولا** ان امنا انما ترید تعریف المیاہ بخواص لھا اغلبیۃ والتعریف بالخاص سائغ شائع لاسیما فی الصدر الاول

یہ اس کے لیے مثل نہیں ہے جو اس کے لیے اس میں غور کرے کیونکہ حذف میں اچھلنا ہوتا ہے اور یہ بلاشہوت متصور نہیں بخلاف محض منی کے نکلنے کے، پھر تمام کتب متون و شروح فتاوٰی از اول تا آخر میں یہی ہے کہ وُہ منی جو مُوجِب غسل ہے وہی ہے جو شہوت کے ساتھ خارج ہو اور یہ کہ یہ قید احترازی ہے، اور یہ کہ منی جب چوٹ یا گرنے یا بوجھ اٹھانے کی وجہ سے بلاشہوت خارج ہو تو موجب غسل نہیں۔ اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے قول سے استدلال کے متعلق میرا خیال یہ ہے کہ:

اوّلاً یہ کہ ام المؤمنین نے پانیوں کا تعارف ان کے

---

[1] تبیین الحقائق موجبات الغسل بولاق مصر ۱/۱۵

Marfat.com

وثانیا[1] ماذا یراد بالضابطة الصدق الکلی من جانب المیاه او الخواص او الجانبین والکل منقوض اما الاول فهو عدم وفائه بالمقصود لان لزوم المنویة للشهوة لا یستلزم لزوم الشهوة للمنویه وانما الکلام فیه لا یصح فی نفسه لان الرجل قد یمنی بالملاعبة فیکون هذا الانزال مذیا ولا یوجب الغسل وقد یمنی بشهوة عقیب البول کما تقدم عن المحقق فیکون هذا الامناء ودیا ولا غسل وکلاهما خلاف الاجماع واما الثانی فلان الانتشار بنظر او فکر من دون ملاعبة ربما یورث الامذاء لا سیما اذا کان الرجل مذاء وهل لا یمذی الاعزب ابدا اذ لا مرأة یلاعبها مع انها قالت کل فحل یمذی فاذا لم یفسد الضابط بالتخلف فی المذی لا یفسد ایضا فی المنی وثالثا[2] وهو الطراز المعلم والحل المحکم ان ام المؤمنین رضی الله تعالی عنها لم تقل هو الماء الاعظم الذی من الشهوة لیلزم ان لا یخرج منی الا بشهوة وانما قالت منه الشهوة فانما یلزم ان لزم ان لکل منی دخلا فی ایراث الشهوة وما یورث الشهوة لا یلزم ان لا یخرج الا بها فقد یعتریه عارض یزیله عن مکانه بدون شهوة ولا شک ان تخلق المنی فی البدن هو الذی یولد الشهوة لتوجه الطبع الی دفع تلک الفضلة فالمنی وان خرج لعارض بغیر شهوة لا یخرج من انه الماء الذی یولد الشهوة ولا یبعد ان یکون لکل جزء منه دخل

عمومی خواص کے ساتھ کیا ہے اور تعریف بالخاص عام ہے خاص طور پر ابتدائی دور میں اس کی امثلہ بہت ہیں ۔

ثانیاً یہ کہ ضابطہ کلیہ سے کیا مراد ہے، آیا میاہ کی جانب سے صدق کلی یا خواص سے یا جانبین سے اور جو صورت بھی ہو اس پر نقض ہے، پہلی صورت تو اس لیے کہ یہ مقصود کو پورا نہیں کرتا ہے اس لیے کہ منی کا شہوت کو لازم ہونا شہوت کے منی کو لازم ہونے کو مستلزم نہیں ہے جبکہ گفتگو اس میں فی نفسہ صحیح نہیں ہے کیونکہ منی کبھی بیوی کے ساتھ کھیل میں بھی نکل آتی ہے تو ایسا انزال مذی ہوگا اور غسل کو واجب نہ کرے گا اور کبھی منی پیشاب کے بعد شہوت سے خارج ہو جاتی ہے جیسا کہ محقق کے حوالے سے گزرا، تو اس منی کا خروج ودی ہوگا اور غسل واجب نہ ہوگا، اور یہ دونوں اجماع کے خلاف ہیں اور دوسری صورت میں اس لیے کہ نظر و فکر کے ذریعہ انتشار سے بغیر ملاعبۃ کے بھی مذی نکل آتی ہے خاص طور پر جب کسی شخص کو مذی زیادہ آتی ہو تو جو زیادہ تر سفر میں رہتا ہو اس کے پاس عورت نہیں ہوتی جس سے ملاعبہ کرے کیا اس کو کبھی مذی نہیں آئیگی حالانکہ ام المومنین نے فرمایا ہے ہر فحل کو مذی آتی ہے تو جب ضابطہ مذی میں تخلف سے نہیں ٹوٹتا تو منی میں بھی نہیں ٹوٹے گا ۔ ثالثاً یہ (طرازِ مُعلَم اور حلِ محکم) ہے، حضرت عائشہ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ ماءِ اعظم شہوت سے ہوتا ہے، اگر ایسا فرماتیں تو اس سے یہ لازم آتا کہ منی شہوت سے ہی ہوتی ہے آپ نے یہ فرمایا کہ اس سے شہوت ہوتی ہے، اس سے صرف یہ بات لازم آتی ہے کہ ہر منی کو شہوت کے پیدا کرنے میں دخل ہے اور جو چیز شہوت پیدا کرنے

Marfat.com

فیها لان کله فضلة ومن المعلوم انه
کلما ازداد المنی تزداد الشهوة فقول ام
المؤمنین لا یمس ما اراد المحقق ولکن
لا غرو فلکل جواد کبوة ولکل صارم نبوة
والآن الله الصحة کلیة الا لکلامه وکلام صاحب
النبوة صلوات الله تعالى وسلامه علیه وعلى
اله وصحبه اولی الفتوة ونسأل المولى سبحنه
وتعالى عافیته وعفوه۔

والی ہو لازم نہیں کہ وہ شہوت سے ہی نکلے کیونکہ ممکن ہے کہ کسی عارض کی وجہ سے منی اپنی جگہ سے شہوت کے بغیر جدا ہو جائے، اور اس میں شک نہیں کہ بدن میں منی کا وجود ہی شہوت پیدا کرتا ہے اور طبیعت اس فضلہ کے اخراج کی طرف مائل ہوتی ہے تو منی اگر کسی عارض کی وجہ سے بغیر شہوت کے نکلی تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ منی وہ پانی نہ رہی جو شہوت پیدا کرتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ منی کے ہر جزء کو شہوت کے پیدا کرنے میں دخل ہو کیونکہ یہ کل کا کل فضلہ ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ منی جب زیادہ ہوتی ہے تو شہوت بھی زیادہ ہوتی ہے، تو ام المومنین کے قول کا اس چیز سے کوئی تعلق نہیں ہے جو محقق نے فرمائی ہے مگر اس میں کوئی حرج نہیں فلکل جواد کبوۃ ولکل صارم نبوۃ۔ اور کلی طور پر تو اللہ کا کلام صحیح ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا، ونسأل اللہ سبحانہ وتعالی عافیتہ وعفوہ۔ ت

الثانی عشر المرأة کالرجل فی
الاحتلام نص علیه محمد کما فی مختصر
الامام الحاکم الشهید فان احتلمت ولم
تر بللا لا غسل علیها هو المذهب کما فی البحر
والدر وبه یؤخذ قاله شمس الائمة الحلوانی
وهو الصحیح قاله فی الخلاصة وعلیه
الفتوى قاله فی معراج الدرایة والبحر و
المجتبى والحلیة والهندیة وبه افتى الفقیه
ابو جعفر واعتمده فقیه النفس فی الخانیة
فلا تعویل على ما روی عن محمد انها یجب
علیها الغسل احتیاطا وهذه غیر روایة
الاصول عنه فان محمدا نص فی الاصل
ان المرأة اذا احتلمت لا یجب علیها الغسل
حتى ترى مثل ما یرى[1] الرجل کما فی الحلیة

دوازدہم عورت احتلام کے سلسلہ میں مرد کی طرح ہے، امام محمد نے اس کی تصریح کی ہے، حاکم شہید نے اپنی مختصر میں یہی لکھا، تو اگر عورت کو احتلام یاد ہو مگر اس نے تری نہ دیکھی تو اس پر غسل نہیں، یہی مذہب ہے جیسا کہ بحر اور دُر میں ہے اور اسی پر عمل کیا جائے، شمس الائمہ حلوانی نے یہی کہا اور یہی صحیح ہے، یہ خلاصہ میں ہے، اور اسی پر فتوی ہے جیسا کہ معراج الدرایہ، بحر، مجتبی، حلیہ اور ہندیہ میں ہے اور فقیہ ابو جعفر نے اس پر فتوی دیا اور خانیہ میں فقیہ النفس نے اسی پر اعتماد کیا تو امام محمد سے جو مروی ہے کہ اس پر احتیاطاً غسل واجب ہے اعتماد نہیں ہے، اور امام محمد سے یہ روایت اصول کی روایت نہیں ہے، کیونکہ اصل میں امام محمد نے فرمایا کہ عورت کو اگر احتلام یاد ہے تو اس پر غسل صرف اسی صورت میں واجب ہو گا

[1] حلیہ

Marfat.com

عن الذخیرۃ۔

جبکہ وہ اس چیز کو دیکھے جو مرد دیکھتا ہے جیسا کہ حلیہ میں ذخیرہ سے منقول ہے۔

اقول فقول المنیۃ[1] قال محمد لیس کما ینبغی وحمل الامام برھان الدین فی تجنیسہ ھذہ الروایۃ علی ما اذا وجدت لذۃ الانزال ثم اختار ھا معللا بان ماءھا لایکون دافقا کماء الرجل وانما ینزل من صدرھا اھ واعتمدہ البزازی فی الوجیز فجزم بالوجوب ثم قال وقیل لا یلزمھا کالرجل اھ[2]

اقول لہٰذا منیہ کا قول کہ "محمد نے فرمایا" مناسب نہیں، اور امام برہان الدین نے تجنیس میں فرمایا کہ یہ روایت جس میں عورت کے لذت کے محسوس کرنے کا ذکر ہے الخ اس کی علت یہ ہے کہ عورت کا پانی اچھل کر نہیں نکلتا ہے دفق کے ساتھ، جیسا کہ مرد کا نکلتا ہے، عورت کا پانی اس کے سینے سے آتا ہے۔ اسی پر بزازی نے وجیز میں اعتماد کیا اور وجوب غسل کا قول کیا اور ایک قول یہ ہے کہ مرد کی طرح اس پر بھی غسل واجب نہیں جس طرح مرد پر واجب نہیں اھ

اقول واغرب فی السراجیۃ فقال علیھا الغسل وبہ افتی ابوبکر بن الفضل البخاری وعن محمد انہ لایجب اھ[3] فجعل الظاھر نادرا والنادر ظاھرا وحکی روایۃ محمد کقول الکل وجعل قول الکل روایۃ عن محمد ثم ان المحقق ایضا استوجھہ فی الفتح وللامام الزیلعی فی التبیین ایضا میل الی اختیارھا حیث قدمھا جازما بھا واخر دلیلھا وعللھا کالتجنیس بقولہ لان ماءھا ینزل من صدرھا الی رحمھا بخلاف الرجل حیث یشترط الظھور الی ظاھر الفرج فی حقہ حقیقۃ اھ[4] فھذا ما وجدت الاٰن فی

اقول اور سراجیہ والے نے تو عجیب بات کہی کہ عورت پر غسل واجب ہے اور ابوبکر بن فضل البخاری نے اسی پر فتوٰی دیا، اور امام محمد کی روایت ہے کہ اس پر غسل واجب نہیں اھ، تو انہوں نے ظاہر روایت کو نادر اور نادر روایت کو ظاہر روایت بنا دیا، اور محمد کی روایت کو اس طرح ذکر کیا کہ گویا وہ تمام فقہاء کا قول ہو اور جو قول تمام فقہاء کا ہے اس کو محمد کی روایت قرار دے دیا، پھر محقق نے فتح میں اس کی توجیہ کرنے کی کوشش کی ہے اور تبیین میں امام زیلعی کا میلان بھی اسی طرف ہے، کیونکہ انہوں نے اس پر جزم کرتے ہوئے مقدم رکھا اور اس کی دلیل کو مؤخر کیا اور تجنیس کی طرح اس کی علت بیان کرتے ہوئے فرمایا "کیونکہ

---

[1] بحوالہ فتح القدیر، موجبات الغسل نوریہ رضویہ سکھر ۱/۵۵
[2] فتاوٰی بزازیہ علی حاشیۃ ہندیۃ موجبات الغسل نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۰
[3] فتاوٰی سراجیہ، موجبات الغسل نولکشور لکھنؤ ص ۳
[4] تبیین الحقائق " بولاق مصر ۱/۱۶

Marfat.com

تشئید هذه الروایة اما التعلیل ۔ اس کا پانی اس کے سینے سے آتا ہے اس کے رحم کی طرف، اور مرد کے لئے ضروری ہے کہ منی حقیقۃً ظاہر فرج تک ظہور کرے اھ یہ وہ ہے جو اب تک اس روایت کو مستحکم کرنے کے سلسلے میں مجھ پر ظاہر ہوا ہے۔

فاقول حاصله ان منی المرأة وان کان له دفق لشهادة قوله تعالی ماء دافق یخرج من بین الصلب والترائب[1] لکن لاکمنی الرجل وذلك لانه ینزل من صلبه الی انثییه الی ذکره وهو طریق ذو عوج فلو لم یندفع بقوة شدیدة لبقی فی بعض الطریق بخلاف منیها فانه ینزل من ترائبها الی رحمها وهو طریق مستقیم فکان یکفیه السیلان غیر ان نزوله بحرارة فلزمه نوع دفق ولا وجه لانکاره فانه مشهود معلوم ولکن العجب من المدقق العلائی حیث قال لم یذکر الدفق لیشمل منی المرأة لان الدفق فیه غیر ظاهر اما اسناده الیه فی الآیة فیحتمل التغلیب فالمستدل بها کالقهستانی تبعا للاخی چلپی غیر مصیب تامل اھ[2]

اور تعلیل کی بابت میں کہتا ہوں اس کا حاصل یہ ہے کہ عورت کی منی اگرچہ دَفق (اچھلنے) کی کیفیت ہوتی ہے کیونکہ فرمانِ الٰہی ہے" وہ اچھلتے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پیٹھ اور پستانوں کے درمیان سے نکلتا ہے، مگر وہ پھر بھی مرد کی منی کی طرح نہیں ہے کیونکہ اس کی منی اس کی پشت سے اس کے خصیتین کی طرف اترتی ہے اور یہ ایک پیچیدہ راستہ ہے اب اگر وہ پوری قوت کے ساتھ اچھل کر نہ نکلے تو اس کے جسم میں رک جانے کا احتمال ہے، لیکن عورت کی منی اس کے پستانوں کے پاس سے سیدھی رحم تک آتی ہے اور یہ سیدھا راستہ ہے، لہٰذا اس میں سیدھا سادا بہاؤ کافی ہے، البتہ اس میں چونکہ حرارت ہوتی ہے تو کچھ نہ کچھ اُچھلنا پایا جاتا ہے، اور یہ چیز ناقابلِ انکار ہے، مگر مدقق علائی پر تعجب ہے کہ انہوں نے کہا کہ "دفق" کا ذکر نہیں کیا تاکہ عورت کی منی کو شامل ہو جائے کیونکہ اس میں دفق ظاہر نہیں ہوتا ہے اور آیت میں اس کی طرف جو دفق کی اسناد ہے تو اس میں تغلیب کا احتمال ہے اب قہستانی نے چلپی کی متابعت میں جو استدلال اس آیت سے کیا ہے وہ درست نہیں ہے تامل اھ

اقول النصوص تحمل علی ظواهرها مالم یصرف عنها دلیل فاحتمال التغلیب محتاج

اقول دراصل نصوص کو ان کے ظاہر پر ہی محمول کیا جاتا ہے تاوقتیکہ کوئی قرینہ صارفہ موجود نہ ہو، لہٰذا تغلیب کے

---

[1] القرآن ۸۶/۷

[2] الدر المختار، موجبات الغسل، مجتبائی دہلی ۱/۳۰

Marfat.com

الی اثبات عدم الدفق فی منیھا واذ لادلیل فلا سبیل الی الاحتمال فلا اخذ علی الاستدلال قال العلامۃ ط الدلیل اذا طرقہ الاحتمال سقط بہ الاستدلال اھ[1]

احتمال کے لیے یہ ثابت کرنا ضروری ہوگا کہ عورت کی منی میں دفق نہیں پایا جاتا ہے اور چونکہ ایسی کوئی دلیل موجود نہیں ہے تو تغلیب کا قول درست نہیں ہے، علامہ "ط" نے فرمایا کہ جب کسی دلیل میں احتمال پیدا ہوجائے تو اس سے استدلال ساقط ہوجاتا ہے۔ (ت)

اقول الاحتمال[1] اذا لم یدل دلیل علیہ لم ینظر الیہ وکان المدقق رحمہ اللہ تعالٰی ان ھذا اشار بقولہ تامل وقال العلامۃ ش لعلہ یشیر الی امکان الجواب لان کون الدفق منھا غیر ظاھر لیشعر بان فیہ دفقا وان لم یکن کالرجل افادہ ابن عبدالرزاق اھ[2]

اقول اگر احتمال بلا دلیل ہو تو لائقِ التفات نہیں ہوتا ہے اور غالباً مدقق نے اپنے قول تامل سے اسی طرف اشارہ کیا ہے، اور علامہ "ش" نے فرمایا کہ شاید وہ جواب کے امکان کی طرف اشارہ کررہے ہیں، کیونکہ عورت کی منی میں دفق کے ظاہر نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں دفق ہے اگرچہ مرد کی طرح کا نہ ہو، ابن عبدالرزاق نے یہی فرمایا اھ (ت)

اقول لوان[2] المدقق[3] اراد ھذا لناقض اول کلامہ اخرہ بل لم یستقم اولہ لانہ بنی شمول الکلام لمنیھا علی ترک ذکر الدفق ولو کان فیہ دفق ولو خفیا لشملہ وان ذکر بل مرادہ غیر ظاھر ای غیر ثابت ولا معلوم رجعنا الی تقریر دلیل التجنیس۔

اقول اگر مدقق کی عبارت کا یہی مطلب ہوتا تو ان کے ابتدائی کلام کا تناقض آخر کلام کے ساتھ ہوجاتا، بلکہ کلام کا اول درست ہی قرار نہ پاتا، کیونکہ ان کے کلام کا عموم عورت کی منی کے لیے دفق کے ذکر کے ترک پر ہے اور اگر اس میں خفیہ دفق ہوتا تو کلام اس کو شامل ہوجاتا اگرچہ ذکر کیا جاتا، بلکہ ان کی مراد غیر ظاہر سے یہ ہے، یعنی غیر ثابت اور غیر معلوم ہے۔ ہم نے تجنیس کی بیان کردہ دلیل کی طرف رجوع کیا ہے۔ (ت)

اقول فاذا کان الامر کما وصفنا لم یجب فی انزالھا خروج المنی من الفرج الخارج الی الفخذ او الثوب غالبا کما فی الرجل

اقول اگر بات وہی ہے جو ہم نے ذکر کی ہے تو عورت کے انزال کی صورت میں یہ ضروری نہیں کہ منی فرجِ خارج سے ران یا کپڑے تک عام طور پر آئے جس طرح مرد کی

---

[1] طحطاوی علی الدر المختار، موجبات الغسل بیروت ۱/۹۱

[2] ردالمحتار موجبات الغسل مصطفی البابی مصر ۱/۱۱۸

Marfat.com

فهی ان یخرج من الفرج الداخل ویبقی فی الفرج الخارج ولضعف الدفق یکون قلیلا ولرقته یختلط برطوبة الفرج فلا یحس به فاذا کان الامر علی هذا الحد من الخفاء اقمنا وجدانها لذة الانزال مقام الخروج کما اقام الشرع ایلاج الحشفة مقامه لعین ذلك الوجه اعنی الخفاء کما بینه فی الهدایة وشروحها کیف ولیس المراد بقوله صلی الله تعالی علیه وسلم فی حدیث الشیخین عن انس رضی الله تعالٰی عنه لما سألته ام سلیم رضی الله تعالی عنها یارسول الله ان الله لا یستحیی من الحق فهل علی المرأة من غسل اذا احتلمت قال نعم اذا رأت الماء[1] رؤیة البصر قطعا فقد تکون عمیاء بل الرؤیة العلمیة والظن الغالب علم فی الفقه والخروج هو المظنون فی الانزال وقد علم بما قررنا ان عدم الاحساس به بصرا ولا لمسا لا یعارض فی المرأة هذا الظن فادیر الحکم علیه وکان وجدانها لذة الانزال کرؤیتها ایاه خارجا فنحن لا نقول ان الغسل یجب علیها وان لم تر ماء حتی یرد علینا الحدیث بل نقول اذا وجدت لذة الانزال فقد رأت الماء علی الوجه الذی بینا ولا تحتاج الی ان تحس المنی خارج فرجها ببصر او لمس هذا التقریر

آتی ہے، بلکہ ممکن ہے کہ فرج داخل سے فرج خارج کی طرف آئے اور وہیں رہ جائے اور دفق کی کمی کے باعث کم ہو اور رقت کی وجہ سے رطوبت فرج میں مل جائے اور اس کا احساس نہ ہو، اور جب وہ منی اس درجہ خفی ہے تو ہم نے عورت کے احساسِ لذت کو خروج کے قائم مقام قرار دے دیا جیسے شریعت نے حشفہ کے دخول کو خروج منی کے قائم مقام قرار دے دیا، اور اس کی وجہ بھی بعینہ یہی اخفاء ہے جیسا کہ ہدایہ اور اس کی شروح میں بیان کیا گیا ہے، شیخین نے حضرت انس سے روایت کی کہ جب آپ سے ام سلیم رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! اللہ تعالٰی حق سے حیا نہیں فرماتا ہے، کیا احتلام کی صورت میں عورت پر بھی غسل ہے جبکہ وہ پانی قطعی طور پر دیکھے؟ اس حدیث میں دیکھنے سے مراد آنکھ سے دیکھنا نہیں ہے، بلکہ رؤیتِ علمیہ اور ظنِ غالب ہے۔ یہی چیز علم فقہ میں معروف ہے اور خروج ہی انزال میں مظنون ہوتا ہے، او یہ بھی معلوم ہوا کہ منی کا نہ دیکھنا اور اس کو نہ چھونا اس میں اس ظن کے منافی نہیں، چنانچہ حکم کا دار ومدار اسی پر ہے، اور عورت کا لذت کا وجدان کرنا یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے وہ خارجی طور پر اس منی کا مشاہدہ کرے اب ہم یہ نہیں کہتے کہ اس پر غسل واجب ہے خواہ وہ منی کو نہ دیکھے، اور ہم پر حدیث سے اعتراض وارد ہو بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جب عورت نے لذت کو محسوس کی

---

[1] جامع للبخاری باب اذا احتلمت المرأة قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۲

Marfat.com

الدليل بفيض الملك الجليل وهذا معنی ما قاله المحقق فی الفتح والحق ان الاتفاق علی تعلق وجوب الغسل بوجود المنی فی احتلامها والقائل بوجوبه فی هذه الخلافية انما يوجبه بناء علی وجوده وان لم تره يدل علی ذلك تعليله فی التجنيس احتلمت ولم يخرج منها الماء ان وجدت شهوة الانزال كان عليها الغسل والالا لان ماءها لايكون دافقا الی اخر ما مر قال فهذا التعليل يفهمك ان المراد بعدم الخروج فی قوله ولم يخرج منها لم تره خرج فعلی هذا الاوجه وجوب الغسل فی الخلافية والاحتلام يصدق برؤيتها صورة الجماع فی نومها وهو يصدق بصورتی وجود لذة الانزال وعدمه فلذا لما اطلقت ام سليم السؤال عن احتلام المرأة قيد صلی الله تعالی عليه وسلم جوابها باحدی الصورتين فقال اذا رأت الماء ومعلوم ان المراد بالرؤية العلم مطلقا فانها لو تيقنت الانزال بان استيقظت فی فور الاحتلام فاحست بيدها البلل ثم نامت فما استيقظت حتی جف فلم تر بعينها شيئا لا يسع القول بان لاغسل عليها مع انه لارؤية بصر بل رؤية علم و رأی يستعمل حقيقة فی معنی علم باتفاق اللغة قال (رأيت الله اكبر كل شیٔ) اھ وبما

تو گویا اس نے منی کو دیکھ لیا، اور اب اس کو اس امر کی ضرورت نہیں کہ وہ خارج منی کو دیکھے یا چھوئے، یہ اللہ کے فضل وکرم سے دلیل کی تقریر ہے اور محقق نے جو فتح میں کہا ہے اس کا مفہوم ہے، اور حق یہی ہے کہ عورت کی منی سے بھی غسل واجب ہوتا ہے، اور اس اختلافی مسئلہ میں جو لوگ وجوبِ غسل کے قائل ہیں خواہ وہ منی کو نہ دیکھے، ان کی دلیل وہی تجنیس والی علت ہے کہ عورت کو احتلام ہوا مگر اس کا پانی خارج نہ ہو مگر وہ شہوتِ انزال کو پائے تو اس پر غسل واجب ہے ورنہ نہیں، کیونکہ اس کا پانی اچھل کر نہیں نکلتا ہے، اس تعلیل سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ان کی مراد نہ نکلنے سے یہ ہے کہ اُس عورت نے نکلتے ہُوئے منی کو نہ دیکھا' ان وجوہ سے خلافی مسئلہ میں عورت پر سے غسل کا وجوب ہوا اور احتلام کا دیکھنا بھی صادق آتا ہے کہ وہ عورت نیند میں جماع دیکھے' اور وہ لذتِ انزال کے وجود وعدم دونوں صورتوں پر صادق آتا ہے، اس لیے جب ام سلیم نے عورت کے احتلام کے سوال کو مطلق رکھا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں دو صورتوں میں سے ایک کے ساتھ قید لگائی، اور فرمایا کہ غسل صرف اسی صورت میں ہوگا جب وہ پانی دیکھے، اور یہ معلوم ہے کہ دیکھنے سے مراد علم ہے، کیونکہ اگر اس کو انزال کا یقین ہوگیا، مثلاً وہ احتلام کے فوراً بعد جاگ اُٹھی اور

ل فتح القدیر، موجبات الغسل نوریہ رضویہ سکھر ۱/۵۵

Marfat.com

قررنا الدليل بفيض فتح القدير عز جلاله ظهر
ان الرادين على كلام المحقق هذا وهم العلماء
الجلة تلميذه المحقق الحلبي في الحلية و
المحقق ابرهيم الحلبي في الغنية والعلامة السيد
الشامي في المنحة اكثرهم لم يمعنوا النظر في
كلامه رحمه الله تعالى وايانا هم ورحمنا بهم
اما الشامي فظن ان المحقق يريد بدعوى الاتفاق
التوفيق بين الروايتين بان مراد الظاهرة
عدم الوجوب اذا لم يوجد الانزال ومراد
النادرة الوجوب اذا وجد ولم تره المرأة بعينها
فاخذ عليه بما هو عنه برئ اذ يقول يفهم من
كلام الفتح ان مراده انهم اتفقوا على انه
اذا وجد المني فقد وجب الغسل ومحمد قال
بوجوبه بناء على وجود المني وان لم تره فلم
يخرج على معنى لم تره خرج لكن لا يخفى ان
غير محمد لا يقول بعدم الوجوب والحالة هذه
فكيف يجعلون عدم الوجوب ظاهر الرواية
اللهم الا ان يكون مراده الاعتراض
عليهم في نقل الخلاف وانهم لم يفهموا قول
محمد وان مراده بعدم الخروج عدم الرؤية
ولا يخفى بعد هذا فانهم قيدوا الوجوب
عند غير محمد بما اذا خرج الى الفرج الخارج
فان كان مراده (يعني محمدا) بعدم الرؤية
البصرية فهو مما لا يسع احدا ان يخالف
فيه وان كان العلمية فلم يحصل الاتفاق

اپنے ہاتھ سے تری کو محسوس کر لیا پھر سو گئی اور جب
دوبارہ اٹھی تو تری خشک ہو چکی تھی اب اس صورت میں
کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ اس پر غسل واجب نہیں
کیونکہ اس نے منی اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھی ہے
اہل لغت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ علم اور رویۃ حقیقۃ
علم کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ
رأیت اللہ اکبر کل شئ اھ ہماری اس تقریر سے
معلوم ہوا کہ محقق حلبی نے حلیہ میں اور محقق ابراہیم حلبی
نے غنیہ میں اور علامہ سید شامی نے منحہ میں، محقق کے
کلام پر جو رد کیا ہے انہوں نے محقق کے کلام کو بنظر غائر
نہیں پڑھا ہے رحمہ اللہ تعالی وایاہم ورحمنا
اور شامی کو یہ گمان ہوا کہ محقق اپنے دعوائے اتفاق سے
یہ چاہتے کہ دونوں روایتوں میں تطبیق پیدا ہو جائے
اور وہ اس طرح کہ ظاہر روایت سے مراد وجوب
نہ ہو جبکہ انزال نہ پایا جائے، اور نادر روایت کا
مفہوم یہ ہے کہ جب انزال ہو اور عورت نہ دیکھے تو
وجوب ہو، تو یہ ایسی تاویل ہے جس پر خود متکلم راضی
نہیں ہے، کیونکہ وہ خود کہتے ہیں کہ فتح کے کلام میں
کہ ان کی مراد یہ ہے کہ وہ فقہاء اس پر متفق ہیں کہ جب
پائی جائے گی تو غسل واجب ہوگا اور امام محمد وجوب
غسل کا دارومدار منی کے وجود پر کرتے ہیں خواہ عورت
نہ دیکھے، تو اس کے معنی ہوئے کہ لم تره کو کوئی منا
نہیں ہے، مگر یہ مخفی نہ رہے کہ محمد کے علاوہ اور کوئی
عدم وجوب کا قائل نہیں جبکہ یہ حالت ہو، تو وہ
عدم وجوب کو ظاہر روایت کیسے قرار دیں گے؟

Marfat.com

علی تعلق الوجوب بوجود المنی فالظاھر وجود الخلاف وان ما فی التجنیس مبنی علی قول محمد وحینئذ لا دلالۃ لہ علی ما ادعاہ فلیتامل اھ[1]

ہاں اگر ان کی مراد یہ ہو کہ وہ اختلاف کے نقل کرنے میں ان پر اعتراض کرنا چاہتے ہوں اور یہ کہ وہ محمد کے کلام کو نہیں سمجھے اور یہ کہ ان کی مراد عدم خروج سے عدم رؤیت ہو مگر یہ دُور از کار باتیں ہیں کیونکہ انھوں نے امام محمد کے علاوہ دوسروں کے نزدیک وجوب کو اس قید سے مقید کیا ہے کہ وہ فرج خارج تک آگیا ہو تو اگر محمد کی مراد عدم رؤیۃ سے رؤیۃ بصریہ ہے تو اس میں کسی کو مجال مخالفت نہ ہونی چاہیے اور اگر رؤیۃ علمیہ ہے تو وجود منی سے وجوب کے متعلق ہونے پر اتفاق نہیں ہے، تو اختلاف ہے۔ اور جو کچھ تجنیس میں ہے وہ محمد کے قول پر مبنی ہے، اور اس صورت میں اس سے ان کے دعوے کو کوئی مدد نہیں ملتی ہے فلیتامل اھ۔

اقول لا ھو ینکر الخلاف ولا ان ما فی التجنیس مبنی علی ما روی عن محمد ولا ھو یرید ببیان الاتفاق ابداء الوفاق وانما الامر انھم ظنوا ان محمدا فی ھذہ الروایۃ لا یشترط فی احتلامھا وجود الماء لقول التجنیس وغیرہ المبنی علی تلک الروایۃ احتلمت ولم یخرج منھا الماء فردوا علیھا بقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نعم اذا رأت الماء علق ایجاب الغسل علیھا برؤیۃ الماء فکیف یجب ولم یخرج فاشار المحقق الی الجواب عنہ بان وجدان الماء شرط بالاجماع ولا تنکرہ ھذہ الروایۃ انما نشأ الخلاف من وادٍ اٰخر وذلک ان العلم بالشیئ قد یحصل بنفسہ وقد یحصل بالعلم بسببہ فالروایۃ الظاھرۃ شرطت العلم بالوجہ الاول وقالت لا غسل علیھا وان وجدت لذۃ الامناء مالم تحس بمنی خرج

اقول نہ تو وہ خلاف کے منکر ہیں اور نہ ہی تجنیس میں جو کچھ ہے وہ محمد کی روایت پر مبنی ہے اور نہ ہی وُہ اتفاق کی شکل پیدا کر رہے ہیں، اصل معاملہ یہ ہے کہ فقہا نے محمد کی روایت کا یہ مطلب لیا کہ وہ احتلام میں پانی کا ہونا شرط نہیں کرتے ہیں کیونکہ تجنیس وغیرہ کا قول اسی روایت پر مبنی ہے کہ عورت کو احتلام ہوا اور اس سے پانی نہ نکلا، تو انھوں نے اس کی تردید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے کی کہ "نعم اذا رأت الماء" اس روایت میں غسل کا وجوب پانی کے دیکھنے پر موقوف کیا گیا ہے، تو غسل پانی کے نکلے بغیر کیسے واجب ہو سکتا ہے؟ تو محقق نے اس کے جواب کی طرف اشارہ کیا، یعنی پانی کا پایا جانا اجماعاً شرط ہے اور یہ روایت اس کا انکار نہیں کرتی ہے، اختلاف ایک اور جہت سے پیدا ہوا ہے اور وُہ یہ کہ کسی چیز کا علم خود اس چیز سے پیدا ہوتا ہے اور کبھی اس کے سبب سے پیدا ہوتا ہے، تو ظاہر روایت

---

[1] منحۃ الخالق علی حاشیۃ بحر الرائق موجبات الغسل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۷

Marfat.com

من فرجها الداخل سواء كان الاحساس بالبصر او باللمس كما هو فى الرجل بالاتفاق ورواية محمد فرقت بينها وبين الرجل بما بينا فاجتزت فيها بالعلم بلذة الانزال وجعلته علما بخروج المنى وان لم تحس منيا خارج فرجها هذا مراد الكلام فاين فيه رفع الخلاف او انكار ابتناء كلام التجنيس على الرواية النادرة ولو رأيتم [1] قوله فعلى هذا الاوجه وجوب الغسل فى الخلافية لعلمتم انه يبقى الخلاف ويريد الترجيح لارفع الخلاف وابداء التوفيق ولكن سبحٰن من لا يزل قولكم لا يخفى ان غير محمد لا يقول الخ

میں جو علم کی شرط ہے وہ پہلی وجہ سے ہے جس میں یہ ہے کہ عورت پر غسل نہ ہوگا خواہ لذتِ منی کو کیوں محسوس نہ کرے، تاوقتیکہ وہ اپنی فرج داخل سے منی نکلتی محسوس نہ کرے، خواہ احساس نظر سے ہو یا لمس سے ہو جیسا کہ مرد میں ہے بالاتفاق، اور محمد کی روایت کی رو سے مرد وعورت کی منی میں ہمارا بیان کردہ فرق ہے، اس میں عورت کا لذتِ انزال کا محسوس کرلینا منی کے خروج کے لیے کافی قرار دیا ہے، اس میں یہ ضروری نہیں کہ عورت کو فرج خارج کی طرف منی کے آنے کا احساس بھی ہو، یہ کلام کی مراد ہے، اس میں رفع خلاف کا کہیں ذکر نہیں ہے، اور نہ اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ اس میں تجنیس کے کلام کے نادر روایت پر مبنی ہونے کا انکار ہے، اور اگر ان کے قول فعلی هذا الاوجه وجوب الغسل فی الخلافیۃ کی طرف توجہ کی جائے، تو معلوم ہوگا کہ وہ خلاف کو باقی رکھ رہے ہیں صرف ترجیح دے رہے ہیں، ان کا مقصود تطبیق دینا نہیں ہے، لیکن خدا بے عیب ہے۔ تمہارا قول لا یخفی ان غیر محمد لا یقول الخ

اقول [2] بلى ان غير محمد بل ومحمدا ايضا فى ظاهر الرواية يقول بعدم الوجوب اذا لم يحط علمها بنفس خروج المنى اصالة وفى النادرة يقول بالوجوب اذا علمت وجود المنى علما فقهيا بوجدان لذة الانزال قولكم الا ان يكون مراده الاعتراض [2] **اقول** لم يرده [3] ولم يرد الخلاف بل اراد الجواب عما

اقول محمد کا غیر بلکہ خود محمد بھی ظاہر روایت میں کہتے ہیں کہ عورت کو بذاتِ خود جب منی کے نکلنے کا علم نہ ہو تو اس پر غسل واجب نہ ہوگا، اور نادر روایت میں فرماتے ہیں کہ جب عورت کو منی کے خروج کا فقہی علم حاصل ہو جائے یعنی وہ لذت کو محسوس کرے تو اس پر غسل واجب ہو جائے گا تمہارا قول الا ان یکون مراده اعتراض میں کہتا ہوں نہ تو انہوں

---

[1] منحۃ الخالق علی حاشیۃ بحر الرائق موجبات الغسل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۵۷

[2] ایضاً

Marfat.com

او رد على محمد من مخالفة الحديث بان الرؤية في الحديث علمية اجماعا ولا يسع احدا ان يخالف فيه وهو اذن يعم العلم الحاصل بسبب العلم بالسبب قولكم وان كان العلمية[1] الخ **اقول** نعم[ف۱] هو المراد عن محمد وغيره جميعا انما الخلف في اشتراط العلم بالشئ اصالة وعدمه فلا ينافي الاتفاق على تعلق الوجوب بالوجود اما الغنية فقال فيها بعد نقل كلام المحقق هذا لا يفيد كون الاوجه وجوب الغسل في المسألة المختلف فيها لحديث ام سليم رضی اللہ تعالی عنہا سواء كانت الرؤية بمعنى البصر او العلم فانها لم ترۓ بعينها ولا علمت خروجه اللّٰهم الا ان ادعى ان المراد برأت رؤيا الحلم ولكن لا دليل له على ذلك فلا يقبل منه[2] اھ فاصاب في فهم ان مراد[ف۲] المحقق الترجيح لا التوفيق والعجب ان العلامة ش نقل كلامه برمته بعد ما قدمنا عنه ولم يحن منه التفات الى ما اعطاه الغنية من مفاد كلام المحقق۔

اعتراض کا ارادہ کیا اور نہ ہی اختلاف کا ارادہ کیا بلکہ ان کی مراد محمد پر سے اس اعتراض کو رفع کرنا ہے جو ان پر حدیث کی مخالفت کرنے کے سلسلہ میں وارد ہوا ہے کہ حدیث میں اجماعاً رؤیت علمیہ مراد ہے، اور اس میں کسی کی مجال نہیں کہ اختلاف کرے، تو اس میں وہ علم بھی آجاتا ہے جو علم کے سبب کا ہو۔ تمہارا قول وان کان العلمیۃ الخ **اقول** یہی امام محمد اور دوسروں کی مراد ہے، اختلاف صرف ایسی ہے کہ ایک چیز کا اصالۃ علم ہونا اور نہ ہونا، تو یہ اس امر پر اتفاق کے منافی نہیں کہ وجوب غسل کا تعلق وجود منی سے ہے اور غنیہ میں محقق کے کلام کو نقل کرنے کے بعد فرمایا' یہ اس امر کا فائدہ نہیں دیتا ہے کہ اس مسئلہ مختلف فیہا میں زیادہ صحیح وجوب غسل ہے جیسا کہ اُم سُلیم رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے جو رؤیت بمعنے دیکھنے کے ہو یا بمعنی علم کے ہو کیونکہ نہ تو انہوں نے اپنی آنکھ سے دیکھی تھی اور نہ اس کے خروج کا علم ہوا تھا، ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ یہ دعوٰی کیا جائے کہ "رأت" سے مراد خواب میں دیکھنا ہو، لیکن اس پر کوئی دلیل نہیں، لہٰذا یہ دعوٰی مقبول نہیں ہے اھ اس سے معلوم ہوا کہ صاحبِ غنیہ محقق کی مراد درست طور پر سمجھے ہیں کہ ان کی مراد صرف ترجیح ہے توفیق نہیں ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ جو کچھ ہم نے بیان کیا اُس کو نقل کرنے کے بعد علامہ 'ش' نے ان کے کلام کو مکمل نقل کیا ہے مگر اس میں غنیہ کی بحث کی طرف کوئی اشارہ تک نہیں ہے۔ (ت)

اقول وحاشا[ف۳] المحقق ان يريد بالرؤية

اقول یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے کہ محقق

---

[1] منحۃ الخالق علی حاشیۃ بحر الرائق موجبات الغسل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۷

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی موجبات الغسل سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۴

Marfat.com

رؤیا حلم بل اراد الرؤیة العلمیة کما قد افصح
عنه وقولکم ولاعلمت مبنی علی حصر العلم بالشیئ فی العلم
المتعلق بنفسه اصالة وھو باطل قطعاً الاتری ان الشرع
اوجب الغسل بغیبة الحشفة واقامھا مقام
رؤیة المنی مع عدم العلم المتعلق بنفسه
قطعاً ثم اخذ المحقق الحلبی یوھن کلام التجنیس قائلا

لااثر فی نزول مائھا من صدرھا غیر دافق
فی وجوب الغسل فان وجوب الغسل فی الاحتلام
متعلق بخروج المنی من الفرج الداخل
کما تعلق فی حق الرجل بخروجه من راس الذکر
الی اٰخر ما اطال۔[1]

رؤیت سے رؤیتِ علمی کا ارادہ کریں، انہوں نے رؤیتِ عل...
کا ارادہ کیا ہے، وُہ خود وضاحت سے کہتے ہیں، ...
وقولکم "ولا علمت" یہ اس پر مبنی ہے کہ کسی چیز ...
کے علم کو اُس کے اصالۃً جاننے میں منحصر کردیا جائے ...
جو قطعاً باطل ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ حشفہ کے ...
غائب ہونے سے شریعت نے غسل کو واجب کیا ہے ...
اور دخول حشفہ کو منی کے دیکھنے کے قائم مقام قرار ...
دیا ہے، حالانکہ نفس منی کا علم قطعاً نہیں ہے۔ پھر ...
محقق حلبی نے یہ کہہ کر تجنیس کے کلام کے ضعف کو ظاہ...
رکیا کہ عورت کے سینے سے پانی کے نزول اور اس کے غیر دافق ہونے کو وجوبِ غسل میں کوئی دخل نہیں، کیوں ک...
احتلام میں وجوبِ غسل فرج داخل سے منی کے خروج سے متعلق ہے اور یہ چیز مرد میں منی کے سرِ ذکر سے خروج کے ساتھ ...
متعلق ہے الی آخر ما اطال۔

اقول لم یرد التجنیس ان مجرد نزول
مائھا من صدرھا یوجب الغسل بدون خروج
وانما اثر النزول من صدرھا الی رحمھا فی
عدم الدفق فی منیھا مثل الرجل وعدم الدفق
اثر فی ضعف دلالة عدم الاحساس خارج
الفرج علی عدم الخروج کما قررناہ بما یکفی
ویشفی وبه وبالرقة وباشتمال فرجھا الخارج
علی الرطوبة فارقت الرجل کما تقدم ثم قال
علی ان فی مسألتنا لم یعلم انفصال منیھا عن
صدرھا وانما حصل ذلك فی النوم
واکثر ما یری فی النوم لا تحقق له فکیف

اقول صاحبِ تجنیس نے یہ بات نہیں کہی ہے کہ عورت ...
کا پانی جو سینے سے نازل ہو وہ غسل کو واجب کردیتا ...
خواہ وُہ خارج نہ ہو، اس کے سینے سے پانی کے رحم تک ...
نزول کا اثر اس کی منی میں دفق کے نہ ہونے میں ہے ...
جیسا کہ دفق مرد کی منی میں پایا جاتا ہے اور عدمِ دفق ...
نے اثر کیا ہے عدمِ احساس کی دلالت کے ضعف ...
پر فرج کے باہر عدمِ خروج پر، جس کی ہم نے مکمل ...
تقریر کردی ہے، اور اس وجہ سے، رقت سے ...
اور اپنی فرج خارج کے رطوبت پر مشتمل ہونے کی ...
وجہ سے عورت مرد سے مختلف ہے کما تقدم، پھر ...
فرمایا "علاوہ ازیں ہمارے اس مسئلہ میں اس کی منی ...

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی، موجبات الغسل سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۴

Marfat.com

یجب علیہا الغسل اھ[1] سینے سے منفصل ہونا معلوم نہیں ہوا، یہ صرف نیند میں ہوا ہے، جبکہ نیند کی بہت سی باتوں کا خارج میں تحقق نہیں ہوتا ہے، تو اس پر غسل کیونکر واجب ہوگا اھ

اقول قدمنا فی التنبیہ الثامن ان تلک الافعال المرئیۃ حلما وان لم تکن لہا حقیقۃ تؤثر علی الطبع کمثل الواقع منہا فی الخارج او ازید وقد جعل فی الغنیۃ نفس النوم مظنۃ الاحتلام قال وکم من رؤیا لا یتذکرھا الرائی فلا یبعد انہ احتلم ونسیہ فیجب الغسل اھ[2] ای فیما اذا رأی بللا وتیقن انہ مذی ولیس منیا ولم یتذکر الحلم فاذا کان ھذا فی عدم التذکر فکیف وقد تذکرت الاحتلام وتذکرت شیئاً اخر فوقہ وھو وجدان لذۃ الانزال فلو اھل مایری فی النوم لضاع الفرق بالتذکر وعدمہ مع اجماع ائمتنا علیہ وبقیۃ الکلام یظہر مما قدمت ویاتی ثم قال نعم قال بعضہم لو کانت مستلقیۃ وقت الاحتلام یجب علیہا الغسل لاحتمال الخروج ثم العود فیجب الغسل احتیاطا وھو غیر بعید الخ[3]

اقول ہم آٹھویں تنبیہ میں بیان کر آئے ہیں کہ خواب میں نظر آنے والی اشیاء کا وجود حقیقی نہیں ہوتا ہے تاہم اُن کا اثر طبیعت پر مترتب ہوتا ہے، بالکل اس طرح جس طرح خارجی اشیاء کا ہوتا ہے بلکہ زیادہ ہوتا ہے، اور غنیہ میں محض نیند ہی کو مظنہ احتلام قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ بہت سے خواب ایسے ہیں جو دیکھنے والے کو یاد نہیں رہتے، تو ممکن ہے کہ اس کو احتلام ہوا ہو اور بھول گیا ہو اس لیے غسل واجب ہوگا اھ یعنی اس صورت میں جبکہ اس نے تری دیکھی اور اس کو یہ یقین ہوا کہ یہ مذی ہے منی نہیں ہے اور خواب یاد نہیں آیا، یہ یاد نہ ہونے کی صورت میں ہے، اگر اس کو احتلام اور لذت بھی یاد ہے وہ لذت انزال کا وجدان ہے اس فرق کو کون ضائع کرے گا یاد ہونے یا نہ ہونے کی صورت میں۔ حالانکہ ہمارا ائمہ کا اس پر اجماع ہے، اور بقیہ کلام کو ہماری سابقہ اور آئندہ تقریر ظاہر کردے گی۔ پھر فرمایا کہ ہاں بعض فقہاء کہتے ہیں کہ اگر احتلام کے وقت وہ چت لیٹی تھی تو اس پر غسل واجب ہوگا کیونکہ نکلنے اور پھر واپس لوٹنے کا احتمال ہے تو احتیاطاً غسل واجب ہے اور یہ بعید نہیں ہے الخ

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی موجبات الغسل سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۵

[2] ایضاً ص ۴۳

[3] ایضاً ص ۴۵

Marfat.com

اقول مثل الکلام من شان هذا المحقق بعید فانه اذا جعل ما یری فی النوم لا حقیقة له وجعلها مع تذکرها الاحتلام ووجدانها لذة الانزال غیر عالمة بالخروج وصرح انها لو ترو لا علمت وان الحدیث ناطق بتعلیق الغسل علی رؤیتها الماء بصرا او علما فمع انتفائهما مطلقا کیف یجب علیها الغسل بمجرد کونها علی قفاها ابرؤیا حلم لا حقیقة لها وقد قلتم ان لا دلیل علیه فلا یقبل والعود انما یکون بعد الخروج وههنا نفس الخروج غیر متحقق فما معنی احتمال العود فالحق ان استقرابه هذا الکلام عود منه الی قبول المرام ثم ان القائل بهذا الشرط اعنی الاستلقاء الامام ابو الفضل مجد الدین فی الاختیار شرح متنه المختار ولفظه کما فی الحلیة المرأة اذا احتلمت ولو تر بللا ان استیقظت وهی علی قفاها یجب الغسل لاحتمال خروجه ثم عوده لان الظاهر فی الاحتلام الخروج بخلاف الرجل فانه لا یعود لضیق المحل وان استیقظت وهی علی جهة اخری لا یجب[1] اھ

اقول اس جیسا کلام اس پایہ کے محقق سے بعید ہے کیونکہ انھوں نے خواب کی بات کو بے حقیقت قرار دیا ہے، اور عورت کے خواب یاد رکھنے اور لذت انزال کو محسوس کرنے کے باوجود یہ کہا ہے کہ اس کو خروج کا علم نہیں ہے، اور یہ بھی تصریح کی کہ اس نے نہ تو دیکھا اور نہ جانا جبکہ حدیث میں غسل کے وجوب کو اس پر معلق کیا ہے کہ وہ پانی کو یا تو دیکھے یا اس کو علم حاصل ہو، تو جب رؤیۃ مطلقاً منفی ہے تو اس پر محض اس وجہ سے غسل کیونکر واجب ہو جائے گا کہ اس نے ایک بے حقیقت خواب دیکھا تھا اور حالانکہ تم نے کہا ہے کہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے تو قبول نہ کیا جائے گا اور لوٹنا تو خروج کے بعد ہوتا ہے اور یہاں نفس خروج غیر متحقق ہے تو عَود کا احتمال کہاں سے آگیا، تو حق یہ ہے ک اُن کا اس کلام کو حق کے قریب کہنا مقصود ک قبول کرنے کی طرف لوٹنا ہے، اور پھر اس شرط استلقاء کے قائل امام ابو الفضل مجد الدین نے اختیار میں متن کی شرح کرتے ہوئے فرمایا، جیسا کہ حلیہ میں ہے کہ اگر کسی عورت کو احتلام ہوا اور اس نے تری نہ دیکھی تو اگر وہ بیدار ہوئی تو گدی کے بل تھی تو غسل واجب ہوگا کہ اس امر کا احتمال ہے ک منی نکل کر واپس چلی گئی ہو کیونکہ احتلام میں ظاہر خروج ہی ہے جبکہ مرد کی منی میں یہ بات نہیں ہے کیونکہ وہاں سوراخ چھوٹا ہونے کی وجہ سے واپس نہیں جا سکتی ہے، اور اگر وہ کسی اور پوزیشن میں بیدار ہو غسل واجب نہ ہوگا اھ

---

[1] اختیار شرح مختار فرض الغسل مصطفی البابی مصر ۱/۱۳

Marfat.com

اقول فانظر[ف۱] كيف بنى الامر على ان الظاهر في الاحتلام الخروج فقد جعله معلوما بحسب الظاهر ولو كان الامر كما قال في الغنية ان لم تر ولا علمت لم يكن معنى لايجاب الغسل وافاد ان عدم الوجدان بعد التيقظ لا يعارض هذا الظن اذا كانت مستلقية لاحتمال العود۔

اقول دیکھیے انہوں نے بنیاد اس امر کو قرار دیا ہے کہ احتلام میں ظاہر خروج ہے، تو گویا اس کو انہوں نے بحسب ظاہر معلوم قرار دیا، اور بات وہی ہے جو غنیہ میں ہے کہ اگر اس نے نہ منی کو دیکھا اور نہ جانا تو غسل واجب کرنے کی کوئی وجہ نہ ہوگی اور یہ بھی کہا کہ جاگنے کے بعد منی کا نہ پانا اس ظن کے معارض نہیں، جبکہ وُہ چت لیٹی ہو کیونکہ لوٹ جانے کا احتمال ہے۔ (ت)

ثم **اقول** بل هو بعيد **اولا** لانه ذهب[ف۲] عنه ان نفس كون منيها غير بين الدفق رقيقا قابلا للامتزاج برطوبة الفرج الخارج كاف في دفع هذه المعارضة كما بينا بتوفيق الله تعالى **وثانيا**[ف۳] اذا لم ينظر الى ذلك فلقائل ان يقول احتمال العود بعد الخروج احتمال من غير دليل فلا يعتبر واستلقاؤها ليس علة العود ولا ظنا بل ان كان فرفع مانع وعدم المانع ليس من الدليل في شئ كما تقرر في الاصول **وثالثا** المانع وهو[ف۴] ضيق المحل انما يتحقق في الاضطجاع لالتقاء الاسكتين وانسداد المسلك اما الانبطاح فكالاستلقاء في اتساع المحل فلم خص الحكم بالاستلقاء فان اعتل بانها ان كانت منبطحة وخرج المني يسقط على الفراش فلا يعود **قلت** ان اريد الخروج من الفرج الخارج ففي الاستلقاء ايضا اذا خرج منه نزل الى اليتيها فلا يعود و

اقول میرے خیال میں یہ احتمال بوجوہ بعید ہے

اولاً ان کے ذہن میں یہ بات نہیں رہی کہ اس کا محض اس قسم کی منی ہونا کہ جس کا دَفق ظاہر نہیں ہے، پتلی ہے اور فرجِ خارج کی رطوبت سے مل جانے کے لائق ہے، اس معارضہ کو رفع کرنے کے لیے کافی ہے، جیسا کہ ہم نے بتوفیقِ الٰہی بیان کیا۔

ثانیاً جب اس طرف نظر نہ کی جائے تو کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ نکلنے کے بعد واپس جائیگا احتمال بلادلیل ہے، لہذا غیر معتبر ہوگا، اور عورت کا چت لیٹا ہوا ہونا نہ تو عود کی علت ہے اور نہ ہی ظن ہے بلکہ اگر ہو تو مانع کا رفع اور مانع کا عدم بلادلیل ہے، جیسا کہ اصول میں ثابت شدہ ہے۔

ثالثاً تنگیِ محل کا مانع چت لیٹنے کی شکل میں متحقق ہوسکتا ہے کیونکہ اس صورت میں مُخرَج بند ہوتا ہے، اور پھیل کر لیٹنا گُدی کے بل لیٹنے کی طرح ہے کہ دونوں صورتوں میں مخرج کشادہ ہوجاتا ہے تو حکم کو گُدّی کے بل لیٹنے کے ساتھ کیوں مخصوص کیا گیا ہے، اگر اس کی وجہ یہ بتائی جائے کہ

Marfat.com

وان اريد الخروج من الفرج الداخل مع البقاء في الفرج الخارج فالاستلقاء كالانبطاح في جواز العود ورابعاً سنذكر انفا في تجويز العود ما لا يبقي للفرق مساغا وخامساً[1] بل يجوز ان تكون مضطجعة وقد وضعت بين فخذيها وسادة ضخمة فيبقى الفرج متسعاً كالاستلقاء او افرج وسادساً[2] ان استلقت وقد التفت الساق بالساق لا يكون للاستلقاء فضل على الاضطجاع في باب الاتساع فالقصر عليه منقوض طرداً وعكساً وله صور اخرى لا تخفى الا ان يقال ذكر الاستلقاء و نبه به على صور اتساع الفرج فيشمل الانبطاح والاضطجاع المذكور والمراد بجهة اخرى جهة التقاء الشفرين ولو في الاستلقاء على الوجه المزبور ثم الصواب ما عبر به[3] في الاختيار من ان تجد نفسها مستلقية اذا تيقظت ولا حاجة الى ان تعلم استلقاءها حين احتلمت كما وقع في الغنية ثم اخذ المحقق الحلبي يرد ما اختار في الاختيار فقال الا ان ماءها اذا لم ينزل دفقاً بل سيلاً لا يلزم اما عدم الخروج ان لم يكن الفرج في صبب او عدم العود ان كان في صبب فليتامل[1] اھ

عورت اگر پھیل کر لیٹی ہو اور منی نکل کر فرش پر گر جائے تو لوٹ نہیں سکتی۔ میں کہتا ہوں کہ اگر فرج خارج سے خروج مراد ہے تو سرین پر آجائے گا اور واپس نہیں ہوگا اگر خارج سے مراد فرج داخل ہے تو فرج خارج موجود ہے تو "استلقاء" "انبطاح" کی طرح ہے عَود کے جواز میں۔

رابعاً ہم آیندہ سطور میں عَود کے جواز پر جو کلام کریں گے اُس سے فرق کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جائے گی۔

خامساً یہ ممکن ہے کہ وہ ایک موٹا سا تکیہ اپنی دونوں رانوں کے درمیان رکھے ہوئے لیٹی ہو اور اس طرح فرج میں استلقاء کی حالت کی سی کشادگی موجود ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ ہو۔

سادساً اگر اس نے اس طرح استلقاء کیا کہ پنڈلی، پنڈلی پر رکھی تو استلقاء کو فراخی کے سلسلہ میں اضطجاع میں کوئی فضیلت نہ ہوگی، تو اس پر قصر طرداً و عکساً منقوض ہے اور اس کی بعض دوسری صورتیں بھی ممکن ہیں۔

ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگرچہ انہوں نے استلقاء کا ذکر کیا ہے لیکن ان کی مراد فرج کی کشادگی کی تمام ممکنہ صورتیں ہیں جن میں انبطاح اور اضطجاع مذکور بھی آجاتا ہے، اور "بجہۃ اخری" سے مراد دونوں سُرینوں کے ملنے کی کیفیت ہے، جو مذکور استلقاء کی صورت میں بھی ہو سکتی ہے پھر

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی، موجبات الغسل سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۵

Marfat.com

صحیح وہی بات ہے جو اختیار میں ہے کہ عورت جب جاگی تو اس نے اپنے آپ کو استلقاء کی حالت میں پایا' اب اس میں یہ ضروری نہیں کہ وہ احتلام کے وقت بھی استلقاء کی حالت کا علم رکھے' جیسا کہ غنیہ میں ہے' پھر محقق حلبی نے اختیار کے مختار کی تردید شروع کی اور کہا کہ " مگر یہ کہ جب عورت کا پانی دفق کے ساتھ نہ اُترا ہو بلکہ صرف سیلان ہوا ہو تو یا تو عدمِ خروج لازم آئے گا اگر فرج نشیب میں نہ ہو یا عَود کا نہ ہونا لازم آئے گا اگر نشیب میں ہو فلیتأمل اھ ت

اقول کلا اللازمین منتف اما الاول فلما حققنا ان منیہا لا یخلو عن دفق وان لم یکن کدفق الرجل فلا نسلم لزوم عدم الخروج اذا لم یکن الفرج فی صبب الا تری انہن ربما یوطأن بوضع وسادۃ تحت اعجازھن فیکون الفرج مرتفعا ومع ذلک یرمین بماءھن بل وبماء الرجل ایضا واما الثانی فلان للرحم قوۃ جاذبۃ شدیدۃ الجذب فربما یجوز ان یخرج المنی من الفرج الداخل ویکون فی الفرج الخارج وتھیج جاذبۃ الرحم فتجذبہ من الفرج الخارج وان کان الفرج فی صبب بل یجوز ان یجوز المنی الفرج الخارج ایضا ثم یعود بجذب الرحم الا تری الی ما نصوا علیہ ان لو جومعت فیما دون الفرج فسبق الماء الی فرجہا او جومعت البکر لا غسل علیہا لفقد السبب وھو الانزال او موارا ۃ الحشفۃ حتی لو حبلت کان علیہا الغسل لانہا لا تحبل الا اذا انزلت والمسألۃ فی الخانیۃ والخلاصۃ والوجیز

اقول یہ دونوں لازم منتفی ہیں۔
پہلا تو اس لیے کہ ہم نے تحقیق کر دی ہے کہ عورت کی منی میں بھی بہرحال کچھ نہ کچھ دَفق پایا جاتا ہے اگرچہ مرد کے دَفق کی طرح نہ ہو تو ہم عدمِ خروج کا لزوم تسلیم نہیں کرتے ہیں جبکہ فرج نشیب میں نہ ہو' عورتوں سے ان کے سُرینوں کے نیچے تکیہ رکھ کر بھی وطی کی جاتی ہے اس طرح ان کی فرج اونچی ہو جاتی ہے اس کے باوجود ان کی منی بھی نکلتی ہے' بلکہ ان میں مرد کی جو منی ہوتی ہے وہ بھی باہر آجاتی ہے۔
اور دوسرا اس لیے کہ رحم میں جذب کی قوت ہے تو کبھی ایسا ہوتا ہے کہ منی فرج داخل سے نکل کر فرج خارج میں آجاتی ہے اور رحم کی قوتِ جاذبہ اس کو جذب کر لیتی ہے خواہ فرج نشیب ہی میں کیوں نہ ہو بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ منی فرج خارج ہی میں ہو اور اس کو رحم جذب کر لے۔ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اگر عورت سے فرج کے علاوہ کہیں اور وطی کی گئی اور پانی فرج میں چلا گیا یا کنواری سے وطی کی گئی تو اس پر سبب کے نہ پائے جانے کی وجہ سے غسل بھی نہ ہوگا اور وہ سبب انزال ہے یا حشفہ کا غائب ہو جانا' ہاں اگر اس صورت میں حاملہ ہو گئی تو اس پر غسل ہے'

Marfat.com

والکبری وخزانۃ المفتین والفتح والبحر والغنیۃ وغیرھا فقد جوزوا حتی فی البکر ان یقع الماء خارج فرجھا بخارج ثم ینجذب فیدخل فی الرحم قال فی الغنیۃ بعد ذکرھذہ المسألۃ الاخیرۃ لاشك انہ مبنی علی وجوب الغسل علیھا بمجرد انفصال منیھا الی رحمھا وھو خلاف الاصح الذی ھوظاھر الروایۃ قال فی التاترخانیۃ فی ظاھر الروایۃ یشترط الخروج من الفرج الداخل الی الفرج الخارج وفی النصاب وھو الاصح اھ[1] وقد تواردہ علیہ العلامۃ الشامی فی المنحۃ فقال اقول لا یخفی ان الحبل یتوقف علی انفصال الماء عن مقرہ لاعلی خروجہ فالظاھر ان وجوب الغسل مبنی علی الروایۃ السابقۃ عن محمد تامل اھ[2] ثم رأی الحلبی صرح بہ فی الغنیۃ فحمد اللہ تعالٰی علیہ وقد تبعہ ایضا فی الدر اذ نقل عنہ ما فی شرحہ الصغیر ان فیہ نظرا لان خروج منیھا من فرجھا الداخل شرط لوجوب الغسل علی المفتی بہ ولم یوجد اھ[3] فبزیادۃ قولہ علی المفتی بہ اشار الی

کیونکہ انزال کے بغیر حمل کا استقرار نہیں ہوتا ہے یہ مسئلہ خانیہ، خلاصہ، وجیز، کبرٰی، خزانۃ المفتین، فتح، بحر اور غنیہ وغیرہ میں مذکور ہے۔ ان سب کتب میں اس امر کو جائز قرار دیا ہے کہ پانی عورت کی فرج خارج کے باہر گرنے کے بعد رحم کے اندر پہنچ جائے۔ غنیہ میں اس مسئلہ کے ذکر کے بعد فرمایا: اس میں شک نہیں کہ یہ مسئلہ اس پر مبنی ہے کہ عورت پر غسل محض اس کی منی کے منفصل ہونے اور رحم تک پہنچ جانے پر ہے، لیکن یہ چیز اصح اور ظاہر روایت کے خلاف ہے۔ تتارخانیہ میں ہے کہ ظاہر روایت میں غسل کے وجوب کی شرط فرج داخل سے نکل کر فرج خارج میں آنا ہے، اور نصاب میں ہے کہ یہی اصح ہے۔ اس پر علامہ شامی نے منحہ میں یہ اشکال وارد کیا ہے کہ حمل کا دارومدار پانی کے اپنے مستقر سے منفصل ہونے پر ہے نہ کہ خروج پر تو بظاہر وجوبِ غسل سابق روایت پر مبنی ہے جو محمد سے مروی ہے، تامل اھ، جب حلبی نے اس کو غنیہ میں دیکھا تو خدا کا شکر بجا لائے۔ دُر میں اس کی متابعت کی ہے ان کی شرح صغیر سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس میں نظر ہے کیونکہ عورت کی منی کا فرج داخل سے نکلنا مفتٰی بہ قول کے مطابق

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی، موجبات الغسل سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۵

[2] منحۃ الخالق علی بحر الرائق، موجبات الغسل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵۰/۱

[3] الدر المختار، موجبات الغسل مجتبائی دہلی ۳۲/۱

Marfat.com

ابتنائه علی روایة محمد۔

وجوب غسل کی شرط ہے اور وہ نہیں پایا گیا اھ تو "مفتی بہ" کی قید کا اضافہ کرکے انہوں نے اس طرف اشارہ کیا کہ یہ محمد کے قول پر مبنی ہے۔

اقول وھذا ماشبہ علی بعض الانظار[1] فزعمت ان الروایة النادرة لا تشترط الخروج وقد انزالھا المحقق وبیناہ بما یکفی ویشفی فلاوجہ لھذا الحمل اما ما یذکر عن المنصوریة انہ اعتبر فی منیھا الخروج الی فرجھا الخارج عند الفقیہ ابی جعفر والی فرجھا الداخل عند الامامین الحلوانی والسرخسی علی مانقل عنھما البرجندی **فاقول** متوغل فی الاغراب مثل ذلک الکتاب الا تری ان الامام الحلوانی ھو القائل لتلک الروایة عن محمد لا یؤخذ بھذہ الروایة فان النساء یقلن ان منی المرأة یخرج من الداخل کمنی الرجل وھو جواب ظاھر الروایة کما فی الحلیة عن الذخیرة عنہ رحمہ اللہ تعالٰی فکیف ینسب الیہ ھذا فان قلت ففرع الحبل مامعناہ **قلت** معناہ[2] ظاھر ان شاء اللہ تعالٰی فان بالحبل یثبت انزالھا والغالب فی الانزال الخروج والغالب کالمتحقق فی الفقہ فلا ینافیہ نفی التوقف علی الخروج بمعنی لولاہ لم یکن فان قلت بل الحبل دلیل عدم الخروج لاجل الانعقاد الا تری انھن حین یحبلن

اقول بعض حضرات کو یہی اشتباہ ہُوا ہے اس لیے وہ فرماتے ہیں کہ نادر روایت کے بموجب خروج کی شرط نہیں ہے، اس شبہہ کو محقق نے دُور کر دیا ہے اور ہم نے اس پر سیر حاصل بحث کر دی ہے، اس لئے یہ مفہوم لینا معقول نہیں ہے، اور منصوریہ سے جو نقل ہے کہ فقیہ ابو جعفر کے نزدیک فرج خارج کی طرف منی کا آجانا شرط ہے اور بقول برجندی حلوانی اور سرخسی نے کہا ہے کہ فرج داخل کی طرف خروج شرط ہے تو یہ انتہائی عجیب بات ہے کیونکہ خود حلوانی ہی محمد کی اس روایت کے قائل ہیں۔ لہذا اس روایت کو نہ لیا جائے، کیونکہ عورتوں کا بیان ہے کہ عورت کی منی فرج داخل سے اسی طرح خارج ہوتی ہے جیسے مرد کی منی، اور حلیہ میں ذخیرہ سے نقل کرتے ہوئے اسی کو ظاہر روایت کا جواب قرار دیا ہے۔ لہذا اس کا ان کی طرف منسوب کرنا درست نہ ہوگا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس صورت میں اس پر حمل کی تفریع کا کیا مفہوم ہوگا؟ تو میں کہوں گا یہ بات بالکل ظاہر ہے، کیونکہ حمل سے عورت کا انزال ثابت ہوجائے گا اور انزال میں عموماً خروج ہوتا ہے اور غالب محقق کے حکم میں ہوتا ہے، تو توقف علی الخروج کی نفی اس کے منافی نہ ہوگی، یعنی اس طرح کہ اگر یہ نہ ہو تو وہ بھی نہ ہو، اگر یہ کہا جائے کہ بلکہ حمل تو عدم خروج کی دلیل ہے اس لیے کہ بچہ

Marfat.com

يمسكن ماء الرجل فلا يرمين منه الا شيئا قليلا قلت الانزال يقتضي الخروج والالعقاد يكون بجزء من الماء لا بكله الا ترى انهن حين يحبلن يرمين بشيئ من ماء الرجل ايضا ولا يمسكن منه الا جزء قدر الله تعالى ان يتكون منه الزرع بل قد لا يرمين به الا حين ينزلن تبعا لمائهن وبالجملة دلالة الانزال على خروج البعض لا يعارضها دلالة الحبل على امساك البعض هذا ما ظهر لي ثم رأيت العلامة ط رحمه الله تعالى جنح الى بعض ما ذكرته فقال قلت والنظر لا يتم الا اذا كانت البكارة تمنع خروج المني والامر بخلاف ذلك لخروج الحيض من ذلك المحل فلما كان الغالب في تلك الحالة النزول خصوصا وقد ظهر الحبل وهو اكبر دليل عليه اعتبروه واقاموا اللازم مقام الملزوم ومن يعرف مواقع الفقه لا يستبعد ذلك[1] اھ فقد افاد واجاد عليه رحمة الجواد۔

اقول غيران في قوله خصوصا حزازة ظاهرة لان الكلام ههنا في اغلبية الخروج عند الانزال ولا مزية فيه لصورة الحبل بل المزية لصورة عدمه لما قدمت من وجوب الامساك في الحبل للانعقاد ثم

ٹھہر گیا ہے، کیونکہ جب عورتیں حاملہ ہوتی ہیں تو مرد کے پانی کو روک لیتی ہیں، صرف تھوڑا سا باہر نکلتا ہے' تو اس کا جواب یہ ہے کہ انزال تو خروج کو چاہتا ہے اور بچہ تھوڑے سے پانی سے ٹھہرتا ہے کُل پانی سے نہیں۔ خلاصہ یہ کہ انزال کا بعض پانی کے خروج پر دلالت کرنا اس امر کے معارض و منافی نہیں کہ حمل کے باعث بعض پانی رک گیا ہے' یہ وُہ ہے جو مجھ پر ظاہر ہوا۔ پھر میں نے دیکھا کہ علامہ طحاوی نے بھی تقریباً وہی بات کہی ہے جو میں نے کہی ہے، وُہ فرماتے ہیں' اور اعتراض صرف اُسی وقت ہوسکتا ہے جبکہ بکارت خروجِ منی کے لیے مانع ہو حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ حیض بھی تو اُسی جگہ سے آتا ہے' تو جب اس حالت میں غالب نزول ہے خصوصاً جبکہ حمل ظاہر ہوگیا ہو اور وہ اس پر بڑی دلیل ہے تو انہوں نے اس کا اعتبار کرلیا اور لازم کو ملزوم کے قائمقام کرلیا، اور جو فقہ سے آشنا ہے وہ اس کو بآسانی سمجھ لے گا اھ فقد افاد واجاد علیہ رحمۃ الجواد۔

اقول اُن کے قول "خصوصا" میں بظاہر کچھ اشکال ہے کیونکہ یہاں گفتگو انزال کے وقت خروج کے اغلب ہونے میں ہے اور اس میں حمل کی صورت کو کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے بلکہ عدمِ حمل کی صورت کو فضیلت ہے، کیونکہ حمل کے استقرار کی صورت

---

[1] طحطاوی علی الدر المختار موجبات الغسل بیروت ۱/۹۵

المستفاد من كلامه ان مراده اغلبية الانزال
فى حالة الجماع وعليه يستقيم قوله خصوصا
فان دلالة الحبل على الانزال اظهر وازهر
ولكن لوكان الاغلب انزالها بالجماع لوجب
الحكم عليها بالغسل وان لم يظهر الحبل
لان الغالب كالمتحقق بل الاغلب فى النساء
عدم الانزال بكل جماع الا احيانا كما صرح
به اهل المعرفة بهذا الشان حتى قالوا لو
انها كلما جومعت انزلت لهلكت سريعا هذا
الكلام مع الغنية اما الحلية فنقل فيها
كلام المحقق ثم نازعه بقوله دعوى وجود
المنى شرعا فيمن احتلمت ثم استيقظت وتذكرت
لذة انزال مناما ولم تجد بللا لمسا ولا
رؤية ممنوعة لان ما يتذكر وقوعه فى
نفس الامر فى النوم انما يكون محقق الوجود
شرعا اذا وجد فى اليقظة ما يشهد
بذلك وليس الشاهد لتحقق وجود المنى
منها مناما الا علمها بوجوده فى الفرج
الخارج يقظة بلمس او بصر فاذا فقد فقد
ظهر عدم وجوده وان المرئى لها فى المنام
كان خيالا وهذه الصورة فيما يظهر هى محل
الخلاف فظاهر الرواية لا يجب الغسل و
عن محمد نعم ولا شك فى ضعفها كيف
لا وهى مخالفة لظاهر النص وكذا القياس
الصحيح على امثال ذلك من البول و

میں پانی لازم ٹھہرتا ہے، پھر ان کے کلام سے جو مستفاد
ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جماع کی صورت میں اغلب
انزال ہے اور اسی صورت میں اُن کا قول "خصوصا"
مستقیم ہوگا کیونکہ حمل کی دلالت انزال پر اظہر او ر ازہر ہے
لیکن اگر اس عورت کا انزال جماع کی صورت میں
اغلب ہوتا تو اس پر غسل کا حکم لازم ہوتا، خواہ
حمل ظاہر نہو، کیونکہ اغلب متحقق کی مثل ہوتا ہے بلکہ
عورتوں میں اغلب ہر جماع میں انزال کا نہ ہونا ہے،
جو لوگ اِن معاملات کے ماہر ہیں ان کی یہی رائے ہے
بلکہ وُہ تو یہ کہتے ہیں کہ ہر جماع میں اگر اس کو انزال
ہوجائے تو وُہ بہت جلد مرجائے هذا الكلام
مع الغنية۔ اور صاحبِ حلیہ نے اس سلسلہ میں
محقق کا کلام نقل کر کے اُس نے اس امر پر اختلاف
کیا ہے کہ اگر عورت کو احتلام ہوا انزال کی لذت اسے یاد ہے
پھر وہ بیدار ہوئی مگر اس نے نہ تو تری دیکھی نہ محسوس کی مگر اس کو
لذتِ انزال یاد ہے تو ایسی صورت منی کے شرعاً
پائے جانے کا دعویٰ ناقابلِ تسلیم ہے، اس لیے
کہ جس چیز کا وجود نفس الامر میں نیند میں یاد ہو وہ
شرعاً متحقق الوجود ہوگا بشرطیکہ بیداری کے عالم
میں کوئی ایسی علامت پائی جائے جو اس کے وجود
پر دلالت کرتی ہو اور عورت کی منی کے وجود پر
دلیل صرف یہی ہے کہ وہ بیداری میں اپنی فرج
خارج میں چھو کر یا دیکھ کر منی کو محسوس کر لے اور
جب یہ چیز مفقود ہے تو منی بھی مفقود ہے، اور جو کچھ اس نے خواب
میں دیکھا تھا وہ محض خیال تھا، اور ربطا ھـ

Marfat.com

الحیض ونحوھما فان الشارع لم یعتبر ھذہ الاشیاء موجودۃ الا اذا برزت من الفرج الداخل الی الفرج الخارج کذا ھذا اھ[۱]

محل خلاف یہی صورت ہے تو ظاہر روایت کے مطابق اس صورت میں غسل واجب نہیں ہے جبکہ محمد کے نزدیک ہے، اور بلاشبہ یہ روایت ضعیف ہے، بلکہ نص اور قیاسِ صحیح کے بھی مخالف ہے

یعنی پیشاب اور حیض وغیرہ پر، کیونکہ شارع نے اُن کے وجود کا اُسی وقت اعتبار کیا ہے، جب یہ اشیاء فرج داخل سے فرج خارج کی طرف نکل آئیں، کذا ہذا اھ

اقول والجواب ما اذناك مرارا ان تذکر الاحتلام دلیل اعتبرہ الشرع لاسیما مع تذکر لذۃ الانزال ومن ثم نشأ الفرق بین الاحکام فی التذکر وعدمہ فلو لم یکن دلیلا علی نزول المنی کان احتمال المنی احتمالا علی احتمال فی من تذکر ورأی بللا یعلم انہ لیس منیا بل لا یعلم ایضا انھا بلۃ ناشئۃ عن شھوۃ انما یسوغہ لترددھا بین مذی وودی ومعلوم ان الاحتمال علی الاحتمال لا یعبؤ بہ فکان کمن راٰھا ولم یتذکر مع اجماعھم علی الفرق بینھما فما ھو الا لان التذکر دلیل خروج المنی فترقی بہ عن الاحتمال علی الاحتمال الی الاحتمال فوجب احتیاطا لان الاحتمال معتبر فی محل الاحتیاط قولکم انما یکون محقق الوجود شرعا الخ

اقول ہم اس کا جواب کئی مرتبہ دے چکے ہیں اور وہ یہ ہے کہ احتلام کا یاد ہونا ایک ایسی دلیل جس کو شریعت نے معتبر جانا ہے خاص طور پر لذتِ انزال کے یاد ہونے کے ساتھ، اور اسی لئے احتلام یاد ہونے کی صورت اور یاد نہ ہونے کی صورت میں فرق ظاہر ہوا ہے، تو اگر یہ نزولِ منی پر دلیل نہ ہوتا تو منی کا احتمال، احتمال پر ہونا اس شخص کے حق میں جس کو انزال یاد ہو اور ایسی تری دیکھے جس کے بارے میں اس کو منی نہ ہونے کا تیقن ہو بلکہ اس کو اتنا علم بھی نہ ہو کہ یہ شہوت سے حاصل شدہ تری ہے، وہ اس کو محض مذی اور ودی میں متردد جانتا ہے اور یہ معلوم ہے کہ احتمال علی الاحتمال ناقابلِ اعتبار رہے، تو بالکل اس طرح ہو گیا جیسے کسی نے تری دیکھی احتلام یاد نہیں ہے حالانکہ فقہاء کا اس امر پر اجماع ہے کہ احتلام کا یاد ہونا دلیل ہے خروجِ منی کی، تو اب یہ احتمال سے، احتمال علی الاحتمال کی طرف منتقل ہو گیا، تو غسل احتیاطاً واجب ہوا، کیونکہ

---

[۱] حلیہ

Marfat.com

محلِ احتیاط میں احتمال معتبر ہے۔ اب آپ کا قول انما یکون محقق الوجود شرعا الخ ت

اقول ما قام علیہ دلیل شرعی فقد تحقق وجودہ شرعا ولا یحتاج الی شاھد من لمس او بصر الا تری ان المولج المکسل قام قبلہ الدلیل الشرعی علی انزالہ فاعتبر موجودا شرعا مع عدم شہادۃ لمس ولا بصر نعم یحتاج الحکم بالدلیل الی عدم المعارض وعدم وجدان الرجل المحتلم معارض لدلالۃ التذکر بخلاف المرأۃ کما بینا نعم دلالۃ الایلاج یقظۃ اعظم واقوی من دلالۃ الاحتلام فلم یقم لہا ھذا المعارض لاحتمالات بعیدۃ لم تکن تحمل لولا غایۃ ما فی ھذا الدلیل من عظم القوۃ بخلاف تذکر الحلم۔

میں کہتا ہوں جس چیز پر شرعی دلیل قائم ہو وہ شرعاً موجود ہے اور اس کے لیے محسوس کرنے یا آنکھ سے دیکھنے کی حاجت باقی نہیں رہ جاتی ہے، مثلاً جس کا آلہ تناسل سُست ہو اور وہ دخول کرے تو اس کے انزال پر شرعی دلیل قائم ہے تو یہاں منی شرعا موجود ہے اور اس میں چُھونے یا آنکھ سے دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے، ہاں دلیل پر حکم لگاتے وقت یہ دیکھنا ضروری ہے کہ کوئی مُعارض تو نہیں اور احتلام والے کا محسوس نہ کرنا یہ ایک دلیل معارض ہے دلالۃ تذکر کے لیے، بخلاف عورت کے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، ہاں بیداری میں دخول کی دلالت بڑی وزنی ہے یہ احتلام کی دلالت سے زائد ہے، اور اس کے معارض یہ نہیں ہے کیونکہ احتمالات بعیدہ ہیں اگر اس دلیل میں اتنی قوت نہ ہوتی، اس کے برخلاف احتلام کے یاد ہونے کی صورت ہے ت

قولکم مخالفۃ لظاھر النص اقول لو اوجبت من دون دلیل علی الخروج لخالفت واذقد بنت الامر علی الدلیل وقد اعترفتم انہ لا شك فی الاتفاق علی وجوب الغسل بوجود المنی فی احتلامہا وفی ان المراد بالرؤیۃ العلم بوجودہ لا رؤیۃ البصر اھ ففیم الخلاف۔

آپ کا قول "یہ مخالفت ہے ظاہر نص کی" میں کہتا ہوں اگر یہ خروج پر دلیل کے بغیر واجب کرتی تو مخالفت ہوتی لیکن جب دلیل موجود ہے تو پھر کیا حرج ہے، اور آپ نے یہ امر خود تسلیم کر لیا ہے کہ عورت کے احتلام کی صورت میں اگر منی موجود ہو تو بالاتفاق غسل واجب ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ رؤیت سے مراد منی کے موجود ہونے کا علم ہے آنکھ سے دیکھنا مراد نہیں اھ تو اب اختلاف کیا رہا! ت

قولکم والقیاس الصحیح اقول ما ذا المناط فی المقیس علیہا تعلق العلم بنفسہا اصالۃ ام اعم الثانی حاصل ھھنا کما علمت والاول غیر مسلم ف

آپ کا قول "یہ قیاس صحیح کے بھی مخالف ہے" میں کہتا ہوں دراصل دیکھنا یہ ہے کہ مقیس علیہا میں علت حکم کیا ہے؟ کیا نفس رؤیت کے ساتھ علم کا اصالۃ متعلق ہوتا ہے یا عام ہے، دوسرا تو یہاں حاصل

Marfat.com

المقبین علیہا ففی الاشباہ ذکر عن محمد رحمہ اللہ تعالی انہ اذا دخل بیت الخلاء وجلس للاستراحۃ وشك ھل خرج منہ اولا کان محدثا وان جلس للوضوء ومعہ ماء ثم شك ھل توضأ ام لا کان متوضیا عملا بالغالب فیھما اھ [1]

جیسا کہ معلوم ہو چکا، اور پہلا مقیس علیہا میں غیر مسلم اشباہ میں امام محمد سے منقول ہے کہ کوئی شخص بیت الخلاء میں بیٹھا اور اس کو اب شک ہے ک آیا کچھ خارج ہوا یا نہیں، تو بے وضو قرار دیا جائیگا اور اگر وضو کرنے کے لیے بیٹھا اور اس کے پاس پانی ہے پھر اس کو شک ہوا کہ اس نے وضو کرلیا یا نہیں، تو یہی کہا جائے گا کہ اس نے وضو کرلیا' دونوں میں غالب پر عمل ہوگا اھ ت

وقد جزم بالفرع فی الفتح فقال شك فی الوضوء او الحدث وتیقن سبق احدھما بنی علی السابق الا ان تأید اللاحق فعن محمد علم المتوضئ دخولہ الخلاء للحاجۃ وشك فی قضائھا قبل خروجہ علیہ الوضوء ثم ذکر مسألۃ الوضوء ثم قال وھذا یؤید ما ذکرناہ من الوجہ فی وجوب وضوء المفضاۃ اھ [2] ای اذا خرج لھا ریح لا تعلم ھل ھی من القبل او الدبر تجعل من الدبر لانہ الغالب فیجب علیھا الوضوء فی روایۃ ھشام عن محمد وبہ اخذ الامام ابو حفص الکبیر ومال المحقق الی ترجیحہ بما علمت خلافا لما فی الھدایۃ وغیرھا انھا انما یستحب لھا الوضوء لعدم التیقن بکونھا من الدبر فھذا بول مثلا اعتبر موجودا

اور فتح میں فرع پر جزم کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ کسی نے وضو یا حدث میں شک کیا اور دونوں میں سے کسی ایک چیز کے پہلے ہونے کا یقین ہے تو جو چیز پہلے تھی اس پر عمل کرے، ہاں اگر لاحق کو اور دلیل سے تائید حاصل کرلے تو اور بات ہے کیونکہ امام محمد سے مروی ہے کہ کسی باوضو شخص کو یہ تو یقین ہے کہ وہ بیت الخلاء میں داخل ہوا تھا مگر یہ یاد نہیں کہ وہاں کچھ خارج ہوا تھا یا نہیں تو اس پر وضو لازم ہے، پھر انہوں نے مسئلہ وضو ذکر کیا، پھر فرمایا اس سے ہماری اُس دلیل کی بھی تائید ہوتی ہے جو ہم نے مُفضاۃ پر وضو کے واجب ہونے پر بیان کی ہے اھ اور وہ دلیل یہ ہے کہ ہوا خارج ہوئی مگر اس کو معلوم نہیں کہ آگے سے نکلی ہے یا پیچھے سے، تو یہی سمجھا جائے گا ک پیچھے سے خارج ہوئی ہے، کیونکہ غالب یہی ہے

---

[1] الاشباہ والنظائر، الیقین لا یزول بالشک ادارۃ القرآن کراچی ۱/۸۷

[2] فتح القدیر، نواقض وضو نوریہ رضویہ سکھر ۱/۴۸

Marfat.com

شرعا مع عدم احاطة العلم به عینا وفی الدر المختار النفاس دم فلو لم تره (بان خرج الولد جافا بلا دم ش) ھل تکون نفساء المعتمد نعم اھ وفی المراقی من الوضوء قال ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ علیھا الغسل احتیاطا لعدم خلوہ عن قلیل دم ظاھرا وصححہ فی الفتاوٰی وبہ افتی الصدر الشہید رحمہ اللہ تعالٰی اھ وفی حاشیتھا للعلامۃ ط من النفاس اکثر المشایخ علی قول الامام رضی اللہ تعالٰی عنہ اھ فھذا فی النفاس۔

اور اس پر وضو واجب ہے، یہ ہشام کی روایت محمد سے ہے، اور اسی کو امام ابو حفص کبیر نے لیا ہے اور اسی کی ترجیح کی طرف محقق مائل ہوئے ہیں، ہدایہ وغیرہ میں اس کے خلاف ہے، اس میں ہے کہ اس پر وضو مستحب ہے، کیونکہ اس کو اس کے دُبُر سے آنے کا یقین نہیں ہے، اب یہ مسئلہ پیشاب ہے جس کو شرعاً موجود سمجھا گیا ہے، حالانکہ اس کے وجود کا یقین نہیں ہے۔ اور در مختار میں ہے نفاس خون ہے تو اگر عورت نے اس خون کو نہ دیکھا (مثلاً یہ کہ بچہ خشک ہی نکل آیا بغیر خون کے ش) تو کیا وہ عورت نفاس والی ہوگی؟ اس کا جواب اثبات میں ہے اھ اور مراقی کے باب وضوء میں ہے کہ ابو حنیفہ نے فرمایا ایسی عورت پر احتیاطاً غسل ہے کیونکہ بظاہر اس صورت میں تھوڑا بہت خون لگا ہی ہوتا ہے۔ فتاوی میں اس کی تصحیح کی اور صدر شہید نے اسی پر فتوٰی دیا اھ اور علامہ ط نے اس کے حاشیہ پر لکھا کہ اکثر مشایخ نے امام کے قول ہی کو لیا ہے اھ تو یہ نفاس میں ہے۔ (ت)

ثم اقول فی قولہ رحمہ اللہ تعالٰی مشیرا الی البول والحیض ونحوھما انھا لا تعتبر الا اذا برزت من الفرج الداخل الی الفرج الخارج تسامح ظاھر بالنظر الی البول فانہ لا یخرج من الفرج الداخل بل من ثقبۃ فی الفرج الخارج فوق مدخل

اقول انہوں نے پیشاب اور حیض وغیرہ کی طرف جو اشارہ کیا ہے کہ ان کا اعتبار اس وقت تک نہ ہوگا جب تک یہ اشیاء فرجِ داخل سے فرجِ خارج تک نہ آجائیں یہ واضح تسامح ہے بَول کو دیکھتے ہوئے کیونکہ وہ فرجِ داخل سے خارج ہی نہیں ہوتا بلکہ فرجِ خارج کے سوراخ سے جو دخولِ ذَکر کی جگہ کے اوپر والے حصہ میں ہوتا ہے تو

۱؎ الدر المختار، باب الحیض مجتبائی دہلی ۱/ ۵۲

۲؎ رد المحتار، باب الحیض مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۱۹

۳؎ الدر المختار، باب الحیض نواقض وضو مجتبائی دہلی ۱/ ۵۲

۴؎ مراقی الفلاح علی حاشیہ طحطاوی مطبعۃ ازہریہ مصر ص ۵۱

۵؎ طحطاوی علی المراقی باب الحیض والنفاس " " ص ۸۰

Marfat.com

الذکر فکان الاولی اسقاط قولہ من الفرج الداخل ثم اورد فی الحلیۃ کلام الاختیار کما قدمنا عنہا قال و یطرقہ ان الاحتیاط العمل باقوی الدلیلین وھو ھنا مفقود اھ[1]

اقول بل موجود کما علمت قال وکون الظاھر فی الاحتلام الخروج ممنوع بل قد وقد اھ۔

اقول ان اراد التساوی فغیر صحیح والا لبطل دلالۃ التذکر علی ان ھذا المتردد بین المذی والودی وان اراد ان الخروج قد یتخلف فنعم ولا یقدح فی الظھور قال ثم لم یظھر من الشارع اعتبار ھذا الاحتمال بل قید الشارع وجوب الغسل علیھا بعلمھا وجودہ لم یطلق لھا فی الجواب کما اطلقت (ای ام سلیم رضی اللہ تعالٰی عنہا) فی السؤال فانعم النظر تجدہ تحقیقا لاغبار علیہ ان شاء اللہ تعالٰی اھ[2]

اقول اما الاحتمال الذی ابداہ فی الاختیار وھو العود حین الاستلقاء فقد عرفت الکلام علیہ وان لاحاجۃ الیہ و ان العلم بالوجود متحقق احتیاطا کما اسلفنا والحمد للہ فھذا منتھی الکلام فی مسألۃ

بہتر یہ تھا کہ وہ "من الفرج الداخل" کے لفظ … کو ساقط کر دیتے۔ پھر حلیہ میں اختیار کے کلام کو ذکر کی… اور کہا کہ اس پر یہ کلام ہے کہ احتیاط اسی میں ہے ک… عمل اقوی الدلیلین پر ہی کیا جائے جو یہاں مفقود ہے… اقول یہ درست نہیں ہے بلکہ یہ چیز یہاں موجود ہے… جیسا کہ آپ نے جان لیا، انہوں نے فرمایا "یہ بات… کہ احتلام میں ظاہر خروج ہی ہے ناقابل تسلیم ہے…

اقول اگر ان کی مراد تساوی ہے تو صحیح نہیں ورنہ تذ… کی دلالۃ اس امر پر کہ جو چیز ودی اور مذی کے د… متردد ہے، باطل ٹھہرے گی، اور اگر ان کی… مراد یہ ہے کہ خروج کبھی متخلف ہوتا ہے تو ٹھیک ہے… اور یہ کچھ مُضر نہیں ہے ظہور میں' فرمایا پھر شارع… اس احتمال کا اعتبار ظاہر نہیں ہُوا، بلکہ شارع… عورت پر غسل کے وجوب کے لیے یہ شرط لگائی… کہ وہ منی کے وجود کا علم رکھے اور جواب میں ان کو مطل… نہیں رکھا جیسے ام سلیم نے رکھا سوال میں' فا… النظر تجدہ تحقیقا لاغبار علیہ ان ش… اللہ تعالٰی اھ

اقول وہ احتمال جس کا اظہار انہوں نے اختیار میں… کیا ہے، یعنی چت لیٹنے کی صورت میں منی کے ل… جانے کا اس پر ہم مفصل گفتگو کر آئے ہیں جس… اعادہ کی چنداں حاجت نہیں کیونکہ وجود منی کا علم احتیا… متحقق ہے والحمد للہ۔ عورت کے مسئلہ میں انتہائی درجہ کی گفتگو…

---

[1] و [2] حلیہ

Marfat.com

المرأة ولا اقول ان الذی وجهتها به یوجب التعویل علی الروایة النادرة انما اقول ان الرد علی کلام المحقق غیر لیسیر اما التعویل فعلی ماحکم به ائمتنا فی ظاهر الروایة ونص علی انه الاصح وانه الصحیح وبه یؤخذ وعلیه الفتوی ائمة الدرایة فسقط معه للبحث مجال وانما علینا اتباع مارجحوہ وما صححوہ کما لوافتونا فی حیاتهم اعاد اللّٰه علینا من برکاتهم ومع ذلك ان تنزہ احد فهو خیر له عند ربه واللّٰه سبحنه وتعالٰی اعلم۔

میں یہ نہیں کہتا کہ جو توجیہات میں نے پیش کی ہیں اُن سے نادر روایت پر اعتماد کا اظہار ہوتا ہے، میں تو صرف یہ کہتا ہُوں کہ محقق کے کلام پر رَد ٹھیک نہیں ہے، لیکن اعتماد ظاہر روایت پر ہی ہوگا جس پر ہمارے ائمہ نے اعتماد کیا ہے اور تصریح کی ہے کہ وہی اصح ہے وہی صحیح ہے، اسی کو لیا جائے، اور ائمہ درایت نے اسی پر فتوٰی دیا ہے، لہذا اس پر بحث کی گنجائش ہی نہیں رہ جاتی ہے ہم پر تو لازم ہے کہ ہم اسی کی پیروی کریں جس کو انہوں نے صحیح کہا ہو اور جس کو راجح قرار دیا ہو، جس طرح ان کی زندگی میں تھی، اعاد اللّٰه علینا من برکاتهم ومع ذلك

ان تنزہ احد فهو خیر له عند ربه واللّٰه سبحنه وتعالٰی اعلم۔

صُورتِ استثنا پر کلام

اس کے بیان کو تین تنبیہیں اور اضافہ کریں **تنبیہ ثالث عشر** احتلام یاد نہ ہونے کی حالت میں طرفین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک احتمال منی پر وجوبِ غسل کا حکم ظاہر الروایۃ میں مطلق ہے اور تمام متون اسی پر ہیں مگر نوادرِ ہشام میں محررِ مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے وہ قید مروی ہوئی کہ اگر سونے سے کچھ پہلے شہوت تھی جاگ کر یہ تری دیکھی جس کے منی یا مذی ہونے میں شک ہے تو غسل واجب نہ ہوگا تبیین الحقائق میں ہے:

ذکر هشام فی نوادرہ عن محمد اذا استیقظ فوجد بللا فی احلیله ولم یتذکر الحلم فان کان ذکرہ قبل النوم منتشرا فلا غسل علیه وان کان غیر منتشر فعلیه الغسل[1]۔

ہشام نے اپنی نوادر میں محمد سے روایت کی کہ کوئی شخص بیدار ہوا اور اُس نے اپنے آلۂ تناسل کے سوراخ پر تری دیکھی مگر احتلام یاد نہیں ہے تو اگر نیند سے قبل آلۂ تناسل میں انتشار رہا تو اُس پر

[1] تبیین الحقائق، موجبات الغسل بولاق مصر ۱/۱۶

Marfat.com

غسل نہیں ہے اور اگر منتشر نہیں تھا تو اس پر غسل ہے۔ ت

فتح القدیر میں ہے:

روی عن محمد فی مستیقظ وجد ماء ولم یتذکر احتلاما ان کان ذکرہ منتشرا قبل النوم لایجب والا یجب[1]

امام محمد نے اس شخص کے بارے میں جس نے پانی پایا مگر احتلام یاد نہیں ہے روایت کی ہے کہ اگر اس کا آلہ تناسل نیند سے قبل منتشر تھا تو غسل واجب نہیں ورنہ واجب ہے۔ ت

اور اُس کی وجہ یہ افادہ فرماتے ہیں کہ شہوت خروج مذی کی باعث ہے تو پیش از خواب قیام شہوت بتائے گا کہ یہ مشکوک تری مذی ہے اور مذی سے غسل واجب نہیں ہوتا بخلاف اس کے کہ سونے سے پہلے شہوت نہ ہو تواب سبب مذی بیداری میں نہ تھا اور نیند مظنہ احتلام ہے لہذا اسے منی ٹھہرائیں گے اور رقت وغیرہ سے مذی کا اشتباہ معتبر نہ رکھیں گے کہ منی بھی گرمی پہنچ کر رقیق ہوجاتی ہے۔

غیاثیہ میں ہے:

ان کان منتشرا عند النوم فعلیہ الوضوء لاغیر لانہ وجد سبب خروج المذی فیعتقد کونہ مذیا ویحال بہ الیہ الا اذا کان اکبر رأیہ انہ منی رق فحینئذ یلزمہ الغسل[2] اھ و اطال فی الحلیۃ فی بیانہ بما حاصلہ ان النوم مظنۃ للمنی والانتشار للمذی وقد سبق والسبق سبب الترجیح مع ان الاصل براءۃ الذمۃ وعدم التغیر فی المنی ثم قال ولایدفعہ ما عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن الرجل یجد البلل ولایذکر احتلاما قال یغتسل وعن الرجل یری انہ قد احتلم ولم یجد بللا قال لاغسل علیہ فان الظاھر

اگر آلہ تناسل نیند کے وقت منتشر تھا تو اس پر صرف وضو ہے کیونکہ خروج مذی کا سبب موجود ہے تو یہی سمجھا جائے گا کہ یہ مذی ہے، ہاں اگر اس کا ظن غالب یہ ہے کہ یہ منی ہے تو منی سمجھی جائے گی جو پتلی ہوگئی ہے اور اس پر غسل واجب ہوگا اھ اور حلیہ میں اس پر مفصل بحث ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نیند مظنّہ ہے منی کے لیے اور انتشار ہے مذی کے لئے، اور چونکہ یہ پہلے سے ہے اور پہلے ہونا سبب ترجیح ہے نیز اصل ذمہ کی براءت ہے اور منی میں عدم تغیر ہے، پھر فرمایا اس کی تردید حضرت عائشہ کی روایت سے نہیں ہوسکتی ہے، روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ

---

[1] فتح القدیر، موجبات الغسل نوریہ رضویہ سکھر ۱/۵۲

[2] غیاثیہ نوع اسباب الجنابۃ واحکامہا مطبوعہ اسلامیہ میزان مارکیٹ کوئٹہ ص ۱۹

Marfat.com

ان المراد بالبلل المذکور المنی بالاجماع علے[1] ان فی سندہ عبد اللہ العمری ضعیف اھ مختصرا۔

علیہ وسلم سے اُس شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جو شخص تری پائے اور اس کو احتلام یاد نہ ہو، تو آپ نے فرمایا اس پر غسل واجب ہے اور اس شخص کی بابت پُوچھا کہ جس کو احتلام تو یاد ہو لیکن تری نہ پائی ہو تو آپ نے فرمایا اس پر غسل واجب نہیں ہے کیونکہ بظاہر اس تری سے مراد بالاجماع منی ہے علاوہ اس کی سند میں عبداللہ العمری ضعیف ہے اھ مختصرا۔

اقول الحدیث قد[1] احتج به اصحابنا لامام المذهب ومحررہ فی ایجابهما الغسل بالمذی اذا لم یتذکر حلما کما تقدم وقدمنا عن البدائع انه نص فی الباب وان ابا یوسف یحمله علی المنی وان للامامین اطلاق الحدیث ثم العمری انما[2] ضعفه یحیی القطان من قبل حفظه وقال النسائی وغیرہ لیس بالقوی اقول وبون بین بینه وبین لیس بقوی وقال ابن معین لیس به باس یکتب حدیثه قیل له کیف حاله فی نافع قال صالح ثقة وقال احمد صالح لا باس به وقال ابن عدی فی نفسه صدوق وقال ایضا لا باس به وقال یعقوب بن شیبة صدوق ثقة فی حدیثه اضطراب وقال الذهبی صدوق فی حفظه شیئ وهذا مسلم قد اخرج له فی صحیحه وبالجملة[3] لیس ممن یسقط حدیثه ولا عبرة بما تعود به ابن حبان من عبارة واحدة یذکرها فی

اقول اس حدیث سے ہمارے اصحاب نے امام مذہب اور محرر مذہب کے لیے استدلال کیا ہے، جب کوئی شخص مذی دیکھے اور اس کو احتلام یاد نہ ہو تو یہ دونوں حضرات ایسے شخص پر غسل واجب قرار دیتے ہیں اور ہم نے بدائع کا حوالہ نقل کیا ہے کہ یہ اس سلسلہ میں نص ہے اور ابو یوسف اس کو منی پر محمول کرتے ہیں اور طرفین کی دلیل حدیث کا اطلاق ہے، عمری کو یحیی القطان نے ان کے حافظہ کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے اور نسائی وغیرہ نے کہا ہے وہ قوی نہیں ہیں، لیکن اس میں اور "لیس بالقوی" میں بڑا فرق ہے، اور ابن معین نے کہا کہ "لیس بہ باس یکتب حدیثہ" اُن سے دریافت کیا گیا کہ ان کا حال نافع کی بابت کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ "صالح ثقة" اور احمد نے فرمایا "صالح لا باس بہ"، اور ابن عدی نے فرمایا "فی نفسہ صدوق" مزید فرمایا لا باس بہ اور یعقوب بن شیبہ نے کہا صدوق ثقة فی حدیثہ اضطراب اور

---

[1] علیہ

Marfat.com

كل من يريد بل لا يبعد حديثه عن درجة الحسن ان شاء الله تعالٰی لا جرم ان سکت ابو داود علیه۔

ذہبی نے فرمایا صدوق فی حفظہ شئ، اور مسلم نے اپنی صحیح میں ان کی روایت لی ہے۔ خلاصہ یہ کہ وہ اس قسم کے راوی نہیں ہیں کہ ان کی حدیث ناقابلِ اعتبار قرار دی جائے، اور ابن حبان کا یہ طریقہ ہے کہ وہ جس کی تضعیف کرنا چاہتے ہیں اس کے بارے میں ایک ہی عبارت کہہ دیتے ہیں، بلکہ ان کی حدیث ان شاء اللہ حسن کے درجہ سے کم نہ ہوگی، خاص طور پر جبکہ ابو داؤد نے ان کی روایت پر سکوت اختیار کیا ہے۔ (ت)

اما الجواب عنه **فاقول** ظاهران السؤال عن بلل ینشؤ بسبب النوم ولذا قال ولو یذکر احتلاما ای یجد المسبب ولا یذکر السبب قال یغتسل ثم سأل یذکر السبب ولا یجد المسبب قال لا غسل علیه وحینئذ بمعزل عنه مانحن فیه ثم انه رحمه الله تعالٰی اعترض **اولا** علی عبارة المسألة حیث ارسل فیها البلل قال ولا شك ان المنی غیر مراد لاجرم ان ذکر المصنف انه لو تیقن انه منی فعلیه الغسل اھ[1] وقد قدمنا الجواب عنه ان المراد بلل لا یدری امنی هو ام مذی قال فی الخانیة فی تصویر المسألة استیقظ فوجد علی طرف احلیله بلة لا یدری انها منی او مذی الخ[2] ولفظ الغیاثیة ذکر هشام عن محمد فی نوادره انه وجد البلل فی طرف احلیله شبیه المذی ولم یذکر حلما الخ[3]

اس کا جواب یہ ہے کہ بظاہر سوال اسی تری کی بابت ہے جو نیند کی وجہ سے ہوتی ہے اس لیے فرمایا کہ اس کو احتلام یاد نہ ہو، یعنی مسبّب تو پائے لیکن سبب یاد نہ ہو، تو کہا کہ غسل کرے، پھر دریافت کیا کہ سبب تو یاد ہو مگر مسبب یاد نہ ہو تو فرمایا اس پر غسل واجب نہیں تو یہ ہماری بحث سے الگ ہے، پھر انہوں نے اعتراض کیا،

اوّل مسئلہ کی عبارت پر ہے اور وہ یہ کہ اس میں تری کو مطلق رکھا گیا ہے، فرمایا کہ اس میں شک نہیں کہ منی مراد نہیں ہے، مصنّف نے ذکر کیا ہے کہ اگر اس کو یقین ہو کہ یہ منی ہے تو اس پر غسل ہے اھ اور ہم اس کا جواب پہلے ہی دے چکے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ تری کے بارے میں معلوم نہیں کہ یہ منی ہے یا مذی ہے، خانیہ نے مسئلہ اس طرح بیان کیا بیدار ہوا اور احلیل کے اطراف تری پائی منی یا مذی کا علم نہیں الخ اور غیاثیہ کی عبارت کہ ہشام نے محمد سے

۱؎ حلیہ
۲؎ فتاوٰی قاضی خاں موجبات الغسل نولکشور لکھنؤ ۱/۲۱
۳؎ غیاثیہ نوع اسباب الجنابۃ واحکامہا مطبوعہ اسلامیہ میزان مارکیٹ کوئٹہ ص ۱۸

Marfat.com

نادر میں ذکر کیا ہے کہ جب کسی نے آلۂ تناسل کے سوراخ میں تری پائی جو مذی کے مشابہ ہے اور اس کو احتلام یاد نہ ہو اھ۔

اقول ونص الھندیة عن المحیط والحلیة عن الذخیرة کلیھما عن القاضی الامام ابی علی النسفی عن ھشام عن محمد اذا استیقظ فوجد البلل احلیلہ[1] الخ فاذا کان ھذا لفظ محمد فلا معنی للاعتراض علیہ وانما کان سبیلہ بیان المراد کما فعل فقیہ النفس وغیرہ من الامجاد ثم اعترض علی ما استشھد بہ من عبارة المنیة لو تیقن انہ منی بانہ یفید بمفھومہ ان لو لم یتیقن لاغسل فیفید ان لو کان اکبر رأیہ انہ منی لایجب لکنہ یجب کما صرح بہ قاضی خان فی فتاویہ[2] اھ

اقول اور ہندیہ نے محیط سے حلیہ سے ذخیرہ سے دونوں نے قاضی امام ابوعلی نسفی سے ہشام سے محمد سے نقل کی کہ جب بیدار ہُوا اور اپنے آلۂ تناسل کے سوراخ میں تری محسوس کی الخ اگر محمد کے یہ لفظ ہوں تو اس پر اعتراض کے کوئی معنی نہیں، ان کا مقصد تو محض بیان مراد ہے جیسا کہ فقیہ النفس وغیرہ نے کیا، پھر اُس عبارت پر اعتراض کیا جس سے انہوں نے استدلال کیا ہے یعنی منیہ کی یہ عبارت" کہ اگر اس کو منی ہونے کا یقین ہو" یہ عبارت اپنے مفہوم مخالف سے یہ بتاتی ہے کہ اگر اس کو یقین نہ ہو تو غسل واجب نہ ہوگا، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ظن غالب ہو کہ یہ منی ہے تو غسل واجب نہ ہوگا لیکن واجب ہوگا جیسا کہ قاضی خان نے اپنے فتاوٰی میں تصریح کی ہے اھ (ت)

اقول۲ اکبر الرأی فی الفقھیات ملتحق بالیقین بل ربما اطلقوا علیہ الیقین ھذا و اعتراض **ثانیا** علی دلیل المسألة بما حاصلہ منع ان الانتشار مظنة الامذاء الا اذا کان الرجل مذاء قال اما اذا لم یکن فینفرد النوم مظنة[3] اھ مختصرا۔

اقول فقہی مسائل میں ظن غالب یقین کے حکم میں ہے بلکہ عام طور پر اس کو یقین کہا جاتا ہے۔

دوم دلیل مسئلہ پر اعتراض ہے، حاصل اعتراض یہ ہے کہ یہ امر قابل تسلیم نہیں کہ انتشار مظنہ مذی ہے ہاں صرف اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ جب آدمی کو بکثرت مذی کی عادت ہو، لیکن اگر ایسا نہ ہو تو محض نیند ہی مظنہ ہوگی اھ مختصرا۔ (ت)

اقول۲ ان اراد المظنة المصطلحة

اقول اگر مظنہ سے مراد اصطلاحی مظنہ ہے تو ہم

---

[1] ہندیہ موجبات الغسل نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۵

[2] حلیہ [3] حلیہ

Marfat.com

فقد منا ان النوم ایضا لیس مظنة الّا منا
فالمراد السبب مطلقا ولولا مطلقا وبھذا
المعنی لاشك ان الانتشار مظنة
الامذاء وان بغیت التحقیق فاقول
دونك مشرعا اعطیتك من قبل به یظھر
تعلیل المسألة والجواب عن ایراد الحلیة
معا فان النوم سبب ضعیف للامناء وانما
کان یتقوی باحد شیئین تذکر الاحتلام او
ان یحدث بلة لاتنبعث الا عن شھوة
وقد انتفیا ھھنا اما الحلم فلعدم الذکر
واما البلة فلانعقاد سببھا قبل النوم فلم تدل
علی احداثه انتشارا شدیدا مدیدا یورث
خروج بلة عن شھوة فلم یبق الا محض
النوم وکان سببا ضعیفا فتقاعد ان ینتھض
موجبا فجعلھما مظنتین وترجیح الانتشار
بالسبق وعند عدمه افراد النوم بالمظنیة
کله بمعزل عن التحقیق واللّٰه سبحنه
ولی التوفیق وثالثا تکعکع عن قبولھا
قائلا ان تم تقیید وجوب الغسل بالانتشار
لاحدی الاحوال فکذا فی باقیھا والا فالکل
علی الاطلاق اھ[1]

بیان کر آئے ہیں کہ نیند بھی مظنہ نہیں ہے منی کے لیے، تو مراد
مطلق سبب ہے اگرچہ مطلق نہ ہو، اور اس معنی کے
اعتبار سے کچھ شک نہیں کہ انتشار مظنہ مذی
ہے۔ میں کہتا ہوں مسئلہ کی علت ظاہر ہونے سے
پہلے جو میں نے بتایا وہ مشروع ہے اور جواب حلیہ
کے ایک ساتھ وارد ہونے پر ہے، اس کی تحقیق یہ ہے
کہ نیند منی کا سبب ضعیف ہے، اس میں دو چیزوں سے
کسی ایک کے ساتھ قوت پیدا ہوتی ہے احتلام کا یاد ہونا اور تری کا
ہونا جو شہوت سے پیدا ہو، اور یہ دونوں چیزیں
یہاں منتفی ہیں خواب تو اس لیے کہ یاد نہیں، اور
تری اس لیے کہ اس کے انعقاد کا سبب نیند سے
پہلے ہی موجود تھا، تو اُس کے وجود پر انتشار کی
دلالت نہ ہوگی، جو شہوت سے تری کے خروج کا
باعث ہو تو اب صرف نیند ہی رہ گئی جو سبب ضعیف
ہے لہذا یہ سبب نہیں بن سکتی ہے اس لیے ان
دونوں کو مظنہ قرار دیا گیا ہے اور انتشار کو سبقت
کی وجہ سے ترجیح ہے اور جب انتشار نہ ہو تو نیند
کو محض مظنہ قرار دیا جائے گا، یہ سب تحقیق سے
الگ ہے واللہ سبحنہ ولی التوفیق۔
ثالثاً وہ اس کو قبول کرنے سے ہچکچاتے ہیں
اور وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر وجوبِ غسل کو انتشار کی وجہ سے
ان حالتوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مقید کرنا درست ہے تو پھر باقی کا بھی درست ہوگا ورنہ تمام مطلق
رہیں گے اھ (ت)

---

[1] حلیہ

Marfat.com

اقول ف۱ ان کان ھذا الطاعن له من الایراد فقد علمت الجواب عنه وان کان لان الروایات الظاھرۃ والمتون مطلقۃ فلا غرو فی القول بقید ذکرعن احد ائمۃ المذھب الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم وتلقاہ الجملۃ الفحول بالتسلیم والقبول حتی ان المحقق الشرنبلالی ادخله فی متنه نور الایضاح ونعما فعل وقصد المدقق العلائی تکمیل متن التنویر بزیادۃ ھذا الاستثناء وجعله الشامی اصلاح المتن۔

اقول ف۲ ومع ذلك جواب التنویر نیر مستنیر ان المتون لم توضع الا لنقل ما فی الروایات الظاھرۃ من المذھب وھھنا تم بیان ان لا قصور فی عبارۃ المتن اصلا ولا حاجۃ لھا الی شیئ من الاستثناءات الثلثۃ ھذا وقد قال الامام شمس الائمۃ الحلوانی ان ھذہ المسألۃ یکثر وقوعھا و الناس عنھا غافلون فیجب ان تحفظ کما فی المحیط والخانیۃ والمنیۃ والغیاثیۃ والھندیۃ وغیرھا وھکذا اوصی بحفظھا فی الذخیرۃ کما نقل عنھا فی الحلیۃ وقد قال فی الغنیۃ فی مسألۃ ف۳ عفو بول انتضح کرؤس الابر اذ قیدہ روایۃ مذکورۃ فی الحلیۃ وغیرھا عن النھایۃ عن المحبوبی عن البقالی عن المعلی عن ابی یوسف بان یکون بحیث لا

اقول اگر یہ اعتراض کی وجہ سے ہے تو آپ اس کا جواب جان چکے ہیں اور اگر اس لیے ہے کہ روایات ظاہرہ اور متون مطلق ہیں تو اُس قید کو مان لینے میں کوئی حرج نہیں تین ائمہ مذہب میں سے کسی ایک نے ذکر کی ہے، اور تمام قابلِ ذکر علماء نے اس کو قبول کیا ہے یہاں تک کہ محقق شرنبلالی نے اس کو نور الایضاح کے متن میں داخل کیا ہے، اور مدقق علائی نے تنویر کے متن کی تکمیل اس استثناء کے اضافہ ہی سے کی ہے، اور شامی نے اس سے متن کی اصلاح کی ہے۔

اقول اس کے باوجود تنویر کا یہ کہنا کہ متون کا کام مذہب کی ظاہر روایات کو جمع کرنا ہے اور یہاں یہ بات پوری ہوئی کہ متن کی عبارت میں کوئی جھول نہیں اور تینوں استثناؤں میں سے کسی ایک کی بھی یہاں حاجت نہیں ھذا شمس الائمہ الحلوانی نے فرمایا یہ مسئلہ بہت واقع ہوتا ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں اس لیے اس کو محفوظ رکھنا چاہیے کما فی المحیط والخانیۃ والمنیۃ والغیاثیۃ والہندیۃ وغیرھا، اور حلیہ میں منقول ہے کہ صاحبِ ذخیرہ نے بھی اس کو یاد رکھنے کی تاکید کی ہے، یہ تاکید اس معاملہ میں ہے کہ اگر سوئی کے ناکہ کے برابر پیشاب کے چھینٹے کپڑے پر پڑ گئے تو کیا ہو۔ حلیہ وغیرہ میں جو روایات نہایہ سے محبوبی سے، بقالی سے معلی سے ابو یوسف سے منقول ہے اس میں یہ قید ہے کہ اس کا اثر نظر نہ آتا ہو اور اگر اثر نظر آتا ہے تو

Marfat.com

یری اثرہ فان کان یری فلابد من غسلہ مما نصہ التقیید بعدم ادراك الطرف ذکرہ المعلی فی النوادر عن ابی یوسف واذا صرح بعض الائمۃ بقید لم یروعن غیرہ منھم تصریح بخلافہ یجب ان یعتبر[1] الخ وبالجملۃ لا وجہ للعدول مع اتفاق الفحول علی تلقیہ بالقبول۔

اس کا دھونا لازم ہے، اس کی نص طرف کا ادراک نہ کرنا ہے، اس کو معلّی نے نوادر میں ابو یوسف سے نقل کیا ہے، اور جب کسی امام نے ایسی قید کی تصریح کی ہو جس کے خلاف دُوسروں سے منقول نہ ہو تو اس کا اعتبار کرنا چاہیے، خلاصہ یہ کہ عُدول کی کوئی وجہ نہیں خاص طور پر جبکہ بڑے علماء نے اس کو مانا ہے۔(ت)

تنبیہ رابع عشر اقول جس طرح یہ استثنا نہ احتلام یاد ہونے کی کسی صورت سے متعلق نہ یاد ہونے کی حالت میں صورت سوم یعنی علم منی سے اُسے تعلق نہ شکل ششم یعنی علم عدم منی میں اس کی کچھ حاجت کہ اس صورت میں خود ہی غسل کی ضرورت نہیں یونہیں شکل چہارم کی صورت احتمال منی و ودی سے بھی اُسے کچھ علاقہ نہیں کہ نیند سے پہلے شہوت وانتشار تو دلیل مذی ہوتے جب معلوم ہے کہ یہ تری مذی نہیں تو اُن کا ہونا نہ ہونا یکساں ہوا اور بوجہ احتمال منی مطلقاً غسل واجب رہا۔

ولقد احسن العلامۃ ط اذقال یجب[2] الغسل عندھما لا عند ابی یوسف فیما اذا شك انہ منی او مذی ولم یکن ذکرہ منتشرا او منی او ودی ولم یتذکروا الاحتلام فیھما اھ ففصل ھذہ عن الثنیا وخصہ بالاولی اما مافی البحر من بیانہ اولا صورتی الخلاف بین الثانی والطرفین مطلقا ثم قولہ بعد ذکر صورۃ الثنیا ھذہ تقیید الخلاف المتقدم بین ابی یوسف وصاحبیہ بما اذا لم یکن ذکرہ منتشرا[3] اھ فرأیتنی کتبت علی ھامشہ۔

اور علامہ "ط" نے خوب فرمایا کہ طرفین کے نزدیک غسل واجب ہے اور ابو یوسف کے نزدیک نہیں، اس مسئلہ میں کہ کسی شخص کو شک ہوا کہ یہ منی ہے یا مذی اور اس کا آلۂ تناسل منتشر نہ تھا یا منی اور ودی کے ہونے میں شک تھا اور احتلام اس کو یاد نہ ہوا اھ انہوں نے اس استثنا کی تفصیل کی اور اس کو پہلی صورت کے ساتھ مختص کیا، اور جو بحر میں ہے یعنی انہوں نے پہلے تو ابو یوسف اور طرفین کے درمیان مطلقاً اختلاف کی دو صورتیں بیان کی ہیں، پھر انہوں نے استثنا کی صورت کے بعد فرمایا یہ اس اختلاف

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی مختصراً بحث نجاست خفیفہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۴۹
[2] طحطاوی علی الدرالمختار موجبات الغسل بیروت ۱/ ۹۳
[3] بحرالرائق موجبات الغسل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۵۸

Marfat.com

کی تقیید نہ ہے جو امام ابو یوسف اور ان کے دونوں اصحاب کے درمیان گزرا اس صورت میں جبکہ اس کا آلۂ تناسل منتشر نہ تھا اھ۔ت

اقول ای الصورۃ الواحدۃ من صورتی الخلاف وھی ما اذا شك فی المنی والمذی اما اذا شك فی المنی والودی فلا دخل فیہ للانتشار قبل النوم اھ فاعرف ولا تزل۔

اقول ــــــــ اختلاف کی دو صورتوں میں سے ایک صورت ہے اور وہ یہ کہ جب منی اور مذی میں شک ہو، اور جب منی اور ودی میں شک ہو تو اس میں نیند سے پہلے انتشار کو کوئی عمل و دخل نہیں اھ فاعرف ولا تزل۔(ت)

اب رہی شکل چہارم کی وہ صورت جس میں منی و مذی مشکوک ہو اور شکل پنجم جس میں مذی کا علم ہو عامۂ کتب میں اُسے صورتِ اولٰی یعنی حالت شک سے متعلق فرمایا ہے کما مر عن الخانیۃ وغیرھا۔

اقول مگر اُس سے متعلق کرنا ہی صورت ثانیہ یعنی علم مذی سے بدرجہ اولٰی تعلق بتاتا ہے کہ احتلام یاد نہ ہونے کی حالت میں جبکہ سوتے وقت شہوت ہونے سے صرف احتمال مذی پر مذی ٹھہرایا اور احتمال منی کا لحاظ نہ فرمایا تو جہاں مذی کا علم ہے بروجہ اولٰی مذی ہی قرار پائے گی اور غسل واجب نہ ہوگا کتب میں حالت اولٰی کے ساتھ اس کی تخصیص فریق اول کے طور پر تو ظاہر کہ اُن کے نزدیک علم مذی کی صورت میں خود ہی غسل نہ تھا کسی استثنا کی کیا حاجت اور فریق دوم نے صورت خفا پر تنصیص فرمائی کہ بحال احتمال منی بھی صرف احتمال مذی سے مذی ٹھہرنا معلوم ہوجائے دوسری صورت کا حکم اُس سے خود روشن ہوجائے گا لاجرم حلیہ میں فرمایا:

یکون الغسل اذا وجد البلۃ التی ھی مذی بطریق الشك او فی غالب الرأی او الیقین بشرط کونہ غیر ذاکر للاحتلام ولا منتشر الذکر قبیل النوم[1] اھ

غسل اس وقت ہوگا جب تری پائی جو مذی ہو، شک یا غالب رائے میں یا یقین کے ساتھ، شرط یہ ہے کہ اس کو احتلام یاد نہ ہو اور نہ اس کا آلہ تناسل نیند سے قبل منتشر ہو۔

تنبیہ خامس عشر عامۂ کتب مثل فتاوی امام قاضی خان و ذخیرہ و محیط برہانی و تبیین الحقائق و فتح القدیر و جوہرہ نیرہ و خزانۃ المفتین و مجتبی و غیاثیہ و بحر الرائق و جامع الرموز و شرح نقایہ برجندی و علمگیریہ و رحمانیہ و نور الایضاح و مراقی الفلاح وغیرہا میں یہ استثنا یونہی مذکور ہے مگر حلیہ میں اس استثنا میں ایک استثنا

---

[1] حلیہ

Marfat.com

بتایا اور اُسے محیط و ذخیرہ اور درمختار و مجمع الانہر میں جواہر کی طرف نسبت فرمایا وُہ یہ کہ اس استثنا کا حکم صرف اُس صورت سے خاص ہے کہ آدمی کھڑا یا بیٹھا سویا ہو اور اگر لیٹ کر سویا تو مطلقاً صورت مذکورہ میں غسل واجب ہوگا اگرچہ سونے سے پہلے ذکر قایم اور شہوت حاصل ہو۔ منیہ میں ہے :

هذا اذا نام قائما او قاعدا اما اذا نام مضطجعا او تیقن انه منی فعلیه الغسل وهذا مذكور فی المحیط والذخیرة قال شمس الائمة الحلوانی هذه مسألة یكثر وقوعها والناس عنها غافلون اھ وتبعه مسكین فی شرح الكنز فعزاه لهما۔[1]

یہ اس صورت میں ہے جبکہ کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر سویا ہو لیکن اگر چت لیٹ کر سویا، یا اس کو یقین ہے کہ یہ منی ہے تو اس پر غسل لازم ہے، یہی محیط اور ذخیرہ میں مذکور ہے شمس الائمہ حلوانی نے کہا یہ مسئلہ کثرت سے واقع ہوتا ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں، اور مسکین نے کنز کی شرح میں اس کی پیروی کی اور اس کو ان دونوں کی طرف منسوب کیا۔ (ت)

مگر اولاً اس کا پتا نہ ذخیرہ میں ہے نہ محیط میں اللہ اعلم صاحبِ منیہ رحمہ اللہ تعالٰی کو یہ اشتباہ کیونکر ہوا،

قال الشامی ذكر فی الحلیة انه راجع الذخیرة والمحیط البرهانی فلم یر تقیید عدم الغسل بما اذا نام قائما او قاعدا اھ[2]

شامی نے کہا کہ حلیہ میں ہے کہ اس نے ذخیرہ اور محیط برہانی کو دیکھا انہوں نے عدمِ غسل کی کوئی قید نہیں لگائی ایسے شخص کے ساتھ جو سویا ہو کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر (ت)

اقول رحم اللہ السید متی راجع العلامة الحلبی المحیط البرهانی وهو قد صرح فی عدة مواضع من الحلیة انه لم یقف علیه وهكذا صرح ههنا ایضا حیث یقول اسلفت فی شرح خطبة الكتاب ان الظاهر ان مراد المصنف بالمحیط المحیط لصاحب الذخیرة وانی لم اقف علیه نفسه

خدا رحم کرے سید پر، کب دیکھا علامہ حلبی نے محیط برہانی کو؟ وہ تو حلیہ میں کئی مقامات پر اس امر کی تصریح کرتے ہیں، انھیں اس کی اطلاع نہ ملی، اور یہاں بھی ایسی ہی تصریح کی، وہ فرماتے ہیں کتاب کے خطبہ کی شرح میں مَیں نے لکھا ہے کہ مصنف کی مراد محیط صاحبِ ذخیرہ کی محیط ہے اور میں بھی اس پر مطلع نہیں ہوا، اور میں نے

---

[1] منیۃ المصلی موجبات الغسل مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۳۳

[2] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۱۲۱

Marfat.com

وراجعت محیط الامام رضی الدین السرخسی فلم ار لهذه المسألة فیه ذکرا اما الذخیرة فراجعتها فرایته اشار الیها بما لفظه قال القاضی الامام ابوعلی النسفی ذکر هشام فی نوادرہ عن محمد اذا استیقظ فوجد البلل فی احلیله ولم یتذکر حلما اذا کان قبل النوم منتشرا لا غسل علیه وان کان قبل النوم ساکنا کان علیه الغسل قال وینبغی ان یحفظ هذا فان البلوی کثیر فیها والناس عنها غافلون انتهی اھ[1]

رضی الدین سرخسی کی محیط دیکھی تو اس میں اس مسئلہ کا ذکر تک نہیں ہے پھر میں نے ذخیرہ کو دیکھا تو اس میں اس مسئلہ کی طرف اشارہ ہے، وہ فرماتے ہیں کہ قاضی امام ابوعلی نسفی نے کہا کہ ہشام نے اپنی نوادر میں محمد سے کہا کہ جب کوئی شخص بیدار ہوا اور اپنے آلۂ تناسل کے سوراخ پر تری پائی اور اس کو خواب یاد نہیں ہے تو اگر نیند سے قبل آلۂ تناسل منتشر تھا تو اس پر غسل نہیں ہے اور اگر نیند سے پہلے پرسکون تھا تو اس پر غسل ہے، انہوں نے کہا کہ اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس قسم کا معاملہ بکثرت درپیش آتا رہتا ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں انتہی اھ ت

نعم لیس هو فی المحیط البرهانی ایضا فقد نقل عنه فی الهندیة بعین لفظ الذخیرة غیرانه زاد بعد قوله لاغسل علیه الا ان تیقن انه منی وقال قال شمس الائمة الحلوانی هذه المسألة یکثر وقوعها والناس عنها غافلون فیجب ان تحفظ اھ[2]

ہاں یہ بھی محیط برہانی میں نہیں ہے، ہندیہ میں اُسی عبارت سے منقول ہے جو ذخیرہ میں ہے، البتہ اس میں "لاغسل علیہ" کے بعد اتنا اضافہ ہے کہ "مگر" اگر اس کو منی ہونے کا یقین ہو اور فرمایا کہ شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں تو اس کو یاد رکھنا چاہئے اھ

وهکذا نقل عن المحیط فی شرح النقایة للبرجندی والرحمانیة الا انهما ترکا ذکر الامام ابی علی النسفی والبرجندی قول شمس الائمة ایضا ومعلوم[1] ان المحیط اذا اطلق

اور اسی طرح محیط سے برجندی کی شرح نقایہ اور رحمانیہ میں نقل کیا گیا ہے مگر ان دونوں نے امام ابوعلی نسفی اور برجندی نے جو شمس الائمہ کا قول نقل کیا ہے اس کا ذکر نہیں کیا، اور یہ معلوم ہے

---

[1] حلیہ

[2] فتاوٰی ہندیہ موجبات الغسل ۱/۱۵ نورانی کتب خانہ پشاور

Marfat.com

فی المتداولات کان المراد ھو المحیط البرھانی
کما یعرفہ من لہ عنایۃ بخدمۃ الفقہ
الحنفی وقال الامام ابن امیر الحاج
فی الحلیۃ المحیط البرھانی ھو المراد من
اطلاقہ لغیر واحد کصاحب الخلاصۃ و
النھایۃ لا محیط الامام رضی الدین السرخسی[1]
اھ ثم الھندیۃ قد افصحت بمرادھا فانھا
اذا اثرت عن البرھانی اطلقت واذا نقلت
عن المحیط الرضوی قالت کذا فی محیط
السرخسی۔

کہ محیط جب متداولات میں مطلق ذکر کرتے ہیں تو
ان کی مراد محیط برہانی ہوتی ہے، یہ بات فقہ حنفی
کے خدّام پر عیاں ہے۔ اور امام ابن امیر الحاج
نے حلیہ میں فرمایا محیط برہانی ہی اطلاق کے وقت
مراد ہوتی ہے، صاحبِ خلاصہ اور نہایہ وغیرہ کا
یہی دستور ہے۔ رضی الدین سرخسی کی محیط مراد
نہیں ہوتی ہے اھ پھر ہندیہ نے اپنی مراد واضح
کر دی ہے، وہ جب محیط کا مطلقاً ذکر کرتے
ہیں تو محیط برہانی مراد لیتے ہیں اور جب محیط رضوی
سے نقل کرتے ہیں تو کہتے ہیں کذا فی المحیط السرخسی

ثانیاً اقول بلکہ محیط میں ہے[1] تو اس کا رد ہے اُس میں صریح تصریح ہے کہ کھڑے بیٹھے چلتے لیٹے
ہر طرح سونے کا تری دیکھنے میں ایک ہی حکم ہے،

ففی الھندیۃ اذا نام الرجل قاعدا او قائما
او ماشیا ثم استیقظ ووجد بللا فھذا وما
لونام مضطجعا سواء کذا فی المحیط اھ[2]

تو ہندیہ میں ہے جب کوئی شخص بیٹھ کر، کھڑے
ہو کر، چل کر سو جائے پھر جاگے اور تری دیکھے تو یہ
صورت اور اس کا چت لیٹ کر سونا برابر ہے
کذا فی المحیط اھ ت

ثالثاً اقول منتہائے مستند امام محمد ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہ ان کے لفظ کریم ذخیرہ ومحیط وتبیین وفتح القدیر
وغیرہا سے سُن چکے اُن میں اس نئے استثنا کا کہیں نشان نہیں۔

رابعاً اقول سونے کی طبعی وعادی وضع وہی لیٹ کر سونا ہے اور کھڑے بیٹھے چلتے سونا اتفاقی تو اگر
لیٹ کر سونے میں بحالتِ شہوت سابقہ علم یا احتمال مذی سے غسل نہ آتا اور دیگر اوضاع پر آتا اور علما مطلق بیان
فرماتے کہ سونے سے پہلے شہوت ہونے میں غسل نہیں تو بعید نہ تھا کہ نادر صورتوں کا لحاظ نہ فرمایا نہ کہ خود لیٹ کر
ہی کہ اصل وضع خواب ومعروف ومعتاد ومتبادر الی الفہم ہے اس حکم سے مستثنٰی ہو پھر ائمہ کرام اور خود محرر مذہب
رحمہم اللہ تعالٰی اُس کا استثنا چھوڑ جائیں یہ کس درجہ بعید و دُور از کار ہے۔

---

[1] حلیہ [2] فتاوٰی ہندیہ موجبات الغسل ۱/۱۵ نورانی کتب خانہ پشاور

Marfat.com

خامساً اقول امام شمس الائمہ حلوانی[1] کا ارشاد کہ کتب کثیرہ اور خود غنیہ میں اس تازہ استثنا کے ساتھ مذکور کہ یہ مسئلہ بکثرت واقع ہوتا ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں تو اس کا حفظ کر رکھنا واجب ہے صاف بتا رہا ہے کہ اس کا تعلق صرف اُس صورت خواب سے ہرگز نہیں جو نادر الوقوع ہے۔

سادساً اس تفرقہ پر کوئی دلیل بھی نہیں،

اما ما ابداہ فی الغنیۃ اذ قال عدم الغسل فیما اذا کان منتشرا انما ھو اذا نام قائما اوقاعدا لعدم الاستغراق فی النوم عادۃ فلم یعارض سببیۃ الانتشار سبب اخر فحمل علی انہ ھو السبب وانما یتسبب عنہ المذی لا المنی والاضطجاع سبب الاسترخاء والاستغراق فی النوم الذی ھو سبب الاحتلام فعارض الانتشار فی السببیۃ فیحکم بسببیتہ للاحتلام وان البلل منی رق احتیاطا اھ[1] وتبعہ السید ان ط و ش۔

اور جو غنیہ میں ظاہر کیا ہے کہ غسل کا اس صورت میں نہ ہونا جب آلہ منتشر ہو یہ صرف اسی صورت میں ہے جبکہ کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر سویا ہو کیونکہ ان حالات میں عادۃً نیند میں استغراق نہیں ہوتا ہے تو انتشار کا سبب ہونا کسی دوسرے سبب کے معارض نہ ہوا تو یہ سمجھا گیا کہ یہی سبب ہے اور اس سے مذی ہی نکلتی ہے نہ کہ منی، اور اضطجاع سبب استرخاء اور سبب استغراق ہے نیند میں جو سبب احتلام ہے تو یہ چیز سبب ہونے میں انتشار کے معارض ہے، تو یہ سمجھا جائے گا کہ یہ احتلام کا سبب ہے اور منی پتلی پڑ گئی ہے، یہ حکم احتیاطاً ہے اھ اور سید ط و ش نے اس کی متابعت کی ہے۔

فاقول[2] لا متضح ولا متجہ فان النوم کیفما کان لیس سببا قویا للاحتلام کما بیناہ و انما ینتھض موجبا اذا اعتضد بسبب وسیط اوقریب والاضطجاع لا یسلب انعقاد سبب المذی قبل النوم بل یوکد خروج ماھیاہ ھو للخروج لتمام الاسترخاء فلو یثبت ان النوم احدث تلک البلۃ التی لا تنبعث الا عن شھوۃ فلم یبق الا مجرد المنام وھو

نہ تو یہ بات واضح ہے اور نہ اس کی کوئی دلیل ہے، کیونکہ نیند کیسی ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ ہم نے بیان کیا احتلام کا سبب قوی نہیں، یہ اُسی وقت سبب بن سکتا ہے جبکہ اس کے درمیان کوئی اور سبب بھی آجائے، اور اضطجاع نیند سے قبل مذی کے سبب کو منعقد ہونے سے نہیں روک سکتا ہے بلکہ اُس چیز کے نکلنے میں مُمد و مُعاون ثابت ہوتا ہے جس کو اس نے استرخاء کے کامل ہونے کی وجہ سے نکلنے

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی، موجبات الغسل ص ۴۳ سہیل اکیڈمی لاہور

Marfat.com

ولو مضطجعا ليس سببا قويا للاحتلام هذا على طريقتنا واما على طريقة الحلية فلان الانتشار قد استولى على المسبب بالسبق فلا وجه لقطع النسبة عنه الا بتذكر حلم او علم مني ولو يعهد الشرع ههنا فارقا بين نوم ونوم حتى يسقط الترجيح بالسبق لبعض الاوضاع دون بعض۔

کے لیے تیار کر دیا ہے، تو یہ ثابت نہ ہوا کہ نیند نے اس تری کو پیدا کیا ہے جو صرف شہوت سے ہی پی ہوتی ہے اب صرف نیند ہی رہ گئی، اور وہ خواہ اضطجا کے ساتھ ہو احتلام کا سبب قوی نہیں، یہ ہمارے طریقہ کے مطابق ہے اور حلیہ کے طرز پر اس طرح ہے کہ انتشار مسبب پر سبقت کی وجہ سے حاوی ہو گیا تو اس سے نسبت منقطع کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہاں احتلام یاد ہونے یا منی کا علم ہونے کی صورت میں ہو سکتی ہے اور شریعت نے یہاں دو نیندوں کے درمیان کوئی فرق نہیں رکھا ہے، اگر ایسا ہوتا تو بعض حالتوں میں نیند کو سبقت کی وجہ سے ترجیح دینا ختم ہو جاتا

لاجرم امام محقق ابن امیر الحاج نے حلیہ میں اس تفرقہ سے صاف انکار فرمایا،

حيث قال التفرقة غير ظاهر الوجه فلا جرم ان قال في الخانية اذا نام الرجل قائما او قاعدا او ماشيا فوجد مذيا كان عليه الغسل في قول ابي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى بمنزلة ما لو نام مضطجعا[1] اھ فاطلق في الكل فان تم تقييد وجوب الغسل بالانتشار لاحدى الاحوال المذكورة فكذا في باقيها والا فالكل على الاطلاق اذ لا يظهر بينها في ذلك افتراق[2] اھ ورجع العلامتان ط و ش فاثرا انكار الحلية هذا في حواشي المراقي والدر واقره۔

فرق کی وجہ ظاہر نہیں ہے، خانیہ میں کہا کہ اگر کو شخص کھڑے، بیٹھے یا چلتے ہوئے سویا اور مذ پائی تو اس پر غسل واجب ہے، یہ ابو حنیفہ او محمد کا قول ہے، اس کا وہی حکم ہے جو اضطجاع ک حالت میں سونے کا ہے اھ انہوں نے تمام کو مطل رکھا ہے تو اگر وجوب غسل کو مذکورہ احوال میں سے کسی ایک میں انتشار کے ساتھ مقید کرنا درست ہوتا تو باقی میں بھی ایسا ہی ہوتا ورنہ کل میں اطلاق ہونا چاہیے کیونکہ دونوں میں کوئی وجہ فرق موجود نہیں اھ اور دونوں علامہ یعنی ط اور ش نے رجوع کیا اور اس کو ترجیح دی کہ حلیہ نے اس کا انکا کیا ہے، یہ چیز مراقی اور دُر کے حواشی میں ہے، اسی کو دونوں نے برقرار رکھا ہے۔

اقول غيران في نقل ط وقع ههنا

"ط" نے جو نقل کی ہے اس میں کچھ خلل

۱؎ و ۲؎ حلیہ

Marfat.com

اخلال یوھم من لم یطالع الحلیۃ انہ کما انکر التفرقۃ انکر نفس الثنیا وحکم بوجوب الغسل علی الاطلاق حیث قال تحت قول الشرنبلالی اذا لم یکن ذکرہ منتشرا قبل النوم ماانصہ لم یفصل بین النوم مضطجعا وغیرہ کغیرہ وقال ابن امیر حاج التفرقۃ غیر ظاھرۃ الوجہ فالکل علی الاطلاق اذ لا یظھر بینھما افتراق[1] اھ فان المراد بالکل اوضاع النوم المذکورۃ وبالاطلاق فی کلام الحلیۃ وجوب الغسل سواء کان منتشرا قبلہ اولا وھو لم یجزم بھذا الاطلاق بل بناہ علی ان لایتم تقیید المسألۃ بما مر والا فالکل علی التقیید کما لا یخفی وما قدم من الایراد لم یجزم بہ ایضا انما قال لو قال قائل کذا لاحتاج الی الجواب[2] اھ فلیتنبہ لذلک وباللہ التوفیق ثم ان المحقق الحلبی فی الغنیۃ بعد ذکر مسألۃ الثنیا قال وھی تؤید قولھما فی وجوب الغسل اذا تیقن انہ مذی ولم یتذکر الاحتلام[3] اھ

جس نے حلیہ کا بذاتِ خود مطالعہ نہ کیا ہو اس کو وہم میں ڈال سکتا ہے، اور وُہ یہ ہے کہ جس طرح انہوں نے فرق کا انکار کیا ہے اسی طرح انہوں نے نفسِ استثناء کا بھی انکار کیا ہے اور انہوں نے علی الاطلاق وجوبِ غسل کا قول کیا ہے، وہ شرنبلالی کے قول "اذا لم یکن ذکرہ منتشرا" کے تحت کہتے ہیں دوسروں کی طرح انہوں نے اضطجاع کی حالت میں نینداور دوسری حالت میں نیند میں فرق کیا ہے، ابن الحاج نے فرمایا فرق غیر ظاہر ہے، اس لیے سب مطلق ہی ہے اھ کیونکہ کل سے مراد نیند کی مذکورہ حالتیں ہیں، اور حلیہ میں وجوبِ غسل مطلق ہے خواہ آلہ نیند سے قبل منتشر ہو یا نہ ہو، اور انہوں نے اس اطلاق پر جزم نہیں کیا ہے، بلکہ اس کو اسی پر مبنی قرار دیا ہے کہ مسئلہ کو گزشتہ قید سے مقید کرنا درست نہیں ورنہ تمام کو مقید کرنا ہوگا کما لایخفی، اور جو اعتراض گزرا ہے اس پر بھی جزم نہیں کیا ہے، یہ کہا کہ اگر کوئی کہنے والا ایسا کہے تو جواب کی ضرورت ہوگی اھ فلیتنبہ لذلک وباللہ التوفیق۔ پھر محقق حلبی نے پہلے استثناء کا مسئلہ ذکر کیا ہے پھر فرمایا ہے یہ بھی طرفین کے وجوبِ غسل کے حکم کی تائید کرتا ہے، بشرطیکہ اس کو مذی کا یقین ہو اور احتلام یاد نہ ہو اھ

اقول انما ھی عن محمد وانما تبتنی

اقول یہ صرف محمد سے منقول اور شیخین کے قول پر

---

[1] طحطاوی علی مراقی الفلاح موجبات الغسل ص ۵۸ مطبعۃ ازہریہ مصر [2] حلیہ
[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی ،، ص ۴۳ سہیل اکیڈمی لاہور

Marfat.com

علی قولھما فکیف یؤید الشئ بنفسه ھذا و
اذ قد خرجت العجالة فی صورة رسالة فلنسمہا
الاحکام والعلل فی اشکال الاحتلام
والبلل حامدین ﷲ علی ما علم ومصلین
علی ھذا الحبیب الاکرم صلی ﷲ تعالٰی
علیه واٰله وصحبه وبارك وسلم۔

ملتی ہے تو ایک چیز خود ہی اپنے آپ سے کیسے تائید پاسکتی ہے؟ ھذا، اب چونکہ یہ تحریر ایک رسالہ کی شکل اختیار کرگئی ہے اس لیے اس کا نام الاحکام والعلل فی اشکال الاحتلام والبلل رکھتے ہیں حامدین ﷲ علی ما علم ومصلین علی ھذا الحبیب الاکرم صلی ﷲ تعالٰی علیه واٰله وصحبه وبارك وسلم۔ (ت)

Marfat.com

فتوٰی مسمّٰی بہ

۲۷ ھ ۱۳
بارق النور فی مقادیر ماء الطھور

پاکی کے پانی کی مقداروں میں چمکتا ہوا نور (ت)

مسئلہ ۱۷ ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وضو وغسل میں پانی کی کیا مقدار شرعاً معین ہے بیّنوا توجروا ۔

الجواب

ہم قبل بیان احادیث صاع و مُد و رطل کی مقادیر بیان کریں کہ فہم معنے آسان ہو صاع ایک پیمانہ ہے چار مُد کا ، اور مُد کہ اُسی کو مَن بھی کہتے ہیں ہمارے نزدیک ۲ دو رطل ہے اور ایک رطل شرعی یہاں کے روپے سے ۳۶ چھتیس روپے بھر کہ رطل ۲۰ بیس استار ہے اور استار ساڑھے چار مثقال اور مثقال ساڑھے چار ماشے اور یہ انگریزی روپیہ سوا گیارہ ماشے یعنی ڈھائی مثقال تو رطل شرعی کہ ۹۰ نوّے مثقال ہوا ڈھائی پر تقسیم کیے سے ۳۶ چھتیس آئے تو صاع کہ ہمارے نزدیک آٹھ رطل ہے ایک ۲۸۸ سو اٹھاسی روپے بھر ہوا یعنی رامپور کے سیر سے کہ ۹۶ چھیانوے روپے بھر کا ہے پورا تین سیر اور مُد تین پاؤ ۔ اور امام ابو یوسف و ائمہ ثلٰثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک صاع پانچ رطل اور ایک ثلث رطل کا ہے اور اس پر اجماع ہے کہ چار مُد کا ایک صاع ہے تو اُن کے نزدیک مُد ایک رطل اور ایک ثلث رطل ہوا یعنی رامپوری سیر سے آدھ سیر اور صاع دو سیر ۔ اس بحث کی زیادہ تحقیق فتاوٰی فقیر سے کتاب الصوم وغیرہ میں ہے ۔ اب حدیثیں سُنیے ، صحیحین میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے :

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یغتسل بالصاع الی خمسة امداد ویتوضأ بالمد[1]۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک صاع سے پانچ مُد تک غسل فرماتے تھے اور ایک مُد پانی سے وضو فرماتے تھے ۔

---

[1] جامع للبخاری ، باب الوضوء بالمُد ۱/۳۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

Marfat.com

صحیح مسلم و مسند احمد و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ و شرح معانی الآثار امام طحاوی میں حضرت سفینہ اور مسند احمد و سنن ابی داؤد و ابن ماجہ و طحاوی میں بسند صحیح حضرت جابر بن عبداللہ نیز انھیں کتب میں بطرق کثیرہ ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے:

كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يتوضأ بالمد ويغتسل بالصاع[1]۔ — رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک مُد سے وضو اور ایک صاع سے غسل فرماتے۔

اکثر احادیث اسی طرف ہیں اور انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث امام طحاوی کے یہاں یُوں ہے:

كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يتوضأ من مد فيسبغ الوضوء وعسى ان يفضل منه الحديث[2]۔ — رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک مُد سے تمام و کمال وضو وسعت و فراغت کے ساتھ فرمالیتے اور قریب تھا کہ کچھ پانی بچ بھی رہتا، الحدیث۔

اور ابویعلٰی وطبرانی وبیہقی نے ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسندِ ضعیف روایت کیا:

ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم توضأ بنصف مُد[3]۔ — رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نصف مُد سے وضو فرمایا۔

سنن ابی داؤد و نسائی میں اُمِ عمارہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے:

ان النبی صلى الله تعالى عليه وسلم توضأ فاتى باناء فيه ماء قدر ثلثي المد[4]۔ — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمانا چاہا تو ایک برتن حاضر لایا گیا جس میں دو تہائی مُد کے قدر پانی تھا۔

نسائی کے لفظ یہ ہیں:

فاتى بماء فی اناء قدر ثلثي المد[5]۔ — ایک برتن میں کہ دو ثلث مُد کے قدر تھا پانی حاضر کیا گیا۔

ابن خزیمہ وابن حبان وحاکم کی صحاح میں عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

انه رأى النبی صلى الله تعالى عليه وسلم — انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا

---

[1] سنن ابی داؤد، باب مایجزئ من الماء ۱/۱۳ مطبوعہ مجتبائی لاہور

[2] شرح معانی الآثار، باب وزن الصاع کم ہو ۱/۳۰۶ سعید کمپنی کراچی

[3] بحوالہ مجمع الزوائد، باب مایکفی من الماء للوضوء ۱/۲۱۹ مطبوعہ بیروت

[4] سنن ابی داؤد، باب الوضوء بالمد ۱/۱۳ مجتبائی لاہور

[5] سنن نسائی، باب القدر الذی یکتفی بہ الرجل ۱/۲۴ نور محمد کراچی

Marfat.com

توضأ بثلث مد عه [1]

کہ ایک تہائی مُد سے وضو فرمایا۔

اقول احادیث سے ثابت ہے کہ وضو میں عادت کریمہ تثلیث تھی یعنی ہر عضو تین بار دھونا، اور کبھی دو دو بار بھی اعضاء دھوئے۔

رواہ البخاری عن عبداللہ بن زید و ابوداؤد والترمذی وصححہ و ابن حبان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ مرتین مرتین [2]۔

اس کو بخاری نے عبداللہ بن زید سے روایت کیا، اور ابوداؤد وترمذی نے روایت کیا اور اس کو صحیح قرار دیا، اور ابن حبان نے ابی ہریرہ سے روایت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو مرتبہ وضو فرمایا۔ (ت)

اور کبھی ایک ہی ایک بار دھونے پر قناعت فرمائی۔

رواہ البخاری والدارمی وابوداود والنسائی والطحاوی وابن خزیمۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال توضأ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مرۃ مرۃ [3] وبمثلہ رواہ الطحاوی عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما وروی ایضا عن امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ قال رایت رسول اللہ صلی اللہ

اس کو بخاری، دارمی، ابوداؤد، نسائی، طحاوی، اور ابن خزیمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک مرتبہ وضو فرمایا، اور اسی جیسی روایت طحاوی نے عبداللہ بن عمر سے اور حضرت عمر سے مروی ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک مرتبہ وضو فرمایا، اور ابو رافع سے روایت ہے کہ انہوں نے

عه ھکذا عزاھم الزرقانی فی شرح المواھب وقد احتاط فنص علی الضبط قائلا ثلث بالافراد اھ ونقل البعض عن ابن خزیمۃ وحبان بنحو ثلثی مد بالتثنیۃ وان الحافظ ابن حجر قال فی الثلث لم اجدہ کذا قال واللہ تعالٰی اعلم اھ منہ۔ (م)

زرقانی نے شرح مواہب میں ان کی طرف اسی طرح منسوب کیا اور احتیاط برتی تو ثلث مفرد ذکر کرتے ہوئے ضبط پر نص۔ اور ابن خزیمہ اور ابن حبان سے بعض نے ثُلُثی مُد تثنیہ نقل کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے فرمایا مجھے ثلث والی روایت نہیں ملی جیسا کہ انہوں نے فرمایا، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

[1] المستدرک للحاکم، مایجزی من الماء للوضوء مطبوعہ بیروت ١/١٦١
[2] جامع للبخاری، باب الوضوء مرتین مرتین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ١/٢٧
[3] ایضاً

Marfat.com

تعالٰی علیہ وسلم توضأ مرۃ مرۃ وعن ابی رافع رضی اللہ تعالٰی عنہ قال رایت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ ثلثا ثلثا ورایتہ غسل مرۃ مرۃ[1]۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک مرتبہ وضو کیا، ابو رافع رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین تین مرتبہ وضو کرتے دیکھا اور ایک ایک مرتبہ وضو کرتے ہُوئے بھی دیکھا۔

غالبًا جب ایک ایک بار اعضائے کریمہ دھوئے تہائی مُد پانی خرچ ہُوا اور دو دو بار میں دو تہائی اور تین تین بار دھونے میں پُورا مُد خرچ ہوتا تھا۔

فان قلت لیس فی حدیث ام عمارۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ بثلثی مد انما فیہ اتی بماء فی اناء قدر ثلثی مد۔

اگر یہ کہا جائے کہ ام عمارہ کی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو تہائی مُد سے وضو کیا اس میں صرف یہ ہے کہ آپ کے پاس ایک ہنڈیا میں دو تہائی مُد پانی لایا گیا۔

قلت لیس غرضہا منہ الا بیان قدر ما توضأ بہ والا کان ذکر قدر الماء والاناء فضلا لا طائل تحتہ علی انہا لو تذکر طلبہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم زیادۃ فافاد فحواہ انہ اجتزأ بہ ولعل ھذا ھو الباعث للعلامۃ الزرقانی اذ یقول فی شرح المواہب لابی داود عن ام عمارۃ انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ بثلثی مد[2] اھ والا فلفظ ابی داود ما قد سقتہ لك۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی غرض اس سے صرف اس مقدار کا بیان ہے جو وضو کے لیے کافی ہے ورنہ پانی کی مقدار اور برتن کا ذکر فضول اور بے فائدہ ہوتا، علاوہ ازیں انہوں نے یہ بھی ذکر نہیں کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ پانی طلب فرمایا اس لیے کلام کے فحوٰی سے معلوم ہوا کہ آپ نے اسی پانی پر اکتفاء کیا، اس لیے علامہ زرقانی نے ابوداؤد کی شرح مواہب میں فرمایا کہ ام عمارہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو تہائی مُد سے وضو فرمایا اھ ورنہ تو ابوداؤد کے الفاظ وہی ہیں جو میں نے بیان کیے۔ (ت)

بالجملہ وضو میں کم سے کم تہائی مُد اور زیادہ سے زیادہ ایک مُد کی حدیثیں آئی ہیں اور حدیث ربیّع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ تعالٰی عنہا:

---

[1] شرح معانی الآثار، باب الوضوء للصلوٰۃ مرۃ مرۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۸

[2] شرح مواہب الزرقانی، مقدار ما کان علیہ الصلوٰۃ والسلام یتوضؤ مطبوعہ مصر ۷/۲۸۸

Marfat.com

وضاءت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی اناء نحو من ھذا الاناء وھی تشیر الی رکوۃ تاخذ مدا او مدا وثلثا رواہ سعید بن منصور فی سننہ وفی لفظ لبعضھم یکون مدا او مدا و ربعا واصل الحدیث عنہا فی السنن الاربعۃ۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس برتن کی طرح کے برتن سے وضو کرایا، انہوں نے چمڑے کے ایک چھوٹے برتن کی طرف اشارہ کیا جس میں ایک مُدیا ایک مُد اور تہائی مُد آسکتا تھا اس کو سعید بن منصور نے اپنی سنن میں روایت کیا، اور بعض نے روایت کیا کہ وہ ایک مُد یا ایک مُد اور چوتھائی مُد تھا، اور ان کی اصل روایت سنن اربعہ میں موجود ہے۔ت

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس برتن سے وضو فرمایا جس میں ایک مُد یا سوا مُد، اور دُوسری روایت میں ہے کہ ایک مُد یا ایک مُد اور تہائی مُد پانی تھا، تو یہ مشکوک ہے اور شک سے زیادت ثابت نہیں ہوتی۔ ہاں صحیحین وسنن ابی داؤد و نسائی یا طحاوی میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ایک حدیث یُوں ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتوضأ بمکوك ویغتسل بخمسۃ مکاکی۔[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مکوک سے وضو اور پانچ سے غسل فرماتے۔

مکوک تین کیلہ ہے اور کیلہ نصف صاع تو مکوک ڈیڑھ صاع ہوا کما فی الصحاح والقاموس وغیرھما فی اقاویل اخر اور ایک صاع کو بھی کہتے ہیں بعض علماء نے حدیث میں یہی مراد لی تو وضو کے لیے چار مُد ہو جائیں گے مگر راجح یہ ہے کہ یہاں مکوک سے مُد مراد ہے جیسا کہ خود انھی کی دیگر روایات میں تصریح ہے والروایات تفسر بعضھا بعضا۔ امام طحاوی نے فرمایا:

احتمل ان یکون اراد بالمکوك المد لانھم کانوا یسمون المد مکوکا۔[3]

یہ احتمال ہے کہ مکوک سے مراد مُد ہی ہو، کیونکہ وہ مُد کو مکوک کہتے تھے۔(ت)

نہایہ ابن اثیر جزری میں ہے:

اراد بالمکوك المد وقیل الصاع والاول اشبہ لانہ جاء فی حدیث اخر مفسرا بالمد والمکوك اسم للمکیال ویختلف مقدارہ باختلاف

مکوک سے مُد مراد ہے، ایک قول یہ ہے کہ صاع ہے، اور پہلا زیادہ صحیح ہے کیونکہ دوسری حدیث میں مکوک کی تفسیر مُد سے کی گئی ہے، اور مکوک پیمانہ ہے جس کی

---

[1] سنن سعید بن منصور

[2] سنن نسائی، ذکر المقدار الذی یکتفی بہ الرجل من الماء سلفیہ لاہور ۱/ ۲۹

[3] شرح معانی الآثار، وزن الصاع کم ھو ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۷۷

Marfat.com

اصطلاح الناس علیہ فی البلاد[1] مقدار مختلف شہروں میں لوگوں کے عرف کے باعث مختلف ہوتی ہے۔ ت

رہا غسل، اُس میں کمی کی جانب یہ حدیث ہے کہ صحیح مسلم میں اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے کہ

انہا کانت تغتسل ھی والنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی اناء واحد یسع ثلثۃ امداد او قریبا من ذلک[2]۔ وہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک برتن میں کہ تین مُد یا اس کے قریب کی گنجائش رکھتا نہا لیتے۔

اس کے ایک معنی یہ ہوتے ہیں کہ دونوں کا غسل اُسی تین مُد پانی سے ہوجاتا تو ایک غسل کو ڈیڑھ ہی مُد رہا مگر علماء نے اسے بعید جان کر تین توجیہیں فرمائیں:

اوّل یہ کہ ہر ایک کے جُداگانہ غسل کا بیان ہے کہ حضور اُسی ایک برتن سے جو تین مُد کی قدر تھا غسل فرمالیتے اور اسی طرح میں بھی،

ذکرہ الامام القاضی عیاض فانقلت فعلی ھذا یضیع قولہا فی اناء واحد فانما قصدھا بہ افادۃ اجتماعہما معہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الغسل من اناء واحد کما افصحت بہ فی الروایۃ الاخری کنت اغتسل انا ورسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اناء واحد تختلف ایدینا فیہ من الجنابۃ رواہ[3] الشیخان وفی اخری لمسلم من اناء بینی وبینہ واحد فیبادرنی حتی اقول دع[4] لی وللنسائی من اناء واحد یبادرنی وابادرہ حتی یقول دعی لی وانا اقول دع[5] لی۔

اس کو امام قاضی عیاض نے ذکر کیا، اگر یہ کہا جائے کہ اس طرح ان کا قول فی اناء واحد ضائع ہوجائے گا کیونکہ ان کی مراد اس سے یہی ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اکٹھے ایک ہی برتن سے غسل کیا کرتی تھیں، خود انہوں نے دوسری روایت میں اس کی صراحت کرتے ہوئے فرمایا میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسلِ جنابت کرتے تھے اور ہم دونوں کے ہاتھ اُس برتن میں پڑتے تھے، اس کو شیخین نے روایت کیا۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ وہ برتن میرے اور آپ کے درمیان ہوتا تھا، آپ مجھ سے سبقت کی کوشش فرماتے تھے

---

[1] نہایہ ابن اثیر باب الجیم مع الکاف مطبع اسلامیہ بیروت ۴/ ۲۵۰

[2] صحیح مسلم، القدر المستحب من الماء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۴۸

[3] ایضاً

[4] ایضاً

[5] سنن النسائی، باب اغتسال الرجل والمرأۃ مکتبۃ السلفیہ لاہور ۱/ ۴۶

Marfat.com

اور میں کہتی تھی میرے لیے چھوڑیے، اور نسائی میں ہے ایک ہی برتن سے آپ مجھ سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے اور میں آپ سے، آپ مجھ سے کہتے میرے لیے چھوڑو اور میں آپ سے کہتی میرے لیے چھوڑیے۔ت

قلت لایلزمان لا ترید بھذا اللفظ کلما تکلمت بہ الاھذہ الافادۃ فقد ترید ھھنا ان ذلک الاناء الواحد کان یکفیہ اذا اغتسل ولایطلب زیادۃ ماء وکذلک انا اذا اغتسلت۔

ان کا یہ مقصد نہیں کہ وہ جب بھی غسل کرتی تھیں انہی کلمات کو ادا کرتی تھیں، کیونکہ ان کا یہ بھی قول ہے کہ یہ برتن ان کو کافی ہوجاتا جب وہ غسل فرماتے اور اس سے زیادہ کا آپ مطالبہ نہ فرماتے تھے اور میں بھی غسل کرتے وقت اسی طرح کرتی۔ (ت)

دوم یہاں مُد سے صاع مراد ہے۔

قالہ ایضاً صرفالہ الی وفاق حدیث الفرق الاٰتی فانہ ثلثۃ اٰصع واقرہ النووی۔

یہ بھی فرمایا تاکہ اس سے حدیث میں تطبیق ہوسکے کہ آئندہ حدیث میں "فرق" ہے جو تین صاع ہوتا ہے، اور اس کو نووی نے برقرار رکھا ہے۔ت

اقول یہ اُس کا محتاج[۱] ہے کہ مُد بمعنی صاع زبان عرب میں آتا ہو اور اس میں سخت تامل ہے صحاح وصراح ومختار وقاموس وتاج العروس لغات عرب ومجمع البحار ونہایہ ومختصر السیوطی لغات حدیث وطلبۃ الطلبہ ومصباح المنیر لغاتِ فقہ میں فقیر نے اس کا پتا نہ پایا اور بالفرض کہیں شاذ نادر ورود ہو بھی تو اُس پر حمل تجویز بے قرینہ سے کچھ بہتر نہیں۔

اما جعل امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز المد ثلثۃ امداد فحادث لایحمل علیہ کلام ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

بہرحال امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز کا مُد کو تین مُد قرار دینا یہ نئی چیز ہے حضرت عائشہ کے کلام کو اس پر محمول نہیں کیا جاسکتا ہے۔

سوم یہ کہ حدیث میں زیادہ کا انکار نہیں حضور و اُم المومنین معاً تین مُد سے نہاتے ہوں اور جب پانی ختم ہوچکا اور زیادہ فرمالیا ہو،

ابداہ الامام النووی حیث قال یجوز انیکون وقع ھذا فی بعض الاحوال وزادلہ لما فرغ[۱]

اس کو امام نووی نے ظاہر کیا اور فرمایا کہ ممکن ہے کہ یہ چیز بعض احوال میں ہو اور ان دونوں نے زیادہ کیا "جب فارغ ہو"۔

اقول یہ بھی بعید[۲] ہے کہ اس تقدیر پر ذکر مقدار عبث وبیکار ہوا جاتا ہے تو قریب تر وہی توجیہ اول ہے۔

---

[۱] شرح المسلم للنووی مع المسلم باب القدر المستحب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۴۸

Marfat.com

وانا اقول لوحمل على الاشتراك لم يمتنع فقد قدمنا رواية انه صلى الله تعالى عليه وسلم توضا بنصف مد وروي عن الامام محمد رحمه الله تعالى انه قال ان المغتسل لا يمكن ان يعم جسده باقل من مد[1] ذكره العينی فی العمدة فافاد امكان تعميم الجسد بمد فكان المجموع مدا ونصفا والله تعالى اعلم۔

اقول اگر اسے اشتراک پر محمول کیا جائے تو ممتنع نہ ہوگا، کی
یہ روایت ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ حضور اکرم صل
علیہ وسلم نے آدھے مُد سے وضو کیا اور امام محمد سے
ہے کہ غسل کرنے والے کے لیے یہ ممکن نہیں ہے
اپنا تمام جسم ایک مُد سے کم میں دھولے۔ اس کو عی
نے عمدہ میں ذکر کیا اور فرمایا ایک مُد سے پورا جس
دھویا جا سکتا ہے تو مجموعہ ایک مُد اور آدھا مُد
واللہ تعالٰی اعلم۔

اور جانب زیادت میں اس قول کی تضعیف تو اوپر گزری کہ مکوک سے صاع مراد ہے جس سے غسل کے لیے پانچ صا
ہوجائیں۔ ہاں موطائے مالک وصحیح مسلم وسنن ابی داؤد میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے:

ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان يغتسل من اناء واحد هو الفرق من الجنابة[2]۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے غسلِ جن
فرماتے تھے اور وہ فَرَق تھا۔

فَرَق میں اختلاف ہے اکثر تین صاع کہتے ہیں اور بعض دو صاع،

ففي الحديث عند مسلم قال سفين والفرق ثلثة اصع[3] وكذلك هو نص الامام الطحاوی وقال النووی كذا قاله الجماهير[4] اه قال العينی وقيل صاعان[5] اه وقال الامام نجم الدين النسفی فی طلبة الطلبة هو اناء ياخذ ستة عشر رطلا[6] وهكذا فی نهاية ابن الاثير

مسلم کی روایت ہے کہ سفیان نے کہا کہ فرق تین صاع۔
امام طحاوی نے یہی صراحت کی ہے، اور نووی
فرمایا جمہور کا یہی قول ہے اھ عینی وغیرہ نے کہا کہ دو صا
اور نجم الدین نسفی نے طلبۃ الطلبۃ میں فرمایا فَرَق میں
رطل سمانے ہیں اھ نہایہ ابن اثیر، صحاح جوہ
میں یہی ہے اور یہی طلبۃ میں قتبی سے منقول

[1] عمدۃ القاری، الوضوء بالمد ادارۃ الطباعۃ مصر ۳/ ۹۵
[2] سنن ابی داؤد، المقدار الماء الذی الخ مجتبائی لاہور ۱/ ۳۱
[3] صحیح مسلم، المقدار المستحب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۴۸
[4] شرح المسلم للنووی، باب القدر المستحب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۴۸
[5] عمدۃ القاری، باب غسل الرجل مع امرأتہ الخ ادارۃ الطباعۃ مصر ۳/ ۱۹۵
[6] الصحاح للجوہری، فَرَق بیروت ۴/ ۱۵۴۰

Marfat.com

وصحاح الجوہری وکذا نقلہ فی الطلبۃ عن القتبی ونقل عن شرح الغریبین انہ اثنا عشر مدا[1] اھ وقال ابوداؤد سمعت احمد بن حنبل یقول الفرق ستۃ عشر رطلا[2] و نقل الحافظ فی الفتح عن ابی عبد اللہ الاتفاق[3] علیہ وعلی انہ ثلثۃ اصع قال لعلہ یرید اتفاق اھل اللغۃ[3] اھ

اور شرح غریبین میں ہے کہ یہ بارہ مُد ہے اھ اور ابوداؤد نے کہا کہ میں نے احمد بن حنبل کو کہتے سُنا کہ فَرَق سولہ رطل ہوتا ہے، اور حافظ نے فتح میں ابوعبداللہ سے اس پر اتفاق نقل کیا ہے اور اس پر بھی کہ یہ تین صاع ہوتا ہے اور کہا کہ شاید ان کی مراد یہ ہے کہ اس پر اہلِ لغت کا اتفاق ہے اھ ت

اقول ویترائی لی ان لاخلف فان ستۃ عشر رطلا صاعان بالعراق وثلثۃ اصوع بالحجاز۔

مجھے ایسا لگتا ہے کہ اس میں کوئی مخالفت نہیں کہ سولہ رطل کے عراق میں دو صاع ہوتے ہیں اور حجاز میں تین صاع ہوتے ہیں۔ ت

امام نووی اس حدیث سے یہ جواب دیتے ہیں کہ پورے فَرَق سے تنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا غسل فرمانا مراد نہیں کہ یہی حدیث صحیح بخاری میں یوں ہے:

کنت اغتسل انا والنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اناء واحد من قدح یقال لہ الفرق[4]۔

میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک برتن سے نہاتے وہ ایک قدح تھا جسے فَرَق کہتے۔

اقول یہ لفظ اجتماع میں نص نہیں،

کما قدمنا فلا ینبغی الجزم بان الانفراد غیر مراد بل لقائل ان یقول مخرج الحدیث الزھری عن عروۃ عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا فروی عن الزھری مالک ومن طریقہ مسلم وابوداؤد باللفظ الاول وابن ابی ذئب عند البخاری والطحاوی باللفظ الثانی

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا تو اس پر جزم نہیں کرنا چاہیے کہ انفراد مراد نہیں ہے بلکہ کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ یہ حدیث زہری سے مروی ہے وہ عروہ سے وہ سیدہ عائشہ سے روایت کرتے ہیں اور زہری سے مالک نے روایت کی، اور انہی کی سند سے مسلم اور ابوداؤد نے پہلے لفظوں سے روایت کی، اور بخاری نے ابن ابی ذئب

---

[1] شرح الغریبین

[2] سنن ابی داؤد، المقدار الذی یجزی بہ الغسل — مجتبائی لاہور ۱/۳۱

[3] فتح الباری شرح بخاری، غسل الرجل مع امرأتہ — مصطفٰی البابی مصر ۱/۳۷۸

[4] جامع للبخاری " — قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۹

Marfat.com

تابعه معمر وابن جریج عند النسائی و
جعفر بن برقان عند الطحاوی و روی
عنه اللیث عند النسائی وسفین بن عیینة
عنده وعند مسلم بلفظ کان رسول الله صلی
الله تعالی علیه وسلم یغتسل فی القدح و
هو الفرق وکنت اغتسل انا وهو فی الاناء
الواحد ولفظ سفین من اناء واحد[1] فیشبه
ان تکون ام المؤمنین رضی الله تعالی
عنها اتت بحدیثین اغتساله صلی الله تعالی
علیه وسلم من الفرق واغتسالهما من اناء
واحد فاقتصر منهما مالك علی الحدیث الاول
وجمع بینهما ابن ابی ذئب ومتابعوه واتی
بهما سفین واللیث مفصلین والله تعالی اعلم.

ہے اور طحاوی نے دوسرے الفاظ سے روایہ
اور اس کی متابعت معمر اور ابن جریج نے کی، ن
نزدیک اور جعفر بن برقان نے طحاوی کے نز
اور اُن سے لیث نے نسائی کے نزدیک اور س
بن عیینہ نے نسائی کے نزدیک اور مسلم نے ان الف
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے غسل
جس کو قدح کہا جاتا ہے اور وہ فَرَق ہے او
آپ ایک ہی برتن سے غسل کر لیا کرتے تھے او
کے لفظ یہ ہیں کہ "ایک برتن سے" تو ممکن
ام المومنین نے دونوں حدیثیں روایت کی ہ
یعنی ایک فَرَق سے غسل کی اور ایک برتن سے
تو مالک نے پہلی حدیث پر اکتفا کر لیا ہو اور ا
اور اُس کے متابعین نے ان دونوں کو جمع کر د
اور لیث اور سفیان نے اِن دونوں کو مفصل بیان کیا ہو واللہ تعالٰی اعلم۔ ت

امام طحاوی فرماتے ہیں حدیث میں صرف برتن کا ذکر ہے کہ اس ظرف سے نہلتے بھرا ہونا نہ ہونا مذ
اقول صرف برتن کا ذکر قلیل الجدوی ہے اس سے ظاہر مفاد وہی مقدار آب کا ارشاد ہے خ
حدیث لیث وسفیان میں لفظ فی سے تعبیر کہ ایک قدح میں غسل فرماتے اذ من المعلوم ان لیس ا
الظرفیة اور حدیث مالک میں لفظ واحد کی زیادت اذ من المعلوم ان لیس المراد نفی الغ
من غیرہ فقط بہرحال اس قدر ضرور ہے کہ حدیث اس معنے میں نص صریح نہیں زیادت کا صریح نص اُس
جو حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ میں گزرا کہ پانچ مُد سے غسل فرماتے اور پھر بھی اکثر و اشہر وہی وضو میں ایک
غسل میں ایک صاع ہے اور احادیث کے ارشادات قولیہ تو خاص اسی طرف ہیں امام احمد[ع] و ابو بکر بن ابی ش

---

[1] صحیح مسلم، المقدر المستحب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۴۸

ع زعم شیخ الوهابیة الشوکانی ان الحدیث اخرجه ایضا ابوداؤد وابن ماجة بنحوه **اقول**

وہابیوں کے شیخ شوکانی کا گمان ہے کہ ابوداؤد و ا
نے اسی طرح کی حدیث روایت کی ہے، میں کہ
(باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

عبد بن حمید و اثرم و حاکم و بیہقی جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یجزئ من الغسل الصاع و من الوضوء المد[۱] — غسل میں ایک صاع اور وضو میں ایک مُد کفایت کرتا ہے۔

ابن ماجہ سنن میں حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یجزئ من الوضوء مد و من الغسل صاع[۲] — وضو میں ایک مُد غسل میں ایک صاع کافی ہے۔

طبرانی معجم اوسط میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فذکر مثل حدیث عقیل غیرانہ قال فی مکان من فی الموضعین[۳] — عقیل کی حدیث کے مثل ذکر کی سوائے اس کے کہ طبرانی میں دونوں جگہ من کی جگہ فی کا ذکر کیا ہے۔ (ت)

امام احمد عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یکفی احدکم مد من الوضوء[۴] — تم میں ایک شخص کے وضو کو ایک مُد بہت ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کذب علی ابی داؤد و اخطاء علی ابن ماجۃ فان اباداؤد لم یخرجہ اصلا انما عندہ عن جابر کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یغتسل بالصاع ویتوضاء بالمد و ابن ماجۃ لم یخرجہ عن جابر بن عبد اللہ بل عن عبد اللہ بن محمد بن عقیل بن ابیطالب رضی اللہ تعالٰی عنھم اھ منہ۔ (م)

ابوداؤد پر جھوٹ بولا اور ابن ماجہ پر غلطی کی ابوداؤد نے اس کی بالکل تخریج نہیں کی انھوں نے جابر سے جو روایت کی وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک صاع سے غسل فرماتے اور ایک مُد سے وضو فرماتے ابن ماجہ نے اس کی روایت جابر بن عبد اللہ سے نہیں کی بلکہ عبد اللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہم سے کی۔ (ت)

---

[۱] السنن الکبرٰی استحباب ان لاینقص فی الوضوء بیروت ۱/۱۹۵

[۲] سنن ابن ماجہ، باب ماجاء فی مقدار الماء مجتبائی لاہور ۱/۲۴

[۳] بحوالہ مجمع الزوائد، باب مایکفی من الماء بیروت ۱/۲۱۹

[۴] مسند امام احمد، من مسند انس رضی اللہ عنہ مکتبہ اسلامی بیروت ۳/۲۶۲

[۵] وعزاہ الامام الجلیل فی الجامع الصغیر — امام سیوطی نے جامع الصغیر میں جامع ترمذی کی طرف

Marfat.com

ابونعیم معرفۃ الصحابہ میں ام سعد بنت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الوضوء مد والغسل صاع[1] وضو ایک مُد اور غسل ایک صاع ہے۔

اقول اب یہاں چند امر تنقیح طلب ہیں:

امر اوّل صاع اور مُد باعتبار وزن مراد ہیں یعنی دو اور آٹھ رطل وزن کا پانی ہو کہ رامپور کے سیر سے وضو میں پاؤ اور غسل میں تین سیر پانی ہوا اور امام ابو یوسف و ائمہ ثلثہ کے طور پر وضو میں آدھ سیر اور غسل میں دو سیر اور جانب وضو میں پونے تین چھٹانک سے بھی کم اور غسل میں ڈیڑھ ہی سیر یا باعتبار کیل و پیمانہ یعنی اتنا پانی کہ ناج کے پیمانہ مد یا صاع کو بھر دے ظاہر ہے کہ پانی ناج سے بھاری ہے تو پیمانہ بھر پانی اُس پیمانے کے رطلوں سے وزن میں زائد ہوگا کلمات ائمہ میں معنی دوم کی تصریح ہے اور اسی طرف بعض روایات احادیث ناظر امام عینی عمدۃ القاری شرح بخاری میں فرماتے ہیں:

باب الغسل بالصاع ای بالماء قدر ملء الصاع[2] باب الغسل بالصاع یعنی ایک صاع پانی کی مقدار

امام ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

المراد من الروایتین ان الاغتسال وقع بملء الصاع من الماء[3] دونوں روایتوں سے مراد یہ ہے کہ غسل پانی کا ایک صاع بھر کر برتن سے ہوا۔ ت

امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

لجامع الترمذی بلفظ یجزئ فی الوضوء رطلان من ماء قال المناوی اسنادہ ضعیف اھ لکن العبد الضعیف لم یرہ فی ابواب الطھارۃ من الجامع فاللہ تعالٰی اعلم اھ منہ غفرلہ (م)

ان الفاظ کے ساتھ حدیث منسوب کی یجزئ فی الوضوء رطلان من الماء مناوی نے کہا اس کی سند میں ضعف ہے لیکن فقیر نے جامع ترمذی کے ابواب الطھارۃ میں اسے نہیں پایا تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[1] سنن ابن ماجہ باب ما جاء فی مقدار الماء مجتبائی لاہور ۱/۲۴

[2] عمدۃ القاری، الغسل بالصاع " " " " ۳/۱۹۶

[3] فتح الباری، " مصطفی البابی مصر ۱/۳۷۹

Marfat.com

ای بالماء الذی ھو قدر ملء الصاع[1]۔ یعنی وُہ پانی جو ایک صاع بھر مقدار میں ہوتا تھا۔

نیز عمدۃ القاری میں حدیث طحاوی مجاہد سے بایں الفاظ ذکر کی:

قال دخلنا علی عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا فاستسقی بعضنا فاتی بعس قالت عائشۃ کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یغتسل بملء ھذا قال مجاھد فحزرتہ فیما احزر ثمانیۃ ارطال تسعۃ ارطال عشرۃ ارطال قال و اخرجہ النسائی فقال حزرتہ ثمانیۃ ارطال من دون شك[2]۔

ہم حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم سے کسی نے پانی طلب کیا تو اسے پانی ایک تن میں پیش کیا گیا، حضرت عائشہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بھر کر غسل فرماتے تھے حضرت مجاہد فرماتے ہیں میں نے اس کا اندازہ لگایا تو وہ آٹھ رطل، نو رطل، دس رطل تھا' کہا کہ اس کو نسائی نے ذکر کیا اور کہا کہ میں نے اس کا اندازہ آٹھ رطل یقینی طور پر لگایا۔

اقول ظاہر ہے کہ پیمانے ناج کے لیے ہوتے ہیں پانی مکیل نہیں کہ اُس کے لیے کوئی مُد و صاع جُدا موضوع ہوں

بل نص علماؤنا انہ قیمی فاذن لا ھو مکیل و لا موزون۔ بلکہ ہمارے علماء نے تصریح کی ہے کہ یہ قیمت والی چیز ہے تو یہ نہ مکیل ہے نہ موزون۔

تو اندازہ نہ بتایا گیا مگر اُنھیں مُد و صاع سے جو ناج کے لیے تھے اور کسی برتن سے پانی کا اندازہ بتایا جائے تو اُس سے یہی مفہوم ہوگا کہ اُس بھر پانی نہ یہ کہ اس برتن میں جتنا ناج آئے اس کے وزن کے برابر پانی،

وھذا ظاھر جدا افاند فع ما وقع للعلامۃ علی القاری فی المرقاۃ شرح المشکوۃ حیث قال تحت حدیث انس کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتوضأ بالمد ویغتسل بالصاع المراد بالمد والصاع وزنا لا کیلا[3] اھ فھذا قیلہ من قبلہ لم یستند فیہ لدلیل ولا قیل لاحد قبلہ واسمعناك نصوص العلماء والحجۃ الزھراء

اور یہ بالکل ظاہر ہے، اس سے وہ اعتراض جو علامہ قاری نے شرح مشکوۃ میں ذکر کیا ہے رفع ہوگیا' وہ حدیث انس کے تحت فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مُد سے وضو کرتے تھے اور صاع سے غسل فرماتے تھے اور مُد اور صاع سے مراد وزن ہے پیمانہ نہیں ہے اھ یہ اُن کی طرف سے اُن کا قول ہے مگر اس کی کوئی سند نہیں ہے اور ہم علماء کے اقوال پیش کرچکے ہیں، اگر یہ

---

[1] ارشاد الساری، الغسل بالصاع بیروت ۱/۳۱۶

[2] عمدۃ القاری " ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۳/۱۹۶

[3] مرقاۃ شرح مشکوۃ " امدادیہ، ملتان ۲/۳۵

Marfat.com

فان قلت الیس قد قال انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتوضأ برطلین ویغتسل بالصاع[1] رواہ الامام الطحاوی والرطل من الوزن۔

قلت المراد بالرطلین ھو المد بدلیل حدیثہ المذکور سابقا والاحادیث یفسر بعضھا بعضا بل قد اخرج الامام الطحاوی عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتوضأ بالمد وھو رطلان[2] فاتضح المراد وبھذا استدل ائمتنا علی ان الصاع ثمانیۃ ارطال ولذا قال الامام الطحاوی بعد اخراجہ الحدیث الذی تمسکت بہ فی السؤال فھذا انس قد اخبر ان مد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رطلان والصاع اربعۃ امداد فاذا ثبت ان المد رطلان ثبت ان الصاع ثمانیۃ ارطال[3] اھ فقد جعل معنی قولہ توضأ برطلین توضأ بالمد وھو رطلان کما افصح بہ فی الروایۃ الاخری علی ان الرطل مکیال ایضا کما نص علیہ فی المصباح المنیر واللہ تعالٰی اعلم۔

کہا جائے کہ یہ نہیں ہے کہ حضرت انس نے فرمایا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم دو رطل سے وضو کرتے تھے اور ایک صاع سے غسل کرتے تھے، اس کو امام طحاوی نے رو کیا اور رطل سے مراد وزن ہے۔ ت

دو رطل سے مراد مُد ہے اس کی دلیل ساب میں ذکر شدہ صورت ہے، اور احادیث ایک دو کی تفسیر کرتی ہیں بلکہ امام طحاوی نے اُن سے روا کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مُد سے وض فرماتے تھے اور وہ دو رطل کا ہوتا ہے تو مراد واض ہوگئی ہے، اسی سے ہمارے ائمہ کرام نے اس ام استدلال کیا ہے کہ صاع آٹھ رطل کا ہوتا ہے اور اس امام طحاوی نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرمای کہ انس اس حدیث میں خبر دے رہے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مُد دو رطل اور صاع چار مُد ہوتا تھا، اب جب یہ معلوم ہوگیا کہ ایک مُد دو رطل ہوتا ہے تو یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ایک صاع آٹھ رطل ہوتا ہے اھ تو انھوں نے دو رطل سے وضو کرنے معنی یہ لیا کہ آپ نے ایک مُد سے وضو کیا جو دو رطل ہوتا ہے، جیسا کہ دوسری روایت میں موجود پھر رطل پیمانہ بھی ہے، مصباح المنیر میں ایسا واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] شرح معانی الآثار، وزن الصاع کم ھو ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۷۷

[2] ایضاً

[3] ایضاً

Marfat.com

امر دوم غسل میں کہ ایک صاع بھر پانی ہے اُس سے مراد مع اُس وضو کے ہے جو غسل میں کیا جاتا ہے یا وضو سے جدا امام اجل طحاوی رحمہ اللہ تعالٰی نے معنی دوم پر تنصیص فرمائی اور وہ جو اکثر احادیث میں ایک صاع اور حدیثِ انس میں پانچ مُد ہے اُس میں یہ تطبیق دی کہ ایک مُد وضو کا اور ایک صاع بقیۂ غسل کا، یُوں غسل میں پانچ مُد ہوئے، حدیثِ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ یغتسل بخمس مکاکی روایت کرکے فرماتے ہیں:

یکون الذی کان یتوضأ بہ مدا ویکون الذی یغتسل بہ خمسۃ مکاکی یغتسل باربعۃ منہا وھی اربعۃ امداد وھی صاع ویتوضأ باٰخر وھو مد فجمع فی ھذا الحدیث ماکان یتوضأ بہ للجنابۃ وماکان یغتسل بہ لھا[1] وافرد فی حدیث عتبۃ (یعنی الذی فیہ الوضوء بمد والغسل بصاع) ماکان یغتسل بہ لھا خاصۃ دون ماکان یتوضأ بہ اھ[2]

وہ چیز جس سے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وضو فرماتے تھے ایک مُد ہو گی اور جس سے غسل فرماتے تھے پانچ مکاکی ہو گی۔ آپ چار مکاکی سے غسل فرماتے تھے اور یہ چار مُد ہیں اور چار مُد ایک صاع ہوتا ہے، اور ایک مُد سے وضو فرماتے تھے، اب اس حدیث میں دونوں باتیں جمع کی گئی ہیں، وہ مقدار جس سے آپ وضو برائے جنابت فرماتے اور وہ جس سے آپ غسلِ جنابت فرماتے تھے، اور عُتبہ کی روایت میں (جس میں ایک مُد سے وضو اور ایک صاع سے غسل کا ذکر ہے) خاص غسلِ جنابت کا ذکر ہے وضو کا ذکر نہیں ہے اھ

اقول لکن حدیثہ یغتسل بالصاع الی خمسۃ امداد لیس فی التوزیع بل فی التنویع کما لایخفی ای ان الغسل نفسہ کان تارۃ باربعۃ وتارۃ بخمسۃ سواء ارید بہ اسالۃ الماء علی سائر البدن وحدھا او مع الوضوء۔

اقول لیکن ان کی روایت کہ آپ ایک صاع سے پانچ مُد تک غسل فرماتے تھے تقسیم کے لیے نہیں ہے بلکہ اقسام کے بیان کے لیے ہے کما لایخفی، یعنی غسل کبھی چار اور کبھی پانچ سے ہوتا ہے خواہ اس سے پانی بہانا مراد ہو تمام بدن کا یا مع وضوء کے۔

امر سوم یہ صاع[3] کس ناج کا تھا ظاہر ہے کہ ناج ہلکے بھاری ہیں جس پیمانے میں تین سیر جَو آئیں گے گیہوں تین سیر سے زیادہ آئیں گے اور ماش اور بھی زاید، ابو شجاع ثلجی نے صدقہ فطر میں ماش یا مسور کا پیمانہ لیا کہ ان کے دانے یکساں ہوتے ہیں تو اُن کا کیل و وزن برابر ہوگا بخلاف گندم یا جَو کہ اُن میں بعض کے دانے ہلکے

---

[1] شرح معانی الآثار، باب وزن الصاع کم ہو سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۷۷

[2] ایضاً

Marfat.com

بعض کے بھاری ہوتے ہیں تو دو قسم کے گیہوں اگرچہ ایک ہی پیمانے سے لیں وزن میں مختلف ہو سکتے ہیں اور اسی طرح جَو۔ دُرِّمختار میں اسی پر اقتصار کیا اور امام صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں فرمایا کہ احوط کھرے گیہوں کا صاع ہے اور علامہ شامی ردالمحتار میں جَو کا صاع احوط بتایا اور حاشیہ زیلعی للسید محمد امین میر غنی سے نقل کیا:

ان الذی علیہ مشایخنا بالحرم الشریف المکی و من قبلھم من مشائخھم و بہ کانوا یفتون تقدیرہ بثمانیۃ ارطال من الشعیر[1]۔

حرم مکی میں جو ہمارے مشایخ ہیں اور اُن سے قبل دوسرے مشایخ کا یہی فتوٰی ہے اور اسی پر وہ فتوی دیتے تھے کہ اس کا اندازہ جَو کے آٹھ رطل ہیں۔ (ت)

یعنی حرم مکہ معظمہ میں ہمارے مشایخ اور اُن سے پہلے اُن کے مشایخ اس پر ہیں کہ آٹھ رطل جَو سے صاع کا اندازہ کیا جائے اور یہ اکابر اسی پر فتوٰی دیتے تھے۔

اقول ظاہر ہے کہ صاع اُس ناج کا تھا جو اُس زمان برکت نشان میں عام طعام تھا اور معلوم ہے کہ وہاں عام طعام جو تھا گیہوں کی کثرت زمانۂ امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہوئی۔ حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہے:

لما کثر الطعام فی زمن معویۃ جعلوہ مدین من حنطۃ[2]۔

جب امیر معاویہ کے زمانے میں گندم کا استعمال عام ہوا تو علمائے صدقہ فطر کی مقدار گندم سے دو مد مقرر کر دی۔ (ت)

شرح صحیح مسلم امام نووی میں ہے:

الطعام فی عرف اھل الحجاز اسم للحنطۃ خاصۃ[3]۔

اہلِ حجاز کے عرف میں طعام خاص طور پر گیہوں کو کہتے ہیں۔

صحیح ابن خزیمہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے:

قال لم تکن الصدقۃ علی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا التمر و الزبیب والشعیر ولم تکن الحنطۃ[4]۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عہد اقدس میں زکوٰۃ کھجور، منقّٰی اور جَو سے ہی ہوتی تھی گندم نہیں ہوتی تھی۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار، مطلب فی مقدار الفطرۃ الخ مصطفی البابی مصر ۲/ ۸۴

[2] شرح معانی الآثار، مقدار صدقۃ الفطر سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۴۲

[3] شرح مسلم للنووی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۱۷

[4] صحیح ابن خزیمہ، باب الدلیل علی ان الامر الخ مکتبۃ الاسلامی بیروت ۴/ ۸۵

Marfat.com

صحیح بخاری شریف میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے: کان طعامنا یومئذ الشعیر الخ[1] اور اس سے قطع نظر بھی ہو تو شک نہیں کہ مُد و صاع کا اطلاق مُد و صاع شعیر کو بھی شامل تو اُس پر عمل ضرور اتباع حدیث کی حد میں داخل۔ فقیر نے ۲۷ ماہ مبارک رمضان ۱۳۲۶ھ کو نیم صاع شعیری کا تجربہ کیا جو ٹھیک چار رطل جَو کا پیمانہ تھا اُس میں گیہوں برابر ہموار مسطح بھر کر تولے تو تین رطل کم پانچ رطل آئے یعنی ایک سو چوالیس روپے بھر جَو کی جگہ ایک سو چھتّر روپے آٹھ آنے بھر گیہوں کہ بریلی کے سیر سے اٹھنی بھر اوپر پونے دو سیر ہوئے، یہ محفوظ رکھنا چاہیے کہ صدقۂ فطر و کفارات و فدیۂ صوم و صلاۃ میں اسی اندازہ سے گیہوں ادا کرنا احوط و انفع للفقرا ہے اگرچہ اصل مذہب پر بریلی کی تول سے چھ روپے بھر کم ڈیڑھ سیر گیہوں ہیں۔ پھر اُسی پیمانے میں پانی بھر کر وزن کیا تو دو سو چودہ روپے بھر ایک دوانی کم آیا کہ کچھ کم چھ رطل ہُوا تو تنہا وضو کا پانی رامپوری سیر سے تقریباً آدھ پاؤ سیر ہوا اور باقی غسل کا قریب ساڑھے چار سیر کے اور مجموع غسل کا چھٹانک اوپر ساڑھے پانسیر سے کچھ زیادہ۔

یہ بحمداللہ تعالٰی قریب قیاس ہے بخلاف اس کے اگر تنقیحات مذکورہ نہ مانی جائیں تو مجموع غسل کا پانی صرف تین سیر رہتا ہے اور امام ابویوسف کے طور پر دو ہی سیر اُسی میں وضو اُسی میں غسل اور ہر عضو پر تین تین بار پانی کا بہنا یہ سخت دشوار بلکہ بہت دُور از کار ہے۔

فائدہ اُن پانیوں کے بیان میں جو اس حساب سے جُدا ہیں:

(۱) آبِ استنجا۔ ہمارے علما نے وضو کی تقسیم یوں فرمائی ہے کہ آدمی موزوں پر مسح کرے اور استنجے کی حاجت نہ ہو تو نیم مُد پانی کافی ہے اور موزے اور استنجا دونوں ہوں یا دونوں نہ ہوں تو ایک مُد اور موزے نہ ہوں اور استنجا کرنا ہو تو ڈیڑھ مُد۔ حلیہ میں ہے:

روی الحسن عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی الوضوء انکان متخففا و لا یستنجی کفاہ رطل لغسل الوجہ والیدین ومسح الراس والخفین وان کان یستنجی کفاہ رطلان رطل للاستنجاء ورطل للباقی وان لم یکن متخففا ویستنجی کفاہ ثلثۃ ارطال رطل للاستنجاء ورطل للقدمین

حسن نے ابوحنیفہ سے وضو کے بارے میں روایت کی اگر موزے پہنے ہوئے ہو اور استنجا نہ کرے تو اس کو ایک رطل چہرہ اور دونوں ہاتھوں کو دھونے کے لیے سر کے مسح اور موزوں کے مسح کے لیے کافی ہے اور اگر استنجاء کرنا ہو تو اس کو دو رطل کافی ہیں ایک رطل استنجا کے لیے اور ایک رطل باقی جسم کے لیے، اور اگر موزے پہنے ہوئے نہ ہو تو اس کو تین رطل کافی ہیں ایک رطل استنجا کے لیے، دو رطل

---

[1] جامع للبخاری، باب فرض صدقۃ الفطر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۰۴

Marfat.com

ورطل للباقی۔[1] دونوں قدموں کے لیے، اور ایک رطل باقی کے لیے۔ ت

(۲) ظاہر ہے کہ اگر بدن پر کوئی نجاست حقیقیہ ہو جیسے حاجت غسل میں ران وغیرہ پر منی تو اس کی تطہیر کا پانی اس حساب میں نہیں اور یہیں سے ظاہر کہ بعد جماع اگر کپڑا نہ ملے تو پانی کہ اب استنجے کو درکار ہوگا معمول سے بہت زائد ہوگا۔

(۳) پیش از استنجا تین بار دونوں کلائیوں تک دھونا مطلقاً سنّت ہے اگرچہ سوتے سے نہ جاگا ہو یہ اُس سنّت سے جُدا ہے کہ وضو کی ابتدا میں تین تین بار ہاتھ دھوئے جاتے ہیں سنّت یوں ہے کہ تین بار ہاتھ دھو کر استنجا کرے پھر آغاز وضو میں بار دیگر تین بار دھوئے پھر منہ دھونے کے بعد جو ہاتھ کہنیوں تک دھوئے گا اُس میں ناخنِ دست سے کہنیوں کے اوپر تک دھوئے تو دونوں کفِ دست تین مرتبہ دھوئے جائیں گے ہر مرتبہ تین تین بار۔ اخیر کے دونوں داخل حساب وضو ہیں اور اوّل خارج، ہاں اگر استنجا کرنا نہ ہو تو دو ہی مرتبہ تین تین بار دھو
رہے گا۔ درمختار میں ہے:

(سنة البداءة بغسل اليدين) الطاهرتين ثلثا قبل الاستنجاء وبعده وقيد الاستيقاظ اتفاقي (الى الرسغين وهو) سنة (ينوب عن الفرض) ويسن غسلهما ايضا مع الذراعين[2] اھ ملتقطا۔

(اس کی سنّت تین مرتبہ دونوں پاک ہاتھوں کے دھونے سے ا
کرنا ہے) استنجا سے قبل اور اس کے بعد، اور بیداری کی قید اتفاقی ہے (پہنچوں تک اور وہ) سنّت (قائم مقام فرض) ہے، اور دونوں ہاتھوں کا مع کہنیوں کے دھونا بھی سنت ہے اھ ملتقطا۔

ردالمحتار میں ہے:

خص المصنف بالمستيقظ تبركا بلفظ الحديث والسنة تشمل المستيقظ وغيره وعليه الاكثرون اھ وفی النهر الاصح الذي عليه الاكثر انه سنة مطلقا لكنه عند توهم النجاسة سنة مؤكدة كما اذا نام لاعن استنجاء او كان على بدنه نجاسة وغير مؤكدة

مصنف نے بیدار کے ساتھ اس کو خاص کیا، حدیث کے الفاظ سے تبرک حاصل کرتے ہوئے۔ اور سنّت لفظ بیدار ہونے والے اور غیر کو دونوں کو شامل ہے اور اکثر اسی پر ہیں، اور نہر میں ہے کہ اکثر علما کا قو یہ ہے کہ اصح یہ ہے کہ یہ مطلقاً سنّت ہے لیکن جب نجاست کا وہم ہو تو سنّت مؤکدہ ہے، مثلاً یہ ک

---

[1] حلیہ [2] الدرالمختار، سنن الوضو مجتبائی دہلی ۱/۲۰
[3] ردالمحتار، سنن الوضو مصطفی البابی مصر ۱/۸۱

Marfat.com

عند عدم توهمها كما اذا نام لا عن شئ من ذلك او لم يكن مستيقظا عن نوم اھ[1] و نحوه فی البحر اھ۔

بلا استنجا سو گیا یا اس کے بدن پر نجاست تھی، اور جب نجاست کا وہم نہ ہو تو سنّتِ غیر مؤکدہ ہے، مثلاً سویا اور مذکورہ چیزوں میں سے کچھ نہ تھا، یا یہ کہ نیند سے بیدار نہ ہوا اھ ونحوہ فی البحر اھ۔

اقول ووجهه ان النجاسة اذا كانت متحققة كمن نام غير مستنج واصابة اليد فی النوم غير معلومة كانت النجاسة متوهمة اما اذا لم تكن نفسها متحققة فالتنجس بالاصابة توهم على توهم فلا يورث تاكد الاستنان فان قلت اليس ان النوم مظنة الانتشار والانتشار مظنة الامذاء والغالب كالمتحقق فالنوم مطلقا محل التوهم۔

اقول اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب نجاست متحقق ہو مثلاً کوئی شخص استنجا کیے بغیر سو گیا، اور ہاتھ کا لگنا نیند میں معلوم نہیں ہے تو نجاست متوہم ہوگی، لیکن اس صورت میں جبکہ نجاست متحقق نہ ہو تو ناپاکی کا حکم توہم علی توہم کی بنیاد پر ہوگا، ایسی صورت میں سنّتِ مؤکدہ نہ ہوگی۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آیا نیند مظنّہ انتشار نہیں ہے اور انتشار مظنّہ امذا نہیں ہے؟ اور غالب متحقق کی طرح ہے تو نیند مطلقاً محلِ توہم ہے۔ ت

قلت بينا فی رسالتنا الاحكام والعلل ان الانتشار ليس مظنة الامذاء بمعنى المفضی اليه غالبا وقد نص عليه فی الحلية فان قلت انما علق فی الحديث الحكم على مطلق النوم وعلله صلی الله تعالٰی عليه وسلم بقوله فانه لا يدری اين باتت يده والنوم لا عن استنجاء ان اريد به نفيه مطلقا فمثله بعيد عن ذوی النظافة فضلا عن الصحابة رضی الله تعالٰی عنهم وهم المخاطبون اولا بقوله صلی الله تعالٰی اذا استيقظ احدكم من نومه وان اريد خصوص الاستنجاء بالماء فالصحيح المعتمد

قلت تو اس کا جواب ہم نے اپنے رسالہ "الاحکام والعلل" میں یہ بیان کیا ہے کہ انتشار مظنّہ امذاء نہیں ہے یعنی یہ نہیں کہ اس کا غالب نتیجہ مذی کا خروج ہو، اس کی صراحت حلیہ میں موجود ہے۔ اگر کہا جائے کہ حدیث میں تو حکم مطلق نیند پر معلق کیا گیا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ اس کو یہ معلوم نہیں کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری، اور بے استنجا سونا اگر اس کی مطلق نفی مراد ہے تو صفائی پسند حضرات کے بارے میں یہ امر متصور نہیں، چہ جائیکہ اس کا تصور صحابہ رضی اللہ عنہم سے کیا جائے حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "جب تم سے کوئی بیدار ہو اپنی نیند

---

[1] ردالمحتار، سنن الوضوء، مصطفی البابی مصر ۱/۸۱

Marfat.com

ان الاستنجاء بالحجر مطہر اذا لم تتجاوز النجاسة المخرج اکثر من قدر الدرہم کما بینتہ فیما علقتہ علی رد المحتار فلا یظہر فرق بین الاستنجاء بالماء وترکہ فی ایراث التوہم وعدمہ۔

سے اس کے اولین مخاطب تو وہی حضرات تھے، اور اگر خاص پانی والا استنجاء مراد ہے تو صحیح معتمد یہی ہے کہ پتھر سے استنجاء پاک کرنے والا ہے جبکہ نجاست مخرج سے متجاوز نہ ہو ایک درہم سے زائد مقدار میں، جیسا کہ میں نے ردالمحتار پر اپنی تعلیقات میں ذکر کیا ہے تو پانی سے استنجاء کرنے نہ کرنے سے کوئی فرق ظاہر نہ ہوگا' وہم پیدا کرنے یا نہ کرنے میں۔

قلت الحدیث لافادة الاستنان اما تاکدہ عند تحقق النجاسة فی البدن فبالفحوی فان قلت ھذا البحر قائلا فی البحر اعلم ان الابتداء بغسل الیدین واجب اذا کانت النجاسة محققة فیہما وسنة عند ابتداء الوضوء وسنة مؤکدة عند توہم النجاسة کما اذا استیقظ من النوم[1] اھ فہذا نص فی کون کل نوم موجب تاکد الاستنان۔

قلت حدیث محض سنّت ہونے کو بتا رہی ہے، اور بدن میں نجاست کی صورت میں اس کا مؤکّد ہونا فحوائے کلام سے معلوم ہوتا ہے، اگر یہ کہا جائے کہ محقق نے بحر میں فرمایا کہ جب دونوں ہاتھوں میں نجاست متحقق ہو تو ہاتھوں کے دھونے سے ابتداء واجب ہوگی اور وضو کی ابتداء میں سنّت ہے اور توہم نجاست کی صورت میں سنت موکدہ ہے جیسا کہ نیند سے بیداری کی صورت میں ہے اھ یہ اس باب میں صریح ہے کہ ہر نیند سے ہاتھوں کو دھونا سنّتِ موکدہ ہے۔

قلت نعم ارسل ھنا ما بان تقییدہ بعد اسطر اذ یقول علم بما قررناہ ان ما فی شرح المجمع من ان السنة فی غسل الیدین للمستیقظ مقیدة بان یکون نام غیر مستنج اوکان علی بدنہ نجاسة حتی لو لم یکن کذلک لا یسن فی حقہ ضعیف او المراد نفی السنة المؤکدة لا اصلہا[2] اھ لا جرم ان قال

قلت تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس چیز کو انہوں نے یہاں مطلق رکھا ہے اس کو چند سطور کے بعد خود ہی مقید کر دیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہماری تقریر سے معلوم ہو گیا کہ شرح المجمع میں جو کہا گیا ہے کہ بیدار ہونے والے کے لیے دونوں ہاتھوں کا دھونا مسنون ہے اور وہ اس قید سے مقید ہے کہ وہ بلا استنجاء سویا ہو یا اس کے بدن پر نجاست ہو، اگر ایسا

۱؎ بحر الرائق، سنن الوضوء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۸

۲؎ ایضاً

Marfat.com

فی الحلیۃ ھو مع الاستیقاظ اذا توھم النجاسۃ اکد اھ[1] فلم یجعل کل نوم محل توھم۔

نہ ہو تو اس کے حق میں ہاتھ دھونا مسنون نہیں، ضعیف ہے یا مراد سُنّتِ مؤکدہ کی نفی ہے نہ کہ اصل سنت کی۔ حلیہ میں فرمایا جب بیدار ہونے والے کو نجاست کا توہم ہو تو سنّتِ مؤکدہ ہے اھ انہوں نے ہر نیند کو توہم کا محل نہیں بتایا۔ ت

اقول وھو معنی قول الفتح قیل سنۃ مطلقا للمستیقظ وغیرہ وھو الاولی نعم مع الاستیقاظ وتوھم النجاسۃ السنۃ اکد اھ[2] فاراد بالواو الاجتماع لترتب الحکم لا مجرد التشریك فی ترتبہ وان کان کلامہ مطلقا فی المستیقظ وغیرہ والتوھم غیر مختص بالمستیقظ علی ان السنن الغیر المؤکدۃ بعضھا اکد من بعض فافھم۔

اقول اور فتح کے قول کے یہی معنی ہیں، ایک قول یہ ہے کہ بیدار ہونے والے اور دوسروں کے لیے یہ مطلقا سنت ہے، یہی اولٰی ہے، ہاں بیداری اور توہم نجاست کی صورت میں سنّتِ مؤکدہ ہے اھ تو انہوں نے واؤ سے حکم کے ترتّب کے لیے اجتماع کا ارادہ کیا ہے نہ یہ کہ ترتّب حکم میں محض شریک کرنے کا، حالانکہ ان کا کلام بیدار ہونے والے اور غیر دونوں میں شریک ہے اور توہم بیدار ہونے والے کے ساتھ مختص نہیں ہے نیز یہ کہ بعض غیر مؤکدہ سُنّتیں دوسری بعض سے زائد مؤکد ہوتی ہیں، فافہم۔

(۴) **اقول** اگرچہ مسواک ہمارے نزدیک سنّتِ وضو ہے خلافا للامام الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ فعندہ سنۃ الصلاۃ کما فی البحر وغیرہ (اس میں امام شافعی کا اختلاف ہے کیونکہ ان کے نزدیک مسواک نماز کی سنّت ہے کما فی البحر وغیرہ۔ ت) ولہٰذا جو ایک وضو سے چند نمازیں پڑھے ہر نماز کے لیے مسواک کرنا مطلوب نہیں جب تک منہ میں کسی وجہ سے تغیّر نہ آگیا ہو کہ اب اس دفع تغیّر کے لیے مستقل سنّت ہوگی، ہاں وضو بے مسواک کرلیا ہو تو اب پیش از نماز کرلے کما فی الدر وغیرہ مگر اُس کے وقت میں ہمارے یہاں اختلاف ہے بدائع وغیرہ معتمدات میں قبل وضو فرمایا اور مبسوط وغیرہ معتبرات میں وقت مضمضہ یعنی وضو میں کُلّی کرتے وقت حلیہ میں ہے:

وقت استعمالہ علی ما فی روضۃ الناطفی والبدائع ونقلہ الزاھدی عن کفایۃ البیھقی والوسیلۃ والشفاء قبل الوضوء وربما یشھد

روضۃ الناطفی اور بدائع میں ہے، نیز اسی کو زاہدی نے کفایۃ البیہقی سے نقل کیا ہے، نیز وسیلہ اور شفاء میں ہے کہ مسواک کے استعمال کا وقت وضو سے

---

[1] حلیہ

[2] فتح القدیر، سنن الوضوء نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۹

Marfat.com

لہ مافی صحیح مسلم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ تسوک وتوضأ عنہ ثم قام فصلی وفی سنن ابی داؤد عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان لایرقد من لیل ولا نہار فیستیقظ الا تسوک قبل ان یتوضأ وفی المحیط وتحفۃ الفقہاء وزاد الفقہاء مبسوط شیخ الاسلام حلۃ المضمضۃ تکمیلا للانقاء واخرج الطبرانی فی عن ایوب قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا توضأ استنشق ثلثا وتمضمض وادخل اصبعہ فی فمہ وھذا ربما یدل علی ان وقت الاستیاک حالۃ المضمضۃ فان الاستیاک بالاصبع بدل عن الاستیاک بالسواک والاصل کون الاشتغال بالبدل وقت الاشتغال بالاصل لہ اھ مختصرا۔

اقول ھکذا فی نسختی الحلیۃ عن ایوب فان کان عن ابی ایوب رضی اللہ تعالٰی عنہ واسقط الناسخ والا فمرسل والظاہر

قبل ہے، اس کی دلیل صحیح مسلم میں ابن عباس کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کی اور وضو فرمایا پھر اُٹھے اور نماز ادا فرمائی، اور سنن ابی داؤد میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خواہ دن میں بیدار ہوتے یا رات میں، مگر وضو سے قبل مسواک ضرور فرماتے تھے، اور محیط، تحفۃ الفقہاء اور مبسوط شیخ الاسلام میں ہے کہ کُلی بھی فرماتے تھے تاکہ صفائی مکمل ہوجائے، اور طبرانی نے ابو ایوب سے روایت کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو کرتے ناک میں تین مرتبہ پانی ڈالتے اور کُلی کرتے اور اپنی اُنگلی اپنے منہ میں ڈالتے تھے، اس سے غالباً یہ گمان ہوتا ہے کہ مسواک کا وقت کُلی کرنے کا وقت ہے کیونکہ انگلی کو بطور مسواک استعمال کرنا مسواک ہی کا بدل ہوسکتا ہے اور اصل یہی ہے کہ انسان بدل کو اُسی وقت استعمال کرے جو اصل کے استعمال کا وقت ہے اھ مختصرا۔

میرے پاس حلیہ کا جو نسخہ ہے اس میں اسی طرح ہے کہ ایوب سے مروی ہے، ایک تو یہ امکان ہے کہ دراصل یہ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہوں

عہ ھکذا ھو فی نسختی الحلیۃ بالواو والذی فی صحیح مسلم رجع فتسوک فتوضأ ثم قام فصلی ولعلہ اظہر دلالۃ علی المراد اھ

میرے پاس حلیہ کا جو نسخہ ہے اس میں اسی طرح "واو" کے ساتھ ہے اور صحیح مسلم میں اس طرح ہے: لوٹے، پھر مسواک کی پھر وضو فرمایا۔ پھر کھڑے ہوئے پھر نماز پڑھی اور غالباً مراد کو واضح کرنے میں یہی زیادہ ظاہر ہے اھ۔ ت

لہ حلیہ

Marfat.com

الاول فان للطبرانی حدیثا عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ فی صفۃ الوضوء لکن لفظہ کما فی نصب الرایۃ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا توضأ تمضمض واستنشق وادخل اصابعہ من تحت لحیتہ فخللہا[1] اھ فاللہ تعالٰی اعلم وعلی کل لایخلو عن ابعاد النجعۃ فقد اخرج الامام احمد فی مسندہ عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ انہ دعا بکوز من ماء فغسل وجہہ وکفیہ ثلثا وتمضمض ثلثا فادخل بعض اصابعہ فی فیہ وقال فی اخرہ ھکذا کان وضوء نبی اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2] ونحوہ عند عبد بن حمید عن ابی مطر عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اور ناسخ کی غلطی ہو تب حدیث مرفوع ہوگی ورنہ مرسل ہے، اور ظاہر پہلی بات ہی ہے کیونکہ طبرانی میں ایک حدیث ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے صفۃ الوضو میں ہے۔ لیکن اس کے الفاظ جیسا کہ نصب الرایہ میں ہے یہ ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی وضو فرماتے کُلّی کرتے ناک میں پانی ڈالتے اور اپنی انگلیاں داڑھی کے نیچے سے ڈال کر داڑھی کا خلال فرماتے اھ فاللہ تعالٰی اعلم اور بہرحال یہ دُور کی کوڑی لانے کے مترادف ہوگا، کیونکہ امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے پانی کا لوٹا منگوایا اور اپنا چہرہ اور اپنے دونوں ہاتھ تین مرتبہ دھوئے اور تین مرتبہ کُلّی فرمائی اور بعض انگلیاں اپنے منہ میں داخل کیں اس کے آخر میں فرمایا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو اسی طرح تھا اور اسی کی مثل عبد بن حمید نے ابو مطر سے علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

ثم **اقول** لیس نصًا فی کونہ بدلا عن السواک فقد تدخل الاصبع فی الفم لاستخراج النخاع مثلا واشار الیہ المحقق بقولہ ربما یدل۔

اقول پھر یہ اس امر میں نص نہیں کہ انگلی ڈالنا مسواک کا بدل ہے، انگلی کبھی منہ سے بلغم وغیرہ کے اِخراج کے لیے بھی ڈالی جاتی ہے اور محقق نے اسی طرف "ربما" کے لفظ سے اشارہ کیا ہے۔

علی انی **اقول** معلوم ضرورۃً شدۃ حبہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم للسواک وانما فعل ھذا مرۃ بیانا للجواز فلیکن کونہ عند المضمضۃ ایضا لذلک ای من لم یستک سہوا مثلا ولا سواک عندہ الان فلیستک بالاصابع حین المضمضۃ وبھذا تضعف الدلالۃ جدا نعم

اقول علاوہ ازیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مسواک سے شدت سے محبت کرنا معلوم ہے، یہ آپ نے ایک مرتبہ اس لیے کیا ہوگا کہ بیان جواز ہو جائے، اور مسواک کا کُلّی کے وقت کرنا بھی اس لئے

---

[1] نصب الرایۃ، حدیث ابی ایوب مکتبۃ الاسلامیۃ بیروت ۱/۱۴

[2] مسند امام احمد عن علی " بیروت ۱/۱۵۸

Marfat.com

روی ابوعبید فی کتاب الطهور عن امیر المؤمنین عثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ کان اذا توضأ یسوك فاہ باصبعہ[1] لکن.

ہوسکتا ہے یعنی اگر کسی شخص نے سہواً مسواک نہ ک
اور اس کے پاس مسواک نہیں ہے تو وہ کُلی کرتے
وقت انگلی سے منہ صاف کرلے، اور اس تعبیر کی رُ
استدلال مزید ضعیف ہوجائے گا۔ ابوعبید نے کتاب الطہور میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت
کی کہ جب وہ وضو فرماتے تو اپنے منہ میں انگلی سے مسواک فرماتے تھے۔

اقول معترك عظیم فی دلالۃ کان یفعل علی الاستمرار بل علی التکرار ولی فیھا رسالۃ سمیتھا التاج المکلل فی انارۃ مدلول کان یفعل فان اخترنا ان لا لم یدل علی الاستنان او نعم فما کان عثمٰن لیواظب علی ترك السواك فی محلہ مع انھم ھم الائمۃ الاعلام العاضون بنواجذھم علی سنن سید الانام علیہ وعلیھم الصلاۃ والسلام فاذن ینقدح فی الذھن واللہ تعالٰی اعلم ان السنۃ السواك قبل الوضوء وان یعالج باصبعہ عند المضمضۃ لکنی لا اجترئ علی القول بہ لانی لم اجد احدا من علمائنا مال الیہ فان قلت ما حداك علی التقیید بقولك ولا سواك عندہ الان مع ان ابن عدی والدارقطنی والبیہقی والضیاء فی المختارۃ رووا عن انس بسند قال الضیاء لا اری بہ باسا[2] اھ وقد ضعفہ ابن عدی والبیہقی وقال البخاری فی روایۃ عن انس

اقول یہ ایک اہم مسئلہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و
جو افعال بطور استمرار کرتے تھے بلکہ بصورت تکرار کر
تھے ان کی کیا حیثیت ہے؟ میں نے اس پر مستق
رسالہ لکھا ہے جس کا نام "التاج المکلل فی انا
مدلول کان یفعل" ہے، تو اگر ہم یہ اختیار کر
کہ "لا" سنت ہونے پر دلالت نہیں کرتا ہ
نعم کرتا ہے تو حضرت عثمان سے یہ توقع نہیں کی جا س
کہ آپ مسواک اُس کے موقع پر نہیں کرتے تھے حا
صحابہ رضی اللہ عنہم سے سنتِ نبوی کو زیادہ جا
والا اور اس پر سختی سے عمل پیرا ہونے والا اور ک
ہوسکتا ہے؟ ایسی صورت میں جو بات ذہن پر گز
گزرتی ہے وہ یہ ہے (واللہ اعلم) کہ مسواک
سنت یہ ہے کہ وضو سے قبل کی جائے اور یہ کہ کلی ک
وقت انگلی سے منہ صاف کیا جائے، مگر میں اس
قول پر اس لیے جرأت نہیں کرتا ہوں کہ مجھ سے ق
علماء میں سے کسی نے یہ قول نہیں کیا ہے۔ اگر یہ س
کیا جائے کہ آپ نے یہ قید کس بنا پر لگائی ہے

---

[1] ابوعبید کتاب الطہور
[2] کنز العمال، السواک موسسۃ الرسالہ بیروت ۹/۳۱۵

Marfat.com

عبد الحکم القسملی منکر الحدیث[1] وقال فے التقریب ضعیف[2] انه قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم یجزئ من السواك الاصابع ورواہ البیہقی بطریق اٰخر وقال غیر محفوظ[3] ونحوہ للطبرانی وابن عدی وابی نعیم عن ام المؤمنین الصدیقة رضی اللہ تعالٰی عنها۔

وضو کے وقت مسواک نہیں، حالانکہ ابن عدی دارقطنی بیہقی اور ضیاء مختارہ میں حضرت انس سے اپنی سند سے روایت کرتے ہیں ضیاء کہتے ہیں میں اس میں کچھ مضائقہ نہیں سمجھتا ہوں اھ اس کو ابن عدی اور بیہقی نے ضعیف قرار دیا اور بخاری نے کہا انس کی روایت میں عبد الحکم القسملی منکر الحدیث ہے اور تقریب میں کہا کہ وہ ضعیف ہے اس لیے کہ اس نے یہ روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بجائے مسواک کے صرف انگلی سے منہ صاف کرلینا کافی ہے۔ اس کو بیہقی نے دُوسری سند سے روایت کیا ہے کہ یہ محفوظ نہیں ہے، اور اسی قسم سے طبرانی، ابن عدی اور ابو نعیم نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے۔ت

قلت روی ابو نعیم فی کتاب السواك عن عمرو بن عوف المزنی رضی اللہ تعالٰی عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الاصابع تجزئ مجزی السواك اذا لم یکن سواك[4] وقد اطبق علماؤنا علی هذا التقیید قال فی الحلیة لا یقوم الاصبع مقام السواك عند وجودہ فان لم یوجد یقم مقامه ذکرہ فی الکافی وغیرہ یعنی ینال ثوابه کما ذکرہ فی الخلاصة[5] اھ وفی الغنیة لا تقوم الاصبع مقام العود عند وجودہ تجویز بعض الشافعیة اصبع الغیر دون اصبع نفسه تحکم بلا دلیل[6]

تو میں کہتا ہوں ابو نعیم نے کتاب السواک میں عمرو بن عوف المزنی سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بجائے مسواک کے انگلی سے منہ صاف کرلینا کافی ہے جبکہ مسواک نہ ہو۔ ہمارے علماء نے اس قید میں تطبیق دی ہے، حلیہ میں فرمایا انگلی مسواک کے قائم مقام نہیں ہوسکتی ہے جبکہ مسواک موجود ہو ہاں اگر موجود نہ ہو تو قائم مقام ہوسکتی ہے کافی وغیرہ میں یہی مذکور ہے یعنی وہ شخص مسواک کا ثواب پائے گا کما ذکرہ فی الخلاصۃ اھ اور غنیہ میں ہے مسواک کے ہوتے ہوئے انگلی اس کے قائم مقام نہیں ہوسکتی ہے، اور شافعیہ کا یہ کہنا کہ اپنی

---

[1] بحوالہ سنن الکبرٰی باب الاستیاک بالاصابع بیروت ۱/۴۰
[2] التقریب حرف العین دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالا ص ۱۹۶
[3] سنن الکبرٰی باب الاستیاک بالاصابع بیروت ۱/۴۰
[4] کنز العمال السواک بیروت ۹/۳۱۱
[5] حلیہ
[6] غنیۃ المستملی سنن الوضوء سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۳

Marfat.com

اھ وفی الھندیۃ عن المحیط والظھیریۃ لا تقوم الاصبع مقام الخشبۃ فان لم توجد فحینئذ تقوم الاصبع من یمینہ مقام الخشبۃ[1] اھ وفی الدر عند فقدہ او فقد اسنانہ تقوم الخرقۃ الخشنۃ او الاصبع مقامہ کما یقوم العلك مقامہ للمراۃ مع القدرۃ علیہ[2] اھ وھو ماخوذ من البحر وزاد فیہ تقوم فی تحصیل الثواب لا عند وجودہ[3] اھ

انگلی کے بجائے دوسرے کی انگلی استعمال کرے ترجی بلا مرجح ہے اھ اور ہندیہ میں محیط اور ظہیریہ سے منقول ہے کہ انگلی لکڑی کے قائم مقام نہیں ہوسکتی ہ ہاں اگر لکڑی موجود نہ ہو تو سیدھے ہاتھ کی انگلی لکڑ کے قائم مقام ہوسکتی ہے اھ اور دُر میں ہے کہ جب مسواک نہ ہو یا دانت ہی نہ ہوں تو سخت کپڑا یا ا اس کے قائم مقام ہوسکتی ہے جیسے دنداسہ عورت کے باوجود مسواک پر قادر ہونے کے مسواک کے قائم مق ہوتا ہے اھ یہ بحر سے ماخوذ ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ مسواک کے نہ ہونے کی صورت میں یہ اس کے قائم مقا ہوگا، مسواک کے ہونے کی صورت میں قائم مقام نہیں ہوگا اھ (ت)

امام زیلعی نے قول اول اختیار فرمایا کما سیاتی نقلہ اور امام ابن امیر الحاج کے کلام سے اُس کی ترج مستفاد،

حیث قال فی اداب الوضوء تحت قول المنیۃ وان یستاك بالمسواك ان كان والا فبالاصبع كون الادب فی فعلہ ان یكون فی حالۃ المضمضۃ علی قول بعض المشایخ[4] اھ

انہوں نے آداب الوضوء میں فرمایا ہے (منیہ کے ق کے تحت) مسواک کرے اگر ہو، ورنہ انگلی سے د صاف کرلے اور ادب یہ ہے کہ کُلّی کے وقت ایسا کی ہمارے بعض مشایخ کا یہی قول ہے اھ ت

جس کا مفاد یہ ہے کہ اکثر علما قولِ اول پر ہیں، علامہ حسن شرنبلالی شرح وہبانیہ میں فرماتے ہیں،

قولہ واعتاقہ بعض الائمۃ ینکر مفہومہ ان اکثر الائمۃ یجوز[5]۔

اور اس کا قول، اس کا آزاد کرنا۔ بعض ائمہ اس مفہوم کا انکار کرتے ہیں کہ اکثر ائمہ اس کے جواز قائل ہیں۔

---

[1] ہندیۃ، سنن الوضوء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۷
[2] الدرالمختار " مجتبائی دہلی ۱/۲۱
[3] بحرالرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۱
[4] حلیہ
[5] شرح وہبانیہ

Marfat.com

اور یہ کہ قول دوم نامعتمد ہے۔ ردالمحتار باب صفۃ الصلاۃ میں ہے:

قولہ لاباس بہ عند البعض اشار بھذا الی ان ھذا القول خلاف المعتمد[1]۔

اس کا قول بعض کے نزدیک اس میں مضائقہ نہیں ہے، اس سے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ قول معتمد کے خلاف ہے۔ ت

اور بحرالرائق میں دوم کو قولِ اکثر بتایا اور بہتر ٹھہرایا اور اُسی کے اتباع سے دُرمختار میں تضعیف اول کی طرف اشارہ کیا نہایہ وعنایہ وفتح میں دوم پر اقتصار فرمایا نہایہ و ہندیہ میں ہے:

الاستیاک ھو وقت المضمضۃ[2]۔

مسواک کُلی کے وقت ہے۔ ت

عنایہ میں ہے:

یستاك عرضا لاطولا عند المضمضۃ[3]۔

چوڑائی میں مسواک کرے لمبائی میں نہیں، کلی کے وقت کرے۔ ت

فتح القدیر میں ہے:

قولہ والسواك ای الاستیاك عند المضمضۃ[4]۔

ان کا قول والسواك یعنی کُلی کے وقت مسواک ہے۔ (ت)

بحر میں ہے:

اختلف فی وقتہ ففی النھایۃ و فتح القدیر انہ عند المضمضۃ وفی البدائع والمجتبٰی قبل الوضوء والاکثر علی الاول وھو الاولٰی لانہ الاکمل فی الانقاء[5]۔

مسواک کے وقت میں اختلاف ہے نہایہ اور فتح القدیر میں ہے کہ مسواک کُلی کے وقت ہے اور بدائع اور مجتبٰی میں ہے وضوء سے پہلے اور اکثر پہلے قول پر ہیں اور وہی اولٰی ہے کیونکہ صفائی میں وہی زائد ہے۔ ت

شرح نقایہ برجندی میں ہے:

وعلیہ الاکثرون[6]۔

اور اکثر اسی پر ہیں۔ ت

---

[1] ردالمحتار

[2] ہندیۃ سنن الوضوء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۷

[3] عنایۃ مع فتح القدیر " " " " ۱/۲۱

[4] فتح القدیر " " " " ۱/۲۲

[5] بحرالرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۰

[6] شرح نقایۃ للبرجندی، کتاب الطہارت نولکشور لکھنؤ ۱/۱۶

Marfat.com

اقول و باللہ التوفیق۔

اولاً یہ معلوم ہو کہ دربارۂ سواک کلمات علما مختلف ہیں کہ سنّت ہے یا مستحب۔ عامہ متون میں سنت ہونے کی تصریح فرمائی اور اسی پر اکثر ہیں صغیری میں اسی کو اصح کہا جوہرۂ نیرہ و دُرمختار میں سنتِ موکدہ ہونے پر جزم کیا لیکن ہدایہ و اختیار میں استحباب کو اصح اور تبیین و خیر مطلوب میں صحیح بتایا فتح میں اسی کو حق ٹھہرایا حلیہ و بحر نے اُن کا اتباع کیا۔

علامہ ابراہیم حلبی فرماتے ہیں :

قد عدہ القدوری والاکثرون من السنن وھو الاصح[1] قدوری اور اکثر فقہاء نے اس کو سنن میں شمار کیا اور یہی اصح ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے : وعلیہ المتون[2] (تمام متنوں میں یہی ہے۔ت)۔ درمختار میں ہے ، السواک سنۃ مؤکدۃ کما فی الجوھرۃ[3] (مسواک کرنا سنّتِ مؤکدہ ہے کمافی الجوھرۃ۔ ت) ہدایہ میں ہے : الاصح انہ مستحب[4] (زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ مستحب ہے۔ ت)۔ امام زیلعی فرماتے ہیں ، الصحیح انھما مستحبان یعنی السواک و التسمیۃ لانھما لیسا من خصائص الوضوء[5] (مسواک کرنا اور بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے اور یہ دونوں وضوء کے خصائص سے نہیں ۔ ت) محقق علی الاطلاق فرماتے ہیں : الحق انہ من مستحبات الوضوء[6] (حق یہ ہے کہ یہ مستحباتِ وضو سے ہے ۔ ت) امام ابن امیر الحاج بعد ذکر احادیث فرماتے ہیں ، ھذا عند التحقیق انما یفید الاستحباب فلاجرم ان قال فی خیر مطلوب ھو الصحیح وفی الاختیار قالوا والاصح انہ مستحب[7] (اگر بنظرِ تحقیق دیکھا جائے تو اس سے استحباب معلوم ہوتا ہے ، چنانچہ خیر مطلوب میں فرمایا ھو الصحیح اور اختیار میں ہے علماء نے فرمایا اصح یہ ہے کہ یہ مستحب ہے۔ت) علامہ خیرالدین رملی قول بحر دربارۂ استحباب نقلا عن الفتح ھو الحق (فتح سے نقل کیا گیا کہ وہ حق ہے۔ ت) پھر قولِ صغیری دربارۂ سنیت

---

[1] ردالمحتار ، سنن الوضو مصطفی البابی مصر ۱/۸۴

[2] ایضاً

[3] الدر المختار ، سنن الوضوء مجتبائی دہلی ۱/۲۱

[4] ہدایۃ " "

[5] تبیین الحقائق ، سنن الوضوء مطبوعہ بولاق مصر ۱/۴

[6] فتح القدیر " مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۲

[7] حلیہ

Marfat.com

ھو الاصح نقل کرکے فرماتے ہیں، فقد علم بذلك اختلاف التصحیح[1] اھ کما فی المنحۃ (صحت میں اختلاف اس سے معلوم ہوا، اسی طرح منحہ میں ہے ۔ ت)

اقول جب تصحیح مختلف ہے تو متون پر عمل لازم کما نصوا علیہ۔ قول سنیت کی ایک وجہ ترجیح یہ ہوئی۔

وجہ دوم خود امام مذہب رضی اللہ عنہ سے سنیت پر نص وارد۔ امام عینی فرماتے ہیں:

المنقول عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ علی ما ذکرہ صاحب المفید ان السواك من سنن الدین[2] اھ نقلہ الشلبی علی الکنز۔

ابوحنیفہ (رحمہ اللہ تعالٰی) سے منقول ہے، جیسا کہ صاحبِ مفید نے ذکر کیا) کہ مسواک دین کی سُنتوں میں سے ہے اھ نقلہ الشلبی علی الکنز۔ ت

بلکہ ہمارے صاحب مذہب کے تلمیذِ جلیل امام الفقہاء، امام المحدثین امام الاولیا سیدنا عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا: اگر بستی کے لوگ سنیتِ مسواک کے ترک پر اتفاق کریں تو ہم اُن پر اس طرح جہاد کریں گے جیسا مرتدوں پر کرتے ہیں تاکہ لوگ اس سنّت کے ترک پر جرأت نہ کریں۔

فتاوٰی حجہ میں ہے:

قال عبداللہ بن المبارك لو ان اھل قریۃ اجتمعوا علی ترك سنۃ السواك نقاتلھم کما نقاتل المرتدین کیلا یجترئ الناس علی ترك سنۃ السواك وھو من احکام الاسلام[3]۔

عبداللہ بن مبارک نے فرمایا اگر کسی بستی کے لوگ مسواک ترک کرنے پر اکٹھے ہوجائیں تو ہم ان سے اسی طرح جنگ کریں گے جیسے مرتدین سے جنگ کرتے ہیں تاکہ لوگ مسواک کی سنّت ترک کرنے کی جسارت نہ کرسکیں، اور یہ اسلام کے احکام سے ہے۔ ت

حلیہ میں اسے نقل کرکے فرمایا:

وھذا یفید انہ من سنن الدین کما حکاہ قولا فی المفید ولیس ببعید[4]۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ دین کی سنتوں میں سے ہے، چنانچہ مفید میں ایک قول یہ بھی منقول ہے۔

وجہ سوم یہی اقوٰی من حیث الدلیل ہے کہ احادیث متوافرہ اُس کی تاکید اور اس میں قولاً و فعلاً اہتمام شدید پر ناطق جن سے کتبِ احادیث مملو ہیں بلکہ حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی

---

[1] منحۃ الخالق علی حاشیۃ بحرالرائق مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۰

[2] شلبی علی حاشیہ تبیین الحقائق مطبوعہ بولاق مصر ۱/۴

[3] فتاوٰی حجہ

[4] حلیہ

Marfat.com

اُس پر مواظبت و مداومت گویا ضروریات و بدیہیات سے ہے ہر شخص کہ احوال قدسیہ پر مطلع ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اُس پر مداومت فرمانا جانتا ہے، خود ہدایہ میں فرمایا:

والسواك لانه صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یواظب علیہ[1]۔ اور مسواک کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس پر مداومت فرماتے تھے۔ ت

تبیین میں فرمایا:

وقد واظب علیہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2]۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر مواظبت فرماتے تھے۔ ت

اسی طرح کافی امام نسفی وغیرہ میں ہے وسیرد علیك بقیۃ الکلام فی اتمام تقریب المرام بعون الملك العلام۔ (بعون الملک العلام اس بحث سے متعلق بقیہ کلام حصول مقصد کے قریب عنقریب بیان ہوگا۔

ثانیاً سنیت کو مواظبت درکار۔ اب ہم وضو میں کُلّی کے وقت احادیث کو دیکھتے ہیں تو ہرگز اُس وقت مسواک پر مواظبت ثابت نہیں ہوتی۔ خود امام محقق علی الاطلاق کو اس کا اعتراف ہے اور اسی بنا پر قول استحباب اختیار فرمایا۔ فتح میں فرماتے ہیں:

المطلوب مواظبتہ علیہ الصلوۃ والسلام عند الوضوء ولم اعلم حدیثا صریحا فیہ[3]۔ مطلوب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو میں اس پر مداومت فرماتے تھے اور میرے علم میں اس سلسلہ میں کوئی صریح حدیث نہیں ہے۔ ت

اقول بلکہ مواظبت درکنار چوبیس[24] صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے صفتِ وضو قولاً و فعلاً نقل فرمائی،

(۱) امیر المومنین عثمان غنی	(۲) امیر المومنین مولا علی	(۳) عبداللہ بن عباس
(۴) عبداللہ بن زید بن عاصم	(۵) مغیرہ بن شعبہ	(۶) مقدام بن معدی کرب
(۷) ابو مالک اشعری	(۸) ابوبکرہ نفیع بن الحارث	(۹) ابوہریرہ
(۱۰) وائل بن حجر	(۱۱) نُفیر بن مالک حضرمی	(۱۲) ابو امامہ باہلی

---

[1] ہدایہ، سنن الوضو العربیہ کراچی ۱/۶
[2] تبیین الحقائق سنن الوضو بولاق مصر ۱/۴
[3] فتح القدیر " نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۲

Marfat.com

(۱۳) انس بن مالک	(۱۴) ابو ایوب انصاری	(۱۵) کعب بن عمرو یامی
(۱۶) عبداللہ بن ابی اوفی	(۱۷) براء بن عازب	(۱۸) قیس بن عائذ
(۱۹) ام المومنین صدیقہ	(۲۰) رُبیّع بنت معوّذ بن عفراء	(۲۱) عبداللہ بن اُنیس
(۲۲) عبداللہ بن عمرو بن عاص	(۲۳) امیر معٰویہ	(۲۴) رجل من الصحابہ لم یسم رضی اللہ عنہم اجمعین

اوّل کے بیس علامہ محدث جلیل زیلعی نے ذکر کیے اُن کے بعد کے دو امام محقق علی الاطلاق نے زیادہ فرمائے اخیر کے دو اس فقیر غفرلہ نے بڑھائے۔ اور ان کے پچیسویں امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں مگر اُن سے خود اُن کے وضو کی صفت مروی ہے اگرچہ وہ بھی حکم مرفوع میں ہے،

رواہ سعید بن منصور فی سننہ عن الاسود بن الاسود بن یزید قال بعثنی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ الی عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ الحدیث الحدیث قبلہ رواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ والعدنی والخطیب عن رجل من الانصار ان رجلا قال الا اریکم کیف کان وضوء رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قالوا بلی الحدیث وحدیث معٰویۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عند ابن عساکر۔

اس کو سعید بن منصور نے اپنی سنن میں اسود بن اسود بن یزید سے روایت کیا کہ مجھے عبداللہ بن مسعود نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا الحدیث اور پہلی حدیث کو ابوبکر بن ابی شیبہ، عدنی اور خطیب نے انصار کے ایک شخص سے روایت کیا انہوں نے کہا کیا میں تمھیں نہ دکھاؤں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس طرح وضو فرماتے تھے! انہوں نے کہا کیوں نہیں، الحدیث اور معاویہ کی حدیث ابن عساکر نے روایت کی۔

ان پچیسوں صحابہ کی بہت کثیر التعداد حدیثیں اس وقت فقیر کے پیش نظر ہیں ان میں کہیں وضو یا کُلّی کرتے میں مسواک فرمانے کا اصلاً ذکر نہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طریقۂ وضو زبان سے بتایا اُنھوں نے مسواک کا ذکر نہ کیا جنھوں نے اسی لیے وضو کر کے دکھایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ مسنونہ بتائیں انہوں نے مسواک نہ کی علی الخصوص امیرالمومنین ذوالنورین و امیرالمومنین مرتضٰے رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ دونوں حضرات سے بوجوہ کثیرہ بارہا بکثرت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وضو کر کے دکھانا مروی ہوا، کسی بار میں مسواک کا ذکر نہیں۔

عثمان غنی سے راوی اُن کے مولٰے حمران

عند احمد والبخاری ومسلم وابی داود و النسائی وابن ماجۃ وابن خزیمۃ والبزار

احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، بزار،

Marfat.com

«ابی یعلی والعدنی وابن حبان والدارقطنی
وابن بشران فی امالیه وابی نُعیم فی الحلیة۔
ابن الجارود عند الامام الطحاوی وابن
حبان والبغوی فی مسند عثمان وسعید بن
منصور۔ ابو وائل شقیق بن سلمه عند
عبد الرزاق وابن منیع والدارمی وابی داود
وابن خزیمة والدارقطنی۔ ابو دارہ عند
احمد والدارقطنی والضیاء۔ عبد الرحمٰن
سلمانی عند البغوی فیه۔ عبد الله بن جعفر
ابو علقمه کلاهما عند الدارقطنی عبد الله بن
ابی مُلیکه عند ابی داود ابو مالك دمشقی
عند سعید بن منصور قال حُدثت
ابو النضر سالم عند ابن منیع والحارث
وابی یعلی ولم یلق عثمٰن علی مرتضیٰ سے راوی
عبد خیر عند عبد الرزاق وابی بکر بن
ابی شیبة وسعید بن منصور والدارمی و
ابی داود والترمذی والنسائی وابن ماجة
والطحاوی وابن منیع وابن خُزیمة وابی
یعلی وابن الجارود وابن حبان والدارقطنی
والضیاء ابو حیه عند عبد الرزاق وابن
ابی شیبة واحمد وابی داود والترمذی و
النسائی وابی یعلی والطحاوی والهروی
فی مسند علی والضیاء سیدنا امام حسین
رضی الله تعالی عنه عند النسائی والطحاوی
وابن جریر عبد الله بن عباس

ابو یعلی، عدنی، ابن حبان، دارقطنی، ابن بشرا
نے اپنی امالی میں اور ابو نُعیم نے حلیہ میں روایت
کی۔ ابن الجارود کی روایت طحاوی اور ابن حبا
نے اور بغوی نے مسند عثمان میں اور سعید بن منصو
نے روایت کی۔ ابو وائل کی روایت عبد الرزاق
ابن منیع، دارمی، ابوداود، ابن خزیمہ اور دارقطنی
نے روایت کی۔ ابو دارہ کی احمد، دارقطنی اور ضیا
نے نقل کی۔ عبد الرحمان سلمانی کی روایت بغوی
میں ہے اس میں عبد اللہ بن جعفر ہیں، ابو علقمہ
دونوں نے دارقطنی میں۔ عبد اللہ بن ابی ملیکہ کی
روایت ابو داؤد ہیں، ابو مالک دمشقی کی روایت
سعید بن منصور نے نقل کی انہوں نے کہا کہ حُدثت
ابو النضر سالم کی روایت ابن منیع، حارث او
ابو یعلیٰ نے کی اور ان کی ملاقات عثمان سے نہیں ہو
علی مرتضیٰ سے راوی عبد خیر کی روایت عبد الرزا
ابوبکر بن ابی شیبہ، سعید بن منصور، دارمی، ابودا
ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، طحاوی، ابن منیع
ابن خزیمہ، ابو یعلیٰ، ابن الجارود، ابن حبان
دارقطنی اور ضیاء نے نقل کی۔ ابو حیہ کی روایت
عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ، احمد، ابوداؤد، تر
نسائی، ابو یعلیٰ، طحاوی اور ہروی نے
مسند علی میں اور ضیاء نے نقل کی۔ سیدنا
امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نسائی
طحاوی اور ابن جریر نے نقل کی۔ عبد ا
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت

Marfat.com

رضی اللہ تعالٰی عنہما عند احمد وابی داؤد و ابی یعلی وابن خزیمۃ والطحاوی وابن حبان والضیاء، زرّ بن حُبیش عند احمد وابی داؤد وسمویہ والضیاء، ابو العریف عند احمد وابی یعلی، ابو مطر عند عبد بن حمید۔

احمد، ابوداؤد، ابو یعلی، ابن خزیمہ، طحاوی، ابن حبان اور ضیاء نے نقل کی۔ زر بن حُبیش کی روایت احمد، ابوداؤد، سمویہ اور ضیاء نے نقل کی۔ ابو العریف کی روایت احمد، ابو یعلی نے نقل کی۔ ابو مطر کی روایت عبد بن حمید نے نقل کی۔ ت

یُوں ہی عبداللہ بن عباس وعبداللہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بھی احادیثِ کثیرہ بطرقِ عدیدہ مروی ہُوئیں سب کی تفصیل باعثِ طویل ان تمام احادیث کا ترک ذکرِ مسواک پر اتفاق تو یہ بتا رہا ہے کہ اس وقت مسواک نہ فرمانا ہی معتاد تھا ورنہ کوئی تو ذکر کرتا۔

اقول بلکہ صدہا احادیث متعلق وضو ومسواک اس وقت سامنے ہیں کسی ایک حدیث صحیح صریح سے اصلا مسواک کے لیے وقت مضمضہ یا داخل ہونے کا پتا نہیں چلتا جن بعض سے اشتباہ ہو اُس سے دفع شُبہ کریں۔

حدیثِ اوّل محقق علی الاطلاق نے صرف ایک حدیث پائی جس سے اس پر استدلال ہو سکے:

حیث قال بعد ذکر احادیث وفی الصحیحین قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لولا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواک مع کل صلاۃ اوعند کل صلاۃ وعند النسائی فی روایۃ عند کل وضوء رواہ ابن خُزیمۃ فی صحیحہ و صححھا الحاکم وذکرھا البخاری تعلیقا و لا دلالۃ فی شیئ علی کونہ فی الوضوء الا ھذہ وغایۃ ما یفید الندب وھو لا یستلزم سوی الاستحباب اذ یکفیہ اذا ندب لشیئ ان یتعبد بہ احیانا ولا سنۃ دون المواظبۃ۔[1]

انہوں نے کچھ احادیث ذکر کرنے کے بعد فرمایا اور صحیحین میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مجھ کو یہ خیال نہ ہوتا کہ میری امت مشقت میں پڑ جائے گی تو میں ان کو ہر نماز کے ساتھ یا ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیتا، اور نسائی کی ایک روایت ہے کہ ہر وضو کے وقت اس کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔ اور اس کو حاکم نے صحیح کہا، بخاری نے اس کو تعلیقاً ذکر کیا، اور مسواک کے وضو میں ہونے پر صرف یہی روایت دلالت کرتی ہے اور اس سے انتہائی طور پر جو معلوم ہوتا ہے وہ نُدب ہے، اور یہ صرف استحباب کو مستلزم ہے، کیونکہ جب کسی امر کی طرف بلایا جائے تو یہ کافی ہے کہ کبھی کبھی وہ کام بطورِ عبادت کرلیا جائے، جبکہ سنّت میں مواظبت لازمی چیز ہے۔ ت

---

[1] فتح القدیر، سنن الوضوء مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۲

Marfat.com

اُنھی کا اتباع اُن کے تلمیذ محقق حلبی نے حلیہ میں کیا۔

اقول اولا احادیث میں مشہور و مستفیض یہاں ذکر نماز ہے یعنی لفظ عند کل صلاۃ یا مع کل صلاۃ رواہ مالک[۱] احمد[۲] والستۃ[۳] یعنی لفظ "ہر نماز کے وقت یا ہر نماز کے ساتھ"

[۴] قال الشوکانی فی نیل الاوطار قال النووی غلط بعض الائمۃ الکبار فزعم ان البخاری لم یخرجہ وھو خطأ منہ وقد اخرجہ من حدیث مالک عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ھریرۃ ولیس ھو فی المؤطا من ھذا الوجہ بل ھو فیہ عن ابن شہاب عن حمید عن ابی ھریرۃ قال لولا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواک مع کل وضوء ولم یصرح برفعہ قال ابن عبد البر وحکمہ الرفع وقد رواہ الشافعی عن مالک مرفوعا ھذا کلامہ فی النیل ثم جعل یعد بعض ما ورد فی الباب ولم یعلم ما انتھی الیہ کلام الامام النووی **اقول** لا اظن قولہ لیس ھو فی المؤطا الخ من کلام الامام وھو خطأ اشد واعظم فان الحدیث فی المؤطا اولا بعین السند المذکور فی البخاری مرفوعا ثم متصلا بہ بالسند الاخر وقفا وقد روی ھذا ایضا معن ابن عیسی وایوب ابن صالح وعبد الرحمن بن مھدی وغیرھم عن مالک مرفوعا وھؤلاء کلھم من رواۃ المؤطا اھ منہ غفرلہ۔ (م)

شوکانی نے نیل الاوطار میں کہا کہ نووی نے فرمایا بعض بڑے بڑے ائمہ غلطی میں مبتلا ہُوئے، اور وہ یہ کہ ان کو گمان ہُوا کہ اس روایت کو بخاری نے ذکر نہیں کیا ہے حالانکہ بخاری میں یہ موجود ہے، وہ اس کو مالک سے ابوالزناد سے اعرج سے ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں، اور یہ موطا میں اس طرح نہیں ہے اس میں اس طرح ہے ابن شہاب حمید سے ابوہریرہ سے راوی ہیں کہ اگر مجھ کو اپنی اُمت کے مشقت میں پڑجانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں انھیں ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا، اورانہوں نے اس کے مرفوع ہونے کی تصریح نہ کی، ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ یہ حکماً مرفوع ہے اور شافعی نے اس کو مالک سے مرفوعاً روایت کیا (نیل الاوطار) پھر انھوں نے اس باب کی دوسری مرویات کا ذکر کیا اور یہ نہیں بتایا کہ نووی کا کلام کہاں ختم ہوا۔ میں کہتا ہُوں کہ "لیس ھو فی الموطا" امام کا کلام نہیں اور یہ بہت بڑی خطا ہے کیونکہ یہ حدیث موطا میں بعینہٖ اسی سند سے مذکور ہے جس سند سے بخاری میں مرفوعاً مذکور ہے پھر اس کے متصل ہی دوسری سند سے موقوفاً ہے اس کو معن بن عیسٰی، ایوب بن صالح اور عبدالرحمٰن بن مہدی وغیرہم نے مالک سے مرفوعاً روایت کیا، اور یہ سب کے سب موطا کے رُواۃ سے ہیں اھ منہ۔ (ت)

[۱] حاشیہ علی موطا امام مالک، ما جاء فی السواک مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۵۱

عن ابی ھریرۃ وآحمد وابوداود والنسائی والترمذی والضیا
عن زید بن خالد وآحمد بسند جید
عن ام المؤمنین زینب بنت جحش وکابن
خیثمۃ وابن جریر عن ام المؤمنین ام حبیبۃ
وآلبزار وسمویہ عن انس وھما والطبرانی
وابو یعلی والبغوی والحاکم عن سیدنا
العباس وآحمد والبغوی والطبرانی وابونعیم
والباوردی وابن قانع والضیاء عن تمام بن
العباس وآحمد والباوردی عن تمام بن قثم
وصوبوا کونہ عن العباس وعثمن بن سعید الدارمی
فی الرد علی الجھمیۃ والدارقطنی فی احادیث
النزول عن امیر المؤمنین علی وآالطبرانی
فی الکبیر عن ابن عباس وآفی اوسط کالخطیب
عن ابن عمر وآابونعیم فی السواک عن
ابن عمر وسعید بن منصور عن مکحول وآ
ابوبکر بن ابی شیبۃ عن حسان بن عطیۃ
کلاھما مرسل اور بعض میں ذکر وضو ہے یعنی مع
کل وضوء یا عند کل وضوء[1] رواہ الائمۃ مالک
والشافعی واحمد والنسائی وابن خزیمۃ وابن
حبان والحاکم والبیھقی عن ابی ھریرۃ وآ
الطبرانی فی الاوسط بسند حسن عن علی
وآفی الکبیر عن تمام بن العباس وآابن جریر
عن زید بن خالد رضی اللہ تعالی عنھم اجمعین۔

اس کو امام مالک، احمد اور اصحاب صحاح ستہ نے
ابوھریرہ سے روایت کیا؛ احمد
ابوداؤد، نسائی، ترمذی اور ضیاء نے زید بن خالد سے اور
احمد نے بسند جید ام المومنین زینب بنت جحش سے
اور اس کو ابن خیثمہ اور ابن جریر نے ام المومنین
ام حبیبہ سے اور بزار اور سمویہ نے حضرت انس سے
اور بزار اور سمویہ اور طبرانی، ابویعلی، بغوی اور حاکم
نے حضرت عباس سے، اور احمد، بغوی، طبرانی،
ابونعیم، باوردی، ابن قانع اور ضیاء نے تمام بن
عباس سے، اور احمد اور باوردی نے تمام بن قثم
سے، ان حضرات نے اس کو عباس سے صحیح قرار دیا۔
اور عثمان بن سعید دارمی نے الرد علی الجھمیہ میں اور
دارقطنی نے احادیث نزول میں حضرت علی سے،
اور طبرانی نے کبیر میں ابن عباس سے اور اوسط میں
جیسے خطیب نے ابن عمر سے اور ابونعیم نے السواک میں
ابن عمر سے اور سعید بن منصور نے مکحول سے، اور
ابوبکر ابن شیبہ نے حسان بن عطیہ سے اور یہ دونوں
مرسل ہیں۔ اور بعض میں ذکر وضو ہے یعنی ہر وضو
کے ساتھ یا ہر وضو کے وقت، اس کو ائمہ نے روایت
کیا، مالک، شافعی، احمد، نسائی، ابن خزیمہ،
ابن حبان، حاکم اور بیہقی نے ابوہریرہ سے اور طبرانی
نے اوسط میں بسند حسن علی سے اور کبیر میں تمام بن
عباس سے اور ابن جریر نے زید بن خالد سے رضی اللہ
تعالی عنہم اجمعین۔

جب روایات متواترہ میں عند کل صلاۃ یا مع کل صلاۃ آنے سے ہمارے ائمہ کرام

[1] حاشیہ علی موطا امام مالک ماجاء فی السواک مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۵۱

Marfat.com

رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک نماز سے اتصال بھی ثابت نہ ہوا بلکہ اتصال حقیقی اصلاً کسی کا قول نہیں حتی کہ شافعیہ
جو اُسے سننِ نماز سے مانتے ہیں تو بعض روایات میں عند کل وضوء آنے سے داخل وضو ہونا کیونکر رنگ ثبوت
پائے گا۔

فلیست عند لجعل مدخولها ظرفا لموصوفها بحیث یقع فیہ انما مفادھا القرب والحضور حسا او معنی فلا تقول زید عند الدار اذا کان فیھا بل اذا کان قریبا منھا والقرب المفھوم ھو العرفی دون الحقیقی ولہ عرض عریض الا تری الی قولہ تعالٰی عند سدرۃ المنتھی عندھا جنۃ الماوٰی[1] مع ان السدرۃ فی السماء السادسۃ کما فی صحیح مسلم عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ والجنۃ فوق السمٰوٰت وبما قررنا ظھر ضعف ماوقع فی عمدۃ القاری تحت الحدیث فیہ اباحۃ السواک فی المسجد لان عند یقتضی الظرفیۃ حقیقۃ فیقتضی استحبابہ فی کل صلٰوۃ وعند بعض المالکیۃ کراھتہ فی المسجد لاستقذارہ والمسجد ینزہ اھ[2]

تو "عند" اس لیے نہیں ہے کہ اپنے مدخول کو اپ
موصوف کا ظرف بنائے، اور وہ اس میں واقع
اس کا مفاد تو صرف قرب اور حضور ہے خواہ حسّی ہو
معنوی تو زید عند الدار اس وقت نہیں کہا جا
جب زید گھر کے اندر ہو بلکہ اس وقت کہا جاتا ہے
جب وہ گھر کے قریب ہو، اور جو قرب مفہوم ہے
وہ عرفی ہے حقیقی نہیں ہے اور اس میں کافی گنجائ
ہے، مثلاً عند سدرۃ المنتھی عندھا جن
الماوٰی، اب سدرہ چھٹے آسمان پر ہے، چنانچ
صحیح مسلم میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے
منقول ہے اور جنّت آسمانوں کے اوپر ہے، ہمار
اس تقریر سے عمدۃ القاری کی اُس تقریر کا ضعف
بھی ظاہر ہو گیا جو انہوں نے اس حدیث پر کلام کر
ہوئے کی ہے یعنی یہ کہ اس میں مسجد میں مسواک کی اباح
کا ثبوت ہے، کیونکہ "عند" حقیقۃ ظرفیۃ کا متقا
ہے، تو اس کا تقاضا یہ ہوگا کہ ہر نماز میں اس کا استحباب ہو، اور بعض مالکیہ مسجد میں مسواک کرنے کو مکروہ گردان
ہیں کہ اس میں مسجد کے گندہ ہونے کا امکان ہے جبکہ مساجد کو پاک صاف رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اھ۔

اقول اولاً حقیقۃ الظرفیۃ غیر معقولۃ فی الصلٰوۃ ولا ھی مفاد عند کما علمت۔

اقول حقیقۃ ظرفیۃ نماز میں معقول نہیں ہے او
جیسا کہ آپ جان چکے یہ عند کا مفہوم بھی نہیں ہے

۱؎ القرآن ۵۳/ ۱۴
۲؎ عمدۃ القاری، باب السواک یوم الجمعۃ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ مصر ۶/ ۱۸۲

Marfat.com

وثانیا قد قال الامام العینی نفسہ قبل ھذا بورقۃ مانصہ فان قلت کیف التوفیق بین روایۃ عند کل وضوء وروایۃ عند کل صلاۃ قلت السواک الواقع عند الوضوء واقع للصلاۃ لان الوضوء شرع لھا اھ[1]

ثانیاً عینی نے خود ہی اس سے ایک صفحہ قبل کہا ہے کہ اگر کہا جائے کہ عند کل وضوء اور عند کل صلوٰۃ کی روایت میں تطبیق کی شکل کیا ہوگی تو میں کہوں گا کہ وضو کے وقت مسواک کرنا نماز ہی کے لیے ہے کہ وضو نماز ہی کے لیے مشروع ہے اھ

وثالثا کیف یباح الاستیاک فی المسجد مع حرمۃ المضمضۃ والتفل فیہ والسواک یستعمل مبلولا ولیستخرج الرطوبات فلا یؤمن ان یقطر منھا شیئ وکل ذلک لا یجوز فی المسجد الا ان یکون فی اناء او موضع فیہ معد لذلک من حین البناء کما بیناہ فی فتاونا۔

ثالثاً مسجد میں مسواک کیونکر مباح ہوسکتی ہے کیونکہ مسجد میں کلی کرنا اور تھوکنا ممنوع ہے، مسواک تر استعمال کی جاتی ہے جس سے منہ کی رطوبتیں خارج ہوتی ہیں اور ان سے مسجد کے ملوث ہونے کا خطرہ رہتا ہے، ہاں اگر کسی برتن میں یہ عمل کیا جائے یا مسجد میں پہلے ہی سے اس کی جگہ بنائی گئی ہو، یہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں ذکر کیا ہے۔

ورابعا ما ذکرہ لیس قول بعض المالکیۃ بل قول امام دار الھجرۃ نفسہ حکاہ عنہ القرطبی فی المفھم کما فی المواھب اللدنیۃ۔

رابعاً جو انہوں نے ذکر کیا ہے یہ بعض مالکیہ کا قول نہیں ہے یہ تو امام دار الہجرۃ کا اپنا قول ہے اس کو قرطبی نے مفہم میں ذکر کیا ہے کما فی المواہب اللدنیہ۔

ثامنا عند الوضوء میں خصوصیت وقت مضمضہ بھی نہیں تو حدیث اگر بوجہ عدم افادۂ مواظبت سنیت ثابت نہ کرے گی بوجہ عدم تعیینِ وقت استحباب عند المضمضہ بھی نہ بتائے گی فافہم

حدیث دوم طبرانی اوسط میں ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان العبد اذا غسل رجلیہ خرجت خطایاہ واذا غسل وجھہ وتمضمض وتنشوص واستنشق ومسح براسہ خرجت خطایا سمعہ وبصرہ ولسانہ واذا غسل ذراعیہ وقدمیہ

بندہ جب اپنے دونوں پیر دھوتا ہے تو اس کے گناہ نکل جاتے ہیں اور جب وہ اپنا چہرہ دھوتا ہے اور کلی کرتا ہے اور دانت مانجھتا ہے اور ناک میں پانی ڈالتا ہے اور سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے کانوں،

---

[1] عمدۃ القاری، باب السواک یوم الجمعۃ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۶/ ۱۸۰

Marfat.com

کان کیوم ولدتہ امہٗ[1] ۔

آنکھوں اور زبان کے گناہ نکل جاتے ہیں اور جب وہ اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھوتا ہے اور دونوں قدم دھوتا ہے تو وہ ایسا پاک وصاف ہوجاتا ہے گویا آج ہی پیدا ہوا ہے ۔

اقول اولاً شوص دھونا اور پاک کرنا ہے کما فی الصحاح وقال الرازی: الشوص الغسل و التنظیف اھ[2] (الشوص کے معنی دھونا اور صاف کرنا ہے ۔ ت)

وفی القاموس الدلك بالید ومضغ السواك والاستنان بہ او الاستیاك ووجع الضرس والبطن والغسل والتنقیۃ[3] ۔

اور قاموس میں ہے: ہاتھ سے ملنا اور مسواک کرنا، اور ڈاڑھ اور پیٹ کا درد، دھونا، صاف کرنا ۔ ت

ثانیاً حدیث میں افعال بترتیب نہیں تو ممکن کہ مسواک سب سے پہلے ہو اور یہی حدیث کہ امام احمد نے بسند حسن مرتباً روایت کی اس میں ذکر شوص نہیں، اس کے لفظ یہ ہیں:

عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ایما رجل قام الی وضوئہ یرید الصلاۃ ثم غسل کفیہ نزلت کل خطیئۃ من کفیہ مع اول قطرۃ فاذا مضمض واستنشق واستنثر نزل کل خطیئۃ من لسانہ وشفتیہ مع اول قطرۃ فاذا غسل وجہہ نزلت کل خطیئۃ من سمعہ وبصرہ مع اول قطرۃ فاذا غسل یدہ الی المرفقین ورجلہ الی الکعبین سلم من کل ذنب کھیأۃ یوم ولدتہ امہٗ[4] ۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی نماز کے ارادے سے وضو کو اُٹھے پھر ہاتھ دھوئے تو ہاتھ کے سب گناہ پہلے قطرہ کے ساتھ نکل جائیں پھر جب کُلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے اور صاف کرے زبان ولب کے سب گناہ پہلی بوند کے ساتھ ٹپک جائیں پھر جب منہ دھوئے آنکھ کان کے سب گناہ پہلے قطرہ کے ساتھ اُتر جائیں پھر جب کہنیوں تک ہاتھ اور گٹوں تک پاؤں دھوئے سب گناہوں سے ایسا خالص ہوجائے جیسا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا ۔

---

[1] بحوالہ کنز العمال الکمال فی فضائل الوضوء مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۹/۲۸۹

[2] الصحاح للجوہری فصل الشین بیروت ۳/۱۰۴۴

[3] القاموس المحیط باب الصاد فصل الشین مصطفی البابی مصر ۲/۳۱۸

[4] مجمع الزوائد باب فضل الوضو بیروت لبنان ۱/۲۲۲

Marfat.com

فائدہ[1] یہ نفیس و عظیم بشارت کہ امت محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر رب عزوجل کا عظیم فضل اور نمازیوں کے لیے کمال تہنیت اور بے نمازوں پر سخت حسرت ہے بکثرت احادیث صحیحہ معتبرہ میں وارد ہوئی اس معنی کی حدیثیں حدیث[1] ابوامامہ کے علاوہ صحیح مسلم شریف میں امیر المومنین عثمٰن[4] غنی و ابوہریرہ[2] و عمرو[3] بن عبسہ اور مالک و احمد و نسائی و ابن ماجہ و حاکم کے یہاں عبداللہ بن صُنابحی اور طحاوی و معجم کبیر طبرانی میں عبّاد والد ثعلبہ اور مسند احمد میں مرّہ بن کعب اور مسند مسدد و ابی یعلٰی میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مروی ہیں ان میں حدیث صنابحی و حدیث عمرو سب سے اتم ہیں کہ ان میں ناک کے گناہوں کا بھی ذکر ہے اور مسح سر کرنے سے سر کے گناہ نکل جانے کا بھی

ففی الاول اذا استنثر خرجت الخطایا من انفہ ثم قال بعد ذکر الوجہ والیدین فاذا مسح راسہ خرجت الخطایا من راسہ حتی تخرج من اذنیہ[1] وفی الثانی مامنکم رجل یقرب وضوءہ فیتمضمض و یستنشق و یستنثر الا خرجت خطایا وجہہ من فیہ وخیاشمہ ثم قال بعد ذکر الوجہ والیدین ثم یمسح راسہ الا خرت خطایا راسہ من اطراف شعرہ مع الماء[2]۔

تو پہلی میں یہ ہے کہ جب وہ ناک میں پانی ڈالتا ہے تو اس کے گناہ ناک کے راستہ سے نکل جاتے ہیں پھر چہرہ اور دونوں ہاتھوں کے ذکر کے بعد فرمایا جب وہ سر کا مسح کرتا ہے تو گناہ اس کے سر سے نکلتے ہیں یہاں تک کہ اس کے دونوں کانوں سے نکل جاتے ہیں اور دوسری میں ہے کہ تم میں سے جو بھی وضو کرتا ہے پھر کلی کرتا ہے ناک میں پانی ڈالتا ہے تو اس کے گناہ اس کے چہرہ، اس کے منہ اور اس کے نتھنوں سے نکل جاتے ہیں پھر چہرہ اور دونوں ہاتھوں کے ذکر کے بعد فرمایا پھر وہ اپنے سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے گناہ بالوں سے رِسنے والے پانی کے قطرات کے ساتھ ہی نکل جاتے ہیں۔ ت

بہت علماء فرماتے ہیں یہاں گناہوں سے صغائر مراد ہیں۔

اقول تحقیق یہ ہے کہ کبائر بھی دُھلتے ہیں اگرچہ زائل نہ ہوں یہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ وغیرہ

عہ[1] رواہ ایضا احمد وابن ماجۃ ۱۲ منہ (م)

اس کو احمد اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا۔ (ت)

عہ[2] ورواہ ایضا مالک والشافعی والترمذی والطحاوی ۱۲ منہ (م)

اس کو مالک، شافعی، ترمذی اور طحاوی نے روایت کیا۔ (ت)

عہ[3] ورواہ ایضا احمد وابوبکر بن ابی شیبۃ والامام الطحاوی والضیاء وھو عند الطبرانی فی الاوسط مختصرا و ابن زنجویہ بسند صحیح ۱۲ منہ (م)

اس کو احمد اور ابی بکر بن ابی شیبہ اور امام طحاوی اور ضیاء نے، وہ طبرانی کے نزدیک اوسط میں مختصر ہے اور ابن زنجویہ نے بسند صحیح روایت کیا ۱۲ منہ (ت)

---

[1] کنز العمال فضائل الوضوء مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۹/ ۲۸۵

[2] ایضاً ۹/ ۲۸۶

Marfat.com

اکابر علمائے کرام قدست اسرارہم کا مشاہدہ ہے جسے فقیر نے رسالہ "الطرس المعدل فی حد الماء المستعمل"
میں ذکر کیا اور کرم مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحر بے پایاں ہے حدث عن البحر ولا حرج والحمد للہ
رب العلمین اور بات وہ ہے جو خود مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بشارت بیان کرکے ارشاد فرمائی کہ لا
تغتروا اس پر مغرور نہ ہونا[1] رواہ البخاری عن عثمٰن ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم وحسبنا
اللہ ونعم الوکیل۔

حدیث سوم سنن بیہقی میں ہے ؛

عن عبد اللہ بن المثنی قال حدثنی بعض اھل بیتی عن انس بن مالك رضی اللہ تعالی عنہ ان رجلا من الانصار من بنی عمرو بن عوف قال یا رسول اللہ انك رغبتنا فی السواك فھل دون ذلك من شیئ قال اصبعك سواك عند وضوئك تمربھا علی اسنانك انہ لا عمل لمن لا نیۃ لہ ولا اجر لمن لا خشیۃ لہ۔[2]

عبد اللہ بن المثنیٰ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں مجھے میرے گھر والوں میں سے کسی نے بیان کیا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انصار سے بنو عمرو بن عوف کے ایک صاحب نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے ہمیں مسواک کی بہت رغبت دلائی ہے تو کیا اس سے کم درجہ کی بھی کوئی چیز ہے؟ آپ نے فرمایا تمہاری انگلی تمہاری مسواک ہے اس سے دانتوں کو رگڑ لیا کرو، جس کی نیت نہ ہو اس کا عمل نہیں اور جس میں خشیت الٰہی نہ ہو اس کا اجر نہیں۔

اقول اولاً یہ حدیث ضعیف ہے لما تری من الجھالۃ فی سندہ وقد ضعفہ البیھقی۔
ثانیاً وثالثاً لفظ عند وضوءك میں وہی مباحث ہیں کہ گزرے۔

حدیث چہارم ایک حدیث مرسل میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ؛

الوضوء شطر الایمان والسواك شطر الوضوء[3] رواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ عن حسان بن عطیۃ والستۃ فی کتاب الایمان عنہ بلفظ السواك نصف الوضوء والوضوء نصف الایمان۔[4]

وضو ایمان کا حصّہ ہے اور مسواک وضو کا حصہ ہے اس کو ابوبکر بن ابی شیبہ نے حسان بن عطیہ سے روایت کیا' اور اصحاب ستہ نے اس کو اُن سے کتاب الایمان میں روایت کیا، لفظ یہ ہیں ک

---

[1] جامع للبخاری باب قول اللہ تعالیٰ یا ایھا الناس ان عدواللہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۵۲
[2] السنن الکبریٰ للبیہقی باب الاستیاک بالاصابع بیروت ۱/۴۱
[3] مصنف ابن ابی شیبہ ماذکر فی السواک ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۷۰
[4] جامع الصغیر مع الفیض القدیر بیروت ۴/۱۴۸

Marfat.com

مسواک نصف وضو ہے اور وضو نصف ایمان ہے۔ ت

اقول یعنی ایمان بے وضو کامل نہیں ہوتا اور وضو بے مسواک۔ اس سے مسواک کا داخل وضو ہونا ثابت نہیں ہوتا جس طرح وضو داخل ایمان نہیں ہاں وجہ تکمیل ہونا مفہوم ہوتا ہے وہ ہر سنت کے لیے حاصل ہے قبلیہ ہو یا بعدیہ جس طرح صبح وظہر کی سنتیں فرضوں کی مکمل ہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

ثالثاً اقول جب محقق ہولیا کہ مسواک سنت ہے اور ہمارے علما اُسے سنّتِ وضو مانتے اور شافعیہ کے ساتھ اپنا خلاف یونہی نقل فرماتے ہیں کہ اُن کے نزدیک سنّتِ نماز ہے اور ہمارے نزدیک سنّتِ وضو اور متون مذہب قاطبۃً یک زبان تصریح فرمارہے ہیں کہ مسواک سننِ وضو سے ہے تو اُس سے عدول کی کیا وجہ ہے سنّتِ شے قبلیہ ہوتی ہے یا بعدیہ یا داخلہ جیسے رکوع میں تسویہ ظہر۔ مگر روشن بیانوں سے ثابت ہُوا کہ مسواک وضو کی سنت داخلہ نہیں کہ سنیت بے مواظبت نہیں اور وضو کرتے میں مسواک فرمانے پر مداومت درکنار اصلاً ثبوت ہی نہیں اور سنت بعدیہ نہ کوئی مانتا ہے نہ اُس کا محل ہے کہ مسواک سے خون نکلے تو وضو بھی جائے۔ بحرالرائق میں ہے:

وعلله السراج الهندی فی شرح الهدایة بانه اذا استاك للصلاة ربما یخرج منه دم وهو نجس بالاجماع وان لم یکن ناقضا عند الشافعی رضی الله تعالٰی عنه۔[1]	سراج ہندی نے شرح ہدایہ میں اس کی علت یہ بیان کی اگر نماز کے لیے مسواک کرے تو منہ سے خون نکل آنے کا امکان ہے اور یہ بالاجماع نجس ہے اگرچہ امام شافعی کے نزدیک ناقض وضو نہیں ہے۔ت

لاجرم ثابت ہوا کہ سنت قبلیہ ہے اور یہی مطلوب تھا اور خود حدیث صحیح مسلم اس کی طرف ناظر اور حدیث سنن ابی داؤد اس میں نص،

کما تقدم اما تعلیل التبیین عدم استنانه فی الوضوء بانه لا یختص به[2]	جیسا کہ گزرا، اور تبیین میں یہ علت بتائی ہے کہ وضو میں اس کا مسنون نہ ہونا اس لیے ہے کہ یہ وضو کے ساتھ خاص نہیں ہے۔
اقول اولا لا یلزم لسنة الشیئ الاختصاص به الا تری ان ترك اللغو سنة مطلقا ودیناً کد	اولاً، کسی چیز کے مسنون ہونے کو یہ لازم نہیں کہ وُہ اس کے ساتھ مختص بھی ہو، مثلاً ترکِ لغو مطلق

---

[1] بحرالرائق سنن الوضوء مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۰

[2] تبیین الحقائق سنن الوضوء بولاق مصر ۱/۴

Marfat.com

استنانه للصائم والمحرم والمعتكف والتسمية كما لا تختص بالوضوء لا تختص بالاكل ولا يسوغ انكار انها سنة للأكل وثانيا اذا واظب النبي صلى الله عليه وسلم على شئ في شيأين فهل يكون ذلك سنة فيهما او في احدهما او لا في شئ منهما الثالث باطل والا تخلف المحدود مع صدق الحد وكذا الثاني مع علاوة الترجيح بلا مرجح فتعين الاول وثبت ان الاختصاص لا يلزم الاستنان **اما** ما في عمدة القاري اختلف العلماء فيه فقال بعضهم انه من سنة الوضوء وقال اخرون انه من سنة الصلاة وقال اخرون انه من سنة الدين وهو الاقوى نقل ذلك عن ابي حنيفة رضي الله تعالى عنه اھ[1] ذكره في باب السواك من ابواب الوضوء نزاد في باب السواك يوم الجمعة ان المنقول عن ابي حنيفة انه من سنن الدين فحينئذ يستوي فيه كل الاحوال اھ[2]

سنت ہے، اور اس کا مسنون ہونا، روزہ دار، مُحرِم اور معتکف کے لیے سنتِ مؤکدہ ہے، اور بسم اللہ جس طرح وضو کے ساتھ مختص نہیں ہے، اور اسی طرح کھ کے ساتھ مختص نہیں ہے، اور اس کے سنت ہو کا کوئی انکار نہیں کرسکتا ہے۔

ثانیاً جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام میں چیزوں میں سے ایک پر مواظبت فرمائیں تو کیا چیز دونوں میں سنت ہوگی یا ایک میں یا کسی میں بھی نہ ہوگی، تیسری صورت باطل ورنہ محدود کا حد سے تخلف لازم آئے گا اور اسی طرح دوسرا بھی مع ترجیح بلا مرجح کے، تو پہلا متعین ہوگیا اور معلوم ہوگیا کہ سنت ہونے کے لیے اختصاص لازم نہیں ہے۔

اور عُمدۃ القاری میں ہے کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا یہ سنتِ وضو ہے اور دوسروں نے کہا یہ سنتِ نماز ہے اور کچھ اور نے کہا یہ سنتِ دین ہے اور یہی اقوی ہے یہی ابو حنیفہ سے منقول ہے اھ اس کو ابوابِ وضو کے باب السواک میں انھوں نے ذکر کیا، انھوں نے باب السواک یوم الجمعہ میں فرمایا کہ ابو حنیفہ سے منقول ہے کہ مسواک دین کی سنتوں میں سے ہے، اس صورت میں اس میں تمام احوال یکساں رہیں گے

اقول يؤيده حديث الديلمي عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم السواك سنة

اقول اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو دیلمی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسواک سنت ہے

---

[1] عمدۃ القاری باب السواک من ابواب الوضوء ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ مصر ۳/۱۸۵
[2] عمدۃ القاری باب السواک یوم الجمعۃ " ۶/۱۸۱

Marfat.com

فاسئلوا ای وقت شئتم ولکن اولا لاکونہ سنۃ فی الوضوء ینفی کونہ من سنن الدین بل یقررہ ولاکونہ سنۃ مستقلۃ ینافی کونہ من سنن الوضوء کما قررنا الا تری ان الماثور عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ من سنن الدین و اطبقت حملۃ عرش مذھبہ المتین المتون انہ من سنن الوضوء ونصہا عین نصہ رضی اللہ تعالٰی عنہ وثانیا ھذا الامام العینی نفسہ ناصا قبل ھذا بنحو ورقۃ ان باب السواک من احکام الوضوء عند الاکثرین[1] اھ فلم نعدل عن قول الاکثرین وعن اطباق المتون لروایۃ عن الامام لاتنافیہ اصلا وثالثا اعجب من ھذا قولہ رحمہ اللہ تعالٰی فی شرح قول الکنز وسنتہ غسل یدیہ الی رسغیہ ابتداء کالتسمیۃ والسواک اذ قال الامام الزیلعی قولہ والسواک یحتمل وجہین احدھما ان یکون مجرورا عطفا علی التسمیۃ والثانی ان یکون مرفوعا عطفا علی الغسل والاول اظہر لان السنۃ ان یستاک عند ابتداء الوضوء[2] اھ مانصہ بل الاظہر ھو الثانی لان المنقول عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ علی ما ذکرہ صاحب المفید ان السواک من سنن الدین فحینئذ یستوی فیہ کل

تو تم جس وقت چاہو مسواک کرو۔ مگر اس میں چند باتیں قابلِ غور ہیں :

اوّلاً مسواک' اس کا وضو کی سنتوں سے ہونا اس امر سے مانع نہیں کہ یہ سنّتِ دین سے ہو بلکہ یہ تو اس کی مزید تاکید کرتا ہے اور نہ ہی اس کے مستقل سنّت ہونے سے اس کی نفی ہوتی ہے کہ وہ سنتِ وضو سے ہو، جیسا کہ ہم نے بیان کیا، ابوحنیفہ سے یہی منقول ہے کہ مسواک سنّتِ دین سے ہے جبکہ ان کے مذہب کے ائمہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ مسواک وضو کی سنّت ہے' اور جو حدیث میں ہے وہی بات ہے جو بعینہٖ حدیث میں ہے۔

ثانیاً خود انہی امام عینی نے تقریباً ایک ورق قبل اس امر کی تصریح کی ہے کہ باب السواک اکثر کے نزدیک احکامِ وضو سے ہے اھ تو ہم نے اکثر کے قول سے خروج نہیں کیا ہے اور متون کی تطبیق امام سے روایت کے منافی نہیں ہے۔

ثالثاً اس سے بھی زیادہ عجیب ان کا شرح کنز میں اس عبارت کے تحت کہ سنتہ غسل یدیہ الی رسغیہ ابتداء فرمانا ہے جیسے بسم اللہ اور مسواک کرنا۔ امام زیلعی فرماتے ہیں کہ ان کا قول والسواک دو وجوہ کا محتمل ہے ایک تو یہ کہ مجرور ہو اور اس کا عطف تسمیہ پر ہو اور دوسرے یہ کہ مرفوع ہو اور غسل

---

[1] عمدۃ القاری باب السواک من ابواب الوضوء ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۳/۱۸۴

[2] تبیین الحقائق سنن الوضوء بولاق مصر ۱/۴

Marfat.com

الاحوال اھ[1] پر عطف ہو اور اول اظہر ہے اس لیے کہ سنّت یہی ہے کہ ابتداء وضو میں مسواک کی جائے اھ یہ ان کی تصریح ہے بلکہ اظہر ثانی ہے کیونکہ حضرت امام ابوحنیفہ سے بقول صاحب مفید یہی منقول ہے کہ مسواک سننِ دین سے ہے تو اس صورت میں اس میں تمام احوال برابر ہوں گے۔ ت

اقول کونہ من سنن الدین کان یقابل عندکم کونہ من سنن الوضوء فما یغنی الرفع مع کونہ عطفا علی خبر سنتہ ای سنۃ الوضوء وبوجہ اخر ما المراد باستواء الاحوال نفی ان یختص بہ حال بحیث تفقد السنیۃ فی غیرہ ام نفی التشکیك بحسب الاحوال بحیث لایکون التصاقہ ببعضھا ازید من بعض علی الاول لاوجہ لاستظھار الثانی فلوکان سنۃ فی ابتداء الوضوء ای اشد طلبا فی ھذا الوقت و الصق بہ لم ینتف استنانہ فی غیر الوضوء وعلی الثانی لاوجہ للثانی ولا للاول فضلا عن کون احدھما اظھر من الاخر والعجب من البحر صاحب البحر انہ جعل الاولی کون وقتہ عند المضمضۃ لاقبل الوضوء وتبع الزیلعی فی ان الجر اظھر یفید ان الابتداء بہ سنۃ نبہ علیہ اخوہ فی النھر رحمھم اللہ تعالٰی جمیعا اما تعلیل الفتح ان لاسنیۃ دون المواظب و لم تثبت عند الوضوء[2] اقول الدلیل اعم من الدعوی فان المقصود نفی الاستنان للوضوء والدلیل نفی کونہ من السنن الداخلۃ فیہ

اقول آپ کے نزدیک مسواک کا سنن دین سے ہونا اس کے سنن وضو سے ہونے کے مقابل تھا تو اس کو مرفوع پڑھنے کا کیا فائدہ ہے حالانکہ اس کا عطف سنت کی خبر پر ہے یعنی سنۃ الوضوء۔

اور دوسرے انداز میں یہ کہ استواء احوال سے کیا مراد ہے، آیا اس امر کی نفی کہ اس کے ساتھ کوئی حال خاص ہو اور دوسرے میں سنّت ہونا نہ پایا جائے یا تشکیک کی نفی باعتبار احوال؛ اس طور پر کہ اس کا تعلق بعض کے ساتھ بہ نسبت بعض کے زائد ہو، پہلی صورت میں دوسرے کو اظہر کہنے کی کوئی وجہ نہیں، تو اگر ابتداء وضو میں مسواک سنّت ہو، یعنی اس صورت میں طلب زائد ہو اور اس کا تعلق زاید ہو تو غیر وضو میں اس کے سنّت ہونے کی نفی نہیں ہوتی ہے اور دوسری تقدیر پر دوسرے کی اور نہ پہلے کی کوئی گنجائش ہے چہ جائیکہ کوئی کسی سے اظہر ہو، اور صاحب بحر پر تعجب ہے کہ انہوں نے مسواک کو کلی کے وقت اولیٰ قرار دیا ہے نہ کہ وضو سے قبل، اور زیلعی کی پیروی کی ہے کہ جر اظہر ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ اس سے ابتدا سنّت ہے اس پر ان کے بھائی نے نہر میں تنبیہ کی ہے رحمہم اللہ تعالٰی جمیعا۔ صاحب فتح نے یہ علت بیان کی ہے

---

[1] شلبی علی حاشیۃ تبیین الحقائق سنن الوضوء بولاق مصر ۱/۴

Marfat.com

فلو لایختاد کونہ سنۃ قبلیۃ للوضوء۔ کہ مواظبت کے بغیر کسی چیز کا مسنون ہونا ثابت نہیں ہوتا اور یہ مواظبت وضو کے وقت ثابت نہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ دلیل دعوی سے اعم ہے کہ مقصود تو یہ تھا کہ مسواک کا وضو کے لیے سنّت ہونا ثابت نہ ہو جبکہ دلیل سے اس امر کی نفی ہو رہی ہے کہ مسواک وضو کی داخلی سُنتوں میں سے نہیں ہے، تو پھر اس کو وضو سے قبل کی سُنتوں میں کیوں شمار نہیں کر لیتے! ت

بالجملہ بحکم متون واحادیث اظہر وہی مختار بدائع و زیلعی وحلیہ ہے کہ مسواک وضو کی سنت قبلیہ ہے، ہاں سنّتِ مؤکدہ اُسی وقت ہے جبکہ منہ میں تغیّر ہو اس تحقیق پر جبکہ مسواک وضو کی سنّت ہے مگر وضو میں نہیں بلکہ اُس سے پہلے ہے تو جو پانی کہ مسواک میں صرف ہوگا اس حساب سے خارج ہے سنّت یہ ہے کہ مسواک[1] کرنے سے پہلے دھوئی جائے اور فراغ کے بعد دھو کر رکھی جائے اور کم از کم اُوپر کے دانتوں اور نیچے کے دانتوں میں تین تین بار تین پانیوں سے کی جائے۔

دُرمختار میں ہے:

اقلہ ثلاث فی الاعالی وثلاث فی الاسافل بمیاہ ثلثۃ[1]۔ اس کا کم از کم تین مرتبہ اوپر کے دانتوں میں اور تین مرتبہ نیچے کے دانتوں میں تین پانیوں سے دھونا ہے۔ ت

صغیری میں ہے:

یغسلہ عند الاستیاک وعند الفراغ منہ[2]۔ اس کو مسواک کے وقت اور اس سے فراغت کے بعد دھوئے گا۔ ت

(۵) اس قدر تو درکار ہی ہے اور اُس کے ساتھ اگر منہ میں کوئی تغیّر رائحہ ہوا تو جتنی بار مسواک اور کُلیوں سے اس کا ازالہ ہو لازم ہے اس کے لیے کوئی حد مقرر نہیں بدبودار کثیف بے احتیاطی کا حقّہ پینے والوں کو اس کا خیال سخت ضروری ہے اور اُن سے زیادہ سگرٹ والے کہ اس کی بدبو مرکب تمباکو سے سخت تر اور زیادہ دیرپا ہے اور ان سب سے زاید اشد ضرورت تمباکو کھانے والوں کو ہے جن کے منہ میں اُس کا جرم دبا رہتا اور منہ کو اپنی بدبو سے بسا دیتا ہے یہ سب لوگ وہاں تک مسواک اور کُلیاں کریں کہ منہ بالکل صاف ہو جائے اور بُو کا اصلاً نشان نہ رہے اور اس کا امتحان یوں ہے کہ ہاتھ اپنے منہ کے قریب لے جا کر منہ کھول کر زور سے تین بار حلق سے پوری سانس ہاتھ پر لیں اور معاً سونگھیں بغیر اس کے اندر کی بدبو خود کم محسوس ہوتی ہے اور جب منہ[3] میں بدبو ہو تو مسجد میں جانا حرام نماز میں داخل ہونا منع واللہ الہادی۔

---

[1] الدرالمختار سنن الوضوء مجتبائی دہلی ۱/ ۲۱

[2] صغیری شرح منیۃ المصلی " ص ۱۴

Marfat.com

(۶) یُوں ہی جسے تر کھانسی ہو اور بلغم کثیر و لزج کہ بمشکل بتدریج جُدا ہو اور معلوم ہے کہ مسواک کی تکر
کُلّیوں غراروں کا اکثار اُس کے خروج پر معین تو اُس کے لیے بھی حد نہیں باندھ سکتے۔

(۷) یہی حال زکام کا ہے جبکہ ریزش زیادہ اور لزوجت دار ہو اُس کے تصفیہ اور بار بار ہاتھ دھونے
جو پانی صرف ہو وُہ بھی جدا اور نامعین المقدار رہے۔

(۸) پانوں کے کثرت سے عادی خصوصاً جبکہ دانتوں میں فضا ہو تجربہ سے جانتے ہیں کہ چھالیا کے باریک
ریزے اور پان کے بہت چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اس طرح منہ کے اطراف واکناف میں جاگیر ہوتے ہیں کہ تین بلکہ کبھی د
بارہ کُلّیاں بھی اُن کے تصفیہ تام کو کافی نہیں ہوتیں، نہ خلال اُنھیں نکال سکتا ہے نہ مسواک سوا کُلّیوں کے
پانی منافذ میں داخل ہوتا اور جنبشیں دینے سے اُن جمے ہوئے باریک ذرّوں کو بتدریج چھڑا چھڑا کر لاتا ہے اس
بھی کوئی تحدید نہیں ہو سکتی اور یہ کامل تصفیہ بھی بہت مؤکد ہے متعدد احادیث میں ارشاد ہوا ہے کہ جب
نماز کو کھڑا ہوتا ہے فرشتہ اس کے منہ پر اپنا منہ رکھتا ہے یہ جو کچھ پڑھتا ہے اس کے منہ سے نکل کر فرشتہ کے منہ
جاتا ہے اُس وقت اگر کھانے کی کوئی شے اُس کے دانتوں میں ہوتی ہے ملائکہ کو اُس سے ایسی سخت ایذا ہوتی
کہ اور شے سے نہیں ہوتی،

البیھقی فی الشعب وتمام فی فوائدہ والدیلمی فی مسند الفردوس والضیاء فی المختارۃ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا قام احدکم یصلی من اللیل فلیستک فان احدکم اذا قرأ فی صلاتہ وضع ملک فاہ علی فیہ ولا یخرج من فیہ شیئ الا دخل فم الملک[۱] وللطبرانی فی الکبیر عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لیس شیئ اشد علی الملکین من ان یریا بین اسنان صاحبھما طعاما

بیہقی نے شعب میں، اور تمام نے اپنے فوائد میں
نے مسند الفردوس میں اور ضیا نے مختارہ میں حضرت
جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند صحیح روایت کی
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں
کوئی رات کو نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو تو چاہیے کہ مس
کرلے کیونکہ جب وُہ اپنی نماز میں قرأت کرتا ہے
فرشتہ اپنا منہ اس کے منہ پر رکھ لیتا ہے اور جو
اس کے منہ سے نکلتی ہے وہ فرشتہ کے منہ میں
ہوجاتی ہے۔ اور طبرانی نے کبیر میں حضرت ابوایو
انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ دو
فرشتوں پر اس سے زیادہ کوئی چیز گراں نہیں

---

[۱] بحوالہ کنز العمال الاکمال من السواک موسسۃ الرسالۃ بیروت ۹/۳۱۹

Marfat.com

وھو قائم یصلی[1] وفی الباب عند ابن المبارک فی الزھد عن ابی عبد الرحمن السلمی عن امیر المومنین علی رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والدیلمی عن عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالٰی عنھما عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وابن نصر فی الصلاۃ عن الزھری عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مرسلا والاٰجری فی اخلاق حملۃ القراٰن عن علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ موقوفا۔

کہ وہ اپنے ساتھی کو نماز پڑھتا دیکھیں اور اس کے دانتوں میں کھانے کے ریزے پھنسے ہوں، اور اس باب میں ابن مبارک نے الزھد میں ابو عبدالرحمٰن السلمی سے حضرت علی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے اور دیلمی نے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے اور ابن نصر نے الصلوٰۃ میں زہری سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسلاً روایت کی اور آجری نے حاملین قرآن کے اخلاق میں حضرت علی سے موقوفاً روایت کی۔ ت

تنبیہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حسن بن زیاد کی روایت کہ مستثنٰی پانیوں سے آب اول کے نیچے گزری جس کا حاصل یہ تھا کہ ایک رطل پانی سے استنجا اور ایک رطل منہ اور دونوں ہاتھ اور ایک رطل دونوں دونوں پاؤں کے لیے، اور اسی کو علامہ شرف بخاری رحمۃ الباری نے مقدمۃ الصلاۃ میں ذکر فرمایا کہ ؎

در وضو آب یک من ونیم ست — غسل را چار من ز تعلیم ست

در وضو کن بر نیم من استنجا — دار مر دست و روئے نیمن را

پس بداں نیم من کہ مے ماند — پائے شوید ہر انکہ مے داند[2]

اقول اس سے ظاہر یہ ہے واللہ تعالٰی اعلم کہ وضو میں صرف فرائضِ غسل کا حساب بتایا ہے کہ جتنا پانی دونوں پاؤں کے لیے رکھا ہے اُسی قدر مُنہ اور دونوں ہاتھوں کے لیے اول تو اسی میں قدرے بُعد ہے۔ پاؤں کی ساخت اگر عالم کبیر میں شتر کی نظیر ہے جس کے سبب اُس کے تمام اطراف پر گزرنے کے لیے پانی زیادہ درکار ہے تو شک نہیں کہ ناخنِ دست سے کہنی کے اُوپر تک ہاتھ کی مساحت پاؤں سے بہت زائد ہے تو غایت یہ کہ ہاتھ کے برابر پاؤں پر صرف ہو نہ کہ منہ اور دونوں ہاتھ کے مجموعہ کے برابر پاؤں پر و لہذا حدیث میں ہاتھوں اور پاؤں پر برابر صرف کا ذکر آیا، بخاری ونسائی[عہ] وابوبکر بن ابی شیبہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی

---

[1] معجم الکبیر عن ابی ایوب — مطبعۃ الزہراء الحدیثیہ موصل ۴/۱۷۷

[2] نامِ حق — مقدار آب وضو وغسل — مکتبہ قادریہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۱۴

عہ رواہ ابوداود مختصرا ویاتی وابن ماجۃ ایضا فاختصرہ جدا وفرقہ اھ منہ (م)

ابوداود نے مختصراً روایت کیا اور ابن ماجہ نے بہت زیادہ اختصار اور کچھ فرق سے روایت کیا۔ (ت)

Marfat.com

انہ توضأ فغسل وجھہ اخذ غرفۃ من ماء فمضمض بھا واستنشق ثم اخذ غرفۃ من ماء فجعل بھا ھکذا اضافھا الی یدہ الاخری فغسل بھا وجھہ ثم اخذ غرفۃ من ماء فغسل بھا یدہ الیمنی ثم اخذ غرفۃ من ماء فغسل بھا یدہ الیسری ثم مسح براسہ ثم اخذ غرفۃ من ماء فرش علی رجلہ الیمنی حتی غسلھا ثم اخذ غرفۃ اخری فغسل بھا رجلہ الیسری ثم قال ھکذا رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتوضأ[1]۔

کہ آپ نے وضو کیا اور اپنا چہرہ دھویا، ایک چُلّو پا(نی) لیا، کُلّی کی، ناک میں پانی ڈالا۔ پھر ایک چُلّو پا(نی) لیا اور اس سے یہی عمل دُہرایا، اور اس کے سا(تھ) دوسرے ہاتھ کو ملا کر اپنا چہرہ دھویا، پھر پانی کا ایک چُلّو لیا اور اس سے اپنا دایاں ہاتھ دھویا، پھ(ر) ایک چُلّو پانی لیا اور اس سے اپنا بایاں ہاتھ دھو(یا) پھر اپنے سر کا مسح کیا، پھر ایک چُلّو پانی لیا اور اپنے دائیں پاؤں پر چھڑکا یہاں تک کہ اس کو دھولیا، پھر دوسرا چلّو لیا اور بایاں پاؤں دھویا، پھر فرما(یا) کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طر(ح) وضو کرتے دیکھا تھا۔ ت

اور اگر اس سے قطع نظر کیجئے تو دونوں ہاتھ کلائیوں تک دھونا، کُلّی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، منہ دھو(نا) دونوں ہاتھ ناخنِ دست سے کہنیوں کے اوپر تک دھونا اس تمام مجموعہ کے برابر صرف دونوں پاؤں پر صرف (ہونا) ہونا غایت استبعاد میں ہے تو ظاہر یہی ہے کہ ابتدائی سُنتیں یعنی کلائیوں تک ہاتھ تین بار دھونا تین کُلّیاں تین بار ناک میں پانی یہ سب بھی اس حساب یک مُد سے خارج ہو عجب نہیں کہ حدیث رُبیّع رضی اللہ تعالٰی عنہ(ا) جس میں پورا وضوء مع سنن مذکور رہوا اور وضو کا برتن بھی دکھایا اور راوی نے اُس کا تخمینہ ایک مُد اور تہائی تک (کیا) اُس کا منشا یہی ہو کہ سنن قبلیہ کے لیے ثلث مُد بڑھ گیا مگر احادیث مطلقہ سے متبادر وضوء مع السنن ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

امر چہارم کیا پانی کی یہ مقداریں کہ مذکور ہوئیں حد محدود ہیں کہ ان سے کم وبیش ممنوع۔ ائمۂ د(ین) وعلمائے معتمدین مثل امام ابوزکریا نووی شرح صحیح مسلم اور امام محمود بدر عینی شرح صحیح بخاری اور امام محم(د) بن امیر الحاج شرح منیہ اور ملّا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں اجماعِ امت نقل فرماتے ہیں کہ ان مقادیر پر (ا)قتصار نہیں مقصود یہ ہے کہ پانی بلاوجہ محض زیادہ خرچ نہ ہو نہ ادائے سنت میں تقصیر رہے پھر کسی قدر ہو کچھ بندش نہیں۔ حدیث وظاہر الروایۃ میں جو مقادیر مُد وچار مد آئیں اُن سے مراد ادنٰی قدر سنت ہے۔ حلیہ میں (ہے)

---

[1] جامع للبخاری باب غسل الوجہ بالیدین من غرفۃ واحدۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۶

Marfat.com

ثم اعلم انہ نقل غیر واحد اجماع المسلمین علی ان الماء الذی یجزئ فی الوضوء والغسل غیر مقدر بمقدار بعینہ بل یکفی فیہ القلیل والکثیر اذا وجد شرط الغسل وھو جریان الماء علی الاعضاء وما فی ظاھر الروایۃ من ان ادنی مایکفی فی الغسل صاع وفی الوضوء مد للحدیث المتفق علیہ لیس بتقدیر لازم بل ھو بیان ادنی قدر الماء المسنون فی الوضوء والغسل السابغین[1]

اس امر پر ایک سے زاید حضرات مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے کہ وضو اور غسل کے لیے پانی کی کوئی مقدار متعین ومقرر نہیں ہے، بلکہ کم اور زاید سب درست ہے بشرطیکہ غسل کی بنیادی شرط یعنی اعضاء پر پانی کا بہہ جانا متحقق ہوجائے، اور ظاہر الروایۃ میں جو کہا گیا ہے کہ غسل میں کم از کم مقدار ایک صاع ہے اور وضو میں ایک مُد ہے اس پر حدیث متفق علیہ دلیل ہے، تو یہ لازمی تقدیر نہیں ہے بلکہ وضو اور غسل میں پانی کے جواز کی جو کم سے کم مسنون مقدار ہے اُس کا ذکر ہے۔ ت

اُسی میں ہمارے مشائخ کرام سے ہے،

من اسبغ الوضوء والغسل بدون ذلک اجزأہ وان لم یکفہ زاد علیہ[2]۔

جس نے اس مقدار سے کم میں اچھی طرح وضو کر لیا تو کافی ہے اور اگر ایسا نہ کرسکے تو پانی کی مقدار میں اضافہ کرسکتا ہے۔ ت

بلکہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ غسل میں ایک صاع سے زیادت افضل ہے فتاوٰی خلاصہ میں ہے،

الافضل ان لایقتصر علی الصاع فی الغسل بل یغتسل بازید منہ بعد ان لایؤدی الی الوسواس فان ادی لایستعمل الا قدر الحاجۃ[3]۔

بہتر یہ ہے کہ غسل میں ایک صاع پر اکتفاء نہ کرے بلکہ اس سے زیادہ استعمال کرے، لیکن یہ امر وسوسہ کی حد تک نہ پہنچنا چاہیے اور اگر ایسی صورت ہونے لگے تو زاید استعمال نہ کرے، صرف بقدر حاجت کرے۔ ت

اس عبارت میں تصریح ہے کہ قدر حاجت سے زیادہ خرچ کرنا مستحب ہے جبکہ حد وسوسہ تک نہ پہنچے ہاں وسوسہ کا قدم درمیان ہو تو حاجت سے زیادہ صرف نہ کرے۔

اقول وباللہ التوفیق مراتب پانچ ہیں، ضرورت۱، حاجت۲، منفعت۳، زینت۴، فضول۵۔

---

[1] حلیہ

[2] حلیہ

[3] خلاصۃ الفتاوٰی نوع کیفیت الغسل نولکشور لکھنؤ ۱/۱۴

Marfat.com

ضرورت یہ کہ اُس کے بغیر گزر نہ ہوسکے جیسے مکان میں جُحر یتدخلہ وہ سوراخ جس میں آدمی بزور سما سکے
کھانے میں لقیمات یقمن صلبہ چھوٹے چھوٹے چند لقمے کہ سدرمق کریں ادائے فرائض کی طاقت دیں لباس
میں خرقۃ تواری عورتہ اتنا ٹکڑا کہ ستر عورت کرے۔

حاجت یہ کہ بے اُس کے ضرر ہو جیسے مکان اتنا کہ گرمی جاڑے برسات کی تکلیفوں سے بچا سکے، کھانا اتنا جس سے
ادائے واجبات وسُنن کی قوت ملے، کپڑا اتنا کہ جاڑا روکے اتنا بدن ڈھکے جس کا کھولنا نماز و مجمع ناس میں خلاف
ادب وتہذیب ہے مثلاً خالی پاجامے سے نماز مکروہ تحریمی ہے،

ابوداؤد والحاکم عن بریدۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی ان یصلی الرجل فی سراویل ولیس علیہ رداء۔[1]

ابوداؤد اور حاکم نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر سے منع فرمایا کہ آدمی صرف شلوار پہن کر نماز پڑھے اور اس پر چادر نہ ہو۔ ت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ آدمی بے چادر اوڑھے صرف پاجامے میں نماز پڑھے، مسند احمد وصحیحین میں
ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لایصلین احدکم فی الثوب الواحد لیس علی عاتقیہ منہ شیئ[2]

تم میں سے کوئی شخص ایسے کپڑے میں نماز نہ پڑھے کہ اس کے کاندھوں پر اس کا کوئی حصہ نہ ہو۔ ت

ہرگز کوئی ایک کپڑے میں نماز نہ پڑھے کہ دونوں شانے کھلے ہوں ولفظ البخاری عاتقہ بالافراد (اور بخاری
نے مفرد لفظ عاتقہ ذکر کیا ہے۔ ت)

فتاوٰی خلاصہ میں ہے:

لوصلی مع السراویل والقمیص عندہ یکرہ[3] (اگر صرف شلوار قمیص میں نماز پڑھی تو ان کے نزدیک مکروہ ہے۔ ت)
یُوں ہی تنہا پاجامہ پہنے راہ میں نکلنے والا ساقط العدالۃ مردود الشہادۃ خفیف الحرکات ہے۔ یہ مسئلہ خوب یاد
رکھنے کا ہے کہ آج کل اکثر لوگوں میں اس کی بے پرواہی پھیلی ہے خصوصاً وہ جن کے مکان سرراہ ہیں۔ فتاوٰی عالمگیریہ
میں ہے:

---

[1] سنن ابی داؤد باب من قال تیزر بہ اذا کان ضیقا مجتبائی لاہور ۱/۹۳
[2] جامع للبخاری باب اذا صلی فی الثوب الواحد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۲
[3] خلاصۃ الفتاوٰی مکروہات الصلوٰۃ نولکشور لکھنؤ ۱/۵۸

Marfat.com

لاتقبل شہادۃ من یمشی فی الطریق بسراویل وحدہ لیس علیہ غیرہ کذا فی النہایۃ۔[1]

جو شخص راستوں میں صرف شلوار پہن کر چلتا ہو اس کی شہادت مقبول نہیں ہے کذا فی النہایہ۔ ت

منفعت یہ کہ بغیر اُس کے ضرر تو موجود نہیں مگر اُس کا ہونا اصل مقصود میں نافع و مفید ہے جیسے مکان میں بلندی و وسعت، کھانے میں سرکہ چٹنی سیری، لباس نماز میں عمامہ۔

زینت یہ کہ مقصود سے محض بالائی زائد بات ہے جس سے ایک معمولی افزائش حسن و خوشنمائی کے سوا اور نفع و تائید غرض نہیں جیسے مکان کے درون میں محرابیں، کھانے میں رنگتیں کہ قورمہ خوب سُرخ ہو فرنی نہایت سفید براق ہو، کپڑے میں بخیہ باریک ہو قطع میں کج نہ ہو۔

فضول یہ کہ بے منفعت چیز میں حد سے زیادہ توسع و تدقیق جیسے مکان میں سونے چاندی کے کلس دیواروں پر قیمتی غلاف، کھانا کھائے پر میوے شیرینیاں، پائچے گٹوں سے نیچے اوّل مرتبہ فرض میں ہے دوم واجب و سنن مؤکدہ سوم وچہارم سنن غیر مؤکدہ سے مستحبات و آداب زائدہ تک پنجم باختلاف مراتب مباح و مکروہ تنزیہی و تحریمی سے حرام تک،

قال المحقق علی الاطلاق فی الفتح ثم السید الحموی فی الغمز قاعدۃ الضرر یزال ھھنا خمسۃ مراتب ضرورۃ و حاجۃ و منفعۃ و زینۃ و فضول فالضرورۃ بلوغہ حدا ان لم یتناول الممنوع ھلک اوقارب وھذا یبیح تناول الحرام و الحاجۃ کالجائع الذی لو لم یجد ما یا کلہ لم یھلک غیر انہ یکون فی جھد و مشقۃ و ھذا لایبیح الحرام و یبیح الفطر فی الصوم و المنفعۃ کالذی یشتھی خبز البر ولحم الغنم والطعام الدسم و الزینۃ کالمشتھی الحلوی والسکر و الفضول التوسع باکل الحرام والشبھۃ اھ[2]

محقق علی الاطلاق نے فتح میں سید حموی نے غمز میں کہا کہ قاعدۃ الضرر یزال یہاں پانچ مراتب ہیں: ضرورۃ[1]، حاجۃ[2]، منفعت[3]، زینت[4] اور فضول[5]۔ ضرورۃ یہ ہے کہ اگر وہ شخص اس کو استعمال نہ کرے تو مرجائیگا یا قریب المرگ ہوجائیگا۔ ایسی صورت میں حرام کا استعمال مباح ہوجاتا ہے، اور حاجۃ کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص بھوکا ہے اب اگر اس کو کھانے کے لیے نہ ملے تو وہ ہلاک تو نہ ہوگا لیکن اس کو سخت مشقت اٹھانی پڑے گی، اس میں حرام مباح نہ ہوگا، البتہ روزہ توڑنے کی اجازت ہے، اور منفعت کی مثال یہ ہے کہ کسی شخص کو گیہوں کی روٹی، بکری کا گوشت، تر کھانا پسند ہو۔ زینت کی مثال یہ ہے کہ جیسے کسی

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثانی فیمن لاتقبل شہادۃ الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۴۶۹

[2] غمز عیون البصائر علی حاشیۃ الاشباہ والنظائر ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۱۹

Marfat.com

شخص کو حلوہ اور میٹھی چیزوں کی خواہش ہو اور فضول کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص حرام اور مشتبہ چیزوں کے استعمال کی خواہش کرے اھ

اقول تکلم رحمہ اللہ تعالٰی فی مادۃ واحدۃ بخصوصہا وقنع عن التعریفات بالامثلۃ احالۃ علی فہم السامع وفی جعل الحلوی والسکر من الزینۃ تامل فان فی الحلوی منافع لیست فی غیرھا وقد کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یحب الحلواء والعسل[1] کما اخرجہ الستۃ عن ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا وما کان لیحب مالا منفعۃ فیہ وقد نہاہ ربہ تبارک وتعالٰی عن زھرۃ الحیوۃ الدنیا فلولم تکن الا زینۃ لما احبہا ولعل ماذکر العبد الضعیف امکن وامتن۔

محقق رحمہ اللہ نے ایک ہی موضوع پر کلام کیا ہے اور تعریفات کی بجائے مثالوں پر اکتفاء کیا ہے سامع کی فہم سپرد کرتے ہوئے۔ حلوہ اور مٹھاس کو زینت قرار دینا قابلِ غور ہے کیونکہ حلوے میں جو منافع ہیں وہ دوسری اشیاء میں نہیں، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حلوہ اور شہد کو پسند فرماتے تھے۔ اس کو اصحاب ستہ نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا، اور یہ ممکن نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایسی چیز کو پسند فرماتے جس میں نفع نہ ہو، حالانکہ اللہ تعالٰی نے آپ کو زہرۃ الحیوۃ الدنیا سے منع فرمایا تھا تو اگر صرف یہ زینت ہوتی تو آپ اس کو پسند نہ فرماتے۔ اس ناچیز نے جو کچھ بیان کیا وہ زیادہ مستحکم ہے۔

انھی مراتب کو طہارت میں لحاظ کیجئے تو جس عضو کا جتنا دھونا فرض ہے اُس کے ذرّے ذرّے پر ایک بار پانی تقاطر کے ساتھ اگرچہ خفیف بہہ جانا مرتبۂ ضرورت میں ہے کہ بے اس کے طہارت ناممکن اور تثلیث مرتبۂ حاجت میں ہے یُوں ہی وضو میں مُنہ دھونے سے پہلے کی سنن ثلاث کہ یہ چاروں مؤکدات ہیں اور ان کے ترک میں ضرر من زاد او نقص فقد تعدی وظلم (جس نے اس سے زیادہ یا کم کیا تو اس نے حد سے تجاوز کیا اور ظلم کیا) اور ہر بار پانی بفراغت بہنا جس سے کمال تثلیث میں کوئی شُبہ نہ گزرے اور ہر ہر ذرّۂ عضو پر غور و تامل کی حاجت نہ پڑے یہ منفعت ہے اور غرہ وتحجیل کی اطالت زینت اور کسی عضو کو قصداً چار بار دھونا فضول ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان امتی یدعون یوم القیمۃ غرا محجلین من اثار الوضوء فمن استطاع منکم ان

بے شک میری امت کے لوگ قیامت کے دن وضو کے آثار کی وجہ سے پنج کلیان کہلائیں گے، تو

---

[1] جامع للبخاری باب الحلواء والعسل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۱۷

Marfat.com

يطيل غرته فليفعل[1] رواه الشيخان عن ابی هريرة رضی الله تعالٰی عنه وفی لفظ لمسلم عنه انتم الغر المحجلون يوم القيمة من اسباغ الوضوء فمن استطاع منكم فليطل غرته و تحجيله[2]

میں سے جو شخص اپنی سپیدی کو دراز کرنا چاہے وہ ایسا کرے، اس کو شیخین نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، اور مسلم کی روایت میں ہے وضو مکمل کرنے کی وجہ سے تم ہی پنج کلیان ہو تو تم میں سے جو شخص چاہتا ہو کہ اپنی پیشانی اور پیروں کی سپیدی زائد کرے وہ زائد کرے۔ ت

یعنی میری اُمّت کے چہرے اور چاروں ہاتھ پاؤں روزِ قیامت وضو کے نور سے روشن و منور ہوں گے تو تم میں جس سے ہوسکے اُسے چاہیے کہ اپنے اس نور کو زیادہ کرے یعنی چہرہ کے اطراف میں جو حدیں شرعاً مقرر ہیں اُس سے کچھ زیادہ دھوئے اور ہاتھ نصف بازو اور پاؤں نیم ساق تک۔

دُرمختار میں ہے:

من الاداب اطالة غرته و تحجيله[3]

آداب سے پیشانی اور پیروں کی سپیدی کا دراز کرنا ہے۔ ت

ردالمحتار میں ہے:

فی البحر اطالة الغرة بالزيادة على الحد المحدود وفی الحلية التحجيل فی اليدين والرجلين وهل له حد لم اقف فيه على شیئ لاصحابنا ونقل النووی اختلاف الشافعية على ثلثة اقوال الاول الزيادة بلا توقيت الثانی الى نصف العضد والساق الثالث الى المنكب والركبتين قال والاحاديث تقتضی ذلك كله اھ ونقل ط الثانی عن

تحریمیں ہے پیشانی کی سپیدی کی درازی وضو میں پانی کی حد سے زیادتی کے باعث ہوتی ہے، اور حلیہ میں ہے تحجیل ہاتھوں اور پیروں میں ہوتی ہے اور آیا اس کی کوئی حد ہے؟ میں اپنے اصحاب کی طرف سے اس کی کسی حد پر مطلع نہیں ہُوا ہوں، اور نووی نے شافعیہ کے تین اقوال نقل کیے ہیں، ایک تو زیادتی بلا توقیت، دوسرے بازو کے نصف حصہ تک اور پنڈلی تک اور تیسرا کاندھوں

---

[1] جامع للبخاری باب فضل الوضوء الغر المحجلون قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵

[2] صحیح لمسلم باب استحباب الغرة الخ " ۱/۱۲۶

[3] الدرالمختار آداب الوضوء مجتبائی دہلی ۱/۲۴

Marfat.com

شرح الشرعۃ مقتصرا علیہ[1] اور گٹھنوں تک اور احادیث ان تمام اقوال کا تقاضا کرتی ہیں اھ اور طحاوی نے دوسرا قول شرح شرعہ سے نقل کیا اور اسی پر اکتفاء کی۔ ت

درمختار مکروہاتِ وضو میں ہے:

والاسراف ومنہ الزیادۃ علی الثلاث[2]

اور اسراف، اور اُس میں تین مرتبہ پر زیادتی بھی شامل ہے۔ ت

اُسی میں ہے:

لوزاد (ای علی التثلیث) لطمانینۃ القلب لاباس بہ[3]

اگر اضافہ کیا (یعنی تین مرتبہ پر) تاکہ اس کے دل کو اطمینان حاصل ہوجائے تو مضائقہ نہیں۔ ت

ردالمحتار میں ہے:

لانہ امر بترک مایریبہ الی مالا یریبہ وینبغی ان یقید ھذا بغیر الموسوس اما ھو فیلزمہ قطع مادۃ الوسواس عنہ وعدم التفاتہ الی التشکیک لانہ فعل الشیطان وقد امرنا بمعاداتہ ومخالفتہ رحمتی[4]

اس لیے کہ اس کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ شک پیدا کرنے والی چیز کو چھوڑ کر وہ چیز اختیار کرے جو شک میں نہ ڈالے، اور مناسب ہے کہ اس کو اُس شخص کے ساتھ مقید کیا جائے جو وسوسہ کے عارضہ میں مبتلا نہ ہو اور وسوسہ والے کے لیے وسوسہ کو قطع کرنا اور اس کی طرف مطلق التفات نہ کرنا ہے کیونکہ یہ شیطانی عمل ہے اور ہمیں حکم ہے کہ ہم شیطان سے عداوت رکھیں اور اس کی مخالفت کریں، رحمتی۔ ت

اور شک نہیں کہ صرف ایک صاع سے غسل میں سر سے پاؤں تک بفراغ خاطر تثلیث کا حصول دشوار لہٰذا ہمارے علماء نے اطمینانِ قلب کے لیے صاع سے زیادت کو افضل فرمایا۔

لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دع مایریبک الی مالا یریبک فان الصدق طمانینۃ وان

کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو چیز تجھ کو شک میں ڈالے اس کو چھوڑ کر وہ چیز اختیار کر جو شک

---

[1] ردالمحتار آداب الوضوء مصطفی البابی مصر ۱/۹۶
[2] الدرالمختار مکروہات الوضوء مجتبائی دہلی ۱/۲۴
[3] " سُنن الوضو " ۱/۲۲
[4] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۸۸

Marfat.com

الکذب ریبۃ[1] رواہ الائمۃ احمد والترمذی وابن حبان بسند جید عن الحسن المجتبی ریحانۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ ثم علیہ وسلم وھو عند ابن قانع عنہ بلفظ فان الصدق ینجی۔

میں رہ جائے کہ صدق موجب اطمینان اور کذب موجب قلق ہے اس کو احمد، ترمذی اور ابن حبان نے بسند جید حسن مجتبٰی گل مصطفٰی صلی اللہ علیہ ثم علیہ وسلم سے روایت کی، اور ان سے ابن قانع نے ان الفاظ سے روایت کیا کہ سچائی نجات ہے۔ (ت)

اور یہ ضرور فوق الحاجۃ ہے کہ منفعت سے یونہی میل کا چھڑانا داخل زینت اور اس میں جو زیادت ہو وہ بھی فوق الحاجۃ۔ یہ معنے ہیں قول خلاصہ کے کہ غیر موسوس کو حاجت سے زیادہ صرف کرنا افضل ہے۔

اقول وبما وفقنی المولٰی تبارک وتعالٰی من ھذا التقریر المنیر ظھر الجواب عما اوردہ الامام ابن امیر الحاج اذ قال بعد نقل ما قدمنا عن الخلاصۃ لایعری اطلاق الافضلیۃ المذکورۃ من نظر کما لا یخفی علی المتامل[2] اھ وللہ الحمد۔

اقول میری اس تقریر سے ابن امیر الحاج کے اس اعتراض کا جواب بھی ہو گیا جو انھوں نے اس عبارت کے نقل کے بعد کیا جو ہم خلاصہ سے نقل کر آئے ہیں اور وہ یہ ہے کہ مذکورہ افضلیت کا اطلاق محل نظر ہے کما لا یخفی علی المتامل اھ وللہ الحمد۔

تنبیہ ماذکرت ان تثلیث الغسل بالطمانینۃ عسیر بالصاع شیئ تشھد لہ التجربۃ والیش انا وانت وقد استبعدہ ریحانۃ من ریاحین المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیھم وسلم اعنی السید الامام الاجل محمد الباقر رضی اللہ تعالٰی عنہ اخرج البخاری (وعزاہ فی الحلیۃ[2] لھما ولم ارہ لمسلم ولا عزاہ الیہ فی العمدۃ ولا الارشاد) عن ابی اسحٰق حدثنا ابوجعفر انہ کان عند جابر

تنبیہ ہم نے جو کہا ہے کہ ایک صاع پانی سے تین مرتبہ دھونا اور اطمینان حاصل کرنا سخت مشکل ہے تجربات اس پر شاہد ہیں خود حضور کے پھولوں میں سے ایک پھول حضرت امام باقر نے اس کو مستبعد جانا ہے، بخاری۔ اور حلیہ میں اس کو شیخین کی طرف منسوب کیا (مگر میں نے اس کو مسلم میں نہیں پایا اور عمدہ اور ارشاد میں اس کو اس کی طرف منسوب نہیں کیا) ابواسحاق سے مروی ہے کہ ہم سے ابوجعفر نے روایت کی وہ اور ان کے باپ جابر بن عبداللہ

---

[1] ترمذی آخر ابواب القیامۃ امین کمپنی دہلی ۲/۷۵

[2] حلیہ

Marfat.com

بن عبد الله هو و ابوه رضی الله تعالٰی عنهم وعنده قوم فسألوه عن الغسل فقال یکفیك صاع فقال رجل ما یکفینی فقال جابر کان یکفی من هو اوفی منك شعرا وخیرا منك ثم امنا فی ثوب[1] قال فی العمدة فی مسند اسحٰق بن راهویه ان متولی السؤال هو ابو جعفر وقوله قال رجل المراد به الحسن بن محمد بن علی بن ابی طالب الذی یعرف ابوه بابن الحنفیة[2] اھ وتبعه القسطلانی۔

رضی اللہ عنہم کے پاس بیٹھے، ان کے پاس کچھ او وگ بھی تھے انہوں نے آپ سے غسل کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا تمہیں ایک صاع کافی ہے تو ایک شخص نے کہا کہ مجھے ایک صاع کافی نہیں ہے، تو آپ نے فرمایا ایک صاع اس کو کافی تھا جس کے بال بھی تم سے زیادہ تھے اور خیر میں بھی زائد تھے، پھر انہوں نے ایک ہی کپڑا پہن ہماری امامت کرائی، عمدہ میں فرمایا کہ مسند ابی اسحٰق بن راہویہ میں ہے کہ سائل خود حضرت ابوجعفر تھے اور قال رجل سے مراد حسن بن محمد بن علی بن ابی طالب تھے جن کے والد ابن الحنفیہ کے نام سے مشہور تھے اھ یہی بات قسطلانی نے کہی ہے۔ ت

اقول حدیث الحسن بن محمد علی مافی الصحیحین هکذا عن ابی جعفر قال لی جابر اتانی ابن عمك یعرض بالحسن بن محمد بن الحنفیة قال کیف الغسل من الجنابة فقلت کان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم یاخذ ثلث اکف فیفیضها علی راسه ثم یفیض علی سائر جسده فقال لی الحسن انی رجل کثیر الشعر فقلت کان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم اکثر منك شعرا[3] هذا لفظ خ ونحوه عند م وفیه قال

اقول حسن بن محمد کی روایت جو صحیحین میں ہے و اس طرح ہے ابوجعفر سے مروی ہے کہ مجھ سے جابر نے کہا کہ تمہارے عم زاد میرے پاس آئے ت ان کا اشارہ حسن بن محمد بن حنفیہ کی طرف تھا انھوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ غسلِ جنابت کس طرح ہوتا ہے؟ میں نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین چلّو پانی لے کر اپنے سر پر بہاتے تھے پھر باقی جسم پر پانی بہاتے تھے، تو حسن نے کہا کہ میرے بال گھنے ہیں۔ تو میں نے اُن سے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال تم سے گھنے تھے۔ یہ بخاری ک

---

[1] جامع للبخاری باب الغسل بالصاع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۹

[2] عمدۃ القاری ″ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ مصر ۳/۱۹۹

[3] جامع للبخاری من افاض علی راسہ ثلثًا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۹

Marfat.com

جابر فقلت لہ یا ابن اخی کان شعر رسول اللہ صلی
اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکثر من شعرک واطیب[1]
وھو نص فی ان محمدا لم یشھد مخاطبۃ
جابر والحسن وانما حکاہ لہ جابر بخلاف
حدیث الباب وفی الکلام ایضا نوع تفاوت بل
الرجل القائل ھو الامام ابو جعفر نفسہ او
من قال منھم مع تسلیم الباقین اخرج النسائی[2]
عن ابی اسحاق عن ابی جعفر قال تمارینا فی
الغسل عند جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی
عنھما فقال جابر یکفی من الغسل من الجنابۃ
صاع من ماء قلنا ما یکفی صاع ولا صاعان
قال جابر قد کان یکفی من کان خیرا منکم
واکثر شعرا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
قال فی الحلیۃ یشعر ایضا بان ھذا التقدیر
لیس بلازم فی کل حالۃ لکل واحد ومن
ثمہ قال الشیخ عزالدین بن عبد السلام
ھذا فی حق من یشبہ جسدہ جسد النبی
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انتھی یعنی فی
الحجم ولعل انکار جابر وردہ علی القائل
لظھور ان جسد القائل کان نحو جسد
رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مع
فھم جابر عنہ الشک فی کون ذلک کافیا لہ

الفاظ ہیں اور اسی قسم کے مسلم میں ہیں۔ مسلم میں یہ ہے
کہ جابر نے کہا اے بھتیجے! حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم کے بال تمہارے بالوں سے زیادہ اور
اچھے تھے، یہ اس امر کی تصریح کی ہے کہ محمد بذاتِ خود
جابر اور حسن کی گفتگو کے وقت موجود نہ تھے جابر نے اُن
سے یہ گفتگو نقل کی ہے، بخلاف حدیث الباب کے،
اور کلام میں کچھ تفاوت ہے، بلکہ کہنے والے خود امام جعفر
ہی ہیں یا وُہ جس نے ان میں سے کہا اور باقی نے تسلیم کیا'
نسائی نے ابو اسحاق سے ابو جعفر سے روایت کی کہ
ہمارے درمیان غسل کی بابت جابر بن عبد اللہ کے
سامنے بحث چھڑ گئی تو جابر نے فرمایا غسل جنابت
کے لیے ایک صاع پانی کافی ہے، ہم نے کہا کہ نہ ایک
صاع کافی ہے اور نہ دو صاع۔ تو جابر نے فرمایا یہ
مقدار ان کو تو کافی تھی جو تم سے بہتر تھے اور جن کے
بال تم سے زیادہ تھے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ حلیہ
میں فرمایا اس سے معلوم ہُوا کہ یہ مقدار ہر حالت میں
ہر ایک کے لیے لازمی اور ضروری نہیں ہے اور اسی لئے
شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے فرمایا یہ اُس
کے لیے ہے جس کا جسم نبی کریم علیہ السلام کے جسم کی
طرح ہو، انتہی یعنی حجم میں، اور غالباً جابر کا انکار
اور قائل کو جواب اس لیے تھا کہ قائل کا جسم حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کے جسم کے مشابہ تھا، نیز حضرت جابر کو اس

---

[1] صحیح مسلم افاضۃ الماء علی راسہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۴۹
[2] سنن النسائی باب ذکر القدر الذی یکتفی بہ الرجل الخ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۲۹

Marfat.com

اما نوسوسۃ او غیرھا فاقی برد عنیف لیکون اقلع لذلک السبب من النفس واجمع فی التأسی بہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی ذلک ھذا التوجیہ الذی وفقنا لہ اولی من قول غیر واحد من المشایخ ان مافی ظاھر الروایۃ (ای ماتقدم ان الصاع والمد ادنی مایکفی) بیان لمقدار الکفایۃ ثم یردفونہ بقولھم حتی ان من اسبغ الوضوء والغسل بدون ذلک اجزاءہ وان لم یکفہ زاد علیہ وکذا الکلام فیما روی الحسن عن ابی حنیفۃ (ای ماتقدم من رطل ورطلین وثلثۃ فی الاحوال) فی الوضوء اھ کلامہ الشریف مزید امابین الاھلۃ۔

اقول اولا نظر رحمہ اللہ تعالٰی الی لفظ البخاری قال رجل ولوکان متذکرا لما فی النسائی من قول الامام الباقر رضی اللہ تعالٰی عنہ قلنا لم یرض بذکر الوسوسۃ فحاشا محمد الباقر عنہا وثانیا لوکانت علی ذکر منہ لم یذکر قولہ لظھور ان جسد القائل الخ فان ذلک ان فرض مستقیما ففی جسد بعضھم کالامام الباقر لاکلھم والقائلون القوم لقولہ قلنا وقول

میں شک تھا کہ وہ مقدار اس کی کافی ہوگی، اور وسوسہ وغیرہا تو اس کی سخت تردید فرمائی تاکہ ذہن سے اس سبب کا قلع قمع کرے، اور حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اقتدا کے لیے کافی ہو، ہماری یہ توجیہ اکثر مشایخ کے اس قول سے بہتر ہے کہ جو ظاہر روایۃ میں ہے (یعنی صاع اور مُد، ادنی مقدار جو کفایت کرے) وہ کفایت کرنے والی ادنٰی مقدار کا ذکر ہے ورنہ جو شخص اس سے کم میں اچھی طرح غسل یا وضو کرلے تو اس کو کافی ہے اور اگر یہ مقدار کفایت نہ کرے تو زیادہ استعمال کی اجازت ہے، یہی گفتگو حسن کی ابوحنیفہ سے روایت میں ہے (یعنی ایک دو تین رطل مختلف احوال میں جو گزرا) وضو کے سلسلہ میں، ان کا کلام مکمل ہوا اور ہلالین کے درمیان مصنف کا اضافہ ہے۔ ت

میں اس سلسلہ میں کئی وجوہ سے کلام کرتا ہوں:

اول: انھوں نے بخاری کے الفاظ پر نظر کی "قال رجل" اور اگر اس چیز کو یاد رکھتے جو نسائی میں ہے یعنی امام باقر کا قول تو ہم کہتے وسوسہ کے ذکر پر راضی نہ ہُوئے تو محمد باقر سے یہ متصور نہیں ہے۔

دوم: اگر ان کو یہ بات یاد ہوتی تو وہ ان کے اس قول کو ذکر نہ کرتے "لظھور ان جسد القائل الخ" کیونکہ اگر اس کو درست تسلیم کرلیا جائے تو بعض کے

لہ حلیہ

Marfat.com

جابر من كان خيرا منكم وان تولى التكلم
احدهم وثالثا لا يقتصر الامر على المقاربة
في الحجم وحده بل يختلف باختلاف
البدنين نعومة وخشونة ورطوبة ويبوسة
وكون الشخص اجرد او اشعر وكث اللحية
او خفيفها وتام الوفرة او محلوقها الى غير ذلك
من الاسباب بل يختلف لشخص واحد باختلاف
الفصول والبلدان والعمر والمزاج وغير
ذلك ورابعا به ظهر ان لو فرض لهم
مداناة في الحجم كان من المحال العادي
المداناة في جميع اسباب الاختلاف بل هو
محال قطعا فمن اعظمها النعومة ومن
بدنه كبدن هذا القمر الزاهر صلى الله تعالى
عليه وسلم وخامسا لقي الامام الباقر
سيدنا جابرا رضي الله تعالى عنهما انما كان
بعد ما صار بصيرا فكيف يعرف حجم
ابدانهم وسادسا كلام جابر نفسه
يدل انه انما بناه على كثرة شعر الراس
وقلته وسابعا يريد رحمه الله تعالى
الاخذ على المشايخ انهم حملوا ظاهر
الرواية على ادنى ما به الكفاية ثم عادوا
عليها بالنقض بقولهم من اسبغ بدونه
اجزأه مع انه هو انما قل لفظا ظاهر ما
تقدم ان ادنى ما يكفي في الغسل صاع
وفي الوضوء مد فلا محمل لها الا ما ذكروا

جسم میں ہوگا جیسے امام باقر رضی اللہ عنہ نہ سب کے اجسام میں اور کہنے والے قوم تھے، کیونکہ اس میں ہے "ہم نے کہا" اور جابر نے کہا جو تم سے بہتر تھے اگرچہ گفتگو ایک صاحب ہی کر رہے تھے۔

سوم: معاملہ حجم میں قرب تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ دو اجسام کی نرمی، سختی، رطوبت اور خشکی نیز بالوں کی کمی زیادتی، داڑھی کے گھنے اور چھدرے ہونے، بالوں کے لمبے ہونے منڈے ہوئے ہونے کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے، بلکہ اور اسباب اختلاف بھی ہیں، بلکہ خود ایک ہی شخص مختلف اوقات میں مختلف جسامت رکھتا ہے، موسموں کے اختلاف سے شہروں، عمر، مزاج وغیرہ کے اختلاف سے بھی اختلاف ہوتا ہے۔

چہارم: اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر ان کے اجسام کی مشابہت تسلیم کر لی جائے تو یہ محال ہے کہ تمام اسباب اختلاف میں مشابہت پائی جائے، بلکہ یہ قطعاً محال ہے اور اس کا سب سے بڑا سبب بدن کی نرمی ہے، جیسا کہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ اقدس تھا۔

پنجم: حضرت امام باقر کی ملاقات حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس وقت ہوئی تھی جبکہ ان کی بینائی زائل ہو چکی تھی، ایسی صورت میں وہ ان کے حجم کو کیسے دیکھ سکتے تھے۔

ششم: حضرت جابر کا کلام بذاتِ خود اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اس کی بنیاد بالوں کی زیادتی اور کمی ہے۔

Marfat.com

مابدلوا وما غيروا وثامنا لايجوز انيكون مراد الظاهر والمشايخ تقديرهذا الشخص واحد في الدنيا يكون اضأل الناس واقصرهم واهزلهم واصغرهم حتى لايمكن لغيره ان يغتسل في قدر ما يكفيه وانما هي متمسكة في ذلك بالحديث كما ذكرتم وتقدم ولا يسبق الى وهم انهم لايفرقون بين قصير صغير ضيئل اجرد امرد محلوق الراس وطويل كبير جبل اشعر كث اللحية وافي الوفرة فيحكموا ان هذا هو ادنى ما يكفي كلا منهما فاذن لو يريدوا الا رجلا سويا معتدل الخلق متوسط الاحوال وحينئذ لايكون ما ارد فوا به مناقضا لظاهر الرواية ولا مغايرا للتوجيه الذي نحوتم اليه وبالجملة ارى فهمي القاصر متقاعدا عن درك مرام هذا الكلام وبعد اللتيا والتي انما بغيتي ان هذا الامام رحمه الله تعالى جعل الحديث المذكور مشعرا بعدم التحديد ولا يستقيم الاشعار الا بان يسلم استبعاد الامام الباقر ويجعل رد سيدنا جابر رضي الله تعالى عنهما حذارا انيكون ذلك عن وسوسة او نحوها وحثا على التأسي مهما امكن لا ايجابا لانه يكفي كلا ما كان يكفيه صلى الله تعالى عليه وسلم وفيه المقصود۔

ہفتم : ان کا ارادہ مشایخ پر گرفت کا ہے کہ انہوں نے ظاہر روایت کو کفایت کرنے والی ادنیٰ مقدار پر محمول کیا ہے پھر اس عبارت پر نقض وارد کیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ جو اس مقدار کے علاوہ کسی اور مقدار سے اچھی طرح وضو کرلے تو کافی ہے حالانکہ وہ خود ہی ظاہر روایت کے گزشتہ الفاظ کو نقل کر رہے ہیں کہ غسل میں کم از کم مقدار ایک صاع ہے اور وضو میں ایک مُد کافی ہے تو اس کا محمل وہی ہے جو مذکور ہوا۔

ہشتم : یہ ممکن نہیں ہے کہ ظاہر روایت اور مشایخ کی مراد یہ ہو کہ یہ شخص دنیا میں سب سے چھوٹا سب سے کمزور سب سے ضعیف تھا اور جس مقدار میں یہ غسل کرسکتا تھا اس میں کوئی اور نہیں کرسکتا تھا، اور اس کا استدلال حدیث سے ہے جیسے تم نے ذکر کیا، اور یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ وہ کوتاہ قد چھوٹے، کمزور، بغیر بال والے، بلا داڑھی، سر منڈے، اور لمبے، موٹے، بہت بال والے، گھنی داڑھی والے بڑے بالوں میں فرق کو نہیں جانتے تھے، اور اس لیے انہوں نے یہ حکم لگایا یہ وہ ادنیٰ مقدار ہے جو غسل کے لیے ہر دو قسم کے اشخاص کو کفایت کرے گی، ایسی صورت میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ ان کا مقصود میانہ قد، متوسط الحال شخص تھا، اس کے بعد جو کچھ انہوں نے فرمایا وہ نہ تو ظاہر روایت کے مخالف ہے اور نہ اس توجیہ کے خلاف ہے جو آپ نے بیان کی ہے، خلاصہ یہ کہ میں اپنی ناقص فہم کو اس کلام کے سمجھنے سے عاجز سمجھتا ہوں۔ بہرحال میں سمجھتا ہوں کہ اس امام رحمہ اللہ نے مذکور حدیث کو عدم تحدید کی دلیل قرار دیا ہے، اور یہ اشعار خود اسی وقت درست ہوسکتا ہے جب یہ تسلیم کیا جائے کہ امام باقر نے مستبعد

Marfat.com

سمجھا ہے، اور یہ کہ حضرت جابر نے جو جواب دیا وہ وسوسہ وغیرہا سے بچنے کے لیے تھا اور پیروی پر برانگیختہ کرنے کے لیے تھا، یہ کوئی وجوبی امر نہ تھا اس لیے کہ وہ اس کلام کو کافی ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کافی تھا اور یہی مقصود ہے۔ (ت)

ثم اقول اذا کان ھذا الاستبعاد فی الصاع فماظنك بما یقتضیه ظاھر حدیث الغرفات المار تحت الامر الثالث عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما فانه یفید استیعاب کل من الوجه والید والرجل بغرفة واحدة وظاھر ان المراد الاغتراف بالکف بل صرح به قوله اخذ غرفة فاضافھا الی یدہ الاخری فاذن یعسر جدا استیعاب الوجه بغرفة واحدة فانھا لاتزید علی قدر الکف بل لاتبلغه اذ لابد للاغتراف من تقعیر فی الکف وعرض الوجه مابین الاذنین اکبر بکثیر من طول الکف فماء قدر کف لایستوعب الوجه طولا وعرضا بحیث یمر علی کل ذرة منه بالسیلان واضافته الی الید الاخری لاتزیدہ قدرا بل لو ابقی الکفان متلاصقتین لم یبلغ عرض مجموعھما عرض الوجه وان فرق بینھما ووضعتا علی الجبینین طولا لم یستوعبھما الماء بحیث ینحدر من جمیع مساحة الطولین سیالا الی منتھی سطح الوجه فان امر الید علی مسیل الماء وذلك بھا مالم یبلغه من الوجه کان غسلا لبعض ودھنا لبعض وکل ذلك معلوم مشاھد وامر الذراع والقدم اشد اشکالا اذ ھما اطراف متباینة السموٰت

جب ایک صاع میں استبعاد تھا تو پھر اس حدیث کے بارے میں آپ کا کیا گمان ہوگا جو چُلوؤں سے متعلق ہے اور امر ثالث کے تحت گزری ہے، اور جس کے راوی ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی چُلّو سے چہرہ، ہاتھ اور پیر پوری طرح دھوئے جائیں، اور ظاہر ہے کہ اس سے مراد ایک ہتھیلی سے چُلّو بھرنا ہے — — — — — — — — — — بلکہ اس میں تصریح ہے کہ اس نے ایک چُلّو لیا اور اس کی طرف دوسرا ہاتھ ملایا ایسی صورت میں یہ سخت مشکل ہے کہ ایک ہی چُلّو سے پُورا منہ دھولیا جائے کیونکہ اس میں تو صرف ایک ہتھیلی بھر پانی آئے گا بلکہ اس سے بھی کم ہوگا کیونکہ اس میں پانی بھرنے کے لیے گڑھا پیدا کرنا ہوگا اور چہرہ کی چوڑائی جو ایک کان سے دوسرے کان تک ہوتی ہے ہتھیلی کی چوڑائی سے بہت زیادہ ہوتی ہے لہذا ایک ہتھیلی کی مقدار پانی پُورے چہرے کو دھونے کے لیے اس طور پر کافی نہیں ہوسکتا ہے کہ چہرے کے ہر حصہ پر گزر جائے اور اس میں دوسری ہتھیلی کے ملانے سے کچھ زیادہ نہ ہوگا بلکہ دونوں ہتھیلیوں کو بھی اگر ملالیا جائے تو بھی چہرے کی چوڑائی کے برابر نہ ہوگا، اور دونوں ہاتھوں کو اگر الگ کرکے بھی دونوں کنپٹیوں پر رکھا جائے تو دونوں کنپٹیوں کو اس طرح کافی نہ ہوگا کہ دونوں کی

Marfat.com

واحاطة ماء قد ركف بجميع اطراف اليد من
الظفر الى المرفق مما لايعقل والكف نفسه
لاتحيط بالذراع فى امرار واحد وان امرت
على ظهر الذراع ثم اعيدت على البطن
او بالعكس لم يصحبها من الماء ما يزيد على
قدر الدهن وكذلك فى القدم مع ما فيها
من الصعود بعد الهبوط لاجل الاسالة الى
فوق الكعبين وعمل اليد قد ذكرنا ما فيه
ومن ادعى تيسر هذا فليرنا كيف يفعل
فبالامتحان يكرم الرجل او يهان وقد استشعر
الكرمانى فى الكواكب الدرارى وروده هذا و
قنع بان منع وراوه الامام العينى
واقر حيث قال قال الكرمانى فان قلت
لايمكن غسل الرجل بغرفة واحدة قلت ممنوع
ولعل الغرض من ذكره على هذا الوجه
بيان تقليل الماء فى العضو الذى هو مظنة
الاسراف فيه اھ [1]

لبائی سے بہہ کر چہرے کی سطح کی انتہا پر آجائے، اس
اگر ہاتھ کو اس جگہ پر ملا جائے جہاں پانی بہہ رہا ۔
اور وہاں سے لے کر چہرے کے اُس حصہ پر رگڑا
جو سوکھا ہے تو بعض کے لیے دھونا ہوگا اور بعض
کے لیے چپڑنا ہوگا اور یہ ظاہر سی بات ہے، او
باہنوں اور پیروں کا معاملہ مزید پیچیدہ ہے
کیونکہ ان کے اطراف متباین ہیں، پھر ایک ہتھ
پانی کی مقدار کا ہاتھ کو ناخن سے لے کر کہنی تک م
ہوجانا معقول نہیں ہے، نیز ہتھیلی ایک مرتبہ
گزارنے میں پوری باہنوں کو محیط نہیں ہوسکتی۔
اور اگر ایسا کیا جائے کہ پہلے بانہہ کے اُوپر والے ح
پر گزاری جائے پھر نچلے حصہ پر یا برعکس تو سوا
پانی کے چپڑنے کے اور کیا ہوگا! اور یہی حال قد
کہ اس میں اُوپر لے جایا جائے پھر نیچے لایا جا
تاکہ ٹخنوں کے اُوپر بہایا جائے، اور ہاتھ کا مع
ہم پہلے ہی بیان کر آئے ہیں اور جو اس کی آسا
مدعی ہو وہ ہم کو اس کا عملی مشاہدہ کرا دے فبالا

یکرم الرجل او یہان عہ ۔ علامہ کرمانی نے الکواکب الدراری میں اس اعتراض کو محسوس کیا، لیکن تسلیم ن
کیا، اور امام عینی نے بھی ان کی متابعت کی، انہوں نے کہا اگر کوئی یہ کہے کہ کرمانی نے کہا کہ یہ ممکن نہیں کہ ایک شخص ایک
چلو سے پیر دھولے، تو میں کہوں گا ہم اس کو نہیں مانتے ہیں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ اس کا مفہوم محض یہ
کہ وہ عضو جس میں پانی کے استعمال میں اسراف کا زیادہ امکان ہے اس میں پانی کم استعمال کرنے کی ت
کی جائے اھ ت

اقول ف [1] ومجرد المنع فی امثال الواضحات

اقول محض تسلیم نہ کرنا ایسے امور میں جو بالکل واض

---

[1] عمدۃ القاری شرح، باب غسل الوجہ بالیدین من غرفۃ واحدۃ بیروت ۲/۲۶۴

عہ ترجمہ، امتحان سے آدمی عزت پاتا ہے یا ذلیل ہوتا ہے۔

Marfat.com

لایسمع ولا ینفع وحملہ المحقق فی الفتح علی تجدید الماء لکل عضو فقال وما فی حدیث ابن عباس فاخذ غرفۃ من ماء الی اخر ما تقدم یجب صرفہ الی ان المراد تجدید الماء بقرینۃ قولہ بعد ذلک ثم اخذ غرفۃ من ماء فغسل بھا یدہ الیمنی ثم اخذ غرفۃ من ماء فغسل بھا یدہ الیسری ومعلومات لکل من الیدین ثلث غرفات لا غرفۃ واحدۃ فکان المراد اخذ ماء للیمنی ثم ماء للیسری اذ لیس یحکی الفرائض فقد حکی السنن من المضمضۃ وغیرھا ولو کان لکان المراد ان ذلک ادنی ما یمکن اقامۃ المضمضۃ بہ کما ان ذلک ادنی ما یقام فرض الید بہ لان المحکی انما ھو وضوءہ الذی کان علیہ لیتبعہ المحکی لھم[1] اھ وتبعہ المحقق الحلبی فی الغنیۃ۔

درست نہیں، محقق نے اس کو فتح میں ہر عضو کے لیے نیا پانی لینے پر محمول کیا ہے وہ فرماتے ہیں ابن عباس کی حدیث میں جو ہے کہ آپ نے ایک چلّو پانی لیا الخ تو اس کا مطلب یہ لینا چاہیے کہ ہر عضو کے لیے نئے پانی کی ضرورت ہے اس کا قرینہ یہ ہے کہ اس کے بعد فرمایا پھر پانی کا ایک چلّو لے کر اس سے اپنا سیدھا ہاتھ دھویا پھر آپ نے ایک چلّو پانی لے کر اس سے اپنا بایاں ہاتھ دھویا، اور یہ معلوم ہے کہ ہر ہاتھ کے لیے تین چلّو پانی ہے نہ کہ ایک چلّو، تو مراد یہ ہے کہ پہلے دائیں ہاتھ کے لیے پھر بائیں ہاتھ کے لیے پانی لیا جائے، کیونکہ یہ فرائض کا بیان نہیں ہے سنن کا ہے یعنی کلّی وغیرہ کا، اور اگر ایسا ہوتا تو اس سے مراد یہ ہوتی کہ یہ کم از کم مقدار ہے جس سے کلّی ہو سکتی ہے جیسے یہ ادنٰی مقدار ہے جس سے ہاتھ دھویا جا سکتا ہے، کیونکہ جس وضو کی حکایت کی جا رہی ہے وہ وہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے تاکہ جن لوگوں کو بتایا جا رہا ہے وہ اس کی پیروی کریں اھ اور محقق حلبی نے غنیہ میں اس کی پیروی کی۔ ت

قلت ومطمح نظرہ رحمہ اللہ تعالٰی سلخ الغرفۃ عن الوحدۃ مستند الی ان المحکی الوضوء المسنون بدلیل ذکر المضمضۃ والاستنشاق والمسنون التثلیث فکیف یراد الوحدۃ وانما معناہ اخذ لکل عمل ماء جدید او ھو اعم من اخذہ مرۃ او مرارا فیکون معنی قولہ غرفۃ من ماء فتمضمض بھا واستنشق ان اخذ لھما ماء جدیدا ولو مرارا فلاینافی۔

"قلت" ان کا مطمح نظر چلّو کو وحدۃ سے نکالنا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ مسنون وضو کا ذکر ہے کیونکہ بعد میں کلّی اور ناک میں پانی ڈالنے کا تذکرہ ہے، اور تثلیث مسنون ہے تو وحدۃ کیسے مراد ہو سکتی ہے، اس کی اصل مراد یہ ہے کہ ہر عضو کے دھونے کے لیے نیا پانی لینا اور یہ عام ہے کہ خواہ ایک مرتبہ لیا جائے

---

[1] فتح القدیر، سنن الوضوء نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۴

Marfat.com

على انهما بماء واحد كما يقوله الامام الشافعي رضي الله تعالى عنه فهذا مراده وهو قد ينفعنا فيما نحن فيه وان كان كلامه في مسألة اخرى۔

یا چند مرتبہ لیا جائے، تو اب اُن کے قول "پانی کا ایک چُلّو لی
اور اس سے کُلّی کی اور ناک میں پانی ڈالا" تو اب اس کے
معنی یہ ہوں گے کہ آپ نے ہر عضو کے لیے نیا پانی لیا خوا
کئی مرتبہ لیا ہو، تو اس میں ایک پر دلالت نہیں ہے
کہ یہ دونوں کام ایک ہی پانی سے ہوئے، جیسا کہ امام شافعی کا قول ہے، اگرچہ ان کی گفتگو کسی اور مسئلہ میں ہے
لیکن وہ ہمیں بھی مفید ہے۔ ت

اقول ف۱ لكن فيه بعد لا يخفى والمحقق عارف به ولذا قال يجب صرفه لكن الشان في ثبوت الوجوب وما استند به سيأتي الكلام عليه۔

اقول مگر اس میں بُعد ہے جو مخفی نہیں، اور محقق
اس کو جانتے تھے، اس لیے فرمایا اس کو پھیرنا واجب
ہے مگر گفتگو وجوب میں ہے اور جو دلیل ہے وہ آگے
آئے گی۔ ت

ف۲ على ان الحديث رواه ابن ماجة عن زيد بن اسلم عن عطاء بن يسار عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما وهذا هو مخرج الحديث رواه البخاري عن سليمن بن بلال عن زيد والنسائي عن ابن عجلان عن زيد مطولا وقال ابن ماجة حدثنا عبد الله بن الجراح وابو بكر بن خلاد الباهلي ثنا عبد العزيز بن محمد عن زيد فاخرجه مقتصرا على قوله ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مضمض واستنشق من غرفة واحدة[1] ومن هذا الطريق اخرجه النسائي فقال اخبرنا الهيثم بن ايوب الطالقاني قال عبد العزيز بن محمد قال ثنا زيد وفيه رايت رسول الله

اقول مزید برآں اس حدیث کو ابن ماجہ نے زید
اسلم سے عطا بن یسار سے ابن عباس سے روای
کی یہ مخرج حدیث ہے اس کو بخاری نے سلیمان
بلال نے زید سے روایت کیا، اور نسائی نے ابن عج
سے زید سے تفصیل سے ذکر کیا، اور ابن ماجہ نے ک
کہ ہم سے عبد اللہ بن الجراح اور ابوبکر بن خلاد البا
نے، ہم سے عبد العزیز بن محمد نے زید سے روایت
انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول پر اک
کیا، کُلّی کی اور ناک میں پانی ڈالا ایک ہی چُلّو سے
اور اسی سند سے اس کو نسائی نے روایت کیا او
کہ ہمیں خبر دی ہیثم بن ایوب طالقانی نے، عبد العز
بن محمد نے کہا ہم سے زید نے، اور اس میں یہ بھی
کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ

---

[1] سنن ابن ماجہ باب المضمضۃ والاستنشاق من غرفۃ واحدۃ مجتبائی لاہور ص ۳۳

Marfat.com

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ فغسل یدیہ ثم تمضمض واستنشق من غرفۃ واحدۃ الحدیث[1] فھذا لایقبل الانسلاخ عن الوحدۃ و کاف فی الجواب ما افادہ اخرا بقولہ ولو کان لکان الخ مع ما قدمنا من احادیث ناطقۃ بالمذھب وزاد تلمیذہ المحقق فی الحلیۃ حدیثا اخر رواہ البزار بسند حسن۔

وضو کیا اپنے دونوں ہاتھ دھوئے پھر کُلّی کی اور ناک میں پانی ڈالا، ایک ہی چُلّو سے الحدیث، یہ وحدۃ سے انسلاخ کو قبول نہیں کرتا ہے آخر میں جو کچھ انہوں نے کہا ہے وُہ جواب میں کافی ہے ان کی عبارت یہ ہے ولوکان لکان الخ پھر جو احادیث گزری ہیں وہ مذہب کے مطابق ہیں ان کے شاگرد محقق نے حلیہ میں اضافہ کیا اور ایک دوسری حدیث بیان کی جس کو بزار نے بسندِ حسن روایت کیا۔ ت

وانا اقول وباللہ التوفیق للعبد الضعیف فی الحدیث وجہان الاول حمل الغرفۃ علی المرۃ ای غسل کل عضو مرۃ مرۃ بھذا تنحل العقد برمۃ ولا نسلم ان ذکر المضمضۃ والاستنشاق یستلزم استیعاب جمیع السنن لم لایجوز ان یکون ھذا بیانا لجواز الاقتصار علی مرۃ فی الفرائض والسنن وما فیہ من البعد اللفظی یقربہ جمع طرق الحدیث فلعبد الرزاق عن عطاء بن یسار عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما انہ توضأ فغسل کل عضو منہ غسلۃ واحدۃ ثم ذکر ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یفعلہ[2] ولسعید بن منصور فی سننہ بلفظ توضأ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فادخل یدہ فی الاناء

اور میں کہتا ہوں کہ اللہ کی مدد سے عبدِ ضعیف کے نزدیک اس حدیث میں دو توجیہات ہیں:

اول: چلّو کو ایک مرتبہ پر محمول کرنا، یعنی ہر عضو کا ایک ایک مرتبہ دھونا، اور اس تاویل سے مشکل یک دم حل ہوجاتی ہے، اور ہم یہ تسلیم نہیں کرتے ہیں کہ کُلّی اور ناک میں پانی ڈالنے کا ذکر اس امر کو مستلزم ہے کہ تمام سُنتوں کا ذکر کیا جائے، کیا یہ جائز نہیں کہ یہ بیانِ جواز ہو ایک مرتبہ دھونے پر اقتصار کا فرائض و سُنن میں اور اس میں جو لفظی بُعد ہے وہ حدیث کے تمام طُرق کو یکجا کرنے سے دُور ہوجاتا ہے، اور طُرق یہ ہیں:

عبدالرزاق نے عطاء بن یسار سے ابن عباس سے روایت کی کہ آپ نے اس سے ہر عضو ایک مرتبہ دھویا، پھر کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا

---

[1] سنن النسائی بحث مسح الاذنین المکتبۃ السلفیہ لاہور ۱/۱۶

[2] مصنف عبدالرزاق باب کم الوضوء من غسلۃ الخ مکتبہ اسلامی بیروت ۱/۴۱

Marfat.com

فمضمض واستنشق مرة واحدة ثم ادخل يده فصب على وجهه مرة وصب على يده مرة مرة ومسح براسه واذنيه مرة ثم اخذ ملأ كفه من ماء فرش على قدميه وهو منتعل[1] اھ وسیأتی تفسیر ھذا الرش فی الحدیث بل روی البخاری قال حدثنا محمد بن یوسف ثنا سفین عن زید بلفظ توضأ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مرة مرة[2] وقال ابوداود حدثنا مسدد ثنا یحیی عن سفین ثنی زید وقال النسائی اخبرنا محمد بن مثنی ثنا یحیی عن سفین ثنا زید وقال الامام الاجل الطحاوی حدثنا ابن مرزوق ثنا ابو عاصم عن سفین عن زید ولفظ الاولین فیہ الا اخبرکم بوضوء رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فتوضأ مرة مرة[3] وبمعناہ لفظ الطحاوی وللنسائی من طریق ابن عجلان المذکور بعد ما مر وغسل وجهه وغسل یدیه مرة مرة ومسح براسه واذنیه مرة[4] الحدیث وفی ھذا والذی مر عن سعید بن منصور ابانة ما ذکرته من ان

ہی کرتے تھے۔

اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں روایت کی کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وضو فرمایا اپنا ہاتھ برتن میں ڈال کر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا ایک مرتبہ، پھر طشت میں ہاتھ ڈال کر چہرے پر ایک مرتبہ پانی ڈالا اور پھر ایک ایک مرتبہ ہاتھ پر پانی ڈالا اور اپنے سر اور دونوں کانوں کا ایک ایک مرتبہ مسح کیا پھر ایک چلّو پانی لے کر اپنے قدموں پر ڈالا حالانکہ آپ چپل پہنے ہوئے تھے اھ اور لفظ الرش کی تفصیل حدیث میں آئے گی۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہم سے محمد بن یوسف نے روایت کی ہم سے سفیان نے زید سے ان لفظوں میں روایت کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک مرتبہ وضو کیا، اور ابوداؤد کی روایت ہے کہ ہم سے مسدد نے بیان کیا ہم سے یحیٰی نے سفیان سے روایت کی مجھ سے زید نے روایت کی ——— اور نسائی نے کہا کہ ہمیں محمد بن مثنّٰی نے خبر دی، ہمیں یحیٰی نے سفیان سے ہمیں زید نے خبر دی۔ امام طحاوی کہتے ہیں کہ ہم سے ابن مرزوق نے روایت کی ہم سے ابو عاصم

---

[1] کنز العمال آداب الوضوء مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۹/۴۵۴
[2] جامع للبخاری باب الوضوء مرۃ مرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۷
[3] سنن ابی داؤد باب الوضوء مرۃ مرۃ مجتبائی لاہور ۱/۱۸
[4] سنن النسائی مسح الاذنین مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۱۶

Marfat.com

ذکر المضمضة والاستنشاق لایستلزم استیعاب السنن حتی ینافی ترک التثلیث فقد تظافرت الروایات علی لفظ مرة والاحادیث یفسر بعضها بعضا فکیف وقد اتحد المخرج۔

سفیان سے زید سے روایت کی، اور پہلے دو محدثوں نے یہ لفظ نقل کئے ہیں کہ "کیا میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے بارے میں خبر نہ دوں" آپ نے ایک ایک مرتبہ وضو کیا۔ اور طحاوی میں بھی اسی کے ہم معنی ہے، اور نسائی میں ابن عجلان کے مذکور طریق سے روایت کی اس میں یہ لفظ ہیں کہ آپ نے اپنا چہرہ دھویا اور آپ نے اپنے ہاتھ ایک ایک مرتبہ دھوئے اور آپ نے اپنے سر اور کانوں کا ایک ایک مرتبہ مسح کیا۔ اس روایت میں اور وہ روایت جو سعید بن منصور سے گزری معلوم ہوا کہ کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کا ذکر تمام سُنتوں کے تفصیلی ذکر کا تقاضا نہیں کرتا ہے، اگر ایسا ہوتا تو ترک تثلیث کے منافی ہوتا، کیونکہ متعدد روایات اس امر پر ایک دوسرے کی تائید میں موجود ہیں کہ آپ نے ایک ایک مرتبہ وضو کیا، جبکہ احادیث ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں، اور اس موضوع پر تو تمام روایات متفق ہیں۔ (ت)

اقول وقد یشد عضدہ ان الحدیث مطولا عند ابن ابی شیبة بزیادة ثم غرف غرفة فمسح راسہ واذنیہ[1] الحدیث فالغرفة التی کانت توضئ کلا من الوجہ والید والرجل لو استعملت فی الراس لغسلتہ فانما ارادوالله تعالٰی اعلم المرة معا التجدید ورحم الله اباحاتم اذقال ماکنا نعرف الحدیث حتی نکتبہ من ستین وجہا وانا اعلم ان الجادة فی روایات الوقائع حمل الاعم علی الاخص ولکن لاغرو فی العکس لاجل التصحیح۔

اقول اس کی تائید مزید ابن ابی شیبہ کی اس طویل روایت سے ہوتی ہے جس میں یہ ہے کہ آپ نے ایک چُلو لیا اور اپنے سر اور اپنے دونوں کانوں کا مسح کیا، تو وہ چُلو جس سے چہرے، ہاتھ اور پیروں کو دھویا ـــــ اگر وہ سر میں استعمال ہوتا تو وہ سر کو بھی دھو دیتا، لہذا ان کا ارادہ یہ معلوم ہوتا ہے (واللہ اعلم) کہ ہر مرتبہ مع تجدید کے پانی لیا، اور اللہ رحم کرے ابوحاتم پر وہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم حدیث کو اس وقت تک نہیں پہچانتے تھے جب تک کہ اس کو ساٹھ وجوہ سے نہ لکھ لیتے تھے اور مجھے معلوم ہے کہ واقعات کی روایات میں طریقہ یہ ہے کہ اعم کو اخص پر محمول کیا جاتا ہے اور لیکن تصحیح کے لیے اس کے عکس میں کوئی تعجب نہیں ہے۔ (ت)

---

[1] مصنف ابن ابی شیبة فی الوضوء کم ہو مرة ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۸

Marfat.com

والثانی حمل الغرفة علی الحفنة

ای بکلتا الیدین وربما تطلق علیها فروی البخاری عن ام المومنین رضی الله تعالی عنها فیما حکت غسله صلی الله تعالی علیه وسلم ثم یصب علی راسه ثلث غرف بیدیه[1] ولابی داؤد عن ثوبان رضی الله تعالی عنه عن النبی صلی الله تعالی علیه وسلم اما المرأة فلا علیها ان لاتنقضه لتغرف علی راسها ثلث غرفات بکفیها[2] ویؤیده حدیث ابی داؤد والطحاوی عن محمد بن اسحٰق عن محمد بن طلحة عن عبید الله الخولانی عن عبد الله بن عباس عن علی رضی الله تعالی عنهم عن النبی صلی الله تعالی علیه وسلم وفیه ثم ادخل یدیه جمیعا فاخذ حفنة من ماء فضرب بها علی رجله وفیها النعل فغسلها بها ثم الاخری مثل ذلک[3] ولفظ الطحاوی ثم اخذ بیدیه جمیعا حفنة من ماء فصک بها علی قدمه الیمنی والیسرے کذلک[4] واخرجه ایضا احمد وابو یعلی وابن خزیمة

دوم یہ بھی ممکن ہے کہ ایک لپ کو ایک چُلو پر محمول کیا ج
یعنی دونوں ہاتھوں سے پانی لینا اور یہ حمل اطلاقات شرعیہ
جاری ہے، چنانچہ بخاری نے حضرت عائشہ سے
حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کیفیت غسل کی روا
کرتے ہُوئے فرمایا ہے "پھر آپ اپنے سر پر دونو
ہاتھوں سے تین مرتبہ پانی ڈالتے تھے، اور ابوداؤ
نے ثوبان سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ عورت پ
اس پر کوئی مضائقہ نہیں گر وہ بال نہ کھولے، اس کو
چاہیے کہ وُہ اپنے دونوں ہاتھوں سے تین مرتبہ اپنے
سر پر پانی ڈالے، اس کی تائید ابوداود کی اس
روایت سے ہوتی ہے جو امام طحاوی نے بھی روایت
کی ہے وُہ کہتے ہیں کہ محمد بن اسحاق نے محمد بن طلحہ
عبید اللہ الخولانی سے، عبد اللہ بن عباس سے روایت
کی انہوں نے حضرت علی سے انہوں نے رسول کر
صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی، اس روایت
میں ہے کہ پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اس میں
داخل کرکے پانی کا چُلو لیا اور اپنے پیر پر مارا، آپ نے
چپل پہنے ہُوئے تھے، پھر آپ نے اپنے دونوں پیر
دھوئے، پھر دُوسری مرتبہ ایسا ہی کیا، اور طحاوی کے
یہ لفظ ہیں کہ پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے

---

[1] جامع للبخاری الوضوء قبل الغسل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۹
[2] سنن ابی داؤد المرأۃ تنقض شعرھا مجتبائی لاہور ۱/۳۴
[3] سنن ابی داؤد صفۃ وضوء النبی " ۱/۱۶
[4] شرح معانی الآثار باب فرض الرجلین فی الوضوء ایجوکیشنل پریس کراچی ۱/۳۲

Marfat.com

وابن حبان والضیاء وھذا معنی مامر من حدیث سعید بن منصور ان شاء اللہ تعالٰی والمعنی الاٰخر المسح وقد نسخ اوکان وفی القدمین جوربان ثخینان علی ما بینہ الامام الطحاوی رحمہ اللہ تعالٰی۔

پانی لیا اور اس کو اپنے دائیں اور بائیں پیر پہ مارا، اس کو احمد، ابویعلی، ابن خزیمہ، ابن حبان اور ضیاء نے بھی روایت کیا، اور سعید بن منصور کی روایت کا یہی مفہوم ہے (ان شاء اللہ) اور دوسرا مفہوم یہ ہے کہ اس سے مراد مسح ہے، اور یہ منسوخ ہوچکا ہے یا اس وقت اب پیروں میں سخت جرابیں پہنے ہوئے تھے، امام طحاوی نے بھی یہی تاویل کی ہے۔

اقول وماذکرت من الوجہین فلنعم المحملان ھما لمثل طریق ابن ماجۃ حدثنا ابوبکر بن خلاد الباھلی ثنا یحیی بن سعید القطان عن سفین عن زید وفیہ رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ غرفۃ[1] وحدیث ابن عساکر عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ غرفۃ غرفۃ وقال لایقبل اللہ صلاۃ الا بہ[2] فیکون علی الحمل الاول لحدیث سعید بن منصور و ابن ماجۃ والطبرانی والدارقطنی والبیہقی عن ابن عمر وابن ماجۃ والدارقطنی عن ابی بن کعب والدارقطنی فی غرائب مالک عن زید بن ثابت وابی ھریرۃ معا رضی اللہ تعالٰی عنھم ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضا مرۃ مرۃ وقال ھذا وضوء لایقبل اللہ صلاۃ الا بہ[3] وکذا للیدین

یہ دو وجہ جن کا ذکر میں نے کیا ہے یہ ابن ماجہ وغیرہ کی روایت کردہ حدیث کا بہترین مفہوم ادا کرتی ہیں، حدیث یہ ہے، جسے ابوبکر بن خلاد باہلی نے روایت کی، ہم سے یحیٰی بن سعید القطان سے سفین نے زید سے روایت کی، اس روایت میں ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے ایک ایک چُلو سے وضو فرمایا، ———— اور حدیث ابن عساکر ———— نے ابوہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے وضو کیا ایک ایک چُلو سے، فرمایا: یہ وہ وضو ہے جس کے بغیر اللہ نماز کو قبول نہیں فرماتا ہے تو اس کا بھی پہلا ہی مفہوم ہوگا، جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث کا ہے، سعید بن منصور، ابن ماجہ، طبرانی، دارقطنی اور بیہقی نے ابن عمر سے روایت کی، اور ابن ماجہ اور دارقطنی نے ابی بن کعب سے روایت کی، اور دارقطنی نے غرائب میں مالک سے زید بن ثابت سے اور ابوہریرہ سے روایت کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ

---

[1] سنن ابن ماجہ ماجاء فی الوضوء مرۃ مرۃ مجتبائی لاہور ١/٣ [2] ابن عساکر

[3] سنن ابن ماجہ ماجاء فی الوضوء مرتین وثلثا مجتبائی لاہور ص ٣٤

Marfat.com

والرجلين في حديث ابن عباس غير انه يكدرهما
جميعا في الوجه قوله اخذ غرفة من ماء فجعل
بها هكذا اضافها الى يده الاخرى فغسل بها
وجهه[1] الا ان يتكلف فيحمل على ان اضافة
الغرفة اي الاغتراف الى اليد الاخرى ايضا
غير قاصر له على يد واحدة فيرجع الى
الاغتراف باليدين ويكون كحديث ابن عباس
رضي الله تعالى عنهما ايضا عن علي كرم الله تعالى
وجهه عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
ادخل يده اليمنى فافرغ بها على الاخرى ثم
غسل كفيه ثم تمضمض واستنثر ثم ادخل
يديه في الاناء جميعا فاخذ بهما حفنة من
ماء فضرب بها على وجهه ثم الثانية ثم
الثالثة[2] مثل ذلك ورواه الطحاوي مختصرا
فقال اخذ حفنة من ماء بيديه جميعا
فصك بهما وجهه ثم الثانية مثل ذلك ثم
الثالثة فذكر الى المضمضة والاستنشاق
الاغتراف بكف واحدة فاذا اتى على الوجه اضافه
الى اليد الاخرى ايضا فان لم يقبل هذا فقد
علمت ان استيعاب الوجه بكف واحدة متعسر
بل متعذر۔

وسلم نے ایک ایک مرتبہ اعضاء وضو کو دھو کر فرمایا یہ
وہ وضو ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ نماز کو قبول نہیں
فرماتا ہے اور اسی طرح دونوں ہاتھوں اور دونوں
پیروں کے بارے میں ابن عباس کی حدیث میں مر
ہے، البتہ ان دونوں کا مفہوم اس روایت سے
قدرے بدل جاتا ہے کہ آپ نے پانی کا ایک چلّو او
لے کر اس کو دوسرے ہاتھ سے ملایا اور اس سے اپ
چہرہ دھویا۔ ہاں اگر اس کا یہ مفہوم لے لیا جائے کہ آپ نے
چلّو لیتے وقت دوسرے ہاتھ کو بھی ملایا اور ایک ہا
پر ہی اکتفاء نہ کیا تو اس کا مطلب دونوں ہاتھوں
سے چلّو بھرنا ہوگا، اور یہ ابن عباس کی حدیث کی
طرح ہوگا، جو حضرت علی سے مروی ہے کہ حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ لیا اور اس
سے دوسرے ہاتھ پر پانی ڈالا، پھر اپنے دونوں ہا
پانی میں ڈال کر دونوں ہاتھ دھوئے پھر کلّی کی او
ناک میں پانی ڈالا پھر اپنے دونوں ہاتھ پانی میں ڈال ک
دونوں ہاتھوں سے پانی لے کر اپنے چہرے پر چھپ
مارا پھر دوسری اور تیسری مرتبہ اسی طرح کیا، او
اسی کو طحاوی نے اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے
کہ آپ نے دونوں ہاتھوں سے پانی لیا اور چہرے
پر دونوں ہاتھوں سے چھپکا مارا پھر دوسرا اور تیسر
چلّو لے کر ایسا ہی کیا تو انہوں نے ذکر کیا کہ کلّی اور ناک میں پانی ڈالنا ایک ہاتھ سے کرتے اور جب چہرہ دھوتے تو دوسر

---

[1] صحیح للبخاری باب غسل الوجہ بالیدین من غرفۃ واحدۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۶
[2] سنن ابی داؤد باب صفۃ وضوء النبی صلی اللہ علیہ وسلم " " " ۱/۱۶

Marfat.com

ہاتھ بھی ملاتے تھے، تو اگر اس کو قبول نہ کیا جائے تو آپ کو معلوم ہو چکا ہے ایک ہاتھ سے پورے چہرے کا استیعاب نہ صرف مشکل ہے بلکہ محال ہے۔ت

اقول بل لربما تبقی الحفنة باقیة فضلا عن الکفة والدلیل علیہ ھذا الحدیث الذی ذکرنا تخریجه عن الامام احمد و ابی داؤد وابن خزیمة وابویعلی والامام الطحاوی وابن حبان والضیاء عن ابن عباس عن علی عن النبی صلی اللہ علیه وعلیھم وسلم حیث قال بعد ذکر غسل الوجه بثلث حفنات کما تقدم ثم اخذ بکفه الیمنی قبضة من ماء فصبھا علی ناصیته فترکھا تستن علی وجھه ثم غسل ذراعیه الی المرفقین ثلثا ثلثا الحدیث وھذا ایضا معلوم مشاھد وبالجملة لو لم یصرف حدیث الغرفة عن ظاھرہ لرجع الغسل الی الدھن وھو خلاف الروایة و الدرایة بل الاجماع والروایة الشاذة عن الامام الثانی رحمه اللہ تعالی مؤولة کما فی رد المحتار عن الحلیة عن الذخیرة وغیرھا فاذن لایبقی الا ان نقول انا لا نقدر علی مثل ما فعل ابن عباس رضی اللہ تعالی عنھما تلك المرة فضلا عن فعل صاحب الاعجاز الجلیل المروی مرارا للجمع الجزیل بالماء القلیل علیه من ربه اعلی صلوة واکمل تبجیل ویقرب منه او اغرب منه ما وقع فی سنن سعید بن منصور عن الامام

اقول بلکہ ممکن ہے کہ چُلّو ہتھیلی سے باقی رہ جائے اور اس کی دلیل وہی حدیث ہے جس کی تخریج ہم نے امام احمد، ابوداؤد، ابن خزیمہ، ابویعلی، امام طحاوی، ابن حبان اور ضیاء سے انہوں نے ابن عباس سے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے چہرہ دونوں چُلوؤں سے دھویا اس کے بعد فرمایا کہ پھر آپ نے پانی کا ایک چُلّو دائیں ہاتھ سے لیا اور اس کو اپنی پیشانی پر بہایا یہاں تک کہ وُہ آپ کے چہرے پر بہنے لگا، پھر اپنی دونوں بانہیں تین تین مرتبہ کہنیوں تک دھوئیں الحدیث۔ اور یہ بھی معلوم اور مُشاہَد ہے، اور خلاصہ یہ کہ اگر چُلّو والی حدیث کو اس کے ظاہر سے نہ پھیرا جائے تو دھونے کے بجائے چپڑنا رہ جائیگا' اور یہ چیز روایت اور درایت دونوں کے خلاف ہے بلکہ اجماع کے بھی خلاف ہے، اور شاذ روایت جو دوسرے امام سے ہے وہ مؤوّل ہے، جیسا کہ ردالمحتار میں حلیہ سے ذخیرہ وغیرہ سے ہے، اب سوائے اس کے کچھ باقی نہیں رہ گیا ہے کہ ہم یہ کہیں کہ جیسا کہ ابن عباس نے کیا تھا وہ ہم نہیں کر سکتے ہیں، چہ جائیکہ ہم وہ کر سکیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا صاحب اعجاز جلیل نے تھوڑے پانی کو تمام اعضاء پر پہنچایا وہ اس پانی سے اپنے رب کی طرف قادر تھے ان پر اعلیٰ واکمل صلوٰۃ وسلام ہو، اور اس میں بھی

Marfat.com

الاجل ابرهیم النخعی رضی اللہ تعالٰی عنہ قال لم یکونوا یلطموا وجوھھم بالماء وکانوا اشد استبقاً للماء منکم فی الوضوء وکانوا یرون ان ربع المد یجزئ من الوضوء وکانوا اصدق ورعا واسخی نفسا واصدق عند الباس۔

زیادہ عجیب وغریب وہ ہے جو سنن سعید بن منصور میں امام اجل ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ حضرات اپنے منہ پر پانی کے تھپیڑے نہیں مارتے تھے، وہ وضو کرتے وقت آپ لوگوں سے زیادہ احتیاط کرتے تھے اور پانی زیادہ خرچ نہیں کرتے تھے، اور وہ سمجھتے تھے کہ چوتھائی مُد وضو کے لیے کافی ہے، وہ زائد متقی تھے اور سختی کے وقت زیادہ راست باز تھے۔ ت

اقول فلا ادری کیف اجتزؤا بربع ما جعلہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مجزئا بل لایظن بھم انھم قنعوا بالفرائض دون السنن فاذن یکفی لغسل الیدین الی الرسغین والمضمضۃ والاستنشاق وغسل الوجہ والیدین الی المرفقین والرجلین الی الکعبین کل مرۃ سدس رطل من الماء وھذا مما لایعقل ولا یقبل الا بمعجزۃ نبی اوکرامۃ ولی صلی اللہ تعالٰی علی الانبیاء والاولیاء وسلم **فان قلت** ما یدریک لعل المراد بالمد المد العمری المساوی لصاع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الاربعا فیکون ربع المد ثلثۃ ارباع المد النبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اقول میں نہیں سمجھتا کہ وہ چوتھائی مُد جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کافی تھا اس کو صحابہ نے کیسے کافی سمجھا ہوگا، بلکہ ان کے بارے میں یہ گمان تک نہیں کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے فرائض پر اکتفاء کیا ہوگا اور سُنتوں کی طرف توجہ نہ دی ہوگی، اگر ایسا ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ دونوں ہاتھوں کو پہنچوں تک، کلی، ناک میں پانی، چہرہ، دونوں ہاتھ کہنیوں تک، اور دونوں پَیر ٹخنوں تک دھونے کے لیے ہر مرتبہ ایک رطل پانی کا چھٹا حصہ کافی تھا، اور یہ تو صرف نبی کے معجزے یا ولی کی کرامت سے ہی ہوسکتا ہے صلوٰۃ وسلام انبیاء و اولیاء پر۔ اگر یہ کہا جائے کہ ممکن ہے کہ مُد سے مراد عُمری مُد ہو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاع سے صرف چوتھائی کم تھا، تو رُبع مُد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مُد کا تین چوتھائی ہوا۔

قلت کلا فان ابرھیم سبق خلافۃ عمر ھذا رضی اللہ تعالٰی عنہما مات سنۃ خمس اوست وتسعین وامیر المؤمنین فی رجب سنۃ احدی ومائۃ وخلافتہ سنتان ونصف رضی اللہ تعالٰی عنہ واللہ تعالٰی اعلم۔

قلت میں کہوں گا یہ ہرگز ممکن نہیں ہے کہ ابراہیم حضرت عمر بن عبد العزیز کے عہدِ خلافت سے پہلے تھے ان کی وفات پچانوے یا چھیانوے ہجری میں ہُوئی تھی جبکہ حضرت عمر کی وفات ۱۰۱ھ میں ہوئی تھی، اور اڑھائی سال ان کی خلافت رہی تھی واللہ تعالٰی اعلم

Marfat.com

رسالہ برکات السماء فی حکم اسراف الماء

امر پنجم طہارت میں بے سبب پانی زیادہ خرچ کرنا کیا حکم رکھتا ہے۔

اقول ملاحظہ کلمات علماء سے اس میں چار قول معلوم ہوتے ہیں، ان میں قوی تردد ہیں اور فضلِ الٰہی سے امید ہے کہ بعد تحقیق وحصول توفیق اختلاف ہی نہ رہے وباللہ التوفیق۔

(۱) مطلقاً حرام وناجائز ہے حتی کہ اگر نہر جاری میں وضو کرے یا نہائے اُس وقت بھی بلا وجہ صرف گناہ وناروا ہے یہ قول بعض شافعیہ کا ہے جسے خود شیخ مذہب شافعی سیدنا امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں نقل فرما کر ضعیف کردیا اور اسی طرح دیگر محققین شافعیہ نے اُس کی تضعیف کی۔

(۲) مکروہ ہے اگرچہ نہر جاری پر ہو اور کراہت صرف تنزیہی ہے اگرچہ گھر میں ہو یعنی گناہ نہیں صرف خلافِ سنت ہے حلیہ وبحر الرائق میں اسی کو اوجہ اور امام نووی نے اظہر اور بعض دیگر ائمہ شافعیہ نے صحیح کہا اور حکم آب جاری کو عام ہونے سے قطع نظر کریں تو کلام امام شمس الائمہ حلوانی وامام فقیہ النفس سے بھی اُس کا استفادہ ہوتا ہے ہاں شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں عموم کی طرف صاف اشارہ کیا اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں فرمایا:

اجمع العلماء علی النھی عن الاسراف فی الماء ولو کان علی شاطئ البحر والاظھر انہ مکروہ کراھۃ تنزیہ وقال بعض اصحابنا الاسراف حرام[1]

علما کا اس پر اجماع ہے کہ انسان دریا کے کنارہ پر بھی ہو تب بھی پانی میں اسراف کی ممانعت ہے، اور اظہر یہ ہے کہ اس میں کراہت تنزیہی ہے اور ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا کہ اسراف حرام ہے۔ ت

منیہ وحلیہ میں فرمایا:

م ولا یسرف فی الماء[2] ش ای لایستعمل منہ فوق الحاجۃ الشرعیۃ[3] م وان کان علی شط نھر جار ش ذکر شمس الائمۃ الحلوانی انہ سنۃ وعلیہ مشی قاضی خان وھو اوجہ کما ھو غیر خاف فالاسراف یکون مکروھا کراھۃ تنزیہ وقد صرح النووی انہ الاظھر

م پانی میں اسراف نہ کرے ش یعنی حاجت شرعیہ سے زیادہ استعمال نہ کرے م اگرچہ جاری نہر کے کنارے پر ہو، ش شمس الائمہ الحلوانی نے ذکر کیا کہ وہ سنت ہے، اور قاضی خان کی بھی یہی رائے ہے اور یہی اوجہ ہے جس طرح کہ وہ خوفزدہ نہ ہو تو اسراف مکروہ تنزیہی ہے، اور نووی نے تصریح کی ہے کہ وہی اظہر ہے

---

[1] شرح مسلم للنووی باب القدر المستحب من الماء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۴۸
[2] منیۃ المصلی آداب الوضوء مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۲۹
[3] منیۃ المصلی آداب الوضوء مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۲۹

Marfat.com

وحکی حرمۃ الاسراف عن بعض اھل مذھبہ وعبارۃ بعض المتأخرین منھم والزیادۃ فی الغسل علی الثلث مکروہ علی الصحیح وقیل حرام وقیل خلاف الاولی۔[1]

اور ان کے بعض اہلِ مذہب سے اسراف کی حرمت منقول ہے اور بعض متاخرین کی عبارت انہی سے منقول ہے، اور صحیح قول کے مطابق تین مرتبہ سے زیادہ دھونا مکروہ ہے، ایک قول حرمت کا اور ایک خلاف اولیٰ کا بھی ہے۔ ت

بحرالرائق میں ہے:

الاسراف ھو الاستعمال فوق الحاجۃ الشرعیۃ وان کان علی شط نھر وقد ذکر قاضی خان ترکہ من السنن ولعلہ الاوجہ فیکون مکروھا تنزیھا۔[2]

اسراف حاجتِ شرعیہ سے زاید استعمال کو کہتے ہیں خواہ نہر کے کنارے پر ہی کیوں نہ ہو، اور قاضی خان نے اس کے ترک کو سُنتوں میں شمار کیا ہے اور شاید یہی اَوجہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہوگا۔ ت

(۳) مطلقاً مکروہ تک نہیں نہ تحریمی نہ تنزیہی صرف ایک ادب و امر مستحب کے خلاف ہے بدائع امام ملک العلماء ابوبکر مسعود و فتح القدیر امام محقق علی الاطلاق و منیۃ المصلی وغیرہا میں ترکِ اسراف کو صرف آداب و مستحبات سے شمار کیا سنت تک نہ کہا اور مستحب کا ترک مکروہ نہیں ہوتا بلکہ سنت کا۔

حلیہ میں ہے:

قال فی البدائع والادب فیما بین الاسراف والتقتیر اذ الحق بین الغلو والتقصیر قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خیر الامور اوسطھا انتھی وذکر الحلوانی انہ سنۃ فعلی الاول یکون الاسراف غیر مکروہ وعلی الثانی کراھۃ تنزیہ۔[3]

بدائع میں فرمایا ادب اسراف و تقتیر کے درمیان ہے کیونکہ حق غلو اور تقصیر کے درمیان ہوتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین چیز درمیانہ درجہ کی ہوتی ہے انتہی۔ اور حلوانی نے ذکر کیا کہ یہ سنت ہے، تو پہلی تقدیر پر اسراف مکروہ نہ ہوگا اور دوسری پر مکروہ تنزیہی ہوگا۔ ت

بحر میں ہے:

فی فتح القدیر ان المندوبات نیف وعشرون

فتح القدیر میں ہے کہ مندوبات بیس سے زیادہ ہیں

---

[1] حلیہ
[2] بحرالرائق مستحبات الوضوء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۹
[3] حلیہ

Marfat.com

ترك الاسراف والتقتير وكلام الناس[1] الخ فعلى كونه مندوبا لايكون الاسراف مکروھا وعلى كونه سنة يكون مكروها تنزيها۔

اسراف اور تقتیر کا ترک کرنا، اور لوگوں کا کلام الخ تو اس کے مندوب ہونے کی صورت میں اسراف مکروہ نہ ہوگا اور سنت ہونے کی صورت میں مکروہ تنزیہی ہوگا۔ ت

غنیہ میں ہے:

(و) من الاداب (ان لا يسرف فى الماء) كان ينبغى ان يعدہ فى المناهى لان ترك الادب لا باس به[2]۔

(اور) اداب سے یہ ہے (کہ پانی میں اسراف نہ کرے) مناسب یہ تھا کہ منہیات میں شمار کرتے کیونکہ ترک ادب میں مضائقہ نہیں ہے۔ ت

اقول طہارت میں ترک اسراف کا صرف ایک ادب ہونا اصل مذہب وظاہر الروایۃ ونص صریح محرر المذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے۔ امام بخاری نے خلاصہ فصل ثالث فی الوضوء میں ایک جنس سنن و آداب وضو میں وضع کی اُس میں فرمایا:

اما سنن الوضوء فنقول من السنة غسل اليدين الى الرسغين ثلثا الخ

بہرحال وضو کی سنتیں تو ہم کہتے ہیں دونوں ہاتھوں کا پہنچوں تک تین بار دھونا سنّت ہے۔ (ت)

پھر سُنتیں گنا کر فرمایا:

واما اداب الوضوء فى الاصل من الادب ان لايسرف فى الماء ولا يقتر ويشرب فضل وضوئه او بعضه قائما او قاعدا مستقبل القبلة[3] الخ

بہرحال اداب وضوء، ادب سے یہ ہے کہ پانی میں اسراف نہ کرے اور کمی نہ کرے، اور اپنے وضوء کا پسماندہ یا اس کا بعض پیئے کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر قبلہ رُو ہوکر۔ ت

اُسی کا بدائع و فتح القدیر و منیہ و خلاصہ و ہندیہ وغیرہا میں اتباع کیا اور اُس سے زاید کس کا اتباع تھا تو اُس پر مواخذہ محض بے محل ہے واللہ الموفق۔

(۴) نہر جاری میں اسراف جائز کہ پانی ضائع نہ جائے گا اور اس کے غیر میں مکروہ تحریمی۔ مدقق علائی نے درمختار میں اسی کو مختار رکھا علامہ مدقق عمر بن نجیم نے نہر الفائق میں کراہت تحریم ہی کو ظاہر کہا اور اُسی کو

---

[1] بحرالرائق مستحبات الوضوء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۸

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی اداب الوضو سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۳۴

[3] خلاصۃ الفتاوٰی فصل الثالث فی الوضوء نولکشور لکھنؤ ۱/۲۵

Marfat.com

امام قاضی خان وامام شمس الائمہ حلوانی وغیرہما اکابر کا مفادِ کلام قرار دیا کہ ترک اسراف کو سنت کہنے سے اُن کی مراد سنتِ مؤکدہ ہے اور سنتِ مؤکدہ کا ترک مکروہ تحریمی نیز مقتضائے کلام امام زیلعی کہ مطلق مکروہ سے غالباً مکروہ تحریمی مراد ہوتا ہے۔ اور بحرالرائق میں اسے قضیہ کلام ملتقی بتایا کہ اُس میں اسراف کو منہیات سے شمار فرمایا اور ہر منہی عنہ کم از کم مکروہ تحریمی ہے۔

اقول اور یہی عبارت آئندہ جواہر الفتاوی سے مستفاد

لفحواها اذ المفاهيم معتبرة فى الكتب[1] كما فى الدر والغمز والشامى وغيرها ولقضية دليلها ايضا كما لا يخفى۔

اُس کے فحوٰی سے، کیونکہ مفہوم مخالف کتب میں معتبر ہوتا ہے جیسے در، غمز اور شامی وغیرہ میں ہے' او… قضیہ کے لیے اس کی دلیل بھی، کما لایخفی۔ ت

شرح تنویر میں ہے:

بل فى القهستانى معزيا للجواهر الاسراف فى الماء الجارى جائز لانه غير مضيع فتامل۔[2]

بلکہ قہستانی میں جواہر کی طرف منسوب کرکے فرمایا بہتے… پانی میں اسراف جائز ہے کیونکہ اس میں ضائع ہونے… امکان نہیں ہے، فتامل۔ ت

پھر فرمایا:

مكروهه الاسراف فيه تحريما ولو بماء النهر والمملوك له اما الموقوف على من يتطهر به ومنه ماء المدارس فحرام۔[3]

اس کے مکروہات میں سے ہے کہ اسراف' اس میں مکر… تحریمی ہے خواہ نہر کے پانی سے ہو یا مملوک لہ سے ہو جہاں… صرف طہارت کے لیے وقف پانی جن میں سے مدا… کا پانی بھی ہے اس میں اسراف حرام ہے۔ (ت)

بحر میں ہے:

صرح الزيلعى بكراهته وفى المنتقى انه من المنهيات فتكون تحريمية۔[4]

زیلعی نے اس کی کراہت کی تصریح کی ہے اور ملتقی میں… کہ یہ منہیات میں سے ہے تو یہ مکروہ تحریمی ہوگا۔ ت

---

[1] الدر المختار سنن الوضو مجتبائی دہلی ۱/۲۱
[2] ″ ″ ″ ۱/۲۲
[3] ″ مکروہات الوضو ″ ۱/۲۴
[4] بحر الرائق مستحب الوضو ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۹

Marfat.com

منحۃ الخالق میں نہر سے ہے:

الظاھر انہ مکروہ تحریما اذ اطلاق الکراھۃ مصروف الی التحریم فما فی المنتقی موافق لما فی السراج[عہ] والمراد بالسنۃ المؤکدۃ لاطلاق

بظاہر یہ مکروہ تحریمی ہے کیونکہ جب کراہت مطلق ہو تو اس سے مراد مکروہ تحریمی ہوتا ہے تو جو ملتقی میں ہے وہ سراج کے موافق ہے اور سنّت سے مراد سنتِ مؤکدہ ہے

عہ قال فی المنحۃ صوابہ لما فی الخانیۃ کما لایخفی اذ لا ذکر للسراج لا فی کلامہ ولا فی الشارح اھ ای صاحب البحر وانا اقول هذا البعید خطاء ومعنی اما الاول فظاھر اذ لامناسبۃ بین لفظی السراج والخانیۃ واما الثانی فلان النھر فرع موافقۃ المنتقی المصرح بکونہ من المنھیات علی اطلاق الکراھۃ فان مطلقھا یحمل علی التحریم ولا ذکر للکراھۃ فی عبارۃ الخانیۃ نعم اراد توجیہ ما فی الخانیۃ الی ما استظھرہ بقولہ بعدہ والمراد بالسنۃ الخ و اقرب خطاء ومعنی بل الذی یجزم السامع بانہ ھو الواقع فی اصل نسخۃ النھر فحرفہ الناسخ ان نقول صوابہ لما فی الشرح والمراد بالشرح التبیین شرح مشروح البحر والنھر للکنز للامام الزیلعی فانہ ھو الذی صرح بالکراھۃ واطلقھا ونقلہ البحر وقرنہ بکلام المنتقی واللہ تعالٰی اعلم۔ اھ منہ عفی عنہ

منحہ میں ہے کہ اس کا صحیح وہ ہے جو خانیہ میں ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے کیونکہ یہ نہ تو سراج میں ہے اور نہ اس کے کلام میں ہے اور نہ شارح کے کلام میں ہے اھ یعنی صاحب بحر کے اور میں کہتا ہوں یہ رسم الخط اور معنی دونوں کے اعتبار سے بعید ہے، بہرحال پہلا تو ظاہر ہے کیونکہ سراج اور خانیہ کے لفظوں میں کوئی مناسبت نہیں اور دوسرا اس لیے کہ نہر نے ملتقی کی موافقت میں تفریع قایم کی ہے، اور ملتقی میں تصریح ہے کہ یہ منہیات میں سے ہے، اور اس میں کراہت مطلق ہے کیونکہ مطلق کراہت، تحریمی ہوتی ہے، اور خانیہ کی عبارت میں کراہت کا ذکر نہیں، ہاں انہوں نے خانیہ کی عبارت کی توجیہ کا ارادہ کیا ہے اسکی طرف جس سے انہوں نے استدلال کیا ہے اس کے بعد اپنے قول والمراد بالسنۃ الخ سے، اور رسم الخط اور معنی کے اعتبار سے اقرب بلکہ ایسا جس پر کہ سامع کو جزم ہو یہ ہے کہ یہی نہر کے اصل کے مطابق ہے پھر ناسخ نے اس میں تحریف کر دی، یہ ہے کہ ہم کہیں اس کا صحیح وہ ہے جو شرح میں ہے اور مراد شرح سے امام زیلعی کی تبیین شرح کنز ہے جو بحر اور نہر کنز کی شرحوں سے واضح شرح ہے کیونکہ اس نے کراہت کی تصریح کی ہے اور اس کو مطلق رکھا ہے اور اس کو بحر نے نقل کرکے ملتقی کے کلام کے ساتھ ملایا ہے واللہ تعالٰی اعلم اھ منہ عفی عنہ۔

Marfat.com

النھی عن الاسراف و بہ یضعف جعلہ مندوبا[1]۔

کیونکہ اسراف سے ممانعت مطلق ہے اور اس سے معلو
ہوا کہ اس کو مندوب کہنا کمزور ہے۔ ت

اب بتوفیق اللہ تعالٰی یہاں تحقیق مقام و تنقیح مرام و تصحیح احکام و نقض و ایرام کے لیے بعض تنبیہات نافعہ ذکر کریں۔

التنبیہ الاول عرض العلامۃ الشامی
نورقبرہ السامی بالمحقق صاحب البحر انہ
تبع قولا لیس لاحد من اھل المذھب حیث
قال قولہ تحریما الخ نقل ذلک فی الحلیۃ
عن بعض المتاخرین من الشافعیۃ وتبعہ علیہ
فی البحر وغیرہ الخ **اقول** لم یتبعہ البحر بل
استوجہ کراھۃ التنزیہ ثم نقل عن الزیلعی
کراھتہ وعن المنتقی النھی عنہ وافاد
ان مقتضاہ کراھۃ التحریم وھذا لیس
اختیارا لہ بل اخبارا عما یعطیہ کلام المنتقی کما
اخبر اولا ان قضیۃ عد الفتح ترکہ من المندوبات
عدم کراھتہ اصلا فلیس فیہ میل الیہ
فضلا عن الاتباع علیہ ولا سیما لیس فی
کلامہ التنصیص بجریان الحکم فی الماء
الجاری والاطلاق لا یسد ھھنا مسد الافصاح
بالتعمیم للفرق البین بالتضییع وعدمہ
فکیف یجعل متابعا للقول الاول وعن
ھذا ذکرنا کلا من قضیۃ کلامہ المنع فی
القول الرابع دون الاول اذ لا ینسب الا
الی من یفصح بشمول الحکم النھر ایضا

پہلی تنبیہ: شامی نے محقق صاحب بحر پر تعریض
کی ہے کہ انہوں نے ایسے قول کی پیروی کی ہے جو کسی
بھی صاحب مذہب کا نہیں ہے، وہ کہتے ہیں، ان کا
قول تحریما الخ اس کو حلیہ میں بعض متاخرین شافعیہ
سے نقل کیا گیا ہے، اور اس پر بحر وغیرہ نے ان کی متابعت
کی ہے الخ اقول بحر نے ان کی متابعت نہیں کی ہے
بلکہ کراہت تنزیہی کی توجیہ کی ہے پھر زیلعی سے اس کی
کراہت نقل کی ہے اور منتقی سے اس کی نہی نقل کی
اور بتایا ہے کہ اس کا مقتضٰی کراہت تحریم ہے اور یہ
ان کا اس قول کو پسند کرنا نہیں ہے بلکہ محض اس
امر کا بتانا ہے کہ یہ چیز کلامِ منتقی سے مستفاد ہے جیسے
اس سے قبل انہوں نے فرمایا کہ فتح کے اس کے ترک
کو مندوبات سے شمار کرنے کا تقاضا اس کی اصلا
عدم کراہت ہے تو ان کی طرف سے اس طرف میلان
بھی نہیں پایا جاتا ہے چہ جائیکہ اس سلسلے میں ان کی
متابعت، اور خاص طور پر ان کے کلام میں کوئی ایسی
بات نہیں ہے جس میں اس امر کی صراحت ہو کہ
جاری پانی میں حکم جاری ہے اور اطلاق یہاں تعمیم
کے حکم کی صراحت کے قایم مقام نہیں ہو سکتا ہے
کیونکہ ضائع کرنے اور نہ کرنے میں واضح فرق ہے

---

[1] منحۃ الخالق علی حاشیۃ بحر الرائق مستحب الوضو ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۹

Marfat.com

نعم تبعه علیه فی الغنیۃ اذ قال الاسراف مکروہ بل حرام وان کان علی شط نھر جار لقولہ تعالٰی ولا تبذر تبذیرا[1] اھ

اس کو پہلے قول کے تابع کیسے کیا جاسکتا ہے؟ اور اس لیے ہم نے ذکر کیا ہے کہ ان کے کلام کا تقاضا چوتھے قول کا منع کرنا ہے نہ کہ پہلے قول کا، کیونکہ وہ صرف اسی کی طرف منسوب ہوگا جو حکم کے شامل ہونے کا قول کرتا ہے، نہر میں بھی یہی ہے، ہاں غنیہ نے بھی اس کی متابعت کی ہے ان کا کہنا ہے کہ اسراف مکروہ ہے بلکہ حرام ہے خواہ چلتی نہر کے کنارہ پر ہی کیوں نہ ہو، اللہ فرماتا ہے تو اسراف نہ کر اھ (ت)

التنبیہ الثانی کان عرض علی البحر واتی بالتصریح علی الدر فقال ماذکرہ الشارح ھنا قد علمت انہ لیس من کلام مشایخ المذھب[2] اھ

دوسری تنبیہ: جو بحر میں کہا گیا اس کی صراحت در کے حاشیہ میں ہے کہا جو شارح نے یہاں ذکر کیا تو نے جان لیا کہ وہ مشایخ مذہب کا کلام نہیں اھ۔ (ت)

اقول والدر ایضا مصفی عن ھذا الکدر لکن رمکنون و انما اغتر المحشی العلامۃ بقولہ لوبماء النھر ولم یفرق بین تعبیری لتوضی من النھر وبماء النھر وأیتنی کتبت ھھنا علی الدر قولہ لوبماء النھر۔

اقول دُر میں یہ گڑبڑ نہیں ہے، اور محشی کو اس سے مغالطہ ہوا ہے کہ اس میں لوبماء النھر ہے اور انہوں نے ان دو عبارتوں میں فرق نہیں کیا کہ نہر سے وضو کرنا اور نہر کے پانی سے وضو کرنا، تُو نے دیکھا میں نے یہاں دُر پر لکھا ہے اس کا قول لوبماء النھر ہے۔ (ت)

اقول ای فی الارض لافی النھر واراد تعمیم الماء المباح والمملوک اخراجا للماء الموقوف فلاینافی ماقدمہ عن القھستانی عن الجواھر اھ ماکتبت علیہ ومما اکد الاشتباہ علی العلامۃ المحشی ان المحقق الحلبی فی الحلیۃ نقل مسألۃ الماء الموقوف وماء المدارس عن عبارۃ الشافعی المتأخر

اقول یعنی زمین میں نہ کہ نہر میں اور انہوں نے مباح اور مملوک پانی میں تعمیم کا ارادہ کیا تاکہ موقوف پانی خارج ہوجائے، لہٰذا جو قہستانی نے جواہر سے نقل کیا ہے اس کے منافی نہیں اھ میں کہتا ہوں محشی کے شبہ کو اس امر نے تقویت پہنچائی ہے کہ محقق حلبی نے حلیہ میں موقوف پانی اور مدارس کے پانی کا مسئلہ ایک متاخر شافعی کی عبارت سے نقل کیا ہے

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی آداب الوضو سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۴

[2] ردالمحتار سنن الوضو مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۹۸

Marfat.com

فتما مها بعد قوله مکروه علی الصحیح وقیل حرام وقیل خلاف الاولی ومحل الخلاف ما اذا توضا من نهر او ماء مملوك له فان توضأ من ماء موقوف حرمت الزیادة والسرف بلا خلاف لان الزیادة غیر ماذون فیها وماء المدارس من هذا القبیل لانه انما یوقف ویساق لمن یتوضؤ الوضوء الشرعی ولم یقصد اباحتها لغیر ذلك[1] اھ ثم رأى المسألتین فی عبارتی البحر والدر ورای الحکم فیهما بکراهة التحریم فسبق الی خاطره انهما تبعا قیل التحریم العام ولیس کذلك فان حرمة الاسراف فی الاوقاف مجمع علیها وقد غیرا فی التعبیر بما یبرئهما عن تعمیم التحریم فلم یقولا توضأ من نهر بل قال البحر هذا اذا کان ماء نهر وقال الدر لو بماء النهر والفرق فی التعبیرین لایخفی علی المتأمل وبیان ذلك علی ما اقول ان التوضئ من النهر وان لم یدل مطابقة الا علی التوضی بالاغتراف منه لکن یدل عرفا علی نفی الواسطة فمن ملأ کوزا من نهر واغترف عند التوضی من الکوز لا یقال توضأ من النهر بل من الکوز الا علی ارادة حذف ای بماء ماخوذ من النهر والتوضی من نهر بلاواسطة انما یکون فی متعارف

اس عبارت کا تتمہ یہ ہے کہ صحیح قول کے مطابق مکروہ ہے، ایک قول ہے کہ حرام ہے اور ایک قول ہے کہ خلافِ اولیٰ ہے، اور اختلاف دراصل اس صورت میں ہے جب کسی نے مملوک پانی سے یا نہر سے وضو کیا کیونکہ اگر وقف پانی سے وضو کیا تو زیادہ خرچ کرنا بالاتفاق حرام ہے کیونکہ اس میں زیادتی کی اجازت نہیں دی گئی ہے اور مدارس کا پانی اسی قسم کا ہوتا ہے کیونکہ یہ انہی لوگوں پر وقف ہوتا ہے جو شرعی وضوء کرتے ہیں اور دوسرے کے لیے اس کی اباحت کا قصد نہیں ہوتا پھر انہوں نے دونوں مسئلے بحر اور دُر کی عبارت میں دیکھے اور یہ دیکھا کہ انہوں نے ان دونوں صورتوں میں مکروہِ تحریمی ہونے کا حکم لگایا ہے تو ان کے ذہن میں فوراً یہ بات آئی کہ ان دونوں نے متابعت کی ہے حالانکہ امرِ واقعہ یہ نہیں ہے کہ حرمت اسراف، وقف میں تو متفق علیہ ہے اور ان دونوں نے تعبیر میں قدرے تغیر کیا جس سے یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے تحریم کو عام کر دیا ہے، انہوں نے یہ نہیں کہا ہے کہ نہر سے وضو کیا بلکہ صاحبِ بحر نے کہا یہ اس وقت ہے جب کہ نہر کے پانی سے ہو اور دُر میں کہا کہ اگرچہ نہر کے پانی سے ہو، اور دونوں عبارتوں میں غور کرنے والے کے لیے فرق ہے، اس کی تشریح میں اس طرح کرتا ہوں کہ نہر سے وضو کرنا اگرچہ مطابقی طور پر اسی پر دلالت کرتا ہے کہ اس سے چلو بھر کر پانی سے وضو کرے لیکن عرفاً اس پر دلالت کرتا ہے کہ نہر سے بلاواسطہ وضو کیا،

---

[1] حلیہ

الناس بان تدخل النهر او تجلس علی شاطئه وتغترف منه بیدك وتتوضأ فیه فوقوع الغسالة فی النهر هو الطریق المعروف للتوضی من النهر فیدل علیه دلالة التزام للعرف المعهود بخلاف التوضی بماء النهر فلا دلالة له علی وقوع الغسالة فی شیئ اصلاً الا تری ان من توضأ فی بیته بماء جُلب من النهر تقول توضأ بماء النهر لا من النهر ھذا ھو العرف الفاشی والفرق فی الاسراف بین الماء الجاری وغیرہ بانه تضییع فی غیرہ لا فیه انما یبتنی علی وقوع الغسالة فیه ولا مدخل فیه للاغتراف فمن ملأ جرة من نهر وسکبها علی الارض من دون نفع فقد ضیع وان افرغ جرة عندہ فی نهر لم یضیع والدال علی ھذا المبنی ھو لفظ من نهر لا لفظ بماء النهر کما علمت ففی الاول تکون دلالة علی تعمیم التحریم لا فی الثانی ھذا ھو الفارق بین تعبیر ذلك الشافعی وتعبیر البحر والدر وحینئذ یجد الدر معه الجواھر والمنتقی والنهر وغیرھا فلا یکون متبعاً القیل فی غیر المذھب۔

اب اگر کوئی شخص نہر سے لوٹا بھر کر وضو کرتا ہے تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس نے نہر سے وضو کیا، بلکہ یہی کہا جائے گا کہ لوٹے سے وضو کیا، ہاں اگر مضاف محذوف مانا جائے یعنی بماء ماخوذ من النھر اور بلاواسطہ نہر سے وضو کرنا عرف میں یہ ہے کہ آدمی نہر میں داخل ہو یا اس کے کنارے پر بیٹھے اور اس میں سے چلّو سے پانی لے کر وضو کرے اور اس کی دھوون نہر میں گرے، نہر سے وضو کرنے کا یہی معروف طریقہ ہے اب عرف کی وجہ سے یہ اسی پر دلالت کرے گا، اور نہر کے پانی سے وضو کرنے کا مفہوم الگ ہے، اس میں یہ نہیں ہے کہ دھوون نہر میں بھی گرے۔ مثلاً کوئی شخص نہر کے اس پانی سے وضو کرے جو اس کے گھر میں لایا گیا ہو تو یہ کہا جائے گا کہ اس نے نہر کے پانی سے وضو کیا ہے یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس نے نہر سے وضو کیا ہے یہی عرف عام ہے جاری اور غیر جاری پانی میں اسراف کا یہ فرق کہ غیر جاری پانی میں ضیاع ہے اور جاری میں نہیں، یہ اس حقیقت پر مبنی ہے کہ غسالہ جاری پانی میں گرے اور اس میں چلو بھرنے کو کوئی دخل نہیں، اب اگر کسی نے ایک نہر سے ٹھلیا بھری اور پھر اس کو زمین پر پھینک دیا تو یہ اس نے اس کو ضائع کر دیا، اور اگر اپنے پاس سے ٹھلیا بھر پانی لے کر نہر میں ڈال دیا تو یہ ضائع نہیں کیا، اور اس مبنی پر دلیل من نہر کا لفظ ہے نہ کہ بماء النھر کا لفظ، تو پہلی صورت میں تحریم کی تعمیم پر دلالت ہوگی دوسری میں نہیں، یہی فرق ہے اس متاخر شافعی کے قول اور بحر اور دُر کی تعبیر میں، اور اس وقت دُر کے ساتھ جواہر اور ملتقی اور نہر وغیرہ بھی ہوں گے، اس اعتبار سے وہ اپنے مذہب کے علاوہ کسی اور کی قیل کے متبع نہیں ہوں گے۔ (ت)

Marfat.com

اقول[1] بتحقیقنا ھذا ظھر الجواب عما اخذ بہ الامام المحقق الحلبی فی الحلیۃ علی المشائخ حیث یطلقون ھھنا من مکان فی یقولون توضأ من حوض من نھر من کذا ویریدون وقوع الغسالۃ فیہ قال فی المنیۃ اذا کان الرجال صفوفا یتوضؤن من الحوض الکبیر جاز[1] قال فی الحلیۃ التوضی منہ لایستلزم البتۃ وقوع الغسالۃ فیہ بخلاف التوضی فیہ ووقوع غسالۃ فیہ ھو مقصود الافادۃ واطال[2] فی ذلک وکررہ فی مواضع من کتابہ وھو من باب التدنق والمشایخ یتساھلون باکثر من ھذا فکیف وھو المفاد من جھۃ المعتاد۔

ہماری اس تحقیق سے حلبی کی اُس گرفت کا جواب بھی ہوگیا جو انہوں نے مشایخ پر کی ہے، کیونکہ وہ بجائے فی کے من کا اطلاق کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اس نے حوض سے وضو کیا جو نہر سے ہو اور ان کی مراد یہی ہے کہ اس میں دھوون گرتا ہو، منیہ میں ہے کہ جب لوگ ایک لائن میں بڑے حوض سے وضو کر رہے ہوں تو جائز ہے، حلیہ میں ہے کہ حوض سے وضو کرنے کا یہ مفہوم نہیں کہ اس میں دھوون لازماً گرتا ہو بخلاف حوض میں وضو کرنے کے، اور ان کا دھوون اس میں گرتا ہو، یہی افادہ کا مقصود ہے، اس میں طویل بحث کی اور اپنی کتاب کے کئی مقامات پر اس کا اعادہ کیا، یہ تدقیق ہے اور مشایخ اس سے زیادہ تساہل سے کام لیتے ہیں، پھر یہ معتاد سے بھی مفہوم ہے۔ (ت)

تنبیہ الثالث علامہ عمر بن نجیم نے نہر الفائق میں قول سوم کو دوم کی طرف راجع کیا اور اپنے شیخ اکرم و اخ اعظم محقق زین رحمہما اللہ تعالٰی کی تقریر سے یہ جواب دیا کہ ترک اسراف کو ادب یا مستحب گننا اسے مقتضی نہیں کہ اسراف مکروہ تنزیہی بھی نہ ہو کہ آخر خلاف مستحب ہے اور خلاف مستحب خلاف اولٰی اور خلاف اولٰی مکروہ تنزیہی۔

قال فی المنحۃ قال فی النھر لانسلم ان ترک المندوب غیر مکروہ تنزیھا لما فی فتح القدیر من الجنائز والشھادات ان مرجع کراھۃ التنزیہ خلاف الاولی ولا شک ان تارک المندوب اٰت بخلاف الاو[3] ۔اھ

منحہ میں فرمایا کہ نہر میں ہے کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے ہیں کہ مندوب کا ترک مکروہ تنزیہی نہیں ہے فتح القدیر کی کتاب الجنائز والشہادات میں ہے کہ کراہت تنزیہی کا دارومدار خلاف اولٰی پر ہے اور اس میں شک نہیں کہ مندوب کا تارک خلاف اولٰی کا مرتکب ہے۔ (ت)

---

[1] منیۃ المصلی فصل فی الحیاض مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۶۷

[2] حلیہ [3] منحۃ الخالق علی حاشیۃ بحر الرائق مستحب الوضو ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۹/۱

Marfat.com

یہی جواب کلام بدائع پر محقق حلبی کی تقریر سے ہوگا۔ علامہ شامی نے یہاں اُسے مقرر رکھا اور رد المحتار میں صراحۃً اس کا اتباع کیا حیث قال ما مشی علیہ فی الفتح والبدائع وغیرھما جعل ترکہ مندوبا فیکرہ تنزیھا[1] اھ (جب فرمایا کہ جس پر فتح اور بدائع وغیرہما میں چلے ہیں وہ یہی ہے کہ اس کے ترک کو مندوب قرار دیا ہے تو وہ مکروہ تنزیہی ہوگا اھ۔ت)

اقول وباللہ استعین (میں اللہ سے مدد طلب کرتا ہوں۔ت)

اولاً یہ معلوم کیجئے کہ مکروہ تنزیہی کی تحدید میں کلمات علما مختلف بھی ہیں اور مضطرب بھی، فتح القدیر کی طرح نہ ایک کتاب بلکہ بکثرت کتب میں ہے کہ کراہت تنزیہ کا مرجع خلاف اولٰی ہے اس طور پر ہر مستحب کا ترک بھی مکروہ تنزیہی ہونا چاہیے۔ درمختار آخر مکروہات نماز میں ہے: یکرہ ترك کل سنۃ ومستحب[2] (ہر سنت اور مستحب کا ترک مکروہ ہے۔ت) اور بہت محققین کراہت کے لیے دلیل خاص یا صیغۂ نہی کی حاجت جانتے ہیں یعنی جبکہ فعل سے باز رہنے کی طلب غیر حتمی پر دال ہو۔

اقول ولو قطعی الثبوت فان المدار علی ماذکرنا من حال الطلب کما قدمنا تحقیقہ فی الجود الحلو ان قال فی الحلیۃ من صدر الکتاب المنھی خلاف المامور فان کان النھی المتعلق بہ قطعی الثبوت والدلالۃ فحرام وان کان ظنی الثبوت دون الدلالۃ او بالعکس فمکروہ تحریما وان کان ظنی الثبوت والدلالۃ فمکروہ تنزیھا[3] اھ

اقول اور اگر قطعی الثبوت ہو، کیونکہ دارومدار جیسا کہ ہم نے ذکر کیا حال طلب پر ہے، ہم نے اس کی تحقیق "الجود الحلو" میں کردی ہے، اگرچہ حلیہ میں کتاب کی ابتدا میں فرمایا ہے منہی خلاف مامور کو کہتے ہیں تو اگر اس سے متعلق نہی قطعی الثبوت ہو اور قطعی الدلالۃ ہو تو وہ حرام ہے اگر ظنی ثبوت ہو قطعی الدلالت نہ ہو یا بالعکس ہو تو مکروہ تحریمی ہے اور اگر ظنی الثبوت اور ظنی الدلالۃ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اھ۔ت

اور شک نہیں کہ اس تقدیر پر ترکِ مستحب مکروہ نہ ہوگا، مجمع الانہر باب الاذان میں ہے: لاکراھۃ فی ترك المندوب[4] (مندوب کا ترک مکروہ نہیں۔ت) اضطراب یہ کہ جن صاحب فتح قدس سرہ نے جابجا تصریح فرمائی

---

[1] رد المحتار مکروہات الوضوء مصطفی البابی مصر ۱/۹۸

[2] الدر المختار مکروہات الصلوٰۃ مجتبائی دہلی ۱/۹۳

[3] حلیہ

[4] مجمع الانہر باب الاذان عامرہ مصر ۱/۷۵

Marfat.com

کہ خلاف اولٰی مکروہ تنزیہی ہے اور اوقاتِ مکروہۂ نماز میں فرمایا کہ جانب ترک میں مکروہ تنزیہی جانب فعل میں مندوب کے رتبہ میں ہے حیث قال التحریم فی مقابلۃ الفرض فی الرتبۃ وکراھۃ التحریم فی رتبۃ الواجب والتنزیہ برتبۃ المندوب[1] (وہ فرماتے ہیں کہ تحریم رتبہ میں فرض کے مقابلہ میں ہے اور کراہت تحریم رتبہ میں واجب کے مقابل ہے اور کراہت تنزیہی مندوب کے رتبہ میں ہے۔ ت) اُنھی نے تحریر الاصول میں تحریر فرمایا کہ مکروہ تنزیہی وُہ ہے جس میں صیغۂ نہی وارد ہو اور جس میں نہی نہیں وہ خلاف اولٰی ہے اور کراہت تنزیہ کا مرجع خلاف اولٰی کی طرف ہونا ایک اطلاق موسع کی بنا پر ہے،

حیث قال فی الباب الاول من المقالۃ الثانیۃ من التحریر مسألۃ اطلاق المامور بہ علی المندوب ما نصہ المکروہ منھی اصطلاحا حقیقۃ مجاز لغۃ والمراد تنزیھا ویطلق علی الحرام وخلاف الاولی مما لاصیغۃ فیہ و الاقالتنزیھیۃ مرجعھا الیہ[2]

وہ تحریر کے دوسرے مقالہ کے پہلے باب میں فرماتے ہیں کہ مامور بہ کے اطلاق کا معاملہ مندوب پر یہ ہے کہ مکروہ اصطلاحاً حقیقۃً منہی ہے اور لغۃً مجاز ہے، اور مراد تنزیہی ہے اور حرام اور خلاف اولٰی پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے جس میں کوئی صیغہ نہ ہو ورنہ کراہت تنزیہی کا مرجع اس کی طرف ہے۔ ت

جس حلیہ میں وہ فرمایا کہ علی الاول یکون الاسراف غیر مکروہ (پہلی صورت میں اسراف غیر مکروہ ہوگا، ت) اُسی کے صدر میں ہے المکروہ تنزیھا مرجعہ الی خلاف الاولی والظاھر انھما متساویان[3] (مکروہ تنزیہی کا مرجع خلاف اولٰی کی طرف ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ دونوں برابر ہیں۔ ت) جس غنیہ کے اوقات میں باتباع فتح تصریح فرمائی کہ التنزیھیۃ مقابلۃ المندوب[4] (کراہت تنزیہیہ مندوب کے مقابل ہے۔ ت) اُسی کے مکروہاتِ صلاۃ میں فرمایا:

الفعل ان تضمن ترک واجب فھو مکروہ کراھۃ تحریم وان تضمن ترک سنۃ فھو مکروہ کراھۃ تنزیہ ولکن تتفاوت فی الشدۃ والقرب من التحریمیۃ بحسب تاکد السنۃ[5]

فعل اگر ترک واجب کو متضمن ہو تو وہ مکروہ تحریمی ہے اور اگر ترک سنت کو متضمن ہو تو وہ مکروہ تنزیہی ہے مگر کراہت تحریمی شدت وقرب کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے، اس میں اعتبار سنت کے تاکد کا ہے۔ ت

---

[1] فتح القدیر مکروہات اوقات الصلوۃ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۰۲

[2] تحریر الاصول [3] حلیہ

[4] غنیۃ المستملی اوقات مکروہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۳۶

[5] " مکروہات الصلاۃ " ص ۳۴۵

Marfat.com

نیز صدر کتاب میں فرمایا:

(اعلموان للصلاۃ سننا) وترکھا یوجب کراھۃ تنزیہ (واداباً) جمع ادب ولاباس بترکہ ولا کراھۃ (وکراھیۃ) والمراد بھا ما یتضمن ترك سنۃ وھو کراھۃ تنزیہ او ترك واجب وھو کراھۃ التحریم[1]۔

(جاننا چاہیے کہ نماز کی کچھ سنتیں ہیں) اور ان کا ترک موجب کراہت تنزیہی ہے (اور اداب ہیں) یہ ادب کی جمع ہے ان کے چھوڑنے میں نہ تو حرج ہے اور نہ ہی کراہت ہے (اور کراہت ہے) اور اس سے مراد یہ ہے کہ وہ چیز جس میں ترکِ سنّت ہو اور یہ مکروہ تنزیہی ہے، یا ترکِ واجب ہو یہ مکروہ تحریمی ہے۔ ت

بحر کے اوقات میں تھا: التنزیہ فی رتبۃ المندوب[2] (تنزیہ مندوب کے رتبہ میں ہے۔ ت)

اُسی کے باب العیدین میں فرمایا:

لایلزم من ترك المستحب ثبوت الکراھۃ اذ لابد لھا من دلیل خاص فلذا کان المختار عدم کراھۃ الاکل قبل الصلاۃ[3] اھ ای صلاۃ الاضحی۔

مستحب کے ترک سے کراہت کا ثبوت لازم نہیں کیونکہ اس کے لیے خاص دلیل ضروری ہے اس لیے نماز سے قبل کھانے کا مکروہ نہ ہونا مختار ہے اھ یعنی قبل از عید قربان۔ ت

اور دربارۂ ترکِ اسراف[عـــه] اُن کا کلام گزرا اُسی کے مکروہات نماز میں ایسی ہی تصریح فرما کر پھر خود اُس پر اشکال وارد کردیا کہ ہر مستحب خلافِ اولی ہے اور یہی کراہت تنزیہ کا حاصل۔

حیث قال السنۃ ان کانت غیر مؤکدۃ فترکھا مکروہ تنزیھا وان کان الشیئ مستحبا او مندوبا ولیس بسنۃ فینبغی ان لایکون ترکہ مکروھا اصلا کما صرحوا بہ انہ یستحب

فرمایا سنت اگر غیر مؤکدہ ہے تو اس کا ترک مکروہ تنزیہی ہے اور اگر کوئی چیز مستحب یا مندوب ہے اور سنّت نہیں ہے تو چاہیے کہ اس کا ترک مکروہ بالکل نہ ہو جیسا کہ فقہا نے اس کی تصریح کی ہے کہ

---

[1] غنیۃ المستملی بعد از ادلۃ السنۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۳

[2] بحر الرائق اوقاتِ مکروہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۴۹

[3] بحر الرائق باب العیدین " ۲/۱۶۳

[عـــه] نیز ثانیا میں ان کا کلام آتا ہے کہ امام زیلعی نے لطم وجہ کو مکروہ لکھا تو اس کا ترک سنت ہوگا نہ کہ مستحب ۱۲ منہ غفرلہ (م)

Marfat.com

یوم الاضحٰی ان لایاکل قالوا ولو اکل فلیس بمکروہ فلم یلزم من ترک المستحب ثبوت کراھتہ الا انہ یشکل علیہ ما قالوہ ان المکروہ تنزیھا خلاف الاولی ولا شک ان ترک المستحب خلاف الاولی اھ[1]

اما العلامۃ الشامی فاضطراب اقوالہ ھھنا اکثر واوفر ففی (ف۱) مستحبات الوضوء نقل مسألۃ الاکل یوم الاضحٰی واستظھر ان ترک المستحب لایکرہ حیث قال اقول وھذا ھو الظاھر اذ النوافل فعلھا اولی ولا یقال ترکھا مکروہ[2] اھ ثم بعد صفحۃ رجع وقال قدمنا ان ترک المندوب مکروہ تنزیھا اھ[3]
وقال فی (ف۲) مکروھات الوضوء المکروہ تنزیھا یرادف خلاف الاولی اھ[4] ورجع آخر مکروھات الصلاۃ فقال الظاھر ان خلاف الاولی اعم فقد لایکون مکروھا حیث لا دلیل خاص کترک صلاۃ الضحٰی اھ[5]
وقال فی (ف۳) صدرھا قلت ویعرف ایضا

مستحب یہ ہے کہ عیدِ قربان کے دن نہ کھائے فقہا نے فرمایا اگر کھا لیا تو مکروہ نہیں ہے تو ترکِ مستحب سے ثبوتِ کراہت لازم نہ آیا مگر اس پر یہ اشکال ہے کہ فقہا کہتے ہیں کہ مکروہ تنزیہی خلافِ اولیٰ ہے اور اس میں شک نہیں کہ ترکِ مستحب خلافِ اولیٰ ہے۔ ت

علامہ شامی کے اقوال میں اس جگہ اضطراب ہے مستحباتِ وضو میں عید قربان کے دن کھانے کا مسئلہ ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ترکِ مستحب مکروہ نہیں اور فر میں کہتا ہوں کہ یہی ظاہر ہے کیونکہ نوافل کا ادا کرنا اولیٰ اور نہ کہا جائے کہ ان کا ترک مکروہ ہے اھ پھر ایک صفحہ کے بعد رجوع کرلیا اور کہا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ مندوب کا ترک مکروہِ تنزیہی ہے اھ۔ ت

اور مکروہاتِ وضو میں فرمایا کہ مکروہ تنزیہی خلافِ اولیٰ کے مترادف ہے اھ اور مکروہاتِ صلوٰۃ کے آخر میں فرمایا کہ ظاہر یہ ہے کہ خلافِ اولیٰ اعم کبھی وہ مکروہ نہیں ہوتا جہاں خاص دلیل موجود نہ ہو جیسے نمازِ چاشت کا ترک کرنا اھ۔ ت

اور اس کی ابتدا میں فرمایا، میں کہتا ہوں

---

۱ بحر الرائق آخر مکروہات الصلوٰۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۲
۲ ردالمحتار مستحب الوضوء مصطفی البابی مصر ۱/ ۹۱
۳ " " " ۱/ ۹۲
۴ " مکروہات الوضوء " ۱/ ۹۷
۵ " مکروہات الصلوٰۃ " ۱/ ۴۸۳

Marfat.com

بلا دلیل نھی خاص بان تضمن ترك واجب او سنة فالاول مکروہ تحریما والثانی تنزیھا[1] اھ ورجع فی آخرھا فقال بعد ما مرو به یظھر ان کون ترك المستحب راجعا الی خلاف الاولی لایلزم منه ان یکون مکروھا الا بنھی خاص لان الکراھة حکم شرعی فلا بدله من دلیل اھ[2]

اور بلا دلیل بھی نہی خاص پہچانی جاتی ہے مثلاً یہ کہ وہ ترک واجب وترک سنت کو متضمن ہو تو پہلا مکروہ تحریمی اور دوسرا تنزیہی ہے اھ اور اس کے آخر میں رجوع کیا اور فرمایا کہ اسی سے یہ معلوم ہوا کہ ترک مستحب خلاف اولی کی طرف راجع ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مکروہ ہو، ہاں اگر خاص نہی ہوگی تو ہوگا، کیونکہ کراہت حکم شرعی ہے اس کے لیے کسی دلیل کا ہونا ضرور ہے اھ۔(ت)

ثم بعد ورقة رجع عن ھذا الرجوع فقال فی مسألة استقبال النیرین فی الخلاء الظاھر ان الکراھة فیه تنزیھیة مالم یرد نھی خاص اھ[3]۔

پھر ایک ورق بعد اس سے رجوع کیا اور نیرین کے خلاء میں استقبال کے مسئلہ پر کہا ظاہر ہے کہ کراہت اس میں تنزیہی ہے جب تک خاص نہی نہ ہو اھ (ت)

وقال فی المنحة عند قول البحر قد صرحوا بان التفات البصر یمنة ویسرة من غیر تحویل الوجه اصلا غیر مکروہ مطلقا والاولی ترکه لغیر حاجة مانصه ای فیکون مکروھا تنزیھا کما ھو مرجع خلاف الاولی کما مر و به صرح فی النھر و فی الزیلعی وشرح

اور منحہ میں فرمایا بحر کے اس قول کے پاس کہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ دائیں بائیں دیکھنا چہرے موڑے بغیر مطلقاً غیر مکروہ ہے اور اولی اس کا ترک ہے، جبکہ ضرورت نہ ہو، ان کی عبارت یہ ہے "تو یہ مکروہ تنزیہی ہوگا جیسا کہ خلاف اولٰی کا مرجع ہے، جیسا کہ گزرا، اس کی تصریح نہر میں

عہ ای فی البحر صدر المکروھات ان المکروہ تنزیھا مرجعه الی ما ترکه اولی اھ منه (م)

بحر میں مکروہات کے شروع میں ہے مکروہ تنزیہی ہے اس کا مرجع ترکِ اولٰی ہے۔ (ت)

---

[1] رد المحتار مکروہات الصلوٰۃ مکتبہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۷۲

[2] رد المحتار آخر مکروہات الصلوٰۃ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۸۳

[3] " " استقبال القبلۃ " ۱/ ۴۸۵

Marfat.com

المنتقی للباقانی انه مباح لانه صلی الله تعالٰی علیه وسلم کان یلاحظ اصحابه فی صلاته بموق عینیه ولعل المراد عند عدم[عہ] الحاجة فلا ینافی ما ھنا[۱] اھ ثم رجع عماقریب فقال خلاف الاولی اعم من المکروہ تنزیھا وترك المستحب خلاف الاولی دائما لا مکروہ تنزیھا دائما بل قد یکون مکروھا ان وجد دلیل الکراھة و الافلا اھ[۲]

کی ہے، اور زیلعی اور شرح ملتقی للباقانی میں ہے کہ یہ مباح ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں آنکھوں کے کونوں سے اپنے صحابہ کو ملاحظہ کرتے تھے اور اس سے مراد شاید یہ ہو کہ عدم حاجت کے وقت ایسا ہے تو یہاں جو ہے اس کے منافی نہ ہوگا اھ پھر اس سے رجوع کرتے ہوئے فرمایا کہ خلافِ اولٰی مکروہ تنزیہی سے عام ہے اور ترک مستحب ہمیشہ خلافِ اولٰی ہے ہمیشہ مکروہِ تنزیہی نہیں ہے بلکہ دلیل کراہت ہوتی ہے تو مکروہ ہوتا ہے ورنہ نہیں اھ۔(ت)

اقول ومن العجب ان البحر کان صرح فی الالتفات بنفی الکراھة مطلقا وان الاولی ترکه لغیر حاجة فکان نصا فی نفی الکراھة رأسا مع کونه ترك الاولی فی بعض الصور ففسرہ بضدہ اعنی اثبات الکراھة لکونه ترك الاولی مع نقله عن الزیلعی والباقانی انه مباح وظاھرہ الاباحة الخالصة بدلیل الاستدلال بالحدیث فلم یتذکر ھنالك ان خلاف الاولی لا یستلزم الکراھة مالم یرد نھی۔

اقول اور یہ امر لائق تعجب ہے کہ التفات کا بحر نے مطلقاً عدم کراہت کا قول کیا تھا اور یہ کہ بلا حاجت ترک اولٰی ہے تو یہ عدم کراہت میں تصریح تھی حالانکہ یہ بعض صورتوں میں ترک اولٰی ہے، تو اس کی تفسیر اس کی ضد سے کی اور فرمایا میری مراد ہے کہ کراہت کا اثبات، کیونکہ یہ ترک اولٰی ہے حالانکہ وہ خود ہی زیلعی اور باقانی سے نقل کرتے ہیں کہ وہ مباح ہے اور اس کا ظاہر یہ ہے کہ یہ اباحت خالص ہو، کیونکہ حدیث سے استدلال کیا ہے اب یہاں یہ یاد نہ آیا کہ خلاف اولٰی اس وقت تک مستلزم کراہت نہیں ہے جب تک کہ نہی وارد نہ ہو۔ ت

بانیہمہ اس میں شک نہیں کہ فتح القدیر میں محقق علی الاطلاق کی تصریحات اسی طرف ہیں کہ ترک مستحب بھی مکروہ تنزیہی

عہ اقول لعل لفظة عدم وقعت زائدہ من قلم الناسخ فالصواب عدم العدم اھ منه (م)

میں کہتا ہوں لفظ عدم قلم ناسخ سے زائد واقع ہوا پس درست عدم العدم ہے۔ (ت)

---

[۱] منحة الخالق مع البحر مکروہات الصلوٰۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۱/۱

[۲] ″ ″ ″ ۳۲/۱

Marfat.com

قرآن کا آداب میں گننا نفی کراہت تنزیہ پر کیونکر دلیل ہو خصوصاً اسی بحث کے آخر میں وُہ صاف صاف کراہت اسراف کی تصریح بھی فرما چکے حیث قال یکرہ الزیادۃ علی ثلث فی غسل الاعضاء[1] اھ (جیسا کہ کہا کہ اعضاء کے دھونے میں تین مرتبہ سے زیادہ مکروہ ہے۔ ت) اور خود علامہ صاحبِ بحر نے بھی اسے اُن سے نقل فرمایا تو اس حمل پر باعث کیا رہا۔

ثانیاً اقول اس سے قطع نظر بھی ہو تو محقق نے انھیں آداب میں یہ افعال بھی شمار فرمائے،

نزع خاتم علیہ اسمہ تعالٰی واسم نبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حال الاستنجاء وتعاھد ماتحت الخاتم وان لایلطم وجھہ بالماء والدلك خصوصا فی الشتاء وتجاوز حدود الوجہ والیدین والرجلین لیستیقن غسلھا[2]۔

یہ کہ وہ انگوٹھی جس پر اللہ تعالٰی یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی کندہ ہو استنجاء کے وقت اتارنا اور مُہر کے نچلے حصّے کا خیال رکھنا، اور منہ پر پانی کا چھپکا نہ مارنا، اور پانی کا چہرے پر اچھی طرح ملنا، خاص طور پر سردی میں، اور چہرے، دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں کی حدود سے تجاوز کرنا تاکہ دھونے کا یقین ہو جائے۔ ت

اور شک نہیں کہ وقت استنجاء اُس انگشتری کا جس پر اللہ عزوجل یا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک یا کوئی متبرک لفظ ہو اُتار لینا صرف مستحب ہی نہیں قطعاً سنّت اور اُس کا ترک ضرور مکروہ بلکہ اساءت ہے بلکہ مطلقاً کچھ لکھا ہو حروف ہی کا ادب چاہیے بلکہ ایسی انگوٹھی پہن کر بیت الخلا میں جانا ہی مکروہ ہے ولہذا تعویذ لے جانے کی اجازت اُس وقت ہوئی کہ غلاف مثلاً موم جامہ میں ہو اور پھر بھی فرمایا کہ اب بھی بچنا ہی اولی ہے اگرچہ غلاف ہونے سے کراہت نہ رہی، ردالمحتار میں ہے:

نقلوا عندنا ان للحروف حرمۃ ولو مقطعۃ وذکر بعض القراء ان حروف الھجاء قرآن نزل علی ھود علیہ الصلاۃ والسلام[3] الخ

فقہاء نے نقل کیا ہے کہ ہمارے نزدیک حروف قابلِ احترام ہیں خواہ الگ الگ ہوں، اور بعض قُرّاء سے منقول ہے کہ حروف الہجاء قرآن ہے جو ہُود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہُوا۔ ت

---

[1] فتح القدیر قبیل نواقض الوضوء نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۲

[2] ایضاً

[3] ردالمحتار فصل فی الاستنجاء مصطفی البابی مصر ۱/۲۵۰

Marfat.com

اُسی میں عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی کا نسبہ ہے :

حروف الهجاء قران انزلت علٰی هود علیه الصلٰوۃ والسلام کما صرح بذلك الامام القسطلانی فی کتابه الاشارات فی علم القراءات[1]۔

حروف الہجاء قرآن ہے جو ہود علیہ السلام پر نازل ہوا، جیساکہ امام قسطلانی نے اپنی کتاب الاشارات فی علم القراءات میں نقل کیا ہے۔ ت

بحرالرائق میں ہے :

یکرہ ان یدخل الخلاء ومعه خاتم مکتوب علیه اسم اللّٰه تعالٰی اوشیئ من القران[2]۔

یہ مکروہ ہے کہ انسان بیت الخلاء میں ایسی انگوٹھی پہن کر داخل ہو جس پر اللہ کا نام یا قرآن لکھا ہو

دُرمختار میں ہے :

رقیة فی غلاف متجاف لم یکرہ دخول الخلاء به والاحتراز افضل[3]۔

اگرکوئی تعویذ خشک غلاف میں ہے تو اس کو بیت الخلاء میں لے جانا مکروہ نہیں ہے اور بچنا افضل ہے۔ ت

ف۱
یونہی انگشتری ڈھیلی ہو تو اُسے جنبش دینی وضو میں سنّت ہے اور تنگ ہو کہ بے تحریک پانی نہ پہنچے گا تو فرض

خلاصہ میں ہے :

فی مجموع النوازل تحریك الخاتم سنة ان کان واسعا وفرض ان کان ضیقا بحیث لم یصل الماء تحته[4]۔

مجموع النوازل میں ہے انگوٹھی کو حرکت دینا سنت ہے اگر ڈھیلی ہو اور اگر تنگ ہو کہ اس کے نیچے پانی نہ پہنچتا ہو تو فرض ہے۔ ت

ف۲
یونہی وضو میں منہ پر زور سے چھپا کا مارنا مکروہ اور اس کا ترک مسنون۔ درمختار میں ہے :

مکروهه لطم الوجه اوغیرہ بالماء تنزیھا[5]۔

وضو کا مکروہ تنزیہی یہ ہے کہ منہ وغیرہ پر پانی کا چھپکا مارنا۔ ت

بحر میں ہے :

---

[1] ردالمحتار قبیل باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۱
[2] بحرالرائق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۴۳
[3] درمختار مجتبائی دہلی ۱/۳۴
[4] خلاصۃ الفتاوٰی نولکشور لکھنؤ ص ۲۳
[5] درمختار مجتبائی دہلی ص ۲۴

Marfat.com

ان الزیلعی صرح بان لطم الوجه بالماء مکروه فیکون ترکه سنة لا ادبا[1]۔

زیلعی نے تصریح کی کہ پانی سے منہ پر چھپکا مارنا مکروہ ہے تو اس کا ترک سنّت ہوگا نہ کہ ادب۔ ت

یونہی اعضاء کا ملنا بھی مثل غسل سنّتِ وضو بھی ہے۔ درمختار میں ہے:

ومن السنن الدلك و ترك الاسراف و ترك لطم الوجه بالماء[2]۔

اور سُنتوں میں ہے ملنا اور اسراف کا ترک کرنا، اور منہ پر پانی کا چھپکا نہ مارنا۔ ت

خلاصہ فصل وضو جنس آخر صفتِ وضو میں ہے: والدلك عند نا سنة (ہمارے نزدیک ملنا سنّت ہے۔ ت) رہا اعضاء میں حدودِ شرعیہ سے اتنا تجاوز جس سے یقین ہوجائے کہ حدودِ فرض کا استیعاب ہو لیا۔

اقول اگر یقین سے یقینِ فقہی مراد جیسا کہ کتبِ فقہیہ میں وہی متبادر ہے تو یہ ادب وسنّت درکنار خود واجب ولابدی ہے ہاں یقین کلامی مراد ہو تو ادب کہنا عجیب نہیں ھذا (وقد نبه من ھذه الافعال الاربعة علی سنیة الاخیرین فی البحر (ان چار افعال میں سے دو کے سنّت ہونے پر بحر میں تنبیہ کی ہے۔ ت)

اقول والعجب ترك الاولین مع نقله ایاھما ایضا عن الفتح فالسکوت یکون اشد ایھاما مما لو لم یاثرھما ولا شك ان الثانی مثل الرابع الذی استند فیه البحر الی الخلاصة جعله سنة فکذلك نص فیھا علی سنیة الثانی ایضا اما الاول فاھم الکل واحقھا بالتنبیه والبحر نفسه صرح فی الاستنجاء بما سمعت و لکن جل من لا یغیب عن علمه شیئ قط۔

اقول اور قابلِ تعجب یہ ہے کہ پہلے دو کو چھوڑ دیا حالانکہ انھوں نے اس کو فتح سے نقل کیا تو خاموشی سے زیادہ وہم پیدا ہونا بہ نسبت اس کے کہ وہ ان دونوں کو نقل ہی نہ کرتے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ دوسرا چوتھے کی مثل ہے جس میں بحر نے کہا ہے کہ خلاصہ نے اس کو سنّت کہا ہے، اسی طرح اس میں دوسرے کی سنیت کی تصریح بھی ہے، بہرحال پہلا سب سے اہم ہے اور اس پر زیادہ تنبیہ کی ضرورت ہے، اور بحر نے استنجاء کے بارے میں جو تصریح کی ہے وہ ہم نے بیان کردی، تو نے سن لی، لیکن بزرگ وہ ہے جس کے علم سے کوئی چیز کبھی غائب نہیں ہوتی ہے۔ ت

---

[1] بحرالرائق مستحبات الوضوء سعید کمپنی کراچی ۱/۲۹

[2] الدرالمختار سنن الوضوء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۲

Marfat.com

یہاں سے واضح ہوا کہ محقق کا اس عبارت میں ترکِ اسراف کو شمار فرمانا نفیِ کراہت پر حاکم نہیں ہوسکتا۔

اقول وکان من احسن الاعذار عن المحقق رحمہ اللہ تعالٰی انہ تجوز فاطلق الادب علی مایعم السنن لکنہ ھھنا قد میز السنن من الاداب کما میز فی الخلاصۃ واخذ علی الکتاب فی جعلہ التیامن واستیعاب الراس بالمسح مستحبین وقال بعد اقامۃ الدلیل فالحقؔ ان الکل سنۃ ومسح الرقبۃ مستحب اھ ثم قال ومن السنن الترتیب بین المضمضۃ والاستنشاق وعد اشیاء، ثم قال الاداب ترک الاسراف والتقتیر[1] الخ فسیاق کلامہ رحمہ اللہ تعالٰی ینفی العذر المذکور واللہ تعالٰی اعلم۔

اقول محقق کی طرف سے بہترین عذر یہ ہوسکتا ہے کہ انہوں نے بطورِ مجاز ادب بول کر سُنّتوں کا ارادہ کیا ہے مگر یہاں سنّتوں اور ادب کو الگ الگ رکھا ہے جیسا کہ خلاصہ میں کیا ہے، اور کتاب پر اس سلسلہ میں مواخذہ کیا ہے کہ اُنھوں نے تیامُن اور مسح میں سر کے استیعاب کو مستحب کیوں قرار دیا ہے اور دلیل قایم کرنے کے بعد فرمایا کہ حق تو یہ ہے کہ یہ سب سنت ہے اور گردن کا مسح مستحب ہے اھ پھر فرمایا سنتوں میں کلی اور ناک میں پانی ڈالنے میں ترتیب ہے، اور کئی دوسری چیزیں گنائیں، پھر فرمایا ادب ترکِ اسراف و تقتیر ہے الخ لہٰذا ان کے کلام کی روش مذکور عذر کی نفی کرتی ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

ثالثا اقول عبارت بدائع میں بھی کہہ سکتے ہیں کہ امام ملک العلماء رحمہم اللہ تعالٰی نے ترکِ اسراف کو صرف ادب ہی نہ فرمایا بلکہ حق بتایا تو اسراف خلافِ حق ہوا باطل ہوا اور اُس کا ادنٰی درجہ کراہت فماذا بعد الحق الا الضلال بلکہ اسراف کو غلو کہا اور دین میں غلو ممنوع لاتغلوا فی دینکم۔

رابعا اقول ان تمام تائیدات کے بعد بھی نہر و ردالمحتار کا مطلب کہ قول سوم کو دوم کی طرف راجح کرنا ہے تمام نہیں ہوتا۔ مانا کہ بدائع و فتح کی عبارات نفیِ کراہت نہ کریں مانا کہ فتح کی رائے میں ترکِ ادب بھی مکروہ ہو مگر نص امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کا کیا جواب جس میں اُس کے ادب ہونے کی تصریح فرمائی اور مستحبات محضہ کے ساتھ اُس کی گنتی آئی اب اگر تحقیق یہ ہے کہ ترکِ مندوب مکروہ نہیں تو ضرور کلامِ امام کہ امام کلام ہے نفیِ کراہت کا اشعار فرمائے گا اس بارہ میں

ع؎ تبعہ علی الاول فی البرھان ثم الشرنبلالی وغیرھما وعلی الثانی من لایحصی اھ منہ

برہان پھر شرنبلالی وغیرہما نے اس کی اتباع کی پہلے قول پر اور دوسرے پر بے شمار نے۔ (ت)

---

[1] فتح القدیر سنن الوضوء نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۱

Marfat.com

کلمات علما کا اختلاف و اضطراب سُن چکے۔

وانا اقول وباللہ التوفیق اولاً حب وکراہت میں تناقض نہیں کہ ایک کا رفع دُوسرے کے ثبوت کو مستلزم ہو۔ دیکھو مباح سے دونوں مرتفع ہیں تو ترک مستحب مطلقاً مستلزم کراہت کیوں ہوا۔

ثانیاً اقول اگر ترک مستحب موجب کراہت ہو تو آدمی جس وقت خالی بیٹھا ہو اور کوئی مطالبہ شرعیہ اُس وقت اُس پر لازم نہ ہو لازم کہ اُس وقت لاکھوں مکروہ کا مرتکب ٹھہرے کہ مندوبات بے شمار ہیں اور وہ اُس وقت اُن سب کا تارک۔

ثالثاً اقول کراہت کا لفظ ہی بتا رہا ہے کہ وہ مقابل سنت ہے نہ مقابل مندوب جو بندہ ہو کر بلا وجہ ایسی چیز کا ارتکاب کرے جسے اس کا مولیٰ مکروہ رکھتا ہے وہ کسی ملامت و سرزنش کا بھی مستحق نہ ہو تو مولیٰ کے نزدیک مکروہ ہونے کا کیا اثر ہُوا اور جب فعل پر سرزنش چاہئے تو اس کا مرتبہ جانب ترک میں وہی ہوا جو جانب فعل میں سنّت کا ہے کہ اُس کے ترک پر ملامت ہے نہ کہ مندوب کا جس کے ترک پر کچھ نہیں۔ ظاہر ہے کہ کراہت کچھ ہے کی مقتضی ہے اور ترک مستحب پر کچھ نہیں اور کچھ نہیں کچھ ہے کے برابر نہیں ہوسکتا۔

رابعاً اقول وباللہ التوفیق تحقیق بالغ وتمنیق بازغ یہ ہے کہ فعل مطلوب شرعی کا ترک نادراً ہوگا یا عادۃً اور ہر ایک پر سزا کا استحقاق ہوگا یا سرزنش کا یا کچھ نہیں تو دونوں ترک تین قسم ہوئے اور تین کو تین میں ضرب دینے سے نو قسمیں عقلی پیدا ہوئیں ان میں تین بداہۃً باطل ہیں: ترک[۱] عادی پر کچھ نہ ہو اور نادر پر عذاب یا عتاب[۲]۔ سوم[۳] ترک عادی پر عتاب اور نادر پر عقاب۔ اور دو قسمیں شرعاً وجود نہیں رکھتیں ترک عادی پر عقاب یا عتاب اور نادر پر کچھ نہیں کہ شرعاً مستحب کے ترک نادر پر کچھ نہیں تو عادی پر بھی کچھ نہیں اور سنّت کے ترک عادی پر عتاب ہے تو نادر پر بھی ہے کہ وہ حکم سنّت ہے اور حکم شے کو شے سے انفکاک نہیں اصول امام فخر الاسلام و امام حسام الدین و امام نسفی میں ہے:

حکم السنۃ ان یطالب المرء باقامتھا من غیر افتراض ولا وجوب لانھا طریقۃ امرنا باحیائھا فیستحق اللائمۃ بترکھا[۱]۔

سنّت کا حکم یہ ہے کہ انسان سے اس کی ادائیگی کا مطالبہ کیا جائے مگر اس میں فرضیت اور وجوب نہ ہو، کیونکہ وہ ایک ایسا طریقہ ہے جس کو زندہ رکھنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے اس کو چھوڑنے سے سرزنش کا مستحق ہوگا۔ (ت)

لاجرم چار قسمیں رہیں:

---

[۱] اصول البزدوی باب العزیمۃ والرخصۃ جاوید پریس کراچی ص ۱۳۹

Marfat.com

(۱) ترک عادی ہو یا نادر مطلقاً موجب استحقاق عذاب ہو یہ بحال قطعیت فرض ورنہ واجب ہے۔

(۲) عادی پر عذاب اور نادر پر عتاب۔ یہ سنتِ مؤکدہ ہے کہ اگر نادر پر بھی عذاب ہو تو اُس میں اور واجب میں فرق نہ رہے گا اور عادی پر بھی عتاب ہی ہو تو اُس میں اور سنتِ غیر مؤکدہ میں تفاوت نہ ہوگا حالانکہ وہ ان دونوں میں برزخ ہے۔

(۳) عادی ہو یا نادر مطلقاً مورث عتاب ہو۔ یہ سنتِ زائدہ ہے۔

(۴) مطلقاً عذاب وعتاب کچھ نہ ہو۔ یہ مستحب ومندوب وادب ہے۔

پھر از انجا کہ فعل وترک میں تقابل ہے بغرض تعادل واجب ہے کہ ایسی ہی چار قسمیں جانب ترک نکلیں یعنی جس کا ترک مطلوب ہے:

(۱) اس کا فعل عادی ہو یا نادر مطلقاً موجب استحقاق عذاب ہو یہ بحال قطعیت حرام ورنہ مکروہ تحریمی ہے۔

(۲) فعل عادی پر عذاب اور نادر پر عتاب یہ اساءت ہے جس کی نسبت علماء نے تحقیق فرمائی کہ کراہت تنزیہی سے افحش اور تحریمی سے اخف ہے۔

(۳) مطلقاً مورث عتاب ہی ہو یہ کراہت تنزیہی ہے۔

(۴) مطلقاً کچھ نہ ہو یہ خلافِ اولیٰ ہے۔

تو یہ اس تقریرِ منیر سے چند جلیل فائدے متجلی ہوئے،

(۱) سنتِ مؤکدہ کا ترک مطلقاً گناہ نہیں بلکہ اُس کے ترک کی عادت گناہ ہے۔

(۲) اساءت کے بارے میں اگرچہ کلماتِ علماء مضطرب ہیں کوئی اسے کراہت سے کم کہتا ہے کما فی الدر صدر سنن الصلاۃ وبہ نص الامام عبد العزیز فی الکشف وفی التحقیق۔ (جیسا کہ در میں نماز کی سنتوں کی ابتدا میں ہے اور اسی کی تصریح امام عبد العزیز نے کشف اور تحقیق میں کی ہے۔ (ت) کوئی زاید کما فی الشامی عن شرح المنار للزین (جیسا کہ شامی میں شرح منار میں زین سے۔ ت) کوئی مساوی کما فی الطحطاوی ثمہ وفی ادراک الفریضۃ عن الحلبی شارح الدر (جیسا کہ طحطاوی میں فرض کے جاننے میں حلبی شارح در سے۔ ت) مگر عند التحقیق اُس کا مقابل سنتِ مؤکدہ ہونا چاہئے کہ جس طرح سنتِ مؤکدہ واجب وسنت زایدہ میں برزخ ہے یونہی اساءت کراہت تحریم وکراہت تنزیہ میں کما فی الشامی (جیسا کہ شامی میں ہے۔ ت) عالمگیریہ میں سراج وہاج سے ہے:

Marfat.com

ان ترك المضمضة والاستنشاق اثم على الصحيح لانهما من سنن الهدی وترکهما یوجب الاساءة بخلاف السنن الزوائد فان ترکها لایوجب الاساءة اھ[1]

اگر کلی اور ناک میں پانی ڈالنا چھوڑ دیا تو صحیح قول کے مطابق گنہ گار ہوگا کیونکہ یہ سنن ہدٰی سے ہے اور ان کا ترک موجبِ گناہ ہے بخلاف سنن زوائد کے کہ ان کا ترک موجبِ اساءت نہیں اھ۔ ت

اقول قوله اثم ای ان اعتاد کما هو معروف فی محله فیه وفی نظائره۔

اقول ان کا قول " گنہ گار ہوگا " اس سے مراد یہ ہے کہ اگر اس نے ترک کی عادت بنالی ہو اور یہ امر اپنے مقام پر معروف ہے اور اس کے نظائر بھی ہیں۔ ت

اصول امام فخر الاسلام وامام حسام الدین وامام نسفی میں ہے :

والسنن نوعان سنة الهدی وتارکها یستوجب اساءة وکراهية والزوائد وتارکها لا یستوجب اساءة۔[2]

اور سنت کی دو قسمیں ہیں، سنّتِ ہدٰی جس کا تارک گنہگار ہے اور سنّتِ زوائد جس کا تارک گنہ گار نہیں ہے۔ ت

ردالمحتار صدر سنن الوضوء میں ہے :

مطلق السنة شامل لقسمیها وهما السنة المؤکدة المسماة سنة الهدی وغیر المؤکدة المسماة سنة الزوائد۔[3]

مطلق لفظ سنّت دونوں قسموں کو شامل ہے، سنّتِ مؤکدہ جس کو سنّتِ ہدٰی کہتے ہیں اور غیر مؤکدہ جس کو سنّتِ زوائد کہتے ہیں۔ ت

بحرالرائق سنن نماز مسئلہ رفع یدین للتحریمہ میں ہے :

انه من سنن الهدی فهو سنة مؤکدة۔[4]

سنن ہُدٰی سنّتِ مؤکدہ ہے۔ ت

(۴) کراہت تنزیہہ نہ مستحب کے مقابل ہے نہ سنّتِ مؤکدہ کے بلکہ سنّتِ غیر مؤکدہ کے مرتبہ میں ہے، اُسے مستحب کے مقابل کہنا خلافِ تحقیق ہے اور مطلق سنّت کے مقابل بتانا بمعنی اعم ہے جبکہ اُسے اساءت کو بھی شامل کرلیا جائے جس طرح کبھی اساءت کو اعم لے کر سنّتِ زائدہ کے مقابل بولتے ہیں جس طرح اطلاق

---

[1] فتاوٰی عالمگیری مکتبہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۶

[2] اصول البزدوی باب الفرضیۃ والرخصۃ جاوید پریس کراچی ص ۳۹

[3] ردالمحتار مصطفی البابی مصر ۱/۷۷

[4] بحرالرائق سعید کمپنی کراچی ص ۳۰۲

Marfat.com

موسع میں خلافِ اولی کہہ کر وہ تنزیہی کہہ دیتے ہیں۔

(۴) خلاف اولی مستحب کا مقابل ہے اور اپنے معنی خاص پر مکروہ تنزیہی سے بالکل جدا ہاں بمعنی اعم اُسے بھی شامل اور کراہت تنزیہ کا اُس کی طرف مرجع ہونا اسی معنی پر ہے۔ بحر کے اشکال مذکور یشکل علیہ ما قالوہ ان المکروہ تنزیھا مرجعہ الی خلاف الاولی (اس پر یہ اشکال ہے کہ مکروہ تنزیہی کا مرجع خلاف اولیٰ ہے۔ ت) پر منحۃ الخالق میں فرمایا:

الکراھۃ لابد لھا من دلیل خاص وبذٰلک یندفع الاشکال لان المکروہ تنزیھا الذی ثبتت کراھتہ بالدلیل یکون خلاف الاولی ولا یلزم من کون الشیئ خلاف الاولی ان یکون مکروھا تنزیھا مالم یوجد دلیل الکراھۃ۔[1]

کراہت کے لیے دلیل خاص ضروری ہے اور اس سے اشکال مرتفع ہوجائے گا اس لیے کہ مکروہ تنزیہی وہ ہے کہ جس کی کراہت دلیل سے ثابت ہو وہ خلاف اولیٰ ہوگا اور کسی چیز کے خلافِ اولیٰ ہونے سے یہ لازم نہیں کہ وہ مکروہ تنزیہی بھی ہو تاوقتیکہ دلیلِ کراہت نہ پائی جائے۔ ت

(۵) کراہت کے لیے اگرچہ تنزیہی ہو ضرور دلیل کی حاجت ہے کما نص علیہ فی الحدیقۃ الندیۃ وغیرھا وبیناہ فی رشاقۃ الکلام (جیسا کہ اس کی تصریح حدیقہ الندیہ وغیرہ میں موجود ہے اور ہم نے اس کو اثناءِ کلام میں بیان کردیا ہے۔ ت)

اقول خلافِ سنت ہونا خود کراہت پر دلیل شرعی ہے،

لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من رغب عن سنتی فلیس منی[2] رواہ الشیخان عن انس ولابن ماجۃ عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا فمن لم یعمل بسنتی فلیس منی[3] فما مر عن العلامۃ الشامی من انھا قد تعرف بلا دلیل خاص کأن تضمن ترك واجب

کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں ہے، اس کو شیخان نے انس سے روایت کیا، اور ابن ماجہ نے حضرت عائشہ سے روایت کی جس نے میری سنت پر عمل نہ کیا تو وہ مجھ سے نہیں ہے، تو شامی میں جو ہے کہ کراہت کبھی بلا دلیل خاص کے

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۰۲

[2] صحیح بخاری کتاب النکاح قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۵۷

[3] سنن ابن ماجہ ماجاء فی فضل النکاح مجتبائی لاہور ص ۱۳۴

Marfat.com

او سنۃ[1] لیس کما ینبغی ولا نعنی بالخاص خصوص النص فی الجزئی المعین اذلا حاجۃ الیہ قطعا لصحۃ الاحتجاج بالعمومات و القواعد الشرعیۃ الکلیۃ قطعا۔

بھی پہچانی جاتی ہے مثلاً یہ کہ ترک واجب یا سنت کو متضمن ہو، نامناسب ہے، اور ہماری مراد خاص کسی معین جزئی میں خاص نص کا پایا جانا مراد نہیں کیونکہ اس کی قطعی ضرورت نہیں، شریعت میں عمومیت اور قواعد کلیہ سے ہی قطعی استدلال کیا جاتا ہے۔ ت

(۶) یہ نفیس جلیل تفرقہ مقتضائے تقسیم عقلی و اقتضائے نص لفظ کراہت و قضیہ تفرقۂ احکام[1] ہیں نہ کہ نری اصطلاح اختیاری کہ جس کا جو چاہا نام رکھ لیا،

کما قالہ المحقق فی الحلیۃ ان ھذا امر یرجع الی الاصطلاح والتزامہ لیس بلازم[2] اھ و نقل قبیلہ عن اللامشی فی حد المکروہ وھو مایکون ترکہ اولی من فعلہ و تحصیلہ[3] اھ ثم قال اعلم ان المکروہ تنزیہا مرجعہ الی ماھو خلاف الاولی والظاھر انہما[4] متساویان کما اشار الیہ اللامشی[5] اھ و تبعہ فی ردالمحتار۔

جیسا کہ محقق نے حلیہ میں فرمایا کہ یہ محض اصطلاحی معاملہ ہے اور اس کا التزام لازم نہیں اھ اور اس سے کچھ قبل لامشی سے نقل کیا مکروہ کی تعریف میں، اور وہ یہ ہے کہ جس کا ترک اس کے فعل سے اولیٰ ہو اھ پھر کہا جاننا چاہیے کہ مکروہ تنزیہی کا مرجع خلاف اولیٰ کی طرف ہے، اور ظاہر یہ ہے کہ یہ دونوں متساوی ہیں جیسا کہ لامشی نے اس طرف اشارہ کیا اھ اور ردالمحتار میں اس کی پیروی کی۔

(۷) مشہور احکام خمسہ[1] ہیں واجب، مندوب، مکروہ، حرام، مباح و بہ بد، فی مسلم الثبوت (اور مسلم الثبوت نے یہی ظاہر کیا۔ ت) یہ مذہب شافعیہ سے الیق ہے کہ اُن کے یہاں واجب و فرض میں فرق نہیں والیہ اشار تبعا للتحریر فی التحریر بقولہ بعدہ والحنفیۃ لاحظوا حال الدال الخ (اور تحریر میں تحریر کی پیروی کرتے ہوئے اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے اپنے اس قول کے ساتھ اس کے بعد اور حنفیہ نے دال کے حال کا لحاظ کیا ہے۔ ت)

۱؎ ردالمحتار	مکروہات الصلوٰۃ	مصطفی البابی مصر	۱/۴۷۲
۲؎ ردالمحتار	مستحبات الوضو	"	۱/۹۱
۳؎ حلیہ			
۴؎ بحرالرائق	مایفسد الصلوٰۃ	سعید کمپنی کراچی	۲/۳۲
۵؎ ردالمحتار	مستحبات الوضوء	مصطفی البابی مصر	۱/۹۱

Marfat.com

اور بعض نے برعایت مذہب حنفی فرض و واجب اور حرام و مکروہ تحریمی کو تقسیم میں جدا جدا اخذ کرکے سات قرار دیئے وبہ مشی فی المسلم (اس روایت کا ذکر مسلم الثبوت میں ہے) بعض نے فرض، واجب، سنت، نفل، حرام، مکروہ، مباح یوں سات گنے۔

وعلیہ مشی فی التنقیح وتبعہ مولٰی خسرو فی مرقاۃ الوصول والعلامۃ الشمس محمد بن حمزۃ الفناری فی فصول البدائع۔ اور تنقیح میں بھی یہی راہ اختیار کی اور مرقاۃ الوصول میں مولٰی خسرو نے اور فصول البدائع میں علامہ شمس محمد بن حمزۃ الفناری۔

بعض نے سنت میں سنتِ ہُدٰی و سنتِ زائدہ اور مکروہ میں تحریمی و تنزیہی قسمیں کرکے نو شمار کیے کما نص علیہ الفناری فی اٰخر کلامہ ویشیر الیہ کلام التوضیح (اپنے آخر کلام میں فناری نے نص کی اور توضیح نے اس کی طرف اشارہ کیا۔ ت)

اقول تقسیم اول میں کمال اجمال اور مذہب شافعی سے الیق ہونے کے علاوہ صحت مقابلہ اس پر مبنی کہ ہر مندوب کا ترک مکروہ ہو وقد علمت انہ خلاف التحقیق (تُو نے جان لیا یہ خلافِ تحقیق ہے۔ ت) نیز سنت و مندوب میں فرق نہ کرنا مذہب حنفی وشافعی کسی کے مطابق نہیں۔ یہی دونوں کی تقسیم دوم میں بھی ہیں، سوم و چہارم میں عدم مقابلہ بدیہی کہ سوم میں جانبِ فعل چار چیزیں ہیں اور جانبِ ترک دو۔ چہارم میں جانبِ فعل پانچ اور جانبِ ترک تین۔ پھر جانبِ ترک بسط اقسام کرکے تصحیح مقابلہ کیجئے تو اُسی مقابلہ نفل و کراہت سے چارہ نہیں مگر بتوفیق اللہ تعالٰی تحقیقِ فقیر سب خللوں سے پاک ہے اُس نے ظاہر کیا کہ بلکہ احکام گیارہ ہیں، پانچ جانبِ فعل میں متنازلاً فرض، واجب، سنت مؤکدہ، غیر مؤکدہ، مستحب اور پانچ جانبِ ترک میں متصاعداً خلافِ اولٰی، مکروہ تنزیہی، اسائت، مکروہ تحریمی، حرام جن میں میزان مقابلہ اپنے کمال اعتدال پر ہے کہ ہر ایک اپنے نظیر کا مقابل ہے اور سب کے بیچ میں گیارھواں مباح خالص۔ اس تقریر منیر کو حفظ کرلیجئے کہ ان سطور کے غیر میں نہ ملے گی اور ہزار ہا مسائل میں کام دے گی اور صدہا عُقدوں کو حل کرے گی کلمات اس کے موافق مخالف سب طرح کے ملیں گے مگر بحمد اللہ تعالٰی حق اس سے متجاوز نہیں فقیر طمع رکھتا ہے کہ اگر حضور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حضور یہ تقریر عرض کی جاتی ضرور ارشاد فرماتے کہ یہ عطر مذہب و طراز مُذہّب ہے والحمد للہ رب العٰلمین۔ اس تحقیق انیق کے بعد قول سوم ہرگز دوم کی طرف راجع ہوکر ملتقی نہیں بلکہ وہی من حیث الروایۃ سب سے اقوی ہے کہ خاص نص ظاہر الروایۃ کا مقتضٰی ہے۔

تنبیہ علامہ عمر نے جبکہ قول چہارم اختیار فرمایا امام اجل قاضی خان وغیرہ کا ترک اسراف کو سنت فرمانا بھی اسی طرف راجع کرنا چاہا کہ سنت سے مراد مؤکدہ ہے اور اُس کا ترک مکروہ تحریمی۔

Marfat.com

اقول اقوال بعض متاخرین میں اس کی تائیدوں کا پتا چلے گا بحرالرائق[1] آخر مکروہات الصلوٰۃ پھر ردالمحتار[2] میں ہے:

السنۃ اذا کانت مؤکدۃ قویۃ لایبعد ان یکون ترکہا مکروھا کراھۃ تحریم کترک الواجب[1]۔

سنّت جب مؤکدہ ہو تو بعید نہیں کہ اس کا ترک مکروہ تحریمی ہو اور یہی واجب کا حال ہے۔ ت

ابوالسعود علی مسکین پھر طحطاوی علی الدر المختار صدر مکروہاتِ نماز میں ہے:

الفعل اذا کان واجبا اوما فی حکمہ من سنۃ الھدی ونحوھا فالترک یکرہ تحریما وان کانت سنۃ زائدۃ اوما فی حکمہا من الادب ونحوہ یکرہ تنزیہا[2] اھ

فعل جب واجب ہو یا واجب کے حکم میں ہو جیسے سنتِ ہدٰی وغیرہا تو اس کا ترک مکروہ تحریمی ہے اور اگر سنت زائدہ ہے یا اُس کے حکم میں ہے جیسے ادب وغیرہ تو مکروہ تنزیہی ہے۔ ت

اقول اوّلاً تبعا القہستانی[3] فانہ ذکرہ ثمہ ولم ینقلہ عن احد بل زعم ان کلامھم یدل علیہ فما کان للسید الازھری ان یسوقہ مساق المنقول **وثانیاً** لایدری ماذا اراد بنحوھا فالحکم لایسلم لہ فی السنۃ المؤکدۃ مالم یتعود بالترک ففیم یثبت بعدھا وھل تری قائلا بہ احدا۔

قہستانی کی پیروی میں اولاً تو یہ ہے کہ انہوں نے وہاں ذکر کیا ہے اور اس کو کسی اور سے نقل نہیں کیا ہے بلکہ گمان کیا کہ ان کا کلام اس پر دلالت کرتا ہے تو سیّد ازہری کو لائق نہ تھا کہ اس کو منقول کے طور پر نقل کرتے۔ اور ثانیاً معلوم نہیں کہ بنحوھا سے ان کی مراد کیا ہے پس یہ حکم سنت مؤکدہ میں اس وقت تک قابلِ تسلیم نہیں جب تک کہ وُہ ترک کا عادی نہ ہو تو اس کے بعد کس میں ثابت ہوگا اور کیا اس کا کوئی قائل ہے؟ ت

کشف بزدوی وتحقیق علی الحسامی بحث عزیمت ورخصت میں اصول امام ابوالیسر صدر الاسلام بزدوی سے ہے:

حکم السنۃ ان یندب الی تحصیلہا ویلام

اور سنّت کا حکم یہ ہے کہ اس کے کرنے پر

---

[1] بحرالرائق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۲

[2] طحطاوی علی الدر المختار باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مطبع بیروت ۱/۲۷۶

Marfat.com

علی ترکہا مع لحوق اثم یسیر[1]۔

سراہا جاتا ہے اور اس کے ترک پر ملامت کی جاتی ہے اور تھوڑا بہت گناہ بھی ہوتا ہے۔ (ت)

درمختار صدر حظر میں ہے :

یاثم بترک الواجب ومثلہ السنۃ المؤکدۃ[2]۔

واجب کے ترک سے گنہگار ہوجاتا ہے اسی طرح سنتِ مؤکدہ کے ترک سے۔ (ت)

مگر صحیح وہی ہے جو ہم اوپر بیان کر آئے کہ سنتِ مؤکدہ کا ایک آدھ بار ترک گناہ نہیں بُرا ہے اور عادت کے بعد گناہ و ناروا ہے۔

اقول وھذا ان شاء اللہ تعالٰی سر قول الامام الاجل فخر الاسلام ان تارک السنۃ المؤکدۃ یستوجب اساءۃ ای بنفس الترک و کراھۃ ای تحریمیۃ ای عند الاعتیاد اذھی المحمل عند الاطلاق ولھذا قال الامام عبد العزیز فی شرحہ ان الاساءۃ دون الکراھۃ واکتفی فی السنۃ الزائدۃ بنفی الاساءۃ لان نفی الادنی یدل علی نفی الاعلی بالاولی وحیث ان الکراھۃ التنزیھیۃ ادنی من الاساءۃ فنفی الاعلی لایستلزم نفی الادنی ولذا ذکر توجہ اللائمۃ حکم ترک مطلق السنۃ ثم قسمھا قسمین وفرق بلزوم الاساءۃ وعدمہ فتحصل ان المؤکدۃ وغیرھا تشترکان فی توجہ الملام علی الترک وتفارقان فی ان ترک المؤکدۃ اساءۃ و

اقول اور یہ فخر الاسلام کا قول ہے کہ سنتِ مؤکدہ کا تارک مستحقِ گناہ ہے، یعنی نفسِ ترک سے اور یہ کراہت تحریمی ہوگی، جبکہ وہ عادی ہو، کیونکہ عند الاطلاق یہی مراد ہوتی ہے، اس لیے امام عبد العزیز نے اس کی شرح میں فرمایا کہ اساءت کراہت سے کم ہے اور سنتِ زائدہ میں انہوں نے محض اساءۃ کی نفی پر اکتفا کیا کیونکہ ادنیٰ کی نفی اعلیٰ کی نفی پر دلالت کرتی ہے اور چونکہ کراہتِ تنزیہی اساءۃ سے کم ہے اور اعلیٰ کی نفی ادنیٰ کی نفی کو مستلزم نہیں ہے اور اس لیے ائمہ کے اس قول کو ذکر کیا ہے کہ مطلق سنّت کے ترک کا کیا حکم ہے، پھر اس کی دو قسمیں کی ہیں اور لزوم اساءۃ کے درمیان اور عدم اساءۃ کے درمیان فرق کیا ہے، تو حاصل یہ کہ مؤکدہ غیر مؤکدہ دونوں میں ترک پر ملامت ہوگی اور فرق یہ ہوگا کہ ترک مؤکدہ اساءۃ ہے اور جب اس کی عادت ہوجائے تو

---

[1] کشف الاسرار من اصول البزدوی مطبوعہ بیروت ۱/۳۰۸

[2] درمختار باب الحظر والاباحۃ مجتبائی دہلی ۲/۳۲۷

Marfat.com

بعد التعود کراھۃ تحریم ولیس فی ترک غیرھا الا کراھۃ التنزیہ ولعمری ان اشارات ھذا الامام الھمام ادق من ھذا حتی لقبوہ ابا العسر واخاہ الامام صدر الاسلام ابا الیسر۔

مکروہ تحریمی ہے اور غیر مؤکدہ کے ترک میں صرف کراہت تنزیہی ہے اِس امام کے اشارات بہت ہی باریک ہیں اس لیے ان کا لقب ابو العُسر رکھا گیا اور اُن کے بھائی صدر الاسلام کا ابو الیسر۔ (ت)

جہاں جہاں کلمات علماء میں اُس پر حکم اثم ہے اُس سے مراد بحال اعتیاد ورنہ اُس میں اور واجب میں فرق نہ رہے۔

اقول والفرق[1] بتشکیک الاثم کما لجاء الیہ فی البحر لا یجدی لان التشکیک حاصل فی الواجبات انفسھا۔

اقول اور گناہ میں تشکیک سے فرق کرنا جیسا کہ بحر میں کیا ہے، مفید نہیں ہے کیونکہ واجبات میں تشکیک موجود ہے۔ ت

اور جب اُس کا مطلق ترک گناہ نہیں تو مکروہ تحریمی بے عادت نہیں ہو سکتا کہ ہر مکروہ تحریمی گناہ[2] و معصیت صغیرہ ہے

ردالمحتار صدر واجبات صلاۃ میں ہے:

صرح العلامۃ ابن نجیم فی رسالتہ المؤلفۃ فی بیان المعاصی بان کل مکروہ تحریما من الصغائر[1]۔

علامہ ابن نُجیم نے اپنے رسالہ میں (بیان معاصی کا رسالہ) تصریح کی ہے کہ ہر مکروہ تحریمی صغائر سے ہوتا ہے۔ ت

حلیہ میں ہے[3]:

لا یترک رفع الیدین ولو اعتاد یاثم[2]۔

رفع یدین ترک نہ کیا جائے اور اگر عادی ہو تو گنہگار ہوگا۔ ت

غنیہ میں ہے:

لانہ سنۃ مؤکدۃ اما لو ترکہ بعض الاحیان من غیر اعتیاد لا یاثم وھذا مطرد فی جمیع السنن المؤکدۃ[3]۔

کیونکہ یہ سنت مؤکدہ ہے اور اس کو کبھی کبھی ترک کرنا اور اس کی عادت نہ بنا لینا گناہ نہیں ہے اور یہ حکم تمام مؤکد سنتوں میں ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار صفۃ الصلوٰۃ مصطفی البابی مصر ۱/۳۲۷
[2] غنیۃ المستملی ″ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۰۰
[3] ایضاً

Marfat.com

حلیہ میں کلام مذکور امام الیسر کی طرف اشارہ کرکے فرمایا:

وھو حسن لکن بعد وجود الدلیل الدال علی لحوق الاثم لتارك السنة بمجرد الترك لھا ولیس ذلك بالسھل الواضح[1]

اور وہ حسن ہے لیکن یہ اُسی وقت ہوسکتا ہے کہ کوئی ایسی دلیل پائی جائے جو اس امر پر دلالت کرتی ہو کہ مطلق ترکِ سنّت سے گناہ لازم ہوتا ہے، اور یہ کوئی آسان بات نہیں ہے۔ ت

ردالمحتار سُنن صلاۃ میں نہرالفائق سے بحوالہ کشف کبیر کلام امام ابی الیسر نقل کرکے فرمایا:

فی شرح التحریر المراد الترك بلاعذر علی سبیل الاصرار وفی شرح الکیدانیة عن الکشف قال محمد فی المصرین علی ترك السنة بالقتال وابو یوسف بالتادیب اھ فیتعین حمل الترك علی الاصرار توفیقا بین کلامھم[2]

شرح تحریر میں ہے کہ ترک سے مراد بلاعذر ترک کرنا بر سبیلِ اصرار ہے اور شرح کیدانیہ میں کشف سے منقول ہے کہ امام محمد نے اُن لوگوں سے قتال کا حکم دیا ہے جو تارکِ سنّت ہوں، اور ابو یوسف نے تادیب کا حکم دیا اھ لہذا ترک سے مراد اصرار ہی ہوگا تاکہ ان کے کلام میں تطبیق ہوسکے۔ ت

اُسی میں ہے:

کونه سنة مؤکدة لایستلزم الاثم بترکه مرة واحدة بلاعذر فیتعین تقیید الترك بالاعتیاد[3]

اُس کا سنّتِ مؤکدہ ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ اس کے ایک مرتبہ ترکِ بلاعذر سے گنہگار ہوجائے، لہذا اس میں عادی ہونے کی قید لگانا ہوگی۔ ت

اُسی کے سُنن وضوء میں دربارۂ نیت ہے:

یأثم بترکھا اثما یسیرا کما قدمنا عن الکشف والمراد الترك بلاعذر علی سبیل الاصرار کما قدمنا عن شرح التحریر وذلك لانھا سنة مؤکدة کما حققه فی الفتح[4]

جیساکہ ہم نے کشف سے بیان کیا اس کا ترک گناہ صغیرہ ہے ترک سے مراد بلاعذر بر سبیل عادت ہے جیسا کہ ہم نے پہلے شرح التحریر سے بیان کیا کہ یہ سنت مؤکدہ ہے فتح القدیر کی یہی تحقیق ہے۔ ت

---

[1] حلیہ

[2] ردالمحتار باب صفۃ الصلاۃ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۵۰

[3] " " " ۱/ ۳۵۱

[4] " کتاب الطہارۃ سنن الوضوء " ۱/ ۶۹

Marfat.com

فتح القدیر میں ہے :

حکی فی الخلاصۃ خلافا فی ترکہ (ای ترك رفع الیدین عند التحریمۃ) قیل یأثم وقیل لا قال والمختار ان اعتادہ اثم لا ان کان احیانا انتہی وینبغی ان نجعل شق ھذا القول محمل القولین فلا اختلاف ولا اثم لنفس الترك بل لان اعتیادہ للاستخفاف والا فمشکل اویکون واجبا۔[1]

خلاصہ میں اس کے ترک پر اختلاف منقول ہے (یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کے ترک پر) ایک قول ہے گنہگار ہوگا اور ایک ہے کہ نہیں ہوگا، اور مختار یہ ہے کہ اگر عادت بنالی ہے تو گنہگار ہوگا، اگر احیانا ہو تو نہ ہوگا انتہی اور مناسب ہے کہ اس قول کی دونوں شقوں کو دونوں قولوں کا محل بنالیا جائے تو نہ تو اختلاف ہوگا اور نہ ہی گناہ ہوگا نفس ترک میں، بلکہ صرف عادت بنالینے کی صورت میں ہوگا کہ اس میں استخفاف کا پہلو نکلتا ہے ورنہ مشکل ہے، یا پھر وہ چیز واجب ہو۔(ت)

دُرمختار میں ہے :

الجماعۃ سنۃ مؤکدۃ للرجال وقیل واجبۃ وعلیہ العامۃ ثمرتہ تظہر فی الاثم بترکہا مرۃ۔[2]

جماعت مردوں کے لیے سنت مؤکدہ ہے اور ایک قول ہے کہ واجب ہے، اور عام فقہاء کا یہی قول ہے اس کا نتیجہ اس صورت میں ظاہر ہوگا جب کسی نے جماعت ایک مرتبہ چھوڑی۔ت

اُسی کے سُننِ وضو میں ہے :

وتثلیث الغسل المستوعب ولا عبرۃ للغرفات ولو اکتفی بمرۃ ان اعتادہ اثم والالا۔[3]

اور پُوری طرح تین تین مرتبہ دھونا، اور چلوؤں کا اعتبار نہیں ہے اور اگر ایک مرتبہ پر اکتفاء کیا تو اگر عادی ہے تو گنہگار ہوگا ورنہ نہیں۔ ت

خلاصہ میں ہے :

ان توضأ مرۃ مرۃ ان فعل لعزۃ الماء او لعذر البرد او لحاجۃ لایکرہ وکذا ان

اگر ایک ایک مرتبہ اعضاء کو دھویا تو اگر پانی کی قلت یا ٹھنڈ کے عذر یا ضرورت کی وجہ سے ہے تو مکروہ

---

[1] فتح القدیر صفۃ الصلوٰۃ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۴۴
[2] دُرمختار باب الامامۃ مجتبائی دہلی ۱/۸۲
[3] " سنن الوضو " ۱/۲۲

Marfat.com

فعله احیانا اما اذا اتخذ ذلك عادة یکرہ[1] اھ

نہیں یا کبھی کبھار ایسا کیا تو بھی حرج نہیں لیکن اگر عا
بنالی ہے تو مکروہ ہے اھ (ت)

اقول ای تحریما لانه سنة مؤکدة وھی محمل الاطلاق والمنفیة عن فعله احیانا من دون عذر۔

اقول اس مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ یہ س
مؤکدہ ہے، اور اس اطلاق کے وقت یہی مراد ہوتا
اور اگر بغیر عذر احیانا کرے تو اسے کراہت تحریمی
نفی ہے۔ ت

اس کے نظائر کثیر و وافر ہیں،

فلا نظر الی ما وقع فی البحر صدر سنن الصلاۃ وقد ردہ فی رد المحتار ببعض ما ذکرنا ھنا وباللہ التوفیق۔

تو بحر کے صدر سنن صلوۃ میں جو کچھ ہے اس پر توجہ
حاجت نہیں، اور رد المحتار میں بھی اس پر وہی
کیا ہے جو ہم نے کیا ہے، وباللہ التوفیق۔ ت

ف۱
خوبتر یہ ہے کہ جب ہمارے مشایخ عراق نے جماعت کو واجب اور مشایخ خراسان نے سنت مؤکدہ فرمایا ا
مفید میں یوں تطبیق دی کہ واجب ہے اور اس کا ثبوت سنت سے ہے خود علامہ عمر نے نہر میں اسے نقل کرکے فر

ھذا یقتضی الاتفاق علی ان ترکھا مرۃ بلا عذر یوجب اثما مع انه قول العراقیین والخراسانیون علی انه یاثم اذا اعتاد الترك کما فی القنیۃ[2] اھ

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس امر پر اتفاق ہے
کہ اس کا ایک مرتبہ ترک بلا عذر گناہ کا موجب ہے
اور یہ عراقیوں کا قول ہے، اور خراسانی کہتے ہیں گن
اس وقت ہوگا جب ترک کا عادی ہو جائے، جیسا کہ قنیہ میں ہے۔ ت

فائدہ: اس مسئلہ پر باقی کلام اور سنت کی تعریف و اقسام اور سنت غیر مؤکدہ کی تحقیق احکام اور اُس
مستحب سے فرق اور مکروہ تحریمی و تنزیہی کی بحث جلیل اور یہ کہ مکروہ تنزیہی اصلا گناہ نہیں اور یہ کہ تحریمی م
گناہ ہے اور یہ کہ وہ بے اصرار ہرگز کبیرہ نہیں اور ان مسائل میں فاضل لکھنوی کی لغزشوں کا بیان یہ سب
ہمارے رسالہ بسط الیدین فی السنۃ والمستحب والمکروھین میں ہے وباللہ التوفیق۔

تنبیہ ۵ جبکہ علامہ عمر نے کراہت تحریم کا استظہار کیا علامہ شامی نے منحۃ الخالق میں تو اُن کا کلام م
رکھا مگر رد المحتار میں رائے جانب کراہت تنزیہ گئی لہذا دلائل تحریم کا جواب دینا چاہا۔ علامہ عمر نے تین دلیل

---

[1] خلاصۃ الفتاوی الفصل الثانی فی الوضو نولکشور لکھنؤ ۱/۲۲

[2] رد المحتار باب الامامۃ مصطفی البابی مصر ۱/۵۰۸

Marfat.com

پیش فرمائی تھیں،

۱۔ کلامِ امام زیلعی میں کراہت کو مطلق رکھنا۔

۲۔ اسراف سے نہی کی حدیثوں کا مطلق یعنی بے قرینۂ صارفہ ہونا۔

۳۔ منتقی میں اُسے منہیات سے گننا۔

علامہ شامی نے اوّل کا یہ جواب دیا کہ مطلق کراہت ہمیشہ تحریم پر محمول نہیں،

کما ذکرنا انفا اھ واشار بہ الی ماقدمہ قبل هذا بصفحۃ عن البحران المکروہ نوعان احدھما ماکرہ تحریما وھو المحمل عند اطلاقھم الکراھۃ کما فی زکاۃ فتح القدیر ثانیھما المکروہ تنزیھا وکثیرا ما یطلقونہ کما شرح المنیۃ۔

جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا اھ ان کا اشارہ اس عبارت کی طرف ہے جو ایک صفحہ قبل بحر سے منقول ہُوئی کہ مکروہ کی دو قسمیں ہیں ایک تو مکروہ تحریمی، اور یہی اطلاق کے وقت فقہاء کی مراد ہوتی ہے جیسا کہ فتح القدیر کے بیان زکوٰۃ میں ہے اور دوسری مکروہ تنزیہی، اس کو بھی فقہاء اکثر مطلق رکھتے ہیں جیسا کہ منیہ کی شرح میں ہے۔ ت

اقول اس میں کلام نہیں کہ فقہاء بارہا کراہت مطلق بولتے اور اُس سے خاص مکروہ تنزیہی یا تنزیہی و تحریمی دونوں کو عام مراد لیتے ہیں مگر یہ وہاں ہے کہ ارادۂ کراہت تحریم سے کوئی صارف موجود ہو مثلاً دلیل سے ثابت یا خارج سے معلوم ہو کہ جسے یہاں مطلق مکروہ کہا مکروہ تحریمی نہیں یا جو افعال یہاں گنے اُن میں مکروہ تنزیہی بھی ہیں کما یفعلونہ فی مکروھات الصلاۃ (جیسا کہ وہ مکروہات نماز میں کرتے ہیں۔ ت) بے قیام دلیل ہمارے مذہب میں اصل وہی ارادۂ کراہت تحریم ہے کما مر عن نص المحقق علی الاطلاق وکتب المذھب طافحۃ بذلک (جیسا کہ نص محقق علی الاطلاق اور کتب مذاہب میں اس پر بحث کی۔ ت) تو کراہت تنزیہ کی طرف پھیرنا ہی محتاج دلیل ہے ورنہ استدلال نہ تام ہے اب یہ جواب دلیل دوم کے جواب کا محتاج تکمیل ہوا اور اُسی کی تضعیف سے اس کی تضعیف بھی جلوہ نما۔

دوم سے یہ جواب دیا کہ صارف موجود ہے مثلاً جس نے آبِ نہر سے وضو میں اسراف کیا اگر اُسے سنّت نہ جانا تو ایسا ہُوا کہ نہر سے کوئی برتن بھر کر اُسی میں اُلٹ دیا اس میں کیا محذور ہے سوا اس کے کہ ایک عبث بات ہے۔

اقول اس کا مبنٰی اُسی خیال پر ہے کہ علامہ نے قول اول وچہارم کو ایک سمجھا ہے ورنہ قول چہارم میں لبِ نہر اسراف کی تحریم کہاں اور ماوراء میں کہ پانی کی اضاعت ہے صارف کیا،

وقد قدمنا ما یکفی ویشفی ومنہ تعلم ما فی

ہم نے اس کی مکمل تشریح پہلے کر دی ہے، اور اسی سے

Marfat.com

تعبیرہ بالوضوء بماء النھر اما استنادہ الی ان حدیث فمن زاد علی ھذا اونقص فقد تعدی وظلم محمول علی الاعتقاد عندنا کما فی الھدایۃ وغیرھا ــــــــــ وقال فی البدائع انہ الصحیح حتی لو زاد او نقص و اعتقد ان الثلاث سنۃ لایلحقہ الوعید قال وقد منا انہ صریح فی عدم کراھۃ ذلک یعنی کراھۃ تحریم[1] اھ

فاقول لایفید ماقصدہ من قصر الحکم علی کراھۃ التنزیہ مطلقا مالم یعتقد خلاف السنۃ کیف ولوکان ترک الاسراف سنۃ مؤکدۃ کما یقولہ النھر کان تعودہ مکروھا تحریما ووقوعہ احیانا تنزیھا والحدیث حاکم علی من زاد مطلقا ای ولو مرۃ بانہ ظالم فلزم تاویلہ بما یجعل الزیادۃ ممنوعۃ مطلقا فحملوہ علی ذلک فمن زاد او نقص مرۃ ولو یعتقد لم یلحقہ الوعید الاتری انھم ھم الناصون بان من غسل الاعضاء مرۃ ان اعتاد اثم کما قدمناہ عن الدر ومعناہ عن الخلاصۃ وقد صرح بہ فی الحلیۃ وغیرھا کتاب ثم العجب ان فی رأیت العلامۃ نفسہ قد صرح بھذا فی سنن الوضوء فقال لایخفی ان التثلیث حیث کان

معلوم ہوگا کہ انہوں نے نہر کے پانی کے وضو سے ک
تعبیر کیا، اور انہوں نے جو اس حدیث سے است
کیا ہے کہ جس نے زیادہ کیا اس پر یا کم کیا تو ا
ظلم کیا' ہمارے نزدیک اعتقاد پر محمول ہے جیس
ہدایہ وغیرہ میں ہے' اور بدائع میں کہا کہ یہی صحی
یہاں تک کہ اگر کسی نے کمی بیشی کی اور یہ اعتقا
کہ سنت تین ہے تو وہ مستحق وعید نہیں، فـ
ہم پہلے کہہ آئے ہیں یہ عدم کراہت میں صریح
یعنی کراہت تحریمی میں اھ ۔ ت

اقول انہوں نے کراہت تنزیہی پر حکم کو جو مخ
کیا ہے وہ مطلق نہیں ہے بلکہ صرف اسی صورت
جبکہ اس کو خلافِ سنّت نہ جانتا ہو، کیونکہ اگر ا
کا ترک سنّتِ مؤکدہ ہوتا جیسا کہ نہر نے کہا ہے تو
کی عادت ڈالنا مکروہ تحریمی ہوتا اور کبھی کبھی اس
ارتکاب کرلینا مکروہ تنزیہی ہوتا اور حدیث اس
پر دلالت کرتی ہے کہ جس نے مطلقاً زیادتی کی خو
ایک ہی مرتبہ ہو تو وہ ظالم ہے، تو اس کی تاوی
ہے' اور وُہ یہ کہ زیادتی مطلق ممنوع ہو، چنانچ
انہوں نے اِس کو اِسی پر محمول کیا ہے، تو اگر ک
ایک مرتبہ زائد کیا یا کم کیا مگر اس کا اعتقاد نہ رک
اس کو یہ وعید نہیں ہے، چنانچہ فقہاء تصریح ک
ہیں کہ جس نے اعضاء کو ایک ایک مرتبہ دھویا
اگر وہ ایسا کرنے کا عادی ہے تو گنہگار ہوگا، جیس

---

[1] ردالمحتار مکروہات وضوء مصطفی البابی مصر ۱/۹۸

Marfat.com

سنة مؤكدة واصر على تركه يأثم وان كان
يعتقده سنة واما حملهم الوعيد في الحديث
على عدم رؤية الثلث سنة كما يأتي فذلك
في الترك ولو مرة بدليل ما قلنا قال وبه اندفع
ما في البحر من ترجيح القول بعدم الاثم لو اقتصر
على مرة بانه لو اثم بنفس الترك لما احتيج الى هذا الحمل اه
واقره في النهر وغيره وذلك لانه مع عدم
الاصرار محتاج اليه فتدبر اه[1] وقال بعده
صريح ما في البدائع انه لاكراهة في
الزيادة والنقصان مع اعتقاد سنية الثلث
وهو مخالف لما مر من انه لو اكتفى بمرة و
اعتاده اثم ولما سيأتي ان الاسراف مكروه
تحريما ولهذا فرع في الفتح وغيره على
القول بحمل الوعيد على الاعتقاد بقوله
فلو زاد لقصد الوضوء على الوضوء او لطمانينة
القلب عند الشك او نقص لحاجة لاباس
به فان مفاد هذا التفريع انه لو زاد او
نقص بلا غرض صحيح يكره وان اعتقد
سنية الثلث وبه صرح في الحلية فيحتاج
الى التوفيق بين ما في البدائع وغيره ويمكن
بما قدمنا انه اذا فعل ذلك مرة لا يكره
ما لم يعتقده سنة وان اعتاده يكره وان
اعتقد الثلث الا اذا كان لغرض صحيح اه[2] و
لكن سبحن من لا ينسى۔

کہ ہم نے درر سے نقل کیا، اور اسی کا مفہوم خلاصہ سے
نقل کیا اور حلیہ اور دُوسری کتب میں اس کی تصریح
موجود ہے، پھر قابلِ تعجب یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ
خود علامہ نے سنن الوضوء میں اس کی تصریح کی
ہے' فرماتے ہیں مخفی نہ رہے تثلیث سنت موکدہ
ہے اگر کوئی اس کے ترک پر اصرار کرتا ہے تو گنہگار
ہے خواہ اس کو سنت اعتقاد کرتا ہو' اور علماء نے
حدیث میں سنت اعتقاد نہ کرنے پر جو وعید کا قول
کیا ہے تو یہ ایک مرتبہ کے ترک میں بھی ہے' اس کی
دلیل وہی ہے جو ہم نے بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ
اس سے وہ اعتراض مرتفع ہوگیا جو بحر میں ہے یعنی گناہ
نہ ہونے کے قول کی ترجیح صرف ایک مرتبہ ہی ترک کرنے
پر ہے، بایں طور کہ اگر نفس ترک سے گناہ لازم ہے تو
اس حمل کی کیا ضرورت تھی؟ اور اس کو نہر وغیرہ میں
برقرار رکھا، کیونکہ وہ اصرار نہ ہونے کی صورت میں اس کا
محتاج ہے فتدبر اھ اور اُس کے بعد میں فرمایا بدائع
کی عبارت صریح ہے کہ تثلیث کو سنت ماننے کے
ساتھ زیادتی اور کمی میں کچھ مضائقہ نہیں ہے، اور یہ
اس کے مخالف ہے جو بیان ہوچکا ہے کہ اگر اس نے
ایک مرتبہ پر اکتفاء کیا اور عادی ہو تو گنہگار ہوگا اور
اس کی وجہ سے جس کا بیان آئے گا کہ اسراف مکروہ تحریمی ہے
اس لیے فتح وغیرہ میں تفریع کرتے ہوئے کہا کہ یہ
وعید اعتقاد پر محمول ہے، انہوں نے فرمایا کہ اگر وضوء

---

[1] ردالمحتار سنن الوضوء مصطفی البابی مصر ۱/ ۸۸
[2] " " " " ۱/ ۸۹

Marfat.com

علی الوضوء کی خاطر اضافہ کیا، یا شک کی صورت میں اطمینانِ قلب حاصل کرنے کی خاطر اضافہ کیا یا کمی کی تو حرج نہیں
کیونکہ اس تفریع کا حاصل یہ ہے کہ اگر بلا غرض صحیح کی کمی بیشی کی تو مکروہ ہے، خواہ تثلیث کا اعتقاد رکھتا ہو، ا
حلیہ میں اسی کی تصریح کی ہے تو اب جو بدائع وغیرہ میں ہے اس میں تطبیق کی ضرورت ہوگی اور اس
وہی صورت ہوگی جو ہم نے بیان کی کہ اگر ایک مرتبہ کیا تو مکروہ نہیں جبکہ اس کو سنت نہ جانتا ہو، اور اگر اس
عادت بنالی ہو تو مکروہ ہے خواہ اس کو تثلیث کا اعتقاد ہی کیوں نہ ہو، ہاں اگر کوئی غرض صحیح ہو امر ولکن
سبحٰن من لا ینسٰی۔ ت

اقول وانت تعلم ان الکراھیۃ المنفیۃ فیما اذا نقص مرۃ ھی التحریمیۃ کما قدمنا لان ترک السنۃ المؤکدۃ مرۃ واحدۃ ایضا مکروہ ولو لم یکن تحریما وعلی التعود یحمل التفریع المذکور فی الفتح والکافی و البحر وعامۃ الکتب فان نفی الباس یستعمل فی کراھۃ التنزیہ کما نصوا علیہ فاثباتہ المستفاد ھھنا بالمفھوم المخالف یفید کراھۃ التحریم ھذا الکلام معہ رحمہ اللہ تعالٰی بما قرر نفسہ وعند العبد الضعیف منشؤ اٰخر لحمل العلماء الحدیث علی الاعتقاد کما سیاتی ان شاء اللہ تعالٰی۔

اقول تو سمجھ لے وہ کراہت جس کی نفی کی گئی ہے تحریمی ہے، یہ اس صورت میں جبکہ ایک مرتبہ کمی کا ار کیا ہو جیسا ہم نے پہلے بیان کیا کیونکہ سنتِ مؤکدہ ترک ایک مرتبہ بھی مکروہ ہے خواہ مکروہ تحریمی نہ ہو ا عادتاً نہ ہو، اور فتح، کافی، بحر اور عام کتبِ فقہ تفریع کو اسی پر محمول کیا جائے گا، کیونکہ نفی باس کراہتِ تنزیہی میں استعمال ہوتا ہے، فقہا نے کی صراحت کی ہے، اب اس کا اثبات جو یہ مفہوم مخالف سے مستفاد ہے کراہت تحریم کا مُ ہوگا، اُن کے ساتھ یہ گفتگو ان کے مسلمات روشنی میں ہے، اور عبد ضعیف کے نزدیک حد مذکور کو جو علماء نے اعتقاد پر محمول کیا ہے اس

منشا ایک اور ہے جو ان شاء اللہ تعالٰی آگے آئے گا۔ ت

سوم سے یہ جواب دیا کہ مکروہ بھی حقیقۃً اصطلاحاً منہی عنہ ہے اگرچہ لغۃً اُسے منہی عنہ کہنا مجاز ہے ک
فی التحریر (جیسا کہ تحریر میں ہے۔ ت)

اقول اولا رحمہ اللہ العلامۃ یہاں تحریر میں اصطلاح سے امام محقق علی الاطلاق کی مراد
اصطلاحِ نحویاں ہے نہ کہ اصطلاح شرع یا فقہ یعنی جبکہ مکروہ تنزیہی میں صیغۂ نہی اور بعض مندوبات میں
صیغۂ امر ہوتا ہے اور نحوی صیغہ ہی کو دیکھتے ہیں اختلاف معانی سے انھیں بحث نہیں کہ یہاں فعل یا تر
کی طلب حتمی ہے یا غیر حتمی تو ان کی اصطلاح میں حقیقۃً مندوب مامور بہ ہوگا اور مکروہ تنزیہی منہی عنہ گ

Marfat.com

لغۃً ان کو مامور بہ و منہی کہنا مجاز ہے کہ لغت میں مامور بہ واجب اور منہی عنہ ناجائز سے خاص ہے اور یہی عرف شرع و اصطلاح فقہ ہے تو نحویوں کے طور پر لا تفعل کا صیغہ ہونے سے فقہاً کیونکر منہیات میں داخل ہونے لگا تحریر کی عبارت محل مذکور سابقاً سے ملخصاً یہ ہے :

مسئلۃ اختلف فی لفظ المامور بہ فی المندوب قیل عن المحققین حقیقۃ والحنفیۃ وجمع من الشافعیۃ مجاز ویجب کون مراد المثبت ان الصیغۃ فی الندب یطلق علیہا لفظ امر حقیقۃ بناء علی عرف النحاۃ فی ان الامر للصیغۃ المقابلۃ للماضی واخیہ مستعمل فی الایجاب او غیرہ فالمندوب مامور بہ حقیقۃ والنافی علی ماثبت ان الامر خاص فی الوجوب والاول (ای نفی الحقیقۃ) اوجہ لابتنائہ علی الثابت لغۃ وابتناء الاول علی الاصطلاح (للنحویین) ومثل ہذا المکروہ (تنزیہا) منہی (عنہ) اصطلاحا (نحویا) حقیقۃً مجاز لغۃ (لان النہی فی الاصطلاح یقال علی لا تفعل استعلاء سواء کان للمنع الحتم اولا اما فی اللغۃ فیمتنع ان یقال حقیقۃ نہی عن کذا الا اذا منع منہ)[1] اھ مزیدا ما بین الاہلۃ من شرحہ التقریر والتحبیر للتلمیذ المحقق ابن امیر الحاج رحمہما اللہ تعالٰی۔

مامور بہ کے مندوب میں ہونے پر اختلاف ہے، محققین سے ایک قول یہ منقول ہے کہ یہ حقیقۃ ہے اور حنفیہ اور شافعیہ کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ مجاز ہے، اور جو لوگ مثبت ہیں لازم ہے کہ اُن کی مراد یہ ہو کہ ندب کے صیغہ پر امر کا حقیقۃً اطلاق ہوتا ہے کیونکہ نحویوں کا عرف ہے کہ امر کا صیغہ جو ماضی اور مضارع کے مقابل ہوتا ہے تو وُہ ایجاب یا اس کے غیر میں استعمال ہوگا تو مندوب حقیقۃً مامور بہ ہے، اور جو لوگ اس کی نفی کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ امر وجوب میں خاص ہے اور پہلا (حقیقۃ کی نفی) زیادہ درست ہے کیونکہ یہ لغت سے ثابت ہے جبکہ پہلا محض اصطلاح پر مبنی ہے (یعنی نُحاۃ کی اصطلاح پر) اور اس جیسا مکروہ (تنزیہی) منہی ہے اصطلاحاً (نُحاۃ کی اصطلاح کے طور پر حقیقۃ ہے' اور لغۃً مجاز ہے (اس لیے کہ اصطلاح میں نہی کا اطلاق لبطور استعلاء لاتفعل پر ہوتا ہے خواہ وجوبی طور پر روکنے کے لیے ہو یا نہ ہو، اور باعتبار لغت یہ ممنوع ہے کہ کہا جائے کہ اس چیز سے روکا گیا، صرف اسی صورت میں کہہ سکتے ہیں جب اس سے منع کیا گیا ہو)

---

[1] التحریر

بالین کے درمیان اضافہ ان کی شرح تقریر اور ان کے شاگرد کی شرح تحبیر (یعنی محقق ابن امیر الحاج) سے ہے
ثانیاً اقول اگر مکروہ تنزیہی شرعاً حقیقۃً منہی عنہ ہوتا واجب الاحتراز ہوتا لقولہ تعالٰی وما
نھٰکم عنہ فانتھوا (اللہ کا فرمان ہے جس سے روکا جائے رک جاؤ۔ ت) تو مکروہ تنزیہی نہ رہتا بلکہ حرام یا تحریمی ہو
اور ہم نے اپنے رسالہ جمل مجلیۃ ان المکروہ تنزیھا لیس بمعصیۃ ۱۳۰۴ھ میں دلائل قاہرہ قائم کیے ہیں کہ و
ہرگز شرعاً منہی عنہ نہیں۔

ثالثاً خود علامہ شامی کو جا بجا اس کا اعتراف ہے کلام حلیہ الظاھر ان السنۃ فعل المغرب
فورا وبعدہ مباح الی اشتباك النجوم (ظاہر یہ ہے کہ سنت مغرب کا فوراً پڑھنا ہے اور اس کے بعد
ستاروں کے گھنے ہونے تک مباح ہے۔ ت) نقل کرکے فرمایا:

الظاھر انہ اراد بالمباح ما لا یمنع فلا ینافی کراھۃ التنزیہ[1]۔	ظاہر یہ ہے کہ مباح سے مراد وہ ہے جو ممنوع نہ ہو تو کراہت تنزیہی کے منافی نہ ہوگا۔ ت

آخر کتاب الاشربہ میں سید علامہ ابو السعود سے نقل کیا: المکروہ تنزیھا یجامع الاباحۃ اھ[2]
(مکروہ تنزیہی مباح کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے۔ ت)

رابعاً وخامساً اقول عجب تر یہ کہ صدر حظر میں ہمارے ائمہ ثلٰثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اجماع
بتایا کہ مکروہ تنزیہی ممنوع نہیں۔

ثم ادعی تبعا لزلۃ وقعت فی التلویح واقمنا فی رسالتنا بسط الیدین الدلائل الساطعۃ علی بطلانھا ونقلنا مائۃ نص من ائمتنا وکتب مذھبنا متونا وشروحا وفتاوی منھا کتب نفس الشامی کرد المحتار ونسمات الاسحار علی خلافھا ان المکروہ تحریما ایضا غیر ممنوع عند الشیخین رضی اللہ تعالٰی عنھما وسبحٰن اللہ ای عجب اعجب من	پھر انھوں نے دعوٰی کیا، اُس لغزش کی پیروی کرتے ہوئے جو تلویح میں واقع ہوئی ہے اور ہم نے اپنے رسالہ بسط الیدین میں اُس کے بُطلان پر دلائل قایم کیے ہیں اور اپنے ہم مذہب ائمہ کی کتب سے جن میں متون وشروح سب شامل ہیں تنلو نصوص نقل کیے ہیں اور کچھ فتاوی نقل کیے ہیں، ان میں سے کچھ خود شامی کی کتب ہیں، جیسے رد المحتار، نسمات الاسحار، جن میں اس کے برخلاف موجود کہ

---

[1] رد المحتار کتاب الصلوٰۃ مستحبات نماز مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۴۱
[2] رد المحتار آخر کتاب الاشربہ " ۵/ ۳۲۷

Marfat.com

هذا انيكون المكروه تنزيها منهيا عنه و المكروه تحريما غير ممنوع۔ | کہ شیخین کے نزدیک مکروہ تحریمی بھی غیر ممنوع ہے اور سبحان اللہ بڑے ہی تعجب کی بات ہے کہ مکروہ تنزیہی تو منہی عنہ ہو اور مکروہ تحریمی غیر ممنوع ہو۔ ت

سادساً عجب تر یہ کہ جب شارح نے جواہر سے آبِ جاری میں اسراف جائز ہونا نقل فرمایا علامہ محشی نے قول کراہت کے خلاف دیکھ کر اس کی یہ تاویل فرمائی کہ جائز سے مراد غیر ممنوع ہے۔

ففي الحلية عن اصول ابن الحاجب انه قد يطلق ويراد به ما لا يمتنع شرعا وهو يشمل المباح والمكروه والمندوب والواجب[1]۔

حلیہ میں ابن الحاجب کے اصول سے منقول ہے کہ کبھی اس کو بول کر وہ چیز مراد لی جاتی ہے جو شرعاً ممنوع نہ ہو اور یہ مباح، مکروہ، مندوب اور واجب سب کو شامل ہے۔ ت

یعنی اب کراہت کے خلاف نہ ہوگا کہ مکروہ تنزیہی بھی شرعاً ممنوع نہیں۔

اقول یہ ایک تو اُس دعوے کا رد ہوگیا کہ مکروہ تنزیہی بھی حقیقۃً منہی عنہ ہے۔

سابعاً اصل تحقیق علامہ محشی کے خلاف خود قول صاحب نہر کی تسلیم ہوگئی خود علامہ نے جابجا تصریح فرمائی کہ کتب میں مفہوم مخالف معتبر ہے جب عبارت جواہر کے معنے یہ ٹھہرے کہ جاری پانی میں ممنوع نہیں صرف مکروہ تنزیہی ہے تو صاف مستفاد ہوا کہ آبِ غیر جاری میں ممنوع و مکروہ تحریمی ہے اور یہی مدعائے صاحبِ نہر تھا بالجملہ نہر کی کسی دلیل کا جواب نہ ہوا۔ رہا یہ کہ پھر آخر حکم منقح کیا ہے اس کے لیے اولاً تحقیق معنی اسراف کی طرف عود کریں پھر تنقیح حکم وباللہ التوفیق۔

تنبیہ ۶ اسراف بلاشبہ ممنوع و ناجائز ہے، قال اللہ تعالٰی: ولا تسرفوا انه لا يحب المسرفين[2] (بے جا خرچ نہ کرو بیشک اللہ تعالٰی بے جا خرچ کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا)

قال اللہ تعالٰی:

ولا تبذر تبذيرا ○ ان المبذرين كانوا اخوان الشيطين وكان الشيطن لربه كفورا ○[3]

مال بیجا نہ اڑا بیشک بیجا مال اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

---

[1] حلیہ

[2] القرآن ۶/۱۴۱

[3] القرآن ۱۷/۲۶، ۲۷

Marfat.com

اقول اسراف کی تفسیر میں کلمات متعدد وجہ پر آئے :

(۱) غیر حق میں صرف کرنا۔ یہ تفسیر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمائی۔

الفریابی و سعید بن منصور و ابوبکر بن ابی شیبۃ والبخاری فی الادب المفرد وابن جریر والمنذر وابن ابی حاتم والطبرانی والحاکم وصححہ والبیہقی فی شعب الایمان واللفظ لابن جریر کلھم عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی قولہ تعالٰی ولا تبذر تبذیرا قال التبذیر فی غیر الحق وھو الاسراف[1]۔

فریابی، سعید بن منصور، ابوبکر بن ابی شیبہ اور بخاری نے ادب المفرد میں ابن جریر، ابن منذر ابن ابی حاتم، ابو طبرانی، حاکم بافادہ تصحیح۔ بیہقی نے شعب الایمان میں اور یہ لفظ ابن جریر کے ہیں۔ ان تمام حضرات اللہ تعالٰی کے قول ولا تبذر تبذیرا کی تفسیر فرمایا کہ تبذیر ناحق خرچ کو کہتے ہیں، یہی اسراف ہے۔(ت)

اور اسی کے قریب ہے وہ کہ تاج العروس میں بعض سے نقل کیا وضع الشیئ فی غیر موضعہ[2] یعنی بیجا خرچ

ابن ابی حاتم نے امام مجاہد تلمیذ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کی :

لو انفقت مثل ابی قبیس ذھبا فی طاعۃ اللہ لم یکن اسرافا ولو انفقت صاعا فی معصیۃ اللہ کان اسرافا[3]۔

اگر تو اللہ کی فرمانبرداری میں کوہِ ابوقبیس کے برابر سونا خرچ کر دے تو بھی اسراف نہ ہوگا اور اگر ایک صاع بھی اللہ کی نافرمانی میں خرچ کرے اسراف ہوگا۔

کسی نے حاتم کی کثرت داد و دہش پر کہا : لاخیر فی سرف اسراف میں خیر نہیں۔ اُس نے جواب دیا : لا سرف فی خیر خیر میں اسراف نہیں۔

اقول حاتم کا مقصود تو خدا نہ تھا نام تھا کما نص علیہ فی الحدیث (جیسا کہ حدیث میں نص وارد ہے۔ ت) تو اس کی ساری داد و دہش اسراف ہی تھی مگر سخائے خیر میں بھی شرع مطہر اعتدال کا حکم فرماتی ہے

قال اللہ تعالٰی ولا تجعل یدك مغلولۃ الٰی عنقك ولا تبسطھا کل البسط فتقعد ملوما محسورا ○

فرمانِ الٰہی ہے اور تو اپنا ہاتھ اپنی گردن میں باندھا نہ رکھ اور نہ اس کو پوری طرح کھول ورنہ تو ملامت حسرت زدہ ہو کر بیٹھ رہے گا۔ ت

---

[1] تفسیر ابن جریر میمنۃ بمصر ۱۵/۵۰

[2] تاج العروس فصل السین من باب الفاء مطبوعہ احیاء التراث العربی ۶/۱۳۸

[3] تفسیر کبیر للرازی مطبوعہ بہیمیہ مصر ۱۳/۲۱۴

[4] ایضاً [5] القرآن ۱۷/۲۹

Marfat.com

وقال اللہ تعالیٰ ، والذین اذا انفقوا لم یسرفوا و لم یقتروا وکان بین ذلک قواما[1] اور وہ جو جب بھی خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ کنجوسی کرتے ہیں اور وہ خرچ اس کے درمیان ہوتا ہے۔ ت

آیہ کریمہ و اتوا حقہ یوم حصادہ ولا تسرفوا[2] (اور تم اس کا حق اس کی کٹائی کے دن ادا کرو اور اسراف نہ کرو۔ ت) کی شانِ نزول میں ثابت[ع] بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ معلوم و معروف ہے رواھا ابن جریر و ابن ابی حاتم عن ابن جریج۔ اُدھر صحاح کی حدیث جلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تصدق کا حکم فرمایا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوش ہوئے کہ اگر میں کبھی ابو بکر صدیق پر سبقت لے جاؤں گا تو وہ یہی بار ہے کہ میرے پاس مال بسیار ہے اپنے جملہ اموال سے نصف حاضر خدمت اقدس لائے۔ حضور نے فرمایا: اہل و عیال کے لیے کیا رکھا؟ عرض کی، اتنا ہی۔ اتنے میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے اور کل مال حاضر لائے، گھر میں کچھ نہ چھوڑا۔ ارشاد ہوا: اہل وعیال کے لیے کیا رکھا؟ عرض کی: اللہ اور اس کا رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اس پر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں میں وہی فرق ہے جو تمہارے ان جوابوں میں۔

اور تحقیق یہ ہے کہ عام کے لیے وہی حکم میانہ روی ہے اور صدق توکل و کمال تبتّل والوں کی شان بڑی ہے[ع۲]۔

(۲) حکمِ الٰہی کی حد سے بڑھنا۔ یہ تفسیر ایاس بن معویہ بن قرہ تابعی ابن تابعی ابن صحابی کی ہے[ع۳]۔

ابن جریر و ابو الشیخ عن سفین بن حسین عن ابی بشر قال اطاف الناس بایاس بن معویۃ فقالوا ما السرف قال ما تجاوزت بہ امر اللہ فھو سرف[3]۔

ابن جریر اور ابو الشیخ نے سفیان بن حسین سے ابو بشر سے روایت کی کہ لوگوں نے ایاس بن معاویہ رضی اللہ عنہ کو گھیر لیا اور ان سے دریافت کیا کہ اسراف کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا وہ خرچ جس میں تم اللہ کے حکم سے تجاوز کرو وہ اسراف ہے۔ ت

---

[1] القرآن ۲۵/ ۶۷ [2] القرآن ۶/ ۱۴۱ [3] ابن جریر میمنہ مصر ۸/ ۴۲

[ع] نیز ایک صاحب انڈے برابر سونا لے کر حاضر ہوئے کہا یا رسول اللہ! میں نے ایک کان میں سے پایا میں اسے تصدق کرتا ہوں اس کے سوا میری ملک میں کچھ نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اعراض فرمایا، انھوں نے پھر عرض کی پھر اعراض فرمایا۔ پھر عرض کی پھر اعراض فرمایا۔ پھر عرض کی حضور نے وہ سونا ان سے لے کر ایسا پھینکا کہ اگر ان کے لگتا تو درد پہنچاتا یا زخمی کرتا اور فرمایا تم میں ایک شخص اپنا پورا مال لاتا ہے کہ یہ صدقہ ہے پھر بیٹھا لوگوں سے بھیک مانگے گا خیر الصدقۃ ما کان عن ظھر غنی بہتر صدقہ وہ ہے جس کے بعد آدمی محتاج نہ ہوجائے رواہ ابو داؤد وغیرہ عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ منہ (اس کو ابو داؤد وغیرہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ ت) (م)

(باقی حاشیہ ص۶۹۲ پر)

Marfat.com

اور اسی کی مثل اہلِ لغت سے ابن الاعرابی کی تفسیر ہے کما سیاتی من التفسیر الکبیر (جیساکہ تفسیر کبیر سے ذکر آئے گا۔ ت) تعریفات السید میں ہے الاسراف تجاوز الحد فی النفقۃ[1] (نفقہ میں حد سے تجاوز کرنا اسراف ہے۔ ت)

اقول یہ تفسیر مجمل ہے حکم الٰہی وضو میں کہنیوں تک ہاتھ، گٹوں تک پاؤں دھونا ہے مگر اس سے تجاوز اسراف نہیں بلکہ نیم بازو و نیم ساق تک بڑھانا مستحب ہے جیساکہ احادیث سے گزرا تو امر سے مراد تشریع لینی چاہئے یعنی حدِ اجازت سے تجاوز، اور اب یہ تفسیر ایک تفسیر تبذیر کی طرف عود کرے گی۔

(۳) ایسی بات میں خرچ کرنا جو شرعِ مطہر یا مروت کے خلاف ہو اول حرام ہے اور ثانی مکروہ تنزیہی۔

طریقہ محمدیہ میں ہے:

الاسراف والتبذیر ملکۃ بذل المال حیث یجب امساکہ بحکم الشرع او المروءۃ وھی رغبۃ صادقۃ للنفس فی الافادۃ بقدر ما یمکن وھما فی مخالفۃ الشرع حرامان و فی مخالفۃ المروءۃ مکروھان تنزیھا[2] اھ

اسراف اور تبذیر مال کو ایسے مقام پر خرچ کرنے کا ملکہ ہے جہاں اس کو بحکم شرع یا بحکم مرؤۃ روکے رکھنا واجب ہے، اور مرؤۃ یہ رغبت صادقہ ہے نفس کی امکانی حد تک کسی کو فائدہ پہنچانے کے لیے، اور یہ دونوں چیزیں مخالفتِ شرع میں حرام ہیں اور مخالفت مرؤۃ میں مکروہ تنزیہی ہیں اھ

اقول وزاد ملکۃ لیجعلھما من منکرات القلب لانہ فی تعدیدھا ومثل الشارح العلامۃ سیدی عبدالغنی النابلسی قدس سرہ القدسی مخالفۃ المروءۃ بدفعہ للاجانب والتصدق بہ علیھم وترک الاقارب والجیران المحاویج[3] اھ

اقول لفظ "ملکہ" کا اضافہ اس لیے کیا ہے تاکہ ان دونوں کو منکرات قلب میں شامل کیا جائے، کیونکہ انھوں نے ان کو انھی منکرات کے بیان میں ذکر کیا ہے۔ علامہ سیدی عبدالغنی نابلسی نے مرؤۃ کی مخالفت کی مثال یہ دی ہے کہ مال غیروں کو دے دیا جائے اور ان پر صدقہ کیا حالانکہ رشتہ دار اور پڑوسی حاجتمند موجود ہوں اھ۔ ت

اقول اخرج الطبرانی بسند صحیح

اقول طبرانی نے بسند صحیح ابوہریرہ سے روایت

---

[1] التعریفات للعلامۃ السید شریف مطبوعہ تہران ایران (الاسراف) ص ۱۰
[2] طریقہ محمدیہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۲۸ [3] ایضاً

Marfat.com

عن ابی ھریرۃ[1] رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا امۃ محمد والذی بعثنی بالحق لا یقبل اللہ صدقۃ من رجل ولہ قرابۃ محتاجون الی صلتہ ویصرفھا الی غیرھم والذی نفسی بیدہ لا ینظر اللہ الیہ یوم القیٰمۃ اھ فھو خلاف الشرع لا مجرد خلاف المروۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے امتِ محمد! قسم اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ اللہ ایسے شخص کا صدقہ قبول نہیں فرماتا ہے کہ جو اپنے قریبی حاجتمند رشتہ داروں کو چھوڑ کر دوسروں پر خرچ کرتا ہے، قسم اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے اللہ ایسے شخص کی طرف قیامت کے دن نگاہ نہیں فرمائے گا اھ تو یہ خلافِ شرع ہے صرف خلافِ مروۃ نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔ت

اقول وباللہ التوفیق آدمی کے پاس جو مال زائد بچا اور اُس نے ایک فضول کام میں اُٹھادیا جیسے بے مصلحت شرعی مکان کی زینت و آرائش میں مبالغہ، اس سے اُسے تو کوئی نفع ہوا نہیں اور اپنے غریب مسلمان بھائیوں کو دیتا تو اُن کو کیسا نفع پہنچتا تو اس حرکت سے ظاہر ہُوا کہ اس نے اپنی بے معنی خواہش کو اُن کی حاجت پر مقدم رکھا اور یہ خلافِ مروت ہے۔

(۴) طاعتِ الٰہی کے غیر میں اٹھانا۔ قاموس میں ہے:

الاسراف التبذیر او ما انفق فی غیر طاعۃ اھ[2]

اسراف فضول خرچی ہے یا غیر طاعت میں خرچ کرنا ہے۔ت

ردالمحتار میں اسی کی نقل پر اقتصار فرمایا اقول ظاہر ہے کہ مباحات نہ طاعت ہیں نہ اُن میں خرچ اسراف مگر یہ کہ غیر طاعۃ سے خلافِ طاعت مراد لیں مثل تفسیر دوم ہوگی اور اب علامہ شامی کا یہ فرمانا کہ:

لا یلزم من کونہ غیر طاعۃ ان یکون حراما نعم اذا اعتقد سنیتہ (ای سنیۃ الزیادۃ علی الثلث فی الوضوء) یکون منھیا عنہ ویکون ترکہ سنۃ مؤکدۃ۔[3]

اس کے غیر طاعت ہونے سے اس کا حرام ہونا لازم نہیں آتا، ہاں اگر اس کے سنّت ہونے کا اعتقاد ہے (یعنی وضو میں تین تین مرتبہ اعضاءِ وضو کا دھونا) تو یہ منہی ہوگا اور اس کا ترک سنّتِ مؤکدہ ہوگا۔ت

صحیح نہ رہے گا۔

(۵) حاجتِ شرعیہ سے زیادہ استعمال کرنا کما تقدم فی صدر البحث عن الحلیۃ والبحر

---

[1] مجمع الزوائد بیروت ۳/ ۱۱۷

[2] قاموس المحیط مصطفٰی البابی مصر ۳/ ۱۵۶

[3] ردالمحتار " ۱/ ۹۸

Marfat.com

وتبعھما العلامۃ الشامی (جیسا کہ ابتدائے بحث میں گزرا حلیہ و بحر سے علامہ شامی نے ان کی پیروی کی۔ ت)

اقول اولاً مراتب خمسہ کہ ہم اوپر بیان کر آئے اُن میں حاجت کے بعد منفعت پھر زینت ہے اور شک نہیں کہ ان میں خرچ بھی اسراف نہیں جب تک حد اعتدال سے متجاوز نہ ہو۔ قال اللہ تعالٰی قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبٰت من الرزق[1] اے نبی! فرمادو کہ اللہ کی وُہ زینت جو اُس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی اور پاکیزہ رزق کس نے حرام کیے ہیں۔ مگر یہ تاویل کریں کہ حاجت سے ہر کار آمد بات مراد ہے۔

ثانیاً شرعیہ کی قید بھی مانع جامعیت ہے کہ حاجت دنیویہ میں بھی زیادہ اڑانا اسراف ہے مگر یہ کہ شرعیہ سے مراد مشروعہ لیں یعنی جو حاجت خلافِ شرع نہ ہو تو یہ اُس قول پر مبنی ہو جائے گا جس میں اسراف و تبذیر میں حاجت جائزہ و ناجائزہ سے فرق کیا ہے۔ اگر کہیے ان علماء کا یہ کلام دربارہ وضو ہے اُس میں تو جو زیادہ ہو گی حاجت شرعیہ دینیہ ہی سے زائد ہو گی۔

اقول اب مطلقاً حکم ممانعت مسلم نہ ہو گا مثلاً میل چھڑانے یا شدت گرما میں ٹھنڈک کی نیت سے زیادت کی تو اسراف نہیں کہہ سکتے کہ غرض صحیح جائز میں خرچ ہے۔ شاید اسی لیے علامہ طحطاوی نے لفظ شرعیہ کم فرما کر اتنا ہی کہا الاسراف ھو الزیادۃ علی قدر الحاجۃ[2] (ضرورت سے زیادہ خرچ اسراف ہے۔ ت)

اقول مگر یہ تعریف اگر مطلق اسراف کی ہو تو جامعیت میں ایک اور خلل ہو گا کہ قدر حاجت سے زیادت کے لیے وجود حاجت درکار اور جہاں حاجت ہی نہ ہو اسراف اور زائد ہے ہاں حلیہ و اتباع کی طرح خاص اسراف فی الوضوء کا بیان ہو تو یہ خلل نہ ہو گا۔

(۶) غیر طاعت میں یا بلا حاجت خرچ کرنا نہایہ اثیر و مجمع بحار الانوار میں ہے:

الاسراف والتبذیر فی النفقۃ لغیر حاجۃ او فی غیر طاعۃ اللہ تعالٰی[3]۔ اسراف اور تبذیر بغیر ضرورت خرچ یا غیر طاعت خداوندی میں خرچ۔ ت

یہ تعریف گویا چہارم و پنجم کی جامع ہے۔

اقول اولاً طاعت میں وہی تاویل لازم جو چہارم میں گزری۔

ثانیاً حاجت میں وہی تاویل ضرور جو پنجم میں مذکور ہوئی۔

---

[1] القرآن ۷/ ۳۲

[2] طحطاوی علی الدر المختار بیروت ۱/ ۶۶

[3] النہایۃ لابن اثیر مادہ سرف المکتبۃ الاسلامیۃ مصر ۲/ ۳۶۲

Marfat.com

(۷) دینے میں حق کی حد سے کمی یا بیشی۔ تفسیر ابنِ جریر میں ہے :

الاسراف فی کلام العرب الاخطاء باصابة الحق فی العطیة اما بتجاوزہ حدہ فی الزیادة واما بتقصیر عن حدہ الواجب۔[1]
کلامِ عرب میں اسراف کے معنی عطیہ دینے میں حق کو چھوڑ دینے کے ہیں، یا حد سے تجاوز کرنے میں یا حدِ واجب سے تقصیر کرنے میں۔ ت

اقول یہ عطا کے ساتھ خاص ہے اور اسراف کچھ لینے دینے ہی میں نہیں اپنے خرچ کرنے میں بھی ہے حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

فی الوضوء اسراف وفی کل شیئ اسراف[2] وضو میں بھی اسراف ہوتا ہے اور ہر کام میں اسراف کو دخل ہے رواہ سعید بن منصور عن یحیی بن ابی عمرو السیبانی الثقة مرسلا (اس کی روایت سعید بن منصور نے یحیی بن ابی عمرو سیبانی سے مرسل کی ہے۔ ت)

(۸) ذلیل غرض میں کثیر مال اُٹھا دینا۔ تعریفات السید میں ہے :

الاسراف انفاق المال الکثیر فی الغرض الخسیس[3] اھ قدمه ههنا واقتصر علیه فی المسرف۔
اسراف مالِ کثیر کا گھٹیا مقصد کے لیے خرچ کرنا اھ یہاں اس کو مقدم کیا اور مُسرف میں اس پر اکتفا کیا۔ ت

اقول یہ بھی جامع نہیں بے غرض محض تھوڑا مال ضائع کر دینا بھی اسراف ہے۔

(۹) حرام میں سے کچھ یا حلال کو اعتدال سے زیادہ کھانا حکاہ السید قیلا (اس کو علامہ نے قیل سے ذکر کیا ہے۔ ت)

اقول یہ کھانے سے خاص ہے۔

(۱۰) لائق و پسندیدہ بات میں قدرِ لائق سے زیادہ اُٹھا دینا تعریفات علامہ شریف میں ہے :

الاسراف صرف الشیئ فیما ینبغی زائدا علی ما ینبغی بخلاف التبذیر فانه صرف الشیئ فیما لاینبغی۔[4]
اسراف جہاں خرچ کرنا مناسب ہو وہاں زائد خرچ کر دینا ہے، اور تبذیر یہ ہے کہ جہاں خرچ کی ضرورت نہ ہو وہاں خرچ کیا جائے۔ ت

اقول ینبغی کا اطلاق کم از کم مستحب پر آتا ہے اور اسراف مباح خالص میں اُس سے کبھی زیادہ ہے

---

[1] ابن جریر میمنہ مصر ۸/۴۲
[2] طحطاوی علی الدر بیروت ۱/۷۶
[3] التعریفات للعلامۃ السید شریف خیریہ مصر ص ۱۰
[4] ایضاً

Marfat.com

مگر یہ کہ جو کچھ لاینبغی نہیں سب کو ینبغی مان لیں کہ مباح کاموں کو بھی شامل ہو جائے ولیس ببعید (اور یہ بعید نہیں۔ ت) اور عبث محض اگرچہ بعض جگہ مباح بمعنی غیر ممنوع ہو مگر زیر لاینبغی داخل ہے تو اُس میں جو کچھ اُٹھے گا اُس تفسیر پر داخل تبذیر ہوگا۔

(۱۱) بے فائدہ خرچ کرنا۔ قاموس میں ہے،

ذهب ماء الحوض سرفا فاض من نواحیه[1]

جب حوض کا پانی اسکے کناروں سے بہ نکلے تو کہتے ہیں کہ پانی سَرَف چلا گیا۔ (ت)

تاج العروس میں ہے،

قال شمر سرف الماء ما ذهب منه فی غیر سقی ولا نفع یقال اروت البئر النخیل وذهب بقیة الماء سرفا[2]۔

شمر نے کہا سَرَف الماء کے معنی یہ ہیں کہ پانی سیرابی اور نفع کے بغیر ضائع ہوگیا، کہتے ہیں اَرْوَتِ البئرُ النخیل وذهب بقیة الماء سرفا۔ ت

تفسیر کبیر و تفسیر نیشاپوری میں ہے،

اعلم ان لاهل اللغة فی تفسیر الاسراف قولین الاول قال ابن الاعرابی السرف تجاوز ما حد لك الثانی قال شمر[ع۱] سرف المال[ع۲] ما ذهب منه فی غیر منفعة[3]۔

جاننا چاہیے کہ اہل لغت کا اسراف کی تفسیر میں اختلاف ہے، اس میں دو قول ہیں، ابن الاعرابی نے کہا کہ السرف جو حد ہے اس سے زیادہ خرچ کرنا۔ شمر نے کہا کہ سرف سے مراد یہ ہے کہ مال کا منفعت کے غیر میں خرچ ہونا۔ ت

اقول منفعت کے بعد بھی اگرچہ ایک مرتبہ زینت ہے مگر ایک معنی پر زینت بھی بے فائدہ نہیں۔ ہمارے کلام کا ناظر خیال کرسکتا ہے کہ ان تمام تعریفات میں سب سے جامع و نافع وواضح تر تعریف اول ہے اور کیوں نہ ہو کہ یہ اُس عبد اللہ کی تعریف ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھٹی فرماتے اور جو خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے

---

[1] قاموس المحیط مصطفی البابی مصر ۱۵۶/۳

[2] تاج العروس فصل السین من باب الفاء احیاء التراث العربی مصر ۱۳۸/۶

[3] تفسیر کبیر للرازی مکتبہ بہیمیہ مصر ۲۱۴/۱۳

[ع۱] وقع ههنا فی نسخة النیسابوری المطبوعة بمصر عمر بالعین وهو تحریف منه۔ (م)

تفسیر نیشاپوری میں اس مقام پر عمر عین سے ہے، یہ تحریف ہے۔ ت

[ع۲] هکذا هو المال باللام فی کلا التفسیرین و قضیة التاج انه الماء بالهمزة منه۔ (م)

دونوں تفسیروں میں 'لام' کے ساتھ مال ہے اور تاج سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ "ہمزہ" کے ساتھ ہے یعنی 'ماء'۔ ت

Marfat.com

بعد تمام جہان سے علم میں زائد ہے اور جو ابو حنیفہ جیسے امام الائمہ کا مورث علم ہے رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہ وعنہم اجمعین۔

تبذیر کے باب میں علماء کے دو قول ہیں :

(۱) وُہ اور اسراف دونوں کے معنی ناحق صرف کرنا ہیں۔

اقول یہی صحیح ہے کہ یہی قول حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت عبداللہ بن عباس و عامہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا ہے قول اول کی حدیث میں اس کی تصریح گزری اور وہی حدیث بطریق آخر ابن جریر نے یوں روایت کی:

کنا اصحاب محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نتحدث ان التبذیر النفقۃ فی غیر حقہ[1]۔

ہم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم "تبذیر" ناحق خرچ کو کہتے ہیں۔ ت

سعید بن منصور سنن اور بخاری ادب مفرد اور ابن جریر و ابن منذر تفاسیر اور بیہقی شعب الایمان میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی ، المبذر المنفق فی غیر حقہ[2] (مبذر ناحق خرچ ہے۔ ت) ابن جریر کی ایک روایت اُن سے یہ ہے :

لاتنفق فی الباطل فان المبذر ھو المسرف فی غیر حق وقال مجاھد لو انفق انسان مالہ کلہ فی الحق ماکان تبذیرا ولو انفق مدا فی الباطل کان تبذیرا[3]۔

تو باطل میں خرچ نہ کر کہ مُبذر ناحق خرچ کرنے والے کو کہتے ہیں اور مجاہد نے فرمایا کہ اگر انسان اپنا کل مال بھی حق میں خرچ کردے تب بھی تبذیر نہیں اور اگر ایک مُد بھی باطل میں خرچ کرے تو یہ تبذیر ہے۔ ت

نیز قتادہ سے راوی :

التبذیر النفقۃ فی معصیۃ اللہ تعالٰی وفی غیر الحق وفی الفساد[4]۔

تبذیر اللہ کی نافرمانی میں خرچ کو کہتے ہیں اور اسی طرح غیر حق میں اور فساد میں خرچ کرنا تبذیر ہے۔ ت

نہایہ و مختصر امام سیوطی میں ہے :

الباذر والمبذر المسرف فی النفقۃ[5]۔

مبذر خرچ میں زیادتی کرنے والا۔ ت

نیز مختصر میں ہے ، الاسراف التبذیر[6] (اسراف تبذیر ہے۔ ت) قاموس میں ہے : بذرہ تبذیرا خربہ وفرقہ اسرافا[7] (فضول خرچ مال کو خراب کیا یا اسراف سے جُدا کیا۔ ت) تعریفات السید میں ہے :

---

[1] و [2] و [3] و [4] ابن جریر مطبوعہ میمنہ مصر ۱۵/ ۵۱

[5] نہایۃ لابن الاثیر باب الباء مع الذال اسلامیہ بیروت ۱/ ۱۱۰ [6] مختصر امام سیوطی

[7] قاموس المحیط باب الراء فصل الباء مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۸۳

Marfat.com

التبذیر تفریق المال علی وجہ الاسراف[1] (تبذیر مال کو فضول خرچی سے جُدا کرنا۔ ت) اسی طرح مختار الصحاح میں اسراف کو تبذیر اور تبذیر کو اسراف سے تفسیر کیا۔

(۲) اُن میں فرق ہے تبذیر خاص معاصی میں مال برباد کرنے کا نام ہے ابن جریر عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم مولائے امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، لا تبذر تبذیرا لا تعط فی المعاصی[2] (تبذیر معاصی میں خرچ کرنا۔ ت)

اقول اس تقدیر پر اسراف تبذیر سے عام ہوگا کہ ناحق صرف کرنا عبث میں صرف کو بھی شامل اور عبث مطلقاً گناہ نہیں تو از انجا کہ اسراف ناجائز ہے یہ صرف معصیت ہوگا مگر جس میں صرف کیا وہ خود معصیت نہ تھا اور عبارت لا تعط فی المعاصی (اس کو نافرمانی میں مت دے۔ ت) کا ظاہر یہی ہے کہ وُہ کام خود ہی معصیت ہو بالجملہ تبذیر کے مقصود و حکم دونوں معصیت ہیں اور اسراف کو صرف حکم میں معصیت لازم،

وھذا ھو المشتھر الیوم ووقع فی التاج عن شیخہ عن ائمۃ الاشتقاق ان التبذیر یشمل الاسراف فی عرف اللغۃ[3] اھ وبہ صرح العلامۃ الشہاب فی عنایۃ القاضی ومفادہ ان التبذیر اعم ولم یفسرا ہ۔

یہی آج کل مشہور ہے، تاج نے اپنے ائمہ اشتقاق سے نقل کیا ہے کہ لغۃ میں تبذیر اسراف کو بھی شامل ہے اھ اور اسی کی تصریح علامہ شہاب نے عنایۃ القاضی میں کی اور اس کا مفاد یہ ہے کہ تبذیر اعم ہے اور دونوں نے اس کی تفسیر نہیں کی ہے۔ ت

بعض نے یُوں فرق کیا کہ مقدار میں حد سے تجاوز اسراف ہے اور بے موقع بات میں صرف کرنا تبذیر، دونوں بُرے ہیں اور تبذیر بدتر۔

قال الخفاجی وفرق بینھما علی ما نقل فی الکشف بان الاسراف تجاوز فی الکمیۃ وھو جھل بمقادیر الحقوق والتبذیر تجاوز فی موقع الحق وھو جھل بالکیفیۃ وبمواقعھا وکلاھما مذموم والثانی ادخل فی الذم[4]

خفاجی نے کہا کہ ان دونوں میں فرق ہے، کشف میں ہے کہ اسراف کمیت میں حد سے تجاوز کرنا اور یہ مقادیر حقوق سے جہل ہے اور تبذیر حق کے موقع سے تجاوز اور یہ کیفیت اور اس کے مقام سے جہل ہے اور یہ دونوں چیزیں مذموم ہیں اور دوسری زائد مذموم ہے۔ ت

---

[1] التعریفات مطبوعہ خیریہ مصر ص ۲۳ [2] ابن جریر میمنہ مصر ۱۵/۵۱

[3] تاج العروس فصل الباء من باب الراء مطبوعہ احیاء التراث العربی ۳/۳۶

[4] عنایۃ القاضی ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین الخ بیروت ۶/۲۶

Marfat.com

اس تقدیر پر دونوں متباین ہوں گے۔

اقول اگرچہ مقدار سے زیادہ صرف بھی بے موقع بات میں صرف ہے کہ وہ مصرف اس زیادت کا موقع ومحل نہ تھا اور نہ اسراف ہی نہ ہوتا مگر بے موقع سے مراد یہ ہے کہ سرے سے وہ محل اصلا مصرف نہ ہو۔

بالجملہ احاطۂ کلمات سے روشن ہُوا کہ وہ قطب جن پر ممانعت کے افلاک دورہ کرتے ہیں وہ ہیں ایک مقصد معصیت دوسرا بیکار اضاعت اور حکم دونوں کا منع وکراہت۔

اقول معصیت تو خود معصیت ہی ہے ولہذا اُس میں منع مال ضائع کرنے پر موقوف نہیں اور غیر معصیت میں جبکہ وہ فعل فی نفسہ گناہ نہیں لاجرم ممانعت میں اضاعت ملحوظ و لہذا عام تفسیرات میں لفظ انفاق ماخوذ کہ مفید خرچ واستہلاک ہے کہ اہم بالافادہ یہی ہے معاصی میں صرف معصیت ہونا تو بدیہی ہے زید نے سونے چاندی کے کڑے اپنے ہاتھوں میں ڈالے یہ اسراف ہوا کہ فعل خود گناہ ہے اگرچہ تھوڑی دیر پہننے سے کڑے خرچ نہ ہو جائیں گے اور بلاوجہ محض اپنی جیب میں ڈالے پھرتا ہے تو اسراف نہیں کہ نہ فعل گناہ ہے نہ مال ضائع ہوا اور اگر دریا میں پھینک دیے تو اسراف ہوا کہ مال کی اضاعت ہُوئی اور اضاعت کی ممانعت پر حدیث صحیح ناطق صحیح بخاری و صحیح مسلم میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالٰی کرہ لکم قیل وقال و کثرۃ السؤال واضاعۃ المال[1]۔	بے شک اللہ تعالٰی تمہارے لیے مکروہ رکھتا ہے فضول بک بک اور سوال کی کثرت اور مال کی اضاعت۔

یہ تحقیق معنی اسراف ہے جسے محفوظ وملحوظ رکھنا چاہیے کہ آیندہ انکشاف احکام اسی پر موقوف و باللہ التوفیق۔

فائدہ: یہاں سے ظاہر ہوا کہ وضو وغسل میں تین بار سے زیادہ پانی ڈالنا جبکہ کسی غرض صحیح سے ہو ہرگز اسراف نہیں کہ جائز غرض میں خرچ کرنا نہ خود معصیت ہے نہ بیکار اضاعت۔ اس کی بہت مثالیں اُن پانیوں میں ملیں گی جن کو ہم نے آب وضو سے مستثنٰی بتایا نیز تبرید وتنظیف کی دو مثالیں ابھی گزریں اور ان کے سوا علمائے کرام نے دو صورتیں اور ارشاد فرمائی ہیں جن میں غرض صحیح ہونے کے سبب اسراف نہ ہوا:

(۱) یہ کہ وضو علی الوضو کی نیت کرے کہ نورٌ علٰی نور ہے۔

(۲) اگر وضو کرتے میں کسی عضو کی تثلیث میں شک واقع ہو تو کم پر بنا کرکے تثلیث کامل کرلے مثلاً شک ہوا کہ منہ یا ہاتھ یا پاؤں شاید دو ہی بار دھویا تو ایک بار اور دھولے اگرچہ واقع میں یہ چوتھی بار ہو اور ایک بار کا خیال ہوا تو دو بار، اور یہ شک پڑا کہ دھویا ہی نہیں تو تین بار دھوئے اگرچہ واقع کے لحاظ سے چھ بار ہو جائے یہ اسراف

---

[1] جامع للبخاری باب ما ینھٰی عن اضاعۃ المال قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۲۴

Marfat.com

نہیں کہ اطمینانِ قلب حاصل کرنا غرض صحیح ہے۔

ہم امر چہارم میں ارشاد اقدس حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم بیان کر آئے کہ دع ما یریبك الی ما ل
یریبك[۱] شک کی بات چھوڑ کر وہ کر جس میں شک نہ رہے۔ کافی امام حافظ الدین نسفی میں ہے :

ھذا (ای وعید الحدیث من زاد علی ھذا او نقص فقد تعدی وظلم) اذا زادہ معتقدا ان السنۃ ھذا فاما لو زاد لطمانینۃ القلب عند الشك او نیۃ وضوء اخر فلا باس بہ لانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امر بترك ما یریبہ الی ما یریبہ[۲]۔

یہ (یعنی حدیث میں جو وعید آتی ہے کہ جس نے اس
میں زیادتی یا کمی کی تو اس نے ظلم کیا) یہ اس وقت
جب زیادتی کو سنّت تصور کرے، لیکن اگر شک
ہونے کی صورت میں محض اطمینانِ قلب کے لیے اضافہ ک
یا دوسرے وضو کی نیت کر لی تو حرج نہیں، کیوں ک
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو چیز شک میں
ڈالے اس کو چھوڑ کر وہ اختیار کیا جائے جو شک میں نہ ڈالے۔ ت

فتح القدیر میں قولِ ہدایہ الوعید لعدم رؤیتہ سنۃ (وعید اس لیے ہے کہ وہ سنت نہیں سمجھتا ہے
ت) کے تحت میں ہے :

فلو راٰہ وزاد لقصد الوضوء علی الوضوء او لطمانینۃ القلب عند الشك او نقص لحاجۃ لاباس بہ[۳]۔

تو اگر اس کو سنّت سمجھا اور اضافہ وضو پر وضو کے لیے
کیا یا شک کی وجہ سے اطمینانِ قلب کے لیے اضافہ
کیا یا کسی حاجت کے لیے کمی کی تو اس میں مضائقہ نہیں

عنایہ میں ہے :

اذا زاد لطمانینۃ القلب عند الشك او بنیۃ وضوء اخر فلا باس بہ فان الوضوء علی الوضوء نور علی نور وقد امر بترك ما یریبہ الی ما لا یریبہ[۴]۔

جب اطمینان قلب کے لیے شک کی صورت میں، یا
دوسرے وضو کی نیت سے اضافہ کیا تو حرج نہیں
کیونکہ وضو پر وضو نورٌ علیٰ نور ہے اور شک والی بات
کو چھوڑ کر شک سے پاک چیز کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ت

---

[۱] جامع للبخاری باب تفسیر المشبہات قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۷۵
[۲] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ المصابیح باب سنن الوضوء مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۲۴
[۳] فتح القدیر کتاب الطہارت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۷
[۴] عنایہ مع الفتح القدیر علی الہدایۃ کتاب الطہارت نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۷

Marfat.com

حلیہ میں ہے :

الوعید علی الاعتقاد المذکور دون نفس الفعل وعلی ھذا مشی فی الھدایۃ ومحیط رضی الدین والبدائع ونص فی البدائع انہ الصحیح لان من لم یرسنۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقد ابتدع فیلحقہ الوعید وان کانت الزیادۃ علی الثلاث لقصد الوضوء علی الوضوء اولطمانینۃ القلب عند الشک فلا یلحقہ الوعید وھو ظاھر وھل لو زاد علی الثلث من غیر قصد لشیئ مما ذکر یکرہ الظاھر نعم لانہ اسراف[1]

وعید اعتقاد مذکور پر ہے نہ کہ نفس فعل پر۔ ہدایہ، محیط رضی الدین اور بدائع میں بھی یہی ہے، اور بدائع میں صراحت سے اسی کو صحیح کہا، کیونکہ جو اس کو سنت نہ سمجھے وہ بدعت کا ارتکاب کرتا ہے تو اُس پر وعید ہوگی، اور اگر زیادتی وضوء پر وضو کے لیے یا شک کی صورت میں اطمینانِ قلب کے لیے ہے تو اس پر وعید نہیں، اور یہ ظاہر ہے، اب رہا یہ سوال کہ مذکورہ اغراض کے علاوہ اگرکسی اور وجہ سے اضافہ کیا، تو کیا حکم ہے؟ ظاہر یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے کیوں کہ اسراف ہے۔ ت

اسی طرح نہایہ و معراج الہدایہ و مبسوط و سراج وہاج و برجندی و درمختار و عالمگیری وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے مگر بعض متاخرین شراح کو ان صورتوں میں کلام واقع ہوا :

صُورتِ اولٰی میں تین وجہ سے :

وجہ اول وضو عبادت مقصودہ نہیں بلکہ نماز وغیرہ کے لیے وسیلہ ہے ہمارے علماء کا اس پر اتفاق ہے تو جب تک اُس سے کوئی فعل مقصود مثل نماز یا سجدۂ تلاوت یا مس مصحف واقع نہ ہولے اُس کی تجدید مشروع نہ ہونی چاہیے کہ اسراف محض ہوگی۔ یہ اعتراض محقق ابراہیم حلبی کا ہے خلاصہ میں اعضائے وضو چار بار دھونے کی کراہت میں دو قول نقل کرکے فرمایا تھا :

ھذا اذا لم یفرغ من الوضوء فان فرغ ثم استأنف الوضوء لایکرہ بالاتفاق[2]

یہ جب ہے کہ جب وضو سے فارغ نہ ہوا ہو، اگر فارغ ہوکر از سرِ نو وضو کیا تو بالاتفاق مکروہ نہ ہوگا۔ ت

اسی طرح تاتارخانیہ میں امام ناطفی سے ہے کما فی ش اس سے ثابت کہ ایک وضو سے فارغ ہوکر معاً بہ نیت وضو علی الوضو شروع کردینا ہمارے یہاں بالاتفاق جائز ہے اور کسی کے نزدیک مکروہ نہیں۔ اس پر

---

[1] بدائع الصنائع مطلب التثلیث فی الغسل سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۲

[2] خلاصۃ الفتاوی سبب وجوب الوضوء نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۲

Marfat.com

علامہ حلبی نے وہ اشکال قائم کیا اور علامہ علی قاری نے مرقات باب السنن الوضوء فصل ثانی میں زیر حدیث
فمن زاد علی ھذا فقد اساء و تعدی[1] (جس نے اس تعداد سے زیادہ کیا اس نے گناہ اور زیادتی کی۔
اُن کی تبعیت کی۔

اقول اولاً جب ائمہ ثقات نے ہمارے علماء کا اتفاق نقل کیا اور دوسری جگہ سے خلاف ثابت نہیں تو
کی کیا گنجائش۔

ثانیاً عبادت غیر مقصودہ بالذات ہونے پر اتفاق سے یہ لازم نہیں کہ وہ وسیلہ ہی ہو کر جائز ہو بلکہ
بھی ایک نوع مقصودیت سے حظ رکھتا ہے و لہذا اجماع ہے کہ ہر وقت باوضو رہنا ہر حدث کے بعد معاً وضو
مستحب ہے۔ فتاوٰی قاضی خان و خزانۃ المفتین و فتاوٰی ہندیہ وغیرہا میں وضوئے مستحب کے شمار میں ہے

ومنہا المحافظۃ علی الوضوء و تفسیرہ ان یتوضأ کلما احدث لیکون علی الوضوء فی الاوقات کلھا۔[2]

اور انہی میں سے وضو کی حفاظت ہے، اس کا مف
یہ ہے کہ جب بھی وضو ٹوٹے نیا وضو کرلے تاکہ ہر
باوضو رہے۔ ت

بلکہ امام رکن الاسلام محمد بن ابی بکر نے شرعۃ الاسلام میں اُسے اسلام کی سُنتوں سے بتایا فرماتے ہیں: المحاف
علی الوضوء سنۃ الاسلام[3] (ہمیشہ باوضو رہنا اسلام کی سنت ہے۔ ت) اُس کی شرح مفاتیح الجنان
مصابیح الجنان میں بستان العارفین امام فقیہ ابو اللیث سے ہے:

بلغنا ان اللہ تعالٰی قال لموسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام یا موسٰی اذا اصابتك مصیبۃ و انت علی غیر وضوء فلا تلومن الا نفسک۔[4]

یعنی ہم کو حدیث پہنچی کہ اللہ عزوجل نے موسٰی علیہ الص
والسلام سے فرمایا اے موسٰی! اگر بے وضو ہونے
حالت میں تجھے کوئی مصیبت پہنچے تو خود اپنے آ
ملامت کرنا۔

اُسی میں کتاب خالصۃ الحقائق ابو القاسم محمود بن احمد فارابی سے ہے:
قال بعض اھل المعرفۃ من داوم علی الوضوء اکرمہ اللہ تعالٰی بسبع خصال[5] الخ یعنی بعض عا
نے فرمایا جو ہمیشہ باوضو رہے اللہ تعالٰی اُسے سات فضیلتوں سے مشرف فرمائے:

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ سنن الوضوء امدادیہ ملتان ۲/۲۴
[2] ہندیۃ مستحبات الوضوء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۹
[3] شرعۃ الاسلام [4] مصابیح الجنان [5] ایضاً

Marfat.com

۱۔ ملائکہ اس کی صحبت میں رغبت کریں۔
۲۔ قلم اُس کی نیکیاں لکھتا رہے۔
۳۔ اُس کے اعضا تسبیح کریں۔
۴۔ اُسے تکبیرِ اولیٰ فوت نہ ہو۔
۵۔ جب سوئے اللہ تعالیٰ کچھ فرشتے بھیجے کہ جن و انس کے شر سے اُس کی حفاظت کریں۔
۶۔ سکراتِ موت اس پر آسان ہو۔
۷۔ جب تک باوضو ہو امانِ الٰہی میں رہے۔

اُسی میں بحوالہ مقدمہ غزنویہ وخالصۃ الحقائق انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: من احدث و لم یتوضأ فقد جفانی جسے حدث ہو اور وضو نہ کرے اس نے میرا کمالِ ادب جیسا چاہیے ملحوظ نہ رکھا۔

اقول مگر ظاہراً یہ حدیث بے اصل ہے، تشھد به قریحة من نظرہ فیه بتمامه وایضا لو صح لوجبت استدامة الوضوء و لا قائل به واللہ تعالیٰ اعلم (جو اس حدیث پر غور کرے گا اس کا دل گواہی دے گا کہ یہ بے اصل ہے، پھر اگر یہ صحیح ہوتی تو ہر وقت باوضو رہنا واجب ہوتا اور اس کا کوئی قائل نہیں ہے۔ ت)

ثالثاً وہ تنظیف ہے اور دین کی بنا نظافت پر ہے اور شک نہیں کہ تجدید موجب تنظیف مزید، ولہذا جمعہ وعیدین و عرفہ واحرام و وقوفِ عرفات و وقوفِ مزدلفہ حاضری حرم وحاضری سرکارِ اعظم و دخولِ منیٰ و رمی جمار ہر سہ

لہ مصابیح الجنان

ع قال فی الدر و فی جبل عرفة قال ش افهم لفظ جبل اشارة الی ان الغسل للوقوف نفسه لا لدخول عرفات ولا للیوم و ما فی البدائع من انه یجوزان یکون علی الاختلاف ای للوقوف او للیوم کما فی الجمعة ردہ فی الحلیة بان الظاهر انه للوقوف قال و ما اظن ان احدا ذهب الی استنانه لیوم

در میں کہا جبلِ عرفات میں ش نے کہا لفظ جبل میں اشارہ ہے کہ صرف وقوف کے لیے غسل کرے، نہ عرفات میں دخول کے لیے اور نہ اس دن کے لیے اور جو بدائع میں ہے کہ جائز ہے باوجود اختلاف وقوف یا دن کے جیسا کہ جمعہ کے دن میں تو حلیہ نے اس کی تردید کی کہ یہ بظاہر وقوف کے لیے ہے، اور میرا گمان یہ نہیں کہتا کہ عرفات میں حاضری کے بغیر یوم عرفہ کے لیے کوئی سنت

(باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

روز و شب برات و شب قدر و شب عرفہ و حاضری مجلس میلاد مبارک وغیرہا کے غسل مستحب ہوئے، درمختا
میں قول ماتن سن لصلاۃ جمعۃ وعید الخ (ماتن نے کہا جمعہ وعیدین کے لئے سنت ہے الخ - ت) کے بعد ہے
وکذ الدخول المدینۃ و لحضور مجمع الناس الخ (اسی طرح مدینہ میں داخل ہونے اور لوگوں کے مجمع میں
حاضر ہونے کے لیے سنت ہے الخ - ت) ان سب میں نماز کے لیے وسیلہ ہونا کہاں کہ جنابت نہیں۔

رابعاً صرف وسیلہ ہی ہو کر مشروع ہوتا تو ایک بار کوئی فعل مقصود کر لینے کے بعد بھی تجدید مکروہ ہی رہتی کہ پہلا وضو جب تک باقی ہے وسیلہ باقی ہے تو دوبارہ کرنا تحصیل حاصل و بیکار و اسراف ہے۔

خامساً بلکہ چاہیے تھا کہ شرع مطہر وضو میں تثلیث بھی مسنون نہ فرماتی کہ وسیلہ تو ایک بار دھونے سے حاصل ہو گیا اب دوبارہ سہ بارہ کس لیے۔

سادساً رزین نے عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی،

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ مرتین مرتین وقال ھو نور علی نور[2]۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو میں اعضائے کریمہ دو دو بار دھوئے اور فرمایا یہ نور پر نور ہے۔

ایک ہی بار کے دھونے میں نور حاصل تھا پھر دوبارہ اور سہ بارہ نور پر نور لینا فضول نہ ہوا تو اس پر اور زیادت کیوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

عرفۃ بلا حضور عرفات اھ واقرہ فی البحر والنھر لکن قال المقدسی فی شرح نظم الکنز لایستبعد سنیتہ للیوم لفضیلتہ حتی لو حلف بطلاق امرأتہ فی افضل ایام العام تطلق یوم عرفۃ ذکرہ ابن ملک فی شرح المشارق اھ اقول ھذا صاحب الدر ناصا علی استنانہ ای استحبابہ لیلۃ عرفۃ وقد عدھا فی التاتارخانیۃ والقھستانی فالیوم احق فلذا افرد ت عرفۃ من الوقوف وکذا دخول منی من رمی الجمار تبعا للتنویر وشرح الغزنویۃ کما نقل عنہ ش واللہ تعالٰی اعلم اھ منہ

کا قائل ہو، بحر و نہر نے بھی اسی کا اقرار کیا لیکن مقدسی نے شرح نظم الکنز میں کہا اس کا دن کے لیے سنت ہونا بعید از قیاس نہیں اس دن کی افضلیت کی وجہ سے اگر کسی آدمی نے قسم کھائی کہ ایام میں سب سے افضل دن میری بیوی کو طلاق ہے تو وہ عرفہ کے دن پڑے گی۔ ابن ملک نے شرح مشارق میں اس کا ذکر کیا۔ میں کہتا ہوں صاحب دُر نے نص کیا اس کا سنت ہونا یعنی مستحب ہونا عرفہ کی رات میں تاتارخانیہ و قہستانی نے بھی یہی کہا تو اس کا دن زیادہ حقدار ہے اسی لیے میں نے صرف عرفہ کا ذکر کیا ہے وقوف سے اور دخول منٰی کا ذکر رمی جمار سے اس میں تنویر اور شرح الغزنویہ کی پیروی ہے جیسا کہ شامی نے ان سے نقل کیا ہے اھ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] درمختار سنن الغسل مطبوعہ دہلی ۱/۳۰ [2] مشکوۃ المصابیح سنن الوضو دہلی ص ۴۷

Marfat.com

فضول ہوگی حالانکہ انہی رزین کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: الوضوء علی الوضوء نورٌ علی نور[1] (وضوء پر وضو نور پر نور ہے۔ ت)

سابعاً ابوداؤد وترمذی وابن ماجہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من توضأ علی طھر کتب لہ عشر حسنات[2]۔ جو باوضو وضو کرے اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جائیں۔

مناوی نے تیسیر میں کہا: ای عشر وضوءات[3] یعنی دس بار وضو کرنے کا ثواب لکھا جائے۔

ظاہر ہے کہ حدیثوں میں فصل نماز وغیرہ کی قید نہیں تو مشایخ کرام کا اتفاق اور حدیث کریم کا اطلاق دونوں متوافق ہیں اسی بنا پر سیدی عارف باللہ علامہ عبدالغنی نابلسی رحمہ اللہ تعالٰی نے یہاں محقق حلبی کا خلاف فرمایا ردالمحتار میں ہے:

لکن ذکر سیدی عبدالغنی النابلسی ان المفھوم من اطلاق الحدیث مشروعیتہ ولو بلا فصل بصلٰوۃ او مجلس اٰخر ولا اسراف فیما ھو مشروع اما لوکررہ ثالثا اور ابعا فیشترط لمشروعیتہ الفصل بما ذکروا لا کان اسرافا محضا[4] اھ فتامل اھ۔

سیدی عبدالغنی النابلسی نے فرمایا کہ حدیث کے اطلاق کا مفہوم تو یہ ہے کہ یہ مشروع ہے خواہ اس کے درمیان کسی نماز یا کسی مجلس سے فصل نہ ہو اور جو چیز مشروع ہو اس میں اسراف نہیں ہوتا، لیکن اگر تیسری چوتھی مرتبہ کیا تو اس کی مشروعیت کے لیے اُن چیزوں سے فصل ضروری ہے جن کا ذکر کیا گیا ہے ورنہ تو محض اسراف ہوگا اھ فتامل اھ۔ ت

اقول لکن اطلاق الحدیثین یشمل الثالث والرابع ایضا وایضا اذا لم یکن اسرافا فی الثانی لم یکن فی الثالث والرابع وکان المولی النابلسی قدس سرہ القدسی نظرالی

اقول مگر حدیث کے اطلاق میں تیسری اور چوتھی مرتبہ بھی شامل ہے نیز یہ کہ جب دوسری مرتبہ میں اسراف نہ ہوا تو تیسری اور چوتھی میں بھی نہ ہوگا، غالباً علامہ نابلسی نے وضوء علی الوضوء کے لفظ کو دیکھا، تو یہ دونوں

---

[1] احیاء العلوم فضیلۃ الوضوء قاہرہ ۱/۱۳۵
[2] ترمذی شریف مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۰
[3] فیض القدیر شرح جامع الصغیر بیروت ۶/۱۱۰
[4] ردالمحتار مصطفی البابی مصر ۱/۸۸

Marfat.com

لفظ الوضوء علی الوضوء فهما وضوأن فحسب وکذلك من توضأ علی طهر۔

صرف وضو ہیں اور اسی طرح جس نے طہارت کیے ہوئے وضو کیا۔(ت)

اقول وهنه لا یخفی فقوله تعالٰی وهنا علی وهن لا یدل ان هناك وهنین فقط وکان الشامی الی هذا اشار بقوله تأمل تأمل وسیأتی ماخذ کلام العارف مع الکلام علیه قریبا ان شاء اللّٰه تعالٰی۔

اقول مگر اس کی کمزوری ظاہر ہے اب اللہ کے قول وهنا علی وهن کا یہ مطلب نہیں کہ صرف دو وهن ہی ہوں گے اور شاید شامی نے اسی طرف اپنے قول تأمل سے اشارہ کیا ہے، ان کا پورا کلام آگے آئے گا ان شاء اللہ تعالٰی۔ ت

ثامنا اقول حل یہ ہے کہ جو وضو فرض ہے وہ وسیلہ ہے کہ شرط صحت یا جواز ہے اور شروط وسائل ہوتے ہیں مگر جو وضو مستحب ہے وہ صرف ترتب ثواب کے لیے مقرر فرمایا جاتا ہے تو قصد ذاتی سے خالی نہیں اگرچہ اُس سے عمل مستحب فیہ میں حسن بڑھے کہ مستحب کی یہی شان ہے کہ وہ اکمال سنن کے لیے ہوتا ہے اور سنن اکمال واجب اور واجب اکمال فرض۔

اقول اور فرض اکمال ایمان کے لیے اس سے اُن کا غیر مقصود ہونا لازم نہیں آتا۔ خلاصہ و بزازیہ و خزانۃ المفتین میں ہے،

الواجبات اکمال الفرائض والسنن اکمال الواجبات والاداب اکمال السنن[1]۔

واجبات فرائض کی تکمیل کے لیے، اور سنتیں واجبات کی تکمیل کے لیے، اور اداب سنتوں کی تکمیل کے لیے ہوتے ہیں۔(ت)

درمختار باب ادراک الفریضہ میں ہے،

یاتی بالسنۃ مطلقا ولو صلی منفردا علی الاصح لکونها مکملات[2]۔

سنت ادا کرے گا مطلقاً خواہ تنہا ہی نماز پڑھے، اصح یہی ہے کہ وہ مکمل کرنے والی ہیں۔ ت

اُسی کی بحث تراویح میں ہے، هی عشرون رکعۃ حکمته مساواۃ المکمل للمکمل[3] (وہ بیس رکعتیں ہیں اس کی حکمت مکمل مکمل کے لیے مساوات ہے۔ ت)

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۵۱

[2] درمختار ادراک الفریضۃ مجتبائی دہلی ۱/۱۰۰

[3] درمختار باب الوتر والنوافل ؍؍ ۱/۹۸

Marfat.com

ولہذا ہمارے ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ وضوئے بے نیت پر ثواب نہیں۔ بحرالرائق میں ہے:

اعلم ان النیة لیست شرطا فی کون الوضوء مفتاحا للصلاۃ قیدنا بقولنا فی کونه مفتاحا لانها شرط فی کونه سببا للثواب علی الاصح[1]۔ نیت اس وضو کے لیے جو نماز کی کنجی ہے شرط نہیں ہے کنجی ہونے کی شرط ہم نے اس لیے لگائی ہے کہ نیت وضو برائے ثواب کے لیے شرط ہے اصح یہی ہے۔ت

اور مستحب پر ثواب ہے تو وضوئے مستحب محتاج نیت ہوا اور وسائل محضہ محتاج نیت نہیں ہوتے۔ فتح القدیر و بحرالرائق میں ہے:

اذا لم ینو حتی لم یقع عبادۃ سببا للثواب فهل یقع الشرط المعتبر للصلاۃ حتی تصح به اولا قلنا نعم لان الشرط مقصود التحصیل لغیرہ لا لذاته فکیف حصل حصل المقصود وصار کستر العورۃ وباقی شروط الصلاۃ لا یفتقر اعتبارها الی ان تنوی[2]۔ جبکہ نیت نہ کی تو وہ عبادت موجب ثواب نہ ہوگی۔ اب یہ سوال ہے کہ آیا ایسا وضو نماز کے لیے قابل اعتبار شرط کے طور پر ہوگا یا نہیں؟ تو اس کا جواب اثبات میں ہے، اس لیے کہ شرط مقصود دوسرے کو حاصل کرنا ہے نہ کہ لذاتہ، تو وہ جس طرح بھی وجود میں آئے بہرحال موجود ہے، یہ ستر عورت اور نماز کی دوسری شرائط کی طرح ہوگا کہ ان میں بھی نیت شرط نہیں ہے۔ت

تو ثابت ہوا کہ وضوئے مستحب وسیلہ نہیں وھو المقصود والحمد للہ الودود۔

تاسعاً محقق حلبی کا یہ استناد کہ اکیلا سجدہ (یعنی سجدۂ تلاوت وسجدۂ شکر کے سوا محض سجدہ بے سبب) جبکہ عبادت مقصودہ نہ تھا تو علماء نے اُس پر حکم کراہت دیا تو وضوئے جدید کی کراہت بدرجۂ اولٰی۔

اقول خود محقق رحمہ اللہ نے آخر غنیہ میں سجدۂ نماز وسہو وتلاوت ونذر وشکر پانچ سجدے ذکر کرکے فرمایا:

اما بغیر سبب فلیس بقربة ولا مکروہ[3] یعنی سجدۂ بے سبب میں نہ ثواب نہ کراہت۔

نقله عن المجتبی مقرا علیه ونقله عن الغنیة فی رد المحتار ایضا واقر هذا هنا واعتمد ذلك ثمه الا ان یحمل ما هنا علی کراهة اس کو انھوں نے مجتبٰی سے نقل کیا، اور اس کو برقرار رکھا، اور غنیہ سے ردالمحتار میں نقل کیا اور برقرار رکھا اور اس پر وہاں اعتماد کیا، ہاں اگر یہاں والی

---

[1] بحرالرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۲۴

[2] ایضاً ۱/۲۵

[3] غنیۃ المستملی فصل مسائل شتی سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۱۶

Marfat.com

التنزیه وما ثم علی نفی المأ ثم ای کراھة التحریم فیتوافقان لکن یحتاج الحکم بکراھتہ و لو تنزیہا الی دلیل یفیدہ شرعا کما تقدم و ھو لم یستند ھھنا الی نقل فاللہ تعالٰی اعلم۔

عبارت کو مکروہ تنزیہی پر محمول کیا جائے اور جو وہاں ہے اس کو گناہ کے نہ ہونے پر، یعنی کراہت تحریم پر، تو دونوں میں تطبیق ہوجائے گی، لیکن اس کی کراہت کے حکم میں خواہ تنزیہی ہو، کسی نہ کسی شرعی دلیل کی ضرورت رہے گی، جیسا کہ گزرا، لیکن یہاں کوئی ایسی چیز منقول نہیں ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ ت

عاشرا اقول وباللہ التوفیق سجدہ سب سے زیادہ خاص حاضری دربار ملک الملوک عزجلالہ ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اقرب ما یکون العبد من ربہ وھو ساجد فاکثروا الدعاء[1]

بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ حالتِ سجدہ میں ہوتا ہے تو اس میں دُعا کی کثرت کرو۔

رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اور دربارشاہی میں بے اذن حاضری جرأت ہے اور سجدۂ بے سبب کے لیے اذن معلوم نہیں و لہذا شافعیہ کے نزدیک حرام ہے کما صرح بہ الامام الاردبیلی الشافعی فی الانوار (جیسا کہ امام اردبیلی شافعی نے انوار میں تصریح کی۔ ت) اس بنا پر اگر سجدۂ بے سبب مکروہ ہو تو وضو کا اُس پر قیاس محض بلا جامع ہے۔

رہا علامہ شامی کا اُس کی تائید میں فرمانا کہ ہدیہ ابن عماد میں ہے:

قال فی شرح المصابیح انما یستحب الوضوء اذا صلی بالوضوء الاول صلٰوۃ کذا فی الشرعۃ والقنیۃ اھ وکذا ما قالہ المناوی فی شرح الجامع الصغیر حدیث من توضأ علی طھر ان المراد الوضوء الذی صلی بہ فرضا او نفلا کما بینہ فعل راوی الخبر ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما فمن لم یصل بہ شیئا لا یسن لہ تجدیدہ اھ ومقتضی ھذا کراھتہ

شرح مصابیح میں ہے وضو اُس وقت مستحب ہے جبکہ پہلے وضو سے کوئی نماز پڑھی ہو کذا فی الشرعۃ والقنیۃ اھ اسی طرح مناوی نے جامع صغیر کی شرح میں فرمایا کہ یہ حدیث "جس نے وضو پر وضو کیا" سے مراد وہ وضو ہے جس سے کوئی نماز فرض یا نفل ادا کی ہو جیسا کہ ابن عمر راوی حدیث کے فعل سے معلوم ہے، تو جس نے اس وضو سے نماز نہ پڑھی اس کے لیے وضو کی تجدید مسنون نہیں اھ اور اس کا مقتضی اس کی

---

[1] مسند احمد بن حنبل بیروت ۲/۴۲۱

Marfat.com

وان تبدل المجلس مالم یؤد بہ صلاۃ او نحوھا[1] — کراہت ہے خواہ مجلس تبدیل ہوگئی ہو تاوقتیکہ اس سے نماز یا اس کی مثل ادا نہ کی ہو احدت

اقول شرعۃ الاسلام میں اس کا پتا نہیں اس میں صرف اس قدر ہے:

الطھر لکل صلاۃ سنۃ النبی علیہ الصلاۃ والسلام[2] — ہر نماز کے لیے وضو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت ہے۔ ت

ہاں سید علی زادہ نے اُس کی شرح میں مضمون مذکور شرح مصابیح سے نقل کیا اور اُس سے پہلے صاف تعمیم کا حکم دیا۔

حیث قال فالمؤمن ینبغی ان یجدد الوضوء فی کل وقت وان کان علی طھر قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من توضأ علی طھر کتب لہ عشر حسنات وقال فی شرح المصابیح تجدید الوضوء فی کل وقت انما یستحب اذا صلی بالوضوء الاول صلاۃ والا فلا[3] اھ

جیسے فرمایا مومن کے لیے بہتر ہے ہر وقت کے لیے نیا وضو کرے اگرچہ باوضو ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے پاکی پر وضو کیا اس کے لیے دس نیکیاں ہیں اور شرح مصابیح نے کہا ہر وقت کے لیے تجدید وضو مستحب ہے اگر پہلے وضو سے نماز ادا کی ہو ورنہ نہیں۔ ت

قلت وبہ ظھر ان قولہ کذا فی الشرعۃ ای شرحھا اشارۃ الی قولہ قال فی شرح المصابیح لاداخل تحت قال۔

قلت اس سے معلوم ہوا کہ ان کا قول کذا فی الشرعۃ یعنی اس کی شرح میں، ان کے اس قول کی طرف کہ شرح مصابیح میں کہا اس کے نیچے داخل نہیں۔ ت

بہرحال **اوّلاً** قنیہ کا حال ضعف معلوم ہے اور شرح شرعہ بھی مبسوط و نہایہ وعنایہ ومعراج الدرایہ وکافی وفتح القدیر وحلیہ وسراج وخلاصہ و ناطفی میں کسی کے معارض نہیں ہوسکتی نہ کہ اُن کا اور اُن کے ساتھ اور کتب کثیرہ سب کے مجموع کا معارضہ کرے۔ پھر اعتبار منقول عنہ کا ہے اور شرح مصابیح شرح حدیث سے ہے معتمدات فقہ کا مقابلہ نہ کرے گی نہ کہ مسئلہ اتفاق علامہ مصطفٰی رحمتی نے شرح مشارق ابن ملک کے

---

[1] ردالمحتار، کتاب الطہارت، مصطفی البابی بمصر ۱/۸۸

[2] شرعۃ الاسلام

[3] شرح شرعۃ الاسلام

Marfat.com

نص صریح کو اسی بنا پر رد کیا اور اُسے اطلاقات کتب مذہب کے مقابل معارضہ کے قابل نہ مانا اور خود علامہ شامی نے اُسے نقل کرکے مقرر رکھا۔

حیث قال علی قولہ لکن فی شرح المشارق لابن ملک لو وطئہا وھی نائمۃ لایحلہا للاول لعدم ذوق العسیلۃ فیہ ان ھذا الکتاب لیس موضوعا لنقل المذھب واطلاق المتون والشروح یردہ وذوق العسیلۃ للنائمۃ موجود حکما الا یری ان النائم اذا وجد البلل یجب علیہ الغسل وکذا المغمی علیہ[1] الخ

ان کے قول پر کہا کہ ابن ملک کی شرح المشارق میں ہے کہ اگر اس سے سوتے میں وطی کی تو وہ پہلے کے لیے حلال نہ ہوگی کیونکہ اُس نے عُسیلہ نہیں چکھا ہے۔ اس کا کلام یہ ہے کہ وہ کتاب مذہب کے نقل کے لیے نہیں ہے اور متون وشروح کا اطلاق اس کی تردید کرتا ہے، اور عُسیلہ کا چکھنا سونے والی کے لیے حکماً ثابت ہے اس کی مثال یہ ہے کہ سونے والا جب تری پائے تو اس پر غسل واجب ہے اور یہی حال بیہوشی والے کا ہے۔ ت

ثانیاً علامہ مناوی شافعی ہیں فقہ میں اُن کا کلام نصوص فقہ حنفی کے خلاف کیا قابل ذکر۔

ثالثاً وہی مناوی اسی جامع صغیر کی شرح تیسیر میں کہ شرح کبیر کی تلخیص ہے اسی حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

فتجدید الوضوء سنۃ مؤکدۃ اذا صلی بالاول صلاۃ ما[2]

تجدید وضو سنّت مؤکدہ ہے اگر پہلے وضو سے نماز ادا کرلی ہے۔ ت

معلوم ہُوا کہ لایسن سے اُن کی مراد نفی سنت مؤکدہ ہے وصاحب الدار ادری (اور صاحبِ دار زیادہ جانتا ہے) اور اُس کی نفی مقتضی کراہت[3] نہیں کما لایخفی۔

وجہ دوم ایک جلسہ میں وضو کی تکرار مکروہ ہے۔ سراج وہاج میں اسے اسراف کہا تو قبل تبدل مجلس وضو علی الوضوء کی نیت کیونکر کرسکتا ہے۔ یہ شبہہ بحر الرائق کا ہے کہ اسی عبارت خلاصہ پر وارد فرمایا۔

اقول جس مسئلہ پر عبارت سراج سے اعتراض فرمایا وہ خود سراج کا بھی مسئلہ ہے ہندیہ میں ہے:

لو زاد علی الثلث لطمانینۃ القلب عند الشك اوبنیۃ وضوء اٰخر فلاباس بہ ھکذا فی النہایۃ والسراج الوھاج[3]

اگر تین مرتبہ سے زاید اعضا دھوئے اطمینانِ قلب کے لیے شک کی صورت میں یا دوسرے وضو کی نیت سے تو اس میں حرج نہیں، اسی طرح نہایہ، سراج الوہاج میں ہے۔ ت

---

[1] رد المحتار، مطالب حیلۃ اسقاط عدۃ المحلل مصطفی البابی مصر ۲/۵۸۶
[2] تیسیر للمناوی
[3] فتاوی عالمگیری الفصل فی سنن الوضوء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۷

Marfat.com

کیا کلام سراج خود اپنے مناقض ہے اور اگر ہے تو اُن کا وہ کلام احق بالقبول ہوگا جو عامۂ اکابر فحول کے موافق ہے یا وہ کہ اُن سب کے اور خود اپنے بھی مخالف ہے۔ لاجرم صاحب بحر کے برادر و تلمیذ نے نہر الفائق میں ظاہر کردیا کہ سراج نے ایک مجلس میں چند بار وضو کو مکروہ کہا ہے دو بار میں حرج نہیں تو اعتراض نہ رہا۔ سراج وہاج کی عبارت یہ ہے:

تکرار الوضوء فی مجلس واحد مرارا لم یستحب بل یکرہ لما فیہ من الاسراف[1] اھ وھذا ھو ماخذ ما قدمنا عن المولی النابلسی رحمہ اللہ تعالٰی۔

اگر وضو ایک ہی مجلس میں باربار مکرر رہوا تو مستحب نہیں بلکہ مکروہ ہے کیونکہ اس میں اسراف ہے اھ یہی وہ ماخذ ہے جو ہم نے علامہ نابلسی رحمہ اللہ کے حوالہ سے پیش کیا۔ ت

اقول وباللہ التوفیق وضوئے جدید میں کوئی غرض صحیح مقبول شرع ہے یا نہیں اگر نہیں تو واجب کہ مطلق تجدید مکروہ وممنوع ہو اگرچہ ایک ہی بار اگرچہ مجلس بدل کر اگرچہ ایک نماز پڑھ کر بیکار بہانا ہی اسراف ہے اور اسراف ناجائز، اور اگر غرض صحیح ہے مثلاً زیادت نظافت تو وہ غرض زیادت قبول کرتی ہے یا نہیں، اگر نہیں تو ایک ہی بار کی اجازت چاہیے اگرچہ مجلس بدل جائے کہ تبدل مجلس نامتزاید کو متزاید نہ کردے گا وہ کون سی غرض شرعی ہے کہ ایک جگہ بیٹھے بیٹھے تو قابل زیادت نہیں اور وہاں سے اُٹھ کر ایک قدم ہٹ کر بیٹھ جائے تو از سرنو زیادت پائے، اور اگر ہاں تو کیا وجہ ہے کہ مجلس میں دوبارہ تکرار کی اجازت نہ ہو بالجملہ جگہ بدلنے کو اسباب میں کوئی دخل نظر نہیں آتا تو قدم قدم ہٹ کر سو بار تکرار کی اجازت اور بے ہٹے ایک بار سے زیادہ کی ممانعت کوئی وجہ نہیں رکھتی۔ احادیث بے شک مطلق ہیں اور ہمارے ائمہ کا متفق علیہ مسئلہ بھی یقیناً مطلق اور ایک اور متعدد کا تفرقہ ناموجّہ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

واشار فی الدر الی الجواب بوجہ اخر فقال لعل کراھۃ تکرارہ فی مجلس تنزیھیۃ[2] اھ ای فلا یخالف قولھم لو زاد بنیۃ وضوء اخر فلا باس بہ لان الکلمۃ غالب استعمالھا فی کراھۃ التنزیہ۔

اور دُر میں ایک اور جواب کی طرف اشارہ ہے، انہوں نے فرمایا کہ شاید اس کی کراہت تنزیہی ہے اھ اس لیے یہ عبارت فقہا کے اس قول کے مخالف نہ ہوگی کہ اگر دوسرے وضو کی نیت سے ایک مجلس میں مکرر اضافہ کیا تو اس میں حرج نہیں کیونکہ اس کلمے کا استعمال عام طور پر کراہت تنزیہہ میں ہوتا ہے۔ ت

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارت مصطفی البابی مصر ۱/۸۸

[2] الدرالمختار کتاب الطہارت مجتبائی دہلی ۱/۲۲

Marfat.com

اقول ويبتنی علی ما اختارہ ان الاسراف مكروه تحريما لان المستثنی اذا ثبتت فيه كراهة التنزيه فلو لم تكن فی المستثنی منه الا هی لم يصح الثنيا فان قلت معها مسألة الزيادة للطمانينة عند الشك وقد حكموا عليهما بحكم واحد وهو لا باس به وهذه الزيادة مطلوبة قطعا لقوله صلی الله تعالٰی عليه وسلم دع ما يريبك فكيف يحمل علی كراهة التنزيه۔

اقول اور یہ ان کے مختار پر مبنی ہے کہ اسراف مکروہ تحری
ہے کیونکہ مستثنٰی میں جب کراہت تنزیہی ثابت ہُوئ
تو اگر مستثنٰی منہ میں بھی وہی ہو تو استثنا صحیح نہ ہوگا
اگر یہ کہا جائے کہ اسی کے ساتھ شک کی صورت میں
اطمینان کے لیے زیادتی کا مسئلہ بھی ہے اور ان دونوں
انہوں نے ایک ہی حکم لگایا ہے اور وہ یہ ہے کہ "لا
باس بہ" اور یہ زیادتی قطعاً مطلوب ہے کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے دع ما یریبك
(مشکوک کو چھوڑ دے) تو اس کو تنزیہی کراہت پر
کیونکر محمول کیا جا سکتا ہے ؟

قلت المعنی لا يمنع شرعا فيشمل المكروه تنزيها والمستحب هذا اورده فی ردالمحتار اخذا من ط بانهم عللوه بانه نور علی نور قال وفيه اشارة الی انه مندوب فكلمة لاباس وان كان الغالب استعمالها فيما تركه اولی لكنها قد تستعمل فی المندوب كما فی البحر من الجنائز والجهاد اھ[1]

میرا خیال ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ شرعاً
ممنوع نہیں، تو مکروہ تنزیہی اور مستحب کو شامل ہوگا،
اس کو ردالمحتار میں طحطاوی سے ذکر
کیا ہے کہ اس کی علت انہوں نے یہ
بتائی ہے کہ یہ نور علی نور ہے اور اس میں اس طرف
اشارہ ہے کہ یہ مندوب ہے تو "لا باس بہ" کا
کلمہ اگرچہ ایسے امور میں استعمال ہوتا ہے جن کا
ترک اولٰی ہو لیکن کبھی مندوب میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے کہ بحر کی الجنائز اور الجہاد میں مذکور ہے۔ ت

اقول الندب لا ينافی الكراهة فلا يبعد ان يكون مندوبا فی نفسه لما فيه من الفضيلة لكن تركه فی مجلس واحد اولی قال فی الحلية النفل لا ينافی عدم الاولوية[2] اھ ذكره فی صفة

اقول ندب منافی کراہت نہیں، تو ممکن ہے کہ یہ
فی نفسہ مندوب ہُوا کیونکہ اس میں فضیلت ہے لیکن اس کا
ترک مجلس واحد میں اولٰی ہے حلیہ میں فرمایا کہ نفل عدم
اولویت کے منافی نہیں اھ، اس کو صفۃ الصلوۃ میں

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارت مصطفی البابی مصر ۱/۸۸
[2] حلیہ

Marfat.com

الصلوٰۃ مسألۃ القراءۃ فی الاخریین وقال السید ط فی حواشی المراقی الکراھۃ لاتنافی الثواب افادہ العلامۃ نوح اھ[1] قالہ فی فصل الاحق بالامامۃ مسألۃ الاقتداء بالمخالف نعم یرد علیہ ماذکرنا ان لااثر للمجلس فیما ھنا و اللہ تعالٰی اعلم۔

آخری دو رکعتوں میں قرأت کے مسئلہ میں ذکر کیا اور سید ط نے مراقی کے حاشیہ میں فرمایا کہ کراہت ثواب کے منافی نہیں، اس کا علامہ نوح نے افادہ کیا اھ یہ قول فصل الاحق بالامامۃ میں ہے، ہاں اس پر وہ اعتراض ہے جو ہم نے ذکر کیا کہ یہاں مجلس کا کوئی اثر نہ ہوگا واللہ تعالٰی اعلم۔ ت

وجہ سوم یہ سب کچھ سہی پھر تجدید وضو تو بعد تکمیل وضوئے اول ہوا اثنائے وضو میں تجدید کیسی۔ یہ اعتراض علامہ علی قاری کا ہے کہ مرقاۃ موضع مذکور میں اصل مسئلہ دائرہ یعنی بہ نیت وضو علی الوضو تین بار سے زیادہ اعضا دھونے پر ایراد کیا۔

والی ھذا اشار ط اذ قال علی قول الدر لقصد الوضوء علی الوضوء ظاھرہ ان نیۃ وضوء اٰخر متحققۃ فی الغرفۃ الرابعۃ اوالخامسۃ و لا کراھۃ والحدیث یدل علی غیر ھذا اھ[2]

اور اسی طرف ط نے اشارہ کیا کیونکہ اُنھوں نے دُر کے قول پر فرمایا "لقصد الوضوء علی الوضوء" اس کا ظاہر یہ ہے کہ دوسرے وضو کی نیت چوتھے یا پانچویں چلو میں متحقق ہو، اور کوئی کراہت نہیں، اور حدیث اس کے غیر پر دلالت کرتی ہے اھ

قلت وکانہ الی ھذا نظر العلامۃ البحر فزاد علی خلاف سائر المعتمدات قید الفراغ من الاول وعزاہ لاکثر شروح الھدایۃ مع عدمہ فیھا ظنا منہ رحمہ اللہ تعالٰی انہ ھو المحمل المتعین لکلامھم فقال وعلی الاقوال کلھا لو زاد لطمانینۃ القلب عند الشک اوبنیۃ وضوء اٰخر بعد الفراغ من الاول فلاباس بہ لانہ نور علی نور وکذا ان نقص لحاجۃ لاباس بہ کذا فی المبسوط واکثر شروح الھدایۃ اھ[3]

میرا خیال ہے کہ غالباً اسی طرف علامہ بحر نے دیکھا اور تمام معتمد کتب کے برخلاف اس میں پہلے وضو سے فارغ ہونے کی قید کا اضافہ کر دیا اور اس کو ہدایہ کی اکثر شروح کی طرف منسوب کیا حالانکہ شروح میں یہ نہیں ہے، دراصل اُنھوں نے یہ گمان کر لیا کہ فقہا کے کلام کا یہی محمل ہے اور فرمایا اور تمام اقوال کی روشنی میں یہ ہے کہ شک کی صورت میں اگر اطمینانِ قلب کے لیے اضافہ کیا یا پہلے وضو سے فارغ ہو کر دوسرے وضو کے لیے اعضاء کو دھویا تو کوئی مضائقہ نہیں کہ یہ

---

[1] مراقی الفلاح الاحق بالامامۃ الازہریہ مصر ص ۱۷۶
[2] طحطاوی علی الدر، سنن الوضوء بیروت ۱/۷۲
[3] بحر الرائق سنن الوضوء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۳

Marfat.com

بعد ھذا الحمل البعید من کلامھم کل البعد تکلم فیہ باتحاد المجلس کما تقدم قال الا ان یحمل علی ما اذا اختلف المجلس وھو بعید کما لا یخفی[1] اھ

نزّ علی نور ہے اور اسی طرح اگر کسی ضرورت سے تین مرتبہ سے کم کیا تو مضائقہ نہیں کذا فی المبسوط وشرح الہدایہ پھر ش دور از کار تاویل کے بعد انہوں نے اتحادِ مجلس پر کلام کیا، جیسا کہ گزرا، فرمایا مگر یہ کہ اس کو اختلاف پر محمول کیا جائے، اور یہ بعید ہے کما لایخفی اھ۔ت

اقول رحمك الله ورحمنا بك اولیس ما حملتم علیہ بعید افاین الزیادۃ علی الثلث فی الغسلات من التجدید بعد انھاء الوضوء الاول۔

اقول اللہ ہم پر اور آپ پر رحم کرے، جو مفہوم آپ نے لیا ہے کیا وہ دُور از کار نہیں ہے؟ تین مرتبہ دھونے پر زیادتی کرنے سے وضو مکمل کرلینے کے بعد تجدید وضو سے کیا تعلق ہے؟ ت

یہ اعتراض ضرور محتاج توجہ ہے۔

وانا **اقول** وباللہ استعین (اور اللہ کی مدد کے ساتھ۔ت) شئی کے اسباب وشروط ہوں یا احکام وآثار اُس کا ذکر اگرچہ مطلق ہو اُن سب کی طرف اشعار کہ مسبب ومشروط کا وجود بے سبب وشرط نہ ہوگا

ان عقلیا فعقلیا او شرعیا فشرعیا کصلاۃ الظھر قبل الزوال او بدون نیۃ۔

عقلی عقلی پر اور شرعی شرعی پر جیسے نمازِ ظہر زوال سے پہلے یا بغیر نیت۔ت

نہ شے اپنے احکام وآثار سے خالی ہوگی کہ یہ دونوں فریق دو طرف تقدم وتاخر ذاتی میں لوازم وجود شے ہیں والشئ اذا ثبت ثبت بلوازمہ (اگر کچھ ثابت ہوگا تو تمام لوازم کے ساتھ ثابت ہوگا۔ت) تبیین الحقائق مسئلہ ذکاۃ الجنین میں ہے:

ای اذبحوہ وکلوہ وھذا مثل ما یروی انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذن فی اکل لحم الخیل ای اذا ذبح لان الشئ اذا عرف شروطہ وذکر مطلقا ینصرف الیھا کقولہ تعالٰی اقم الصلاۃ ای بشروطھا[2]۔

یعنی اس کو ذبح کرو اور کھاؤ اور یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ نے گھوڑے کا گوشت کھانے کی اجازت دی یعنی جبکہ گھوڑے کو ذبح کرلیا جائے، کیونکہ جب کسی شے کی شرائط معروف ہوں اور اس کو مطلق ذکر کیا جائے تو وہ اُن شروط کے ساتھ ہی متحقق ہوگی جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے "نماز قائم کرو" یعنی اس کی شروط کے ساتھ۔ت

---

[1] بحر الرائق سنن الوضوء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۳

[2] تبیین الحقائق کتاب الذبائح الامیریہ مصر ۵/۲۹۴

Marfat.com

اب وضو دو قسم ہے : واجب و مندوب۔

واجب کا سبب معلوم ہے کہ اُس چیز کا ارادہ جو بغیر اس کے حلال نہ ہو جیسے نماز یا سجدہ یا مصحف کریم کو ہاتھ لگانا۔ اور مندوب کے اسباب کثیر ہیں از انجملہ :

۱۔ قہقہہ سے ہنسنا
۲۔ غیبت کرنا
۳۔ چغلی کھانا
۴۔ کسی کو گالی دینا
۵۔ کوئی فحش لفظ زبان سے نکالنا
۶۔ جھوٹی بات صادر ہونا
۷۔ حمد و نعت و منقبت و نصیحت کے علاوہ کوئی دنیوی شعر پڑھنا
۸۔ غصہ آنا
۹۔ غیر عورت کے حُسن پر نظر
۱۰۔ کسی کافر سے بدن چھو جانا اگرچہ کلمہ پڑھتا اور اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو جیسے قادیانی[۱] یا چکڑالوی[۲] یا نیچری[۳] یا آج کل کے تبرائی رافضی[۴] یا کذابی[۵] یا بہائی[۶] یا شیطانی[۷] یا خوامی[۸] وہابی جن کے عقائد کفر کا بیان حسام الحرمین میں ہے

عـــہ ۱ غلام احمد قادیانی کے پیرو جو اپنے آپ کو نبی و رسول کہتا اپنے کلام کو کلام الٰہی بتاتا سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ و السلام کو گالیاں دیتا چار سو انبیا کی پیشگوئی جھوٹی بتاتا خاتم النبیین میں استثنا کی پخ لگاتا وغیرہ وغیرہ کفریات ملعونہ ۱۲ (م)

عـــہ ۲ یہ ایک نیا طائفہ ملعونہ حادث ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے منکر ہے تمام احادیث مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صراحۃً باطل و ناقابل بتاتا اور صرف قرآن عظیم کے اتباع کا ادعا رکھتا ہے اور حقیقۃً خود قرآن عظیم کا منکر و مبطل ہے، ان خبیثوں نے اپنی نماز بھی جدا گھڑی ہے جس میں ہر وقت کی صرف دو ہی رکعتیں ہیں ۱۲ (م)

عـــہ ۳ یہ باطل طائفہ ضروریات دین کا منکر ہے قرآن عظیم کے معانی قطعیہ ضروریہ میں در پردہ تاویل و تحریف و تبدیل کرتا وجود ملائکہ و آسمان و جن و شیطان و حشر ابدان و نار و جنان و معجزات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے انھیں ملعون تاویلوں کی آڑ میں انکار کرتا ہے ۱۲ (م)

عـــہ ۴ یہ ملاعنہ صراحۃً قرآن عظیم کو ناقص بتاتے اور مولیٰ علی و ائمہ اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے افضل ٹھہراتے ہیں ۱۲

عـــہ ۵ یہ ملعون طائفہ اللہ تعالیٰ کو بالفعل جھوٹا بتاتا اور صاف کہتا ہے کہ وقوع کذب کے معنے درست ہو گئے ۱۲ (م)

عـــہ ۶ یہ گروہ لعین ہر پاگل اور چوپائے کے لیے علم غیب مان کر صاف کہتا ہے کہ جیسا علم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

(باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

یا اکثر غیر مقلد[عہ ۹] خواہ بظاہر مقلد وہابیہ کہ اُن عقاید ارتداد پر مطلع ہو کر اُن کو عالم دین و عمدۂ مسلمین کہتے یا اللہ و رسول کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) تھا ایسا علم تو ہر پاگل اور جانور کو ہوتا ہے ۱۲ (م)

عہ۷ اس شیطانی گروہ کے نزدیک ابلیس لعین کا علم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ بلکہ بے شمار زیادہ ہے ابلیس کی وسعت علم کو نص قطعی سے ثابت کہتا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وسعت علم کو باطل بے ثبوت مانتا ہے اُن کے لیے وسعتِ علم کے ماننے کو خالص شرک بتاتا مگر ابلیس کو وسعتِ علم میں خدا کا شریک جانتا ہے ۱۲ (م)

عہ۸ یہ شقی گروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کا صاف منکر ہے خاتم النبیین کے معنی میں تحریف کرتا اور معنی آخر النبیین لینے کو خیالِ جہال بتاتا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چھ یا سات مثل موجود مانتا ہے ۱۲ (م)

عہ۹ یہ بدبخت طائفہ ان ملعون ارتدادوں کو دفع تو کر نہیں سکتا بلکہ خوب جانتا ہے کہ ان سے دفع ارتداد نا ممکن ہے مگر ان مرتدوں کو پیشوا و ممدوح دینی ماننے سے بھی باز نہیں آتا اللہ جل وعلا و رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابل ان کی حمایت پر تُلا ہوا ہے اللہ و رسول کو گالیاں دینا بہت ہلکا جانتا ہے مگر ان دشنام دہندوں کو حکم شرعی بیان کرنے کو گالیاں دینا کہتا ہے اور بہت سخت برا مانتا ہے دراز نجا کہ اُن صریح ارتدادوں کی حمایت سے قطعاً عاجز ہے باوصف ہزاروں تقاضوں کے اُن کا نام زبان پر نہیں لاتا اور براہ گریز خدا و رسول جل وعلا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب میں اُن صریح گالیوں کو بالائے طاق رکھ کر سہل اختلاف مسئلۂ عطائے بعض علوم غیبیہ کی طرف بحث کو پھیرنا چاہتا ہے پھر اس میں بھی افتراء و اختراع سے کام لیتا ہے اور اصل مقصود صرف اتنا کہ وہ قہر عظیم والی دشنام ہائے خدا و رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھول میں پڑ جائیں اور بات این و آں کی طرف منتقل ہو اس چالاکی کا موجد امرتسر کے پرچہ "اہلحدیث" کا ایڈیٹر ہے دیکھو چابک لیث اور ظفر الدین الطیب اور کین کش پنجہ پیچ وغیرہا، یہ چالاک پرچہ ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۶ھ میں حسام الحرمین کا ذکر منہ پر لایا مگر یوں کہ براہِ عیاری اُس کے تمام مقاصد سے دامن بچا کر دو بالائی باتوں امکانِ کذب و علم غیب کو اُس کا بنائے بحث ٹھہرایا پھر اُن میں بھی امکان کذب کو الگ چھوڑ کر صرف علم غیب میں اپنی بعض فاحشہ جہالتیں دکھائیں جن کا رد بار ہا ہو چکا اسی پرچہ کے رد میں چابک لیث بر اہل حدیث دو مجلد میں ہے پھر ۳۰ جولائی و ۲۰ اگست سنہ ۹ء کے پرچوں میں وہی انداز کہ اللہ و رسول (جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی جناب میں گالیاں شیرِ مادر۔ قاہر مناظروں کے جواب سے گنگ و کر۔ اور اغوائے عوام کو مناظرہ کا نام زبان پر اُس کے رد میں ظفر الدین الطیب چھاپ کر بھیج دیا انتالیس رات بعد پرچہ ۲۹ رمضان میں اُس کے دیکھنے کا اقرار تو کیا مگر چال وہی کہ اُس کے تمام اعتراضات سے ایک کا بھی جواب نہ دیا اور ایک بالائی لطیفہ جو لفظ تردید کے متعلق لکھا تھا (باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

متقابل اللہ و رسول کو گالیاں دینے والوں کی حمایت کرتے ہیں جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا جھوٹے متصوف کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) صرف اُس کے ذکر پر اکتفا کیا کہ میری اردو دانی پر بھی اعتراض ہے۔ اے سبحٰن اللہ اور وہ جو آپ کے دعویٰ ایمان پر قاہر اعتراض ہیں وہ کیا ہوئے وہ جو ثابت کیا تھا کہ تم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جتنا افترا اُٹھایا اور اُس پر تمہاری حدیث دانی سے بارہ[۱۲] سوال تھے وہ کدھر گئے۔ خیر اس کے جواب میں رسالہ کین کشن پنجہ پیچ بر ایڈیٹر اسے ایچ رجسٹری شدہ بھیجا آج چھپن دن ہوئے اُس کا بھی ذکر غائب، مگر بکمال حیا بعد کے بعض پرچوں میں وہی رٹ موجود، خدا جانے ان صاحبوں کے نزدیک مناظرہ کس شے کا نام ہے، آن سے سیکھ کر یہی چال ایک گمنام صاحب چاندپوری دیوبندی دربھنگی چلے۔ دشنامی اکابر جن کے رد میں پینتیس سال سے بکثرت رسائل آستانہ علیہ رضویہ سے شائع ہو رہے ہیں اور ان کو خود اقرار ہے کہ آج تک ایک پرچہ کا جواب نہ دے سکے بلکہ بڑے بڑوں نے مناظرہ سے عجز کا صاف صاف اقرار کیا بلکہ لکھ دیا (دیکھو رسالہ دفع زیغ زاغ و رسالہ لطف غیب) اب اُن کی حمایت میں جمے ہوئے مناظرے یوں ہی چھوڑ کر یہ دربھنگی صاحب سوال علی السوال لے کر چلے اور ایک بے معنے رسالہ بنام اسکات المعتدی چھاپا اور بعنایت الٰہی خود بھی اس رسالے میں صاف اقرار کر دیا کہ اُن کے تمام اکابر آج تک لاجواب ہیں۔ یہ رسالہ یہاں ۹ شعبان کو پہنچا اور ۲۰ شعبان کو اس کا رد ظفر الدین الطیب چھپا ہوا طیار تھا کہ اُسی دن جلسہ مدرسہ اہلسنت میں شائع کر دیا اور ۲۱ شعبان کو ان کے سرآمد کے پاس رجسٹری شدہ اور اتباع کے یہاں نام بنام بھیج دیا۔ ساٹھ رات کے بعد دربھنگی صاحب بولے تو یہ بولے کہ رسالہ کسی کو بھیجا ہی نہیں اور ایک خط اُسی چالاکی پر مشتمل بھیجا کہ صرف دو مسئلہ امکانِ کذب و علمِ غیب میں اختلاف ہے و بس یعنی وہ شدید شدید گالیاں کہ اُن کے اکابر نے اللہ و رسول (جل وعلا و صلی اللہ علیہ وسلم) کو لکھ لکھ کر چھاپیں اصلاً کوئی قابل پروا بات نہیں۔ اس خط کے جواب میں معاً دو رسالے تصنیف ہو کر رجسٹری شدہ اُن کے پاس روانہ ہوئے اول بارشِ سنگی، دوسرا پیکان جانگداز بر جان مکذبانِ بے نیاز، اس دوسرے میں گریز والے صاحبوں کی وہ ہوس بھی پوری کر دی یعنی مسئلۂ امکان کذب و علم غیب پر بھی مناظرہ تازہ کر دیا۔ رجسٹری رسید طلب تھی ڈاک کی رسید تو آئی مگر آج پچاس دن ہوئے وہ بھی سو رہے حالانکہ اُن کو صرف دس دن کی مہلت تھی۔ مسلمانو! للہ انصاف، یہ ان مدعیانِ دین و دیانت کی حالت ہے منہ بھر بھر کر اللہ و رسول کو سخت گالیاں دیں پھر جب مسلمان اس پر مؤاخذہ کریں جواب نہ دیں، سوالات جائیں جواب غائب، رسائل جائیں جواب غائب، رجسٹریاں جائیں جواب غائب۔ مناظرہ سے اپنا عجز صاف صاف لکھ دیں کہہ دیں اپنے اکابر کا لاجواب رہنا قبول کریں چھاپ دیں اور پھر عوام کے بہکانے کو مناظرہ مناظرہ کی پکار۔ اُس پکار پر جو گرفت ہو اس کے جواب سے پھر فرار اور وہی پکار اس حیا کی کوئی حد ہے۔ سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: اذا لم تستحی فاصنع ما شئت جب تجھے حیا نہ ہو تو جو چاہے کر۔

(باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

حلول واتحاد کے قائل یا شریعت مطہرہ کے صراحۃً منکر و مبطل ہیں ان دسوں طائفوں اور ان کے امثال سے مصافحہ کرنا تو خود ہی حرام قطعی گناہِ کبیرہ ہے اگر بلا قصد بھی ان کے بدن سے بدن چھو جائے تو وضو کا اعادہ مستحب ہے۔

۱۱۔ ناخن سے کہنی تک اپنے ہاتھ کا کوئی حصہ اگرچہ کھجانے میں اگرچہ بھولے سے بلا حائل اپنے ذکر کو لگ جاتا۔

۱۲۔ ہتھیلی یا کسی انگلی کا پیٹ اپنے یا پرائے ستر غلیظ یعنی ذکر یا فرج یا دُبر کو بے حائل چھو جانا اگرچہ وہ دوسرا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ع بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن

ہاں ہاں اے اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والو! کیا مسلمان اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معاذ اللہ ایسے بے علاقہ ہو گئے کہ تم انھیں گالیاں لکھ لکھ کر چھاپو اور وہ بے پروائی کرکے ٹال دیں۔ نہیں نہیں ضرور تمھیں دو باتوں سے ایک ماننی ہوگی، یا تو خدا توفیق دے اُن گالیوں سے صراحۃً توبہ کرو جس طرح اُن کی اشاعت کی اُن سے صاف صاف اپنی توبہ اور اپنے حکم دشنام کا اعتراف چھاپو یا اُن تمام رسائل و کتب کا جواب دو، جواب دو، جواب دو۔ اس کے سوا تمھارے حیلے حوالے ٹالے بالے ہرگز نہ سُنے جائیں گے، وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۱۲ عبدہ محمد ظفر الدین قادری غفرلہٗ۔

عـہ ان تمام مرتد طوائف کا رد کافی وشافی کتاب مستطاب المعتمد المستند و کتاب لاجواب حسام الحرمین و کتاب کامل النصاب تمہید ایمان بآیات قرآن و ظفر الدین الجید و ظفر الدین الطیب وغیرہا میں ملاحظہ ہو، سوا فرقہ چکڑالویہ کے کہ تالیف المعتمد المستند تک اس کا کوئی تذکرہ ان بلاد میں نہ آیا تھا یہ کتابیں بریلی مطبع اہلسنت و جماعت کے پتے سے مولوی حکیم حسین رضا خاں صاحب سے مل سکتی ہیں۔ المعتمد المستند عربی زبان میں ۲۴۲ صفحہ میں ہے ــــــ تمہید ایمان بآیات قرآن میں صرف آیاتِ قرآنیہ سے بتایا ہے کہ ایمان کے یہ معنی ہیں اللہ و رسول جل وعلا کی تعظیم و محبت ایسی ہو تو مسلمان ہے اللہ و رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالیاں دینا کفر ہے۔ ایسوں کے کفر میں جو خود یہ لوگ اور آج کل کے بعض آزاد خیال والے حیلے حوالے نکالتے ہیں نہایت سلیس و مہذب بیان میں قرآن مجید سے ان کا جواب ہے، یہ وہ کتاب ہے جس کا دیکھنا ہر مسلمان کو نہایت ضروری ہے حسام الحرمین اکابر علمائے حرمین شریفین کی مُہری تحریرات و فتاوٰی ہیں جن میں اُن دشنام دہندوں کا حکم شرعی مدلل ہے اُس کا مطالعہ پکا مسلمان بناتا ہے دونوں کا مجموعہ ۵ اجزء ہے ظفر الدین الجید و ظفر الدین الطیب۔ اُن دشنامیوں کے فرار اور عیاریوں کے اظہار میں حجم سوا دو جزء مسلمان اپنا دینی فائدہ حاصل کریں وباللہ التوفیق ۱۲ سید عبدالرحمٰن عفا عنہ ۲ محرم الحرام ۱۳۲۶ھ۔ (م)

Marfat.com

آدمی کتنا ہی چھوٹا بچہ یا مردہ ہو۔

۱۳۔ نامحرم عورت کے کسی حصہ جلد سے اپنا کوئی حصہ جلد بے حائل چھُو جانا اگرچہ اپنی زوجہ ہو اگرچہ عورت مُردہ یا بڑھیا ہو اگرچہ نہ قصد ہو نہ شہوت چاہیے نہ لذت پائے جبکہ وہ عورت بہت صغیرہ چار پانچ برس کی بچی نہ ہو۔

۱۴۔ اگر اُس چھُو جانے سے لذت آئی تو نامحرم کی بھی قید نہیں نہ جلد کی خصوصیت نہ بے حائل کی ضرورت مثلاً رقیق یا متوسط حائل کے اوپر سے اپنی بہن یا بیٹی کے بال سے مس ہو جانے پر اتفاق لذت کا آجانا جبکہ عورت قابل لذت ہو اور حائل بہت بھاری مثل رضائی وغیرہ کے نہ ہو۔

۱۵۔ نامحرم عورت قابلِ لذت کو بقصدِ شہوت چھُونا اگرچہ حائل کتنا ہی بھاری ہو اگرچہ اپنی زوجہ ہو اگرچہ لذت نہ پائے مثلاً لحاف کے اوپر سے اُس کے بالوں پر ہاتھ رکھنا، اور ان کے سوا اور بہت صورتیں ہیں اور ایک اصل کلی یہ ہے کہ جس بات سے کسی اور امام مجتہد کے مذہب میں وضو جاتا رہتا ہے اُس کے وقوع سے ہمارے مذہب میں اعادہ وضو مستحب ہے درمختار میں ہے:

الوضوء مندوب فی نیف وثلثین موضعا ذکرتہا فی الخزائن منہا بعد کذب وغیبۃ وقہقہۃ وشعر واکل جزور وبعد کل خطیئۃ وللخروج من خلاف العلماء اھ[1]

تیس ۳۰ سے کچھ اُوپر مقامات پر وضو مندوب ہے، ان مقامات کو میں نے خزائن میں ذکر کیا ہے، اُن مقامات سے یہ ہے کہ جھُوٹ، غیبت، قہقہہ، شعر گوئی، اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد ہر گناہ کے بعد اور اختلافِ علماء سے بچنے کے لیے۔ (ت)

اقول والحقت النمیمۃ لانہا کالغیبۃ اواشد ثم رأیتہا فی میزان الامام الشعرانی وغیرہ والحقت الفحش لانہ اخنأ من الشعر وربما یدخل فی قولہ کل خطیئۃ والشتم لانہ اخبث واخنع ثم رأیت التصریح بہ فی انوار الشافعیۃ۔

میں نے غیبت کے ساتھ چغلخوری کو بھی شامل کر دیا ہے، کیونکہ وہ غیبت سے بھی زیادہ ہے، پھر میں نے دیکھا کہ امام شعرانی نے اپنی میزان وغیرہ میں اس کو ذکر کیا ہے اور میں نے اس میں فحش کا بھی اضافہ کیا ہے کیونکہ یہ شعر سے بھی زیادہ بے حیائی کا باعث ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کو "کل خطیئۃ" کے تحت لایا جائے، اور گالی کیونکہ یہ بہت ہی بُری چیز ہے پھر میں نے انوارِ شافعیہ میں اس کی تصریح دیکھی۔ ت

ردالمحتار میں ہے:

منہا الغضب ونظر محاسن امرأۃ وبعد کذب

ان مقامات سے غصہ ہے، اور عورت کے محاسن کی طرف

[1] درمختار کتاب الطہارت مجتبائی دہلی ۱/۱۷

Marfat.com

وغيبة لانهما من النجاسات المعنوية و لـذا يخرج من الكاذب نتن يتباعد منه الملك الحافظ كما فى الحديث وكذا اخبرصلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن ريح منتنة بانها ريح الذين يغتابون

دیکھنا ہے، جھوٹ اور غیبت کے بعد، کیونکہ یہ معنوی نجاستیں ہیں، اس لیے جھوٹے سے ایسی بدبو آتی ہے جس کی وجہ سے فرشتہ اس سے دُور ہو جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے، اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

ع ف ا ترجمہ، جھوٹ اور غیبت معنوی نجاست ہیں ولہٰذا جھوٹے کے منہ سے ایسی بدبو نکلتی ہے کہ حفاظت کے فرشتے اُس وقت اُس کے پاس سے دُور ہٹ جاتے ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے اور اسی طرح ایک بدبو کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ یہ اُن کے منہ کی سڑاند ہے جو مسلمانوں کی غیبت کرتے ہیں اور ہمیں جو جھوٹ یا غیبت کی بدبو محسوس نہیں ہوتی اُس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اُس سے مالوف ہو گئے ہماری ناکیں اُس سے بھری ہوتی ہیں جیسے چمڑا پکانے والوں کے محلہ میں جو رہتا ہے اُس کی بدبو سے ایذا نہیں ہوتی دوسرا آئے تو اُس سے ناک نہ رکھی جائے انتہی

مسلمان اس نفیس فائدے کو یاد رکھیں اور اپنے رب سے ڈریں جھوٹ اور غیبت ترک کریں کیا معاذ اللہ منہ سے پاخانہ نکلنا کسی کو پسند ہوگا باطن کی ناک کھلے تو معلوم ہو کہ جھوٹ اور غیبت میں پاخانے سے بدتر سڑاند ہو۔ رہیں وہ حدیثیں جن کی طرف علامہ شامی نے اشارہ کیا۔ جامع ترمذی میں بسند حسن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا كذب العبد تباعد الملك عنه ميلا من نتن ما جاء به۔

جب کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے اُس کی بدبو کے باعث فرشتہ ایک میل مسافت تک اُس سے دُور ہو جاتا ہے۔

ورواه ابن ابى الدنيا فى كتاب الصمت و ابونعيم فى حلية الاولياء عنه رضى الله تعالىٰ عنه۔

کتاب الصمت میں ابن ابی الدنیا اور ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں روایت کیا عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

امام احمد بسند صحیح جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہم خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر تھے کہ ایک بدبو اُٹھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اتدرون ما هذه الريح هذه ريح الذين يغتابون المؤمنين ورواه ابن ابى الدنيا فى كتاب ذم الغيبة عنه رضى الله تعالىٰ عنه ۱۲ منه غفرله (م)

جانتے ہو کہ یہ بدبو کیا ہے۔ یہ ان کی بدبو ہے جو مسلمانوں کی غیبت کرتے ہیں، اس کو ابن الدنیا نے کتاب ذم الغیبۃ میں روایت کیا ہے، اللہ ان سے راضی ہو ۱۲ منہ (ت)

Marfat.com

الناس والمؤمنین ولالفنا ذلك مناوا متلاء انوفنا منها لا تظهر لنا کالساکن فی محلة الدباغین وقهقهة لانها لما کانت فی الصلاۃ جنایة تنقض الوضوء اوجبت نقصان الطھارۃ خارجها فکان الوضوء منها مستحبا کما ذکرہ سیدی عبدالغنی النابلسی فی نھایة المراد علی ھدیة ابن العماد وشعرای قبیح وللخروج من خلاف العلماء کمس ذکرہ وامرأۃ اھ ملتقطا[1]۔

نے ایک بدبودار ہوا کے بارے میں فرمایا : یہاں لوگوں کی طرح ہے جو لوگوں اور مومنین کی غیبت کرتے ہیں لیکن چونکہ ہم اس بدبو سے مانوس ہو گئے ہیں اور اس کے عادی ہو چکے ہیں جیسے چمڑا دباغت کرنے والوں کی بستی میں رہنے والے کا حال ہوتا ہے تو ہمیں اس بدبو کا احساس نہیں ہوتا ہے ، اور قہقہہ ، کیونکہ یہ نماز میں ایسی ناپاکی ہے جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو یہ خارج نماز بھی طہارت پر اثر انداز ہوگا ، اس لیے اس کے بعد وضو مستحب ہے ، جیسا کہ سید عبدالغنی نابلسی نے نہایۃ المراد علی ہدیۃ ابن العماد میں ذکر کیا۔ اور برے شعر کے بعد ، اور علماء کے اختلاف سے بچنے کے لیے ، جیسے اپنی شرمگاہ کو چھونے کے بعد اور عورت کو چھونے کے بعد اھ ملتقطا (ت)

میزان امام شعرانی قدس سرہ الربانی میں ہے :

سمعت سیدی علیا الخواص رحمه اللہ تعالٰی یقول وجه من نقض الطهارۃ بالقهقهة او نوم الممکن مقعدہ او مس الابط فیه صنان او مس ابرص او اجذم او کافر او صلیب او غیر ذلك مما وردت فیه الاخبار الاخذ بالاحتیاط قال وجمیع النواقض متولدۃ من الاکل ولیس لنا ناقض من غیر الاکل ابدا فلولا الاکل والشرب ما اشتهینا لمس النساء ولا تکلمنا بغیبة ولا نمیمة اھ بالالتقاط[2]۔

میں نے علی الخواص کو فرماتے سنا قہقہہ سے طہارت ٹوٹ جاتی ہے ، اسی طرح وہ نیند جس میں مقعد زمین سے لگی ہو ، بغل کو کھجانا جس میں بدبو ہو ، برص والے کو یا جذامی کو یا کافر کو چھونے سے یا صلیب کو چھونے سے ، اس کے علاوہ اور دوسری اشیاء جن کے بارے میں احادیث وارد ہیں ، احتیاط کے طور پر ۔ فرمایا تمام نواقض وضو کھانے سے پیدا ہوتے ہیں ، اور کھانے کے علاوہ کسی اور چیز کے باعث ہمارے لیے کوئی چیز ناقض وضو نہیں اب اگر کھانا پینا نہ ہوتا تو ہمیں عورتوں کو چھونے کی شہوت ہی نہ ہوتی اور نہ غیبت و چغلخوری کا موقع آتا اھ ملتقطا ۔(ت)

کتاب الانوار امام یوسف اردبیلی میں ہے :

وینتقض بالکذب والشتم والغیبة والنمیمة

وضو جھوٹ ، گالی ، غیبت ، چغلخوری اور غصہ کرنے سے

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارت مصطفی البابی مصر ۱/۶۶

[2] میزان الکبری باب اسباب الحدث مصطفی البابی مصر ۱/۱۲۱

Marfat.com

والغضب ویستحب فی الکل للخلاف[1]۔

نہیں ٹوٹتا ہے، اور ان تمام مقامات پر وضو مستحب
کہ ان میں اختلاف ہے۔ ت

فتح المعین لشرح قرۃ العین للعلامۃ زین الشافعی تلمیذ ابن حجر المکی میں ہے:

یندب الوضوء من لمس یھودی ونظر لشھوۃ ولو الی محرم وتلفظ بمعصیۃ وغضب[2]۔

اور وضوء مندوب ہے جو کسی یہودی کو چھوئے اور شہو
کے ساتھ نظر کرے، اگرچہ کسی محرم کی طرف ہو، او
گناہ کی بات کہے یا غصّہ کرے۔ ت

رحمۃ الامہ فی اختلاف الائمہ میں ہے:

اتفقوا علی ان من مس فرجہ بعضو غیر یدہ لاینتقض وضوءہ واختلفوا فیمن مس ذکرہ بیدہ فقال ابوحنیفۃ لا مطلقا والشافعی ینتقض بالمس بباطن کفہ دون ظاھرہ من غیر حائل بشھوۃ اوبغیرھا والمشھور عند احمد انہ ینتقض بباطن کفہ وبظاھرہ[3]۔

اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ اپنی فرج کو ہاتھ کے عل
کسی اور عضو سے چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے
اس میں اختلاف ہے کہ اگر کوئی اپنا ذکر اپنے ہاتھ
چھوئے تو ابوحنیفہ فرماتے ہیں مطلقاً وضو نہیں ٹوٹ
اور امام شافعی فرماتے ہیں ہتھیلی میں پکڑنے سے ٹوٹ
اوپر والے حصے سے چھونے سے نہیں ٹوٹے گا خواہ شہو
بلاشہوت[3] اور احمد سے یہ مشہور ہے کہ ہتھیلی کے اندرونی حصے اور بیرونی حصے، دونوں سے ذکر کو چھونے سے وضو ٹو
جاتا ہے۔ ت

میزان میں ہے:

وجہ من نقض الطھارۃ بلمس الذکر بظھر الکف اوبالید الی المرفق ھو الاحتیاط لکون الید تطلق علی ذلک کما فی حدیث اذا افضی احدکم بیدہ الی فرجہ ولیس بینھما ستر ولا حجاب فلیتوضأ[4]۔

ذکر کو ہتھیلی کے اوپری حصے سے مس کیا جائے یا ہاتھ
وضو ٹوٹ جائے گا، یہی احتیاط ہے، کیونکہ اس
ہاتھ کا اطلاق ہوتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں
کہ جب تم میں سے کوئی اپنے ہاتھ کو فرج پر لگائے
دونوں میں کوئی حجاب نہ ہو تو اس کو وضو کرنا چاہئے۔

---

[1] کتاب الانوار
[2] قرۃ العین
[3] رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ علی الحاشیۃ المیزان الکبری باب اسباب الحدث مصطفی البابی مصر ۱/۱۳
[4] میزان الشعرانی باب اسباب الحدث مصطفی البابی مصر ۱/۱۱۹

Marfat.com

انوار ائمہ شافعیہ میں ہے:

اسباب الحدث اربعة الرابع مس فرج آدمی بالراحة اوبطن اصبع قبلا كان او دبرا ناسيا او عامدا من ذكر او انثى صغير او كبير حي او ميت من نفسه او غيره ولو مس برؤس الاصابع او بما بينها مما لا يلى بطن الكف او بحروف الكفين اومس انثييه او اليته او عجانه او عانته لم ينتقض۔

حدث کے اسباب چار ہیں، چوتھا سبب انسان کی شرمگاہ کا ہتھیلی یا انگلی کے پیٹ سے چھونا، قبل ہو یا دبر ہو، بھول کر ہو یا یاد سے، مرد کی ہو یا عورت کی، بڑا ہو یا چھوٹا ہو، زندہ ہو یا مردہ ہو، اپنی ہو یا غیر کی، اور اگر شرمگاہ کو انگلیوں کے سروں سے یا ان کے اندرونی حصوں سے جو ہتھیلی کے اندرونی حصوں سے ملے ہوئے نہ ہوں یا دونوں ہتھیلیوں کے کناروں سے چھوا، یا اس نے اپنے دونوں خصیتین کو چھوا یا دونوں سُرینوں کو چھوا یا اس نے اپنے مثانہ کو چھوا تو وضو نہ ٹوٹے گا۔(ت)

اُسی میں ہے:

الثالث لمس بشرة المرأة الكبيرة الاجنبية بلا حائل فان لمس شعرا او سنا او ظفرا او بالشعر او السن او الظفر او صغيرة لا تشتهى او محرما بنسب او رضاع او مصاهرة او كبيرة اجنبية مع حائل وان رق ولو بشهوة لم ينتقض ولو لمس امرأته او امته او ميتة او عجوزة فانية او بلا شهوة او بلا قصد انتقض واذا كانت المرأة فوق سبع سنين فلا شك فى انتقاض الوضوء بلمسها واما اذا كانت دون ست سنين فاصحابنا خرجوا على قولين المذهب انه لا ينتقض[1]

تیسرا سبب اجنبی بڑی عورت کے جسم کو بلا حائل ہاتھ لگانا، تو اگر بال، دانت، ناخن کو چھوا یا بال، دانت، ناخن سے چھوا یا اتنی چھوٹی بچی کو چھوا جس میں شہوت نہ ہو یا رضاعت، مصاہرت یا نسب کی وجہ سے محرم عورت کو چھوا، یا اجنبی بڑی عورت کو حائل کے ساتھ چھوا خواہ حائل باریک ہی ہو اور خواہ چھونا شہوت سے ہی ہو تو وضو نہ ٹوٹے گا، اور اگر اپنی بیوی، باندی، مردار، بہت بوڑھی کو چھوا، یا بلا شہوت یا بلا قصد چھوا تو وضو ٹوٹ جائے گا، اور اگر عورت سات سال سے زائد کی ہو تو اس کے چھونے سے وضو کے ٹوٹ جانے میں شک نہیں، اور اگر چھ سال سے کم ہو تو ہمارے اصحاب نے دو اقوال کی تخریج کی ہے، اور مذہب یہ ہے کہ نہیں ٹوٹے گا۔ ت

عشماویہ اور اس کی شرح جواہر زکیہ العلامۃ احمد المالکی میں ہے:

(و ینتقض الوضوء بلمس) اجنبية يلتذ بمثلها (اور وضو ٹوٹ جائے گا چھونے سے) اجنبی عورت کے

---

[1] انوار ائمہ شافعیۃ

Marfat.com

عادۃ ولو ظفرها او شعرها او فوق حائل خفیف قیل والکثیف (وان لم یقصد اللذۃ ولم یجدھا فلا وضوء علیہ)[1]

کہ اُس جیسی سے عادتاً لذت حاصل کی جا سکتی ہو خواہ اس کے ناخن کو چھوئے یا بالوں کو یا ہلکے سے حائل کے ساتھ ہو، ایک قول یہ ہے کہ اگر حائل موٹا ہو تب بھی یہی حکم ہے (اور اگر لذت کا ارادہ نہ کرے اور لذت نہ پائے تو اس پر وضو نہیں) ۔(ت)

حاشیہ علامہ سفطی میں ہے:

قولہ لمس اجنبیۃ ھذا ضعیف والمعتمد ان وجود اللذۃ بالمحرم ناقض ولا فرق بین المحرم وغیرھا الا فی القصد وحدہ بدون وجدان ففی الاجنبیۃ ناقض وفی المحرم غیر ناقض قولہ عادۃ ای عادۃ الناس لا الملتذ وحدہ فخرج بہ صغیرۃ لا تشتھی کبنت خمس وعجوز مسنۃ انقطع منھا ارب الرجال بالکلیۃ قولہ والکثیف قال الشیخ حاشیۃ ابی الحسن المعتمد ان الاقسام ثلثۃ خفیف جدا وکثیف لاجدا کالقباء وجدا کالطراحۃ فالاولان حکمھما النقض علی الراجح واما الاخیر فالنقض فی القصد دون الوجدان۔[2]

ان کا قول "اجنبیہ کو چھونے سے" یہ ضعیف ہے، اور قابلِ اعتماد چیز یہ ہے کہ محرم سے لذت کا پایا جانا ناقضِ وضو ہے اور محرم و نامحرم میں صرف مقصد وارادہ کا فرق ہے بغیر وجدان کے، تو اجنبیہ میں ناقضِ وضو ہے اور محرم میں ناقض نہیں ہے، ان کا قول "عادۃً" اس سے مراد لوگوں کی عادت ہے نہ کہ صرف لذت لینے والے کی تو اس سے غیر مشتہی صغیرہ نکل گئی جیسے پانچ سال کی بچّی، اور انتہائی درجہ کی بڑھیا، جس کو مردوں سے کوئی رغبت نہ رہی ہو۔ ان کا قول "کثیف" شیخ نے حاشیہ ابوالحسن المعتمد میں کہا ہے کہ اقسام تین ہیں، بہت خفیف، کم کثیف جیسے قبا، بہت کثیف جیسے کوئی موٹا کپڑا ہو، پہلی دو قسموں کا حکم راجح قول کے مطابق وضو کا ٹوٹنا ہے آخری قسم کا حکم قصد کی صورت میں وضو ٹوٹتا ہے وجدان میں نہیں۔(ت)

مستحب وضو اور بھی ہیں مگر یہاں وہی اکثر ذکر کیے جن کا وضو میں وقوع عادۃً بعید نہ ہو۔ ولہٰذا کفار کی وہ قسمیں بیان کرنی ہوئیں جو بغلط مدعی اسلام ہیں کہ ان میں بہتیرے نماز پڑھتے، وضو کرتے، مسجدوں میں آتے ہیں تو وضو کرتے میں ان سے بدن چھو جانا بعید نہیں۔ یُوں ہی کبھی وضو کرتے میں پانی کم ہو جاتا اور آدمی اپنی کنیز یا خادمہ یا زوجہ وغیرہا سے مانگتا اور لینے میں ہاتھ سے ہاتھ لگ جاتا ہے وغیر ذلک۔ کامل احتیاط والے کو ان مسائل پر اطلاع نہایت مناسب ہے۔ اب بے فصل نماز وغیرہ عبادات مقصودہ یا بے تبدل مجلس اعادۂ وضو کی کراہت اگر

---

[1] شرح جواہر زکیۃ

[2] حاشیہ علامہ سفطی

Marfat.com

ہوگی بھی تو وہاں کہ اعادہ کے لیے کوئی سبب خاص نہ ہو ورنہ بعد وجود سبب وہ بے وجہ نہیں کہ اسراف ہو۔ اور اگر مواضع خلاف میں نزاع عود بھی کرے کہ رعایت خلاف وہیں مستحب ہے کہ اپنے مذہب کا مکروہ نہ لازم آئے گا کما فی ردالمحتار وغیرہ تو پہلی نو دس صورتیں کہ گویا حدث معنوی ونجاست باطنی مانی گئیں اثنائے وضو میں اُن کا وقوع کیا نادر ہے اور شک نہیں کہ دربارۂ نقض ونقص وضو بعض وضو کا حکم ایک ہی ہے جس طرح وضوئے کامل پر کوئی ناقض طاری ہونے سے پورا وضو جاتا رہتا ہے اور خلال وضو میں اس کے وقوع سے جتنا وضو ہو چکا ہے اتنا ٹوٹ جاتا ہے یونہی یہ اشیا جن سے طہارت ناقص وبے نور ہو جاتی ہے جب کامل وضو پر واقع ہوں تو پورے وضو کا اعادہ مستحب ہوگا اور اثنائے وضو میں ہوں تو جتنا کرچکا ہے اُس قدر کا۔ اور بہرحال یہ وضوئے آخر یا وضو علی الوضو سے خارج نہ ہوگا کہ وضوئے اول منتقض نہ ہوا۔ اس تقریر پر نہ صرف یہی وجہ اخیر بلکہ تینوں وجہیں مندفع ہوگئیں ولله الحمد۔

صورت ثانیہ یعنی شک میں فقیر نے نہ دیکھا کہ کسی کو شک ہوا سوا ملا علی قاری کے کہ انھوں نے شک کو بکسر ساقط اللحاظ کیا اور اس کے اعتبار کو وسوسہ کی طرف منجر مانا، مرقاۃ میں فرمایا:

قلت اما قوله (ای قول الامام النسفی فی الکافی) لطمانینة القلب عند الشك ففیه ان الشك بعد التثلیث لا وجه له وان وقع بعده فلا نهایة له وهو الوسوسة ولهذا اخذ ابن المبارك بظاهره فقال لا آمن اذا زاد علی الثلث ان یاثم وقال احمد واسحق لا یزید علیها الا مبتلی ای بالجنون لمظنة انه بالزیادة یحتاط لدینه قال ابن حجر ولقد شاهدنا من الموسوسین من یغسل یده فوق المئین وهو مع ذلك یعتقد ان حدثه هو الیقین قال واما قوله (ای الامام النسفی) لانه امر بترك ما یریبه ففیه ان غسل المرة الاخری مما یریبه فینبغی ترکه الی ما لا یریبه وهو ما عینه الشارع لیتخلص عن الریبة والوسوسة[1] اھ

میں نے کہا بہرحال ان کا قول (یعنی کافی میں امام نسفی کا) شک کی صورت میں اطمینان قلب کے لیے، تو اس میں یہ کلام ہے کہ تثلیث کے بعد شک کی کوئی وجہ نہیں، اور اگر ایسا ہے تو اس کی انتہا کہیں نہ ہوگی اور یہی چیز وسوسہ ہے اور اسی لیے ابن مبارک نے اس کے ظاہر کو لیا ہے اور فرمایا ہے کہ جو تین مرتبہ سے زاید پانی استعمال کرے اس کے گنہ گار ہونے کا خطرہ ہے اور احمد واسحاق نے کہا کہ تین مرتبہ سے زاید پانی وہی استعمال کرے گا جو دیوانگی کا شکار ہو اور وہ گمان کرتا ہو کہ یہ چیز وہ اپنے دین کے لیے کر رہا ہے، ابن حجر فرماتے ہیں کہ ہم نے وسوسہ کے شکار بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ سو سو مرتبہ ہاتھ دھوتے ہیں اور پھر بھی یہی سمجھتے ہیں کہ وہ یقینی طور پر بے وضو ہیں، فرمایا بہرحال ان کا قول (یعنی امام نسفی کا) کیونکہ انہوں نے

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ المصابیح باب سنن الوضو مطبع امدادیہ ملتان ۲/۲۴

Marfat.com

شک میں ڈالنے والی چیز کے ترک کا حکم دیا ہے، اس میں یہ ہے کہ دوسری مرتبہ غسل اس چیز کے باعث ہے جو شک پیدا کرتی ہے لہذا اسکو ترک کرنا چاہئے اور شک پیدا نہ کرنے والی چیز کو اختیار کرنا چاہیے اور یہ وُہ چیز ہے جس کو شارع نے معین کیا ہے تاکہ شک اور وسوسہ سے بچا جاسکے۔ ت

اقول اولاً شک کے لیے منشا صحیح ہوتا ہے مثل سہو وغفلت بخلاف وسوسہ۔ اول بلاشبہ شرعاً معتبر اور فقہ میں صدہا مسائل اُس پر متفرع۔ اگر اُسے ساقط اللحاظ کریں تو شک کا باب ہی مرتفع ہوجائے گا اور ایک جمِ غفیر مسائل واحکام سے جن پر اطباق واتفاق ائمہ ہے انکار کرنا ہوگا۔

ثانیاً حدیث دع ما یریبك الی ما لا یریبك کا صریح ارشاد طرح مشکوک واخذ متیقن ہے کہ مشکوک میں ریب ہے اور متیقن بلا ریبت کہ شک کا کچھ لحاظ نہ کرو اور امر مشکوک ہی پر قانع رہ کر یہ مالا یریبك نہ ہوا بلکہ یریبك۔

ثالثاً صحیح مسلم شریف میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا شك احدکم فی صلاتہ فلا یدرکم صلی ثلثا او اربعا فلیطرح الشك ولیبن علی ما استیقن ثم یسجد سجدتین قبل ان یسلم فان کان یصلی خمسا شفعن لہ صلاتہ وان کان صلی تماما لاربع کانتا ترغیما للشیطٰن[1]۔

جب تم میں کسی کو اپنی نماز میں شک پڑے یہ نہ جانے کہ تین رکعتیں پڑھیں یا چار تو جتنی بات مشکوک ہے اُسے چھوڑ دے اور جس قدر پر یقین ہے اس پر بنائے کار رکھے (یعنی صورت مذکورہ میں تین ہی رکعتیں سمجھے کہ اس قدر پر یقین ہے اور چوتھی میں شک ہے تو چار نہ سمجھے لہذا ایک رکعت اور پڑھ کر) سلام سے پہلے سجدہ سہو کرلے اب اگر واقع میں اس کی پانچ رکعتیں ہوئیں تو یہ دونوں سجدے (گویا ایک رکعت کے قائم مقام ہوکر) اس کی نماز کا دوگانہ پُورا کردیں گے (ایک رکعت اکیلی نہ رہے گی جو شرعاً باطل ہے بلکہ ان سجدوں سے مل کر ایک نفل دوگانہ جُدا گانہ ہوجائے گا) اور اگر واقع میں چار ہی ہوئیں تو یہ دونوں سجدے شیطان کی ذلت وخواری ہوں گے (کہ اُس نے شک ڈال کر نماز باطل کرنی چاہی تھی اُس کی نہ چلی اور مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سے نماز پوری کی پوری رہی)

یہ اس مطلب کا خاص جزئیہ خود حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشادِ مقدس سے ہے۔

رابعاً مسند احمد میں سیدنا عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] صحیح مسلم فصل من شک فی صلوٰۃ فلم یدرکم صلی اون پریس راولپنڈی ۱/۲۱۱

Marfat.com

من صلے صلاۃ یشك فی النقصان فلیصل حتی یشك فی الزیادۃ[1] ۔ جسے نماز میں کامل وناقص کا شک ہو وہ اتنی پڑھے کہ کامل زاید میں شک ہوجائے ۔

مثلاً تین اور چار میں شبہہ تھا تو یہ تمامی ونقصان میں شک ہے اسے حکم ہے کہ ایک رکعت اور پڑھے اب چار اور پانچ میں شبہہ ہوجائے گا کہ تمامی وزیادت میں شک ہے ۔ یہ حدیث سے تو اس مطلب کی دوسری تصریح ہے ہی مگر دکھانا یہ ہے کہ اس کی شرح میں خود ملا علی فرماتے ہیں :

لیبن علی الاقل المتیقن فان زیادۃ الطاعۃ خیر من نقصانہا[2] ۔ یعنی کم پر بنا رکھے جتنی یقیناً ادا کی ہیں کہ اگر واقع میں کامل ہوچکی تھیں اور ایک رکعت بڑھ گئی تو یہ اس سے بہتر ہے کہ ایک رکعت کم رہ جائے طاعت کی افزونی اس کی کمی سے افضل ہے ۔

معلوم نہیں یہ حکم وضو میں کیوں نہ جاری فرمایا حالانکہ اس کی بیشی نماز میں رکعت بڑھا دینے کے برابر نہیں ہوسکتی ۔

خامساً وہ جو فرمایا تثلیث کے بعد شک کی کوئی وجہ نہیں اس سے مراد علم الٰہی میں تثلیث ہولینا ہے یا علم متوضی میں ۔ بر تقدیر ثانی بیشک شک کی کوئی وجہ نہیں مگر وہ ہرگز مراد نہیں کہ کلام شک میں ہے نہ علم میں ۔ اور بر تقدیر اول علم الٰہی شک عبد کا کیا منافی ۔ بندہ اس پر مکلف ہے جو اس کے علم میں ہے نہ اس پر جو علم الٰہی میں ہے جس کے علم کی طرف اسے کوئی سبیل نہیں ۔

سادساً معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غسل میں سرِ انور پر تین بار پانی ڈالتے اور اسی کا حکم مردوں عورتوں سب کو فرمایا خاص عورتوں کے باب میں بھی یہی حکم بالتصریح ارشاد ہوا ۔ صحیح مسلم وسنن اربعہ میں ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے میں نے عرض کی : یا رسول اللہ ! میں سر گندھواتی ہوں کیا نہاتے میں کھول دیا کروں ؟ فرمایا :

انما یکفیك ان تحثی علی رأسك ثلث حثیات[3] ۔ سر پر تین لپ پانی ڈال لیا کرو یہی کافی ہے ۔

آخر امر چہارم میں حدیث ابی داؤد ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے گزری کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا :

---

[1] مسند احمد بن حنبل بیروت ۱/۱۹۵
[2] مرقاۃ شرح مشکوۃ المصابیح باب السہو مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/۲۴
[3] ترمذی باب ہل تنقض المراۃ شعرہا عند الغسل مطبع رشیدیہ دہلی ۱/۱۶

Marfat.com

اما المراۃ فلا علیہا ان لا تنقضہ لتغرف علی راسہا ثلث غرفات بکفیہا[1]۔ عورت کو کچھ ضرور نہیں کہ اپنا گندھا سر کھولے، بس تین لپ پانی ڈال لے۔

اُم المومنین عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے طریقۂ غسل میں روایت فرماتی ہیں،

ثم یصب علی راسہ ثلث غرفات بیدیہ[2]۔ پھر سر مبارک پر تین لپ ڈالتے تھے دونوں ہاتھ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

اور خود اپنا فرماتی ہیں،

لقد کنت اغتسل انا و رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اناء واحد وما ازید علی ان افرغ علی راسی ثلث افراغات[3]۔ رواہ احمد و مسلم۔ میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک برتن سے نہایا کرتے اور میں اپنے سر پر تین ہی بار پانی ڈالتی یعنی جعد مبارک نہ کھولتیں۔ رواہ احمد و مسلم

باینہمہ یہی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں،

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتوضأ وضوءہ للصلٰوۃ ثم یفیض علی راسہ ثلث مرار ونحن نفیض علی رؤسنا خمسا من اجل الضفر[4]۔ رواہ ابوداؤد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز کا سا وضو کر کے سر اقدس پر تین بار پانی بہاتے تھے اور ہم بیبیاں سر گندھے ہونے کی وجہ سے اپنے سروں پر پانچ بار پانی بہاتی ہیں۔

اب کون کہہ سکتا ہے کہ معاذ اللہ امہات المومنین کا یہ فعل وسوسہ تھا حاشا بلکہ وہی اطمینان قلب جسے علماء کرام یہاں فرما رہے ہیں۔

سابعاً وھو الحل صورتیں تین ہیں:

ایک یہ کہ متوضی جانتا ہے کہ میں نے تین بار دھو لیا ہر بار بالاستیعاب پھر اُس کا دل مطمئن نہ ہو اور چوتھی بار اور بہانا چاہے۔

---

[1] سنن ابی داؤد باب المراۃ ہل تنقض شعرھا عند الغسل مجتبائی لاہور ۱/۳۴

[2] ایضاً

[3] صحیح مسلم باب حکم ضفائر المغتسلۃ اصح المطابع کراچی ۱/۱۵۰

[4] سنن ابی داؤد باب فی الغسل من الجنابۃ مجتبائی لاہور ۱/۳۴

Marfat.com

دوم یاد نہیں کہ تین بار پانی ڈالا یا دو بار۔

سوم تثلیث تو معلوم ہے مگر ہر بار استیعاب میں شک ہے۔

ملا علی صورت اولٰی سمجھے ہیں جب تو فرماتے ہیں کہ تین پورے ہونے کے بعد شک کے کیا معنے۔ اپنا شک چھوڑ دے اور جو عدد شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مقرر فرمایا اُس پر قانع رہے۔ اس صورت پر اُن کا انکار بیشک صحیح ہے مگر یہ ہرگز مرادِ علماء نہیں اُن کا کلام صورت شک میں ہے اور یہ صورت صورت علم ہے اور وسوسہ مردود ونامعتبر ہے۔ شک کی صورت دو صورت اخیر ہیں وہی مرادِ ائمہ ہیں اور ان پر قاری کا کوئی اعتراض وارد نہیں ان میں طمانینت قلب ضرور مطلوبِ شرع ہے جن میں سے امہات المومنین کا پانچ بار پانی ڈالنا صورت اخیرہ ہے وباللہ التوفیق۔

بالجملہ جس مسئلہ پر ہمارے علماء کے کلمات متظافر ہوں اپنے فہم سے اُس پر اعتراض آسان نہیں معترضین ہی کی لغزش نظر ثابت ہوتی ہے اگرچہ غنیہ وبحر وقاری جیسے ماہرین ہوں والحمد للہ رب العٰلمین۔

تنبیہ الحمد للہ کلام اپنے منتہٰی کو پہنچا اور اسراف کے معنے وصور نے بھی بروجہ کامل انکشاف پایا اب بتوفیق اللہ تعالٰی تحقیق حکم کی طرف باگ پھیریں۔

اقول انصافاً چاروں قول میں کوئی ایسا نہیں ہے جسے مطروح وناقابل التفات سمجھے۔ **قول سوم** کی عظمت تو محتاج بیان نہیں بدائع وفتح وخلاصہ کی وقعت درکنار خود ظاہر الروایۃ میں محرر المذہب کا نص ہے **قول دوم** کے ساتھ حلیہ وبحر کا اوجہ کہنا ہے کہ الفاظ فتوٰی سے ہے اور امام ابوزکریا نووی کے استظہار پر نظر کیجئے تو گویا اُسی پر اجماع کا پتا چلتا ہے کہ اُنھوں نے اسراف سے نہی پر اجماعِ علماء نقل فرما کر نہی سے کراہت تنزیہ مراد ہونے کو اظہر بتایا **قول چہارم** جسے علامہ شامی نے خارج از مذہب گمان فرمایا تھا اُس کی تحقیق سُن چکے اور یہ کہ وہی مختار درمختار ونہر الفائق ومفاد ملتقی وجواہر الفتاوی وتبیین الحقائق ہے نیز زبدہ وتحفہ سے مستفاد کہ ان میں بھی کراہت مطلق ہے جامع الرموز میں ہے:

تکرہ الزیادۃ علی الثلث کما فی الزبدۃ[1]۔ تین مرتبہ سے زیادہ مکروہ ہے جیسا کہ زبدہ میں ہے(ت)

ط علی المراقی میں ہے:

فی فتاوی الحجۃ یکرہ صب الماء فی الوضوء زیادۃ علی العدد المسنون والقدر المعہود لما — فتاوی الحجہ میں ہے وضو میں مسنون تعداد سے زاید مرتبہ پانی ڈالنا مکروہ ہے، کیونکہ حدیث ہے میری امت کے

---

[1] جامع الرموز کتاب الطہارۃ تثلیث الغسل گنبد ایران ۱/۳۵

Marfat.com

وردفی الخبرشرار امتی الذین یسرفون فی صب الماء[1]
بدترین لوگ وہ ہیں جو پانی کے استعمال میں اسراف کرتے ہیں۔ ت

بلکہ علامہ طحطاوی نے اُس پر اتفاق بتایا قولِ دُر الاسراف فی الماء الجاری جائز لانہ غیر مضیع (ماءِ جاری میں اسراف پانی ضائع کئے بغیر جائز ہے۔ ت) پر لکھتے ہیں:

ای لانہ یعود الیہ ثانیا فلواخرج الماء خارجہ یکرہ اتفاقا[2] اھ ومن الظاھر ان ھذہ الکراھۃ مذکورۃ فی مقابلۃ الجائز فتکون تحریمیۃ۔
کیونکہ وہ اس میں دوبارہ واپس چلا جائے گا تو اگر اس سے پانی کو نکال لیا جائے تو یہ اتفاقاً مکروہ ہے اھ اور ظاہر ہے کہ یہ کراہت جائز کے مقابلہ میں ہے تو تحریمی ہوگی۔ ت

اور ہماری تقریرات سابقہ سے اس کے دلائل کی قوت ظاہر ہاں **قول اول** بعض شافعیہ سے منقول تھا مگر علامہ محقق ابراہیم حلبی نے کتب مذہب سے غنیہ میں اُس پر جزم فرمایا کما سمعت پھر علامہ ابراہیم حلبی و علامہ سید احمد مصری نے حواشی دُر میں اُسی پر اعتماد کیا اور اُس کے خلاف کو ضعیف بتایا درمختار میں قول مذکور جواہر نقل فرمایا:

الاسراف فی الماء الجاری جائز[3]۔
بہتے پانی میں اسراف جائز ہے۔ ت

علامہ طحطاوی اُس پر فرماتے ہیں:

ضعیف بل ھو مکروہ سواء کان فی وسط الماء اوفی ضفتہ حیث کان لغیر حاجۃ[4] اھ
یہ ضعیف ہے بلکہ یہ فعل مکروہ ہے خواہ پانی کے درمیان ہو یا کنارہ پر ہو، بشرطیکہ بلاحاجت ہو اھ۔ ت

حلبی نیز دونوں حاشیوں میں ہے:

من المعلوم ان الاسراف مکروہ تحریما لا تنزیھا[5]۔
یہ معلوم ہے کہ اسراف مکروہ تحریمی ہے مکروہ تنزیہی نہیں۔ ت

---

[1] طحطاوی علی مراقی الفلاح فصل مکروہات الوضو الازہریہ مصر ص ۴۷
[2] طحطاوی علی الدر المختار کتاب الطہارت بیروت ۱/۷۲
[3] درمختار کتاب الطہارت مجتبائی دہلی ۱/۲۲
[4] طحطاوی علی الدر کتاب الطہارت بیروت ۱/۷۲
[5] طحطاوی علی الدر سنن الوضوء بیروت ۱/۷۲

Marfat.com

بلکہ شرح شرعۃ الاسلام[2] میں ہے ، ھو حرام و ان کان فی شط النھر[1] (اسراف حرام ہے اگرچہ نہر کے کنارے پر ہو۔ ت) اور اُس کے ساتھ نص حدیث ہے۔

حدیث اول امام احمد و ابن ماجہ و ابو یعلٰی اور بیہقی شعب الایمان میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی :

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مر بسعد وھو یتوضأ فقال ما ھذا السرف فقال افی الوضوء اسراف قال نعم وان کنت علی نھر جار[2]۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ پر گزرے وُہ وضو کر رہے تھے ارشاد فرمایا : یہ اسراف کیسا ؟ عرض کی : کیا وضو میں اسراف ہے ؟ فرمایا : ہاں اگرچہ تم نہر رواں پر ہو۔ ت

اقول اتمام تقریب یہ کہ حدیث نے نہر جاری میں بھی اسراف ثابت فرمایا اور اسراف شرع میں مذموم ہی ہو کر آیا ہے۔ آیہ کریمہ لا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین[3] (اسراف نہ کرو اللہ مسرفین کو محبوب نہیں رکھتا۔ ت) مطلق ہے تو یہ اسراف بھی مذموم و ممنوع ہی ہوگا بلکہ خود اسراف فی الوضوء میں بھی صیغہ نہی وارد اور نہی حقیقۃً مفید تحریم۔

حدیث ۲ سنن ابن ماجہ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے :

رای رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رجلا یتوضأ فقال لا تسرف لا تسرف[4]۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک شخص کو وضو کرتے دیکھا فرمایا اسراف نہ کر اسراف نہ کر۔ ت

حدیث ۳ سعید بن منصور سنن اور حاکم کُنٰی اور ابن عساکر تاریخ میں ابن شہاب زہری سے مرسلا راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو وضو کرتے دیکھا فرمایا یا عبد اللہ لا تسرف[5] (اللہ کے بندے اسراف نہ کر۔ ت) انھوں نے عرض کی : یا نبی اللہ و فی الوضوء اسراف قال نعم (زاد الاخیران) وفی کل شیئ اسراف[6] یا رسول اللہ ! کیا وضو میں بھی اسراف ہے ؟ فرمایا ہاں اور ہر شے میں اسراف کو

---

[1] شرعۃ الاسلام

[2] مشکوٰۃ المصابیح سنن الوضوء مجتبائی دہلی ص ۴۷

[3] القرآن ۶/ ۱۴۱

[4] سنن ابن ماجہ ماجاء فی القصد فی الوضوء مجتبائی دہلی ص ۳۴

[5] طحطاوی علی الدر سنن الوضوء بیروت ۱/ ۷۶

[6] کنز العمال محظورات الوضوء بیروت ۹/ ۳۲۵

Marfat.com

دخل ہے۔

حدیث ۴ مرسل یحییٰ بن ابی عمرو کہ بیان معانی اسراف میں گزری فی الوضوء اسراف وفی کل شیئ اسراف[1] وضو میں اسراف ہے اور ہر شے میں اسراف ہے۔

حدیث ۵ ترمذی وابن ماجہ وحاکم حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ان للوضوء شیطانا یقال لہ الولہان فاتقوا وسواس الماء[2] — بے شک وضو کے لیے ایک شیطان ہے جس کا نام وُلہان ہے تو پانی کے وسواس سے بچو۔

حدیث ۶ مسند احمد وسنن ابی داؤد وابن ماجہ وصحیح ابن حبان ومستدرک حاکم میں عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

انہ سیکون فی ھذہ الامۃ قوم یعتدون فی الطھور والدعاء[3] — بیشک عنقریب اس اُمت میں وہ لوگ ہوں گے کہ طہارت ودعا میں حد سے بڑھیں گے۔

اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ[4] — جو اللہ تعالٰی کی باندھی حدوں سے بڑھے بیشک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔

حدیث ۷ ابونعیم حلیہ میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی،

لاخیر فی صب الماء الکثیر فی الوضوء وانہ من الشیطان[5] — وضو میں بہت سا پانی بھپکانے میں کچھ خیر نہیں اور وہ شیطان کی طرف سے ہے۔

نفی خیر اپنے معنی لغوی پر اگرچہ مباح سے بھی ممکن کہ جب طرفین برابر ہیں تو کسی میں نہ خیر نہ شر، لہذا علامہ عمر نے نہر الفائق میں مسئلہ کراہت کلام بعد طلوع فجر تا طلوع شمس وبعد نماز عشا میں فرمایا:

المراد مالیس بخیر وانما یتحقق فی کلام ھو عبادۃ اذ المباح لاخیر فیہ کمالا اثم فیہ فیکرہ — مراد یہ ہے کہ جو خیر نہ ہو اور یہ اُس کلام میں متحقق ہوگا جو عبادت ہو کہ مباح میں کوئی خیر نہیں جیسے کہ کوئی

---

[1] کنز العمال محظورات الوضوء مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۹/۳۲۵
[2] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی القصد الخ مجتبائی لاہور ص ۳۴
[3] سنن ابوداؤد باب الاسراف فی الوضوء مجتبائی لاہور ۱/۱۳
[4] القرآن ۶۵/۱ [5] کنز العمال محظورات الوضوء بیروت ۹/۳۲۶

Marfat.com

فی ھذہ الاوقات کلہا نقلہ السید ابو السعود فی فتح اللہ المعین۔
گناہ نہیں تو ان تمام اوقات میں مکروہ ہوگا جیسا کہ سید ابو السعود نے فتح اللہ المعین میں نقل فرمایا۔ ت

اقول مگر نظرِ دقیق لیس بخیر اور لاخیرفیہ میں فرق کرتی ہے مباح ضرور نہ خیر نہ شر مگر اُس کے فعل پر مواخذہ نہیں اور مواخذہ نہ ہونا خود خیر کثیر و نفع عظیم ہے تو لاخیرفیہ وہیں اطلاق ہوگا جہاں شر حاصل ہے

فاصاب رحمہ اللہ تعالٰی فی قولہ المراد مالیس بخیر وتسامح فی قولہ لاخیرفیہ فحق العبارۃ المباح لیس بخیر کما انہ لیس بشر۔
علامہ صاحب النہر اپنے قول المراد مالیس بخیر میں اصابت رائے کو پہنچے اور اپنے قول لاخیرفیہ میں لغزش سے نہ بچ سکے مناسب عبارت یہ ہے المباح لیس بخیر کما انہ لیس بشر (ت)

ولہذا جبکہ ہدایہ میں فرمایا: لاخیر فی السلم فی اللحم[۲] (گوشت میں بیع سلم بہتر نہیں۔ ت) محقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا: ھذہ العبارۃ تاکید فی نفی الجواز[۳] (نفی جواز کی اس عبارت میں تاکید ہے۔ ت)

اقول رب عزوجل فرماتا ہے:

لاخیرفی کثیر من نجوٰھم الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس[۴]
ان کی سرگوشیوں میں سے اکثر میں کوئی خیر نہیں سوائے اُس کے کہ جو بھلائی کا حکم دے یا نیکی کا یا لوگوں کے درمیان اصلاح کا۔ ت

ہر معروف کو استثنا فرمالیا اور ہر طاعت معروف ہے تو باقی نہ رہے مگر مباح یا معاصی تو اگر لاخیرفیہ مباح کو بھی شامل ہوتا فی کثیر نہ فرماتے بلکہ فی شی من نجوٰھم لاجرم وہ معصیت کے ساتھ خاص ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

حدیث ۸ حدیث صحیح جس کی طرف بارہا اشارہ گزرا احمد و سعید و منصور و ابن ابی شیبہ و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ و طحاوی عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی ایک اعرابی نے خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر وضو کو پوچھا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں وضو کر کے دکھایا جس میں ہر عضو تین تین بار دھویا پھر فرمایا:

ھکذا الوضوء فمن زاد علی ھذا اونقص فقد اساء وظلم اوظلم واساء[۵] ھذا لفظ د وقد اوردہ مطولا
اس طرح ہے وضو تو جو اس سے زائد کرے یا کم کرے تو اس نے برا کیا اور ظلم کیا یا ظلم کیا اور برا کیا اس کو

[۱] فتح اللہ المعین قبیل الاذان ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۷
[۲] الھدایۃ مع الفتح باب السلم نوریہ رضویہ سکھر ۶/۲۱۵
[۳] فتح القدیر باب فی السلم نوریہ رضویہ سکھر ۶/۲۱۵ [۴] القرآن ۴/۱۱۴
[۵] سنن ابی داؤد باب الوضوء ثلثا مجتبائی لاہور ۱/۱۸

Marfat.com

مع ذکر صفۃ الوضوء ومثلہ لفظ الامام الطحاوی ومقتصرا علی قولہ اساء وظلم من دون شك ولفظ س[1] و ق فمن زاد علی ھذا فقد اساء وتعدی وظلم[2] ولفظ سعید وابی بکر فمن زاد او نقص فقد تعدی وظلم[3]۔

پوری طوالت سے ذکر کیا، نیز وضو کی کیفیت بیان کی اسی کی مثل طحاوی نے بیان کیا انہوں نے اساء وظلم پر اکتفا کیا بغیر شک کے ذکر کے، اور س و ق کے الفاظ یہ ہیں تو جس نے زیادہ کیا تو اس نے بُرا کیا، حد سے تجاوز کیا اور ظلم کیا اور سعید و ابوبکر کے لفظ یہ ہیں کہ جس نے زیادہ کیا یا کم کیا تو اس نے حد سے تجاوز کیا اور ظلم کیا۔ ت

وضو اس طرح ہے جس نے اس پر بڑھایا یا گھٹایا اُس نے بُرا کیا اور حد سے بڑھا اور ظلم کیا۔ یہ تمام احادیث مطلق ہیں اور مذہب اول وچہارم کی مؤید بالجملہ ان میں کوئی مذہب مطرود ومطروح نہیں لہذا راہ یہ ہے کہ بتوفیقِ الٰہی جانبِ توفیق چلیے۔

فاقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق (تحقیق کی انتہا تک پہنچنا اللہ کی توفیق سے ہے۔ ت) تقدیر شرعی سے زیادہ پانی ڈالنا سہواً ہوگا یا بحالِ شک یا دیدہ و دانستہ۔

اول یہ کہ تین بار استیعاباً دھولیا اور یاد رہا کہ دو ہی بار دھویا ہے۔

اور دوم یہ کہ مثلاً دو یا تین میں شبہ ہوگیا، یہ دونوں صورتیں یقیناً ممانعت سے خارج ہیں۔

لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رفع عن امتی الخطأ والنسیان[4] وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دع ما یریبک[5]۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ میری اُمت کو خطاء اور بھول معاف ہے۔ اور فرمایا: مشکوک کو چھوڑ دے۔ ت

اور دیدہ و دانستہ کسی غرض صحیح وجائز کے لیے ہوگا یا غرض وفاسد وممنوع کے لیے یا محض بلاوجہ برتقدیر اول کسی طرح اسراف نہیں ہوسکتا نہ اُس سے منع کی کوئی وجہ عام ازینکہ وہ غرض غرض مطلوب شرعی ہو جیسے منہ سے ازالۂ بدبو یا پان چھالیہ کے ریزوں کا اخراج یا حسب بیانات سابقہ وضو علی الوضو کی نیت یا غرض صحیح جسمانی جیسے میل کا ازالہ

---

[1] شرح معانی الآثار　فرض الرجلین وضوء الصلوٰۃ　سعید کمپنی کراچی　۱/۳۲

[2] سنن ابن ماجۃ　ما جاء فی القصد فی الوضوء　"　ص ۳۶

[3] مصنف ابن ابی شیبۃ　فی الوضوء کم ھو مرۃ　ادارۃ القرآن کراچی　۱/۹

[4] جامع الصغیر مع فیض القدیر　بیروت　۴/۳۴

[5] مسند احمد بن حنبل　بیروت　۳/۱۵۳

Marfat.com

شدت گرما میں تحصیل برودت تو آب نہ رہیں مگر دو صورتیں اور یہی ان اقوالِ اربعہ میں زیر بحث ہیں تحقیق معنی اسراف میں ہمارا بیان یاد کیجئے یہ وہی دو قطب ہیں جن پر اُس کا فلک دورہ کرتا ہے اور یہ بھی اُسی تقریر پر نظر ڈالے سے واضح ہوگا کہ ان صورتوں میں کی اول یعنی غرض فاسد و ناروا کے لیے تقدیر شرعی پر زیادت مطلقاً ممنوع و ناجائز ہے اگرچہ پانی اصلاً ضائع نہ ہو۔

قول اول کا یہی محل ہے اور ضرور حق صریح بلکہ مجمع علیہ ہے اور اسی پر حمل کے لیے ہمارے علما نے حدیث ہشتم کو صورت فساد اعتقاد پر محمول فرمایا یعنی جبکہ جانے کہ تقدیر شرعی سے زیادہ ہی میں سنّت حاصل ہوگی ظاہر ہے کہ اس نیت فاسدہ سے نہر نہیں سمندر میں ایک چُلّو بلکہ ایک بوند زیادہ ڈالنا اسراف و گناہ و ناجائز ہوگا کہ اصل گناہ اُس نیت میں ہے گناہ کی نیت سے جو کچھ کرے گا سب گناہ ہوگا۔ رہی صورت اخیرہ کہ محض بلاوجہ زیادت ہو اوپر واضح ہولیا کہ یہاں تحقق اسراف وحصول ممانعت اضاعت پر موقوف ہے تو اس صورت میں دیکھنا ہوگا کہ پانی ضائع ہُوا یا نہیں، اگر ہوا مثلاً زمین پر بہ گیا اور کسی مصرف میں کام نہ آیا تو ضرور اسراف و ناروا ہے اور یہی محل **قول چہارم** ہے اور یقیناً صواب وصحیح بلکہ متفق علیہ ہے کون کہے گا کہ بیکار پانی ضائع کرنا جائز و روا ہے۔ باقی رہی ایک شکل کہ زیادت ہو تو بلاوجہ مگر پانی ضائع نہ ہو۔ مثلاً بلاوجہ چوتھی بار پانی اس طرح ڈالے کہ نہر میں گرے یا کسی پیڑ کے تھالے میں جسے پانی کی حاجت ہے یا کسی برتن میں جس کا پانی اسپ وگاؤ وغیرہ جانوروں کو پلایا جائے گا یا گارا بنانے کے لیے تغار میں پڑے گا یا زمین ہی پر گرا مگر موسم گرما ہے چھڑکاؤ کی حاجت ہے یا ہوا سے ریتا اڑتا ہے اس کے دبانے کی ضرورت ہے اور انھیں کے مثل اور اغراض صحیحہ جن کے سبب پانی ضائع نہ جائے۔ یہ غرضیں اگرچہ صحیح و روا ہیں، جن کی سبب اضاعت نہ ہوگی مگر اعضا پر یہ پانی مثلاً چوتھی بار ڈالنا محض بے وجہ ہی رہا کہ یہ غرضیں تو برتن میں ڈالنا یا زمین پر بہانا چاہتی ہیں عضو پر ڈال کر گرانے کو ان میں کیا دخل تھا لاجرم وہ عبث محض رہا مگر پانی ضائع نہ گیا تو اسراف کی کوئی صورت متحقق نہ ہُوئی اور اس کے ممنوع و ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں یہی **قول دوم وسوم** کا محل ہے اور قطعاً مقبول و بے خلل ہے بلکہ اتفاق و اطباق کا محل ہے۔ اب نہ باقی رہی مگر ان دونوں قولوں پر نظر وہ ایک مقدمہ کی تقدیم چاہتی ہے۔

فاقول وباللہ التوفیق **فائدہ** تحقیق معنی[1] وحکم عبث میں تتبع کلمات علما سے اس کی تعریف وجوہ عدیدہ پر ملے گی۔

(۱) جس فعل میں غرض غیر صحیح ہو وہ عبث ہے اور اصلاً غرض نہ ہو تو سفہ۔ یہ تفسیر امام بدرالدین کردری کی ہے امام نسفی نے مستصفی پھر علامہ حلبی نے غنیہ میں اسی طرح اُن سے نقل فرما کر اس پر اعتماد کیا اور محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر اور علامہ طرابلسی نے برہان شرح مواہب الرحمن اور دیگر شراح نے شروح ہدایہ وغیرہا میں اسی کو اختیار

Marfat.com

فرمایا غنیہ حلبیہ میں ہے:

فی المستصفی قال الامام بدرالدین یعنی الکردری العبث الفعل الذی فیہ غرض غیر صحیح والسفہ مالا غرض فیہ اصلاً[1]

مستصفیٰ میں ہے کہ امام بدرالدین یعنی کردری فر ہیں عبث وہ فعل ہے جس میں کوئی صحیح غرض نہ ہو او سفہ وہ ہے جس میں سرے سے کوئی غرض ہی نہ ہو۔ ت

غنیہ شرنبلالیہ میں ہے:

فی البرھان ھو فعل لغرض غیر صحیح[2]

عبث اس فعل کو کہتے ہیں جو غرض غیر صحیح کے لیے ہو

فتح میں ہے:

العبث الفعل لغرض غیر صحیح[3]

عبث غیر صحیح غرض کے لیے کام کو کہتے ہیں۔ ت

(۲) جس میں غرض غیر شرعی ہو۔

اقول یہ اول سے اعم ہے کہ ہر غرض غیر صحیح غیر شرعی ہے اور ضرور نہیں کہ ہر غرض غیر شرعی غیر صحیح ہو جیسے ٹھنڈک کے لیے زیادہ پانی ڈالنا کہ غرض صحیح ہے مگر شرعی نہیں۔ علامہ اکمل اور ان کی تبعیت سے حلیہ و بحر نے امام بدرالدین سے اسی طرح نقل کیا عنایہ میں ہے:

قال بدرالدین الکردری العبث الفعل الذی فیہ غرض لکنہ لیس بشرعی والسفہ مالا غرض فیہ اصلاً[4]۔

بدرالدین کردری فرماتے ہیں عبث اس فعل کو کہتے ہیں جس میں غرض تو ہو مگر یہ غرض شرعی نہ ہو اور سفہ اس کو کہتے ہیں جس میں سرے سے کوئی غرض ہی نہ ہو۔ ت

(۳) جس میں غرض صحیح نہ ہو۔

اقول یہ ان دونوں سے اعم ہے کہ اصلاً عدم غرض کو بھی شامل اور ثانی سے اخص بھی کہ غرض غیر شرعی صحیح کو بھی شامل یہ تفسیر امام حمیدالدین کی ہے عنایہ میں بعد عبارت مذکورہ ہے: وقال حمیدالدین العبث کل عمل لیس فیہ غرض صحیح[5] (حمیدالدین نے کہا جس چیز کی کوئی غرض صحیح نہ ہو اس کو عبث کہتے ہیں۔ ت)

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی کراہیۃ الصلوۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۴۹

[2] حاشیہ علی الدرر لمولی خسرو مکروہات الصلوۃ مطبع کاملیہ بیروت ۱/ ۱۰۷

[3] فتح القدیر فصل یکرہ للمصلی ان یعبث بثوبہ اوبجسدہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۵۶

[4] عنایہ مع فتح القدیر " " " " "

[5] ایضاً

Marfat.com

مفردات راغب میں ہے: یقال لما لیس له غرض صحیح[1] عبث۔ (جسکی غرض صحیح نہ ہو وہ عبث ہے۔ت)

تفسیر رغائب الفرقان میں ہے:
ھو الفعل الذی لا غایة له صحیحة[2] عبث وہ فعل ہے جس کی کوئی غایت صحیحہ نہ ہو۔(ت)

(۴) غرض شرعی نہ ہو۔

اقول یہ اول ثانی ثالث سب سے اعم مطلقاً ہے کہ انتفائے غرض صحیح انتفائے غرض شرعی کو مستلزم ہے اور عکس نہیں اور انتفائے غرض شرعی انتفائے مطلق غرض سے کبھی حاصل امام نسفی اپنی وافی کی شرح کافی میں فرماتے ہیں: العبث مالا غرض فیه شرعا فانما کرہ لانه غیر مفید[3] (عبث بلاضرورت شرعی مکروہ ہے اس لیے کہ یہ بے فائدہ ہے۔ت)

(۵) جس میں فاعل کے لیے کوئی غرض صحیح نہ ہو۔

اقول یہ ۱ و ۳ سے اعم مطلقاً ہے[ع] کہ ممکن کہ فعل غرض صحیح رکھتا ہو اور فاعل بے غرض یا غرض غیر صحیح کے لیے کرے اور ۲ و ۴ سے اعم من وجہ کہ غرض فاسد میں تینوں صادق اور غرض صحیح غیر شرعی مقصود فاعل ہے تو وہ دو صادق خامس منتفی اور غرض شرعی میں مقصود فاعل ہے تو بالعکس۔ تعریفات السید میں ہے: وقیل مالیس فیه غرض صحیح لفاعله[4] اھ (جس میں فاعل کے لیے غرض صحیح نہ ہو اھ۔ت)

اقول اشار الی ضعفه وسیاتیک ان شاء اللہ تعالٰی انه الحق۔ اس کے ضعف کی طرف اشارہ ہے اس کی حقیقت ان شاء اللہ تعالٰی آئے گی۔ت

(۶) بے فائدہ کام۔ بحرالرائق میں نہایہ امام سغناقی سے ہے: مالیس بمفید فھو العبث[5] (غیر مفید عبث ہے۔ت) امام سیوطی کی درمنثور میں ہے: عبثا ای لا لمنفعة[6] (عبث غیر نافع۔ت) مراقی الفلاح میں ہے: العبث عمل لافائدۃ فیه ولاحکمة تقتضیه[7] (عبث عمل غیر مفید وحکمت کا کرنا۔ت) جلالین میں ہے: عبثا لا لحکمة[8] (عبث غیر حکمت۔ت) غنیہ میں ہے: الفرقعة فعل لافائدۃ فیه فکان کالعبث[9]

[1] المفردات امام راغب باب العین اصح المطابع کراچی ص ۳۲۲
[2] رغائب القرآن افحسبتم انما خلقنکم عبثا مصطفی البابی مصر ۱۸/۳۲
[3] کافی
[4] التعریفات، باب العین، مطبوعہ خیریہ مصر، ص ۶۳
[5] بحرالرائق، باب ما یفسد الصلوٰۃ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۹
[6] درمنثور للسیوطی
[7] طحطاوی علی المراقی فصل فی المکروہات الامیریہ بولاق مصر ص ۱۹۰
[8] تفسیر جلالین افحسبتم انما خلقنکم سراج الدین کشمیری بازار لاہور ص ۲۹۳
[9] غنیۃ المستملی کراہیۃ الصلوٰۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۴۹

[ع] اور اگر قصد غلطاً بھی ملحوظ کریں کہ جس فعل کی غرض فاسد ہے یہ تھا تو اس نے غرض صحیح کا قصد کیا تو ان دو سے بھی عام من وجہ ہوگا۔ (م)

Marfat.com

(کلیاں چٹخانا غیر مفید فعل ہے لہٰذا یہ عبث ہے۔ت)

اقول عبدالملک بن جریج تابعی نے کہ عبث کو باطل سے تفسیر کیا اسی معنے کی طرف مشیر ہے، فان الشئ اذا خلا عن الثمرۃ بطل (شے بے ثمر باطل ہے۔ت) تفسیر ابن جریر میں اُن سے مروی، عبثا قال باطلا[1] (عبث کو باطل کہا۔ت)

(۷) جس میں فائدہ معتد بہا نہ ہو۔ تاج العروس میں ہے، قیل العبث مالا فائدۃ فیہ یعتد بہا[2] (عبث عادتاً غیر مفید۔ت)

اقول اسی طرف کلام علامہ ابوالسعود ناظر کہ ارشاد العقل میں فرمایا، عبثا بغیر حکمۃ بالغۃ اھ[3] فافھم (حکمت بلیغ کے بغیر عبث ہے۔ت)

(۸) اُس کام کے قابل فائدہ نہ ہو یعنی اُس میں جتنی محنت ہو نفع اس سے کم ہو۔

اقول اسے ہفتم سے عموم وخصوص من وجہ ہے کہ اگر کام نہایت سہل ہو جس میں کوئی محنت معتد بہا نہیں تو فائدہ غیر معتد بہا اُس کے قابل ہوگا اس تقدیر پر ہفتم صادق ہوگا نہ ہشتم اور اگر فائدہ فی نفسہا معتد بہا ہے مگر اُس کام کے لائق نہیں تو ہشتم صادق ہوگا نہ ہفتم۔ علامہ شہاب کی عنایۃ القاضی میں ہے،

العبث کاللعب ما خلا عن الفائدۃ مطلقا او عن الفائدۃ المعتد بہا او عما یقادم الفعل کما ذکرہ الاصولیون[4] عبث جیسے بلا فائدہ کھیلنا یا فائدہ تو ہو مگر معتد بہ نہ ہو اور یا جو فعل کے مقابل ہو، جیسا کہ اصولیوں نے ذکر کیا ہے۔ (ت)

اقول مقابلہ مشعر مغایرت ہے یوں یہ قول اضعف الاقوال ہوگا کہ خاص مشقت طلب کاموں سے خاص رہے گا ہاں اگر معتد بہ سے معتد بہ بنظر فعل مرادلیں تو ہفتم وہشتم ایک ہو جائیں گے اور اعتراض نہ رہے گا اور کہہ سکتے ہیں کہ تغییر تعبیر مجوز مقابلہ ہے۔

(۹) وہ کام جس کا فائدہ معلوم نہ ہو۔

اقول اولا مراد عدم علم فاعل ہے تو حکیم کے دقیق کام جن کا فائدہ عام لوگوں کی فہم سے ورا ہو عبث نہیں

---

[1] ابن جریر افحسبتم انما خلقنٰکم الخ میمنہ مصر ۱۸/۴۴

[2] تاج العروس فصل العین من باب الثاء مطبوعہ احیاء التراث العربی ۱/۶۳۲

[3] ارشاد العقل السلیم بیروت ۶/۱۵۳

[4] عنایۃ القاضی افحسبتم انما خلقنٰکم عبثا بیروت ۶/۳۴۹

Marfat.com

ہو سکتے۔

ثانیاً حکمت وغایت میں فرق ہے احکام تعبدیہ غیر معقولۃ المعنے کی حکمت ہمیں معلوم نہیں فائدہ معلوم ہے کہ الاسلام گردن نہادن۔

ثالثاً عدم علم مستلزم عدم نہیں تو یہ تفسیر اُن تینوں سے اعم ہے۔ تعریفات السید میں ہے، العبث ارتکاب امر غیر معلوم الفائدۃ[1] (غیر مفید کام کا ارتکاب۔ت)

اقول مگر بلے قصد کیا مفید بلکہ اس کی شناعت اور مزید تو یہ حد جامع نہیں۔

(۱۰) وہ کام جس سے فائدہ مقصود نہ ہو **اقول** یہ نہم سے بھی اعم کہ عدم علم عدم قصد کو مستلزم ولا عکس تاج العروس میں ہے، وقیل مالا یقصد بہ فائدۃ[2] (عبث وہ ہے جس میں کسی فائدے کا ارادہ نہ ہو۔ت) **اقول** اومالی تزییفہ وستسمع بعونہ تعالٰی انہ ھو الصحیح (سید مرتضٰی نے اسکے کھوٹے ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے بعونہ تعالٰی عنقریب تو سنے گا کہ یہ صحیح ہے۔ت)

(۱۱) بے لذت کام عبث ہے اور لذت ہو تو لعب۔ جوہرہ نیرہ میں ہے: العبث کل فعل لا لذۃ فیہ فاما الذی فیہ لذت فھو لعب[3] (ہر بے لذت کام عبث اور بالذت لعب ہے۔ت)

اقول یہ اپنے اس ارسال پر بدیہی البطلان ہے نہ ہر بے لذت کام عبث جیسے دوائے تلخ پینا، نہ ہر لذت والا لعب جیسے درود شریف و نعت مقدس کا ورد۔ تو بعض تعریفات مذکورہ سے اُسے مقید کرنا لازم مثلاً یہ کہ جس فعل میں غرض صحیح نہ ہو۔

(۱۲) عبث ولعب ایک شے ہیں۔ یہ تفسیر سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے، اور کثرت اقوال بھی اسی طرف ہے۔ ابن جریر اُس جناب مشرف بہ تشریف اللھم علمہ الکتاب سے راوی تعبثون تلعبون[4] (عبث کام کرتے ہیں اور کھیلتے ہیں۔ت) بعینہٖ اسی طرح اُن کے تلمیذ ضحاک سے روایت کیا۔ نہایہ اثیریہ ومختار الصحاح میں ہے، العبث اللعب[5] (عبث لعب ہے۔ت) اسی طرح سمین وجمل میں ہے و سیاق مصباح المنیر وقاموس میں ہے، عبث کفرح لعب[6] (عبث لعب کی فرح ہے۔ت) تاج العروس میں ہے:

---

[1] التعریفات باب العین مطبع خیریہ مصر ص ۶۳

[2] تاج العروس فصل العین من باب الثاء احیاء التراث العربی ۱/۶۳۲

[3] جوہرۃ نیرۃ مکروہات الصلوۃ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۷۴

[4] تفسیر ابن جریر زیر آیت وکل ریع اٰیۃ تعبثون المطبعۃ المیمنۃ مصر ۱۹/۵۴

[5] الصحاح باب الثین فصل العین بیروت ۱/۲۸۶

[6] تنویر المقباس لابن عباس مصطفٰی البابی مصر ص ۲۴۹

و قاموس المحیط فصل العین باب الثاء " ۱/۱۷۶

Marfat.com

عابث لاعب بما لایعنیہ ولیس من بالہ[1] (عابث لاعب بے معنی بے فائدہ۔ت) صراح میں ہے، عبث بازی[2]۔ درر شرح غرر میں ہے، عبثہ ای لعبہ[3] (عبث یعنی لعب۔ت) مفرداتِ راغب میں ہے: العبث ان یخلط بعملہ لعبا[4] الخ (عبث لعب کے ساتھ مخلوط ہو۔ت)

اقول وانما صلح عبثا لما خلط لا لذاتہ فالعبث حقیقۃ ما خلط لا ما خلط (لاحق کی وجہ سے عمل عبث ہے لذاتہ عبث نہیں لہٰذا حقیقۃً خالط عبث ہے مخلوط عبث نہیں۔ت) طحطاوی علی الدر میں ہے: العبث اللعب وقیل ما لا لذۃ فیہ و اللعب ما فیہ لذۃ[5] (عبث بے لذت لعب بالذت۔ت) تفسیر ابن جریر میں ہے، عبثا لعبا وباطلا[6] (عبث لعب و باطل ہے۔ت)

یہ بارہ تعریفیں ہیں اور بعونہٖ تعالٰی بعد تنقیح سب کا مآل ایک اگرچہ ۹ و ۱۱ کی عبارات میں تقصیر واقع ہوئی اس کی تحقیق چند امور سے ظاہر **فاقول** وباللہ التوفیق **اولاً** لعب ولہو و ہزل و لغو و باطل و عبث سب کا محصل متقارب ہے کہ بے ثمرہ نا مفید ہونے کے گرد دورہ کرتا ہے۔ نہایہ ابن اثیر میں ہے: یقال لکل من عمل عملا لا یجدی علیہ نفعا انما انت لاعب[7] (بے فائدہ عمل لعب ہے۔ت) علامہ خفاجی سے گزرا: العبث کاللعب ما خلا عن الفائدۃ[8] (عبث مثل لعب کے جو بے فائدہ ہو۔ت) تعریفات علامہ شریف میں ہے، اللعب ھو فعل الصبیان یعقب التعب من غیر فائدۃ[9] اھ (لعب بچوں کی حرکتیں ہیں کہ ان کے پیچھے تھکن کے بغیر کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ت)

اقول وتعقیب التعب خرج نظرا الی الغالب ولیس شرطا لازما کما لایخفی (اقول تعقیب التعب کی قید غالب کی طرف نظر کرتے ہوئے لگائی ہے یہ اس کی شرط لازم نہیں ہے کما لایخفی۔ت)

اصول امام فخر الاسلام بزدوی قدس سرہ میں ہے: اما الھزل فتفسیرہ اللعب

---

[1] تاج العروس فصل العین من باب الثاء احیاء التراث العربی ۱/۶۳۲

[2] صراح باب الثاء مع الصاد والضاد الخ مجیدی کانپور ۱/۷۵

[3] کتاب الدرر ما یفسد الصلوٰۃ دار السعادۃ مصر ۱/۱۰۷

[4] مفرداتِ امام راغب باب العین اصح المطابع کراچی ص ۳۲۲

[5] طحطاوی علی الدر المختار ما یفسد الصلوٰۃ بیروت ۱/۲۷۰

[6] ابن جریر سورۃ المومنون آیۃ ۱۱۵ میمنۃ مصر ۱۸/۴۴

[7] نہایۃ ابن اثیر باب اللام مع العین اسلامیہ ریاض ۴/۲۵۲

[8] عنایۃ القاضی افحسبتم انما خلقنکم عبثا بیروت ۶/۳۴۹

[9] التعریفات للجرجانی باب اللام مطبع خیریہ مصر ص ۸۳

Marfat.com

وهو ان یراد بالشئ ما لم یوضع له وضده الجد[1] (ہزل لعب کی تفسیر ہے وہ کار بے کار، اس کی سند جد ہے۔ ت) اس کی شرح کشف الاسرار میں ہے:

لیس المراد من الوضع ھھنا وضع اللغۃ لا غیر بل وضع العقل او الشرع فان الکلام موضوع عقلا لافادۃ معناہ حقیقۃ کان او مجازا والتصرف الشرعی موضوع لافادۃ حکمہ فاذا ارید بالکلام غیر موضوعہ العقلی وھو عدم افادۃ معناہ اصلا وارید بالتصرف غیر موضوعہ الشرعی وھو عدم افادتہ الحکم اصلا فھو الھزل ولھذا فسرہ الشیخ باللعب اذ اللعب ما لا یفید فائدۃ اصلا وھو معنی ما نقل عن الشیخ ابی منصور رحمہ اللہ تعالٰی ان الھزل ما لا یراد بہ معنی۔[2]

وضع سے مراد یہاں وضع لغوی نہیں بلکہ عقلی یا شرعی وضع ہے کیونکہ کلام اس لیے ہوتا ہے کہ وہ اپنے معنی دے خواہ حقیقی ہوں یا مجازی، اور تصرف شرعی اس لیے ہوتا ہے کہ اپنے حکم کا فائدہ دے اب جب کلام سے اسکے عقلی موضوع کے علاوہ کچھ اور ارادہ کیا جائے اور وہ اپنے معنی کا فائدہ بالکل نہ دیتا ہے اور تصرف سے اس کے موضوع شرعی کے غیر کا ارادہ کیا جائے یعنی حکم کا فائدہ بالکل نہ دیتا تو یہ چیز "ھَزْل" کہلاتی ہے، اس لیے شیخ نے اس کی تفسیر "لَعِب" سے کی ہے، کیونکہ "لَعِب" اس چیز کو کہتے ہیں جس میں کوئی فائدہ نہ ہو، اور شیخ ابو منصور نے جو کہا ہے کہ "ھَزْل" وہ ہے جس کے کوئی معنی نہ ہوں۔ اس سے یہی مراد ہے جو ہم نے ذکر کیا۔ ت

تو تفسیر ۶ و ۱۲ کا حاصل ایک ہے ولہذا مصباح میں عبث من باب تعب لعب وعمل ما لا فائدۃ فیہ[3] (عبث باب تعب ولعب سے ہے اور وہ عمل جس کا کوئی فائدہ نہ ہو۔ ت) اور منتخب میں عبث بفتحتین بازی و بے فائدہ بطور عطفِ تفسیری لکھا۔

ثانیاً اقول جس طرح عاقل سے کوئی فعل اختیاری صادر نہ ہوگا جب تک تصور بوجہ مّا و تصدیق بفائدۃ مّا نہ ہو یونہی انسان کے ہوش و حواس جب تک حاضر ہیں بے کسی شغل کے نہیں رہتا خواہ عقلی ہو جیسے کسی قسم کا تصور یا عملی جیسے جوارح سے کوئی حرکت تو کسی قسم کا شغل ہو نفس کے لیے اس میں اپنی عادت کا حصول اور اپنے مقتضٰی کا تیسر ہے اور یہ خود اس کے لیے ایک نوع نفع ہے اگرچہ دین و دنیا میں سوا ایک عادت بے معنے کی تحصیل کے اور کوئی ثمرہ نفع اس پر مترتب نہ ہو بایں معنی کوئی فعل اختیاری فاعل کے لیے اصلاً فائدہ سے عاری

۱؎ اصول البزدوی فصل الہزل قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۳۴۷

۲؎ کشف الاسرار فصل الہزل بیروت ۴/ ۳۵۷

۳؎ الفتوحات الالٰہیۃ المعروف بالجمل مصطفی البابی مصر ۳/ ۲۸۷

Marfat.com

محض نہ ہوگا ہاں یہ ممکن کہ وہ فائدہ قضیۂ شرع بلکہ قضیۂ مرضیۂ عقل سلیم کے نزدیک بھی مثل لافائدہ ومحض غیر معتد بہا ہو بلکہ ممکن کہ اُس کا مآل ضرر رساں ہو جیسے کفار کی عبادات شاقۃ عاملۃ ناصبۃ ○ تصلٰی نارا حامیۃ ○ عمل کریں مشقت جھیلیں اور نتیجہ یہ کہ بھڑکتی آگ میں غرق ہوں گے تو ۶ سے مقصود وہی ۷ ہے۔

ثالثا یہ بھی ظاہر کہ کوہ کندن وکاہ برآوردن ہر عاقل کے نزدیک حرکت عبث ہے تو مقدار فائدہ وفعل میں اگرچہ تساوی درکار نہیں تفاوت فاحش بھی نہ ہونا ضرور ۸ سے یہی مراد اور معتد بہ بنظر فعل ہونے سے یہی ہفتم کا مفاد۔ فائدہ کا فی نفسہا کوئی امر عظیم مہتم بالشان ہونا ہرگز ضرور نہیں بلکہ جیسا کام اُسی کے قابل فائدہ معتد بہا ہے وھذا ماکنا اشرنا الیہ (یہ وہ ہے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا۔ ت)

رابعا لذتِ لعب شرع کریم وعقل سلیم کے نزدیک فائدہ معتد بہا نہیں مگر جبکہ لہو مباح ہو اور تعب کے بعد اُس سے ترویح قلب مقصود اب نہ وہ عبث رہے گا نہ حقیقۃً لعب اگرچہ صورت لعب ہو ولہذا حدیث میں ہے حضور سید اکرم رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الھوا والعبوا فانی اکرہ ان یری فی دینکم غلظۃ رواہ البیہقی فی شعب الایمان عن المطلب بن عبد اللہ المخزومی رضی اللہ تعالٰی عنہ[1]۔

لہو ولعب کرو کیونکہ مجھ کو یہ ناپسند ہے کہ تمھارے دین میں سختی دیکھی جائے۔ بیہقی نے اس کو شعب الایمان میں مطلب بن عبد اللہ مخزومی سے روایت کیا ہے۔ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ ت

امام ابن حجر مکی کف الرعاع پھر سیدی عارف باللہ حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

اللھو المباح ماذون فیہ منہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانہ فی بعض الاحوال قد لاینافی الکمال وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الھوا والعبوا دلیل لطلب ترویح النفوس اذا سئمت وحلا لہا اذا صدئت باللھو واللعب المباح[2]۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مباح لہو کی اجازت دی ہے اور یہ لہو بعض اوقات منافی کمال نہیں ہوتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "الھوا والعبوا" یہ اس امر کی دلیل ہے کہ جب لوگ تھک جائیں تو تفریح خاطر کے لیے مباح لہو ولعب کرسکتے ہیں۔ ت

تو ۱۱ بھی ان تفاسیر سے جُدا نہیں کہ نہ لعب میں بوجہ لذت فائدہ معتد بہا ہوا نہ عبث سے بسبب عدم لذت فائدہ

---

[1] جامع الصغیر مع فیض القدیر بیروت ۲/ ۱۹۱

[2] حدیقۃ الندیۃ آفات الید نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۴۳۹

Marfat.com

نا معتبرہ غنقی۔

خاصا بلا شبہ فاعل سے دفع عبث کے لیے صرف فعل فی نفسہ مفید ہونا کافی نہیں بلکہ ضرور ہے کہ یہ بھی اُس سے فائدۂ معتدبہا بمعنی مذکور کا قصد کرے ورنہ اس نے اگر کسی قصد فضول و بیجے سے کیا تو اس پر الزام عبث ضرور لازم فانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی[1] (عمل کا دار و مدار نیت پر ہے اس کا انجام نیت پر ہے۔ت) اور قصد کے لیے علم درکار کہ مجہول کا ارادہ نہیں ہوسکتا۔ زید سرِ راہ بیٹھا تھا ایک کھاتا پیتا نا آشنا سا گھوڑے پر سوار جارہا تھا اس نے ہزار روپے اٹھا کر اُسے دے دیے کہ نہ صدقہ نہ صلۂ رحم نہ محتاج کی اعانت نہ دوست کی امداد کوئی نیت صالحہ نہ تھی نہ ریا یا نام وغیرہ کسی مقصد بد کا محل تھا تو اُسے ضرور حرکت عبث کہیں گے اگرچہ واقع میں وہ اس کا کوئی ذی رحم ہو جسے یہ نہ پہچانتا تھا مقاصد شرعیہ پر نظر کرنے سے یہ حکم خوب منجلی ہوتا ہے رب عزوجل فرماتا ہے:

وما اٰتیتم من ربا لیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عند اللّٰہ وما اٰتیتم من زکوٰۃ تریدون وجہ اللّٰہ فاولٰئک ھم المضعفون[2]

جو فزونی تم دو کہ لوگوں کے مال میں زیادت ہو وہ خدا کے نزدیک نہ بڑھے گی اور جو صدقہ دو خدا کی رضا چاہتے تو انھیں لوگوں کے دونے ہیں۔

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

الوترا الی الرجل یقول للرجل لامولنك فیعطیه فھذا لایربو عند اللّٰہ لانه یعطیه لغیر اللّٰہ لیثری ماله[3]

کیا تو نے نہ دیکھا کہ ایک شخص دوسرے سے کہتا ہے میں تجھے مالدار کر دوں گا پھر اسے دیتا ہے تو یہ دینا خدا کے یہاں نہ بڑھے گا کہ اُس نے غیر خدا کے لیے صرف اس نیت سے دیا کہ اس کا مال بڑھا دوں۔

امام ابراہیم نخعی فرماتے ہیں،

کان ھذا فی الجاھلیة یعطی احدھم ذا القرابة المال یکثر به ماله[4]

یہ زمانہ جاہلیت میں تھا اپنے عزیز کا مال بڑھانے کو اُسے مال دیا کرتے۔

رواھما ابن جریر دیکھو فعل فی نفسہ مثمر ثمرۂ شرعیہ ہونے کا صالح فائدہ شرعیہ یعنی صلۂ رحم و مواسات پر مشتمل تھا مگر جبکہ اُس نے اُس کا قصد نہ کیا بے ثمر رہا تو حاصل یہ ٹھہرا کہ دفع عبث کو فائدۂ معتدبہا بنظر فعل معلوم مقصود للفاعل

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح مجتبائی دہلی ص ۱۱

[2] القرآن ۳۰/ ۳۹

[3] ابن جریر میمنہ مصر ۲۱/ ۲۸

[4] ایضاً

Marfat.com

درکار ہے تو ان تفاسیر کا وہی مآل ہوا جو ۹ و ۱۰ میں ملحوظ تھا مفرداتِ راغب میں ہے: لعب فلان اذا کان فعلہ غیر قاصد بہ مقصدا صحیحا[1] (جب کوئی اپنے فعل میں مقصد صحیح کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو کہا جاتا ہے لَعِب فلانٌ۔ت)

سادساً غرض وہی فائدہ مقصودہ ہے اور صحیح یہی کہ معتد بہا ہو تو ۳ و ۵ بھی اسی معنی کو ادا کر رہی ہیں اور غرض میں جبکہ قصد ملحوظ ہے تو تعریف سوم و وہم اوضح و اخصر تعریفات ہیں اور یہیں سے واضح ہوا کہ قول یمین وجمل العبث اللعب وما لا فائدۃ فیہ وکل ما لیس فیہ غرض صحیح (عبث لعب بے فائدہ جن میں غرض صحیح نہ ہو۔ت) میں سب عطف تفسیری ہیں۔

سابعاً ہم بیان کر آئے کہ فعل اختیاری بے غرض محض صادر نہ ہوگا تو جو بے غرض صحیح ہے ضرور لغرض صحیح ہے تو ۱ و ۳ کا مفاد واحد ہے اور اس تقدیر پر سفہ کا مصداق افعال جنون ہوں گے۔

ثامناً شرعی سے اگر مقبول شرع مراد لیں تو وہی حاصل غرض صحیح ہے کہ ہر غرض صحیح کو اگرچہ مطلوب فی الشرع نہ ہو شرع قبول فرماتی ہے جبکہ اپنے اقوی سے معارض نہ ہو اور ہنگام معارضہ عدم قبول قبول فی نفسہ کا منافی نہیں جیسے حدیث آحاد و قیاس کہ بجائے خود حجت شرعیہ ہیں اور معارضۂ کتاب کے وقت نامقبول امام نسفی کا عدم غرض شرعی سے تعریف فرماکر تعلیل کراہت میں لانہ غیر مفید (اس لیے کہ یہ غیر مفید ہے۔ت) فرمانا اس کی طرف مشعر ہوسکتا ہے اس تقدیر پر ۲ اول اور ۴ سوم کی طرف عائد اور ظاہر ہوا کہ بارہ کی بارہ تعریفوں کا حاصل واحد اقول مگر غیر شرعی سے متبادر تر غرض مطلوب فی الشرع ہے اب یہ تخصیص بحسب مقام ہوگی کہ ان کا کلام عبث فی الصلاۃ میں ہے تو وہاں غرض مطلوب شرع ہی غرض صحیح ہے نہ غیر۔ آخر نہ دیکھا کہ مٹی سے بچانے کے لیے[2] امن

---

[1] المفردات امام الراغب باب اللام اصح المطابع کراچی ص ۴۶۸/۲۱

[2] وعن ھذا ما قال فی البحر اختلف فی تفسیر العبث فذکر الکردری انہ فعل فیہ غرض لیس بشرعی والمذکور فی شرح الھدایۃ وغیرھا ان العبث الفعل لغرض غیر صحیح حتی قال فی النھایۃ ما لیس بمفید فھو العبث اھ فافتاہم الخلاف لاجل التعبیر فی احدھما بشرعی وفی الاخر بصحیح و مال سعدی افندی الی ان

بحر میں فرمایا ہے کہ "عبث" کی تفسیر میں اختلاف ہے کردری کا قول ہے یہ ایسا فعل ہے جس میں کوئی شرعی غرض موجود نہ ہو، اور شرح ہدایہ وغیرہ میں ہے کہ "عبث" ایسے کام کو کہتے ہیں جس کی کوئی صحیح غرض نہ ہو، نہایہ میں ہے جو مفید نہ ہو وہ "عبث" ہے اھ اب اختلاف صرف "شرعی غرض" اور "صحیح غرض" میں ہے، اور سعدی آفندی کا کہنا ہے کہ صحیح سے مراد شرعی ہی ہے

(باقی برصفحہ آیندہ)

Marfat.com

اٹھانا غرض صحیح ہے اور نماز میں مکروہ کہ غرض مطلوب شرعی نہیں اور پیشانی سے پسینہ پونچھنا باآنکہ غرض مطلوب فی الشرع نہیں نماز میں بلاکراہت روا جبکہ ایذا دے اور شغل خاطر کا باعث ہو کہ اب اس کا ازالہ غرض مطلوب شرع ہو گیا۔ عنایہ و نہایہ و بحر وغیرہا میں ہے :

کل عمل یفید المصلی لاباس بہ لما روی انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عرق فی صلاتہ لیلۃ فسلت العرق عن جبینہ ای مسحہ لانہ کان یؤذیہ فکان مفید او اذا قام من سجودہ فی الصیف نفض ثوبہ یمنۃ ویسرۃ کیلا تبقی

ہر وہ کام جو نمازی کو مفید ہو اس میں حرج نہیں، مروی ہے کہ ایک رات دورانِ نماز رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو پسینہ آگیا تو آپ نے اپنی پیشانی سے وہ پسینہ صاف کرلیا کیونکہ اس سے آپ کو تکلیف ہوتی تھی، تو یہ کام مفید ہوا، اور جب گرمی میں سجدہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) المراد بالصحیح ھو الشرعی اذ فیہ الکلام فاشار الی نحو ما نحونا الیہ ان التخصیص لخصوص المقام ولقد احسن فی البحر اذ جعل مأل ما فی النہایۃ وغیرھا من الشروح واحدا ولم یلتفت الی الفرق بین الغرض الغیر الصحیح وعدم الغرض ولکن کان عبارۃ العنایۃ محتملا للفرق بہ ایضا حیث نقل التعریف بما فیہ غرض غیر شرعی وبما لیس فیہ غرض صحیح ثم قال ولا نزاع فی الاصطلاح اھ فلھذا اجاب عنہ سعدی افندی بان النفی فی الثانی داخل علی القید اھ اقول وھو مشکل بظاھرہ فان النفی اذا استولی علی مقید بقید صدق بانتفاء ایھما کان و انما یتم بالتحقیق الذی القینا علیک ان لا وقوع للفعل الاختیاری من دون غرض اصلا اھ منہ عفی عنہ۔ (م)

کیونکہ گفتگو اس میں ہے، تو انھوں نے بھی اُسی جانب اشارہ کیا جس کی طرف ہم نے کیا ہے کہ تخصیص خصوصیت مقام کی وجہ سے ہے، صاحب بحر نے بہت اچھا کیا کہ نہایہ وغیرہا شروح کی عبارات کا مفہوم ایک ہی کردیا اور اس طرف توجہ نہ کی کہ غرض صحیح کیا ہوتی ہے اور مطلقاً غرض کا نہ ہونا کیا ہوتا ہے، مگر عنایہ کی عبارت میں فرق کی گنجائش تھی، انھوں نے یہ تعریف کی کہ جس میں غیر شرعی غرض ہو اور جس میں غرض صحیح نہ ہو، پھر فرمایا کہ اصطلاح میں کوئی جھگڑا نہیں ہوتا ہے، اس کا جواب سعدی آفندی نے یہ دیا کہ دوسرے میں نفی قید پر داخل ہے اھ میں کہتا ہوں یہ بظاہر مشکل ہے کیونکہ نفی جب کسی مقید بقید پر داخل ہوتی ہے تو ان میں سے جس کسی کی بھی نفی ہو جائے نفی صادق آتی ہے، ہماری اس تحقیق سے ایک کو معلوم ہوا ہوگا کہ کوئی اختیاری فعل بلا غرض وجود میں آتا ہی نہیں ہے منہ غفرلہ۔ ت

Marfat.com

صورۃ۔[1]

حاشیہ سعدی افندی میں ہے:

یعنی حکایۃ صورۃ الالیۃ۔[2]

ردالمحتار میں ہے:

فلیس نفضہ للتراب فلا یرد ما فی البحر عن الحلیۃ انہ اذا کان یکرہ رفع الثوب کیلا یتترب لایکون نفضہ من التراب عملا مفیدا[3] اھ و رأیتنی کتبت علیہ اقول الذی فی الحلیۃ ھکذا ثم فی الخلاصۃ والنہایۃ وحاصلہ ان کل عمل مفید للمصلی فلاباس بفعلہ کسلت العرق عن جبینہ ونفض ثوبہ من التراب ومالیس بمفید یکرہ للمصلی الاشتغال بہ[4] اھ واعترض علیہ بثلثۃ وجوہ فقال قلت لکن اذا کان یکرہ رفع الثوب کیلا یتترب کما تقدم وانہ قد وقع الخلاف فی انہ یکرہ مسح التراب عن جبہتہ فی الصلاۃ کما ستذکرہ و انہ قد وقع الندب الی تتریب الوجہ فی

سے اُٹھتے تو دائیں بائیں اپنے کپڑے کو جھاڑ لیتے تھے تاک
صورۃ باقی نہ رہے۔ ت

یعنی صورت سے مراد سرینوں کا نقش ہے۔ ت

تو یہ جھاڑنا مٹی دُور کرنے کے لیے نہ تھا، تو بحر نے حلیہ
سے جو نقل کیا ہے وہ اس کے مخالف نہ ہوگا، اس میں
ہے جب کپڑے کا اس لیے اٹھانا مکروہ کہ اس پر مٹی
لگ جائے تو اس کا مٹی سے صاف کرنا بھی عمل مفی
نہ ہوگا **اقول** حلیہ کی عبارت اس طرح ہے خلاصہ ا
نہایہ میں بھی یہی ہے اور اس کا حاصل یہ ہے کہ ہر
کام جو نمازی کو مفید ہو اس میں حرج نہیں جیسے پیش
سے پسینہ پونچھ لینا اور کپڑوں سے مٹی کا جھاڑنا، ا
جو مفید نہیں ہے نمازی کے لیے اس میں مشغول ہونا مک
ہے اھ اس پر تین طریقوں سے اعتراض کیا گیا ہے، ف
میں کہتا ہوں جب کپڑے کا مٹی میں ملوّث ہونے
بچانے کے لیے اٹھانا مکروہ ہے جیسا کہ گزرا، اور
اس میں اختلاف ہے کہ نماز کی حالت میں پیشانی

۱؎ بحرالرائق یفسد الصلٰوۃ ایم ایچ سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۹
۲؎ حاشیہ چلپی مع الفتح فصل مایکرہ للمصلے نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۵۷
۳؎ ردالمحتار مایفسد الصلٰوۃ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۷۳
۴؎ عنایۃ مع الفتح فصل مایکرہ للمصلے نوریہ رضویہ سکھر ص ۳۵۷

عـہ ذکر فیہ معترکا ولم یتخلص من کلامہ کبیر شیئ اقول وبالادفق الالصق باصول

اس میں کھنگک عبارت ہے جس سے کچھ بھی ملخص نہ ہو
اصول مذہب سے جو چیز (باقی اگلے صفحہ پر

Marfat.com

السجود فضلا عن الثوب فکون نفض الثوب   مٹی کا پونچھنا مکروہ ہے جیسا کہ ہم ذکر کریں گے اور یہ کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) المذهب ان لو اذاه وشغل قلبه کأن کان فیه صغار حصی اوکان کثیرا ینتاثر علی عیونه وجفونه مسح مطلقا ولو فی وسط الصلوٰة والاکره فی خلال الصلوٰة ولو فی التشهد الاخیر اما بعده وقبل السلام فقد نصوا ان لا باس به بلاخلاف وبعد السلام لیستحب المسح دفعا للاذی وکراهة للمثلة ففی الخانیة لاباس بان یمسح جبهته من التراب والحشیش بعد الفراغ من الصلوٰة وقبله اذا کان یضره ذلك ویشغله عن الصلوٰة وان کان لایضره یکره فی وسط الصلوٰة ولا یکره قبل التشهد والسلام اھ وفی الحلیة وفی التحفة فی ظاهر الروایة یکره فی وسطها ولاباس به اذا قعد قدر التشهد ونص علی انه الصحیح ونص رضی الدین فی المحیط علی انه الاصح الخ وفیها نصوا علی انه لاباس بان یمسح بعد ما فرغ من صلوٰته قبل ان یسلم قال فی البدائع بلاخلاف لانه لوقطع الصلوٰة فی هذه الحالة لایکره فلأن لایکره ادخال فعل قلیل اولی الخ وفیها عن الذخیرة اذ مسح جبهته بعد السلام یستحب له ذلك لانه خرج من الصلوٰة وفیه ازالة الاذی عن نفسه الخ اقول ولو ابقاه معاذ الله ریاء الناس حرم قطعا کما لایخفی ورأیتنی کتبت علی قول البدائع لوقطع الصلوٰة فی

معلوم ہوتی ہے وُہ یہ ہے کہ اگر کوئی چیز نمازی کے لیے باعث تکلیف ہو اور اس کے دل کو نماز سے ہٹائے، مثلاً چھوٹی چھوٹی کنکریاں، آنکھوں میں تنکے، اگر ان کو عین نماز میں دُور کرے تو حرج نہیں ورنہ درمیانِ نماز ایسا کرنا مکروہ ہے، خواہ آخری تشہد میں ایسا ہو، اور تشہد کے بعد سلام سے قبل تو اس پر فقہاء نے تصریح کی ہے کہ یہ بلاخلاف جائز ہے اور سلام کے بعد پونچھ لینا مستحب ہے کہ تکلیف وہ چیز دُور ہو اور مُثلہ ویسے بھی مکروہ ہے۔ اور خانیہ میں ہے کہ نماز سے فراغت کے بعد پہلے پیشانی سے گھاس پھوس پُونچھنا یا مٹی پونچھنا مکروہ نہیں ہے اور فراغت سے قبل جبکہ اس کی نماز میں ان اشیاء سے خلل واقع ہو رہا ہو، اور اگر خلل نہ ہوتا ہو تو درمیانِ نماز ایسا کرنا مکروہ ہے اور تشہد اور سلام سے قبل مکروہ نہیں ہے، اور حلیہ اور تحفہ میں ہے کہ ظاہر روایت میں ہے کہ نماز کے درمیان مکروہ ہے اور مقدار تشہد بیٹھنے کے بعد ایسا کرے تو حرج نہیں، اور صراحت کی کہ یہی صحیح ہے اور رضی الدین نے محیط میں تصریح کی کہ یہی اصح ہے الخ اور اسی میں یہ ہے کہ نماز سے فراغت کے بعد سلام سے قبل ایسا کرنے میں حرج نہیں، بدائع میں ہے کہ یہ بلاخلاف ہے کیونکہ ایسی حالت میں تو نماز کے منقطع کرنے میں بھی حرج نہیں، تو معمولی سا فعل کیوں مکروہ ہوگا الخ اور اس میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ سلام کے بعد پیشانی کا صاف کر لینا مستحب ہے (باقی بر صفحہ آیندہ)

Marfat.com

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ھذہ الحالۃ لایکرہ ما نصہ
اقول کیف لایکرہ مع ان الواجب علیہ الانہاء بالسلام
لا القطع بعمل غیرہ فان اراد بالقطع
الانہاء منعنا القیاس لانہ مامور بہ کیف یقاس
علیہ مالیس مطلوبا وھو مالم ینھہا لایقع
مایقع الا فی خلالہا الا تری الی الاثنا عشریۃ
قال فی الھدایۃ علی تخریج البردعی
ان الخروج عن الصلوۃ بصنع
المصلی فرض عند ابی حنیفۃ رضی اللہ
تعالٰی عنہ فاعتراض ھذہ العوارض
عندہ فی ھذہ الحالۃ کاعتراضہا
فی خلال الصلوۃ اھ وفی الفتح ناقلا
عن الکرخی انما تبطل عندہ فیہا
لانہ فی اثنائہا کیف وقد بقی علیہ واجب ھو السلام
وھو اٰخرہا داخل فیہا اھ فاتفق
التخریجان ان ماقبل السلام
داخل فی خلال الصلوۃ فلم لا یکرہ
مایکون فیہ مالیس من افعال
الصلوۃ ولا مفیدا محتاجا الیہ فتدبر
اذ لابحث مع الاطباق لاسیما من مثلی و
الاتباع للمنقول وان لم یظہر للعقول و
اللہ تعالٰی اعلم اھ منہ غفرلہ ۔ (م)

کیونکہ وہ نماز سے فارغ ہوچکا ہے اور اس میں تکلیف
چیز کا دور کرنا ہے اقول اگر اس نے ان اشیاء کو دو
کے لیے باقی رکھا تو یہ ریاء کاری کے باعث حرام ہو
بدائع کے قول پر میں نے لکھا ہے کہ اگر اس حالت میں
نے نماز کو قطع کردیا تو مکروہ نہیں اقول یہ مکروہ کیسے
جبکہ اس پر نماز کو سلام کے ساتھ ختم کرنا ہے نہ کہ س
کے علاوہ کسی اور عمل سے نماز کا قطع کرنا ہے، اگر
کہا جائے کہ انہاء سے مراد نماز کا پورا کرنا ہے، تو ہم قیا
کو منع کریں گے کیونکہ وہ مامور ہے تو اس پر قیاس
کیا جائے گا، اس چیز کو جو مطلوب نہیں ہے ۔
وہ ہے جس کو منع نہیں کیا، نہیں واقع ہوگا جو واق
مگر اس کے درمیان میں، کیا تم اثنا عشریہ کو نہیں دیکھتے
ہدایہ میں تخریج بردعی پر لکھا کہ نماز سے خارج ہونا نما
کا اپنے اختیار سے ابوحنیفہ کے نزدیک فرض ہے تو
عوارض کا اس حالت میں پیش آنا ان کے نزدیک ایسا
کہ نماز کے درمیان وہ پیدا ہوئے ہوں اھ اور
میں کرخی سے منقول ہے اس حالت میں ان کے نزد
نماز اس لیے باطل ہوتی ہے کہ وہ نماز کے درمیا
اور اس پر ایک واجب ابھی باقی ہے اور وہ سلا
ہے جو نماز کے آخر میں ہے اور نماز میں داخل ہے، تو د
تخریجیں متفق ہوگئیں کہ سلام سے پہلے جو ہے وہ نماز کے درمیان میں داخل ہے، تو نماز کے اندر جو چیز نما
سے نہیں ہے مکروہات صلوٰۃ سے ہوگی، فتدبر، کیونکہ اتفاق کے ہوتے ہوئے کوئی بحث نہیں، خاص طور پر مجھ جیسے
شخص سے، اور اتباع منقول کی کرنی چاہئے اگرچہ عقول کو وجہ ظاہر نہ ہو، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

Marfat.com

به مطلقا فیه نظر ظاهر[1] اھ وانت تعلم ان اعتراضه علی ما نقل عن الخلاصة والنهایة صحیح الی الغایة للتصریح فیه ان النفض من التراب۔

تو پھر کپڑے کا خاک آلودہونا کیا مضر ہے! ایسی صورت میں کپڑوں سے مٹی کا جھاڑنا کیسے عمل مفید اور اس کے بارے میں کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں اھ ان کا اعتراض جیسا کہ خلاصہ اور نہایہ میں ہے اس حد تک درست ہے کہ اس میں مٹی جھاڑنے کی صراحت ہے۔ ت

اقول وانما قید بقوله مطلقا لان الثوب ان کان مما یفسده التراب کأن یکون من الحریر المخلوط للرجل او الخالص للمرأة وکان فی التراب نداوة فلو لم یغسل بقی متلوثا ولو غسل فسد فحینئذ ینبغی ان لا ینهی التوقی فان الضرورات تبیح المحظورات والله تعالٰی اعلم ولکن الشان ان لیس لفظ التراب لا فی الخلاصة ولا فی النهایة فنص نسختی الخلاصة ولا یعبث بشیئ من جسده وثیابه والحاصل ان کل عمل هو مفید لا باس به للمصلی وقد صح عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم انه سلت العرق عن جبینه وکان اذا قام من سجوده نفض ثوبه یمنة و یسرة و ما لیس بمفید یکره کالعبث ونحوه[2] اھ ونص النهایة علی ما نقل فی البحر مثل ما اثرته عن العنایة بمعناه وقد صرح فیه بالمراد اذ قال کیلا تبقی صورة ولا توجه علیه لشیئ من الایرادات بید ان الامام الحلبی

اور انہوں نے "مطلقا" کی قید اس لیے لگائی ہے کہ اگر کپڑا ایسا ہے جس کو مٹی کا لگنا مضر ہے جیسا کہ مخلوط ریشم کا کپڑا مرد کے لیے، یا خالص ریشم کا عورت کے لیے یا مٹی تر ہو اور نہ دھونے کی شکل میں وہ ملوث رہے گا اور دھونے کی صورت میں کپڑا ہی خراب ہوجائے گا' ایسی صورت میں کپڑے کو مٹی سے بچانے کی اجازت مناسب ہے کیونکہ ضرورتیں محظورات کو مباح کردیتی ہیں و اللہ تعالٰی اعلم، مگر "التراب" کا لفظ نہ خلاصہ میں ہے اور نہ نہایہ میں، میرے نسخہ میں یہ ہے (خلاصہ کے) (ولا یعبث بشیئ من جسدہ وثیابہ) اور حاصل یہ ہے کہ ہر وہ عمل جو مفید ہو وہ نمازی کرسکتا ہے اور بروایت صحیحہ منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھا تھا اور جب اپنے سجدہ سے اُٹھتے تو اپنے کپڑوں کو دائیں بائیں جھاڑ لیتے تھے، اور جو عمل مفید نہ ہو وہ مکروہ ہے جیسے کھیل وغیرہ اھ اور بحر کے بقول نہایہ کی عبارت وہی ہے جو میں نے عنایہ سے نقل کی دونوں معنی ایک ہی

---

[1] بحر الرائق مایفسد الصلوٰۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۹

[2] خلاصۃ الفتاوٰی فیما یکرہ فی الصلوٰۃ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۵۷

Marfat.com

ثقة حجة امین فی النقل فالظاھر انه وقع هکذا فی نسختیه الخلاصة والنهایة ولکن العجب من البحر نقل عبارة النهایة مصرحة بالصواب ثم عقبها بالاعتراضات الوارذة علی لفظ من التراب واقرھا کانه لیس عنها جواب۔

ہیں اور اس میں اس کی وجہ بھی بیان کر دی ہے، اور وہ یہ کہ صورت باقی نہ رہے۔ اس عبارت پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا ہے، علاوہ ازیں امام حلبی نقل کے بارے میں مستند اور ثقہ ہیں تو بظاہر یہی ہے کہ خلاصہ اور عنایہ کے نسخوں میں وہی ہے جو انہوں نے ذکر کیا ہے، مگر بحر پر تعجب ہے کہ انہوں نے نہایہ کی عبارت نقل کی اور اس کے درست ہونے کی تصریح کی پھر لفظ "تراب" پر اعتراضات کئے اور یہ ثابت کیا کہ اس کا جواب نہیں ہے۔ (ت)

یہ نہایت کلام ہے تحقیق معنی عبث میں، اب تنقیح حکم کی طرف چلئے وباللہ التوفیق **اقول** بیان سابق سے واضح ہو کہ عبث کا مناط فعل میں فائدہ معتد بہا مقصود نہ ہونے پر ہے اور وہ اپنے عموم سے قصد مضر و ارادۂ شر کو بھی شامل تو بظاہر مثل اسراف اُس کی بھی دو صورتیں ایک فعل بقصد شنیع دوسری یہ کہ نہ کوئی بُری نیت ہو نہ اچھی۔ رب عزوجل نے فرمایا: افحسبتم انما خلقنکم عبثا و انا الینا لا ترجعون[1] کیا اس گمان میں ہو کہ ہم نے تمہیں عبث بنایا اور تم ہماری طرف نہ پلٹو گے۔ علمائے اس آیہ کریمہ میں عبث کو معنی دوم پر لیا یعنی کیا ہم نے تم کو بیکار بنایا تمہاری آفرینش میں کوئی حکمت نہ تھی یُوں ہی بے معنی پیدا ہوئے بیہودہ مرجاؤ گے نہ حساب نہ کتاب نہ عذاب نہ ثواب، جیسے وہ خبیث کہا کرتے تھے:

ان ھی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیی وما نحن بمبعوثین[2]

یہ تو صرف ہماری دنیاوی زندگی ہی ہے ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔ (ت)

اِس کے رَد میں یہ آیت اُتری۔

کما تقدم بعض نقوله وزعم العلامة الخفاجی بعد ما ذکر فی العبث ثلث عبارات تقدمت ان الظاھر ان المراد (ای فی ھذہ الکریمة) الاول[3] اھ

اس کی بعض نقلیں گزریں، اور علامہ خفاجی نے عبث کے بارے میں تین گزشتہ عبارات نقل کرکے فرمایا کہ اس آیت کریمہ میں ظاہر پہلے معنی ہیں۔

اقول اولا علمت ان الکل واحد وثانیا ان ابقینا التغایر فالظاھر الاخیران لان فی الھمزة انکار ما حسبوه لا یجاب ما

اقول اولاً یہ آپ جان چکے کہ یہ تینوں معنی ایک ہی ہیں ثانیاً پھر اگر مغایرت کو باقی رکھا جائے تو ظاہراً آخری دو ہیں کیونکہ ہمزہ میں اس کا انکار ہے جو ان کا گمان تھا

---

[1] القرآن ۲۳/ ۱۱۵
[2] القرآن ۲۳/ ۳۷
[3] عنایۃ القاضی آخر سورۃ مومنون دار صادر (بیروت) ۶/ ۳۴۹

Marfat.com

سلبوہ ولیس المراد اثبات فائدۃ ما و لو غیر معتمد بہا ولہذا قال فی الارشاد بغیر حکمۃ بالغۃ واطلق الجلال لان حکم اللہ تعالٰی کلہا بالغۃ علی ان الحکمۃ نفسہا یستحیل ان لا یعتد بہا۔

کہ جس کو انہوں نے سلب کیا ہے اس کو ثابت کیا جائے اور مراد کسی فائدہ کا ثابت کرنا نہیں ہے خواہ وہ غیر معتد بہا ہی کیوں نہ ہو، اور اسی لیے ارشاد میں فرمایا بغیر حکمۃ بالغہ کے، اور جلال نے مطلق رکھا، کیونکہ اللہ کا ہر حکم بالغ ہے اور پھر حکمت ناممکن ہے کہ غیر معتد بہا ہو۔ت

اور سیدنا ہود علٰی نبینا الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی قوم عاد سے فرمایا:

اتبنون بکل ریع ایۃ تعبثون ○ وتتخذون مصانع لعلکم تخلدون ○[1]

کیا ہر بلندی پر ایک نشان بناتے ہو عبث کرتے یا عبث کے لیے اور کارخانے بناتے ہو گویا تمھیں ہمیشہ رہنا ہے۔

اس آیہ کریمہ میں بعض نے کہا راستوں میں مسافروں کے لیے بے حاجت بھی جگہ جگہ علامتیں قائم کرتے تھے۔

ذکرہ فی الکبیر وتبعہ البیضاوی وابو السعود والجمل قال فی الانوار (ایۃ) علما للمارۃ (تعبثون) ببنائہا اذ کانوا یہتدون بالنجوم فی اسفارھم فلا یحتاجون الیہا اھ[2] فاوردان لا نجوم بالنہار وقد یحدث باللیل من الغیوم ما یستر النجوم واجاب فی العنایۃ بانہم لا یحتاجون الیہا غالبا اذ مرالغیم نادر لاسیما فی دیار العرب[3] اھ

اس کو کبیر میں ذکر کیا اور اس کی پیروی بیضاوی، ابو السعود اور جمل نے کی، انوار میں فرمایا (آیہ) گزرنے والوں کے لیے نشانی، (تعبثون) تم اس کی عمارت کا مذاق اڑاتے تھے، کیونکہ تمھارا کہنا تھا کہ ہم ستاروں سے ہدایت پاتے ہیں تو اس عمارت کی کیا ضرورت تھی اھ اور یہ اعتراض کیا ہے کہ دن میں ستارے نہیں ہوتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ رات میں بادل کی وجہ سے ستارے نظر نہیں آتے ہیں، اس کا جواب عنایہ میں یہ ہے کہ وہ بالعموم اس کے محتاج نہیں، کیونکہ بادل شاذ و نادر ہوتے ہیں خاص طور پر دیار عرب میں اھ۔ت

اقول اولا لم یجب عن النہار وانما بہ اکثر الاسفار وثانیا ان سلم الندور فعمل ما یحتاج الیہ ولو احیانا لا یعد عبثا قال مع

اقول اولاً دن میں واجب نہیں، اور بیشک اکثر سفر اسی میں ہوتے ہیں۔

ثانیاً اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ یہ نادر ہوتا ہے

---

[1] القرآن ۲۶/۱۲۸ و ۱۲۹
[2] بیضاوی مجتبائی دہلی ۲/ ۱۱۲
[3] عنایۃ القاضی اتبنون بکل ریع آیۃ تعبثون الخ بیروت ۷/ ۲۲

Marfat.com

انه لو احتیج الیها لم یحتج الی ان یجعل فی کل ربع فان کثرتها عبث[1] اھ

تو ایسا کام جس کی کبھی کبھار حاجت ہوتی ہو عبث شما[ر] نہیں ہوتا، فرمایا مع اس کے کہ اگر اس کی حاجت ہے تو یہ حاجت نہیں کہ ہر چوبتائی میں کیا جائے کیونکہ اس کی کثرت عبث ہے اھ۔ ت

اقول ھذا[1] منزع اخر فلا یرفع الایراد عن القاضی قال وقال الفاضل الیمنی ان اماکنھا المرتفعة تغنی عنها فهی عبث[2] اھ

یہ دوسرا منزع ہے مگر قاضی پر سے اعتراض کو دور نہیں کرسکتا ہے، فرمایا فاضل یمنی کہتے ہیں کہ اس کے بلند مکانات اس سے بے نیاز کرتے ہیں تو وہ عبث ہے ا[ھ]

اقول اولا[2] ارتفاع الاماکن لا یبلغ بحیث یراھا القاصد من ای مکان بعید قصد وثانیا[3] ھو منزع ثالث وکلامنا فی کلام الانوار وبالجملة ھو وجه زیف ولا اعلم له سندا من السلف ولقد احسن النیسابوری اذ اسقطه من تلخیص الکبیر۔

اول: مکان اتنے بلند نہیں ہوتے کہ ہر دور درا[ز] کا شخص ان کو دیکھ لے۔

دوم: یہ تیسرا منزع ہے اور ہمارا کلام انوار کے کلام میں ہے اور خلاصہ یہ کہ یہ وجہ ٹھیک نہیں ہے، اور میرے علم میں اس کی کوئی سند سلف سے نہیں ہے اور نیشاپوری نے اچھا کیا کہ اس کو تلخیص کبیر سے ساقط کر دیا۔ ت

اقول وتعبیری[4] اذ قلت یبنون من دون حاجة ایضا احسن من تعبیر الکبیر ومن تبعه کما تری۔

میں نے جو تعبیر کی ہے کہ بلا حاجت بناتے ہیں یہ بھی کبیر اور ان کے متبعین کی تعبیر سے بہتر ہے جیسا کہ تو نے دیکھا۔ ت

امام مجاہد و سعید بن جبیر نے فرمایا: جگہ جگہ کبوتروں کی کابکیں بناتے ہیں۔

رواہ عن الاول ابن جریر فی (ایة) وھو والفریابی وسعید بن منصور وابن ابی شیبة وعبد بن حمید وابنا المنذر وابی حاتم فی (مصانع) وعزاہ للثانی فی المعالم۔

پہلے سے ابن جریر نے روایت کی (آیۃ) میں اور وہ اور فریابی اور سعید بن منصور اور ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید اور منذر کے دونوں بیٹوں نے، اور ابوحاتم نے (مصانع) میں اور دوسرے کی طرف اس کو معالم میں منسوب کیا۔ ت

ان دونوں تفسیروں پر یہ عبث بمعنی دوم ہوگا یعنی لغو و لہو۔ بعض نے کہا ہر جگہ اونچے اونچے محل تکبر و تفاخر کیلئے بناتے۔

---

[1] و [2] عنایۃ القاضی انبنون بکل ریع تعبثون الخ بیروت ۷/۲۲

Marfat.com

ذکرہ الکبیر و من بعدہ وللفریابی وابناء حمید و جریر والمنذر وابی حاتم عن مجاھد و تتخذون مصانع قال قصور امشیدۃ و بنیانا مخلدا[1] ولابن جریر عنہ قال ایۃ بنیان[2]۔

کبیر نے ذکر کیا ان کے بعد فاریابی اور ابناء حمید و جریر اور منذر اور ابی حاتم نے مجاہد سے مکان بناتے ہیں اونچے اونچے محل ہمیشہ رہنے والے ابن جریر نے آیۃ بنیان کہا۔ ت

ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے منقول ہوا جو راستے سیدنا ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف جاتے ان پر محل بناتے تھے کہ اُن میں بیٹھ کر خدمتِ رسالت میں حاضر ہونے والوں سے تمسخر کرتے ذکرہ فی مفاتیح الغیب ورغائب الفرقان (مفاتیح الغیب اور رغائب الفرقان میں اس کا ذکر کیا گیا۔ ت) یا سرِ راہ بناتے ہر راہ گیر سے ہنستے ذکرہ البغوی والبیضاوی وابوالسعود واقتصر علیہ الجلال ملتزما الاقتصار علی اصح الاقوال (ذکر کیا بغوی اور بیضاوی اور ابوالسعود نے اختصار کیا جلال نے اختصار اقوالِ اصح میں لازم ہے۔ ت)

ان دونوں تفسیروں پر یہ عبث بمعنی اول ہوگا یعنی قصد شر و ارادہ ضرر۔ بالجملہ دونوں معنے کا پتا قرآنِ عظیم سے چلتا ہے اگرچہ متعارف غالب میں اُس کا استعمال معنی دوم ہی پر ہے بیہودہ و بے معنے کام ہی کو عبث کہتے ہیں نہ کہ معاصی و ظلم و غصب و زنا و ربا وغیرہا کو اذا التقرر ھذا۔

اقول ظھر ان لاعتب علی الامام الجلیل صاحب الھدایۃ رحمہ اللہ تعالٰی اذ یقول ان العبث خارج الصلاۃ حرام فما ظنك فی الصلاۃ[3] اھ وقد اقرہ فی العنایۃ والفتح وتبعہ فی الدرر[4] والغنیۃ و لفظ مولٰی خسرو انہ خارج الصلاۃ منھی عنہ فما ظنك فیھا[4] اھ والمحقق الحلبی العبث حرام خارج الصلاۃ اولی[5] اھ فان قلت اطلقوا وانما ھو حکم القسم الاول۔

اقول صاحبِ ہدایہ نے فرمایا ہے کہ بیرونِ نماز عبث حرام و ممنوع ہے تو پھر اندرونِ نماز کیوں ممنوع نہ ہوگا اھ مگر اُن پر اس سلسلہ میں کوئی عتاب نہیں۔ اس کو عنایہ، فتح، درر، غنیہ میں برقرار رکھا، مولٰی خسرو کے لفظ یہ ہیں کہ عبث بیرونِ نماز ممنوع ہے تو خود نماز میں تمہارا کیا خیال ہے؟ اھ اور محقق حلبی کے لفظ یہ ہیں کہ عبث نماز کے باہر حرام ہے تو نماز میں بطریق اولٰی حرام ہوگا اھ اگر یہاں یہ سوال کیا جائے کہ ان فقہا نے اس کو مطلق رکھا ہے حالانکہ یہ تو صرف قسم اول کا حکم ہے۔ ت

---

[1] ابن جریر میمنہ مصر ۱۹/۴۵ [2] ایضاً

[3] ہدایۃ، مکروہات الصلوٰۃ، عربیہ کراچی ۱/۱۱۸ [4] کتاب الدرر، مایفسد الصلوٰۃ، دار السعادۃ مصر ۱/۱۰۷

[5] غنیۃ المستملی، کراہیۃ الصلوٰۃ، سہیل اکیڈیمی لاہور ص ۳۴۹

Marfat.com

قلت اصل الکلام فی الصلاۃ وکل عبث فیھا من القسم الاول فتعین مرادا وکان اللام للعھد فحصل التفصی عما اورد السروجی فی الغایۃ وتبعہ فی البحر والشرنبلالی فی الغنیۃ وش ان العبث خارجھا بثوبہ او بدنہ خلاف الاولٰی ولا یحرم قال والحدیث (ای ان اللہ کرہ لکم ثلثا العبث فی الصلاۃ والرفث فی الصیام والضحک فی المقابر رواہ القضاعی عن یحیی بن ابی کثیر مرسلا) قید بکونہ فی الصلاۃ[1] اھ

قواس کا جواب یہ ہے کہ اصل کلام تو نماز ہی کی … بابت ہے اور اس میں ہر عبث پہلی قسم سے ہے تو … یہی متعین ہوا، اور غالباً لام عہد کے لیے ہے اس طرح … اس اعتراض کا جواب بھی ہو گیا جو سروجی نے غای… میں وارد کیا اور اس کی پیروی بحر اور شرنبلالی نے … غنیہ میں اور "ش" نے کی کہ عبث کپڑے یا بدن کے سات… صلوٰۃ خلاف اولیٰ ہے اور حرام نہیں، اور حدیث … (یعنی اللہ نے تمہارے لیے تین چیزیں مکروہ قرار دی ہیں … عبث نماز میں، رَفَث روزوں میں اور مقابر میں … ہنسنا، اس کو قضاعی نے یحیٰی بن ابی کثیر سے مرسلا … روایت کیا) یہ نماز کی حالت ہی میں ہے[1] اھ ت

ظاہر ہے کہ معنی اول پر عبث ممنوع و ناجائز ہوگا نہ دوم پر اور یہاں ہمارا کلام قسم دوم میں ہے یعنی جہاں نہ قصد … معصیت نہ پانی کی اضاعت۔

بل **اقول** لک ان تقول ان فی النظر الدقیق لاحکم علی العبث فی نفسہ بالحظر والتحریم اصلا وما کان لانضمام ضمیمۃ ذمیمۃ فانما مرجعہ الیھا دونہ وتحقیق ذلک انا ادیناک تظافر الکلمات علی ان مناط العبث علی عدم قصد الفائدۃ بالفعل وھذہ حقیقۃ متحصلۃ بنفسھا ولیس قصد المضر او عدم قصدہ من مقوماتھا ولا مما یتوقف علیہ وجودھا کسبب و شرط فیعد من محصلاتھا فاذن لیس قصد مضر الا من مجاوراتھا وما کان

اقول اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو عبث کو بذاتِ خو… حرام وممنوع قرار دینا درست نہیں، اگر یہ حرام … تو کسی حرام چیز کی شمولیت کے باعث ہے، اس کی … تحقیق یہ ہے کہ علماء کے ارشادات ہم نقل کرچکے ہیں … اُن سب کا مفاد یہ ہے کہ عبث کا دار و مدار اس … پر ہے کہ کسی کام سے کسی فائدہ کے حصول کا ارادہ … نہ کیا جائے، اور یہ بذاتِ خود ایک حقیقۃ ثابتہ ہے … اس میں ضرر کا ارادہ کرنا یا نہ کرنا شامل نہیں ہے، … اس کے مقومات میں سے ہے اور نہ اس کے شرائط و … اسباب میں سے ہے کہ اس کو عبث کے محصلات میں …

---

[1] بحر الرائق، باب ما یفسد الصلوٰۃ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۰ و ردالمحتار، باب ما یفسد الصلوٰۃ، مصطفی البابی مصر ۱/۴…

Marfat.com

لم یجاور یکون حکما لہ لا لصاحبہ الا تری ان البیع یحرم بشرط فاسد و بعد اذان الجمعۃ و اذا سئلت عن حکم البیع قلت مشروع بالکتاب و السنۃ و اجماع الامۃ کما ذکرہ فی غایۃ البیان و غیرھا و الصلاۃ تکرہ فی ثیاب الحریر للرجل و فی الارض المغصوبۃ و لا یمنعک ذلک ان تقول اذا سئلت عن حکمھا ان الصلاۃ خیر موضوع فمن استطاع ان یستکثر منھا فلیستکثر کما رواہ[1] الطبرانی فی الاوسط عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن المصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و بالجملۃ یؤاخذ علی المعصیۃ من حیث قصد الشر لا من حیث عدم قصد الخیر و ھی انما کانت عبثا من ھذہ الحیثیۃ لا من تلک فلیس الحظر حکم العبث اصلا۔

شمار کیا جاسکے، لہٰذا مضر شَے کا قصد اس سے متصل چیز ہوسکتی ہے اور اگر متصل چیز کے باعث حکم ہو تو وہ شے متصل کا حکم ہوگا نہ کہ بنفسہٖ اس شَی کا، مثلاً یہ کہ بیع شرطِ فاسد کی وجہ سے حرام ہوجاتی ہے اور اذانِ جمعہ کے بعد حرام ہوجاتی ہے لیکن اگر بیع کا حکم دریافت کیا جائے تو یہی کہا جائیگا کہ یہ کتاب و سنّت اور اجماعِ اُمّت کی رُو سے مشروع اور حلال ہے جیسا کہ غایۃ البیان وغیرہا میں مذکور ہے اور ریشمی کپڑے پہن کر مرد کے لیے نماز پڑھنا مکروہ ہے اور مغصوبہ زمین میں نماز مکروہ ہے، مگر نماز بذاتِ خود مشروع امر ہے، جتنی پڑھی جاسکے پڑھی جانی چاہیے۔ طبرانی نے اوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی، اور خلاصہ یہ کہ معصیت پر گرفت بُرائی کے ارادہ کی وجہ سے ہوگی نہ کہ خیر کا قصد نہ کرنے کی وجہ سے، اور وہ اس حیثیت سے عبث ہے نہ کہ اُس حیثیت سے، تو ممنوع ہونا عبث کا حکم اصلاً نہیں ہے۔ ت

اس کا حکم وہی ہے جو ابھی غایۂ سروجی و بحر الرائق و غنیۂ شرنبلالی و ردالمحتار سے منقول ہوا کہ خلافِ اولٰی ہے اور یہی مفاد درمختار ہے حیث قال کرہ عبثہ للنھی الالحاجۃ ولا باس بہ خارج الصلاۃ اھ[2] فان لا باس لما ترکہ اولٰی (حاجت کے بغیر نماز میں فعلِ عبث کرنا نہی کی بنا پر مکروہ ہے جبکہ خارجِ نماز فعلِ عبث کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ ترکِ اولٰی میں حرج نہیں۔ ت)

اور یہی وہ ہے جو **قول سوم** میں ارشاد ہوا کہ پانی میں اسراف نہ کرنا آداب سے ہے۔

اما فی الحلیۃ فی مسألۃ فرقعۃ الاصابع ھل یکرہ خارج الصلاۃ فی النوازل یکرہ و الظاھر

اور حلیہ میں انگلیاں چٹخانے کی جو بحث ہے کہ آیا یہ فعل بیرونِ نماز مکروہ ہے؟ تو نوازل کے مطابق مکروہ ہے

---

[1] مجمع الزوائد باب فضل الصلوٰۃ بیروت ۲/۲۴۹

[2] دُرمختار باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مجتبائی دہلی ۱/۹۱

Marfat.com

ان المراد کراھۃ تنزیہ حیث لا یکون لغرض صحیح اما لغرض صحیح و لو اراحۃ الاصابع فلا اھ[1] وفی تشبیکھا بعد ذکر النھی عنہ فی الصلاۃ وفی السعی الیھا و لمنتظرھا کمثلھم فی الفرقعۃ مانصہ فیبقی فیما وراء ھذہ الاحوال حیث لایکون عبثا علی الاباحۃ من غیر کراھۃ وان کان علی سبیل العبث یکرہ تنزیھا[2] اھ وتبعہ فیھما ش والبحر فی الاولی وزاد انہ لما لم یکن فیھا خارجھا نھی لم تکن تحریمیۃ کما اسلفناہ قریبا[3] اھ یرید ماقدمناہ ان لم یکن الدلیل نھیا بل کان مفیدا للترک الغیر الجازم فھی تنزیھیۃ اھ[4] وعقب الثانیۃ بقولہ وقد قدمنا عن الھدایۃ ان العبث خارج الصلٰوۃ حرام وحملناہ علی کراھۃ التحریم فینبغی انیکون العبث خارجھا لغیر حاجۃ کذلک اھ[5]

اور بظاہر یہ کراہت تنزیہی ہے جبکہ کسی غرض صحیح کے لیے نہ ہو اور اگر غرض صحیح کے لیے ہو، مثلاً انگلیوں کو راحت دینا تو مکروہ نہیں ہے اھ اور انگلیوں کا ایک دوسرے میں داخل کرنا، تو نماز میں اس کی ممانعت ذکر کی ہے، جو نماز کے لیے جارہا ہے یا اس کا منتظر ہو ان کے لیے یہ ممنوع ہے، جیسے انگلیوں کا چٹخانا، ان مواقع کے علاوہ جہاں عبث نہ ہو یہ فعل بلا کراہت مباح رہے گا، اور اگر بطور عبث ہو تو مکروہ تنزیہی رہے گا اھ اس کی متابعت ش اور بحر نے پہلی میں کی اور اس میں یہ اضافہ کیا کہ جو خارج نماز اس کی ممانعت نہیں تو یہ مکروہ تحریمی نہ ہوگا، جیسا کہ ابھی گزرا اھ اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ اگر دلیل نہی نہیں ہے بلکہ مفید ترک غیر جازم ہے تو یہ کراہت تنزیہی ہے اھ اور دوسری کے بعد فرمایا کہ ہم نے ہدایہ سے نقل کیا کہ عبث بیرونِ نماز حرام ہے اور ہم نے اس کو کراہت تحریم پر محمول کیا ہے تو خارج نماز عبث بلاحاجۃ بھی ایسا ہی ہونا چاہیے اھ (ت)

فاقول دعوی کراھۃ التنزیہ مبتنیۃ علی عدم الفرق بین خلاف الاولی وکراھۃ التنزیہ وزعم ان ترک کل مستحب مکروہ کما قدمنا فی التنبیہ الثالث عن الحلیۃ ان المکروہ

اقول کراہت تنزیہی کا دعوٰی اس امر پر مبنی ہے کہ خلاف اولٰی اور کراہت تنزیہی میں فرق نہ کیا جائے، اور یہ سمجھا جائے کہ ہر مستحب کا ترک مکروہ ہے جیسا کہ ہم نے حلیہ سے تنبیہ ثالث نقل کرتے ہوئے بیان کیا کہ

---

[1] حلیہ

[2] حلیہ

[3] بحرالرائق مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیھا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۰

[4] ردالمحتار مکروہات الصلٰوۃ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۲

[5] بحرالرائق مایفسد الصلٰوۃ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۰

Marfat.com

تنزیھا مرجعہ خلاف الاولٰی والظاھرانھما متساویان وعن البحران التنزیہ فی رتبۃ المندوب وعن ش ان ترک المندوب مکروہ تنزیھا وقد علمت ماھو التحقیق وباللہ التوفیق۔

مکروہ تنزیہی کا مرجع خلاف اولٰی ہے اور بظاہر یہ دونوں متساوی ہیں، اور بحر میں ہے کہ مکروہ تنزیہی مندوب کے مرتبہ میں ہے اور "ش" سے منقول ہے کہ مندوب کا ترک مکروہ تنزیہی کے مرتبہ میں ہے اور جو تحقیق ہے وہ تو آپ کو معلوم ہی ہو چکی ہے وباللہ التوفیق۔

اما ما عقب بہ الثانیۃ فاقول اولا اعجب واغرب مع انہ اسلف الاٰن ان لیس خارجھا نھی فلا تحریمیۃ وثانیا حققنا ان کلام الھدایۃ فی القسم الاول من العبث فاجراؤہ فی الثانی غیر سدید۔

اور دوسری کا جو تعاقب انہوں نے کیا ہے تو اوّلاً میں کہتا ہوں کہ انھوں نے بہت ہی عجیب غریب بات کہی ہے حالانکہ کچھ قبل انہوں نے نقل کیا ہے کہ خارج نماز نہی نہیں ہے، تو کراہت تحریمیہ نہ ہوگی۔ اور ثانیاً یہ کہ ہم نے تحقیق کی ہے کہ ہدایہ کا کلام عبث کی قسم اوّل میں ہے تو اس کو دوسری میں جاری کرنا درست نہیں۔ ت

ہم اوپر بیان کر آئے کہ کراہت تنزیہی کے لیے بھی نہی و دلیل خاص کی حاجت ہے اور مطلقاً کوئی فعل کبھی کسی فائدہ غیر معتد بہا کے لیے کرنے سے شرع میں کون سی نہی مصروف ہے کہ کراہت تنزیہہ ہو ہاں خلاف اولٰی ہونا ظاہر کہ ہر وقت اولٰی یہی ہے کہ انسان فائدہ معتد بہا کی طرف متوجہ ہو رہی حدیث صحیح من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ[1] انسان کے اسلام کی خوبی سے ہے یہ بات کہ غیر مہم کام میں مشغول نہ ہو لایعنی بات ترک کرے،

رواہ الترمذی وابن ماجۃ والبیھقی فی الشعب عن ابی ھریرۃ والحاکم فی الکنی عن ابی بکر الصدیق وفی تاریخہ عن علی المرتضٰی واحمد والطبرانی فی الکبیر عن سیدنا ابن السید الحسین بن علی والشیرازی فی الالقاب عن ابی ذر والطبرانی فی الصغیر عن زید بن ثابت وابن عساکر عن الحارث بن ھشام رضی اللہ تعالٰی عنھم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حسنہ

اس کو ترمذی اور ابن ماجہ اور بیہقی نے شعب میں روایت کیا، بہ روایت حضرت ابوہریرہ سے ہے، اور حاکم نے کُنٰی میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اور حاکم کی تاریخ میں علی المرتضٰی سے، اور احمد اور طبرانی نے کبیر میں سیدنا ابن سید حسین بن علی سے اور شیرازی نے القاب میں ابوذر سے اور طبرانی نے صغیر میں زید بن ثابت سے اور ابن عساکر نے حارث بن ہشام سے مرفوعاً روایت کی، اس کو نووی نے حسن کہا اور اس کو

---

[1] جامع ترمذی ابواب الزہد امین کمپنی دہلی ۲/۵۵

Marfat.com

النووی وصححه ابن عبد البر والهیثمی۔

ابن عبدالبر اور ہیثمی نے صحیح قرار دیا۔ ت

اقول اس کا مفاد بھی اسی قدر کہ حسن اسلام سب محسنات سے ہے اور محسنات میں سب مستحسنات بھی نہ کہ غیر مہم سے نہی ورنہ غیر مہم تو بیکار سے بھی اہم ہے تو سوا مہمات کے سب زیر نہی آکر مباحات سراسر مرتفع ہو جائیں

لاجرم امام ابن حجر مکی شرح اربعین نووی میں فرماتے ہیں :

الذی یعنی الانسان من الامور ما یتعلق بضرورة حیاته فی معاشه مما یشبعه من جوع ویرویه من عطش ویستر عورته ویعف فرجه ونحو ذلك مما یدفع الضرورة دون ما فیه تلذذ واستمتاع واستکثار وسلامته فی معاده۔[1]

انسان کو بعض ایسی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے جو اس زندگانی کی ضروریات سے ہوتی ہیں، جو اس کو بھوک شکم سیر کردیں، اور پیاس سے سیراب کردے، اس ستر عورت کرے اور اس کو پاکدامن رکھے، علاوہ از دوسری چیزیں جو دفع ضرورت کے لیے ہوتی ہیں نہ کہ و چیزیں جن میں تلذذ استمتاع، استکثار اور معاد کی سلامتی ہو۔ ت

ابن عطیہ مالکی کی شرح اربعین میں ہے :

ما لا یعنیه هو ما لا تدعو الحاجة الیه مما لا یعود علیه منه نفع اخروی والذی یعنیه ما یدفع الضرورة دون ما فیه تلذذ وتنعم وقال الشیخ یوسف بن عمر ما لا یعنیه هو ما یخاف فیه فوات الاجر والذی یعنیه هو الذی لا یخاف فیه فوات ذلك[2] اھ مختصرا۔

”مالا یعنیہ“ وہ جن کی کوئی ضرورت اس کو نہ ہو یعنی وہ چیزیں جن سے آخرت کا کوئی نفع متعلق نہ ہو اور ”والذی یعنیہ“ سے مراد وہ چیزیں ہیں جو اس ک ضرورت کو پورا کریں، وہ نہیں جن میں تلذذ اور تنعم ہو، شیخ یوسف بن عمر نے فرمایا ”مالا یعنیہ“ سے مراد وہ چیزیں ہیں جن میں اس کو اجر آخرت فوت ہونے کا خطرہ ہو اور والذی یعنیہ سے مراد وہ چیزیں ہیں جن میں اس کی اجرِ آخرت کے فوت ہونے کا خطرہ نہ ہو اھ مختصرا۔ (ت)

علامہ احمد بن حجازی کی شرح اربعین میں ہے :

الذی یعنی الانسان ما یتعلق بضرورة حیاته فی معاشه وسلامته فی معاده ثم ما لا یعنیه التوسع فی الدنیا وطلب المناصب والریاسة[3] اھ ملخصا۔

”الذی یعنی الانسان“ سے مراد وہ اشیاء ہیں ج انسان کی ضروریات زندگی سے متعلق ہیں اور جن سے اس کی آخرت کا مفاد وابستہ ہو اور ”مالا یعنیہ“ سے مراد دنیا کی فراخی اور ریاست اور طلب مناصب ہیں اھ ملخ

[1] شرح اربعین لابن حجر مکی

[2] شرح اربعین ابن عطیہ مالکی

[3] شرح اربعین للشیخ احمد بن حجازی حدیث ۱۲ دار احیاء الکتب العربیہ مصر ص ۳۶

Marfat.com

تیسیر میں ہے:

الذی یعنیہ ما تعلق بضرورۃ حیاتہ فی معاشہ دون ما زاد وقال الغزالی حد ما لا یعنی ھو الذی لو ترك لم یفت بہ ثواب ولم ینجز بہ ضرر[1]۔

"الذی یعنیہ" سے مراد وہ چیز ہے جو اس کی ضروریاتِ زندگی سے متعلق ہو، نہ وہ کہ جو زائد ہو، اور غزالی نے فرمایا "مالا یعنی" وہ چیز ہے کہ اگر اس کو ترک کردے تو کوئی ثواب فوت نہ ہو اور نہ ضرر لاحق ہو۔

مرقاۃ میں ہے:

حقیقۃ مالا یعنیہ مالا یحتاج الیہ فی ضرورۃ دینہ ودنیاہ ولا ینفعہ فی مرضاۃ مولاہ بان یکون عیشہ بدونہ ممکنا وھو استقامۃ حالہ بغیرہ متمکنا قال الغزالی وحد ما لا یعنیك ان تتکلم بکل ما لو سکت عنہ لم تأثم ولم تتضرر فی حال ولا مآل ومثالہ ان تجلس مع قوم فتحکی معھم اسفارك وما رأیت فیھا من جبال وانھار وما وقع لك من الوقائع وما استحسنتہ من الاطعمۃ والثیاب وما تعجبت منہ من مشایخ البلاد ووقائعھم فھذہ امور لو سکت عنھا لم تأثم ولم تتضرر واذا بالغت فی الاجتھاد حتی لم یمتزج بحکایتك زیادۃ ولا نقصان ولا تزکیۃ نفس من حیث التفاخر بمشاھدۃ الاحوال العظیمۃ ولا اغتیاب لشخص ولا مذمۃ لشیٔ مما خلقہ اللہ تعالٰی فانت مع ذلك کلہ مضیع زمانك ومحاسب علی عمل لسانك اذ تستبدل الذی ھو ادنی بالذی ھو خیر لانك لو صرفت زمان

"مالا یعنیہ" سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کی ضرورت انسان کو نہ دنیا میں ہو اور نہ دین میں، اور نہ مرضیِ مولیٰ کے حصول میں ان کی ضرورت پیش آئے، یعنی وہ اس کے بغیر زندہ رہ سکتا ہو اور دوسری اشیاء کے باعث اس کا حال ٹھیک ٹھاک ہے، غزالی فرماتے ہیں "ما لا یعنی" سے مراد ایسی گفتگو ہے کہ اگر وہ نہ کی جائے تو نہ کوئی گناہ لاحق ہو اور نہ حال یا مآل میں نقصان دہ ہو، مثلاً آپ لوگوں میں بیٹھ کر اپنے سفروں کا حال بیان کریں، جو پہاڑ دیکھے ہیں اور جو نہریں دیکھی ہیں ان کا حال بتائیں جو عمدہ غذائیں کھائی ہیں اور جو عمدہ لباس پہنے ہیں، اور مشایخ سے ملاقاتیں کی ہیں وہ بیان کریں، اب یہ ایسی اشیاء ہیں کہ اگر آپ ان کا بیان نہ بھی کریں تو کوئی گناہ نہ ہوگا اور نہ کوئی نقصان ہوگا، اور اگر آپ انتہائی کوشش کرکے ان کہانیوں کو مبالغہ آرائیوں سے پاک رکھنے میں بھی کامیاب ہو جائیں اور اس میں تفاخر کا عنصر شامل نہ ہونے دیں، نہ کسی شخص کی غیبت کریں اور نہ مذمت کریں تب بھی آپ اپنا وقت ضائع

---

[1] تیسیر للمناوی

Marfat.com

الکلام فی الذکر و الفکر بما ینفتح لک من نفحات رحمۃ اللہ تعالٰی مایعظم جدواہ و لو سبحت اللہ تعالٰی بنی لک بہا قصر فی الجنۃ و من قدر علی ان یاخذ کنزا من الکنوز فاخذ بدلہ مدرۃ[ع۱] لاینتفع بہا کان خاسرا خسرانا مبینا و ھذا علی فرض السلامۃ من الوقوع فی کلام المعصیۃ وانی تسلم من الافات التی ذکرناھا[1]۔

کر رہے ہیں اور آپ اپنی زبان کے عمل کو حساب و ... کے لیے پیش کر رہے ہیں، آپ خیر کے بدلہ میں ادنٰی ... لے رہے ہیں، کیونکہ اگر یہی وقت ذکر و فکر میں خرچ کر... تو یہ اللہ کی رحمتوں کے دروازے کھلنے کا باعث ہو... اور اگر آپ اس دوران اللہ کی تسبیح کرتے تو جنت میں ... اپنے لیے محل تعمیر کراتے، اور جو شخص کسی خزانے ... حاصل کرنے کی طاقت رکھتا ہو پھر بجائے اُس کے م... کے ڈھیلے اُٹھالے تو اس سے زیادہ خسارے میں کون ہوگا، اور یہ اس مفروضہ پر ہے جبکہ آدمی گناہ کی گفتگو سے محفوظ ہو، لیکن جن آفات کا ہم نے ذکر کیا ہے اُسے محفوظ ہونا کیونکر ممکن ہے! ت

فائدہ: خلاصہ ان سب نفیس کلاموں کا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی امت کو لایعنی باتیں چھوڑ... کی طرف ارشاد فرماتے ہیں جتنی بات آدمی کے دین میں نافع اور ثواب الٰہی کی باعث ہو یا دنیا میں ضرورت کے لا... ہو جیسے بھوک پیاس کا ازالہ بدن ڈھانکنا پارسائی حاصل کرنا اُسی قدر اہم ہے اور اس سے زائد جو کچھ ہو جیسے د... کی لذتیں نعمتیں منصب ریاستیں غرض جملہ افعال و اقوال و احوال جن کے بغیر زندگانی ممکن ہو اور ان کے ترک میں نہ ثواب فوت نہ ثواب یا آئندہ[ع۲] کسی ضرر کا خوف وہ سب لایعنی و قابلِ ترک ہے مثلاً لوگوں کے سامنے اپنے سفر کی حکایتیں کہ اتنے شہر اور پہاڑ اور دریا دیکھے[ع۳] یہ یہ معاملے[ع۴] پیش آئے فلاں فلاں کھانے اور لباس عمدہ پائے ایسے[ع۵] ایسے مشایخ ...

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ حفظ اللسان امدادیہ ملتان ۹/ ۱۵۱

[ع۱] وقع فی نسخۃ المرقاۃ المطبوعۃ بمصر بدرۃ بالباء وھو تصحیف اھ منہ (م)

مرقاۃ مطبوعہ مصر کے نسخہ میں بدرۃ باء کے ساتھ ہے ... یہ بڑی غلطی ہے اھ منہ (ت)

[ع۲] اقول مگر جبکہ نیت بیان عجائب وصنعت وحکمت و قدرت ربانی و ذکر الٰہی ہو قال تعالٰی فی الافاق وفی انفسکم ... افلا تبصرون ۱۲ منہ (م)

[ع۳] اقول مگر جبکہ اُن کے ذکر میں اپنی یا سامعین کی منفعت دینی ہو اور خالص اُسی کا قصد کرے قال اللہ تعالٰی وذکرھ... بایام اللہ ۱۲ منہ (م)

[ع۴] اقول مگر جبکہ اُس سے مقصود اپنے اوپر احسانات الٰہی کا بیان ہو کہ ایسی جگہ ایسی بے سروسامانی میں مجھ سے ناچیز ... کو اپنے کرم سے ایسا ایسا عطا فرمایا قال تعالٰی واما بنعمۃ ربک فحدث۔ ۱۲ منہ (م)

[ع۵] اقول مگر جبکہ علمائے سنت وصلحائے امت کے فضائل کا نشر اور سامعین کو ان سے استفادہ کی ترغیب مقصود ہو عند ذکر الصلحین تنزل الرحمۃ ۱۲ منہ (م)

Marfat.com

ملتا ہوا۔ یہ سب باتیں اگر تو نہ بیان کرتا تو نہ گناہ تھا نہ ضرر[عہ۱] ہوتا اور اگر تو کامل کوشش کرے کہ تیرے کلام میں واقعیت سے کچھ کمی بیشی[عہ۲] نہ ہونے پائے نہ اس تفاخر سے نفس کی تعریف نکلے کہ ہم نے ایسے ایسے عظیم حال دیکھے نہ اُس[عہ۳] میں کسی شخص کی غیبت ہو۔ اللہ تعالیٰ کی پیدا[عہ۴] کی ہوئی کسی چیز کی مذمت ہو تو اتنی احتیاطوں کے بعد بھی اُس کلام کا حاصل یہ ہوگا کہ تُو نے اُتنی دیر اپنا وقت ضائع کیا اور تیری زبان سے اُس کا حساب ہوگا تو خیر کے عوض ادنیٰ بات اختیار کر رہا ہے اس لیے کہ جتنی دیر تُو نے یہ باتیں کیں اگر اتنا وقت اللہ عزوجل کی یاد اور اس کی نعمتوں صنعتوں کی فکر میں صرف کرتا تو غالباً رحمتِ الٰہی کے فیوض سے تجھ پر وُہ کھلتا جو بڑا نفع دیتا اور تسبیح الٰہی کرتا تو تیرے لیے جنت میں محل[عہ۵] چُنا جاتا

عہ۱ اقول ثواب نہ ملنا بھی ایک نوع ضرر ہے خود امام غزالی سے بحوالہ تیسیر اور کلام ابن عطیہ و مرقاۃ میں گزرا کہ جو کچھ آخرت میں نافع ہو لایعنی نہیں ورنہ اس کے یہ معنی لیں کہ جس کے ترک میں نہ گناہ اخروی نہ ضرر دنیوی تو تمام مستحبات بھی داخل لایعنی ہو جائیں گے اور وہ بداہتہً باطل ہے ۱۲ منہ (م)

عہ۲ اقول یعنی وہ کمی جس سے معنیٰ کلام بدل جائیں جیسے کسی ضروری استثناء کا ترک ورنہ جبکہ ترک کل میں گناہ نہیں ترک بعض میں کیوں ہونے لگا ۱۲ منہ (م)

عہ۳ اقول مگر جبکہ جس کی بُرائی بیان کی وُہ گمراہ بدمذہب ہو کہ ان کی شناعت سے مسلمانوں کو مطلع کرنا واجبات دینیہ سے ہے حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اتورعون عن ذکر الفاجر متی یعرفہ الناس اذکروا الفاجر بما فیہ یحذرہ الناس کیا فاجر کی برائی بیان کرنے سے پرہیز رکھتے ہو، لوگ اُسے کب پہچانیں گے فاجر میں جو شناعتیں ہیں بیان کرو کہ لوگ اس سے پرہیز کریں رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ والامام الترمذی الحکیم فی النوادر والحاکم فی الکنی والشیرازی فی الالقاب وابن عدی فی الکامل والطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی السنن والخطیب فی الناس یخ عن معٰویۃ بن حیدۃ القشیری والخطیب فی رواۃ مالک عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ۱۲ منہ (م)

عہ۴ اقول مگر جبکہ اس میں مصلحت دینیہ ہو اور معاذ اللہ اعتراض کے پہلو سے پاک ہو جیسے کچھ لوگ کسی طرف عازم سفر ہیں ان کو بتانا کہ فلاں راستہ بہت خراب ہے اس سے نہ جانا یا کوئی کسی عورت سے نکاح چاہتا ہے اسے اس کی صورت نسب غیرہ وغیرہ میں عیوب معلوم ہیں ان کو خالص خیر خواہی کی نیت سے بیان کرنا لحدیث ان فی اعین الانصار شیئا رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ منہ (م)

عہ۵ ہر بار تسبیح الٰہی کرنے پر جنت میں ایک پیڑ لویا جاتا ہے احادیث کثیرہ میں ہے:
من احادیث ابن مسعود وابن عباس وابن عمرو و جابر وابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اما بناء القصر فاللہ تعالیٰ اعلم۔ (م)

Marfat.com

اور جو ایک خزانہ لے سکتا ہو وہ ایک نلکا ڈھیلا لینے پر بس کرے تو صریح زیاں کار رہا اور یہ سب بھی اُس تقدیر پر ہے کہ کلام معصیت سے بچ جائے اور وہ آفتیں جو ہم نے ذکر کیں اُن سے بچنا کہاں ہوتا ہے۔ ظاہر ہوا کہ لایعنی جملہ مباحات کو شامل ہے نہ کہ مطلقاً مکروہ ہو۔

ہاں مثلاً چار بار پانی ڈالنے کی عادت کرلے تو غالباً اس پر باعث نہ ہوگا مگر وسوسہ اور کم از کم اتنا ضرور رہوگا کہ دیکھنے والے اسے موسوس جانیں گے اور بلاضرورت شرعیہ محل تہمت میں پڑنا ضرور مکروہ ہے۔

فیہ[عہ۱] عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلا یقفن مواقف التھم[۱] وفی الباب عن امیر[عہ۲] المؤمنین الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی کہ جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو تو مقاماتِ تہمت سے دُور رہے، اس سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بھی روایت ہے۔ ت

یہ منشا، **قول دوم** ہے بالجملہ حاصل حکم یہ نکلا کہ بے حاجت زیادت اگر باعتقاد سنیت ہو مطلقاً ناجائز و گناہ ہے اگرچہ دریا میں اور اگر پانی ضائع جائے تو جب بھی مطلقاً مکروہ تحریمی اگرچہ اعتقاد سنیت نہ ہو اور اگر نہ فساد عقیدت نہ اضاعت تو خلاف ادب ہے مگر عادت کرلے تو مکروہ تنزیہی یہ ہے بحمد اللہ تعالٰی فقہ جامع و فکر نافع و درک بالغ و نور بازغ و کمال توفیق و جمال تطبیق و حُسن تحقیق و عطر تدقیق وباللہ التوفیق والحمد للہ رب العٰلمین۔

اقول اس تنقیح جلیل سے چند فائدے روشن ہوئے:

اولا اصل حکم وہی ہے جو امام محرر المذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کتاب اصل میں ارشاد فرمایا کہ بقیہ احکام کے مناط عقیدت و اضاعت و عادت ہیں اور وہ نفس فعل سے زائد، فی نفسہٖ اُس کا حکم اُسی قدر کہ قول سوم میں مذکور ہوا

ثانیا دوم و سوم میں اُس زیادت کو اسراف سے تعبیر فرمانا محض بنظر صورت ہے ورنہ جب نہ معصیت نہ اضاعت تو حقیقت اسراف زنہار نہیں۔

---

[۱] مراقی الفلاح مع الطحطاوی قبیل سجود السہو ازہریہ مصر ص ۲۶۵

[عہ۱] اوردہ فی الکشاف من اٰخر سورۃ الاحزاب و العلامۃ الشرنبلالی قبیل سجود السہو من مراقی الفلاح۔ (م)

کشاف میں سورہ احزاب کے آخر میں اور علامہ شرنبلالی نے سجدہ کے بیان میں مراقی الفلاح میں لکھا ہے۔ (ت)

[عہ۲] رواہ الخرائطی فی مکارم الاخلاق عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال من اقام نفسہ مقام التہمۃ فلا یلومن من اساء الظن بہ ۱۲ منہ (م)

خرائطی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مکارم الاخلاق میں امیر المومنین عمر فاروق سے روایت کیا ہے کہ جس نے تہمت کی جگہ اپنے آپ کو پہنچایا تو بدگمانی کرنے والے کو ملامت نہ کرو۔ (ت)

Marfat.com

ثالثاً در بارۂ زیادت منع و اجازت میں عادت و ندرت کو دخل نہیں کہ فسادِ عقیدت یا پانی کی اضاعت ہو تو ایک بار بھی جائز نہیں اور اُن دونوں سے بری ہو تو بار بار بھی گناہ و معصیت نہیں کراہت تنزیہی جدا بات ہے ہاں در بارۂ نقص یہ تفصیل ہے کہ بے ضرورت تین بار سے کم دھونے کی عادت مکروہ تحریمی اور احیاناً ہو تو بے فسادِ عقیدت صرف مکروہ تنزیہی ورنہ تحریمی کہ تثلیث سنتِ مؤکدہ ہے اور سنت مؤکدہ کے ترک کا یہی حکم بخلاف زیادت کہ ترکِ تثلیث نہیں بلکہ تثلیث پوری کرکے زیادت ہے۔

وبه ظهر ضعف مامرعن العلامة ش فی التنبیه الخامس من التوفیق بین نفی البدائع الکراهة ای التحریمیة عن الزیادة علی الثلاث والنقص عنها عند عدم الاعتقاد مع اشعار الفتح وغیرہ بثبوتها اذا زاد او نقص لغیر حاجة بان محمل الاول اذا فعله مرة والثانی علی الاعتیاد فهذا مسلم فی النقص ممنوع فی الزیادة اما الاستناد الی مفهوم تفریع الفتح وغیرہ المارثمه وقد تمسك به ایضا العلامة ط علی ان کراهة الاسراف کراهة تحریم حیث قال اقول یاثم بالاسراف ولو اعتقد سنیة الثلاث فقط فلذا قالوا فی المفهوم (ای بیان مفهوم قولهم ان الحدیث محمول علی الاعتقاد) حتی لو رأی سنیة العدد وزاد لقصد الوضوء علی الوضوء اولطمانینة القلب او نقص لحاجة فلا باس به (ای فافادوا ان لو زاد بلا غرض کان فیه باس) ولو کان کما ذکر (ان لاباس الا فی الاعتقاد) لا تکرہ الزیادة مطلقا اھ[1] مزیدا منا بین الاهلة وهذا هو منزع کلام ش بید انه حمله علی التعود والاطلاق ط۔

اس سے علامہ ش نے جو فرمایا ہے اس کا ضعف بھی ظاہر ہو گیا علامہ ش کا یہ قول بدائع کی کراہت تحریمی کی نفی میں توفیق کے سلسلہ میں پانچویں تنبیہ میں گزرا ہے، اس میں انہوں نے بتایا ہے کہ بلا اعتقاد اگر کوئی شخص تین مرتبہ سے زیادہ دھوئے یا کم دھوئے جبکہ فتح وغیرہ میں کراہت کی طرف اشارہ ہے جب تین مرتبہ سے زیادہ کرے یا کم کرے بغیر حاجت کے، اس میں یہ ہے کہ پہلی روایت کا محل یہ ہے کہ جب وضو کرنے والا یہ عمل صرف ایک مرتبہ کرے، اور دُوسری روایت کا محل یہ ہے کہ جب وہ شخص یہ عمل بطور عادت کرے، مگر یہ چیز کمی کی صورت میں مسلّم ہے مگر زیادتی کی صورت میں ممنوع ہے۔
اگر فتح وغیرہ کی تفریع جو وہاں گزری ہے اس کو بطور سند لیا جائے اور اسی سے علامہ ط نے بھی استدلال کیا ہے کہ اسراف کی کراہت تحریمی ہے، وہ فرماتے ہیں وضو کرنے والا گنہگار ہوگا اگرچہ اس کا اعتقاد یہی ہو کہ فقط تین مرتبہ استعمال کرنا مسنون ہے۔ اس لیے فقہاء نے اس کا مفہوم (یعنی فقہاء کے اس قول کا مفہوم کہ حدیث اعتقاد پر محمول ہے) یہ لیا ہے کہ وضو کرنے والا اگر عدد کے مسنون ہونے کا قائل ہو مگر وضوء

---

[1] طحطاوی علی الدر سنن الوضوء بیروت ۱/۷۲

Marfat.com

پر وضو کی خاطر یا اطمینان قلب کی خاطر، زاید مرتبہ دھوئے، یا کم مرتبہ دھوئے تو کوئی حرج نہیں (یعنی ان کا مطلب یہ ہے کہ اگر بغیر کسی غرض کے زیادتی کرے گا تو اس میں حرج ہے) اگر بات وہی ہے جو انہوں نے ذکر کی ہے (کہ صرف اعتقاد کی صورت ہی میں مضائقہ ہے) تو مطلقاً زیادتی مکروہ نہیں اھ ہلالین کے درمیان اضافہ ہماری طرف سے ہے، ش کے کلام سے یہی مستفاد ہوتا ہے، صرف اتنا ہے کہ انہوں نے اس کو عادت پر محمول کیا ہے اور ط نے اس کو مطلق رکھا ہے۔ ت

اقول ولا طلاقہ مستندات کما علمت[۱] اما تفصیل ش ان الاسراف یکرہ تنزیہا ان وقع احیانا و تحریما ان تعود فلا اعلم من صرح بہ وکانہ اخذہ من جعل النہر ترکہ سنۃ مؤکدۃ مع خلافہ لہ فی حمل الکراھۃ علی التحریم۔

میں کہتا ہوں ان کے اطلاق کی کئی سندیں ہیں اور ش کا تفصیل سے یہ کہنا کہ اسراف اس صورت میں مکروہ تنزیہی ہوگا جبکہ کبھی کبھی ہو اور جب بطور عادت ہو تو مکروہ تحریمی ہوگا، میرے علم میں نہیں کہ کسی فقیہ نے اس کی تصریح کی ہو، غالباً انہوں نے یہ نہر سے لیا ہے کیونکہ صاحب نہر نے اس کو سنّتِ مؤکدہ کا تارک قرار دیا ہے، مگر کراہت تحریم پر محمول کرنے میں ان کا خلاف ہے۔ ت

فاقول[۲] ھم انفسھم فی ابانۃ المفہوم وشرح نوطھم الحکم بالاعتقاد فذکروا تصویرا الا یکون فیہ الزیادۃ والنقص لاجل الاعتقاد بل لغرض اخر لان العاقل لابد لفعلہ من غرض فاذا لم یکن المشی علی ما اعتقد فلیکن ما ذکروا فلا یدل علی ادارۃ الامر علی ھذا التصویر الا لخالف الشرح المشروح فان المشروح ناطہ بالاعتقاد وصرح ان لو زاد او نقص واعتقد ان الثلاث سنۃ لا یلحقہ الوعید کما تقدم عن البدائع وھذا بنوطہ بشیئ اخر غیرہ وبالجملۃ لا[۳] نسلم ان لشرح المفہوم مفہوما اخر وان سلم فمفہومہ معارض لمنطوق البدائع وغیرھا والمنطوق مقدم فافہم۔

اقول ان حضرات نے خود مفہوم بیان کیا ہے اور حکم کو اعتقاد پر معلق کیا ہے ــــــــــ اور ایسی توضیح کی ہے کہ کمی و زیادتی اعتقاد کے باعث نہ ہو بلکہ کسی اور غرض سے ہو، کیونکہ عقلمند انسان کے فعل کی کوئی نہ کوئی غرض ہونی چاہئے، اب چونکہ اس کا عمل کسی اعتقاد پر مبنی نہیں ہے، تو جو انہوں نے ذکر کیا ہے وہی ہونا چاہیے، تو یہ حکم کے اس توضیح پر دائر ہونے کی دلالت نہ کرے گا، ورنہ تو شرح مشروح کے خلاف ہوگی، کیونکہ مشروح میں اس کو اعتقاد پر معلق کیا گیا تھا، اور یہ تصریح کی ہے کہ اگر زیادتی یا کمی کی اور اعتقاد یہ ہے کہ تین مرتبہ دھونا سنّت ہے تو اس کے لیے وعید نہیں، جیسا کہ بدائع سے منقول ہوا، اور یہ عبارت اس کو کسی اور چیز پر معلق کرتی ہے، اور خلاصہ یہ کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ مفہوم کی شرح کا کوئی اور مفہوم بھی ہے، اور اگر مان بھی لیا جائے تو یہ بدائع وغیرہ کی تصریح کے خلاف ہے جبکہ منطوق مقدم ہوتا ہے فافہم۔ ت

Marfat.com

رابعاً جبکہ حدیث[1] بے قید حال و مکان زیادت و نقص پر حکم اسائت و ظلم و تعدی ارشاد فرمایا اور زیادت میں تعدی خاص مکان اضاعت میں ہے اور نقص میں خاص بحال عادت لہذا ہمارے علماء کرام رحمہم اللہ تعالٰی نے حدیث کو ایک منشاء و نیت یعنی اعتقاد سنیت پر محمول فرمایا جس سے بے قید حال و مکان مطلقاً حکم تعدی و اسائت ہو۔

خامساً بدائع وغیرہ کی تصریح کہ اگر بے اعتقاد سنیت نقص و زیادت ہو تو وعید نہیں صحیح و نجیح ہے کہ عادت نقص یا اضاعت زیادت میں لحوق وعید اس ضم ضمیمہ پر ہے تو فعل بجائے خود اپنے منشاء و غایت و مقصد و نیت میں مواخذہ سے پاک ہے کما علمت ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق (جیسا کہ تونے جانا یہی لائق تحقیق ہے اور اللہ توفیق دینے والا ہے۔ ت) الحمدللہ اس امر پنجم اعنی حکم اسراف آب کا بیان الیسی وجہ جلیل وجیل پر واقع ہوا کہ خود ہی ایک مستقل نفیس رسالہ ہونے اور تاریخی نام برکات السماء فی حکم اسراف الماء رکھنے کے قابل و الحمدللہ علی نعمہ الجلائل وصلی اللہ تعالٰی علی سید الاواخر والاوائل واٰلہ وصحبہ الکرام الافاضل۔

فائدہ مہمہ وضو میں پانی زیادہ نہ خرچ ہونے کے لیے چند امور کا لحاظ رکھیں:

(۱) وضو دیکھ کر ہوشیاری و احتیاط کے ساتھ کریں عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ وضو بہت جلد کرنا چاہیے اور اسی معنے پر کہتے ہیں کہ وضو جوان کا سا اور نماز بوڑھوں کی سی، یہ غلط ہے بلکہ وضو میں بھی درنگ و ترک عجلت مطلوب ہے فتح و بحر و شامی شمار آداب وضو میں ہے والتانی (ٹھہر کر اطمینان سے وضو کرنا۔ ت) عالمگیریہ[2] میں معراج الدرایہ سے ہے لایستعجل فی الوضوء (وضو میں عجلت نہ کی جائے۔ ت)

اقول ظاہر ہے کہ جس شے کے لیے شرع نے ایک حد باندھی ہے کہ اس سے نہ کمی چاہئے نہ بیشی، تو اس فعل کو باحتیاط بجالانے ہی میں حد کا موازنہ ہو سکے گا نہ کہ لپ جھپ اناپ شناپ میں۔

(۲) بعض لوگ چلو لینے میں پانی ایسا ڈالتے ہیں کہ اُبل جاتا ہے حالانکہ جو گرا بیکار گیا اس سے احتیاط چاہیے۔

(۳) ہر چلو بھرا ہونا ضرور نہیں بلکہ جس کام کے لیے لیں اس کا اندازہ رکھیں مثلاً ناک میں نرم بانسے تک پانی چڑھانے کو پورا چلو کیا ضرور نصف بھی کافی ہے بلکہ بھرا چلو کلی کے لیے بھی درکار نہیں۔

(۴) لوٹے کی ٹونٹی متوسط معتدل چاہیے نہ ایسی تنگ کہ پانی بدیر دے نہ فراخ کہ حاجت سے زیادہ گرائے اس کا فرق یوں معلوم ہو سکتا ہے کہ کٹوروں میں پانی لے کر وضو کیجئے تو بہت خرچ ہوگا یونہی فراخ ٹونٹی سے بہانا زیادہ خرچ کا باعث ہے اگر لوٹا ایسا ہو تو احتیاط کرے پوری دھار نہ گرائے بلکہ باریک۔

---

[1] بحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۸
[2] فتاوٰی ہندیہ مستحبات الوضوء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۹

Marfat.com

(۵) بہت بھاری برتن سے وضو نہ کرے خصوصاً کمزور کہ پورا قابو نہ ہونے کے باعث پانی بے احتیاط گرے گا۔

(۶) اعضا دھونے سے پہلے اُن پر بھیگا ہاتھ پھیرے کہ پانی جلد دوڑتا ہے اور تھوڑا بہت کام دیتا ہے خصوصاً موسم سرما میں اس کی زیادہ حاجت ہے کہ اعضاء میں خشکی ہوتی ہے بہتی دھار بیچ میں جگہ خالی چھوڑ جاتی ہے جیسا کہ مشاہدہ ہے

بحرالرائق میں ہے:

عن خلف بن ایوب انه قال ینبغی للمتوضئ فی الشتاء ان یبل اعضاءه بالماء شبه الدهن ثم لیسیل الماء علیها لان الماء یتجافی عن الاعضاء فی الشتاء کذا فی البدائع[1]

خلف بن ایوب سے مروی ہے کہ موسم سرما میں وضو کرنے والے کو چاہیے پہلے اعضاء پر تیل کی طرح پانی چپڑ لے پھر اس پر پانی پہنچائے کیونکہ سردی میں پانی اعضا سے دُور رہتا ہے، کذا فی البدائع۔ ت

فتح القدیر میں ہے:

الاداب امرار الید علی الاعضاء المغسولة والتأنی والدلك خصوصاً فی الشتاء[2] اھ واعترضه فی البحر بانه ذکر الدلك من المندوبات وفی الخلاصة انه سنة عندنا[3] اھ وقدمناه فی التنبیه الثالث وقال العلامة ش فی المنحة قوله ذکر الدلك الخ یمکن ان یجاب عنه بان مراده امرار الید المبلولة علی الاعضاء المغسولة لما قدمه الشارح عند الکلام علی غسل الوجه عن خلف بن ایوب (ای ما نقلناه انفا قال) لکن کان ینبغی تقییده بالشتاء تامل[4] اھ۔

دھوئے ہوئے اعضا پر ہاتھ پھیرنا آداب میں شمار کیا خصوصاً سردیوں میں اعضاء کو ملنا اھ اور بحر میں اس پر اعتراض کیا ہے کہ انھوں نے اعضا کے ملنے کو مندوبات سے قرار دیا ہے اور خلاصہ میں ہے کہ یہ ہمارے نزدیک سنت ہے اھ اور ہم نے اس کو تیسری تنبیہ میں ذکر کیا ہے۔ علامہ ش نے منحہ میں ان کا قول ذکر الدلك الخ کے بارے میں فرمایا ہے کہ ممکن ہے کہ اس کا جواب یہ دیا جائے کہ ان کی مراد یہ ہے کہ اعضائے مغسولہ پہ تر ہاتھ پھیرا جائے، شارح نے یہی بات غسل وجہ میں خلف بن ایوب سے نقل کی (یعنی جو ہم نے ابھی نقل کیا) لیکن اس کو سرما میں مقید کرنا چاہیے تامل اھ۔ ت

---

[1] بحرالرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی ۱/۱۱

[2] فتح القدیر کتاب الطہارة نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۲

[3] بحرالرائق " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۹

[4] منحة الخالق مع البحر " " " " " "

Marfat.com

اقول اولاً ان اراد انه لا يندب اليه الا فی الشتاء فممنوع لان الماء وان كان يتجافى عن الاعضاء فی غير الشتاء فلا شك ان البل قبل الغسل ينفع فی كل زمان فانه يسهل مرور الماء و يقلل المصروف منه كما هو مجرب مشاهد فالنقل عن الامام خلف فی الشتاء لا ينفيه فی غيره انما يقتضی ان الحاجة اليه فی الشتاء اشد وهذا قد صرح به المحقق حيث قال خصوصا فی الشتاء و ثانيا امرار اليد على الاعضاء المغسولة قد افرزه المحقق عن الدلك كما سمعت فكيف يحمل عليه لكن التحقيق ما اقول ان الامرار المذكور له ثلثة محتملات الاول الامرار بعد الغسل اعنی بعد ما انحدر الماء لنشف الباقی كيلا يترشش على الثياب والثانی مع الغسل ای حين كون الماء بعد مارا على الاعضاء وهو عين الدلك المطلوب قال فی البحر[۲] خلف ما قدم عن خلف الدلك ليس من مفهومه (ای الغسل بالفتح) وانما هو مندوب و ذكر فی الخلاصة انه سنة وحده امرار اليد على الاعضاء المغسولة اھ و الثالث قبل الغسل و يحتاج الی التقييد بالمبلولة والتجوز فی المغسولة بمعنی ما سيغسل او ما امر به ان يغسل فح قد يمكن ان يراد بالدلك

اقول اس میں اوّلاً تو یہ ہے کہ اگر ان کی مراد یہ ہے کہ یہ صرف سردی میں مندوب ہے تو ممنوع ہے کیونکہ اگرچہ پانی سردی کے علاوہ دوسرے موسم میں اعضاء سے جدا نہیں ہوتا ہے تب بھی یہ ظاہر ہے کہ اعضاء کا دھونے سے قبل تر کرلینا ہر موسم میں مفید ہے، کیونکہ اس طرح اعضاء پر پانی بآسانی گزرتا ہے، اور اس طرح پانی کم استعمال ہوتا ہے، اور یہ تجربہ کی بات ہے، لہٰذا امام خلف سے جاڑے کے بارے میں منقول ہونے سے دوسرے موسموں میں اس کی نفی نہیں لازم آتی، البتہ صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ جاڑے میں اس کی ضرورت زیادہ ہے، اور محقق نے اس کی تصریح بھی کی ہے، فرمایا خصوصاً سردی میں۔

ثانیاً اعضاءِ مغسولہ پر ہاتھ پھیرنے کو محقق نے ملنے سے الگ ذکر کیا ہے، تو اس کو اس پر کیسے محمول کیا جائے گا!

تحقیق یہ ہے کہ پانی ملنے کے تین احتمالات ہیں، ایک یہ کہ دھونے کے بعد پانی گزارا جائے، یعنی جب پانی اعضاء سے گر جائے تو اعضاء پر اس لیے ہاتھ پھیرا جائے کہ کپڑے نہ بھیگ جائیں، دوسرے یہ کہ دھونے کے ساتھ ہی یہ عمل کیا جائے، اور یہی ملنا مطلوب و مقصود ہے، بحر میں خلف سے نقل کے بعد فرمایا کہ ملنا اُس کے (غَسْل دھونے کے) مفہوم میں شامل نہیں ہے، یہ صرف مندوب ہے، اور خلاصہ میں اس کو سنت

---

[۲] منحۃ الخالق مع البحر کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۹

Marfat.com

الثالث کما زعم العلامۃ ش وبالامرار الاول فلاھو ینافی الافراز ولا یلزم عد الثانی من المندوبات خلافا لما ھو المذھب المذکور فی الخلاصۃ ومن القرینۃ علیہ ان المحقق بحث فی کون الدلک خارجا عن حقیقۃ الغسل ومال الی ان المقصود بشرعیۃ الغسل لایحصل الا بہ وقد اجاب عنہ فی الغنیۃ بما کفی وشفی فیبعد ان یدخلہ ھھنا فی مجرد ادب نازل عن الاستنان ایضا خلفۃ عن الافتراض وقد یؤیدہ ایضا لفظۃ خصوصا فی الشتاء لان الثانی صرحوا باستنانہ مطلقا و انما قیدوا بالشتاء الثالث فھذا غایۃ توجیہ ما فی المنحۃ وبہ یندفع ایراد البحر وان کان المتبادر من الدلک ھو الثانی ولذا مشی علیہ فی البحر واقتفینا اثرہ فیما مر بل مشی علیہ ش نفسہ فی رد المحتار واعترض علی الفتح بما اعترض فی البحر قائلا لکن قدمنا ان الدلک سنۃ قال و لعل المراد بما قبلہ (ای ادارۃ الید) امرارھا علیہ مبلولۃ قبل الغسل تأمل[1] اھ۔

قرار دیا، اور اس کی تعریف یہ ہے کہ اعضاء مغسولہ پر ہاتھ گزارا جائے، اور تیسرے یہ کہ دھونے سے قبل ہاتھ پھیرلے یعنی تر ہاتھ پھیرلے، اور مغسولہ میں مجاز ہے یعنی ما سیغسل یا "ما اُمربہ ان یغسل" (جس کو دھونا ہے یا دھونے کا حکم ہے) اس وقت دلک سے تیسرے معنی مراد لینا ممکن ہیں، جیسا کہ علامہ "ش" نے ارادہ کیا ہے اور "اِمرار" سے پہلے معنی مراد ہیں، یہ نہ "افراز" کے منافی ہے اور نہ ہی دوسرے کا مندوبات سے شمار کرنا لازم، یہ اُس مذہب کے خلاف ہے جو خلاصہ میں مذکور ہے، اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ محقق نے دلک کی غسل سے مختلف ہونے کی بحث کی ہے، اور اسی طرف مائل ہوئے ہیں کہ شریعت کا مقصود غسل سے بغیر دلک کے حاصل نہیں ہوسکتا، غنیہ میں اس کا کافی و شافی جواب دیا ہے، لہذا یہ امر بعید معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کو یہاں محض ایک ادب قرار دیں جو سنت سے درجہ میں کم ہے، اور سنت فرض کی نائب ہے اور خصوصاً فی الشتاء کا لفظ اس کی تائید کرتا ہے، اس لیے دوسرے کے لیے انھوں نے تصریح کی ہے کہ یہ مطلقاً سنت ہے اس لیے تیسرے میں جاڑے کی قید رکھی ہے۔ منحہ میں جو کچھ ہے اس کی یہ توضیح ہے، اور اس سے بحر کا اعتراض رفع ہوجائے گا، اگرچہ متبادر دلک سے ثانی ہے، اس لئے بحر میں اس پر چلے ہیں اور ہم نے بھی ان کی پیروی کی ہے بلکہ "ش" بھی ردالمحتار میں اسی پر چلے ہیں، اور فتح پر بھی اعتراض کیا ہے جو بحر میں کیا ہے، یعنی یہ کہ دلک سنت ہے اور شاید ما قبل سے مراد تر ہاتھ کا دھونے سے قبل گزارنا ہے تأمل اھ۔ ت

---

[1] ردالمحتار آداب الوضوء مصطفی البابی مصر ۱/۹۲

Marfat.com

اقول قد علمت ان هذا اضعف احتمالاته واذا کان هذا مرادہ فحمل الدلك علیه یکون تکرارا بلا شك فان قلت ذکر المحقق بعدہ من الاداب حفظ ثیابه من المتقاطر فیحمل الامراد علی الاول یتکرر مع ھذا قلت امرار الید و ان کان معلولا بالحفظ تعلیل الفعل بغایته فلیس علة کافیة لحصوله بحیث لایحتاج بعدہ فی الحفظ الی احتراس سواہ فلا یکون ذکرہ مغنیا عن ذکر الحفظ ثم اقول عجبا للبحر جزم ھھنا بندب الدلك ونسب الاستنان للخلاصة کغیر المرتضی له واعترض ثمه علی المحقق بان فی الخلاصة انه سنة عندنا۔

اقول آپ کو معلوم ہے کہ یہ ضعیف ترین احتمال ہے، اور اگر یہ مراد ہو تو دلک کو اس پر محمول کرنا بلا شبہہ تکرار ہوگا، اگر یہ کہا جائے کہ محقق نے اس کے بعد اداب میں یہ بیان کیا ہے کہ وضو کرنے والے کو اپنے کپڑوں کو وضو کے قطرات سے بچانا چاہئے تو امرار کو اول پر محمول کرنے سے تکرار ہو جائے گا۔

میرا خیال ہے کہ امرارِ ید کی علت اگر حفاظت ہے یعنی فعل کی علت اس کی غایت کو بنایا جائے تو یہ اس کے حصول کی کافی علت نہ ہوگی کیونکہ اس کے بعد حفاظت کے لیے اس کے اور کسی عمل کی حاجت نہ ہوگی، تو اس کا ذکر حفاظت کے ذکر سے بے نیاز کرنے والا نہ ہوگا۔

پھر میں کہتا ہوں کہ بحر پر تعجب ہے کہ انہوں نے یہاں دلک کے مندوب ہونے پر اکتفا کیا، اور سنّت کہنے کو خلاصہ کی طرف منسوب کیا ہے اور اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے اور وہاں محقق پر اعتراض کیا ہے کہ خلاصہ میں ہے کہ وہ ہمارے نزدیک سنّت ہے۔ ت

(۷) کلائیوں پر بال ہوں تو ترشوا دیں کہ اُن کا ہونا پانی زیادہ چاہتا ہے اور مونڈنے سے سخت ہو جاتے ہیں اور زرانشا مشین سے بہتر کہ خوب صاف کر دیتی ہے اور سب سے احسن و افضل نورہ ہے کہ ان اعضاء میں یہی سنت سے ثابت ابن ماجہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی:

ان النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم کان اذا اطلی بدأ بعورته فطلاھا بالنورة وسائر جسدہ اھله۔[2]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب نورہ کا استعمال فرماتے تو ستر مقدس پر اپنے دستِ مبارک سے لگاتے اور باقی بدن منور پر ازواجِ مطہرات لگا دیتیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہن وبارک وسلّم۔

اور ایسا نہ کریں تو دھونے سے پہلے پانی سے خوب بھگو لیں کہ سب بال بچھ جائیں ورنہ کھڑے بال کی جڑ میں پانی گزر گیا

---

[1] فتح القدیر اداب الوضوء نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۲

[2] سنن ابن ماجہ باب الاطلاء بالنورۃ مجتبائی لاہور ص ۲۷۰

Marfat.com

اور نوک سے نہ بہا تو وضو نہ ہوگا۔

(۸) دست و پا پر اگر لوٹے سے دھار ڈالیں تو ناخنوں سے کہنیوں یا گٹوں کے اُوپر تک علی الاتصال اُتاریں کہ ایک بار میں ہر جگہ پر ایک ہی بار گرے پانی جبکہ گر رہا ہے اور ہاتھ کی روانی میں دیر ہوگی تو ایک جگہ پر مکرر گرے گا۔

(۹) بعض لوگ یُوں کرتے ہیں کہ ناخن سے کہنی تک یا گٹے تک بہاتے لائے پھر دوبارہ سہ بارہ کے لیے جو ناخن کی طرف لے گئے تو ہاتھ نہ رُکا بلکہ دھار جاری رکھی ایسا نہ کریں کہ تثلیث کے عوض پانچ بار ہوجائے گا بلکہ ہر بار کہنی یا گٹے تک لاکر دھار روک لیں اور رُکا ہُوا ہاتھ ناخنوں تک لے جاکر وہاں سے پھر اجرا کریں کہ سُنّت یہی ہے کہ ناخن سے کہنیوں یا گٹوں تک پانی بہے نہ اس کا عکس کما نص علیہ فی الخلاصۃ وغیرھا (خلاصہ وغیرہ میں اس کی تنصیص کی ہے۔ت)

(۱۰) قول جامع یہ ہے کہ سلیقہ سے کام لیں سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

قد یرفق بالقلیل فیکفی و یخرق بالکثیر فلا یکفی[۱] ذکرہ الامام النووی فی شرح مسلم واوردہ الامام العینی فی شرح البخاری بلفظ قد یرفق الفقیہ بالقلیل فیکفی و یخرق الاخرق ولا یکفی[۲] یعنی سلیقہ سے اٹھاؤ تو تھوڑا بھی کافی ہوجاتا ہے اور بدسلیقگی برتو تو بہت بھی کفایت نہیں کرتا۔

فائدہ اوپر حدیث گزری کہ ولہان نام شیطان وضو میں وسوسہ ڈالتا ہے اُس کے وسوسہ سے بچو۔ دفع وسوسہ کے لیے بہترین تدبیران باتوں کا التزام ہے:

(۱) رجوع الی اللہ و اعوذ و لاحول و سورۂ ناس کی قرأت اور اٰمَنْتُ بِاللہِ وَرَسُوْلِہٖ کہنا اور ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ ج وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝ ان سے فوراً وسوسہ دفع ہوجاتا ہے اور سُبْحٰنَ الْمَلِکِ الْخَلَّاقِ ط اِنْ یَّشَاْ یُذْھِبْکُمْ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ ۙ وَّمَا ذٰلِکَ عَلَی اللہِ بِعَزِیْزٍ ۝ کی کثرت اُسے جڑ سے قطع کر دیتی ہے۔ حدیث میں ہے ایک صاحب نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر وسوسہ کی شکایت کی کہ نماز میں پتا نہیں چلتا دو پڑھیں یا تین۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا وجدت ذلك فارفع اصبعك السبابۃ الیمنی فاطعنہ فی فخذك الیسری وقل بسم اللہ فانھا سکین الشیطان[۳]	جب تُو ایسا پائے تو اپنی دہنی انگشتِ شہادت اُٹھا کر اپنی بائیں ران میں مار اور بسم اللہ کہہ کہ وہ شیطان کے حق میں چھُری ہے۔

رواہ البزار والطبرانی عن والد ابی الملیح ورواہ ایضا الحکیم الترمذی۔

---

[۱] شرح مسلم للنووی باب القدر المستحب من الماء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۴۸

[۲] عمدۃ القاری شرح بخاری باب الوضوء من المد ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۳/۹۵

[۳] بحوالہ مجمع الزوائد باب السہو فی الصلٰوۃ بیروت ۲/۱۵۱

Marfat.com

(۲) وسوسہ کی نہ سننا اُس پر عمل نہ کرنا اس کے خلاف کرنا۔ اس بلائے عظیم کی عادت ہے کہ جس قدر اس پر عمل ہو اُسی قدر بڑھے اور جب قصداً اُس کا خلاف کیا جائے تو باذنہٖ تعالیٰ تھوڑی مدت میں بالکل دفع ہوجائے۔ عبداللہ بن مرّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ماوسوستہ باولع ممن یراھا تعمل فیہ[1] رواہ ابن ابی شیبۃ۔ — شیطان جسے دیکھتا ہے کہ میرا وسوسہ اس میں کارگر ہوتا ہے سب سے زیادہ اُسی کے پیچھے پڑتا ہے۔

امام ابن حجر مکی اپنے فتاوٰی میں فرماتے ہیں مجھ سے بعض ثقہ لوگوں نے بیان کیا کہ دو وسوسہ والوں کو نہانے کی ضرورت ہوئی دریائے نیل پر گئے طلوعِ صبح کے بعد پہنچے ایک نے دوسرے سے کہا تُو اتر کر غوطے لگا میں گنتا جاؤں گا اور تجھے بتاؤں گا کہ پانی تیرے سر کو پہنچا یا نہیں، وہ اُترا اور غوطے لگانا شروع کیے اور یہ کہہ رہا ہے کہ ابھی تھوڑی سی جگہ تیرے سر میں باقی ہے وہاں پانی نہ پہنچا ایک صبح سے دوپہر ہوگیا آخر تھک کر باہر آیا اور دل میں شک رہا کہ غسل اُترا نہیں۔ پھر اس نے دوسرے سے کہا اب تُو اُتر میں گنوں گا، اس نے ڈبکیاں لگائیں اور یہ کہتا جاتا ہے کہ ابھی سارے سر کو پانی نہ پہنچا یہاں تک کہ دوپہر سے شام ہوگئی مجبور وہ بھی دریا سے نکل آیا اور دل میں شُبہ کا شبہ ہی رہا، دن بھر کی نمازیں کھوئیں اور غسل اُترنے پر یقین نہ ہونا تھا نہ ہُوا والعیاذ باللہ تعالیٰ ذکرفی الحدیقۃ الندیۃ[2]، یہ وسوسہ ماننے کا نتیجہ تھا اور صالحین میں سے ایک صاحب فرماتے ہیں مجھے دربارۂ طہارت وسوسہ تھا راستہ کی کیچڑ اگر کپڑے میں لگ جاتی اُسے دھوتا (حالانکہ شرعاً جب تک خاص اُس جگہ نجاست کا ہونا ثابت ومتحقق نہ ہو حکم طہارت ہے) ایک دن نمازِ صبح کے لیے جاتا تھا راہ کی کیچڑ لگ گئی میں نے دھونا چاہا اور خیال آیا کہ دھوتا ہوں تو جماعت جاتی ہے ناگاہ اللہ عزوجل نے مجھے ہدایت فرمائی میرے دل میں ڈالا کہ اس کیچڑ میں لوٹ اور سب کپڑے سان لے اور یونہی نماز میں شریک ہوجا، میں نے ایسا ہی کیا پھر وسوسہ نہ ہُوا[3] ذکرہ فی الطریقۃ المحمدیۃ یہ اس کی مخالفت کی برکت تھی۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان احدکم اذا کان فی المسجد جاء الشیطان فابتس بہ کما یبتس الرجل بدابتہ فان اسکن لہ وثقہ اوالجمہ۔ — جب تم میں کوئی مسجد میں ہوتا ہے شیطان آکر اس کے بدن پر ہاتھ پھیرتا ہے جیسے تم میں کوئی اپنے گھوڑے کو رام کرنے کے لیے اُس پر ہاتھ پھیرتا ہے پس اگر وہ شخص ٹھہرا رہا یعنی اس کے وسوسہ سے فوراً الگ نہ ہوگیا تو اسے باندھ لینا یا لگام دے دینا ہے۔

---

[1] لم اجد ھذا الحوالہ الی الاٰن

[2] حدیقۃ الندیہ شرح طریقہ محمدیۃ بحث ذم الوسوسہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۶۹۱

[3] طریقۃ محمدیۃ النوع الثالث فی علاج الوسوسہ مطبع اسلامیہ سٹیم پریس لاہور ص ۳۲۰

Marfat.com

ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس حدیث کو روایت کرکے فرمایا:

وانتم ترون ذلك اما الموثوق فترا ہ مائلا کذا لایذکر اللہ واما الملجم ففاتح فاہ لا یذکر اللہ عزوجل[1] رواہ الامام احمد۔

یعنی حدیث کی تصدیق تم آنکھوں سے دیکھ رہے ہو وہ جو بندھا ہوا ہے اُسے تو دیکھے گا یوں جھکا ہوا کہ ذکرالٰہی نہیں کرتا اور وہ جو لگام دیا ہوا ہے وہ منہ کھولے ہے اللہ تعالٰی کا ذکر نہیں کرتا

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

واذا وجد احدکم فی بطنہ شیئا فاشکل علیہ اخرج منہ شیئ ام لا فلا یخرج من المسجد حتی یسمع صوتا او یجد ریحا[2] رواہ مسلم والترمذی عن ابی ھریرۃ ولاحمد والترمذی وابن ماجۃ والخطیب عنہ مختصرا بلفظ لا وضوء الامن صوت او ریح[3] ولاحمد والشیخین وابی داؤد والنسائی وابناء ماجۃ وخزیمۃ وحبان عن عباد بن تمیم عن عمہ[عہ] عبداللہ بن زید بن عاصم قال شکی الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الرجل یخیل الیہ انہ یجد الشیئ فی الصلٰوۃ قال لا تنصرف حتی تسمع صوتا او تجد ریحا[4] ولاحمد وابی یعلی عن ابی سعید

اگر کوئی شخص اپنے پیٹ میں گڑبڑ محسوس کرے اور اس کو شک ہو کہ آیا اُس سے کوئی چیز خارج ہوئی یا نہیں، تو وہ مسجد سے اس وقت تک نہ نکلے جب تک کہ آواز نہ سُنے یا بُو محسوس نہ کرے، اس کو مسلم اور ترمذی نے ابوہریرہ سے روایت کیا، اور احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور خطیب نے ابوہریرہ سے مختصراً ان الفاظ سے روایت کیا کہ وضو آواز یا ہوا سے ہی ہے، احمد، شیخین، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن حبان نے عباد بن تمیم سے، ان کے چچا عبداللہ بن زید بن عاصم نے روایت کی کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے شکایت کی کہ ایک شخص نماز میں محسوس کرتا ہے کہ اس سے کچھ خارج ہوا ہے، آپ نے فرمایا وہ اس وقت

[1] مسند امام احمد عن ابی ہریرہ المکتبۃ الاسلامی بیروت ۲/۳۳۰

[2] صحیح لمسلم باب الدلیل علی ان من تیقن الطہارۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۵۸

[3] جامع للترمذی ماجاء فی الوضوء من الریح امین کمپنی دہلی ۱/۱۱

[4] صحیح لمسلم باب الدلیل علی ان من تیقن الطہارۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۵۸

[عہ] وقع ھھنا فی نسخۃ کنزالعمال المطبوعۃ بحیدرآباد عن عمر مکان عن عمہ وھو تصحیف شدید فاجتنبہ اھ منہ۔ (م)

کنزالعمال مطبوعہ حیدرآباد کے نسخہ میں یہاں پر عن عمہ کی جگہ عن عمر ہے یہ پڑھنے کی سخت غلطی ہے اس سے پرہیز کر اھ منہ (ت)

Marfat.com

عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان الشیطان
لیأتی احدکم وھو فی صلاتہ فیاخذ بشعرۃ من دبرہ
فیمدھا فیری انہ قد احدث فلا ینصرف حتی
یسمع صوتا او یجد ریحا[1] ورواہ عنہ سعید بن
منصور مختصرا نحو المرفوع من حدیث عباد و
للبزار عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم یأتی احدکم الشیطان فی الصلاۃ
فینفخ فی مقعدتہ فیخیل انہ احدث ولم یحدث
فاذا وجد ذلک فلا ینصرف حتی یسمع صوتا او
یجد ریحا[2] ورواہ عنہ الطبرانی فی الکبیر مختصرا
بلفظ من خیل لہ فی صلاتہ انہ قد احدث
فلا ینصرفن حتی یسمع صوتا او یجد ریحا[3]
ولعبد الرزاق وابن ابی الدنیا عن عبداللہ بن
مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ قال ان الشیطان
یطیف باحدکم فی الصلاۃ لیقطع علیہ صلاتہ
فاذا اعیاہ ان ینصرف نفخ فی دبرہ یریہ انہ
قد احدث فلا ینصرفن احدکم حتی یجد ریحا
او یسمع صوتا[4] وفی روایۃ اخری عنہ رضی اللہ
تعالٰی عنہ حتی انہ یاتی احدکم وھو فی الصلاۃ
فینفخ فی دبرہ ویبل احلیلہ ثم یقول قد احدث
فلا ینصرفن احدکم حتی یجد ریحا او یسمع

تک نماز کو نہ چھوڑے یہاں تک کہ وہ آواز نہ سنے یا ہوا
کی بُو نہ پائے۔ احمد، ابویعلٰی نے ابوسعید سے مرفوعاً
روایت کیا کہ شیطان تم میں سے کسی ایک کے پاس
آتا ہے اور وہ حالتِ نماز میں ہوتا ہے، پھر وہ اس
کی دُبُر کا کوئی بال کھینچتا ہے، تو اس کو محسوس ہوتا ہے
کہ وہ بے وضو ہوگیا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے، تو
اگر کسی کے ساتھ یہ معاملہ ہو تو وہ نماز نہ توڑے تاوقتیکہ
آواز یا بدبو محسوس نہ کرے۔ اسی کو مختصراً سعید بن
منصور نے عباد کی مرفوع حدیث کی طرح روایت کیا ہے
اور بزار نے ابن عباس سے مرفوعاً روایت کیا ہے
کہ جب تم نماز پڑھتے ہو تو شیطان آتا ہے اور اس کی
مقعد میں پھونک مارتا ہے جس سے اس کو خیال پیدا
ہوتا ہے کہ وہ بے وضو ہوگیا حالانکہ ایسا نہیں، تو جس کے
ساتھ ایسا ہو وہ نماز نہ توڑے تاوقتیکہ آواز یا بُو
محسوس نہ کرے، اور اسی کو ابن عباس سے طبرانی نے
کبیر میں مختصراً روایت کیا ہے، ان کے الفاظ یہ ہیں
کہ جس کو نماز میں یہ خیال آئے کہ وہ بے وضو ہوگیا ہے
تو جب تک آواز نہ سنے یا بُو نہ سونگھے نماز نہ توڑے۔
عبدالرزاق اور ابن ابی الدنیا نے عبداللہ بن مسعود
رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب تم میں سے کوئی
شخص نماز پڑھتا ہے تو شیطان اُس کے گرد چکر لگاتا ہے

---

[1] بحوالہ الجامع الصغیر مع فیض القدیر بیروت ۲/۳۵۲
[2] کشف الاستار عن زوائد البزار باب ما لا ینقض الوضوء موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۱۴۷
[3] بحوالہ کنز العمال الاکمال من نواقض الوضوء ۹/۳۴۴ " " ۹/۳۴۴
[4] مصنف عبدالرزاق باب الرجل یشتبہ علیہ فی الصلٰوۃ احدث اولم یحدث المکتبۃ الاسلامی بیروت ۱/۱۴۱

Marfat.com

صوتا او یجد بللاً[1] ولعبد الرزاق[2] وابن ابی شیبۃ فی مصنفیھما وابن ابی داؤد فی کتاب الوسوسۃ عن ابرھیم النخعی قال کان یقال ان الشیطان یجری فی الاحلیل وفی الدبر[عہ] فیری الرجل انہ قد احدث فلا ینصرف احدکم حتی یسمع صوتا او یجد ریحا او یری بللاً[2] قلت ذکر ھذین الاثرین الامام الجلیل الجلال السیوطی فی لقط المرجان مقتصرا علیھما ھو وصاحبہ البدر فی اصلہ اٰکام المرجان مع ثبوتہ فی المرفوع کما علمت وقال عامر الشعبی من اجلاء علماء التابعین ان للشیطان بزقۃ یعنی بلۃ طرف الاحلیل[3] ذکرہ العارف فی الحدیقۃ الندیۃ۔

تاکہ اس کی نماز خراب کرنے جب تھک جاتا ہے تو اس کی دُبر میں پھونک مارتا ہے تاکہ اس کو بے وضو ہونے کا وہم ہو جائے تو تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز اس وقت تک نہ توڑے جب تک کہ آواز نہ سُنے یا بُو نہ پائے' اور انہی سے ایک روایت یہ ہے کہ تم میں سے کوئی شخص جب نماز پڑھتا ہے تو شیطان اُس کی دُبر میں آکر پھونک مارتا ہے اور اس کے ذکر کے سوراخ کو تر کرتا ہے اور اُس سے کہتا ہے تُو بے وضو ہو گیا تو تم اپنی نماز اس وقت تک نہ توڑنا جب تک آواز نہ سُن لو یا بُو نہ سُونگھ لو یا تری نہ پاؤ۔ عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنَّف میں اور ابن ابی داؤد نے کتاب الوسوسہ میں اسی روایت کو ابراہیم النخعی سے ذکر کیا اور کہا کہ یہ مشہور تھا کہ شیطان دُبر اور ذکر کے سوراخ میں چلتا ہے، تو انسان سمجھ جاتا ہے کہ وہ بے وضو ہو گیا، تو تم نماز اس وقت تک نہ توڑنا جب تک آواز نہ سُن لو یا بُو نہ پاؤ یا تری نہ دیکھ لو۔ میں کہتا ہُوں کہ ان دونوں روایتوں کو جلال الدین سیوطی نے "لقط المرجان" میں ذکر کیا ہے، نیز جلال الدین سیوطی اور ان کے صاحب بدر نے اس کو "آکام المرجان" میں ذکر کیا ہے، اور جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ حدیث مرفوع میں بھی ہے، اور عامر الشعبی کہ اجلّہ علماء تابعین میں ہیں فرماتے ہیں کہ شیطان انسان کے ذکر کے سوراخ میں تھوکتا ہے، اس کو عارف نے "الحدیقۃ الندیۃ" میں ذکر کیا ہے (ت)

اِن حدیثوں کا حاصل یہ ہے کہ شیطان نماز میں دھوکا دینے کے لیے کبھی انسان کی شرمگاہ پر آگے سے تھوک دیتا ہے کہ اُسے قطرہ آنے کا گمان ہوتا ہے کبھی پیچھے پھونکتا یا بال کھینچتا ہے کہ ریح خارج ہونے کا خیال گزرتا ہے اس پر حکم ہوا کہ نماز سے نہ پھرو جب تک تری یا آواز یا بُو نہ پاؤ جب تک وقوعِ حدث پر یقین نہ ہو لے۔ ہمارے امام اعظم کے شاگردِ جلیل سیدنا عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں:

[1] مصنف عبدالرزاق مفہوماً — المکتبۃ الاسلامی بیروت ۱/۱۴۱ — [2] ایضاً

[3] حدیقۃ الندیۃ شرح طریقہ محمدیۃ ذم الوسوسۃ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۶۸۸

[عہ] فی نسختی لقط المرجان بین الواو وفی لفظۃ لم یقمھا الکاتب وھو ینفخ فی الدبر او نحوہ اھ منہ (م)

لقط المرجان کا جو نسخہ میرے پاس ہے اس میں واو اور فی کے درمیان ایک لفظ ہے جس کو کاتب نے نہیں لکھا اور وہ ینفخ فی الدبر یا اس کی مثل ہے۔ (ت)

Marfat.com

اذا شك فی الحدث فانہ لا یجب علیہ الوضوء حتی یستیقن استیقانا یقدران یحلف علیہ[1]۔

جب حدث میں شک ہو تو وضوء واجب نہیں یہاں تک کہ یقین کامل ہو کہ قسم کھا سکے۔ (ت)

یعنی یقین ایسا درکار ہے جس پر قسم کھا سکے کہ ضرور حدث ہوا اور جب قسم کھاتے ہچکچائے تو معلوم ہوا کہ معلوم نہیں مشکوک ہے اور شک کا اعتبار نہیں کہ طہارت پر یقین تھا اور یقین شک سے نہیں جاتا علقہ عنہ الترمذی فی باب الوضوء من الریح (ترمذی نے باب الوضوء من الریح میں تعلیقاً اسے ابن مبارک سے ذکر کیا ہے۔ ت) اسی لیے سنت ہوا کہ وضو کے بعد ایک چھینٹا رومالی یا تہ بند ہو تو اس کے اندرونی حصے پر جو بدن کے قریب ہے دے لیا کریں ثم لیقل ھو من الماء پھر اگر قطرہ کا شبہ ہو تو خیال کرلیں کہ پانی جو چھڑکا تھا اُس کا اثر ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا توضأت فانتضح[2]۔ رواہ ابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جب تو وضو کرے تو چھینٹا دے لے۔ ابن ماجہ اس کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

بلکہ ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

عشر[ع] من الفطرۃ قص الشارب واعفاء اللحیۃ والسواك واستنشاق الماء وقص الاظفار وغسل البراجم ونتف الابط وحلق العانۃ وانتقاص الماء قال الراوی ونسیت العاشرۃ الا ان تکون

دس باتیں قدیم سے انبیائے کرام علیہم الصلٰوۃ والسلام کی سنت ہیں (۱) لبیں کترنا (۲) داڑھی بڑھانا (۳) مسواک کرنا (۴) وضو وغسل میں پانی سونگھ کر اوپر چڑھانا (۵) ناخن تراشنا (۶) انگلیوں کے جوڑ (یعنی

[ع] قال المناوی من للتبعیض ولذا لم یذکر الختان ھنا اھ اقول کونھا للتبعیض لا شك فیہ فان الختان والمضمضۃ کلا من الفطرۃ کما یاتی فالزیادۃ علی العشر معلومۃ ولکن ما علل بہ من عدم ذکر الختان ھنا لا محل لہ وکانہ نسی ان الراوی نسی العاشرۃ فما یدریك لعلھا الختان کما استظھرہ جمع کما سیاتی اھ منہ (م)

مناوی نے کہا مِنْ تبعیض کے لیے ہے اسی وجہ سے یہاں ختان کا ذکر نہیں، میں کہتا ہوں مِن کے تبعیضیہ ہونے میں کوئی شک نہیں کیونکہ ختان اور مضمضہ دونوں خصالِ فطرت سے ہیں جیسا کہ آئے گا لہذا خصالِ فطرت والی چیزوں کی دس سے زیادتی معلوم ہوگئی لیکن ختان کا ذکر نہ کرنے کی علت بیان کرنا درست نہیں کہ ختان کا یہاں محل نہیں گویا راوی کا بھولنا بھول گئے آپ کو کیا علم کہ وہ ختان ہی ہو جیسا کہ ایک جماعت نے یہی کیا ہے عنقریب اس کا ذکر آئے گا اھ منہ (ت)

---

[1] ترمذی ماجاء فی الوضوء من الریح ایچ ایم کمپنی دہلی ۱/۱۲

[2] ترمذی باب فی النضح بعد الوضوء " ۱/۹

Marfat.com

المضمضة۔[1] رواہ احمد ومسلم والاربعة عن ام المومنین الصدیقة رضی اللہ تعالٰی عنہا

جہاں جہاں میل جمع ہونے کا محل ہے اُسے) دھونا (۷) بغل اور (۸) زیرِ ناف بالوں سے صاف کرنا (۹) شرمگاہ پرپانی ڈالنا۔ راوی نے کہا، دسویں میں بھول گیا، شاید کلی ہو۔ احمد، مسلم اور اصحابِ سنن اربعہ نے ام المومنین صدیقہ سے روایت کیا۔

شرمگاہ پرپانی ڈالنے کی علماء نے دو تفسیریں کیں، ایک استنجا، رواہ مسلم عن وکیع۔ دوسرے وہی چھینٹا اور اس کے مؤید ہے کہ ایک روایت[عہ2] میں بجائے انتقاص الماء لفظ والانتضاح آیا ہے جمہور علماء نے فرمایا انتضاح وہی چھینٹا ہے[3] ذکرہ الامام النووی۔ اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ یہ چھینٹا خاص اہلِ وسوسہ ہی کے لیے نہیں بلکہ سب کے لیے سنت ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے وسوسہ کو کیا علاقہ ان عبادی لیس لك علیهم سلطٰن[4] (بیشک میرے بندوں پر تیرا غلبہ اور تسلط نہیں ہوسکتا۔ ت) ابوداؤد ونسائی وابن ماجہ حکم بن سفیان یا سفیان بن حکم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی قال کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا بال توضأ ونضح فرجه[5] رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب پیشاب فرماتے وضو فرماتے اور شرمگاہِ اقدس پر چھینٹا دیتے۔ ابن ماجہ حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی قال توضأ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فنضح فرجه[6] رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

---

[1] صحیح لمسلم باب خصال الفطرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۹ [2] ایضاً

[3] شرح مسلم للنووی " " " [4] القرآن ۱۵/ ۴۲

[5] سنن ابوداؤد باب الانتضاح مجتبائی لاہور ۱/ ۲۲ [6] سنن ابن ماجہ ماجاء فی النضح مجتبائی لاہور ۱/ ۳۶

[عہ1] امام قاضی عیاض پھر امام نووی نے استظہار فرمایا کہ غالباً دسویں ختنہ ہو کہ دوسری حدیث میں ختنہ بھی خصال فطرت سے شمار فرمایا ہے انتہی یعنی حدیث احمد وشیخین ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے خمس من الفطرۃ الختان والاستحداد وقص الشارب وتقلیم الاظفار ونتف الابط پانچ چیزیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنتِ قدیمہ سے ہیں ختنہ اور استرہ لینا اور لبیں اور ناخن ترشوانا اور بغل کے بال دُور کرنا اقول ایک حدیث میں کُلی کو بھی خصالِ فطرت سے گنا ہے امام احمد و ابوبکر بن ابی شیبہ وابوداؤد وابن ماجہ عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ان من الفطرة المضمضة والاستنشاق (الی قوله) والانتضاح بالماء والاختتان

فطرۃ سے کلی اور ناک میں پانی ڈالنا ہے (الٰی قولہ) شرمگاہ پر چھینٹا اور ختنہ ہے واللہ اعلم (ت)

واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ۔ (م)

[عہ2] یہ وہی روایت عمار رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ہے کہ ابھی ہم نے ذکر کی ۱۲ منہ

Marfat.com

وضو فرما کر ستر مبارک پر چھینٹا دیا۔ احمد و ابن ماجہ و دارقطنی و حاکم و حارث بن ابی اسامہ حضرت محبوب ابن المحبوب سیدنا و ابن سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما وہ اپنے والد ماجد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اتانی جبریل فی اول ما اوحی الی فعلمنی الوضوء و الصلاۃ فلما فرغ الوضوء اخذ غرفۃ من الماء فنضح بھا فرجہ[1]

یعنی اول اول جو مجھ پر وحی اتری ہے جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام نے حاضر ہو کر مجھے وضو و نماز کی تعلیم دی جبریل نے وضو خود کرکے دکھایا جب وضو کر چکے ایک چُلّو پانی لے کر اپنی اُس صورت مثالیہ کے موضع شرمگاہ پر چھڑک دیا۔

ولفظ ق علمنی جبریل الوضوء وامرنی ان انضح تحت ثوبی لما یخرج من البول بعد الوضوء[2]

جبریل علیہ السلام نے مجھے وضو کی تعلیم دی اور مجھے بتایا کہ زیر جامہ پانی چھڑکوں اس خدشہ کو ختم کرنے کے لیے کہ وضو کے بعد کوئی قطرہ نکلا ہو۔ (ت)

ع ترمذی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جاءنی جبریل فقال یا محمد اذا توضأت فانتضح[3]

جبریل نے حاضر ہو کر مجھ سے عرض کی یا رسول اللہ جب حضور وضو فرمائیں چھینٹا دے لیا کریں۔

جبریل کا اپنی صورت مثالیہ کے ستر پر چھڑکنا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور طریقۂ وضو عرض کرنے کے لیے تھا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل تعلیم اُمت کے لیے مرقاۃ میں ہے:

نضح فرجہ ای رش ازارہ بقلیل من الماء (شرمگاہ کے قریب شلوار کے آسن پر تھوڑا سا پانی چھڑکا۔ ت)

---

[1] سنن دارقطنی ماجاء فی النضح علی الفرج نشر السنہ ملتان ۱/ ۱۱۱

[2] سنن ابن ماجۃ " " " مجتبائی لاہور ص ۳۶

[3] ترمذی فی النضح بعد الوضوء امین کمپنی دہلی ۱/ ۹

ع وعزاہ الامام الجلیل الجلال فی جامعیہ الی ابن ماجۃ ایضا اقول لیس عندہ جاءنی جبریل فقال یا محمد انما عندہ ماقدمت ای عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا توضأت فانتضح اھ منہ۔ (م)

امام جلال الدین سیوطی نے جامع صغیر و جامع کبیر میں اس حدیث کو ابن ماجہ کی طرف منسوب کیا ہے، میں کہتا ہوں ابن ماجہ کے نزدیک ان الفاظ کے ساتھ نہیں بلکہ وہ ہے جس کا ذکر میں نے ابی ہریرہ سے کیا ہے اذا توضأت فانتضح اھ منہ (ت)

Marfat.com

اوسرا و لہ بہ لد فعا الوسوسۃ تعلیما للامۃ۔[1] (وسوسہ دفع کرنے کو تعلیم امت کے لیے۔ ت)

معہذا اس میں اقویا کے لیے جن کو برودت مثانہ کا عارضہ نہ ہو ایک نفع اور بھی ہے کہ شرمگاہ پر سرد پانی پڑنے سے اس
تکاثف واستمساک پیدا ہو کر قطرہ موقوف ہو جاتا ہے کما ارشد الیہ حدیث زید رضی اللہ تعالٰی عنہ عند

اقول مگر یہاں اولاً یہ ملحوظ رہے کہ مقصود نفی وسوسہ ہے نہ ابطال حقیقت تو جسے قطرہ اترنے کا یقین ہو جائے
پر حوالہ نہیں کر سکتا یونہی جسے معاذ اللہ سلس البول کا عارضہ ہوا سے یہ چھینٹا مفید نہیں بلکہ بسا اوقات مضر ہے
کی تری سے نجاست بڑھ جائے گی۔

ثانیاً سفید کپڑا پانی پڑنے سے بدن سے چمٹ کر بے حجابی لاتا ہے اس کا خیال فرض ہے۔

ثالثاً یہ حیلہ اُسی وقت تک نافع ہے کہ چھڑکا ہوا پانی خشک نہ ہو گیا ہو ورنہ اُس پر حوالہ نہ کر سکیں

وجیز امام کردری میں ہے :

رأی البلۃ بعد الوضوء سائلا من ذکرہ یعید الوضوء وان کان یعرض کثیرا ولا یعلم انہ بول اوماء لایلتفت الیہ وینضح فرجہ او ازارہ بالماء قطعا للوسوسۃ واذا بعد عہدہ عن الوضوء اوعلم انہ بول لاتنفعہ الحیلۃ۔[2]

وضو کے بعد کسی نے اپنے ذکر سے تری بہتے ہوئے
تو وضو کا اعادہ کرے، اور اگر بکثرت ایسا ہوتا ہو
اس کو معلوم نہ ہو کہ یہ پیشاب ہے یا پانی ہے ت
کی طرف التفات نہ کرے اور اپنی شرمگاہ اور
کو پانی سے معمولی سا دھولے تاکہ وسوسہ ختم ہو

ع سیدنا امام محمد کتاب الآثار میں فرماتے ہیں :

اخبرنا ابوحنیفۃ عن حماد عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما قال اذا وجدت شیأ من البلۃ فانضحہ ما یلیہ من ثوبک بالماء ثم قل ھو من الماء، قال حماد قال لی سعید بن جبیر انضحہ بالماء ثم اذا وجدتہ فقل ھو من الماء قال محمد وبھذا ناخذ اذا کان کثر ذلک من الانسان وھو قول ابی حنیفۃ ۔ ۱۲ منہ

یعنی سیدنا امام اعظم حماد بن سلیمان سے وہ سعید بن جبیر
سے وہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے
فرماتے ہیں کہ اُنھوں نے فرمایا تری پاؤ تو شرمگاہ
وہاں کے کپڑے پر چھینٹا دے لیا کرو پھر شبہ گزرے
تو خیال کرو کہ پانی کا اثر ہے امام حماد نے فرمایا کہ
ہی سعید بن جبیر نے مجھ سے فرمایا امام محمد فرماتے ہیں
اختیار کرتے ہیں جب آدمی کو شبہ زیادہ ہوا کرے تو
طریقہ برتتے اور یہی قول امام اعظم کا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم

---

[1] مرقاۃ للقاری   اداب الخلاء   امدادیہ ملتان   ۱/۳۶۲

[2] بزازیہ علی حاشیۃ الہندیۃ   نوع فی الشک   نورانی کتب خانہ پشاور   ۴/۱۳

Marfat.com

اور جب وضو کو زیادہ دیر ہوگئی ہو یا اس کو معلوم ہو کہ یہ پیشاب ہے تو اس کو حیلہ مفید نہ ہوگا۔(ت)

اسی طرح خلاصہ و خزانۃ المفتین میں ہے:

ونفظہما و ینبغی ان ینضح فرجہ وازارہ الخ[1] عـہ

ان کے الفاظ یہ ہیں کہ چھینٹا مارے شرمگاہ کو اور شلوار کے آسن کو۔(ت)

فائدہ ہم نے زیر امر سوم آٹھ پانی گنائے تھے جو آب وضو کے شمار سے جدا ہیں یہ ان کا نواں ہوا۔ اُن دیار میں رواج ایسے لوٹوں کا ہے جن میں جانب پشت بغرض گرفت دستے لگے ہوتے ہیں یہاں بھی ایسے لوٹے دیکھے مگر کم۔ علماء فرماتے ہیں ادب یہ کہ پانی ڈالتے میں لوٹے کے منہ پر ہاتھ نہ رکھے بلکہ دستہ پر۔ اور جب بھیگے ہاتھ سے دستہ چھُوا جائے گا تو مستحب ہوا کہ وضو سے پہلے اُسے تین بار دھولے یہ دسواں پانی ہوا تلک عشرۃ کاملۃ۔ فتح القدیر و بحر الرائق و رد المحتار آداب وضو میں ہے:

وکون انیتہ من خزف وان یغسل عروۃ الابریق ثلثا ووضع یدہ حالۃ الغسل علی عروتہ لا راسہ[2]

وضو کے برتن کا پختہ مٹی سے ہونا اور یہ کہ لوٹے کے دستے کو تین مرتبہ دھوئے اور وضو کرتے وقت ہاتھ کا لوٹے کے دستے پر رکھنا نہ کہ اس کے سر پر۔ت

(۳) اگر شیطان حیلہ سے بھی نہ مانے اور وسوسہ ڈالے ہی جائے کہ تیرے وضو میں غلطی رہی یا تیری نماز ٹھیک نہ ہوئی تو سیدھا جواب یہ ہے کہ خبیث تُو جھوٹا ہے۔ ابن حبان و حاکم حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا جاء احدکم الشیطان فقال انک احدثت فلیقل انک کذبت ولابن حبان فلیقل فی نفسہ[3]

جب تم میں کسی کے پاس شیطان آکر وسوسہ ڈالے کہ تیرا وضو جاتا رہا تو فوراً اسے جواب دے کہ تو جھوٹا ہے (اور اگر مثلاً نماز میں ہے تو) دل میں یہی کہہ لے۔ مطلب وہی ہے کہ وسوسہ کی طرف التفات نہ کرے۔

اقول حالتیں تین ہوتی ہیں: ایک تو یہ کہ عدو کا وسوسہ مان لیا اُس پر عمل کیا یہ تو اس ملعون کی عین مراد ہے اور جب یہ ماننے لگا تو وہ کیا ایک ہی بار وسوسہ ڈال کر تھک رہے گا حاشا وہ ملعون آٹھ پہر اس کی تاک میں ہے جتنا جتنا

---

[1] خلاصۃ الفتاوی نوع آخر فی الشک نولکشور لکھنؤ ۱/۱۸

[2] رد المحتار آداب الوضوء مصطفی البابی مصر ۱/۹۲

[3] موارد الظمان باب فیمن کان علی طہارۃ و شک فی الحدث مطبعۃ سلفیہ ص ۷۳

عـہ ای بالواو دون او ولا ہ منہ (یعنی واؤ سے نہ او کے ساتھ۔ت)

Marfat.com

یہ ماننا جائے گا وہ اس کا سلسلہ بڑھاتا رہے گا یہاں تک کہ نتیجہ وہی ہوگا وہ دو پھر کا مل دریا میں غوطے لگائے ا
نہ دُھلا ، دوسرے یہ کہ ماننے تو نہیں مگر اُس کے ساتھ نزاع وبحث میں مصروف ہو جائے یہ بھی اُس کے مقصد ناپ
حصول ہے کہ اُس کی غرض تو یہی تھی کہ یہ اپنی عبادت سے غافل ہو کر کسی دوسرے جھگڑے میں پڑ جائے اور پھر اس حیل
میں ممکن ہے کہ وہی خبیث غالب آئے اور صورت ثانیہ صورت اولٰی کی طرف عود کر جائے والعیاذ باللہ تعالٰی لہٰذا ن
اس تیسری صورت میں ہے جو ہمارے نبی کریم حکیم علیم رؤف رحیم علیہ وعلٰی آلہٖ افضل الصلٰوۃ والتسلیم نے تعلیم فر
فوراً اتنا کہہ کر الگ ہو جائے کہ تو جھوٹا ہے۔

اقول یعنی یہ نہیں کہ صرف اس معنے کا تصور کر لیا کہ یہ کافی نہ ہوگا بلکہ دل میں جما لے کہ ملعون جھوٹا ہے
اُس کی طرف التفات اور اُس سے بحث وبردومات کی کیا حاجت شاید اسی لیے فی نفسہ زیادہ فرمایا۔

تنبیہ ضروری سخت ضروری اشد ضروری اقول ہمارے حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰ
وسلم جوامع الکلم عطا فرمائے گئے مختصر لفظ فرمائیں اور معانی کثیرہ پر مشتمل ہوں۔ شیطان دو قسم ہیں شیاطین
کہ ابلیس لعین اور اس کی اولاد ملاعین ہیں اعاذنا اللہ والمسلمین من شرھم وشر الشیٰطین اجمعین
(اے اللہ! ہم کو اور تمام مسلمانوں کو ان کے شر اور تمام شیاطین کے شر سے پناہ دے۔ ت) دوسرے شیاطین الا
کہ کفار ومبتدعین کے داعی ومنادی ہیں لعنھم اللہ وخذ لھم ابدا ونصرنا علیھم نصرا مؤبدا امین بجب
سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیھم اجمعین امین (ان پر اللہ کی لعنت وہ ہمیشہ ذلیل رہیں اور ہماری مد
مدد مؤید امین لطفیل سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین امین۔ ت) ہمارا رب عزوجل فرماتا ہے:

وکذٰلک جعلنا لکل نبی عدوا شیٰطین الانس و الجن یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غرورا۔[1]

یوں ہی ہم نے ہر نبی کا دشمن کیا شیطان آدمیوں ا
شیطان جنوں کو آپس میں ایک دوسرے کے دل
بناوٹ کی بات ڈالتے ہیں دھوکا دینے کے لیے۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا: اللہ کی پناہ مانگ شی
آدمیوں اور شیطان جنوں کے شر سے۔ عرض کی: کیا آدمیوں میں بھی شیطان ہیں؟ فرمایا: ہاں۔[2] رواہ احمد
ابن حاتم والطبرانی عن ابی امامۃ واحمد وابن مردویہ والبیہقی فی الشعب عن ابی ذر رضی ال
تعالٰی عنھما۔ (اس کی روایت احمد نے ابن حاتم اور طبرانی نے ابی امامہ سے اور احمد نے ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب
ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے کی۔ ت)

---

[1] القرآن ۶/ ۱۱۲

[2] مسند امام احمد عن ابی ذر بیروت ۵/ ۱۷۸

Marfat.com

ائمۂ دین فرمایا کرتے کہ شیطان آدمی شیطان جن سے سخت تر ہوتا ہے[1]۔ رواہ ابن جریر عن عبد الرحمٰن بن زید۔ (اس کی روایت ابنِ جریر نے عبدالرحمٰن بن زید سے کی۔ ت)

اقول آیۂ کریمہ میں شیاطین الانس کی تقدیم بھی اس طرف مشیر اس حدیث کریم نے کہ "جب شیطان وسوسہ ڈالے اتنا کہہ کر الگ ہو جاؤ کہ تو جھوٹا ہے" دونوں قسم کے شیطانوں کا علاج فرما دیا شیطان آدمی ہو خواہ جن اُس کا قابو اُسی وقت چلتا ہے جب اُس کی سُنیے اور تنکا توڑ کر ہاتھ پر دھر دیجئے کہ تو جھوٹا ہے تو خبیث اپنا سا منہ لے کر رہ جاتا ہے۔ آج کل ہمارے عوام بھائیوں کی سخت جہالت یہ ہے کہ کسی آریہ نے اشتہار دیا کہ اسلام کے خلاف مضمون کے رد میں فلاں وقت لیکچر دیا جائے گا یہ سُننے کے لیے دوڑے جاتے ہیں، کسی پادری نے اعلان کیا کہ نصرانیت کے خلاف مضمون کے ثبوت میں فلاں وقت ندا ہوگی یہ سننے کے لیے دوڑے جاتے ہیں۔ بھائیو! تم اپنے نفع نقصان کو زیادہ جانتے ہو یا تمہارا رب عزوجل تمہارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُن کا حکم تو یہ ہے کہ شیطان تمہارے پاس وسوسہ ڈالنے آئے تو سیدھا جواب دے دو کہ تو جھوٹا ہے نہ یہ کہ تم آپ دوڑ دوڑ کے اُن کے پاس جاؤ اور اپنے رب جل وعلا اپنے قرآن اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں کلماتِ ملعونہ سُنو۔

اقول یہ آیت جو ابھی تلاوت ہوئی اسی کا تتمہ اور اس کے متصل کی آیاتِ کریمہ تلاوت کرتے جاؤ دیکھو قرآن عظیم تمہاری اس حرکت کی کیسی کیسی شناعتیں بتاتا اور اُن ناپاک لکچروں نداؤں کی نسبت تمھیں کیا کیا ہدایت فرماتا ہے آیۂ کریمۂ مذکورہ کے تتمہ میں ارشاد ہوتا ہے:

ولوشاء ربک ما فعلوہ فذرھم وما یفترون[2]۔ اور تیرا رب چاہتا تو وہ یہ دھوکے بناوٹ کی باتیں نہ بناتے پھرتے تو تو اُنھیں اور اُن کے بہتانوں کو یک لخت چھوڑ دے۔ دیکھو اُنھیں اور اُن کی باتوں کو چھوڑنے کا حکم فرمایا یا اُن کے پاس سُننے کے لیے دوڑنے کا۔ اور سُنیے اس کے بعد کی آیت میں فرماتا ہے:

ولتصغٰی الیہ افئدۃ الذین لا یؤمنون بالاٰخرۃ ولیرضوہ ولیقترفوا ما ھم مقترفون[3]۔ اور اس لیے کہ اُن کے دل اس کی طرف کان لگائیں جنھیں آخرت پر ایمان نہیں اور اُسے پسند کریں اور جو کچھ ناپاکیاں وہ کر رہے ہیں یہ بھی کرنے لگیں۔

دیکھو اُن کی باتوں کی طرف کان لگانا اُن کا کام بتایا جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور اس کا نتیجہ یہ فرمایا کہ وہ ملعون

---

[1] تفسیر ابن جریر پارہ ۸ تحت آیۃ مذکورہ بلفظ للشر المطبعۃ المیمنۃ مصر ص ۴

[2] القرآن ۶/ ۱۱۲

[3] القرآن ۶/ ۱۱۳

Marfat.com

باتیں ان پر اثر کر جائیں اور یہ بھی اُن جیسے ہو جائیں والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ لوگ اپنی جہالت سے گمان کرتے ہیں کہ ہم اپنے دل سے مسلمان ہیں ہم پر اُن کا کیا اثر ہوگا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من سمع بالدجال فلینأ منه فو اللہ ان الرجل لیاتیه وھو یحسب انه مؤمن فیتبعه مما یبعث به من الشبھات[1]۔

جو دجال کی خبر سُنے اُس پر واجب ہے کہ اُس سے دُور بھاگے کہ خدا کی قسم آدمی اُس کے پاس جائے گا اور یہ خیال کرے گا کہ میں تو مسلمان ہُوں یعنی مجھے اُس سے کیا نقصان پہنچے گا وہاں اُس کے دھوکوں میں پڑ کر اُس کا پیرو ہو جائے گا۔ رواہ ابوداؤد عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن الصحابۃ جمیعا۔

کیا دجال ایک اُسی دجال اخبث کو سمجھتے ہو جو آنے والا ہے حاشا تمام گمراہوں کے داعی منادی سب دجال ہیں اور سب سے دُور بھاگنے ہی کا حکم فرمایا اور اُس میں یہی اندیشہ بتایا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

یکون فی اٰخر الزمان دجالون کذابون یأتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا اٰباؤکم فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم[2]۔ رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

آخر زمانے میں دجال کذاب لوگ ہوں گے کہ وہ باتیں تمہارے پاس لائیں گے جو نہ تم نے سنیں نہ تمہارے باپ دادا نے تو اُن سے دُور رہو اور اُنھیں اپنے سے دُور رکھو کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

اور سُنیے اس کے بعد کی آیات میں فرماتا ہے :

افغیر اللہ ابتغی حکما وھو الذی انزل الیکم الکتٰب مفصلا والذین اٰتینٰھم الکتٰب یعلمون انه منزل من ربك بالحق فلا تکونن من الممترین[3]○ وتمت کلمت ربك صدقا وعدلا لا مبدل لکلمٰته وھو السمیع العلیم[4]○ وان

تو کیا اللہ کے سوا کوئی اور فیصلہ کرنے والا ڈھونڈوں حالانکہ اُس نے مفصل کتاب تمہاری طرف اُتاری اور اہلِ کتاب خوب جانتے ہیں کہ وہ تیرے رب کے پاس سے حق کے ساتھ اُتری تو خبردار تو شک نہ کرنا اور تیرے رب کی بات سچ اور انصاف میں کامل ہے کوئی اُس کی

---

[1] سنن ابی داؤد باب خروج الدجال من کتاب الملاحم مجتبائی لاہور ۲/ ۲۳۷

[2] صحیح المسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

[3] القرآن ۶/ ۱۱۵ [4] القرآن ۶/ ۱۱۶

Marfat.com

قطعِ اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ ان یتبعون الا الظن وان ھم الا یخرصون[1]○ ان ربک ھو اعلم من یضل عن سبیلہ وھو اعلم بالمھتدین[2]○

باتوں کا بدلنے والا نہیں اور وہ شنوا و دانا ہے اور زمین والوں میں زیادہ وُہ ہیں کہ تو ان کی پیروی کرے تو وہ تجھے خدا کی راہ سے بہکا دیں وہ تو گمان کے پیرو ہیں اور نری اٹکلیں دوڑاتے ہیں بیشک تیرا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بہکے گا اور وُہ خوب جانتا ہے ہدایت پانے والوں کو۔

یہ تمام آیاتِ کریمہ اُنھیں مطالب کے سلسلۂ بیان میں ہیں گویا ارشاد ہوتا ہے تم جو اُن شیطان آدمیوں کی باتیں سُننے جاؤ کیا تمھیں یہ تلاش ہے کہ دیکھیں اس مذہبی اختلاف میں یہ لکچرار یا یہ منادی کیا فیصلہ کرتا ہے ارے خدا سے بہتر فیصلہ کس کا، اُس نے مفصل کتاب قرآن عظیم تمھیں عطا فرما دی اُس کے بعد تم کو کسی لکچر منادی کی کیا حاجت ہے لکچر والے جو کسی کتاب دینی کا نام نہیں لیتے کس گنتی شمار میں ہیں! یہ کتاب والے دل میں خوب جانتے ہیں کہ قرآن حق ہے تعصب کی پٹی آنکھوں پر بندھی ہے کہ ہٹ دھرمی سے مکرے جاتے ہیں تو تجھے کیوں شک پیدا ہو کہ اُن کی سُننا چاہے تیرے رب کا کلام صدق و عدل میں بھرپور ہے کل تک جو اُس پر تجھے کامل یقین تھا آج کیا اُس میں فرق آیا کہ اُس پر اعتراض سننا چاہتا ہے کیا خدا کی باتیں کوئی بدل سکتا ہے، یہ نہ سمجھنا کہ میرا کوئی مقال کوئی خیال خدا سے چھُپ رہے گا وہ سنتا جانتا ہے، دیکھ اگر تُو نے اُن کی سُنی تو وہ تجھے خدا کی راہ سے بہکا دیں گے یہ خیال کرتا ہے کہ ان کا علم دیکھوں کہاں تک ہے، یہ کیا کہتے ہیں ارے اُن کے پاس علم کہاں وہ تو اپنے اوہام کے پیچھے لگے ہوئے اور نری اٹکلیں دوڑاتے ہیں جن کا نقل نہ بیڑا جب اللہ واحد قہار کی گواہی ہے کہ اُن کے پاس نری مہمل اٹکلوں کے سوا کچھ نہیں تو اُن کو سُننے کے کیا معنے سنئے ہے پہلے وہی کہہ دے جو تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا کہ کذبت شیطان تو جھوٹا ہے اور اس گھمنڈ میں نہ رہنا کہ مجھ کو کیا گمراہ کریں گے میں تو راہ پر ہوں تیرا رب خوب جانتا ہے کہ کون اُس کی راہ سے بہکے گا اور کون راہ پر ہے تو پورا راہ پر ہوتا تو بے راہوں کی سُننے ہی کیوں جاتا حالانکہ تیرا رب فرما چکا ذرھم وما یفترون[3]○ چھوڑ دے اُنھیں اور اُن کے بہتانوں کو۔ تیرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرما چکے ایاکم وایاھم[4] اُن سے دُور رہو اور اُن کو اپنے سے دُور کرو کہیں وہ تم کو بہکا نہ دیں کہیں وہ تم کو فتنے میں نہ ڈال دیں۔

---

[1] القرآن ۶/ ۱۱۶

[2] القرآن ۶/ ۱۱۷

[3] القرآن ۶/ ۱۱۲

[4] صحیح مسلم النہی عن الروایۃ عن الضعفاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

Marfat.com

بھائیو! ایک سہل سی بات ہے اسے غور فرمالو۔ تم اپنے رب جل وعلا اپنے قرآن اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سچا ایمان رکھتے ہو یا معاذ اللہ کچھ شک ہے! جسے شک ہو اسے اسلام سے کیا علاقہ وہ ناحق اپنے آپ کو مسلمان کہہ کر مسلمانوں کو کیوں بدنام کرے۔ اور اگر سچا ایمان ہے تو اب یہ فرمائیے کہ ان کے لکچروں نداؤں میں آپ کے رب[1] و قرآن و نبی و ایمان کی تعریف ہوگی یا مذمت۔ ظاہر ہے کہ دوسری ہی صورت ہوگی اور اسی لیے تم کو بلاتے ہیں کہ تمھارے منہ پر تمھارے خدا[2] و نبی و قرآن و دین کی توہین و تکذیب کریں۔

اب ذرا غور کرلیجئے ایک شریر نے زید کے نام اشتہار دیا کہ فلاں وقت فلاں مقام پر میں بیان کروں گا کہ تیرا باپ ولد الحرام اور تیری ماں زانیہ تھی، للہ انصاف، کیا کوئی غیرت والا حمیت والا انسانیت والا جبکہ اُسے اس بیان سے روک دینے باز رکھنے پر قادر نہ ہو اُسے سُننے جائے گا حاشا للہ کسی بھنگی چمار سے بھی یہ نہ ہوسکے گا پھر ایمان کے دل پر ہاتھ رکھ دیکھو کہ اللہ و رسول[3] و قرآن عظیم کی توہین تکذیب مذمت سخت تر ہے یا ماں باپ کی گالی ایمان رکھتے ہو تو اُسے اُس سے کچھ نسبت نہ جانو گے۔ پھر کون سے کلیجے سے اُن جگر شگاف ناپاک ملعون بہتانوں افتراؤں شیطانی اٹکلوں ڈھکوسلوں کو سُننے جاتے ہو بلکہ حقیقۃً انصافاً وہ جو کچھ بکتے اور اللہ[4] و رسول و قرآن عظیم کی تحقیر کرتے ہیں اس سب کے باعث یہ سننے والے ہیں اگر مسلمان اپنا ایمان سنبھالیں اپنے رب[5] و قرآن و رسول کی عزت عظمت پیش نظر رکھیں اور ایکا کرلیں کہ وہ خبیث لکچر گندی ندائیں سننے کوئی نہ جائے گا جو وہاں موجود ہو وہ بھی فوراً وہی مبارک ارشاد کا کلمہ کہہ کر تو جھوٹا ہے چلا جائے گا تو کیا وہ دیواروں پتھروں سے اپنا سر پھوڑیں گے تو تم سُن سُن کر کہلواتے ہو نہ تم سنو نہ وہ کہیں، پھر انصاف کیجئے کہ اُس کہنے کا وبال کس پر ہوا۔ علماء فرماتے ہیں ہٹے کٹے جوان تندرست جو بھیک مانگنے کے عادی ہوتے اور اسی کو اپنا پیشہ کرلیتے ہیں اُنھیں دینا ناجائز ہے کہ اس میں گناہ پر مدد دینی ہے لوگ نہ دیں تو جھک ماریں اور محنت مزدوری کریں۔ بھائیو! جب اس میں گناہ کی امداد ہے تو اس میں تو کفر کی مدد ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ قرآن عظیم کی نص قطعی نے ایسی جگہ سے فوراً ہٹ جانا فرض کردیا اور وہاں ٹھہرنا فقط حرام ہی نہ فرمایا بلکہ سُنو تو کیا ارشاد کیا۔ رب[6] عزوجل فرماتا ہے،

وقد نزل علیکم فی الکتٰب ان اذا سمعتم اٰیٰت اللہ یکفر بہا ویستہزأ بہا فلا تقعدوا معہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلہم ان اللہ جامع المنٰفقین والکٰفرین فی جہنم جمیعا[1]○ یعنی بے شک

---

[1] جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
[2] جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
[3] جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
[4] جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
[5] جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
[1] القرآن ۴/۱۴۰

Marfat.com

اللہ تم پر قرآن میں حکم اتار چکا کہ جب تم سنو کہ خدا کی آیتوں سے انکار ہوتا اور اُن کی ہنسی کی جاتی ہے تو اُن لوگوں کے پاس نہ بیٹھو جب تک وہ اور باتوں میں مشغول نہ ہوں اور تم نے نہ مانا اور جس وقت وہ آیات اللہ پر اعتراض کر رہے ہیں وہاں بیٹھے تو جب تم بھی انھیں جیسے ہو بیشک اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا، آہ آہ حرام تو ہر گناہ ہے یہاں تو اللہ واحد قہار یہ فرمار ہا ہے کہ وہاں ٹھہرے تو تم بھی انھیں جیسے ہو۔

مسلمانو! کیا قرآن عظیم کی یہ آیات تم نے منسوخ کردیں یا اللہ عزوجل کی اس سخت وعید کو سچا نہ سمجھے یا کافروں جیسا ہونا قبول کرلیا اور جب کچھ نہیں تو اُن جھگڑوں کے کیا معنے ہیں جو آریوں پادریوں کے لکچروں ندائوں پر ہوتے ہیں اُن جلسوں میں شرکت کیوں ہے جو خدا[۱] ورسول وقرآن پر اعتراضوں کے لیے جاتے ہیں۔

بھائیو! میں نہیں کہتا قرآن فرماتا ہے کہ انکم اذا مثلھم اُن لکچروں پر جمگھٹ والے اُن جلسوں میں شرکت والے سب اُنھیں کافروں کے مثل ہیں وہ علانیہ بک کر کافر ہوئے یہ زبان سے کلمہ پڑھیں اور دل میں خدا[۲] ورسول و قرآن کی اتنی عزت نہیں کہ جہاں اُن کی توہین ہوتی ہو وہاں سے بچیں تو یہ منافق ہوئے جب تو فرمایا کہ اللہ اُنھیں اور اُنھیں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا کہ اب یہاں تم لکچر دو اور تم سنو ذق انك انت العزیز الکریم[۱] الٰہی اسلامی کلمہ پڑھنے والوں کی آنکھیں کھول ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ مسلمان اگر قرآن عظیم کی اس نصیحت پر عمل کریں تو ابھی ابھی دیکھیں کہ اعداء اللہ کے سب بازار ٹھنڈے ہوئے جاتے ہیں ملک میں ان کے شور و شر کا نشان نہ رہے گا جہنم کے کُندے شیطان کے بندے آپس ہی میں ٹکرا ٹکرا کر سر پھوڑیں گے اللہ و رسول[۳] و قرآن عظیم کی توہینوں سے مسلمانوں کا کلیجا پکانا چھوڑیں گے اور اپنے گھر بیٹھ کر بکے بھی تو مسلمانوں کے کان تو ٹھنڈے رہیں گے اے رب میرے توفیق دے وحسبنا اللہ ونعم الوکیل وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔ خیر بات دُور پہنچی اور بحمد اللہ تعالیٰ بہت نافع و ضروری تھی۔ کہنا یہ تھا کہ وسوسۂ شیطان کا تیسرا علاج یہ ہے کہ خبیث تو جھوٹا ہے امام ابوحازم کہ اجلۂ ائمۂ تابعین سے ہیں اُن کے پاس ایک شخص آکر شاکی ہوا کہ شیطان مجھے وسوسے میں ڈالتا ہے اور سب سے زیادہ سخت مجھ پر یہ گزرتا ہے کہ آکر کہتا ہے تُو نے اپنی عورت کو طلاق دے دی امام نے فوراً فرمایا کیا تُو نے میرے پاس آکر میرے سامنے اپنی عورت کو طلاق نہ دی وہ گھبرا کر بولا خدا کی قسم میں نے کبھی آپ کے پاس اُسے طلاق نہ دی فرمایا جس طرح میرے آگے قسم کھائی شیطان سے کیوں نہیں قسم کھا کر کہتا کہ وہ تیرا پیچھا چھوڑے اخرجہ

---

[۱] جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

[۲] جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

[۳] جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

[۱] القرآن ۴۴/۴۹

Marfat.com

ابوبکر بن ابی داود فی کتاب الوسوسۃ[۱]

(۴) وسوسہ کا اتباع اپنے حول وقوت پر نظر سے ہوتا ہے ابلیس خیال ڈالتا ہے کہ تُو نے یہ عمل کامل نہ کیا اس میں فلاں نقص رہ گیا یہ اُس کی تکمیل کے خیال میں پڑتا ہے حالانکہ جتنا رخصت شرعیہ کے مطابق ہوگیا وہ بھی کامل وکافی ہے اکملیت کے درجات اکملوں کے لائق ہیں دشمن سے کہہ کر اپنی دلسوزی اظہار کئے مجھ سے تو اتنا ہی ہوسکتا ہے ناقص ہے تو میں خود ناقص ہوں اپنے لائق میں بجا لایا میرا مولٰی کریم ہے میرے عجز وضعف پر رحم فرما کر اتنا ہی قبول فرمالے گا اُس کی عظمت کے لائق کون بجا لاسکتا ہے ؎

بندہ ہمان بہ کہ ز تقصیر خویش | عذر بدرگاہ خدا آورد
ورنہ سزاوار خداوندیش | کس نتواند کہ بجا آورد

(بندہ وہی بہتر ہے کہ اپنے قصور کا عذر اللہ تعالٰی کی درگاہ میں کرے ورنہ خدا کی شان کے لائق کوئی شخص پورا نہیں کرسکتا۔ ت)

علامہ محمد زرقانی رحمہ اللہ تعالٰی شرح مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں :

قال فی النصائح الوسوسۃ من اٰفات الطہارۃ واصلہا جہل بالسنۃ او خبال فی العقل ومتبعہا متکبر مدل بنفسہ سیئ الظن بعبادۃ اللہ معتمد علی عملہ معجب بہ وبقوتہ وعلاجہا بالتلہی عنہا الخ[۲]

نصائح کے اندر فرماتے ہیں وسوسہ طہارت کے نقص کی وجہ سے ہوتا ہے اصل میں سنّت سے بے خبری یا عقل کی خرابی ان کا پیروکار متکبر اپنے نفس کو اللہ تعالٰی کی عبادت میں بدگمانی کی طرف مائل کرنے والا اپنے عمل اور قوت پر بے جا بھروسہ خود پسندی ہے اس کا علاج یہ ہے کہ اس سے اعراض کرے۔ (ت)

مولانا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالٰی شرح سفر السعادۃ میں فرماتے ہیں :

در دفع آں خاطر تکلف نمایند و درپے آں نروند وہم برخصت عمل کنند واگر شیطان بسیار مزاحمت دہد وگوید کہ ایں عمل کہ تو کردی ناقص ونادرست ست و پذیرائے درگاہ حق نے برغم او بگوید کہ تو برو از دست من

ان کے دفع کرنے میں تکلف نہ کریں اور ان کے پیچھے نہ جائیں اور رخصت پر عمل کریں۔ اگر شیطان بہت زیادہ تنگ کرے اور کہے کہ یہ کام جو تونے کیا ناقص اور غلط ہے اللہ کی بارگاہ میں مقبول نہیں اس کو کہو تو جا میں اس سے

---

[۱] کتاب الوسوسہ لابی بکر بن ابی داود۔

[۲] زرقانی شرح مواہب لدنیۃ اسراف فی الوضوء مطبعۃ عامرہ مصر ۷/ ۲۸۸

Marfat.com

زیادہ بریں نمی آید و مولائے من کریم ست تعالیٰ از من ہمیں قدر پذیرد و فضل و رحمت وی واسع ست[1]

زیادہ نہیں کرسکتا میرا آقا و مولی کریم ہے ہم سے اتنا ہی قبول کرلے گا اُس کی رحمت و فضل وسیع ہے۔ ت

(۵) اٰخرالدواء الکی واٰخرالحیل السیف (آخری دوا داغنا ہے اور آخری حیلہ تلوار۔ ت)

یُوں بھی نہ گزرے تو کہے فرض کردم کہ میرا وضو نہ ہوا میری نماز نہ سہی مگر مجھے تیرے زعم کے مطابق بے وضو یا طہر کی نیں رکعت پڑھنی گوارا ہے اور اے ملعون تیری اطاعت قبول نہیں جب یوں دل میں ٹھان لی وسوسہ کی جڑ کٹ جائے گی اور بعونہٖ تعالیٰ دشمن ذلیل و خوار پسپا ہوگا۔ یہی معنے ہیں اُس ارشاد امام اجل مجاہد تلمیذ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کہ فرماتے :

لان اصلی وقد خرج منی شئ احب الی من ان اطیع الشیطان[2]۔ ذکرہ فی الحدیقۃ الندیۃ۔

مجھے بے وضو نماز پڑھ لینی اس سے زیادہ پسند ہے کہ شیطان کی اطاعت کروں۔

امام اجل قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ایک شخص نے شکایت کی کہ نماز میں مجھے بہت سہو ہوتا ہے سخت پریشان ہوتا ہوں فرمایا :

امض فی صلاتک فانہ لن یذھب ذلک عنک حتی تنصرف وانت تقول ما اتممت صلاتی[3]۔ رواہ امام دارالھجرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی مؤطاہ۔

اپنی نماز پڑھے جا کہ یہ شُبہے دفع نہ ہوں گے جب تک تو یہ نہ کہے کہ ہاں میں نے نماز پوری نہ کی یعنی یونہی سہی مگر میں تیری نہیں سُنتا۔ ت

مرقاۃ میں ہے :

المعنی لاتذھب عنک تلک الخطرات الشیطانیۃ حتی تفرغ من الصلوٰۃ وانت تقول للشیطان صدقت ما اتممت صلاتی لکن ما اقبل قولک ولا اتمہا رغما لک ونقضا لما اردتہ منی وھذا اصل عظیم لدفع الوساوس وقمع ھواجس الشیطن فی سائر الطاعات والحاصل ان الخلاص من

معنی یہ کہ شیطانی خطرات تجھ سے دور نہ ہوں گے تاوقتیکہ نماز سے فارغ نہ ہو، تو شیطان سے کہہ تو نے ٹھیک کہا کہ میری نماز درست نہیں لیکن میں تیری بات نہیں مانتا تیری غلط نشان دہی کو پُورا نہیں کرتا مجھ سے تُو جو چاہتا ہے میں نہیں کروں گا وسواس کو ختم کرنے کی یہ بنیاد ہے اور تمام طاعات میں شیطانی وسواس کا

---

[1] شرح سفرالسعادۃ اسراف فی الوضوء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۳۰

[2] حدیقۃ الندیۃ ذم الوسوسۃ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲ / ۶۸۸

[3] مؤطا امام مالک العمل فی السہو میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۸۴

Marfat.com

الشیطان انما ھو بعون الرحمن والاعتصام بظواھر الشریعۃ وعدم الالتفات الی الخطرات والوساوس الذمیمۃ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔[1]

قلع قمع تحاصل کلام شیطان سے خلاصی ، اور یہ رحمان کی مدد سے ہے اور شریعت پر استقامت اور خط وساوس ذمیمہ سے بے توجہی سے ہے ولاحول ولا الا باللہ العلی العظیم۔ (ت)

الحمد للہ یہ فتوٰی لاحول شریف پر تمام ہُوا اس سوال کے متعلق کسی کتاب میں چند سطروں سے زاید نہ تھا خیال تھا دو تین ورق لکھ دیے جائیں گے ولہذا ابتدا میں خطبہ بھی نہ لکھا مگر حبیب فیض بارگاہ عالم پناہ سید العالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جوش پر آیا ایک مبسوط رسالہ ہوگیا عظیم و جلیل فوائد جزیل پر مشتمل جو اس غیر میں نہ ملیں گے والحمد للہ رب العالمین بلکہ متعدد جگہ قلم روک لیا کہ طول زاید ہوتا اور اسی کے مضامین ایک مستقل رسالہ بسط الیدین جس کا ذکر اُوپر گزرا جُدا کرلیا لہذا مناسب کہ اس کا تاریخی نام بارق النور فی مقادیر ماء الطہور ۱۳۲۶ (پاک پانی کی مقدار پر نورانی چمک۔ ت) ہو اور خطبہ کہ سابقاً نہ ہوا لاحقاً مسطور ہو النھایۃ ھی الرجوع الی البدایۃ (انتہا ابتدا کی طرف لوٹتی ہے۔ ت) اول با آخر نسبتے دارد (اول آخر سے نسبت ر

فالحمد للہ الذی انزل من السماء ماءً طھورا لیذھب عنا الرجس ویطھرنا بہ تطھیرا ووضع المیزان وقدر کل شیئ تقدیرا کی نختار العدل ونجتنب طرفیہ اسرافا وتقتیرا واطھر الصلاۃ واطیب السلام علی من ارسل بشیرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ سراجا منیرا فطھرنا بمیاہ فیضہ الھامر الماطر کثیرا غزیرا واذھب عنا ارجاس الکفر وانجاس الضلال بسحاب فضلہ المنھل ابدا کل حین وان ھلا کبیرا فصلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی الہ وصحبہ وبارک وسلم تسلیما کثیرا کثیرا امین ھذا ولاجل العجل اذکان تمیضہ وطبع الفتاوی جار والطبع مشغول بشیون اھم

تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے اس نے آسمان سے پانی نازل فرمایا تاکہ ہماری ناپاکی دُور کرکے طاہر و کرے اور میزان رکھی اور ہر چیز کی مقدار معین کی تاکہ عدل اختیار کریں اور اسراف و کنجوسی سے اجتناب کریں طا وطاہر صلاۃ وسلام اُن پر جن کو بشیر و نذیر اپنے حکم داعی الی اللہ اور سراج منیر بناکر بھیجا ہم کو ان کے کے بہتے برستے کثیر پانی سے پاک فرما اور ہم سے کف گمراہی کی نجاستیں ان کے فضل کے سیراب کرنے کثیر پانی سے پاک فرما اور ہم سے کفر و گمراہی کی نجاس ان کے فضل کے سیراب کرنے والے بادل سے ہم دور رکھ اور تیز بارش فرما فصلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ و وبارک وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً امین۔ چونکہ اس فتو

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب الوسوسۃ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۱۴۵

Marfat.com

عظيمة الاخطار مع هجوم الهموم وجمود الذهن وخمود الافكار تبقى خبايا المرام فى زوايا الكلام لاسيما اثنان الاول حديث الغرفة وقد علمت ما فيه من الاشكال فلو ارسلت الغرفة على الجبهة كما هو السنة فى فتاوى الامام قاضى خان وخزانة المفتين ان اراد غسل وجهه يضع الماء على جبينه حتى ينحدر الماء الى اسفل الذقن ولا يضع على خده ولا على انفه ولا يضرب على جبينه ضربا عنيفا اھ[1] فمعلوم قطعا ان الماء لايستوعب جميع اجزاء الوجه وان استقبل الماء فى مسيله فاخذه باليد وامرها على اطراف الوجه لم يكن غسلا كما قدمت من قبل نفسى لوضوحه لشهادة العقل والتجربة ثم رأيته منصوصا عليه فى الخلاصة[2] والخزانة اذ يقولان الغسل مرة فريضة عندنا وان توضأ مرة سابغة جاز وتفسير السبوغ ان يصل الماء الى العضو ويسيل ويتقاطر منه قطرات اما اذا افاض الماء على راس العضو فقبل ان يصل الى المرفق او الكعب يمسك الماء ويمد بكفه الى اخر العضو لايكون سبوغا اھ[2] هذا لفظ الخلاصة ولفظ خزانة المفتين الغسل مرة سابغة فريضة[3] ثم ذكر مثله وزيادة

نگارش کے وقت دوسرے فتوی کی طباعت کا کام جاری تھا اور کچھ طبیعت بھی موزوں نہ تھی تو بعض چیزیں درج کرنا رہ گئی تھیں، خاص طور پر دو امور لائقِ توجہ ہیں:

اوّل غُرفہ کی حدیث، اور اس میں جو اشکال ہے' وہ آپ کو معلوم ہے، تو اگر پُورا چُلّو بھر پانی منہ پر چھوڑ دیا جائے، جیسا کہ سنّت ہے، چنانچہ فتاوی قاضی خان اور خزانۃ المفتین میں ہے کہ اگر چہرہ دھونے کا ارادہ کرے تو پانی پیشانی پر ڈالے یہاں تک کہ ٹھوڑی کے نیچے تک بہہ کر آجائے، رخسار اور ناک پر پانی نہ مارے اور نہ ہی سختی کے ساتھ اپنی پیشانی پر مارے اھ تو یہ چیز قطعی طور پر معلوم ہے کہ پانی پورے چہرے پر محیط نہیں ہوتا ہے، اور اگر بہتے ہوئے پانی کو ہاتھ سے لے کر چہرے کے کناروں پر مل لیا تو یہ دھونا قرار نہ پائے گا، جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہُوں اور یہ چیز عقل و تجربہ کی شہادت سے واضح ہے، پھر یہی چیز میں نے خلاصہ اور خزانہ میں منصوص دیکھی۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ دھونا ہمارے نزدیک فرض ہے' اور اگر اچھی طرح ایک مرتبہ دھولیا تو کافی ہے، اور "سبُوغ" کی تفسیر یہ ہے کہ پانی عضو پر پہنچ کر بہنے لگے، اور اگر پانی عضو کے سر پر بہایا اور قبل اس کے کہ وہ کہنیوں یا ٹخنوں تک پہنچے اس کو کھینچ کر دوسرے اعضاء تک پہنچایا' یہ "سبُوغ" نہیں اھ یہ خلاصہ کے الفاظ ہیں اور خزانۃ المفتین

۱؎ فتاوٰی قاضی خان باب الوضوء نولکشور لکھنؤ ۱/۱۶

۲؎ خلاصۃ الفتاوٰی نوع آخر سنن الوضوء نولکشور لکھنؤ ۱/۲۲

۳؎ خزانۃ المفتین

Marfat.com

والثانی روایة الحسن فی توزیع الماء علی الاعضاء وما استظهرت فی توجیهه قبیل الامر الرابع فیعکره بُعد ان یحاسبوا سنة الاستنجاء ویترکوا هذه السنن التی کانها للوضوء من الاجزاء لاسیما ولفظ الخلاصة فی اٰخر فصل الغسل والحاصل ان الرطل للاستنجاء والرطل للقدمین والرطل لسائر الاعضاء اھ[1] ولفظ وجیز الکردری فی صدر فصل الوضوء رطل للاستنجاء واٰخر لغسل الرجل واٰخر لبقیة الاعضاء اھ[2] فهذا ظاهر فی شمول الفم والانف فکذا الیدان الی الرسغین علی انک علمت بُعد التسویة بین مجموع نفس الوجه والیدین وبین القدمین فلیتأمل لعل الله یحدث بعد ذلک امراً وصلی الله تعالٰی علی اعظم الانبیاء قدراً وفخراً وعلی اٰله وصحبه واولیائه وحزبه اولٰی واخری وبارک وسلم والله سبحانه وتعالٰی اعلم وعلمه جل شانه اتم واحکم۔

کے لفظ یہ ہیں کہ مکمل طور پر دھونا ایک تبہ فرض ہے
ویسا ہی ذکر کیا اور اضافہ کیا۔

دوم حسن کی روایت جو پانی کو اعضاء پر تق
کرنے سے متعلق ہے، اور جو توجیہ میں نے اس کی امر
سے کچھ پہلے کی ہے تو اس کو یہ امر مکدر کرتا ہے کہ وہ است
کی سنتوں کا تو حساب لگائیں اور ان سنتوں کو تر
کردیں جو گویا وضو کے لیے اجزاء ہیں، خاص طور پر خلا
کی عبارت جو فصل غسل کے آخر میں ہے، اور خلاص
ایک رطل استنجاء کے لیے اور دو قدموں کے ایک رطل
اور باقی اعضاء کے لیے ایک رطل ہے اھ

اور وجیز کردری میں وضو کی فصل کے شروع
کہ ایک رطل استنجاء کے لیے، ایک رطل پیر دھونے ک
اور ایک باقی اعضاء کے لیے اھ یہ ظاہر ہے کہ اس م
منہ، ناک اور اسی طرح دونوں ہاتھ دونوں پہنچوں تک
شامل ہیں، علاوہ ازیں آپ کو علم ہو گیا ہے کہ چہرے
دونوں ہاتھ اور دونوں قدموں کے درمیان برابری بعی
فلیتأمل لعل الله یحدث بعد ذلک امراً ت

مسئلہ ۱۸ از کلکتہ دھرم تلا نمبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب - ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۱
وبار دوم از ملک بنگال ضلع نواکھالی مقام ہتیا مرسلہ مولوی عباس علی عرف مولوی عبدالسلام صاحب
۲۰ ذی الحجہ ۱۳۱۵ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حالتِ جنابت میں ہاتھ دھو کر کلی کرکے کھانا کھانا کراہت
رکھتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی نوع منہ کیفیۃ الغسل نولکشور لکھنؤ ۱/۱۴

[2] فتاوٰی بزازیہ علٰی حاشیۃ الہندیۃ فصل الثالث فی الوضوء ۴/۱۱ نورانی کتب خانہ پشاور

Marfat.com

الجواب

نہ۔ اور بغیر اس کے مکروہ۔ اور افضل تو یہ ہے کہ غسل ہی کرلے ورنہ وضو کہ جہاں جنب ہوتا ہے ملائکہ رحمت اُس مکان میں نہیں آتے۔ کما نطقت بہ الاحادیث (جیسا کہ احادیث میں وارد ہے۔ ت)

درمختار میں ہے:

لاباس باکل وشرب بعد مضمضة وغسل ید واما قبلها فیکرہ للجنب[1] اھ ملخصا

جنبی کو کُلی کرنے اور ہاتھ دھونے کے بعد کھانے پینے میں حرج نہیں، بغیر کلی و ہاتھ دھوئے مکروہ ہے (ت)

ردالمحتار میں حاشیہ حلبی سے ہے:

وضوء الجنب لھذہ الاشیاء مستحب کوضوء المحدث[2]

ان اشیاء کے لیے جنبی کو وضو کرنا مستحب ہے محدث کے وضو کی طرح (ت)

امام طحاوی شرح معانی الآثار میں مالک بن عبادہ غافقی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ انھوں نے حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا کہ حاجتِ غسل میں کھانا تناول فرمایا، انھوں نے فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سامنے اس کا ذکر کیا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اعتبار نہ آیا انھیں کھینچے ہوئے بارگاہِ انور میں حاضر لائے اور عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کہتے ہیں کہ حضور نے بحالِ جنابت کھانا تناول کیا۔ فرمایا: نعم اذا توضأت اکلت وشربت ولکنی لااصلی ولا اقرء حتی اغتسل[3] ہاں جب میں وضو فرمالوں تو کھاتا پیتا ہوں مگر نماز و قرآن بے نہائے نہیں پڑھتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹

غرہ شعبان ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ حالت ناپاکی میں مسجد میں جانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

حرام ہے مگر بضرورتِ شدیدہ کہ نہانے کی ضرورت ہے اور ڈول رسّی اندر رکھا ہے اور یہ اُس کے سوا کوئی سامان کر نہیں سکتا نہ کوئی اندر سے لادینے والا ہے یا کسی دشمن سے خائف ہے اور مسجد کے سوا جائے پناہ نہیں اور نہانے کی مہلت نہیں ایسی حالتوں میں تیمم کرکے جاسکتا ہے، صورتِ اولٰی میں صرف اتنی دیر کے لیے کہ ڈول رسّی

---

[1] الدرالمختار باب الحیض مجتبائی دہلی ۱/۵۱

[2] ردالمحتار ؍؍ مصطفی البابی مصر ۱/۲۱۵

[3] شرح معانی الآثار باب ذکر الجنب والحائض سعید کمپنی کراچی ۱/۶۵

Marfat.com

لے آئے اور صورتِ ثانیہ میں جب تک وُہ خوف باقی رہے۔

اقول بلکہ صورتِ ثانیہ میں اگر دشمن سر پر آگیا تیمم کی بھی مہلت نہیں تو بے تیمم چلا جائے اور کواڑ بند کرنے کے بعد تیمم کرلے فان الحقین اذا اجتمعا قدم حق العبد لفقرہٖ وغنی المولی (اگر حق اللہ اور حق العبد جمع ہو جائیں تو حق العبد پورا کرے بوجہ احتیاجی' اللہ تعالٰی غنی بے پرواہ ہے۔ ت) صرف اس ضرورت کے لیے کہ گرم پانی سقائے میں ہے اور سقایہ مسجد کے اندر ہے باہر تازہ پانی موجود ہے گرم پانی لینے کو بے غسل مسجد میں جانا جائز نہیں مگر وہی ضرورت کی حالت میں کہ اگر تازہ پانی سے نہائے گا تو صحیح تجربے یا طبیب حاذق مسلم غیر فاسق کے بتانے سے معلوم ہے کہ بیمار ہو جائے گا یا مرض بڑھ جائے گا اور باہر کہیں گرم پانی کا سامان نہیں کر سکتا نہ اندر سے کوئی لا دینے والا ہے تو تیمم کرکے اندر جا کر لا سکتا ہے واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰

۴ جمادی الآخرہ ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلمان کو نہانے کی حاجت ہو اُس حالت میں مسجد کے لوٹے وغیرہ کو ناپاک ہاتھ سے چھونا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

ہاتھ پر اگر کوئی نجاست لگی ہے کہ ہاتھ سے چھوٹ کر لگ جائے گی تو چھونا جائز نہیں اگرچہ لوٹا نہ مسجد کا ہو نہ کسی دوسرے شخص کا بلکہ خود اپنی ملک ہو کہ بلا ضرورت پاک شے کو ناپاک کرنا ناجائز وگناہ ہے بحرالرائق بحث ماء مستعمل میں بدائع سے ہے تنجیس الطاھر حرام[1] (پاک کو ناپاک کرنا حرام ہے۔ ت) اور اگر کوئی نجاست نہیں صرف نہانے کی حاجت ہے تو جائز ہے اگرچہ ہاتھ یا لوٹا تر ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱

از پیلی بھیت محلہ پنجابیاں مرسلہ شیخ عبدالعزیز صاحب ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اِن مسائل میں اول یہ کہ سوا مصحف خاص کے کہ جس کے چھُونے کی جنب اور مُحدِث کے حق میں شریعت سے ممانعت صریح واقع ہوئی ہے بعض مصاحف اس قسم کے رائج ہوئے ہیں کہ اُن میں علاوہ نظم قرآن شریف کے دیگر مضامین بھی شامل ہوتے ہیں چنانچہ بعض قسم اُس کی مترجم ہیں کہ مابین السطور ترجمہ فارسی یا اردو کا ہوتا ہے اور بعض مترجم کے حواشی پر کچھ کچھ فوائد بھی متعلق ترجمہ کے ثبت ہوتے ہیں بلکہ بعض میں فوائد متعلق قرات اور رسم خط وغیرہ بھی درج ہوتے ہیں اور بعض اقسام مترجم کے حاشیوں پر کوئی کوئی تفسیر بھی چڑھی ہوتی ہے بعض پر عربی مثل جلالین وغیرہ کے اور بعض میں فارسی اور اردو مثل حسینی وغیرہ کے چڑھاتے ہیں علی ہذا القیاس اس قسم

---

[1] بحرالرائق بحث الماء المستعمل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

Marfat.com

کے مصاحف کے مس کرنے کا حکم تحقیق جنب اور محدث کے حرام ہے یا مکروہ اور درصورت کراہت تحریمی ہوگی یا تنزیہی یا جائز یا بلاکراہت ہے بینوا توجروا۔

الجواب

مُحدث کو مصحف چھونا مطلقاً حرام ہے خواہ اُس میں صرف نظم قرآن عظیم مکتوب ہو یا اُس کے ساتھ ترجمہ وتفسیر ورسم خط وغیرہا بھی کہ ان کے لکھنے سے نام مصحف زائل نہ ہوگا آخراً سے قرآن مجید ہی کہا جائے گا ترجمہ یا تفسیر یا اور کوئی نام رکھا جائیگا یہ زوائد قرآن عظیم کے توابع ہیں اور مصحف شریف سے جُدا نہیں ولہذا حاشیہ مصحف کی بیاض سادہ کو چھونا بھی جائز ہوا بلکہ پٹھوں کو بھی بلکہ چولی پر سے بھی بلکہ ترجمہ کا چھُونا خود ہی ممنوع ہے اگرچہ قرآن مجید سے جُدا لکھا ہو ہندیہ میں ہے،

منہا حرمۃ مس المصحف لا یجوز لہما وللجنب والمحدث مس المصحف الا بغلاف متجاف عنہ کالخریطۃ والجلد الغیر المشرز لا بما ھو متصل بہ ھو الصحیح ھکذا فی الھدایۃ وعلیہ الفتوی کذا فی الجوھرۃ النیرۃ والصحیح منع مس حواشی المصحف والبیاض الذی لاکتابۃ علیہ ھکذا فی التبیین[1]۔

اُنھیں سے مصحف کو چھُونے کی حرمت ہے، یہ اُن دونوں کو جائز نہیں، اسی طرح جنبی کو اور مُحدث کو مصحف چھُونا جائز نہیں، ہاں ایسے غلاف کے ساتھ چھُو سکتے ہیں جو مصحف سے الگ ہو جیسے تھیلا اور وہ جلد جس میں شیرازہ بندی نہ کی گئی ہو، نہ کہ وہ جلد جو مصحف کے ساتھ متصل ہوئی ہو یہی صحیح ہے، ہدایہ میں بھی ایسا ہی ہے اور اسی پر فتوٰی ہے کذا فی الجوہرۃ النیرہ، اور صحیح یہ ہے کہ جو حواشی مصحف پر ہوں بلکہ وہ سپید حصہ جس پر لکھائی نہ ہو اس کا چھُونا بھی جائز نہیں، یہی تبیین میں ہے۔ ت

اُسی میں ہے:

لوکان القراٰن مکتوبا بالفارسیۃ یکرہ لھم مسہ عند ابی حنیفۃ وھکذا عندھما علی الصحیح ھکذا فی الخلاصۃ[2]۔

اگر قرآن فارسی میں لکھا ہو تو بھی ابوحنیفہ کے نزدیک اس کا چھُونا جائز نہیں، اور صحیح قول کے مطابق صاحبین کا بھی یہی مذہب ہے، ہکذا فی الخلاصہ۔ ت

درمختار میں ہے:

ولو مکتوبا بالفارسیۃ فی الاصح الا بغلافہ المنفصل[3]۔

اور اگر فارسی میں لکھا ہو تو اس کا چھُونا حرام ہے مگر اس کے غلاف کے ساتھ جو منفصل ہو۔ ت

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ فصل رابع فی احکام الحیض نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸

[2] " " " " ۱/۳۹

[3] الدرالمختار باب الحیض مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۱

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے :

دون المتصل کالجلد المشرز ھو الصحیح وعلیہ الفتوی لان الجلد تبع سراج۔[۱]

اسی میں ہے :

فی السراج عن الایضاح ان کتب التفسیر لایجوز مس موضع القراٰن منہا ولہ ان یمس غیرہ وکذا کتب الفقہ اذا کان فیہا شیئ من القراٰن بخلاف المصحف فان الکل فیہ تبع للقراٰن اھ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔[۲]

نہ کہ متصل غلاف کے ساتھ جیسے شیرازہ بندی کے ساتھ جلد، یہی صحیح ہے اسی پر فتوٰی ہے کیونکہ جلد تابع ہوتی ہے، سراج۔ (ت)

سراج میں ایضاح سے ہے کہ کتب تفسیر میں وہ جگہ جہاں قرآن لکھا ہو اُس کا چھُونا جائز نہیں اور دوسری کتب چھُوسکتا ہے اور اسی طرح کتب فقہ جبکہ ان میں قرآنی آیات لکھی ہوئی ہوں، مگر مصحف کا معاملہ الگ ہے کیونکہ اس میں جو کچھ ہے وہ قرآن کے تابع ہے واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۹۱)

عہ۲ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے بلال! خرچ کر، اور عرش کے مالک سے کمی کا اندیشہ نہ کرو۔ اس کو بزاز نے حضرت بلال سے اور ابویعلی اور طبرانی نے کبیر اور اوسط میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہ، نیز اس کو طبرانی نے کبیر میں بزاز کی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے حسن سندوں کے ساتھ روایت کیا۔

اس حدیث کا مورد یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کے پاس ایک خرمن خرما ملاحظہ فرمایا، ارشاد ہوا، بلال! یہ کیا ہے؟ عرض کی حضور! مہمانوں کے لیے رکھ چھوڑا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا ڈرتا نہیں کہ اس کے سبب آتش دوزخ میں تیرے لیے دھواں ہو، خرچ کر اے بلال اور عرش کے مالک سے کمی کا خوف نہ کر۔ بلکہ خود انہی بلال سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا اے بلال! فقیر مرنا اور غنی نہ مرنا، عرض کی، اس کے لیے کیا طریقہ اختیار کروں؟ فرمایا، جو تجھے ملے اُسے نہ چھپا اور جو کچھ تجھ سے مانگا جائے انکار نہ کر۔ عرض کی یارسول اللہ! یہ میں کیونکر کرسکوں۔ فرمایا یہ ہے یا آگ ہے۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں اور ابوالشیخ نے ثواب میں روایت کیا نیز حاکم نے روایت کرکے کہا کہ یہ صحیح الاسناد ہے۔

اگر کہا جائے کہ حضرت بلال کو تاکید اس لیے فرمائی کہ وہ اصحاب صُفّہ میں سے تھے اور ان حضرات کرام کا عہد تھا کہ کچھ پاس نہ رکھیں گے۔ اقول (میں کہتا ہوں) ہاں، اور ہم بھی نہیں کہتے کہ ایسا کرنا ہر ایک پر لازم ہے مگر ان حضرات پر اس کے لازم کرنے سے ہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ کام فی نفسہٖ محمود ہے اور ہر صادق التوکل کو اس کی اجازت ہے ورنہ ان کو بھی منع کیا جاتا، جیسا کہ ایک صاحب نے عمر بھر رات کو نہ سونے کا عہد کیا اور ایک نے عمر بھر روزے رکھنے کا، ایک نے کبھی نکاح نہ کرنے کا عہد کیا، اس پر ناراضگی فرمائی اور ارشاد فرمایا میں روزہ رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور شب کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور آرام بھی فرماتا ہوں اور نکاح کرتا ہوں تو جو میری سنّت سے بے رغبتی کرے وہ مجھ سے نہیں۔ اس کو ان دونوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

ایک شخص نے پیادہ حج کرنے کی منّت مانی، ضعف وکمزوری کی وجہ سے دو آدمیوں پر ٹیک دے کر چل رہا تھا اُسے سوار ہونے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالٰی اس سے بے نیاز ہے کہ یہ اپنی جان کو عذاب میں ڈالے۔ اس کو ان دونوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

عہ۳ سفین بن حسین کی بجائے سعید بن جبیر درمنثور کے مصری نسخہ میں مذکور ہے اور یہ غلط ہے۔

[۱] ردالمحتار باب الحیض مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۱۲

[۲] ردالمحتار باب الطہارۃ بحث غسل مس المصحف مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۲۰

Marfat.com

فتوٰی مسمّٰی بہ

اِرتفاع الحجب عن وجوہ قراءۃ الجنب ١٣٢٨

بحالتِ جنابت قرآن پڑھنے والے کی قرات کی مختلف صورتوں سے پردہ اٹھانا (ت)

مسئلہ ۲۲ ۲۲ محرم الحرام ۱۳۲۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جنب کو کلام اللہ شریف کی پُوری آیت پڑھنی ناجائز ہے یا آیت سے کم بھی، مثلاً کسی مہم کام کے لیے حسبنا اللہ ونعم الوکیل یا کسی تکلیف پر انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ سکتا ہے کہ یہ پوری آیتیں نہیں آیتوں کے ٹکڑے ہیں یا اس قدر کی بھی اجازت نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمدا لمن انزل کتابہ وقدس جنابہ فحرم قراءتہ حال الجنابۃ والصلاۃ والسلام علی من اتاہ خطابہ وطھر رحابہ وعلی الاٰل والاصحابۃ وامۃ الاجابۃ۔

تمام تعریف اس اللہ کے لئے جس نے کتاب نازل کی جو اس کی بارگاہ میں مقدس ہے اور اس کی تلاوت بحالتِ جنابت حرام فرمائی اور صلٰوۃ وسلام ان پر جن کو خطاب فرمایا اور ان کے اطراف کو پاکیزہ کیا اور ان کے آل واصحاب اور امت اجابت پر۔ (ت)

اولاً یہ معلوم رہے کہ قرآن عظیم کی وُہ آیات جو ذکر وثنا ومناجات ودُعا ہوں اگرچہ پُوری آیت ہو جیسے آیۃ الکرسی متعدد آیات کاملہ جیسے سورۃ حشر شریف کی اخیر تین آیتیں ھو اللہ الذی لا الٰہ الا ھو عالم الغیب والشہادۃ سے آخر سورۃ تک بلکہ پُوری سورت جیسے الحمد شریف بہ نیت ذکر ودعا بے نیت تلاوت پڑھنا جنب وحائض ونفسا سب کو جائز ہے اسی لیے کھانے یا سبق کی ابتدا میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ سکتے ہیں اگرچہ یہ ایک آیت مستقلہ ہے کہ اس سے مقصود تبرک واستفتاح ہوتا ہے نہ تلاوت، تو حسبنا اللہ ونعم الوکیل

Marfat.com

اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہ کسی مہم یا مصیبت پر بہ نیت ذکرو دعا نہ بہ نیت تلاوت پڑھے جاتے ہیں، اگر پوری آیت بھی ہوتی تو مضائقہ نہ تھا جس طرح کسی چیز کے گمنے پر عسٰی ربنا ان یبدلنا خیرا منہا انا الی ربنا راغبون کہنا۔ بحر میں بعد ذکر مسائل ممانعت ہے :

هذا كله اذا قرأ على قصد انه قرأن اما اذا قرأه على قصد الثناء او افتتاح امر لا يمنع فى اصح الروايات وفى التسمية اتفاق انه لا يمنع اذا كان على قصد الثناء او افتتاح امر كذا فى الخلاصة وفى العيون لابى الليث ولو انه قرأ الفاتحة على سبيل الدعاء او شيئا من الآيات التى فيها معنى الدعاء ولم يرد به القراءة فلا باس به اھ واختارہ الحلوانی وذكر غاية البيان انه المختار[1]

یہ سب اس صورت میں ہے کہ جو کوئی شخص آیات قرآنی کی تلاوت قرآن سمجھ کر کرے۔ لیکن اگر ثنا یا کسی چیز کے افتتاح کے لیے کرے تو ممنوع نہیں، یہ اصح الروایات ہے، اور بسم اللہ کے پڑھنے میں اتفاق ہے کہ یہ بنیت ثنا یا بقصد افتتاح پڑھنا ممنوع نہیں، یہی خلاصہ میں ہے، اور ابو اللیث کی العیون میں ہے کہ اگر کسی نے فاتحہ بہ نیت دعا پڑھی یا کوئی اور آیت پڑھی جس میں دعاء کا مفہوم شامل ہو اور اس میں قرأت کا ارادہ نہ ہو تو مضائقہ نہیں اھ اس کو حلوانی نے اختیار کیا اور غایۃ البیان میں ہے کہ یہی مختار ہے۔ ت

ہاں آیۃ الکرسی یا سورۂ فاتحہ اور ان کے مثل ایسی قرأت کہ سننے والا جسے قرآن سمجھے اُن عوام کے سامنے جن کو اس کا جنب ہونا معلوم ہو باآواز بہ نیت ثناء و دعا بھی پڑھنا مناسب نہیں کہ کہیں وہ بحال جنابت تلاوت جائز نہ سمجھ لیں یا اس کا عدمِ جواز جانتے ہوں تو اس پر گناہ کی تہمت نہ رکھیں۔

وهذا معنى ما قال الامام الفقيه ابو جعفر الهندوانی لا افتى بهذا وان روى عن ابی حنيفة اھ[2] قاله فى الفاتحة قال الشيخ اسمعيل بن عبد الغنى النابلسى والد السيد العارف عبد الغنى النابلسى فى حاشيته على الدرر لم يرد الهندوانى رد هذه الرواية بل قال ذلك لما يتبادر الى ذهن من يسمعه من الجنب من غير اطلاع على نية

ابو جعفر الہندوانی الفقیہ کی گفتگو کا یہی مفہوم ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں اس پر فتوٰی نہیں دیتا ہوں اگرچہ یہ ابو حنیفہ سے مروی ہے اھ یہ فاتحہ میں فرمایا، اسمٰعیل بن عبد الغنی النابلسی والد سید عارف عبد الغنی النابلسی نے درر پر اپنے حاشیہ میں فرمایا کہ ہندوانی نے اس روایت کو رد کرنے کا ارادہ نہیں کیا ہے بلکہ ان کا یہ قول اس لیے ہے کہ جو شخص جُنب سے قرأت سُنے گا

---

[1] بحر الرائق باب الحیض ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۹۹

[2] ایضاً

Marfat.com

قائلہ من جوازہ منہ وکم من قول صحیح لایفتی بہ خوفا من محذور اٰخر ولم یقل لا اعمل بہ کیف وھو مروی عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی اھ

خود اس کے ذہن میں یہ بات آئے گی کہ شاید یہ اس کے جواز کا قائل ہے، حالانکہ اس کو اس کی نیت کا حال معلوم نہیں، بہت سے ایسے صحیح اقوال موجود ہیں کہ کسی دوسرے محذور کی وجہ سے ان پر فتوی نہیں دیا جاتا ہے، اس لیے انھوں نے یہ نہیں فرمایا کہ میں خود بھی اس روایت پر عمل نہیں کروں گا، اور یہ کیونکر ممکن تھا جبکہ یہ روایت ابوحنیفہ سے مروی ہے، اھ۔ ت

اقول وقیدت بالجھر وکونہ عند من یعلم من العوام انہ جنب لان المحذور انما یتوقع فیہ وھذا محمل حسن جدا وما بحث البحر تبعا للحلیۃ فسیاتی جوابہ وما احلی قول الشیخ اسمٰعیل انہ مروی عن الامام وکیف یرد ما قالت حذام۔

اقول میں نے اس میں جہر کی قید لگائی ہے اور یہ قید لگائی ہے کہ ایسی قراءت ان عوام کے سامنے ہو جو اس پڑھنے والے کو جنب سمجھتے ہوں، کیونکہ محذور کی توقع ایسی صورت ہی میں ہے، اور یہ عبارت کا بہت اچھا محمل ہے، اور بحر میں حلیہ کی متابعت میں جو کچھ ہے اس کا جواب عنقریب آئے گا، اور شیخ اسماعیل نے کتنی پیاری بات کہی ہے کہ یہ ابوحنیفہ سے مروی ہے تو اس کو رد کیسے کیا جا سکتا ہے۔ ت

ثانیا آیت طویلہ کا پارہ کہ ایک آیت کے برابر ہو جس سے نماز میں فرض قراءت مذہب سیدنا امام اعظم کی روایت مصححہ امام قدوری وامام زیلعی پر ادا ہوجائے جس کے پڑھنے والے کو عرفاً تالی قرآن کہیں جنب کو بہ نیت قرآن اُس سے ممانعت محل منازعت نہ ہونی چاہیے۔

اقول کیف وھو قراٰن حقیقۃ وعرفا فیشملہ قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایقرء الجنب ولا الحائض شیأ من القراٰن[2] رواہ الترمذی وابن ماجۃ وحسنہ المنذری وصححہ النووی کما فی الحلیۃ قطعا۔

اقول یہ کیسے ممکن ہے جبکہ یہ قرآن ہی ہے حقیقۃً بھی اور عرفاً بھی، تو اس پر نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ قول صادق آئے گا کہ جنب اور حائض قرآن کا کوئی حصہ بھی نہ پڑھیں، اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے بافادہ تحسین منذری سے روایت کیا، اور نووی نے اس کو صحیح قرار دیا کما فی الحلیہ قطعا۔ ت

کون کہہ سکتا ہے کہ آیۂ مداینت کے اول سے یا ایھا الذین اٰمنوا یا آخر سے لفظ علیم چھوڑ کر ایک صفحہ بھر سے

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر باب الحیض سعید کمپنی کراچی ۱/۱۹۹

[2] جامع للترمذی ماجاء فی الجنب والحائض مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۱/۱۹

Marfat.com

زاید کلام اللہ بہ نیت کلام اللہ پڑھنے کی جُنب کو اجازت ہے ردالمحتار میں ہے:

لوکانت طویلة کان بعضہا کاٰیة لانہا تعدل ثلث اٰیات ذکرہ فی الحلیة عن شرح الجامع لفخرالاسلام اھ

اگر آیت طویل ہو تو اس کا بعض حصہ بھی آیت ہوگا، کیونکہ وہ تین آیات کے برابر ہے۔ اس کو حلیہ میں شرح جامع فخرالاسلام سے نقل کیا، اھ۔ ت

اقول ذھب قدس سرہ الی مصطلح الفقہاء ان الطویلة ھی التی یتأدی بہا واجب ضم السورة وھی التی تعدل ثلث اٰیات ولکن ارادة ھذا المعنی غیر لازم ھہنا اذ المناط کون المقروء قدر ما یتأدی بہ فرض القراءة عند الامام وھو الذی یعدل اٰیة فلو کانت اٰیة تعدل اٰیتین عدل نصفہا اٰیة فینبغی ان یدخل تحت النہی قطعا وقس علیہ وکیف یستقیم ان لا یجوز تلاوة ثلث اٰیة تعدل ثلث اٰیات لکونہ یعدل اٰیة ویجوز تلاوة اٰیة تعدل اٰیتین بترک حرف منہا مع انہ یقرب قدر اٰیتین فتبصر۔

اقول وہ قدس سرہٗ فقہاء کی اصطلاح کی طرف گئے ہیں کہ طویل آیت سے مراد وہ مقدار ہے جس سے سورۃ ملانے کا واجب ادا ہو سکتا ہو، اور یہ ایسی آیت ہے جو تین آیات کے مساوی ہو، لیکن اس اصطلاح کا اس مقام پر چلانا لازمی نہیں کیونکہ حکم کی علت یہ ہے کہ جو کچھ پڑھا جائے وہ اس مقدار میں ہو جس سے امام ابوحنیفہ کے نزدیک فرض قراءۃ ادا ہو جاتا ہو، یہ مقدار ایک آیت کی ہے، تو اگر ایک آیت دو آیات کے برابر ہو تو اس کا آدھا ایک آیت کے مساوی ہوا تو چاہیے کہ قطعی طور پر وہ نہی کے تحت داخل ہو، اور اسی پر مزید قیاس کیا جائے۔ پھر یہ کیسے درست ہوگا کہ اس تہائی آیت کی تلاوت جائز نہ ہو جو تین آیات کے برابر ہو کیونکہ وہ ایک آیت کے برابر ہے اور ایک آیت کی تلاوت جائز ہو جو دو آیات کے برابر ہو صرف ایک حرف اس کا چھوڑ دیا جائے حالانکہ وہ دو آیات کے قریب ہے، اس پر غور کرو۔ ت

ہاں جو پارۂ آیت ایسا قلیل ہو کہ عرفاً اُس کے پڑھنے کو قراءت قرآن نہ سمجھیں اُس سے فرض قراءت یک آیت ادا نہ ہو اُتنے کو بہ نیت قرآن پڑھنے میں اختلاف ہے امام کرخی منع فرماتے ہیں امام ملک العلماء نے بدائع اور امام قاضی خان نے شرح جامع صغیر اور امام برہان الدین صاحبِ ہدایہ نے[1] کتاب التجنیس والمزید اور امام عبدالرشید ولوالجی نے اپنے فتاوٰی میں اسی کی تصحیح فرمائی ہدایہ وکافی وغیرہما میں اسی کو قوت دی درمختار میں اسی کو مختار کہا حلیہ وبحر میں اسی کو ترجیح دی تحفہ وبدائع میں اسی کو قول عامۂ مشایخ بتایا اور امام طحاوی اجازت دیتے ہیں

---

[1] ردالمحتار بحث تلاوۃ القرآن للجنب مصطفی البابی مصر ۱/۱۲۷

Marfat.com

خلاصہ کی فصل حادی عشر فی القراءۃ میں اسی کی تصحیح کی امام فخر الاسلام نے شرح جامع صغیر اور امام رضی الدین سرخسی نے محیط پھر محقق علی الاطلاق نے فتح میں اسی کی توجیہ کی اور زاہدی نے اس کو اکثر کی طرف نسبت کیا، غرض یہ دو قول مرجح ہیں:

اقول اور اول یعنی ممانعت ہی بوجوہ اقوی ہے۔

اوّلا اکثر تصحیحات اُسی طرف ہیں۔

ثانیا اُس کے مصححین کی جلالت قدر جن میں امام فقیہ النفس جیسے اکابر ہیں جن کی نسبت تصریح ہے کہ اُن کی تصحیح سے عدول نہ کیا جائے۔

ثالثا اُسی میں احتیاط زیادہ اور وہی قرآن عظیم کی تعظیم تام سے اقرب۔

رابعا اکثر ائمہ اُسی طرف ہیں اور قاعدہ ہے کہ العمل بما علیہ الاکثر (اکثر فقہا کی رائے پر عمل واجب ہے۔ ت) اور زاہدی کی نقل امام اجل علاء الدین صاحب تحفۃ الفقہاء و امام اجل ملک العلماء صاحب بدائع کی نقل کے معارض نہیں ہوسکتی۔

خامسا اطلاق احادیث بھی اُسی طرف ہے کہ فرمایا جنب و حائض قرآن میں سے کچھ نہ پڑھیں۔

سادسا خاص جزئیہ کی تصریح میں امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کا ارشاد موجود کہ فرماتے ہیں:

اقرؤا القراٰن مالم یصب احدکم جنابۃ فان اصابہ فلا ولاحرفا واحدا[1]۔ رواہ الدارقطنی وقال ھو صحیح عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

قرآن پڑھو جب تک تمہیں نہانے کی حاجت نہ ہو اور جب حاجتِ غسل ہو تو قرآن کا ایک حرف بھی نہ پڑھو۔ دارقطنی نے کہا یہی صحیح ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

سابعا وہی ظاہر الروایۃ کا مفاد ہے امام قاضی خان شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

لم یفصل فی الکتاب بین الاٰیۃ ومادونھا وھو الصحیح اھ[2]

کتاب میں ایک آیت اور اُس سے کم میں کچھ فرق نہیں کیا ہے یہی صحیح ہے اھ۔ ت

بخلاف قولِ دوم کہ روایت نادرہ ہے۔

رواھا ابن سماعۃ عن الامام رضی اللہ تعالٰی عنہ کما ذکرہ الزاھدی۔

اس کو ابن سماعہ نے امام ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے کما ذکرہ الزاہدی۔ ت

---

[1] دارقطنی باب فی النہی للجنب والحائض نشر السنۃ ملتان ۱/۱۱۸

[2] بحر الرائق بحث قراءۃ القرآن للجنب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۹۹

Marfat.com

ثامنا قوت دلیل بھی اسی طرف ہے تو اسی پر اعتماد واجب۔

ویظھر ذلک بالکلام علی ما استدلوا به للامام الطحاوی فاعلم انه وجهه رضی الدین فی محیطه والامام فخر الاسلام فی شرح الجامع الصغیر بان النظم والمعنی یقصر فیما دون الاٰیة ویجری مثله فی محاورات الناس وکلامهم فتمکنت فیه شبهة عدم القراٰن ولهذا لا تجوز الصلاة به اھ[1]

اور یہ چیز اس گفتگو سے ظاہر ہوتی ہے جو علماء نے امام طحاوی کی طرف سے استدلال کرتے ہوئے کہی ہے، رضی الدین نے اپنی محیط میں اور امام فخر الاسلام نے شرح جامع صغیر میں فرمایا کہ نظم ومعنی ایک آیت سے کم میں نہیں پائے جاتے ہیں اور یہ چیز لوگوں کے محاورات اور کلام میں پائی جاتی ہے، لہٰذا اس میں عدم قرآن کا شبہ پختہ ہوجاتا ہے لہٰذا ایک آیت سے کم میں نماز جائز نہیں ہوتی ہے اھ ت

اقول اولاً لم یصل فهمی القاصر الی قصور النظم والمعنی فیما دون الاٰیة فبعض اٰیة ربما یکون جملة تامة مستقلة بالافادة کقوله تعالٰی واصبر واٰیة تامة لا تکون کذلك کقوله تعالٰی اذا جاء نصر الله والفتح ○ هذا فی المعنی والنظم یتبعه وان ارید التحدی فلیس الا بنحو اقصر سورة لا بکل اٰیة اٰیة فابلغ ما ورد به التحدی قوله تعالٰی فاتوا بسورة من مثله وثانیاً رب اٰیة تامة تجری الفاظها علی الالسنة فی محاورات الناس کقوله تعالٰی ثم نظر ○ وقوله تعالٰی لم یلد ○ وقوله تعالٰی ولم یولد ○ علی انهما اٰیتان وقوله تعالٰی مدهامّتان ○ وثالثاً جریانه فی محاورات الناس انما یورث الاشتباه علی السامع

میں کہتا ہوں کہ میری ناقص فہم میں یہ بات نہیں آتی ہے کہ ایک آیت سے کم میں نظم ومعنی قاصر کیوں ہیں کیونکہ بعض اوقات ایک آیت سے کم بھی مکمل جملہ ہوتی ہے جیسے "وَاصْبِرْ" (اور صبر کیجئے) اور کبھی ایک پوری آیۃ مکمل جملہ نہیں ہوتی ہے جیسے فرمانِ الٰہی ہے "اذا جاء نصر الله والفتح" (جب آجائے اللہ کی مدد اور فتح) یہ نظم میں ہے اور معنی اس کے تابع ہوتے ہیں، اور جہاں تک "تحدّی" کا تعلق ہے تو وہ چھوٹی سے چھوٹی سورہ سے متعلق ہے نہ کہ ہر ہر آیت سے، کیونکہ فرمانِ الٰہی ہے "فاتوا بسورة من مثله"۔

ثانیاً بہت سی مکمل آیات ایسی ہیں جو لوگوں کی زبان پر بطور محاورہ جاری ہوتی ہیں جیسے فرمانِ الٰہی ہے: ثم نظر۔ نیز لم یلد نیز و لم یولد۔ حالانکہ یہ دونوں دو آیتیں ہیں، اور مدهامّتان

---

[1] بحر الرائق بحث قراءة القرآن للجنب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۹۹

Marfat.com

انه جری علی لسانه ما وافق لفظه نظم القرآن او قصد قراءة القرآن فتتمکن الشبهة عند السامع اما هو فالانسان علی نفسه بصیرة فاذا قصد التلاوة فلا معنی للاشتباه عنده و انما الاعمال بالنیات و انما لکل امرئ مانوی و الاشتباه عند السامع لا ینفی ما یعلمه من نفسه وکانه لاجل هذا اعدل المحقق علی الاطلاق فی الفتح عن هذا التقریر و اقتصر علی ماحط علیه کلامهما اخرا وهو عدم جواز الصلاة به حیث قال وجهه ان ما دون الاٰیة لا یعد به قارئا قال تعالٰی فاقرءوا ما تیسر من القراٰن کما قال صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم لا یقرء الجنب القراٰن فکما لا یعد قارئا بما دون الاٰیة حتی لا تصح بها الصلوٰة کذا لا یعد بها قارئا فلا یحرم علی الجنب والحائض اھ[1] ورده المحقق الحلبی فی الحلیة تبعا للامام النسفی فی الکافی باطلاق الحدیث من دون فصل بین قلیل وکثیر قالا وھو تعلیل فی مقابلة النص فیرد لان شیئا نکرة فی موضع النفی فتعم وما دون الاٰیة قراٰن فیمتنع کالاٰیة اھ[2] وتبعهما البحر ثم ش و رأیتنی علقت علیه ما نصه۔

ایک آیت ہے۔

ثالثًا لوگوں کے محاورات میں سننے والے پر اشتباہ ہوتا ہے کہ اس کی زبان پر ایسا کلمہ آگیا ہے جو نظمِ قرآنی سے مطابقت رکھتا ہے یا اُس نے قرآن کی تلاوت ہی کا قصد کیا ہو لہٰذا ذہن سامع میں شبہہ جم جاتا ہے اور خود پڑھنے والا انسان تو خود اپنے بارے میں بخوبی جانتا ہے لہٰذا جب اُس نے تلاوت ہی کے ارادہ سے پڑھا تو اُس کے نزدیک اشتباہ کے کوئی معنی نہیں، اور اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو وہی اجر ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہو، اور سامع کے نزدیک کسی چیز میں اشتباہ کا واقع ہونا اس کے ذاتی علم کی نفی نہیں کرتا ہے اور غالبًا محقق علی الاطلاق نے فتح میں اس تقریر سے اس لیے احتراز کیا، اور اُن دونوں کے کلام کے نتیجے پر ہی اکتفاء کیا اور وہ نماز کا اس کے ساتھ جائز نہ ہونا ہے وہ فرماتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک آیت سے کم پڑھنے والے کو قاری نہیں کہا جاتا ہے فرمانِ الٰہی ہے تم پڑھو اُس قرآن سے جو تم کو میسر ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ناپاک شخص قرآن نہ پڑھے۔ تو جس طرح ایک آیت سے کم کے پڑھنے والے کو قاری نہیں کہتے ہیں، یہاں تک کہ اس سے نماز صحیح نہیں ہوتی ہے' تو اسی طرح اس کی قراءت کرنے والا قاری نہ کہلائے گا لہٰذا اتنی مقدار کا جنب اور حائض کے لیے پڑھنا حرام

---

[1] فتح القدیر باب الحیض والاستحاضۃ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۴۸

[2] حلیہ

Marfat.com

نہیں کہلائے گا اھ اور محقق حلبی نے حلیہ میں اس کی تردید کی ہے، اس میں انھوں نے امام نسفی کی تائید کی ہے جو انھ
نے کافی میں فرمایا، کیونکہ حدیث میں قلیل وکثیر کی کوئی قید نہیں، ان دونوں نے فرمایا یہ نص کے مقابلہ میں تعلیل ہے، ا
یہ تعلیل رد ہو گی کیونکہ شیئاً نکرہ حیز نفی میں ہے تو عام ہوگا، اور آیت سے کم قرآن ہے تو ممتنع ہوگا جیسے آیت، ا
اُن دونوں کی پیروی بحر نے کی پھر ش نے کی۔ تُو نے دیکھا میں نے ان کی نص پر تعلیق کی ہے۔ ت

ف ا
اقول المحقق لایقیس المسألۃ علی المسألۃ بل یرید ان الاحادیث انما حرمت علی الجنب قراءۃ القرآن وقد علمنا ان قراءۃ مادون الایۃ لاتعد قراءۃ القرآن شرعا والا لجازت بہ الصلاۃ لان قولہ تعالٰی فاقرؤا ماتیسر من القرآن قد فرض القراءۃ من دون فصل بین قلیل وکثیر مع تاکید الاطلاق بماتیسر وحینئذ لاحجۃ لکم فی اطلاق الاحادیث فافھم اھ ثم لما قال الدر ۱۲۰۶ لوقصد التعلیم ولقن کلمۃ کلمۃ حل فی الاصح[1] وکتب علیہ ش ھذا علی قول الکرخی وعلی قول الطحاوی تعلم نصف ایۃ نہایۃ وغیرھا ونظر فیہ فی البحر بان الکرخی قال باستواء الایۃ ومادونھا فی المنع واجاب فی النہر بان مرادہ بمادونھما مابہ یسمی قارئا وبالتعلیم کلمۃ کلمۃ لایعد قارئا[2] اھ کتبت علیہ۔

میں کہتا ہوں محقق ایک مسئلہ کو دوسرے مسئل
قیاس نہیں کر رہے ہیں، بلکہ اُن کا مقصود یہ بتانا
کہ احادیث کی رُو سے جُنبی اور حائض کے لیے قرآن
پڑھنا ممنوع ہے، اور یہ ہمیں معلوم ہے کہ ایک آیت
کم کا پڑھنا شرعاً تلاوت میں شمار نہیں ہوتا ہے و
اس مقدار سے نماز بھی جائز ہو جاتی کیونکہ فرمان ا
فاقرؤا ما تیسر من القرآن کی رُو سے محض قرا
کی فرضیت ثابت ہوتی ہے اس میں کم یا زائد کی ک
قید نہیں ہے، پھر اطلاق کی تائید ما تیسر سے کر دی گئی
ایسی صورت میں آپ کے لیے اطلاق احادیث میں
کوئی حجت نہیں فافہم اھ پھر درمختار میں ہے کہ اگ
کسی نے بقصد تعلیم کسی کو قرآن کے ایک ایک کلمہ
تلقین کی تو اصح یہ ہے کہ یہ حلال ہے، ش نے لکھا
کہ یہ بقول کرخی ہے، اور بقول طحاوی آدھی آیت
پڑھانے کی اجازت ہے، نہایہ وغیرہ، اس میں بحر
اعتراض کیا ہے کہ کرخی نے ایک آیت اور اس سے ک

۱۲۰۷
دونوں کو یکساں طور پر ناجائز قرار دیا ہے، اور نہر میں اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ان کی مراد ما دون سے اتنی تعدا
ہے کہ جس کے پڑھنے والے کو قاری کہا جا سکے اور ایک ایک کلمہ پڑھانے والے کو قاری نہیں کہا جاتا ہے اھ ا
پر میرا تبصرہ یہ ہے: ت

[1] الدرالمختار بحث قراءت القرآن للجنب مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۳
[2] ردالمحتار 〃 〃 مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۲۶

Marfat.com

اقول[1] هذا یؤید کلام المحقق فانکم ایضا
لم تنظروا ههنا الی ان الاحادیث لم تفصل بین
القلیل والکثیر وانما مفزعکم فیه الی ان من
قرأ کلمة لا یعد قارئا مع ان تلك الکلمة ایضا
بعض القراٰن قطعا فکذلك هم یقولون ان من
قرأ مادون الاٰیة لا یعد قارئا ایضا والا لکان
ممتثلا لقوله تعالٰی فاقرءوا ما تیسر منه ولزم
جواز الصلاة بمادون الاٰیة بالمعنی المذکور
وهو خلاف ما اجمعنا علیه اھ ثم لما قال ش (شرح ۱۲)
بقی مالو کانت الکلمة اٰیة کص وق نقل نوح
افندی عن بعضهم انه ینبغی الجواز اقول و
ینبغی عدمه فی مدھامتان تامل اھ[1] کتبت علیه (جزء ۱۲)
اقول[2] ووجهه علی ذلك ظاهر فانه لا یعد بهذا
قارئا والا لجازت الصلوة به وبه یظهر وجه ما
بحث العلامة المحشی فی مدھامتان فانه
تجوز به الصلاة عند الامام علی ما مشی علیه
ملك العلماء فی البدائع والامام الاسبیجابی
فی شرح المختصر وشرح الجامع الصغیر من دون
حکایة خلاف فیه علی مذهب الامام رضی اللّٰه
تعالٰی عنه وکل ذلك یؤید ما قدمنا فی تقریر کلام
المحقق اھ ما علقت علیه وهذا[3] کله کلام معهم
علی ما قرروا وانا اقول وباللّٰه التوفیق انما توجه
هذا علی کلام النهر وش لانهما حملا مذهب

اقول یہ بھی محقق کے کلام کی تائید کرتا ہے کیونکہ
تم نے یہاں بھی اس امر پر غور نہ کیا کہ احادیث میں کم اور
زاید کی کوئی تفصیل موجود نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ
اتنی بات ہے کہ ایک کلمہ پڑھنے والے کو قاری نہیں
کہا جاتا ہے حالانکہ یہ ایک کلمہ بھی قطعی طور پر قرآن ہی کا
حصہ ہے، اسی طرح وہ حضرات فرماتے ہیں کہ جو شخص ایک
آیت سے کم پڑھے وہ قاری نہیں کہلاتا ہے ورنہ وہ تو اللہ
کے اس قول کو بجالانے والا قرار پائے گا فاقرءوا ما
تیسر منه اور اس معنی کے اعتبار سے ایک آیت سے
کم پڑھنے سے بھی نماز ہوجائے گی، حالانکہ یہ اجماع کے
خلاف ہے اھ پھر "ش" نے جو فرمایا ہے کہ اگر ایک
کلمہ آیت ہو جیسے صٓ و قٓ تو اس کے بارے میں
نوح آفندی نے بعض فقہاء سے نقل کیا ہے کہ چاہئے
تو یہ کہ اس سے بھی نماز جائز ہو، میں کہتا ہوں کہ اس
کی روشنی مدھامتان سے نماز نہ ہونی چاہئے تامل
اھ، اس کلام پر میں نے جو لکھا ہے وہ یہ ہے کہ اس
قول پر اس کی وجہ ظاہر ہے اور وہ یہ کہ اس سے اس کو
قاری نہیں کہا جاتا ہے ورنہ تو اس سے نماز جائز قرار
پاتی اور اسی سے اس بحث کی وجہ بھی معلوم ہوتی ہے
جو علامہ شامی نے کی ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک
"مدھامتان" سے نماز ہوجاتی ہے، بدائع میں
ملک العلماء اسی پر چلے ہیں اسی طرح شرح مختصر اور
شرح جامع صغیر میں امام اسبیجابی نے بھی فرمایا ہے

---

[1] ردالمحتار بحث قراءت القرآن للجنب مجتبائی دہلی ۱/۱۲۷

Marfat.com

الکرخی علی ما اٰل بہ الی قول الطحاوی فانا اثبتنا
عرش التحقیق ان ما یعد بہ قارئا لا یجوز
وفاقا ولو بعض ایۃ وقد شھد بہ کلام اولئک
الاعلام الثلثۃ الموجھین قول ابی جعفر کما
سمعت وھذا فخر الاسلام المختار قولہ مصرحا
بعدم جواز بعض ایۃ طویلۃ یکون کایۃ فانکان
ابو الحسن ایضا لا یمنع الا ما یعد بہ قارئا لم یبق
الخلاف فالصحیح ما نص علیہ فی الحلیۃ و
تبعہ البحران منع الکرخی مبنی علی صرافۃ ارسالہ
و محوضۃ اطلاقہ بعد ان تکون القراءۃ بقصد
القران وقد سمعت نص امیر المؤمنین المرتضی
رضی اللہ تعالی عنہ ولا حرفا واحدا قال فی الحلیۃ
المذکور فی النھایۃ وغیرھا اذا حاضت المعلمۃ
فینبغی لھا ان تعلم الصبیان کلمۃ کلمۃ و تقطع
بین کلمتین علی قول الکرخی وعلی قول الطحاوی
تعلم نصف ایۃ انتھی قال قلت وفی التفریع المذکور
علی قول الکرخی نظر فانہ قائل باستواء الایۃ وما
دونھا فی المنع اذا کان بقصد القران کما تقدم
فھی حینئذ عندہ ممنوعۃ من ذکر الکلمۃ
بقصد القران لصدق ما دون الایۃ علیھا و
ھذا اذا لم تکن الکلمۃ ایۃ فان کانت کمدھامتان
فالمنع اظھر فان قلت لعل مراد ھذا القائل
التعلیم المذکور بنیۃ غیر قراءۃ القران قلت
ظاھر ان الکرخی حینئذ لیس بمشترط ان یکون
ذلک کلمۃ کلمۃ بل یجیزہ ولو اکثر من

اس میں مذہب امام کا کوئی اختلاف نقل نہیں کیا ہے
ہم نے جو تقریر محقق کے مذہب کی کی ہے اس سے اس کی
تائید ہوتی ہے ------
یہ تمام کلام ان کے ساتھ اس کے مطابق ہے جو انھوں نے
تسلیم کیا۔ میرے نزدیک یہ گفتگو نہر کے کلام پر متوجہ
ہوتی ہے اسی طرح "ش" پر بھی یہ گفتگو ہو سکتی ہے
کیونکہ ان دونوں حضرات نے کرخی کے مذہب کا وہی مفہوم
لیا ہے جو طحاوی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے، کیونکہ ہم
نے ثابت کیا ہے کہ ہر وہ مقدار جس کا پڑھنے والا قاری
کہلاتا ہو جنب کو اس کی تلاوت ناجائز ہے اتفاقاً خواہ یہ آیت
کا بعض حصہ ہی کیوں نہ ہو، یہی بات اُن تین علماء کے
کلام سے معلوم ہوتی ہے جو امام طحاوی کے قول کی توجیہ
فرما رہے ہیں اور فخر الاسلام جو طحاوی کے قول کو مختار
قرار دیتے ہیں ایک آیتِ طویلہ کے بعض حصہ کی قراءت کے
عدمِ جواز کے قائل ہیں ------
تو اگر ابو الحسن جوازِ قراءت کو صرف اُسی مقدار سے متعلق
کرتے ہوں جس کے پڑھنے والے کو قاری کہا جاتا ہو تو
پھر اختلاف نہ رہا، توضیح وہی ہے جس پر حلیہ میں
تصریح ہے اور بحر نے اس کی پیروی کی ہے کہ کرخی نے
جو عدمِ جواز کا قول کیا ہے وہ مطلق ہے مگر صرف شرط
اتنی ہے کہ قراءت تلاوتِ قرآن کی نیت سے ہو، اور
امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی تصریح گزر چکی ہے" اور
نہ ایک حرف" حلیہ میں فرمایا نہایہ وغیرہ میں ہے کہ
اگر استانی حائضہ ہو تو بقول کرخی وہ بچوں کو ایک ایک
کلمہ الگ الگ پڑھائے اور بقول طحاوی آدھی آیت

Marfat.com

نصف اٰية بعد ان لا یکون اٰیة نعم لعل التقیید بالکلمة لکونه الغالب فی التعلیم او لان الضرورة تندفع فلا حاجة الی فتح باب المزید علیہ اھ[1]

پڑھا سکتی ہے وُہ فرماتے ہیں کرخی کے قول پر جو تفریع کی گئی ہے اس میں نظر ہے کیونکہ وہ عدمِ جواز میں ایک آیت اور اس سے کم کو برابر رکھتے ہیں بشرطیکہ یہ بقصد قرآن ہو جیسا کہ گزرا تو ایسی صورت میں جو شخص ایک کلمہ تلاوت کرے بقصدِ قرآن ان کے نزدیک جائز نہ ہوگا کیونکہ اس پر "مادون الاٰية" صادق آتا ہے یہ جب ہے جبکہ وُہ کلمہ ایک آیت نہ ہو اور اگر ایک آیت ہو جیسے مدھامّتٰن تو منع اظہر ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ اُن کی مراد اس تعلیم سے یہ ہے کہ قرآن کے غیر کی تعلیم کی نیت ہو۔ تو میں کہتا ہُوں کہ یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں کرخی یہ شرط نہیں لگاتے کہ یہ ایک آیت کلمہ ہو بلکہ ایسی صورت میں وُہ نصف آیت سے زاید کے بھی جواز کا قول کرتے ہیں، بس صرف پُوری آیت نہ ہو، ہاں ایک کلمہ کی قید لگانا اس بنا پر ہوسکتا ہے کہ تعلیم میں یہی عام ہے، اور اسی سے ضرورت پُوری ہوجاتی ہے، تو زاید کا دروازہ کھولنے کی حاجت نہیں۔ ت

اقول وثمہ[عہ] ملمح ثالث مثل الاول او احسن وھو ان المرکب من کلمتین ربما لا تجد فیه نیة غیر القراٰن کقوله تعالی انا الله وقوله تعالی فاعبدنی وقوله تعالی عصٰی اٰدم فان من قاله فی غیر التلاوة فقد غوی بخلاف المفردات القراٰنیة فلیس شیئ منھا بحیث یتعین للقراٰنیة ولا یصلح للدخول فی مجاری المحاورات الانسانیة فذکر ما ھو اعم واکفی ولا یحتاج الی ادراک المعنی ولا غائلة فیه اصلا حتی للجھال لاسیما النساء المخدرات فی الجھال وھذا کما تری کلام حسن من الحسن بمکان غیر انی اقول لا وجه لقوله بعد ان لا یکون اٰیة فان ما کان

میں کہتا ہُوں اُن کے قول کی تیسری وجہ بھی ہے جو پہلے سے زیادہ اچھی ہے اور وُہ یہ ہے کہ جو دو کلموں سے مرکب ہو تو اس میں عام طور پر غیر قرآن کی نیت نہیں ہوتی ہے، جیسے یہ کلمات قرآنیہ ہیں انا الله، فاعبدنی، عصٰی اٰدم، کیونکہ یہ کلمات جو شخص تلاوت کی نیت کے بغیر کہے گا وہ گمراہ ہوجائے گا بخلاف قرآنی مفردات کے ان میں کوئی ایسی چیز نہیں جس کی بنا پر یہ کہا جاسکے کہ وُہ قرآن ہی کے ہوسکتے ہیں، اور انسانی محاورات کلام سے نہیں ہوسکتے، تو انھوں نے وُہ ذکر کیا ہے جو عام ہے اور اس میں معنی کے ادراک کی حاجت نہیں، اور یہ چیز جاہل تک جانتے ہیں خاص طور پر ان پڑھ پردہ نشین خواتین، جیسے کہ آپ دیکھتے ہیں یہ اچھی گفتگو ہے مگر میں

عہ ذکرته مماشاة وسیأتی ان الوجه عندی الثانی اھ منه

سا تھ چلتے ہوئے میں نے اس کو ضمناً ذکر کیا ہے عنقریب آتا ہے کہ میرے نزدیک دوسری وجہ معتبر ہے۔ (ت)

[1] حلیہ

Marfat.com

بنية غير القرآن لا يتقيد بما دون آية كما تقدم و
كل من آية وما دونها قد يصلح لنية غيره و
قد لا كآية الكرسي والابعاض التي تلونا فما
صلح صح ولو آية وما لا فلا ولو دونها وما بحث
في الفاتحة وعدم تغيرها بنية الثناء والدعاء
ان الخصوصية القرآنية لازمة لها قطعا كيف
لا وهو معجز يقع به التحدي فلا يجري في كل
آية كما لا يخفى فلا ادري ما الحامل له على
التقييد بها مع انه هو الناقل[1] عن الخلاصة
معتمدا عليه جواز مثل ثم نظر ولم يولد ثم
بحثه في مثل الفاتحة وان كان له تماسك
فما كان لبحث ان يقضي على النص ثم ما ذكره[2] ههنا
سؤالا و ترجيا ان مراد الكرخي في التعليم ما اذا
نوى غير القرآن قد جزم به من قبل قائلا
ينبغي ان يشترط فيه (اي في التعليم) ايضا
عدم نية القرآن لما سنذكره عن قريب معنى
واثرا اھ وقال عند قول الماتن لا يكره التهجي
بالقرآن والتعليم للصبيان حرفا حرفا هذا فيما
يظهر اذا لم ينو به القرآن اما اذا نواه به فانه
يكره[2] اھ۔

کہتا ہوں کہ ان کا یہ قول کہ "آیت پُوری نہ ہونی چاہیئے"
اس کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی ہے، کیونکہ جو چیز
غیر قرآن کی نیت سے پڑھی جائے اس میں یہ شرط نہیں کہ
وہ ایک آیت سے کم ہو کما تقدم، اور آیت اور
اس سے کم دونوں میں غیر قرآن کی نیت کی صلاحیت
موجود ہے بھی اور نہیں بھی، جیسے آیۃ الکرسی اور
آیتوں کے ٹکڑے جو ہم نے بیان کیے، تو جن میں قرآن
کی نیت ہو سکتی ہو، خواہ ایک آیت ہی ہو وہ صحیح ہے
اور جو نہ ہو وہ نہیں ہے خواہ آیت سے کم ہی ہو، اور
جو بحث انہوں نے فاتحہ کی بابت کی ہے اور بتایا ہے
کہ یہ ثنا اور دُعا کی نیت سے نہیں بدلتی ہے، اور
یہ کہ خصوصیت قرآنیہ اس کو لازم ہے اور کیوں نہ ہو وہ
معجز ہے، اس کے ذریعہ کفار کو چیلنج کیا گیا تھا، تو
یہ چیز قرآن کی ہر آیت میں نہیں چلے گی، تو معلوم نہیں
کہ انہوں نے یہ قید کیوں لگائی حالانکہ خود ہی انہوں
نے خلاصہ سے نقل کیا اور اس پر اعتماد کیا کہ ثم نظر
اور لم یولد کی مثل سے نماز جائز ہوگی، لیکن اس
کے بعد انہوں نے سورہ فاتحہ پر بحث کی ہے، اس پر
انہوں نے استدلال بھی کیا ہے لیکن اس کی حیثیت
نص کے مقابلہ میں کیا ہے! پھر انہوں نے ایک
سوال کیا اور اس کو بطور ترجی ذکر کیا کہ کرخی کی مراد تعلیم سے یہ ہے کہ غیر قرآن کی نیت ہو، تو اس پر تو وہ پہلے ہی
جزم کر چکے ہیں اور فرما چکے ہیں کہ اس میں یہ شرط ہونی چاہیے کہ عدم قرآن کی نیت بھی ہو، یہ چیز ہم ابھی نقل کریں گے اھ
اور ماتن کے قول "لا یکرہ التہجی بالقرآن الخ" کے تحت فرمایا، یہ اس صورت میں ظاہر ہے کہ جب وہ قرآن
پڑھنے کی نیت نہ کرے لیکن اگر قرآن پڑھنے کی نیت کی تو یہ مکروہ ہے اھ (ت)

اقول وهذا هو الحق الناصع فمجرد

میں سمجھتا ہوں حق یہی ہے کیونکہ محض تعلیم کی

---

[1] و [2] حلیہ

Marfat.com

نیۃ التعلیم غیر مغیر فما تعلیم شیئ الا القاؤہ علی غیرہ لیحصل لہ العلم بہ فاذا قرأ ونوی تعلیم القراٰن فقد اراد قراءۃ القراٰن لیلقیہ و یلقنہ فنیۃ التعلیم لایغیرہ بل یقررہ فما وقع فی الدر المختار من عدہ نیۃ التعلیم فی نیات غیر القراٰن لیس فی محلہ فلیتنبہ فانقلت نیۃ التعلیم ان لم تکن مغیرۃ فما بال فتح المصلی علی غیر امامہ یفسد صلاتہ وما ھو الا التعلیم وقراءۃ القراٰن لاتفسد الصلاۃ قلت لیس الفساد لان القراٰن تغیر بنیۃ الفتح بل لان الفتح علی غیر الامام لیس من اعمال الصلاۃ وھو عمل کثیر فیفسد الا تری ان المصلی ان قیل لہ اقرأ اٰیۃ کذا فقرأ امتثالا لامرہ فسدت صلاتہ مع انہ لم یقرأ الا القراٰن وباللہ التوفیق بقی الکلام علی توجیہ الامام ابن الھمام وما ذکرنا لہ من تقریر المرام فلنعم الجواب عنہ ما نقلہ فی الحلیۃ بعد الجواب الاول المذکور اذ قال مع انہ قد اجیب ایضا بالاخذ بالاحتیاط فیھما وھو عدم الجواز فی الصلاۃ والمنع للجنب[1] اھ۔

نیت کرنے سے صورت مسئلہ بدل نہیں سکتی ہے کیونکہ تعلیم کے معنی تو صرف یہی ہیں کہ کسی کے سامنے کوئی چیز پیش کردینا تاکہ وہ اس کو حاصل کرلے، اب جب کسی نے قراءت کی اور تعلیم قرآن کی نیت کی تو بلاشبہ اس نے قرآن ہی کی قراءت کی تاکہ وہ اس کی تعلیم دوسرے کو دے سکے، تو نیت تعلیم قرآن کو بدلتی نہیں بلکہ اس کو اور مؤکد کرتی ہے تو دُرِ مختار میں قرآن کی تعلیم کی نیت کو غیر قرآن کی نیتوں میں شمار کیا ہے، یہ بے محل ہے فلیتنبہ۔ ممکن ہے کہ یہاں یہ سوال پیدا ہو کہ تعلیم کی نیت اگر کوئی تبدیلی نہیں لاتی تو نمازی اپنے امام کے علاوہ اگر کسی کو لقمہ دے تو اس کی نماز کیوں فاسد ہوتی ہے، اس کی وجہ سوائے تعلیم کے اور کیا ہوسکتی ہے؟ کیونکہ قرآن پڑھنے سے نماز تو فاسد نہیں ہوتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ فساد اس وجہ سے نہیں ہے کہ قرآن لقمہ دینے کی نیت سے بدل گیا ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنے امام کے علاوہ کسی کو لقمہ دینا نماز کے اعمال سے نہیں یہ عمل کثیر ہے اور مفسد نماز ہے۔ مثلاً کوئی نمازی سے کہے کہ فلاں آیت پڑھو تو اس نے اس کی بات مانتے ہوئے قراءت کی تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی حالانکہ اس نے قرآن ہی پڑھا ہے وباللہ التوفیق۔ اب امام ابن ہمام کی توجیہ پر کلام باقی رہ گیا ہے، اور جو مقصود کی تقریر ہم نے کی ہے تو اس کا عمدہ جواب وہ ہے جو حلیہ میں منقول ہے پہلے ذکر کردہ جواب کے بعد وہ فرماتے ہیں حالانکہ ان دونوں میں احتیاط کرنے کے لیے کہا گیا ہے اور یہی جواب ہے، یعنی نماز میں یہ صورت جائز نہیں، اور جنب کو پڑھنا ممنوع ہے اھ۔ت

اقول تقریرہ ان الامام وصاحبیہ رضی اللہ تعالٰی عنھم اختلفوا فی فرض القراءۃ فقالا

میں کہتا ہوں اس کی تقریر یہ ہے کہ امام اور صاحبین نے فرض قراءت میں اختلاف کیا ہے، صاحبین

[1] بحوالہ بحرالرائق بحث قراءۃ القرآن للجنب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۹۹

Marfat.com

ثلث قصارا وایة طویلة ای ما یعدل ثلثا لانه لا
یسمی فی العرف قارئا بدونه وقال بل ایة ای
اذا لم تکن مما یجری فی تحاور الناس ویشبه
تکلمهم فیما بینهم کثم نظر فانها اذا کانت کذلك
عد قارئا عرفا بخلاف ما دون الاية بالمعنی
الذی اعطینا من قبل فهو وان کان به قارئا
حقیقة لا یعد قارئا عرفا فتطرقت الشبهة
فی براءة الذمة من قبل العرف هکذا اقرره
هذا المحقق نفسه وقال قوله تعالی ما تیسر
مقتضاه الجواز بدون الاية وهو قول ابن عباس
فانه قال اقرأ ما تیسر معك من القران و
لیس شئ من القران بقلیل الا ان ما دون الاية
خارج من النص اذ المطلق ینصرف الی الکامل
فی الماهیة ولا یجزم بکونه قارئا عرفا به
فلم یخرج عن عهدة ما لزمه بیقین اذ لم
یجزم بکونه من افراده فلم تبرء به الذمة
خصوصا والموضع موضع الاحتیاط بخلاف الاية
اذ یطلق علیه قارئا بها فالخلاف (ای بین
الامام وصاحبیه) مبنی علی الخلاف فی قیام
العرف فی عده قارئا بالقصیرة قالا لا وهو
یمنع وفی الاسرار ما قالاه احتیاط فان قوله
لم یلد ثم نظر لا یتعارف قرانا وهو قران
حقیقة فمن حیث الحقیقة حرم علی الحائض
والجنب ومن حیث العرف لم تجز الصلاة
به احتیاطا فیهما اھ[1] مختصرا فعدم تناول

فرماتے ہیں تین قصار یا ایک لمبی آیت، یعنی جو تین کے
برابر ہو کیونکہ عرف میں اس سے کم قرأت والے کو قاری
نہیں کہتے ہیں، اور کہا بلکہ ایک آیت یعنی جبکہ وہ
آیت لوگوں کے محاورات میں شامل نہ ہو اور ان کے
کلام کے مشابہ نہ ہو جیسے "ثم نظر" کیونکہ اگر وہ
ایسی ہے تو وہ عرفاً قاری سمجھا جائیگا بخلاف آیت سے کم
ہونے کے اُس معنی کے جو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے
کہ اگرچہ حقیقۃً میں وہ قاری ہو لیکن عرفاً قاری نہ سمجھا جائے لہٰذا
عرفی اعتبار سے بری الذمہ ہونے میں شبہ پیدا ہوگیا، خود
محقق نے بھی اس مسئلہ کی تقریر اسی نہج پر کی ہے، اور
فرمایا ہے "فاقرؤا ما تیسر" کا مقتضیٰ یہ ہے کہ
آیت سے کم بھی جائز ہو، اور ابن عباس کا قول یہی ہے
وہ فرماتے ہیں تمہیں جتنا قرآن یاد ہو پڑھ لو، اور قرآن کا
کوئی حصہ قلیل نہیں، البتہ ایک آیت سے کم نص سے
خارج ہے کیونکہ مطلق سے کامل کا ارادہ ہوتا ہے اور
عرف میں اس مقدار قرأت کرنے والے کو قطعی طور پر
قاری نہیں کہا جاتا ہے، تو جو ذمہ داری اس پر بطور
یقین کے عائد تھی وہ اس سے بری الذمہ نہ ہوا، کیونکہ
اس کو اس مقدار کے اس کے افراد سے ہونے کا جزم
نہیں، اور یہ مقام احتیاط کا مقام ہے بخلاف آیت
کے کہ اس مقدار پڑھ لینے والے کو آیت کا پڑھنے والا
کہا جاتا ہے، تو امام صاحب اور صاحبین کے درمیان
اختلاف کی بنیاد یہ امر ہے کہ چھوٹی آیت پڑھنے والے
کو عرف میں قاری کہتے ہیں یا نہیں، صاحبین کہتے ہیں
نہیں اور امام صاحب اس کو تسلیم نہیں کرتے ہیں اور
کتاب الاسرار میں ہے کہ احتیاط صاحبین کے قول
میں ہے کیونکہ "لم یلد" اور "ثم نظر" عرف میں

[1] فتح القدیر فصل القرأة نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۹۰

Marfat.com

الاطلاق مادون الاٰیۃ فی قولہ تعالٰی فاقرؤا ما تیسر من القراٰن لا یستلزم عدم تناولہ لہ فی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا یقرء الجنب و لا الحائض شیئاً من القراٰن بل قضیت الدلیل ھو التناول ھھنا و الخروج ثمہ

ثم اقول لا یخفی علیک ان لو بنی الامر ھھنا علی ما یعد بہ قارئاً عرفاً لزم ان یحل عند الصاحبین للجنب و اختیہ قراءۃ مادون ثلٰث اٰیات بنیۃ القراٰن ولا قائل بہ فتحقق ان قول الکرخی ھو الارجح روایۃ و درایۃ و الحمد للہ ولی الھدایۃ ولکن العجب من المحقق الحلبی کتبت ھذا ثم رأیت فی غنیتہ مال الی ما قلت ان لا قائل بہ حیث قال و ینبغی ان تقید الاٰیۃ بالقصیرۃ التی لیس ما دونہا مقدار ثلٰث اٰیات قصار فانہ اذا قرأ مقدار سورۃ الکوثر یعد قارئاً و ان کان دون اٰیۃ حتی جازت بہ الصلاۃ و اما ما علی وجہ الدعاء و الثناء فلانہ لیس بقراٰن لان الاعمال بالنیات و زنہا فاظ محتملۃ فتعتبر النیۃ و لذا لو قرأ ذلک فی الصلاۃ بنیۃ الدعاء و الثناء لا تصح بہ الصلاۃ اھ[1]۔

قرآن نہیں حالانکہ درحقیقت وہ قرآن ہے تو اگر حقیقت کا اعتبار کیجئے تو اس کی قرأت جنب اور حائض پر حرام ہے اور عرف کے اعتبار سے اس مقدار کے ساتھ نماز درست نہیں، دونوں میں ہی احتیاط ہے اھ

تو آیت "فاقرؤا ما تیسر من القراٰن" میں اطلاق کا ایک آیت سے کم کو شامل نہ ہونا اس امر کو مستلزم نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "جنب اور حائض قرآن میں سے کچھ نہ پڑھیں" میں بھی شامل نہ ہو، بلکہ تقاضائے دلیل یہ ہے کہ یہاں شامل ہو اور وہاں نہ ہو۔

اقول یہ امر مخفی نہ رہے کہ اگر یہاں دار و مدار اس امر پر ہو کہ قرآن کی کتنی مقدار پڑھنے والے کو عرفاً قاری کہتے ہیں تو لازم آئے گا کہ صاحبین کے نزدیک جنب وغیرہ کے لیے اس کی قرأت جائز ہو، یعنی وہ تین آیات سے کم پڑھ لیں تو حرج نہ ہو اور حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ کرخی کا قول ہی ارجح ہے روایۃً اور درایۃً و الحمد للہ ولی الھدایۃ۔

محقق حلبی پر تعجب ہے، جب میں یہ سطور لکھ چکا تو میں نے ان کی کتاب غنیہ کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ اُن کا میلان اُسی طرف ہے جو میں نے کہی ہے، یعنی اس کا کوئی قائل نہیں، وہ فرماتے ہیں آیت کو چھوٹی آیت کے ساتھ مقید کرنا چاہیے، یعنی جس سے کم مقدار تین چھوٹی آیات کے برابر نہ ہو کیونکہ اگر کوئی سورۃ کوثر پڑھے تو وہ قاری کہلائے گا اگرچہ یہ ایک آیت سے چھوٹی ہے، اس لیے اس کے ساتھ نماز جائز ہے، اور جو بطور دعاء اور ثناء پڑھا جائے تو اس لیے وہ قرآن نہیں ہے، کیونکہ اعمال کا دار و مدار

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی بحث قراءۃ القرآن للجنب سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۷

Marfat.com

نیتوں پر ہے اور الفاظ محتمل ہیں تو نیت ہی کا اعتبار رہو گا' اس لیے اگر یہ نماز میں بہ نیتِ دُعاء ثنا' پڑھا تو نماز نہ ہوگی اھ۔ ت

اقول اولا[1] وقع بحثه علی خلاف المنصوص فی شرح الجامع الصغیر للامام فخر الاسلام فانه اعتبر کون بعضها کاٰیة لا کثلث کما تقدم وثانیا[2] عدل عن قول الامام الی قولهما فی افتراض ثلث فان راعی الاحتیاط لما مر عن الاسرار ان ما قالاه احتیاط فتقدم عن الاسرار نفسها ان ذلك فی الصلاة اما فی مسألة الجنب فالاحتیاط فی المنع وقد نقله هکذا فی الغنیة وثالثا ماذکر من[3] عدم الاجزاء اذا قرأ فی الصلاة بنیة الثناء خلاف المنصوص ایضا ففی البحر عن التوشیح عن الامام الخاصی اذا قرأ الفاتحة فی الاولیین بنیة الدعاء نصوا علی انها مجزئة اھ[1] وعن التجنیس اذا قرأ فی الصلاة فاتحة الکتاب علی قصد الثناء جازت صلاته لانه وجدت القراءة فی محلها فلا یتغیر حکمها بقصده اھ[2] و مثله فی الدر نعم نقل فی البحر عن القنیة انها ذکرت فیه خلافا و رقمت لشرح شمس الائمة انها لا تنوب عن القراءة[3] وانت تعلم ان القنیة لا تعارض المعتمدات والزاهدی غیر موثوق به فی نقله ایضا کما نصوا علیه و الله تعالٰی اعلم۔

میں کہتا ہوں اوّلاً جو بحث انہوں نے کی ہے کہ وُہ فخر الاسلام کی اُس تصریح کے خلاف ہے جو انہوں نے جامع صغیر میں کی ہے کیونکہ اُنھوں نے اُس کے بعض کو ایک آیت کی طرح قرار دیا ہے نہ کہ تین آیات کی طرح جیسے کہ گزرا۔

ثانیاً انہوں نے امام کے قول سے صاحبین کے قول کی طرف عدول کیا' تین آیات کی فرضیت کے سلسلہ میں۔ اب اگر انہوں نے احتیاط کو مدنظر رکھا ہے جیسا کہ اسرار سے گزرا ہے کہ صاحبین کا قول احتیاط کے اقرب ہے، تو اسرار ہی میں یہ موجود ہے کہ یہ نماز کے متعلق ہے جُنب کے مسئلہ میں' تو احتیاط منع میں ہے اور اسی طرح غنیہ میں ہے۔

ثالثاً یہ جو ذکر کیا ہے کہ یہ نماز میں جائز نہیں، یہ اُس صورت میں ہے جبکہ نماز میں بہ نیت ثنا پڑھے' تو یہ بھی خلافِ منصوص ہے، بحر میں توشیح سے امام خاصی سے منقول ہے کہ جب کسی نے سورۂ فاتحہ پہلی دو رکعتوں میں بہ نیت دعا پڑھی تو علماء نے تصریح کی ہے کہ یہ کافی ہے اھ اور تجنیس میں ہے کہ جب کسی نے سورۂ فاتحہ بہ نیت ثنا پڑھی تو نماز جائز ہوئی، کیونکہ قراءت اپنے محل میں پائی گئی تو اس کا حکم بقصد ثنا نہیں بدلے گا اھ اس کی مثل دُر میں ہے، البتہ بحر میں قنیہ سے نقل کیا کہ اس میں اختلاف ہے اور شرح شمس الائمہ میں ہے کہ وہ قراءت کے قائم مقام نہیں، اور یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ قنیہ

---

[1] و [2] و [3] بحر الرائق بحث قراءۃ القرآن للجنب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۰۰

Marfat.com

معتمد کتب کے مقابلہ کی کتاب نہیں ہے اور زاہدی کی نقل قابلِ اعتماد نہیں، علماء نے اس کی تصریح کی ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

تنبیہ عیون امام فقیہ ابو اللیث کی عبارت کہ صدر کلام میں گزری جس میں فرمایا تھا کہ فاتحہ وغیرہا آیاتِ دعا بہ نیتِ دعا پڑھنے میں حرج نہیں نہر الفائق میں اُس سے یہ استنباط فرمایا کہ یہ حکم صرف اُنہی آیات سے خاص ہے جن میں معنی دُعا و ثنا ہوں ورنہ مثلاً سورۂ لہب وغیرہا اگر بنیت غیر قرآن پڑھے تو ظاہراً روا نہ ہونا چاہئے۔

حیث قال ظاھر التقیید بالاٰیات التی فیھا معنی الدعاء یفھم ان مالیس کذٰلک کسورۃ ابی لھب لایؤثر فیھا قصد غیر القراٰنیۃ لٰکن لم ار التصریح بہ فی کلامھم[1]۔

وُہ فرماتے ہیں کہ اُن آیات کے ساتھ مقید کرنا جن میں دعا کے معنی ہیں سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جن آیات میں یہ چیز نہیں ہے جیسے سورۂ ابی لہب وغیرہ، تو ان میں غیر قرآن کی نیت سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ مگر فقہاء کے کلام میں مجھے اس کی تصریح نہ مل سکی۔ ت

علامہ شامی نے منحۃ الخالق و رد المحتار میں اس کی تائید فرمائی کہ:

قد صرحوا بان مفاھیم الکتب حجۃ[2] اھ ولفظ المنحۃ المفھوم معتبر مالم یصرح بخلافہ[3] اھ

فرماتے ہیں کتابوں کے مفہوم مخالف حجت ہیں اور منحہ میں ہے کہ مفہوم مخالف معتبر ہے جب تک اس کے خلاف کی تصریح نہ ہو اھ ت

اقول اولاً خلاصہ و بزازیہ و بحر میں ہے:

وھذا لفظ الوجیز اما اذا قصد الثناء او افتتاح امر فلا فی الصحیح[4]۔

یہ الفاظ وجیز کے ہیں لیکن اگر ارادہ ثنا و دعا کا ہو حکم یہ ہے کہ صحیح نہیں۔ ت

درمختار میں ہے:

فلو قصد الدعاء او الثناء او افتتاح امر حل[5]۔

اگر دعاء و ثناء یا افتتاح کا ارادہ تو حلت کا حکم ہے ت

---

[1] بحر الرائق بحث قراءۃ القرآن للجنب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۹۹
[2] رد المحتار 〃 〃 مصطفٰی البابی مصر ۱/۱۲۷
[3] منحۃ الخالق علی البحر قراءۃ القرآن للجنب سعید کمپنی کراچی ۱/۱۹۹
[4] بحر الرائق 〃 〃 〃 〃
[5] درمختار 〃 〃 مجتبائی دہلی ۱/۳۳

Marfat.com

یہاں تو کہہ سکتے ہیں کہ بعد تنقیح افتتاح کا حاصل دعا و ثنا سے جُدا نہ ہوگا مگر غلاصہ و حلیہ و بحر میں ہے:

وحرمة قراءة القرأن (ای من احکام الحیض) الا اذا کانت اٰیة قصیرة تجری علی اللسان عند الکلام کقولہ ثم نظر اولم یولد[1] اھ

قرآن کے پڑھنے کی حرمت ہے (حیض کے احکام میں ہے) مگر جبکہ چھوٹی آیت ہو جو اکثر لوگوں کی زبان پر گفتگو میں آتی ہے مثلاً ثم نظر یا لم یولد۔ ت

یعنی جبکہ قرأت قرآن کی نیت نہ ہو اور اپنے کلام میں پُوری آیت سے موافقت واقع ہوجائے مثلاً زید کی حکایت حال میں کہا: ثم نظر زید (پھر زید نے نظر کی۔ ت) یا کسی نے ہندہ کے حمل کو پوچھا کہ پیدا ہوا کہا ما وضع و لم یولد بعد (نہیں پیدا کیا اور لم یولد بعد میں کہا۔ ت) تو اس میں حرج نہیں اگرچہ ثم نظر بالاتفاق اور و لم یولد علی الخلاف پُوری آیتیں ہیں اس لیے کہ بہ نیت قرآن نہ کہی گئیں یہاں سے صراحۃً ظاہر کہ جواز کے لیے عدم نیت قرآن کافی ہے خاص نیت دُعا یا ثنا ضرور نہیں کہ ان صورتوں میں دعا و ثنا کہاں! یُوں ہی اگر نقل حدیث میں کہا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اس کے جواز میں بھی شبہہ نہیں اگرچہ محمد رسول اللہ ضرور قرآن عظیم ہے اور یہاں نام اقدس مقصود نہ کہ دعا و ثناء لاجرم بحر سے گزرا ھذا کلہ اذا قرأ علی قصد انہ قرأن[2] (ان تمام آیتوں کو اگر قرآن کے ارادہ سے پڑھا کہ یہ قرآن ہیں۔ ت) اسی طرح خلاصہ میں ہے، تنویر میں ہے: یحرم قراءة قرأن بقصدہ[3] (قصداً بحالتِ جُنب قرآن پڑھنا حرام ہے۔ ت)

ثانیاً عیون کا اتنا مفاد مسلّم کہ آیاتِ دعا میں نیتِ دُعا درکار ہے نہ یہ کہ نیتِ دُعا ہی پر مدار ہے،

و ذلک انہ تصویر لنیة غیر القرأن وھی فی اٰیات الدعا بنیة الدعاء فیفید ان الجواز بنیة الدعا مقصور علی اٰیات الدعاء لاقصر الجواز مطلقا علی نیة الدعاء کأن تقول لو قرأ التسمیة بنیة الافتتاح و لم یرد القراءة فلاباس بہ لا یدل علی قصر الحکم فی جمیع القرأن علی نیة الافتتاح لکنی۔

اور یہ اس لیے ہے کہ یہ غیر قرآن کی نیت کی توضیح ہے اور یہ دُعا والی آیات میں بہ نیت دعا قرآن پڑھنے میں ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ جواز صرف آیاتِ دُعا کے بہ نیت دُعا پڑھنے تک محدود ہے یہ نہیں کہ جواز صرف نیتِ دعا تک محدود ہے مثلاً یہ کہ کوئی شخص بسم اللہ الرحمن الرحیم افتتاح کی نیت سے پڑھے قرأت کا ارادہ نہ کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں، مگر اس کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ پورے قرآن کو بہ نیتِ افتتاح پڑھ لے تو بھی حرج نہ ہو۔ ت

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الحیض نولکشور لکھنؤ ۱/۲۳۰

[2] بحر الرائق قرأۃ القرآن للجنب سعید کمپنی کراچی ۱/۱۹۹

[3] الدر المختار " مجتبائی دہلی ۱/۳۳

Marfat.com

اقول وباللہ التوفیق تحقیق مقام یہ ہے کہ یہاں دو صورتیں ہیں عدمِ نیت واعدامِ نیت۔ عدمِ نیت یہ کہ بعض الفاظ اتفاقاً موافق نظمِ قرآن زبان سے اپنے کلام میں ادا ہو جائیں جیسے صور مذکورہ میں ثم نظر اور ولم یولد کہ ان کے تکلم کے وقت متکلم کا خیال بھی نہیں جاتا کہ یہ الفاظ آیاتِ قرآنیہ ہیں یہاں قرآن عظیم کی طرف قصد سرے سے پایا ہی نہ گیا اور اعدامِ نیت یہ کہ آیاتِ قرآنیہ کی طرف التفات کرے اور بالقصد انھیں نیت قرآن سے پھیر کر غیر قرآن کا ارادہ کرے آیۃ الکرسی یا سورۂ فاتحہ یا سورۂ تبت وغیرہا ہر کلام طویل میں یہی صورت متحقق ہوسکتی ہے ناممکن ہے کہ بلا قصد زبان سے تین آیات کے برابر کلام نکل جائے جو بالکل نظمِ قرآنی کے موافق ہو کہ اس قدر سے تحدی فرمائی گئی ہے تو کوئی اُتنے پر کیونکر قادر ہوسکتا ہے، نہیں بلکہ یقیناً الفاظِ قرآنیہ ہی کا قصد کرے گا پھر اُن کو بالارادہ نیتِ قرآن سے نیتِ غیر کی طرف پھیرے گا اور موجوداتِ حقیقیہ اعتبارِ معتبر کے تابع نہیں ہوتے نہ باوجود علم قصداً تبدیلِ نیت سے علم منتفی ہو اگر کوئی شخص شہد کو جان کر اس نیت سے کھائے کہ یہ شہد نہیں نمک ہے تو نہ وہ واقعی نمک ہوجائے گا نہ اس کا علم کہ یہ واقع میں شہد ہے زوال پائے گا۔ یونہی جب اس نے نظمِ قرآنی کی طرف قصد کیا اور اُسے ادا کرنا چاہا تو باوصف علم حقیقت اس کا یہ خیال کرلینا کہ میں یہ قرآن نہیں پڑھتا کچھ اور پڑھتا ہوں نہ قرآنِ عظیم کو اس کی حقیقت سے متغیر ہوسکتا ہے نہ یہ دیدہ ودانستہ اُس تبدیلِ خیال سے کچھ نفع پاسکتا ہے تو کیونکر ممکن کہ تعظیم قرآنِ عظیم کے لیے جو حکم شرعِ مطہر نے اسے دیا یہ دانستہ نیت پھیر کر اُسے ساقط کردے۔

اقول وبہ استبان ضعف ما اجاب بہ العلامۃ اسمٰعیل فی حواشی الدرر عن بحث الحلیۃ فی قراءۃ الفاتحۃ بنیۃ الدعاء اذقال المحقق ان ھذا قراٰن حقیقۃ وحکما لفظا ومعنی کیف لا ھو معجز یقع بہ التحدی وتغییر المشروع فی مثلہ بالقصد المجرد مردود علی فاعلہ فان الخصوصیۃ القراٰنیۃ فیہ لازمۃ قطعا ولیس فی قدرۃ المتکلم اسقاطھا عنہ مع ماھو علیہ من النظم الخاص[1] اھ فاجاب العلامۃ النابلسی وتبعہ فی المنحۃ بانہ اذا لم یرد بھا القراٰن فاتہ ما فیہ من الاعجاز التی یعجز عن الاتیان بھا جمیع المخلوقات

اقول علامہ اسمٰعیل نے حواشی درر میں سورہ فاتحہ بہ نیت دُعا پڑھنے سے متعلق حلیہ کی بحث کا جو جواب دیا ہے، ہماری اس گفتگو سے اس کا ضعف بھی ظاہر ہوگیا، محقق نے فرمایا ہے یہ قرآن ہے حقیقۃً وحکماً، لفظاً ومعناً، کیونکہ اُس کے ساتھ تحدی ہوئی ہے، اور جو شخص اس قسم کے مشروع کو محض اپنے مقصد سے بدلنا چاہے تو اس کا مقصد غیر معتبر ہے، کیونکہ اس میں خصوصیت قرآنیہ لازم ہے قطعاً، اور نظمِ خاص کے ہوتے ہوئے کسی متکلم کے بس کی یہ بات نہیں کہ وہ خصوصیت کو ختم کرسکے اھ علامہ نابلسی نے اس کا جواب دیا اور صاحبِ منحہ نے اس کی پیروی کی کہ جب پڑھنے والے نے اس سے قرآن کا ارادہ نہ کیا تو اس سے قرآنی

[1] حلیہ

Marfat.com

اذا المعتبر فیها القصد اما تفصیلا وهو من البلیغ او اجمالا وذلك بحکایة کلامه وکلاهما منتف حینئذ کما لا یخفی اھ[1] ولعمری ان فی حکایته غنی عن نکایته ولیت شعری کیف تفوت المزایا الثابتة اللازمة الواقعیة بمجرد صرف القارئ النیة عن نسبته الی متکلمه مع بقاء الکلام علی نظمه وقد کان نبه علیه المحقق فی بحثه فلم یلتفت الیه العلامة واعاد الکلام من دون جواب ولا المام۔

خصوصیات ختم ہوگئیں وہ خصوصیات جن کی وجہ سے اِنس جن اس کے مقابلہ سے عاجز ہیں، اس لیے کہ اس میں معتبر قصد ہی ہے تفصیلا جیسے بلیغ شخص سے یا اجمالاً جیسے کوئی شخص کلامِ بلیغ کی حکایت کرے اور یہ دونوں ام ایسی صورت میں منتفی ہیں، کما لا یخفی اھ

میں اس سے سمجھتا ہوں اس کلام کو محض نقل کر دینا ہی کافی ہے اس پر کسی جرح کی حاجت نہیں خو سوچیں کہ قرآن کی وہ خصوصیات جو اس کے ساتھ لازم ہیں محض اس لیے کیسے تبدیل ہوسکتی ہیں کہ پڑھنے وا پڑھنے سے اس کلام کی نسبت اس کے متکلم کی طرف نہیں کر رہا ہے درانحالیکہ اس کی نظم کی تمام خصوصیات علی حال باقی ہیں، محقق نے اپنی بحث میں اس طرف تنبیہ کی ہے مگر علّامہ اس پر متنبہ نہ ہوتے اور کلام کا اعادہ کیا مگر جواب نہ دیا۔ ت

واقول فی الحل وجود المزایا بثبوتها الواقعی وظهورها بالعلم تفصیلا او اجمالا کما وصفتم وبهما یتم امر التحدی وکلاهما حاصل حینئذ اذ ما قصد الاخذ الا ما هو قراٰن وما احدث الا صرف النیة ولا صرف الا بعد العلم ولا علم ینتفی بالصرف **وایضا** لو فاتت المزایا المعجزة للخلق بصرف القصد لوجب فوت عجزهم به وهو باطل بداهة **وکذا** ما اجاب النهر وتبعه فی رد المحتار بان کونه قراٰنا فی الاصل لا یمنع من اخراجه عن القراٰنیة بالقصد اھ[2] وقد کان اتی المحقق

اقول اس کا حل یہ ہے کہ حقیقی اور واقعی خصوصی موجود رہتی ہیں اور ان کا ظہور علم سے تفصیل اور اجمالی ط پر ہوتا ہے، جیسا کہ آپ نے بیان کیا ہے، اور اتنی مقدار سے چیلنج کا معاملہ پورا ہوجاتا ہے۔ اور یہ دون اس وقت حاصل ہیں، اس لیے کہ جس چیز کو پڑھنے ک ارادہ کیا گیا ہے وہ قرآن ہی ہے اور جو نئی چیز پی ہوتی ہے وہ نیت کرنا ہے اور نیت علم کے بعد ہ ہوتی ہے اور کوئی علم پھیرنے سے منتفی نہیں ہوتا ہے، نیز اگر معجزاتی خصوصیات جو مخلوق کے لیے ہیں نیت کے پھیرنے سے ختم ہوجائیں تو ان کے عجز کا فوت ہونا بھی لازم آتا، اور یہ یقیناً باطل ہے بداہۃ، اور اسی طرح

[1] منحۃ الخالق علی حاشیہ بحر الرائق بحث قراءۃ القرآن للجنب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۹۹

[2] رد المحتار ابحاث الغسل مصطفی البابی مصر ۱/۱۲۷

Marfat.com

على هذا ايضا كما سمعت اما نحن فقد اوضحنا[1] باحسن وجه ان لا اثر للقصد فى تغيير الحقائق وكذا ما تقدم من تمسك الغنية ان ما على وجه الدعاء ليس بقرآن لان الاعمال بالنيات الخ[1]

وہ جواب جو نہر نے دیا اور جس کی پیروی ردّ المحتار نے کی اس کا قرآن ہونا اصل میں، ارادہ کی وجہ سے اس کو قرآن ہونے سے خارج نہیں کر دیتا ہے اھ اور محقق نے بھی یہی بات کہی ہے اور ہم نے بہت اچھی طرح واضح کر دیا ہے کہ قصد کو حقائق کے تبدیل کرنے میں کوئی تاثیر نہیں، اور اسی طرح غنیہ کا یہ[2] قول کہ جو دعا کے طور پر ہو وہ قرآن نہیں، کیونکہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے الخ۔ ت

اقول نعم لا یثاب ثواب التلاوة من نواه دعاً لكن القرآن كيف ينسلخ عن القرآنية مع بقاء النظم المتحدى به واذ القصد الى الاخذ منه فبمجرد صرف النية كيف يزيل التعظيم الواجب عليه فان صرفها عن شئ مع العلم به ان كان له اثر ففى حرمان الصارف عما هو له دون اسقاط ما هو عليه وبالجملة ليس فى شئ من هذا ما يغنى من جوع۔

اقول یہ درست ہے کہ جو قرآن کو بہ نیت دعا پڑھے گا اس کو تلاوت کا ثواب نہ ملے گا لیکن قرآن اس نظم کے ہوتے ہوئے جس کو اللہ نے بطور چیلنج پیش کیا ہے قرآن ہونے سے خارج نہ ہوگا، اور چونکہ قصد صرف اس کو حاصل کرنے کا ہے تو محض نیت اس تعظیم کے ختم کرنے کا جواز نہیں بنے گی جو قاری پر لازم ہے، کیونکہ نیت اگر کسی چیز کو بدلتی بھی ہے اس کے علم کے باوجود تو وہ صرف اس قدر ہے کہ نیت کرنے والا ثواب سے محروم رہے جس کا وہ نیت کی وجہ سے مستحق تھا، یہ نہیں کہ جو اس پر واجب تھا وہ بھی ساقط ہو جائے، خلاصہ یہ کہ اس کے بارے میں فقہاء کے دلائل تسلی بخش نہیں۔ ت

ثم اقول[3] عساك ايقنت مما القيت عليك ان المناط هو ان يعمد الى القرآن فياخذ من نظمه ويقرأه على نية غيره سواء كان قدر ما وقع به التحدى اولا فان القليل والكثير من الكلام العزيز سواء فى وجوب الادب والتعظيم اما سمعت الى قول حبر الامة سيدنا عبدالله بن عباس رضى الله تعالى عنهما ليس شئ من

پھر آپ کو ہماری تقریر سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ دارومدار اس امر پر ہے کہ کوئی شخص قرآن پڑھے مگر قرآن کی نیت سے نہ پڑھے خواہ یہ اتنی مقدار ہو کہ جس سے چیلنج دیا گیا ہو یا اتنی مقدار نہ ہو کیونکہ اللہ کے کلام کا قلیل وکثیر برابر ہے یعنی ادب وتعظیم کے اعتبار سے، چنانچہ احسن الامہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے "قرآن کا کوئی حصہ قلیل نہیں، تو محقق کا

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی بحث قراءۃ القرآن للجنب سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۷

Marfat.com

القرآن بقليل فتخصيص المحقق الكلام بما تحدّی به ليس فی محله و لايتوقف عليه كونه قرآنا حقيقة و حكما و لفظاً و معنیً كما يوهمه كلامه نعم لزوم الخصوصية القرآنية يختص بذلك لاستحالة جريانه علی اللسان اتفاقا دون ما دونه كما علم من موافقات الفرقان والفاروق رضی الله تعالٰی عنه وقوله عند سماع اٰية اطوار الخلق فتبٰرك الله احسن الخالقين فنزل كذلك لكن اسمعناك ان لاحاجة اليه بعد تعمد الاخذ من القرآن العظيم فهو بما فی نفسه عليم فافهم وتثبت۔

یہ قید لگانا کہ "اتنی مقدار کہ جس سے چیلنج کیا گیا ہو" بے محل ہے، اور اس پر اس کا قرآن ہونا حقیقۃً، حکماً، لفظاً و معنیً موقوف نہیں، اور یہی چیز ان کے کلام سے مترشح ہوتی ہے، ہاں خصوصیت قرآنیہ کا لزوم اس کے ساتھ مختص ہے کیونکہ یہ زبان پر اتفاقاً جاری نہیں ہوسکتا ہے ہاں ایک آیت سے کم جاری ہوسکتی ہے، یہ بات موافقات القرآن سے معلوم ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جب یہ سُنا فتبارك الله احسن الخالقين کہا تو ایسا ہی نازل ہوگیا، لیکن جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں جب قرآن حاصل کرنے کا ارادہ کرلیا تو اب اس کی حاجت نہیں اور اللہ دل کی بات جاننے والا ہے۔ ت

تو واجب تھا کہ سورۂ فاتحہ و آیۃ الکرسی بالائے سر فقط الحمد للہ یا سبحٰن اللہ یا لا الٰہ الا اللہ بھی جُنب کو جائز نہ ہو جبکہ ان میں اخذ عن القرآن کا قصد کرے اگرچہ نیت قرآن سے پھیر کر غیر قرآن کی کرلے، مگر شرع مطہر نے لحاظ فرمایا کہ مسلمان ہر وقت ہر حال میں اپنے رب جل وعلا کے ذکر و ثنا اور اُس سے سوال و دُعا کا محتاج ہے اور ثنائے الٰہی وہی اتم اکمل ہے جو خود اُس نے اپنے نفس کریم پر کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عرض کرتے ہیں،

لا احصی ثناء عليك انت كما اثنيت علی نفسك[1]۔ الٰہی! میں تیری تعریف نہیں کرسکتا تو ویسا ہے جیسی تُونے خود اپنی ثنا کی۔

یُوں ہی جو دعائیں قرآن عظیم نے تعلیم فرمائیں بندہ اُن کی مثل کہاں سے لاسکتا ہے رحمت شریعت نے نہ چاہا کہ بندہ ان خزائن بے مثال سے روکا جائے علی الخصوص حیض و نفاس والیاں جن کی تہائی عمر انھیں عوارض میں گزرتی ہے لہذا یہاں بہ تبدیل نیت اجازت فرمائی جسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بہ نیت افتتاح کہنے کے جواز پر اجماع علما نے ظاہر کردیا اس کی نظیر یہ ہے کہ نماز میں کسی کلام سے اگرچہ آیت یا ذکر الٰہی ہو ایسے معنی کا افادہ جو اعمال نماز سے باہر ہے مفسد نماز ہے مثلاً کسی خوشی کی خبر کے جواب میں کہا الحمد للہ رب العٰلمین یا خبر غم کے جواب میں انا للہ وانا الیہ راجعون یا کسی نے پُوچھا فلاں شخص کیسا ہے اُس کی خُوبی بتانے کو کہا سبحان اللہ نماز جاتی رہے گی مگر کسی شخص نے

---

[1] سنن ابی داؤد باب القنوت فی الوتر مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱/۲۰۲

Marfat.com

آواز دی اور اس نے یہ جتانے کو کہ میں نماز پڑھتا ہوں لا الٰہ الا اللہ یا سبحٰن اللہ یا اس کے مثل ذکر یا قرآن عظیم سے کچھ کہا نماز نہ جائے گی کہ شرع مطہر نے اس حاجت کے دفع کو اتنے کی اجازت عطا فرمادی ہے، درمختار میں ہے:

یفسدھا جواب خبر سوء بالاسترجاع[1] اس کو فاسد کردے گا استرجاع جو بُری خبر کا جواب ہے۔

اُسی میں ہے:

اراد اعلامہ بانہ فی الصلاۃ لاتفسد اتفاقا ابن ملک وملتقی۔[2] اُس نے ارادہ کیا کہ کسی کو اپنے نماز میں ہونے پر مطلع کردے تو اس کی نماز اتفاقاً فاسد نہ ہوگی ابن ملک وملتقی۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

لواجاب رجلا فی الصلاۃ بلا الٰہ الا اللہ فھذا کلام مفسد وان اراد اعلامہ انہ فی الصلاۃ لم تفسد بالاجماع لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذانابت احدکم نائبۃ فی الصلٰوۃ فلیسبح۔[3] اگر کسی کو لا الٰہ الا اللہ سے جواب دیا تو یہ کلام مفسد ہے اور اگر محض اس امر کی اطلاع کا ارادہ کیا کہ وُہ نماز میں ہے تو نماز بالاجماع فاسد نہ ہوگی کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں سے کسی پر دورانِ نماز اگر کوئی مصیبت آجائے تو وہ تسبیح کہے اھ (ت)

اقول فبھذا ظھر الجواب عن بحث الحلیۃ وللہ الحمد ومحصلہ ان ذلک مستثنی بالاذن الشرعی کما استثنی بہ قصد الاعلام بانہ فی الصلاۃ مع تحقق المعنی المفسد قطعا وھو افادۃ معنی لیس من اعمال الصلاۃ فافھم وتثبت۔ اقول اسی سے حلیہ کی بحث کا جواب ظاہر ہوگیا وللہ الحمد، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ اذنِ شرعی کی وجہ سے مستثنٰی ہے، جیسے کوئی شخص اس کے ساتھ اپنے نماز میں ہونے کی اطلاع دے تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی حالانکہ وجہِ فساد قطعاً موجود ہے یعنی ایک ایسی چیز کا وجود جو اعمالِ صلٰوۃ سے نہیں، فافہم۔ ت

اور جب حاجت اکملیت ذکر و دعا کا لحاظ فرمایا تو حاجت تعلیم قرآن تو اُس سے اہم ہے خصوصاً حائض کے لیے کہ اس کا زمانہ ممتد ہے حتی ان مالکا اباح لھا التلاوۃ لھذا وبہ فرق بینھا وبین الجنب (مالک نے حائضہ کے لیے تلاوت مباح رکھی وہ جنبی اور حائضہ کے درمیان یہی فرق کرتے ہیں۔ ت) مگر یہ حاجت ایک ایک کلمہ

---

[1] و [2] الدرالمختار مفسدات الصلٰوۃ مجتبائی دہلی ۱/۸۹

[3] الہدایۃ " المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۱۱۶

Marfat.com

سکھانے سے پُوری ہوجاتی ہے اور شک نہیں کہ وہ بہ نسبت مرکبات صورت نظم قرآنی سے دُور تر ہے لہٰذا اسی قدر کی اجازت ہُوئی۔

وقد اشار الامام الفقیہ ابو اللیث فی شرح الجامع الصغیر الی ان اباحۃ التعلیم[1] لاجل العذر کما فی الحلیۃ و عبر فی محیط السرخسی بالعذر والضرورۃ کما فیہا ایضا۔

فقیہ ابو اللیث نے شرح جامع صغیر میں اس طرف اشارہ کیا ہے کہ تعلیم کی اباحت ضرورت کی وجہ سے ہے کما فی الحلیہ، اور اسی چیز کو محیط سرخسی میں عذر اور ضرورت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ت

اقول وبما قررت و ذکرت من حدیث اعلام الصلٰوۃ مع عدم الضرورۃ بالمعنی الحقیقی ومن اعتبار الشرع حاجۃ الجنب فی الدعاء مع تمکنہ من الاغتسال بل و من الدعاء بالفاظ اُخر بخلاف التعلیم ینفتح الجواب عن ایرادی الحلیۃ علی مسألۃ التعلیم بقولہ لا یخفی ما فیہ بالنسبۃ الی الجُنب ثم ما فی کون ھذا الاحتیاج مبیحا لذلک[1] اھ فافھم واعلم واللہ اعلم۔

اور جو حدیث میں نے ذکر کی ہے کہ نماز میں کسی دوسرے کو متنبہ کرنا، حالانکہ وہاں حقیقی ضرورت بھی موجود نہیں ہے اور یہ کہ شریعت نے جنب کی اس ضرورت کی رعایت کی ہے کہ اس کو دُعا کی حاجت ہوگی، حالانکہ وہ غسل بھی کرسکتا ہے، بلکہ دوسرے الفاظ میں دُعا بھی کرسکتا ہے جبکہ تعلیم میں کوئی اور چارہ کار بھی نہیں ہے، ان تمام ادلّہ سے مسئلہ تعلیم پر حلیہ نے جو دو اعتراض کیے ہیں ان کا جواب سامنے آجاتا ہے، حلیہ نے کہا ہے کہ اس میں جو جُنب کے اعتبار سے ہے وہ مخفی نہ رہے، پھر جو احتیاج اس کو مباح کرنے والی ہے وہ بھی مخفی نہ رہے اھ۔ ت

ظاہر ہے کہ ان کے ماوراء مثل قصص وغیرہا میں نہ تو حاجت ہے نہ وہ دُعا وثنا کے معنے میں کہ ان سے ملحق ہوسکیں تو بعد قصد قرآن پھر تبدیل نیت وہی شہد کو دانستہ نمک ٹھہرا کر کھانا ہوگا تو حکم ممانعت ہی چاہیے جب تک شرع سے اجازت ثابت نہ ہو اور وہ کہیں ثابت نہیں مع ہذا اگر مطلق تبدیل نیت کی اجازت ہو تو جو کلام طویل قرآن عظیم نے اپنے محبوبوں مقبولوں یا دشمنوں سے نقل فرمائے اور دُور تک اُن کا سلسلہ چلا گیا ہے جیسے سورۂ نوح علیہ الصلٰوۃ والسلام میں قال چھوڑ کر رب انی دعوت قومی لیلا ونہارا[2] سے لتسلکوا منہا سبلا فجاجا[3] تک سولہ آیتیں متواتر، اور سورۂ جن میں انا سمعنا قراٰنا عجبا[4] سے واما القاسطون فکانوا لجہنم حطبا[5] تک پندرہ آیتیں، اور سورۂ لقمان میں یٰبنی انہا ان تک[6] سے ان انکر الاصوات لصوت الحمیر[7] تک چار

---

[1] حلیہ
[2] القرآن ۷۱/۵
[3] القرآن ۷۱/۲۰
[4] القرآن ۷۲/۱
[5] القرآن ۷۲/۱۵
[6] القرآن ۳۱/۱۶
[7] القرآن ۳۱/۱۹

Marfat.com

طویل آیتیں کہ ہر ایک تین آیت کی مقدار سے زائد ہے اور سورۂ اسرا میں وقالوا چھوڑکر لن نؤمن[۱] سے کتبا نقرؤہ[۲] تک اس نیت سے کہ یہ نوح و لقمان و جن و کفار کے کلام ہیں پڑھ سکے بلکہ تمام سورۂ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام شروع سورت کے اذ قال یوسف لابیہ[۳] سے گیارھویں رکوع کے اواخر والحقنی بالصالحین[۴] ○ تک جس کی مقدار نصف پارۂ قرآن عظیم سے بھی زائد ہے بحال جنابت بہ نیت حکایت قصہ پڑھ جائے اور جائز ہو صرف بیچ بیچ میں سے چند جملے جو قرآنیت کے لیے متعین ہیں ترک کردے یعنی رکوع دوم میں واوحینا الیہ لتنبئنھم[۵] نصف آیت سوم میں وکذلك مکنا[۶] سے نجزی المحسنین[۷] ○ تک کچھ کم دو آیتیں، پھر کذلك لنصرف[۸] نصف آیت ہفتم میں وکذلك مکنا ایک آیت ہشتم میں وانہ لذو علم لما علمنٰہ[۹] تہائی آیت نہم میں کذلك کدنا لیوسف اور نرفع درجٰت من نشاء[۱۰] چہارم آیت و بس جس کی مقدار پورا نوے آیت طویل ہوئی یہ کس قدر مستبعد اور قرآن عظیم کے ادب سے جدا و البعد ہے تو سوا ان صور استثنا کے مطلقاً ممانعت چاہیے اور حاصل حکم یہ ٹھہرا کہ بہ نیت قرآن ایک حرف بھی روا نہیں اور جو الفاظ اپنے کلام میں زبان پر آجائیں اور بے قصد موافقت اتفاقاً کلمات قرآنیہ سے متفق ہو جائیں زیر حکم نہیں اور قرآن عظیم کا خیال کرکے بے نیت قرآن ادا کرنا چاہے تو صرف دو صورتوں میں اجازت ایک یہ کہ آیات دعا و ثنا بہ نیت دعا و ثنا پڑھے دوسرے یہ کہ بحاجت تعلیم ایک ایک کلمہ مثلاً اس نیت سے کہ یہ زبان عرب کے الفاظ مفردہ ہیں کہنا جائے اور ہر دو لفظ میں فصل کرے متواتر نہ کہے کہ عبارت منتظم ہو جائے کما نصوا علیہ ان کے سوا کسی صورت میں اجازت نہیں ھذا ما ظھر لی وارجوا نیکون صوابا وباللہ التوفیق وللہ الحمد ابدا۔

تنبیہ ۲ اقول تمام کتب میں آیات ثنا کو مطلق چھوڑا اور اس میں ایک قید ضروری ہے کہ ضروری یعنی بدیہی ہونے کے سبب علمائے ذکر نہ فرمائی وہ آیات ثنا جن میں رب عزوجل نے بصیغۂ متکلم اپنی حمد فرمائی جیسے وانی لغفار لمن تاب ان کو بہ نیت ثنا بھی پڑھنا حرام ہے کہ وہ قرآنیت کے لیے متعین ہیں بندہ انھیں میں انشائے ثنا کی نیت کرسکتا ہے جن میں ثنا بصیغۂ غیبت یا خطاب ہے۔

تنبیہ ۳ اقول یہاں ایک اور نکتہ ہے بعض آیتیں یا سورتیں ایسی ہی دعا و ثنا ہیں کہ بندہ ان کی انشا کرسکتا ہے

---

[۱] القرآن ۱۷/ ۹۰
[۲] القرآن ۱۷/ ۹۳
[۳] القرآن ۱۲/ ۴
[۴] القرآن ۱۲/ ۱۰۱
[۵] القرآن ۱۲/ ۱۵
[۶] القرآن ۱۲/ ۲۱-۲۲
[۷] القرآن ۱۲/ ۲۴
[۸] القرآن ۱۲/ ۵۶
[۹] القرآن ۱۲/ ۶۸
[۱۰] القرآن ۱۲/ ۷۶

Marfat.com

بلکہ بندہ کو اسی لیے تعلیم فرمائی گئی ہیں مگر اُن کے آغاز میں لفظ قل ہے جیسے تینوں قل اور کریمہ قل اللھم ملک الملک[1]
ان میں سے یہ لفظ چھوڑ کر پڑھے کہ اگر اس سے امرِ الٰہی مراد لیتا ہے تو وہ عین قرات ہے اور اگر یہ تاویل کرے کہ خود اپنے
نفس کی طرف خطاب کر کے کہتا ہے قل اس طرح کہہ، یوُں ثنا و دُعا کر۔ تو یہ امر بدعا و ثنا ہوا نہ دعا و ثنا اور
شرع سے اجازت اس کی ثابت ہوئی ہے نہ اُس کی۔

تنبیہ ۴ **اقول** یوں ہی وہ ادعیہ واذکار جن میں حروفِ مقطعات ہیں مثلاً صبح و شام[2] کی دُعاؤں میں آیۃ الکرسی
کے ساتھ سورۂ غافر کا آغاز حٰمٓ ○ تنزیل الکتٰب من اللہ العزیز العلیم○ غافر الذنب و قابل التوب
شدید العقاب ذی الطول لا الٰہ الا ھو الیہ المصیر[2] تک پڑھنے کو حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ جو صبح
پڑھے شام تک ہر بلا سے محفوظ رہے اور شام پڑھے تو صبح تک رواہ الترمذی و البزاز و ابنا نصر و مردویہ
والبیہقی فی شعب الایمان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بحالِ
جنابت اسے نہیں پڑھ سکتا کہ حروفِ مقطعات کے معنے اللہ و رسول ہی جانتے ہیں جل و علا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
کیا معلوم کہ وہ ایسا کلام ہو جس کے ساتھ غیرِ خدا بے حکایتِ کلامِ الٰہی تکلم نہ کر سکتا ہو۔ معہذا اجازت صرف دعا
و ثنا کی ہے کیا معلوم کہ ان کے معنے میں کچھ اور بھی ہو واللہ تعالٰی اعلم۔

تنبیہ ۵ **اقول** ہماری اُس تقریر سے یہ مسئلہ بھی واضح ہو گیا کہ جن آیات[3] میں بندہ دُعا و ثنا کی نیت نہیں کر سکتا
بحالِ جنابت وحیض انھیں بطورِ عمل بھی نہیں پڑھ سکتا مثلاً تفریقِ اعدا کے لیے سورۂ تبت نہ کہ سورۂ کوثر
کہ بوجہ ضمائرِ متکلم انا اعطینا قرآنیت کے لیے متعین ہے عمل میں تین نیتیں ہوتی ہیں یا تو دعا[1] جیسے حزب البحر،
حزب یمانی یا اللہ[2] عزوجل کے نام و کلام سے کسی مطلبِ خاص میں استعانت جیسے عمل سورۂ یٰس و سورۂ مزمل صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم یا اعداد[3] معینہ خواہ ایام مقدرہ تک اس غرض سے اس کی تکرار کہ عمل میں آجائے حاکم ہو جائے اُس کے
موکلات تابع ہو جائیں اس تیسری نیت والے تو بحالِ جنابت کیا معنے بے وضو پڑھنا بھی روا نہیں رکھتے اور اگر بالفرض
کوئی جرأت کرے بھی تو اس نیت سے وہ آیت و سورت بھی جائز نہیں ہو سکتی ــــــــ

ــــــــ جس میں صرف معنی دعا و ثنا ہی ہے کہ اولاً یہ نیت
نیتِ دعا و ثنا نہیں، ثانیاً اس میں خود آیت و سورت ہی کی تکرار مقصود ہوتی ہے کہ اس کے خدام مطیع ہوں
تو نیتِ قرآنیت اُس میں لازم ہے۔ رہیں پہلی دو نیتیں جب وہ آیات معنی دعا سے خالی ہیں تو نیتِ اولٰی نا ممکن
اور نیتِ ثانیہ عین نیتِ قرآن ہے اور بقصدِ قرآن اُسے ایک حرف بھی روا نہیں۔

---

[1] القرآن ۳/۲۶ [2] القرآن ۴۰/۱ تا ۳

Marfat.com

تنبیہ ۶ یہی حکم دم کرنے کے لیے پڑھنے کا ہے کہ طلبِ شفا کی نیت تغییر قرآن نہیں کرسکتی آخر قرآن ہی سے تو شفا چاہ رہا ہے کون کہے گا کہ افحسبتم انما خلقنٰکم عبثا[1] تا آخری سورت[عہ] مصروع و مجنون کے کان میں جنب پڑھ سکتا ہے ہاں جس آیت یا سورت میں خالص معنی دعا و ثنا بصیغہ غیبت و خطاب ہوں اور اُس کے اول میں قُل بھی ہو نہ اُس میں حروف مقطعات ہوں اور اُس سے قرآن عظیم کی نیت بھی نہ کرے بلکہ دعا و ثنا کی برکت سے طلبِ شفا کرنے کے لیے اس پر دم کرے تو روا ہے۔

تنبیہ ۷ علمت مما القیت علیك ان التغییر بنیة الدعاء والثناء دون نیة الاستشفاء ووقع فی ش نقلا عن سیدی عبد الغنی قدس سرہ مایوھم خلافه اذ قال الهیکل والحمائلی المشتمل علی الآیات القرانیة اذا کان غلافه منفصلا عنه کالمشمع ونحوہ جاز دخول الخلاء به ومسه وحمله للجنب ویستفاد منه ان ما کتب من الآیات بنیة الدعاء والثناء لایخرج عن کونه قرانا بخلاف قراءته بهذہ النیة فالنیة تعمل فی تغییر المنطوق لا المکتوب[2] اھ ومبناہ کما تری علی فھم ان نیة الاستشفاء مغیرۃ کنیة الدعاء ولم تعمل فی المکتوب

میں نے تجھے بتایا کہ تغییر بہ نیت دعا و ثنا ہے نہ بہ نیت شفا شامی میں نقل ہے سیدی عبدالغنی قدس سرہ وہ اس کے خلاف نہیں سوچتے کہا ہیکل یا حمائل جس میں قرآنی آیات ہیں اگر اس کا غلاف جدا ہے جیسے موم جامہ یا اس کی مثل تو اس کو بیت الخلاء میں لے کر جانا یا جُنبی کا اس کو چھونا اٹھانا فائدہ حاصل کرنا جائز ہے اگر بنیت دُعا و ثنا آیات لکھیں تو وہ قرآن ہونے سے خارج نہیں بخلاف قراءت کے اس نیت کے ساتھ نیت بولنے کے عمل میں تبدیلی کرتی ہے نہ لکھنے میں اھ اس کی بنیاد فہم پر ہے نیتِ شفا نیتِ دُعا کی غیر ہے مکتوب میں عمل نہیں ہے اسی طرح نیت دعا ہے یا ہم کہیں طلب شفا باب دعا سے ہے پس

---

[1] القرآن ۲۳/۱۱۵

عہ حدیث میں ہے کوئی آسیب زدہ یا مجنون تھا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے کان میں یہی آیتیں پڑھیں وہ فوراً اچھا ہوگیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا تم نے اس کے کان میں کیا پڑھا؟ اُنھوں نے عرض کیا فرمایا قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ سچے یقین والا اگر ان آیتوں کو پہاڑ پر پڑھے تو اُسے جگہ سے ہٹا دے گا اخرجه الامام الحکیم الترمذی وابویعلی وابن ابی حاتم وابن السنی وابونعیم فی الحلیة وابن مردویه عنه رضی الله تعالی عنه ۱۲ منه رحمۃ اللہ علیه

[2] ابحاث الغسل رد المحتار مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۱

Marfat.com

فکذلك نیة الدعاء او نقول الاستشفاء من باب الدعاء فنیته نیته۔

دعا کی نیت شفاء کی نیت ہے۔ (ت)

واقول لیس الامر کذا فمعنی القرأة بنیة الدعاء ان یکون الکلام نفسه دعاء فیرید به انشاءه لا تلاوة الکلام العزیز والاستشفاء دعاء معنوی لا یجعل اللفظ بمعنی الدعاء فلیس هو من بابه ولا تغییر[1] ایضا فان الذی یقراء ویکتب مستشفیا متبرکا فانما یرید التبرك والاستشفاء بالکلام العزیز لا انه یخرجه عن القراٰنیة ثم یستشفی بغیر القراٰن ولو کانت تغییر[2] لجاز ان یقراء الجنب القراٰن کله بنیة الشفاء فان القراٰن من اوله الی اخره نور وهدی وشفاء وهذا لا یسوغ ان یقول به احد وبالجملة فالمنوی فی الرقیة هو القراٰن نفسه لا غیره الا تری[3] ان بعض الصحابة رضی الله تعالٰی عنهم لما رقی السلیم بالفاتحة علی شاة وجاء بها الی اصحابه کرهوا ذلك وقالوا اخذت علی کتاب الله اجرا حتی قدموا المدینة فقالوا یا رسول الله اخذ علی کتاب الله اجرا فقال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ان احق ما اخذتم علیه اجرا کتاب[1] الله کما فی الجامع الصحیح عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما فلم یخرج الاسترقاء الفاتحة عن کونها کتاب الله مع

اقول درا صل معاملہ یہ نہیں، کیونکہ بہ نیت دعا قرأت کے معنی یہ ہیں کہ فی نفسہ کلام بھی دعا ہو اور وہ اُس سے دُعا کی انشاء کرے نہ کہ کلام اللہ کی تلاوت کا ارادہ کرے، اور شفاء کا طلب کرنا معنوی دعا ہے وہ لفظوں کو معنی دُعا نہیں کرتا ہے تو یہ اس باب سے نہیں اور کوئی تبدیلی بھی نہیں، کیونکہ جو شخص لکھتا پڑھتا ہو شفا طلب کرنے کے لیے اور تبرک کے طور پر تو وُہ اللہ کے کلام سے شفا اور تبرک طلب کرتا ہے یہ مطلب نہیں کہ وُہ اس کو پہلے قرآن ہونے سے خارج کر رہا ہے پھر شفاء طلب کر رہا ہے اور اگر یہ تبدیلی روا ہو جاتی تو جُنب کے لیے پُورے قرآن کو بہ نیت شفاء پڑھ لینا جائز ہوتا کیونکہ قرآن از اوّل تا آخر نور، ہدایت اور شفا ہے، ظاہر ہے یہ بات کوئی نہیں کہہ سکتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ دم کرتے وقت جو چیز نیت میں ہوتی ہے وہ قرآن ہی ہے کچھ اور نہیں ہے۔ چنانچہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے سانپ گزیدہ پر سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا اور نذرانہ میں جو بکری وصول کی وہ لے کر اپنے دوستوں کے پاس آئے تو اس کو انہوں نے مکروہ سمجھا، اور کہا کہ تم نے اللہ کی کتاب پر اجر لیا، جب مدینہ آئے تو بارگاہِ نبوت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں شخص نے اللہ کی کتاب پر اجر وصول کیا، تو

---

[1] جامع للبخاری باب الشرط فی الرقیۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۵۴

Marfat.com

انما تصلح للدعاء والثناء فكيف بما لا یصلح لهما اما ما افاد من ان النیة لا تعمل فی المکتوب **فاقول** نعم ما کتب قرانا ولو فاتحة لا یصح للجنب ان یقول فی نفسه لیس هذا قرانا بل دعاء او یقول لا ارید به قرانا بل دعاء ثناء ثم یمسه اذ لا مدخل لارادته فی ظهوره فی هذه الکسوة التی قدم امرها اما ان ینشی کتابة مثلها و ینوی الدعاء والثناء **فاقول** قضیة ما قدمت من التحقیق المنع لان الاذن ورد للحاجة ولا حاجة فی الدعاء والثناء الی الکتابة وما ورد علی خلاف القیاس لا یتعدا ه و به یظهر انه لا یؤذن فی کتابة الرقی بالایات وان تمحضت للدعاء والثناء ونواهما فلیراجع ولیحرر والله سبحنه وتعالی اعلم۔

آپ نے فرمایا اللہ کی کتاب سب سے زاید اس امر کی مستحق ہے کہ اس پر اجر لیا جائے، یہ روایت صحیح بخاری میں ابن عباس سے مروی ہے۔ اب سورۂ فاتحہ کو پڑھ کر دم کرنے سے سورہ فاتحہ کتاب اللہ ہونے سے خارج نہیں ہوتی، حالانکہ یہ دعا و ثنا کی اہلیت رکھتی ہے، تو جو آیات دُعا و ثنا کی اہلیت ہی نہیں رکھتی ہیں اُن سے قرآن ہونے کا وصف کس طرح سلب ہوسکتا ہے۔ یہ بات جو کہی گئی ہے کہ نیت مکتوب میں عمل نہیں کرتی ہے، تو اس کی بابت یہ کہ اگر کہیں قرآن کی کوئی آیت خواہ سورہ فاتحہ ہی لکھی ہوئی ہو تو جُنب کو اپنے دل میں یہ خیال لانا درست نہیں کہ یہ قرآن نہیں ہے بلکہ دُعا ہے یا یہ کہنا کہ میں اس سے قرآن کا ارادہ نہیں کرتا ہُوں بلکہ دُعا و ثناء کا ارادہ کرتا ہُوں، پھر یہ کہہ کر اس کو چھُولے، کیونکہ اس کے اس ارادہ کو قرآن کے ہونے نہونے میں کوئی دخل نہیں۔ اب رہی یہ بات کہ آیت جیسی کوئی تحریر لکھ کر دعا اور ثنا کی نیت کرے تو میں سمجھتا ہُوں کہ میری گزشتہ تحقیق کی رُو سے یہ جائز نہیں کیونکہ اذنِ شرعی حاجت کی وجہ سے ہے اور دعا و ثنا میں لکھنے کی کیا حاجت ہے؟ اور جو چیز خلافِ قیاس وارد ہو وُہ اپنے مقام سے آگے نہیں بڑھتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آیات پر مشتمل تعویذات کی کتابت کی اجازت نہیں خواہ اس سے مراد محض دعا اور ثنا ہو، فلیراجع۔ ت

تنبیہ مہم یہ کہ ہم نے سلسلۂ کلام میں اوپر ذکر کیا کہ غیر تلاوت میں اپنی طرف سے سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف نافرمانی وگناہ کی نسبت حرام ہے۔ ائمۂ دین نے اس کی تصریح فرمائی بلکہ ایک جماعت علمائے کرام نے اُسے کفر بتایا۔ مولیٰ کو شایان ہے کہ اپنے محبوب بندوں کو جس عبارت سے تعبیر فرمائے فرمائے دوسرا کہے تو اس کی زبان گُدی کے پیچھے سے کھینچی جائے لله المثل الاعلی بلاتشبیہ یُوں خیال کرو کہ زید نے اپنے بیٹے عمرو کو اس کی کسی لغزش یا بھول پر متنبہ کرنے ادب دینے حزم و عزم و احتیاط اتم سکھانے کے لیے مثلاً بیہودہ نالائق احمق وغیرہا الفاظ سے تعبیر کیا باپ کو اس کا اختیار تھا اب کیا عمرو کا بیٹا بکر یا غلام خالد انھیں الفاظ کو سند بنا کر اپنے باپ

Marfat.com

اور آقا عمرو کو یہ الفاظ کہہ سکتا ہے، حاشا اگر کہے گا سخت گستاخ و مردود و ناسزا و مستحق عذاب و تعزیر و سزا ہوگا، جب یہاں یہ حالت ہے تو اللہ عزوجل کی ریس کرکے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں ایسے لفظ کا بکنے والا کیونکر سخت شدید و مدید عذاب جہنم و غضب الٰہی کا مستحق نہ ہوگا والعیاذ باللہ تعالٰی۔ امام ابو عبداللہ قرطبی تفسیر میں زیر قولہ تعالٰی وطفقا یخصفان علیہما من ورق الجنۃ[1] کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قال القاضی ابو بکر بن العربی رحمہ اللہ تعالٰی لایجوز لاحد منا الیوم ان یخبر بذلک عن اٰدم علیہ الصلٰوۃ والسلام الا اذا ذکرناہ فی اثناء قولہ تعالٰی عنہ او قول نبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاما ان نبتدئ ذلک من قبل انفسنا فلیس بجائز لنا فی اٰبائنا الادنین الینا المماثلین لنا فکیف بابینا الاقدم الاعظم الاکبر النبی المقدم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین[2]۔

قاضی ابو بکر بن عربی فرماتے ہیں کہ ہم میں سے کسی کو یہ جائز نہیں کہ آدم علیہ السلام کی بابت اس کی خبر دے، ہاں اللہ تعالٰی کے قول کے ضمن میں ہو تو حرج نہیں یا کسی حدیث میں ہو تو حرج نہیں، اپنی طرف سے تو اس قسم کے امور کو کوئی شخص اپنے ماں باپ کی طرف بھی منسوب کرنا پسند نہ کرے گا، تو حضرت جو ہمارے جدِ اعلٰی اکبر و اعظم اور اللہ کے تمام انبیاء و مرسلین سے پہلے نبی ہیں ان کی بابت یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا ہے۔(ت)

امام ابو عبداللہ محمد بن عبدری ابن الحاج مدخل میں فرماتے ہیں:

قد قال علماؤنا رحمہم اللہ تعالٰی ان من قال عن نبی من الانبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام فی غیر التلاوۃ والحدیث انہ عصی او خالف فقد کفر نعوذ باللہ من ذلک[3]۔

ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالٰی نے فرمایا انبیاء علیہم السلام کا ذکر بغیر تلاوت یا حدیث کے ان کی لغزش کا ذکر کیا یا ان کی نافرمانی کا ذکر کیا تو اس نے کفر کیا، ہم اللہ تعالٰی سے اس بارے میں پناہ مانگتے ہیں۔(ت)

ایسے امور میں سخت احتیاط فرض ہے اللہ تعالٰی اپنے محبوبوں کا حسنِ ادب عطا فرمائے آمین!

وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین

وبارک وسلم واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

---

[1] القرآن ۷/۲۲

[2] بحوالہ مدخل لابن الحاج فصل فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بیروت ۲/۱۶

[3] المدخل لابن الحاج " " ۲/۱۵

Marfat.com

مآخذ و مراجع

نام کتاب	مصنف کتاب	سن وفات ہجری
ا		
۱۔ الاجزاء فی الحدیث	عبدالرحمن بن عمر بن محمد البغدادی المعروف بالنحاس	۴۱۶
۲۔ الاجناس فی الفروع	ابوالعباس احمد بن محمد الناطفی الحنفی	۴۴۶
۳۔ الاختیار شرح المختار	عبداللہ بن محمود (بن مودود) الحنفی	۶۸۳
۴۔ الادب المفرد للبخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۵۔ ارشاد الساری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی	۹۲۳
۶۔ ارشاد العقل السلیم	ابوسعود محمد بن محمد العمادی	۹۵۱
۷۔ الارکان الاربع	مولانا عبدالعلی بحر العلوم	۱۲۲۵
۸۔ الاشباہ والنظائر	شیخ زین الدین بن ابراہیم بابن نجیم	۹۷۰
۹۔ اشعۃ اللمعات	شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۱۰۔ اصول البزدوی	علی بن محمد البزدوی	۴۸۲
۱۱۔ الاصلاح للوقایۃ فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۹۴۰
۱۲۔ آکام المرجان فی احکام الجان	قاضی بدرالدین محمد بن عبداللہ الشبلی	۷۶۹
۱۳۔ انفع الوسائل	قاضی برہان الدین ابراہیم بن علی الطرسوسی الحنفی	۷۵۸
۱۴۔ امداد الفتاح	حسن بن عمار الشرنبلالی	۱۰۶۹
۱۵۔ انوار الائمۃ الشافعیہ	امام یوسف الاردبیلی الشافعی	۷۹۹
۱۶۔ الایضاح للوقایۃ فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۹۴۰
۱۷۔ امالی فی الحدیث	عبدالملک بن محمد بن بشران	۴۳۲
۱۸۔ الایجاز فی الحدیث	احمد بن محمد المعروف بابن السنی	۳۶۴
۱۹۔ القاب الرواۃ	احمد بن عبدالرحمن الشیرازی	۴۰۷

Marfat.com

ب

۲۰ - بدائع الصنائع	علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی	۵۸۷
۲۱ - البدایہ (بدایۃ المبتدی)	علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۲۲ - البحر الرائق	شیخ زین الدین بن ابراہیم بابن نجیم	۹۷۰
۲۳ - البرہان شرح مواہب الرحمان	ابراہیم بن موسیٰ الطرابلسی	۹۲۲
۲۴ - بستان العارفین	فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۲
۲۵ - البسیط فی الفروع	حجۃ الاسلام محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۲۶ - البنایۃ شرح الہدایۃ	امام بدر الدین ابو محمد العینی	۸۵۵

ت

۲۷ - تاج العروس	سید محمد مرتضیٰ الزبیدی	۱۲۰۵
۲۸ - تاریخ ابن عساکر	علی بن الحسن الدمشقی بابن عساکر	۵۷۱
۲۹ - تاریخ البخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۳۰ - التجنیس والمزید	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۳۱ - تحریر الاصول	کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن الہمام	۸۶۱
۳۲ - تحفۃ الفقہاء	امام علاء الدین محمد بن احمد السمرقندی	۵۴۰
۳۳ - تحقیق الحسامی	عبد العزیز بن احمد البخاری	۷۳۰
۳۴ - الترجیح والتصحیح علی القدوری	علامہ قاسم بن قطلوبغا الحنفی	۸۷۹
۳۵ - التعریفات لسید شریف	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۸۱۶
۳۶ - تفسیر ابن جریر (جامع البیان)	محمد بن جریر الطبری	۳۱۰
۳۷ - تفسیر البیضاوی	عبد اللہ بن عمر البیضاوی	۶۹۱
۳۸ - تفسیر الجلالین	علامہ جلال الدین المحلی و جلال الدین السیوطی م ۸۶۴ھ	۹۱۱
۳۹ - تفسیر الجمل	سلیمان بن عمر العجیلی الشہیر بالجمل	۲۰۴
۴۰ - تفسیر القرطبی	ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی	۶۷۱
۴۱ - التفسیر الکبیر	امام فخر الدین الرازی	۰۶

Marfat.com

۴۲ - التفسیر للنیشاپوری	نظام الدین الحسن بن محمد بن حسین النیشاپوری	۷۲۸
۴۳ - تقریب القریب	ابوزکریا یحیٰی بن شرف النواوی	۹۱۱
۴۴ - التقریر والتحبیر	محمد بن محمد ابن امیر الحاج الحلبی	۸۷۹
۴۵ - التیسیر للمناوی	عبدالرؤف المناوی	۱۰۳۱
۴۶ - تبیین الحقائق	فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی	۷۴۳
۴۷ - تقریب التہذیب	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۴۸ - تنویر المقباس	ابوطاہر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی	۸۱۷
۴۹ - تنویر الابصار	شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد التمرتاشی	۱۰۰۴
۵۰ - تعظیم الصلوٰۃ	محمد بن نصر المروزی	۲۹۴
۵۱ - تاریخ بغداد	ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی	۴۶۳
۵۲ - التوشیح فی شرح الہدایہ	عمر بن اسحٰق السراج الہندی	۷۷۳

ج

۵۳ - جامع الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی	۲۷۹
۵۴ - جامع الرموز	شمس الدین محمد الخراسانی	۹۶۲
۵۵ - الجامع الصحیح للبخاری	امام محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۵۶ - الجامع الصغیر فی الفقہ	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۵۷ - الجامع الصحیح للمسلم	مسلم بن حجاج القشیری	۲۶۱
۵۸ - جامع الفقہ (جوامع الفقہ)	ابونصر احمد بن محمد العتابی	۵۸۶
۵۹ - جامع الفصولین	شیخ بدر الدین محمود بن اسرائیل بابن قاضی	۸۲۳
۶۰ - الجامع الکبیر	ابی الحسن عبیداللہ بن حسین الکرخی	۳۴۰
۶۱ - جواہر الاخلاطی	برہان الدین ابراہیم بن ابوبکر الاخلاطی	
۶۲ - الجواہر الزکیۃ	احمد بن ترکی بن احمد المالکی	۹۸۹
۶۳ - جواہر الفتاویٰ	رکن الدین ابوبکر بن محمد بن ابی المفاخر	۵۶۵
۶۴ - الجوہرۃ النیرۃ	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی الیمنی	۸۰۰
۶۵ - الجرح والتعدیل فی رجال الحدیث	یحیٰی بن معین البغدادی	۲۳۳
۶۶ - الجامع الصغیر فی الحدیث	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱

Marfat.com

ح

۶۷ - حاشیۃ علی الدرر	محمد بن مصطفیٰ ابو سعید الخادمی	۱۱۷۶
۶۸ - حاشیۃ ابن شلبی علی التبیین	احمد بن محمد الشلبی	۱۰۲۱
۶۹ - حاشیۃ علی الدرر	عبد الحلیم بن محمد الرومی	۱۰۱۳
۷۰ - حاشیۃ علی الدرر لملا خسرو	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	۸۸۵
۷۱ - حاشیۃ علی المقدمۃ العشماویۃ	علامہ سفطی	۰
۷۲ - الحاشیۃ لسعدی آفندی	سعد اللہ بن عیسیٰ الآفندی	۹۴۵
۷۳ - الحدیقۃ الندیۃ شرح طریقۃ محمدیۃ	عبد الغنی النابلسی	۱۱۴۳
۷۴ - الحاوی القدسی	قاضی جمال الدین احمد بن محمد نوح القابسی الحنفی	۶۰۰
۷۵ - حصر المسائل فی الفروع	امام ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی الحنفی	۳۷۲
۷۶ - حلیۃ الاولیاء	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی	۴۳۰
۷۷ - حلیۃ المجلی	محمد بن محمد ابن امیر الحاج	۸۷۹

خ

۷۸ - خزانۃ الروایات	قاضی جکن الحنفی	
۷۹ - خزانۃ الفتاویٰ	طاہر بن احمد عبد الرشید البخاری	۵۴۲
۸۰ - خزانۃ المفتین	حسین بن محمد السمعانی السمیقانی	۷۴۰ کے بعد
۸۱ - خلاصۃ الدلائل	حسام الدین علی بن احمد المکی الرازی	۵۹۸
۸۲ - خلاصۃ الفتاویٰ	طاہر بن احمد عبد الرشید البخاری	۵۴۲
۸۳ - خیرات الحسان	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳

د

۸۴ - الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۸۵ - الدرر (درر الحکام)	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	۸۸۵
۸۶ - الدر المختار	علاء الدین الحصکفی	۱۰۸۸
۸۷ - الدر المنثور	علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن السیوطی	۹۱۱

Marfat.com

ذ

٨٨ ۔ ذخیرۃ العقبیٰ	یوسف بن جنید الجلبی (چلپی)	٩٠٥
٨٩ ۔ ذخیرۃ الفتاوٰی	برہان الدین محمود بن احمد	٦١٦
٩٠ ۔ ذم الغیبۃ	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	٢٨١

ر

٩١ ۔ الرحمانیۃ		
٩٢ ۔ رد المحتار	محمد امین ابن عابدین الشامی	٢٥٢
٩٣ ۔ رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ	ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن الدمشقی	٧٨١
٩٤ ۔ رغائب القرآن	ابو مروان عبدالملک بن حبیب السلمی (القرطبی)	٢٣٩
٩٥ ۔ رفع الغشاء فی وقت العصر و العشاء	شیخ زین الدین با بن نجیم	٩٧٠
٩٦ ۔ رد علی الجھمیۃ	عثمان بن سعید الدارمی	٢٨٠

ز

٩٧ ۔ زاد الفقہاء	شیخ الاسلام محمد بن احمد الاسبیجابی	المتوفی اواخر القرن السادس
٩٨ ۔ زاد الفقیر	کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الہمام	٦١
٩٩ ۔ زواہر الجواہر	محمد بن محمد التمرتاشی	تقریباً ١٦ ۔
١٠٠ ۔ زیادات	امام محمد بن حسن الشیبانی	٨٩

س

١٠١ ۔ السراج الوہاج	ابو بکر بن علی بن محمد الحداد الیمنی	٠٠
١٠٢ ۔ السنن لابن ماجۃ	ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجۃ	٧٣
١٠٣ ۔ السنن لابن منصور	سعید بن منصور الخراسانی	٧٣
١٠٤ ۔ السنن لابی داؤد	ابو داؤد سلیمان بن اشعث	٧٥
١٠٥ ۔ السنن للنسائی	ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی	٣
١٠٦ ۔ السنن للبیہقی	ابو بکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	٨

Marfat.com

۱۰۷	السنن للدارقطنی	علی بن عمر الدارقطنی	۳۸۵
۱۰۸	السنن للدارمی	عبد اللہ بن عبد الرحمٰن الدارمی	۲۵۵

ش

۱۰۹	الشافی	شمس الائمۃ عبد اللہ بن محمود الکردری	
۱۱۰	شرح الاربعین للنووی	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۱۱۱	شرح الاربعین للنووی	ابراہیم ابن عطیۃ المالکی	۱۱۰۶
۱۱۲	شرح الاربعین للنووی	علامہ احمد بن الحجازی	۹۷۸
۱۱۳	شرح الاشباہ والنظائر	ابراہیم بن حسین بن احمد بن محمد ابن البیری	۱۰۹۹
۱۱۴	شرح الجامع الصغیر	امام قاضی خان حسین بن منصور	۵۹۲
۱۱۵	شرح الدرر	شیخ اسمٰعیل بن عبد الغنی النابلسی	۱۰۶۲
۱۱۶	شرح سفر السعادۃ	شیخ عبد الحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۱۱۷	شرح السنۃ	حسین بن منصور البغوی	۵۱۶
۱۱۸	شرح شرعۃ الاسلام	یعقوب بن سیدی علی زادہ	۹۳۱
۱۱۹	شرح مختصر الطحاوی للاسبیجابی	ابو نصر احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	۴۸۰
۱۲۰	شرح الغریبین		
۱۲۱	شرح المسلم للنووی	شیخ ابو زکریا یحیٰی بن شرف النووی	۶۷۶
۱۲۲	شرح معانی الآثار	ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی	۳۲۱
۱۲۳	شرح المنظومۃ لابن وہبان	عبد البر بن محمد ابن شحنۃ	۹۲۱
۱۲۴	شرح المنظومۃ فی رسم المفتی	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۲۵	شرح المنیۃ الصغیر	شیخ محمد ابراہیم الحلبی	۹۵۶
۱۲۶	شرح مواہب اللدنیۃ	علامہ محمد بن عبد الباقی الزرقانی	۱۱۲۲
۱۲۷	شرح مؤطا امام مالک	علامہ محمد بن عبد الباقی الزرقانی	۱۱۲۲
۱۲۸	شرح المہذب للنووی	شیخ ابو زکریا یحیٰی بن شرف النووی	۶۷۶
۱۲۹	شرح النقایۃ	مولانا عبد العلی البرجندی	۹۳۲
۱۳۰	شرح الوقایۃ	صدر الشریعۃ عبید اللہ بن مسعود	۷۴۷

Marfat.com

۱۳۱ - شرح الهدایة	محمد بن محمد ابن شحنة	۸۹۰
۱۳۲ - شرعة الاسلام	امام رکن الاسلام محمد بن ابی بکر	۵۷۳
۱۳۳ - شعب الایمان	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیهقی	۴۵۸
۱۳۴ - شرح الجامع الصغیر	احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	۴۸۰
۱۳۵ - شرح الجامع الصغیر	عمر بن عبد العزیز الحنفی	۵۳۶

ص

۱۳۶ - صحاح الجوہری	اسمٰعیل بن حماد الجوہری	۳۹۳
۱۳۷ - صحیح ابن حبان	محمد بن حبان	۳۵۴
۱۳۸ - صحیح ابن خزیمة	محمد بن اسحاق ابن خزیمة	۳۱۱
۱۳۹ - الصراح	ابوالفضل محمد بن عمر بن خالد القرشی	تقریباً ۶۹۰

ط

۱۴۰ - الطحطاوی علی الدر	سیّد احمد الطحطاوی	۱۳۰۲
۱۴۱ - الطحطاوی علی المراقی	سیّد احمد الطحطاوی	۱۳۰۲
۱۴۲ - الطریقة المحمدیة	محمد بن بیر علی المعروف ببرکلی	۹۸۱
۱۴۳ - طلبة الطلبة	نجم الدین عمر بن محمد النسفی	۵۳۷

ع

۱۴۴ - عمدة القاری	علامہ بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد العینی	۸۵۵
۱۴۵ - العنایة	اکمل الدین محمد بن محمد البابرتی	۷۸۶
۱۴۶ - عنایة القاضی	شہاب الدین الخفاجی	۱۰۶۹
۱۴۷ - عیون المسائل	ابواللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۸
۱۴۸ - عقود الدریة	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۴۹ - عدة	کمال الدین محمد بن احمد الشہیر بطاشکبری	۱۰۳۰
۱۵۰ -		

Marfat.com

غ

کتاب	مصنف	سن
۱۵۱ - غایۃ البیان	شیخ قوام الدین امیرکاتب ابن امیرالاتقانی	۵۸
۱۵۲ - غررالاحکام	قاضی محمد بن فراموز ملّا خسرو	۸۵
۱۵۳ - غریب الحدیث	ابوالحسن علی بن مغیرۃ البغدادی المعروف باثرم	۳۰
۱۵۴ - غمز عیون البصائر	احمد بن محمد الحموی المکی	۹۸
۱۵۵ - غنیۃ ذوالاحکام	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۶۹
۱۵۶ - غنیۃ المستملی	محمد ابراہیم بن محمد الحلبی	۵۶

ف

کتاب	مصنف	سن
۱۵۷ - فتح الباری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۵۲
۱۵۸ - فتح القدیر	کمال الدین محمد بن عبدالواحد با بن الہمام	۶۱
۱۵۹ - فتاوی النسفی	امام نجم الدین النسفی	۳۷
۱۶۰ - فتاوی بزازیہ	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۲۷
۱۶۱ - فتاوی حجہ		
۱۶۲ - فتاوی خیریۃ	علامہ خیرالدین بن احمد بن علی الرملی	۸۱
۱۶۳ - فتاوی سراجیۃ	سراج الدین علی بن عثمان الاوشی	۵۷۵
۱۶۴ - فتاوی عطاء بن حمزہ	عطاء بن حمزہ السغدی	
۱۶۵ - فتاوی غیاثیہ	داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	
۱۶۶ - فتاوی قاضی خان	حسن بن منصور قاضی خان	۵۹۲
۱۶۷ - فتاوی ہندیہ	جمعیت علماء اورنگ زیب عالمگیر	
۱۶۸ - فتاوی ظہیریۃ	ظہیر الدین ابوبکر محمد بن احمد	۱۹
۱۶۹ - فتاوی ولوالجیۃ	عبدالرشید بن ابی حنیفۃ الولوالجی	۵۴۰
۱۷۰ - فتاوی الکبری	امام صدرالشہید حسام الدین عمر بن عبدالعزیز	۵۳۶
۱۷۱ - فقہ الاکبر	الامام الاعظم ابی حنیفۃ نعمان بن ثابت الکوفی	۱۵۰
۱۷۲ - فتح المعین	سید محمد ابی المسعود الحنفی	

Marfat.com

۱۷۳ - فتح المعین شرح قرۃ العین	زین الدین بن علی بن احمد الشافعی	۹۲۸
۱۷۴ - الفتوحات المکیۃ	محی الدین محمد بن علی ابن عربی	۶۳۸
۱۷۵ - فواتح الرحموت	عبدالعلی محمد بن نظام الدین الکندی	۱۲۲۵
۱۷۶ - الفوائد	تمام بن محمد بن عبداللہ البجلی	۴۱۴
۱۷۷ - فوائد المخصصۃ	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۷۸ - فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	عبدالرؤف المناوی	۱۰۳۱
۱۷۹ - فوائد سمویۃ	اسمٰعیل بن عبداللہ الملقب بسمویۃ	۲۶۷

ق

۱۸۰ - القاموس	محمد بن یعقوب الفیروزآبادی	۸۱۷
۱۸۱ - قرۃ العین	علامہ زین الدین بن علی الملیباری	۹۲۸
۱۸۲ - القنیۃ	نجم الدین مختار بن محمد الزاہدی	۶۵۸
۱۸۳ - القرآن		

ک

۱۸۴ - الکافی فی الفروع	حاکم شہید محمد بن محمد	۳۳۴
۱۸۵ - الکامل لابن عدی	ابواحمد عبداللہ بن عدی	۳۶۵
۱۸۶ - الکبریت الاحمر	سید عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳
۱۸۷ - کتاب الآثار	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۱۸۸ - کتاب الآثار	امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری	۱۸۲
۱۸۹ - کتاب الالمام فی آداب دخول الحمام	ابوالمحاسن محمد بن علی	
۱۹۰ - کتاب السواک	ابونعیم احمد بن عبداللہ	۴۳۰
۱۹۱ - کتاب الہدیۃ لابن عماد	عبدالرحمٰن بن محمد عماد الدین بن محمد العمادی	۱۰۵۰
۱۹۲ - کتاب الطہور	لابی عبید	
۱۹۳ - کتاب العلل علی ابواب الفقہ	ابومحمد عبدالرحمٰن ابن ابی حاتم محمد الرازی	۳۱۰
۱۹۴ - کتاب الاصل	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۱۹۵ - کتاب الوسوسۃ	ابوبکر بن ابی داؤد	

Marfat.com

۱۹۶	كشف الاسرار	علاء الدين عبدالعزيز بن احمد البخاری	۷۳۰
۱۹۷	كشف الرمز	علامۃ المقدسی	
۱۹۸	كشف الاستار عن زوائد البزار	امين الدين عبدالوہاب بن وہبان الدمشقی	۷۶۸
۱۹۹	كنز العمال	علاء الدين على المتقی بن حسام الدين	۹۷۵
۲۰۰	الكفايۃ	جلال الدين بن شمس الدين الخوارزمی تقریباً	۸۰۰
۲۰۱	كف الرعاع	شہاب الدين احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۲۰۲	كنز الدقائق	عبداللہ بن احمد بن محمود	۷۱۰
۲۰۳	الكنى للحاكم	ابو عبداللہ الحاكم	۴۰۵
۲۰۴	الكواكب الدراری	شمس الدين محمد بن يوسف الشافعی الكرمانی	۷۸۶
۲۰۵	كتاب الجرح والتعديل	محمد بن حبان التميمی	۳۵۴
۲۰۶	كتاب المغازی	يحيىٰ بن سعيد القطان	۱۹۸
۲۰۷	كتاب الصمت	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنيا القرشی	۲۸۱
۲۰۸	كتاب الزہد	عبداللہ بن مبارک	۱۸۰
۲۰۹	الكشاف عن حقائق التنزيل	جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری	۵۳۸

ل

۲۱۰	لمعات التنقيح	علامہ شيخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۲۱۱	لقط المرجان فی اخبار الجان	علامہ جلال الدين عبدالرحمٰن بن محمد السيوطی	۹۱۱

م

۲۱۲	مبارق الازہار	الشيخ عبداللطيف بن عبدالعزيز ابن الملک	۸۰۱
۲۱۳	مبسوط خواہرزادہ	بكر خواہرزادہ محمد بن حسن البخاری الحنفی	۴۸۳
۲۱۴	مبسوط السرخسی	شمس الائمۃ محمد بن احمد السرخسی	۴۸۳
۲۱۵	مجری الانہر شرح ملتقی الابحر	نورالدين على الباقانی تقریباً	۹۹۵
۲۱۶	مجمع بحار الانوار	محمد طاہر الصديقی	۹۸۱
۲۱۷	مجموع النوازل	احمد بن موسىٰ بن عيسىٰ	۵۵۰
۲۱۸	مجمع الانہر	الشيخ عبداللہ بن محمد بن سليمان المعروف بداماد آفندی	۱۰۷۸

Marfat.com

۲۱۹ - المحیط البرہانی	امام برہان الدین محمود بن تاج الدین	۶۱۶
۲۲۰ - المحیط الرضوی	رضی الدین محمد بن محمد السرخسی	۶۷۱
۲۲۱ - مختارات النوازل	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۲۲۲ - مختار الصحاح	محمد بن ابی بکر عبدالقادر الرازی	۶۶۰
۲۲۳ - المختارۃ فی الحدیث	ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد	۶۴۳
۲۲۴ - المختصر	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۲۲۵ - مدخل الشرع الشریف	ابن الحاج ابی عبداللہ محمد بن محمد العبدری	۷۳۷
۲۲۶ - مراقی الفلاح بامداد الفتاح شرح نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۲۲۷ - مرقات شرح مشکوٰۃ	علی بن سلطان ملا علی قاری	۱۰۱۴
۲۲۸ - مرقات الصعود	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۲۲۹ - مستخلص الحقائق	ابراہیم بن محمد الحنفی	
۲۳۰ - المستدرک للحاکم	ابوعبداللہ الحاکم	۴۰۵
۲۳۱ - المستصفی	حافظ الدین عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۳۲ - مسلم الثبوت	محب اللہ البہاری	۱۱۱۹
۲۳۳ - مسند ابی داؤد	سلیمان بن داؤد الطیالسی	۲۰۴
۲۳۴ - مسند ابی یعلی	احمد بن علی الموصلی	۳۰۷
۲۳۵ - مسند اسحٰق ابن راہویہ	حافظ اسحٰق ابن راہویہ	۲۳۸
۲۳۶ - مسند الامام احمد بن حنبل	امام احمد بن محمد بن حنبل	۲۴۱
۲۳۷ - مسند البزار	ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزار	۲۹۲
۲۳۸ - مسند عبد بن حمید	ابومحمد عبد بن محمد حمید الکشی	۲۹۴
۲۳۹ - مسند الفردوس	شہردار بن شیرویہ الدیلمی	۵۵۸
۲۴۰ - مصباح المنیر	احمد بن محمد بن علی	۷۷۰
۲۴۱ - المصفٰی	حافظ الدین عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۴۲ - مصنف ابن ابی شیبۃ	ابوبکر عبداللہ بن محمد احمد النسفی	۲۳۵
۲۴۳ - مصنف عبدالرزاق	ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی	۲۱۱
۲۴۴ - مصباح الدجی	امام حسن بن محمد الصغانی الہندی	۶۵۰

Marfat.com

۲۴۵ - معرفۃ الصحابۃ	ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی	۴۳۰
۲۴۶ - المعجم الاوسط	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۷ - المعجم الصغیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۸ - المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۹ - معراج الدرایۃ	قوام الدین محمد بن محمد البخاری	۷۴۹
۲۵۰ - مشکوٰۃ المصابیح	شیخ ولی الدین العراقی	۷۴۲
۲۵۱ - المغنی فی الاصول	شیخ عمر بن محمد الخبازی الحنفی	۶۹۱
۲۵۲ - المغرب	ابوالفتح ناصر بن عبدالسید المطرزی	۶۱۰
۲۵۳ - مختصر القدوری	ابوالحسین احمد بن محمد القدوری الحنفی	۴۲۸
۲۵۴ - مفاتیح الجنان	یعقوب بن سیدی علی	۹۴۱
۲۵۵ - المفردات للامام راغب	حسین بن محمد بن مفضل الاصفہانی	۵۰۲
۲۵۶ - المقدمۃ العشماویۃ	ابوالعباس عبدالباری العشماوی المالکی	
۲۵۷ - الملتقط (فی فتاوی ناصری)	ناصرالدین محمد بن یوسف الحسینی	۵۵۶
۲۵۸ - مجمع الزوائد	نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی	۸۰۷
۲۵۹ - مناقب الکردری	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۷
۲۶۰ - المنتقیٰ (فی الحدیث)	عبداللہ بن علی ابن جارود	۳۰۷
۲۶۱ - المنتقیٰ فی فروع الحنفیہ	الحاکم الشہیر محمد بن محمد بن احمد	۳۳۴
۲۶۲ - منحۃ الخالق	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۲۶۳ - منح الغفار	محمد بن عبداللہ التمرتاشی	۱۰۰۴
۲۶۴ - ملتقی الابحر	امام ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶
۲۶۵ - منہاج	شیخ ابوزکریا یحییٰ بن شرف النواوی	۶۷۶
۲۶۶ - مجمع البحرین	مظفرالدین احمد بن علی بن ثعلب الحنفی	۶۹۴
۲۶۷ - المبتغیٰ	شیخ عیسیٰ بن محمد ابن ایناج الحنفی	
۲۶۸ - المبسوط	عبدالعزیز بن احمد الحلوانی	۴۵۶
۲۶۹ - مسند فی الحدیث	الحافظ ابوالفتح نصر بن ابراہیم الہروی	۵۱۰

Marfat.com

۲۷۰ ۔ المسند الکبیر	یعقوب بن شیبۃ السدوسی	۲۶۲
۲۷۱ ۔ منیۃ المصلی	سدید الدین محمد بن محمد الکاشغری	۷۰۵
۲۷۲ ۔ موطا امام مالک	امام مالک بن انس المدنی	۱۷۹
۲۷۳ ۔ موارد الظمآن	نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی	۸۰۷
۲۷۴ ۔ مشکلات	احمد بن مظفر الرازی	۶۳۲
۲۷۵ ۔ مہذب	ابی اسحٰق ابن محمد الشافعی	۴۷۶
۲۷۶ ۔ میزان الشریعۃ الکبریٰ	عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳
۲۷۷ ۔ میزان الاعتدال	محمد بن احمد الذہبی	۷۴۸
۲۷۸ ۔ المستخرج علی الصحیح البخاری	احمد بن موسیٰ ابن مردویۃ	۴۱۰
۲۷۹ ۔ مکارم الاخلاق	محمد بن جعفر الخرائطی	۳۲۷

ن

۲۸۰ ۔ النقایۃ مختصر الوقایۃ	عبداللہ بن مسعود	۷۴۵
۲۸۱ ۔ نصب الرایۃ	ابو محمد عبداللہ بن یوسف الحنفی الزیلعی	۷۶۲
۲۸۲ ۔ نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۲۸۳ ۔ النہایۃ	حسام الدین حسین بن علی السغناقی	۷۱۱
۲۸۴ ۔ النہایۃ لابن اثیر	مجد الدین مبارک بن محمد الجزری ابن اثیر	۶۰۶
۲۸۵ ۔ النہر الفائق	عمر بن نجیم المصری	۱۰۰۵
۲۸۶ ۔ نوادر فی الفقہ	ہشام بن عبیداللہ المازنی الحنفی	۲۰۱
۲۸۷ ۔ نور العین	محمد بن احمد المعروف بنشانجی زادہ	۱۰۳۱
۲۸۸ ۔ النوازل فی الفروع	ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی	۳۷۶
۲۸۹ ۔ نوادر الاصول فی معرفۃ اخبار الرسول	ابو عبداللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی	۲۵۵

Marfat.com

و

۲۹۰- الوافی فی الفروع	عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۹۱- الوجیز فی الفروع	ابوحامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۲۹۲- الوقایۃ	محمود بن صدر الشریعۃ	۶۷۳
۲۹۳- الوسیط فی الفروع	ابی حامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵

ھ

۲۹۴- الہدایۃ فی شرح البدایۃ	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳

ی

۲۹۵- الیواقیت والجواہر	سید عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳
۲۹۶- ینابیع فی معرفۃ الاصول	ابی عبداللہ محمد ابن رمضان الرومی	۷۶۹

Marfat.com

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کی تحقیقات کو تخریج و ترجمہ
اور جدید انداز پر ایڈٹ کر کے شائع کرنے کا عظیم منصوبہ

رضا فاؤنڈیشن

اِس عظیم منصوبے کیلئے
عوام اور علماء و مشائخ سے عطیات، چندہ اور قرضِ حسنہ
کی

اپیل

زیرِ نگرانی
جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور (۸) پاکستان (۱۲۳۵۰)

Marfat.com

فتاویٰ رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

۳

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۸

پاکستان (۵۴۰۰۰)

فتاویٰ رضویہ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور

پاکستان (۵۴۰۰۰)

Marfat.com

مسئلہ ۲۴

از غازی آباد ضلع میرٹھ محلہ باغ۔ مرسلہ حامد حسن صاحب ۵ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

استنجا[1] یعنی پیشاب پاخانے کے بچے ہوئے پانی سے وضو جائز ہے یا نہیں اور وضو کی حرمت میں اس وجہ سے کچھ فرق تو نہیں آتا یا کیا؟ بینوا توجروا

الجواب

جائز ہے اور اس میں حرمتِ وضو کا کچھ خلاف نہیں کہ یہ پانی استعمال میں نہ آیا کما لایخفی واللہ اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۲۵

۲۰ جمادی الاخری ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پانی بارش کا جو خاص شہر میں برستا ہے اور نالی وغیرہ دھو کر باہر چلا جاتا ہے پاک ہے یا نہیں، اس سے وضو درست ہے یا نہیں، اس پانی کو جاری کہیں گے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

جس[2] وقت بارش ہو رہی ہے اور وہ پانی بہ رہا ہے ضرور ماءِ جاری ہے اور وہ ہرگز ناپاک نہیں ہو سکتا جب تک نجاست کی کوئی صفت مثلاً بُو یا رنگ اس میں ظاہر نہ ہو صرف نجاستوں پر اس کا گزرتا ہوا جانا اس کی نجاست کا موجب نہیں فان الماء الجاری یطھر بعضہ بعضا (جاری پانی کا ایک حصہ دوسرے کو پاک کر دیتا ہے۔ ت) رہا اس سے وضو، اگر کسی نجاست مرئیہ کے اجزاء اس میں ایسے بہتے جا رہے ہیں کہ جو حصہ پانی کا اس سے لیا جائے ایک آدھ ذرہ اس میں بھی آئے گا جب تو یقیناً حرام و ناجائز ہے وضو نہ ہوگا اور بدن ناپاک ہو جائے گا کہ حکم طہارت بوجہ جریان تھا جب پانی برتن یا چلو میں لیا جریان منقطع ہوا اور نجاست کا ذرہ موجود ہے اب پانی نجس ہو گیا اور اگر ایسا نہیں جب بھی بلا ضرورت اس سے احتراز چاہئے کہ نالیوں کا پانی غالباً اجزائے نجاست سے خالی نہیں ہوتا اور عام طبائع میں اس کا استقذار یعنی اس سے تنفر اس سے گھن کرنا اسے ناپسند رکھنا ہے اور ایسے امر سے شرعاً احتراز مطلوب، احادیث میں ہے؛

ایاک ومایسوء الاذن[1] ایاک ومایعتذر منہ[2] بشروا ولا تنفروا۔[3]

بُری بات سننے سے بچو اور اس بات سے کہ بعد میں عذر کی ضرورت ہو خوشخبری سناؤ نفرت نہ پھیلاؤ۔ (ت)

اور اگر بارش ہو چکی اور پانی ٹھہر گیا اور اب اس میں بعض اجزائے نجاست ظاہر ہیں یا نالی کے پیٹ میں نجاست کی

---

[1] مسند امام احمد عن ابی الغادیۃ مطبوعہ بیروت ۴/۷۶

[2] جامع الصغیر مع فیض القدیر " ۳/۱۱۷

[3] جامع للبخاری کتاب العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶

Marfat.com

من یرد اللّٰہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

جلد ثانی

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ ——— ۱۳۴۰ھ
۱۸۵۶ء ——— ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن ۰ جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ، لاہور (۸) پاکستان (۵۴۰۰۰)
فون (۷۶۵۷۳۱۴)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

کتاب ــــــــــ فتاوٰی رضویہ جلد دوم

تصنیف ــــــــــ شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز

ترجمہ عربی عبارات ــــــــــ مفتی سید شجاعت علی قادری، دارالعلوم نعیمیہ، کراچی

پیش لفظ ــــــــــ حافظ عبدالستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ، لاہور

تخریج و تصحیح ــــــــــ (۱) مولانا نذیر احمد سعیدی (۲) مولانا محمد عمر ہزاروی

نظر ثانی ــــــــــ صاحبزادہ قاضی عبدالدائم دائم ہری پور ہزارہ

باہتمام و سرپرستی ــــــــــ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی مدظلہ

ترتیب فہرست ــــــــــ حافظ عبدالستار سعیدی

کتابت ــــــــــ محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)

پروف ریڈنگ ــــــــــ مولانا سردار احمد حسن سعیدی

اشاعت اوّل ــــــــــ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ / نومبر ۱۹۹۱ء

تعداد ــــــــــ ایک ہزار

صفحات ــــــــــ ۷۱۲

مطبع ــــــــــ زاہد بشیر پرنٹرز، لاہور

ناشر ــــــــــ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

قیمت ــــــــــ

ملنے کے پتے

- رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
  ۷۶۶۵۷۷۲ ۰۴۲۰/۹۴۱۵۳۰۰
- مکتبہ اہلسنت جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
- ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور
- شبیر برادرز، ۴۰ بی، اردو بازار، لاہور

Marfat.com

اجمالی فہرست

○ پیش لفظ ــــــــــــ ۵
○ باب المیاہ ــــــــــــ ۳۷
○ ماخذ و مراجع ــــــــــــ ۶۹۷

فہرست رسائل

○ الطرس المعدل ــــــــــــ ۴۳ تا ۱۱۲
○ النمیقۃ الانقی ــــــــــــ ۱۱۳ تا ۲۴۸
○ الھنی النمیر ــــــــــــ ۲۸۵ تا ۳۰۸
○ رحب الساحۃ ــــــــــــ ۳۲۱ تا ۴۲۳
○ ہبۃ الحبیر ــــــــــــ ۴۲۵ تا ۴۴۹
○ النور والنورق ــــــــــــ ۴۵۱ (یہ رسالہ جلد سوم میں ختم ہوگا)
○ عطاء النبی ــــــــــــ ۴۹۴ تا ۵۴۱

○

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اس بات پر تمام اربابِ علم وفقاہت کا اتفاق ہے کہ متاخرین میں اعلیٰحضرت عظیم المرتبت، سیّاحِ بادیۂ شریعت، سباحِ بحرِ معرفت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی جیسا ماہر فقیہ، مجتہد اور متکلم پورے عالمِ اسلام میں دکھائی نہیں دیتا جبکہ کثرتِ تصنیفات کے اعتبار سے تو متقدمین میں بھی شاید آپ کی نظیر نہ مل سکے۔ آپ کے دَور اور مابعد کے علماء عرب وعجم نے آپ کے تبحرِ علمی اور تعمقِ نظری کا تہِ دل سے اعتراف کیا اور آپ کی تجدیدی، فقہی وکلامی اور تصنیفی وتحقیقی صلاحیتوں کو زبردست خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے آپ کو ابوحنیفہ ثانی، شامی وغیرہ فقہاء کا استاد، چودھویں صدی کا مجدد اور ارشادِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم "مَن یرد اللہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین" کا مظہر قرار دیا۔ یُوں تو آپ کی پچاس سے زائد علوم و فنون میں تقریباً گیارہ سو تصانیف موجود ہیں اور ان میں سے ہر ایک تصنیف تحقیق اور دلائل سے بھرپور ہے۔ مگر "العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ" المعروف "فتاوٰی رضویہ" آپ کے علمی تبحر اور تفقہ کا خصوصی شاہکار ہے جو لاکھوں مسائل وجزئیاتِ فقہیہ کا عظیم الشان خزانہ و ذخیرہ ہے جن میں ہزاروں مسائل ایسے ہیں جن کا کسی دوسری کتاب میں یا تو سرے سے وجود ہی نہیں یا پھر اس مضبوط ومربوط انداز سے کہیں اور بیان نہیں ہُوئے، ہزارہا صفحات پر مشتمل فتاوٰی رضویہ کے عمدہ ومنفرد اسلوبِ بیان اور دلائل وبراہین کے تلاطم وتموّج کو دیکھ کر یہی کہا جا سکتا ہے کہ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ہمہ خوبی وکمال کے باوجود یہ عظیم الشان فقہی شاہکار اب تک محض اس لیے متداول ومعروف نہ ہو سکا کہ اس کی سابقہ تمام اشاعتیں کتابت اور طباعت کے قدیم انداز پر تھیں اور اس کے ساتھ ساتھ سیکڑوں صفحات عربی وفارسی زبان پر مشتمل ہونے کی وجہ سے عوام تو درکنار خواص وعلماء بھی مشکل ہی سے استفادہ کر پاتے تھے لہٰذا بڑی شدّت سے ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ کوئی ادارہ اس کو ایسے انداز میں پیش کرے کہ

Marfat.com

اس کی افادیت سے عوام وخواص سب ہی بہرہ ور ہوسکیں۔ چنانچہ مخدوم اہلسنت رئیس العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی دامت برکاتہم العالیہ وعمت فیوضہم الکاملہ نے اس جلیل القدر کام کا بیڑا اٹھایا اور "رضا فاؤنڈیشن" کے نام سے ایک ادارہ قائم فرما کر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت وعنایت پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کارِ خیر کا آغاز فرمایا۔ آپ کی اور آپ کے رفقاءِ کار کی شبانہ روز کی محنت وکاوش بالآخر رنگ لائی اور فتاویٰ رضویہ کی جلد اول نئے انداز، معیاری طباعت اور دورِ حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق حسنِ صوری ومعنوی سے مزین وآراستہ ہو کر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی، جس میں عبارات کی پیرابندی، حوالہ جات کی مقدور بھر تخریج بقیدِ جلد وصفحہ اور عربی فارسی عبارات کے اردو ترجمے کے ساتھ ساتھ ماخذ ومراجع کی فہرست بھی دے دی گئی۔ جلد اول کے شائع ہوتے ہی جس برق رفتاری کے ساتھ لوگوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا یہ ہماری توقعات سے کہیں بڑھ کر ہے۔ گیارہ سو نسخے دیکھتے ہی دیکھتے علمی ذوق رکھنے والوں کے ہاتھوں میں جا پہنچے۔ اس سے جہاں اس کتاب کی اہمیت وافادیت کا احساس ہوتا ہے وہاں عوام وخواص کی تشنگی کا بھی پتا چلتا ہے، چنانچہ فوری طور پر جلد اول کا دوسرا ایڈیشن بھی منظرِ عام پر لایا جا چکا ہے۔

فتاویٰ رضویہ جلد دوم

بحمد اللہ تعالیٰ فتاویٰ رضویہ کی جلد دوم نہایت عمدہ معیار وانداز اور دیدہ زیب طباعت سے محلّی ہو کر آپ کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہے جو آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا اور دل کو باغ باغ کر رہی ہے۔ یہ جلد پرانی جلد اول کے صفحہ ۲۴۳، باب المیاہ سے صفحہ ۴۸۴ رسالہ ضمنیہ "الدقۃ والتبیان" تک ہے جس میں رسالہ جلیلہ "اجلی الاعلام" جو پرانی جلد کے صفحہ ۳۸۱ سے صفحہ ۴۰۷ تک تھا جلد اول کے شروع میں لگا دیا گیا۔ پیشِ نظر جلد ۴۴ سوالوں کے جوابات، اقول کے عنوان سے ۹۳۳ فوائد نفیسہ اور ۵۰۲ تطفلات ومعروضات پر مشتمل ہے۔

اس جلد میں مندرجہ ذیل سات رسائل ہیں:

(۱) اَلطِّرْسُ الْمُعَدَّلُ فِیْ حَدِّ الْمَاءِ الْمُسْتَعْمَلِ	مستعمل پانی کی تعریف وتحقیق
(۲) اَلنَّمِیْقَۃُ الْاَنْقٰی فِیْ فَرْقِ الْمُلَاقِیْ وَالْمُلْقٰی۔	مائے قلیل میں بے وضو یا جنبی کے ہاتھ ڈالنے کا حکم۔
(۳) اَلْھَنِیُّ النَّمِیْرُ فِی الْمَاءِ الْمُسْتَدِیْرِ۔	مستدیر پانی کی مساحتِ دَہ در دَہ کا بیان۔
(۴) رَحْبُ السَّاحَۃِ فِیْ مِیَاہٍ لَایَسْتَوِیْ وَجْھُھَا وَجَوْفُھَا فِی الْمَسَاحَۃِ۔	ان پانیوں کا بیان جن کی مساحت اوپر سے کم اور نیچے سے دَہ در دَہ ہے یا اس کے برعکس۔

Marfat.com

(۵) هِبَةُ الْحَبِيْرِ فِي عُمْقِ مَاءٍ كَثِيْرٍ۔ آب کثیر کی گہرائی کا بیان۔

(۶) اَلنُّوْرُ وَالنَّوْرَقُ لِاِسْفَارِ الْمَاءِ الْمُطْلَقِ۔ مطلق پانی کی تحقیق۔

(۷) عَطَاءُ النَّبِيِّ لِاِفَاضَةِ اَحْكَامِ مَاءِ الصَّبِيِّ۔ بچے کے حاصل کئے ہوئے پانی کا بیان۔

یہاں پر حضرت علامہ صاحبزادہ قاضی محمد عبدالدائم صاحب زید مجدہٗ مدیر اعلیٰ "جام عرفان" سجادہ نشین آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ ہری پور ہزارہ کی مساعیٔ جمیلہ کو خراج تحسین پیش کرنا نہایت ضروری ہے جنہوں نے اس جلد کی نظر ثانی، تصحیح، بعض مقامات پر ترجمہ کی اصلاح اور عبارات وجُمل کی ترتیب و تزئین میں انتہائی عرق ریزی اور محنتِ شاقہ کا مظاہرہ فرمایا اور خلوص و للّٰہیت کے جذبہ سے سرشار ہو کر اپنی خداداد ادبی وفکری صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اس کے حُسن و زیبائش میں نکھار پیدا کیا۔ اس پر رضا فاؤنڈیشن کے اراکین تہِ دل سے ان کے شکر گزار ہیں۔

اہلِ علم حضرات سے مخلصانہ اپیل ہے کہ ترجمہ وکتابت کی جو اغلاط ان کی نظر میں آئیں اُن سے مطلع فرمائیں نیز اس عظیم و وقیع منصوبے کو آگے بڑھانے کے لیے اپنی قیمتی تجاویز سے نوازیں۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کا سایہ اہلسنت کے سروں پر قائم و دائم رکھے اور جس عظیم منصوبے کا آپ نے آغاز فرمایا ہے اُسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے غیب سے وسائل و اسباب مہیا فرمائے، آمین بجاہ حبیب اللہ العٰلمین۔

○ حافظ عبدالستار سعیدی

ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری گیٹ، لاہور

Marfat.com

فہرست جلد دوم

ابواب و مسائل

پیش لفظ ۵

باب المیاہ ۳۷

فتوٰی ۲۳ - وضو کے بچے پانی سے وضو اور اگر اس میں کچھ قطرے یا دھار ہاتھ سے گری تو کیا حکم۔ ۳۷

فتوٰی ۲۴ - استنجے کے بچے ہوئے پانی سے وضو جائز ہے۔ ۳۸

فتوٰی ۲۵ - بارش کا پانی کہ شہر کی نالیاں دھو کر بہتا ہے اُس کا کیا حکم ہے۔ ۳۸

فتوٰی ۲۶ - ساڑھے سات گز مربع حوض پیشاب سے ناپاک نہ ہوگا۔ ۳۹

فتوٰی ۲۷ - حوض دہ در دہ نجاست سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک خاص نجاست کے سبب اُس کا رنگ یا بُو یا مزہ نہ بدل جائے۔ ۳۹

فتوٰی ۲۸ - آبِ مستعمل کی جامع مانع تعریف

پانی مستعمل ہونے کی صورتوں کا بیان۔ ۴۳

بے وضو ہے اور برتن بڑا کہ جھکا نہیں سکتا تو پانی کس طرح لے۔ ۴۴

جنب یا بیوضو کا وہ عضو جس کی ابھی طہارت نہ کی ذرّہ بھر بھی اگر مٹکے بھر پانی میں ڈوب جائے قابلِ طہارت نہ رہے گا۔ ۴۴

مستعمل و غیر مستعمل پانی مل جائیں تو زائد کا اعتبار ہے۔ ۴۴

پانی مستعمل نہ ہونے کی صورتیں۔ ۴۵

آبِ مطلق کے سوا گلاب وغیرہ کسی چیز سے وضو و غسل نہیں ہو سکتا۔ ۴۷

وضو یا غسل کا پانی مسجد میں ڈالنا چھڑکنا حرام ہے۔ ۴۷

مصنف کی تحقیق مفرد کہ برتن بہ نیت سنّت دھونے سے پانی مستعمل نہیں ہوتا۔ ۵۲

Marfat.com

ماں باپ کے کپڑے یا ان کے کھانے کے لیے پھل یا مسجد کا فرش بہ نیت ثواب دھونے سے پانی مستعمل نہ ہوگا۔ ۵۳

پانی مستعمل ہوجانے کا سبب۔ ۵۳

پانی بدن سے جُدا ہوتے ہی مستعمل ہوجاتا ہے اگرچہ ابھی کہیں نہ ٹھہرا ہو۔ ۵۵

باوضو شخص گرمی میں کسی عبادت میں دل لگنے کیلئے نہایا یا ہاتھ منہ دھوئے پانی مستعمل نہ ہوگا۔ ۶۰

بدن ستھرا رکھنا مستحب ہے اسلام کی بناء ستھرائی پر ہے مگر باوضو کا اس نیت سے بدن دھونا پانی مستعمل نہ کرے گا۔ ۶۱

نابالغ کا ہاتھ ڈوبنے سے پانی مستعمل نہیں ہوتا ۷۰

بحث قول المحقق ان سقوط الفرض هو الاصل فی الاستعمال۔ ۸۵

باطن چشم دھونے سے پانی مستعمل نہ ہوگا۔ ۱۰۰

مصنّف کی تحقیق کہ مسح سے بھی پانی مستعمل ہوجاتا ہے۔ ۱۰۱

بیوضو شخص نے پانی کے برتن میں اپنا سر داخل کیا یہاں تک کہ چہارم سر کو پانی لگا مسح ادا ہو گیا اور برتن کا پانی مستعمل نہ ہوا۔ ۱۰۱

پانی کے برتن میں موزہ پہنے پاؤں یا پٹی بندھا عضو ڈالنے سے اُن کا مسح ادا ہوجائے گا اور پانی مستعمل نہ ہوگا۔ ۱۰۲

فتویٰ ۲۹ - ایک ذرہ بے دُھلا بدن پانی کو مستعمل کردیتا ہے اور اسکے قابلِ وضو کرنیکا طریقہ۔ ۱۱۳

میّت کے بدن سے قبل غسل اگرچہ بمقصد غسل جو پانی مَس کرے قابلِ وضو نہ رہے گا۔ ۱۱۴

حیض ونفاس ابھی ختم نہ ہُوا اس حالت میں عورت کا ہاتھ پانی میں پڑنے سے بدستور قابلِ وضو رہے گا۔ ۱۱۷

بضرورت ہاتھ ڈالنے سے پانی مستعمل نہیں ہوتا ہاں ضرورت سے زائد مستعمل کردے گا۔ ۱۱۷

ہاتھ ڈالا ضرورت سے پھر پانی ہی میں دھونے کی نیت کرلی مستعمل ہوگیا۔ ۱۱۸

مستعمل پانی کو قابلِ وضو کرنے کے دو طریقے۔ ۱۲۰

مستعمل پانی پاک ہے اُس سے کپڑا دھوسکتے ہیں ۱۲۲

پینا اور آٹا گوندھنا مکروہ ہے۔ ۱۲۲

اس پر چالیس کتب وائمہ کی نصوص کہ بے دُھلے بدن کا ایک ذرہ پانی سے لگ جانا سارے پانی کو مستعمل کردیتا ہے۔ ۱۲۲

جنب یا بیوضو کو کوئی سے پانی لینے کی ضرورت ہے اور کٹورا اس میں ڈوب گیا نہ اور برتن نہ پانی اس کے نکالنے کو جتنا ہاتھ بھی ڈالنا ضروری ہو پانی مستعمل نہ کریگا۔ ۱۲۳

ٹھنڈک لینے کو ہاتھ یا ایک پورا ہی ڈالا پانی وضو کے قابل نہ رہا۔ ۱۲۳

کنویں میں ڈول گرگیا اُس کے نکالنے کو آدمی بے نہائے گھسا پانی خراب نہ ہوگا جبکہ اُس کے بدن یا کپڑے پر نجاست حقیقیہ نہ ہو نہ رفع حدث کی نیت کرے۔ ۱۲۵

Marfat.com

غسل اتارنے کی نیت سے کنویں میں غوطہ لگایا پانی بالاتفاق مستعمل ہوگیا۔ ۱۲۶
با وضو کنویں میں مثلاً ڈول نکالنے کو گھسا اور وہاں بقصد قربت نہانے کی نیت کرلی پانی مستعمل ہوگیا۔ ۱۲۹
بے وضو کے کنویں میں جانے کا مسئلہ۔ ۱۲۹
عورت کا جب تک حیض ونفاس منقطع نہ ہوا اگر وہ ٹھنڈک لینے کو پانی میں گھسے مستعمل نہ ہوگا۔ ۱۳۰
جنب کے دس کنوؤں میں جانے کا مسئلہ۔ ۱۳۰
محدث کے دس کنوؤں میں جانے کا مسئلہ۔ ۱۳۱
دہ در دہ پانی میں نجاست نظر آنے والی پڑی ہو جب بھی سب طرف وضو جائز ہے۔ ۱۳۵
عورت یا مرد کے پینے یا وضو وغسل سے جو پانی بچا دوسرے کو اس سے وضو جائز ہے۔ ۱۳۸
آب مستعمل ہمارے سب اماموں کے نزدیک پاک ہے مگر قابلِ وضو نہیں۔ ۱۴۸
دہ در دہ پانی میں کھیتی یا نرکل قریب قریب اگنا اُسے کم نہ کردے گا۔ ۱۸۹
جس پانی پر کاہی جمی ہو اُس کا حکم۔ ۱۸۹
پانی پر برف جم گیا تو اس میں ہاتھ پاؤں ڈال کر وضو کرنا کیسا ہے۔ ۱۹۰
پانی اوپر دہ در دہ ہے اور نیچے کم اُس کے دونوں حصوں کا حکم۔ ۲۰۳
نیچے دہ در دہ ہے اور اوپر کم تو دونوں حصوں کا حکم۔ ۲۰۴

فقہی چیستان وہ کون سا پانی ہے کہ جب تک کثیر ہے نجس ہوجائے گا اور گھٹ جائے تو نجس نہ ہوگا۔ ۲۰۴
مصنف کی تحقیقات کہ دہ در دہ مربع ہونا ضرور نہیں صرف سو ہاتھ کی مساحت درکار ہے۔ ۲۰۴
بڑے حوض سے ایک چھوٹا حوض نکالا گیا اس کا حکم۔ ۲۱۰
چھوٹا حوض جس کے ایک طرف سے پانی آتا دوسری طرف سے نکل جاتا ہے اگرچہ چوڑا ہو پانی جاری ہونے کا مانع نہیں۔ ۲۱۱
سوتوں سے پانی اُبلے اور نالی سے بہے تو وہ آب جاری ہے۔ ۲۱۲
کنویں میں مستعمل پانی گر جانے کا حکم۔ ۲۲۶
فتوی ۳۰۔ حوض میں بار بار متواتر غسل کرنے کا کیا حکم ہے۔ ۲۴۹
غیر جاری پانی کب کثیر سمجھا جائے گا۔ ۲۴۹
حوض کا پانی کہ مستعمل ہوجائے اُس کے قابلِ وضو کرنے کے دو طریقے۔ ۲۵۰
جہاں وہ دونوں صورتیں دشوار ہوں وہیں ڈول نکالنا کافی ہوسکتا ہے۔ ۲۵۰
فتوی ۳۱۔ خندق میں بستی کا پانی جاتا ہے اور بارش کا جمع ہوا اس میں وضو کا کیا حکم ہے۔ ۲۵۹
فتوی ۳۲۔ دہ در حوض میں گز شرعی کی مقدار۔ ۲۶۰

Marfat.com

فتویٰ ۳۳ - دَہ در دَہ حوض میں بارہ ستون قائم کیے جن کی مساحت چھ گز ہے وہ دہ در دہ رہا یا نہیں۔

فتویٰ ۳۴ - دَہ در دَہ حوض میں تھوکنے یا پاؤں ڈالنے کا حکم۔

فتویٰ ۳۵ - دَہ در دہ تالاب ہے مگر اس میں نجاست کی ڈھلیاں پڑتی ہیں اُس کا حکم۔

فتویٰ ۳۶ - پانی میں دوائیں جوش کی ہیں اُس سے وضو یا استنجا ہوگا یا نہیں۔

فتویٰ ۳۷ - بستی کے قریب کے تالابوں کا حکم اور وُہ جن میں استنجے کیے جاتے ہیں اور وہ پانی جس کا رنگ و بُو بدلا ہوا ہے اور بہاؤ کا پانی کہ نجاست لے کر آیا اور کسی جگہ ٹھہرا ان سب کا حکم۔

فتویٰ ۳۸ - دَہ در دَہ حوض کی پیمائش کا بیان اور اس کے گزوں اور فٹوں اور انچوں اور انگلیوں کی تحقیق۔

فتویٰ ۳۹ - نجس پانی تنہا خود بہنے یا ہوا لگنے سے پاک نہیں ہوتا۔

فتویٰ ۴۰ - پانی مکروہ کس کس طرح سے ہوتا ہے۔

فتویٰ ۴۱ - نامحرم عورت کو اپنے مرشد کا جھوٹا پینا کیسا ہے۔

فتویٰ ۴۲ - ناپاک نالی سے ہو کر پانی نے حوض بھرا اس کا کیا حکم ہے۔

۲۷۱ آبِ کثیر میں خود عین نجاست کا رنگ یا بُو یا مزہ آجائے تو ناپاک ہوگا نجاست سے جو چیز ناپاک ہوئی جیسے گلاب وغیرہ اُسکے رنگ و بُو و مزہ کا اعتبار نہیں۔ ۸۲

۲۷۲ فتویٰ ۴۳ - پانی کی مساحت میں فقط سطح بالا کا اعتبار ہے جو پانی ۱۱ ہاتھ لمبا ۹ ہاتھ چوڑا تین ہاتھ گہرا ہو اس کی مساحت کیا ہوئی۔ ۲۷۲ ۸۳

فتویٰ ۴۴ - متعلق دَور چاہ در فصل البئر۔

۲۷۳ حوض مثلث متساوی الاضلاع کے سَو ہاتھ مساحت ہونے کے لیے ہر ضلع $15\frac{1}{5}$ ہاتھ ہو۔ ۸۵

اسی مسئلہ میں دوسرا قول ۸۶

فتویٰ ۴۵ - وضو نہر سے افضل ہے یا حوض سے۔ ۰۸

۲۷۳ فتویٰ ۴۶ - ہندو کے نہانے کا پانی کیسا ہے۔ ۱۳

فتویٰ ۴۷ - ہندو و نصرانی کے جھوٹے کا حکم۔ ۱۴

۲۷۴ فتویٰ ۴۸ - حقہ کا پانی پاک ہے۔ ۲۰

۲۷۷ سفر میں وضو کا پانی کم ہوگیا حقہ کے پانی سے وہ کمی پوری ہو سکتی ہے تکمیل فرض ہے تیمم کی اجازت نہیں۔ ۲۰

۲۷۷ فتویٰ ۴۹ - حوض نیچے وہ در دہ ہے اور اوپر کم اور بھرے ہوئے میں نجاست پڑی تو نیچے کا حصہ کیسا رہا۔ ۲۸۰ ۲۱

فتویٰ ۵۰ - اُسی حوض میں اوپر کا پانی نکال کر پاک پانی سے بھر دیا تو کیا حکم ہے۔ ۲۸۱ ۳۱

Marfat.com

فتوی ۵۱ - نیچے کے دہ در دہ حصہ میں نجاست پڑی پھر بھر دیا تو کیا حکم۔ ۳۳۲

فتوی ۵۲ - حوض اوپر دہ در دہ ہے اور نیچے کم، اور نجاست پڑی تو نیچے کا حصہ کیسا ہے۔ ۳۳۷

پانی کی صفت اور صورت اور آب زیر و بالا میں چار قسموں کا بیان۔ ۳۴۲

نہر پر گھاٹ بنائے تو جو حصہ پانی کا گھاٹ نے جدا کیا اس کا کیا حکم ہے۔ ۳۴۲

تالاب میں برف جم گیا ایک جگہ سے کچھ کھول لیا اس کا حکم۔ ۳۴۳

گھاٹ یا برف نے پانی کے جو ٹکڑے جدا کیے ان میں ایک کے ناپاک ہونے سے دوسرا ناپاک نہ ہوگا۔ ۳۴۳

تالاب یا نہر سے نکلا ہوا حصہ ڈھائی ہاتھ سے کم ہے تو جدا نہیں۔ ۳۴۵

دہ در دہ پانی میں نجاست پڑی ناپاک نہ ہوا پھر سمٹ کر تھوڑی جگہ ہو جانے سے بھی ناپاک نہ ہوگا اگر نجاست باقی نہیں۔ ۳۴۸

ناپاک پانی دہ در دہ جگہ میں پھیل جانے سے پاک نہ ہوگا۔ ۳۴۸

بڑے تالاب میں نجاست پڑی تھی پھر سوکھ کر تھوڑا رہ گیا ناپاک نہ ہوگا اگر نجاست باقی نہیں۔ ۳۴۹

تالاب کی تہ میں تھوڑا پانی ناپاک ہو گیا بھرنے سے بھی پاک نہ ہوگا جب تک اُبل نہ جائے۔ ۳۴۹

نجاست سے ملتے وقت پانی کی مساحت دیکھی جائیگی اگرچہ بعد کو کم و بیش ہو جائے۔ ۳۵۰

فتوی ۵۳ - نیچے کے حصہ میں کہ کم ہے نجاست پڑی پھر بھر دیا دونوں حصوں کا کیا حکم ہے مصنف کا اس کے لیے دس اصلیں وضع کرنا اور اس کا ضابطہ۔ ۳۵۲

چھوٹے حوض میں ایک طرف سے پانی آتا اور دوسری طرف سے لیا جا رہا ہے جب تک یہ حالت باقی ہے جاری کے حکم میں ہے۔ ۳۵۵

کنویں میں سوت سے پانی آ رہا ہے اور ڈول سے بھرا جا رہا ہے جب تک ہلنا موقوف نہ ہو نجاست سے ناپاک نہ ہوگا۔ ۳۵۵

جاری پانی کے اوصاف نجاست سے بدل گئے کہ ناپاک ہو گیا پھر نجاست تہ نشین ہو کر پانی صاف ہو گیا اوصاف کا تغیر جاتا رہا خود پاک ہو گیا۔ ۳۶۶

نہر کا سارا پیٹ ناپاک ہوا اور تھوڑا پانی اوپر بہ رہا ہے ناپاک نہ ہوگا جب تک نجاست سے متغیر نہ ہو جائے۔ ۳۶۷

دہ در دہ پانی کے اوصاف نجاست سے بدلے پھر نجاست تہ نشین ہو کر صاف ہو گیا پاک ہوا یا نہیں۔ ۳۶۸

پانی جب نکلتا چلا جاتا ہے تو عرض میں اس کا پھیلنا مانع جریان نہیں۔ ۳۶۹

بھنور کا پانی بھی آب جاری ہے۔ ۳۷۰

Marfat.com

گرمیوں میں بڑا تالاب خشک ہوگیا اُس میں جانوروں نے گوبر کئے آدمیوں نے پاخانے پھرے برسات میں پانی آیا اور اسے بھر دیا تو کیا حکم ہے۔ ۲۷۰

تالاب کے باہر کتنی ہی نجاستیں ہوں بہتا پانی کہ ان پر گزر کر تالاب میں داخل ہوگا بے تغیر ناپاک نہ ہوگا لیکن تالاب کے اندر جو نجاست ہے دہ در دہ جگہ میں ہونے سے پہلے اس پر گزرے گا تو سب ناپاک ہوجائیگا۔ ۲۷۱

مصنف کی تحقیق و تدقیق کہ پانی کے جاری ہونے میں اوپر سے مدد آنا بھی ضروری ہے یا نہیں۔ ۲۸۹

سفر میں وہ تدبیر کہ وضو کرے اور پھر وہی پانی قابلِ وضو رہے۔ ۲۸۹

نہر کا پانی اوپر سے مینڈھا باندھ دیا گیا نیچے پانی بدستور جاری ہے اب بھی نجاست سے ناپاک نہ ہوگا۔ ۲۹۰

ٹھہرے ہوئے پانی کو بہایا بہتے میں وضو کیا مستعمل نہ ہوگا جتنی بار چاہے وضو کرے۔ ۲۹۲

دو چھوٹے حوض متصل ہیں پانی ایک سے نکلتا دوسرے میں معاً داخل ہوتا ہے وہ جاری نہیں ہاں بیچ میں فاصلہ ہو تو جب تک اُس فاصلہ میں ہے جاری ہے۔ ۲۹۳

توفیق رضوی کہ طاہر کے جریان کو مدد شرط نہیں نجس کے جریان کو شرط ہے۔ ۲۹۹

حوض صغیر جاری و ناجاری کی توضیح۔ ۰۰

کنویں کا پانی اگر کچھ بہا دیا جائے سب پاک ہوجائے گا۔ ۳

جریان کی تین قسمیں اور ان کے احکام۔ ۴

اُس دوسرے قول کا بیان کہ جریان حوض کے لیے خروج شرط نہیں۔ ۵

پانی جب تک چھت یا زمین پر بہتا یا پرنالے سے گرتا ہے جاری ہے۔ ۱۰

چھت پر یا پرنالے کے منہ پر کتنی ہی نجاست ہو مینہ کا پانی اُس سے گزرتا اترتا ناپاک نہ ہوگا جب تک نجاست سے اس کا کوئی وصف متغیر نہ ہوجائے۔ ۱۱

چھت پر نجاست ہے اور پانی ٹپکا جب تک مینھ برس رہا ہے پاک ہے۔ ۱۱

چھت پر نجاست ہے اور مینہ تھمنے کے بعد پانی ٹپکا ناپاک ہے۔ ۱۱

نجس پانی پر پاک پانی کا گزرنا اُسے پاک نہ کردے گا جب تک نجس پانی کے ساتھ مل کر بہ نہ جائے۔ ۱۲

حوض یا کنواں اُوپر تک بھر کر بہا دیں پاک ہوگیا۔ ۱۵

آبِ واحد کی کثرت و قلت میں صرف روئے آب کا اعتبار ہے۔ ۱۵

آبِ کثیر غیر جاری کے عمق کا بیان۔ ۱۷

Marfat.com

تالاب پر برف جما ہے اسے ایک جگہ سے توڑا پانی ابھر کر برف کے اوپر وہ دردہ ہوگیا جب بھی بے دُھلا ہاتھ ڈالنے سے مستعمل ہو جائے گا جب تک اتنا ڈل نہ ہو کر لپ سے برف کھلے۔ ۴۱۷

فتوٰی ۴۵۔ آب کثیر کو کتنا عمق درکار ہے۔ ۴۲۵

جاری پانی میں نہ عرض کی ضرورت نہ عمق کی۔ ۴۳۴

عمق کے بارے میں مصنف کی تحقیق و توفیق پانی لیتے وقت اس شرط کی حاجت اور اس کے احکام۔ ۴۴۵

مینہ جاری پانی ہے اس سے نہانے سے غسل اُتر جائیگا جبکہ کلی اور ناک میں پانی ڈال لیا ہو۔ ۴۴۶

مصنف کی تحقیق کہ جس طرح پانی لیا جائے اس سے زمین نہ کھلنا ضرور ہے چلّو ہو یا لپ یا برتن۔ ۴۴۷

مصنف کی تحقیق کہ اتنا عمق وہیں درکار ہے جہاں سے پانی لیں اگرچہ باقی جو ہی بھر ہو۔ ۴۴۷

اگر پانی اٹھانے سے زمین کھل گئی مگر ہر طرف کا ٹکڑا استوا ہاتھ رہا تو حرج نہیں۔ ۴۴۷

زمین کھل جانے کی صورتیں اور اُن کے احکام ۴۴۷

فتوٰی ۵۵۔ آب مطلق و مقید کا بیان۔ ۴۵۱

وہ پانی جن سے طہارت ہو جائے گی خواہ ان کا استعمال جائز ہو یا نہیں۔ ۴۵۲

دھوپ سے گرم پانی کی بحث۔ ۴۶۴

ان شرطوں کے ساتھ دھوپ کے گرم پانی سے وضو کرنا یا نہانا مکروہ ہے۔ ۴۶۶

عورت کی طہارت کے بچے ہوئے پانی سے مرد کو طہارت مکروہ ہے۔ ۴۶۶

اولٰی یہ ہے کہ مرد کے بچے پانی سے عورت بھی طہارت نہ کرے۔ ۴۷۱

جس پانی میں بچے نے ہاتھ پاؤں ڈالا ہو اس سے بچنا بہتر۔ ۴۷۵

حوض کے پانی میں بدبو آتی ہو اس سے وضو جائز ہے۔ ۴۷۶

جس زمین پر غضبِ الٰہی اُترا اُس کے پانی کا استعمال اُس کی مٹی سے تیمم مکروہ ہے۔ مگر ناقہ صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کنواں۔ ۴۷۷

پرایا پانی زبردستی یا چرا کرلے لیا اس سے وضو ہو جائیگا مگر حرام ہے۔ ۴۷۸

مملوک کنویں سے اُس کی ممانعت پر پانی بھر لیا اُس کا استعمال جائز ہے۔ ۴۷۸

پینے کی سبیل سے وضو وغسل بے اجازت نہیں کر سکتا اگر اور پانی نہ ملے تیمم کرلے۔ ۴۸۱

پینے کی سبیل سے وضو وغسل جائز ہونے کی صورتیں۔ ۴۸۱

وقفی مدارس کا پانی مثل وقف ہے اُس سے وضو وغسل کے احکام۔ ۴۸۳

وضو کے لیے جو سبیل ہے اس سے پانی پینا جائز ہے یا نہیں۔ ۴۸۳

نابالغ کے بھرے ہُوئے پانی میں مستقل رسالہ جلیل وعظیم تحقیقات خاصہ مصنف پر مشتمل ۴۹۴

Marfat.com

جس پانی میں مائے مستعمل کی دھار پہنچی یا واضح
قطرے اُس سے وضو نہ کرنا بہتر۔ ۵۴۱
اُن پانیوں کا بیان جن میں کسی دوسری چیز کا
میل ہو گیا۔ ۵۴۳
پانی میں ریتا کیچڑ مل جائے تو اس سے وضو کا کیا حکم ہے۔ ۵۴۴
حوض میں پتے اتنے گرے کہ پانی سبز ہو گیا اس سے وضو کا کیا حکم ہے ۵۴۰
جس جانور میں خون نہیں اُس کے مرنے سے
پانی ناپاک نہیں ہوتا مگر مچھلی اور ٹیری کے سوا
ایسے جانور کے اجزاء اگر پانی میں مل جائیں
تو اُس کا کھانا پینا جائز نہیں۔ ۵۵۹
گھوڑے کا جھوٹا پانی قابلِ وضو ہے۔ ۵۶۳
حلال جانوروں نر و مادہ کے جھوٹے کا حکم۔ ۵۶۳
نر نے مادہ کا پیشاب سونگھا یا اپنی مذی چوسی
اور پانی منہ میں ڈال دیا تو کیا حکم ہے۔ ۵۶۴
جس پانی میں کوئی بدبودار چیز مل جائے اس سے وضو کا حکم۔ ۵۶۵
صرف نبیذ تمر پائے تو تیمم کا حکم ہے اور وضو
کر لینا بھی مستحب۔ ۵۷۶
مسواک جس پانی سے دھوئی اس سے وضو کے احکام۔ ۵۹۴
باوضو نے اپنی نظر دفع کرنے کے لیے اعضاء
دھوئے پانی قابلِ وضو رہے گا۔ ۵۹۵
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
نعلین مبارک کا غسالہ برکت و طہارت عطا
کرنے والا ہے مگر پاؤں پر نہ ڈالا جائے۔ ۵۹۵
وہ ۱۲۵ پانی جن سے وضو صحیح نہیں۔ ۵۹۶
گدھے کے جھوٹے پانی کے سوا اور پانی نہ ملے
تو اُس سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی ضرور کرے
ورنہ نماز نہ ہو گی۔ ۶۲۵
وہ ۲۲ پانی جن سے جوازِ وضو میں اختلاف ہے ۶۲۹
پانی میں دوسری چیز ملنے کی دس صورتیں۔ ۶۵۰
مآخذ و مراجع ۶۹۷

❖

فہرست ضمنی مسائل

مسائل وضو

وضو میں ہر عضو جدا ہے ایک کا پانی دوسرے
پر بہنا کافی نہیں اور غسل میں سب بدن
ایک ہے سر کا پانی پاؤں تک جہاں جہاں
بہے پاک کر دے گا۔ ۴۶

اولیا۔ آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ وضو کے پانی
کے ساتھ گناہ نکلتے ہیں۔ ۶۳

وضو کرنے بیٹھا پھر کسی مانع کے سبب تمام نہ کر سکا
تو جتنے افعال کیے ان پر ثواب پائے گا
اگرچہ وضو نہ ہوا۔ ۷۴

جس نے بالقصد آدھا وضو کیا ثواب پائیگا۔ ۷۴

جس کا ارادہ وضو کا تھا پھر قصداً بیچ میں سے
چھوڑ دیا ثواب نہ پائے گا۔ ۷۴

سات حدیثیں کہ جو بسم اللہ کہہ کر وضو کرے
اس کا سارا بدن پاک ہوجائیگا ورنہ صرف
اعضائے وضو اور مصنّف کا اس کی تقویت کرنا ۹۳

دھونے کے بعد جو تری عضو میں رہے اُس سے
مسح ہوسکتا ہے اور مسح کی تری بچی ہوئی سے
نہ ہوگا۔ ۱۰۳

سارے سر کا مسح سنّت ہے اور اس کا
طریقہ۔ ۱۰۳

ایک انگلی سر پر رکھ کر کھینچ دی کہ چہارم سر کی
قدر تک پہنچ گئی مسح نہ ہوگا۔ ۱۰۴

دو انگلیوں سے بھی نہ ہوگا ہاں تین انگلیاں
اگر اتنی کھینچیں کہ چہارم سر کو پہنچیں ہوگیا۔ ۱۰۶

انگلیوں کے پوروں سے مسح کرنے کا حکم۔ ۱۰۷

اگر سر پر مینہ کی بوندیں گریں مسح
ہوگیا۔ ۱۰۸

اگر لکڑی بھگو کر سر پر پھیر دی کہ چہارم سر
تر ہوگیا مسح ہوگیا۔ ۱۰۸

تحقیق المصنف فی مسألۃ

المسح بمد اصبع او اصبعین۔ ۱۱۱

(ایک اور دو انگلیوں کے ذریعے مسح کرنے کے
بیان میں مصنف کی تحقیق) ۱۱۱

Marfat.com

ایک انگلی سے سر کا مسح ہوجانے کا طریقہ۔ ۱۱۱
اوس میں سر برہنہ بیٹھا اُس سے چہارم سر کی قدر بھیگ گیا مسح ہوگیا۔ ۴۶۰
زیادہ گرم و سرد پانی کہ بدن پر ڈالا نہ جائے اس سے وضو مکروہ ہے۔ ۴۶۴
سر پر کوئی دوا لگی ہے تو مسح کس طرح کرے ۶۲۲

نواقضِ وضو

تحقیق معنی رفع الحدث و رفع ایراد الامام ابن الھمام (رفع حدث کے معنی کی تحقیق اور امام ابن ہمام کے اعتراض کا جواب) ۶۷
نابالغ ہر وقت باوضو ہے کسی حدث سے اس کا وضو نہیں جاتا نہ جماع سے اس پر غسل فرض ہو۔ ۷۰
للحدث معنیان وھو متجزعلی احدھما دون الاخر ۷۶
تحقیق شریف فی تعریف الحدث۔ ۷۷
تحقیق نفیس للمحقق علی الاطلاق فی معنی النجاسة الحکمیة۔ ۸۰
تحقیق الفرق بین معنیی الحدث و تجزی احدھما دون الاخر۔ ۸۲
مصنف کی تحقیق کہ نجاست حکمیہ صرف اعضائے وضو میں ہوتی ہے یا سارے بدن میں۔ ۹۲
حدث جب مطلق ہو اُس سے مراد بے وضو ہے نہ وہ جس پر غسل ہے۔ ۹۵
ہر ناقض وضو کھانے سے پیدا ہوتا ہے دھونا سارے ہی بدن کو چاہیے تھا چار عضو کی تخصیص اس حکمت سے ہے اور ان میں بھی سر کے فقط مسح کی یہ حکمت۔ ۹۷
حدث موجب وضو صرف چار اعضا میں ہوتا ہے اگر کوئی وضو کی جگہ غسل کا التزام کرے بدعت ہے۔ ۱۰۰

مسائلِ غُسل

میت کو نہلا کر غسل کرنا مستحب ہے۔ ۴۵
جمعہ عرفہ عیدین احرام کا غسل مستحب ہے اور صرف اسی پانی سے ادا ہوسکے گا جس سے جنابت کا غسل۔ ۶۱
جب تک ساری طہارت نہ کرلے کوئی کام جو بے اس طہارت کے جائز نہ تھا جائز نہ ہوجائیگا اگرچہ جس عضو سے یہ کام کیا جاتا ہے وہ دُھل چکا ہو۔ ۶۷
بے وضو اپنے سینہ سے بھی مصحف شریف کو مس نہیں کرسکتا۔ ۹۵
بے وضو کے بدن پر جو چادر ہو اس کے گوشہ سے بھی مصحف شریف کو مس نہیں کرسکتا مگر ایک صورت میں۔ ۹۵
ہندو جس طرح نہاتے ہیں اُس سے غسلِ جنابت

Marfat.com

نہیں اُترتا اسلام لائیں تو قاعدۂ غسل سکھا کر تصحیح غسل لازم ہے۔ ۳۱۳

زمزم شریف سے غسل و وضو بلا کراہت جائز اور ڈھیلے کے بعد اس سے استنجا مکروہ اور نجاست دھونا گناہ۔ ۴۵۲

کنویں کے مسائل

کنویں میں بےوضو گھسا بیس ڈول نکالے جائیں۔ ۲۵۴

بڑے حوض کہ عرب شریف میں پانی کے خزانہ کے لیے جنگل میں بنتے ہیں کنویں کے حکم میں ہیں یا نہیں۔ ۲۵۴

معنی البئر ۲۵۵

کوئی اگرچہ زمین میں گڑی ہو کنویں کے حکم میں نہیں اور اس کے پاک کرنے کا طریقہ ۲۵۶

تحقیق معنی الصہریج والحوض والبئر۔ ۲۵۶

کنویں کا دَور کے ہاتھ ہونا چاہئے کہ نجاست گرنے سے ناپاک نہ ہوسکے۔ ۲۸۵

جس کنویں سے عورتیں بچے گنوار پانی بھریں ناپاک نہیں۔ ۴۷۲

جو برتن زمین پر رکھا جائے اور پیندے کی نجاست تحقیق نہ ہو ناپاک نہ ہوگا۔ ۴۷۳

لوٹا کہ پاخانے کو لے جاتے ہیں جب تک اُس کی نجاست معلوم نہ ہو کنویں میں ڈالنے سے ناپاک نہ ہوگا۔ ۴۷۳

بچے کے نہاپچے کا ٹکڑا کنویں میں گر جائے بے علم نجاست ناپاک نہ ہوگا مکروہ ہے بیس ڈول نکالیں۔ ۴۷۵

یہی حکم استعمالی جوتے کا ہے۔ ۴۷۶

مسائلِ تیمم

تیمم میں دو انگلیوں سے مسح کافی نہیں تین ضروری ہیں۔ ۱۰۶

ایک یا دو انگلیوں سے تیمم نہ ہوگا اگرچہ مٹی پر بار بار لگا کر بدن پر پھیرے۔ ۱۱۱

تیمم کی نیت سے خاک پر لوٹا تیمم ہو جائے گا اگر اعضائے تیمم پر ہر جگہ غبار پہنچ جائے۔ ۱۱۲

سفر میں پانی ساتھ ہے مگر کسی ضروری حاجت کو درکار ہے تو تیمم کرے۔ ۴۹۰

وضو یا غسل کا پانی جانور کے لیے کسی ظرف میں محفوظ رکھ سکتا ہے تو جانور کی پیاس کے خیال سے تیمم جائز نہیں۔ ۴۹۰

اگر وضو یوں کر سکتا ہے کہ پانی مستعمل نہ ہونے پائے جس کا طریقہ صفحہ ۴۹۰ میں ہے تو کسی حاجت کے سبب تیمم جائز نہیں۔ ۴۹۰

کافر ذمی کی پیاس کے لیے تیمم کا حکم ہونا چاہیے یہاں کوئی کافر ذمی نہیں۔ ۴۹۳

Marfat.com

مسح خفین

مسح موزہ سے پاؤں دھونا افضل ہے مگر جہاں مسح نہ کرنے پر بدگمانی ہوتی ہو تو مسح افضل ہے ۳۱۱

شبنم سے تر گھاس میں چلنے سے موزہ کا مسح ہوجائیگا۔ ۴۶۰

حیض

حیض ونفاس والی کو مستحب ہے کہ نمازوں کے وقت وضو کرکے کچھ دیر ذکرِ الٰہی کرے۔ ۴۴

انجاس

جمے ہوئے گھی میں چوہا مرگیا۔ ۱۶۱

تحقیق المصنف فی سبب تنجس الطاهر بالنجس۔ ۱۶۳

ناپاک کپڑے میں پاک کپڑا لپیٹا گیا یا پاک میں ناپاک تو کیا حکم ہے۔ ۱۶۳

تحقیق المصنف ان تنجس الماء دفعی لاتدریجی وان ملاقاۃ شئ لبعضه ملاقاۃ لکله۔ ۱۶۴

ناپاک پانی میں بھگایا ہوا چونا نجاست غیر مرئیہ ہے۔ ۲۸۲

بڑی مونچھوں والا شرابی جس برتن میں پانی پیئے ناپاک ہوجائے گا۔ ۳۱۶

ہر بہتی چیز اپنی جنس طاہر یا پاک پانی کے ساتھ مل کر بہنے سے پاک ہوجائے گی۔ ۳۵۲

اُبلنے میں طول وعرض کچھ شرط نہیں۔ ۳۵۲

اس بہنے کی تین شرطیں ہیں۔ ۳۵۳

جب تک اُبلے گا نہیں یہ پاک بھی ناپاک ہوجائیگا جب اُبلے گا سب پاک ہوجائیگا۔ ۳۵۳

اُبلنے میں کچھ دُور بہہ کر جانا شرط نہیں۔ ۳۵۶

جب تک اُبل رہا ہے کسی اور نجاست سے بھی ناپاک نہ ہوگا۔ ۳۵۶

اُبلنے سے جو کچھ باہر نکل کر گرا وہ بھی پاک ہے۔ ۳۵۷

ڈول یا برتن اندر سے ناپاک ہے تو ابالنے سے پاک ہوجائیگا اور اُوپر کی سطح یا تلا ناپاک ہے تو اُس کے احکام۔ ۳۶۰

اُبالنے میں جس طرف سے داخل ہوا اُسی طرف لوٹ آیا تو کافی نہ ہوگا۔ ۳۶۱

اُبالنے میں برتن کا ہموار رکھنا بھی شرط نہیں مگر جھکا ہوا ہو تو یہ ضرور ہے کہ اونچی جانب سے پانی ڈالیں۔ ۳۶۳

Marfat.com

کسی ظرف کے اندر پانی کی حرکت بہنا نہیں جب تک نہ ابلے مگر اس کے اندر چھوٹا ظرف ہو کہ پانی کی اس حرکت سے بہہ کر ابل جائے تو اس کے حق میں بہنا ہوگیا۔ ۳۶۴
نجاست غیر مرئیہ ہے تو بہتے ہی مطلقاً پاک ہوجائے گا اور نجاست مرئیہ اگر باقی ہے تو جب تک ابل رہا ہے پاک ہے تھمتے ہی ناپاک ہوجائیگا۔ ۳۶۴
نجاست دھونے کے تینوں پانی ناپاک ہیں۔ ۳۷۳
نجاست دھونے میں پانی بدن یا کپڑے سے جب جدا ہوگا اس وقت ناپاک ہوگا۔ ۳۷۳
کپڑا دھونے کے لیے طشت میں ڈالیں تو بہتر یہ ہے کہ پہلے کپڑا رکھ کر اوپر سے پانی ڈالیں۔ ۳۷۴
بدن بھی طشت کے تینوں پانیوں میں ڈالنے سے پاک ہوجائے گا۔ ۳۷۴
ناپاک کپڑا طشت کے پانی میں دھونے کو ڈالا جب تک اس سے جدا نہ ہوگا پاک رہے گا مگر ظاہراً دوسرے کپڑے کو ناپاک کردے گا۔ ۳۷۴
لوٹے وغیرہ کی دھار جب تک ہوا میں ہے کسی نجاست کے ملنے سے ناپاک نہ ہوگی۔ ۳۷۵
مصنف کی تحقیق جلیل ملاقات آب ونجس کے ثمرے اور پانی نجاست پر وارد ہو یا نجاست پانی پر اس کے فرق احکام۔ ۳۷۶
جاری یا کثیر پانی پر نجاست وارد ہو کر فنا نہیں ہوتی بلکہ اثر نہیں کرتی۔ ۳۷۷
جاری پانی نجاست غیر مرئیہ پر وارد ہو تو اسے فنا کردے گا۔ ۳۷۷
زمین پر نجاست تھی اس پر پانی بہایا اس کے احکام۔ ۳۷۷
دودھ، گھی، تیل وغیرہ بہتی چیزوں کے پاک کرنے کا طریقہ۔ ۳۷۸
اس کا دوسرا طریقہ۔ ۳۷۸
بہتا پانی نجاستوں پر گزرا اور وہ اس میں مل کر نامعلوم ہوگئیں یہ پانی ٹھہرنے پر بھی ناپاک نہ ہوگا۔ ۳۷۸
قلیل پانی میں نجاست غیر مرئیہ پڑ کر مٹی ہوگئی پھر اس پانی کو بہایا پاک ہوگیا۔ ۳۷۸
بہتے شیرہ میں خون کی چھینٹ پڑ گئی جس کا اثر ظاہر نہ ہوا پاک رہے گا۔ ۳۹۶
بہتی ہوئی چیز ناپاک ہو کر جم گئی اگر اسکا پگھلانا دشوار ہے اوپر سے دھو ڈالے پاک ہوجائیگی۔ ۴۱۴
بکری کا بچہ مرگیا اس کے پیٹ میں جو دودھ ہے پاک ہے۔ ۴۱۴
نجاست کے دھونے میں ضرور ہے کہ وہ پانی نکل جائے اور نجاست نہ رہنے کا ظن غالب ہوجائے۔ ۴۱۴
ریشم کا کیڑا اور اس کا پانی اور اس کی بیٹ بھی پاک ہے۔ ۴۶۳
نجاست سے جو کیڑا پیدا ہوتا ہے خود پاک ہے۔ ۴۶۳
ہندو وغیرہ کافروں کے پانی اور کپڑے کا حکم۔ ۴۷۴

Marfat.com

ناج کے ڈھیر میں ناپاکی ہوگئی اور جگہ معلوم نہ رہی
اور ناج بٹ گیا یا کسی کو اُس میں سے کچھ ہبہ یا
صدقہ کردیا ہر ایک کو اُس کا استعمال جائز ہوگیا۔
کپڑا ناپاک ہوگیا اور جگہ یاد نہ رہی تو کیا حکم ہے۔
جانوروں کے بدن کو جو نجاست لگتی ہے سوکھ کر
صاف ہوکر پاک ہوجاتی ہے۔
جانور کا منہ ناپاک ہوگیا اُس نے چار برتنوں میں
منہ ڈالا تین پہلے ناپاک ہوگئے چوتھا پاک رہا۔
گوشت کا خون پاک ہے اور جانور حلال ہو تو
حلال بھی۔

استنجا

پانی میں پیشاب کرنا مطلقاً مکروہ ہے اگرچہ دریا
میں ہو۔
استنجے کے لیے پانی شرط نہیں ہر پاک چیز کہ
نجاست کا ازالہ کرے کافی ہے۔
ڈھیلے سے استنجا پوری طہارت ہے جبکہ نجاست
روپے بھر سے زیادہ نہ پھیلی ہو۔

مسائل نماز

ناپاک زمین پر جوتا پہنے کھڑا ہوا نماز
نہ ہوگی اور جوتوں پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہوا ہو جائیگی
بوہرے کے پیچھے عاقل بالغ کی نماز نہیں ہوسکتی۔

احکامِ مسجد

وضو یا غسل کا پانی مسجد میں ڈالنا چھڑکنا حرام
ہے اور گلاب سے وضو کیا تو وضو نہ ہوا اور
وہ گلاب مسجد میں چھڑک سکتے ہیں۔ ۴۷
۵۳۷ جب تک بدن یا کپڑے میں بدبو ہو مسجد میں جانا
۵۳۸ حرام جماعت میں شرکت منع۔ ۳۲۰

جنائز

۵۶۴
ہر نیکی سے گناہ دُھلتے ہیں مگر ان کی نجاست
۵۶۵ صرف اس چیز کی طرف منتقل ہوتی ہے جسے
شرع نے بالخصوص اُس قربت کی اقامت
۵۶۵ کو معین فرمایا ہو، نیاز اولیاء کا کھانا متبرک
ہے صدقہ کے سبب اس میں خباثت ماننا
وہابیہ کی خباثت ہے۔ ۶۲
مردہ ڈوب کر اُتر آیا اُس کا غسل ہوگیا مگر
۱۵۸ زندوں پر جو غسل دینا فرض ہے ادا نہ ہوا۔
لہٰذا لازم کہ نہلانے کی نیت سے اُسے پانی
۲۷۳ میں جنبش دے لیں۔ ۱۱۴
مردے کو بے نیت غسل دیا فرض اُتر گیا
۴۵۳ ثواب نہ ملے گا۔ ۱۱۶
میت کے سر و ریش کو خطمی سے دھوئیں ورنہ
پاک صابون سے۔ ۵۷۰

مسائل روزہ

۹۶
۵۲۹
روزہ میں اپنی عورت کا بوسہ لینا جوان کو مکروہ
ہے بوڑھے کو نہیں۔ ۶۹۲ (حاشیہ)

Marfat.com

مسائل حج

کنکریاں کہ جمروں پر ماری جاتی ہیں گناہ دھو کر نجس ہو جاتی ہیں اُنھیں دوبارہ کام میں نہ لائے اور ضرورت ہو تو تین بار دھولے بلکہ کنکریوں کا دھو لینا ہر طرح چاہیے۔ ۵۵

مسائل نکاح

خانگی کاروبار اپنی زوجہ سے لینا جائز ہے۔ ۵۳۶

جب دُلھن بیاہ کر لائیں مستحب ہے کہ اس کے پاؤں دھو کر مکان کے چاروں گوشوں میں چھڑکیں اس سے برکت ہوتی ہے۔ ۵۹۵

مسائل قسم

نماز کی قسم جنازہ کی نماز سے پوری نہ ہوگی کسی کی نماز سے ہو جائیگی۔ ۶۸۱

گوشت کھانے کی قسم مچھلی کھانے سے ٹوٹیگی۔ ۶۸۶

مسائل سیر

جو لوگ کلمۂ اسلام پڑھتے اور پھر ضروریات دین سے کسی شے کا انکار کرتے ہیں ان کا حکم مثل حربی ہے کہ وہ مرتد ہیں۔ ۴۹۳

حربی کافروں کے قلعہ میں کوئی غیر معروف ذمی بھی ہے تو اُن کا قتل حرام ہے مگر اس صورت میں کہ اُن میں سے بعض نکل جائیں یا نکال دیے جائیں یا خلاف حکم قتل کر دیے جائیں تو اب باقی کا قتل جائز ہو جائے گا۔ ۵۳۸

مسائل شرکت

ترکہ میں سب بھائیوں نے مل کر کام کیا تو کیا حکم ہے۔ ۵۱۲

باپ بیٹا یا زوج و زوجہ مل کر جو کام کریں منافع فقط باپ اور شوہر کے ہیں۔ ۵۱۲

مباح چیز اگر باپ بیٹے نے مل کر حاصل کی تو جتنی بیٹے نے حاصل کی وہی مالک ہے۔ ۵۱۲

اگر کسی مباح چیز کے حاصل کرنے میں دو نے کوشش کی تو وہ ان میں کس کی ہوگی۔ ۵۱۳

مباح لکڑی کا مالک کاٹنے والا ہوگا نہ اُس کا جمع کرنے والا یا اٹھانے والا۔ ۵۱۴

سفر یا حضر میں دو رفیق اپنا مال ملا لیں اور مل کر کھائیں تو اس میں حرج نہیں اگرچہ ایک زیادہ کھائیگا دوسرا کم۔ ۵۱۹

مسائل وقف

وقف کا پانی جس لیے وقف کیا اس کے غیر میں صرف کرنا حرام یہاں تک کہ خود واقف کو۔ ۴۸۳

تحقیق شریف للمصنف ان الماء

Marfat.com

لا یصح وقفہ۔ ۴۸۴

اشیائے منقولہ بغیر جائداد غیر منقولہ وہی وقف ہوسکتی ہیں جن کے وقف کا رواج ہو۔ ۴۸۴

اگر رواج ہو تو روپے اشرفی نوٹ بھی وقف ہوسکتے ہیں۔ ۴۸۴

رواج ہو تو گیہوں بھی وقف ہوسکتی ہیں

رواج ہو تو گائے بھینس بکری وقف ہوسکتی ہے۔ ۴۸۴

جنازہ کے لیے چارپائی چادر پڑھنے کے لیے قرآن مجید مطالعہ کے لیے کتابوں کا وقف جائز ہے۔ ۴۸۵

پل اور سقائے کا وقف صحیح ہے۔ ۴۸۶

جائداد غیر منقولہ کے ساتھ اُس کے توابع بغیر رواج بھی وقف ہوسکتے ہیں۔ ۴۸۶

وقف کسی کی ملک نہیں ہوسکتا مگر جو وقف کسی قوم پر ہے اُس کے محاصل انہیں دیے جانے کے بعد ان کی ملک ہوجائیں گے اور وقف اہلی کے پھل ان کی ملک ہیں۔ ۴۸۸

مسجدوں مدرسوں کے سقایوں میں وقف سے جو پانی بھرا گیا کسی کی ملک نہیں واقف نے جس غرض کے لیے اُسے وقف کیا اُس کے غیر میں اس کا صرف جائز نہیں۔ ۴۸۸

آدمی اپنی ملک سے جو سبیل لگائے اس کا پانی اُسی کی ملک رہتا ہے جس کام کے لیے اس کی اجازت ہے یا اب ہوا اسی میں صرف ہوسکتا ہے۔ ۴۸۸

مسجد کے سقایوں کا پانی گھروں میں لے جانا حرام ہے مگر ایک صورت میں۔ ۴۸۹

سقایوں سے گرم پانی گھروں میں لے جانا حرام ہے۔ ۴۸۹

پینے کی سبیل سے اگر عورتوں کے پینے کیلیے گھروں میں لے جانے کی اجازت ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ ۴۸۹

سبیل لگاتے والے نے جن لوگوں کے لیے لگائی اُن کے غیر کو اُس سے پینا جائز نہیں۔ ۴۸۹

مسائل وکالت

گھوڑا خریدنے کو وکیل کیا اور کوئی خاص گھوڑا معین نہ کیا اور اس نے خریدا تو وہ گھوڑا وکیل کی ملک ہوا یا مؤکل کی۔ ۵۰۷

مسئلۃ بطلان التوکیل بالمباحات وعللها ومالها وعليها۔ ۵۲۱

مسائل ہبہ

جو چیز بچوں کا نام کرکے بھیجی جائے اور مقصود ماں باپ کو دینا ہو اُس کے مالک ماں باپ ہی ہوں گے۔ ۵۱۴

اگر معلوم ہو کہ بچوں ہی کو دی تو ماں باپ جب تک محتاج نہ ہوں اپنے صرف میں نہیں لا سکتے۔ ۵۱۷

مالک نے جسے اپنے مال میں تصرف مباح کیا

Marfat.com

وہ مالک نہ ہو جائیگا مہمان کو جائز نہیں کہ بے اجازت مالک کھانے میں سے کسی کو کچھ دے۔ ۵۳۰
ولی نے جو چیز بچہ کو کھانے پینے کو دی اگر بچہ کو مالک نہ کر دیا اُس میں سے دوسرے کو دے سکتا ہے ورنہ نہیں۔ ۵۲۷

مسائل اجارہ

اجیر خاص کی تعریف اور اُس کے احکام۔ ۵۰۰
کسی کو جنگل کی مباح چیز لانے پر نوکر رکھا اُسے تنخواہ ملے گی اور چیز کا مالک یہ ہوگا۔ ۵۰۲
اگر مباح شے لادینے پر اجرت ٹھہرائی اور وقت مقرر نہ کیا اجارہ فاسد ہے اور اس کے احکام۔ ۵۰۲
اگر اپنی ملک میں عمل کرنے کے لیے اُجرت قرار دی اجارہ صحیح ہے۔ ۵۰۲
چھوٹے ہوئے شیر یا بھیڑیے کے قتل پر اجیر مقرر کیا اجارہ فاسد ہے اور اس کا حکم۔ ۵۰۴
مقدمہ لڑانا وغیرہ کاموں پر اجارہ کا حکم اور یہ کہ وکیلوں کی اُجرت شرعاً وہی صحیح ہے جو پیشی پر بتعین وقت مقرر کی جائے۔ ۵۰۵
نان بائی سے کہا میں نے تجھے آج کے لیے اس پر اجیر کیا کہ یہ آٹا ایک روپے اجرت پر لگادے یہ اجارہ فاسد ہے کہ اس میں عمل اور وقت دونوں پر عقد اجارہ وارد کیا۔ ۵۰۵
اگر یوں کہا کہ میں نے تجھے یہ آٹا پکانے کیلئے ایک روپے پر اجیر کیا اس شرط پر کہ آج ہی پکادے یا یُوں کہ یہ آٹا آج پکادے ایک روپیہ دُوں گا تو یہ جائز ہے۔ ۵۰۶
مباح چیز لانے پر اجیر کیا تو وہ چیز کس کی ہوگی۔ ۵۲۳

مسائل حجر

ماذون غلام معتاد دعوت کرسکتا ہے۔ ۵۱۸
بچہ سے کوئی چیز خریدنا کس وقت جائز ہے ۵۲۷
نابالغ کے ہبہ و بیع کا حکم۔ ۵۲۷
خرید وفروخت ہبہ وغیرہا میں بوہرے کا حکم صبی عاقل کی مثل ہے۔ ۵۲۹
تصرفات صبی کے احکام ۵۳۵

مسائل غصب

مورث کے ترکہ سے کوئی چیز دوسرے کی سمجھ کر اسے دے دی پھر معلوم ہوا کہ مورث ہی کی تھی واپس لے گا اور نہ رہی ہو تاوان لے گا۔ ۴۹۹
حساب میں سمجھا کہ زید کے سو روپے مجھ پر آتے ہیں پھر اس کی غلطی معلوم ہوئی روپے واپس لے گا۔ ۴۹۹
دوست کے مال میں تصرف یا اُس کے نوکر سے کام لینے کا حکم۔ ۵۲۶

Marfat.com

نابالغ کی کوئی چیز دوسرے کی ملک میں اس طرح مل جائے کہ جُدا نہ ہوسکے وہ چیز مالک پر حرام ہوگئی۔ ۵۳۱

مثلی اور قیمی کے معنی، اور پانی مثلی ہے یا قیمی اس میں مصنف کی تحقیق۔ ۵۴۰

مسائل قسمت

ترکہ کے روپے یا اناج میں سے جس میں نابالغ کا بھی حصّہ ہے بالغ وارثوں کا اپنا حصہ لینے کا حکم۔ ۵۳۹

مشترک روپے یا اناج میں سے شریک کی غیبت میں اپنا حصّہ لینا۔ ۵۳۹

مسائل شکار و ذبیحہ وقربانی

جال شکار کے لیے کھڑا کیا شکار پھنس گیا اس کی ملک ہوگیا اور سکھانے کے لیے تو جو پکڑے گا اس کی ملک ہوگا۔ ۴۷۹

شکار کو گھیر کر لانے والا مالک نہیں ہوتا بلکہ پکڑنے والا۔ ۵۱۴

مسائل حظر واباحت

کھانے سے پہلے کلائیوں تک تین بار ہاتھ دھونا تین کلیاں کرنا مستحب ہے اگرچہ وضو ہو۔ ۴۵

کھانا کھا کر برتن کو چاٹ کر صاف کرنا مسنون ہے ۵۶

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصرانی کے یہاں کے کھانے سے ممانعت فرمائی۔ ۳۱۴

حدیث میں نصاریٰ کے برتنوں سے بچنے کا حکم۔ ۳۱۶

تہمت کی جگہ کھڑے ہونے سے حدیث میں ممانعت آئی ہے۔ ۳۱۷

حدیثوں کا حکم کہ اُس بات سے بچو جس سے لوگوں کو نفرت پیدا ہو۔ ۳۱۷

بلاوجہ شرعی ایسی بات مکروہ ہے جس سے اس کی غیبت کا دروازہ کھلے۔ ۳۱۹

یہاں نصاریٰ کے کھانے پانی سے بہ نسبت ہنود کے بچنے کا زیادہ حکم ہے۔ ۳۱۹

بے کسی ضرورت کے سمندر میں سوار ہونا نہ چاہیے ۴۵۵

ہنود و نصاریٰ کے برتن میں بغیر پاک کیے کھانا پینا مکروہ ہے۔ ۴۷۵

ائمہ فرماتے ہیں اگر جنگل میں کُتا اور ایک حربی پیاس سے مرے جاتے ہوں اور مسلمان کے پاس ایک پیاس کا پانی ہے کُتے کو پلائے حربی کو نہ دے۔ ۴۹۳

بے ضرورت ہر بات کا سوال حرام ہے اور کسی سے کام کو کہنے کے احکام۔ ۵۳۵

مسائل احیائے موات

خودرو گھاس مالک زمین کی ملک نہیں ہاں اگر زمین جوتی اور پانی دیا تو اسکی ملک ہوگئی ۴۸۰

Marfat.com

شئے مباح پر قبضہ کی نو صورتیں اور ان کے احکام اور مصنف کا اس میں ضابطہ وضع کرنا۔ ۴۹۵
مباح پر جو پہلے قبضہ کرلے مالک ہو جاتا ہے اُس تفصیل پر جو مذکور ہے۔ ۴۹۵
کسی مباح چیز کے لانے کے لیے کسی کو نائب یا وکیل کرنا بے سود ہے قبضہ کرنے سے وہی مالک ہوگا نہ یہ۔ ۴۹۶
کسی سے مچھلیاں شکار کرائیں شکار کرنے والا ہی مالک ہوا اسی طرح جنگل کی ہر مباح چیز۔ ۴۹۷
بلا اجرت کسی سے کوئی مباح چیز منگانے کی تین صورتیں۔ ۵۰۰
والدین اپنی اولاد سے کوئی مباح چیز منگوائیں وہ کس کی ملک ہوگی۔ ۵۰۸
مباح کی تحصیل میں دو شخص شریک ہوں تو کیا حکم ہے۔ ۵۱۲

مسائل شرب

کنویں کا پانی کنویں کے مالک کا نہیں خاص ملکِ خدا ہے۔ ۴۷۸
مینہ کا پانی جس کے برتن میں خود بھر جائے وہ اس کی ملک نہ ہوگا ہاں بے اجازت دوسرا اُس برتن کو استعمال نہیں کرسکتا۔ ۴۸۱
اگر برتن اسی لیے رکھا کہ مینہ کا پانی آئے تو مالک ہوگیا۔ ۴۸۱
کنویں کے پانی کا مالک بھرنے والا نہیں ہوتا بلکہ وہ جو اسے کنویں کی مَن سے جدا کرے۔ ۵۱۳
نابالغ کے بھرے ہوئے پانی کی ستّرہ صورتیں اور اُن کے احکام۔ ۵۲۵
وہ آٹھ صورتیں جن میں نابالغ کے بھرے پانی میں دوسروں کو تصرف جائز نہیں۔ ۵۲۶
نابالغ بہشتی پانی بھر رہا ہے اُس سے پینے یا وضو کو لینا حرام ہے۔ ۵۲۸
نابالغ بہشتی سے پانی لینے کی سات صورتیں اور ان میں مصنف کی تحقیق۔ ۵۲۸
سقا مشک کے پانی کا مالک ہے جب تک دوسرے کے برتن میں نہ بھرے۔ ۵۲۹
بوہرے کا بھرا ہوا پانی کوئی نہیں لے سکتا۔ ۵۲۹
بوہرے کا بھرا ہوا پانی اُس کے ماں باپ بھی صرف میں لاسکتے ہیں یا نہیں۔ ۵۲۹
بہت معتمد کتابوں میں ہے کہ نابالغ نے حوض یا کنویں سے پانی لے کر اُس میں ڈال دیا اب حوض یا کنویں کا پانی سب پر حرام ہوگیا۔ ۵۲۹
مصنف کا اس مشکل مسئلہ سے سولہ صورتوں کا استثنا کرنا اور دیگر فوائد پر تنبیہ۔ ۵۳۰
نابالغ کا مملوک پانی اگر کوئی دوسرا کنویں یا حوض میں ڈال دے جب بھی اس کنویں یا حوض میں کسی کو تصرف جائز نہ رہے گا۔ ۵۳۱
اُس کنویں یا حوض سے اُس کے والدین بشرط احتیاج استعمال کرسکتے ہیں۔ ۵۳۱

Marfat.com

کنویں یا مباح خواہ مملوک حوض میں نابالغ کی ملک کا جو پانی مل جائے وہ خریدا بھی نہیں جاسکتا۔ ۵۳۱

غلام و کنیز کے بھرے ہوئے پانی کا حکم۔ ۵۳۲

یہ احکام ٹھہرے پانی میں ہیں اگرچہ دہ در دہ سے زیادہ ہو نہ جاری میں۔ ۵۳۳

جس پانی میں نابالغ کا پانی مل گیا اُسے پھینک بھی نہیں سکتے مگر ایسا کنواں ناپاک ہوجائے تو پاک کرنے کے ڈول نکالے جاسکتے ہیں۔ ۵۳۴

جس حوض میں نابالغ کا پانی ملا تھا مینہ یا ابلے سے اُبل گیا اب جائز ہوگیا مگر خود ابالنا جائز نہیں ۵۳۴

اُس مشکل کے علاج پر بحث۔ ۵۳۴

الحمد للہ اس مشکل کی سہل آسانی حوض یا کنویں میں نابالغ نے جتنا پانی ڈال دیا ہے اُتنا یا اُس سے زاید بھر کر اُسے دے دیں باقی کا استعمال جائز ہوگیا۔ ۵۳۹

جواز کے لیے اُتنا پانی نکلنا کافی ہے جتنا نابالغ نے ڈالا۔ ۵۳۹

مسائل دیت

ہاتھ میں انگلیاں اصل ہیں اگر کسی نے انگلیاں کاٹ دیں پورے ہاتھ کی دیت لازم آئے گی۔ ۱۰۸

مسائل وصی

ماں باپ اپنے بچے کا مال کس وقت لے سکتے ہیں۔ ۵۰۹

باپ اپنے بچے سے استاد کی خدمت کراسکتا ہے ۵۱۱

باپ اور دادا اور اُن کے وصی نابالغ سے عادت ڈالنے کے لیے اُس کے لائق خدمت لیں ۵۱۱

ماں اپنے یتیم بچہ کے مال سے ملا کر ساتھ کھائے تو کیا حکم ہے۔ ۵۲۰

نابالغ یتیم کی کمائی سے ماں دو ایک لقمہ کھا سکتی ہے۔ ۵۲۰

دوسرے کے بچے سے کام لینے کا حکم۔ ۵۲۱

استاد بھی نابالغ کا بھرا پانی نہیں لے سکتا اور خدمت جہاں تک لے سکتا ہے اس کا حکم۔ ۵۲۷

وہ طریقہ کہ استاد نابالغ سے پانی بھروا کر اسے استعمال کرسکے۔ ۵۲۷

ماں باپ دادا دادی کس صورت میں بچہ سے کام لے سکتے ہیں۔ ۵۲۶

مسائل فرائض

اُس ترکہ کی تقسیم کا حکم جس میں بعض وارث نابالغ ہیں۔ ۵۲۹

فوائد فقہیہ

حکم حکمت کے لیے ہوتا ہے مگر حکمت پر اُس کا مدار نہیں۔ ۶۱

تحقیق ان بین سقوط الفرض

Marfat.com

مفاد قولهم الوضوء فى الحوض ۱۹۴
للشیوع ثلثة معان۔ ۲۲۹
ذراع کرباس کی مقدار۔ ۲۶۰
ذراع مساحت کی مقدار۔ ۲۶۰
امانت وہبہ وصدقہ وشرکت ومضاربت
غصب میں روپے اشرفی جو دیے گئے
وہی متعین ہوتے ہیں۔ ۴۸۷
مسائل فقہ میں ظن اگر غالب ہو مثل یقین
ہے ورنہ مثل وہم نامعتبر۔ ۴۹۳
جو یقین کسی مجہول محل میں ہو شک سے زائل
ہوجاتا ہے۔ ۵۳۷
ایک ہی چیز میں اختلاف سؤال سے مفتی کا فتویٰ
مختلف ہوجاتا ہے۔ (حاشیہ) ۶۹۰

رسم المفتی

ماقدم قاضیخان هو الاظهر الاشهر
فيكون هو المعتمد۔ ۱۰۲
المفتى انما يفتى بما يقع عنده من
المصلحة۔ ۳۱۷
صاحب البحر ليس من اصحاب
الترجيح۔ ۴۲۲
لا يعتمد على فتاوى ابن نجيم و لا
على فتاوى الطورى۔ ۴۳۸
مطلق الكراهة للتحريم۔ ۴۵۲
السراج الوهاج من الكتب الضعيفة
ومختصره الجوهرة النيرة من الكتب
المعتمدة۔ ۴۷۰
عادة الهندية نقل عبارة الكتب التى
تذكر الاقوال مع امزة لقائليها بالحروف
بحذف الرموز فيصير القولان
كقول واحد فربما يحصل بذلك
عند من لا يعرف خبط فى فهم الامر
على ما هو عليه۔ ۵۰۶
لا يقال لقول المشايخ رواية ۵۴۹
فرق بين تقييد حكم بضرورة واسقاطه
مع اساالضرورة۔ ۵۵۱
چلپی محشی صدر الشريعة ليس من
اهل الترجيح۔ ۵۵۴

مسائل کلامیہ

تألف الاجسام من جواهر فردة و
شبه الفلاسفة عليها كلها مردودة۔ ۱۷۳
بيان انه كيف يرى الجسم مع ان
الجزء لا يرى۔ ۱۷۳ (حاشیہ)

فوائد حدیثیہ

سنن النسائى الكبرى ليست من الصحاح
بخلاف مختصرها المتداول۔ ۴۷۰

اسماء الرجال

يحيى بن هاشم متروك۔ ۹۳
والقربة عموما من وجه۔ ۷۱

Marfat.com

فضائل و مناقب

ائمہ شافعیہ فرماتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مدارک ایسے دقیق ہیں جن کو اکابر اولیا ہی پہچانتے ہیں۔ ۶۳

اولیا فرماتے ہیں کہ امام اعظم و امام ابو یوسف سرداران اہل کشف و مشاہدہ ہیں۔ ۶۴

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وضو بلکہ غسل جنابت کا پانی ہمارے حق میں طاہر مطہر ہے ملے تو اس سے وضو ہو جائیگا اور یہ مسئلہ اب بھی فرضی نہیں سیدنا عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام عنقریب تشریف لانے والے ہیں۔ ۹۱

زمزم و کوثر اور دونوں جہان کے سب پانیوں سے افضل وہ پانی ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی انگشتان مبارک سے نکلا۔ ۴۵۲ (حاشیہ)

محبوبانِ خدا سے نسبت کا فائدہ۔ ۴۷۴

فوائد اصولیہ

التعریف بالحکم سائغ عند الفقہاء۔ ۷۸

للتعریف بالحکم معنیان۔ ۸۱

ما کان مظنونا یجب اثبات الحکم باعتبارہ۔ ۱۰۹

صحۃ العلۃ تستلزم صحۃ الحکم ولا عکس۔ ۱۵۶

اذا قیل لا افضل منہ فہم منہ عرفا انہ الافضل۔ ۱۸۵

تعریف اعم للمجتہد فی المذہب ۴۳۶

المطلق یوجد بوجود فرد ولا ینتفی الا بانتفاء الافراد جمیعا۔ ۴۴۲

نفی الجنس لا یکون عرفا و لغۃ الا بنفی جمیع الافراد ولا عبرۃ ھھنا بمہملۃ الفلاسفۃ القدماء۔ ۴۴۲

کل شیئین لا یفترقان فذکر احدہما یجزئ عن ذکر الآخر کالید والعین والخف تقول المصافحۃ الاخذ بالید ای بالیدین۔ ۴۴۳

مکروہ تحریمی کو حرام کہہ سکتے ہیں۔ ۴۵۳

مستحب کا ترک مکروہ نہیں۔ ۴۷۱

ائمہ متقدمین حرام کو بھی مکروہ کہتے ہیں۔ ۵۶۰

تحقیق شریف للمصنف ای عارض یمنع الفرد من دخولہ تحت المفہوم من المطلق وای عارض لا یمنع مع تساوی العوارض جمیعا فی عدم الانفہام من المطلق۔ ۶۷۳

تحقیق شریف للمصنف فی معنی قولہم المطلق ینصرف الی

Marfat.com

الفرد الكامل وقولهم المطلق ينصرف الی الادنیٰ ۔ ۶۷۵ (حاشیہ)
تحقیق المصنف ان فوات المقصد الشرعی لا یقعد الفرد عن الدخول تحت التفاهم من المطلق فی الحقائق العینیة ۔ ۶۷۸
بحث الاضافات ای اضافة للتقیید وایها للتعریف ۔ ۶۸۰

ہندسہ وریاضی

قطر ومحیط کی نسبت ۔ ۲۸۸
دائرے کے قطر ومحیط ومساحت سے جو ایک چیز معلوم ہو باقی دو معلوم کرنے کے طریقے ایجاد مصنف ۔ ۲۸۸

متفرقات

گناہوں کا علاج ۶۶

Marfat.com

مجمل فہرست مضامین رسائل

رسالہ ۱ ۔ الطرس المعدل فی حد الماء المستعمل آب مستعمل کی تعریف و مسائل میں جلیل تحقیقات ۔ ۴۳

آب مستعمل کی جامع مانع تعریف مع شرائط کا تین شعروں میں نظم کرنا ۔ ۴۷

خمس تنبیہات من المصنف ۔ ۵۱

التنبیہ ۱ ۔ تحقیق المصنف فی مسألۃ غسل القدر والکلام مع الحلیۃ ۔ ۵۱

تحقیق المصنف ان لیس کل قربۃ مغیرۃ للماء عن الطہوریۃ ۔ ۵۹

التنبیہ ۲ ۔ فی بیان سبب الاستعمال وتحقیق المصنف ان لا تثلیث والکلام مع الامام ابن الہمام والشامی ونوح افندی والبحر والنہر والدر وط و معراج الدرایۃ والعنایۃ ۔ ۶۷

التنبیہ ۳ ۔ ہل الحدث الاصغر یحل کالاکبر بالبدن کلہ وتحقیق المصنف نفیہ والکلام مع الفتح والہدایۃ والکافی والحلیۃ و امام الحرمین والامام العز بن عبد السلام وابن الجوزی ۔ ۹۲

التنبیہ ۴ ۔ تحقیق المصنف ان المسح ایضا یجعل الماء مستعملا والکلام مع جماعۃ من المشایخ الکرام ۔ ۱۰۱

التنبیہ ۵ ۔ مسألۃ المسح باصبع والکلام مع الفتح والامام شمس الائمۃ ۔ ۱۰۵

رسالہ ۲ ۔ النمیقۃ الانقی فی فرق الملاقی والملقی ۔ ۱۱۳

شرائط الاستعمال بالملاقی والکلام مع الغنیۃ ۔ ۱۱۴

تظافر النصوص والکلام مع البحر والنہر والدر والشامی والعلامۃ ابن الشحنۃ ۔ ۱۲۲

الفصل الاول فی کلام العلامۃ قاسم والکلام علیہ بخمسۃ واربعین وجہا ۔ ۱۳۵

Marfat.com

الکلام مع الامام ملک العلماء قدس سنا
اللہ تعالیٰ بسرہ الشریف بسبعۃ عشر
وجہا و مع الحلیۃ بسبعۃ وجوہ۔ ۱۴۶
الفصل الثانی فی کلام البحر
صاحب البحر و الکلام علیہ بتسعۃ وثلثین وجہا۔ ۱۸۲
الفصل الثالث فی کلام العلامۃ
ابن الشحنۃ والکلام علیہ بستۃ
وعشرین وجہا و مع المحقق علی
الاطلاق والعلامۃ قاسم و ملک العلماء
والبحر۔ ۲۰۰
الفصل الرابع فی فوائد شتی و
تحقیق حکم الوضوء فی الحوض
الصغیر والکلام مع العلامۃ الشرنبلالی
وبعشرۃ وجوہ مع الشامی و شیخہ
وتطفل علی المحقق۔ ۲۲۵
رسالہ ۳۔ الھنیء النمیر فی الماء
المستدیر۔ ۲۸۵
آب مستدیر کی مساحت دَہ در دَہ کا بیان۔
اس میں چار قول اور تحقیق مصنف
والکلام مع السراج الوہاج و
الشامی والقہستانی والبرجندی و
نوح افندی۔ ۲۸۵
رسالہ ۴۔ رحب الساحۃ فی
میاہ لا یستوی وجہہا و جوفہا
فی الساحۃ۔ ۳۲۱

اُن پانیوں کے احکام جن کی مساحت اوپر
کم ہے اور نیچے دَہ در دَہ یا بالعکس اُن تحقیقات
رائقہ و تدقیقات فائقہ پر مشتمل جن کا
نظیر نظر سے نہ گزرا۔
والکلام مع الحلیۃ والخانیۃ و
الخلاصۃ والسادۃ ح ط ش و
ملک العلماء والغنیۃ۔ ۳۲۱
وضع عشرۃ اصول والکلام مع
الشامی والطحطاوی والحلبی
والدر۔ ۳۵۲
مصنف کی تحقیق جریان وسیلان
میں فرق۔ ۳۷۲
یہاں ۱۲۰ قسموں کا بیان۔ حوض کی چار
شکلیں اور ایک حصہ آب کے تابع و مستقل
و قابل و ناقابل اجرا و قلت و کثرت مبدء و
منتہی اور نجاست کے طافیہ و راسبہ و باقیہ
و مخرجہ کی طرف تقسیمیں اور ان سب کے
احکام کا تین طرح ضبط۔ ۳۸۲
سب افادات مصنف سے والکلام
مع الحلیۃ والغنیۃ۔ ۳۸۲
تنبیہ جلیل خروج و دخول دونوں
رکن جریان ہیں یا صرف خروج اور اوپر سے
مدد شرط ہے یا نہیں و تحقیق المصنف
فی کل ذلک والکلام مع الحلیۃ والبحر و
الخانیۃ والتجنیس والفتح والسراج

Marfat.com

والشامی والبدائع ۔	۳۸۸
جریان آب کی تعریف	۳۹۹
اس کی حکمت کہ جو پانی ظرف و جوف میں ہو اس کے جریان کو باہر نکلنا ضرور ہے	۴۰۰
ملحق بالجاری میں شرط دوام کی **حکمت** ۔	۴۰۲
تجدید النظر و قول من قال لایشترط للجریان الخروج **وتنقیح** حقیقۃ الجریان بما لامزید علیہ **والکلام** مع البزازیۃ والحلیۃ۔	۴۰۵
اس کی تحقیق کہ حوض یا تالاب کے اندر حرکت جریان نہیں ۔	۴۲۰
رسالہ ۵ - ھبۃ الحبیر فی عمق ماء کثیر آب کثیر میں مقدار عمق کی **تحقیق یکتا** ۔	۴۲۵
اس میں ۱۱ قولوں کا بیان اور جو صحیح ہیں ان میں تطبیق **والکلام** مع البحر والدر وبیری زادہ والشامی والطحطاوی والبرجندی والدرر۔	۴۲۵
جلیل فائدہ ۱۰ در ۱۰ کی تقدیر ظاہر الروایۃ ہی کی تفسیر ہے **والکلام** مع صدر الشریعۃ والبحر والدر۔	۴۳۱
تحقیق ان المراد الغرف بالیدین ۔	۴۴۰
توجیہ المصنف ماروی عن الامام ابی یوسف فی عمق الماء الجاری۔	۴۴۶
رسالہ ۶ - النور والنورق لاسفار الماء المطلق آب مطلق کے بیان میں وہ تحقیقات عالیہ جن کی نظیر نہیں پانچ فصل پر مشتمل ۔	۴۵۱
فصل اول جزئیات منصوصہ تین قسم پر ۔	۴۵۲
قسم اول وہ پانی جن سے طہارت ہو جائے گی اگرچہ استعمال ممنوع ہو **والکلام** مع ملک العلماء و ط و ش والبحر والنہر والقہستانی وابن حجر والسراج والشیخ المحدث والفتح والغنیۃ والدر وسیدی النابلسی۔	۴۵۲
رسالہ ۷ ضمنیہ - عطاء النبی لافاضۃ احکام ماء الصبی بچے کے بھرے ہوئے پانی میں **عظیم جلیل تحقیقات مصنف** پانی تین قسم ہے مملوک، مباح، مملوک مباح اور تینوں قسموں کا بیان۔	۴۹۴
ضابطۃ المصنف لتملک المباح والرد علی الزاھدی واستاذہ **والکلام** مع ط و ش والھندیۃ۔	۴۹۵
تنقیح فی استیلاء صبی علی مباح باستدعاء ابویہ وذکر ثلثۃ اقوال فیہ و **تحقیق المصنف** الحکم فیہ ۔	۵۰۸
تضعیف القول الاول **والکلام** مع الشامی ۔	۵۱۱

Marfat.com

الکلام علی القول الثانی ثم تأییدہ
والکلام مع السراجیة والشامی۔
تضعیف القول الثالث والکلام
مع العنایة والفتح والبحر۔
مسألة اختلاط ماء الصبی بماء
الحوض والبئر واستثناء المصنف
منها ۱۶ صورة و افادة ۱۸ تنبیها
والکلام مع الشامی و سیدی
النابلسی۔
اُن پانیوں کا بیان جن میں کسی دوسری چیز کا
خلط ہوگیا والکلام مع الحلیة و
الغزی و مجمع الانہر و الفوائد
واخی چلپی ویوسف چلپی والامام
ملک العلماء والشرنبلالی والدرر و
ابی السعود۔
تعریف الطبخ۔
نوع دیگر
صنف اول خشک چیزیں والکلام
مع الامامین ابن حجر العسقلانی
والمکی والامام ملک العلماء والمولی
بحر العلوم والخادمی۔
اربعة مسالک للعبارات فی
ذلک تحقیق المصنف بالتوفیق
فیہا۔
صنف دوم بہتی چیزیں والکلام
مع الدرر وعبد الحلیم والامام
۵۱۴ الزیلعی۔ ۵۸۵
قسم دوم جن سے وضو صحیح نہیں و الکلام
۵۲۱ مع الہدایة والدرر والشرنبلالی
وحسن العجیمی وعبد الحلیم و
الخادمی ونوح افندی والسید ابی
السعود والزیلعی والبحر و
البزازیة۔ ۵۹۶
۵۳۰ المخلوط بالطبخ و ثلثة مسالک
للعبارات فی ذلک و تحقیق المصنف
بالتوفیق والکلام مع الخانیة و
البحر والشامی والبرجندی۔ ۶۱۲
المقابلات والکلام مع شرح
المجمع والغنیة والبحر۔ ۶۲۳
۵۴۳ نوع دیگر ہر دو صنف ۶۲۶
۵۷۱ قسم سوم جن سے جواز وضو میں حکم منقول و
۵۷۳ ضابطہ امام زیلعی کا خلاف ہے والکلام
مع الدرر والامام الزیلعی والسید
ابو السعود والبحر۔ ۶۲۹
صنف اول خشک اشیاء ۶۲۹
۵۷۴ صنف دوم سیال چیزیں ۶۴۸
فصل دوم مطلق و مقید کی تعریف
میں علما کی ۱۲ عبارتیں اور ان کے احسن کا
۵۷۷ بیان والکلام مع الکفایة و
العنایة والبحر والامام الاسبیجابی

Marfat.com

والسمعانی وابن الشلبی والامام صاحب الهدایة وسعدی آفندی وعصام والفتح والعینی والغنیة والحلیة والشامی وعبد الحلیم والخادمی والغزی والسید الشریف۔ ٦٥٢

تحقیق المصنف ان الماء المستعمل والنجس من الماء المطلق **والکلام** مع البحر والشامی وعبد الحلیم والخادمی۔ ٦٦٧

تحقیق المصنف مناط قولی ابی یوسف ومحمد رحمهما الله تعالٰی فی الماء المطلق۔ ٦٧٧

التعریف الرضوی للماء المطلق۔ ٦٧٩

اس تعریف کا دو شعروں میں ضبط۔ ٦٧٩

بحث الاضافات والماء المضاف وسبع عبارات فیه وانتقاء الاحسن **والکلام** مع العنایة والبنایة والبحر والکفایة والدرایة والامام الاجل خواهر زاده **والرد** علی الزاهدی۔ ٦٨٠

فصل سوم متون وغیرہا کے کچھ ضابطے۔ ٦٨٧

آٹھ مسائل اجماعیه ٦٨٧

ضابطہ اتاسم والکلام مع العینی والفتح۔ ٦٩٣

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب المیاہ

(پانیوں کا بیان)

مسئلہ ۲۳ ۲۷ صفر ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بقیہ آب وضو سے کہ برتن میں رہ جائے وضو جائز ہے یا نہیں اور اگر پہلا وضو کرنے میں کچھ پانی ہاتھ سے اُس میں گر پڑا تو کیا حکم ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بقیہ آبِ وضو کہ برتن میں رہ جاتا ہے ماءِ مستعمل نہیں بلکہ وہ پانی ہے جو استعمال سے بچ رہا اُس سے وضو میں کوئی حرج نہیں اور ماءِ مستعمل اگر غیر مستعمل میں مل جائے تو مذہب صحیح میں اُس سے وضو جائز ہے جب تک ماءِ مستعمل غیر مستعمل سے زاید نہ ہو جائے اگرچہ مستعمل پانی دھار بندھ کر گرا ہو، اور بعض نے کہا اس صورت میں بھی مستعمل فاسد کر دے گا اور وضو جائز نہ ہوگا اگرچہ غیر مستعمل زائد ہو مگر ترجیح مذہبِ اول کو ہے۔

فی فتاوی الخلاصة جنب اغتسل فانتضح من غسله شیئ فی انائه لم یفسد علیه الماء اما اذا کان یسیل منه سیلانا افسده وکذا حوض الحمام علی هذا وعلی قول محمد لا یفسده مالم یغلب علیه یعنی لا یخرجه من الطهوریة[1] وفی الدر المختار یرفع الحدث بماء مطلق لا بماء مغلوب بمستعمل بالاجزاء فان المطلق اکثر من النصف جاز التطهیر بالکل والا لا علی ما حققه فی البحر والنهر والمنح اھ[2] ملتقطا واللّٰه تعالٰی اعلم وعلمه اتم واحکم۔

فتاوٰی خلاصہ میں ہے اگر جُنبی شخص کے جسم سے بوقتِ غسل کچھ چھینٹے برتن میں گر گئے تو پانی ناپاک نہ ہوگا، ہاں اگر باقاعدہ بہ کر پانی گرا تو ناپاک ہوگا اور حمام کے حوض کا بھی یہی حکم ہے اور امام محمد کا قول ہے کہ صرف اُسی وقت ناپاک ہوگا جب وہ پاک پانی پر غالب ہو جائے اور دُرِّ مختار میں ہے کہ مطلق پانی سے حَدَث کو زائل کرے نہ کہ اُس پانی سے جس پر مستعمل پانی غالب ہو اگر مطلق پانی آدھے سے زائد ہو تو کل سے پاکی حاصل کرنا جائز ہے ورنہ نہیں، بحر، نہر اور منح میں یہی تحقیق ہے اھ ملتقطا۔ (ت)

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الطہارۃ ۱/۸

[2] الدر المختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۴

Marfat.com

مسئلہ ۲۴ از غازی آباد ضلع میرٹھ محلہ باغ۔ مرسلہ حامد حسن صاحب ۵ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

استنجا[1] (یعنی پیشاب پاخانے کے بچے ہوئے پانی سے وضو جائز ہے یا نہیں اور وضو کی حرمت میں اس وجہ سے کچھ فرق تو نہیں آتا یا کیا؟ بینوا توجروا

الجواب

جائز ہے اور اس میں حرمتِ وضو کا کچھ خلاف نہیں کہ یہ پانی استعمال میں نہ آیا کما لایخفی واللہ اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۲۵ ۲۰ جمادی الاخری ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پانی بارش کا جو خاص شہر میں برستا ہے اور نالی وغیرہ دھو کر باہر چلا جاتا ہے پاک ہے یا نہیں، اُس سے وضو درست ہے یا نہیں، اُس پانی کو جاری کہیں گے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

جس[2] وقت بارش ہو رہی ہے اور وُہ پانی بَہ رہا ہے ضرور آب جاری ہے اور وُہ ہرگز ناپاک نہیں ہو سکتا جب تک نجاست کی کوئی صفت مثلاً بُو یا رنگ اُس میں ظاہر نہ ہو صرف نجاستوں پر اس کا گزرتا ہُوا جانا اُس کی نجاست کا موجب نہیں فان الماء الجاری یطھر بعضہ بعضا (جاری پانی کا ایک حصّہ دوسرے کو پاک کر دیتا ہے۔ت) رہا اُس سے وضو، اگر کسی نجاست مرئیہ کے اجزا اُس میں ایسے بہتے جا رہے ہیں کہ جو حصہ پانی کا اُس سے لیا جائے ایک آدھ ذرّہ اس میں بھی آئے گا جب تو یقیناً حرام و ناجائز ہے وضو نہ ہوگا اور بدن ناپاک ہو جائے گا کہ حکم طہارت بوجہ جریان تھا جب پانی برتن یا چُلّو میں لیا جریان منقطع ہوا اور نجاست کا ذرّہ موجود ہے اب پانی نجس ہو گیا اور اگر ایسا نہیں جب بھی بلاضرورت اُس سے احتراز چاہیے کہ نالیوں کا پانی غالباً اجزائے نجاست سے خالی نہیں ہوتا اور عام طبائع میں اُس کا استقذار یعنی اُس سے تنفر اُس سے گھن کرنا اُسے ناپسند رکھنا ہے اور ایسے امر سے شرعاً احتراز مطلوب، احادیث میں ہے:

ایاک وما یسوء الاذن[1] ایاک وما یعتذر منہ[2] بشروا ولا تنفروا[3]۔

بُری بات سننے سے بچو اور اس بات سے کہ بعد میں عذر کی ضرورت ہو خوشخبری سناؤ نفرت نہ پھیلاؤ۔ (ت)

اور اگر بارش ہو چکی اور پانی ٹھہر گیا اور اب اُس میں بعض اجزائے نجاست ظاہر ہیں یا نالی کے پیٹ میں نجاست کی

---

[1] مسند امام احمد عن ابی الغادیہ مطبوعہ بیروت ۴/۷۶

[2] جامع الصغیر مع فیض القدیر " ۳/۱۱۷

[3] جامع للبخاری کتاب العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶

Marfat.com

رنگت یا بُو تھی اور بارش اتنی نہ ہوئی کہ اُسے بالکل صاف کردیتی انقطاع کے بعد وہ رنگ یا بُو ہنوز باقی ہے تو اب یہ پانی ناپاک ہے اور اگر نالی صاف تھی یا مینہ نے بالکل صاف کردی اور پانی میں بھی کوئی جزء نجاست محسوس نہیں تو پاک ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶ ۱۱ صفر ۱۳۰۹ھ

جناب مولوی صاحب قبلہ! ایک حوض ساڑھے سات گز لمبا اور ساڑھے سات گز چوڑا اور ڈیڑھ گز گہرا اگر اُس میں چار برس کا بچہ موت دے تو ناپاک ہوگیا یا پاک رہا۔ خاکسار عزیز اللہ

الجواب

پاک رہا کہ اس کی مساحت (قطر) دہ در دہ یعنی سَو ہاتھ کے دونے سے بھی پچیس[۵] ہاتھ زائد ہے والعبرۃ بذراع الکرباس تیسیرا والسلام واللہ تعالٰی اعلم۔ (اور اعتبار عام استعمال ہونے والے گز کا ہے لوگوں کی آسانی کے لیے۔ ت)

مسئلہ ۲۷ ۲۹ رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک حوض دہ در دہ ہے سنّیوں میں یا شیعوں میں اور اُس میں کُتّا یا سُوئر پانی پی گیا ہو آیا اس سے وضو یا پینا چاہئے یا نہیں یا پیشاب یا پاخانہ پھر گیا ہو، پاک رہا یا نہیں۔ بیّنوا توجروا

الجواب

امرِ آب[۲] میں ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مذہب تمام مذاہب سے زیادہ احتیاط کا ہے آب جاری تو بالاجماع نجس نہیں ہوتا جب تک نجاست سے اُس کا رنگ یا بُو یا مزہ نہ بدلے یا ایک قول پر اُس کا نصف یا اکثر نجاست مرئیہ پر ہوکر گزرے اور غیر جاری میں ہمارے ائمہ ثلٰثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے ظاہر الروایۃ کا محصل یہ ہے کہ اگر یہاں نجاست پڑی ہے اور ظن غالب ہو کہ اس جگہ وضو کیجئے تو اُتنی دُور کا پانی فوراً زیر وزبر ہونے لگے گا تو وہاں کا پانی ناپاک ہوا اُس سے وضو وغیرہ سب جائز ہے۔

فی ردالمحتار قال فی البدائع والمحیط اتفقت الروایۃ عن اصحابنا المتقدمین انہ یعتبر بالتحریک وھو ان یرتفع وینخفض من ساعتہ لابعد المکث ولا یعتبر اصل الحرکۃ وفی التتارخانیۃ انہ المروی عن ائمتنا الثلثۃ فی الکتب المشھورۃ اھ وھل المعتبر حرکۃ الغسل

ردالمحتار میں ہے کہ بدائع اور محیط میں فرمایا کہ ہمارے اصحاب متقدمین سے یہ روایت متفق ہے کہ ہلانے کا اعتبار ہوگا، یعنی اُسی وقت پانی میں نشیب وفراز پیدا ہو نہ یہ کہ تھوڑی دیر بعد، اور اصل حرکت کا اعتبار نہ ہوگا تاتارخانیہ میں ہے کہ یہی ہمارے ائمہ ثلٰثہ سے کتب مشہورہ میں منقول ہے اھ اب اس میں اختلاف ہے کہ آیا

Marfat.com

او الوضوء او الید روایات ثانیها اصح لانہ الوسط کما فی المحیط والحاوی القدسی وتمامہ فی الحلیۃ وغیرھا[1] الخ وفی الدر المختار والمعتبر اکبر رای المبتلی بہ فان غلب علی ظنہ عدم خلوص النجاسۃ الی الجانب الاٰخر جاز والا لا ھذہ ظاھر الروایۃ وھو الاصح کما فی الخانیۃ وغیرھا وحقق فی البحر انہ المذھب[2] اھ ملخصا

غسل کی حرکت مراد ہے یا وضو کی یا ہاتھ کی۔ دوسری روایت اصح ہے کیونکہ وہ درمیانی ہے، جیسا کہ المحیط والحاوی القدسی میں ہے اور مکمل بحث حلیہ وغیرہ میں ہے الخ اور دُرِ مختار میں ہے کہ جو پانی استعمال کر رہا ہے اسی کا ظن غالب معتبر ہے، اور اگر اس کا غالب گمان یہ ہے کہ پانی کے دوسرے حصے تک نجاست نہیں پہنچی ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں، یہی ظاہر روایت ہے اور یہی اصح ہے کما فی الخانیۃ وغیرہا اور بحر میں تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ یہی مذہب ہے اھ ملخصا

پھر ائمہ متاخرین نے اُسے دہ در دہ سے اندازہ فرمایا اور تیسیراً آبِ جاری کے حکم میں قرار دیا کہ جمیع جوانب سے وضوء وغیرہ روا جب تک پانی نجاست کا اثر نہ لے لے۔

فی الدر المختار لکن فی النھر وانت خبیر بان اعتبار العشر اضبط ولا سیما فی حق من لا رای لہ من العوام فلذا افتی بہ المتاخرون الاعلام[3] الخ وفی رد المحتار ذکر بعض المحشین عن شیخ الاسلام العلامۃ سعد الدین الدیری فی رسالتہ القول الراقی انہ حقق فیھا ما اختارہ اصحاب المتون من اعتبار العشر ورد فیھا علی من قال بخلافہ رداً بلیغا واورد نحو مائۃ نقل ناطقۃ بالصواب ولا یخفی ان المتاخرین الذین افتوا بالعشر کصاحب الھدایۃ و قاضی خان وغیرھما من اھل الترجیح

اور دُرِ مختار میں یہ ہے کہ "لیکن نہر میں ہے کہ دس ہاتھ کا اعتبار مسئلہ کو زیادہ منضبط کر دیتا ہے، خاص طور پر عوام کے لیے جو ذاتی رائے نہیں رکھتے ہیں اس لئے متاخرین علمائے نے اسی پر فتوٰی دیا ہے، اور رد المحتار میں بعض حاشیہ نگاروں نے شیخ الاسلام علامہ سعد الدین الدیری سے انکے رسالہ "القول الراقی" سے نقل کیا ہے کہ ان کی تحقیق وہی ہے جو اصحاب متون نے لکھا ہے یعنی دس ہاتھ کا اعتبار کیا جائے گا، اور جن حضرات نے اس کے برعکس لکھا ہے ان پر آپ نے ردِّ بلیغ کیا ہے، اس پر انہوں نے ایک سو نقول صحیحہ پیش کی ہیں، اور یہ ظاہر ہے کہ وہ متاخرین جنہوں نے

---

[1] رد المحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۱
[2] الدر المختار " مجتبائی دہلی ۱/۳۶
[3] ایضاً

Marfat.com

هم اعلم بالمذهب منا فعلینا اتباعهم ویؤیده ماقدمه الشارح فی رسم المفتی واما نحن فعلینا اتباع مارجحوه وصححوه کما لو افتونا فی حیاتهم[1] اھ وفیه قال فی الفتح وعن ابی یوسف انه کالجاری لایتنجس الا بالتغیر وهو الذی ینبغی تصحیحه فینبغی عدم الفرق بین المرئیة وغیرها لان الدلیل انما یقتضی عند الکثرة عدم التنجس الا بالتغیر من غیر فصل[2] اھ وفی مراقی الفلاح به اخذ مشایخ بلخ توسعة علی الناس والتقدیر بعشر هو المفتی به[3] اھ وفی حاشیته للعلامة الطحطاوی لافرق بین موضع الوقوع وغیره وبین نجاسة ونجاسة وینبغی تصحیحه کما فی الفتح وهو المختار کما قاله العلامة قاسم وعلیه الفتوی کما فی النصاب[4] اھ واللّٰه سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

دس میں ہاتھ پر فتوٰی دیا ہے، جیسے صاحبِ ہدایہ اور قاضی خان وغیرہما اہلِ ترجیح سے ہیں، وہ ہم سے زائد مذہب کے جاننے والے ہیں، لہذا ہم پر واجب ہے کہ ہم ان کی پیروی کریں، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے جو شارح نے رسم المفتی میں کہا ہے کہ "ہم لوگوں پر اس کی اتباع لازم ہے جس کو انہوں نے راجح اور صحیح قرار دیا ہے بالکل اسی طرح جس طرح وہ اپنی زندگی میں فتوٰی دیتے تو ہم پر اتباع لازم تھا"، اور اسی میں ہے کہ فتح میں فرمایا" اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ یہ جاری پانی کی طرح ہے، بغیر تغیّر کے ناپاک نہ ہوگا اور اس کی تصحیح کی جانی چاہیے تو نجاست مرئیہ اور غیر مرئیہ کے درمیان فرق نہ ہونا چاہیے کیونکہ دلیل کا تقاضا یہ ہے کہ کثیر پانی سوائے تغیر کے ناپاک نہ ہو اھ اور مراقی الفلاح میں ہے کہ اسی پر ہمارے مشایخ بلخ نے لوگوں پر فراخی کے لیے فتوٰی دیا ہے اور دس ہاتھ کا قول ہی مفتٰی بہ ہے، اور اس کے حاشیہ میں علامہ طحطاوی نے لکھا کہ نجاست کے گرنے کی جگہ اور دوسری جگہ میں فرق نہیں، اسی طرح ایک نجاست اور دوسری نجاست میں فرق نہیں، اور اس کی تصحیح کی جانی چاہیے کما فی الفتح، اور یہی مختار ہے، جیسا کہ علامہ قاسم نے فرمایا وعلیہ الفتوٰی کما فی النصاب (اسی پر فتوی ہے جیسا کہ نصاب میں ہے) اھ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔ ت

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۱

[2] ایضاً ۱/۱۴۰

[3] مراقی الفلاح الطہارۃ نور محمد کراچی ص ۱۶

[4] طحطاوی علی مراقی الفلاح الطہارۃ نور محمد کراچی ص ۱۶

Marfat.com

فتوی مسمّٰی بہ

اَلطِّرْسُ المُعَدَّل فی حَدِّ الماءِ المُستعمَل ۱۳۲۰

استعمال شدہ پانی کی تعریف میں منصف صحیفہ (رسالہ) (ت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

مسئلہ ۲۸ ۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آبِ مستعمل کی کیا تعریف ہے بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حَمدا لمن جعل الطھور غاسل اٰثامنا فطَھّر ارواحنا باسالۃ الماء علی اجسامنا فیاٰلہ من منۃ واَفضل الصلاۃ وازکی السلام علی من طھرنا من الانجاس واَدام دیم نعمہ علینا حتی نقانا من الادناس وعلی اٰلہ وصحبہ واھل السنۃ اٰمین۔

اقول وباللہ التوفیق مائے مستعمل (ف۱) وہ قلیل پانی ہے جس نے یا تو تطہیر نجاست حکمیہ سے کسی واجب کو ساقط کیا یعنی انسان کے کسی ایسے پارۂ جسم کو مس کیا جس کی تطہیر وضو یا غسل سے بالفعل لازم تھی یا ظاہر بدن پر اُس کا استعمال خود کارِ ثواب تھا اور استعمال کرنے والے نے اپنے بدن پر اُسی امرِ ثواب کی نیت سے استعمال کیا اور یُوں اسقاطِ واجب تطہیر یا اقامتِ قربت کرکے عضو سے جُدا ہوا اگرچہ ہنوز کسی جگہ مستقر نہ ہوا بلکہ روانی میں ہے اور بعض نے زوالِ حرکت وحصولِ استقرار کی بھی شرط لگائی۔ بعونہٖ تعالٰی دونوں مذہب پر حدِ جامع مانع ہے کہ ان سطروں کے سوا کہیں نہ ملے گی۔ اب فوائد قیود سنیے:

(۱) آبِ کثیر یعنی دَہ در دَہ یا جاری پانی میں محدث وضو یا جنب غسل کرے یا کوئی نجاست ہی دھوئی جائے تو پانی نہ نجس ہوگا نہ مستعمل (ف۲) لہٰذا قلیل کی قید ضرور ہے۔

(۲) محدث نے تمام یا بعض اعضائے وضو دھوئے اگرچہ بے نیت وضو محض ٹھنڈ یا میل وغیرہ جُدا کرنے کے لیے یا اُس نے اصلاً کوئی فعل نہ کیا نہ اُس کا قصد تھا بلکہ کسی دوسرے نے اُس پر پانی ڈال دیا جو اُس کے کسی ایسے عضو پر گزرا جس کا وضو یا غسل میں پاک کرنا ہنوز اُس پر فرض تھا مثلاً محدث کے ہاتھ یا جُنب کی پیٹھ پر تو ان سب صورتوں میں شکلِ اول کے سبب پانی مستعمل ہوگیا کہ اس نے محلِ نجاست حکمیہ سے مس کرکے اُتنے ٹکڑے کی تطہیرِ واجب کو ذمہ

Marfat.com

مکلف سے ساقط کرنا اگرچہ پچھلی صورتوں میں ہنوز حکم تطہیر دیگر اعضا میں باقی ہے اور پہلی میں تو یعنی جبکہ تمام اعضا دھو لیے فرض تطہیر پورا ہی ذمہ سے اُتر گیا۔

تنبیہ پانی کوئی یا بڑے مٹکے کے سوا کہیں نہیں وہ برتن جھکانے کے قابل نہیں چھوٹا برتن مثلاً کٹورا ایک ہی پاس تھا وہ اسی برتن میں گر کر ڈوب گیا کوئی بچہ یا باوضو آدمی ایسا نہیں جس سے کہہ کر نکلواتے اب مجبوری محدث خود ہی ہاتھ ڈال کر نکالے گا یا چھوٹا برتن سرے سے ہے ہی نہیں تو ناچار چُلّو لے کر ہاتھ دھوئے گا ان دونوں صورتوں میں بھی اگرچہ شکل اول اعنی اسقاط واجب تطہیر پائی گئی مگر ضرورۃً معاف رکھی گئی ہیں بے ضرورت ایسا کرے گا تو پانی کل یا بعض بالاتفاق مستعمل ہو جائے گا اگرچہ ایک قول پر قابل وضو رہے۔ بیان اس کا یہ ہے کہ محدث یعنی بے وضو یا حاجت غسل والے کا وہ عضو جس پر سے ہنوز حکم تطہیر ساقط نہ ہوا اگرچہ کتنا ہی کم ہو مثلاً پورا یا ناخن اگر قلیل پانی سے مس کرے تو ہمارے علما کو اختلاف ہے بعض کے نزدیک وہ سارا پانی مستعمل ہو جاتا ہے اور قابل وضو و غسل نہیں رہتا اور بعض کے نزدیک صرف اتنا مستعمل ہوا جس قدر اُس پارۂ بدن سے ملا باقی آس پاس کا پانی جو اُس عضو کی محاذات میں ہے اور اُس سے مس نہ ہوا مستعمل نہ ہوا یوں ہی وہ تمام پانی کہ اُس عضو کے پہنچنے کی جگہ سے نیچے ہے اُس پر بھی حکم استعمال نہ آیا۔ اس قول پر مٹکے یا کوئی میں کہنی تک ہاتھ ڈالنے سے بھی پانی قابل طہارت رہے گا کہ ظاہر ہے جو پانی ہاتھ کے آس پاس اور اُس سے نیچے رہا وہ اس حصے سے بہت زاید ہے جس نے ہاتھ سے مس کیا اور جب غیر مستعمل پانی مستعمل سے زاید ہو تو پانی قابل وضو و غسل رہتا ہے مثلاً لگن میں وضو کیا اور وہ پانی ایک گھڑے بھر آب غیر مستعمل میں ڈال دیا تو یہ مجموع قابل وضو ہے کہ مستعمل نامستعمل سے کم ہے اسی پر قیاس کر کے ان بعض نے ہاتھ ڈالنے کا حکم رکھا کہ مستعمل تو اُتنا ہی ہُوا جتنا ہاتھ کو لگا باقی کہ الگ رہا اُس پر غالب ہے اور فریق اول نے فرمایا کہ پانی ایک متصل جسم ہے اس کے بعض سے ملنا کُل سے ملنا ہے لہذا ناخن کی نوک یا پورے کا کنارہ لگ جانے سے بھی کل مٹکا مستعمل ہو جائے گا۔ یہ دو قول ہیں اور فریق اول ہی کا قول احتیاط ہے بہر حال اتنے میں فریقین متفق ہیں کہ بے ضرورت چُلّو لینے یا ہاتھ ڈالنے سے پانی مستعمل ہو جائے گا اگرچہ بعض تو ہماری تعریف اس قول پر بھی ہر طرح جامع مانع ہے۔

(۳) باوضو آدمی نے بہ نیت ثواب دوبارہ وضو کیا۔

(۴) سمجھ وال نابالغ نے وضو بقصد وضو کیا۔

(۵) حائض و نفسا کو جب تک حیض و نفاس باقی ہے وضو و غسل کا حکم نہیں مگر انھیں مستحب ہے کہ نماز پنجگانہ کے وقت اور اشراق و چاشت و تہجد کی عادت رکھتی ہو تو ان وقتوں میں بھی وضو کر کے کچھ دیر یادِ الٰہی کر لیا کرے کہ عبادت کی عادت باقی رہے۔ انھوں نے یہ وضو کیا۔

Marfat.com

(۶) پاک آدمی نے ادائے سنّت کو جمعے یا عیدین یا عرفے یا احرام یا اور اوقات مسنونہ کا غسل یا میت کو غسل دینے کا وضو یا غسل کیا۔

(۷) باوضو نے کھانے کو یا کھانا کھا کر بہ نیت ادائے سنّت ہاتھ دھوئے یا کُلّی کی۔

(۸) وضوئے فرض یا نفل میں جو پانی کُلّی یا ناک میں پہنچانے میں صرف ہوا۔

(۹) کچھ اعضا دھو لیے تھے خشک ہو گئے سنت موالات کی نیت سے انھیں پھر دھویا ان سب صورتوں میں شکل دوم کے سبب مستعمل ہو جائے گا اگرچہ اسقاط واجب نہ کیا اقامت قربت کی میت کو نہلا کر غسل کرنا بھی مستحب ہے کما فی الدر وغیرہ۔

(۱۰) میت کے بارے میں علماء مختلف ہیں جمہور کے نزدیک موت نجاست حقیقیہ ہے اس تقدیر پر تو وہ پانی کہ غسل میت میں صرف ہوا مائے مستعمل نہیں بلکہ ناپاک ہے اور بعض کے نزدیک نجاست حکمیہ ہے بحرالرائق وغیرہ میں اسی کو اصح کہا اس تقدیر پر وہ پانی بھی مائے مستعمل ہے اور ہماری تعریف کی شق اول میں داخل کہ اس نے بھی اسقاط واجب کیا۔

اقول ولہذا ہم نے انسان کا پارہ جسم کہا نہ مکلف کا کہ میت مکلف نہیں۔ اور تطہیر لازم تھی کہا نہ یہ کہ اس کے ذمے پر لازم تھی کہ یہ تطہیر میت کے ذمے پر نہیں احیا پر لازم ہے۔

(۱۱) یوں ہی غسل میت کا دوسرا اور تیسرا پانی بھی آبِ مستعمل ہو گا کہ اگرچہ پہلے پانی سے اسقاط واجب ہو گیا مگر غسلِ میت میں تثلیث بھی قربت مطلوبہ فی الشرع ہے۔

اقول ولہذا ہم نے شق دوم میں بھی بدن انسان مطلق رکھا۔

(۱۲) وضو علی الوضوء کی نیت سے دوسرے کو کہا مجھے وضو کرا دے اُس نے بے نیت ثواب اُس کے اعضائے وضو دھو دیے پانی مستعمل ہو گیا کہ جب اس کے امر سے ہے اور اس کی نیت قربت کی ہے تو وہ اسی کا استعمال قرار پائے گا الا تری انہ لو فعل ذلک محدث ونوی فقد اتی بالما مور بہ مع ان امرفا غسلوا وامسحوا انما کان علیہ (جیسا کہ اگر بے وضو ایسا کرے اور نیت کرے تو ماموربہ کو بجا لانے والا ہو گا جو فاغسلوا وامسحوا سے اس پر لازم تھا۔ت)

(۱۳) باوضو آدمی نے اعضا ٹھنڈے کرنے یا میل دھونے کو وضو بے نیت وضو علی الوضو کیا پانی مستعمل نہ ہو گا کہ اب نہ اسقاط واجب ہے نہ اقامت قربت۔

(۱۴) معلوم تھا کہ عضو تین بار دھو چکا ہوں اور ہنوز پانی خشک بھی نہ ہوا تھا بلا وجہ چوتھی بار اور ڈالا یہ بھی قربت نہیں بلکہ خلاف ادب ہے۔

(۱۵) ہاں اگر شک ہو کہ دو بار دھویا یا تین بار یوں تیقن تثلیث کے لیے پانی پھر ڈالا تو مستعمل ہو جائیگا

Marfat.com

اگرچہ واقع میں چوتھی بار ہو۔

(۱۶) جسے حاجتِ غسل نہیں اُس نے اعضائے وضو کے سوا مثلاً پیٹھ یا ران دھوئی۔

(۱۷) باوضو نے کھانا کھانے کو یا کھانے سے بعد یا ویسے ہی ہاتھ منہ صاف کرنے کو ہاتھ دھوئے کُلّی کی اور ادائے سنّت کی نیت نہ تھی مستعمل نہ ہوگا کہ حدث و قربت نہیں۔

(۱۸) باوضو نے صرف کسی کو وضو سکھانے کی نیت سے وضو کیا مستعمل نہ ہوا کہ تعلیم وضو اگرچہ قربت ہے مگر وضو سکھانے کو وضو کرنا فی نفسہٖ قربت نہیں سکھانا قربت ہے اور وہ زبان سے بھی ممکن ولہذا ہم نے قید لگائی کہ وہ استعمال خود کارِ ثواب ہو فعل فی نفسہ مطلوب فی الشرع ولو مقصودا لغیرہ کالوضوء (فعل فی نفسہٖ مطلوب فی الشرع ہے اگرچہ مقصود بغیرہ ہو جیسے وضوء ہے۔ ت) (۱۹) کوئی پاک کپڑا وغیرہ دھویا۔

(۲۰ و ۲۱) کسی جانور یا نابالغ بچّے کو نہلایا اور ان کے بدن پر نجاست نہ تھی اگرچہ وُہ جانور غیر ماکول اللحم ہو جیسے بلّی یا چوہا حتی کہ مذہب راجح میں کُتّا بھی جبکہ پانی اُن کے لعاب سے جُدا رہا ————

اگرچہ یہ نہلانا اُن کے دفع مرض یا شدتِ گرما میں ٹھنڈ پہنچانے کو بہ نیت ثواب ہو مستعمل نہ ہوگا۔

اقول کپڑا برتن جانور اور ان کے امثال تو بدن انسان کی قید سے خارج ہوتے اور نابالغ کو نہلانا مثل وضوئے تعلیم خود قربت نہیں کہ بچّوں کے نہلانے کا کوئی خاص حکم شرع میں آیا ہاں انھیں بلکہ ہر مسلمان و جاندار کو نفع و آرام پہنچانے کی ترغیب ہے یہ امور عادیہ اُس حکم کی نیت سے کلیہ محمودہ کے نیچے آکر قربت ہو سکتے ہیں مگر موجب استعمال وہی فعل ہے جو بذاتِ خود قربت و مطلوب شرع ہو۔

(۲۲) حائض و نفساء نے قبل انقطاع دم بے نیت قربت غسل کیا پانی مستعمل نہ ہوگا کہ اس نے اگرچہ انسان کے جسم کو مس کیا جس کی تطہیر غسل سے واجب ہوگی مگر ابھی لازم نہیں بعد انقطاع لزوم ہوگا۔

اقول ولہذا ہم نے بالفعل کی قید لگائی۔

(۲۳) ناسمجھ بچّے نے وضو کیا جس طرح دو تین سال کے اطفال ماں باپ کو دیکھ کر بطور نقل و حکایت افعال وضو نماز کرنے لگتے ہیں پانی مستعمل نہ ہوگا کہ نہ قربت نہ حدث۔

(۲۴) وضو کرنے میں پانی کو جب تک اُسی عضو پر بہ رہا ہے حکم استعمال نہ دیا جائے گا ورنہ وضو محال ہو جائے بلکہ جب اُس عضو سے جُدا ہوگا اس وقت مستعمل کہا جائے گا اگرچہ ہنوز کہیں مستقر نہ ہوا ہو مثلاً منہ دھونے میں کلائی پہ پانی لیا اور وہی پانی کہ مُنہ سے جُدا ہو کر آیا کلائی پر بہالیا جمہور کے نزدیک کافی نہ ہوگا کہ مُنہ سے منفصل ہوتے ہی حکم استعمال ہوگیا ہاں جن بعض کے یہاں استقرار شرط ہے اُن کے نزدیک کافی ہے کہ ابھی مستعمل نہ ہوا اور غسل میں سارا بدن عضو واحد ہے تو سر کا پانی کہ پاؤں تک بہتا جائے جس جس جگہ گزرا سب کو پاک کرتا جائے گا۔

Marfat.com

(۲۵) اقول نجاست میں حکمیہ کی تقیید کا فائدہ ظاہر ہے کہ جو پانی نجاست حقیقیہ کے ازالہ میں صرف ہو ہمارے نزدیک مطلقاً ناپاک ہو جائے گا نہ کہ مستعمل۔

(۲۶) اقول ہم نے پانی کو مطلق رکھا اور خود رفع نجاست حکمیہ و اقامت قربت ہائے مذکورہ سے واضح کہ پانی سے مائے مطلق مراد ہے تو شوربے یا دودھ کی لسّی یا نبیذ تمر سے اگر وضو کرے وہ مستعمل نہ ہونگے کہ ان سے وضو ہی نہ ہوگا تو مستعمل کیا ہو۔

(۲۷) خود نفس جنس یعنی پانی نے دودھ سرکہ گلاب کیوڑے وغیرہا[1] کو خارج کر دیا کہ اُن سے وضو کرے تو مستعمل نہ ہوں گے اگرچہ بے وضو ہو اگرچہ جنب ہو اگرچہ نیت قربت کرے کہ غیر آب نجاست حکمیہ سے اصلا تطہیر نہیں کر سکتا۔

تنبیہ اگر کہیے ۲۶ و ۲۷ کا ثمرہ کیا ہے کہ مستعمل ہونے سے ہمارے نزدیک شے نجس نہیں ہو جاتی صرف نجاست حکمیہ دُور کرنے کے قابل نہیں رہتی یہ قابلیت ان اشیاء میں پہلے بھی نہ تھی تو اُن کو مستعمل نہ ماننے کا فائدہ کیا ہوا۔

اقول اول تو یہی فائدہ بہت تھا کہ مستعمل نہ ہونے سے ان کی طہارت متفق علیہ رہے گی کہ مستعمل کی طہارت میں ہمارے ائمہ کا اختلاف ہے اگرچہ صحیح طہارت ہے۔

ثانیا مستعمل اگرچہ طاہر ہے مگر قذر ہے مسجد میں اُس کا ڈالنا ناجائز ہے ان اشیاء کو مستعمل نہ بنانے سے یہ معلوم ہوا کہ مثلاً جس گلاب[2] سے کسی نے وضو کیا اُسے مسجد میں چھڑک سکتے ہیں کہ وہ مستعمل نہ ہوا۔

بالجملہ یہ وہ نفیس و جلیل جامع و مانع و شافی و نافع تعریف مائے مستعمل ہے کہ بفضلِ الٰہی خدمت کلمات علمائے کرام سے اس فقیر پر القا ہوئے وللہ الحمد۔ سہولتِ حفظ کے لیے فقیر اسے نظم کرتا اور برادران دینی سے دعائے عفو و عافیت کی طمع رکھتا ہے ؎

مائے[3] مستعمل کہ طاہر نا مطہر وصف اوست ۔۔۔ جامع و مانع حداو[4] ز رضا دو حرف شد

مطلقے کو واجبے یا سنتے زحدثے کاست یا ۔۔۔ بر بشر در قربت مطلوبہ عیناً صرف شد

راکدے[5] کانسان جدا شد از بدن مستعمل ست ۔۔۔ لیک نزد بعض چوں قائم بجا یا ظرف شد

دو شعر اخیر میں وہ تمام تفاصیل آگئیں جو یہاں تک مذکور ہوئیں اور یہ بھی کہ راجح قول اول ہے یعنی بدن سے جدا ہوتے ہی مستعمل کا حکم دیا جائے گا کسی جگہ مستقر ہونا شرط نہیں۔ اب عبارات علماء اور بعض مسائل مذکورہ میں اپنی تحقیق مفرد ذکر کریں و باللہ التوفیق۔ تنویر الابصار و دُرمختار و ردالمحتار میں ہے:

لا یجوز بماء استعمل لاجل قربۃ ای ثواب ولو ۔۔۔ وضو اُس پانی سے جائز نہیں جس کو بطور ثواب استعمال کیا گیا ہو

---

[1] ترجمہ: مستعمل پانی جو کہ خود پاک ہوتا ہے اور دوسرے کو پاک نہیں کرتا رضا سے اس کی جامع مانع تعریف دو باتوں میں ہوئی: جس سے مطلقاً حدث زائل ہوا ہو یا قربت مقصودہ کی نیت سے بدن پر استعمال ہوا ہو؛ قلیل پانی جب بدن سے جُدا ہوا تو مستعمل ہو جائیگا لیکن بعض کے نزدیک بدن سے جدا ہو کر کسی جگہ یا ظرف میں اس کا قرار ضروری ہے۔

عہ راکد بمعنے غیر جاری یعنی آب قلیل کہ دَہ در دَہ نباشد ۱۲ (م)

Marfat.com

من مميز[1] (اذا توضأ يريد به التطهير كما في الخانية وظاهره انه لو لم يرد به ذلك لم يصر مستعملا[2]) او حائض لعادة عبادة[3] (قال في النهر قالوا وضوء الحائض يصير مستعملا لانه يستحب لها الوضوء لكل فريضة وان تجلس في مصلاها قدرها كيلا تنسى عادتها وينبغي ان لو توضأت لتهجد عادي او صلاة ضحى ان يصير مستعملا اھ واقره الرملي وغيره ووجهه ظاهر فلذا جزم به الشارح فاطلق العبادة تبعا لجامع الفتاوى[4]) او غسل ميت[5] (ذكون غسالته مستعملة هو الاصح بحر اقول قول العامة واعتمده البدائع ان نجاسة الميت نجاسة خبث لانه حيوان دموي ويجوز عطفه على مميز اي ولو من اجل غسل ميت لانه يندب الوضوء من غسل الميت[6]) او يد لاكل او منه بنية السنة[7] (قيد به في البحر اخذا من قول المحيط لانه اقام به قربة لانه سنة اھ في النهر وعليه ينبغي اشتراطه في كل

اگرچہ اس بچہ نے استعمال کیا ہے جس میں شعور پیدا ہو چکا ہو (جبکہ وضو کیا کہ اس سے اس کا ارادہ پاکی حاصل کرنے کا تھا کما فی الخانیہ اور اس کا ظاہر یہ ہے کہ اگر اس سے طہارت کا ارادہ نہ کیا تو مستعمل نہ ہوگا) یا حائض عبادۃ کی عادت کی وجہ سے (نہر میں ہے کہ فقہاء نے فرمایا حائض کے وضو سے مستعمل ہو جائے گا کہ اس کے لیے ہر فرض کے لیے وضو مستحب ہے اور یہ کہ نماز کی مقدار میں اپنے مصلّی پر بیٹھے تاکہ نماز کی عادت نہ ختم ہو جائے، اور اگر تہجد یا نمازِ چاشت کے لیے اُس نے وضو کیا تو چاہیے کہ وہ پانی مستعمل ہو جائے اھ رَملی وغیرہ نے اس کو برقرار رکھا، اور اس کی وجہ ظاہر ہے، اس لیے اس پر شارح نے جزم کیا اور عبادۃ کو مطلق رکھا جامع الفتاوٰی کی متابعت میں) یا میّت کو غسل دیا (اور اس غسل کے مستعمل پانی کا مستعمل ہونا ہی اصح ہے بحر، میں کہتا ہوں عام فقہاء کا قول یہی ہے، اس پر بدائع نے اعتماد کیا کہ میّت کی نجاست خُبث کی نجاست ہے، کیونکہ میت خون والا جانور ہے، اور اس کا

---

[1] الدر المختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷

[2] رد المحتار باب المیاہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۴۵

[3] الدر المختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷

[4] رد المحتار باب المیاہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۴۵

[5] الدر المختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷

[6] رد المحتار باب المیاہ مصر ۱/ ۱۴۵

[7] در مختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷

Marfat.com

سنۃ کغسل فم وانف اھ قال الرملی ولا تردد فیہ حتی لو لم یکن جنبا وقصد بغسل الفم و الانف مجرد التنظیف لا اقامۃ القربۃ لایصیر مستعملا[۱]) اولرفع حدث کوضوء محدث ولو للتبرد فلو توضأ متوضئ لتبرد او تعلیم او لطین بیدہ لم یصر مستعملا اتفاقا[۲]) اوردان تعلیم الوضوء قربۃ واجاب البحر وتبعہ النھر وغیرہ ان التوضی نفسہ لیس قربۃ بل التعلیم وھو خارج عنہ ولذا یحصل بالقول[۳]) کزیادۃ علی الثلث بلا نیۃ قربۃ[۴]) (ان اراد الزیادۃ علی الوضوء الاول و فیہ اختلاف المشایخ اما لو اراد بھا ابتداء الوضوء صار مستعملا بداھۃ ای اذا کان بعد الفراغ من الوضوء الاول والا لکان بدعۃ کما مر فلا یصیر مستعملا وھذا ایضا اذا اختلف المجلس والا فلانہ مکروہ بحر لکن قدمنا ان المکروہ تکرارہ فی مجلس مرارا[۵]) (عہ) وکغسل نحو فخذ[۶]) (مما لیس من اعضاء الوضوء وھو

علطف ممیز پر جائز ہے یعنی " اگرچہ میت کے غسل کی وجہ سے ہو کیونکہ میت کو نہلانے کے بعد وضو کرلینا مندوب ہے) یا ہاتھ دھونا کھانے کیلئے یا اس سے بہ نیت سنت (بحر میں یہ قید محیط کے قول سے لے کر لگائی ہے کیونکہ اُس نے اس سے عبادت ادا کی ہے اس لیے کہ وہ سنت ہے، اھ اور نہر میں ہے کہ اس بنا پر یہ شرط لگانی چاہئے ہر سنت میں جیسے منہ کا دھونا یا ناک میں پانی ڈالنا ' اھ رملی نے کہا کہ اس میں کوئی تردد نہیں حتی کہ اگر وہ جُنب نہ ہو اور منہ اور ناک کے دھونے سے محض صفائی کا ارادہ کرے نہ کہ قربت کی ادائیگی کا تو پانی مستعمل نہ ہوگا یا حدث کو رفع کرنے کے لیے جیسے بے وضو کا وضو کرنا خواہ ٹھنڈک کے حصول کے لیے ہو، تو اگر کسی باوضو شخص نے ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے، سکھانے کے لیے' یا ہاتھوں کی مٹی چھڑانے کے لیے وضو کیا تو یہ پانی مستعمل نہ ہوگا ' بالاتفاق (اس پر یہ اعتراض وارد کیا گیا ہے کہ وضو کرنے کی تعلیم دینا بجائے خود عبادت ہے ؟ بحر نے اس کا جواب دیا جس کو نہر وغیرہ نے بھی پسند

---

[۱] ردالمحتار باب المیاہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۶

[۲] الدرالمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۷

[۳] ردالمحتار باب المیاہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۶

[۴] الدرالمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۷

عہ قد قدمنا التحقیق فی کل ذلک فی بارق النور فتذکرہ اھ منہ قدس سرہ۔

ہم نے اس کی تحقیق بارق النور میں پہلے بیان کردی ہے اس کو یاد کرلے اھ (ت)

[۵] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۶

[۶] الدرالمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۷

Marfat.com

محدث لاجنب[1] اوثوب طاهر[2] (ونحوه من الجامدات كقدور وثمار قهستانی) او دابة[3] توكل[4] (بحر عن المبتغى قال سيدی عبدالغنی وغيرها كذلك لاتنجس الماء ولا تسلب طهوريته كحمار وفارة وسباع بهائم لم يصل الماء الى فمها اهـ وذكر الرحمتی نحوه[5]) اولاسقاط فرض بان يغسل بعض اعضائه[6] (التي يجب غسلها احترازا عن غسل المحدث نحو الفخذ[7]) او يدخل يده او رجله في حب لغير اغتراف ونحوه[8] (بل لتبرد او غسل يد من طين او عجين فلو قصد الاغتراف ونحوه كاستخراج كوز لم يصر مستعملا للضرورة[9]) فانه يصير مستعملا اذا انفصل عن عضو وان لم يستقر في شيء على المذهب وقيل اذا استقر[10] (في مكان من ارض او كف او ثوب ويسكن عن التحرك وهذا قول طائفة من مشايخ بلخ واختاره فخر الاسلام وغيره وفي الخلاصة وغيرها انه المختار الا ان العامة على الاول وهو الاصح واثر الخلاف يظهر

کیا کہ وضو خود قربت نہیں ہے، ہاں تعلیم قربت ہے اور تعلیم وضو سے الگ شے ہے اس لیے تعلیم صرف قول سے بھی ہو جاتی ہے) جیسے تین مرتبہ سے زاید اعضاءِ وضو کا بلا نیت قربت دھونا (یہ اُس وقت ہے جب اُس کا ارادہ یہ ہو کہ پہلے وضو پر زیادتی کی جائے اور اس میں مشایخ کا اختلاف ہے، اور اگر اس سے وضو کی ابتداء مراد ہو تو اس طرح پانی مستعمل ہو جائے گا، بدائع، یعنی جبکہ پہلے وضو سے فراغت کے بعد ہو ورنہ بدعت ہوگا جیسا کہ گزرا تو مستعمل نہ ہوگا، اور یہ ہی اُس وقت ہے جبکہ مجلس مختلف ہو ورنہ نہیں کیونکہ یہ مکروہ ہے، بحر، لیکن ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ مکروہ اس کا ایک ہی مجلس میں کئی مرتبہ تکرار ہے) اور جیسے ران کا دھونا (جو اعضاءِ وضو سے نہیں ہے حالانکہ وہ بے وضو ہو نہ کہ جُنب ہو) یا پاک کپڑا (اور اسی کی مثل خشک اشیاء جیسے ہانڈیاں اور پھل، قہستانی) یا وہ چوپایہ جس کا گوشت کھایا جاتا ہو (بحر نے اس کو مبتغی سے روایت کیا، سیدی عبدالغنی وغیرہ نے کہا اور اسکے علاوہ بھی پانی ناپاک نہیں کرتے ہیں اور اُس کے پاک کرنے کی صفت کو اُس سے

---

[1] ردالمحتار، باب المياه، مصطفى البابی مصر ۱/۱۴۶ — [2] درمختار، باب المياه، مجتبائی دہلی ۱/۳۷
[3] ردالمحتار " " " — [4] درمختار " " "
[5] ردالمحتار " " " — [6] درمختار " " "
[7] ردالمحتار " " ۱/۱۴۷ — [8] درمختار " " "
[9] ردالمحتار " " " — [10] درمختار " " "

Marfat.com

فیما لو انفصل فسقط علی انسان فاجراہ علیہ صح علی الثانی لا الاول نھر وقد مران اعضاء الغسل کعضو واحد فلو انفصل منہ فسقط علی عضو اٰخر من اعضاء الغسل فاجراہ علیہ صح علی القولین[1] اھ ملتقطا وفی الھندیۃ عن التاتارخانیۃ لو توضأ بالخل او ماء الورد لا یصیر مستعملا عند الکل[2] اھ

سلب نہیں کرتے ہیں' جیسا گدھا، چوہا' اور چوپایوں میں سے درندے جبکہ پانی ان کے منہ تک نہ پہنچے اھ اور رحمتی نے ایسا ہی ذکر کیا) یا کسی فرض کو ساقط کرنے کے لیے مثلاً یہ کہ کسی عضو کو دھوئے) اُن اعضاً میں سے جن کا دھونا لازم ہے، یہ بے وضو شخص کے اپنی ران وغیرہ کو دھونے سے احتراز ہے) یا اپنا ہاتھ یا پیر کسی گڑھے میں ڈالے، اُس سے چلو وغیرہ نہ بھرے دبلکہ ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے یا ہاتھوں کو مٹی سے یا آٹے سے صاف کرنا مقصود، تو اگر چلّو بھرنے کا ارادہ کیا جیسے پانی سے لوٹا نکالنے کے لیے ہاتھ ڈالا تو پانی مستعمل نہ ہوگا کیونکہ یہ ضرورتاً ہے) کیونکہ پانی مستعمل اُس وقت ہوگا جبکہ عضو سے جُدا ہو، اگرچہ کسی چیز پر نہ ٹھہرے، مذہب یہی ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ جبکہ کسی جگہ پر ٹھہرے، (زمین پر یا ہاتھ پر یا کپڑے پر)، اور حرکت کے بعد اس میں سکون پیدا ہوچکا ہو، یہ بلخ کے مشایخ میں سے بعض کا قول ہے اس کو فخر الاسلام وغیرہ نے پسند کیا ہے اور خلاصہ وغیرہ میں ہے کہ یہی مختار ہے، مگر عام علماء پہلے قول پر ہی ہیں اور وہی اصح ہے، اس اختلاف کا اثر اُس صورت میں ہوگا جبکہ پانی جدا ہو کر کسی انسان پر گرے اور وہ اس کو اپنے اوپر جاری کرے تو دوسرے قول پر صحیح ہے نہ کہ پہلے پر' نہر۔ اور یہ گزر چکا ہے کہ اعضاء غسل ایک عضو کی طرح ہیں، تو اگر اُس سے پانی جُدا ہو کر اعضاءِ غسل پر گرا اور اُس نے وہ اُن پر جاری کرلیا تو دونوں اقوال کے مطابق صحیح ہوگا اھ ملتقطا' اور ہندیہ میں تاتارخانیہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر سرکہ سے یا گلاب کے عرق سے وضو کیا تو سب کے نزدیک مستعمل نہ ہوگا اھ۔ ت

تنبیہ قال فی المنیۃ بعد ما عرف المستعمل بماء ازیل بہ حدث او استعمل فی البدن علی وجہ القربۃ ما نصہ امرأۃ غسلت القدر او القصاع لا یصیر الماء مستعملا[3] اھ۔

تنبیہ منیہ میں ماءِ مستعمل کی تعریف میں کہا کہ" وہ پانی جس سے کوئی حَدَث زائل کیا گیا ہو یا بدن پر قربۃ کے طور پر استعمال کیا گیا ہو، پھر فرمایا کہ اگر کسی عورت نے ہانڈی یا بڑا پیالہ دھویا تو پانی مستعمل نہ ہوگا اھ۔ ت

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۷

[2] ہندیۃ فیما لایجوزبہ الوضو نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۳

[3] منیۃ المصلی فی النجاسۃ مکتبہ قادریہ لاہور ص ۱۰۸

Marfat.com

اقول وھو کما تری مطلق یشمل ما اذا نوت بہ اقامۃ سنۃ لاجرم ان قال فی الغنیۃ قولہ فی البدن احتراز عما اذا استعمل فی غیرہ من ثوب ونحوہ بنیۃ القربۃ فانہ لایصیر مستعملا ویتفرع علی ما ذکرنا امرأۃ غسلت القدر او القصاع[1] الخ لکن قال فی الحلیۃ اما القدر و القصاع ونحوھما من الاعیان الطاھرات کالبقول والثمار والثیاب والاحجار فلان الجمادات لایلحقھا حکم العبادۃ اما لو نوت بذلک قربۃ بان غسلتھما من الطعام بقصد اقامۃ السنۃ کان ذلک الماء مستعملا[2] اھ

میں کہتا ہوں یہ مطلق ہے اس میں یہ صورت بھی شامل ہے جبکہ اُس عورت نے اس دھونے سے سنّت کی ادائیگی کا ارادہ کیا ہو، غنیہ میں کہا کہ اُن کا قول "فی البدن" اس صورت سے احتراز ہے جب کپڑے وغیرہ میں استعمال کیا ہو بہ نیت "قربۃ" تو وہ مستعمل نہ ہوگا، اور جو ہم نے ذکر کیا اُس پر یہ تفریع ہوگی کہ کسی عورت نے ہانڈی یا پیالے دھوئے الخ مگر حلیہ میں فرمایا "بہرحال ہانڈی پیالے وغیرہ یعنی پاک اشیاء جیسے سبزیاں، پھل، کپڑے، پتھر، تو اس لیے کہ جمادات پر عبادات کا حکم جاری نہیں ہوتا ہے، اگر ان کے ساتھ قربت کا ارادہ کیا یعنی کھانا لگ جانے کے بعد ان کو بطور سنّت دھویا تو یہ پانی مستعمل ہوجائے گا اھ (ت)

اقول اولاً فیہ بعد ولم یعزہ لاحد وقد قید فی مختصر القدوری والھدایۃ والمنیۃ وغیرھا الاستعمال لقربۃ بکونہ فی البدن واقر علیہ ھذا المحقق ومفاہیم الکتب حجۃ ولذا جعلہ فی الغنیۃ احترازا ومثلہ فی الجوھرۃ النیرۃ حیث قال قولہ فی البدن قید بہ لانہ ماکان من غسالۃ الجمادات کالقدور والقصاع والحجارۃ لایکون مستعملا[3] الخ وثانیا تراھم عن اخرھم یرسلون مسائل الاستعمال فی غیر

میں کہتا ہوں اوّلاً اس میں بُعد ہے، اس کو اُنہوں نے کسی کی طرف منسوب نہیں کیا ہے ہدایہ، مختصر قدوری اور منیہ وغیرہ میں قربت کے استعمال کو بدن میں ہونے کے ساتھ مقید کیا ہے، اور اس محقق نے اسے برقرار رکھا ہے اور کتابوں کے مفاہیم ہمارے لیے حجت ہیں، اور اس لیے غنیہ میں اس کو قید احترازی قرار دیا ہے، اسی کی مثل جوہرہ نیرہ میں ہے وہ فرماتے ہیں ان کا قول "فی البدن" کیونکہ جمادات کا دھوون جیسے ہانڈیاں، پیالے، پتھر کا دھوون، مستعمل نہ ہوگا الخ

---

[1] غنیۃ المستملی فی النجاسۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۵۳ [2] حلیہ
[3] الجوہرۃ النیرۃ الطہارت امدادیہ ملتان ۱/۱۶

Marfat.com

بدن الانسان ارسالا تاما غیر جانحین الی تقییدها بعدم نیۃ القربۃ کمسألۃ غسل الدابۃ المذکورۃ فی المبتغی والفتح والبحر والدر والتتارخانیۃ وغیرھا ومسألۃ الثوب ومسألۃ الاحجار ومسألۃ الثمار ومسألۃ القدور والقصاع ھذہ وغیرھا فاطباقھم علی اطلاقھا یؤذن باتفاقھم علی تقییدھا ببدن الانسان فان کل ذلک یحتمل نیۃ القربۃ کغسل ثوب ابویہ من الوسخ والثمار من الغبار لاکلھما واحجار فرش المسجد للتنظیف الی غیر ذلک فما من مباح الا ویمکن جعلہ قربۃ بنیۃ محمودۃ کما لایخفی علی عالم علم النیات وثالثا ھذا التقیید ھو القضیۃ للدلیل الذی جعل بہ اقامۃ القربۃ مغیرا للماء عن وصف الطھوریۃ اعنی حملہ الاٰثام من البدن المستعمل فیہ فی الھدایۃ قال محمد رحمہ اللہ تعالٰی لایصیر مستعملا الا باقامۃ القربۃ لان الاستعمال بانتقال نجاسۃ الاٰثام الیہ وانھا تزول بالقرب وابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی یقول اسقاط الفرض مؤثر ایضا فیثبت الفساد بالامرین[1] اھ وفی العنایۃ التغیر عندھما ای تغیر الماء وتدنسہ عند الشیخین رضی اللہ تعالٰی عنھما انما یکون بزوال نجاسۃ حکمیۃ عن المحل

ثانیاً فقہاء سب کے سب غیر انسان کے بدن میں استعمال کے مسائل کو مطلق رکھتے ہیں عدمِ نیتِ قربت کی قید نہیں لگاتے ہیں، جیسے گھوڑے کو غسل دینے کا مسئلہ جس کا ذکر مبتغی، فتح، بحر، دُرّ اور تتارخانیہ وغیرہ میں ہے اور کپڑے اور پتھروں کا مسئلہ، پھلوں کا مسئلہ، ہانڈیوں اور پیالوں کا مسئلہ وغیرہا تو اُن تمام فقہا کا ان کو مطلق رکھنے پر اتفاق کرلینا اس امر کی علامت ہے کہ وہ سب کے سب اس کو بدنِ انسانی کے ساتھ مقیّد کرنے پر متفق ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک نیتِ قربت کا احتمال رکھتا ہے، جیسے اپنے والدین کے میلے کپڑوں کا دھونا، اور والدین کے کھلانے کے لیے پھلوں کا دھونا، اور مسجد کے فرش کی صفائی کے لیے دھونا وغیرہ تو ہر مباح کا نیت محمودہ سے قربت کرلینا ممکن ہے، اور نیتوں کا جاننے والا اسے خوب جانتا ہے۔

ثالثاً یہ قید لگانا ہی دلیل کا تقاضا ہے جس کی وجہ سے قربت کی ادائیگی کو پانی کے وصف کو طہوریۃ سے متغیر کردینے والا قرار دیا تھا، یعنی اُس کا بدن سے گناہوں کا دُور کردینا۔

ہدایہ میں ہے کہ امام محمد نے فرمایا پانی قربت کی ادائیگی سے ہی مستعمل ہوتا ہے کیونکہ استعمال کی وجہ گناہوں کا اُس کی طرف منتقل ہونا ہے، اور یہ چیز قربت کی ادائیگی سے ہی ہوتی ہے، اور امام ابویوسف فرماتے ہیں کہ اسقاطِ فرض بھی اس میں مؤثر ہے تو

---

[1] الہدایۃ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۲۲

Marfat.com

وانتقالها الی الماء وقد انتقلت الی الماء ف
الحالین (ای حال اقامة القربة وحال اسقاط
الواجب) کما تقدم من اعتبارها بالنجاسة
الحقیقیة فیثبت فساد الماء بالامرین جمیعا اھ[1]
موضحا ومثله فی البحر عن المحیط حیث قال تغیر
الماء عند محمد باعتبار اقامة القربة به و
عندهما باعتبار انه تحول الیه نجاسة حکمیة
وفی الحالین تحول الی الماء نجاسة حکمیة
فاوجب تغیره[2] اھ وفی التبیین سببه اقامة
القربة او ازالة الحدث به عند ابی حنیفة وابی
یوسف وعند محمد رضی اللّٰه تعالی عنهم
اقامة القربة لاغیر والاول اصح لان الاستعمال
بانتقال نجاسة الحدث او نجاسة الاثام
الیه[3] اھ وقال فی الکافی سؤر الکلب نجس لقوله
صلی اللّٰه تعالی علیه وسلم یغسل الاناء
من ولوغ الکلب ثلثا لا یقال جاز ان یؤمر
بالغسل تعبدا کما امر المحدث بالوضوء لان
الغسل تعبدا لم یشرع الا فی طهارة الصلاة
فانه یقع للّٰه تعالی عبادة والجمادات لا یلحقها
حکم العبادات لانها باعتبار نجاسة الاثام
والجمادات لیست باهل لها لا یقال الحجر

دونوں صورتوں میں فساد ثابت ہوجائے گا اھ اور
عنایہ میں ہے کہ تغیر اُن دونوں کے نزدیک (یعنی
پانی کا بدلنا اور اُس کا میلا ہونا شیخین رضی اللہ عنہما کے
نزدیک) نجاست حکمیہ کا محل سے زائل ہوکر پانی کی طرف
منتقل ہونے کے باعث ہوگا، اور یہ نجاست دونوں
صورتوں میں ہی پانی کی طرف منتقل ہوتی ہے (قربت کی
ادائیگی اور اسقاط فرض دونوں صورتوں میں) جیسا کہ
گزرا کہ اس کو نجاست حقیقیہ پر قیاس کیا گیا ہے، تو
پانی کا فساد دونوں صورتوں میں ثابت ہوجائے گا اھ
اسی قسم کی بات بحر میں محیط سے منقول ہے، وہ فرماتے
ہیں پانی کا تغیر امام محمد کے نزدیک اِس پر مبنی ہے کہ
قربت اُس سے ادا کی گئی ہے، اور شیخین کے نزدیک
اس لیے ہے کہ پانی کی طرف نجاست حکمیہ منتقل ہوتی ہے
اور دونوں حالتوں ہی میں پانی کی طرف نجاست حکمیہ منتقل ہوتی ہے
اس لیے پانی متغیر ہوجائے گا اھ اور تبیین میں ہے
اس کا سبب قربة کا قائم کرنا ہے اور اُس سے حدث کا
زائل کرنا ہے یہ شیخین کے نزدیک ہے، اور امام محمد کے
نزدیک صرف قربت کا ادا کرنا ہے، اور اول اصح ہے
کیونکہ استعمال کا باعث یہ ہے کہ حدث کی نجاست
اُس کی طرف منتقل ہوتی ہے یا گناہوں کی نجاست اس کی
طرف منتقل ہوتی ہے اھ
اور کافی میں ہے کہ کُتّے کا جھوٹا نجس ہے کیونکہ

---

[1] العنایة علی حاشیة فتح القدیر باب الماء الذی یجوز به الوضوء نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۸
[2] بحر الرائق بحث الماء المستعمل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۱
[3] تبیین الحقائق الماء المستعمل بولاق مصر ۱/۲۴

Marfat.com

الذی استعمل فی رمی الجمار یغسل ویرمی ثانیا لاقامة القربة بہ لان الحجر آلة الرمی وقد تتغیر الآلة بنقل نجاسة الآثام الیہا کمال الزکوٰة والماء المستعمل اھ باختصار۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس برتن کو کُتّا چاٹ لے اس کو تین مرتبہ دھویا جائے۔"

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ بھی تو جائز ہے کہ غسل کا حکم تعبّداً دیا جائے جیسے بے وضو کو وضو کا حکم دیا گیا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ غسل تعبّداً صرف نماز کی طہارت کے لیے مشروع ہوا ہے کیونکہ وہ اللہ کی عبادت ہے، اور جمادات کو جمادات کا حکم نہیں ہے، کیونکہ وہ گناہوں کی نجاست کی وجہ سے ہے، اور جمادات گناہوں کے اہل نہیں ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ وہ پتھر جو رمی جمرات میں استعمال ہوا ہو اس کو دھو کر دوبارہ اُسی سے قربت کی ادائیگی کیلئے رمی کی جائے تو کیا حکم ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ پتھر آلۂ رمی ہے اور آلہ اس کی طرف گناہوں کے منتقل ہونے کی وجہ سے متغیر ہو جاتا ہے جیسے زکوٰۃ کا مال اور مستعمل پانی اھ باختصار۔

اقول وبمباحثنا ھذہ ظھر وللہ الحمد ان مطلق الوقایة والنقایة والکنز والغرر والاصلاح والملتقی والتنویر محمول علی مقید الکتاب والھدایة والمنیة ومما یؤیدہ اطباقھم علی اشتراط الانفصال عن العضو للحکم بالاستعمال وانما وقع المقال فی اشتراط القرار بعد الانفصال فشرطہ بعض المشائخ وبہ جزم فی الکنز مخالفا لکافیہ واختارہ الامام فخر الاسلام وغیرہ فی شروح الجامع الصغیر وھو مذھب الامام ابی حفص الکبیر والامام ظھیر الدین المرغینانی و قال فی الخلاصة ھو المختار ورجحہ الاتقانی فی غایة البیان زاعما ان فی عدم اشتراطہ حرجا کما بینہ مع جوابہ فی البحر والمذھب

الحمدللہ ہماری ان بحثوں سے معلوم ہوا کہ وقایہ، نقایہ، کنز، غرر، اصلاح، ملتقی اور تنویر کا اطلاق کتاب (قدوری) ہدایہ اور منیہ کے مقید پر محمول ہے، اور اس کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ ان کا اتفاق ہے کہ پانی کا عضو سے جُدا ہونا اس کے مستعمل ہونے کے لیے شرط ہے۔ اختلاف صرف اس امر میں ہے کہ انفصال کے بعد قرار کی شرط ہے یا نہیں؟ تو بعض مشایخ نے اس کی شرط رکھی ہے اور اسی پر کنز میں جزم کیا ہے جو اسکی اپنی کافی[1] کے خلاف ہے، اور اس کو امام فخر الاسلام نے جامع صغیر کی شروح میں مختار قرار دیا ہے، اور یہی ابوحفص کبیر اور امام ظہیر الدین مرغینانی کا مذہب ہے، اور خلاصہ میں اسی کو مختار قرار دیا ہے، اور غایۃ البیان میں علامہ اتقانی نے اس کو راجح قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس کو شرط نہ کرنے میں حرج ہے

۱؎ کافی

Marfat.com

عندنا هو حكم الاستعمال بمجرد الانفصال و صححه فی الهداية وكثير من الكتب و اعتمده فی الكافی وضعف خلافه وعليه المحققون كما فی الفتح والعامة كما فی البحر بل فی المحيط ان القائل باشتراط الاستقرار الامام سفين الثوری رحمه الله تعالٰی دون اهل المذهب وقد تكفل فی الفتح والبحر برد ما تعلقوا به واشار اليه فی الدرر وبالجملة المذكور فی كلام الفريقين هو الانفصال عن العضو المؤذن بان المراد استعماله فی البدن لا غير[۱] والله تعالٰی اعلم ورابعا محل نظر كون غسل الاوانی بالماء لمجرد اثر الطعام قربة مطلوبة بعينها بل المطلوب هو التنظيف وربما يحصل[۲] بلحس وبخرقة وبغير ماء مطلق والاول اقرب الى التواضع والتأدب بآداب السنة فاخرج الامام[عہ] مسلم فی صحيحه عن جابر رضی الله تعالٰی عنه

جیساکہ انہوں نے اس کو بیان کیا اور اس کا جواب بھی بحر میں دیا' اور ہمارے نزدیک پانی عضو سے جدا ہوتے ہی مستعمل ہو جاتا ہے، اسی کو ہدایہ میں صحیح قرار دیا ہے، اسی طرح بہت سی کتب میں اس کو صحیح کہا ہے، اور کافی میں اس پر اعتماد کیا ہے اور اس کے خلاف کو ضعیف قرار دیا ہے' اور اسی پر محققین ہیں جیسا کہ فتح میں اور عام کتب میں ہے کما فی البحر، بلکہ محیط میں ہے کہ استقرار کی شرط کے قائل امام سفیان ثوری ہیں' اہلِ مذہب نہیں ہیں اور فتح اور بحر میں اِن کے دلائل کا رد کیا ہے اور دُرر میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ فریقین کے کلام میں مذکور عضو سے منفصل ہونا ہے' جس کا مطلب یہ ہے کہ مراد اس کا بدن ہی میں استعمال ہے فقط نہ کہ اسکے غیر میں' واللہ تعالٰی اعلم

رابعاً محلِ نظر یہ امر ہے کہ برتنوں کو محض اس لیے دھونا کہ اُن پر کھانے کا اثر ہے یہی قربت مطلوبہ ہے بلکہ مطلوب صفائی ہے جو کبھی چاٹ کر کبھی کپڑے سے

عہ ترجمۂ احادیث (۱) صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُنگلیاں اور رکابی چاٹنے کا حکم فرماتے اور ارشاد کرتے تمھیں کیا معلوم کھانے کے کس حصہ میں برکت ہے یعنی شاید اسی حصے میں ہو جو انگلیوں یا برتن میں لگا رہ گیا ہے۔

(۲) مسلم واحمد وابوداؤد وترمذی ونسائی نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کھانا کھاکر پیالہ خوب صاف کر دینے کا حکم فرمایا کہ تم کیا جانو کہ تمھارے کون سے کھانے میں برکت ہے۔

(۳) احمد وترمذی وابن ماجہ نبیشۃ الخیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی پیالے میں کھانا کھاکر زبان سے اُسے صاف کرے وہ پیالہ اُس کے لیے دعائے مغفرت کرے۔

(۴) امام حکیم ترمذی اسی مضمون میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ فرمایا اور وہ برتن اس پر درود

(باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امر بلعق الاصابع والصحفۃ وقال انکم لا تدرون فی ایہ البرکۃ [1] ولہ کاحمد وابی داود والترمذی والنسائی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امرنا ان نسلت القصعۃ قال فانکم لا تدرون فی ای طعامکم البرکۃ [2] وللامام احمد والترمذی وابن ماجۃ عن نبیشۃ الخیر الھذلی رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اکل فی قصعۃ ثم لحسھا استغفرت لہ

اور کبھی مام مطلق کے غیر سے حاصل ہو جاتی ہے اور پہلا اقرب الی التواضع ہے اور اس میں اتباعِ سنت بھی ہے، چنانچہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت جابر سے روایت کی کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انگلیاں چاٹنے اور برتن چاٹنے کا حکم دیا اور فرمایا تم کو معلوم نہیں کہ کس چیز میں برکت ہوگی! امام مسلم، احمد، ابوداود، ترمذی اور نسائی نے حضرت انس سے مرفوعا روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں برتن صاف کرنے کا حکم دیا ہے فرمایا تم کو پتا نہیں کہ تمہارے کھانے کے کس حصہ میں برکت ہے۔ امام احمد، ترمذی اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) بھیجے۔ دیلمی کی روایت میں ہے کہ فرمایا وہ پیالہ یوں کہے الٰہی! اسے آتشِ دوزخ سے بچا جس طرح اس نے مجھ کو شیطان سے بچایا یعنی برتن سنا ہوا چھوڑ دیں تو شیطان اُسے چاٹتا ہے۔

(۵) حاکم و ابن حبان و بیہقی جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کھانا کھا کر برتن نہ اٹھائے جب تک اُسے خود نہ چاٹ لے یا (مثلاً کسی بچے یا خادم کو) چٹا دے کہ کھانے کے پچھلے حصہ میں برکت ہے۔

(۶) مسند حسن بن سفیان میں والدرا لنطر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا پیالہ چاٹ لینا مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ اُس پیالے بھر کھانا تصدق کروں یعنی چاٹنے میں جو تواضع ہے اُس کا ثواب اُس تصدق کے ثواب سے زیادہ ہے۔

(۷) معجم کبیر میں عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جو رکابی اور اپنی انگلیاں چاٹے اللہ تعالٰی دنیا اور آخرت میں اُس کا پیٹ بھرے یعنی دنیا میں فقر و فاقہ سے بچے قیامت کی بھوک سے محفوظ رہے دوزخ سے پناہ دیا جائے کہ دوزخ میں کسی کا پیٹ نہ بھرے گا اُس میں وہ کھانا ہے کہ لا یسمن ولا یغنی من جوع نہ فربہی لائے نہ بھوک میں کچھ کام آئے والعیاذ باللہ۔

---

[1] صحیح للمسلم استحباب لعق الاصابع مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۷۵

[2] ایضاً ۱/۱۷۶

Marfat.com

القصعۃ[1] زاد الامام الحکیم الترمذی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ وصلت علیہ[2] وزاد الدیلمی عنہ فتقول اللّٰھم اعتقہ من النار کما اعتقنی من الشیطان[3] والحاکم وابن حبان فی صحیحیھما والبیھقی فی الشعب عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنھما فی حدیث یرفعہ الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا یرفع القصعۃ حتی یلعقھا او یُلعقھا فان فی اٰخر الطعام البرکۃ[4] و للحسن بن سفیٰن عن رائطۃ عن ابیھا رضی اللہ تعالٰی عنھما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لان العق القصعۃ احب الی من ان اتصدق بمثلھا طعاما[5] وللطبرانی فی الکبیر عن العرباض بن ساریۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من لعق الصحفۃ ولعق اصابعہ اشبعہ اللہ تعالٰی فی الدنیا والاٰخرۃ[6] وخصوص الغسل بالماء من الامور العادیۃ الشائعۃ بین المؤمنین الکفار فاذا نوی (شرح ۱۲) سنۃ التنظیف عہ ای التنظیف لانہ سنۃ

ابن ماجہ نے نبیشۃ الخیر الھذلی سے روایت کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی پیالہ میں کھایا پھر اس کو چاٹا تو وہ پیالہ اس کے لیے استغفار کرے گا۔ امام حکیم ترمذی نے حضرت انس سے یہ لفظ نقل کئے "اور وہ برتن اس کے لیے دعا کرے گا" اور دیلمی نے اُن سے روایت کی کہ وہ پیالہ کہے گا یا اللہ اس کو نارِ جہنم سے آزاد فرما جس طرح اس نے مجھ کو شیطان سے چھٹکارا دلایا ہے، حاکم اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور بیہقی نے شعب میں جابر بن عبد اللہ سے مرفوعًا روایت کیا، آپ نے فرمایا کہ پیالہ کو نہ اٹھائے تاوقتیکہ اس کو خود چاٹ لے یا دوسرے کو چاٹنے دے، کیونکہ کھانے کے آخر میں برکت ہے۔ اور حسن بن سفیان رائطہ سے وہ اپنے باپ سے وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ میرے نزدیک پیالہ کا چاٹ لینا اس کی مقدار میں کھانے کے صدقہ کرنے سے افضل ہے، اور طبرانی نے کبیر میں عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس نے پلیٹ کو چاٹا اور انگلیوں کو چاٹا اللہ اس کو دُنیا اور آخرت میں شکم سیر فرمائے گا۔ اور پانی کے

عہ یرید ان الاضافۃ بیانیۃ لا لامیۃ لیصیر الغسل سنۃ فی ھذا التنظیف بل المعنی نوی سنۃ ھو التنظیف ای نوی التنظیف لکونہ سنۃ اھ منہ (م)

اضافت بیانیہ مراد ہے لامیہ نہیں تاکہ اس تنظیف میں دھونا سنّت بن جائے بلکہ معنی یہ ہے کہ سنّت کی نیت کی اور وہ تنظیف ہے یعنی تنظیف کی نیت کی کیونکہ وہ سنّت ہے اھ (ت)

۱؎ مسند احمد بن حنبل عن نبیشۃ، بیروت ۵/ ۷۶

۲؎ کنز العمال، اداب الاکل، مکتبۃ التراث حلب ۱۵/ ۲۵۳

۳؎ کنز العمال، اداب الاکل، مکتبۃ التراث حلب ۱۵/ ۲۵۳

۴؎ صحیح ابن حبان، ،، اثریہ سانگلہ ہل ۸/ ۳۳۵

۵؎ کنز العمال، ،، ،، ۵/ ۲۷

۶؎ مجمع الزوائد، باب لعق الصحفۃ والاصابع، بیروت ۵/ ۲۷

Marfat.com

اوخلہ بنیتہ تحت عام محمود فکان کمتوضئ توضأ للتعلیم۔ ج۱۲۱

ساتھ دھونے کی خصوصیت ایک عادی امر ہے اس میں مومن وکافر کا بھی فرق نہیں، اب اگر اس نے تنظیف سے سنّت کی نیت کی تو اس نے اس کو اپنی نیت سے ایک محمود عام کے تحت داخل کیا تو یہ اس شخص کی طرح ہوگا جس نے تعلیم کے لیے وضو کیا۔

ثم **اقول** تحقیق المقام علی ما علمنی الملک العلام ان لیس کل ما جُعل قربۃ مغیرا للماء عن الطھوریۃ بل یجب ان یکون الفعل المخصوص الذی یحصل بالماء اولا وبالذات قربۃ مطلوبۃ فی الشرع بخصوصہ ومرجعہ الی ان تکون القربۃ المطلوبۃ عینا لاتقوم الا بالماء اذلوجاز ان تحصل بدونہ لکان لتحققھا موارد منھا مایحصل بالماء ومنھا غیرہ فما یحصل بالماء اولا وبالذات لایکون مطلوبا بعینہ بل محصلا لمطلوب بعینہ فیتحصل ان یکون نفس انفاق الماء فی ذلک الفعل مطلوبا فی الشرع عینا اذا المطلوب عینا لما لم یحصل الا بہ کان ایضا مطلوبا عینا کالمضمضۃ والاستنشاق فی الوضوء والتثلیث فیہ وفی الغسل ولو لمیت ولعلک تظن ان ھذہ فائدۃ لم تعرف الا من قبل العلامۃ صاحب البحر وتبعہ علیہ اخوہ فی النھر۔ **اقول** کلا بل المسألۃ اعنی وضوء المتوضئ للتعلیم منصوص علیھا فی المبتغی والفتح وغیرھما من کتب المذھب وقد نص فی الدر انھا متفق علیھا ولا شک انھا صریحۃ

اللہ تعالٰی کے فضل وکرم سے اس مقام کی جو تحقیق میری سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو قُربۃ ہے وہ پانی کو طہوریۃ سے بدلنے والی نہیں ہے بلکہ ضروری ہے کہ وہ مخصوص فعل جو پانی سے ادا کیا جارہا ہے وہ اوّلاً وبالذات شریعت کی نگاہ میں قُربۃ مطلوبہ ہو، اور اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ قربۃ مطلوبہ ایک ایسا عین ہو جو پانی کے ساتھ ہی قایم ہو کیونکہ اگر اُس کے بغیر وہ قربۃ حاصل ہوجائے تو اُس کے وجود کے کئی موارد ہوں گے کچھ تو پانی سے حاصل ہوں گے اور کچھ بغیر پانی کے حاصل ہوں گے تو جو چیز پانی سے اوّلاً وبالذات حاصل ہو تو وہ بعینہٖ مطلوب نہ ہوگی بلکہ بعینہٖ مطلوب کو حاصل کرنے والی ہوگی اس کا حاصل یہ ہوگا کہ محض پانی کا اس فعل میں صرف کرنا شرعًا مطلوب بعینہٖ ہو کیونکہ مطلوب بعینہٖ جب اس پر موقوف ہے تو یہ بھی مطلوب بعینہٖ ہوجائیگا جیسے کُلّی، ناک میں پانی کا ڈالنا وضو میں اور تثلیث وضو وغُسل میں اگرچہ میّت کے غسل میں ہو، اور شاید ہمارے قارئین کو یہ خیال گزرے کہ یہ فائدہ تو صاحبِ بحر اور ان کے بھائی صاحبِ نہر کے کلام ہی سے معلوم ہُوا ہے، تو میں کہتا ہوں یہ بات نہیں ہے بلکہ تعلیم کے لیے وضو کرنے کا مسئلہ مبتغی اور فتح وغیرہ کتبِ مذہب میں منصوص ہے اور دُر میں تصریح

Marfat.com

في تلك الافادة فان التعليم قربة مطلوبة قطعا وقد نواه بهذا التوضي وهو في هذا الخصوص ايضا متبع للسنة الماضية ان البيان بالفعل اقوى من البيان بالقول ومع ذلك اجمعوا انه لا يصير مستعملا فكان اجماعا ان ليس كل قربة تغير الماء بل التي لا تقوم الا بالماء اذ لا فارق في التوضي بنية التعليم وبنية الوضوء على الوضوء الا هذا ثم لا بد ان تكون التي تتوقف على الماء قربة مطلوبة بعينها والا لعاد الفرق ضائعا اذ لا شك ان الوضوء للتعليم محصل لقربة مطلوبة شرعا فيكون قربة وهو لا يقوم الا بالماء لكن الشرع لم يطلبه عينا انما طلب التعليم وهو لا يتوقف على انفاق الماء فاستقر عرش التحقيق على ما افاد البحر وظهر ان الصواب في فرع القدور والقصاع مع الغنية فلذا عولنا عليه۔

کی ہے کہ یہ متفق علیہا ہے، اور اس میں شک نہیں کہ وہ اِس فائدہ میں صریح ہے، کیونکہ تعلیم قطعی طور پر قُربۃ ہے اور اس وضو سے اُس نے اُسی کی نیت کی ہے اور وُہ اِس خصوص میں گزشتہ سنت کی پیروی کرنے والا ہے کہ فعل کے ذریعہ بیان قول کے ذریعہ بیان سے اقوٰی ہوتا ہے، باوجود اس کے اُن کا اس امر پر اتفاق ہے کہ پانی مستعمل نہ ہوگا، تو یہ اجماع ہوگیا اس امر پر کہ ہر قربۃ پانی کو متغیر نہیں کرتی ہے بلکہ صرف وُہ قربت کرتی ہے جو پانی کے ساتھ ہی قائم ہو کیونکہ بہ نیت تعلیم وضو کرنے اور وضو بر وضو کی نیت میں فرق کرنے والی یہی چیز ہے۔ پھر جس قربت کا پانی پر موقوف ہونا لازم ہے وہ بعینہا مطلوب ہو ورنہ فرق ضائع ہو جائے گا کیونکہ تعلیم کے لیے کیا جانے والا وضو شرعی قربت کو حاصل کرنے والا ہے تو یہ قربت ہوگا، اور وضو صرف پانی سے ہی ہوتا ہے لیکن شریعت میں وہ بعینہٖ مطلوب نہیں ہے، وہ تعلیم کے لیے مطلوب ہے اور تعلیم پانی خرچ کرنے پر موقوف نہیں ہے تو تحقیق وہی درست ہے جو بحر میں ہے اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ ہانڈیوں اور پیالوں کے مسائل متفرعہ میں حق وُہ ہے جو غنیہ میں ہے لہذا ہم نے اسی پر اعتماد کیا۔ ت

اقول و[ف۱] مما يؤيده اطلاقهم قاطبة مسألة التوضي والاغتسال للتبرد مع[ف۲] ان التبرد ربما يكون لجمع الخاطر للعبادة والتقوى على مطالعة كتب العلم وهو لا شك اذن من القرب فكل مباح فعله العبد المؤمن بنية خير خير غير انه لم يطلب عينا في الشرع

پھر اس کی تائید تمام فقہاء کے اِس اطلاق سے ملتی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ وضو اور غسل ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے کرنا، حالانکہ ٹھنڈک حاصل کرنا کبھی اس غرض سے بھی ہوتا ہے کہ انسان عبادت میں پرسکون رہے یا مطالعہ اطمینان سے کر سکے اور بلا شبہ اس صورت میں یہ عبادت ہوگا کیونکہ

Marfat.com

وان ساغ ان یصیر وسیلة الی مطلوب واعظم
منه مسألة الاغتسال لازالة الدرن فهو
مطلوب عینا فی الشرع فانما بنی الدین علی
النظافة وقد کانت هذه حکمة الامر بالاغتسال
یوم الجمعة کما افصحت به الاحادیث بید ان
ازالة الوسخ لا یتوقف علی الماء فلم یکن مما
طلب فیه الشرع انفاق الماء عینا بخلاف
غسل الجمعة والعیدین وعرفة والاحرام
فان من اغتسل فیها بماء ثمر او نبیذ تمر مثلا لم
یکن آتیا بالسنة قطعا وان ازال به الوسخ
والدرن وذلك ان الحکم یکون لحکمة ولکن
العباد مامورون باتباع الحکم دون الحکمة
کما قد عرف فی موضعه وهنالك تم الرد
علی مسألة القصعة والقدر وتبین ولله
الحمد ان المراد بالقربة ههنا هی المتعلقة
بظاهر بدن الانسان مما دار الشرع فیه
إقامة نفس القربة المطلوبة ولو ندبا علی
امساس الماء عینا ولو مسحا بشرة بشر ولو
میتا فزال الابهام واتضح المرام وظهرت
فی الفروع کلها الاحکام والحمد لله ولی
الانعام والآن عسی ان تقوم تقول آل
الامر الی ان الماء انما یصیر مستعملا اذا انفق
فیما کان انفاقه فیه مطلوبا فی الشرع عینا
فما الفارق فیه وفیما اذا انفق فی قربة مطلوبة
شرعا من دون توقف علی الماء خصوصا کیف

ہر مباح جو انسان خیر کی نیت سے کرے خیر ہے، البتہ وہ
بعینہٖ مطلوب شرع نہیں، اگرچہ مطلوب کا وسیلہ
بن سکتا ہے اس سے۔ بڑی بات غسل کا
مسئلہ ہے میل دور کرنے کیلئے یہ بعینہٖ مطلوب شرع ہے دین کی
بنیاد ہی نظافت پر ہے اور جمعہ کے دن غسل کے حکم کی
حکمت یہی ہے، جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے کہ البتہ
میل کا زائل کرنا پانی پر ہی موقوف نہیں، لہذا پانی کا
خرچ کرنا بعینہٖ مطلوب شرع نہ ہُوا، اور جمعہ، عیدین،
وقوف بعرفہ، اور احرام کا غسل شرعاً مطلوب ہے،
ان غسلوں کو اگر کسی نے پھلوں کے عرق یا شیرۂ کھجور
سے کیا تو قطعی طور پر سنت کی اتباع نہ ہوگی، خواہ اس
سے میل کچیل زائل ہو جائے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ
حکم کسی نہ کسی حکمت پر مبنی ہوتا ہے، لیکن بندوں پر
حکم کی پابندی ہے نہ کہ حکمت کی۔ یہ بات اپنے مقام
پر مذکور ہے یہاں تک پیالہ اور ہانڈی کے مسئلہ پر
رد مکمل ہُوا، اور الحمد للہ یہ بات واضح ہوگئی کہ قربت سے
مراد اس مقام پر وہ قربۃ ہے جس کا تعلق ظاہر بدن
سے ہو جس میں شریعت نے قربت مطلوب، خواہ
ندبا ہی ہو، کا دار و مدار اس پر کیا ہے کہ انسان،
خواہ مردہ ہی ہو، کی جلد پر بعینہٖ پانی لگے،
خواہ بطور مسح ہی ہو، اس سے
ہمارا مقصود واضح ہوا اور مسئلہ کے فروع و احکام
ظاہر ہوئے الحمد للہ ولی الانعام۔
اب اس مقام پر ممکن ہے کہ یہ کہا جائے
کہ مستعمل پانی وہ ہوتا ہے جو کسی ایسے عمل میں خرچ

Marfat.com

وانما المغیر تحول نجاسة حکمیة ومنھا نجاسة الاٰثام وھی تزول کلا او بعضا بکل قربة لعموم قولہ تعالٰی ان الحسنات یذھبن السیأت ذٰلک ذکری للذاکرین[1]

ہوا ہو کہ جس میں اس کا خرچ کیا جانا بعینہٖ مطلوب شرع ہو تو اس صورت میں اور جب پانی ایسی قربۃ میں خرچ کیا گیا ہو جو شرعاً مطلوب تو ہو مگر پانی پر موقوف نہ ہو کیا فرق ہوگا؟ جبکہ پانی میں تغیر پیدا کرنے والی چیز اس کی طرف نجاست حکمیہ کا آنا ہے اور گناہوں کی نجاست بھی نجاست حکمیہ ہی ہے، جو کلاً یا بعضاً ہر قربت سے دُھل جاتی ہے جیسا کہ فرمانِ الٰہی "ان الحسنٰت یذھبن السیأٰت" (نیکیاں برائیوں کو ختم کردیتی ہے یہ ذاکرین کے لیے نصیحت ہے) کے عموم کا تقاضا ہے۔ (ت)

اقول نعم ولوجہ اللہ الحمد ابدا تزول الاٰثام باذن اللہ بکل قربة رحمة منہ جلت اٰلاؤہ بھذہ الامة المبارکة المرحومة دنیا واخری بنبیھا الکریم الرؤف الرحیم المرسل رحمة والمبعوث نعمة افضل صلوات ربہ واجمل تسلیماتہ وازکی برکاتہ وادوم تحیاتہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وامتہ ابدا ولکن الزوال بقربة لایوجب التحول الی اٰلتھا التی اقیمت بھا وما علمنا ذلک الا فی اٰلة عینھا الشرع کالمال فی الزکوٰة والماء فی الطھر لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الصدقات انما ھی اوسخ الناس[2] رواہ احمد ومسلم عن عبد المطلب بن ربیعة رضی اللہ تعالٰی عنہ وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من توضأ فاحسن الوضوء خرجت خطایاہ من جسدہ حتی تخرج من تحت اظفارہ[3] رواہ الشیخان

میں کہتا ہوں ہاں یہ درست ہے گناہ ہر عبادت سے اللہ کی رحمت سے زائل ہوجاتے ہیں..... مگر گناہوں کا کسی قربت کی وجہ سے زائل ہونا اس امر کا متقاضی نہیں کہ وہ آلہ تطہیر کی طرف منتقل ہوجائیں، یہ بات صرف اُسی آلہ میں ہے جس کو شریعت نے متعین کیا ہو جیسے زکوٰۃ میں مال اور طہارت میں پانی، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ زکاۃ لوگوں کا میل کچیل ہے' اس کو احمد و مسلم نے عبد المطلب بن ربیعہ سے روایت کیا اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے اچھی طرح وضو کیا تو گناہ اُس کے جسم سے نکلیں گے یہاں تک کہ اُس کے ناخنوں کے نیچے سے نکلیں گے، اس کو شیخین نے امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا' اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب مسلم یا مومن بندہ وضو میں اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اُس کے چہرہ سے ہر گناہ نکل جاتا ہے جس کی طرف اس نے اپنی دونوں

۱؎ القرآن ۱۱/۱۱۴

۲؎ صحیح للمسلم تحریم الزکوٰۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۴۵

۳؎ صحیح للمسلم خروج الخطایا مع ماء الوضوء " ۱/۱۲۵

Marfat.com

عن امیر المومنین عثمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ و قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا توضأ العبد المسلم او المؤمن فغسل وجہہ خرج من وجہہ کل خطیئۃ نظر الیہا بعینیہ مع الماء او مع اٰخر قطر الماء فاذا غسل یدیہ خرج من یدیہ کل خطیئۃ کان بطشتہا یداہ مع الماء او مع اٰخر قطر الماء فاذا غسل رجلیہ خرج کل خطیئۃ مشتہا رجلاہ مع الماء او مع اٰخر قطر الماء حتی یخرج نقیا من الذنوب[1] رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والاحادیث کثیرۃ شہیرۃ فی ہذا المعنی واصحاب المشاہدۃ الحقۃ اعاد اللہ علینا من برکاتہم فی الدنیا والاٰخرۃ یشاہدون ماء الوضوء یخرج من اعضاء الناس متلوثا بالاٰثام متلونا بالوانہا البشعۃ وعن ہذا حکم امام اہل الشہود ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان الماء المستعمل نجاسۃ مغلظۃ لانہ کان یراہ متلطخا بتلک القاذورات فما کان یسعہ الا الحکم بہذا وکیف یرد الانسان امرا یراہ بالعیان قال الامام العارف باللہ سیدی عبد الوہاب الشعرانی قدس سرہ الربانی و کان من کبار العلماء الشافعیۃ فی میزان الشریعۃ الکبرٰی سمعت سیدی علیا الخواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وکان ایضا شافعیا کما سیأتی) یقول مدارک الامام ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دقیقۃ لا یکاد یطلع علیہا الا

آنکھوں سے دیکھا ہو پانی کے ساتھ یا آخری قطرہ کے ساتھ، جب وہ اپنے دونوں ہاتھ دھوتا ہے تو جو گناہ اس نے اپنے ہاتھوں سے کئے وہ پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ نکل جاتے ہیں اور جب وہ اپنے پیر دھوتا ہے تو اُس کے پیروں کے گناہ پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک وصاف ہو جاتا ہے۔ اس کو مسلم نے ابوہریرہ سے روایت کیا، اور اس مفہوم کی احادیث بکثرت مشہور و معروف ہیں، اور اصحاب مشاہدہ اپنی آنکھوں سے وضو کے پانی سے لوگوں کے گناہوں کو دھلتا ہوا دیکھتے ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ اہل شہود کے امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ مستعمل پانی نجاست مغلظہ ہے کیونکہ وہ اس پانی کو گندگیوں میں ملوث دیکھتے تھے، تو ظاہر ہے کہ وہ دیکھتے ہوئے، اس کے علاوہ اور کیا حکم لگا سکتے تھے۔

امام شعرانی نے میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرمایا کہ میں نے سیدی علی الخواص (جو بڑے شافعی عالم تھے) کو فرماتے سُنا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے مشاہدات اتنے دقیق ہیں جن پر بڑے بڑے صاحبانِ کشف اولیاء اللہ ہی مطلع ہو سکتے ہیں، فرماتے ہیں امام ابوحنیفہ جب وضو میں استعمال شدہ پانی دیکھتے تو اس میں جتنے صغائر و کبائر مکروہات ہوتے ان کو پہچان لیتے تھے، اس لیے جس پانی کو مکلف نے استعمال کیا ہو اس کے تین درجات آپ نے مقرر فرمائے:

اوّل: وہ نجاست مغلظہ ہے کیونکہ اس امر کا احتمال ہے کہ مکلف نے گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہو۔

[1] صحیح المسلم خروج الخطایا مع ماء الوضوء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۵

Marfat.com

اھل الکشف من اکابر الاولیاء قال وکان الامام ابوحنیفۃ اذا رأی ماء المیضأۃ یعرف سائر الذنوب التی خرت فیہ من کبائر وصغائر ومکروھات فلھذا اجعل ماء الطھارۃ اذا تطھر بہ المکلف لہ ثلثۃ احوال احدھا انہ کالنجاسۃ المغلظۃ لاحتمال ان یکون المکلف ارتکب کبیرۃ الثانی کالنجاسۃ المتوسطۃ لاحتمال ان یکون ارتکب صغیرۃ الثالث طاھر غیر مطھر لاحتمال ان یکون ارتکب مکروھا وفھم جماعۃ من مقلدیہ ان ھذہ الثلثۃ اقوال فی حال واحد والحال انہا فی احوال بحسب حصر الذنوب فی ثلثۃ اقسام کما ذکرنا اھ وفیہ ایضا رضی اللہ عنہ الامام ابی حنیفۃ ورحم اصحابہ حیث قسموا النجاسۃ الی مغلظۃ ومخففۃ لان المعاصی لاتخرج عن کونہا کبائر او صغائر[1] وسمعت سیدی علیا الخواص رحمہ اللہ تعالٰی لو کشف للعبد لرأی الماء الذی یتطھر منہ الناس فی غایۃ القذارۃ والنتن فکانت نفسہ لا تطیب باستعمالہ کما لا تطیب باستعمال ماء قلیل مات فیہ کلب او ھرۃ قلت لہ فاذن کان الامام ابوحنیفۃ وابو یوسف من اھل الکشف حیث قالا بنجاسۃ الماء المستعمل قال نعم کان ابوحنیفۃ وصاحبہ

دوم، نجاست متوسطہ، اس لیے کہ احتمال ہے کہ مکلف نے صغیرہ کا ارتکاب کیا ہو۔

سوم، طاہر غیر مطہر، کیونکہ احتمال ہے کہ اس نے مکروہ کا ارتکاب کیا ہو،

ان کے بعض مقلدین سمجھ بیٹھے کہ یہ ابوحنیفہ کے تینوں اقوال ہیں ایک ہی حالت میں، حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ تین اقوال گناہوں کی اقسام کے اعتبار سے ہیں جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور اسی کتاب میں ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے نجاست کو مغلظہ اور مخففہ میں تقسیم کیا ہے، کیونکہ معاصی، کبائر ہوں گے یا صغائر۔

اور میں نے سیدی علی الخواص کو فرماتے سنا کہ اگر انسان پر کشف ہو جائے وہ طہارت میں استعمال کئے جانے والے پانی کو انتہائی گندہ اور بدبودار دیکھے گا اور وہ اس پانی کو اسی طرح استعمال نہ کر سکے گا جیسے اُس پانی کو استعمال نہیں کرتا ہے جس میں کتا یا بلی مرگئی ہو میں نے اُن سے کہا اس سے معلوم ہوا کہ ابوحنیفہ اور ابو یوسف اہلِ کشف سے تھے کیونکہ یہ مستعمل کی نجاست کے قائل تھے، تو انہوں نے کہا جی ہاں۔ ابوحنیفہ اور ان کے صاحب بڑے اہلِ کشف تھے، جب وہ اُس پانی کو دیکھتے جس کو لوگوں نے وضو میں استعمال کیا ہوتا تو وہ پانی میں گرتے ہوئے گناہوں کو پہچان لیتے تھے اور کبائر کے دھوون کو صغائر کے دھوون سے الگ

---

[1] المیزان الکبریٰ کتاب الطہارۃ مصطفٰی البابی مصر ۱/۱۰۹
[2] ایضاً ۱/۱۰۸

Marfat.com

من اعظم اهل الکشف فکان اذا رأی الماء الذی یتوضأ منه الناس یعرف اعیان تلک الخطایا التی خرت فی الماء ویمیز غسالۃ الکبائر عن الصغائر والصغائر عن المکروھات والمکروھات عن خلاف الاولٰی کالامور المجسدۃ حسا علی حد سواء قال وقد بلغنا انہ دخل مطھرۃ جامع الکوفۃ فرأی شابا یتوضأ فنظر فی الماء المتقاطر منہ فقال یاولدی تب عن عقوق الوالدین فقال تبت الی اللہ عن ذلک ورأی غسالۃ شخص اٰخر فقال لہ یا اخی تب من الزنا فقال تبت و رأی غسالۃ اٰخر فقال تب من شرب الخمر وسماع اٰلات اللھو فقال تبت[1] اھ وفیہ ایضا رحمہ اللہ تعالٰی مقلدی الامام ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ حیث منعوا الطھارۃ من ماء المطاھر التی لم تستبحر لما یجری فیھا من خطایا المتوضئین وامروا اتباعھم بالوضوء من الانھار اوالاٰبار اوالبرک الکبیرۃ وکان سیدی علی الخواص رحمہ اللہ تعالٰی مع کونہ شافعیا لایتوضأ من مطاھر المساجد فی اکثر اوقاتہ ویقول ان ماء ھذہ المطاھر لاینعش جسد امثالنا لتقذرھا بالخطایا التی خرت فیھا وکان یمیز بین غسالات الذنوب ویعرف غسالۃ الحرام من المکروہ من خلاف الاولٰی

ممتاز کرسکتے تھے، اور صغائر کے دھوون کو مکروہات سے اور مکروہات کے دھوون کو خلافِ اولٰی سے ممتاز کرسکتے تھے اسی طرح جیسے محسوس اشیا ایک دوسرے سے الگ ممتاز ہوا کرتی ہیں، فرمایا کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک مرتبہ آپ جامع کوفہ کے طہارت خانہ میں داخل ہوئے، تو دیکھا کہ ایک جوان وضو کر رہا ہے، اور پانی کے قطرات اُس سے ٹپک رہے ہیں تو فرمایا اے میرے بیٹے! والدین کی نافرمانی سے توبہ کر۔ اس نے فوراً کہا میں نے توبہ کی۔ ایک دوسرے شخص کے پانی کے قطرات دیکھے تو فرمایا اے میرے بھائی! زنا سے توبہ کر۔ اس نے کہا میں نے توبہ کی۔ ایک اور شخص کے وضو کا پانی گرتا ہوا دیکھا تو اُس سے فرمایا شراب نوشی اور فحش گانے بجانے سے توبہ کر۔ اس نے کہا میں نے توبہ کی اھ اسی میں حضرت امام ابوحنیفہ کے بعض مقلدین سے مروی ہے کہ انہوں نے اُن وضو خانوں کے پانی سے وضو کو منع کیا ہے جن میں پانی جاری نہ ہو کیونکہ اُس میں وضو کرنے والوں کے گناہ بہتے ہیں، اور انھوں نے حکم دیا کہ وہ نہروں کنووں اور بڑے حوضوں کے پانی سے وضو کریں۔ اور سیدی علی الخواص باوجود شافعی المذہب ہونے کے مساجد کے طہارت خانوں میں اکثر اوقات وضو نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ پانی ہم جیسے لوگوں کے جسموں کو صاف نہیں کرتا ہے کیونکہ یہ اُن گناہوں سے آلودہ ہے جو اس میں مل گئے ہیں، اور وہ گناہوں کے دھوون میں

---

[1] المیزان الکبرٰی الطھارۃ مصطفی البابی مصر ۱/۱۰۹

Marfat.com

ودخلت معه مرة ميضأة المدرسة الازهرية فاراد ان يستنجي من المغطس فنظر ورجع فقلت لوقال رأيت فيه غسالة ذنب كبير غيرته في هذا الوقت وكنت انا رأيت الذي دخل قبل الشيخ وخرج فتبعته واخبرته الخبر فقال صدق الشيخ قد وقعت في زنا ثم جاء الى الشيخ وتاب هذا امر شاهدته من الشيخ[1] اھ كله ملتقط وسقته ههنا لجميل فائدته وجليل عائدته وليس ما عينته انت آلة لقربة في معنى ما عينه الشارع فلا يلتحق۔

یہ فرق بھی کرلیتے تھے کہ یہ حرام کا ہے یا مکروہ کا یا خلافِ اولیٰ کا، اور ایک دن میں ان کے ساتھ مدرسۃ الازہر کے وضوخانہ میں داخل ہوا تو انہوں نے ارادہ کیا کہ حوض سے استنجا کریں، تو اس کو دیکھ کر لوٹ آئے میں نے دریافت کیا کیوں؟ تو فرمایا کہ میں نے اس میں ایک گناہِ کبیرہ کا دھوون دیکھا ہے جس نے اس کو متغیر کردیا ہے، اور میں نے اُس شخص کو بھی دیکھا تھا جو حضرت شیخ سے قبل وضوخانہ میں داخل ہوا تھا، پھر میں اُس کے پیچھے پیچھے گیا اور اُس کو حضرت شیخ نے جو کہا تھا اس کی خبر دی، اُس نے تصدیق کی اور کہا کہ مجھ سے زنا واقع ہوا، اور حضرت شیخ کے ہاتھ پر آکر تائب ہُوا۔ یہ میرا اپنا مشاہدہ ہے اھ یہ سب ماخوذ ہے اس کے عظیم فائدہ کے لیے میں نے اس کو ذکر کیا ہے، اور جس کو آپ نے قربت کا آلہ قرار دیا ہے وہ اُس معنی میں نہیں ہے جس کو شارع نے معین کیا ہے تو یہ اس کے ساتھ لاحق نہ کیا جائے۔ ت

اقول بل الدليل ناهض على عدم الالتحاق الاترى ان ارواء الظمأن قربة مطلوبة قطعا وقد ورد فيه خصوصا انه محاء للذنوب اخرج الخطيب عن انس بن مالك رضی الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اذا كثرت ذنوبك فاسق الماء على الماء تتناثر كما يتناثر الورق من الشجر في الريح العاصف[2] اھ فاذا استقيت له الماء من بئر او سكبت من اناء واعطيته اياه فقد اقمت به قربة

میں کہتا ہُوں بلکہ دلیل عدمِ التحاق پر قائم ہے۔ کیا یہ نہیں کہ پیاسے کو سیراب کرنا قربۃ مطلوبہ ہے، اور اِس بارے میں بطورِ خاص وارد ہوا کہ یہ گناہوں کا مٹانے والا ہے۔ خطیب انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں جب تیرے گناہ زیادہ ہوجائیں تو تو پانی پر پانی پلا تو تیرے گناہ اس طرح جھڑ جائیں گے جس طرح تیز ہوا سے پیڑ کے پتے جھڑ جاتے ہیں اھ تو جب تُو نے اس کو

---

[1] المیزان الکبری کتاب الطہارۃ مصطفی البابی مصر ۱/۱۱۰
[2] تاریخ بغداد عن انس بیروت ۶/۲۰۳

Marfat.com

فلو تحولت نجاسة الآثام الیہ لصار نجسا حراما شربہ عند الامام وقذرا بالاجماع مکروہ الشرب فیعود الاحسان اساءة والقربة علی نفسھا بالنقض وھو باطل اجماعا فما ذلک الا لان الشرع انما طلب منک ان تھیئ لہ ما یرویہ و لم یعین لہ الماء بخصوصہ بحیث لا یجزئ غیرہ بل لو سقیتہ لبنا خالصا او ممزوجا بماء او ماء الورد او جلابا بثلج ولوز وماء الکاذی و امثال ذلک لکان اجد واجود واقمت القربة و[1] ازید واللہ یحب المحسنین وقد اشتد تشیید بھذا الارکان ما نحونا الیہ فی مسألة القدور والقصاع ھذا کلہ ما ظھر لی وارجو ان قد رھا الامر وزال القناع والحمد للہ رب العلمین۔

کنوئیں کے پانی سے سیراب کیا یا کسی برتن سے انڈیلا اور اسکو دیا تو تو نے اس کے ساتھ قربت کو قائم کیا، تو اگر گناہوں کی نجاست اس کی طرف منتقل ہوجائے تو وہ نجس ہوگا اور امام کے نزدیک اس کا پینا حرام ہوگا اور بالاجماع گندا ہوگا اور اس کا پینا مکروہ ہوگا تو احسان گناہ ہوجائے گا اور قربت اپنے نفس پر نقض ہوگی یہ بالاجماع باطل ہے، یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ شریعت نے تم سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ تم اُس کے لیے وہ تیار کرو جو اس کو سیراب کردے، اور اس کے لیے کسی پانی کو مخصوص نہیں کیا ہے کہ اُس کے بغیر کفایت نہ ہو، بلکہ اگر تم اسکو خالص دُودھ، پانی ملا دودھ، عرق گلاب یا برف والا شربت خواہ وہ کیوڑے والا ہو تو زیادہ بہتر ہوگا تمہاری قربت ادا ہوگئی اور کچھ زیادہ بھی اور اللہ محسنین کو پسند کرتا ہے، اور ہماری اس تقریر سے ہانڈیوں اور پیالوں والے مسئلہ کی مزید تائید ہوتی ہے۔ یہ میرے لیے ظاہر ہوا ہے اور مجھے امید ہے کہ اس سے معاملہ واضح ہوگیا ہے والحمد للہ رب العالمین۔[2] ت

تنبیہ عامة الکتب فی بیان الشق الاول من الماء المستعمل علی التعبیر بماء استعمل فی رفع حدث وعلیہ المتون کالقدوری و الھدایة والوقایة والنقایة والاصلاح و الکنز والغرر والملتقی واعترضھم المحقق علی الاطلاق فی الفتح بان الحدث لا یتجزء ثبوتا[1] اھ ای علی القول[3] الصحیح المعتمد فما

تنبیہ مستعمل پانی کی پہلی شق کے بیان میں عام کتب میں یہی ہے کہ یہ وُہ پانی ہے جو حدث دُور کرنے میں مستعمل ہوا ہو، متونِ کُتب میں یہی ہے، مثلاً قدوری، ہدایہ، وقایہ، نقایہ، اصلاح، کنز، غرر اور ملتقی وغیرہ، اور محقق علی الاطلاق نے فتح میں ان پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حدث کے ثبوت میں تجزی نہیں ہوتی ہے اھ یعنی قول صحیح معتمد پر، تو جب تک بدن کا

---

[1] فتح القدیر ماء مستعمل نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۹

Marfat.com

بقیت ذرۃ مما لحقه حکم الحدث بقی الحدث فی کل ما کان لحقه حتی لو ان محدثا او جنبا تطهر و بقیت لمعة خفیفة فی رجله مثلا لم یحل له مس المصحف بیده ولا بکمه ولا للجنب التلاوۃ کل ذلک علی ما هو المختار للفتوی فهذا الماء لم یرفع الحدث ولو لم ینو لم تکن قربة ایضا مع انه مستعمل قطعا بفروع کثیرة منصوصة عن صاحب المذهب رضی اللّٰه تعالٰی عنه فی ادخال المحدث بعض اعضائه فی الماء لغیر ضرورۃ الاغتراف علی ما فصلت فی الفتح والحلیة والبحر وغیرها وللتفصی عن هذا قرر المحقق ان صیرورۃ الماء مستعملا باحدی ثلث رفع الحدث والتقرب وسقوط الفرض عن العضو قال وعلیه تجری فروع ادخال الید والرجل الماء القلیل لا لحاجة ولا تلازم بین سقوط الفرض وارتفاع الحدث فسقوط الفرض عن الید مثلا یقتضی ان لا یجب اعادة غسلها مع بقیة الاعضاء ویکون ارتفاع الحدث موقوفا علی غسل الباقی وسقوط الفرض هو الاصل فی الاستعمال لما عرف ان اصله مال الزکوۃ والثابت فیه لیس الا سقوط الفرض حیث جعل به دنسا شرعا علی ما ذکرناه[1] و تبعه تلمیذه المحقق فی الحلیة ثم البحر فی

کوئی ذرہ جس سے حکمِ تطہیر لاحق ہوتا ہے باقی بچا ہے تو حدث بھی اُس حصہ میں باقی رہے گا، یہاں تک کہ کوئی بے وضو یا ناپاک شخص غسل کرتا ہے اور مثلاً اُس کے پیر میں خشکی کی معمولی سی چمک باقی رہ جاتی ہے تو وہ مصحف کو اپنے ہاتھ سے یا اپنی آستین سے نہیں چھُو سکتا ہے اور جُنب ہونے کی صورت میں تلاوت نہیں کرسکتا ہے یہ سب فتوٰی کے لیے مختار ہے، تو اس پانی نے حدث کو رفع نہیں کیا، اور اگر اُس نے نیت نہ کی تو قربت بھی نہ ہوگی حالانکہ وہ قطعاً مستعمل ہے، اس میں بہت سی فروع ہیں جو صاحبِ مذہب سے منقول ہیں، ان کا تعلق اِس امر سے ہے کہ بے وضو اپنے کسی عضو کو بلا ضرورت چُلّو بھرنے کیلئے پانی میں ڈالے، جیسا کہ فتح، حلیہ اور بحر میں تفصیل سے ذکر کیا ہے، اِس اعتراض سے رہائی حاصل کرنے کے لیے محقق نے یہ تقریر کی ہے کہ پانی کے مستعمل ہونے کی تین صورتیں ہیں رفعِ حدث، تقرب اور فرض کا عضو سے ساقط ہونا، فرمایا کہ اسی پر یہ فروع متفرع ہوں گی کہ ہاتھ یا پیر تھوڑے پانی میں بلا ضرورت ڈالا، اور سقوطِ فرض اور ارتفاعِ حدث میں کوئی تلازم نہیں ہے اب ہاتھ سے سقوطِ فرض مثلاً چاہتا ہے کہ ہاتھ کے دھونے کا بقیہ اعضاء کے ساتھ اعادہ نہ ہو، اور حدث کا مرتفع ہونا باقی اعضاء کے دھونے پر موقوف ہو اور پانی کے استعمال میں سقوطِ فرض ہی اصل ہے جیسا کہ معلوم ہے کہ اس کی اصل مالِ زکوٰۃ ہے اور

---

[1] فتح القدیر ماءِ مستعمل نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۷۰

Marfat.com

البحر ثم تلمیذه العلامة الغزی حتی جعله متنا واقره علیه المدقق فی الدر واعتمده العارف بالله سیدی عبد الغنی النابلسی فی شرح هدیة ابن العماد ونص علیه العلامة ش ان هذا السبب الثالث زاده فی الفتح[1]۔

اس میں یہی ثابت ہے کہ سقوطِ فرض ہو، کیونکہ اس میں شرعا میل کچیل ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اھ اور ان کے محقق شاگرد نے ان کی پیروی کی حلیہ میں، پھر صاحبِ بحر نے بحر میں۔ پھر ان کے شاگرد علامہ غزی نے، یہاں تک کہ اس کو متن قرار دیا، اور دُر میں اس کو مدقق نے برقرار رکھا، اور عبد الغنی نابلسی نے شرح ہدیۃ ابن العماد میں اس پر اعتماد کیا، اور علامہ ش نے فرمایا کہ اس تیسرے سبب کو فتح میں زیادہ کیا گیا۔ ت

اقول ولیس کذا بل هو منصوص علیه من صاحب المذهب رضی الله تعالی عنه ففی الفتح عن کتاب الحسن عن ابی حنیفة رضی الله تعالی عنه ان غمس جنب او غیر متوضئ یدیه الی المرفقین او احدی رجلیه فی اجانة لم یجز الوضوء منه لانه سقط فرضه عنه اھ[2] وقدمنا عن الهدایة فی تعلیل قول ابی یوسف والامام رضی الله تعالی عنهما ان اسقاط الفرض مؤثر ایضا فیثبت الفساد بالامرین اھ[3] نعم المزید من المحقق هو تثلیث السبب ولیس بذلك فان سقوط الفرض اعم مطلقا من رفع الحدث ففیه غنیة عنه اما ما فی منحة الخالق انه قد یرتفع الحدث ولا یسقط الفرض کوضوء الصبی العاقل لما مر من صیرورة ما

میں کہتا ہوں یہ بات درست نہیں ہے بلکہ یہ صاحبِ مذہب رحمہ اللہ سے ہی منصوص ہے، فتح میں حسن کی کتاب سے ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ اگر ناپاک شخص یا بے وضو شخص نے اپنے دونوں ہاتھ دونوں کہنیوں تک پانی میں ڈبوئے یا ایک پیر کسی مرتبان میں ڈبویا تو اُس سے وضو جائز نہ ہوگا، کیونکہ اس کا فرض اُس سے ساقط ہوچکا ہے اھ

اور ہم نے ہدایہ سے ابو یوسف کے قول یعنی امام کے قول کی بھی علت بیان کرتے ہوئے پہلے ذکر کیا ہے کہ اسقاط فرض بھی موثر ہے تو فساد دونوں امروں سے ثابت ہوگا اھ ہاں محقق نے جو اضافہ کیا ہے وہ سبب کی تثلیث ہے، اور وہ درست نہیں کیونکہ سقوطِ فرض اعم مطلق ہے رفعِ حدث سے، لہٰذا یہ اس سے بے نیاز کرنے والا ہے، اور منحۃ الخالق میں ہے کہ کبھی حدث

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۶

[2] فتح القدیر بحث الماء المستعمل نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۶

[3] ہدایۃ الماء الذی یجوز بہ الوضوء العربیہ کراچی ۱/۲۲

Marfat.com

مستعملا مع انه لا فرض علیه[1] اھ

ختم ہوجاتا ہے اور فرض ساقط نہیں ہوتا جیسے عاقل بچے کا و
کیونکہ ابھی گزرا ہے کہ اُس کا پانی مستعمل ہوجاتا ہے حالانکہ وضو اُس پر فرض نہیں۔ ت

فاقول لیس بشیئ فان حکم الحدث انما یلحق المکلف وقد نصوا ان مراھقا جامع او مراھقة جومعت انما یؤمران بالغسل تخلقا واعتیادا[2] کما فی الخانیة والغنیة وغیرھما وفی الدر یؤمر به ابن عشر تادیبا[3] فحیث لم یسقط الفرض لانعدام الافتراض لم یرتفع الحدث ایضا لانعدام الحکم به اما صیرورته مستعملا فلیس لرفعه حدثا والا صار مستعملا من کل صبی ولو لم یعقل وھو خلاف المنصوص بل لکونه قربة معتبرة اذا نواھا ولذا قیدوہ بالعاقل لان غیرہ لا نیة له والذی مر ان اراد به مامر فی البحر فھو قوله فی الخلاصة اذا توضأ الصبی فی طست ھل یصیر الماء مستعملا المختار انه یصیر اذا کان عاقلا اھ[4] فھذا التقیید یفید ما قلنا و قد قال فی الغنیة ان ادخل الصبی یدہ فی الماء وعلم ان لیس بھا نجس یجوز التوضؤ به وان شك فی طھارتھا یستحب ان لا یتوضأ به وان توضأ جاز ھذا اذا لم یتوضأ الصبی به فان

میں کہتا ہوں یہ ٹھیک نہیں کیونکہ حدث کا حکم مکلف کو لاحق ہوتا ہے، علماء نے تصریح کی ہے کہ اگر کسی مراہق نے جماع کیا یا کسی مراہقہ سے جماع کیا گیا تو ان کو اخلاق و آداب سکھانے کی غرض سے غسل کا حکم دیا جائے گا، خانیہ اور غنیہ وغیرہ میں یہی ہے اور دُر میں یہ ہے کہ دس سالہ لڑکے کو تادیباً غسل کا حکم دیا جائیگا جب فرض ساقط نہ ہوگا کیونکہ فرضیت منعدم ہے تو حدث بھی مرتفع نہ ہوگا کیونکہ اس کا حکم منعدم ہے، اور رہا اس کا مستعمل ہونا تو یہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ اس نے حدث کو رفع کیا ہے ورنہ تو ہر بچہ کا مستعمل پانی مستعمل ہوجاتا اگرچہ وہ عاقل نہ ہو، اور یہ خلاف منصوص ہے بلکہ یہ اس لیے ہے کہ یہ قربت اُسی وقت معتبر ہوگی جبکہ وہ اُس کی نیت کرے، اور اسی لیے انہوں نے بچہ کو عاقل سے مقید کیا ہے کیونکہ غیر عاقل کی نیت نہیں ہوتی ہے، اور جو گزرا اگر اُس سے ان کا ارادہ وہ ہے جو گزرا بحر میں تو ان کا وہ قول خلاصہ میں ہے کہ جب بچہ طشت میں وضو کرے تو آیا پانی مستعمل ہوگا؟ تو مختار یہ ہے کہ اس وقت مستعمل ہوگا جب بچہ عاقل ہو اھ تو یہ تقیید اُسی چیز کا فائدہ دے رہی ہے

---

[1] منحة الخالق علی البحر　الماء المستعمل　سعید کمپنی کراچی　۹۲/۱
[2] قاضی خان　فیما یوجب الغسل　نولکشور لکھنؤ　۲۱/۱
[3] درمختار　موجبات الغسل　مجتبائی دہلی　۳۱/۱
[4] خلاصة الفتاوی　الماء المستعمل　نولکشور لکھنؤ　۸/۱

Marfat.com

توضأ به نادرا اختلف فیه المتأخرون والمختار انه یصیر مستعملا اذا کان عاقلا لانه نوی قربة معتبرة[۱] اھ وان اراد به ما مر فی نفس المنحة قبیل ھذا باسطر فھو اصرح وابین حیث قال نقلا عن الخانیة الصبی العاقل اذا توضأ یرید به التطھیر ینبغی ان یصیر الماء مستعملا لانه نوی قربة معتبرة[۲] ثم افاد بنفسه ان قوله یرید به التطھیر یشیر الی انه ان لم یرد به التطھیر لا یصیر مستعملا[۳] اھ ولکن سبحٰن من لا ینسی ثم قال فی المنحة بقی ھل بین سقوط الفرض والقربة تلازم ام لا[۴] الخ

جو ہم نے کہی ہے، اور غنیہ میں فرمایا کہ اگر بچّہ نے پانی میں ہاتھ ڈالا اور یہ علم تھا کہ اس کے ہاتھ پر کوئی نجاست موجود نہیں ہے تو اُس پانی سے وضو جائز ہے' اور اس کی طہارت میں شک ہے تو مستحب یہ ہے کہ اُس پانی سے وضو نہ کرے اور اگر وضو کیا تو جائز ہے، یہ اُس صورت میں ہے جب کہ بچّہ نے اُس سے وضو نہ کیا ہو اور اگر نیت کے ساتھ وضو کیا ہو تو متاخرین کا اس میں اختلاف ہے، اور پسندیدہ قول یہ ہے کہ اگر وہ عاقل ہو تو مستعمل قرار پائے گا کیونکہ اُس نے معتبر قربت کی نیت کی ہے اھ اور اگر وہ ارادہ کیا جو نفسِ منحہ میں گزرا ہے اس سے چند سطر قبل تو وہ اور زیادہ واضح اور روشن ہے وہ خانیہ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عاقل بچّہ جب وضو کرے اور اس سے پاکی حاصل کرنے کا ارادہ کرے تو چاہئے کہ پانی مستعمل ہو جائے، کیونکہ اُس نے معتبر قربۃ کی نیت کی اھ پھر خود ہی فرمایا کہ اس کا قول "یرید به التطھیر" اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اگر اس نے نیتِ تطہیر کی تو پانی مستعمل نہ ہوگا اھ لیکن بے عیب ہے وُہ خدا جو بھولتا نہیں۔ پھر منحہ میں فرمایا اب یہ امر باقی رہ گیا ہے کہ آیا سقوطِ فرض اور قربۃ میں تلازم ہے یا نہیں الخ۔ ت

اقول مراده ھل القربة تلزم سقوط الفرض ام لا فان التلازم یکون من الجانبین ولا یتوھم عاقل ان سقوط الفرض یلزم القربة فان الاستنشاق فی الوضوء والمضمضة فیه وللطعام ومنه والوضوء علی الوضوء وامثالھا

اقول ان کی مراد یہ ہے کیا قربت سقوطِ فرض کو مستلزم ہے یا نہیں؟ کہ تلازم جانبین سے ہی ہوتا ہے اور کوئی عقلمند آدمی یہ سوچ بھی نہیں سکتا ہے کہ سقوطِ فرض مستلزمِ قربت ہے، کیونکہ وضو میں ناک میں پانی ڈالنا اور کُلّی کرنا اور کھانے کے لیے کُلّی کرنا اور اس کے

---

۱ غنیۃ المستملی الماء المستعمل سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۱۵۳
۲ منحۃ الخالق علی البحر الماء المستعمل سعید کمپنی کراچی ۱/۹۱
۳ و ۴ ایضاً ۱/۹۲

Marfat.com

كل ذلك قربة ولا سقوط الفرض ولكن تسامح
في العبارة وظن انه تبع فيه الفتح والبحر
حيث قالا لا تلازم بين سقوط الفرض وارتفاع
الحدث قال في المنحة المراد نفي التلازم من
احد الجانبين وهو جانب سقوط الفرض[1] الخ

بعد کُلی کرنا اور وضو پر وضو اور اسی جیسی دوسری چیزیں
سب کی سب عبادتیں ہیں لیکن ان سے کوئی فرض
ساقط نہیں ہوتا ہے، لیکن انہوں نے عبارت میں
تسامح سے کام لیا ہے اور انہوں نے گمان کیا ہے کہ
اس میں انھوں نے فتح اور بحر کی متابعت کی ہے وہ
دونوں فرماتے ہیں سقوطِ فرض اور ارتفاعِ حدث میں تلازم نہیں۔ منحہ میں فرمایا ایک جانب سے تلازم کی نفی ہے اور
وہ سقوطِ فرض کی جانب ہے الخ (ت)

اقول ليس كذلك بل التلازم هو اللزوم
من الجانبين فسلبه يصدق بانتفاء اللزوم
من احد الجانبين وهو المراد للفاضلين
العلامتين وتفسيره باللزوم من احد الجانبين
مفسد للمعنى اذ بورود السلب عليه يكون الحاصل
نفي اللزوم من كلا الجانبين وليس صحيحا ولا مرادا
وعلى كل فهذا السؤال مما يهمنا النظر فيه اذ لو
ظهر لزوم القربة لسقوط الفرض سقط سقوط
الفرض ايضا كما ارتفع رفع الحدث ودار حكم
الاستعمال على القربة وحدها كما نسبوه الى
الامام محمد وان كان التحقيق انه لم يخالف
شيخيه في ذلك كما بينه في الفتح والبحر فرأينا
العلامة صاحب المنحة فاذا هو اجاب عما سأل
فقال ان قلنا ان اسقاط الفرض لا ثواب فيه
فلا وان قلنا فيه ثواب فنعم قال العلامة المحقق
نوح افندي والذي يقتضيه النظر الصحيح

میں کہتا ہوں بات یہ نہیں ہے بلکہ تلازم کا
مطلب یہ ہے کہ لزوم دونوں جانب سے ہو، تو اس کا
سلب احد الجانبین سے لزوم کے انتفاء کی صورت میں
صادق آئے گا اور یہی مراد ہے دونوں فاضل علماء کی
اور اس کی تفسیر احد الجانبین کے لزوم کے ساتھ معنی کو
فاسد کرنے والی ہے، کیونکہ جب اس پر سلب وارد ہوگا
تو حاصل نفیِ لزوم ہوگا دونوں جانبوں سے اور یہ نہ تو
صحیح ہے اور نہ ہی مراد ہے، اور بہرنوع ہمیں اس سوال
پر غور کرنا ہے کیونکہ اگر قربت اور سقوطِ فرض کا لزوم
ظاہر ہوجائے تو سقوطِ فرض بھی ساقط ہوجائے گا جیسے
کہ رفعِ حدث مرتفع ہُوا اور حکمِ استعمال کا دارومدار
محض قربۃ پر ہوجائیگا جیسا کہ فقہاء نے اُس کو امام محمد کی
طرف منسوب کیا ہے اگرچہ تحقیق یہی ہے کہ انہوں نے شیخین
کی مخالفت نہیں کی جیسا کہ بحر اور فتح میں ہے، علامہ صاحب
منحہ نے اس سوال کا جواب دیا ہے فرماتے ہیں کہ اگر
اسقاطِ فرض میں کوئی ثواب نہ مانا جائے تو یہ درست

---

[1] منحة الخالق على البحر الماء المستعمل سعید کمپنی کراچی ۱/۹۲

Marfat.com

ان الراجح ھو الاول لان الثواب فی الوضوء المقصود وھو شرعا عبارۃ عن غسل الاعضاء الثلثۃ ومسح الراس فغسل عضو منھا لیس بوضوء شرعی فکیف یثاب علیہ اللھم الا ان یقال انہ یثاب علی غسل کل عضو منھا ثوابا موقوفا علی الاتمام فان اتمہ اثیب علی غسل کل عضو منھا والافلا ویدل علیہ ما اخرجہ مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا توضأ العبد المسلم او المؤمن الی اخر الحدیث الذی قدمناہ[1] اھ۔

نہیں، اور اگر کہیں کہ اس میں ثواب ہے تو یہ درست ہے علامہ نوح آفندی فرماتے ہیں نظر صحیح کا تقاضا یہ ہے کہ راجح پہلا قول ہی ہے کیونکہ ثواب مقصود وضو میں ہے اور وہ شرعاً اعضاء ثلثہ کے دھونے اور سر کے مسح کو کہتے ہیں، تو ایک عضو کا دھونا شرعی وضو نہیں ہے تو اس پر ثواب کیسے ہوگا! ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ثواب کسی ایک عضو کے دھونے کا ثواب موقوف رہے گا مکمل وضو کرنے پر اب اگر مکمل کرلے گا تو ہر ہر عضو کے دھونے پر ثواب پائے گا ورنہ نہیں۔ اس کی دلیل مسلم کی روایت ابوہریرہ سے ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مسلمان یا مومن وضو کرتا ہے الحدیث الذی قدمناہ اھ (جو حدیث ہم پہلے بیان کرچکے) ت

اقول اولا لا معنی للزوم القربۃ سقوط الفرض وان قلنا بثبوت الثواب فی اسقاط الفرض اذ لاثواب الا بالنیۃ وسقوط الفرض لا یتوقف علیھا فالحق ان بینھما عموما من وجہ مطلقا ولو نظر رحمہ اللہ تعالٰی الی فرق ما بین تعبیریہ بالسقوط والاسقاط لتنبہ لان الثواب ان کان لم یکن الا بالقصد المدلول علیہ بالاسقاط والسقوط لا یتوقف علیہ **وثانیا** للعبد الضعیف کلام فی توقف الثواب فی الطھارۃ علی الاتمام بل الثواب منوط بنیۃ الامتثال کما قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات

میں کہتا ہوں اولاً قربت کے سقوطِ فرض کو لازم ہونے کے کوئی معنی نہیں، خواہ ہم یہ کہیں کہ ثواب ثابت ہوگا اسقاطِ فرض میں، کیونکہ ثواب بلانیت کے نہیں ہوتا اور فرض کا سقوط نیت پر موقوف نہیں ہے تو حق یہ ہے کہ ان دونوں میں عموم من وجہ مطلقاً ہے، اور اگر وہ رحمہ اللہ دونوں تعبیروں کے فرق کو دیکھتے، یعنی سقوط اور اسقاط تو ان کو معلوم ہوتا کہ ثواب نیت سے ہوتا ہے جو اسقاط سے مفہوم ہوتی ہے اور سقوط اس پر موقوف نہیں۔

ثانیاً عبد ضعیف کو اس امر میں کلام ہے کہ ثواب موقوف ہے طہارت کے مکمل ہونے پر بلکہ ثواب موقوف ہے حکم ماننے کی نیت پر جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] منحۃ الخالق علی حاشیۃ بحر الرائق بحث الماء المستعمل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۲

Marfat.com

وانما لکل امریٔ ما نوی[1] فمن جلس یتوضأ ممتثلا
لامر ربه ثم عرض له فی اثنائه ما منعه عن
اتمامه فکیف یقال لایثاب علی ما فعل والله لا
یضیع اجر المحسنین[2] نعم من نوی من بدء
الامر انه لایأتی الا بالبعض فهذا الذی یرد علیه
انه لم یقصد الوضوء الشرعی بل هو عابث یقصد
مالا یعتبر شرعا والعابث لایثاب بخلاف من
قدمنا وصفه ویترای لی ان مثل ذلك العابث
من قصد الوضوء الشرعی واتی ببعض الاعمال
ثم قطع من دون عذر فان الله تعالی سمی القطع
ابطالا اذ یقول عزمن قائل ولا تبطلوا اعمالکم[3]
والباطل لاحکم له والله تعالی اعلم **وثالثا**
محو الخطایا ان لم یکن ثوابا فلا ذکر له فی الحدیث
اصلا وان کان فالحدیث حاکم بترتب ثواب کل
فعل فعل عند وقوعه ولا دلالة فیه علی توقف
الاثابة الی ان یتم وبالجملة فلا اغناء لاحد
من القربة والسقوط عن الاخر بخلاف الرفع
والسقوط فلا وجه للتثلیث ثم رأیت العلامة
ش اشار الی هذا فی ردالمحتار حیث قال رفع
الحدث لایتحقق الا فی ضمن القربة او اسقاط
الفرض او فی ضمنهما فیستغنی بهما عنه[4] اھ

نے فرمایا "بیشک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور
ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی وہ نیت کرے، تو جو شخص
اپنے رب کے حکم کو ماننے کے لیے وضو کرنے بیٹھا پھر
درمیان میں کوئی ایسا امر لاحق ہوا کہ وہ وضو مکمل نہ
کرسکا تو اب یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ جو کچھ وہ کرچکا ہے
اس پر اس کو ثواب نہیں ملے گا، اللہ اچھے کاموں کا
اجر برباد نہیں کرتا، ہاں اگر کسی نے شروع سے ہی یہ نیت
کی کہ وہ بعض اعضاء کو دھوئے گا، تو یہ ہے جس پر یہ اعتراض
وارد ہوگا کہ اُس نے وضوشرعی کا ارادہ نہیں کیا ہے بلکہ
وہ ایک ایسا کام کرکے جو شرعاً غیر معتبر ہے عبث کر رہا ہے
اور جو عبث کرتا ہو اس کو ثواب نہیں ملے گا" بخلاف
اس کے جس کا وصف ہم نے پہلے بیان کیا، اور مجھے لگتا ہے
کہ اسی عبث کرنے والے کی طرح ہے وہ شخص جس نے شرعی وضو کا ارادہ کیا
اور بعض اعمال کئے پھر وضو کو بلا عذر نامکمل چھوڑ دیا کیونکہ
اللہ نے قطع کو ابطال قرار دیا ہے، اللہ فرماتا ہے "تم
اپنے اعمال کو باطل نہ کرو" اور باطل کا کوئی حکم نہیں، واللہ
تعالٰی اعلم۔

ثالثاً یہ کہ خطاؤں کا مٹ جانا اگر ثواب نہیں ہے
تو اس کا ذکر حدیث میں بالکل نہیں ہے اور اگر ثواب ہے تو
حدیث کا حکم یہ ہے کہ ہر فعل کا ثواب اس فعل کے
واقع ہوجانے کے وقت مرتب ہوگا، اور اس میں اس

---

[1] جامع للبخاری باب کیف بدء الوحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲
[2] القرآن ۹/۱۲۰ [3] القرآن ۴۷/۳۳
[4] ردالمحتار الماء المستعمل مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۶

Marfat.com

امر پر دلیل نہیں کہ ثواب تمام پر موقوف ہوگا، اور خلاصہ یہ کہ قربت اور سقوط میں سے کسی ایک کو دوسرے سے بے نیازی نہیں بخلاف رفع اور سقوط کے، تو تثلیث کی کوئی وجہ نہیں، پھر میں نے علامہ ش کو دیکھا کہ انھوں نے رد المحتار میں اس طرف اشارہ کیا' فرمایا رفع حدث قربۃ کے ضمن ہی میں متحقق ہوتا ہے یا اسقاط فرض کے یا دونوں کے ضمن میں متحقق ہوتا ہے، تو ان دونوں سے اس میں بے نیازی حاصل کی جائے گی اھ (ت)

اقول[1] لم یظہر لی کیف یتحقق رفع الحدث فی ضمن القربۃ من دون سقوط الفرض حتی یصح ھذا التثلیث الاٰخر الذی ذکرہ ھذا العلامۃ بل کلما رفع الحدث لزم منہ سقوط الفرض کما اعترف بہ فی المنحۃ فان جنح الی ما قدمنا عنہ من مسألۃ وضوء الصبی العاقل ای اذا توضأ ناویا فقد تحقق رفع الحدث فی ضمن القربۃ من دون سقوط فرض۔

میں کہتا ہوں مجھ پر یہ ظاہر نہیں ہوا کہ رفع حدث قربۃ کے ضمن میں کیسے متحقق ہوگا بغیر فرض کے سقوط کے یہاں تک کہ یہ دُوسری تثلیث جس کی طرف اس علامہ نے اشارہ کیا ہے صحیح قرار پائے، بلکہ جب بھی حدث مرتفع ہوگا اس سے فرض ساقط ہوگا، جیسا کہ منحہ میں اس کا اعتراف کیا ہے، تو اگر اس کی طرف مائل ہوں جو ہم نے پہلے ان سے نقل کیا ہے یعنی عاقل بچّہ کا وضو، جب عاقل بچہ نیّت کے ساتھ وضو کرے تو حدث قربت کے ضمن میں مرتفع ہو جائے گا مگر فرض ساقط نہ ہوگا۔ (ت)

فاقول اوّلا قد علمت بطلانہ **وثانیا**[1] ان سلم ھذا یلزم ان یتحقق رفع الحدث من دون قربۃ ولا سقوط فرض اذا توضأ الصبی غیر ناو لان رفع الحدث لایفتقر الی النیۃ والقربۃ لا توجد بدونہا فحینئذ ینہدم اصل المراد ویعود التثلیث الذی ذکرہ المحقق فالصواب ما ذکرت ان رفع الحدث یلزمہ سقوط الفرض ففیہ غنیۃ عنہ۔

میں کہتا ہوں اوّلاً تم اس کا بطلان جان چکے ہو۔

ثانیاً اگر یہ مان لیا جائے تو لازم آئے گا کہ رفعِ حدث متحقق ہو بلا قربت کے، اور نہ فرض کا سقوط ہو جب بچہ بلا نیت وضو کرے، کیونکہ رفعِ حدث محتاجِ نیت نہیں ہوتا جبکہ قربت بلا نیت نہیں پائی جاتی ہے اس صورت میں اصلِ مقصود ہی ختم ہو جائے گا اور وہ تثلیث عَود کر آئے گی جس کو محقق نے ذکر کیا ہے، تو صحیح وہی ہے جس کو میں نے ذکر کیا کہ رفعِ حدث کو سقوطِ فرض لازم ہے، پس یہ اس سے بے نیاز کرنے والا ہے۔ (ت)

ثم اقول[2] ان المحقق علی الاطلاق حانت منہ التفاتۃ ھنا الی کلام مشروحہ الہدایۃ لما جنح الی تثلیث السبب ولظہر

پھر میں کہتا ہوں اگر محقق علی الاطلاق صاحبِ ہدایہ کے کلام پر توجہ دیتے تو تثلیث سبب کی طرف متوجہ نہ ہوتے اور رجوعِ عام کتب اور متون سے

Marfat.com

له الجواب ایضا عما اعترض به کلام العامة و المتون و ذلك ان الامام صاحب الهداية قدس سره عبر فى المسألة بما ازيل به حدث او استعمل قربة وقال فى الدليل اسقاط الفرض مؤثرا يضا فيثبت الفساد بالامرين فافاد ان المراد بزوال الحدث هو سقوط الفرض و ان مؤداهما ههنا واحد و لا شك ان سقوط الفرض عن عضو دون عضو بل عن بعض عضو دون بعضه الاخر ثابت متحقق وان لم يترتب عليه احكام ارتفاع الحدث وهو كما قدمت الاشارة اليه فى بيان الفروع يشمل ما اذا نظهر كاملا او غسل شيئا من اعضائه بل عضوه فلا تثليث ولا اعتراض بعدم التجزى و تحقيقه ما افاده فى المنحة نقلا عن العلامة نوح افندى فى حواشى الدرر ناقلا عن الشيخ قاسم فى حواشى المجمع ان الحدث يقال بمعنيين المانعية الشرعية عما لا يحل بدون الطهارة وهذا لا يتجزى بلا خلاف عند ابى حنيفة و صاحبيه وبمعنى النجاسة الحكمية وهذا يتجزء ثبوتا و ارتفاعا بلا خلاف عند ابى حنيفة و اصحابه عـه

اعتراض ہوتا تھا اُس کا جواب بھی ظاہر ہو جاتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ صاحبِ ہدایہ نے مسئلہ میں یہ تعبیر کی ہے کہ وُہ پانی جس سے حدث زائل کیا گیا ہو یا بطورِ قربت استعمال کیا گیا ہو، اور دلیل میں فرمایا کہ اسقاطِ فرض بھی مؤثر ہے تو فساد دونوں امروں سے ظاہر ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ زوالِ حدث سے مراد سقوطِ فرض ہے اور دونوں کا نتیجہ ایک ہی ہے اور اس میں شک نہیں کہ فرض کا سقوط ایک عضو سے نہ کہ دوسرے عضو سے، بلکہ بعض عضو سے نہ کہ دوسرے بعض سے ثابت متحقق ہے اگرچہ اس پر ارتفاعِ حدث کے احکام مترتب نہیں ہوتے ہیں اور جیسا کہ میں اشارہ کر چکا ہوں بیانِ فروع میں اُس صورت کو بھی شامل ہے جبکہ پوری طرح طہارت کی یا کچھ اعضاء دھوئے بلکہ اپنے ایک عضو کا حصّہ دھویا تو نہ تثلیث ہوگی اور نہ عدمِ تجزّی کا اعتراض ہوگا، اس کی تحقیق منحہ میں علامہ نوح آفندی کی اُس تحقیق سے منقول ہے جو درر کے حواشی میں منقول ہے اور جو حواشی مجمع میں شیخ قاسم سے منقول ہے کہ حَدَث کا اطلاق دو معنی میں ہوتا ہے، ایک تو یہ کہ جو چیز بلا طہارت جائز نہ ہو اُس کی شرعی ممانعت، اور یہ چیز ابوحنیفہ اور ان کے صاحبین کے درمیان بالاتفاق

عـه اقول قال فى الاول عند ابى حنيفة و صاحبيه لان من المشائخ من قال بتجزيه

اقول پہلے کے متعلق امام ابوحنیفہ کے ساتھ صاحبین کا صیغہ ذکر کیا کیونکہ بعض مشائخ نے محدث جنبی کو قرأت کے لیے کُلّی

(باقی اگلے صفحہ پر)

له الهداية باب الماء الذى لا يجوز به الوضوء المكتبة العربية ۱/۲۲

Marfat.com

وصيرورة الماء مستعملا بازالة الثانية ففى مسألة البئر سقط الفرض عن الرجلين بلا خلاف والماء الذى اسقط الفرض صار مستعملا بلا خلاف على الصحيح اھ قال العلامة نوح ھذا ھو التحقيق فخذه فانه بالاخذ حقيق[1] اھ

غیر متجزی ہے، اور دُوسرا بمعنی نجاست حُکمیہ، اور یہ چیز ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے درمیان بالاتفاق متجزی ہے ثبوتاً بھی اور ارتفاعاً بھی، اور پانی جو مستعمل ہوتا ہے تو دوسرے معنی کے ازالہ سے ہوتا ہے، تو کنوئیں کے مسئلہ میں دونوں پیروں کا فرض ساقط ہوگیا اور وُہ پانی جو اسقاطِ فرض میں استعمال ہوا مستعمل ہوگیا، صحیح قول کے مطابق اس میں کوئی اختلاف نہیں، اھ علامہ نوح آفندی نے فرمایا تحقیق یہی ہے اور اسی کو اختیار کرنا چاہیے اھ۔ (ت)

اقول بل اختار فى غاية البيان ثم النهر ثم الدر ان حقيقة الحدث ھو المعنى الثانى قال فى البحر تبعا للفتح الحدث مانعية شرعية قائمة بالاعضاء الى غاية استعمال المزيل[2] اھ قال فى النهر وتبعه الدر ھذا تعريف بالحكم وعرفه فى غاية البيان بانه وصف شرعى يحل فى الاعضاء يزيل الطهارة[3] قال وحكمه المانعية لما جعلت الطهارة شرطا له اھ ونظر فيه ش نقلا عن حاشية الشيخ خليل الفتال عازيا لبعض الفضلاء بان حكم الشئ ما كان اثرا له خارجا

میں کہتا ہوں غایۃ البیان، نہر اور دُر نے دوسرے معنی کو مختار قرار دیا ہے، بحر میں فتح کی متابعت کرتے ہوئے فرمایا حدث شرعی مانعیت ہے جو اعضاء کے ساتھ اس وقت تک قایم رہتی ہے یہاں تک کہ زائل کرنے والی چیز استعمال کی جائے۔ نہر اور دُر میں ہے کہ یہ حکم کے ساتھ تعریف ہے، اور غایۃ البیان میں اس کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایک ایسا وصف ہے جو اعضاء میں حلول کرتا ہے اور طہارت کو زائل کرتا ہے فرمایا کہ اس کا حکم مانعیت ہے اس چیز کی جس کے لیے طہارت شرط ہے اھ اور "ش" نے اس میں حاشیہ شیخ خلیل فتال سے نقل

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) حتى اجاز للجنب القراءة بعد المضمضة وللمحدث المس بعد غسل اليد وقال ھھنا واصحابه لان تجزى ھذا الا خلاف فيه عند مشايخنا اھ منه رضى الله تعالى عنه۔

کافی ہے اور محدث کو مسِ مصحف کے لیے ہاتھ دھونا کافی ہے اور یہاں دوسرے معنی میں اصحاب جمع کا صیغہ ذکر کیا ہے کیونکہ اس کو سب نے کافی کہا ہمارے مشائخ کے اس میں اختلاف نہیں اھ (ت)

---

[1] منحۃ الخالق علی حاشیۃ بحر الرائق بحث الماء المستعمل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۲

[2] بحر الرائق باب شروط الصلوٰۃ سعید کمپنی کراچی ۱/۲۶۷

[3] درمختار کتاب الطہارۃ مجتبائی دہلی ۱/۱۶

Marfat.com

عنه مترتبا عليه والمانعية المذكورة ليست كذلك
وان حكم الحدث عدم صحة الصلاة معه وحرمة
مس المصحف ونحو ذلك فالتعريف بالحكم
كان يقال الحدث ما لا تصح الصلاة معه تامل[1]
(ف۱) اھ قال ش على ان التعريف بالحكم مستعمل عند
الفقهاء لان الاحكام محل مواقع انظارهم[2]
اھ وقد اشار اليه ط وقال على قوله مانعية
اى كونه مانعا من الصلاة ومس المصحف و
الاظهر ان يقال مانع شرعي[3] اھ

چھوٹنے ہو سے نظر کی ہے، اور اس کو بعض فضلاء کی طرف
منسوب کیا ہے کہ ہر چیز کا حکم اس کے
اثر کو کہتے ہیں جو اس سے خارج ہو اور اس پر مرتب ہو
اور مذکورہ مانعیت اس قسم کی نہیں ہے، اور حدث
کا حکم تو یہی ہے کہ اس کے ساتھ نماز درست نہیں
ہوتی اور مصحف کو نہیں چھوا جا سکتا ہے اور اسی قسم
کے دوسرے احکام، تو تعریف بالحکم اس طرح ہو سکتی
ہے کہ حدث وہ چیز ہے جس کے ساتھ نماز درست نہ ہو تامل
اھ (ت) ش نے فرمایا کہ علاوہ ازیں تعریف بالحکم فقہاء کے نزدیک
مستعمل ہے کیونکہ احکام ہی سے وہ بحث کرتے ہیں اھ اور ط نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور "مانعیت" پر
فرمایا کہ اس کا نماز سے منع ہونا اور مصحف کے چھونے سے مانع ہونا ہے اور اظہر یہ ہے کہ کہا جائے کہ یہ مانع شرعی
ہے اھ (ت)

(ف۲) **اقول** وبالله التوفيق كلام المعترضين
على البحر كله بمعزل عن غوص القعر فان مبناه
على ان تعريف البحر غير تعريف الغاية
ولا دليل عليه فان المانعية بمعنى الحاصل
بقطع النظر عن كونه مما لا يقوم بموضوعه لعدم
كونه من الصفات المنضمة لا قيام له
بالاعضاء اصلا فانها غير مانعة حتى تكون
بها مانعية وبمعنى النسبة الى شيء له انتساب
الى مانع شرعي صادق قطعا على ذلك الوصف

میں بتوفیق الٰہی کہتا ہوں معترضین کے بحر
پر اعتراضات گہرائی سے خالی ہیں، کیونکہ ان کی بنیاد
اس پر ہے کہ بحر کی تعریف غایہ کی تعریف سے مختلف
ہے اور اس پر کوئی دلیل نہیں کیونکہ مانعیت بمعنی حاصل
ہے اس سے قطع نظر کہ وہ صفات منضمہ میں سے نہ ہونے
کی بنا پر اپنے موضوع کے ساتھ قائم نہیں ہوتی۔
اس کا اعضاء کے ساتھ قیام بالکل ہوتا ہی نہیں کیونکہ
اعضاء مانع نہیں تاکہ انکے ساتھ مانعیت قائم ہو اور بمعنی نسبت
کے یعنی وہ شے جس کا کسی مانع شرعی کی طرف انتساب ہو

---

[1] ردالمحتار كتاب الطہارت مصطفى البابی مصر ۱/۶۳
[2] ردالمحتار " " "
[3] طحطاوی علی الدر " بیروت ۱/۵۶

Marfat.com

الشرعی الذی یحل بالاعضاء فیزیل طهرها لان المانع هو الخطاب الشرعی و المنتسب الیه ما لاجله ورد الخطاب وهی النجاسة الحکمیة وهی بعینها ذلك الوصف القائم بالاعضاء فرجع التعریف الی تعریف الغایة فلا خلاف ولا خلف الا تری ان تلمیذ المحقق علی الاطلاق اعنی المحقق الحلبی عرف الحدث فی الحلیة بانه الوصف الحکمی الذی اعتبر الشارع قیامه بالاعضاء مسببا عن الجنابة و الحیض والنفاس و البول و الغائط وغیرهما من نواقض الوضوء و منع من قربان الصلاۃ وما فی معناها معه حال قیامه بمن قام به الی غایة استعمال ما یعتبر به زالہ اھ وهو کما تری لیس الا بسط لما اجمله شیخه المحقق وما هو الا عین ما عرف به فی الغایة ولو قال مانع شرعی کما استظهره العلامة ط لکان ایضا مرجعه الی ذلك لان ذلك الوصف الشرعی وهی النجاسة مانع شرعی بمعنی ما لاجله المنع و استعمال المانع بهذا المعنی شائع ذائع غیر ان المحقق ابقاه علی حقیقته فاق بالنسبة فلا وجه وجیها للاستظهار ثم من اوضح دلیل علیه ان البحر مغترف فی هذا الحد من مناهل فتح القدیر کما ذکره فی رد المحتار وقد قال المحقق فی

یہ قطعاً اس وصف شرعی پر صادق آتی ہے جو اعضاء میں حلول کرتا ہے اور ان کی طہارت کو زائل کرتا ہے اس لیے کہ مانع وہ خطاب شرعی ہے، اور اس کی طرف منسوب وہ چیز ہے جس کی وجہ سے خطاب وارد ہوا، اور وہی نجاستِ حکمیہ ہے، اور وہ بعینہا وہ وصف ہے جو اعضاء کے ساتھ قائم ہے تو تعریف، غایہ والی تعریف کی طرف لوٹ آئی تو کوئی خلاف نہیں اور نہ خلف ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ محقق علی الاطلاق کے شاگرد محقق حلبی نے حلیہ[1] میں حدث کی تعریف اس طرح کی ہے کہ وہ ایک وصف حکمی ہے کہ شارع نے اعضاء کے ساتھ اس کے قیام کا اعتبار کیا ہے، اور یہ جنابۃ، حیض، نفاس، پیشاب اور پاخانہ وغیرہما نواقض وضوء کے باعث ہوتا ہے، اور یہ چیز نماز کے قریب جانے سے مانع ہوتی ہے یا جو چیز نماز کے حکم میں ہو، یہ مانعیت اس وقت تک رہتی ہے جب تک یہ وصف اُس شخص کے ساتھ قائم رہے، یہاں تک کہ وہ اس چیز کو استعمال کرے جو اس کو زائل کرنے والی ہے اھ یہ تعریف جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں اُسی چیز کا بسط ہے جس کا اجمال ان کے شیخ محقق نے کیا ہے اور یہ بعینہ وہی تعریف ہے جو غایہ میں ہے، اور اگر مانع شرعی کہتے جیسا کہ علامہ "ط" نے فرمایا اس کا بھی ماحصل یہی ہے کیونکہ وہ وصف شرعی، جو نجاست ہے مانع شرعی ہے اس معنی کے اعتبار سے کہ یہ وہ چیز ہے جس کی وجہ سے منع ہے، اور

---

[1] حلیہ

Marfat.com

الفتح مستدلا لروایة الحسن وابی یوسف
عن الامام الاعظم ان الماء المستعمل
نجسا مغلظا او مخففا ما نصه[1] وجه روایة
النجاسة قیاس اصله الماء المستعمل فی
النجاسة الحقیقیة والفرع المستعمل فی الحکمیة
بجامع الاستعمال فی النجاسة بناء علی الغاء
وصف الحقیقی فی ثبوت النجاسة وذلک لان
معنی الحقیقی لیس الاکون النجاسة موصوفا
بها جسم مستقل بنفسه عن المکلف لان وصف
النجاسة حقیقة لاتقوم الا بجسم کذلک وفی
غیرہ مجاز بل معناہ الحقیقی واحد فی
ذلک الجسم وفی الحدث لانه لیس المتحقق
لنا من معناها سوی انها اعتبار شرعی منع
الشارع من قربان الصلاة والسجود حال قیامه
لمن قام به الی غایة استعمال الماء فیه فاذا
استعمله قطع ذلک الاعتبار کل ذلک ابتلاء
للطاعة فاما ان هناک وصفا حقیقیا عقلیا او
محسوسا فلا ومن ادعاہ لایقدر فی اثباته علی
غیر الدعوی ویدل علی انه اعتبار اختلافه
باختلاف الشرائع الا تری ان الخمر محکوم
بنجاسة فی شریعتنا وبطهارته فی غیرها فعلم
انها لیست سوی اعتبار شرعی الزم معه کذا الی
غایة کذا ابتلاء وفی هذا لاتفاوت بین الدم

مانع کا استعمال اس معنی میں شائع و ذائع ہے، البتہ
محقق نے اس کو اس کی حقیقت پر باقی رکھا ہے، تو نسبت
کو لائے ہیں تو استظہار کی کوئی معقول وجہ نہیں، پھر اس
پر واضح ترین دلیل یہ ہے کہ بحر نے بھی اس تعریف میں
فتح القدیر سے استفادہ کیا ہے، جیسا کہ اس کو ردالمحتار
میں ذکر کیا ہے اور محقق نے فتح میں ابو یوسف اور حسن کی
ابو حنیفہ سے روایت پر استدلال کیا ہے کہ مستعمل پانی
نجاست غلیظہ ہے یا نجاست خفیفہ ہے، جس روایت
میں اس کو نجاست قرار دیا گیا ہے وہ قیاس کی بنیاد
پر ہے اس قیاس کی اصل وہ پانی ہے جو نجاست
حقیقیہ میں مستعمل ہو، اور اس کی فرع وہ پانی ہے جو
نجاست حکمیہ میں مستعمل ہو، اور علّت جامعہ نجاست
میں استعمال ہے، بنا کرتے ہوئے کہ وصف حقیقی
ثبوت نجاست میں لغو ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حقیقی کا
مفہوم یہ ہے کہ اس نجاست سے ایسا جسم متصف ہو جو
بنفسہ مکلف سے مستقل ہو یہ نہیں کہ وصف نجاست
حقیقۃً ایسے ہی جسم کے ساتھ قایم ہوتی ہے
اور اس کے غیر میں مجاز ہے، بلکہ اس کے حقیقی معنی
ایک ہیں اس جسم میں اور حدث میں، اس لیے کہ ہمیں
تحقیقی طور پر جو معنی معلوم ہیں وہ یہ ہیں کہ وہ ایک شرعی
اعتبار ہے کہ جب تک وہ موجود ہو تو شارع نے اس
کو جو اس کے ساتھ متصف ہو نماز وغیرہ کے قریب جانے
سے منع کیا ہے تا وقتیکہ وہ اس میں پانی کو استعمال

---

[1] فتح القدیر بحث الماء المستعمل نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۴

Marfat.com

والحدث فانه ايضا ليس الانفس ذلك الاعتبار[1] اھ فهذا النص صريح فى ان تلك المانعية الشرعية المغياة الى استعمال المزيل ليست الا النجاسة الحكمية فاتحد التعريفان۔

نہ کرے، جب وہ پانی استعمال کرلے گا تو وہ اعتبار ختم ہوجائے گا، یہ سب طاعت کی ابتلاء ہے، رہی یہ بات کہ یہاں کوئی وصف عقلی حقیقی یا محسوس ہے، تو ایسی کوئی بات نہیں، اور جو اس کا دعوی کرتا ہے تو محض دعوی ہی ہے، اور اس کے اعتباری ہونے کی دلیل ہے کہ یہ شریعتوں کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتا رہتا ہے، مثلاً شراب ہماری شریعت میں ناپاک ہے اور دوسری شریعتوں میں پاک ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ نجاست محض شرعی اعتبار ہے یا تنی سے اتنی مدت تک کے لیے لازم کیا گیا ہے ابتلاءً اور اس میں خون اور حدث میں کوئی تفاوت نہیں کیونکہ یہ بھی ویسا ہی اعتبار ہے اھ تو یہ اس امر میں نص صریح ہے کہ یہ مانعیت شرعیہ جس کی انتہا مزیل کا استعمال ہے، نجاستِ حکمیہ ہی ہے تو دونوں تعریفیں متحد ہوگئیں۔ ت

ثم اقول التعريف بالحكم ان اريد به ان يجعل الحكم نفس المعرّف بحيث يحمل هو على المعرّف فنعم يسقط ايراد النهر والدرفان المانعية بالمعنى المذكور هى النجاسة الحكمية ليست اثرا مترتبا على الحدث بمعنى الوصف الشرعى بل هى هو كما عرفت وح لا يستقيم ايضا قول المجيب ان التعريف بالحكم كأن يقال هو ما لا تصح الصلاة معه فان ما لا تصح ليس حكما بل الحكم كما اعترف عدم الصحة ولم يعرف به وانما يكون تعريفا بالحكم لو قيل الحدث عدم صحة الصلاة ويتكدر ايضا جواب ط وش بانه مستعمل عند الفقهاء فان المستعمل عندهم ذكر الحكم فى التعريف لا حمل الاثر على المؤثر وان اريد به ان

پھر میں کہتا ہوں تعریف بالحکم سے مراد اگر یہ ہے کہ حکم کو معرَّف بنا دیا جائے کہ وہ معرَّف پر محمول ہو تو نہر اور دُر کا اعتراض رفع ہوجائے گا، کیونکہ مانعیت بالمعنی المذکور یعنی نجاستِ حکمیہ کے معنی میں، حَدَث پر مترتب ہونے والا اثر نہیں ہے، یعنی وصف شرعی کے معنی میں بلکہ یہ وہی ہے جیسا کہ تم نے پہچانا۔ اور اس صورت میں مجیب کا یہ قول درست نہ ہوگا کہ تعریف بالحکم مثلاً یہ کہا جائے کہ حَدَث وہ ہے کہ جس کے ہوتے ہوئے نماز درست نہ ہو" کیونکہ "وہ جس کے ہوتے ہوئے نماز صحیح نہ ہو" یہ جملہ حکم نہیں ہے بلکہ حکم جیسا کہ انہوں نے اعتراف کیا 'عدمِ صحت ہے' اور اس سے انہوں نے تعریف نہیں کی ہے، اور تعریف بالحکم اس صورت میں ہوتی جب یہ کہا جاتا کہ حَدَث نماز کا صحیح نہ ہونا ہے، اور ط و ش کا جواب بھی اس صورت میں مکدر ہوجائے گا کہ اس قسم کی تعریف فقہاء کے

---

[1] فتح القدير بحث الماء المستعمل نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۵

Marfat.com

يميز المحدود بذريعة الحكم بان يعطى انه
الذي يؤثر هذا الاثر فنعم يستقيم تمثيل المجيب
التعريف بالحكم بما ذكر لكن يسقط اصل
جوابه بان المانعية ليست حكما فان التعريف
بالحكم ليس اذن ان يكون المحمول عين الحكم
بل ما ذكر فيه الحكم وهو حاصل في التعريف المذكور
قطعا لاشتماله على منع المكلف من اشياء مخصوصة
مادام ذلك الوصف قائما به اتينا على الايراد
وهو على هذا اشد سقوطا وابين غلطا فان
الذي اختارة المورد ون لا يخلو ايضا عن التعريف
بالحكم لذكرهم فيه زوال الطهارة وما هو الا
الاثر المترتب على ذلك الوصف الشرعي واذن
يكفي جوابا عن كلا الحدين ما ذكر ط وش وبالجملة
فايقاع التغاير بين الحدين لا داعي له وايراد
النهر والدر لا صحة له وجواب القتال عن
بعض الفضلاء لا يخلو عن خلط وغلط بقي الكلام
على المعنى الاول الذي ذكره العلامة قاسم
وكيف تباينه للمعنى الثاني۔

یہاں مستعمل ہے، کیونکہ ان کے یہاں مستقل تعریف میں حکم
کا تذکرہ ہے نہ یہ کہ اثر کو مؤثر پر محمول کرلیا جائے، اور اگر
اس سے یہ ارادہ کیا جائے کہ محدود کو بذریعہ حکم ممیز کیا جائے
یعنی یہ کہا جائے کہ یہی ہے جو یہ اثر کر رہا ہے تو اس صورت
میں مجیب کی یہ مثال جو انہوں نے تعریف بالحکم کے لیے
پیش کی ہے درست قرار پائے گی، مگر اس وقت ان کا
اصل جواب ختم ہوجائے گا، یعنی یہ کہ مانعیت حکم نہیں ہے،
کیونکہ تعریف بالحکم اس صورت میں یہ نہیں ہے کہ محمول
عین حکم ہو، بلکہ یہ ہے کہ جس میں حکم مذکور ہو، اور یہ تعریف
مذکور میں قطعاً موجود ہے، کیونکہ یہ تعریف اس پر مشتمل
ہے کہ مکلّف کو مخصوص اشیاء سے روکنا جب تک کہ یہ
وصف اس کے ساتھ قائم رہے۔ اب ہم اعتراض کی
طرف آتے ہیں، اور اس کی صورت اور بھی زیادہ غلط اور ساقط ہے
کیونکہ معترضین نے جو تعریف اختیار کی ہے وہ تعریف
بھی تعریف بالحکم سے خالی نہیں ہے، کیونکہ وہ بھی اس
میں زوال طہارت کا استعمال کرتے ہیں، اور وہ اُس
وصفِ شرعی پر مرتب ہونے والا اثر ہے، ایسی صورت
میں دونوں تعریفوں پر جو اعتراض ہے اُس کے جواب
میں "ط" اور "ش" نے جو تقریر کی ہے وہ کافی ہے، اور خلاصہ یہ کہ دونوں تعریفوں میں تغایر کا قول کرنے کی کوئی وجہ موجود
نہیں ہے، اور نہر اور دُر کا اعتراض درست نہیں ہے اور قتال نے جو جواب بعض فضلاء کی طرف سے دیا ہے وہ غلط
اور خلط سے خالی نہیں ہے۔ اب اُس پہلے معنی پر گفتگو باقی رہ گئی جو علامہ قاسم نے ذکر کئے ہیں، اور یہ معنی دوسرے
معنی سے کس طرح مختلف ہے۔ (ت)

فاقول المانع الشرعي اي ما لاجله
المنع هي النجاسة الحكمية والمنتسب اليها
تلبس المكلف بها والفرق بينهما ان النجاسة

میں کہتا ہوں مانع شرعی یعنی جس کی وجہ سے
منع ہے وہ نجاست حکمیہ ہے، اور جو اس کی طرف منسوب
ہے وہ مکلّف کا اُس کے ساتھ ملتبس ہونا ہے، اور

Marfat.com

وصف شرعي يحل بسطوح الاعضاء الظاهرة
حلول سريان والسطح ممتد منقسم فتنقسم
النجاسة بانقسامها فتقبل التجزي ثبوتا ورفعا
اما رفعا فظاهر فانه اذا غسل اليد مثلا زالت
النجاسة عنها ولذا سقط عنها فرض التطهير
مع بقاء النجاسة في سائر الاعضاء التي حلتها واما
ثبوتا فلان الحدث الاصغر انما ينجس اربعة اعضاء
والاكبر البدن كله وسنعود الى الكلام في هذا
عنقريب ان شاء الله تعالى اما تلبس المكلف
بها اي اصطحابه لها فوصف للمكلف يحدث
بحلول النجاسة في اي جزء من اجزاء بدنه
ويبقى ببقائها في شئ منها فان زادت النجاسة
لم يزد وان نقصت لم ينقص بل اذا حدث ثبت
حدث ومهما بقيت ولو قل قليل بقي كملا
واذا زالت بالكلية زال وكان نظيرهما الحركة
بمعنى القطع وبمعنى التوسط فالاول متجزئة
لانطباقها على المسافة المتجزئة والثانية
لاجزء لها بل تحدث بحدوث اول جزء من
اجزاء الاولى وتبقى بحالها ما دام المتحرك بين
الغايتين فاذا سكن زالت دفعا **فانقلت**
لولا يحمل كلام البحر على هذا كي يثبت التغاير
بين الحدثين كما فهم النهر والدر ويوافق
لما اعترض به تبعا للفتح كلام العامة والمتون
ان الحدث لا يتجزى۔

دونوں میں فرق یہ ہے کہ نجاست شرعی وصف ہے جو اعضاء
ظاہرہ کی سطحوں کے ساتھ قائم ہوتا ہے، اور یہ حلول
سریانی ہوتا ہے اور سطح ممتد اور منقسم ہے تو اس کی تقسیم
کی وجہ سے نجاست بھی منقسم ہو جائے گی، تو یہ رفعاً اور
ثبوتاً تجزی کو قبول کرے گا، رفعاً تو ظاہر ہے، کیونکہ
مثلاً اس نے ہاتھ تین بار دھویا تو اس سے نجاست
زائل ہو جائے گی، اور اسی لیے اس سے فرض تطہیر ساقط
ہو گیا جبکہ باقی اعضاء میں نجاست باقی ہے اور ثبوتاً
اس طرح کہ حدث اصغر چار اعضاء کو ناپاک کرتا ہے
اور اکبر تمام بدن کو، ہم عنقریب اس پر کلام کریں گے
ان شاء اللہ تعالیٰ۔

رہا نجاست کے ساتھ مکلف کا متلبس ہونا
تو یہ مکلف کا وصف ہے جو نجاست کے حلول سے پیدا ہوتا ہے،
خواہ اس کے بدن کے کسی جزء میں بھی ہو، اور حدث
اس وقت تک باقی رہے گا جب تک نجاست کسی
بھی عضو میں باقی رہے، تو اگر نجاست زیادہ ہو جائے
تو حدث زیادہ نہ ہوگا، اور نجاست اگر کم ہو تو حدث
کم نہ ہوگا، بلکہ جب بھی نجاست وجود میں آئے گی
حدث وجود میں آئے گا اور جب تک باقی رہے گی خواہ
کم سے کم ہو تو حدث بھی مکمل طور پر باقی رہے گا اور جب نجاست
بالکلیہ زائل ہو جائے گی تو حدث بھی زائل ہو جائے گا،
ان دونوں کی نظیر حرکت بمعنے قطع ہے اور حرکت بمعنے
توسط کے ہے، تو پہلی منقسم ہے کیونکہ وہ مسافت
منقسم پر منطبق ہوتی ہے اور دوسری کا کوئی جزء نہیں
بلکہ پہلی حرکت کے پہلے جزء کے پیدا ہونے پر پیدا ہوتی ہے اور اسی طرح باقی رہتی ہے جب تک دونوں غایتوں کے درمیان

Marfat.com

متحرک رہے اور جب پُرسکون ہوگا تو حرکت یکدم ختم ہوجائے گی۔ اگر تو کہے کہ بحر کے کلام کو اس پر کیوں محمول نہ کرلیا جائے۔ تاکہ دونوں تعریفوں میں تغایر ظاہر ہوجائے جیساکہ نہر اور دُر نے سمجھا ہے اور موافق ہوجائے اس اعتراض کے ساتھ جو انہوں نے فتح کی متابعت میں عام کتب اور متون پر کیا ہے کہ حدث منقسم نہیں ہوتا۔ (ت) ــــــ

قلت یاباہ قولہ قائمۃ بالاعضاء فان التلبس الذی لاتجزی لہ انما یقوم بالمکلف نفسہ لابالاعضاء والذی یقوم بھا یتجزی بتجزیھا کما عرفت اما مخالفتہ لما ذکر من عدم التجزی فاقول لاغرو فھو القائل ف باب شروط الصلاۃ متصلا بھذا التعریف بلافصل ما نصہ والخبث عین مستقذرۃ شرعا وقدم الحدث لقوتہ لان قلیلہ مانع بخلاف قلیل الخبث[1] اھ فقد افصح بتجزی الحدث و قال متبوعہ المحقق علی الاطلاق فی الفتح کلمتھم متفقۃ علی ان الخف اعتبر شرعا مانعا سرایۃ الحدث الی القدم فتبقی القدم علی طھارتھا ویحل الحدث بالخف فیزال بالمسح[2] اھ فھذا نص صریح علی تجزی الحدث و اعتراف باطباق کلمتھم علیہ وھو کذلک فمن نظر کلامھم فی مسائل مسح الخفین وغیرھا ایقن بانھم جمیعا قائلون بتجزیہ وانما الذی لایتجزی ھو تلبس المکلف بالمنع الشرعی فظھر ظھور النہار ان لایراد علی

میں کہتا ہوں اس تاویل سے ان کا قول "قائمۃ بالاعضاء" انکار کرتا ہے، کیونکہ تلبس جو ایک غیر متجزی شَے ہے، وہ بذاتِ خود مکلّف کے ساتھ قائم ہوتا ہے نہ کہ اُس کے اعضاء کے ساتھ، اور جو چیز اعضاء کے ساتھ قائم ہے وہ اعضاء کی تجزی کے باعث متجزی ہوتی ہے جیساکہ آپ نے پہچانا اور اس کی مخالفت عدم تجزی سے، تو میں کہتا ہُوں کہ اس پر کوئی تعجب نہ ہونا چاہئے کیونکہ وُہ خود ہی اس تعریف کے متصلاً بعد "باب شروط الصلٰوۃ" میں فرماتے ہیں "اور خُبث وُہ چیز ہے جو شرعاً گندی ہو، اور حدث کو اس کی قوت کے باعث مقدم کیا کیونکہ اس کا قلیل بھی مانع ہے بخلاف قلیل خبث کے اھ یہاں انھوں نے بوضاحت حدث کے منقسم ہونے کا قول کیا ہے، اور اُن کے مقتدا محقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا تمام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ موزہ شرعاً قدم کی طرف حدث کی سرایۃ کو قدم تک روکنے والا ہے" تو قدم بدستور پاک رہے گا اور حدث موزہ میں داخل ہوجائے گا، لہٰذا مسح سے اس کو زائل کردیا جائے گا اھ یہ نص صریح ہے حدث کے متجزی ہونے پر اور اس امر کا اعتراف ہے کہ فقہاء اس پر متفق ہیں، اور بات

---

[1] بحرالرائق شروط الصلٰوۃ سعید کمپنی کراچی ۱/۲۶۶

[2] فتح القدیر مسح الخفین سکھر ۱/۱۲۸

Marfat.com

المتون والعامة وتثلیث السبب کلا کان فی غیر محله ولا حاجة الی ما [ف۱] تجشم البحر جوابا عن المتون بقوله الا ان یقال ان الحدث زائل عن العضو زوالا موقوفا ثم ضعفه بقوله لکن المطل به فی کتاب الحسن عن ابی حنیفة اسقاط الفرض لا ازالة الحدث۔[1]

ایسی ہے کیونکہ جو بھی مسح علی الخفین کی بابت فقہاء کے کلام کو دیکھے گا اس کو یقین آجائے گا کہ سب فقہاء حدث کے متجزی ہونے کے قائل ہیں، اور جو چیز متجزی نہیں ہوتی ہے وہ مکلف کا منع شرعی سے متصف ہونا ہے، تو روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ متون اور عام کتب پر اعتراض اور سبب کی تثلیث سب بے محل ہیں اور جو تکلف بحر نے متون کے جواب میں کیا ہے اس کی چنداں حاجت نہیں، جواب یہ ہے کہ" مگر یہ کہ کہا جائے کہ حدث عضو سے زوالِ موقوف کے طور پر زائل ہوا ہے، پھر خود ہی اس کو ضعیف قرار دیا اور فرمایا کہ حسن کی کتاب میں ابوحنیفہ سے اسقاط فرض کو علت بنانا مروی ہے نہ کہ ازالہ حدث کو۔ (ت)

اقول بل [ف۲] لا وجه له لان الحدث بالمعنی الذی لا یتجزی اعنی تلبس المکلف بالمانع الشرعی لا قیام له [ف۳] بعضو حتی یزول عنه منجزا او موقوفا ثم تعلیل الامام فی هذا الکلام باسقاط الفرض لا ینافی تعلیله فی کلام اٰخر برفع الحدث علی ما قررنا بارشاد الهدایة ان مؤداهما واحد وقد قال فی الخلاصة[2] والتبیین والفتح وغیرها الماء بماذا یصیر مستعملا قال ابو حنیفة وابو یوسف اذا ازیل به حدث او تقرب به الخ وبالله التوفیق ثم [ف۴] جنوح المحقق فی اٰخر کلامه الذی اثرنا عنه الی ان سقوط الفرض هو الاصل فی الاستعمال اعتمده فی البحر ثم الدر واشار الی الرد علیه

میں کہتا ہوں در اصل اس کی کوئی وجہ ہی نہیں ہے، کیونکہ حدث اُس معنی کے اعتبار سے جس میں وہ منقسم نہیں ہوتا ہے یعنی مکلف کا مانع شرعی کے ساتھ متلبس ہونا، اس کا قیام کسی عضو کے ساتھ نہیں، تاکہ وہ اس سے فوری طور پر یا موقوفاً زائل ہوجائے، پھر امام کا اس کلام میں اسقاط فرض کے ساتھ تعلیل کرنا، ان کے دوسرے کلام میں رفع حدث کی علت بنانے سے متضاد نہیں، جیسا کہ ہم نے ہدایہ کی عبارت سے واضح کر دیا ہے کہ دونوں کا ماحصل ایک ہی ہے، اور خلاصہ، تبیین، فتح وغیرہا میں ہے کہ پانی کا مستعمل ہونا ابوحنیفہ اور ابویوسف کے نزدیک اس وقت ہوگا جب اس سے کوئی حدث زائل کیا جائے یا کوئی تقرب کیا جائے الخ، و باللہ التوفیق پھر محقق کا جو کلام ہم نے نقل کیا ہے

---

[1] بحر الرائق بحث الماء المستعمل سعید کمپنی کراچی ۱/۹۲

[2] خلاصۃ الفتاوی " نولکشور لکھنؤ ۱/۱۷

Marfat.com

العلامة ش بان نقل اولا عن الفتح نفسه ان المعلوم من جهة الشارع ان الآلة التی تسقط الفرض وتقام بها القربة تتدنس الخ و ایضا عنه ما نصه والذی نعقله ان کلا من التقرب والاسقاط مؤثر فی التغیر الاتری انه انفرد وصف التقرب فی صدقة التطوع واثر التغیر حتی حرمت علی النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فعرفنا ان کلا اثر تغیرا شرعیا اھ ثم قال بعد نقلهما مقتضاه ان القربة اصل ایضا فالمؤثر فی الاستعمال[1] اصلان اھ۔

اس میں ان کا میلان اس طرف ہے کہ پانی کے استعمال سے سقوطِ فرض ہی اصل ہے بحر اور دُر نے اسی پر اعتماد کیا ہے اور علامہ ش نے اس پر رد کی طرف اشارہ کیا ہے، پہلے تو انہوں نے خود ہی فتح سے نقل کیا کہ شارع سے معلوم ہے کہ وُہ آلہ جس سے فرض ساقط ہو اور قربۃ ادا ہو میلا ہو جاتا ہے الخ انھوں نے مزید فرمایا کہ جو ہم سمجھتے ہیں وُہ یہ ہے کہ تقرب اور اسقاطِ فرض دونوں ہی تغیر میں مؤثر ہیں، مثلاً وصفِ تقرب صدقہ تطوع میں منفرد ہے اور تغیر نے اثر کیا یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حرام ہوگئی، تو ہمیں معلوم ہوا کہ ہر ایک نے شرعی تغیر کا اثر چھوڑا ہے اھ پھر دونوں کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ قربۃ بھی اصل ہے تو استعمال میں، مؤثر دو اصلیں ہیں اھ ت

اقول کلام المحقق من اوله الی اخرہ طافح باثبات الاصالة بهذا المعنی ای ما یبتنی علیه الحکم بتدنس الماء للقربة والاسقاط جمیعا بل هو الذی ثلث واقام اصولا ثلثة وما کان لیقرر هذا کله ثم فی طی نفس الکلام یحصر الاصالة فی شیئ واحد وانما منشؤ کلامه انه رحمه اللّٰه تعالٰی نقل عنهم ان الاستعمال عند الشیخین باحد شیئین رفع الحدث والتقرب وعند محمد بالتقرب وحده وحمل رفع الحدث علی المعنی الذی لایتجزی فتطرق

میں کہتا ہوں محقق کا کلام از اوّل تا آخر سطحی ہے کہ اس میں اصالت اس معنی کے اعتبار سے ثابت کی ہے، یعنی وہ چیز جس پر حکم کی بنا ہو، پانی کے ادائے قربت کی وجہ سے میلا ہو جانے کے باعث اور اسقاطِ فرض کے باعث، بلکہ وہی ہیں جنہوں نے تثلیث کی اور تین اصول مقرر کئے، اور وہ یہ تقریر کرکے پھر ان میں سے ایک چیز پر اصالت کو منحصر نہیں کر رہے، اُن کے کلام کا اصل مقصد یہ ہے کہ وہ اُن (رحمہم اللہ) سے یہ نقل کر رہے ہیں کہ شیخین کے نزدیک استعمال دو چیزوں میں سے ایک کی وجہ سے

---

[1] رد المحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۶

فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء و لایجوز نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۵

Marfat.com

الایراد بالفروع التی حکم فیها باستعمال الماء مع
بقاء الحدث فقرر ان اسقاط الفرض ایضا
مؤثر واستدل علیه بکلام الامام فی کتاب
الحسن وبان الاصل الذی عرفنا به ھذا
الحکم ھو مال الزکاۃ والثابت فیه لیس الا سقوط
الفرض ای وان اثبتناہ ایضا بالتقرب بدلیل
آخر فالاصل الذی ارشدنا اولا الی ھذا الحکم
ھو سقوط الفرض فکیف یعزل النظر عنه بل
یجب القول به وھذا لاینافی ان الاصول
اثنان بل ثلثة ینقدح ھذا المعنی فی ذھن
من جمع اول کلامه باخرہ حیث یقول
المعلوم من جھة الشارع ان الۃ تسقط الفرض
وتقام بھا القربة تتدنس اصله مال الزکاۃ
تدنس باسقاط الفرض حتی جعل من الاوساخ
فی لفظه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الخ فافصح
ان کلا الامرین مغیر واقتصر فی الزکوۃ علی
الاسقاط ثم قال فی بیان سبب ثبوت الاستعمال
انه عند ابی حنیفة وابی یوسف کل من رفع
الحدث والتقرب وعند محمد التقرب وعند
زفر الرفع لا یقال ما ذکر لاینتھض علی زفر
اذ یقول مجرد القربة لا یدنس بل الاسقاط
فان المال لم یتدنس بمجرد التقرب به ولذا
جاز للھاشمی صدقة التطوع بل مقتضاہ ان لا

ہوتا ہے، رفعِ حدث اور تقرب، اور محمد کے نزدیک صرف
تقرب سے اور رفعِ حدث کو اس معنی پر محمول کیا کہ اس
میں تجزّی نہیں ہوتی، اِس بنا پر اُن فروع کی وجہ سے
اعتراض وارد ہوا جن میں پانی کے استعمال کا حکم ہوا
حدث کے باقی ہوتے ہوئے، انہوں نے اس امر کو ثابت
کیا اسقاطِ فرض بھی مؤثر ہے، اور اس پر انہوں نے
امام کے کلام سے استدلال کیا ہے جو کتاب حسن میں مذکور ہے! اور یہ
استدلال بھی کیا ہے کہ وہ اصل جس کی وجہ ہم نے یہ حکم جانا ہے وہ زکوٰۃ
کا مال ہے اور اس میں صرف فرض کا سقوط ہے، یعنی
اگرچہ ہم اس کو کسی اور دلیل کی وجہ سے تقرب سے ثابت
کریں تو وہ اصل جو ہم نے پہلے سے بتائی ہے اور جس
سے یہ حکم ثابت ہوا ہے وہ سقوطِ فرض ہے تو اُس سے
صرفِ نظر کیونکر ممکن ہے بلکہ اس کو ماننا لازم ہے' اور
یہ اس امر کے منافی نہیں کہ اصول دو ہیں بلکہ تین ہیں
یہ معنی اس کے دل میں ضرور خلجان پیدا کریں گے جو اُن کے
اول کلام اور آخر کلام کو یکجا کرکے پڑھے گا' وہ کہتے ہیں
کہ وہ آلہ جس سے فرض ساقط ہوتا ہے اور قربت
ادا ہوتی ہے میلا ہوجاتا ہے اس کی اصل مال
زکوٰۃ ہے کہ وہ اسقاطِ فرض سے میلا ہوجاتا ہے اسی لئے
اس کو حدیث میں "اوساخ" قرار دیا گیا ہے الخ اس
سے واضح ہوا کہ دونوں امور تبدیلی کرنے والے ہیں'
اور زکوٰۃ میں اسقاط پر اکتفاء کیا گیا ہے، پھر ثبوت
استعمال کے سبب کے بیان میں فرمایا کہ ابوحنیفہ اور
ابویوسف کے نزدیک سبب رفعِ حدث اور تقرب ہے

۱؎ فتح القدیر الماء الذی یجوز به الوضوء ومالایجوز نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۵

Marfat.com

يصير مستعملا الا بالاسقاط مع التقرب فان الاصل اعنی مال الزکاۃ لاينفرد فيه الاسقاط عنه اذ لا تجوز الزکاۃ الا بنية وليس هو قول واحد من الثلثة (يريد اصحاب الاقوال الثلثة الشيخين ومحمد او زفر) لانا نقول غاية الامر ثبوت الحكم فی الاصل مع المجموع وهو لا يستلزم ان المؤثر المجموع بل ذلك دائر مع عقلية المناسب للحكم فان عقل استقلال كل حكم به او المجموع حكم به والذی نعقله ان كلا مؤثر الی اخر ما تقدم ثم قال قال فی الخلاصة ان الماء بماذا يصير مستعملا (فذكر المذهبين كما نقلنا ثم قال) هذا ايشكل علی قول المشايخ ان الحدث لا يتجزأ والمخلص ان صيرورة الماء مستعملا باحد ثلثة رفع الحدث والتقرب وسقوط الفرض وهو الاصل لما عرف ان اصله مال الزكاۃ والثابت فيه ليس الا سقوط الفرض۔

اور محمد کے نزدیک وہ تقرب ہے اور زفر کے نزدیک رفع ہے یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ یہ دلیل زفر کے خلاف نہیں چل سکتی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ صرف قربت پانی کو مستعمل نہیں کرتی ہے بلکہ اسقاط بھی اس میں شامل ہے، کیونکہ مال زکوٰۃ محض تقرب کی وجہ سے میلا نہیں ہوا ہے، اور اسی لیے ہاشمی نفلی صدقہ لے سکتا ہے بلکہ اس کا مقتضی یہ ہے کہ اسقاط مع تقرب کی وجہ سے مستعمل ہو کیونکہ اصل یعنی مال زکوٰۃ میں اس کی طرف سے اسقاط منفرد نہیں، کیونکہ زکوٰۃ بلانیت جائز نہیں اور یہ تینوں میں سے کسی ایک کا قول نہیں (اس سے ان کی مراد تینوں اقوال کے قائلین یعنی ابوحنیفہ و ابویوسف، محمد یا زفر رحمہم اللہ ہیں) کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ حکم کا اصل مجموع کے ساتھ ثابت ہوتا ہے اور وہ اس امر کو مستلزم نہیں ہے کہ موثر مجموع ہے بلکہ اس کا دار و مدار اس پر ہے کہ مناسب حکم کو سمجھا جائے، اگر ہر حکم کا استقلال اس کے ساتھ سمجھا جائے یا مجموع کا تو اس کے ساتھ حکم کیا جائے گا اور جو ہم سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہر ایک موثر ہے الی آخر ما تقدم، پھر کہا کہ انہوں نے خلاصہ میں فرمایا کہ پانی کس چیز کی وجہ سے مستعمل ہوتا ہے (تو انھوں نے دونوں مذاہب کا ذکر کیا ہے جیسا کہ ہم نے نقل کیا پھر فرمایا) یہ مشایخ کے قول کی روشنی میں مشکل ہے کہ حدث متجزی نہیں ہوتا، اور اس اشکال سے نجات کی صورت تین امور میں سے ایک امر ہے رفع حدث، تقرب اور سقوط فرض ہی اصل ہے، کیونکہ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اس کی اصل مال زکوٰۃ ہے اور اس میں جو ثابت ہے وہ سقوطِ فرض ہے۔ ت

اقول ای وان كان الموجود فيه الامران لكن هذا اقوی وفيه المقنع فلا يثبت به الا

میں کہتا ہوں اگرچہ اس میں موجود دونوں امر ہیں لیکن یہ اقوی ہے اور اس میں کفایت ہے، تو

ف فتح القدير الماء الذی يجوز به الوضوء ومالا يجوز نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۶

Marfat.com

سببیۃ ھذا وان استفید سببیۃ الاخر بدلیل حرمۃ صدقۃ التطوع علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما قدم فما تاثیر اسقاط الفرض ھو اول ماثبت بالاصل الاعظم فلا مساغ لاسقاطہ قال والمفید لاعتبار الاسقاط مؤثرا صریح تعلیل ابی حنیفۃ انہ سقط فرضہ عنہ[1] اہ ملتقطا وعلیک بتلطیف القریحۃ ھذا وقررہ العلامۃ ط تبعا للبحر بوجہ اٰخر حیث قال تحت قول الدر[2] اسقاط فرض ھو الاصل فی الاستعمال کما نبہ علیہ الکمال ما نصہ وھو موجود فی رفع الحدث حقیقۃ وفی القربۃ حکما لکونھا بمنزلۃ الاسقاط ثانیا وقد مرّاھ وما مر ھو قولہ انما استعمل الماء بالقربۃ کالوضوء علی الوضوء لانہ لما نوی القربۃ فقد ازداد طھارۃ علی طھارۃ فلا تکون طھارۃ جدیدۃ الا بازالۃ النجاسۃ الحکمیۃ حکما فصارت الطھارۃ علی الطھارۃ وعلی الحدث سواء[3] افادہ صاحب البحر اھ۔

اس سے اس کی سببیت ثابت ہوگی اگرچہ دوسرے کی سببیت بھی ثابت ہوگی، اس کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر نفلی صدقہ حرام ہے جیسا کہ گزرا، تو اسقاط فرض کی تاثیر پہلی چیز ہے جو اصل اعظم سے ثابت ہے تو اس کے ساقط کرنے کا کوئی جواز نہیں فرمایا) اور اسقاط کو مؤثر اعتبار کرنے کے لیے مفید امام ابوحنیفہ کی صریح تعلیل ہے کہ اسکا فرض اس سے ساقط ہوگیا اھ ملتقطا، اور تم اپنی طبیعت کو خوشگوار کرو' ہذا' اور علامہ 'ط' نے بحر کی متابعت کرتے ہوئے اس کی تقریر دوسرے انداز میں کی ہے، انہوں نے 'در' کے قول اسقاط فرض ہی استعمال میں اصل ہے کے تحت فرمایا' جیسا کہ کمال نے اس پر تنبیہ فرمائی ہے کہ یہ حدث کو رفع کرنے میں حقیقۃً موجود ہے اور قربت میں حکماً ہے، کیونکہ یہ بمنزلہ اسقاط ثانیا ہے اور یہ گزرا اھ اور جو گزرا وہ ان کا قول ہے، بیشک پانی قربت کی وجہ سے مستعمل ہوتا ہے' جیسے وضوء پر وضو کرنا اس لیے جب قربت کا ارادہ کیا تو وہ طہارت کے اعتبار سے زیادہ ہوگیا، تو نئی طہارت نجاست حکمیہ کے ازالہ سے ہی ہوگی حکماً، تو طہارت پر طہارت' اور حدث پر طہارت برابر ہوگئی، اس کا افادہ صاحبِ بحر نے کیا اھ ت

اقول نقلہ عن معراج الدرایۃ واقرہ وفیہ بعد لایخفی فما النجاسۃ لاسیما الحکمیۃ

میں کہتا ہوں اس کو معراج الدرایہ سے نقل کیا اور برقرار رکھا، اس میں بُعد ہے جو مخفی نہیں ہے کیونکہ

---

[1] فتح القدیر بحث الماء المستعمل نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۹-۶۸

[2] طحطاوی علی الدر باب المیاہ بیروت ۱/۱۱۰

[3] بحرالرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۲

Marfat.com

الا اعتبار شرعی والاعتبار الصحیح لایکون الا عن منشأ صحیح وبدونہ اختراع یجل شان الشرع عنہ وقد زال ذلك بالطھر فلا یعود الا بحدث جدید وبعبارۃ اخری ھل اعتبر الشرع ھنا شیئا ینافی الطھر یزول بالماء الثانی فیحصل طھر جدید ام لا علی الثانی عاد السؤال اذ لا نجاسۃ حقیقۃ ولا اعتبار او علی الاول ما حقیقۃ النجاسۃ الحکمیۃ الا ذلك الاعتبار الشرعی فلا معنی لتحقق الحکمیۃ حکما لا حقیقۃ وبعبارۃ اخصر ما الحکمیۃ الا اعتبار الشرع فالحکمیۃ حکما اعتبار الشرع انہ اعتبر وما اعتبر اذ لو اعتبر لتحققت وبالجملۃ مآل الجواب الا فرضھا ھنالك فرضا باطلا ولا مساغ لہ وانا انبئك ان ما افادہ انما ھو تجشم مستغنی عنہ وذلك لان المعراج انما احتاج الیہ جوابا عن سؤال نصبہ بقولہ فان قیل المتوضیئ لیس علی اعضائہ نجاسۃ لا حقیقۃ ولا حکمیۃ فکیف یصیر الماء مستعملا بنیۃ القربۃ فاجاب بقولہ لما نوی القربۃ فقد ازداد[1] الخ

نجاست، خاص طور پر حکمیہ اعتبار شرعی ہے اور اعتبار صحیح اسی وقت ہوتا ہے جب اس کا منشا صحیح ہو، اور اس کے بغیر اختراع ہے، شریعت کی شان اس سے بڑی ہے، اور یہ طُہر سے زائل ہوگیا تو صرف نئے حدث سے ہی یہ عود کرے گا" بالفاظ دگر کیا یہاں شریعت نے کوئی ایسی چیز معتبر مانی ہے جو منافی طہر ہو اور دوسرے پانی سے زائل ہوجائے، تو نئی پاکی حاصل ہو یا معتبر نہیں مانی ہے؟ دوسری تقدیر پر سوال لوٹ آئے گا کیونکہ کوئی حقیقی نجاست نہیں اور نہ ہی اعتباری ہے اور پہلی تقدیر پر نجاست حکمیہ کی حقیقت شرعی اعتبار کے علاوہ اور کیا ہے تو یہ کہنا بے معنی ہے کہ نجاست حکمیہ حقیقۃً نہیں حکماً پائی جاتی ہے اور مختصر عبارت میں یُوں کہا جاسکتا ہے کہ نجاست حکمیہ صرف شرعی اعتبار سے عبارت ہے تو حکمیہ حکماً شرع کا یہ اعتبار ہے کہ اس کا اعتبار کیا گیا ہے اور اعتبار کیا نہیں گیا کیونکہ اگر اعتبار کیا جاتا تو وہ متحقق ہوجاتی۔ خلاصہ یہ کہ جواب کا مآل یہ ہے کہ حکمیہ کو وہاں اعتبار کیا جائے بفرض باطل جس کی گنجائش نہیں، اور میں تجھ کو خبردار کرتا ہوں کہ جس کا افادہ انہوں نے کیا ہے وہ محض تکلف ہے جس کی ضرورت نہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ معراج کو اس کی ضرورت اس لیے پڑی کہ انہیں اس سوال کا جواب دینا ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ وضو کرنے والے کے اعضاء پر نہ حقیقی نجاست ہے اور نہ حکمی ہے تو پانی بہ نیت تقرب کیسے مستعمل ہوجائے گا، تو انہوں نے جواب دیا کہ جب اس نے نیت کی تو زیادتی کی الخ۔ (ت)

---

[1] بحرالرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۲

Marfat.com

اقول اولا يعود السائل يمنع ازدياد الطهارة وانما ازداد نظافة لانها تقبل التشكيك دون الطهارة ولذا قلنا بعدم تجزي الحدث والى ازدياد النظافة يشير الحديث المشهور الوضوء على الوضوء نور على نور اخرجه رزين ان قال العراقي والمنذري لم نقف عليه كما في التيسير **وثانيا** لا مساغ للسؤال رأسا فان مبناه على حصر النجاسة الحكمية في الحدث وليس كذا بل منها المعاصي كما تقدمت النصوص عليه والماء الاول وان كان كما يزيل الحدث يغسل من اثر المعاصي ايضا بشرط النية ولكن لا يجب ان يزيلها كلا والا لكفى الوضوء عن التوبة وصار كل من توضأ مرة ولو بعد الف كبيرة كمن لا ذنب له وهو باطل قطعا فهذه نجاسة حكمية باقية بعد التطهير في عامة المكلفين فاين مثار السؤال بل قدمنا ان المكروهات ايضا تغير الماء فهذا اطم واعم اما المعصومون صلوات الله تعالى وسلامه عليهم **فاقول** لا نسلم في مائهم الاول ايضا انه مستعمل في حقنا بل طاهر طهور مطهر لنا فضلا عن الثاني واذا اعتقدنا الطهارة في فضلاته صلى الله تعالى عليه وسلم فما ظنك بوضوئه فالاستدلال على طهارة الماء المستعمل بان اصحابه صلى الله تعالى عليه وسلم بادروا الى وضوئه فمسحوا به وجوههم

میں کہتا ہوں اولاً کہ سائل کہہ سکتا ہے کہ ہم طہارت کی زیادتی کو تسلیم نہیں کرتے اس میں نظافت کا اضافہ تو اس لیے ہے کہ نظافت کمی بیشی کو قبول کرتی ہے، مگر طہارت ایسی نہیں اور اسی لیے ہم نے کہا ہے کہ حدث میں تجزی نہیں ہے، اور نظافت میں اضافہ کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے کہ وضوء پر وضو نورٌ علیٰ نور ہے، اس کی تخریج رزین نے کی ہے اگرچہ عراقی اور منذری نے کہا ہے کہ ہم اس پر مطلع نہیں ہوئے ہیں کما فی التیسیر۔

ثانیاً سوال کی گنجائش ہی نہیں، کیونکہ اس سوال کا دارومدار اس پر ہے کہ نجاستِ حکمیہ کو حدث میں منحصر کر دیا گیا ہے اور حالانکہ بات یہ نہیں ہے، بلکہ نجاستِ حکمیہ میں معاصی بھی شامل ہیں، اس پر نصوص گزر چکے ہیں، اور پہلا پانی جس طرح حدث کو زائل کرتا ہے بشرطِ نیت گناہوں کو بھی دھو ڈالتا ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ گناہوں کو کلیۃً دھو ڈالے ورنہ تو وضو ہی کافی ہو جاتا توبہ کی ضرورت ہی نہ ہوتی اور ہزار ہا گناہوں کے بعد ایک ہی مرتبہ وضو کرلیتا تو تمام گناہ معاف ہو جاتے، اور وہ اس طرح ہو جاتا گویا اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں ہے اور یہ چیز قطعاً باطل ہے تو یہ وُہ نجاستِ حکمیہ ہے جو مکلفین میں طہارت حاصل کرنے کے بعد بھی باقی رہتی ہے، تو اب سوال کیسے پیدا ہو سکتا ہے، بلکہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ مکروہات بھی پانی کو متغیر کر دیتے ہیں تو یہ بلند اور اعم ہے۔ رہے انبیاء علیہم السلام جو معصوم ہیں تو ہم یہ تسلیم نہیں کرتے

Marfat.com

كما في العناية[1] وغيرها مع ضعفه بوجوه ذكرها في البحر عن العلامة الهندي ليس في محله عندي[2] نعم يعتبر مستعملا في حقهم شرعا فلا يرد على الحد نقضا كما اعتبرت فضلاتهم نواقض لعظم رفعة شأنهم ونزاهة مكانهم صلوات الله تعالٰى وسلامه عليهم۔

کہ ان کا پہلا پانی ہمارے حق میں مائے مستعمل ہے بلکہ وہ ہمارے حق میں پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے اور جب پہلے پانی کا یہ حال ہے تو دوسرے پانی کا بطریق اولٰی یہ حال ہوگا، اور ہم تو انبیاء علیہم السلام کے فضلات کی طہارت کے قائل، تو وضو کے پانی کا کیا ذکر ہے۔ بعض حضرات نے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مستعمل پانی کی طہارت پر اس امر سے استدلال کیا ہے کہ آپ کے اصحاب نے اُس پانی کی طرف سبقت کی اور اس کو اپنے چہروں پر ملا، جیسا کہ عنایہ وغیرہ میں ہے، بوجوہ ضعیف ہے، یہ وجوہ بحر میں علامہ ہندی سے نقل کی گئی ہیں، میرے نزدیک وہ برمحل نہیں، ہاں ان کے حق میں شرعاً مستعمل ہوگا، تو اس سے ماءِ مستعمل کی حد پر نقض وارد نہ ہوگا، اسی طرح ان کے فضلات کو نواقضِ وضو میں شمار کیا گیا ہے کیونکہ ان کی شان بہت عظیم ہے اور ان کا مقام بہت ستھرا ہے صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہم۔ (ت)

تنبیہ اختلفوا في الحدث الاصغر هل يحل كالاكبر بظاهر البدن كله وانما جعل الشرع الوضوء رافعا له تخفيفا ام لا الا بالاعضاء الاربعة ويبتني عليه الخلاف فيما اذا غسل المحدث نحو فخذه فيصير الماء مستعملا على الاول دون الثاني وبالعدم جزم في كثير من المتداولات ونص في الخلاصة انه الاصح فكان ترجيحا للقول الثاني ولذا اعولنا عليه وفي المنحة عن النهر وكان الراجح هو الثاني ولذا لم يصر الماء مستعملا بخلافه على الاول[2] آه والظاهر ان كان مشددة فيعطي ترددا في ترجيحه۔

تنبیہ حدثِ اصغر کی بابت اختلاف ہے کہ آیا وہ بھی تمام بدن میں حدثِ اکبر کی طرح حلول کرتا ہے، اور شارع نے وضو کو اس کے لیے رافع تخفیفاً قرار دیا ہے یا نہیں؟ ہاں اعضاءِ اربعہ میں ایسا ہے اور اسی پر یہ اختلاف مبنی ہے کہ بے وضو شخص نے اگر اپنی ران کے مثل کو دھویا تو پہلے قول پر پانی مستعمل ہو جائے گا دوسرے قول پر نہ ہوگا، اور مستعمل نہ ہونے پر بہت سی متداول کتب میں اعتماد کیا گیا ہے اور خلاصہ میں تصریح کی ہے کہ یہی اصح ہے تو یہ قول ثانی کی ترجیح ہے، اسی لیے ہم نے اس پر اعتماد کیا ہے اور منحہ میں نہر سے ہے کہ راجح دوسرا ہے اور اسی لیے پانی مستعمل نہ ہوگا، اس کے برعکس ہے پہلی صورت میں اھ اور ظاہر یہ ہے کہ کانّ مشدّد ہے

---

[1] العنایۃ مع فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ ومالا یجوز نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۶

[2] منحۃ الخالق مع البحر کتاب الطہارت ۱/۹۲

Marfat.com

اقول وقد یجوز ان یقول قائل ربما یشہد للاول[1] او لا حدیث اذا تطہر احدکم فذکر اسم اللہ علیہ فانہ یطہر جسدہ کلہ فان لم یذکر اسم اللہ تعالٰی علی طہورہ لم یطہر الا مامر علیہ الماء رواہ الدارقطنی والبیہقی فی سننہ والشیرازی فی الالقاب عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ قال البیہقی بعد ماساقہ بطریق یحیی بن ہاشم السمسار ثنا الاعمش عن شقیق بن سلمۃ عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول فذکرہ ھذا ضعیف لا اعلم رواہ عن الاعمش غیر یحیی بن ہاشم[2] وھو متروک الحدیث ورماہ ابن عدی بالوضع اھ وکذبہ ابن معین و صالح جزرۃ وقال النسائی متروک وبہ اعلہ المحقق فی الفتح حین کلامہ علی وجوب التسمیۃ فی الوضوء تبعا للبیہقی۔

تو اس سے اس کی ترجیح میں تردد پیدا ہوگا، میں کہتا ہوں یہ بھی جائز ہے کہ کوئی کہنے والا کہے کہ پہلے قول کی دلیل یہ حدیث ہے کہ جب تم میں سے کوئی پاکی حاصل کرے اور اللہ کا نام لے تو اس کا پورا جسم پاک ہوجائے گا اور اگر اللہ کا نام نہ لے تو صرف وہی عضو پاک ہوگا جس پر پانی گزرا ہو روایت کیا الدارقطنی اور البیہقی نے اپنی سنن میں اور الشیرازی نے القاب میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیہقی نے یہ حدیث بسند یحیی بن ہاشم السمسار ذکر کی ہے، ہم سے اعمش نے شقیق بن سلمہ سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، پھر پوری حدیث ذکر کی، یہ ضعیف ہے، میں نہیں جانتا کہ اس کو اعمش سے یحیی بن ہاشم کے غیر نے روایت کیا، اور وہ متروک الحدیث ہے، اور اس کو ابن عدی نے وضاع قرار دیا اھ ابن معین اور صالح نے اس کی تکذیب کی اور نسائی نے اس کو متروک کہا اور یہی علت محقق نے فتح میں بیان کی، یہ اس موقع پر ہے جہاں انہوں نے وضو میں بسم اللہ کے وجوب کا ذکر کیا بیہقی کی متابعت میں۔ ت

اقول بل لہ طرق[3] ترفعہ عن الوھن فقد رواہ الدارقطنی والبیہقی ایضا عن ابن عمر وھما وابو الشیخ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم ولفظہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی

میں کہتا ہوں اس حدیث کے بعض طرق ایسے ہیں جو اس کی کمزوری کو رفع کرتے ہیں، دارقطنی اور بیہقی نے بھی اس کو ابن عمر سے روایت کیا، اور انہی دونوں نے اور ابوالشیخ نے ابوہریرہ سے روایت

---

[1] دارالقطنی | باب التسمیۃ علی الوضوء | مطبع القاہرہ | ۱/۷۳

[2] سنن الکبرٰی للبیہقی | تسمیۃ علی الوضوء | بیروت | ۱/۴۴

Marfat.com

عليه وسلم من توضأ و ذكر اسم الله على وضوئه
تطهر جسده كله ومن توضأ ولم يذكر اسم
الله على وضوئه لم يتطهر الا موضع الوضوء[1]
ورواه عبد الرزاق في مصنفه عن الحسن
الضبي الكوفي مرسلا ينميه الى النبي صلى الله
تعالى عليه وسلم من ذكر الله عند الوضوء
طهر جسده كله فان لم يذكر اسم الله لم
يطهر منه الا ما اصاب[2] الماء واخرج ابوبكر
بن ابي شيبة في مصنفه عن ابي بكر الصديق
رضي الله تعالى عنه انه قال اذا توضأ العبد فذكر
اسم الله تعالى طهر جسده كله وان لم يذكر
لم يطهر الا ما اصابه[3] الماء، وروى سعيد بن
منصور في سننه عن مكحول قال اذا تطهر
الرجل و ذكر اسم الله طهر جسده كله واذا لم
يذكر اسم الله حين يتوضأ لم يطهر منه الا مكان
الوضوء[4] ومع هذه الطرق يستحيل الحكم
بالسقوط بل ربما يرتقي عن الضعف لاجرم
ان صرح في المرقاة لحديث الدارقطني ان
سنده حسن وثانيا نقل العلامة الزيلعي
المحدث جمال الدين عبد الله تلميذ الامام

کیا، ان کے لفظ یہ ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ و
نے فرمایا جس نے بسم اللہ کہہ کے وضو کیا تو اس کا سارا ج
پاک ہوگا اور جس نے وضو کے وقت بسم اللہ نہ پڑھی
صرف وضو کی جگہ ہی پاک ہوگی اس کو عبدالرزاق نے
اپنی مصنف میں حسن الضبی کوفی سے مرسلاً روایت
کیا، اور وہ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف
منسوب کرتے ہیں، فرماتے ہیں جس نے وضو کے وقت
اللہ کا ذکر کیا اس کا تمام جسم پاک ہوجائے گا اور
اگر اللہ کا ذکر نہ کیا تو صرف وہی حصہ پاک ہوگا جس پر
پانی گزرا ہوگا، اور ابوبکر سے ابن ابی شیبہ نے
اپنی مصنف میں روایت کی کہ بندہ جب وضو کرتا ہے
اور اللہ کا ذکر کرتا ہے تو اس کا سارا جسم پاک ہوجاتا
ہے اور اگر اللہ کا ذکر نہیں کرتا تو صرف وہی حصہ
پاک ہوتا ہے جس پر پانی پہنچا ہو۔ اور سعید بن منصور نے
اپنی سنن میں مکحول سے روایت کی کہ جب کوئی شخص
پاکی حاصل کرتا ہے اور اللہ کا ذکر کرتا ہے تو اس کا
سارا جسم پاک ہوجاتا ہے اور جب بوقت وضو اللہ
کا نام نہیں لیتا ہے تو صرف وضو کی جگہ پاک ہوتی ہے،
ان تمام طُرُق کی موجودگی میں سقوط کا قول کرنا محال ہے
بلکہ ان سے حدیث مرتبۂ ضعف سے بلند ہوجاتی ہے

---

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی باب التسمیۃ علی الوضوء مطبع بیروت ۱/۴۵
[2] کنز العمال آداب الوضوء مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۹/۲۹۴
[3] مصنف ابن ابی شیبۃ فی التسمیۃ فی الوضوء ادارۃ القرآن کراچی ۱/۳
[4] کنز العمال آداب الوضوء مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۹/۴۵۷

Marfat.com

الزيلعي الفقيه فخر الدين عثمن شارح الكنز في نصب الراية تحت حديث لاوضوء لمن لم يسم الله تعالى عن الامام ابن الجوزي ابي الفرج الحنبلي انه قال محتجا علينا في ايجابهم التسمية للوضوء ان المحدث (اي بالحدث الاصغر اذ فيه الكلام ويكون هو المراد عند الاطلاق كما في الحلية) لا يجوز له مس المصحف بصدره[1] اه واقره عليه۔

اور مرقاۃ میں دار قطنی کی روایت کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔
ثانیاً علامہ زیلعی محدث جمال الدین عبداللہ شاگرد امام زیلعی فقیہ فخر الدین عثمان شارح کنز، نصب الرایہ میں" لاوضوء لمن لم یسم اللہ (اس کا وضو نہیں جو اللہ کا نام نہ لے) کی حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ امام ابن جوزی ابو الفرج الحنبلی نے ہم پر حجت قائم کرنے کے لیے وہ بسم اللہ کو وضو میں واجب قرار دیتے ہیں فرمایا کہ محدث (جس کو حدثِ اصغر لاحق ہوا ہو کیونکہ کلام اُسی میں ہے اور عند الاطلاق وہی مراد ہوتا ہے، کما فی الحلیہ) اس کو مصحف کا چھونا اپنے سینہ سے جائز نہیں اھ اور اس کو انہوں نے برقرار رکھا۔ ت

قلت ويؤيده ما في الفتح ثم البحر وحاشية الشلبي على التبيين قال لي بعض الاخوان هل يجوز مس المصحف بمنديل هو لابسه على عنقه قلت لا اعلم فيه منقولا والذي يظهر انه ان كان بطرفه وهو يتحرك بحركته ينبغي ان لا يجوز وان كان لا يتحرك بحركته ينبغي ان يجوز لاعتبارهم اياه في الاول تابعا له كبدنه دون الثاني[2] اه فان المراد المحدث بالحدث الاصغر اذ قد نقل قبله باسطر عن الفتاوى لا يجوز للجنب و الحائض ان يمسا المصحف بكمهما او ببعض ثيابهما لان الثياب بمنزلة بدنهما[3] اه فقوله

میں کہتا ہوں اس کی تائید فتح میں، پھر بحر میں اور تبیین پر شلبی کے حاشیہ میں ہے مجھ سے بعض دوستوں نے دریافت کیا کہ اگر کوئی شخص گلے میں رومال ڈالے ہو تو وہ اُس رومال سے مصحف کو چھو سکتا ہے؟ میں نے کہا میں اس سلسلہ میں کوئی نقل تو نہیں پاتا ہوں لیکن اگر صورت یہ ہو کہ اس کے ایک کنارے سے مصحف کو پکڑے اور اس کے حرکت دینے سے دوسرا کنارہ حرکت کرے تو جائز نہ ہونا چاہئے اور اگر حرکت نہ کرے تو مس کرنا جائز ہونا چاہئے، کیونکہ پہلی صورت میں وہ اس کو اس کا تابع قرار دیتے ہیں جیسا کہ اس کا بدن ہے دوسری صورت میں تابع نہیں کہتے اھ کیونکہ محدث سے مراد حدثِ اصغر والا شخص ہے، کیونکہ اس سے

ل نصب الرایۃ کتاب الطہارۃ مطبوعہ اسلامیہ ریاض ۱/۷
۲ بحر الرائق باب الحیض سعید کمپنی کراچی ۱/۲۰۱
۳ شلبی علی التبیین باب الحیض بولاق مصر ۱/۵۸

Marfat.com

بعض ثيابهما كان يشمل منديلا هو لابسه فلم
يقول لا اعلم فيه المنقول افيخفى ما نقله أنفا
وهو بمرأى منه۔

کچھ ہی پہلے فتاوٰی سے منقول ہوا کہ جنب اور حائض کو
جائز نہیں کہ وہ دونوں مصحف کو اپنی آستین سے یا
کپڑے کے کسی حصہ سے چھوئیں کیونکہ کپڑے بمنزلہ ان کے
بدن کے ہیں اھ تو "بعض کپڑوں" میں وہ رومال بھی آجاتا ہے جس کو وہ پہنے ہوئے ہو تو پھر یہ کیوں کہتے ہیں کہ میں
اس میں کوئی نقل نہیں جانتا کیا وہ دیکھتے بھالتے اُس نقل کو بھول گئے جو خود ہی انہوں نے پیش کی ہے۔ ت

اقول لکنی رایت فی التبیین قال بعد
قوله منع الحدث مس القران ومنع من القراءة
والمس الجنابة والنفاس كالحيض ما نصه ولا
يجوز لهم مس المصحف بالثياب التي يلبسونها
لانها بمنزلة البدن ولهذا لو حلف لا
يجلس على الارض فجلس عليها وثيابه حائلة
بينه وبينها وهو لابسها يحنث ولو قام في
الصلاة على النجاسة وفي رجليه نعلان او
جوربان لا تصح صلاته بخلاف المنفصل عنه[1]
اھ فهذا ظاهر في رجوع الضمير الى المحدث
ومن معه جميعا فهذا النقل ولله الحمد
وبالجملة المقصود انه اذا منع مسه بما
على عنقه وصدره فكيف بهما فدل على حلول
الحدث جميع البدن ثم رأيت المسألة
منصوصا عليها في الهندية عن الزاهدي
حيث قال اختلفوا في مس المصحف بما عدا
اعضاء الطهارة وبما غسل من الاعضاء قبل
اكمال الوضوء والمنع اصح[2] اھ

میں کہتا ہوں میں نے تبیین میں دیکھا ہے کہ
وہ فرماتے ہیں حدث کی وجہ سے قرآن کو ہاتھ لگانا منع
کیا ہے، اور جنابت اور نفاس نے حیض کی طرح پڑھنے
اور ہاتھ لگانے دونوں کو منع کیا ہے، ان کی عبارت یہ ہے
کہ اُن کے لیے اُن کپڑوں کے ساتھ جو وہ پہنے ہوئے ہیں
قرآن کو ہاتھ لگانا جائز نہیں کیونکہ وہ کپڑے بمنزلہ بدن
کے ہیں، اور اس لیے اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ وہ
زمین پر نہیں بیٹھے گا اب وہ اس طرح بیٹھا کہ اس کے اور
زمین کے درمیان پہنے ہوئے کپڑے حائل ہوں تو وہ قسم میں حانث
ہوجائے گا اور اگر کوئی شخص بحالتِ نماز نجاست
پر کھڑا ہوا اور اس کے دونوں پیروں میں جوتے یا جرابیں
ہیں تو اس کی نماز صحیح نہ ہوگی، اگر یہ چیزیں جدا ہیں
تو ہوجائے گی اھ تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ضمیر
محدث کی طرف لوٹتی ہے اور اس کی طرف بھی جو محدث
کے ساتھ ہو، یہ صریح نقل ہے والحمد للہ، اور
خلاصہ یہ کہ جب قرآن کو اس کپڑے کے ساتھ چھونا
جائز نہیں جو اس کی گردن اور سینے پر ہے تو خود گردن
اور سینے سے مس کرنا کیسے جائز ہوگا! پس معلوم ہوا

[1] تبیین الحقائق باب الحیض بولاق مصر ۱/۵۷
[2] فتاوٰی ہندیۃ باب فی احکام الحیض والنفاس والاستحاضۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۹

Marfat.com

کہ حدث تمام بدن میں سرایت کرتا ہے، پھر میں نے اس مسئلہ کو ہندیہ میں زاہدی سے منصوص دیکھا وہ فرماتے ہیں اعضاء طہارۃ، اور وہ اعضا جو وضو کی تکمیل سے قبل دھوئے گئے ہوں اُن سے مسِ مصحف میں اختلاف ہے اور منع اصح ہے اھ ت

وثالثا تقرر عند العرفاء ان لا حدث صغیرا ولا کبیرا الا ما تولد من اکل حتی القهقهة فی الصلاة فان تلك الغفلة الشدیدة فی عین الحضرة لا تكون الا من شبع ای شبع اذ الجائع ربما لا یکثرله سن فضلا عن القهقهة غفلة عن کونها فی الصلاة ولا شك ان نفع الاکل یعم البدن وکذا نفع الخارج والراحة الحاصلة به فدخول الطعام یولد الغفلة وخروج المؤذی یحققها وبالغفلة موت القلب والقلب رئیس فانه المضغة اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کله والماء ینعش ویذهب الغفلة کما هو مشاهد فی المغشی علیه۔

ثالثاً عرفاء کے نزدیک یہ امر مسلّم ہے کہ حدث چھوٹا ہو خواہ بڑا مطلقاً کھانا کھانے ہی سے پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ نماز میں قہقہہ بھی کہ عین دربار میں ایسی سخت غفلت اُسی سے ہوسکے گی جس کا پیٹ بھرا اور نہایت بھرا ہو کہ بھوک میں تو ہنسی سے دانت کھلنا ہی نادر ہے نہ کہ ٹھٹھا اور وُہ بھی نماز میں، اور شک نہیں کہ کھانے کا نفع تمام بدن کو پہنچتا ہے یونہی فضلہ نکل جانے کی منفعت وراحت بھی سارے بدن کو ہوتی ہے تو کھانا معدہ میں جانا غفلت پیدا کرتا ہے اور موذی یعنی فضلہ کا نکلنا غفلت کو ثابت ومؤکد کرتا ہے اور غفلت سے دل کی موت ہے اور دل بدن کا بادشاہ ہے کہ یہی بوٹی درست ہو تو سارا بدن درست رہے اور بگڑے تو سارا بدن خراب ہوجائے اور پانی تازگی لاتا اور غفلت دُور کرتا ہے جیسا کہ غشی والے کے مُنہ پر چھڑکنے میں مشاہدہ ہے۔

قلت فکما ان سبب الموت عم البدن کان ینبغی ان یعمه ایضا سبب الحیاة وبه اتی الشرع فی الحدث الاکبر لکن الاصغر یتکرر کثیرا فلو امروا کلما احدثوا ان یغتسلوا لوقعوا فی الحرج والحرج مدفوع فاقامت الشریعة السمحة السهلة مقام الغسل غسل الاطراف اذ من سنة کرمه تعالی ان اذا اصلح الاول والاخر تجاوز عن الوسط وجعله معمورا

تو میں کہتا ہوں جس طرح موت کا سبب سارے بدن کو عام ہوا تھا چاہیے تھا کہ حیات کا سبب یعنی پانی بھی سب جسم پر پہنچے حدث اکبر میں تو شرع نے یہی حکم دیا مگر حدث اصغر بکثرت مکرر ہوتا ہے تو ہر حدث اصغر پر اگر نہانے کا حکم ہوتا تو لوگ حرج میں پڑتے اور اس دین میں حرج نہیں لہذا اس نرم آسان شریعت نے اطراف بدن کا دھونا قایم مقام نہانے کے فرمادیا کہ اللہ عزوجل کی سنتِ کرم ہے

Marfat.com

فیہما ثم کان من الاطراف الراس و غسلہ کل یوم مرارا ایضا کان یورث البؤس والباس فابدل فیہ الغسل بالمسح رحمۃ من الذی یقول عزمن قائل یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر فقضیۃ ھذا ان الحدث ولو اصغر یحل البدن کلہ۔

کہ جب اول و آخر ٹھیک ہوتے ہیں تو بیچ میں جو نقصان ہو اُس سے درگزر فرماتا ہے اب اطراف بدن میں سر بھی تھا اور اُسے ہر روز چند بار دھونا بھی بیمار کردیتا مشقت میں ڈالتا لہذا اس کو دھونے کے عوض مسح مقرر فرما دیا، رحمت اس کی جو فرماتا ہے کہ اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے اور دشواری نہیں چاہتا۔

(اس تمام گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ حدث خواہ اصغر ہی ہو تمام بدن میں حلول کرتا ہے۔ت)

اقول وبہ تبین ان ماصرح بہ غیر واحد من مشایخنا وغیرھم ان غسل غیر المصاب فی الحدث امر تعبدی کما فی الھدایۃ وغیرھا وقدمناہ عن الکافی و کذلک الاقتصار علی الاربعۃ فی الوضوء کما فیھا وفی الحلیۃ وغیرھما وبہ قال الامام الحرمین واختارہ الامام عزالدین بن عبدالسلام کلاھما من الشافعیۃ فان کل ذلک فی علم الحقائق احکام معقولۃ المعنی واللہ تعالی اعلم ھذا تقریر اسئلۃ ظھرت لی واتیت بھا کیلا تعن لقاصر مثلی ولا یتفرغ للتدبر فیحتاج لکشفھا۔

میں کہتا ہوں اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے مشایخ کا یہ فرمانا کہ اُن اعضاء کو دھونا جن کو حدث نہیں پہنچا ہے محض امر تعبدی ہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں ہے اور ہم نے کافی سے بھی نقل کیا ہے، اور اسی طرح وضو میں چار پر اقتصار جیسا کہ ہدایہ اور حلیہ وغیرہ میں ہے اور یہی امام الحرمین کا قول ہے اور امام عزالدین بن عبدالسلام نے اس کو اختیار کیا ہے یہ دونوں شافعی علماء ہیں کیونکہ یہ تمام حقائق کے معقول احکام ہیں واللہ تعالٰی اعلم یہ اُن سوالوں کی تقریر ہے جو مجھے منکشف ہوئے، میں نے ان پر اس لیے گفتگو کی ہے کہ کہیں مجھ جیسے قاصر کو یہ درپیش نہ آجائیں اور وہ مشکل میں مبتلا نہ ہوجائے۔(ت)

اقول فی الجواب عن الاول المراد نجاسۃ الآثام اذ لو ارید نجاسۃ الحدث لزم ان من لم یسم لم یتم طھرہ وھو مذھب الظاھریۃ وروایۃ عن الامام احمد رضی اللہ تعالی عنہ ولم یقل بہ احد من علمائنا و بقاء نجاسۃ الآثام فیما عدا اعضاء الطھر بل

اب میں پہلے کے جواب میں کہتا ہوں کہ اس سے مراد گناہوں کی نجاست ہے کیونکہ اگر حدث کی نجاست کا ارادہ کیا جائے تو یہ لازم آئے گا کہ جو بسم اللہ نہ کرے اُس کی طہارت مکمل نہ ہوگی، اور یہ ظاہریہ کا مذہب ہے، اور امام احمد کی ایک روایت ہے اور ہمارے علماء میں سے کسی کا قول نہیں، اور اعضاء طہارت کے علاوہ

Marfat.com

وفيها ايضا كما قدمنا لاينافي صحة الطهارة و الصلاة وبه ظهر الجواب عن استدلال ابي الفرج بالحديث وعن الثاني ان المنع للحدث بالمعنى الثاني الغير المتجزى لقوله تعالى لا يمسه الا المطهرون وقوله صلى الله تعالى عليه وسلم لا يمس القران الا طاهر وهو لا يكون طاهرا ما بقيت لمعة وان خفت فمنع المس انما يقتضي تلبس المكلف بنجاسة حكمية لا تلبس خصوص العضو الممسوس به الا ترى انه لا يجوز مسه بيد قد غسلها ما لم يستكمل الوضوء الا ترى انهم منعوا المس بما عليه من الثياب ولا نجاسة فيها حقيقية ولا حكمية انما المنع لانها تبع لبدن شخص محدث فلان يمتنع بنفس بدنه اولى وان كان بدنا لم يحله الحدث هذا على الاصح اما على قول من يقول ان المنع للمعنى الاول اي لقيام النجاسة الحكمية بالممسوس به فالمسألة ممنوعة من رأسها بل هو قائل بجواز مسه بغير اعضاء الطهارة كما مر عن الهندية وان منع المس بالثياب فبثوب تابع لما فيه الحدث كالكم لبيد لم تغسل لا مطلقا كما لا يخفى وعن الثالث نعم ذلك تخفيف من ربكم ورحمة لكنه يحتمل وجهين الاول ان يعتبر الشرع حلول الحدث بكل البدن ثم يجعل تطهير الاعضاء الاربعة تطهيرا للكل والثاني ان الشارع لما رأى فيه الحرج

باقی اعضا میں گناہوں کی نجاست کا باقی رہنا ، بلکہ اعضاءِ طہارت میں بھی، جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا صحت طہارت کے منافی ہے اور نہ ادائیگی نماز کے، اور اسی سے ظاہر ہو گیا جواب اس استدلال سے جو ابوالفرج نے حدیث سے کیا ہے ۔

اور دوسرے کا جواب یہ ہے کہ حدث کا منع کرنا دوسرے معنی کے اعتبار سے جو غیر متجزی ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے "اس کو پاک لوگ ہی چھوتیں" اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے " قرآن کو پاک ہی چھوئے" اور مُحدث اس وقت تک پاک نہ ہوگا جب تک ایک "لُمعہ" بھی باقی رہے خواہ کتنا ہی خفیف کیوں نہ ہو، تو چھونے کی ممانعت کا مطلب یہ ہے کہ مکلف نجاست حکمیہ کے ساتھ ملوث ہے، یہ نہیں کہ اس کا کوئی خاص عضو اس میں ملوث ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کو محض دُھلے ہوتے ہاتھ سے چھونا جائز نہیں تاوقتیکہ وضو مکمل نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے اس ہاتھ سے قرآن چھونے کو منع کیا ہے جو کپڑے میں لپٹا ہوا ہو خواہ اس پر نہ حقیقی نجاست ہو اور نہ حکمی، ممانعت اس لیے ہے کہ وہ مُحدث کی ذات کے تابع ہے تو نفسِ بدن سے چھونے کی ممانعت بدرجۂ اولیٰ ہوگی، خواہ اس میں حدث نے حلول نہ کیا ہو، یہ اصح کے مطابق ہے اور جو حضرات منع معنیٰ اول میں قرار دیتے ہیں ، یعنی ممسوس بہ کے ساتھ نجاست حکمیہ کا قائم ہونا، تو مسئلہ اصلاً ممنوع ہے ، بلکہ اس کے مس کے جواز کے قائل ہیں

Marfat.com

اسقط اعتبارہ الا فی الاعضاء الاربعۃ ولکل منھما نظیر فی الشرع فنظیر الاول التیمم جعل فیہ مسح عضوین مطھرا للاربع بالاتفاق ونظیر الثانی العین کان فی غسلھا حرج فلم یجعلھا الشرع محل حلول حدث اصلا لا انہ حل وسقط الغسل للحرج (ف ١) فلو غسل عینیہ لا یصیر الماء مستعملا بالوفاق وعند الاحتمال (ف ٢) ینقطع الاستدلال بل **اقول** لو تاملت لرجحت الثانی اذ عدم الاعتبار اولی من الاعتبار ثم الاھدار والقیاس علی العین بجامع الحرج واضح صحیح بخلاف التیمم فان اصل الواجب ثم الوضوء والتیمم خلف ولم یزعم ھھنا احد ان اصل الواجب بکل حدث ھو الغسل والوضوء خلف بل لم یقل احد ان الغسل عزیمۃ والوضوء رخصۃ وھؤلاء ساداتنا العرفاء الکرام اعاد اللہ تعالی علینا برکاتھم فی الدارین رأیناھم یأخذون انفسھم فی کل نقیر وقطمیر بالعزائم ولا یرضون لھم التنزل الی الرخص ثم لم ینقل عن احد منھم انہ الزم نفسہ الغسل عند کل حدث مکان الوضوء ولو التزمہ الآن احد لکان متعمقا متشددا متنطعا فظھر انہ من الباب الثانی دون الاول علی ان ذلک طور اخر (ف ٣) وراء الطور الذی نتکلم فیہ والاحکام لا تخلو عن الحکم لکن لا تدار علیھا الا تری ان من

بلا اعضاء طہارت کے، جیسا کہ ہندیہ سے گزرا، اور اگر کپڑوں کے ساتھ چھونا جائز نہیں تو اس کپڑے کے ساتھ جو تابع ہو کیونکہ اس میں خدشہ ہے، جیسے آستین ہاتھ کے لیے جو دُھلا نہ ہو، نہ کہ مطلقاً کما لا یخفی۔

اور تیسرے کا جواب یہ ہے، ہاں یہ تمہارے رب کی طرف سے تخفیف ہے اور رحمت ہے لیکن اس میں دو وجہیں ہیں پہلی تو یہ کہ شرع تمام بدن میں حدث کے حلول کا اعتبار کرتی ہے اور پھر چار اعضاء کی تطہیر کے بعد کل بدن کی طہارت کا حکم کرتی ہے اور دوسرے یہ کہ شارع نے جب اس میں حرج دیکھا تو اس کے اعتبار کو ساقط کر دیا صرف اعضاءِ اربعہ میں رہنے دیا، اور ان میں سے ہر ایک کی نظیر شرع میں موجود ہے، پہلے کی نظیر تیمم ہے اس میں دو اعضاء کے مسح کرنے کو چاروں اعضاء کی پاکی قرار دیا ہے، اور دوسرے کی نظیر آنکھ ہے کہ اس کے دھونے میں حرج تھا، تو شریعت نے اس میں حدث کا حلول نہیں مانا، یہ نہیں کہ حدث حلول کر گیا ہو اور پھر حرج کی وجہ سے دھونا ساقط کر دیا گیا ہو، اب اگر کسی نے اپنی دونوں آنکھیں دھوئیں تو پانی بالاتفاق مستعمل نہ ہوگا، اور جب احتمال پیدا ہو جائے تو استدلال ختم ہو جاتا ہے، بلکہ میں کہتا ہوں اگر آپ تامل کریں تو دوسرے کو ترجیح ہے کیونکہ اعتبار نہ کرنا اعتبار کرنے سے اَولیٰ ہے کہ پہلے اعتبار کیا جائے پھر اس کو باطل کیا جائے، اور آنکھ پر قیاس کرنا حرج کی علت سے

Marfat.com

اشتغل فی لهو و لعب و مزاح وقهقهة خارج الصلاة فلا شك انه غافل فی تلك الساعات عن ربه عز وجل[1] لا سيما الذی قهقه فی صلاة الجنازة مع ان فی ذكری الموت شغلا شاغلا ولم يجعل الشرع شيئاً من ذلك حدثا وكذا لم يجعل الاكل وهو الاصل ولا النوم الذی هو اخ الموت مالم يظن خروج شیٔ بان لم يكن متمكنا فعلينا اتباع ما رجحوه وصححوه كما لو افتونا فی حياتهم والله تعالی اعلم باحكامه.

واضح اور صحیح ہے بخلاف تیمم کے کیونکہ وہاں اصالۃً جو چیز واجب ہے وہ وضو ہے اور تیمم خلیفہ ہے، اور یہاں کسی نے گمان نہیں کیا کہ ہر حدث میں اصالۃً واجب غسل ہے اور وضو خلیفہ ہے، بلکہ کسی نے یہ بھی نہ کہا کہ غسل عزیمۃ ہے اور وضو رخصۃ ہے، حالانکہ ہمارے یہ بزرگ، اللہ ان کی برکتیں ہم پر نازل کرے، باریک سے باریک تر چیز کا اعتبار کرتے ہیں اور کسی قسم کی رخصت پر تیار نہیں ہوتے، پھر ان میں سے کسی سے منقول نہیں کہ بجائے وضو کے غسل کرتا ہو اور اگر اب کوئی ایسا کرے تو وہ انتہا درجہ کا متشدد ہوگا تو معلوم ہوا کہ وہ دوسرے باب سے ہے نہ کہ پہلے باب سے۔

علاوہ ازیں یہ ہماری گفتگو کا ایک نیا انداز ہے، اور احکام حکمتوں سے خالی نہیں ہوتے، لیکن اُن پر دارومدار نہیں ہوتا، مثلاً کوئی شخص لہو و لعب، مزاح اور قہقہوں میں بیرونِ نماز مصروف ہے تو بلاشبہ ان لمحات میں وُہ اپنے رب سے غافل ہے، خاص طور پر قہقہہ لگانے والا نمازِ جنازہ میں، حالانکہ موت انسان کو ہر چیز سے موڑ کر اللہ کی طرف متوجہ کر دیتی ہے، مگر شارع نے اِن اشیاء میں سے کسی چیز کو بھی حَدث قرار نہیں دیا ہے، اور اسی طرح کھانے کو، جو اصل ہے، اور نیند کو جو موت کی نظیر ہے تاوقتیکہ اُس شخص کو یہ ظن نہ ہو جائے کہ کوئی چیز خارج ہوئی ہے، مثلاً یہ کہ جم کر نہیں بیٹھا یا لیٹا تھا، تو ہم پر لازم ہے کہ جس چیز کو فقہا نے راجح قرار دیا اور صحیح قرار دیا ہے ہم اس کی بالکل اسی طرح پیروی کریں جیسے اگر وہ حضرات اپنی زندگی میں ہمیں فتویٰ دیتے۔

تنبیه[2] معلوم ان اقامة قربة او رفع حدث او اسقاط فرض او ازالة نجاسة حكمية بايها عبرت كل ذلك يشمل المسح المفروض مطلقا والمسنون بشرط النية فيجب ان تصير البلة مستعملة اذا انفصلت من رأس اوخف او جبيرة او اذن مثلا ولذا عولنا عليه وصرحنا بعموم المسح لكن قال الامام فقيه النفس فی الخانية[3] لو ادخل المحدث

تنبیہ یہ امر معلوم ہے کہ قُربۃ کی ادائیگی، رفع حدث، اسقاطِ فرض، نجاستِ حکمیہ کا ازالہ وغیرہ جو تعبیر بھی آپ کریں یہ مفروض مسح کو مطلقاً شامل ہے اور مسنون کو بشرطِ نیت، لہذا لازم ہے کہ تری سر سے موزے سے، پٹّی سے یا کان سے جُدا ہوتے ہی مستعمل ہو جائے، اور اسی لیے ہم نے اس پر اعتماد کیا، اور مسح کے عام ہونے کی تصریح کی، لیکن امام فقیہ النفس نے خانیہ میں فرمایا اگر بے وضو نے اپنا سر مسح کے لیے

Marfat.com

رأسه فی الاناء یرید به المسح لایصیر الماء مستعملا فی قول ابی یوسف رحمه الله تعالٰی قال انما یتنجس الماء فی کل شیئ یغسل اما ما یمسح فلایصیر الماء مستعملا وان اراد به المسح وقال محمد رحمه الله تعالٰی اذا کان علی ذراعیه جبائر فغمسها فی الماء او غمس رأسه فی الاناء لایجوز ویصیر الماء مستعملا[1] اھ وقد قدم قول ابی یوسف رحمه الله تعالٰی فکان ھو الاظھر الاشھر کما افاد فی خطبته فکان ھو المعتمد کما فی ط و ش بل صححوا ان محمدا فیه مع ابی یوسف رحمھما الله تعالٰی فلا خلاف قال فی البحر لوادخل رأسه الاناء او خفه او جبیرته وھو محدث قال ابو یوسف رحمه الله تعالٰی یجزئه المسح ولا یصیر الماء مستعملا سواء نوی اولم ینو وقال محمد رحمه الله تعالٰی ان لم ینو یجزئه ولایصیر مستعملا وان نوی المسح اختلف المشایخ علی قوله قال بعضھم لایجزئه ویصیر الماء مستعملا والصحیح انه یجوز ولا یصیر الماء مستعملا کذا فی البدائع فعلم بھذا ان ما فی الجمع[2]۔ (قلت ای والخانیة والفتح وغیرھا) من الخلاف فی ھذہ المسألة علی غیر الصحیح

برتن میں ڈبو دیا تو ابو یوسف کے قول کے مطابق پانی مستعمل نہ ہوگا، کیونکہ وہ فرماتے ہیں پانی اس چیز سے نجس ہوگا جو دھوئی جاتی ہے، اور جو ممسوح ہے اُس سے نہیں خواہ اُس سے مسح کا ارادہ ہی کیا ہو، اور امام محمد نے فرمایا کہ اگر کسی کے ہاتھوں پر پٹیاں ہوں اور اس نے وہ پانی میں ڈبو دیئے یا اپنا سر پانی میں ڈبو دیا تو جائز نہیں اور پانی مستعمل ہوگا اھ اور ابو یوسف کے قول کو مقدم کیا گیا ہے وہی ظاہر و مشہور ہے جیسا کہ انھوں نے اپنے خطبہ میں فرمایا تو وہی قابلِ اعتماد ہوگا، جیسا کہ "ط" و "ش" میں ہے بلکہ فقہاء نے اس امر کو صحیح قرار دیا ہے کہ اس میں امام محمد ابو یوسف کے ساتھ ہیں، تو کوئی اختلاف باقی نہ رہا۔ بحر میں فرمایا کہ اگر کسی شخص نے اپنا سر، موزہ یا پٹی بے وضو ہونے کی حالت میں برتن میں ڈبو دی تو امام ابو یوسف نے فرمایا مسح ہو جائیگا اور پانی مستعمل نہ ہوگا خواہ مسح کی نیت کی ہو یا نہ، امام محمد نے فرمایا اگر نیت نہیں کی تو مسح ہو جائیگا اور پانی مستعمل نہ ہوگا، اگر نیت کی تو ان کے قول پر اس میں مشایخ کا اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں اس کو کافی نہ ہوگا اور پانی مستعمل ہو جائے گا، اور صحیح یہ ہے کہ جائز ہے اور پانی مستعمل نہ ہوگا کذا فی البدائع تو اس سے معلوم ہوا کہ جمع میں جو اختلاف ہے۔ (ت)
(میں کہتا ہوں خانیہ اور فتح وغیرہ میں بھی) جو اختلاف بیان کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں، صحیح یہ ہے

---

[1] فتاوٰی خانیة علی الھندیة باب الماء المستعمل نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۵
[2] بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵

Marfat.com

بل الصحیح ان لاخلاف وعلم ایضا انه لافرق بین الرأس والخف والجبیرۃ خلافا لما ذکرہ ابن الملک[1] اھ واختصرہ فی الدر فقال لو یصیر الماء مستعملا وان نوی اتفاقا علی الصحیح[2] اھ۔

اقول ولا یھولنك ھذا فلیس معناہ ان المسح لا یفید الاستعمال کیف وکلامھم طرافی اسبابہ مطلق یعم الغسل والمسح ثم المسألۃ عینھا منصوصۃ علی لسان الکبراء منھم فقیہ النفس اذ یقول[1] توضأ ثم مسح الخف بلۃ بقیت علی کفہ بعد الغسل جاز ولو مسح برأسہ ثم مسح الخف ببلۃ بقیت علی الکف بعد المسح لا یجوز لانہ مسح الخف ببلۃ مستعملۃ بخلاف الاول[3] اھ و اقرہ[2] فی الفتح وغیرہ وفی الخانیۃ ایضا الاستیعاب فی مسح الرأس سنۃ وصورۃ ذلك ان یضع اصابع یدیہ علی مقدم راسہ وکفیہ علی فودیہ ویمدھما الی قفاہ فیجوز واشار بعضھم الی طریق اخر احترازا عن استعمال الماء المستعمل الا ان ذلك لا یمکن الا بکلفۃ ومشقۃ فیجوز الاول ولا یصیر الماء مستعملا ضرورۃ اقامۃ السنۃ[4] اھ ای لما علوان الماء مادام علی العضو لا یصیر مستعملا وفی[3] الفتح من مسح الرأس لو مسح باصبع واحدۃ مدھا قدر الفرض

کہ اختلاف نہیں، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سر، موزے اور پٹی میں کوئی اختلاف نہیں جیسا کہ ابن الملک نے ذکر کیا اھ اور اسی کو دُر میں مختصر کیا، فرمایا پانی مستعمل نہ ہوگا خواہ نیت کی ہو، یہ متفق علیہ ہے صحیح قول پر اھ ت

اقول یہ چیز کوئی قابلِ تعجب نہیں، اس کا یہ معنی نہیں کہ مسح سے استعمال نہیں ہوتا، حالانکہ تمام فقہاء کا کلام اسباب استعمال کے سلسلہ میں عام ہے اس میں غسل اور مسح دونوں شامل ہیں، اور پھر اکابر علماء نے مسئلہ کی صراحت بھی کی ہے، مثلاً فقیہ النفس فرماتے ہیں کسی شخص نے وضو کیا پھر ہاتھ دھونے کے بعد جو تری باقی رہ گئی تھی اس سے موزے پر مسح کرلیا تو جائز ہے اور اگر سر پر مسح کیا اور مسح کے بعد ہاتھ پر جو تری رہ گئی تھی اُس سے موزے پر مسح کیا تو جائز نہیں کیونکہ اس نے مستعمل تری سے موزے پر مسح کیا ہے بخلاف اول کے اھ فتح و خانیہ میں اسی کو برقرار رکھا، پھر استیعاب مسح میں سنت ہے، اور استیعاب کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی انگلیاں ماتھے پر رکھے اور ہتھیلیاں کنپٹیوں پر اور گدی کی طرف کھینچ کر لے جائے تو جائز ہے، اور بعض دوسرے فقہاء نے اور طریقہ بتایا کہ مستعمل پانی کے استعمال سے بچا جاسکے، مگر اس میں بہت تکلف اور مشقت ہے، تو پہلی صورت جائز ہے اور پانی مستعمل نہ ہوگا تاکہ سنت ادا ہوسکے اھ یعنی جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ پانی جب تک عضو پر باقی

---

[1] بحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵

[2] الدر المختار ارکان الوضوء ۱/۱۹ [3] فتاوٰی خانیۃ مسح علی الخفین ۱/۲۳

[4] خانیۃ علی الہندیۃ فصل صفۃ الوضوء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۵

Marfat.com

جائز عند زفر وعندنا لا یجوز وعللوه بان البلة صارت مستعملة وهو مشکل بان الماء لا یصیر مستعملا قبل الانفصال وما قیل الاصل ثبوت الاستعمال بنفس الملاقاة لکنه سقط فی المغسول للحرج اللازم بالزام اصابة کل جزء باسالة غیر السال علی الجزء الاٰخر ولا حرج فی المسح لانه یحصل بمجرد الاصابة فیبقی فیه علی الاصل دفع بانه مناقض لما علل به لابی یوسف رحمه اللہ تعالٰی فی مسألة ادخال الرأس الاناء فان الماء طهور عنده فقالوا المسح حصل بالاصابة والماء انما یاخذ حکم الاستعمال بعد الانفصال والمصاب به لم یزایل العضو حتی عدل بعض المتاخرین الی التعلیل بلزوم انفصال بلة الاصبع بواسطة المد فیصیر مستعملا لذلک[1] اھ وبالجملة فالمنقول فی الباب کثیرة بثیرة وفی الکتب شهیرة وان کان للعبد فی مسألة الاصبع ابحاث عزیزة فلیس وجه مسألة الاناء ما یتوهم بل ما نقلناه انفا عن الفتح وقد ذکره فی موضع اٰخر بقوله ان الماء لا یعطی له حکم الاستعمال الا بعد الانفصال والذی لاقی الرأس من اجزائه لصق به فطهره وغیره لم یلاقه فلم یستعمل[2] اھ فمعنی قولهم فیها لا یصیر الماء

رہتا ہے مستعمل نہیں ہوتا ہے۔

اور فتح میں ہے جس نے سر کا مسح کیا یا اگر ایک انگلی سے مسح کیا کہ اس کو بقدرِ فرض کھینچا، تو زفر کے نزدیک جائز ہے اور ہمارے نزدیک جائز نہیں اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ تری مستعمل ہوگئی، مگر اس پر اعتراض یہ ہے کہ پانی عضو سے جدا ہوئے بغیر مستعمل نہیں ہوتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ اصل تو یہی ہے کہ پانی عضو سے لگتے ہی مستعمل ہو جائے مگر اعضاءِ مغسولہ میں اس کو حرج کی وجہ سے معتبر نہیں مانا گیا ہے ورنہ تو عضو کے ایک حصہ کا پانی دوسرے حصہ کو ناپاک کر دیتا، اور مسح میں یہ صورتِ حال نہیں ہے کیونکہ اس میں بہانا نہیں ہے محض لگانا ہے تو اس میں اصل پر اعتبار کیا گیا۔ اس اعتراض کے جواب میں کہا گیا ہے کہ امام ابو یوسف نے سر کو برتن میں داخل کرنے کی بابت جو ارشاد فرمایا ہے یہ قول اس کے برخلاف ہے کیونکہ پانی ان کے نزدیک پاک کرنے والا ہے، وہ فرماتے ہیں پانی لگانے سے مسح تو ہوگیا اور چونکہ پانی عضو سے جدا ہونے کے بعد مستعمل ہوتا ہے اور مسح میں جدا نہیں ہوتا اس لئے مستعمل بھی نہ ہوگا حتی کہ بعض متاخرین نے بجائے اس دلیل کے یہ دلیل اختیار کی ہے کہ انگلی کی تری اس طرح جدا ہوتی کہ اس کو کھینچا گیا تو اب یہ پانی مستعمل ہو جائے گا اھ خلاصہ یہ کہ اس باب میں نقول بہت موجود ہیں جو مشہور کتب میں پائی جاتی ہیں اور

---

[1] فتح القدیر کتاب الطهارة نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۶
[2] ایضاً ۱/۱۷

Marfat.com

مستعملا ای ما بقی فی الاناء وھو المراد بقول الخانیۃ عن الامام ابی یوسف انما یتنجس الماء فیما یغسل لا فیما یمسح ای ماء الاناء بادخال ما وظیفتہ الغسل دون المسح فزال الوھم وفیہ المدعی۔

تا چیز انگلی کے مسئلہ پر بڑی گہری ابحاث رکھتا ہے' برتن کے مسئلہ کی وجہ وہ نہیں جو بعض حضرات کے وہم میں آئی ہے بلکہ وہ ہے جو ہم نے ابھی فتح سے نقل کی ہے اور اسی کو انھوں نے دوسرے مقام پر اس طرح بیان کیا ہے کہ پانی کو مستعمل ہونے کا حکم اُسی وقت ملے گا جب وہ عضو سے جدا ہو اور پانی کے جو اجزاء سر سے متصل ہُوئے وہ اسی میں چپک جاتے ہیں اور اس کو پاک کر دیتے ہیں اور سر کے علاوہ کسی اور حصے پر نہیں لگتے ہیں تو مستعمل نہ ہوا اھ تو فقہاء نے جو فرمایا ہے کہ پانی مستعمل نہ ہوگا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک برتن میں رہے' اور خانیہ نے امام ابو یوسف سے جو نقل کیا ہے کہ پانی اُن اعضاء میں مستعمل ہوتا ہے جو دھوئے جاتے ہیں نہ کہ اُن میں جو مسح کیے جاتے ہیں' تو اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ برتن کا پانی اُن اعضاء کے داخل کرنے کی وجہ سے مستعمل ہوگا جو مغسولہ ہیں نہ کہ ممسوحہ تو وہم رفع ہوا اور یہی مقصود تھا۔ (ت)

اقول وان کان فی قصرھم اللقاء علی ما لصق بالرأس تأمل ظاھر وکان ھذا ھو مراد المحقق اذ قال بعد ذکرہ وفیہ نظر اھ۔[1]

میں کہتا ہُوں فقہاء نے ملنے کو جو سر کے ساتھ مختص کر دیا ہے اس میں بظاہر تامّل ہے' اور غالباً محقق کی مراد یہی ہے کیونکہ انھوں نے اس کے ذکر کے بعد فرمایا: و فیہ نظر۔ (ت)

اقول ویظھر لی ان سبیل المسألۃ سبیل الخلف فی الملقی والملاقی وتصحیح ھذہ بل تصحیح الوفاق فیھا ربما یعطی ترجیح عدم الفرق الا ان یفرق بین الغسل والمسح فلا یصیر بہ کل الماء مستعملا حکما بالاتفاق بخلاف الغسل ویحتاج لوجہ فلیستند بروالله تعالٰی اعلم۔

میں کہتا ہوں اور مجھے معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ کا حل ملنے والی شے اور جس سے ملی ہے اس میں اختلاف پر مبنی ہے' اور اس کی تصحیح بلکہ اس میں اتفاق کی تصحیح سے عدم فرق کو ترجیح حاصل ہوتی ہے' ہاں اگر غسل اور مسح میں ہی فرق کر لیا جائے تو بات اور ہے' تو اُس سے تمام پانی حکماً مستعمل نہ ہوگا بالاتفاق بخلاف غسل کے' اور یہ دلیل کا محتاج ہے فلیتدبر والله تعالٰی اعلم۔ (ت)

تنبیہ اعلم ان مسألۃ الاصبع المارۃ ترکھا المحقق فی الفتح غیر مبینۃ ذکر لہ ثلث تعلیلات ورد الجمیع فالاول التعلیل بالاستعمال وقد علمت ردہ وما

تنبیہ انگلی کا مسئلہ جو گزرا اس کو محقق نے فتح میں واضح نہیں کیا تین تعلیلات بیان کیں اور تینوں کو رَد کر دیا' پہلی تعلیل استعمال سے متعلق ہے اور اس کا رَد تم معلوم کر چکے ہو' اور اس کی

[1] فتح القدیر کتاب الطہارۃ ۱/۱۷

Marfat.com

عدل اليه بعض المتاخرين لاصلاحه فرده والاول مع ان هذا كله يستلزم ان مد[1] اصبعين لايجوز وقد صرحوا به وكذا الثلاث على القول بالربع وهو قول ابي حنيفة و ابي يوسف رحمهما الله تعالى ولكن لم ار في مد الثلاث الا الجواز اھ واعترضه في النهر بقول البدائع لو وضع ثلثة اصابع و لم يمدها جاز على رواية الثلاث لا الربع و لو مسح بها منصوبة غير موضوعة ولا ممدودة[2] فلا فلو مدها حتى بلغ القدر المفروض لم يجز عند علمائنا الثلثة خلافا لزفر اھ قال وقد وقفت على المنقول اى ان عدم الجواز قول ائمتنا الثلثة فكيف يقول المحقق لم ار فيه الا الجواز وهو عجيب من مثله كما نبه عليه في المنحة فان الضمير في مدها للمنصوبة و كلام الفتح في الموضوعة۔

اصلاح میں بعض متاخرین نے جو فرمایا ہے اس کو اور پہلے کو ساتھ ہی انہوں نے رَد کیا ہے، اور فرمایا ہے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ دو انگلیوں کا کھینچنا جائز نہ ہو، اور اس کی فقہاء نے تصریح کی ہے اور چوتھائی کے قول پر تین کا کھینچنا بھی جائز نہ ہو، اور یہ ابو حنیفہ اور ابو یوسف کا قول ہے، لیکن تین کے کھینچنے میں مجھے جواز ہی ملا ہے اھ اور نہر میں اس پر اعتراض کیا اور بدائع کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ اگر تین انگلیاں رکھیں اور ان کو کھینچا نہیں تو تین کی روایت پر جائز ہے نہ کہ چوتھائی کی روایت پر، اور اگر کھڑی انگلیوں سے مسح کیا، ان کو نہ تو رکھا نہ کھینچا تو جائز نہیں، اور اگر اتنا کھینچا کہ فرض مقدار پُوری ہو گئی تو ہمارے تینوں علماء کے نزدیک جائز نہ ہوگا امام زفر کا اس میں اختلاف ہے اھ انہوں نے فرمایا کہ میں منقول پر مطلع ہوا ہوں، یعنی عدم جواز ہمارے تینوں ائمہ کا قول ہے، تو محقق کا یہ قول کیونکر درست ہوگا کہ میں نے صرف جواز ہی دیکھا ہے، اور اُن جیسے شخص سے یہ بڑے تعجب کی بات ہے، منحہ میں اسی پر تنبیہ کی ہے کیونکہ "مدھا" میں ھا کی ضمیر "منصوبۃ" کے لیے ہے اور فتح کا کلام "موضوعۃ" کے لیے ہے۔ ت

اقول كان النهر نظر الى ان الصور اربع ثلاث اصابع موضوعة او منصوبة والكل ممدودة اولا وقد ذكر في البدائع اولا صورتي عدم المد ثم قال فلو مدها فليكن الضمير الى ثلث اصابع مطلقة موضوعة

میں کہتا ہوں غالباً نہر نے دیکھا کہ صورتیں چار ہیں، تین انگلیاں رکھی ہوئیں یا کھڑی اور سب کھینچی ہوئی یا نہیں، اور بدائع میں پہلے نہ کھینچنے کی دو صورتیں ذکر کی ہیں، پھر کہا کہ "فلو مدھا" تو اس میں ضمیر "ثلث اصابع" کی طرف ہونی چاہئے خواہ وہ رکھی

---

[1] فتح القدير کتاب الطہارت نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۶

[2] بدائع الصنائع مطلب مسح الرأس ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵

Marfat.com

او منصوبة ليستوعب كلامه الصور لكن الشان انه مدعٍ ظفر النقل فيضره احتمال العود الى المنصوبة لا سيما وهي الاقرب وقد كشف المراد[1] في الحلية حيث قال، فرع، مسح بثلثة اصابع منصوبة لم يجز ولو مدها حتى بلغ المفروض لم يجز عند علمائنا الثلثة ولو وضعها ولم يمد لم يجز على رواية الربيع ذكره في التحفة والمحيط والبدائع اھ

ہوں یا کھڑی، تاکہ اُن کا کلام تمام صورتوں کا استیعاب کرے، لیکن وہ اس امر کے مدعی ہیں کہ وہ نقل حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں تو ضمیر کے منصوبہ کی طرف لوٹنے کا احتمال اُن کے لیے مضر ہوگا اور پھر وہ اقرب بھی ہے، اور حلیہ میں مراد واضح کی ہے فرمایا - فرع - اگر کسی نے تین کھڑی انگلیوں سے مسح کیا تو جائز نہیں اور اگر ان کو اتنا کھینچا کہ فرض مقدار کو پہنچا دیا تو ہمارے تینوں علماء کے نزدیک جائز نہیں اور اگر انگلیوں کو رکھا اور نہ کھینچا تو چوتھائی کی روایت پر جائز نہیں، اس کو تحفہ، محیط اور بدائع میں ذکر کیا ہے اھ ت

اقول على ان ما عدل اليه[2] بعض المتاخرين لا اعرف له محصلا فان المراد ان كان الانفصال عن الاصبع فلا يفيد الاستعمال لانها آلة وانما يفيده الانفصال عن المحل او عن الرأس كله فظاهر الغلط او عن موضعه الذي اصابته الاصبع اولا فنعم ولم يشف غليلا بل كان نظير ما عدل عنه للحكم بحصول الاستعمال مع كون الماء مترددا بعد على[3] نفس العضو غير منفصل عنه وهو باطل لاجرم ان نص في الخلاصة ثم البحر فيما اذا مسح باطراف اصابعه ومدها حتى بلغ المفروض انه يجوز سواء كان الماء متقاطرا او لا قال وهو الصحيح[4] قال ش قال الشيخ اسمٰعيل ونحوه في الواقعات

میں کہتا ہوں بعض متاخرین نے جس کی طرف عدول کیا ہے میں اس کا کوئی فائدہ نہیں محسوس کرتا ہوں کیونکہ اگر ان کی مراد انگلی سے جدا ہونا ہے تو استعمال کا فائدہ نہ ہوگا کیونکہ وہ تو آلہ ہے اس کو تو محل سے جدا ہونا یا کل سر سے جدا ہونا مفید ہے، تو یہ ظاہراً غلط ہے یا اس کی جگہ سے جہاں انگلی لگی ہے یا نہیں، تو ہاں، مگر اس سے کچھ فائدہ نہیں بلکہ یہ نظیر ہوگا اس چیز کی جس سے عدول کیا ہے تاکہ استعمال کے حصول کا حکم ہو حالانکہ پانی متردد ہے عضو پر اس سے جدا نہیں، اور وہ باطل ہے، پھر خلاصہ و بحر میں صراحت ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی انگلیوں کے کناروں سے مسح کیا اور ان کو کھینچا یہاں تک کہ فرض کے مقام کو پہنچا تو یہ جائز ہے خواہ پانی ٹپکے یا نہ ٹپکے اُن دونوں

---

[1] بدائع الصنائع مطلب مسح الرأس سعید کمپنی کراچی ۱/۵

[2] بحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵

Marfat.com

والعیض[1] اھ ای علی خلاف ما فی المحیط انہ انما یجوز اذا کان متقاطرا لان الماء ینزل من اصابعہ الی اطرافھا فمدہ کاخذ جدید[2]

والثانی ما اختارہ شمس الائمۃ ان المنع فی مد الاصبع والاثنتین غیر معلل [ف۱] باستعمال البلۃ بدلیل انہ لو مسح باصبعین فی التیمم لایجوز مع عدم شیئ یصیر مستعملا خصوصا اذا تیمم علی الحجر الصلد بل الوجہ انا مامورون بالمسح بالید والاصبعان لاتسمی یدا بخلاف الثلاث لانہا اکثر ماھو الاصل فیہا اھ ای فی الید وھی الاصابع [ف۲] ولذا یجب بقطعہا ارش الید کاملا ورد المحقق بعد استحسانہ [ف۳] بانہ یقتضی تعیین الاصابۃ بالید وھو منتف بمسألۃ المطر وقد یدفع بان المراد تعینہا او مایقوم مقامہا من الالات عند قصد الاسقاط بالفعل اختیارا غیر ان لابد من کون [ف۴] تلک الالۃ قدر ثلاث اصابع حتی لو کان عودا لایبلغ ذلک القدر قلنا بعدم جواز مدہ[4]

نے کہا کہ وہی صحیح ہے، ت نے فرمایا شیخ اسمٰعیل نے فرمایا نیز واقعات اور فیض میں ہے اھ یعنی محیط کے برعکس کہ یہ اس وقت جائز ہے جبکہ پانی ٹپک رہا ہو کیونکہ پانی اس کی انگلیوں کے کناروں تک ٹپک آئے گا تو اس کا کھینچنا گویا نیا پانی لینے کے مترادف ہے ۔ت

اور دوسرا وہ ہے جو شمس الائمہ نے اختیار کیا ہے کہ ایک یا دو انگلیوں کے کھینچنے کی ممانعت تری کے استعمال کی وجہ سے نہیں ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر اس نے دو انگلیوں سے تیمم میں مسح کیا تو یہ جائز نہیں، حالانکہ کوئی چیز ایسی نہیں جو مستعمل ہو خصوصاً جب چکنے پتھر پر تیمم کیا، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں ہاتھ سے مسح کا حکم دیا گیا ہے اور دو انگلیوں کو ہاتھ نہیں کہا جاتا ہے بخلاف تین انگلیوں کے کیونکہ یہ مسح کے اصل میں جو اصل ہے اس کا اکثر حصہ ہیں اھ یعنی ہاتھ اور وہ انگلیاں ہیں اور اسی لیے تین انگلیوں کے کاٹنے پر پورے ہاتھ کی دیت لازم ہوتی ہے اور محقق نے اس کو پسند کرنے کے بعد رد کردیا، کیونکہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہاتھ کا لگانا ہی ضروری ہے حالانکہ بارش کے مسئلہ کی وجہ سے ایسا نہیں ہے، اس کا ایک جواب اس طرح دیا گیا ہے کہ دراصل مراد ہاتھ کی تعیین ہے یا جو اس کے قائم مقام ہو، کوئی بھی آلہ ہو، جبکہ اختیاری فعل سے اسقاط مطلوب ہو، البتہ یہ ضروری ہے کہ جو بھی آلہ ہو تین انگلیوں کی مقدار میں ہو یہاں تک کہ اگر کسی نے ایسی لکڑی پھیری جو اس مقدار کی نہ تھی تو جائز نہ ہوگا اھ

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارت البابی مصر ۱/۴۵ [2] ایضاً ۱/۴۷

[3] فتح القدیر " نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۶ [4] ایضاً "

Marfat.com

اقول وحاصله ان الید غیر لازمة ولکن اذا وقع بها لم یجز الا بما ینطلق علیه اسمها ولکن لقائل ان یقول **اولا** مسألة المطر تفیدنا ان مقصود الشرع اصابة البلل القدر المفروض کیفما کان ولا نظر الی الألة ولا الفعل القصدی اصلا وقد قرر مشایخنا ان ذکر الید المقدرة فی قوله تعالٰی وامسحوا برؤسکم ای ایدیکم برؤسکم لتقدیر المحل دون الألة کما حققه الامام صدر الشریعة وابن الساعاتی والمحقق نفسه فی الفتح فلیتأمل **وثانیا** اجمعوا ان لو مسح باطراف اصابعه والماء متقاطر جاز فظهر ان تعیین الألة ملغاة ههنا راسا وان القیاس علی التیمم مع الفارق و **الثالث** ما ابداه بقوله قد یقال عدم الجواز بالاصبع بناء علی ان البلة تتلاشی وتفرغ قبل بلوغ قدر الفرض بخلاف الاصبعین فان الماء یتحمل بین اصبعین مضمومتین فضل زیادة یحتمل الامتداد الی قدر الفرض وهذا مشاهد او مظنون فوجب اثبات الحکم باعتباره فعلی الاکتفاء بثلاث اصابع یجب مد الاصبعین لان ما بینهما من الماء یمتد قدر اصبع وعلی اعتبار الربع لا یجوز لان ما بینهما مما لا یغلب علی الظن ایعابه الربع[1] اھ

میں کہتا ہوں کہ اس کا حاصل یہ نکلا کہ ہاتھ لازم نہیں لیکن جب ہاتھ سے مسح کرنا ہو تو ضروری ہے کہ اتنی مقدار ہو کہ اس پر ہاتھ کا اطلاق ہوتا ہو۔ مگر اس پر متعدد طریقوں سے اعتراض ہوسکتا ہے، اوّل بارش کا مسئلہ ہمارے حق میں مفید ہے کیونکہ مقصودِ شرع یہ ہے کہ تری کی ایک معین مقدار لگ جائے خواہ کسی طرح ہو اس میں نہ تو آلہ زیرِ بحث ہے اور نہ اختیاری فعل، اور ہمارے مشائخ فرماتے ہیں کہ فرمانِ الٰہی "اور مسح کرو تم سروں کا" اس کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے ہاتھوں کا اپنے سروں سے" میں محلِ مقدر ہے نہ کہ آلہ صدر الشریعۃ، ابن الساعاتی اور خود محقق نے فتح میں یہی تقریر فرمائی ہے، غور کر۔

دوم فقہاء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اگر کسی نے انگلیوں کے پوروں سے مسح کیا اور اُن سے پانی ٹپک رہا تھا تو جائز ہے، تو معلوم ہُوا کہ یہاں آلہ کی تعیین اہم نہیں ہے اور اس کو تیمم پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

سوم انھوں نے "عدم الجواز بالاصبع" کہہ کر جو اعتراض کیا ہے سو وہ اس بنا پر ہے کہ تری فرض مقدار تک پہنچنے سے قبل ختم ہوجاتی ہے لیکن دو انگلیاں اگر ملی ہوں تو ان میں فرض مقدار تک پانی پہنچ سکتا ہے، اس کا مشاہدہ ہے یا ظن غالب ہے، تو اس پر اعتبار کرتے ہوئے حکم کا لگا دینا لازم ہوا تو تین انگلیوں پر اکتفا کرنا دو کے پھیر لینے کو جائز قرار دیتا ہے کیونکہ ان دو کے درمیان اتنا پانی موجود ہوتا ہے جو مزید ایک انگلی کی مقدار

[1] فتح القدیر کتاب الطہارت نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۷

Marfat.com

البلة خفيفة تفنى باول وضع اوقليل مدحتى لاتبقى الانداوة لاتنفصل عن اليد فتبل الرأس ولعله هو الاكثر وقوعا وبتصحيح الخلاصة ما اذا كانت كثيرة تبقى الى بلوغ القدر المفروض بحيث تنفصل فى كل محل وتصيب وهذا هو مراد المحيط بالتقاطر فتتفق الكلمات وانت اذا نظرت الى الوجه اذعنت بهذا التفصيل كيف ولا معنى لاجزاء النداوة فى الصورة الاولى ولا لاهدار البلة فى الصورة الثانية فليكن التوفيق وبالله التوفيق اما حديث التيمم **فاقول** لابد فيه من قصد المكلف وفعله الاختيارى فيكون لتقرير الامام شمس الائمة فيه مساغ الا ترى انهم صرحوا ان لو تيمم باصبع او اصبعين وكرر مرارا لم يجز كما فى البحر عن السراج عن الايضاح ولو مسح راسه باصبع واحدة وكرر اربعا فى مواضع صح اجماعا فلا يطلب موافقة ما هنا لما فى التيمم حتى يعكر عليه به اذ لا تعين للالة ههنا اصلا بخلاف التيمم وذلك ايضا فى الطريق المعتاد اعنى التيمم باليد والا فقد نص فى الحلية ان لو تمعك فى التراب يجزئه ان اصاب وجهه وذراعيه وكفيه لانه اتى بالمفروض وزيادة والافلا اھ اى يجزئه ان نوى كما

تعالیٰ اعلم) کہ اس اعتراض سے چھٹکارے کی ایک ہی شکل ہے کہ اس سے یہ مراد لی جائے کہ جب تری اتنی کم ہو کہ رکھتے ہی ختم ہو جائے یا تھوڑا سا پھیرنے پر ختم ہو جائے اور محض اتنی باقی رہے کہ ہاتھ تر محسوس ہو اور وہ سر کو تر نہ کر سکے اور غالباً عام طور پر ایسا ہی واقع ہوتا ہے، اور خلاصہ کی تصحیح سے مراد یہ ہو کہ جب تری اتنی زیادہ ہو کہ فرض مقدار تک پہنچنے کے بعد بھی باقی رہے یعنی اس طور پر کہ ہر جگہ جدا ہو اور لگ جائے، اور محیط کی مراد تقاطر سے یہی ہے اس طرح تمام عبارات میں اتفاق ہو جائے گا، اور جو تم علت کو دیکھو گے تو یقین آجائے گا کیونکہ پہلی صورت میں تری کے ٹھہرنے کے اور کوئی معنی نہیں اور نہ ہی دوسری صورت میں تری کو ضائع کرنے کے، تو اس طرح تطبیق دینی چاہیے وباللہ التوفیق۔

رہی حدیثِ تیمم، تو اس میں مکلف کا ارادہ اور اس کا اختیاری فعل ضروری ہے، تب شمس الائمہ کی تقریر اس میں چل سکے گی، یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ اگر کسی نے ایک یا دو انگلیوں سے تیمم کیا اور ان کو بار بار پھیرا تو جائز نہیں جیسا کہ بحر میں سراج سے ایضاح سے منقول ہے، اور اگر ایک انگلی سے اپنے سر کا مسح کیا اور چار مختلف جگہوں پر اس کا تکرار کیا تو اجماعاً صحیح ہے، تو اس کی موافقت تیمم کے معاملہ سے نہ کی جائے تاکہ اس سے اعتراض لازم آئے کیونکہ یہاں آلہ کا تعین بالکل نہیں

ل علیہ

Marfat.com

یہاں اوّلاً فوائد قیود اور ان کے متعلق مسائل ذکر کریں۔

ثانیاً اتمام جواب۔

ثالثاً تحقیق مقام وابانت صواب اور اس کے لیے اپنی تحریر مذکور سے رفع حجاب۔

وباللہ التوفیق فی کل باب والحمد للہ الکریم الوہاب۔

فوائد قیود ومسائل مورود

فائدہ ۱: نابالغ اگرچہ ایک دن کم پندرہ برس کا ہو جبکہ آثار بلوغ مثل احتلام وحیض ہنوز شروع نہ ہوئے ہوں اُس کا پاک بدن جس پر کوئی نجاست حقیقیہ نہ ہو اگرچہ تمام وکمال آب قلیل میں ڈوب جائے اُسے قابلیت وضو وغسل سے خارج نہ کرے گا لعدم الحدث (ناپاک ہونے کی وجہ نہیں ہے۔ ت) اگرچہ بحال احتمال نجاست جیسے ناسمجھ بچّوں میں ہے بچنا افضل ہے ہاں بہ نیت قربت سمجھ وال بچّہ سے واقع ہو تو مستعمل کردے گا۔

لانہ من اھلہا وقد بینا المسئلۃ فی الطرس المعدل۔

کیونکہ وہ اس کے اہل سے ہے اور ہم نے یہ مسئلہ "الطرس المعدل" میں بیان کردیا۔ ت

وجیز امام کُردری میں ہے:

ادخل صبی یدہ فی الاناء ان علم طہارۃ یدہ بان کان لہ رقیب یحفظہ او غسل یدہ فہو طاہر وان علم نجاستہ فنجس وان شك فالمستحب ان یتوضاء بغیرہ لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دع ما یریبك الی ما لایریبك المختار ان وضوء الصبی العاقل مستعمل وغیر العاقل لا[1]۔

اگر بچّہ نے پانی میں ہاتھ ڈالا، اور یہ معلوم ہے کہ اُس کا ہاتھ پاک ہے، مثلاً کوئی شخص بچہ کی دیکھ بھال پر متعین ہے یا اُس نے ہاتھ دھویا ہوا تھا، تو یہ پانی پاک ہے اور اگر اُس کے ہاتھ کا ناپاک ہونا معلوم ہے تو پانی ناپاک ہے، اور اگر شک ہے تو مستحب ہے کہ دوسرے پانی سے وضو کرے، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جو چیز تم کو شک میں ڈالے اس کو چھوڑ کر وہ اختیار کرو جو شک میں نہ ڈالے"۔ مختار یہ ہے کہ عاقل بچّہ کا وضو کرنا پانی کو مستعمل بناتا ہے غیر عاقل کا نہیں بناتا۔ (ت) اسی لیے ہم نے مکلّف کی قید لگائی۔

فائدہ ۲: اقول قول بعض پر کہ موت نجاست حکمیہ ہے اگر میّت کا ہاتھ یا پاؤں مثلاً آب قلیل میں قبل غسل پڑ جائے اگرچہ بے نیت غسل تو پانی کو مستعمل کردے گا کہ زوال نجاست کے لیے نیت کی حاجت نہیں اگرچہ احیاء پر ہے

---

[1] فتاوٰی بزازیۃ المعروف الوجیز الکردری علی الحشایۃ الہندیۃ نوع فی المستعمل والمقید والمطلق نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۹

Marfat.com

فتویٰ مسمّٰی بہ

اَلنّمیقۃ الانقی فی فرق المُلاقی والملقی [٢٧] [١٣]

ملنے والے اور ڈالے گئے پانی کے فرق میں ایک پاکیزہ تحریر (ت)

رجب ۱۳۲۷ھ

مسئلہ ۲۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر بے وضو یا جُنب کا ہاتھ یا انگلی یا ناخن وغیرہ لوٹے یا گھڑے میں پڑجائے تو پانی وضو کے قابل رہتا ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں اس سے پانی مکروہ ہوجاتا ہے اور اگر قابلِ وضو نہ رہے تو کس طرح قابل کیا جاسکتا ہے بیّنوا توجّروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؕ، الحمد للہ الذی انزل الذکر الملقی علی السیّد الطیّب الطھور الانقی الملاقی ربہ لیلۃ الاسراء علیہ من ربہ الصلاۃ الزھراء وعلی اٰلہ وصحبہ وامتہ وحزبہ الی یوم اللقاء اٰمین راجح و معتمد یہ ہے کہ مکلّف پر جس عضو کا دھونا کسی نجاستِ حکمیہ مثل حدث و جنابت و انقطاع حیض و نفاس کے سبب بالفعل واجب ہے وہ عضو یا اُس کا کوئی حصہ اگرچہ ناخن یا ناخن کا کنارہ آبِ غیر کثیر میں کہ نہ جاری ہے نہ دہ در دہ بے ضرورت پڑجانا پانی کو قابلِ وضو و غسل نہیں رکھتا یعنی پانی مستعمل ہوجاتا ہے کہ خود پاک ہے اور نجاست حکمیہ سے تطہیر نہیں کرسکتا اگرچہ نجاست حقیقیہ اُس سے دھو سکتے ہیں، یہی قول نجیح و رجیح ہے عامۂ کتب میں اس کی تصریح ہے اور یہ خود ہمارے ائمہ ثلٰثہ امامِ اعظم و امام ابو یوسف و امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہم سے منصوص و مروی آیا اکابر مشایخ مثل امام ابو عبد اللہ جرجانی و امام ابو الحسین قدوری و امام ملک العلماء ابو بکر کاشانی و امام فقیہ النفس فخر الدین خان قاضی وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی نے اُسے ہمارے ائمہ کا مذہب متفق علیہ بتایا۔ فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اپنی ایک تحریر میں اُس پر ائمہ ثلٰثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے سوا چالیس ائمہ و کتب کے نصوص نقل کئے اور بعض علمائے متاخرین رحمہم اللہ تعالٰی کو جو اس میں شبہات واقع ہوئے ان کے جواب دیے۔

Marfat.com

اُسی میں ہے:

قال فی التجنیس لابد من النیۃ فی غسلہ فی الظاھر وفی الخانیۃ اذا جری الماء علی المیت او اصابہ المطر عن ابی یوسف لا ینوب عن الغسل لانا امرنا بالغسل و ذلك لیس بغسل وفی النھایۃ والکفایۃ وغیرھما لابد منہ الا ان یحرکہ بنیۃ الغسل اھ ثم نقل توفیق الفتح باستظہار ان اشتراطھا لاسقاط وجوبہ عن المکلف لا لتحصیل طہارتہ ھو وشرط صحۃ الصلاۃ علیہ اھ ثم منازعۃ الغنیۃ لہ بان ما مر عن ابی یوسف یفید ان الفرض فعل الغسل منا حتی لو غسلہ لتعلیم الغیر کفی ولیس فیہ ما یفید اشتراط النیۃ لاسقاط الوجوب بحیث یستحق العقاب بترکھا وقد تقرر فی الاصول ان ما وجب لغیرہ من الافعال الحسیۃ یشترط وجودہ لا ایجادہ کالسعی والطہارۃ نعم لاینال ثواب العبادۃ بدونھا اھ قال واقرہ الباقانی وایدہ بما فی المحیط لو وجد المیت فی الماء لابد من غسلہ لان الخطاب یتوجہ الی بنی اٰدم ولم یوجد منھم فعل اھ فتلخص انہ لابد فی اسقاط الفرض من الفعل واما النیۃ فشرط لتحصیل الثواب ولذا صح تغسیل الذمیۃ زوجھا المسلم مع ان النیۃ شرطھا الاسلام فیسقط الفرض عنا بفعلنا بدون نیۃ وھو المتبادر من قول الخانیۃ اجزأھم ذلك اھ[1]

اور تجنیس میں ہے کہ ظاہر قول کے مطابق مردہ کے غسل میں نیت ضروری ہے، اور خانیہ میں ہے اگر میّت پر پانی بہ گیا یا بارش پڑ گئی تو ابو یوسف سے منقول ہے کہ یہ غسل شمار نہ ہوگا، کیونکہ ہمیں غسل کا حکم دیا گیا ہے اور یہ غسل نہیں ہے، اور نہایہ و کفایہ وغیرہما میں ہے کہ مردہ کو ایسی صورت میں بہ نیت غسل حرکت دینا لازم ہے پھر انھوں نے فتح کی تطبیق نقل کی اور یہ بھی ذکر کیا کہ نیت کی شرط اس لیے ہے کہ غسل کا وجوب مکلف سے ساقط ہو جائے، یہ نہیں کہ مردہ پاک ہو جائے، اور نہ یہ اُس پر نماز کی صحت کی شرط ہے اھ پھر اُن کا غنیہ سے یہ جھگڑا ذکر کیا کہ جو نقل ابو یوسف کی گزری اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض یہ ہے کہ ہم زندہ لوگ اُس مُردہ کو غسل دیں، یہاں تک کہ اگر مُردہ کو دُوسروں کو سکھانے کی غرض سے غسل دیا تو کافی ہوگا مگر اس میں یہ موجود نہیں ہے کہ نیت بھی اسقاطِ واجب کے لیے شرط ہے کہ اگر نہ ہو تو وُہ عذاب کا مستحق ہو، اور اصول میں یہ مقرر ہے کہ جو افعال حسیّہ غیر کے لیے واجب ہوں تو اُن کا وجود ضروری ہے نہ کہ ایجاد ان کے موجود ہونے کیلئے ضروری ہے، جیسے کہ سعی اور طہارت، ہاں نیت کے بغیر عبادت کا ثواب نہیں ملے گا اھ فرمایا اس کو باقانی نے مقرر رکھتے ہوئے اس کی تائید محیط سے کی ہے، محیط میں ہے کہ اگر میّت پانی میں پائی گئی تو بھی اس کا غسل ضروری ہے کیونکہ خطاب بنو آدم کو ہے اور اُن سے کوئی فعل پایا نہیں گیا اھ تو خلاصہ یہ نکلا کہ اسقاط فرض میں

---

[1] ردالمحتار فصل فی الغسل المیت البابی مصر ۱/۶۶۳

Marfat.com

فتوٰی مسمّٰی بہ

اَلنَّمِیْقَةُ الْاَنْقٰی فِیْ فَرْقِ الْمُلَاقِیْ وَالْمُلْقٰی ۱۳۲۷ھ

ملنے والے اور ڈالے گئے پانی کے فرق میں ایک پاکیزہ تحریر (ت)

مسئلہ ۲۹ رجب ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر بے وضو یا جُنب کا ہاتھ یا انگلی یا ناخن وغیرہ لوٹے یا گھڑے میں پڑ جائے تو پانی وضو کے قابل رہتا ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں اس سے پانی مکروہ ہوجاتا ہے اور اگر قابلِ وضو نہ رہے تو کس طرح قابل کیا جاسکتا ہے بیّنوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ الذی انزل الذکر الملقی علی السیّد الطیّب الطهور الانقی الملاقی ربه لیلة الاسراء علیه من ربه الصلاۃ الزهراء وعلی اٰله وصحبه وامته وحزبه الی یوم اللقاء اٰمین راجح ومعتمد یہ ہے کہ مکلف پر جس عضو کا دھونا کسی نجاستِ حکمیہ مثل حدث وجنابت وانقطاعِ حیض ونفاس کے سبب بالفعل واجب ہے وہ عضو یا اُس کا کوئی حصّہ اگرچہ ناخن یا ناخن کا کنارہ آبِ غیرِ کثیر میں کہ نہ جاری ہے نہ دہ دردہ بے ضرورت پڑ جانا پانی کو قابلِ وضو وغسل نہیں رکھتا یعنی پانی مستعمل ہوجاتا ہے کہ خود پاک ہے اور نجاستِ حکمیہ سے تطہیر نہیں کرسکتا اگرچہ نجاستِ حقیقیہ اُس سے دھو سکتے ہیں، یہی قول نجیح ورجیح ہے عامۂ کتب میں اس کی تصریح ہے اور یہ خود ہمارے ائمۂ ثلٰثہ امامِ اعظم وامام ابو یوسف وامام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہم سے منصوص ومروی آیا اکابر مشایخ مثل امام ابو عبداللہ جرجانی وامام ابو الحسین قدوری وامام ملک العلماء ابوبکر کاشانی وامام فقیہ النفس فخر الدین خان قاضی وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی نے اُسے ہمارے ائمہ کا مذہب متفق علیہ بتایا۔ فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اپنی ایک تحریر میں اُس پر ائمۂ ثلٰثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے سوا چالیس ائمہ وکتب کے نصوص نقل کئے اور بعض علمائے متاخرین رحمہم اللہ تعالٰی کو جو اس میں شبہات واقع ہوئے ان کے جواب دیے۔

Marfat.com

اُس میں ہاتھ ڈالنے سے مستعمل نہ ہوگا۔

(۲) اسی صورت میں اگر ہاتھ مثلاً کہنی یا نصف کلائی تک ڈال کر چلّو لیا یعنی جس قدر کے ادخال کی چلو میں حاجت نہ تھی مستعمل ہوجائے گا کہ زیادت بے ضرورت واقع ہوئی۔

(۳) کوئی یا مٹکے میں کٹورا ڈوب گیا اُس کے نکالنے کو جتنا ہاتھ ڈالنا ہو مستعمل نہ کرے گا اگرچہ بازو تک ہو کہ ضرورت ہے۔

(۴) برتن میں پاؤں پڑ گیا پانی مستعمل ہو گیا کہ اس کی ضرورت نہ تھی۔

(۵) کنوئیں یا حوض میں ٹھنڈ لینے کو غوطہ مارا یا صرف ہاتھ یا پاؤں ڈالا مستعمل ہو گیا کہ ضرورت نہیں۔

(۶) برتن یا حوض میں ہاتھ ڈالا تو تھا چُلّو لینے کو پھر اُس میں ہاتھ دھونے کی نیت کر لی مستعمل ہو گیا کہ حوض میں دھونا بضرورت نہ تھا صرف چُلّو لینے کی حاجت تھی۔

(۷) کنوئیں سے ڈول نکالنے گُھسا اور وہاں غسل یا وضو کی نیت کر لی بالاتفاق مستعمل ہو گیا اگرچہ امام محمد نے ڈول نکالنے کے لیے اجازت دی تھی کہ قصد طہارت کی ضرورت نہ تھی وقس علیہ۔

فتح القدیر میں ہے :

لو ادخل المحدث او الجنب او الحائض التی طہرت الید فی الماء للاغتراف لا یصیر مستعملا للحاجۃ بخلاف ما لو ادخل المحدث رجلہ او رأسہ حیث یفسد الماء لعدم الضرورۃ وفی کتاب الحسن عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان غمس جنب او غیر متوضیئ یدیہ الی المرفقین او احدی رجلیہ فی اجانۃ لم یجز الوضوء منہ لانہ سقط فرضہ عنہ وذلک لان الضرورۃ لم تتحقق فی الادخال الی المرفقین حتی لو تحققت بان وقع الکوز فی الجب فادخل یدہ الی المرفق لاخراجہ لا یصیر مستعملا نص علیہ فی الخلاصۃ قال بخلاف ما لو ادخل یدہ للتبرد لعدم الضرورۃ ثم ادخال مجرد الکف انما لا یصیر مستعملا اذا لم یرد الغسل فیہ بل اراد رفع

اگر بے وضو، جنب یا پاک ہوجانے والی حائض عورت نے اپنا ہاتھ چُلّو بھر پانی لینے کے لیے پانی میں ڈالا تو پانی مستعمل نہ ہوگا کیونکہ یہ ضرورۃً کیا گیا ہے، لیکن اگر بے وضو نے اپنا سر یا پیر اس پانی میں ڈال دیا تو مستعمل ہو جائے گا کیونکہ بغیر ضرورت ہوا، اور حسن کی کتاب جو ابو حنیفہ سے ہے میں ہے کہ اگر جنب یا بے وضو نے اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک یا ایک پیر کسی مرتبان میں ڈالے تو اُس سے وضو جائز نہیں، کیونکہ اس طرح اس کا فرض اس سے ساقط ہوگیا کیونکہ کہنیوں تک ہاتھوں کو ڈبونے کی کوئی ضرورت نہ تھی ہاں اگر یہ ضرورت ہو، مثلاً لوٹا کنوئیں میں گر پڑا اس کو نکالنے کے لیے ہاتھ کہنیوں تک اس میں ڈالنا پڑا تو پانی مستعمل نہ ہوگا، یہ خلاصہ میں منصوص ہے، فرمایا اگر ہاتھ محض ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے بلا ضرورت ڈالا تو اس کا یہ حکم نہیں، کیونکہ وہاں ضرورت نہیں، پھر

Marfat.com

اس فرض کفایہ کے سقوط کو اُن کی جانب سے وقوعِ فعل قصدی لازم ہے ولہذا اگر میت دریا میں ملے تو جب تک احیا اپنے قصد سے اسے پانی میں جنبش نہ دیں اُن پر سے فرض نہ اُترے گا مگر میت کے سب بدن پر پانی گزر گیا تو اُسے طہارت حاصل ہوگئی یونہی بے غسل دیے اس پر نماز جنازہ جائز ہے اور خاص غسل میت کی نیت تو احیا پر بھی ضرور نہیں اپنا قصدی فعل کافی ہے یہی اس مسئلہ میں توفیق و تحقیق ہے درمختار میں ہے :

(ان غسل) المیت (بغیر نیة اجزأه) لطهارته لا لاسقاط الفرض عن ذمة المکلفین (و) لذا قال (لو وجد میت فی الماء فلا بد من غسله ثلثا) لانا امرنا بالغسل فیحرکه فی الماء بنیة الغسل ثلثا فتح و تعلیله یفید انهم لو صلوا علیه بلا اعادة غسله صح وان لم یسقط وجوبه عنهم فتدبر۔[1]

(اگر غسل دیا) میت کو (بغیر نیت کے تو کافی ہے) اُس میت کی طہارت کے لیے نہ کہ فرض کو مکلف لوگوں سے ساقط کرنے کے لیے (اور) اس لیے فرمایا (اگر کوئی مردہ پانی میں ملا تو بھی اس کو تین مرتبہ غسل کرانا ضروری ہے) کیونکہ ہمیں غسل دینے کا حکم دیا گیا ہے تو اُس مردہ کو پانی میں تین مرتبہ بنیت غسل حرکت دینی چاہیے، فتح۔ اور جو وجہ اُنھوں نے بیان کی ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر اس کی نماز جنازہ اُس کے غسل کے اعادہ کے بغیر پڑھ لی گئی تو لوگوں سے جنازہ کا وجوب ساقط ہو جائیگا اگرچہ ان سے غسل کا وجوب ساقط نہ ہوگا، فتدبر۔ (ت)

عنایہ میں ہے :

الماء مزیل بطبعه فکما لا تجب النیة فی غسل الحی فکذا لا تجب فی غسل المیت و لهذا قال فی فتاوی قاضی خان میت غسله اهله من غیر نیة الغسل اجزأهم ذلك۔[2]

پانی اپنی طبیعت کی وجہ سے زائل کرنے والا ہے تو جس طرح زندہ شخص کے غسل میں نیت لازم نہیں اسی طرح مُردہ کے غسل میں بھی نہیں، اسی لیے قاضی خان میں فرمایا کہ اگر کسی مُردہ کو اس کے گھر والوں نے بلا نیت غسل دے دیا تو کافی ہے۔ ت

ردالمحتار میں ہے :

وصرح فی التجرید والاسبیجابی والمفتاح بعدم اشتراطها ایضا۔[3]

تجرید، اسبیجابی اور مفتاح میں بھی نیت کے شرط نہ کرنے کی تصریح ہے۔ ت

---

[1] الدر المختار باب صلوٰۃ الجنازۃ مجتبائی دہلی ۱/۱۲۰

[2] عنایۃ مع الفتح فصل فی الغسل للمیت نوریہ رضویہ سکھر ۲/۷۴

[3] ردالمحتار " البابی مصر ۱/۶۳۵

Marfat.com

اُسی میں اس سے کچھ پہلے ہے :

ان کان اصبعا او اکثر دون الکف لایضر و مع الکف بخلافہ ذکرہ فی الخلاصۃ ولا یخلو من حاجۃ الی تأمل وجہہ[1]

اگر انگلی یا اس سے زیادہ ہو اور ہتھیلی سے کم ہو تو مضر نہیں اور ہتھیلی کے ساتھ اس کے برعکس ہے، اس کو خلاصہ میں ذکر کیا، اس میں ضرورت ہے کہ اس کی وجہ پر غور کیا جائے۔ ت

وجیز امام کردری میں ہے :

المعروف عن الامام الثانی عدم الفساد ما لم یصر عضوا تاما والفساد ھو الظاھر[2] اھ۔

امام ثانی سے مشہور یہ ہے کہ جب تک پورا عضو داخل نہ ہو فساد نہیں، حالانکہ فساد ظاہر ہے۔ ت

اقول الحق ان المناط الحاجۃ فحیث کانت تندفع ببعض العضو فادخل کلہ یصیر مستعملا ولعل ھذا ھو محمل تلک الروایۃ ان ادخال الاصابع للاغتراف لایفسد بخلاف الکف ولھذا قال فی الخانیۃ من باب الوضوء ان لم تکن معہ اٰنیۃ صغیرۃ فانہ یغترف من التور باصابع یدہ الیسری مضمومۃ لا بالکف[3]

میں کہتا ہُوں حق یہ ہے کہ حکم کی علت حاجت ہے تو جہاں ضرورت عضو کے بعض حصّے سے پوری ہو جاتی ہو وہاں اگر کل عضو ڈال دیا تو پانی مستعمل ہو جائے گا اور شاید یہ اُس روایت کا محمل ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ چُلّو بھر کر پانی لینے کے لیے انگلیوں کا ڈالنا پانی کو فاسد نہیں کرتا بخلاف ہتھیلی کے، اس لیے خانیہ کے باب وضو میں ہے اگر اس کے پاس چھوٹا برتن نہ ہو تو طشت سے اپنے بائیں ہاتھ کی انگلیاں ملا کر پانی نکال لے ہتھیلی نہ ڈالے۔ ت

ولہذا ہم نے حکم عام رکھا باقی فوائد ہمارے رسالہ الطرس المعدل سے ظاہر ہیں اُسے قابلِ وضو کرنے کے دو طریقے ہیں، ایک یہ کہ اپنی مقدار سے زائد آبِ طاہر مطہر میں ملا دیا جائے سب قابلِ وضو ہو جائے گا۔ درمختار میں ہے :

غلبۃ المخالط لو مماثلا کمستعمل فبالاجزاء فان المطلق اکثر من النصف جاز التطہیر

ملنے والے پانی کا غلبہ اگر اسی کی مثل ہو جیسے مستعمل پانی تو اعتبار اجزاء (مقدار) کا ہوگا، اگر مطلق نصف سے زیادہ ہے

---

[1] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء و ما لایجوز نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۶

[2] بزازیۃ مع الہندیۃ نوع فی المستعمل والمقید والمطلق نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۹

[3] خانیہ مع الہندیۃ صفۃ الوضوء " ۱/۳۳

Marfat.com

کسی نہ کسی فعل کا ہونا ضروری ہے اور نیت حصول ثواب کے لیے شرط ہے، اس لیے ذمی عورت اپنے مسلمان شوہر کو غسل دے سکتی ہے حالانکہ نیت کے لیے اسلام شرط ہے تو فرض ہمارے فعل سے ساقط ہو جائے گا خواہ نیت نہ ہو اور خانیہ کے قول أجزأهم سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے اھ۔ ت

اقول هذا كله على المتبادر من ارادة النية الشرعية اما لو حملت على قصد الفعل ارتفع النزاع فان المامور به المكلف لا يكون الا فعله الاختياري فما وقع عنه من دون قصد منه لا يخرجه عن عهدة ايجاب الفعل و غسل الميت له وجهان وجه الى الشرطية و هو عدم صحة الصلاة عليه بدون الطهارة و هذا ما يكفي فيه وجوده بلا ايجاده كطهارة الحي ووجه الى الفرضية علينا ولا يتأتى الا بفعل توقعه قصدا و لو لم تقصد العبادة المامور بها وهذا معنى قول ابي يوسف لانا امرنا بالغسل وقول المحيط ان الخطاب يتوجه[۱] الى بني آدم وبهذا اتفق الكلمات ويظهر ما في كلام الغنية ولله الحمد۔

میں کہتا ہوں یہ سب نیت شرعیہ کے ارادہ سے متبادر ہے اور اگر نیت سے مراد ارادۂ فعل لیا جائے تو اختلاف ختم ہو جائے گا، کیونکہ مکلّف کو جو حکم دیا گیا ہے وُہ اس کا فعل اختیاری ہوگا اور جو اُس سے بلا قصد و اختیار سرزد ہو وہ ایجابِ فعل کی ذمہ داری سے اس کو عہدہ برآ نہیں کر سکتا، اور غسل میت کی دو وجہیں ہیں ایک تو شرطیہ کی طرف اور وہ یہ ہے کہ اس پر نماز بلا طہارت جائز نہیں، اور اس صورت میں غسل کا وجود کافی ہے خواہ اس کی طرف سے ایجاد نہ ہو، جیسے زندہ انسان کی پاکی، اور ایک وجہ ہم پر فرضیت کی ہے، اور یہ اُسی فعل سے ادا ہو سکتی ہے جو قصداً کیا جائے اگرچہ مامور بہا عبادت کا قصد نہ کیا جائے، اور یہی مفہوم ہے حضرت امام ابو یوسف کے قول "اس لیے کہ ہم کو غسل کا حکم دیا گیا ہے" کا، اور محیط کے اس قول "کہ خطاب بنو آدم کی طرف متوجہ ہے" کا بھی یہی مفہوم ہے، اس طرح مختلف اقوال میں تطبیق ہو جائے گی، اور جو غنیہ میں ہے وہ ظاہر ہو جائے گا وللہ الحمد۔ ت

اسی لیے ہم نے مکلف پر جس عضو کا دھونا واجب کہا نہ مکلف کا عضو کہ میت مکلف نہیں۔

فائدہ ۳: عورت ابھی حیض یا نفاس میں ہے خون منقطع نہ ہوا اس حالت میں اگر اس کا ہاتھ یا کوئی عضو پانی میں پڑ جائے مستعمل نہ ہوگا کہ ہنوز اس پر غسل کا حکم نہیں والمسألة فی الخانیة والخلاصة والبحر وغیرھا اس لیے ہم نے بالفعل کی قید ذکر کی۔

فائدہ ۴: جس عضو کا جہاں تک[۳] پانی میں ڈالنا بضرورت ہو اُتنا معاف ہے پانی کو مستعمل نہ کرے گا مثلاً:

(۱) پانی لگن یا چھوٹے حوض میں ہے کہ دہ در دہ نہیں اور کوئی برتن نہیں جس سے نکال کر وضو کرے تو چلّو لینے کے لیے

Marfat.com

بعض لوگوں کا کہنا کہ اس سے پانی مکروہ ہوجاتا ہے اگر پینے کے حق میں مراد تو مذہب صحیح پر مبنی ہے کہ ماءِ مستعمل طاہر ہے مطہر نہیں اُس سے وضو نہ ہوگا اور پینا مکروہ۔ حلیہ پھر شامی میں ہے: بلعہ ایاہ مکروہ[1] (اس کا اس کو نگلنا مکروہ ہے ۔ت) درمختار میں ہے:

هو طاهر ولو من جنب وهو الظاهر لكن يكره شربه والعجن به تنزيها للاستقذار وعلى رواية نجاسته تحريما۔[2]

وہ پاک ہے خواہ جنب سے ہی ہو اور یہی ظاہر ہے لیکن اس کا پینا اور اس سے آٹا گوندھنا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ اِس سے گھن آتی ہے، اور نجس ہونے کی روایت پر مکروہ تحریمی ہے۔(ت)

اور اگر وضو کے حق میں مقصود یعنی اس سے وضو ہوجائے گا مگر مکروہ ہے تو مذہب غیر صحیح پر مبنی ہے صحیح یہی ہے کہ اس سے پانی مستعمل ہوجائے گا اور اُس سے وضو صحیح نہ ہوگا نہ یہ کہ صرف کراہت ہو کما سنحققہ بتوفیق اللہ تعالٰی قد ان اوانہ بتوفیقہ عزشانہ۔

تحقیق المقام بفضل الملك العلام اقول وبالله التوفيق ان الفروع متوافرة والنقول عن ائمتنا الثلثة رضی الله تعالٰی عنهم وممن بعدهم متظافرة ونصوص معتمدات الشروح والفتاوٰی متواترة شاهدات على ان المحدث اذا ادخل عضوه قبل غسله فی ماء قليل فانه يجعل الماء مستعملا الا ماكان عن ضرورة فعفی قال فی الفتح بعد اقامة البينة على ان رفع الحدث ايضا مغير للماء وان لم تكن معه نية قربة ما نصه وبهذا يبعد قول محمد انه التقرب فقط الا ان يمنع كون هذا مذهبه كما قال شمس الائمة قال لانه ليس بمروی

میں بفضلہ تعالٰی کہتا ہوں کہ متوافر فروع اور ہمارے تینوں ائمہ اور بعد کے علماء کی نقول اور متون و شروح معتمدہ کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ بے وضو شخص جب اپنا کوئی عضو دھوئے بغیر تھوڑے پانی میں ڈالے گا تو وہ پانی مستعمل ہوجائے گا، ہاں ضرورتاً ایسا کرنا معاف ہے، فتح میں اس امر پر دلیل قائم کی ہے کہ رفعِ حدث بھی پانی میں تغیر پیدا کردیتا ہے خواہ اس میں تقرب کی نیت نہ ہو، اس کے بعد انہوں نے کہا کہ اس سے امام محمد کا قول کہ صرف تقرب سے متغیر ہوتا ہے، بعید ہوجاتا ہے ان کا مذہب نہ مانا جائے، جیسا کہ شمس الائمہ نے فرمایا ہے کیونکہ یہ اُن سے مروی نہیں ہے، اور اُن سے صحیح یہ ہے کہ حدث کا پانی سے زائل کرنا پانی کو فاسد کردیتا ہے،

---

[1] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۷

[2] ایضاً

Marfat.com

الماءوفی المبتغی وغیرہ بتبردہ یصیر مستعملا انکان محدثاؑ والافلاؑ اھ باختصار۔

محض ہاتھ کا ڈالنا پانی کو مستعمل نہیں کردیتا ہے جبکہ غسل کا ارادہ نہ ہو، مثلاً یہ کہ پانی اٹھانے کا ارادہ ہو، اور مبتغی وغیرہ میں ہے ٹھنڈک حاصل ہونے سے مستعمل ہوجائے گا اگر بے وضو ہو ورنہ نہیں اھ۔ ت

ردالمحتار میں زیرِ قول شارح محدث انغمس فی بئر لدلو ولم ینو[۳] (بے وضو جس نے ڈول نکالنے کے لیے کنویں میں غوطہ لگایا اور نیت نہ کی۔ ت) فرمایا:

لم ینوای الاغتسال فلونواہ صار مستعملا بالاتفاق الافی قول زفر سراج والمراد لم ینو بعد انغماسہ فلاینافی قولہ لدلو افادہ[۳] ط۔

نیت نہ کی یعنی غسل کی، اگر غسل کی نیت کی تو پانی بالاتفاق مستعمل ہوجائے گا مگر زفر کے قول میں، سراج۔ اور مراد یہ ہے کہ غوطہ کھانے کے بعد نیت نہ کی تو ان کے قول لدلو کے منافی نہیں، اس کا افادہ "ط" نے کیا۔ ت

ولہذا ہم نے بے ضرورت کی قید لگائی۔

فائدہ ۵: امام ابو یوسف سے روایت معروفہ یہ ہے کہ عضو کا ٹکڑا ڈوب جانے سے پانی مستعمل نہیں ہوتا جب تک پورا عضو نہ ڈوبے، مثلاً انگلیاں پانی میں ڈالیں تو مستعمل نہ ہوگا کفِ دست کے ڈوبنے سے حکمِ استعمال دیا جائے گا اور صحیح یہ ہے کہ بے ضرورت کتنا ہی ٹکڑا ہو مستعمل کردے گا۔ فتح القدیر میں ہے:

لوادخل الجنب فی البئر غیرالید والرجل من الجسد افسدہ لان الحاجۃ فیھما وقولنا من الجسد یفید الاستعمال بادخال بعض عضو وھو یوافق المروی عن ابی یوسف فی الطاھر اذاادخل رأسہ فی الاناء وابتل بعض رأسہ انہ یصیر مستعملا اما الروایۃ المعروفۃ عن ابی یوسف انہ لایصیر مستعملا ببعض العضو[۴]

اگر جنب نے کنویں میں ہاتھ پیر کے علاوہ کوئی عضو ڈالا تو پانی فاسد ہوجائے گا، کیونکہ ضرورت صرف انہی دو میں ہے اور ہمارا قول من الجسد بعض عضو کے داخل کرنے سے مستعمل ہونے کا فائدہ دیتا ہے، اور وہ ابو یوسف سے مروی شدہ قول کے موافق ہے، وہ فرماتے ہیں کہ پاک شخص نے کسی برتن میں اپنا سر ڈالا اور اس کا کچھ حصہ تر ہوگیا تو مستعمل ہوگا' اور ابو یوسف سے جو روایت معروف ہے وہ یہ ہے کہ عضو کے بعض حصہ سے مستعمل نہ ہوگا۔ ت

---

[۱] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالایجوز نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۷۶

[۲] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۷

[۳] ردالمحتار 〃 مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۸

[۴] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالایجوز نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۸

Marfat.com

فی الروایات الظاھرۃ علی ان الماء المستعمل فی البدن لا یبقی طھورا واختلفوا ھل یصیر مستعملا لسقوط الفرض اذا قصد التبرد او اخراج الدلو من البئر قال ابوحنیفۃ و ابویوسف رحمھما اللہ تعالٰی یصیر مستعملا وقال محمد رحمہ اللہ تعالٰی فی المشھور عنہ لا[1] اھ ای للضرورۃ کما مر اما الامام فلم یعتبر الضرورۃ ھنا لندرۃ الاحتیاج الی الانغماس بخلاف الاحتیاج الی الاغتراف بالید[2] اھ ش والتعلیل بالضرورۃ مقصور علی نحو طلب الدلو اما التبرد فلما اشتھر عن محمد من القصر علی القربۃ ومشی علیہ فی الخانیۃ فلذا ذکرہ وتبعہ البحر والنھر والدر۔

تو لوگ تنگی میں پڑ جائیں گے اھ اور خانیہ میں ہے کہ ہمارے اصحاب روایات ظاہرہ میں اس امر پر متفق ہیں کہ جو پانی بدن پر مستعمل ہو وہ طہور نہ رہے گا اور اس میں اختلاف ہے کہ اگر ہاتھ ٹھنڈا کرنے کے لیے یا ڈول نکالنے کے لیے ہاتھ ڈالا تو آیا سقوطِ فرض کی وجہ سے مستعمل ہوگا یا نہیں؛ ابوحنیفہ اور ابو یوسف کا قول ہے کہ مستعمل ہو جائے گا اور محمد سے مشہور روایت یہ ہے کہ نہ ہوگا اھ یعنی ضرورت کی وجہ سے جیسا کہ گزرا، مگر امام نے یہاں ضرورت کا اعتبار نہ کیا، کیونکہ غوطہ لگانے کی حاجت شاذ ہی ہوتی ہے ہاں ہاتھ سے چلّو بھرنا عموماً ہوتا ہے اھ ش اور ضرورت کی علت ڈول طلب کرنے پر منحصر ہے ٹھنڈک کا ذکر اس وجہ سے کیا کہ محمد سے یہ روایت مشہور ہوئی کہ وہ صرف ادائے قربۃ کو وجہِ استعمال قرار دیتے ہیں اور خانیہ میں بھی یہی ہے تو اسی لیے اس کو ذکر کیا اور بحر، نہر اور دُر نے اس کی پیروی کی۔ ت

اقول وھذا عجیب بعد مشیھم علی ان الصحیح ان محمدا لا یقصر التغیر علی التقرب قال ش قدمنا ان ذلک خلاف الصحیح عندہ[3] فلذا اقتصر فی الھدایۃ علی قولہ لطلب الدلو اھ

میں کہتا ہوں یہ امر باعثِ تعجب ہے کیونکہ وہ اس امر کو مانتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ محمد پانی کے تغیر کو قربۃ تک ہی محدود نہیں رکھتے۔ "ش" نے فرمایا ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ یہ اُن کے نزدیک صحیح کے خلاف ہے اس لیے ہدایہ میں صرف ڈول کی تلاش کے مسئلہ پر اکتفاء کیا ہے اھ ت

اقول الھدایۃ ایضا من الماشین کالخانیۃ وکثیرین علی ان محمدا لا یجعل السبب الا التقرب وقد ذکرناہ فی الطرس

میں کہتا ہوں ہدایہ بھی پیروی کرنے والا ہے، جیسے صاحبِ خانیہ ہیں اور بہت سے دوسرے فقہاء کہ امام محمد سبب، صرف تقرب کو قرار دیتے ہیں

---

[1] فتاوٰی خانیہ علی العالمگیری الماء المستعمل نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۴

[2] ردالمحتار باب المیاہ ۱/۱۴۹ [3] ایضاً ۱/۱۴۸

Marfat.com

بالکل والالا[1] توسب سے پاکی حاصل کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔ ت

دوسرے یہ کہ اُس میں طاہر مطہر پانی ڈالتے رہیں یہاں تک کہ اُس کا برتن بھر کر اُبلے اور بہنا شروع ہو سب طاہر مطہر ہوجائے گا کہ اس طرح پاک پانی کے ساتھ بہانے سے ناپاک پانی پاک ہوجاتا ہے تو غیر مطہر کا مطہر ہوجانا بدرجہ اولیٰ

درمختار میں ہے :

المختار طہارۃ المتنجس بمجرد جریانہ[2] مختار قول یہ ہے کہ نجس پانی محض جاری ہونے سے پاک ہوجائے گا۔ ت

ردالمحتار میں ہے :

بمجرد جریانہ بان یدخل من جانب و یخرج من اٰخر حال دخولہ وان قل الخارج بحر ولایلزم ان یکون ممتلئا اول وقت الدخول لانہ اذا کان ناقصا فدخل الماء حتی امتلأ و خرج بعضہ طہر ایضا کما حققہ فی الحلیۃ[3]۔

محض اس کے جاری ہونے سے، کہ ایک طرف سے داخل کیا جائے اور دوسری طرف سے نکالا جائے اس کے داخل ہونے کی حالت میں، اگرچہ خارج کم ہو، بحر' یہ ضروری نہیں کہ داخل ہوتے وقت بھرا ہوا ہو، کیونکہ جب ناقص ہوگا اور پانی داخل ہو کر برتن بھر جائے پھر پانی نکل جائے تو بھی یہ پانی پاک ہوجائے گا، جیسا کہ حلیہ میں تحقیق کی۔ ت

بدائع میں ہے :

وعلی ھذا حوض الحمام او الاوانی اذا تنجس[4]۔ اور اسی پر حمام کے حوض کو قیاس کیا جائے یا برتنوں کو جب وہ ناپاک ہوجائیں۔ ت

شامی میں ہے :

مقتضاہ انہ علی قول الصحیح تطہر الاوانی ایضا بمجرد الجریان وقد علل فی البدائع ھذا القول بانہ صار ماء جاریا فاتضح الحکم وللہ الحمد[5] اھ وتمامہ فیہ۔

اس کا مقتضی یہ ہے کہ قول صحیح پر برتن بھی محض پانی کے بہنے سے پاک ہوجائیں گے' اور اس کی وجہ بدائع میں یہ بیان کی ہے کہ یہ جاری پانی ہوگیا' تو جاری پانی کا حکم اس پر لاگو ہوگا۔ تو حکم ظاہر ہوگیا وللہ الحمد اھ اور اس کی مکمل بحث اُسی میں ہے۔ ت

---

[1] درمختار، باب المیاہ، مجتبائی دہلی ۱/۳۴ [2] ایضاً ۱/۳۶
[3] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۳ [4] ایضاً ۱/۱۴۴
[5] ایضاً

Marfat.com

نص فیه وانما لم یأخذ الماء حکم الاستعمال فی مسألة طلب الدلو لمکان الضرورة اذ الحاجة الی الانغماس فی البئر لطلب الدلو مما یکثر ولو احتیج الی نزح کل الماء کل مرة لحرجوا حرجا عظیما فصار کالمحدث اذا اغترف الماء بکفه لا یصیر مستعملا بلاخلاف وان وجد اسقاط الفرض لمکان الضرورة اھ[1] وفی البرھان[14] شرح مواھب الرحمٰن ثم غنیة[15] ذوی الاحکام للشرنبلالی معناہ وفی شرح الوھبانیة للعلامة ابن الشحنة اعتبار الضرورة فی مثل ذلك مذکور فی الصغری[16] وغیرھا اھ وفی النھایة[17] ثم الھندیة[18] لو انغمس للاغتسال للصلاة یفسد الماء بالاتفاق اھ[2] ونحوہ فی العنایة[19] وغیرھا وفی فوائد الامام ظھیر الدین ابی بکر محمد بن احمد بن عمر علی شرح الجامع الصغیر للامام الصدر الشھید حسام الدین عمر بن عبدالعزیز رحمھما اللہ تعالٰی لو ادخل رجله فی البئر ولم ینو به الاستعمال ذکر شیخ الاسلام المعروف بخواھر زادہ رحمه اللہ تعالٰی ان الماء یصیر مستعملا عند محمد رضی اللہ تعالٰی عنه وذکر شمس الائمة الحلوانی رحمه

فاسد نہ ہوگا اور اگر ٹھنڈک کے حصول کی خاطر ڈالے تو پانی مستعمل ہوجائے گا کہ ضرورت نہیں ہے، اور حلیہ میں ہے کہ قدوری نے کہا ہمارے شیخ ابو عبداللہ فرماتے تھے میرے نزدیک ہمارے اصحاب کا صحیح مذہب یہ ہے کہ ازالۂ حدث پانی کے استعمال کا موجب ہے اور اس اختلاف کا کوئی مفہوم نہیں کیونکہ اس میں نص موجود نہیں، اور ڈول کی تلاش کے مسئلہ میں پانی کا مستعمل نہ ہونا ضرورت ہونے کی وجہ سے ہے کیونکہ کنویں میں ڈول کی تلاش میں غوطہ خوری عام ہے، اور اگر ہر مرتبہ کنویں کا پورا پانی نکالنا پڑجائے تو لوگ سخت تنگی میں مبتلا ہوجائیں گے، تو یہ بے وضو کی طرح ہے کہ وہ چلّو سے پانی لے تو بالاتفاق پانی مستعمل نہ ہوگا اگرچہ اس میں اسقاط فرض بھی پایا جارہا ہے، کیونکہ ضرورت ہے، اور برہان شرح مواہب الرحمٰن، نیز غنیہ ذوی الاحکام شرنبلالی میں اس کا ہم معنی ہے، اور علامہ ابن الشحنہ کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ اس قسم کے مسائل میں ضرورت کا اعتبار صغرٰی وغیرہ میں مذکور ہے اھ اور نہایہ و ہندیہ میں ہے کہ نماز کے لیے غسل کرنے کو غوطہ لگایا تو پانی بالاتفاق مستعمل ہوجائے گا اھ اور عنایہ وغیرہ میں اسی کی مثل ہے اور امام ظہیر الدین ابوبکر محمد بن احمد بن عمر کے جو فوائد شرح جامع صغیر امام صدر شہید حسام الدین عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ

---

[1] بحر الرائق کتاب الطہارت مسئلۃ البئر جحط ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۷

[2] ہندیۃ الماء الذی لایجوز بہ التوضؤ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۳

Marfat.com

عنه والصحيح عنده ان ازالة الحدث بالماء مفسدله ومثله عن الجرجانی وما استدلوا به عليه من مسألة المنغمس لطلب الدلو حيث قال محمد الرجل طاهر والماء طاهر جوابه ان الازالة عنده مفسدة الا عند الضرورة والحاجة كقولنا جميعا لو ادخل المحدث او الجنب او الحائض التی طهرت اليد فی الماء للاغتراف لا يصير مستعملا للحاجة بخلاف ما لو ادخل رجله او رأسه حيث يفسد الماء لعدم الضرورة وفی كتاب الحسن عن ابی حنيفة ان غمس جنب او غير متوضئ يديه الی المرفقين او احدی رجليه فی اجانة لم يجز الوضوء منه لانه سقط فرضه عنه وذلك لان الضرورة لم تتحقق فی الادخال الی المرفقين حتی لو تحققت بان وقع الكوز فی الحب فادخل يده الی المرفق لاخراجه لا يصير مستعملا نص عليه فی الخلاصة قال بخلاف ما لو ادخل يده للتبرد يصير مستعملا لعدم الضرورة[1] اھ وفی التبيين نحوه وزاد معللا لمحمد فی مسألة البئر ان وقوع الدلو فی البئر يكثر والجنابة تكثر ايضا فلو اغتسلوا لاخراج الدلو كلما وقع يحرجون[2] اھ وفی الخانية اتفق اصحابنا رحمهم الله تعالٰی

اور اسی کی مثل جرجانی سے منقول ہے، اُنھوں نے اُس شخص سے استدلال کیا ہے جو ڈول نکالنے کے لیے پانی میں غوطہ لگائے۔ امام محمد نے اس شخص کی بابت فرمایا مرد بھی پاک ہے اور پانی بھی پاک، اس کا جواب یہ ہے کہ ازالۂ حدث اُن کے نزدیک پانی کو فاسد کر دیتا ہے مگر ضرورتاً نہیں کرتا ہے جیسا کہ ہم سب کہتے ہیں کہ اگر بے وضو، ناپاک یا حائض جو پاک ہوگئی ہو اگر پانی میں ہاتھ ڈال کر چُلو بھریں تو ضرورت کی وجہ سے یہ پانی مستعمل نہ ہوگا، ہاں اگر سر یا پیر ڈالا تو پانی فاسد ہوجائے گا کہ یہاں ضرورت نہیں ہے، اور حسن کی کتاب میں ابوحنیفہ سے ہے کہ اگر جنب یا بے وضو شخص نے اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک یا ایک پیر برتن میں ڈالا تو اس سے وضو جائز نہیں، کیونکہ اس کا فرض ساقط ہوا ہے، کیونکہ دونوں کہنیوں تک ڈبونے کی کوئی ضرورت نہ تھی، ہاں اگر ضرورت پائی گئی مثلاً لوٹا تالاب میں تھا تو اس کو نکالنے کے لیے کہنیوں تک ہاتھ ڈالے تو پانی مستعمل نہ ہوگا، خلاصہ نے اس کی تصریح کی ہے فرمایا بخلاف اس کے کہ اگر ہاتھ ٹھنڈک حاصل کرنے کو ڈبوئے تو پانی ضرورت نہ پائے جانے کی وجہ سے مستعمل ہوجائیگا اھ اور تبیین میں بھی ایسا ہی ہے اور امام محمد کے کنویں کے مسئلہ میں باضافۂ دلیل اس طرح بیان کیا ہے کہ کنویں میں ڈول کا گرنا بکثرت ہوتا ہے اور جنابت بھی بکثرت ہوتی ہے تو اگر ہر مرتبہ ڈول نکالنے کے لیے غسل ضروری ہو

---

[1] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالا یجوز نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۶

[2] تبیین الحقائق کتاب الطہارت مطبع الامیریہ بولاق مصر ۱/۲۵

Marfat.com

لانہ لو انغمس للاغتسال فسد الماء عند الکل اھ[1] وفی النھر الفائق فی تعلیل قول محمد فی مسألۃ جحط اما طھارۃ الرجل فلان محمد لایشترط الصب و اما الماء فللضرورۃ اھ[2] نقلہ السید الازھری علی الکنز وفی الدر اسقاط فرض ھو الاصل بان یدخل یدہ او رجلہ فی الحب لغیر اغتراف و نحوہ فانہ یصیر مستعملا لسقوط الفرض اتفاقا اھ[3] ولو استرسلنا فی سرد الفروع لاعیانا ولکن نرد البحر ونکثر الاغتراف منہ لان الکلام سیدور معہ فنقول فی البحر من الماء المستعمل ذکر ابوبکر الرازی انہ یصیر مستعملا عند محمد باقامۃ القربۃ لاغیر استدلالا بمسألۃ الجنب اذا انغمس فی البئر لطلب الدلو قال شمس الائمۃ السرخسی جوابہ انما لم یصر مستعملا للضرورۃ واقرہ علیہ العلامۃ ابن الھمام والامام الزیلعی اھ[4] وفیہ واعلم ان ھذا و امثالہ کقولھم فیمن ادخل یدیہ الی المرفقین واحدی رجلیہ فی اجانۃ یصیر الماء مستعملا یفید ان الماء یصیر مستعملا بواحد من ثلثۃ ازالۃ حدث اقامۃ قربۃ اسقاط فرض فکان الاولی ذکر ھذا السبب

کہا ہوتا تو بہتر تھا۔ اور اسی لیے "بلانیت" کہا کیونکہ اگر غسل کے لیے غوطہ لگایا تو سب ہی کے نزدیک پانی مستعمل ہوجائیگا اھ اور نہر الفائق میں مسئلہ بئر جحط میں امام محمد کے قول کی وجہ بتاتے ہوئے فرمایا آدمی کا پاک ہونا اس وجہ سے ہے کہ محمد بہانے کو شرط قرار نہیں دیتے اور پانی کا پاک ہونا ضرورت کی وجہ سے ہے اھ اس کو سید ازہری نے کنز میں نقل کیا ہے، اور دُر میں ہے کہ اسقاط فرض ہی اصل ہے، مثلاً یہ کہ گڑھے میں ہاتھ یا پیر چلو بھرنے وغیرہ کی نیت کے علاوہ کسی اور ارادہ سے ڈالے تو وہ مستعمل ہوجائے گا، کیونکہ اس طرح فرض بالاتفاق ساقط ہوجاتا ہے اھ اور اگر ہم فروع گنانا شروع کردیں تو مشکل ہوگا، لیکن ہم سمندر پر آکر اس سے بکثرت چلو بھرتے ہیں، کیونکہ گفتگو انہی کے ساتھ رہے گی، تو ہم کہتے ہیں، بحر میں ہے کہ ابوبکر رازی کہتے ہیں کہ صرف قربۃ کی ادائیگی سے پانی مستعمل ہوگا، عند محمد۔ وہ اس کو جنب کے مسئلہ پر قیاس کرتے ہیں جو کنویں میں ڈول نکالنے کی خاطر غوطہ لگائے۔ اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مستعمل ضرورت کی وجہ سے نہ ہوا، اور اس کو علامہ ابن ہمام اور زیلعی نے برقرار رکھا اھ اس میں ہے جاننا چاہیے کہ یہ اور اس کے امثال جیسے ان کا قول' اس شخص کی بابت جو اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک

۱؎ مجمع الانہر	فصل فی المیاہ	العامرہ مصر	۱/۳۱
۲؎ فتح المعین	بئر جحط	سعید کمپنی کراچی	۱/۷۰
۳؎ درمختار	باب المیاہ	مجتبائی دہلی	۱/۳۷
۴؎ بحرالرائق	کتاب الطہارۃ	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/۱۹۰

Marfat.com

المعدل فلیس اقتصاره علی ذکر الطلب لما ذکر وفیها من فصل ما یقع فی البئر المحدث (ای فی الخانیۃ ۱۲) اذا غسل اطراف اصابعہ ولم یغسل عضواً تاماً اشار الحاکم رحمہ اللہ تعالٰی فی المختصر الی انہ یصیر مستعملاً[1] وفی وجیز الامام الکردری[2] ادخل الجنب او الحائض فیہ (ای فی الماء) یدہ للاغتراف اور فع الکوز منہ لا یفسدہ للضرورۃ بخلاف ادخالہ للتبرد[2] وفی الکافی[3] انما لم یحکم محمد باستعمال الماء فی مسألۃ البئر للضرورۃ فانھم لو جاؤا بمن یطلب دلوھم لا یمکنھم ان یکلفوہ بالاغتسال اولا[3] اھ وفی الخلاصۃ معزیا للاصل ونحوہ فی الخانیۃ و عنھا فی الغنیۃ واللفظ لفقیہ النفس مختصرا ادخل یدہ للاغتراف لا یفسد الماء وکذا اذا ادخل یدہ فی الجب الی المرفق لاخراج الکوز ویدہ ورجلیہ فی البئر لطلب الدلو لمکان الضرورۃ ولو للتبرد یصیر مستعملا لانعدام الضرورۃ[4] اھ وفی الحلیۃ قال القدوری کان شیخنا ابو عبد اللہ یقول الصحیح عندی من مذھب اصحابنا ان الۃ الحدث توجب استعمال الماء ولا معنی لھذا الخلاف اذ لا

اور ہم اس کو "الطرس المعدل" میں بیان کر چکے ہیں تو ان کا طلب پر اکتفاء اس سبب سے نہیں جو ذکر کیا اور خانیہ کی فصل ما یقع فی البئر میں ہے، بے وضو نے اگر اپنی انگلیوں کے کناروں کو دھویا اور پورا عضو نہ دھویا، حاکم نے مختصر میں کہا کہ اس طرح پانی مستعمل ہوجائے گا، اور وجیز امام کُردری میں ہے، جُنب یا حائض نے اس میں (پانی میں) چلو بھرنے کے لیے اپنا ہاتھ ڈالا یا اس میں سے لوٹا نکالنے کے لیے، تو پانی ضرورت کی وجہ سے خراب نہیں ہوگا، ہاں اگر ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے ڈالا تو فاسد ہوجائے گا، اور کافی میں ہے کہ امام محمد نے کنویں کے مسئلہ میں پانی کے مستعمل ہونے کا حکم اس لیے نہیں لگایا کہ وہاں ضرورت ہے، کیونکہ اگر ڈول نکالنے والا مل جائے تو لوگوں کے لیے ممکن نہیں کہ پہلے اسکو غسل کا پابند کریں اھ، اور خلاصہ میں یہ چیز اصل کی طرف منسوب ہے اور اسی قسم کی عبارت خانیہ میں ہے اور خانیہ سے غنیہ میں منقول ہے اور الفاظ فقیہ النفس کے ہیں مختصراً۔ کسی شخص نے پانی میں اپنا ہاتھ چلو بھرنے کے لیے ڈالا تو وُہ پانی کو فاسد نہ کرے گا اور اسی طرح لوٹا نکالنے کے لیے اپنا ہاتھ گڑھے میں کہنیوں تک ڈالا، اور اسی طرح ہاتھ پیر اگر کنویں میں ڈول کی تلاش میں ڈالے تو ضرورت کی وجہ سے پانی

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فی ما یقع فی البئر ۱/۶
[2] بزازیۃ مع العالمگیری المستعمل والمقید والمطلق نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۹
[3] الکافی
[4] غنیۃ المستملی باب الانجاس سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۵۲

Marfat.com

وشرح المجمع انها الروایة المصححة اھ[1] فعلم
بما قررناه[عـه] ان المذهب المختار فی هذه المسألة
ان الرجل طاهر والماء طاهر غیر طهور اھ[2] و
فیه وان انغمس للاغتسال صار مستعملا
اتفاقا وحکم الحدث حکم الجنابة ذکره فی
البدائع اھ[3] وفیه وکذا الحائض والنفساء
بعد الانقطاع اما قبل الانقطاع فهما کالطاهر
اذا انغمس للتبرد لایصیر الماء مستعملا کذا
فی فتاوی قاضی خان والخلاصة اھ[4] وفیه
قال القاضی الاسبیجابی فی شرح مختصر
الطحاوی جنب اغتسل فی بئر ثم فی بئر الی

نکالتے وقت تو لوگ حرج میں پڑجائیں گے الخ اور اسکے
آخر میں اضافہ کیا) بخلاف اس صورت کے کہ جب
ہاتھ کے علاوہ اور کوئی عضو پانی میں ڈالا تو پانی مستعمل
ہوجائے گا اھ اور اس میں ابوحنیفہ سے منقول ہے
کہ آدمی پاک ہے کیونکہ پانی کو مستعمل ہونے کا حکم
نہیں دیا جائے گا تاوقتیکہ وہ عضو سے جدا نہ ہو،
زیلعی و ہندی وغیرہما نے ہدایہ کی متابعت میں فرمایا
اور یہ روایت تمام روایات میں مطابقت پیدا
کرنے والی ہے اور فتح القدیر اور شرح المجمع میں ہے
کہ تصحیح شدہ روایت یہی ہے اھ تو ہماری تقریر سے
معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں مذہب مختار یہ ہے کہ

عـه قال الشامی قال الرملی قول سیأتی
قریبا انه طاهر طهور علی الصحیح اھ
اقول وهذا تصریح بتصحیح روایة ط
من جحط فما فی المنحة عن شرح هدیة
ابن العماد لسیدی عبد الغنی قدس سره
ان مسألة جحط الاقوال الثلثة فیها ضعیفة
فکانه لاختیار الروایة الرابعة المختارة فی
البحر لان لاشیئ من الثلث مصححا اھ منه

شامی نے کہا رملی نے کہا میں کہتا ہوں عنقریب آئیگا
کہ یہ صحیح روایت پر طاہر وطہور ہے میں کہتا ہوں یہ
مسئلہ بئر جحط سے طحطاوی کی تصحیح شدہ روایت
کی تصریح ہے تو جو منحہ میں سید عبدالغنی کی شرح
ہدیہ ابن عماد سے ہے کہ مسئلہ بئر جحط کے تینوں
قول ضعیف ہیں تو اس وجہ سے کہ وہ بحر الرائق
کی اختیار کردہ چوتھی روایت کو اختیار کرتے ہیں
یہ نہیں کہ تین میں سے کسی کی تصحیح نہیں کی گئی۔ ت

---

[1] بحرالرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۹۷
[2] ایضاً ۱/۹۸ [3] ایضاً
[4] ایضاً ۱/۹۹

Marfat.com

اللہ تعالی انہ لایصیر مستعملا لان الرجل فی البئر بمنزلۃ الید فی الاٰنیۃ فعلی ھذا التعلیل اذا ادخل الرجل فی الاناء یصیر مستعملا لعدم الضرورۃ[1] اھ

میں ہے کہ اگر کسی شخص نے کنویں میں بلانیت استعمال اپنا پیر ڈالا تو ---------- شیخ الاسلام المعروف خواہر زادہ نے فرمایا کہ پانی امام محمد کے نزدیک مستعمل ہوجائے گا، اور شمس الائمہ الحلوانی نے ذکر کیا کہ پانی مستعمل نہ ہوگا کیونکہ کنویں میں پیر کا ڈالنا ایسا ہے جیسا ہاتھ برتن میں، اسی استدلال کی بنیاد پر اگر کوئی شخص برتن میں پیر داخل کرے تو پانی ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے مستعمل ہوجائے گا اھ ت

قلت وحاصل قول الامام الحُلوانی ان الید ربما لاتبلغ قعر البئر فمست الحاجۃ الی الرجل ھذا ھو الذی یعطیہ نص قولہ لااحتمال فیہ لغیرہ واستثناء موضع الضرورۃ معلوم من اقوالھم بالضرورۃ فقول العلامۃ ابن الشحنۃ فی زھر الروض بعد نقلہ یمکن دفع التعارض بحمل ما قالہ خواھر زادہ علی ما اذا لم یکن موضع ضرورۃ وما قالہ الحُلوانی علی موضع الضرورۃ[2] اھ تردد فی موضع الجزم وشك فی محل الیقین وفی متن الملتقی لوانغمس جنب فی البئر بلانیۃ فقیل الماء والرجل نجسان عند الامام والاصح ان الرجل طاھر والماء مستعمل عندہ[3] اھ وفی شرحہ مجمع الانھر لوقال انغمس محدث لکان اولی وانما قال بلانیۃ

میں کہتا ہوں اور امام حُلوانی کے قول کا حاصل یہ ہے کہ ہاتھ کبھی کنویں کی تہ تک نہیں پہنچ پاتا ہے تو پیر کی ضرورت ہوتی ہے، یہ مفہوم ان کی اس تصریح سے حاصل ہوتا ہے کہ اس میں اس کے غیر کا احتمال نہیں، اور مقام ضرورت کا استثناء اُن کے اقوال سے بداہۃً معلوم ہوتا ہے تو علامہ ابن الشحنہ کا قول زہر الروض میں نقل کے بعد اس کا تعارض اس طرح رفع ہوسکتا ہے کہ خواہر زادہ نے جو فرمایا ہے اس کو ضرورت کے نہ ہونے پر محمول کیا جائے اور حُلوانی کے قول کو ضرورت پر محمول کیا جائے اھ تردد ہے مقامِ یقین میں اور شک ہے مقامِ یقین میں۔ اور متن ملتقی میں ہے کہ اگر کسی جُنب نے بلانیت کنویں میں غوطہ لگایا تو کہا گیا کہ آدمی اور پانی دونوں نجس ہیں امام کے نزدیک۔ اور اصح یہ ہے کہ ان کے نزدیک آدمی پاک ہے اور پانی مستعمل ہے اھ اور اس کی شرح مجمع الانہر میں ہے کہ اگر انغمس محدث

---

[1] کفایۃ مع الفتح الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالا یجوز نوریہ رضویہ سکھر ۱/۸۰

[2] زہر الروض

[3] ملتقی الابحر فصل فی المیاہ العامرہ مصر ۱/۳۱

Marfat.com

وکذا صرحوا ان الماء یفسد اذا ادخل الکف فیه وممن صرح به صاحب المبتغی بالغین المعجمة اھ[1] وفیه قال الاسبیجابی والولوالجی فی فتاواہ جنب اغتسل فی بئر ثم بئر الی اخر ما تقدم[2] اھ وفیه قال الامام القاضی ابوزید الدبوسی[3] فی الاسرار ان محمدا یقول لما اغتسل فی الماء القلیل صار الکل مستعملا حکما اھ[4] فھذہ العبارة کشفت اللبس واوضحت کل تخمین وحدس[5] اھ ولنقتصر علی ھذا القدر خاتمین بما اعترف البحرانه کشف اللبس وازاح الحدس وھی کما تری نصوص صرائح تفید ان ملاقاة الماء القلیل لعضو علیه حدث یجعله مستعملا سواء ورد الماء علی العضو او العضو علی الماء علی سبیل النجاسة الحقیقیة فالماء نجس سواء وردت ھی علی الماء او الماء علیھا وبالجملة کانت الفروع تأتی علی ھذا السنن المطبوع والاقوال تنسج علی ھذا المنوال الی ان جاء الدور بتلامذة الامام المحقق علی الاطلاق ودارت مسألة التوضی فی الفساقی

--- پھر اگر تیسرے کنویں کے بعد اس نے نیت کی تو پانی مستعمل ہو جائیگا اگر نیت کی تو مستعمل نہ ہوگا اور اسی کی مثل اُن سے منقول ہے اور خزانۃ المفتین میں محمد کا مذکور قول صحیح قرار دیا گیا ہے اور اسی میں میں نے تین کے ارادہ کی تصریح دیکھی ہے، جس طرح میں نے اس کی وضاحت بخوبی کر دی ہے، اور اسی طرح انھوں نے وضو میں اضافہ کیا ہے اور پھر میں نے منیہ میں سراج وہاج سے اس امر کی تصریح دیکھی کہ صرف تین مستعمل ہوں گے نہ کہ ان کے بعد والے، اور یہ ظاہر ہے اور اس میں ماء مقید کی ابحاث ہے، اور انہوں نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ جنب جب کنویں میں اُترے اور غسل کا ارادہ کرے تو سب کے نزدیک پانی مستعمل ہو جائے گا، اس کی تصریح اکمل، صاحب معراج الدرایہ اور دوسرے علماء نے کی ہے اھ اور اسی میں ہے اسی طرح فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جب کوئی شخص پانی میں ہتھیلی ڈال دے تو پانی مستعمل ہو جائے گا، اور اس کی تصریح صاحب ملتقی نے کی ہے (غین معجمہ سے) اھ، اور اسی میں ہے کہ اسبیجابی اور ولوالجی نے اپنے فتاوٰی میں فرمایا کہ ایک جنب ایک کنویں میں غسل کے لیے اترا پھر دوسرے میں اُترا

---

۱ فتح القدیر کتاب الطہارت نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۶
بحرالرائق " سعید کمپنی کراچی ۱/۷۱
۲ بحرالرائق کتاب الطہارت " ۱/۷۱، ۹۹
۳ بحرالرائق کتاب الطہارت " ۱/۷۱
۴ ایضاً

Marfat.com

الثالث[1] اھ وفیہ ذکر شمس الائمۃ السرخسی فی المبسوط (ای شرحہ) ان فی الاصل (ای فی مبسوط الامام محمد رحمہ اللہ تعالٰی) اذا اغتسل الطاھر فی البئر افسدہ[2] اھ ای اذا نوی القربۃ کما لایخفی وفیہ مسألۃ البئر جحط وصورتھا جنب انغمس فی البئر للدلو او للتبرد ولا نجاسۃ علی بدنہ فعند محمد الرجل طاھر و الماء طھور وجہ قول محمد علی ما ھو الصحیح عنہ ان الماء لایصیر مستعملا وان ازیل بہ حدث للضرورۃ[3] اھ وفیہ قال الخبازی فی حاشیۃ الھدایۃ قال القدوری رحمہ اللہ تعالٰی کان شیخنا ابو عبد اللہ الجرجانی یقول الصحیح عندی من مذھب اصحابنا (الی اٰخر ما قدمنا عن الحلیۃ غیر انہ قال لو احتاجوا الی الغسل عند نزح ماء البئر کل مرۃ لحرجوا الخ وزاد فی اٰخرہ) بخلاف ما اذا دخل غیر الید فیہ صار الماء مستعملا[4] اھ وفیہ عن ابی حنیفۃ ان الرجل طاھر لان الماء لایعطی لہ حکم الاستعمال قبل الانفصال من العضو قال الزیلعی والھندی وغیرھما تبعا للھدایۃ وھذہ الروایۃ اوفق الروایات وفی فتح القدیر

یا ایک پیر کسی مرتبان میں ڈالے تو پانی مستعمل ہوجائیگا سے معلوم ہوتا کہ پانی کا مستعمل ہونا تین اشیاء میں سے کسی ایک کے ساتھ ہوگا، حدث کا زائل کرنا، قربۃ کا ادا کرنا، فرض کا ساقط کرنا، تو بہتر یہ تھا کہ اِس تیسرے سبب کو ذکر کرتے۔ اور اسی میں ہے کہ شمس الائمہ سرخسی نے مبسوط میں (یعنی اس کی شرح میں) ذکر کیا کہ اصل میں (یعنی امام محمد کی مبسوط) میں ہے کہ اگر پاک شخص نے کنویں میں غسل کیا تو پانی مستعمل ہوجائیگا اھ یعنی اگر قربۃ کی نیت کی کما لایخفی۔ اور اسی میں ہے کہ کنویں کا مسئلہ جحط ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ ایک جنب نے کنویں میں غوطہ لگایا ڈول نکالنے کے لیے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے، اور اس کے بدن پر نجاست نہ ہو تو محمد کے نزدیک آدمی پاک ہے اور پانی پاک کرنے والا ہے، اور محمد کے قول کی وجہ صحیح قول کے مطابق یہ ہے کہ پانی مستعمل نہیں ہوتا ہے خواہ اُس سے حدث ہی کیوں نہ زائل کیا جائے ضرورت کی وجہ سے۔ اُسی میں ہے خبازی نے کہا حاشیہ ہدایہ میں کہ قدوری نے کہا کہ ہمارے شیخ ابو عبد اللہ الجرجانی فرماتے ہیں میرے نزدیک ہمارے اصحاب کا صحیح مذہب (آخر تک جو ہم نے حلیہ سے نقل کیا)، البتہ انھوں نے فرمایا کہ اگر وہ غسل کے محتاج ہوں ہر مرتبہ کنویں سے پانی

---

[1] بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۲
[2] ایضاً ۱/۹۷
[3] ایضاً ۱/۹۷
[4] ایضاً ۱/۹۷

Marfat.com

العلامة ابن الشحنة منهم العلامة ابن الشلبي وبه افتى والمحقق على المقدسي والعلامة حسن الشرنبلالي۔

ابن ہمام کے جلیل القدر تلامذہ ہیں، پھر ابن نجیم صاحب بحر آئے اور انھوں نے زین کی مدد کی اور ایک رسالہ لکھا جس کا نام "الخیر الباقی فی جواز الوضوء من الفساقی" ہے پھر متاخرین نے پے در پے اس مسئلہ پر کلام کیا اور ان کی پیروی کی مثلاً نہر، منح، درر اور خزائن میں ہے کہ انھوں نے اس پر ایک رسالہ لکھا ہے، اور علامہ باقانی، شیخ اسماعیل نابلسی اور ان کے صاحبزادے عارف باللہ عبدالغنی نابلسی اور اشباہ کے محشی شرف الدین الغزی بقول مدقق علائی بطور بلاغ، اور اسی طرح بعض مشایخ شامی اور سادات ثلثہ ابوالسعود الازہری 'ط' اور 'ش' کا اس طرف میلان ہے، کچھ تردد بھی کیا ہے اور اسی طرف علامہ نوح آفندی کا کلام ہے اور علامہ ابن الشحنہ نے موافقت کی اور علامہ ابن شلبی نے بھی موافقت کی اور اسی پر فتویٰ دیا اور محقق علی المقدسی اور علامہ حسن شرنبلالی نے بھی یہی فرمایا۔ (ت)

قلت والیه یرشد کلام المحقق فی الفتح وقد علمت انها الجادة المسلوكة الى زمن العلامة قاسم والمروی عن جمیع اصحابنا وعن ائمتنا الثلثة عینا ولم یخالفها احد ممن تقدمه غیر الامام صاحب البدائع فی جدل وتعلیل اما عند ذکر الاحکام فهو مع الجمهور وكذلك قدمنا عن عدة من هؤلاء المتاخرین خلاف ما مالوا الیه اما ما نسب الی العلامة قاری الهدایة فلا یتم كما ستعرف ان شاء الله تعالی وبالجملة فالمسألة ذات معترك عظیم والرسائل الثلث جمیعا بحمد الله تعالی عندی وها انا الخصها لك مع ما لها وعلیها اجمالا مفصلا وبالله التوفیق فنوزع الكلام علی اربعة فصول

میں کہتا ہوں محقق کا کلام فتح میں اسی طرف رہنمائی کرتا ہے اور آپ جان چکے ہیں کہ علامہ ابن قاسم کے زمانہ تک یہی روش رہی، اور یہی ہمارے تمام اصحاب اور ائمہ ثلثہ سے منقول ہے، اور متقدمین میں سے سوائے صاحب بدائع کے کسی اور نے مخالفت نہ کی، جدل اور تعلیل میں، اور احکام کے ذکر کے وقت وہ جمہور کے ساتھ ہیں، اور اسی طرح ہم بہت سے متاخرین سے ان کے خلاف نقل کر چکے ہیں، اور جو علامہ قاری الہدایہ کی طرف منسوب ہے وہ ثابت نہیں، جیسا کہ آپ عنقریب جان لیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ، اور خلاصہ یہ ہے کہ مسئلہ بہت معرکہ کا ہے اور تینوں رسائل بحمد اللہ میرے پاس ہیں جن کا خلاصہ میں آپ کے سامنے مالہا وما علیہا کے ساتھ پیش کرتا ہوں یہ کلام چار فصول پر مشتمل ہے۔

Marfat.com

عشرة قال محمد یخرج من الثالثة[1] طاهرا ثم ان کان علی بدنه عین نجاسة تنجست المیاہ کلھا (یرید الثلثة) وان لم تکن صارت المیاہ (الثلثة) کلھا مستعملة ثم بعد الثالثة ان وجدت منه النیة یصیر مستعملا وان[2] لم توجد لا اھ ومثله عنه فی خزانة المفتین مع التصریح بتصحیح قول محمد المذکور ورأیت ایضا فیه التصریح بارادة الثلثة کما مر وتم توضیحا[1] وزاد وکذلك فی الوضوء اھ ثم رأیت فی المنحة عن السراج الوھاج ایضا التصریح باستعمال ثلث دون مابعدھا الا بالنیة وھو ظاھر وفیه من ابحاث الماء المقید صرحوا بان الجنب اذا نزل فی البئر بقصد الاغتسال یفسد الماء عند الکل صرح به الاکمل وصاحب معراج الدرایة وغیرھما[2] اھ وفیه

آدمی پاک ہے اور پانی پاک تو ہے مگر پاک کرنے والا نہیں اھ اور اسی میں ہے اگر کسی نے غسل کے لیے غوطہ لگایا تو پانی اتفاقاً مستعمل ہوجائے گا اور حدث کا حکم جنابت والا ہی ہے، اس کو بدائع میں ذکر کیا اھ اور اسی میں ہے کہ یہی حکم حائض اور نفاس والی عورت کا ہے جس کا خون منقطع ہوچکا ہو، اور انقطاعِ خون سے قبل تو وہ دونوں اُس پاک شخص کی طرح ہیں جس نے ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے غوطہ لگایا تو پانی مستعمل نہ ہوگا، فتاوٰی قاضی خان اور خلاصہ میں یہی ہے اھ اور اسی میں ہے کہ قاضی اِسبیجابی نے شرح مختصر طحاوی میں فرمایا کہ ایک جنب شخص نے ایک کنویں میں غسل کیا اور پھر دوسرے کنویں میں یہاں تک کہ دس کنوؤں میں غسل کیا، تو محمد نے فرمایا تیسرے سے پاک نکلے گا۔ پھر اگر اس کے بدن پر نجاست ہو تو تمام پانی نجس ہوجائیں گے (یعنی تینوں) اور اگر نجاست نہ ہو تو تینوں مستعمل ہوجائیں گے ۔۔۔۔

عـــہ۱ اقول بل من الاولی لان التثلیث لیس الا سنة فکانه اراد الطھارة المسنونة ثم لا یخفی التقیید بالمضمضة والاستنشاق اھ منه۔

عـــہ۲ اقول ان لم یحدث بعد الثالثة کما لا یخفی اھ منه

میں کہتا ہوں بلکہ پہلے سے کیونکہ تثلیث تو سنت ہے گویا انہوں نے مسنون طہارت کا ارادہ کیا ہے پھر مضمضہ اور استنشاق کی قید لگانا مخفی نہیں اھ ۔ ت

میں کہتا ہوں اگر تیسرے کے بعد حدث لاحق نہ ہوا ہو جیسا کہ مخفی نہیں ۔ ت

---

[1] بحرالرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۹

[2] بحرالرائق الماء المقید " " " ۱/۱۰

Marfat.com

ذلك فاما ان یکون مغلوبا فلا وھھنا الماء المستعمل مایلاقی البدن ولا شك ان ذلك اقل من غیر المستعمل فکیف یخرج بہ من ان یکون مطھرا[1] انتھی۔

ہونے سے خارج کرنا ہے اور یہ حرام ہے، کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ ماءِ قلیل مطہر ہونے سے اس لیے خارج ہو جاتا ہے کہ وہ غیر مطہر پانی سے ملتا ہے مگر یہ اس وقت ہوگا جب غیر مطہر غالب ہو، مثلاً گلاب کا پانی اور دودھ وغیرہ، اور اگر مغلوب ہو تو نہ ہوگا اور یہاں مستعمل پانی وُہ ہے جو بدن سے ملاقی ہوتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ یہ غیر مستعمل سے کم ہے تو اس کی وجہ سے مطہر ہونے سے کیسے خارج ہوگا انتہی۔

قلت وتمامہ فاما ملاقاۃ النجس الطاھر فتوجب تنجیس الطاھر وان لم یغلب علی الطاھر لاختلاطہ بالطاھر علی وجہ لایمکن التمییز بینھما فیحکم بنجاسۃ الکل[2] اھ قال وقال فی موضع اٰخر (ای بعدہ بورقات) فیمن وقع فی البئر فان کان علی بدنہ نجاسۃ حکمیۃ بان کان محدثا او جنبا او حائضا او نفساء (ای وقد انقطعا عنھما) فعلی قول من لا یجعل ھذا الماء مستعملا (**قلت** یرید الامام ابا یوسف رحمہ اللہ تعالٰی لاشتراطہ الصب) لاینزح شیئ لانہ طھور وکذا علی قول من جعلھا مستعملا وجعل المستعمل طاھرا (یرید محمدا رحمہ اللہ تعالٰی) لان غیر المستعمل اکثر فلا یخرج عن کونہ طھورا ما لم یکن المستعمل غالبا علیہ کما لو صب اللبن فی البئر بالاجماع او بالت شاۃ فیھا عند محمد[3] رحمہ اللہ تعالٰی انتھی۔

میں کہتا ہوں مکمل اس طرح ہے، اور نجس کا طاہر کا ملاقی ہونا طاہر کو نجس کر دیتا ہے اگرچہ طاہر پر غالب نہ ہو کیونکہ وہ طاہر سے اس طور پر مل گیا ہے کہ دونوں میں امتیاز ممکن نہیں رہا ہے تو کل کی نجاست کا حکم کیا جائیگا اھ کہا، اور دوسرے مقام پر فرمایا (یعنی اس کے کچھ ورق بعد) اس شخص کی بابت جو کنویں میں گر پڑا تو اگر اس کے بدن پر نجاستِ حکمیہ ہو مثلاً یہ کہ وہ بے وضو یا جنب یا حیض و نفاس والی عورت ہو (یعنی ان دونوں عورتوں کی ناپاکی ختم ہو چکی ہو) تو اُس کے قول پر جو پانی کو مستعمل قرار نہیں دیتا ہے (میں کہتا ہوں اس سے ان کی مراد امام ابو یوسف ہیں جن کے نزدیک بہانا شرط ہے) کنویں سے کچھ بھی نہیں نکالا جائے گا کیونکہ وہ پاک کرنے والا ہے، اور اسی طرح اُن کے قول پر جو پانی کو مستعمل کہتے ہیں اور مستعمل کو پاک کہتے ہیں (امام محمد مراد ہیں) کیونکہ غیر مستعمل زاید ہے تو طہور ہونے سے اس وقت تک خارج نہ ہوگا جب تک مستعمل پانی غالب نہ ہو جائے، مثلاً دودھ کنویں میں ڈال دیا جائے،

---

[1] بدائع الصنائع، فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ سعید کمپنی کراچی ۱/ ۶۷ [2] ایضاً
[3] بدائع الصنائع، بیان مقدار الذی یصیر بہ المحل نجساً ۱/ ۷۴

Marfat.com

الصغار بين الحذاق؛ فافتى العلامة زين الدين
قاسم بن قطلوبغا بالجواز والف رسالة
سماها رفع الاشتباه عن مسألة المياه[1]
وخالفه تلميذه العلامة عبد البر بن
الشحنة وصنف رسالة سماها زهر الروض
في مسألة الحوض[2] والامام ابن امير الحاج
في الحلية ايضا ميل الى شيئ مما اعتمده
العلامة قاسم وهم جميعا من جلة اصحاب
الامام ابن الهمام عليهم رحمة الملك
المنعام ثم جاء المحقق زين بن نجيم
صاحب البحر رحمه الله تعالٰى فانتصر
الزين للزين ونمق رسالة سماها الخير
الباقي في جواز الوضوء من الفساقي ثم تتابع
المتاخرون على اتباعه كالنهر والمنح و
الدر وذكر في الخزائن ان له رسالة فيه و
العلامة الباقاني والشيخ اسمٰعيل النابلسي
وولده العارف بالله سيدي عبد الغني
ومحشي الاشباه شرف الدين الغزي
فيما ذكره المدقق العلائي بلاغا وكذا بعض
مشايخ الشامي والسادات الثلثة ابو السعود
الازهري وطوش ميلا مع تردد والسيد
يميل كلام العلامة نوح افندي ووافق

الی آخر ما تقدم۔ اور اسی میں ہے کہ امام قاضی ابوزید
الدبوسی نے اسرار میں فرمایا کہ محمد فرماتے ہیں، جب
کسی شخص نے تھوڑے پانی میں غسل کیا تو کل پانی حکماً
مستعمل ہوجائے گا اھ اس عبارت نے کل معاملہ وضاحت
سے کھول کر رکھ دیا ہے اھ ہم اسی پر اکتفاء کرتے ہیں اور
اختتام پر بحر کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے ابہام
کو رفع کردیا ہے، اور جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں یہ صریح
نصوص ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑے سے پانی
کا عضو سے ملنا جس پر حدث ہے پانی کو مستعمل بنا دیتا ہے
خواہ پانی عضو پر وارد ہو یا عضو پانی پر وارد ہو، اور اگر یہ
پانی نجس عضو پر آئے، خواہ پانی عضو پر یا عضو پانی پر
تو پانی نجس ہوجائے گا۔ خلاصۂ کلام یہ کہ مسئلہ کی فروع
کو اس انداز سے بیان کیا گیا ہے، اور اس قسم کے
اقوال علماء وفقہاء کے ذکر کئے گئے ہیں، پھر جب
محقق علی الاطلاق کے شاگردوں کا دور آیا اور چھوٹے حوضوں میں وضو
کا مسئلہ ماہرین کے درمیان زیرِ بحث آیا تو علامہ زین الدین قاسم
بن قطلوبغا نے جواز کا فتوٰی دیا اور ایک رسالہ لکھا جس کا
نام "رفع الاشتباہ عن مسئلۃ المیاہ" ہے
اس پر ان کے شاگرد علامہ عبدالبر بن الشحنہ نے ان کی
مخالفت کی، اور ایک رسالہ "زہر الروض فی
مسئلۃ الحوض" لکھا۔ امام ابن الحاج نے حلیہ میں
علامہ قاسم کی طرف کچھ میلان کیا ہے، یہ تمام کے تمام

---

[1] بحرالرائق، کتاب الطہارۃ مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۲
[2] ایضاً ۱/۷۲

Marfat.com

الطهورية كاللبن واما عندهما رضى الله تعالى عنهما فلان القليل مما لا يمكن التحرز عنه يجعل عفوا ثم الكثير عند محمد ما يغلب على الماء المطلق وعندهما ان يستبين موضع القطرة فى الاناء انتهى[1] قال وقد علمت ان الصحيح المفتى به رواية محمد عن ابى حنيفة رحمهما الله تعالى اهـ[2] اى فلا يفسد قليله لان غير المستعمل اكثر **الثانى** قال وقال محمد فى كتاب الآثار بعد رواية حديث عائشة رضى الله تعالى عنها ولا باس ان يغتسل الرجل مع المرأة بدأت قبله او بدأ قبلها[3] قال اذا عرفت هذا فتأخر عن الحكم بصحة الوضوء من الفساقى الموضوعة فى المدارس عند عدم غلبة الظن بغلبة الماء المستعمل او وقوع نجاسة فى الصغار منها قال فان قلت اذا تكرر الاستعمال هل يمنع قلت الظاهر عدم اعتبار هذا المعنى فى النجس فكيف بالطاهر قال قال فى المبتغى (**وهو الثالث**) قوم يتوضؤن صفا على شاطئ النهر جاز فكذا فى الحوض لان حكم ماء الحوض فى حكم ماء جار انتهى[4]۔

تبدیل نہیں کرے گا جیسے دودھ، اور شیخین کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ تھوڑے سے بچنا ممکن نہیں اس لئے معاف ہے پھر امام محمد کے نزدیک کثیر وہ ہے جو مطلق پانی پر غالب آجائے۔ اور شیخین کے نزدیک یہ ہے کہ قطرہ کی جگہ برتن میں ظاہر ہو جائے، انتہی، فرمایا تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ صحیح مفتی بہ محمد کی روایت ابو حنیفہ سے ہے اھ یعنی قلیل پانی کو فاسد نہیں کرتا ہے کیونکہ غیر مستعمل زائد ہے۔

ثانی: فرمایا محمد نے کتاب الآثار میں حضرت عائشہ کی اس حدیث — کوئی حرج نہیں کہ مرد عورت کے ساتھ غسل کرے خواہ مرد پہل کرے یا عورت — کے بعد فرمایا کہ اس سے بآسانی یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ مدارس میں جو برتن رکھے ہوتے ہیں اُن سے غسل کر لینے میں حرج نہیں، جبکہ یہ ظن غالب نہ ہو کہ مستعمل پانی غالب ہوگیا ہے یا چھوٹے برتن میں نجاست پڑ چکی ہے۔ فرمایا اگر تم یہ کہو کہ جب استعمال بار بار ہو تو کیا وضو یا غسل منع ہے؟ میں کہتا ہوں بظاہر اس وصف کا اعتبار نجس پانی میں نہ ہوگا تو طاہر میں کیسے ہوگا؟ فرمایا کہ انہوں نے منتقی میں فرمایا (یہ تیسرا ہے) اگر کچھ لوگ صف باندھ کر نہر کے کنارے پر وضو کریں تو جائز ہے، حوض کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ حوض کا پانی جاری پانی کے حکم میں ہے انتہی۔

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطہارة الحقیقیة سعید کمپنی کراچی ۱/ ۶۸

[2] الاشباہ عن مسألۃ المیاہ

[3] کتاب الآثار باب غسل الرجل والمرأة من اناء واحد ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ص ۱۰

[4] الاشباہ عن مسألۃ المیاہ

Marfat.com

الفصل الاول فی کلام العلامة

قاسم رسالة رحمه الله تعالی نحو کراسة اطال فیها الکلام فی حد الماء الکثیر وحقق ان جمیع جوانبه سواء فی جواز الطهارة سواء کانت النجاسة مرئیة اولا واکثر من الرد علی شرح المختار والتحفة والبدائع حتی تجاوز الی المؤاخذات اللفظیة ولسنا الآن بصدد ذلک وانما یتعلق منها بغرضنا نحو ورقة فی آخرها ذکر فیها الماء المستعمل وانه لا یغیر الماء ما لم یغلب علیه واختار التسویة فی ذلک بین الملقی والملاقی ای کما ان الماء المستعمل لو القی فی حوض او جرة وکان ماء الجرة اکثر منه جاز الطهارة به علی ما هو الصحیح المعتمد وعلیه عامة العلماء کذلک ان ادخل المحدث او الجنب یده مثلا فی جرة لم یتغیر ماؤها لان المستعمل منه ما لاقی بدنه وهو اقل بالنسبة الی الباقی واحتج علی ذلک بثلثة اشیاء الاول کلام البدائع حیث قال فی الکلام علی حدیث لا یبولن احدکم فی الماء الدائم (ای حین استدل به للامام علی نجاسة الماء المستعمل) لا یقال انه نهی (ای عن الاغتسال فیه لا لان المستعمل نجس بل) لما فیه من اخراج الماء من ان یکون مطهرا من غیر ضرورة وذلک حرام لانا نقول الماء القلیل انما یخرج عن کونه مطهرا باختلاط غیر المطهر به اذا کان غیر المطهر غالبا کماء الورد واللبن ونحوه

پہلی فصل، علامہ قاسم کا کلام

علامہ قاسم کا رسالہ تقریباً ایک کاپی ہے جس میں "ماء کثیر" کی تعریف پر انھوں نے مفصل گفتگو کی ہے، اور تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ اس کے تمام کنارے برابر ہیں طہارت کے جواز میں، خواہ نجاست نظر آنے والی ہو یا نہ ہو، اور شرح مختار، تحفہ، بدائع وغیرہ پر کافی رد کیا یہاں تک کہ لفظی گرفت سے بھی نہ چوکے۔ ہم اس وقت یہ چیزیں بیان کرنا نہیں چاہتے، ہماری غرض اس رسالہ کے آخری ورق سے متعلق ہے جس میں انھوں نے ماءِ مستعمل کے مسائل بیان کیے ہیں اور یہ کہ وہ پانی کو اس وقت تک تبدیل نہیں کرتا ہے جب تک وہ اس پر غالب نہ آجائے، اور انہوں نے اس سلسلہ میں "ملقی" اور ملاقی کو برابر قرار دیا ہے یعنی جس طرح مستعمل پانی اگر کسی حوض یا گھڑیا میں ڈالا جائے اور گھڑیا کا پانی مستعمل پانی سے زیادہ ہو تو اس سے طہارت حاصل کرنا جائز ہے۔ صحیح، معتمد قول یہی ہے اور عام علماء کا یہی قول ہے اور اسی طرح اگر محدث یا ناپاک نے اپنا ہاتھ کسی گھڑیا میں ڈالا تو پانی متغیر نہ ہوگا کیونکہ اس میں سے مستعمل وہ ہے جو اس کے بدن سے ملا اور یہ نسبت باقی کے کمتر ہے، اس پر تین چیزوں سے استدلال کیا ہے:

اوّل صاحب بدائع نے "لا یبولن احدکم فی الماء الدائم" (ٹھہرے پانی میں کوئی پیشاب نہ کرے) پر کلام کرتے ہوئے فرمایا (یعنی جب امام نے اس سے مستعمل پانی کی نجاست پر استدلال کیا) یہ نہ کہا جائے کہ یہ نہی ہے (یعنی اس میں غسل کرنے سے اس لیے نہیں کہ مستعمل نجس ہے بلکہ) کیونکہ اس میں پانی کو بلا ضرورت مُطہر

Marfat.com

فیه من الجنابة[1] قلت استدل به الکرخی علی
عدم جواز التطهیر بالمستعمل ولا یطابق
عمومه فروعهم المذکورة فی الماء الکثیر
فیحمل علی الکراهة وبذلك اخبر راوی
الخبر فاخرج ابن ابی شیبة عن جابر بن
عبد الله رضی الله تعالٰی عنهما قال کنا نستحب
ان ناخذ من ماء الغدیر ونغتسل به ناحیة[2]
قال وماذکر من الفروع مخالفا لهذا فبناء
علی روایة النجاسة کقولهم لو ادخل جنب
او محدث او حائض یده فی الاناء قبل ان
یغسلها فالقیاس انه یفسد الماء وفی الاستحسان
لا یفسد للاحتیاج الی الاغتراف حتی لو ادخل
رجله یفسد الماء لانعدام الحاجة ولو
ادخلها فی البئر لم یفسد لانه محتاج الی ذلك
فی البئر لطلب الدلو فجعل عفوا ولو ادخل
فی الاناء او البئر بعض جسده سوی الید و
الرجل افسده لانه لاحاجة الیه[3] وامثال هذه
(ثم ذکر مسائل واٰثارا لاتعلق بما نحن فیه
الی ان قال) وعن ابن جریج قال قلت لعطاء
رأیت رجلا توضأ فی ذلك الحوض متکشفا
فقال لاباس به قد فعله ابن عباس رضی الله
تعالٰی عنهما وقد علم انه یتوضؤ منه الابیض

ابوجعفر اور ابن سیرین نے اسی قسم کی روایت کی، فرمایا اگر کوئی
کہے پھر "لا یبولن احدکم فی الماء الدائم الخ"
حدیث کا کیا مفہوم ہوگا؟ میں کہتا ہوں کرخی نے اس سے
استدلال کیا ہے کہ مستعمل پانی سے طہارت کا حاصل کرنا جائز نہیں لیکن اس کا
عموم زائد پانی میں ان کی فروع سے مطابقت نہیں رکھتا پس اسے
کراہت پر محمول کیا جائے گا اور راویِ حدیث نے
یہی خبر دی ہے۔ چنانچہ ابن ابی شیبہ نے جابر بن عبداللہ
سے روایت کی کہ ہم اس امر کو پسند کرتے تھے کہ تالاب
سے پانی لے کر ایک کونے میں جا کر غسل کریں، فرمایا اور
جو فروع اس کے مخالف ہیں تو وہ نجاست کی روایت
پر ہیں، جیسے کسی جُنب یا محدث یا حائض نے اپنا ہاتھ
برتن میں بلا دھوئے ڈالا، تو قیاس چاہتا ہے کہ پانی
خراب ہوجائے اور استحسان کی رُو سے فاسد نہ ہوگا
کیونکہ چُلّو بھرنے کی حاجت ہوتی ہے یہاں تک کہ اگر
کسی نے برتن میں پیر ڈال دیا تو پانی خراب ہوجائے گا
کیونکہ ضرورت نہیں، اور اگر پیر کنویں میں ڈالا تو پانی
خراب نہ ہوگا کیونکہ کنویں سے ڈول نکالنے کے لیے پیر
ڈالنے کی ضرورت ہوتی ہے تو اس کو معاف کردیا گیا ہے
اور اگر برتن یا کنویں میں ہاتھ پیر کے علاوہ جسم کا اور
کوئی حصہ ڈالا تو پانی خراب ہوجائے گا کیونکہ اس کی
کوئی ضرورت نہیں، اور اسی کی مثل دوسری چیزیں ہیں
(پھر انھوں نے ایسے مسائل اور آثار ذکر کئے جن کا

[1] مصنف ابن ابی شیبۃ من کان یکرہ ان یبول فی الماء الراکد، ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۴۱
[2] مصنف ابن ابی شیبۃ الرجل ینتھی الی البئر والغدیر وھو جنب " " "
[3] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ سعید کمپنی کراچی ۱/۶۹

Marfat.com

اور یہ بالاجماع ہے، یا بکری نے کنوئیں میں پیشاب کر دیا، امام محمد کے نزدیک انتہی۔

قلت وتمامه واما علی قول من جعل هذا الماء مستعملا وجعل الماء المستعمل نجسا (یرید الامام رضی اللہ تعالٰی عنه علی روایة الحسن بن زیاد رحمه اللہ تعالٰی عنه نجاسة الماء المستعمل وان کانت روایته عنه رضی اللہ تعالٰی عنه فی خصوص المسألة ما سیذکره) ینزح ماء البئر کله کما لو وقعت فیها قطرة من دم او خمر وروی الحسن عن ابی حنیفة رضی اللہ تعالٰی عنه انه ان کان محدثا ینزح اربعون وان کان جنبا ینزح کله وهذه الروایة مشکلة لانه لا یخلو اما ان صار هذا الماء مستعملا اولا فان لم یصر مستعملا لا یجب نزح شیئ لانه بقی طهورا کما کان وان صار مستعملا فالماء المستعمل عند الحسن نجس نجاسة غلیظة فینبغی ان یجب نزح جمیع الماء اهـ وانما ننقل هذه التمامات لفوائد ستعرفها بعون اللہ تعالٰی قال وقال فی موضع اٰخر (ای قبل هذا باوراق وبعد الاول بقلیل) لو اختلط الماء المستعمل بالماء القلیل قال بعضهم لایجوز التوضی به وان قل وهذا فاسد اما عند محمد رحمه اللہ تعالٰی فلانه طاهر لم یغلب علی الماء المطلق فلا یغیره عن صفة

میں کہتا ہوں اس کا مکمل یہ ہے کہ اور ان لوگوں کے قول پر جنہوں نے اس پانی کو مستعمل قرار دیا ہے اور مستعمل پانی کو نجس قرار دیا ہے (اس سے مراد امام ابو حنیفہ ہیں بروایت حسن بن زیاد کہ مستعمل پانی نجس ہوگا اگرچہ حسن کی روایت ابو حنیفہ سے خاص اسی مسئلہ میں ہے کہ جیسا وہ ذکر کریں گے) کنوئیں کا کل پانی نکالا جائے گا' جیسے کہ کنوئیں میں خون یا شراب کا قطرہ گر جائے۔ اور حسن نے ابو حنیفہ سے روایت کی کہ اگر بے وضو ہو تو چالیس ڈول پانی نکالا جائے گا اور اگر جنب ہو تو کل پانی نکالا جائے گا' اور یہ روایت مشکل ہے کہ یا تو یہ پانی مستعمل ہوگا یا نہیں تو اگر مستعمل نہیں ہے تو کچھ بھی پانی نہ نکالا جائے گا، کیونکہ وہ بدستور پاک ہے جیسا کہ تھا، اور اگر مستعمل ہوگیا تو حسن کے نزدیک مستعمل پانی نجاست غلیظہ ہے تو کنوئیں کا کل پانی نکالنا چاہئے اھ یہ جو کچھ ہم نے نقل کیا ہے اُن فوائد کی خاطر ہے جن کو آپ ان شاء اللہ پہچانیں گے، فرمایا اور کہا ایک دوسرے مقام پر (یعنی اس سے چند ورق پہلے اور پہلے سے کچھ بعد) اگر ماءِ مستعمل تھوڑے پانی میں مل گیا تو بعض کے نزدیک اُس سے وضو جائز نہیں خواہ وہ کم ہی کیوں نہ ہو — — — — — — — اور یہ فاسد ہے امام محمد کے نزدیک تو اس لیے کہ یہ پاک ہے اور ماءِ مطلق پر غالب نہیں ہوا ہے' تو اس کو طہوریت کی صفت سے

لے بدائع الصنائع   بیان مقدار الذی یصیر بہ المحل نجسا   سعید کمپنی کراچی   ۱/۷۴

Marfat.com

الکبیر ذی الماء الکثیر اما الصغیر فکالاوانی وقد قال العلامة نفسه فی هذه الرسالة ان ماء الاوانی یتنجس بوقوع النجاسة وان لم یتغیر قال وما کان فی غدیر او مستنقع وھو نحو ماء الاوانی فھو ملحق بھا اذ لا اثر للمحل اھ[1] **الثانی** قد منا فی نمرة ۳۸ عن المبتغی التصریح بان الماء یفسد بادخال الکف[2] **الثالث** کذلک لا اثر لتایید شیئ من مقصوده فی عبارة کتاب الاثار فلیس ان الرجل یدخل یده فی الاناء قبل الغسل او المرأة ثم یغتسلان منه وکیف یظن ھذا برسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنھا وانما مراد محمد رحمہ اللہ تعالٰی نفی قول من ابطل الوضوء بفضل وضوء المرأة مطلقا او اذا کانت جنبا او حائضا وھما قولان للحنابلة والمالکیة ولذا قال بدأت قبلہ او بدأ قبلھا وترجم لہ باب غسل الرجل والمرأة من اناء واحد من الجنابة[3] **الرابع** قد اوضح رضی اللہ تعالٰی عنہ مرادہ الشریف فی موطاہ المنیف اذ قال باب الرجل یغتسل او یتوضؤ بسؤر المرأة اخبرنا مالک حدثنا نافع عن ابن عمر رضی اللہ

میں پانی بہت زیادہ ہو اور چھوٹا حوض تو برتنوں کی طرح ہے، خود علامہ نے اس رسالہ میں فرمایا کہ برتنوں کا پانی نجاست کے گرنے سے نجس ہو جائے گا خواہ اس میں تغیر نہ ہو، فرمایا جو پانی تالاب اور گڑھے میں ہو وہ برتنوں کے پانی کے برابر ہو تو وہ بھی برتنوں کے ساتھ ملحق ہے کیونکہ محل کا کوئی اثر نہیں اھ

دوم نمبر ۳۸ میں ہم نے مبتغی کی تصریح کہ پانی ہاتھ ڈالنے سے خراب ہوگا،

سوم اسی طرح کتاب الآثار سے بھی ان کی تائید نہیں ملتی ہے، اس میں یہ نہیں ہے کہ کوئی شخص اپنا ہاتھ دھوئے بغیر برتن میں ڈالے یا عورت ڈالے پھر دونوں اس سے غسل کریں، اور اس قسم کا گمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المؤمنین حضرت عائشہ سے کیسے ہو سکتا ہے، امام محمد کا مقصود تو صرف ان لوگوں کے قول کی تردید ہے جو عورت کے بچے ہوئے پانی سے مطلق مرد کے لیے وضوء کرنے کو باطل قرار دیتے ہیں یا جب عورت جنب یا حائض ہو، اور یہی دو قول حنابلہ و مالکیہ کے ہیں، اور اسی لیے فرمایا عورت نے مرد سے پہلے یا مرد نے عورت سے پہلے ابتدا کی ہو، اور اس کا عنوان یہ قائم کیا "باب عورت اور مرد کے ایک برتن سے غسل جنابت کرنے کے بیان میں"

---

[1] رسالہ علامہ قاسم

[2] بحرالرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۷۱/۱

[3] کتاب الآثار غسل الرجل والمرأة من اناء واحد من الجنابة ادارۃ القرآن کراچی ص ۱۰

Marfat.com

قلت ای المنع انما یکون لسقوط الغسالة فیھا اولادخال المحدثین ایدیھم فیھا والکل غیرمانع علی ماتقرر عندہ ثم اتی باثار بعضھا فی الملاقی وبعضھا فی الملقی فقال وقد روی ابن ابی شیبة عن الحسن فی الجنب یدخل یدہ فی الاناء قبل ان یغسلھا قال یتوضؤ بہ ان شاء[1] وعن سعید بن المسیب لا باس الجنب[ع1] یدہ فی الاناء قبل ان یغسلھا وعن عائشة بنت سعد قالت کان سعد یامر الجاریة بتناولہ الطھور من الحوض فتغمس یدھا فیھا فیقال انھا حائض فیقول انا حیضتھا وعن عامر قال کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یدخلون ایدیھم فی الاناء وھم جنب والنساء حیض لا یرون بذلک بأسا یعنی قبل ان یغسلوھا وعن ابن عباس فی الرجل یغتسل من الجنابة فینضح فی انائہ من غسلہ فقال لاباس بہ[2] وعن الحسن وابراھیم والزھری وابی جعفر وابن سیرین نحوہ قال فان قلت فما محمل حدیث لا یبولن احدکم فی الماء الدائم ولا یغتسلن

میں کہتا ہوں، یعنی منع اس لیے ہے کہ دھوون اس میں گرتا ہے یا اس لیے کہ بے وضو لوگ اس میں اپنے ہاتھ ڈالتے ہیں اور یہ سب غیر مانع ہے جیسا کہ ان کے نزدیک مقرر ہے پھر انہوں نے اس کے بعض آثار ملاقی میں اور بعض ملقی میں ذکر کیے پس فرمایا اور تحقیق ابن ابی شیبہ نے حسن سے جنب کے بارے میں روایت کی جو بے دھوئے اپنا ہاتھ برتن میں ڈالے تو فرمایا اگر چاہے تو اس کے ساتھ وضو کرے، اور سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ جنب اگر اپنا ہاتھ دھونے سے قبل برتن میں ڈال دے تو حرج نہیں، اور عائشہ بنت سعد کہتی ہیں کہ حضرت سعد باندی کو حکم دیتے تھے کہ وہ حوض سے پانی لا کر دے، تو وہ حوض میں اپنا ہاتھ ڈبوتی تھی، تو کہا جاتا تھا کہ وہ حائضہ ہے، تو آپ فرماتے تھے: کیا میں نے اس کو حائضہ کیا ہے؟ اور عامر سے مروی ہے کہ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ پانی میں ڈالتے تھے جبکہ وہ جنب ہوتے تھے اور عورتیں حائض ہوتی تھیں اور یہ لوگ بلا ہاتھ دھوئے پانی میں ڈالنے میں حرج نہیں سمجھتے تھے۔ اور ابن عباس سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص غسلِ جنابت کرے اور اس کے چھینٹے برتن میں گریں تو اس میں حرج نہیں، اور حسن، ابراہیم، زہری

ع[1] کذا بالاصل ولعلہ ان یدخل الجنب یدہ ۱۲ منہ (م)

اصل میں اسی طرح ہے شاید یوں ہو "ان یدخل الجنب یدہ" (ت)

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ فی الرجل یدخل یدہ فی الاناء وھو جنب ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۸۲

[2] مصنف ابن ابی شیبہ فی الرجل الجنب یغتسل فینضح من غسلہ فی اناء " " " ۱/۷۳

Marfat.com

ان هذا القدر معفو عنه عند عدم البنية و ان فرض ان المراد ان يلج الحوض و يتوضأ فيه لم تنهض ايضا حجة اذ ليس فيه بيان قدر الحوض فجاز ان يكون كبيرا **الثامن** كذلك حديث سعد رضي الله تعالى عنه فانه في الحيض قبل الانقطاع وقد منا عن الخانية والخلاصة وغيرهما انها لا تفسد الماء اذا ذاك لعدم السببين سقوط الفرض و اقامة القربة **التاسع** ما ذكر عن عامر فظاهر ان لفظة يعني قبل ان يغسلوها مدرج في الحديث ولا يدرى قول من هو ولا حجة في المجهول **العاشر** ما حكى عن الحسن يعارضه ما في البدائع عنه في وقوع قليل ماء مستعمل في الماء سئل الحسن البصري عن القليل فقال و من يملك نشر الماء وهو ما تطاير منه عند الوضوء و انتشاره اشار الى تعذر التحرز عن القليل فكان القليل عفوا ولا تعذر في الكثير فلا يكون عفوا اھ هذا كلامه في الملقى فكيف في الملاقي **الحادي عشر** ما حكى عن سعيد فعلى تقدير الصحة عنه مذهب تابعي فكيف يحتج به على المذهب وكفى به جوابا عن سائر الآثار **الثاني عشر** كذلك العبارة

سے نقل کیا ہے تو اس کا آخری حصہ ملقی میں ہے اور اس کے اول میں کوئی حجت نہیں، کیونکہ اگر مراد حوض سے وضو کرنا ہے کہ اس طرح اس کا دھوون حوض میں گرے جیسے طشت میں وضو کیا جاتا ہے تو وہ ملقی سے ہے اور اگر مراد یہ ہو کہ حوض میں ہاتھ ڈال کر چلو بھر کر وضو کیا تو گزر چکا ہے کہ اس قدر کو شرع نے معاف رکھا ہے جبکہ دوسرے برتن نہ ہوں، اور اگر مراد یہ ہو کہ حوض میں اتر کر وضو کیا تو بھی حجت قائم نہ ہوگی کیونکہ اس میں حوض کے سائز کا ذکر نہیں، پس ممکن ہے کہ حوض بڑا ہو۔

ہشتم اسی طرح سعد کی حدیث ہے کیونکہ وہ حیض کے منقطع ہونے سے قبل سے متعلق ہے اور ہم نے خانیہ اور خلاصہ وغیرہما سے نقل کیا کہ یہ پانی کو خراب نہیں کرتا، کیونکہ دونوں سبب ہی موجود نہیں ہیں نہ تو سقوط فرض ہے اور نہ ہی قربۃ کی ادائیگی ہے۔

نہم جو عامر سے نقل ہوا تو ظاہر یہ ہے کہ "قبل ان یغسلوھا" کا لفظ حدیث میں مندرج ہے، اور معلوم نہیں کہ یہ کس کا قول ہے، اور مجہول سے استدلال نہیں ہوتا۔

دہم جو حسن سے نقل کیا گیا ہے وہ اس کے مخالف ہے جو انہی سے بدائع میں نقل کیا گیا ہے یعنی یہ کہ کم پانی میں اگر مستعمل پانی گر جائے تو کیا حکم ہوگا، حسن بصری سے کم کی بابت پوچھا گیا، تو آپ نے

---

[1] بدائع الصنائع بحث الماء المستعمل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۸

Marfat.com

والاسود فی روایة وکان ینسکب من وضوء الناس فی جوفها قال وکانهم او احد یشک المستیقظ خاصا به او انه امر تعبدی علی ان ابن ابی شیبة قد روی عن ابی معویة عن الاعمش عن ابرهیم قال کان اصحاب عبد الله رضی الله تعالٰی عنه اذا ذکر عندهم حدیث ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه قالوا کیف یصنع ابو هریرة بالمهراس الذی بالمدینة[1] اھ فهذا کل ما اتی به فی هذا الباب فی کتابه رحمه الله تعالٰی فی مابه -

اس بحث سے تعلق نہیں، پھر فرمایا) اور ابن جریج سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ میں نے عطاء سے کہا کہ ایک شخص نے حوض میں ننگے ہو کر غسل کیا تو انہوں نے کہا اس میں حرج نہیں، خود ابن عباس نے ایسا کیا حالانکہ ان کو معلوم تھا کہ اس میں سیاہ و سپید سب ہی غسل کرتے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس حوض میں لوگوں کے وضو کا پانی گرتا تھا، فرمایا کہ غالباً انھوں نے مستیقظ کی حدیث کو اُسی کے ساتھ خاص دیکھا یا یہ کہ یہ امر تعبدی ہے، علاوہ ازیں ابن ابی شیبہ نے ابومعٰویہ سے اعمش سے ابراہیم سے روایت کی کہ اصحاب عبداللہ کے سامنے جب حضرت ابوہریرہ کی حدیث کا ذکر آتا تھا تو فرماتے تھے کہ ابوہریرہ مہراس میں کیا کرتے تھے جو مدینہ میں تھی اھ اس باب میں اس قسم کی چیزیں ذکر کی ہیں -

اقول وبالله التوفیق الکلام فیه من وجوه **الاول** من العجب استناده رحمه الله تعالٰی بعبارة المبتغی فلیس فیها اثر مما ابتغی لان کلامه عـه فی الحوض الکبیر الا ترٰی الی قوله ان ماء الحوض فی حکم ماء جار و معلوم قطعا ان ذلك انما هو فی الحوض

میں بتوفیق الٰہی کہتا ہوں کہ اس میں چند وجوہ سے کلام ہے، اول تعجب ہے کہ انہوں نے مبتغی کی عبارت سے استدلال کیا ہے، حالانکہ وہ جو چاہتے تھے اس میں موجود نہیں، کیونکہ اس میں وہ بڑے حوض کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں جیسا کہ آپ ان کے قول ان ماء الحوض فی حکم ماء جار سے معلوم کر سکتے ہیں اور یہ قطعی معلوم ہے کہ حوض وہی ہوگا جس

عـه ثم رأیت التصریح به فی کلام شیخه المحقق علی الاطلاق حیث اورد کلام المبتغی فی مسائل الماء الکثیر ثم قال و انما اراد الحوض الکبیر بالضرورة اھ ۱۲ منه غفر له۔ (م)

پھر میں نے اس کی تصریح ان کے شیخ محقق علی الاطلاق کے کلام میں دیکھی جہاں انہوں نے کثیر پانی کے مسائل میں مبتغی کا کلام وارد کیا پھر فرمایا بالضرورة اس سے مراد حوض کبیر ہے اھ (ت)

---

[1] رسالہ علامہ قاسم

Marfat.com

حتى أتكلم بين يدي هذا الامام الهمام ملك
العلماء الكرام اعلى الله درجاته في دار
السلام وافاض علينا بركاته على الدوام
أمين ولكن المذهب قد تقرر والنقل
الصحيح الصريح عن الائمة الثلاثة رضي
الله تعالى عنهم قد توفر ورأيت هذا الامام
الجليل قد وافق الاجلة الفحول في تلك
النقول عند ذكر المنقول وعلمت ان
مايقال في الجدل اويبدى في العلل
لايقضي على نصوص المذهب بل ربما
لايكون المبدى ايضا اليه يذهب
كما هو معلوم عند من خدم هذا الفن
المذهب فجرأني ذلك على ان اقول

وهو الثالث عشر الامام ملك العلماء قدس
سره هو القائل في بدائعه بعد ما ذكر سقوط
حكم الاستعمال في مواضع الضرورة كاليد في
الاناء للاغتراف والرجل في البئر لطلب الدلو
مانصه ولو ادخل في الاناء والبئر بعض جسده سوى
اليد والرجل افسده لانه لا حاجة اليه وعلى هذا
الاصل تخرج مسألة البئر اذا انغمس الجنب فيها
لطلب الدلو لابنية الاغتسال وليس على بدنه نجاسة
حقيقية والجملة فيه ان الرجل المنغمس اما
ان يكون طاهرا اولم يكن بان كان على بدنه نجاسة
حقيقية او حكمية كالجنابة والحدث وكل وجه على وجهين
اما ان ينغمس لطلب الدلو او التبرد او الاغتسال
و في المسألة حكمان حكم الماء الذي في
البئر وحكم الداخل فيها فان كان طاهرا

امام ہمام علمائے کرام کے بادشاہ، اللہ تعالیٰ جنت میں
ان کے درجات بلند فرمائے ہم ان کی برکتوں سے ہمیشہ مستفید
ہوتے رہیں آمین، کے سامنے لب کشائی کروں، لیکن
مذہب ثابت شدہ ہے اور ائمہ ثلثہ کی تصریحات صحیحہ
موجود ہیں، اور اس امام جلیل القدر نے نقول کی حد تک
ان ائمہ سے اتفاق کیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ہماری بحثوں
سے مذہب کی تصریحات باطل نہیں قرار پا سکتی ہیں
جیسا کہ اس فن کے خدام پر واضح ہے، اس لیے
میں کچھ معروضات پیش کرنے کی ضرورت محسوس کرتا ہوں
اور وہ یہ ہیں،

میں کہتا ہوں سیزدہم امام ملک العلماء قدس سرہ نے بدائع
میں ذکر کیا کہ وہ کون سے مقامات ہیں جہاں ضرورتاً
پانی کے مستعمل ہونے کا حکم ساقط ہو جاتا ہے، جیسے چلّو
بھرنے کے لیے ہاتھ کا پانی کے برتن میں ڈالنا اور ڈول
تلاش کرنے کے لیے پیر کا کنویں میں ڈالنا، پھر انھوں نے
فرمایا کہ اگر کسی نے برتن یا کنویں میں اپنے جسم کے بعض حصے
کو ڈال دیا ہاتھ پیر کے علاوہ، تو پانی فاسد ہو جائے گا
کیونکہ یہ بے ضرورت ہے اور اسی اصل پر کنویں کے
مسئلہ کی تخریج کی جائے گی کہ جنب انسان اس میں
ڈول کی تلاش میں اُترا ہو بغیر نیت غسل کے
بشرطیکہ اس کے جسم پر کوئی حقیقی نجاست
موجود نہ ہو، اور خلاصہ یہ کہ اس میں بحث یہ ہے کہ یا تو
غوطہ لگانے والا پاک ہوگا یا ناپاک ہوگا، مثلاً یہ کہ
اس کے جسم پر حقیقی یا حکمی نجاست موجود ہو جیسے جنابت
اور حدث، اور ہر وجہ کی پھر دو وجہیں ہیں یا تو غوطہ

Marfat.com

تعالیٰ عنهما انه قال لاباس بان يغتسل الرجل
بفضل وضوء المرأة مالم تكن جنبا او حائضا
قال محمد لا بأس بفضل وضوء المرأة وغسلها
وسؤرها وان كانت جنبا او حائضا بلغنا ان
النبي صلى الله تعالیٰ عليه وسلم كان يغتسل
هو وعائشة من اناء واحد يتنازعان الغسل
جميعا فهو فضل غسل المرأة الجنب وهو قول ابي حنيفة
رحمه الله تعالیٰ **ف۱ الخامس** قدمنا عن
الائمة ابي بكر الرازي وشمس الائمة السرخسي
والاسبيجابي والولوالجي وابي زيد الدبوسي
والزيلعي وابن الهمام وغيرهم الجم الغفير
غفر الله تعالیٰ لنا بهم وعن الخلاصة عن
نفس كتاب الاصل لمحمد صرائح نصوصه
في الحكم بخصوصه فكيف يحمل هذا الكلام
على خلافه وبالله التوفيق **ف۲ السادس** ماذكر
رحمه الله تعالیٰ عن ابن عباس والامام الباقر
والحسن البصري وابن سيرين و
ابراهيم النخعي والزهري رضي الله تعالیٰ عنهم
لايمس المقصود لانه في الملقى والكلام في
الملاقي **ف۳ السابع** ماذكر اخرا عن عطاء وابن
عباس رضي الله تعالیٰ عنهم فاخرة في الملقى ولا
حجة في اوله فانه ان كان المراد التوضي في
الحوض بحيث تسقط الغسالة فيه كالتوضي
في الطست فهو من الملقى وان كان المراد
التوضي بادخال اليد فيه للاغتراف فقد مر

چہارم امام محمد نے اپنی مراد کی وضاحت اپنی موطا
میں کردی ہے، فرمایا: باب اس بیان میں کہ مرد عورت
کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرے۔ ہمیں مالک نے خبر
دی، ہم سے نافع نے ابن عمر سے روایت کی، انہوں نے
فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں کہ مرد عورت کے بچے ہوئے
پانی سے وضو کرے، بشرطیکہ جنب یا حائض نہ ہو۔ محمد
نے فرمایا اس میں حرج نہیں کہ عورت کے بچے ہوئے پانی
سے وضو کیا جائے خواہ وہ اس کے وضو کا ہو یا غسل کا ہو یا جھوٹا ہو
اور خواہ وہ جنب ہو یا حائض ہو، ہمیں حدیث پہنچی ہے
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدہ عائشہ ایک ہی
برتن سے پانی چھین جھپٹ کر غسل کرتے تھے، یہ جنب
عورت کے بچے ہوئے پانی سے غسل کا ثبوت ہے،
اور یہی ابوحنیفہ کا قول ہے۔

پنجم ہم نے ابوبکر الرازی، شمس الائمہ سرخسی،
اسبیجابی، ولوالجی، ابوزید الدبوسی، زیلعی، ابن الہمام
وغیرہم، جلیل القدر ائمہ کی ایک عظیم جماعت سے پہلے
ہی نقل کیا ہے اور خلاصہ سے امام محمد کی اصل کی تصریح
نقل کی ہے کہ اسی میں خاص حکم بیان کیا ہے تو اس
کلام کو اس کے خلاف پر کیونکر محمول کیا جا سکتا ہے،
وباللہ التوفیق۔

ششم انہوں نے جو ابن عباس، امام باقر،
حسن بصری، ابن سیرین، ابراہیم نخعی اور زہری رضی اللہ
عنہم سے نقل کیا ہے وہ مقصود سے متعلق نہیں کیونکہ
وہ ملقی کے بارے میں ہے جبکہ گفتگو ملاقی کی بابت ہے۔

ہفتم جو آخر میں انہوں نے عطاء اور ابن عباس

---

[1] موطا امام محمد، الرجل یغتسل او یتوضأ بسؤر المرأة مجتبائی لاہور ص ۸۳

Marfat.com

فظهر ان حکم الاستعمال یسری فی الماء القلیل کله سریان حکم النجاسة باجماع اصحابنا رضی اللہ تعالٰی عنہم فان السریان علی القول بنجاسة الماء المستعمل ظاهر لا خلف فیه وھذا محمد القائل بالطهارة قد حکم بالسریان فکان القول به مجمعا علیه ولم یبق لاحد بالخلاف یدان بل قد یظن ان ملک العلماء ماش ھھنا علی جعل طهارة الماء المستعمل متفقا علیها بین اصحابنا کما قال فی البدائع[1] ومشایخ العراق لم یحققوا الخلاف فقالوا انه طاھر غیر طھور عند اصحابنا رضی اللہ تعالٰی عنہم حتی روی عن القاضی ابی حازم العراقی انه کان یقول انا نرجوان لا تثبت روایة نجاسة الماء المستعمل عن ابی حنیفة رضی اللہ تعالٰی عنه وھو اختیار المحققین من مشایخنا بما وراء النهر[1] اھ وذلک لان سوق کلامه ھھنا کما قدم لاحاطة احکام الماء والرجل فی جمیع الصور المحتملة ھنا وقد التزم فی کل صورة بیان الخلاف بین ائمتنا الثلثة ان کان وفصل فی شق الطاھر حکم الماء فقال فی الاول لا یصیر مستعملا بالاجماع وفی الثانی صار مستعملا عند ائمتنا الثلثة خلافا لزفر والشافعی

غوطہ کے وقت سطحِ بدن سے ملاقی ہوا تھا؟ ہرگز نہیں، بلکہ کُنویں کا کُل پانی ہے اور اسی کا حکم بیان کرنا مقصود ہے، اور دوسری صورت میں اس پر یہی حکم ہوا ہے کہ وہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مستعمل ہوگیا ہے، ان میں امام محمد بھی شامل ہیں جو اس کی طہارت کے قائل ہیں، اور انہوں نے فرمایا کہ غوطہ کی وجہ سے پانی کے پاک کرنے والی صفت سلب ہوگئی ہے تو ظاہر ہُوا کہ استعمال کا حکم تھوڑے پانی میں مکمل طور پر جاری ہوتا ہے' جیسے کہ نجاست کا حکم، اس پر ہمارے اصحاب کا اجماع ہے کیونکہ سرایت کرنا مستعمل پانی کو نجس کہنے کی صورت میں ظاہر ہے، اس میں خلاف نہیں، اور امام محمد جو پانی کی طہارت کے قائل ہیں سرایت کا حکم دے رہے ہیں تو گویا یہ قول اجماعی ہے، اس میں کسی کا خلاف نہیں رہا بلکہ یہاں یہ گمان بھی کیا گیا ہے کہ ملک العلماء نے پانی کے پاک ہونے کو ہمارے اصحاب کے درمیان متفق علیہ قرار دیا ہے جیسا کہ بدائع میں فرمایا ہے، اور مشایخ عراق نے اختلاف کی تحقیق نہیں کی، تو انھوں نے فرمایا کہ یہ طاہر تو ہے مگر طاہر کرنے والا نہیں، یہ ہمارے اصحاب رضی اللہ عنہم کے نزدیک ہے، یہاں تک کہ قاضی ابو حازم العراقی سے مروی ہے کہ وُہ فرماتے تھے کہ ہمیں توقع ہے کہ مستعمل پانی کی نجاست کی روایت ابو حنیفہ کے نزدیک ثابت نہیں ہے اور یہی ہمارے وراء النہر کے محققین مشایخ کا مختار ہے اھ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطہارة الحقیقیة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ١/٦٧

Marfat.com

الثالثة عن البدائع بعزل عن المقصود فانها فی الملقی ولا کلام فیه الا تری الی قوله ثم الکثیر عند محمد ما یغلب علی الماء المطلق وعندهما ان یستبین مواقع القطر فی الاناء اھ[1]

جواب دیا کہا پانی کے چھینٹوں کا مالک کون ہے ؟ تو کم تو تعذر کی وجہ سے معاف ہے مگر زاید میں یہ صورت نہیں تو وہ معاف نہ ہوگا ۔ ان کی یہ گفتگو مُلقی میں ہے، تو ملاقی میں کیا حال ہوگا ۔

یازدہم جو سعید سے نقل کیا گیا ہے اگر وہ صحیح ہو تو وہ ایک تابعی کا مذہب ہے تو اس سے مذہب پر کیسے استدلال ہو سکتا ہے اور یہی جواب دوسرے آثار میں ملحوظِ خاطر رکھنا چاہئے ۔

دوازدہم اس طرح بدائع سے نقل کردہ تیسری عبارت بھی مقصود سے الگ ہے کیونکہ وہ مُلقیٰ کی بابت ہے اور اس میں گفتگو نہیں، اس میں یہ بھی ہے کہ "پھر محمد کے نزدیک کثیر وہ ہے جو مطلق پانی پر غالب آجائے اور شیخین کے نزدیک یہ کہ قطروں کی جگہ برتن میں ظاہر ہو جائے اھ

قلت والوجه فیه ان الماء طاهر عند محمد فلا یسلبه وصف الطهوریة مالم یغلب علیه ونجس عندهما فیما یقال وقطرة نجس تنجس کل ماء قلیل غیر ان الذی لا یستبین لا یعتبر کرشاش البول قدر رؤس الابر فعفی عنه لعسر التحرز فاین هذا مما نحن فیه **نعم** جل ما فی یده ما ذکر البدائع فی الجدل عن روایة ضعیفة وتعلیل قول محمد فی مسألة جحط[2] المستعمل مالاقی البدن وهو اقل من غیرہ۔

میں کہتا ہوں اس میں وجہ یہ ہے کہ محمد کے نزدیک پانی پاک ہے تو اس کی پاکیزگی کا وصف اس وقت تک اس سے سلب نہ ہوگا جب تک کہ اس پر کوئی نجاست غالب نہ آجائے ، اور شیخین کے نزدیک نجس ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے، اور نجس کا ایک قطرہ ہی تمام قلیل پانی کو نجس کر دیتا ہے البتہ جو پانی میں ظاہر نہیں ہوتا وہ معتبر نہیں ہوتا ہے جیسے سُوئی کی نوک کے برابر پیشاب کے چھینٹے، تو چونکہ اس سے بچنے میں دشواری ہے اس لیے اس کو معاف کر دیا گیا، تو اس کا ہماری بحث سے کیا تعلق ہے، ہاں قابلِ غور وہ عبارت ہے جو انہوں نے بدائع سے نقل کیا ہے، وہ ایک ضعیف روایت پر جھگڑا ہے اور مسئلہ جحط پر محمد کے قول کی توجیہ ہے کہ مستعمل پانی وُہ ہے جس کی ملاقات بدن سے ہوئی ہو اور وہ دوسرے سے کم ہے ۔

اقول وباللّٰہ التوفیق وھو المستعان علی افاضة التحقیق الیش انا ومن انا

میں کہتا ہوں وباللّٰہ التوفیق وہو المستعان علی افاضة التحقیق ، میں اور میری حقیقت کیا جو

---

[1] بدائع الصنائع بحث الماء المستعمل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۶۸

Marfat.com

حکم الاستعمال باول ملاقاۃ البدن الماء
قال فی البدائع ابویوسف یقول ان ملاقاۃ
اول عضو المحدث الماء یوجب صیرورتہ
مستعملا فکذا ملاقاۃ اول عضو الطاھر
الماء علی قصد اقامۃ القربۃ واذ اصار
الماء مستعملا باول الملاقاۃ لاتتحقق طھارۃ
بقیۃ الاعضاء بالماء المستعمل اھ[1] فکیف یقول
الماء مستعمل والرجل طاھر وقد قال فی
البدائع ان کان علی یدہ نجاسۃ حکمیۃ
فقط فان ادخلھا لطلب الدلو والتبرد یخرج
من الاول (ای الماء الاول فان المسألۃ مفروضۃ
فی الانغماس فی عدۃ میاہ) طاھرا عند ابی حنیفۃ
ومحمد رحمھما اللہ تعالٰی ھو الصحیح لزوال
الجنابۃ بالانغماس مرۃ واحدۃ وعند ابی یوسف
ھو نجس ولا یخرج طاھرا ابدا اھ[2] فان
حملتہ ھنا علی حال الضرورۃ لقول البدائع
اما ابویوسف فقد ترك اصلہ عند الضرورۃ
علی ما یذکر وروی بشر عنہ ان المیاہ کلھا
نجسۃ وھو قیاس مذھبہ[3] اھ دفعۃ
ان ما مرھھنا ان الماء مستعمل والرجل
طاھر عکس ما یقول بہ الامام الثانی حال
الضرورۃ الاتری ان مذھبہ فی مسألۃ البئر

کہ وہ پاک کو نجس بنادے بخلاف اس صورت کے کہ پانی کو نجس کہا جائے کہ اس صورت میں کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ پانی نجس ہوگیا ہے اس لیے اس نے طاہر کو نجس کردیا تو مرد بالاتفاق پاک نہ ہوگا۔ اگر تو یہ کہے کہ آیا یہ بات درست نہیں کہ پانی پر مستعمل ہونے کا حکم اُسی وقت لگایا جائے گا جب وہ بدن سے جدا ہو، اور بدن غسل کی صورت میں شیئ واحد ہے، توجب تک پانی بدن پر رہے گا مستعمل نہ ہوگا اور جو مستعمل ہوگا تو بدن پر نہ رہے گا اسی وجہ سے وہ شخص پاک ہوجاتا ہے اور پانی شیخین کے نزدیک نجس ہوجاتا ہے جیسا کہ شیخین کی بابت مشہور ہے میں کہتا ہُوں یہ درست ہے، مگر یہ صرف امام ابوحنیفہ کے قول پر چل سکتا ہے کیونکہ ابویوسف کے نزدیک پانی کو مستعمل ہونے کا حکم بدن سے پہلی ملاقات ہی میں دے دیا جائیگا بدائع میں ہے ابویوسف نے فرمایا محدث کے پہلے عضو سے ملتے ہی پانی مستعمل ہوجاتا ہے، اور اسی طرح پاک آدمی کے کسی عضو کا بہ نیت ادائیگی قربت پانی کو لگنا پانی کو مستعمل بنادیتا ہے اور جب پانی پہلی ملاقات ہی سے مستعمل ہوگیا تو باقی اعضاء کی طہارت پانی سے نہیں ہوسکتی ہے اھ تو پھر وہ کس طرح فرماتے ہیں کہ پانی مستعمل ہوگیا اور مرد پاک ہے۔ اور بدائع میں فرمایا کہ اگر اس کے ہاتھ پر صرف نجاست حکمیہ ہے پھر وہ

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰
[2] ایضاً ۱/۷۰ [3] ایضاً ۱/۷۰

Marfat.com

والغمس لطلب الدلو اوللتبرد لایصیر مستعملا بالاجماع لعدم ازالة الحدث واقامة القربة وان الغمس فیها للاغتسال[1] صار الماء مستعملا عند اصحابنا الثلثة رضی اللّٰه تعالٰی عنھم لوجود اقامة القربة وعند زفر والشافعی رحمھما اللّٰه تعالٰی لا یصیر مستعملا لانعدام ازالة الحدث والرجل طاھر فی الوجھین جمیعا[1] اھ فانظر الی قوله فی المسألة حکمان حکم الماء الذی فی البئر فھل تری ان الذی فی البئر ھو مالاقی سطح بدنه عند الانغماس کلا بل کل ما فی البئر وھو المقصود بیان حکمه وقد حکم علیه فی الصورة الثانیة بانه صار مستعملا باجماع ائمتنا الثلثة رضی اللّٰه تعالٰی عنھم وفیھم محمد القائل بطھارته وقد حکم بانه بالانغماس سلب ماء البئر طھوریته

ڈول کی تلاش میں لگاتے یا ٹھنڈک حاصل کرنے یا غسل کرنے کیلئے، اور اس مسئلہ میں دو حکم ہیں ایک تو اُس پانی کا حکم جو کنوئیں میں ہے اور دوسرے اُس شخص کا حکم جو کنوئیں میں داخل ہوا، اگر وہ پاک ہے اور اس نے ڈول نکالنے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے غوطہ لگایا تھا، تو پانی بالاتفاق مستعمل نہ ہوگا، کیونکہ اس پانی سے نہ تو حدث کا ازالہ کیا گیا ہے اور نہ کوئی قربۃ ادا کی گئی ہے اور اگر اس میں غسل کے لیے غوطہ کھایا تو ہمارے اصحاب ثلثہ کے نزدیک پانی مستعمل ہوجائے گا کیونکہ اس سے قربۃ ادا ہوئی ہے اور زفر اور شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک مستعمل نہ ہوگا کیونکہ اس سے حدث زائل نہیں کیا گیا ہے اور آدمی دونوں صورتوں میں پاک ہے اھ اب ان کے اس قول کو دیکھئے جس میں وُہ فرماتے ہیں کہ مسئلہ میں دو حکم ہیں ایک تو اس پانی کا حکم جو کنوئیں میں ہے، تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ کنوئیں میں وہی پانی ہے جو

---

[1] یرید الاغتسال علی وجه القربة بدلیل التعلیل وھو المراد فی سائر المواضع الاٰتیة دون الاغتسال لازالة درن او دفع حرفانه والتبرد سواء لا یفید الاستعمال اذا کان من طاھر لانعدام السببین اھ منه حفظه ربه تبارک و تعالٰی - (م)

علت کے بیان سے معلوم ہوا ہے کہ قربت کے طور پر غسل مراد ہے اور آئندہ تمام مقامات میں یہی مراد ہے، میل کو دُور کرنے یا گرمی کو دفع کرنے کا غسل مراد نہیں کیونکہ جب طاہر آدمی دفعِ گرمی اور حصولِ ٹھنڈک کے لیے غسل کرے تو پانی مستعمل نہ ہوگا کہ دونوں ازالہ حدث اور اقامت قربت نہیں پائے گئے اھ (ت)

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۶۹

Marfat.com

اگر ناپاک ہوتا تو حدث کو زائل نہ کرتا' اور جب حدث کو زائل نہیں کیا تو پاک رہا اور جب پاک رہا تو حدث کو زائل کرے گا تو دور لازم آئے گا، تو ہم نے دور کو ابتداً ہی سے قطع کیا اور وہ اس طرح کہ یہ پانی حدث کو زائل نہیں کرتا ہے تو انسان اپنی حالت پر رہا اور پانی اپنی حالت پر رہا اھ خلاصہ کہ ابو یوسف کے قول پر یہ قول کسی طرح درست نہیں بیٹھتا ہے' اس کی محض ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ پانی ان تمام ائمہ کے نزدیک پاک ہے اور یہی قول صحیح ہے، اس کو ملک العلماء نے قوی قرار دیا اور اس کو محققین کا مختار قرار دیا، اگرچہ اکثر مقامات پر انھوں نے اس پانی کو شیخین کے نزدیک نجس قرار دیا ہے، جیسا کہ مشہور ہے، اس بنا پر یہ مسئلہ اس امر کی تصریح ہو گا کہ ہمارے تینوں ائمہ کے نزدیک استعمال کا حکم تمام پانی میں جاری ہوگا اور انسان پاک رہے گا' واللہ سبحانہ' و تعالیٰ اعلم۔

الرابع عشر ثم قال قدس سره فی من انغمس فی ثلثۃ آبار او اکثر عندھما (ای الطرفین رضی اللہ تعالیٰ عنہما) ان انغمس لطلب الدلو والتبرد فالمیاہ باقیۃ علی حالھا وان کان الانغماس للاغتسال فالماء الرابع فصاعدا مستعمل لوجود اقامۃ القربۃ[1] اھ فانظر علی ای شیئ حکم بکونہ مستعملا الماء الرابع فصاعدا لاخصوص ما لاقی منہ سطح البدن۔

چودھواں پھر قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جس شخص نے تین یا تین سے زیادہ کنوؤں میں غوطہ لگایا، تو ان دونوں (یعنی طرفین) کے نزدیک اگر ڈول کی تلاش میں لگایا یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے، تو پانی اپنی حالت پر باقی رہیں گے، اور اگر غوطہ خوری غسل کے لیے تھی تو چوتھا پانی اور اس کے بعد والے پانی مستعمل ہوں گے کہ ان سے قربۃ ادا ہوئی ہے اھ تو دیکھیے انھوں نے کس چیز پر مستعمل ہونے کا حکم لگایا ہے، چوتھا پانی اور اس سے زاید خاص وہ پانی نہیں جس سے مُحدِث ملا۔

قلت والمعنی جمیع المیاہ من اولھا وانما خص الرابع فما فوقہ بالذکر دفعا لتوھم انہ یقتصر حکم الاستعمال علی المیاہ الثلثۃ الاول اذ لا قربۃ بعد التثلیث فالرابع وما بعدہ لایصیر مستعملا لعدم السببین فنبّہ علی بطلانہ بان ذلک عند اتحاد المجلس ولامساغ لہ فی باب الآبار۔

میں کہتا ہوں مراد یہ ہے کہ پہلے پانی سے لے کر تمام پانی مستعمل ہیں، انہوں نے چوتھے اور اُس کے بعد والے کا خصوصی ذکر اس لیے کیا تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ استعمال کا حکم صرف تین پانیوں تک ہی محدود ہے کیونکہ تثلیث کے بعد قربۃ باقی نہیں رہتی ہے تو چوتھا اور اس کے بعد والا مستعمل نہ ہوگا، کیونکہ اس میں دونوں سبب موجود نہیں ہیں، تو اس کے بطلان پر انہوں

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

Marfat.com

بقی علیه بیان حکم الرجل فی المسئلتین
عند ائمتنا فجمعهما وقال الرجل طاهر
فی الوجهین جمیعا فکما انه یستحیل عند
الذوق السلیم کون هذا تتمة قول زفر و
الشافعی فیبقی ساکتا عن بیان حکم الرجل
فی الوجهین عند ائمتنا رضی الله تعالی عنهم
کذلک یبعد ان یکون هذا قول بعض دون
بعض منهم اذ لو کان کذلک لبین الخلاف کما
بین فی سائر الصور ولم یأت به هکذا مرسلا
لایهام الخلاف اعنی عدم الخلاف مع
وجوده لاسیما مع قرینتی الاجماع والاتفاق
فی حکم الماء فی هذین الوجهین فلا
ینقدح فی الذهن الا کونه وفاقیا بین
اصحابنا کقرینتیه السابقتین وهذا لایتأتی
الا علی القول بطهارة الماء المستعمل
حیث لم یتنجس الماء فلا یحتمل ان ینجس
الطاهر بخلاف ما اذا قیل بنجاسته اذ
یتطرق القول بان الماء تنجس فنجس
فلا یکون الرجل طاهرا وفاقا فان **قلت** الیس
ان حکم الاستعمال انما یعطی بعد الانفصال
والبدن کله شیء واحد فی الاغتسال فما دام
فیه لم یکن مستعملا واذا صار مستعملا لم یکن فیه فعن هذا
یخرج طاهرا مع نجاسة الماء المستعمل عندهما فیما
یذکر عنهما **قلت** بلی ولکن انما یتمشی علی
قول الامام اما عند ابی یوسف فیثبت

ان کے کلام کی روش جیسا کہ گزرا پانی کے احکام کے احاطہ
کے لیے ہے اور مرد کے احکام کی بابت ہے یہ تمام
محتمل صورتوں میں ہے، اور انھوں نے یہ التزام کیا ہے
کہ ہر صورۃ میں ہمارے ائمہ ثلثہ کا اختلاف بیان کیا ہے
اگر واقعۃً اختلاف ہو۔ اور پاک کی دونوں شقوں میں پانی کا
حکم تفصیلاً ذکر کیا ہے، پہلی صورت میں کہا بالاجماع مستعمل
نہ ہوگا اور دوسری صورت میں کہا مستعمل ہوگیا ہمارے تینوں
ائمہ کے نزدیک، اس میں زفر اور شافعی کا خلاف ہے اب ان پر
یہ بیان کرنا باقی ہے کہ دونوں مسئلوں میں اُس شخص کا حکم
ہمارے ائمہ کے نزدیک کیا ہے، تو ان دونوں کو جمع
کردیا اور فرمایا کہ دونوں صورتوں میں وہ شخص پاک ہے
تو جس طرح ذوقِ سلیم پر یہ گراں ہے کہ اس کو زفر و
شافعی کے اقوال کا تتمہ قرار دیا جائے، اور مرد کے حکم میں
ہمارے ائمہ دونوں صورتوں میں خاموش رہے یوں یہ بعید
ہے کہ یہ قول بعض کا ہو اور بعض کا نہ ہو، اس لیے کہ
اگر ایسا ہوتا تو وہ اختلاف کو ضرور بیان کرتے جیسا کہ
تمام صورتوں میں بیان کیا ہے لیکن اس کو انھوں نے
اس طرح مطلق ذکر نہ کیا تاکہ خلاف کا ایہام ہو یعنی
عدمِ خلاف مع وجودِ خلاف بالخصوص جبکہ دو قرینے
اجماع اور اتفاق کے اس امر پر موجود ہیں کہ دونوں
صورتوں میں پانی کا حکم کیا ہے لہٰذا ذہن میں جو خلش ہے
وہ اس کی ہے کہ یہ مسئلہ ہمارے اصحاب کے درمیان
اتفاقی ہے، جیسے اسکے دو سابقہ قرینے ہیں، اور یہ اُسی
صورت میں ہوگا جبکہ مستعمل پانی کی طہارت کا قول کیا جائے
اس لیے کہ پانی نجس نہیں ہوا، تو یہ احتمال نہیں ہے

Marfat.com

الکلام المستطرد اذن فی النجاسة الحکمیة
فکیف یقول عندهما ان انغمس لطلب الدلو او
التبرد فالمیاہ باقیة علی حالها فان عند
الامام رضی اللہ تعالی عنه یصیر الماء مستعملا
بازالة الحدث وان لم ینو بل کذلک عند
محمد ایضا عند التحقیق وقد قال فی البدائع[1]
فی آدمی وقع فی البئر ان کان علی بدنه نجاسة
حکمیة فعلی قول من جعل هذا الماء
مستعملا والمستعمل نجسا ینزح ماء البئر
کله کما تقدم فاذا کان هذا فی الواقع
بلا قصد فکیف فی المنغمس قصدا للتبرد
ثم قد اتی بشق النجاسة الحکمیة بعد هذا
وصرح فیه بالحکم الصحیح علی خلاف
ماهنا کما سیأتی وان حمل ماهنا علی
الضرورة فمع بعده یاباہ قوله اوالتبرد
الا ان یقال انهم قد ادخلوہ فیها کما یأتی
فبناء علی هذا التسامح یصح هذا الحمل
غیر انه لایسلم فان زید الاستطراد
حتی یشمل الطاهر فمع ان التعمیم المذکور
فی قول الامام الثانی سواء انغمس الخ لم
یکن یشمله قطعا یعکر علیه ان
الشمول لایخرج المحدث فکیف یصح اطلاق
الحکم بان المیاہ باقیة علی حالها ولا

معلوم ہوا کہ اس میں طرفین کا خلاف ہے کہ یہ تعمیم اُن
دونوں کے نزدیک نہیں ہے، اس پر یہ اعتراض ہے
کہ کلام مستطرد نجاست حکمیہ کی بابت ہے تو پھر یہ کیسے
فرمایا کہ طرفین کے نزدیک اگر ڈول نکالنے یا ٹھنڈک
حاصل کرنے کے لیے غوطہ لگایا تو پانی اپنی حالت پر باقی
ہیں کیونکہ امام کے نزدیک پانی حدث کے ازالہ سے
مستعمل ہو جائیگا اگرچہ اُس نے نیت نہ کی ہو، بلکہ تحقیق
یہ ہے کہ امام محمد کے نزدیک بھی یہی حکم ہے، بدائع میں
ہے کہ اگر کوئی انسان کنوئیں میں گر گیا تو اگر اس کے بدن
پر نجاست حکمیہ ہے تو جو لوگ اس پانی کو مستعمل قرار
دیتے ہیں اور مستعمل کو نجس کہتے ہیں تو انکے نزدیک کنوئیں کا
کل پانی نکالا جائیگا جیسا کہ گزرا، اور جب یہ حکم بلا قصد
گرنے والے کا ہو تو پھر اس کا کیا حال ہوگا جو ٹھنڈک حاصل
کرنے کے لیے قصداً غوطہ لگائے، پھر انہوں نے نجاست
حکمیہ والی شق کا ذکر کیا ہے اور وہاں انہوں نے یہاں کے
برعکس حکم صحیح کی صراحت کی، جیسا کہ آئے گا، اور اگر
یہاں جو کچھ ہے اس کو ضرورت پر محمول کر لیا جائے تو
یہ بعید ہونے کے علاوہ اُن کے قول اوالتبرد کے
مناقض ہے، مگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اس کو
بھی اسی میں شامل کر لیا ہے، جیسا آئے گا، تو اس
تسامح کی بنیاد پر یہ حمل صحیح ہے لیکن محفوظ نہیں، اور
اگر استطراد کو زاید کیا جائے اتنا کہ طاہر کو بھی شامل
ہو جائے تو ایک تو امام ثانی کے قول کی تعمیم "سواء"

---

[1] بدائع الصنائع فصل اما بیان المقدار الذی یصیر به المحل نجسا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۴

Marfat.com

جحط الحاء ای ان الماء طاھر علی حالہ والرجل لم یطھر کما کان قال فی البدائع ابو یوسف یقول یجب العمل بھذا الاصل ای ما تقدم من ثبوت الحکم باول اللقاء) الا عند الضرورۃ کالجنب والمحدث اذا ادخل یدہ فی الاناء لاغتراف الماء لا یصیر مستعملا ولا یزول الحدث الی الماء لمکان الضرورۃ لان ھذا الماء لو صار مستعملا انما یصیر مستعملا بازالۃ الحدث لو ازال الحدث لتنجس ولو تنجس لا یزیل الحدث واذا لم یزل الحدث بقی طاھرا واذا بقی طاھرا یزیل الحدث فیقع الدور فقطعنا الدور من الابتداء فقلنا انہ لا یزیل الحدث عنہ فبقی ھو بحالہ والماء علی حالہ[1] اھ و بالجملۃ لا استقامۃ لھذا علی قول ابی یوسف اصلا الا بان یقال انہ مبنی علی طھارۃ الماء المستعمل عندھم جمیعا وھو قول صحیح قد قواہ ملک العلماء وجعلہ مختار المحققین وان مشی فی مواضع کثیرۃ علی نسبۃ التنجیس الی الشیخین کما اشتھر فعلی ھذا تکون المسألۃ نصا عن ائمتنا الثلٰثۃ علی سریان حکم الاستعمال الی جمیع الماء مع طھارتہ ۃ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

اس کو کنویں میں ڈول نکالنے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے داخل کرتا ہے تو وہ اول (یعنی پہلا پانی کیونکہ مسئلہ اس مفروضہ پر ہے کہ کئی پانیوں میں ہاتھ ڈبویا) سے پاک نکلے گا، یہ ابوحنیفہ اور محمد کے نزدیک ہے، یہی صحیح ہے کیونکہ جنابت ایک ہی مرتبہ ڈبونے سے زائل ہوگئی، اور ابو یوسف کے نزدیک وہ نجس ہے، اور وہ کبھی پاک نہ ہوگا۔ اگر آپ اس کو یہاں ضرورت پر محمول کریں کیونکہ بدائع میں ہے "بہرحال ابو یوسف نے اپنی اصل کو ضرورت کے وقت ترک کیا ہے، جیسا کہ اُن سے مروی ہے اور بشر نے ان سے روایت کی ہے کہ سب کے سب پانی نجس ہیں اور یہی چیز ان کے مذہب سے لگّا کھاتی ہے۔

دفعہ ۸۰۹ جو یہاں گزرا کہ پانی مستعمل ہے اور آدمی پاک ہے، امام شافعی کے قول کے برعکس ہے ضرورت کی حالت میں، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ان کا مذہب کنویں کے مسئلہ "جحط" میں "ح" ہے یعنی پانی اپنی سابقہ حالت پر پاک ہے اور انسان بھی جیسا کہ پہلے تھا ناپاک ہے۔ بدائع میں فرمایا ابو یوسف فرماتے ہیں اس اصل پر عمل لازم ہے (یعنی یہ کہ پہلی ملاقات ہی میں حکم ثابت ہوجاتا ہے) ہاں ضرورت کے وقت اس کو ترک بھی کرسکتے ہیں، جیسے جنب اور بے وضو برتن میں سے پانی لینے کے لیے اپنے ہاتھ ڈبوئیں تو پانی مستعمل نہ ہوگا اور حدث بھی زائل نہ ہوگا کیونکہ یہاں ضرورت موجود ہے۔ کیونکہ یہ پانی اگر مستعمل ہوتا تو حدث کے زائل کرنے کی وجہ سے ہوتا، اور اگر یہ حدث کو زائل کرتا تو ناپاک ہوجاتا اور

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطھارۃ الحقیقیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

Marfat.com

ایضا بل ھو کذلك فان التحقیق انہ لا یقتصر الاستعمال علی نیۃ القربۃ کما تقدم۔

اقول فھذہ صرائح نصوص المسألۃ عن ائمۃ المذھب رضی اللہ تعالٰی عنھم اتی بھا ملك العلماء فلا یعارضھا ما وقع منہ فی تعلیل او جدل اما الجدل فظاھر و العلۃ ان صحت لزمت صحۃ الحکم و لا عکس لجواز ان تکون ھذہ باطلۃ و الحکم معللا بعلۃ اخری وھھنا کذلك فان القول بنجاسۃ المستعمل معلل بوجوہ اخر ذکرت فی البدائع نفسھا و الھدایۃ و الکافی و التبیین وغیرھا وھذا العلامۃ قاسم قد رد علی ملك العلماء استدلالہ بھذا الحدیث فی رسالتہ ھذہ وقد تقدم قولہ انہ لا یطابق عمومہ فروعھم المذکورۃ فی الماء الکثیر فیحمل علی الکراھۃ الخ وقال قبلہ حیث رد بعض کلام البدائع قولا قولا قولہ وروی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ قال لا یبولن احدکم فی الماء الدائم ولا یغتسلن فیہ من الجنابۃ من غیر فصل بین دائم و دائم الخ یقال علیہ انظر ھل انت من اکبر مخالفی ھذا الحدیث حیث قلت انت و مشایخك انہ یتوضؤ من الجانب الاخر فی المرئیۃ و یتوضؤ من ای جانب کان فی غیر المرئیۃ کما اذا بال فیہ انسان او اغتسل جنب ام انت من العاملین

امام ربانی کے نزدیک، بلکہ حقیقۃً یہی ہے کیونکہ تحقیق یہ ہے کہ مستعمل ہونا نیتِ قربۃ پر موقوف نہیں جیسا کہ گز[ر چکا۔]

میں کہتا ہوں یہ تصریحات ہیں جو اس مسئلہ [...] ہیں ائمۂ مذہب سے منقول ہیں، ان کو ملک العلما[ء] نے ذکر کیا ہے، ان کے معارض وہ عبارت نہیں ہوسکتی ہے جو انہوں نے علّت کے بیان کے وقت [یا] جدل کے طور پر بیان کی ہے، جدل کی بات تو ظاہر ہے اور علۃ اگر صحیح ہوئی تو حکم کی صحت کو لازم ہوگی، اور اس کا عکس نہ ہوگا، کیونکہ ممکن ہے کہ یہ علت باطل ہو اور حکم دراصل کسی اور علۃ کی وجہ سے ہو، اور یہاں یہی صورتِ حال ہے، کیونکہ مستعمل پانی کی نجاست کا قول دوسری علتوں کی وجہ سے ہے جو بدائع میں مذکور ہیں، ہدایہ، کافی اور تبیین وغیرہا میں بھی یہی ہے، اور علّامہ قاسم نے اپنے رسالہ میں ملک العلماء کے اس حدیث سے استدلال پر رَد کیا ہے اور ان کا یہ قول گزر چکا ہے کہ اس کے عموم اور ان کے مذکورہ فروع میں مطابقت نہیں پائی جاتی ہے جو ماءِ کثیر سے متعلق ہیں تو اس کو کراہت پر محمول کیا جائے گا الخ اور اس سے قبل فرمایا جہاں انہوں نے بدائع کے بعض کلام کو رد کیا ہے، اور ایک ایک بات کا رد کیا ہے کہ ان کا قول کہ روایت کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں ہرگز پیشاب نہ کرے اور نہ ہی اس میں غسلِ جنابت کرے، اس میں کوئی تفصیل نہیں ہے ایک ٹھہرے ہوئے اور دوسرے ٹھہرے ہوئے کے درمیان الخ

Marfat.com

نے متنبہ کیا کہ یہ اتحادِ مجلس کی صورت میں ہے، اور یہ چیز مختلف کنوؤں میں نہیں پائی جاتی ہے۔

اقول لکن یشکل علیہ انہ رحمہ اللہ تعالٰی انما ذکر ھذا فی من کان علی بدنہ نجاسۃ حقیقیۃ لان عبارتہ ھکذا وان لم یکن طاھرا فان کان علی بدنہ نجاسۃ حقیقیۃ وھو جنب اولا فانغمس فی ثلثۃ اٰبار او اکثر من ذلک لایخرج من الاولی والثانیۃ طاھرا بالاجماع ویخرج من الثالثۃ طاھرا عند ابی حنیفۃ و محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما والمیاہ الثلثۃ نجسۃ لکن نجاستہا علی التفاوت علی ما ذکرنا وعند ابی یوسف کلہا نجسۃ والرجل نجس سواء انغمس لطلب الدلو والاغتسال وعندھما ان انغمس لطلب الدلو والتبرد فالمیاہ باقیۃ علی حالہا[1] الخ وکیف تبقی علی حالہا والغرض ان علی بدنہ نجاسۃ حقیقیۃ الا ان یقال انتھی الکلام علیہا الی قولہ المیاہ کلہا نجسۃ والرجل نجس وقولہ سواء انغمس لطلب الدلو الخ بیان لعدم اقتصار الحکم عند ابی یوسف علی النجاسۃ الحقیقیۃ بل کذلک الحکمیۃ کما قدمنا ان عند ابی یوسف ھو نجس ولا یخرج طاھرا ابدا فلما استطرد ھذا ابان خلاف الطرفین فیہ ان ھذا التعمیم لیس عندھما ویکدرہ ان

میں کہتا ہوں اس پر اشکال یہ ہے کہ انہوں نے یہ حکم اس شخص کا بیان کیا ہے جس کے بدن پر حقیقی نجاست ہو، ان کی عبارت اس طرح ہے" پس اگر وہ پاک نہیں ہے تو یا تو اس کے بدن پر حقیقی نجاست ہوگی، اور وہ جنب ہوگا یا نہیں، ایسا شخص اگر تین کنوؤں میں غوطہ لگائے یا زیادہ میں تو پہلے اور دوسرے سے بالاجماع پاک نہیں نکلے گا اور تیسرے سے ابوحنیفہ اور محمد کے نزدیک پاک نکلے گا اور تینوں پانی نجس ہیں، مگر ان کی نجاست مختلف ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، اور ابو یوسف کے نزدیک سب نجس ہیں، اور انسان بھی نجس ہے، خواہ اس نے ڈول نکالنے کیلئے غوطہ لگایا ہو یا غسل کرنے کے لیے، اور طرفین کے نزدیک اگر ڈول نکالنے کے لیے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے غوطہ لگایا تو پانی اپنی حالت سابقہ پر باقی ہے الخ لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ فرض یہ کیا گیا ہے کہ اُس کے بدن پر حقیقی نجاست ہے۔ ہاں اگر یہ کہا جائے کہ ان کا کلام المیاہ کلہا نجسۃ والرجل نجس پر پورا ہوا اور ان کا قول سواء انغمس لطلب الدلو الخ اس امر کا بیان ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک حکم نجاستِ حقیقیہ پر مقصور نہیں ہے بلکہ حکمیہ کا بھی یہی حال ہے جیسا کہ ہم ذکر کر آئے ہیں کہ ابو یوسف کے نزدیک انسان ناپاک ہے تو کبھی پاک نہ ہوگا، اس سے

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

Marfat.com

يشاركه فى ذلك المعنى فان البول كما انه ليس بادب فى الماء الدائم فكذلك فى الجارى فلا يكون للتقييد فائدة وكلام الشارع مصون عن ذلك[1] اھ وقد قال فى المجتبى اما البول فيه [ف۱] فمكروه قليلا كان او كثيرا او دائما او جاريا وسمى ابوحنيفة رضى الله تعالٰى عنه من يبول فى الماء الجارى جاهلا[2] اھ كما فى ابن الشلبى على التبيين۔

اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول لا یغتسل
میں جو نون تاکید ہے اس سے بھی اس کی مطابقت نہیں
اور علامہ اکمل نے عنایہ میں کراہت تنزیہ کو دفع کر
ہوئے فرمایا کہ اس کو "دائم" کی قید سے مقید کر
اس کے منافی ہے کیونکہ جاری پانی بھی اس کا شریک
کراہت تنزیہ میں۔ کیونکہ پیشاب کرنا ٹھہرے ہوئے پا
میں خلافِ ادب ہے اس طرح جاری پانی میں مکروہ
تو مقید کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا، اور شارع کا
اس سے محفوظ ہے اھ اور مجتبٰی میں ہے کہ پانی میں خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر، ٹھہرا ہوا ہو یا جاری، پیشاب کرنا مکروہ ہے
اور ابوحنیفہ نے جاری پانی میں پیشاب کرنے والے کو جاہل کہا ہے اھ جیسا کہ ابن شلبی علی التبیین میں ہے۔

اقول المقرر [ف۲] عندنا ان نصوص الشارع لا نظر فيها الى مفهوم الخلاف ويجوز ان يكون ذكر الدائم نظرا الى الحكم الثانى هو النهى عن الاغتسال **وثالثا** [ف۳] هب انهم لم يعملوا فى بعض الصور باطلاقه فليس من قيد اطلاقا او خصص عموما لدليل لاح ممنوعا عن التمسك به فى شئ اخر هذا وكذا عدم استعمال الماء بوقوع محدث فى البئر عند محمد على تسليمه لو لا تعللونه بما تقرر عندكم وصرحتم به غير مرة ان محمدا لا يقول بالاستعمال الا بنية القربة واى نية للساقط وانتم [ف۴] المصرحون كما تقدم ان الطاهر ان انغمس

میں کہتا ہوں ہمارے نزدیک طے شدہ اص
یہ ہے کہ شارع کے نصوص میں مفہوم مخالف کا اعتب
نہیں، یہ جائز ہے کہ دائم کی قید دوسرے حکم کے لح
سے ہو، یعنی غسل کی ممانعت۔
ثالثاً مان لیا کہ بعض صورتوں میں انہوں
اس کے اطلاق پر عمل نہیں کیا ہے تو جس نے کسی مط
کو مقید کیا ہو یا عام کو خاص کیا ہو کسی دلیل کی بنا
اس کو یہ ممنوع نہیں ہے کہ وہ اس جگہ سے کسی اور چی
استدلال کرے، اور اسی طرح پانی کا مستعمل نہ ہونا
محدث کے کنویں میں گر جانے کی وجہ سے محمد کے نزدی
اگر اس کو تسلیم بھی کر لیا جائے، تو آپ اس کی علت
کیوں نہیں بتاتے ہو جو تمہارے نزدیک مقرر ہے

---

[1] العنایۃ مع فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۴
[2] شلبی علی تبیین الحقائق کتاب الطہارۃ الامیریۃ ببولاق مصر ۱/۲۱

Marfat.com

وجه لتخصیص الحکم بالطاهر فان الکلام مسوق فی شق وان لم یکن طاهرا وقد قدم حکم الطاهر من قبل وبالجملة فالعبارة ھھنا فیما وصل الیه فھمی القاصر لاتخلو عن قلق وحزازۃ ولعلھا وقع فیھا من قلم الناسخین تغییر وتقدیم وتاخیر وکم له من نظیر فلیتأمل واللہ تعالٰی اعلم بمراد خواص عبادہ۔

انغمس الخ" اس کو قطعاً شامل نہیں، پھر اس پر یہ بھی اشکال ہے کہ شمول بے وضو کو نہیں نکالے گا تو یہ مطلق حکم کیسے لگایا جا سکتا ہے کہ تمام پانی اپنی حالت پر باقی ہیں، اور حکم کو پاک کے ساتھ مخصوص کرنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ گفتگو اس شق سے متعلق ہے کہ اگر پاک نہ ہو حالانکہ پاک کا حکم پہلے ہی گزر چکا' اور خلاصہ یہ کہ میری ناقص فہم میں یہاں عبارت اضطراب سے خالی نہیں، اور شاید اس میں ناسخین سے کچھ تغیر، تقدیم یا تاخیر واقع ہوئی ہے، اور اس کی بہت نظائر ہیں، غور کر اور اللہ تعالٰی زیادہ جانتا ہے اپنے خاص بندوں کے ارادوں کو۔

الخامس عشر ثم قال قدس سرہ

تحت قوله الماء وان کان علی یدہ نجاسة حکمیة فقط مانصه واما حکم المیاہ فالماء الاول مستعمل عند ابی حنیفة رضی اللہ تعالٰی عنه لوجود ازالة الحدث والبواقی علی حالھا لانعدام مایوجب الاستعمال اصلا (ای لان الصورۃ مفروضة فی الانغماس للتبرد اوطلب الدلو فلانیة قربة والحدث قد زال بالاول) وعند ابی یوسف ومحمد المیاہ کلھا علی حالھا اما عند محمد فظاھر لانه لم یوجد اقامة القربة بشیئ منھا واما ابویوسف فقد ترك اصله عند الضرورۃ علی مایذکر[1] اھ فقد افاد ان لووجدت نیة القربة لصار الماء مستعملا عند الامام الربانی

پندرھواں، پھر انہوں نے آگے گزرے ہوئے قول "وان کان علی یدہ نجاسة حکمیة فقط" کے تحت فرمایا بہرحال پانی، تو پہلا پانی امام ابوحنیفہ کے نزدیک مستعمل ہے کیونکہ اس میں حدث کا ازالہ پایا جاتا ہے اور باقی اپنے حال پر باقی ہیں کہ وہاں کوئی ایسا سبب موجود نہیں جس کی بنا پر ان کو مستعمل قرار دیا جائے (یعنی مفروضہ تو یہ ہے کہ ٹھنڈک حاصل کرنے یا ڈول کی طلب میں غوطہ لگایا اور قربۃ کی نیت نہیں ہے، اور حدث پہلے ہی سے زائل ہو گیا) اور ابو یوسف اور محمد کے نزدیک کل پانی اپنی حالت پر ہیں، محمد کے نزدیک تو ظاہر ہے کیونکہ ان سے قربۃ ادا نہیں کی گئی ہے اور ابو یوسف نے ضرورت کی وجہ سے اپنی اصل کو چھوڑا ہے جیسا کہ ذکر کیا جاتا ہے اھ پس انہوں نے بتایا کہ اگر قربۃ کی نیت ہو گی تو پانی مستعمل ہو گا

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

Marfat.com

بان النجس یختلط بالطاھر علی وجہ لایمکن التمییز بینھما فیحکم بنجاسۃ الکل۔

سرایت نہیں کرتا ہے کیونکہ نجس پاک چیز کے ساتھ اس طرح مل جاتا ہے کہ دونوں میں امتیاز نہیں ہوسکتا ہے تو کل پر نجاست کا حکم ہوگا۔

اقول اولاً الوجہ قاصر عن المدعی فرب نجس لایختلط ورب نجس یختلط ویمکن التمییز فلم یسری الحکم الی جمیع الماء القلیل ارأیتم لووقع فی الغدیر شعرۃ من خنزیر افلایتنجس الا القدر الذی لاقاھا اذ لاشیئ ھناک یختلط فلا یمکن التمییز ھذا لایقول بہ احد منا فان قلت تنجس بہا مالیھا وھومختلط بسائر الاجزاء بحیث لایمکن التمییز اقول فصبغ نجس القی فی غدیر یلزم ان لاینجس الامایصبغ بہ لحصول التمییز باللون فان قلت مالم ینصبغ جاور المنصبغ فسری الحکم الی الکل۔

میں کہتا ہوں اول تو یہ مدعی سے قاصر ہے کہ بہت سے نجس مختلط نہیں ہوتے اور بہت سے نجس مختلط ہوتے ہیں اور ممتاز رہتے ہیں تو حکم قلیل پانی میں مکمل طور پر نہ ہوگا مثلاً تالاب میں خنزیر کا ایک بال گر جائے تو کیا صرف وہی نجس ہوگا جو بال سے متصل ہوا ہو کہ اس میں کوئی چیز مختلط ہونے والی نہیں پائی جاتی ہے لہٰذا امتیاز نہیں ہوسکتا ہے، یہ قول ہم میں سے کسی کا نہیں، اگر یہ کہا جائے کہ اس سے وہ پانی نجس ہوگا جو اُس سے متصل ہے اور وہ تمام اجزاء سے ملا ہوا ہے کہ تمیز ممکن نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ تھوڑی سی نجس قے کا تالاب میں مل جانا اس امر کو مستلزم ہے کہ صرف اتنا پانی ہی نجس ہو جو اس میں ملا ہو کیونکہ یہاں رنگ کی وجہ سے امتیاز حاصل ہوجائیگا۔ اگر کہا جائے کہ جو پانی قے سے آلودہ ہوگیا وہ اُس پانی سے مل جائے گا جو آلودہ نہیں ہوا ہے اس طرح کل پانی نجس ہوگیا۔

اقول ھذہ طریقۃ اخری غیر ما سلک الامام ملک العلماء من ان الحکم بنجاسۃ الکل لعدم التمییز لا للسریان بالجوار وسیأتیک الرد علیھا فی السائع وقد انکرھا فی البدائع بقولہ قدس سرہ الشرع ورد بتنجیس جار النجس لا بتنجیس جار جار النجس الا تری ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حکم بطہارۃ

میں کہتا ہوں یہ ملک العلماء کے راستے کے علاوہ ایک اور راستہ ہے، اور وہ یہ ہے کہ کل پانی کی نجاست کا حکم عدمِ تمیز کی بناء پر ہے اس لیے نہیں کہ متصل پانی میں اس نے سرایت کی ہے، اس کی تردید آپ مائع کے بیان میں پڑھ لیں گے، اور بدائع میں اس کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ شریعت نے ناپاک کے متصل کے ناپاک ہونے کا حکم دیا ہے یہ نہیں کہ متصل کے متصل کی ناپاکی کا حکم دیا ہے مثلاً یہ کہ حضور صلی اللہ

Marfat.com

فانه لا اعجب ممن يستدل بحديث هو اشد من خالفه اهـ وهذا ما اشار اليه بقوله لايطابق عمومه الخ

اس پر یہ کہا جائے گا غور کرو کیا تم اس حدیث کے بڑے مخالفین میں سے ہو۔ کیونکہ تم نے اور تمہارے مشایخ نے کہا ہے کہ اگر نجاست نظر آ رہی ہو تو دوسرے کنارے سے وضو کرے اور اگر نظر نہ آتی ہو تو جس کنارے سے چاہے وضو کرے، جیسے کسی انسان نے اس پانی میں پیشاب کیا یا جنب نے غسل کیا۔ یا تم اس حدیث پر عمل کرنے والوں میں سے ہو، اس سے زیادہ تعجب خیز بات کیا ہوگی کہ جو شخص اس حدیث کا مخالف ہے وہی اس حدیث سے استدلال بھی کرتا ہے اھ اور یہ ہے وہ بات جس کی طرف انہوں نے اپنے قول لایطابق عمومہ میں اشارہ کیا تھا الخ

اقول رحمکم الله جاوزتم الحد فی الاخذ والرد فاولاً ما قالوه انما هو فی الکثیر والکثیر ملحق بالجاری والحدیث فی الدائم ثانیاً الکراهة ان ارید بها کراهة التحریم لم یلائم قوله وبذلك اخبر راوی الخبر قال کنا نستحب الی اخر ما مر مع انها لا تفید کم اذ لو لم یتغیر به الماء لم یکن وجه للنهی عنه الا تری ان الماء الکثیر لعدم تغیره یجوز الاغتسال فیه اجماعا کما فی البدائع وقد استدل هو علی نجاسة الماء المستعمل وشیخکم المحقق علی الاطلاق علی انسلاب الطهوریة عنه بهذا النهی المفید کراهة التحریم وان ارید بها کراهة التنزیه فعدول عن الحقیقة من دون ضرورة ملجئة ولا یلائمها نون التاکید فی قوله صلی الله تعالی علیه وسلم لا یغتسلن وقد دفع العلامة الاکمل فی العنایة کراهة التنزیه بان تقییده بالدائم ینافیه فان الماء الجاری

میں کہتا ہوں اللہ تم پر رحم کرے تم نے قبول کرنے اور رد کرنے دونوں میں حد سے تجاوز کیا ہے،

اول تو یہ کہ جو کچھ اُنھوں نے فرمایا ہے وہ کثیر پانی کی بابت ہے اور کثیر جاری کے حکم میں ہے اور حدیث ٹھہرے ہوئے پانی سے متعلق ہے۔

ثانیاً اگر کراہت سے مراد کراہت تحریم ہے تو یہ ان کے قول کے موافق نہ ہوگی، اور اسی کی خبر حدیث کے راوی نے دی فرمایا "کنا نستحب الخ" پھر یہ آپ کے لیے مفید نہیں، اس لیے کہ اگر اس کی وجہ سے پانی میں تغیر نہ ہوتا تو اس سے منع کرنے کی کوئی وجہ نہ ہوتی، مثلاً کثیر پانی کہ وہ متغیر نہیں ہوتا اس سے غسل کرنا بالاجماع جائز ہے، جیسا کہ بدائع میں ہے اور اس نے خود اس سے مستعمل پانی کے نجس ہونے پر استدلال کیا ہے اور آپ کے شیخ محقق نے پانی سے طہوریت کے سلب ہوجانے پر استدلال کیا ہے' اور دلیل یہی نہی ہے جو کراہت تحریمی کو ظاہر کرتی ہے اور اگر اس سے کراہت تنزیہی کا ارادہ کیا جائے تو یہ حقیقت سے بلا اشد ضرورت کے انحراف کرنا ہے

Marfat.com

فقال فی الاول معلوم ان الماء لیس بشیئ کثیف یمنع کثافتہ سریان النجاسۃ الواقعۃ فیہ من محلہا الذی حلت بہ الی غیرہ کما فی السمن الجامد لیقع الاقتصار فی التنجیس علی الجار المتصل دون غیرہ بل ھو مائع رقیق لطیف تعین لطافتہ ورقۃ اجزائہ مع الاضطراب العارض لہ بواسطۃ الاخذ منہ علی سرایۃ النجاسۃ الی سائر اجزائہ ثم ذکر الثانی بعد کلام اخر[1]

کل پانی نکالا جائے گا۔ چُوہیا کے ساتھ پانی کے بیس ڈول متصل ہیں کیونکہ اس کا جسم چھوٹا ہے تو اتنی ہی مقدار پانی کی نکالی جائے گی کیونکہ اس مقدار کے علاوہ پانی چُوہیا کے متصل نہیں ہے بلکہ جو چُوہیا سے متصل ہے اس کے متصل ہے اور حکم شرع اس کی مثل وارد ہوا ہے الخ میں نے اس پر لکھا ہے کہ اگر یہ فرض کیا جائے کہ چُوہیا سے صرف بیس ڈولوں کی مقدار نجس ہوگی تو کل کا فساد لازم آئے گا کہ اختلاط ہوا ہے اور امتیاز ختم ہوگیا۔ پھر میں نے علامہ ابن امیر الحاج کو دیکھا کہ انہوں نے حلیہ میں دو پہلی وجوہ مفصل عبارات سے لکھی ہیں، جیسا کہ ان کا اسلوب ہے، پہلی میں فرمایا یہ معلوم ہے کہ پانی کثیف شئے نہیں کہ اس کی کثافت اس نجاست کی سرایت کو مانع ہو جو اس میں گری ہے جیسا جامد گھی، تاکہ ناپاکی صرف متصل تک ہی محدود رہے دوسرے تک تجاوز نہ کرے، بلکہ پانی مائع ہے رقیق ہے لطیف ہے اس کی لطافت و اجزاء کی رقت عارض ہونے والے اضطراب کے ساتھ، دوسرے تمام اجزاء تک نجاست کے سرایت کرنے میں معاون ہے، پھر دُوسری وجہ دُوسرے کلام کے بعد ذکر کی۔ (ت)

والاٰن **اقول** السمن الجامد ھل یقبل التنجس بجوار النجس ام لا علی الثانی لم امر صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بتقویر ما حول الفأرۃ وسلمتم نجاستہ وعلی الاول اذا فرض ان جار النجس نجس وھلم جرا وجب تنجیس ما یجاور ھذا المأمور بتقویرہ لکونہ مجاورا لھذا النجس وان لم یجاور الفارۃ فلا یجدی الفرق باللطافۃ والکثافۃ **بل** لقائل ان

اور اب میں کہتا ہوں منجمد گھی نجس کے ملنے کی وجہ سے نجس ہونے کو قبول کرے گا یا نہیں! دوسری تقدیر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چُوہیا کے ارد گرد کے گھی کو دُور کرنے کا حکم کیوں فرمایا اور تم نے اس کی نجاست تسلیم کرلی، اور پہلی تقدیر پر جب یہ فرض کیا گیا کہ نجس کا پڑوسی نجس ہے اور ھلم جرا تو جو حصہ صفائی والی جگہ سے ملا ہوا ہے اسکو نجس کرے گا کیونکہ وہ اس نجس کے مجاور ہے اگرچہ چُوہیا کے مجاور نہیں تو لطافت وکثافت کا فرق کچھ مفید نہ ہوگا، بلکہ کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے

[1] حلیہ

Marfat.com

فیما للاغتسال صار الماء مستعملا عند اصحابنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم فلم لم یقل محمد ثم ان غیر المستعمل اکثر فلا یخرج عن کونہ طھورًا۔

تم نے ایک سے زاید مرتبہ اس کی وضاحت کی ہے کہ محمد فرماتے ہیں کہ پانی اسی وقت مستعمل ہوگا جب قربۃ کی نیت ہو، اور جو پانی میں گرجائے اس کی کیا نیت ہوگی! اور تم نے تصریح کی ہے جیسا کہ گزرا کہ اگر پاک آدمی کنویں میں غوطہ لگائے نہانے کے لیے تو پانی ہمارے اصحاب ثلٰثہ کے نزدیک مستعمل ہوجائے گا، تو محمد نے کیوں نہیں کہا پھر غیر مستعمل اکثر ہے تو طہور ہونے سے خارج نہ ہوگا۔

السادس عشر الروایۃ الصحیحۃ المعتمدۃ فی مسألۃ جحط رابعۃ لم تشملھا الحروف وھی طمر ای ان الرجل طاھر زال حدثہ والماء طاھر غیر طھور قال فی الھدایۃ[1] والکافی والتبیین والسراج وغیرھا انھا اوفق الروایات وفی الدر[2] انہ الاصح وفی الفتح وشرح المجمع انھا الروایۃ المصححۃ[3] وفی البحر انہ المذھب المختار وانہ الحکم علی الصحیح[4] فانقطعت الشبھۃ رأسا واستقر بحمد اللہ عرش التحقیق علی ان الاستعمال یشیع فی الماء القلیل سریان النجاسۃ۔

سولھواں صحیح روایت اور معتمد روایت مسئلہ جحط میں چوتھی ہے اس کو حروف شامل نہیں اور وہ طمر ہے یعنی انسان پاک ہے اس کا حدث زائل ہوگیا ہے اور پانی پاک تو ہے مگر طہور (پاک کرنے والا) نہیں ہے، ہدایہ، کافی، تبیین اور سراج وغیرہا میں ہے کہ یہ تمام روایتوں میں سب سے زیادہ جامع ہے، اور دُر میں اسی کو اصح کہا، اور فتح اور شرح مجمع میں کہا کہ یہی مصححہ روایت ہے اور بحر میں اسی کو مذہب مختار قرار دیا ہے اور یہ کہ صحیح قول کے مطابق حکم یہی ہے تو شبہ بالکل منقطع ہوگیا اور یہ امر محقق ہوگیا کہ مستعمل ہونا تھوڑے پانی میں اسی طرح سرایت کرتا ہے جس طرح نجاست سرایت کرتی ہے۔

السابع عشر فرق قدس سرہ فی الحدث والنجاسۃ حیث تشیع ولا یشیع

سترھواں قدس سرہ نے حَدَث اور نجاستہ میں فرق کیا ہے کہ نجاست سرایت کرتی ہے اور حدث

---

[1] شلبی علی تبیین الحقائق کتاب الطہارۃ الامیریہ ببولاق مصر ۱/۲۵
[2] دُرمختار باب میاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۷
[3] بحرالرائق کتاب الطہارۃ سعید کمپنی کراچی ۱/۹۷
[4] ایضاً ۱/۹۸

Marfat.com

لمجاورة النجس حتی یقال ان السمن الذی بعدہ مجاور لهذا النجس بل لسرایة البلة وقد انتهت فظهر ان استشهاد ملك العلماء بمسألة السمن علی التفرقة بین الفارة وما فوقها لا وجه له وانما الاٰبار تتبع الاٰثار وما احسن ما قال المحقق رحمه الله تعالٰی فی فتح القدیر فی مسائل البئر من الطریق ان یکون الانسان فی ید النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم واصحابه رضی الله تعالٰی عنهم کالاعمی فی ید القائد[1] اھ نسأل الله تعالٰی حسن التوفیق اٰمین

ہوتا ہے، جب تم نے یہ جان لیا تو گھی کو نتھارا جائے گا اور اس میں سے اتنی مقدار پھینک دی جائے گی جتنی میں ہر طرف نجس تری کی سرایت کا گمان ہو اور باقی پاک رہے گا کیونکہ ناپاک ہونا نجس کے اتصال کی وجہ سے نہ تھا کہ یہ کہا جائے کہ اس کے بعد والا گھی اس نجس کے مجاور (متصل) ہے بلکہ اس کی نجاست تری کے اس کی طرف آجانے کی وجہ سے ہے اور تری ختم ہو چکی ہے، تو معلوم ہوا کہ ملک العلماء کا استشہاد گھی کے مسئلہ سے چوہیا اور اس سے بڑے جانور کے مسئلہ میں اختلاف کو ثابت کرنے کے لیے بلا وجہ ہے اور بیشک کنویں آثار کے تابع ہوتے ہیں، اور محقق نے فتح القدیر میں خوب فرمایا کنویں کے مسئلہ میں، صحیح راستہ یہ ہے کہ انسان حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے ہاتھ میں اس طرح ہاتھ دے دے جیسے اندھا اپنے قائد کے ہاتھ میں ہاتھ دیتا ہے، ہم اللہ تعالٰی سے احسن توفیق کے سائل ہیں۔

وثانیا وھو الثامن عشر [۲]

لیس مذھبنا ان النجس اذا وقع فی الماء القلیل لم ینجس منه الا ما اتصل به عینا والباقی باق علی طہارته وانما یمتنع استعماله مخافة استعمال النجس لاختلاطه به بحیث لا یمکن التمییز بل المذھب قطعا شیوع النجاسة فینجس الکل وحینئذ۔

اور ثانیا (اور یہی اٹھارھواں ہے) ہمارا مذہب یہ نہیں ہے کہ جب نجاست تھوڑے پانی میں گر جائے تو صرف وہی پانی ناپاک ہوگا جو اس سے متصل ہے اور باقی پاک رہے گا اور اس کا استعمال اس لیے ممنوع ہوگا کہ کہیں اس میں ناپاک مل کر نہ آجائے اور پتا نہ چل سکے، بلکہ قطعی مذہب یہ ہے کہ نجاست تمام کو شامل ہوگی۔

اقول [۳] ماذا یشیع من النجاسة عینها ام حکمها ای یکتسب الماء بمجاورتها حکمها الاول باطل قطعا لما علمت من انجاس لا تختلط وایضا قطرة من بول مثلا کیف تمتزج بغدیر کبیر غیر کبیر فان قسمة الاجسام

اور اس صورت میں میں کہتا ہوں کہ نجاست کے عموم سے کیا مراد ہے کیا عین نجاست عام ہوگی یا اس کا حکم عام ہوگا؟ یعنی قریبی پانی پر بھی اس کا حکم لاگو ہوگا، پہلی صورت تو قطعاً باطل ہے کیونکہ معلوم ہو چکا ہے کہ نجاستوں میں اختلاط نہیں پایا جاتا ہے

---

[1] فتح القدیر فصل فی البئر نوریہ رضویہ سکھر ۱/۸۶

Marfat.com

ما جاور البعر الذی جاور الفأرۃ وحکم بنجاسۃ
ما جاور الفأرۃ وھذا لان جار جار النجس لو حکم بنجاسۃ
لحکم ایضا بنجاسۃ ما جاور جار جار النجس
الی ما لانھایۃ لہ فیؤدی الی ان قطرۃ من بول
او فأرۃ لو وقعت فی بحر عظیم ان ینجس
جمیع مائہ لاتصال بین اجزائہ وذلک فاسد[1]
اھ وقد کان سنح لی فی الرد علی ھذا ثلثۃ
اوجہ ذکرتھا علی ھامش نسختی البدائع
اولھا التقریر فی[ف1] الجامد فلا سرایۃ
وثانیھا الشرع[ف2] جعل الکثیر والجاری لا
یقبلان النجاسۃ مالم یتغیر احد اوصافھما
والماء القلیل شیئ واحد ففیہ جار الجار جار
وثالثھا ذکر الشیخ الامام ھذا لابداء
الفرق فی حکم الفارۃ والھر والشاۃ الواقعۃ
فی البئر بنزح عشرین واربعین والکل بان
الفارۃ یجاورھا من الماء عشرون دلو الصغر
جثتھا فحکم بنجاسۃ ھذا القدر لان ماوراءہ
لم یجاور الفارۃ بل جاور ما جاور الفارۃ و
الشرع ورد الی اخر ما مر فکیف[ف3] علیہ ان
لو فرض عدم التنجیس بالفارۃ الا لقدر
عشرین لزم فساد الکل للاختلاط بحیث لا
یمتاز ثم رأیت العلامۃ ابن امیر الحاج
ذکر فی الحلیۃ الوجھین الاولین بعبارات
مطنبۃ مفیدۃ کما ھو دابہ رحمہ اللہ تعالٰی

علیہ وسلم نے اُس پانی کے پاک ہونے کا حکم دیا جو اس گھی سے متصل ہے جو چوہے سے متصل ہے اور جو گھی چوہے کے متصل ہے وہ ناپاک ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نجس کے متصل کا متصل اگر اس پر نجاست کا حکم لگایا جائے تو جو متصل کے متصل کے ساتھ متصل ہوگا اس پر بھی نجاست کا حکم لگایا جائے گا اور یہ سلسلہ لامتناہی چلے گا، اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اگر پیشاب کا ایک قطرہ یا چوہیا بڑے سمندر میں گرجائے تو تمام کا تمام پانی ناپاک ہوجائے کیونکہ پانی کے تمام اجزا ایک دوسرے سے متصل ہیں، اور یہ غلط ہے اھ میں نے اس کی تردید تین طرح کی ہے، اور یہ وجوہ میں نے اپنے بدائع کے نسخہ کے حاشیہ پر ذکر کی ہیں:

(۱) گفتگو جامد چیز میں ہے تو سرایت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(۲) شریعت نے کثیر اور جاری پانی کے بارے میں یہ حکم دیا ہے کہ وہ اس وقت تک ناپاک نہ ہوگا جب تک اس کے اوصاف میں سے کسی ایک وصف میں تبدیلی نہ ہوجائے اور تھوڑا پانی شیئ واحد ہے، اس میں متصل کا متصل، متصل ہے۔

(۳) شیخ امام نے یہ اس لیے بیان کیا ہے کہ چوہیا، بلّی اور بکری جو کنویں میں گرجائے ان کے حکم میں فرق ظاہر ہوجائے، بیس، چالیس ڈول اور

---

[1] بدائع الصنائع فصل اما بیان المقدار الذی یصیر المحل نجساً ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۵

Marfat.com

الشرع كشئ واحد بسيط وان ملاقاة جزء منه ملاقاة للكل فثبت ان المحدث اذا ادخل يده مثلا في الغدير الغير الكبير فبمجرد الادخال لاقاها الماء كله فصار جميعه مستعملا والحمد لله على حسن التفهيم وتواتر الائه وبالجملة لو كان اللقاء يقتصر على ما اتصل به حقيقة لم يتنجس بوقوع الشعرة الا قطيرات تحيطها لان سبب التنجيس ليس الا ملاقاة النجس وهي مقصورة على تلك القطيرات لكنه باطل قطعا فعلم ان الكل ملاق وانه لا مساغ لان يقال ان غير الملاقي اكثر من الملاقي ولله الحمد دائم الباقي، والصلوة والسلام على المولى الكريم الواقي، وآله وصحبه اجمعين الى يوم التلاقي۔

کر دیتا ہے خواہ وہ پاک پر غالب نہ ہوا ہو تو معلوم ہوا کہ ملاقاۃ تمام پانی سے دفعۃً بلا واسطوں کے ہوئی ہے اور یہ قطعی معلوم ہے کہ یہ حسی لقاء محض ایک خفیف جزء سے ہے، یہ چیز بال کی مثال سے واضح ہے جو گزر چکی ہے، اس سے ثابت ہوا کہ جب وہ نجاست گری تو کل پانی کے تمام اجزاء سے ملی، ورنہ تو تمام پانی بیک وقت ناپاک نہ ہوتا کیونکہ اس کا سبب موجود نہیں، اس سے ثابت ہوا کہ تھوڑا پانی شارع کی نگاہ میں شئ واحد ہے اور بسیط ہے اور اس کے ایک جزء کی اس سے ملاقاۃ کل سے ملاقاۃ ہے تو ثابت ہوا کہ محدث جب اپنا ہاتھ مثلاً چھوٹے تالاب میں ڈالے تو ہاتھ ڈالتے ہی کل پانی اس سے مل گیا تو سب مستعمل ہو گیا' اور خلاصہ یہ کہ اگر ملاقاۃ صرف اسی حد تک ہوتی جس سے پانی حقیقۃً ملا ہے تو بال گرنے سے صرف چند قطرات ہی نجس ہوتے جو بال کے گرد اگرد ہوتے کیونکہ ناپاکی کا سبب نجس سے ملاقاۃ ہے جو ان چند قطروں تک محدود ہے، مگر یہ چیز قطعاً باطل ہے، تو معلوم ہوا کہ سارے کا سارا مُلاقی ہے اور اس کے سوا چارہ کار نہیں کہ یہ کہا جائے کہ غیر مُلاقی، ملاقی سے زیادہ ہے۔ (ت)

ثالثا وهو التاسع عشر

قصر الحكم على الملاقي يحيل الاستعمال، و يسلكه في سلك المحال، وذلك لان الاجسام لا تتلاقى الا بالسطوح لاستحالة تداخل الاجسام واني يقع السطح من الجسم فماء الوضوء والغسل يجب ان يبقى طهورا لان الذي لاقى منه بدن المحدث سطح والباقي جسم فلا يسلبه الطهورية لان المستعمل

ثالثاً، یہی (انیسواں) ہے حکم کا محض ملاقی تک محدود رکھنا استعمال کو محال کرتا ہے کیونکہ اجسام کی ملاقاۃ صرف سطوح سے ہوتی ہے، کیونکہ اجسام میں تداخل محال ہے اور سطح کو جسم سے کتنی نسبت ہے؟ تو وضو اور غسل کا پانی واجب ہے کہ طہور ہے کیونکہ پانی کے جس حصے کو محدث کا بدن ملا ہے وہ فقط سطح ہے اور باقی جسم ہے تو وہ اس کی طہوریۃ کو سلب نہ کرے گا، کیونکہ مستعمل، اپنے غیر سے

Marfat.com

يقول اذا تنجس السمن حولها فما يجاور هذا السمن ليس جار جار النجس بل جار النجس وهكذا الى الآخر فان فرق بان السمن متنجس لا نجس وجار النجس متنجس لا جار المتنجس لزم ان لا يتنجس الماء اذا القى فيه هذا السمن بعد التقوير لانه لاقى متنجسا لا نجسا وبه يظهر ما في كلام ملك العلماء و يطوى هذا البساط من اوله۔

فاقول وبالله التوفيق ليس سبب تنجس الطاهر مجاورته لنجس الا ترى ان لو لف ثوب نجس في ثوب طاهر لم يتنجس الطاهر اذا كانا يابسين بل ولا اذا كانت في النجس بقية نداوة يظهر بها في الطاهر مجرد اثر كما في الدر والشامي وبيناه في فتاوٰنا بل هو اكتساب الطاهر حكم النجاسة عند لقاء النجس وذلك يحصل في الطاهر المائع القليل بمجرد اللقاء وان كان النجس يابسا لا بلة فيه وفي الطاهر الغير المائع بانتقال البلة النجسة اليه فلا بد لتنجيسه من بلة تنفصل ثم يختلف الامر باختلاف جرم الطاهر لطافة وكثافة فالسراية في اللطيف اكثر منها في الكثيف وكذلك قد يختلف باختلاف زمن التجاور اذا عرفت هذا فالسمن يقور ويلقى منه قدر ما يظن سراية البلة النجسة اليه ويبقى الباقي طاهرا لان التنجس لم يكن

کہ جب چوہیا کے ارد گرد گھی نجس ہو گیا تو جو اس گھی کے مجاور ہے وہ نجس کے متصل کا متصل نہیں ہے بلکہ نجس کا متصل ہے اور اسی طرح اخیر تک، اگر یہ فرق کیا جائے کہ گھی متنجس ہے نجس نہیں ہے اور نجس کا متصل نجس ہوتا ہے نہ کہ متنجس کا متصل، تو لازم آئے گا کہ پانی اس وقت نجس نہ ہو جب اس میں یہ گھی نتھارنے کے بعد ملایا جائے کیونکہ اس کی ملاقات متنجس سے ہوئی نجس سے نہیں ہوئی، اس سے ملک العلماء کے کلام کی خامی ظاہر ہو جاتی ہے اور بساط ابتداءً سے لپیٹ دی جاتی ہے

میں کہتا ہوں وباللہ التوفیق، پاک کا ناپاک ہونا اس لیے نہیں ہے کہ وہ ناپاک سے متصل ہے، مثلاً یہ کہ اگر ایک نجس کپڑا پاک کپڑے میں لپیٹ دیا جائے تو پاک ناپاک نہ ہوگا، اگر وہ دونوں خشک ہیں بلکہ اس صورت میں بھی نجس نہ ہوگا جبکہ ناپاک میں تری باقی ہو جس کا محض اثر پاک پر ظاہر ہو، جیسا کہ دُر اور شامی میں ہے اور ہم نے اس کو اپنے فتاویٰ میں بیان کیا ہے بلکہ وہ پاک کا نجاست کے حکم کو حاصل کرنا ہے نجس کے ملنے سے اور یہ اس پاک میں ہوتا ہے جو مائع اور قلیل ہو، اور یہ محض ملنے سے ہوگا اگرچہ نجس خشک ہو اور اس میں تری نہ ہو، اور طاہر غیر مائع میں نجس تری اس کی طرف منتقل ہوگی تو اس کو ناپاک کرنے کے لیے تری کا ہونا ضروری ہے جو اس سے جدا ہو، پھر معاملہ پاک کے جرم کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہوگا، یعنی لطافت و کثافت کے اعتبار سے، تو لطیف میں بہ نسبت کثیف کے سرایت زیادہ ہوگی، اور اسی طرح یہ اختلاف اتصال کے زمانہ کے اختلاف سے بھی پیدا

Marfat.com

فان صبه کله علی یده یصیر کله مستعملا قطعا باجماع اصحابنا وان کان یکفیه بعضه وقد اسرف لکن لا مساغ لان یقال انما استعمل قدر ما یکفیه والفضل بقی علی طهوریته فکذا اذا ادخل یده فی کله وغسلها هناك وای فرق بینهما وبالله التوفیق ۔

وخامسا اقول وبالله التوفیق **وهو الحادی والعشرون** الاستعمال مبنیا للمفعول ای صیرورة الماء مستعملا لا یمکن ثبوته لما یلاقی بدن المحدث وهو سطح الماء الباطن . لان الاستعمال انسلاب الطهوریة فلا یثبت الا فیما کان طهورا کما ان الموت لا یلحق الا ما کان حیا ومعلوم ان الطهوریة صفة جرم الماء قال الله عزوجل وانزلنا من السماء ماء طهورا[1] وقال تبارك وتعالی وینزل علیکم من السماء ماء لیطهرکم به[2] لا صفة احد اطرافه التی لا وجود لها الا بالانتزاع علی فرض اتصال الاجسام ولا فی الغسل صفة طرف لا یتجزی لانه اسالة ولا اسالة الا بالجسم والا فقیم یمتاز عن المسح **وبعبارة اخری** هل استعمال الماء عدم صلوحه للتوضی به امر سقوط

تو حدث پانی پر وارد ہو جائیگا تو اگر سب ہاتھ پر بہایا تو کل قطعا مستعمل ہو جائے گا، اس پر ہمارے اصحاب کا اجماع ہے اگرچہ اس کو بعض کفایت کرتا، اور اس نے اسراف کیا مگر یہ کہنے کا جواز نہیں کہ صرف اتنی مقدار مستعمل ہوئی جو اس کو کفایت کرتی اور باقیماندہ اپنی طہوریت پر رہا تو اسی طرح جب اس نے اپنا ہاتھ سب پانی میں داخل کیا اور اس کو وہاں دھویا، اور ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ وباللہ التوفیق۔

اور خامسا میں کہتا ہوں، وباللہ التوفیق، اور یہ (اکیسواں) ہے، استعمال مبنی للمفعول ہے یعنی پانی کے مستعمل ہونے کا ثبوت ممکن نہیں ہے اس چیز کے لیے جو بدن محدث کو ملاقی ہو اور وہ باطنی پانی کی سطح ہے اس لیے کہ استعمال کے بعد طہوریت کا سلب ہو جاتا ہے تو یہ اسی چیز میں ثابت ہوگا جو طہور ہو، جیسے موت اسی چیز پر طاری ہوتی ہے جو زندہ ہو اور یہ معلوم ہے کہ طہوریت پانی کے جسم کی صفت ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے وانزلنا من السماء ماء طهورا (ہم نے آسمان سے پاک پانی برسایا) نیز فرمایا وینزل علیکم من السماء ماء لیطهرکم به (وہ آسمان سے تم پر پانی برساتا ہے تاکہ تم کو اسی سے پاک کرے) یہ اس کی کسی طرف کی صفت نہیں ہے جس کا وجود محض انتزاعی ہے جبکہ اجسام کا اتصال فرض کیا جائے، اور نہ ہی غسل میں کسی طرف کی صفت ہے جس میں تجزی نہ ہو، اس لیے کہ غسل کا معنی

---

[1] القرآن ٢٥/٤٨ [2] القرآن ٨/١١

Marfat.com

متناهية عندنا فيستحيل ان يكون فى الصغير ما يساوى عدة حصص الكبير وللثانى وجهان الانتقال التدريجي اى يكتسب الحكم ما يليها من الماء من كل جانب ثم الاجزاء التى تلى هذه المياه تكتسب من هذه ثم وثم الى ان ينتهى الى جميع الماء ما لم يبلغ حد الكثرة ام الثبوت الدفعى بان ينجس الكل بوقوع النجس معا من دون توسيط وسائط الاول باطل لانا نعلم قطعا ان بوقوع قطرة من بول مثلا فى هذا الطرف من غدير طوله مائة ذراع وعرضه ذراع الانصف اصبع وعمقه الف ذراع يتنجس الطرف الاخر واخر القعر معا لا ان الشرع يحكم بتأخر تنجس ذلك الطرف بزمان صالح لانتقال الحكم شيئا فشيئا فاذن ثبت ثبوت الحكم للكل معا اصالة بدون توسط ومعلوم من الشرع ان الماء لا ينجسه الا ملاقاة النجس وقد افدتم انتم ههنا ان ملاقاة النجس الطاهر توجب تنجيس الطاهر وان لم يغلب على الطاهر فوجب ان الملاقاة حصلت لكل الماء دفعة لا بالوسائط ومعلوم قطعا ان اللقاء الحسى ان الوقوع ليس الا لجزء خفيف والامر اظهر فى نحو الشعرة المذكورة فثبت انها حين وقعت لاقت جميع اجزاء الماء القليل والا لما تنجس الكل معا لعدم السبب فظهر ولله الحمد ان الماء القليل فى نظر

مثلاً پیشاب کا ایک قطرہ ایک بڑے تالاب سے کیسے مخلوط ہوگا، کیونکہ ہمارے نزدیک اجسام کی تقسیم متناہی ہے، تو یہ امر محال ہے کہ چھوٹی چیز بڑی چیز کے متعدد حصوں سے مل جائے اور دُوسری شق میں بھی دو صورتیں ہیں، ایک تو تدریجی انتقال ہے، یعنی جو پانی نجاست کے متصل ہے وہ حکم کو حاصل کرلے ہر طرف سے، پھر اس سے متصل پانی کے دوسرے اجزاء ان سے حکم کو حاصل کرلیں اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے جب تک کہ یہ حکم تمام پانی کو عام نہ ہوجائے، جب تک حدِ کثرت کو پانی نہ پہنچے یا انتقال دفعۃً اور یکدم ہو کہ نجاست گرتے ہی سارا پانی ناپاک ہوجائے. اور درمیان میں کوئی واسطہ نہ آئے، پہلا باطل ہے کیونکہ ہم قطعی طور پر جانتے ہیں کہ اگر پیشاب کا ایک قطرہ ایسے حوض میں گرجائے جس کی لمبائی سَو ہاتھ ہے اور چوڑائی ایک ہاتھ سے ایک انگل کم اور گہرائی ایک ہزار ہاتھ ہے اب جس کنارے میں وہ قطرہ گرا ہے وہ قطعاً ناپاک ہے اور دوسرا کنارہ بھی ناپاک ہے اور گہرائی کا آخری حصہ تک ناپاک ہے اور یہ سب بیک وقت ہوگا یہ نہیں کہ شریعت دوسرے کنارے کی ناپاکی کا حکم قدرے تاخیر سے دے گی کہ آہستہ آہستہ حکم اس کی طرف منتقل ہو، اس سے معلوم ہوا کہ حکم اصالۃً تمام پانی کیلئے بیک وقت بلا توسط کے منتقل ہوگا، اور یہ بات معلوم ہے کہ شریعت پانی کو اس وقت تک نجس قرار نہیں دیتی ہے جب تک کہ نجاست اس کی طرف منتقل نہ ہو اور آپ نے یہاں فرمایا ہے کہ نجس کا پاک سے ملنا پاک کو نجس

Marfat.com

حط کے تحت انہوں نے فرمایا کہ "کنویں کا پانی مستعمل نہ ہوگا مطلقاً الخ" یہ ہیں اُس تاویل کے حقیقی معنی، اور جو انہوں نے فرمایا ہے اس کا کوئی جواز نہیں۔ وہ فرماتے ہیں مستعمل وہ ہے جو اعضا سے گرا اور وہ مغلوب تھا کیونکہ جو گرا اس کی ملاقات نہ ہوئی تھی ملاقی تو صرف سطح ہے اور وہ استعمال کو قبول نہیں کرتی ہے۔

وسادسا وهو الثاني والعشرون

ما ذكر قدس سره على مذهب الامام رضى الله تعالىٰ عنه ومن وجوب نزح الماء كله يهدم اساس الفرق بين النجاسة العينية والحدث اذ ليس في بدن المحدث ما يختلط بالطاهر على وجه لا يمكن التمييز وانما يتنجس ما يلاقي وقد قصرتموه على ما اتصل ببدنه فكان يجب ان لا يتنجس الا هو واختلاط ما جاوره من الماء بسائره يدفعه ما ذكرتم في الفرق بين الفأر والهر ولا يسرى لما افدتم من ان النجس هو جار النجس لا جار الجار لكن الامام اوجب نزح الكل فوجب القول بان الملاقي كل الماء واذن كما يتنجس كله عند الامام فيما يروى عنه كذلك تنسلب الطهورية عن كله على مذهبه المعتمد المفتى به لحصول السبب في الكل **وبعبارة اخرى** كما قال قدس سره على رواية الحسن الفرق بين المحدث والجنب كذلك نقول هنا ان بوقوع المحدث في البئر هل ثبت اللقاء للماء كله او لا على الثاني لم وجب نزح الجميع فقد افدتم ان الجوار لا يتعدى وعلى الاول حصل المقصود وبالجملة هنا

اور سادساً (اور وہ بائیسواں ہے) جو قدس سرہٗ نے مذہبِ امام پر ذکر کیا ہے کہ کل پانی نکالا جائے گا وہ نجاست عینیہ اور حدث کے فرق کی اساس کو منہدم کرتا ہے کہ بدن محدث میں کوئی ایسی چیز نہیں جو طاہر سے اس طور پر مل جائے کہ تمیز ممکن نہ ہو، اور نجس صرف وہ ہوتا ہے جو اس سے ملاقی ہو اور تم نے اس کو صرف اُس پر منحصر رکھا ہے جو اُس کے بدن سے ملتا ہے تو چاہئے کہ صرف وہی نجس ہو اور اس پانی کا اختلاط جو باقی بدن سے لگا ہے اس کو وہ فرق دفع کرتا ہے جو تم نے بلّی اور چوہے میں بیان کیا ہے، اور وہ سرایت نہ کرے گا، کیونکہ آپ نے کہا ہے کہ نجس وُہ ہے جو نجس کا پڑوسی ہے نہ کہ پڑوسی کا پڑوسی، لیکن امام نے کل پانی کے نکالے جانے کو ضروری قرار دیا ہے تو یہ قول لازم ہوا کہ ملاقی کل پانی ہے، اور اس صورت میں جیسے کل پانی امام کے نزدیک نجس ہوتا ہے جیسا کہ اُن سے مروی ہے اسی طرح طہوریت کل پانی سے سلب ہو جائے گی جیسا کہ اُن کا مذہب معتمد مفتی بہ ہے کیونکہ سبب کل میں موجود ہے، اور بالفاظِ دیگر جیسا کہ قدس سرہٗ نے فرمایا حسن کی روایت کے مطابق فرق محدث اور جنب کے درمیان میں۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ محدث کے کنویں میں گرنے سے کیا کل پانی سے لقاء ثابت ہو گی یا نہیں؟ اور بر تقدیرِ ثانی کنویں کا کل پانی نکالنا کیوں

Marfat.com

اقل بكثير من غيره۔

فان قلت نعم هو الحقيقة ولكن الشرع المطهر اعتبر كل الجسم المصبوب على بدن المحدث مستعملا لانه شئ واحد متصل۔

قلت فكذا كل ماء قليل شئ واحد حكما شرعيا متصل حسا عاديا ولم يكن ذلك في المصبوب للصب بل لقلته الا ترى ان ماء الغدير يتنجس كله معا بوقوع قطرة من نجس وما هو الا لانه شئ واحد لقاء جزء منه لقاء الكل كما بينا فبادخال المحدث يده في الاناء لاقاها كل ما في الاناء لا السطح المتصل بها فقط وفيه المقصود

فان قلت المؤثر الاستعمال وهو بالصب يعد مستعملا لكل المصبوب فيصير كله مستعملا۔

بہت کم ہے۔

اگر کہا جائے کہ حقیقۃً تو ایسا ہی ہے لیکن شریعت نے کل پانی کو جو مُحدِث کے جسم پر بہایا گیا ہے مستعمل قرار دیا ہے کیونکہ وہ شئ واحد ہے اور متصل ہے۔

میں کہتا ہوں اسی طرح ہر تھوڑا پانی حکمِ شرعی کے اعتبار سے شئ واحد ہے اور حسّی اعتبار سے متصل ہے اور یہ چیز بہائے پانی میں بہانے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس کی قلت کی وجہ سے ہے، اس لیے تالاب کا کل پانی بیک وقت ناپاک ہوجاتا ہے جبکہ اس میں نجاست کا کوئی قطرہ گرجائے، اور یہ اسی لیے ہے کہ وہ شئے واحد کی طرح ہے، اُس کے ایک جُز سے ملاقات کل سے ملاقات ہے، جیسا کہ ہم نے بیان کیا تو جب مُحدِث نے اپنا ہاتھ برتن میں ڈالا تو برتن میں جو کچھ تھا اُس سے ہاتھ کی ملاقات ہوگئی، یہ نہیں کہ صرف اس کی متصل سطح سے ملاقات ہوئی اور اسی میں مقصود ہے، اگر کہا جائے کہ استعمال میں مؤثر بہانا ہے تو کل بہایا ہوا مستعمل شمار ہوگا تو کل مستعمل ہوگا۔

قلت لا دخل لفعل المكلف عندنا انما المؤثر كون الماء القليل المعدود شرعا شيئا واحدا اسقط فرضا او اقام قربة وهذا حاصل في الوجهين۔

تو میں کہوں گا ہمارے نزدیک مکلّف کے فعل کا کوئی دخل نہیں، موثر تو صرف یہ ہے کہ تھوڑا پانی شرعاً ایک شئے ہے خواہ وہ فرض کو ساقط کرے یا قربۃ ادا کرے اور یہ دونوں صورتوں میں حاصل ہے۔

ورابعا وهو العشرون ماء في طست اراد المحدث ان يغسل به يده فله فيه وجهان ان يصبه على يده فيرد الماء على الحدث او يدخل يده في الطست فيرد الحدث على الماء

اور رابعاً اور یہی (بیسواں) ہے، اگر ایک طشت میں پانی ہے اور مُحدِث یہ چاہتا ہے کہ اس سے اپنا ہاتھ دھوئے، تو اس کے دو طریقے ہیں ایک تو یہ کہ اس کو ہاتھ پر بہائے تو پانی حَدَث پر واقع ہوگا اور یا یہ کہ ہاتھ کو طشت میں ڈال دے

Marfat.com

یحصل بین الجسمین لذا انهما ولامدخل فیہ لوصف قام باحدھما حتی یختلف باختلافہ۔

اور عکس میں، کیونکہ جوار دو جسموں کی ذاتوں کو حاصل ہوتا ہے اور اس میں کسی ایسے وصف کو دخل نہیں جو ان میں کسی ایک کے ساتھ قائم ہوتا کہ اس کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہو جائے۔

فان قیل حقیقۃ المجاورۃ لیست الا لما اتصل بالجسم وانما سری الی عشرین فی الفأرۃ واربعین فی الھر والکل فی الادمی لان البلۃ تنفصل منہ بلاتہ وتتفاوت بتفاوت الجثث قال ملك العلماء وجب تنجیس جمیع الماء اذا تفسخ شیئ من ھذہ الواقعات اوانتفخ لان عند ذلك تخرج البلۃ منھا لرخاوۃ فیھا فتجاور جمیع اجزاء الماء وقبل ذلك لایجاور الاقدر ماذکرنا لصلابۃ فیھا[1] اھ فالمراد بمجاورۃ عشرین واربعین والکل مجاورۃ البلۃ دون الجثۃ وانما لاقت الجثۃ مالاقت۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حقیقی مجاورۃ تو اسی چیز کے لیے ہے جو جسم سے متصل ہو، اور یہ بیس ڈول تک چوہیا میں سرایت کرتی ہے اور چالیس تک بلی میں، اور کل پانی میں آدمی کے گرنے کی صورت میں کیونکہ میت سے تریاں جُدا ہوتی ہیں اور ان میں جثوں کے اعتبار سے فرق ہوتا ہے۔ ملک العلماء نے فرمایا کہ ان اشیاء میں سے اگر کوئی چیز پھُول جائے یا پھٹ جائے تو کل پانی کا نجس قرار دینا ضروری ہے، کیونکہ اس صورت میں ان اشیاء سے تری خارج ہوگی کیونکہ ان میں نرمی ہے اور پانی کے تمام اجزاء سے متصل ہو جائے گی اور اس سے قبل صرف اس مقدار کے متصل تھی جس کا ہم نے ذکر کیا کیونکہ اس صورت میں یہ اشیاء سخت تھیں اھ تو بیس، چالیس یا کل کی مجاورۃ سے مراد تری کی مجاورۃ ہے نہ کہ جُثّہ کی، جُثّہ تو جس سے ملا ہے سو ملا ہے۔

اقول فاذن ینتقض ماذکرتم فی وقوع محدث فی البئر علی قول الامام بنجاسۃ الماء المستعمل لعدم بلۃ ھناك تنفصل **والحق** علی مایظھر للعبد الضعیف غفرلہ ان الماء ان کان شیئا واحدا متصلا حقیقۃ کما تزعمہ الفلاسفۃ فلا شك ان لقاء بعضہ لقاء کلہ بل لا بعض ھناك لعدم

میں کہتا ہوں جو آپ نے کہا ہے اس پر یہ نقض وارد ہوتا ہے کہ اگر محدث کنویں میں گر جائے تو امام کے قول پر مستعمل پانی نجس ہو جائے گا کیونکہ وہاں کوئی تری موجود نہیں جو محدث سے الگ ہوئی ہو، اور جو حق مجھ پر ظاہر ہوا ہے وہ یہ ہے کہ پانی اگر متصل واحد ہے حقیقۃً جیسا کہ فلاسفہ کا خیال ہے تو اس میں شک نہیں کہ اس کے بعض سے ملاقاۃ کل سے ملاقات

---

[1] بدائع الصنائع المقدار الذی یصیر بہ المحل نجساً سعید کمپنی کراچی ۱/۷۵

Marfat.com

المعلوم بعد ثبوته على الاول كان الملاقي مستعملا قبل ان يلاقي لان السطح لا يمكن التوضي به وعلى الثاني لا يصير الملاقي مستعملا ابدا الا انه لم يكن صالحا له تطوبه ظهر ۱ لله الحمد ان في مسائل انغماس المحدث والفروع الكثيرة الناطقة بصيرورة الماء مستعملا بدخول بعض عضو المحدث من دون ضرورة صرف الكل الى معنى ان القدر الملاقي للبدن يصير مستعملا لا بقية ماء البئر او الزير كما فعله في الحلية محتجا بما وقع في البدائع وتبعه البحر في البحر صرف ضائع لا مساغ له اصلا وفيه ابطال صرائح النصوص الدائرة السائرة في الروايات الظاهرة عن جميع ائمة المذهب رضي الله تعالى عنهم حيث حكموا بالاستعمال وحصل بالصرف ان لا استعمال فان صح تاويل الاثبات بالنفي والنقيض بالنقيض صح هذا ورحم الله البحر حيث صدر منه في البحر الاعتراف بالحق ان هذا التاويل ليس بتاويل بل تبديل للحكم وتحويل حيث عبر عنه تحت جحط بقوله ان ماء البئر لا يصير مستعملا مطلقا[۱] الخ فهذا هو معنى ذلك التاويل حقيقة ولا مساغ لما انصرف اليه ان المستعمل ما تساقط عن الاعضاء وهو مغلوب فان ما تساقط لم يلاق ايضا انما الملاقي سطح وهو لا يقبل الاستعمال۔

بہانا ہے اور بہانا جسم پر ہی ہوگا ورنہ غسل مسح سے کیونکر ممتاز ہوگا؟ اور بالفاظِ دیگر، آیا پانی کے مستعمل ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس میں اس بات کی صلاحیت ہی نہیں ہے کہ اس سے وضو کیا جاسکے؟ یا صلاحیت ثابت ہونے کے بعد ساقط ہوئی؟ پہلی صورت میں ملاقی مستعمل ہوگا قبل اس کے کہ ملاقات کرے کیونکہ سطح سے وضو ممکن نہیں اور دوسری تقدیر پر ملاقی کبھی مستعمل نہ ہوگا کیونکہ اس میں اس کی صلاحیت کبھی نہ تھی، اور اس سے معلوم ہوا کہ مُحدِث کا غوطہ لگانا، اور بہت سی فروع جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر ضرورت محدث کے کسی بھی عضو کے پانی میں داخل ہوجانے سے پانی مستعمل ہوجاتا ہے بغیر اس معنی کی طرف پھیرنے کی ضرورت کے کہ جس قدر پانی بدن سے ملا ہے وہ مستعمل ہوگا نہ کہ کنویں کا باقی پانی یا تالاب کا باقی پانی، جیسا کہ حلیہ میں کیا ہے، انھوں نے بدائع کی عبارت سے استدلال کیا ہے، اور محقق نے بحر میں اس کی متابعت کی ہے۔ مگر اس کا کوئی جواز نہیں، اور اس میں صریح نصوص جو تمام ائمہ مذہب سے ظاہر روایت میں ہیں، کا ابطال ہے کہ ان سب نے استعمال کا حکم لگایا ہے اور یہ معنی کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ پانی مستعمل نہیں، اگر اثبات کی تاویل نفی سے اور نقیض کی نقیض سے ہوسکتی ہے تو یہ بھی صحیح ہے، علامہ محقق نے بحر میں منصفانہ بات کہی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ تاویل نہیں بلکہ حکم کی تبدیلی ہے، کیونکہ

---

[۱] بحرالرائق کتاب الطہارت مسئلۃ البئر جحط ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۸

Marfat.com

عندنا اجزاء متفرقة حقيقة متصلة حسا کما اعتراضات کے رد میں حیران رہ گئے ،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) امثالها متجاورات ابصرت بل قد لا یری من البعد الا لونها وهو السواد وهذا ظاهر فی الهباء فان فیه ذرات قلائل تری کرویة الشکل وعامته لا یحس البصر اشکالها بل لونا سحابیا ککواکب المجرة والنثرة ولو تفرد شئ منها ما امکن عادة ان یبصر وبتکاثرها وتراکمها تری کعمود بینك وبین الکوة مثل السحاب بل السحاب نفسه من ذلك فان البخار اجزاء متفرقة ولا تبصر واحد منها وبتراکمها تری سحابا کالجبال ولعل الوجه فیه ان المنفرد یقتضی خصوص النظر الیه فاذا کان علی هذا القدر من الدقة انطبق الخطان الشعاعیان الواصلان الیه وانعدمت زاویة الرؤیة کما هو السبب فی انتفاء زاویتی اختلاف المنظر لما فوق الشمس فاتحد تقویماه المرئی والحقیقی واذا اکثرت و انبسطت وقعت بین ساقی مثلث ذی زاویة مبصرة فابصرت وثانیا هذا اعلی طریقتهم فان سلموا والا فانما اصلنا الایمان ان الابصار وکل شئ بارادة الله تعالی وحده لا غیر فان شاء رای الاعمی فی لیلة ظلماء عین نملة سوداء وان لم یشأ عمیت الزرقاء فی رابعة النهار عن جبل بالغ افق السماء فاذا اراد ان لا تری

سفید بیل کی جلد پر سُوئی کے سرے کے برابر سیاہ نقطہ دکھائی نہیں دیتا لیکن اگر متعدد سیاہ نقطے مجتمع ہو جائیں تو نظر آنے لگتے ہیں، بلکہ دُور سے تو محض ان کا سیاہ رنگ ہی دکھائی دیتا ہے۔ یہ بات غبار میں ظاہر ہے کیونکہ اس میں چھوٹے چھوٹے کروی الشکل ذرات ہوتے ہیں جن میں سے اکثر کی شکلوں کو آنکھ محسوس نہیں کرتی بلکہ بادلوں کی مانند ان کا رنگ دکھائی دیتا ہے جیسے کہکشاں اور بکھرے ہوئے ستارے' ان میں سے کوئی بھی اگر منفرد ہو تو عادتاً اس کا دکھائی دینا ناممکن ہے۔ البتہ کثرت و اجتماعیت کی وجہ سے نظر آجاتے ہیں، جیسے تیرے اور روشندان کے درمیان روشنی کا ستون بادل کی مثل دکھائی دیتا ہے' بلکہ خود بادل بھی اسی قبیل سے ہے کیونکہ بخارات متفرق اجزاء ہوتے ہیں جن میں سے کوئی ایک دکھائی نہیں دیتا مگر مجتمع ہو کر پہاڑوں جیسے بادل نظر آتے ہیں، شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ منفرد چیز خصوصی نظر کا تقاضا کرتی ہے جب وہ نہایت باریک ہو تو دونوں آنکھوں سے نکلنے والی شعاعیں اس تک پہنچ کر باہم منطبق ہو جاتی ہیں اور زاویہ نظر معدوم ہو جاتا ہے جیسا کہ ما فوق الشمس اختلاف منظر کے زاویے منتفی ہونے کا یہی سبب ہے۔ پس اس کی حقیقی اور مرئی تقویمیں متحد ہو جاتی ہیں اور جب یہ اجزاء کثیر اور پھیلے ہوئے ہوں تو بصری زاویہ والی مثلث کے دو خطوں کے درمیان واقع ہونے پر دکھائی دینے لگتے ہیں۔ ثانیاً مذکور بالا (باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

شیان السبب والحکم اما السبب فمتفق علیہ و هو اللقاء وانما الخلف فی الحکم انه التنجس او انسلاب الطهورية فان اقتصر السبب علی ما اتصل وجب قصر الحکم علیہ ای حکم كان وان شمل احد الحکمین جمیع الماء ثبت ثبوت السبب فی الكل فوجب شمول الحکمین للكل وبالله التوفیق.

لازم ہوا کیونکہ آپ نے کہا ہے کہ جوار متعدی نہیں ہوتا، اور پہلی تقدیر پر مقصود حاصل ہو گیا۔ اور خلاصہ یہ کہ یہاں دو چیزیں ہیں، سبب اور حکم۔ سبب تو متفق علیہ ہے اور وہ ملاقاۃ ہے اور اختلاف صرف حکم میں ہے اور وہ ناپاک ہونا ہے یا طہوریت کا سلب ہونا ہے اگر سبب متصل پر موقوف ہو تو حکم کا بھی اس پر مقصور کرنا واجب ہوگا، جو بھی حکم ہو، اور اگر ایک حکم تمام پانی کو شامل ہو تو سبب کل میں ہونا ثابت ہو جائے گا تو دونوں حکموں کا کل کو شامل ہونا لازم ہوگا، وباللہ التوفیق۔

وسابعا وهو الثالث والعشرون

افدتم ان الفأرة یجاورها من الماء عشرون دلوا لصغر جثتها وفی الدجاجة والسنور المجاورة اكثر لزيادة ضخامة فی جثتها و الادمی یجاور جمیع الماء فی العادة لعظم جثته[1] اه وذكرتم انه الفقه الخفی فهذا تصریح منکم بان المحدث الواقع فی البئر قد جاور جمیع الماء فیجب ان یصیر جمیعه مستعملا وطاح القول بان المستعمل ما یلاقیه وهو اقل من غیره وایضا ماء الطست و كثیر من الاجانات لا یبلغ عشرین دلوا ولا عشرا وكف الانسان لیس باصغر من فأرة فاذا ادخل محدث یده فی اجانة وجب ان یصیر كله مستعملا ولا مساغ ههنا للفرق بین النجاستین العینیة والحكمیة فان الجوار

سابعاً (اور وہ تئیسواں ہے) آپ نے کہا ہے کہ چوہیا سے متصل بیس ڈول پانی ہوتا ہے کیونکہ اس کا جسم چھوٹا ہے اور مرغی اور بلی میں ان کی ضخامت کی وجہ سے زاید پانی متصل ہوتا ہے اور آدمی اپنے جثّہ کے بڑے ہونے کی وجہ سے کل پانی کے متصل ہوتا ہے اھ اور تم نے ذکر کیا ہے کہ یہ فقہ خفی ہے، یہ تمہاری طرف سے اس امر کی صراحت ہے کہ جو محدث کنویں میں گرتا ہے وہ تمام پانی کے مجاور ہوتا ہے تو لازم ہے کہ وہ تمام مستعمل ہو، اور یہ قول غلط ہوا کہ مستعمل وہ ہے جو اس سے ملا ہوا ہے اور وہ اس کے غیر سے اقل ہے اور طشت کا پانی اور بہت سے مٹکوں کا پانی بیس ڈول بلکہ دس ڈول کی مقدار تک نہیں ہوتا اور انسان کی ہتھیلی چوہیا سے چھوٹی نہیں ہوتی ہے، تو جب محدث نے اپنا ہاتھ مٹکے میں ڈالا تو واجب ہے کہ اس کا کل مستعمل ہو، اور یہاں کوئی فرق نہیں دو نجاستوں کے درمیان عینیہ

---

[1] بدائع الصنائع المقدار الذی یصیر به المحل نجساً ١/٧٥

Marfat.com

الرابع والعشرون يمكن الجواب

عن الاستناد الى كلام البدائع بما اورده[1] في البحر ولم يرده وان لم يرده اذ نقل عن اسرار القاضی الامام الدبوسی ما تقدم ان محمدا يقول لما اغتسل في الماء القليل صار الكل مستعملا حكما ثم قال فهذه العبارة كشفت اللبس واوضحت كل تخمين وحدس فانها افادت ان مقتضى مذهب محمد ان الماء لا يصير مستعملا باختلاط القليل من الماء المستعمل الا ان محمدا حكم بان الكل صار مستعملا حكما لا حقيقة فما في البدائع محمول على ان مقتضى مذهب محمد عدم الاستعمال الا انه يقول بخلافه اھ قال في منحة الخالق يعنی ان صاحب البدائع نسب الى محمد عدم الاستعمال بناء على ما اقتضاه مذهبه من ان المستعمل لا يفسد الماء ما لم يغلبه اويساوه لكن محمدا ما قال بذلك الذی

چوبیسواں، صاحبِ بدائع کے کلام کی طرف جو منسوب ہے اس کا بیان صاحب بحر کے بیان سے ممکن ہے جس کو انہوں نے رد نہیں کیا اگرچہ صاحب بحر نے یہ ارادہ نہیں کیونکہ انہوں نے قاضی امام دبوسی کی اسرار سے نقل کیا ہے جو گزرا کہ امام محمد فرماتے ہیں تھوڑا پانی ہو اور اس میں کوئی غسل کرے تو کل حکماً مستعمل ہوگا، تو اس عبارت نے التباس کو ختم کردیا ہے، اس عبارت سے معلوم ہوا کہ محمد کے مذہب کا مقتضیٰ یہ ہے کہ تھوڑے سے مستعمل پانی کے مل جانے سے پانی مستعمل نہ ہوگا، مگر محمد نے حکم کیا ہے کہ کل حکماً مستعمل ہوگا نہ کہ حقیقۃً، تو جو کچھ بدائع میں ہے وہ یہ ہے کہ محمد کے مذہب کا مقتضیٰ یہ ہے کہ پانی مستعمل نہ ہوگا، مگر وہ کہتے اس کے خلاف ہیں اھ منحۃ الخالق میں فرمایا یعنی صاحبِ بدائع نے محمد کی طرف عدمِ استعمال کو منسوب کیا، جیسا کہ ان کے مذہب کا مقتضیٰ ہے کہ مستعمل پانی، پانی کو فاسد نہ کرے گا تاوقتیکہ اس پر غالب ہو جائے، یا اس کے برابر ہو جائے، لیکن محمد نے یہ نہیں فرمایا حالانکہ یہ اُن کے مذہب کا مقتضیٰ ہے بلکہ اس صورت میں

---

[1] ذکره رحمه الله تعالٰی فی ضمن سؤال و عدل فی الجواب الى حمل الروايات المتواترة الظاهرة على الضعيفة النادرة وغير ذلك مما يأتيك الجواب عنه ان شاء الله تعالٰی اھ منه غفر له (م)

[1] انہوں نے اس کو سوال کے ضمن میں ذکر کیا ہے اور جواب میں روایات متواترہ ظاہرہ کو روایت ضعیفہ نادرہ وغیرہ پر محمول کرنے کی طرف عدول کیا ہے جس کا جواب ان شاء اللہ تعالٰی آپ کو دیا جائے گا اھ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۱

[2] ایضاً ۱/۷۲

Marfat.com

التجزی بالفعل وان کان اجزاء متفرقة کما ھو عندنا ان تألف الاجسام من جواھر فردة تجاور ولا تتلاصق لاستحالة اتصال جزئین۔

متصور ہوگی، بلکہ یہاں بعض کا تصور ہی نہیں کیونکہ بالفعل تجزی نہیں ہے اور اگر متفرق اجزاء ہوں جیسا کہ ہمارے نزدیک ہے کیونکہ ہمارے نزدیک اجسام جواہر منفردہ سے مرکب ہیں تو اس صورت میں اجزاء مجاور ہوں گے لیکن متصل نہیں ہونگے، کیونکہ دو اجزاء کا اتصال محال ہے۔

اقول وکل ما تجشمہ الفلاسفة وخدمہم من اقامة براھین ھندسیة وغیرھا علی استحالة الجزء وقد اوصلھا الشیرازی فی شرح الغوایة المسماة ھدایة الحکمة الی اثنی عشر وسماھا حججا انما تدل علی استحالة الاتصال دون امتناع نفس وجود الاجزاء ومبنی الھندسة علی توھم خطوط متصلة ولا حاجة لھا الی وجودھا عینا فضلا عن اتصالھا کالھیأة تبتنی علی توھم مناطق ومحاور واقطاب و دوائر وان لم یکن لھا وجود عینی بل اولی فان الھندسة تستغنی عن وجودھا بوجود المناشی ایضا فلا یرد علینا شیئ من ذلک وللہ الحمد وقد اغفل ذلک کثیر من المتکلمین فاحتاروا فی دفع شبہ المتفلسفین وباللہ التوفیق بل الجسم

میں کہتا ہوں فلاسفہ نے جو تگ و دو کی ہے کہ براہینِ ہندسیہ سے جزء کا ابطال کیا ہے، اور شیرازی نے شرح الغوایہ جس کا نام "ہدایۃ الحکمۃ" ہے ایسے بارہ دلائل قائم کئے ہیں اور ان کا نام حجۃ رکھا ہے، اُن سے صرف اجزاء کا اتصال محال ثابت ہوتا ہے نفس جزء کا استحالہ ثابت نہیں ہوتا ہے اور ہندسہ کی بنیاد خطوط متصلہ کے توہم پر ہے، اور ان کا موجود ہونا خارج میں کچھ ضروری نہیں چہ جائیکہ ان کا اتصال، جیسے علم ہیأۃ کا دار و مدار، منطقوں، محوروں، قطبوں اور دوائر کے توہم پر مبنی ہے اگرچہ ان کا خارجی وجود نہ ہو، بلکہ اس سے بھی اولیٰ ہے کیونکہ علم ہندسہ ان کے وجود سے ان کے منشأ کے وجود سے بھی مستغنی ہے، تو ان میں سے کوئی چیز ہم پر وارد نہیں ہوتی وللہ الحمد، اس سے بہت سے متکلمین غافل رہے اور متفلسفین کے

تنبیہ فان قلت کیف یری الجسم والجزء لا یری **اقول اولا** جرت السنة فی بصر البشر ان شیئا بالغ النہایة فی الدقة اذا کان منفردا لم یحط بہ البصر واذا اجتمع امثالھا وکثرت ظہرت کما اذا کانت فی جلد ثور ابیض نقطة سوداء کرأس الابرة لا تحس وان کثرت

تنبیہ اگر تو کہے کہ جسم کیسے دکھائی دیتا ہے جبکہ جزء تو نظر نہیں آتی اولاً میں کہتا ہوں کہ نگاہ انسانی فطری طور پر انتہائی باریک چیز کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے جبکہ وہ چیز منفرد ہو۔ لیکن اگر اس چیز کے ساتھ اس کی متعدد امثال مجتمع ہوں تو وہ ظاہر ہو جاتی ہے، جیسے (باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

كل البعد وثانيا هو منصوص عليه في الرواية
الظاهرة وما رواية التنجيس الا نادرة روى
هذه الحسن ونص على ذلك محمد في الاصل
وثالثا تظافرت عليه التصحيحات كما
قدمنا عن البحر عن الخبازي عن القدوري عن
الجرجاني وعن الحلية عن ابي الحسين عن
ابي عبد الله وعن خزانة المفتين ومتن
الملتقى وعن البحر انه المذهب المختار فكيف
يبتني على رواية متروكة ورابعا توافرت
فيه نقول الاتفاق عليه وانه مذهب
اصحابنا جميعا كما سبق عن النهاية والعناية
والهندية ومجمع الانهر والدر المختار
وغيرها وعن البحر عن البدائع وعنه عن
العناية والدراية وغيرها وعن الحلية و
عن البحر عن الخبازي كلاهما عن ابي الحسين
عن الجرجاني وعن شيخكم المحقق انه قولنا
جميعا فكيف يجوز رجعه الى رواية متروكة
وخامسا اكثروا من عزوه لمحمد كما مر
عن الفوائد الظهيرية عن شيخ الاسلام
خواهر زاده وابي بكر الرازي وشمس الائمة
السرخسي وعن الزيلعي وشيخكم المحقق
حيث اطلق وعن البحر عن الاسبيجابي
والولوالجي وحيث حكم محمد بسقوط حكم
الاستعمال عللوه بالضرورة كما سلف عن البحر
والنهر والفتح والتبيين والكافي والبرهان

تو ان سب کو روایت نجاست کی طرف لوٹانا سخت بعید ہے
اور ثانیاً یہ ظاہر روایت میں منصوص ہے اور تنجیس کی روایت
نادرہ ہے، اس کو حسن نے روایت کیا، اصل میں
محمد نے اس پر نص کی۔
اور ثالثاً اس پر پے در پے تصحیحات موجود ہیں
جیسا کہ ہم نے بحر، خبازی، قدوری، جرجانی، حلیہ،
ابی الحسین، ابی عبداللہ، خزانۃ المفتین اور متن ملتقی
کے حوالوں سے نقل کیا، اور بحر سے نقل کیا کہ یہی مذہب
مختار ہے تو پھر یہ متروک روایت پر کس طرح مبنی ہو سکتا ہے
اور رابعاً متفقہ نقول کثرت سے ہیں یہی ہمارے
تمام اصحاب کا مذہب ہے جیسا کہ گزرا نہایہ، عنایہ،
ہندیہ، مجمع الانہر، در مختار وغیرہ اور بحر نے بدائع،
عنایہ و درایہ اور حلیہ سے اور بحر و خبازی دونوں نے
ابو الحسن، جرجانی اور شیخ محقق سے یہ تمام کا قول ہے
تو متروکہ روایت کی طرف اس کو راجع کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔
اور خامساً اکثر نے اس کو محمد کی طرف منسوب
کیا ہے جیسا کہ فوائد ظہیریہ، شیخ الاسلام، خواہر زادہ،
ابو بکر رازی، شمس الائمہ سرخسی، زیلعی اور تمہارے شیخ
محقق، بحر، اسبیجابی، ولوالجی
سے گزرا، اور جہاں محمد نے استعمال کا حکم ساقط ہونے
کی بات کی اس کو انہوں نے ضرورت پر محمول کیا جیسا
کہ بحر، نہر، فتح، تبیین، کافی، برہان، حلیہ، فوائد، صغری،
خبازی، قدوری، جرجانی، شمس الائمہ حلوانی سے گزرا اور بحر سے
سرخسی سے اصل میں امام محمد کی نص سے گزرا اور بحر سے
دبوسی سے گزرا کہ محمد فرماتے ہیں کل حکماً مستعمل ہوگا اور بحر میں

Marfat.com

ترى فى الهباء عند دخول الشمس من كوة بل و
فى الدخان والبخار والغبار فثم لا اتصال
حقيقة لشئ من الماء بشئ من البدن فلو
اعتبرت الحقيقة لم يتنجس الماء بوقوع شئ
من الخبث فظهر ان الشرع المطهر قد اعتبر
ههنا الحس ولا شك ان كله فى الحس شئ
واحد كما هو فى الحقيقة عند المتفلسفة وليس
ثم حاجز ينتهى الجوار الحسى بالبلوغ اليه
فوجب ان يكون على هذا الالتقاء بعضه
لقاء كله بل لا بعض لعدم التجزى حسا اما
الكثير فجعله الشرع لا يتحمل الخبث فلا يضره
الجوار الحسى وبه استقر عرش التحقيق على
ان الماء الكثير لا يتنجس شئ منه بوقوع النجاسة
ولو مرئية حتى ما حولها مما يليها هكذا ينبغى
التحقيق والله تعالى ولى التوفيق وهنا تم
الكلام مع الامام الهمام، ملك العلماء الكرام،
نفعنا الله تعالى ببركاته على الدوام، فى دار
السلام، امين۔

ہمارے نزدیک جسم اجزائے متفرقہ حقیقۃً متصلہ حِسّاً
سے عبارت ہے جیسے کمرہ کے سوراخ سے روشنی کی
کرن جب اندر داخل ہوتی ہے تو اس میں ذرات
نظر آتے ہیں، بلکہ دھوئیں، بخارات اور غبار میں بھی نظر
آتے ہیں، لہذا پانی حقیقی طور پر بدن سے متصل نہیں ہے،
تو اگر حقیقت کا اعتبار کیا جائے تو پانی کسی بھی گندی چیز کے
گرنے سے نجس نہ ہو، پس معلوم ہوا کہ شریعت مطہرہ نے
یہاں حِس کا اعتبار کیا ہے، اور اس میں شک نہیں
کہ حِس کے نزدیک کل ایک چیز ہے جیسا کہ متفلسفہ کے
نزدیک حقیقت یہی ہے اور وہاں کوئی ایسی روک بھی موجود
نہیں جہاں پہنچ کر جوارِ حسّی رک جائے تو اس بنا پر لازم
ہوا کہ بعض کی ملاقات کل کی ملاقات قرار پائے، بلکہ وہاں
بعض ہے ہی نہیں کیونکہ تجزی نہیں ہے حِسّاً، اور
رہا کثیر تو شرع نے فرمایا ہے کہ اس میں نجاست اثر
نہیں کرے گی تو اس کو جوارِ حسّی کچھ مضر نہ ہوگا اس
تحقیق عرش نشیں سے معلوم ہوا کہ کثیر پانی نجاست
کے گرنے سے نجس نہ ہوگا خواہ وہ نظر آنے والی ہو،
یہاں تک کہ نجاست کا گرد و پیش بھی نجس نہ ہوگا، اسی طرح
تحقیق ہونی چاہئے یہاں تک کہ امام ہمام ملک العلماء کے ساتھ گفتگو مکمل ہوئی۔ اللہ تعالٰی ان کی برکات سے ہم کو ہمیشہ جنت تک
مستفید فرمائے۔ آمین

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) الاجزاء على الانفراد و
اذا تجسمت ابصرت يكون كما اراد اه منه
حفظه ربه تبارك وتعالى (م)

دلیل فلاسفہ کے مذہب کے مطابق ہے اگر مان لیں تو فبہا
ورنہ ہماری ایمانی دلیل یہ ہے کہ نگاہیں اور تمام چیزیں
اللہ تبارک وتعالٰی کے ارادے کے تابع ہیں۔ اگر وہ چاہے
تو ایک اندھا تاریک رات میں سیاہ چیونٹی کی آنکھ کو دیکھ سکتا ہے اور اگر وہ نہ چاہے تو دن کی روشنی میں فلک بوس پہاڑ سے
نیلگوں آسمان کو بھی نہیں دیکھا جاسکتا چونکہ اس نے چاہا کہ اجزاء انفرادی طور پر نظر نہ آئیں اور جب وہ مجتمع ہوجائیں تو نظر آنے
لگیں لہذا جیسا اس نے چاہا ویسا ہی واقع ہوا۔ (ت)

Marfat.com

المتون، من دون نکیر و لا مجال ظنون، اُم ھی کھذہ فی الکتب الظاھرۃ، اُم ھی مذیلات بالتصحیحات المتظافرۃ، اُم ھی منصوص علیھا من جمیع ائمۃ المذھب الحنفی، اُم ھی مزینۃ بطراز الاتفاق وبانھا قولنا جمیعا وبانھا مذھب اصحابنا فاین ذی من اتی، ام ھل لھا محمل غیر ھذا فکیف یقاس علی المتعین، مالہ سبیل واضح متبین۔

راستہ ہو۔

السادس والعشرون کلام

العلامۃ علی حدیث لایبولن احدکم فی الماء الدائم قدمنا الکلام علیہ واشرنا الی کلام شیخہ المحقق علی الاطلاق حیث یقول اما قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (وذکر الحدیث) فغایۃ مایفید نھی الاغتسال کراھۃ التحریم ویجوز کونھا لکیلا تسلب الطھوریۃ فیستعملہ من لاعلم بہ بذلک فی رفع الحدث ویصلی ولا فرق بین ھذا وبین کونہ یتنجس فیستعملہ من لاعلم لہ بحالہ فی لزوم المحذور وھو الصلاۃ مع المنافی فیصلح کون کل منھما مثیرا للنھی المذکور[1] اھ و دفع البحر ایاہ بحث البدائع المذکور دفع للصحیح بمالیس بہ کما علمت اما حدیث

چھبیسواں علّامہ نے لایبولن احدکم فی الماء الدائم (ٹھہرے پانی میں کوئی پیشاب نہ کرے) پر جو کلام کیا ہے اس پر ہم پہلے ہی بحث کرچکے ہیں، اور اُن کے شیخ محقق علی الاطلاق کے کلام کی طرف اشارہ کرآئے ہیں، وہ فرماتے ہیں" بہرحال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان (پھر انہوں نے مذکور حدیث بیان کی) میں جو غسل کرنے کی نہی ہے اس سے زیادہ جو ثابت ہوتا ہے وہ نہی تحریم ہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ طہوریت سلب ہوجائے، اور اس کو کوئی شخص لاعلمی میں رفعِ حدث کے لیے استعمال کر بیٹھے اور نماز پڑھ لے اور اس میں اور اس مضمون میں کہ پانی نجس ہوجاتا ہے تو ایسا نہ ہو کہ اس کو کوئی شخص لاعلمی میں استعمال کرے، دونوں صورتوں میں محذور لازم ہے، یعنی منافی کے ہوتے ہوئے نماز پڑھنا، پس جائز ہے کہ ان میں سے ہر ایک

---

[1] فتح القدیر الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالایجوز نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۵

Marfat.com

اقتضاہ مذھبہ بل قال فی ھذہ الصورۃ انہ صار مستعملا حکما کما صرحت بہ عبارۃ الدبوسی[۱] اھ۔

انہوں نے فرمایا کہ یہ حکماً مستعمل ہوگیا جیسا کہ دبوسی کی عبارت سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے۔

اقول ثبوت الاستعمال باللقاء، وحقیقۃ[عہ] اللقاء لتلك الاجزاء، والحکم ثبت لجمیع الماء، لان القلیل شیئ واحد فی اعتبار الشریعۃ الغراء، کما اسلفنا تحقیقہ، ونورنا لك طریقہ، لان الحکم منتف حقیقۃ، فیکون اثباتہ مجازفۃ سحیقۃ۔

میں کہتا ہوں استعمال کا ثبوت ملاقاۃ سے ہوتا ہے، اور حقیقۃ ملاقاۃ ان اجزاء سے ہوتی ہے اور حکم تمام پانی کے لیے ثابت ہوتا ہے کیونکہ شریعت میں قلیل شَے واحد ہے، جیسا کہ ہم اس کی تحقیق اور نورانی طریقہ بیان کر آئے ہیں، کیونکہ حکم حقیقی طور پر منتفی ہے تو اس حکم کو ثابت کرنا اندازاً ہوگا۔

الخامس والعشرون

محاولۃ العلامۃ رحمہ اللہ تعالٰی رد جمیع تلك الفروع المتواترۃ الدائرۃ فی عامۃ کتب المذھب المنصوص علیھا عن جمیع ائمۃ المذھب المطبق علیھا سلف المذھب وخلفہ الی روایۃ نجاسۃ الماء المستعمل شیئ عجیب من مثلہ المحقق۔

پچیسواں ——— وُہ تمام فروع جو تواتر کے ساتھ عام کتبِ مذہب میں مذکور ہیں اور ائمہ شراح نے ان کو ذکر کیا ہے، اور تمام ائمہ مذہب سے منصوص ہیں جن پر سلف مذہب اور خلف مذہب متفق ہیں ان سب کو انہوں نے مستعمل پانی کے نجس ہونے والی روایت کی طرف راجح کیا ہے، علامہ جیسے محقق سے یہ بات بعید ہے۔

فاقول اولا کیف یسوغ ان ترد بھذہ الکثرۃ وتدور فی جمیع کتب المذھب تتداولھا الائمۃ والشراح ولا ینبہ احد انھا تبتنی علی روایۃ ضعیفۃ متروکۃ بل یذکرونھا ویقرونھا ویفرعون علیھا وعند الحجاج والحاج یقرعون الیھا فرد جمیع ذلك بعید

میں کہتا ہُوں اولاً یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ فروع اس کثرت سے تمام کتب مذہب میں ذکر کی جائیں اور ائمہ وشُرّاح ان کو قبول کریں اور کسی کو یہ خبر نہ ہو کہ یہ ضعیف ومتروک روایت پر مبنی ہیں، بلکہ وہ حضرات ان کو مسلسل ذکر کرتے چلے جائیں اور ان پر مزید تعریفات کرتے چلے جائیں اور مناظروں میں ان کو پیش کرتے رہیں

[عہ] ای الحسیۃ العرفیۃ اھ منہ غفر لہ (م) یعنی حقیقۃ حسی عرفی۔ ت

---

[۱] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۲

Marfat.com

كالوقوع فی موضع فلیس لعدم الجمع بل لعدم البلوغ الی حد المنع حتی لو بلغت بان غیر المجموع احد اوصافه وما كانت الافراد لتغیره فلا شك فی الجمع والله تعالٰی اعلم هذا تمام الكلام مع العلامة قاسم رحمه الله تعالٰی وقد ظهر به الحق السدید، بحیث لاحاجة الی المزید، والحمد لله الحمید المجید۔

اگر دس جگہ نجاست گر جائے تو وہ ایسی ہے جیسے ایک جگہ گری ہو، تو یہ چیز عدمِ جمع کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ اس وجہ سے ہے کہ وہ حدِ منع تک نہیں پہنچی ہے اور اگر حدِ منع تک پہنچ جائے مثلاً یہ کہ نجاست کا مجموعہ اس کے اوصاف میں سے کسی وصف کو بدل دے، اور ہر فرد نہ بدلے تو جمع کرنے میں شک نہیں۔ یہ مکمل گفتگو تھی علامہ قاسم کے ساتھ، اس سے حق ظاہر ہوگیا، اس سے زیادہ کی حاجت نہیں، والحمد للہ الحمید المجید۔

الفصل الثانی فی كلام العلامة زین

فی البحر والرسالة كانت قضیة ترتیب الزمان ان نقدم علیه كلام العلامة ابن الشحنة رحمهما الله تعالٰی لكن اردنا الحاق الموافق بموافقه لم یات رحمه الله تعالٰی فی رسالته ولا فی بحره بشیئ یزید علی ما اورد العلامة قاسم الا ما لامساس له بمحل النزاع افاض اولا فی تحدید الماء الكثیر وان المذهب تفویضه الی رأی المبتلی وان التقدیر بعشر فی عشر انما اختاره المتأخرون تیسیرا علی من لا رأی له وانه لا یرجع الی اصل شرعی یعتمد علیه ثم تكلم علی صفة الماء المستعمل وان المفتی به انه طاهر غیر طهور ثم اتی علی المسألة فقال وقد قالوا ان الماء المستعمل اذا اختلط بالطهور تعتبر فیه الغلبة فان كان الماء

دوسری فصل علامہ زین کے کلام میں جو بحر اور رسالہ میں ہے

زمانی ترتیب کا تقاضا یہ تھا کہ ہم ابن الشحنہ کا کلام اس پر مقدم کرتے، لیکن ہم نے ایک موافق کو دوسرے موافق سے لاحق کرنا چاہا ہے انہوں نے اپنے رسالہ میں یا بحر میں علامہ قاسم کے کلام سے کچھ مزید اضافہ نہیں کیا ہے، صرف وہی بات مذکور ہے جس کا محلِ نزاع سے کچھ تعلق نہیں، پہلے تو انہوں نے کثیر پانی کی تحدید کی ہے اور کہا کہ مذہب میں یہ معاملہ صاحبِ معاملہ کے سپرد ہے، اور دَہ در دَہ کے اندازہ کو متاخرین نے اُن لوگوں کی آسانی کے لیے وضع کیا ہے جن کی اپنی کوئی رائے نہ ہو اور اس کی کوئی قابلِ اعتماد شرعی دلیل نہیں، پھر انہوں نے مستعمل پانی پر کلام کیا ہے اور بتایا ہے کہ مفتیٰ بہ قول یہ ہے کہ یہ طاہر تو ہے مگر پاک کرنے والا نہیں ہے، پھر اصل مسئلہ بیان کیا ہے اور فرمایا ہے کہ مشایخ فرماتے ہیں کہ مستعمل پانی جب پاک کرنے والے پانی کے

Marfat.com

والحلیة والفوائد والصغری والخبازیة و
القدوری والجرجانی وشمس الائمة الحلوانی
وعن البحر عن السرخسی عن نص محمد فی
الاصل وعن البحر عن الدبوسی ان محمدا
یقول صار الکل مستعملا حکما وقد قال علہ فی البحر
ان ھذہ العبارة کشفت اللبس واوضحت کل
تخمین وحدس ومعلوم ان محمدا لم
یقل قط بالتنجیس فکیف تحمل علیه[1] وبه
ظھر الجواب عما اراد به البحر فی البحر و
الرسالة دفع الاستبعاد عن ھذا الحمل
بان المحقق فی الفتح حمل فرعا فی الخانیة
علی نجاسة المستعمل وقال لا یفتی بمثل
ھذہ الفروع[2] اھ زاد فی الرسالة ان تلمیذہ
فی الحلیة حمل علیھا فرعی الاجمة والطحلب
المذکورین فی الخلاصة والمنیة قال
وحمل فروعا کثیرة علی ھذا النحو[3] اھ فھل
بعض فروع وردت متفرقة فی غضون
بعض الفتاوی کھذہ الفروع الوافرة ،
المتکاثرة المتواترة ، الثابتة الدائرة ، فی
عامة الشروح والفتاوی مع عدة من

فرمایا ہے کہ اس عبارت سے مشکل حل ہوگئی ہے ، اور
یہ معلوم ہے کہ محمد نے پانی کے نجس ہونے کا قطعاً قول
نہیں کیا ہے تو اس کو اس پر کیسے محمول کیا جائے گا"
اور اس سے بحر اور رسالہ کا جواب بھی ظاہر ہوگیا ،
انھوں نے اس حمل کو بعید گردانا تھا ، اور کہا تھا کہ
محقق نے فتح میں مستعمل پانی پر ایک فرع خانیہ کی
اس پانی کی نجاست پر محمول کی ہے ، اور کہا ہے
کہ اس قسم کی فروع پر فتوٰی نہ دیا جائے اھ رسالہ
میں یہ اضافہ ہے کہ ان کے شاگرد نے حلیہ میں اس پر
اجمہ اور طحلب کی دو فروع کو محمول کیا ، یہ خلاصہ اور منیہ
میں مذکور ہیں اور فرمایا کہ اسی نہج پر انہوں نے
بہت سی فروع اخذ کی ہیں" اھ تو کیا ان فروع کی
طرح کچھ اور ایسی فروع ہیں جو متفرق فتاوٰی میں اس
کثرت کے ساتھ مذکور ہوں ، کیا شروح اور کیا
متون اور ان پر کیسے کوئی نکیر نہیں کی ؟ یا ان کی طرح
کتب ظاہر روایت میں ہوں ؟ یا ان کی اتنی تصحیحات
ہوں ؟ یا تمام مذہب حنفی کی کتب میں منصوص ہوں ؟
یا ان پر اتفاق کیا گیا ہو کہ یہ ہم سب کا قول ہے
یہ ہمارے اصحاب کا مذہب ہے ؟ یا ان کا کوئی
اور محمل ہے کہ ان کی طرف روشن

علہ ای اوردہ علی نفسه ولم یجب عنه ۔ منه غفرلہ (م) یعنی انہوں نے اسکو اپنے اوپر وارد کیا ہے اور اسکا جواب نہیں دیا ۔ (ت)

---

[1] بحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۱

[2] ایضاً ۱/۷۳

[3] جواز الوضوء من الفساقی رسالة من رسائل ابن نجیم ادارۃ القرآن کراچی ۲/۱۸۱-۸۲

Marfat.com

قول محمد رحمه الله تعالٰی لایفسد ما لم یغلب علیه یعنی لایخرجه عن الطهوریة[1] اھ بلفظه۔

کیا، اس سے کچھ چھینٹے اُڑکر اس کے برتن میں پڑے تو اس کا پانی فاسد نہ ہوگا، اگر مستعمل بہ کر اس میں گیا تو فاسد کردے گا اسی طرح حمام کا حوض، اور امام محمد کے قول پر فاسد نہ کرے گا جب تک غالب نہ ہوجائے، یعنی اس کو پاک کرنے کے وصف سے خارج نہ کریگا الآیہ کہ وُہ پاک پر غالب ہوجائے اھ بلفظہ۔ (ت)

اقول رحمك الله هذا ملتقى والكلام فی الملاقی ثم اورد علی نفسه سؤالا من قبل فروع کثیرة فی کتب مشهورة تخالف ما جنح الیه اورد منها فرع[1] الخانیة لوصب الوضوء فی بئر ولم یکن استنجی به علی قول محمد لایکون نجسا لکن ینزح منها عشرون لیصیر الماء طهورا[2] اھ وفرع[2] الخلاصة نحوه غیر ان فیه ینزح الاکثر من عشرین دلوا ومن ماء صب فیه عند محمد[3] اھ قال فهذا ظاهر فی استعمال الماء بوقوع قلیل من الماء المستعمل فیه علی قول محمد رحمه الله تعالٰی[4] واجاب بانه مبنی علی روایة ضعیفة عن محمد ان

میں کہتا ہوں خدا آپ پر رحم کرے یہ مُلتقی ہے جبکہ گفتگو ملاقی میں ہے، پھر انہوں نے خود ہی اپنے اوپر ان فروع کثیرہ سے سوال وارد کیا جو کتب کثیرہ میں وارد ہیں، یہ سب ان کے نظریہ کے مخالف ہیں۔
خانیہ کی فرع[1]: اگر وضو کا بچا ہُوا پانی کنویں میں بہادیا مگر اس سے استنجا نہیں کیا تھا تو یہ محمد کے قول پر نجس نہ ہوگا، تاہم اس سے بیس ڈول نکالے جائیں گے تاکہ پانی طہور ہوجائے اھ۔
خلاصہ کی فرع[2]: یہ بھی اُسی طرح ہے مگر اس میں بیس ڈول سے زیادہ نکالے جانے کا ذکر ہے اور اُس پانی سے جو اس میں بہایا گیا ہے محمد کے نزدیک اھ۔ فرمایا اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر تھوڑا مستعمل پانی، پانی

---

[1] اورده بعد عدة فروع والحقناه بفرع الخانیة لاتحاد صورتهما اھ منه غفرله (م)

انہوں نے اس فرع کو متعدد فروع کے بعد ذکر کیا ہے اور ہم نے اسے خانیہ کی فرع سے ملحق کیا ہے کیونکہ دونوں کی صورت ایک جیسی ہے اھ (ت)

---

[1] رسالہ فی جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم ادارۃ القرآن ۲/ ۶/۸۱۹
[2] " " " " " " " ۲/ ۷/۸۲۰
[3] رسالہ فی جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم ادارۃ القرآن ۲/ ۷/۸۲۰
[4] " " " " " " " ۲/ ۶/۸۱۹

Marfat.com

الستیقظ فاقول لیس من حجتنا فی ھذا الباب لاحتمال انہ لاحتمال النجاسۃ العینیۃ بل ھو الظاھر من قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فانہ لایدری این باتت یدہ والعلامۃ عدل عن ھذا الجواب الواضح الی ثلثۃ لا یستقیم منھا شئ فاولاً دعوی الخصوص لادلیل علیہ وثانیاً کیف یجعل تعبدیا غیر معقول المعنی مع الارشاد الی المعنی فی نفس الحدیث فانہ لایدری این باتت یدہ وثالثاً ما عن اصحاب عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم یجوز ان یکون لان اباھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان یرسلہ ارسالا فاشاروا الی تخصیص مواضع الضرورۃ کما ھو الحکم المصرح بہ عندنا اذا کان الماء فی حب لا آنیۃ یغترف بھا۔

مذکور نہی کا باعث ہو اھ تحرکا۔ اس کو بدائع کی مذکور بحث سے دفع کرنا صحیح کو غیر صحیح سے دفع کرنا ہے جیسا کہ آپ نے جان لیا اور رہی مستیقظ والی حدیث، تو میں کہتا ہوں اس سلسلہ میں ہماری دلیل یہ نہیں ہے کیونکہ یہ احتمال ہے کہ یہ نجاست عینیہ کی وجہ سے ہو بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "فانہ لا یدری این باتت یدہ" (وہ نہیں جانتا کہ اس کا ہاتھ رات کو کہاں رہا) سے یہی ظاہر ہے، اور علامہ نے اس جواب سے عدول کرکے تین جوابات دیے جن میں سے کوئی ٹھیک نہیں، پہلا دعوائے خصوص، جس پر کوئی دلیل نہیں۔ دوسرا یہ کہ کس طرح اس کو تعبدی اور غیر معقول المعنی قرار دیا جا سکتا ہے جبکہ خود حدیث میں معنی کی طرف رہنمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ فانہ لایدری این باتت یدہ۔ تیسرے عبد اللہ کے اصحاب سے جو مروی ہے ممکن ہے وہ اس لیے ہو کہ ابوہریرہ اس کا ارسال کرتے ہوں تو انہوں نے ضرورت کے مقامات کے ساتھ اس کو مختص کرنے کی طرف اشارہ کیا ہو، جیسا کہ ہمارے یہاں یہ واضح حکم موجود ہے کہ جب پانی مٹکے میں ہو اور کوئی برتن پانی نکالنے کے لیے نہ ہو۔

السابع والعشرون قولہ رحمہ اللہ تعالیٰ فی تکرار الاستعمال الظاھر عدم اعتبار ھذا المعنی فی النجس فکیف بالطاھر غیر مطھر ولا ظاھر الا تری ان النجاسۃ تصیب الثوب او البدن فی مواضع متفرقۃ تجمع فان بلغت حد المنع منعت وما یتراأی من عدم جمع الواقعۃ فی الماء الکثیر فان الوقوع فی عشرۃ مواضع منہ

ستائیسواں ان کا قول تکرار استعمال کی بابت، ظاہر یہی ہے کہ یہ معنی نجس میں اعتبار نہ کیا جائے تو پھر طاہر کا کیا حال ہوگا۔ یہ نہ طاہر کرنے والا ہے اور نہ بذاتِ خود طاہر ہے، مثلاً نجاست جو بدن یا کپڑے کو متفرق مقامات پر لگ جائے تو اس کو جمع کیا جائے گا۔ اب اگر منع کی حد کو پہنچ جائے تو منع کرے گی۔ اگر کثیر پانی میں نجاست گر جائے تو اس کو بظاہر جمع نہیں کیا جا سکتا ہے، کیونکہ پانی میں

Marfat.com

الضرورۃ[1] اھ واجاب بما مر۔

بدن پر لگا ہے وہ دوسرے سے کم ہے، اور محمد نے اس کو مستعمل قرار دیا ہے کیونکہ ضرورت نہیں اھ اس کا جواب وُہ دیا جو گزرا۔ (ت)

اقول رحمکم اللہ ورحمنا بکم اذا ارید بطاء جحط طاھر غیر طھور فکیف تجعلونہ مبنیا علی روایۃ ضعیفۃ عن محمد وانتم القائلون فی بحرکم علی ما قررنا ان المذھب المختار فی ھذہ المسألۃ ان الرجل طاھر والماء طاھر غیر طھور علی الصحیح[2] اھ نعم المشھور ان طاء للطاھر الطھور کما ذکرتم فی البحر وحینئذ یرد الفرع من قبل ان سقوط حکم الاستعمال لاجل الضرورۃ فلتم فی البحر عند محمد الرجل طاھر والماء طاھر طھور وجہ قول محمد علی ما ھو الصحیح[1] عنہ ان الصب لیس بشرط عندہ فکان الرجل طاھرا ولا یصیر الماء مستعملا وان ازیل بہ حدث للضرورۃ واما علی ما خرجہ ابوبکر الرازی

میں کہتا ہوں اللہ تم پر اور ہم پر رحم فرمائے اگر جحط کی "طا" سے طاہر غیر طہور مراد ہو تو آپ اس کو محمد کی روایت ضعیفہ پر کیونکر مبنی کرتے ہیں حالانکہ آپ بحر میں کہتے ہیں کہ ہماری تقریر سے معلوم ہوا کہ مذہب مختار اس مسئلہ میں یہ ہے کہ آدمی پاک ہے اور پانی طاہر غیر طہور ہے صحیح مذہب پر اھ ہاں مشہور یہی ہے کہ اس کی "طا" طاہر کے لیے ہے اور طہور کے لیے، جیسا کہ تم نے بحر میں ذکر کیا، اور اس وقت فرع اس جانب سے وارد ہوگی کہ استعمال کا حکم ضرورت کی وجہ سے ساقط ہوتا ہے تم نے بحر میں کہا ہے کہ محمد کے نزدیک مرد پاک ہے اور پانی طاہر طہور ہے امام محمد کے قول کی وجہ (صحیح روایت کے بموجب) یہ ہے کہ ان کے نزدیک بہانا شرط نہیں، تو آدمی پاک ہوا اور پانی مستعمل نہ ہوگا خواہ اس سے حدث زائل کیا گیا ہو،

---

[1] اقول والمراد بہ استعمال الماء بازالۃ حدث وان لم ینو قربۃ خلافا لتخریج الامام الرازی ولذا قال واما علی ما خرج الخ فلیس تصحیحا لھذہ الروایۃ بل الصحیح ما تقدم انہ طاھر غیر طھور اھ منہ غفر لہ (م)

میں کہتا ہوں اس سے مراد یہ ہے کہ ازالۂ حدث سے پانی مستعمل ہو جائے گا اگرچہ قربت کی نیت نہ ہو بخلاف امام رازی کی تخریج کے، اسی وجہ سے انہوں نے اما علی ما خرج الخ فرمایا لہٰذا صحیح روایت یہ نہیں بلکہ وہ ہے جو گزری کہ پانی طاہر غیر طہور ہے اھ (ت)

---

[1] الرسالۃ فی جواز الوضوء مع الاشباہ والنظائر — ادارۃ القرآن کراچی — ۲/ ۶/۸۱۹

[2] بحر الرائق — کتاب الطہارت — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/ ۹۸

Marfat.com

الطهور فانما یجوز الوضوء بالکل والا لا یجوز و ممن نص علیه الامام الزیلعی فی شرح الکنز والعلامۃ سراج الدین الھندی فی شرح الھدایۃ والمحقق فی فتح القدیر قال وھی باطلاقہ تشمل ما اذا استعمل الماء خارجا ثم القی الماء المستعمل واختلط بالطھور او انغمس فی الماء الطھور او توضأ فیہ[1] اھ

ساتھ مل جائے تو اس میں غلبہ کا اعتبار ہوگا اگر پاک کرنے والا پانی زیادہ ہو تو سب پانی سے وضو جائز ہوگا ورنہ ناجائز ہوگا۔ اس کی تصریح زیلعی نے شرح کنز میں، علامہ سراج الدین الہندی نے شرح ہدایہ میں اور محقق نے فتح القدیر میں کی ہے، اور فرمایا ہے کہ اُس صورت کو بھی شامل ہے کہ جب پانی خارجی طور پر استعمال کیا جائے پھر مستعمل پانی ڈالا جائے اور وہ پاک کرنے والے پانی سے مل جائے یا آدمی پاک کرنے والے پانی میں غوطہ کھائے یا اس سے وضو کرے اھ (ت)

اقول مبنی علی جعل المستعمل ھی الاجزاء المتصلۃ بالبدن فما وراءھا طھور اختلط بہ الماء المستعمل ولیس ھکذا بل کلہ ملاق فکلہ مستعمل فکیف یشملہ الاطلاق قال ویدل علیہ ایضا ما فی البدائع وذکر عبارات الثلاث قال فھذا صریح فیما قلنا[2] اقول لا محل لایضا فان تلک الدلالۃ مبتنیۃ علی ما فی البدائع والافلا دلالۃ کما علمت وما فی البدائع قد فرغنا عنہ بابدع وجہ وللہ الحمد قال ویدل علیہ ایضا ما فی خلاصۃ الفتاوی جنب اغتسل فانتضح من غسلہ شیئ فی انائہ لم یفسد علیہ الماء اما اذا کان یسیل فیہ سیلانا افسدہ وکذا حوض الحمام علی ھذا وعلی

میں کہتا ہوں یہ قول اس پر مبنی ہے کہ مستعمل پانی اُن اجزاء کو قرار دیا جائے جو بدن سے متصل ہوں اور اس کے علاوہ پاک کرنے والا ہے جس کے ساتھ مستعمل پانی مل گیا ہے، حالانکہ بات یہ نہیں ہے بلکہ کل پانی اس سے ملنے والا ہے لہذا کل مستعمل ہوگا، اس کو اطلاق کیسے شامل ہے؟ فرمایا اس پر بدائع کی عبارت بھی دلالت کرتی ہے اور پھر انہوں نے تینوں عبارات ذکر کی ہیں، فرمایا یہ ہمارے قول کی صریح دلیل ہے۔ میں کہتا ہوں "ایضا" کا یہاں کوئی مقام نہیں، کیونکہ یہ دلالت مفہوم بدائع پر مبنی ہے ورنہ کوئی دلالت نہیں جیسا کہ تم نے جانا، اور جو کچھ بدائع میں ہے اس پر اچھی طرح ہم بحث کر چکے ہیں وللہ الحمد، فرمایا اس پر خلاصۃ الفتاوی کی عبارت بھی دلالت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ ایک ناپاک شخص نے غسل

---

[1] الرسالۃ فی جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۶/ ۸۱۹

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۲/ ۶/ ۸۱۹

Marfat.com

قضیته ان لا یصیر الکل مستعملا لان الملاقی
حقیقۃ اقل من غیرہ الا ان محمدا جعل الکل
مستعملا حکما فکیف یتوھم انہ مبنی علی
روایۃ ضعیفۃ خلاف ذلک المذھب وانما
ھو تخصیص لقضیتہ و تخصیص الحکم انما
یبتنی علی الحکم لا علی خلافہ وھذا اوضح
جدا و سر کلام الاسرار قد بیناہ وفرع[1] المبتغی
بالغین لو ادخل الکف صار مستعملا[2] وزاد فی
البحر فرع العنایۃ والدرایۃ وغیرھما ان
الجنب اذا نزل فی البئر یقصد الاغتسال یفسد
الماء عند الکل[2] وفرع[3] الخانیۃ لو ادخل یدہ
او رجلہ فی الاناء للتبرد یصیر الماء مستعملا
لانعدام الضرورۃ وفرع[4] الاسبیجابی والولوالجی
فیمن اغتسل فی بئر الی العشرۃ ولا نجاسۃ
علیہ قال محمد صارت المیاہ کلھا مستعملا
وزاد قولہ الی اخر الفروع ارشادا الی الکثیر الباقی
قال وھذا صریح فی استعمال جمیع الماء عند
محمد بالاغتسال فیہ[5] اھ واجاب عن
الکل بانہ مبنی علی روایۃ ضعیفۃ عن

تقاضا یہ ہے کہ کل مستعمل نہ ہوگا کیونکہ ملاقی حقیقۃً غیر ملاقی
سے کم ہے مگر یہ کہ محمد نے کل کو حکماً مستعمل قرار دیا ہے،
تو یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ کسی ضعیف روایت پر
مبنی ہے جو اُس مذہب کے خلاف ہے، یہ اس کے
مقتضٰی کی تخصیص ہے اور حکم کی تخصیص حکم پر ہی مبنی ہوتی
ہے نہ کہ خلافِ حکم پر، اور یہ بہت واضح ہے اور اسرار کے
کلام کا راز ہم نے بیان کر دیا۔
مبتغی[5] کی فرع، اگر ہتھیلی ڈالی تو پانی مستعمل ہو گیا اھ
اور بحر میں اضافہ کیا ہے عنایہ اور درایہ وغیرہما کی فرع کا
"جنب اگر کنویں میں غسل کی نیت سے اُترے گا تو سب
ہی کے نزدیک پانی فاسد ہو جائے گا"
خانیہ کی فرع: اگر کسی نے اپنا پیر یا ہاتھ برتن میں ٹھنڈک
حاصل کرنے کے لیے ڈالا تو پانی مستعمل ہو جائے گا کہ
ضرورت موجود نہیں ہے۔
اسبیجابی اور ولوالجی کی فرع، جو کنویں میں دس ہاتھ
تک نہایا اور اس پر کوئی نجاست بھی نہیں ہے تو
محمد نے فرمایا کل پانی مستعمل ہو جائیگا، اور اپنے قول
الی آخر الفروع کا اضافہ کیا، باقی کثیر فروع کی
طرف رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا یہ صریح ہے امام محمد کے

---

۱ الرسالۃ فی جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم		ادارۃ القرآن کراچی	۲/ ۶/۸۱۹
۲ بحر الرائق	کتاب الطہارت	سعید کمپنی کراچی	۱/۸۱
۳ بحر الرائق	"	"	۱/۸۱
۴ بحر الرائق	"	"	"
۵ بحر الرائق	"	"	"

Marfat.com

الماء یصیر مستعملا بوقوع قلیل من الماء المستعمل لا علی الصحیح من مذھبہ انہ لا یصیر مستعملا مالم یغلب علیہ اھ[1] ونقل تصحیحہ عن المحیط وعن شرح الھدایۃ للعلامۃ سراج الدین الھندی ونقل عنہ عن التحفۃ انہ المذھب المختار[2]۔

میں گر جائے تو وہ پانی مستعمل ہوجائیگا، یہ محمد کا قول ہے اھ اس کا یہ جواب دیا کہ محمد کا یہ قول ایک ضعیف روایت پر مبنی ہے کہ پانی تھوڑے مستعمل پانی کے گرنے کی وجہ سے مستعمل ہوجائے گا، ان کا صحیح مذہب یہ ہے کہ پانی صرف اس وقت مستعمل ہوگا جب اس پر مستعمل پانی کا غلبہ ہوجائے اھ اور اس کی تصحیح کو محیط، سراج الدین ہندی کی شرح ہدایہ سے نقل کیا اور اُن سے تحفہ سے نقل کیا کہ وہی مذہب مختار ہے۔ (ت)

اقول ھو کما قال والفرعان فی الملتقی فلا یمسان مورد النزاع والاستعمال لا یتوقف علی غلبۃ المستعمل بل عدمہ علی غلبۃ المطھر فان تساویا صار الکل مستعملا کما نصوا علیہ منھم ھو فی البحر۔

میں کہتا ہوں یہ ویسا ہی ہے جیسا کہ انہوں نے فرمایا اور یہ دونوں فرعیں ملتقی میں ہیں لہٰذا محل نزاع سے ان کا کوئی تعلق نہیں بنتا ہے اور استعمال مستعمل کے غلبہ پر موقوف نہیں بلکہ اس کا عدم غلبہ مطہر پر مبنی ہے تو اگر دونوں برابر ہوں تو کل مستعمل ہوجائے گا، جیسا کہ مشایخ نے اس کی تنصیص کی وہ بحر میں بھی یہی ہے۔ (ت)

اقول واقتصار المحیط والسراج والتحفۃ والخلاصۃ وغیرھا علی ذکر الغلبۃ لان المساواۃ الحقیقیۃ نادرۃ جدا کما قالوہ فی انفھام افضلیۃ زید من قول القائل لا افضل منہ وفرع[3] جحط المذکور فی المتون والشروح وصورتہا رجل نزل لطلب الدلو ولیس علی بدنہ نجاسۃ فعند محمد الماء طاھر غیر طھور والرجل طاھر مع ان الماء الذی لاقی بدنہ فی البئر اقل من غیرہ وقد جعلہ محمد مستعملا لانعدام

میں کہتا ہوں محیط، سراج، تحفہ اور خلاصہ وغیرہ میں غلبہ کے ذکر پر اقتصار کیا ہے، کیونکہ حقیقی مساوات نادر ہے، مشایخ نے اس کو اس مثال سے واضح کیا ہے کہ اگر کوئی لا افضل من زید، کہے تو اس سے زید کی افضلیت سمجھ میں آتی ہے۔

جحط[3] کی فرع جو متون وشروح میں مذکور ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کنویں میں ڈول نکالنے کے لیے اُترا اور اس کے بدن پر نجاست نہیں ہے تو محمد کے یہاں پانی طاہر ہے طہور نہیں اور آدمی طاہر ہے حالانکہ وہ پانی جو کنویں میں سے اس کے

---

[1] رسالۃ فی جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم　ادارۃ القرآن　۲/ ۸۲۰

[2] " " " " " " "

Marfat.com

نبت اخضر یعلو الماء بعضه علی بعض اھ وھو ماخوذ عن الحلیة قال وھذا کلہ یدل ان الماء یصیر مستعملا بالوضوء فیہ مطلقا[1] اھ واجاب عنھما بحملھما علی نجاسة الماء المستعمل صرح بہ شارح المنیة العلامة ابن امیر الحاج فقال وانما قید الجواز بعدم الخلوص لانہ لوکان یخلص بعضہ الی بعض لا یجوز لکن علی القول بنجاسة الماء المستعمل اما علی القول بطھارتہ فیجوز مالم یغلب علی ظنہ ان القدر الذی یغترفہ منہ لاسقاط فرض من مسح اوغسل ماء مستعمل اویمازجہ مستعمل مساو اوغالب اھ قال فھذا صریح فیما قلناہ من جواز الوضوء فی الفساقی واما مسألة الطحلب فقال شارح المنیة ایضا ھذا ایضا بناء علی نجاسة الماء المستعمل اومساواتہ اھ وکذا صرح فی مسألة توضأ فی حوض انجمد ماؤہ قالوا ان کان الجمد رقیقا ینکسر بالتحریک یجوز اما اذا کان کبیرا قطعا قطعا لایتحرک بالتحریک لا یجوز فقال ھذا ایضا بناء علی نجاسة الماء المستعمل اما علی طھارتہ فالجواب ما ذکرنا فی السابقات[2] اھ وانت تعلم انہ رحمہ اللہ تعالی

اس امر پر دلیل ہے کہ پانی اس میں وضو کرنے سے مطلقا مستعمل ہو جاتا ہے اھ اور ان دونوں سوالوں کا جواب انہوں نے یہ دیا ہے کہ ان دونوں کو مستعمل پانی کی نجاست پر محمول کیا ہے، اس کی تصریح شارح منیہ علامہ ابن امیر الحاج نے کی ہے، اور فرمایا کہ جواز کو عدم خلوص کے ساتھ مقید کیا کیونکہ اگر پانی کا کچھ حصہ دوسرے حصہ کی طرف چلا گیا تو جائز نہیں، لیکن یہ تب ہے کہ جب مستعمل پانی کو نجس قرار دیا جائے، لیکن اگر اس کو پاک قرار دیا جائے تو جائز ہے تاوقتیکہ اس کو اس بات کا ظن غالب نہ ہو جائے کہ وہ مقدار جو اس پانی سے وہ چُلّو بھر کر لے رہا ہے مسح یا دھونے کے فرض کو ساقط کرنے کیلئے کہ وہ مستعمل پانی ہے یا اس میں مستعمل پانی ملا ہوا ہے جو اس کے برابر ہے یا غالب ہے اھ فرمایا یہ اس بارے میں صریح ہے جو ہم نے کہا ہے کہ وضو فساقی میں جائز ہے، اور گھاس کا مسئلہ تو منیہ کے شارح نے بھی فرمایا یہ بھی مستعمل پانی کی نجاست پر مبنی ہے یا وہ مستعمل پانی کے مساوی ہو اھ اور اسی طرح انہوں نے اس مسئلہ میں تصریح کی کہ کسی شخص نے ایسے حوض میں وضو کیا جس کا پانی منجمد ہو چکا تھا فرمایا اگر منجمد پانی ایسا ہے کہ ہلانے سے بآسانی ٹوٹ جاتا ہے تو جائز ہے اور اگر اس کے بڑے بڑے ٹکڑے ہوں کہ ہلانے سے نہ ہلیں تو جائز نہیں، فرمایا یہ بھی اسی پر مبنی ہے کہ مستعمل پانی نجس ہے، اور اس کی پاکی کی

---

[1] الرسالہ جواز الوضوء من رسائل ابن نجیم مع الاشباہ ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۸۲۰-۷

[2] " " " " ۲/ ۸۲۱-۸

Marfat.com

لا یصیر مستعملا لفقد نیة القربة[1] اھ فان ابیتموھا لانھا روایة غیر مختارة کما قدمنا کانت المختارة اشد فی الرد وفرع الاسرار وھو کلامه علی حدیث لایبولن اذ یقول من قال ان الماء المستعمل طاھر طھور لا یجعل الاغتسال فیه حراما وکذا من قال طاھر غیر طھور لان المذھب عندہ ان الماء المستعمل اذا وقع فی ماء اٰخر لم یفسدہ حتی یغلب علیه وقدر مایلاقی بدن المستعمل یصیر مستعملا وذلك القدر من جملة ما یغتسل فیه عادة یکون اقل من ماء فضل عن ملاقاة بدنه فلا یفسدہ ویبقی طھورا ولا یحرم فیه الاغتسال الا ان محمدا یقول بصیرورته مستعملا بالاغتسال فیه[2] اھ و نقله فی البحر بلفظ ان محمدا یقول لما اغتسل فی الماء القلیل صار الکل مستعملا حکما[3] اھ واجاب عنه ایضا بما مر۔

ضرورت کی وجہ سے، اور ابوبکر الرازی کی تخریج کے مطابق پانی مستعمل نہ ہوگا کیونکہ اس میں قربت کی نیت نہیں اھ تو اگر آپ اس روایت کا انکار کریں کہ یہ غیر مختار روایت ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا تو مختار روایت تردید میں زائد ہوگی۔

اسرار کی فرع حدیث "لا یبولن" پر انکی گفتگو یہ ہے کہ جو یہ کہتا ہے مستعمل پانی طہور و طاہر ہے تو وہ اس میں غسل کو حرام قرار نہیں دیتا ہے اور اسی طرح جو اس پانی کو طاہر غیر طہور کہتے ہیں کیونکہ ان کا مذہب یہ ہے کہ جب مستعمل پانی دوسرے پانی میں مل جائے تو جب تک اس پر غالب نہ ہو اس کو فاسد نہیں کرتا اور صرف اسی قدر مستعمل ہوتا ہے جو بدن سے متصل ہوتا ہے اور یہ مقدار اُس مجموعی پانی کی مقدار سے جس سے کہ غسل کیا جاتا ہے عادۃً اس پانی سے کم ہوا کرتی ہے جو ملاقاۃ بدن سے بچ رہا ہوتا ہے۔ تو یہ اس کو فاسد نہیں کرے گا اور طہور ہی رہے گا اور اُس سے غسل حرام نہ ہوگا، تاہم محمد فرماتے ہیں کہ اس میں غسل کرنے سے یہ مستعمل ہوجائیگا اھ اور بحر میں اس کو ان الفاظ سے نقل کیا ہے کہ محمد فرماتے ہیں کہ جب کوئی تھوڑے پانی میں غسل کرے گا تو سب کا سب حکماً مستعمل ہوجائے گا اھ اور اس کا جواب بھی وہ دیا جو گزرا۔

اقول سبحٰن اللہ[1] صریح منطوق الاسرار ان المذھب اعتبار الغلبة وان

میں کہتا ہوں سبحان اللہ، اسرار کا صریح منطوق یہ ہے کہ مذہب یہ ہے کہ اعتبار غلبہ کو ہے، اگرچہ اس کا

---

[1] بحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۷
[2] الرسالۃ فی جواز الوضوء من رسائل ابن نجیم مع الاشباہ، ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۶/۸۱۹
[3] بحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۱

Marfat.com

او فق بمقصوده اذ لا نزاع فی مسألة الاختلاط غیر انه رحمه الله تعالی لما حکم بعدم الفرق بین الملقی والملاقی طفق لا یفرق بینهما فی الحجاج ثم انهی کلامه فی البحر بایراد حجة له اخری عن فتاوی العلامة قارئ الهدایة جمع تلمیذه المحقق علی الاطلاق سئل عن فسقیة صغیرة یتوضؤ فیها الناس وینزل فیها الماء المستعمل فی کل یوم ینزل فیها ماء جدید هل یجوز الوضوء فیها اجاب اذا لم یقع فیها غیر الماء المذکور لا یضر اھ یعنی اذا وقعت فیها نجاسة تنجست لصغرها اھ اھ[1][2]

اسی قسم کے ذکر کیے، اور وہ اُس میں صریح ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے، یعنی اگر غیر مستعمل پانی میں تھوڑا سا مستعمل مل جائے تو اس سے وضو جائز ہے اھ اور ان کا قول رسالہ میں "یہ صریح ہے اس امر میں کہ فساقی سے وضو جائز ہے" ان کے مقصود سے زیادہ موافق ہے، کیونکہ اختلاط کے مسئلہ میں تو کوئی نزاع ہی نہیں، البتہ صرف یہ ہے کہ چونکہ انھوں نے ملقی اور ملاقی میں فرق نہیں کیا ہے تو قریب تھا کہ وہ ان دونوں سے استدلال میں بھی فرق نہ کرتے، پھر انہوں نے اپنا کلام بحر میں اس پر ختم کیا کہ اپنی ایک مزید دلیل فتاوی علامہ قاری ہدایہ سے دی، اس کو ان کے شاگرد محقق علی الاطلاق نے جمع کیا ہے اُن سے ایک چھوٹے گڑھے کے بارے میں دریافت کیا گیا جس میں لوگ وضو کریں اس میں مستعمل پانی گرے اور ہر روز نیا پانی بھی آئے، اس سے وضو جائز ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اس میں مذکورہ پانی کے علاوہ اور پانی نہ گرتا ہو تو کچھ حرج نہیں اھ یعنی اس میں اگر کوئی نجاست گرے گی تو یہ نجس ہو جائے گا کیونکہ یہ چھوٹا ہے اھ (ت)

اقول وبالله التوفیق الایرادات و الحجج الاربع کلها مبنیة علی الذهول عن محل النزاع لان تلك الفروع طرا فی الملقی لا الملاقی اما فرع قارئ الهدایة فظاهر لقول السؤال ینزل فیها الماء المستعمل و

میں بتوفیقِ الٰہی کہتا ہوں دونوں اعتراض اور چاروں استدلال اس پر مبنی ہیں کہ محلِ نزاع پر نظر نہیں رکھی گئی کیونکہ یہ تمام فروع ملقی میں ہیں نہ کہ ملاقی میں، قاری الہدایہ کی فرع تو ظاہر ہے، کیونکہ سوال میں ہے کہ اس میں مستعمل پانی روز آتا ہے اور جواب میں ہے

---

[1] بحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۴

[2] اھ السابق علی ھذین لکلام العلامة قارئ الهدایة وھو قول الامام ابن الهمام والاول من ھذین لکلام ابن الهمام من کلام البحر والاخیر لکلام البحر من کلام المصنف ۱۲ (م)

ان دونوں سے پہلے "اھ" علامہ قاری الہدایہ کے کلام کی انتہا ہے جس کو ابن ہمام نے ذکر کیا اور ان دونوں میں سے پہلی "اھ" ابن ہمام کے کلام کی انتہا ہے جس کو بحر نے بیان کیا اور آخری بحر کے کلام کی انتہا ہے جس کو مصنف نے ذکر کیا ہے ۱۲ (ت)

Marfat.com

محمد قائلة بنجاسة الماء المستعمل[1] ثم استشهد بحمل الفتح فرعا في الخانية عليها وقد مرما فيه من ستة اوجه۔

نزدیک تمام پانی کے مستعمل ہونے میں اس میں غسل کرنے کی وجہ سے، اور سب کا جواب یہ دیا کہ یہ ضعیف روایۃ پر مبنی ہے، یعنی محمد کی اس روایت پر کہ مستعمل پانی نجس ہوجاتا ہے، پھر یہ استشہاد کیا کہ فتح نے خانیہ کی ایک فرع کو اسی پر محمول کیا ہے اور جو اس پر اعتراض ہے وہ چھ وجوہ سے گزر چکا ہے۔

وفرع[۹] منیۃ المصلی عن الفقیہ ابی جعفر توضأ فی أجمۃ القصب فان کان لا یخلص بعضہ الی بعض یجوز وفی الخلاصۃ توضأ فی أجمۃ القصب اوارض فیہا زرع متصل بعضہا ببعض ان کان عشرا فی عشر یجوز قال فمفہومہ انہ اذا کان اقل لا یجوز التوضی فیہ والاجمۃ محرکۃ الشجر الکثیر الملتف[2]۔

منیۃ المصلی کی فرع ۹: یہ فقیہ ابو جعفر سے ہے کسی نے بانسوں کے جھنڈ میں وضو کیا اگر وہ اتنے گھنے ہیں کہ پانی کے حصے ایک دوسرے سے جدا رہتے ہیں تو جائز ہے اور خلاصہ میں ہے کہ بانسوں کے جھنڈ میں یا ایسی زمین میں جس میں پودے ایک دوسرے سے متصل ہوں، اگر وہ دَہ در دَہ ہو تو وضو جائز ہے، اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر اس سے کم ہو تو جائز نہیں، اور اُجمہ محرکہ، گھنے درختوں کو کہتے ہیں۔

وفرع[۱۰] الکتابین الخلاصۃ والمنیۃ توضأ فی حوض وعلی جمیع وجہ الماء الطحلب ان کان بحال لو حرک یتحرک یجوز قال ومفہومہ انہ لو کان لا یتحرک الطحلب بتحریک الماء لا یجوز فان عدم تحرکہ بتحریک الماء یدل علی انہ بحالۃ من التکاثف والاستمساک لسطح الماء بحیث یمنع انتقال الماء المستعمل الواقع فیہ الی محل اٰخر فیقع الوضوء بماء مستعمل الطحلب

خلاصہ اور منیہ کی فرع ۱۰: حوض میں وضو کیا اور طحلب پانی کی تمام سطح پر ہو اگر وہ ایسا ہے کہ اس کو حرکت دی جائے تو سب ہل جائے تو جائز ہے، فرمایا اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر حرکت نہ کرے طحلب پانی کی حرکت دینے سے تو جائز نہیں کیونکہ پانی کی حرکت دینے سے اس کا متحرک نہ ہونا اس امر پر دلالت ہے کہ وہ اتنا کثیف ہے کہ مستعمل پانی کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا مشکل ہے، تو وضو مستعمل پانی سے ہوگا، اور طحلب سبز رنگ کی گھاس ہے جو پانی پر تیرتی رہتی ہے اھ اور یہ حلیہ سے ماخوذ ہے، فرمایا یہ سب

---

[1] الرسالۃ جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۸۲۰-۷
[2] الرسالۃ جواز الوضوء 〃 〃 〃 〃

Marfat.com

طريق الحلية وانا اقول وبه [ف١] استعين الوضوء في الحوض يحتمل معنيين احدهما ان يغترف منه بيد او اناء ويتوضأ خارجه بحيث تقع غسالته فيه كقولك توضأت في الطست وهو الذي اقتصر عليه المحقق الحلبي والاخران يغسل اعضاءه بغمسها فيه كما يفعل كثير من الناس في الرجلين كقولك غسلت الثوب في الاجانة وهذا اقرب الى ظرفية الحوض للوضوء بالضم وان اطلق على الاول لصيرورة الحوض ظرف الوضوء بالفتح [ف٢] فلا وجه للقصر على الاول والماء في الاول ملقى اى استعمل في الخارج ثم القى في الماء المطلق وفي الثاني ملاق اى ماء مطلق لاقى بدنا ذا حدث فاسقط فرضا او بدن[1] متقرب فاقام قربة و[ف٣] انت تعلم ان العبارة في الفروع الثلثة تحتمل الوجهين بيد انا لو حملناها على الثاني وجب ردها الى رواية ضعيفة وهو نجاسة المستعمل اوصيرورة المطلق مستعملا بوقوع المستعمل ولو قليلا الا ما ترشش كالطل فانه عفو دفعا للحرج وكلتاهما ضعيفة مهجورة والصحيح المعتمد طهارته وعدم تاثيره في المطلق

اختلاف نہیں، یہ ایسا نہیں کہ کچھ لوگوں کے قول پر متفرع ہو اور کچھ کے قول پر متفرع نہ ہو اھ یہ تمام بحث حلیہ کے نہج پر ہے۔

میں کہتا ہوں حوض سے وضو کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ حوض سے چُلّو سے پانی لیا جائے یا برتن سے لیا جائے اور حوض کے باہر وضو کیا جائے اور اس کا دھووَن حوض میں گرتا رہے، جیسے کہا جاتا ہے "میں نے طشت سے وضو کیا۔ محقق حلبی نے اس پر اکتفا کیا ہے، اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ حوض میں اپنے اعضا ڈبو کر وضو کرے جیسے عام طور پر لوگ پیر دھوتے ہیں، جیسے کہا جاتا ہے "میں نے ٹب میں کپڑے دھوئے" اور یہ حوض سے وُضو بالضم کا ظرف ہونے کے اقرب ہے، اگرچہ اس کا اطلاق پہلے پر اس تاویل سے ہوتا ہے کہ وہ وَضو بالفتح کا ظرف ہے، تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کو پہلے تک ہی متصور رکھا جائے اور پہلے میں پانی ملقی ہے یعنی پہلے باہر استعمال کیا گیا پھر مطلق پانی میں ڈالا گیا اور دوسرے میں ملاقی ہے، یعنی مطلق پانی جو حدث والے بدن کو ملا اور ایک فرض کو ساقط کیا یا متقرب کے بدن کو ملا اور ایک قربۃ اس سے ادا ہوئی اور آپ جانتے ہیں کہ تینوں فروع کی عبارت دونوں وجہوں کا احتمال رکھتی ہے، صرف اتنا ہے کہ اگر ہم اس کو دوسرے پر

---

[1] ادخله في البحر في المحدث حكما تبعا للدراية وتقدم الرد عليه في الطرس المعدل اھ (م)

بحر نے اس کو حکماً محدث میں داخل کیا درایہ کی پیروی کرتے ہوئے طرس معدل میں اس کا رد پہلے گزرا اھ (ت)

Marfat.com

سلك بفرعي الاجمة والطحلب مسلكين وذلك
ان كلا منهما حكم بعدم جواز الوضوء ان كان
ماء الاجمة دون عشر في عشر اولا يتحرك
الطحلب بتحريك الماء فجعله واردا عليه
حيث افاد صيرورة كل الماء مستعملا
بالتوضي فيه اذا كان قليلا واجاب بحمله على
رواية النجاسة وحكم الحلبة بالجواز وان
كان قليلا مادام اكثر بناء على الطهارة فجعله
دليلا له حيث افاد ان الوضوء في الماء القليل
لا يفسده مادام الطهور غالبا على المستعمل
واضاف اليهما فرع الجمد في الاحتجاج و
ان كان يصلح ايضا للايراد واقتصر في البحر على
ايراد الفروع الثلثة تصريحا بالاول وتلويحا
بالباقيين فيما هو له لا فيما هو عليه فقال ثم
رأيت العلامة ابن امير الحاج قال (فذكر
قوله المار) قال ثم قال ايضا واتصال
الزرع بالزرع لا يمنع اتصال الماء بالماء وان
كان مما يخلص فيجوز على الرواية المختارة
في طهارة المستعمل بالشرط الذي سلف
(اى غلبة الطهور على غيره) ثم ذكر اى الحلبي
مسائل على هذا المنوال وهو صريح فيما قدمنا
من جواز الوضوء بالماء الذي اختلط به ماء
مستعمل قليل[1] اه وقوله في الرسالة هذا
صريح فيما قلناه من جواز الوضوء في الفساقي

صورت میں تو جواب وہی ہے جو ہم پہلے ذکر کر آئے
ہیں اھ اور تمہیں معلوم ہے کہ اُنھوں نے جھنڈ اور کائی کے
مسئلہ میں دو راہیں اختیار کی ہیں، اور یہ اس لیے ہے
کہ ان دونوں میں سے ہر ایک نے حکم عدمِ جواز کا لگایا،
اگر جھنڈ کا پانی دَہ در دَہ سے کم ہو یا پانی کو حرکت دینے
سے کائی میں حرکت پیدا نہ ہو، انہوں نے قلیل پانی میں وضو
پر تمام پانی کو مستعمل قرار دینے کو اعتراض قرار دیا اور اس کا
جواب یہ دیا کہ یہ نجاست والی روایت پر محمول ہے اور حلبہ
نے قلیل پانی میں وضو کو جائز کہا ہے بشرطیکہ وہ مستعمل پانی سے زیادہ
ہو کیونکہ وہ پاک ہے، اس کو انہوں نے اپنی دلیل بنایا
جہاں انہوں نے کہا کہ قلیل پانی میں وضوء پانی کو فاسد
نہیں کرتا جب تک پاک پانی غالب رہے، ان دونوں صورتوں کے
ساتھ انہوں نے استدلال میں انجماد کی فرع کا اضافہ کیا اگرچہ یہ
بھی اعتراض کی صورت بن سکتی ہے اور بحر میں تینوں فروع کے ذکر پر
اکتفا کیا ہے پہلی کی تصریح کی ہے اور باقی میں تلویح کی ہے،
ماھولہ کا بیان کیا ہے نہ کہ ماھو علیہ کا۔ پھر
فرمایا کہ میں نے علامہ ابن امیر الحاج کو دیکھا انہوں
نے فرمایا (پھر ان کا گزشتہ قول نقل کیا) کہا نیز انہوں نے فرمایا کہ
کھیتی کا کھیتی سے متصل ہونا پانی کے پانی سے متصل
ہونے کو نہیں روکتا ہے اگرچہ یہ اس قبیلہ سے ہے
کہ پہنچ سکتا ہے، تو مختار روایت کے مطابق جو مستعمل
پانی سے طہارۃ جائز ہوگی مگر شرط وہی رہے گی جو گزری،
(یعنی طہور کا غلبہ غیر پر) پھر حلبی نے چند مسائل

---

[1] بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۴

Marfat.com

انہوں نے اس میں اعتراف کرلیا کہ وہ اس طرح مدعی بن گئے ہیں، تو اب یہ دعوی بلا دلیل کس طرح قبول کیا جائیگا' اور بینہ میں جو انہوں نے ذکر کیا ہے وہ محیط علامہ سراج ہندی اور تحفہ کا قول ہے کہ اگر مستعمل پانی کنویں میں گر جائے تو محمد کے نزدیک اس سے وضو جائز ہے تاوقتیکہ وہ پانی پر غالب نہ ہو جائے اور یہی صحیح ہے اور تحفہ میں صراحت ہے کہ یہی مذہب مختار ہے۔ (ت)

فاقول رحم اللّٰہ الشیخ العلامۃ ما ذکرہ فھو فی الملقی فکیف یدل علی ابتناء ما فی الاسرار والعنایۃ والدرایۃ وغیرھما من شروح الھدایۃ وشرح الاسبیجابی وفتاوی الولوالجی وغیرھا علی روایۃ ضعیفۃ مع کونھا فی الملاقی والی ھنا تم الکلام مع البحر والرسالۃ معا ولم یبق فیھا شیئ غیر حرف واحد فی البحر وھو قولہ رحمہ اللّٰہ تعالٰی لایعقل فرق بین الصورتین من جھۃ الحکم یعنی الملقی و الملاقی۔

میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی شیخ علامہ پر رحم فرمائے، جو کچھ انہوں نے ذکر کیا ہے وہ ملقی میں ہے تو یہ اسرار، عنایہ، درایہ (شروح ہدایہ)، شرح اسبیجابی اور فتاوٰی ولوالجی وغیرہ کی عبارات کے ضعیف روایت پر مبنی ہونے پر کیونکر دلیل بن سکتا ہے کیونکہ وہ ملاقی کے بارے میں ہیں یہاں تک بحر اور رسالہ سے جو گفتگو تھی پوری ہوئی البتہ بحر نے ایک لفظ کہا ہے وہ یہ کہ ملقی اور ملاقی دونوں صورتوں میں حکم کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے۔ (ت)

اقول ای لعمرک فرق وای فرق لان الاستعمال انما یثبت بازالۃ الماء حدثا او اسقاطہ فرضا او اقامتہ قربۃ وذلک بملاقاتہ

میں کہتا ہوں دونوں صورتوں میں بہت بڑا فرق ہے کیونکہ پانی کا مستعمل ہونا یا تو حدث کے ازالہ کی وجہ سے ہوتا ہے یا اسقاط فرض کی وجہ سے یا کسی

---

[1] ذکر ھھنا عن بعض معاصریہ الفرق بان فی الوضوء یشیع الاستعمال فی الجمیع بخلافہ فی الصب اھ ثم ردہ وھی عبارۃ مدخولۃ فتحت علی نفسھا باب الرد فکان لما ذکر فی البحر ساغ فلذا طوینا ذکرہ وسنعود الیہ ان شاء اللّٰہ تعالٰی فی الفصل الرابع اھ منہ غفر لہ۔

یہاں انہوں نے اپنے بعض معاصرین سے یہ فرق نقل کیا ہے کہ وضو سے استعمال تمام پانی میں ہوتا ہے اور بہانے میں یہ نہیں ہے، پھر خود ہی انھوں نے اس کا رد کیا اور یہ عبارت مدخولہ ہے' اس نے اپنے اوپر رد کا دروازہ کھول دیا ہے، تو جو بحر میں اس کا جواز تھا اس لیے ہم نے اس کو ذکر نہ کیا اور چوتھی فصل میں ہم اس کو ذکر کریں گے ان شاء اللہ تعالٰی اھ منہ (ت)

Marfat.com

قولہ فی الجواب اذا لم یقع فیہا غیرہ و اما فروع الحلیۃ الثلثۃ فلان مستند الجوابین و الاحتجاجات کلام العلامۃ الحلبی و ھو مصرح بانہا جمیعا فی الملقی دون الملاقی الاتری الی قولہ فی الاول ان کان لایخلص بعضہ الی بعض جاز لان الماء حینئذ کثیر ولو کان الماء المستعمل الواقع فیہ نجاسۃ لم یمنع فکیف وھو طاھر و انما قید الجواز الی اخر ما نقلتم وقال فی الثانی یمنع انتقال الماء المستعمل الواقع فیہ وقد نقلتموہ و ان لم تعزوہ وقال فی الثالث ان کون الجمد ینکسر بتحریک الماء لایمنع من انتقال الماء المتصل منہ فی الحوض من ذلک المحل الواقع فیہ الخ وکذلک قال فی نظائرہ بل ھذا علی طریق الحلیۃ مستفاد من نفس الفروع فانہا فی الوضوء فی حوض او غدیر وقد افاد فی الحلیۃ قبل الفرع الاول بصفحۃ فی الفرق بین التوضی من حوض وفیہ ان التوضی منہ لایستلزم البتۃ وقوع الغسالۃ فیہ بخلاف التوضی فیہ قال وکون وضوء المتوضئین من موضع وقوع غسالاتہم فیہ ھو مقصود الافادۃ من التفریع بخلاف کون وضوء المتوضی منہ بحیث تقع غسالاتہم خارجہ جائزا فان ذلک مجمع علیہ لایتفرع علی قول قوم دون اخرین[1] اھ ھذا کلہ علی

کہ جبکہ اس میں اس پانی کے علاوہ کوئی اور چیز نہ گرتی ہو اور حلیہ کی تینوں فروع اس لیے کہ دونوں جوابوں کی سند اور استدلالات علامہ حلبی کا کلام ہیں، اور انہوں نے تصریح کردی ہے یہ تمام ملقی میں ہیں نہ کہ ملاقی میں - چنانچہ ان کا پہلا قول دیکھا جائے کہ اس کا بعض دوسرے بعض کی طرف نہ جاتا ہو تو جائز ہے، کیونکہ اس صورت میں پانی کثیر ہوگا، اور اگر وہ ماء مستعمل جس میں نجاست گر گئی ہو مانع نہیں ہے تو جو طاہر ہے وہ کیسے ہوگا اور بیشک جواز کو مقید کیا الی آخر ما نقلتم اور دوسرے میں فرمایا منع کرتا ہے مستعمل پانی کا منتقل ہونا جس میں وہ واقع ہے حالانکہ تم نے اس کو نقل کیا ہے اگرچہ اس کے قائل کا نام نہیں لیا ہے، اور تیسرے میں فرمایا کہ برف کا پانی کو حرکت دینے سے ٹوٹ جانا حوض میں جو پانی اس سے متصل ہے اس کے منتقل ہونے کو مانع نہیں ہے الخ اور اسی طرح اس کی نظیروں میں فرمایا بلکہ حلیہ کے طریق کے مطابق یہ نفس فروع سے مستفاد ہے کیونکہ یہ بظاہر حوض یا تالاب سے وضوء سے متعلق ہیں، اور حلیہ میں فرع اول سے ایک صفحہ قبل فرمایا، حوض سے وضو اور حوض میں وضو کے اندر فرق ہے، اور اسی میں ہے کہ حوض سے وضو کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دھوون حوض میں گرے، لیکن اگر حوض میں وضو کیا جائے تو دھوون لازمی طور پر اس میں گرے گا، فرمایا لوگوں کا اس جگہ سے وضو کرنا جہاں اُن کے دھوون کا پانی پڑتا ہے یہی تفریع کا اصل مقصود ہے اور ایسی جگہ وضو کرنا جہاں دھوون باہر گرتا ہو تو اس میں کسی کا

[1] حلیہ

Marfat.com

اطبقوا سلفا وخلفا وانتم معهم علی تعلیله بالضرورة کما قدمنا عن الفتح والخلاصة والتبیین والبزازیة والکافی والخانیة و الغنیة والحلیة والنهر والقدوری و الجرجانی والبرهان والصغری والفوائد الظهیریة والشمس الائمة الحلوانی وعن بحرکم و عنکم عن شمس الائمة السرخسی وشارح الهدایة الخبازی والمحقق حیث اطلق والزیلعی وابی الحسن وابی عبدالله رحمهم الله تعالٰی و قدمناه عن الخلاصة عن نص محرر المذهب محمد فی کتاب الاصل وعن الفتح عن کتاب الحسن عن صاحب المذهب الامام الاعظم رضی الله تعالٰی عنهم ولو کان لا یستعمل الا ما لصق بالبدن فای حرج یلحق وای ضرورة تمس فان الماء مع ثبوت الاستعمال یبقی طاهرا مطهرا کما کان۔

وسابعا قدمنا عن الامام شمس الائمة الکردری ان ادخال المحدث یده فی الماء لا لضرورة یفسده[1] وعنکم عن المبتغی انه یفسد الماء[2] وعنکم عن المبسوط عن نص محمد فی الاصل اغتسل الطاهر فی البئر افسده[3] وعن مجمع الانهر فسد عند الکل[4] وعن

سلف سے خلف تک اسی پر چلے آرہے ہیں اور آپ بھی اُن کے ہمنوا ہیں اور اس کے لیے علت ضرورت بتائی ہے جیسا کہ ہم فتح، خلاصہ، تبیین، بزازیہ، کافی، خانیہ، غنیہ، حلیہ، نہر، قدوری، جرجانی، برہان، صغری، فوائد ظہیریہ، شمس الائمہ حلوانی، بحر اور آپ کی سند سے شمس الائمہ سرخسی سے، شارح ہدایہ خبازی، محقق (انھوں نے اطلاق سے کام لیا) ابو الحسن و ابو عبداللہ سے روایت کر آئے ہیں اور اسکو ہم نے خلاصہ سے محرر المذہب امام محمد کا قول ان کی اصل سے نقل کیا ہے اور فتح سے حسن کی کتاب سے صاحب المذہب امام اعظم سے نقل کیا ہے، اگر صرف اتنا ہی مستعمل ہوتا ہے جو بدن سے لگا ہو تو کیا حرج لاحق ہوتا ہے؟ اور کونسی ضرورت درپیش ہوتی ہے؟ کیونکہ پانی باوجود ثبوت استعمال کے طاہر مطہر ہی رہے گا جیسا کہ پہلے تھا۔

سابعاً ہم امام شمس الائمہ کردری سے نقل کر آئے ہیں کہ محدث کا اپنے ہاتھ کو پانی میں بلا ضرورت ڈالنا پانی کو فاسد کر دیتا ہے اور تم سے مبتغی سے روایت کی ہے کہ وہ پانی کو فاسد کر دیتا ہے، اور تم سے مبسوط سے، محمد کی اصل میں نص سے روایت کی ہے کہ اگر پاک آدمی کنویں میں غسل کرے تو اس کو فاسد

---

[1] الهندیة بالمعنی — فصل فیما لا یجوز به الوضوء — نورانی کتب خانہ پشاور — ۱/۲۲
[2] الهندیة " — " " — " " " — ۱/۲۳
[3] بحر الرائق — کتاب الطهارت — سعید کمپنی کراچی — ۱/۹۶
[4] مجمع الانهر — فصل فی الماء — بیروت — ۱/۳۱

Marfat.com

مطلقا مالم یساوه او یغلب علیه والروایات
تصان عن مثله مهما امکن فظهران المراد
فی الثلاثة المعنی الثانی لاما فهم المحقق
واضطر الی حملها علی ضعیف واذن صارت
الثلثة حججا لنا ولا دلیل ناطق علی صرفها
الی ضعیف ومن یفعله ینقلب مدعیا بعد
ان کان سائلا فلیورد دعواه ببرهان وایت
البرهان وذلك لان الاصل فی روایات
الائمة الاعتماد فمن استند بها فقد قضی
ماعلیه، ومن یرید ردها الی ما یردها
فلیات بدلیل یلجئ الیه، ودعوای هذه
قد اعترف بها العلامة فی البحر والرسالة
معا اذ حکم بابتناء تلك الفروع علی روایة
ضعیفة فقال وسیظهر لك صدق هذه
الدعوی الصادقة بالبینة العادلة فقد
اقرانه رحمه الله تعالی عاد بهذا مدعیا
فکیف تسلم بلا دلیل اما ما ذکر فی البینة و
هو قول المحیط والعلامة السراج الهندی
والتحفة اذا وقع الماء المستعمل فی البئر عند
محمد یجوز التوضؤ به مالم یغلب علی الماء
وهو الصحیح ولفظ التحفة علی المذهب
المختار[1]۔

محمول کریں تو اس کو ایک ضعیف روایت کی طرف راجع
کرنا پڑے گا اور وہ مستعمل پانی کا نجس ہونا ہے یا مطلق پانی کا
تھوڑے مستعمل پانی سے مل جانے کی وجہ سے مستعمل ہو جانا،
ہاں شبنم جیسے قطرے معاف ہیں حرج کو دفع کرنے
کے لیے۔ یہ دونوں روایتیں متروک اور ضعیف ہیں،
اور صحیح اور قابلِ اعتماد اس کی پاکی ہے اور اس کا مطلق
پانی پر اثر انداز نہ ہونا ہے تاوقتیکہ اس کے برابر
یا اس پر غالب نہ ہو جائے ——
اور روایتیں اس قسم کی چیز سے حتی الامکان محفوظ رکھی
جاتی ہیں، تو معلوم ہوا کہ تینوں فروع ہیں دوسرے
معنی ہی مراد ہیں، وہ معنی نہیں ہیں جو محقق نے لیے ہیں
اور پھر ان کو ضعیف روایت پر حمل کرنا پڑا اور اس طرح
تینوں فروع ہماری دلیل بن گئی ہیں اور ان کو ضعیف
روایت پر محمول کرنے کے لیے کوئی دلیل ناطق موجود
نہیں، اور جو ایسا کرتا ہے وہ سائل کے بجائے اپنے
آپ کو مدعی بناتا ہے اور ایسی صورت میں اس کو
برہان لانا چاہیئے، اور برہان کہاں سے ملے گا کیونکہ
ائمہ کی روایات میں اصل اعتماد ہے تو جو ان سے استناد کرے گا
اس نے اپنی ذمہ داری پوری کردی، اور جو ان کو کسی
اور طرف رد کرنا چاہتا ہے تو اسے اس کی دلیل پیش
کرنا ہوگی، اور میرے اس دعوی کا اعتراف علامہ نے
بحر اور رسالہ دونوں میں کیا ہے کیونکہ انہوں نے ان کی
بنیاد کو ضعیف روایت پر مبنی قرار دیا ہے اور فرمایا کہ تم پر اس دعوی کی صداقت بینہ عادلہ سے ظاہر ہو جائیگی۔

---

[1] الرسالہ فی جواز الوضوء مع الاشباہ والنظائر   ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی   ۲/ ۸۲۰

Marfat.com

اعنی ثبوت الاستعمال لجمیع الماء القلیل قلیلا کان او کثیرا بدخول جزء من بدن محدث فیه لم یرو ما یخالفه ولم یر فی کلام احد مما ینازعه الا لفظة وقعت فی کلام البدائع فی تعلیل وجدل مع وفاقه فی المروی وما قدر بحث مع نصوص صاحب المذهب وتصریح محررہ فی کتاب ظاهر الروایة بل مع اجماع ائمة المذهب لاجرم ان بقیت تلك الکلمة لم یعرج علیها احد فیما نعلم الی عصر الامام المحقق علی الاطلاق حتی اتی تلمیذاه العلامتان القاسم والحلبی فاثراها ، واثراها واشاراها ، وجعلها العلامة قاسم نصا مرویا ، وحکما مرضیا رد به نصوص المذهب المشهورة ، والفروع المتواترة فی الکتب المنشورة ، الی روایة ضعیفة مهجورة ، ولم یات علیها بروایة منقولة ماثورة ، ولا درایة مقبولة منصورة ، فالمذهب هو المتبع ، والحق احق ان یتبع ، والله المستعان ، وعلیه التکلان ، وصلی الله تعالٰی علی سید الانس والجان ، وآله وصحبه وابنه وحزبه ما تعاقب الملوان ، وبارك وسلم ابدا آمین ، والحمد لله رب العلمین ۔

منقول ہے اور جس پر متواتر روایات منطبق ہیں یعنی تمام قلیل پانی پر مستعمل ہونے کا حکم لگایا جانا خواہ قلیل ہو یا کثیر جبکہ محدث کے بدن کا کوئی حصہ بھی اس میں داخل ہو جائے اس پر یہی حکم ہوگا، اس کے خلاف کسی کے کلام میں منقول نہیں صرف ایک لفظ بدائع میں تعلیل و جدل کے طور پر آیا ہے حالانکہ روایت کردہ پر وہ متفق ہیں لیکن نصوص مذہب کی موجودگی میں محض ایک بحث کی کیا قدر و قیمت ہو سکتی ہے، پھر محرر مذہب کی تصریح ظاہر الروایۃ کی کتاب میں ہے اور ائمہ مذہب کا اجماع ہے، پھر ایک اس کلمہ پر محقق علی الاطلاق کے زمانہ تک کسی نے غور نہ کیا یہاں تک کہ ان کے شاگرد علامہ قاسم اور حلبی آئے تو انہوں نے اس بات کو بڑھایا اور ترجیح دی اور پھیلایا اور علامہ قاسم نے تو اس کو اپنی پسندیدہ نص قرار دیا جس سے نصوص مذہب اور فروع متواترہ تک کو رد کر دیا اور اس کی تائید میں صرف ایک ضعیف روایت لاسکے اور کوئی قابلِ عقل یا نقل دلیل پیش نہ کرسکے، تو مذہب حق وہی ہے جس کی پیروی کی گئی ہے اور حق ہی اس کا مستحق ہے کہ اسکا اتباع کیا جائے واللہ المستعان، اسی پر بھروسا ہے، انس و جن کے سردار پر درود اور ان کی آل و اصحاب، اولاد اور باقی جماعت پر تا قیامت برکتیں اور سلام نازل ہو، آمین والحمد للہ رب العالمین۔

الفصل الثالث فی کلام العلامة ابن الشحنة

تیسری فصل علامہ ابن الشحنہ کے کلام میں

رسالته رحمه الله تعالٰی اکثر من نصف کراسة سلك فیها مسلکا یخالف ما سلکه شیخه العلامة

ان کا رسالہ آدھی کاپی سے زیادہ ہے اس میں انہوں نے اپنے شیخ علامہ قاسم کے سراسر خلاف راہ اپنائی ہے کیونکہ

Marfat.com

بدن المحدث او المتقرب لا ملاقاتہ ما لاقاہ والموجود فی الملاقی الاول وفی الملقی فیہ الثانی ھذا کل ما ذکرہ فی الرسالۃ وھھنا اعنی فی بحث الماء المطلق فی البحر اما ما ذکر فی مسألۃ البئر جحط مفرعا علی قول الحلیۃ الماء المستعمل ھو الذی لاقی الرجل بقولہ فعلی ھذا قولھم (ای فیمن نزل البئر للاغتسال) صار الماء مستعملا معناہ صار الماء الملاقی للبدن مستعملا لا جمیع ماء البئر[1] اھ فقد قدمنا الکلام علیہ کافیا شافیا بتوفیق اللہ تعالٰی تحت الحادی والعشرین من الکلام مع العلامۃ قاسم وثلثۃ حجج قبلہ من التاسع عشر فھذہ اربعۃ۔

قربۃ کی ادائیگی کے باعث ہوتا ہے اور یہ اسی وقت ہوگا جبکہ وُہ مُحدِث یا متقرب کے بدن سے لگے نہ کہ اُس چیز کو لگے جو بدن کو لگی ہے، اور جو چیز مُلاقی میں موجود ہے وہ اوّل ہے اور مُلقٰی میں دوسری چیز ہے یہ رسالہ میں ہے، اور بحر کی مطلق پانی کی بحث میں ہے اور بحر نے مسئلہ جحط میں حلیہ کے اس قول پر تفریع کی ہے "الماء المستعمل ھو الذی لاقی الرجل" (مستعمل پانی وہ ہے جو آدمی کے جسم سے متصل ہو) تفریع کے لفظ یہ ہیں، تو اس بنا پر ان کا قول (یعنی جو شخص کنویں میں نہانے کو اُترا) پانی مستعمل ہوگیا۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ بدن کو لگنے والا پانی مستعمل ہوگیا یہ نہیں کہ کنویں کا سارا پانی مستعمل ہوجائے، اھ ہم نے اس پر مکمل بحث علامہ قاسم کے کلام پر گفتگو کرتے ہُوئے اکیسویں نمبر کے تحت کردی ہے اور اس سے قبل انیسویں نمبر میں تین دلائل بیان کیے ہیں تو یہ چار ہوئے۔

واقول خامسا لو صح ھذا لما احتجتم الی حمل تلک الروایات الظاھرۃ الکاثرۃ الوافرۃ علی روایۃ ضعیفۃ مرجوحۃ نادرۃ وکان یکفیکم ان تقولوا نعم صار مستعملا لکن ما لاقی البدن او الکف وھو مستھلک مغلوب فلا یضر۔

خامساً میں کہتا ہوں اگر یہ بات درست ہوتی تو آپ ان کثیر ظاہر روایات کو ایک ضعیف روایت پر محمول نہ کرتے بلکہ صرف اتنا کہتے کہ ہاں وہ پانی مستعمل ہوگیا ہے، لیکن جو پانی بدن اور ہاتھوں کو لگا ہے وہ تھوڑا سا ہے اور مغلوب ہے تو نقصان دہ نہ ہوگا۔

وسادسا حیث حکموا بسقوط الاستعمال فی ادخال الکف والانغماس

سادساً مشایخ نے سقوطِ استعمال کا حکم لگایا ہے ہاتھ ڈالنے اور غوطہ کھانے کی صورت میں،

---

[1] بحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۸

Marfat.com

الاعضاء ولم یکن بعدہ محل لذکرفلذ المتعاطی الیسر علینا من تطرق امثال الخلل الی کلام العلامة ولکنہ رحمہ اللہ سیصرح بھذا الظاھر فانسد باب التاویل ثم قدم مقدمة فی بیان الماء الذی یظھر فیہ اثر الاستعمال والذی لا یظھر فیہ قاصدا اثبات ان الحوض المسئول عنہ اعنی الصغیر مما یتأثر بالاستعمال تأثرہ بالنجس فقال اعلم ان الماء الذی یظھر فیہ اثر الاستعمال ھو الذی[1] یظھر فیہ اثر النجاسة وکل ما لا یظھر فیہ اثر النجاسة لا یظھر فیہ اثر الاستعمال ولا فرق ثم جعل یسرد الاقوال فی حد القلیل واطال الی ان قال فثبت ح ظھور اثر الاستعمال وھو سلب الطھوریة عن ماء الحوض الذی سألت عنہ وکان حکمہ کالاناء والجب والبئرالخ

کلام آپس میں متناقض نہ ہو یعنی اُس تصحیح کے جو نقل کی جائے گی، اور انہوں نے سائل کو غلط اس لیے ٹھہرایا کیونکہ اس نے یہ سوال کیا تھا کہ وہ اپنے اعضاء کو حوض میں داخل کرکے وضو کرنا چاہتا ہے اس کے بعد اس کا محل نہ تھا کہ ٹیکنے والا کم ہے یہ ہم پر بہ نسبت اس کے آسان ہے کہ علامہ کے کلام میں خلل کو مان لیں مگر وہ خود اس ظاہر کی تصریح کریں گے تو تاویل کا باب بند ہوگیا، پھر ایک مقدمہ اُس پانی کے بارے میں بیان کیا جس میں اثرِ استعمال ظاہر ہوتا ہے اور جس میں نہیں ہوتا ہے، اس سے ان کا ارادہ یہ بتانا کہ وہ چھوٹا حوض جس کے بارے میں دریافت کیا جارہا ہے مستعمل پانی سے اسی طرح متاثر ہوتا ہے جس طرح نجس پانی سے، اور فرمایا جاننا چاہیے کہ وہ پانی جس میں استعمال کا اثر ظاہر ہوتا ہے وہی ہے جس میں نجاست کا اثر ظاہر ہوتا ہے اور جس میں نجاست کا اثر ظاہر نہ ہو اس میں استعمال کا اثر بھی ظاہر نہ ہو اور کوئی فرق نہیں پھر انہوں نے قلیل کے حد میں کئی اقوال پیش کیے اور کافی طوالت اختیار کی اور آخر میں کہا، تو ثابت ہوگیا کہ استعمال کے اثر ظاہر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تم نے جس حوض کی بابت دریافت کیا ہے اس کے پانی سے طہوریت سلب

---

[1] تعقیب المسند الیہ بضمیر الفصل یفید قصر المسند علی المسند الیہ فمفاد القضیة الاولی ان تأثیر النجاسة مقصور علی ما یؤثر فیہ الاستعمال ای کل ما لا یظھر فیہ اثر الاستعمال لا یظھر فیہ اثر النجاسة ثم ذکر عکسہ کلیا فافاد انھما شیئ واحد وانہ لا انفکاک لتأثیر عن اخراہ منہ غفرلہ۔ (م)

مسند الیہ کے بعد ضمیرِ فصل لانا مسند کے مسند الیہ پر حصر کا فائدہ دیتا ہے تو پہلے قضیہ کا فائدہ یہ ہے کہ نجاست کا مؤثر ہونا اس چیز پر منحصر ہے جس میں استعمال مؤثر ہو یعنی جس میں استعمال کا اثر ظاہر نہ ہو اس میں نجاست کا اثر بھی ظاہر نہ ہوگا پھر انہوں نے اس کا عکس کلی ذکر کیا جس کا مفاد یہ ہے کہ دونوں شیئ واحد ہیں اور یہ کہ ایک کی تاثیر دوسرے سے جُدا نہ ہوگی اھ منہ غفرلہ (ت)

Marfat.com

الھندیۃ عن النھایۃ یفسد بالاتفاق[1] ولفظ العنایۃ فسد الماء عند الکل[2] وعنکم عن الدرایۃ والعنایۃ وغیرھما یفسد عند الکل[3] فھذا صریح نص محمد فی الروایۃ الظاھرۃ وصرائح نقول الاجماع فی الکتب المعتمدۃ منھا بحرکم علی ان الماء کلہ یصیر مستعملا حتی لایبقی صالحا لأن یتوضأ بہ اذ لیس الفساد الاخروج الشیئ عما یصلح لہ ولوکان یجوز بہ الوضوء فاین فسد وکیف فسد۔

کر دے گا، اور مجمع الانہر میں ہے کہ سب کے نزدیک فاسد ہوگیا اور ہندیہ سے نہایہ سے منقول ہے کہ بالاتفاق فاسد ہوجائے گا، اور عنایہ کے الفاظ یہ ہیں کہ سب کے نزدیک پانی فاسد ہوگیا اور تم سے درایہ و عنایہ وغیرہما نے روایت کی ہے سب کے نزدیک فاسد ہوگیا تو یہ ظاہر روایت میں محمد کی صریح نص ہے، اور اجماع کی صریح نقول کتب معتمدہ میں موجود ہیں، بحر میں ہے علاوہ ازیں تمام پانی مستعمل ہوجاتا ہے حتی کہ اس سے وضو بھی نہیں کیا جا سکتا ہے کیونکہ فساد کے معنی ہی یہ ہیں کہ جو چیز جس کام کی صلاحیت رکھتی تھی اب اس کے لائق نہ رہی اور اگر اس سے وضو جائز ہے تو پھر اس میں فساد کیوں اور کیسے ہوا؟ (ت)

وثامنا قدمنا عن الفتح عن کتاب الحسن عن صاحب المذھب الامام الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ التصریح بابین لفظ لایقبل تاویلا ولایرضی تحویلا وھو قولہ رضی اللہ تعالٰی عنہ لم یجز الوضوء منہ فثبت قطعا ان لامساغ لھذا التاویل وانہ مضاد لصریح نص امام المذھب وجلی نص محمد فی ظاھر الروایۃ بل مصادم لاجماع ائمۃ المذھب المنقول فی المعتمدات کبحرکم فالحق الناصع ھو المذھب المنصوص علیہ من ائمۃ المذھب فی الکتب الظاھرۃ المطبق علیہ فی الروایات المتواترۃ

ثامناً ہم نے فتح کے حوالہ سے حسن کی کتاب سے صاحبِ مذہب امام اعظم رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے، اور یہ اتنا واضح اور صریح قول ہے کہ کسی قسم کی تاویل کو قبول نہیں کرتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ اس سے وضو جائز نہیں، تو قطعی طور پر ثابت ہوگیا کہ اس تاویل کی کوئی گنجائش نہیں اور یہ امام مذہب کے نص صریح کے مخالف ہے اور امام محمد کے واضح نص کے بھی خلاف ہے بلکہ کتب معتمدہ میں ائمہ مذہب کا جو اجماع منقول ہے اس کے بھی مخالف ہے، مثلاً آپ ہی کی بحر میں حکایت اجماع موجود ہے تو حق وہی ہے جو ظاہر روایت کی کتب میں ائمہ مذہب سے

---

[1] ہندیۃ الفصل الثانی من المیاہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۳

[2] عنایۃ مع فتح القدیر ماء الذی یجوز بہ الوضوء نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۹

[3] حاشیۃ الہدایۃ " " المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۲۳

Marfat.com

اقول لم یجز الوضوء فیہ ممتلئاً فاذا انتقص وبلغ الکثرۃ جاز وبہ یلغز ای ماء لا یجوز الاغتسال فیہ ما دام کثیرا واذا قل جاز **وفرع** الخانیۃ خندق طولہ مائۃ ذراع او اکثر فی عرض ذراعین قال عامۃ المشایخ لا یجوز فیہ الوضوء ثم حکی عن بعضہم الجواز ان کان ماؤہ لو انبسط یصیر عشرا فی عشر[۱] اھ **قلت وھو** المختار درر عن عیون المذاھب والظھیریۃ وصححہ فی المحیط والاختیار وغیرھما واختار فی الفتح القول الاخر وصححہ تلمیذہ الشیخ قاسم لان مدار الکثرۃ علی عدم خلوص النجاسۃ الی الجانب ولا شک فی غلبۃ الخلوص من جھۃ العرض[۲] اھ ش۔

کم ہے اور وہ بھرا ہُوا ہو تو اس سے وضو بھی جائز ہے اور غسل بھی، اور کم ہو تو جائز نہیں البتہ اس سے چُلّو بھر کر پانی لے کر وضو کر سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں اس کے عکس میں حکم برعکس ہے یعنی جب اس کا نچلا حصّہ دہ در دہ ہو اور اوپر والا کم ہو تو اس میں وضو جائز نہیں جب کہ بھرا ہوا ہو، پس جب کم ہو جائے اور کثرت کو پہنچ جائے تو جائز ہے، اسی سے ایک فقہی پہیلی مشہور ہے" وہ کون سا پانی ہے کہ جب کثیر ہو تو اُس سے غسل جائز نہیں اور جب کم ہو تو جائز ہے۔ خانیہ کی فرع، ایک خندق ہے جس کی لمبائی سَو ہاتھ یا اُس سے زیادہ ہے اور چوڑائی دو ہاتھ ہے تو عام مشایخ فرماتے ہیں اُس سے وضو جائز نہیں، اور بعض مشایخ سے جواز منقول ہے، بشرطیکہ وہ حوض ایسا ہو کہ اگر اس کے پانی کو پھیلایا جائے تو وہ دَہ در دَہ ہو جائے اھ میں کہتا ہُوں یہی مختار ہے اس کو درر نے عیون المذاہب سے اور ظہیریہ سے نقل کیا او محیط واختیار وغیرہما نے اس کی تصحیح کی، اور فتح میں دوسرے قول کو اختیار کیا اور اس کی تصحیح ان کے شاگرد شیخ ق نے کی کیونکہ کثرت کا دارو مدار نجاست کے دوسری جانب نہ پہنچنے پر ہے، اور اس میں شک نہیں کہ خلوص کا غلب چوڑائی کی طرف سے ہے اھ ش

اقول ھذا غیر مسلم اذ لو کان علیہ المدار لما جاز الوضوء فی الماء الکثیر من الجانب الذی فیہ النجاسۃ ولیس کذلک فعلوا ان المدار ھو المقدار اعنی المساحۃ فلا حاجۃ الی العرض وقد قال المحقق نفسہ قالوا فی غیر المرئیۃ یتوضؤ من جانب الوقوع وفی المرئیۃ لا وعن

میں کہتا ہُوں یہ مسلّمہ بات نہیں ہے کیونکہ اگ اسی پر مدار ہوتا تو کثیر پانی میں اس جانب سے و جائز نہیں ہوتا جس میں کہ نجاست ہے حالانکہ ا نہیں ہے تو معلوم ہُوا کہ اصل چیز مقدار ہے یعن پیمائش، تو چوڑائی کی کوئی حاجت نہیں، اور خ محقق نے فرمایا ہے" مشایخ کا غیر مرئی نجاست می

۱؎ قاضی خان — فصل فی الماء الراکد — نولکشور لکھنؤ — ۱/۳

۲؎ ردالمحتار — باب المیاہ — مصطفی البابی مصر — ۱/۱۴۲

Marfat.com

قاسم خلافا كليا فانه كان ادعى تسوية الملقى
والملاقى فى جواز الوضوء وادعى هذه التسوية تهما
فى عدم الجواز ذكر رحمه الله تعالىٰ مخاطبا
لسائله سألت ارشدنى الله واياك عن حوض
دون ثلثة اذرع فى مثلها هل يجوز الوضوء
فيه ام لا وهل يصير مستعملا بالتوضى فيه
وذكرت ان المفتى به قول محمد رضى الله تعالىٰ
عنه انه طاهر غير طهور وان المتقاطر من
الوضوء قليل لا فى طهور اكثر منه فلا
يسلبه وصف الطهورية واجبتك انه يجوز
الاغتراف منه والتوضى خارجه لا فيه اھ[1]

وہ تو جوازِ وضو میں ملقیٰ اور ملاقی کی برابری کے قائل تھے
اور انہوں نے عدمِ جواز میں دونوں کی برابری کا قول
کیا ہے وہ بصیغۂ خطاب فرماتے ہیں تُو نے مجھ سے
سوال کیا خدا تجھ کو اور مجھے ہدایت دے ایک حوض
کے بارے میں جو تین ہاتھ سے کم ہے، اس میں وضو
جائز ہے یا نہیں؟ اور اس میں وضو کرنے سے
پانی مستعمل ہوگا یا نہیں؟ اور تُو نے ذکر کیا کہ مفتی بہ
محمد کا قول ہے کہ وُہ پاک ہے پاک کرنے والا نہیں ہے
اور وضو سے جو ٹپکا ہے وُہ کم ہے اور جس پانی سے
ملا ہے وہ زیادہ ہے تو وہ اس کی طہوریت کے
وصف کو سلب نہیں کرسکتا ہے، میں نے تجھ کو یہ
جواب دیا ہے کہ اس سے چلّو بھر کر پانی لے کر وضو باہر کرنا جائز ہے اس کے بیچ وضو کرنا جائز نہیں اھ

اقول فهذا ظاهر فى الملقى وان
المراد التوضى فيه بالمعنى الاول اى بحيث
تقع الغسالة فيه وقد كان السائل نبه على
الحكم الصحيح فيه ان المتقاطر طاهر
مغلوب لكن اجابه بالمنع وهو خلاف الصحيح
كما علمت **والعجب** ان الشيخ سينقل ان
الصحيح خلافه ثم مشى عليه وكان حريا
ان نحمل كلامه على التوضى فيه بالمعنى
الثانى اى بغمس الاعضاء فيه ومعنى قوله
التوضى خارجه ان تكون اعضاء المتوضى خارج
الحوض كى يوافق الصحيح ولا ينا قض كلام
نفسه فيما ينقل من التصحيح وكان تخطئة
السائل حيث سأل عن الوضوء فيه بغمس

میں کہتا ہوں یہ ملقیٰ میں ظاہر ہے اور یہ کہ
اس سے مراد پہلے معنی کے اعتبار سے وضو کرنا ہے یعنی
دھووَن اس میں گرے اور سائل نے اس میں
صحیح حکم پر خبردار کیا تھا کہ ٹپکنے والا پانی طاہر مغلوب
ہے مگر انھوں نے اس کا جواب منع کے ساتھ دیا
اور جیسا کہ آپ جانتے ہیں یہ صحیح کے خلاف ہے،
اور تعجب خیز بات یہ ہے کہ خود شیخ عنقریب یہ نقل
کریں گے کہ صحیح اس کے خلاف ہے اور پھر خود اسی پر
چلے ہیں، اور ہمارے لائق بات تو یہ تھی کہ ہم اس کو دوسرے
معنی میں لیتے وہ یہ کہ اس میں وضو کرنے پر محمول کرتے یعنی
اس میں اعضاء کا ڈبو دینا، اور ان کے اس قول کے
معنی کہ وضو حوض کے باہر، یہ ہیں کہ وضو کرنیوالے کے
اعضا حوض کے باہر ہوں تاکہ صحیح کے موافق ہو اور خود

---
[1] رسالہ ابن الشحنۃ

Marfat.com

وضو نہیں کرے گا، ان کی یہ تمام عبارت اصل مذکور اور حدیث کے مخالف ہے اھ

ثم اقول ف۱ بل ادارة الامر علیه یبطل اعتبار العرض فان المناط ح ان یکون بین النجاسة والماء الذی یرید ان یأخذه عشرة اذرع فاذا وقع النجس فی احد اطراف ذلك الخندق لم یخلص الی الطرف الاٰخر طولا وان خلص عرضا فیجوز الاخذ من الطول بعد عشرة اذرع وان لم یجز من العرض ف۲ بل تبطل اعتبار المساحة راسا اذ المدار علی هذا علی الفصل فلو ان خندقا طوله عشرة اذرع وعرضه شبر وقع فی طرف منه نجس جاز الوضوء من الطرف الاٰخر لوجود الفصل المانع للخلوص وهذا لا یقول به احد منا ف۳ ولو وقع النجس فی الوسط والغدیر عشر فی عشر بل عشرون فی العشرین الا اصبعا فی الجانبین تنجس كله لان الفصل فی کل جانب اقل من عشر ف۴ وکذا اذا کان مائة فی مائة بل الفا فی الف[له] ووقع بفصل عشر فی الاطراف ثم کل عشرین فی الاوساط قطرة نجس وجب تنجس الکل من دون تغیر وصف، مع کونه عشرة آلاف

پھر میں کہتا ہوں کہ اس پر دارومدار کرنا عرض کے اعتبا
کو باطل کر دیتا ہے کیونکہ اس وقت علت حکم یہ
کہ اس کے اور نجاست کے درمیان دس ہاتھ کا فا
ہو تو اگر اس خندق کے ایک کنارے میں نجاست گر گئ
تو وہ لمبائی میں دوسرے کنارے تک نہیں آ سکتی
اگرچہ چوڑائی میں دوسری طرف پہنچ جائے، تو لمبائی
میں دس ہاتھ کے بعد سے اس پانی کا استعمال جائز
ہوگا اگرچہ چوڑائی سے جائز نہیں، بلکہ یہ مساحت کے
اعتبار کو باطل کرتا ہے کیونکہ اس صورت میں دارومدار
فصل پر ہے اب اگر کسی خندق کی لمبائی دس ہاتھ
ہے مگر چوڑائی ایک بالشت ہے اور اس کے ایک
کنارہ میں نجاست گر جائے تو دوسرے کنارے سے
وضو جائز ہے کیونکہ خلوص کے لیے مانع موجود ہے، اور
ہم میں سے یہ قول کسی کا نہیں۔ اور اگر نجاست
تالاب کے بیچوں بیچ گر گئی اور تالاب دہ در دہ بلکہ
بست در بست ہے مگر دونوں طرف سے ایک ایک
انگل کم ہے تو پورے کا پورا ناپاک ہو جائے گا، کیونکہ
فصل ہر جہت میں دس سے کم ہے، اسی طرح اگر وہ
سو در سو ہو بلکہ ہزار در ہزار ہو، اور نجاست دس دس

له فتکفی لتنجیس عشرة آلاف ذراع خمس وعشرون قطرة کحبة الجاورس مثلا ولتنجیس ماء منبسط فی الف الف ذراع الفان وخمسمائة۔ اھ منه غفرله۔ (م)

دس ہزار گز کو نجس کرنے کے لیے نجاست کے پچیس قطرے باجرہ کے دانہ برابر کافی ہیں اور ایک لاکھ گز میں پھیلنے والے پانی کو نجس کرنے کے لیے دو ہزار پانچ سو قطرے کافی ہیں اھ منہ غفرلہ (ت)

Marfat.com

ہوگئی اور اس کا حکم برتن، گڑھے اور کنویں کی مانند ہوگیا۔

اقول رحمکم اللہ کل ما اتیتم بہ الی ھنا انما بین ان القلیل الذی تؤثر فیہ النجاسۃ کذا وکذا ولیس فی شیئ منہ ما یدل علی ان کل قلیل یتأثر بالاستعمال کالنجاسۃ وانما کان المقصود فیہ ولم تذکروا فیہ غیر قولکم ان کل ما تأثر بہا تأثر بہ ولا فرق وھی القضیۃ الاولی فی کلامکم اما الاخری القائلۃ ان کل ما تأثر بہ تأثر بہا فلا کلام فیہا ولا تمس المقصود اصلا ثم ذکر تکمیلا لتوضیحہ وسرد فیہ فرع الخلاصۃ ان الحوض الصغیر قیاس الاوانی والحباب لایجوز التوضی فیہ ولو وقعت فیہ قطرۃ خمر تنجس وفرع البزازیۃ والتجنیس والخانیۃ اذا نقص الحوض من عشر فی عشر لایتوضؤ فیہ بل یغترف منہ ویتوضؤ خارجہ ولفظ الخانیۃ لایجوز فیہ الوضوء ولفظ التجنیس وفرع اعلاہ عشر فی عشر واسفلہ اقل وھو ممتلئ یجوز التوضی فیہ والاغتسال فیہ وان نقص لا ولکن یغترف منہ ویتوضأ اھ قلت وفرع عکسہ عکسہ ای اذا کان اسفلہ عشرا فی عشر اعلاہ

میں کہتا ہوں یہاں تک آپ نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ قلیل پانی وہ ہے جس میں نجاست اثر کرے وہ پانی فلاں فلاں ہے، اس میں یہ کہیں نہیں ہے کہ ہر قلیل پانی استعمال سے متاثر ہوتا ہے جس طرح کہ نجاست سے متاثر ہوتا ہے اور اس سے وہ مقصود تھا جس کا آپ نے ذکر نہیں کیا صرف یہ ذکر کیا ہے کہ ہر پانی جو نجاست سے متاثر ہوگا وہ استعمال سے بھی متاثر ہوگا بغیر کسی فرق کے۔ یہ ہوا پہلا قضیہ تمھارے کلام میں اور دوسرا قضیہ یہ ہے کہ جو پانی استعمال سے متاثر ہوگا وہ نجاست سے بھی متاثر ہوگا، تو اس میں کلام نہیں، اور اس کا مقصود سے کوئی تعلق نہیں، پھر اپنی وضاحت کی تکمیل کی اور یہ فروع ذکر کیں، فرع خلاصہ کہ چھوٹا حوض جو برتنوں اور گڑھوں کی مانند ہو اس میں وضو جائز نہیں ہے، اور اس میں اگر ایک قطرہ شراب کا گر جائے تو وہ نجس ہو جائے گا۔ بزازیہ، تجنیس اور خانیہ میں ہے کہ جب حوض دہ در دہ سے کم ہو تو اس میں وضو نہ کریگا بلکہ اس میں سے چلّو کے ذریعے لے گا اور وضو حوض سے باہر کرے گا، اور خانیہ کے الفاظ یہ ہیں اس میں وضو جائز نہیں، اور تجنیس کے الفاظ یہ ہیں کہ اس کا بالائی حصہ دہ در دہ ہے اور نچلا

ل خلاصۃ الفتاوی | الجنس الاول فی الحیاض | نولکشور لکھنؤ | ۱/۵

ل بزازیہ مع الھندیہ | نوع فی الحیض | نورانی کتب خانہ پشاور | ۴/۵

ل قاضی خان | فصل فی الماء الراکد | نولکشور لکھنؤ | ۱/۴

ل بحر الرائق | کتاب الطہارۃ | سعید کمپنی کراچی | ۱/۷۰

Marfat.com

بعضه الى بعض فانه فهم ما رد[1] عليه العلامة
قاسم فى الرسالة بقوله هذا مما لا يكاد يفهم و
من نظر تدافع امواج الانهار جزم بخلاف
مقتضى هذه العبارات اه وكانه ظن ان
المراد لا يصل بعضه الى بعض ولو[2] اريد هذا لم
يكن فى تدافع الامواج ما يدفعه فان التموج
حين يوصل الماء الاول مكان الثانى
ينقل الثانى الى مكان الثالث فلا يثبت
وصول الاول الى الثانى بل الى مكانه الاول و
بالجملة المقصود حصول هذا المعنى الملحق
اياه بالجارى فاذا حصل لحق وصار لا يقبل
النجاسة اصلا لانه يتنجس من موضع النجاسة
الى حيث يخلص بعضه الى بعض ويبقى الباقى
على طهارته حتى يجب ان يترك من موضع
النجاسة قدر حوض صغير كما هى رواية الاملاء
وذلك[3] لان الماء يتنجس بالمتنجس تنجسه
بالنجس فان صار قدر ما يخلص اليه نجسا
كيف يبقى ما بعده طاهرا مع اتصاله به و
والله تعالى اعلم هذا وذكر المسألة فى البدائع
فجعل الجواز احكم وعدمه احوط حيث قال اذا
كان الماء الراكد له طول بلا عرض كالانهار
التى فيها مياه راكدة لم يذكر فى ظاهر الرواية
وعن ابى نصر محمد بن محمد بن سلام

کے بقیہ اجزاء اس سے متاثر نہیں ہوتے ہیں، اور یہی
مفہوم اس عبارت کا ہے کہ اس کا بعض حصہ دوسرے
بعض کی طرف نہیں پہنچتا ہے، تو وہ اعتراض جو علامہ
قاسم نے اپنے رسالہ میں کیا وُہ ختم ہوا، اعتراض یہ ہے
"یہ ایک ناقابلِ فہم چیز ہے اور جو شخص بھی نہروں کی ٹکراتی
ہوتی موجوں کا مشاہدہ کرے گا اس کو معلوم ہوجائیگا
کہ ان عبارات میں جو لکھا ہے وُہ غلط ہے" اور غالباً
انہوں نے اس کا مطلب یہ سمجھ لیا کہ پانی کا بعض حصہ
دوسرے بعض تک نہیں پہنچتا ہے، اگر بات یہی ہوتی
تو موجوں کے ٹکراؤ سے اس کی تردید نہ ہوتی، کیونکہ
موج جب پہلے کو دوسرے کی جگہ لے جائے گی تو
دوسرے کو تیسرے کی جگہ لے جائے گی تو پہلا پانی دوسرے
پانی کی جگہ تک نہیں پہنچے گا بلکہ اس کی پہلی جگہ تک پہنچے گا،
خلاصہ یہ کہ اس میں اس وصف کا حاصل ہونا ہے
جو اس کو جاری پانی سے ملاتا ہے، اگر یہ وصف پایا جائیگا
تو وہ جاری پانی کے حکم میں ہوگا اور نجاست کو بالکل
قبول نہ کرے گا، یہ نہیں کہ نجاست کی جگہ سے وہ
ناپاک ہوجائے گا، اور جہاں تک اس کے اجزاء
جائیں گے اور باقی اپنی اصلی طہارت پر باقی رہے گا
یہاں تک کہ نجاست کی جگہ سے چھوٹے حوض کی مقدار
میں جگہ چھوڑ دی جائے جیسا کہ یہ املاء کی روایت ہے
کیونکہ پانی ناپاک چیز سے ایسا ہی ناپاک ہوجاتا ہے
جیسا کہ خود نجس چیز سے، تو اگر اتنی مقدار جو اس کی طرف

---

[1] رسالہ لعلامہ قاسم

Marfat.com

ابی یوسف انہ کالجاری لایتنجس الا بالتغیر وھو الذی ینبغی تصحیحہ لان الدلیل انما یقتضی عند الکثرۃ عدم التنجس الا بالتغیر من غیر فصل وھو ایضا الحکم المجمع علیہ علی ما قدمناہ من نقل شیخ الاسلام ویوافقہ ما فی المبتغی ان ماء الحوض فی حکم ماء جار[1] اھ والعلامۃ نفسہ اطال فیہ الکلام فی رسالتہ تلک واحتج بالاحادیث والاٰثار وقال فی اٰخرہ فثبت ان ماء الغدر لایتنجس الا بالتغیر سواء کان الواقع فیہ مرئیا او غیر مرئی فالجاری اولٰی[2] اھ وقال قبلہ علی قول صاحب الاختیار ان کانت النجاسۃ مرئیۃ لایتوضؤ من موضع الوقوع الخ مانصہ یقال لہ اذا کان الحکم ھذا فاین الاصل الذی ادعیتہ وھو ان الکثیر لاینجس وکیف خرج ھذا عن دلیل الاصل الذی اوردتہ وھو الحدیث[3] الخ وقال علی قول البدائع ان کانت مرئیۃ لایتوضؤ من الجانب الذی فیہ الجیفۃ مانصہ کلہ مخالف للاصل المذکور والحدیث[4] اھ

کہتا ہے کہ جہاں نجاست گری ہے وہاں سے وضو کرسکتا ہے اور مرئیہ میں نہیں، اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ یہ جاری پانی کی طرح ہے جب تک تغیّر نہ ہوگا نجس نہ ہوگا اسی کی تصحیح ہونی چاہیے، کیونکہ دلیل کا تقاضا تو یہ ہے کہ کثرت کی صورت میں صرف اسی وقت ناپاک ہو جبکہ تغیّر آجائے اور اس میں کوئی قید نہ ہو، یہ بھی اجماعی حکم ہے ہم اس پر شیخ الاسلام کی نقل بیان کر آئے ہیں، اور مبتغٰی میں اسکے موافق ہے کہ حوض کا پانی جاری پانی کے حکم میں ہے اھ اور علّامہ نے خود اپنے اس رسالہ میں اس پر طویل بحث کی ہے اور احادیث و آثار سے استدلال کیا ہے، اور اس کے آخر میں فرمایا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ تالابوں کا پانی صرف تغیّر سے ناپاک ہوتا ہے خواہ گرنے والی چیز مرئی ہو یا غیر مرئی، تو جاری میں یہ حکم بطریق اولٰی ہوگا اھ اور اس سے قبل صاحبِ اختیار پر کلام کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر نجاست مرئیہ ہو تو گرنے کی جگہ سے وضو نہیں کریگا الخ ان کی عبارت اس طرح ہے اُس سے کہا جائیگا کہ جب حکم یہ ہے تو اس اصل کا کیا ہوا جو آپ نے بیان کی تھی کہ کثیر پانی ناپاک نہیں ہوتا اور یہ اُس دلیل اصل سے کیسے خارج ہوگیا جس کو آپ نے بیان کیا تھا اور وہ حدیث ہے الخ اور بدائع کے قول پر فرمایا کہ اگر نجاست مرئیہ ہو تو جہاں مردار گرا ہے وہاں سے

---

[1] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالا یجوز نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۲

[2] زہر الروض فی مسئلۃ الحوض

[3] ایضاً

[4] ایضاً

Marfat.com

ان شئت فشاهده بما جعلوه معيار الخلوص وعدمه فانك اذا توضأت فيه يتحرك في عرضه لا جميع طوله وكذا الصبغ والتكدير واجاب في البحر بان هذا وان كان الاوجه الا انهم وسعوا الامر على الناس وقالوا بالضم اي ضم الطول الى العرض كما اشار اليه في التجنيس بقوله تيسيرا على المسلمين[1] اه واقره ش۔

فصل خلوص کو مانع ہے، اور اگر تو چاہے تو اس کا مشاہدہ اس چیز سے کر جس کو انہوں نے خلوص و عدمِ خلوص کا معیار قرار دیا ہے کیونکہ جب اس میں وضو کریں گے تو اس کے عرض میں اس کی حرکت ہوگی نہ کہ اس کے طول میں۔ اسی طرح رنگ اور گدلاپن۔ اور بحر میں جواب دیا کہ یہ اگرچہ اوجہ ہے مگر فقہاء نے لوگوں پر معاملہ کو آسان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ طول کو عرض سے ملایا جائے، چنانچہ تجنیس میں فرمایا تیسیرا علی المسلمین اھ (مسلمانوں کو سہولت دینے کے لیے) اور اس کو برقرار رکھا ش نے۔

اقول لیس[ف1] باوجه فضلا عن ان یکون الاوجه وانما الاوجه الجواز کما علمت وبالله التوفیق هذا ثم ذکر في زهر الروض فرع الخانیة حوض کبیر فیه مشرعة ان کان الماء متصلا بالالواح بمنزلة التابوت لایجوز فیه الوضوء واتصال ماء المشرعة بالماء الخارج منها لاینفع[ف2] کحوض کبیر انشعب منه حوض صغیر فتوضأ في الصغیر لا یجوز وان کان ماء الصغیر متصلا بماء الکبیر وکذا لا یعتبر اتصال ماء المشرعة بما تحتها من الماء ان کانت الالواح مشدودة[2] اھ۔

میں کہتا ہوں یہ اوجہ نہیں، چہ جائیکہ الاوجہ ہو، اوجہ تو جواز ہی ہے جیسا کہ آپ نے جانا وباللہ التوفیق۔ پھر زہر الروض میں فرمایا، خانیہ کی فرع، ایک بڑا حوض ہے جس میں ایک نالی ہے، اب اگر اس کے تختے تابوت کی طرح ملے ہوئے ہیں تو اس میں وضو جائز نہیں اور نالی کے پانی کا متصل ہونا نفع بخش نہیں ہے، جیسے بڑے حوض میں سے چھوٹا حوض نکال لیا جائے اور کوئی شخص اس چھوٹے حوض سے وضو کرے تو جائز نہیں اگرچہ چھوٹے کا پانی بڑے کے پانی سے متصل ہو اسی طرح نالی کے پانی کا نیچے کے پانی سے متصل ہونا معتبر نہیں اگر تختے بندھے ہوں اھ

اقول انما مبناه فیما یظهر ما تقدم في فرعها الثالث من اشتراط العرض والا فلا شك

میں کہتا ہوں اس کا دار و مدار بظاہر اسی چیز پر ہے جو تیسری فرع میں گزرا یعنی چوڑائی کی شرط ورنہ

---

[1] بحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۷

[2] فتاوی خانیۃ المعروف قاضی خان فصل فی الماء الراکد نولکشور لکھنؤ ۱/۴

Marfat.com

ذرع بل الف الف، فالحق ان المدار هو المقدار، والماء بعده كماء جار، والله تعالٰى اعلم۔

کے فاصلہ سے اطراف میں واقع ہو اور پھر ہر ہر بیچ کے درمیان میں ایک نجس قطرہ ہو تو کل نجس ہو جائیگا خواہ وصف میں تغیر نہ ہوا ہو دس ہزار گز ہونے کے باوجود بلکہ لاکھ گز ہونے کے باوجود حق یہ ہے کہ دارو مدار مقدار پر ہے اور پانی اس کے بعد ماءِ جاری کی طرح ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

اقول ويظهر للعبد الضعيف انه كان ينبغي ان يجعل هذا هو المقصود بظاهر الرواية ان الكثير ما لا يخلص بعضه الى بعض واعتبروه بالارتفاع والانخفاض بتحريك الوضوء من ساعته او الغسل او الاغتراف او التكدر او سراية الصبغ والاول هو الصحيح ويقرر ان المقصود به ليس الا تحصيل جامع بينه وبين الجاري قال الامام ملك العلماء في البدائع عن ابي حنيفة رضي الله تعالى عنه في جاهل بال في الماء الجاري ورجل اسفل منه يتوضؤ به قال لا بأس به وهذا لان الماء الجاري مما لا يخلص بعضه الى بعض فالماء الذي يتوضؤ به يحتمل انه نجس يحتمل انه طاهر والماء طاهر في الاصل فلا نحكم بنجاسته بالشك[1] اھ۔

میں کہتا ہوں اس عبدِ ضعیف پر یہ ظاہر ہوا کہ مناسب یہ تھا کہ اسی کو ظاہر الروایۃ کا مقصود بنایا جاتا یعنی کثیر وہ ہے کہ بعض بعض میں شامل نہ ہو اور اس میں انہوں نے پانی کے زیر و بم کا لحاظ کیا ہے، وضو، غسل، چُلّو سے پانی لینے، گدلا ہونے یا رنگ کے سرایت کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے، اور اول ہی صحیح ہے۔ اور یہ مقرر ہے کہ مقصود اس پانی اور جاری پانی میں کوئی جہت جامعہ تلاش کرنا ہے، ملک العلماء نے بدائع میں ابو حنیفہ سے نقل کی ہے کہ اگر کوئی جاہل جاری پانی میں پیشاب کرے اور اس کے نچلے حصے میں کوئی شخص وضو کر رہا ہو تو فرمایا کچھ مضائقہ نہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جاری پانی کے اجزا ایک دوسرے میں شامل نہیں ہوتے ہیں، تو جس پانی سے وہ وضو کر رہا ہے اس کے بارے میں احتمال ہے کہ پاک ہو اور احتمال ہے کہ ناپاک ہو، اور پانی اصل کے اعتبار سے پاک ہے تو شک کی بنا پر اس پر ناپاکی کا حکم نہیں کیا جائے گا اھ

اقول معناه ان البول يستهلك في الماء فيصير كجزء منه لكن لا يطهر لنجاسته عينا فهذا ماء بعضه نجس غير ان الماء الجاري لا يتأثر بقيته بهذا البعض وهذا معنى قوله لا يخلص

میں کہتا ہوں اس کے معنی یہ ہیں کہ پیشاب پانی میں گُم ہوجاتا ہے اور اس کے ایک جزء کی طرح ہوجاتا ہے لیکن وہ پاک نہیں کرتا ہے کہ اس کی ذات نجس ہے تو یہ ایسا پانی ہے جس کا بعض نجس ہے مگر جاری پانی

---

[1] بدائع الصنائع المقدار الذی یصیر المحل نجسا سعید کمپنی کراچی ۱/۷۳

Marfat.com

وعليه الفتوى من غير تفصيل هندية عن صدر الشريعة والمجتبى والدراية[1] [ف1] وفرع الخانية بعد ما مر وكذا قالوا في عين ماء هي سبع في سبع ينبع الماء من اسفلها ويخرج من منفذها لا يجوز فيه التوضي الا في موضع خروج الماء منها[1] اھ

اقول هو ايضا خلاف الفتوى قال في الدر بعد ما تقدم وكعين هي خمس في خمس ينبع الماء منه به يفتى[2] اھ قال الشيخ اعني ابن الشحنة وصرح الامام الحصيري في خير مطلوب بان الحاصل ان الشرط عدم استعمال الماء الذي استعمله ووقع منه[3] اھ قال وهذا محقق استعماله في الحوض الذي سألت عنه وهذه الفروع [ف2] صريحة في عين مسألتك[4] اھ

اقول اولا كل هذه الفروع ماعدا الاولين خلاف الصحيح والمفتى به كما علمت وكذا الاولان على محمل يفيده [ف3] كما سيأتي فلا يصح الاحتجاج بها وثانيا هذه سبعة فروع وان عددت فرع البزازية والتجنيس والخانية الاولى كلا بحياله فتسعة وليس في شيء منها ما يفيد دعوى التسوية بين الملقى والملاقى في سلب الطهورية حتى الفرع السادس فرع حوض

ہو اھ ش، اور اسی پر فتوٰی ہے بلا تفصیل ہندیہ، صدر الشریعہ، مجتبٰی اور درایہ سے۔ خانیہ کی فرع: اسی طرح فقہاء نے اس چشمے کی بابت فرمایا ہے جو سات سات کا ہو، اس کے نیچے پانی کا سوتا ہو اور پانی اس کی نالی سے نکلتا ہو، اس حوض سے صرف اسی جگہ سے وضو جائز ہے جہاں سے پانی نکل رہا ہے اھ

میں کہتا ہوں یہ بھی خلافِ فتوٰی ہے، در میں فرمایا اور جیسے وہ چشمہ جو پانچ پانچ کا ہو، جس میں پانی پھوٹ رہا ہو، یہ مفتی بہ ہے اھ شیخ ابن الشحنہ نے فرمایا اور امام حصیری نے خیر مطلوب میں صراحت کی کہ اصل چیز یہ ہے کہ مستعمل پانی کو دوبارہ مستعمل نہیں ہونا چاہیے اھ اور جو تم نے سوال کیا ہے اس میں ایسا ہونا محقق ہے، اور یہ فروع تمہارے سوال کے سلسلہ میں صریح ہیں اھ

میں کہتا ہوں اولاً یہ تمام فروع سوائے پہلی دو کے صحیح اور مفتی بہ کے خلاف ہیں، جیسا کہ آپ کو معلوم ہوا، اور پہلی دو بھی ایسے محل پر جو اس کا فائدہ دے، جیسا کہ آگے آئے گا تو ان سے استدلال صحیح نہیں، اور ثانیاً یہ سات فروع ہیں اور اگر آپ بزازیہ، تجنیس اور خانیہ کی پہلی عبارت کو مستقل شمار کریں تو کل نَو ہوئیں مگر ان میں کہیں یہ دعوٰی نہیں کہ ملقی اور ملاقی میں سلبِ طہوریت میں مساوات ہے، یہاں تک کہ

---

[1] قاضی خان فصل فی المیاہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳

[2] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۶

[3] و [4] رسالہ ابن شحنہ

Marfat.com

ان کان طول الماء مما لا یخلص بعضه الی بعض یجوز التوضؤ به وعن ابی سلیمٰن الجوزجانی لا وعلی قوله لو وقعت فیه نجاسة ان کان فی احد الطرفین ینجس مقدار عشرة اذرع وان کان فی وسطه ینجس من کل جانب مقدار عشرة اذرع فما ذهب الیه ابو نصر اقرب الی الحکم لان اعتبار العرض یوجب التنجیس واعتبار الطول لا یوجب فلا ینجس بالشك وما قاله ابو سلیمن اقرب الی الاحتیاط لان اعتبار الطول ان کان لا یوجب التنجیس فاعتبار العرض یوجب فیحکم بالنجاسة احتیاطا اھ۔[1]

آرہی ہے نجس ہوجائے تو اس کے بعد جو بچا ہے وہ طاہر کیسے رہے گا حالانکہ وہ بھی اس کے ساتھ متصل ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ بدائع میں مسئلہ کا ذکر کیا اور جواز کو مضبوط اور عدمِ جواز کو احوط قرار دیا، فرمایا جب پانی ٹھہرا ہوا ہو اس میں طول ہو مگر عرض نہ ہو جیسا کہ نہروں میں ٹھہرا ہوا پانی۔ ظاہر روایت میں اس کا ذکر نہیں ہے، اور ابو نصر محمد بن محمد بن سلام سے مروی ہے کہ اگر پانی کی لمبائی ایسی ہے کہ پانی کا بعض دوسرے بعض تک نہ پہنچتا ہو تو اس سے وضو جائز ہے، ابو سلیمان الجوزجانی سے ہے کہ نہیں، اور ان کے قول پر اگر اس میں نجاست پڑ جائے تو اگر وہ کسی ایک کنارے پر ہو تو دس ہاتھ کی تعداد پر ناپاک ہوجائے گا، اور اگر درمیان میں ہو تو ہر جانب سے دس ہاتھ ناپاک ہوجائے گا تو ابو نصر کا قول اقرب الی الحکم ہے کیونکہ چوڑائی کا اعتبار ناپاک کرتا ہے اور لمبائی کا اعتبار نجاست لازم نہیں کرتا، تو شک سے ناپاک نہ ہوگا، اور جو ابو سلیمان نے کہا وہ اقرب الی الاحتیاط ہے کیونکہ لمبائی کا اعتبار اگر نجس کرنے کو واجب نہیں کرتا تو چوڑائی کا اعتبار واجب کرتا ہے تو نجاست کا حکم احتیاطاً لگایا جائے گا اھ

اقول فی کلا التعلیلین نظر بل الطول یوجب الطهارة والعرض لا یوجب تنجیسه لان المدار اذا کان علی الخلوص وعدمه فعدمه من جهة الطول ظاهر ووجوده من جهة العرض زائل لان بقلة العرض یحصل الخلوص فی العرض وکیف یسری منه الی الطول مع وجود الفصل المانع للخلوص

میں کہتا ہوں دونوں تعلیلوں پر اعتراض ہے بلکہ لمبائی طہارت کو واجب کرتی ہے اور چوڑائی اس کی ناپاکی کو واجب نہیں کرتی کیونکہ دارومدار خلوص کے ہونے نہ ہونے پر ہے تو اس کا عدم لمبائی کے اعتبار سے ظاہر ہے اور اس کا وجود چوڑائی کے اعتبار سے زائل ہے، کیونکہ چوڑائی کی قلت سے خلوص حاصل ہوگا چوڑائی میں تو اس سے لمبائی کی طرف کیسے چلے گا حالانکہ

---

[1] بدائع الصنائع فصل اما بیان المقدار الذی یصیر بہ المحل نجسا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۳

Marfat.com

المذکور فی الخانیة لزیادته لفظ المستعمل ولو لم یزده لوجاء ما ذکرنا انه اذا لم یستقر الماء فیه کان جاریا وکذا تعلیل الحصیری وقد علمتم ما افاده شیخکم المحقق علی الاطلاق فی فرع الخانیة انه بناء علی کون المستعمل نجسا وکذا کثیر من اشباه ھذا اما علی المختار من روایة انه طاھر غیر طھور فلا فلتحفظ لیفرع علیھا ولا یفتی بمثل ھذه الفروع اھ[1] فاذا کان ھذا فی الفروع فما بالك بالتعلیلات۔

اور اگر وہ ٹھہر کر تھوڑی دیر میں خارج ہوتا ہے تو وہ ٹھہرا ہوا ہے، تو حوض کے چھوٹا ہونے کی صورت میں اس کو مضر ہوگا، تو فروع میں سے کوئی بھی ان کے دعوٰی کے حق میں مفید نہیں ہے ہاں فروع ہمارے دعوٰی میں صریح ہیں کہ کل ملاقی مستعمل ہوجائے گا اور جو شیخ کی مراد ہے اس کی طرف خانیہ کی چھٹی فرع کی تعلیل میں اشارہ ہے کیونکہ انہوں نے مستعمل کے لفظ کا اضافہ کیا ہے اور اگر وہ یہ لفظ نہ بڑھاتے تو اس کا مفہوم بھی وہی نکلتا کہ جب پانی اس میں ٹھہرا نہیں تو جاری ہے اور یہی حال حصیری کی تعلیل کا ہے، اور آپ جان چکے ہیں، خانیہ کی فرع میں جو تمہارے شیخ محقق علی الاطلاق نے فرمایا ہے وہ مستعمل پانی کے نجس ہونے پر مبنی ہے اور اسی طرح اس کے بہت سے نظائر کا حال ہے اور اگر مختار روایت لی جائے جس میں اس پانی کو طاہر غیر طہور قرار دیا گیا ہے تو ایسا نہ ہوگا، اس کو یاد رکھا جائے اور اسی پر تفریعات کی جائیں اور ان جیسی فروع پر فتوٰی نہ دیا جائے اھ جب فرع کا یہ حال ہے تو تعلیلات کا کیا حال ہوگا!

وانا **اقول** احالة الخانیة علی استقرار المستعمل یحتمل البناء علی احد ضعیفین نجاسة المستعمل اوخروج الماء عن الطھوریة بوقوع المستعمل وان قل وھو المتعین فی کلام الحصیری وکلاھما خلاف الصحیح المعتمد بتصریح اجلة الاکابر حتی الشیخ نفسه فی ھذه الرسالة نفسھا کما سیأتی ان شاء اللہ تعالٰی فھنا افسد الشیخ علینا ما اردنا حمل کلامه علیه من ان المراد الوضوء بالغمس اما الفروع

میں کہتا ہوں خانیہ کا مستعمل پانی کے استقرار پر محمول کرنا دو میں سے کسی ایک ضعیف چیز پر مبنی ہے یا تو مستعمل پانی کی نجاست یا پانی کا طہوریت سے خارج ہونا مستعمل پانی کے مل جانے کی وجہ سے خواہ وہ کتنا ہی کم ہو، اور حصیری کے کلام میں بھی یہی متعین ہے، اور اکابر کی تصریح کے مطابق یہ دونوں صحیح معتمد کے خلاف ہیں، یہاں تک کہ شیخ نے خود بھی اسی رسالہ میں اس کی تصریح کی ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا ان شاء اللہ تعالٰی، اس طرح ہم نے شیخ کے کلام کا جو حل تلاش کیا تھا

---

[1] فتح القدیر قبیل بحث الغدیر العظیم سکھر ۱/۷۰

Marfat.com

فی حصول المساحۃ المطلوبۃ عند اتصال الماء وقد علمت ان اشتراطہ خلاف الصحیح الرجیح الوجیہ وفرع الخانیۃ حوض صغیر یدخل الماء من جانب ویخرج من جانب قالوا ان کان اربعا فی اربع فما دونہ یجوز فیہ التوضی وان کان اکثر لا الا فی موضع دخول الماء وخروجہ لان فی الوجہ الاول ما یقع فیہ من الماء المستعمل لا یستقر فیہ بل یخرج کما دخل فکان جاریا وفی الوجہ الثانی یستقر فیہ الماء ولا یخرج الا بعد زمان والاصح ان ھذا التقدیر لیس بلازم وانما الاعتماد علی ما ذکر من المعنی فینظر فیہ ان کان ما وقع فیہ من الماء المستعمل یخرج من ساعتہ ولا یستقر فیہ یجوز فیہ التوضی والا فلا وذلک یختلف بکثرۃ الماء الذی یدخل فیہ وقوتہ وضعف ذلک[1] اھ۔

مطلوبہ پیمائش کے پانی کے اتصال کے وقت حاصل ہوجانے میں کوئی شک نہیں، اور آپ جان چکے ہیں کہ اس کی شرط صحیح رجیح وجیہ کے خلاف ہے۔ خانیہ کی فرع، ایک چھوٹا حوض ہے جس میں ایک طرف سے پانی داخل ہوتا ہے اور دوسری طرف سے نکلتا ہے تو فقہاء نے فرمایا ہے کہ اگر چہار در چہار ہے یا اس سے کم ہے تو اس میں وضو جائز ہے اور اگر زیادہ ہے تو نہ ہوگا، صرف پانی کے داخل ہونے کی جگہ سے یا خارج ہونے کی جگہ سے ہوجائے گا کیونکہ پہلی صورت میں جو مستعمل پانی اس میں داخل ہوگا وہ اس میں نہیں ٹھہریگا بلکہ داخل ہوتے ہی نکل جائیگا تو جاری ہوگا اور دوسری صورت میں پانی اس میں ٹھہریگا اور کافی دیر بعد نکلیگا اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ اندازہ لازم نہیں ہے، اور اعتماد صرف اسی وصف پر ہے جو ذکر کیا گیا ہے، تو اس میں غور کیا جائے کہ اگر مستعمل پانی داخل ہوتے ہی نکل جاتا ہے اور اس میں ٹھہرتا نہیں تو اس میں وضوء جائز ہے ورنہ نہیں اسکا دارومدار اس پانی کی قوت وضعف پر ہے جو اس میں داخل ہوتا ہے اور نکلتا ہے اھ

اقول ھو خلاف ما علیہ الفتوی قال فی الدر والحقوا بالجاری حوض الحمام لو الماء نازلا والغرف متدارک کحوض صغیر یدخلہ الماء من جانب ویخرج من اخر یجوز التوضی من کل الجوانب مطلقا بہ یفتی[2] اھ ای سواء کان اربعا فی اربع او اکثر اھ ش[3]

میں کہتا ہوں یہ مفتی بہ قول کے خلاف ہے، در میں فرمایا فقہاء نے حوض حمام کو جاری پانی کا حکم دیا ہے، خواہ پانی اتر رہا ہو اور مسلسل چلو بھر کر پانی لیا جائے جیسے چھوٹا حوض کہ جس میں ایک طرف سے پانی داخل ہو کر دوسری طرف سے نکل جاتا ہو تو ایسے حوض کے ہر طرف سے وضو جائز ہے، اسی پر فتوی ہے، یعنی وہ چار چار کا ہو یا زیادہ

۱؎ فتاوی خانیۃ المعروف قاضی خان — فصل فی المیاہ — نولکشور لکھنؤ — ۱/۳

۲؎ درمختار — باب المیاہ — مجتبائی دہلی — ۱/۳۶

۳؎ ردالمحتار — ″ — مصطفی البابی مصر — ۱/۱۴۰

Marfat.com

(يريد الائمة الثلثة وزفر) رضی الله عنهم واذا تجرد عن القصد المذكور فهو غير مؤثر فی قول مردود ثبوته عن محمد ردہ ہؤلاء الاساطين الذين لايلتفت الى قول غيرهم فی المذهب ثم ايد رد ثبوته عن محمد[علہ] بقول الامام قاضی خان فی شرح الجامع الصغير لا نص فيه عن اصحابنا قال وذكر المتأخرون فيها خلافا ثم حكى ان من علمائنا من قال ان الماء يصير مستعملا عند محمد برفع الحدث ايضا لانتقال الاثام الى الماء وانما لم يصر ماء البئر مستعملا فی مسألة الجنب عند محمد لمكان الضرورة ثم قال ولعمری انی لاعجب ممن يقول فی مسألتنا هذه ان مستنده فی افتائه يجوز التوضی فی هذا الحوض مسألة البئر والحال انه لاجامع بينهما لان تلك فی من تجرد عن النية وهذه فيمن يتوضأ ما هذا الا عجيب والله الموفق ثم اورد كلام شيخه فی الفتح الذی ذكرناه فی النمرة الاولى الى قوله كذا فی الخلاصة[1]

وضو کرنے والے کا چھوٹے حوض میں ہاتھ کو داخل کرنا بہ نیت وضو پانی سے طہوریت کے وصف کو سلب کرے گا کیونکہ ہاتھ کے ڈال کر نکالنے سے ہمارے ائمہ اربعہ (ائمہ ثلثہ وزفر) کے اتفاق سے پانی کا وصف طہوریت ختم ہو جائے گا، حدث کے ختم ہو جانے اور تقرب کے حاصل کرنے کی وجہ سے، اور جب قصد مذکور نہ ہو تو وہ غیر مؤثر ہے ایک قول کے مطابق جس کا ثبوت محمد سے نہیں ہے اس کو ائمہ مذہب نے رد کیا ہے جن کا قول فیصل ہے پھر اس کو محمد کا قول نہ ہونے پر شرح جامع صغیر میں قاضی خان کے قول سے مؤید کیا ہے کہ اس میں ہمارے اصحاب کی کوئی نص نہیں، فرمایا کہ متاخرین نے اس میں اختلاف کا ذکر کیا ہے، پھر یہ حکایت کی کہ ہمارے علماء میں سے بعض نے فرمایا ہے کہ محمد کے نزدیک حدث کے مرتفع ہونے سے بھی پانی مستعمل ہو جاتا ہے، کیونکہ پانی کی طرف گناہ منتقل ہوتے ہیں، اور کنویں کے مسئلہ میں جنب کے داخل ہونے سے پانی کا مستعمل نہ ہونا محمد کے نزدیک ضرورت کی وجہ سے ہے، پھر فرمایا مجھے بے انتہا تعجب ہے اس مسئلہ میں کہ انہوں نے اپنے فتوٰی کی سند کنویں کے مسئلہ کو بنایا ہے اور یہ فتوٰی دیا ہے کہ اس حوض میں وضو جائز ہے حالانکہ دونوں

علہ وقع فی صدر الرسالة عند ذكر الكتب عد العناية سهوا مرتين فليكن هذا متم الاربعين بل الذی يأتی عن خزانة المفتين اه منه غفر له

شروع رسالہ میں جہاں کتابوں کا ذکر ہے عنایہ کا شمار سہواً دو دفعہ کیا ہے۔ پس چاہئے یہ چالیس کا تتمہ ہو بلکہ وہ جو خزانۃ المفتین سے آرہا ہے اھ (ت)

---

[1] شرح جامع الصغیر لقاضی خان اور رسالہ ابن شحنہ

Marfat.com

صغير يدخل فيه الماء ويخرج وذلك لان كلها يحتمل الوضوء فيه بالمعنى الثانی اعنی بغمس الاعضاء وقد علمت انه الاقرب الى الظرفية وقد قال فی الخانية حوض كبير وقعت فيه النجاسة ان كانت النجاسة مرئية لايجوز الوضوء ولا الاغتسال فی ذلك الموضع بل يتنحى الى ناحية اخرى بينه وبين النجاسة اكثر من الحوض الصغير وان كانت غير مرئية قال مشايخنا ومشايخ بلخ جاز الوضوء فی موضع النجاسة[1] اھ فليس بخاف ان المراد[علہ] المعنى الثانی اذ لا معنى لعدم جواز الوضوء خارج الحوض بحيث تقع الغسالة فی موضع النجاسة ولا وجه على هذا للفرق بين المرئية وغيرها وهذا كما ترى يشمل الفرع السادس فانه اذا لم يستقر ما يقع فيه من الماء بل يخرج من ساعته كان جاريا كما ذكروا الجاری لايتأثر بالغمس واذا كان يستقر ولا يخرج الا بعد زمان كان راكدا وهو صغير فيضره الغمس فليس فی الفروع شيئ مما يفيد دعواه نعم هی صريحة فی دعوٰنا ان الملاقی كله يصير مستعملا اما ما اراد الشيخ فانما يلمح اليه تعليل الفرع السادس

چھٹی فرع جو چھوٹے حوض سے متعلق ہے جس میں ایک طرف سے پانی داخل ہو کر دوسری طرف سے نکل جاتا ہو کیونکہ ان میں سے ہر ایک میں اس امر کا احتمال ہے کہ اس میں وضو کرنا دوسرے معنی کے اعتبار سے ہو' یعنی اعضاء کو ڈبو کر' اور تم جان چکے ہو کہ یہی معنی ظرفیت کے زیادہ قریب ہیں۔ اور خانیہ میں فرمایا کہ ایک بڑا حوض ہے جس میں نجاست گر گئی اب اگر نجاست مرئیہ ہے تو اس سے نہ وضو جائز ہے نہ غسل۔ اُس جگہ سے جہاں نجاست گری ہے بلکہ وُہ نجاست گرنے کی جگہ سے ایک چھوٹے حوض کے فاصلہ کی مقدار میں دُور ہو جائے' اور اگر وُہ نجاست غیر مرئیہ ہے تو ہمارے مشایخ اور بلخ کے مشایخ نے فرمایا جہاں نجاست گری ہے وہاں سے بھی وضو کرنا جائز ہے اھ تو ظاہر ہے کہ یہاں دُوسرے معنی مراد ہیں کیونکہ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ آدمی حوض کے باہر اس طرح وضو کرے کہ اس کا دھوون حوض میں خاص اس جگہ کرے جہاں نجاست گری تھی' اور پھر اس صورت میں مرئیہ اور غیر مرئیہ کے درمیان فرق کی کوئی وجہ نہیں' اور یہ جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں چھٹی فرع کو شامل ہے' کیونکہ جب اس میں جانے والا پانی ٹھہرا نہیں' تو یہ جاری پانی کے حکم میں ہو گیا اور جاری پانی اعضا کے ڈبونے سے متاثر نہیں ہوتا ہے'

علہ وحمل الوضوء والاغتسال على الاغتراف وفی على من بعيد يأباه الذوق السليم اھ منه (م)

اور وضو اور غسل کو چلّو سے لینے پر محمول کرنا اور "فی" کو "من" کے معنی میں کرنا بعید ہے' ذوقِ سلیم اس سے انکار کرتا ہے اھ (ت)

---

[1] فتاوٰی خانیۃ المعروف قاضی خان فصل فی الماء الراکد نولکشور لکھنؤ ۱/۴

Marfat.com

عن الخلاصة والخانية والبزازية والغنية وفرع الخانية قال محمد رحمه الله تعالٰی اذا کان علی ذراعیه جبائر فغمسها فی الماء او غمس رأسه فی الاناء لا یجوز ویصیر الماء مستعملا[1] اھ قال وانما قدمت ھذا التنبیه تنبیها لمن یظن ان الفتوی علی قول محمد رحمه الله تعالٰی فی ذلك لاطلاق اصحاب الکتب ان الفتوی علی قوله فی الماء المستعمل وانما مرادھم ان الفتوی علی قوله فی کونه طاھرا لا فیما یصیر به مستعملا علی انه سیرد علیك فی الفصل الثانی ان التحقیق ان ھذا (ای طھارته) مذھب ابی حنیفة ایضا وانما اشتھرت نسبته الی محمد لکونه فی جملة من رواہ عن الامام[2] اھ

اقول ای انه اجل من رواہ وقد اخذ به وھذا اول التصحیحین الموعود بیانھما ثم اتی علی سرد الفروع وفیھا ما یفیدنا فرع الخلاصة ان ادخال الکف مجردا انما لا یصیر مستعملا اذا لم یرد الغسل فیه بل اراد رفع الماء فان اراد الغسل ان کان اصبعا او اکثر دون الکف لا یضر ومع الکف بخلافه[3] اھ

نہ تھی اھ ، ہم نے یہ خلاصہ، خانیہ، بزازیہ اور غنیہ سے پیش کر دیا ہے ۔ خانیہ کی فرع ، محمد نے فرمایا کسی کے ہاتھ پر پٹیاں ہوں، پھر وہ ہاتھ پانی میں ڈبو دے یا سر ڈبو دے تو جائز نہیں ، اور پانی مستعمل ہو جائیگا اھ اور فرمایا میں نے یہ تنبیہ اس لیے کی ہے تاکہ جو لوگ سمجھتے ہیں کہ فتوٰی محمد کے قول پر ہے وہ متنبہ ہو جائیں کیونکہ اصحابِ کتب نے اطلاق فرمایا ہے کہ فتوٰی ان کے قول پر ہے مستعمل پانی میں ۔ حالانکہ ان کی مراد یہ ہے کہ فتوٰی محمد کے قول پر ہے پانی کے طاہر ہونے میں نہ کہ مستعمل ہونے میں ۔ علاوہ ازیں آپ دوسری فصل میں دیکھیں گے کہ تحقیق یہی ہے کہ یہ (یعنی اس کی طہارت) مذہب ابی حنیفہ بھی ہے ، اس کی نسبت محمد کی طرف محض اس لیے مشہور ہو گئی ہے کہ وہ بھی اس کے راویوں میں ہیں اھ

میں کہتا ہوں وہ اس کے راویوں میں بزرگ تر ہیں اور انہوں نے اس کو اختیار کیا ہے اور یہ پہلی تصحیح ہے جن دو کا ہم نے وعدہ کیا تھا ، پھر فروع کا بیان کیا ۔ خلاصہ کی فرع ، ہاتھ کا داخل کرنا محض پانی لینے کے لیے ، بلا ارادۂ غسل ، پانی کو مستعمل نہیں کرتا ہے ، اور اگر بہ نیتِ غسل ہو تو اگر ایک ہتھیلی سے کم ہے تو مضر نہیں ، اور اگر ایک ہتھیلی ہے تو مضر ہے اھ ۔

[1] فتاوٰی خانیۃ المعروف بقاضی خان فصل فی الماء المستعمل نولکشور لکھنؤ ۸/۱

[2] رسالہ ابن الشحنۃ

[3] خلاصۃ الفتاوٰی فصل فی الماء المستعمل نولکشور لکھنؤ ۶/۱

Marfat.com

فليس الاولى بناء ان نعمد الى كلمات الائمة فنحملها على محمل ضعيف غير مقبول مع صحة الصحيح وبالله التوفيق۔

وُہ بھی درست نہ ہوسکا، یعنی یہ کہ وضو سے مراد اعضاء کا دھونا ہے، اور جہاں تک فروع کا تعلق ہے تو ہم ایسا نہیں کرسکتے کہ ائمہ کے کلمات کو ضعیف محمل پر محمول کریں حالانکہ صحیح بھی موجود ہو، وباللہ التوفیق۔

ثم عقد رحمه الله تعالى فصلا في تعريف الماء المستعمل وما يصير به مستعملا وما لا وذكر فيه ما قد مناعن القدوري عن الجرجاني وعن مبسوط شمس الائمة السرخسي من ان سقوط حكم الاستعمال عند محمد في من دخل البئر للدلو لاجل الضرورة وكذا ادخال الجنب يده في الاناء (اى للاغتراف عند عدم ما يغترف به كما قدمنا) وطالب الدلو رجله في البئر ولو دخل رجله في الاناء او رأسه صار مستعملا لعدم الحاجة قال فياليت شعري ما جواب المتمسك بهذه المسألة (اى مسألة من دخل البئر للدلو لم يستعمل عند محمد) عن كلام هؤلاء الائمة الاساطين ثم ذكر ما قدمنا من الفوائد الظهيرية عن شيخ الاسلام خواهر زاده عن محمد قال وهذا نقل صريح عن الامام الثالث نقله مثل خواهر زاده ثم ذكر كلام الكافي المتقدم وانه حكى كلام القدوري ولم يتعقبه قال فظهر لك بهذا ان ادخال اليد في الحوض الصغير بقصد التوضي فيه سالب عن الماء وصف الطهورية لارتفاع الحدث والتقرب بادخال اليد ونزعها باتفاق علمائنا الاربعة

پھر انھوں نے مستعمل پانی کی تعریف میں ایک فصل قائم کی، اس میں یہ بتایا کہ کب پانی مستعمل ہوتا ہے اور کب نہیں، اور انہوں نے اس سلسلہ میں قدوری کی جرجانی اور شمس الائمہ سرخسی کی مبسوط سے عبارات نقل کیں، اور بتایا کہ محمد کے نزدیک جو شخص کنویں سے ڈول نکالنے کے لیے داخل ہو اس سے پانی کا مستعمل نہ ہونا ضرورت کی وجہ سے ہے۔ اور اسی طرح جُنب شخص کا چھوٹا برتن نہ ہونے کی صورت میں ٹب میں ہاتھ کو داخل کرنے کا معاملہ ہے۔ اسی طرح کوئی شخص ڈول نکالنے کے لیے کنویں میں اپنا پیر ڈالے تو اس کا حکم وہی ہے، اگر یہ شخص اپنا پیر برتن میں ڈال دے یا سر ڈال دے تو پانی مستعمل ہوجائے گا کہ حاجت منعدم ہے۔ فرمایا معلوم نہیں جو اس مسئلہ سے استدلال کرتے ہیں ان کا جواب کیا ہوگا (یعنی یہ مسئلہ کہ محمد کے نزدیک کنویں سے ڈول نکالنے سے پانی مستعمل نہ ہوگا) ان ائمہ کے کلام کا! پھر انہوں نے وُہ ذکر کیا جو فوائد ظہیریہ سے شیخ الاسلام خواہرزادہ سے محمد سے روایت کو نقل کیا، فرمایا یہ صریح نقل ہے تیسرے امام سے اس کو خواہرزادہ جیسے شخص نے نقل کیا، پھر کافی کا گزشتہ کلام نقل کیا اور قدوری کا کلام نقل کیا مگر اس کا تعاقب نہ کیا، فرمایا اس سے ظاہر ہوا کہ

Marfat.com

ثم اورد خاتمة فی حکم ملاقاة الماء الطاهر للماء الطهور وبین ان العبرة للغلبة ونقل تصحیحه عن التوشیح والتحفة وعنهما انه المذهب المختار ۔

قلت وهذا هو ثانی التصحیحین الموعود بیانهما فاعترف الشیخ بالحق، وذهب تسویة الملق بالملاقی وزهق، ثم نقل فرع الخانیة ومثله عن شرح القدوری لمختصر الکرخی فی نزح عشرین دلوا اذا القی الوضوء فی البئر قال فهذا اصرح شیئ فی اتفاق الائمة الثلثة علی تاثیر الماء المستعمل فی الماء الطهور وان کان اقل منه وذکر عن شرح الجامع الصغیر لقاضی خان انتضاح الغسالة فی الاناء اذا قل لا یفسد الماء وتکلموا فی القلیل عن محمد ما کان مثل رؤس الابر قلیل وعن الکرخی ان کان یستبین مواقع القطر فی الماء فهو کثیر وان کان لا یستبین کالطل فقلیل قال وهذا رحمك الله اصرح مما تقدم وقد حکی هذا فی الفوائد الظهیریة وعلیه مشی القدوری وحکی عن ابی سلیمن انه سئل عن ماء الجنابة اذا وقع وقوعا یستبین وتری عین القطرات ظاهرة قال انه لیس بشیئ[1] وفی فتاوی قاضیخان خلاف هذا وفی خزانة المفتین جنب اغتسل

بے وضو اپنا ایک ناخن ہی کیوں نہ ڈالے ۔ پھر خاتمہ اس امر کے بیان میں ہے کہ طاہر پانی طہور پانی سے جب ملے گا تو اعتبار غلبہ کو ہوگا، اور اس کی تصحیح توشیح اور تحفہ سے نقل کی اور اسی سے نقل کیا کہ یہ مذہب مختار ہے ۔

میں کہتا ہوں یہ دوسری تصحیح ہے جن دو کا ہم نے وعدہ کیا تھا، تو شیخ نے حق کا اعتراف کرلیا، اور ملقی اور ملاقی کی برابری ختم ہوئی، پھر خانیہ کی فرع نقل کی اور اسی قسم کی شرح قدوری مختصر کرخی کی فرع نقل کی ۔ یہ بیس ڈول کھینچنے سے متعلق ہے یہ اس صورت میں ہے جبکہ وضو کا پانی کنویں میں ڈالا ہو، فرمایا پاک پانی میں مستعمل پانی کے اثر انداز ہونے کی ائمہ ثلثہ کے نزدیک یہ واضح مثال ہے، اگرچہ وہ اُس پانی سے کم ہو، اور قاضی خان کی شرح جامع صغیر سے یہ نقل کیا کہ اگر دھوون کے کچھ قطرات برتن میں گر جائیں اور کم ہوں تو پانی کو فاسد نہ کریں گے' اور قلیل میں کلام کیا ہے اس میں محمد سے منقول ہے کہ جو سوئی کے ناکوں کے برابر ہو وہ قلیل ہے اور کرخی سے یہ منقول ہے کہ پانی کے قطرے اگر پانی میں ظاہر ہوں تو یہ کثیر ہے اور اگر ظاہر نہ ہوں جیسے شبنم کے قطرے ہوتے ہیں تو یہ قلیل ہے فرمایا یہ گزشتہ مثال سے بھی زاید صریح ہے، یہ فوائد ظہیریہ میں مذکور ہے۔ اسی پر قدوری چلے ہیں، اور ابو سلیمان سے کسی نے جنابت کے پانی کی بابت دریافت کیا کہ اگر اس کے قطرے پانی میں پڑ جائیں اور واضح نظر آئیں، فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں' فتاوی قاضیخان

---

[1] رسالہ ابن الشحنہ

Marfat.com

کے درمیان کوئی علت جامع موجود نہیں کیونکہ وہ مسئلہ نیت کے نہ ہونے کا ہے اور یہ وُہ ہے جس میں نیتِ وضو پائی جاتی ہے یہ بڑی عجیب بات ہے واللہ الموفق۔ پھر انہوں نے اپنے شیخ کا کلام ذکر کیا جو ہم نے نمرہ اولیٰ میں ذکر کیا کذا فی الخلاصۃ تک۔

اقول کلہ کلام طیب وعنہ اخذت عبارۃ الفوائد الظہیریۃ غیران ماقال ف لعمری انی لا عجب فلعمری انی لا عجب اذ قد حقق الشیخ ان الصحیح عن محمد ایضا عدم الفرق بین النیۃ وعدمھا فما منشؤ ھذا الفارق وانما کان علیہ ان یقول تلک للضرورۃ وھذہ بدونھا۔ **ثم** عقد تذنیبا یسرد فروع ما یصیر بہ الماء مستعملا ولا وقدم علیھا تنبیھا فی ان الفتوی فی سبب الاستعمال علی قولھما انہ رفع حدث او التقرب لا علی قول محمد انہ التقرب فقط ونقل تصحیح قولھما عن الخلاصۃ والخانیۃ وخزانۃ المفتین الاختیار والبزازیۃ۔

میں کہتا ہوں سارا کلام اچھا ہے اور اسی سے فوائد ظہیریہ کی عبارت لی گئی ہے سوائے اس قول کے کہ "مجھے بے انتہا تعجب ہے" تو مجھے ان پر بے انتہا تعجب ہے کیونکہ جب شیخ نے یہ تحقیق کی ہے کہ محمد سے صحیح یہ ہے کہ نیت اور عدمِ نیت میں کوئی فرق نہیں، تو یہ فارق کہاں سے آگیا، دراصل ان کو کہنا یہ چاہیے تھا کہ وہ ضرورت کی وجہ سے ہے اور یہ بلا ضرورت ہے، پھر ایک تذنیب قایم کی اس میں ان فروع کا ذکر کیا ہے جن میں پانی مستعمل ہوتا ہے اور نہیں ہوتا ہے اس سے پہلے ایک تنبیہ ذکر کی اس میں یہ بتایا ہے کہ سببِ استعمال میں فتویٰ شیخین کے قول پر ہے اور وہ سبب یا تو رفع حدث ہے یا تقرب ہے، محمد کے قول پر نہیں ہے کہ سبب صرف تقرب ہے اور انہوں نے اُن دونوں کے قول کی تصحیح نقل کی خلاصہ، خانیہ، خزانۃ المفتین، اختیار اور بزازیہ سے۔

اقول اراد التنبیہ علیہ علی تسلیم خلاف محمد والا فلا حاجۃ الیہ بعد ما قد ثبت ان الاول قولھم جمیعا وان الثانی لم یثبت عن الثالث ھذا وفیہ مما یفیدنا فی المسألۃ فرع الخلاصۃ وخزانۃ المفتین ادخل یدہ فی الاناء او رجلہ للتبرد یصیر مستعملا لانعدام الضرورۃ اھ[1] وقد مناً

میں کہتا ہوں تنبیہ سے ان کا مقصود محمد کے خلاف کو تسلیم کرنا ہے، ورنہ اس بات کے ثابت ہوجانے کے بعد کہ پہلا سب ہی کا قول ہے اس کی حاجت نہیں ہے اور دوسرا تیسرے سے ثابت نہیں، اس کو سمجھئے کہ یہیں مسئلہ میں فائدہ دے گا۔ خلاصہ اور خزانہ کی فرع، کسی نے اپنا ہاتھ یا پیر برتن میں ٹھنڈا کرنے کو ڈالا تو مستعمل ہوجائیگا کہ ضرورت

---

[1] خلاصۃ الفتاوی فصل فی الماء المستعمل نولکشور لکھنؤ ۱/۶

Marfat.com

المدار على الغلبة فان كان اتفاق آخر كلامه
الذاهب من نسختي فهو كرعلى ما احتج به
بالنقض والافاعجب واعجب وسيحكث الشيخ
غير بعيد ويعود الى الحق كما سيأتي بتوفيقه
تعالى فلولا انه اورد هذا الكلام واحتج بهذين
الفرعين هنا وذينك التعليلين ثمه لكان كل
كلامه صحيحا سديدا ولكن الله يفعل ما يريد
ثم كتب تتمة قال فيها ان من ادل الدليل
على انه لا يجوز التوضي في هذا الحوض عند
واحد من علمائنا رحمهم الله تعالى ما في
كتاب الاصل لمحمد رضي الله تعالى عنه
رواية الامام ابي سليمن الجوزجاني رحمة
الله تعالى عليه عنه في باب الوضوء والغسل
قلت ارأيت جنبا اغتسل فانتضح من غسله
شيء في انائه هل يفسد عليه الماء قال لا قلت
لم قال لان هذا ما لا يستطاع الامتناع منه قلت
ارأيت ان افاض الماء على رأسه او جسده
او غسل فرجه فجعل ذلك الماء كله يقطر في
الاناء قال هذا يفسد الماء ولا يجزئه ان
يتوضأ ولا يغتسل به[1] قال وقال في باب البئر
ما ينجسها قلت ارأيت رجلا طاهرا وقع
في بئر فاغتسل فيها قال افسد ماء البئر
كله قلت وكذلك لو توضأ فيها قال نعم قلت

دارومدار غلبہ کو ہے، اگر انہوں نے اس کو برقرار رکھا ہے
اپنے اس کلام میں جو میرے نسخہ سے ساقط ہے تو یہ اسی
طرف رجوع ہے جس پر نقض سے استدلال کیا ہے، ورنہ
بہت ہی تعجب خیز بات ہے، اور عنقریب آجائے گا
کہ شیخ نے حق کی طرف رجوع کیا بتوفیق تعالیٰ، اگر وہ یہ
کلام یہاں نہ لاتے اور ان دو فرعوں سے استدلال
نہ کرتے اور وہاں دو تعلیلیں بیان نہ کرتے تو کل کلام صحیح
ہوتا، لیکن اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے پھر انہوں نے
ایک تتمہ لکھا اور فرمایا کہ پھر اس پر سب سے بڑی دلیل
اس پر کہ ہمارے کسی امام کے نزدیک اس حوض سے وضو جائز
نہیں۔ امام محمد کی اصل میں وارد شدہ روایت ہے جو
امام ابو سلیمان الجوزجانی کی روایت ہے، در باب الوضوء
و باب الغسل میں مذکور ہے، روایت یہ ہے کہ میں نے
کہا اگر ایک جنب نے غسل کیا اور اس کے چھینٹے ایک
برتن میں گرے تو کیا پانی خراب ہوگیا، فرمایا نہیں، میں
نے کہا کیوں؟ فرمایا یہ ایسی چیز ہے جس سے بچنا محال ہے،
میں نے پوچھا اگر جنب نے اپنے سر یا جسم پر پانی ڈالا
یا اپنی شرمگاہ دھوئی اور یہ پانی برتن میں جمع ہوتا رہا فرمایا
اس سے پانی فاسد ہوجائیگا، نہ اس سے وضو جائز ہوگا
نہ غسل، فرمایا انہوں نے کنویں اور اس کی نجاستوں کے
باب میں فرمایا: میں نے پوچھا اگر ایک پاک شخص کنویں کے
پانی میں گر گیا اور اس میں غسل کیا، فرمایا کل پانی خراب
ہوجائے گا، میں کہتا ہوں یہی حکم کنویں میں وضو کا ہے؟

---

[1] کتاب الاصل المعروف بالمبسوط امام محمد باب الوضوء والغسل من الجنابۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۲۴

Marfat.com

قلت وقدمنا تحقیق ان الانملة و الظفر والکف سواء **وفرع** الخلاصة عن فقه الامراء هذا اذاکان الذی یدخل یدہ فی الاناء او البئر بالغا فان کان صبیا ان علم ان یدہ طاھرۃ بان کان مع الصبی رقیب فی السکۃ یجوز التوضی بذلک[1] الخ

میں کہتا ہوں ہم پہلے تحقیق پیش کر آئے ہیں کہ پورا ناخن اور ہتھیلی حکم میں برابر ہیں۔ خلاصہ کی فرع فقہ الامراء سے، یہ اُس وقت ہے جبکہ ہاتھ داخل کرنے والا بالغ ہو اور اگر نابالغ ہے تو اگر یہ معلوم ہے کہ اس کا ہاتھ پاک تھا مثلاً بچہ گلی میں اپنے کسی محافظ کے ہمراہ تھا تو اس سے وضو جائز ہے الخ

اقول وبه فارق البالغ فافاد ان لو ادخل البالغ یدہ فی اناء او بئر لم یجز الوضوء به وھذا[1] کنص کتاب الحسن لایبقی لتاویل البحر مساغا **ثم** عقد الفصل الثانی فی حکم الماء المستعمل ومتی یصیر مستعملا وقال بعد ما بین ما ھو بین بنفسه ومسلم عند الکل اعنی عدم جواز الوضوء بالماء المستعمل عند ائمتنا جمیعا مانصه ھذا مع عمومه یشھد للفصل الاول قال وکفی بذلک حجة[2] اھ

میں کہتا ہوں اس سے بالغ و نابالغ میں فرق ظاہر ہوگیا، اس سے معلوم ہوا کہ اگر بالغ نے برتن یا کنویں میں اپنا ہاتھ ڈالا تو اس سے وضو جائز نہیں اور یہ حسن کی کتاب کے نص کی طرح ہے۔ اس میں بحر کی تاویل کی کوئی گنجائش نہیں، پھر دوسری فصل مستعمل پانی کے حکم کے بیان میں قائم کی، اور یہ بتایا کہ پانی کب مستعمل ہوگا، اور پھر جو انہوں نے اسکو واضح کرنے کے بعد خود واضح ہے اور تمام کے نزدیک مسلّم ہے یعنی مستعمل پانی سے وضو کا جائز نہ ہونا ہمارے تمام ائمہ کے نزدیک کہا اس کی نص یہ ہے "یہ اپنے عموم کے ساتھ پہلی فصل کے لیے شہادت دیتی ہے" اور یہ کافی حجت ہے اھ (ت)

اقول ھذا[2] نظیر تمسك البحر بالاطلاق فنظر الی اطلاق ان العبرۃ للغلبة ولم یلاحظ ان الشان فی قصر الاستعمال علی ما التصق بالجلد فقط والشیخ نظر الی ھذا العموم ولم یلاحظ ان الکلام فی تعمیم الاستعمال جمیع الماء القلیل بدخول نحو ظفر من محدث

میں کہتا ہوں یہ بحر کے اطلاق کو دلیل بنانے کی ایک نظیر ہے تو انہوں نے اطلاق کو دیکھتے ہوئے فرمایا کہ اعتبار غلبہ کا ہے اور یہ نہیں دیکھا کہ مستعمل ہونا اُسی پانی کے لیے ہے جو جلد سے متصل ہو، اور شیخ نے اس عموم کی طرف دیکھا اور یہ نہ دیکھا کہ گفتگو اس امر میں ہے کہ تھوڑا پانی مکمل طور پر مستعمل ہوجائے گا خواہ

---

[1] خلاصۃ الفتاوی الماء المستعمل نولکشور لکھنؤ ۱/۸
[2] رسالہ ابن الشحنۃ

Marfat.com

طهور اذا وقع فی ماء آخر لا یفسده حتی یغلب علیه بهذا قطع فی الاسرار جعله فی التحفة اصح ولو صب ماء کثیر علی العضو یصیر الکل مستعملا عندهم مع ان الملاقی للبشرة مغلوب بناء علی ان الکل واحد فی حکم الاستعمال و قد اشیر الی هذا المعنی فی الاسرار[1]۔

اقول هذا لعمری من الحسن بمکان، تنشط به الاذان، وتبتهج به النفوس، ولا عطر بعد عروس، وقد وفقنی المولی، سبحنه وتعالی، لمعناه فیما مضی، واتقنت بیانه، وشیدت ارکانه، وبه ظهر الفرق بین الملاقی والملقی، بحیث لا یعتری وهم ولا شک یبقی، والعجب من الشیخ مشی علی التسویة بینهما محتجا بالتعلیلین ثم نقضه بنقل تصحیح الصحیح، عن التحفة والتوشیح، ثم بعد اسطر عاد الیه وجعل فرعی النزح و الانتضاح اصرح صریح، ثم نقضه بنقل الاصل الاصیل، عن ذخیرة الامام الجلیل، ثم لم یلبث ان عاد الیه بنقل فرع الاصل، ثم نقضه بنقل کلام العصام متصلا به من غیر فصل، وبه ختم وانما العبرة للخواتیم، ختم الله تعالی لنا علی الدین القویم، والصراط

پانی میں گر جائے تو اس کو اس وقت تک فاسد نہ کرے گا جب تک اس پر غالب نہ ہو جائے۔ اسرار میں اس پر قطعی حکم لگایا اور تحفہ میں اس کو اصح قرار دیا ہے اور اگر کسی عضو پر بہت سا پانی ڈالا تو ان کے نزدیک سارا پانی مستعمل ہو جائے گا، حالانکہ جو پانی جلد سے متصل ہے وہ مغلوب ہے کیونکہ حکم استعمال میں سب ایک ہی ہے اور اسی معنی کی طرف اسرار میں اشارہ کیا ہے۔

میں کہتا ہوں یہ بحث ذہنوں کو جلا بخشنے والی ہے، اللہ تعالی کے فضل وکرم سے اس کی تقریر کی ہے، اس سے ملقی اور ملاقی کے درمیان فرق ظاہر ہو گیا اور شک باقی نہ رہا، اور شیخ پر تعجب ہے کہ انھوں نے ان دونوں کو ایک قرار دیا ہے اور دو تعلیلوں سے استدلال کیا ہے پھر ایک صحیح کی تصحیح نقل کرکے اس پر نقض وارد کیا، یہ تحفہ اور توشیح کی نقول ہیں، پھر چند سطور کے بعد اس بحث کا اعادہ کیا اور نزح اور انتضاح کی دونوں فروع کو بہت صریح قرار دیا، پھر اس پر ذخیرہ سے نقض وارد کیا، پھر اصل کی فرع کو نقل کیا، پھر اس پر عصام کی نقل سے نقض وارد کیا اور اس پر کلام کو ختم کیا ......

اللہ تعالی ہمارا خاتمہ دینِ قویم صراطِ مستقیم اور تمام حسنات

---

[1] رسالہ ابن شحنہ

Marfat.com

فانتضح من غسله فی انائه لم یفسد الماء اما اذا کان یسیل فیه سیلانا افسده[1] قال و التحقیق ھنا ان المسألة مبنیة علی اصل ذکره ائمتنا فی کتاب الایمان ونقلوه الی الرضاع قال فی الذخیرة حلف لا یشرب لبنا فصب الماء فی اللبن فالاصل فی ھذه المسألة واجناسھا ان الحالف اذا اعقد یمینه علی مائع فاختلط بمائع اخر خلاف جنسه ان کانت الغلبة للمحلوف علیه[2] (وسقط بقیة الکلام من نسختی زھر الروض)

میں اس کے برعکس ہے اور خزانۃ المفتین میں ہے کہ ایک ناپاک آدمی نے غسل کیا اور اس کے چھینٹے برتن میں گرے تو پانی فاسد نہ ہوگا اور اگر اس میں بہنے لگا تو پانی فاسد ہوجائے گا، فرمایا در اصل یہ مسئلہ ایک اور اصل پر مبنی ہے جس کو ہمارے ائمہ ثلٰثہ نے کتاب الایمان میں ذکر کیا ہے اور اس کو رضاع کے بیان میں نقل کیا، ذخیرہ میں فرمایا کہ کسی شخص نے حلف اٹھایا کہ وہ دودھ نہیں پیے گا تو اس نے پانی دُودھ میں ملایا، تو اس مسئلہ میں اور اس کے نظائر میں اصل یہ ہے کہ حلف اٹھانے والے نے جب کسی سیّال چیز پر حلف اٹھایا اور وہ کسی اور مائع سے مل گیا جو اس کی جنس سے نہ ہو تو اگر محلوف علیہ غالب ہے (اور باقی کلام میرے زہر الروض کے نسخہ سے ساقط ہے) (ت)

اقول ف۱ سبحٰن اللّٰه یذکر الشیخ رحمه اللّٰه تعالٰی فی اول الکلام ان الصحیح و المذھب المختار ھو اعتبار الغلبة وقد نص فی شرحه للوھبانیة انه الصحیح عن ائمتنا الثلثة رضی اللّٰه تعالٰی عنھم وان علیه الفتوٰی ثم یعود یحتج بفرعی النزح والانتضاح ویقول ذلك اصرح شیئ فی اتفاق الائمة الثلثة وھذا اصرح منه وای مساغ بقی لھما بعد ما تبین الحق الصحیح المذھب المختار المفتی به المطبق علیه من ائمتنا الثلثة رضی اللّٰه تعالٰی عنھم وما ف۲ فتح بابه من بیان المبنی وھو فرع الحلف فھو اصرح شیئ فی ان

میں کہتا ہوں سبحان اللہ شیخ کلام کی ابتداء میں ذکر کرتے ہیں کہ صحیح اور مذہب مختار غلبہ کا اعتبار ہی ہے اور شرح وہبانیہ میں اس پر نص ہے کہ ہمارے ائمہ ثلٰثہ سے یہی صحیح ہے، اور اسی پر فتوٰی ہے پھر انہوں نے نزح اور انتضاح کی دونوں فرعوں پر کلام کیا، اور فرمایا کہ یہ ائمہ ثلٰثہ کے اتفاق میں صریح چیز ہے اور یہ اس سے زاید صریح ہے اور مذہب حق وصحیح، اور مذہب مختار مفتی بہ، اور ائمہ ثلٰثہ (حنفی مذہب کے) کا متفق علیہ مذہب معلوم ہوجانے کے بعد اُن دونوں کے لیے کیا وجہ جواز رہ گئی ہے! اور بیان مبنی کا جو دروازہ کھولا ہے اور وہ حلف کی فرع ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ

---

[1] بحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۱

[2] رسالہ ابن شحنۃ

Marfat.com

بالنشف والخامس نداوة تبقى بعد النشف ايضا ولا تذهب الا بالجفاف بعمل الشمس والهواء، ولا شك انها ايضا اجزاء مائية ولا تداخل في الاجسام بل لا تلاصق في الاجزاء كما تقدم فكان كل قسم فوق الاخر منفصلا عنه وكان تحت الكل ذاك الندى فهو الذى لاصق البدن وهو لا يقبل الانفصال ولا استعمال الا به فلا استعمال تلك عشرة كاملة۔

اس سے نیچے آتا ہے، اور تیسرا ٹھہرتا ہے اور ٹپک کر ختم ہو جاتا ہے اور چوتھا وہ تری ہے جو کپڑے کے ذریعے جذب کرنے کے بعد ختم ہو جاتی ہے۔ پانچواں وہ تری جو کپڑے کے ذریعے جذب کرنے کے بعد بھی باقی رہتی ہے اور آفتاب یا ہوا سے خشک ہو جانے کے بعد ہی ختم ہوتی ہے اور بلا شبہ یہ بھی پانی کے اجزا ہیں اور یہ اجسام میں تداخل نہیں بلکہ تلاصق فی الاجزاء بھی نہیں جیسا کہ گزرا، تو ہر قسم دوسری سے اوپر ہوتی اس سے جدا ہوتی اور ہر ایک کے نیچے وہ تری ہوتی ہے تو یہ وہ ہے جو بدن سے ملاقی ہے اور یہ انفصال کو قبول نہیں کرتا ہے اور استعمال بلا انفصال نہیں ہوتا ہے، تو مستعمل نہ ہوا۔ تو یہ دس مکمل ہو گئے۔

فان قلت الامر كما وصفتم ولكنا نعدى الحكم الى ما عدا الاول لتعلقه بالبدن ولذا انتقل بانتقاله **اقول اولا** لا نسلم انه لتعلقه به والا لكان له استمساك عليه كالمتقاطر بل اندفع بدفعه وانحدر بطبعه الا ترى ان المنغمس ان اندفع بعنف قوى صحبه ماء كثيرا او برفق فقليل وان استدرج في الخروج بحيث لا يتحرك الماء حتى الامكان لم يكد يخرج معه الا ما يزول بالتقاطر مع ان اللقاء كان واحدا فعلم انه لحركة الدفع يختلف باختلافها۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ درست ہے لیکن ہم حکم اوّل کے علاوہ دوسروں پر لگاتے ہیں کیونکہ اس کا تعلق بدن سے ہے اور اسی لیے اس کے منتقل ہونے سے وہ منتقل ہو جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں اولاً ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ یہ اس کے تعلق کی وجہ سے ہے ورنہ وہ اس پر رکتا، جیسا کہ ٹپکنے والا، بلکہ اسکے دفع کرنے سے مندفع ہو گیا اور بالطبع منحدر ہو گیا مثلاً پانی میں غوطہ کھانیوالا اگر قوت سے نکلے تو اس کے ساتھ بہت پانی آئے گا اور اگر آہستگی سے ہو تو کم پانی آئیگا اور اگر اتنا آہستہ نکلے کہ حتی الامکان پانی میں حرکت نہ پیدا ہو تو اس کے ساتھ صرف اتنا پانی آئیگا جو ٹپک کر زائل ہو جائے حالانکہ ملاقاۃ ایک ہی ہے، تو معلوم ہوا کہ دفع کی حرکت میں اس سے اختلاف ہوتا ہے۔

فان قلت اذن لا ريب في تعلق المتقاطر فنحكم عليه بالاستعمال وهو لا شك قابل الانفصال فيصح التاويل ولا ينفي الاستعمال

اگر یہ اعتراض ہو کہ اس صورت میں ٹپکنے والے کے تعلق میں کوئی شک نہیں تو ہم اس پر مستعمل ہونے کا حکم لگائیں گے اور بلا شبہ وہ قابلِ انفصال ہے تو تاویل

Marfat.com

وکذلک لو استنجی فیہا قال نعم قلت فما حال البئر قال علیھم ان ینزحوا ماء البئر کلہ الا ان یغلبھم الماء قلت ارأیت الرجل ھل یجزئہ وضوءہ ذلک قال لا[1] وسکت علیہ ولم یعزہ لاحد من شیخیہ وھذا شانہ فی المتفق علیہ کما صرح بہ اول الکتاب اھ[2]

فرمایا ہاں، میں نے کہا اسی طرح اگر کنوئیں میں استنجا کیا؟ فرمایا ہاں، میں نے پُوچھا اور کنوئیں کی بابت کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا کنوئیں کا سارا پانی نکالنا چاہئے، اِلّا یہ کہ نکالتے نکالتے تھک جائیں، میں نے پُوچھا کیا اُس شخص کے لیے یہ وضو کافی ہوگا؟ فرمایا نہیں، اس پر وہ خاموش ہوگئے اور اپنے شیوخ میں سے کسی کی طرف اس کو منسوب نہ کیا، اور متفق علیہ مسائل میں ان کا یہی طریقہ تھا جیسا کہ کتاب کے شروع میں ذکر کیا اھ (ت)

اقول الفرع الاخیر فی الملتقی وھو لا شک صحیح، والتمسک بہ نجیح، وھو اصرح تصریح، اما الاول ففی الملقی ولا محید من ابتنائہ علی احد ضعیفین ولیس الاصل ھذا کتاب المبسوط احد الکتب الستۃ الظاھرۃ بل من الکتب النادرۃ فکیف یعارض بہ مذھب ائمتنا جمیعا الصحیح المختار المفتی بہ وباللہ التوفیق ثم قال رحمہ اللہ تعالٰی ونقل عصام الدین فی شرح الھدایۃ بعد الکلام علی مسألۃ انغماس الجنب فی البئر ھذا مبنی علی ان اجزاء ماء الذی فی محل واحد بمنزلۃ شیئ واحد فی حکم الاستعمال لانہ ینسب الی الجمیع عرفا بل لغۃ ایضا اذ لا تذھب افھام اھل العرف واللغۃ الی ان المستعمل بعض ھذا الماء والباقی ممتزج بہ الا ترے ان الماء المستعمل عند من یجعلہ طاھرا غیر

میں کہتا ہوں فرعِ اخیر ملتقی میں ہے اور وہ بلاشبہ صحیح ہے اور یہ تمسک کے قابل اور واضح تصریح ہے، اور پہلی فرع ملقی میں ہے، اور سوائے اس کے چارہ کار نہیں کہ دو میں سے ایک ضعیف پر بنا کرنا چاہئے، اور اصل سے مراد وہ مبسوط نہیں جو چھ ظاہر کتب میں سے ایک ہے بلکہ کتب نادرہ سے ہے، تو جو اس میں مذکور ہے وہ ہمارے ائمہ کے صحیح مختار مفتی بہ سے کیسے معارض ہوسکتا ہے وباللہ التوفیق، پھر فرمایا، عصام الدین نے شرح ہدایہ میں، جنب کے کنوئیں میں غوطہ لگانے کا مسئلہ ذکر کرنے کے بعد فرمایا یہ اس پر مبنی ہے کہ پانی کے تمام اجزاء جو ایک جگہ ہیں وہ حکمِ استعمال میں بمنزلہ شیئ واحد کے ہیں، کیونکہ وہ عرفاً تمام ہی کی طرف منسوب ہوتا ہے بلکہ لغت میں بھی ایسا ہے، کیونکہ اہل عرف اور اہل لغت یہ لفظ سن کر یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ کچھ پانی تو مستعمل ہے اور کچھ اس میں ملا ہوا ہے، یہی وجہ ہے کہ جن حضرات کے نزدیک مستعمل پانی طاہر غیر طہور ہے جب کسی دوسرے

---

[1] کتاب الاصل المعروف بالمبسوط امام محمد برجل طاہر وقع فی البئر ادارۃ القرآن کراچی ۱/۸۳

[2] رسالہ ابن شحنۃ

Marfat.com

مردود صریحا بما تقدم ان العبرۃ للغلبۃ ولو
سری لسری بالملقی کما توھم العلامۃ
عبدالبر فیبطل الفرق و یعود الکلام علی
مقصود بالنقض وھذا ھو الذی حمل البحر
علی قصر الاستعمال علی ما لاقی بل نقول انہ
اذا انغمس فیہ وھو قلیل فقد استعمل کلہ
معا لان جمیعہ شیئ واحد فلا قصر ولا
سریان ولقد احسن العلامۃ الشامی رحمہ
اللہ تعالٰی اذ قررہ بقولہ فی المنحۃ یعنی انہ
لما انغمس او ادخل یدہ مثلا صار مستعملا
لجمیع ذلک الماء حکما لان المستعمل حقیقۃ
ھو ما لاقی جسدہ بخلاف ما اذا اصب المستعمل
فیہ فان المستعمل حقیقۃ وحکما ھو ذلک
الملقی فلا وجہ للحکم علی الملقی فیہ بالاستعمال
ما لم یساوہ او یغلب علیہ اذ لم یدخل فیہ
جسدہ حتی یحکم علیہ بالاستعمال حکما[1] یدل
علیہ ما فی الاسرار للدبوسی وقولھم فی
مسألۃ البئر جحط لو انغمس بقصد الاغتسال
للصلاۃ صار الماء مستعملا اتفاقا اھ فھذا ھو
التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق۔

طرف جائے گا کیونکہ یہ ایک دوسرے کے قریب ہیں، او
یہ صریحا مردود ہے، جیسا کہ گزرا کہ اعتبار غلبہ کو ہے او
اگر سرایت کرے گا تو ملقی میں کرے گا، جیسا کہ علامہ
عبدالبر کو وہم ہوا ہے تو فرق باطل ہو جائے گا اور کلام
مقصود بالنقض کی طرف لوٹے گا، اور یہی چیز ہے جس
نے بحر کو اس پر مجبور کیا کہ وہ استعمال کا حکم صرف اس پ
لگائیں جو ملاقی ہو، بلکہ ہم کہتے ہیں جب کوئی شخص پانی
میں غوطہ لگائے اور پانی کم ہو تو سب یکدم مستعمل
ہو جائیگا کیونکہ وہ سارے کا سارا شیئ واحد ہے،
تو نہ قصر ہے اور نہ سرایت ہے، علامہ شامی نے اس کو
برقرار رکھ کر اچھا کیا، وہ منحہ میں فرماتے ہیں یعنی جب
اس نے غوطہ لگایا یا مثلاً اس نے اپنا ہاتھ ڈبویا تو
سارا پانی مستعمل ہو گیا حکما، کیونکہ حقیقۃً مستعمل تو صرف
وہی ہے جو بدن سے متصل ہو، اور اگر مستعمل اس میں
ڈالا گیا تو دوسرا حکم ہے، کیونکہ حقیقۃً وحکماً مستعمل یہی ملق
ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ملقی فیہ پر استعمال کا حکم لگایا جائے
تاوقتیکہ وہ اس کے برابر نہ ہو یا اس پر غالب نہ ہو کیونکہ
اس کا جسم تو اس میں داخل نہیں ہوا کہ اس پر حکماً استعمال
کا حکم لگایا جائے، اس پر دبوسی کی اسرار دلالت کرتی ہے
اور ان کا مسئلۃ البئر جحط میں یہ کہنا کہ اگر کسی شخص نے
کنویں میں اس نیت سے غوطہ لگایا کہ نماز کے لیے غسل کرے گا تو پانی اتفاقاً مستعمل ہو جائے گا اھ تو تحقیق یہی
ہے اور اللہ تعالٰی توفیق دینے کا والی ہے۔

فائدہ ۳: سبق العلامۃ ابا الاخلاص

فائدہ ۳: علامہ نے ابوالاخلاص سے پہلے فرق کو

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۲

Marfat.com

المستقیم، وبکل حسنی، وعلی نبینا الکریم و اٰلہ الکرام الصلاۃ الزھراو السلام الاسنی، والحمد للہ رب العلمین۔

الفصل الرابع فی فوائد شتی و تحقیق حکم الوضوء فی الحوض الصغیر

الحمد للہ فرغنا عن الرسائل الثلاث بل الکتب الخمسۃ ھذہ والبحر والبدائع و اتینا علی جمیع ما فیھا والاٰن نذکر ما بقی من الفوائد تکمیلا للعوائد وباللہ التوفیق۔

فائدہ ۱: قال المحقق علی المقدسی رحمہ اللہ تعالٰی فی شرح نظم الکنز رداعلی البحر مانصہ واما تاویل الکلام بان المراد بصیرورتہ مستعملا صیرورۃ ما لاقی اعضاءہ منہ مستعملا فھذا بعید جدا اذلایحتاج الی التنصیص علی ذلک اصلا اھ[1] نقلہ فی منحۃ الخالق من الماء المستعمل واقرہ **قلت** قدمنا ثمانیۃ ردود علیہ وھذا تاسع وازیدک عاشرا **فاقول** اذا انغمس احد فی الماء ثم خرج ینقسم الماء الی خمسۃ اقسام قسم یبقی فی الحوض ولا ینفصل عن الماء بانفصال البدن والثانی یخرج مع البدن ویتحدر عنہ بلامکث والثالث یمکث و یذھب بالتقاطر والرابع بلل یذھب

پر کرے، اور ہمارے نبی کریم ان کی آل مکرم پر صلاۃ و سلام نازل فرمائے آمین والحمد للہ رب العالمین۔

چوتھی فصل میں مختلف فوائد اور چھوٹے حوض سے وضو کا حکم۔

الحمد للہ کہ ہم تینوں رسائل بلکہ ان پانچوں کتب اور بحر و بدائع سے فارغ ہوگئے، اور ان میں جو کچھ تھا وہ بیان کردیا اور اب باقیماندہ فوائد تکمیلِ بحث کے لیے ذکر کرتے ہیں۔

فائدہ ۱: محقق علی المقدسی نے کنز کی نظم کی شرح میں بحر پر رد کرتے ہوئے فرمایا، ان کی عبارت یہ ہے اور کلام کی یہ تاویل کرنا کہ پانی کے مستعمل ہونے سے مراد یہ ہے کہ جو پانی اسکے اعضاء سے ملا ہے وہ مستعمل ہوجائے گا، تو یہ بہت بعید ہے کیونکہ اس پر تنصیص کا قطعاً محتاج نہیں، اس کو منحۃ الخالق میں نقل کیا ہے مستعمل پانی کی بحث میں، اور اس کو برقرار رکھا ہے۔ میں کہتا ہوں ہم نے اس پر آٹھ رد کئے ہیں اور یہ نواں ہے اور اب دسویں کا اضافہ کرتے ہیں، اور وہ یہ ہے کہ جو شخص پانی میں غوطہ لگائے اور پھر نکلے، تو پانی کی اس صورت میں پانچ قسمیں ہیں، ایک تو وہ جو حوض ہی میں رہتا ہے اور بدن سے جدا ہونے کی وجہ سے پانی سے جدا نہیں ہوتا ہے۔ اور دوسرا بدن کے ساتھ نکلتا ہے اور بلا ٹھہرے

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۸

Marfat.com

من دون امتیاز فلا یمکن التعیین بل الکل
یحتمله علی البدلیة کهبة المشاع والمعنی
علیه انه اذا توضأ فی الفسقیة اختلط ماء
وضوئه بسائرها بحیث لا یمکن التمییز
فای غرفة تأخذها تحتمل ان تکون
من المستعمل فیکون حکم الاستعمال شائعا
فی جمیع الاجزاء شیوع هبة نصف شائع فی
النصفین والشیوع السریان ای اذا توضأ فیها
استعمل ما لاقاه وتعدی الحکم منه الی جاره
وهکذا فصار الکل مستعملا والشیوع العموم ای
ان فی الوضوء یعم الاستعمال لجمیع وانت تعلم
ان المعنی الثالث حق صحیح لا غبار علیه اصلا
ولا یمسه ما فی البحر لان عموم الحکم
لعموم السبب فان الکل ملاق کما سبق مرارا
والمعنی الثانی هو ما جنح الیه العلامة الشرنبلالی
فی متبادر کلامه وقد علمت ما له وعلیه
والمعنی الاول مثله فی البطلان کفی ردا علیهما
مسألة الملقی ولزوم اثبات الفرق بابطاله
والبحر حمله علی الاول ففسر الشیوع
بالاختلاط وحکم انه فی الصورتین سواء و
انما ذلک عنده للمعنی الاول دون السریان
والعموم الا ان یرید بالشیوع سببه و
یفسره بالاختلاط فیکون المعنی ان
سبب السریان او العموم عندک هو الاختلاط
سواء فی الصورتین مع تخلف الحکم

تو تعیین ممکن نہیں بلکہ کل میں اس کا احتمال علی سبیل
البدلیة ہے جیسا کہ مشاع کا ہبہ، اور اس کا مفہوم یہ ہے
کہ جب چھوٹے حوض میں وضو کیا تو اس کا پانی تمام پانی میں
ملے گا اور امتیاز ممکن نہیں، تو جو چلو لیا جائے گا اس
میں احتمال ہے کہ مستعمل پانی سے ہو، تو استعمال کا حکم
تمام پانی کو اس طرح شامل ہوگا جیسا کہ غیر ممتاز دو
حصوں والی چیز کے نصف کا ہبہ ہو، اور شیوع
سریان یعنی جب اس میں وضو کیا تو جو اس کے
ملاقی ہے وہ مستعمل ہو جائیگا پھر اسکے ساتھ والے اجزاء
تک یہی حکم چلے گا اور اس طرح سارے کا سارا مستعمل
ہو جائے گا، اور شیوع عموم کے معنی میں ہے یعنی وضو
کی صورت میں استعمال کا حکم تمام پر لاگو ہو جاتا ہے
اور آپ جانتے ہیں کہ تیسرا معنی حق اور بے غبار ہے
اور بحر کا اعتراض اس پر نہیں ہوتا، کیونکہ حکم کا عموم
سبب کے عموم کی وجہ سے ہے کیونکہ کل ملاقی ہے جیسا
کہ کئی مرتبہ گزرا، اور دوسرے معنی کی طرف علامہ
شرنبلالی کا میلان ہے جیسا کہ اُن کے کلام سے متبادر
ہے اور اسکا مالہ وما علیہ آپ جان چکے ہیں اور پہلا معنی
بھی اسی کی طرح باطل ہے، ان کی تردید میں اور اسکے ابطال
کو فرق کے اثبات کا لازم ہونا کافی ہے
اور بحر نے اس کو پہلے پر محمول کیا ہے اور شیوع
کی تفسیر اختلاط سے کی ہے اور حکم لگایا ہے کہ یہ
دونوں صورتوں میں برابر ہے اور ان کے نزدیک یہ
پہلے معنی کے باعث ہے سریان وعموم کی وجہ سے نہیں
ہے، ہاں اگر شیوع سے مراد اس کا سبب لیں تو

Marfat.com

اقول شأن ما انحدر بلا مکث عند الخروج بعد الانغماس شأن ما مر وانحدر فورا من غسالة الوضوء والغسل فلا یستعمل الا ما بقی بعده متساقطا بالتقاطر وھو خلاف الاجماع۔

وثانیا شتان ما التعلق والتلاصق فالتعلق یشمل الدثار والتلاصق یختص بالشعار وھو الفرق بینھما فان قلت ھما ثوبان فیعد احدھما حاجزا للاخر عن التلاق، بخلاف الماء فانه شیئ واحد فلا یحجز بعضه بعضا بل الکل ملاق، **اقول** ذلک ماکنا نبغ فالماء کله واحد عند الانغماس فالکل ملاق بلا وسواس،

صحیح ہوگی اور استعمال منتفی نہ ہوگا۔ میں کہتا ہوں غوطہ سے نکلنے کے فوراً بعد جو پانی بدن سے بہتا ہوا گرتا ہے اسکا حال اس پانی جیسا ہے جو وضو اور غسل کے فوراً بعد بہتا ہوا گرتا ہے تو مستعمل وہی ہوگا جو اس کے بعد قطرات کی صورت میں ٹپکتا ہے اور یہ اجماع کے خلاف ہے۔

دوسرا، تعلق اور تلاصق میں بہت فرق ہے، تعلق اَستر کو شامل ہے اور تلاصق اوپر والے حصے کے ساتھ مختص ہے، اور یہی دونوں میں فرق ہے اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ تو دو کپڑے ہیں تو ان میں سے ایک دوسرے کی ملاقات کے لیے رکاوٹ ہے اور پانی تو شے واحد ہے، اس کا ایک حصہ دوسرے حصّہ کے لیے رکاوٹ نہیں بن سکتا ہے وہ تو سارے کا سارا ایک دوسرے سے ملا ہوا ہے، میں کہتا ہوں یہ تو ہمارے حسبِ منشا ہے، جب انسان پانی میں غوطہ لگائے گا تو پانی شئی واحد ہوگا اور بغیر رکاوٹ آپس میں ملے گا۔

فائدہ ۲: قال العلامة الشیخ حسن الشرنبلالی فی شرحه علی الوھبانیة ردا علی البحر ما نصه وما ذکر من ان الاستعمال بالجزء الذی یلاقی جسده دون باقی الماء فیصیر ذلک الجزء مستھلکا فی کثیر فھو مردود لسریان الاستعمال فی الجمیع حکما ولیس کالغالب یصب القلیل من الماء فیه[1] اھ

اقول لفظ السریان وقع غیر موقعه فانه یوھم ان المستعمل اولا ما لاقی ثم یسری الحکم الی بقیة اجزاء الماء بالتجاور وھو

فائدہ ۲: علامہ شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں فرمایا بحر پر رد کرتے ہوئے، نص یہ ہے، اور یہ جو ذکر کیا ہے کہ استعمال اس جزء سے ہے جو بدن سے ملا ہوا ہو نہ کہ باقی پانی سے تو وہ جزء کثیر اجزاء میں مل کر ختم ہو جائیگا' تو یہ مردود ہے کیونکہ حکماً تو استعمال تمام پانی میں سرایت کرے گا' اور یہ اس غالب پانی کی طرح نہیں جس میں تھوڑا سا پانی مل گیا ہو اھ۔

میں کہتا ہوں "سریان" کا لفظ بے موقع استعمال ہوا ہے اس سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ مستعمل اولاً تو وہ ہے جو بدن سے ملاقی ہے پھر حکم بقیہ اجزاء کی

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۲

Marfat.com

صاحب البحر العلامۃ عمر بن نجیم رحمہم اللہ تعالٰی مع اقتفائہ فی المسألۃ اٰثار البحر انصف فیما نقل عنہ فی ہامش البحر حین عقب عبارۃ الاسرار بقولہ فہذہ العبارۃ کشفت اللبس الخ فکتب علیہ نعم کشفت اللبس من حیث اٰخرھا الا ان محمدا یقول لما اغتسل بالماء القلیل صار الکل مستعملا[1] حکما فلنا صورتان صورۃ وقوع ماء مستعمل فی غیرہ فیعتبر غلبۃ الذی لیس بمستعمل والثانیۃ ماء واحد توضأ بہ شخص او ادخل یدہ لحاجۃ[2] صار مستعملا کلہ حکما کما رأیت[3] اھ نقلہ فی المنحۃ واقرہ ولذلک لم یبق للبحر الانتفاع باولہ والتجأ الی ردہ ببنائہ علی روایۃ ضعیفۃ والعبد الضعیف قدم التوفیق بین اولہ واٰخرہ بحیث جعلہ کلاما واحدا منتظما والشیخ العلامۃ عبد البر سلک فی شرح الوہبانیۃ مسلکا اٰخر فجعل اولہ سؤالا واٰخرہ جوابا اذ قال والحاصل ان ابازید الدبوسی فی کتاب الاسرار اورد

بحر کے حاشیہ میں نقل کرتے ہیں، اور نقل میں انصاف کیا ہے جہاں انہوں نے اسرار کی عبارت کے بعد کہا اس عبارت نے غبار صاف کردیا الخ اس پر کہا ہاں غبار صاف کردیا اُس کے آخر تک، صرف اتنا ہے کہ محمد کہتے ہیں کہ جب تھوڑے سے پانی میں غسل کیا تو کل حکماً مستعمل ہوگیا، ہم کہتے ہیں یہاں دو صورتیں ہیں ایک تو مستعمل پانی کا غیر مستعمل میں واقع ہونا تو اُس پانی کے غلبہ کا اعتبار ہوگا جو مستعمل نہیں دُوسرا وہ پانی جس سے ایک شخص نے وضو کیا ہو یا بوجہ حاجت اس نے اپنا ہاتھ اس میں ڈالا تو کُل حکماً مستعمل ہوگیا جیسا کہ آپ نے دیکھا اھ اس کو منحہ میں نقل کیا اور برقرار رکھا، اس لیے بحر کو اس عبارت کے اول سے کوئی فائدہ نہ ہوا اور اس کے رد میں انہوں نے کہا کہ یہ ایک ضعیف روایت پر مبنی ہے، اور ناچیز نے اس قول کے اول وآخر میں تطبیق دی ہے اور اس کو منظم کلام کی حیثیت سے پیش کیا ہے اور شیخ علامہ عبدالبر نے وہبانیہ کی شرح میں ایک دوسری راہ اختیار کی ہے اور وہ یہ کہ اس کے اول کو سوال اور آخر کو جواب قرار دیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حاصل یہ ہے کہ ابوزید الدبوسی نے کتاب الاسرار میں وہ ذکر کیا

۱؎ بحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۱

۲؎ کذا فی نسختی المنحۃ وصوابہ لالحاجۃ اولغیر حاجۃ اھ منہ (م)

میرے پاس موجود منحہ کے نسخہ میں اسی طرح ہے اور مناسب "لالحاجۃ" یا "لغیر حاجۃ" ہے۔ (ت)

۳؎ منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۱

Marfat.com

في تعبير الفرق هكذا لبعض معاصري العلامة زين فاورده ورده وهذا نصه في البحر اذا عرفت هذا ظهر لك ضعف من يقول في عصرنا ان الماء المستعمل اذا صب على الماء المطلق وكان المطلق غالباً يجوز الوضوء بالكل واذا توضأ في فسقية صار الكل مستعملا اذ لا معنى للفرق بين المسألتين وما قد يتوهم في الفرق من ان في الوضوء يشيع الاستعمال في الجميع بخلافه في الصب مدفوع بان الشيوع والاختلاط في الصورتين سواء بل لقائل ان يقول الماء الغسالة من خارج اقوى تاثيرا من غيره لتعين المستعمل فيه بالمعاينة والتشخيص وتشخص الانفصال[1] اھ وهذا الكلام ارتضاه السيدان ط وش حتى قال ط بعد ذكر كلام الشرنبلالي هذا التوهم قد ذكره في البحر واعرض عنه[2] اھ اما المدقق العلائي فاستدرك على البحر بكلام الشرنبلالي فقال فراجعه متاملا[3] اھ

اقول لقول القائل يشيع في الجميع ثلثة محامل وذلك لان الشيوع الامتزاج

بیان کیا، اسی طرح علامہ زین کے بعض معاصرین نے فرق بیان کیا' اور اس کو رد کیا، اور یہ بحر میں ان کی عبارت ہے، جب تم نے یہ جان لیا تو ہمارے بعض معاصرین کے اس قول کا ضعف ظاہر ہوگیا کہ مستعمل پانی جب مطلق پانی میں ڈالا جائے اور مطلق غالب ہو تو سارے پانی سے وضو جائز ہے اور جب چھوٹے حوض میں وضو کیا تو کل مستعمل ہوگیا، کیونکہ دونوں مسئلوں میں فرق کی کوئی وجہ نہیں' اور یہ فرق جو بیان کیا جاتا ہے کہ وضو کی صورت میں استعمال تمام پانی میں عام ہوجاتا ہے اور ڈالنے میں یہ صورت نہیں ہوتی، اس لیے ناقابل لحاظ ہے کہ شیوع اور اختلاط دونوں صورتوں میں برابر ہے' بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ دھوون کا باہر سے ڈالنا زیادہ مؤثر ہے، کیونکہ اس میں مستعمل دیکھنے اور علیحدہ پہچان کرنے سے متعین ہوجاتا ہے اھ اور اس کلام کو سیدان 'ط' اور 'ش' نے پسند کیا یہاں تک کہ 'ط' نے شرنبلالی کا کلام ذکر کرنے کے بعد فرمایا' اس وہم کو بحر میں ذکر کیا اور اس سے اعراض کیا اھ اور مدقق علائی نے بحر پر شرنبلالی کے کلام سے استدراک کیا اور فرمایا پورے غور سے اس کی طرف مراجعت کریں اھ

میں کہتا ہوں "یشیع فی الجمیع" والے قول میں تین تاویلات ہوسکتی ہیں کیونکہ شیوع امتزاج بلا امتیاز ہو

---

[1] البحر الرائق — کتاب الطہارۃ — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۷۴

[2] طحطاوی علی الدر — باب المیاہ — بیروت — ۱/۱۰۴

[3] الدر المختار علی حاشیۃ الطحطاوی — باب المیاہ — بیروت — ۱/۱۰۴

Marfat.com

ان تقول بقوله وتحکم بنجاسة الغسالة فح یفسد الکل ویصح الحکم فاجاب محمد بان الکل لکونه قلیلا شئ واحد فصار الکل ملاقیا لبدن المحدث فصار الکل مستعملا حکما بخلاف اللبن فلیس فیه الا اختلاط طاهر بطهور ولیس سبب الاستعمال فلا یسلبه الطهوریة مادام الماء غالبا علیه۔

اُس میں غسل کو حرام نہیں کر سکتے ہیں، صرف اس کی یہی صورت ہے کہ آپ میرے قول کو اختیار کرلیں، اور دھوون کی نجاست کا قول کریں، اِس صورت میں کُل پانی فاسد ہو جائے گا اور حکم صحیح ہوگا، محمد نے اس کا جواب دیا کہ کل پانی بوجہ قلیل ہونے کے چونکہ شئ واحد ہے تو کل بے وضو کے بدن سے متصل ہوا، تو حکماً کل مستعمل ہوگیا، دُودھ میں یہ چیز نہیں اُس میں ایک طاہر کا طہور سے ملنا ہے اور یہ استعمال کا سبب نہیں ہے تو اس کی طہوریت کو سلب نہ کرے گا جب تک پانی اس پر غالب رہے۔ (ت)

قلت وملک العلماء لم یجعله الزاما من ابی یوسف لمحمد بل دفع دخل یرد علی استدلال ابی یوسف بالحدیث کما تقدم نقله فی صدر الفصل الاول ولکل وجهة هو مولیها وبالجملة اوله علی کلا الوجهین تأیید لروایة ضعیفة وکفی باٰخره جوابا عنه والاولی ما فعل العبد الضعیف کما علمت ولله الحمد۔

میں کہتا ہوں ملک العلماء نے اس کو ابو یوسف کی طرف سے امام محمد پر بطور الزام ذکر نہیں کیا ہے، بلکہ ایک درمیانی اعتراض کا جواب ہے جو ابو یوسف کے حدیث سے استدلال پر پیدا ہوتا ہے جیسا کہ فصل اول کی ابتداء میں گزرا، ہر شخص کا اپنا اپنا طرز استدلال ہوتا ہے، خلاصہ یہ کہ اس کا اوّل دونوں صورتوں میں ایک ضعیف روایت کی تائید ہے اور اس کا آخر اس کا جواب شافی ہے، اور بہتر وہ صورت ہے جو ناچیز نے اختیار کی ہے، جیسا کہ آپ نے جان لیا وللہ الحمد۔ (ت)

فائدہ ۵: من کلام الشیخ ابن الشحنة فی الشرح علی مسألة محدث وقع فی بئر مانصه والذی تحرر عندی انه یختلف الحکم فیها باختلاف اصول ائمتنا فیه والتحقیق نزح الجمیع عند الامام علی القول بنجاسة الماء المستعمل وقیل اربعون عنده وتحقیق مذهب محمد انه یسلبه الطهوریة وهو الصحیح عن الامام والثانی وعلیه

فائدہ ۵: یہ شیخ ابن الشحنہ کے کلام سے ماخوذ ہے جو اُنھوں نے اُس بے وضو کی بابت کیا ہے جو کنویں میں گر پڑا ہو، فرماتے ہیں اس کا حکم ہمارے ائمہ کے اصول کے مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف ہے اور تحقیق یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک تمام کنویں کا پانی نکالا جائے گا کیونکہ ان کے نزدیک مستعمل پانی نجس ہے، ایک قول یہ ہے کہ چالیس ڈول نکالے جائیں گے، اور مذہب امام محمد کی تحقیق یہ ہے کہ وہ

Marfat.com

فی الملقی وفاقا وقد علمت جوابه علی الحق نعم من یزعم السریان یرد علیہ ولا یوُد۔

۔۔۔۔ اور اس کی تفسیر وہ اختلاط سے کریں تو معنی یہ ہوں گے کہ سریان یا عموم کا سبب تمہارے نزدیک اختلاط ہی ہے اور وہ دونوں صورتوں میں یکساں ہے حالانکہ ملقی میں حکم مختلف ہے اتفاقاً، اور اس کا حق جواب آپ جان چکے ہیں، ہاں جو سریان کا گمان کرتا ہے اس پر رد کیا جائے گا اور وُہ رد نہ کرے گا۔ (ت)

ثم اقول ماترقی به لا احصله **اولا** لیس من شرط الاستعمال رؤیة مروره علی البدن ولا معاینة انفصاله ولا لمرئیه مزیة علی غیره مع تحقق العلم القطعی به ولا شك انه شیئ متشخص بنفسه فلا یضره عدم قدرتنا علی تمییزه **وثانیا** لیس الاستعمال مقولا بالتشکیک لیکون المرئی اقوی من غیره **وثالثا** انما مبناه علی ما ارتکز فی ذهنه رحمه الله تعالٰی ان الملاقی هی الاجزاء الملاصقة ولیس کذلك بل الکل کما حققنا فکما ان المصبوب کان ممتازا منحازا متشخصا عاینا مروره علی البدن ثم انفصاله عنه کذلك کل الماء فی الفسقیة ممتاز منحاز متعین معاین ورود الاعضاء فیه ثم انفصالها منه۔

میں کہتا ہوں بر سبیلِ ترقی جو کچھ انھوں نے فرمایا ہے وہ درست نہیں، اولاً مستعمل ہونے کی یہ شرط نہیں کہ اس کو بدن پر گزرتا ہوا دیکھا جا سکے، نہ اس کے جُدا ہونے کا دیکھنا ضروری ہے اور نہ ہی دیکھنے کے قابل ہونا اس کے لیے دوسروں پر وجہِ فضیلت ہے، جبکہ اس کا علم قطعی ہو اور اس میں شک نہیں کہ یہ ایک ایسی چیز ہے جو متشخص بنفسہٖ ہے تو ہمارا اس کی تمیز پر قادر نہ ہونا اس کو مضر نہیں، ثانیاً استعمال تشکیک کے قبیلہ میں سے نہیں تاکہ مرئی دوسروں سے اقوی ہو۔ ثالثاً اُس کا مبنٰی صرف یہ ہے کہ اُن کے (رحمہ اللہ) ذہن میں یہ بات مرکوز ہوگئی ہے کہ مُلاقی صرف وہ اجزاء ہیں جو متصل ہیں حالانکہ یہ درست نہیں بلکہ تمام اجزاء ہیں جیسا کہ ہم نے تحقیق کی ہے جیسا کہ بدن پر ڈالا جانے والا پانی الگ اور ممتاز نظر آتا ہے اور جسم سے جدا ہوتا بھی دکھائی دیتا ہے اسی طرح حوض کا کُل پانی الگ اور ممتاز ہے جو نظر آتا ہے، اس میں اعضاء کا ڈوبنا اور جُدا ہونا بھی نظر آتا ہے۔ (ت)

فائدہ ۴: کلام الاسرار المار برمته فی الفصل الثانی وقع اوله موافقا لما وقع فی البدائع من ان المستعمل هی الاجزاء الملاصقة بالبدن واٰخره نص صریح علی ما هو الحق حتی ان اخا

فائدہ ۴: اسرار کا مکمل کلام جو گزرا دوسری فصل میں اس کی ابتداء بدائع کے مطابق ہے کہ مستعمل وہی اجزاء ہیں جو بدن سے متصل ہیں اور اس کا آخر حق پر نص صریح ہے، یہاں تک کہ صاحب البحر کے بھائی علامہ عمر ابن نجیم جو اس مسئلہ میں ان کے پیروکار ہیں،

Marfat.com

اقول هو كلام طيب لخص فيه مقاصد رسالته وخلصه مما خلط به في زهر الروض من تسوية الملقى والملاقي في عدم الجواز الاحاديث نزح عشرين والتحقيق عنده على مذهبه المعتمد لا نزح اصلا ما لم يساو او يغلب لان الطهور لا يطهر۔

میں کہتا ہوں یہ کلام بہت خوب ہے، اس … میں اُنہوں نے بڑی وضاحت سے اپنے رسالہ … مقاصد کو ظاہر کیا ہے، اور زہر الروض نے جو ملقی … اور ملاقی میں خلط مبحث کیا ہے عدم جواز میں، اُس … سے بھی چھٹکارا دلایا ہے صرف بیس ڈول والی حدیث … کا معاملہ باقی ہے اور ان کے مذہبِ مہذب میں تحقیق یہ ہے کہ جب تک مستعمل پانی برابر یا غالب نہ ہو اس وقت تک پانی بالکل نہیں نکالا جائیگا کیونکہ طہور پاک نہیں ہوتا ہے۔ (ت)

فائدہ ۶: قال في الدر الماء المطلق اكثر من النصف جاز التطهير بالكل والا لا وهذا يعم الملقى والملاقي ففي الفساقي يجوز التوضي ما لم يعلم تساوي المستعمل على ما حققه في البحر والنهر والمنح قلت لكن الشرنبلالي في شرح الوهبانية فرق بينهما فراجعه متأملا[1] اھ وذكر ش عند قوله حققه في البحر استدلاله على ذلك باطلاقهم المفيد للعموم وبقول البدائع وفتوى قارئ الهداية المذكورة قال وقد استدل في البحر بعبارات اخر لا تدل له كما يظهر للمتأمل لانها في الملقى والنزاع في الملاقي كما اوضحناه فيما علقناه عليه فلذا اقتصرنا على ما ذكرنا[2] اھ ورأيتني كتبت في جد

فائدہ ۶: دُرّ میں ہے کہ مطلق پانی آدھے سے … زائد ہے تو کُل سے پاکی حاصل کرنا جائز ہے ورنہ … نہیں، اور یہ چیز ملقی اور ملاقی کو عام ہے تو چھوٹے … حوضوں میں وضو جائز ہے جب تک مستعمل پانی کا برابر … ہونا معلوم نہ ہو، اس کی تحقیق بحر، نہر اور منح میں … موجود ہے، میں کہتا ہوں شرنبلالی نے شرح وہبانیہ … میں دونوں میں فرق کیا ہے وہ بغور دیکھا جائے اھ … اور "ش" نے ان کے قول حققہ فی البحر کے پاس ان کا … استدلال ذکر کیا کہ ان کا اطلاق مفید عموم ہے، اور … بدائع کے قول اور قاریُ الہدایہ کے مذکورہ فتوٰی سے … فرمایا بحر میں دوسری عبارات سے بھی استدلال … کیا ہے مگر وہ ان کے حق میں مفید نہیں، جیسا کہ غور … کرنے پر ظاہر ہوتا ہے، کیونکہ وہ عبارات ملقی سے … متعلق ہیں اور جھگڑا ملاقی میں ہے، جیسا کہ ہم نے …

---

[1] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۴

[2] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۴

Marfat.com

ماذکرہ فی البدائع علی سبیل الالزام من ابی یوسف لمحمد رحمہما اللہ تعالٰی و ذکر جواب محمد عنہ فکشف اللبس واوضح کل تخمین وحدس فانہ قال بعد ما ذکر مذاہب علمائنا فی الماء المستعمل الاستدلال لمحمد رحمہم اللہ تعالٰی عامۃ مشایخنا ینصرون قول محمد وروایتہ عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ثم قال یحتج للقول الاٰخر (ای نجاستہ) بما روی فذکر حدیث لایبولن احدکم ثم قال ومن قال ان الماء المستعمل طاہر طہور لایجعل الاغتسال فیہ حرامًا الٰی اٰخر ما تقدم عن الدبوسی[1]

جو بدائع میں ابو یوسف کی طرف سے محمد پر الزام ذکر کیا ہے اور محمد کا جواب ذکر کیا ہے جس سے تمام بات واضح ہوگئی انہوں نے پہلے تو ہمارے علماء کا مذہب مستعمل پانی کی بابت ذکر کیا اور امام محمد کا استدلال ذکر کیا پھر کہا کہ عام مشائخ امام محمد کے قول اور ان کی روایت جو امام ابوحنیفہ سے ہے کی تائید کرتے ہیں ـــــ پھر فرمایا دوسرے قول پر (یعنی اُس کی نجاست پر) اُس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے جو مروی ہے، پھر لایبولن احدکم والی حدیث سے استدلال کیا۔ پھر فرمایا جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ مستعمل پانی طاہر وطہور ہے وہ اس سے غسل کو حرام قرار نہیں دیتے ہیں الی اخر ما تقدم عن الدبوسی۔ (ت)

اقول ہذا التقریر وان لم یکن ظاہرا من سوق عبارۃ الاسرار بیانہ یتوقف علی ماذکر فی البدائع ثم البحر ان اخراج الماء من ان یکون مطہرا من غیر ضرورۃ حرام اھ[2] فیستفاد منہ ان اغتسال المحدث فی الماء القلیل حرام عند محمد ایضا فکان الامام ابا یوسف یلزمہ بان المستعمل طاہر عندک والطاہر لایسلب الطہور طہوریتہ مادام الطہور غالبا کلبن یقع فیہ فلا یصح لک تحریم الاغتسال فیہ لا

میں یہ کہتا ہوں کہ یہ تقریر اسرار کی عبارت کے سیاق سے ظاہر نہیں ہے، اس کا بیان اُس پر موقوف ہے جو بدائع پھر بحر میں مذکور ہے کہ پانی کو مطہر ہونے سے بلا ضرورت خارج کرنا حرام ہے اھ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بے وضو کا تھوڑے پانی میں غسل کرنا محمد کے نزدیک بھی حرام ہے، گویا امام ابو یوسف بطور الزام اُن سے یہ کہتے ہیں کہ تمہارے نزدیک مستعمل پانی پاک ہے اور پاک پانی دوسرے پانی کی طہوریت کو سلب نہیں کرتا ہے جب تک کہ طہور غالب ہو، جیسے کہ دُودھ اس میں گر جائے، تو آپ

---

[1] منحۃ الخالق علی البحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۲/۱

[2] بحرالرائق " " ۷۰/۱

Marfat.com

صريحة فى ان الماء المستعمل يقع فيها فيكون
من الملق دون الملاقى ولا تغتر بانهم
لا بد لهم ان يغترفوا منها فيدخلوا ايديهم
قبل الغسل وذلك تلاقى لان الاغتراف
معفو عنه بالاتفاق لاجل الحاجة اھ ما
كتبت عليه وقد علمت مما قدمناه فى
الفصول الثلثة ان الفحول الثلثة كلهم قد
اغفلوا محل النزاع ولكن لا عجب فى الاغفال
انما العجب من العلامة الشامى تنبه لهذا و
ترك حل ما فى البحر لكونه فى الملق ثم
اورد عبارة الفتوى مع انها كما علمت صريحة
فى الملق فكان يجب اسقاطها ايضا وقد
علمت ما فى الاستدلال بالعموم من نوع
مصادرة على المطلوب فليس بايديهم شئ
اصلا سوى بحث البدائع الواقع مناضلا
لمتواترات النصوص والروايات الظاهرة
الصحيحة عن الائمة الثلثة مصادما
لاجماعهم المنقول فى الكتب المعتمدة حتى
البدائع والبحر فتثبت ولا تزل ثبتنا الله و
اياك والمسلمين بالقول الثابت فى الحيوة الدنيا
وفى الاٰخرة انه ولى ذلك والقدير عليه ولا حول
ولا قوة الا بالله العلى العظيم وصلى الله تعالىٰ
على سيدنا ومولٰنا واٰله وصحبه وابنه وحزبه
اجمعين اٰمين!

سے نقل نہیں ہے جبکہ امام دبوسی نے نقل پیش کی ہے
طرح ہاتھ پیر داخل کرنے اور بے وضو کے کنویں میں دا
ہونے کے مسائل صراحۃً متون وشروح میں مذکور ہیں
اور فتاویٰ میں بھی مذکور ہیں، ان کو ہمارے ائمہ ثلٰثہ
نقل کیا گیا ہے، اب ان تمام چیزوں کو ایک ضعیف
روایت پر محمول کرنا انتہائی غیر معقول بات ہے، ا
فتویٰ کی عبارت سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ مستعمل
اس میں گرتا ہے تو وہ ملقی سے ہوگا نہ کہ ملاقی سے، تجھے یہ دھوکا نہ
ان کیلئے یہ ضروری نہیں کہ وہ اس سے چلو کے ذریعہ پانی نکالیں
ہاتھ دھونے سے قبل داخل کرینگے اور اسی کو تلاقی کہتے ہیں، ک
اس طرح چلو سے پانی نکالنا بالاتفاق معاف ہے
کیونکہ اس میں حاجۃ ہے اھ یہاں تک میرا حاشیہ
ختم ہوا، اور جو کچھ ہم نے فصول ثلٰثہ میں ذکر کیا ہے اس
آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ تینوں جلیل القدر علماء اص
محل نزاع سے غافل رہے، لیکن اس غفلت پر تعج
نہیں، تعجب تو اس امر پر ہے کہ علامہ شامی اس
متنبہ ہوگئے اور جو بحر میں تھا اس کو ترک کردیا کی
اس کا تعلق ملقی سے تھا، اور پھر بھی فتویٰ کی عبارت
کی، حالانکہ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے وہ ملقی میں صر
تو اس کا اسقاط بھی ضروری تھا اور آپ کو معلوم ہے
عموم سے استدلال میں ایک قسم کا مصادرہ علی المطل
ہے تو اُن کے پاس بدائع کی بحث کے علاوہ کچھ نہی
جبکہ یہ عبارت نصوصِ متواترہ اور روایاتِ ظاہرہ صحی
مخالف ہے اور ائمہ ثلٰثہ کا جو اجماع کتب معتمدہ حت
بدائع اور بحر میں بھی منقول ہے اُس کے بھی خلاف ہے لہذا اس کو خوب ذہن نشین کرلینا چاہئے، اللہ تعالیٰ ہم ک

Marfat.com

الفتوى فينزح منه عشرون ليصير طهورا وهذا على القول بعدم اعتبار الضرورة اما لو اعتبرت لايصير مستعملا فى كل موضع تحقق الضرورة فى الانغماس فى الماء او ادخال اليد فيه واعتبار الضرورة فى مثل ذلك مذكور فى الصغرى وغيرها فلا تغتر بما ذكره شيخنا العلامة زين الدين قاسم تغمده الله برحمته فى رسالته المسماة برفع الاشتباه فانه خالف فيها صريح المنقول عن ائمتنا واستند الى كلام وقع فى البدائع على سبيل البحث وتبعه (يعنى القاسم) على ذلك بعض من ينتحل مذهب الحنفية ممن لارسوخ له فى فقههم وكتب فيه كتابة مشتملة على خلط وخبط ومخالفة النصوص المنقولة عن محمد رحمه الله تعالى وقد بينت ذلك فى مقدمة كتبتها حققت فيها المذهب فى هذه المسألة (ثم قال والحاصل ان ابازيد الدبوسى الى اخر ماقدمنا عنه آنفا ثم قال) وفى البدائع ايضا التصريح بان الطاهر اذا انغمس فى البئر للاغتسال صار مستعملا عند اصحابنا الثلثة رضى الله تعالى عنهم وصرح فى فتاوى قاضيخان بان ادخال اليد فى الاناء للغسل يفسد الماء عند ائمتنا الثلثة وتكفل بايضاح هذا وتحريره رسالتى زهر الروض[1] اھ

پانی سے طہوریت کو سلب کرلیتا ہے، اور امام صاحب سے صحیح یہی ہے اور دُوسرے امام سے بھی، اور اسی پر فتوٰی ہے تو اُس سے بیس ڈول نکالے جائیں گے تاکہ وہ طہور ہوجائے اور یہ عدم اعتبار ضرورت کے قول پر ہے، اور اگر ضرورت کا اعتبار کیا جائے تو ہر اس جگہ جہاں پانی میں غوطہ لگانے کی یا ہاتھ ڈبونے کی ضرورت ہو وہاں پانی مستعمل نہ ہوگا اور ضرورت کا اعتبار اس کی مثل میں صغرٰی وغیرہا میں مذکور ہے تو شیخ علامہ زین الدین نے اپنے رسالہ رفع الاشتباہ میں جو کچھ فرمایا ہے اس سے مغالطہ نہ ہونا چاہیے کہ وہ ہمارے ائمہ کی صریح نقول کے مخالف ہے، وہ محض اُس بحث کے سہارے پر ہے جو بدائع نے کی ہے اور ان کی (یعنی علامہ قاسم کی) پیروی محض بعض ناپختہ کار حنفی فقہائنے کی ہے، اور اسی پر ایک بے سروپا کتاب جو امام محمد سے منقول نصوص کے مخالف ہے لکھی ہے، میں نے یہ تمام بحث ایک مقدمہ میں کی ہے، اور اس میں مذہب کی تحقیق کی ہے (پھر فرمایا خلاصہ یہ کہ ابو زید دبوسی الی اخر ماقدمنا عنہ آنفا پھر فرمایا) اور بدائع میں میں بھی یہ تصریح کی ہے کہ پاک انسان جب کنویں میں غوطہ لگائے غسل کی نیت سے، تو ہمارے اصحاب ثلٰثہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک پانی مستعمل ہوجائیگا، اور فتاوٰی قاضیخان میں یہ تصریح موجود ہے کہ پانی میں بہ نیت غسل ہاتھ ڈالنا پانی کو فاسد کردیتا ہے، ہمارے ائمہ ثلٰثہ کے نزدیک، میں نے اسکی مکمل ایضاح وتحریر اپنے رسالہ زہر الروض میں کی ہے۔ (ت)

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۲

Marfat.com

ذلك حتى صاحب النهر مع ما فيه من
رفع الحرج العظيم على المسلمين[1] اھ

اقول اولًا ان كان للقياس على رواية
النجاسة مساغ كان الشيخ ابن الشحنة
احق بهذا منكم فان التسوية على رواية
النجاسة انما هي في التاثير لا في عدمها فكما
استويا عليها في التاثير بسلب الطهارة فكذا
على رواية الطهارة بسلب الطهورية لا
في عدم التاثير اصلا وثانيا صرحوا ان ماء
ورد على نجس نجس كعكسه اي ان التنجس
يحصل للماء القليل كله سواء كان هو
الوارد على نجاسة او بالعكس واذن نقول
بمثله ههنا فكما ان الماء الوارد على
نجاسة حكمية يصير كله منسلب
الطهورية كذلك النجاسة الحكمية اذا وردت
على ماء قليل تجعل جميعه مسلوب الطهورية
وقياس احدى النجاستين على الاخرى احق
بالقبول من قياس رواية الطهارة على
رواية النجاسة وثالثا هو الحل الحكم
انما يثبت بثبوت سببه وسبب التنجس هو
ملاقاة النجس وهو حاصل في الملقى
كالملاقي وسبب الاستعمال ملاقاة بدن

مختار کیا ہے اور شارح کے بعد آنے والے علماء نے
حتی کہ صاحبِ نہر نے بھی ان کی متابعت کی ہے، پھر
مسلمانوں کو تنگی سے نکالنا ہے اھ (ت)

میں کہتا ہوں، اوّلاً اگر قیاس کو نجاست والی روایت
پر گنجائش موجود ہو تو شیخ ابن الشحنہ اس کے
بہ نسبت آپ کے زائد مستحق ہیں، کیونکہ نجاست والی
روایت پر برابری تاثیر میں ہے نہ کہ عدمِ تاثیر میں جیسے
وہ دونوں سلبِ طہارت کی تاثیر میں برابر ہیں، اسی
طرح طہارت کی روایت پر سلبِ طہوریت میں برابر ہونا
چاہیے نہ کہ اصلاً عدمِ تاثیر میں مساوات ہو۔

ثانیاً اس امر کی علماء نے تصریح کی ہے جو پانی
نجس پر وارد ہوتا ہے وہ بھی نجس ہو جاتا ہے جیسا کہ
اس کا عکس ہے، یعنی ناپاک ہونا کل تھوڑے پانی میں
ہوتا ہے خواہ وہ نجاست پر وارد ہو یا نجاست اس
پر وارد ہو، اس لیے اسی قسم کا قول ہم یہاں کرتے ہیں
تو جس طرح وہ پانی جو نجاستِ حکمیہ پر وارد ہوتا ہے
اس کی طہوریت ختم ہو جاتی ہے اسی طرح نجاست حکمیہ
جب تھوڑے پانی پر وارد ہو تو تمام پانی کی طہوریت
ختم ہو جائے گی، اور ایک نجاست کو دوسری نجاست
پر قیاس کرنا زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ طہارت
کی روایت کو نجاست کی روایت پر قیاس کیا جائے۔

ثالثاً، یہی حل ہے، حکم جب ثابت ہوتا ہے
تو وہ اس کے سبب کے ثابت ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے

[1] منحة الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۴۰

Marfat.com

المتار على قوله المفيد للعموم ما نصه.
اقول نعم يفيد على فرض ان المستعمل فی الملاقی هو السطح الملاصق من الماء بجسد المحدث لا غير وهو اول النزاع وانا **اقول** لو كان كذلك لم يرتفع المستعمل من صفحة الدنيا لانك اذا اصببت الماء على يدك مثلا فانما يلاقی يدك سطح من الماء وسائر جرمه منفصل عنها كما ان التلاقی يكون بسطح من يدك وسائر جرمها لم يمسه الماء والجسم ابدا يكون اكبر من السطح فتكون الغلبة لغير المستعمل فلا يصير مستعملا ابدا واذا جعلت كله مستعملا لتلاقی سطحه سطح الجسد فلا نعلم فرقا بين جرم وجرم فان اسلت اسالة ضعيفة صار الكل مستعملا وان صببت صبا شديدا حتى كان ثخن الماء اضعاف الاول كان ايضا كله مستعملا فلا دليل على التفرقة بين ثخن وثخن ما لم يبلغ حد الكثرة وقول البدائع بحث منه ذكره فی سؤال وجواب لا نقل عن الاصحاب بخلاف كلام الامام الدبوسی فانه نقل صريح ومن النصوص الصرائح كذلك مسائل ادخال اليد والرجل ودخول المحدث فی البئر المصرح بها نقلا عن الائمة الثلثة فی المتون والشروح والفتاوى وحمل كلها على رواية ضعيفة مما لا يعقل ولا يحتمل وعبارة الفتوى

واضح کیا ہے، اپنی تعلیقات میں اس پر ہم نے روشنی ڈالی ہے، اس لیے ہم نے اس پر اکتفاء کیا۔ اور میں نے اپنی کتاب "جد الممتار" میں لکھا ہے، یہ ان کے قول "المفید للعموم" کے تحت لکھا گیا ہے۔ میری عرض یہ ہے کہ ہاں فائدہ دیتا ہے اس مفروضہ پر کہ مستعمل ملاقی میں وہ سطح آب ہے جو محدث کے جسم سے مل ہوتی ہے، اس کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے اور وہ پہلا نزاع ہے، اور میں کہتا ہوں اگر ایسا ہی ہوتا تو روئے زمین پر مستعمل پانی کا وجود ہی ناپید ہو جاتا کیونکہ مثلاً اگر آپ نے اپنے ہاتھ پر پانی بہایا تو آپ کا ہاتھ پانی کی سطح سے ملے گا اور اس کا باقی حصہ اس سے الگ رہے گا، جس طرح تلاقی آپ کے ہاتھ کی سطح سے ہوتی ہے اور اس کا باقی حصہ پانی سے کبھی نہیں لگتا ہے اور جسم ہمیشہ سطح سے بڑا ہی ہوتا ہے۔ تو غلبہ غیر مستعمل کو ہوگا تو وہ مستعمل کبھی نہ ہوگا، اور جب آپ نے کل کو مستعمل قرار دیا کہ اس کی سطح جسم کی سطح سے ملی ہوئی ہے تو ہم ایک جرم اور دوسرے جرم میں فرق نہیں پاتے ہیں تو اگر آہستہ سے بہایا جائے تو کل مستعمل ہو جائے گا اور اگر سختی سے بہایا جائے اس طور پر کہ پانی کا حجم پہلے سے کئی گنا زائد ہو تو بھی کل مستعمل ہو جائے گا تو پانی کے ایک حجم اور دوسرے حجم کے فرق پر کوئی دلیل نہیں، تاوقتیکہ وہ حد کثرت کو نہ پہنچ جائے۔ اور بدائع کا قول تو محض ایک بحث ہے جس کو انہوں نے ایک سوال و جواب کے ضمن میں ذکر کیا ہے، یہ اصحاب امام ابو حنیفہ

Marfat.com

جمیع الائمة الصحیح المعتمد ، و ما مثل ھؤلاء بین ایدی ائمة المذھب الا کمثل احدنا عند ھؤلاء بل اقل وابعد، لاستوائنا جمیعا فی وجوب الاستسلام للائمة وردا وصدرا و ان لا تکون لنا الخیرة من انفسنا اذا قضوا امرا ، اما کثرة من تبع البحر فقد قال البحر فی ماھو اعظم کثرة واشد قوة من الوف امثال ھذا لدورانه فی متون المذھب والشروح والفتاوی اعنی عد الاعتکاف مما لا یصح تعلیقه مانصه ھذا الموضع مما اخطؤا فیه والخطأ ھنا اقبح لکثرة الصرائح بصحة تعلیقه وانا متعجب لکونھم تداولوا ھذہ العبارات متونا و شروحا وفتاوی وقد یقع کثیرا ان مؤلفا یذکر شیئا خطأ فیاتی من بعدہ فینقلون تلک العبارة من غیر تغییر ولا تنبیه فیکثر الناقلون واصله لواحد مخطیٔ[1] اھ وھذا ھو الواقع ھھنا کما تری وباللہ العصمة علی ان کلام کثیر منھم فی الباب لم یسلم عن اضطراب وھذا البحر نفسه قد اکثر من نقول ما قدمنا من حججنا وفیھا نقل الاجماع ونص فی مسألة البئر ان المذھب المختار ان الماء طاھر غیر طھور[2]

قول ہی نہ ہو اور نہ روایت ہو، اور نہ کسی نے اس کی تصحیح کی ہو اور نہ اس کے لیے مستند درایت ہو، تو تمام ائمہ کا اجماعی مذہب چھوڑ کر اس کو کیسے اختیار کیا جا سکتا ہے ائمہ مذہب کے سامنے ان کی قدر و قیمت اتنی نہیں جتنی کہ ہماری ان حضرات کے سامنے ہے بلکہ اس سے بھی کمتر، کیونکہ ہم سب پر ائمہ کے حکم کا ماننا لازم ہے اور ان کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا ہے اور جب کسی معاملہ کا وہ فیصلہ کر دیں تو ہمیں اپنی طرف سے کوئی اختیار نہیں۔ اور رہا یہ معاملہ کہ بحر کی اتباع بہت سے مشائخ نے کی ہے ایک مسئلہ میں جو شدت و قوت کے لحاظ سے اس سے ہزار گنا زیادہ ہے کیونکہ وہ متون مذہب اور شروح اور فتاوٰی میں موجود ہے، یعنی اعتکاف کی تعلیق کے صحیح نہ ہونے کے بارے میں خود بحر نے فرمایا کہ یہاں ان کو غلطی لگی ہے اور یہاں خطأ زیادہ قبیح ہے کیونکہ اس کی تعلیق کی صحت پر بکثرت تصریحات موجود ہیں اور مجھے تعجب ہے کہ فقہاء نے ان عبارات کو متون و شروح اور فتاوٰی میں قبول کیا ہے، عام طور پر ایسا ہوتا رہتا ہے کہ ایک مؤلف ایک چیز ذکر کر دیتا ہے غلطی سے، پھر بعد والے اس غلطی کو بلا نکیر نقل کرتے رہتے ہیں، اس طرح ایک خطاکار کے ناقل بکثرت ہو جاتے ہیں اھ اور یہاں ایسا ہی ہوا ہے جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں، علاوہ ازیں ان میں سے اکثر کا کلام اضطراب سے خالی نہیں، اور خود بحر نے بہت سی نقول ذکر کی ہیں جنہیں ہم نے اپنے دلائل میں بہت پہلے ذکر کیا ہے اور اس میں اجماع کو

---

[1] بحر الرائق متفرقات من البیوع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۱۸۵

[2] بحر الرائق مسئلة البئر جحط 〃 ۱/۹۸

Marfat.com

ہم کو تمام مسلمانوں کو دنیا و آخرت میں حق پر ثابت قدم رکھے وہ اس کا والی اور قادر ہے اس اللہ علی وعظیم کے سوا کسی کو طاقت نہیں ہے اور صلوٰۃ ہمارے سردار ان کی آل اصحاب بیٹے جماعت تمام پر ہو، آمین! (ت)

فائدہ ۷: ختم هذا المبحث ش بقوله قلت و فی ذلك (ای ما مال الیه العلامة والبحر) توسعة عظیمة و لاسیما فی زمن انقطاع المیاہ عن حیاض المساجد وغیرها فی بلادنا و لکن الاحتیاط لایخفی اھ[1]

اقول الاحتیاط العمل باقوی الدلیلین وقد علمت ان ما مالا الیه لا دلیل علیه والتوسعة قد تبیح المیل الی روایة لغیرها رجحان علیها درایة وههنا لا روایة ولا درایة نعم ان تحققت الضرورة فنعم العمل بقول امامی الهدی مالك والشافعی رضی الله تعالی عنهما مندوحة ان الماء المستعمل طاهر وطهور۔

فائدہ ۷: ش نے اس بحث کو ان الفاظ پر ختم کیا ہے "میں کہتا ہوں اور اس میں (یعنی جس کی طرف علامہ اور بحر کا میلان ہے) بڑی وسعت ہے خاص طور پر اس زمانہ میں جبکہ ہمارے بلاد کی مساجد وغیرہ کے حوضوں کا پانی ختم ہو جاتا ہے، لیکن احتیاط مخفی نہیں" اھ (ت)

میں کہتا ہوں احتیاط تو اس میں ہے کہ دو دلیلوں میں سے جو زیادہ قوی ہو اس پر عمل کیا جائے، اور آپ کو معلوم ہے کہ جس طرف ان کا رجحان ہے اس پر کوئی دلیل نہیں، اور گنجائش میں کبھی مرجوح روایت کو بھی درایۃً اختیار کرنا پڑتا ہے، اور یہاں تو نہ روایت ہے اور نہ درایت، ہاں اگر ضرورت پائی جاتی ہے تو بقول امام مالک اور امام شافعی عمل کی حد تک پائی جاتی ہے، اور ان کے نزدیک یہ پانی طاہر و طہور ہے۔ (ت)

فائدہ ۸: قال ش فی المنحة علی قول البحر لامعنی للفرق بین المسألتین یرید الملقی والملاقی ما نصه قال بعض مشایخنا یدل علیه ایضا روایة النجاسة فان النجس ینجس غیره سواء کان ملقی او ملاقیا فکذا علی روایة الطهارة واذا کان کذلك فلیکن التعویل علیه سیما وقد اختاره کثیرون و عامة من تأخر عن الشارح تابعه علی

فائدہ ۸: ش نے منحہ میں بحر کے قول پر فرمایا دونوں مسئلوں میں کوئی فرق نہیں، یعنی ملقی اور ملاقی میں، ان کی عبارت یہ ہے کہ ہمارے بعض مشایخ نے فرمایا اس پر نجاست کی روایت دلالت کرتی ہے کیونکہ نجس دوسرے کو بھی نجس کرتا ہے خواہ وہ ملقی ہو یا ملاقی، اسی طرح طہارت کی روایت پر۔ اور جب صورت حال یہ ہے تو اسی پر اعتماد ہونا چاہئے بالخصوص ایسی صورت میں جبکہ بہت سے علماء نے اسکو

---

[1] رد المحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۵

Marfat.com

اولم ينو لوجود[1] احد سببی الاستعمال وانما كان لان فرض المسح يتأدى باصابة البلة اذ هو اسم للاصابة دون الاسالة فلم يزل شیئ من الحدث الى الماء الباقی فی الاناء وانما زال الى البلة وكذا اقامة القربة تحصل بها فاقتصر حكم الاستعمال عليها اھ[1] وھذا ينادی باعلی نداء ان عدم انتقال الحدث الى باقی الماء فی الاناء واقتصار حكم الاستعمال على البلة فی صور المسح انما كان لانه لا يحتاج الا الی بلة فبها يتادی فرضه وبها تقوم قربته فهو لم يستعمل الماء بل البلة بخلاف ما وظيفته الغسل فانه اسالة فكان استعمالا للماء لا لمجرد بلة فيزول به الحدث الى جميع ما فی الاناء لقلته ولا يقتصر حكم الاستعمال على البلة الملاقية لسطح البدن

سببوں میں سے ایک پایا جا رہا ہے اور یہ اس لیے ہوا کہ مسح کا فرض ادنٰی تری سے ادا ہوجاتا ہے کیونکہ مسح لگانے کو کہتے ہیں نہ کہ بہانے کو، تو حدث میں سے کوئی چیز چھُوٹ کر برتن میں پانی تک نہیں آئی صرف تری تک منتقل ہوئی اور اسی طرح اس سے قربۃ قائم ہوتی ہے تو اس پر استعمال کا حکم محدود ہوگیا اھ اور اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مسح میں حدث کا برتن میں باقی پانی کی طرف منتقل نہ ہونا اور استعمال کے حکم کا صرف تری تک محدود رہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہاں محض تری کی ضرورت ہے اسی سے فرض ادا ہوجاتا ہے اور اسی سے قربۃ ادا ہوجاتی ہے تو اس نے پانی کو استعمال نہیں کیا بلکہ اس نے تری کو استعمال کیا بخلاف اس کے جس میں دھونا ضروری ہے کیونکہ اس میں بہانا ضروری ہے تو وہاں پانی کا استعمال ہوگا محض تری کا نہیں ہوگا، تو حدث برتن کے تمام پانی کی طرف منتقل ہوگا کیونکہ وہ کم ہے اور استعمال کا حکم اس تری

---

[1] اقول قوله لوجود متعلق بالنفی ای صيرورة الماء مستعملا لوجود ازالة الحدث وان لم ينو واقامة القربة ايضا ان نوی منتفية فلا يصير مستعملا وان وجد السببان وانما كان هذا الانتفاء لانه لم يستعمل الماء بل البلة وذلك لان فرض المسح الخ ۱۲ منه غفرله۔ (م)

[1] اقول اس کا قول لوجود، منفی سے متعلق ہے یعنی پانی کا مستعمل ہونا حدث کے ازالہ کی وجہ سے اگرچہ نیت نہ کرے، اور قربۃ ادا کرنے سے بھی اگر نیت کرے منتفی ہے، تو مستعمل نہ ہوگا اگرچہ دونوں سبب پائے جائیں اور یہ انتفاء اس لیے ہے کیونکہ اس نے پانی استعمال نہیں کیا صرف تری استعمال کی اور یہ اس لئے ہے کہ مسح کا فرض الخ ۱۲ منہ (ت)

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۰

Marfat.com

حدث او متقرب سواء کان بورود الماء علی الحدث او الحدث علی الماء وھو حاصل فی الملاقی منتف فی الملقی فیه لان الماء المستعمل اذا القی فی الحوض فلا ماؤہ ورد علی حدث ولا الحدث ورد علیه انما ورد علیه ما ورد علی الحدث ولیس ھذا سبب الاستعمال -

ورابعا سمعت[1]

حدیث رفع الحرج ودفعه وخامسا[2] لیس ھؤلاء الکثیرون الا المتأخرون عن البحر ولیس فیھم من یکون له قول فی المذھب لا سیما علی خلاف المذھب الصحیح المعتمد المذیل بطراز الاجماع وھذا صاحب البحر قائلا فیه لا یفتی ولا یعمل الا بقول الامام الاعظم ولا یعدل عنه الی قولھما او قول احدھما او غیرھما الا لضرورۃ من ضعف دلیل او تعامل بخلافه کالمزارعة وان صرح المشایخ بان الفتوی علی قولھما[1] اھ فاذا کان ھذا فی قول امامی المذھب وقد افتوا به فما ظنك بما لیس قول احدھما ولا قول احد ولا روایة عن احد وما صححه احد ولا له فی الدرایة مستند ، فکیف یعدل الی مثله عن مذھب

اور ناپاک ہونے کا سبب ناپاک سے ملاقات ہے، تو وہ ملقی میں بھی اسی طرح موجود ہے جس طرح ملاقی میں ہے اور استعمال کا سبب محدث کے بدن سے ملاقات ہے یا متقرب کے بدن سے ملاقات ہے خواہ حدث پر پانی وارد ہو یا پانی پر حدث وارد ہو، اور یہ چیز ملاقی میں تو ہے ملقی فیہ میں نہیں کیونکہ مستعمل پانی جب حوض میں ڈالا جائے تو نہ تو اس کا پانی حدث پر وارد ہوا اور نہ ہی حدث اس پر وارد ہوا ، اور اس پر وہ چیز وارد ہوئی ہے جو حدث پر وارد ہوئی ہے اور یہ سببِ استعمال نہیں۔

رابعاً آپ حرج رفع کرنے کا معاملہ اور اس کا رد سُن چکے ہیں۔

خامساً یہ کثیر علماء بحر سے متاخر ہیں ، اور ان میں کوئی اس پایہ کا نہیں کہ مذہب میں اس کا قول سند ہو، خاص طور پر قول صحیح کے مقابل جس پہ اجماع ہوچکا ہو، خاص طور پر جبکہ صاحبِ بحر فرما رہے ہوں، فتوٰی امامِ اعظم کے قول پر ہی دیا جائے نہ کہ صاحبین یا کسی ایک صاحب کے قول پر سوائے ضرورت کے ، مثلاً یہ کہ دلیل ضعیف ہو یا اس کے خلاف تعامل ہو، جیسے مزارعۃ کے معاملہ میں ہوا خواہ مشایخ نے تصریح کی ہو کہ فتوٰی صاحبین کے قول پر ہے اھ جب یہ معاملہ دو ائمہ مذہب کے ساتھ ہے اور وہ اس پر فتوٰی دے چکے ہیں تو جہاں کسی کا

---

[1] بحر الرائق اوقاتِ نماز سعید کمپنی کراچی ۱/۲۴۶

Marfat.com

يرى سائلا على البدن سيلا نافلا بد فيه من
اعتبار المحسوس وفي الحس الماء الكائن
في محل واحد شئ متصل واحد فحصل
الاستعمال للكل لحصول الملاقي للكل كما في نجاسة
ترد على الماء، وانما سقط الحكم عن الكثير
لان الشرع جعله كالجاري فلا يتأثر مالم
يتغير كما سبق تقرير كل ذلك اما المسح
فمجرد اصابة من دون اسالة فتكفى
فيه جواهر قريبة تفيد بلة وهي منفصلة
عما فوقها فيقتصر اللقاء عليها ولا يتعدى الى
سائر الاجزاء لعدم الحاجة الى ترك
الحقيقة وبه استبان ما قالوا هنا من قصر
اللقاء على البلة وظهر الجواب عما ذكرت فيه
من النظر واشار اليه المحقق حيث اطلق
ابن الهمام بقوله فيه نظر هذا ما عندي في
تقريره وجهد المقل دموعه ويحتاج الى
تلطيف القريحة وكيف ما كان لا حجة فيه
للمستوين بل هو حجة عليهم لدلالة فحواه
ان قصروا الحكم على البلة دون بقية ما في الاناء
لعدم الحاجة في المسح الى الاسالة فافادان
فيما وظيفته الاسالة يعم الحكم جميع ما في
الاناء وهو المقصود۔

فائدہ ١٠: اقول وبالله التوفيق
هنا لفظان الوضوء من الحوض و

ہو اور اس میں جم ہو اور جسم پر بہتا ہوا نظر آئے، ت
اس میں محسوس کا اعتبار ضروری ہے اور حس میں وہ پا
جو ایک جگہ ہو متصل واحد ہے تو کل پانی مستعمل ہو گ
کیونکہ ملاقاۃ کل سے ہی ہے، جیسے کہ وہ نجاست ج
پانی پر وارد ہو اور حکم کثیر سے اس لیے ساقط ہو گیا
کیونکہ شریعت نے اس کو جاری کے حکم میں رکھا ہے
تو جب تک اس میں تغیر نہ ہو متاثر نہ ہوگا جیسے کہ اسک
تقریر گزری، اور مسح میں صرف پانی کا لگانا ہے نہ ک
بہانا ہے، تو اس کے لیے قریب جواہر ہونا کافی ہے
جن سے تری پیدا ہوتی ہے اور وہ جواہر اوپر والوں سے
جدا ہیں تو ملاقاۃ اسی پر منحصر رہے گی اور باقی اجزاء ک
طرف منتقل نہ ہو گی کیونکہ ترک حقیقہ کی حاجت نہیں ا
یہیں سے معلوم ہوا کہ ملاقاۃ صرف تری تک محدود ہے
جیسا کہ فقہاء نے فرمایا، اور جو نظر میں نے ذکر کی ہے اس
سے جواب ظاہر ہو گیا، اور محقق نے اس کی طرف اشا
کیا کیونکہ ابن ہمام نے فرمایا اس میں نظر ہے میرے نزدیک اس کی
یہی ہے، بہر صورت ان کیلئے اس میں کوئی حجۃ نہیں جو ملقی اور
ملاقی میں برابری کے قائل ہیں، بلکہ یہ اُن کے خلاف
حجۃ ہے، کیونکہ اس کا فحوی اس پر دلالت کرتا ہے
کہ حکم تری پر مقصور ہے، جو برتن میں باقیماندہ پانی ہے
اس پر نہیں ہے کیونکہ مسح میں اسالۃ کی ضرورت
نہیں، تو انہوں نے بتایا کہ جہاں بہانا ہوتا ہے وہاں
حکم برتن کے تمام پانی کو عام ہوتا ہے اور یہی مقصود ہے (ت)
فائدہ ١٠: میں بتوفیق الٰہی کہتا ہوں، یہاں دو لفظ ہیں
الوضوء من الحوض اور الوضوء فی الحوض۔ تقاسم نے

Marfat.com

والنهر قال في عبارة الاسرار ما قال ولما تمسك البحر بعبارة المحيط والتوشيح والتحفة اذا وقع الماء المستعمل في البئر الخ كتب عليه لا يخفاك ان العبارة في وقوع الماء لا المغتسل وكذا فيما بعده[1] اھ والدر استدرك على البحر بكلام الحسن وكذا ابو السعود وقد منا كلمات ش و هم جميعا والحلية قبلهم عللوا سقوط حكم الاستعمال بالضرورة وهو كما علمت اعتراف بالحق بالضرورة۔

نقل کیا ہے اور کنوئیں کے مسئلہ میں یہ صراحت کی ہے کہ مذہب مختار یہ ہے کہ پانی طاہر غیر طہور ہے، اور نہر نے اسرار کی عبارت میں فرمایا ہے جو گزرا، اور جب بحر نے محیط، توشیح اور تحفہ کی عبارت سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا "جب مستعمل پانی کنوئیں میں گر جائے الخ" تو اس پر لکھا کہ آپ پر مخفی نہ رہے کہ عبارت پانی کے گرنے میں ہے نہ کہ دھوون کے گرنے میں، اور اس طرح اس کے بعد کی عبارت اھ اور در نے بحر پر حسن کے کلام سے استدراک کیا ہے، اور اسی طرح ابو السعود نے، اور ہم نے "ش" اور ان سب کے اور حلیہ کے کلمات نقل کئے ان تمام حضرات نے حکم استعمال کے ساقط ہونے کی وجہ ضرورت کو قرار دیا ہے، اور جیسا کہ آپ نے جانا یہ اعتراف حق ہے۔ (ت)

فائدہ ۹: اقول ذکرت فی الطرس المعدل مسألة ادخال المحدث رأسه او خفه او جبیرته فی الماء وانه یجزئه عند الامام الثانی ولا یصیر الماء مستعملا وان الصحیح وفاق محمد فیها وان المراد لا یصیر ماء الاناء مثلا مستعملا بل البلة الملتصقة بالرأس ای الممسوح فقط فاعلم ان هذا لخصوص المسح فلا یقاس علیه المغسول قال ملك العلماء فی البدائع ادخل رأسه او خفه او جبیرته فی الاناء وهو محدث قال ابو یوسف یجزئه فی المسح ولا یصیر الماء مستعملا سواء نوی

فائدہ ۹: میں نے "الطرس المعدل" میں محدث کا پانی میں اپنا سر، موزہ یا پٹی ڈبونے کا مسئلہ ذکر کیا ہے اور یہ کہ دوسرے امام کے نزدیک اس کو یہ کفایت کرے گا، اور پانی مستعمل نہ ہوگا، اور اس میں صحیح یہی ہے کہ محمد کو اس سے اتفاق ہے، اور یہ کہ مراد یہ ہے کہ برتن کا پانی مستعمل نہ ہوگا بلکہ وہ تری جو سر سے لگی ہوتی ہے یعنی صرف ممسوح، تو جاننا چاہئے کہ یہ خاص مسح کے لیے ہے تو اس پر مغسول کو قیاس نہ کرنا چاہئے، ملک العلماء نے بدائع میں فرمایا کسی نے اپنا سر، موزہ یا پٹی پانی میں داخل کی اور بے وضو تھا، تو ابو یوسف نے فرمایا اسکے مسح کو کافی ہے، اور پانی بہر حال مستعمل نہ ہوگا خواہ نیت کرے یا نہ کرے کیونکہ استعمال کے دو

---

[1] نہر الفائق

Marfat.com

قليلا كان او كثيرا ما لم يكن كثيرا اما او ل الثانى
اعنى الوضوء خارجه مع وقوع الغسالة فيه
فالصحيح المعتمد انه لا يفسد الماء ما لم يساوه
او يغلب عليه هذه احكام الصور الخمس قد
وضحت بحمد الله تعالٰى مثل الشمس و به
ظهر ان العلامة عبد البر اصاب فى حكم الاربع
الاول دون الخامس والعلامتان القاسم و
البحر ومن تبعهم بالعكس ثم معه فيما خالف
الصحيح عدة روايات واقوال مفصلة فى
البدائع وغيرها ان الماء المستعمل يفسد
المطلق مطلقا وان قل او اذا استبان
مواقع القطر او اذا سال سيلانا والكل حاصل
فى الوضوء فى الحوض الصغير بالمعنى الاول
بخلاف هؤلاء الجلة فليس بايديهم الا
بحث وقع فى البدائع على خلاف النصوص
المتواترة واجماع ائمة المذهب رضى الله تعالٰى
عنهم والحق، هو هذا الفرق، الذى وفق
المولى سبحنه و تعالٰى عبده الذليل،
بتحقيقه الجليل، بحيث احاط ان شاء الله
تعالٰى بكل كثير وقليل، وبلغ الغاية القصوى
فى التفريع والتاصيل، فله الحمد على ما
اولى، وافضل الصلوات العلى، والتسليمات
الزاكيات المباركات على المولى، واله و
صحبه، وابنه وحزبه، كما يحب ربنا و
يرضى، امين، والحمد لله رب العلمين،
والله سبحنه وتعالٰى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم۔

میں شامل ہیں، جیسی کی تیسری، تو ان چاروں صو[رتوں]
میں کل پانی مستعمل ہوجائیگا خواہ کم ہو یا زیادہ، جب تک کثیر نہ ہو
لیکن دوسرے کا پہلا یعنی حوض کے باہر وضو کرنا اس
طرح کہ دھوون اس میں گرتا رہے تو صحیح اور معتمد
کہ جب تک وُہ پانی کے برابر نہ ہو یا اس پر غالب
نہ ہو پانی کو فاسد نہ کرے گا، یہ پانچوں صورتوں
احکام ہیں اور میں نے بحمداللہ سورج کی طرح واضح کردیا
اور اسی سے ظاہر ہوگیا کہ علامہ عبد البر نے پہلی چار صورتوں کے بیان میں
کوئی غلطی نہیں کی مگر پانچویں میں غلطی کی اور علامہ قاسم
اور بحر اور ان کے متبعین نے برعکس کیا پھر ان کے سا[تھ]
ان صورتوں میں جن میں مخالفت کی متعدد روایات
اقوال ہیں جن کی تفصیل بدائع وغیرہ میں ہے، مثلاً یہ کہ مستعمل
پانی مطلق پانی کو مطلقاً فاسد کردیتا ہے خواہ کتنا ہی
کم کیوں نہ ہو، یا قطروں کے مقامات ظاہر ہوں یا
خوب بہے اور یہ سب چھوٹے حوض میں وضو کرنے سے
حاصل ہے، لیکن پہلے معنی کے اعتبار سے، بخلاف
ان جلیل القدر علماء کے کہ ان کے ہاتھ میں سوائے اُس
بحث کے کچھ نہیں جو نصوص متواترہ، اجماعِ ائمہ مذہب
خلاف بدائع میں واقع ہے، اور حق وہ فرق ہے
جس کی اپنے ذلیل بندے کو مولیٰ سبحنہٗ نے توفیق دی
تحقیق جلیل کی کہ اس نے کثیر وقلیل کا احاطہ کیا اور انتہا
کو پہنچا اُس کی حمد سب سے اولٰی ہے بہتر صلوٰۃ و
سلام افضل مبارک مزکی آقا پر ان کے آل اصحاب
اولاد جماعت پر جیسا کہ ہمارا رب پسند فرمائے آمین
والحمد للہ رب العالمین الٰی اٰخرہٖ۔ (ت)

Marfat.com

الظاهر لان البلة لا یحصل بها اسالة ولا غسل فظهر الامر وباللّٰه التوفیق فلا حجة فیه للمسوین بین الملاقی والملقی ولیس مبناء علی تلك المسألة۔

تک محدود نہ رہے گا جو بدن کے ظاہر کی سطح سے متصل ہے کیونکہ تری سے نہ بہانا حاصل ہوتا ہے نہ غسل، تو معاملہ بتوفیق اللہ ظاہر ہوگیا، اس میں ان لوگوں کے لئے حجت نہیں جو ملقی اور ملاقی میں فرق نہیں کرتے تو اسکی بنیاد اس مسئلہ پر نہیں۔ (ت)

اقول والدلیل القاطع علیہ ان ابایوسف القائل بنجاسة الماء المستعمل لم یقل ھھنا بالسریان قال الامام فقیہ النفس ابو یوسف رحمہ اللّٰه تعالٰی قال انما یتنجس الماء فی کل شیئ یغسل اما ما یمسح فلا یصیر الماء مستعملا[1] اھ مع اجماع اصحابنا ان النجاسة تسری فی القلیل بلا فرق بین الکثیر منہا والقلیل وقد تقدم التصریح بہ عن البدائع فاندفع ما کان ذھب الیہ وھلی فی بادی الرأی ان سبیل المسألة سبیل الخلف فی الملقی والملاقی واستنار ما ذکرت جوابا عنہ من الفرق بین الغسل والمسح اما توقفی فی وجہہ فالوجہ عند المجتہد ولیس علینا ابداؤہ۔

میں کہتا ہوں، اس پر قطعی دلیل یہ ہے کہ ابو یوسف جو مستعمل پانی کی نجاست کے قائل ہیں وہ یہاں سرایت کا قول نہیں کرتے، امام فقیہ النفس نے فرمایا کہ امام ابو یوسف فرمایا "پانی ہر اس چیز میں نجس ہوتا ہے جو دھوئی جاتی ہے اور جس پر مسح کیا جاتا ہے اس سے مستعمل نہ ہوگا اھ حالانکہ ہمارے اصحاب کا اجماع ہے کہ نجاست تھوڑے پانی میں سرایت کرتی ہے خواہ کم ہو یا زائد، بدائع سے اس پر تصریح گزر چکی ہے تو ان کا جواب ہوگیا، اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ خلف کی طرح ہے ملقی اور ملاقی میں اور جو جواب میں نے ذکر کیا وہ بھی واضح ہوگیا یعنی یہ کہ غسل اور مسح میں فرق ہے اور اس کے استدلال میں میرا توقف کرنا اس لیے ہے کہ دلیل پیش کرنا مجتہد کا کام ہے اور ہمیں اس کا ظاہر کرنا لازم نہیں۔ (ت)

واقول یخطر ببالی واللّٰه تعالٰی اعلم ان الاجسام کما قدمت جواھر فردة متراکمة متفرقة حقیقة متصلة حسا وامر الغسل لایتأدی الا بجسم مائی ذی ثخن صالح

میں کہتا ہوں اللہ بہتر جانتا ہے میرے دل میں یہ خطرہ گزرا کہ اجسام جیسا کہ ہم نے پہلے لکھا جواہر فردہ ہیں تہ بہ تہ ہیں حقیقۃً متفرق ہیں اور حسًّا متصل ہیں، اور دھونا ایسے جسم سے ہوسکتا ہے جو پانی کا

---

[1] فتاوٰی قاضی خان   الماء المستعمل   نولکشور لکھنؤ   ۱/۸

Marfat.com

عضو کا جسے دھونا ضرور تھا کوئی جُز کسی طرح اگرچہ بلا قصد اُس سے دُھل جائے) یا بہ نیت قربت استعمال میں لایا
(مثلاً باوضو آدمی وضوئے تازہ کی نیت سے اُس میں کسی عضو کو غوطہ دے کر دھوئے) سارا پانی مستعمل ہوجا
کہ پاک تو ہے مگر غسل و وضو کے قابل نہ رہا جب حوضِ صغیر میں یہ صورت واقع ہو تو اُس کے مطہر کرنے کے
دو باتوں میں سے ایک کرنا چاہیے یا تو مطہر پانی مستعمل پر غالب کردینا یا حوض کو لبریز کر کے مطہر پانی سے بہاد
اوّل کی صورت یہ ہے کہ حوض میں خود ہی اُس شخص کے نہاتے یا بے دُھلا عضو بلا ضرورت ڈالتے وقت نصف حوض
سے کم پانی تھا تو اب مطہر پانی سے بھردیں کہ یہ مستعمل سے زیادہ ہوگیا اور اگر اُس وقت نصف یا زیادہ حوض میں پانی تھ
پہلے اتنا پانی نکال دیں کہ حوض کا اکثر حصّہ خالی ہوجائے پھر منہ تک بھردیں مثلاً ہموار حوض کہ زیر و بالا یکساں مساحت رکھ
دو گز گہرا ہے اور اس شخص کے نہاتے وقت اُس میں گز بھر پانی تھا تو پاؤ گرہ پانی نکال دیں اور سترہ گرہ تھا تو سو
کھینچ دیں کہ بہر حال سوا سولہ گرہ خالی اور پونے سولہ میں پانی رہے پھر نئے پانی سے لبالب بھردیں اور دوم کی شکل
کہ حوض میں اُس وقت پانی کتنا ہی ہو اُس میں سے کچھ نہ نکالیں اور نیا پانی اُس میں پہنچاتے جائیں یہاں تک کہ کنار
سے اُبل کر بہ جائے یہ دوسرا طریقہ ناپاک حوض کے پاک کرنے میں بھی کفایت کرتا ہے جبکہ ناپاک چیز نکالنے کے قابل نکا
پانی سے اُبال کر بہادیں ظاہر ہے کہ اُس وقت حوض میں پانی نصف سے جتنا کم ہو پہلا طریقہ آسان تر ہوگا دو گز گہر
حوض میں اُس وقت چار ہی گرہ پانی تھا تو صرف چار گرہ پانی اور پہنچا کر چند ڈول زیادہ ڈال دیں کہ مستعمل سے مطہر اک
ہوگیا اور اس وقت پانی نصف سے جتنا زاید ہو دوسرا طریقہ سہل تر ہوگا کہ اُس میں نکالنا کچھ نہ پڑے گا اور کم حص
خالی ہے جسے بھر کر اُبالنا ہوگا اور جہاں دونوں صورتیں دشواری و حرج صریح رکھتی ہوں وہاں اگر قول بعض علماء پر ع
کر کے اُس میں سے بیس ہی ڈول نکال دیں تو امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اسی قدر کافی ہو یرید اللہ ب
الیسر ولا یرید بکم العسر (اللہ تعالیٰ تم پر آسانی چاہتا ہے تنگی نہیں چاہتا۔ ت) اور سب سے زیادہ صورت
یہ ہے کہ وہاں کنواں نہ ہو مینہ سے حوض بھرتا ہو اور ہوگیا مستعمل اب اُس کے بہانے یا مستعمل پر مطہر بڑھانے کے لیے
کہاں سے لائیں لہٰذا اس صورت ثالثہ پر عمل ہوگا و باللہ التوفیق۔

درمختار میں ہے:

لایجوز (ای رفع الحدث) بماء استعمل لاجل قربۃ او اسقاط فرض بان یدخل یدہ اورجلہ فی حب لغیر اغتراف و نحوہ اذا انفصل عن عضو وان لم یستقر علی المذہب وھو طاھر ولو من جنب وھو الظاھر

جائز نہیں (یعنی رفع حدث) اُس پانی سے جو حد
دُور کرنے یا قربۃ حاصل کرنے کے لیے استعمال میں لایا
مثلاً یہ کہ اپنا ہاتھ یا پیر کسی گڑھے میں داخل کردے
اور اس کو مقصود چلّو بھر کر پانی لینا نہ ہو تو وہ عض
سے جُدا ہوتے ہی مستعمل ہوجائے گا خواہ اس

Marfat.com

به[1] عبر العلامة قاسم تسامحا في الحوض وبه
عبر العلامة ابن الشحنة وسوى[2] بينهما البحر
فتارة يقول من كصدر مقالته واسم
رسالته واخرى في كمطاوي عبارته و
قد علمت ان الثاني يحتمل وجهين الوضوء
خارجه بحيث تقع الغسالة فيه ولو بعد
الجريان على الارض والوضوء فيه بغمس
الاعضاء ذاك ملقى وهذا ملاق واللفظ
الاول يحتمل ثلثة وجوه هذين والوضوء
خارجه بالاغتراف منه بحيث لا تصل
الغسالة اليه كالوضوء من بئر زمزم و
هذا الثالث على ثلثة وجوه الاغتراف
باناء بحيث لا يصيب شئ من يده الماء
وباليد لعدم اناء او مع وجوده فالاول
جائز بالاجماع ولا يتوهم تطرق خلل
به الى الماء وكذا الثاني لمكان الضرورة
الا اذا ادخل اليد من قدر الحاجة
او قدرها للاغتراف ثم نوى الغسل فيه فان
هذين يعودان الى صورة الغمس كالثالث
ففي هذه[1] الاربع يصير الماء كله مستعملا

تسامح سے کام لیتے ہوئے من الحوض سے تعبیر کیا اور ابن الشحنہ
نے الوضوء فی الحوض سے تعبیر کیا اور بحر نے ان دونوں کو برابر کیا،
کبھی تو من کہتے ہیں، جیسا کہ انھوں نے اپنے مقالہ
کی ابتداء اور رسالہ کے نام میں، اور کبھی فی استعمال
کیا جیسا کہ عبارات کے درمیان میں کیا۔ اور آپ
جان چکے ہیں دوسرا دو وجہوں کا احتمال رکھتا ہے،
ایک تو وضو حوض کے باہر اس طرح کہ دھوون حوض میں گرے
خواہ زمین پر بہہ کر جائے اور ایک یہ کہ وضوء اس طرح کیا جائے
کہ حوض میں اعضاء ڈبوئے جائیں وہ ملقی ہے اور یہ
ملاقی ہے اور پہلا لفظ تین وجوہ کا محتمل ہے، دو تو
یہی اور تیسری یہ کہ حوض کے باہر بیٹھ کر حوض سے چلو بھر
پانی لیں اس طرح کہ دھوون حوض تک نہ پہنچے، جیسے زمزم
کے کنویں سے کیا جاتا ہے۔ اور اس تیسری وجہ میں
بھی تین وجوہ ہیں، ایک[1] تو یہ کہ برتن سے پانی لیں اس طرح
کہ ہاتھ پانی کو نہ لگے، دوسرے[2] یہ کہ ہاتھ سے لیں جبکہ
برتن نہ ہو، تیسرے[3] یہ کہ ہاتھ سے لیں لیکن برتن موجود ہو تو پہلا
بالاجماع جائز ہے اور اس سے پانی میں خلل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے اور
دوسرا بھی جائز ہے کیونکہ ضرورت ہے، ہاں اگر ضرورت
سے زائد ہاتھ داخل کیا یا بقدرِ ضرورت ڈالا پھر اس
میں غسل کا ارادہ کیا تو یہ دونوں صورتیں ڈبونے کی صورت

---

[1] ای ادخال الزائد علی قدر حاجة الاغتراف ونیة الغسل فیه والاغتراف بید محدثة مع وجود الاناء والوضوء فیه بغمس الاعضاء اهـ منه غفر له ۔ (م)

یعنی چلو کی مقدار سے زیادہ داخل کرنا اور پانی میں دھونے کی نیت کرنا اور برتن کے ہوتے ہوئے محدث ہاتھ کے ذریعے پانی نکالنا اور پانی میں اعضاء ڈبو کر وضو کرنا اھ منہ غفرلہ (ت)

Marfat.com

درمختار میں ہے :

یجوز بجار وقعت فیہ نجاسۃ ان لم یر اثرہ (وھو طعم او ریح اولون) ظاھرہ یعم الجیفۃ ورجحہ الکمال وقال تلمیذہ قاسم انہ المختار وقواہ فی النھر واقرہ المصنف وفی القھستانی عن المضمرات عن النصاب وعلیہ الفتوی وقیل ان جری علیہ نصفہ فاکثر لم یجز وھو احوط (وکذا) یجوز (براکد) کثیر وقع فیہ نجس لم یر اثرہ ولو فی موضع وقوع المرئیۃ بہ یفتی بحر (والمعتبر) فی مقدار الراکد (اکبر رای) المبتلی بہ (فان غلب علی ظنہ عدم خلوص النجاسۃ الی الجانب الاخر جاز والا لا) ھذا ظاھر الروایۃ وھو الاصح غایۃ وغیرھا وفی النھر ان اعتبار العشر اضبط ولاسیما فی حق من لا رأی لہ من العوام فلذا افتی بہ المتأخرون الاعلام اھ مختصرا۔

وضو جائز ہے اُس جاری پانی سے جس میں نجاست گر... اور اس کا اثر یعنی مزہ، بُو یا رنگ اس میں ظاہر نہ ہو، بظاہر یہ مردہ کو بھی عام ہے، کمال نے اسی کو ترجیح دی ہے اور ان کے شاگرد قاسم نے کہا کہ یہ مختار ہے، اور نہر میں اس کو تقویت دی اور مصنف نے اس کو برقرار رکھا، اور قہستانی میں مضمرات سے نصاب سے منقول ہے کہ اسی پر فتوٰی ہے اور کہا گیا کہ اگر اس پر آدھا یا زائد جاری ہو تو جائز نہیں اور یہی احوط ہے (اور اسی طرح) جائز ہے (ٹھہرے... کثیر پانی سے۔ جس میں نجاست گری ہو اور اس کا اثر غیر مرئی ہو خواہ اُس جگہ سے ہو جہاں نجاست نظر آتی ہو، اسی پر فتوی ہے بحر (اور معتبر) ٹھہرے ہوئے پانی کی مقدار میں (جس طرف رائے کا رجحان ہو) یعنی اس شخص کی رائے جو اس معاملہ سے متعلق ہے (اگر اس کو یہ ظن غالب ہے کہ نجاست یہاں سے تجاوز کرکے دوسری طرف نہیں گئی ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں) یہ ظاہر روایت ہے اور یہی صحیح ہے غایۃ وغیرہ میں۔ اور نہر میں ہے کہ دس ہاتھ کا اعتبار کرلینا زائد مناسب ہے خاص طور پر اُن عوام کے حق میں جن کی اس سلسلہ میں کوئی رائے نہیں ہوتی ہے، اسی لیے متاخرین علما نے اسی پر فتوٰی دیا ہے اھ مختصرا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

فی الھدایۃ وغیرھا ان الغدیر العظیم مالا یتحرك احد طرفیہ بتحرك الطرف الاٰخر وفی

ہدایہ وغیرہ میں ہے کہ بڑا تالاب وہ ہے کہ جس کے ایک کنارہ کی حرکت سے دوسرے کنارے کو حرکت

۱؎ درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۱

Marfat.com

مسئلہ ۳۰ مرسلہ مولوی نذر امام صاحب مدرس سہسوانی ۲۹ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص غسل جنابت کی حاجت میں غسل حوض میں کرے تو حوض پلید ہو جائے گا یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ حوض میں کوئی شخص متواتر گھسے تو پلید ہو جاتا ہے بکر کہتا ہے آدمی پاک صاف گھسا تو نہ پلید ہوتا ہے نہ مکروہ، ہاں نجاست سے رنگ بو مزہ بدل جائیگا تو پلید ہو جائیگا۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

حوض کتنا ہی چھوٹا پانی کتنا ہی کم ہو کسی پاک صاف آدمی کے جانے نہانے سے جس کے بدن پر کوئی نجاست حقیقیہ نہ لگی ہو ہرگز ناپاک نہیں ہوتا اگرچہ اسے نہانے کی حاجت ہی ہو اگرچہ وہ خاص ازالۂ جنابت ہی کی نیت سے اُس میں گیا ہو ہمارے ائمہ کے صحیح ومعتمد ومفتی بہ مذہب پر غسل بھی اُترجائے گا اور حوض بھی بدستور پاک رہے گا اور اگر آبِ حوض مائے کثیر کی مقدار پر ہے جب تو جنب کے نہانے سے مستعمل ہونا درکنار باجماع تمام ائمہ کرام کسی نجاست حقیقیہ کے گرنے سے بھی ہرگز ناپاک نہ ہوگا جب تک اس قدر کثرت سے نجاست نہ گرے کہ اس کے رنگ یا بُو یا مزہ کو بدل دے اسی پر فتوٰی ہے یا ایک قول پر اُس کا نصف یا اکثر نجاستِ مرئیہ پر ہو کر گزرے بہتا پانی تو باجماع قطعی تمام اُمتِ محمدیہ علی سیدہا افضل الصلٰوۃ والتحیۃ آبِ کثیر ہے کہ بغیر اُس تغیر یا مرور کے کسی طرح ناپاک نہیں ہوسکتا جیسے دہلی میں مسجد فتحپوری کا حوض جس میں جمنا سے لائی ہوئی نہر پڑی ہے اور ٹھہرے ہوئے پانی میں ہمارے علماء کے دو قول ہیں:

(۱) جس پر آدمی کا دل شہادت دے کہ ایک کنارے کی پڑی ہوئی نجاست کا اثر دوسرے کنارے تک نہ پہنچے گا اُس کے حق میں وہی کثیر ہے اور اثر نہ پہنچنے کا معیار یہ کہ ایک کنارے پر وضو کیا جائے تو دوسرے کنارے کا پانی فوراً اُٹھے اور نہ ہونے لگے نری حرکت یا دیر کے بعد پانی کے اُٹھنے بیٹھنے کا اعتبار نہیں۔

(۲) جس کی مساحت سطح بالائی دہ در دہ یعنی اُس کے طول وعرض کا مسطح سَو ہاتھ ہو اور گہرا اتنا کہ لپ میں پانی لینے سے زمین نہ کھلے وہ کثیر ہے ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اصل مذہب وہی قولِ اول ہے اور عام متونِ مذہب نے قولِ ثانی اختیار کیا اور بکثرت مشائخ اعلام نے اُس پر فتوٰی دیا بہرحال یہ قول بھی باقی تمام مذاہب کے اقوال سے زیادہ احتیاط رکھتا ہے ہاں اگر پانی مقدار کثیر سے کم ہے تو البتہ کتنی ہی ذرا سی نجاست اگرچہ خفیفہ کے گرنے یا کسی ایسے شخص کے نہانے سے جس کے بدن پر کچھ بھی نجاستِ حقیقیہ لگی تھی ضرور بالاتفاق ناپاک ہو جائیگا اور ہمارے جمیع ائمہ مذہب کے مذہب صحیح ومعتمد پر جبکہ اُس سے کوئی فرض طہارت ساقط ہو (مثلاً جنب نہائے یا محدث وضو کرے) یا بالضرورت طہارت مثلاً چلو میں پانی لینے کے سوا صاحب حدث کے کسی بے دھوئے

Marfat.com

تلوث فاذن ليس المراد الا ان يغلب على ظنه
انه ان توضأ تحرك فما فى القول الاول
بيان للمقصود وما هنا بيان لمعرفة فان
خلوص النجاسة امر باطنى لا يوقف عليه
ووصول الحرك يعرفه فما يظن فيه هذا
هو المظنون فيه ذلك وما لا فلا ثم المنقول
فى البئر اذا انغمس فيها محدث ولو جنبا نزح عشرين
دلوا ففى رد المحتار عن الوهبانية مذهب
محمد انه يسلبه الطهورية وهو الصحيح
عند الشيخين فينزح منه عشرون ليصير طهورا[1]
اھ قال والمراد بالمحدث مايشمل الجنب
ثم وقع بينهم النزاع فى ان الصهريج وهو على ما
نقل الشافعية عن القاموس الحوض الكبير
هل هو كالبئر فيكفى فيه نزح البعض حيث يكفى
ام كالزير فيجب اخراج الكل وغسل السطوح
للتطهير بالاول افتى بعض معاصريه العلامة
عمر بن نجيم صاحب النهر متمسكا باطلاقهم
البئر دون تقييد بالمعين ورده فى
النهر تبعا للبحر بما فى البدائع والكافى وغيرهما
من ان القارورة لو وقعت فى الحب يهراق الماء
كله قال ووجهه ان الاكتفاء بنزح البعض
فى الآبار على خلاف القياس بالآثار
فلا يلحق بها غيرها ثم قال وهذا الرد انما

یا نہیں، اب اگر حرکت محسوس کرے تو وضو نہ کرے …
اب بچ کیسے سکتا ہے جبکہ اس کے اعضاء اس گندے …
پانی میں ملوث ہو چکے ہیں، لہذا غلبۂ ظن سے مراد یہی …
کہ اگر وہ وضو کرے تو دوسرے حصہ پر حرکت ہوگی، …
پہلے قول میں مقصود کا بیان ہے اور یہ معرفت کا بیان …
کیونکہ نجاست کا دوسری جانب پہنچنا ایک باطنی …
اس پر اطلاع نہیں ہوتی ہے، اور حرکت کے پہنچنے …
معلوم ہوتا ہے جہاں اس کا گمان ہے وہاں اُس کا …
بھی ہے اس کا نہیں تو اُس کا بھی نہیں، پھر کنویں …
کے بارے میں یہ منقول ہے کہ اگر بے وضو یا جنب …
کنویں میں غوطہ لگائے تو اُس سے بیس ڈول پانی نکا…
جائیگا۔ ردالمحتار میں وہبانیہ سے منقول ہے کہ محمد …
مذہب یہ ہے کہ طہوریت سلب ہو جائیگی، اور شیخین کے
نزدیک یہی صحیح ہے، تو اس سے بیس ڈول نکالے جائیں …
تاکہ وہ طہور ہو جائے اھ فرمایا اور محدث میں جُنب بھی
شامل ہے، پھر فقہاء میں یہ اختلاف واقع ہوا کہ جو …
صہریج ــــ شافعیہ نے قاموس سے نقل کیا کہ اس سے …
مراد بڑا حوض ہے، ایک قول یہ ہے کہ وہ کنویں کی طرح …
تو اس کا کچھ پانی نکالنا کافی ہوگا یا زیر (سوتا) کی طرح …
ہے اور کل پانی نکالنا ہوگا اور اس کی سطحوں کو بھی
دھونا پڑے گا، پہلے قول کے مطابق علامہ عمر بن نجیم …
صاحبِ نہر کے بعض معاصرین نے فتویٰ دیا اور فقہا کے اطلا…
استدلال کیا کہ انھوں نے کنویں میں سوتے والے اور

---

[1] رد المحتار فصل فی البئر مصطفی البابی مصر ۱/۱۵۷

Marfat.com

بنفس بطهور لحدث علی المعتمد محدث النفس بہٖ یتوضأ ولا نجس علیہ الاصح انہ طاھر والماء مستعمل اھ[1] ملتقطاً۔

نہ ٹھہرے، مذہب یہی ہے اور یہ پاک ہی رہے گا خواہ ناپاک آدمی ہی کیوں نہ ہو اور وہ طاہر ہے، پاک کرنے والا نہیں ہے، معتمد قول یہی ہے، اگر کوئی بے وضو کسی کنویں میں غوطہ لگائے اور اس کے جسم پر کوئی نجاست نہ ہو اصح یہ ہے کہ وہ پاک ہے اور پانی مستعمل ہے اھ ملتقطاً۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ الاصح ھذا القول ذکرہ فی الھدایۃ روایۃ عن الامام قال الزیلعی والہندی وغیرھما تبعا لصاحب الھدایۃ ھذہ الروایۃ اوفق الروایات وفی فتح القدیر وشرح المجمع انھا الروایۃ المصححۃ قال فی البحر فعلم ان المذھب المختار فی ھذہ المسألۃ ان الرجل طاھر والماء طاھر غیر طھور اھ[2] مختصراً۔

اس کا قول الاصح، اس قول کو ہدایہ میں امام سے بطور روایت کے ذکر کیا ہے، زیلعی اور ہندی وغیرہما نے صاحبِ ہدایہ کی متابعت میں کہا کہ یہ روایت اوفق الروایات ہے، فتح القدیر اور شرح المجمع میں ہے کہ تصحیح شدہ روایت یہی ہے، بحر میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ مذہب مختار اس مسئلہ میں یہ ہے کہ آدمی پاک ہے، پانی پاک ہے مگر پاک کرنے والا نہیں اھ مختصراً۔ (ت)

درمختار میں ہے:

الغلبۃ لو المخالط مماثلا کمستعمل بالاجزاء فان المطلق اکثر من النصف جاز التطہیر والا لا اھ[3] ملتقطاً۔

غلبہ اجزاء کے اعتبار سے ہوگا اگر ملنے والا مماثل ہو جیسے مستعمل پس اگر مطلق اکثر ہے نصف سے، تو تطہیر جائز ہے ورنہ نہیں اھ ملتقطاً۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای وان لم یکن المطلق اکثر بان کان اقل اومساویا لایجوز اھ[4]۔

یعنی اگر مطلق زاید نہ ہو مثلاً یہ کہ کم ہو یا مساوی تو جائز نہیں اھ (ت)

---

[1] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۷

[2] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۸

[3] درمختار " مجتبائی دہلی ۱/۳۴

[4] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۴

Marfat.com

المختار عن حواشی العلامۃ الغزی صاحب التنویر علی الکنز عن القنیۃ ان حکم الرکیۃ کالبئر و عن الفوائد ان الحب المطمور اکثرہ فی الارض کالبئر قال فی الدر وعلیہ فالصھریج والزیر الکبیر ینزح منہ کالبئر فاغتنم ھذا التحریر[1] اھ قال الشامی الرکیۃ فی العرف بئر یجتمع ماؤھا من المطر فھی بمعنی الصھریج قال وھذا اسلم فی الصھریج دون الزیر لخروجہ عن مسمی البئر وکون اکثرہ مطمورا ای مدفونا فی الارض لایدخلہ فیہ لاعرفا ولا لغۃ ومافی الفوائد معارض باطلاق مامر عن البدائع والکافی وغیرھما وفرق ظاھر بینہ وبین الصھریج کما قدمنا عن المقدسی[2] اھ مختصرا۔

اور درمختار میں حواشی علامہ غزی صاحب تنویر کنز پر قنیہ سے ہے کہ "رکیہ" کا حکم کنویں کا سا ہے، اور فوائد سے ہے کہ حب مطمور کا اکثر حصہ اگر زمین کے اندر ہو تو وہ کنویں کی طرح ہے در میں فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صہریج اور زیر کبیر سے کنویں کی طرح پانی نکالا جائے گا اس تحریر کو غنیمت جانو اھ شامی نے فرمایا کہ رکیہ عرف میں اس کنویں کو کہتے ہیں جس میں بارش کا پانی اکٹھا ہوجاتا ہے تو یہ صہریج کے معنی میں ہے، فرمایا یہ صہریج میں مسلّم ہے زیر میں نہیں، کیونکہ اس پر بئر کا اطلاق نہیں ہوتا ہے، اور اس کا بیشتر حصہ زمین میں مدفون اور دھنسا ہوا ہوتا ہے لہٰذا وہ عرفاً اور لغۃً کنواں نہیں ہے، اور جو فوائد میں ہے وہ بدائع اور کافی وغیرہ کے اطلاق کے معارض ہے اور اس میں اور صہریج میں واضح فرق ہے جیسا کہ ہم نے مقدسی سے نقل کیا اھ مختصرا۔ (ت)

اقول ھذا من الحسن بمکان لکن لایظھر[عہ] التفرقۃ بین الحوض والصھریج فان عدم وصول الید الی الماء لیس داخلا فی مسمی البئر ولا الصھریج وانما البئر کما ذکر من البأر بمعنی الحفر او منہ بمعنی الادخار ویختلف قرب مائھا وابتعادہ باختلاف الارض والفصول ففی الاراضی الندیۃ وابان المطر

میں کہتا ہوں یہ ایک اچھی بات ہے لیکن اس سے حوض اور صہریج میں فرق ظاہر نہیں ہوتا کیونکہ پانی تک ہاتھ کا نہ پہنچ سکنا کنویں کے مفہوم میں شامل نہیں ہے اور نہ صہریج کے مفہوم میں ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا بئر بأر سے ہے جس کے معنی کھودنے کے ہیں، یا بمعنی ذخیرہ کرنے کے ہیں، اور اس کے پانی کا قریب وبعید ہونا زمین اور موسموں کے اختلاف

عہ ناظر الی قولہ السابق بخلاف العین و الحب والحوض اھ منہ (م)

جو اس کے قول سابق بخلاف العین والحب والحوض کی طرف نظر رکھتا ہوا ھ (ت)

---

[1] درمختار، فصل فی البئر، مجتبائی دہلی ۱/۳۹
[2] ردالمحتار، فصل فی البئر، مصطفی البابی مصر ۱/۱۵۹

Marfat.com

فی المعراج انه ظاھر المذھب وفی الزیلعی ظاھر المذھب وقول المتقدمین حتی قال فی البدائع والمحیط اتفقت الروایۃ عن اصحابنا المتقدمین انه یعتبر بالتحریك وھو ان یرتفع و ینخفض من ساعته لا بعد المکث ولا یعتبر اصل الحرکة والمعتبر حرکة الوضوء ھو الاصح محیط و حاوی القدسی ولا یخفی علیك ان اعتبار الخلوص بغلبة الظن بلا تقدیر شیئ مخالف فی الظاھر لاعتباره بالتحریك لان غلبة الظن امر باطنی یختلف وتحریك الطرف الاٰخر حسی مشاھد لا یختلف مع ان کلا منھما منقول عن ائمتنا الثلٰثة فی ظاھر الروایة ولم ار من تکلم علی ذلك ویظھر لی التوفیق بان نمراد غلبة الظن بانه لو حرك وصل الی الجانب الاٰخر اذا لم یوجد التحریك بالفعل فلیتامل اھ ملخصا۔

نہ ہو، اور معراج میں ہے کہ ظاہر مذہب یہی ہے۔ اور زیلعی میں ہے کہ یہی ظاہر مذہب ہے اور متقدمین کا قول ہے، یہاں تک کہ بدائع اور محیط میں ہے کہ ہمارے اصحاب متقدمین کی روایت اس پر متفق ہے کہ اعتبار ہلانے کا ہے اس کے ساتھ ہی پانی اوپر نیچے ہونے لگے نہ کہ دیر بعد، اور عام حرکت کا اعتبار نہیں، اور معتبر وضو کی حرکت ہے، یہی اصح ہے، محیط اور حاوی قدسی۔ اور تجھ پر یہ بات مخفی نہ ہونی چاہئے کہ غالب ظن کا اعتبار بلا تقدیر شئی ظاہر میں حرکت کے اعتبار کے مخالف ہے کیونکہ غلبہ ظن ایک باطنی امر ہے جس میں اختلاف ہوتا ہے، اور دوسرے کنارہ کو حرکت دینا ایک حسی امر ہے جس کا مشاہدہ ہوتا ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا پھر یہ دونوں چیزیں ہمارے ائمہ ثلٰثہ سے ظاہر روایت میں منقول ہیں، اور میں نے نہیں دیکھا کہ کسی نے اس پر کلام کیا ہو، اس میں تطبیق کی شکل میرے نزدیک یہ ہو سکتی ہے کہ جب بالفعل تالاب کو حرکت نہ دی جائے تو اس امر کا غلبہ ظن ہونا چاہیے کہ اگر حرکت دی جاتی تو دوسرے کنارے پر حرکت پیدا ہوتی فلیتامل اھ ملخصا۔ (ت)

اقول ھذا الذی ابداہ من التوفیق حسن بالقبول حقیق فان من وجد فی البریة ماء فی احد جانبیه نجاسة فھل یؤمر ان یتوضأ فی الطرف الاٰخر کی یجرب علی نفسه انه یتحرك ام لا فان وجدہ یتحرك فلیجتنب و ای شیئ یجتنب و قد

میں کہتا ہوں تطبیق کی جو شکل انہوں نے پیش کی ہے نہایت مستحسن ہے کیونکہ اگر کوئی شخص جنگل میں پانی کا تالاب پائے جس کے ایک کنارہ پر نجاست ہو تو اب کیا یہ معقول بات ہوگی کہ اسے حکم دیا جائے، جاؤ اس کے دوسرے کنارے سے وضو کرکے تجربہ کرو کہ آیا اس طرح دوسرے کنارے پر حرکت ہوتی ہے

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۱

Marfat.com

هذا فاعلم انا لو اقتصرنا فی المسألة علی ما نص علیه العلامتان قاسم والبحر وتبعه کثیر ممن جاء بعده من الاعلام ان المستعمل لیس الا ما لاقی البدن لم نحتج الی الامر بنزح شیئ اصلا لان الملاقی اقل بکثیر من الباقی فالطهوریة لم تسلب حتی تجلب لکنه خلاف نصوص ائمة المذهب المنقول فی الکتب المعتمدة اجماعهم علیه فوجب الرجوع الی المذهب واعتری الخلاف بین انه کالبئر او کالنهر ففعلنا بالایسر عن الحرج وبالاجراء او تفریغ الاکثر حیث لا حرج کی یصیر جاریا او المطلق اکثر اجزاء، وباجماع یجزئ فی الطهور اجزاء، فهذا تحقیق ما عولنا علیه، والحمد لله ومنه والیه، هکذا ینبغی التحقیق، والله سبحنه و تعالٰی ولی التوفیق، وما ذکرنا من مسألة الاجراء فتحقیقه فی ردالمحتار وقد ذکرناه فی مواضع من فتاونا۔

توجب اونٹ اپنے ہونٹوں سے حوض سے پانی پینے پر تو ہاتھ پانی تک کیوں نہیں پہنچتے ہیں، اور علامہ مقدسی 'حب' اور 'صہریج' میں فرق کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ صہاریج کو خالی کرنے میں بہت حرج ہوتا ہے اسی طرح ان کو دھونا اور رکھنا بھی مشکل ہے جیسے کنواں، بخلاف 'زیر' کے، اور اسی طرف انہوں نے اپنے اس قول سے اشارہ کیا ہے کہ "خاص طور پر وہ جس میں "وفا" سما سکے، جب آپ نے یہ جان لیا تو اب معلوم ہونا چاہیے کہ ہم اگر مسئلہ میں علامہ قاسم اور بحر اور ان کے پیروکاروں کی طرح صرف اسی پر اکتفاء کرتے کہ مستعمل صرف وہی ہے جو بدن سے ملاقی ہو، تو ہمیں کچھ پانی نکالنے کا حکم دینے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ جو ملاقی ہے وہ بہت ہی کم ہوتا ہے بہ نسبت باقی کے تو طہوریت اس وقت تک سلب نہ ہوگی جب تک کہ آزمایا نہ جائے لیکن یہ ائمہ مذہب کے نصوص کے خلاف ہے جو کتب معتمدہ میں منقول ہیں اور اسی پر ان کا اجماع ہے تو مذہب کی طرف رجوع لازم ہے اور اس وقت اختلاف ظاہر ہوا ہے درمیان اس کے کہ آیا یہ کنویں کی طرح ہے یا نہر کی طرح ہے اور ہم نے جو ایسر تھا اس پر عمل کیا حرج کے جاری کرنے کے وقت اور اکثر کے خالی کرنے کا حکم اس جگہ دیا جہاں کوئی حرج نہ ہو تاکہ وہ جاری ہو جائے یا مطلق کے اجزاء زیادہ ہوں اس کی طہوریت کے لیے اجماع کافی ہے یہ وہ تحقیق ہے جو ہم نے بیان کی۔ تمام تعریف اللہ کی اس اسی کے لیے، تحقیق کو یہی لائق تھا، اللہ سبحان بلند توفیق کا والی ہے، ہم نے اجراء کے مسئلہ کی جو تحقیق بیان کی ہے وہی ردالمحتار میں ہے اپنے فتاوٰی میں ہم نے بہت جگہ ذکر کیا ہے۔ (ت)

رہا زید کا کہنا کہ کوئی شخص متواتر داخل ہو تو پلید ہو جائے گا اس کا محض غلط ہونا تو ظاہر ہے کہ جس روایت پر مستعمل پانی نجس ہے پانی ایک ہی بار سے پلید ہو جائے گا اور صحیح و معتمد مذہب پر لاکھ بار سے بھی پلید نہ ہوگا

Marfat.com

يتم بناء على ان الصهريج ليس من مسمى البئر في شيء[1] اھ قال الشامي اي فاذا ادعى دخوله في مسمى البئر لايكون مخالفا للاٰثار ويؤيده ما قدمناه من ان البئر مشتقة من بأرت اي حفرت والصهريج حفرة في الارض لا تصل اليد الى مائها بخلاف العين والحب والحوض واليه مال العلامة المقدسي فقال ما استدل به في البحر لايخفى بعده وان الحب من الصهريج لاسيما الذي يسع الوفاء من الدلاء[2] اھ لكنه خلاف ما في النتف ونصه اما البئر فهي التي لها مواد من اسفلها اھ اي لها مياه تمد وتنبع من اسفلها ولايخفى انه على هذا التعريف يخرج الصهريج والحب والاٰبار التي تملؤ من المطر ومن الانهار[3] اھ ما في رد المحتار باختصار۔

بغیر سوتے والے میں فرق نہ کیا، اس کو نہر میں بحر کی متابعت میں رد کیا، کیونکہ بدائع اور کافی وغیرہ میں ہے کہ گڑھے میں چوہیا گر جائے تو کل پانی نکالا جائے گا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کنویں سے کچھ پانی کا نکالنا خلافِ قیاس ہے اور آثار کی وجہ سے ہے تو کنویں کے علاوہ کسی اور چیز میں یہ خلافِ قیاس نہ چلے گا، پھر فرمایا یہ رد اس بناء پر ہے کہ صہریج پر بئر کا اطلاق نہیں ہوتا اھ شامی نے کہا یعنی جب یہ دعوٰی کیا جائے کہ اس پر بھی بئر کا اطلاق ہوتا ہے تو آثار کے مخالف نہ ہوگا اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ بئر بأرتُ سے مشتق ہے یعنی "حفرتُ" (میں نے کھودا) صہریج اس گڑھے کو کہتے ہیں جس کے پانی تک ہاتھ نہ پہنچتا ہو، عین، حب، حوض اس کے برعکس ہے اور اسی طرف علامہ مقدسی مائل ہوئے ہیں، اور فرمایا جس سے بحر نے استدلال کیا ہے اُس کا بُعد مخفی نہ رہے اور حب اور صہریج میں بڑا فرق ہے خاص طور پر وہ جس میں ڈولوں کی گنجائش ہو اھ مگر یہ نتف کے خلاف ہے اور اس کی عبارت یہ ہے اور کنواں وُہ ہے جس کے نیچے سے سوتے ہوں اھ یعنی نیچے سے پانی نکلتا رہتا ہو، اور مخفی نہ رہے کہ صہریج، حب اور کنویں جو بارش سے بھر جاتے ہیں یا نہروں سے وہ اس تعریف سے خارج ہیں اھ ردالمحتار مختصراً (ت)

اقول وکون البئر من البأر یقتضی ان کل بئر محفورۃ لا ان کل محفور بیر ولاتنس ماحکوہ فی القارورۃ والجرجیر وفی الدر

میں کہتا ہوں بئر کا بأر سے مشتق ہونا اس امر کا مقتضی ہے کہ ہر بئر کھودا ہوا ہو یہ نہیں کہ ہر کھودا ہوا بئر ہو اور تم اسکو نہ بھلانا جو انہوں نے قارورہ اور جرجیر کے بارے میں حکایت کیا ہے،

---

[1] ردالمحتار فصل فی البئر مصطفی البابی مصر ۱/۱۵۹
[2] ردالمحتار " " ۱/۱۵۹
[3] ردالمحتار " " ۱/۱۵۹

Marfat.com

بہتے پانی کا کوئی وصف مذکور بدل دیا یا یہ کہ پہلے خالص ناپاک پانی خندق میں پہنچ لیا اُس کے بعد بارش وغیرہ کا پانی تھوڑا تھوڑا اس میں آتا گیا کہ جتنا ملا ناپاک ہوتا گیا یا پہلے سے پاک پانی خندق میں دہ در دہ سے کم جگہ میں تھا اُس پر خالص ناپاک پانی وارد ہوا تو اس میں پھر دو صورتیں ہیں اگر بارش تھوڑی سی ہوئی کردہ پانی اُس ناپاک میں مل کر رہ گیا تو وہ بھی ناپاک ہو گیا اور اگر بارش زور سے ہوئی کہ بکثرت پانی بہتا آیا جس نے اس خندق کو بھر کر ابال دیا کہ پانی کناروں سے چھلک گیا تو اب سب پاک ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حوض دہ در دہ میں گز شرعی کی مقدار کیا ہے بینوا توجروا۔

الجواب

علماء رحمہم اللہ تعالیٰ کو دربارہ مساحت حوض کبیر کہ دہ در دہ قرار پایا ہے تعیین گز میں تین قول پر اختلاف ہے

قول اول معتبر ذراع کرباس ہے اور اسی کو ذراع عامہ کہتے ہیں یعنی کپڑوں کا گز۔ اسی قول کی طرف اکثر کا رجحان رائے اور اسی کو درر وظہیریہ وخلاصہ وخزانہ ومراقی الفلاح وعلمگیریہ وغیرہا میں اختیار کیا اور شرح زاہدی وتجنیس اور فتاوی کبری پھر قہستانی پھر درمختار میں اُسے مختار اور نہایہ میں صحیح اور ہدایہ میں مفتی بہ اور ولوالجیہ میں الیق واوسع کہا۔ پھر خود ذراع کرباس کی تقدیر میں اختلاف واقع ہوا امام ولوالجی نے سات مشت قرار دیا ہر مشت چار انگل مضموم تو اٹھائیس۲۸ انگل کا گز ہوا ہمارے یہاں کی نو۹ گرہ سے زائد اور دس گرہ سے کم یعنی ۹½ گرہ۔ اس قول پر نہایہ پھر جامع الرموز پھر درمختار اور باتباع ولوالجی فاضل ابرہیم حلبی نے شرح منیہ میں اقتصار کیا مگر جمہور علماء کے نزدیک ذراع کرباس چھ مشت کا ہے ہر مشت چار انگل مضموم اور اسی طرف رجحان رو ئے علامہ محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام کا ہے اور یہی عالمگیریہ میں تبیین اور بحر الرائق میں کتب کثیرہ سے منقول پس قول راجح میں یہ گز چوبیس۲۴ انگل کا ہوا کہ ایک ہاتھ ہے تو ہمارے یہاں کا آدھ گز ٹھہرا۔

قول دوم اعتبار ذراع مساحت کا ہے امام علامہ فقیہ النفس اہل الافتاء والترجیح امام فخر الدین قاضی خان اوزجندی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خانیہ میں اسی قول کی تصحیح اور قول اول کا رد کیا طحطاوی حاشیہ[1] مراقی الفلاح میں اس پر بھی حکایت فتوی واقع ہوئی اور بیشک من حیث الدلیل اسے قوت ہے۔ اس گز کی تقدیر میں اقوال مختلفہ وارد ہوئے مضمرات میں سات مشت۔ ہر مشت کے ساتھ ایک انگل قرار دیا کہ مجموع پینتیس انگل ہمارے

---

[1] یہ فتوی فتاوائے قدیمہ کے بقایات سے ہے جو مصنف نے اپنے صغر سن میں لکھے تھے ۱۲ (م)

Marfat.com

يقترب جدا لاسيما بقرب الانهار الكبار حتى رأينا من الأبار ما ينال ماؤها بالايدي و اذا سالت السيول ترعت واستوت بالارض وهي التي تسمى بالهندية چويا والحياض كثيرا ما تكون بعيدة الغور، حتى اذا امتلأت الى قدر النصف او ازيد منه قليلا لاتصل الايدي الى مائها واذا امتلأت وصلت وكذلك الزير الكبير وما الصهاريج الاحوضا يجتمع فيه الماء كما رأيته في نسختي القاموس وعليها شرح في تاج العروس ومثله في مختار الرازي وفي الصراح صهريج بالكسر حوضچهٔ آب[1] اه وعلى ما اثرتم عن القاموس هو الحوض الكبير يجتمع فيه الماء وهذا ايضا لا يزيد على الحوض الا بقيد الكبر والحوض حوض صغر او كبر ولا شك ان الصهريج وان بعد قعره يملؤه الوادي اذا سال فتراه يتدفق بماء سلسال وقد قال ذو الرمة ؎

صوادي الهام والاحشاء خافقة
تناول الهيم ارشاف الصهاريج

فاذا كانت الابل ترتشف ارشافها بشفاهها فما بال الايدي لا تصل الى مياهها والعلامة المقدسي انما يميل الى التفرقة بين الحب والصهريج بالحرج البين في تفريغ الصهاريج وغسلها ونشفها كالبئر بخلاف الزير واليه يشير قوله لاسيما الذي يسع الوفا اذا علمت

ہوتا ہے چنانچہ تر زمینوں اور بارش کے موسم میں بہت قریب ہوتا ہے خاص طور پر بڑی بڑی نہروں کے قریب، یہاں تک کہ ہم نے بعض کنویں ایسے دیکھے جن میں سے ہاتھ سے پانی نکالا جا سکتا ہے اور سیلاب کے موسم میں تو یہ کنویں منہ تک بھر جاتے ہیں ہندی میں اس کو "چویا" کہتے ہیں اور کسی حوض کی گہرائی زیادہ ہوتی ہے، یہاں تک کہ جب وہ آدھے بھر جائیں یا اس سے زائد تب بھی ان کے پانی تک ہاتھ نہیں پہنچ پاتا ہے، جب بھر جاتے ہیں تب ہاتھ پہنچتا ہے اور یہی حال بڑے زیر کا ہے اور صہریج بڑے حوض کو کہتے ہیں جس میں پانی اکٹھا ہوجاتا ہے، میرے قاموس کے نسخہ میں یہی ہے اور تاج العروس میں اس کی شرح ہے، اور یہی چیز مختار الرازی میں ہے اور صراح میں ہے صہریج بالکسر پانی کا چھوٹا حوض اھ اور جس کو تم نے جو قاموس کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ صہریج بڑا حوض ہے جس میں پانی جمع ہوتا ہے اور یہ بھی حوض ہی ہے، صرف بڑا ہوتا ہے، اور حوض تو حوض ہی ہوتا ہے خواہ بڑا ہو یا چھوٹا، اور اس میں شک نہیں کہ صہریج خواہ کتنا ہی گہرا ہو اس کو وادی بھرتی ہے، جب وہ بھر جاتا ہے تو اس سے پانی اچھل کر نکلتا ہے ذو الرمہ نے کہا ہے

؎ صوادی الہام والاحشاء خافقة
تناول الہیم ارشاف الصہاریج

(پتلی کمر والی اشراف عورتیں اس طرح سیراب ہوتی ہیں جیسے پیاسے اونٹ حوضوں کے بقیہ پانی کو پیتے ہیں)

---

[1] الصراح، باب الجیم فصل الصاد مطبع مجیدی کانپور ص ۸۸

Marfat.com

الفتوى وفی شرح الزاهدی وهو المختار وذهب
بعضهم الى الشافی قال قاضی خان هو الصحیح
لان ذراع المساحة بالممسوحات الیق وفی
فتاوی الولوالجی الحوض الکبیر لما کان مقدرا
بعشرة اذرع فی عشرة اذرع فالمعتبر ذراع
الکرباس دون المساحة وهی سبع مشتات أی
سبع قبضات لیس فوق کل مشت اصبع قائمة
لان ذراع المساحة سبع مشتات فوق
کل مشت اصبع قائمة فالاول الیق
للتوسع انتهی والمراد بالاصبع القائمة
ارتفاع الابهام کما فی غایة البیان فظهر ان
ذراع الکرباس اقصر من ذراع المساحة فبسبب
ذلك وقع الترفیة للناس بالتقدیر بها ونقلوا
عن المحیط انه یعتبر فی کل زمان ومکان
ذراعهم وعلیه مشی فی الکافی[1] اه وفی الشرح
الکبیر لابراهیم الحلبی المعتبر فی الذراع
ذراع الکرباس وهو سبع قبضات فقط وهو
اختیار الامام اسحق بن ابی بکر الولوالجی فی
فتاویه لانه اقصر فیکون ایسر واختار قاضیخان
فی فتاویه ذراع المساحة وهو سبع قبضات
باصبع قائمة فی القبضة الاخیرة وقیل فی کل
قبضة قال قاضی خان لانه یعنی الغدیر
المقدر من الممسوحات فکان ذراع المساحة

ممسوحات کے زیادہ لائق ہے اور فتاوی ولوالجی میں ہے
کہ بڑا حوض جو دہ در دہ ہوتا ہے اور اس میں معتبر
کرباس کا ذراع ہے نہ کہ مساحت کا اور وہ سات مشت
ہے، جس میں ہر مشت پر ایک انگلی کا اضافہ نہ ہو کیونکہ
مساحت کا گز سات مشت ہے جس میں ہر ایک مشت
پر ایک کھڑی انگلی کا اضافہ ہو، تو پہلا آسانی سے
زیادہ مطابقت رکھتا ہے انتہی، اور کھڑی انگلی سے مراد
انگوٹھے کی بلندی ہے، جیسا کہ غایۃ البیان میں ہے تو
معلوم ہوا کہ ذراع کرباس ذراع مساحت سے چھوٹا
ہے تو اسی سبب سے تقدیرِ ذراع میں لوگوں کے لیے آسانی ہوئی اور
محیط سے نقل کیا ہے کہ ہر زمانہ اور ہر جگہ کا انگ گز
معتبر ہوگا، اور کافی نے بھی یہی کہا ہے اھ اور ابراہیم
حلبی کی شرح کبیر میں ہے کہ معتبر ذراع کرباس ہے
جو سات مشت ہوتا ہے فقط، اور اسی کو امام اسحق
بن ابی بکر الولوالجی نے اپنے فتاوی میں پسند کیا ہے،
کیونکہ وہ چھوٹا ہوتا ہے تو اسی میں آسانی رہے گی اور
قاضی خان نے اپنے فتاوی میں ذراع مساحت کو مختار
کہا ہے اور وہ سات مشت مع ایک کھڑی انگلی
کے آخری مشت میں ہے اور بعض نے کہا کہ ہر مشت میں
قاضی خان نے فرمایا یعنی تالاب جس کا اندازہ لگایا گیا ہے
وہ ممسوحات سے ہے، تو اس میں ذراع مساحت سے
اندازہ لگانا زیادہ مناسب ہوگا، اور محیط میں ہے اصح
یہ ہے کہ ہر زمانہ اور ہر جگہ میں وہیں کا ذراع معتبر ہوگا۔

---

[1] علیہ

Marfat.com

ہاں علامہ زین قاسم وعلامہ زین بن نجیم کی نظر اس میں مختلف ہوئی کہ بکثرت آدمیوں کے نہانے سے حوض صغیر کا سب پانی مستعمل ہوجائے گا یا نہیں، اول نے ثانی اور ثانی نے اول کا استظہار کیا۔

اقول عندی الاظہر ھو الثانی (میرے نزدیک اظہر ثانی ہے۔ت) مگر اس کی بنا اُن کے اُس خیال پر ہے کہ پانی کا جو حصّہ بدن سے ملا اُتنا ہی مستعمل ہوتا ہے تو ایک آدمی کے نہانے سے سارا پانی کیونکر مستعمل ہوسکتا ہے ہاں بہت سے نہائیں تو یہ شُبہ جاتا ہے کہ پانی کے جتنے حصّے ان سب کے بدن سے ملے وہ باقی پانی کے برابر یا اُس سے زائد ہوجائیں تو سب مستعمل ہوجائیگا مگر وہ خیال صحیح نہیں مذہب معتمد وصحیح یہی ہے جو پانی آب کثیر کی حد کو نہ پہنچا ہو وہ ایک آدمی کا نہانا کیا ناخن کا ایک کنارہ بے ضرورت ڈوب جانے سے سب مستعمل ہوجاتا ہے وقد نقلوا علیہ الاجماع فی غیر ما کتاب واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۳۱: مرسلہ ڈاکٹر محمد واعظ الحق صاحب سعد اللہ پوری ڈاکخانہ خسرو پور ضلع پٹنہ ۲ ربیع الآخر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بارش کا پانی اگر کسی خندق میں جمع ہوجائے اور وہ خندق دس گز سے لمبا چوڑا زیادہ ہو مگر بستی کے قریب ہو اور اس میں بستی کا پانی جاتا ہو اس میں غسل کرنا اور وضو بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جس خندق کی مساحت دہ در دہ ہے یعنی طول وعرض کے ضرب دینے سے سو ہاتھ حاصل ہوں مثلاً دس ہاتھ طول ہو دس ہاتھ عرض یا بیس ہاتھ طول، پانچ ہاتھ عرض یا پچاس ہاتھ طول، دو ہاتھ عرض اور ان سب صورتوں میں اس کا گہراؤ اتنا ہو لپ میں پانی لینے سے زمین نہ کھل جائے تو اب اس میں دو صورتیں ہیں اگر پہلے اُس میں بارش کا پانی بھر گیا اُس کے بعد گھروں کا پانی پاک ناپاک ہر طرح کا خواہ صرف ناپاک ہی آکر ملا تو جب تک خاص نجاست کے سبب اُس کے رنگ یا بُو یا مزے میں تغیر نہ آئے پانی پاک رہے گا اور اُس سے وضو وغسل جائز اور اگر پہلے بستی کا پانی اس میں آکر مستقر ہوگیا تو اولاً یہ نظر کرنا ہے کہ وہ پانی ناپاک بھی تھا یا نہیں اگر ناپاک نہ تھا جب تو ظاہر ہے مثلاً پانی برسا اور مکانوں کے ہر گونہ پانیوں کو اپنے ساتھ بہا کر اس خندق میں لایا اور اُس کے رنگ، مزے، بُو کسی میں نجاست کے باعث تغیر نہ آیا تو وہ ناپاک بھی اس کے ساتھ بہہ کر پاک ہوگئے لان الماء الجاری یطھر بعضہ بعضا (کیونکہ جاری پانی بعض ناپاک پانی کو پاک کردیتا ہے۔ت) یا پہلے سے ناپاک پانی خندق میں تھا ـــــ اور اب کوئی پاک پانی ایسا بہتا آیا کہ بہاؤ ٹھہرنے سے پہلے وہ دہ در دہ ہوگیا یہ بھی صورت طہارت کی ہے کہ جب تک بہ رہا تھا قابلِ نجاست نہ تھا اور ٹھہرا تو اُس وقت کہ دہ در دہ ہو کر حکم جاری میں ہوچکا تھا لہذا کوئی وقت اُس نے وصف نجاست قبول کرنے کا نہ پایا اور اگر پانی ناپاک تھا خواہ یُوں کہ نجاست نے

Marfat.com

كذا فی التبیین[1] اھ وفی جامع الرموز للفاضل
القہستانی اختلف فی الذراع ففی المحیط الاصح
ذراع کل مکان وزمان وفی فتاوی قاضی خان
الصحیح ذراع المساحۃ وھی سبع قبضات
واصبع قائمۃ فی کل مرۃ کما فی الولوالجی
او المرۃ السابعۃ کما فی الکرمانی او اصبع موضوعۃ
فی کل مرۃ کما فی سیر المضمرات وفی
النھایۃ الصحیح ذراع الکرباس وھی سبع قبضات
کل قبضۃ اربع اصابع وھو المختار کما فی
الکبری[2] وفی الدر المختار للفاضل علاء
الدین الحصکفی فی القہستانی والمختار ذراع الکرباس
وھو سبع قبضات فقط[3] وفی حاشیتہ للعلامۃ
السید احمد الطحطاوی واما ذراع المساحۃ
فسبع قبضات فوق کل قبضۃ اصبع قائمۃ[4] وفی
رد المحتار للفاضل السید محمد امین
الشامی قولہ والمختار ذراع الکرباس وفی الھدایۃ
ان علیہ الفتوی واختارہ فی الدرر والظھیریۃ
والخلاصۃ والخزانۃ وفی المحیط والکافی انہ
یعتبر فی کل زمان ومکان ذراعھم قال فی النھر
وھو الانسب قلت لکن ردہ فی شرح المنیۃ

فتاوی قاضی خان میں ہے صحیح ذراع مساحۃ جو سات مشت
کہ ہر مشت پر ایک انگل کھڑی ہو جیسا کہ ولوالجی میں ہے
یا ساتویں مشت پر کھڑی انگل ہو جیسا کہ کرمانی میں ہے یا ایک لیٹی ہوئی انگل
ہر مرتبہ جیسا کہ سیر المضمرات میں ہے اور نہایہ میں ہے صحیح ذراع کرباس ہے
اور وہ سات مشت ہے، ہر مشت چار انگل ہے اور
یہی مختار ہے جیسا کہ کبری میں ہے اور فاضل علاء الدین
حصکفی نے درمختار میں بیان فرمایا اور قہستانی میں ہے
کہ پسندیدہ ذراع کرباس ہے اور وہ صرف سات مشت
ہے، اور اس کے حاشیہ میں علامہ سید احمد طحطاوی نے
فرمایا ذراع مساحۃ سات مشت ہے ہر مشت پر ایک
کھڑی انگشت، اور سید محمد امین شامی نے ردالمحتار میں
فرمایا ان کا قول والمختار ذراع الکرباس، اور ہدایہ
میں اسی پر فتوی ہے اور درر، ظہیریہ، خلاصہ، خزانہ میں اسی کو اختیار کیا ہے
محیط اور کافی میں فرمایا کہ ہر زمان و مکان میں لوگوں کے
گز کا اعتبار ہوگا، نہر میں ہے کہ یہی انسب ہے۔
میں کہتا ہوں اس کو شرح منیہ میں رد کیا ہے کہ مقصود
اس تقدیر سے غلبۂ ظن ہے اس امر کا کہ نجاست دوسری
طرف نہیں گئی ہے، اور یہ چیز ایسی ہے کہ اس میں زمان و
مکان کے اختلاف سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے، ان کا
قول کہ وہ سات مشت ہے یہ ولوالجیہ میں ہے، اور

---

[1] ہندیۃ — فصل فی الماء الراکد — نورانی پشاور — ۱/۱۸
[2] جامع الرموز — بیان المیاہ — گنبد ایران — ۱/۴۸
[3] درمختار — باب المیاہ — مجتبائی دہلی — ۱/۳۶
[4] طحطاوی علی الدر — " — بیروت — ۱/۱۰۸

Marfat.com

گز سے ۱/۲ ۱۱ گرہ ہوا علامہ کرمانی نے سات مشت چھ مشت معمولی اور ساتویں میں انگوٹھا پھیلا ہوا کہ یہ بھی تخمیناً گیارہ گرہ کے قریب ہوا مگر یہ دونوں قول شاذ ہیں قول جمہور کہ عامہ کتب میں مصرح سات مشت ہے ہر مشت نر انگشت کشادہ یعنی ساڑھے تین فٹ کہ اس گز سے کچھ اوپر ساڑھے اٹھارہ گرہ ہوا یعنی ۱/۲ ۱۸ گرہ۔

قول سوم ہر شہر و دیار و ہر عہد و زمانہ میں گز رائج کا اعتبار ہے محیط میں اسی کو اصح اور نہر میں انسب کہا اور کافی میں بھی یہی اختیار کیا مگر علماء نے متاخرین اس قول کو رد کرتے اور من حیث الدلیل نہایت ضعیف بتاتے ہیں اور لفظ فقہی میں معلوم بھی ایسا ہی ہوتا ہے،

وهذه نصوص العلماء فی الهدایة للامام برهان الدین المرغینانی قدس سره الربانی بعضهم قدروا بالمساحة عشرا فی عشر بذراع الکرباس توسعة للامر علی الناس وعلیه الفتوی[1] وفی فتح القدیر للامام المحقق علی الاطلاق قوله بذراع الکرباس هو ست قبضات لیس فوق کل قبضة اصبع قائمة[2] وهل المعتبر ذراع المساحة او ذراع الکرباس او فی کل زمان ومکان حسب عاداتهم اقوال فی الخانیة للامام فخر الدین رحمه الله تعالی یعتبر فیه ذراع المساحة لا ذراع الکرباس هو الصحیح لان ذراع المساحة بالممسوحات الیق[3] وفی شرح المنیة للعلامة ابن امیر الحاج هل المعتبر ذراع الکرباس او ذراع المساحة ذهب بعضهم الی الاول فی الهدایة وعلیه

اور یہ علماء کے نصوص ہیں، برہان الدین مرغینانی کے ہدایہ میں مذکور ہے بعض نے تر پیمائش دہ در دہ کرباس کے ذراع سے کی ہے تاکہ لوگوں کے لیے فراخی ہو، اور اسی پر فتویٰ ہے، فتح القدیر میں ہے 'بذراع الکرباس' یہ چھ مشت کا ہوتا ہے، ہر مشت پر انگلی زائد نہ کی جائے' اب رہا یہ سوال کہ معتبر ذراع مساحۃ ہے یا ذراع کرباس ہے یا ہر زمانہ و مقام میں ان کی عادت کے مطابق ہے اس میں مختلف اقوال ہیں امام فخر الدین نے خانیہ میں ذراع مساحت کا اعتبار کیا کرباس کا نہیں یہی صحیح ہے اس لیے کہ مساحۃ کا ذراع ممسوحات کے زیادہ لائق ہے ۔ علامہ ابن امیر الحاج کی شرح منیہ میں ہے کہ آیا ذراع کرباس کا اعتبار ہے یا ذراع مساحۃ کا؟ کچھ لوگ پہلے قول کی طرف گئے ہیں جیسا کہ ہدایہ میں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور شرح زاہدی میں ہے یہی مختار ہے، اور بعض نے دوسرے قول کو لیا ہے قاضیخان نے کہا کہ یہی صحیح ہے کیونکہ مساحۃ کا گز

---

[1] ہدایہ فصل فی البئر مطبع عربیہ کراچی ۱/۲۰
[2] فتح القدیر " نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۰
[3] فتاوی خانیۃ المعروف قاضی خان فصل فی الماء الراکد نولکشور لکھنؤ ۱/۴

Marfat.com

صریح نصہ اختیار ذراع الکرباس دون المساحۃ وثانیا (ف۱) لیس فیہ ذکر الافتاء علی شیئ من تقادیر الذراع انما فیہ ان المفتی بہ ماعلیہ المتأخرون من تقدیر الکثیر بعشر فی عشر وقد (ف۲) قال السید نفسہ فی حواشی الدر قولہ علی المفتی بہ ای الذی افتی بہ المتأخرون وقد علمت اصل المذہب[۱] اھ وثالثا (ف۳) من ابین سہو قولہ رحمہ اللہ تعالی انہ اکبر من ذراعنا وکیف تکون (ف۴) سبع قبضات اکبر من ثمان واذا کان عشرا فی عشر بذالک ثمانیا فی ثمان بھذا فکل احد یعرف (ف۵) ان ھذا اکبر لاذاک ولا وجود لہ فی الدر ولا فی اصلہ القہستانی فلو قال رحمہ اللہ تعالی نقل الدر ان المختار ذراع الکرباس وانہ اصغر الخ لاصاب ثم حساب الدر تبعا لاصلہ ان عشرا فی عشر کثمان فی ثمان بینہ السید ط بان العشرۃ فی سبعۃ بسبعین والثمانیۃ فی مثلہا باربعۃ وستین قبضۃ والثمانیۃ فی ثلثۃ[علہ] اصابع باربع وعشرین اصبعا وھی ست قبضات فتمت سبعین قبضۃ اھ[۲]

کی ہے کہ ذراع کرباس لیا جائے گا نہ کہ ذراع مساحت۔
ثانیاً اس میں ذراع کی مقدار کی بابت کسی مفتی بہ قول کا ذکر نہیں ہے اس میں صرف اتنا ہے کہ مفتی بہ قول متأخرین کا قول ہے، اور وہ یہ ہے کہ کثیر دہ در دہ کو کہتے ہیں، اور سید نے خود حواشی در میں فرمایا ان کا قول علی المفتی بہ، یعنی متأخرین کے مفتی بہ قول کے مطابق، اور اصل مذہب تو آپ کو معلوم ہو ہی چکا ہے۔
ثالثاً سب سے بڑا سہو اس میں یہ ہوا ہے کہ کہ انہوں نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ ہمارے زمانہ کے گز سے بڑا گز ہے، اور سات مشت آٹھ مشت سے کیسے بڑا ہو سکتا ہے اور جب دہ در دہ برابر ہے اس آٹھ در آٹھ کے، تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ بڑا ہے نہ کہ وہ، اور در میں یہ نہیں پایا جاتا ہے، اور نہ اس کی اصل قہستانی میں، اگر وہ یہ فرما دیتے کہ در نے یہ نقل کیا ہے کہ مختار کرباس کا گز ہے اور وہ چھوٹا ہوتا ہے الخ تو درست بات ہوتی، پھر در کا حساب اس کی اصل کی متابعت میں یہ ہے کہ دہ دہ در دہ ایسا ہے جیسا کہ آٹھ در آٹھ، اس کو سید ط نے یوں بیان کیا کہ دس ضرب سات ستر ہوتے ہیں اور آٹھ ضرب آٹھ چونسٹھ ہوتے ہیں (یعنی اتنی مشت) اور آٹھ انگلیوں کو تین سے ضرب دیا جائے تو چوبیس انگلیاں ہوتی ہیں اور یہ چھ مشت ہوتی ہیں اس طرح ستر مشت

علہ کذا فی ط والاصوب ثلث بالتذکیر اھ منہ (م) طحطاوی میں اسی طرح ہے اور ثلث بتذکیر ذکر کرنا زیادہ مناسب ہے (ت)

[۱] طحطاوی علی الدر المختار باب المیاہ بیروت ۱/۱۰۸

[۲] طحطاوی علی الدر المختار باب المیاہ بیروت ۱/۱۰۸

Marfat.com

فیه البق وفی المحیط والاصح ان یعتبر فی کل
زمان ومکان ذراعهم وتبعه صاحب الکافی
کصاحب النهر الفائق وغیره وهذا عجیب و
بعید جدا الی اٰخر ما قال[1] وفی البحر الرائق
للعلامة زین بن نجیم المصری اختلف
المشایخ فی الذراع علی ثلثة اقوال ففی التجنیس
المختار ذراع الکرباس واختلف فیه ففی
کثیر من الکتب انه ست قبضات لیس فوق کل
قبضة اصبع قائمة فهی اربع وعشرون
اصبعا بعدد حروف لا اله الا الله محمد
رسول الله والمراد بالاصبع القائمة ارتفاع
الابهام کما فی غایة البیان وفی فتاوی الولوالجی
ان ذراع الکرباس سبع قبضات لیس فوق
کل قبضة اصبع قائمة وفی فتاوٰی قاضی خان
وغیره الاصح ذراع المساحة وهو سبع
قبضات فوق کل قبضة اصبع قائمة وفی
المحیط والکافی الاصح انه یعتبر فی کل زمان
ومکان ذراعهم من غیر تعرض
للمساحة والکرباس[2] وفی الفتاوی الهندیة
المعتبر ذراع الکرباس کذا فی الظهیریة
وعلیه الفتوی کذا فی الهدایة وهی ذراع
العامة ست قبضات اربع وعشرون اصبعا

صاحبِ کافی اور صاحبِ نہر الفائق وغیرہ نے اس کی
متابعت کی اور یہ بہت عجیب ہے اور نہایت بعید ہے، اور
علامہ زین بن نجیم المصری کی بحر الرائق میں ہے کہ مشائخ کے
ذراع کی بابت تین اقوال ہیں، تجنیس میں ہے کہ ذراع
کرباس مختار ہے، اور اس میں اختلاف ہے،
کئی کتب میں ہے کہ یہ ایسی چھ مشت کے برابر ہے
جن میں ہر مشت پر ایک کھڑی انگلی زاید نہ ہو تو گویا
یہ چوبیس انگشت کے برابر ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
کے حروف کی تعداد کے مطابق اور کھڑی انگلی سے مراد انگوٹھے
کی بلندی ہے جیسا کہ غایۃ البیان میں ہے اور فتاوٰی ولوالجی
میں ہے کہ ذراعِ کرباس سات مشت بلا کھڑی انگلی
کے اضافہ کے، اور فتاوٰی قاضی خان وغیرہ میں ہے
اصح یہ ہے کہ مساحۃ کا گز سات مشت مع ایک کھڑی
انگلی کے، اور محیط اور کافی میں ہے کہ اصح یہ ہے کہ
ہر زمان ومکان میں ان کا اپنا گز معتبر ہوگا، اس میں
مساحۃ اور کرباس کا کچھ ذکر نہیں، اور فتاوٰی ہندیہ میں
ہے معتبر ذراع کرباس ہے، یہی ظہیریہ میں ہے
اسی پر فتوٰی ہے، ہدایہ میں یہی ہے اور یہ عام گز
ہے جو چھ مشت یعنی چوبیس انگشت کا ہوتا ہے یہی
تبیین میں ہے فاضل قہستانی کی جامع الرموز
میں ہے کہ ذراع میں اختلاف ہے، تو محیط میں ہے
اصح یہ ہے کہ ہر زمان ومکان کا اپنا اپنا گز معتبر ہوگا،

---

[1] غنیۃ المستملی — فصل فی احکام الحیاض — سہیل اکیڈمی لاہور — ۱/۹۸
[2] بحر الرائق — کتاب الطہارت — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۷۶

Marfat.com

تبلغ ذلك المقدار واما على ما قاله الشارح فلا
تبلغ ذلك لانك اذا ضربت ثمانيا فی ثمان تبلغ
اربعا و ستين فاذا ضربتها فی خمس و ثلاثين
تبلغ الفين ومائتين واربعين اصبعا و ذلك
ثمانون ذراعا بذراع الكرباس والمطلوب
مائة فالصواب ما قلناه فافهم اھ[1] اشار بقوله
فافهم الی الرد علی ط کدابه المذکور فی
صدر کتابه ۔

جس کی مقدار سات مشت بتائی گئی ہے، کیونکہ اس
صورت میں ذراع اٹھائیس انگشت ہوگا، اور دس
ضرب دس سو ہے، تو جب اٹھائیس کو سو میں ضرب
دیں تو وہی حاصل ہوگا، اور بقول شارح یہ حاصل
نہیں ہوگا، کیونکہ جب آٹھ کو آٹھ میں ضرب دیں تو
چونسٹھ حاصل ہوگا، اور جب ان کو پینتیس میں ضرب
دی جائے تو دو ہزار دو سو چالیس انگشت ہوئی، اور
ذراع کرباس سے یہ اسّی ذراع ہوتے ہیں، جبکہ
مطلوب سَو ہیں، تو صحیح وہی ہے جو ہم نے کہا فافہم اھ فافہم سے ط پر رد کی طرف اشارہ ہے یہ ان کا معروف
طریقہ ہے جو انھوں نے اپنی کتاب کے شروع میں اختیار کیا۔ (ت)

اقول وهو كله زلة نظر منه رحمه
الله تعالٰی اصاب فی حرفين الاول ان ذراع
زمانهم خمس وثلثون اصبعا والاخر ان
ذراع الكرباس المقدر بسبع قبضات ثمان
وعشرون وما سوی ذلك كله سهو صريح
فاولا ما كان عشرا فی ثمان بذراعهم
لايكون الفين وثمانمائة بل ثمانية وتسعين
الف اصبع بتقديم التاء لان ٣٥ فی ١٠
ثلثمائة وخمسون وفی ٨ مائتان وثمانون و
٢٨٠ × ٣٥٠ = ٩٨٠٠٠ **وثانيا** ما كان
عشرا فی عشر بذراع الكرباس المذكور
لايكون ايضا ٢٨٠٠ بل ثمانية وسبعين
الف اصبع بتقديم السين واربعمائة لان

میں کہتا ہوں یہ اُن سے لغزش ہوئی ہے
دو حرف توصحیح ہیں، پہلا تو یہ کہ ان کے زمانہ
کا ذراع پینتیس انگشت تھا، اور دوسرا یہ کہ کرباس
کے گز کی مقدار سات مشت کے حساب سے اٹھائیس
ہے، اس کے علاوہ جو کچھ کہا وہ صریح سہو ہے۔
اولاً دس کو آٹھ میں ضرب دینے سے دو ہزار
آٹھ سو نہیں آتے بلکہ اٹھانوے ہزار انگشت بتقدیم
التاء، اس لیے کہ ٣٥ ضرب ١٠ = ٣٥٠ اور ٣٥ ضرب
آٹھ ٢٨٠ ہوئے، اور ٣٥٠ × ٢٨٠ = ٩٨٠٠٠
ہوئے۔
ثانیاً ذراع کرباس مذکور کے اعتبار سے دس
ضرب دس ٢٨٠٠ نہیں بنتا اٹھتر ہزار چار سو بنتا ہے
یہ بتقدیم سین ہے ----- اس لیے کہ ٢٨ × ١٠

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ١/١٤٤

Marfat.com

بان المقصود من هذا التقدير غلبة الظن بعدم خلوص النجاسة وذلك لايختلف باختلاف الازمنة والامكنة قوله وهو سبع قبضات هذا اما فى الولوالجية وفى البحران فى كثير من الكتب انه ست قبضات الخ[1] اه والمراد بالقبضة اربع اصابع مضمومة نوح اقول وهو قريب من ذراع اليد لانه ست قبضات وشيئ وذلك شبران[2] انتهى طحطاوفى مراقى الفلاح للفاضل الشرنبلالى[3] عشر فى عشر بذراع العامة انتهى مختصرا وفى حاشيته للفاضل الطحطاوى نقل صاحب الدر ان المفتى به ذراع المساحة وانه اكبر من ذراعنا اليوم فالعشر فى العشر بذراعنا اليوم ثمان فى ثمان[4] اه

اقول فيه سهو بوجوه وذلك ان عبارة الدر بتمامها هكذا فى القهستانى والمختار ذراع الكرباس وهو سبع قبضات فقط فيكون ثمانيا فى ثمان بذراع زماننا ثمان قبضات وثلاث اصابع على القول المفتى به بالعشر[5] اه **فاولا**

بحر میں ہے کہ بہت کتب میں چھ مشت ہے الخ اھ اور مشت سے مراد چار بندھی ہوئی انگلیاں ہیں، نوح۔ میں کہتا ہوں یہ ہاتھ کے گز سے قریب ہے کیونکہ وُہ چھ مشت اور تھوڑا زاید ہوتا ہے اور وہ دو بالشت ہوتا ہے انتہی طحطاوی، اور شرنبلالی کی مراقی الفلاح میں ہے کہ عام لوگوں کے گز سے دَہ دردَہ ہو، انتہی مختصرا۔ اور فاضل طحطاوی کے حاشیہ میں ہے نیز صاحبِ در نے نقل کیا کہ مفتی بہ پیمائش والا گز ہے اور وہ ہمارے موجودہ گز سے بڑا ہے گویا آج کے اعتبار سے دَہ دردَہ آٹھ در آٹھ ہوا اھ۔ (ت)

میں کہتا ہوں اس میں کئی وجوہ سے سہو ہے کیونکہ دُر کی پُوری عبارت اس طرح ہے ایسا ہی قہستانی میں ہے اور مختار کرباس کا گز ہے اور وہ صرف سات مشت ہوتا ہے تو ہمارے زمانہ کے گز کے اعتبار سے آٹھ ضرب آٹھ، آٹھ مشت اور تین انگل ہوگا دس کے مفتی بہ قول پر اھ اوّلاً اُنھوں نے صراحت

---

[1] ردالمحتار — باب المیاہ — مصطفی البابی مصر — ۱/۱۴۴

[2] ردالمحتار — " — " — "

[3] مراقی الفلاح — کتاب الطہارۃ — الامیریہ مصر — ص ۱۶

[4] حاشیۃ الطحطاوی مع مراقی الفلاح — "

[5] درمختار — باب المیاہ — مجتبائی دہلی — ۱/۳۶

Marfat.com

وهذا يضرب في ۱۰۰ يكن عشرا في عشر بالثاني وظاهر ان ۱۲۲۵ × ۶۴ و ۷۸۴ × ۱۰۰ كلاهما ۷۸۴۰۰ وهو المطلوب وان اردت عشرا في ثمان بالاول فضرب ۱۲۲۵ في ۸۰ يكن ۹۸۰۰۰ وان اردت مساحة ثمانين ذراعا بالثاني فاضرب ۷۸۴ في ۸۰ يكن ۶۲۷۲۰ فاتضح ماقلت مع كونه غنيا عن الايضاح وان شئت المزيد فلاحظه في ما هو ذراع في ذراع فان واحدا في واحد واحد فاضربه على طريقة السيد في اصابع الذراع تبق كما هي وهي بعينها اصابع طرف فطرف الشئ ساوى الشئ في المقدار وهو محال بالبداهة بل هذا المقدار حاصل لكل طرف فمجموع خطوط الاطراف الاربعة اربعة امثال السطح كله فطرف الشئ اضعاف الشئ واي محال ابعد منه۔

چونسٹھ میں ضرب دی جائے گی تو یہ ۷۸۴۰۰ بنے گ
پہلے قول پر اب اس کو ضرب دی جائے گی ۱۰۰ ای
تو یہ ۱۰×۱۰ ہوگا دوسرے قول پر، اور ظاہر ہے
کہ ۱۲۲۵×۶۴ اور ۷۸۴×۱۰۰ دونوں ہی
۷۸۴۰۰ ہیں اور یہی مطلوب ہے۔ اور اگر آپ
پہلے قول پر دس کو آٹھ میں ضرب دیں تو ۱۲۲۵ ک
۸۰ میں ضرب دیں تو ۹۸۰۰۰ ہوگا، اور اگر اَسّی گ
کی پیمائش دوسرے قول کے مطابق ہو تو ۷۸۴ کو
میں ضرب دیں تو حاصل ۶۲۷۲۰ آئے گا، تو جو ہم نے
کہا وہ واضح ہوگیا اور اگر مزید وضاحت درکار ہو ت
ایک ذراع ضرب ذراع کو دیکھیں کیونکہ ایک ضرب ایک
ایک ہی ہوتا ہے۔ اب سیّد کے طریقہ کے مطابق
کر ہاتھ کی انگلیوں میں ضرب دیجئے تو وہ جتنی ہیں اتنی
ہی رہیں گی، اور یہی بعینہٖ ایک طرف کی انگلیاں ہیں
تو گویا ایک چیز کی طرف اس چیز کے مساوی ہو گئی
مقدار میں اور یہ بداہۃً محال ہے بلکہ یہاں پر وہ
مقدار تو کل کا حاصل ہے ایک طرف ہے تو چاروں اطراف کے خطوط کا مجموعہ پوری سطح کا چارگنا ہوجائے گا تو لازم آئے
کہ شئی کا طرف اس سے کئی گنا بڑھ جائے اور اس سے زیادہ بعید محال اور کون سا ہوگا۔ (ت)

بالجملہ یہاں تین قول ہیں اور ہر طرف ترجیح وتصحیح ہے اقول مگر قول ثالث درایۃً ضعیف اور اس کا لفظ
ترجیح بھی اُس قوت کا نہیں اور قول دوم اگرچہ اقیس ہے اور اُس کی تصحیح امام قاضی خاں نے فرمائی جن ک
نسبت علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ان کی تصحیح سے عدول نہ کیا جائے کہ وہ فقیہ النفس ہیں کما ذکرہ العلامۃ شا
فی رد المحتار وغیرہ فی غیرہ مگر قول اول کی طرف جمہور ائمہ ہیں اور عمل اسی پر ہوتا ہے جس طرف جمہور ہو
کما فی رد المحتار والعقود الدریۃ وغیرھما اور اس کا لفظ تصحیح سب سے اقوی کہ علیہ الفتوی
بخلاف قول دوم کہ اس میں لفظ صحیح ہے اور سید طحطاوی کی اس پر حکایت فتوی معلوم ہولیا کہ سہو صریح
پس جو زیادہ احتیاط چاہے مساحت آب کثیر میں گز مساحت کا اعتبار کرے کہ ساڑھے تین فٹ اور ہمارے

Marfat.com

پوری ہوئیں۔ (ت)

اقول وھو حساب حق صحیح لاغبار علیہ اخذ فیہ عشرا فی عشر بذراع ھو سبع قبضات وثمانیا فی ثمان بذراع ھو ثمان قبضات وثلث اصابع وبیّن مساواۃ ضلع لضلع فانہ علی کل سبعون قبضۃ کما بین او مائتان وثمانون اصبعا لان الاول ثمان و عشرون اصبعا والثانی خمس وثلثون و اذا ضربت الاول فی عشرۃ والثانی فی ثمانیۃ اتحد الحاصل وھو ۲۸۰ ومساواۃ الضلع للضلع یوجب بالضرورۃ مساواۃ المربع للمربع لکن السید ش رحمہ اللہ تعالٰی رد علی الدر بقولہ کانہ نقل ذلک عن القھستانی ولم یمتحنہ وصوابہ فیکون عشرا فی ثمان وبیان ذلک ان القبضۃ اربع اصابع واذا کان ذراع زمانھم ثمان قبضات وثلاث اصابع یکون خمسا وثلاثین اصبعاً[1] واذا ضربت العشر فی ثمان بذلک الذراع تبلغ ثمانین فاضربھا فی خمس وثلاثین تبلغ الفین وثمان مائۃ اصبع وھی مقدار عشر فی عشر بذراع الکرباس المقدر بسبع قبضات لان الذراع حینئذ ثمانیۃ وعشرون اصبعا والعشر فی عشر بمائۃ فاذا ضربت ثمانیۃ وعشرین فی مائۃ

میں کہتا ہوں، بلا شبہہ یہ حساب صحیح ہے اس میں دہ در دہ کو اختیار کیا گیا ہے۔ ایک ذراع کے لحاظ سے جو سات مشت ہو، اور آٹھ در آٹھ کو ایسے ذراع کے ساتھ جو آٹھ مشت تین انگل ہو، اور ایک ضلع کا دوسرے ضلع کے مساوی ہونا بیان کیا کیونکہ یہ ہر قول پر ستر مشت ہوگا جیسا کہ بیان کیا، یا دو سو اسی (۲۸۰) انگشت کیونکہ پہلا اٹھائیس انگشت ہے اور دوسرا پینتیس انگشت اور جب پہلے کو دس میں اور دوسرے کو آٹھ میں ضرب دیا جائے تو دونوں کا حاصل ایک ہی ہوگا یعنی دو سو اسی۔ اور ایک ضلع کی مساواۃ دوسرے ضلع سے ایک مربع کی مساواۃ دوسرے مربع سے بالبداہۃ ثابت کرتی ہے لیکن سید ش نے در پر اپنے اس قول سے رد کیا، غالباً انھوں نے یہ قہستانی سے نقل کیا ہے اور اس کو بغور دیکھا نہیں، صحیح یہ ہے کہ یہ ہو جائیگا دس ضرب آٹھ، اور اس کی تشریح یہ ہے، کہ ایک مشت چار انگشت ہوتی ہے، اور ان کے زمانہ کا ذراع آٹھ مشت تین انگشت تھا، اس طرح پینتیس انگشت ہوئیں اور جب دس کو آٹھ میں اس ذراع کے حساب سے ضرب دی جائے تو حاصل اسّی ہوتا ہے، پھر اس کو پینتیس سے ضرب دی جائے تو حاصل دو ہزار آٹھ سو انگشت ہوگا، اور یہی مقدار دہ در دہ کی ہے کرباس کے گز سے

---

[1] کذا فی ش والاصوب ثمان بالتذکیر اھ منہ (م)

شامی میں اسی طرح ہے اور بہتر تذکیر کے ساتھ ثمان ہے۔ (ت)

Marfat.com

قطع خشب او جمد یتحرک بتحریک الماء جاز فیہ الوضوء اھ افھم ان لو لم یتحرک لم یجوز[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔	لکڑی یا برف کے ٹکڑے ہوں اور وہ پانی کو حرکت دی سے متحرک ہوتے ہوں تو اُس سے وضو جائز ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر متحرک نہ ہو تو وضو جائز نہی واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۳۴ ازشہر مدرسہ اہلسنت مسئولہ مولوی محمد طاہر صاحب رضوی متعلم مدرسہ اہلسنت ۹ رجب ا
۱۳۳۰ھ۔

سوال اول: حوض دہ در دہ میں اگر کوئی شخص تھوک یا رینٹھ ڈالے یا پاؤں اُس کے اندر ڈال کر دھو
یا وضو اس طرح کرے کہ تمام غسالہ اس میں گرتا جائے تو آیا ان سب صورتوں میں وہ حوض پاک رہے گا
نہیں، برتقدیر ثانی اگر کوئی نجس سمجھے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب

ان سب صورتوں میں وہ حوض پاک ہے اور اسے نجس سمجھنا جہالت اور اگر کوئی شخص مسئلہ بتانے کے بع
بھی اصرار کرے تو سخت گنہگار ہو اگر حوض میں تھوکنے یا ناک صاف کرنے سے احتراز لازم ہے کہ یہ افعال باعث
نفرت ہیں اور بلاوجہ شرعی نفرت دلانا جائز نہیں قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بشروا ولا تنفروا[2] واللہ
تعالیٰ اعلم (حضور پاک نے فرمایا: اچھی خبر سناؤ نفرت نہ پھیلاؤ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۳۵
سوال ۲: ایک تالاب دہ در دہ میں تمام محلہ کے چوبچوں پاخانوں نالیوں وغیرہ کا نجس پانی آکر جمع ہوتا ہ
بلکہ بھنگی اُس میں میلے کی ڈھلیان بھی ایام برسات میں ڈالا کرتے ہیں اور بعض اوقات لوگ اس کے کنار
پاخانہ پیشاب بھی پھرتے ہیں کہ اُس میں بہہ کر جاتا ہے تو آیا ایسے تالاب میں کپڑے نجس دھونے سے پاک
ہوں گے یا نہیں اور اُس تالاب کو حکم پاکی کا دیا جائے گا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

اگر ان نجاستوں کے گرنے سے پہلے اُس میں دہ در دہ پانی تھا اُس کے بعد گریں اور اُن کے گرنے س
اُس کا رنگ یا مزہ یا بُو متغیر نہ ہوا اور کپڑا دھونے میں عین نجاست کپڑے پر نہ لگ آئی تو کپڑا پاک ہوگیا ورنہ نہیں
واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] جامع الرموز بیان المیاہ مطبع الاسلامیہ گنبد ایران ۱/۴۸
[2] صحیح بخاری اصح المطابع کراچی ۱/۱۶

Marfat.com

۲۸ في ۱۰ مائتان وثمانون ومربعها ۷۸۴۰۰ بنقص
تسعة عشر الف اصبع وستمائة فكيف
يستويان **وثالثا** ثمان في ثمان بذراعهم
لايكون الفين ومائتين واربعين بل مربع
مائتين وثمانين لان كل ذراع ۳۵ والطول
۸ ، ۳۵×۸ = ۲۸۰ وكذلك العرض فالسطح
۷۸۴۰۰ ، مثل عشر في عشر بذراع الكرباس
سواء بسواء كما قال الشارح والقهستاني و
ط **ورابعا** مساحة ثمانين ذراعا بذراع
الكرباس لاتكون ۲۲۴۰ بل اثنين وستين الفا
وسبع مائة وعشرين اصبعا لان مساحة
ذراع ما كان ذراعا في ذراع وذلك مربع ۲۸
سبع مائة واربع وثمانون اصبعا و ۷۸۴×
۸۰ = ۶۲۷۲۰ ومنشؤ الخطاء في كل ذلك
انه رحمه الله تعالى لم يفرق بين الخط و
السطح فحسب ان الطول يضرب في العرض
ومابلغ يضرب في اصابع الذراع وهي
خمس وثلثون او ثمان وعشرون
اصبعا فما حصل يكون مساحة الماء
وليس كذلك وانما هي مقدار الاصابع
في خط قدر ذراع اما السطح قدر ذراع
فاصابعه مربع ذلك وهي الف ومائتان
وخمس وعشرون اصبعا على الاول وسبع
مائة واربع وثمانون على الثاني فذلك
يضرب في ۶۴ يكن ثمانيا في ثمان بالاول

دوسو اسّی (۲۸۰) ہوئے اور ان کا مربع ۷۸۴۰۰ ہوا ،
انیس ہزار چھ سو (۱۹۶۰۰) انگشت گھٹا کر، تو یہ دونوں کیسے
برابر ہو سکتے ہیں؟
ثالثاً آٹھ ضرب آٹھ ان کے گز سے دو ہزار
دو سو چالیس (۲۲۴۰) نہیں بنتے، بلکہ مربع دو سو اسّی (۲۸۰) کا بنتا
ہے کیونکہ ہر ذراع ۳۵ انگشت ہے اور لمبائی ۸، اس لیے
۳۵×۸ = ۲۸۰ ہوا - اور یہی حال چوڑائی کا ہے
تو مسطح ۷۸۴۰۰ مثل دہ در دہ کرپاس کے گز سے بالکل
برابر برابر ہے جیسا کہ شارح، قہستانی اور "ط" نے
فرمایا۔
رابعاً کرپاس کے گز سے اسّی گز کی پیمائش
۲۲۴۰ نہیں بنتی ہے بلکہ باسٹھ ہزار سات سو بیس
انگشت ہے، اس لیے کہ ایک ذراع کی پیمائش وہ ہے
جو ذراع در ذراع ہو اور یہ ۲۸ کا مربع ۷۸۴ انگشت ہے
اور ۷۸۴×۸۰ = ۶۲۷۲۰ ہے اور اس تمام بحث میں
غلطی کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے خط اور سطح میں فرق
نہیں کیا ہے، اور اس طرح حساب کیا کہ لمبائی کو
چوڑائی میں ضرب دی اور جو حاصل آیا اس کو ذراع
کی انگلیوں میں ضرب دی اور وہ پینتیس (۳۵) یا اٹھائیس (۲۸)
انگلیاں بنتی ہیں اور جو حاصل ہوا وہ پانی کی پیمائش
قرار دی، حالانکہ بات یہ نہیں ہے، یہ تو ان کی
انگلیوں کی مقدار ہے جو خط میں ذراع کی مقدار ہو
اور وہ سطح جو ذراع کی مقدار ہو تو اس کی انگلیاں اسکا
مربع ہوگا اور وہ ایک ہزار دو سو پچیس انگلیاں ہیں
پہلے قول پر اور دوسرے قول پر ۷۸۴، میں اس کو

Marfat.com

پیشاب کی صورت معلوم ہوتا ہے ایسے پانی سے اکثر لوگ نہاتے اور دھوبی کپڑے دھوتے ہیں اکثر وضو کرتے ہیں تو اس پا
کے لیے کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب

ان سب باتوں کا جواب یہ ہے کہ جب پانی کی سطح بالا کی مساحت سو ہاتھ ہو مثلاً دس دس ہاتھ لمبا چوڑا
بیس ہاتھ لمبا پانچ ہاتھ چوڑا یا پچیس ہاتھ لمبا چار ہاتھ چوڑا وعلی ہذا القیاس اور گہرا اتنا کہ لپ سے پانی لے
زمین نہ کھل جائے وہ پانی نجاست کے پڑنے یا نجاست پر گزرنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک نجاست کے سبب
اُس کا رنگ یا مزہ یا بُو نہ بدل جائے اگر نجاست کے سوا اور کسی وجہ سے اُس کے رنگ یا بُو یا مزے یا سب میں
فرق ہو تو حرج نہیں اور اعتبار پانی کی مساحت کا ہے نہ تالاب کی۔ تالاب کتنا ہی بڑا ہو اگر گرمیوں میں خشک ہو کر
اُس میں سو ہاتھ سے کم پانی رہے گا اور اب اُس سے کوئی استنجا کرے یا کتا وغیرہ ناپاک منہ کا جانور پیے تو ناپاک
ہو جائے گا یوں ہی برسات کا بہتا ہوا پانی آیا اور اُس میں نجاست ملی تھی تو جب تک بہ رہا ہے اور نجاست سے
اُس کا رنگ بُو مزہ نہیں بدلا پاک ہے اب جو وہ کسی تالاب میں گر کر ٹھہرا اور ٹھہرنے کے بعد سو ہاتھ سے مساحت کم رہ
اور نجاست کا کوئی جز اُس میں موجود ہے تو اب سب ناپاک ہو گیا اور اگر سو ہاتھ سے زیادہ کی مساحت میں ٹھہرا
پاک ہے ناپاک نالے کا پانی ندی میں آ کر گرا اور اس سے ندی کے پانی کا رنگ یا مزہ یا بو بدل گئی ناپاک ہو گیا و
پاک رہا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۸ مسئولہ حافظ محمد قاسم صاحب از عدن کیمپ محلہ مسکین باڑہ ۷ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک حوض ہے جو بعض لوگوں کے چھ قبضہ
یعنی چوبیس[۲۴] انگلیوں سے دہ در دہ سے چھیالیس[۴۶] انگل زیادہ ہے اور یہ چوبیس[۲۴] انگلیاں سترہ[۱۷] انچ کے برابر ہیں اور جن
لوگوں کی چوبیس[۲۴] انگلیاں ساڑھے سترہ[۱۷½] انچ ہیں اُس سے دہ در دہ سے چوبیس[۲۴] انگلیاں زیادہ ہیں اور جن لوگوں کی
چوبیس[۲۴] انگلیاں اٹھارہ[۱۸] انچ کی برابر ہیں اُس سے دہ در دہ بارہ انگل کم ہے اور اس کے بیچ میں ایک ستون ہے

---

[۱] فائدہ: شرعی گز میں یہی انگل معتبر ہیں جن کے چوبیس اٹھارہ انچ کے برابر ہیں ایک ہاتھ مربع کی مساحت
مختلف پیمانوں سے اس جدول میں ہے:

ایک ہاتھ مربع میں ان پیمانوں کے حصے

نمبری گز	¼ گز	انچ	۳۲۴ انچ
فٹ	۲ فٹ	انگل	۵۷۶ انگل
گرہ	۶۴ گرہ		

(باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

گز سے سدس اوپر ساڑھے اٹھارہ گرہ کا ہے جس کا دس گز ہمارے گز سے ا گز $\frac{۲}{۴}$ ا گرہ ہوا تو اس کی پیمائش کا دَہ در دَہ ہمارے گز سے ایک سو چھتیس گز ایک گرہ اور $\frac{۱}{۴}$ گرہ ہوا ورنہ وہی چوبیس انگل کا گز خود معتمد و ماخوذ ہے جس کا دہ در دہ ہمارے گز سے پچیس ہی گز ہُوا اور اُس کے اعتبار میں اصلاً دغدغہ نہیں کہ وہی مفتی بہ ہے اور وہی قول اکثر اور اسی میں تیسیر و آسانی بیشتر اور مقدار دَہ در دَہ کا اعتبار بھی خود رفق و تیسیر کی بنا پر ہے کما لایخفی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳ از پیلی بھیت مدرسۃ الحدیث مرسلہ جناب مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی دام فضلہ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۶ھ۔

ایک حوض دہ در دہ ہے اس میں طاق ڈال کر بارہ تھم قایم کیے ہیں اب کُل تھموں کے عرض کو جو حساب کرتے ہیں تو چھ گز ہوتے ہیں اس سے حوض کبیر ہونے میں خلل ہے کہ نہیں بیّنوا تُوجروا

الجواب

علمائے کرام نے خفیف و باریک اشیا جیسے نرکل یا کھیتی کے پیڑوں کا حائل ہونا معاف رکھا ہے مگر ستون کہ چھ گز سطح گھیریں جن سے وُہ پانی کہ سوہاتھ تھا بہت گھٹ گیا ضرور دہ در دہ نہ رکھیں گے جیسے برف کہ پانی پر جا بجا جم کر قطعے قطعے ہو جائے اور کثیر ہو کہ پانی کے جنبش دینے سے جنبش نہ کرے وہ حوض آب قلیل ہو جائے گا، عالمگیریہ میں ہے:

لو توضأ فی اجمۃ القصب او من ارض فیہا زرع متصل بعضہا ببعض ان کان عشرا فی عشر یجوز واتصال القصب بالقصب لایمنع اتصال الماء بالماء کذا فی الخلاصۃ وان کان الجمد علی وجہ الماء قطعۃ قطعات کان کثیرا لایتحرک بتحریک الماء لایجوز الوضوء بہ کذا فی المحیط اھ[۱] وفی جامع الرموز عن المجتبی لو کان فیہ

اگر کسی نے نرکل کے جھنڈ میں یا گھنی کھیتی کی زمین میں وضو کیا تو اگر اس کا رقبہ دَہ در دَہ ہو تو جائز ہے تو نرکل کا نرکل سے متصل ہونا پانی کے پانی سے متصل ہونے میں مانع نہیں ہے۔ ایسا ہی خلاصہ میں ہے، اور اگر پانی پر جمی ہوئی برف ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی ہو تو اگر اتنی زاید ہو کہ پانی کو حرکت دینے سے متحرک نہ ہو تو وضو اس سے جائز نہیں، کذا فی المحیط اھ اور جامع الرموز میں مجتبیٰ سے ہے اگر اس پانی میں

---

[۱] عالمگیری الماء الجاری نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۸

[۲] ایضاً

Marfat.com

اورضلع ءج ۱۶۶ مسطح ۳۱۳۷۴ اورمثلث اب ج میں ضلع اب ۱۵۹ ہے اورضلع ب ج ۱۹۸ مسطح ۳۱۴۸۲ مجموع ۶۲۸۵۶ جس کا نصف ۳۱۴۲۸ یہ اسس حوض کی مساحت تقریبی ہوئی اور دہ دردہ کے لیے ۳۲۴۰۰ انچ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اولاً مقدار قطر اح معلوم کی یُوں کہ دح ۱۶۶ کا مربع ۲۷۵۵۶ ہے اور اع ۱۸۹ کا مربع ۳۵۷۲۱ مجموعہ ۶۳۲۷۷ ، لوگارثم ۴۸۰۱۲۴۵۹ ۴ نصف ۲۰۶۲۳۰ ۲۴۰۰ ۲ یہ لوگارثم قطر ہوا عدد ۲۵۱۰۵۴۹ انچ یہ قدر قطر ہوئی لاجرم مثلث میں زاویہ احادہ ہے اج پر ب سے عمود ب ھ اتارا ، پس بحکم شکل ۱۳ مقالہ دوم اقلیدس مربع ب ح چھوٹا ہے مجموع مربعین اب اح سے بقدر دو چند مسطح اح اھ اب ۱۵۹ کا مربع ۲۵۲۸۱ + مربع اح

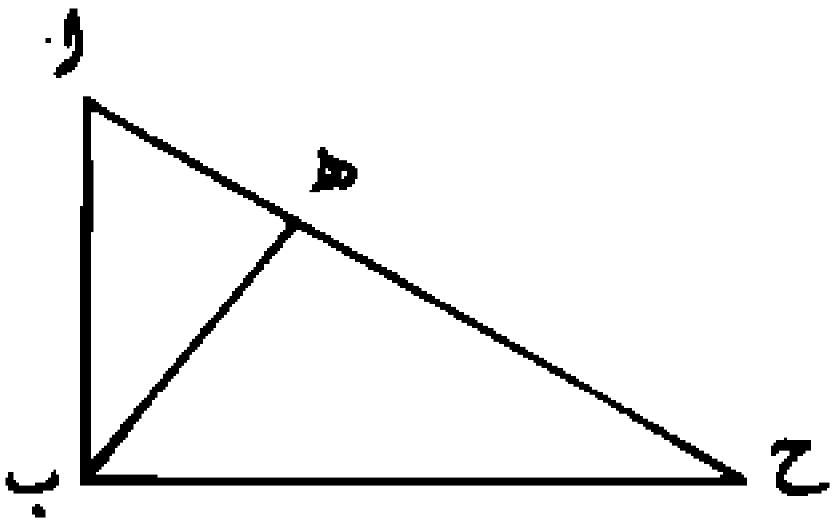

۶۳۲۷۷ = ۸۸۵۵۸ جس میں سے ب ح ۱۹۸ کا مربع ۳۹۲۰۴ کم کیا باقی ۴۹۳۵۴ نصف ۲۴۶۷۷ یہ اح اھ کا مسطح ہے اس کے لوگارثم ۴۳۹۲۲۹۲۴ ۴ سے لوقطر ۲۴۰۰۶۲۳۰ ۲ کم کیا باقی لو اھ ۱۶۹۹۱۶۶۹۴ عدد ۹۸۶۰۱۰۰ یہ مقدار اھ ہوئی اس کے مربع ۹۶۲۳۶۶۲۹۳ کو مربع وتر قائمہ اب ۲۵۲۸۱ سے تفریق کیا باقی ۱۵۶۵۷۶۳۷۰۴ یہ مربع عمود ہوا اس کا لوگارثم ۴۰۱۹۴۷۱۸۸ نصف ۲۰۹۷۳۵۹۴ لوعمود ہے اسے قاعدہ یعنی قطر اح کے لوگارثم مذکور میں جمع کیا ۴۷۹۸۲۴ ۴۶۴۹ ہوا اس سے ۰۶۱۸۱۰۳۰۰ کم کیا کہ مساحت مثلث نصف مسطح عمود و قاعدہ ہے باقی ۴۶۱۹۶۹۵۲۴ عدد ۱۵۷۳۸۶۱۰۵ انچ مساحت مثلث اب ح ہوئی اسے مساحت مثلث اول میں جمع کرنے سے مساحت حوض ۳۱۴۲۵ انچ ہوئی حساب تقریبی سے صرف تین انچ کم تو حوض دہ دردہ سے ۹۷۵ انچ کم ہے جس کے تیرہ سو انگل ہوئے نہ صرف بارہ جو سوال میں ہے۔

فائدہ : حوض کا زاویہ ح حادہ ہے اس لیے کہ مثلث ب ھ ح قائم الزاویہ میں ب ح : ع :: ب ھ : جیب ب ح ھ : لوعمود ۲۰۹۷۳۵۹۴ × لو ب ح ۲۲۹۶۶۷۵۱۱ = ۲۰۶۹۴۲ ۹۶۸۰۰ کہ لوجیب ۴۳۰۴۲۴۱۱۹۳ ہے اور مثلث ادح قائم الزاویہ میں اح : ع :: اد : جیب اح د یعنی لو اد ۲۷۶۴۶۱۸۰۱ لوقطر ۲۲۴۰۰۶۲۳۰ = ۹۲۸۷۵۸۳۸۸ کہ لوجیب ۴۹۰۲۴ ۲ ۴ ۴ ۸° ہے مجموع زاویتین ۸ ۴ ۸ ۵۴ ۵۰۷ مقدار زاویہ ح ہے اور اگر یہ بھی قائمہ ہوتا تو امر آسان تر تھا ب ح پر اسے عمود ءھ نکالا کہ بحکم موازات ج ء کے برابر ہوا اور ھ ح :: ءج تو مستطیل ھ ء ۱۸۹ × ۱۶۶ = ۳۱۳۷۴ اور مثلث ب ھ ا

(باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

مسئلہ ۳۶ از شہر محلہ بہاری پور مسئولہ نواب مولوی سلطان احمد خان صاحب ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ مریض کو دواءً ایسے پانی سے وضو یا استنجا کرنا جس میں کوئی دوسری شے جوش دی گئی ہو جس سے پانی کا نام پانی نہ رہے جائز ہے یا نہیں یعنی اس سے طہارت حاصل ہوگی بوجہ اس ضرورت کے یا ضرورت پر لحاظ نہ ہوگا بینوا توجروا۔

الجواب

استنجا[1] تو یقیناً جائز ہے کہ اُس میں مائے مطلق بلکہ پانی ہی شرط نہیں ہر طاہر قالع مزیل سے ہو جاتا ہے مگر وضو جائز نہ ہوگا (اُن چیزوں سے)

لکمال الامتزاج بالطبخ کالمرق ولنزوال اسم الماء کالنبیذ۔ جو پکانے سے ایک جان ہو جائیں جیسے شوربا یا اس کو پانی نہ کہا جائے جیسے نبیذ۔ (ت)

وضو میں لحاظِ ضرورت کی کیا حاجت اگر مائے مطلق سے وضو مضر ہو تیمم کرلے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۷ از موضع سرنیاں مسئولہ امیر علی صاحب قادری ۱۱ جمادی الاولی ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید دریافت کرتا ہے کہ میرے موضع میں چند تالاب ہیں اُن تالابوں کے پانی سے غسل اور وضو، پینا، کپڑے دھونا کیسا ہے کیونکہ اکثر مویشی ہنود ومسلمان ہر ایک نہاتے ہیں استنجا بڑا ہر ایک قوم وہاں پاک کرتی ہے اور کبھی چمار بھنگی بھی نہاتے ہیں اور اتفاقیہ سوّر پانی پی جائے یا نہائے کبھی یہ تالاب مقید رہتے ہیں اور کبھی اُن کے اندر ہو کر ندی سے نہر جاری ہو جاتی ہے اُس کی تشریح یوں ہے۔

نمبر تالاب	لمبائی	چوڑائی	گہرائی	نمبر تالاب	لمبائی	چوڑائی	گہرائی
۱	۱۰ گز	۱۰ گز	۱ گز	۳	۳۰ گز	۳۰ گز	۲ گز
۲	۲۰ گز	۲۰ گز	۲۰ گز	۴	۳۰۰۰ گز	۱۰۰۰ گز	۴ گز

کسی وقت میں اس سے زیادہ بھی پانی ہو جاتا ہے اور کبھی کچھ کم اور اگر ندی سے پانی آجائے اور راستہ میں نہر میں کچھ غلیظ ہو تو کیا حکم ہے اور بستی کے قریب چند اور تالاب ہیں اور ان کا پانی رنگ بدلے ہوئے رہتا ہے اکثر ہنود تک اُس پانی سے نفرت کرتے ہیں برسات میں بھی صاف طور پر نہیں ہوتا ہے لمبائی چوڑائی گہرائی بھی بہت مگر پانی صاف نہیں ہے دیگر شہر سے نالہ کا پانی ندی میں آکر گرتا ہے اور ندی کا پانی کچھ تھوڑا مخلوط ہوتا ہے دیکھنے میں اکثر

Marfat.com

اعضائے وضو میں جو کوئی بے دُھلا حصّہ سر کے سوا آبِ قلیل سے بے ضرورت مس کرے گا وُہ پانی قابلِ وضو نہ رہے گا اور اُس کا پینا مکروہ۔ اسی طرح بلّی اور چھوٹی ہوئی مرغی اور حشرات الارض دموی جیسے سانپ، گرگٹ، چھپکلی، چُوہے، گھونس، چھچھوندر اور شکاری پرندوں جیسے باز، جرے، شکرے، بہری بنزچیل، کوّے اور ان کے امثال جانوروں کا جھوٹا بھی مکروہ ہے جو نجاست سے پرہیز نہیں کرتے جبکہ نہ بالفعل نجاست معلوم ہو جیسے بلّی نے اُسی وقت چوہا کھایا اور ہنوز اتنی دیر نہ گزری کہ لعاب سے لب وزبان صاف ہوجائے کہ اس صورت میں اُس کا جھوٹا مکروہ نہیں بلکہ نجس ہے نہ طہارت معلوم ہو جیسے بند مرغی کہ نجاست کے پاس جانے نہیں پاتی یا شکاری پرند جسے پاک گوشت کھلایا جاتا ہے اور مدت سے اُس نے شکار نہ کیا کہ اس صورت میں اس کا جھوٹا بلاکراہت پاک ہے نیز اجنبی عورت کا پیا ہوا پانی پینا مرد کو اور اجنبی مرد کا عورت کو بھی مکروہ ہے جبکہ مظنّہ لذت نفسانی ہو نور الایضاح و مراقی الفلاح میں ہے:

الماء (طاهر مطهر مكروه) استعماله تنزيها على الاصح وهو ما شرب منه الهرة الاهلية اذ الوحشية سؤرها نجس (ونحوها) ای الاهلية الدجاجة المخلاة وسباع الطير والحية و الفارة لانها لا تتحامى عن النجاسة۔[1]

پانی (طاہر مطہر مکروہ ہے) اس کا استعمال مکروہ تنزیہی ہے، اصح یہی ہے، یہ وُہ پانی ہے جس سے بلّی نے پیا ہو یعنی پالتو بلّی نے، کیونکہ جنگلی بلّی کا پانی نجس ہے (اور اسی کی مثل)، یعنی پالتو بلّی کی طرح کُھلی پھرنے والی مرغی، شکاری پرندے، سانپ اور چوہا ہے کیونکہ وہ نجاست سے نہیں بچتے ہیں۔ (ت)

حاشیہ طحطاویہ میں ہے:

قوله نجس ای اتفاقا لما ورد السنور سبع فان المراد به البری[2] اھ

اس کا، قول نجس یعنی اس پر اتفاق ہے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ بلّی درندہ ہے، اس سے مراد جنگلی بلّی ہے اھ (ت)

اقول هذا عجب بل كان الكلام فی الاهلی كما فی الحديث وقد بيناه مع الكلام عليه فی سلب الثلب نعم نجاسته

میں کہتا ہوں یہ عجیب بات ہے گفتگو گھریلو بلّی میں تھی جیسا کہ حدیث میں ہے، ہم نے اس کو پوری بحث کے ساتھ "سلب الثلب" میں بیان کیا ہے،

---

[1] مراقی الفلاح کتاب الطہارت مطبع الامیر بولاق مصر ص ۱۳

[2] حاشیہ طحطاوی " " " "

Marfat.com

جس کا طول و عرض ایک ایک فٹ ہے کیا ایسے حوض میں سے وضو کرنا جائز ہے یا نہیں اور نجاست پڑنے سے اس کا پانی نجس ہوگا یا نہیں؟ تمام کتابوں کے حوالہ سے جواب دیا جائے اور علماء کے مُہر و دستخط بھی ہونا چاہئیں اس کے بارہ میں یہاں سخت فساد ہے اکثر لوگ اس سے وضو کرنا جائز نہیں سمجھتے جو لوگ اس سے انکار کرتے ہیں ان کا شرعاً کیا حکم ہے اس مسئلہ کا جواب باعتبار مذہب حنفی ہونا چاہیے، حوض کی شکل یہ ہے:

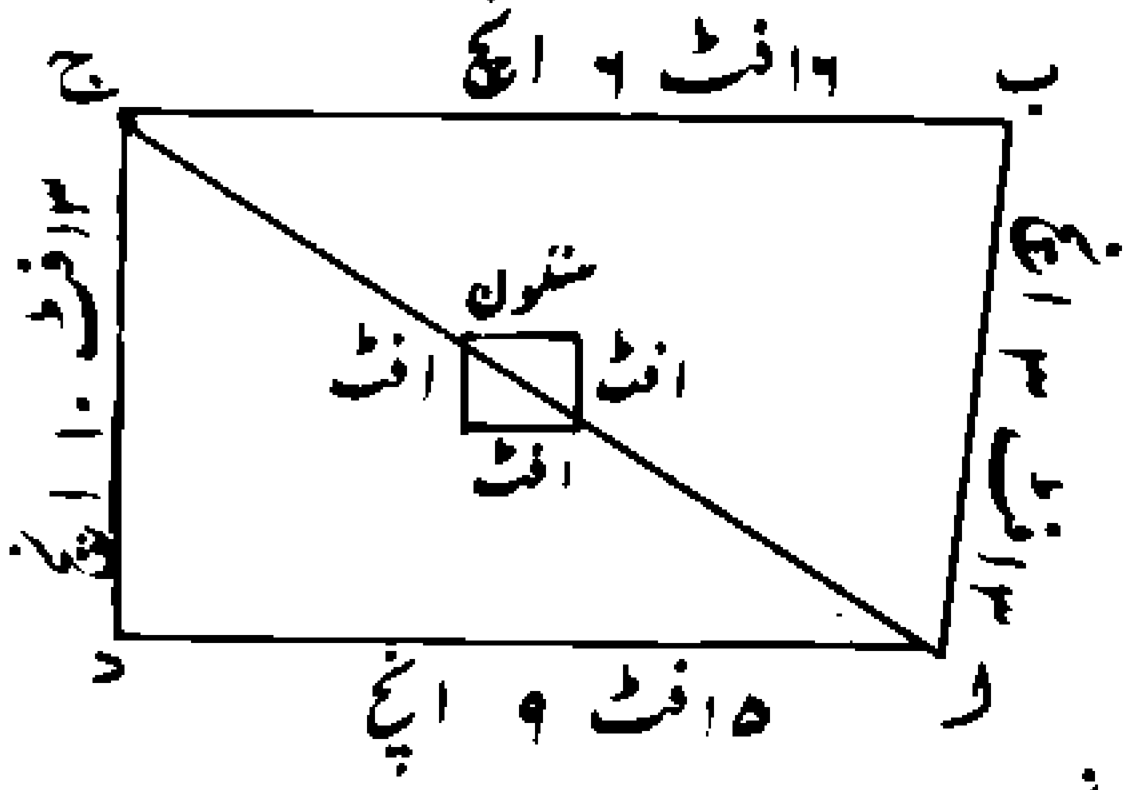

گہرائی حوض کی ۲ فٹ ۶ انچ۔

الجواب

ذوارلبعۃ الاضلاع ا ب ج د میں[1] قطر ا ج وصل کیا تو مثلث ا د ج میں حسب بیان سائل ضلع ا د ۱۸۹ انچ ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اب جتنے ہاتھ کا رقبہ لیا جائے اُن سب پیمانوں سے اس کی مقداریں یہیں سے ظاہر ہوں گی مثلاً دہ دردہ کے لیے ان مقادیر کو ۱۰۰ میں ضرب کرو تو گز ۲۵ ہوئے اور فٹ سوا دو سو علی ہذا القیاس۔ یہاں سے حساب مذکور سوال کی غلطی کا اندازہ ہو سکتا ہے وہ دہ دردہ تو اس صحیح پیمانے سے ۳۲۴۰۰ انچ ہوگا اور جو ہاتھ سترہ انچ ہے اس سے سو ہاتھ صرف اٹھائیس ہزار نو سو (۲۸۹۰۰) انچ ہوگا ساڑھے تین ہزار انچ کا فرق پڑے گا جس کے چار ہزار چھ سو چھیاسٹھ انگل اور دو تہائی ہوئے نہ کہ صرف اٹھاون۔ اور جو ہاتھ ۱۰.۱۷ انچ ہے اس سے سو ہاتھ تینتیس ہزار پانچ سو پچیس انچ ہوگا پونے انیس سو انچ کم جس کے ڈھائی ہزار انگل ہوئے نہ کہ فقط چھتیس وقس علیہ ۱۲ (م)

[1] جس میں زاویہ د قائمہ ہے ۱۲ (م)

[2] آسانی عمل و قلت تفاوت کے سبب یہ تقریب کی گئی اور تحقیق یہ ہے کہ مثلث ا د ج جبکہ قائم الزاویہ ہے اس کی مساحت وہی ۳۱۳۷۲ کی نصف ۱۵۶۸۶ انچ ہوئی رہا مثلث ا ب ج (باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

اُسی میں زیر قول شارح وسواکن بیوت فرمایا،

ای ممالہ دم سائل کالفارۃ والحیۃ والوزغۃ بخلاف مالادم لہ کالخنفس والصرصر والعقرب فانہ لایکرہ کمامر وتمامہ فی الامداد[1] اھ۔

یعنی وُہ جانور جن میں بہنے والا خون ہو جیسے چُوہا، سانپ، چھپکلی۔ بخلاف ان جانوروں کے جن میں خون نہ ہو جیسے خنفس (ہشت پا) صرصر (جھینگر، مجیرا)، بچھو، کیونکہ یہ مکروہ نہیں، جیسا کہ گزرا، اور مکمل بحث امداد میں ہے۔ (ت)

اقول فلایتجہ ماتم فی جامع الرموز[1] من کراھۃ سؤر العقرب بالاتفاق ولم یعزہ لاحد واللہ تعالٰی اعلم۔

میں کہتا ہُوں اس سے معلوم ہوا کہ جامع الرموز میں ہے کہ بچھو کا جھُوٹا مکروہ ہے بالاتفاق، اس کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی، اس کو اُنھوں نے کسی کی طرف منسوب نہیں کیا واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۴۱ ازجالندھر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی احمد جان صاحب مرسلہ محمد احمد خان صاحب ۲۰ شوال ۱۳۱۴ھ۔

نامحرم عورت جوان یا بُڑھیا اپنے مرشد کا جھُوٹا پانی یا شوربا پی لے تو درست ہے یا نہیں، مکروہِ تحریمی یا تنزیہی، باسند لکھیں۔

الجواب

تلذذ شہوانی کی نیت سے حرام اور خالص تبرک کی نیت سے جائز واللہ یعلم المفسد من المصلح (اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے مفسد کو مصلح سے۔ت) صحیح حدیث میں ہے جب حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے یہاں مقیم ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اُلش جب اُن کے گھر جاتا وُہ اور اُن کے گھر والے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی انگشتانِ مبارک کے نشان کی جگہ سے کھاتے۔ دُرمختار کتاب الحظر میں ہے:

یکرہ للمراۃ سؤر الرجل وسؤرھا لہ[2]

مرد کا جھُوٹا عورت کے لیے اور عورت کا مرد کے لیے مکروہ ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار فصل فی البئر مصطفی البابی مصر ۱/۱۶۳

[2] درمختار فصل فی البیع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۴

Marfat.com

دکھایں تو یہ ۹۷ء۲ انچ کم ہوا لہذا ماے قلیل ہے ایک قطرہ نجاست سے سب ناپاک ہوجائیگا، رہا اس میں وضو کرنا اگر ہاتھ یا پاؤں کوئی عضو بے دُھلا اس میں نہ ڈالا جائے تو وضو جائز ہے اگرچہ غسالہ اس میں گرے جب تک ماے مستعمل اس کے پانی پر غالب نہ ہوجائے ھو الصحیح مگر بے دُھلا کوئی عضو اگرچہ ایک پورا یا ناخن بلاضرورت اس سے مس کرے گا تو سارا پانی قابلِ وضو نہ رہے گا بناء علی الفرق بین الملاقی والملقی کما حققناہ فی رسالتنا النمیقۃ الانقی واللہ تعالٰی اعلم (ملاقی اور ملقی میں فرق کی تحقیق اپنے رسالہ النمیقۃ الانقی میں کی ہے واللہ تعالٰی اعلم ۔ ت)

مسئلہ ۳۹ مرسلہ شیخ ابراہیم صاحب مدرس مدرسہ فیض عام گودھرا پور ضلع پنچ محل ملک احمد آباد گجرات ۴ جمادی الاولٰی ۱۳۳۲ھ

نجس پانی دو تین گز بہنے سے یا ہوا لگنے سے پاک ہوجاتا ہے یہ کہیں مصرح ہے بینوا توجروا۔

الجواب

نجس پانی نہ ہوا لگنے سے پاک ہوسکتا ہے نہ خود بہنے سے، ہاں پاک پانی اگر بہتا ہوا آئے اور اسے بہالیجائے تو پاک ہوجائیگا فان الماء الجاری یطھر بعضہ بعضا واللہ تعالٰی اعلم (کیونکہ جاری پانی کا ایک حصہ دوسرے پانی کو پاک کردیتا ہے۔ ت)

مسئلہ ۴۰ از موضع موہن پور تھانہ و ڈاک خانہ دیوربنا مسئولہ محمد شاہ بروز شنبہ بتاریخ ۱۱ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ پانی مکروہ کس کس طرح سے ہوجاتا ہے بینوا توجروا۔

الجواب

عوام میں یہ مشہور ہے کہ بے وضو کا ناخن ڈوبنے سے پانی مکروہ ہوجاتا ہے اور مسئلہ ہے یوں کہ بے وضو کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) قائم الزاویہ ہیں ب ھ = ۱۹۸ - ۱۸۹ مجموعہ مثلث و مستطیل ۳۲۱۲۱ مگر یہ حسب بیان سائل محال ہے کہ اب کو ح ء سے اقصر بتایا ہے تو ضرور ہے کہ ب ح موازی اء نہ ہو واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (م)

؎ گز شرعی کہ چوبیس انگل ہے ایک ہاتھ یا ڈیڑھ فٹ ہے جس کے ۱۸ انچ ہوئے اور اس ذراع سے خود سوال میں دہ دردہ سے کم ہونا مذکور مگر وہ نہایت مختل وناصواب تھا لہذا از سرِ نو محاسبہ کیا ۱۲ (م)

Marfat.com

اور چُونا نجاست نہیں متنجس ہے اور اعتبار نجس کا ہے نہ متنجس کا ولہٰذا اگر ناپاک گلاب یا زعفران آب جاری میں گرے اور اس میں گلاب کی بُو یا زعفران کی رنگت آجائے اسے ظہور اثر نہ کہیں گے بلکہ اُس نجاست کا کوئی وصف پانی میں آئے جس نے گلاب وزعفران کو ناپاک کیا تو پانی ناپاک ہوگا، ردالمحتار میں ہے:

فی شرح ھدیة ابن العماد لسیدی عبدالغنی الظاھر ان المراد اوصاف النجاسة لا المتنجس کماء الورد والخل مثلا فلوصب فی ماء جار یعتبر اثر النجاسة التی فیه لا اثره نفسه لطھارة المائع بالغسل ولم ار من نبه علیه وھو مھم فاحفظه اھ[1]

سیّدی عبدالغنی نے شرح ہدیۃ ابن العماد میں لکھا ہے کہ بظاہر اس سے مراد نجاست کے اوصاف ہیں نہ کہ نجس ہونے والا پانی، جیسے گلاب کا پانی اور سرکہ، اگر اس کو بہتے پانی میں ڈالا جائے تو اس میں جو نجاست ہے اس کا اثر معتبر ہوگا، خود اس کا اپنا اثر معتبر نہ ہوگا کیونکہ بہنے والی چیز غسل (دھونے) سے پاک ہوجاتی ہے اس نکتہ پر میں نے کسی اور کو مطلع کرتا ہوا نہیں پایا حالانکہ یہ بہت اہم ہے اسے یاد کر لیجئے اھ (ت)

اقول وھو واضح البرھان فان المقصود غلبة النجاسة علی الماء حتی اکسبته وصفا لھا وذلک فی ظھور وصف نفسھا دون المتنجس بھا الا تری ان لو کانت قلیلة لاتغلب الماء وکان مکان ماء الورد ماء قراح لو یظھر اثرھا فکذا فی ماء الورد اذ لاتختلف قلة وکثرة باختلاف المتنجس۔

میں کہتا ہوں اس کی دلیل بہت واضح ہے کیونکہ مقصود نجاست کا پانی پر غالب ہونا ہے تاکہ نجاست کا وصف اس میں ظاہر ہوجائے، اور یہ تب ہے جب خود اس کا اپنا وصف اس میں ظاہر ہو نہ کہ اس چیز کا جو اس کی وجہ سے نجس ہوئی ہے، مثلاً اگر نجاست اتنی تھوڑی ہوتی کہ پانی پر غالب نہ ہوتی اور بجائے عرق گلاب کے سادہ پانی ہوتا تو اس کا اثر ظاہر نہ ہوتا تو اسی طرح گلاب کے پانی کا حال ہے کیونکہ نجاست قلّت وکثرت میں ناپاک ہونے والے پانی کے اعتبار سے مختلف نہیں ہوتی ہے۔ (ت)

تو جبکہ وہ نجاست جس سے چُونا ناپاک ہُوا مرئی نہیں تو یہ صورت نجاست غیر مرئیہ کی ہے اس سے وہ روایت متعلق نہیں بلکہ یہاں بالاتفاق حکم طہارت ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۴: از کوٹا سپورہ عقب موچی کٹرہ مکان چاندخان دفعدار مرسلہ شیخ ممتاز علی بیکل جنگلوری سررشتہ محکمہ جنگلات کوٹہ ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۴ھ۔

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۳۸

Marfat.com

مصرح بها فی جامع الرموز معزیا للکشف و نص فی الدر المختار انہ نجس مغلظ فالکلام فی التعلیل۔

ہاں اس کی نجاست جامع الرموز میں مصرح ہے، اس کو کشف کی طرف منسوب کیا ہے، اور درمختار میں صراحت ہے کہ وہ نجاست غلیظہ ہے، تو گفتگو تعلیل میں ہے۔ (ت)

تین قسم کے پانی مکروہ ہوتے:

۱۔ مائے مستعمل یہ ہمیشہ مکروہ ہے،

۲۔ اور اجنبی کا جھوٹا صرف بحالت لذّت،

۳۔ اور ان جانوروں کا جھوٹا جبکہ صاف پانی موجود ہو ورنہ نہیں۔

درمختار میں ہے:

سؤر ھرۃ ودجاجۃ مخلاۃ و سباع طیر لم یعلم ربھا طھارۃ منقارھا و سواکن بیوت طاھر مکروہ تنزیھا فی الاصح اذ وجد غیرہ والا لم یکرہ اصلا[1]

بلّی کا جھوٹا، کھلی مرغی، پرندوں کے درندوں کا جھوٹا جن کے بارے میں مالک کو معلوم نہیں کہ ان کی چونچ پاک ہے، گھر میں رہنے والے جانوروں (چوہا، چھپکلی وغیرہ) کا جھوٹا اصح قول کے مطابق مکروہ تنزیہی ہے یہ اس وقت ہے جبکہ دوسرا پانی موجود ہو ورنہ کراہت بھی نہ ہوگی۔ (ت)

جو جانور دموی نہیں یعنی خون سائل نہیں رکھتے خواہ حشرات الارض سے ہوں یا نہیں جیسے بچھو، مکھی، زنبور اور تمام دریائی جانور اُن کا جھوٹا مکروہ بھی نہیں۔ درمختار میں ہے:

سؤر مالا دم لہ طاھر طہور بلاکراھۃ[2]۔

جس جانور میں خون نہ پایا جاتا ہو اس کا جھوٹا بلاشبہ طاہر وطہور ہے بلاکراہت۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

سواء کان یعیش فی الماء اوفی غیرہ ط عن البحر[3]۔

عام ازیں کہ وہ پانی میں رہتا ہو یا نہ رہتا ہو، ط عن البحر۔ (ت)

---

[1] درمختار فصل فی البئر مجتبائی دہلی ۱/۴۰

[2] ایضاً

[3] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۱۶۳

Marfat.com

اعتقاد میں امام بے وضو نماز پڑھا رہا ہے بلکہ وہ اس سے بھی سخت تر ہے کہ اس سے نماز کو معاذ اللہ بازیچہ سمجھنا پید
ہوتا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ یہی حکم اُن سب کنوؤں کا ہے جن کے پانی کی سطح بالا ۲۲۵ فٹ ہو اُن میں کپڑے دھو
بھی جائز ہے اور اُس سے ناپاک نہ ہوں گے اگرچہ وہ کپڑے ناپاک ہوں جب تک نجاست ان کا رنگ یا بُو یا مز
نہ بدل دے و اللہ تعالیٰ اعلم۔

Marfat.com

اُسی کے آخر فصل فی البئر میں ہے :

یکرہ سورھا للرجل کعکسہ للاستلذاذ[1]

عورت کا جھوٹا مرد کے لیے اور مرد کا عورت کے لیے لذّت لینے کے لیے مکروہ ہے ۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

یفھم منہ انہ حیث لا استلذاذ لاکراھۃ[2]، واللہ تعالٰی اعلم ۔

اس سے یہ سمجھ میں آیا اگر لذّت کے لیے نہ ہو تو کراہت نہیں ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴ ازمقام چتورگڑھ علاقہ اودے پور راجپوتانہ مسئولہ مولوی عبدالکریم صاحب ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

پانی کی نالی ناپاک چُونے سے طیار کی گئی اور خشک ہونے سے قبل اُس میں پانی جاری کیا گیا اور وہ پانی حوض میں اُسی جگہ سے جمع ہونا شروع ہوا جہاں ناپاک چُونے سے بند کی گئی تھی تو کیا یہ پانی پاک ہے یا ناپاک، فقہا نے لکھا ہے کہ جس تالاب میں نجاست کنارہ پر ہو اور پانی وہیں سے جمع ہوتا ہو تو وہ پانی ناپاک ہے تو اس روایت پر تمام پانی ناپاک ہوگا ۔

الجواب

پانی اگر اُوپر سے اُس نالی پر بہتا ہُوا آیا اور بہتا ہوا گزر گیا تو صحیح مذہب یہ ہے کہ ناپاک نہ ہوگا جب تک کہ اسکے کسی وصف میں اُس کے سبب تغیر نہ ہو دوسری روایت ضرور یہ ہے کہ کل یا اکثر یا نصف پانی کا بہاؤ اگر نجاست پر ہو تو بہتا نفع نہ دے گا کل پانی ناپاک سمجھا جائیگا وصحح ایضا وان کان الاول علیہ المعول لانہ الاقوی وعلیہ الفتوی (اور اس کی تصحیح بھی کی گئی ہے اعتماد اگرچہ پہلے قول پر ہے کیونکہ وہ اقوی ہے اور اسی پر فتوٰی ہے ۔ ت)

اقول مگر یہ نجاست مرئیہ میں ہے جیسے مردار یا غلیظ غیر مرئیہ میں بالاتفاق اُسی ظہور اثر کا اعتبار رہے ،

کما نصوا علیہ قاطبۃ وقال فی البحر فی توجیہ القول الاٰخر للتیقن بوجود النجاسۃ فیہ بخلاف غیر المرئیۃ لانہ اذا لم یظھر اثرھا علم ان الماء ذھب بعینھا[3] ۔

جیسا کہ اُن تمام نے اس پر نص کیا، اور بحر میں دوسرے قول کی توجیہ میں فرمایا کہ اس میں نجاست کا پایا جانا متیقن ہے بخلاف غیر مرئی نجاست کے کیونکہ جب اس کا اثر ظاہر نہ ہوا تو معلوم ہوا کہ پانی اُس نجاست کو بہا کر لے گیا ہے ۔ (ت)

---

[1] درمختار	فصل فی البئر	مجتبائی دہلی	۱/۴۰
[2] ردالمحتار	"	مصطفی البابی مصر	۱/۱۶۳
[3] ردالمحتار	باب المیاہ	"	۱/۱۳۸

Marfat.com

دوم چھیالیس ہاتھ بعض کتب میں اسی کو مختار و مفتٰی بہ بتایا بحرالرائق میں نقل فرمایا: المختار المف
بہ ستة واربعون کیلا یعسر رعایة الکسر[1] اھ (مختار و مفتٰی بہ چھیالیس ہے تاکہ کسر کی رعایت
دشواری میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ ت)

اقول یرید ان ثمہ کسرا اسقط او رفع تیسیرا ثم رأیت فی الفتح ما عین الرفع حیث قال ان کان الحوض مدورا فقدر باربعة واربعین وثمانیة و اربعین والمختار ستة واربعون و فی الحساب یکتفی باقل منها بکسر للنسبة لکن یفتی بستة واربعین کیلا یتعسر رعایة الکسر قال والکل تحکمات غیر لازمة انما الصحیح ماقدمناه من عدم التحکم بتقدیر معین[2] اھ ای عملا باصل المذھب وقد علمت ان الفتوی علی اعتبار العشر۔

میں کہتا ہوں ان کی مراد یہ ہے کہ یہاں کسر ہے جو سا
کر دی گئی ہے یا بڑھائی گئی ہے آسانی کے لیے
پھر میں نے فتح میں دیکھا تو انہوں نے رفع
متعین کر دیا، فرمایا اگر حوض گول ہو تو اس کا انداز
چوالیس اور اڑتالیس کیا گیا ہے اور مختار چھیالیس
کیا گیا ہے اور حساب کے اعتبار سے اس سے
پر بھی اکتفاء کیا جائیگا کسرِ نسبت کے لیے، لیکن
چھیالیس پر فتوٰی دیا جائیگا تاکہ کسر کی رعایت میں
پریشانی لاحق نہ ہو، فرمایا یہ تمام باتیں محض اپنی
مرضی سے کہہ دی گئی ہیں ان کا ماننا لازم و ضرور
نہیں صحیح وہی ہے جو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ کسی معین مقدا
کا ہونا ضروری نہیں ہے اھ یعنی اصل مذہب پر عمل کرتے ہ
اور آپ جان چکے کہ فتوٰی دہ در دہ پر ہے۔ (ت)

سوم چوالیس ہاتھ اس کی ترجیح اس وقت کسی کتاب سے نظر میں نہیں، جامع الرموز میں ہے

اما فی المدور فیشترط ان یکون دوره ثمانیا واربعین ذراعا وقیل اربعا واربعین فالاول احوط کما فی الکبرٰی[3]۔

گول حوض میں شرط یہ ہے کہ اس کا دور اڑتالیس
ہاتھ ہو، اور ایک قول ہے کہ چوالیس ہاتھ ہو
اول احوط ہے جیسا کہ کبرٰی میں ہے۔ (ت)

چہارم چھتیس ہاتھ ملتقط میں اسی کی تصحیح کی امام ظہیر الدین مرغینانی نے فرمایا یہی صحیح اور
فنِ حساب میں مبرہن ہے، جامع الرموز میں ہے:

وقیل ستة وثلثین وھو الصحیح المبرھن

اور ایک قول ہے کہ یہ چھتیس ہے اور یہی صحیح ہے

---

[1] بحرالرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۷
[2] فتح القدیر الماء الذی یجوز بہ الوضوء ولایجوز بہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۰
[3] جامع الرموز باب بیان المیاہ گنبد ایران ۱/۴۸

Marfat.com

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین سوالاتِ ذیل کے جواب میں خداوندِ کریم آپ کو اجرِ عظیم اور ائل کو صراطِ مستقیم عطا فرمائے۔

عمرو و زید دو شخص ہیں عمرو سے کسی نے دریافت کیا کہ یہ چاہ جو سامنے موجود ہے اس کا پانی قابلِ وضو اور نیز ل استعمال کے ہے یا نہیں؟ عمرو نے جواب دیا کہ بنا بر رفعِ شک چاہ کو ناپ لیا جائے چنانچہ وہ کنواں ناپا گیا تو ائی ۱۱½ ہاتھ اور چوڑائی ۹½ ہاتھ گہرائی ۳ ہاتھ ہوئی جو برابر ہے ۳۲۷٫۷۵ ہاتھ کے مگر زید اس کو ۴۲ ہاتھ کر اس کے پانی سے وضو ناجائز بتلاتا ہے اور پانی ہذا کو قابلِ استعمال نہیں بتلاتا لیکن عمرو نے اسی چاہ سے وضو یا اور زید نے عمرو کے پیچھے نماز پڑھی لہٰذا التماس ہے کہ اس پانی کا استعمال موافق شرع شریف جائز ہے یا نہیں اور ید کی نماز اس صورت میں عمرو کے پیچھے ہوئی یا نہیں؟

نوٹ: اس چاہ میں پانی کی اس قدر آمد ہے کہ اگر چرس بند کر دیا جائے جو دن بھر پانی کھینچتا ہے تو چاہ لبریز ہو کر زائد پانی ایک راستہ سے خارج ہو کر چند روز میں دو سو فیٹ لمبے اور پچاس فیٹ چوڑے بند کو جس کی گہرائی بھی ۳ فیٹ سے کم نہیں لبریز کر دیتا ہے۔ یہ پانی مویشی پیتے ہیں یہ تو موسم سرما کی حالت ہے اور موسم گرما میں چرس چلے یا نہ چلے کنویں سے پانی باہر نہیں آتا البتہ جس قدر کنواں خالی ہو جاتا ہے وقت چرس چلنے کے اتنا ہی رات کو پھر کنویں میں پانی آجاتا ہے ماسوا اس کے پہاڑی علاقہ ہونے کے سبب ایسے کنویں قلیل ہیں کہ جن کا پانی ڈول وغیرہ سے کھینچا جائے ورنہ عام کنویں زینہ دار ہیں تمام لوگ اندر جا کر پانی پیتے اور بھرتے ہیں بلکہ نہانا اور عام طور پر کپڑے وغیرہ دھونے کا عام رواج ہے، ہاں بعض موقع پر ایسا بھی رواج ہے کہ جس کنویں کے اندر نہاتے ہیں اُس کا پانی نہیں پیتے۔

الجواب

پانی میں فقط اُس کی سطحِ بالا کی پیمائش معتبر ہے عمق کا اصلاً لحاظ نہیں اگر اوپر کی سطح مثلاً ایک ہاتھ مربع ہے اور ہزار ہاتھ گہرا ہے تو وہ ایک ہی ہاتھ قرار پائے گا اور سطح سو ہاتھ ہے اور فقط نصف ہاتھ گہرا ہے تو وہ پورا سو ہاتھ ٹھہرے گا نہ کہ پچاس۔ عمق صرف اتنا ہونا چاہئے کہ لپ میں پانی لینے سے زمین نہ کھلے لہٰذا چاہ مذکور کی مساحت ۱۰۹٫۲۵ ہاتھ ہے نہ ۳۲۷٫۷۵ بہرحال شک نہیں کہ وہ مائے کثیر ہے اُس سے وضو و غسل اور اُس میں کپڑے دھونا سب جائز ہے وہ نجاست پڑنے سے کبھی ناپاک نہ ہوگا جب تک نجاست اس کا رنگ یا مزہ یا بُو نہ بدل دے اُسے ۴۲ ہاتھ کہنا محض بے علمی اور اُس سے وضو و غسل ناجائز بتانا صریح نادانی ہے اور اگر واقع میں اُس کے اعتقاد میں یہی ہے کہ اُس کنویں کے پانی سے وضو نہیں ہو سکتا اور اُس نے عمرو کو اُس سے وضو کر کے نماز پڑھاتے دیکھا اور اپنے اُسی اعتقاد پر قائم رہ کر اُس کی اقتدا کر لی تو زید کی نماز نہ ہوئی کہ اُس کے

Marfat.com

یا نصف قطر کو نصف محیط میں ضرب دیجئے یا قطر و محیط کو ضرب دے کر ۴ پر تقسیم کیجئے کہ حاصل سب کا واحد ہے اور ہم نے اپنی تحریرات ہندسیہ میں ثابت کیا ہے کہ قطر اجزائے محیطیہ سے قسد حہ لہ الط لو مہ ہے نصف قطر نرحہ سر مدمح الـ یعنی محیط جس مقدار سے ۳۶۰ درجے ہے قطر اُس سے ۱۱۴ درجے ۳۵ دقیقے ۲۹ ثانیے ۳۶ ثالثے ۳۵ رابعے ہے۔

وفی حساب الفاضل غیاث الدین جمشید الکاشی علی ما نقل العلامۃ البرجندی فی شرح تحریر المجسطی لو بعہ ای ستاو خمسین مکان مہ لا یفارق محسوبی الانجوا ا رابعۃ وجاء بحساب اخر مربعہ رفعا ای سبعا واربعین وبالجملۃ لا فرق الا فی بعض روابع وعلی ھذا الاخیر عولنا۔

اور فاضل غیاث الدین جمشید الکاشی کے حساب میں جیسا کہ علامہ برجندی نے شرح تحریر مجسطی میں لکھا ہے لو بعہ یعنی ۵۶ بجائے مہ، یہ حساب میرے حساب سے مختلف نہیں مگر صرف ۱۱ رابعہ کی مقدار میں اور دوسرے حساب سے مربعہ رفعا یعنی سینتالیس ہے خلاصہ یہ کہ اختلاف صرف بعض روابع میں ہے اور اسی اخیر پر ہم نے اعتماد کیا ہے۔ (ت)

تو قطر اگر ایک ہی محیط ۳٫۱۴۱۵۹۲۶۵ ہے فان ۳۶۰ ÷ ۳٫۱۴۱۵۹۲۶۵ = ۱۱۴٫۵۹۱۵۵۹۱۵۷ تحویلہ الی الستینی قسد حہ لہ الط لومر یہاں سے ہمیں دو مساواتیں حاصل ہوئیں قطر و محیط و مساحت کو علی التوالی ق ط م فرض کیجئے پس (۱) ۳٫۱۴۱۵۹۲۶۵ ق = ط اس لیے کہ

۱ : ۳٫۱۴۱۵۹۲۶۵ :: ق : ط

(۲) $\frac{\text{ق ط}}{4}$ = م ان کے بعد قطر و محیط و مساحت سے جو چیز گز، ہاتھ، فٹ، گرہ وغیرہا جس معیار سے مقدر کی جائے اُسی معیار سے باقی دو کی مقدار معلوم ہو جائے گی جس کی جدول ہم نے یہ رکھی ہے۔

مطلوب / معلوم	قطر	محیط	مساحت
قطر		۳٫۱۴۱۵۹۲۶۵ ق	۰٫۷۸۵۳۹۸۱۶۲۵ ق² [له]
محیط	$\frac{\text{ط}}{۳٫۱۴۱۵۹۲۶۵}$		$\frac{\text{ط}^2}{۱۲٫۵۶۶۳۷۰۶}$ [له]
مساحت	$\sqrt{\frac{\text{م}}{۰٫۷۸۵۳۹۸۱۶۲۵}}$	$\sqrt{۱۲٫۵۶۶۳۷۰۶\ \text{م}}$	

ل عدد معلوم یعنی مقدار محیط با جزائے قطریہ کو ص فرض کیجیے ∴ ص ق = ط، $\frac{\text{ق ط}}{4}$ = م ∴ $\frac{\text{ص ق}^2}{4}$ = م یہ عدد $\frac{\text{ص}}{4}$ ہے ۱۲ منہ (م)

۲ جبکہ $\frac{\text{ط}}{\text{ص}}$ = ق، $\frac{\text{ق ط}}{4}$ = م ∴ $\frac{\text{ط}^2}{4\text{ص}}$ = م یہ عدد ۴ص ہے ۱۲ منہ (م)

Marfat.com

فتوٰی مسمّٰی بہ
الھنیئ النمیر فی الماء المستدیر
خوشگوار صاف آبِ مستدیر کی تحقیق (ت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۴۴ ۱۱ جمادی الاولٰی ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کنوئیں کا دَوْر کے ہاتھ ہونا چاہیے کہ وہ دہ در دہ ہو اور نجاست گرنے سے ناپاک نہ ہوسکے بینوا توجروا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

الجواب

اس میں چار قول ہیں ہر ایک بجائے خود وجہ رکھتا ہے اور تحقیق جُدا ہے:

قول اول اڑتالیس ہاتھ خلاصہ وعلمگیریہ میں اسی پر جزم فرمایا اور محیط امام شمس الائمہ سرخسی و فتاوٰی کبرٰی میں اسی کو احوط بتایا سید طحطاوی نے اُس کا اتباع کیا ہندیہ میں ہے:

ان کان الحوض مدورا یعتبر ثمانیۃ واربعون ذراعا کذا فی الخلاصۃ وھو الاحوط کذا فی محیط السرخسی[1]۔

اگر حوض گول ہو تو اڑتالیس ہاتھ کا اعتبار ہوگا کذا فی الخلاصۃ اور یہی احوط ہے کذا فی محیط السرخسی۔ (ت)

طحطاوی میں ہے: الاحوط اعتبار ثمانیۃ واربعین[2] (احوط اڑتالیس کا اعتبار کرنا ہے۔ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ فصل فی الماء الراکد نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۸

[2] طحطاوی علی الدرالمختار باب المیاہ بیروت ۱/۱۰۷

Marfat.com

مثله ورسمت علی منتصفه ببعد طرفه
دائرة فجعل دور البئر مثلیها لم یصح فان
۱۱٫۲ لوغارثمه ۱٫۰۴۹۲۱۸۰ ضعفه
۲٫۰۹۸۴۳۶۰ + ۱٫۶۸۹۵۰۸۹۹ آ =
۱٫۶۹۹۳۵۲۵۹ وهو لوغارثم ۵۲٫۹۸
فیکون السطح اقل من مائة ذراع بذراع
ونصف تقریبا وبالجملة ان اخذ الدور
زاد علی المطلوب بثلثة اذرع وان اخذ
القطر نقص عنه بذراع ونصف ان ارید
الجمع بینهما لم یمکن۔ اما قول المحقق
الشرنبلالی فی غنیة ذوی الاحکام حیث
ذکر اولا ما مر عن ش عن السراج
ثم قال وبرهان ذلك انا علمنا الدور
والمساحة التی هی تکسیر الدائرة فقسمنا
المساحة علی ربع الدور وهو تسعة فخرج
القطر احد عشر ذراعا وخمس ذراع و
برهان اعتبار ستة وثلثین بقسمة المساحة
وهی مائة ذراع واربعة اخماس ذراع
علی نصف القطر فهو علی ما ذکرناه اھ[1]

اور ثالثاً اگر مذکورہ قطر پر عمل کیا جائے اس طرح
کہ اسی کی مثل ایک خط کھینچا جائے اور اُس کے نصف
پر اُس کے بُعد کے کنارے پر ایک دائرہ کھینچا جائے
اور کنویں کا دَور اسی کی مثل کیا جائے، تو صحیح نہ ہوگا
کیونکہ ۱۱٫۲ کا لوگارثم ۱٫۰۴۹۲۱۸۰ ہے اسکا
دوگنا ۲٫۰۹۸۴۳۶۰ + ۱٫۶۸۹۵۰۸۹۹ آ
= ۱٫۶۹۹۳۵۲۵۹ ہے اور یہ لوگارثم ۵۲٫۹۸ ہے تو
سطح سو ہاتھ سے تقریباً ڈیڑھ ہاتھ کم ہوگی
اور خلاصہ یہ ہے کہ اگر دور لیا جائے تو مطلوب
پر زاید ہوگا تین ہاتھ اور اگر قطر لیا جائے تو اس سے
ڈیڑھ ہاتھ کم ہوگا اور اگر ان دونوں میں جمع کا ارادہ
کیا جائے تو ممکن نہ ہوگا، اور غنیۃ ذوی الاحکام میں
محقق شرنبلالی نے فرمایا پہلے تو جو ذکر کیا گیا 'ش'
سے، 'سراج' سے وہ انھوں نے ذکر کیا، پھر فرمایا '
اس کی برہان یہ ہے کہ ہمیں دور اور پیمائش کا علم ہے
جو دائرہ کی تکسیر ہے، تو ہم نے مساحت کو رُبع دور
پر تقسیم کیا اور وہ ۹ ہے تو قطر ۱/۵ ۱۱ ذراع نکلا'
اور برہان اس امر پر کہ ۳۶ کا اعتبار مساحت کی تقسیم
پر اور وہ مساحت سو ذراع اور چار خُمس ذراع ہے
نصف قطر پر، تو جیسا کہ ہم نے ذکر کیا یہ اس کے مطابق ہے اھ۔ (ت)

فاقول لفظ نصف ههنا سبق قلم و
صوابه علی ربع القطر لما علمت ان $\frac{ق ط}{۴} = م$
قسمنا المعادلة علی $\frac{ط}{۴}$ ∴ ق = م ÷ $\frac{ط}{۴}$

میں کہتا ہوں لفظ نصف یہاں قلم کی سبقت
ہے صحیح ربع قطر ہے، جیسا کہ آپ کو معلوم ہے
کہ $\frac{ق ط}{۴} = م$، ہم نے معادلہ کو تقسیم کیا $\frac{ط}{۴}$ پر

---

[1] غنیہ ذوی الاحکام علی حاشیۃ غرر الاحکام فرض الغسل دار السعادۃ مصر ۱/ ۲۳

Marfat.com

عند الحساب کما فی الظھیریة وفی الاولین تحقق الحوض المربع داخل المدور وفی الثالث مایساویه[1]

اور حساب کی رُو سے مبرہن ہے کما فی الظہیریہ اور پہلے دو میں مربع حوض مدور حوض متحقق ہوگیا اور تیسرے میں اس کے مساوی ہے۔ (ت)

اسی پر مولٰی خسرو نے متن غرر میں مع افادہ تصحیح اور مدقق علائی نے درمختار اور علامہ فقیہ و محاسب شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں جزم فرمایا رد المحتار میں ہے:

قوله وفی المدور بستة وثلثین ای بان یکون دورہ ستة وثلثین ذراعا وقطرہ احد عشر ذراعا وخمس ذراع ومساحته ان تضرب نصف القطر وھو خمسة ونصف وعشر فی نصف الدور وھو ثمانیة عشر یکون مائة ذراع واربعة اخماس ذراع اھ سراج وما ذکرہ ھو احد اقوال خمسة[2] وفی الدر عن الظھیریة ھو الصحیح[3]۔

ان کا قول کہ مدور میں چھتیس ہیں یعنی اس کا دور چھتیس گز ہو اور اس کا قطر گیارہ گز اور ایک خمس ہو اور اس کی مساحت یہ ہے کہ نصف قطر یعنی ساڑھے پانچ کو اور دسویں کو نصف دور میں ضرب دی جائے، اور یہ اٹھارہ ہے، تو کل سو ہاتھ اور چار خمس ذراع ہوگا اھ سراج، اور جو انہوں نے ذکر کیا ہے وہ پانچ میں سے ایک قول ہے اور درر میں ظہیریہ سے ہے کہ یہی صحیح ہے۔ (ت)

اقول تحقیق یہ ہے کہ اُس کا دور تقریباً ساڑھے پینتیس ہاتھ چاہیے یعنی ۳۵٫۶۴۴۹ تو قطر تقریباً ۵ گز ۱/۲ ۱۰ گرہ ہوگا بلکہ دس گرہ ایک اُنگل یعنی ۱۱٫۲۸۴ ہاتھ۔ بیان اس کا یہ کہ اصول ہندسہ[4] مقالہ ۲ شکل ۱۲ میں ثابت ہے کہ محیط دائرہ کو ربع قطر میں ضرب دینے سے مساحت دائرہ حاصل ہوتی ہے یا قطر دائرہ کو ربع محیط

---

[1] جامع الرموز باب بیان الماء گنبد ایران ۱/۴۸

[2] لوراس فی التقدیر الا اربعة اقوال وکانه اراد بالخامس ما ذکر المحقق ان لا تعیین ۱۲ منه حفظه ربه تعالٰی (م)

میں نے تقدیر میں صرف چار قول دیکھے ہیں شامی نے گویا پانچویں سے وہ مراد لیا ہے جس کو محقق نے ذکر کیا ہے کہ تعیین نہیں۔ (ت)

[3] رد المحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۲

[4] یہ کتاب کتاب اقلیدس سے جُدا و جدید ہے ۸ مقالوں پر مشتمل اور ہندسہ و مساحت و مثلث کردی سب میں مفید ہے اس میں بہت دعاوی کا بیان کتاب اقلیدس پر مزید ہے فاضل محمد عصمہ مصری نے اسے ترکی سے عربی میں ترجمہ کیا ۱۲ (م)

Marfat.com

من عشرة فلا یمکن ان یماسہا اکثر من زاویتین من المربع اما فی الثانی فلا وجہ لہ اصلا فلیقع مربع اع فی دائرة اب ج ع علی مرکز ھ ولو ۴۴ = ۱۲۶۴۳۳۵۲۷، ۱ + ۶۵۰۲۸۵۰۱ آ =

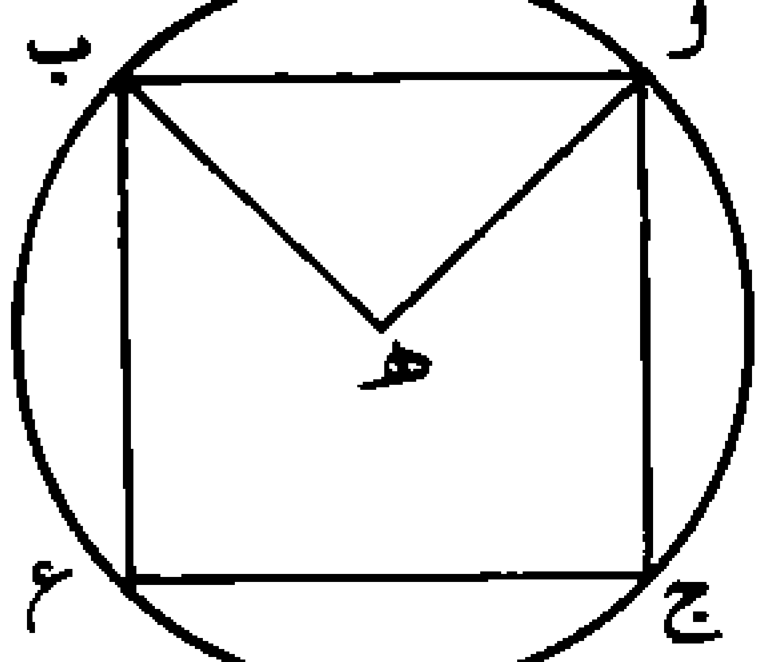

۱۶۱۴۶۳۰۲۸ ھذا لو القطر، ـ ۰۶۳۰۱۰۳۰۰ = ۰۶۸۴۳۵۲۷۲۸ ھذا لو نصفہ اھ ثم فی مثلث اھ ب القائم الزاویة اھ : جیب ب وھی مہ حہ لو جیبہا ۶۸۴۹۴۸۵۰ آ :: اب ج ع = ۰۶۸۴۵۲۷۲۸ ـ ۶۸۴۹۴۸۵۰ آ = ۰۶۹۹۵۷۸۷۸ ھذا لو اب و ان شئت بالعروسی فضعف لو اھ

یہ ہے کہ جو مربع اڑتالیس کے محیط میں ہوتا ہے، اس کا ضلع دس سے لمبا ہوتا ہے تو یہ ممکن نہیں کہ مربع کے دو سے زاید زاویے اس کو مس کریں، اور دوسرے میں اس کی کوئی وجہ موجود نہیں، مثلاً اع کا مربع اب ج ع کے دائرہ میں واقع ہو اور ھ کے مرکز پر ہو اور لو ۴۴ = ۱۲۶۴۳۳۵۲۷، ۱ + ۶۵۰۲۸۵۰۱ آ = ۱۶۱۴۶۳۰۲۸ یہ لو قطر ہے ـ ۰۶۳۰۱۰۳۰۰ = ۰۶۸۴۵۲۷۲۸ یہ لو اس کا آدھا ہے اھ پھر مثلث میں اھ ب زاویہ قائمہ اھ : جیب ب اور یہ مہ حہ لو اس کا جیب ہے ۶۸۴۹۴۸۵۰ آ :: اب : ع :: ۶۸۴۵۲۷۲۸ ـ ۶۸۴۹۴۸۵۰ آ = ۰۶۹۹۵۷۸۷۸ یہ لو اب ہے اور اگر تم چاہو شکل عروسی سے تو اھ کا دوگنا اھ ۱۶۶۹۰۵۴۵۶ اس کا عدد ۱۲۰۳۹۴۵۶۸ کا دوگنا ۲۰۷۸۹۱۳۶ ۹۸ اس کا لوگارثم ۱۶۹۹۱۵۷۵۶ اس کا نصف ۰۶۹۹۵۷۸۷۸ ہے جیسا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) لانّ لو المحیط ۱۶۶۸۱۲۴۱۲، ۱ + ۶۵۰۲۸۵۰۱ آ = ۱۶۱۸۴۰۹۱۳ ھذا لو القطر ۰۶۳۰۱۰۳۰۰ ـ = ۰۶۸۸۳۰۶۱۳ ھذا لو نصف القطر ـ لو جیب مہ ۶۸۴۹۴۸۵۰ آ = ۱۶۰۳۳۵۷۶۳ ھذا لو ضلع المربع الواقع فیہ فہی ۱۰۶۸۰۳۷۵ فالمساحة تکون اکثر من ۱۱۶۶۷۲ ھذا فی المربع اما الدائرة فمساحتہا اکثر من مائة و ثلثة و ثمانین ذراعا اھ منہ (م)

کیونکہ محیط کا لوگارثم ہے ۱۶۶۸۱۲۴۱۲، ۱ + ۶۵۰۲۸۵۰۱ آ = ۱۶۱۸۴۰۹۱۳ یہ قطر کا لوگارثم ہے ۰۶۳۰۱۰۳۰۰ = ۰۶۸۸۳۰۶۱۳ یہ نصف قطر کا لوگارثم ہے ـ لو جیب مہ ۶۸۴۹۴۸۵۰ آ = ۱۶۰۳۳۵۷۶۳ یہ محیط میں واقع ہونے والے مربع کے ضلع کا لوگارثم ہے ۱۰۶۸۰۳۷۵ لہذا مساحت ۱۱۶۶۷۲ سے زیادہ ہوگی یہ مربع میں ہے، رہا دائرہ تو اس کی پیمائش ایک سو تراسی (۱۸۳) ہاتھ سے زیادہ ہے۔ (ت)

Marfat.com

پھر آسانی کے لیے لوگارثم سے کام کرنے کو یہ دوسری جدول رکھی اور اس میں متممات حسابیہ سے وہ تصرفات کر دئے کہ بجائے تفریق بھی جمع ہی رہے۔

مطلوب / معلوم	لوقطر	لومحیط	لومساحت
لوقطر		لوق + ۰٫۴۹۷۱۴۹۹	۲لوق + ۱̄٫۸۹۵۰۸۹۹
لومحیط	لوط + ۱̄٫۵۰۲۸۵۰۱		۲لوط + ۲̄٫۹۰۰۷۹۰۱
لومساحت	(لوم + ۰٫۱۰۴۹۱۰۱) / ۲	(لوم + ۱٫۰۹۹۲۰۹۹) / ۲	

یہاں مساحت معلوم ہے ۱۰۰ ہاتھ جس کا لوگارثم ۲٫۰ ∴ ۲٫۱۰۴۹۱۰۱ / ۲ = ۱٫۰۵۲۴۵۵۰ کہ لوگارثم ۱۱٫۲۸۴ کا ہے یہ قدر قطر ہوئی نیز ۳٫۰۹۹۲۰۹۹ / ۲ = ۱٫۵۴۹۶۰۴۹ کہ لوگارثم ۳۵٫۴۴۹ کا ہے یہ مقدار دَور ہوئی۔ ہمارے بیان کی تحقیق یہ ہے کہ ۱۱٫۲۸۴ × ۳۵٫۴۴۹ = ۴۰۰٫۰۰۶۵۱۶ ÷ ۴ = ۱۰۰٫۰۰۱۶ کہ سو ہاتھ سے صرف ۱۶/۱۰۰۰۰ یعنی ۱/۶۲۵ زائد ہے کہ ایک انگل عرض کا ۲۴/۶۲۵ یعنی انگل کے پچیسویں حصے سے بھی کم ہے بخلاف حساب سراج و شرنبلالیہ کہ اُن کے خیال سے ۱۹ انگل اور واقع میں تین ہاتھ سے بھی زیادہ بڑھتا ہے کما سیأتی۔

اقول وبهذا علم مافی البیانات السابقة ف۱ فاولا ماکان دورہ ستا وثلثین لایزید قطرہ علی ۱۱ ذراعا بخمس ذراع فقط بل بقریب من نصف ذراع لان ۳۶ لوغارثمها
۱٫۵۵۶۳۰۲۵ + ۱̄٫۵۰۲۸۵۰۱ = ۱٫۰۵۹۱۵۲۶
وهو لوغارثم ۱۱٫۴۵۹ لاینقص من النصف الا قدر ۴۱/۱۰۰۰ ف۲ وثانیا ماکان کذا تزید مساحته علی مائة ذراع باکثر من ثلثة اذرع لا اربعة اخماس ذراع وذلك لان ۲ × ۱٫۵۵۶۳۰۲۵
= ۳٫۱۱۲۶۰۵۰ + ۲̄٫۹۰۰۷۹۰۱ =
۲٫۰۱۳۳۹۵۱ وهو لوغارثم ۱۰۳٫۱۳ ف۳ وثالثا لو عمل بقطر ذکرنا رسم خط

اس سے معلوم ہوا کہ جو کچھ سابقہ بیانات میں ہے اولاً جس کا دَور چھتیس ہو اس کا قطر ۱۱ ذراع پر ایک ذراع کا صرف پانچواں حصہ زائد نہ ہوگا بلکہ آدھے ذراع کے قریب زائد ہوگا کیونکہ ۳۶ کا لوغارثم
۱٫۵۵۶۳۰۲۵ + ۱̄٫۵۰۲۸۵۰۱ =
۱٫۰۵۹۱۵۲۶ ہے اور وہ لوگارثم ۱۱٫۴۵۹ کا ہے یہ نصف سے صرف ۴۱/۱۰۰۰ کی مقدار کم ہے،
اور ثانیاً جو ایسا ہو اس کی پیمائش سو ہاتھ پر تین ذراع سے زائد ہوگی نہ یہ کہ ایک ذراع کا ۴/۵ اور یہ اس لیے ہے کہ ۲ × ۱٫۵۵۶۳۰۲۵
= ۳٫۱۱۲۶۰۵۰ + ۲̄٫۹۰۰۷۹۰۱ =
۲٫۰۱۳۳۹۵۱ اور وہ لوگارثم ہے ۱۰۳٫۱۳ کا۔

Marfat.com

ترک ماسواه غیران قدوة الریاضیین
العلامة عبد العلی البرجندی رحمه
الله تعالیٰ حاول فی شرح النقایة توجیه قولے[1]
۴۸ و ۴۴ عازیا لهذا الی الکبرے والذی
رأیته فی شرح القهستانی ان فی الکبری
جعل الاول هو الاحوط والله تعالیٰ اعلم و
کانه لم یقع له قول ۴۶ فقال تحقیق الکلام
ههنا متوقف علی ثلث مقدمات هی ان
مربع وتر القائمة فی مثلث یساوی مجموع
مربعی ضلعیها وأن محیط الدائرة ازید من
ثلثة امثال قطرها بسبع قطرها وأنه اذا
کانت مساحة دائرة معلومة وقسمت باحد
عشر قسما متساویة وزید ثلثة اقسام منها
علی مجموع المساحة واخذ جذر المجموع
یکون قطر الدائرة کل ذلک مبرهن
فی علمی الهندسة والحساب فنقول اذا کان
کل من ضلعی الحوض المربع عشرا ذرع کان
مجموع مربعی الضلعین مائتین وجذرهما
اربعة عشر وعشر ونصف عشر[1] تقریبا و
هو مقدار الخط الواصل بین الزاویتین
المتقابلتین وهو اطول الامتدادات الممکنة
فی المربع المذکور للمقدمة الاولی فاعتبر

طور پر فتوی کے خلاف کہنے کی گنجائش نہیں، اور
حساب کا معاملہ تو بالکل واضح ہوتا ہے، اب جبکہ
ہمیں معلوم ہوگیا کہ صحیح یہی ہے تو دوسرے اقوال کا
ترک لازم ہوگیا، البتہ قدوۃ الریاضیین علامہ عبدالعلی
برجندی نے شرح نقایہ میں ۴۸ اور ۴۴ کے دو قول کی
تشریح کی کوشش کی ہے، اس کو کبری کی
طرف منسوب کیا ہے اور میں نے شرح قہستانی میں
دیکھا کہ کبری میں پہلے قول کو احوط قرار دیا ہے واللہ
تعالیٰ اعلم اور غالباً ۴۶ کے قول کی طرف وہ متوجہ نہ
ہوئے تو فرمایا یہاں تحقیق کلام تین مقدمات پر مبنی ہے
(۱) قائمہ کے وتر کا مربع مثلث میں اس کے
دو ضلعوں کے دو مربعوں کے مجموعہ کے برابر ہوتا ہے۔
(۲) اور دائرہ کا محیط اس کے قطر کی تین مثل سے
اس کے قطر کے سُبع جتنا زیادہ ہوتا ہے۔
(۳) اگر ایک دائرہ کی مساحت معلوم ہو اور گیارہ
پر برابر تقسیم کی جائے اور اس میں سے تین اقسام کا
اضافہ کیا جائے مجموعی پیمائش پر اور مجموعہ کا جذر لیا جائے
تو دائرہ کا قطر نکل آئے گا۔
یہ سب علم ہندسہ اور حساب میں مبرہن ہے، اب
ہم کہتے ہیں کہ جب ایک مربع حوض کے دونوں ضلعے
دس ذراع ہوں گے تو دونوں ضلعوں کے دونوں مربعوں
کا مجموعہ دو سو ہوگا اور دونوں کا جذر چودہ ذراع اور
دسواں اور دسویں کا آدھا ہوگا تقریباً، اور یہی مقدار

---

[1] بل جزء من خمسة وعشرین جزء وشیٔ قلیل فانه ۱۴،۱۲۴۶ تقریبا اھ منه (م)

بلکہ پچیس اجزاء میں سے ایک جزء اور تھوڑی مقدار کیونکہ وہ ۱۴،۱۲۴ ہے تقریباً۔ (ت)

Marfat.com

وهي دعواه الاولى وثانيا قسمناها على ق/م ÷ ط = م ÷ ق/م لا ق/م وهي دعواه الاخرى هذا سهل وانما الشأن في تعيين هذه المقادير وما القصد الا ابداء مقدار دور تكون مساحته مائة ذراع فليس باليد الا هذه فاولا كيف عدل عنها الى ما يزيد عليها باربعة اخماس ذراع وثانيا بنيتم برهان اعتبار هذا الدور على قدر القطر وبرهان اعتبار هذا القطر على قدر الدور وهذا دور وثالثا بنيتم المساحة تبعا للسراج على الدور والقطر وهذان دوران آخران ولكن الامر ان السراج بنى الامر على الاستقراء فقرب تقريبا واذا تقرر هذا فابانة القطر من الدور والمساحة او الدور من القطر والمساحة ارادة تحقيق ما تقرر لا البرهان على ذلك وبالله التوفيق هذا وما ذكر القهستاني من وقوع مربع عشر داخل دائرة محيطها ثمانية واربعون او اربعة واربعون۔

ق = م ÷ ط/م پر اور یہ اس کا پہلا دعوی ہے۔ اور ثانیاً ہم نے اس کو ق/م ÷ ط = م ÷ ق/م لا ق/م پر تقسیم کیا، اور یہ ان کا دوسرا دعوی ہے یہ سہل ہے اور اہم معاملہ ان مقادیر کی تعیین کا ہے اور مقصد صرف مقدار دور کا اظہار ہے جس کی مساحت ایک سو ذراع ہو، تو ہاتھ میں یہی ہے۔

اولاً یہاں اُس سے عدول کرکے وہ چیز اختیار کی گئی ہے جس پر ایک ذراع کے چار خمس زاید ہے، ایسا کیوں کیا گیا؟

ثانیاً اس دور کے اعتبار کی برہان کو تم نے قطر کی مقدار پر مبنی کیا ہے، اور اس قطر کے اعتبار کی برہان کو دور کی مقدار پر مبنی کیا ہے، اور یہ دور ہے۔

ثالثاً تم نے پیمائش کی بنیاد، سراج کی پیروی میں، دور اور قطر پر رکھی ہے، اور یہ دو دوسرے دور ہیں، لیکن سراج نے معاملہ کی بنیاد استقراء پر رکھی ہے تو ان کی یہ بات قریب قریب ٹھیک ہے، جب یہ ثابت ہوگیا تو قطر کو دور اور پیمائش سے الگ کرنا یا دور کو قطر و پیمائش سے الگ کرنا، ثابت شدہ چیز کی تحقیق کا ارادہ ہے اس پر برہان نہیں ہے و باللہ التوفیق، اس کو سمجھنا چاہئے، اور قہستانی نے دس کے مربع کا ذکر کیا ہے جس کے دائرہ کا محیط اڑتالیس یا چوالیس بنتا ہے۔ (ت)

فاقول له وجه في الاول فيقع فيها لغة وان لم يقع على مصطلح الفن من ان يماسها جميع زواياه وذلك لان المربع الواقع في محيط ثمانية واربعين ضلعه اطول[1]

میں کہتا ہوں اس کی پہلے میں وجہ موجود ہے تو وہ اس میں لغت کے اعتبار سے واقع ہے اگرچہ فن کی اصطلاح کے مطابق نہیں ہے، یعنی یہ کہ اس کو اس کے تمام زاویے مس کرتے ہوں اور اس کی دلیل

---

[1] اي باكثر من اربعة اخماس ذراع وذلك — یعنی ایک ہاتھ کے چار خمس سے زیادہ (باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

الامام ظہیر الدین اعتبار ان تکون مساحۃ الحوض المدور مساویۃ لمساحۃ المربع فیکون الماء فیہ مساویا للماء المربع ولیشبہ ان یکون ھذا ماخوذا عما نقل عن محمد بن ابراھیم المیدانی علی ما مر فنقول کانت المساحۃ مائۃ قسمناھا باحد عشر قسما کان کل قسم تسعۃ وجزء من احد عشر فاذا زدنا ثلثۃ امثالھا علی المائۃ حصل مائۃ وسبعۃ وعشرون وثلثۃ اجزاء من احد عشر وجذرہ یکون احد عشر وخمسا ونصف عہ۱ سدس تقریبا وھو قطر دائرۃ مساحتھا مائۃ للمقدمۃ الثالثۃ وثلثۃ امثالہ مع سبعہ اعنی محیط الحوض المدور یکون خمسا وثلثین ذراعا ونصف ذراع الا نصف عہ۲ عشر فاعتبروا ھذا الکسر واحدا واخذوا محیطہ ستا وثلثین وانما اوردنا ھذہ المباحث لیظھر وجہ صحۃ اقوال ھؤلاء الائمۃ وانہ لیس شیئ منھا کما توھم بعضھم غلطا صریحا وکم من عائب قولا صحیحا[1] اھ۔

کیا، تو جب ہم اس کو قطر قرار دیں تو محیط سینتالیس گز اور ایک ذراع کا ساتواں ہوگا، لیکن کسر کو ختم کرنے کے لیے پورے اڑتالیس کا اعتبار کیا گیا ہے اور قاضی ظہیر الدین نے گول حوض کی پیمائش مربع کی پیمائش کے مساوی قرار دی ہے، تو اس کا پانی مربع کے پانی کے مساوی ہوگا، اور غالبًا یہ محمد بن ابراہیم میدانی کی نقل سے ماخوذ ہے جیسا کہ گزرا، ہم کہتے ہیں پیمائش سو تھی اس کو ہم نے گیارہ پر تقسیم کیا تو ہر حصہ نو اور گیارہ کا ایک جز ہوا اور جب اس کا تین گنا سو پر زاید کیا تو ایک سو ستائیس اور گیارہ کے تین اجزاء حاصل ہوئے اور اس کا جذر گیارہ، اور پانچواں اور چھٹے کا تقریبًا نصف ہوا اور وہ دائرہ کا قطر ہے جس کی پیمائش سو ہے، اس کی دلیل تیسرا مقدمہ ہے اور اس کا تین گنا مع ساتویں کے یعنی گول حوض کا محیط پینتیس ذراع اور نصف ذراع دسویں کا نصف کم ہوگا تو اس کسر کو انہوں نے پورا ایک شمار کیا اور اس کا محیط چھتیس لیا اور ہم نے یہ مباحث اس لیے ذکر کیے تاکہ ان ائمہ کے اقوال کی صحت کا سبب معلوم ہوسکے اور یہ کہ ان میں سے کوئی بھی صریح غلط نہیں جیسا کہ بعض نے وہم کیا، اور بہت سے لوگ صحیح اقوال کو عیب لگاتے ہیں اھ (ت)

عہ۱: ای اقل منہ بشیئ قلیل فانہ ۱۱٫۲۸۱۵۱۸ تقریبا اھ منہ (م)

عہ۲: بل المستثنی اقل منہ فعلی ما ذکرہ $\frac{۲}{۱۰۵}$ وعلی ما ذکرنا $\frac{۲۱۹}{۵۰۰۰}$ اھ منہ (م)

یعنی اس سے کچھ کم کیونکہ وہ تقریبًا ۱۱٫۲۸۱۵۱۸ ہے اھ (ت)

بلکہ مستثنیٰ اس سے کم ہے ان کے ذکر کے مطابق $\frac{۲}{۱۰۵}$ ہے اور ہمارے ذکر کے مطابق $\frac{۲۱۹}{۵۰۰۰}$ ہے اھ (ت)

[1] خلاصۃ الفتاوی فصل فی الحیاض نولکشور لکھنؤ ۱/۳

Marfat.com

۱۲۶۹۰۵۴۵۶ عددها ۴۹۶۰۳۹۴۵۶۸ ضعفه ۹۸۶۰۷۸۹۱۳۶ لوغارثمه ۱۶۹۹۱۵۴۵۶ نصفه ۰۶۹۹۵۷۸۷۸ مثل مامر وهو لوغارثم ۹۶۹۰۳۵ هذا قدر الضلع ولم تبلغ عشرا كما ترى ثم المساحة ۹۸۶۰۷۹ اقل من مائة بنحو ذراعين لما علمت انها ضعف مربع اه وضعف مربع نصف القطر هي مساحة المربع لان مساحة مربع ضلع ا ب وهو ضعف مربع اه بالعروسی فانی یقع فیها مربع عشر فی عشر۔

تنبیه حکم العلامة الشرنبلالی ببطلان سائر الاقوال سوی الرابع حیث قال والصواب کلام الظهیریة ولا یعدل عنه الی غیره وقال فالزام قدر یزید علی الستة والثلثین لا وجه له علی التقدیر بعشر فی عشر عند جمیع الحساب[1] اه **اقول** وقد اشار الی الجواب عما یتوهم ان فیها قولین مصححین بل الثانی مذیل بطراز الفتوی فکیف یمنع المصیر الیه بل انما ینبغی التعویل علیه وذلك ان المفتی به المعتمد هو التقدیر بمائة والاقوال جمیعا انما تؤمه ومبنی ذلك علی الحساب دون التفقهات الغامضة التی لا قول لنا فیها لاسیما علی خلاف الفتوی وامر الحساب لا یلتبس فاذا علمنا قطعا ان الصواب هذا وجب

گزا اور وہ لوگارثم ہے ۹۶۹۰۳۵ کا، یہ ضلع کی مقدار ہے اور یہ دس تک نہیں پہنچ سکی ہے جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں پھر پیمائش ۹۸۶۰۷۹ سو سے تقریباً دو ذراع کم ہے کیونکہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ مربع کا دوگنا ہے اھ اور نصف قطر کے مربع کا دوگنا ہی مربع کی پیمائش ہے کیونکہ اس کی پیمائش اب ضلع کا مربع ہے اور وہ اھ کے مربع کا دوگنا ہے شکل عروسی کے اعتبار سے، تو اس میں دہ در دہ کا مربع کہاں سما سکتا ہے! (ت)

تنبیہ علامہ شرنبلالی نے سوائے چوتھے قول کے تمام اقوال کو باطل قرار دیا ہے، وہ فرماتے ہیں صحیح ظہیریہ کا قول ہے اور اس کے علاوہ کسی اور کو اختیار نہ کیا جائے نیز فرمایا ایسی مقدار کا لازم قرار دینا جو چھتیس ۳۶ سے زاید ہو اس کی کوئی وجہ نہیں جبکہ دہ در دہ کا اندازہ ہو، یہی تمام حساب دانوں کے نزدیک ہے اھ میں کہتا ہوں یہ اشارہ ہے وہم کے جواب کی طرف، وہم یہ ہے کہ اس میں دو قول ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی تصحیح کی گئی ہے بلکہ دوسرے قول کی بابت کہا گیا ہے کہ فتوٰی اسی پر ہے، تو اس کی طرف رجوع کرنے کو کیونکر منع کیا جا سکتا ہے؟ بلکہ اس پر تو اعتماد کرنا چاہئے، کیونکہ معتمد اور مفتی بہ سو کا اندازہ ہے اور تمام اقوال کا مقصود بھی یہی ہے، یہ چیز تو حساب پر مبنی ہے اس میں لمبی چوڑی فقیہانہ ابحاث کا کوئی موقعہ نہیں، خاص

---

[1] غنیۃ ذوی الاحکام حاشیۃ علی الغرر فرض الغسل ۱/۲۳

Marfat.com

لاینجس الا بما یتنجس به الحوض الکبیر[1] اھ

اب اگر اس میں نجاست گر جائے تو دہ در دہ ناپاک ہوجائیگا، اور مختار یہ ہے کہ ناپاک نہ ہوگا، صرف اُسی صورت میں ناپاک ہوگا جس صورت میں بڑا حوض ناپاک ہوتا ہے اھ (ت)

اقول وبه ظهر الجواب عن ایراد الشرنبلالی فان الحساب انما قطع بذلك عند اعتبار المساحة دون اشتراط الامتدادین الطولی والعرضی بل قطع عند ذلك بوجوب الزیادة علی ۴۴ فضلا عن ۳۶ کما تقدمت الاشارة الیه و یوضحه ان لیس المراد الامتدادان کیفما وقعا بل محیطین بقائمة والا لم یتساو الطول والعرض ولولا ذلك لکفی مثلث کل ضلع منه عشرة اذرع مع انهم نصوا فیه بوجوب ان یکون کل خمسة عشر ذراعا وخمسا کما فی السراج الوهاج والزهر النضیر للعلامة الشرنبلالی وقد قال البرجندی المراد بذلك ان یکون کل من الاطراف الاربعة عشرا اذرع وزوایاه الاربع قوائم اذ لو لم تکن الزوایا کذلك لم یعتبر[2] اھ ولا یمکن وقوع مثلث قائم الزاویة فی دائرة الا فی نصفها اذ لو کانت القطعة ازید کانت الزاویة حادة او انقص کانت منفرجة (۳۰ من ۳ من اقلیدس) وح یکون وتر القائمة قطر الدائرة

میں کہتا ہوں اس سے شرنبلالی کے اعتراض کا جواب بھی معلوم ہوگیا کیونکہ ازروئے حساب یہ بات قطعی اس وقت ہوتی ہے جب پیمائش کا اعتبار کیا جائے نہ کہ طول و عرضی امتدادوں کی شرط لگائی جائے بلکہ اس وقت ۴۴ سے زیادتی کا واجب ہونا قطعی ہوگا چہ جائیکہ ۳۶ سے جیسا کہ اس کی طرف پہلے اشارہ گزرا، اور اس کی وضاحت اس سے ہوتی ہے کہ یہ مراد نہیں کہ دونوں امتداد جیسے بھی واقع ہوں بلکہ دو محیط ایک قائمہ کے ساتھ، ورنہ طول و عرض مساوی نہ ہوتے، اور اگر یہ نہ ہوتا تو اس کے ہر ضلع کا مثلث دس ہاتھ کو کافی ہوتا حالانکہ علماء نے اس میں صراحت کی ہے کہ پندرہ ذراع اور ایک خُمس کا ہونا ضروری ہے، جیسا کہ "السراج الوہاج" میں ہے اور شرنبلالی کی 'الزہر النضیر' میں ہے، اور برجندی نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ چاروں طرف میں سے ہر طرف دس ذراع ہو اور اس کے چاروں زاویے قائمہ ہوں، کیونکہ اگر زاویے ایسے نہ ہوئے تو اس کا اعتبار نہ ہوگا اھ اور یہ ممکن نہیں کہ کوئی مثلث قائم الزاویہ کسی دائرہ میں ہو، ہاں نصف دائرہ میں ہوسکتا ہے کیونکہ اگر کوئی قطعہ زاید ہوتا تو زاویہ حادہ ہوجاتا، اگر کم ہوتا تو منفرجہ ہوجاتا (۳۰، ۳ میں سے،

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی فصل فی الماء الجاری نولکشور لکھنؤ ۱/۹

[2] شرح النقایۃ للبرجندی ابحاث الماء نولکشور لکھنؤ ۱/۳۳

Marfat.com

في الفتاوى الكبرى ان يكون قطر الحوض المدور مساويا لاطول الامتدادات المفروضة في الحوض المربع ليمكن وقوع مربع بالشرط المذكور داخل الحوض المدور ولا يكون البعد بين جزئين متقابلين من محيط المدور في شيء من المواضع اقصر من اطول امتدادات المربع فيكون محيط الحوض المدور ثلثة امثال ذلك الامتداد وسبعه اعني اربعا و اربعين ذراعا واربعة اعشار وثلثي[1] عشر للمقدمة الثانية ولما كان الكسر الزائد اقل من النصف اسقطوه كما هو عادة اهل الحساب وصاحب الخلاصة اعتبر ايضا ما اعتبر في الكبرى لكنه لم يتدق في الحساب فاخذ الكسر الزائد واحدا للاحتياط فاخذ الامتداد الاطول خمسة عشر فاذا اعتبرناه قطرا يكون المحيط سبعا واربعين ذراعا وسبع ذراع فاعتبر ثمانيا واربعين تتميما[2] للكسر القاصر

اس خط کی ہے جو دو متقابل زاویوں کے درمیان متصل ہے علاوہ یہ مربع مذکور میں ممکنہ امتدادات میں سب سے لمبا ہے اس کی دلیل پہلا مقدمہ ہے تو فتاوی کبری میں اس امر کا اعتبار کیا گیا ہے کہ گول حوض کا قطر مربع حوض کے مفروضہ امتدادات میں سب سے طویل ہو تاکہ گول حوض میں شرط مذکور کے ساتھ مربع کا ہونا ممکن ہو اور گول حوض کے محیط سے دو متقابل اجزا کا درمیانی بُعد کسی جگہ بھی مربع کے امتدادات میں سے طویل تر سے چھوٹا نہ ہو تو گول حوض کا محیط اس امتداد سے تین گُنا اور ساتواں ہوگا یعنی چوالیس ہاتھ[1] اور چار اعشار اور دسویں کے دو ثلث ہوں گے، یہ دوسرے مقدمہ سے ثابت ہے اور چونکہ کسر زائد نصف سے کم ہے تو اس کو ساقط کر دیا گیا، جیسا کہ حساب دانوں کا طریقہ ہے، اور خلاصہ کے مصنف نے وہی اعتبار کیا ہے جو فتاوی کبرٰی میں کیا ہے، لیکن انہوں نے حساب میں باریک بینی نہ کی، تو انہوں نے کسر زاید کو ایک اعتبار کیا احتیاطاً، تو اُنھوں نے طویل ترین امتداد کا اعتبار پندرہ ذراع

---

١ بل الكسر على ما ذكره ٦٤٤٧١٤ وهو اربعة اعشار واكثر من ثلثي عشر بقدر $\frac{٦}{١٢٥}$ تقريبا وعلى ما ذكرنا ٣٦٤٤٢٦ وهو اربعة اعشار واقل بثلثي عشر بقدر $\frac{٥١}{٢٥٠}$ اى اكثر من خمس العشر اھ منه (م)

بلکہ ان کے ذکر کے مطابق کسر ٦٤٤٧١٤ ہے اور یہ چار عُشر اور ایک عُشر کے دو تہائی حصے سے تقریباً $\frac{٦}{١٢٥}$ کی مقدار میں زیادہ ہے اور ہمارے بیان کے مطابق ٣٦٤٤٢٦ ہے اور یہ چار عشر اور $\frac{٥١}{٢٥٠}$ کی مقدار میں دسویں حصے کے دو ثلث سے کم یعنی دسویں حصے کے پانچویں حصے سے زیادہ۔ (ت)

٢ اقول السبع لا يتم ولا احتياط في الاحتياط فكان يجب تركه اھ منه۔ (م)

میں کہتا ہوں کہ ساتواں حصہ مکمل نہیں ہوتا اور اس احتیاط میں احتیاط نہیں ہے لہذا اس کا ترک کرنا واجب تھا۔ (ت)

Marfat.com

يحيط به خطا ا ب' ب ء وكل نقطة تفرض
عليهما يكون بعده من النجاسة عشرة
او اكثر فبعد كل من ا و ء عشرة ثم
لايزال يزداد حتى يكون ابعده على
نقطة ب اكثر من اربعة عشر ذراعا
بما تقدم هذا شان المربع الذى يعد
ماؤه فى الشرع كثيرا فان كان الحوض
مدورا وجعلنا قطره عشرة نظرا الى انه
البعد المطلوب كما توهم المتوهم فلتكن
الدائرة ا ب ح ء

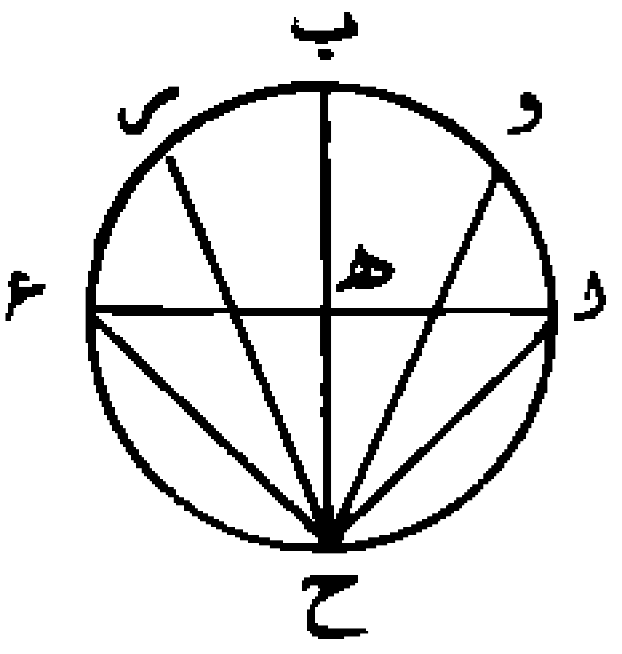

على مركز ھ
وقعت النجاسة
عند ح فاخرجنا
قطر ح ب واقمنا
عمودا عليه قطر ا ء فالنصف المقابل
لموقع النجاسة ا ب ء وابعد نقاطه منه
ب وهو عشرة اذرع فجميع النقاط لاتزال
تقرب من ح ويكون اقرب الكل اليه نقطتا
ا ء (۷ من ۳ من اقليدس) فلم تنسج
الدائرة على منوال المربع المطلوب بل على
ضده وعكسه فيجب ان يكون اقرب النقاط
الى ح وهما ا و ء كل بفصل عشرة و ح يكون
شأن الدائرة شأن المربع سواء بسواء
ان بُعد كل من ا و ء عشرة ثم لا يزال
يزداد حتى يكون ابعده على ب واذن

اور ہم ا ء کو ملائیں تو اس کا نصف مقابل جو و ب ع کا مثـ
ہے اس کو دو خط محیط ہیں، ایک و ب والا دوسـ
ب ع والا اور ہر نقطہ جو اُن دونوں پر فرض کیا جا
اس کی دوری نجاست سے دس ہاتھ ہو گی
اس سے زائد ہو گی تو ا اور ء میں سے ہر ایک
دوری دس ہاتھ ہے پھر وہ مسلسل زیادہ ہوتا رہتا
ہے یہاں تک کہ ا کا بعد ب کے نقطہ پ
چودہ ذراع سے زاید ہو گا اس قاعدے کی
جو گزرا' یہ ہے وہ مربع حوض جس کے پانی کو شر
کثیر کہا جاتا ہے، اگر حوض مدوّر ہو اور ہم اس
قطر دس مقرر کریں یہ دیکھ کر کہ مطلوبہ بُعد یہی ہے
جیسا کہ وہم کرنے والے نے وہم کیا ہے اب ا ب ج
کا دائرہ ھ کے مرکز

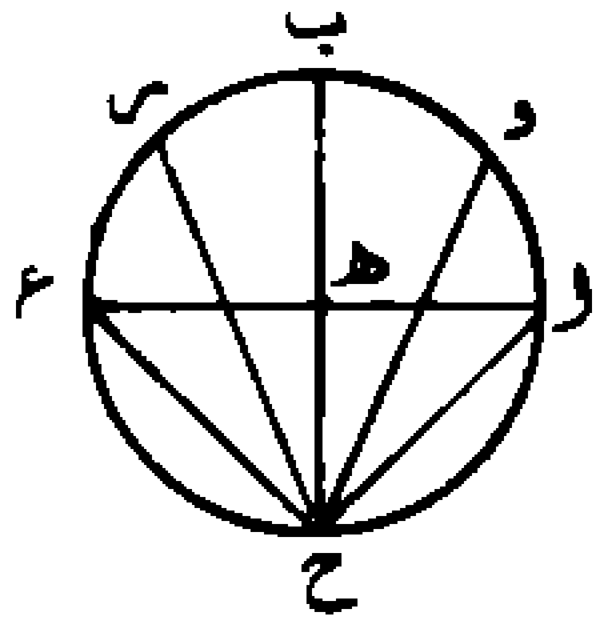

پر ہو گا' اب نجاست
ح کے پاس گری
تو ہم نے ح ب کا
قطر نکالا اور اس پر
ایک عمود قائم کیا جو ا ء کا قطر ہے تو وہ نصف جو مو
نجاست کے مقابلے میں ہے وہ ا ب ع ہے اور اس کا بعید تر
ب ہے اور وہ دس ہاتھ ہے ، اور تمام نقا
ح کے قریب ہوتے جاتے ہیں اور سب سے قریب
و ء کے نقطے ہیں (۷، ۳ سے اقلیدس سے
تو دائرہ مطلوب مربع کے طریق پر نہیں بنایا گیا
اس کی ضد پر اور اس کے عکس پر ، تو لازم ہے
ح کے قریب تر نقطے ا اور ء ہیں ہر ایک میں دس

Marfat.com

اقول رحمہ اللہ تعالٰی وشکر سعیہ فقد جلا عن اقوال اجلاء ومحصلہ ان کلام الظہیریۃ مبتن علی اعتبار المساحۃ وسائر الاقوال علی اشتراط الامتدادین الطول والعرض وھما قولان معروفان فی المذہب وان کان عندنا المعول علی الاول کما بیناہ فی الفصل الثالث من کتابنا النمیقۃ الانقی ویؤیدہ ان صاحب الخلاصۃ قال ھھنا الحوض الکبیر مقدر بعشر فی عشر وصورتہ ان یکون من کل جانب عشرۃ اذرع وحول الماء اربعون ذراعا ووجہ الماء مائۃ ذراع ھذا مقدار الطول والعرض[1] اھ فلم یکتف بقولہ وجہ الماء مائۃ بل بین الطول وفصل العرض واظہر الدور ثم ذکر الوجہ وان اختار فیما بعد فی جنس فی النہر اعتبار المساحۃ حیث قال ان کان الماء لہ طول وعمق ولیس لہ عرض کانہار بلخ ان کان بحال لو جمع یصیر عشرا فی عشر یجوز التوضی بہ وھذا قول ابی سلیمٰن الجوزجانی وبہ اخذ الفقیہ ابو اللیث وعلیہ اعتماد الصدر الشہید وقال الامام ابوبکر الطرخانی لایجوز وان کان من ھنا الی سمرقند وعند من لایجوز یحفر حفیرۃ ثم یحفر نہیرۃ فیجعل الماء فی النہیرۃ الی الحفیرۃ فیتوضؤ من النہیرۃ فلو وقعت فیہا النجاسۃ یتنجس عشرۃ فی عشرۃ والمختار انہ۔

میں کہتا ہوں انہوں نے اجلّہ علماء کے اقوال سے پردہ ہٹایا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ ظہیریہ کا قول پیمائش کے اعتبار پر مبنی ہے اور باقی اقوال طول وعرض کے دو امتدادوں کے شرط کرنے پر مبنی ہیں، اور یہ دونوں قول مذہب میں معروف ہیں اگرچہ ہمارا اعتماد اول پہ ہے جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب "النمیقۃ الانقی" کی تیسری فصل میں بیان کیا، اور اس کی تائید یہ ہے کہ اس مقام پر صاحب خلاصہ نے کہا کہ بڑا حوض دہ در دہ ہوتا ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ وہ ہر طرف سے دس ہاتھ ہو اور پانی کا گرد چالیس ہاتھ ہو، اور پانی کی سطح سو ہاتھ ہو یہ طول وعرض کی مقدار ہے اھ تو انھوں نے اپنے اس قول "پانی کی سطح سو ہاتھ ہے" پہ اکتفاء نہ کیا بلکہ طول وعرض کی تفصیل بیان کی اور دور ظاہر کیا پھر اس کی وجہ بیان کی، اگرچہ اس کے بعد جنس فی النہر کی بحث میں مساحۃ کو اختیار کیا فرمایا کہ اگر پانی کا طول وعمق ہو اور اس کا عرض نہ ہو جیسے بلخ کی نہریں، اگر یہ اس قسم کا ہو کہ جمع کرنے پر دہ در دہ ہو جائے تو اس سے وضو جائز ہے یہ ابو سلیمان الجوزجانی کا قول ہے، اور اسی کو فقیہ ابو اللیث نے اختیار کیا اور صدر الشہید نے اسی پر اعتماد کیا اور امام ابو بکر الطرخانی نے فرمایا کہ ایسی نہر سے وضو جائز نہیں خواہ وہ یہاں سے سمرقند تک کیوں نہ ہو، اور جو حضرات وضو کے جواز کے قائل نہیں وہ فرماتے ہیں پہلے ایک چھوٹا سا گڑھا کھودا جائے پھر ایک چھوٹی سی نہر کھودی جائے اور اس نہر سے پانی نکال کر گڑھے میں لایا جائے اور نہر سے وضو کیا جائے،

---

[1] خلاصۃ الفتاوی فصل فی الحیاض نولکشور لکھنؤ ۱/۳

Marfat.com

هکذا ینبغی ان یفهم کلام العلماء الکرام و الحمد للّٰه ولی الانعام ولا یذهبن عنك ان کل ذلك بناء علی اشتراط الامتدادین والصحیح الماخوذ المعتمد القصر علی المساحة فلذلك کان التعویل علی ما صححه فی الظهیریة و الملتقط والذخیرة مع ما فیه من تقریب وان شئت اقرب شئ الی التحقیق فقد اذناك به وباللّٰه التوفیق۔

میں کسر کے ساتھ اس سے کم پر اکتفا کیا جائیگا لیکن ۴ ۲ پر ترجیح دیا جائے گا تاکہ کسر کی رعایت دشوار نہ ہو اھ اور اس پر اقتصار کی وجہ ظاہر ہو گئی کیونکہ یہ اعدل الاقوال ہے جس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہے، اسی طرح علماء کی کلام کو سمجھنا چاہئے، اور یہ مخفی نہ رہے کہ یہ سب اس بنا پر ہے کہ دو امتدادوں کی شرط ہے اور صحیح ماخوذ معتمد مساحت پر انحصار ہے لہذا اعتماد اس پر ہوگا جو ظہیریہ، ملتقط اور ذخیرہ میں صحیح قرار دیا گیا ہے، پھر اس میں تقریب ہے اور اگر تحقیق کے قریب تر چیز کی تلاش ہو تو ہم نے تمہیں اس پر آگاہ کر دیا ہے وباللہ التوفیق۔ (ت)

تنبیہات: (۱) اقول مقدمة البرجندی

الثالثة مبنیة علی الثانیة لما علمت ان $\frac{ق ط}{۴}$ = م فاذا کان ق : ط :: ۷ : ۲۲ کان $\frac{۲۲ق}{۷}$ = ط ∴ $\frac{۲۲ق^۲}{۲۸}$ بل $\frac{۱۱ق^۲}{۱۴}$ = م ∴ ۱۱$ق^۲$ = ۱۴م ∴ $ق^۲ = \frac{۱۴م}{۱۱}$ ∴ ق = $\sqrt{\frac{۱۴م}{۱۱}}$ وهو المطلوب قد علمت انه تقریب بعید ولکن لا یخل بالمقصود فان علی التحقیق ق : ط :: ۷ : ۲۱٫۹۹۱۱۴۸۵۵ ∴ $\frac{۲۱٫۹۹ الخ ق}{۷}$ = ط ∴ $\frac{۲۱٫۹۹ الخ ق^۲}{۲۸}$ = م ∴ ق = $\sqrt{\frac{۲۸م}{۲۱٫۹۹ الخ}}$ فلوغارثم المساحة نجمع فی لو ۲۸ — لو الخ ۲۱٫۹۹ ولو ۲۸ = ۱٫۴۴۷۱۵۸۰ والاخر ۱٫۳۴۲۲۴۷۹ حاصل التفریق ۰٫۱۰۴۹۱۰۱ مثل ما قدمنا فی جدول لنا نجمع فیه لو المساحة وبنصف الحاصل یکن لو القطر فکان القطر کما قدمنا ۱٫۱۲۸۴ و المحیط ۳٫۵۴۴۹ خمسة وثلثین وکسرا لا یبلغ النصف وهو حاصل حساب البرجندی

تنبیہات: (۱) میں کہتا ہوں برجندی کا

تیسرا مقدمہ دوسرے پر مبنی ہے، جیسا کہ آپ نے جانا کہ $\frac{ق ط}{۴}$ = م تو جب ق : ط :: ۷ : ۲۲ ہوا تو $\frac{۲۲ق}{۷}$ = ط ∴ $\frac{۲۲ق^۲}{۲۸}$ بلکہ $\frac{۱۱ق^۲}{۱۴}$ = م ∴ ۱۱$ق^۲$ = ۱۴م ∴ $ق^۲ = \frac{۱۴م}{۱۱}$ ∴ ق = $\sqrt{\frac{۱۴م}{۱۱}}$ ہوگا اور یہی مطلوب ہے، اور آپ جان چکے یہ تقریب بعید ہے لیکن مقصود میں مخل نہیں کیونکہ تحقیقی طور پر ق : ط :: ۷ : ۲۱٫۹۹۱۱۴۸۵۵ ∴ $\frac{۲۱٫۹۹ الخ ق}{۷}$ = ط ∴ $\frac{۲۱٫۹۹ الخ ق^۲}{۲۸}$ = م ∴ ق = $\sqrt{\frac{۲۸م}{۲۱٫۹۹ الخ}}$ تو مساحت کے لوگارثم کو جمع کیا جائے گا لو ۲۸ — لو الخ ۲۱٫۹۹ ولو ۲۸ = ۱٫۴۴۷۱۵۸۰ ایک اور دوسرا ۱٫۳۴۲۲۴۷۹ حاصل تفریق ۰٫۱۰۴۹۱۰۱ ہے جیسا کہ ہم نے اپنے جدول میں بیان کیا، اس میں مساحت کا لو جمع کیا جائیگا اور حاصل کو آدھا کیا جائے گا تو لو قطر ہوگا تو جیسا کہ ہم نے لکھا قطر ۱٫۱۲۸۴ ہوگا اور محیط ۳٫۵۴۴۹

Marfat.com

فاذا کانت کل ساق عشرا کان جذر القطر مائتین وھو ١٤١،٤٢ وبالتدقیق ١٤١،٤٢١٣٦٨ فاذا کان ھذا قطر الدائرة لوغارثمہ ٢،١٥٠٥١٥٠ + ٠،٤٩٧١٤٩٩ = ٢،٦٤٧٦٦٤٩ وھو لوغارثم ٤٤٤،٢٩ فیکون المحیط اکثر من ٤٤ وذلك ما اردناه۔

اقلیدس سے) اور اس وقت قائمہ کا وتر دائرہ کا قطر ہوجاتا، اب جبکہ ہر ساق دس ہاتھ کی ہو تو قطر، کا جذر دوسو ہوتا اور وہ ١٤١،٤٢ ہے اور اگر باریک بینی سے کام لیا جائے تو یہ ہوگا ١٤١،٤٢١٣٦٨، تو جب دائرہ کا قطر یہ ہوا تو اس کا لوگارثم ٢،١٥٠٥١٥٠ + ٠،٤٩٧١٤٩٩ = ٢،٦٤٧٦٦٤٩ ہوگا اور یہ لوگارثم ٤٤٤،٢٩ ہے تو محیط ٤٤ سے زائد ہوگا، اور یہی ہماری مراد ہے۔ (ت)

اقول وبہ تبین وجہ ما طوے بیانہ العلامۃ البرجندی انہ لم اختیر وقوع المربع داخل المدور ان لا یکون قطرھا اقصر من اطول امتدادات المربع اعنی قطرھا فان المقصود ھو الامتداد الضلعی المفروض عشرة دون القطری و وجھہ ان ذلك الامتداد الضلعی ضلعا لقائمۃ مساویا للضلع الاخر لا یقع فی دائرة الا اذا کان قطرھا وتر المثلث ولا یقع الا فی نصف الدائرة فاذا رسم مثلہ فی النصف الاخر تم المربع وظھر وقوعہ فیھا۔

میں کہتا ہوں اس سے اس کی وجہ بھی ظاہر ہوگئی جس کا بیان علامہ برجندی نے لپیٹ دیا ہے یعنی مدور کے اندر مربع واقع ہونے کے لیے یہ شرط کیوں اختیار کی گئی ہے کہ اس کا قطر مربع کے طویل ترین امتدادات سے کم نہ ہوجائے یعنی اس کا قطر، کیونکہ مقصود امتداد ضلعی ہے جو دس فرض کیا گیا ہے، قطری نہیں ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب یہ امتداد ضلعی، قائمہ کا ضلع ہو اور دوسرے ضلع سے مساوی ہو تو دائرہ میں تب ہی واقع ہوسکتا ہے جبکہ اس کا قطر وتر مثلث ہو اور یہ نصف دائرہ میں ہی ہوتا ہے، اب اسی کی مثل جب دوسرے نصف میں کھینچی جائے تو مربع مکمل ہوجائے گا، اور اس کا اس میں واقع ہونا ظاہر ہوجائے گا۔ (ت)

واقول بوجہ اٰخر مربع کل ضلع منہ عشرة اذا وقعت نجاسۃ فی احدی زوایاھا مثل ج ووصلنا ا ء فالنصف المقابل لھا وھو مثلث ا ب ء

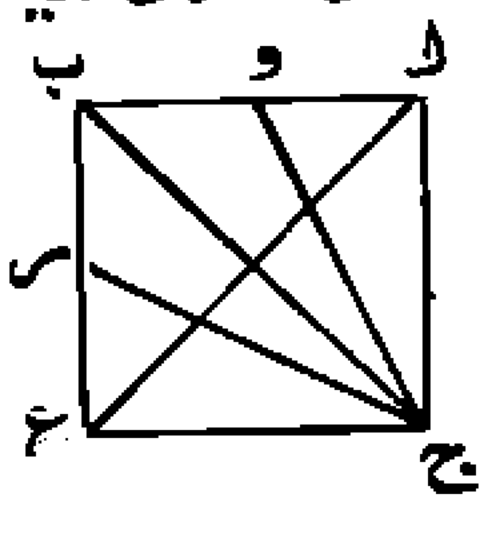

اور ایک دوسرے طریقہ پر میں کہتا ہوں ایک ایسا مربع ہے کہ جس کا ہر ضلع دس ہاتھ ہے اب اگر اس کے ایک زاویہ مثلاً ج میں نجاست پڑجائے

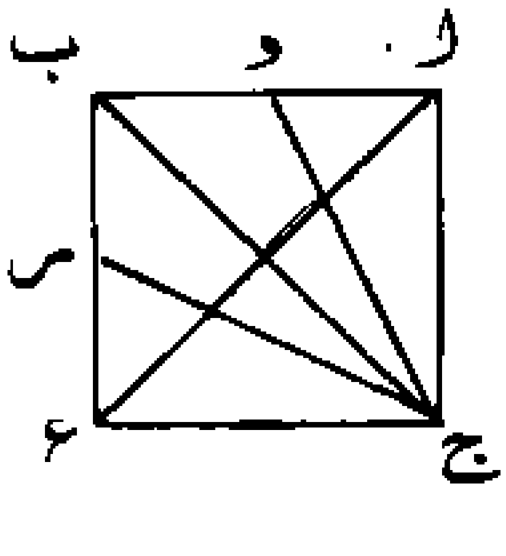

Marfat.com

اقول بل ولا سدس سدس ذراع
كما ستعلم وجعل ش نسخة او اصوب اقول
اذ النسخة الواو حظ من صواب وليس
كذلك وبناها على الاختلاف في التعبير فان
نوحا عبر بالربع والسراج والشرنبلالي بالخمس
واختار تبعا لهما الخمس وان المساحة
مائة ذراع وشیٔ قليل لا يبلغ عشر ذراع
اقول بل يبلغه بل يغلبه كما سترى قال وعلى
التعبير بالربع يبلغ نحو ربع ذراع اقول
بل اكثر من ثلثة ارباعه وذلك ان ط
عن افندى وش عن السراج نقلا مؤامرة
مساحته ان تضرب احد جوانبه في نفسه فما صح
اخذت ثلثه وعشره فهو مساحته[1] اھ اقول
وهذا وان كان فيه ما ستعرف فالعمل به
على وجهين الاول ان تأخذ ثلث المربع و
عشره مع الكسر وهو الذي عملا به مع
قولهما فما صح الخ ولذا قال السراج في
مربع خمسة عشر والخمس ان ثلثه على
التقريب ۷۷ ولو اخذ الصحيح فقط لكان
ثلثه تحقيقا وقال نوح في مربع خمسة عشر
والربع ان ثلثه ۷۷ ونصف ذراع و
سدس ثمنه وعشره ۲۳ وربع ونصف
ثمن عشر وما ذلك الا باعتبار الكسر والثاني
العمل على ما صح فقط فعلى الاول مربع
۱۵٫۲ = ۲۳۱٫۰۴ ثلثه ۷۷٫۰۱۳ وعشره

میں کہتا ہوں بلکہ ذراع کے سدس کے چھٹے کو بھی نہیں پہنچا
جیسا کہ آپ عنقریب جان لیں گے اور "ش" نے
او کے نسخہ کو درست قرار دیا، میں کہتا ہوں اس
صورت میں واو کا نسخہ بھی کچھ صحیح ہو سکتا ہے، حالانکہ
ایسا نہیں ہے، اور انھوں نے اس کا مبنیٰ تعبیر
کے اختلاف کو قرار دیا ہے کیونکہ نوح نے چوتھائی سے
تعبیر کیا اور سراج اور شرنبلالی نے پانچویں سے تعبیر کیا،
اور خمس کو ان دونوں کی متابعت میں مختار قرار دیا
اور یہ کہ مساحت سو ذراع اور قدرے ہے جو ایک ذراع
کے دسویں تک نہیں پہنچتی ہے۔ میں کہتا ہوں، ایسا
نہیں ہے بلکہ یہ مقدار اس سے زائد ہو جاتی ہے جیسا
کہ آپ عنقریب دیکھ لیں گے، فرمایا جب اس کو
چوتھائی سے تعبیر کیا جائے تو یہ تقریباً چوتھائی ذراع ہوگا۔
میں کہتا ہوں اس کے تین چوتھائی سے بھی زائد ہوگا
اور اس کی وجہ یہ ہے کہ "ط" نے آفندی سے اور ش
نے سراج سے اس کی پیمائش کا حساب یہ نقل کیا
کہ اس کے کسی کنارے کو خود اسی میں ضرب دی جائے
تو جو جواب ہو اس کا تہائی اور دسواں اس کی پیمائش
ہے اھ۔ میں کہتا ہوں اس میں کچھ بحث ہے جو
آپ جان لیں گے پھر بھی اس کا عمل دو طریقوں پر ہے،
پہلا تو یہ ہے کہ مربع کا تہائی اور دسواں مع کسر کے
لیا جائے، اور اسی پر ان دونوں نے عمل کیا ہے،
ساتھ ہی ان کا یہ قول ہے فما صح الخ اور اسی لئے
سراج نے پندرہ اور پانچویں کے مربع میں فرمایا کہ اس کا
تہائی تقریبی ۷۷ ہے، اور اگر صرف صحیح لیا جائے

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ ۱/۱۳۲

Marfat.com

فيكون قطر الدائرة هو وتر المثلث فيكون ا ع ا ح ب اكثر من اربعة عشر ذراعا بما تقدم وثبت وقوع المربع فی الدائرة ـ

فاصلہ ہے اور اس وقت دائرہ کا حال مربع کے حال کی طرح ہوگا، بالکل برابر، یعنی دونوں ا ؎ اور ا ح کا بعد دس ہے، پھر بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس میں بعید تر ب ہے اس وقت دائرہ کا قطر مثلث کا وتر ہوگا تو ا ع یعنی ح ب چودہ ہاتھ سے زائد ہوگا بسبب اس قاعدے کے جو گزرا اور مربع کا دائرہ میں واقع ہونا ثابت ہوا۔ (ت)

اقول ومن ههنا ظهرت ثلثة امور الاول لم يصحح قول ٤٤ لان فيه نقصا من المطلوب كما علمت والمقادير المقدرة لا يعمل فيها بالاسقاط الثانی حيث ان القطر ١٤٣٢ ١٤٦ ١ ففی جعله ١٥ بالرفع مجازفة كثيرة كما فی قول ٤٨ وفی جعله ١٤ بالاسقاط نقص من المقصود وهو لا يسوغ فكان العدل التوسط بينهما وهو جعله ٥ ١٤٦ ثلثة امثاله ٤٣٦٥ وسبعه ذراعان وكسر فالمجموع اكثر من خمسة واربعين ذراعا ونصف والكسر اذا زاد على النصف بل واذا بلغ النصف يؤخذ واحدا كما هو عادة الحساب فاعتبر المحيط ٤٦ الثالث ظهر قول الفتح ان فی الحساب يكتفی باقل منها بكسر لكن يفتی بستة واربعين كيلا يتعسر رعاية الكسر[1] اھ وظهر وجه الافتاء به لانه اعدل الاقوال لا تقتير ولا اسراف ولا تقصير ولا جزاف

میں کہتا ہوں کہ اس سے تین امور ثابت ہوئے: اوّل، ۴۴ کے قول کی تصحیح نہیں کی گئی ہے کیونکہ یہ مطلوب سے ناقص ہے، جیسا کہ آپ کو معلوم ہوا، اور مقدرہ مقادیر میں اسقاط کا عمل نہیں ہوتا،

ثانی یہ کہ قطر ۱۴۳۲ ۱۴۶ ۱ ہے تو اس کو اگر بڑھا کر اندازاً ۱۵ بنا لیا جائے تو یہ اٹکل پچّو کے سوا کچھ نہیں ہے جیسا کہ ۴۸ کے قول پر ہے اور اگر ساقط کرکے اس کو ۱۴ بنایا جائے تو مقصود سے کم ہوگا اور یہ درست نہیں ہے، تو انصاف یہ ہے کہ ان دونوں میں درمیانہ درجہ اختیار کیا جائے، اور وہ یہ ہے کہ ۵ ۱۴۶ اس کا تین گنا ہے ۵ ۴۳۶ اور اس کا ساتواں دو ذراع ہیں اور کسر ہے تو مجموعہ ۴۵ ذراع اور نصف سے زاید ہے اور کسر جب نصف سے زاید ہو جائے بلکہ جب نصف تک پہنچ جائے تو اس کو پورا ایک شمار کیا جاتا ہے جیسا کہ حساب دانوں کی عادت ہے تو محیط ۴۶ اعتبار کیا گیا۔

ثالث، فتح کا یہ قول ظاہر ہوگیا کہ حساب

---

[1] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالا یجوز بہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۰

Marfat.com

كسرا اقل من ٢، ثم لوض ـــ لوجس = ١٫١١٩٢٨٠٣ هذا لوعم فهو ١٣٫١٦٠٧٣٩٤ ثم لوض + لوعم = ٢٫٣٠١٠٣٠٠ طرحا منه لو٢ بقي ٢٫٠٠٠٠٠٠ وهو لو١٠٠ تماما من دون زيادة ولا نقص وبوجه آخر في استعلام ض حيث ان مربع نصف الشيء ربع مربع الشيء فبالعروسي $\text{عم}^2 + \frac{\text{ض}^2}{4} = \text{ض}^2 \therefore \text{عم}^2 = \frac{3\text{ض}^2}{4} \therefore \text{عم} = \sqrt{\frac{3\text{ض}^2}{4}}$ وكان عم ض = ٢٠٠ $\therefore \text{ض}\sqrt{\frac{3\text{ض}^2}{4}} = 200$ بل $\sqrt{\frac{3\text{ض}^2}{4}} = \frac{200}{\text{ض}} \therefore \frac{3\text{ض}^2}{4} = \frac{40000}{\text{ض}^2} \therefore 3\text{ض}^4 = 160000$ بل $\text{ض}^4 = \frac{160000}{3}$ ∴ لو المقسوم ٥٫٢٠٤١٢٠٠ ــ لو المقسوم عليه ٠٫٤٧٧١٢١٣ = ٤٫٧٢٦٩٩٨٧ ربعه ١٫١٨١٧٤٩٧ مثل الحساب الاول سواء۔

تمام اضلاع کی مثل ہے ہم نے ب ج پر ایک عمود نکالا جس کا نام ا ء ہے تو ا ء ح جو زاویہ قائمہ والا ہے ا ح : ء ح :: ا ء : جیب ۶۰، ا ح ضلع کا نام ہم نے ض رکھا اور ا ء عمود کا عم رکھا اور وہ جیب گر رہا ہے، کیونکہ جیب چھٹا جس ہے تو تناسب کے قاعدہ سے ض جس = عم ہے اور چونکہ $\frac{\text{ض عم}}{2} = 100 \therefore \text{ض}^2\ \text{جس} = 200$ ہے بلکہ $\text{ض}^2 = \text{جس}\ 200 \therefore \text{ض} = \sqrt{\frac{200}{\text{جس}}}$ و لو ۲۰۰ = ۲٫۳۰۱۰۳۰۰ و لوجس $\bar{1}$٫۹۳۷۵۳۰۶ طرح کا حاصل ۲٫۳۶۳۴۹۹۴ ہو جس کا آدھا ۱٫۱۸۱۷۴۹۷ یہ لوض ہے تو وہ ۱۵٫۱۹۶۷۱۲۸ بطور کسر ۲، سے کم ہے، پھر لوض ـ لوجس = ۱٫۱۱۹۲۸۰۳ یہ لو عم ہے تو وہ ۱۳٫۱۶۰۷۳۹۴ ہے پھر لوض + لو عم = ۲٫۳۰۱۰۳۰۰ ہے تو ہم نے اس لو۲ کو کم کیا تو ۲٫۰۰۰۰۰۰ بچا اور یہ پورا لو ۱۰۰ ہے، اس میں کوئی کمی بیشی نہیں، اور دوسرے طریقے پر ض کے استعلام میں، کہ کسی چیز کا آدھا مربع اس چیز کے مربع کا چوتھائی ہوتا ہے تو شکل عروسی سے $\text{عم}^2 + \frac{\text{ض}^2}{4} = \text{ض}^2 \therefore \text{عم}^2 = \frac{3\text{ض}^2}{4} \therefore \text{عم} = \sqrt{\frac{3\text{ض}^2}{4}}$ اور عم ض = ۲۰۰ $\therefore \text{ض}\sqrt{\frac{3\text{ض}^2}{4}} = 200$ بلکہ $\sqrt{\frac{3\text{ض}^2}{4}} = \frac{200}{\text{ض}} \therefore \frac{3\text{ض}^2}{4} = \frac{40000}{\text{ض}^2} \therefore 3\text{ض}^4 = 160000$ بلکہ $\text{ض}^4 = \frac{160000}{3}$ ∴ لو مقسوم ۵٫۲۰۴۱۲۰۰ ـ لو مقسوم علیہ ۰٫۴۷۷۱۲۱۳ = ۴٫۷۲۶۹۹۸۷ اس کا ربع ۱٫۱۸۱۷۴۹۷ اور یہ بالکل پہلے حساب کے مساوی ہے۔ (ت)

اقول وبه ظهر ما في مؤامرة المساحة المذكورة اذ حاصله ان $\frac{13\text{ض}^2}{30} = \text{م}$ اى $\frac{13\text{ض}^2}{15} = 2\text{م}$ وقد علمت ان $\text{ض}\sqrt{\frac{3\text{ض}^2}{4}} = 2\text{م}$ فهما متساويان قسمناهما على ض $\therefore \frac{13\text{ض}}{15} = \sqrt{\frac{3\text{ض}^2}{4}} \therefore \frac{169\text{ض}^2}{225} = \frac{3\text{ض}^2}{4}$ ∴

میں کہتا ہوں اور اسی سے وہ اعتراض ظاہر ہوا جو مذکورہ پیمائش کا مؤامرہ ہے کیونکہ اس کا حاصل یہ ہے کہ $\frac{13\text{ض}^2}{30} = \text{م}$ یعنی $\frac{13\text{ض}^2}{15} = 2\text{م}$ اور تو نے جان لیا کہ $\text{ض}\sqrt{\frac{3\text{ض}^2}{4}} = 2\text{م}$ وہ دونوں قسمیں مساوی ہیں جن کو ہم نے ض پر تقسیم کیا $\frac{13\text{ض}}{15} = \sqrt{\frac{3\text{ض}^2}{4}}$

Marfat.com

شم فم الکسر لما علمت ان الاسقاط فی المقادیر باطل فکان الدور ۳۶ وھو المقصود۔

(۲) کون القطر من المحیط $\frac{۷}{۲۲}$ لیس مبرھنا علیہ فی الحساب بل لم تعلم الی الان النسبۃ بینھما تحقیقا انما عملوا بالاستقراء والتقریبات فکذا ما یبتنی علیہ من ان ق = ۱۳م/۱۱ فقولہ کل ذلک مبرھن فی الھندسۃ والحساب تسامح۔

(۳) فی اسقاط الکسر الزائد ھھنا وان کان اقل من النصف ما قد علمت۔

(۴) القول الرابع مبنی قطعا علی ما فی الظھیریۃ ایضا عن محمد المیدانی انہ ان کان بحال لو جمع ماؤہ یصیر عشرا فی عشر لبنائہ الامر علی المساحۃ فقط من دون اعتبار العرض فلیس ھذا محل یشبہ۔

(۵) قال فی الدر وفی المثلث من کل جانب خمسۃ عشر ربعا وخمسا اھ وفی بعض النسخ او خمسا واعترضہ ط بان الحساب یقینی فلا معنی للتردید واختار تبعا لنوح افندی الربع وان المساحۃ مائۃ ذراع وثلثۃ ارباع ذراع وشیئ قلیل لا یبلغ ربع ذراع۔

اور کچھ کسر ہوگی جو نصف تک نہیں پہنچے گی اور یہی برجندی کے حساب کا حاصل ہے کسر بڑھائی اس لیے گئی ہے کہ آپ جان چکے ہیں کہ مقادیر کا ساقط کرنا باطل ہے تو دور ۳۶ ہوا اور یہی مقصود ہے۔

(۲) قطر کا محیط سے ہونا $\frac{۷}{۲۲}$ حساب میں مبرہن نہیں ہے بلکہ اب تک ان دونوں کے درمیان تحقیقی نسبت بھی معلوم نہیں ہو سکی ہے، جو کچھ کیا ہے وہ محض استقراء اور تقریب ہے، تو جو اس پر مبنی ہوگا اس کا بھی یہی حال ہے، یعنی یہ کہ ق = ۱۳م/۱۱ تو اس کا یہ قول کہ یہ تمام حساب اور ہندسہ میں مبرہن ہے اس میں تسامح ہے۔

(۳) کسر زاید کو ساقط کرنے میں اگرچہ نصف سے کم ہو، جو کلام ہے وہ تم جان چکے ہو۔

(۴) چوتھا قول قطعاً اس پر مبنی ہے جو ظہیریہ میں بھی محمد المیدانی سے منقول ہے کہ اگر وہ ایسا ہو کہ اس کا پانی اگر جمع کیا جائے تو وہ دہ در دہ ہوگا کیونکہ اس نے اس معاملے کو صرف مساحت پر مبنی کیا ہے اور عرض کا اعتبار نہیں کیا تو اس میں شبہ کی گنجائش نہیں۔

(۵) در میں فرمایا اور مثلث میں ہر طرف سے ۱۵، چوتھائی اور پانچواں ہے اھ اور بعض نسخوں میں یا پانچواں ہے، اور اس پر "ط" نے اعتراض کیا کہ یہ حساب یقینی ہے تو اس میں تردید کا کوئی مفہوم نہیں اور انھوں نے نوح آفندی کی متابعت میں چوتھائی کو مختار کہا اور یہ کہ مساحۃ ایک سو ذراع اور ایک ذراع کے تین ربع ہیں اور کچھ مزید جو چوتھائی ذراع کو نہیں پہنچا۔ (ت)

---

۱ در مختار ... [illegible]

Marfat.com

متساویتان (۲۶ من اولی الاصول) وحیث
ان ب ثلثا قائمۃ والمجموع کقائمتین
(۳۲ منہا) فالکل متساویۃ وبوجہ اخصر
حیث ان ب ہ ء ثلثا قائمۃ و ء ہ ح تمامہا
الی قائمتین (۱۳ منہا) فباسقاطہ للقائمۃ
منہا تبقی ح ہ ح ثلث قائمۃ فباسقاطہا
مع ح القائمۃ من مثلث ہ ح ح تبقی ح ثلثی
قائمۃ وکذلک ا فالزوایا الثلاث متساویۃ
فکذا الاضلاع الثلاث والا لاختلفت
الزوایا (۱۸ منہا) فمثلث ا ب ح السماد
بزوایا المربع الاربع متساوی الاضلاع
وذلک ما اردناہ وآذا فی مثلث ہ ح ح القائم
الزاویۃ ہ ح : ع :: ہ ح : جیب السدس
و ہ ح ۱۰ بالفرض :. .... ۱۰-۱۶-۹۳۷۵۳۰۶ آ
= ۱۶۰۶۲۴۶۹۴ وھو لوغارثم ۷ ۵۴ ء ۱۱
ھذا مقدار ہ ح وقد کان ب ہ ۱۰ :. ب ح
۷ ۵۴ ء ۲۱ وذلک ما اردناہ واللہ تعالی
اعلم وصلی اللہ تعالی علی سیدنا ومولینا
محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم
ابدا امین والحمد للہ رب العلمین۔

مثلثوں میں ں و ح کے دونوں زاویے قائمے ہیں
اور ں ء ہ ح کے دونوں ضلعے برابر ہیں تو ؤ و ح
کے دونوں زاویے برابر ہوں گے (۲۶ پہلی اصل
اور چونکہ ب ایک قائمہ کا دو ثلث ہے اور مجموعہ دو قائموں کی
ہے (۳۲ اسی اصل سے) تو سب برابر ہوئے اور بطور اختصار
ب ہ ء ایک قائمہ کا دو ثلث ہے اور ء ہ ح جو دو قائموں کے برا
(۱۳ اسی اصل سے) تو ہ کو قائمہ کے لئے ساقط کرنے سے
باقی رہتا ہے ح ہ ح ثلث قائمہ کا تو اسکو ح کے قائمہ کے
ساتھ ساقط کرنے سے ہ ح ح کے مثلث سے
ح باقی رہ جائیگا جو ایک قائمہ کا دو ثلث ہے اور اسی
طرح ا کا حال ہے تو تینوں زاویے برابر ہیں ، تو
اسی طرح تینوں اضلاع برابر ہوں گے ورنہ زاوی
مختلف ہوجائیں گے (۱۸ پہلی اصل سے) تو ا ب ح
کا گزشتہ مثلث مربعوں کے چاروں زاویوں کے
ساتھ برابر ضلعوں والا ہوگا اور یہی ہم نے ارادہ
کیا تھا اور چونکہ ہ ح ح زاویہ قائمہ والے مثلث
میں ہ ح : ع :: ہ ح : جیب چھٹا ہے و
۱۰ ح بالفرض :. ۱۰-۱۶-۹۳۷۵۳۰۶
= ۱۶۰۶۲۴۶۹۴ اور یہ لوگارثم ۷ ۵۴ ء ۱۱ کا
ہے یہ مقدار ہ ح اور ب ہ ۱۰ :. ب ح ۷ ۵۴ ء ۲۱
اور یہی ہماری مراد تھی واللہ تعالی اعلم وصلی اللہ
تعالی علی سیدنا ومولینا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم ابداً آمین والحمد للہ رب العالمین ۔ (ت)

مسئلہ ۴۵

۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وضو نہر سے افضل ہے یا حوض سے ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

وضو نہر سے افضل ہے مگر کسی مصلحت خاصہ کے باعث ۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کسی معتزلی کے سامنے

Marfat.com

۴،۱۰۴ ۲۳ مجموعهما ۷۷،۱۱ ۱۰۰ و هو اکثر

من العشر و مربعه ۲۵،۱۵۶ = ۲۳۳۲۶۵۶۲۵

ثلثه ۵۲۰۸۳،۷۷ و عشره ۲۳،۲۲۵۶۲۵

مجموعهما ۱۰۰،۷۷۷۰۸ و هو اکثر من ۵،۷۵

و علی الثانی $\frac{۲۳۱}{۳}$ = ۷۷ و عشره ۲۳،۱ مجموعهما

۱۰۰،۱ فقد بلغ العشر و $\frac{۲۳۲}{۳}$ = ۷۷،۳ و عشره

۲۳،۲ مجموعهما ۱۰۰،۵ و هو نصف بل

اکثر لان ۳ دائر ثم اقول التحقیق ان

الکسر اقل من الخمس یعبر به لقلة التفاوت

جدا و لیکن مثلث

متساوی الاضلاع

اذ فیه الکلام کما

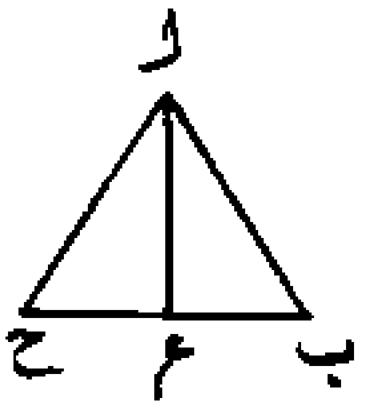

سمعت من قول الدرمن کل جانب کذا فکل

زاویة منه سدس الدور و مساحة کل

مثلث نصف مسطح العمود و القاعدة و هی

هٰهنا مثل سائر الاضلاع اخرجنا علی ب ج

عمود ا ء ففی مثلث ا ء ح القائم الزاویة

ا ح : ء :: ا ء : جیب جـ ولنسم ا ح

الضلع ض و ا ء عمود ع م و ذلك الجیب منحطا

لکونه جیب السدس جس فبحکم التناسب

ض جس = ع م و حیث ان $\frac{ض ع م}{۲}$ = ۱۰۰ ::

ض۲ جس = ۲۰۰ بل ض۲ = $\frac{۲۰۰}{جس}$ :: ض = $\sqrt{\frac{۲۰۰}{جس}}$

و لو ۲۰۰ = ۳۰۱۰۳۰۰،۲ و لو جس ۹۳۷۵۳۰۶،۹ آ

حاصل الطرح ۳۶۳۴۹۹۴،۲ نصفه

۱،۶۸۱۷۴۹۷ هذا لوض فهو ۱۵،۱۹۶۷۱۳۸

تو اس کا ثلث تحقیقی ہوگا اور فوح نے پندرہ اور چوتھائی

کے مربع کی بابت فرمایا کہ اس کا تہائی ۷۷، اور آدھا

ذراع اور ثمن ذراع کا سُدس ہے اور اس کا عُشر ۲۳ اور

رُبع اور عُشر کے ثمن کا نصف ہے اور یہ کسر ہی کے اعتبار

سے ہو سکتا ہے، اور دوسرا عمل صرف صحیح کے

مطابق ہے، تو پہلی صورت میں مربع ۱۵،۶۲ =

۲۳۱،۶۰۴ اس کا ثلث ۷۷،۰۱۳ اس کا

دسواں ۲۳،۱۰۴ ہے ان دونوں کا مجموعہ

۱۰۰،۱۱۷ ہے اور یہ دسویں سے زائد ہے اور مربع

۱۵،۲۵ = ۲۳۲،۵۶۲۵، اس کا تہائی

۷۷،۵۲۰۸۳، اور اس کا دسواں ۲۳،۲۵۶۲۵،

ان دونوں کا مجموعہ ۱۰۰،۷۷۷۰۸ ہے اور یہ ۷،۵

سے زائد ہے، اور دوسری تقریر پر $\frac{۲۳۱}{۳}$ = ۷۷ ہے اور

اس کا دسواں ۲۳،۱ ، ان دونوں کا مجموعہ ۱۰۰،۱

تو دسواں ہوگیا اور $\frac{۲۳۲}{۳}$ = ۷۷،۳ ہے اور اس کا دسواں

۲۳،۲ ہے ان دونوں کا مجموعہ ۱۰۰،۵ ہے اور

وہ آدھا ہے بلکہ زائد ہے کیونکہ ۳ دائر ہے۔ پھر میں

کہتا ہوں کہ تحقیق یہ ہے کہ کسر خمس سے کم ہے لیکن خمس سے تعبیر کیا جاتا

ہے کیونکہ اس میں تفاوت بہت ہی کم ہے، یہ

ایک مثلث ہے اس مثلث کے

تمام اضلاع برابر ہیں، کیونکہ کلام

اسی میں ہے، دُر کا کلام اس

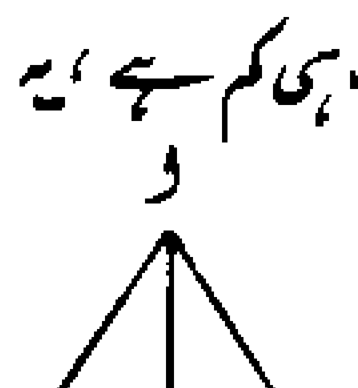

بابت آپ سُن ہی چکے ہیں کہ ہر طرف سے ایسا ہی

ہو تو اس کا ہر زاویہ دور کا چھٹا ہے اور ہر مثلث کی

پیمائش عمود کی مسطح کا نصف ہے اور قاعدہ یہاں

Marfat.com

من الحياض فيرغمهم بالوضوء منها اھ و

جائز قرار نہیں دیتے ہیں اس طرح ان کی تذلیل ہوگی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) النظر ووجهه ش بما توضيحه مع تلخيصه ان لو بنيت المسألة عليه لما تنجس عندنا من الماء الا ما يساوي النجاسة حجما فقطرة بقطرة ونصفها بنصفها۔ **اقول** وايضا يلزم المعتزلة لو قالوا به تنجيس البحر العظيم بقطرة قال على ان المشهور ان الخلاف في الجزء بين المسلمين والفلاسفة بنوا عليه قدم العالم وعدم حشر الاجساد والمعتزلة لم يخالفوا في شئ من ذلك والا لكفروا اھ **اقول** ليس نفي الجزء كفرا ولا لازم المذهب مذهبا لاسيما تلك اللوازم البعيدة وكم من لزوم على مذاهب المعتزلة القائلين بها قطعا ثم لم يكفروا فليكن هذا منها فكيف يرد نقل الثقة على انه يكفي فيه ان يكون قول بعضهم كما قال تعالى قالت اليهود عزير ابن الله قالوا قالها طائفة قليلة منهم كانت وبانت قال فالاولى ما قيل من بناء المسئلة على ان الماء يتنجس عندهم بالمجاورة وعندنا لا بل بالسريان وذلك يعلم بظهور اثرها فيه فما لم يظهر لا يحكم بالنجاسة هذا ما ظهر لي فاغتنمه اھ **اقول** نص في البدائع ان التنجس بالتجاور وبينا في النميقة الانقى ان الماء القليل يتنجس معا لا بالسريان على انهم اذ لم

کی تساوی سے اقسام کی تساوی لازم نہیں آتی ہے مثلاً ابد کے ایام اور سال غیر متناہی ہیں اور ایک دن ہرگز بھی ایک سال کے برابر نہیں ہو سکتا ہے اور یہ دونوں نظر کی توجیہ کو کافی ہیں اور "ش" نے اس کی جو توجیہ کی ہے اس کی تلخیص مع توضیح یہ ہے کہ اگر مسئلہ اسی پر مبنی ہو تو ہمارے نزدیک صرف اتنا ہی پانی نجس ہوگا جتنا کہ نجاست کے مساوی ہے، تو ایک قطرہ ایک قطرہ ہی کے مقابل ہوگا اور نصف اس کے نصف کے مقابل ہوگا۔

میں کہتا ہوں اگر معتزلہ کا یہی قول ہوتا تو ان پر یہ لازم آتا کہ ایک قطرہ سے پورا سمندر ناپاک ہو جائے، انھوں نے فرمایا علاوہ ازیں مشہور ہے کہ اختلاف جزء میں فلسفیوں اور مسلمانوں کے درمیان ہے اور فلاسفہ نے اس پر عالم کے قدم اور حشر و نشر کی نفی کی بنیاد رکھی ہے اور معتزلہ نے ان چیزوں میں کسی کی مخالفت نہیں کی ہے ورنہ وہ کافر قرار پاتے اھ

میں کہتا ہوں جزء کی نفی کفر نہیں ہے اور نہ ہی لازم مذہب، مذہب ہوتا ہے، خاص طور پر یہ لوازم بعیدہ، اور جو معتزلی مذہب رکھتے ہیں ان پر بہت سے لوازم ہیں، مگر ان کی تکفیر نہیں کی جاتی ہے، سو یہ لازم بھی منجملہ ایسے لوازم کے ہو جائے، تو ثقہ کی نقل کو کیسے روکا جائے، علاوہ اس کے اس میں اتنا کافی ہے کہ یہ بعض کا قول ہو، جیسا کہ (باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

٦٧٦ ض٢ = ٦٧٥ ض٢ وهو محال اى ان ٢٣١ و ٢٣٢ = ٠ نعم لا باس به فى التخمين و يختص بهذا القسم من المثلث وما ذكرنا عام **ثم**

اقول هذا الذى ذكر فى مساحة المثلث انما يبتنى على القول المعتمد من اعتبار المساحة وحدها اما على القول الاٰخر من اعتبار الامتدادين فلا بد ان يكون كل ضلع اكثر من احد وعشرين ذراعا و نصف ذراع بكسر قريب جزء من احد وعشرين جزء من ذراع و ذلك لانه يجب وقوع مربع عشر فى المثلث كما علمته فى الدائرة فليكن ح ر المربع رسما على ء ه لامنه مثلا مثلث ء ب ه متساوى الاضلاع واخرجنا ب ء ح ر حتى التقيا على ا واخرجنا ب ه ر ح حتى التقيا على ح

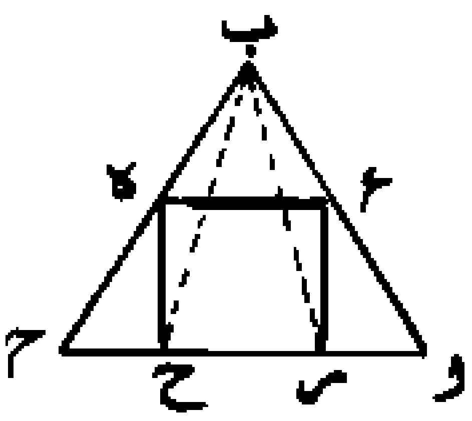

فمثلث ا ب ح هو المطلوب اما الالتقاء فلانا اذا وصلنا ب ح كانت زاوية ب ح ر جزء قائمة ه ح ر و زاوية ا ب ح جزء ا ب ه ثلثى القائمة فقد خرجا من اقل من قائمتين واما ان ا ب ح المثلث المطلوب فلان زاويتى ه ء ا ه ح متساويتان بالماموني فباسقاط قائمتى ه ح ر ء ه ح تبقى ر ء ا ح ه ح متساويتين وفى هذين المثلثين زاديتا ر و ح قائمتان وضلعا ر ء ه ح متساويات فزاديتا ا و ح

٦٧٦، ١٦٩ ض٢ / ٢٢٥ = ٣ض٢ / ٤ ∴ ٦٧٦ ض٢ = ٦٧٥ ض٢

اور وہ محال ہے یعنی ٢٣١ و ٢٣٢ = ٠ ہاں تخمینہ میں کوئی مضائقہ نہیں اور یہ مثلث کی اس قسم کے ساتھ خاص ہے جو ہم نے ذکر کیا وہ عام ہے، پھر میں کہتا ہوں مثلث کی پیمائش میں جو انہوں نے ذکر کیا ہے قول معتمد پر مبنی ہے کہ صرف پیمائش کا اعتبار کیا جائے، اور دوسرا قول جس میں دو امتدادوں کا اعتبار ہے تو اس میں ضروری ہے کہ ہر ضلع میں ساڑھے اکیس ذراع پر کچھ کسر زائد ہو جو ذراع کے اکیسویں جزء کے لگ بھگ ہو گی ، اس کی وجہ یہ ہے کہ دس کے مربع کا مثلث میں ہونا ضروری ہے جیسا کہ آپ نے دائرہ میں جانا، تو اب ء ح کا مربع ہم نے ء ہ پر کھینچا مثلاً مثلث ء ب ہ جس کے اضلاع برابر ہوں اور ہم نے ب ء ح ر نکالا یہاں تک کہ وہ دونوں ا پر ملے،

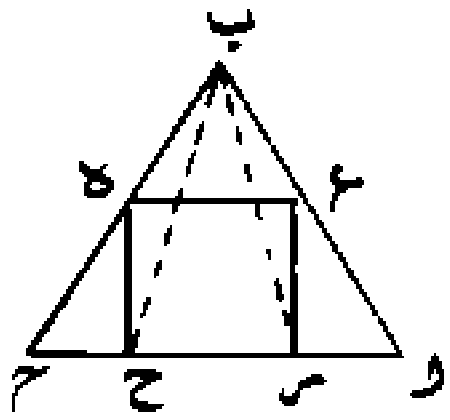

ہم نے ب ہ ر ح نکالا یہاں تک کہ وُہ دونوں ح پر ملے تو مثلث ا ب ح کا بنا وہی مطلوب ہے، جہاں تک ملنے کا تعلق ہے تو جب ہم نے ب ح کو ملایا تو ب ح کا زاویہ ہ ح ر کے زاویہ قائمہ کا جزء ہوا ، اور ا ب ح کا زاویہ ا ب ہ کا جزء ہوا جو قائمہ کا دو ثلث ہے، کیونکہ یہ دونوں قائموں سے اقل ہے اور ا ب ح کا مثلث مطلوب ہے کیونکہ ہ ء ا ہ ح کے دونوں زاویے مامونی سے متساوی ہیں تو ہ ء ر ہ ح کے دونوں قائموں کو ساقط کرنے کے بعد ر ء ا ح ہ ح دونوں متساوی ہیں اور ان دونوں

Marfat.com

المسح علی الرجل فاذا مسح الخف انتفت التھمۃ بخلاف ما اذا غسل فان الروافض قد یغسلون تقیۃ فیشتبہ الحال فی الغسل فیتھم افادح۔

کرے گا تو تہمت ختم ہوجائے گی بخلاف اسکے کہ جب وہ دھوئیگا کہ رافضی تقیہ سے دھو بھی لیتے ہیں غسل کی صورت میں صورت حال مشتبہ ہوجاتی ہے تو تہمت کا خدشہ ہوگا افادح (ت)

اقول رافضی تقیہ سے سب کچھ کرلیتے ہیں یوں ہی وہابی مجالس میلاد مبارک میں جائیں قیام کریں گیارھویں شریف کی نیاز میں حاضر ہوں پلاؤ کھانے کو موجود اور دل میں شرک و حرام، لہذا ہم نے نفی تہمت خروج سے تصویر کی۔

قال ش ما ذکرہ الشارح نقلہ القھستانی عن الکرمانی ثم قال لکن فی المضمرات وغیرہ ان الغسل افضل وھو الصحیح کما فی الزاھدی اھ وفی البحر عن التوشیح ھذا مذھبنا وقال الرستغفنی المسح افضل[2] اھ

"ش" نے فرمایا جو شارح نے ذکر کیا ہے اس کو قہستانی نے کرمانی سے نقل کیا ہے پھر فرمایا لیکن مضمرات وغیرہ میں ہے کہ غسل افضل ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ زاہدی میں ہے اھ اور بحر میں توشیح سے منقول ہے "یہ ہمارا مذہب ہے" اور الرستغفنی نے کہا کہ مسح افضل ہے اھ (ت)

اقول ھذا سبق نظر انما نقل عن الکرمانی التخییر بین الغسل والمسح ونقل اولویۃ المسح عن الذخیرۃ **ثم** ھو لا یمس ما ذکر الشارح فان کلامہ عند وجود التھمۃ والذی فی الذخیرۃ وغیرھا اولویۃ المسح حکما مطلقا وعلیہ یرد التصحیح المذکور واللہ تعالٰی اعلم۔

میں کہتا ہوں ان کی نظر چوک گئی ہے، کرمانی سے تو یہ نقل کیا ہے کہ غسل اور مسح میں اختیار ہے اور ذخیرہ سے مسح کی اولویت نقل کی ہے پھر یہ اس کے مطابق نہیں ہے جس کو شارح نے ذکر کیا ہے کیونکہ انکا کلام وجودِ تہمت کے متعلق ہے اور جو ذخیرہ وغیرہ میں ہے وہ مسح کے اولٰی ہونے کا مطلق حکم ہے اور اسی پر مذکور تصحیح وارد ہوتی ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

ثم اقول اُس سے بھی اہم دفع وسوسہ ہے اگر کوئی شخص وسوسہ میں مبتلا ہو حوض سے وضو کرتے کراہت رکھتا ہو اُسے حوض ہی سے وضو افضل ہے کہ قطع وسوسہ ہو و رغم الشیطان اھم من رغم المعتزلی واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] رد المحتار باب المسح علی الخفین مصر ۱/۱۹۳

[2] ایضاً

Marfat.com

اُسے غیظ پہنچانے کو حوض سے وضو افضل ہے کہ معتزلہ اسے ناجائز کہتے ہیں۔ فتح القدیر میں ہے:

في فوائد الرستغفني التوضي بماء الحوض افضل من النهر لان المعتزلة لايجيزونه

فوائد الرستغفنی میں ہے نہر کی بہ نسبت حوض سے وضو کرنا افضل ہے کیونکہ معتزلہ حوضوں سے وضو کو

لہ في المعراج بناء على جزء لا يتجزء فانه عند اهل السنة موجود فتصل اجزاء النجاسة الى جزء لا يمكن تجزئته فيكون باقي الحوض طاهرا وعند المعتزلة معدوم فيكون كل الماء مجاورا للنجاسة فيكون الحوض نجسا عندهم وفي هذا التقرير نظر اه قال ش في توضيحه عند الفلاسفة كل جسم قابل لانقسامات غير متناهية فلا يوجد جزء من الطاهر الا ويقابله جزء من النجاسة فتتصل اجزاء النجاسة بجميع اجزاء الماء اھ اقول اولا این القابلیة من الفعلیة والجسم عندهم متصل بالفعل فلا يلاقي الا ما لاقى وثانيا لو قسم لم يلزم ايضا اتصال اجزاء النجاسة بجميع اجزاء الماء لان الانصاف على نسبة الاضعاف فاذا كانت النجاسة قدر اصبع والماء الف ذراع فنصفها نصف اصبع وشطره خمسمائة ذراع وهكذا الى ما لا يتناهى وتساوي التقسيم لا يستلزم تساوي الاقسام فيما بينهما الا ترى ان ايام الابد وسنيه كلا غير متناه واليوم لا يساوي السنة ابدا وكفى بهذين لتوجيه

معراج میں ہے یہ جزء لایتجزی پر مبنی ہے، کیونکہ یہ اہل السنۃ کے نزدیک موجود ہے تو نجاست کے اجزاء ایسے جزء تک پہنچیں گے جو منقسم نہیں ہوتا ہے، تو باقی حوض طاہر رہے گا اور معتزلہ کے نزدیک جزء نہیں ہے اس لیے کل پانی نجاست کا پڑوسی ہوگا، تو ان کے نزدیک حوض نجس ہوگا' اس تقریر میں نظر ہے اھ 'ش' نے اس کی توضیح میں فرمایا فلاسفہ کے نزدیک ہر جسم لامتناہی تقسیم کو قبول کرتا ہے تو پاک پانی کے ہر جزء کے مقابل ایک ناپاک جزء ہوگا تو اجزاء نجاست تمام اجزاء پانی کے ساتھ متصل ہو جائیں گے اھ

میں کہتا ہوں قابلیۃ اور فعلیۃ میں بہت فرق ہے، اور جسم ان کے نزدیک متصل بالفعل ہے تو وہ صرف اسی سے ملے گا جس سے ملا ہوا ہے، اور ثانیاً اگر تقسیم بھی کیا جائے تو لازم نہیں آتا کہ نجاست کے تمام اجزاء پانی کے تمام اجزاء سے متصل ہوں کیونکہ انصاف اُضعاف کی نسبت کے مطابق ہی ہوگا، مثلاً نجاست ایک انگلی کی مقدار ہے اور پانی ہزار ذراع ہے، تو اس کا نصف آدھی انگلی ہوا اور اس کا آدھا پانسو ذراع ہوا اور اسی طرح الی مالانہایۃ تک ہوگا' اور تقسیم (باقی بر صفحہ آیندہ)

Marfat.com

فکیف علی الکفار[1]

رہی تو کافروں کا کیا کہنا۔ (ت)

نمازی محتاط مسلمان کے غسل کا پانی پاک ہے اگرچہ دوبارہ اُس سے غسل یا وضو نہیں ہوسکتا مگروہ خود پاک ہے کپڑے وغیرہ کو لگ جائے تو نماز جائز ہے اور دھونے کی حاجت نہیں اور جس کے بدن پر نجاست لگی ہونا تحقیق ہو اُس کے بدن کا پانی نجس ہے اور تحقیق نہ ہو تو بے نمازی بے احتیاط کے آب وغسل میں شُبہہ ہے اُس سے بچنا اولٰی ہے نہ کہ کافر کہ اُن کے تو پاجاموں رانوں میں چھینٹیوں پیشاب ہوتا ہے ان کا آب غسل مکروہ ہے پھر بھی ناپاکی کا حکم نہ دیں گے جب تک تحقیق نہ ہو کما حققناہ فی الاحلی من السکر واللہ تعالٰی اعلم (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ احلی من السکر میں اس کی تحقیق کی ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ ت)

مسئلہ ۴۷

مسئولہ شیخ شوکت علی صاحب ۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۰۲ ہجریہ قدسیہ

کیا فرماتے ہیں علمائے ملّت اہلسنّت وجماعت اس مسئلہ میں کہ جھوٹا ہندو یا نصرانی وغیرہ کا پاک ہے یا ناپاک؟ اُس کے کھانے کا کیا حکم ہے اگر کوئی کافر سہواً یا قصداً حقّہ یا پانی پی لے تو اس کا کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب

حکم اللہ و رسول کے لیے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نصرانی کے کھانے سے ممانعت فرمائی، سُنن ابی داؤد و جامع ترمذی و مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ و مسند امام احمد میں ھُلب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

واللفظ لابی بکر قال رأیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی عن طعام النصارٰی فقال لایتخلجن فی صدرک طعام ضارعت فیہ نصرانیۃ[2]

الفاظ ابی بکر کے ہیں فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ طعام نصرانی سے نہی فرمائی اور ارشاد کیا زنہار تیرے سینے میں وہ کھانا جنبش نہ کرے جس میں نصرانیت کا اشتراک ہو۔

اقول بھذا اللفظ اوردہ الامام الجلیل السیوطی فی الجامع الکبیر وقال حسن اھ وھو صریح فی رد مازعم الھروی فی تاویل الحدیث انہ نظیف کما نقلہ عنہ

اقول، انہی الفاظ سے اس کو امام سیوطی نے جامع کبیر میں ذکر کیا اور حسن کہا اھ اور یہ ہروی کی واضح تردید ہے انھوں نے حدیث کی تاویل کی کہ یہ صاف ستھرا ہے، یہ مجمع البحار میں اُن سے منقول ہے

---

[1] حلیہ

[2] سنن ابی داؤد باب کراہیۃ التقذر للطعام مجتبائی لاہور ۲/۵،

هذا انما یفید الافضلیۃ لھذا العارض ففی مکان لایتحقق النھر افضل[1] اھ

اھ اس سے افضل ہونے کی یہ عارضی وجہ معلوم ہوتی ہے جہاں یہ وجہ نہ ہو وہاں نہر سے وضو افضل ہوگا۔ (ت)

اقول اس مصلحت سے اہم دفعِ تہمت ہے کہ معاذ اللہ لوگوں کو اس پر اتباعِ معتزلہ کا گمان ہو اس کے دفع کے لیے ایسا کرے اس کی نظیر مسحِ موزہ ہے کہ رافضی خارجی ناجائز جانتے ہیں اگر کسی کو اس پر گمانِ خروج ہو تو اس کے دفع کو مسحِ موزہ افضل ورنہ فی نفسہٖ پاؤں دھونا افضل۔ درمختار میں ہے:

الغسل افضل الا لتھمۃ فھو افضل[2]

موزے پر مسح سے پاؤں دھونا افضل ہے مگر تہمت سے بچنے کے لیے مسح افضل ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لان الروافض والخوارج لایرونہ وانما یرون

رافضی خارجی پاؤں پر مسح کرتے ہیں اگر موزے پر مسح

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

یفرقوا بین القلیل والکثیر یلزمھم بالمجاورۃ ایضا تنجیس البحر الکبیر برشحۃ یسیر فالحق عندی ان ذلک مبنی علی انھم لایلحقون الکثیر بالجاری واللہ تعالٰی اعلم اھ منہ حفظہ ربہ تعالٰی۔ (م)

فرمانِ الٰہی ہے "یہود نے کہا کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں" علماء فرماتے ہیں یہ صرف ایک گروہ کا قول تھا اور یہ فرقہ ختم ہوگیا، فرمایا بہتر یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ یہ مسئلہ اس امر پر مبنی ہے کہ پانی ان کے نزدیک مجاورۃ کی وجہ سے ناپاک ہوجاتا ہے، اور ہمارے نزدیک سرایت کی وجہ سے اور اس کا پتا اس سے لگتا ہے کہ اس کا اثر پانی میں ظاہر ہوتا ہے، تو جب تک اثر ظاہر نہ ہو نجاست کا حکم نہ لگایا جائے گا، یہ مجھ پر ظاہر ہوا ہے تم اس کو غنیمت جانو۔

میں کہتا ہوں بدائع میں اس کی تصریح کی ہے کہ نجس ہونے کی وجہ مجاورۃ ہے اور ہم نے النمیقۃ الانقی میں بیان کیا ہے کہ تھوڑا سا پانی یک دم ناپاک ہوجاتا ہے نہ کہ سرایت سے، علاوہ ازیں انھوں نے قلیل وکثیر میں فرق نہیں کیا ہے، ان پر یہ لازم ہے کہ وہ کہیں ایک بڑے سمندر کا پانی بھی مجاورۃ سے ناپاک ہوجاتا ہے خواہ تھوڑے سے چھینٹے کیوں نہ ہوں میرے نزدیک حق یہ ہے کہ وہ کثیر پانی کو جاری کے ساتھ ملحق نہیں کرتے ہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[1] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالا یجوز بہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۲

[2] درمختار باب المسح علی الخفین مجتبائی دہلی ۱/۴۶

Marfat.com

قلت یارسول اللہ انا نغزو ارض العدو فنحتاج الی اٰنیتھم فقال استغنوا عنھا ما استطعتم فان لم تجدوا غیرھا فاغسلوھا و کلوا منھا واشربوا[1]۔ اورد الامام فی الجامع وعزاہ لابن ابی شیبۃ

میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم دشمن کے ملک میں جہاد کو جاتے ہیں اُن کے برتنوں کی حاجت پڑتی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جہاں تک بن پڑے اُن برتنوں سے دُور رہو اور اگر اور برتن نہ ملے تو انھیں دھوکر پاک کرلو اس کے بعد ان میں کھاؤ پیو۔

اقول قد رواہ احمد والبخاری و مسلم وابوداؤد والترمذی و اٰخرون و فی لفظ للترمذی قال انقوھا غسلا[2]۔

میں کہتا ہوں احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور دوسروں نے بھی اس کو روایت کیا ہے اور ترمذی کا لفظ فاغسلوھا کی جگہ انقوھا غسلا ہے۔ (ت)

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

انما المشرکون نجس[3]۔ کافر نرے ناپاک ہیں۔ یہ ناپاکی ان کے باطن کی ہے پھر اگر شراب وغیرہ نجاستوں کا اثر ان کے منہ میں باقی ہو تو ناپاکی ظاہری بھی موجود ہے اور اس وقت ان کا جھوٹا ایسا ہی ناپاک ہے جیسا کُتّے کا، بلکہ اُس سے بھی بدتر لخلاف مالک فی الکلب (کیونکہ کتّے کے بارے میں امام مالک کا اختلاف ہے۔ت) اور حُقّے وغیرہ جس چیز کو اُن کا لعاب لگ جائیگا ضرور ناپاک ہوجائے گی۔

تنویر الابصار میں ہے:

سؤر شارب خمر فور شربھا وھرۃ فور اکل فأرۃ نجس[4]۔

شرابی کا شراب پینے کے بعد فوری جھوٹا اور بلّی کا چوہا کھانے کے بعد فوری جھوٹا نجس ہے۔ (ت)

ہنود و نصارٰی وغیرہم اکثر شراب خور ہوتے ہیں اور مونچھیں بڑھانا اُن کا شعار اور شراب خور کی مونچھیں بڑی بڑی ہوں کہ شراب مونچھ کو لگ گئی تو جب تک مونچھ دُھل نہ جائے گی پانی وغیرہ جس چیز کو لگے گی ناپاک کردے گی، درمختار میں ہے:

لوشاربہ طویلا لایستوعبہ اللسان فنجس

اگر شراب خور کی مونچھیں لمبی ہوں کہ زبان ان تک

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ الاکل فی اٰنیۃ الکفار ادارۃ القرآن کراچی ۸/۹۰
[2] جامع للترمذی ″ امین کمپنی دہلی ۲/۲
[3] القرآن ۹/۲۸
[4] الدر المختار فصل فی البئر مجتبائی دہلی ۱/۴۰

Marfat.com

مسئلہ ۴۶ ۱۰ شوال ۱۳۱۲ ہجریہ قدسیہ

اس مسئلہ میں علمائے دین کیا فرماتے ہیں کہ ایک اہلِ اسلام اور ایک ہنود کو حاجتِ غسلِ جنابت ہے اُن دونوں کا آبِ غسل پاک ہے یا کچھ فرق ہے؟ ایک اہلِ اسلام نے اپنی بی بی سے صحبت کی اور غسل کیا وہ پانی پاک ہے یا نہیں؟ اور ہنود نے بھی ایسا ہی کیا ہے اُس کے غسل کا پانی جو مستعمل ہوکر گرا ہے پاک ہے یا ناپاک؟ اور ان دونوں کے پانی میں فرق ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر شرعی طور پر نہائے کہ سر سے پاؤں تک تمام بدن ظاہر پر پانی بہ جائے اور حلق کی جڑ تک سارا منہ اور ناک کے نرم بانسے تک ساری ناک دُھل جائے تو کافر کی جنابت اُتر جائے گی ورنہ نہیں،

فی التنویر والدر والشامی یجب علی من اسلم جنبا او حائضا والا بان اسلم طاھرا[1] (ای من الجنابۃ والحیض والنفاس ای بان کان اغتسل) فمندوب انتھی[2] ملخصا۔

تنویر، در اور شامی میں ہے کہ واجب ہے اس شخص پر جو اسلام لایا جنابت کی حالت میں یا عورت اسلام لائی حیض کی حالت میں، ورنہ اگر پاکی کی حالت میں اسلام لایا (یعنی جنابت، حیض اور نفاس سے پاک ہونے کی حالت میں، اگر ناپاک تھا تو غسل کرلیا) تو مندوب ہے انتہی ملخصا۔ (ت)

اکثر جسم پر پانی بہ جانا اگرچہ کفار کے نہانے میں ہوتا ہو اور بے تمیزی سے منہ بھر کر پانی پینے میں سارا منہ بھی حلق تک دُھل جاتا ہو مگر ناک میں پانی بے چڑھائے ہرگز نہیں جاتا اور خود ایسا کیوں کرتے کہ پانی سُونگھ کر چڑھائیں لہٰذا اس چھپ چھپ کر لینے سے جو کفار کرلیا کرتے ہیں اُن کا غسل نہیں اُترتا۔ ع

ہرچہ شوئی پلید تر باشد

فی الحلیۃ عن السیر الکبیر للامام محمد ینبغی للکافر اذا اسلم ان یغتسل غسل الجنابۃ ولا یدرون کیفیۃ الغسل[3] اھ وفیھا عن الذخیرۃ الاترٰی ان فرضیۃ المضمضۃ و الاستنشاق خفیت علی کثیر من العلماء

حلیہ میں امام محمد کی سیر کبیر سے منقول ہے کہ اگر کافر اسلام لائے تو اس پر لازم ہے کہ غسلِ جنابت کرے اور وہ غسل کی کیفیت نہیں جانتے اھ اور اس میں ذخیرہ سے منقول ہے کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کی فرضیت بہت سے علماء پر مخفی

---

[1] الدر المختار موجبات الغسل مجتبائی دہلی ۱/۳۲

[2] رد المحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۱۲۴

[3] حلیہ

Marfat.com

رواہ الامام احمد عن ابی العادیۃ والطبرانی فی الکبیر وابن سعد فی الطبقات والعسکری فی الامثال وابن مندۃ فی المعرفۃ والخطیب فی المؤتلف کلھم عن ام العادیۃ عمۃ العاص بن عمرو الطفاوی وعبداللہ بن احمد الامام فی زوائد المسند وابونعیم وابن مندۃ کلاھما فی المعرفۃ عن العاص المذکور مرسلا وابونعیم فیھا عن حبیب بن الحارث رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

اس کو امام احمد نے ابوالعادیہ سے روایت کیا اور طبرانی نے کبیر میں اور ابن سعد نے طبقات میں اور عسکری نے امثال میں اور ابن مندہ نے معرفہ میں اور خطیب نے مؤتلف میں، ان سب نے اُم عادیہ، عاص بن عمرو طفاوی کی پھوپھی سے روایت کی، اور عبداللہ بن احمد نے زوائد مسند میں، اور ابونعیم اور ابن مندہ نے دونوں نے معرفہ میں عاص مذکور سے مرسلاً روایت کی، اور ابونعیم نے معرفہ میں حبیب بن حارث سے روایت کی۔ (ت)

نیز بہت حدیثوں میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاک وکل امر یعتذر منہ۔[1] ہر اس بات سے بچ جس میں عذر کرنا پڑے۔

رواہ ایضا فی المختارۃ والدیلمی کلاھما بسند حسن عن انس والطبرانی فی الاوسط عن جابر وابن منیع ومن طریقہ العسکری فی امثالہ والقضاعی فی مسندہ معاً والبغوی ومن طریقہ الطبرانی فی اوسطہ والمخلص فی السادس من فوائدہ وابومحمد الابراھیمی فی کتاب الصلاۃ وابن النجار فی تاریخہ کلھم عن ابن عمر والحاکم فی صحیحہ والبیھقی فی الزھد والعسکری فی الامثال وابونعیم فی المعرفۃ عن سعد بن ابی وقاص واحمد وابن ماجۃ وابن عساکر عن ابی ایوب الانصاری کلھم رافعیہ

اس کو بھی مختارہ اور دیلمی میں دونوں نے بسند حسن روایت کیا انس سے اور طبرانی نے اوسط میں جابر سے اور ابن منیع نے اور عسکری نے امثال میں اور قضاعی اپنی مسند میں ابن منیع کی سند سے ایک ساتھ اور بغوی نے اور اس کی سند سے طبرانی نے اپنی اوسط میں اور مخلص چھٹے فائدہ میں، اور ابومحمد ابراہیمی نے کتاب الصلوٰۃ میں اور ابن نجار نے اپنی تاریخ میں، سب نے ابن عمر سے، اور حاکم نے اپنی صحیح میں اور بیہقی نے الزہد میں اور عسکری نے امثال میں اور ابونعیم نے المعرفۃ میں سعد بن ابی وقاص سے اور احمد و ابن ماجہ اور ابن عساکر نے ابوایوب الانصاری سے، ان

---

[1] جامع الصغیر مع فیض القدیر ۳/ ۱۱۷

Marfat.com

فی مجمع البحار ثم ردہ بقولہ وسیاق الحدیث لایناسبہ اھ[1]

پھر انھوں نے اس کو اپنے اس قول سے رد کیا اور حدیث کا سیاق اس کے مناسب نہیں۔ (ت)

اقول وایضا یبعد مانقلہ عن الطیبی من تفسیرہ بقولہ شابھت النصرانیۃ والرھبانیۃ فی تشدیدھم وتضییقھم وکیف وانت علی الحنفیۃ السھلۃ اھ[2] کیف وھذا لایلائم النھی۔

میں کہتا ہوں یہ بھی بعید ہے کہ انھوں نے طیبی سے اس کی تفسیر یہ نقل کی ہے کہ یہ نصرانیت اور رہبانیت کے مشابہ ہے ان کی شدت اور سختی میں اور تم دین حنیف پر ہو جو سہل اور آسان ہے اھ کیسے اور یہ نہی کے مناسب نہیں۔ (ت)

اقول وکذا یبعد مافھم منہ ابوداود اذاوردہ فی باب کراھیۃ التقذر للطعام وانما تأتی لہ ذلک لان لفظ روایتہ سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وسألہ رجل فقال ان من الطعام طعاما اتحرج منہ فقال لایتخلجن فی صدرك شیئ ضارعت فیہ النصرانیۃ اھ[3] فھذا لفظ محتمل والذی ذکرناہ نص صریح فتثبت وباللہ التوفیق ورحم اللہ الامام اباحاتم الرازی حیث یقول ماکنا نعرف الحدیث مالم نکتبہ من ستین وجھا۔

میں کہتا ہوں اسی طرح وہ بھی بعید ہے جو ابوداود نے اس سے سمجھا ہے کیونکہ انھوں نے اس کو باب کراہیۃ التقذر الطعام میں وارد کیا ہے، اور انھوں نے ایسا اس لیے کیا ہے کیونکہ ان کی روایت کے لفظ یہ ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا، اور آپ سے ایک شخص نے سوال کیا تو آپ نے فرمایا ان کھانوں میں سے ایک کھانا ایسا ہے جس سے میں حرج محسوس کرتا ہوں، تو آپ نے فرمایا تمہارے دل میں کوئی ایسی چیز خلش پیدا نہ کرے جو نصرانیت کے ساتھ ملی ہے اھ اب ان الفاظ میں احتمال ہے اور جو ہم نے ذکر کیا ہے وہ صریح نص ہے، اور اللہ ابوحاتم الرازی پر رحم فرمائے وہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم اس وقت تک حدیث کو نہیں پہچانتے تھے جب تک کہ اس کو ساٹھ طریقوں سے نہ لکھ لیں۔ (ت)

ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

---

[1] مجمع البحار لفظ ضرع منشی نولکشور لکھنؤ ۲/ ۲۸۸

[2] طیبی شرح مشکوۃ

[3] سنن ابی داود باب کراہیۃ التقذر الطعام مجتبائی دہلی ۲/ ۱۷۵

Marfat.com

بل والمکان، کما تشھد بہ فروع جمۃ، فی کتب الائمۃ، وھذا ما عندی وبہ افتیت مرارا واللہ ربی علیہ معتمدی، والیہ مستندی، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

کی باندیوں کو اللہ کی مساجد سے نہ روکو، اور بہت سے احکام ہیں جو زمانہ کے اختلافات سے مختلف ہوتے ہیں بلکہ امکنہ کے اختلاف سے بھی مختلف ہوتے ہیں جیسا کہ کتب ائمہ میں بہت سی فروع اس پر شاہد ہیں میرے نزدیک یہی ہے اسی پر میں نے کئی مرتبہ فتوٰی دیا ہے اللہ میرا رب ہے اسی پر اعتماد اور اسی کی طرف میلان ہے واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۴۸ از کانپور محلہ بوچڑخانہ مسجد رنگیاں مرسلہ مولوی عبدالرحمٰن جشانی طالب علم مدرسہ فیض عام ۲۳ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ ماجوابکم ایھا العلماء رحمکم اللہ تعالٰی حقہ کا پانی پاک ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

قطعاً پاک ہے پانی پاک تمباکو پاک اُسکا دُھواں پاک، پاک چیز سے پاک پانی کا رنگ مزہ بُو بدل جانا اُسے ناپاک نہیں کرسکتا یہاں تک کہ مذہب صحیح میں نہ صرف طاہر بلکہ مطہر وقابلِ وضو رہتا ہے بایں معنی کہ اگر اس سے وضو کرے وضو ہوجائیگا اگرچہ بوجہ بُو مکروہ ہے یہاں تک کہ جب تک اُس کی بُو باقی ہو مسجد میں جانا حرام جماعت میں شامل ہونا منع ہوگا پھر بھی اگر سفر میں ہوا، وضو کو پانی کم تھا کہ مثلاً ایک یا دونوں پاؤں دھونے سے رہ گئے اور حقے میں پانی ہے جس سے وہ کمی پُوری ہوسکتی ہے تو اس صورت میں تیمم جائز نہ ہوگا نماز باطل ہوگی بلکہ اُسی پانی سے وضو کی تکمیل لازم ہوگی لانہ یجد ماء وانما یقول اللہ تعالٰی ولم تجدوا ماءً[1] (کیونکہ وہ پانی کو پا رہا ہے جبکہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے: اور تم پانی نہ پاؤ تو تیمم کرو۔ ت)

درمختار میں ہے:

یجوز بماء خالطہ طاھر جامد کفاکھۃ وورق شجر وان غیر کل اوصافہ فی الاصح ان بقیت رقتہ واسمہ[2] اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم۔

اُس پانی میں وضو جائز ہے جس میں کوئی خشک پاک چیز مل گئی ہو، جیسے میوہ اور درخت کے پتے، خواہ اُس نے اُس کے تمام اوصاف کو بدل دیا ہو، اصح یہی ہے، بس شرط یہ ہے کہ اس کی رقت اور اُس کا نام باقی رہے ملخصا واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[1] القرآن ۴/۴۳

[2] الدرالمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۵

Marfat.com

ولو بعد زمان[1] نہ پہنچ سکے تو اس کا جھوٹا نجس ہے اگرچہ وہ طویل وقت کے بعد پانی پیئے۔(ت)

اور اگر ظاہری نجاستوں سے بالکل جُدا ہو جس کی اُمید کافروں میں بہت کم ہے تو اس کے جھوٹے کو اگرچہ کُتّے کے جھوٹے کی طرح صریح ناپاک نہ کہا جائے۔

فی التنویر والدر سؤر آدمی مطلقا ولو جنبا او کافرا طاهر الفم طاهر[2] مختصرا۔ تنویر اور در میں ہے آدمی کا جھوٹا چاہے وہ جنبی ہو یا کافر ہو پاک ہے کیونکہ منہ پاک ہے۔ مختصرا (ت)

اقول مگر ہر چیز کہ ناپاک نہ ہو طیب و بے دغدغہ ہونا ضرور نہیں رینٹھ بھی تو ناپاک نہیں پھر کون عاقل اُسے اپنے لب و زبان سے لگانا گوارا کرے گا کافر کے جھوٹے سے بھی بحمد اللہ تعالٰی مسلمانوں کو ایسی ہی نفرت ہے اور یہ نفرت اُن کے ایمان سے ناشئ ہے۔

وفی رفعه عن قلوبهم اسقاط شناعة الكفرة عن اعينهم او تخفيفها وذلك غش بالمسلمين وقد صرح العلماء كما فی العقود الدرية وغيرها ان المفتی انما يفتی بما يقع عنده من المصلحة ومصلحة المسلمين فی ابقاء النفرة عن الكفرة لا فی القائها[3]۔ اور اس کو ان کے دلوں سے اٹھانے میں کافروں کی بُرائی کو ان کی نگاہوں میں ختم کرنا ہے یا کم کرنا ہے، اور یہ مسلمانوں کو دھوکا دینا ہے اور علماء نے تصریح کی ہے جیسا کہ عقود الدریۃ وغیرہا میں ہے کہ مفتی کو وہی فتوٰی دینا چاہیے جس میں اس کے نزدیک مصلحت ہو اور مسلمانوں کی مصلحت اس میں ہے کہ ان کے دلوں میں کافروں سے نفرت باقی رہے نہ یہ کہ نفرت ختم ہو جائے۔ (ت)

جو شخص دانستہ اُس کا جھوٹا کھاتے پیئے مسلمان اُس سے بھی نفرت کرتے ہیں وہ مطعون ہوتا ہے اُس پر محبت کفار کا گمان جاتا ہے اور حدیث میں ہے:

من كان يؤمن بالله واليوم الاخر فلا يقفن مواقف التهم[4]۔ جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو تہمت کی جگہ کھڑا نہ ہو۔

مسند و حدیثوں میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اياك وما يسوء الاذن[5] اُس بات سے بچ جو کان کو بُری لگے

---

[1] الدرالمختار فصل فی البئر مجتبائی دہلی ۱/۴۰

[2] ایضاً

[3] الاشباہ والنظائر کتاب القضاء الخ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۳۵۴

[4] مراقی الفلاح مع الطحطاوی قبیل باب سجود السہو نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۲۴۹

[5] مسند امام احمد عن ابی الغادیۃ بیروت ۴/۷۶

Marfat.com

خلاصہ میں ہے :

ان کان اعلاہ اقل من عشرفی عشر و اسفلہ عشرفی عشر فوقعت قطرۃ خمر ثم انتقص الماء وصار عشرا فی عشر اختلف المشایخ فیہ[1]

اگر اس کا بالائی حصہ دہ در دہ سے کم ہے اور نچلا دہ در دہ ہو اب اس میں ایک قطرہ شراب کا گر جائے پھر پانی کم ہو جائے اور دہ در دہ ہو جائے، تو اس میں مشایخ کا اختلاف ہے۔ (ت)

بدائع میں اوّل کو اوسع ثانی کو احوط فرمایا اور غنیہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسی دوم پر فتوی ہے :

حیث قال الحوض اذا انجمد ماؤہ فنقب فی موضع منہ فوقعت فیہ نجاسۃ قال نصیر و ابو بکر الاسکاف یتنجس وقال عبد اللہ بن المبارک وابو حفص الکبیر البخاری لایتنجس اذا کان الماء تحت الجمد عشرا فی عشر و ان کان متصلا بالجمد والفتوی علی قول نصیر و ابی بکر و ان کان منفصلا عن الجمد یجوز بلا خلاف کالحوض المسقف[2] اھ واعترضہ شارحہ المحقق ابن امیر الحاج بانہ یفید ان الحوض عند نصیر و ابی بکر یتنجس سواء کان الماء ملتزقا بالجمد او متسفلا عنہ ثم ینافیہ قولہ وان کان منفصلا یجوز بلا خلاف فان قلت لم لا یحمل ما عن نصیر و ابی بکر علی ما اذا کان متصلا بالجمد و قد اندفع التناقض عن المصنف قلت لانہ ینافیہ قولہ فانکان متصلا بالجمد

انھوں نے فرمایا کہ حوض کا پانی جم جائے اور اس میں کسی جگہ سوراخ کیا جائے اور اس میں نجاست گر جائے تو نصیر اور ابو بکر الاسکاف نے فرمایا وہ ناپاک ہو جائیگا، اور عبد اللہ بن مبارک اور ابو حفص کبیر نے فرمایا کہ اگر برف کے نیچے پانی دہ در دہ ہو تو ناپاک نہ ہوگا، اگرچہ برف سے متصل ہو اور فتوی نصیر اور ابو بکر کے قول پر ہے اور اگر برف سے جُدا ہو تو بغیر اختلاف کے جائز ہے جیسے وہ حوض جس کے اوپر چھت ہو اھ اس پر اس کے شارح محقق ابن امیر الحاج نے اعتراض کیا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حوض نصیر اور ابو بکر کے نزدیک نجس ہو جاتا ہے خواہ پانی برف سے ملا ہوا ہو یا اس کے نیچے ہو، پھر اس کے مخالف ہے اُن کا قول کہ اگر منفصل ہو تو جائز ہے بلا خلاف، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جو نصیر اور ابو بکر سے منقول ہے اسکو اس پر کیوں محمول نہیں کیا گیا کہ یہ اُس صورت میں ہے جبکہ وہ برف سے متصل ہو اور تناقض مصنف سے رفع ہو گیا، میں

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی الجنس الاول الحیاض نولکشور لکھنؤ ۱/۴

[2] غنیۃ المستملی فصل الحیاض مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۰۰

Marfat.com

الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والبخاری فی تاریخہ والطبرانی فی الکبیر وابن مندۃ عن سعد بن عمارۃ من قولہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

تمام حضرات نے اس کو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف رفع کیا ہے، اور بخاری نے اپنی تاریخ میں اور طبرانی نے کبیر میں اور ابن مندہ نے سعد بن عمارہ سے، انہی کا قول نقل کیا، اللہ ان سب سے راضی ہو۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم:

بشروا ولا تنفروا[1]۔ رواہ الائمۃ احمد والبخاری ومسلم والنسائی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بشارت دو اور وہ کام نہ کرو جس سے لوگوں کو نفرت پیدا ہو۔ اسے احمد، بخاری، مسلم اور نسائی نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

پھر اس میں بلاوجہ شرعی فتح باب غیبت ہے اور غیبت حرام فما ادی الیہ فلا اقل ان یکون مکروھا (تو جو اس تک پہنچائے وہ کم از کم مکروہ ضرور ہوگا۔ ت) تو دلائل شرعیہ واحادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ کافر کے جھوٹے سے احتراز ضرور ہے اور اس باب میں یہاں نصارٰی کا حکم بہ نسبت ہنود کے بھی سخت تر ہے کہ وجوہ کثیرہ مذکورہ میں دونوں شریک اور نصارٰی میں یہ امر زائد کہ یہاں ان کی سلطنت ہونے کے باعث مذہبی نفرت کی کمی میں تبدیل دین یا کم از کم ضعف ایمان کا وہ اندیشہ بہ نسبت ہنود کہیں زیادہ ہے۔

فمن الجھل التمسك ھنا بما فی الصدر الاول اذکانوا اذلاء مقھورین تحت ایدینا فکان فی تقریبھم منا تقریبھم الی الاسلام والاٰن قد انعکس الامر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ وقد کانت نساء ذوی الھیاٰت، یحضرن لیلا ونھارا الجماعات، ونھی عنہن الائمۃ الاثبات، مع قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتمنعوا اماء اللہ مساجد[2] اللہ وکم من حکم یختلف باختلاف الزمان،

یہاں یہ امر جہالت ہوگا کہ اس چیز سے استدلال کیا جائے جو صدر اول میں تھی کیونکہ اس زمانہ میں وہ کمزور تھے اور ہمارے ماتحت تھے اس لیے ان کو اپنے قریب کرنے میں ان کو اسلام کی طرف آنے کی دعوت دینا مقصود تھی اور اب تو معاملہ ہی الٹ ہوگیا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ باعزت لوگوں کی عورتیں دن اور رات دونوں اوقات میں جماعات میں حاضر ہوتی تھیں، مگر ائمہ کرام نے اب اُن کے آنے کی ممانعت کردی ہے، حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم اللہ

---

[1] جامع للبخاری کتاب العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶

[2] مسند امام احمد عن ابن عمر بیروت ۲/ ۱۶

Marfat.com

"وان کان متصلا بالجمد" لیس شرطا جزاؤہ فالفتوی حتی یفیدان کلام نصیر وابی بکر فیما ھو اعم من الاتصال بل ھو من تتمۃ قول ابن المبارک وان وصلیۃ والفاء فی فالفتوی فصیحۃ والمعنی انہ ان انفصل عن الجمد جاز بلاخلاف وان اتصل فکذا عند عبداللہ و ابی حفص وقال نصیر وابوبکر لا وعلیہ الفتوی علی ان فی عامۃ نسخ المنیۃ وعلیہ الفتوی بالواو دون الفاء وقولہ فان کان متصلا لیس بالفاء فی نفس المتن المنقول فی الحلیۃ فانقطع منشار التوھم رأسا ثم رأیت الغنیۃ فسرہ علی ماھو الحق و افاد فائدۃ اخری ستعرفھا۔

ان کا قول "وان کان متصلا بالجمد" شرط نہیں جس کی جزا فالفتوی ہو تاکہ اس کا فائدہ یہ ہو کہ نصیر اور ابوبکر کا اس میں کلام ہے جو اتصال سے اعم ہے بلکہ وہ ابن مبارک کے کلام کا تتمہ ہے اور "ان" وصلیہ ہے اور فالفتوی میں فاء فصیحہ ہے اور معنی یہ ہیں کہ اگر وہ برف سے جدا ہو تو بلا خلاف جائز ہے اور اگر متصل ہو تو اسی طرح عبداللہ اور ابوحفص کے نزدیک حکم ہے اور نصیر اور ابوبکر کہتے ہیں نہیں، اور اسی پر فتوٰی ہے، علاوہ ازیں منیہ کے عام نسخوں میں وعلیہ الفتوی واؤ کے ساتھ ہے فاء کے ساتھ نہیں، اس کا قول فان کان متصلا نفس متن میں فاء کے ساتھ نہیں جو حلیہ میں منقول ہے، تو وہم کی بنیاد ہی ختم ہوگئی۔ پھر میں نے غنیہ میں دیکھا کہ انہوں نے اس کی حق تفسیر کی، اور ایک اور فائدہ بیان کیا جو ہم آئندہ بیان کریں گے۔ (ت)

اور صحیح یہ ہے کہ صرف وہی بالائی حصہ ناپاک ہوگا جو دَہ در دَہ سے کم ہے یہاں تک کہ اگر اوپر کا پانی نکال دیا گیا اور آب وہاں تک رہ گیا جہاں سے دَہ در دہ ہے تو یہ پانی پاک ہے اس لیے کہ اگرچہ وہ آب نجس سے متصل تھا مگر آب کثیر اتصال نجس سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک نجاست سے اُس کا رنگ یا بُو یا مزہ بدل نہ جائے، ہندیہ میں ہے:

ان کان اعلی الحوض اقل من عشر فی عشر واسفلہ عشر فی عشر او اکثر فوقعت نجاسۃ فی اعلی الحوض وحکم بنجاسۃ الاعلی ثم انتقص الماء وانتھی الی موضع ھو عشر فی عشر فالاصح انہ یجوز الوضوء بہ والاغتسال فیہ[1]

اگر حوض کا بالائی حصہ دَہ در دَہ سے کم ہو اور اس کا نچلا حصہ دہ در دہ ہو یا زیادہ ہو اور نجاست حوض کے اوپر والے حصے میں گر جائے، اور اوپر والے حصہ کے نجس ہونے کا حکم کردیا جائے، پھر پانی گھٹ جائے اور ایسی جگہ پہنچ جائے جو دہ در دہ ہو تو اصح یہ ہے

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الثانی الماء الراکد نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۹

Marfat.com

فتوی مسمّٰی بہ

رحب الساحۃ فی میاہ لا یستوی وجہہا وجوفہا فی المساحۃ

ان پانیوں کے بارے میں وسیع کرنا جن کی سطح اور گہرائی پیمائش میں برابر نہ ہو (ت)

مسئلہ ۴۹ ۴ جمادی الآخر ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں سوال اوّل حوض نیچے دہ دردہ اور اوپر کم ہے بھرے ہوئے میں نجاست پڑی تو سب ناپاک ہوگیا یا صرف اوپر کا حصہ جہاں تک سو ہاتھ سے کم ہے بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم۔

بعض کے نزدیک اصلاً ناپاک نہ ہوگا کہ مجموع آب کثیر ہے۔

اقول ویشبہ ان یکون مبنیا علٰی اعتبار العمق وقد صححہ بعضہم والمعتمد المعول علیہ لا۔

میں کہتا ہوں یہ گہرائی کے اعتبار پر مبنی ہے اور بعض نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور اس پر اعتماد نہیں ہے۔ (ت)

خلاصہ میں ہے:

الحوض الکبیر اذا انجمد ماؤہ فنقب انسان نقبا وتوضأ منہ ان کان الماء منفصلا عن الجمد یجوز وان کان متصلا بالجمد اختلف المشایخ فیہ بعضہم اعتبروا جملۃ الماء حتی لایتنجس وبعضہم اعتبروا موضع النقب ان کان کبیرا یجوز والا فلا[1]۔

بڑے حوض کا پانی جب جم جائے اور کوئی اس میں سوراخ کرکے وضو کرلے تو پانی اگر برف سے الگ ہے تو جائز ہے اور اگر برف سے متصل ہے تو مشایخ کا اس میں اختلاف ہے بعض نے تمام پانی کا اعتبار کیا یہاں تک کہ وہ نجس نہ ہوگا، اور بعض نے سوراخ کی جگہ کا اعتبار کیا، اگر وہ بڑا ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ (ت)

بعض کے نزدیک کل ناپاک ہوجائے گا۔

اقول وکانہ لانہ ماء واحد والعبرۃ بوجہ الماء وھو قلیل لا بالعمق وان کثر۔

میں کہتا ہوں اور شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک پانی ہے اور اعتبار پانی کی سطح کا ہے اور وہ قلیل ہے، عمق کا اعتبار نہیں، خواہ زائد ہی کیوں نہ ہو۔ (ت)

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی الجنس الاول الحیاض نولکشور لکھنؤ ۱/۴

Marfat.com

دونوں شارح محقق نے اسے اُسی قدر پانی کی نجاست پر حمل فرمایا ہے غنیہ میں ہے:

(یتنجس عند عامۃ العلماء) ولم یعتبر الماء الذی تحت الجمد وکان ما فی الثقب کغیرہ من الماء القلیل خلافا لما قال البعض ان ما فی الثقب یعتبر متصلا بما تحتہ و ھو کثیر فلا یتنجس[1]

(اور عام علماء کے نزدیک پانی نجس ہوجائے گا) اور جو پانی برف کے نیچے ہے اس کا اعتبار نہ ہوگا اور جو سوراخ میں ہے وُہ تھوڑے پانی کی طرح ہے، لیکن بعض علماء نے اس کے خلاف یہ فرمایا ہے کہ جو سوراخ میں ہے وہ اسی طرح ہے جو اس کے نیچے ہے اور وہ کثیر ہے تو ناپاک نہ ہوگا۔ (ت)

حلیہ میں ہے:

(یتنجس عند عامۃ العلماء) ذلك الماء الذی فی الثقب لا الحوض لان المسألۃ مفروضۃ فی الحوض الکبیر[2]

(عام علماء کے نزدیک نجس ہوجائے گا) وُہ پانی جو سوراخ میں ہے نہ کہ حوض میں کیونکہ مسئلہ بڑے حوض میں مفروض ہے۔ (ت)

یہاں سے یہ بھی ظاہر ہُوا کہ یہی مذہب جمہور علماء ہے،

وھنا بحث غریب للخانیۃ ثم للخلاصۃ و اللفظ لہا قال اختلف المشایخ فیہ وینبغی ان یکون الجواب علی التفصیل ان کان الماء الذی تنجس فی اعلی الحوض اکثر من الماء الذی فی اسفلہ و وقع الماء النجس فی اسفل الحوض علی التدریج کان طاھرا علی ما یاتی فی مسألۃ الجمد وقال بعضھم لا یطھر کالماء القلیل اذا وقعت فیہ نجاسۃ ثم انبسط علی ما مر[3] و المراد بما یاتی فی الجمد

اور یہاں ایک عجیب بحث خانیہ اور خلاصہ کی ہے الفاظ خلاصہ کے ہیں فرمایا کہ مشایخ نے اس میں اختلاف کیا ہے اور جواب میں تفصیل ہونی چاہیے، اگر وہ پانی جو حوض کے بالائی حصہ میں نجس ہوا ہے اس پانی سے زیادہ ہے جو اس کے نچلے حصے میں ہے، اور نجس پانی حوض کے نچلے حصے میں گرا بتدریج تو پاک رہے گا، جیسا کہ منجمد پانی کے بیان میں آئے گا، اور بعض نے فرمایا طاہر نہیں رہے گا جیسے قلیل پانی، جب اس میں نجاست گر جائے پھر وہ پھیل جائے، جیسا کہ گزرا اھ اور ما یاتی فی الجمد سے

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الحیاض مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۷۰

[2] حلیہ

[3] خلاصۃ الفتاوٰی الجنس الاول فی الحیض نولکشور لکھنؤ ۱/۴

Marfat.com

فالفتوی علی قول نصیر فانه یفید ان موضوع المسألة اعم وان نصیرا و ابابکر یقولان ینجس مطلقا و ابن المبارک و اباحفص یقولان لا ینجس مطلقا فتامله[1] اھ

کہوں گا، اس لیے کہ اس کے منافی اس کا قول کہ اگر برف کے ساتھ متصل ہو تو فتوی نصیر کے قول پر ہوگا، کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موضوع مسئلہ اعم ہے اور یہ کہ نصیر اور ابوبکر دونوں کہتے ہیں کہ وہ مطلقاً نجس ہوگا، اور ابن مبارک اور ابو حفص کہتے ہیں کہ وہ مطلقاً نجس نہیں ہوگا فتامله اھ۔ (ت)

اقول [ف1] رحم الله المحقق لا شك ان اول الکلام فی المتصل یوضحه ما فی البدائع ان کان جامدا ونقب فی موضع منه فان کان الماء غیر متصل بالجمد یجوز بلا خلاف وان متصلا والنقب صغیرا اختلف المشایخ قال نصیر بن یحیی و ابوبکر الاسکاف لاخیر فیه وسئل ابن المبارک فقال لاباس به وقال الیس الماء یضطرب تحته وھو قول الشیخ ابی حفص الکبیر وھذا اوسع والاول احوط اھ[2] وقد نقله المحقق فی الحلیة ھھنا۔

میں کہتا ہوں اللہ محقق پر رحم کرے بیشک کلام کا ابتدائی حصہ متصل میں ہے اس کی وضاحت بدائع میں ہے، اور وہ یہ کہ اگر وہ جامد ہو اور اس کے کسی حصّہ میں سوراخ کردیا گیا ہو تو اگر پانی برف سے ملا ہوا نہ ہو تو بلا خلاف جائز ہے اور اگر متصل ہو اور سوراخ چھوٹا ہو تو مشایخ کا اختلاف ہے، نصیر بن یحیی اور ابوبکر الاسکاف فرماتے ہیں اس میں خیر نہیں اور ابن مبارک سے دریافت کیا گیا تو فرمایا اس میں حرج نہیں، نیز فرمایا کیا اس کے نیچے پانی میں حرکت نہیں ہوتی ہے اور یہی ابوحفص الکبیر کا قول ہے اور یہ زیادہ آسان ہے جبکہ پہلے میں احتیاط کا پہلو زیادہ ہے اھ اور محقق نے اس کو یہاں حلیہ میں نقل کیا۔ (ت)

اقول [ف2] ولولا ھذا لامکن له محمل الا ذالک لان الذھن لایسبق منه الا الیه اذ ھو الغالب ونادر ان ینجمد الاعلی ویبقی الاسفل منفصلا عنه الا اذا نقب واستفرغ منه شیئ صالح

میں کہتا ہوں اگر یہ بات نہ ہوتی تو اس کا محل یہی ہوتا، کیونکہ ذہن کی سبقت اسی کی طرف ہوتی ہے کیونکہ غالب یہی ہے اور یہ نادر ہے کہ اوپر والا منجمد ہوجائے اور نیچے والا اس سے جُدا رہے، ہاں اگر اس میں سوراخ کرکے قابلِ لحاظ حد تک پانی نکال لیا جائے تو جدا ہوسکتا ہے۔

وما رد به علیه من المنافاة۔ فاقول [ف3] غیر متوجه الیه فان قوله

اور جس چیز سے اس پر رد کیا ہے یعنی منافات، تو میں کہتا ہوں یہ اُن کی طرف متوجہ نہیں کیونکہ

---

[1] حلیہ

[2] بدائع الصنائع فصل فی بیان مقدار الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۳

Marfat.com

بين قدر وقدر على القول الصحيح المعتمد المفتى به كما عرفت في مسألة جيفة في النهر نعم مشى الشيخ على مختاره ثمه حيث قال ان كان ما يلاقي الجيفة اكثر او كانا سواء فالماء نجس اھ[1] واليه يشير قوله الماء النجس اذا دخل الحوض الكبير لا يتنجس الحوض وان كان الماء النجس على ماء الحوض غالبا لانه كلما اتصل الماء بالحوض صار ماء الحوض عليه غالبا اھ[2] فقد اشار الى

کہ کثیر پانی اسی وقت نجس ہوگا جب نجاست کی وجہ سے اس کا کوئی وصف متغیر ہو جائے، اس میں مقادیر کے طرق کا اعتبار نہیں، قول صحیح، معتمد، مفتی بہ یہی ہے، جیسا کہ نہر میں گر جانے والے مردہ کے مسئلہ میں معلوم ہوا ہے البتہ شیخ نے وہاں اپنے مختار قول ہی کو لیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جو پانی مردار سے ملاقی ہے، اگر وہ زائد ہے یا دونوں برابر ہیں تو پانی نجس ہے اھ اور ان کے قول "نجس پانی جب بڑے حوض میں داخل ہو جائے تو وہ حوض ناپاک نہ ہوگا"

اقول وبما اشرنا اليه اندفع ما جنح اليه في الحلية من اثبات التناقض بين فرعي الخلاصة هذين فان مقتضى الفرع الاخير طهارة السافل بلا تفصيل اھ بمعناه وذلك لان كلامه في هذا الفرع يشير الى صورة التدريج فلا ينافي التفصيل المذكور سابقا وكذا اندفع بحثه ترجيح الطهارة مطلقا وان ذاب تدريجا حيث قال بعد قول شمس الائمة قلت وهذا هو المتجه بعد ان كان الحوض كبيرا ولم يظهر للنجاسة اثر فيه كما هو فرض المسألة اھ اقول ماذا ينفع كون متسع الحوض كبيرا بعد ان كان الذائب من الجمد قليلا فالعبرة للماء

میں کہتا ہوں ہم نے جس طرف اشارہ کیا ہے اس سے حلیہ میں جو کہا ہے وہ رفع ہوگیا، حلیہ میں انہوں نے خلاصہ کی ان دو فرعوں کے درمیان تناقض ثابت کیا ہے، کیونکہ آخری فرع کا مقتضی یہ ہے کہ نچلا حصہ بلا تفصیل پاک ہے اھ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کا کلام اس فرع میں تدریج کی صورت کی طرف اشارہ کرتا ہے تو سابقہ تفصیل کے خلاف نہ ہوگا، اور اسی طرح ان کی وہ بحث ساقط ہوگئی جس میں انہوں نے مطلقاً طہارت کو ترجیح دی ہے اگرچہ وہ پگھلا ہو تدریجاً انہوں نے شمس الائمہ کے قول کے بعد فرمایا "میں کہتا ہوں یہی معقول بات ہے بشرطیکہ حوض بڑا ہو اور نجاست کا کوئی اثر ظاہر نہ ہو" جیسے کہ مسئلہ میں مفروض ہے اھ

میں کہتا ہوں حوض کے بڑا ہونے کا ایسی صورت

(باقی برصفحہ آئندہ)

[1] خلاصۃ الفتاوی جنس آخر فی التوضی، الماء الجاری نولکشور لکھنؤ ١/٩

[2] خلاصۃ الفتاوی الجنس الاول فی الحیض " ١/٢

Marfat.com

کذاقی المحیط۔ کہ اس سے وضو اور غسل جائز ہے کذافی المحیط۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

وذکرالسراج الهندی ان الاشبه الجواز[1] اور سراج ہندی نے ذکر کیا ہے کہ اشبہ جواز ہے۔ (ت)

حلیہ میں ہے:

نص فی الذخیرة انه الاشبه[2] ذخیرہ میں نص ہے کہ یہی اشبہ ہے۔ (ت)

فتوٰی کہ منیہ میں مذکور ہوا اُس سے بھی یہی مراد ہے کہ حصہ بالائی کی نجاست پر فتوٰی ہے نہ کہ کل کی، غنیہ میں ہے:

(الحوض اذا انجمد ماؤه فنقب فی موضع) وبقی الماء تحت الجمد متصلا به (فوقعت فیه نجاسة قال نصیر وابوبکر ینجس الماء) لکونه متصلا بالجمد فلا یخلص بعضه الی بعض فیکون وقوع النجاسة فی ماء قلیل فیفسدہ (وقال ابن المبارك وابوحفص لا وان کان) ای ولوکان (الماء متصلا بالجمد) لکونه عشرا فی عشر (والفتوی علی قول نصیر) لما قلنا (واما اذاکان) الماء تحت الجمد (منفصلا عنه (فیجوز) ولایفسد الماء لان الفرض انه عشر فی عشر ولم تنفصل بقعة منه عن سائرہ کما فی الصورة الاولٰی۔

(حوض کا پانی جب جم جائے اور کسی جگہ سوراخ کیا جائے) اور برف کے نیچے والا پانی اس کے ساتھ متصل رہے (تو اس میں نجاست گر گئی، تو نصیر اور ابوبکر نے فرمایا پانی نجس ہوجائیگا) کیونکہ وُہ برف کے ساتھ متصل ہے تو اس کا بعض حصہ دوسرے بعض کی طرف نہیں جائیگا اور اس طرح نجاست قلیل پانی میں گرے گی، اور اس کو فاسد کر دے گی (اور ابن مبارک اور ابوحفص نے کہا نہیں اگرچہ وُہ) یعنی برف پانی سے متصل ہو، کیونکہ وہ دہ دردہ ہے (اور فتوٰی نصیر کے قول پر ہے) جیسا کہ ہم نے کہا (اور اگر پانی ہو) برف کے نیچے جدا برف سے (تو جائز ہے) اور پانی فاسد نہ ہوگا کیونکہ مفروضہ یہ ہے کہ یہ دہ دردہ ہے اور اس کا کوئی حصہ باقی پانی سے جُدا نہیں جیسا کہ پہلی صورت میں ہے۔ (ت)

اسی طرح منیہ میں جو اس کے متصل تھا:

وان ثقب الجمد فعلا الماء فولغ الکلب یتنجس عند عامة العلماء[3] اور اگر برف میں سوراخ کیا تو پانی اوپر چڑھ آیا اس میں کُتّے نے مُنہ ڈال دیا تو عام علماء کے نزدیک نجس ہوجائیگا۔ (ت)

---

[1] بحرالرائق، بحث الماء الدائم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۷ [2] حلیہ
[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الحیاض ص ۹۹

Marfat.com

لانجماده لا لقاء مع النجس الا لسطح منه
فالباقی اذا ذاب تدریجا حصل اللقاء للقلیل
فتنجس الکثرة للمتنجس فلم یطهر واذا ذاب
دفعة حصل اللقاء للکثیر فلم یتنجس
وثالثا المعهود ههنا ان الماء العالی یرفع
ویبقی السافل لا ان العالی یقع فی السافل
دفعة او تدریجا ورابعا اذا کان الماءان
متلاصقین ولم یکن هذا وقوع العالی
فی السافل لم یتصور الزیادة علیه الا بوقوع
العالی فی محل السافل ولا یکون الا بعد خروج
السافل لاستحالة التداخل فلا یقع العالی فی
السافل ابدا لا دفعة ولا تدریجا وخامسا
لو فرض فلا یکون الا الخروج هذا او دخول ذاک
والکل حرکة فلا یمکن الا تدریجا کان
یکون فی السافل منفذ یفتح فیجعل السافل
یخرج والعالی ینزل ولا تصور لان یخرج
السافل دفعة فیسقط العالی مرة واحدة و
بالجملة لم یصل فہمی القاصر لمرادہ واللّٰہ
تعالٰی اعلم بمراد خواص عبادہ لا جرم ان قال
فیه فی الدر لو وقع فیه نجس لم یجز حتی
یبلغ العشر[1] فقال ش فاذا بلغها جاز وان
کان اعلاه اکثر مقدارا او فی البحر عن
السراج الهندی انه الاشبه[2] اھ ورحم اللّٰه

نجس نہیں کرے گا کیونکہ اتصال کے وقت اس پر
طہارت کا حکم لگ چکا ہے اھ یہ معقول بات ہے
ثانیاً نجس پانی کے پاک پانی میں پڑ جانے کا
کوئی اثر نہیں سوائے ملاقات کے، اور وہ ہمارے
اس مسئلہ میں ابتداء سے حاصل ہے
تو تفصیل کس چیز میں ہے، بخلاف منجمد پانی کے
مسئلہ کے، کیونکہ یہ منجمد ہے اس لیے اس کی ملاقات
نجس کے ساتھ نہ ہوگی صرف اس کی سطح ملے گی، اور باقی
جب تدریجی طور پر پگھلے گا تو اس کے تھوڑے سے جزء
سے ملاقات ثابت ہوگی، تو نجس ہوجائیگا، اور کثرہ تنجیس
کیلئے ہے تو پاک نہ ہوگا، اور جب یک دم پگھلے گا تو کثیر
سے ملاقات ہوگی، تو ناپاک نہ ہوگا۔

ثالثاً، معمول کے مطابق اوپر والا پانی اٹھا
لیا جاتا ہے اور نیچے والا پانی باقی رہ جاتا ہے نہ یہ کہ
اوپر والا نیچے والے میں گرتا ہے، کبھی یک دم اور
کبھی تدریجی طور پر۔

رابعاً جب دونوں پانی ملے ہوئے ہوں اور
اوپر والا نیچے والے میں نہ گرے تو اس پر زیادتی
متصور نہ ہوگی صرف ایک صورت میں زیادتی ہوگی اور
وہ یہ کہ اوپر والا نیچے والے کی جگہ میں گرے اور یہ تب ہی
ہوگا جبکہ نیچے والا نکلے، کیونکہ تداخل محال ہے، تو
اوپر والا نیچے والے میں کبھی نہیں گرے گا، نہ یک دم
اور نہ تدریجی طور پر۔

---

[1] الدر المختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ١/٣٦
[2] رد المحتار " مصطفی البابی مصر ١/١٤٣

Marfat.com

قولہ رحمہ اللہ تعالٰی لو تنجس موضع النقب ثم ذاب الجمد بتدریج الماء نجس و قال الشیخ الامام شمس الائمۃ الحلوانی رحمہ اللہ تعالٰی الماء طاہر سواء ذاب بتدریج او دفعۃ واحدۃ[1]۔

مراد ان کا قول ہے کہ "اگر سوراخ کی جگہ نجس ہوئی پھر منجمد پانی بتدریج پگھل گیا تو پانی ناپاک ہے"، اور شیخ الامام شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا پانی پاک ہے خواہ بتدریج پگھلا ہو یا یک دم اھ (ت)

اقول وجہ الاول وعلیہ المعول انہ کلما ذاب شیئ منہ اتصل بالنجس وھو قلیل فیتنجس حتی تاتی النجاسۃ علی الکل بخلاف ما اذا ذاب دفعۃ لانہ کثیر فلا یتنجس بمجاورۃ النجس ووجہ قول شمس الائمۃ انہ کثیر وفیہ ان النجس لا یطھر بالکثرۃ۔

میں کہتا ہوں پہلے قول کی وجہ جس پر اعتماد ہے کہ جب بھی اس سے کوئی چیز پگھلی اور نجس سے متصل ہوئی اور وہ قلیل ہو تو وہ نجس ہو جائے گا یہاں تک کہ کل نجس ہوگا بخلاف اس صورت کے جبکہ یکدم پگھل جائے کیونکہ وہ کثیر ہے، لہذا نجس کی مجاورت کی وجہ سے نجس نہ ہوگا، شمس الائمہ کے قول کی وجہ یہ ہے کہ وہ کثیر ہے، اور اس میں یہ اعتراض ہے کہ نجس کثرت کی وجہ سے پاک نہیں ہوتا ہے۔ (ت)

اقول لکن فی قیاس مسألتنا علی مسألۃ الجمد نظر فان الطاھر ھھنا ماء کثیر فلا یضرہ مجاورۃ نجس سواء کانت دفعۃ او تدریجا وکان المجاور اکثر منہ او اقل علی خلاف ما یفیدہ تقییدہ بکثرۃ المتنجس قدر الاماحۃ من قصر حکم الطھارۃ علی ما لو کان اقل مما تحتہ قدرا فلا یتنجس ما تحتہ سواء وقع فیہ دفعۃ او تدریجا بخلاف الاکثر وانت تعلم ان الماء الکثیر انما یتنجس بتغیر وصف لہ بالنجاسۃ بلا فرق

میں کہتا ہوں ہمارے مسئلہ کو منجمد پانی پر قیاس کرنے میں نظر ہے کیونکہ یہاں پاک پانی کثیر ہے تو اس کو نجس کی مجاورۃ نقصان دہ نہ ہوگی خواہ یکدم ہو یا بتدریج ہو اور مجاور اس سے زیادہ یا کم ہو، یہ اس کے خلاف ہے کہ جس کو متنجس کی کثرت کے ساتھ مقید کیا ہے یعنی مقدار کے اعتبار سے نہ کہ پیمائش کے اعتبار سے، جس نے طہارت کے حکم کو اس صورت میں مقصور کیا کہ اگر وہ اپنے نیچے والے پانی سے کم ہو، تو اس کا نیچے والا ناپاک نہ ہوگا، خواہ اس میں وہ یک دم گرا ہو یا تدریجی طور پر بخلاف اکثر کے اور آپ کو معلوم ہے

---

[1] خلاصۃ الفتاوی الجنس الاول فی الحیض نولکشور لکھنؤ ۱/۳

Marfat.com

چارۂ کار یہ ہے کہ نجاست مذکورہ نکال کر پاک پانی ڈالتے جائیں یہاں تک کہ کناروں سے چھلک کر کچھ دور بہ جائے اب وہ حوض کے کنارے بھی پاک ہوگئے اور یہ سب پانی بھی۔ درمختار میں ہے:

المختار طھارۃ المتنجس بمجرد جریانہ[1]

مختار مذہب پر نجس حوض صرف پانی کے جاری ہونے سے پاک ہوجاتا ہے۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

یطھر الحوض بمجرد ما یدخل الماء من الانبوب و یفیض من الحوض ھو المختار لصیرورتہ جاریا[2]

مختار قول میں صرف نالی کے ذریعہ پانی داخل ہونے اور حوض سے بہہ جانے سے حوض پاک ہوجاتا ہے کیونکہ اب پانی جاری ہوچکا ہے۔ (ت)

فتاوی امام ظہیر الدین میں ہے:

الصحیح انہ یطھر وان لم یخرج مثل ما فیہ وان رفع انسان من ذلک الماء الذی خرج وتوضأ بہ جاز[3] اھ ذکرہ ش و اقوالا أخر وروایات مضطربۃ سیأتی الکلام علیھا واللہ تعالٰی اعلم۔

صحیح قول پر حوض پاک ہوجائیگا اگرچہ اتنا پانی خارج نہ ہوا ہو جتنا اس میں ہے اگر کوئی آدمی وہ پانی اٹھائے جو خارج ہوچکا ہے اور اس سے وضو کرے تو جائز ہے۔ اس کو شامی نے ذکر کیا ہے اس کے علاوہ دیگر اقوال اور مضطرب روایات بھی ذکر کی ہیں جن پر کلام آئے گا، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

سوال سوم ۱۵

اسی صورت میں اگر پانی صرف حصہ زیریں دہ دردہ میں تھا اور اس وقت نجاست پڑی کہ ناپاک نہ ہوا پھر نجاست نکال کر یا بے نکالے بھر دیا تو اب اوپر کا حصہ پاک رہا یا ناپاک ہوگیا بیّنوا توجروا۔

الجواب

کتب حاضرہ سے اس صورت پر کلام اصلاً[1] وقت ذہن میں نہیں وانا اقول وباللہ التوفیق

---

[1] نعم تعرض لھا السادۃ الثلثۃ ناظروا — ہاں تینوں سادات نے اس سے بحث کی ہے ناظرنے (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] درمختار — باب المیاہ — مجتبائی دہلی — ۱/۳۶

[2] غنیۃ المستملی — سہیل اکیڈمی لاہور — ۱/۱۰۳

[3] ردالمحتار — باب المیاہ — مصطفی البابی مصر — ۱/۱۴۳

Marfat.com

التدریج ولفظ الفتح فی تعلیله لان کل مایتصل بالحوض الکبیر یصیر منه فیحکم بطهارته[1] اھ وفی البزازیة الماء الکثیر النجس دخل فی الحوض الکبیر لاینجسه لانه حکم بالطهارة زمان الاتصال[2] اھ ھذا اوجه وثانیا لااثر لوقوع ماء نجس فی ماء طاھر الا اللقاء وھو حاصل فیما نحن فیه من بدو الامر فغیم التفصیل بخلاف مسألة الجمد فانه

اگرچہ نجس پانی حوض نے پانی پر غالب ہو جائے ہیں اسی طرف اشارہ ہے کیونکہ جونہی پانی حوض کے پانی سے ملے گا حوض کا پانی اس پر غالب ہوتا جائیگا[1] تو انھوں نے تدریج کی طرف اشارہ کیا ہے اور فتح نے اس کی تعلیل میں یہ فرمایا ہے" اس لیے کہ جو بڑے حوض سے ملے گا وہ اسی کا جز ہو جائیگا تو اس کی طہارت کا حکم لگایا جائے گا اھ اور بزازیہ میں ہے کہ کثیر نجس پانی جب بڑے حوض میں داخل ہو جائے تو اس کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) لا للمحل والماء ھو الذائب دون الجمد ثم استشهد علیه بفرع الخلاصة الاخیر وتعلیله بانه کلما اتصل بالحوض صار ماء الحوض علیه غالبا قال بل ھذا ابلغ کما ھو غیر خاف فتنبه لذلك اھ اقول ذلك فی ماء نجس کثیر لقی ماء طاھر اکثیرا تدریجا وھذا ماء قلیل طاھر لقی ماء نجسا فاین ھذا من ذلك وای مدخل فیه للابلغیة من حیث ان ثم الغالب النجس وھھنا الطاھر بعد ان التدریج جعل ذلك الغالب مغلوبا کما افصح به فی الخلاصة وھذا المغلوب غالبا کما علمت واللّٰہ تعالٰی اعلم ۱۲ منه غفر له۔ (م)

میں کیا فائدہ جبکہ پگھلی ہوئی برف کم ہو کیونکہ اعتبار پانی کا ہے نہ کہ محل کا اور پانی تو پگھلا ہوا ہی ہے نہ کہ جمی ہوئی برف۔ پھر انھوں نے اس پر خلاصہ کی آخری فرع اور اس کی تعلیل سے استشہاد کیا، اور وہ یہ کہ جب وہ حوض سے ملے گا تو حوض کا پانی اس پر غالب ہو جائے گا، فرمایا یہ زیادہ بلیغ ہے جیسا کہ مخفی نہ رہے، تو اس پر متنبہ ہونا چاہئے اھ

میں کہتا ہوں وہ کثیر نجس پانی میں ہے جو کثیر طاہر پانی سے ملاقی ہو اور یہ ملاقات تدریجاً ہو، اور یہ کم طاہر پانی ہے جس کی ملاقات نجس پانی سے ہوئی ہے تو اس میں اور اُس میں کیا نسبت ہے اور اس میں ابلغیۃ کو کیا دخل ہے کیونکہ وہاں غالب نجس ہے اور یہاں طاہر بعد اس کے کہ تدریج نے اُس غالب کو مغلوب کر دیا ہے جیسا کہ خلاصہ میں اس کی وضاحت کی ہے اور اس مغلوب کو غالب کر دیا جیسا کہ آپ نے جانا ہے واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] فتح القدیر بحث الغدیر العظیم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۱

[2] بزازیہ علی الہندیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۷

Marfat.com

طافیہ کہ اوپر تیرتی رہے اور راسبہ کہ تہ نشین ہوجائے اگر نجاست راسبہ تھی کہ پانی بھرنے سے اوپر نہ آئے گی جب
سارا حوض پاک ہے مرئیہ ہو یا غیر مرئیہ' نیچے کا حصّہ یُوں کہ وہ درِدہ ہے اثرِ نجاست قبول نہ کرے گا اگر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) فلااذ لامقتضی للنجاسۃ
ھذا ماظھر لی اھ

اقول رحم اللہ السید فاولا انما
الکلام فیما اذا وقع النجس فی الکثیر ثم انتقص
بتسفل او امتلأ وحدیثا جفاف اعلی الحوض
وعدمہ متعلقان بما اذا وقعت نجاسۃ فی الاعلی
القلیل ثم بلغ الاسفل الکثیر ثم ملیٔ فبلغ القلیل
فیما بمعزل عن المحل وثانیا لایتنجس
بمرئیۃ باقیۃ راسبۃ ولا بطافیۃ تعلقت بزاویۃ
وثالثا یتنجس بغیر المرئیۃ ایضا لوطافیۃ
ولا زاویۃ ھذا۔

ثم **قول** ح فی الاولی لم اجد حکمہ
لایستقیم علی ما شرحنا بہ نظم الدر لکونہ
اذن مصرحا بہ فیہ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ
غفرلہ (م)

(یعنی اس کا اوپر والا کثیر ہو) یا دوسری صورت میں
بھر گیا (یعنی اس کا نچلا حصہ کثیر ہوگیا) 'ح' نے
فرمایا کہ میں نے اس کا حکم نہیں پایا، پھر بعد میں فر
"یہ عجیب ہے" کیونکہ جب ہم نے اس کی طہارت
حکم لگایا اور اس میں کوئی ایسی چیز نہیں آئی جو اس
نجس کرے تو آیا اس کی نجاست متوہم ہے، ہا
اگر نجاست مرئی ہو اور اس میں باقی ہو یا حوض کے
بالائی حصے کے خشک ہونے سے قبل بھر جائے تو ناپاک
ہوجائیگا، اور اگر نجاست غیر مرئی ہو یا مرئی ہو اور اس
سے نکالی جائے یا اس کے بالائی حصے کے کنارے
خشک ہونے کے بعد بھر گیا، تو نہیں کیونکہ نجاست کا
کوئی مقتضی نہیں' یہ وہ ہے جو مجھ پر ظاہر ہوا۔
میں کہتا ہوں اللہ سید پر رحم کرے، اول
یہ کہ کلام اُس صورت میں ہے جبکہ نجاست کثیر پا
میں واقع ہو، اور پھر پانی کم ہوجائے یا بھر جائے
اور حوض کے بالائی حصے کے خشک ہونے اور نہ ہونے کی بات اس صورت سے متعلق ہیں جبکہ نجاست اعلٰی قلیل میں گر کر نچلے
کثیر میں پہنچے پھر حوض بھر کر قلیل کو پہنچے تو یہ دونوں صورتیں اس بحث سے الگ ہیں۔
اور دوسرا یہ کہ پانی کی تہ میں بیٹھی باقی نجاست مرئیہ سے نجس نہ ہوگا اور نہ ہی ایسی نجاست سے جو تیرتی ہوئی
کسی گوشہ میں ٹھہر گئی ہو۔
تیسرا' غیر مرئیہ سے بھی نجس ہوجائیگا اگر تیرنے والی ہو اور کوئی گوشہ نہ ہو۔
پھر 'ح' کا پہلی صورت میں یہ فرمانا کہ میں نے اس کا حکم نہیں پایا' درست نہیں' جیسے کہ ہم نے
در کی نظم کی اس کے ساتھ تشریح کی ہے، کیونکہ یہ تو اس میں بصراحت مذکور ہے واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

Marfat.com

العلامة الشلبی حیث نقل فی حاشیۃ الزیلعی کلام الخانیۃ الی ذکر القولین ورسم اھ ولم یعرج لذکر بحثھا اصلا واللہ تعالٰی اعلم۔

خامسا، گرنا فرض کیا جائے تو اس کے نکلنے اور اس کے داخل ہونے کی وجہ سے ہوگا اور یہ سب حرکت ہے، تو یہ صرف تدریجی طور پر ہی ہوسکتا ہے، مثلاً یہ کہ نچلے میں کوئی سوراخ ہو جس کو کھولا جائے تو نیچے والا نکلنے لگے اور اُوپر والا اترنے لگے اور اس کا کوئی تصور نہیں کہ نیچے والا ایک دم نکلے اور اوپر والا یکدم گر جائے اور خلاصہ یہ کہ میں اپنی ناقص رائے میں ان کی مراد سمجھنے سے قاصر رہا ہوں، اور اللہ تعالٰی اپنے خواص کی مراد کو زیادہ جاننے والا ہے۔ پھر انھوں نے فرمایا دُرمیں ہے اگر اس میں نجس واقع ہوجائے تو جائز نہیں یہاں تک کہ دس کو پہنچ جائے، تو "تش" نے فرمایا جب وہ دس کو پہنچے تو جائز ہے اگرچہ اس کے اوپر والا مقدار میں زائد ہو، اور بحر میں سراج ہندی سے منقول ہے کہ یہی اقرب الی الحق ہے اھ اور اللہ تعالٰی علامہ شلبی پر رحم کرے کہ انھوں نے زیلعی کے حاشیہ میں خانیہ کا کلام نقل کیا قولین کے ذکر تک اور اھ کا نشان لگا دیا اور انکی بحث کا اصلا ذکر نہ کیا واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

۵۰ سوال دوم

اسی صورت میں حوض کے بالائی حصّے کے ملتقے پر ایک نالی ہے جب یہ اوپر کا پانی ناپاک ہوا نالی کھول کر نکال دیا گیا صرف نیچے کا پانی جہاں سے دہ دردہ ہے رہ گیا پھر پاک پانی سے بھر دیا گیا تو اب یہ سب حوض پاک ہوگیا یا نہیں، اگر نہیں تو کیا کیا جائے کہ پاک ہو بینوا توجروا۔

الجواب

اگر ناپاک پانی نکال دینے کے بعد اتنا انتظار کیا کہ حوض کی بالائی سطوح جو اُس پانی سے ناپاک تھیں خشک ہو کر پاک ہوگئیں اس کے بعد پاک پانی بھرا گیا اور اُوپر آجانے والی نجاست باقی نہیں[1] تو سارا حوض پاک ہے ورنہ بالائی حصہ پھر ناپاک ہوگیا، ردالمحتار میں ہے:

ولو کانت النجاسۃ مرئیۃ باقیۃ فیہ او امتلاء قبل جفاف اعلی الحوض تنجس[1]

اگر حوض میں نجاست مرئیہ باقی رہے یا بھر جائے حوض کا اعلٰی حصہ خشک ہونے سے پہلے تو نجس ہوجائے گا۔ (ت)

---

[1] توضیح جواب سوم سے ہوگی خلاصہ یہ کہ تہ نشین نجاست اوپر آئے گی نہیں اور پانی ملے گا آب زیریں سے جو بوجہ کثرت ناپاک نہیں اور اُوپر آنے والی اگر غیر مرئیہ تھی یا مرئیہ نکال دی گئی کہ وہ بھی غیر مرئیہ رہ گئی تو ناپاک پانی کے ساتھ نکل گئی ہاں مرئیہ باقیہ ہے تو پھر ناپاک کر دے گی ۱۲ منہ غفرلہ (م)

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۳

Marfat.com

غیر المرئیۃ یتوضؤ من ای جانب کان کما قالوا جمیعا فی الماء الجاری وھو الاصح لان غیر المرئیۃ لایستقر فی مکان واحد بل ینتقل لکونہ مائعا سیالا بطبعہ فلم نستیقن بالنجاسۃ فی الجانب الذی یتوضؤ منہ فلا نحکم بنجاسۃ بالشک اھ وفی الحلیۃ قال مشایخ بلخ وبخارے یتوضؤ من ای جانب کان وفی محیط رضی الدین والتحفۃ والبدائع وغیرھا ھو الاصح لان غیر المرئیۃ ینتقل لکونہ مائعا سیالا[2]۔

کو منتقل کرتا ہے تو مقامِ وضو میں نجاست کا یقین نہیں اور ہمارے ماوراء النہر کے مشائخ نے دونوں میں تفصیل کی ہے (یعنی مرئیہ اور غیر مرئیہ میں) اور غیر مرئیہ میں جس جانب سے چاہے وضو کرے جیسا کہ جاری پانی میں سب اتفاق ہے، اور یہی زیادہ صحیح ہے کیونکہ غیر مرئیہ کسی ایک جگہ میں نہیں ٹھہرتی بلکہ منتقل ہو جاتی ہے کیونکہ وہ طبعی طور بہنے والی ہے اس لیے وضو والی جانب میں نجاست کا یقین نہ ہوا، پس شک کی وجہ سے ہم نجاست کا حکم نہیں دیں گے اھ اور حلیہ میں ہے کہ بلخ اور بخارا کے مشائخ نے فرمایا ہے کہ جس جانب سے چاہے وضو کرلے اور رضی الدین کی محیط، تحفہ اور بدائع وغیرہ میں ہے کہ وہی اصح ہے کیونکہ غیر مرئیہ منتقل ہو جاتی ہے کیونکہ وہ سیال مائع بہنے والی ہے۔

اقول احسن فی ترک بطبعہ وھو فی کلام البدائع انہ متعلق بسیالا لا بینتقل لان طبع المائع الانحدار لا صبب لا الانتقال فی سطح مستو بلا سبب نعم الریاح لا تزال تزعزع المیاہ ومن ضرورتہ انتقال المائع المختلط بہ ولیس لہ جہۃ معینۃ لاختلاف الریاح فتطرق الاحتمال الی جمیع المحال اذا عرفت ھذا ففی الصورۃ الاولی حیث لاحاجز لھا عن العلو تطفو وتنجس الاعلی علی قول الجمیع بل لو لم تطف لنجست لاتصالھا بالماء الاعلی ولو من تحت اما فی الثانیۃ فعلی قول العراقیین ان کانت وقعت فی الماء اسفل فی محاذاۃ

میں کہتا ہوں انہوں نے بطبعہ کو چھوڑ کر اچھا کیا، اور یہ بدائع میں "سیالا لا ینتقل" سے متعلق ہے کیونکہ بہنے والی چیز کی خاصیت نیچے کی طرف آنا ہے وہ مستوی سطح کی طرف بلاسبب نہیں جاتا ہے، ہاں ہوائیں مسلسل پانی میں لہر پیدا کرتی رہتی ہیں، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بہنے والی چیز جو اس میں شامل ہو جائے منتقل ہو جاتی ہے اور اس کی کوئی ایک جہت متعین نہیں کیونکہ ہوائیں مختلف رخ سے چلتی ہیں، تو ہر جگہ میں احتمال پیدا ہو جائے گا، جب تم نے یہ جان لیا تو پہلی صورت میں جہاں اوپر جانے سے کوئی مانع نہ ہو نجاست تیر کر اوپر آجائے گی اور تمام علماء کے مطابق اوپر والا حصہ ناپاک ہو جائے گا، بلکہ

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی المقدار الذی ... ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۳

[2] حلیۃ

Marfat.com

نجاست چار قسم ہے، مرئیہ کہ نظر آئے اور غیر مرئیہ کہ پانی میں مل کر امتیاز نہ رہے جیسے پیشاب، اور ہر ایک دو قسم ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) الدر فقال ط ان کان اعلاہ ضیقا واسفلہ عشرا فاذا بلغہا ووقعت فیہ نجاسۃ حینئذ جاز التطہیر بہ فاذا امتلأ حتی بلغ المکان الضیق قال الحلبی لم اجد حکمہ والظاہر التنجس لان النجاسۃ تحقق وقوعہا وانما جوزنا التطہیر بہ لسعتہ وقد ذہبت اھ

اقول وسیرد علیک ما حرر الفقیر بتوفیق القدیر ویظہر بہ ان ہذا الحکم غیر ظاہر بل ولا مقبول فی راسیۃ مرئیۃ اوغیرہا ولا فی طافیۃ مرئیۃ قد اخرجت او بقیت فی زاویۃ فی الاسفل ولا فی غیر مرئیۃ وفی الاسفل زوایا فانما یقبل فی ثنتین من سبع ان تکون مرئیۃ وقد طفت او غیر مرئیۃ ولا زاویۃ، ذلک انہ انما یتحقق وصولہا الی الاعلی فی ہاتین فما ذا یضرہ ضیقہ ولم یصل الیہ النجس ولم یتصل بماء متنجس۔ ہذا ونقلہ ش ہکذا بقی ما لو وقعت فیہ النجاسۃ ثم نقص فی

المسألۃ الاولی (ای اعلاہ کثیر) او امتلأ فی الثانیۃ (ای اسفلہ کثیر) قال ح لم اجد حکمہ اھ ثم تعقبہ بقولہ ہذا عجیب فانہ حیث حکمنا بطہارتہ ولم یعرض لہ ما ینجسہ ہل یتوہم نجاستہ نعم لو کانت النجاسۃ مرئیۃ وکانت باقیۃ فیہ او امتلأ قبل جفاف اعلی الحوض تنجس اما اذا کانت غیر مرئیۃ او مرئیۃ واخرجت منہ او امتلأ بعد ما حکم بطہارۃ جوانب اعلاہ بالجفاف

فرمایا اگر اسکا بالائی حصہ تنگ اور نچلا دس ہاتھ ہو جب پانی نچلے حصہ تک ہو اور اس میں نجاست گر پڑے تو اس سے طہارت جائز ہے اور جب وہ بھر جائے یہاں تک کہ تنگ جگہ کو پہنچ جائے تو حلبی کا بیان ہے کہ میں نے اس کا حکم نہیں پایا، بظاہر ناپاک ہو جائے گا، کیونکہ اس میں نجاست کا گرنا یقینی ہے اور ہم نے اس کی فراخی کے باعث اس سے پاکی کے جواز کا قول کیا ہے اور اس صورت میں فراخی ختم ہو گئی ہے اھ

میں کہتا ہوں اس سلسلہ میں جو میں نے لکھا ہے وہ آپ دیکھ لیں گے، اس سے معلوم ہوگا کہ یہ حکم نہ تو ظاہر ہے اور نہ مقبول ہے۔ خواہ وہ حوض کی گہرائی میں نظر آتی ہو یا نہ آتی ہو اور نہ تیرنے والی مرئی میں جو نکال دی ہو یا کسی گوشہ میں نچلے حصہ میں باقی ہو اور نہ غیر مرئیہ کی صورت میں نچلے حصہ میں کئی زاویے ہوں سات میں سے دو صورتوں میں مقبول ہوگا اگر مرئیہ ہو، اور اوپر آ گئی ہے یا غیر مرئیہ ہو اور زاویہ میں نہ ہو، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا اوپر کی طرف آنا اس وقت متحقق ہوگا جب کہ ان دو صورتوں میں ہو، تو اس کی تنگی اس کے لیے کیا مضر ہوگی حالانکہ نہ اس تک نجاست پہنچی اور نہ وہ نجس پانی سے متصل ہوئی۔ اور "ش" نے اس کو اسی طرح نقل کیا۔ اب یہ صورت باقی رہ گئی کہ اگر اس میں نجاست گر گئی پھر پہلی صورت میں پانی گھٹ گیا

(باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

عشرا و اسفلہ اقل جاز حتی یبلغ الاقل و لو بعکسہ فوقع فیہ نجس لم یجز حتی یبلغ العشر[1] اھ فان ضمیر جاز الی رفع الحدث بہ و معلوم ضرورۃ من الدین ان رفع الحدث جائز بکل ماء مطلق مطلقا و لو قلیلا ما لم یسلب طہارتہ او طہوریتہ فکان المعنی کقرینہ لو اعلاہ عشرا و اسفلہ اقل فوقع فیہ نجس جاز التطہر بہ حتی یبلغ الاقل فاذا بلغہ لم یجز فقد غیا جواز التطہر بہ ببلوغہ الاقل فبنفس البلوغ لایجوز لظہور حکم النجس الذی لم یحملہ الاعلی لکثرتہ و حملہ علی التقیید بوقوع النجاسۃ بعد بلوغ الاقل کما فعل ش حیث قال ای اذا بلغ الاقل فوقعت فیہ نجاسۃ تنجس کما فی المنیۃ[2] اھ

کلام ہے، کیونکہ ان کی عبارت اس طرح ہے "اور اگر اس کا بالائی حصہ دس ہاتھ ہے اور نچلا حصہ کم ہے تو وضو جائز ہے یہاں تک کہ وہ اقل کو پہنچے اور اگر اس کا عکس ہو اور اس میں نجاست گر جائے تو جائز نہ ہوگا یہاں تک کہ دس ہاتھ کو پہنچے اھ کیونکہ جاز کی ضمیر "رفع الحدث بہ" کی طرف لوٹتی ہے اور یہ چیز دین کے ضروریات سے ہے کہ رفع حدث ہر مطلق پانی سے جائز ہے خواہ کم ہی ہو تاوقتیکہ اس کی طہارت یا طہوریت سلب نہ ہوتی ہو تو معنی اس کے قرین کی طرح یہ ہوئے کہ اگر اس کا بالائی حصہ دس ہاتھ ہو اور اس کا نچلا حصہ کم ہو اور اس میں نجس واقع ہو جائے تو اس سے پاکی حاصل کرنا جائز ہے یہاں تک کہ اقل کو پہنچ جائے، اور جب اقل کو پہنچے تو جائز نہیں اس کے ساتھ طہارت کے جواز کی غایت اقل کو پہنچنا بیان فرمائی تو نفس بلوغ سے جائز نہ ہوگا کیونکہ اس نجس کا حکم ظاہر ہے جس سے بالائی بالائی حصہ متاثر نہ ہوا کیونکہ وہ کثیر ہے اور اس کو اقل کو پہنچنے کے بعد نجاست کے واقع ہونے سے مقید کرنا جیسا کہ "ش" نے کیا انھوں نے فرمایا "یعنی جب اقل کو پہنچے اور اس میں نجاست گر جائے تو ناپاک ہو جائیگا جیسا کہ منیہ میں ہے اھ (ت)

فاقول خروج[ف۲] عن الظاہر و اخراج للکلام[عـه] الی قریب من العبث و الاستناد[ف۳] الی

میں کہتا ہوں یہ ظاہر سے خروج ہے، اور کلام کو تقریباً لغو قرار دینا ہے اور اس کو منیہ کی طرف

[عـه] فی الحلیۃ عند قول المنیۃ اذا سد الماء من فوقہ و بقی جریہ یجوز التوضی بہ ما نصہ کان علی المصنف ان یذکر

منیہ کے اس قول "جب اوپر سے پانی بند ہو جائے اور پانی جاری ہو تو وضو جائز ہے" پر حلیہ نے کہا کہ مصنف کو "بہ" کی جگہ "فیہ" کہنا چاہیے تھا (باقی حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

---

[1] الدر المختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۶

[2] رد المحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۲

Marfat.com

ست اُس میں موجود ہے اور اوپر کا حصہ یُوں کہ نجاست اُس میں نہیں اور جس سے متصل ہے وُہ پاک ہے اور اگر
ست طافیہ مرئیہ تھی اور اُسے پہلے نکال دیا جب بھی ظاہر ہے کہ ناپاکی کی کوئی وجہ نہیں اور اگر بے نکالے پانی بھر دیا
پانی ڈالے سے اوپر آگئی تو بالائی حصّہ ناپاک ہوگیا کہ نجاست اُس سے متصل ہوئی اور وہ آب قلیل ہے رہی طافیہ
مرئیہ اُس میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ حوض کے حصۂ زیریں میں کوئی کنج ایسا نہ ہو جو اُس نجاست کو اوپر جانے سے
کے مثلاً یہ شکل ح ء دونوں حصوں میں خط ح ء فصل مشترک ہے ظاہر ہے کہ جو اُترانے والی چیز
ح ء میں کہیں وہ پانی بھرنے سے خط ا ب پر آجائے گی دُوسرے یہ کہ ایسے کنج ہوں مثلاً یہ شکل
یا یہ 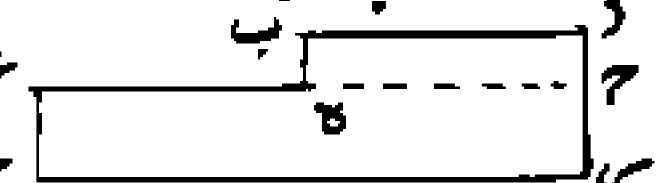 اول میں خط ہ ر دوم میں خط ح ہ پر جو
سی چیز ہو وہ پانی بھرے سے خط ا ب تک ضرور پہنچے گی لیکن دوم میں خط ہ ء یا کم میں دو خط ح ہ خط م ء
نیچے جو کچھ ہے وہ ا ب تک نہیں جا سکتا پہلی صورت میں بالائی حصہ ا ب ح ح ناپاک ہو جائے گا اور دوسری
صورت میں سارا حوض پاک رہے گا و لہذا ہم نے طافیہ مرئیہ میں پانی ڈالے سے اوپر آجانے کی قید لگائی کہ اگر کسی
کنج میں اُلجھ رہی تو اب بھی کوئی حصہ ناپاک نہ ہوگا۔

والوجه فيه ان غير المرئية لا تنعدم بل تكتتم وحيث هي طافية لابد لها من العلو ولذا منع العراقيون من مشايخنا التوضي من موقع غير المرئية في الحوض الكبير لانه راكد فلا تنتقل وجوز ائمة بلخ وبخارى وما وراء النهر التوضي منه من اين يشاء وهو الصحيح وعلله بانتقال العائم قال ملك العلماء في البدائع وان كانت غير مرئية قال مشايخ العراق لا يتوضؤ من ذلك الجانب لما ذكرنا في المرئية (وهو قوله لانا تيقنا بالنجاسة في ذلك الجانب) بخلاف الماء الجاري لانه ينقل النجاسة فلم يستيقن بالنجاسة في موضع الوضوء ومشايخنا بما وراء النهر فصلوا بينهما (اى بين المرئية وغيرها) ــــ ففي

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ غیر مرئیہ ختم نہیں ہوتی ہے بلکہ چھپ جاتی ہے اور جب تیر رہی ہوتی ہے تو اس کا اُوپر آنا لازمی ہے، اس لیے ہمارے عراقی مشایخ بڑے حوض میں گرجانے والی غیر مرئی نجاست کے مقام سے وضو کو جائز قرار نہیں دیتے کیونکہ وہ ٹھہری ہوتی ہے تو منتقل نہ ہوگی اور بلخ، بخاری، ماوراء النہر کے مشایخ نے اجازت دی کہ جہاں سے جی چاہے وضو کرلے اور یہی صحیح ہے۔ اور اس کی وجہ انہوں نے یہ بیان کی ہے کہ بہنے والی چیز منتقل ہوتی ہے۔ ملک العلماء نے بدائع میں فرمایا کہ اگر نجاست غیر مرئیہ ہو تو مشایخ عراق کا قول ہے کہ اس جانب سے وضو نہ کرے جیسا کہ ہم نے مرئیہ میں ذکر کیا ہے (اس سے مراد ان کا یہ قول ہے کہ ہم نے اس جانب میں نجاست کا یقین کرلیا ہے)، بخلاف جاری پانی کے کیونکہ وہ نجاست

Marfat.com

یؤل الی کلام البزازیۃ لوعشرا فی عشر ثم قل توضأ بہ لافیہ لاعتبار اوان الوقوع[1] اھ لکن لامساغ لہ فی کلامہ ولذا احتاج ش الی اضافۃ قید لیس فیہ فترجح ما قلنا۔

سے کیا تعلق ہے؟ اور دُر کا کلام ابتداء سے یہاں تک اس کے ساتھ حدث کے رفع کرنے کی بابت ہے نہ کہ اُس میں، اور اگر ایسا ہوتا تو صحیح ہوتا اور اُس کو اس پر محمول کیا جاتا کہ اس میں اعضاء کو ڈبو کر وضو کرنا جیسا کہ حق ہے کہ ملقی اور ملاقی میں فرق ہے اگرچہ صاحب دُر کا میلان اس کے خلاف ہے، ایسی صورت میں بزازیہ کے کلام کی طرف لوٹا جائیگا اگر دہ در دہ ہو پھر کم ہو گیا ہو تو اسکے ساتھ وضو کرے نہ کہ اس میں، کیونکہ وقوع کے زمانے کا اعتبار ہے اھ مگر اس کی ان کے کلام میں گنجائش نہیں، اور اس لیے "ش" نے لیس فیہ کا اضافہ کیا، تو جو ہم نے کہا وہ راجح ہے۔ (ت)

اور کلام علامہ سید شامی سے مفہوم کہ سب پاک رہے گا۔

حیث قال فی المسألۃ الاخری وھی ما اذا کان اعلاہ قلیلا واسفلہ کثیرا فوقع فیہ نجس لم یجز حتی یبلغ العشر فاذا بلغھا جاز ما نصہ وکانھم لم یعتبروا حالۃ الوقوع ھھنا لان ما فی الاسفل فی حکم حوض اٰخر بسبب کثرتہ مساحۃ وانہ لو وقعت فیہ النجاسۃ ابتداء لم تضرہ بخلاف المسألۃ الاولی تدبراھ[2] فرق بین المسألتین ان نجاسۃ الاعلی القلیل لاتشمل الجزئین وطہارۃ الاعلی الکثیر تشملھما۔

جبکہ فرمایا دوسرے مسئلہ میں اور وُہ یہ ہے کہ جبکہ اس کا بالائی حصہ کم ہو اور نچلا زائد ہو اور اس میں نجاست گر جائے تو جائز نہیں یہاں تک کہ وہ دہ در دہ کو پہنچے تو جب اس مقدار کو پہنچے تو جائز ہے، اور ان کی عبارت یہ ہے اور گویا ان حضرات نے یہاں وقوع کی حالت کا اعتبار نہیں کیا، کیونکہ جو نچلے حصہ میں ہے وہ الگ حوض کے حکم میں ہے کیونکہ وُہ پیمائش کے اعتبار سے کثیر ہے، اور یہ کہ اگر اس میں ابتداءً نجاست گرتی تو مضر نہ ہوتی بخلاف پہلے مسئلہ کے تدبر اھ تو دونوں مسئلوں میں فرق ہے کہ اوپر والے کی نجاست جو قلیل ہے دونوں جزؤں پر مشتمل نہیں اور اعلی کثیر کی طہارت دونوں کو شامل ہے۔ (ت)

اقول اولا[1] اعتبار حالۃ الوقوع

میں کہتا ہوں اولاً حالتِ وقوع کا اعتبار

---

[1] فتاوٰی بزازیۃ علی حاشیۃ الہندیۃ　نورانی کتب خانہ پشاور　۴/۵

[2] ردالمحتار　باب المیاہ　مصطفی البابی مصر　۱/۱۴۳

Marfat.com

خط ا ب تنجس الاعلی لعدم انتقالها من ثم وان وقعت فی حجاب عنہ مثل خط ہ ع و ک ء لو تنجس لانها لاتصل الی الماء العالی وعلی قول سائر الائمۃ الاصح لاتنجس مطلقا وان کانت وقعت حذاء ا ب لاحتمال انتقالها الی احدی الزوایا ولایزول الیقین بالشک ھذا ما ظھر لی واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر نجاست تیر کر نہ بھی جائے تو بھی ناپاک ہوگا کیونکہ وُہ اوپر والے پانی کے ساتھ متصل ہوجائے گی خواہ نیچے سے ہو اور دوسری صورت میں تو بقول عراقی مشایخ کے اگر نجاست نچلے پانی میں ا ب خط کے مقابل گری ہے تو اوپر والا نجس ہوجائیگا، کیونکہ وہ وہاں سے منتقل نہیں ہوتی ہے اور اگر وہ اس کے حجاب میں گری ہے جیسے ہ ع اور ء ک کا خط تو پانی نجس نہیں ہوگا کیونکہ وہ اوپر والے پانی تک نہ پہنچے گی اور باقی ائمہ کے قول کے مطابق اصح یہ ہے کہ مطلقاً ناپاک نہ ہوگا اگرچہ نجاست ا ب کے مقابل گری ہو کیونکہ احتمال ہے کہ وہ کسی ایک زاویے کی طرف منتقل ہوگئی ہو اور یقین شک سے زائل نہیں ہوتا ہے ھذا ما ظھر لی واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

سوال ۵۲ چہارم

حوض اوپر دہ در دہ اور نیچے کم ہے بھرے ہُوئے میں نجاست پڑی تو سب پاک رہا یا نیچے کا حصّہ ناپاک ہوگیا جہاں سے مساحت سو ہاتھ سے کم ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

کلام علامہ سید طحطاوی سے ظاہر یہ ہے کہ حصّہ زیریں ناپاک ہو جائیگا۔

حیث قال واذا وقعت فیہ نجاسۃ فی تلک الحالۃ فالاعلی طاھر الی ان یبلغ الاقل فینجس[1] اھ وحملہ علی انہ ینجس بنجاسۃ اخری خلاف ظاھر سوق الکلام۔

جہاں فرمایا کہ "اور جب اس میں نجاست گر جائے اس حالت میں تو بالائی حصہ پاک ہے یہاں تک کہ اقل کو پہنچے تو وُہ ناپاک ہوگا اھ اور اس کو اس پر محمول کرنا کہ وُہ دوسری نجاست کے ساتھ نجس ہوجائیگا سیاق کلام کے ظاہر کے خلاف ہے۔ (ت)

اقول وکذا ھو ظاھر الدر ان قدّر وقوع النجس بقرینۃ قرینہ فان لفظہ لو اعلاہ

میں کہتا ہوں اور اسی طرح وہ دُر کا ظاہر ہے اگر نجس گرنا مقدر کیا جائے اور اس پر قرینہ اس کا متصل

---

[1] طحطاوی علی الدر المختار باب المیاہ بیروت ۱/۱۰۸

Marfat.com

واقول وباللہ التوفیق نجاست اگر طافیہ ہے کہ حصۂ زیریں تک پہنچی ہی نہیں جب تو ظاہر ہے کہ اس کی نجاست کی کوئی وجہ نہیں کہ اُس کا اتصال آبِ بالا سے ہے اور وہ بوجہ کثرت نجس نہ ہوا اور اگر راسبہ ہے کہ اسفل تک پہنچی خواہ مطلقاً جیسے پتھر یا ابتداءً جیسے غرق شدہ جانور کہ تہ نشین ہوکر مرتا پھر اُتراتا ہے یا انتہاءً جیسے وہ کپڑا کہ تیرتا رہے گا پھر پانی سے بوجھل ہوکر بیٹھ جائیگا تو اب دو صورتیں ہیں اُن کا بیان یہ کہ پانی کے لیے بلحاظ محل مثل حوض وغیرہ ایک تو صفت ہے یعنی کثرت وقلت کہ مساحت محل کے سو ہاتھ یا کم ہونے سے حاصل ہوتی ہے دوسری صورت کہ جس فضا میں متمکن ہے اُس کی شکل سے پیدا ہوتی ہے یہ شکل کبھی واحد ہوتی ہے اگرچہ اس میں حصے فرض کر سکتے ہیں اگرچہ اُن حصص مفروضہ کا مساحت میں تفاوت اُن کے لیے منشاء انتزاع ہو جیسے اسی شکل نصف دائرہ میں کہ مثلاً خط ء ہ تک کثیر اور نیچے قلیل ہو تو دو حصے ممتاز ہوجائیں گے ا ب ء ہ کثیر اور ء ہ ح قلیل مگر حقیقۃً ا ب ح فضائے واحد ہے اور کبھی شکل خود ہی واقع میں متعدد ہوتی ہے جیسے حوض کے اندر حوض مثلاً اس شکل پر 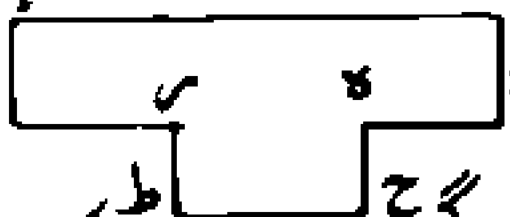 کہ حصۂ بالا ا ء اور زیریں ہ ط خود ہی ممتاز ہیں اس لحاظ سے حصص زیر و بالا کی چار قسمیں ہوگئیں ایک یہ کہ دونوں حصے صورۃً وصفۃً ہر طرح متحد ہوں جیسے دو گز گہرے مربع میں ایک گز اوپر ایک گز نیچے ۔ دوم صورۃً متحد ہوں اور صفۃً مختلف جیسے وہی نصف دائرہ کی شکل کہ فضا واحد ہے اور ا ہ کثیر اور ء ہ ح قلیل ۔ سوم صفۃً متحد ہوں اور صورۃً مختلف جیسے اسی شکل ا ط میں جبکہ ہ س بھی سو ہاتھ سے کم نہ ہو یا ا ب بھی دہ در دہ سے کم ۔ چہارم صورۃً وصفۃً ہر طرح جدا ہوں جیسے یہی شکل جبکہ ا ب سو ہاتھ اور ہ س کم ہو ۔

قسم اول کا حکم تو ظاہر ہے کہ وہ زیر و بالا شیئ واحد ہے اگر نجس ہوگا سب نجس ہوگا پاک رہے گا سب پاک رہے گا ۔

یونہی قسم دوم کہ بلاشبہ وہ محلِ واحد ہے اگرچہ حصص انتزاعیہ کی مساحت مختلف ہے ۔

یونہی سوم کہ اگرچہ دو شئے ہے مگر دونوں متحد الصفۃ ہیں اگر کثیر ہیں تو زیریں بھی ناپاک نہ ہوگا اگرچہ نجاست راسبہ ہو اور قلیل ہیں تو یہ بھی نجس ہوجائیگا اگرچہ نجاست طافیہ ہو کہ نجس سے اتصال نہ ہوا تو متنجس سے ہوا کہ حصۂ بالا ناپاک ہوگیا ۔

شکل چہارم وہی محل نظر ہے جبکہ نجاست راسبہ اس تک پہنچی اور نظر حاضر میں ظاہر یہی ہے کہ ناپاک ہوجائے کلام ائمہ سے معہود یہی ہے کہ جب صورت وصفت دونوں مختلف ہوں تو ان کو دو محل جداگانہ ٹھہراتے ہیں اور فقط اتصال قلیل بہ کثیر کو کافی نہیں جانتے ۔

نہر کے کنارے کنارے پانی لینے کے لیے تختہ بندی کرتے ہیں کہ اُن پر بیٹھ کر پانی لیں وضو کریں اس سے

Marfat.com

المنية فی غیر محله فان عبارتها لو ان ماء الحوض کان عشرا فی عشر فتسفل فصار سبعا فی سبع فوقعت النجاسة فیه تنجس فان امتلاء صار نجسا ایضاً اھ فھو لم یذکر للاعلٰی حکما انما قصد بیان حکم المتسفل فاحتاج فی التصویر الی وقوع النجس فیه لیکون توطئة لابانة حکم خفی وھو انه بعد امتلائه ایضا یبقی نجسا کما کان بخلاف نظم الدر فانه افرز الاعلٰی بحکم الجواز ولا معنی له الا بفرض وقوع المانع والا فذکرہ عبث ثم حد لجوازہ حدا ینتھی دونه وھو بلوغ الاقل فافاد ما قلنا واین ھذا من عبارة المنیة وکلام الدر من اوله الی ھنا فی رفع الحدث به لا فیه ولو کان لصح حملا له علی معنی التوضی بغمس الاعضاء فیه بناء علی ما ھو الحق من فرق الملاقی والملقی وان کان میل صاحب الدر الی خلافه فاذن کان

منسوب کرنا بے محل ہے کیونکہ منیہ کی عبارت یہ ہے کہ اگر حوض کا پانی دہ در دہ ہو اور پھر نیچے چلا جائے اور سات در سات ہو جائے پھر اس میں نجاست گر جائے تو ناپاک ہو جائے گا اور اگر بھر جائے تو بھی نجس ہو جائیگا تو انہوں نے بالائی کا کوئی حکم بیان نہیں، ان کا مقصود تو محض یہ تھا کہ وہ نچلے کا حکم بیان کریں تو اس کی وضاحت میں ان کو یہ کہنا پڑا کہ اس میں نجاست گر جائے، تاکہ یہ ایک مخفی حکم کے اظہار کی بنیاد بن جائے اور وہ یہ کہ یہ بھر جانے کے باوجود نجس ہی رہے گا جیسا کہ پہلے تھا، اور در کی نظم اس کے خلاف ہے کیونکہ انہوں نے بالائی پہ جواز کا حکم لگایا اور اس کا کوئی مفہوم نہیں، ہاں مانع کے وقوع کو فرض کرنے کی صورت میں ہو سکتا ہے، ورنہ تو اس کا ذکر عبث ہے، پھر انھوں نے اس کے جواز کی ایک حد مقرر کی جس سے پہلے وہ منتہی ہوتا ہے اور وہ اقل تک پہنچنا ہے تو جو ہم نے کہا اس کا انہوں نے افادہ کیا، اور اس کو منیہ کی عبارت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) فیه (ای مکان به) لان من الواضح جدا جواز الوضوء به جاریا کان او غیر جار خارجه فلا یقع التقیید ببقاء جریان الماء موقعا ثم ھو اعلٰی کعبا من ذکر مثله اھ ۱۲ منه غفر له۔ (م)

کیونکہ اس سے وضو کا جواز بہت واضح ہے خواہ پانی جاری ہو یا نہ ہو لہذا پانی کے جاری رہنے کی قید لگانا بے موقع ہوگا حالانکہ ان حضرات کا مقام ایسے کلام سے بلند و بالا ہے اھ (ت)

۱؎ منیۃ المصلی فصل فی الحیاض مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۷۲

Marfat.com

صغیر فتوضأ انسان فی الحوض الصغیر لایجوز وان کان ماء الحوض الصغیر متصلا بماء الحوض الکبیر کذا لایعتبر اتصال ماء المشرعۃ بما تحتہا من الماء اذا کانت الالواح مشدودۃ۔[1]

چھوٹا حوض نکالا گیا ہو پھر چھوٹے حوض سے کسی انسان نے وضو کیا تو یہ جائز نہیں اگرچہ چھوٹے حوض کا پانی بڑے حوض سے متصل ہو، اسی طرح نالی کے پانی کا نچلے پانی سے متصل ہونا معتبر نہیں جبکہ تختے بندھے ہوئے ہوں۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

لوجمد حوض کبیر فنقب فیہ انسان نقبا فتوضأ فیہ ان کان الماء متصلا بباطن النقب لایجوز والا جاز وکذا الحوض الکبیر اذا کان لہ مشارع فتوضأ فی مشرعۃ او اغتسل والماء متصل بالواح المشرعۃ ولا یضطرب لایجوز وان کان اسفل منہا جاز لانہ فی الاول کالحوض الصغیر فیغترف ویتوضؤ منہ لافیہ وفی الثانی حوض کبیر مسقف۔[2]

اگر بڑا حوض منجمد ہوجائے اور اس میں کوئی شخص سوراخ کرے اور اس میں وضو کرے تو اگر پانی سوراخ کے اندرونی حصے سے متصل ہو تو جائز نہیں ورنہ جائز ہے اور اسی طرح بڑے حوض میں جب نالیاں ہوں اور وہ کسی ایک نالی سے وضو کرے یا غسل کرے حالانکہ پانی تختوں سے متصل ہو اور اس میں حرکت وارتعاش پیدا نہ ہو تو جائز نہیں اور اگر تختوں سے نیچے ہو تو جائز ہے کیونکہ وہ پہلی صورت میں چھوٹے حوض کی طرح ہے تو چلو بھر کر اس سے وضو کرے نہ کہ اس میں، اور دوسری صورت میں بڑا حوض چھت والا ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

جمد ماؤہ فنقب ان الماء منفصلا عن الجمد جاز لانہ کالمسقف وان متصلا لا لانہ کالقصعۃ حتی لوولغ فیہ کلب تنجس۔[3]

اگر اس کا پانی جم جائے اور کوئی اس میں سوراخ کیا تو اگر پانی برف سے جدا ہو تو جائز ہے کیونکہ وہ چھت والے حوض کی طرح ہے اور اگر پانی متصل ہو تو جائز نہیں کیونکہ وہ بڑے پیالہ کی طرح ہوگا کہ اگر اس میں کتّا منہ ڈال دے تو ناپاک ہوجائیگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فی الماء الراکد نولکشور لکھنؤ ۱/۴

[2] فتح القدیر بحث الغدیر العظیم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۱

[3] الدرالمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۶

Marfat.com

مذکور فی البدائع والتبیین والخانیة والخلاصة والبزازیة والحلیة والغنیة والبحر وغیرها من دون ثنیا ولا حاجة الی استثناء هذه فان الاسفل لم یزل کثیرا فقد اعتبرت حالة الوقوع الا ان یقال ان الماء کان واحدا ظاهرا و وجهه حین الوقوع قلیلا وبه العبرة فکان ینبغی التنجس باعتبارہ لکن لم ینجسوہ نظرا الی ان وجهه یصیر کثیرا حین بلوغ الماء الی الاسفل وثانیا لقائل ان یقول لم لا یقال فی تلک اعنی مسألتنا هذه ان ما فی الاسفل فی حکم حوض اخر لسبب قلته مساحة وانه لو وقعت فیه النجاسة ابتداء لضرته وقد یمکن الجواب بان الکثیر یستتبع القلیل فیعد الاسفل القلیل عمقا للاعلی الکثیر ومعلوم ان الوجه ان کان کثیرا لم یتنجس شیئ من الماء لا وجهه ولا عمقه ولا یشترط مع ذلك کثرة العمق الا تری لو کان الحوض علی هذا الشکل

نصف دائرة وکان اب منه کثیرا لا یتنجس شیئ منه وان کان ما دونه قلیلا حتی لا یبقی علی ح الا نقطة بخلاف العکس فان القلیل لا یستتبع الکثیر فیعد حوضا برأسه۔

بدائع، تبیین، خانیہ، خلاصہ، بزازیہ، حلیہ، غنیہ اور بحر وغیرہ میں بلا استثناء مذکور ہے اور اس میں استثناء کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ نچلا تو کثیر تھا تو حالتِ وقوع کا اعتبار کیا گیا، ہاں اگر یہ کہا جائے کہ پانی بظاہر ایک تھا، اور اس کی سطح وقوع کے وقت کم تھی اور اسی کا اعتبار ہے تو مناسب یہی تھا کہ اسی کے اعتبار سے ناپاک ہو، لیکن علماء نے اس کو نجس قرار نہیں دیا، یہ سمجھتے ہوئے کہ اس کی سطح کثیر ہو جائے گی جبکہ پانی نچلے حصہ کو پہنچے گا۔

اور ثانیاً کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ اس مسئلہ میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ نچلا حصہ ایک مستقل حوض کے حکم میں ہے کیونکہ اس کی پیمائش کم ہے اور یہ کہ اگر اس میں ابتداءً کوئی نجاست گر جاتی تو ناپاک ہو جاتا اور اس کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ کثیر قلیل کو اپنا تابع بنا لیتا ہے تو یہ سمجھا جائیگا کہ نچلا کم حصہ گویا اوپر کے کثیر حصہ کے لیے عُمق ہے، اور یہ معلوم ہے کہ اگر پانی کی سطح زائد ہوتی تو پانی قطعاً ناپاک نہ ہوتا نہ اُس کی سطح اور نہ اُس کی گہرائی، اور اس کے باوجود گہرائی کی کثرت شرط نہیں ہے، مثلاً یہ کہ اگر حوض کی شکل یہ ہو

یعنی آدھے دائرہ کی شکل اور اب اس میں کثیر ہے اس میں کچھ ناپاک نہ ہوگا اگرچہ اس سے کم قلیل ہے اور ح پر صرف ایک نقطہ رہے گا، بخلاف عکس کے کیونکہ قلیل کثیر کو تابع نہیں بنا سکتا ہے تو یہ مستقل حوض شمار ہوگا۔ (ت)

یہ غایت توجیہ ہے۔

له وسیأتی الجواب عنه ۱۲ منه غفرله (م)

عنقریب ان کی طرف سے اس کا جواب ذکر کیا جائے گا۔ (ت)

Marfat.com

قدر ذراعین ونصف لایکون تبعالہ لان الربع یحکی حکایۃ الکل فلا یتوضؤ منہ وان اقل منہ فتبع وقیل لیس بتبع وان قدر ذراع[1]۔

ہو تو حوض کے تابع نہیں کیونکہ چوتھا کل کے قائم مقا ہوتا ہے تو اس سے وضو درست نہ ہوگا اور اگر ا سے کم ہو تو تابع ہے اور ایک قول ہے کہ تابع نہی خواہ ایک ہاتھ ہو۔ (ت)

اقول یوں ہی تالابوں نہروں کی تہ میں گڑھے بھی ہوتے ہیں ہر گڑھے کو مستقل قرار دینے میں حرج و مخالفت عرف ہے لہذا ارشاد مذکور کی بنا پر اُس کی تقدیر بھی پچیس ہاتھ مساحت سے چاہیے لان الربع یحکی حکایۃ الکل (کیونکہ چوتھا کل کے قائم مقام ہوتا ہے۔ ت) یہاں سے اُس تعلیل کا جواب بھی کُھل گیا کہ الکثیر یستتبع القلیل (کثیر قلیل کو تابع بناتا ہے۔ ت) اس تقدیر پر حکم یہ ہونا چاہیے کہ صورت مسئولہ میں اگر نجاس طافیہ ہے کہ حصہ زیریں تک نہ پہنچی یا حصہ زیریں حصہ بالا کے ساتھ دو مختلف محل نہیں جیسے نصف دائرہ میں یا مختلف تو ہے مگر پچیس ہاتھ مساحت سے کم ہے تو ان سب صورتوں میں نجاست پڑنے سے کوئی حصہ نجس نہ ہو اور یہی محل کلام علامہ شامی کا ہے اور اگر نجاست راسبہ ہے کہ حصہ زیریں تک پہنچی اور اسفل اعلیٰ سے مختلف الشکل ہے اور سو ہاتھ مساحت سے کم مگر پچیس ہاتھ سے کم نہیں تو اوپر کا حصہ بوجہ کثرت پاک رہے گا اور یہ حصہ زیریں بو حوض مستقل قلیل ہونے کے ناپاک ہوجائیگا اور یہی محل کلام علامہ طحطاوی کا ہے یہ ہے وہ جو فقیر کے لیے ظاہر ہوا ا محل محتاج تحریر و تنقیح اور جزم بالحکم دست نگر تصریح ہے،

والعلم بالحق عند ربی ان ربی بکل شیئ علیم اما ما فی الحلیۃ تحت قول المنیۃ الماء فی صدر ھذا الجواب الرابع حیث قال وھذا محکی فی البدائع عن ابی القاسم الصفار رحمہ اللہ تعالٰی غیر ان فرض المسألۃ فیہا فی الحوض الکبیر وقعت فیہ النجاسۃ ثم قل ماؤہ حتی صار یخلص بعضہ الی بعض وقعت فیہ نجاسۃ ثم عادہ الماء حتی امتلأ ولم یخرج منہ شیئ اھ[2]۔

اور حق کا علم میرے رب کے پاس ہے، بیشک میر رب ہر چیز کو جاننے والا ہے، اور حلیہ میں منیہ کے قول کے تحت، جو اس چوتھے جواب کے شروع میں گزرا ہے کہ انھوں نے فرمایا یہ قول بدائع میں ابوالقاسم صفار سے منقول ہے مگر اس میں جو مسئلہ فرض کیا گیا ہے وہ بڑے حوض میں ہے جس میں نجاست گرگئی ہو پھر اس کا پانی اتنا کم ہوگیا کہ اس کا پانی ایک دوسرے سے متصل ہوگیا پھر اس میں نجاست گرگئی اور پھر اس کا پانی زائد ہوگیا یہاں تک

---

[1] بزازیہ علی الہندیۃ   نوع فی الحیاض   نورانی کتب خانہ پشاور   ۴/۷

[2] حلیۃ

Marfat.com

خانے خانے ہو جاتے ہیں ہر خانہ مشرعہ کہلاتا ہے۔ اس صورت پر

پانی اگر تختوں سے نیچا ہے جب تو محل کلام نہیں کہ تختوں سے پانی کا انقسام نہ ہوا لیکن اگر پانی تختوں سے ملا ہوا ہے تو ہر خانہ آب جداگانہ سمجھا جائیگا اور اگر اُن کا طول وعرض دس دس ہاتھ نہیں تو جن کے نزدیک دونوں امتداد ہونا شرط ہے اس میں نجاست پڑے تو جتنا پانی تختوں سے گھرا ہوا ہے ناپاک ہو جائیگا اور نہر کے پاک پانی سے اس کا متصل ہونا نفع نہ دے گا۔

ف۱ یوں ہی اگر نہر یا بڑے تالاب کا پانی برف سے جم گیا اور ایک جگہ سے برف توڑ کر پانی کھول لیا اگر بہتا پانی اُس جمے ہوئے سے متصل نہیں تو ظاہر کہ پانی شیٔ واحد رہا اور اگر متصل ہے اور یہ حصہ کہ کھولا گیا دس دس ہاتھ طول وعرض میں نہیں تو یہ ان کے نزدیک نجاست سے ناپاک ہو جائیگا اور اُس میں اعضا ڈال کر وضو کرنے سے مستعمل ہو جائیگا اور بہتے پانی سے اُس کا اتصال فائدہ نہ دے گا ف۲ ہاں باقی پانی بحال خود رہے گا مثلاً ایک مشرعہ میں نجاست پڑی یا کسی نے اعضاء بے وضو ڈال کر دھوئے تو صرف وہی مشرعہ ناپاک یا مستعمل ہوا برابر کے دوسرے مشرعہ سے پینا وضو کرنا ہو سکتا ہے کہ وہ تو ہر ایک اُن کے نزدیک حوض جدا ہے یونہی برف سے ایک جگہ کھلا ہوا پانی نجس یا مستعمل ہو جائے تو اُس کے برابر دوسری جگہ سے کھول کر استعمال کر سکتا ہے

ف۳ یونہی اگر حوض کبیر سے کاٹ کر ایک حوض صغیر بنایا کہ اُس میں سے پانی اس میں آیا یہ نجاست یا اعضائے بے وضو ڈالنے سے اُن کے نزدیک نجس و مستعمل ہو جائیگا اور بڑے حوض سے پانی ملا ہونا کام نہ دے گا یہ گویا بعینہ وہی صورت چہارم ہے فرق صرف اتنا ہے کہ صورت مبحوثہ میں وہ حوض صغیر حوض کبیر کے نیچے ہے اور اس صورت میں اس کے برابر، پانی بہرحال ملا ہوا ہے، تو جس طرح صفت و صورت دونوں مختلف ہونے کے باعث اُن کے نزدیک برابر کا حوض صغیر حوض کبیر کا جز نہ ٹھہرا بلکہ مستقل قرار پایا۔ یونہی نیچے کا۔ ان مسائل پر نصوص کتب مذہب میں دائر و سائر ہیں اگرچہ فقیر کے نزدیک ان کی بنا اشتراط امتدادین طول وعرض پر ہے اور صحیح و معتمد اعتبار محض مساحت ہے یہ خلافیہ جداگانہ ہے یہاں غرض اس قدر کہ بحال خلاف صورت ف۴ صفت معاً قلیل کو تابع کثیر نہ ماننا فتاوٰی امام اجل قاضیخان میں ہے:

حوض کبیر فیہ مشرعۃ توضأ انسان فی المشرعۃ او اغتسل ان کان الماء متصلا بالالواح بمنزلۃ التابوت لایجوز فیہ الوضوء واتصال ماء المشرعۃ بالماء الخارج منہا لاینفع لحوض کبیر تشعب منہ حوض

ایک بڑا حوض ہے جس میں سے ایک نالی نکلتی ہے اس میں کسی شخص نے وضو یا غسل کیا تو پانی اگر تختوں سے متصل ہے بمنزلہ تابوت کے تو اس میں وضو جائز نہیں اور نالی کے پانی کا خارجی پانی سے متصل ہونا نافع نہ ہوگا جیسے بڑا حوض جس سے

Marfat.com

محلین الاول تغیر مساحة الماء مع بقائه فی ذاته کما کان بلا نقص ولا زیادة کأن یکون الماء منبسطا فی حوض کبیر وفیه منفذ مسدود دونه بئر مثلا قطرها ذراعان فوقعت فی الحوض نجاسة فلم یتنجس الماء لانه عشر فی عشر ثم اخرجت النجاسة و فتح المخرج حتی انتقل ذلك الماء الی البئر فصار فی قطر ذراعین لم یعد نجسا لان العبرة لحین الوقوع وهو اذ ذاك کان کثیر المساحة وان صار الأن قلیلا وان کان الماء فی البئر فوقعت فیها نجاسة فنزح کلها وجعل الماء فی الحوض حتی انبسط وصار عشرا فی عشر لم یطهر اعتبارا بحال الوقوع حیث کان عندئذ قلیل المساحة وان صار الأن کثیرا وهذا ما فی البزازیة لو کان دون عشر فی عشر لکنه عمیق وقع فیه مائع و انبسط حتی عد کثیرا لا یتوضؤ منه ولو عشرا فی عشر ثم قل توضأ به لا فیه لاعتبار اوان الوقوع[1] اھ وفی الخانیة الماء الطاهر اذا کان فی موضع ھو عشر فی عشر وقعت فیه نجاسة ثم اجتمع ذلك الماء فی مکان ھو اقل من عشر فی عشر یکون طاهرا ولو کان الماء فی مکان ضیق ھو اقل من عشر فی عشر

نہ نکلا، ابو القاسم الصفار نے فرمایا کہ اس سے وضو جائز نہیں کیونکہ جب اس میں پانی داخل ہوا تو نجس ہوگیا، اھ کیونکہ وقوع کی حالت کے دو اعتبار ہیں، پہلا تو یہ کہ پانی کی پیمائش میں تغیر آجائے اور اس کی ذات بحال رہے جیسی کہ تھی نہ کمی ہو اور نہ زیادتی مثلاً یہ کہ پانی بڑے حوض میں پھیلا ہوا ہو اور اس میں ایک سوراخ ہو جو کنوئیں تک جاتا ہو اور یہ سوراخ بند ہو، کنوئیں کا قطر مثلاً دو ہاتھ ہو اب حوض میں نجاست گر جائے تو پانی ناپاک نہ ہوگا کہ یہ دہ دردہ ہے پھر نجاست نکال لی جائے اور سوراخ کھول دیا جائے اور وہ پانی کنوئیں کی طرف منتقل ہو جائے اور دو ذراع کے قطر میں پہنچ جائے تو نجس نہ ہوگا، کیونکہ یہاں اعتبار گرنے کے وقت کا ہے اور اس وقت اس کی پیمائش زیادہ تھی اگرچہ اب کم ہوگئی ہے اور اگر پانی کنوئیں میں ہو اور اس میں نجاست گر جائے پھر کنوئیں کا تمام پانی نکال کر ایک حوض میں جمع کر لیا جائے حتی کہ وہ پھیل جائے اور پانی دَہ دردَہ ہو جائے تو پانی پاک نہ ہوگا کیونکہ نجاست کے واقع ہونے کے وقت کا اعتبار ہے اور اس وقت پیمائش کم تھی اگرچہ اب کثیر ہوگئی ہے یہ بزازیہ میں ہے اور اگر دَہ دردَہ سے کم ہو لیکن گہرا ہو اور اس میں کوئی بہنے والی چیز گر گئی اور پھیل گئی یہاں تک کہ زیادہ ہوگئی تو اس سے وضو نہ کیا جائیگا اور اگر دَہ دردَہ ہو اور پھر کم ہو جائے تو اس سے وضو کر لیگا نہ کہ اس میں، یہاں بھی گرنے کے وقت کا اعتبار ہے اھ اور خانیہ میں ہے کہ پاک پانی اگر کسی ایسی جگہ میں ہے جو دہ دردہ ہو اور اس میں نجاست گر جائے پھر وہ پانی ایسی جگہ جمع ہو جائے جو دہ دردہ سے کم ہو تو وہ پانی پاک ہے اور اگر پانی تنگ جگہ میں ہو جو دہ دردہ سے کم ہے اس میں نجاست گر جائے پھر وہ پھیل کر دہ دردہ ہو جائے تو پانی ناپاک ہے اور اعتبار اس میں نجاست

---

[1] فتاوی بزازیة نوع فی الحیاض نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۵

ای موضع الثقب دون المستفل فلو ثقب فی موضع اخر واخذ الماء منه و توضأ جاز کما فی التاتارخانیة[۱]

یعنی سوراخ کی جگہ نہ کہ نچلا حصّہ تو اگر کسی اور جگہ سوراخ کیا اور اُس سے پانی لیا اور وضو کیا تو جائز ہے جیسا کہ تتارخانیہ میں ہے۔ (ت)

غنیہ کی عبارت مذکورۂ مسئلہ اولیٰ نے اسی معنی کی طرف اشارہ فرمایا جو فقیر کے بیان میں آیا،

حیث قال اذا کان الماء تحت الجمد منفصلا عنه یجوز لانه عشر فی عشر ولم تنفصل بقعة منه عن سائرہ کما فی الصورة الاولی[۲]۔

وہ فرماتے ہیں کہ جب پانی برف کے نیچے ہو اور اس سے جدا ہو تو جائز ہے اس لیے کہ وہ دہ در دہ ہے اور اس کا کوئی بقعہ دوسرے سے الگ نہیں جیسا کہ پہلی صورت میں ہے۔ (ت)

ہاں تالابوں نہروں میں چھوٹے چھوٹے کنج گوشے جابجا ہوتے ہیں اُن میں ہر ایک کو مستقل ماننے میں حرج اور خلاف متفاہم عرف ہے لہذا اُس کی تقدیر ڈھائی ہاتھ چوڑے سے کی ہے کہ دس ہاتھ کی چہارم ہے اور ربع کے لیے حکم کل دیا جاتا ہے جیسے نجاست خفیفہ میں کہ بدن یا کپڑے پر لگے، خلاصہ میں فرمایا:

النھر الذی ھو متصل بالحوض فکان اذا امتلاء الحوض یدخل الماء النھر فتوضأ انسان فیه ان کان النھر قدر ذراعین و نصف لا یجوز و لا یجعل تبعا للحوض و ان کان اقل یجوز و یجعل تبعا للحوض وقیل لا یجوز ولا یجعل تبعا للحوض و ان کان قدر ذراع[۳]۔

وہ نہر جو حوض سے متصل ہو، اور جب حوض بھر جائے تو پانی نہر میں چلا جاتا ہو اب اگر اس نہر سے کوئی انسان وضو کرے تو اگر نہر ڈھائی ہاتھ ہے تو وضو جائز نہیں اور اس کو حوض کے تابع نہیں کیا جائیگا' اور اگر کم ہے تو جائز ہے' اور اسکو حوض کے تابع سمجھا جائیگا ایک قول ہے کہ جائز نہیں اور اسکو حوض کے تابع نہیں سمجھا جائیگا۔ اگرچہ ایک ہاتھ کی مقدار ہو۔ (ت)

وجیز امام کردری میں ہے:

النھر المتصل بالحوض الکبیر الممتلیٔ ان[علہ] کان

وُہ نہر جو بڑے بھرے حوض سے متصل ہو اگر ڈھائی ہاتھ

علہ وقع فی نسخة الطبع ان کان الحوض و ھو خطأ اھ ۱۲ منه غفر له۔ (م)

مطبوع نسخہ میں ان کان الحوض کا لفظ واقع ہے یہ درست نہیں ہے اھ (ت)

۱؎ ردالمحتار	باب المیاہ	مصطفی البابی مصر	۱/۱۴۳
۲؎ غنیة المستملی شرح منیة المصلی فی الحیاض		سہیل اکیڈمی لاہور	ص ۱۰۰
۳؎ خلاصة الفتاوی	الجنس الاول فی الحیض	نولکشور لکھنؤ	۱/۵

Marfat.com

قال المحقق فی الفتح سقطت نجاسة فی عشر فی عشر ثم صار اقل فهو طاهر واذا تنجس حوض صغیر فدخل ماء حتی امتلأ ولم یخرج منه شیئ فهو نجس[1] اھ وفی الغنیة الحاصل ان الماء اذا تنجس حال قلته لا یعود طاهرا بالکثرة وان کان کثیرا قبل[عه] اتصاله بالنجاسة لایتنجس بها ولو نقص بعد سقوطها فیه حتی صار قلیلا فالمعتبر قلته وکثرته وقت اتصاله بالنجاسة سواء وردت علیه او ورد علیها هذا هو المختار[2] اھ وبینه فی التبیین باوجز لفظ فقال العبرة بحالة الوقوع فان نقص بعده لا یتنجس وعلی العکس لا یطهر[3] اھ فالامام ملک العلماء رحمه اللہ تعالٰی ذکر الفصل الاول عن الامام ابی بکر الاسکاف الا تری الی قوله ثم لبسط ماؤه وقوله المبسوط هو الماء النجس وقوله المجتمع هو الماء الطاهر فقوله قل ای مساحة لا قدرا یقطع به تعبیره بالمجتمع وذکر الفصل الثانی من قوله ولو وقع فی ھذا القلیل عن الامام

چھوٹا حوض ناپاک ہوگیا پھر اس میں پانی بھر گیا او... اُس سے کچھ باہر نہ نکلا تو وہ حوض اسی نجاست... ناپاک ہوگا اھ اور غنیہ میں ہے، خلاصہ یہ ہے کہ پا... جب کمی کی حالت میں ناپاک ہوگیا تو کثرت کی حالت میں... پاک نہ ہوگا، اور اگر اتصالِ نجاست کے وقت زا... تو نجاست سے نجس نہ ہوگا اور اگر نجاست کے گرجانے کے بعد کم ہوا تو معتبر اس میں پانی کی قلت وکثرت... جبکہ اس میں نجاست گری تھی خواہ نجاست پانی پر وارد ہوتی ہو یا پانی نجاست پر وارد ہوا ہو یہی مختار ہے اھ تبیین میں اسی کو بہت مختصر عبارت سے بیان کیا... فرمایا "اعتبار وقوع کی حالت کا ہے تو اگر اس کے بعد کم ہوا تو ناپاک نہ ہوگا اور اگر برعکس ہے تو پاک نہ ہوگا" اھ امام ملک العلماء رحمہ اللہ نے پہلی فصل امام ابو بکر الاسکاف سے نقل کی اس کے قول ثم لبسط ماؤہ اور ان کا قول مبسوط وہ نجس پانی ہے اور ان کا قول مجتمع وہ پاک پانی ہے" کی طرف غور کریں تو ان کا قول قلّ یعنی پیمائش کے اعتبار سے نہ کہ مقدار کے اعتبار سے جس کو وہ مجتمع سے تعبیر کرتے ہیں اور دوسری فصل کو "ولو وقع فی ھذا القلیل" سے ذکر کیا یہ امام ابوالقاسم الصفار سے منقول ہے، اور اس...

عه اقول الاولی حین کما لا یخفی اھ منه غفرله۔ (م)

میں کہتا ہوں قبل کی بجائے لفظ حین کا استعمال بہتر ہے اھ (ت)

---

[1] فتح القدیر بحث الغدیر العظیم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۱

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی احکام الحیاض سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۰۱

[3] تبیین الحقائق بحث عشر فی عشر بولاق مصر ۱/۲۲

Marfat.com

کر حوض بھر گیا اور اس سے کچھ باہر نہ نکلا اھ۔ (ت)

فاقول اولا لیس ھذا مسوقا فی البدائع سیاقا واحدا فی تصویر واحد حتی یقال ان الماء الواقع فیہ النجاسۃ حین امتلائہ وکثرۃ مساحتہ بعد مافرغ اعلاہ و بلغ السافل القلیل احتیج فی تنجیسہ الی وقوع النجاسۃ مرۃ اخری فافادان السافل القلیل لاینجس تبعا للعالی الکثیر وھو باطلاقہ یشمل ما اذا کان السافل مختلف الصورۃ بل کل منھما فرع علیحدۃ ذکرھما فی البدائع علی التعاقب عن امامین فالاولی لاتؤخذ فی الاخری وھذا نصہ لوتنجس الحوض الصغیر بوقوع النجاسۃ ثم بسط ماؤہ حتی صار لایخلص بعضہ الی بعض فھو نجس لان المبسوط ھو الماء النجس وقیل فی الحوض الکبیر وقعت فیہ النجاسۃ ثم قل ماؤہ حتی صار یخلص بعضہ الی بعض انہ طاھر لان المجتمع ھو الماء الطاھر ھکذا ذکرہ ابوبکر الاسکاف رحمہ اللہ تعالٰی واعتبر حالۃ الوقوع ولو وقع فی ھذا القلیل نجاسۃ ثم عاودہ الماء حتی امتلاء الحوض ولم یخرج منہ شیئ قال ابو القاسم الصفار رحمہ اللہ تعالٰی لایجوز التوضوء بہ لانہ کلما دخل الماء فیہ صار نجسا[1] اھ وذلک ان لااعتبار حالۃ الوقوع

تو میں کہتا ہوں اوّلاً، یہ چیز بدائع میں صرف ایک ہی انداز میں مذکور نہیں، لہٰذا یہ کہنا کہ جب کثیر پانی کے بھرے ہونے کی صورت میں نجاست گر جائے اور اس کا بالائی حصّہ خالی ہو کر نیچے قلیل تک آجائے تو اُسی وقت ناپاک ہوگا جب اُس میں دوبارہ نجاست گرے، تو انھوں نے یہ بتایا کہ نچلا قلیل حصہ اوپر والے حصہ کی متابعت میں ناپاک نہ ہوگا، یہ اطلاق اس کو بھی شامل ہے جبکہ نچلے کی صورت مختلف ہو، بلکہ ان میں سے ہر ایک علیحدہ فرع ہے، اس کو بدائع میں یکے بعد دیگرے ذکر کیا گیا ہے، اور دونوں اماموں کی طرف منسوب کیا ہے تو ایک صورت کو دوسری میں نہیں لیا جائیگا ان کی عبارت اس طرح ہے "یا چھوٹا حوض جو نجاست کے گر جانے سے ناپاک ہو گیا ہو پھر اُس کا پانی اتنا پھیل گیا کہ اس کا بعض حصہ دوسرے بعض تک پہنچنے سے قاصر ہو گیا تو یہ نجس ہے کیونکہ مبسوط نجس پانی ہی ہے، اور وہ بڑا حوض جس میں نجاست گر گئی پھر اس کا پانی اتنا کم ہو گیا کہ اس کا بعض حصہ دوسرے بعض تک پہنچنے لگا تو یہ پاک ہے کیونکہ جو اکٹھا ہے وُہ پاک پانی ہے اسی طرح اس کو ابو بکر الاسکاف نے ذکر کیا اور حالتِ وقوع کا اعتبار کیا، اور اگر اس کم میں نجاست گری پھر اس میں پانی واپس آگیا یہاں تک کہ حوض بھر گیا اور اس میں سے کچھ باہر

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی بیان مقدار الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۲

Marfat.com

ورنہ اوپر کا حصہ بھی ناپاک ہے اگرچہ مساحت کثیر میں ہے کہ نیچے کا حصہ جبکہ ناپاک تھا تو اس میں جتنا پانی ملتا ناپاک ہوتا گیا اگر بھر کر اُبل جاتا سب پاک ہوجاتا مگر ایسا نہ ہُوا تو ناپاک ہی رہا کہ ناپاک پانی کثرتِ مساحت سے پاک نہیں ہوسکتا اور بعض نے کہا پاک ہوجائیگا اور اس کی وجہ ظاہر نہیں بدائع سے امام ابوالقاسم صفار کا قول گز نیز عبارتِ مُنیہ فان امتلأ صار نجسا ایضا ای کان (اگر حوض بھر جائے تو وہ نجس ہوگا جیسا کہ وہ تھا۔ ت) اُس میں اس کے بعد ہے وقیل لا یصیر نجسا[1] (اور بعض نے کہا کہ نجس نہیں ہوگا۔ ت) حلیہ میں ہے و وجہ غیر ظاهر[2] (اور اس کی وجہ معلوم نہیں۔ ت) غنیہ میں اتنا فرمایا والاول اصح[3] (اور پہلا زیادہ صحیح ہے۔ ت)

اقول وباللہ التوفیق خیال فقیر میں یہاں ابحاث بابا ہیں جن کو بقدر مساعدت وقت چند تاصیلات و تفریعات میں ظاہر کرے واللہ المعین وبہ استعین۔

اصل ۱: ہر مائع یعنی بہتی چیز کہ ناپاک ہوجائے پانی یا اپنی جنس طاہر کے ساتھ بہنے سے پاک ہوجاتی ہے وقد حققه فی رد المحتار بما لا مزید علیه (اور اس کی تحقیق رد المحتار میں بطریق اتم کی ہے۔ ت)

اصل ۲: آبِ کثیر کے حکم جاری ہونے میں جس طرح طول عرض یا مساحت یا ایک مقدار عمق بھی ضرور ہے جاری ہونے کے لیے ان میں سے کچھ شرط نہیں مینھ کا پانی جب تک بہ رہا ہے جاری ہے اگرچہ گرہ بھر کے پرنالہ سے آرہا ہو کما نصوا علیه فی ماء السطح (جیسا کہ سطح کے پانی میں فقہاء نے نص کی ہے۔ ت) ولہذا یہ حکم ہر برتن کو شامل ہے مثلاً کٹورے یا تھالی میں ناپاک پانی ہو پانی اس پر ڈالیے یہاں تک کہ بھر کر اُبلنے لگے پانی اور برتن سب پاک ہوجائیں گے امام ملک العلماء نے بدائع آخر فصل مایقع به التطہیر میں فرمایا:

الحوض الصغیر اذا تنجس قال الفقیه ابوجعفر الهندوانی رحمه اللہ تعالٰی اذا دخل فیه الماء الطاهر وخرج بعضه یحکم بطهارته بعد ان لا تستبین فیه النجاسة لانه صار جاریا وبه اخذ الفقیه ابو اللیث وعلی هذا حوض الحمام اوالاوانی اذا تنجس[4]

چھوٹا حوض جب ناپاک ہوجائے، فقیہ ابوجعفر الہندوانی نے فرمایا جب اس قسم کے حوض میں پاک پانی داخل ہوجائے اور اس میں سے کچھ حصہ نکل جائے تو اس کے پاک ہونے کا حکم دیا جائیگا بشرطیکہ اس میں نجاست ظاہر نہ ہو کیونکہ وُہ جاری ہوجائیگا اور یہی فقیہ ابو اللیث کا قول ہے اور اس پر حمام کا

---

[1] منیۃ المصلی فصل فی الحیاض مکتبہ قادریہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۷۲

[2] حلیہ

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی احکام الحیاض سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۰۱

[4] بدائع الصنائع آخر فصل مایقع بہ التطہیر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۸۷

Marfat.com

وقعت فیه نجاسة ثم انبسط ذلك الماء و
صار عشرا فی عشر کان نجسا والعبرة فی
هذا الوقت وقوع النجاسة اھ[1] ومثله فی
الخلاصة وفی الدرر عن التاتارخانیة عن
الظهیریة وفی غیرها والثانی تغیر مساحته
لزیادة فیه او نقصه کان یکون فی غدیر بطنه
اکثر انحدارا من حافاته کما وصفنا من
نصف الدائرة اعلاه عشر فی عشر ثم لم
یزل یقل فاذا کان ممتلئا کان کثیرا لا یقبل
النجاسة فاذا وقعت واخرجت وقل الماء
بالاستعمال او بحر الصیف حتی یبس فی
الاطراف وبقی فی بطنه اقل من عشر فی عشر
کما هو مشاهد فی کثیر من الغدران لم
یعد نجسا لانه کان حین وقعت کثیرا
وان جف ماؤه وبقی فی وسطه قلیلا وعند
ذلك وقع فیه نجس ثم دخله الماء حتی
امتلأ وصار کثیرا غیر انه لم یفض من
جوانبه کی یطهر بالجریان فانه یبقی کما کان
نجسا لما مر وهذا ما فی المنیة کما تقدم و
فی الخانیة حوض اعلاه عشر فی عشر و
اسفله اقل منه جاز فیه الوضوء یعتبر فیه
وجه الماء فان قل ماؤه وانتهی الی موضع
هو اقل من عشر لا یجوز فیه الوضوء[2]

کے گرنے کے وقت کا ہے اھ اسی قسم کا کلام
خلاصہ میں ہے، اور دُرر میں تتارخانیہ سے ظہیریہ وغیرہ
منقول ہے اور دوسرا یہ کہ پانی کی پیمائش میں تغیّر
آجائے اس میں کمی یا زیادتی کے باعث مثلاً یہ کہ
اُس کے گڑھے میں پانی کا بہاؤ بہ نسبت کناروں کے
زائد ہو جیسا کہ ہم نے بیان کیا، یعنی دائرہ کا نصف
جس کا بالائی حصہ دہ در دہ ہو پھر برابر کم ہوتا گیا، اور
جب بھرا ہوا ہو تو زاید ہوگا نجاست کو قبول نہ کریگا
اور جب نجاست گر جائے اور نکال لی جائے اور پانی استعمال
کی وجہ سے کم ہو جائے یا گرمی کے باعث اُس کے
کنارے خشک ہو جائیں اور اس کے گڑھے میں دہ در دہ
سے کم رہ گیا ہو جیسا کہ بہت سے گڑھوں میں مشاہدہ
ہوتا ہے تو وہ نجس نہ ہوگا کیونکہ جب نجاست اُس
میں گری تھی تو وہ زائد تھا اگر حوض کا پانی خشک ہو جائے
حتی کہ اس کے وسط میں تھوڑا سا پانی باقی رہے اور اس وقت
نجاست گر جائے پھر پانی داخل ہو حتی کہ وہ بھر جائے اور پانی
کثیر ہو گیا مگر پانی اُس کے کناروں سے نکلا نہیں ورنہ وہ پانی
کے بہاؤ سے پاک ہو جاتا تا اب وہ حسب سابق نجس ہی رہے گا اسکی دلیل
گزری اور یہ منیہ میں ہے جیسا کہ گزرا، اور خانیہ میں ہے
کہ ایک حوض جس کا بالائی حصہ دہ در دہ ہے اور
نچلا اس سے کم ہے، اس سے وضو جائز ہے،
اور اس میں پانی کی سطح کا اعتبار ہوگا، اور اگر اس
کا پانی کم ہو اور وہ ایسی جگہ پہنچ جائے جو دہ در دہ
سے کم تر ہو تو اس میں وضو جائز نہیں، محقق نے
فتح میں فرمایا کہ کوئی نجاست دہ در دہ حوض میں
گری اور پھر پانی کم ہو گیا تو وہ طاہر ہے اور جب

[1] فتاوی قاضی خاں فصل فی الماء الراکد نولکشور لکھنؤ ۱/۴
[2] ایضاً

Marfat.com

منه نجس فیطهر بخروج القدر المتعلق به الطهارة اذا اتصل به الماء الجاری الطهور کما لوکان ممتلئا ابتداء ماء نجسا ثم خرج منه ذلك القدر لاتصال الماء الجاری به کذا فی شرح المنیة اھ[1] یرید حلیة الامام ابن امیرالحاج۔

متعلق ہوجبکہ اس کے ساتھ طاہر اور طہور پانی متصل ہوجو جاری ہو جیسا کہ ابتداءً بھرا ہونے کی صورت میں تھا، یعنی اس میں نجس پانی تھا پھر اس میں سے اتنی مقدار نکل گئی کیونکہ اس کے ساتھ جاری پانی متصل ہوا، کذا فی شرح المنیہ اھ اس سے ان کی مراد ابن امیرالحاج کی حلیہ ہے۔ (ت)

ہاں علماء نے مواضع ضرورت میں اخراج کو بھی خروج رکھا ہے جیسے حمام کا حوض کہ اُس میں کسی نے ناپاک ہاتھ ڈال دیا اگر لوگ اُس میں سے پانی لے رہے ہیں مگر نل سے پانی اُس میں نہیں آتا یا نل سے پانی آرہا ہے مگر لوگ اس میں سے پانی نکال نہیں رہے ہیں تو ناپاک ہوجائیگا کہ خروج یا دخول ایک پایا گیا اور اگر اُدھر نل سے پانی آرہا ہے اور اُدھر لوگوں کا اُس میں سے لینا برابر جاری ہے کہ پانی کی جنبش ساکن نہیں ہونے پاتی تو جاری کے حکم میں ہے ناپاک نہ ہوگا، اسی پر فتوٰی ہے' ہندیہ میں ہے:

حوض الحمام طاھر فان ادخل رجل یدہ فی الحوض وعلیھا نجاسۃ ان کان الماء ساکنا لایدخل فیہ شیئ من انبوبہ ولا یغترف منہ انسان بالقصعۃ یتنجس وان کان الناس یغترفون ولا یدخل من الانبوب ماء او علی العکس فاکثرھم علی انہ یتنجس وان کان الناس یغترفون و یدخل من الانبوب فاکثرھم علی انہ لایتنجس ھکذا فی فتاوی قاضی خان وعلیہ الفتوے کذا فی المحیط[2]۔

حمام کا حوض پاک ہے اگر کسی شخص نے حوض میں اپنا ہاتھ ڈالا اور ہاتھ پر نجاست تھی اگر پانی ساکن تھا ایسا کہ اس میں کوئی چیز اس کی نالی سے داخل نہ ہو اور کوئی انسان اس میں سے پیالہ سے نہ نکال رہا ہو تو وہ ناپاک ہوجائے گا اور اگر یہ لوگ اس میں سے چلّو بھر کر پانی لیتے ہوں اور نالی سے پانی داخل نہ ہوتا ہو یا برعکس ہو تو اکثر علماء کا خیال ہے کہ وہ ناپاک ہوجائیگا اور اگر لوگ اس سے چلّو بھر کر لیتے ہوں اور نالی سے پانی داخل ہوتا ہو تو اکثر علماء کا خیال ہے کہ وہ ناپاک نہ ہوگا اسی طرح فتاوٰے قاضی خان میں ہے اور اسی پر فتوٰی ہے کذا فی المحیط۔ (ت)

---

[1] بحرالرائق بحث عشر فی العشر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۸

[2] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الاول فیما یجوزبہ التوضوء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۸

Marfat.com

ابی القاسم الصفار ولذا قال[1] عاودہ الماء حتی امتلأ ولیست مقالۃ ابی بکر ماخوذۃ فی مقالۃ ابی القاسم رحمہما اللہ تعالٰی و ان کان یوھمہ زیادۃ ھذا فی ھذا القلیل وکذا قولہ ثم عاودہ وقولہ حتی امتلأ فان ھذا شان حوض کبیر نقص ماؤہ فبقی فی موضع قلیل ولم یمر لہذا ذکر سابقا لان الناقص لا یقال لہ المجتمع فالاشارۃ وقعت غیر موقعہ وثانیا علی تسلیمہ فلا شك ان کلامہ فی الصورۃ الثانیۃ من الصور الاربع اعنی الاختلاف صفۃ مع الاتحاد صورۃ دون الرابعۃ التی فیہا کلامنا یقطع بہ تعلیلہ کلما دخل الماء صار نجسا مع قولہ ولم یخرج منہ شیئ کما ستعرفہ ان شاء اللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم۔

فرمایا اس میں پانی لوٹا یہاں تک کہ حوض بھر گیا اور ابوبکر کا مقالہ ابوالقاسم کے مقالہ میں ماخوذ نہیں ہے اگرچہ ھذا القلیل میں ھذا کی زیادتی ہے ا اسی طرح ان کے قول ثم عاودہ اور ان کے قول حتی امتلأ سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کیونکہ یہ بڑے حوض کا حال ہے جس کا پانی گھٹ گیا ہے اور کم جگہ میں رہ گیا اور اس کا ذکر شروع میں نہیں ہے، کیونکہ ناقص کو مجتمع نہیں کہا جاتا ہے تو اشارہ بے موقع ہے،

اور ثانیاً اگر اس کو تسلیم کرلیا جائے تو اس میں شک نہیں کہ ان کا کلام چار صورتوں میں سے دوسری صورت میں ہے، میری مراد یہ ہے جب صفت میں اختلاف اور صورت میں اتحاد ہو، یہ چوتھی صورت نہیں ہے جس میں ہماری گفتگو ہے، جس کی تعلیل قطعی یہ ہے، جب بھی پانی داخل ہوگا تو نجس ہو جائے گا پھر ساتھ ہی یہ قید بھی لگاتے ہیں کہ اس سے کوئی چیز نکلی نہ ہو جیسا کہ آپ ان شاء اللہ تعالٰی پہچان لیں گے۔ (ت)

سوال پنجم ۵۳

اسی صورت میں پانی حصۂ زیریں قلیل میں تھا اور اس وقت نجاست پڑی اور اُسے نکال کر یا بے نکالے بھر دیا گیا یا بارش وسیل سے بھر گیا کہ آب کثیر ہوگیا تو اب بھی اوپر کا حصہ پاک ہے یا نہیں اور حصۂ زیریں کا کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب

یہاں اکثر کتب میں منقول تو اس قدر ہے کہ اگر بھر کر اُبل گیا کہ کچھ پانی باہر نکل گیا جب تو پاک ہوگیا کہ جاری ہولیا

---

[1] فافاد زیادۃ القدر دون المساحۃ فقط اھ منہ غفرلہ۔ (م)

اس نے مقدار کی زیادتی کا فائدہ دیا ہے صرف پیمائش کا نہیں اھ (ت)

Marfat.com

اقول و بالاولی الحاق الاٰبار المعینۃ التی علیہا الدولاب ببلادنا اذ الماء ینبع من اسفلہا و الغرف فیہا بالقوادیس متدارك فوق تدارك الغرف من حوض الحمام فلا شك فی ان حکم مائہا حکم الجاری فلو وقع فی حال الدوران فی البئر و الحال ھذہ نجاسۃ لاینجس تأمل و اللہ تعالٰی اعلم۔

(میں کہتا ہوں وہ کنویں جن پر ہمارے ملک میں رہٹ ہوتا ہے ان کو جاری پانی سے ملانا بطریق اولٰی ہوگا، کیونکہ پانی ان کے نیچے سے نکلتا ہے اور ڈولوں کے ذریعے سے ان سے پانی کا نکالنا تسلسل کے ساتھ ہوتا ہے یہ تسلسل اس سے کہیں زاید ہے جو حوض کے حمام سے چلو بھرنے سے ہوتا ہے تو اس میں شک نہیں کہ ان کے پانی کا حکم جاری پانی کا ہے تو اگر اس حالت میں پانی کے چلتے وقت نجاست کنویں میں گرجائے تو پانی ناپاک نہ ہوگا تأمل واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

اصل ۴ : اقول اگرچہ مذہب صحیح میں اس خروج کے لیے کوئی مقدار نہیں ادنٰی اُبلنا کافی ہے جس پر سیلان صادق آئے،

کما تقدم عن البدائع و خرج بعضہ و عن التبیین و الفتح و البحر و ان قل و عن المحیط کما سال و ھذہ کاف الفور۔

جیسا کہ بدائع سے گزرا کہ وخرج بعضہ اور تبیین، فتح، بحر میں ہے کہ وان قل اور محیط سے ہے کما سال یعنی فوراً بہنے پر، کما میں کاف فوراً کا معنی دیتا ہے۔ (ت)

حلیہ میں ہے :

فی المبتغی بالغین المعجمۃ ھو الصحیح و فی محیط رضی الدین ھو الاصح و کذلك البیر علی ھذا لان الماء الجاری لما اتصل بہ صار فی الحکم جاریا۔[2]

منتقٰی میں ہے غین معجمہ سے اور یہی صحیح ہے اور محیط رضی الدین میں ہے ھو الاصح، اور اسی طرح کنویں کا حال ہے کیونکہ جب جاری پانی اس سے متصل ہوگیا تو جاری کے حکم میں ہوگیا۔ (ت)

مگر شک نہیں کہ یہ بہاؤ جب تک منتہی نہ ہوگا حکم جریان منقطع نہ ہوگا کہ وہ حرکت واحدہ مستمرہ ہے اُس کے بعض پر متحرک کو جاری اور باقی پر راکد و واقف ماننے کے کوئی معنی نہیں،

و لھذا اساغ لمن اراد ان یزید ای لم یکتف لحکم الجریان بمجرد السیلان بل شرط حرکۃ

اور اسی لیے جائز ہے اس شخص کے لیے جس نے زائد کیا کہ زائد ہو یعنی کافی نہ ہوا جاری ہونے کے حکم کے لیے

---

[1] منحۃ الخالق علی حاشیۃ بحر الرائق بحث الماء الجاری ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۸۶

[2] حلیہ

Marfat.com

حوض یا برتن قیاس کیا جائے، یعنی نجس ہونے کی صورت میں۔ (ت)

اصل ۳ : اس جریان کے تین رکن ہیں :

۱۔ دخول ۲۔ خروج ۳۔ معیت

یعنی مثلاً پانی ایک طرف سے داخل ہو اور دوسری طرف سے کچھ حصّہ خارج ہو اور وُہ نکلنا اُسی داخل ہونے کی حالت میں ہو اگرچہ ابتدائے دخول میں نہ ہو۔

لوٹے میں ناپاک پانی ہے اُس پر پاک پانی نہ ڈالیے۔ ٹونٹی سے وہی ناپاک پانی نکال دیجئے تو صرف خروج بلادخول ہوا یا آدھے لوٹے میں ناپاک پانی ہے پاک پانی سے بھر دیجئے کہ کچھ نکلے نہیں تو محض دخول بلا خروج ہوا یا پاک پانی بھرنے کے بعد جھکا کر ٹونٹی سے کچھ نکال دیجئے تو خروج بحال دخول نہ ہوا۔ ان تینوں صورتوں میں طہارت نہ ہوگی بلکہ پاک پانی ڈالتے رہیے یہاں تک کہ بھر کر اُبلنا شروع ہو اُس وقت پاک ہوگا کہ ایک وقت وُہ آیا کہ خروج و دخول کی معیت ہوگئی اگرچہ برتن بھرنے تک صرف دخول بلا خروج تھا۔ تبیین و فتح میں ہے؛

ولو تنجس الحوض الصغیر بوقوع نجاسۃ فیہ ثم دخل فیہ ماء اٰخر وخرج الماء منہ طھران قل اذا کان الخروج حال دخول الماء فیہ لانہ بمنزلۃ الجاری[1]۔

اور اگر چھوٹے حوض میں نجاست گر گئی اور وہ نجس ہوگیا پھر اس میں اور پانی داخل ہوگیا اور نکل گیا تو حوض پاک ہو جائے گا خواہ کم ہی ہو جبکہ پانی داخل ہوتے ہی نکل گیا ہو کیونکہ وہ بمنزلہ جاری کے ہے۔ (ت)

بحر میں اسی کی مثل لکھ کر فرمایا :

صححہ فی المحیط وغیرہ وقال السراج الھندی وکذا البئر واعلم ان عبارۃ کثیر منھم تفید ان الحکم اذا کان الخروج حالۃ الدخول وھو کذلک فیما یظھر لانہ ح یکون فی المعنی جاریا لکن ایاك وظن انہ لو کان الحوض غیر ملاٰن فلم یخرج منہ شیئ فی اول الامر لا یکون طاھرا اذ غایتہ انہ عند امتلائہ قبل خروج الماء

محیط وغیرہ میں اس کو صحیح قرار دیا اور سراج ہندی نے فرمایا اور اسی طرح کنویں کا حال ہے اور جاننا چاہئے کہ اکثر علماء کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے جبکہ پانی داخل ہوتے ہی نکل جائے تو حکم بظاہر ایسا ہی ہے کیونکہ یہ جاری کے حکم میں ہے لیکن آپ یہ گمان نہ کریں کہ اگر حوض بھرا ہوا نہ ہو اور اس میں سے ابتداءً کچھ نہ نکلے تو وہ پاک نہ ہوگا کیونکہ حوض بھرنے تک نکلنے سے پہلے ناپاک ہو جائے گا پھر وہ اتنی مقدار کے نکلنے کے بعد پاک ہو جائیگا جس سے طہارت

---

[1] تبیین الحقائق بحث عشر فی العشر بولاق مصر ۱/ ۲۲-۲۳

Marfat.com

طہارۃ الاوانی فقال ھل یلحق نحو القصعۃ بالحوض فاذا کان فیھا ماء نجس ثم دخل فیھا ماء جار حتی طفح من جوانبھا ھل تطھر ھی والماء الذی فیھا کالحوض ام لا لعدم الضرورۃ فی غسلھا توقفت فیہ مدۃ ثم رأیت فی خزانۃ الفتاوی اذا فسد ماء الحوض فاخذ منہ بالقصعۃ وامسکھا تحت الانبوب فدخل الماء وسال ماء القصعۃ فتوضأ بہ لایجوز اھ وفی الظھیریۃ فی مسألۃ الحوض لوخرج من جانب اٰخر لایطھر مالم یخرج مثل ما فیہ ثلاث مرات کالقصعۃ عند بعضھم والصحیح انہ یطھر وان لم یخرج مثل ما فیہ اھ فالظاھر[1] ان ما فی الخزانۃ مبنی علی خلاف الصحیح یؤیدہ ما فی البدائع وعلی ھذا حوض الحمام او الاوانی اذا تنجس اھ ومقتضاہ انہ علی القول الصحیح تطھر الاوانی ایضا بمجرد الجریان فاتضح الحکم وللہ الحمد ونبقی شیئ

پاک ہوجائیگا اگرچہ اس میں سے اتنا پانی خارج نہ ہو جتنا کہ اس کے اندر ہے اور اگر حوض اتنا بھرا کہ جانب سے بہنے لگا الی آخر ما نقلنا پھر انھوں نے اپنا کلام فلیتأمل اھ پر ختم کیا اور اس کے بعد برتنوں کی طہارت کا مسئلہ ذکر کیا اور فرمایا آیا پیالہ جیسی چیز کو حوض پر قیاس کیا جائیگا؟ اور یہ کہ اگر اس میں ناپاک پانی ہو پھر جاری پانی اس میں داخل ہوجائے اور کناروں سے نکل جائے تو آیا وہ پیالہ اور جو پانی اس میں ہے پاک ہوگا؟ جس طرح حوض پاک ہوتا ہے، یا پاک نہ ہوگا کیونکہ اس کو دھو کر پاک کرنے میں ضرورت نہیں، تو میں نے اس مسئلہ میں ایک مدت تک توقف کیا، پھر میں نے خزانۃ الفتاوی میں دیکھا کہ جب حوض کا پانی فاسد ہوجائے اور اس سے کوئی شخص پیالہ بھر کر لے اور اس کو نالی کے نیچے روک کر رکھے پھر پانی داخل ہو اور پیالہ کا پانی بہہ نکلے اب اس پانی سے وضو کرے تو جائز نہ ہوگا اھ اور ظہیریہ کے حوض میں مسئلہ میں ہے، اگر پانی دوسری طرف سے نکل گیا تو اُس وقت

---

[1] اقول فی الاحتجاج بکلام الظھیریۃ علی الخزانۃ نظر فلقائل ان یقول مفادہ ان عدم الطھارۃ فی القصعۃ متفق علیہ للاستشھاد بہ والتصحیح انما یرجع الی الحوض ۱۲ منہ۔ (م)

میں کہتا ہوں ظہیریہ کے کلام سے جو استدلال خزانہ کے خلاف کیا ہے اس میں نظر ہے، کیونکہ کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ اس کا مفاد یہ ہے کہ پیالہ میں پاک نہ ہونے پر اتفاق کیا گیا ہے کیونکہ اس سے استشہاد کر رہے ہیں اور تصحیح صرف حوض کی طرف راجع ہے۔ (ت)

Marfat.com

اسی طرح[1] وضو کے حوض میں بھی اگر نالی سے پانی آرہا ہے اور لوگ برابر لے رہے ہیں کہ پانی ٹھہرنے نہیں پاتا ناپاک نہ ہوگا عالمگیریہ میں ہے:

حوض صغیر تنجس فدخل الماء الطاھر من جانب وسال ماء الحوض من جانب اٰخر کان الفقیہ ابوجعفر رحمہ اللہ تعالٰی یقول کما سال یحکم بطہارۃ الحوض وھو اختیار الصدر الشہید رحمہ اللہ تعالٰی کذا فی المحیط وفی النوازل وبہ ناخذ کذا فی التتارخانیۃ وان دخل الماء ولم یخرج ولکن الناس یغترفون منہ اغترافا متدارکا طھر کذا فی الظھیریۃ والغرف المتدارک ان لا یسکن وجہ الماء فیما بین الغرفتین کذا فی الزاھدی[1]۔

چھوٹا حوض ناپاک ہوگیا پھر اس میں ایک طرف سے پاک پانی داخل ہوا اور حوض کا پانی دوسری جانب سے بہ نکلا تو فقیہ ابوجعفر اس حوض کی طہارت کا حکم دیتے تھے، اور یہی صدر الشہید کا مختار ہے کذا فی المحیط، اور نوازل میں ہے، اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں، اسی طرح تتارخانیہ میں ہے اور اگر پانی داخل ہوا اور نہ نکلا لیکن لوگ اس سے مسلسل چلّو بھر لیتے رہے تو وہ پاک ہوگا کذا فی الظہیریہ اور مسلسل چلّو بھرنا یہ ہے کہ دو چلوؤں کے درمیان پانی پُرسکون نہ ہو کذا فی الزاہدی۔ (ت)

اس کی دوسری سند فتاوٰی خلاصہ سے آتی ہے (یعنی فصل چہارم میں) علامہ خیر رملی نے کنواں بھی اسی حکم[2] میں داخل کیا جبکہ سوتوں سے پانی اُبل رہا اور اوپر سے برابر چرخ چل رہا اُدھر سے آتا اِدھر سے نکل رہا ہو اس حالت میں نجاست سے ناپاک نہ ہوگا ہاں نجاستِ مرئیہ اس میں رہنے دی اور پانی کھینچنا اتنی دیر موقوف ہوگیا کہ پانی ٹھہر گیا جنبش جاتی رہی تو اب ناپاک ہوجائے گا۔ منحۃ الخالق میں ہے:

والحقوا بالجاری حوض الحمام قال الرملی

اور جاری پانی سے علماء نے حمام کے حوض کو ملا دیا،

عـه[1] یونہی اگر اس کنارے پر کوئی نہا رہا ہے کہ پانی برابر نکل رہا ہے تاتارخانیہ پھر ردالمحتار میں ہے:

لوکان یدخلہ الماء ولا یخرج منہ لکن فیہ انسان یغتسل ویخرج الماء باغتسالہ من الجانب الاٰخر متدارکا لاینجس ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اگر پانی حوض میں داخل ہو رہا ہو اور اس سے نکل نہ رہا ہو لیکن کوئی آدمی وہاں غسل کر رہا ہو اور اس کے غسل کا پانی مسلسل دوسری جانب نکل رہا ہو تو وہ نجس نہ ہوگا۔ (ت)

عـه[2] اس کی کامل تائید تنبیہ جلیل کے آخر میں آتی ہے ۱۲ منہ غفرلہ (م)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الاول فیما یجوز بہ التوضوء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۷

Marfat.com

ذراعين بتقييد بذلك هنا لكنه مخالف لاطلاقهم طهارة الحوض بمجرد الجريان[1] اھ مختصرا

صورت میں اھ اور اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ قول صحیح پر برتن محض پانی کے جاری ہوجانے سے پاک ہوجائیں گے، تو اب حکم واضح ہوگیا و للہ الحمد، اب صرف ایک چیز باقی رہ گئی ہے جس کے بارے میں مجھ سے دریافت کیا گیا ہے اور وُہ یہ ہے کہ اگر کوئی ڈول ناپاک ہوگیا اور اس میں پانی بہایا گیا یہاں تک کہ وُہ بھر کر بہنے لگا تو کیا وہ محض اس طریقہ سے پاک ہوجائیگا تو مجھے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ پاک ہوجائیگا اس کی دلیل وہی ہے جو ہم نے یہاں ذکر کی اور جو گزری، یعنی یہ شرط نہیں کہ پانی کا جاری ہونا مدِ کے حساب سے ہو، ہاں جو ہم نے خلاصہ سے نقل کیا ہے یعنی کہ بہنے کو اس امر سے مقید کیا جائے کہ وُہ ایک یا دو ذراع سے زیادہ ہو، تو وہی قید یہاں بھی معتبر ہوگی، مگر یہ چیز فقہاء کے اطلاقات کے مخالف ہے وہ فرماتے ہیں حوض محض پانی کے جاری ہونے سے ہی پاک ہوجائیگا اھ مختصراً۔ (ت)

اقول قد افاد واجاد، واوضح المراد، کما ھو دابہ علیہ رحمۃ الکریم الجواد، لکن عبارۃ الخلاصۃ ھکذا اما حوض الحمام اذا وقعت فیہ نجاسۃ قال فی التجرید عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انھا لاتستقر وھو کالماء الجاری فان تنجس حوض الحمام فدخل الماء من الانبوب وخرج من الجانب الاخر فھو کالحوض الصغیر وفیہ اقاویل ستاتی ولاباس بدخول الحمام للرجال والنساء وفی الفتاوی

میں کہتا ہُوں اُنھوں نے اپنی عادت کے مطابق بڑی وضاحت سے اپنے مقصود کو ظاہر کردیا، لیکن خلاصہ کی عبارت اس طرح ہے" بہرحال حمام کا حوض جبکہ اس میں نجاست گر جائے، تجرید میں حضرت امام ابوحنیفہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ایسی نجاست ٹھہرے گی نہیں اور یہ جاری پانی کی طرح ہے، اب اگر حمام کا حوض ناپاک ہوگیا اور اس میں ایک نالی سے پانی داخل ہوکر دوسری طرف سے خارج ہوگیا تو یہ چھوٹے حوض کی طرح ہے، اس میں متعدد اقوال ہیں جو عنقریب آئیں گے، اور مرد و

---

[1] ردالمحتار بحث عشر فی عشر مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۳

Marfat.com

کثیرۃ یعتد بھا فلولا ان ھذا السائل من ذلک الماء المطلوب سیلانہ لم تنفع الزیادۃ۔

صرف سیلان کا ہونا، بلکہ اس کی شرط یہ ہے کہ اس میں بکثرت حرکت ہو کہ جس کا اعتبار ہو کیونکہ اگر یہ بہنے والا پانی اس پانی سے نہ ہوتا جس کا بہاؤ مطلوب ہے تو اس اضافے کا کچھ فائدہ نہ ہوتا۔ (ت)

فتاوٰی خلاصہ میں نقل فرمایا:

لو امتلأ الحوض وخرج من جانب الشط علی وجہ الجریان حتی بلغ المشجرۃ یطھر اما قدر ذراع او ذراعین فلا[1]۔

اگر حوض بھر گیا اور کنارے سے نکل کر پانی بہتا ہوا مشجرہ تک پہنچ گیا تو وہ پاک ہو جائے گا بہر حال ایک ذراع یا دو ذراع تو نہیں۔ (ت)

ظہیریہ میں تصریح فرمائی کہ اس اُبال میں جو پانی نکل رہا ہے اندر کا پانی تو پاک ہو ہی گیا باہر نکلنے والا بھی طاہر مطہر ہے یہاں تک کہ پانی نکلتا جائے اور اُس سے کوئی وضو کرتا جائے یا کہیں جمع ہونے کے بعد کسی برتن میں لے کر وضو کرے تو وضو صحیح ہے ظاہر ہے کہ اوّل سیلان کا پانی اتنا نہ ہوگا جس سے وضو ہو جائے ردالمحتار میں ہے:

فی الظھیریۃ الصحیح انہ یطھر وان لم یخرج مثل ما فیہ وان رفع انسان من ذلک الماء الذی خرج وتوضأ بہ جاز اھ قال ش لکن فی الظھیریۃ ایضا حوض نجس امتلأ ماء وفار ماؤہ علی جوانبہ وجف جوانبہ لایطھر وقیل یطھر اھ وفیھا ولو امتلأ فتشرب الماء فی جوانبہ لایطھر مالم یخرج الماء من جانب اخر اھ وفی الخلاصۃ المختار انہ یطھر وان لم یخرج مثل ما فیہ فلو امتلأ الحوض وخرج من جانب الشط الی اخر ما نقلنا وانھی الکلام علی قولہ فلیتأمل اھ وذکر بعدہ مسألۃ

ظہیریہ میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ وہ پاک ہو جائے گا اگرچہ اُس سے اُتنا پانی نہ نکلے جو حوض میں تھا اور اگر کسی انسان نے وُہ پانی اٹھا لیا جو خارج ہوا تھا اس سے وضو کر لیا تو جائز ہے اھ 'ش' نے فرمایا لیکن ظہیریہ ہی میں ہے کہ ایسا حوض جو ناپاک ہو اگر پانی سے بھر جائے اور اس کا پانی کناروں سے بہہ نکلے پھر خشک ہو جائے اور اُس کے کنارے بھی خشک ہو جائیں تو پاک نہ ہوگا" اور ایک قول ہے کہ پاک ہو جائیگا اھ اور اسی میں ہے کہ اگر کوئی حوض اتنا بھر گیا کہ اس کے کنارے پانی سے تر ہو گئے تو وہ اس وقت تک پاک نہ ہوگا جب تک کہ پانی دوسری طرف سے نہ نکلے اھ اور خلاصہ میں ہے کہ مختار یہ ہے کہ وہ

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی الجنس الاول فی الحیاض نولکشور لکھنؤ ۱/۵

Marfat.com

التجريد فان كونها لاتستقر ليس الا للغرف المتدارك فليس فی الخلاصة اختيار تخصيص الجريان باكثر من ذراعين حتی يعكر عليه بمخالفته اطلاقهم و انما حكاه قولا وجعل المختار هو الاطلاق اما عبارتا الظهيرية الاخيرتان **فاقول** هما فيما دخل الماء الحوض وملأه حتی طش منه علی جوانبه علی وجه الانتضاح الخفيف اللازم للامتلاء بدخول قوی عنيف ولا يصدق عليه السيلان من الجانب الأخر فليس فيهما ماينافی عبارته الاولی [ف۲] الا تری الی قوله فی الثالثة لايطهر مالم يخرج من جانب اٰخر ناط الطهارة بمجرد الخروج فعلم ان ماذكر لايسمی خروجا من جانب اٰخر وماهو الا الانتضاح الذی ذكرنا هكذا ينبغی ان يفهم كلام العلماء ولله الحمد وبه ظهر ان [ف۳] قول العلامة ش فی صدر المسألة حتی طفّ من جوانبها حقه

حوض میں ہے جو ناپاک ہوگیا اور وہ اُس کے ناپاک نہ ہونے کی صورت ہے اور اسی کی مثل تجرید سے انہوں نے نقل کیا، کیونکہ اس کا برقرار نہ رہنا تسلسل سے چُلّو بھرنے کی ہی وجہ سے ہے، تو خلاصہ میں دو ہاتھ سے زاید جاری ہونے کی تخصیص کو اختیار نہیں کیا، اگر ایسا ہوتا تو کہا جا سکتا تھا کہ وہ ان کے اطلاقات کی مخالفت کر رہے ہیں، انہوں نے تو اس کو محض حکایت کیا ہے، اور مختار اطلاق ہی کو قرار دیا ہے، اور ظہیریہ کی دو آخری عبارتوں کے متعلق میں کہتا ہوں یہ دونوں اُس صورت سے متعلق ہیں جبکہ پانی حوض میں داخل ہُوا اور اس کو بھر دیا اور اسکے کناروں سے آہستہ آہستہ چھلکنے لگا یہ چیز عام طور پر اس وقت ہوتی ہے جب حوض میں پانی یک دم سختی کے ساتھ داخل ہوتا ہے، اور اس پر دوسری جانب سے بہنا صادق نہیں آتا ہے، تو ان میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو ان کی پہلی عبارت کے منافی ہو، چنانچہ وہ تیسری صورت کے بارے میں فرماتے ہیں "وہ اس وقت تک پاک نہ ہوگا جب تک دوسری طرف سے خارج

ف۱ لم ار هذا الفعل ولا مصدره فی الصحاح ولا الصراح ولا المختار ولا القاموس ولا تاج العروس ولا مفردات الراغب ولا نهاية ابن الاثير ولا الدر النثير ولا مجمع البحار ولا المصباح المنير انما فی القاموس طُفّ المكوك والاناء

اس فعل اور اس کے مصدر کو میں نے صحاح، صراح، مختار، قاموس، تاج العروس، مفرداتِ راغب، نہایہ ابن اثیر، درنثیر، مجمع البحار اور مصباح المنیر میں نہیں پایا۔ قاموس میں اتنا ہی ہے کہ برتن اور پیمانے کا طَف، طَفَف (حرکت کے ساتھ) اور طِفاف (باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

آخر سئلت عنه وهو ان دلواً تنجس فافرغ فیہ رجل ماء حتی امتلأ وسال من جوانبه هل یطھر بمجرد ذلك والذی یظھر لی الطھارة اخذا مما ذکرنا ھنا ومما مرمن انه لایشترط ان یکون الجریان بمدد نعم علی ماقدمناہ عن الخلاصة من تخصیص الجریان بان یکون اکثرمن ذراع او

تک پاک نہ ہوگا جب تک کہ جتنا اس میں تھا اس سے تین گنا زیادہ نہ نکلا ہو جیسا کہ پیالہ کا حکم ہے، یہ بعض حضرات کے نزدیک ہے، اور صحیح یہ ہے کہ پاک ہوجائیگا اگرچہ اتنا پانی نہ نکلا ہو جتنا کہ پیالہ میں تھا، تو بظاہر خزانہ میں جو ہے وہ صحیح کے برعکس ہے، بدائع میں اس کی تائید ہے اور اسی پر حمام کے حوض یا برتنوں کا قیاس ہے، یعنی ان کے ناپاک ہوجانے کی

ل اقول ھو ھو بعینه لاشیئا اخر ولا احتمال لاختلاف الحکم باختلاف صورة القصعة والدلو ۱۲ منه ۔ (م)

۲ اقول لابد من التقیید بتنجسه من داخل اذ لو تنجس من تحت لم یعمل فیه السیلان علی ظاھرہ اومن خارج فما لم یسل علی الموضع المتنجس منه بحیث یذھب النجاسة کما روی عن الامام الثانی رضی اللہ تعالی عنه فی ازار المغتسل ۱۲ منه غفرله (م)

۳ اقول رحمك اللہ لیس الجریان ھھنا الابمدد فای حاجة للبناء علی مختلف فیه ۱۲ منه ۔ (م)

۴ اقول صوابه الاقتصار علی ذراعین اذ عبارة الخلاصة اما قدر ذراع او ذراعین فلا ۱۲ منه (م)

اقول یہ بعینہ وہی ہے کوئی دوسری چیز نہیں ہے اور پیالہ اور ڈول کی صورت کے مختلف ہونے کی وجہ سے حکم کے مختلف ہونے کا کوئی احتمال نہیں۔ (ت)

اقول اس میں یہ قید لگانا ضروری ہے کہ وہ ڈول اندر سے ناپاک ہو کیونکہ اگر وہ نیچے سے ناپاک ہو تو اس میں پانی کے بہانے کا اسکے ظاہر پر کوئی اثر نہ ہوگا یا خارج سے ناپاک ہو تو ایسی صورت میں پانی کا اس جگہ پر بہانا لازم ہے جو ناپاک ہے اور اس موجود نجاست کا ختم ہوجانا ضروری ہے، جیسا دوسرے امام ابویوسف سے منقول ہے غسل کرنے والے کے تہبند کی بابت۔ (ت)

میں کہتا ہوں اللہ آپ پر رحم کرے یہاں پر جریان مدد سے ہے تو اس میں اختلاف کی بنا رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ (ت)

میں کہتا ہوں عبارت کو ذراعین پر ختم کرنا مناسب ہے کیونکہ خلاصہ کی عبارت یہ ہے اما قدر ذراع او ذراعین فلا۔ (ت)

Marfat.com

اصل ۵ : اقول یہاں سے ظاہر ہوا کہ کسی محل کے جوف میں پانی کی حرکت اگرچہ گندوں ہو اُس محل کے حق میں جریان نہ ٹھہرے گی اُس کے بطن میں پانی کی جنبش اگرچہ باہر سے داخل ہونے پر ہوتی مگر اُس سے خارج تو نہ ہوا تو جریان کے دو رکن نہ پائے گئے مگر اُس محل کے اندر اگر دوسرا محل صغیر اور رہا اور پانی اس میں جا کر اُسے ابال دے تو اس کے حق میں ضرور جریان ہو جائیگا کہ اس میں سب ارکان متحقق ہو گئے اگرچہ دوسرے کے جوف سے خروج نہ ہوا مثلاً دیگ میں ایک کٹورا رکھا ہے کٹورے میں ایک مینگنی پڑ گئی وہ نکال کر پھینک دی اور کٹورے پر پانی بہایا کہ اُبل کر نکل گیا مگر دیگ سے نکلا کیا معنی وہ بھری بھی نہیں تو بے شک کٹورا اور اس کا پانی پاک ہو گیا کہ زمین پر یا دیگ کے اندر رکھے ہونے کو حکم میں کچھ دخل نہیں وھذا ظاھر جدا (اور یہ بہت واضح ہے۔ ت)

اصل ۶ : اقول اس جریان سے اگرچہ طہارت ہو جائے گی اور نجاست مرئیہ تھی اور نکال لی یا غیر مرئیہ تھی تو مطلقاً ہمیشہ طہارت رہے گی جب تک دوبارہ نجاست عارض نہ ہو مگر اگر نجاست مرئیہ ہے اور نہ نکالی تو حکمِ طہارت اُس وقت تک ہے جب تک یہ جریان باقی ہے پانی تھمتے ہی ظرف اور اس کے اندر کا پانی پھر ناپاک ہو جائیں گے کہ سبب یعنی نجاست موجود ہے اور مانع کہ جریان تھا زائل ہو گیا وھذا ایضا بوضوحه غنی عن الایضاح (اور یہ بھی اپنے واضح ہونے میں کسی دلیل کا محتاج نہیں ہے۔ ت)

منحۃ الخالق میں شرح ہدیۂ ابن العماد لسیدی عبدالغنی النابلسی قدس سرہ القدسی سے ہے :

اذا وضع السرقین فی مقسم الماء الی البیوت وجری مع الماء فی القساطل[1] فالماء نجس

جب گوبر پانی میں ایسے مقام پر رکھ دیا جائے کہ وہاں پانی مختلف گھروں کو منقسم ہو کر جاتا ہو اور وہ گوبر

---

[1] اعتید فی بلادنا القاء زبل الدواب فی مجاری الماء الی البیوت لسد خلل تلك المجاری المسماۃ بالقساطل اھ ش لا یجری الماء الابه ای بالزبل لکونه یسد خروق القساطل فلا ینفذ الماء منها ویبقی جاریا فوقه اھ شرح ھدیۃ ابن العماد قلت وھی لغۃ مستحدثۃ ۱۲ منه غفرله۔ (م)

ہمارے ممالک میں چوپایوں کا گوبر وغیرہ پانی کی گزرگاہ میں ڈال دیتے ہیں تاکہ ان نالیوں کے سوراخ بند ہو جائیں، اس خلل کو قساطل کہتے ہیں اھ ش تو پانی اس گوبر کے ساتھ ہی جاری ہو گا کیونکہ یہ اُن سوراخوں کو بند کرتا ہے جن سے پانی جاری ہوتا ہے، تو پانی ان کے اندر سے نہیں نکلتا بلکہ اوپر سے بہتا ہے اھ شرح ہدیہ ابن العماد، میں کہتا ہوں یہ جدید لغت ہے۔ (ت)

Marfat.com

حوض الماء اذا اغترف رجل منه وبيده نجاسة وكان الماء يدخل من انبوبه فی الحوض و الناس يغترفون من الحوض غرفا متداركا لم يتنجس ـ الحوض الصغير اذا تنجس فدخل الماء من جانب وخرج من جانب فيه اقاويل قال الصدر الشهيد رحمه الله تعالٰی المختار انه طاهر وان لم يخرج مثل ما فيه وكذا البئر ولو امتلأ الحوض و خرج من جانب الشط علی وجه الجريان حتی بلغ المشجرة يطهر ما قدر ذراع او ذراعين فلا ولو خرج من النهر الذی دخل الماء فی الحوض لا يطهر اھ كلامه الشريف بلفظه المنيف فقوله ولو امتلأ الحوض وهو كذلك بالواو لا بالفاء فی نسختی الخلاصة القديمة جدا ليس تتمة قول الصدر الشهيد ولا داخلا تحت المختار وقد قدمنا عن الهندية عن المحيط عن الصدر الشهيد انه كما سال يطهر وقد وعد ان فيه اقاويل ستا فلو كان هذا تتمته لم يذكرا الا قولا واحدا فوجب ان يكون هذا قولا اخر مقابل المختار ولا يمكن جعل ما ذكر عن الفتاوی قولا اخر لان الكلام فی حوض تنجس وتلك صورة عدمه وقد قدمنا مثلها عن

اور عورتوں کو حمام میں داخل ہونے میں حرج نہیں، اور فتاوٰی میں ہے کہ پانی کے حوض میں اگر کسی شخص نے اپنا ناپاک ہاتھ ڈالا اور اس حوض میں پانی نالی سے آرہا ہے اور لوگ اس حوض سے مسلسل چلّو بھر کر پانی لے رہے ہیں تو یہ حوض ناپاک نہ ہوگا ۔ چھوٹا حوض جب ناپاک ہوا اور اس میں پانی ایک طرف سے داخل ہو کر دوسری طرف سے نکل گیا تو اس میں کئی اقوال ہیں، صدر الشہید نے فرمایا مختار یہ ہے کہ یہ پاک ہے خواہ اس سے اتنی مقدار میں پانی نہ نکلا ہو جتنا کہ اس میں موجود ہے، اور یہی حکم کنویں کا ہے اور اگر حوض بھر کر کنارے سے نکل گیا اور بہتا رہا یہاں تک کہ مشجرہ تک پہنچ گیا تو پاک ہوجائے گا، اور ایک ہاتھ یا دو ہاتھ پاک نہ ہوگا، اور اگر اس نہر سے پانی نکلا جس سے حوض میں داخل ہُوا تھا تو پاک نہ ہوگا اھ تو ان کا قول "ولو امتلأ الحوض" میرے پاس خلاصہ کے قدیم نسخہ میں یہ ایسا ہی واؤ کے ساتھ ہے فاء کے ساتھ نہیں، یہ نہ تو صدر الشہید کے قول کا تتمہ ہے اور نہ مختار کے تحت داخل ہے اور ہم نے ہندیہ سے محیط سے صدر الشہید سے نقل کیا کہ وہ بہتے ہی پاک ہوجائے گا، اور انہوں نے وعدہ کیا کہ اس میں کئی اقوال ہیں جو آئیں گے تو اگر یہ تتمہ ہوتا تو صرف ایک ہی قول ذکر کرتے تو لازم ہے کہ یہ قولِ مختار کے مقابل ہے اور جو فتاوٰی سے انہوں نے نقل کیا اس کو دوسرا قول قرار دینا صحیح نہیں، کیونکہ کلام اُس

لہ خلاصۃ الفتاوی الجنس الاول فی الحیاض نولکشور لکھنؤ

Marfat.com

گندگی اُس کی تہ میں جمی ہوئی ہو بشرطیکہ صاف پانی اس میں ایک جانب سے داخل ہوتا ہو اور دوسری جانب سے خارج ہوتا ہو، تو جب پانی کا جاری ہونا بند ہو جائے اور حوض چھوٹا ہو اور گندگی اس کی تہ میں جمی ہو ہو تو حوض ناپاک ہے۔ (ت)

اقول کلام طیب من طیب طیّب الله تعالٰی ثراہ وقد اقرہ الشامی وغرضنا یتعلق ھھنا بجملتہ الاخیرۃ غیران قولہ وجرٰی مع الماء فالماء نجس یحمل علی ما اذا تغیر فان المحقق المعتمد ان الجاری لا ینجس ما لم یتغیر حتی موضع المرئیۃ و کذا الکثیر الملحق بہ علی المعتمد رجحہ المحقق علی الاطلاق وقال تلمیذہ قاسم انہ المختار در واستحسنہ تلمیذہ الاٰخر ابن امیر الحاج وایدہ بالحدیث وکذا ایدہ سیدی عبد الغنی وھو ظاھر المتون ش وفی الدر عن جامع الرموز عن جامع المضمرات عن النصاب علیہ الفتوٰی وفی ش عن البحر عن الحلیۃ عن النصاب بہ یفتی فاذا کان ھو الثابت بالحدیث وھو ظاھر المتون وعلیہ الفتوٰی فقد سقط ما سواہ ثم قولہ رحمہ اللہ تعالٰی الماء النجس لا یطھر بزوال تغیرہ بنفسہ۔

فاقول ھذا کما ذکرہ فی غیر الجاری لقول الخلاصۃ ماء نجس یجعلونہ فی نھر کبیر ان کان کثیرا بحیث لا یتغیر لا یتنجس وان تغیر تنجس و یطھر

میں کہتا ہوں یہ بہت اچھا کلام ہے، اس شامی نے برقرار رکھا ہے اور یہاں ہماری غرض آخری جملہ سے متعلق ہے البتہ اتنی بات ہے کہ اس قول "وجری مع الماء فالماء نجس" اسکو اس پر محمول کیا جائیگا جبکہ پانی میں تغیر آجائے کیونکہ محقق معتمد قول یہ ہے جاری پانی اس وقت تک نجس نہ ہوگا جب تک کہ اس میں تغیر نہ آجائے یہاں تک کہ نجاست مرئیہ کی جگہ بھی اور اسی طرح کثیر بھی قول معتمد پر اسی کے ساتھ ملحق ہے، اس کو محقق علی الاطلاق نے ترجیح دی اور ان کے شاگرد قاسم نے کہا کہ یہی مختار ہے (دُر) اور اس کو ان کے دوسرے شاگرد ابن امیر الحاج نے مستحسن قرار دیا اور اس کی تائید حدیث سے کی اور اس کی تائید سیدی عبد الغنی نے بھی کی اور متون سے بھی یہی ظاہر ہے "ش"، اور دُر میں جامع الرموز سے جامع المضمرات سے نصاب سے یہ ہے کہ اسی پر فتوٰی ہے اور شامی میں بحر سے حلیہ سے نصاب سے ہے بہ یفتی پھر جب حدیث سے یہی ثابت اور متون سے بھی یہی ظاہر اور فتوٰی بھی اسی پر ہے تو اس کے ہوتے ہوئے باقی سب ناقابل اعتبار ہے۔ پھر اُن کا قول "نجس پانی اس کے تغیر کے از خود زائل ہونے کی وجہ سے پاک نہ ہوگا" میں کہتا ہوں یہ اُس پانی میں ہے جو جاری نہ ہو، کیونکہ خلاصہ میں ہے کہ ایک نجس پانی کو اگر بڑی نہر میں کرلیں تو اگر وہ کثیر ہے اور متغیر نہیں ہوتا ہے تو ناپاک

Marfat.com

يقول حتى سال من الجانب الآخر فربما مزيد ما ذكر على الانتضاح اولا يبلغه ولا حاجة الى السيلان من جميع الجوانب انما اللازم الخروج من جهة المقابل للدخول ولو كان الاناء مائلا في ارض غير مستوية فدخل فيه الماء من جانبه العالي وخرج من السافل كفى نعم لو صب في الجانب السافل فعاد منه لم يكف كما في آخر عبارة الخلاصة وبالله التوفيق۔

نہ ہو جائے، انہوں نے طہارت کا دارومدار محض خروج پر رکھا، تو معلوم ہوا کہ جو انھوں نے ذکر کیا ہے اس کو خروج نہیں کہتے ہیں وہ تو محض چھینٹوں کا اڑنا ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، اور علماء کے کلام کو اسی طرح سمجھنا چاہئے وللہ الحمد، اور اسی سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ علامہ کرشی کی گفتگو مسئلہ کی ابتداء میں حتی طف من جوانبہا اس کے بجائے یوں کہنا چاہئے تھا کہ حتی سال من الجانب الآخر، تو جو انہوں نے ذکر کیا ہے وہ چھینٹوں سے نہیں بڑھے گا یا اس تک نہیں پہنچے گا، اور تمام کناروں سے بہنے کی حاجت نہیں ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ جس طرف سے پانی داخل ہوا ہو اس کی مخالف جہت سے بہہ نکلے، اب اگر برتن کسی ناہموار زمین پر ہے اور ایک طرف کو جھکا ہوا ہے اور اس میں پانی اوپر کی طرف سے داخل ہو کر نچلی طرف سے نکل جائے تو کافی ہے، ہاں اگر نچلے حصہ میں بہایا جائے اور اس سے واپس آجائے تو کافی نہ ہوگا جیسا کہ خلاصہ کی عبارت کے آخر میں ہے وباللہ التوفیق۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) وطففہ محرکۃ وطفافہ ویکسر ما ملأ اصبارہ اوما بقي فيه بعد مسح رأسه او هو جمامه او ملؤه واناء طفان بلغ الكيل طفافه اھ في تاج العروس هذا طف المكيال وطفافه اذا قارب ملأه اھ وقوله اصباره اي جوانبه وجمامه ما على رأسه فوق طفافه ويكون ذلك في الدقيق ونحوه يعلو رأسه بعد امتلائه ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

(طا کو کسرہ بھی دیا جاتا ہے) اس کو کہا جاتا ہے جو اس کے کناروں کو بھر دے یا جو برتن کے سر پر ہاتھ پھیرنے کے بعد باقی بچ جائے یا اس کا ابھرنا ہے یا بھرنا ہے اور اناء طفان اس برتن کو کہا جاتا ہے جو مقرر ناپ تک بھر جائے اھ تاج العروس میں ہے کہ کہا جاتا ہے "یہ پیمانے کا طف ہے اور اس کا طفاف ہے" یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب پیمانہ بھرنے کے قریب ہو اھ اور قاموس نے "اصبارہ" جو کہا ہے تو اس سے مراد اس کے اطراف ہیں، اور "جمامہ" سے مراد وہ ہے جو برتن بھرنے کے بعد اوپر ابھرا ہوا اور یہ چیز آٹے وغیرہ میں پائی جاتی ہے کہ برتن بھرنے کے بعد اوپر تک اٹھا ہوتا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

Marfat.com

لقول الهندية عن المحيط اذا كانت الجيفة
ترى من تحت الماء لقلة الماء لا لصفائه
كان الذي يلاقيها اكثر اذا كان سد عرض
الساقية وان كانت لا ترى او لم تأخذ الا
الاقل من النصف لم يكن الذي يلاقيها
اكثر اھ[1] واياك ان تظن ان كلام
الخزانة على ظاهر اطلاقه ولو تنجس
بطن النهر بغير مرئية توهما ان بطن النهر
اذا كان نجسا وهو يرى فقد مر الماء كله على نجاسة
مرئية وان كان لا يرى لكثرة الماء لا لكدرته
فانما جرى على غير مرئية فلا يتأثر بالتغير
وذلك لان العبرة بالنجس لا المتنجس
كما بينا في فتاونا لكن لقائل ان يقول
ان العلة في غير المرئية انه اذا لم يظهر
اثرها علمنا ان الماء ذهب بعينها كما في
البحر وغيره اما ههنا فبطن النهر كله نجس
فالماء اينما ذهب لا يلاقي الا نجسا تأمل
ولا حاجة فان الفتوى على اعتبار الاثر
مطلقا في الجاري والكثير معا نعم ظاهر
كلام سيدي وتقرير الشامي ههنا ان
الكثير الملحق بالجاري لا يلحق به في
التطهير بزوال التغير لقوله وان استقر في
حوض كبير فهو نجس وان زال تغيره بنفسه

خزانہ میں مراد ہے، اس لیے کہ ہندیہ میں محیط سے ہے کہ
جب مردار پانی کے نیچے نظر آئے اس کی کمی کے باعث
نہ کہ پانی کی صفائی کے باعث تو جو اُس مردار سے
متصل ہو جائے وہ زیادہ ہوگا، جبکہ نہر کی چوڑائی کو بند
کر دے، اور اگر مردار نظر نہ آئے یا آدھے سے کم راستے
کو بند کرے تو جو اُس سے ملاقات کرتا ہے وہ پانی
اکثر نہیں ہوگا اھ اور خزانہ کے کلام کو اُس کے ظاہر
پر محمول نہ کرنا چاہئے اور اگر نہر کی تہ نجاستِ غیر مرئیہ سے
ناپاک ہوگئی اس توہم پر کہ نہر کی تہ جس وقت ناپاک ہوا اور
وہ نظر آتی ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کل پانی
نجاستِ مرئیہ پر جاری ہوگیا، اگرچہ وہ نظر نہ آتی ہو
پانی کی کثرت کے باعث نہ کہ اس کے گدلے پن کے
باعث، کیونکہ وہ پانی نجاستِ غیر مرئیہ پر جاری ہوا ہے
تو وہ تغیر سے متاثر نہ ہوگا، کیونکہ اعتبار نجاست کا
ہوگا نہ کہ ناپاک ہونے والی شے کا، جیسا کہ ہم نے
اپنے فتاوٰی میں بیان کیا، لیکن کوئی کہنے والا کہہ
سکتا ہے کہ علت غیر مرئیہ میں یہ ہے کہ جب اس کا
اثر ظاہر نہ ہُوا تو اُس کا مطلب یہ ہے کہ اُس نجاست
کو پانی بہالے گیا ہے جیسا کہ بحر وغیرہا میں ہے،
اور یہاں نہر کا پیٹ تمام کا تمام ناپاک ہے تو پانی
جہاں بھی جائیگا نجس سے ملاقات کرے گا تأمل،
اور کوئی ضرورت بھی نہیں، کیونکہ جاری اور کثیر پانی میں
فتوی مطلقاً اثر کے اعتبار پر ہے، ہاں سیدی عبدالغنی

[1] ہندیۃ الفصل الاول فیما یجوز نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۷

Marfat.com

فاذا رکد الزبل فی وسط القساطل وجری الماء صافیا کان نظیر ما لو جری ماء الثلج علی النجاسۃ او کان بطن النھر نجسا وجری الماء علیہ ولم یتغیر احد اوصافہ بالنجاسۃ فان ذالک الماء طاھر کلہ کذلک ھذا فاذا وصل الماء الی الحیاض فی البیوت فان وصل متغیرا احد الاوصاف بالزبل او عین الزبل ظاھرۃ فیہ فھو نجس من غیر شک فاذا استقر فی حوض دون القدر الکثیر فھو نجس وان صفا بعد ذلک فی الحوض وزال تغیرہ بنفسہ لانہ ماء نجس والماء النجس لا یطھر بزوال تغیرہ بنفسہ لاسیما وقد رکد الزبل فی اسفلہ وان استقر فی حوض کبیر فھو نجس ایضا مادام متغیرا او زال تغیرہ بنفسہ ایضا واما اذا استمر الماء جاریا وزال تغیر الحوض بالماء الصافی یطھر الماء کلہ سواء کان الحوض صغیرا او کبیرا وان کان الزبل فی اسفلہ راکدا مادام الماء الصافی فی ذلک الحوض یدخل من مکان ویخرج من مکان فاذا انقطع الجریان وکان الحوض صغیرا والزبل فی اسفلہ راکدا فالحوض نجس اھ[1]۔

کے ساتھ قساطل میں جاری ہُوا، تو پانی ناپاک ہو جائیگا، تو اگر گوبر قساطل کے درمیان جم گیا اور صاف پانی بہنے لگا، تو یہ ایسا ہے جیسا کہ برف کا پانی نجاست پر بہنے لگے یا نہر کا پیٹ ناپاک ہو اور اس پر پانی جاری ہو اور نجاست سے اس کے اوصاف میں سے کوئی وصف متغیر نہ ہُوا تو یہ پورا پانی پاک ہے، اب پانی جب گھروں کے حوضوں میں پہنچے تو اگر پانی کا کوئی وصف متغیر ہو کر پہنچا ہے یا پانی میں بعینہٖ گوبر ظاہر ہے تو وہ بلا شبہہ ناپاک ہے، اور اگر کثیر مقدار میں نہ ہو اور حوض میں ٹھہر جائے تو وہ ناپاک ہے، اگرچہ اس کے بعد حوض میں صاف ہو جائے اور اس کا تغیر خود بخود زائل ہو جائے کیونکہ وہ ناپاک پانی ہے اور ناپاک پانی تغیر کے از خود زائل ہونے کی وجہ سے پاک نہیں ہوتا ہے خاص طور پر ایسی صورت میں جبکہ گندگی اس کے نیچے جمی ہوئی ہے، اور اگر گندگی بڑے حوض میں جم جائے تو جب تک متغیر رہے گا ناپاک رہے گا، یا اس کا تغیر خود بخود ختم ہو جائے، اور اگر پانی مسلسل جاری رہے اور حوض کا تغیر صاف پانی کی وجہ سے ختم ہو جائے، اس صورت میں کل پانی پاک ہو جائیگا خواہ حوض چھوٹا ہو یا بڑا، اگرچہ

---

[1] منحۃ الخالق علی حاشیۃ بحر الرائق بحث الماء الجاری ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۸۵

Marfat.com

واعتمدہ فی فتاوی قاضی خان[1]۔ اور قاضی خان میں اسی پر اعتماد کیا ہے۔(ت)

فتاوی ذخیرۃ وتتمۃ الفتاوی الصغری پھر حلیہ میں ہے:

علیہ الفتوی لان ھذا ماء جار[2]۔ اسی پر فتوی ہے کیونکہ یہ جاری پانی ہے۔(ت)

بلکہ پانی کا گھومنا ایک دائرہ پر چکر کھانا جس طرح بھنور میں ہوتا ہے یہ بھی مانع جریان نہیں کہ بھنور پانی کو روک نہیں رکھتا چکر دے کر نکال دیتا ہے اوپر سے دوسرا پانی آتا اب اسے گھما کر چھوڑ دیتا ہے یہ سلسلہ قائم رہنے کے باعث گمان ہوتا ہے کہ ایک ہی پانی گھوم رہا ہے یہ بات غیر آب کے ڈالنے سے متمیز ہو سکتی ہے مثلا اوپر سے لکڑی ڈالی جائے بھنور پر پہنچ کر چکر کھا کر اُس طرف نکل جائے گی اور اگر بھنور قوی ہوا اسے گھمانے میں ٹکڑے ٹکڑے کردے گا اور چکر دے کر نکال دے گا، فسبحٰن من خلق ما شاء کیف شاء ولا یجری فی ملکہ الا مایشاء (پاک وہ ذات جس نے پیدا کیا جو چاہا جیسے چاہا اور نہیں چلتی کوئی شے اس کے ملک میں مگر جیسے وہ چاہے۔ت)

منیہ مسئلہ حوض چار در چار میں ہے:

الظاھر ان الماء لایستقر فی مثلہ بل یدور حولہ ثم یخرج فیکون کالجاری[3]۔ ظاہر یہ ہے کہ پانی ایسی جگہ میں نہیں ٹھہرتا بلکہ اس کے ارد گرد چکر کھاتا ہے پھر نکل جاتا ہے تو یہ جاری پانی کی طرح ہے۔(ت)

حلیہ میں ہے:

کذا فی الذخیرۃ وتتمۃ الفتاوی الصغری حکایۃ عن الشیخ الامام ابی الحسن الرستغفنی[4]۔ جیسے ذخیرۃ اور تتمۃ الفتاوی الصغری میں شیخ الامام ابی الحسن الرستغفنی سے حکایت ہے۔(ت)

اصل ۸: حوض وغیرہ کے جریان میں اگرچہ خروج لازم تھا مگر ملحق بالجاری یعنی دہ در دہ میں اس کی حاجت نہیں گرمیوں کے خشک تالاب میں جانوروں کے گوبر وغیرہ نجاستیں پڑی ہیں برسات میں پانی آیا اور اُسے بھر دیا اگر تالاب کے جوف میں جہاں سے پانی نے گزر کر اُسے بھرا نجاست ہے جب تو سارا تالاب نجس ہوگیا اگرچہ کتنا ہی بڑا ہو جب تک بھر کر اُبل نہ جائے۔

---

[1] بحر الرائق عشر فی عشر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۸/۱

[2] حلیہ

[3] منیۃ المصلی فصل فی الحیض مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۷۲

[4] حلیہ

Marfat.com

بساعۃ یعنی اذا انقطع اللون والرائحۃ اھ زاد فی نسخۃ ما نصہ فی نسخۃ القاضی الامام سلمہ اللہ تعالٰی اھ[1] ھذا مذکور فی نسختہ والمراد بہ الامام فقیہ النفس ولم ارہ فی فتاواہ واللہ تعالٰی اعلم وقول سیدی نفسہ اذا رکد الزبل فی وسط القساطل وجری الماء صافیا طھر فی ردالمحتار فی دیارنا انہار المساقط تجری بالنجاسات وترسب فیہا لکنہا فی النہار تتغیر ولا کلام فی نجاستہا ح وفی اللیل یزول تغیرھا فیجری فیہا الخلاف لجریان الماء فیہا فوق النجاسۃ قال فی خزانۃ الفتاوی لوکان جمیع بطن النہر نجسا فان کان الماء کثیرا لایری ماتحتہ فھو طاھر والا فلا وفی الملتقط قال بعض المشایخ الماء طاھر وان قل اذا کان جاریا اھ[2]

نہ ہوگا اور اگر متغیر ہوگیا تو ناپاک ہوجائے گا اور فوراً ہی پاک ہوجائے گا یعنی جُونہی رنگ اور بُو ختم ہوگی اھ زاید کیا ایک نسخہ میں، اصل عبارت یہ ہے "قاضی امام سلمہ اللہ تعالیٰ کے نسخہ میں اھ" یعنی یہ اُن کے نسخہ میں مذکور ہے اور اس سے مراد امام فقیہ النفس ہیں اور یہ چیز ان کے فتاوٰی میں نہیں دیکھی ہے واللہ تعالیٰ اعلم اور سیدی عبدالغنی خود فرماتے ہیں کہ جب گندگی قساطل کے درمیان جم جائے اور پانی صاف جاری ہو تو پاک ہوجائیگا، اور ردالمحتار میں ہے کہ ہمارے ملک میں گندگی گرنے کی جگہوں پر جو نہریں ہوتی ہیں ان میں نجاست جاری رہتی ہے اور پھر بہتی جاتی ہے اور یہ نجاست دن میں متغیر ہوجاتی ہے اور اس وقت انکی نجاست میں کوئی کلام نہیں اور رات کو ان کا تغیر زائل ہوجاتا ہے تو اس میں اختلاف ہے کیونکہ اس میں پانی نجاست کے اوپر جاری رہتا ہے، خزانۃ الفتاوٰی میں فرمایا "اگر نہر کا کل پیٹ ناپاک ہو تو اگر پانی کثیر ہے کہ اس کی تہہ نظر نہ آتی ہو تو وہ پاک ہے ورنہ نہیں، اور ملتقط میں ہے کہ بعض مشایخ نے فرمایا پانی پاک ہے اگرچہ کم ہو جبکہ جاری ہو اھ (ت)

اقول مافی الملتقط مبتن علی الصحیح المفتی بہ ومافی الخزانۃ علی القول الاخر الدائر فی کثیر من الکتب ان الجاری ان جری نصفہ او اکثر علی نجاسۃ مرئیۃ تنجس وھی المرادۃ فی الخزانۃ

میں کہتا ہوں جو کچھ ملتقط میں ہے وہ صحیح مفتی بہ پر مبنی ہے، اور جو خزانہ میں ہے وہ دوسرے قول پر مبنی ہے جو بہت سی کتابوں میں مذکور ہے کہ جاری پانی اگر اس کا نصف یا زاید کسی نجاست مرئیہ پر جاری ہو تو ناپاک ہوجائے گا، اور یہی

---

۱ خلاصۃ الفتاوی جنس آخر فی التوضی الخ نولکشور لکھنؤ ۱/۹

۲ ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۸

Marfat.com

يطهر بعد ذلك وان لم تكن النجاسة في موضع دخول الماء واجتمع الماء في مكان طاهر وهو عشر في عشر ثم تعدى الى موضع النجاسة كان الماء طاهرا والمنجمد منه طاهر ما لم يظهر فيه اثر النجاسة (قال في الذخيرة لان الماء صار كثيرا قبل ان يتنجس فلا يتنجس بعد ذلك لاتصال النجاسة به اھ زاد في الخانية) وكذا الغدير اذا قل ماؤه فصار اربعا في اربع ووقعت نجاسة ثم دخل الماء الى ان صار الماء الجديد عشرا في عشر قبل ان يصل الى النجس كان طاهرا[1]۔

میں جو بھی داخل ہوگا وُہ نجس ہوجائیگا، اور اس ک
بعد پاک نہ ہوگا، اور اگر نجاست پانی کے داخل ہو
کی جگہ نہ ہو اور پانی پاکیزہ جگہ پر جمع ہوجائے، اور و
دَہ در دَہ ہو پھر پانی نجاست کی جگہ چلا گیا تو پا
پاک ہوگا اور جو منجمد ہوگیا وہ اس وقت تک پاک
رہے گا جب تک نجاست کا اثر اس پر ظاہر نہ
(ذخیرہ میں فرمایا اس لیے کہ پانی نجس ہونے سے پ
کثیر ہوگیا تو اس کے بعد نجس نہ ہوگا نجاست کے پانی
ساتھ مل جانے کی وجہ سے اھ خانیہ میں اضافہ
کیا) اور اسی طرح تالاب کا پانی جب کم ہوجائے
اور چار در چار رہ جائے اور اس میں نجاست داخل
ہوجائے پھر اس میں نیا پانی آجائے یہاں تک
نجاست کو پہنچنے سے قبل دہ در دہ ہوجائے تو پاک ہوجائے گا۔ (ت)
ایسا ہی جواہر اخلاطی میں ہے۔

اصل ۹ : اقول وباللہ التوفیق ایک فائدہ نفیسہ ہے کہ شاید اس کی تحریر فقیر کے سوا دوسری جگہ نہ
اثر نجاست قبول نہ کرنے کو پانی کا جریان چاہیے سیلان کافی نہیں سائل وجاری میں عموم وخصوص مطلق ہے
ہر جاری سائل ہے اور ہر سائل جاری نہیں دیکھو لبطنِ حوض میں جو پانی نل سے داخل ہوا اور دوسرے کنارے
تک پہنچا اُس وقت ضرور سائل ہے مگر جاری نہ ٹھہرا جب تک دوسری طرف سے نکل نہ جائے اور اس پر دلیل

عہ ونصها حوض عشر في عشر قل ماؤه ثم وقعت النجاسة ثم دخل الماء حتى امتلأ الحوض ولم يخرج منه شيء لا يجوز التوضئ به لانه كلما دخل الماء يتنجس اھ منه غفرلہ (م)

اس کی عبارت یہ ہے کہ ایک حوض دہ در دہ ہو
کا پانی کم ہوجائے پھر اس میں نجاست پڑ جائے
پھر حوض بھر جائے اور اس سے کچھ نہ نکلے، تو اس سے
وضو جائز نہیں اس لیے کہ جو پانی بھی داخل ہوگا
ناپاک ہوجائے گا اھ (ت)

---

[1] فتاوی قاضی خان فصل الماء الراکد نولکشور لکھنؤ ۱/۴ والمزید من الذخیرۃ وھ لست بموجو

Marfat.com

فلیحرر ولینظر وجهه فان الذی فی المنیة من فصل الحیاض فی مسألة حوض الحمام مانصه الاتری ان الحوض الکبیر الحق بالماء الجاری علی کل حال لاجل الضرورة[1] قال فی الحلیة الجملة من الذخیرة[2] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

اور شامی کی تقریر کا ظاہر یہ ہے کہ یہاں کثیر جو جاری کے ساتھ ملحق ہے ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ پاک ہونے میں اس کے ساتھ ملحق نہیں کیا جائیگا پاک ہونے میں تغیر کے ختم ہوجانے کے باعث کیونکہ وہ فرماتے ہیں اور اگر وہ بڑے حوض میں ٹھہر جائے تو ناپاک ہے اگرچہ اس کا تغیر از خود زائل ہوجائے، اس کو اچھی طرح سمجھنا چاہئے اور اس کی وجہ پر غور کرنا چاہئے کیونکہ منیہ میں حوضوں کی فصل میں حمام کے حوض کے بیان میں ہے اس کی اصل عبارت یہ ہے "کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ بڑا حوض جاری پانی سے ملحق ہے اور یہ علی کل حال ہے اور اس کی وجہ ضرورت ہے، حلیہ میں فرمایا یہ تمام ذخیرہ سے ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

اصل ۷: فتوٰی اس پر ہے کہ پانی کا عرض میں پھیلنا اس کے جریان کو نہیں روکتا جبکہ پانی آگے نکل جاتا ہو، مثلاً دہ در دہ نہ تھا نہ حوض ہے اُس میں پانی ایک طرف سے آیا دوسری طرف سے نکل گیا جاری ہوگیا اگرچہ عرض میں پھیلنے کے لیے ضرور وقفہ درکار ہوگا اور اتنی جلد پانی اُس سے نہ نکل سکے گا جس قدر جلد تین چار ہاتھ کے عرض سے نکل جاتا، ہندیہ میں ہے:

اذا کان الحوض صغیرا یدخل فیہ الماء من جانب ویخرج من جانب یجوز الوضوء من جمیع جوانبہ وعلیہ الفتوی من غیر تفصیل بین ان یکون اربعا فی اربع اواقل فیجوز او اکثر فلا یجوز کذا فی شرح الوقایۃ وھکذا فی الزاھدی ومعراج الدرایۃ[3]۔

جب حوض چھوٹا ہو اور اس میں پانی ایک طرف سے دوسری طرف سے نکل جاتا ہو تو اس کے تمام اطراف سے وضو جائز ہے' اور اسی پر فتوٰی ہے، اس میں یہ تفصیل بھی نہیں کہ وہ چار در چار ہو یا کم ہو تو جائز ہوگا اور اگر زاید ہو تو جائز نہ ہوگا کذا فی شرح الوقایہ والزاہدی ومعراج الدرایہ۔ (ت)

بحر میں ہے:

فی معراج الدرایۃ یفتی بالجواز مطلقا

معراج الدرایہ میں ہے جواز کا مطلقاً فتوٰی دیا جائیگا

---

[1] منیۃ المصلی فصل فی الحیاض مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۷۳

[2] حلیۃ

[3] ہندیۃ الفصل الاول فیما یجوز نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۷

Marfat.com

من غیر ماء ثم صب الماء علیه لا وضع الماء اولا خروجا من خلاف الامام الشافعی فانہ یقول بنجاسۃ الماء[1]۔

زائل ہوگئی، صاحبین کے نزدیک جُدا ہوتے ہی پاک ہوجائیگا نجس کپڑے کو دھونے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ اس کو خشک ٹب میں رکھا جائے پھر اس پر پانی بہایا جائے یہ نہیں کہ پہلے ٹب میں پانی موجود ہو امام شافعی کے اختلاف سے بچنے کیلئے اس میں امام شافعی کا قول ہے کہ پانی نجس ہوجائیگا۔ (ت)

ردالمحتار میں اس کے بعد فرمایا:

ولا فرق علی المعتمد بین الثوب المتنجس والعضو اھ[2] ط اھ یشیر الی خلاف ابی یوسف لاشتراط الصب فی العضو کما فی البدائع۔

معتمد قول کے مطابق ناپاک کپڑے اور عضو کے درمیان کوئی فرق نہیں اھ ط اھ اس میں ابو یوسف کے اختلاف کی طرف اشارہ ہے وہ عضو پر پانی بہانے کو شرط قرار دیتے ہیں، جیسا کہ بدائع میں ہے۔ (ت)

اقول وظاھر التعلیل بضرورۃ تطہیر الثوب انہ طاھر فی حق ذلک الثوب لا غیر فلو وضع الثوب النجس فی اجانۃ وصب الماء فوقع فیہ ثوب اٰخر طاھر یتنجس وان لم ینفصل الماء عن الثوب الاول بعد لان ماکان بضرورۃ تقدر بقدرھا فمن کان یصلی ووقع طرف ردائہ فی الاجانۃ فاصابہ اکثر من الدرھم وھو یتحرک بتحرکہ لم تجز صلاتہ ھذا ما ظھر فلیحرر واللہ تعالٰی اعلم۔

میں کہتا ہوں، اور ربط ہر تعلیل یہ ہے کہ یہ کپڑا ضرورۃً پاک ہے تو یہ پاکی اسی کپڑے تک محدود رہے گی لہذا اگر ایک ناپاک کپڑا طشت میں رکھا گیا اور اس پر پانی بہایا گیا پھر اسی طشت میں کوئی اور پاک کپڑا گر گیا تو وہ ناپاک ہوجائے گا اگرچہ اب تک پہلے کپڑے سے پانی جُدا نہ ہُوا ہو کیونکہ جو چیز بوجہ ضرورت ہوتی ہے وہ بقدرِ ضرورت ہی رہتی ہے، اب اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہے اور اُس کے کپڑے کا کنارہ ٹب میں گر گیا تو اگر درہم سے زائد ہو اور وہ کپڑے کے ہلنے سے حرکت کرے تو اس کی نماز جائز نہ ہوگی یہ وُہ ہے جو مجھ پر ظاہر ہُوا اس کو اچھی طرح سمجھ لیں واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

اس نفیس فائدہ سے اصل ۳ پر یہ توہم زائل ہوگیا کہ پانی تالاب کے اِس کنارے سے اُس کنارے تک

---

[1] ردالمحتار باب الانجاس مصطفی البابی مصر ۱/۲۳۹
[2] ایضاً

Marfat.com

اقول اس لیے کہ جب بارش یا بہاؤ کا پانی اس کے جوف میں داخل ہوا اب جب تک کہ اُس کے بطن میں متحرک رہے گا جاری نہ کہلائے گا کہ جریان کے لیے خروج شرط ہے اور یہ غیر جاری پانی نجاست سے اُس وقت ملا کہ ہنوز دہ در دہ نہ تھا کہ جوف میں اس کے مدخل ہی پر نجاستیں تھیں تو نہ جاری ہے نہ کثیر لاجرم ناپاک ہوگیا یوں ہی جتنا پانی آتا گیا ناپاک ہوتا گیا اور نجس پانی کثیر ہو جانے سے پاک نہیں ہو سکتا جب تک جاری نہ ہو جائے اور اگر مدخل آب میں اتنی دُور تک نجاست نہیں کہ وہاں تک آنے والے پانی کے عرض طول کا مسطح سَو ہاتھ تک پہنچ گیا اُس کے بعد نجاست سے ملا تو اب ناپاک نہ ہوگا کہ کثیر ہو کر ملا اگرچہ جوف سے باہر نہ گیا۔

اقول وبما قررنا ظهران المسألة مبتنية على الاصل الثالث لا على خلافية مرور نصف الماء او اكثره على نجاسة مرئية فان الفتوى فيها على الطهارة مطلقا مالم يتغير نعم ان لقى الماء النجاسات فى طريقه على شاطئ الغدير قبل ان يدخله كان على الخلافية لانه جار بخلاف المتحرك فى بطن الغدير كما علمت۔

اقول اور جو تقریر ہم نے کی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسئلہ تیسری اصل پر مبنی ہے، اس اختلافی مسئلہ پر مبنی نہیں ہے کہ آدھا پانی یا اکثر نجاست مرئیہ پر گزرے، کیونکہ اس میں فتوی مطلقاً طہارت پر ہے تا وقتیکہ تغیر نہ ہو، ہاں اگر پانی ملے اپنے راستہ میں ان نجاستوں کے ساتھ جو گڑھے کے کنارے پر ہے قبل اس کے کہ وہ گڑھے میں داخل ہو، تو یہ اختلافی مسئلہ ہوگا، کیونکہ وُہ جاری ہے بخلاف اس پانی کے جو تالاب کی تہ میں حرکت کر رہا ہو جیسا کہ تو نے جانا۔ (ت)

فتاوی خانیہ وخزانۃ المفتین اور محیط پھر حلیہ نیز خلاصہ وفتح القدیر میں فتاوی اور بحر وہندیہ میں فتح اور غیاثیہ نیز ذخیرہ پھر حلیہ میں فتاوائے اہل سمرقند سے ہے:

واللفظ لفقيه النفس غدير عظيم يبس فى الصيف وراثت الدواب فيه (زاد فى الخلاصة والفتح والذخيرة والناس) ثم دخل فيه الماء وامتلأ ينظر ان كانت النجاسة فى موضع دخول الماء فالكل نجس وان انجمد ذلك الماء كان نجسا لان كل ما دخل فيه صار نجسا فلا

اور الفاظ فقیہ النفس کے ہیں، ایک عظیم تالاب جو گرمی میں خشک ہوگیا اور اس میں چوپایوں نے لید کر دی (خلاصہ اور فتح میں اور ذخیرہ میں لوگوں کا بھی اضافہ ہے) پھر اس میں پانی داخل ہوگیا اور وہ گڑھا بھر گیا، تو دیکھا جائے گا اگر نجاست پانی کے داخل ہونے کی جگہ پر ہے تو کل پانی نجس ہے' اور اگر یہ پانی منجمد ہوگیا تو نجس ہو جائیگا، کیونکہ اس

Marfat.com

خلافاو نصہا فی ما یتصل بالماء الجاری فی الفتاوی رجل استنجی فلما صب الماء من القمقمۃ علی یدہ لاقی الماء الذی یسیل من القمقمۃ البول قبل ان یقع علی یدہ بعض ماخرج فہو طاہر[1] اھ قال ش بخلاف مسألۃ الجیفۃ فان الماء الجاری علیہا لم یذہب بالنجاسۃ ولم یستہلکہا بل ھی باقیۃ فی محلہا وعینہا قائمۃ علی ان فیہا اختلافا ولہذا استدرک الشارح بقولہ ولکن قدمنا ان العبرۃ للاثر[2] اھ کلام الشامی وقد منا ان ما استدرک بہ الشارح ھو المفتی بہ المعتمد واللہ تعالٰی اعلم۔

ذکر نہیں کیا، اور اس کی اصل عبارت، جو جاری پانی سے متصل ہے فتاوٰی میں یہ ہے، کہ ایک شخص نے استنجا کیا، توجب اُس نے ٹونٹی سے اپنے ہاتھ پر پانی ڈالا تو وہ پانی ہاتھ پر گرنے سے قبل پیشاب کے قطرہ سے مل گیا، تو یہ پانی پاک ہے اھ ش نے فرمایا یہ مسئلہ مردار کے مسئلہ کے خلاف ہے کیونکہ جو پانی اس پر گرتا یا جاری ہوتا ہے وہ نجاست کو بہا کر نہیں لے جاتا ہے اور نہ ہی نجاست کو ختم کرتا ہے بلکہ نجاست کا عین اپنی حالت پر ہی باقی رہتا ہے، پھر اس میں اختلاف بھی ہے اس لیے شارح نے یہ کہہ کر استدراک کیا ہے ولکن قدمنا ان العبرۃ للاثر اھ شامی کا کلام ختم ہوا اور ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ جو استدراک شارح نے کیا ہے وہی مفتٰی بہ اور معتمد ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

اصل ۱۰: ہماری کتابوں میں آتا فرماتے ہیں کہ پانی نجاست پر وارد ہو یا نجاست پانی پر، دونوں کا ایک ان حکم ہے کما تقدم عن التنویر و ذکر مثلہ الجم الغفیر وفی الغرر الوارد کالمورود (جیسا کہ تنویر سے گزرا اور اس کی مثل بہت سے لوگوں نے ذکر کیا ہے اور غرر میں ہے کہ وارد مورود کی طرح ہے۔ ت)

اقول وباللہ التوفیق یہاں ایک فرق ہے غامض و دقیق اور تحقیق انیق ہے قبول کی حقیق۔ نجاست حقیقیہ کے لیے ایک دفع ہے اور ایک رفع۔ دفع یہ کہ نجاست اثر نہ کرنے پائے اور رفع یہ کہ نجاست کا اثر موجود زائل ہوجائے دفع جاری وکثیر کے ساتھ خاص ہے اور رفع ہر مائع طاہر مزیل کے لیے اور ملاقات نجاست وآب کے ثمرے چار ہیں:

(۱) اعمال (۲) اہمال

(۳) انتقال (۴) استیصال

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی وما یتصل بالماء الجاری نولکشور لکھنؤ ۱/۱۰

[2] ردالمحتار باب الانجاس مصطفی البابی مصر ۱/۲۳۹

Marfat.com

قاطع آب وضو ہے کہ ضرور اعضائے وضو پر سائل ہے فانہ غسل ولا غسل الا بالاسالۃ (پس بیشک وضو دھونا ہے اور دھونا بغیر اسالہ کے ممکن نہیں۔ ت) مگر جاری نہیں ورنہ مستعمل نہ ہوتا کہ آب جاری استعمال تو استعمال نجاست سے متاثر نہیں ہوتا جب تک متغیر نہ ہو یونہی بدن یا کپڑے کی ناپاکی جس پانی سے دھوئی اس نے بدن یا ثوب پر سیلان ضرور کیا ورنہ استخراج نجاست نہ کرتا مگر جاری نہیں ورنہ ناپاک نہ ہوجاتا حالانکہ تینوں بار دھونے میں امام کے نزدیک تینوں پانی ناپاک ہیں اور صاحبین کے نزدیک دو ناپاک ہیں تیسرا جب بدن یا کپڑے سے جدا ہو جائے پاک ہے، تنویر میں ہے:

ماء ورد علی نجس نجس کعکسہ[1] پانی جو وارد ہوا نجس پر نجس ہے جیسا کہ اس کا عکس ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

الورود یشمل ما اذا اجری علیہا وھی علی ارض او سطح وما اذا صب فوقہا فی انیۃ بدون جریان[2]۔

ورود کا لفظ اس صورت کو بھی شامل ہے جب پانی نجاست پر بہے اور وہ زمین یا سطح پر ہو اور اس صورت کو بھی شامل ہے کہ جب پانی نجاست کے اوپر بہایا جائے کسی برتن میں اور اس میں جریان نہ ہو۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

القیاس یقتضی تنجس الماء باول الملاقاۃ للنجاسۃ لکن سقط للضرورۃ سواکان الثوب فی اجانۃ واورد الماء علیہ اوبالعکس عندنا فہو طاہر[3] فی المحل نجس اذا انفصل سواء تغیر اولا وھذا فی الماءین اتفاقا اما الثالث فھو نجس عندہ لان طہارتہ فی المحل ضرورۃ تطہیرہ وقد زالت طاھر عندھما اذا انفصل والاولی فی غسل الثوب النجس وضعہ فی الاجانۃ

قیاس یہ چاہتا ہے کہ پانی پہلی ہی ملاقات میں ناپاک ہوجاتا ہے نجاست کی وجہ سے لیکن ضرورت کی وجہ سے قیاس ساقط ہوگیا خواہ کپڑا ٹب میں ہو اور اس پر پانی وارد ہو یا بالعکس ہو یہ ہمارے نزدیک ہے تو یہ اپنے محل میں طاہر ہے اور جب جُدا ہوگا تو نجس ہوگا خواہ متغیر ہو یا نہ ہو، یہ دو پانیوں میں اتفاقاً ہے، اور تیسرا تو وہ ان کے نزدیک نجس ہے کیونکہ اس کی طہارت محل میں ضرورت کی وجہ سے ہے، اور یہ ضرورت محل کی طہارت کی ہے اور وہ ضرورت

---

[1] الدرالمختار فصل الانجاس مجتبائی دہلی ۱/۵۵
[2] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۲۳۸

Marfat.com

بمنزلة الماء الجاری قال ش فهذا نص فی المقصود و للّٰه الحمد[1] اھ۔

ش نے فرمایا "یہ عبارت ہمارے مقصود پر نص صریح ہے و للّٰہ الحمد اھ (ت)

یُوں ہی تصریحات ہیں کہ دو برتن ہیں ایک میں مثلاً پانی یا دُودھ پاک ہے دوسرے میں ناپاک، دونوں کی دھار ہوا میں ملاکر چھوڑی کہ ایک ہوکر تیسرے برتن میں پہنچی یا دونوں کو ملاکر مثلاً پاک پکی چھت پر بہایا کہ ایک دھار ہوکر بہے سب پاک ہوگیا خزانہ وخلاصہ وبزازیہ وردالمحتار میں ہے:

اناءان ماء احدھما طاھر والاٰخر نجس فصبا من مکان عال فاختلطا فی الھواء ثم نزلا طھر کلہ ولو اجری ماء الاناءین فی الارض صار بمنزلة ماء جار[2]۔

دو برتن ہیں ان میں سے ایک کا پانی پاک اور دوسرے کا ناپاک ہے، اب دونوں سے اوپر سے پانی بہایا پھر یہ دونوں پانی ہوا میں باہم مل گئے پھر نیچے آئے تو پاک ہیں، اور اگر دونوں برتنوں کا پانی زمین پر بہا دیا گیا تو دونوں بمنزلہ جاری پانی کے ہو گئے۔ (ت)

اشارات تقریر سابق سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ ثمرۂ استیصال علی الاطلاق نجاست غیر مرئیہ میں ہے مرئیہ جب تک باقی ہے معدوم نہیں کہی جاسکتی، ہاں کثیر وجاری میں اثر نہ کرسکے گی قلیل وراکد ہوتے ہی اپنا عمل دکھائے گی مگر یہ کہ اس سے پہلے نجاست نکال دی یا پانی میں مستہلک یا مٹی کی طرف مستحیل ہوگئی تھی کہ پہلی دو صورتوں میں مرئیہ نہ رہی غیر مرئیہ ہوگئی اور پچھلی میں نجاست ہی نہ رہی منحۃ الخالق میں ہے:

قال العلامة عبدالرحمٰن افندی العمادی مفتی دمشق فی کتابہ ھدیة ابن العماد قال صاحب مجمع الفتاوٰی فی الخزانة ماء الثلج اذا جری علی طریق فیہ سرقین ونجاسة ان تغیبت النجاسة واختلطت حتی لایری اثرھا یتوضأ منہ[3]۔

علامہ عبدالرحمٰن آفندی عمادی مفتی دمشق نے اپنی کتاب ہدیۃ ابن العماد میں فرمایا صاحب مجمع الفتاوٰی نے خزانہ میں فرمایا کہ برف کا پانی ایسے راستے میں بہا جس پر گوبر پڑا ہوا تھا اور نجاست بھی تھی اگر نجاست اس میں اس طرح گھل مل گئی کہ اس کا اثر نظر نہیں آتا تو اُس سے وضو کیا جائے گا۔ (ت)

یوُں ہی بزازیہ وخلاصہ وفتاوٰی سمرقند میں ہے شرح ہدیہ میں بعد کلام مذکور اصل ۶ فرمایا:

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۸

[2] ردالمحتار باب الانجاس ” ۱/۲۳۹

[3] منحۃ الخالق علی حاشیۃ بحرالرائق بحث الماء الجاری ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۸۵

Marfat.com

بہتا پہنچا پھر جاری کیوں نہ ہُوا یہ سیلان ہے جریان نہیں اور وُہ فرق کھل گیا جو اصل ۸ میں ہم نے ذکر کیا کہ تالاب کے اندر مدخل آب کے قریب نجاست ہے اور پانی اس پر ہو کر گزرا ناپاک ہو گیا کہ وہ سائل ہے جاری نہیں اور تالاب کے باہر زمین پر کنارے کے قریب نجاست ہے اور پانی اُس پر گزرتا تالاب میں داخل ہوا تو ناپاک نہ ہوا جب تک وصف نہ بدلے کہ وہ جاری ہے اور اس کی نظیر وہ مسئلہ ہے کہ جوف زخم کے اندر خون کا سیلان معتبر نہیں جوف سے باہر بہے تو ناقض وضو ہے فافہم یہی مبنی ہے اس مسئلہ کا کہ استنجا کرنے کو لوٹے سے پانی کی دھار ڈالی ہاتھ تک پہنچنے سے پہلے اُس دھار پر پیشاب کی چھینٹ پڑ گئی دھار ناپاک ہو گی کہ جاری ہے اور یہی دھار استنجا کرنے سے ناپاک ہو جائے گی کہ بدن پر جاری نہیں ردالمحتار میں ہے:

قال فی الضیاء ذکر فی الواقعات الحسامیۃ لواخذ الاناء فصب الماء علی یدہ للاستنجاء فوصلت قطرۃ بول الی الماء النازل قبل ان یصل الی یدہ قال بعض المشائخ لاینجس لانہ جار قال حسام الدین ھذا القول لیس بشیئ والالزم ان تکون غسالۃ الاستنجاء غیر نجسۃ قال فی المضمرات وفیہ نظر والفرق ان الماء علی کف المستنجی لیس بجار والنازل من الماء قبل وصولہ الی الکف جار ولا یظھر فیہ اثر القطرۃ فالقیاس ان لایصیر نجسا وما قالہ حسام الدین احتیاط اھ ویؤید عدم التنجس ماذکرنا من الفروع واللہ تعالٰی اعلم اھ[1]

ضیاء میں کہا "واقعات حسامیہ میں ہے کہ اگر برتن سے استنجاء کرنے کے لیے اپنے ہاتھ پر پانی ڈالا، اور پیشاب کا کوئی قطرہ اس پانی تک کسی طرح پہنچ گیا جو اوپر سے آرہا ہے اور ابھی تک عضو تک نہیں پہنچا تھا تو بعض مشایخ فرماتے ہیں ناپاک نہ ہوگا کیونکہ یہ جاری پانی ہے، حسام الدین نے فرمایا اس قول کی کوئی حیثیت نہیں ورنہ تو لازم کہ استنجاء کا دھوون ناپاک نہ ہو۔ مضمرات میں فرمایا اس میں نظر ہے اور فرق یہ ہے استنجاء کرنے والے کے ہاتھ میں جو پانی ہے وُہ جاری نہیں اور اُوپر سے آنے والا پانی جو ہنوز ہاتھ تک نہیں پہنچا ہے جاری پانی ہے اس میں قطرہ کا اثر ظاہر نہ ہوگا تو قیاس یہی ہے کہ نجس نہ ہو اور حسام الدین نے جو فرمایا ہے وہ بطور احتیاط ہے اھ اور ناپاک نہ ہونے پر وہ فروع دلالت کرتی ہیں جو ہم نے ذکر کی ہیں واللہ تعالٰی اعلم اھ (ت)

اقول وقد جزم بہ فی الخلاصۃ عازیا للفتاوی وفی البزازیۃ ولم یحکوا

میں کہتا ہُوں اس پر خلاصہ میں جزم کیا اور اس کو فتاوٰی کی طرف منسوب کیا اور بزازیہ میں کسی اختلاف کا

---

[1] ردالمحتار باب الانجاس مصطفی البابی مصر ۱/۲۳۹

Marfat.com

الناس والحاجة تندفع بالحکم بالطہارة عند ورود الماء علی النجاسة فبقی ماوراء ذلك علی القیاس فعلی ہذا لا یفرق بین البدن والثوب ووجہ الفرق لہ علی روایة ان فی الثوب ضرورة اذ کل من تنجس ثوبہ لایجد من یصب ولا یمکنہ الصب بنفسہ ووجہ قولہما ان القیاس متروك فی الفصلین لتحقق الضرورة فی المحلین اذ لیس کل من اصابت النجاسة بدنہ یجد ماء جاریا او من یصب وقد لا یتمکن من الصب بنفسہ مع ان ما ذکرہ من القیاس غیر صحیح لان الماء لا ینجس اصلا مادام علی المحل النجس[1] اھ مختصرا فقد افاد مرتین ان القضیتین فی غیر الجاری ای وما فی حکمہ من الکثیر والعجب ان المدقق العلائی حمل الکلام علی الجاری فقال فی شرحہ (ورد) ای جری (نجس) اذا ورد کلہ او اکثرہ ولو اقلہ لا کجیفة فی نہر او نجاسة علی سطح لکن قدمنا ان العبرة للاثر (کعکسہ) ای اذا وردت النجاسة علی الماء تنجس الماء اجماعا[2] اھ

دو روایتیں ہیں، ابو یوسف کے قول کی وجہ یہ ہے کہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ دھونے سے طہارت بالکل نہ ہو کیونکہ پانی جب نجاست سے ملاقی ہوگا تو ناپاک ہوجائے گا خواہ پانی نجاست پر وارد ہو یا نجاست پانی پر وارد ہو، مگر ہم نے لوگوں کی ضرورت کی وجہ سے طہارت کا حکم دیا اور حاجت پانی کے نجاست پر وارد ہونے کی صورت میں پاکی کے حکم کے ساتھ رفع ہوجاتی ہے اُس کے علاوہ قیاس کے مطابق رہے گا ، اس بنا پر بدن اور کپڑے میں فرق نہیں کیا جائیگا ، اور ان کے نزدیک وجہِ فرق ایک روایت پر یہ ہے کہ کپڑے میں ضرورت ہے کیونکہ ہر وہ شخص جس کا کپڑا ناپاک ہوجائے اس کو یہ سہولت حاصل نہیں ہوتی کہ کوئی اس کے کپڑے پر اُوپر سے پانی بہائے اور خود بھی وہ نہیں بہا سکتا ہے ، اور طرفین کے قول کی وجہ یہ ہے کہ قیاس دونوں صورتوں میں متروک ہے کیونکہ دونوں جگہ ضرورت متحقق ہے کیونکہ ہر وہ شخص جس کو نجاست لگ جائے نہ تو بہتا ہوا پانی پاتا ہے اور نہ ہی کسی بہانے والے کو پاتا ہے ، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خود بھی نہیں بہا سکتا ہے' اور اس کے علاوہ جو قیاس اُنھوں نے ذکر کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ پانی جب تک نجس جگہ پر رہتا ناپاک نہیں ہوتا ہے اھ مختصر، تو دو مرتبہ انھوں نے

---

[1] بدائع الصنائع اما طریق التطہیر بالغسل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۸۷
[2] الدر المختار باب الانجاس مجتبائی دہلی ۱/ ۵۵

Marfat.com

اعمال یہ کہ نجاست اپنا عمل کرے۔
اہمال یہ کہ عمل نہ کر سکے۔
انتقال یہ کہ اُس کا اثر جس شے پر تھا اُس سے دوسری چیز کی طرف منتقل ہو جائے۔
استیصال یہ کہ نجاست سرے سے فنا ہو جائے۔

نجاست جب آبِ قلیل راکد یعنی غیر جاری پر وارد ہو تو صرف اعمال ہے یعنی اُسے ناپاک کر دے گی اور خود اُس میں باقی رہے گی اور جب آبِ جاری یا کثیر پر وارد ہو تو محض اہمال ہے یعنی باقی تو اس میں رہے گی مگر اثر کچھ نہ کر سکے گی،

وماذکرنا من انتقالها عند ائمة بلخ وبخارٰی وماوراء النهر فی الجواب الثالث فذاك انتقال فی الماء لاعن الماء۔

اور جو ہم نے تیسرے جواب میں ذکر کیا کہ یہ منتقل ہو جائیگی ائمہ بلخ و بخاری اور ماوراء النہر کے نزدیک ہے تو یہ پانی میں منتقل ہونا ہے نہ کہ پانی سے۔ (ت)

اور جب آبِ راکد نجاست پر وارد ہو جیسے کپڑا یا بدن پاک کرنے میں تو یہاں انتقال ہے یعنی نجاست اُس کپڑے یا بدن سے منتقل ہو کر اس پانی میں آجائے گی وہ پاک ہو جائے گا اور یہ ناپاک۔ اور جب آبِ جاری نجاست پر وارد ہو جیسے حوض وغیرہ کی صورتوں میں گزرا تو یہ صورت استیصال کی ہے یعنی وہ بھی پاک ہو گیا اور یہ پانی بھی پاک رہا نجاست کہیں باقی ہی نہ رہی، ہاں جاری و کثیر اگر نجاست سے متغیر ہو جائیں تو دونوں صورتوں میں قلیل راکد کی طرح ہیں بالجملہ ورود آب بر نجاست میں اگر یہ پانی صرف رافع ہے تو نجاست اُس شے سے دُور کرکے اپنے اُوپر لے لے گا کہ اس میں دفع کی قوت نہیں اور اگر دافع بھی ہے تو فنا کر دے گا کہ اُس ناپاک شدہ شے سے رفع کی اور اپنے اوپر سے دفع کی اس کے لیے کوئی محل ہی نہ رکھا اصل ۵ میں ظہیریہ کی عبارت گزری کہ حوض بھی پاک ہو گیا اور یہ پانی جو اُس سے باہر نکل گیا اُسے اُٹھا کر کسی نے وضو کیا تو وضو ہو گیا ظاہر ہے کہ یہ اعمال ہوا نہ انتقال ہوا کہ پانی خود بھی پاک رہا نہ اہمال ہُوا کہ وُہ ہوتا تو اُس وقت تک ہوتا کہ پانی بہ رہا تھا جب ٹھہر گیا اور ہے قلیل تو نجاست اگر رہتی واجب تھا کہ عمل کرتی جیسا کہ اصل ۶ میں گزرا لیکن یہ بھی نہ ہوا اور اس پانی کو اٹھا کر اُس سے وضو جائز ہُوا تو یہ نہیں مگر نجاست کا استیصال۔ اسی طرح تصریح فرماتے ہیں کہ ناپاک زمین پر پانی بہایا کہ ہاتھ بھر بہ گیا تو زمین بھی پاک ہو گئی اور یہ پانی بھی پاک رہا،

فی ردالمحتار عن الذخیرة عن الحسن بن ابی مطیع اذا اصب علیها الماء فجری قدر ذراع طهرت الارض والماء طاهر

ردالمحتار میں ذخیرہ سے حسن بن ابی مطیع سے ہے کہ جب اس پر پانی بہایا گیا اور ایک ذراع کی مقدار اس پر جاری ہُوا تو زمین اور پانی پاک ہیں بمنزلہ جاری پانی کے

Marfat.com

ابلغ من الصب فصرح به مع علو حکم الصب منه بالاولی دفعا لتوهم عدم ارادته اھ[1]

جن کا انھوں نے ذکر کیا، ورنہ ورود اتم ہے او نیز جاری ہونا ابلغ ہے بہانے سے، تو اس کی تص کردی حالانکہ بہانے کا حکم اس سے معلوم ہوگیا تھا بطریقِ اولیٰ، تاکہ ارادہ نہ کرنے کا وہم دفع ہوجائے[1]

اقول لا عموم وعلی فرضه کیف یصح تفسیره بخاص لیتأتی له تقییده وجعله خلافیة بل کان علیه ان یبقیه علی عمومه ویقول وان کان جاریا اذا ورد کله الخ

میں کہتا ہوں کوئی عموم نہیں ہے اگر فرض کیا جائے تو اس کی تفسیر خاص کے ساتھ کیسے صحیح ہوسکتی ہے تاکہ وہ اس کو مقید کرسکیں اور اس کو اختلا بنا سکیں، بلکہ ان پر لازم تھا کہ وہ اس کو اس کے عموم پر باقی رکھیں، اور کہیں کہ اگرچہ جاری ہو جبکہ اس کا کل وارد ہو الخ (ت)

یہ جواہر زواہر بحمدہ تعالیٰ عطیہ سرکار رسالت علیہ افضل الصلٰوۃ والتحیۃ ہیں والحمد للہ علی تواتر آلائه وافضل الصلاة والسلام علی سید انبیائه وعلیهم وعلی اٰله وصحبه واولیائه باقیین دائمین بدوامه وبقائه اٰمین والحمد للہ رب العٰلمین۔

جب یہ اصول عشرہ ممہد ہولیے اب **تفریعات** کی طرف چلئے۔

فاقول وباللہ التوفیق اس مسئلہ میں ١٢٠ صورتیں ہیں، جواب چہارم میں حوض کی قسمیں مذکو ہوئیں۔ قسم دوم وہ کہ اسفل اُسی کا جُز ہو شکل و احاطہ میں متمیز نہ ہو جیسے نصف دائرہ۔ قسم چہارم و کہ اسفل شکل جدا گانہ ہو۔ **صغیر تابع** وہ کہ پچیس ہاتھ مساحت سے کم ہو **مستقل** وہ کہ پچیس ہاتھ یا زائد ہو مگر سَو سے کم ہو، حوضِ زیریں **ناقابل اجرا** ایک وہ کہ پانی اُس کی حدود سے باہر تک حوضِ بالا کے بطن میں بھرا ہو کہ باہر سے جو پانی آئیگا اُس کا بہاؤ اُس حوضِ صغیر میں داخل ہوکر نکلنا نہ ٹھہرے گا کہ اُس کا اجرا ہو بلکہ حوضِ بالا ہی کے بطن میں متحرک سمجھا جائیگا کہ جریان نہیں (اصل ٣ و ٥) ظاہر ہے کہ اگر دیگ میں ایک کٹورا رکھا اور نصف دیگ میں ناپاک پانی بھرا ہے لبالب بھر دینے سے بھی کٹورے کا پانی پاک نہ ہوگا نہ دیگ کا کہ اُن میں کسی کا اجرا نہ ہوا بخلاف اس کے کہ صرف کٹورے میں پانی ہو اور اُس پر پاک پانی ڈالیں یہاں تک کہ بھر کر اُبلے ضرور کٹورا اور اُس کا پانی پاک ہو جائیگا کہ اُس کا اجرا ہوگیا اگرچہ جوفِ دیگ میں (اصل ٢) دوسرا وہ کہ آگے اُبل کر بہنے کو جگہ نہ ہو جیسے اس صورت میں 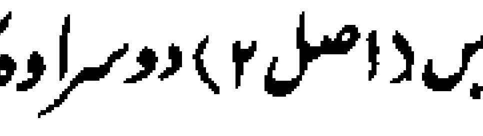 کہ اگرچہ پانی

---

[1] ردالمحتار باب الانجاس مصطفی البابی مصر ١/٢٣٨

Marfat.com

فالحوض نجس الی ان یصیرالزبل الذی فی اسفلہ حمأۃ وھی الطین الاسود فلا یکون نجسا حینئذ واذا کان الحوض کبیرا فالامر فیہ یسیر[1]

تو حوض اس وقت تک ناپاک ہے جب تک کہ جو گندگی اس کے نیچے ہے کیچڑ میں تبدیل ہو جائے تو اس وقت وہ ناپاک نہ ہوگا، اور اگر حوض بڑا ہو تو معاملہ آسان ہے۔ (ت)

منحہ میں ہے :

یعنی اذا اجری بعد ذلک لابمجرد صیرورۃ الزبل حمأۃ کما یعلم مما مر[2] اھ

یعنی اس کے بعد پانی جاری بھی ہوا ہو کیونکہ محض کیچڑ بن جانا کافی نہیں، جیسا کہ سابقہ بیان سے معلوم ہوتا ہے۔ (ت)

اقول تبین مما حققناان المراد بالماء فی قولھم ماء ورد علی نجس نجس کعکسہ ھو الماء الراکد القلیل اذ بہ تستقیم القضیتان علی عمومھما وقد اشار الیہ ملک العلماء حیث قال لاخلاف ان النجس یطھر بالغسل فی الماء الجاری وکذا بالغسل بصب الماء علیہ واختلف ھل یطھر بالغسل فی الاوانی قال ابوحنیفۃ و محمد یطھر حتی یخرج من الاجانۃ الثالثۃ طاھرا وقال ابو یوسف لایطھر البدن مالم یصب علیہ الماء وفی الثوب عنہ روایتان وجہ قول ابی یوسف القیاس یابٰی الطھارۃ بالغسل اصلا لان الماء متی لاقی النجاسۃ یتنجس سواء ورد الماء علی النجاسۃ او وردت النجاسۃ علی الماء الا انا حکمنا بالطھارۃ لحاجۃ

میں کہتا ہوں جو تحقیق ہم نے کی اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ان کے قول ماء ورد علی نجس نجس کعکسہ میں ماء سے مراد وہ تھوڑا پانی ہے جو ٹھہرا ہوا ہو، کیونکہ اسی تشریح سے دونوں قضیے درست ہوں گے اور ان کا عموم صحیح قرار پائیگا اور ملک العلماء نے اسی طرف اشارہ کیا ہے وہ فرماتے ہیں اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ نجس چیز جاری پانی میں دھونے سے پاک ہو جائے گی اور اسی طرح اگر اس پہ پانی بہا کر اس کو دھو دیا جائے تو پاک ہو جائے گی، اس میں اختلاف ہے کہ آیا برتنوں میں دھو کر بھی پاک ہوگی یا نہیں؟ ابو حنیفہ اور محمد فرماتے ہیں پاک ہو جائے گی یہاں تک کہ تیسرے ٹب سے پاک نکلے گا اور ابو یوسف نے فرمایا بدن اس وقت تک پاک نہ ہوگا جب تک کہ اس کے اوپر پانی نہ بہایا جائے اور کپڑے کے بارے میں ان سے

[1] منحۃ الخالق علی حاشیۃ بحر الرائق بحث الماء الجاری ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸۵/۱
[2] ایضاً

Marfat.com

ابلغ من الصب فصرح به مع علمه بحکم الصب منه بالاولی دفعا لتوھم عدم ارادته اھ[1]

جن کا انھوں نے ذکر کیا، ورنہ ورود اتم ہے او
تیز جاری ہونا ابلغ ہے بہانے سے، تو اس کی تصر
کردی حالانکہ بہانے کا حکم اس سے معلوم ہوگیا تھا بطریقِ اولیٰ، تاکہ ارادہ نہ کرنے کا وہم دفع ہوجائے (ت)

اقول لاعموم وعلی فرضه کیف یصح تفسیره بخاص لیتأتی له تقییده وجعله خلافیة بل کان علیه ان یبقیه علی عمومه ویقول وان کان جاریا اذا ورد کله الخ

میں کہتا ہوں کوئی عموم نہیں ہے، اگر فرض
کیا جائے تو اس کی تفسیر خاص سے کیسے صحیح ہوسکتی ہے
تاکہ وہ اس کو مقید کرسکیں اور اس کو اختلا
بنا سکیں، بلکہ ان پر لازم تھا کہ وہ اس کو اس ک
عموم پر باقی رکھیں، اور کہیں کہ اگرچہ جاری ہو جب
اس کا کُل وارد ہو الخ (ت)

یہ جواہر زواہر بحمدہ تعالیٰ عطیہ سرکارِ رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ ہیں والحمد للہ علی تواتر آلائه وافضل الصلاۃ والسلام علی سید انبیائه وعلیھم وعلی اٰله وصحبه واولیائه باقیین دائمین بدوامه وبقائه اٰمین والحمد للہ رب العٰلمین۔

جب یہ اصول عشرہ ممہد ہولیے اب **تفریعات** کی طرف چلیے۔

فاقول وباللہ التوفیق اس مسئلہ میں ۱۲۰ صورتیں ہیں، جواب چہارم میں حوض کی قسمیں مذک ہوئیں۔ قسم دوم وہ کہ اسفل اُسی کا جُز ہو شکل و احاطہ میں متمیز نہ ہو جیسے نصف دائرہ۔ قسم چہارم و کہ اسفل شکل جدا اگانہ ہو۔ **صغیر تابع** وہ کہ پچیس ہاتھ مساحت سے کم ہو **مستقل** وہ کہ پچیس ہاتھ یا زائ ہو مگر سَو سے کم ہو، حوضِ زیریں **ناقابل اجرا** ایک وہ کہ پانی اُس کی حدود سے باہر تک حوضِ بالا کے بطن میں بھرا ہو کہ باہر سے جو پانی آئیگا اُس کا بہاؤ اُس حوضِ صغیر میں داخل ہوکر نکلنا نہ ٹھہرے گا کہ اُس ک اجرا ہو بلکہ حوضِ بالا ہی کے بطن میں متحرک سمجھا جائیگا کہ جریان نہیں (اصل ۳ و ۵) ظاہر ہے کہ اگر دیگ میں ایک کٹورا رکھا اور نصف دیگ میں ناپاک پانی بھرا ہے لبالب بھر دینے سے بھی کٹورے کا پانی پاک نہ ہوگا نہ دیگ کا کہ اُن میں کسی کا اجرا نہ ہوا بخلاف اس کے کہ صرف کٹورے میں پانی ہو اور اُس پر پاک پانی ڈالیں یہاں تک کہ بھر کر اُبلے ضرور کٹورا اور اُس کا پانی پاک ہوجائیگا کہ اُس کا اجرا ہوگیا اگرچہ جوفِ دیگ میں (اصل ۲) دوسرا وہ کہ آگے اُبل کر بہنے کو جگہ نہ ہو جیسے اس صورت میں کہ اگرچہ پانی

[1] ردالمحتار باب الانجاس مصطفی البابی مصر ۱/۲۳۸

Marfat.com

بتایا کہ دونوں قطعے غیر جاری پانی میں ہیں یعنی اُس پانی میں جو جاری پانی کے حکم میں ہو، مثلاً کثیر پانی، تعجب ہے کہ مدقق علائی نے کلام کو جاری پانی پر محمول کیا ہے، اور اپنی شرح میں فرمایا ہے (ورد) یعنی جاری ہوا (ناپاک) جب وارد ہُوا اس کا کل یا اکثر، اگر کم جاری ہُوا تو یہ حکم نہیں ہوگا جیسا کہ نہر میں مردار یا چھت پر نجاست، لیکن ہم نے پہلے ذکر کیا کہ اعتبار اثر کا ہے (جیسا کہ اس کا عکس) یعنی جب کہ نجاست پانی پر وارد ہو تو پانی اجماعاً ناپاک ہو جائیگا اھ (ت)

اقول ف۱ بل لا یتنجس اجماعا اذا کان جاریا مالم یتغیر بہا فالمراد الراکد القلیل قطعا ولو حمل ف۲ علیہ لم یحتج فی الاولی الی تقییدھا ولا الاستدراک علیہا والعجب ان السادات الثلثۃ ح وط وش کلھم حملوہ علی مایعم الراکد والجاری فاعترض الاولان علی الشارح قائلین علی قولہ جری ھذا خاص بما اذا جری علی ارض او سطح ولا یشمل ما اذا صب علی نجاسۃ لان الصب لایقال لہ جریان مع ان الحکم عام فالاولی ابقاء المصنف علی عمومہ[1] اھ

میں کہتا ہوں بلکہ ناپاک نہ ہوگا اجماعاً جبکہ جاری ہو، جب تک متغیر نہ ہو، تو مراد تھوڑا ساٹھہرا ہوا پانی ہے قطعاً، اور اگر اس پر محمول کیا جائے تو پہلی میں اس کی تقیید کی حاجت نہ ہوگی اور نہ ہی استدراک کی ضرورت ہوگی اور تعجب یہ ہے کہ سادات ثلثہ ح، ط اور ش نے اس کو ٹھہرے اور جاری پانی دونوں میں عام کر رکھا ہے تو پہلے دو نے شارح پر اعتراض کیا، اور کہا ہے کہ ان کا قول جری، یہ اس صورت کے ساتھ خاص ہے جبکہ وُہ پانی زمین یا سطح پر جاری ہو اور اس صورت کو شامل نہیں ہے جبکہ کسی نجاست پر بہایا جائے کیونکہ بہانے کو جاری ہونا نہیں کہا جاتا ہے حالانکہ حکم عام ہے، تو اولیٰ وہی ہے کہ مصنف نے اس کو اس کے عموم پر باقی رکھا ہے اھ۔ (ت)

اقول ف۳ اترون ماء جاریا او کثیرا ورد علی نجس او بالعکس ھل یتنجس بالورود فاین العموم واشار الثالث الی جوابین فقال فسر الورود بہ لیتاتی لہ التفصیل والخلاف الذی ذکرھما والا فالورود اعم وایضا فالجریان

میں کہتا ہوں کیا آپ سمجھتے ہیں کہ جاری پانی یا کثیر پانی جو کسی نجاست پر وارد ہو یا بالعکس، صرف وارد ہونے سے نجس ہوجائے گا؟ تو عموم کہاں ہوا؟ اور تیسرے نے دو جوابوں کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ ورود کی تفسیر اس کے ساتھ اس لیے کی گئی ہے تاکہ وہ اسکی تفصیل کرسکیں اور اسکے خلاف کا بھی ذکر کریں،

---

[1] طحطاوی علی الدر المختار باب الانجاس بیروت ۱/۱۶۱

Marfat.com

کہ اُس کا پانی ناپاک پانی سے کثیر ہو کر ملا (اصل ۸) یا بعد کو بہ گیا (اصل ۱) اور صغیر مطلقاً ناپاک ہونا چاہیے۔ اگرچہ نجاست غیر مرئیہ ہو کہ بہا نہیں اور مستقل ہے (جواب ۴) تو نجاست موجود اور سبب تطہیر مفقود صورت کثرت مبدء تو واضح ہے اور صورت اجرا میں بھی ظاہر یہی ہے کہ اس کا استقلال اس کے اجرا کو اس کا اجرا ہونے سے مانع ہوگا اگر کہیے کہ مانع نہ ہوگا شکل ج

میں ج ح اور ہ ط زمین کے ٹکڑے جنھوں نے حائل ہو کر ہ ط کو ل ی سے ممتاز شکل کر دیا اگر ہٹا دیے جائیں تو شک نہیں کہ ا ب کا اجرا تمام شکل ا ک کا اجرا ہو گا جس میں ہ ط بھی داخل تو اتنے ٹکڑے کم کر لینے سے اثر اجرا کہ ہ ط تک پہنچتا تھا ہ ہ پر کیوں ختم ہو جائے گا تو جواب وہی ہے کہ وہ ٹکڑے ہٹ جائیں تو ا ک شکل واحد میں سب پانی ایک ہے بخلاف اس صورت کے کہ اب دو شکلوں میں دو پانی ہیں فیلدتاً ملی یہ دو صورتیں ہوئیں اور تفصیلاً اُسی طرح سولہ[۱۶]۔

رابعاً صغیر قابلِ اجرا اور نہ ہوگا مگر قسم چہارم سے کہ قسم دوم اصلاً قابلِ اجرا نہیں جب تک سارا حوض بھر کر نہ بہے ظاہر ہے کہ اب جو پانی اُوپر سے آئے گا ضرور اُسے بھر کر بہا دے گا (اصل ۵) تو اُس وقت اُس کی طہارت میں کلام نہیں (اصل ۱) عام ازیں کہ مستقل ہو یا تابع کہ اجرا سے طہارت کے لیے کوئی مقدار شرط نہیں (اصل ۲) اب اگر نجاست غیر مرئیہ یا مخرجہ ہے تو عود نجاست کی کوئی وجہ نہیں کہ جریان اُس نجاست کو فنا کر دیتا ہے (اصل ۱۰) تو مطلقاً زیر و بالا دونوں حصے پاک ہیں اگرچہ نہ مبدء کثیر ہو نہ منتہے کہ جریان کے لیے کوئی حد خاص مقدر نہیں (اصل ۴) خواہ بھر کر اُبلے یا نہیں کہ طاہر کو اجرا کی حاجت نہیں یہ چار صورتیں ہوئیں کہ قابل اجرا تابع یا مستقل اور نجاست غیر مرئیہ یا مخرجہ بلکہ ایک ہی کہ قابل اجرا اور نجاست غیر مرئیہ کہ بعد اخراج مرئیہ بھی غیر مرئیہ ہے اور تفصیلاً چوبیس[۲۴] کہ ہر تقدیر پر مبدء کثیر ہو یا قلیل اور منتہے کثیر یا وہ بھی قلیل اور ہر صورت پر اُبلے یا نہیں۔

خامساً اسی صورت قابل اجرا میں نجاست باقیہ ہو تو مبدء یا منتہے کثیر ہونے کی حالت میں اگر نجاست طافیہ ہے مطلقاً دونوں حصے پاک رہیں گے صغیر تابع ہو یا مستقل کبیر اُبلے یا نہ اُبلے کہ جریان صغیر نے اُسے پاک کر دیا اور وہ اگرچہ مستقل ہو نجاست کہ طافیہ تھی اُس میں نہ رہی آبِ بالا کی طرف منتقل ہو گئی اور یہ آبِ بالا اُسے بہانے والا اُس سے متاثر نہ ہوا اگر کثیر تھا تو ظاہر (اصل ۸) اور قلیل تھا جب بھی بحالتِ جریان تو پاک تھا ہی (اصل ۴) اور یہ جریان منتہی نہ ہوا جب تک اُس فضائے حوض کبیر کو کہ محاذات صغیر میں ہے بھر نہ دیا (اصل ۴) کہ عرض میں پھیلنا جریان کا مانع نہیں (اصل ۷) اور اُس وقت دہ در دہ ہو چکا تھا بہر حال قابل قبول نجاست نہ ہوا یوں ہی اگر راسبہ ہے اور صغیر تابع کہ اگرچہ وقت جریان کے وقت نجاست اُس میں موجود تھی مگر آبِ بالا بوجہ کثرت متاثر نہ ہوا اور یہ بوجہ تبعیت اُس کے ساتھ شئے واحد ہے تو پاک ہی رہے گا

Marfat.com

ح ہ تک ہو آگے منتہیٰ تک بلندی ہے۔ **قابل اجرا** وہ کہ پانی اُسی کے اندر اور آگے بہنے کو جگہ ہو **قلت منتہیٰ** یہ کہ حوضِ بالا کی فضا کہ اس حوضِ زیریں کی محاذات میں ہے مع فضائے حوضِ زیریں دہ در دہ سے کم ہو جیسے اس شکل میں 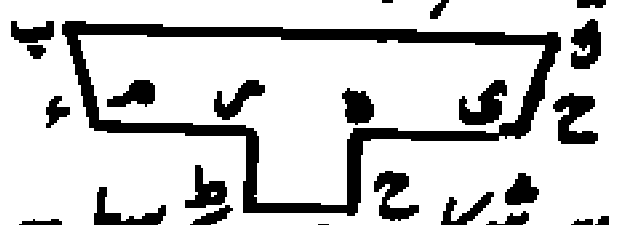 کہ ا ب سَو ہاتھ اور ح ء کم ہے **کثرت منتہیٰ** یہ کہ یہاں بھی دہ در دہ ہو جیسے اسی شکل میں جب کہ سطح ح ء سَو ہاتھ اور سطح ا ب زاید ہو یا شکل سوم مذکور جواب چہارم میں کہ ا ب د ح ء دونوں مساوی ہیں **کثرت مبدء** یہ کہ ناپاک پانی جہاں تک بھرا ہے مثلاً بحال قابلیت اجرا ہ سے م تک یا بحال عدم قابلیت ی سے م تک وہاں سے مدخلِ آب تک اتنی جگہ ہے کہ آنے والا پاک پانی دہ در دہ ہو کر ناپاک پانی سے ملے گا مثلاً ا سے جو پانی ح پر آیا اور پہلی صورت میں ہ سے ناپاک پانی تھا تو ہ تک پہنچنے سے پہلے سطح ح ہ میں سَو ہاتھ مساحت ہو اور دوسری صورت میں ی سے نجس پانی تھا تو ی سے اوپر اوپر سطح ح ی میں دہ در دہ کی وسعت ہو **قلت مبدء** یہ کہ اتنی جگہ نہیں بلکہ دہ در دہ سے کم رہ کر اُس سے ملے بہرحال نجاست مرئیہ پاک پانی داخل ہونے سے پہلے نکال لی گئی تو مخرجہ ہے ورنہ باقیہ راسبہ خواہ طافیہ ظاہر ہے کہ حوض زیرِ بحث قسم دوم سے ہوگا یا چہارم سے اور چہارم تابع یا مستقل اور دونوں قابلِ اجرا یا ناقابل یہ پانچ صورتیں ہوئیں اور ہر تقدیر پر مبدء کثیر ہوگا یا قلیل ہر وجہ دوم منتہیٰ بھی قلیل ہوگا یا کثیر یہ تین ہو کر پندرہ[15] ہوئیں۔ بہرحال نجاست غیر مرئیہ ہوگی یا مرئیہ اور مرئیہ مخرجہ یا باقیہ اور باقیہ راسبہ یا طافیہ یہ چار ہو کر ساٹھ[60] ہوئیں ہر صورت حوض بالا بھر کر اُبلا یا نہیں جملہ ایک سَو بیس[120]۔ اب ہم بتوفیقہ تعالیٰ ان کا ضبط کریں کہ ہر تقسیم اُسی صورت میں آئے جس سے وہاں حکم مختلف ہو۔

فاقول وباللّٰہ ربی استعین اولاً حوض اگر قسم دوم سے ہو یا قسم چہارم سے اور صغیر ناقابل اجرا تابع خواہ مستقل اور بہرحال نہ کثیر المبدء تھا نہ بھر کر اُبلا تو مطلقاً سب ناپاک ہوگیا عام ازیں کہ نجاست کسی قسم کی ہو اور منتہیٰ قلیل ہو یا کثیر کہ جتنا پانی نجاست سے ملتا گیا نجس ہوتا گیا اور نجس کثیر ہو کر طاہر نہیں ہوسکتا یہ تین صورتیں ہوئیں بلکہ ایک ہی کہ ناقابلِ اجرا سب کو شامل ہے اور تفصیلاً بلحاظ کثرت وقلت منتہیٰ اقسام نجاست چوبیس[24]۔

ثانیاً انہی صور ثلثہ سے پہلی دو صورتوں یعنی قسم دوم و ناجاری تابع میں اگر کثیر المبدء تھا یا بھر کر اُبلا تو مطلقاً سب پاک ہوگیا یہ چار صورتیں ہوئیں بلکہ دو ہی کہ نامستقل دونوں کو شامل اور تفصیلاً بتیس[32] کہ کثیر المبدء اُبلے یا نہیں اور اُبلنے والے قلیل المبدء میں منتہے قلیل ہو یا کثیر اور ہر ایک قسم دوم سے ہو یا ناجاری تابع اور بہرحال نجاست کسی قسم کی۔

ثالثاً انہی کی صورت سوم ناجاری مستقل میں کثرتِ مبدء یا اُبلنے سے حوضِ بالا مطلقاً پاک رہے گا

Marfat.com

النجاسة غیر مرئیة طھر الکل وان باقیة
فان وقف عن الجریان کثیرا وھی طافیة
او الصغیر تابع طھر الکل والا فالکبیر
وحدہ وان وقف قلیلا ولم یجر الکبیر تنجس
الکل وان جری طھر الکل لو الصغیر تابعا و
الکبیر فقط لو مستقلا۔

نجاست مرئیہ نہ ہو تو کُل پاک اور اگرچہ نجاست باقی
تو اگر جاری ہونے سے بہت دیر رک جائے اور نجاست اوپر تیر
ہو یا صغیر تابع ہو تو کل پاک ورنہ کبیر صرف پاک ہ
اور اگر تھوڑی دیر ٹھہرا اور کبیر جاری نہ ہوا تو کل ناپا
ہوا، اور اگر جاری ہُوا تو کل پاک ہوا اگر صغیر تابع
اور کبیر فقط اگر مستقل ہو۔(ت)

ضابطہ بروجہ دوم متفرق کہ ہر حصہ کی طہارت کا جدا ضابطہ۔

اقول طہارت بالا کی چار صورتیں ہیں:

۱۔ آب طاہر کثیر ہو کر نجس تک پہنچے، یا

۲۔ حوض بھر کر اُبل جائے، یا

۳۔ صغیر کو بہائے اور نجاست غیر مرئیہ رہ گئی ہو، یا

۴۔ صغیر کو بہا کر دہ در دہ پر ٹھہرے۔

اور طہارت زیریں تابع مطلقاً تابع طہارت بالا ہے اور طہارت زیریں مستقل کو تین شرطیں درکار:

اوّل: اس کا جاری ہونا۔

دوم: نجاست کا راسب نہ ہونا۔

سوم: یا تو نجاست غیر مرئیہ ہو یا طافیہ ہے تو جریان حدِ کثرت پر ٹھہرے اُنھی کے اجتماع و افتراق
زیر و بالا کے احکام پیدا ہوں گے طہارت بالا کی اگر کوئی صورت نہ پائی جائے دونوں حصے مطلقاً نجس ہیں
اس مسئلہ میں نجاست بالا و طہارت زیریں معقول نہیں اور اگر اُن میں سے کوئی صورت متحقق ہو اور اُس کے
ساتھ صغیر مستقل نہ ہو یا ہو تو اُس کی تینوں شرطیں جمع ہوں تو سب پاک ہے اور اگر طہارت بالا کی
کوئی صورت پائی گئی اور صغیر مستقل ہے اور اس کی کوئی شرط منتفی ہُوئی تو اسفل ناپاک اعلیٰ پاک۔

ضابطہ بروجہ سوم کہ توزیع احکام کرے حکم تین ہیں:

۱۔ سب پاک

۲۔ سب ناپاک

۳۔ صرف حصۂ بالا پاک۔ اس ضابطہ میں ہر حکم کی صورتیں جُدا کی جائیں گی۔

فاقول اگر آب طاہر آب نجس سے نہ کثیر ہو کر ملا نہ بعد کو اُبلا نہ نجاست غیر مرئیہ میں صغیر کو بہا

Marfat.com

ح ء تک ہو آگے منتہی تک بلندی ہے۔ **قابل اجراء** وہ کہ پانی اُسی کے اندر اور آگے بہنے کو جگہ ہو **قلت منتہی**
یہ کہ حوضِ بالا کی فضا کہ اس حوضِ زیریں کی محاذات میں ہے مع فضائے حوضِ زیریں دہ دردہ سے کم ہو جیسے اس شکل میں

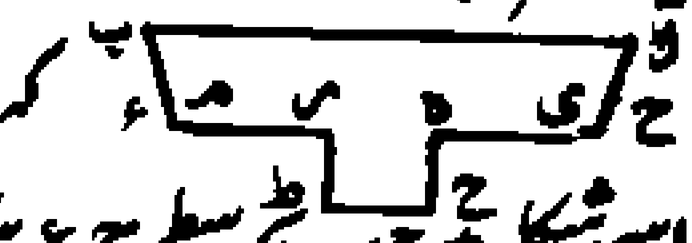

کہ ا ب سَو ہاتھ اور ح ء کم ہے **کثرت منتہی** یہ کہ یہاں بھی دہ در دہ ہو جیسے
اسی شکل میں جب کہ سطح ح ء سَو ہاتھ اور سطح ا ب زاید ہو یا شکل سوم مذکور جواب چہارم میں کہ ا ب و
ح ء دونوں مساوی ہیں **کثرتِ مبدء** یہ کہ ناپاک پانی جہاں تک بھرا ہے مثلاً بحالِ قابلیت اجراء ہ سے ر
تک یا بحالِ عدمِ قابلیت ی سے م تک وہاں سے مدخل آب تک اتنی جگہ ہے کہ آنے والا پاک پانی دہ در دہ
ہو کر ناپاک پانی سے ملے گا مثلاً ا سے جو پانی ح پر آیا اور پہلی صورت میں ہ سے ناپاک پانی تھا تو ہ تک پہنچنے
سے پہلے سطح ح ہ میں سَو ہاتھ مساحت ہو اور دوسری صورت میں ی سے نجس پانی تھا تو ی سے اوپر اوپر
سطح ح ی میں دہ در دہ کی وسعت ہو **قلت مبدء** یہ کہ اتنی جگہ نہیں بلکہ دہ در دہ سے کم رہ کر اُس سے ملے
بہرحال نجاست مرئیہ پاک پانی داخل ہونے سے پہلے نکال لی گئی تو **مخرجہ** ہے ورنہ **باقیہ** راسبہ خواہ طافیہ
ظاہر ہے کہ حوض زیرِ بحث قسم دوم سے ہوگا یا چہارم سے اور چہارم تابع یا مستقل اور دونوں قابل اجرا
یا ناقابل یہ پانچ صورتیں ہوئیں اور ہر تقدیر پر مبدء کثیر ہوگا یا قلیل ہر وجہ دوم منتہی بھی قلیل ہوگا یا کثیر یہ تین
ہو کر پندرہ[١٥] ہوئیں۔ بہرحال نجاست غیر مرئیہ ہوگی یا مرئیہ اور مرئیہ مخرجہ یا باقیہ اور باقیہ راسبہ یا طافیہ یہ
چار ہو کر ساٹھ[٦٠] ہوئیں ہر صورت حوض بالا بھر کر اُبلا یا نہیں جملہ ایک سَو بیس[١٢٠]۔ اب ہم بتوفیقہ تعالیٰ ان کا
ضبط کریں کہ ہر تقسیم اُسی صورت میں آئے جس سے وہاں حکم مختلف ہو۔

فاقول وباللہ ربی استعین اولاً حوض اگر قسم دوم سے ہو یا قسم چہارم سے اور صغیر ناقابل اجرا
تابع خواہ مستقل اور بہرحال نہ کثیر المبدء تھا نہ بھر کر اُبلا تو مطلقاً سب ناپاک ہوگیا عام ازیں کہ نجاست کسی
قسم کی ہو اور منتہی قلیل ہو یا کثیر کہ جتنا پانی نجاست سے ملتا گیا نجس ہوتا گیا اور نجس کثیر ہو کر طاہر نہیں ہوسکتا
یہ تین صورتیں ہوئیں بلکہ ایک ہی کہ ناقابلِ اجرا سب کو شامل ہے اور تفصیلاً بلحاظ کثرت و قلت منتہیٰ و اقسام
نجاست چوبیس[٢٤]۔

ثانیاً انہی صور ثلثہ سے پہلی دو صورتوں یعنی قسم دوم و ناجاری تابع میں اگر کثیر المبدء تھا یا بھر کر
اُبلا تو مطلقاً سب پاک ہوگیا یہ چار صورتیں ہوئیں بلکہ دو ہی کہ نامستقل دونوں کو شامل اور تفصیلاً بتیس[٣٢]
کہ کثیر المبدء اُبلے یا نہیں اور اُبلنے والے قلیل المبدء میں منتہے قلیل ہو یا کثیر اور ہر ایک قسم دوم سے ہو یا ناجاری
تابع اور بہرحال نجاست کسی قسم کی۔

ثالثاً انہی کی صورت سوم ناجاری مستقل میں کثرتِ مبدء یا اُبلنے سے حوضِ بالا مطلقاً پاک رہے گا

Marfat.com

اقول اولاً یہیں سے ظاہر ہُوا کہ کلام علمائے کرام حوض قسم دوم میں ہے ورنہ بانوے[92] صور توں سے نقض وارد ہو جن میں سے ستر میں طہارت کل یقینی ہے اور بائیس میں طہارتِ اعلٰی۔ تردّد ہے تو نجاست اسفل میں اور حوض قسم دوم میں بیشک حکم یہی ہے کہ اعلٰی اسفل سب ناپاک صرف دو استثنا ہیں جن میں سب پاک ہوگا ایک یہ کہ بھر کر اُبل جائے یہ صراحۃً اُن کے کلمات عالیہ میں مذکور حلیہ و بدائع و فتح سے گزرا امتلأ و لم یخرج منہ شیئ (وُہ بھر گیا اور اس سے کوئی چیز خارج نہ ہوئی۔ ت) دُوسرے یہ کہ آنے والا پانی کثیر ہو کر اُس نجس سے ملے یہ بجائے خود معلوم و معہود کہ کثیر بے تغیر نجاست قبول نہیں کرتا تو اطلاق علمائے کرام صحیح و بے غبار رہے اور تحقیق بازغ و تنقیح بالغ یہ ہے جو بتوفیقہٖ عزّوجل قلب فقیر پر القا ہوئی۔

ثانیاً نیز یہ بھی واضح ہُوا کہ قول دوم بھی بے وجہ نہیں بلکہ وہ اُن ستر صور پر محمول جن میں سب پانی پاک رہتا ہے و باللہ التوفیق۔

ثالثاً یہ بھی لائح ہُوا کہ یہ محل ایک قول کی تصحیح دوسرے کی تضعیف کا نہیں بلکہ دونوں اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں،

وللہ الحمد کثیرا طیبا مبارکا فیہ کما یحب ربنا و یرضی، وصلی اللہ تعالٰی وبارک وسلم علی المصطفی الارضی، واٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ ما علت سماء ارضا، والحمد للہ رب العٰلمین واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

اللہ ہی کے لیے بہت پاکیزہ حمد ہے اس میں برکت ہو جتنی ہمارے رب کو پسند ہے اور اتنے درود و سلام ہوں محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر آپ کی آل، اصحاب، اولاد، گروہ سب پر جب تک آسمان زمین سے بلند رہے، والحمد للہ رب العالمین واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم۔ (ت)

تنبیہ جلیل

تنبیہ جلیل

وتشیید التفریع والتاصیل، و علی اللہ ثم علی رسولہ التعویل، جل وعلا

اور اصل بیان کرنے اور فروعی مسائل کا استنباط کرنے کی بنیاد، اور بھروسا اللہ عزّ وجلّ پر ہے پھر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) یہ چار ہوئیں اور بہر تقدیر نجاست کی ہر قسم۔ حاصل ۱۶ اور صغیر[۱۱] مستقل جاری میں مبدء کثیر ہو یا منتہی بہر حال اُبلے یا نہیں اور نجاست خاص راسبہ۔ یہ چار ہوئیں اور[۱۱] اگر دونوں قلیل ہیں اور ابلا تو نجاست راسبہ ہو خواہ[۱۲] طافیہ یہ دو مل کر چھ ہوئیں، حاصل ۲۲، اور ضابطہ میں ۵۔ مجموع ۱۲۰، اور ضابطہ میں ۱۲۔ ۱۲ منہ (م)

Marfat.com

اور جریان بالا کی حاجت نہیں جیسے حوض قسم دوم کا اسفل اگرچہ مساحت میں کتنا ہی کم رہ جائے اور اُس میں نجاست موجود ہو جب او پر کثیر ہے یا اجرا ہو جائے کوئی حصہ ناپاک نہ رہے گا ہاں اس صورت میں اگر صغیر مستقل ہے تو کبیر کہ کثیر ہے پاک رہے گا اور صغیر پھر ناپاک ہو جانا چاہیے کہ اُس سطح کے بھرتے ہی جریان ٹھہر گیا اور اُس وقت نجاست خود اس میں موجود ہے اور یہ تابع نہیں تو جریان بالا بھی اگر ہوا ہے مفید نہیں اور اگر مبدء و منتہے دونوں قلیل ہیں اور حوض بالا بہا بھی نہیں تو مطلقاً دونوں حصے ناپاک رہیں گے صغیر تابع ہو یا مستقل اور نجاست طافیہ ہو یا راسبہ کہ اگرچہ اجرائے صغیر نے اسے پاک کیا اور اُس وقت تک وُہ آنے والا پانی بھی پاک تھا مگر جریان ٹھہرا قلت پر تو آب قلیل ساکن میں نجاست موجود ہے خواہ بالا میں اگر طافیہ ہے یا زیریں میں اگر راسبہ تو وہ نجس ہو گیا (اصل ۶) اور دوسرا قلیل کہ اوّل میں زیریں اور دوم میں بالا ہے اس آبِ نجس سے متصل ہے تو دونوں نجس ہو گئے اور بعد کو جو پانی بڑھا بطنِ حوض میں متحرک ہوا تو دوبارہ اجرا نہ ہوا (اصل ۳ و ۵) اس بڑھنے میں سیلان سہی مگر وُہ جریان کے لیے کافی نہیں (اصل ۹) اور اگر حوض بالا بہا اور صغیر تابع ہے تو سب پاک اگرچہ نجاست راسبہ ہو لما مر انفا (جیسے ابھی گزرا ـ ت) اور مستقل ہے تو صغیر بوجہ اتصال نجاست ناپاک ہونا چاہئے اگرچہ طافیہ ہو کہ وقف جریان کے وقت بالا بسبب قلت ناپاک ہو گیا تھا اور یہ اُس سے متصل پھر جب بالا کا جریان ہوا وہ بوجہ استقلال اس کا جریان نہ ٹھہرنا چاہئے تو یہ نجس ہی رہا اور کبیر بوجہ جریان خود پاک ہو گیا یہ نو صورتیں ہیں کہ کثرتِ مبدء یا منتہے ہر ایک میں تین ہیں طافیہ مطلق اور راسبہ میں صغیر تابع یا مستقل یونہی قلت ہر دو میں تین ہیں عدم جریان بالا مطلق اور جریان میں تبعیت و استقلال بلکہ چھ ہی ہیں کہ دونوں کثرتیں وقوف علی الکثرۃ میں آگئیں اور تفصیلاً چوبیس کہ کثرتِ مبدء یا منتہے یا قلتِ ہر دو ہر ایک میں نجاست طافیہ ہے یا راسبہ۔ صغیر تابع ہے یا مستقل بالا بہا یا نہیں آٹھ آٹھ ہو کر چوبیس[۲۴] ہوئیں مجموع ایک سو بیس اور ضابطہ میں بیس[۲۰] ہی بلکہ صرف بارہ[۱۲]۔

اختصار ھذا الضابط

اقول ان کان جوف الحوض النجس لایجری بدخول الماء الطاھر فان کثر المبدء او جری الکبیر طھر الکل لو الصغیر تابعا والکبیر فقط لو مستقلا والا تنجس الکل وان کان یجری بہ و

ضابطہ کا اختصار

میں کہتا ہُوں اگر ناپاک حوض کی تہ پاک پانی کے داخل ہونے سے جاری نہیں ہوتی ہے، تو اگر مبدء زاید ہو گیا یا بڑا جاری ہوا، تو کُل پاک ہے اگر صغیر تابع ہے اور کبیر فقط اگر مستقل ہو ورنہ سب ناپاک ہو گیا، اور اگر اس کے ساتھ جاری ہو اور

Marfat.com

ینبغی ان یأمر احدا یصب الماء فی طرف المیزاب وھو یتوضؤ وعند الطرف الاٰخر اناء طاھر یجتمع فیه الماء فانه یکون الماء طاھرا وطھورا لانه جار قال بعضھم ھذا لیس لشیئ لان الجاری انما لا یصیر مستعملا اذا کان له مدد کالعین والنھر و ماشبھه ومما اشبھه حوضان صغیران یخرج الماء من احدھما و یدخل فی الاٰخر فتوضأ فی خلال ذلك جاز لانه جار وکذا اذا قطع الجاری من فوق وقد بقی جری الماء کان جائزا ان یتوضأ بما یجری فی النھر قبل استقرارہ[1] اھ بالتقاط۔

اور پانی کا برتن ہو جس کی ضرورت ہو، اور پانی کا پایا جانا یقینی نہ ہو لیکن ملنے کی امید ہو، تو ایک قول یہ ہے کہ وہ کسی کو حکم دے کہ وہ پرنالے کے ایک کنارے سے پانی بہائے اور وہ شخص وضو کرے اور پرنالے کی دوسری طرف ایک پاک برتن ہو جس میں پانی جمع ہوتا ہو تو وہ پانی طاہر اور طہور ہوگا کیونکہ وہ جاری ہے، بعض علماء نے فرمایا یہ کچھ نہیں کیونکہ جاری پانی مستعمل نہیں ہوتا ہے جبکہ اس میں نیا پانی شامل ہو رہا ہو جیسے چشمہ اور نہر اور اس کے مشابہ چیزیں، اور اس کے مشابہ دو چھوٹے حوض ہیں جن میں سے ایک میں سے پانی نکل کر دوسرے میں داخل ہو رہا ہو تو کسی نے اس کے درمیان کے پانی سے وضو کیا تو جائز ہے کیونکہ یہ جاری ہے اور اسی طرح اگر اوپر سے جاری پانی کو قطع کیا اور پانی کا جاری رہنا باقی ہو تو یہ جائز ہے کہ جو پانی نہر میں جاری ہو اس سے وضو کرلے اس کے استقرار سے قبل اھ (ت)

اور علامہ حدادی نے سراج وہاج اور علامہ سراج ہندی نے توشیح میں دوم کی تصحیح کی بحر و تنویر و دُر وغیرہا میں اسی پر اعتماد کیا بحر میں بعد نقل ترجیح فتح فرمایا :

وفی السراج الوھاج ولا یشترط فی الماء الجاری المدد ھو الصحیح[2] اھ ثم ذکر فی البحر عن التجنیس والمعراج وغیرھما مسألة جواز الوضوء بما یجری فی نھر سد من فوقه[3]۔

اور السراج الوہاج میں ہے کہ جاری پانی میں مدد کی شرط نہیں اور یہی صحیح ہے اھ پھر بحر میں تجنیس اور معراج وغیرہ سے یہ مسئلہ منقول ہے کہ وہ نہر جو اُوپر سے بند ہو اس میں جاری پانی سے وضو جائز ہے۔ (ت)

---

[1] فتح القدیر بحث الماء الجاری نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۹

[2] بحرالرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۸۶

[3] ایضاً

Marfat.com

نہ باقیہ میں بہاکر دہ در دہ پر ٹھہرا تو ان[1] اٹھائیس صورتوں میں دونوں حصے مطلقاً ناپاک ہیں اور[2] اگر حوض قسم دوم سے ہو یا چہارم میں صغیر تابع قابل اجرنہ ہو اور دونوں صورتوں میں آب طاہر کثیر ہو کر نجس سے ملا یا بعد کو اُبلا، یا[3] آب نجس حوض صغیر تابع خواہ مستقل میں قابل اجرا تھا اور نجاست غیر مرئیہ رہ[2] گئی تھی اگرچہ وہ دردہ سے کم پر ٹھہرا، یا[4] مرئیہ میں وہ صغیر تابع تھا اگرچہ راسبہ ہو اور اُسے بہاکر کثرت پر ٹھہرایا[5] بعد کو اُبلا، یا[6] صغیر مستقل تھا اور نجاست طافیہ اور بہاکر کثرت پر ٹھہرا[3]، ان ستر صورتوں میں دونوں حصے مطلقاً پاک ہیں اور اگر صغیر مستقل تھا اور آنے والے پانی نے اُسے نہ بہایا کہ جگہ نہ تھی خواہ نجس پانی اس کی حدود سے باہر تھا یا بہایا تو نجاست راسبہ تھی اور ان دونوں صورتوں میں پانی[9] اُس نجس سے کثیر ہو کر ملا خواہ صورت اخیرہ میں بہاکر کثرت پر ٹھہرایا دونوں[11] صورتوں میں بعد کو اُبلا یا نجاست طافیہ تھی اور قلت پر ٹھہر کر آخر میں اُبلا ان[8] بائیس صورتوں میں اسفل ناپاک اعلیٰ پاک۔

---

[1] حوض قسم دوم سے ہے یا صغیر ناجاری تابع خواہ مستقل بہرحال مبدء یا مبدء ومنتہی دونوں قلیل بہرصورت نجاست چاروں قسم سے کسی قسم کی۔ ۲۴ یہ ہوئیں اور صغیر جاری سے تابع خواہ مستقل اور نہ کثرت پر ٹھہرا نہ بعد کو اُبلا بہر تقدیر نجاست طافیہ ہے یا راسبہ چاریہ ہوئیں جملہ ۲۸ اور ضابطہ میں ایک ۱۲ منہ (م)

[2] غیر مرئیہ رہ جانے سے اس طرف اشارہ ہے کہ نجاست سرے سے غیر مرئیہ تھی یا تھی مرئیہ اور قبل جریان نکال دی گئی کہ غیر مرئیہ رہ گئی ۱۲ منہ (م)

[3] کثرت پر ٹھہرنا دونوں صورتوں کو شامل ہے ابتدا ہی سے کثیر ہو کر ملا یا کثیر ہو کر جریان پر ٹھہرا ۱۲ منہ (م)

[4] حوض قسم دوم سے یا صغیر ناجاری تابع۔ بہرحال اگر مبدء کثیر ہے تو بعد کو اُبلے نہ اُبلے یا[5] بعد کو اُبلا تو منتہی کثیر یا قلیل۔ یہ آٹھ صورتیں ہوئیں ہر صورت پر نجاست کی ہر قسم حاصل ۳۲۔ اور ضابطہ میں دو۔ اور[6] اگر صغیر جاری ہے تابع خواہ مستقل اور نجاست غیر مرئیہ خواہ مخرجہ۔ چار ہوئیں۔ بہرصورت مبدء کثیر ہے یا قلیل اور منتہی کثیر یا دونوں قلیل بارہ[12] ہوئیں بہرصورت اُبلا یا نہیں، حاصل ۲۴۔ اور ضابطہ میں ایک اور[7] صغیر جاری تابع میں مبدء کثیر ہے یا منتہی بہرحال اُبلا یا نہیں چاریہ اور پانچویں یہ کہ[8] دونوں قلیل اور اُبلا بہرصورت نجاست طافیہ یا راسبہ حاصل ۱۰۔ اور ضابطہ میں دو صغیر[9] جاری مستقل اور نجاست طافیہ اور منتہے کثیر اس میں ممکن کہ مبدء کثیر تھا یا قلیل بہرحال اُبلا یا نہیں حاصل ۴۔ اور ضابطہ میں ایک مجموع ستر اور ضابطہ میں چھ۔ ۱۲ منہ (م)

[5] صغیر مستقل ناجاری میں اگر مبدء کثیر ہے تو اُبلے خواہ نہیں اور اُبلا ہے تو منتہے کثیر ہو یا قلیل۔ (باقی بر صفحۂ آئندہ)

Marfat.com

هذا ليس بشیئ ثم قال ونظیره فذکر مسألة المیزاب ثم قال وما اشبهه وجعل منه مسألة الحوضین وهذه المسألة ثم قال فی البحر وذکر السراج الهندی عن الامام الزاهد ان من حفر نهرا من حوض صغیر واجری الماء فی النهر وتوضأ بذلك الماء فی حال جریانه فاجتمع ذلك الماء فی مکان فحفر رجل اٰخر نهرا من ذلك المکان واجری الماء فیه وتوضأ به حال جریانه فاجتمع فی مکان اٰخر ففعل رجل ثالث کذلك جاز وضوء الکل لان کل واحد انما توضأ بالماء حال جریانه والجاری لا یحتمل النجاسة مالم یتغیر[1] اھ

کے مسئلہ میں تجنیس سے نقل کیا ہے "یہ کچھ نہیں" پھر فرمایا اور اس کی نظیر اس کے بعد انھوں نے پرنالہ کا مسئلہ ذکر کیا، پھر فرمایا و ما اشبهه اور اس میں دو حوضوں کے مسئلہ کو شامل کیا اور اس مسئلہ کو بھی، پھر فرمایا بحر میں" اور ذکر کیا سراج ہندی نے امام زاہد سے کہ اگر کسی شخص نے چھوٹے حوض سے ایک نہر نکالی اور نہر میں پانی چھوڑ دیا، اور جب پانی جاری ہوگیا تو اُس سے وضو کیا، پھر وُہ پانی ایک جگہ جمع ہوگیا تو پھر کسی دوسرے شخص نے اس جگہ سے نہر نکالی اور اس میں پانی چھوڑ دیا اور اس پانی سے وضو کیا اس حال میں کہ پانی جاری تھا پھر وُہ پانی کسی دوسری جگہ پر جمع ہوگیا پھر کسی تیسرے شخص نے بھی یہی عمل کیا تو سب کا وضو جائز ہے کیونکہ ہر ایک نے جاری پانی سے وضو کیا ہے اور جاری اس وقت تک ناپاک نہیں ہوتا ہے جب تک اس میں تغیّر پیدا نہ ہو اھ (ت)

اقول ای ان وقعت او الحکمیة اذا توضأ فیه بغمس الاعضاء فلا یبتنی علی نجاسة المستعمل ثم هذه مثل مسألة الحوضین بل هی هی بعبارة ابسط وقد ذکرها صاحب الغنیة عن المحیط وفی الذخیرة عن القاضی الامام علی السغدی وفی الخانیة وغیرها وقال فی الحلیة المصنف نقل عن المحیط تقیید الجواز بما اذا کان بین المکانین مسافة وان کانت قلیلة یوافقه ما فی الخانیة تاویله اذا کان بین المکانین قلیل مسافة وفی مسألة الحفرتین (ای یخرج من احدهما الماء و

میں کہتا ہُوں یعنی اس صورت میں جبکہ نجاست حقیقیہ یا حکمیہ اس میں گر گئی ہو، اگر اس نے اس میں اعضاء ڈبو کر وضو کیا تو اس کی بناء مستعمل کی نجاست پر نہ ہوگی یہ دو حوضوں کے مسئلہ کی طرح ہے بلکہ مختصر عبارت کے ساتھ یہ بعینہٖ وہی مسئلہ ہے اس کو صاحبِ غنیہ نے محیط سے نقل کیا ہے اور ذخیرہ میں قاضی علی السغدی سے اور خانیہ وغیرہ میں، اور حلیہ میں کہا کہ مصنف نے محیط سے جواز کی قید کو اس صورت میں نقل کیا ہے جبکہ دونوں جگہوں میں مسافت ہو خواہ کم ہی کیوں نہ ہو، خانیہ میں بھی اسی کی موافق عبارت موجود ہے، اس کی تاویل یہ ہے کہ جبکہ دونوں جگہوں

---

[1] البحر الرائق الماء الجاری سعید کمپنی کراچی ۱/۸۶

Marfat.com

وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالتبجیل، اس کے رسول پر ہے، اللہ تعالٰی ان پر عظمت والا درود بھیجے۔ (ت)

اصل سوم میں گزرا کہ دخول وخروج دونوں اس جریان کے رکن ہیں اُن میں سے جو نہ پایا جائیگا جریان نہ ہوگا اور اصل نہم میں ردالمحتار و ضیاء و جامع المضمرات و بزازیہ و خلاصہ و فتاوٰی سے گزرا کہ لوٹے کی دھار جب تک ہاتھ پر نہ پہنچی جاری ہے حالانکہ یہ محض خروج بلا دخول ہے۔

اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق (اللہ ہی کی توفیق سے میں کہتا ہوں اور اسی کی مدد سے تحقیق کی گہرائی تک پہنچنا ہے۔ت) اس کی تنقیح و تطبیق ایک اور خلافیہ کی توضیح و توفیق پر مبنی ہے علما مختلف ہوئے کہ جاری ہونے کے لیے اوپر سے مدد آنا بھی ضرور ہے یا بلامدد کسی مانع کا آپ بہنا بھی جریان ہے محقق علی الاطلاق نے اول کو ترجیح دی فتح میں فرمایا:

الحقوا بالجاری حوض الحمام اذا کان الماء ینزل من اعلاہ حتی لو ادخلت القصعۃ النجسۃ اوالید النجسۃ فیہ لاینجس وھل یشترط مع ذلک تدارک اغتراف الناس منہ فیہ خلاف ذکرہ فی المنیۃ ثم لابد من کون جریانہ لمدد لہ کما فی العین والنھر ھو المختار اھ[1] ثم ذکر مسألۃ الاستنجاء بالقمقمۃ ونقل عن التجنیس النظر فیہ بعین ما نظر الامام حسام الدین ثم قال قال ای المصنف فی التجنیس ونظیرہ ما اوردہ المشایخ فی الکتب ان المسافر اذا کان معہ میزاب واسع (ای یسع لان یتوضأ فیہ) واداوۃ ماء یحتاج الیہ ولا یتیقن وجود الماء لکنہ[ع] علی طمع قبل

جاری پانی کے ساتھ حمام کے حوض کو بھی شامل کیا گیا ہے، جبکہ پانی اس کے اوپر سے اُتر رہا ہو یہاں تک کہ اگر اس میں ناپاک پیالہ یا ناپاک ہاتھ ڈالا تو ناپاک نہ ہوگا اور آیا اس میں یہ شرط بھی ہے کہ لوگ پے درپے اس میں سے چلو بھر کر پانی نکالتے ہوں؛ اس میں اختلاف ہے، اس کو منیہ میں ذکر کیا، پھر اس کے جاری رہنے کے لیے اس کو مدد دینے والی چیز ضروری ہے جیسا کہ چشمہ اور نہر میں ہوتا ہے یہی مختار ہے اھ پھر استنجاء ٹونٹی کے ساتھ کا مسئلہ نقل کیا اور پھر تجنیس سے نقل کیا کہ اس میں نظر ہے یہ وہی نظر ہے جو حسام الدین نے کی تھی، پھر کہا کہ مصنف نے تجنیس میں کہا ہے اور اس کی نظیر مشایخ کا یہ قول ہے کہ مسافر کے پاس جب واسع پرنالہ ہو (یعنی اس میں اتنی گنجائش ہو کہ اس میں وضو کیا جاسکے)

ع اقول لعل وجہ التقیید بہ التنصیص علی انہ یجوز ھذا الاحتیال وان کان علی ظن الماء فعند عدمہ اولی ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اس قید کی وجہ شاید یہ ہو کہ اس بات پر نص کرنا مقصود ہو کہ یہ حیلہ جائز ہے اگرچہ پانی ملنے کی امید ہو تو جب امید نہ ہو تو بدرجہ اولٰی جائز ہوگا۔ (ت)

---

[1] فتح القدیر بحث الماء الجاری نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۹

Marfat.com

على الارض بعد انفصاله عن اعضائه فیأتی علیه ماء اٰخر قبل دخوله فی المکان الثانی۔

سے زائد ہو تاکہ پانی اس کے اعضاء سے جُدا ہونے کے بعد حرکت کرے، اور اس کے دوسری جگہ داخل ہونے سے پہلے دوسرا پانی اس پر آجائے۔ (ت)

اقول اذھو جار فلا یتاثر ولا یفتاق الی ان یجریه جار اٰخر فلو اجتمع من فورہ فی المکان الثانی لکان طھورا فالوجه ان لا یجعل ھذا تقییدا ولا تاویلا بل بیانا لفائدۃ التصویر بکری النھر ویوجه بانه لولا ذلك لانقطع جریانه بدخوله فی بطن الثانی کما قدمنا تحقیقه ان الحرکة فی البطن سیلان لاجریان فیقع الوضوء فی الراکد فیفسد ثم البناء علی مسألة فرق الملاقی کما فعلنا فلا حاجة الی البناء علی مھجور لکن صاحب الحلیة مال الی التسویة ثم ذکر السراج مسألة المیزاب وعزاھا للشیخ الزاھد ابی الحسن الرستغفنی وقال فیھا وھو یتوضؤ فیه اھ[1]

میں کہتا ہوں چونکہ وہ جاری ہے اس لیے متاثر نہ ہوگا، نہ محتاج ہوگا اس بات کا کہ اسکو کوئی دوسرا جاری پانی جاری کرے اب اگر وُہ فوراً ہی دُوسری جگہ جمع ہو جائے تو طہور ہوگا تو وجہ یہ ہے کہ اس کو قید نہ بنایا جائے اور نہ ہی اس کو تاویل قرار دیا جائے بلکہ وہ نہر کھودنے کے فائدے کا بیان ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو اس کا جاری ہونا دوسرے بطن میں داخل ہونے کے سبب منقطع ہوجاتا، جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق کی ہے کہ حرکت بطن میں سیلان کہلاتی ہے نہ کہ جریان، اور اس طرح وضو ٹھہرے ہوئے پانی میں ہوگا اور پانی فاسد ہوجائیگا، پھر ملاقی کے فرق کے مسئلہ پر اس کی بنا ہے جیسا کہ ہم نے کیا ہے، تو کسی مہجور و متروک چیز پر بنا کی حاجت نہیں، لیکن صاحب حلیہ کا میلان برابری کی طرف ہے، پھر سراج نے پرنالہ کا مسئلہ بیان کیا اور اس کو شیخ زاہد ابو الحسن الرستغفنی کی طرف منسوب کیا اور اس میں کہا" اور حالانکہ وہ اس میں وضو کر رہا ہے اھ (ت)

اقول ای بالغمس وبه یتضح ما اجمله فی الفتح قال لان استعماله حصل حال جریانه والماء الجاری لا یصیر مستعملا باستعماله ثم قال السراج ومن

میں کہتا ہوں یعنی وُہ اعضاء کو ڈبو کر وضو کر رہا ہے اور اسی سے وہ چیز واضح ہوتی ہے جس کا انہوں نے فتح میں اجمال کیا ہے۔ فرمایا کہ اس کا استعمال پانی کے جاری رہنے کی صورت میں ہوا ہے اور جاری پانی

---

[1] بحوالہ بحر الرائق بحث الماء الجاری ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۸۶

Marfat.com

اقول ای فیہ او بہ اذا وقع فیہ نجس کما لایخفی ثم رأیت فی الحلیۃ اخذ بمثلہ علی متنہ اذ قال ظاھر عبارتھم نے ھذہ المسألۃ کما فی الذخیرۃ والواقعات الناطفی اذا سد من فوق فتوضأ بما یجری فی النھر جاز اھ ان یکون الوضوء فی النھر فکان علی المصنف ان یذکر فیہ لان من الواضح جدا جواز الوضوء بہ جاریا کان او غیر جار خارجہ اما باغتراف او اخذ منہ باناء فلا یقع التقیید ببقاء جریان الماء موقعا ثم ھم اعلی کعبا من ذکر مثلہ[1] اھ

میں کہتا ہوں یعنی اس میں یا اُس سے جبکہ اس میں نجاست گر جائے کما لایخفی، پھر میں نے حلیہ میں دیکھا کہ متن میں انہوں نے اسی کو اختیار کیا ہے وُہ فرماتے ہیں ان کی عبارت کا ظاہر اس مسئلہ میں جیسا کہ ذخیرہ اور واقعات ناطفی میں ہے کہ جب نہر کو اُوپر سے بند کر دیا جائے اور پھر کوئی شخص اس پانی سے وضو کرے جو نہر میں جاری ہے تو جائز ہے اور یہ کہ وضوء نہر میں ہو، تو مصنّف پر لازم تھا کہ "فیہ" کا ذکر کرتے کیونکہ اس سے وضو کا جواز بہت واضح ہے، خواہ وہ جاری ہو یا نہ ہو، وضو کرنیوالا نہر سے باہر چلّو کے ذریعے نہر سے پانی لے کر یا کسی برتن کے ذریعے حاصل کرکے وضو کرے بہرصورت بقائے جریان کی قید درست نہیں پھر اُن کا مقام اس سے بہت بلند ہے کہ اس قسم کی چیزیں وہ ذکر کریں اھ (ت)

اقول ای عتب علی المصنف اذا کانوا ھم المعبرین بالباء دون فی فھذا محل التفسیر لا الاخذ کما فعل الفقیر قال البحر فھذا یشھد لما فی السراج[2] اھ

میں کہتا ہوں جب وہ خود "باء" سے تعبیر کرتے ہیں تو مصنّف پر کیا اعتراض ہے، تو یہ تفسیر کا محل ہے نہ کہ گرفت کرنے کا، جیسا کہ فقیر نے کیا ہے، بحر نے فرمایا یہ اس چیز کی شہادت دیتا ہے جو سراج میں ہے اھ (ت)

اقول نعم لکن لاینبغی عزوہ للتجنیس فانہ لیس جانحا الیہ بل ھو فی عداد ما رد علیہ کما یظھر من عبارۃ الفتح حیث نقل عن التجنیس فی مسألۃ القمقمۃ

میں کہتا ہوں، ہاں، لیکن اس کو تجنیس کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں، کیونکہ وہ اس کی طرف مائل نہیں ہیں بلکہ وہ اس پر رد کرتے ہیں، جیسا کہ فتح کی عبارت سے ظاہر ہے کیونکہ انھوں نے ٹونٹی

---

[1] حلیہ

[2] بحر الرائق بحث الماء الجاری ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸۶/۱

Marfat.com

یہاں تک تایید قولِ دوم میں سات مسئلے ہوئے :

۱ - حوضِ صغیر میں سے نہر کھود کر پانی بہا کر اُس میں وضو۔

۲ - پرنالے میں پانی ڈلوا کر اس میں وضو۔

۳ - نہر کہ اوپر سے اُس کا مینڈھا باندھ دیا ہے اُس میں وضو۔

۴ - شیرۂ انگور نچوڑ رہا ہے اور وُہ جاری ہے کچھ خون اُس میں ٹپک گیا جس کا اثر ظاہر نہ ہوا نجس نہ ہوگا۔

۵ - پاک ناپاک برتنوں کے پانی ہوا میں ملا کر چھوڑے۔

۶ - یا زمین میں بہائے دونوں پاک ہوگئے۔

۷ - ناپاک زمین پر پانی بہایا ہاتھ بھر بہ گیا زمین بھی پاک پانی بھی پاک۔

اقول ان سب سے صاف تر وہ مسئلہ ہے کہ برف پگھلا اور ایسے راستہ پر بہا جس میں گوبر وغیرہ نجاسات ہیں اگر نجاسات کا اثر اس میں ظاہر نہ ہوا اس سے وضو ہوسکتا ہے،

وھو ماقدمنا فی الاصل العاشر عن المنحۃ عن الھدیۃ عن الخزانۃ وعن البزازیۃ وعن الخلاصۃ عن الفتاوٰی۔

یہ وہ ہے جو ہم پہلے اصل عاشر میں ذکر کر آئے ہیں منحہ سے ہدایہ سے، خزانہ سے، بزازیہ سے، خلاصہ سے اور فتاوٰی سے۔ (ت)

شرح ہدیہ میں فرمایا :

ھذا مبنی علی عدم اشتراط المدد فی الماء الجاری[1] اھ۔

یہ اس بنا پر ہے کہ جاری پانی میں مدد کی شرط نہ ہو۔ (ت)

ثم اقول اولا ھذہ الفروع متوزعۃ علی انحاء منھا ماھو مؤید ولا شک وھی مسألۃ نھر سد من فوق والتی زدت ومنھا مالا تأیید فیہ اصلا وھما المسألتان الاولیان ولا ادری کیف اتفق الفریقان علی جعلھما مما لامدد لہ فانہ انما

پھر میں کہتا ہوں اوّلاً یہ فروع کئی قسم کی ہیں، بعض تو وہ ہیں جن کی تائید موجود ہے اور جس میں شک نہیں، اس میں وہ فرع ہے جس میں ایسی نہر کا ذکر ہے جس کو اوپر سے بند کر دیا گیا اور اس کے ساتھ وہ اضافے جو میں نے کئے ہیں اور کچھ وُہ ہیں جن کی تائید بالکل نہیں ملتی ہے ا

---

[1] بحوالہ منحۃ الخالق بحث الماء الجاری ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۵

Marfat.com

یدخل فی الاخرٰی وھی مسألۃ الفتح) لوکان بینھما قلیل مسافۃ کان الماء الثانی (ای المجتمع فی الحفرۃ الاخرٰی) طاھرا کذا قالہ خلف بن ایوب ونصیر بن یحیٰی و ھذا لانہ اذا کان بین المکانین مسافۃ فالماء الذی استعملہ الاول یرد علیہ ماء جار قبل اجتماعہ فی المکان الثانی فلا یظھر حکم الاستعمال (ای لایثبت) اما اذا لم تکن بینھما مسافۃ فالماء الذی استعملہ الاول قبل ان یرد علیہ ماء جار یجتمع فی المکان الثانی فیصیر مستعملا فلا یطھر بعد ذلک انتھی وھذا کلہ بناء علی نجاسۃ المستعمل[1] اھ

کے درمیان کم درجہ کی مسافت موجود ہو، اور دو گڑھوں کے مسئلہ میں (یعنی ایک گڑھے سے پانی نکلے اور دوسرے میں داخل ہو اور یہ فتح کا مسئلہ ہے) اگر دونوں کے درمیان کم مسافت ہے تو دوسرا پانی (یعنی جو دوسرے گڑھے میں اکٹھا ہے) پاک ہوگا، خلف بن ایوب اور نصیر بن یحیٰی نے ایسا ہی کہا ہے اور یہ اس لیے ہے کہ جب دونوں جگہوں میں مسافت ہو تو وہ پانی جس کو پہلے نے استعمال کیا ہو اس پر دوسرا جاری پانی وارد ہوگا قبل اس کے کہ وہ دوسری جگہ جمع ہو، تو استعمال کا حکم ظاہر نہ ہوگا (یعنی ثابت نہ ہوگا) اور جب اُن دونوں کے درمیان مسافت نہ ہو تو وہ پانی جس کو پہلے نے استعمال کیا دوسرے جاری پانی کے وارد ہونے سے پہلے وہ دوسری جگہ اکٹھا ہوجائیگا تو مستعمل ہوجائیگا اور اب طاہر نہیں ہوسکتا ہے انتہٰی، اور یہ تمام اُس صورت میں ہے جب مستعمل پانی کو ناپاک قرار دیا جائے اھ (ت)

اقول حوض یکری منہ نھر فیجری فیہ ماء فیجتمع فی مکان اٰخر کیف یتصور ھذا من دون مسافۃ بینھما نعم یمکن فی الحفرتین ان تکونا متجاورتین یکون خروج الماء من احدھما دخولہ فی الاخرٰی۔

میں کہتا ہُوں ایک ایسا حوض جس سے نہر نکالی جائے اور اس میں پانی چھوڑ دیا جائے، پھر وہ پانی دوسری جگہ جمع ہوجائے، یہ عمل دونوں میں مسافت کے بغیر کیسے ممکن ہے؟ ہاں دونوں گڑھوں میں اس امر کا امکان ہے کہ قریب قریب ہوں، کہ ایک سے پانی نکلتے ہی دوسرے میں داخل ہوتا ہو۔ (ت)

فان قلت المراد مسافۃ فوق ما یغمس فیھا المتوضئ اعضاءہ لیتحرک

اگر یہ کہا جائے کہ مسافت سے مراد ایسی مسافت ہے کہ جو وضو کرنے والے کے اعضاء کے ڈوبنے

---

[1] حلیہ

Marfat.com

المدد جریانا وھو اول الکلام **فان قلت** نعم ھو جریان بالاتفاق الم تسمع ما نقل فی الفتح والتوشیح عن شارط المدد ان الماء الجاری انما لایصیر مستعملا اذا کان لہ مدد زاد السراج اما اذا لم یکن لہ مدد یصیر مستعملا اھ فقد سماہ جاریا **قلت** جعلہ فی حکم الراکد والمقصود الحکم فلا شك ان المراد بسیلان العصیر وجریان الماء مالا یقبل بہ اثر النجاسۃ ویطھر بعضہ بعضا نعم قد یقال فی الخامسۃ والسادسۃ ان الامتزاج فی الھواء او علی الارض انما یکون بعد الصب فقدر ما یخرج بالصب یمتزج فیحصل المزج الاخیر بعد تمام الصب فلو لم یبق جاریا بعدہ نجس الممتزج الاخیر کلہ۔

اس وقت تک مدد ملتی رہتی ہے جب تک نچوڑنا ... رہتا ہے، اگر یہ کہا جائے کہ مسئلہ تو مطلق ہے ... صورت کو بھی شامل ہے جبکہ نچوڑنا ختم ہو جائے، اس ... جواب میں میں کہوں گا کہ اس میں فقہا نے فرمایا ... اور عصیر بہہ رہا ہو تو اس سے استدلال اس ... پر موقوف ہے کہ باقی کا بہنا انقطاعِ مدد کے بعد ... جاری ہو اور یہی پہلی بات ہے۔ اگر یہ کہا جائے ... ہاں یہ تو بالاتفاق جاری ہوتا ہے، کیا تم نے ... نقل نہیں سُنی جو فتح اور توشیح میں مدد کے شرط کرنے والے سے منقول ہے کہ جاری پانی اس وقت مستعمل نہ ہوگا جبکہ اس کے لیے مدد ہو سراج نے اتنا او... اضافہ کیا کہ اگر اس کے لیے مدد نہ ہوئی تو وہ مستعمل ہو جائیگا اھ تو اس کو انہوں نے جاری ہی کہا ... میں کہتا ہوں انھوں نے اس کو ٹھہرے ہُوئے ... حکم میں کیا ہے اور مقصود حکم ہے تو اس میں شک نہیں کہ عصیر کے بہنے اور پانی کے جاری ہونے سے مراد وُہ ہے جو اثر نجاست کو قبول نہ کرے اور جس کا بعض حصہ بعض ... پاک کردے ہاں پانچویں چھٹی صورت میں کہا جاسکتا ہے کہ ہوا میں ملنا یا زمین پر جاری ہونا بہنے کے بعد ہی ہوگا تو جس قدر ... بہانا ہوگا وہ مل جائے گا اور آخری ملنا مکمل بہانے کے بعد ہی متحقق ہوگا تو اگر وہ جاری نہ رہا اس کے بعد تو آخری ... ملنے والا مکمل طور پر نجس ہو جائے گا۔ (ت)

وثانیا الاشھر فی حد الجاری ما یذھب بتبنۃ والاظھر ما یعد جاریا کما فی الدرر وھو الاصح کما فی البدائع والتبیین والبحر والنھر ولا شك انھما صادقان علی نھر سد من فوقہ فانہ یذھب بحزمۃ فضلا عن تبنۃ ولا یسوغ لاحد

اور ثانیاً، جاری کی جو مشہور تعریف ہے و... یہ ہے کہ جاری پانی وہ ہے جو تنکا بہا کر لے جائے ... اور اظہر یہ ہے کہ جس کو جاری سمجھا جائے جیسا کہ دُ... میں ہے اور وہی صحیح ہے جیسا کہ بدائع، تبیین ... بحر اور نہر میں ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ دونوں تعریفات اُس نہر پر صادق ہیں جو اوپر سے ...

Marfat.com

المشایخ من انکر ھذا القول وقال الماء الجاری لا یصیر مستعملا اذا کان لہ مدد کالعین والنھر قال والصحیح القول الاول بدلیل مسألۃ واقعات الناطفی فذکر مسألۃ سد النھر من فوق قال فان ھناک لم یبق للماء مدد ومع ھذا یجوز التوضؤ بہ اھ[1]

کسی کے استعمال سے مستعمل نہیں ہوتا ہے، پھر سراج نے فرمایا" اور بعض مشایخ نے اس قول کا انکار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ جاری پانی اس وقت مستعمل نہیں ہوتا ہے جبکہ اس کا سوتا ہو جیسے چشمہ یا نہر، فرمایا اور صحیح پہلا قول ہے، اس پر دلیل واقعات الناطفی کی عبارت ہے، پھر انھوں نے نہر کو بند کرنے کا مسئلہ ذکر کیا کہ اس صورت میں پانی کی مدد باقی نہ رہی لیکن اس کے باوجود اس سے وضو جائز ہے۔ (ت)

اقول ولا تنس ما قدمناہ (ہم نے جو پہلے ذکر کیا ہے اُسے نہ بھولیے۔ت) علامہ نے ردالمحتار میں اور مسائل سے اس قول دوم کی تائید کی فقال ویؤیدہ ایضا ما (ف۱) مر من انہ لو سال دم رجلہ مع العصیر لا ینجس خلافا لمحمد[2] (فرمایا اور اس کی تائید یہ عبارت کرتی ہے کہ اگر کسی شخص کا خون پھلوں کے رس کے ساتھ جاری ہُوا تو نجس نہ ہوگا، اس میں محمد کا خلاف ہے اھ ت)

قلت المسألۃ فی الدر عن الشمنی وغیرہ وفی المنیۃ عن المحیط وفی الحلیۃ عن المجتبٰی وعن مختارات النوازل وھی مقیدۃ بان کان العصیر یسیل ولم یظھر فیہ اثر الدم کما نصوا علیہ قال وفی الخزانۃ (فذکر ما قدمنا فی الاصل العاشر من مسألۃ اختلاط ماء الانائین فی الھواء او اجرائہ فی الارض قال ونظمھا المصنف فی تحفۃ الاقران قال وفی الذخیرۃ فذکر ما مر فی العاشر عن الحسن بن ابی مطیع۔

میں کہتا ہوں مسئلہ دُر میں شمنی وغیرہ سے اور منیہ میں محیط اور حلیہ میں مجتبٰی سے اور مختارات النوازل سے ہے، اور یہ اس امر سے مقید ہے کہ عصیر بہ رہا ہو اور اس میں خون کا اثر ظاہر نہ ہو، جیسا کہ علماء نے صراحت کی ہے فرمایا، اور خزانہ میں ہے پھر اُنھوں نے وہ عبارت نقل کی جو ہم نے اصل عاشر میں ذکر کی یعنی دو برتنوں کا پانی جو ہوا میں آپس میں مل گیا یا زمین پر جاری کیا، فرمایا مصنف نے اس کو تحفۃ الاقران میں ذکر کیا فرمایا اور ذخیرہ میں ہے پھر وہ ذکر کیا جو فصل عاشر میں حسن بن ابی مطیع سے ہے۔ (ت)

---

[1] بحرالرائق بحث الماء جاری ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۸۶

[2] ردالمحتار باب الانجاس مصطفی البابی مصر ۱/۲۳۹

Marfat.com

القولین وبالله التوفیق ۔ بارش کے بعد چھتوں وغیرہ پر جمع شدہ پانی بہت دیر تک بہتا رہتا ہے اور کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ گرنے والا پانی بارش کے ٹھہرنے کے فوراً بعد ٹھہر گیا، ناپاک پانی کا بہنا جو اس کو پاک کردے ، پاک پانی کی مدد کا محتاج ہے تو دونوں قولوں کا یہ محمل ہے و باللہ التوفیق ۔ (ت)

ثم اقول هذا اذا کان الماء فی فضاء اما اذا کان فی جوف کحوض او ظرف فلابد مع ذلك من خروجه عنه لان الماء کان واقفا فیه والماء لایقف ما صادف منحدرا فدل وقوفه علی عدمه فاذا دخله ماء اٰخر فلا یدفعه الی منحدر بل یعلیه الی فوق فلا یکون جاریا الی ان یقطع العوائق بامتلاء المحل فیجد متسعا فینحدر فعند ذلك یصیر جاریا فمن اجل هذا شرط فیه مع الدخول الخروج فاذا کان حوض فی حوض والماء وراء الصغیر او ماؤہ کان واقفا فیه لانعدام المنحدر فلا یجری مالم یخرج من الاعلی لما علمت اما اذا لم یکن الا فی الصغیر ووراءه مسیل فدخل الطاهر وملأه وجعل الماء یخرج منه ولیسیل فقد جری الی ان یصل الی ما یحاذیه من سطح الکبیر فیقف لانعدام المنحدر فما یدخل الیه بعده لا یجریه بل یعلیه الی ان یملأ الاعلی ثم یفیض ۔

پھر میں کہتا ہوں یہ اُس صورت میں ہے جبکہ پانی فضا میں ہو، لیکن پانی اگر کسی تہ میں ہے جیسے حوض یا برتن تو ضروری ہے کہ وہ اس برتن سے خارج بھی ہو کیونکہ پانی اس میں ٹھہرا ہوا تھا اور پانی اترتی ہوئی چیز سے متصل ہونے کے وقت ٹھہر نہیں سکتا ہے ، تو اس کا ٹھہرنا اس کے عدم کی دلیل ہے تو اب جب اس میں دُوسرا پانی داخل ہوا تو اُس کو ڈھلوان کی طرف دھکا نہیں دے گا بلکہ اس کو اوپر کی طرف بلند کرے گا تو وہ اُس وقت تک جاری نہ ہوگا جب تک کہ وُہ رکاوٹوں کو محل کے پُر کرنے سے دُور نہ کردے پھر وُہ کشادگی پائیگا اور اُترے گا اُس وقت وہ جاری ہوگا ، اسی وجہ سے اس میں دخول کے ساتھ ہی خروج کی شرط بھی رکھی گئی ہے ، تو جب ایک حوض دوسرے حوض میں ہو اور پانی چھوٹے حوض کے پیچھے ہو یا اُس کا پانی ٹھہرا ہوا ہو کیونکہ اُس میں ڈھلوان موجود نہیں تو جب تک اوپر سے خارج نہ ہو جاری نہ ہوگا جیسا کہ آپ نے جانا اور اگر پانی صرف چھوٹے میں ہو اور اس کے پیچھے پانی کے بہنے کا راستہ ہو اور پاک اس میں داخل ہوگیا ہو اور اس کو بھر دیا ہو یہاں تک کہ پانی اُس میں سے بہہ کر نکل رہا ہو تو اب جاری ہوگا یہاں تک کہ بڑے حوض کی مقابل سطح تک جا پہنچے، اب ٹھہر جائیگا کیونکہ ڈھلوان موجود نہیں ہے

Marfat.com

يتوضوء في النهر بين الحوضين او في الميزاب ولا شك ان الحوض الاعلى والادا وة يمدان ماء هما الا ترى كيف اتفقوا على الحاق حوض الحمام بالماء الجاري اذا كان الماء من الانبوب نازلا والغرف متداركا وقد جزم به في الفتح ههنا كما رأيت و نظيره ماقد مناعن العلامة ش في الاصل الرابع ان طهارة الدلو اذا افرغ فيه ماء حتى سال مبني على عدم اشتراط المدد ومنها ما للنزاع فيه مجال في وان اومى الى التائيد فمن طرف خفي فان الماء الممتزج في الهواء او الجاري على الارض في الخامسة والسادسة يمده الصب بل وكذلك في السابعة وان كان لفظ الذخيرة صب عليها الماء فجرى قدر ذراع لاحتى جرى كي يدل ظاهرا على عدم انقطاع الصب الى هذه الغاية فان الفاء وان لم تدل دلالة حتى غير انها لا تدل ايضا على الانقطاع والاحتمال يقطع الاستدلال وكذلك فرع العصير فان له مددا ما دام العصر قائما فان قلت المسألة مرسلة فيشمل ما اذا انقطع العصر قلت قالوا فيها و العصير لبيل فالاستشهاد بها يتوقف على كون السيلان الباقي بعد انقطاع

یہ پہلے دو مسئلے ہیں، اور میں نہیں سمجھتا کہ دونوں فریق ان دونوں مسئلوں کو مدد نہ ملنے والے پانی سے بنا دینے پر کیونکر متفق ہو گئے ہیں! کیونکہ وضو کرنے والا یا تو نہر میں وضو کرے گا جو دو حوضوں کے درمیان ہے یا پرنالہ سے کرے گا اور اس میں شک نہیں کہ اوپر والا حوض اور برتن دونوں پانی کو مدد پہنچاتے ہیں، پھر مقامِ غور ہے کہ وہ حمام کے حوض کو جاری پانی سے لاحق کرنے پر کیوں راضی ہُوئے جبکہ پانی نالی کے ذریعہ اوپر سے اُتر رہا ہو اور چلّو سے مسلسل پانی لیا جا رہا ہو، اور فتح نے یہاں جزم کیا جیسا کہ آپ نے دیکھا اور اس کی نظیر وُہ ہے جو ہم نے علامہ "ش" سے چوتھی اصل میں نقل کیا کہ ڈول کی پاکی جب اس میں پانی بہایا جائے یہاں تک کہ اس کے اوپر سے بہہ نکلے مدد کے شرط نہ ہونے پر مبنی ہے اور ان فروع میں سے بعض وہ ہیں جن میں نزاع کی گنجائش کافی ہے اور اس میں تائید کی طرف ہلکا سا اشارہ ہے کیونکہ ہوا میں ملا ہوا پانی، یا زمین پر جاری پانچویں چھٹی صورت میں اس کو بہانا مدد دیتا ہے بلکہ ساتویں میں بھی ایسا ہی ہے اگرچہ ذخیرہ کے الفاظ "صب علیها الماء فجری قدر ذراع" ہیں نہ کہ حتی جری، اگر حتی کہا ہوتا تو اس کا مطلب ہوتا کہ بہانا اس غایت تک منقطع نہیں ہوا، کیونکہ "فا" اگرچہ "حتی" کے مفہوم پر دلالت نہیں کرتی تاہم وہ انقطاع پر بھی دلالت نہیں کرتی اور جب احتمال پیدا ہو جائے تو استدلال ختم ہو جاتا ہے اور اسی طرح عصیر کی فرع کیونکہ اس کو

Marfat.com

اذا کان یصب الماء فیه من جانب و یغترف من جانب اٰخر انه لاینجس بادخال الید النجسة فیہ اھ[۱] وکذلك فی الفتح الی قولہ کحوض الحمام اھ[۲] فاکد ذلك ما ذکرتہ من المحمل۔

جیسے حمام کا حوض کہ اس میں ایک جانب سے پانی ڈالا جائے اور دوسری جانب سے چلّو کے ذریعہ نکالا جائے تو ناپاک ہاتھ کے ڈالے جانے سے نجس نہ ہوگا اھ اور اسی طرح فتح میں "کحوض الحمام" تک ہے اھ تو اس نے تاکید کردی اُس محل کی جس کا میں نے ذکر کیا ہے۔ (ت)

اقول وعند ھذا فھو فرع جید مقبول ولاوجہ لردہ کما یعطیہ کلام الحلیة تبعا للبدائع انه کان القیاس فی البئر ان لا تتنجس اصلا کما نقل عن محمد اولا تطھر ابدا کما قالہ بشر المریسی الا ان اصحابنا ترکوا القیاسین بالاٰثار ھذا حاصل مافیھما حملا منھما ایاہ علی الاطلاق ولیس الاولی بنا ان نرد ما جاء عن الائمة مع وجود محمل له صحیح فقد تظافرت کلماتھم علی قبول ھذا المعنی فی الحوض الصغیر فلم لا یقبل فی البئر ولا تخالفه الا فی ھیأة ولا مدخل لھا فی الحکم فکل صغیر سواء اوان الماء یدخل فیه من اعلاہ و فیھا من اسفلھا ولا یختلف به الحکم فقد قال فی الفتح لو تنجست بئر فاجری ماؤھا بان حفر لھا منفذ فصار الماء یخرج

میں کہتا ہُوں اور اس وقت یہ اچھی فرع ہے مقبول ہے، اور اس کے رد کی کوئی وجہ نہیں جیسا کہ حلیہ میں بدائع کی تبعیت میں ہے کہ کنویں میں قیاس یہ تھا کہ کبھی ناپاک نہ ہو جیسا کہ محمد سے منقول ہے یا یہ کبھی پاک نہ ہو جیسا کہ بشر مریسی سے منقول ہے، مگر ہمارے اصحاب نے دونوں قیاسوں کو آثار کی وجہ سے ترک کردیا، یہ اُن دونوں کتابوں کا حاصل ہے کہ انھوں نے اس کو اطلاق پر محمول کیا ہے اور جو چیز ائمہ سے منقول ہو اور اس کا مناسب محمل بھی موجود ہو تو اس کو رَد کر دینا مناسب نہیں، کیونکہ چھوٹے حوض میں وہ اس حکم کو قبول کرتے ہیں تو پھر اس کو کنویں میں کیوں نہ قبول کیا جائے حالانکہ کنواں چھوٹے حوض سے صرف صورت میں مختلف ہے یا صورت کا حکم میں کیا دخل ہے؟ ہر چھوٹا برابر ہے، اور یہ کہ حوض میں پانی اوپر سے آتا ہے اور اس میں نیچے سے آتا ہے، تو اس سے حکم مختلف نہ ہوگا، چنانچہ

---

[۱] بحوالہ بدائع الصنائع فصل فی بیان مقدار الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۵

[۲] فتح القدیر فصل فی البئر نوریہ رضویہ سکھر ۱/۸۶

Marfat.com

من اهل العرف ان يقول انه راكد فمن العجب بعد ذكره اختيار اشتراط المدد الا ان يقال ان الوضوء بغمس الاعضاء انما يكون فيما بعد السد منفصلا عنه لا في الاجزاء الملاصقة له وما انفصل عن السد فله من فوقه مدد تأمل۔

وثالثا يظهر لي والله تعالى اعلم ان ليس جريان الماء الا حركته بطبعه في فضاء وبقاؤه جاريا على محل واحد هو الذي يحتاج الى المدد لان الجاري لا يقف فلو لم يمد لاخلى المحل وبالمدد يتجدد عليه امثاله فيستمر جاريا عليه مادام المدد غيران الجريان دافع لاثر النجاسة عن الماء ما استمر جاريا لا رافع له عنه فلو جرى الماء المتنجس بنفسه بان كان في صبب سد مجراه ففتح ففاض لم يطهر ابدا بل لابد للطهارة من جريانه مع الطاهر فجريان الطاهر لا يحتاج الى المدد كنهر سد من فوقه و كما ترى اذا اشتد المطر ووقف لا يزال الماء الواقع على الارض والسطوح جاريا مدة بعده ولا يصح لاحد ان يقول وقف الواقع فور وقوف المطر وجريان النجس المطهر له يحتاج الى مدد من طاهر فليكن محمل

بند کر دی گئی ہو کیونکہ یہ تو پورا ایک گھٹا بہا کر لے جائے گی چہ جائیکہ تنکا اور اہل عرف میں سے کسی کو روا نہیں کہ وہ اس پانی کو ٹھہرا ہوا کہے، تعجب ہے کہ یہ بات ذکر کرنے کے بعد انہوں نے مدد کے شرط ہونے کو اختیار کیا ہے، تاہم یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ اعضاء ڈبو کر وضو اسی پانی سے ہو سکتا ہے جو بندش کے بعد اس سے جدا ہوا اس پانی میں نہیں ہو سکتا جس کے اجزاء بندش کے ساتھ ملے ہوئے ہوں اور جو بندش سے جدا ہے اسکو اوپر سے مدد مل رہی ہے تامل۔

اور ثالثاً، جو اللہ کے فضل سے مجھ پر منکشف ہوا ہے وہ یہ ہے کہ پانی کے جاری ہونے سے فضا میں اس کی طبعی حرکت مراد ہے اور اس کا محل واحد پر جاری رہنا مدد کا محتاج ہے کیونکہ جو جاری ہے وہ ٹھہرے گا نہیں، تو اگر اس کو مدد نہ ملے تو وہ جگہ خالی ہو جائے گی اور مدد کی وجہ سے اس پر اس کے امثال کا تجدد ہوگا تو وہ اس پر جاری رہے گا جب تک مدد ملتی رہے گی، البتہ جریان پانی سے نجاست کے اثر کو دفع کرنے والا ہے جب تک کہ وہ جاری ہے اس سے رفع کرنے والا نہیں ہے تو اگر ناپاک پانی از خود جاری ہوا مثلاً کسی ڈھلوان میں تھا جو بند تھا پھر اس کو کھولا گیا تو وہ پانی جاری ہو گیا تو اس طرح وہ کبھی پاک نہ ہوگا بلکہ پاکی کے لیے ضروری ہے کہ وہ پاک پانی کے ساتھ جاری ہو، تو پاک کا جاری ہونا مدد کا محتاج نہیں جیسے کوئی نہر کہ اوپر سے بند کر دی جائے، اور جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ شدید

Marfat.com

بزول منه جزء فيخلفه اٰخر وعدم الاستقرار
بدوام التحرك فاذا دخل الماء في
الحوض والبئر من جانب واخرج من
اٰخر بالغرف والاستقاء وجد الاول واذا
استمر ذلك حصل الثاني فتم الشبه فساغ
الالتحاق ولذا اعتبروا تدارك الغرفات
بان لايسكن وجه الماء بين الغرفتين
لا الموالاة الحقيقية اذ بهذا القدر
يحصل دوام التحرك المحصل للشبه
هذا ما عندي والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

یہ کہ ہر وہ پانی جس کو جاری کے حکم میں کیا گیا ہے اور
اس میں اخراج کو خروج گردانا گیا ہے تو اس میں
ایک اور قید کا اضافہ کیا گیا ہے اور وہ تسلسل کے ساتھ
اخراج کی قید ہے اور اس کی وجہ سے اس کا مسلسل
متحرک رہنا، اور اگر وہ ٹھہر گیا تو جاری کے حکم میں نہ ہوگا
اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جاری ہونے کو دو چیزیں
لازم ہیں ایک تو اجزاء کا تعاقب کہ ایک جزء
زائل ہو اور دوسرا جزء اس کے پیچھے آئے، اور
مسلسل حرکت کی وجہ سے ایک جگہ نہ ٹھہرنا، تو
جب حوض اور کنویں میں پانی ایک طرف سے داخل
ہو اور دوسری طرف سے چلوؤں اور ڈولوں یا نالیوں کے ذریعہ نکالا جائے تو پہلی چیز حاصل ہوگی اور یہ سلسلہ جاری رہے تو
دوسری چیز حاصل ہوگی اور مشابہت مکمل ہو جائیگی اور اس کا لاحق کیا جانا جائز ہوگا اور اس کے لیے چلوؤں
کا پے درپے ہونا معتبر ہوگا، اور پے درپے کا مطلب ہے کہ دو چلوؤں کے درمیان پانی میں ٹھہراؤ نہ آئے
حقیقی موالات مراد نہیں ہیں کیونکہ اس مقدار سے تحرک کا دوام حاصل ہو جاتا ہے جس سے مشابہت پوری
ہوتی ہے ھذا ماعندی واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

اس تقریر سے واضح ہوا کہ ندی[1] کا پانی جس کا مینڈھا اوپر سے باندھ دیا ہو اور[2] گلا ہوا برف کہ
زمین پر بہ رہا ہو اور[3] مینہ کا پانی کہ بارش تھمنے پر ہنوز رواں ہو اور[4] دو پانیوں کی دھار جو ہوا میں مل کر اتر رہی ہے
یا زمیں[5] پر ایک ہو کر بہ رہی ہے اور[6] انگور کا شیرہ کہ ابھی رواں ہے اگرچہ ان کی مدد منقطع ہو گئی ہو جب تک
کسی ایسی شے تک نہ پہنچیں جو آگے مرور کو مانع ہو سب جاری ہیں تو لوٹے کی دھار کہ ابھی ہاتھ تک
نہ پہنچی بدرجہ اولٰی اور دخول وخروج دونوں کی شرط اس مائع میں ہے جو کسی جوف میں رکا ہوا ہے اور پانی
ایک طرف سے آنا اور دوسری طرف سے جلد جلد کھینچا جانا کہ جنبش تھمنے نہ پائے یہ ملحق بہ آب جاری میں ہے
والحمد للہ علی توالی اٰلائہ ؎ وافضل صلوٰتہ واکمل تسلیمات علی افضل انبیائہ ؎
وعلٰی اٰلہ وصحبہ وابنہ واحبائہ ؎ والحمد للہ رب العٰلمین واللہ سبحٰنہ
وتعالٰی اعلم۔

Marfat.com

تواب اس کے بعد جو آئے گا وہ اسس کو جاری نہ کرے گا بلکہ اس کو بلند کرے گا یہاں تک کہ اُوپر والے کو بھر دے گا پھر بہے گا۔ (ت)

ثم اقول ھذا کلہ فی الجریان الحقیقی اما ما الحقوا بہ کحوض صغیر للحمام او للوضوء ید خل فیہ الماء من الانابیب والمیازیب و یخرج بالغرف المتدارك والبئر ینبع فیھا الماء من تحت و یخرج بالاستقاء المتوالی او بفتح منفذ فیھا ان امکن کما مر[1] عن الھندیۃ عن الظھیریۃ وعن المنحۃ عن الخیر الرملی و فی البحر عن البدائع عن الامام الحسن بن زیاد عند تکرار النزح ینبع الماء من اسفلہ و یؤخذ من اعلاہ فیکون کالجاری[2] اھ وھو عندی محمل ما فی الحلیۃ عن الامام محمد قال اجتمع رأیی و رأی ابی یوسف علی ان ماء البئر فی حکم الماء الجاری لانہ ینبع من اسفل و یؤخذ من اعلاہ فلا یتنجس بوقوع النجاسۃ فیہ[3] اھ ونقلہ فی العنایۃ بلفظ قال محمد الخ ثم رأیت الامام ملك العلماء نقلہ فی البدائع بعین لفظ الحلیۃ و ذکر تمامہ کحوض الحمام

پھر میں کہتا ہُوں یہ سب بحث جریان حقیقی میں ہے، لیکن فقہاء نے اس کے ساتھ جس کو لاحق کیا ہے جیسے چھوٹا حوض نہانے کے لیے یا وضو کے لیے جس میں پانی نلوں یا پرنالوں سے آتا ہے اور مسلسل چُلّو بھرنے سے نکلتا ہے، اور یا وہ کنواں جس میں نیچے پانی کے سوتے ہیں، اور مسلسل بھرنے سے وہ پانی نکلتا رہتا ہے یا اس میں کوئی سوراخ کھول دیا گیا ہے اگر ممکن ہو، جیسا کہ ہندیہ سے ظہیریہ سے اور منحہ سے خیر رملی سے گزرا، اور بحر میں بدائع سے امام حسن بن زیاد سے منقول ہے کہ پانی بار بار نکالا جائے تو نیچے سے نکلتا ہے اور اوپر سے لے لیا جاتا ہے، تو یہ مثل جاری کے ہوگا اھ اور میرے نزدیک یہ اس چیز کا محمل ہے جو حلیہ میں امام محمد سے منقول ہے، انھوں نے فرمایا میری اور ابو یوسف کی یہ رائے ہے کہ کنویں کا پانی جاری پانی کے حکم میں ہے کیونکہ وہ نیچے سے نکلتا ہے اور اوپر سے لے لیا جاتا ہے تو اس میں نجاست کے گرنے سے نجس نہ ہوگا اھ اور عنایہ میں اس کو "قال محمد" کے لفظ سے ذکر کیا الخ پھر بدائع میں اس کو بعینہٖ انہی الفاظ میں ذکر کیا جو حلیہ کے ہیں فرمایا

---

[1] نشر علی ترتیب اللف ۱۲ (م) — اجمال کی ترتیب پر تفصیل ہے۔ (ت)

[2] بحوالہ بدائع الصنائع فصل فی بیان مقدار الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۷

[3] ایضاً ۱/۷۵

Marfat.com

کثیرہ وافرہ میں اصلاً اس کی طرف التفات بھی نہ کیا یہ امور بتاتے ہیں کہ وہ قول مہجور جمہور و نامقبول و نامنصور ہے ولہٰذا ہم نے بھی باتباع ائمہ اُس کی طرف میل نہ کیا مگر انصافاً وہ ساقط محض نہیں بجائے خود ایک قوت رکھتا ہے متعدد مشایخ اور کثیر یا اکثر فقہائے بخارا و بعض ائمہ بلخ نے اُسے اختیار کیا اور امام یوسف ترجمانی نے اسے بہ یفتی کہا۔ امام کردری نے وجیز میں اسے مقرر رکھا اور یہ آکد الفاظ فتوٰی سے ہے منیہ کی عبارت کہ ابھی مذکور ہوئی اس کے متصل ہی ہے:

حوض کبیر وفیہ نجاسات فامتلأ قیل ھو نجس وقیل لیس بنجس وبہ اخذ اکثر مشایخ بخاری رحمھم اللّٰہ تعالٰی ذکرہ فی الذخیرۃ[1]۔

حوض کبیر جس کی تہ میں نجاستیں ہوں پھر وہ بھر جائے تو ایک قول کے مطابق نجس ہے اور ایک قول یہ ہے کہ نجس نہیں بخارا کے اکثر مشائخ (اللہ ان پر رحم کرے) نے اسی کو اختیار کیا ہے اس کو ذخیرہ میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

غنیہ میں قولِ اوّل کی تعلیل کی،

لتنجس الماء شیئاً فشیئاً[2]

کیونکہ پانی تھوڑا تھوڑا کرکے نجس ہوتا جاتا ہے۔ (ت)

اور دوم کی:

لکونہ کبیرا فصار کما لو کان ممتلئاً فوقعت فیہ النجاسات[3]۔

کیونکہ یہ بڑا حوض ہے تو یہ اسی حکم میں ہوگا کہ پہلے وہ بھر گیا ہو پھر اس میں نجاستیں واقع ہوئی ہوں۔ (ت)

حلیہ میں ذخیرہ کا نص یُوں ذکر کیا،

وفی نظم الزندویسی اذا کان الحوض کبیرا وفیہ نجاسات فدخل الماء فامتلأ قال اھل بلخ وابو سھل الکبیر البخاری ھو نجس وقال الفقیہ ابو جعفر البلخی والفقیہ اسمعیل وابن الحسن الزاھدی البخاری الکل طاھر وبہ اخذ کثیر من

اور نظم زندویسی میں ہے کہ جب حوض بڑا ہو اور اس میں نجاسات ہوں، پھر پانی داخل ہو کر اس کو بھرے تو بلخ والوں اور ابوسہیل کبیر بخاری کا قول ہے کہ یہ نجس ہے اور فقیہ ابوجعفر البلخی، فقیہ اسمٰعیل اور ابن الحسن الزاہدی البخاری نے کہا کہ سب پاک ہے اور اس قول کو بخارا کے کثیر فقہائے نے

---

[1] منیۃ المصلی فصل فی الحیاض مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۷۰

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۰۱

[3] ایضاً

Marfat.com

منه حتى خرج بعضه طهرت لوجود سبب
الطهارة وهو جريان الماء وصار كالحوض
اذا تنجس فاجرى فيه الماء حتى خرج
بعضه اھ[1] واغترف منه فی البحر واقره
وفی الدر یکفی نزح ما وجد وان قل و
جریان بعضه اھ[2] قال ش بان حفر لها
منفذ یخرج منه بعض الماء کما فی الفتح[3]
اھ وقدمنا فی الاصل الثالث عن البحر فی
مسألة جریان الحوض الصغیر بدخول ماء
اٰخر فیه وخروج البعض منه حال دخوله
قال السراج الهندی وکذا البئر[4] اھ ومثله
فی البزازیة وقدمناه عن الخلاصة فلولا
انهم اعتبروا نبع الماء من اسفله لم یکن
له معنی فان الجریان دافع لا رافع
فالنجس لا یطهر به ابدا ما لم یجر مع
الطاهر هذا وبالجملة فکل ما الحق
بالجاری علی هذا المنوال اعنی اقامة الاخراج
مقام الخروج فقد نزید فیه قیدا آخر
هو توالی الاخراج واستمرار تحرکه به
حتی لو سکن لم یلتحق وذلك لان لازم
الجریان شیئان تعاقب الاجزاء

فتح میں فرمایا کہ اگر کنواں ناپاک ہوجائے اور اس کا پانی
جاری کیا جائے مثلاً اس میں کوئی سوراخ کردیا جس
سے کنویں کا کچھ پانی نکل گیا تو کنواں پاک ہوگیا، کیونکہ
سبب طہارت پایا گیا اور وہ پانی کا جاری ہونا ہے
اور یہ حوض کی طرح ہُوا کہ ناپاک ہوجائے اور اس میں
پانی جاری کیا جائے یہاں تک کہ کچھ پانی نکل جائے
اھ اس کو بحر میں ذکر کیا اور برقرار رکھا اور دُر میں ہے
کہ جو پانی اس میں ہے اس کا نکال دینا کافی ہے
خواہ کم ہی ہو اور جاری ہونا بعض کا اھ "ش"
نے کہا کہ مثلاً کنویں میں کوئی سوراخ کردیا جس سے کچھ
پانی نکال دیا جیسا کہ فتح میں ہے اھ اور ہم نے
تیسری اصل میں بحر سے چھوٹے حوض کے جاری ہونے
کے مسئلہ میں بیان کیا کہ اس میں نیا پانی داخل ہو
اور اس کے داخل ہوتے وقت کچھ اس سے خارج
ہو، سراج ہندی نے کہا کہ اسی طرح کنویں کا
حال ہے اھ اور اسی کی مثل بزازیہ میں ہے اور ہم نے
اس کو پہلے خلاصہ سے نقل کردیا ہے تو اگر وہ پانی
کے نیچے سے پھوٹنے کا اعتبار نہ کرتے تو یہ بے معنی
بات ہوتی کیونکہ جاری ہونا دافع ہے رافع نہیں تو
جب تک وہ نجس طاہر کے ساتھ جاری نہ ہو کبھی بھی
پاک ہوتے کا نہیں، اس کو اچھی طرح سمجھئے خلاصہ

[1] فتح القدیر	آخر فصل فی البئر	نوریہ رضویہ سکھر	۱/۹۳
[2] الدرالمختار	فصل فی البئر	مجتبائی دہلی	۱/۹۳
[3] ردالمحتار	〃	مصطفی البابی مصر	۱/۱۶۰
[4] بحرالرائق	بحث عشر فی عشر	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/۷۸

Marfat.com

مثلیه وانما یذکرون مثلا وثلاثا فالثانی لتثلیث الغسل والاول قیاسا علی البئر فان نزح ما فیها لہا تطہیر افادہ فی البدائع اما التثنیة فلا وجہ لہا ھذا ثم قال فی الحلیة لکن فی الذخیرة قبل ھذہ المسألة وفی فتاوی اھل سمرقند غدیر کبیر لا یکون فیہ ماء فی الصیف ویروث فیہ الناس والدواب (فذکر ما قدمنا عن الخانیة وغیرھا عشرة کتب فی الاصل الثامن) قال فعلی قیاس الجواب فی ھذہ المسألة یکون الجواب ایضا فی المسألة التی ذکرھا المصنف ان کان الماء الذی یدخل اولا یدخل علی ماء نجس او مکان نجس فھو نجس وان کان یدخل علی طاھر ویستقر فیہ حتی یصیر عشرا فی عشر ثم یتصل بالنجس فھو طاھر قال فھذا قول ثالث فی المسألة المذکورة تخریجا کما یمکن ان یتأتی القولان المذکوران فیہا نصا فی ھذہ المسألة التی ذکرناھا نحن عن الذخیرة ایضا تخریجا[1] اھ

تو کثیر پانی کا داخل ہونا حوض کی بڑائی پر دلالت کرے گا اور دوسری چیز دگنا ہونے کی زیادتی، اور دوسرے فقہا ایک گنا اور تین گنا کا ذکر کرتے ہیں، تو دوسرا دھونے میں تثلیث کے لیے ہے اور پہلا کنویں پر قیاس کرتے ہوئے ہے، کیونکہ کنویں میں جو کچھ ہے وہ اگر نکال لیا جائے تو کنواں پاک ہو جائیگا بدائع میں یہی ہے، اور دُگنا ہونے کی کوئی معقول وجہ موجود نہیں، ہذا۔ پھر حلیہ میں فرمایا" اور لیکن ذخیرہ میں اس مسئلہ سے قبل اور اہلِ سمرقند کے فتاوٰی میں ہے کہ اگر کوئی بڑا تالاب ایسا ہو جو گرمیوں میں سُوکھ جاتا ہو اور اس میں انسان اور چوپائے بول و براز کرتے ہوں (تو اس کا حکم وہ بیان کیا جو ہم نے آٹھویں اصل میں خانیہ وغیرہا دس کتب سے نقل کیا) فرمایا اس مسئلہ کے جواب پر قیاس کرتے ہُوئے مصنّف نے جو مسئلہ ذکر کیا ہے اس کا بھی جواب ہوگا، اور وُہ یہ کہ اگر داخل ہونے والا پانی پہلے نجس پانی پر داخل ہوتا ہے یا نجس جگہ پر تو وہ نجس ہے اور اگر پاک پر داخل ہوتا ہے اور اس میں ٹھہرتا ہے یہاں تک کہ وہ دردہ ہو جائے پھر نجس سے متصل ہو تو وہ پاک ہے فرمایا یہ مسئلہ مذکورہ میں بطور تخریج تیسرا قول ہے اور دو مذکور قول اس میں بطور نص ہیں جس کو ہم نے ذخیرہ سے بطور تخریج نقل کیا ہے اھ (ت)

اقول رحم اللہ المحقق لا تثلیث

میں کہتا ہُوں اللہ محقق پر رحم کرے نہ تو

---

[1] حلیہ

Marfat.com

تجدید النظر بوجہ اٰخر، وابانۃ ما ھو احلی وازھر، واجلی واظھر۔

اللّٰھم لک الحمد، والیک الصمد، ارعبیدک الصواب، وقہ التباب، فی کل باب، یاوھاب، وصل وسلم وبارک علی السید الاواب، الذی تحکی نفحۃ من کرمہ الریح المرسلۃ ورشحۃ من فیضہ ھامر السحاب، وعلی الہ وصحبہ وابنہ وحزبہ خیر حزب واٰل واصحاب، اٰمین۔

ایک اور طریقہ سے نظرِ ثانی، اور عمدہ، روشن اور اظہر طریقہ پر وضاحت

اے اللہ تیرے لیے یہ حمد ہے اور تُو بے نیاز ہے، اے وہاب! اپنے بندوں پر ہر معاملہ میں اچھا راستہ کھول اور ہلاکت سے بچا، اور صلوٰۃ وسلام اور برکتیں ہوں رجوع لانے والے آقا پر جس کے کرم کا ایک جھونکا چلتی ہُوئی ہوا کے مشابہ ہے اور جس کے فیض کا ایک چھینٹا بہت برسنے والے بادل کی طرح ہے اور آپ کی آل، اصحاب، اولاد اور گروہ سب پر سلامتی ہو۔ آمین۔ (ت)

جماہیر مشاہیر کتب معتمدہ متداولہ مستندہ کی تصریحات واضحہ وتلویحات لائحہ کا یہی مفاد کہ جو پانی یا مائع کسی جوف میں ہو تازہ آمد کتنی ہی ہو اُسے جاری نہ کرے گی جب تک بھر کر نہ اُبلے حوض وغیرہ کے بطن میں پانی کا بہنا اُس کے پانی کے لیے جریان نہیں کتب کثیرہ سے فروع متکاثرہ وتصریحاتِ متوافرہ اسی معنی پر جوابات سابقہ میں گزریں، جواب سوم کے بعض احکام اور آخر چہارم کی تقریر اور پنجم کے اکثر مباحث اسی پر مبنی تھے اور اصل سوم تو خود یہی تھی اور یہی اصل پنجم کی تمہید اور ششم کا حصۂ اولیں اور نہم کا اول و اخیر پھر تفریعات میں جو کچھ ان پر متفرع ہے لیکن یہاں ایک قول یہ ہے کہ جریان کے لیے خروج شرط نہیں، حوضِ کبیر جس کی تہ میں نجاستیں یا نجس پانی تھا مجرد بھر جانے سے پاک ہو جائیگا منیہ[1] میں اگرچہ اس قول کو بصیغۂ ضعف نقل کیا کہ وقیل لایصیر نجسا (اور ایک قول یہ ہے کہ نجس نہیں ہوگا۔ ت) اور حلیہ[2] میں اُس کا ضعف اور مستجل کر دیا کہ اس کی کچھ وجہ ظاہر نہیں غنیہ[3] میں اس کے خلاف کی تصریح کی امام ابوالقاسم[4] صفار و امام[5] فقیہ ابوجعفر و امام[6] فقیہ ابواللیث و امام[7] صدر شہید و امام[8] ابوبکر اعمش و امام[9] علی سغدی و امام نصیر[10] بن یحیٰی و امام[11] خلف بن ایوب وغیرہم اجلّۂ اکابر قدست اسرارہم ورحمنا اللہ تعالٰی بہم فی الدارین کے ارشادات واختیارات اور ظہیریہ[12] و ملتقی[13] و محیط[14] برہانی و رضوی[15] و غنیہ کی تصحیحات اس کے خلاف پر ہیں ان کتابوں اور ان کے سوا بدائع[16] و فتح القدیر[17] و تبیین[18] و توشیح[19] و بحر[20] و تاتارخانیہ[21] و خانیہ[22] و خلاصہ[23] و ذخیرہ[24] و فتاوے[25] اہلِ سمرقند و غیاثیہ[26] و عالمگیریہ[27] و خزانۃ[28] المفتین و جواہر[29] اخلاطی و شرح ہدیہ ابن العماد وغیرہا عامہ کتب جلیلہ نے فروع

Marfat.com

فی الکتب العشرة و اطلاق الطهارة و باللہ التوفیق ۔

اور ہم نے تیسرے ضابطہ کے بعد اس کی طرف اشا[رہ]
کیا ہے ، تو وہاں صرف دو ہی قول ہیں مذکورہ تفصیل
دسوں کتب میں ہے اور طہارت کا اطلاق ہے ۔ (ت)

ثم اقول و بہ استعین (اللہ سے مدد چاہتے ہوئے میں کہتا ہوں) یہاں دو بحثیں ہیں :

بحث اوّل ہم اوپر بیان کر آئے کہ جریان آب نہیں مگر فضا میں اس کا اپنے میل طبعی سے رواں ہونا او[ر]
فضائے غیر محدود غیر مقصود اور محدود بطن حوض میں بھی موجود بارش یا سیل وغیرہ کا پانی کہ اوپر سے بہتا ہو[ا]
آیا اور بطنِ حوض میں داخل ہوا وہ قطعاً اب بھی بہ رہا ہے جب تک کنارۂ مقابل پر جا کر رک نہ جائے ۔

اولاً جاری کی دونوں تعریفیں اشہر و اظہر اس پر صادق ہیں وہ ایک تنکا کیا ایک گٹھا بہالے جائیگ[ا]
اور بے شک جب تک اُس کا بہاؤ نہ ٹھہرے بہتا ہی کہا جائیگا اہل عرف میں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ سیلاب حوض
کے کنارے تک پہنچتے ہی تھم گیا اب اس میں روانی نہ رہی جب تک بھر کر اُبال نہ دے پہلے کنارے پر تھم ج[اتا]
تو حوض کو بھرے کون اور اُبالے کیوں کر ۔

ثانیاً نہر جاری میں سیلاب کی دھار آکر گری اب چاہئے کہ وُہ نہر جاری نہ رہے جب تک بھر کر
اُبل نہ جائے کہ اعتبار روئے آب کا ہے اور اب روئے آب یہ سیلاب ہے جسے جوفِ نہر میں داخل ہوتے ہی
ساکن مان لیا گیا ۔

ثالثاً مینہ کا پانی کہ چھت پر بہتا پرنالوں سے گرتا صحنِ خانہ میں رواں ہو قطعاً آب جاری ہے اگرچہ
ابھی مکان کی نالی سے بھی نہ نکلے مکان کو چھت تک لبریز کرکے دیواروں پر سے اُبال دینا تو قیامت ہے ۔
بدائع میں ہے :

ان کانت الانجاس متفرقة علی السطح ولم تکن عند المیزاب ذکر عیسٰی بن ابان (ای تلمیذ محمد رحمهما اللہ تعالٰی) انه لایصیر نجسا مالم یتغیر وحکمه حکم الماء الجاری وقال محمد ان کانت النجاسة فی جانب من السطح او جانبین لاینجس الماء ویجوز التوضؤ به وان کانت فی ثلٰثة جوانب ینجس اعتبارا

اگر نجاستیں چھت پر پراگندہ ہوں اور پرنالہ کے پاس
نہ ہوں ، تو عیسٰی بن ابان نے ذکر کیا (یعنی محمد کے
شاگرد نے) کہ وہ نجس نہ ہوگا جب تک کہ متغیر
نہ ہو اور اس کا حکم جاری پانی کی طرح ہے اور محمد
نے فرمایا کہ اگر نجاست چھت کی ایک جانب یا
دو جانب ہو تو پانی ناپاک نہ ہو گا
اور اس سے وضوء جائز ہے اور اگر نجاست تین
کناروں پر ہو تو غالب کا اعتبار کرتے ہوئے پانی

Marfat.com

فقہاء بخارٰی وھکذا افتی عبدالواحد مرارا وھکذا کان یفتی الفقیہ ابوبکر العیاضی وکان یقول الماء الکثیر فی حکم الماء الجاری انتھی[1]

اختیار کیا ہے، اور عبدالواحد نے بھی اس پر کئی بار فتوٰی دیا اور ابوبکر عیاضی بھی اسی طرح فتوٰی دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ کثیر پانی جاری پانی کے حکم میں ہے انتہی۔ (ت)

پھر فرمایا:

ونقل الزاھدی عن یوسف الترجمانی انہ قال وبہ یفتی[2]

زاہدی نے یوسف الترجمانی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا اور اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

بزازیہ میں ہے:

تنجس الحوض ثم دخل فیہ ماء کثیر وخرج منہ ایضا قیل طھر الحوض وان قل الخارج وقیل لاحتی یخرج مثل ما فیہ وقیل مثلاہ اوثلثۃ امثالہ وقیل یطھر وان لم یخرج شیئ قال یوسف الترجمانی رحمہ اللہ تعالٰی وبہ یفتی اھ[3]

حوض ناپاک ہوگیا پھر اس میں بہت سا پانی داخل ہوگیا اور نکل گیا تو ایک قول ہے کہ حوض پاک ہوگیا خواہ نکلنے والا پانی کم ہی ہو اور ایک قول یہ ہے کہ جب تک اتنا پانی نہ نکلے جتنا کہ حوض میں تھا پاک نہ ہوگا جبکہ ایک قول یہ ہے کہ جب تک حوض کا دوگنا یا تین گنا پانی نہ نکلے پاک نہ ہوگا اور ایک قول یہ ہے کہ پاک ہوجائے گا خواہ کچھ بھی نہ نکلے، یوسف الترجمانی رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

اقول تفرد بشیئین احدھما قید الکثیر فی الماء الداخل وھم قاطبۃ ارسلوہ وقال ش وان قل الداخل اھ[4] وکانہ واللہ تعالٰی اعلم رعایۃ للقول الاخیر اذ یختص بالحوض الکبیر فدل علی کبرہ بدخول الماء الکثیر والاٰخر زیادۃ

میں کہتا ہوں وہ دو چیزوں میں متفرد ہیں ایک تو داخل ہونے والے پانی میں کثرت کی قید لگانے میں، جبکہ تمام فقہاء نے یہ قید نہیں لگائی ہے اور "ش" نے فرمایا اگرچہ داخل ہونے والا پانی قلیل ہو اھ اور گویہ واللہ تعالٰی اعلم آخری قول کی رعایت ہے کیونکہ یہ بڑے حوض کے ساتھ خاص ہے،

---

[1] حلیہ

[2] حلیہ

[3] بزازیۃ علی الھندیۃ | نوع فی الحیض | نورانی کتب خانہ پشاور | ۸/۴

[4] ردالمحتار | باب المیاہ | مصطفی البابی مصر | ۱۳۸/۱

Marfat.com

فی التتارخانیۃ اھ[1] | مختار ہے کذا فی التتارخانیہ اھ (ت)

اقول سال من السقف ای وکف کما قدمنا اما السائل من المیزاب فجار قطعا و ان وقف المطر کما قدمنا۔

میں کہتا ہوں چھت سے بہنے کا مطلب چھت سے ٹپکنا ہے جیسا کہ گزرا اور جو پرنالے سے بہتا ہے قطعاً جاری ہے خواہ بارش ٹھہری ہُوئی ہو۔ (ت)

بالجملہ آنے والے پانی کے بطن حوض میں جاری ہونے سے انکار ظاہر نہیں، ہاں جب حد مقابل پر پہنچ جہاں جاکر رُک جائیگا یا تحریک پہنچی تو آگے نہ بڑھے گا بلکہ اُوپر چڑھے گا یہ حرکت طبعی نہ ہوگی بلکہ قسری خلاف طبع اُس وقت بیشک جریان جاتا رہے گا۔

بحث دوم آب نجس کی تطہیر کو آب طاہر سے مل کر اُس کا جاری ہونا درکار ہے یا آب طاہر جاری کا اُس آنا کافی اول نص محرر المذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے منقول ہے،

فی ردالمحتار عن جامع الرموز عن القہستانی عن محمد المائع کالماء والدبس وغیرھما طہارتہ باجرائہ مع جنسہ مختلطا بہ[2]۔

اور ردالمحتار میں جامع الرموز سے قہستانی سے محمد سے کہ بہنے والا جیسے پانی اور شیرہ وغیرہ اس کی طہارت اس کو اسی کی جنس کے ساتھ ملاکر جاری کر دینے سے حاصل ہوتی ہے۔ (ت)

اقول اور اسی کے مؤید ہے اُسے قول دائرو سائر الماء الجاری یطہر بعضہ بعضا (کہ بعض جاری پانی بعض دوسرے پانی کو پاک کر دیتا ہے۔ ت) کے تحت میں لانا،

فانھما اذا جریا مختلطین کان بعض الجاری طاھرا و بعضہ نجسا فیطھر الاول الاٰخر بخلاف ما اذا لم یجر النجس وقد یمکن ان یستأنس للثانی بما قدمنا فی الاصل الرابع عن الحلیۃ عن المحیط الرضوی ان الماء الجاری لما اتصل بہ صار فی الحکم جاریا اھ[3] لکنہ ذکرہ

کیونکہ وُہ دونوں جب مل کر بہیں تو بعض جاری پ اور بعض نجس ہوگا تو پہلا دُوسرے کو پاک کر دے بخلاف اس صورت کے جبکہ نجس جاری نہ ہو اور د کے لیے جو ہم نے چوتھی اصل میں حلیہ سے محیط رض سے نقل کیا ہے استدلال ہوسکتا ہے کہ جب جا پانی اس میں مل گیا تو جاری کے حکم میں ہوگا ا لیکن اس کا تذکرہ انہوں نے وہاں کیا ہے ج

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ | الفصل الاول فیما یجوز | نورانی کتب خانہ پشاور | ۱/۱۷

[2] ردالمحتار | مطلب یطہر الحوض بمجرد الجریان | مصطفی البابی مصر | ۱/۱۴۴

[3] حلیہ

Marfat.com

ولا تخريج اما الثاني فظاهر فان المسألة المذكورة مسألة المتن حوض كبير وفيه نجاسات فامتلأ والتي اوردتموها عن الذخيرة غدير كبير لا يكون فيه ماء في الصيف ويروث فيه الناس والدواب و اى فرق بينهما الا في اللفظ فلا قياس ولا تخريج بل القولان المذكوران في المتن منصوص عليهما في مسألة الذخيرة والتفصيل المذكور فيها منصوص عليه في مسألة المتن واما الاول فلانه ليس لاحد ان يقول الماء وان كثر في بطن الحوض قبل وصوله الى النجس يتنجس حين يصل اليه وكيف يتنجس وقد فرض كثيرا هذا خلاف الاجماع فالتفصيل المذكور في الذخيرة هو المراد قطعا في القول الاول وانما طووا ذكره للعلم به كما قلتم ههنا ان من المعلوم حيث قلنا في هذه المسألة وامثالها ان الماء طاهر فهو مشروط بكونه لا اثر للنجاسة فيه فترك التقييد به في ذلك للعلم به و اياك والذهول عنه فيذهب بك الوهم الى تخطئتهم في ذلك وهم من ذلك براء[1] اھ فهل يسوغ لاحد ان يجعل التقييد بعدم ظهور الاثر قولا رابعا في المسألة وقد اشرنا اليه بعد ذكر الضابط الثالث فما ثم الا قولان التفصيل المذكور

تثلیث ہے اور نہ تخریج، دوسرا تو ظاہر ہے کیونکہ مسئلہ مذکورہ متن کا مسئلہ ہے کہ ایک بڑا حوض ہو جس میں نجاستیں ہوں اور بھر جائے، اور جس کو تم نے ذخیرہ سے نقل کیا ہے یعنی بڑا تالاب جو گرمیوں میں خشک ہو جاتا ہے اور اس میں انسان اور جانور بول و براز کرتے ہوں، ان دونوں میں لفظی فرق کے علاوہ اور کیا فرق ہے، تو نہ قیاس ٹھیک ہے اور نہ تخریج درست ہے بلکہ دونوں قول جو متن میں مذکور ہیں اور ان کو ذخیرہ میں صراحت سے ذکر کیا ہے اور اس میں جو تفصیل ہے وہ متن میں منصوص ہے لیکن پہلا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا جبکہ پانی حوض میں کثیر ہو نجس تک پہنچنے سے پہلے، تو وہ نجس ہو جائیگا جب وہ نجاست تک پہنچے گا، اور نجس کیسے ہوگا حالانکہ اس کو کثیر فرض کیا گیا ہے یہ اجماع کے خلاف ہے تو جو تفصیل ذخیرہ میں ہے وہی قطعاً مراد ہے پہلے قول میں اور اس کو ذکر اس لیے نہیں کیا کہ وہ پہلے ہی معلوم ہے، جیسا کہ تم نے یہاں کہا ہے کہ یہ بات معلوم ہے جبکہ ہم نے اس مسئلہ میں اور اس جیسے مسائل میں کہا کہ پانی پاک ہے، مگر اس میں یہ شرط ہے کہ نجاست کا اثر اس میں ظاہر نہ ہو تو اس قید کو معلوم ہونے کی بنا پر چھوڑ دیا گیا ہے، اس سے آپ غافل نہ ہوں ورنہ آپ ان کو خطا کار قرار دیں گے حالانکہ وہ بے قصور ہیں اھ تو کیا کوئی اثر کے ظاہر نہ ہونے کی قید لگانے کو چوتھا قول قرار دے سکتا ہے

[1] حلیہ

Marfat.com

لتنجسہا عند ہما بوعائہا المتنجس بالموت واستظہرہ فی مواہب الرحمٰن و ذکر طہارتہا جامدۃ بالغسل کالفتح وعند الامام طاہرۃ لانہ لا اثر للتنجس شرعا ما دامت فی الباطن النجاسۃ فضلا عن غیرھا فتح وھو الراجح درّ والانفحۃ اللبن فی بطن الجدی الراضع۔

صاحبین کے نزدیک وہ ظرف کے ناپاک ہونے کی وجہ سے نجس ہوجائیں گے کیونکہ اس کا ظرف موت کی وجہ سے ناپاک ہوگیا، اور مواہب الرحمٰن میں اس پر استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ خشک ہوں (یعنی دودھ جم جائے) تو دھونے سے پاک ہوجائیں گے، جیسا کہ فتح میں ہے، اور امام صاحب کے نزدیک پاک ہیں کیونکہ جب باطن میں کوئی نجاست ہو تو شرعًا وہ نجاست نہیں چہ جائیکہ اور کوئی چیز فتح، اور یہی راجح ہے درّ اور انفحہ اس دُودھ کو کہتے ہیں جو بکری کے شیر خوار بچّے کے پیٹ میں ہوتا ہے۔ (ت)

ثالثاً علی التسلیم (غَسل (دھونا) اگر تسلیم کر بھی لیا جائے تو ت) غَسل کے لیے تثلیث درکار ہوتی یا ذہاب نجاست پر غلبہ ظن۔ بہرحال مائے غاسل کا مغسول پر سے زوال ضرور کہ جب تک جُدا نہ ہوا مغسول سے زوال نجاست نہ ہوا تو حکم طہارت نہ ہوا۔ یُوں بھی خروج لازم ہوگیا ظاہر ان وجوہ سے جمہور نے حکم نجاست دیا۔

اقول مگر جس طرح قول دوم پر بحث دوم وارد ہوئی یونہی قول اوّل پر بحث اول وارد ہوگی۔ ان اکابر نے بطن حوض میں سیلان آب کو جریان ہی نہ ٹھہرایا شرط خروج کی تصریحات وتصحیحات کہ جواب دوم میں غنیہ[1] وظہیریہ[2] اور جواب پنجم اصل دوم میں ملک العلماء[3] وفقیہ ہندوانی[4] وفقیہ سمرقندی[5] اور اصل سوم میں تبیین[6] و فتح[7] و بحر[8] و محیط[9] و توشیح[10] وامام حسام شہید[11] و تاتارخانیہ[12] وظہیریہ[13] و ہندیہ[14] اور اصل چہارم میں ملتقی[15] و محیط رضوی[16] و حلیہ[17] وخلاصہ[18] و ردالمحتار[19] و دو[20] عبارت ظہیریہ[21] و امام[22] ابوبکر اعمش[23] وغیرہ اور اصل ششم میں شرح ہدیہ[24] ومنحہ[25] سے گزریں ان کی تو یہ توجیہ واضح ہے کہ جو نجس پانی حوض میں تھا اس کے جریان و تطہیر کے لیے خروج ضرور ہے تازہ پانی کہ اُوپر سے آیا ان سے اس کے جریان کی نفی نہیں ہوتی مگر ان نصوص کثیرہ کا کیا جواب جو صراحۃً اس آب داخل ہی کے جریان کا ابطال کرتے ہیں اگرچہ بطنِ حوض میں کتنی ہی دُور حرکت کرتا جائے مثلاً:

اولاً وہ تصریحیں کہ پانی اگر بطنِ حوض میں دہ در دہ ہونے سے پہلے نجاست سے ملے گا جتنا آتا جائیگا ناپاک ہوتا جائے گا جیسا کہ جواب چہارم میں امام صفار[1] سے گزرا امام[2] ملک العلمائے نے اُسے مقرر رکھا اصل ہشتم فتاوٰی[3] امام قاضی خان وجواہر[4] اخلاطی سے اور ایسا ہی خزانۃ[5] المفتین و فتاوٰی[6] ذخیرہ میں ہے حلیہ میں اس پر تقریر ہے غنیہ[7] میں اس کے معنے ہیں اگر جاری مانا جاتا وہ دہ در دہ ہونا کیا شرط ہوتا کہ جاری کتنا ہی قلیل ہو ناپاک

Marfat.com

للغالب اھ[1] | ناپاک ہو جائیگا اھ (ت)

ہندیہ میں ہے:

لوکان علی السطح عذرۃ فوقع علیہ المطر فسال المیزاب ان کانت النجاسۃ عند المیزاب وکان الماء کلہ یلاقی العذرۃ او اکثرہ اونصفہ فھو نجس والا فھو طاھر وان کانت العذرۃ علی السطح فی مواضع متفرقۃ ولم تکن علی رأس المیزاب لایکون نجسا وحکمہ حکم الماء الجاری کذا فی السراج الوھاج وفی بعض الفتاوی قال مشایخنا المطر مادام یمطر فلہ حکم الجریان حتی لواصاب العذرات علی السطح ثم اصاب ثوبا لایتنجس الا ان یتغیر المطر اذا اصاب السقف وفی السقف نجاسۃ فوکف واصاب الماء ثوبا فالصحیح انہ اذا کان المطر لم ینقطع بعد فما سال من السقف طاھر ھکذا فی المحیط وفی العتابیۃ اذا لم یکن متغیرا کذا فی التاتارخانیۃ واما اذا انقطع المطر وسال من السقف شیئ فما سال فھو نجس کذا فی المحیط وفی النوازل قال مشایخنا المتأخرون ھو المختار کذا

اگر چھت پر پاخانہ پڑا ہو اور بارش ہو جائے پھر پرنالہ بہے تو اگر نجاست پرنالہ کے پاس ہو اور کل پانی پاخانہ سے لگ کر آرہا ہو یا اکثر یا نصف تو وہ ناپاک ہے ورنہ پاک ہے اور اگر نجاست چھت پر منتفرق جگہوں پر ہو اور پرنالہ کے سرپر نہ ہو تو ناپاک نہ ہوگا اور اس کا حکم جاری پانی کا سا ہے۔ اسی طرح سراج الوہاج میں ہے اور بعض فتاوی میں ہے کہ ہمارے مشایخ نے فرمایا اگر بارش ہو رہی ہو تو جاری پانی کے حکم میں ہے یہاں تک کہ اگر یہ پانی چھت پر پڑے ہوئے پاخانہ سے لگ کر بھی آئے اور پھر کپڑوں کو لگ جائے تو کپڑے ناپاک نہ ہوں گے، ہاں اگر بارش متغیر ہو جائے جبکہ چھت پر پہنچے اور چھت پر نجاست ہو اور پھر چھت ٹپکنے لگے اور یہ پانی کسی کپڑے پر لگ جائے تو صحیح یہ ہے کہ اگر بارش ابھی منقطع نہیں ہوئی ہے تو جو پانی چھت سے بہا وہ پاک ہے، ھکذا فی المحیط۔ اور عتابیہ میں ہے کہ جبکہ متغیر نہ ہو اور اسی طرح تاتارخانیہ میں ہے اور اگر بارش بند ہونے کے بعد چھت سے پانی ٹپکے تو جو بہا ہے وہ ناپاک ہے کذا فی المحیط، اور نوازل میں ہے کہ ہمارے متاخر مشایخ نے فرمایا یہی

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی بیان المقدار ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۱

Marfat.com

فقد جری کلہ فلایقاس علیہ طہارۃ الاعلی لاستقرارہ علی الکثرۃ فانہا غیر الجریان
اقول اولا اذ احکمنا بطہارۃ الکل لاجل الجریان انقطع حکم وقت الوقوع فاذا وقف فکانما الاٰن وقع وھو حینئذ کثیر اذ العبرۃ للوجہ وما تحتہ تبعہ فما وقع الا فی الکثیر والفصل الاٰن بین الاعلی والاسفل بالکثرۃ والقلۃ خروج عن حکم الوحدۃ وعلی ھذا یلزم تنجس الاسفل المستشھد بہ ایضا لان النجس الراسب لم یصل الیہ الاحین قلتہ ھف
وثانیا لئن سلم فھذا مضر سیعود نافعا فان الماء الداخل حیث کان جاریا حتی الوصول الی المنتھی والصورۃ واحدۃ فقد جری الکل فانتفت النجاسۃ راسا ان کانت غیر مرئیۃ وکذا لو مرئیۃ وقد اخرجت فلا معنی لعودھا حین استقرارہ ولو علی القلۃ وانتقلت الی الاعلی الکثیر لو باقیۃ طافیۃ فلم یتنجس اذا استقر کثیرا وقد طھر ما تحتہ بالجریان فلا یبقی الا ما اذا کانت مرئیۃ باقیۃ راسبۃ وکلامھم مطلق حاو للصور قاطبۃ۔

ہوا اسکی سطح سے حالانکہ وہ شئی واحد ہے تو گویا کل جاری ہوا، تو اس پر اوپر والے کی طہارت کو قیاس کرنا درست نہ ہوگا کہ وہ کثرت پر مستقر ہے کیونکہ یہ جریان نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں اولاً جب ہم نے کل کی طہارت کا حکم لگایا جاری ہونے کی وجہ سے تو گرنے کے وقت کا حکم منقطع ہوگیا، تو جب ٹھہرا تو گویا وہ ابھی گرا ہے اور اس وقت وہ کثیر ہے کیونکہ اعتبار سطح کا ہے، اور جو اس کے نیچے ہے وہ اُس کے تابع ہے تو کثیر ہی میں واقع ہوا اور اعلیٰ اور اسفل میں اب کثرت وقلت کے اعتبار سے فرق کرنا وحدتِ حکم سے خروج ہوگا اور اس بنا پر نیچے والے کا نجس ہونا لازم آئیگا جس سے استشہاد بھی کیا گیا ہے کیونکہ نجاست راسبہ اس تک نہیں پہنچی ہے مگر قلت کے وقت یہ خلاف مفروض ہے۔

اور ثانیاً اگر تسلیم کرلیا جائے تو یہ ہمارے لیے مضر ہے اور عنقریب نافع ہوجائے گا، کیونکہ داخل ہونے والا پانی جاری تھا یہاں تک کہ وہ اپنی انتہا کو پہنچا اور صورت واحد ہے تو کل جاری ہوگیا اور نجاست اگر غیر مرئیہ ہو اور اسی طرح اگر مرئیہ نکال دی گئی ہو تو سرے سے ختم ہوجائیگی تو اس کے لوٹنے کے کوئی معنی نہیں جب کہ پانی ٹھہرا ہوا ہو اگرچہ کم ہی ہو اور وُہ نجاست اوپر والے کثیر پانی کی طرف منتقل ہوگئی، اگرچہ وہ اوپر تیر رہی ہو، تو جب کثیر پانی ٹھہرا ہو تو وہ ناپاک نہ ہوگا اور اس کا نچلا حصہ پانی کے جاری ہونے کی وجہ سے پاک ہوگیا تو باقی نہ رہے گا مگر جو مرئی ہو اور تہ میں باقی ہو اور ان کا کلام مطلق ہے اور تمام صورتوں کو شامل ہے۔ (ت)

Marfat.com

فی اشتراط الخروج من الجانب الاٰخر وان قیل فالمراد الاتصال فی الجریان و معلوم ان الجاری بعضه لاکل مافیه ویحکم بطہارۃ الکل فلذا قال صار فی الحکم جاریا فافهم۔

دوسری جانب سے نکل جانے کی شرط لگائی ہے خواہ کم ہی ہو تو مراد جاری ہونے میں اتصال ہے اور یہ معلوم ہے کہ جاری بعض ہی ہے کل نہیں ہے۔ اور حکم کل کی طہارت کا لگایا جائیگا اور اسی لیے فرمایا کہ یہ جاری کے حکم میں ہوگیا۔ (ت)

فقیر کے نزدیک منشاء اختلاف یہی ہے اُن بعض نے جبکہ دیکھا کہ نیا آنے والا پانی بہتا ہوا اس آب نجس سے ملا اس کی طہارت کا حکم دیا پھر اگرنجاست غیر مرئیہ ہے یا مرئیہ تھی اور نکال دی گئی جب تو ظاہر ہے کہ ان کے طور پر سب پانی پاک رہنا چاہیے اگرچہ حوض صغیر ہو کہ جاری میں کثیر کی شرط نہیں اور آب جاری جب نجاست غیر مرئیہ پر وارد ہو اُسے فنا کردیتا ہے کما حققناہ فی الاصل العاشر (جیسا کہ اسکی تحقیق ہم نے اصل عاشر میں کی ہے۔ت) تو بعد وقوف اگرچہ محل قلیل میں ٹھہرا نجاست ہی معدوم ہے ہاں نجاست مرئیہ باقیہ میں ضرور کبر محل درکار کہ وقت وقوف بوجہ کثرت عود نجاست نہ ہوسکے اور جمہور نے یہ نظر فرمائی کہ آب داخل اگرچہ جاری ہو مگر آب نجس کو جاری نہ کیا کہ بطن حوض میں رُکا ہوا تھا اور اُس کا رُکنا ہی دلیل واضح تھا کہ اُسے آگے بڑھنے کو جگہ نہیں تو آب داخل اُسے آگے نہ بڑھائے گا بلکہ اوپر چڑھائیگا تو اُس کا اجرا نہ ہوگا جو اُس کی طہارت کو درکار ہے مگر یہ کہ حوض بھر جائے اُس وقت تک تو سب ناپاک ہے اب جو اُبلے گا پاک ہوجائے گا کہ اب آگے بڑھنے اور منحدر ہیں اُترنے کو جگہ وسیع ہے اگر کہیے مانا کہ بطن حوض میں آب نجس کا اجرا نہ ہوگا مگر غسل یعنی دھونا تو ہوجائیگا کہ آب جاری بہتا ہوا آکر اُس کے تمام اجزا پر چھاگیا۔

اقول اوّلاً پانی کو دھونا شرع سے معہود نہیں مگر وہی طاہر سے ملا کر اُس کا اجرا۔

ثانیاً غسل ہوگا تو فقط سطح بالائے آب نجس کا اور وہ کوئی جامد شَے نہیں کہ ضرورۃً غسل سطح قائم مقام غسل کل ہو،

وھذہ فائدۃ استنبطها الفقیر مما فی فتح القدیر فی بیان مذهب الصاحبین انکانت الانفحة جامدۃ تطهر بالغسل[1] اھ ای اذا اخذت من بطن جدی میت

یہ فائدہ خود فقیر نے جہاں صاحبین کا مذہب فتح القدیر میں بیان ہوا ہے مَیں نے مستنبط کیا ہے، اگر دُودھ خشک ہو تو دھونے سے پاک ہوجائیگا اھ یعنی مُردہ بکری کے بچّہ کے پیٹ سے نکالے گئے ہوں کیونکہ

---

[1] فتح القدیر الماء الذی یجوز بہ الوضوء سکھر ۱/۸۴

Marfat.com

تحفۃ الفقہا و بدائع میں امام فقیہ ابوجعفر ہندوانی اور تبیین الحقائق میں دربارہ آب جاری امام ابویوسف سے اور عبدالحلیم علی الدرر و جامع الرموز میں تصریح کی کہ دونوں ہاتھوں سے پانی لینا مراد ہے یعنی لپ بھر کر لینے میں نہ کھلے اور قہستانی سے مفہوم کہ اُس کا اندازہ پانچ انگل دَل ہے۔

حیث قال (انکان) وجہ الماء (عشرا فی عشر لا ینحسر ارضہ بالغرفۃ) ای برفع الماء بالکفین وھذا قول بعض المشایخ فی تقدیر العمق وعلیہ الفتوی کما فی الخلاصۃ وھو علی ما اختارہ من المقادیر والعمق الذی ھو خمس اصابع تقریباً[1] الخ

قہستانی نے کہا کہ اگر پانی کا بالائی حصہ ایسا دہ در دہ ہو کہ چُلّو بھرنے سے پانی کی زمین نہ کھلے یعنی دونوں ہاتھوں سے پانی اٹھانے سے۔ اور عمق کی مقدار میں یہ بعض مشائخ کا قول ہے اور اسی پر فتوی ہے جیسا کہ خلاصہ میں ہے، اور یہ وہ ہے جس کو مقداروں میں سے اختیار کیا ہے، اور عمق تقریباً پانچ انگل ہے الخ (ت)

اقول وھو تقریب قریب مشھود لہ بالتجربۃ (یہ اچھی تقریب ہے تجربہ اس پر گواہ ہے۔ ت) تو آب کثیر ہونے کو یہ چاہیے کہ سو ہاتھ مساحت میں تقریباً پانچ انگل دَل کا پانی پھیلا رہا ہو کہیں اس سے کم دل نہ ہو تالاب یا حوض کہ بارش کے بہاؤ یا چرخ وغیرہ سے بھرتے ہیں ان کی دھار کبھی اتنی نہیں ہوتی کہ تالاب یا حوض میں گر کر تمام سطح مطلوب پر اُس کنارے تک معاً پانچ انگل پانی چڑھادے پانی بالطبع طالب مرکز ہے اُس کے اجزاء زیروبالا اُسی وقت تک رہ سکتے ہیں کہ اوپر کے اجزاء ڈھلکنے کی جگہ نہ پائیں جب محل پائیں گے فوراً اتر کر پھیل جائیں گے پرنالے سے جتنے دَل کی دھار اُتر رہی ہے زمین پر آکر ہرگز اُتنے دل پر نہ رہے گی معاً پھیلے گی یہی سبب ہے کہ مثلاً حوض میں ایک پورے کنارے سے پانی جس حجم کا اتاریے باآنکہ مدد برابر جاری اور حوض کے سارے عرض میں معاً ساری ہے تو چاہیے تھا کہ یہی حجم آخر تک محفوظ رہتا اور دوسرے کنارے پر معاً اُتنے دَل کا پانی ہوجاتا مگر ایسا نہیں ہوتا بلکہ اُس کنارے پر بتدریج بڑھتا ہے اور اوپر گزرا کہ دوسرے کنارے پر پہنچ کر یہ جریان ٹھہر جاتا ہے تو مساحت کی کثرت کیا نفع دے گی جبکہ معاً پانچ انگل دَل نہ ہو بتدریج ہوا تو ہر وقت آب قلیل ہے آتا ناپاک ہوگیا اور آیا وہ بھی یونہی کم تھا یونہی ناپاک ہُوا یہاں تک کہ حوض کبیر بھر گیا اور ناپاک ہی رہا۔ ہاں عظیم سیلابوں میں اتنے اور اس سے زیادہ حجم کا پانی اُس کنارے پر معاً چڑھتا ہے مگر وہ دم کے دم میں

---

[1] جامع الرموز بحث عشر فی عشر مطبعہ کریمیہ قزان، ایران ۱/۴۸

Marfat.com

نہیں ہوسکتا جب تک نجاست سے اس کا کوئی وصف نہ بدلے لوٹے کی دھار کا مسئلہ اصل ۹ میں گزرا۔

ثانیاً یہ تعلیل و شرط نہ بھی ہوتی تو اس مسئلہ دوّارہ کا نفسِ حکم کہ کتبِ معتمدہ جماہیر مشاہیر میں دائر و سائر ہے خود اُسے جاری نہ ماننے پر برہان ظاہر ہے جواب چہارم میں منیہ[9] و بدائع[10] و صغار[11] و حلیہ[12] اور پنجم میں حلیہ[13] و غنیہ[14] اور اس کی اصل ہشتم میں خانیہ[15] و خزانۃ المفتین[16] و محیط[17] و حلیہ و خلاصہ[18] و فتح[19] و فتاوٰی سمرقند[20] و بحر[21] و ہندیہ[22] و غیاثیہ[23] و ذخیرہ[24] و فرع آخر قاضی خان[25] و جواہر الاخلاطی[26] سے تصریحیں اور تصحیحیں گزریں کہ حوض کتنا ہی کبیر ہو جب اس میں قلیل پانی ناپاک تھا پھر پانی آیا اور لبالب بھر گیا ناپاک ہی رہا۔ بھلا جب تک حدِ قلت میں تھا یہ کہہ سکتے تھے کہ آنے والا پانی اگرچہ اپنے داخل ہونے سے دوسری جانب پہنچنے تک جاری رہا مگر وہاں جاکر تو رُک گیا اور رہے قلیل اور نجاست یا آبِ نجس سے متصل تو اب ناپاک ہوجائے گا اسی طرح جو پانی آتا جائے گا حدِ قلت تک یہی حکم پائیگا وھم انما قالوا کل ما دخل صار نجسا لا کما دخل تنجس مگر حوض تو کبیر ہے جب حدِ قلت سے آگے بڑھے گا کیا کہا جائے گا۔ آیا بہتا ہُوا اور ٹھہرا کثیر ہو کر تو کسی وقت قابلِ قبول نجاست نہ ہُوا پھر یہ حکم کیوں ہے کہ لبالب بھرنے پر بھی سب ناپاک۔ بلکہ لازم تھا کہ یا تو حصّہ بالا کو جہاں سے حدِ کثرت ہے (اور ممکن ہے کہ حوض کبیر کا معظم حصہ وہی ہو) پاک کہیں اور حدِ قلت سے نیچے تک ناپاک یا نظر بر آں کہ حصہ زیریں ممتاز صورت نہ رکھنے کے باعث بالا کا تابع ہے سب پاک۔

اقول اور ظاہر ایہی اقیس ہوتا اگر نہ دیکھا کہ حوض کتنا ہی عمیق ہو بلکہ گہرے سے گہرا کنواں اگر لبالب بھر کر اُبل جائے اوپر سے نیچے تک سب پاک ہوگیا کہ آب جاری ہو گیا حالانکہ یقیناً حرکت جریانی صرف اوپر کے قلیل حصہ کو پہنچے گی آنے والا پانی جہاں تک کے پانی کو دبا کر ساتھ بہا کر اُبلے اُبالے گا اُتنے ہی پر جریان واقع ہوگا نیچے گزوں تک کے پانی کو خبر بھی نہ ہوگی اور ٹھہرا سب پاک۔ اُسی لیے کہ صورت واحدہ و شیئ واحد ہے، یُوں ہی آب کثیر کہ صورتِ واحدہ رکھتا اور اوپر قلیل حصہ کثیر اور نیچے سب قلیل ہے اور نجاست راسبہ پڑی کہ تہ تک پہنچی سب پاک رہے گا روئے آب کی کثرت و طہارت تہ تک عمل کرے گی کذا ھذا۔

فان قلت فی الجواب عنہما ان العبرۃ فی الکثرۃ والقلۃ لاوان الوقوع وھذا کان قلیلا عندہ والمستشھد بہ کثیرا فافترقا اما الجریان فمعتبر بنفسہ لالحاظ فیہ لکثرۃ اوقلۃ وقت الوقوع فاذا اجری وجھہ وھو شیئ واحد

اگر تم ان دونوں کی طرف سے جواب میں یہ کہو کہ کثرت و قلت میں اعتبار گرنے کے وقت کا ہے اور یہ گرتے وقت قلیل تھا اور جس سے استدلال کیا جارہا ہے وہ کثیر ہے تو دونوں میں فرق ہوگیا، اور جاری ہونا تو وہ بنفسہ معتبر ہے اس میں کثرت و قلت کا کوئی اعتبار نہیں، وقوع کے وقت میں، تو جب وہ جاری

Marfat.com

یستقر فی مکان طاہر حتی یصیر عشرا فی عشر[1] | جگہ نہیں ٹھہرتا ہے یہاں تک کہ دہ در دہ ہوجائے۔ (ت)

ورنہ صرف دہ در دہ ہونے کے لیے کسی مکان میں ٹھہر کر جمع ہولینا کیوں درکار ہوتا۔

اقول اس وقت کا ڈل کیا فائدہ دے گا جبکہ اُسے آگے بڑھ کر نجاستوں سے ملنا ہے بڑھے گا پھر اُسی بہنے پھیلنے سے جو اُس میں وہ حجم نہ رہنے دیں گے۔

اگر کہیے اتصال نجاست یوں بھی ممکن کہ آب نجس بڑھ کر اُس سے ملے۔

اقول یہ تصویر مفروض کے خلاف ہے اور خانیہ میں الفاظ مذکورہ کے بعد تصریح ہے، ثم تعدی الی موضع النجاسۃ[2] (پھر نجاست کی جگہ تک تجاوز کر جائے۔ ت) بقیہ کتب مذکورہ میں ہے: ثم انتھی الی النجاسۃ[3] (پھر نجاست تک پہنچ جائے۔ ت) بالجملہ کلمات جمہور پر کسی طرح اُس آنے والے پانی کا بھی بطن حوض میں جریان درست نہیں آتا۔

وانا اقول وباللہ التوفیق تحقیق یہی ہے کہ وہ جاری نہیں ورنہ اگر مثلاً نصف لوٹے میں ناپاک پانی ہو جس میں نجاست غیر مرئیہ ہو یا مرئیہ تھی اور نکال دی اُس کے بعد لوٹا بھر دیا اور کناروں سے کچھ نکلا بلکہ بھرا بھی نہیں کچھ پانی ڈال دیا جو اُس کے ایک کنارے سے دوسرے تک بہ گیا تو چاہیے کہ سب پانی اور لوٹا پاک ہوجائے کہ جریان ہوگیا اور وہ نجاست غیر مرئیہ کو فنا کر دیتا ہے اور اُس میں کوئی مساحت شرط نہیں اور بعد فنائے نجاست قلت پر استقرار کیا مضر حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں یہ مشایخ کہ خروج اصلا شرط نہیں کرتے اُن کا کلام بھی حوض کبیر میں ہے ولہذا منیہ وذخیرہ ونظم زندویسی میں فرمایا اذا کان الحوض کبیرا[4]

عہ تنبیہ اس مسئلہ کی تحقیق جلیل رسالہ ہبۃ الحبیر میں آتی ہے وہاں سے بتوفیق الٰہی یہ توفیق ظاہر ہوگی کہ پانی کے فی نفسہ کثیر ہونے کے لیے عمق درکار نہیں صرف اتنا ہو کہ زمین کہیں کھلی نہ ہو اور یہ جو اتنا عمق شرط کیا گیا کہ پانی لینے سے زمین نہ کھلے اُس حالت میں ہے کہ اُس کے اندر وضو وغسل کریں اس تقدیر پر توجیہ مذکور کی گنجایش ہی نہیں واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (م)

---

[1] حلیہ

[2] قاضی خان | الماء الراکد | نول کشور لکھنؤ | ۱/۴

[3] بحرالرائق | ابحاث الماء | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱/۷۷

[4] منیۃ المصلی | فصل فی الحیض | مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور | ص ۶۷

Marfat.com

ثالثاً جواب چہارم میں عبارت فتح القدیر[۲۸] دربارۂ حوضِ صغیر کہ بھر کر بھی ناپاک رہے گا اُسی عدم تسلیم جریان پر دال ورنہ نجاست غیر مرئیہ یا مرئیہ کہ نکال دی ضرور زائل ہو جاتی۔

رابعاً تنبیہ جلیل میں منیہ[۲۹] ومحیط[۳۰] وحلیہ[۳۱] وخانیہ[۳۲] وہندیہ[۳۳] وذخیرہ[۳۴] کی عبارات ائمہ اجلہ علی سغدی[۳۵] و نصیر[۳۶] بن یحیٰی وخلف[۳۷] بن ایوب رحمہم اللہ تعالٰی کے ارشادات کہ ایک حوض سے دوسرے میں انتقالِ آب کے جریان ہونے کو اُن میں کچھ مسافت ہونا ضرور ورنہ اس میں سے نکل کر اُس کے جوف میں جاتے ہوئے اُس میں وضو کیا جائے تو وضو نہ ہوگا اگر بطن میں حرکت کو جریان مانتے تو جس وقت پانی اول سے دوم میں گر رہا اور یہاں سے ملتقی تک بہ رہا ہے اُس میں وضو ضرور آبِ جاری میں وضو ہونا بیچ میں فاصلہ مسافت کی ضرورت نہ ہوتی کما اشرنا الیہ ثمہ ان ۳۷ عبارتوں سے روشن کہ جمہور اس سیلان کو خود اُس آب داخل ہی کا جریان نہیں مانتے اور یہ انھیں وجوہ سے کہ بحث اول میں گزریں اشکال سے خالی نہیں۔

اگر کہیے آبِ راکد کے کثیر و ناقابل نجاست ہونے کے لیے صرف مساحت سطحِ آب یا طول وعرض دہ در دہ کافی نہیں بلکہ اتنا عمق بھی درکار ہے کہ اس میں سے پانی ہاتھ سے لیں تو زمین کھل نہ جائے یہی صحیح ہے ہدایہ وغیرہا کتب کثیرہ اسی پر فتوٰی ہے ظہیریہ خلاصہ درایہ جوہرہ وغیرہا ولہذا فتاوی امام اجل قاضی خان پھر ہندیہ وغنیہ میں فرمایا، واللفظ لہا یعنی الفاظ غنیہ کے ہیں:

ان علا الماء من ثقب الجمد وانبسط علی وجہ الجمد وکان عشرا فی عشر فان کان بحیث لوغرف منہ لاینحسر ماتحتہ من الجمد لم[۱] یفسد بوقوع المفسد وان کان ینحسر او کان دون عشر فی عشر یفسد[۱] بہ۔	جب پانی برف کے سوراخ سے اوپر چڑھے اور پھیل جائے برف کی سطح پر اور پانی دہ در دہ ہو اس طور پر کہ اگر کسی نے چلّو بھر کر اس سے پانی لیا اور اس کے نیچے برف نہ کھلی تو مفسد کے گرنے سے فاسد ہوگا اور اگر نیچے والی برف کھل گئی یا وہ پانی دہ در دہ نہ تھا تو وہ پانی فاسد ہو جائے گا۔ (ت)

۱؎ ولفظ الاولین جاز فیہ الوضوء والافلا اھ فلیتنبہ فستأتیک فائدتہ فی الرسالۃ الآتیۃ ان شاء اللہ تعالٰی ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م).	پہلی دو کتابوں کے الفاظ یہ ہیں کہ اس میں وضو جائز ہے ورنہ نہیں اھ خبردار اس کا فائدہ آئندہ رسالہ میں آئے گا ان شاء اللہ تعالٰی ۱۲ منہ غفرلہ۔ (ت)

۱؎ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی بحث عشر فی عشر سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۰۰

Marfat.com

ومما قلت فيه صلى الله تعالیٰ عليه وسلم،
مستجرا بذيله الاكرم ؎
رسول الله انت المستجار
فلا اخشى الاعادي كيف جاروا
بفضلك ارتجي ان عن قريب
تمزق كيدهم والقوم باروا
وقلت ؎
رسول الله انت بعثت فينا
كريما رحمة حصنا حصينا
تخوفني العدى كيدا متينا
اجرني يا امان الخائفينا
ومما **قلت** قديما في ربيع الآخر سنة
الف وثلثمائة فرأيت الاجابة فوق العادة
وفوق المطلب والارادة سريعا في
الساعة ولله الحمد ابدا وارجو مثله
سرمدا

الحمد للمتوحد	بجلاله المتفرد
وصلاته دوما على	خير الانام محمد
والآل والاصحاب هم	مأوای عند شدائد
فالى العظيم توسلى	بكتابه وباحمد
وبمن اتی بكلامه[1]	وبمن هدی وبمن هدى
وبطيبة وبمن ثوت	وبمنبر وبمسجد

میں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں آپ کے دامن کی پناہ حاصل کرنے کے لیے یہ اشعار کہے ہیں اے اللہ کے رسول! آپ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے، تو اب مجھے دشمنوں کا کچھ خوف نہیں کہ وُہ کیا ظلم ڈھائیں گے، مجھے آپ کے فضل سے امید ہے کہ عنقریب ان کا مکر پارہ پارہ ہوجائیگا اور وُہ ہلاک ہوجائیں گے۔

اور عرض کیا ہے اے اللہ کے رسول! آپ ہم میں مبعوث کئے گئے رحمت بنا کر اور مضبوط قلعہ بنا کر۔ مجھے دشمن اپنی مضبوط چالوں سے ڈراتے دھمکاتے ہیں اے خوفزدہ لوگوں کی پناہ! مجھے پناہ دیجئے۔

اور اس سے پہلے ربیع الآخر ۱۳۰۰ھ میں کہا تھا تو امید سے فزوں تر حیرت انگیز طور پر میری مرادیں پُوری ہوگئیں وللہ الحمد، خدا کرے ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہے۔

تمام تعریفیں خدائے یکتا کو سزاوار ہیں جو اپنے جلال میں یکتا ہے، اور اس کی رحمتیں مدام، بہترین مخلوق محمد پر نازل ہوں، اور آل و اصحاب پر، جو سختیوں میں میری پناہ گاہ ہیں، تو خداوند عظیم کی بارگاہ میں، میں وسیلہ لاتا ہوں، اس کی کتاب اور احمد کا۔ اور ان کا جو اللہ کے کلام کو

---

[1] ھو جبریل علیه الصلاة والسلام ونبينا صلى الله تعالیٰ علیه وسلم وحملة القرآن من آله وصحبه وامته صلى الله تعالیٰ علیه وعليهم وسلم ۱۲ منه غفرله (م)

اور وہ جبریل علیہ السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حاملین قرآن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل، اصحاب اور امت میں سے ہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

Marfat.com

تالاب کو بھر کر اُبال دیں گے تو اس صورت نزاع میں رہے گا ہی نہیں اور بالفرض اگر کبھی ایسی صورت ہو کہ اُتنے عظیم بہاؤ کا پانی آئے اور کنارے ہی پر رک رہے تو یہ بغایت نادر ہے اور احکام فقہیہ میں نادر کا لحاظ نہیں ہوتا۔ یہ ہے اُس حکم وا ثر سائر کا منشا اور یہ ہے اُس تعلیل کا مفاد کہ کل ماد خل صار نجسا یہ ہے وہ غایت عذر کہ تالاب میں باہر سے آنے والے پانی کو جاری مان کر بھی بحال نجاست مرئیہ باقیہ تمام تالاب کو ناپاک ٹھہرائے کتنا ہی کبیر ہو اگرچہ مسئلہ حوضین ومسئلہ نجاست غیر مرئیہ یا مرئیہ مخرجہ کا اب بھی جواب نہ ہوا۔

اقول مگر اس تقریر پر وہ صورت وارد ہے کہ اگر پانی تالاب میں داخل ہو کر پہلے دہ در دہ ہو لیا پھر نجاست سے ملا تو ناپاک نہ ہوگا کہ وہ دہ در دہ سہی پانچ اُنگل دَل بھی تو درکار۔

اگرچہ ملنے سے پہلے اُس پُوری مساحت میں اُتنا دَل پیدا ہونا بعید نہیں کہ پھیلنا تو بہتے میں ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ ملنے سے پہلے کہیں ٹھہر کر دَل پیدا کرلے پھر ملے۔ یہی سر ہے کہ صورت مذکورہ خانیہ میں ان لفظوں سے ارشاد ہُوئی:

واجتمع الماء فی مکان طاھر وھو عشر فی عشر[1]	اور پانی پاک جگہ اکٹھا ہوگیا اور وہ دہ در دہ ہے۔ (ت)

خلاصہ میں:

انکان الماء الذی یدخل فی الغدیر یستقر فی مکان طاھر حتی صار عشرا فی عشر[2]	اگر وُہ پانی جو تالاب میں داخل ہو رہا ہے پاک جگہ ٹھہر گیا یہاں تک کہ دہ در دہ ہوگیا۔ (ت)

فتح القدیر و بحر الرائق میں:

انکان دخل فی مکان طاھر واستقر فیہ حتی صار عشرا فی عشر[3]	اور اگر پاک جگہ پانی داخل ہو کر ٹھہر گیا یہاں تک کہ وہ دہ در دہ ہوگیا۔ (ت)

ذخیرہ وحلیہ میں:

انکان الماء الذی یدخل الغدیر اولا	اگر وُہ پانی جو تالاب میں داخل ہوتا ہے داخل ہوتے ہی پاک

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل الماء الراکد نولکشور لکھنؤ ۱/۴

[2] خلاصۃ الفتاوٰی فصل فی الحیاض ″ ۱/۵

[3] فتح القدیر الغدیر العظیم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۱

Marfat.com

بزازیہ میں بظاہر حوض کو صفت کثرت سے مطلق رکھ کر فرمایا : ثم دخل ماء کثیر[1] (پھر کثیر پانی داخل ہو۔ت) غنیہ میں اُن کے حکم کی تعلیل یوں فرمائی :

(قیل لیس بنجس) لکونہ کبیرا[2] الخ کما تقدم کل ذلک۔ (کہا گیا ہے کہ یہ نجس نہیں ہے) کیونکہ یہ بڑا ہے الخ جیسا کہ یہ سب کچھ پہلے گزر چکا ہے۔(ت)

تو یہ اعتراض بھی اسی قول دوم پر رہا مگر یہ کہ اُن کا کلام مرتیہ باقیہ سے مخصوص کیا جائے۔ اب رہے وجوہ ثلٰثہ مذکورۂ بحث اول **اقول** وبہ استعین جو ظرف حبس وحفظ آب کے لیے ہو اُس میں پانی کی حرکت عرفاً جریان نہیں کہلاتی مشک کی تہ میں کٹورا بھر پانی ہو اُسے دہانہ باندھ کر زیروبالا کیجئے کہ پانی اِدھر سے اُدھر اُدھر سے ادھر جائے اسے کوئی جاری ہونا نہ کہے گا۔ جب دہانے سے نکل کر بہے گا اب کہیں گے کہ پانی بہا یہاں سے تینوں وجوہ کا جواب ہوگیا کہ بطن ظرف میں متحرک کو عرفاً جاری نہیں کہتے اور مکان اور اس کی دیواریں کوئی ظرفِ آب نہیں اور نہر ظرف ہے مگر نہ ظرف حبس بلکہ محلِ جریان بخلاف تالاب اور حوض کے، اگرچہ کبیر ہو، تو بحمد اللہ تعالٰی قول جمہور ہی پر عرش تحقیق مستقر ہوا اور کیوں نہ ہو کہ :

العمل علی قول الاکثر ویداللہ علی الجماعۃ ھذا کلہ ما فاض علی قلب الفقیر ؎ من فیض اللطیف الخبیر ؎ مع تشتت البال ؎ وتراکم البلبال ؎ وھجوم الحساد ؎ بانواع الفساد ؎ واللہ المستعان ؎ وعلیہ التکلان ؎ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ؎ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ؎ نعم المولٰی ونعم النصیر ؎

عمل اکثر کے قول پر ہی ہوتا ہے، اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہی ہوتا ہے، یہ سب کچھ فقیر کے دل پر اُترا، مہربان باخبر خدا کے فیض کرم سے ہے، حالانکہ طبیعت پراگندہ اور پیہم مصائب میں گرفتار ہوں اور حاسدوں نے الگ کئی قسم کے فساد برپا کر رکھے ہیں اللہ ہی سے مدد مانگی جاتی ہے اور اسی پر بھروسا کیا جاتا ہے اور طاقت وقوت اللہ ہی سے ملتی ہے جو بلند اور باعظمت ہے، ہمیں اللہ کافی ہے اور معتبر کارساز ہے، بہترین آقا اور بہترین مددگار ہے

؎ عدت العادون وجاروا
ورجوت اللہ مجیرا
وکفٰی باللہ ولیا
وکفٰی باللہ نصیرا

دشمنوں نے حد سے تجاوز کیا اور ظلم کیا۔ اور میں اللہ کے کرم کی امید کرتا ہوں حالتِ انکساری میں اور اللہ کافی کارساز ہے اور اللہ کافی مددگار ہے

---

[1] بزازیہ مع الہندیہ نوع فی الحیض نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۸
[2] غنیۃ المستملی عشر فی عشر سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۰۱

Marfat.com

اقول یہ تقریباً نو انگل یعنی تین گرہ ہوا۔

(۷) ایک بالشت

(۸) ایک ہاتھ

(۹) دو ہاتھ

(۱۰) سفید سکہ اس میں ڈال کر مرد کھڑے سے دیکھے تو روپیہ نظر نہ آئے۔

اقول یعنی پانی کی کثرت سے نہ کہ اس کی کدرت سے۔

(۱۱) اپنی طرف سے کوئی تعیین نہیں ناظر کی رائے پر موقوف ہے۔

اقول یعنی جو جتنے گہراو پر سمجھے کہ اب کثیر ہوگیا، اس کے حق میں وہ کثیر ہے دوسرا نہ سمجھے تو اس کے لیے قلیل ہے۔

اقول وھو غیر الاول فھو سلب التقدیر وھذا تفویضہ الی رأی المبتلی بہ و بالجملۃ فالاول حکم العدم وھذا عدم الحکم فان قلت انما التفویض فی ظاہر الروایۃ فی الطول والعرض اذ بھما الخلوص وعدمہ وفیم یفوض الیہ النظر فی العمق۔

میں کہتا ہوں وہ اول کا غیر ہے تو وہ سلبِ تقدیر ہے، اور یہ اُسی شخص کی رائے کی طرف سپرد کرنا ہے جو اس میں مبتلا ہو، اور خلاصہ یہ ہے کہ پہلا حکمِ عدم ہے اور یہ عدمِ حکم ہے۔ تو اگر تم کہو کہ تفویض ظاہر روایت میں صرف طول وعرض میں ہے کیونکہ انہی دونوں سے خلوص اور عدمِ خلوص کا علم ہوتا ہے تو عمق میں اس کی رائے کی طرف کیونکر سپرد کیا جائے گا۔ (ت)

اقول اختلفوا فی معیار عدم الخلوص ھل ھو التحریک وھی الروایۃ المتفقۃ عن اصحابنا ام الصبغ وھو قول الامام ابی حفص الکبیر البخاری ام التکدیر وھو قول الامام ابی نصر محمد بن محمد بن سلام ام المساحۃ وھو قول الامام ابی سلیمٰن الجوزجانی الکل فی البدائع ثم ولا شك ان التکدیر یختلف باختلاف العمق فلعل ھذا القائل قائل بھذا القول

میں کہتا ہوں عدمِ خلوص کے معیار میں اختلاف ہے کہ آیا وُہ تحریک ہے اور یہی متفقہ روایت ہمارے اصحاب کی ہے، یا صرف رنگنا ہے اور یہی قول امام ابو حفص الکبیر بخاری کا ہے، یا گدلا کرنا ہے، اور یہ امام ابو نصر محمد بن محمد بن سلام کا ہے، یا مساحت ہے اور یہ امام ابو سلیمان الجوزجانی کا قول ہے۔ یہ تمام تفصیل بدائع میں ہے، اور اس میں شک نہیں کہ گدلا کرنا گہرائی کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے، اور غالباً یہ قائل اسی قول کا طرف

Marfat.com

وبكل من وجد الرضا   من عند رب واجد

لاهمّ[1] قد هجم العداى   من كل شاذٍ ابعد

فى خيلهم ورجالهم   مع كل عاد معتد

هاوين زلة مثبتٍ   باغين ذلة مهتد

لكن عبدك آمن   اذ من دعاك يؤيد

لا اختشى من باسهم   يد ناصرى اقوى يد

لاهمّ فادفع شرهم   وقنى مكيدة كائد

وادم صلاتك والسلا   م على الحبيب الاجود

والآل امطار الندا   والصحب سحب عوائد

ما غردت ورقاء على   بانٍ بخير مغرد

واجعل بها احمد رضا

عبدا بحرز السيد

والله تعالى وتبارك ، صلى وسلم وبارك ، على المولى الكريم المبارك ، وآله وصحبه ، وابنه وحزبه ، صلاة تحل العقد ، تحل المدد ، وتقينا شر حاسد اذا حسد ، ومكر حاقد اذا حقد ، وضر عاند اذا عند ، بحرمة قل هو الله احد ○ الله الصمد ○ لم يلد ولم يولد ○ ولم يكن له كفوا احد ○ والحمد لله رب العالمين الى الابد ، والله سبحنه وتعالى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم۔

لائے اور جنھوں نے ہدایت دی اور جن سے ہدایت لی جاتی ہے، اور مدینہ منورہ کو اور ان کو جو مدینہ میں رہتے ہیں، اور منبر اور مسجد شریف کو اور ان تمام کو جنہیں خوشنودی میسر آئی رب کی جانب سے۔ اے اللہ! دشمنوں نے مجھ پر حملہ بول دیا ہے ہر دوری سے ان کے پیادوں اور ان کے سواروں نے، ہر حد سے تجاوز کرنے والے ظالم نے، جو ثابت قدم کی لغزش کی امید کرتے ہیں، اور ہدایت یافتہ کی ذلت کے خواہاں ہیں، مگر آپ کا غلام بے خوف ہے کیونکہ جو آپ کو پکارتا ہے اس کی تائید کی جاتی ہے، میں ان کی طاقت وقوت سے خوفزدہ نہیں۔ میرے مددگار کا ہاتھ مضبوط تر ہے۔ یا اللہ! ان کے شر کو دفع کردے، اور مکار کے مکر سے مجھے بچالے، اور اپنے صلوٰۃ وسلام کو سخی تر حبیب پر ہمیشہ نازل فرما، اور اُن کی آل پر جو جُود وسخا کی بارش ہیں، اور اصحاب پر جو فوائد کے بادل ہیں، جب تک قمریاں بان کے درخت پر بہترین گانے گاتی رہیں۔

اور اس صلوٰۃ وسلام کے طفیل احمد رضا کو، آقا کا امان یافتہ غلام بنادے۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ صلوٰۃ وسلام اور برکتیں نازل فرمائے آقا، کریم اور مبارک پر، اور ان کی آل واصحاب اور بیٹے اور ان کی جماعت پر، وہ صلوٰۃ جو گرہوں کو کھول دے اور مدد عطا کرے، اور ہمیں حاسدوں کے حسد سے اور کینہ پروروں کے کینوں سے اور سرکشوں کی شرارت سے بچا دے بطفیل قل ہو اللہ احد الخ کے، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (ت)

---

[1] لغة فى اللهم ۱۲ منه غفر له (م)   اَللّٰھُمّ میں ایک لغت ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

Marfat.com

الامام ابوبکر الطرخانی اذا لم یکن له عرض صالح وکان طوله من بخاری الی سمرقند لا یجوز التوضی منه وقال محمد بن ابرهیم المیدانی ان کان بحال لو جمع ماؤه یصیر عشرا فی عشر وصار عمقه بقدر شبر جاز التوضی به الکل فی الفتاوی الظهیریة وذکر فی الخلاصة ان الفقیه ابا اللیث اخذ به وعلیه اعتماد الصدر الشهید وفی الملتقط ان کان عرض الغدیر ذراعین وبلغ طوله فی عرضه عشرا فی عشر فبال فیه انسان فالماء طاهر[1] اھ فانما الضمیر فی قوله اخذ به وقوله علیه اعتماد الی اعتبار المساحة ولو بالجمع والا لم تکن الحوالة رائجة لان عبارة الخلاصة فی جنس فی النهر هکذا ان کان الماء له طول وعمق ولیس له عرض کانهار بلخ ان کان بحال لو جمع یصیر عشرا فی عشر یجوز التوضی به وهذا قول ابی سلیمان الجوزجانی وبه اخذ الفقیه ابو اللیث وعلیه اعتماد الصدر الشهید وقال الامام ابوبکر الطرخانی لا یجوز وان کان من هنا الی سمرقند[2] اھ فلیس فیه ذکر العمق

شرط نہیں اور اس کی دلیل برجندی کا قول ہے "امام ابوبکر طرخانی نے فرمایا جب اس کی چوڑائی مناسب نہ ہو اور اس کی لمبائی خواہ بخاری سے سمرقند تک ہو تو اُس سے وضو جائز نہیں"، اور محمد بن ابراہیم میدانی نے فرمایا اگر حوض اتنا بڑا ہو کہ اگر اس کا پانی اکٹھا کیا جائے تو وہ دہ در دہ ہو جائے اور اس کی گہرائی بقدر ایک بالشت ہو تو اس سے وضو جائز ہے، یہ سب فتاوٰی ظہیریہ سے ماخوذ ہے اور خلاصہ میں ذکر کیا کہ فقیہ ابواللیث نے اسی کو اختیار کیا ہے اور اسی پر صدر الشہید کا اعتماد ہے، اور ملتقط میں ہے کہ اگر تالاب کی چوڑائی دو ہاتھ ہو اور اس کی لمبائی چوڑائی میں دہ در دہ ہو اور اس میں کوئی انسان پیشاب کردے تو پانی پاک ہے اھ اور ضمیر ان کے قول اخذ بہ اور علیہ میں اعتبار مساحت کی طرف راجع ہے اگرچہ جمع کے اعتبار سے ہو ورنہ تو حوالہ رائج نہ ہوتا کیونکہ خلاصہ کی عبارت جنس فی النہر میں اس طرح ہے کہ اگر پانی کے لیے لمبائی گہرائی ہو اور چوڑائی نہ ہو جیسے بلخ کی نہریں، ان میں کا پانی اگر جمع کرلیا جائے تو وہ دہ در دہ ہو جائے تو اُس سے وضو جائز ہے اور یہ ابوسلیمان الجوزجانی کا قول ہے اور فقیہ ابواللیث نے اسی کو اختیار کیا ہے اور اسی پر صدر الشہید کا اعتماد ہے، اور امام ابوبکر الطرخانی نے فرمایا جائز نہیں اگرچہ یہاں سے

---

[1] نقایہ برجندی کتاب الطہارت نولکشور لکھنؤ ۱/۳۳

[2] خلاصۃ الفتاوٰی جنس فی الانہار ؍؍ ۱/۹

Marfat.com

فتوٰی مسمّٰی بہ

ھبۃ الحبیر فی عمق ماء کثیر ۱۳۳۴ھ

ابرباراں کا عطیہ زیادہ پانی کی گہرائی میں (ت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

مسئلہ ۵۴ ۴ رجب المرجب ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آبِ کثیر کے لیے جو مثل جاری نجاست قبول نہ کرے کتنا عمق درکار ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ ہاتھ سے پانی لینے میں زمین نہ کھلے اس سے چلّو مراد ہے یا لپ ، بیّنوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

اُس کے عمق میں گیارہ قول ہیں ،

(۱) کچھ درکار نہیں صرف اتنا ہو کہ اُتنی مساحت میں زمین کہیں کھلی نہ ہو۔

(۲) بڑا درہم کہ ۴ ماشے ہوتا ہے اُس کے عرض سے کچھ زیادہ گہرا ہو۔

(۳) اُس میں سے پانی ہاتھ سے اُٹھائیں تو زمین کھل نہ جائے۔

(۴) پانی لینے میں ہاتھ زمین کو نہ لگے۔

اقول یہ اپنے سابق سے زائد ہے کما لایخفی۔

(۵) ٹخنوں تک ہو۔

(۶) چار اُنگل کشادہ

Marfat.com

الماء الجاری[1] (وہ فرماتے ہیں کہ بعض نے کہا صحیح یہ ہے کہ جب پانی لے الخ۔ ت)

اقول یہاں دو نظریں ہیں ایک بظاہر قوی اس قول کی تزییف میں دوسری کمال ضعیف اس کی تائید میں اور شاید اسی لیے امام ابن الہمام نے اس تصحیح کو ضعیف کیا مگر نظر دقیق اس کی قوت پر حاکم وباللہ التوفیق

اما التائید فلعل زاعما یزعم ان الکثیر قد الحق بالجاری فی کل حکم کما حققہ فی الفتح والجاری لاتقدیر فیہ للعمق کما دلت علیہ فروع کثیرۃ منہا مسألۃ المطر النازل علی سطح فیہ نجاسات فکذا ھھنا۔

اور جہاں تک تائید کا تعلق ہے شاید کوئی گمان کرنے والا گمان کرے کہ کثیر کو جاری کے حکم میں کیا گیا ہے تمام احکام میں، جیسا کہ اس کی تحقیق فتح میں ہے اور جاری کی گہرائی میں کوئی معتدار نہیں ہے، اور اس پر فروعِ کثیرہ دلالت کرتی ہیں ایک فرع ان میں سے یہ ہے کہ بارش چھت پر ہو اور وہاں مختلف نجاستیں ہوں تو یہاں بھی ایسا ہی ہے۔ (ت)

اقول ھب ان الکثیر ملحق بالجاری فی جمیع الاحکام لکن الکلام انہ متی یکون کثیرا فلا یمکن الالحاق قبل اثبات ان الکثرۃ لاتحتاج الی العمق الاتری ان الجاری لاتقدیر فیہ بشیئ من الطول ولا العرض کما دلت علیہ فروع جمۃ ذکرناھا فی رحب الساحۃ منہا الماء النازل من الابریق علی ید المستنجی قبل وصولہ الیہا ولا یلزم منہ عدم التقدیر بہما ھھنا ایضا فکذا العمق واللہ تعالی اعلم واما التزییف ففی الراکد الکثیر قولان معتمدان الاول ظاہر الروایۃ وھو اعتبار عدم الخلوص ظنا وتفویضہ الی رای المبتلی بہ من دون تقدیر بشیئ ومعرّف ذلک التحریک عند ائمتنا الثلثۃ رضی اللہ تعالی

میں کہتا ہوں مان لیا کہ کثیر تمام احکام میں جاری کے ساتھ ملحق ہے لیکن اصل گفتگو تو اس میں ہے کہ وہ کب کثیر ہوگا تو اس کو اس کے ساتھ ملحق کرنا اس وقت تک درست نہ ہوگا جب تک یہ ثابت نہ کیا جائے کہ کثرت گہرائی کی محتاج نہیں، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ جاری میں طول وعرض کا کوئی اندازہ نہیں، اس پر بہت سی فروع دلالت کرتی ہیں جن کا ذکر ہم نے رحب الساحۃ میں کیا، ایک فرع یہ ہے کہ لوٹے سے پانی استنجا کرنے والے کے ہاتھ پر گرے اس تک پہنچنے سے قبل اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان دونوں کا اندازہ نہ ہو یہاں بھی، تو عمق کا بھی یہی حال ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ اور تزییف کا بیان یہ ہے کہ ٹھہرے ہوئے پانی میں دو معتمد قول ہیں پہلا ظاہر الروایۃ ہے اور وہ بطور گمان عدم خلوص کا اعتبار ہے اور اس میں کوئی مقدار نہیں بلکہ جو اس

---

[1] فتح القدیر بحث عشر فی عشر نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۱

Marfat.com

مفوضه الى رای الناظر والله تعالیٰ اعلم۔

مائل ہے اور اسی لیے انھوں نے اس معاملہ کو دیکھنے والوں کی رائے کی طرف سپرد کیا ہے۔ (ت)

ان میں قول سوم عامۂ کُتب میں ہے اور اوّل و دوم و ہفتم و ہشتم بدائع و تبیین و فتح میں نقل فرماتے اور چہارم خانیہ و غنیہ پنجم جامع الرموز ششم غنیہ نیز مثل نہم و یازدہم قہستانی و نہم شرح نقایہ برجندی ہیں۔ ان میں صرف دو قول مصحح ہیں اوّل و سوم وبس۔

اما ما رأیت فی جواهر الاخلاطی من قوله جمع الماء فی خندق له طول مثلا مائة ذراع وعرضه ذراع او ذراعان فی جنس هذه المسألة اقوال فی قول یجوز التوضی منه بغیر فصل وهو الماخوذ وفی قول لو وقعت فیه نجاسة یتنجس من طوله عشرة اذرع وفی قول ان کان الماء مقدار ما لو جعل فی حوض عرضه عشرة فی عشرة ملئ الحوض و صار عمقه قدر شبر یجوز التوضی به والا فلا وهو الصحیح تیسیرا للامر علی الناس وقیل لایجوز التوضی فیه وان کان من بخاری الی سمرقند[1] اھ

جواہر الاخلاطی میں ہے کہ کسی شخص نے کسی خندق میں پانی جمع کیا جس کا طول سو ہاتھ اور چوڑائی ایک ہاتھ یا دو ہاتھ ہو، تو اس مسئلہ میں چند اقوال ہیں؛ ایک قول تو یہ ہے کہ اس سے وضو مطلقاً جائز ہے اور یہی قول ماخوذ ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ اگر اس میں نجاست گر جائے تو وہ لمبائی میں دس ہاتھ ناپاک ہوگا، اور ایک قول یہ ہے کہ اگر اس میں اتنا پانی ہے کہ اگر اس کو ایک ایسے حوض میں کرلیا جائے جس کی چوڑائی دہ در دہ ہو تو حوض بھر جائے، اور اس کی گہرائی ایک بالشت ہو، تب تو اس سے وضو جائز ہے ورنہ نہیں اور یہی صحیح ہے کہ اس میں لوگوں پر آسانی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے وضو جائز نہیں اگرچہ وہ بخارا سے سمرقند تک ہو اھ۔ (ت)

فاقول قوله هو الصحیح ناظر الی اعتبار المساحة وحدها من دون اشتراط الامتدادین وبه یوافق تصحیحه الاول بقوله هو الماخوذ لا الی اشتراط عمق شبر والدلیل علیه قول البرجندی قال

میں کہتا ہوں ان کا قول هو الصحیح صرف پیمائش کو دیکھتے ہوئے ہے، دونوں امتدادوں کی اس میں شرط نہیں، اور اسی کی وجہ سے یہ ان کی پہلی تصحیح کے مطابق ہو جائیگا، وہ فرماتے ہیں یہی ماخوذ ہے، اس میں ایک بالشت کی گہرائی کی

---

[1] جواہر الاخلاطی

Marfat.com

الحسية دون السمعية ثم اختلفوا في
تفسير الخلوص فاتفقت الروايات عن
اصحابنا انه يعتبر بالتحريك وابو حفص
الكبير اعتبر الخلوص بالصبغ وابو نصر
بالتكدير والجوزجاني بالمساحة فقال
ان كان عشرا في عشر فهو مما لا يخلص
وان كان دونه فهو مما يخلص اھ فقد
جعل هذا تفسيرا له في المذهب و
قال في الغنية تحت قوله الخلوص
اذا كان عشرا في عشر المقصود من هذا
التقدير حصول غلبة الظن بعدم
خلوص النجاسة اذا كان هذا تقدير
ما في ظاهر الرواية وجبت رعايته
فيه ويبقى عمقه على اصل الامام
ان هذا تقدير مما لا يخلص وما
لا يخلص لا يعتبر فيه عمق في ظاهر
[illegible]

صحیح نہیں، اور اسی لیے ہمارے اصحاب نے انداز
میں دلائل حسیہ کی طرف رجوع کیا نہ کہ سمعیہ کی طرف
اب خلوص کی تفسیر میں اختلاف ہے تو ہمارے اصحا
کی متفقہ روایت میں ہلنے کا اعتبار ہے، اور ابو حفص کبیر نے
خلوص رنگنے کو کہا اور ابو نصر نے گدلا ہونے کو کہا اور
جوزجانی نے پیمائش کو کہا، فرمایا کہ اگر وہ دہ در دہ
ہو تو اس میں خلوص نہیں اور اگر اس سے کم ہے تو
اس میں خلوص ہے اھ انہوں نے یہ مذہب کی تفسیر بتائی
غنیہ میں مصنف کے قول الخلوص اذا کان عشرا فی عشر کے تحت
ہے کہ اس تقدیر سے مقصود نجاست کے عدم
خلوص کی بابت ظن غالب کا حصول ہے
اھ اور جب یہ ظاہر روایت کی تفسیر ہے تو اس کی
رعایت اس میں لازم ہے۔ اور امام کی اصل کے مطابق
عمق باقی رہا کیونکہ یہ اس کی تقدیر ہے جس میں خلوص نہ ہو اور
جس میں خلوص نہ ہو ظاہر الروایۃ کے
مطابق اس میں عمق معتبر نہیں، تو یہاں اس کے
اعتبار کی کوئی وجہ نہیں۔ ہاں اگر عمق کو دخل خلوص
حرکت اور عدم خلوص میں ثابت کر دیا جائے۔ تو اس
[illegible]

[illegible]

Marfat.com

اصلا فضلا عن تقدیرہ بشبر کیف والامام الجوزجانی اخذ فی العمق بالقول الاول وھو نفی التقدیر راسا قال فی البدائع اما العمق فھل یشترط مع الطول والعرض عن ابی سلیمان الجوزجانی انہ قال ان اصحابنا رضی اللہ تعالٰی عنھم اعتبروا البسط دون العمق[1] اھ فالمیدانی اخذ بقولہ فی اعتبار المساحۃ دون الامتدادین وزاد من عند نفسہ قدر العمق فنقلاہ فی الجواھر وشرح النقایۃ وذکرا تصحیحہ باعتبار اصلہ مع قطع النظر عن الزیادۃ لان المحل محل الخلافیۃ الاصل لاخلافیۃ العمق واللہ تعالٰی اعلم۔

سمرقند تک ہوا ھ اس میں گہرائی کا سرے سے کوئی ذکر نہیں، چہ جائیکہ ایک بالشت کے اندازے کا ذکر ہو پھر امام جوزجانی نے گہرائی کے بابت پہلا قول ہی اختیار کیا ہے، جس میں اندازہ کو مطلقاً ترک کیا گیا ہے، بدائع میں فرمایا کہ گہرائی کی بابت سوال یہ ہے کہ اس کو طول و عرض کے ساتھ مشروط کیا جائے گا، ابوسلیمان الجوزجانی سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا ہمارے اصحاب نے چوڑائی کا اعتبار کیا ہے گہرائی کا نہیں، اھ تو میدانی نے پیمائش میں ان کے قول کو لیا ہے کہ دو امتدادوں میں اور اپنی طرف سے انھوں نے گہرائی کی مقدار کا اضافہ کیا، تو ان دونوں نے اس کو جواہر اور شرح نقایہ میں ذکر کیا اور ان دونوں نے اس کی تصحیح اصل کے اعتبار سے کی ہے اور زیادتی سے قطع نظر کیا ہے، کیونکہ یہ محل ہے جس کے اصل میں اختلاف ہے نہ کہ جس کے عمق میں اختلاف ہے واللہ اعلم۔ (ت)

قول اول کی تصحیح امام زیلعی نے فرمائی۔

قال فی التبیین والصحیح اذا اخذ الماء وجہ الارض یکفی ولا تقدیر فیہ فی ظاھر الروایۃ[2]۔

تبیین میں فرمایا صحیح یہ ہے کہ جب زمین کی سطح پر پانی پھیل جائے تو وہ کافی ہے ظاہر الروایۃ میں کسی مقدار کا ذکر نہیں۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

ھو الاوجہ لما عرف من اصل ابی حنیفۃ[3]۔

یہی اوجہ ہے جیسا کہ ابوحنیفہ کی اصل سے معلوم ہوا۔ (ت)

محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اس تصحیح کی تضعیف کی فقال قیل والصحیح اذا اخذ

---

[1] بدائع الصنائع — المقدار الذی یصیر بہ المحل نجسا — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۷۲

[2] تبیین الحقائق — بحث عشر فی عشر — بولاق مصر — ۱/۲۲

[3] بحرالرائق — ″ — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۷۷

Marfat.com

الهندوانی ان کان بحال لو رفع انسان الماء بکفیه انحسر اسفله ثم اتصل لا یتوضؤ به[1] ثم ذکر الزیادة علی عرض الدرهم و الشبر والذراع ولم یصحح شیئا منها نعم قال قبله فی الماء الجاری اختلف المشایخ فی حد الجریان قال بعضهم هو ان یجری بالتبن والورق وقال بعضهم ان کان بحیث لو وضع رجل یده فی الماء عرضا لم ینقطع جریانه فهو جار والا فلا وروی عن ابی یوسف انه کان بحال لو اغترف انسان الماء بکفیه لم ینحسر وجه الارض بالاغتراف فهو جار والا فلا وقیل ما یعده الناس جاریا فهو جار وما لا فلا وهو اصح الاقاویل[2] اھ فقد افاد تصحیح عدم التقدیر بعمق لکنه فی الجاری وهو کذلک فیه بلا شك والکلام ههنا فی الراکد الکثیر

ہندوانی کہتے ہیں کہ اگر پانی ایسا ہے کہ آدمی اپنے دونوں ہاتھوں سے اٹھائے تو اسکی تہ کھل جائے پھر جُڑ جائے تو اُس سے وضو نہیں ہوسکتا ہے، پھر درہم، بالشت اور ایک ہاتھ سے زائد کی چوڑائی کا ذکر کیا اور ان میں سے کسی کی تصحیح کا ذکر نہیں کیا ہاں اس سے قبل جاری پانی کی بابت کہا کہ مشایخ کا حدِ جریان میں اختلاف ہے بعض نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنا ہاتھ پانی میں چوڑائی میں ڈالے تو پانی کا جاری رہنا ختم نہ ہو تو وہ جاری ہے ورنہ نہیں (بعض نے فرمایا کہ اگر اس پانی میں کوئی تنکا ڈالا جائے یا پتہ ڈالا جائے تو بہا لے جائے) اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ وہ ایسا پانی ہو کہ اگر کوئی شخص اس میں سے چُلّو بھر کر پانی لے تو زمین کھلنے نہ پائے، ایسا پانی جاری ہے ورنہ نہیں، ایک قول ہے کہ جس کو لوگ جاری سمجھیں وُہ جاری ہے اور جس کو جاری نہ سمجھیں وُہ جاری نہیں اور سب سے زیادہ صحیح قول یہی ہے اھ اس کا مطلب یہ ہے کہ انھوں نے گہرائی کا تعین نہیں فرمایا، لیکن یہ جاری پانی میں ہے اور اس میں شک نہیں، اور گفتگو یہاں ٹھہرے ہوئے کثیر پانی میں ہے۔

اما قول البحر هو الاوجه فاقول هو رحمه الله تعالٰی مع علو کعبه الرجیح لیس من ارباب الترجیح کما یعرفه من رزق حظا من النظر الصحیح وخدمة هذا

لیکن بحر کا قول معقول تر ہے، میں کہتا ہوں وُہ بلندی مقام کے باوجود اصحابِ ترجیح سے نہیں ہیں جیسا کہ صاحبِ نظر اور فن کا ماہر جانتا ہے۔ ابن عابدین نے اپنی منظوم کی شرح عقود رسم المفتی میں بحر سے نقل کے

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی بیان المقدار ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۳

[2] ایضاً ۱/۷۱

Marfat.com

عنهم وهو بالتوضی علی الاصح والثانی معتمد عامة المتأخرین وعلیه الفتوی وهو التقدیر بعشر فی عشر اعنی مساحة مائة علی الصحیح فعدم التقدیر الموافق لاصل الامام رضی الله تعالی عنه انما هو علی الروایة الاولی اما الأن فالکلام علی تقدیر التقدیر فکیف یلاحظ فیه اصل عدم التقدیر کما فعل البحر ام کیف یراعی فیه ظاهر الروایة کما فعل الامام الفخر ونفس العشر فی عشر لیست فی ظاهر الروایة۔

میں مبتلی ہے اس کی رائے پر چھوڑا گیا ہے اور اس کی پہچان ہمارے ائمہ ثلثہ کے نزدیک حرکت دینا ہے اور یہ حرکت اصح قول کے مطابق وضوء سے ہو گی، اور دوسرا قول عام متأخرین کا مختار ہے اور اسی پر فتوٰی ہے، اور اس سے مراد دہ در دہ کی مقدار ہے، یعنی سو ہاتھ کی پیمائش صحیح قول پر ہے، اور اندازہ نہ ہونا جو امام کی اصل کے مطابق ہے وہ پہلی روایت کے مطابق ہے، اور اب گفتگو مقدار کی تقدیر پر ہے تو اس میں عدم تقدیر کی اصل کا لحاظ کیسے ہوگا جیسا کہ بحر نے کیا ہے یا اس میں ظاہر روایۃ کی رعایت کیسے ہوگی؟ جیسا کہ امام فخر نے کیا ہے جبکہ دہ در دہ ظاہر روایۃ میں کوئی قول نہیں۔ (ت)

اقول والتحقیق[ف] عندی ان التقدیر بعشر فی عشر لیس حکما منحازا براسه فیحتاج[ف۲] الی ابداء اصل له کما تجشمه الامام صدر الشریعة ویطعن[ف۳] فیه بانه لایرجع الی اصل فی الشرع کما قاله فی البحر وتبعه فی الدر ویرد بمخالفته لقول الامام المصحح من کثیرین اعلام کما یتوهم بل هو تقدیر منهم رحمنا الله تعالی بهم لما فی ظاهر الروایة من عدم الخلوص وجدوا هذا القدر لایخلص فحکموا به قال فی البدائع ثم ذکر ابوداؤد ولایکاد یصح لواحد من الفریقین حدیث عن النبی صلی الله تعالی علیه وسلم فی تقدیر الماء ولهذا رجع اصحابنا فی التقدیر الی الدلائل

میں کہتا ہوں میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ دہ در دہ کا اندازہ مستقل حکم نہیں ہے کہ اس کے لیے کوئی اصل تلاش کرنا ہو، جیسا کہ صدر الشریعۃ نے اس کی کوشش کی ہے، اور اس پر یہ اعتراض کہ یہ چیز شریعت کی کسی اصل پر متفرع نہیں، جیسا کہ بحر میں فرمایا اور دُر نے اس کی متابعت کی اور اسکو اس بنا پر رد کردیا جائے کہ یہ قول اکثر علماء کے مطابق امام کے صحیح قول کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے جیسا کہ وہم ہوتا ہے بلکہ یہ اُن کی طرف سے اندازہ ہے، کیونکہ ظاہر روایت میں عدم خلوص ہے اور اس مقدار میں انہوں نے خلوص نہ پایا تو انھوں نے اس پر یہ حکم لگایا۔ بدائع میں فرمایا ابوداؤد نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث جو پانی کے اندازہ سے متعلق ہے فریقین میں سے کسی کیلیے کوئی حدیث

Marfat.com

قد مناه عنه وفی هذا اشارة الی ان المؤلف قد بلغ هذه المرتبة فی الفتوی وزیادة وهو فی الحقیقة قد من اللہ تعالیٰ علیہ بالاطلاع علی خبایا الزوایا وکان من جملۃ الحفاظ المطلعین انتہی اذ لا یخفی ان ظفرہ باکثر فروع ھذا النوع لا یلزم منہ ان یکون لہ اھلیۃ النظر فی الادلۃ التی دل کلامہ فی البحر علی انہا لم تحصل لہ وعلی انہا شرط الاجتہاد فی المذھب فتأمل اھ[1]

بیان کی پھر فرمایا کہ اس میں اشارہ ہے کہ مصنف فتوٰی میں خود اس مرتبہ پر فائز ہے، بلکہ اس سے زیادہ ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے ان کو اسرار و رموز پر مطلع فرمایا تھا اور وہ حفاظ میں سے تھے انتہی، یہ مخفی نہ رہے کہ اُن کا اس کی اکثر فروع پر مطلع ہونا اس امر کی دلیل نہیں کہ وہ صاحبِ فکر و نظر بھی ہیں کہ یہ مقام ان کو حاصل نہیں، یہ مجتہد فی المذہب کی شرائط ہیں فتأمل اھ (ت)

اقول ای بالمعنی الذی عرفہ بہ بیری زادہ شاملا للمجتہد فی المسائل و اھل التخریج والمجتہد فی الفتوی حیث قال المجتہد فی المذھب عرف بانہ المتمکن من تخریج الوجوہ علی منصوص امامہ والمتبحر فی مذھب امامہ المتمکن من ترجیح قول لہ علی اٰخر اھ[2] لا المجتہد فی المذھب الذی ھی الطبقۃ الثانیۃ الفائقۃ علی الثلثۃ الباقیۃ لقول البحر ولو فی الفتوی۔

میں کہتا ہوں، یعنی اُس معنی کے اعتبار سے جو بیری زادہ نے کیے ہیں یہ مجتہد فی المسائل کو بھی شامل ہے اور اہلِ تخریج اور مجتہد فی الفتوٰی کو بھی، انھوں نے فرمایا کہ مجتہد فی المذہب کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ وہ ایسا عالم ہوتا ہے جو اپنے امام کے بیان کردہ مسئلہ کی وجوہ کی تخریج پر قادر ہو، اور مذہبِ امام کا متبحر عالم ہو اس کے اقوال کو دوسروں کے اقوال پر ترجیح دے سکتا ہو، نہ کہ مجتہد فی المذہب، جو دوسرے طبقہ میں ہوتا ہے جو باقی تین پر فائق ہوتا ہے، کیونکہ بحر نے فرمایا "اگرچہ فتوٰی میں" (ت)

واقول لم یدع البحران من عرف

میں کہتا ہوں بحر نے یہ دعوٰی نہیں کیا کہ جو

---

[1] بیری زادہ

[2] بیری زادہ

Marfat.com

بعدھما سواء فیجب علیکم تقدیر عمق لایقبل معہ الامتداد ان الخلوص فافہم وح لایضاد القول الحادی عشر للقول الاول اذ ترك التقدیر فی ظاھر الروایۃ لایکون اذن لنفیہ بل لعدم تعینہ و اختلافہ باختلاف الامتدادات فیصح التفویض الی رأی الناظر لکنہ شیئ یحتاج الی ثبت ودونہ خرط القتاد بل یدفعہ ان لوکان کذلك لم یصح تعیین عشر فی عشر فانہ یختلف الامتدادات المانعات للخلوص علی ھذا باختلاف الاعماق فکیف یجوز التحدید علی شیئ منھا وھو عود علی المقصود بالنقض فترجح ان الاوجہ ھو ظاھر الروایۃ بل ھی الوجہ ھذا ما عندی واللہ تعالٰی اعلم۔

کہ اس کے ہوتے ہوئے دونوں امتداد خلوص کو قبول نہ کریں فافہم، اس صورت میں گیارھواں قول پہلے قول کی ضد نہ ہوگا کہ ظاہر روایت میں تقدیر کا ترک کرنا اس کی نفی کے لیے نہ ہوگا بلکہ اس کی عدم تعیین کے لیے ہوگا اور اس کا اختلاف امتدادات کے اختلاف کی وجہ سے ہوگا تو دیکھنے والے کی رائے کی طرف اس کو سپرد کرنا صحیح ہوگا، مگر یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو دلیل کی ضرورت ہے حالانکہ اسکی دلیل مشکل ہے بلکہ اس کا رَد یہ ہے کہ اگر بات یہی ہوتی تو دہ دَر دہ کی تعیین صحیح نہ ہوتی، کیونکہ جو دو امتداد خلوص کے مانع ہیں اس بنا پر گہرائیوں کے اختلاف سے مختلف ہونگے ان میں سے کسی ایک کی تحدید کیونکر درست ہوگی اور یہ تو نقض کے سبب مقصود کی طرف عود کرنا ہے تو راجح یہی قرار پایا کہ ظاہر روایت ہی درست ہے بلکہ صرف ایک یہی وجہ ہے ھذا ما عندی الخ (ت)

اس قول کی تصحیح امام زیلعی کے سوا دوسرے سے نظر میں نہیں،

اما ما فی البحر فی البدائع اذا اخذ الماء وجہ الارض یکفی ولا تقدیر فیہ فی ظاہر الروایۃ وھو الصحیح[1] اھ

اور جو بحر میں ہے کہ بدائع میں ہے جب پانی زمین کی سطح کو چھپا دے یہ اس کے لیے کافی ہے اور ظاہر الروایۃ میں کوئی تقدیر متعین نہیں، اور یہی صحیح ہے۔ (ت)

فاقول ھذا کما تری کلام التبیین ولیس فی البدائع انما ذکر فیہ عن الجوزجانی ما تقدم ثم قال وعن الفقیہ ابی جعفر

میں کہتا ہوں یہ تبیین کا کلام ہے اور یہ بدائع میں نہیں اس میں تو جوزجانی سے جو منقول ہے وہ بیان ہو چکا ہے، پھر فرمایا فقیہ ابوجعفر

---

[1] بحر الرائق بحث عشر فی عشر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۷

Marfat.com

الطوری[۱] اھ واقرہ ش فی غیر موضع من رد المحتار وفی ط عنہ سمعت کثیرا من شیخنا (یرید اباہ السید علیا رحمھما اللہ تعالٰی) فتاوی الطوری کفتاوی الشیخ زین لا یوثق بھما الا اذا تأیدت بنقل اخر[۲] اھ وکیف یصح لمجتھد فی الفتوی ان یمنع العمل بفتاواہ۔

کہ وہ حفاظ میں سے ہیں، اور اس میں شک کی گنجائش نہیں، ابوالسعود الازہری نے فتح اللہ المعین میں فرمایا نہ تو ابن نجیم کے فتاوٰی پر اعتماد کیا جائے اور نہ ہی طوری کے فتاوی پر اھ اور اس کو "ش" نے برقرار رکھا یہ چیز ردالمحتار کے کئی مقامات پر مذکور ہے اور "ط" میں انہی سے منقول ہے کہ ہم نے اپنے شیخ سے بکثرت سُنا ہے (اس سے مراد ان کے باپ سید علی ہیں) وہ فرماتے تھے فتاوی طوری شیخ زین کے فتاوی کی طرح ہیں، ان دونوں کا کوئی اعتبار نہیں، ہاں اگر کسی اور نقل سے ان کی تائید ہوجائے تو اور بات ہے، اور ایک مجتہد فی الفتوٰی کو یہ بات کب زیب دے سکتی ہے کہ وہ اپنے فتوی پر عمل کی مخالفت کرے۔ (ت)

قول سوم کی ترجیح عامہ کتب میں ہے وقایہ[۱] و نقایہ[۲] و اصلاح[۳] و غرر[۴] و ملتقی[۵] متون و وجیز[۶] کردری وغیرہا میں اسی پر جزم فرمایا امام اجل قاضی خان[۷] نے اسی کو مقدم رکھا اور امام اعظم سے امام ابو یوسف کی روایت بنایا ہدایہ[۸] و درر[۹] و مجمع الانہر[۱۰] و مسکین[۱۱] و مراقی الفلاح[۱۲] و ہندیہ[۱۳] میں اسی کو صحیح اور ذخیرۃ العقبی[۱۴] میں اصح اور غیاثیہ[۱۵] و غنیہ[۱۶] و خزانۃ المفتین[۱۷] میں مختار کہا معراج الدرایہ[۱۸] و فتاوٰی ظہیریہ[۱۹] و فتاوٰی خلاصہ[۲۰] و جوہرہ نیرہ[۲۱] و شلبیہ[۲۲] وغیرہا میں علیہ الفتوی فرمایا اس قول میں عبارات علماء تین طور پر آئیں،

اول مطلق اغتراف یا غرفہ کہ ہاتھ سے پانی لینا ہے ایک سے ہو خواہ دونوں سے دونوں کو شامل ہے عام عبارات اسی طرح ہیں جیسے خانیہ و خزانہ کے سوا اکثر کتب مذکورہ اور تجرد شامی وغیرہا۔

دوم لفظ کف یا ید بصیغۂ مفرد سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے یوں ہی مروی ہوا فتاوی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مقبولۃ وبالجملۃ فھو فی فقہ الحنفیۃ الجامع الکبیر لہ الشھرۃ التامۃ فی عصرہ والصیت الذائع انتھی ۱۲ منہ غفرلہ (م)

بہت عمدہ اور مقبول ہوتے تھے، خلاصہ یہ کہ یہ کتاب فقہ حنفی میں جامع ہے اور اسے اپنے زمانہ میں شہرت تامہ حاصل ہے۔ (ت)

---

[۱] فتح المعین بحوالہ ردالمحتار رسم المفتی مصطفی البابی مصر ۱/۵۲
[۲] طحطاوی

Marfat.com

الفن بفکر نجیح ۱ وقال سیدی محمد بن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ فی شرح منظومتہ عقود رسم المفتی بعد ما نقل عن البحر فیما نقلوا عن اصحابنا انہ لا یحل لاحد ان یفتی بقولنا حتی یعلم من این قلنا ان ھذا الشرط کان فی زمانھم اما فی زماننا فیکتفی بالحفظ کما فی القنیۃ وغیرھا فیحل الافتاء بقول الامام بل یجب وان لم نعلم من این قال فینتج من ھذا انہ یجب علینا الافتاء بقول الامام وان افتی المشایخ بخلافہ[۱] اھ ما نصہ یؤخذ من قول صاحب البحر یجب علینا الافتاء بقول الامام الخ انہ نفسہ لیس من اھل النظر فی الدلیل فاذا صحح قولا مخالفا لتصحیح غیرہ لایعتبر فضلا عن الاستنباط والتخریج علی القواعد خلافا لما ذکرہ البیری عند قول صاحب البحر فی کتابہ الاشباہ النوع الاول معرفۃ القواعد التی ترد الیھا وفرعوا الاحکام علیھا وھی اصول الفقہ فی الحقیقۃ وبھا یرتقی الفقیہ الی درجۃ الاجتہاد ولو فی الفتوی واکثر فروعہ ظفرت بہ[۲] الخ فقال البیری بعد ان عرف المجتہد فی المذہب بما

بعد جو اصحاب سے نقل کیا وہ یہ کہ کسی شخص کے لئے یہ حلال نہیں کہ وہ ہمارے قول پر فتویٰ دے تاوقتیکہ اس کو یہ معلوم نہ ہو کہ ہم نے کہاں سے یہ قول لیا، اس کے بعد فرمایا یہ اُن کے زمانہ میں تھا، مگر ہمارے زمانہ میں صرف یاد پر اکتفا کرنا کافی ہے، جیسا کہ قنیہ وغیرہا میں ہے تو امام کے قول پر فتویٰ حلال ہے بلکہ واجب ہے خواہ یہ معلوم نہ ہو کہ انھوں نے کہاں سے یہ قول لیا، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم پر قول امام پر فتویٰ دینا واجب ہے خواہ یہ قول مشایخ کے خلاف ہو اھ صاحب بحر کا قول یہ ہے" ہم پر قول امام پر فتویٰ واجب ہے الخ وہ خود دلیل میں غور وفکر کی اہلیت نہیں رکھتے، اب اگر وہ کسی قول کی تصحیح کریں جو غیر کی تصحیح کے خلاف ہو تو اعتبار نہ ہوگا چہ جائیکہ استنباط و تخریج جو قواعد کے مطابق ہو، بیری نے اس کے خلاف کیا ہے، یہ صاحب بحر کے اس قول کے پاس ہے جہاں وُہ اپنی کتاب 'الاشباہ' میں فرماتے ہیں' پہلی قسم اُن قواعد کی معرفت میں جن پر فقہا نے احکام متفرع کئے ہیں، اور یہی حقیقۃ میں اصولِ فقہ ہیں' اور ان کے ذریعہ فقیہ درجہ اجتہاد تک پہنچتا ہے خواہ یہ اجتہاد فتوی میں ہو' اور اُس کی اکثر فروع پر مجھے کامیابی ہوتی ہے الخ بیری نے مجتہد فی المذہب کی تعریف کی جو ہم نے

---

[۱] شرح المنظومۃ المسماۃ لعقود رسم المفتی من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۲۸

[۲] الاشباہ والنظائر بکون ہذا النوع الثانی منہا ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۵

Marfat.com

به بالاولی۔

جو جاری پانی سے ملحق ہوگا اس میں بطریقِ اولیٰ ہوگی۔ (ت)

بدائع میں ہے:

عن الفقیہ ابی جعفر الھندوانی انکان بحال لورفع انسان الماء بکفیہ انحسر اسفلہ ثم اتصل لایتوضؤ بہ وانکان لاینحسر اسفلہ لاباس بالوضوء منہ[1]۔

فقیہ ابو جعفر ہندوانی سے منقول ہے کہ وہ پانی ایسا ہو کہ اگر کوئی اپنے دونوں ہاتھوں سے اٹھائے تو اسکے نیچے زمین کھل جائے اور پھر مل جائے، ایسے پانی سے وضو نہیں ہوگا اور اگر اس کے نیچے سے زمین نہ کھلتی ہو تو اس سے وضو جائز ہے۔ (ت)

جامع الرموز میں ہے:

بالغرفۃ ای برفع الماء بالکفین[2]۔

بالغرفۃ یعنی دو ہتھیلیوں سے پانی اٹھانا۔

عبدالحلیم الدرر میں ہے:

ای باخذ الماء بالکفین[3]۔

یعنی دو ہتھیلیوں میں پانی لینا۔

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

قولہ بالغرف منہ ای بالکفین کما فی القہستانی وفی الجوھرۃ علیہ الفتوٰی[4]۔

بالغرف منہ یعنی دو ہتھیلیوں سے، جیسا کہ قہستانی میں ہے اور جوہرہ میں ہے کہ اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

اقول ربما یتوھم منہ ان الفتوی علی الکفین ولیس کذلک فانما عبارۃ الجوھرۃ اما مقدار العمق فالاصح ان یکون بحال لاتنحسر الارض بالاغتراف وعلیہ الفتوی[5] اھ فکان ینبغی ان یقدم

میں کہتا ہوں ممکن ہے اس سے یہ وہم پیدا ہو کہ فتوٰی کفین پر ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، کیونکہ جوہرہ کی عبارت یہ ہے "اور گہرائی کی مقدار میں اصح یہ ہے کہ چلّو بھرنے سے زمین نہ کھلتی ہو، اسی پر فتوٰی ہے اھ تو ان کو جوہرہ کی عبارت پہلے لانی چاہیے تھی

---

[1] بدائع الصنائع	فصل فی بیان مقدار الخ	سعید کمپنی کراچی	۱/۷۳
[2] جامع الرموز	بحث عشر فی عشر	الکریمیہ قزان ایران	۱/۴۸
[3] حاشیۃ علی الدرر للعبد الحلیم		مطبعہ عثمانیہ مصر	۱/۱۷
[4] طحطاوی علی مراقی الفلاح		نور محمد کتب خانہ کراچی	ص ۱۶
[5] الجوہرۃ النیرۃ		مکتبہ امدادیہ ملتان	۱/۱۶

Marfat.com

الفروع ارتقى الى مرتبة الاجتهاد وابن جمعها من اهلية النظر فے الدليل و الصيد له من الطب وانما اراد ان تلك القواعد من ادرك حقا نُقها وان الفروع كيف تستنبط منها وتردُّ اليها كان ذلك سلّما له يرتقى بها الى ادنى درجات الاجتهاد ولو يدع هذا لنفسه انما ذكر الظفر باكثر الفروع فاين هذا من ذالك والعجب كيف خفى هذا على العلامة بيرى مع وضوحه ثم هو ايضا لم يشهد بحصول درجة الاجتهاد فى الفتوے له رحمهما الله تعالى انما زعم ان فى كلام البحر اشارة اليه وشهد بكونه من الحفاظ المطلعين وهذا لا شك فيه وقد قال السيد ابو السعود الازهرى فى فتح الله المعين لا يعتمد على فتاوى ابن نجيم ولا على فتاوے

شخص بھی فروع کو جانے گا وہ مرتبۂ اجتہاد پر فائز ہو جائے گا، فروع کا یاد کرنا اور ہے اور نگاہ و نظر چیزے دگر است، یہ بالکل ایسا ہے جیسے دوا فروش اور طبیب کا فرق ہوتا ہے، ان کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص ان قواعد کو پہچاننے لگے اور اُن سے استنباطِ مسائل کا طریقہ معلوم کرلے، تو یہ اجتہاد کے ادنیٰ درجہ تک پہنچنے کا ذریعہ بن جاتا ہے اور انھوں نے خود اپنے لیے اس مقام کا دعویٰ نہیں کیا ہے انھوں نے تو محض یہ کہا ہے کہ وہ اکثر فروع کے جاننے میں کامیاب ہوئے ہیں دونوں میں بڑا فرق ہے تعجب ہے کہ یہ حقیقت علامہ بیری پر کیسے مخفی رہی حالانکہ بالکل واضح ہے، پھر انھوں نے اپنے لیے درجۂ اجتہاد فے الفتوٰی کا دعویٰ کبھی نہیں کیا ہے رحمہما اللہ تعالیٰ، صرف یہ کہا ہے کہ بحر کے کلام میں اس طرف اشارہ ہے اور انھوں نے اس امر کی شہادت دی ہے

له **اقول** كذا قال ولم اطلع عليها لاعلم حالها لكن قال فى كشف الظنون من الذال تحت ذخيرة الناظر فے الاشباه والنظائر انها للعالم الفاضل علے الطورى المصرے الحنفى المتوفى سنة ١٠٠٤ اربع والف ثم قال قال الامينى فے خلاصة الاثر اخذ عن الشيخ زين الدين بن نجيم وغيره حتى برع وتفنن والف مؤلفات ورسائل فے الفقه كثيرة كان يفتى وفتاواه جيدة

میں کہتا ہوں انہوں نے یہی فرمایا ہے لیکن میں اس پر مطلع نہیں ہوا، مگر کشف الظنون میں ذال کی تختی میں ذخیرۃ الناظر فی الاشباہ والنظائر کے تحت ہے کہ یہ کتاب عالم فاضل علی الطوری المصری الحنفی المتوفی ۱۰۰۴ھ کی ہے پھر انہوں نے کہا کہ امینی نے خلاصۃ الاثر میں کہا کہ انہوں نے شیخ زین الدین بن نجیم وغیرہ سے علم حاصل کیا یہاں تک کہ وہ عظیم المرتبت عالم ہوگئے اور علم فقہ میں بہت سی کتب و رسائل تصنیف کیے وہ فتوے دیتے تھے اور ان کے فتوے (باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

و ذلك لان الغرف كما قلتم مطلق شامل باطلاقه الغرفة بكف وكفين غيرانه ليس ههنا في كلام موجب بل سالب والمطلق وان كان يوجد بوجود فرد لاينتفي الا بانتفاء الافراد جميعا في التحرير ثم فواتح الرحموت من بحث النكرة المنفية نفي المطلق يوجب نفي كل فرد اھ[1]

بل **اقول** اللام في الغرف والاغتراف ليس للعهد ضرورة فانكان للاستغراق فذاك فانه لكل فرد لا لمجموع الافراد والافللجنس وهو الوجه المفهوم ونفي الجنس في العرف واللغة لايكون الا بنفي جميع الافراد[2] فواتح فافهم ولا شك ان من اغترف بكفيه فانحسرت الارض يقول انها ارض تنحسر بالغرف وانكانت لا تنحسر بكف واحدة واذا صدق به الانحسار لايصدق عدمه الا اذا لم تنحسر بشيئ من الغرفات وتوجيه الدرر بما مر فيه ان المعتاد في الوضوء ايضا الاغتراف بالكفين في غسل الوجه مطلقا وفي غسل الرجلين اذا لم يكن بالغمس لاجرم ان اطلق البرجندي تعارفه على

اس کی وجہ یہ ہے کہ جیسا آپ نے کہا غرف مطلق
خواہ ایک ہاتھ سے ہو یا دو ہاتھ سے، البتہ یہ کلا
موجب میں نہیں ہے کلام سالب میں ہے، اور مطل
اگرچہ ایک فرد کے پائے جانے سے پایا جاتا ہے م
اس کا انتفاء اسی وقت ہوگا جب تمام افراد کا انتفاء ہوگا تح
پھر فواتح الرحموت میں نکرہ منفیہ کی بحث سے ہے ک
مطلق کی نفی ہر فرد کی نفی کو ثابت کرتی ہے۔ ا

بلکہ میں کہتا ہوں لام "الغرف" اور "الاغ
میں عہد کے لیے نہیں، اور اگر یہ استغراق کے لی
تو درست ہے کہ وہ ہر فرد کے لیے ہے مجموعۂ افر
کے لیے نہیں، ورنہ یہ جنس کے لیے ہوگا، اور یہی
سمجھ میں آتی ہے، اور جنس کی نفی عرف ولغت می
تمام افراد کی نفی سے ہی ہوتی ہے، فواتح فافہم
اس میں شک نہیں کہ جس نے دونوں ہتھیلیوں سے پانی لیا اور ز
کھل تو یہی کہا جائیگا کہ چلو بھرنے سے زمین کھل ہے
اگرچہ ایک ہتھیلی سے نہ کھلے اور جب اس کی وجہ س
کھلنا صادق آگیا تو نہ کھلنا صادق نہیں آئے گا
صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ کسی چلو س
زمین نہ کھلے اور درر میں یہ توجیہ ہے کہ وضو میں بھ
عام طور پر دونوں ہاتھ سے چلو بھرا جاتا ہے چہرے کے دھون
میں مطلقاً اور دونوں پیروں کے دھونے میں جبک
ڈبوکر نہ دھویا جائے، برجندی نے تعارف کو مطلق

---

[1] فواتح الرحموت بحث النکرۃ المنفیۃ مطبعۃ امیر قم ۱/۲۶۱
[2] ایضاً ۱/۲۶۰

Marfat.com

امام قاضی خان میں ہے :

انکان بحال لورفع الماء بکفہ لا ینحسر ما تحتہ من الارض فھو عمیق[1] رواہ ابو یوسف عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اگر پانی اس حال پر ہے کہ اگر ہتھیلی سے پانی اٹھائے تو زمین نیچے سے نہ کھلے تو وہ گہرائی والا ہے اس کو ابو یوسف نے ابو حنیفہ سے روایت کیا۔ (ت)

خزانۃ المفتین میں ہے :

وعمقہ بحال لورفع الماء بکفہ لاینحسر ما تحتہ من الارض وھو المختار[2]

پانی کی گہرائی یہ ہے کہ اگر ہتھیلی سے پانی اٹھائے زمین نیچے سے نہ کھلے یہی مختار ہے (ت)

چلپی علی صدر الشریعۃ میں ہے :

والغرف اخذ الماء بالید للتوضی وھو الاصح[3]

غرف ہاتھ کے ذریعے وضو کے لیے پانی لینے کو کہتے ہیں اور یہی اصح ہے۔ (ت)

سوم کفین بصیغۂ تثنیہ یہ امام ابو یوسف سے مروی آیا اور اسی کو امام فقیہ ابو جعفر ہندوانی نے اختیار فرمایا زیلعی علی الکنز میں ہے :

عن ابی یوسف اذا کان لا ینحسر وجہ الارض بالاغتراف بکفیہ فھو جار[4] اھ وقد مناہ عن ملک العلماء واذا کان ھذا فی الجاری حقیقۃ ففی الملحق[علہ]

اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ جب دو چلو بھر کر پانی اٹھانے سے زمین کی سطح نہ کھلے تو یہ پانی جاری ہے اھ ہم اس کو ملک العلماء سے پہلے ہی نقل کرآئے ہیں، جب یہ بات حقیقی جاری پانی میں ہے تو

علہ اقول وھذا بخلاف ما فعل فی البحر فان تصحیح الاطلاق فی الجاری لا یستلزم تصحیحہ فی الملحق بہ واشتراط العمق فیہ یستلزم اشتراطہ فی الملحق بالاولٰی ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

میں کہتا ہوں یہ اسکے خلاف ہے جو بحر میں کیا ہے کیونکہ جاری میں اطلاق کی تصحیح سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو جاری سے ملحق ہو اس میں بھی یہی تصحیح ہوگی اور گہرائی کی شرط اس میں اس امر کو مستلزم ہے کہ یہی شرط ملحق میں بھی ہو۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فی الماء الراکد نولکشور لکھنؤ ۱/۴

[2] خزانۃ المفتین

[3] ذخیرۃ العقبٰی کتاب الطہارۃ مطبعہ اسلامیہ لاہور ۱/۶۸

[4] تبیین الحقائق " مطبعہ الازہریہ مصر ۱/۲۳

Marfat.com

کون التصافح بکفی الیدین۔ اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ میں نے دونوں موزے پہنے، کذا فی شرح الحماسۃ اھ، میں نے اس پر مکمل تفصیل گفتگو اپنے رسالہ "صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین" (چاندی کی تختیاں، اس مسئلے میں کہ مصافحہ دونوں ہاتھوں سے ہوتا ہے) میں کی ہے۔ (ت)

تو راجح یہی ہے کہ دونوں ہاتھ سے پانی لینا مراد ہے،

اوّلاً یہی متون کا مفاد

ثانیاً یہی عامہ کتب سے مستفاد

ثالثاً کتب متعددہ میں اُس پر تنصیص اور کف واحد پر کوئی نص نہیں۔

رابعاً کف سے کفین مراد لے سکتے ہیں نہ بالعکس تو اُس میں توفیق ہے اور وہ نصب خلاف سے اولی۔

خامساً زمین نہ کھلنے سے مقصود یہ ہے کہ مساحت برقرار رہے ورنہ دو پانی جُدا ہوجائیں گے۔

تبیین میں ہے:

المعتبر فی العمق ان یکون بحال لاینحسر بالاغتراف لانہ اذا انحسر ینقطع الماء بعضہ عن بعض ویصیر الماء فی مکانین وھو اختیار الھندوانی اھ ثم ذکر التصحیح المار۔

گہرائی میں معتبر یہ ہے کہ وہ حوض ایسا ہو کہ چلّو بھرنے سے کُھل نہ جاتا ہو کیونکہ اگر کھلا تو پانی کا ایک حصہ دوسرے حصے سے جُدا ہوجائیگا، اور پانی دو جگہوں میں ہوجائیگا، ہندوانی نے اسی کو اختیار کیا ہے اھ پھر اس نے گزشتہ تصحیح کو ذکر کیا ہے۔ (ت)

مثلاً حوض پورا دہ در دہ ہے اُس کے وسط میں سے پانی اٹھایا اور زمین کُھل گئی تو اُس وقت وہ کسی طرف دس ہاتھ نہیں بلکہ طول وعرض ہر ایک کے دو ٹکڑے ہوگئے۔ ہر ٹکڑا پانچ ہاتھ سے بھی قدرے کم تو آب قلیل ہوگیا لہذا لازم ہوا کہ پانی لینے سے زمین نہ کھلنے پائے اور اس کی ضرورت وضو وغسل دونوں کے لیے ہے بلکہ غسل کے لیے زاید۔ ہدایہ میں فرمایا:

الحاجۃ الی الاغتسال فی الحیاض اشد منھا الی التوضی[2]

حوضوں میں نہانے کی ضرورت بہ نسبت وضو کے زیادہ ہوتی ہے۔ (ت)

---

[1] تبیین الحقائق عشر فی عشر بولاق مصر ۱/۲۲

[2] الہدایۃ الغدیر العظیم مکتبہ عربیہ کراچی ۱/۲۰

Marfat.com

عبارتها ویقول قوله بالغرف علیه الفتوی جوهرة ای بالکفین قہستانی۔

اور یوں کہنا چاہئے تھا قوله بالغرف علیه الفتوی جوھرة یعنی بالکفین قہستانی۔ (ت)

علامہ برجندی نے کف واحد کو مرجح اور کفین کو محتمل رکھا:

حیث قال بالکف الواحد علی ماھو المفهوم من اطلاقات الکتب ویحتمل ان یکون المراد بالغرف الاخذ بالکفین معا علی ما ھو المتعارف[1] اھ

اس لیے فرمایا کہ بالکف الواحد، یہی کتابوں کے اطلاقات سے مفہوم ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ بالغرف سے مراد دونوں چلوؤں سے لینا ہو، جیسا کہ متعارف ہے اھ (ت)

اقول وقد یؤخذ ترجیحه من فحوی الدرر فان نصها الصحیح ان یکون بحیث لا تنکشف ارضه بالغرف للتوضی وقیل للاغتسال[2] اھ وذلك لان المراد ھھنا الغرف بالایدی دون الاوانی ولا یظهر الفرق بین الغرف للوضوء والاغتسال بالایدی الا ان الاول بکف والاخر بالکفین کما ھو المعتاد فی الغسل وح یعود الیه تصحیح ذخیرة العقبی المذکور ویزیده قوة انه المروی عن الامام ھذا کله ظاھر النظر۔

میں کہتا ہوں کبھی اس کی ترجیح درر کے فحوی سے بھی معلوم ہوتی ہے اس کی عبارت یہ ہے کہ صحیح یہ ہے کہ وضو کے لیے چلّو سے پانی لیتے وقت اس کی زمین نہ کھلتی ہو، اور ایک قول یہ ہے کہ غسل کے لیے پانی لیتے ہوئے نہ کھلتی ہو اھ کیونکہ یہاں چلّو سے مراد ہاتھ کا چلّو بھرنا ہے نہ کہ برتن کا چلّو، اور وضو کے لیے چلّو سے پانی لینے اور ہاتھ سے غسل کرنے میں صرف یہی فرق ہے کہ وضو ایک ہاتھ سے اور غسل دو ہاتھ سے ہوتا ہے، جیسا کہ عادتاً غسل میں کیا جاتا ہے اور اس وقت اس کے لیے ذخیرۃ العقبٰی کی تصحیح ہوگی، اور اس کو مزید تقویت اس سے ہوتی ہے کہ یہ امام سے مروی ہے یہ جو کچھ ہے ظاہر نظر میں ہے۔ (ت)

واقول وباللّٰه التوفیق ترجیح علامہ برجندی میں نظر ہے

اولا اذا اعترف انه المتعارف فلم لا ینصرف المطلق الیه۔

جب یہ معلوم ہوگیا کہ یہی متعارف ہے تو مطلق اسی کی طرف کیوں نہیں پھرتا۔ (ت)

ثانیا وہ عند التحقیق منعکس ہے اطلاقات متون وعامہ کتب سے اعتراف کفین ہی مستفاد،

[1] قہستانی برجندی — کتاب الطہارۃ — نولکشور بالسرور — ۱/۳۳

[2] الدرر — فرض الغسل — دارالسعادۃ مصر — ۱/۲۲

Marfat.com

مساحت کثیر ہے تفریق مساحت تقلیل کرے گی۔

ثانیاً اگر کثرت فی نفسہ اس پر موقوف ہو تو یہ شرط بھی کام نہ دے گی اور وقت اغتراف وہی وقت پیش آئے گی۔ شرط ہے تو ساری مساحت میں نہ کہ بعض میں۔ غیاثیہ میں ہے:

المختار ان لا ینحسر بالاغتراف مطلقا غیر مقید بکونہ من اعمق المواضع۔[1]

مختار یہ ہے کہ چلّو لینے سے زمین نیچے سے نہ کھلے مطلقاً اس میں زیادہ گہرا ہونے کی کوئی قید نہیں ہے۔ (ت)

اب کہ پانی لیا اور زمین کھلی تو نہیں مگر اُتنی جگہ صرف جو بھر عرض کا پانی رہ گیا تو اب کیا آب قلیل نہ ہوگیا کہ اتنی دیر ساری مساحت میں اُتنا عمق نہیں۔ ظاہر ہُوا کہ یہ عمق مطلوب نہ تھا بلکہ وہی زمین کا کہیں سے کھلا نہ ہونا کہ وقت اغتراف یہی باقی رہے گا نہ وہ عمق۔

ثالثاً اسی پر شاہد ہے سیدنا امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے وہ روایت کہ بدائع و تبیین سے گزری کہ خود جاری پانی میں بھی اتنا عمق شرط فرماتے ہیں یہ ہرگز نفس جریان کی شرط نہیں ہوسکتا کون عاقل کہے گا کہ مینہ کا پانی جو چھت یا زمین پر بہ رہا ہے جاری نہ ہوگا جب تک چار پانچ انگل دَل نہ ہوجائے امام ابو یوسف کی شان اس سے ارفع و اعلٰی ہے وہ قطعاً عرفاً و شرعاً ہر طرح جاری ہے اگرچہ صرف جو بھر دَل ہو[2] لاجرم کوئی شبہ نہیں کہ یہ وقت اغتراف بقائے جریان کے لیے شرط فرماتی ہے کہ اگر پانی لیتے وقت زمین کھل گئی دو پانی ہوگئے اور اس وقت جریان جاتا رہا کہ اُتنی دیر اُوپر کا پانی رک گیا اور نیچے کا مدد بالا سے منقطع ہوگیا اور ہم رسالہ رحب الساحۃ میں بیان کرچکے کہ جریان کے لیے مدد کا اشتراط بھی ایک قول مصحح ہے امام ابن الہمام نے اسی کو ترجیح دی اور یہی امام برہان الدین صاحب ہدایہ کی کتاب تجنیس و امام حسام الدین کے

---

[2] بلکہ فتاوٰے امام قاضی خان میں ہے:

الجنب اذا قام فی المطر الشدید متجردا بعد ما تمضمض واستنشق حتی اغتسلت اعضاؤہ جاز لانہ جار یعنی جنب اگر کُلی کرکے ناک میں پانی موضع فرض تک چڑھا کر زور کے مینہ میں ننگا کھڑا ہو کہ سارا بدن دُھل گیا غسل ہوگیا کہ مینہ جاری پانی ہے ظاہر ہے کہ مینہ کی دھاریں متفرق ہوتی ہیں اور اُن میں کوئی دھار آدھا انگل بھی دَل نہیں رکھتی بلکہ اکثر جو بھر سے زیادہ نہیں ہوتا مگر وہ بلاخلاف جاری پانی ہے ۱۲ منہ غفرلہ (م)

---

[1] فتاوٰی غیاثیہ باب المیاہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۵

Marfat.com

ای لم ار من فرق ههنا بالوضوء والغسل[1] انما المعروف ذلك فی معرفة الخلوص من جانب الی آخر بالتحریك ولم یتکلم علیه محشوه الشرنبلالی وعبد الحلیم والحسن العجیمی والخادمی رحمهم الله تعالی ورده الثانی بقوله ان کلا منھما (ای من الوضوء والغسل محتاج الی اخذه بھما (ای بالیدین) قال فظھران لاوجه لتضعیف الثانی[1] اھ

رکھا ہے علاوہ ازیں میں نے نہیں دیکھا کہ یہاں کسی نے وضو اور غسل میں فرق کیا ہو، اس سلسلہ میں معروف یہ ہے کہ خلوص کی معرفت ایک جانب سے دُوسری جانب تک حرکت کے ذریعے ہو گی اس پر اس کے حاشیہ نگاروں، شرنبلالی، عبد الحلیم، حسن العجیمی اور خادمی رحمہم اللہ نے کلام نہیں کیا، اور دوسرے نے اس کی تردید اس طرح کی ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک (یعنی غسل و وضوء میں سے) محتاج ہوتا ہے پانی کے لیے (دونوں ہاتھوں کی طرف) فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے کی تضعیف کی کوئی وجہ نہیں ہے اھ (ت)

اقول والوجه عندی ان یراد بالغرف للوضوء الغرف بالایدی وللغسل بالقصاع والاباریق والله تعالی اعلم اما المروی عن الامام فلیس نصا فی الوحدة قال فی غمز العیون[2] اطلق الید واراد الیدین لانه اذا کان الشیئان لایفترقان من خلق او غیرہ اجزأ من ذکرھما ذکر احدھما کالعین تقول کحلت عینی وانت ترید عینیك و مثل العینین المنخران والرجلان والخفان والنعلان تقول لبست خفی ترید خفیك کذا فی شرح الحماسة[2] اھ وقد بسطت الکلام علی ھذا فی رسالتی صفائح اللجین فی

میں کہتا ہُوں میرے نزدیک وجہ یہ ہے کہ وضو کے لیے چلّو بھر لینے سے مراد ہاتھوں سے چلّو بھرنا مراد ہو اور غسل کے لیے پیالوں اور لوٹوں کے ذریعہ پانی کا لینا مراد ہو واللہ تعالٰی اعلم، اور جو چیز امام سے مروی ہے وہ وحدت میں نص نہیں ہے، غمز العیون میں فرمایا ید بول کر یدین کا ارادہ کیا ہے، کیونکہ جو دو چیزیں پیدائشی طور پر جُڑی ہوتی ہوں یا کسی اور سبب سے تو ان میں سے ایک کا ذکر دوسری کے ذکر کو بھی کافی ہوگا، جیسے عین، کہا جاتا ہے کحلتُ عینی، اور اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ میں نے اپنی دونوں آنکھوں میں سُرمہ لگایا اور آنکھ کی طرح نتھنے، پیر، موزے اور جُوتے ہیں لبست خفی کہا جاتا ہے اور

---

[1] حاشیة علی الدرر للعبد الحلیم بحث عشر فی عشر عثمانیہ مصر ۱/۱۷

[2] غمز العیون مع الاشباہ الفن الاول قواعد کلیة ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۹

Marfat.com

یونہی اگر ضرورت چلّو کی تھی اور لپ سے لیا سب پانی مستعمل ہو جائیگا کہ دُوسرا بے دُھلا ہاتھ بے ضرورت پڑا[1] عام ازیں کہ چلّو سے بھی زمین کھلتی یا نہیں اگر کہئے استعمال بعد انفصال ید ہوگا اور اس وقت اتصال آب ہو کر کثیر ہو جائیگا۔

اقول انفصال سے استعمال کی بعدیت ذاتیہ ہے کہ وہ علت استعمال کا جزء اخیر ہے تو تخلف محال اور اتصالِ آب کی بعدیت زمانیہ ہے کہ جتنی جگہ کھلی تھی بعد انفصال ید حرکتِ آب سے بھرے گی

---

[1] اقول ظھر بھذا التحقیق ان مسألة الخانیة وغیرھا من الکتب المعتمدة ان خرج الماء من النقب وانبسط علی وجه الجمد بقدر مالو رفع الماء بکفه لا ینحسر ما تحته من الجمد جاز فیه الوضوء والا فلا اھ نقلھا فی الغنیة بالمعنی فاقام مقام جواز الوضوء فیه وعدمه فسادہ بوقوع المفسد وعدمه ولیس کذلك عند التحقیق فانه اذا کان کثیر المساحة لا یفسد بوقوع شیئ مالم یتغیر او ینحسر بوقوعه فیبقی ماءین قلیلین بخلاف الوضوء فیه بغمس الاعضاء فانه یفسد به مطلقا لان الفرض انه ینحسر بالغرف فبالغمس اولی وبه ظھر ان الاولی ترك النقل بالمعنی مطلقا فلربما یحصل به تغیر دقیق فی غایة الخفاء وبالله التوفیق اھ منه غفرله۔ (م)

میں کہتا ہُوں کہ ہماری اس تحقیق سے ظاہر ہوگیا کہ فتاوٰی خانیہ وغیرہ کتب معتبرہ میں جو یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر پانی سوراخ سے نکلا اور منجمد پانی پر اتنا پھیل گیا کہ اگر کوئی شخص ہاتھ سے پانی اٹھائے تو نیچے کا جامد پانی منکشف نہیں ہوتا۔ اس صورت میں اس پانی میں وضو کرنا جائز ہے ورنہ اس سے وضو جائز نہیں (اھ) اس مسئلے کو غنیہ میں معنیً نقل کرتے ہوئے وضو کے جواز اور عدم جواز کی جگہ پلیدی کے واقع ہونے سے اس پانی کے پلید ہونے اور نہ ہونے کو رکھ دیا حالانکہ تحقیق کی رُو سے اس طرح نہیں ہے، کیونکہ جب پانی کی پیمائش زیادہ ہو تو کسی چیز کے واقع ہونے سے وہ فاسد نہیں ہوگا جب تک اس میں تغیر نہ آئے یا پلیدی کے گرنے سے نیچے کی سطح منکشف نہ ہوجائے، اس صورت میں پانی دو تھوڑے حصوں میں تقسیم ہو جائیگا برخلاف اس صورت کے کہ اس پانی میں اعضاء ڈبو کر وضو کیا جائے تو اس سے پانی مطلقًا فاسد ہو جائیگا کیونکہ فرض یہ کیا گیا ہے کہ چلّو میں پانی لینے سے نیچے کی سطح منکشف ہو جاتی ہے تو ڈبونے سے بطریق اولٰی منکشف ہو جائیگی، اس بیان سے واضح ہوگیا کہ بہتر یہ ہے کہ مسئلہ معنیً مطلقًا نقل نہ کیا جائے ورنہ اس سے بہت ہی پوشیدہ اور باریک فرق پیدا ہو جائے گا، اللہ تعالٰی ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔ (ت)

Marfat.com

عنایہ میں فرمایا :

لان الوضوء یکون فی البیوت عادۃ[1]   کیونکہ وضو عام طور پر گھر میں ہوتا ہے۔ (ت)

اور شک نہیں کہ حوض یا تالاب میں نہاتے ہوئے پانی لپوں سے لیتے ہیں نہ چلوؤں سے تو ضرور ہوا کہ دونوں ہی ہاتھ سے لینا مراد واللہ تعالٰی اعلم بالحق والسداد۔

توفیق انیق وتحقیق دقیق بحسن التوفیق، والحمد للہ علٰی تیسر الطریق۔

اقول وباللہ استعین، وھو نعم المعین، یہ سب تنقید وتنقیح وتصحیح وترجیح اُس ظاہر خلاف پر تھی جو عبارات کتب سے مفہوم اور ربونہ عز جلالہ وعم نوالہ قلب فقیر پر القا ہوتا ہے کہ ان اقوال میں اصلاً خلاف نہیں قول اول کی نسبت ہم بیان کر آئے کہ وہی ظاہر الروایۃ اور وہی اقوی من حیث الدرایۃ ہے اور مذیل بطراز تصحیح بھی اور ظاہر الروایۃ اوجہ و مصحح سے عدول کی کوئی وجہ نہیں قول دیگر کہ عامہ کتب میں مختار و مرجح و مفتی بہ ہے اسی ظاہر الروایۃ پر متفرع اور اُسی کے حکم کے تحفظ کو ہے ظاہر ہے کہ مساحت معینہ ہو مثلاً دہ در دہ یا عدم خلوص پر مفوضہ بہرحال اُتنی مقدار میں پانی کا اتصال ضرور ورنہ وہ مساحت نہ رہے گی ولہذا ظاہر الروایۃ نے فرمایا کہ کہیں سے زمین کھُلی نہ ہو تو اُس قدر کا شرط کثرت ہونا بداہۃً ثابت، مگر کثرت وقت استعمال چاہیے پہلے کثیر تھا اور استعمال کرتے وقت قلیل ہوگیا تو کثرت سابقہ کیا مفید ہوگی اب اس میں پانی لیتے ہوئے زمین اگر کھُل گئی تو ظاہر الروایۃ نے جو امر کثرت کے لیے شرط کیا تھا کب باقی رہا اتنی دیر کو پانی قلیل ہوگیا پہلے سے اگر نجاست پڑی تھی اور بوجہ کثرت مؤثر نہ ہوئی تھی اب قلیل ہوتے ہی مؤثر ہوگئی اور پھر پانی مل جانا طاہر نہ کردے گا کہ آب نجس کثیر ہو کر پاک نہیں ہوجاتا اور جن کے نزدیک مائے مستعمل نجس ہے پہلے سے کسی نجاست پڑی ہونے کی حاجت نہیں پہلے لپ کا پانی بدن پر ڈالا یہ مستعمل ونجس ہوکر پانی میں گرا دوبارہ لپ لیا پانی قلیل ہوکر اسی مائے مستعمل سے نجس ہوگیا۔ یوں ہی جن کے نزدیک آب مستعمل اگرچہ پاک ہے مگر مائے مطلق سے اُس کا اختلاط مطلقاً اُسے ناقابلِ طہارت کردیتا ہے اگرچہ مغلوب ہو لہذا وقت اغتراف حفظ کثرت کے لیے یہ شرط لگائی کہ اغتراف آب کثیر سے ہو اُس وقت بھی ظاہر الروایۃ کا ارشاد یأخذ الماء وجہ الارض صادق ہو کہ زمین کہیں سے کھُلی نہ ہو تو یہ عمق شرط کثرت نہیں بلکہ وقت اغتراف شرط بقائے کثرت۔

اس توفیق رفیق کے مؤیدات **اقول اولاً** خود یہی تبیینِ مبین تعلیلِ تبیین کہ اتنا عمق اس لیے رکھا گیا کہ پانی لیتے وقت زمین کھُل کر وہ پانی نہ ہوجائیں کہ مساحت نہ رہے گی قلیل ہوجائیگا معلوم ہُوا کہ تا بقائے

---

[1] العنایۃ علٰی حاشیۃ فتح القدیر   نوریہ رضویہ سکھر   ۱/۷۰

Marfat.com

وان افتی المشایخ بخلافه اقرہ الشامی فی مواضع ونازعه فی مواضع وکنت اردت ان اذکر ھذا البحث ثمه ثم رأیت ان الکلام یطول ویقع بالاجنبی الفصل الطویل فطویته ثمه وافردته بحمد اللہ تعالٰی رسالة مھمة رأیت الحاقھا ھھنا اتماما للکلام واسعافا بالمرام وھاھی ذہ والحمد للہ ولی الانعام۔

اور فتوٰی ہمیشہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول پر ہے اگرچہ مشائخ اس کے خلاف پر فتوٰی دیں، علامہ شامی نے متعدد مقامات میں اس قول کی تائید کی اور کئی جگہوں میں اس سے اختلاف کیا، میرا ارادہ تھا کہ اس بحث کو اس جگہ ذکر کرتا، پھر خیال ہوا کہ کلام طویل ہوجائے گا اور غیر متعلق گفتگو سے فاصلہ طویل ہوجائے گا، لہٰذا اس جگہ میں نے گفتگو سمیٹ لی اور بحمداللہ تعالٰی اسے اہم رسالے کی صورت میں الگ کردیا، گفتگو کی تکمیل اور مقصد کے پورا کرنے کے لیے اس جگہ اس کے لاحق کرنے کا فیصلہ کیا، اور وہ رسالہ یہ ہے، تمام تعریفیں اللہ تعالٰی مالک انعام کے لیے۔ (ت)

(نوٹ: اصل کتاب میں یہاں رسالہ "اجلی الاعلام" تھا جسے رسم المفتی کے طور پر جلد اول میں شامل کردیا گیا ہے)

Marfat.com

واقعات سے مستفاد یہ روایت امام ابو یوسف اسی قول پر مبنی تو یہ شرط اس لیے فرمائی کہ پانی لیتے وقت بھی جاری رہے نہ کہ ہر جاری میں یہ عمق درکار یوں ہی یہاں نفس کثرت اس سے مشروط نہیں بلکہ وقت اغتراف کثیر رہنا وللہ الحمد۔

۳ رابعاً اسی کے مؤید ہے وہ کہ ہمارے رسالہ رحب الساحۃ میں کتب کثیرہ جلیلہ معتمدہ سے منقول ہوا کہ بڑے تالاب کے بطن میں نجاستیں پڑی ہیں بارش کا پانی آیا اگر ان نجاستوں تک پہنچنے سے پہلے یہ پانی تالاب کے اندر دہ دردہ ہو گیا اُس کے بعد نجاستوں کی طرف بڑھ کر اُن سے ملا ناپاک نہ ہوا یوں سارا تالاب پاک رہے گا۔ ظاہر ہے کہ بڑھتے وقت ساری مساحت میں پانچ انگل دل ہونا ضرور نہیں بلکہ نادر رہے جس کا بیان اُسی رسالہ میں گزرا مگر اس کا لحاظ نہ فرمایا اور مطلقاً حکم طہارت دیا اس کا وہی مبنی ہے کہ فی نفسہٖ کثرت کے لیے دَل کی حاجت نہیں بالجملہ روشن ہوا کہ کثرت کے لیے صرف اس قدر درکار کہ مساحت بھر میں کوئی جگہ پانی سے کھلی نہ ہو یہی ظاہر الروایۃ و تصحیح اول ہے اسی بنا پر پانی لیتے وقت کثرت باقی رہنے کے لیے لازم کہ اُس سے زمین کھل نہ جائے ورنہ قلیل ہو جائے گا یہی مطلب عامۂ کتب و تصحیح دوم ہے۔

ثم اقول یہ توفیق انیق بعض فیصلے اور کرے گی۔

اوّل اغتراف مطلق رہے گا جس طرح متون و ہدایہ و عامۂ کتب میں ہے کہ پانی فی نفسہٖ ہر طرح کثیر ہے مقصود اُس وقت زمین کا بالفعل نہ کھلنا ہے نہ کوئی صلاحیت عامہ تو چلّو ہو یا لپ جس طرح پانی لیا اُس سے نہ کھلنا چاہیے اگرچہ دوسری طرح انکشاف ہو سکے بلکہ ہاتھ کی بھی تخصیص نہیں برتن سے لیں خواہ کسی سے اُس وقت زمین کھلے نہیں۔

دوم ساری مساحت میں اس عمق کی حاجت نہیں صرف وہیں کافی ہے جہاں سے پانی لیا گیا۔

سوم یہ شرط دہ دردہ میں فرمائی ہے پانی اگر اس درجہ کثیر ہے کہ جہاں سے لیا گیا اگر زمین کھل بھی جائے تو ہر طرف کا ٹکڑا دہ دردہ رہے تو کھلنا مضر نہ ہوگا کہ اگرچہ دو پانی ہو گئے مگر دونوں کثیر ہیں۔

چہارم مذہب معتمد یہ ہے کہ آبِ مستعمل طاہر ہے اور آبِ مطلق میں اُس کا اختلاط مانع طہارت نہیں جب تک مقدار میں اُس سے زائد نہ ہو جائے اور آبِ قلیل کتنا ہی کثیر ہو بدن محدث اُس میں پڑنے سے سب مستعمل ہو جاتا ہے مگر بضرورتِ اغتراف ہاتھ ڈالنا معاف ہے یہ سب مسائل ہمارے رسائل الطرس المعدل و النمیقۃ الانقیٰ میں مبرہن ہو چکے تو وہ پانی جس میں سے وقتِ اغتراف زمین کھل کر اُس کے ٹکڑے دہ دردہ نہ رہیں اگر اس میں پہلے سے نجاست موجود تھی اس کھلنے سے ضرور ناپاک ہو جائیگا

Marfat.com

علیہ توکلت والیہ انیب

یوں یہ کلام پانچ فصل پر منقسم ہوا:

فصل اول جزئیات منصوصہ، اور وہ تین قسم ہیں:

قسم اول وہ پانی جن سے وضو صحیح[عہ۱] ہے:

(۱) مینہ، دریا، نہر، چشمے، جھرنے، جھیل، بڑے تالاب، کنوؤں کے پانی تو ظاہر ہیں بالخصوص قابلِ ذکر مائے مبارک زمزم شریف[عہ۲] ہے کہ ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک اُس سے وضو وغسل بلاکراہت جائز ہے اور ڈھیلے کے بعد استنجا مکروہ اور نجاست دھونا ممنوع۔ تنویر و درمختار میں ہے:

یرفع الحدث مطلقا بماء مطلق کماء سماء واودیة وعیون وابار وبحار وماء زمزم بلاکراھة وعن احمد یکرہ[۱]۔

حدث مطلق پانی سے رفع ہوتا ہے جیسے آسمان کا پانی، وادیوں، چشموں، کنوؤں، نہروں، سمندروں اور زمزم کا پانی، زمزم کے پانی سے رفع حدث بلاکراہت ہوتا ہے جبکہ امام احمد کے نزدیک کراہت کے ساتھ ہوتا ہے۔ (ت)

نیز حج درمیں ہے:

یکرہ الاستنجاء بماء زمزم لا الاغتسال[۲]۔

زمزم کے پانی سے استنجا مکروہ ہے غسل کرنا مکروہ نہیں۔ (ت)

شامی میں ہے:

وکذا ازالة النجاسة الحقیقیة من ثوبہ او بدنہ حتی ذکر بعض العلماء تحریم ذلک اھ[۳]۔

اور اسی طرح بدن یا کپڑے سے نجاست حقیقیہ کا دور کرنا، یہاں تک بعض علماء نے تو اس کو حرام تک لکھ دیا ہے اھ۔ (ت)

عہ۱: یعنی اُن سے طہارت کی جائے تو ہو جائے گی اور اس سے نماز صحیح ہوگی اگرچہ اُس پانی کا استعمال مکروہ بلکہ حرام ہو جیسا کہ مفصلاً بیان ہوگا ۱۲ (م)

عہ۲: سب سے اعلیٰ سب سے افضل دونوں جہان کے سب پانیوں سے افضل زمزم سے افضل کوثر سے افضل وُہ مبارک پانی ہے کہ بارہا براہِ اعجاز حضور انور سید اطہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی انگشتانِ مبارک سے دریا کی طرح بہا اور ہزاروں نے پیا اور وضو کیا۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ وُہ پانی زمزم وکوثر سب سے افضل مگر اب وہ کہاں نصیب اور آگے ہر قسم کے پانی مذکور ہوں گے اُن کے سلسلے میں بلاضرورت اس کا نام لینا مناسب نہ جانا ۱۲ منہ غفرلہ (م)

---

[۱] درمختار، باب المیاہ، مجتبائی دہلی ۱/۳۴

[۲] درمختار، آخر کتاب الحج، مجتبائی دہلی ۱/۱۸۴

[۳] ردالمحتار، آخر کتاب الحج، مصطفی البابی مصر ۲/۲۸۸

Marfat.com

اور حرکت تدریجیہ ہے تو بفور انفصال قبل انفصال حکم استعمال نازل ہو جائے گا فافہم اور اگر پہلے سے کوئی نجاست نہیں اور چلّو یا لپ حسبِ ضرورت لیا اور زمین کھل گئی مستعمل نہ ہوگا اگرچہ وسط حوض میں جاکر پانی لیا ہو کہ اگرچہ زمین کھلنے سے پانی قلیل ہو گیا مگر ضرورت اغتراف تو مٹکے میں بھی معاف ہے جبکہ کوئی چھوٹا برتن پانی لینے کے لیے نہ ہو اور اس وقت اگرچہ اس کے پاؤں اُس قلیل پانی میں ہیں مگر اندر رہتے ہوئے دُھل چکے ہیں ہاں اُس زمین کے کھلتے وقت اسے حدث واقع ہو تو ضرور پاؤں کی وجہ سے سارا پانی مستعمل ہو جائے گا ان وجوہ کی نظر سے وہ شرط کی گئی تو ظاہر الروایۃ اور یہ قول مفتی بہ دونوں متوافق اور باہم اصل و فرع ہیں وللہ الحمد۔

هذا کله ما ظهر لکثیر السیأت ؛ وبه تجتمع الکلمات ؛ وتندفع الشبهات ؛ والحمد لله واهب المرادات ؛ وصلی الله تعالٰی وسلم وبارك علی مصحح الحسنات ؛ مقیل العثرات ؛ واله وصحبه الاکارم السادات ؛ وابنه وحزبه الاجلة الاثبات ؛ وعلینا معهم ؛ وبهم ولهم ؛ الی یوم یقوم حبیبنا فیه بالشفاعات ؛ علیه وعلیهم الصلوات الزاکیات ؛ والتسلیمات النامیات ؛ والتحیات المبارکات ؛ اٰمین ؛ والحمد لله رب العٰلمین ؛ ومع ذلك لا اقول ان الحکم هٰذا انما اقول هٰذا ما ظهر لی فان کان صوابا فمن الوهاب الکریم وله الحمد وان کان خطأ فمنی ومن الشیطان وانا ابرؤ الی الله منه والحمد لله رب العٰلمین والله تعالٰی اعلم

بشارة ما تقدم من قول البحران العمل والفتوی ابدا بقول الامام الاعظم رضی الله تعالٰی عنه

یہ تمام وہ ہے جو اس کثیر المعاصی پر ظاہر ہُوا اور اسی سے ائمہ کے ارشادات جمع ہو جاتے ہیں اور شبہات دفع ہو جاتے ہیں، تمام تعریفیں مرادیں دینے والے اللہ تعالٰی کے لیے اور اللہ تعالٰی رحمتیں نازل فرمائے نیکیوں کے صحیح کرنے والے اور غلطیوں کو معاف فرمانے والے پر اور آپ کی آل اور آپ کے صحابہ سادات کرام پر اور آپ کے بیٹے اور جلیل القدر راسخ علم والی جماعت پر اور ان کے ساتھ ہم پر، ان کی بدولت اور ان کے وسیلے سے اس دن تک جب ہمارے حبیب شفاعتوں کے لیے کھڑے ہوں گے ان پر اور ان کے تمام متبعین پر پاکیزہ رحمتیں، نشوونما پانے والے سلام اور بابرکت تحفے، آمین، سب تعریفیں اللہ رب العٰلمین کے لیے، اس کے باوجود میں یہ نہیں کہتا کہ حکم یہ ہے، میں تو صرف اتنا کہتا ہوں کہ یہ وہ ہے جو مجھے ظاہر ہوا، اگر درست ہے تو اللہ تعالٰی وہاب کریم کی طرف سے اور اس کے لیے حمد ہے، اور اگر خطا ہے تو میری طرف سے اور شیطان کی ہے، میں اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں شیطان سے برأت کا اظہار کرتا ہوں، تمام تعریفیں اللہ رب العٰلمین کے لیے، اللہ بہتر جانتا ہے۔

بشارت: اس سے پہلے بحر کا جو قول بیان ہُوا کہ عمل

Marfat.com

كلاهما في السنن بسند واه بدون لفظ ماء عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فالاولى الاقتصار على ما تمسك به شارحه اعني العلامة الشرنبلالي حيث قال لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم هو الطهور ماؤه الحل ميتته[1] اه

قلت رواه احمد والاربعة وابن حبان والحاكم عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه بسند صحيح واحمد وابن ماجة والاخيران والدارقطني والطبراني في الكبير عن جابر وابن ماجة عن ابي الفراسي و الدارقطني والحاكم عن علي وعن ابن عمرو وعبد الرزاق عن انس والدارقطني عنه و ايضا عن ابن عمرو ايضا عن جابر عن ابي بكر الصديق وابنا مردويه والنجار عن ابي الطفيل عن الصديق رضي الله تعالى عنهم كلهم عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وفي اخرى لابن مردويه كالدارقطني عن ابي الطفيل عن الصديق من قوله ولعبد الرزاق وابي بكر بن ابي شيبة عن عكرمة ان عمر رضي الله تعالى عنه سئل عن الوضوء من ماء البحر فقال سبحٰن الله فاي ماء اطهر من ماء البحر وفي لفظ اطيب[2] و لهذا وابن عبد الحكم في فتوح مصر و البيهقي عنه رضي الله تعالى عنه قال اغتسلوا

اپنی سنن میں کمزور سند سے روایت کیا، یہ ابوہریرہ کی روایت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور اس میں ماء کا لفظ نہیں ہے تو زیادہ بہتر ہے کہ اسی پر اکتفا کیا جائے جس سے اسکے شارح نے استدلال کیا ہے، یعنی علامہ شرنبلالی نے، انھوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے "سمندر کا پانی پاک کرنے والا ہے اور اس کا مُردہ حلال ہے" (ت)

میں کہتا ہوں اس کو احمد اور چاروں نے اور ابن حبان، حاکم نے ابوہریرہ سے بسند صحیح روایت کیا ہے اور احمد ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم، دارقطنی اور طبرانی نے کبیر میں جابر سے اور ابن ماجہ نے ابوالفراسی سے اور دارقطنی اور حاکم نے علی سے اور ابن عمرو سے اور عبدالرزاق نے انس سے اور دارقطنی نے انس سے اور ابن عمرو سے نیز جابر سے ابوبکر صدیق سے اور ابن مردویہ اور ابن نجار نے ابوالطفیل سے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہم سے سب نے نبی پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے، دوسری سند میں ابن مردویہ نے دارقطنی کی طرح ابوالطفیل سے ابوبکر صدیق سے ان کے قول سے۔ اور عبدالرزاق اور ابوبکر ابن ابی شیبہ نے عکرمہ سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سمندر سے وضو کی بابت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا سبحان اللہ، سمندر کے پانی سے زیادہ کون سا پاک ہے، اور ایک روایت میں اطیب کا لفظ ہے اور ابوبکر ابن ابی شیبہ اور ابن عبدالحکم نے فتوح مصر میں اور بیہقی نے اُن سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا سمندر کے پانی سے غسل کرو کیونکہ وہ مبارک ہے

[1] مراقی الفلاح، بحث ماء البحر، ص ۱۳ مطبعہ ازہریہ مصر [2] مصنف عبدالرزاق، باب الوضوء من ماء البحر ۱/۹۵ المکتب الاسلامی بیر

Marfat.com

فتوٰی مسمّٰی بہ

اَلنُّوْرُ وَالنَّوْرَق لِاَسْفَارِ الْمَاءِ الْمُطْلَق[1] ۱۳۳۴ھ

(آبِ مطلق کا حکم روشن کرنے کے لئے نور اور رونق)

مسئلہ ۵۵ ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ، نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم ط

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آبِ مطلق کہ وضو و غسل کے لیے درکار ہے اُس کی کیا تعریف ہے آبِ مقید کسے کہتے ہیں بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمد للّٰہ الذی انزل من السماء ماء طھورا لیطھرنا بہ تطھیرا ۵ حمدا مطلقا غیر مقید بعد دا وامد دائما ابدا کثیرا کثیرا والصلاۃ والسلام علی الطیب الطاھر الطھور المطھر المفضل علی الخلق فضلا کبیرا ۵ وعلٰی اٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ ما امطرت السحب ماء نمیرا امین اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔

تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے ہیں جس نے آسمان سے پاک پانی اتارا کہ اس کے ذریعے ہمیں پاک صاف کرے مطلق تعریفیں بغیر کسی قید عددی اور غائی کے ہمیشہ ہمیشہ بہت زیادہ اسی کے لیے ہیں طیب، طاہر، پاک کرنیوالے اور مخلوق پر فضیلت رکھنے والے پر اور آپ کے آل، اصحاب، بیٹے اور گروہ پر بے شمار صلوٰۃ وسلام ہوں جب تک بادل وافر پانی برساتے رہیں، آمین۔ اے اللہ ہمیں سچے اور سیدھے راستے کی طرف ہدایت فرما۔ (ت)

یہ سوال بظاہر چھوٹا اور اس کا جواب بہت طول چاہتا ہے یہ مسئلہ نہایت معرکۃ الآرا ہے۔ فقیر بتوفیق القدیر اوّلًا جزئیاتِ منصوصہ ذکر کرے ثانیًا تعریفِ مطلق ومقید کہ اصالۃً ضابطہ جامعہ کلیہ ہے اور دیگر ضوابط کے لیے معیار ثالثًا ضوابط جزئیہ متون رابعًا ضوابط کلیہ متاخرین خامسًا جزئیات جدیدہ کے احکام وما توفیقی الا باللّٰہ

---

[1] اگرچہ تمام مطبوعہ نسخوں میں لفظ "النورق" ہے مگر کتبِ لُغت میں یہ لفظ نہیں ملا۔ میری رائے میں یہ "الرونق" ہونا چاہئے اس سے عدد اور معنی دونوں درست رہتے ہیں۔ (دائم)

Marfat.com

الفردوس عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما فعم تحت البحر نار وتحت النار بحر وتحت البحر نار[۱] اھ ویمکن ان تکون فی قولہ تعالٰی والبحر المسجور اشارۃ الیہ واللہ تعالٰی اعلم قال ط وکان ابن عمر لایری جواز الوضوء بہ ولا الغسل عن جنابۃ اھ[۲]

اقول یذکر عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال ماء البحر لا یجزئ من وضوء ولا جنابۃ ان تحت البحر نارا ثم ماء ثم نارا حتی عد سبعۃ ابحر وسبع انیار[۳] ولم اقف لہ علی اصل فاللہ اعلم بہ وانما الذی فی الحلیۃ ان کون الطہارۃ جائزا بہذہ المیاہ سواء کانت عذبۃ او مالحۃ مما دل علیہ الکتب والسنۃ ولم یعرف فی شیئ منہا خلاف نعم نقل عن بعض الصحابۃ کراھۃ الوضوء بماء البحر منہم عبداللہ بن عمر والجمہور علی عدم الکراھۃ[۴] اھ وفی ھامش الانقرویۃ عن مختارات النوازل حکی عن ابن عباس وابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم انہما قالا الوضوء بماء البحر مکروہ[۵]

میں ابن عمر سے مروی ہے کہ سمندر کے نیچے آگ ہے اور آگ کے نیچے سمندر ہے اھ اس کو انھوں نے مرفوعاً روایت کیا، اور ممکن ہے کہ اللہ کے قول والبحر المسجور میں اس طرف اشارہ ہو، واللہ تعالٰی اعلم "ط" نے فرمایا: ابن عمر سمندر سے وضو اور غسلِ جنابت کو جائز نہیں سمجھتے تھے اھ (ت)

میں کہتا ہوں ابن عمر سے یہ روایت منسوب ہے کہ سمندر کا پانی وضوء اور غسلِ جنابت کے لیے کافی نہیں بےشک سمندر کے نیچے آگ ہے پھر پانی پھر آگ ہے یہاں تک کہ انھوں نے سات سمندروں اور سات آگوں کا ذکر کیا، اور مجھے اس کی کسی اصل پر اطلاع نہیں ہے واللہ اعلم، حلیہ میں یہ ہے کہ ان پانیوں سے طہارۃ جائز ہے خواہ میٹھے ہوں یا نمکین ہوں، اس پر کتاب وسنت دلالت کرتے ہیں، اور اس میں کوئی خلاف معروف نہیں، ہاں بعض صحابہ سے کراہت منقول ہے کہ ان سے وضو مکروہ ہے، اُن میں عبداللہ بن عمر بھی شامل ہیں، اور جمہور کا قول ہے کہ کراہت نہیں ہے اھ اور انقرویہ کے حواشی میں مختارات النوازل سے ہے کہ ابن عباس اور ابن عمر سے مروی ہے کہ دونوں

---

[۱] مسند فردوس
[۲] طحطاوی علی مراقی الفلاح بحث ماء البحر ازہریہ مصر ص ۱۳
[۳] یذکر عن ابن عمر
[۴] حلیہ
[۵] علی حاشیۃ فتاوی انقرویہ بحث ماء البحر دارالاشاعۃ العربیہ قندھار ۱/۲

Marfat.com

اقول مطلق الکراهة للتحریم و اطلاق الحرام علی المکروہ تحریما غیر بعید فلا خلف نعم اذا استنجی بالمدر فالصحیح انہ مطھر فلا یبقی الا اساءۃ ادب فیکرہ تنزیہا بخلاف الاغتسال ففرق بیّن بین القصدی والضمنی ھذا ما ظھر لی۔

میں کہتا ہُوں مطلق کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہوتی ہے، اور حرام کا اطلاق مکروہ تحریمی پر کوئی بعید امر نہیں، تو کوئی مخالفت نہیں، ہاں اگر کسی نے ڈھیلے سے استنجا کرلیا تو صحیح یہ ہے کہ یہ پاک کرنے والا ہے تو ایسی صورت میں صرف سوءِ ادبی رہے گی اور مکروہِ تنزیہی ہوگا بخلاف غسل کے تو ارادی اور ضمنی کاموں میں واضح فرق ہوتا ہے ھذا ما ظھر لی (ت)

اقول یہ بھی دلیل واضح ہے کہ ہمارے ائمہ سے روایت صحیحہ طہارت مائے مستعمل ہے ورنہ غسل و استنجا میں فرق نہ ہوتا۔

(۲) سمندر کا پانی بعض صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے منقول کہ اُس سے وضو ناجائز جانتے اور ہمارے ائمہ اور جمہور امت کا اُس سے جوازِ وضو پر اجماع ہے،

فی البحر وفی قولہ والبحر رد قول من قال ان ماء البحر لیس بماء حتی حکی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما انہ قال فی ماء البحر التیمم احب الی منہ کما نقلہ عنہ فی السراج الوھاج[1] اھ وقال السید ط فی حاشیۃ المراقی قال ابن سیدہ فی المحکم البحر الماء الکثیر ملحا اوعذبا وغلب علی الملح فالتنصیص علیہ دفع لتوھم عدم جواز التطھیر بہ لانہ مرمنتن کما توھم بعض الصحابۃ[2] اھ

اور اس کے قول والبحر میں اُن لوگوں کی تردید ہے جو کہتے ہیں ماء البحر پانی نہیں ہے یہاں تک کہ ابن عمر سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے سمندری پانی سے میرے نزدیک تیمم کرلینا زیادہ پسندیدہ عمل ہے' سراج الوہاج میں نقل کیا ہے' اور "ط" نے حاشیہ مراقی الفلاح میں فرمایا کہ ابن سیدہ نے محکم میں فرمایا بحر سے مراد کثیر پانی ہے خواہ میٹھا ہو یا نمکین، لیکن عام طور پر اس کا استعمال نمکین کے لیے ہوتا ہے، اس کی تصریح اس وہم کو دفع کرنے کے لیے ہے کہ اس سے پاکی کا حاصل کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ کڑوا اور بدبودار ہوتا ہے جیسے کہ بعض صحابہ نے توہم کیا اھ

اقول ھذا اللفظ بعید عن الادب فلیجتنب قال وفی الخبر من لم یطھرہ ماء البحر فلا طھرہ اللہ[3] اھ

میں کہتا ہوں یہ لفظ بے ادبی کے ہیں' ان سے بچنا چاہئے، فرمایا ایک روایت میں ہے کہ جس کو سمندر کا پانی پاک نہ کرسکے تو خدا اسکو کبھی پاک نہ کرے (ت)

قلت رواہ الدارقطنی والبیھقی

میں کہتا ہوں اس کو دارقطنی اور بیہقی نے

---

[1] البحر الرائق، کتاب الطہارۃ بحث الماء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۶
[2] و [3] حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۱۳

Marfat.com

جواز التوضؤ بماء البحر فلم یتوضأ بنبیذ التمر لکونه واحد الماء المطلق و من کان یتوضؤ بالنبیذ کان لایری ماء البحر طھورا او کان یقول ھو ماء سخطۃ و نقمۃ کانہ لم یبلغہ قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی صفۃ البحر ھو الطھور ماؤہ الحل میتتہ فتوضأ بنبیذ التمر لکونہ عادما للماء الطاھر[1] اھ فھذا ما ابداہ احتمالا و انما لفظ الروایۃ ما سمعت۔

نبیذ تمر سے وضوء اس لیے نہ کیا کہ انھوں نے ماءِ مطلق کو پایا اور جو نبیذ تمر سے وضوء کرتے تھے وہ سمندر کے پانی کو طہور نہیں سمجھتے تھے، یا وہ یہ کہتے تھے کہ یہ پانی ناراضگی اور عذاب کے نتیجہ میں ظہور پذیر ہوا ہے شاید ان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نہیں پہنچی کہ سمندر کا پانی پاک کرنے والا اور اس کا مردہ حلال ہے تو پانی نہ ہونے کی صورت میں انھوں نے نبیذ تمر سے وضو کیا اھ تو یہ انھوں نے بطور احتمال فرمایا ورنہ روایت کے الفاظ وہ ہیں جو آپ نے سُنے۔(ت)

اقول و یجوز ان یکونوا معتقدین جواز الوضوء بھما اذا کان الماء غالبا فی النبیذ کما سیأتی ان شاء اللہ تعالٰی فمن توضأ منہ کرہ التوضوء بماء البحر کراھۃ تنزیہ و لم یشد ان النبیذ الذی عندہ ماؤہ غالب و من توضأ بماء البحر شك فی النبیذ الذی عندہ فکرہ التوضوء بہ کراھۃ امتناع وتوضأ بماء البحر واللہ تعالٰی اعلم۔

میں کہتا ہوں یہ بھی جائز ہے کہ وہ دونوں سے وضوء کے جواز کے قائل ہوں جبکہ نبیذ پر پانی غالب ہو، جیسا کہ ان شاء اللہ آئے گا، تو جس نے اس سے وضو کیا اس نے سمندری پانی سے وضوء کو مکروہ تنزیہی سمجھا اور اس میں شک نہیں جانا کہ جو نبیذ اس کے پاس ہے اس کا پانی غالب ہے اور جس نے سمندری پانی سے وضو کیا اس کو اس نبیذ میں شک تھا جو اس کے پاس موجود تھا تو اس نے بطور کراہتِ تحریمی اس سے وضوء نہ کیا اور سمندری پانی سے وضو کرلیا، واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

(۳ و ۴) پالا اولے جب پگھل کر پانی ہوجائیں کہ یہ بھی وہی آسمانی پانی ہیں کہ کرۂ زمہریر کی سردی سے

علہ ھکذا فی نسختی البدائع وکأنھا نزلۃ من قلم الناسخ والوجہ الطھور ۱۲ منہ غفر لہ (م)

میرے پاس بدائع کا جو نسخہ ہے اس میں اسی طرح ہے شاید کاتب نے غلط لکھ دیا مناسب الطھور ہے۔(ت)

---

[1] بدائع الصنائع مطلب الماء المقید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶

Marfat.com

من ماء البحر فانه مبارک[1] قال ط ومن الناس من کرہ الوضوء من البحر الملح[2] لحدیث ابن عمر انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لا یرکب البحر الا حاج او معتمر او غاز فی سبیل اللہ فان تحت البحر نارا او تحت النار بحرا تفرد بہ ابوداؤد[3] اھ

اقول لم یتفرد بہ بل رواہ قبلہ سعید بن منصور فی سننہ واٰخرون الا ان یرید التفرد من بین الستۃ ثم لیس ھذا حدیث ابن عمر الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنھم انما رواہ د عن مطرف ھو ابن طریف ثقۃ فاضل عن بشر ابی عبد اللہ ھو الکندی مجھول قال الذھبی لایکاد یعرف[4] عن بشیر بن مسلم ھو ابوعبد اللہ الکندی الکوفی مجھول[5] عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنھما یعنی ابن العاص قال خ لم یصح حدیثہ واوردہ ابن حبان علی قاعدتہ فی ثقات اتباع التابعین وقال روی عن رجل عن ابن عمر واللہ تعالٰی اعلم نعم[6] فی مسند

"ط" نے کہا کچھ لوگ نمکین سمندر سے وضو کو مکروہ قرار دیتے ہیں، ان کا استدلال ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہے کہ سمندر میں صرف حاجی یا عمرہ کرنے والا یا غازی سفر کرے غیر نہیں کیونکہ سمندر کے نیچے آگ ہے اور آگ کے نیچے سمندر ہے، اس کی روایت میں ابوداؤد متفرد ہیں۔ (ت)

میں کہتا ہوں وہ متفرد نہیں ہیں بلکہ اُن سے قبل اسی کو سعید بن منصور نے اپنی سنن میں اور دوسرے محدثین نے روایت کیا ہے، ہاں چھ کے درمیان تفرد کا دعوٰی ہو تو درست ہے۔ پھر یہ حدیث ابن عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی نہیں ہے اس کو "د" نے مطرف سے جو ابن طریف ہیں روایت کیا اور وہ ثقہ ہیں فاضل ہیں، بشر ابو عبد اللہ الکندی سے، یہ مجہول ہیں، ذہبی نے کہا کوئی نہیں جانتا بشیر بن مسلم سے وہ ابوعبد اللہ الکندی الکوفی مجہول ہیں، عبد اللہ بن عمرو سے یعنی ابن العاص سے، خ نے کہا ان کی حدیث صحیح نہیں اور اس کو ابن حبان نے اپنے قاعدہ کے مطابق اتباع تابعین کے ثقات میں ذکر کیا اور فرمایا ایک شخص سے مروی ہے ابن عمر سے واللہ تعالٰی اعلم، ہاں مسند فردوس میں

---

[1] بحوالہ کنز العمال فصل فی المیاہ مطبوعہ موسستہ الرسالۃ بیروت ۹/۵۷۲

[2] طحطاوی علی مراقی الفلاح بحث الماء البحر مطبعہ ازہریہ مصریہ ص ۱۵

[3] " " " " " "

[4] میزان الاعتدال بشر عبد اللہ بیروت ۱/۳۲۷

[5] " " بشیر بن مسلم " ۱/۳۲۹

Marfat.com

اور تدارک نہ ہو اس میں اختلاف نہیں "ش" نے فرمایا کہ لم یتدارک کے معنی یہ ہیں کہ فوراً قطرات نہ بہیں، بلکہ مہلت کے بعد قطرات بہیں اھ (ت)

اقول بل الظاھر ان المعنی لم تتابع القطر کثرۃ یقال تدارک القوم ای تلاحقوا ومنہ قولہ تعالٰی حتی اذا دارکوا فیھا کما فی الصحاح[1] ومعلوم انہ لم یثبت الفور فی دخول طائفۃ منھم بعد اخری واللہ تعالٰی اعلم۔

میں کہتا ہوں بلکہ معنی یہ ہیں کہ قطرات کثرت سے نہ بہیں، کہتے ہیں "تدارک القوم" یعنی ایک دوسرے سے ملے اور اسی سے فرمانِ الٰہی ہے "حتی اذا دارکوا فیھا" صحاح میں بھی ایسا ہی ہے اور یہ معلوم ہے کہ ان میں سے ایک جماعت کا دوسری جماعت کے فوراً بعد داخل ہونا مراد نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

(۵) یوں ہی کل کا برف جب پگھل جائے کہ وہ بھی پانی ہی تھا کہ گیس کی ہوا سے جم گیا و مر عن الدر و جمد و ھو محرکا الماء الجامد ط عن ح عن القاموس (اور دُر سے گزرا ہے کہ الجَمَد حرکت کے ساتھ جما ہوا پانی (برف) ہے یہ ط سے ح سے قاموس سے ہے۔ ت)

(۶) شبنم

اقول یعنی جبکہ پتّوں پھولوں پر سے یا پھیلے ہوئے کپڑے نچوڑ کر اتنی جمع کر لی جائے کہ کسی عضو یا بقیہ عضو کو دھو دے مثلاً رو پے بھر جگہ پاؤں میں باقی ہے اور پانی ختم ہوگیا اور شبنم جمع کیے سے اتنی مل سکتی ہے کہ اُس جگہ پر بہ جائے تو تیمم جائز نہ ہوگا یا اوس میں سر برہنہ بیٹھا اور اس سے سر بھیگ گیا مسح ہوگیا اگر ہاتھ نہ پھیرے گا وضو ہو جائے گا اگرچہ سنّت ترک ہوئی یوں ہی شبنم سے تر گھاس میں موزے پہنے چلنے سے موزوں کا مسح ادا ہو جائے گا جبکہ شبنم سے ہر موزہ ہاتھ کی چھنگلیا کے طول و عرض کے سہ چند بھیگ جائے،

ومر عن الدر و ندا قال ش قال فی الامداد وھو الطل وھو ماء علی الصحیح وقیل نفس دابۃ اھ[2]

اور دُر سے گزرا "ونداً" "ش" نے امداد سے کہا یہ شبنم ہے اور صحیح قول کے مطابق یہ پانی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ چوپائے کا سانس ہے (ت)

---

[1] صحاح الجوہری درک بیروت ۴/۱۵۸۲
[2] ردالمحتار باب المیاہ البابی مصر ۱/۱۳۲

Marfat.com

اھ قال ط وکذا روی ابی ھریرۃ اھ[1]

اقول وھذا اعجب مع ما صح عنه عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ما سمعناك نعم فی البدائع روی عن ابی العالیة الریاحی انه قال کنت فی جماعة من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی سفینة فی البحر فحضرت الصلاۃ ففنی ماؤھم ومعھم نبیذ التمر فتوضأ بعضھم نبیذ التمر وکرہ التوضؤ بماء البحر وتوضأ بعضھم بماء البحر وکرہ التوضؤ بنبیذ التمر[عه] وھذا حکایة الاجماع فان من کان یتوضؤ بماء البحر کان یعتقد

حضرات نے سمندر کے پانی سے وضو کو مکروہ قرار دیا ہے اھ ط، اسی طرح ابوہریرہ سے مروی ہے اھ (ت)

میں کہتا ہوں یہ زیادہ عجیب ہے حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بروایت صحیح جو تھا وہ ہم نے نقل کیا، ہاں بدائع میں ابوالعالیۃ الریاحی سے مروی ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سمندری سفر میں تھا کہ نماز کا وقت آگیا کشتی والوں کے پاس پانی ختم ہوچکا تھا ان کے پاس شیرۂ کھجور تھا تو بعض نے اسی سے وضو کرلیا اور سمندر کے پانی سے وضو کو مکروہ سمجھا اور بعض نے سمندر کے پانی سے وضو کرلیا، یہ اجماع کی حکایت ہے کیونکہ جو حضرات سمندر کے پانی سے وضو کر رہے تھے تو وہ اس کے پانی سے وضو کے جواز کے قائل تھے اور انھوں نے

عه **اقول** لم یبلغ فھمی القاصر کیف کان ھذا حکایة الاجماع علی جواز الوضوء بنبیذ التمر عند عدم الماء فان من توضأ بماء البحر جاز ان لم یر الوضوء بالنبیذ فی الحالة الراھنة لوجود الماء وجاز ان لم یر الوضوء به اصلا حتی لو وجدہ وعدم الماء تیمم کما ھو المفتی به عندنا والکراھة فی عرف السلف لا یدل علی الجواز ۱۲ منه غفرله (م)

میں کہتا ہوں میری ناقص سمجھ میں یہ بات نہ آسکی کہ یہ اجماع کیونکر ہوگیا کہ پانی نہ ہونے کے وقت نبیذ تمر سے وضو جائز ہے، کیونکہ جن حضرات نے سمندر کے پانی سے وضو کیا ممکن ہے کہ وہ موجودہ حالت میں نبیذ تمر سے وضو کو جائز نہ سمجھتے ہوں کیونکہ پانی موجود ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ نبیذ تمر سے وضو کو بالکل جائز نہ سمجھتے ہوں یہاں تک کہ اگر نبیذ موجود ہو اور پانی نہ موجود ہو تو وہ تیمم کے قائل ہوں جیسا کہ یہ ہمارے نزدیک مفتی بہ ہے اور سلف کی عرف میں کراہت جواز پر دلالت نہیں کرتی ہے۔ (ت)

---

[1] طحطاوی علی مراقی الفلاح بحث ماء البحر ازہریہ مصر ص ۱۳

Marfat.com

اس تقدیر پر تو اس کے شمار کی کوئی وجہ نہیں مگر علامہ شامی نے امام ابن حجر مکی سے نقل کیا کہ برف میں ایک چیز جانور کی شکل پر ہوتی ہے اور حقیقۃً جانور نہیں اس کے پیٹ سے جو پانی نکلتا ہے وہ زلال ہے،

حیث قال عقیب ذکر الطل اقول وکذا الزلال قال ابن حجر وھو ما یخرج من جوف صورۃ توجد فی نحو الثلج کالحیوان ولیست بحیوان[1]

انھوں نے طل کے ذکر کے بعد فرمایا میں کہتا ہوں اُسی طرح "زلال" ہے، ابنِ حجر فرماتے ہیں کہ برف میں حیوانی شکل کی ایک چیز پائی جاتی ہے جو در اصل حیوان نہیں ہوتی ہے اس کے پیٹ سے جو پانی نکلتا ہے وہ زلال ہے۔ (ت)

اقول یہ اگر ثابت ہو تو اُس کے جانور ہونے سے انکار محتاج دلیل ہے اُس کی صورت جانور کی ہے اور کتابوں اور خود ائمہ شافعیہ کی کتب میں اُسے حیوان کہا انگلی برابر قد سفید رنگ زرد چتیاں اور خود اُس جانور ہی کا نام زلال بتایا تاج العروس میں ہے:

الزلال بالضم حیوان صغیر الجسم ابیضہ اذا مات جعل فی الماء فیبردہ ومنہ سمی الماء البارد زلالا[2]

زُلال، پیش کے ساتھ سفید جسم کا ایک چھوٹا سا جانور ہے، جب مر جاتا ہے تو اس کو پانی میں ڈال دیتے ہیں یہ پانی کو ٹھنڈا کرتا ہے، اور اسی لیے ٹھنڈے پانی کو ماءِ زُلال کہتے ہیں۔ (ت)

حیاۃ الحیوان امام دمیری شافعی میں ہے:

الزلال بالضم دود یتربی فی الثلج وھو منقط بصفرۃ یقرب من الاصبع یأخذہ الناس من اماکنہ لیشربوا ما فی جوفہ لشدۃ بردہ[3]

زُلال پیش کے ساتھ، ایک کیڑا جو برف میں پلتا ہے اس پر پیلے رنگ کی چتیاں ہوتی ہیں، تقریباً ایک انگلی کے برابر ہوتا ہے لوگ اس کو پکڑتے ہیں تاکہ اس کے پیٹ میں سے جو نکلتا ہے وہ پی سکیں، کیونکہ یہ پانی بہت ٹھنڈا ہوتا ہے (ت)

اُس کے حیوان ہونے کی تقدیر پر امام ابنِ حجر شافعی نے اُس پانی کو قے ٹھہرا کر ناپاک بتایا۔

قال ش عن ابن حجر بعد ما مر فان تحقق

ش نے ابنِ حجر سے نقل کیا پس اگر متحقق ہو (یعنی

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۲

[2] تاج العروس فصل الزاء من باب اللام مطبوعہ احیاء التراث العربی ۷/۳۵۹

[3] حیاۃ الحیوان الکبرٰی (زلال) البابی مصر ۱/۵۳۶

Marfat.com

یخ بستہ ہوگیا،

فی الدر یرفع الحدث بماء مطلق کثلج مذاب وبرد وجمد وندے[1] اھ وفی البحر والنہر وعن ابی یوسف یجوز وان لم یکن متقاطرا والصحیح ولفظ النہر الاصح قولہما[2] اھ ونسبہ فی جامع الرموز للصاحبین حیث قال لایتوضؤ بالثلج الا اذا تقاطر وعن الصاحبین انہ یتوضؤ بہ والاول ھو الصحیح کما فی الظہیریۃ[3] اھ ورأیتنی کتبت علی ھامشہ اقول لیس ھذا محل خلاف وتصحیح اذ لا وضوء الا بالغسل ولا غسل الا بالاسالۃ ولا اسالۃ الا بالتقاطر فھو المراد اھ ماکتبت علیہ اقول نعم یروی عن الثانی ان الغسل بل المحل وان لم یسل[4] کما فی البحر وھذا لایختص بالثلج والبرد وقد منا فی تبیان الوضوء ان مرادہ سال من العضو قطرۃ او قطرتان ولم یتدارک فلا خلاف[5] قال ش الظاھر ان معنی لم یتدارک لم یقطر علی الفور بان قطر بعد مھلۃ[6] اھ

دُر میں ہے حدث کو دُور کیا جاسکتا ہے مطلق پانی سے جیسے برف یا اَولوں کا پگھلا ہُوا پانی، منجمد پانی یا تری اھ اور بحر و نہر میں ابو یوسف سے منقول ہے کہ وضو جائز ہے اگرچہ ٹپکنے والا نہ ہو یہ صحیح ہے اور لفظ نہر اصح ہے ان دونوں کا قول اھ اور جامع الرموز میں اس کو صاحبین کی طرف منسوب کیا ہے، فرمایا کہ برف سے اس وقت تک وضو نہ کرے جب تک وہ ٹپکنے نہ لگے اور صاحبین سے مروی ہے کہ اس سے وضو کرے: اور پہلا ہی صحیح ہے جیسا کہ ظہیریہ میں ہے اھ میں نے اس کے حاشیہ پر یہ لکھا ہے کہ یہ محل خلاف اور تصحیح نہیں ہے کیونکہ دھوئے بغیر تو وضو ہو نہیں سکتا ہے اور دھونا بہائے بغیر نہ ہوگا اور بہانا بغیر تقاطر کے نہ ہوگا، اور یہی مراد ہے اھ میں کہتا ہوں ہاں دوسرے امام سے یہ مروی ہے کہ دھونا جلد کے تر کرنے کو کہتے ہیں خواہ نہ بہے، جیسا کہ بحر میں ہے اور یہ چیز برف اور اَولوں کے ساتھ خاص نہیں ہے، اور ہم نے تبیان الوضوء میں بیان کیا کہ ان کی مراد یہ ہے کہ عضو سے ایک یا دو قطرے بہہ جائیں

---

[1] الدر المختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۴
[2] بحر الرائق آخر الماء البحر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۷
[3] جامع الرموز بحث الماء السماء مطبعۃ کریمیہ قزان ایران ۱/۴۶
[4] بحر الرائق فرض الوضوء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱
[5] و [6] رد المحتار فرض الوضوء البابی مصر ۱/۷۱

Marfat.com

بخسة وکذا اکل حیوان حتی لوغسل ثم وقع فی الماء لاینجسه وتجوز الصلاۃ معہا[1]

تو اگر کسی حیوان کو دھویا جائے پھر وہ پانی میں گر جائے تو اس کو ناپاک نہیں کرے گا، اور اس کے ساتھ نماز جائز ہے۔ (ت)

اور جب ظاہر ہے تو جب تک ثابت نہ ہو کہ یہ پانی نہیں بلکہ اُس کیڑے ہی کے پیٹ کی رطوبت ہے یا اُس کی رطوبت اس میں نصف یا زاید مل ہوتی ہے ناقابلِ وضو ہونے کی کوئی وجہ نہیں ظاہراً وہ برف ہی کا پانی ہے کہ اس کے جوف میں ملتا ہے اور پاک پانی کے غیر طہور ہونے کی دو ہی صورتیں ہیں یا تو خلط غیر سے ماءِ مطلق نہ رہے یا اسقاط فرض خواہ اقامت قربت سے مستعمل ہو جائے ثانی یہاں قطعاً منتفی اور اول کا ثبوت نہیں اور کوئی مطلق بلا ثبوت مقید نہیں ہو سکتا۔

الا تری ان النجاسة لا تثبت بالشك وھی تسلب الطھوریة والطھارۃ معا فضلا عن التقیید۔

نجاست شک سے ثابت نہیں ہوتی ہے اور یہ طہوریت کو سلب کرتی ہے اور طہارت کو بھی چہ جائیکہ تقیید۔ (ت)

(۸) گرم پانی

وھذا اوفاق الا ما یحکی عن مجاھد من کراھتہ۔ (اس بات میں اتفاق ہے مگر وہ جو مجاہد سے اسکی کراہت منقول ہے۔ت)

اقول مگر اتنا گرم کہ اچھی طرح ڈالا نہ جائے تکمیل سنت نہ کرنے دے مکروہ ہے یونہی اتنا سرد اور اگر تکمیل فرض سے مانع ہو تو حرام اور وہ وضو نہ ہوگا وفی صحیح البخاری توضأ عمر رضی اللہ تعالٰی عنه بالحمیم[2]

(صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے گرم پانی سے وضو فرمایا۔ت)

(۹) اُپلوں سے گرم کیا ہوا اور بچنا بہتر، درمختار میں ہے، وکرہ احمد المسخن بالنجاسة[3]

(نجاست کے ذریعے گرم شدہ پانی کو امام احمد نے مکروہ گردانا ہے۔ت)

(۱۰) دھوپ کا گرم پانی مطلقاً مگر گرم ملک گرم موسم میں جو پانی سونے چاندی کے سوا کسی اور دھات کے برتن میں دھوپ سے گرم ہو جائے وہ جب تک ٹھنڈا نہ ہولے بدن کو کسی طرح پہنچانا نہ چاہیے وضو سے نہ غسل سے نہ پینے سے یہاں تک کہ جو کپڑا اس سے بھیگا ہو جب تک سرد نہ ہو جائے پہننا مناسب نہیں کہ اُس پانی کے

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل السابع فیما یکون نجسا الخ نولکشور لکھنؤ ۱/۴۴
[2] جامع للبخاری باب وضوء الرجل مع امرأته قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۲
[3] الدرالمختار باب المیاہ مجتبائی لاہور ۱/۳۴

Marfat.com

اقول لا اعلم له اصلا ولو کان کذا لم یجز الوضوء به لانہ لیس بماء ولو جاز به لکان عرق الانسان وعرقه احق بالجواز ثم رأیت فی مسح الخفین من الفتح لا فرق بین حصول ذلك بیده او باصابة مطر او من حشیش مشی فیه مبتل ولو بالطل علی الاصح وقیل لا یجوز بالطل لانه نفس دابة لاماء و لیس بصحیح[1] اھ۔

میں کہتا ہُوں مجھے اس کی اصل معلوم نہیں اور اگر ایسا ہوتا تو اس کے ساتھ وضو جائز نہ ہوتا کیونکہ وہ پانی نہیں اور اگر اس سے وضو جائز ہوتا تو انسان کے تھوک اور پسینہ سے بطریق اولٰی جائز ہوتا، پھر فتح کے مسح علی الخفین میں ہے کہ اس میں کچھ فرق نہیں کہ یہ ہاتھ سے ہو یا بارش کی وجہ سے ہو یا تر گھاس میں چلنے کی وجہ سے ہو یا شبنم سے ہو اصح قول کے مطابق، اور ایک قول یہ ہے کہ شبنم سے جائز نہیں کیونکہ وہ چوپائے کا سانس ہے پانی نہیں، اور یہ صحیح نہیں اھ (ت)

(۷) زلال

اقول لغۃً وعرفاً مشہور یہی ہے کہ زلال میٹھے ٹھنڈے ہلکے خوشگوار صاف خالص پانی کو کہتے ہیں،

فی القاموس ماء زلال کغراب و امیر وصبور وعلابط سریع المر فی الحلق بارد عذب صاف سهل سلس[2] اھ ولم یعرج علی معنی غیرہ وفی صحاح الجوھری ماء زلال ای عذب[3] اھ وفی حیاۃ الحیوان الکبری المشهور علی الالسنة ان الزلال هو الماء البارد[4]۔

قاموس میں ہے ماء زلال، زلال غراب کے وزن پر بھی آتا ہے اور امیر، صبور اور عُلابط کے وزن پر بھی (یعنی زَلِیل زَلُول زُلازِل) اس پانی کو کہا جاتا ہے جو حلق سے بآسانی گزرے اور ٹھنڈا، میٹھا، صاف، لطیف اور رواں ہو اھ اور اس کے علاوہ کوئی معنی نہیں بتائے، اور صحاح جوہری میں ماء زلال یعنی میٹھا اھ اور حیوٰۃ الحیوان میں ہے زبانوں پر مشہور یہ ہے کہ زلال ٹھنڈے پانی کو کہتے ہیں۔ (ت)

---

[1] فتح القدیر مسح الخفین رضویہ سکھر ۱/۱۳۲
[2] القاموس المحیط (زللت) مصطفی البابی مصر ۳/۴۰۰
[3] صحاح الجوہری (زلل) بیروت ۴/۱۷۱۸
[4] حیاۃ الحیوان الکبرٰی (زلال) مصطفی البابی مصر ۱/۵۳۷

Marfat.com

مالم یبرد واللہ تعالیٰ اعلم۔ کہ فرق نہیں، اور یہی صحیح ہے، اس کی توجیہ بھی ہے اور اس پر رد ہے، تو اول کی وجہ زیادہ درست ہے، ایک قول یہ ہے کہ برتن کھلا ہوا نہ ہو اور راجح ولوکان الاناء منکشفا ہے (یعنی اگرچہ برتن کھلا ہو) تو خلاصہ یہ ہے کہ دھوپ کے گرم پانی کا سونے چاندی کے علاوہ کسی اور دھات کے برتن سے جسم پر پہنچانا، گرم وقت میں اور گرم علاقہ میں بلا ٹھنڈا کیے ممنوع ہے واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

اور تحقیق یہ ہے کہ ہمارے نزدیک بھی اُس پانی سے وضو وغسل مکروہ ہے کما صرح بہ فی الفتح والبحر والدرایۃ والقنیۃ والنہایۃ (جیسا کہ فتح، بحر، درایہ، قنیہ اور نہایہ میں صراحت کی گئی ہے۔ت) اور یہ کراہت شرعی تنزیہی ہے

کما اشار الیہ فی الحلیۃ والامداد ھذا اما حققہ ش خلافا للتنویر والدر حیث نفیا الکراھۃ اصلا ویمکن حمل التنویر علی التحریم اما الدر فصرح انہا طبعیۃ عند الشافعیۃ وھو خلاف نصہم۔

جیسا کہ حلیہ اور امداد میں اشارہ کیا "ش" نے یہی تحقیق کی، تنویر اور دُر میں اس کے خلاف ہے، ان دونوں حضرات نے مطلقاً کراہت کا انکار کیا ہے، اور تنویر کی عبارت کو مکروہ تحریمی پر محمول کرنا ممکن ہے مگر دُر میں یہ تصریح کی گئی ہے کہ شافعیہ کے نزدیک وہ کراہت طبعیہ ہے اور یہ ان کی تصریحات کے خلاف ہے۔ (ت)

اقول وزیادۃ التنویر قید القصد حیث قال وبماء قصد تشمیسہ لیس اتفاقیا بل للدلالۃ علی الاول واشارۃ الی نفی ما وقع فی المعراج ان الکراھۃ مقیدۃ عند الشافعی بالقصد فافہم۔

میں کہتا ہوں تنویر میں ارادہ کی قید کا اضافہ ہے انھوں نے فرمایا "اور اس پانی سے جس کو دھوپ میں قصداً گرم کیا گیا ہے"، یہ قید اتفاقی نہیں ہے بلکہ پہلی پر دلالت کے لیے ہے اور جو معراج میں فرمایا ہے اس کی نفی کے لیے ہے کہ شافعیوں کے نزدیک کراہت اس وقت ہے جب بالقصد ہو فافہم۔ (ت)

(۱۱) عورت کی طہارت سے بچا ہوا پانی اگرچہ جنب یا حائض ہو اگرچہ اس پانی سے خلوتِ تامہ میں اُس نے طہارت کی ہو، خلافا لاحمد والمالکیۃ (اس میں احمد اور مالکیہ کا اختلاف ہے۔ت) ہاں مکروہ ضرور ہے۔

بل فی السراج لایجوز للرجل ان یتوضأ و یغتسل بفضل وضوء المرأۃ اھ[1] و ھو نص

بلکہ سراج میں ہے کہ مرد کو جائز نہیں کہ وہ عورت کے غسل یا وضو کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرے اور

[1] ردالمحتار مکروہات الوضوء مصطفی البابی مصر ۱/۹۸

Marfat.com

(ای کونہ حیوانا) کان نجسا لانہ قیئ[1] | اس کا حیوان ہونا ثابت ہوجائے) تو وہ نجس ہوگا اس لیے کہ وہ قے ہے۔ (ت)

اقول قے کی تعریف اس پر صادق آنے میں کلام ہے اور کتبِ شافعیہ میں اُس سے جوازِ وضو مصرح شرح وجیز ابو الفرج عجلی شافعی میں ہے:

الماء الذی فی دود الثلج طھور[2] | وہ پانی جو برف والے کیڑے میں ہوتا ہے پاک طہور ہے۔ (ت)

حیاۃ الحیوان میں ہے:

الذی قالہ یوافق قول القاضی حسین | جو انہوں نے کہا وہ قاضی حسین کے قول کے موافق ہے
فیما تقدم فی الدود[3] | جیسا کہ دود کے ذکر میں پہلے گزرا۔ (ت)

علامہ شامی نے جب تک اُس جانور کا دموی ہونا ثابت نہ ہو پانی پاک مگر ناقابلِ وضو بتایا۔

حیث قال نعم لایکون نجسا عندنا مالم یعلم کونہ دمویا اما رفع الحدث بہ فلا یصح وان کان غیر دموی[4] | انہوں نے فرمایا جب تک اس کا دموی ہونا معلوم نہ ہو ہمارے نزدیک نجس نہیں، رہا اس سے پاکی حاصل کرنا تو یہ صحیح نہیں اگرچہ وہ غیر دموی ہو۔ (ت)

اقول ظاہراً اُس پانی کی طہارت محلِ اشتباہ نہیں جیسے ریشم کا کیڑا کہ خود بھی پاک ہے اور اس کا پانی بلکہ بیٹ بھی پاک۔ عالمگیریہ میں ہے:

ماء دود القز وعینہ وخرؤہ طاھر کذا فی القنیۃ[5] | ریشم کا کیڑا اس کا پانی اور اس کی بیٹ پاک ہے جیسا کہ قنیہ میں ہے۔ (ت)

بلکہ خلاصہ میں ہے:

الدودۃ اذا تولدت من النجاسۃ قال شمس الائمۃ الحلوانی انھا لیست | کیڑا جو نجاست میں پیدا ہو تو شمس الائمہ حلوانی فرماتے ہیں کہ وہ ناپاک نہیں ہے اور یہی حال ہر حیوان کا ہے

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ البابی مصر ۱/۱۳۲
[2] حیاۃ الحیوان الکبرٰی (زلال) البابی مصر ۱/۵۳۶
[3] ایضاً
[4] ردالمحتار باب المیاہ البابی مصر ۱/۱۳۲
[5] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثانی فی الاعیان النجسۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۶

Marfat.com

الجہل علیھن فیشارکھن العبید والاعراب۔ ورابعا العلۃ توجد فی حق المرأۃ الاخری والکراھۃ خاصۃ بالرجل وجعل ش النہی تعبدیا۔

اوران کے دین کا نقص محض یہ ہے کہ وہ ایک نماز تک گھر میں بیٹھتی ہے نہ روزہ رکھتی ہے اور نہ نماز پڑھتی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ اور اس میں اس کا اپنا کوئی اختیار نہیں، ہاں اس کی تعلیل یہ ہوسکتی ہے کہ ان میں جہل کا غلبہ ہوتا ہے تو یہ بات غلاموں اور دیہاتی لوگوں میں بھی ہوتی ہے۔

چوتھے، یہ علت دوسری عورت کے حق میں بھی پائی جاتی ہے حالانکہ کراہت مرد کے ساتھ خاص ہے اور "ش" نے اس مخالفت کو محض تعبدی امر قرار دیا ہے۔ (ت)

اقول وھوالاولی لما عرفت عدم انتہاض العلل وبہ صرحت الحنابلۃ ولا بدلھم عن ذلك اذ عدم الجواز لا یعقل لہ وجہ اصلا وکونہ تعبدیا لما رواہ الخمسۃ[1] انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نہی ان یتوضأ الرجل بفضل طہور المرأۃ ثم ذکر عن غرر الافکار نسخہ بحدیث مسلم ان

میں کہتا ہوں یہی بات بہتر ہے، کیونکہ دوسری علتیں درست نہیں ہیں، اور حنبلی حضرات نے بھی یہ علت بیان کی ہے، اور ایسا کرنا ان کے لیے ضروری تھا، کیونکہ عدم جواز کی کوئی وجہ موجود نہیں، اور اس کے تعبدی ہونے پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جو پانچوں محدثین نے نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو

---

[1] اقول المعروف فی اطلاق الخمسۃ ارادۃ الستۃ الا البخاری وھذا انما رواہ احمد والاربعۃ نعم ھو اصطلاح عبدالسلام ابن تیمیۃ فی المنتقی لانہ ادخل الامام احمد فی الجماعۃ فاذا رواہ غیر الشیخین قال رواہ الخمسۃ منہ غفرلہ۔ (م)

میں کہتا ہوں عام طور پر خمسہ کا اطلاق بخاری کے علاوہ باقی اصحاب ستہ پر ہوتا ہے جبکہ اس کو امام احمد اور اربعہ نے روایت کیا ہے۔ ہاں منتقی میں عبدالسلام ابن تیمیہ کی یہ اصطلاح ہے کہ کیونکہ وہ امام احمد کو بھی اصحاب صحاح کی جماعت میں داخل کرتے ہیں جس حدیث کو شیخین کے علاوہ باقی اصحاب صحاح نے روایت کیا ہو تو کہتے ہیں رواہ الخمسہ منہ غفرلہ (ت)

---

[2] ردالمحتار مکروہات الوضوء البابی مصر ۱/۹۸

Marfat.com

بدن کو پہنچنے سے معاذ اللہ احتمالِ برص ہے اختلافات اس میں بکثرت ہیں اور ہم نے اپنی کتاب منتہی الآمال فی الاوفاق والاعمال میں ہر اختلاف سے قول اصح وارجح چنا اور مختصر الفاظ میں اُسے ذکر کیا اُسی کی نقل بس ہے

وھو ھذا اقط (ای الدارقطنی) عن عامر والعقیلی عن انس مرفوعا قط والشافعی عن عمر الفاروق موقوفا لا تغتسلوا بالماء الشمس فانہ یورث البرص[1] قط وابو نعیم عن ام المؤمنین انہا سخنت للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ماء فی الشمس فقال لا تفعلی یا حمیراء فانہ یورث البرص[2] و قیدہ العلماء بقیود ان یکون فی قطر ووقت حارین وقد تشمس فی منطبع صابر تحت المطرقۃ کحدید ونحاس علی الاصح الا النقدین علی المعتمد دون الخزف والجلود والاحجار والخشب ولا للتشمس فی الحیاض والبرک قطعا وان یستعمل فی البدن ولو شربا لا فی الثوب الا اذ البسہ رطبا او مع العرق وان یستعمل حارا فلو برد لا باس علی الاصح وقیل لا فرق علی الصحیح ووجہ وردفالاول الاوجہ قیل وان لا یکون الاناء متکشفا والراجح ود فالحاصل منع ایصال الماء المشمس فی اناء منطبع من غیر النقدین الی البدن فی وقت وبلد حارین

دارقطنی نے عامر سے اور عقیلی نے انس سے مرفوعاً روایت کی، دارقطنی اور شافعی نے عمر فاروق سے موقوفاً روایت کی کہ تم آفتاب سے گرم شدہ پانی سے غسل نہ کرو کہ اس سے برص پیدا ہوتا ہے' دارقطنی اور ابونعیم نے ام المؤمنین سے روایت کی کہ آپ نے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے آفتاب سے پانی گرم کیا تو آپ نے فرمایا: آیندہ ایسا نہ کرنا اے حمیراء کیونکہ اس سے برص پیدا ہوتا ہے۔ اور علمائنے اس میں کچھ قیود لگائی ہیں مثلاً یہ کہ گرم پانی گرم علاقہ میں ہو، گرم وقت میں ہو، یہ کہ پانی کسی دھات کے بنے ہوئے برتن میں جیسے پانی لوہے یا تانبے کے برتن میں گرم ہوا ہو اصح قول کے مطابق مگر سونے چاندی کے برتن میں گرم نہ کیا گیا ہو معتمد قول کے مطابق مٹی کھال پتھر اور لکڑی کے برتنوں کو دھوپ میں رکھ کر گرم نہ کیا گیا ہو۔ حوض اور گڑھے میں سورج کا گرم شدہ پانی قطعاً نہ ہو، یہ پانی بدن میں استعمال ہوا ہو، اگرچہ پی لیا تو بھی یہی خطرہ ہے، کپڑے دھوئے تو حرج نہیں، ہاں اگر کپڑا دھو کر تر ہی پہن لیا تو خطرہ ہے' یا کپڑا پہنا اور جسم پر پسینہ تھا، یہ پانی گرم استعمال کیا جائے اگر ٹھنڈا ہونے کے بعد استعمال کیا تو حرج نہیں اصح قول یہی ہے، اور ایک قول یہ بھی ہے

---

[1] سنن الدارقطنی باب الماء المسخن نشر السنۃ ملتان ۱/ ۳۹

[2] " " " " ۱/ ۳۸

Marfat.com

ان تلك عزیمة وھذہ رخصة[1] اھ وبھذا جزم
فی الاشعة من باب مخالطة الجنب وقال
الامام العینی فی عمدة القاری اما فضل
المرأة فیجوز عند الشافعی الوضوء به للرجل
سواء خلت به اولا قال البغوی وغیرہ فلا
کراھة فیه للاحادیث الصحیحة فیه وبھذا
قال مالك وابو حنیفة وجمھور العلماء وقال
احمد وداود لایجوز اذا خلت به وروی ھذا
عن عبدالله بن سرجس والحسن
البصری وروی عن احمد کمذھبنا وعن ابن
المسیب والحسن کراھة فضلها مطلقا[2] اھ و
اذا حملنا المنفیة علی کراھة التحریم لم ینات
ثبوت کراھة التنزیه وکیفما کان فما فی
السراج غریب جدا ولم یستند لمعتمد وخالف
المعتمدات ونقول الثقات ولایظھر له وجه
وقد قال فی کشف الظنون السراج الوھاج
عدہ المولی المعروف ببرکلی جملة الکتب
المتداولة الضعیفة غیر المعتبرة اھ قال
چلپی ثم اختصر ھذا الشرح وسماہ الجوھرة
النیرة اھ[3]

تو کوئی منافاۃ نہیں، اس پہلے باب میں فرمایا کہ
ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ وہ عزیمت تھی اور یہ رخصت
ہے اھ اور اشعۃ اللمعات میں اسی پر جزم کیا ہے
عینی نے عمدۃ القاری میں فرمایا ہے عورت کا بچے
ہُوئے پانی سے امام شافعی کے نزدیک مرد کیلئے وضو جائز
ہے خواہ اُس عورت نے اس سے خلوت کی ہو یا
نہ کی ہو بغوی وغیرہ نے فرمایا تو اس میں کراہت نہیں ہے
کہ صحیح احادیث اس بارے میں موجود ہیں یہی قول
مالک، ابو حنیفہ اور جمہور علماء کا ہے، اور احمد اور
ابو داؤد نے فرمایا کہ جب عورت اس پانی کے ساتھ
خلوت کرے تو جائز نہیں، یہ قول عبداللہ بن سرجس
اور حسن بصری سے منقول ہے اور احمد کی ایک روایت
مذہب ابی حنیفہ کے مطابق ہے، اور ابن المسیب
اور حسن سے اس بچے ہوئے کی کراہت مطلقاً منقول ہے اھ
اور اگر ہم منفی کو کراہتِ تحریم پر محمول کریں تو اس سے
کراہت تنزیہی کے ثبوت کی نفی لازم نہ آئے گی، بہرصورت
جو سراج میں ہے وہ بہت ہی غریب ہے اور کسی
معتمد کتاب کی سند اس پر موجود نہیں، بلکہ کتب معتمدہ
اور نقول مستندہ کے صریح خلاف ہے، اور اس کی
کوئی وجہ ظاہر نہیں ہوتی ہے، کشف الظنون میں ہے
کہ سراج الوہاج کو مولی المعروف برکلی نے کتبِ متداولہ ضعیفہ غیر معتبرہ میں شمار کیا ہے اھ اور چلپی نے
فرمایا پھر اس کتاب کو مختصر کیا گیا اور اس کا نام جوہر نیّرہ ہوا اھ (ت)

اقول بل الجوھرة النیرة وھی من

میں کہتا ہوں بلکہ جوہرہ نیرہ ہے اور وہ کتب معتبرہ

---

[1] لمعات التنقیح، باب الغسل، المعارف العلمیہ لاہور ۲/ ۱۱۲
[2] عمدۃ القاری، وضوء الرجل مع امراتہ، مصر ۳/
[3] کشف الظنون، ذکر مختصر القدوری، بغداد ۲/ ۱۶۳

Marfat.com

ذکراھة التحریم واستظھرھا ط من قول الدُّ من منھیاتہ التوضی بفضل ماء المرأۃ قال وفیہ نظر واجاب ش بانہ یشمل المکروہ تنزیھا فانّہ منھی عنہ اصطلاحا حقیقة کما قدمناہ عن التحریر اھ[۲] وعللہ ط بخشیة التلذذ و قلة توقیھن النجاسات لنقص دینھن قال و ھذا یدل علی ان کراھتہ تنزیھیة۔[۳]

اور یہ مکروہِ تحریمی میں نص ہے، اور طحطاوی نے اس پر دُر کے قول "عورت کے باقیماندہ پانی سے وضو نہ کیا جائے" سے استدلال کیا ہے، فرمایا اس میں نظر ہے، اور ش نے جواب دیا کہ یہ مکروہ تنزیہ کو شامل ہے کہ یہ منھی عنہ ہے اصطلاحی طور پر حقیقةً جیسا کہ ہم نے تحریر سے نقل کیا اھ اور طحطاوی نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس میں ایک تو تلذذ کا خطرہ ہے اور دوسرے یہ کہ وہ اپنے دینی نقصان کی وجہ سے نجاستوں سے نہیں بچتی ہیں، فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مراد کراہت تنزیہی ہے اھ (ت)

اقول علی الاول[۱] یعم النھی عکسہ اعنی توضؤ المرأۃ من فضل طھورہ وفیہ کلام یاتی اما الثانی فاولا[۲] یقتضی تعمیمہ رجال البدو والعبید والجھلة واشد من الکل العمیان فلا تبقی خصوصیة للمرأۃ۔

وثانیا[۴] لا یتقید بطھورھا فضلا عن اختلائھا بہ بل اذن یکفی مسھا۔

وثالثا[۵] فی قلة توقیھن النجاسات نظر ونقص دینھن ان احدٰھن تقعد شطر دھرھا لا تصوم ولا تصلی کما فی الحدیث وھذا لیس من صنعھا الا ان یعلل بغلبة

میں کہتا ہوں پہلے قول کے مطابق نہی اُس کے عکس کو شامل ہے یعنی عورت کا مرد کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا، اس میں کچھ بحث ہے جو آئے گی۔

رہا دوسرا قول تو اس میں پہلی چیز یہ ہے کہ یہ دیہاتی، غلام اور جاہل سب کو عام ہے اور سب سے زیادہ نابینا لوگوں کو۔ تو اس میں عورت کی کوئی خصوصیت نہیں۔

اور ثانیا، یہ قید نہیں کہ اس کا طہور ہو چہ جائیکہ عورت کا خلوت میں اس کو استعمال کرنا بلکہ اس کا محض پانی کو چھو لینا بھی کافی ہوگا۔

اور تیسرا یہ کہ اُن کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ نجاستوں سے کم بچتی ہیں اس میں اعتراض ہے

---

[۱] طحطاوی علی الدر المختار — مکروہات الوضوء — بیروت — ۱/۷۶

[۲] رد المحتار — " — مصطفی البابی مصر — ۱/۹۸

[۳] طحطاوی علی الدر المختار — " — بیروت — ۱/۷۶

Marfat.com

المکی فی شرح المشکوٰۃ لاخلاف فی ان لہا الوضوء بفضلہ اھ[1] وقال ایضا فانہ احدا لم یقل بظاہرہ و محال ان یصح و تعمل الامۃ کلہا بخلافہ اھ[2] و تعقبہ الشیخ المحقق الدہلوی فی اللمعات بقولہ قد قال الامام احمد بن حنبل مع مافیہ من التفصیل و الخلاف فی مشایخ[3] مذہبہ الی اخر ماذکر من خلافیاتہم۔

مرد کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرے یا مرد عورت کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرے۔ مگر شیخ ابن حجر مکّی نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا کہ اس میں اختلاف نہیں کہ عورت مرد کے بچے ہوئے پانی سے وضو کر سکتی ہے اھ نیز فرمایا کہ کسی ایک نے بھی اس کے ظاہر کے خلاف نہیں فرمایا اور یہ محال ہے کہ ایک چیز صحیح بھی ہو اور تمام اُمّت اس کے خلاف عمل پیرا ہو اھ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لمعات میں اس پر رد کیا اور فرمایا احمد بن حنبل نے جو فرمایا ہے اس میں تفصیل ہے اور ان کے مذہب کے مشایخ میں بھی اختلاف رہا ہے، پھر وہ اختلاف ذکر کیا۔ (ت)

اقول رحم اللہ الشیخ و رحمنا بہ کلام ابن حجر فی وضوئہا بفضلہ وقول الامام احمد و خلافیات مشایخ مذہبہ فی عکسہ نعم قال الامام العینی فی العمدۃ[4] حکی ابوعمر خمسۃ مذاہب الثانی یکرہ ان یتوضأ بفضلہا وعکسہ والثالث کراہتہ فضلہا لہ والرخصۃ فی عکسہ والخامس لا باس بفضل کل منہما وعلیہ فقہاء الامصار اھ ملتقطا فہذا یثبت الخلاف واللہ تعالٰی اعلم۔

میں کہتا ہوں اللہ رحم کرے شیخ پر اور ہم پر، ابن حجر نے مرد کے بچے ہوئے پانی سے عورت کے وضو کرنے کی بابت جو کلام کیا ہے اور امام احمد کا قول اور انکے مشایخ مذہب کے اختلافات اس کے برعکس صورت میں ہیں ہاں عینی نے عمدہ میں فرمایا کہ ابو عمر نے پانچ مذاہب گنائے ہیں، ان میں دوسرا یہ ہے کہ مرد کا عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا مکروہ ہے اور اسکا عکس بھی مکروہ ہے اور تیسرا یہ ہے کہ عورت کا بچا ہوا مرد کے لیے مکروہ ہے اور اس کے عکس میں رخصت ہے اور پانچواں یہ ہے کہ دونوں کے بچے ہوئے پانی میں کچھ حرج نہیں، اور اسی پر شہروں کے فقہاء ہیں اھ ملتقطا' اس سے خلاف ثابت ہوتا ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۱۲) اُس کنویں یا حوض کا پانی جس سے بچے عورتیں گنوار جہاں فسّاق ہر طرح کے لوگ اپنے میلے کچیلے

---

[1] شرح المشکوٰۃ لابن حجر [2] ایضاً [3] لمعات التنقیح باب مخالطۃ الجنب المعارف العلمیہ لاہور ۲/۱۳۰
[4] عمدۃ القاری باب وضوء الرجل مع امرأتہ مصر ۳/۸۵

Marfat.com

میمونۃ قالت اغتسلت من جفنۃ ففضلت فیھا فضلۃ فجاء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یغتسل فقلت انی اغتسلت منہ فقال الماء لیس علیہ جنابۃ قال ش مقتضی النسخ انہ لایکرہ عندنا ولاتنزیھا وفیہ ان دعوی النسخ تتوقف علی العلم بتأخر الناسخ ولعلہ ماخوذ من قول میمونۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا انی قد اغتسلت فانہ یشعر بعلمھا بالنھی قبلہ قال وقد صرح الشافعیۃ بالکراھۃ فینبغی کراھتہ وان قلنا بالنسخ مراعاۃ للخلاف فقد صرحوا بانہ یطلب مراعاۃ الخلاف وقد علمت انہ لایجوز التطھیر بہ عند احمد[1] اھ

کرنے کی ممانعت فرمائی، پھر عزر الافکار کے حوالہ سے اس کا منسوخ ہونا نقل کیا۔ اس میں مسلم کی حدیث ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کہ انہوں نے ایک ٹب سے غسل کیا اس میں کچھ پانی بچ گیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے غسل کا ارادہ فرمایا تو انھوں نے عرض کی کہ "ہم نے اس سے غسل کیا ہے"۔ آپ نے فرمایا "پانی پر جنابت کا اثر نہیں ہوتا۔" ش نے فرمایا نسخ کا تقاضا یہ ہے کہ ہمارے نزدیک وہ مکروہِ تحریمی ہے نہ مکروہِ تنزیہی، اس میں اعتراض ہے کہ نسخ کا دعوٰی اس پر موقوف ہے کہ ناسخ کے متأخر ہونے کا علم ہو، اور شاید یہ حضرت میمونہ کے اس قول سے ماخوذ ہے کہ میں نے غسل کیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اس سے قبل ہی نہی کا علم تھا، اور شافعیہ نے کراہت کی تصریح کی ہے تو چاہیے کہ یہ مکروہ ہو، اگرچہ ہم اختلاف کی رعایت کرتے ہوئے نسخ کا قول کریں، کیونکہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ خلاف کی رعایت کی جائے اور یہ تو آپ جان ہی چکے ہیں کہ احمد کے نزدیک اس پانی سے طہارت جائز نہیں اھ (ت)

اقول والاقرب الی الصواب ان لا نسخ ولاتحریم بل النھی للتنزیہ والفعل لبیان الجواز وھو الذی مشی علیہ القاری فی المرقاۃ نقلا عن السید جمال الدین الحنفی وبہ اجاب الشیخ عبدالحق الدھلوی فی لمعات التنقیح ان النھی تنزیہ لاتحریم فلامنافاۃ[2] اھ وقال فی الباب قبلہ اجیب

میں کہتا ہوں زیادہ صحیح بات یہ ہوگی کہ نہ تو نسخ ہے اور نہ ہی تحریم ہے بلکہ نہی محض تنزیہی ہے اور فعل بیانِ جواز کے لیے ہے ملّا علی قاری نے بھی مرقاۃ میں سید جمال الدین حنفی سے یہی نقل کیا ہے اور لمعات التنقیح میں محدث عبدالحق دہلوی نے بھی یہی جواب دیا ہے کہ نہی تنزیہی ہے تحریمی نہیں

---

[1] ردالمحتار مکروہات الوضوء البابی مصر ۱/۹۸
[2] لمعات التنقیح باب مخالطۃ الجنب المعارف العلمیہ لاہور ۲/۱۲۲

Marfat.com

سے جُدا ہوں۔

(۱۴) ہنود وغیرہم کفار کے کنوؤں یا برتنوں کا پانی اس سے طہارت ہوسکتی ہے جب تک نجاست معلوم نہ ہو مگر کراہت رہے گی جب تک طہارت نہ معلوم ہو کہ وہ مظنۂ ہرگونہ نجاست ہیں عینی شرح بخاری میں زیر اثر توضأ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ من بیت نصرانیۃ (حضرت عمر نے ایک نصرانی عورت کے گھر سے وضو کیا۔ ت) فرمایا:

الذی یدل ھذا الاثر جواز استعمال میاھھم ولکن یکرہ استعمال اوانیھم و ثیابھم سواء فیہ اھل الکتاب وغیرھم وقال الشافعیۃ فان تیقن طہارتھا فلا کراھۃ ولا نعلم فیھا خلافا واذا تطھر من اناء کافر ولم یتیقن طہارتہ ولا نجاستہ فان کان من قوم لا یتدینون باستعمالھا صحت طہارتہ قطعا والا وجہان اصحھما الصحۃ وممن کان لایری باسابہ الاوزاعی والثوری ابوحنیفۃ والشافعی واصحابھما وقال ابن المنذر لا اعلم احدا کرھہ الا احمد وابن اسحٰق قلت وتبعھما اھل الظاھر واختلف قول مالك ففی المدونۃ لایتوضؤ بسؤر النصرانی ولا بما ادخل یدہ فیہ وفی العتبیۃ اجازہ مرۃ وکرھہ اخری[1]۔

اس اثر سے جو بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ان کے پانیوں کا استعمال جائز ہے لیکن ان کے برتنوں اور کپڑوں کا استعمال مکروہ ہے اس میں اہلِ کتاب اور غیر اہل کتاب برابر ہیں اور شافعی حضرات فرماتے ہیں اگر ان کی پاکی کا یقین ہو تو کراہت بھی نہیں، اور ہم اس میں کوئی اختلاف نہیں جانتے اور جب کسی برتن سے کسی کافر نے پاکی حاصل کی اور اس کی طہارت ونجاست میں سے کسی کا یقین نہیں، تو اگر وہ ایسے لوگوں کا برتن ہے جو نجاست کے استعمال کو جائز نہیں سمجھتے، تو اس کی طہارت قطعاً ثابت ہے ورنہ اس میں دو صورتیں ہیں، دونوں میں اصح صحت ہے، امام اوزاعی، ثوری، ابوحنیفہ، امام شافعی اور دونوں کے اصحاب اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے، اور ابن منذر فرماتے ہیں میں کسی کو نہیں جانتا جس نے اس کو مکروہ سمجھا ہو سوائے احمد اور ابن اسحاق کے، میں کہتا ہوں اہلِ ظاہر نے ان دونوں کی متابعت کی اور مالک کے قول میں اختلاف پایا جاتا ہے، مدونہ میں ہے نصرانی کے جھوٹے سے اور اس پانی سے جس میں اس نے اپنا ہاتھ ڈالا ہو وضو نہ کیا جائے، اور عتبیہ میں ایک قول جواز کا ہے اور ایک کراہت کا۔ (ت)

---

[1] عمدۃ القاری باب وضوء الرجل مع امرأتہ مصر ۳/۸۲

Marfat.com

الکتب المعتبرۃ کما نص علیہ فی رد المحتار وله نظیرہ ان مجتبی النسائی المختصر من سننہ الکبری من الصحاح دون الکبری۔

ثم اقول ههنا اشیاء یطول الکلام علیها ولنشر الی بعضها اجمالا **منها** لا تبتنی کراهته مطلقا علی قول الامام احمد بعدم الجواز لانه مخصوص عندہ بالاختلاء **ومنها** ان مراعاۃ الخلاف انما هی مندوب الیها فیما لا یلزم منها مکروہ فی المذهب کما نص علیہ العلماء منهم العلامۃ ش نفسہ وترك المندوب لا یکرہ کما نصوا علیہ ایضا منهم نفسہ فی هذا الکتاب فکیف تبتنی الکراهۃ علیها لا سیما بعد تسلیم ان نسخ التحریم ینفی کراهۃ التنزیه ایضا **ومنها** هل الحکم مثلہ فی عکسه ای یکرہ لها ایضا فضل طهورہ روی احمد وابو داؤد والنسائی عن رجل صحب النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم اربع سنین وابن ماجۃ عن عبد اللہ بن سرجس رضی اللہ تعالی عنهما نهی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم ان تغتسل المرأۃ بفضل الرجل او یغتسل بفضل المرأۃ[1] لکن قال الشیخ ابن حجر

ہے جیسا کہ اس کی صراحت ردالمحتار میں موجود ہے اور اس کی نظیر یہ ہے کہ نسائی کی مجتبٰی جو ان کی سنن کبرٰی سے مختصر ہے صحاح میں شمار ہوتی ہے جبکہ کبرٰی صحاح میں شمار نہیں ہوتی۔ (ت)

پھر میں کہتا ہوں یہاں بعض چیزیں ایسی ہیں جن سے کلام میں طوالت ہوگی تاہم کچھ کا ذکر اجمالی طور پر کیا جاتا ہے، کراہت کی بنیاد مطلقاً امام احمد کے عدم جواز کا قول نہیں، کیونکہ اُن کے نزدیک یہ قول خلوت کے ساتھ مختص ہے، خلاف کی رعایت ایسے امور میں مندوب ہے جن میں اپنے مذہب کا کوئی مکروہ لازم نہ آئے جیسا کہ علماء نے اس کی صراحت کی ہے، خود علامہ "ش" نے ایسا ہی کیا ہے اور مندوب کا ترک مکروہ نہیں جیسا کہ فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے خود "ش" نے اس کتاب میں صراحت کی ہے، تو پھر کراہت اس پر کیسے مبنی ہوگی؟ خاص طور پر جبکہ اس امر کو تسلیم کر لیا گیا کہ تحریم کا منسوخ ہو جانا تنزیہی کراہت کی بھی نفی کرتا ہے، کیا اس کے عکس میں بھی ایسا ہی حکم ہوگا؟ یعنی عورت کے لیے بھی مرد کا چھوڑا ہوا پانی استعمال کرنا مکروہ ہوگا؟ تو احمد، ابو داؤد اور نسائی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی جو چار سال تک آپ کے ساتھ رہے سے روایت کی اور ابن ماجہ نے عبد اللہ بن سرجس سے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز سے منع کیا کہ عورت

---

[1] مشکوۃ المصابیح باب مخالطۃ الجنب مجتبائی دہلی ص ۵۰

قال لا یحکم بکونها نجسۃ بالشك والاحتمال ولو احتیط ونزح کان اولٰی۔[1]

اور احتمال کی بنا پر اس کی نجاست کا حکم نہیں دیا جائے گا اور اگر احتیاط سے کام لیا جائے اور تمام پانی نکال دیا جائے تو بہتر ہے۔ (ت)

(۱۷) وہ پانی جس میں استعمالی جوتا گر گیا جبکہ نجاست نہ معلوم ہو یہاں پر بھی وہی حکم ہے تاتارخانیہ پھر طریقہ وحدیقہ میں ہے:

سئل الامام الخجندی عن رکیۃ وھی البئر وجد فیھا خف ای نعل تلبس ویمشی بھا صاحبھا فی الطرقات لایدری متی وقع فیھا ولیس علیه اثر النجاسۃ ھل یحکم بنجاسۃ الماء قال لا اھ ملخصا۔[2]

امام خجندی سے ایسے کنویں کی بابت دریافت کیا گیا جس میں ایسا موزہ (ہلکا جوتا) پایا گیا جسے پہن کر عام راستوں پر چلا جاتا ہے، اور یہ معلوم نہیں کہ وہ کب گرا ہے، اور اس پر بظاہر نجاست کا اثر بھی نہیں تو کیا کنواں ناپاک ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں اھ (ت)

(۱۸ تا ۲۱) شکاری پرندوں اور حشرات الارض اور بلی اور چھوٹی ہوئی مرغی کا جھوٹا جبکہ طہارت یا نجاست پر یقین نہ ہو یہ اُس وقت مکروہ ہے جبکہ دوسرا صاف پانی موجود ہو وقد بیناہ فی فتاوٰنا (ہمارے فتاوٰی میں بیان کردیا گیا ہے۔ ت)

(۲۲) اُس جانور کا جھوٹا جس میں خون سائل نہیں جیسے بچھو وغیرہ اس میں کراہت بھی نہیں۔ درمختار میں ہے:

سؤر مالادم له طاھر طھور بلاکراھۃ۔[3]

اس جانور کا جُھوٹا جس میں خون سائل نہیں بلاکراہت پاک اور پاک کرنے والا ہے۔ (ت)

(۲۳) حوض کا پانی جس میں بدبُو آتی ہو جبکہ اُس کی بُو نجاست کی وجہ سے ہونا معلوم نہ ہو۔ خانیہ میں ہے:

یجوز التوضؤ فی الحوض الکبیر المنتن اذا لم تعلم نجاسۃ لان تغیر الرائحۃ

بڑے حوض میں اگر بدبو ہو تو بھی اس سے وضو جائز ہے بشرطیکہ اس میں نجاست معلوم نہ ہو کیونکہ

---

[1] جواہر الفتاوٰی

[2] حدیقہ ندیہ صنف ثانی من الصنفین نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۶۴

[3] الدر المختار فی البئر مجتبائی دہلی ۱/ ۴۰

Marfat.com

گھڑے ڈال کر پانی بھریں جب تک نجاست معلوم نہ ہو فتح القدیر میں ہے :

یتوضؤ من البئر التی یدلی فیہ الدلاء و الجرار الدنسۃ یحملھا الصغار و العبید الذین لا یعلمون الاحکام و یمسھا الرستاقیون بالایدی الدنسۃ مالم تعلم نجاسۃ[1]۔

جس کنویں میں بچے اور غلام میلے ڈولوں اور ٹھلیوں سے پانی بھرتے ہوں اور جن کو ستے میلے ہاتھ لگاتے ہوں ایسے کنوؤں سے وضو کرنے میں حرج نہیں، ہاں اگر نجاست کا یقین ہو تو جائز نہیں (ت)

اشباہ والنظائر میں ہے :

قال الامام محمد حوض تملؤ منہ الصغار و العبید بالایدی الدنسۃ والجرار الوسخۃ یجوز الوضوء منہ مالم تعلم نجاسۃ[2]۔

امام محمد نے فرمایا وہ حوض جس سے چھوٹے بچے اور غلام پانی بھرتے ہوں، اُن کے ہاتھ اور ٹھلیاں میلی ہوں تو جب تک نجاست کا یقین نہ ہو اس سے وضو جائز ہے۔ (ت)

(۱۳) وہ پانی جس میں ایسا برتن ڈالا گیا ہو جو زمین پر رکھا جاتا ہے جس کے پیندے کی طہارت پر یقین نہیں جب تک نجاست پر یقین نہ ہو فتح القدیر میں ہے :

قالوا ولا باس بالتوضی من حب یوضع کوزہ فی نواحی الدار و یشرب منہ مالم یعلم بہ قذر[3]۔

فقہاء نے فرمایا وہ تالاب جس کے کوزے گھر کے گوشے میں رکھے جاتے ہوں اور اس سے پانی پیا جاتا ہو تو اُس سے وضو کرنے میں حرج نہیں، جب تک اس کی گندگی کا علم نہ ہو۔ (ت)

حدیقہ ندیہ میں جامع الفتاوی سے ہے :

وکذا الکوز الموضوع فی الارض اذا ادخل فی الحب للشرب منہ یعنی یجوز مالم یعلم النجاسۃ[4]۔

اسی طرح وہ لوٹا جو زمین پر رکھا ہوا ہو جب اس کو تالاب میں ڈال کر اس سے پینے کے لیے پانی نکالا جائے تو اس سے وضو جائز ہے، یعنی جب تک نجاست کا علم نہ ہو۔ (ت)

یہی حکم اُن لوٹوں کے پیندوں کا ہے جو زمین پر رکھے جاتے بلکہ بیت الخلا میں لے جاتے ہیں جبکہ موضع نجاست

---

[1] فتح القدیر، غدیر عظیم، سکھر ۱/۸۲ [2] الاشباہ والنظائر، الیقین لا یزول بالشک، ادارۃ القرآن کراچی ۱/۸۷

[3] " " " " [4] حدیقہ ندیہ، صنف ثانی من الصنفین نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۶۶۷

Marfat.com

به قال وبئر الناقة هی البئر الکبیرة التی یردها الحجاج فی هذه الازمنة[1] اھ وقوله اخذا مما ذکرنا یشیر الی ما قدمه من تعلیل الکراهة بمراعاة الخلاف۔

تصریح کی ہے ، اور امام احمد کے نزدیک مباح نہیں ہے ، پھر حدیث نقل کی شرح ملتقی حنبلی سے ، اور فرمایا اس سے بظاہر طہارت کا ممنوع ہونا مفہوم ہوتا ہے ، فرمایا اونٹنی کے کنویں سے مراد وہ بڑا کنواں ہے جس پر آج کل حاجی آتے ہیں اور اسکے قول اخذا مما ذکرنا سے مراد کراہت کی علت ہے جو انھوں نے بیان کی کہ اختلاف کی رعایت مقصود ہے۔ (ت)

اقول وفیه ما قدمنا لکن الکراهة ههنا واضحة فقد کره الآجر فی القبر ما یلی المیت لاثر النار کما فی البدائع وغیرها فهذا اولی بوجوه کما لا یخفی علی من اعتبر فجزاه الله تعالٰی خیرا کثیرا فی جنات الفردوس کما نبه علی هذه الفائدة الفائزة

میں کہتا ہوں اس پر وہ اعتراض ہے جو ہم نے ذکر کیا ، لیکن کراہت یہاں واضح ہے ، کیونکہ آگ میں پکی ہوئی اینٹ قبر میں میت سے لگاکر استعمال کرنا ممنوع ہے کیونکہ اس میں آگ کا اثر ہوتا ہے ، جیساکہ بدائع وغیرہ میں ہے تو یہ بطریق اولی مکروہ کئی وجوہ سے جیساکہ عبرت حاصل کرنے والے پر مخفی نہیں اللہ تعالٰی اسے جنۃ الفردوس میں خیر کثیر عطا فرمائے جیساکہ اس عمدہ فائدہ میں تنبیہ کی گئی ہے (ت)

(۲۵) آبِ مغصوب ۔ آبِ مغصوب میں تو کراہت ہی تھی آبِ مغصوب کا استعمال صرف کھانے پینے میں ہو خواہ طہارت میں محض حرام ہے مگر وضو وغسل صحیح ہوجائیں گے اور ان سے نماز ادا ہوجائے گی لان المنع للمجاورۃ (یہ ممانعت ساتھ ملنے کی وجہ سے ہے۔ت) ردالمحتار میں زیر قول شارح یجوز رفع الحدث بما ذکر (حدث دور کرنا جائز ہے ان چیزوں سے جو ذکر کی گئیں) فرمایا ای یصح وان لم یحل فی نحو الماء المغصوب[2] (یعنی صحیح ہے اگرچہ حلال نہیں مغصوب پانی کی شکل میں۔ت)

(۲۶) وہ پانی کہ کسی کے مملوک کنویں سے بے اس کی اجازت بلکہ باوصف ممانعت کے بھرا اس کا پینا وضو وغیرہ میں خرچ کرنا سب جائز ہے یہ مغصوب کی حد میں نہیں کہ کنویں کا پانی جب تک کنویں میں ہے کسی کی ملک نہیں آبِ باراں کی طرح مباح وخالص ملک الٰہی عزجلالہ ہے۔ ردالمحتار میں ہدایہ سے ہے: الماء فی البئر غیر مملوک[3] (کنویں کے اندر کا پانی کسی کی ملکیت نہیں ہے۔ت) اُسی میں ولوالجیہ سے ہے:

[1] ردالمحتار مکروہات الوضوء مصطفی البابی مصر ۱/۹۸

[2] ردالمحتار باب المیاہ " ۱/۱۳۵

[3] ردالمحتار فصل الشرب " ۲/۱۸۶

Marfat.com

اقول افاد کراھۃ التحریم لمقابلتھا بالاجازۃ وھی محمل قول احمد واسحٰق ونفی الباس مرجعہ الی خلاف الاولٰی وقد بینا المسألۃ بابسط مماھنا فی فتاوٰنا۔

میں کہتا ہوں اس سے کراہت تحریمی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس کا مقابلہ اجازت سے ہے، اور اسی پر احمد اور اسحاق کے قول کو محمول کیا گیا ہے اور جہاں بأس کی نفی ہے اس کا مطلب خلاف اولٰی ہے، ہم نے اس مسئلہ کو بہ نسبت اس مقام کے اپنے فتاوٰی میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ (ت)

ذخیرہ میں ہے:

یکرہ الاکل والشرب فی اوانی المشرکین قبل الغسل لان الغالب الظاھر من حال اوانیھم النجاسۃ۔[1]

مشرکین کے برتنوں میں دھونے سے پہلے کھانا پینا مکروہ ہے کیونکہ ان کے برتن بظاہر ناپاک ہوتے ہیں۔ (ت)

(۱۵) جس پانی میں بچّہ نے ہاتھ یا پاؤں ڈال دیا یہاں بھی وہی حکم ہے کہ قابلِ طہارت ہے جب تک نجاست پر یقین نہ ہو مگر اولٰی احتراز ہے جب تک طہارت پر یقین نہ ہو۔ ہندیہ میں ہے:

اذا ادخل الصبی یدہ فی کوزماء او رجلہ فان علم ان یدہ طاھرۃ بیقین یجوز التوضؤ بہ وان کان لا یعلم انھا طاھرۃ او نجسۃ فالمستحب ان یتوضأ بغیرہ ومع ھذا لوتوضأ اجزأہ کذا فی المحیط۔[2]

بچّے نے پانی کے کُوزے میں اگر ہاتھ یا پیر ڈالا تو اگر یقین سے یہ معلوم ہے کہ اس کا ہاتھ یا پیر پاک ہے تو اس سے وضو جائز ہے اور اگر معلوم نہیں کہ وُہ پاک ہے یا ناپاک، تو مستحب یہ ہے کہ دوسرے پانی سے وضو کیا جائے، لیکن اگر وضو کر ہی لیا تو جائز ہے کذا فی المحیط۔ (ت)

(۱۶) یوں ہی جس میں مشکوک کپڑا گر گیا حتی کہ بچّے کے نہالچے کی روئی جبکہ نجاست معلوم نہ ہو مگر کراہت ہے کہ مظنہ زیادہ ہے، جواہر الفتاوٰی باب اول فتاوٰی امام رکن الدین ابو الفضل کرمانی میں ہے:

قطعۃ قطن من فراش صبی وقعت فی بئر ولا یدری انھا نجسۃ ام طاھرۃ

بچّے کے بچھونے سے رُوئی کا ایک ٹکڑا کنویں میں گر گیا اور یہ معلوم نہیں کہ یہ پاک ہے یا ناپاک، تو محض شک

---

[1] حدیقہ ندیۃ — نوریہ رضویہ فیصل آباد — ۲/۱۲ء

[2] فتاوٰی ہندیۃ — فصل فیما لایجوز بہ التوضؤ — پشاور — ۱/۲۵

Marfat.com

وظهر الجواب بحمدہ تعالٰی ان ملك المباح بالاستیلاء والاستیلاء بالاحراز وقد تم فی الشبکۃ والاٰناء بخلاف البئر ففی ش عن جامع الرموز ملأ الدلو من البئر ولم یبعدہ من رأسھا لم یملکہ عند الشیخین اذ الاحراز جعل الشیئ فی موضع حصین[1] اھ اما ما بحثہ الفتح فقد اجاب عنہ فی النھر فراجع ش من البیع الفاسد مسألۃ بیع المراعی۔

جب تک پانی جمع ہونے کیلئے نہ رکھا ہو اور پانی جمع ہو جائے تو وہ پانی اس کی ملکیت میں ہوگا جس نے اٹھایا، خیریہ وغیرہ۔ اور یہ جواب معلوم ہوا کہ مباح چیز پر ملکیت استیلاء اور غلبہ سے ہوتی ہے اور استیلاء اس چیز کو قبضہ میں لے لینے سے ہوتی ہے، اور یہ چیز جال اور برتن کی شکل میں تو پائی جاتی ہے لیکن کنویں کی صورت میں نہیں "ش" میں جامع الرموز سے منقول ہے کہ اگر کسی شخص نے کنویں سے ڈول بھرا لیکن اس کو کنویں کے منہ سے دور نہ کیا تو وہ اس کی ملک میں نہ ہوگا، یہ شیخین کے نزدیک ہے، کیونکہ احراز کسی چیز کو محفوظ جگہ رکھنے کو کہا جاتا ہے اھ اور جو بحث فتح میں ہے تو اس کا جواب نہر میں ہے اس سلسلہ میں بیع فاسد کا باب تحت مسئلہ چراگاہوں کے نیچے "ش" میں ملاحظہ کیجئے۔ (ت)

اقول ویؤیدہ ما فی الھندیۃ عن المبسوط ما انبتہ صاحب الارض بان سقی ارضہ وکربھا لیبنت فیھا الحشیش لدوابہ فھو احق بذلك ولیس لاحد ان ینتفع بشیئ منہ الا برضاہ لانہ کسبہ والکسب للمکتسب[2] اھ فلا یقاس علیہ ماء البئر فانہ لیس من کسب حافرھا انما صنعہ فیہ رفع الحجاب کالفصاد قال تعالٰی الم تر ان اللہ انزل من السماء ماء فسلکہ ینابیع فی

میں کہتا ہوں اس کی تائید ہندیہ کے اُس حوالہ سے ہوتی ہے جو انھوں نے مبسوط سے نقل کیا ہے، حوالہ یہ ہے کہ کسی شخص نے اپنی زمین میں جانوروں کو کھلانے کے لئے گھاس اگائی تو وہ اسی کی ہے اور کوئی شخص اُس سے اس کی مرضی کے بغیر استفادہ نہیں کرسکتا ہے کیونکہ وہ اس کی کمائی ہے، اور ہر شخص کی کمائی اسی کی ہوتی ہے اھ مگر اس پر کنویں کے پانی کو قیاس نہیں کرسکتے ہیں کیونکہ پانی کنویں کے کھودنے والے کی کمائی نہیں ہے اُس نے تو صرف اتنا کام کیا کہ پانی پر جو حجاب تھا وہ رفع کردیا،

---

[1] ردالمحتار فصل الشرب مصطفی البابی مصر ۵/۳۱۷

[2] الفتاوی الہندیۃ الباب الاول من کتاب الشرب پشاور ۵/۳۹۲

Marfat.com

قد یکون بطول المکث[1] اھ — پانی کے ٹھہرے رہنے کی وجہ سے بھی کبھی بدبُو پیدا ہو جاتی ہے اھ (ت)

اقول وکذا الصغیر وانما قید بالکبیر لاجل فی معناہ ان الکبیر اذا تغیر احد اوصافہ بنجس ینجس فالحوض الکبیر المنتن قد یتوقاہ الموسوس توھما ان نتنہ بالنجس فافاد انہ وھم لا یعتبر۔

میں کہتا ہوں چھوٹے حوض کا بھی یہی حکم ہے، بڑے کی قید محض اس لیے لگائی ہے کہ بڑے حوض کا پانی جب نجاست کی وجہ سے متغیر ہو جائے اور اس کا کوئی وصف بدل جائے تو نجس ہے اگر بڑے حوض میں بدبو پائی جائے تو وہمی شخص اس سے پرہیز کرسکتا ہے کہ شاید اس کی بدبو نجاست کے باعث ہے لیکن اس عبارت سے یہ بتا دیا کہ یہ وہم معتبر نہیں ہے۔ (ت)

(۲۴) مولٰی کریم رؤف رحیم عزجلالہ اپنے حبیب اکرم رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وجاہت کریمہ کے صدقہ میں اپنے غضب سے دونوں جہان میں بچائے جس بستی پر عیاذاً باللہ عذاب اُترا اُس کے کنووں تالابوں کا پانی کہ اُس کا استعمال کھانے پینے طہارت ہر شے میں مکروہ ہے یوں ہی اس کی مٹی سے تیمم، ہاں زمین ثمود کا وہ کنواں جس سے ناقہ صالح علیہ الصلٰوۃ والسلام پانی پیتا اُس کا پانی مستثنٰی ہے، صحاح میں ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم ہمراہ رکاب اقدس حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم زمین ثمود پر اُترے وہاں کے کنووں سے پانی بھرا اُس سے آٹے گوندھے، حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ پانی پھینک دیں اور آٹا اونٹوں کو کھلا دیں چاہِ ناقہ سے پانی لیں۔ ردالمحتار میں ہے:

ینبغی کراھۃ التطھیر ایضا اخذا مما ذکرناہ وان لم ارہ لاحد من ائمتنا بماء وتراب من کل ارض غضب علیھا الا بئر الناقۃ بارض ثمود وقد صرح الشافعیۃ بکراھتہ ولا یباح عند احمد ثم نقل الحدیث عن شرح المنتھی الحنبلی وانہ قال ظاھرہ منع الطھارۃ

جس زمین پر بھی غضب نازل ہوا ہو، اس کے پانی اور مٹی سے طہارت حاصل کرنا مکروہ ہونا چاہیے سوائے ناقہ کے کنویں کے جو زمین ثمود میں پایا جاتا ہے۔ یہ بات اس تحقیق سے معلوم ہوتی ہے جو ہم نے ذکر کی ہے، اگرچہ میری نظر سے نہیں گزرا کہ ہمارے ائمہ میں سے کسی نے یہ بات کہی ہو، البتہ شافعیہ نے اس کے مکروہ ہونے کی

---

[1] قاضی خان الماء الراکد نولکشور لکھنؤ ۱/۴

Marfat.com

کرتایاسقایہ قدیم ہے اور ہمیشہ سے یوں ہی ہوتا چلا آیا ہے یا پانی اس درجہ کثیر ہے جس سے ظاہر ہے کہ صرف پینے کو نہیں مگر جبکہ ثابت ہو کہ اگرچہ کثیر ہے صرف پینے ہی کی اجازت دی ہے فان الصریح یفوق الدلالۃ (کیونکہ صراحت کو دلالت پر فوقیت حاصل ہے۔ ت) اور شخص خاص کے لیے یوں کہ اس میں اور مالک آب میں کمال انبساط و اتحاد ہے یہ اُس کے ایسے مال میں جیسا چاہے تصرف کرے اُسے ناگوار نہیں ہوتا۔

لان المعروف کالمشروط کماھو معروف فی مسائل لاتحصی وفی الھندیۃ عن السراج الوھاج ان کان بینھما انبساط یباح و الافلا[1]

کیونکہ معروف مشروط کی طرح ہے، اور یہ چیز بے شمار مسائل میں ہے، اور ہندیہ میں سراج الوہاج سے ہے کہ اگر ان دونوں کے درمیان بے تکلفی کا رشتہ ہو تو یہ مباح ہے ورنہ نہیں۔ (ت)

محیط و تجنیس و ولوالجیہ و خانیہ و بحر و درمختار میں ہے:

واللفظ لہ الماء المسبل فی الفلاۃ لایمنع التیمم مالم یکن کثیرا فیعلم انہ للوضوء ایضا قال ولیشرب ماللوضوء[2]

لفظ درمختار کے ہیں وہ پانی جو جنگل میں سبیل کے طور پر ہو مانع تیمم نہیں تاوقتیکہ کثیر نہ ہو، اگر کثیر ہو تو معلوم ہوگا کہ یہ وضو کے لیے بھی ہے۔ نیز فرمایا: جو پانی وضو کے لیے ہے وہ پیا جائیگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ المسبل ای الموضوع فی الجباب لابناء السبیل قولہ لایمنع التیمم لانہ لم یوضع للوضوء بل للشرب فلا یجوز الوضوء بہ وان صح قولہ مالم یکن کثیرا قال فی شرح المنیۃ الاولی الاعتبار بالعرف لابالکثرۃ الااذا اشتبہ[3] اھ کلام ش

ان کا قول مسبل یعنی وہ پانی جو مٹکوں میں ہو مسافروں کے لیے، ان کا قول "لایمنع التیمم" کیونکہ وہ وضوء کے لیے نہیں رکھا گیا ہے بلکہ پینے کے لیے ہے تو اس سے وضو کرنا جائز نہیں اگرچہ صحیح ہے ان کا قول مالم یکن کثیرا، شرح منیہ میں ہے بہتر یہ ہے کہ اعتبار عرف کا ہے نہ کہ کثرۃ کا، مگر جب مشتبہ ہو اھ کلام ش۔ (ت)

اقول وانت تعلم ان ماذکر الفقیر

میں کہتا ہوں جو کچھ فقیر نے ذکر کیا ہے

---

[1] سراج الوہاج

[2] الدرالمختار	باب التیمم	مجتبائی دہلی	۱/۴۵
[3] ردالمحتار	باب التیمم	مصر	۱/۱۸۵

Marfat.com

او نزح ماء بئر رجل بغير اذنه حتی یبست لاشیئ علیہ لان صاحب البئر غیر مالك للماء[1]

اگر کسی شخص کے کنویں کا پانی اس کی اجازت کے بغیر نکالا اور اتنا نکالا کہ وہ کنواں خشک ہوگیا تو اس شخص پر کوئی ضمان نہیں، کیونکہ وہ شخص پانی کا مالک نہیں۔ (ت)

اُسی میں ذخیرہ سے ہے:

الماء قبل الاحراز بالاوانی لا یملك فقد اتلف مالیس بمملوك لغیرہ[1]

پانی کو جب تک برتنوں میں نہ بھرلیا جائے ملک ثابت نہیں ہوتی ہے، تو اس نے وہ چیز تلف کی ہے جو غیر کی مملوک نہیں۔ (ت)

اُسی میں درمختار سے ہے:

الماء تحت الارض لا یملك[2]

زمین کے نیچے جو پانی ہے اس پر کسی کی ملک نہیں۔ (ت)

اِسی طرح کُتب کثیرہ میں ہے:

اقول والعبرۃ للمنقول وان بحث البحر تبعا للفتح لزوم کون ماء البئر مملوکا للحافر بناء علی احد قولین فی الکلاء۔

میں کہتا ہوں اعتبار منقول کو ہے، اگرچہ بحر نے اس پر فتح کی متابعت میں بحث کی ہے، اور فرمایا ہے کہ جس نے کنواں کھودا ہے پانی بھی اسی کی ملکیت میں ہے اس بناء پر کہ گھاس میں بھی ایک قول یہی ہے۔ (ت)

اقول وقد کان یخالج صدری نظر الی ان من نصب شبکۃ لیتعلق بہا صید ملکہ لا لو نصبہا للجفاف تنویر وغیرہ وان من وضع اناء لجمع ماء المطر ملکہ اما اذا لم یضع لذلك واجتمع فالماء لمن رفع خیریۃ وغیرہا

میں کہتا ہوں میرے دل میں یہ خلجان تھا کہ جس شخص نے جال لگایا کہ اس میں کوئی شکار پھنس جائے تو شکار اسی کی ملکیت ہوگا بشرطیکہ اس نے جال خشک کرنے کےلیے نہ لگایا ہو، تنویر وغیرہ۔ اور اگر کسی شخص نے برتن رکھا کہ اس میں بارش کا پانی جمع ہوجائے، پھر پانی جمع ہوا تو وہ اسی کی ملک ہے۔

---

[1] فتاوٰی خیریہ | مسائل الشرب | بیروت | ۲/۱۸۶

[2] ردالمحتار | فصل الشرب | مصطفی البابی مصر | ۵/۳۱۷

[3] ردالمحتار | کتاب احیاء الموات | " | ۵/۳۰۸

Marfat.com

فرق یہ ہے کہ پانی کا پینا اہم ہے کیونکہ اس میں زندگی بچانا ہے جبکہ وضوء میں یہ چیز نہیں، کیونکہ وضوء کا متبادل ہوتا ہے اس لیے مالک عام طور پر پینے کی اجازت دے دیتا ہے اھ (ت)

اقول ای یکون ذلك منویا عند الوقف بحکم العادۃ فلا یلزم خلاف الشرط ولیس المراد حدوث الاذن الاٰن کما یوھمه تعبیرہ یاذن فان الوقف اذا تم خرج عن ملکه فلا یعمل فیه اذنه کما ھو ظاھر لکن ھھنا تحقیق شریف للعبد الضعیف فی بحث صحة وقف الماء لابد من التنبیه له قال فی التنویر والدر (و) صح وقف کل (منقول) قصدا (فیه تعامل) للناس (کفأس وقدوم) بل (ودراھم ودنانیر) ومکیل وموزون فیباع ویدفع ثمنه مضاربة او بضاعة فعلی ھذا لو وقف کرا علی شرط ان یقرضه لمن لابذر له لیزرعه لنفسه فاذا ادرك اخذ مقدارہ ثم اقرضه لغیرہ وھکذا جاز خلاصة وفیھا وقف بقرۃ علی ان ما خرج من لبنھا او سمنھا للفقراء ان اعتادوا ذلك رجوت ان یجوز (وقدر وجنازۃ) وثیابھا ومصحف وکتب لان التعامل یترك به القیاس[1] اھ قال ش قال الرملی لکن فی الحاقھا بمنقول فیه تعامل نظر

میں کہتا ہوں، یعنی یہ چیز عادۃً وقف کے وقت واقف کی نیت میں ہوتی ہے تو ایسی صورت میں شرطِ واقف کی خلاف ورزی لازم نہ آئے گی، یہ مراد نہیں کہ اب اجازت دی ہے، جیسا کہ "یاذن" کے لفظوں سے ظاہر ہے، کیونکہ وقف جب مکمل ہو جاتا ہے تو ملکِ واقف سے نکل جاتا ہے تو اس کی اجازت کا کوئی اثر نہ ہوگا، جیسا کہ ظاہر ہے میں نے پانی کے وقف کے سلسلہ میں ایک تحقیق کی ہے، اس کا جاننا ضروری ہے، تنویر اور دُر میں فرمایا (اور) صحیح ہے وقف ہر (منقول کا) قصداً جس میں لوگوں کا تعامل ہو (جیسے پھاوڑا اور کلھاڑی) بلکہ (دراہم و دنانیر کا) اور ناپ تول والی چیز کا، تو اس کو بیچا جائے گا اور اس کی قیمت بطور مضاربت دی جائے گی یا بطور سامان۔ اس بنا پر اگر کسی شخص نے ایک بوری غلہ اس شرط پر وقف کیا کہ یہ ایک ایسے شخص کو قرض دیا جائے جو اپنے لیے کاشت کرتا ہو، اور جب اس کی کھیتی پک جائے تو اُس سے یہ مقدار واپس لے لی جائے اور کسی دوسرے کو قرض دے دیا جائے اور یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے تو یہ جائز ہے، خلاصہ۔ اسی کتاب میں ہے کہ اگر کسی شخص نے ایک گائے

---

[1] الدرالمختار باب الوقف مجتبائی دہلی ۱/۳۸۰

Marfat.com

جیسے فصد کے عمل میں ہوتا ہے فرمانِ الٰہی ہے: کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ ہی نے آسمان سے پانی نازل فرمایا تو اللہ تعالٰی نے اس کو چشموں میں جاری کردیا، اس آیت کی تقریر درر کے باب المیاہ میں ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

الارض[1] وتقریر الاٰیۃ فی میاہ الدرر واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲۷) یونہی کسی کا برتن صحن میں تھا مینہ برسا برتن بھر گیا، پانی بھی اسی کی ملک نہ ہوا اپنی اصل اباحت پر باقی ہے اگرچہ برتن اور مکان اس کی ملک ہے جو اس پانی کو لے لے وہی اس کا مالک ہوجائے گا اگرچہ برتن کا مالک منع کرتا ہے ہاں اس کے برتن کا استعمال بے اجازت جائز نہ ہوگا۔

(۲۸) اگر اس نے برتن اسی نیت سے رکھا تھا کہ آبِ باراں اس میں جمع ہو تو اب وُہ پانی اُس کی ملک ہے دوسرے کو بے اس کی اجازتِ صحیحہ کے حرام ہے ہاں طہارت یُوں بھی ہوجائے گی گناہ کے ساتھ فتاوٰے کبرٰی پھر ہندیہ میں ہے:

وضع طستا علی سطح فاجتمع فیہ ماء المطر فجاء رجل ورفع ذلک فتنازعا ان وضع صاحب الطست لذلک فھو لہ لانہ احرزہ وان لم یضعہ لذلک فھو للرافع لانہ مباح غیر محرز۔[2]

کسی شخص نے چھت پر پانی کا طشت رکھا تو اس میں بارش کا پانی جمع ہوگیا، اب ایک شخص نے آکر وہ طشت اٹھا لیا، تو اگر طشت کے مالک نے یہ طشت اسی مقصد سے رکھا تھا تو وہ مالک کا ہی ہے اور اگر اس نے یُوں ہی رکھ دیا تھا تو جس نے طشت اٹھایا پانی اسی کا ہوا کیونکہ احراز کا فعل اسی کی طرف منسوب ہوگا۔ (ت)

(۲۹) سبیل جو پینے کے لئے لگائی گئی ہو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اُس سے وضو، غسل اگرچہ صحیح ہوجائیں گے جائز نہیں یہاں تک کہ اگر اُس کے سوا اور پانی نہ ملے اور اسے وضو یا غسل کی حاجت ہے تو تیمم کرے اس سے طہارت نہیں کرسکتا۔

اقول مگر جبکہ مالکِ آب کی اجازت مطلقاً یا اس شخص خاص کے لیے صراحۃً خواہ دلالۃً ثابت ہو صراحۃً یہ کہ اُس نے یہی کہہ کر سبیل لگائی ہو کہ جو چاہے پیئے وضو کرے نہائے، اور اگر فقط پینے اور وضو کے لیے کہا تو اس سے غسل روا نہ ہوگا اور خاص اس شخص کے لیے یوں کہ سبیل تو پینے ہی کو لگائی مگر اُسے اُس سے وضو یا غسل کی اجازت خود دیا اس کے سوال پر دے دی اور دلالۃً یُوں کہ لوگ اس سے وضو کرتے ہیں اور وہ منع نہیں

---

[1] القرآن ۳۹/۲۱

[2] فتاوٰی خیریۃ بالمعنی مسائل الشرب بیروت ۲/۱۸۶

Marfat.com

الانتفاع بہ الا باستھلاکہ فیکون من باب الاباحۃ دون الوقف (ف۱) نعم السقایۃ بناء تعورف وقفہ کالقنطرۃ فیصح ولا یقال ان فی السقایۃ الموقوفۃ یصیر الماء وقفا تبعا للسقایۃ (ف۲) وھو جائز وفاقا کما تقدم (ف۳) فی الشرح و ذلک لان الماء ھو المقصود بالسقایۃ وھی تبع فلا یعکس الامر ولای شیئ تجعل السقایۃ وقفا مقصودا فیتبعہ الماء علی انہ ان تبع تبع ما فیھا دون الابدال المتعاورۃ ولیس الماء مما لایتعین حتی (ف۴) یجعل بقاء الابدال بقاءہ مع ان لی نظرا فی ھذا العذر فقد افاد ش فی فصل فی التصرف فی المبیع والثمن ان عدم تعین النقد لیس علی اطلاقہ[1] بل ذلک فی المعاوضات الخ وذکر تفصیلا وقع فیہ خلط وخبط من الناسخین نبھت علیہ فیما علقت علیہ و (ف۵) قال قبلہ فی البیع الفاسد الدراھم والدنانیر تتعین فی الامانات والھبۃ والصدقۃ والشرکۃ والمضاربۃ والغصب[2] اھ فالوقف اشبہ شیئ بالصدقۃ بل ھو منھا عند الامام ویظھر لی واللہ تعالٰی اعلم ان النقدین والتجارات نامیات

پر لکھا ہے **اقول** عدم تسلیم کی یہ علت جو رملی نے بیان کی ہے دراہم کے وقف کے ممنوع ہونے کی بابت ہے اور محشی کا یہ جواب دینا کہ دراہم متعین نہیں ہوتے، تو اپنے بدل کے باقی رہنے کی وجہ سے باقی رہیں گے، اور جو امام انصاری نے ذکر کیا اور خلاصہ اور فتح اور درر اور بہت سی کتب میں اس کی متابعت کی گئی ہے کہ کس طرح دراہم اور مکیل و موزون باقی رہتے ہیں اور جو گزرا (یعنی درمختار میں) یعنی صحت وقف کے شرائط میں سے اس کا ہمیشہ کے لیے ہونا ہے، یہی صحیح ہے اور اس پر اتفاق ہے اور محققین مشائخ نے اس پر نص کیا ہے، اور اس تمام بحث کا تقاضا یہی ہے کہ سبیل کا پانی وقف نہیں کیا جاسکتا ہے، کیونکہ اس کو ختم کئے بغیر اس سے نفع حاصل کرنا ممکن نہیں، تو یہ اباحت قرار پائے گا نہ کہ وقف، ہاں سقایہ جو عمارت ہوتی ہے اس کا وقف کرنا متعارف ہوگیا ہے جیسا کہ پُل ہوتا ہے تو یہ صحیح ہے، اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ جب سقایہ وقف ہوا تو پانی بھی اس کی متابعت میں وقف ہوگیا، اور اس پر اتفاق ہے جیسا کہ شرح میں گزرا، کیونکہ سقایہ میں مقصود تو پانی ہی ہے اور سقایہ تو تابع ہے تو معاملہ برعکس نہیں کیا جائے گا، اور پھر سقایہ کیونکر وقف مقصود ہوسکتا ہے تاکہ پانی اس کا تابع ہو

---

[1] ردالمحتار فصل فی التصرف فی المبیع البابی مصر ۴/ ۱۸۵

[2] ایضاً

Marfat.com

اجمع واشمل وانفع واکمل۔ وہ جامع، مانع، زیادہ مفید اور مکمل ہے۔ (ت)

تنبیہ: یہ جو شخص خاص کی اجازت صراحۃً خواہ دلالۃً ہم نے ذکر کی اُس حالت میں ہے کہ پانی وقتِ اجازت بھی اجازت دہندہ کی ملک ہو اور اگر وقف کا پانی ہے تو اس میں نہ کسی کو تغیر کا اختیار نہ کسی کی اجازت کا اعتبار،

فی البحر ثم الدر من الوضوء مکروھہ الاسراف فیہ لو بماء النھر والمملوک لہ اما الموقوف علی من یتطھر بہ ومنہ ماء المدارس فحرام اھ[1] وفی ش عن الحلیۃ لانہ انما یوقف ویساق لمن یتوضؤ الوضوء الشرعی ولم یقصد اباحتہا لغیر ذلک اھ[2] وفی ط تحت عبارۃ الدر السابقۃ قولہ المسبل ای الموقوف الذی یوضع علی السبل قولہ مالم یکن کثیرا محل ذلک عند عدم التیقن بانہ للمشرب اما اذا تیقن انہ للشرب فیحرم الوضوء لان شرط الواقف کنص الشارع قولہ وشرب ماللوضوء ظاھرہ وان لم یکن للضرورۃ وفیہ انہ یلزم مخالفۃ شرط الواقف اھ[3] واشار ش الی الجواب عن ھذا بقولہ کأن الفرق ان الشرب اھم لانہ لاحیاء النفوس بخلاف الوضوء لان لہ بدلا فیأذن صاحبہ بالشرب منہ عادۃ اھ[4]

بحر اور دُر کے باب الوضوء میں ہے وضوء میں پانی کا اسراف مکروہ ہے خواہ نہر کا پانی ہو یا اپنا مملوک پانی ہو، اور جو پانی پاکی حاصل کرنے والوں کے لیے وقف ہوتا ہے، جس میں مدارس کا پانی بھی شامل ہے، اس کا اسراف حرام ہے اھ اور 'ش' میں حلیہ سے منقول ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ پانی انہی لوگوں کے لیے وقف ہے جو شرعی وضو کرنا چاہتے ہیں، اور دوسروں کے لیے مباح نہیں ہے اھ اور 'ط' میں در کی سابقہ عبارت کے تحت فرمایا 'مُسبل' وہ پانی جو راستوں میں وقف رکھا جاتا ہے اور اسکے قول مالم یکن کثیرا اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب یہ یقین نہ ہو کہ یہ پینے کے لیے ہے، اگر یہ یقین ہو کہ یہ پینے کے لیے ہے تو اس سے وضو حرام ہے کیونکہ شرط واقف نص شارع کی طرح ہوتی ہے۔ اور ان کا قول "شرب ماللوضوء" کا بظاہر یہ مفہوم ہے کہ اگرچہ وُہ پانی ضرورت کے لیے نہ ہو، اور اس میں یہ قباحت ہے کہ اس میں شرط واقف کی مخالفت ہے اھ اور 'ش' نے اس کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے۔ فرمایا، غالباً اس میں

---

[1] الدر المختار مکروہات الوضوء مجتبائی دہلی ۱/۲۴
[2] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۹۸
[3] طحطاوی علی الدر باب التیمم بیروت ۱/۱۲۳
[4] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۵

Marfat.com

پھراس کو اس میں انڈیل دیا، تو اب اس حوض کا پانی کسی کو پینا جائز نہیں اور اس کی علت فقہاء نے یہ بیان کی ہے کہ بچّے نے مباح حوض سے جو پانی لیا' وہ پانی اس کی ملکیت میں آگیا، اور پھر اُس پانی کو جب اسی حوض میں ڈال دیا تو اس کی ملک اس کے ساتھ مخلوط ہوگئی تو اب اس کا استعمال ممنوع ہوگیا، حدیقہ ندیہ آفات اللسان' بیسویں نوع کا آخر۔ غمز العیون' بچّوں کے احکام۔ طحطاوی، فصل شرب۔ اور 'ش' میں' مذکور فصل میں 'ط' سے 'حموی' سے 'درایہ' سے 'ذخیرہ' سے' اور منیہ سے ہے کہ فقہاء نے حوض کے پانی کو مباح قرار دیا ہے' اگر یہ پانی وقف ہوتا تو بچہ اس کو کوزہ میں لینے سے اس کا مالک نہ ہو جاتا، کیونکہ وقف پر ملکیت ثابت نہیں ہوتی ہے۔ شمس الائمہ سرخسی نے وقف کی تعریف اس طرح کی ہے کہ یہ مملوک کو تملیک سے روکنا ہے، یعنی غیر اس کا مالک نہیں ہو سکتا ہے اھ جیسا کہ "ش" میں ہے، یہ اس کے خلاف ہے کہ کوئی شخص ذرّیت پر کسی زمین کی آمدنی وقف کردے، کیونکہ جب یہ آمدنی ظاہر ہوگی تو ذرّیت اس کی مالک ہو جائے گی، ذریت میں سے جو اس کے بعد وفات پائے گا اس کی میراث جاری ہوگی' جیسا کہ کتاب میں آئے گا، کیونکہ وقف تو زمین ہے اور یہ اس کا "ثمار" ہے (ت)

فان قلت الیس قد تقدم فی وضوء الکتاب ما نصه مکروهه الاسراف فیه الی اٰخر مامر نقله اقول وباللّٰه التوفیق المراد به الماء المسبل بمال الوقف کماء المدارس والمساجد والسقایات التی تملؤ من اوقافها فان هذا الماء لا یملکه احد ولا یجوز صرفه الا الی جهة عینها الواقف وهذا هو حکم الوقف اما الماء الذی یسبله المرء من ملکه فلا یصیر وقفا سواء کان فی الحباب او الجرار او الحیاض او السقایات انما غایته الاباحة یتصرف فیها الناس وهو علی ملکه فلا تتأتی فیه مسألة کوز الصبی المذکورة هذا ما ظهر لی وارجو ان یکون هو الصواب باذن الملک الوهاب وله الحمد وعلی حبیبه الکریم والاٰل والاصحاب، صلاة

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کتاب کے وضو کی بحث میں گزرا ہے، اس وضو کے مکروہات میں اسراف ہے الی آخر ما نقلہ میں کہتا ہوں اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد سبیل کا پانی ہے جو وقف ہو، جیسا کہ مدارس، مساجد، سقایات کا پانی جو ان کے اوقاف کی آمدنی سے بھرا جاتا ہے، کیونکہ اس پانی کا کوئی مالک نہیں' اور اس کو فقط اُسی جہت میں صرف کیا جا سکتا ہے جو اُس کے واقف نے اس کے لیے متعین کی ہے' اور یہی وقف کا حکم ہے۔ اور اگر کوئی شخص اپنی ملک سے پانی کی سبیل لگائے تو وہ وقف نہ ہوگی' خواہ وہ مٹکوں میں ہو یا چھوٹے گھڑوں میں یا حوضوں' سقایوں میں، کیونکہ اُس سے تو صرف اتنا مقصود ہے کہ پانی مالک کی ملک میں رہتے ہوئے لوگوں کے لیے مباح کر دیا جائے تو اس میں بچّے کے کوزہ کا مذکورہ مسئلہ نہیں چلے گا' مجھ پر یہی ظاہر ہوا ہے اور مجھے امید ہے کہ یہی

Marfat.com

اذھی مما لاینتفع بھا مع بقاء عینہا وما
استدل بہ فی المنح فی مسألۃ البقرۃ
ممنوع بما قلنا اذ ینتفع بلبنہا وسمنہا مع
بقاء عینہا اھ قلت ان الدراھم لاتتعین
بالتعیین فھی وان کانت لاینتفع بھا مع
بقاء عینہا لکن بدلہا قائم مقامہا لعدم
تعینہا فکأنہا باقیۃ ثم قال عن الفتح عن
الخلاصۃ عن الانصاری وکان من
اصحاب زفر فیمن وقف الدراھم او ما یکال
او یوزن ایجوز قال نعم قیل وکیف قال
یدفع الدراھم مضاربۃ ثم یتصدق بھا
فی الوجہ الذی وقف علیہ اھ[1] ورأیتنی کتبت علیہ
ما نصہ **اقول** ھذا التعلیل من العلامۃ
الرملی لمنع وقف الدراھم وجواب المحشی
بانہا لاتتعین فکانہا باقیۃ ببقاء بدلہا
وما ذکر الامام الانصاری وتبعہ فی
الخلاصۃ والفتح والدر وکثیر من الاسفار
الغر من طریق الابقاء فی الدراھم و
المکیل والموزون وما مر (ای فی رد المحتار)
من ان التأبید معنی شرط صحۃ الوقف
بالاتفاق علی الصحیح وقد نص علیہ
محققو المشایخ کل ذلک یقضی بان
الماء المسبل لایکون وقفا لعدم امکان

اس شرط پر وقف کی کہ اس کا دُودھ اور گھی فقراء کے
استعمال میں لایا جائے، تو اگر یہ چیز ان کی عرف میں ہے
تو امید ہے کہ جائز ہے (اور دیگ اور جنازہ کی چارپائی)
اور جنازہ کی چادریں اور مصحف اور کتابیں، کیونکہ
تعامل کے مقابلہ میں قیاس کو ترک کر دیا جاتا ہے
اھ "ش" نے کہا کہ رملی نے فرمایا اس کو منقول سے
ملانے میں جس میں تعامل ہو اعتراض ہے کہ اس کے
عین کے باقی رہتے ہُوئے اس سے انتفاع نہیں
ہوتا ہے اور گائے کا مسئلہ جس سے منح میں استدلال
کیا ہے ناقابلِ تسلیم ہے، کیونکہ اس کے دودھ اور
گھی سے گائے کو باقی رکھتے ہوئے نفع حاصل
کیا جاتا ہے اھ میں کہتا ہوں دراہم متعین کردینے سے
متعین نہیں ہوتے ہیں، تو ان کو باقی رکھتے ہوئے
اگرچہ ان سے نفع حاصل کرنا ممکن نہیں، لیکن ان کا
بدل ان کے قائم مقام ہے کیونکہ یہ خود متعین نہیں،
تو گویا کہ یہ باقی ہیں۔ پھر فتح سے خلاصہ سے نقل کرتے
ہوئے فرمایا کہ انصاری جو اصحاب زفر سے تھے ان
سے پُوچھا گیا کہ اگر کسی شخص نے دراہم یا کیلی یا وزنی
چیز وقف کی تو کیا جائز ہے؟ تو انہوں نے فرمایا:
ہاں۔ اُن سے دریافت کیا گیا کہ اس کی شکل کیا ہوگی؟
تو انہوں نے فرمایا دراہم مضاربت پر کسی کو دے
پھر اُن کو اُس مقصد پر خرچ کرتا رہے جس کے لیے
ان کو صدقہ کیا گیا تھا اھ میں نے ان کی بیان کردہ نص

---

[1] ردالمحتار باب الوقف مصطفی البابی مصر ۳/۴۱۰

Marfat.com

الماء او الشربة لمن مع الضریح المختلق بدعة محدثة یسمونها تعزیة فلا یجوز شربه لغیرهم وان جعلوه لمن مع الضریح الفلانی لم یجز لاھل ضریح غیرہ واللّٰه تعالٰی اعلم لاجرم ان قال فی متفرقات کراھیة البزازیة حمل ماء السقایة الی اھله ان ماذونا للحمل یجوز والا لا اھ[1] و ھذا عین ما قررت وللّٰه الحمد۔

استفادہ کرسکیں گے جو اس پر وارد ہوں تو ایسے پانی کو گھر نہیں لے جایا جاسکتا ہے بلکہ اگر بطور خاص گزرنے والوں کے لیے ہے تو دوسرے وارد ہونے والوں کو اُس کا استعمال جائز نہ ہوگا، چنانچہ بعض جاہل محرّم کے عشرہ میں پانی یا دُودھ کی سبیل تعزیہ کے ساتھ گزرنے والوں کے لیے بطور خاص لگاتے ہیں، یہ بدعت محدثہ ہے، اس کا استعمال دوسروں کو جائز نہیں بلکہ اگر ایک تعزیہ کے لیے جائز ہے تو دوسرے تعزیہ کے شرکا کو اس کا استعمال جائز نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔ بزازیہ میں ہے (متفرقات کراہیۃ میں) (ت) سقایہ کا پانی گھر والوں کے لیے لے جانا اگر اُس کی اجازت ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں اھ اور یہ بعینہٖ وہی ہے جو میں نے کہا وللہ الحمد

(۳۱) سفر میں طہارت کو پانی پاس ہے مگر اس سے طہارت کرتا ہے تو اب یا بعد کو یہ یا اور کوئی مسلمان یا اُس کا جانور اگرچہ وہ کُتّا جس کا پالنا جائز ہے پیاسا رہ جائے گا یا آٹا گوندھنے یا اتنی نجاست پاک کرنے کو جس سے مانع نماز نہ رہے پانی نہ ملے گا تو ان صورتوں میں اُس پانی سے طہارت اگرچہ ہو جائے گی منع ہے بلکہ اپنے یا دُوسرے مسلمان کے ہلاک کا خوف غالب ہو تو سخت حرام ہے ان سب صور میں تیمم کرے اور پانی محفوظ رکھے ہاں جانور کی پیاس کے لیے اگر وضو یا غسل کا پانی کسی برتن میں رکھ سکتا ہے تو طہارت فرض ہے اور تیمم باطل۔

اقول یوں ہی اگر طہارت اس طرح ممکن ہو کہ پانی مستعمل نہ ہونے پائے جس کا طریقہ پرنالے وغیرہ میں وضو کرنے کا ہم نے رحب الساحۃ میں بیان کیا تو اعذار مذکورہ سے کوئی عذر مبیح تیمم نہ ہوگا اور طہارت فرض ہوگی کما لایخفی۔ بحرالرائق و دُرمختار میں ہے:

والنظم للدر (من عجز عن استعمال الماء لخوف عدو او عطش) ولو لکلبه او رفیق القافلة حالا او مآلا وکذا العجین او ازالة نجس وقید ابن الکمال عطش

عبارت دُر کی ہے (جو شخص بوجہ خوفِ دشمن یا پیاس پانی کے استعمال سے عاجز ہو) خواہ اپنے کُتّے یا رفیقِ قافلہ کے لیے، اب یا آئندہ، اور اسی طرح آٹا گوندھنے کے لیے یا نجاست دور کرنے کے لیے اور

[1] بزازیۃ مع الہندیۃ التاسع فی المتفرقات من الکراہیۃ پشاور ۶/۳۶۲

Marfat.com

شرعا وحسا فبقاؤها بنماءها اذهى الاصل المتولد منه فتشبه ماليتها شجرة تبقى فتؤتى اكلها كل حين باذن ربها وكيفما كان لايقاس عليها الماء وقد عللوا اما اذا ملاء صبى كوزا من حوض ثم صبه فيه لايحل لاحد شربه بان الصبى ملك ما اخذه من ماء الحوض المباح فاذا صبه فيه اختلط ملكه به فامتنع استعماله[1] كما فى الحديقة الندية اخر نوع العشرين من اٰفات اللسان وغمز العيون من احكام الصبيان والطحطاوى من فصل فى الشرب وفى هذا الكتاب اعنى ش من الفصل المذكور عن ط عن الحموى عن الدراية عن الذخيرة والمنية وقد جعلوا ماء الحوض مباحا ولو كان وقفا لم يملكه الصبى باخذه فى كوزه فان الوقف لايملك وقد عرفه شمس الائمة السرخسى بانه حبس المملوك عن التمليك عن الغير اه[2] كما فى ش بخلاف غلة ضيعة موقوفة على الذرارى فانهم يملكونها عند ظهورها فمن مات منهم بعده يورث عنه قسطه كما ياتى فى الكتاب فان الوقف هى الضيعة وهذه نماؤها۔

علاوہ ازیں یہ کہ اگر پانی تابع ہو بھی تو اسی قدر تابع ہوگا جو سقایہ میں موجود ہے نہ کہ اس کے بدل جو بار بار لوٹ کر آتے ہیں اس کے تابع ہوں، اور پانی ایسی چیز نہیں جو متعین نہ ہو تاکہ بدل کے باقی رہنے کو اس کی بقاء قرار دیا جائے۔ مجھے اس عذر پر اعتراض ہے "ش" نے "تصرف فی المبیع والثمن" کی بحث میں فرمایا کہ نقود کا غیر متعین ہونا مطلق نہیں، یہ صرف معاوضات میں ہے الخ پھر انہوں نے اس میں ایک تفصیل ذکر کی جس میں ناقلین سے کچھ خلطِ مبحث ہوگیا، میں نے اس پر جو تعلیقات کی ہیں ان میں اس پر تنبیہ کی ہے' اور اس سے قبل باب "بیع فاسد" میں فرمایا: دراہم دنانیر، امانات، ہبہ، صدقہ، شرکۃ، مضاربۃ اور غصب میں متعین ہو جاتے ہیں اھ وقف صدقہ سے بہت مشابہ چیز ہے بلکہ امام کے نزدیک صدقہ ہی ہے۔ میں محسوس کرتا ہوں (واللہ تعالٰی اعلم) کہ سونا چاندی اور تجارتی معاملات شرعاً اور حساً نامی چیزیں ہیں تو ان کی بقاء ان کی نماء کے باعث ہوگی، کیونکہ ان سے جو چیز متولد ہوتی ہے وہ یہی ہے، تو ان کی مالیت اُس درخت کی طرح ہوگی جو باقی رہتا ہے اور موسم پر اس کا پھل آتا رہتا ہے اور جو بھی صورت ہو بہرحال اس پر پانی کو قیاس نہیں کرسکتے ہیں۔ اگر کسی بچے نے ایک حوض سے پانی کا ایک کوزہ بھرا

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ النوع العشرین من آفات اللسان رضویہ فیصل آباد ۲/۲۶۹

[2] رد المحتار کتاب الوقف البابی مصر ۳/۳۹۲

Marfat.com

لایلزمه اھ قلت وینبغی تقیید ہ بما اذا لم تبلغ اقل من قدر الدرھم فاذا کان فی طرفی ثوبہ نجاسۃ وکان اذا غسل احد الطرفین بقی ما فی الطرف الاٰخر اقل من قدر الدرھم یلزمہ اھ[1]۔

بچانے کے لیے پانی صرف کرنا واجب ہے قولہ وکذا العجین، تو اگر کسی کو شوربہ بنانے کے لیے پانی کی ضرورت ہو تو تیمم جائز نہ ہوگا کیونکہ کھانا پکانے میں جو ضرورت ہے وہ پیاس سے کم ہے، بحر، قولہ اوازالۃ نجس" اس سے مراد وہ نجاست ہے جو ایک درہم سے زاید ہو، اور فیض میں ہے" اگر اس شخص کے پاس اتنا پانی موجود ہو کہ کچھ نجاست کو دھو لے گا تو دھونا لازم نہیں اھ میں کہتا ہوں اس میں یہ قید لگانی چاہئے کہ یہ نجاست درہم سے کم نہ ہو، تو اگر اس کے کپڑے کے دونوں جانب نجاست ہو، اور ایک طرف دھونے سے دوسری طرف باقی رہتی ہو، مگر ایک درم سے کم رہتی ہے تو اس کا دھونا لازم ہے اھ (ت)

اقول ھھنا ابحاث الاول کلب حراسۃ المنزل مساو لکلب الماشیۃ بل اولی ولکلب الصید ان کان الحاجۃ الیہ للاکل فان المال شقیق النفس والا فاولٰی وعلی کل ھو ثابت منھما بالفحوی فلیس ھذا المحل الاستظھار ولذا عبرت بکلب یحل اقتناؤہ وفی الحدیث الصحیح الا کلب صید او زرع او ماشیۃ[2] الثانی قید رفیق القافلۃ وفاق فربما تسایر قافلتان او اکثر ولا یعد من فی احدھما رفیق من فی الاخری والحکم لا یختص بمن فی قافلتہ فان احیاء مھجۃ المسلم فریضۃ علی الاطلاق فلذا غیرتہ وبمسلم عبرتہ۔

میں کہتا ہوں یہاں کئی بحثیں ہیں:

پہلی بحث: گھر کی حفاظت کے لیے جو کتا پالا گیا وہ ریوڑ کی حفاظت کے کتے کے برابر بلکہ اُس سے اولیٰ ہے، اسی طرح شکار کے کتے کی مانند ہے، جبکہ شکار کھانے کی ضرورت ہو کیونکہ مال جان کا ہم پلہ ہے ورنہ تو وہ اولیٰ ہے، اور بہرصورت یہ چیز دونوں کے منطوق سے ثابت ہے، اور یہ محل استظہار نہیں اور اس لئے میں نے کہا ہے، وہ کتا جس کا پالنا جائز ہو، اور حدیث صحیح میں ہے مگر شکار، کھیتی یا جانوروں کا کتا۔

دوسری بحث: "رفیق قافلہ" کی قید اتفاقی ہے کیونکہ عام طور پر دو یا دو سے زیادہ قافلے چلتے ہیں اور ایک قافلے کا آدمی دوسرے کا رفیق شمار نہیں ہوتا، اور یہ حکم اس کے ساتھ خاص نہیں جو اُس کے قافلہ

---

[1] ردالمحتار باب التیمم البابی مصر ۱/۱۷۳

[2] صحیح لمسلم باب الامر بقتل الکلاب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۱

Marfat.com

وسلامہ یدومان بلا عدد ولا حساب ۔ آمین۔ صحیح ہوگا ...(ت)

(۳۰) اقول یوں ہی مسجد کے سقائے یا ف۱ حوض جو اہلِ جماعت مسجد کی طہارت کو بھرے جاتے ہیں اگر مالِ وقف سے بھرے گئے ہوں تو مطلقاً جب تک ابتداء سے واقف کی اجازت ثابت نہ ہو اور کسی نے اپنی ملک سے بھروائے ہوں تو بے اس کی اجازت قدیم خواہ جدید کے گھروں میں اُن کا پانی اگرچہ طہارت ہی کے لیے لیجانا روا نہیں طہارت ہو جائیگی مگر گناہ ہوگا اجازت واقف ف۲ و مالک کی وہی تفصیل ہے جو آبِ سبیل میں گزری والدلیل الدلیل (اور دلیل بھی وہی ہے جو پہلے گزر چکی ہے) جاڑوں میں کہ سقائے گرم کئے جاتے ہیں بعض لوگ گھروں میں پانی لے جاتے ہیں اس میں بہت احتیاط چاہیے کہ غالباً بے صورتِ جواز واقع ہوتا ہے۔

اما ما فی الخانیة ثم الهندیة من کتاب الشرب یجوز ان یحمل ماء السقایة الی بیته لیشرب اهله اھ فهو فی المعد للشرب بدلیل اٰخره وصدره اختلفوا فی التوضی بماء السقایة جوّز بعضهم وقال بعضهم ان کان الماء کثیرا یجوز والا فلا وکذا کل ماء اعد للشرب حتی قالوا فی الحیاض التی اعدت للشرب لا یجوز فیه التوضی ویمنع منه وهو الصحیح ویجوز ان یحمل الخ[1] بناء علی ف۳ ان الذی یعد للشرب لا یمنع منه مخدرات الحجال وبالجملة لا شك ان المبنی العرف فان ف۴ علمنا ان المسبل للشرب خص به الواردین ولا یرضی بحمله الی البیوت لم یجز ذلك قطعا بل لو علم خصوص فی المارة لم یجز لغیرهم من الواردین کما یفعله بعض الجهلة فی عشرة المحرم لسبیل

پھر خانیہ اور ہندیہ کے کتاب الشرب میں ہے کہ اگر کوئی شخص سقایہ کا پانی اپنے گھر بیوی بچوں کو پلانے کے لیے لے جائے تو جائز ہے اھ تو اس سے مراد وہ پانی ہے جو خاص پینے ہی کے لیے رکھا گیا ہو، عبارت کا اوّل و آخر یہی بتاتا ہے۔ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ "سقایہ" کے پانی سے وضو جائز ہے یا نہیں۔ بعض نے جواز کا قول کیا، اور بعض نے کہا کہ اگر پانی زائد ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ اور یہی حکم ہر اُس پانی کے لیے ہے جو پینے کے لیے رکھا گیا ہو، یہاں تک فقہاء نے اُس حوض کی بابت بھی یہی فرمایا ہے جو پینے کے لیے بنایا گیا ہو کہ اُس میں وضو جائز نہیں، اور اگر کوئی کرے تو اس کو منع کیا جائیگا، اور یہی صحیح ہے۔ اور یہ جائز ہے کہ وہ پانی گھر لے جائے الخ اسکی بنیاد یہ ہے کہ جو پانی پینے کیلئے رکھا جائے اس سے پردہ نشینوں کو محروم نہ رکھا جائے گا۔ خلاصہ یہ کہ اصل دارومدار عُرف پر ہے۔ اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ سبیل کا پانی پینے کے لیے ہے اور وہی لوگ اس سے

[1] ہندیہ الباب الاول من کتاب الشرب پشاور ۵/۳۹۱

Marfat.com

الا بالطبخ الا ترى ان حاجة العجن ساوت
حاجة العطش لان عامة الناس لا يمكنهم
التعيش باستفاف الدقيق فما العجن الا للخبز
وما هو الا من الطبخ فالاولى ان يقال ان
حاجة المرقة دون حاجة العطش السادس
قيد الزيادة[1] على درهم مساحة او مثقال
زنة في النجاسة الغليظة اما الخفيفة فمقدرة
بالربع فلذا عبرت بالقدر المانع السابع
ما بحث السيد ش في تقليل النجاسة حسن
وجيه فلذا عبرت بما لا يبقيها مانعة ۔

شامل ہو، تو ترقی کا کوئی محل نہیں، کیونکہ حکم کا دار و مدار
اسی پر ہے اور محض ظن تو وہم کے حکم میں ہے۔
پانچویں بحث: پکانے کی حاجت پیاس کی حاجت
سے کم نہیں جبکہ وہ چیز بلا پکائے نہ کھائی جا سکتی ہو،
مثلاً آٹا گوندھنا پیاس کے برابر ہے، کیونکہ عام لوگ
آٹا پھانک کر زندہ نہیں رہ سکتے ہیں، تو آٹا گوندھنا
روٹی پکانے کے لیے ہے اور یہ بھی پکانے کا ایک حصہ
ہے تو اولیٰ یہ ہے کہ کہا جائے کہ شوربہ کی ضرورت
پیاس کی ضرورت سے کم ہے۔
چھٹی بحث: ایک درہم سے زیادہ ہونے کی قید
پیمائش میں اور ایک مثقال سے زیادہ کی قید وزن میں، نجاست غلیظہ میں ہے اور خفیفہ میں اس کی تقدیر چوتھائی سے ہے
اسی لیے میں نے یہ تعبیر کی ہے کہ "جس سے مانع نماز نہ رہے"۔
ساتویں بحث: سید "ش" نے نجاست کی کمی میں جو بحث کی ہے وہ بہت اچھی ہے اس لیے میں نے
اس کی تعبیر "ما لا یبقیها مانعة" سے کی ہے۔ (ت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

۳۴ (رسالہ ضمنیہ) عطاء النبی لافاضة احکام ماء الصبی ۱۳
(بچے کے حاصل کردہ پانی کے احکام کے متعلق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا عطیہ)

(۳۲ تا ۴۸) نابالغ کا بھرا ہوا پانی[2] یہ مسئلہ بہت طویل الذیل وکثیر الشقوق ہے کتابوں میں اس کی تفصیل تام درکنار بہت صورتوں کا ذکر بھی نہیں فقیر بتوفیق القدیر امید کرتا ہے کہ اس میں کلام شافی وکافی ذکر کرے فاقول وباللہ التوفیق پانی تین قسم ہیں[3] (۱) مباح غیر مملوک (۲) مملوک غیر مباح (۳) مباح مملوک
اوّل دریاؤں نہروں کے پانی تالابوں جھیلوں ڈبروں کے برساتی پانی مملوک کنویں کا پانی کہ وہ بھی جب تک بھرا نہ جائے کسی کی ملک نہیں ہوتا جس کی تحقیق ابھی گزری مساجد وغیرہا کے حوضوں سقایوں کا پانی کہ مال وقف سے بھرا گیا اس کا بیان بھی گزرا یہ سب پانی مباح ہیں اور کسی کی ملک نہیں۔
دوم برتنوں کا پانی کہ آدمی نے اپنے گھر کے خرچ کو بھرا یا بھروا کر رکھا وہ خاص اس کی ملک ہے اس کی

Marfat.com

ودابة يتعذر حفظ الضالة لعدم الاناء (تیمم[1])۔

ابن الکمال نے یہ قید لگائی کہ اس کے جانور پیاسے رہ جائیں گے کہ برتن نہ ہونے کی وجہ سے وہ دھوون کو محفوظ نہیں رکھ سکتا ہے (تو ایسی صورتوں میں وہ تیمم کرے)۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله ولو لكلبه قيده في البحر والنهر بكلب الماشية والصيد ومفاده انه لو لم يكن كذلك لا يعطى هذا الحكم والظاهر ان كلب الحراسة للمنزل مثلهما ط قوله او رفيق القافلة سواء كان رفيقه المخالط له او اٰخر من اهل القافلة بحر وعطش دابة رفيقه كعطش دابته نوح قوله حالا او مآلا ظرف لعطش او له ولرفيق على التنازع كما قال ح اى الرفيق فى الحال او من سيحدث له قال سيدى عبدالغنى فمن عنده ماء كثير فى طريق الحاج او غيره وفى الركب من يحتاج اليه من الفقراء يجوز له التيمم بل ربما يقال اذا تحقق احتياجهم يجب بذله اليهم لاحياء مهجهم قوله وكذا العجين فلو احتاج اليه لاتخاذ المرقة لا يتيمم لان حاجة الطبخ دون حاجة العطش بحر قوله او ازالة نجس اى اكثر من قدر الدرهم وفى الفيض لو معه ما يغسل بعض النجاسة

اس کا قول اور اگرچہ اپنے کتے کے لیے، اس کتے کو بحر و نہر میں، اُس کتے سے مقید کیا گیا ہے جو مویشی کی حفاظت یا شکار کے لیے رکھا گیا ہو اس کا مطلب یہ ہُوا کہ اگر ایسا نہ ہو تو اس کا یہ حکم نہ ہوگا اور ظاہر یہ ہے کہ گھر کی حفاظت کے لیے جو کتا پالا جائے اس کا بھی یہی حکم ہے ط، اسکا قول یا رفیقِ قافلہ کے لیے عام ازیں کہ وہ اس کا اپنا شریک رفیق ہو یا دوسرا ہو اہل قافلہ سے (بحر) اور اس کے ساتھی کی سواری کے پیاسا رہ جانے کا خطرہ ایسا ہی ہے جیسا کہ خود اس کی اپنی سواری کے پیاسا رہ جانے کا خطرہ ہے (نوح) اس کا قول حالاً او مآلاً، عطش کا ظرف ہے یا اس کا اور رفیق کا بر سبیل تنازع ہے جیسا کہ "ح" نے فرمایا یعنی رفیق فی الحال یا من سیحدث لہ، عبدالغنی نے فرمایا جس کے پاس حاجیوں وغیرہ کے راستے میں زائد پانی ہو، اور قافلہ میں کوئی فقیر پانی کا ضرورت مند ہو، تو اس کو تیمم جائز ہے، بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر اس پانی کی ضرورت واقعی اہلِ قافلہ کو ہو تو ان کی زندگیاں

---

[1] الدرالمختار باب التیمم مجتبائی دہلی ۱/۴۱

Marfat.com

شرکاء فی ثلاث لایفرق بین قصد وقصد[1] اھ وکتبت علیہ۔

صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان "لوگ تین چیزوں میں شریک ہیں" ایک قصد اور دوسرے قصد میں فرق نہیں کرتا ہے اھ اس پر میں نے لکھا ہے کہ

اقول الاحراز سبب الملك وقد تم له فملك ولا ینتقل لغیرہ بمجرد القصد کمن شری غیر مضاف الی زید ونیتہ انہ یشتریہ لزید لم یکن لزید۔

میں کہتا ہوں حاصل کرلینا اسبابِ ملک میں سے ہے اور ملک اس کے لیے تام ہوچکی ہے اور وہ مالک ہوگیا اور یہ ملک دوسرے کی طرف محض قصد کی وجہ سے منتقل نہ ہوگی، جیسے کوئی شخص کوئی چیز خریدے اور اس کو زید کی طرف مضاف نہ کرے اور نیت یہ ہو کہ وہ زید کے لیے ہے، تو وہ زید کے لیے نہ ہوگی۔ (ت)

اسی طرح صورتِ سوم میں بھی کہ تحصیل مباح[1] کے لیے دوسرے کو اپنا نائب ووکیل وخادم ومعین بنانا باطل ہے درمختار کتاب الشرکۃ فصل شرکت فاسدہ میں ہے:

التوکیل فی اخذ المباح لایصح[2]۔

مباح چیز کو لانے کے لیے کسی کو وکیل بنانا درست نہیں ہے۔(ت)

جامع الصغار فصل کراہیت میں ہے:

الاستخدام فی الاعیان المباحۃ باطل[3]۔

اعیان مباحہ میں استخدام باطل ہے۔(ت)

فتح القدیر میں ہے:

الشرع جعل سبب ملك المباح سبق الید الیہ فاذا وکلہ بہ فاستولی علیہ سبق ملکہ لہ ملك الموکل[4]۔

شریعت نے مباح اشیاء میں ملک کا سبب سبقت ید کو بتایا ہے، توجب کسی نے اس پر کسی کو وکیل بنایا اور اس نے اس پر استیلاء حاصل کرلیا موکل کی ملک اس پر ثابت ہوجائیگی تو وکیل مالک ہوجائیگا۔ (ت)

ہندیہ اجارات باب ۱۶ میں قنیہ سے ہے:

---

[1] فتح القدیر فصل فی شرکۃ فاسدہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۴۱۰
[2] الدرالمختار شرکۃ فاسدہ مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷۴
[3] جامع احکام الصغار مع جامع الفصولین الکراہیۃ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۴۷
[4] فتح القدیر فصل فی الشرکۃ الفاسدۃ سکھر ۵/ ۴۱۰

Marfat.com

میں ہو، کیونکہ مسلمان کی جان بچانا علی الاطلاق فرض ہے اس لیے اس کو بدل کر دبمسلم کر دیا۔ (ت)

اقول ویدخل فی الحکم الذمی فیما یظهر فان لهم مالنا وعلیهم ماعلینا نعم الحربی لاحرمة لروحه بل امرنا بافنائه فکیف یلزمنا السعی فی ابقائه ولذا صرحوا انه لو وجد فی بریة کلبا وحربیا یموتان عطشا ومعه ماء یکفی لاحدهما یسقی الکلب ویخلی الحربی یموت ومن الحربیین کل رجل یدعی الاسلام وینکر شیئا من ضروریات الدین لان المرتد حربی کما نصوا علیه وهم مرتدون کما حققناه فی المقالة المسفرة عن حکم البدعة المکفرة۔

میں کہتا ہوں، بظاہر اس میں ذمی بھی شامل ہے، کیونکہ جو حقوق ہمارے لیے ہیں وہی ذمیوں کے لیے بھی ہیں، اور جو فرائض ہم پر ہیں وہ ذمیوں پر بھی ہیں، ہاں حربی کی جان کی کوئی حرمت نہیں ہے، بلکہ ہمیں اُس کے فنا کر دینے کا حکم ہے، تو ہم پر اس کی زندگی بچانے کی سعی کیونکر لازم ہوگی؟ اس لیے فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ اگر کسی جنگل میں ایک کتا اور ایک حربی ملے اور دونوں پیاس سے مر رہے ہیں اور اس کے پاس صرف اتنا پانی ہو کہ ایک بچ سکتا ہو تو کتے کو پلا دے اور حربی کو مرنے کے لیے چھوڑ دے، اور جو شخص ضروریاتِ دین میں سے کسی کا انکار کرتا ہو وہ حربی ہے، کیونکہ فقہاء کی تصریح کے مطابق مرتد حربی ہے، اور یہ سب حربی ہیں ہم نے اس کی تصریح المقالة المسفرة عن حکم البدعة المکفرة میں کر دی ہے۔

الثالث التیمم لعطش رفیق سیحدث یجب تقییده بما اذا تیقن لحوقه وانه لاماء معه والا فلا یجوز التیمم للتوهم الرابع تحقق الاحتیاج بمعنی ثبوته عینا لایتوقف علیه وجوب البذل الاتری الی قولهم لخوف عطش وبمعنی ثبوته ذهنا ان ارید به الیقین فکذا فان الظن الغالب ملتحق به فی الفقه اوما یشمله فلا محل للترقی اذ علیه یدور الحکم والظن المجرد مثل الوهم الخامس حاجة الطبخ لیست دون حاجة العطش اذ المربیات لاکل

تیسری بحث: کسی دوست کی پیاس کے لئے تیمم کرنا جس کی ملاقات متوقع ہو، اس میں یہ قید لگانا ضروری ہے کہ اس دوست کا قافلے سے آملنا یقینی ہو، اور اس کے پاس پانی نہ ہو، ورنہ محض وہم کی بنیاد پر تیمم جائز نہیں۔

چوتھی بحث: ضرورت کا یہ مفہوم لینا کہ وہ ضرورت محسوس طور پر موجود ہو، درست نہیں، اور نہ ہی اس پر پانی کا خرچ کرنا موقوف ہے، چنانچہ فقہاء کا قول ہے "لخوف عطش" اور اس کا ذہناً ثابت ہونا، اگر اس سے یقین مراد ہو تو ایسا ہی ہے، کیونکہ فقہ میں ظن غالب کا حکم وہی ہے جو یقین کا ہے یا جو یقین کو

Marfat.com

والعمل اھ[1] لیتے ہیں اور نہ ہی بطور ہبہ لیتے ہیں اور ان اشیا
کو خرچ کر بیٹھتے ہیں، تو ان پر ان کا مثل واجب ہوگا یا قیمت لازم آئے گی، ان کو جہالت کی وجہ سے اس کا عل
نہیں، اللہ ہمیں جہل سے محفوظ رکھے اور ہمیں علم و عمل کی توفیق دے (آمین) اھ (ت)

اقول وقوله لایعلم الکل بها اشارة الی الجواب عن سؤال وهم انهم اذا اتوا به الی المستعین واعطوه واخذ کان هبة بالتعاطی فاجاب بانه هذا یکون لوعلموا ان الملك قد ثبت للاعوان فیکون الاعطاء والاخذ ایجاب الهبة وقبولها لکنهم جمیعا عنه غافلون وانما یحسبون المعونة فی کفایة المؤنة کمن ارسل احدا الی داره لیحمل منها کرسیا مثلا یأتیه به۔

میں کہتا ہوں اس کا قول "لایعلم الکل ب
ایک سوال کے جواب کی طرف اشارہ ہے اور وہ
ہے کہ جب کارندے ان اشیاء کو اس شخص کے پا
لے آئیں جس نے ان کو جمع کرنے کا حکم دیا ہے تو وہ اسکو دے
اور یہ حاصل کرلے تو گویا انکی طرف سے دینا شمار ہوگا اور اسکی
سے لینا ہوگا، اور یہ ہبہ کا ایجاب وقبول شمار ہوگا تو
کا جواب دیا کہ یہ اس وقت ہے کہ جب انہیں علم ہو کہ اعو
کے لیے ملک ثابت ہے تو یہ دینا لینا ہبہ کا ایجاب قبول
لیکن وہ سب کے سب اس سے غافل ہیں، اور وہ مد
کفایت مؤنت میں سمجھتے ہیں مثلاً کسی شخص نے ایک آدمی کو گھر میں بھیجا کہ وہاں سے کرسی اٹھالائے۔ (ت)

اقول هو کما قال لکن الاذن ثابت لاشك وهم انما ینوون الاخذ له ولایؤدونه الیه لالیتصرف فیه ولاغصب منه حتی یجب الضمان۔

میں کہتا ہوں وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ انہوں
فرمایا لیکن اذن بلاشبہ ثابت ہے اور ان کی نی
یہی ہوتی ہے کہ وہ اس شخص کے لیے لیں، اور اس
دیتے بھی اس لیے ہیں کہ وہ اس میں تصرف کرے
وہ غصب تو نہیں کر رہا ہے کہ ضمان واجب ہو۔ (ت

فان قلت لایحسبون انفسهم ملاکه وهو یاخذه بجعل نفسه کانه هو المستولی علیه بدء فیتصرف فیه علی انه ملکه فلم یتحقق الاذن لانهم لایدرون انه لهم ویجعلهم یصیرله حتی یأذنوا له فی التصرف وانما یظن ویظنون انه

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ وہ لوگ اپنے آ
کو ان اشیاء کا مالک نہیں سمجھتے ہیں، اور وہ شخص
ان چیزوں پر اس طرح "قابض ہوتا ہے گویا وہ ا
چیزوں کا پہلا مالک ہے، اور اس طرح تصرف
کرتا ہے گویا وہ ان چیزوں کا مالک ہو تو ایسی صور
میں اذن متحقق نہ ہوگا کیونکہ ان کو تو پتا ہی نہیں ک

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب السادس عشر پشاور ۴/۳۵۱

Marfat.com

اجازت کے کسی کو اس میں تصرف جائز نہیں۔

سوم سبیل یا سقایہ کا پانی کہ کسی نے خود بھرا یا اپنے مال سے بھروایا بہر حال اس کی ملک ہوا اور اس نے لوگوں کے لیے اس کا استعمال مباح کر دیا وہ بعد اباحت بھی اُسی کی ملک رہتا ہے یہ پانی مملوک بھی ہے اور مباح بھی۔ ظاہر ہے کہ قسم اخیر کا پانی بالغ بھرے یا نابالغ کچھ تفاوت احکام نہ ہوگا کہ لینے والا اس کا مالک ہی نہیں ہوتا۔ یوں ہی قسم دوم میں جبکہ مالک نے اسے بطور اباحت دیا ہاں اگر مالک کیا تو اب فرق احکام آئے گا اور اگر بے اجازت مالک لیا یا دونوں قسم اخیر میں مالک بوجہ صغر یا جنون اجازت دینے کے قابل نہ تھا تو وہ آب مغصوب ہے زیادہ تفصیل طلب اور یہاں مقصود بالبحث قسم اوّل ہے اس کے لیے **تنقیح اوّل** ان اصول پر نظر لازم جو اموال مباحہ جیسے آب مذکور یا جنگل کی خود رو گھاس پیڑ پھل پھول وغیرہا پر حصول ملک کے لیے ہیں کتب میں اس کے جزئیات متفرق طور پر مذکور ہوئے جن سے نظر حاضر ایک ضابطہ تک پہنچنے کی امید رکھتی ہے واللہ الہادی۔

فاقول وبہ استعین یہ تو ظاہر ہے کہ مباح چیز احراز و استیلا سے ملک ہو جاتی ہے اول بار جس کا ہاتھ اُس پر پہنچا اور اس نے اپنے قبضے میں کر لیا اُسی کی ملک ہو جائیگی مگر یہ قبضہ کبھی دوسرے کی طرف منتقل ہوتا اور اُس کا قبضہ ٹھہرتا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ مال مباح کا لینے والا دو حال سے خالی نہیں اُس شے کو اپنے لیے لے گا یا دُوسرے کے لیے، برتقدیر ثانی بطور خود یا اس کے کہے سے برتقدیر ثانی بلا معاوضہ یا باجر برتقدیر ثانی اُس دوسرے کا اجیر مطلق ہے جیسے خدمت گار یا خاص اسی مباح کی تحصیل کے لیے اجیر کیا برتقدیر ثانی اجارہ وقت معین پر ہوا مثلاً آج صبح سے دوپہر تک یا بلا تعین برتقدیر ثانی وہ شے مباح متعین کر دی تھی۔ مثلاً یہ خاص درخت یا یہاں سے یہاں تک کے یہ دس پیڑ یا اس قطعہ مخصوصہ کا سبزہ یا اس حوض کا سارا پانی یا یہ تعین بھی نہ تھی برتقدیر ثانی اجیر قبول کرتا ہے کہ یہ شے میں نے مستاجر کے لیے لی یا نہیں برتقدیر ثانی اگر اس شے کا احراز مثلاً کسی ظرف میں ہوتا ہو تو وہ ظرف مستاجر کا تھا یا نہیں یہ نو صورتیں ہوئیں۔ ان میں صورت اولیٰ میں تو ظاہر ہے کہ وہ شے اُسی قبضہ کرنے والے کی ملک ہوگی دوسرے کو اس سے علاقہ ہی نہیں، یوں ہی صورت دوم میں بھی کہ شرع مطہر نے سبب ملک استیلا رکھا ہے وہ اس کا ہے دوسرے کے لیے محض نیت اس ملک کو منتقل نہ کر دے گی۔ فتح القدیر میں ہے:

لوقیل علیہ ھذا اذا استولی علیہ بقصدہ لنفسہ فاما اذا قصد ذلک لغیرہ فلم لایکون للغیر یجاب بان اطلاق نحو قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الناس

اگر اس پر کہا جائے کہ یہ اس صورت میں ہے جبکہ اس پر استیلا رکیا اور قصد اپنے نفس کے لیے کیا، اور اگر کسی دوسرے کے لیے اس کا ارادہ کیا، تو یہ غیر کے لیے کیوں نہ ہوگا، اس کا یہ جواب ہے کہ حضور

Marfat.com

یہ الخاصۃ فضلا عن العامۃ کما اعترف بہ فلا وجہ لنسبتھم الی الجھل و الغفلۃ و اقامۃ النکیر ۶ ھذا ما عندی و العلم بالحق عند اللطیف الخبیر۔

اُن کا اُس کے تصرف پر راضی ہونا بہر تقدیر ثابت ہے اور اس لیے خاص لوگ بھی اس کی پروا نہیں کرتے چہ جائیکہ عام لوگ، جیساکہ خود انہوں نے اعتراف کیا، تو کوئی وجہ نہیں کہ ان کو جہل، غفلت کی طرف منسوب کیا جائے یا انہیں نکیر کی جائے ہذا ما عندی الخ (ت)

تنبیہ ا قول یہ بلامعاوضہ[1] تین صورتوں کو شامل ہے:

ایک یہ کہ وہ اس کا اجیر ہی نہ ہو۔

دوسرے یہ کہ اس کا اجیر تو ہے مگر اس کام پر نہیں کسی اور خاص کام پر ہے تو یہ بلا معاوضہ ہی ہوا۔

تیسرے یہ کہ مطلق کام خدمت پر نوکر ہے جس میں یہ کام بھی داخل مگر نوکری کے غیر وقت میں اُس سے اس کام کے لیے کہا مثلاً دن کا نوکر ہے اُس سے رات کو پانی بھروایا کہ یہ وقت بھی بلامعاوضہ ہے ولہذا ہم نے اِن صورتوں کو تشقیق میں نہ لیا۔

صورت چہارم میں وُہ مباح آقا کی مِلک ہوگا یعنی جب کہ اُس کی نوکری کے وقت میں یہ کام لیا ورنہ صورت سوم میں داخل ہے کما مر اس صورت میں مِلک آقا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نوکری کے وقت میں نوکر کے منافع اُس کے ہاتھ بِکے ہُوئے ہیں اور اُس کا اُس کے حکم سے قبضہ بعینہٖ اُس کا قبضہ ہے۔ ہدایہ[2] میں ہے:

(الاجیر الخاص الذی یستحق الاجرۃ بتسلیم نفسہ فی المدۃ وان لم یعمل کمن استؤجر شھرا للخدمۃ اولرعی الغنم) وانما سمی اجیر وحد لانہ لایمکنہ ان یعمل لغیرہ لان منافعہ فی المدۃ صارت مستحقۃ لہ والاجر مقابل بالمنافع ولھذا یبقی الاجر مستحقا وان نقض العمل (لاضمان علی ما تلف من عملہ) لان المنافع متی صارت مملوکۃ للمستاجر فاذا امرہ بالتصرف فی ملکہ صح ویصیر نائبا منابہ فیصیر فعلہ منقولا الیہ

وہ خاص اجیر جو اجرت کا مستحق ہوتا ہے کہ ایک مدت کے لیے اپنے آپ کو سپرد کردے خواہ کام نہ کرے (مثلاً کسی شخص کو ایک ماہ کے لیے خدمت یا بکریاں چرانے کے لیے اجرت پر لیا) اسکو اجیر وحد اس لیے کہتے ہیں کہ وہ دوسرے کا کام نہیں کرسکتا ہے کیونکہ اس مدت میں اس کے منافع سب اُس کے لیے مخصوص ہوگئے ہیں اور اجر منافع کے مقابل ہوتا ہے اس لیے اجیر مستحق رہتا ہے اگرچہ کام ختم ہوجائے (اس کے عمل سے اگر کوئی چیز تلف ہوجائے تو اس پر ضمان نہیں) کیونکہ منافع جب متاجر کی ملک ہوگئے تو اب جب اُس نے اپنی ملک میں تصرف کا حکم دیا تو صحیح ہوگیا، اور وُہ

Marfat.com

قال نصیر (هو ابن یحیی) قلت (ای للامام ابی سلیمٰن الجوزجانی رحمهما الله تعالٰی) فان استعان بانسان یحتطب یصطاد له (ای من دون اجر) قال الحطب والصید للعامل وکذا ضربة القانص قال استاذنا (وهو البدیع استاذ الزاهدی) وینبغی ان یحفظ هذا فقد ابتلی به العامة و الخاصة یستعینون بالناس فی الاحتطاب الاحتشاش وقطع الشوك والحاج[1] واتخاذ المجمدة فیثبت الملك للاعوان فیها ولا یعلم الکل بها فینفقونها قبل الاستیهاب بطریقه او الاذن فیجب علیهم مثلها او قیمتها وهم لایشعرون لجهلهم وغفلتهم اعاذنا الله عن الجهل ووفقنا للعلم

نصیر (ابن یحیٰی نے) کہا، میں نے کہا (یعنی امام ابوسلیمان الجوزجانی کو) اگرکسی شخص نے لکڑیاں جمع کرنے یا شکار کرنے کے لیے دوسرے شخص کی مدد حاصل کی (یعنی بلا اجر) فرمایا اس صورت میں لکڑیاں اور شکار اُسی کا ہے جس نے کیا ہو، اور اسی طرح شکاری کا ایک مرتبہ جال ڈال کر شکار نکالنا، ہمارے استاذ نے فرمایا (یعنی بدیع استاذ الزاہدی) اور اسے یاد کرلینا چاہیئے کیونکہ اس میں ہرعام وخاص مبتلا ہے، لوگ دوسروں سے لکڑیاں جمع کرانے کانٹے اکٹھے کرانے اور گھاس جمع کرانے میں مدد لیتے ہیں، اسی طرح ایک قسم کا درخت منگواتے ہیں یا آسمانی برف جمع کراتے ہیں، تو جو لوگ عملاً یہ کام کرتے ہیں ان پر انہی لوگوں کی ملک ثابت ہوجائے گی، لوگ یہ مسئلہ نہیں جانتے، وہ ان لوگوں سے نہ تو اجازت

---

[1] الحاج باھمال اوله واعجام اٰخره جمع حاجة وھی الشوك وقیل نبت من الحمص وقال ابن سیده ضرب من الشوك وقیل شجر وقال ابو حنیفة الدینوری الحاج مما تدوم خضرته و تذھب عروقه فی الارض بعیدا یتداوی بطبیخه وله ورق دقاق طوال کانه مساو للشوك فی الکثرة اھ من تاج العروس ۱۲ منه غفر له ـ (م)

[1] الحاج، حاءِ مہملہ اور جیم کے ساتھ، جمع حاجہ کی ہے، کانٹوں کو کہتے ہیں، ایک قول کے مطابق ترش گھاس ہے۔ ابن سیدہ کے مطابق کانٹوں کی ایک قسم ہے۔ ایک قول کے مطابق درخت ہے۔ اور ابوحنیفہ الدینوری نے فرمایا یہ البسا درخت ہے جو سدابہار رہتا ہے اور اُس کی جڑیں زمین میں دور تک چلی جاتی ہیں اس کو ابال کر دوا کے کام میں لایا جاتا ہے، اس کے پتّے باریک اور لمبے ہوتے ہیں اور کانٹوں کی طرح زیادہ ہوتے ہیں اھ تاج العروس ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

Marfat.com

فتاوٰی عالمگیریہ میں قنیہ سے ہے:

قال نصیر سألت ابا سلیمٰن عمن استأجرہ لیحتطب لہ الی اللیل قال ان سمی یوما جاز والحطب للمستأجر ولو قال ھذا الحطب فالاجارۃ فاسدۃ والحطب للمستأجر وعلیہ اجر مثلہ ولوکان الحطب الذی عینہ ملک المستأجر جاز۔[1]

نصیر نے فرمایا میں نے ابوسلیمان سے پوچھا کہ ایک شخص کسی مزدور سے معاہدہ کرے کہ وہ رات تک اس کے لیے لکڑیاں جمع کرے، تو فرمایا کہ اگر ایک دن کا نام لیا تو جائز ہے اور لکڑیاں مستاجر کی ہوں گی، اور اگر اشارہ کرکے کہا کہ یہ لکڑیاں تو اجارہ فاسد ہے اور لکڑیاں مستاجر کی ہیں اور اس پر اجرِ مثل ہے، اگر وہ لکڑیاں مستاجر کی ملک ہیں تو جائز ہے۔ (ت)

اقول والمراد اجر المثل بالغا ما بلغ ان لم یسم معینا والا فالاقل منہ و من المسمی کما ھو الاصل المعروف و لذا اعولت علیہ وسیأتی التصریح بہ۔

میں کہتا ہوں مراد اجرِ مثل ہے خواہ جتنا بھی ہو اگر اس نے معین نہ کیا ہو ورنہ اجرِ مثل اور اجرِ معین سے جو کم ہو وہ دیا جائے گا، جیسا کہ کلیہ معروف ہے، اس لیے میں نے اس پر اعتماد کیا اور اس کی تصریح بھی آجائے گی (ت)

تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

(استأجرہ لیصید لہ اویحتطب لہ فان وقت) لذلک وقتا (جاز والا) فلو لم یوقت وعین الحطب فسد (الا اذ عین الحطب وھو) ای الحطب (ملکہ فیجوز) مجتبی وبہ یفتی صیرفیۃ اھ[2] قال العلامۃ ش قولہ والالا ای والحطب للعامل ط قولہ فسد قال فی الھندیۃ ولو قال ھذا الحطب الی اٰخر ما نقلنا قال قولہ و بہ یفتی صیرفیۃ قال فیہا ان ذکر الیوم

(اس کو اس لیے مزدوری پر لیا کہ وہ اس کے لیے شکار کرے یا لکڑیاں چنے تو اگر اس کا وقت مقرر کیا تو جائز ہے ورنہ نہیں) اور اگر وقت مقرر نہ کیا، اور لکڑیاں مقرر کردیں تو یہ عقد فاسد ہے (ہاں اگر لکڑیاں متعین کردیں اور وہ لکڑیاں اسی کی ملک ہیں تو جائز ہے) مجتبٰی اسی پر فتوٰی ہے "صیرفیۃ اھ" علامہ ش نے فرمایا" اور اس کا قول "والالا" یعنی لکڑیاں عامل کی ہوں گی ط ان کا قول "فسد" ہندیہ میں ہے ولو قال ھذا الحطب الی اٰخر

---

[1] فتاوٰی ہندیہ | الباب السادس عشر | پشاور | ۴/۴۵۱

[2] الدرالمختار | اجارہ فاسدہ | مجتبائی دہلی | ۲/۱۸۰

Marfat.com

المالك له ولا عبرة بالظن البین خطؤه کمن حسب ان الشیئ الفلانی من ودائع زید عند ابیه فاداه الی وارثیه فتصرفوا ثم تبین انه لابیه لا لزید فات له ان یرجع علیهم به قائما او بضمانه هالکا فی العقود الدریۃ من کتاب الشرکۃ من دفع شیئا لیس بواجب علیه فله استردادہ الا اذا دفعه علی وجه الهبة واستهلکه القابض کما فی شرح النظم الوهبانی وغیرہ من المعتبرات[1] اھ وفیها وفی الخیریة من کتاب الوقف قد صرحوا بان من ظن ان علیه دینا فبان خلافه یرجع بما ادی ولو کان قد استهلکه رجع ببدله[2] اھ

یہ چیز ان کی ملکیت میں ہے اور اُس کی مِلک میں اُسی وقت ہوگی جب وہ اِذن دیں، اور اِس صورت میں اس کو گمان ہے کہ وُہ مالک ہے اور ان کو بھی گمان ہے کہ وہی مالک ہے' اور جس گمان کا خطا ہونا ظاہر ہو اُس کا کوئی اعتبار نہیں، مثلاً کوئی شخص یہ گمان کر بیٹھے کہ فلاں چیز زید کی امانتوں میں سے اس کے باپ کے پاس ہے اور اس گمان پر وہ یہ چیز زید کے وارثوں کو دے دیتا ہے اور وہ اس میں تصرف کر لیتے ہیں پھر بعد میں اس کو پتا چلتا ہے کہ وُہ چیز تو اس کے باپ ہی کی ہے زید کی نہیں ہے، تو اگر وُہ چیز موجود ہو تو وہ ان سے واپس لے سکتا ہے اور اگر ہلاک ہوگئی ہے تو اس کا ضمان لے سکتا ہے، "العقود الدریہ" کے کتاب الشرکۃ میں ہے کہ جس نے کوئی ایسی چیز دی جو اُس پر واجب نہ تھی تو وہ اس کو واپس لے سکتا ہے، ہاں اگر بطور ہبہ دی ہو اور اس کے قبضہ میں ہلاک ہوگئی ہو تو واپس نہیں لے سکتا ہے، یہی چیز شرح نظم وہبانی وغیرہ معتبر کتب میں ہے اھ اور اسی میں الخیریہ کے کتاب الوقف کے حوالہ سے ہے کہ اگر کسی شخص نے یہ گمان کیا کہ اُس پر دین ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ غلط ہے، تو جو دیا ہے وہ واپس لے گا، اور اگر وہ ہلاک ہوگیا ہو تو اس کا بدل لے گا اھ (ت)

اقول ھذا فیما لو علم انه لیس للمدفوع الیه لم یدفع الیه اماھنا فانما یأتون به له ولو علموا ان الملك یقع لهم لم یتخلفوا عن اعطائه له فرضاهم بتصرفه فیه ثابت علی کل تقدیر ولهذا لم یکترث

میں کہتا ہوں یہ اُس صورت میں ہے جبکہ اس کو یہ علم ہوا ہو کہ یہ مدفوع الیہ کے لیے نہ تھا تو اُس کو نہ دے گا، اور یہاں تو وُہ اُسی کے لیے لاتے ہیں اور اگر ان کو یہ علم ہو کہ مِلک ان کے لیے واقع ہوگی تو اس کے دینے سے تخلف نہ کریں گے، تو

---

[1] العقود الدریۃ   کتاب الشرکۃ   قندھار افغانستان   ۱/۹۱

[2] فتاوٰی خیریہ   کتاب الوقف   بیروت   ۱/۱۳۰

Marfat.com

جاز ویکون الحطب والصید للمستأجر ولو قال لیصطاد ھذا الصید اولیحتطب ھذا الحطب فھو اجارۃ فاسدۃ والحطب والصید للمستأجر وعلیہ للاجیر اجر المثل ولو استعان من انسان فی الاحتطاب والاصطیاد فان الصید او الحطب یکون للعامل[1] اھ وفی الھندیۃ عن محیط السرخسی عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی فیمن قال لغیرہ اقتل ھذا الذئب او ھذا الاسد ولك درھم والذئب او الاسد صید فلہ اجر مثلہ لایجاوز بہ درھما والصید للمستأجر[2] اھ وبالجملۃ النقول فیہ مستفیضۃ فما کان ینبغی اطلاق کون الحطب للعامل عند عدم التوقیت لشمولہ صورۃ تعیین الحطب وقد ذکرھا الشارح تفریعا علیہ بل اشار الیھا الماتن ایضا کما تری والثانی وقع فی الھندیۃ عن القنیۃ قبل ما نقلناہ متصلا بہ ما نصہ استأجر لیقطع لہ الیوم حاجا ففعل لاشئ علیہ والحاج للمأمور قال نصیر سألت اباسلیمٰن[3] الخ وکتبت علیہ ما نصہ۔

واجب ہوگا، اور جو حاصل ہوگا وہ مستاجر کو ملے گا کذا فی الولوالجیہ اھ اور خزانۃ المفتین میں ہے کہ کسی شخص نے ایک اجیر لیا کہ وہ رات تک اس کے لیے سلائی کرے اور ایک درہم لے، تو جائز ہے، یا رات تک شکار کرے یا لکڑیاں جمع کرے، اور یہ لکڑیاں اور شکار مستاجر کا ہوگا، اور اگر کہا کہ یہ شکار کرے یا یہ لکڑیاں اکٹھی کرے، تو اجارہ فاسد ہے، اور لکڑیاں اور شکار مستاجر کا ہوگا اور اس کے ذمہ اجیر کے لیے اجر مثل ہوگا اور اگر کسی انسان سے لکڑیاں اکٹھی کرنے یا شکار میں مدد طلب کی تو شکار اور لکڑیاں عمل کرنے والے کی ہوں گی اھ اور ہندیہ میں محیط السرخسی سے محمد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی سے کہا کہ یہ بھیڑیا ہلاک کردو یا یہ شیر، اور تم کو ایک درہم ملے گا۔ تو بھیڑیا اور شیر شکار شمار ہوگا اور اس کو اجر مثل ملے گا جو ایک درہم سے زائد نہ ہوگا، اور شکار مستاجر کا ہوگا اھ خلاصہ یہ کہ اس میں نقول مشہور ہیں تو وقت کی تعیین نہ ہونے کی صورت میں لکڑیوں کا مطلقاً عامل کے لئے قرار دینا درست نہیں، کیونکہ یہ لکڑیوں کے متعین کرنے کی صورت کو بھی شامل ہے، اور اس کو شارح نے اس کی تفریع کے طور پر ذکر کیا ہے، بلکہ جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں ماتن نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے ـــــ دوسری تنبیہ: ہندیہ نے قنیہ سے یہ بھی نقل کیا ہے

---

[1] خزانۃ المفتین

[2] ہندیۃ　　الباب السادس عشر　　پشاور　　۴/۴۵۱

[3] ایضاً

Marfat.com

لأنه فعله بنفسه فلهذا لایضمنه۔[1] اس کا قائم مقام ہوگا اور اس کا فعل اس کی طرف منقول ہوگا گویا یہ فعل اس نے خود کیا ہے، اس لیے وہ اس کا ضامن نہ ہوگا۔ (ت)

یُوں ہی صورت پنجم میں اور اجیر اجر مقرر کا مستحق ہوگا کہ یہ اجارہ صحیحہ ہے اور صورت ششم میں بھی وہ شے مباح ملک مستاجر ہوگی مگر اجیر اجر مثل پائے گا جو مسمّی سے زائد نہ ہو کہ یہ اجارہ فاسدہ ہے۔

اقول ویظہر لی ان الوجہ فیہ و اللّٰہ تعالٰی اعلم ان الاجارۃ اما علی العمل اعنی التصرف فی شیئ من النقل والحمل والقطع والقلع وغیرذلک وھو فی الاجیر المشترک والمقصود فیہ حصول ذلک التصرف کیفما کان ولذا لم یتقید بعمل الاجیر نفسہ واما علی منافع الاجیر وھو فی الاجیر الخاص والاجارۃ فی المباحات لاتعقل علی الوجہ الاول لانہا لاتختص بالمستاجر ونسبتہا الی الکل سواء فکیف یکون حصول تصرف فیہا موجبا للاجر علی المستاجر بل انما الاجر مقابل فیہا بمنافع الاجیر حیث یرید المستاجر ان یستعملہ فی حاجتہ فلایکون الا اجیروحد ولا تتقدر منافعہ الابتعیین المدۃ فاذا لم تذکر بقی المعقود علیہ مجہولا فتفسد ولذا لوکان الشیئ ملک المستاجر کان یقول اقطع شجرتی ھذہ بدرھم جاز کما یأتی واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

میں کہتا ہُوں مجھے اس کی جو وجہ معلوم ہوتی ہے واللہ تعالٰی اعلم وہ یہ ہے کہ اجارہ یا تو عمل پر ہوگا یعنی کسی چیز میں تصرف کرنا، نقل وحمل، کاٹنے یا اکھاڑنے کے طور پر اور اس کو اجیر مشترک کہتے ہیں، اور مقصود اس میں اس تصرف کا حاصل ہونا ہے خواہ کسی طرح ہو لہٰذا اس میں یہ قید نہیں کہ اجیر خود ہی عمل کرے اور یا اجارہ اجیر کے منافع پر ہوگا یہ اجیر خاص میں ہوتا ہے، اور مباح چیزوں میں پہلی صورت میں اجارہ متصور نہیں، کیونکہ وہ مستاجر کے ساتھ مخصوص نہیں، اور سب کی طرف اس کی نسبت یکساں ہے، تو اس میں تصرف کا حصول مستاجر پر اجر کو کیونکر لازم کرے گا، بلکہ ان میں اجر اجیر کے منافع کے مقابل ہے کہ مستاجر چاہتا ہے کہ اس کو اپنی حاجت میں استعمال کرے، تو یہ اجیر وحد ہوگا، اور اس کے منافع کا اندازہ مدۃ کی تعیین و تحدید سے ہی ہوگا اور جب مدۃ کا ذکر نہیں کیا گیا تو معقود علیہ مجہول رہے گا اور اجارہ فاسد رہے گا، اور اسی لئے اگر کوئی چیز مستاجر کی ملک ہو، مثلاً مستاجر یہ کہے کہ میرا یہ درخت ایک درہم میں کاٹ دو تو جائز ہے جیسا کہ آئے گا، واللہ اعلم۔ (ت)

---

[1] الہدایۃ باب ضمان الاجیر مطبع یوسفی لکھنؤ ۲/۳۰۸

Marfat.com

ولا ترجیح ونفع المستأجر فی الثانی ونفع الاجیر فی الاول فیفضی الی المنازعة و عن ابی حنیفة انه یصح الاجارة اذا قال فی الیوم وقد سمی عملا لانه للظرف فکان المعقود علیه العمل بخلاف قوله الیوم و قد مر مثله فی الطلاق[1] اھ او الامر ان القنیة ذکرت ھذا برمز ثم رمزت لأخر و ذکرت ما عن نصیر فیکون ھذا قول بعض علی خلاف ما علیه الناس وعلی خلاف ما علیه الفتوی کما فی الصیرفیة ومن عادة الھندیة نقل عبارة القنیة بحذف الرموز فتصیر الاقوال کقول واحد کما نبھت علیه فی بعض المواضع من ھوامشھا واللہ تعالٰی اعلم۔

وقت کا ذکر منفعت کو معقود علیہا بناتا ہے، اور عمل کا ذکر اس کو معقود علیہ کرتا ہے، اور کسی کو کسی پر ترجیح نہیں ہے، مستاجر کا نفع دوسرے میں ہے اور اجیر کا پہلے میں ہے، تو اس میں جھگڑا پیدا ہوگا، اور ابوحنیفہ سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ اجارہ اس وقت صحیح ہوگا جبکہ "دن میں" کہا اور کسی عمل کا نام لیا، کیونکہ یہ ظرف ہے تو معقود علیہ عمل ہُوا بخلاف اس کے قول "الیوم" کے اور اسی کی مثل طلاق کے باب میں گزرا اھ یا معاملہ اس طرح ہے کہ قنیہ نے اسکو ثم کے رمز سے ذکر کرکے دوسرے کی طرف اشارہ کیا، اور جو کچھ نصیر سے مروی ہے وہ نقل کیا، یہ بعض کا قول ہے اور بعض کے خلاف ہے، اور فتوی بھی اس کے خلاف ہے کما فی الصیرفیۃ اور ہندیہ کی عادت ہے کہ وہ قنیہ کی عبارت رموز کے بغیر ہی نقل کردیتے ہیں، تو چند اقوال ایک ہی قول کے مانند ہوجاتے ہیں، اس پر میں نے اس کے بعض حواشی پر تنبیہ کی ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

صورت ہفتم خود ظاہر ہے کہ اُس کے اقرار سے ملک مستاجر ہے۔

اقول وذلک لان الاجیر عامل لغیرہ وقد اعترف انه عمل علی وجه الاجارة واخذه لمن استاجره۔

میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ اجیر دوسرے کا عامل ہوتا ہے اور اس نے یہ اعتراف کیا ہے کہ وُہ بطور اجیر کام کر رہا ہے اور وہ چیز مستاجر کے لئے لے رہا ہے۔ (ت)

یوں ہی صورتِ ہشتم میں کہ ظرف مستاجر میں احراز دلیل ہے کہ مستاجر کے لئے ہے، جامع الفصولین میں ہے:

---

[1] الہدایۃ اجارہ فاسدہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۲/۳۰۴

Marfat.com

فالعلف للأمر و الافللمامور وهذه روایة الحاوی وبه یفتی قال فی المنح وھذا یوافق ما قدمناہ عن المجتبٰی ومن ثم عولنا علیہ فی المختصر[1] اھ

جو ہم نے نقل کیا ہے فرمایا ان کا قول و بہ یفتی صیرفیہ اس میں ہے کہ اگر مستاجر نے دن کا ذکر کیا تو چارہ حکم دینے والے کے لیے ہوگا ورنہ اس کا ہوگا جس کو حکم دیا گیا، اور یہ حاوی کی روایت ہے اور اس پر فتوٰی ہے۔ منح میں ہے اور یہ اُس کے موافق ہے جو ہم مجتبٰی سے نقل کر آئے ہیں اور اسی لیے ہم نے اس پر مختصر میں اعتماد کیا اھ (ت)

اقول ھھنا تنبیھان الاول کون الحطب للعامل اذا لم یوقت علی ما فی الصیرفیة وتبع اطلاقھا الفاضلان ط وش محلہ ما اذا لم یعین الحطب ایضا والاکان للأمر کما قدمنا عن الھندیة عن القنیة عن نصیر عن ابی سلیمٰن وقد نقلاہ ایضا واقراہ وفی غمز العیون استاجرہ لیصید لہ اولیحتطب جاز ان وقت بان قال ھذا الیوم او ھذا الشھر ویجب المسمی لان ھذا اجیر وحد وشرط صحتہ بیان الوقت وقد وجد وان لم یوقت ولکن عین الصید والحطب فالاجارة فاسدة لجھالة الوقت فیجب اجر المثل وماحصل یکون للمستاجر کذا فی الولوالجیة[2] اھ وفی خزانة المفتین رجل استاجر اجیرا لیخیط لہ الی اللیل بدرھم جاز وکذا لیصطاد لہ الی اللیل اولیحتطب

میں کہتا ہوں یہاں دو تنبیہات ہیں :

پہلی تنبیہ : لکڑیوں کا عامل کے لیے ہونا جبکہ اس نے وقت کا تعین نہ کیا ہو، جیسا کہ صیرفیہ میں ہے، اور دو فاضلوں یعنی ط اور ش نے اس کے اطلاق کی متابعت کی ہے اس کا محل یہ ہے کہ جب لکڑیوں کا تعین بھی نہ کیا ہو ورنہ لکڑیاں آمر کی ہوں گی، جیسا کہ ہم نے ہندیہ اور قنیہ کے حوالہ سے نقل کیا، یہ روایت نصیر کی ابو سلیمان سے ہے، اور اُن دونوں نے اس کو نقل کیا اور برقرار رکھا، اور غمز العیون میں ہے کسی شخص نے مزدور کو اُجرت پر لیا کہ اُس کے لیے شکار کرے یا لکڑیاں جمع کرے تو یہ جائز ہے بشرطیکہ اس نے وقت کا تعین کردیا ہو مثلاً یہ کہا ہو کہ اس دن یا اس ماہ میں، اور جو طے کیا ہو وہ واجب ہوگا کیونکہ یہ اجیر محض ہے، اور اس کی صحت کی شرط وقت کا بیان ہے جو پائی گئی ہے اور اگر وقت کا تعین نہ کیا ہو لیکن شکار اور لکڑیوں کا تعین کیا ہو تو اجارہ فاسدہ ہے کہ وقت کی جہالت ہے، تو اس صورت میں اجرِ مثل

---

[1] ردالمحتار اجارہ فاسدہ البابی مصر ۵/۴۳

[2] غمز العیون مع الاشباہ کتاب الاجارۃ ادارۃ القرآن کراچی ۲/۵۶

Marfat.com

ما ظهر لی نظرا فی کلماتهم وارجوان یکون صوابا ان شاء اللہ تعالٰی (یہ وہ ہے جو مجھ پر ظاہر ہوا ان کے کلمات کو دیکھتے ہوئے اور مجھے امید ہے کہ یہی صحیح ہوگا ان شاء اللہ تعالٰی۔ ت)

تنقیح دوم یہ اصول مطلق استیلائے مباح میں ہُوئے یہاں کہ گفتگو نابالغ میں ہے یہ بھی دیکھنا ضرور کہ اُس کے والدین اگر اُس سے کوئی شے مباح مثلاً کنُویں سے پانی یا جنگل سے پتے منگائیں تو اُس نسبت بنوت کے سبب احکام مذکورۂ استیلاء میں کوئی تفاوت آئے گا یا نہیں، اگر آئے گا تو کیا۔ اس میں علماء کے تین قول ہیں:

اوّل کہ زیادہ مشہور ہے یہ کہ والدین کو بھی مباحات میں استخدام کا اختیار نہیں صبی اگرچہ ان کے حکم سے انھیں کے لیے انھیں کے ظرف میں لے خود ہی مالک ہوگا اور والدین کو اُس میں تصرف حرام مگر بحالتِ محتاجی۔

اقول یعنی بحالتِ فقر بلا قیمت اور بحالتِ احتیاج حاضر مثلاً سفر میں ہوں اور مال گھر میں بوعدۂ قیمت تصرف کرسکتے ہیں ذخیرہ و منیہ پھر معراج الدرایہ پھر حموی کنز پھر طحطاوی پھر شامی میں ہے:

لو امر صبیا ابوہ او امہ باتیان الماء من الوادی او الحوض فی کوز فجاء بہ لایحل لابویہ ان یشربا من ذلک الماء اذا لم یکونا فقیرین لان الماء صار ملکہ ولا یحل لھما الاکل ای والشرب من مالہ بغیر حاجۃ۔[1]

اگر کسی بچہ کو اپنے باپ یا ماں نے وادی یا حوض سے لوٹے میں پانی لانے کو کہا پھر وہ پانی لے آئے تو اس کے ماں باپ کے لیے اس پانی کو پینا جائز نہیں بشرطیکہ وہ فقیر نہ ہوں، کیونکہ پانی اُس بچہ کی ملک ہوگیا اور اُن دونوں کے لئے اس کے مال سے بلا حاجت کھانا پینا جائز نہیں۔ (ت)

جامع احکام الصغار پھر حموی اشباہ اور تاتارخانیہ پھر ردالمحتار میں ہے:

اذا احتاج الاب الی مال ولدہ فان کانا فی المصر واحتاج لفقرہ اکل بغیر شیئ وان کانا فی المفازۃ واحتاج الیہ لانعدام الطعام معہ فلہ الاکل بالقیمۃ۔[2]

جب باپ کو بچہ کے مال کی حاجت ہو اور وہ شہر میں ہوں اور فقر کی وجہ سے بچہ کا مال کھانے کا محتاج ہو تو کھالے اور اس پر کوئی شے نہیں، اور اگر یہ صورت حال جنگل میں پیش آئے اور باپ کے پاس کھانا موجود نہ ہو اور اس کو کھانے کی ضرورت ہو تو وہ قیمت کے ساتھ کھا سکتا ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار فصل فی الشرب مصطفی البابی مصر ۵/۳۱۲

[2] ردالمحتار کتاب الھبۃ مصطفی البابی مصر ۴/۵۰۳

Marfat.com

کسی نے کوئی مزدور اس کام کے لئے لیا کہ وہ آج اُس کے لئے گھاس کاٹے گا اُس نے ایسا ہی کیا تو اس کے لیے کوئی اُجرت لازم نہیں، اور گھاس اُسی کی ہو جائے گی۔ نصیر نے کہا میں نے ابوسلیمان سے دریافت کیا۔ الخ (ت)

اقول انظر ماوجهه فانه اجير وحد وشرطه بيان المدة وقد وجد كما في الغمز و ش وقد قال عن ابي سليمٰن بعده ان سمى يوما جاز و ذكر بعده باسطر عن محيط السرخسي لو استأجر ليصيد له او ليغزل له او للخصومة او تقاضي الدين او قبض الدين لايجوز فان فعل يجب اجر المثل ولو ذكر مدة يجوز في جميع ذلك[1] اھ ويظهر لي في تأويله ان ليس المراد باليوم الوقت المعلوم الممتد الى غروب الشمس بل هو فيه بمعنى الظرفية اي يقع القطع في هذا اليوم فهو للاستعجال مثل خطه لي اليوم بدرهم في الهداية من استأجر رجلا ليخبز له هذه العشرة المخاتيم من الدقيق اليوم بدرهم فهو فاسد عند ابي حنيفة وقال ابو يوسف و محمد رضي الله تعالٰى عنهم جاز لانه يجعل المعقود اليه عملا و ذكر الوقت للاستعجال تصحيحا للعقد وله ان المعقود عليه مجهول لان ذكر الوقت يوجب كون المنفعة معقودا عليها و ذكر العمل يوجب كونه معقودا عليه

میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ محض اجیر ہے، اور اس کی شرط بیان مدۃ ہے جو پائی گئی کمافی الغمز و ش، اور اس کے بعد ابوسلیمان سے کہا کہ اگر ایک دن کا کہا تو جائز ہے اور چند سطور بعد محیط سرخسی سے نقل کیا کہ اگر کسی کو اجرت پر لیا تاکہ اس کے لیے شکار کرے یا سُوت کاتے یا اُس کی وکالت کرے یا قرض طلب کرے یا قرض وصول کرے تو جائز نہیں، تو اگر ایسا کیا تو اجر مثل واجب ہوگا اور اگر مدۃ کا ذکر کیا تو ان تمام صورتوں میں جائز ہے اھ اور اس کی تاویل مجھے یہ معلوم ہوتی ہے کہ یوم سے مراد دن کا وہ معین وقت نہیں ہے جو غروب آفتاب تک دراز ہو، بلکہ اس میں ظرفیت کے معنی ہیں یعنی گھاس کا کاٹنا اس دن میں واقع ہو، تو یہ جلدی کے اظہار کے لئے ہے، جیسے یہ کہا کہ آج ہی یہ چیز مجھے سی کردو، ایک روپے میں۔ ہدایہ میں ہے جس نے کسی شخص کو اُجرت پر لیا تاکہ آج ایک درہم میں یہ دس بوری آٹا پکادے تو یہ اجارہ ابوحنیفہ کے نزدیک فاسد ہے، اور صاحبین نے فرمایا جائز ہے، صاحبین معقود علیہ عمل کو قرار دیتے ہیں اور ذکرِ وقت کو عجلت کے لئے قرار دیتے ہیں تاکہ عقد صحیح ہو، امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ معقود علیہ مجہول ہے کیونکہ

---

[1] ہندیۃ الباب السادس عشر پشاور ۴/ ۴۵۱

Marfat.com

رحمہ اللہ تعالٰی اذا اھدی الصغیر شیئا من المأکولات روی عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی انہ یباح لوالدیہ وشبہ ذلک بضیافۃ المأذون واکثر مشایخ بخارٰی انہ لایباح۔[1]

کہ جب بچّہ کھانے کی کوئی چیز بطور ہدیہ دے تو امام محمد سے مروی ہے کہ اس کے والدین کو اس میں سے کھانا جائز ہے، اور انہوں نے اس کو ماذون کی ضیافت کے مشابہ قرار دیا اور بخارا کے اکثر مشائخ کہتے ہیں کہ مباح نہیں۔ (ت)

اسی طرح شامی میں تاتارخانیہ وذخیرہ سے ہے اس روایت کی تحقیق بعونہ تعالٰی عنقریب آتی ہے اور یہ کہ وہ اس مقام سے بے علاقہ ہے مگر اقرب یہی ہے کہ یہ روایت والدین کے لیے اباحتِ تصرف کرتی ہے نہ کہ اثباتِ مِلک تو ضابطہ بحال ہے۔

سوم: اگر ماں باپ کے برتن میں لیا تو وہ مالک ہوں گے ورنہ صبی جیسے اجیر۔

اقول یعنی جس کا نہ وقت معین کیا نہ کسی معین شے کے لیے اجیر نہ اُس نے مستاجر کے لیے اقرار کہ ان حالتوں میں ظرف پر لحاظ نہیں، جامع الصغار میں ہے:

فی بیوع فوائد صاحب المحیط الاب اوالام اذا امر ولدہ الصغیر لینقل الماء من الحوض الی منزل ابیہ ودفع الیہ الکوز فنقل قال بعضھم الماء الذی فی الکوز یصیر ملکا للصبی حتی لایحل للاب شربہ الاعند الحاجۃ لان الاستخدام فی الاعیان المباحۃ باطل وقال بعضھم ان کان الکوز ملکا للاب یصیر ملکا للاب ویصیر الابن محرز الماء لابیہ کالاجیر اذا حمل الماء بکوز المستأجر یکون محرزا للمستأجر کذا ھذا۔[2]

صاحبِ محیط کی فوائد کے باب البیوع میں ہے کہ ماں باپ نے چھوٹے بچے کو حوض سے اپنے گھر پانی لانے کو کہا اور اس کو لوٹا بھی دیا چنانچہ وہ پانی لے آیا، تو ایسی صورت میں بعض علماء کے نزدیک لوٹے کا پانی بچّہ کی مِلک ہے یہاں تک کہ باپ بلاضرورت اس میں سے پی بھی نہیں سکتا کیونکہ مباح اشیاء کے حصول کے لئے اس سے خدمت لینا باطل ہے' اور بعض نے کہا کہ اگر لوٹا باپ کی ملک ہے تو پانی بھی باپ کی ملک ہوگا اور بیٹا مزدور کی طرح پانی کو اپنے باپ کے لیے جمع کرنے والا قرار پائے گا کیونکہ اجیر اگر مستاجر کے لوٹے میں پانی لائے تو وہ پانی مستاجر ہی کا ہوگا' یہی حال اس کا ہے۔ (ت)

---

[1] جامع احکام الصغار مع الفصولین اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/۱۴۶

[2] ایضاً ۱/۱۴۷

Marfat.com

الاجیر اذا حمل الماء بکوز المستاجر یکون محرزا للمستاجر[1] | اجیر جب مستاجر کے کُوزے میں پانی لائے تو وہ مستاجر کا ہوگا۔ (ت)

رہی صورت نہم ظاہر ہے کہ اس میں مِلک اجیر ہے۔

اقول اور اس پر تقریر دلیل یُوں کہ یہ اجیر نہ بیان مدّت کے ساتھ اپنے منافع بیچ چکا ہے کہ اس وقت میں اُس کا کام خواہی نخواہی آمر کے لئے ہو نہ شئی کی تعیین ہُوئی کہ بوجہ قبول اُس کا پابند ہو تو وہ اپنی آزادی پر ہے کیا ضرور ہے کہ اس وقت جو اُس نے لیا بربنائے اجارہ بغرض مستاجر لیا ہو نہ وہ مقر ہے نہ ہشتم کی طرح کوئی دلیل ظاہر ہے لہذا مِلک اجیر ہی ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

اقول ویتراأی لی ان مثل الاستیلاء عند الفقہاء کمثل الشراء مھما وجد نفاذا انفذ فاذا وکلہ بشراء عبد والموکل لم یعین العبد ولا الوکیل اضاف الیہ العقد ولا وقع من مالہ النقد ولا اقرانہ شراہ لہ فانہ یکون للشاری لالمن وکلہ والمسألۃ فی الھدایۃ والدر وعامۃ الاسفار الغر فالتوقیت ھھنا کالاضافۃ ثمہ لانتقال فعلہ الی الاٰمر کما مر والاحراز بظرفہ کالنقد من مالہ والاقرار الاقرار والتعیین التعیین واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔ | اور مجھ پر یہ ظاہر ہوا ہے کہ استیلاء کی مثال فقہاء کے نزدیک شراء کی سی ہے جب نفاذ پایا جائیگا اس کو نافذ کردیا جائیگا۔ اب کسی نے کسی شخص کو غلام خریدنے کے لیے کہا اور موکل نے غلام کی تعیین کی اور نہ وکیل نے عقد کو اس کی طرف مضاف کیا اور نہ اس کے مال سے ادائیگی کی اور نہ یہ کہا کہ اُس نے اس کے لیے خریدا ہے، تو یہ غلام خریدنے والے کا ہوگا نہ کہ حکم دینے والے کا، یہ مسئلہ ہدایہ، در اور عام کتب میں مذکور ہے، تو یہاں توقیت کی حیثیت وہاں اضافت کی طرح ہے کیونکہ اس کا فعل آمر کی طرف منتقل ہوتا ہے، اور اُس کے ظرف کا حاصل کرلینا اس کے مال سے ادائیگی کی طرح ہے اور یہ اقرار اس اقرار کی طرح اور یہ تعیین اس تعیین کی طرح ہے واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

بالجملہ یہ نو صورتیں ہیں جن میں سے چار میں وُہ شے مباح لینے والے کی مِلک ہے اور پانچ میں دوسرے کی۔ یہ جبکہ لینے والا حُر ہو ورنہ مملوک کسی شے کا مالک نہیں ہوتا اس کا جو کچھ ہے اس کے مولٰی کا ہے ھذا

---

[1] جامع الصغار مع جامع الفصولین مسائل الکراہیۃ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/۱۴۸

Marfat.com

واحتشاش واصطیاد واستقاء وسائر مباحات لتضمنها الوکالۃ والتوکیل فی اخذ المباح لا یصح وما حصله احدهما فله وما حصلاه معا فلهما نصفین ان لم یعلم ما لکل وما حصله احدهما باعانة صاحبه فله ولصاحبه اجر مثله[1] اھ فکتب رحمه الله تعالٰی علٰی قوله وما حصلاه فلهما یؤخذ من هذا ما افتی به فی الخیریة لو اجتمع اخوة یعملون فی ترکة ابیهم ونما المال فهو بینهم سویة ولو اختلفوا فی العمل والرأی اھ قال ثم هذا فی غیر الابن مع ابیه لما فی القنیة الاب وابنه یکتسبان فی صنعة واحدة ولم یکن لهما شیئ فالکسب کله للاب ان کان الابن فی عیاله لکونه معینا له[2] اھ

گفتگو سے ختم ہو گئے، دُرّ اور تنویر میں ہے لکڑیاں اکٹھی کرنے، گھاس جمع کرنے، شکار کرنے اور پانی بھرنے میں شرکت جائز نہیں، اور یہی حال دوسری مباحات کا ہے کیونکہ یہ وکالت کو متضمن ہے اور مباح کے لینے میں توکیل جائز نہیں، دو میں سے کسی ایک نے جو حاصل کیا وُہ اسی کا ہوگا اور جو دونوں نے مل کر حاصل کیا ہو تو وہ آدھا آدھا ہے، اگر یہ معلوم نہ ہو کہ کس نے کتنا لیا تھا اور جو کچھ ایک نے اپنے ساتھی کی مدد سے لیا وہ اُسی ایک کا ہوگا اور ساتھی کو اجر مثل ملے گا اھ تو انہوں نے اسکے قول وما حصلاہ فلھما پر لکھا ہے اس سے معلوم ہوا کہ خیریہ میں جو فتوٰی ہے وہ اسی سے ماخوذ ہے اگر کچھ بھائی مل کر اپنے باپ کے ترکہ میں کام کریں، اور پھر کچھ مال حاصل ہُوا تو وہ ان کے درمیان برابری کی بنیاد پر تقسیم ہوگا خواہ عمل اور رائے میں اختلاف ہی کیوں نہ رہا ہو اھ فرمایا یہ حکم اُس صورت میں نہیں ہے جبکہ بیٹا باپ کے ساتھ مصروفِ عمل ہو، کیونکہ قنیہ میں ہے اگر باپ بیٹا ایک ہی صنعت میں کام کرتے ہوں اور اُن کے پاس اس کے علاوہ کچھ نہ ہو تو کل کمائی باپ کی شمار ہوگی بشرطیکہ بیٹا باپ کے عیال میں ہو، کیونکہ وہ اس کا مددگار رہے اھ (ت)

اقول فایراده هذا الفرع فی هذا المبحث ربما یوهم ان لو اجتمع رجل وابنه فی عیاله فی تحصیل مباح کان کله للاب ویجعل الابن معینا له ولیس کذلك فان الشرع المطهر جعل فی المباح

میں کہتا ہوں ان کا اِس فرع کو اس بحث میں لانا یہ وہم پیدا کرتا ہے اگر بیٹا باپ کے عیال میں ہو اور باپ بیٹا کسی مباح چیز کے حاصل ہونے میں مل کر کام کریں تو حاصل شدہ چیز پوری کی پوری باپ کی ہوگی اور بیٹا اُس کا مددگار قرار پائے گا،

---

[1] الدر المختار شرکت فاسدۃ مجتبائی دہلی ١/٣٧٤

[2] ردالمحتار " البابی مصر ٣/٣٨٣

Marfat.com

جامع الفصولین میں فوائد امام ظہیر الدین سے ہے :

لوکان الاب فی فلاۃ ولہ مال فاحتاج الٰی طعام ولدہ اکلہ بقیمتہ لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الاب احق بمال ولدہ اذا احتاج الیہ بالمعروف والمعروف ان یتناولہ بغیر شیئ لوفقیرا والا فبقیمتہ[1]۔

اگر باپ جنگل میں ہو اور اس کے پاس مال ہو اور پھر اس کو اپنے بیٹے کا مال کھانے کی ضرورت لاحق ہو تو وہ اس کی قیمت دے کر کھا سکتا ہے اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ باپ کو اپنے بیٹے کے مال کا معروف طریقہ کے مطابق زیادہ حق ہے اور معروف طریقہ یہی ہے کہ بلاقیمت استعمال کرے اگر فقیر ہو، ورنہ قیمت کے ساتھ استعمال کرے۔ (ت)

مگر اس اجازت سے احکام مذکورۂ استیلا میں کوئی تغیر نہ ہوا کہ ملک نابالغ ہی کی قرار پائی۔ ماں باپ کو قیمتاً یا مفت اس میں تصرف کی اجازت کچھ اسی مال استیلاء سے خاص نہیں صبی کی ہر ملک میں ہے۔

دوم فقیر والدین کی طرح غنی ماں باپ کو بھی بچہ سے ایسی خدمت لینے کا حق ہے اور وہ یانی روا کہ عرف و رواج مطلق ہے یہ امام محمد سے ایک روایت ہے ذخیرہ اور اس کے ساتھ کی کتابوں میں بعد عبارت مذکورہ ہے : وعن محمد یحل لھما ولوغنیین للعروف والعادۃ[2]۔ (محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ان دونوں کے لیے حلال ہے اگرچہ دونوں غنی ہوں کیونکہ عرف اور عادت کا اعتبار ہے۔ ت)

اقول اس تقدیر پر ظاہر یہ ہوتا کہ جو مباح صبی نے فرمائش والدین سے لیا اس کے مالک والدین ہی ٹھہریں ورنہ بحالِ غنا ان کو تصرف ناروا ہوتا قال تعالٰی من کان غنیا فلیستعفف[3] (اللہ تعالٰی کا فرمان ہے جسے حاجت نہ ہو وہ بچتا رہے۔ ت) تو یہ روایت صور نُہ گانۂ استیلائے صورت سوم کے حکم میں والدین کا استثناء کرتی مگر امام محمد ہی سے ایسی ہی نادرہ روایت آئی ہے کہ اگر بچہ کھانے پینے کی چیز اپنے ماں باپ کو ہدیۃً دے تو وہ والدین کے لئے مباح ہے تو یہ روایت بھی احکامِ مذکورہ پر کچھ اثر نہ ڈالے گی کہ مالک صبی ہی ٹھہرا۔ جامع احکام الصغار میں ہے :

فی ھبۃ فتاوی القاضی ظھیر الدین

قاضی ظہیر الدین کے فتاوٰی کی ہبہ کی بحث میں ہے

---

[1] جامع الفصولین الفصل السابع والعشرون اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۱۹

[2] ردالمحتار فصل فی الشرب مصطفی البابی مصر ۵/۳۱۲

[3] القرآن ۴/۶

Marfat.com

اثار احد صیدا وجاء به علی الاٰخر فاخذہ کان للاٰخذ وما احسن وابعد عن الایہام عبارۃ الھدایۃ حیث قال وان عمل احدھما واعانہ الاٰخر فی عملہ بان قلعہ احدھما وجمعہ الاٰخر او قلعہ وجمعہ وحملہ الاٰخر فللمعین اجر المثل[1]

پانی نکالے اور جب ڈول کنویں کے دہانے تک آجائے تو دوسرا شخص نکال کر رکھ دے۔ اس صورت میں ملک دوسرے کی ہوگی، اسی طرح کسی نے شکار کو ہنکایا اور دوسرے شخص کے قریب آیا اور دوسرے شخص نے پکڑ لیا، تو جس نے پکڑا اسی کا ہوگا۔ مگر ہدایہ کی عبارت ہر قسم کے وہم سے پاک صاف ہے اس میں ہے کہ اگر عمل ایک نے کیا اور دوسرے نے اس عمل میں معاونت کی، مثلاً یہ کہ درخت ایک شخص نے اکھاڑے اور دوسرے نے جمع کئے یا اکھاڑے اور جمع کئے لیکن اٹھائے دوسرے نے، تو مددگار کو اجر مثل ملے گا۔ (ت)

دوم کہ نص محرر المذہب سے مروی نظر ظاہر گمان کرے گی کہ بہت کتب معتمدہ مشہورہ نے اُس پر اعتماد کیا فتاوٰی اہل سمرقند پھر فتاوٰی خلاصہ میں اُس کے حوالہ سے ہے:

رجل وھب للصغیر شیئاً من الماکول یباح للوالدین ان یأکلا منہ کذا روی عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی۔[2]

اگر کسی شخص نے بچے کو کھانے کی چیز ہبہ کی تو اس کے والدین کے لیے وہ چیز بھی کھانا جائز ہے محمد رحمہ اللہ سے یہی مروی ہے۔ (ت)

وجیز کردری میں ہے:

وھب للصغیر من الماکول شیئاً یباح للوالدین ان یاکلاہ۔[3]

اگر کسی شخص نے بچے کو کھانے کی چیز ہبہ کی تو اس کے والدین کو اس چیز کا کھانا صحیح ہے۔ (ت)

فتاوٰی سراجیہ میں ہے:

اذا وھب الصبی شیئاً من الماکول قال محمد رحمہ اللہ تعالٰی مباح لوالدیہ ان یأکلا منہ وقال اکثر مشایخ

اگر کسی نے بچہ کو کھانے کی کوئی چیز ہبہ کی تو محمد نے فرمایا اسکے والدین کے لیے اس میں سے کھانا مباح ہے اور بخارٰی کے اکثر مشائخ نے فرمایا

---

[1] الھدایۃ فصل فی الشرکۃ الفاسدۃ جزء ثانی المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/ ۶۱۴

[2] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الھبۃ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۴۰۰

[3] فتاوٰی بزازیۃ مع الھندیۃ کتاب الھبۃ پشاور ۶/ ۲۳۷

Marfat.com

اول کو دو سید علامہ طحطاوی و شامی نے نقل کرکے فرمایا اس میں حرج عظیم ہے اور واقعی حرج ہے اور حرج نص قرآنی سے مدفوع ہے،

وحاول ش ان یوھنه بالدلیل فنازعه بان للاب ان یستخدم ولده قال فی جامع الفصولین وللاب ان یعیر ولده الصغیر لیخدم استاذہ لتعلیم الحرفة وللاب او الجد او الوصی استعماله بلاعوض بطریق التھذیب والریاضة اھ[1] قال الا ان یقال لایلزم من ذٰلك عدم ملکه لذلك الماء المباح وان امرہ به ابوہ واللّٰه تعالٰی اعلم اھ[2]

اور ش نے اس کو دلیل کے ذریعہ کمزور دکھانے کی کوشش کی اور فرمایا کہ باپ کو تو ویسے بھی حق ہے کہ بلامعاوضہ بیٹے سے کام لے۔ جامع الفصولین میں فرمایا کہ باپ اپنے چھوٹے بیٹے کو استاد کی خدمت کے لیے متعین کرسکتا ہے تاکہ استاد اس کو صنعت حرفت سکھائے، اور باپ دادا اور وصی بچے سے کام لے سکتے ہیں تاکہ اس کو ادب و تہذیب سکھائیں اور اس کو کام کرنے کی عادت ہو اھ فرمایا مگر اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ پانی کا مالک نہیں ہوگا، خواہ اس نے اپنے باپ کے حکم سے پانی لیا ہو واللّٰه تعالٰی اعلم۔ (ت)

اقول الجواب[3] صحیح نظیف ماکان یستاھل التزییف بل کان واضحا[4] من قبل فلم یکن للسؤال محل بل السؤال[5] ساقط من رأسه فھم لاینکرون جواز الاستخدام للاب لکن ذٰلك حیث یصح ویتحقق فان الشیئ انما یجوز بعد ما یصح والباطل لا وجود له وقد علمت انه فی الاعیان المباحة باطل وبه انکشف ایھامان وقعا فی کلامه فی کتاب الشرکة حیث کان فی التنویر والدر[6] لاتصح شرکة فی احتطاب

میں کہتا ہوں، جواب بالکل درست ہے اس کو ضعیف قرار دینا درست نہ ہوگا' بلکہ پہلے سے واضح تھا' تو سوال کی گنجائش ہی نہ تھی، بلکہ سوال کی بنیاد ہی ساقط ہے، کیونکہ مشائخ اس امر کا انکار نہیں کرتے ہیں کہ باپ بیٹے سے خدمت لے سکتا ہے' لیکن یہ صرف اسی صورت میں ہے جبکہ متحقق ہو اور صحیح ہو، کیونکہ شئے اسی وقت جائز ہوتی ہے جبکہ صحیح ہو اور باطل کا کوئی وجود نہیں ہوتا اور آپ جان چکے ہیں کہ یہ اعیان مباحہ میں باطل ہے، ان کی کتاب کی کتاب الشرکہ میں دو وہم تھے وہ بھی اس

---

[1] ردالمحتار فصل فی الشرب البابی مصر ۵/۳۱۲

[2] ایضاً

بقول اصحاب الامام اذا لم یوجد عنه قول ولایوافیہ قول المشایخ وان کثروا کما ذکرنا فصوصه فی رسالتنا اجلی الاعلام بان الفتوی مطلقا علی قول الامام لاسیما وقد عبرہ بقال محمد والافلیس فی السراجیة قیل کما اسمعناك نصها۔

اخذ کیا ہے کہ امام کے اصحاب کے قول پر اس وقت عمل ہوگا جب امام کوئی قول نہ پایا جائے اور امام کے قول کے ہمسر مشائخ کے اقوال نہیں ہوسکتے ہیں خواہ وہ کتنے ہی زیادہ ہوں اسکے نصوص ہم نے اپنے رسالہ اجلی الاعلام بان الفتوی مطلقا علی قول الامام میں ذکر کئے ہیں خاص طور پر انہوں نے اس کو "قال محمد" سے تعبیر کیا ہے ورنہ سراجیہ میں قیل نہیں ہے جیسا کہ ہم نے اس کی نص ذکر کی ہے۔ (ت)

"تاتارخانیہ پھر ردالمحتار میں ہے :

روی عن محمد نصا انه یباح وفی الذخیرة واکثر مشایخ بخاری علی انه لایباح[1]۔

محمد سے مروی ہے بطور نص کہ یہ مباح ہے اور ذخیرہ میں ہے کہ اکثر مشائخ بخاری اس پر ہیں کہ مباح نہیں۔ (ت)

اسی طرح جواہر اخلاطی وہندیہ میں ہے جامع الصغار کی عبارت اوپر گزری۔

اقول مگر نظر دقیق حاکم ہے کہ دونوں روایتیں اگرچہ امام محرر المذہب رحمہ اللہ تعالٰی سے ہیں لیکن اس روایت اور ان عبارات کو اس روایت سے علاقہ نہیں یہاں وہ شے ملک صبی نہیں بلکہ دوسرے نے صبی کے نام ہدیہ بھیجی ہے اور عادت فاشیہ جاری ہے کہ کھانے پینے کی تھوڑی چیز بچوں ہی کے نام کرکے بھیجتے ہیں اور مقصود ماں باپ کو دینا ہوتا ہے اور یہ توقطعًا نہیں ہوتا کہ ماں باپ پر حرام سمجھتے ہوں اس عرف کا انتشار تام و عام دیکھ کر مطلق حکم فرمایا یا کہیں تفصیل و توضیح فرمادی۔ فتاوٰی سمرقند پھر تاتارخانیہ پھر شامیہ نیز کتاب التجنیس و المزید پھر جامع الصغار میں ہے :

اذا اھدی الفواکه الی الصبی الصغیر یحل للاب والام الاکل اذا ارید بذلك برالاب والام لکن اھدی الی الصغیر استصغار اللھدیة[2]۔

جب چھوٹے بچے کو کسی نے میوہ جات ہدیہ کئے تو اس کے ماں باپ کو اس میں سے کھانا جائز ہے بشرطیکہ اس ہدیہ کا مقصد ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک ہو اور بچہ کو محض اس لیے ہدیہ کیا گیا ہو کہ ہدیہ کو چھوٹا سمجھا گیا ہو۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الہبۃ مصطفی البابی مصر ۴/۵۷۲

[2] جامع الصغار مع الفصولین الکراہیۃ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/۱۴۶

Marfat.com

سبب الملك الاستیلاء فمن استولی فھو المالك ولا ینتقل الملك الی غیرہ الا بوجہ شرعی کھبۃ و بیع ولا ینسب اخذہ لغیرہ الا بوجہ شرعی ککونہ عبدہ او اجیرہ علیہ اما الاعانۃ مجانا فھی الخدمۃ وقد علمت بطلان الاستخدام فی تلك الاعیان وکتب علی قولہ باعانۃ صاحبہ سواء کانت الاعانۃ بعمل کما اذا اعانہ فی الجمع و القلع او الربط او الحمل او غیرہ او بالۃ کما لو دفع لہ بغلا او راویۃ لیستقی علیھا او شبکۃ لیصید بھا حموی وقھستانی ط اھ[1]

حالاں کہ بات یہ نہیں ہے کیونکہ شریعت نے مباح اشیاء میں ملک کا سبب استیلاء کو قرار دیا ہے تو جو بھی کسی مباح پر قابض ہوجائے وہی مالک ہے اور دوسرے کی طرف اب اس کی ملک شرعی طریقوں سے ہی منتقل ہوسکتی ہے جیسے ہبہ اور بیع وغیرہ اور اس کا لینا اس کے غیر کی طرف صرف شرعی سبب سے ہی منسوب ہوگا، مثلاً یہ کہ وہ اس کا غلام ہو، یا مزدور ہو، اور مفت کی اعانت تو یہ خدمت ہے، اور یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ مباح چیزوں میں خدمت لینا باطل ہے، اور "باعانۃ صاحبہ" پر لکھا کہ عام ازیں اعانت عملی ہو، جیسے کسی چیز کے جمع کرنے، اکھاڑنے، باندھنے، اٹھانے وغیرہ میں مدد کرے، یا آلہ کے ذریعہ مدد ہو جیسے اس کو خچر دیا، پانی بھرنے کا بڑا ڈول دیا یا شکار کے لئے جال دیا، حموی و قہستانی ط اھ (ت)

اقول فلا یتوھمن منہ[1] الاعانۃ فی قلع الحطب بان یقلع البعض ھذا او البعض ھذا لانہ ھو تحصیلھما[2] بل المعنی انہ وضع یدہ مع یدہ فی القلع حتی ضعف تعلقہ فقلعہ المعان او عمل ھذا اولا و ترکہ قبل ان ینقلع ثم عمل ذالك فقلعہ یکون الاول معینا و الملك للقالع کمن[3] استقی من بئر فاذا دنا الدلو من راسہ اخرجھا و نحاھا عن راس البئر غیرہ فان الملك للثانی و کذلك اذا

میں کہتا ہوں اس سے یہ وہم پیدا نہ ہو کہ لکڑیاں اکھاڑنے میں مدد دینا بھی اسی طرح ہے، مثلاً بعض لوگ اس طرف سے اور بعض اُس طرف سے لکڑیاں اکھاڑیں اس لیے یہ اُن دونوں کا حاصل کرنا ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں ایک ہی لکڑی پر ہاتھ رکھیں اور دونوں ایک ساتھ اس کو اکھاڑیں، یا یہ کہ پہلے ایک شخص نے ایک درخت پر زور آزمائی کی اور ہٹ گیا پھر دوسرے نے زور آزمائی کی اور اس کو اکھاڑ لیا، تو پہلا مددگار قرار پائے گا اور ملک اکھاڑنے والے کی ہوگی، جیسے کوئی شخص ڈول بھر کر کنویں سے

---

[1] رد المحتار شرکت فاسدۃ البابی مصر ۳/۳۸۳

Marfat.com

والدلیل علیہ قولہ وشبہ ذلک بضیافۃ المأذون فالمأذون لایضیف[1] من مال نفسہ بل مولاہ ومولاہ انما اذن فی التجارۃ لکن العوائد قضت ان امثال الضیافات لابد منہا فی التجارات فکان اذنہ فی التجارۃ اذنا فیہا کذلک الصبی لایہدی من مال نفسہ بل مال المُہدی والمُہدی انما سمی الصبی لکن فشت العوائد ان امثال الہدایا لایمنع عنہا ابواہ فکان اہداؤہ الیہ اہداء الیہما۔

ان کا یہ قول ہے کہ اور یہ مشابہ ماذون کی ضیافت کے ہے کہ ماذون اپنے مال سے ضیافت نہیں کرتا ہے بلکہ اپنے مولیٰ کے مال سے کرتا ہے اور اس کے مولیٰ نے اس کو تجارت کی اجازت دی ہے، لیکن عرف میں یہ عادت ہے کہ تجارت میں اس قسم کی ضیافتیں ہوتی ہی رہتی ہیں، تو تجارت کی اجازت دینا ضیافت کی اجازت کے مترادف ہے، اسی طرح بچہ اپنے مال سے ہدیہ نہیں دیتا ہے بلکہ ہدیہ دینے والے کے مال سے ہی ہدیہ دیتا ہے اور ہدیہ دینے والے نے بچہ کا نام لیا مگر عام طور پر عادت یہ ہے کہ اس قسم کے ہدایا سے ماں باپ کو منع نہیں کیا جاتا ہے تو بچوں کو ہدیہ دینا ماں باپ کو ہدیہ دینا سمجھا جاتا ہے۔ (ت)

اقول والوجہ فیہ ان المأکولات مما یتسارع الیہا الفساد فیکون اذنا من المہدی لہما فی التناول دلالۃ وذلک بان یقع الملک لہما بخلاف ما یدخر فظہر اصابۃ البحر والدر فی قولہما افادان غیر المأکول لایباح لہما الا لحاجۃ[2] واندفع ما وقع للعلامۃ ش حیث قال بعد نقل ما مر عنہ عن التتارخانیۃ عن فتاوی سمرقند قلت وبہ یحصل التوفیق ویظہر ذلک بالقرائن وعلیہ فلا فرق بین المأکول وغیرہ بل غیرہ اظہر

میں کہتا ہوں کھانے پینے کی چیزیں عام طور پر جلدی گل سڑ جاتی ہیں تو ہدیہ دینے والے کی طرف سے والدین کو اشارۃً کھانے کی اجازت سمجھی جائے گی، اور اس طرح ملک والدین کے لیے ثابت ہوگی اور جو اشیاء جلد خراب ہونے والی نہیں ہیں ان کا یہ حکم نہیں ہے، تو بحر اور دُر کے قول کی صحت ظاہر ہوگئی ان کا قول ہے کہ جو چیزیں کھانے پینے کی نہیں ان کا استعمال والدین کے لیے جائز نہیں، ہاں حاجت کے وقت جائز ہے، اور علامہ ش کا اعتراض ختم ہوا انہوں نے تو وہ عبارت نقل کی جو تتارخانیہ، فتاوی سمرقند سے گزری، پھر فرمایا میں کہتا ہوں

---

[1] الدر المختار کتاب الہبۃ مجتبائی دہلی ۲/۱۶۰

[2] رد المحتار " مصطفی البابی مصر ۴/۵۷۲

Marfat.com

بخاری لا یحل اھ[1]

والدین کو کھانا حلال نہیں اھ (ت)

اقول وتفرد بتعبیر قال محمد فان عبارۃ العامۃ روی عنہ واللہ تعالٰی اعلم۔

میں کہتا ہوں "قال محمد" کی عبارت تنہا انہوں نے ہی استعمال کی ہے کیونکہ عام کتب کی عبارت یہ ہے کہ ان سے مروی ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

فتاوٰی ظہیریہ پھر غمز العیون میں ہے:

اذا اھدی للصغیر شیئ من الماکولات روی عن محمد انہ یباح لوالدیہ و شبہ ذلک بالضیافۃ واکثر مشایخ بخارا علی انہ لا یباح بغیر حاجۃ[2]

جب بچہ کو کسی نے کھانے کی چیزیں ہدیہ میں دیں، تو محمد سے مروی ہے کہ اس کے والدین کو ان کا کھانا مباح ہے اور یہ ضیافت کی طرح ہے اور بخاری کے اکثر مشائخ کا کہنا ہے کہ بغیر حاجت جائز نہیں۔ (ت)

بحر الرائق میں ہے:

یباح للوالدین ان یاکلا من الماکول الموھوب للصغیر کذا فی الخلاصۃ فافاد ان غیر الماکول لا یباح لھما الا عند الاحتیاج کما لا یخفی[3]

والدین کو بچہ کی موہوبہ چیز کا کھانا مباح ہے کذا فی الخلاصہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر ماکول کو استعمال میں لانا مباح نہیں، ہاں ضرورۃً جائز ہے کما لا یخفی۔ (ت)

درمختار میں ہے:

وفیھا ای فی السراجیۃ یباح لوالدیہ ان یاکلا من ماکول وھب لہ وقیل لا انتھی فافاد ان غیر الماکول لا یباح لھما الا لحاجۃ اھ[4]

سراجیہ میں ہے بچہ کے والدین کو مباح ہے کہ بچہ کو ہدیہ کی گئی چیز سے کھائیں اور ایک قول ہے کہ جائز نہیں انتہی، اس سے معلوم ہوا کہ غیر ماکول سے بلاحاجۃ استفادہ جائز نہیں اھ (ت)

اقول وکانہ اخذہ من ان العمل

میں کہتا ہوں شاید انہوں نے یہ فتوٰی اس اصول سے

---

[1] فتاوٰی سراجیۃ　مسائل متفرقۃ من ہبۃ　لکھنؤ　ص ۹۶

[2] جامع الصغار مع الفصولین　الکراھیۃ　اسلامی کتب خانہ کراچی　۱/۱۴۶

[3] بحر الرائق　کتاب الھبۃ　سعید کمپنی کراچی　۲/۲۸۸

[4] الدر المختار　"　مجتبائی دہلی　۲/۱۶۰

Marfat.com

فی اموال الصغار فجوازہ فی اموال الکبار اولٰی ھذا لفظہ فاحفظہ فانہ نافع وحجۃ علی کثیر من المتعصبین فی زماننا[1] اھ

برابر کار کھیں، پھر اس میں کوئی کراہت نہیں کہ ان میں سے کوئی زائد کھالے کیونکہ یہ چیز جب بچوں کے مال میں جائز ہے تو بڑوں کے اموال میں بطور اولٰی جائز ہے، یہ ان کے الفاظ ہیں ان کو بخوبی یاد رکھیں، یہ مفید بھی ہیں اور ہمارے عہد کے بہت سے متعصبین پر حجت بھی ہیں اھ (ت)

اقول فاذن مافی جامع الصغار عن فتاوٰی رشید الدین من باب دعوی الاب والوصی لو لم تکن الام محتاجۃ الی مالہ ولکن خلطت مالھا بمال الولد واشترت الطعام واکلت مع الصغیر ان اکلت مازاد علی حصتھا لایجوز لانھا اکلت مال الیتیم[2] اھ معناہ الزیادۃ المتبینۃ ففی جامع الرموز عن الباب المذکور من الفتاوی المزبورۃ قبیل ھذا صبی یحصل المال ویدفع الی امہ والام تنفق علی الصبی وتأکل معہ قلیلا نحو لقمۃ او لقمتین من غیر زیادۃ لایکرہ[3]۔

میں کہتا ہوں، تو جامع الصغار میں فتاوٰی رشید الدین سے (دعوی الاب والوصی میں) جو منقول ہے اگر ماں بچہ کے مال کی محتاج نہ ہو، لیکن اس نے بچہ کا مال اپنے مال کے ساتھ ملاکر کھانا خریدا اور بچہ کے ساتھ کھایا تو اگر اپنے حصہ سے زیادہ کھایا تو جائز نہیں کیونکہ اس نے یتیم کا مال کھایا اھ اس سے مراد یہ ہے کہ اتنی زیادتی جو بالکل واضح اور ظاہر ہو، اسی فتاوٰی کے مذکور باب سے جامع الرموز میں منقول ہے، اس سے کچھ ہی پہلے کہ ایک بچہ ہے جو مال لاتا ہے اور ماں کو دیتا رہتا ہے اور ماں اس پر خرچ کرتی رہتی ہے اور لقمہ دو لقمہ خود بھی اس کے ساتھ کھاتی رہتی ہے زیادہ نہیں، تو یہ مکروہ نہیں ہے۔ (ت)

صحیح مسلم شریف میں عبداللہ بن عباس سے ہے:

قال کنت العب مع الصبیان فجاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتواریت خلف

فرمایا میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا اتنے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں

---

[1] تفسیراتِ احمدیہ بیان اصلاح کریمی کتب خانہ بمبئی ص ۱۰۳

[2] جامع الصغار مسائل الکراہیۃ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/۱۴۸

[3] جامع الصغار مع جامع الفصولین مسائل الکراہیۃ 〃 ۱/۱۴۸

Marfat.com

ملتقط[1] پھر اشباہ[2] کی تعبیر اور احسن ہے جس سے اس عادت کا فاشیہ ہونا روشن ہے۔

حیث قالا اذا اھدی للصبی شئ وعلم انہ له فلیس للوالدین الاکل منه لغیر حاجة اھ[1]۔

انہوں نے فرمایا کہ جب بچہ کو کوئی چیز ہدیہ کی گئی ہو اور معلوم ہو کہ وہ صرف بچے کے لیے ہے تو والدین اس میں سے بلاحاجت نہیں کھا سکتے اھ (ت)

اقول بنی المنع علی علم انه للصغیر فافاد الاباحة اذا لم یعلم شئ رد الی العادة الفاشیة۔

میں کہتا ہوں والدین کے لیے اس کا استعمال جائز نہ ہونا اس شرط سے مشروط ہے کہ اُسے علم ہو کہ یہ بچہ کا ہے تو اس کا لازمی مطلب یہ ہے کہ جب علم نہ ہو تو مباح ہے عرف کا لحاظ رکھتے ہُوئے کہا گیا ہے۔ (ت)

امام ظہیر الدین نے اُن عبارات مطلقہ کی دلیل بیان فرما کر اس امر کا تصفیہ فرما دیا، ظہیریہ[3] پھر عالمگیریہ[9] میں ہے:

اھدی للصغیر الفواکه یحل لوالدیه اکلها لان الاھداء الیهما وذکر الصبی لاستصغار الھدیة اھ[2]۔

بچہ کو پھل ہدیہ کیے گئے تو اس کے والدین کو اُن کا کھانا جائز ہے کیونکہ ہدیہ دراصل والدین کو ہی تھا بچہ کے ہاتھ میں اس لیے دیا گیا کہ ہدیہ کو معمولی سمجھا گیا۔ (ت)

اقول ومن ھھنا ظھر ان ما تقدم عن جامع الصغار عن الظھیریة اذا اھدی الصغیر شیأ من الماکولات ان لم یکن عن نقله بالمعنی لان المسألة فی سائر الکتب فیما وھب شئ للصغیر وقد نقل عن الظھیریة نفسها فی الغمز بلفظ اذا اھدی للصغیر شئ کما سمعت فلیس مرادہ الا اھداؤہ مما اھدی الیه لا ان یبتدئ الصبی فیھدی من ملکه شیأ

میں کہتا ہوں اس سے معلوم ہوا کہ جو عبارت جامع صغیر سے ظہیریہ سے گزری کہ جب بچہ کھانے پینے کی کوئی چیز ہدیہ کرے، اگر یہ اس کی نقل بالمعنی نہیں ہے کیونکہ تمام کتب میں یہ مسئلہ اس طرح مذکور ہے کہ کوئی چیز بچہ کو ہبہ کی گئی اور خود ظہیریہ میں غمز سے ان الفاظ میں منقول ہے کہ جب بچہ کو کوئی چیز ہبہ کی گئی جیسا کہ تم نے سنا، تو ان کی مراد یہ ہے کہ بچہ اس چیز سے ہدیہ کرے جو اس کو ہدیہ کی گئی ہو، یہ نہیں کہ بچہ ابتداءً کرے اور اپنی ملک سے کچھ ہدیہ کرے، اور اس کی دلیل

---

[1] الاشباہ والنظائر احکام الصبیان ادارۃ القرآن کراچی ۲/۱۴۵

[2] فتاوٰی ہندیۃ الباب الثالث من الہبۃ پشاور ۴/۳۸۱

Marfat.com

بشراء شیئ لابعینه فان الوکیل یملکه قبل التوکیل وبعده واجاب فی العنایة ان معناه یملکه بدون امر الموکل بلا عقد وصورة النقض لیست کذلك فانه لا یملکه الا بالشراء اھ[1]

کا ایجاد کرنا ہے اور وہ یہاں درست نہیں ہے کیونکہ وہ اس کی تملیک کے بغیر ہی مباح کو لے سکتا ہے اور اس پر یہ نقض ہے کہ کسی کو غیر معین چیز کے خریدنے کا وکیل بنایا، کیونکہ وکیل تو توکیل سے پہلے اور اس کے بعد بھی اس کا مالک ہے۔ اور عنایہ میں اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کا مالک ہے موکل کے حکم کے بغیر، اور بغیر عقد کے۔ اور نقض کی صورت یہ نہیں ہے، کیونکہ وُہ خریدے بغیر اس کا مالک نہیں ہے اھ (ت)

اقول رحمك الله تعالٰی لیس المراد ملك العین بل ولایة ذلك الفعل کالاخذ ثمه والشراء ھھنا وھو لا یملکه بالعقد بل العقد ناشئ عن ملکه ثم رأیت سعدی افندی اومأ الیه اذ قال فیه تأمل فان الموکل به ھو الشراء فالوکیل یملکه فلا یندفع النقض اھ[2] والصواب فی الجواب انه لم یکن له من قبل ولایة ان یشغل ذمة الموکل بالثمن وردّه المحقق فی الفتح بان حاصل ھذا ان التوکیل بما یوجب حقا علی الموکل یتوقف علی اثباته الولایة علیه فی ذلك والکلام فی التوکیل بخلافه اھ[3] ای باخذ المباح فانه لا یثبت فیه حق علی الموکل۔

میں کہتا ہوں اس سے مراد ملکِ عین نہیں ہے، بلکہ اُس کام کے کرنے کا اختیار ہے جیسے وہاں لینا اور یہاں خریدنا، اور وُہ عقد کی وجہ سے اس کا مالک نہیں، بلکہ عقد تو خود اس کی مِلک سے پیدا ہوتا ہے پھر میں نے دیکھا کہ سعدی افندی نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے وہ فرماتے ہیں اس میں تامل ہے، کیونکہ جس چیز کا وکیل بنایا ہے وہ "شراء" ہے تو وکیل اس کا مالک ہے، تو نقض مرتفع نہ ہوگا اھ تو اس کا صحیح جواب یہ ہوگا کہ موکل کو پہلے یہ ولایت حاصل نہ تھی کہ وہ موکل کے ذمہ کو ثمن کے ساتھ مشغول رکھے، اور محقق نے اس کا فتح میں رد کیا ہے، اور فرمایا ہے کہ اس کا خلاصہ یہ ہوا کہ ایسی چیز کی توکیل جو موکل پر حق ثابت کرے اس امر پر موقوف ہے کہ وہ اس پر ولایت کو ثابت کرے اور گفتگو توکیل میں اس کے برخلاف ہے اھ یعنی مباح کے لینے میں، کیونکہ اس میں موکل پر حق ثابت نہیں ہوتا۔ (ت)

---

[1] عنایہ مع الفتح القدیر الشرکۃ الفاسدۃ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۴۰۹
[2] حاشیہ چلپی " " "
[3] فتح القدیر " " ۵/۴۱۰

Marfat.com

ای فان ارادة الولد بهبة المأکول اظهر واکثر فاذا ساغ الاکل ثمه عند عدم دلیل یقضی باختصاص الهدیة بالولد فهذا اولی وقد عرفت الجواب وباللّٰہ التوفیق۔

اس سے موافقت ظاہر ہوگئی اور یہ قرائن سے ظاہر ہوتا ہے، اور اس لحاظ سے اس میں ماکول اور غیر ماکول کا کوئی فرق نہیں بلکہ اس کا غیر اظہر ہے اھ یعنی ماکول کے ہبہ سے بچہ کا ارادہ اظہر ہے اور اکثر ہے تو جب وہاں کھانا جائز ہوا کسی ایسی دلیل کے نہ ہونے کے وقت جو ہدیہ کے بچہ کے ساتھ مختص ہونے کا تقاضا کرتی ہو تو یہ اولیٰ ہے اور آپ کو اس کا جواب مل چکا ہے وباللّٰہ التوفیق۔ (ت)

بالجملہ یہ روایات غیر ملک صبی میں ہیں اور یہاں کلام ملکِ صبی میں کہ مباح پانی بلاشبہ بھرنے والے کی ملک ہوگا جبکہ بروجہ اجارہ نہ ہو اور صبی کی ملک والدین کو بے احتیاج حلال نہیں مقتضائے نظر فقہی تو یہ ہے۔

اقول وباللّٰہ التوفیق مگر شک نہیں کہ عرف وعادت اس کے خلاف ہے اور وُہ بھی دلائل شرعیہ سے ہے تو مناسب کہ اسے قلیل عفو قرار دیں جس پر قرآن وحدیث سے دلیل ہے قال اللّٰہ عزوجل:

ویسئلونك عن الیتمٰی قل اصلاح لهم خیر وان تخالطوهم فاخوانكم واللّٰه یعلم المفسد من المصلح[1]

اور وہ آپ سے یتیموں کی بابت پُوچھتے ہیں فرما دیجئے ان کی اصلاح بہتر ہے اور اگر تم ان کے ساتھ اپنا مال ملا کر کھاؤ وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللّٰہ مفسد کو مصلح سے جانتا ہے۔ (ت)

اس آیت میں احد التفسیرین پر یتیم کے ساتھ جواز مخالطت مال ہے اور ظاہر کہ بحال مخالطت کامل امتیاز قریب محال ہے تفسیرات احمدیہ میں ہے:

وفی الزاهدی قال ابن عباس رضی اللّٰه تعالٰی عنهما المخالطة ان تأکل من ثمرة ولبنه وقصعته وهویأکل من ثمرتك ولبنك وقصعتك والاٰیة تدل علی جواز المخالطة فی السفر والحضر یجعلون النفقة علی السواء ثم لا یکره ان یأکل احدهما اکثر لانه لما جاز

اور زاہدی میں ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ مخالطت یہ ہے کہ تم اس کے پھل اس کا دودھ اور اس کے پیالہ میں کھاؤ اور وہ بھی اسی طرح تمہارے ساتھ تمہارے پھل کھائے اور تمہارا دودھ پئے اور تمہارے پیالے میں کھائے اور یہ آیت مخالطت کے جواز پر دلالت کرتی ہے خواہ سفر میں ہو یا حضر میں ہو جبکہ نفقہ کو

---

[1] القرآن ۲/ ۲۲۰

Marfat.com

وان زعم انه اشتری لنفسه او الی مال نفسه فلنفسه او الی مطلق مال فلایهما نوی کان له فان لم تحضره النیة عند الشراء اوقال نویت لی وقال الموکل لی اوبالعکس حکم النقد فی الثانی بالاجماع وفی الاول عند ابی یوسف خلافا لمحمد فانه یجعله اذن للعاقد[1] ووقع فی ردالمحتار عکس هذا و هو سهو۔

نقد کا ہے، یعنی اگر عقد کو موکل کے مال کی طرف مضاف کیا تو خریدنا موکل کے لیے ہوا اگرچہ اس نے یہ گمان کیا کہ اُس نے اپنے لیے خریدا ہے، اور اگر اضافت خود اس کے مال کی طرف ہے تو خریدنا اس کے لیے ہوا، اور اگر مطلق مال کی طرف اضافت ہے تو دونوں میں سے جس کی نیت کی اس کے لیے ہوگا، اور اگر خریدنے کے وقت کوئی نیت ہی نہ تھی یا کہا کہ میں نے اپنے لیے نیت کی تھی اور موکل نے کہا کہ میرے لیے کی تھی یا بالعکس تو دوسرے میں بالاجماع نقد کو حکم بنایا جائیگا اور پہلے میں صرف ابو یوسف کے نزدیک ہوگا، امام محمد اس کو اس صورت میں عاقد کے لیے قرار دیتے ہیں، اور ردالمحتار میں اس کا برعکس کہا ہے اور یہ سہو ہے۔ (ت)

اقول وقدم قاضی خان قول ابی یوسف واخر فی الهدایة دلیله فافاد ترجیحه وقال فی البحر تحت قول الکنز ان کان بغیر عینه فالشراء للوکیل الا ان ینوی للموکل او یشتریه بماله مانصه ظاهر مافی الکتاب ترجیح قول محمد من انه عند عدم النیة یکون للوکیل لانه جعله للوکیل الا فی مسألتین[2] اھ ای النیة للموکل واضافة العقد الی ماله اذ هو المراد من الشراء بماله کما فی الهدایة فاذا لم یضف ولم ینو کان للعاقد کما هو

میں کہتا ہوں قاضی خان نے ابو یوسف کا قول مقدم کیا ہے اور ہدایہ میں اس کی دلیل کو موخر کیا ہے جس سے اس کی ترجیح معلوم ہوتی ہے، اور بحر نے کنز کے اس قول کے تحت فرمایا کہ اگر غیر معین چیز کے خریدنے کا وکیل بنایا تو شراء وکیل کے لیے ہے مگر یہ کہ موکل کی نیت کرلے یا اس کو اپنے مال سے خریدے۔ ان کی عبارت یہ ہے کتاب میں جو ہے اس سے بظاہر محمد کے قول کی ترجیح معلوم ہوتی ہے، یعنی یہ کہ نیت نہ ہونے کی صورت میں وہ شراء وکیل کے لیے ہوگی، کیونکہ انہوں نے شراء وکیل کے لئے ہی کی ہے سوائے دو مسئلوں کے اھ یعنی یہ کہ نیت

---

[1] عنایۃ مع فتح القدیر وکالۃ بالشراء سکھر ۷/۴۵

[2] بحر الرائق وکالۃ بالبیع والشراء سعید کمپنی کراچی ۷/۱۶۰

Marfat.com

باب فجاء فحطأنی حطأۃ وقال اذهب ادع لی معٰویہ۔[1]

ایک دروازہ کے پیچھے چھپ گیا تو آپ میرے پاس تشریف لائے اور میرے دونوں کندھوں کے درمیان اپنے ہاتھ سے (پیار سے) تھپکی دی اور کہا کہ معٰویہ کو بلا لاؤ۔ (ت)

امام نووی شرح میں فرماتے ہیں:

فیہ جواز ارسال صبی غیرہ ممن یدل علیہ فی مثل ھذا ولا یقال ھذا تصرف فی منفعۃ الصبی لان ھذا قدر یسیر ورد الشرع بالمسامحۃ فیہ للحاجۃ واطرد بہ العرف وعمل المسلمین۔[2]

اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے کے بچہ کو اس جیسے کام کے لیے بھی بھیجا جا سکتا ہے اور اس کا مطلب یہ نہ ہوگا کہ بچہ کی منفعت میں تصرف کیا کیونکہ یہ معمولی چیز ہے اور شریعت نے ضرورتاً اس قسم کی چیزوں کی اجازت دی ہے، اور عام طور پر مسلمانوں کا اس پر عمل ہے۔ (ت)

عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ نے حدیقہ ندیہ میں اسے مقرر رکھا۔

سوم میں امرا بوین کو اجارہ پر قیاس کیا۔

اقول اولاً یہ صحت توکیل کو چاہتا ہے اور اعیان مباحہ میں توکیل خلاف نصوص ہے وعلاوہ بوجوہ (اور انہوں نے اس کی کئی علتیں بیان کی ہیں)

الاول ان صحۃ التوکیل تعتمد صحۃ امر الموکل بما وکل بہ وصحۃ الامر تعتمد الولایۃ ولا ولایۃ للموکل علی المباح ونقض بالتوکیل بالشراء فان الموکل لا ولایۃ لہ علی المشری۔

اول: توکیل کی صحت کا دارومدار اس پر ہے کہ جو کام موکل نے وکیل کو سپرد کیا ہے وہ درست ہے اور اس کام کی صحت کا مدار ولایت پر ہے اور مباح کام پر موکل کو کوئی ولایت نہیں ہے اور اس پر توکیل بالشراء سے اعتراض وارد ہے، کیونکہ موکل کو خریدی جانے والی چیز پر کوئی ولایت حاصل نہیں ہے۔

والثانی ان التوکیل احداث ولایۃ للوکیل ولا یصح ھنا لانہ یملک اخذ المباح بدون تملیکہ ونقض بالتوکیل

دوم: توکیل کے معنی وکیل کے لیے ولایت

[1] حطأنی بحاء ثم طاء مھملتین وبعدھما ھمزۃ وھو الضرب بالید مبسوطۃ بین الکتفین اھ حدیقۃ ندیہ۔

حطأنی حا پھر طاء دونوں بغیر نکتہ کے اور ان کے بعد ہمزہ ہے، معنیٰ ہے دو کندھوں کے درمیان ہاتھ سے تھپکی دینا اھ حدیقہ ندیہ۔ (ت)

[1] صحیح لمسلم باب من لعنہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۲۵
[2] شرح للنووی " " " " " "

Marfat.com

(۳۳) وہ کہ مملوک غیر مباح سے بے اجازت لیا۔

(۳۴) وہ کہ اس سے با جازت لیا مگر مالک نے اسے ہبہ نہ کیا صرف بطورِ اباحت دیا۔

(۳۵) نابالغ خدمت گار نے آقا کے لیے نوکری کے وقت میں بھرا۔

(۳۶) خاص پانی ہی بھرنے پر اُس کا اجیر بتعین وقت تھا اُسی وقت میں بھرا۔

(۳۷) مستاجر نے پانی خاص معین کر دیا تھا مثلاً اس حوض یا تالاب کا کل پانی۔

اقول اور یہ تعین نہ ہوگا کہ اس حوض یا کنویں سے دس مشکیں کہ دس مشک باقی سے جدا نہیں جس کی تعیین ہو سکے۔

(۳۸) اس نے باذن ولی یہ مزدوری کی اور کہتا ہے کہ یہ پانی مستاجر کے لیے بھرا۔

(۳۹) اسی صورت میں اگرچہ زبان سے نہ کہا مگر اُس کے برتن میں بھرا۔

(۴۰) نابالغ کسی کا مملوک ہے ان نو صورتوں میں وہ نابالغ اُس پانی کا مالک ہی نہ ہوا پہلی تین صورتوں میں مالکِ آب کا ہے پھر ۳۵ سے ۳۹ تک پانچ صورتوں میں مستاجر کا۔ اخیر میں اگر باذنِ مولیٰ کسی کے لیے اجارہ پر بھرا اور وہی صورتیں مِلکِ مستاجر کی پائی گئیں تو پانی مستاجر کا ورنہ بہرحال اس کے مولےٰ کا یہاں تک کہ خاص اپنے لیے جو بھرا ہو وہ بھی مولیٰ ہی کی مِلک ہوگا۔ یہ پانی جس جس کی مِلک ہو اُسے تو جائز ہی ہیں اُس کی اجازت سے ہر شخص کو جائز ہیں جبکہ وہ عاقل بالغ مختار اجازت ہو بلکہ بحال انبساط اجازت لینے کی بھی حاجت نہیں مثلاً کسی کے نابالغ نوکر اجیر یا غلام نے پانی بھرا اس کے بھائی یا دوست جو اس کے ایسے مال میں تصرف کرتے اور وہ پسند رکھتا ہے اُس سے بے پُوچھے بھی نابالغ مذکور کا بھرا ہوا پانی اُس سے لے کر اپنے صرف میں لا سکتے بلکہ غلام سے مطلقاً اور اُس کے نوکر سے وقت نوکری میں بھروا سکتے ہیں کہ بہرحال اُس دوست کی مِلک میں تصرف ہے نہ نابالغ کی۔

(۴۱) نابالغ حُر کو مالکِ آب نے پانی تملیکاً دیا۔

(۴۲) حُر غیر اجیر نے آب مباح غیر مملوک سے اپنے لیے بھرا۔

(۴۳) دوسرے کے لیے بطور خود۔

(۴۴) اُس کی فرمائش سے بلا معاوضہ۔

(۴۵) اجیر کے آقا کے کہنے سے بھرا اگر اس کے یہاں کسی اور خاص کام کے لیے نوکر تھا جس میں پانی بھرنا داخل نہ تھا۔

(۴۶) داخل تھا جیسے خدمت گاری مگر نوکری کے وقتِ مقرر سے باہر بھروایا۔

Marfat.com

اقول هذا اعتراف بالمقصود فان التوکیل مطلقا اثبات ولایۃ للوکیل لم تکن من قبل ولا یوجد ھھنا فلا یصح التوکیل بہ بخلاف الشراء ولیس ان احداث الولایۃ مطلوب خصوصا فی التوکیل بما یوجب حقا علی الموکل حتی یقال لیس التوکیل باخذ المباح من ھذا الباب فلا یحتاج الی احداث الولایۃ۔

میں کہتا ہوں یہ مقصود کا اعتراف ہے کیونکہ توکیل مطلقاً وکیل کے لیے ولایت کا اثبات ہے، ایسی ولایت جو اس کو پہلے حاصل نہ تھی، اور وُہ یہاں پائی نہیں جاتی ہے، تو اس کی توکیل صحیح نہ ہوگی اور شراء میں یہ چیز نہیں ہے، اور ولایت کا ایجاد و احداث مطلوب نہیں ہے خاص طور پر اس توکیل میں، جو موکل پر کسی حق کو واجب کرتی ہو، اگر ایسا ہوتا تو کہا جا سکتا تھا کہ مباح کے لینے پر وکیل بنانا اس باب سے نہیں ہے، تو اس میں ولایت کی ایجاد کی حاجت نہیں ہے۔ (ت)

والثالث ان المقصود بالتوکیل نقل فعل الوکیل الی الموکل ولا یتحقق ھھنا فان الشرع جعل سبب ملك المباح سبق الید الیہ والسابقۃ ید الوکیل فیثبت الملك لہ ولا ینتقل الی الموکل الا بسبب جدید اشار الیہ المحقق۔

سوم: توکیل سے مقصود یہ ہے کہ وکیل کے فعل کو موکل کی طرف نقل کیا جائے اور یہ چیز یہاں متحقق نہیں کیونکہ شریعت نے مباح کی ملکیت کا سبب قبضہ میں پہل کو قرار دیا ہے، اور یہاں وکیل نے قبضہ میں پہل کی ہے تو ملك اس کے لیے ثابت ہوگی اور موکل کی طرف اسی وقت منتقل ہوگی جبکہ اس کا سبب جدید ہو، محقق نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ (ت)

ثانیاً یہ قیاس صحیح ہو تو صرف ظرف پر حکم نہ رہے بلکہ والدین کی نیت سے لینا ہی اُن کے لیے مثبت ملك ہو اگرچہ اُن کے ظرف میں نہ لے کہ مقیس علیہ اعنی اجارۂ مذکورہ میں حکم یہی ہے اصل مدار نیت پر ہے جبکہ نہ اجیر کا یہ وقت بکا ہے نہ شیئ معین ہے تو وہ اپنے لیے بھی لے سکتا ہے اور اپنے مستاجر کے لیے بھی جس کے لیے لے گا اُسی کی ملك ہوگی، ہاں اگر لیتے وقت کسی کی نیت نہ تھی یا وہ کہے میں نے اپنے لیے نیت کی تھی اور مستاجر کہے میرے لیے کی تھی تو اُس وقت ظرف پر فیصلہ رکھیں گے اُس کے ظرف میں لی تو اُس کے لیے ہے ورنہ اپنے لیے،

واصل ذلك الوکیل بشراء شیئ لا بعینہ الحکم فیہ للاضافۃ فان لم توجد فللنیۃ فان لم توجد او تخالفا فیھا فللنقد ای ان اضاف العقد الی مال الموکل فالشراء للموکل

اور اس کی اصل یہ مسئلہ ہے کہ کسی شخص کو غیر معین شیئ کے خریدنے کا وکیل بنایا تو اس میں حکم اضافت کا ہے، اگر اضافت نہ پائی گئی تو نیت معتبر ہوگی، اگر نیت بھی نہ پائی گئی یا دونوں میں اختلاف ہوا تو حکم

Marfat.com

من البئر لایملك بنفس ملاء الدلو حتی ینحیه عن رأس البئر[1] اھ وفی ردالمحتار لو احرزہ فی جرۃ او جب او حوض مسجد من نحاس او صفر او جص وانقطع جریان الماء فانه یملکه وانما عبر بالاحراز لا الاخذ اشارۃ الی انه لو ملأ الدلو من البئر و لم یبعدہ عن رأسها لم یملك عند الشیخین رضی اللہ تعالٰی عنهما اذ الاحراز جعل الشئ فی موضع حصین[2] اھ

کنویں سے پانی بھرتا ہے وہ محض ڈول کے بھرنے سے پانی کا مالک نہیں ہوجائے گا، اُس وقت مالک ہوگا جب اُس پانی کو کنویں کی منڈیر سے الگ کرکے رکھ دے اھ اور ردالمحتار میں ہے اگر کسی نے مٹکے یا مسجد کے حوض میں پانی جمع کیا، یہ حوض تانبے' پیتل یا گچ کا ہو' اور اس طرح پانی کا بہنا بند ہوگیا ہو تو وہ اس کا مالک ہوجائے گا، انہوں نے اس کو احراز سے تعبیر کیا' اخذ سے نہیں۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگر ڈول کنویں سے بھرا مگر وہاں سے ہٹایا نہیں تو شیخین کے نزدیک وہ اس کا مالک نہ ہوگا کیونکہ "احراز" کے معنی کسی چیز کو محفوظ جگہ پر رکھنے کے ہیں اھ (ت)۔

اقول فاذا لم یملکه کان باقیا علی اباحته فالذی غاہ ھو الذی احرز المباح فیملکه اھ

میں کہتا ہوں جب یہ شخص اس طرح اس کا مالک نہ ہوا تو پانی اپنی اباحت پر ہی باقی رہا، تو جس نے اس کو کنویں سے ایک طرف ہٹا کے رکھا اس نے اس کو محفوظ کیا تو وہی اس کا مالک ہوا۔ (ت)

تنبیہ ۳ بہشتیوں کے بچے اکثر کنویں پر پانی بھرتے ہیں لوگوں کی عادت ہے کہ ان سے وضو یا پینے کو لے لیتے ہیں یہ حرام ہے اور عوام کو اس میں ابتلائے عام ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اقول مگر یہاں ایک دقیقہ ہے یہ بچے داموں پر پانی بھرتے ہیں اور کہیں مشکیں مقرر ہوتی ہیں کہیں گھر کے برتن معین یہ شخص جس نے نابالغ بہشتی سے پانی لیا اگر وہ اس کے یہاں نہیں بھرتا تو اسے مطلقاً جائز نہیں اور اگر بھرتا ہے مگر یہ مشک جسے وہ بھر رہا تھا اور اُس کے ڈول سے پانی اس نے لیا دوسرے کے یہاں لے جائے گا تو ناجائز ہے اور اگر اسی کے یہاں لے جانے کو ہے مگر قرارداد برتنوں کا بھرنا ہے اور وہ پورے بھر دئے جائیں گے تو ناجائز ہے کہ یہ پانی اُس سے زائد ہے یونہی اگر مشکوں کا قرارداد ہے اور یہ مشک بھی اُسی سے پوری کی تو ناجائز ہے ہاں اگر یہ مشک اتنی خالی لی تو ایسا ہوا کہ اتنا پانی گھر پر نہ پہنچوایا یہیں لے لیا یا برتنوں کا قرارداد ہے اور اتنا خالی رکھنے کو کہہ دیا یا جس دوسرے کے یہاں یہ مشک لے جاتا ہے اُس سے

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب الاول من کتاب الشرب نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۹۲

[2] ردالمحتار فصل فی الشرب مصطفی البابی مصر ۵/۳۱۱

Marfat.com

مذہب محمد رحمہ اللہ تعالٰی۔ موکل کے لیے ہو اور اضافت اُس کے مال کی طرف ہو، اس لیے کہ اس کے مال سے خریدنے کا یہی مطلب ہے، جیسا کہ ہدایہ میں ہے، تو جب اضافت نہ کی اور نیت بھی نہ کی تو عاقد کے لیے ہوگی جیسا کہ محمد رحمہ اللہ تعالٰی کا مذہب ہے۔ (ت)

اقول لکن الامام ابا یوسف رحمہ اللہ تعالٰی انما حکم النقد لانہ دلیل النیۃ قال فی الھدایۃ عند ابی یوسف یحکم النقد لان مع تصادقھما یحتمل النیۃ للاٰمر وفیما قلنا حمل حالہ علی الصلاح کما فی حالۃ التکاذب[1] قال فی العنایۃ (یحتمل) انہ کان نوی للاٰمر ونسیہ (وفیما قلنا) یعنی تحکیم النقد (حمل حالہ علی الصلاح) لانہ اذا کان النقد من مال الموکل والشراء لہ کان غصبا (کما فی حالۃ التکاذب)[2] اھ فعلم ان تحکیم النقد داخل فی اعتبار النیۃ ولا یستغرب مثلہ فی ایجاز الکنز۔

میں کہتا ہوں، لیکن امام ابو یوسف نے نقد کو حکم بنایا کیونکہ وُہ نیت کی دلیل ہے۔ ہدایہ میں فرمایا ابو یوسف کے نزدیک نقد کو حکم بنایا جائیگا، کیونکہ اگر وہ دونوں اتفاق کرلیں تو احتمال ہے کہ نیت حکم دینے والے کی ہو، اور جو ہم نے کہا ہے اس میں اُس کے حال کو صلاح پر محمول کیا گیا ہے" جیسے کہ دونوں ایک دوسرے کو جھٹلانے کی صورت میں ہے، عنایہ میں فرمایا (احتمال ہے) کہ اُس نے حکم دینے والے کے لیے نیت کی ہو اور پھر بھُول گیا ہو (اور جو ہم نے کہا اُس میں) اس سے مراد نقد کو حکم بنانا ہے (اس کے حال کو صلاح پر محمول کرنا ہے) کیونکہ جب ادائیگی موکل کے مال سے ہو اور خریدنا اس کے لیے ہو تو یہ غصب ہوگا (جیسے کہ ایک دوسرے کو جھٹلانے کی صورت میں ہے) اھ تو معلوم ہوا کہ نقد کو حکم بنانا نیت کے اعتبار میں داخل ہے اور کنز کے ایجاز میں ایسی بات عجیب نہیں ہے۔ (ت)

بالجملہ قول سوم خلاف اصول و مخالف منقول ہے اور قول اول میں حرج بشدت اور دوم کہ نص محرر المذہب سے ماثور مؤید بعرف وکتاب وسنت لہذا فقیر اُسی کے اختیار میں اپنے رب عزوجل سے استخارہ کرتا ہے و باللہ التوفیق تو ثابت ہوا کہ احکام مذکورہ صور استیلاء میں نسبت ابوت و بنوت سے کوئی تغیر نہیں آتا جب یہ اصل بعونہ تعالٰی ممہد ہولی واضح ہُوا کہ نابالغ کا بھرا ہوا پانی ایک نہیں بہت سے پانی ہیں جن کا سلسلہ شماریوں ہے۔

(۳۲) وُہ پانی کہ نابالغ نے آب مملوک مباح سے لیا۔

---

[1] الھدایۃ وکالۃ بالبیع والشراء مطبع یوسفی لکھنؤ ۲/۱۸۳

[2] عنایۃ مع الفتح القدیر وکالۃ بالبیع والشراء نوریہ رضویہ سکھر ۷/۴۶

Marfat.com

بعضه فیه لا یحل لاحد ان یشرب من ذلك الحوض لان الماء الذی فی الکوز یصیر ملکا للاٰخذ فاذا اختلط بالماء المباح ولا یمکن التمییز لا یحل شربه۔[1]

سے پانی پئے کیونکہ حوض کا پانی لینے والے کی ملک ہوجاتا ہے تو جب یہ ملکِ مباح سے مل گیا اور اس میں تمیز ممکن نہیں تو اس کا پینا حلال نہ ہوگا۔[2] (ت)

علامہ طحطاوی وعلامہ شامی نے اسے نقل کرکے فرمایا اس حکم میں حرج عظیم ہے۔

اقول یہاں بہت استثنا وتنبیہات ہیں:

اول مراد آبِ مباح غیر مملوک ہے تو حکم نہ ہر حوض کو شامل نہ حوض سے خاص بلکہ کنوؤں کو بالعموم حاوی ہے کہ کنواں اگرچہ مملوک ہو اس کا پانی مملوک نہیں کما تقدم تحقیقہ (جیسا کہ اسکی تحقیق گزر چکی ہے۔ت) اور وہ حوض جس کا پانی مملوک ہے اُس کا مالک اگر عاقل بالغ ہے تو بچہ ہزار بار اس میں سے پانی بھر کر اس میں پلٹ دے کچھ حرج نہ آئے گا کہ مال جس کا تناول اس کے مالک نے مباح کیا ہو بعد اخذ تصرف بھی ملکِ مالک سے خارج نہیں ہوتا یہاں تک کہ دعوت کا کھانا کھاتے وقت بھی میزبان ہی کی ملک پر کھایا جاتا ہے تو بچہ اُس پانی کا مالک ہی نہ ہوگا اصل مالک کی ملک پر رہے گا اور ڈال دینے سے اُسی کی ملک میں جائیگا۔

دوم ہماری تحقیقاتِ بالا سے واضح ہوا کہ ہر مباح بھی مطلقاً آخذ کی ملک نہیں ہوجاتا تو پانی کو مباح و مملوک کو شامل لے کر وہی سترہ صورتیں یہاں بھی پیدا ہوں گی جو نابالغ کے بھرے ہوئے پانی میں گزریں نو صورتوں میں وُہ پانی اُس بھرنے والے کی ملک نہ ہوگا بلکہ اصل مالکِ آب یا مستاجر یا مولٰی کی ملک ہوگا وہ اگر عاقل یا

---

[1] ردالمحتار فصل فی الشرب مصطفی البابی مصر ۵/۲

[2] حکم کی شدت نے اس مسئلہ کو مشکل بنا دیا ہے کیونکہ عوام وخواص کے ابتلاء کی وجہ سے یہ حکم موجب حرج اور تنگی ہے جبکہ ابتلاءِ عوام داعی یسر وآسانی ہے اللہ تعالٰی بے حساب رحمتیں نازل فرمائے فقہاءِ کرام پر جنہوں نے اللہ تعالٰی کی مخلوق پر شفقت فرمائی اور ایسے پیچیدہ اور مشکل مسائل کو حل فرمایا جس سے عوام الناس کیلئے آسانی اور سہولت کی راہ ہموار ہوئی چنانچہ امام احمد رضا بریلوی (مصنف) نے اس مسئلہ کی شدت کو محسوس فرمایا اور انہوں نے فقہاءِ احناف کے اقوال کی روشنی میں اس کا حل صفحہ ۵۳۷ پر خود بیان فرمایا جس کا خلاصہ درج ذیل ہے مسئلہ مذکورہ اگرچہ جنابت وطہارت کا نہیں بلکہ اسکا تعلق حظر واباحت سے ہے، تاہم پاک پانی میں نجس پانی کے اختلاط کے مسئلہ میں فقہاءِ احناف کے بیان کردہ قواعد کی روشنی میں اسکو حل کیا جاسکتا ہے عراقی فقہاء نے پاک پانی میں نجس پانی گرنے سے متعلق فرمایا کہ بڑے حوض کے کثیر پانی میں جس جگہ نجس پانی گرا ہو اس جگہ کو چھوڑ کر باقی حوض سے وضو جائز ہے کیونکہ باقی جگہوں تک نجاست کا پہنچنا مشکوک ہے لہٰذا شک کی بنا پر باقی پانی کی طہارت زائل نہ ہوگی جبکہ جمہور فقہاء نے ایسی صورت میں تمام حوض حتی کہ جس جگہ نجاست گری ہے اس جگہ پر بھی وضو کو جائز فرمایا کیونکہ پانی طبعی طور پر سیال ہے اور ہواؤں وغیرہ کی تحریک کی وجہ سے پانی ایک جگہ ساکن نہیں رہتا لہٰذا حوض کے باقی حصوں میں نجاست پہنچنے نہ پہنچنے کے احتمال کی وجہ سے باقی بلکہ تمام پانی کو بالیقین نجس نہیں کہہ سکتے لہٰذا نجاست کا یقین زائل ہوجانے پر پانی کا اصل حکم یعنی طہارت باقی رہے گا اس طرح حوض کے ہر حصہ کے پانی کو پاک قرار دیا جائیگا، عراقی یا جمہور فقہاءِ کرام کے ضابطہ پر نابالغ بچّے کی ملکیت پانی کو قیاس کرتے ہوئے مذکورہ مشکل مسئلہ کا حل واضح ہوجاتا ہے، عراقی ضابطہ کے پیش نظر جہاں نابالغ بچّے کا پانی گرا اس جگہ کو چھوڑ کر باقی تمام پانی کا استعمال مباح ہوگا جبکہ جمہور فقہاء کے ضابطہ کے تحت نابالغ کے پانی گرنے کی جگہ سمیت تمام پانی مباح ہوگا مصنف کی اصل عبارت میں تفصیل موجود ہے۔ عبدالستار سعیدی

Marfat.com

(۴۷) خاص پانی ہی بھرنے پر اسے اجیر کیا نہ وقت مقررہ ہوا نہ پانی معین نہ یہ مقرر کہ اُس کے لیے بھرا نہ اُس کا برتن تھا جس میں بھرا۔

(۴۸) وقت مقرر ہوا اور اُس سے باہر یہ کام لیا ان آٹھ صورتوں میں وہ پانی اُس نابالغ کی مِلک ہے اور اُس میں غیر والدین کو تصرف مطلقاً حرام حقیقی بھائی اُس پانی سے نہ پی سکتا ہے نہ وضو کر سکتا ہے ہاں طہارت ہو جائے گی اور ناجائز تصرف کا گناہ اور اُتنے پانی کا اس پر تاوان رہے گا مگر یہ کہ اس کے ولی سے یا بچہ ماذون ہو جس کے ولی نے اسے خرید فروخت کا اذن دیا ہے تو خود اس سے پُورے داموں خرید لے ورنہ مفت یا غبن فاحش کے ساتھ نابالغ کی مِلک دوسرے کو نہ خود وُہ دے سکتا ہے نہ اُس کا ولی۔ رہے والدین وہ بحالت حاجت مطلقاً اور بے حاجت حسبِ روایتِ امام محمد اُن کو جائز ہے کہ اُس سے بھروائیں اور اپنے صرف میں لائیں باقی صورتوں میں اُن کو بھی روا نہیں مگر وہی بعد شرار۔

تنبیہ ۱ یہاں سے اُستاد سبق لیں معلموں کی عادت ہے کہ بچے جو اُن کے پاس پڑھنے یا کام سیکھنے آتے ہیں اُن سے خدمت لیتے ہیں یہ بات باپ دادا یا وصی کی اجازت سے جائز ہے جہاں تک معروف ہے اور اس سے بچے کے ضرر کا اندیشہ نہیں مگر نہ اُن سے پانی بھروا کر استعمال کر سکتے ہیں نہ اُن کا بھرا ہوا پانی لے سکتے ہیں

اقول وعرفهم الحادث على خلاف الشرع لا يعبؤبه فانه لم يكن فيمن مضى من اهل الخير ومر الامام الكسائی رحمه الله تعالٰی علی سکة عطشان فاستسقى من بعض بيوتها ثم تذكر انه اقرأ بعض اهلها فمر ولم يشرب۔

اقول اور ان کی نئی اصطلاح جو شریعت کے برخلاف ہے، اس کا کوئی اعتبار نہیں یہ اصطلاح سلف صالحین کے زمانہ میں نہ تھی۔ ایک مرتبہ امام کسائی کا گزر ایک گلی سے ہوا آپ پیاسے تھے تو ایک گھر سے پانی طلب کیا، پھر انہیں یاد آیا کہ انھوں نے اس گھر کے کچھ لوگوں کو پڑھایا ہے، چنانچہ آپ نے پانی واپس کر دیا اور پیاسے ہی وہاں سے گزر گئے۔ (ت)

تنبیہ ۲ کنویں کا پانی جب تک کنویں سے باہر نکال لیا جائے کسی کی مِلک نہیں ہوتا فان سبب الملك الاحراز ولا احراز الا بعد التنحية عن رأس البئر[1] (سبب مِلک احراز ہے اور احراز پانی کو کنویں کی منڈیر سے الگ کرنے کے بعد ہوتا ہے۔ ت) تو اُستاد جیسے بچے سے خدمت لینے کا اختیار رہے یہ کر سکتا ہے کہ پانی بچے سے بھروائے یہاں تک کہ ڈول کنویں کے لب تک آئے اُس کے بعد خود اسے نکال لے کہ یہ پانی بچے کی مِلک نہ ہو گا بلکہ خود اُس کی۔

فی الهندية عن القنية والساقی

ہندیہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ جو شخص

---

[1] اس کی تحقیق نمبر ۲۰ میں گزری ۱۲ (م)

Marfat.com

جب بھی یہی حکم ہے کہ اس میں تصرف خود مالک کو بھی حرام ہو گیا تو مسئلہ کی تصویر یُوں ہونی چاہیے کہ اگر کسی شے مباح یا مملوک میں کسی غیر مکلف کی مِلک اس طرح خلط ہو جائے کہ تمیز ناممکن ہو اگرچہ یُونہی کہ مثلاً مباح غیر مملوک پانی سے صبی یا معتوہ حر غیر اجیر نے بھرا اور اگر وُہ کنواں ہے تو اُس سے بھر کر باہر نکال لیا اور اگر اجیر ہے تو نہ وقت معین نہ وہ مباح معین نہ یہ مستاجر کے لیے لینے کا مقرر نہ اُس کے ظرف میں لیا پھر ان صورتوں میں اُس کا کوئی حصہ اُس میں کسی نے ڈال دیا یا پڑ گیا تو جب تک اُس غیر مکلّف کی مِلک اُس مباح یا مملوک میں باقی ہے اور وہ غیر مکلف ہے اور مِلک اُس سے منتقل نہ ہوگئی اُس وقت اُس غیر مکلف یا بحال حاجت خواہ ایک روایت پر پانی میں مطلقاً اُس کے ماں باپ کے سوا کسی کو اُس میں تصرف حلال نہیں۔

سیزدہم حدیث العبد والامۃ ش بان العبد لا یملک وان ملک فیکون لمالکہ لانہ مالک اکسابہ اھ[۱]

سیزدہم: غلام اور باندی کے مسئلہ کو "ش" نے یہ کہہ کر رد کیا ہے کہ غلام پانی کا مالک نہیں بنے گا اور اگر مالک ہوگا بھی تو وُہ پانی اُس کے مالک کی ملکیت میں آجائے گا کیونکہ اس کی تمام کمائی کا مالک اُس کا مالک ہی ہے۔ (ت)

اقول ماکانوا لیذھلوا عن مثل ھذا وانما القصد ابانۃ الفرق بین الحر العاقل البالغ وبین الصبی والمعتوہ و الرقیق فان الاول اذا ملأ ملک فاذا صب اباح وھؤلاء لا یملکون الاباحۃ فلا یحل بصبھم ولیس المراد تأبید التحریم بل الی ان تلحق الاجازۃ ممن ھی لہ ففی الصبی او المعتوہ حتی یبلغ او یعقل فیجیزو فی الرقیق حتی یجیز المالک المکلف الحاضر حالا او مالا او یبلغ الغائب او یبلغ الصبی او یفیق المعتوہ فیجیزوا۔

میں کہتا ہُوں فقہا سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی ہے کہ اتنی معمولی سی بات اُن کے ذہن میں نہ آئی ہو، دراصل ان کا مقصود آزاد عاقل بالغ اور بچہ، بیوقوف اور غلام کے درمیان فرق کو ظاہر کرنا ہے، کیونکہ آزاد شخص جب پانی بھرے گا تو مالک ہو جائیگا اور جب بہائے گا تو مباح کردے گا، اور یہ لوگ اباحت کا حق نہیں رکھتے ہیں، لہذا پانی ان کے انڈیل دینے سے مباح نہ ہوگا اور مراد یہ نہیں کہ حرمت ہمیشہ رہے گی، بلکہ یہ اس وقت تک ہے جب تک کہ اس کا مالک اجازت نہ دے دے، چنانچہ بچہ اور بیوقوف کی صورت میں بلوغ یا عقل کی درستی کے بعد اجازت دینے سے اس کا پینا حلال ہو جائے گا اور غلام کی صورت میں اس کے آقا کی اجازت سے جو مکلف حاضر ہو

---

[۱] ردالمحتار فصل فی الشرب مصطفی البابی مصر ۵/۳۱۲

Marfat.com

اس قدر پانی کی اجازت لے لی اور اُس نے مشک یا برتن اتنے خالی رکھوائے تو جائز ہونا چاہیئے کہ اگرچہ پانی ابھی سقا ہی کی مِلک تھا جب برتنوں میں ڈالے گا اُس وقت اس کی بیع ہوگی اور جس کے یہاں بھرا گیا اُس کی مِلک ہوگا یہ اس لیے کہ بہشتی اجیر مشترک ہیں نہ اُن کا وقت معین ہوتا ہے نہ اتنا پانی قابل تعین ہے اور اپنے ڈول سے بھرتے ہیں اور جب تک مشک کہیں ڈال نہ دیں پانی اپنا ہی جانتے ہیں اُس میں جو چاہیں تصرف کرتے ہیں لہٰذا اُس وقت تک پانی انہی کا ہوتا ہے مگر مقصود اس مول لینے والا کا قبضہ ہے اور اس کی اجازت سے جو تصرف ہو وہ اسی کا قبضہ ہے اگر دس مشکیں اس کے یہاں ٹھہری ہوئی ہیں اور وہ کہے کہ اُن میں سے دو کا چھڑکاؤ یہیں سڑک پر کر دو ضرور بیع صحیح ہو جائے گی اسی طرح اگر اُس میں سے ایک لوٹا یا جس قدر چاہا زید کو دلوا دیا' هذا ما ظهرلی والله تعالٰی اعلم۔ (ت)

تنبیہ ۴ معتوہ بوہرا جس کی عقل ٹھیک نہ ہو تدبیر مختل ہو کبھی عاقلوں کی سی بات کہے کبھی پاگلوں کی مگر مجنون کی طرح لوگوں کو محض بے وجہ مارتا گالیاں دیتا اینٹیں پھینکتا نہ ہو وہ تمام احکام میں صبی عاقل کی مثل ہے تو یہ سب احکام بھی اُس میں یُوں ہی جاری ہوں گے۔

اقول مگر غنی ماں باپ کا اُس کے بھرے ہُوئے سے انتفاع امام محمد سے دربارۂ صبی مروی اور اُس کا مبنی عرف وعادت اور معتوہ میں اس کی عادت ثابت نہیں اور منع میں بوجہ ندرتِ عدم لزوم حرج نہیں تو یہاں ظاہر قول اول ہی مختار ہونا چاہیئے واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

فائدہ یہاں تک وُہ پانی تھے جن میں اُن کا غیر نہ ملا آگے خلطِ غیر کی صورتیں ہیں۔

(۴۹ تا ۶۵) کتب کثیرہ معتمدہ میں تصریح ہے کہ اگر نابالغ نے حوض میں سے ایک کوزہ بھرا اور اس میں سے کچھ پانی پھر اُس حوض میں ڈال دیا اب اُس کا استعمال کرنا کسی کو حلال نہ رہا۔

فی ش عن ط عن الحموی عن الدرایۃ عن الذخیرۃ والمنیۃ وفی غمز العیون عن شرح المجمع لابن الملک عن الذخیرۃ وفی الاشباہ من احکام الصبیان وفی الحدیقۃ الندیۃ عن الاشباہ فی النوع العشرین من اٰفات اللسان وفی غیرھا من الکتب الحسان عبد اوصبی او امۃ ملأ الکوز من ماء الحوض واراق

ش میں ط سے حموی سے درایہ سے ذخیرہ سے اور منیہ سے ہے اور غمز العیون میں شرح مجمع سے (یہ ابن ملک کی کتاب ہے) ذخیرہ سے ہے، اور اشباہ میں (احکام الصبیان میں) اور حدیقہ ندیہ میں اشباہ (آفات اللسان کی بیسویں نوع میں) اور دوسری کتب میں ہے کسی غلام بچے یا باندی نے حوض کے پانی سے لوٹا بھرا پھر اس میں سے کچھ اُسی کے اندر انڈیل دیا تو اب کسی کے لیے جائز نہیں کہ اس حوض

Marfat.com

اقول [ف۱] لاینبغی الشك فی الجواز بعد النزح لما سیأتی انما الشأن فی جواز النزح [ف۲] وکیف یحل مع ان فیه اضاعة ملك الصبی ان صب فی الارض او الانتفاع به ان سقی به نحو زرع او بستان وکذلك الاجراء وان ابیح ذلك الآن فلم لایباح الشرب والاستعمال من رأس اذ لیس فیه فوق هذا باس نعم [ف۳] ان جری بمطر او سیل فذاك حل من دون اثم۔

میں کہتا ہوں، جب اس حوض کا پانی نکل جائے تو پھر جواز میں کوئی شک نہیں لیکن قابلِ غور امر یہ ہے کہ آیا اُس تمام پانی کا نکال دینا جائز ہے؟ اس میں اشکال یہ ہے کہ نکال کر اگر یوں ہی بہا دیا جائے تو بچہ کا مال ضائع ہوجائیگا اور کسی باغ یا کھیت وغیرہ کو لگا دیا جائے تو اُس سے نفع حاصل کرنا لازم آئیگا، اسی طرح جاری کرکے بہا دینا بھی درست نہیں اور اگر اس سے یہ تمام کام کرنا جائز ہیں تو شروع ہی سے اس کا پینا اور اس کو استعمال کرنا کیوں جائز نہیں، اُس میں اس سے زیادہ کیا حرج تھا؛ ہاں یہ صورت ہوسکتی ہے کہ بارش یا سیلاب کی وجہ سے حوض کا پانی بہہ نکلا تو وہ بلا حرج حلال ہوجائیگا۔ (ت)

ہفدہم قال ویمکن ان یعتبر بالنجاسة فیحل الشرب من نحو البئر بالنزح ومن غیرها بالجریان بحیث لوکان نجاسة لحکم بطهارتها فلیتامل [1] اھ

سترھواں: فرمایا یہ ممکن ہے کہ نجاست کا اعتبار کیا جائے، تو کنویں سے پانی نکال کر پینا جائز ہوگا اور کنویں کے علاوہ دوسری چیزوں سے اُس پانی کے جاری ہونے کی وجہ سے پینا جائز ہوجائیگا، گویا اگر اس میں نجاست بھی ہوتی تو اس کی طہارت کا حکم دیا جاتا، فلیتامل اھ (ت)

اقول عرفت [ف۴] مافیہ والنزح [ف۵] فی النجاسة معدول به عن سنن القیاس فکیف یعتبر به وکانہ رحمہ اللہ تعالٰی الی ہذہ الابحاث اشار بقولہ فلیتأمل۔

میں کہتا ہوں، اس پر جو اعتراض ہے وہ معلوم ہوچکا ہے، اور کل پانی کا نجاست کی صورت میں نکالنا برخلاف قیاس ہے تو اس پر آگے قیاس کس طرح ہوسکتا ہے؟ اور غالباً انہوں نے ان ابحاث کی طرف فلیتأمل سے اشارہ کیا ہے (ت)

ہیجدہم سب [ف۶] سے زیادہ اہم اس کا علاج ہے کہ یہ پانی قابلِ استعمال کیونکر ہو، سید طحطاوی نے تو اتنا فرمایا کہ اس میں حرج عظیم ہے سید شامی نے جو علاج بتائے دفع اثم کو کافی نہیں ہوتا،

---

[1] رد المحتار فصل فی الشرب مصطفی البابی مصر ۵/ ۳۱۲

Marfat.com

بالغ نہیں تو البتہ یہی وقت عود کرے گی ورنہ اُس عاقل بالغ کی اجازت پر توقف رہے گا۔

سوم صبی کی خصوصیت نہیں معتوہ بھی اسی کے حکم میں ہے کما تقدم۔

چہارم جس طرح کلامِ علما میں پینے کا ذکر مثالی ہے مراد کسی قسم کا استعمال ہے اسی طرح کچھ یہی شرط نہیں کہ حوض یا کنوئیں سے پانی لے کر ہی ان میں ڈالے یا جس حوض یا چاہ سے لیا اس میں واپس دے یا وہ نابالغ ہی اپنے ہاتھ سے ڈالے بلکہ مقصود اُسی قدر ہے کہ مالِ مباح میں نابالغ کی مِلک کا اس طرح مل جانا کہ جُدا نہ ہوسکے تو اگر صبی کی مِلک کا پانی اُس کے گھر سے لا کر کسی شخص اگرچہ خواہ اُس کے ولی نے کسی کنوئیں یا مباح حوض میں ڈال دیا اس کا استعمال تا بقائے آبِ مذکور ناجائز ہوگیا۔

پنجم ظاہر ہے کہ یہ عدمِ جواز اوروں کے حق میں بوجہ اختلاطِ مِلکِ صبی ہے خود صبی استعمال کرسکتا ہے کہ وہ نہیں مگر اُسی کی مِلک یا مباح۔

ششم اُس کے ماں باپ بھی بشرطِ حاجت بالاتفاق اور بلا حاجت روایت امام محمد پر استعمال کرسکتے ہیں تو لا یحل لاحد (کسی کے لیے جائز نہیں۔ ت) عام مخصوص ہے۔

ہفتم اگر وہ کنواں یا حوض ترک کردیں اور صبی بلوغ کو پہنچے اور اُس وقت اس پانی کو مباح کردے تو اب کوئی مانع نہیں۔

ہشتم اگر وہ صبی انتقال کرجائے اُس کے سب ورثہ عاقل بالغ ہوں تو اب ان کی اجازت پر وقت نہ رہے گی اور اگر ایک ہی وارث ہے تو اسے خود حلال خالص ہے کسی کی اجازت کی بھی حاجت نہیں۔

نہم اگر وہ پانی کہ صبی کی مِلک سے اُس میں مخلوط ہوا باقی نہ رہے تو اب سب کو مباح ہوجائیگا کہ مانع زائل ہوگیا۔

دہم مسئلہ سابقہ یعنی نابالغ کے بھرے ہُوئے پانی میں جو ایک صورتِ جواز اُس سے اگر ماذون ہو ورنہ اُس کے ولی سے خرید لینے کی تھی یہاں جاری نہیں ہوسکتی کہ مِلکِ صبی کا پانی جب اُس آبِ مباح میں مل گیا قابلِ بیع نہ رہا کہ مقدور التسلیم نہیں۔

یازدہم آبِ مباح کی ضرورت بھی اُس حالت میں ہے کہ بچّہ کا اُس میں سے بھر کر اُس میں ڈال دینا لیں کہ مباح پر مِلک یوُں ہی ہوگی ورنہ مِلک نابالغ کا پانی اگر کسی کے مملوک پانی میں مل جائے گا تو اُس کا استعمال بھی حرام ہوجائے گا حتی کہ اُس مالک آب کو۔

دوازدہم ایک یا دونوں طرف کچھ پانی کی خصوصیت نہیں بلکہ کسی کے مملوک پانی میں بچے کی مِلک کا عرق یا دودھ یا کسی کے مملوک عرق یا دُودھ میں بچّے کی مِلک کا پانی یا چاول میں چاول گیہوں میں گیہوں مل جائیں

Marfat.com

فیجوز) للاب والام والجد والجدۃ (استخدامہ ان کان) المستخدم (فقیرا لاقدرۃ لہ علی شراء خادم او استئجارہ (اواراد تھذیبہ وتادیبہ[1] بخلاف[2] استخدام مملوکہ واجیرہ وزوجتہ فی مصالح البیت وتلمیذہ) فی تعلیم قراٰن اوعلم اوصنعۃ (باذنہ) یعنی برضاہ (ان کان بالغا اوباذن ولیہ ان کان صبیا) فان الصبی محجور علیہ من التصرف فی مالہ فی منافع نفسہ الا باذن الولی اھ[1] ملتقطا مزیدا من شرحہ رحمہ اللہ تعالٰی فالاذن[2] الذی ذکرہ الماتن فی استخدامہ عداہ الی مالہ و شتان ماھما فان فی الاول نفعہ من تادیبہ وتھذیبہ مع ضرر استعمالہ فکان من القسم الثانی فجاز باذن الولی بخلاف الثالث والذی[3] افاد من حل الشرب من کوز الصبی واکل ما معہ باذن الولی۔ (ت)

مانگنے پر ہی موقوف نہیں بلکہ اجنبی سے کسی خدمت کا کہنا بھی حرام سوال میں داخل ہے خصوصاً دوسرے کے نابالغ بچے یا غلام سے۔ اگر کسی کا اپنا بچہ ہے تو باپ، ماں، دادا اور دادی کے لیے (اس سے خدمت لینا جائز ہے، اگر) خدمت لینے والا (فقیر ہو) خادم نہ خرید سکتا ہو یا کسی کو ملازم نہ رکھ سکتا ہو (یا بچہ کی تہذیب و تربیت کا ارادہ ہو مگر اس شرط میں غلام، مزدور، بیوی سے گھر کا کام کاج کرانا شامل نہیں کہ ان سے بغیر احتیاج کے گھر کا کام لینا جائز ہے اور شاگرد سے خدمت لینا درست ہے) مثلاً طالب علم سے قرآن سکھانے یا کوئی علم سکھانے یا کسی حرفت کے سکھانے کا کام لیا جائے (اسکی مرضی سے اگر وہ بالغ ہے، ورنہ اس کے ولی کی رضا سے اگر وہ بچہ ہے) کیونکہ بچہ اپنی منفعت کے لیے بھی اپنے مال میں ولی کی اجازت کے بغیر تصرف نہیں کرسکتا ہے اھ ملتقطاً ہے اور شرح سے اضافہ ہے تو وہ اجازت جس کا ذکر ماتن نے کیا ہے اسکے استخدام میں، تو شارح نے اس کو مال تک بڑھا دیا ہے اور دونوں میں بہت فرق ہے، کیونکہ پہلی صورت میں اس کا نفع ہے کہ اس کی تادیب و تہذیب ہے جبکہ اُس سے کام کرانے میں ضرر بھی ہے، تو یہ دوسری قسم میں داخل ہُوا، اس لیے ولی کی اجازت سے جائز ہوگا، جبکہ تیسرا ایسا نہیں ہے، اور جس کا انھوں نے فائدہ دیا ہے وہ بچہ کے کُوزہ سے پانی پینے کا جواز ہے یا جو چیز بچہ کے پاس ہے اس کے کھانے کا جواز ہے ولی کی اجازت سے۔ (ت)

عہ ناظرا الی قولہ اذا کان صبیا او مملوکا للغیر ۱۲ منہ غفر لہ۔ (م)

اس کے قول اذا کان صبیا او مملوکا للغیر کی طرف نظر کرتے ہوئے۔ (ت)

---

[1] حدیقہ ندیہ النوع الشرین من اٰفات اللسان نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۲۶۷

[2] حدیقہ ندیہ النوع العشرون من اٰفات اللسان نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۲۶۸

Marfat.com

فی الحال یا فی المآل، یا غائب پہنچ جائے یا بچہ بالغ ہو جائے یا بے وقوف عاقل ہو جائے، اور وہ اجازت دے دیں۔ (ت)

چاردہم عدش من اشکالاتہ انہ لم یبین متی یحل الشرب منہ[1] اھ واشرت الی جوابہ بقولی ما بقی فیہ ذلک الماء لان المنع لاجلہ فاذا ذھب ذھب۔

چہاردہم: ش نے اس پر یہ اشکال محسوس کیا ہے کہ انھوں نے یہ بیان نہیں کیا کہ اس کا پینا کب حلال ہوگا اھ میں نے اس کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب تک اس میں یہ پانی باقی ہے کیونکہ حرمت اسی کی وجہ سے ہے جب یہ ختم ہو جائیگا تو حرمت بھی ختم ہو جائے گی۔ (ت)

پانزدہم قال وھل ثم فرق بین الحوض الجاری او ما فی حکمہ وبین غیرہ[2] اھ

پندرھواں: کیا حوض جاری اور جو اس کے حکم میں ہے اس میں اور دوسرے پانیوں میں اس سلسلہ میں فرق ہے؟ (ت)

اقول تعبیرھم بالحوض ظاھر فی رکودہ فان الجاری یسمی نھرا لا حوضا والاطلاق یشمل الصغیر والکبیر وھو الوجہ فان الماء الجاری یذھب ذلک الماء یقینا فیزول السبب ولا کذلک الراکد۔

میں کہتا ہوں فقہا کا حوض سے تعبیر کرنا اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ ان کی مراد ٹھہرا ہوا پانی ہے کیونکہ جاری پانی کو نہر کہا جاتا ہے حوض نہیں کہتے ہیں اور اطلاق چھوٹے بڑے دونوں کو شامل ہے اور یہی معقول وجہ ہے کیونکہ جاری پانی اس پانی کو جو پھینکا گیا ہے بہالے جائے گا، تو سبب حرمت زائل ہو جائیگا اور ٹھہرے ہوئے پانی کی یہ صورت نہیں۔ (ت)

شانزدہم قال وینبغی ان یعتبر غلبۃ الظن بانہ لم یبق مما القی فیہ شیئ منہ بسبب الجریان او النزح والا یلزم ھجر الحوض وعدم الانتفاع بہ اصلا[3] اھ

سولھواں: فرمایا غلبۂ ظن کا اعتبار بھی کیا جانا چاہیے یعنی یہ کہ پانی کے جاری رہنے یا اس میں سے پانی کے نکالے جانے کے باعث جو پانی کہ اس میں ڈالا گیا تھا اس میں سے کچھ بھی باقی نہ رہا ورنہ تو پھر حوض کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خیر باد کہنا پڑیگا۔ (ت)

---

[1] رد المحتار فصل فی الشرب مصطفی البابی مصر ۵/۳۱۲

[2] " " " " "

[3] " " " " "

Marfat.com

تو بعد تقسیم یا اُس میں سے کچھ ہبہ یا صدقہ کرنے سے سب پاک ہو جائیگا کہ ہر ایک کہے گا ممکن کہ ناپاک دانے دوسرے حصے میں رہے یا گئے ہوں، یُوں ہی چادر پر ناپاکی یقیں ہے اور جگہ معلوم نہیں یا یاد نہ رہی اور تحری کسی طرف نہیں پڑتی کہیں سے پاک کرلی جائے پاک ہو جائے گی کہ اب اس متیقن مبہم کی بقا میں شک ہوگیا اور سب سے زائد وہ مسئلہ ہے کہ محرر مذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے سیر کبیر میں ارشاد فرمایا کہ ہم نے ایک قلعہ فتح کیا اتنا معلوم ہے کہ اس میں ایک ذمی ہے مگر اُسے پہچانتے نہیں اُن کفار کا قتل حرام ہے ہاں اگر اُن میں سے بعض نکل جائیں یا کوئی قتل کرڈے تو اب باقیوں کا قتل جائز ہو گیا کہ وہ یقین مجہول اس شک سے زائل ہو گیا۔

وقد حققه العلامة ابراهيم الحلبي في الغنية فافاد واجاد، عليه رحمة الجواد، فراجعه فانه من اهم مايستفاد، ويكفينا منه هنا قوله تنجس طرف من الثوب فنسيه فغسل طرفا منه بتحر او بلا تحر طهر لان بغسل بعضه مع ان الاصل طهارة الثوب وقع الشك في قيام النجاسة لاحتمال كون المغسول محلها فلا يقضي بالنجاسة بالشك كذا اورده الاسبيجابي في شرح الجامع الكبير قال وسمعت الشيخ الامام تاج الدين احمد بن عبد العزيز يقوله ويقيسه على مسألة في السير الكبير هي اذا فتحنا حصنا وفيهم ذمي لايعرف لايجوز قتلهم لقيام المانع بيقين فلو قتل البعض او اخرج حل قتل الباقي للشك في قيام المحرم كذا هنا[1]۔

اس کی تحقیق ابراہیم حلبی نے غنیہ میں بہت اعلٰی اور مفید طریق پر کی ہے جس کو دیکھنا ہو وہاں ملاحظہ کرے، یہاں اس کی صرف یہ عبارت نقل کرنا کافی ہوگی"اگر کپڑے کا ایک کنارہ ناپاک ہو گیا مگر بھول گیا کہ کون سا کنارہ ہے تو تحری کرکے یا بلا تحری ایک کنارہ دھولیا تو کپڑا پاک ہو جائے گا" کیونکہ کپڑے میں اصل طہارت ہے اور جب ایک کنارہ دھولیا تو اب نجاست کے ہونے میں شک ہو گیا' کیونکہ جو حصہ دھویا گیا ہے اس میں امکان ہے کہ وہی ہو جو نجس تھا، تو شک کی بنیاد پر نجاست کا حکم نہیں لگایا جائیگا، اسبیجابی نے شرح جامع کبیر میں ایسا ہی لکھا ہے، فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ تاج الدین احمد بن عبد العزیز کو فرماتے ہوئے سنا وہ اس کو سیر کبیر کے اس مسئلہ پر قیاس کرتے تھے کہ اگر ہم نے ایک قلعہ فتح کیا اور اس میں ایک ذمی ہے مگر معلوم نہیں کہ کون ہے، تو اس قلعہ کے لوگوں کا قتل جائز نہیں، کیونکہ یقین کرنے کا مانع موجود ہے، اور اگر بعض کو قتل کر دیا گیا یا نکال دیا گیا تو باقی کو قتل کرنا جائز ہے کیونکہ مُحرِّم کی موجودگی میں شک ہے۔ (ت)

---

[1] غنیۃ المستملی فروع من النجاسۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۰۴

Marfat.com

واشار سیدی العارف باللہ عبد الغنی النابلسی قدس سرہ فی الحدیقۃ الی ان تفریجہ باذن الولی حیث قال فی النوع العشرین من اٰفات اللسان بعد ما نقل المسألۃ عن الاشباہ وعللھا بما قدمنا مانصہ وظاھرہ الا ان یأذن الولی قال ونظیرہ عدم حل الشرب من کیزان الصبیان الا باذن الولی وکذلك فی اکل ما معھم اذا اعطوہ لاحد اھ[1]

عارف باللہ سید عبد الغنی نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ اس کا حل یہ ہے کہ اگر ولی اجازت دے تو جائز ہے یہ بات انہوں نے آفات اللسان کی بیسویں نوع میں اس مسئلہ کو اشباہ سے نقل کرنے اور اس کی علت بیان کرنے کے بعد کہی ہے جس کی عبارت ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ "مگر یہ کہ ولی اجازت دے دے" اور اس کی مثال یہ ہے کہ بچوں کے کوزوں سے پانی پینا ولی کی اجازت ہی سے جائز ہے، اور اسی طرح دوسری کھانے والی اشیاء کا حال ہے بچے جب وہ کسی کو دیں۔ (ت)

اقول رحم اللہ سیدی ورحمنا بہ ف۱ انما الولایۃ نظریۃ ولیس للولی اتلاف مالہ ولا ان یأذن بہ غیرہ کیف ف۲ وقد تقرر ان التصرفات ثلثۃ نفع محض کقبول ھبۃ فیستبد بہ الصبی العاقل ودائر بین النفع والضرر کالبیع والشراء فیحتاج الی اذن الولی وضرر محض کالطلاق والعتاق والھبۃ فلاوجہ لصحتہ ولا باذن الولی وھذا من الثالث ووجہ ھذا السھو منہ رحمہ اللہ تعالٰی قول الماتن فی الطریقۃ المحمدیۃ حیث ذکر السؤال المنھی عنہ ثم قال ف۳ (حرمۃ السؤال لاتقتصر علی المال بل تعم الاستخدام خصوصا اذا کان صبیا اومملوکا للغیر ف۴ اما صبی نفسہ

میں کہتا ہوں اللہ عبد الغنی پر رحم کرے اور ہم پر بھی ولی کی ولایت صرف نظری (بچہ کی بھلائی کے لیے) ہے ولی بچہ کا مال تلف نہیں کرسکتا ہے اور نہ دوسروں کو دے سکتا ہے، یہ بات طے شدہ ہے کہ تصرفات تین قسم کے ہیں نفع محض جیسے بچہ کا ہبہ کا قبول کرنا، عاقل بچہ بذاتِ خود ہبہ قبول کرسکتا ہے اور ایک وہ جس میں نفع کا بھی احتمال ہے اور نقصان کا بھی۔ جیسے خرید وفروخت اس میں ولی کی اجازت ضروری ہوگی اور سراسر نقصان والی بات جیسے طلاق، آزاد کرنا اور ہبہ کرنا، تو اس کی صحت کی کوئی صورت نہیں، ولی کی اجازت سے بھی نہیں، اور یہ تیسری قسم ہی میں شامل ہے۔ اُن کو یہ سہو اس لیے لاحق ہوا کہ ماتن نے طریقہ محمدیہ میں منہی عنہ کے سوال کو ذکر کیا ہے پھر یہ لفظ کہے ہیں "حرمۃ السؤال لاتقتصر علی المال الخ سوال جو بے ضرورت شرعیہ حرام ہے یہ صرف مال

---

[1] حدیقہ ندیہ النوع العشرون من اٰفات اللسان نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۶۹

Marfat.com

ظاہر ہے کہ یہاں بھی ملک صبی ایسی ہی مختلط تھی کہ جدا کرنا ممکن نہ تھا اور بالغ کو اس میں تصرف ناروا تھا بقدر حصّۂ صبی اُس میں سے الگ کر دینا حصۂ صبی کا جدا ہو جانا اور بالغ کے لیے جوازِ تصرف کا سبب ہوا۔

اقول ولا شك ان الماء مثلی بعض ان اجزاء لا تتفاوت وبه جزم کثیرون کما فی الخیریة من احیاء الموات فی الولوالجیة وکثیر من الکتب لو صب ماء رجل کان فی الحب یقال له املأ الماء فان صاحب الحب مالك للماء وهو من ذوات الامثال فیضمن مثله[1] اھ وان کان قیمیا لانه لا یکال ولا یوزن کما فی الخیریة من البیوع عن جامع الفصولین عن فوائد صاحب المحیط وفتاوی رشید الدین الماء قیمی عند ابی حنیفة وابی یوسف رضی الله تعالٰی عنهما وفیه عن مختلفات القاضی ابی القاسم العامری عن ابی یوسف عن ابی حنیفة الماء لا یکال ولا یوزن قال الطحاوی معناه لا یباع بعضه ببعض وعن محمد رحمه الله تعالٰی الماء مکیل[2] اھ وبالجملة لا شك انه یقبل الافراز کالحب بل ابلغ فربما تتفاوت قلیلا حبات طعام واحد بخلاف قطرات ماء واحد۔

اقول اور اس میں شک نہیں کہ پانی مثلی ہے یعنی اس لیے کہ اُس کے اجزاء میں تفاوت نہیں، اور بہت سے مشائخ نے اسی پر جزم کیا ہے، جیسا کہ خیریہ (احیاء الموات) میں اور ولوالجیہ میں ہے اور بہت سی کتب میں ہے، اگر کسی شخص نے مٹکے کا پانی گرا دیا تو اس سے کہا جائے گا کہ مٹکا بھرے کیونکہ مٹکے کا مالک پانی کا بھی مالک تھا، اور پانی مثلی اشیاء میں سے ہے تو وہ اس کے مثل کا ضامن ہوگا اھ اگرچہ وُہ قیمت والی چیز ہے اس لیے کہ وہ نہ مکیل ہے اور نہ موزون ہے جیسا کہ خیریہ کی بیوع میں جامع الفصولین سے، فوائد صاحب المحیط سے اور فتاوی رشید الدین میں ہے کہ پانی ابوحنیفہ اور ابویوسف کے نزدیک قیمت والی چیز ہے اور اس میں مختلفات ابی القاسم العامری سے ابویوسف سے ابوحنیفہ سے ہے کہ پانی نہ کیلی ہے نہ وزنی ہے۔ طحاوی نے فرمایا اس کا مفہوم یہ ہے کہ پانی کا بعض، بعض سے بیچا نہیں جاتا ہے اور محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ پانی کیلی ہے اھ خلاصہ یہ کہ پانی کو الگ کیا جا سکتا ہے جیسے مٹکے میں، بلکہ زیادہ ہے کیونکہ بسا اوقات کھانے کی ایک ہی چیز کے دانوں میں فرق ہوتا ہے لیکن پانی کے قطرات میں نہیں ہوتا۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی خیریۃ فصل فی الشرب بیروت ۲/۱۸۶
[2] " " کتاب البیوع " ۱/۲۲۸

Marfat.com

فاقول محله[1] اذا کان الماء والطعام للولی اعطاهما الصغیر علی وجه الاباحۃ دون الھبۃ فحینئذ یکون للولی ان یأذن لمن شاء لبقائھما علی ملکہ بخلاف ما اذا کان الشیئ مملوکا للصغیر فلا معنی اذا لاذن الولی باستھلاکہ من دون عوض وقد تقدمت مسألۃ الذخیرۃ والمنیۃ ومعراج الدرایۃ فی ماء جاء بہ الصبی من الوادی لا یجوز لابویہ الشرب منہ الا فقیرین[1]۔

تو میں کہتا ہوں اگر پانی اور کھانا ولی کا ہے اور بطورِ اباحت (نہ بطور ہبہ) اس نے بچہ کو دے رکھا ہے تو ایسی صورت میں ولی کسی کو بھی اجازت دے سکتا ہے، کیونکہ یہ دو چیزیں اب بھی ولی کی ملکیت میں باقی ہیں یہ اُس صورت سے مختلف ہے جبکہ یہ اشیاء بچہ کی ملکیت میں ہوں تو ایسی صورت میں ولی کی اجازت کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے کیونکہ ایسی صورت میں ولی کی اجازت سے صغیر کے مال کو بغیر عوض ضائع کرنا لازم آئیگا اور جائز نہیں اور ذخیرہ، منیہ اور معراج الدرایہ کا مسئلہ گزر چکا ہے کہ بچہ وادی سے جو پانی لائے اس کو والدین کے لیے پینا جائز نہیں سوائے اس صورت کے کہ وہ فقیر ہوں۔ (ت)

غرض مسئلہ مشکل ہے اور اس میں ضرور حرج ہے اور حرج مدفوع بالنص ہے۔

وانا اقول وباللہ التوفیق پانی کہ ملکِ صبی ہوا نجس نہیں کہ اُس کے گرنے سے اور پانی ناپاک ہو جائے حرمت اس وجہ سے ہے کہ مباح ومحظور مختلط ہو گئے ہیں یہاں تک کہ اگر ممکن ہو کہ مباح استعمال کیا جائے اور اس میں کوئی حصہ محظور کا نہ آنے پائے تو بلاشبہ جواز ہوگا اور ہم نے رحب الساحہ جواب سوال سوم میں بیان کیا ہے کہ مشایخ عراق کے نزدیک حوضِ کبیر میں نجاست غیر مرئیہ کے موقع وقوع سے وضو جائز نہیں کہ پانی ٹھہرا ہوا ہے منتقل نہ ہوگی اور مشایخ بلخ وبخارا اور ماوراء النہر کے نزدیک سب جگہ سے جائز کہ پانی بالطبع سیال ہے ہواؤں وغیرہا کی تحریک سے اُسے ایک جگہ نہ رہنے دے گا تو جہاں کہیں وضو کیا جائے وہاں نجاست ہونے کا یقین نہیں اگرچہ خاص موقع وقوع سے ہو تو پانی کہ بالیقین طاہر تھا شک سے نجس نہ ہوگا اب یہاں اگر قول عراقیاں لیا جائے جب تو خاص اُسی جگہ کا پانی ممنوع الاستعمال ہوگا جہاں نابالغ کی ملک کا پانی گرا ہے باقی اپنی اباحت پر باقی ہے لما علمت انہ لا تعدیۃ فیہ فکان کغیر مرئیۃ فی حوض کبیر (جیسا کہ آپ کو معلوم ہے اس میں تجاوز نہیں تو ایسا ہی ہے جیسا حوضِ کبیر میں نجاست غیر مرئیہ ہو (ت)) اور اگر قولِ جمہور لیا جائے اور وہی صحیح ہے تو بوجہ احتمال انتقال اختلاط ملکِ صبی کا یقین کسی موضع معین میں نہیں بلکہ موضع مجہول ومبہم میں ہے اور ایسے یقین پر جب اُس شَے کے بقا و زوال میں شک طاری ہو یقین زائل اور حکم اصل حاصل ہوتا ہے جیسے دائیں چلانے میں بیل ضرور پیشاب کرتے اور اناج کا ایک حصہ یقیناً ناپاک ہوتا ہے مگر متعین نہ رہا

---

[1] رد المحتار بالمعنی باب الشرب البابی مصر ۵/۳۱۲

Marfat.com

دفعا للحرج ولا عبرة لمن اطلق وقد نص فی البدائع انه فاسد[1] وروی الافساد بالکثیر ثم الکثرة باستبانة مواقع القطر فی الماء الطهور ام ان یسیل فیه سیلانا قولان ففی الجامع الصغیر للامام قاضی خان انتضاح الغسالة فی الماء اذا قل لایفسد الماء یروی ذلك عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما ولان فیه ضرورة فیعفی القلیل و تکلموا فی القلیل عن محمد ماکان مثل رؤس الابر فهو قلیل وعن الکرخی ان کان یستبین مواقع القطر فی الماء فکثیر وان کان لایستبین کالطل فقلیل[2] اھ نقله فی زهر الروض و فی الخلاصة جنب اغتسل فانتضح من غسله شیئ فی انائه لم یفسد علیه الماء اما اذا کان یسیل فیه سیلانا افسده وکذا حوض الحمام علی هذا وعلی قول محمد لایفسده مالم یغلب علیه یعنی لایخرجه من الطهوریة[3] اھ ثم علله بعضهم بان الماء مفروض راکدا قلیلا فلا ینتقل الماء المستعمل الواقع فیه من موقعه الیه اشار فی وجیز الکردری اذ یقول التوضی من سرد ابه لایجوز لانه

مگر طہارت کے وقت جو چھینٹے پانی والے برتن میں پڑیں تو وُہ معاف ہیں تاکہ حرج لازم نہ آئے، ان چھینٹوں کے بارے میں اطلاق کا اعتبار نہیں ہوگا حالانکہ بدائع میں اس کو فاسد کہا ہے اور ایک روایت میں کثیر کو فاسد کرنے والا کہا گیا، پھر کثیر کی تعریف میں دو قول ہیں، یا تو پاک پانی میں وہ نمایاں طور پر معلوم ہو یا مستعمل پاک پانی میں بہہ کر داخل ہو، پھر امام قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں ہے کہ دھوَن اگر کم مقدار میں پانی میں گرا تو پانی کو فاسد نہیں کرے گا یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے نیز ضرورت کی بنا پر قلیل معاف ہوگا۔ اب انہوں نے قلیل کے بارے میں بحث کی ہے۔ امام محمد سے مروی ہے کہ اگر مستعمل پانی کے چھینٹے سوئی کے سوراخ کے برابر ہوں تو قلیل ہے اور امام کرخی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر پانی میں گرنے کی جگہ نمایاں معلوم ہو تو کثیر ہے ورنہ قلیل ہے جیسے شبنم کے قطرے، اس مضمون کو زہر الروض میں نقل کیا ہے، اور خلاصہ میں ہے کہ اگر جنبی شخص سے غسل کرتے وقت اپنے برتن میں چھینٹے پڑگئے تو اس سے پانی نجس نہ ہوگا۔ اگر غسالہ بہہ کر برتن میں پڑا تو پھر برتن کا پانی ناپاک ہوجائیگا۔ حمام کے حوض کا بھی یہ حکم ہے۔ اور امام محمد کے قول کے مطابق اس صورت میں ناپاک نہ ہوگا تاوقتیکہ مغلوب نہ ہوجائے

---

[1] بدائع الصنائع　طہارۃ حقیقیۃ　سعید کمپنی کراچی　۱/۶۸
[2] جامع صغیر للقاضی خان
[3] خلاصۃ الفتاوی مع الہندیۃ　الماء المستعمل　نولکشور لکھنؤ　۱/۸

Marfat.com

جب یہ قاعدہ نفیسہ معلوم ہولیا یہاں بھی اُس کا اجرا کریں جتنا[1] پانی اُس نابالغ نے ڈالا ہے اسی قدر یا اُس سے زائد اُس حوض یا کنویں سے نکال کر اُس نابالغ کو دے دیں یہ دینا یقیناً جائز ہوگا کہ اگر اِس میں مِلک صبی ہے تو صبی ہی کے پاس جاتی ہے بخلاف بہا دینے یا ڈول کھینچ کر پھینک دینے کے کہ وہ مِلک صبی کا ضائع کرنا ہے اور یہ جائز نہیں اب کہ اُس قدر یا زائد پانی اُس صبی کو پہنچ گیا اُس کے ڈالے ہوئے پانی کا باقی رہنا مشکوک ہوگیا تو وہ یقین کہ موضع مجہول کے لیے تھا زائل ہوگیا اور حوض و چاہ کا باقی پانی جائز الاستعمال ہوگیا۔

ثم اقول اس پر واضح دلیل مثلیات مشترکہ[2] مثلاً گیہوں وغیرہ میں وارث کبیر کا اپنا حصہ وارث نابالغ کے حصے سے جدا کر لینے کا جواز ہے اور اس کی یہ تقسیم جائز و مقبول رہے گی اگر نابالغ کا حصہ اُس کے لیے سلامت رہے تلف نہ ہوجائے جامع الفصولین میں فتاوٰی اور جامع الصغار میں ذخیرہ سے ہے:

کیلی اووزنی بین حاضر وغائب او بین بالغ وصبی اخذ الحاضر او البالغ نصیبہ فانما تنفذ قسمتہ بلا خصم لوسلم نصیب الغائب والصبی حتی لوھلك مابقی قبل ان یصل الی الغائب اوالصبی ھلك علیھما۔[3]

کوئی مکیل یا موزوں شے حاضر و غائب کے درمیان یا بالغ اور بچّہ کے درمیان مشترک ہے تو حاضر یا بالغ نے اپنا حصّہ لے لیا اور اس کی تقسیم بلا خصم نافذ ہوجائے گی بشرطیکہ غائب اور بچہ کا حصہ باقی رہا اور اگر غائب اور بچہ تک پہنچنے سے قبل ہی وہ حصہ ہلاک ہوگیا تو ان کا حصہ ہی ہلاک ہوگا۔ (ت)

---

[1] اگر کہیے مائے مباح سے جو لے گا مالک ہوگا تو یہ پانی کہ کوئی شخص کنویں یا مباح حوض سے بھر کر نابالغ کو دے گا اپنی مِلک دے گا اور ایک شے پر دو مِلکیں جمع نہیں ہوسکتیں تو یہ پانی مِلک صبی نہ تھا پھر اس کے نکلنے سے مِلک صبی کا نکل جانا کیونکر محتمل ہوا۔

اقول جبکہ اس پانی میں مِلک صبی مخلوط ہے تو اب مائے مباح نہیں مائے محظور ہے بھرنے والا اس کا مالک نہ ہوگا کہ جو بھرا محتمل ہے کہ وہی مائے مملوک صبی ہو یا مائے مباح کا حصہ اول پر بھرنے والا اُس کا مالک نہیں ہوسکتا اور دوم ہے تو ہوگا اور مِلک شک و احتمال سے ثابت نہیں ہوسکتی لہذا وہ احتمال قائم رہا کہ یہ وہی پانی ہے جو مِلک صبی تھا ۱۲ منہ غفرلہ (م)

[2] اقول بلکہ اگر خود نابالغ نے دوبارہ اُتنا یا اُس سے زائد پانی اُس میں سے بھر لیا تو اب بھی رفع مانع ہوجانا چاہیے کہ اگرچہ نابالغ کے لیے پانی ممنوع نہیں جیسا کہ تنبیہ پنجم میں گزرا اور وہ جو دوبارہ بھرے گا ضرور اس کا مالک ہوگا مگر یہ اُس احتمال کا مانع نہیں کہ اس بار وہی پانی آیا جو اس نے پہلے ڈال دیا تھا اور یہی احتمال رفع منع کو بس ہے، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (م)

[3] جامع الصغار مع جامع الفصولین مسائل القسمۃ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/۲۴۰

Marfat.com

طرح بہے۔

(۷۰) یونہیں اہلے کا پانی اگرچہ کتنا ہی گدلا ہو اگرچہ رنگ کے ساتھ مزہ بھی بدلا ہو اگر ریتے مٹی کے سوا کچھ بھی بہاکر لایا ہو جب تک نجاست سے رنگ یا مزہ یا بُو نہ بدلے۔

(۷۱) یونہیں وہ ندیاں جو برسات میں گدلی ہو جاتی ہیں۔ امام ملک العلماء بدائع میں فرماتے ہیں:

لو تغیر الماء المطلق بالطین او بالتراب یجوز التوضؤ بہ[1]۔

اگر مطلق پانی کیچڑ یا مٹی سے تبدیل ہو گیا تو اس سے وضو جائز ہے۔ (ت)

محقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا:

لاباس بالوضوء بماء السیل مختلطا بالطین ان کانت رقۃ الماء غالبۃ فان کان الطین غالبا فلا[2]۔

سیلاب کا پانی جس میں کیچڑ کی آمیزش ہو اُس سے وضو جائز ہے بشرطیکہ اس میں پانی کی رقت غالب ہو اور اگر کیچڑ غالب ہو تو جائز نہیں۔ (ت)

جوہرہ نیرہ میں ہے:

خصہ بالذکر لانہ یاتی بغثاء واشجار و اوراق[3]۔

بطور خاص اس کو ذکر کیا کیونکہ سیلاب کے پانی میں میل کچیل، درخت اور پتّے وغیرہ بھی بہہ کر آتے ہیں (ت)

وجیز کردری میں ہے:

ماء السیل لو رقیقا یسیل علی العضو یجوز التوضی بہ[4]۔

سیلاب کا پانی اگر اتنا رقیق ہو کہ اعضاء پر بہتا ہو تو اس سے وضو جائز ہے۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

یجوز الطہارۃ بماء خالطہ شیئ طاھر فغیر احد اوصافہ کماء المد والماء الذی اختلط بہ الزعفران بشرط ان

اس پانی سے طہارت جائز ہے جس میں کوئی پاک چیز مل گئی ہو اور اس کے اوصاف میں سے کسی ایک وصف کو بدل دیا ہو جیسے سیلاب کا پانی اور وہ پانی

---

[1] بدائع الصنائع | الماء المقید | سعید کمپنی کراچی | ۱/۱۵
[2] فتح القدیر | باب الماء الذی یجوز الخ | سکھر | ۱/۶۵
[3] جوہرۃ نیرۃ | کتاب الطہارۃ | امدادیہ ملتان | ۱/۱۴
[4] فتاوٰی بزازیۃ مع الہندیۃ | نوع المستعمل الخ | پشاور | ۴/۱۰

Marfat.com

ثم اقول یہ طریقہ اثم سے بچنے کو ہے اور اگر بغیر اس کے کوئی شخص نادانستہ یا دیدہ و دانستہ براہِ جہالت خواہ بے پرواہی احکام شریعت اُس میں سے اتنا پانی یا اُس سے زاید بھر کرلے گیا تو اگرچہ وہ گنہگار ہو باقی پانی جائز الاستعمال ہوگیا کہ اتنا نکل جانے سے حوض وچاہ میں اُس کی بقا پر یقین نہ رہا کما قال محمد لا یجوز قتلھم فلو قتل البعض حل قتل الباقی (جیسا کہ امام محمد فرماتے ہیں ان کا قتل جائز نہیں اگر بعض قتل ہو جائیں تو باقی کا قتل جائز ہوگا۔ ت)

تنبیہ اقول یہیں سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ جریان نہ ضرور نہ کافی اگر صبی کا پانی اتنا قلیل تھا کہ چھلکنے میں نکل سکتا ہے تو جریان کی حاجت نہیں۔ اور اگر اتنا کثیر تھا کہ جتنے خروج پر جریان صادق آتا ہے اس میں نہ نکلے گا تو یہ جریان کافی نہیں جب تک اُس قدر نکل نہ جائے۔

اقول وبہ فارق النجاسۃ لان زوال وصفھا وحصول ضدھا بالجریان لمعنی فیہ وھو انہ لایقبل النجاسۃ بحکم النص وما قام بہ طھر بعضہ بعضا ولا یلزم منہ حل الانتفاع بملك الصبی فلا بد من خروج قدر المصبوب، ھذا ما ظھر لی وقد انکشفت بہ الغمۃ علی احسن وجہ مطلوب، والحمد للّٰہ سبحنہ کاشف الکروب، والصلوۃ والسلام علی اکرم محبوب، وعلی اٰلہ وصحبہ ھداۃ القلوب، اٰمین۔

میں کہتا ہوں اور اسی وجہ سے نجاست سے دُور ہوگیا، کیونکہ نجاست کے وصف کا زائل ہونا اور جاری ہونے کی وجہ سے اسکی ضد کا حاصل ہونا ایک معنی سے ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ وصف یعنی جریان نجاست کو قبول نہیں کرتا ہے، کیونکہ نص میں یہی ہے، اور جو اس کے ساتھ قائم ہے اس کے بعض نے بعض کو پاک کر دیا ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ بچہ کی ملک سے نفع حاصل کرنا جائز ہو، تو جتنا بہا ہے اُس کی مقدار میں نکلنا ضروری ہے، یہ بحث وُہ ہے جو مجھ پر ظاہر ہوئی، اور اس سے عمدہ طور پر پریشانیاں دُور ہوگئیں۔ اللہ تعالٰی کیلیے حمد ہے جو مصیبتوں کو دُور کرنے والا ہے اور اس کے محبوب ترین پر اور اس کی آل وصحابہ پر صلوٰۃ وسلام۔ آمین (ت)

الحمد للہ نمبر ۲۳ سے یہاں تک نابالغ کے پانی کا بیان جس تفصیل وتحقیق سے ہوا کتابوں میں اُس پر چند سطروں سے زائد نہ ملے گا۔ ممکن ہے کہ اسے رسالہ مستقلہ کیجیے اور عطاء النبی لافاضۃ احکام ماء الصبی نام رکھیے، وللہ الحمد۔ رسالہ ضمنیہ عطاء النبی لافاضۃ احکام ماء الصبی تمام ہوا۔

(۶۶) جس پانی میں مائے مستعمل کے واضح قطرے گرے خصوصاً جبکہ اس کی دھار پہنچی جب تک مطہر پانی سے کم رہے ہاں بوجہ خلاف بچنا مناسب تر ہے جبکہ وہ چھینٹیں وضو وغسل کرتے میں نہ پڑی ہوں۔

وذلك انہ روی الافساد مطلقا وان قل الا ما ترشش فی الاناء عند التطھر فھو عفو[1]

یہ اس لئے کہ مستعمل پانی کے بارے میں ایک روایت ہے کہ مستعمل مطلقاً خواہ قلیل ہو، پانی کو فاسد کر دیتا ہے

---

[1] غنیۃ المستملی فروع من النجاسۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۰۴

Marfat.com

بل الکل وثانیا الماء قد یخالطه شیئ لایخالفه الا فی وصف واحد فلا یغیر الا ایاه وان زاد علی الماء اجزاء والوضوء به باطل وفاقا فلیس فی التعبیر باحد غنی عن شرط غلبة الماء من حیث الاجزاء کما ذهب الیه وهله رحمه الله تعالی وثالثا قد لایغلب الشیئ علی الماء اجزاء ویزیل اسمه عنه کما یأتی فی الزعفران والزاج والعفص والنبیذ فلا یغنی الشرط الاول عن الثانی ورابعا لایخفی ان الثانی مغن عن الثالث لان بزوال الرقة لایسمی ماء قال فی الفتح ماخالط جامدا فسلب رقته لیس بماء مقید بل لیس بماء اصلا کما یشیر الیه قول المصنف فی المختلط بالاشنان الا ان یغلب فیصیر کالسویق لزوال اسم الماء عنه اھ[1] فالعجب تعرضه بحکم الاغناء حیث لم یکن وترکه حیث کان ثم راجعت الغنیة فرأیته عکس فاصاب وافاد ان الثالث تفسیر قال و اشتراط عدم زوال اسم الماء یغنی عن اشتراط الرقة فان الغلیظ قد زال عنه اسم الماء بل زوال الرقة یصلح ان یکون تفسیرا لزوال اسم الماء[2]

اور کبھی تمام اوصاف بھی تبدیل ہو جاتے ہیں۔

دوم: پانی میں کبھی ایسی چیز مل جاتی ہے جو صرف ایک وصف میں اُس کے مخالف ہوتی ہے اور اسی ایک وصف کو بدلتی ہے خواہ اجزاء کے اعتبار سے وُہ پانی سے زائد ہی ہو، ایسے پانی سے بالاتفاق وضو باطل ہے، لہذا "ایک وصف بدلنے" کا ذکر اس قید سے بے نیاز نہیں کرتا ہے کہ پانی کا اجزاء کے اعتبار سے غلبہ ہو، جیسا کہ وہلہ رحمہ اللہ نے اس کو ذکر کیا۔

سوم: بعض چیزیں اجزاء کے اعتبار سے پانی پر غالب نہیں آتیں اور اس سے پانی کا نام سلب ہو جاتا ہے جیسے زعفران، پھٹکڑی، مازو اور نبیذ میں ہوتا ہے تو پہلی شرط دوسری سے بے نیاز نہیں کرے گی۔

چہارم: مخفی نہ رہے کہ دوسرا تیسرے سے بے نیاز کرنے والا ہے کیونکہ جب رقت زائل ہوگئی تو اب اس کو پانی نہیں کہا جائیگا، فتح میں فرمایا پانی کسی جامد سے ملا اور اس کی رقت ختم ہوگئی تو یہ مقید پانی نہیں بلکہ سرے سے پانی ہی نہیں جیسے کہ مصنف نے مختلط بالاشنان میں اشارہ کیا ہے، مگر یہ کہ اتنا غالب ہو جائے کہ ستوؤں کی مثل بن جائے کہ اب اس پر پانی کا نام

---

۱ فتح القدیر — الماء الذی یجوز بہ الوضوء — سکھر — ۱/۶۵
۲ غنیۃ المستملی — المیاہ — سہیل اکیڈمی، لاہور — ص ۹۰

Marfat.com

ینکوا الاستعمال اھ[1] یعنی اس کو طہوریت سے نہیں نکالے گا اھ پھر بعض نے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ جو پانی فرض کیا گیا ہے وہ ٹھہرا ہوا قلیل ہے تو مستعمل پانی جو اس میں گرا ہے اپنے گرنے کی جگہ سے اس کی طرف منتقل نہ ہو گا ۔ امام کُردری کی وجیز میں اسی صورت کی طرف اشارہ کیا ہے، جب انھوں نے یہ کہا کہ چھوٹے حوض میں وضوء کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ پانی دوبارہ استعمال میں آتا ہے اھ۔ (ت)

اقول ویلزمھم التجویز اذا حرك الماء عند کل غرفة او اغترف کل مرة من غیر موقع الغسالة و اٰخرون بان الماء المستعمل من جنس المطلق فلا یستھلك فیه فیؤثر فی کله نقلته بخلاف اللبن او بول الشاة علی قول محمد بطہارته ھکذا اختلفوا والصحیح المعتمد فی المذھب الاعتبار بالغلبة فلا یخرج عن الطھوریة مادام اکثر من المستعمل ھو الذی اعتمدہ الامة وصححه الائمة ۔

میں کہتا ہوں اگر یہ قول کرنا لازم ہوگا کہ اگر ہر چُلو پر پانی کو حرکت دے یا ہر دفعہ غسالہ کی بجائے دوسری جگہ سے چُلو لے تو وضو جائز ہونا چاہئے ۔ بعض نے کہا کہ مستعمل پانی مطلق پانی کا ہم جنس ہونے کی وجہ سے اس میں فنا نہیں ہوگا اور اس کے کل میں اثر کرے گا کیونکہ وہ کم ہے بخلاف دودھ یا بکری کے پیشاب کے بقول امام محمد، کیونکہ وہ اس کی طہارت کے قائل ہیں اس طرح مستعمل پانی کے بارے میں یہ اختلاف ہے لیکن صحیح اور مذہب قابلِ اعتماد یہ ہے کہ اس میں غلبہ کا اعتبار ہے لہذا جب تک مطلق پانی غالب اور زیادہ ہے تو مستعمل پانی کے ملنے سے ناپاک نہ ہوگا اور قابلِ طہارت رہے گا، یہی اُمت کا معمول اور ائمہ کرام کا صحیح کردہ مسلک ہے ۔ (ت)

یہ ۶۶ وُہ پانی تھے جن میں شَیٔ غیر کا اصلاً خلط نہ تھا یا تھا تو آب غیر کا نہ غیر آب کا ۔ اب وہ پانی ہیں جن میں غیر آب کا خلط ہے ۔

(۶۷ و ۶۸) وہ پانی جس میں آبِ دہن یا آبِ بینی یعنی تھوک یا کھنکار یا ناک کی ریزش پڑ جائے اس سے وضو جائز مگر مکروہ ہے ۔ فتاوٰی امام قاضی میں ہے :

الماء اذا اختلط بالمخاط او بالبزاق جاز به التوضؤ ویکرہ[2]۔

اگر پانی میں تھوک یا ناک کا پانی گرے تو اس سے وضو جائز ہے مگر مکروہ ہے ۔ (ت)

(۶۹) وُہ پانی جس میں مٹی، ریتا، کیچڑ کسی قدر مل جائے جب تک اس کی روانی باقی ہو اعضا پر پانی کی

---

[1] فتاوٰی بزازیہ نوع فی الحیاض نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۷

[2] فتاوٰی قاضی خان فصل فیما لایجوز به التوضی نولکشور لکھنؤ ۱/۹

Marfat.com

(۷۶) حوض کے کنارے درخت ہیں موسمِ خزاں میں پتّے کثرت سے گرے کہ حوض کا پانی دیکھنے میں سبز معلوم ہوتا ہے مگر ہاتھ میں لینے سے صاف نظر آتا ہے اُس سے وضو بالاتفاق جائز ہے۔

(۷۷) پتّے اتنے گرے کہ واقعی پانی سبز ہوگیا چلّو میں بھی سبز معلوم ہوتا ہے صحیح مذہب میں اب بھی قابلِ وضو ہے جب تک گاڑھا ہوکر اپنی رقت سے نہ اُتر جائے۔

اقول ہاں مگر اس حالت میں اُس سے احتراز بہتر ہے کہ ایک جماعتِ علما اُس سے وضو صحیح نہ ہونے کی قائل ہے۔ امام صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں فرمایا:

اما الماء الذی تغیر بکثرۃ الاوراق الواقعۃ فیہ حتی اذا رفع فی الکف یظھر فیہ لون الاوراق فلا یجوز بہ الوضوء لانہ کماء الباقلی[1]

وہ پانی جو پتّوں کے زیادہ گرنے کی وجہ سے بدل گیا، اتنا کہ ہاتھ میں اٹھایا جائے تو پتّوں کا رنگ آئے تو اُس سے وضو جائز نہیں جیسے کہ باقلی (لوبیا) کے پانی سے وضو جائز نہیں۔ (ت)

فتاوٰی غزی میں ہے:

وبعضھم ذھب الی عدم الجواز بالماء الذی غیرتہ کثرۃ الاوراق بحیث یظھر لونھا فی کف عند رفعہ کما جزم بہ فی الکنز وغیرہ اھ[2]

اور بعض فقہاء اس طرف گئے ہیں کہ اُس پانی سے وضو جائز نہیں جس کو پتّوں کی کثرت نے بدل دیا ہو تو ہاتھ میں اٹھانے سے اس میں پتّوں کا رنگ نظر آتا ہو، جیسے کنز وغیرہ میں اس پر جزم کیا ہے اھ (ت)

اقول انما نص الکنز لا بما تغیر بکثرۃ الاوراق اھ[3] ولیس فیہ ذکر ظھور اللون بالرفع فی الکف وانما ضمیر تغیر للماء والماء عبارۃ عن العین وتغیر عینہ بذھاب رقتہ لاجرم ان قال فی البحر محمول علی ما اذا زال عنہ اسم الماء بان

میں کہتا ہوں کنز کا نص تو یہ ہے کہ نہ اُس پانی سے جو پتّوں کی کثرت سے متغیر ہوگیا ہو اھ اور اس میں یہ ذکر نہیں کہ ہاتھ میں اٹھانے سے پتّوں کا رنگ اس میں ظاہر ہوتا ہو، اور تغیر کی ضمیر پانی کی طرف لوٹتی ہے، اور پانی ایک عین ہے اور اُس کے عین کا تغیر اس وقت ہوگا جب اس کی رقت

---

[1] شرح وقایۃ — مایجوز بہ الوضوء — المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۸۶
[2] فتاوی غزی
[3] کنز الدقائق — میاہ الوضوء — سعید کمپنی کراچی ص ۱۱

Marfat.com

يكون الغلبة للماء من حيث الاجزاء ولم يزل عنه اسم الماء وان يكون رقيقا بعد فحكمه حكم الماء المطلق[1]

جس میں زعفران مل گئی ہو، بشرطیکہ اجزا کے اعتبار سے غلبہ پانی کو ہی ہو اور اس سے پانی کا نام سلب نہ ہوا ہو اور یہ کہ رقیق ہو، تو اس کا حکم مطلق پانی کا ہے۔ (ت)

حلیہ میں ہے:

المد السيل وانما خصه بالذكر لانه يجئ بغثاء ونحوه الا ان قوله غير احد اوصافه و قد سبقه الى هذه العبارة القدوری فی مختصره يفيد ان الجواز مقيد بما اذا غير وصفا واحدا لا غير و حينئذ لا يحتاج الى ان يقول بشرط ان يكون الغلبة للماء من حيث الاجزاء ولم يزل عنه اسم الماء وان يكون رقيقا بعد مع ان قوله بشرط ان تكون الغلبة للماء من حيث الاجزاء مغن عن الثانی كما هو ظاهر لان المخالط المذكور اذا لم يغير سوى وصف واحد لا يكون بحيث يغلب الماء من حيث الاجزاء ليقع الاحتراز عنه ويجعل شرطا اھ[2]

"المد" سیلاب کو کہتے ہیں اور اس کو بطور خاص ذکر کرنا اس لیے ہے کیونکہ سیلاب کا پانی کوڑا کرکٹ بھی ساتھ لاتا ہے مگر یہ کہ ان کا قول "اس کے اوصاف میں سے کسی ایک کو بدل دیا" اور ان سے پہلے قدوری بھی اپنی مختصر میں یہ عبارت لاچکے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے جواز اس صورت سے مقید ہے کہ جب صرف ایک وصف بدل جائے اس وقت یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ "شرط یہ ہے کہ غلبہ پانی کو ہو اجزاء کے اعتبار سے" اور اس سے پانی کا نام سلب نہ ہو، اور یہ کہ رقیق ہو' باوجودیکہ ان کا قول بشرطیکہ غلبہ اجزاء کے اعتبار سے پانی کو ہو، یہ دوسرے سے بے نیاز کرنے والا ہے، جیسا کہ ظاہر ہے، اس لیے کہ ملنے والی مذکورہ شے پانی کا اگر صرف ایک ہی وصف بدلے تو وہ پانی کے اجزاء پر غالب نہ ہوگی تاکہ اس سے احتراز ہو اور اس کو شرط کیا جائے اھ۔ (ت)

اقول اولاً سیاتی الكلام ان شاء الله تعالى على مقتضى التعبير باحد وحسبك ان الزعفران يغير اوصاف الماء الثلثة وكذا السيل ربما يتغير له وصفان

میں کہتا ہوں اولاً 'احد' سے تعبیر کرنے پر کلام آگے آئیگا، اور پھر یہ دلیل کافی ہے کہ زعفران جو پانی کے تینوں اوصاف تبدیل کر دیتی ہے، اور اسی طرح سیلاب کہ اس سے کبھی دو وصف بدل جاتے ہیں

---

[1] منیۃ المصلی فصل فی المیاہ مکتبہ قادریہ، لاہور ص ۶۳

[2] حلیہ

Marfat.com

منیہ میں ہے :

اذا تغیرلون الماء او ریحہ او طعمہ بطول المکث او بسقوط الاوراق تجوز بہ الطہارۃ الا اذا غلب لون الاوراق فیصیر مقیدا[1]۔

جب پانی کا رنگ، بُو یا مزہ تبدیل ہوجائے زیادہ ٹھہرا رہنے کی وجہ سے، یا اس میں پتوں کے گرنے کی وجہ سے، تو اس سے طہارت جائز ہے ہاں اگر پتوں کا رنگ غالب ہوگیا تو اب یہ پانی مقید ہوگیا۔ (ت)

حلیہ میں ہے :

اخذہ مما فی الذخیرۃ وتتمۃ الفتاوی الصغری سئل الفقیہ احمد بن ابراھیم المیدانی عن الماء الذی تغیر لونہ لکثرۃ الاوراق الواقعۃ فیہ حتی یظھر لون الاوراق فی الکف اذا رفع الماء منہ ھل یجوز التوضی بہ قال لا ولکن یجوز شربہ وغسل الاشیاء بہ اما شربہ و غسل الاشیاء فلانہ طاھر واما عدم جواز التوضی بہ فلانہ لما غلب علیہ لون الاوراق صار مقیدا کماء الباقلاء وغیرہ لکن نص فی تحفۃ الفقہاء علی انہ عند الضرورۃ یجوز التوضی بماء تغیر بامتزاج غیرہ من حیث اللون والطعم بان وقع الاوراق والثمار فی الحیاض حتی تغیر لانہ تتعذر صیانۃ الحیاض عنہا[2]۔

اس کو ذخیرہ اور فتاوٰی صغرٰی کے تتمہ سے لیا ہے، فقیہ احمد بن ابراہیم المیدانی سے اُس پانی کی بابت دریافت کیا گیا جس کا رنگ پتوں کی کثرت کی وجہ سے متغیر ہوگیا ہو یہاں تک کہ جب پانی کو ہاتھ میں اٹھایا جائے تو اس میں پتوں کا رنگ ظاہر ہوتا ہو، آیا اس پانی سے وضو جائز ہے؟ تو فرمایا "نہیں" لیکن اس کو پی سکتے ہیں اور اس سے دُوسری اشیا کو دھو سکتے ہیں، اس کا پینا اور دوسری اشیا کا دھونا اس لئے جائز ہے کہ یہ پانی پاک ہے اور وضو اس لیے جائز نہیں کہ اس پر پتوں کا رنگ غالب ہوچکا ہے اور یہ مقید پانی ہوگیا ہے جیسے باقلی (لوبیا) وغیرہ کا پانی۔ مگر تحفۃ الفقہاء میں صراحت ہے کہ ایسے پانی سے جس میں کسی چیز کے مل جانے کی وجہ سے رنگ اور مزہ تبدیل ہوگیا ہو ضرورت کے وقت وضو جائز ہے جیسے حوضوں میں پھل اور پتّے گرتے رہتے ہیں اور پانی متغیر ہوجاتا ہے کہ ان چیزوں سے حوضوں کا بچانا متعذر ہے اھ (ت)

اقول فاذن یکون ھذا قولا ثالثا

میں کہتا ہوں اس صورت میں یہ تیسرا قول

---

[1] منیۃ المصلی مکتبہ قادریہ لاہور ص ۶۴

[2] حلیہ

نہیں بولا جائے گا اھ تو تعجب اس پر ہے کہ جہاں اِغنا ء نہ تھا وہاں وہ اِغناء کا ذکر کر رہے ہیں اور جہاں تھا وہاں چھوڑ دیا ہے، پھر میں نے خود غنیہ کو دیکھا تو وہاں اُلٹ نکلا، تو انہوں نے مفید اور درست بات کہی کیونکہ وہ فرماتے ہیں تغییر التفسیر ہے، اور پانی کا نام زائل نہ ہونے کی شرط رقت کی شرط لگانے سے بے نیاز کرتی ہے، کیونکہ گاڑھے سے پانی کا نام ختم ہوگیا، بلکہ زوالِ رقت میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ پانی کے نام کے زوال کی تفسیر بن سکے۔ (ت)

(۷۲) وہ پانی کہ کاہی کی کثرت سے جس کی بُو وغیرہ میں تغیر آگیا، جوہرۃ نیرۃ میں ہے:

لو تغیر الماء بالطحلب کان حکمہ حکم الماء المطلق[1]	اگر پانی کاہی (پانی میں سبز دھاریاں ہوتی ہیں) سے متغیر ہوجائے تو اس کے لیے مطلق پانی کا حکم ہے (ت)

(۷۳) کچی کنیاں کا پانی جس میں بھرا سڑکر بدبو آجاتی بلکہ رنگ و مزہ سب متغیر ہوجاتا ہے۔

(۷۴) وہ تالاب جس میں سن گلائی گئی اور اس کے سبب اس کے تینوں وصف بدل گئے۔ فتاوٰی شیخ الاسلام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی میں ہے:

سئل عن الوضوء والاغتسال بماء تغیر لونہ و طعمہ وریحہ بحبلہ المعلق علیہ لاخراج الماء منہ فھل یجوز ام لا اجاب یجوز عند جمھور اصحابنا[2] اھ ملتقطا۔	اُن سے اُس پانی سے وضو اور غسل کی بابت دریافت کیا گیا کہ جس کا رنگ، مزا اور خوشبو اُس رسّی کے باعث بدل گئے جس پر کہ اس رسّی کو لٹکایا گیا تھا، تاکہ اُس سے پانی نکالا جائے، توکیا جائز ہے یا نہیں؟ توجواب دیا کہ ہمارے جمہور اصحاب کے نزدیک جائز ہے اھ ملتقطا۔ (ت)

(۷۵) کُونڈے میں آٹے کا لگاؤ ہو اُس میں پانی رکھنے سے مزے وغیرہ میں تغیر آجاتا ہے اس پانی سے وضو روا ہے۔ فتح القدیر میں ہے:

قد اغتسل صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلم یوم الفتح من قصعۃ فیہا اثر العجین رواہ النسائی والماء بذلک یتغیر ولم یعتبر للمغلوبیۃ[3]	حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ایسے پیالے میں وضو فرمایا جس میں گوندھے ہُوئے آٹے کا اثر تھا اس کو نسائی نے روایت کیا' اس سے پانی میں تغیر آتا ہے اور مغلوبیت کی وجہ سے اس کا اعتبار نہ فرمایا۔ (ت)

---

[1] جوہرۃ نیرۃ طہارت امدادیہ ملتان ۱/۱۴

[2] فتاوٰی غزی تمرتاشی

[3] فتح القدیر الماء الذی یجوز بہ الوضوء سکھر ۱/۶۴

Marfat.com

سیأتی ولا مساغ لهذا ههنا وبالله التوفیق ثم اورد علیه فی الحلیة نفسها بما حاصله ان لا معنی للتفرقة بین السعة والضرورة فان الشرع لم ینقل المکلف عن الماء المطلق عند عدم القدرة علیه الی الماء المقید فی حالة دون حالة بل نقله عند العجز عنه الی التیمم فی سائر الحالات اعنی سواء کان یجد مع ذلك الماء المقید اولم یجده ایضا فان کان هذا ماء مطلقا جاز الوضوء مطلقا والالم یجز مطلقا اھ[1] بمحصله اقول هذا ایراد علی ما فهمه رحمه الله تعالٰی من کلام التحفة لا علیه کما علمت ولله الحمد۔

کسی پانی سے ضرورت کے وقت تو وضو جائز ہو اور بلا ضرورت جائز نہ ہو، اور جہاں تک نبیذ تمر کا معاملہ ہے سو اس میں جو حکم ہے وہ معتمد مفتی بہ کے خلاف ہے، کیونکہ نص وارد ہے لہذا وہاں قیاس سے عدول کیا گیا ہے جبکہ مطلق پانی نہ ہو، جیسا کہ فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے، اور یہ عنقریب آئے گا، اور یہ چیز یہاں نہیں چل سکتی ہے، پھر انھوں نے خود حلیہ میں اعتراض کیا جس کا حاصل یہ ہے کہ گنجائش اور ضرورت کی صورتوں میں فرق کی کوئی وجہ نہیں، کیونکہ شریعت نے مکلف کو مطلق پانی سے قدرت نہ ہونے کی صورت میں مقید پانی کی طرف منتقل نہیں کیا ہے کسی خاص حالت میں، بلکہ ایسی صورت میں اسی کو تیمم کرنے کا حکم دیا ہے تمام حالات میں، خواہ اس کو مقید پانی مل رہا ہو یا نہ مل رہا ہو، تو اگر یہ مطلق پانی ہے تو وضو مطلقاً جائز ہے ورنہ مطلقاً وضو جائز نہیں اھ میں کہتا ہوں یہ اعتراض اُس مفہوم پر ہے جو انہوں نے تحفہ سے سمجھا خود تحفہ پر نہیں ہے جیسا کہ آپ نے جان لیا وللہ الحمد۔ (ت)

(۷۸) پھلوں کے گرنے

(۷۹) تالاب میں سنگھاڑے کی بیل سڑ جانے سے پانی کے سب اوصاف بدل جائیں جب بھی حرج نہیں جب تک رقیق وسیال رہے۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

(یجوز بماء خالطه طاهر جامد) مطلقا (کفاکهة وورق شجر) وان غیر کل اوصافه (فی الاصح ان بقیت رقته) ای واسمه اھ[2] اقول احتاج الی زیادة واسمه لکلامه

(وضو ایسے پانی سے جائز ہے جس میں کوئی جامد پاک چیز مل گئی ہو) مطلقاً (جیسے خشک میوہ اور درخت کے پتے) خواہ اس کے تمام اوصاف کو بدل دیا ہو (اصح یہی ہے بشرطیکہ اس کی رقت باقی رہی ہو) یعنی

---

[1] بدائع الصنائع | الماء المقید | سعید کمپنی کراچی | ۱/۱۵
[2] الدرالمختار | باب المیاہ | مجتبائی دہلی | ۱/۳۵

Marfat.com

صار تخینا اھ[1] ورحم اللہ العلامۃ الحلبی اذ اوضح المرام وازاح الاوھام بقولہ فی متنہ الملتقی لابماء خرج عن طبعہ بکثرۃ الاوراق اھ[2] قال فی مجمع الانھر طبعہ ھو الرقۃ والسیلان[3] اھ

ختم ہوجائے، اس لیے بحر میں فرمایا یہ اس پر محمول ہے جبکہ اس پر پانی کا اطلاق ختم ہوگیا ہو، مثلاً یہ کہ وہ گاڑھا ہوگیا اھ اللہ تعالٰی حلبی پر رحم فرمائے کہ انہوں نے شبہات کو دُور فرماکر وضاحت مقصود کردی، وہ ملتقی کے متن میں فرماتے ہیں "نہ اس پانی سے جو پتوں کی کثرت کی وجہ سے پانی کی طبیعت سے خارج ہوگیا ہو" اھ مجمع الانھر میں فرمایا پانی کی طبیعت رقت اور سیلان ہے اھ۔ (ت)

اقول ولم یکن بعدہ محل لان یعللہ بتغیر اوصافہ جمیعا ویقول وان جوزہ الاساتذۃ اما ما نقل عن الفرائد عن اخی چلپی انہ لایمکن الحمل الا علی اختلاف الروایتین ثم قال لکن یمکن الحمل علی ما بین انفا اھ[4]

میں کہتا ہوں اس کے بعد اس کا موقع نہ تھا کہ اس کی علت یہ بیان کریں کہ اس کے تمام اوصاف بدل جائیں اور یہ فرمائیں "اگرچہ اس کو اساتذہ نے جائز قرار دیا ہے" اور اخی چلپی سے فرائد سے جو منقول ہے کہ "اس کو صرف اختلاف روایتین پر ہی محمول کیا جاسکتا ہے" پھر فرمایا اس کا حمل اس پر ممکن ہے جس کو انہوں نے ابھی بیان کیا ہے اھ (ت)

فاقول اولا ما بین صریح منطوق المتن فتعبیرہ بالحمل ثم تضعیفہ بیمکن لا محل لھما وثانیا لا محل لھذا الحمل فی کلام صدر الشریعۃ وما یأتی من کلام المیدانی فلا محید عن الاختلاف ومن المسامحۃ تعبیرہ باختلاف الروایتین فان قول المشائخ لا یقال لہ روایۃ۔

تو میں کہتا ہوں اوّلاً جو انہوں نے بیان کیا ہے وہ متن کی صریح عبارت ہے تو اس کو حمل سے تعبیر کرنا پھر اس کی تضعیف یمکن کے لفظ سے، ان دونوں باتوں کا یہ محل نہیں۔
دوم، اس حمل کا صدر الشریعۃ کے کلام میں کوئی محل نہیں، اور اسی طرح میدانی کے کلام میں بھی اس کی کوئی گنجائش نہیں، تو اختلاف سے تو کوئی مفر نہیں، اور اس کو اختلاف روایتین سے تعبیر کرنا اس میں مسامحۃ ہے کہ قولِ مشایخ کو روایت نہیں کہا جاتا ہے۔ (ت)

---

[1] بحر الرائق میاہ الوضوء سعید کمپنی کراچی ۱/۶۸
[2] الملتقی الابحر شرح مجمع الانھر الطہارۃ بالماء المطلق عامرہ مصر ۱/۲۸
[3] ایضاً
[4] عقد الفرائد

Marfat.com

نہایہ امام سغناقی پھر عنایہ وحلیہ وغنیہ وبحر ونہر ومسکین و ردالمحتار کتب کثیرہ میں ہے :

المنقول عن الاساتذہ انہ یجوز حتی لوان اوراق الاشجار وقت الخریف تقع فی الحیاض فیتغیر ماؤھا من حیث اللون والطعم والرائحۃ ثم انھم یتوضؤن منھا غیر نکیر[1]

اساتذہ سے یہ منقول ہے کہ جائز ہے، یہاں تک موسمِ خزاں میں درختوں کے پتّے حوضوں میں گرنے کی وجہ سے پانی کا رنگ، مزہ، بُو بدل جاتا ہے پھر بھی وہ ایسے پانی سے وضو کرلیتے تھے، اور اس پر کسی کو کوئی اعتراض نہ ہوتا تھا۔

ردالمحتار میں زیرِ قول مذکور وان غیر کل اوصافہ فی الاصح فرمایا :

مقابلہ ماقیل انہ ان ظھر لون الاوراق فی الکف لایتوضؤ بہ لکن یشرب والتقیید بالکف اشارۃ الی کثرۃ التغیر لان الماء قد یری فی محلہ متغیرا لونہ لکن لو رفع منہ شخص فی کفہ لایراہ متغیرا تأمل اھ[2]۔

اس کے مقابل یہ قول ہے کہ اگر پتّوں کا رنگ چُلو کے پانی میں ظاہر ہوجائے تو اس سے وضو جائز نہیں، لیکن یہ پانی پیا جاسکتا ہے، اور ہتھیلی کی قید لگانا یہ ظاہر کرنے کے لیے ہے کہ تغیر بہت زیادہ واقع ہُوا ہے، کیونکہ پانی اپنے محل میں کبھی متغیر نظر آتا ہے لیکن اگر اُسے چُلّو میں اٹھایا جائے تو متغیر نظر نہیں آتا ہے تأمل اھ۔ (ت)

اقول لاادری لم امر بالتأمل وھو امر صحیح مشاھد ھذا وزعم یوسف چلپی فی ذخیرۃ العقبٰی الاصح ماذکرہ الشارح یرید صدر الشریعۃ لانہ بغلبۃ لون الاوراق صار مقیدا اھ[3]۔

میں کہتا ہُوں کہ معلوم نہیں، انہوں نے تأمل کا حکم کیوں دیا، یہ ایک صحیح بات ہے جس کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں، اور یوسف چلپی نے ذخیرۃ العقبٰی میں فرمایا کہ اصح وہ ہے جس کو شارح نے ذکر کیا ان کی مراد صدر الشریعۃ ہیں، کیونکہ وہ پتّوں کے رنگ کے غلبہ کی وجہ سے مقیّد پانی ہوگیا ہے۔ (ت)

اقول ھو رحمہ اللہ تعالٰی لیس من اھل الترجیح ولم یسندہ لمعتمد فلا یعارض

میں کہتا ہُوں وُہ (رحمہ اللہ) اصحابِ ترجیح سے نہیں ہیں اور انہوں نے کسی قابلِ اعتماد شخصیت کی طرف نسبت

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۷

[2] ایضاً

[3] ذخیرۃ العقبٰی المبحث فی الموجبات الغسل مطبع الاسلامیہ لاہور ۱/۱۴۵

Marfat.com

انه انما يجوز الوضوء به عند الضرورة و الا
لا وتبعه في مجمع الانهر وليس هكذا وانما
نص البدائع شرح التحفة وهو عين نصها و
لو تغير الماء المطلق بالطين او بالتراب او
بالجص او بالنورة او بوقوع الاوراق او الثمار
فيه او بطول المكث يجوز التوضؤ به لانه
لم يزل عنه اسم الماء وبقي معناه ايضا مع
ما فيه من الضرورة الظاهرة لتعذر صون
الماء عن ذلك اھ[1] فلم يقيده بالضرورة ولم
يقصر وجهه عليها بل علله بانه ماء مطلق
باق على اطلاقه وايده بانه ساقط الحكم
للضرورة وفرق بين بناء الحكم على الضرورة
بحيث يتقيد بها وبين اسقاط حكم رأسا
لضرورة لازمة وهذا من ذاك الا ترى انه
نظمه مع المخلوط بالتراب ونحوه في
سلك واحد وهل يسوغ لاحد ان يقول
انما يجوز الوضوء بماء كدر اذا لم يجد
غيره والا لم يصح ثم لا نظير لهذا في
المذهب ان يجوز الوضوء بماء عند الضرورة
لا في السعة اما نبيذ التمر فانما الحكم
فيه على خلاف المعتمد المفتى به لاجل
ورود النص فعدل به عن سنن القياس
عند عدم الماء المطلق كما نصوا عليه و

ہوگا یعنی یہ کہ بوقتِ ضرورت اس سے وضو جائز ہے
ورنہ نہیں، اور مجمع الانہر میں اس کی متابعت کی،
اور بات ایسی نہیں ہے اور بدائع شرح تحفہ کا نص
بعینہٖ یہی ہے اور وہ یہ ہے کہ "اگر مطلق پانی کیچڑ، مٹی،
گچ یا نورہ سے بدل گیا یا اس میں پتے اور پھل گرے
اور بدل گیا یا زیادہ عرصہ تک کھڑا رہنے کی وجہ سے
بدل گیا تو اس سے وضو جائز ہے کیونکہ اس سے
پانی کا نام زائل نہیں ہوا، اور اس کے معنی بھی باقی
ہیں، اور بظاہر اس میں ضرورت بھی ہے کیونکہ پانی کو
ان اشیاء سے بچانا متعذر ہے اھ تو اس کو ضرورت
سے مقید نہیں کیا اور اس کی وجہ اس پر مقصور نہ کی
بلکہ اس کی تعلیل اس طرح کی کہ وہ مطلق پانی ہے اور
اپنے اطلاق پر باقی ہے اور اس کی تائید میں فرمایا
کہ اس کا حکم بوجہ ضرورت ساقط ہوگیا، اور اس
میں کہ حکم ضرورت کی وجہ سے لگایا جائے اور وہ ضرورت
سے متقید ہوجائے اور اس میں کہ حکم ضرورت لازمہ کی
وجہ سے بالکل ساقط کیا جائے، بڑا فرق ہے، اور یہ
اُسی قبیل سے ہے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ انہوں نے
اس کو مخلوط بالتراب اور اس کی مثل کے ساتھ
ملایا ہے، اور ان دونوں کو ایک ہی قرار دیا ہے،
اور کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ گدلے پانی کے ساتھ وضو
جائز ہے بشرطیکہ دُوسرا موجود نہ ہو ورنہ نہیں؟ پھر
اس پر مذاہب میں اس کی کوئی نظیر موجود نہیں کہ

---

[1] بدائع الصنائع الماء المقید سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵

Marfat.com

بوقوع الاوراق یجعل الماء مقیدا مع بقاء رقتہ فغیر مسلم ولا واقع فبوقوع الاوراق مع بقاء الرقۃ لایزول اسم الماء ابدا وان تغیرت الاوصاف مھما تغیرت وان اراد بالتغیر الکثیر زوال الرقۃ فلاحاجۃ الی الترجی بل ھو المراد قطعا قال فی العنایۃ بعد نقل النھایۃ وکذا اشار فی شرح الطحاوی الیہ لکن شرطہ ان یکون باقیا علی رقتہ اما اذا اغلب علیہ غیرہ وصار بہ ثخینا فلا یجوز اھ[1] ثم قال فی الحلیۃ کما ان الظاھر ان محل جواب المیدانی المذکور ما بلغ بہ بما وقع فیہ من الاوراق الی حد التقیید فان تغیر لون الماء بکثرۃ الاوراق الواقعۃ فیہ یوجب تغیر الطعم بل والرائحۃ ایضا انکانت الاوراق ذات رائحۃ اھ[2]۔

اوصاف میں پتّوں کے وقوع سے زیادہ تغیر پیدا ہونے سے پانی مقیّد ہوجاتا ہے باوجودیکہ اُس کی رقت باقی رہتی ہے، تو یہ بات نہ تو مسلّم ہے اور نہ ایسا واقع ہے، کیونکہ پتّوں کے گرنے سے جبکہ رقت باقی ہو ہمیشہ پانی کا نام تبدیل نہیں ہوتا ہے اگرچہ اوصاف تبدیل ہوتے رہیں۔ اور اگر ان کی مراد کثرتِ تغیّر سے یہ ہے کہ رقّت زائل ہوجائے، تو ترجّی (لفظ لعل) کی حاجت نہیں، بلکہ قطعیت کے ساتھ یہی کہنا ہوگا، عنایۃ میں نہایۃ کی عبارت نقل کرنے کے بعد فرمایا۔ طحاوی نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ اس کی رقت باقی ہو، اور اگر پانی پر کوئی دوسری چیز غالب ہوگئی اور اُس کی وجہ سے وہ گاڑھا ہوگیا تو اُس سے وضو جائز نہیں اھ پھر حلیہ میں فرمایا جیسا کہ یہ ظاہر ہے کہ میدانی کا مذکور جواب پتّوں کی اُس مقدار سے متعلق ہے جس کی وجہ سے پانی مقیّد ہوجائے، کیونکہ پتّوں کی کثرت کے باعث جب پانی کا رنگ تبدیل ہوتا ہے تو ساتھ ہی مزہ بلکہ بُو بھی تبدیل ہوجاتی ہے بشرطیکہ پتّوں میں کوئی خاص بُو موجود ہو۔ (ت)

اقول فکان ماذا[1] فقد ذکرتم ان لیس کل تغیر فی الصفات الثلاث جمیعا یوجب جعل الماء مقیدا ولاتقیید ھھنا الا زوال الرقۃ والامام المیدانی انما بنی الجواب علی ظھور لون الاوراق فی الکف وبھذا

میں کہتا ہوں اس سے کیا ثابت ہوا؟ آپ نے خود بھی ذکر کیا ہے کہ اوصاف ثلثہ کا ہر تغیّر پانی کو مقید نہیں بنادیتا ہے، اور یہاں کوئی تقیید زوالِ رقّت کے سوا نہیں ہے اور میدانی کے جواب کی بنیاد یہ ہے کہ پتّوں کا رنگ چلّو میں ظاہر ہوجائے، اور

---

[1] عنایۃ مع الفتح   الماء الذی یجوز بہ الوضوء   سکھر   ۱/۶۳

[2] حلیہ

فی کل طاھر جامد ومنہ مایزیل الاسم مع بقاء الرقۃ کما یأتی فی الزعفران ونحوہ فلا یجوز الوضوء بہ مع بقاء رقتہ ونحن فی غنی من ھذا القید ھنا فانہ ھنا لا یتبدل الاسم مادامت الرقۃ فلذا لم نعرج علیہ۔

اس کا نام بھی اھ میں کہتا ہُوں ہر طاہر جامد کے ساتھ نام کے باقی رہنے کی قید ضروری ہے، اسی میں وہ بھی ہے جس کا نام تو ختم ہوگیا مگر رقت باقی رہی ہو جیسا کہ زعفران وغیرہ میں آئے گا تو رقت کے باقی رہتے ہُوئے بھی وضو جائز نہ ہوگا، اور ہمیں یہ قید لگانے کی ضرورت نہیں کہ یہاں نام اس وقت تک تبدیل ہوتا ہی نہیں جب تک کہ رقت باقی رہتی ہے، اسی لیے ہم نے یہ قید نہیں لگائی۔ (ت)

غرر و درر میں ہے:

وان غیر اوصافہ فی الاصح[1] (اصح یہ ہے کہ اگرچہ وُہ پانی کے اوصاف کو بدل دے۔ ت)

عبدالحلیم میں ہے:

ھو الاصح بل الصحیح کما قال فی المنبع[2] (یہی اصح ہے بلکہ صحیح ہے، جیسا کہ منبع میں فرمایا۔ ت)

سراج الوہاج و علمگیریہ و جوہرہ نیرہ و فتاوی غزی میں ہے:

فان تغیرت اوصافہ الثلثۃ بوقوع اوراق الاشجار فیہ وقت الخریف فانہ یجوز بہ الوضوء عند عامۃ اصحابنا رحمھم اللہ تعالٰی۔[3]

اگر اس کے تینوں اوصاف موسم خزاں کے پتوں کے گرنے کی وجہ سے تبدیل ہوگئے، تو ہمارے اصحاب کے نزدیک اس سے وضو جائز ہے رحمہم اللہ تعالٰی۔ (ت)

مجتبی، شرح قدوری پھر فتاوی غزی میں ہے:

لو غیر الاوصاف الثلثۃ بالاوراق ولم یسلب اسم الماء عنہ ولا معناہ فانہ یجوز التوضوء بہ[4]

اگر پانی کے تینوں اوصاف پتّوں کے گرنے کی وجہ سے متغیر ہو گئے اور اس سے پانی کا نام سلب نہ ہوا اور نہ اس کے معنی سلب ہُوئے تو اس سے وضوء جائز ہے۔ (ت)

---

[1] درر غرر ملّا خسرو فرض الغسل مطبعہ کاملیۃ بیروت ۱/۲۱
[2] درر غرر عبدالحلیم فرض الوضو مطبعہ عثمانیہ بیروت ۱/۱۷
[3] ہندیۃ فیما لایجوز بہ الوضو پشاور ۱/۲۱ [4] فتاوی غزی

Marfat.com

اسی طرح جوہرہ وغنیہ و حلیہ وغنایہ میں ہے۔

اقول انما الزردج معرب زردہ و ھی الصفرۃ التی تخرج من العصفر فی الماء المنقوع فیہ فیسمی ذلك الماء ماء الزردج لا ان مایخرج من العصفر یسمی ماء الزردج ھذا ھو الوجہ عندی فی اللفظ وتبعوا فیہ المطرزی وکانہ لم یتقنہ لخلو کتب اللغۃ عنہ حتی القاموس المدعی الاحاطۃ وتاج العروس المستدرك علیہ بکثیر ولا الکلمۃ من لسان العرب و اللہ تعالٰی اعلم۔

میں کہتا ہوں "زردج" زردہ کا معرّب ہے، یہ وہ زردی ہے جو عُصفر سے نکل کر اس پانی میں آجاتی ہے جس میں اسے ڈبویا گیا ہو اس کو ماءِ زردج کہتے ہیں۔ یہ نہیں کہ خود عصفر سے جو پانی نکلتا ہے اس کو ماءِ زردج کہا جاتا ہو، میرے نزدیک اس لفظ کا صحیح مفہوم یہی ہے، جبکہ دوسرے حضرات نے اس میں مطرزی کی پیروی کی ہے، غالباً مطرزی نے اس کو اچھی طرح نہیں سمجھا، کیونکہ لغۃ کی کتب میں یہ موجود نہیں، یہاں تک کہ قاموس جس کا دعوی ہے کہ اس نے تمام کلمات کا احاطہ کیا ہے اس سے خالی ہے، اور پھر تاج العروس جس میں اس سے بھی زیادہ کلمات کا احاطہ ہے اس میں بھی یہ موجود نہیں، اور نہ ہی یہ کلمہ لسان العرب میں ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

(۸۲ و ۸۳) جس پانی میں گچ یا چُونا مل جائے لقولہ لم یزل عنہ اسم الماء وبقی معناہ ایضا (کیونکہ نام بھی سلب نہیں ہوا اور معنی بھی باقی ہے۔ ت)

(۸۴) چُونے کا پانی، گٹی بجھنے کے بعد تہ نشین ہوتی اور اوپر نِتھرا پانی رہ جاتا ہے جس میں قدرے سپیدی متفرق طور پر رہتی ہے اسے چُونے کا پانی کہتے ہیں قابلِ وضو ہے اذ لم یزل اسم الماء و لا طبعہ (کیونکہ نام بھی سلب نہیں ہوا اور طبیعت بھی زائل نہیں ہُوئی۔ ت)

(۸۵) ریشم پکانے کے لیے کیسوں کو پانی میں جوش دیتے ہیں اور اُن میں ریشم کے کیڑے ہوتے ہیں اُس پانی سے وضو جائز ہے کیڑے تر ہوں یا خشک جب تک اس کثرت سے نہ ہوں کہ اُن کے اجزا پانی پر غالب آجائیں۔ جواہر الفتاوٰی باب ثانی فتاوی امام جمال الدین بزدوی میں ہے:

الفیلق اذا طرح فی الماء الذی اغلی بالنار لسد الابریسم و فی الفیلق دودمیتۃ یابسۃ اوغیر یابسۃ بقیت فی الماء یکون طاھر الانہ لیس لہ دم سائل و ان غلب

کیسوں کو جب آگ پر جوش دیئے ہُوئے پانی میں ڈالا جائے تاکہ ابریشم کا تار حاصل کیا جاسکے، اور ان کیسوں میں مُردہ کیڑے بھی موجود ہوں، خواہ خشک حالت میں یا غیر خشک حالت میں تو یہ پانی جس میں

Marfat.com

ما علیه الجمهور ونصوا انه الاصح ونص الامام النسفی فی المستصفی عن شیخه شمس الائمة الکردری انها الروایة الصحیحة کما سیأتی فی ۷، ۹ اما ما استدل به فمصادرة علی المطلوب وکفی ردا علیه قول المحقق فی الفتح تقع الاوراق فی الحیاض زمن الخریف فیمر الرفیقان ویقول احدھما للأخر ھنا ماء تعال نشرب نتوضأ فیطلقه مع تغیر اوصافه بانتقاعها فظهر لنا من اللسان ان المخالط المغلوب لایسلب الاطلاق اھ[1] و قال المحقق فی الحلیة لعل ما نقل من وضوء الاساتذة من الماء المذکور کان فیه ادنی تغیر فی صفاته الثلثة[عہ] بحیث لم یزل عنه اسم الماء المطلق اذلیس کل تغیر فی مجموع الصفات الثلاث یوجب جعل ذلك الماء مقیدا بل ھذا ھو الظاھر من حالھم اذ لا یظن بھم الوضوء بالماء المقید اھ[2]

بھی نہیں کی تو یہ جمہور کے قول سے متعارض نہ ہوگا، جمہور نے تصریح کی ہے کہ یہی اصح ہے، اور امام نسفی نے مستصفی میں اپنے شیخ شمس الائمہ کردری سے نقل کیا کہ یہی صحیح روایت ہے، جیسا کہ عنقریب ۷، ۹ میں آئیگا اور جس سے انہوں نے استدلال کیا ہے تو وہ مصادرۃ علی المطلوب ہے اور محقق نے اس کی تردید فتح میں کردی ہے کہ موسم خزاں میں پتے حوضوں میں گرتے ہیں اب وہاں سے دو دوست گزرتے ہیں ایک دُوسرے سے کہتا ہے کہ آؤ یہاں پانی موجود ہے اسے پیتے ہیں اور اس سے وضو کرتے ہیں تو وہ اس پر پانی کا اطلاق کرتا ہے حالانکہ اُس کے اوصاف متغیر ہوچکے ہیں تو معلوم ہوا کہ عام محاورہ میں اس سے پانی کا نام سلب نہیں ہوتا ہے اھ محقق نے حلیہ میں فرمایا اساتذہ کا جو اس پانی سے وضو کرلینا مذکور ہے تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ اس پانی کے اوصاف میں زیادہ تغیر واقع نہ ہوا ہوگا اتنا کہ اُس سے مطلق پانی کا نام ہی مسلوب ہوجائے کیونکہ اوصافِ ثلثہ کا ہر تغیر پانی کو مقید نہیں بناتا ہے بلکہ اُن کے حال سے یہی ظاہر ہے۔ کیونکہ یہ گمان نہیں کیا جاسکتا ہے کہ وُہ مقید پانی سے وضو کرلیا کرتے تھے۔ (ت)

اقول ان اراد ان کثرة تغیر الاوصاف[۳]

میں کہتا ہُوں اگر ان کی مراد یہ ہے کہ پانی کے

عہ کذا ھو فی نسختی الحلیة باثبات التاء فی الثلثة ۱۲ منه غفر له

میرے پاس موجود حلیہ کے نسخہ میں اسی طرح ثلثہ میں تا کو ثابت رکھا گیا ہے۔ (ت)

---

[1] فتح القدیر   الماء الذی یجوز به الوضوء   سکھر   ۱/ ۶۴

[2] حلیہ

Marfat.com

اقول کل مالادم فیہ[1] حرام غیرالجراد والسمك الغیرالطافی واذا اختلطت اجزاؤہ بالماء فاندرادھا فی شربہ متیقن فای وجہ للنزول من الحرمۃ الی کراھۃ التحریم وراجعت البحرفوجدت نصہ ھکذا روی عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی اذا تفتت الضفدع فی الماء کرھت شربہ لاللنجاسۃ بل لحرمۃ لحمہ وقدصارت اجزاؤہ فی الماء وھذا تصریح بان کراھۃ شربہ تحریمیۃ وبہ صرح فی التجنیس فقال یحرم شربہ۔

میں کہتا ہوں ہر وہ جانور جس میں خون نہ ہو وہ حرام ہے سوائے ٹڈی اور اُس مچھلی کے جو مُردہ حالت میں سطحِ سمندر پر تیرتی ہُوئی نہ پائی گئی ہو، اور جب اس کے اجزا پانی میں مل جائیں تو ان کا پینے وقت پانی میں شامل ہونا یقینی امر ہے تو پھر حرمت سے گھٹ کر کراہت تحریم کا حکم کیوں لگایا گیا؟ میں نے بحر کو دیکھا تو اس میں یہ تھا" امام محمد سے مروی ہے جب مینڈک پانی میں پھُول پھٹ جائے تو میں اس پانی کے پینے کی کراہت کا قول کروں گا اس کی نجاست کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کے گوشت کی حرمت کی وجہ سے اور اس حرام گوشت کے اجزاء پانی میں بھی شامل ہو گئے ہیں، یہ اس امر کی صراحت ہے کہ اس کے پینے کی کراہت تحریمی ہے اور اسی کی تصریح تجنیس میں ہے، فرمایا کہ اس کا پینا حرام ہے۔ (ت)

اقول الکراھۃ فی عرف القدماء اعم من الحرمۃ یقولون اکرہ کذا والمعنی احرمہ راجع کتابی فصل القضاء فی رسم الافتاء فمعنی قول البحران الکراھۃ فی کلام الامام للتحریم الاتری الی قولہ وبہ صرح فی التجنیس وانما صرح بانہ حرام۔

میں کہتا ہوں کراہت کا لفظ متقدمین کے عرف میں حُرمت کو بھی عام ہے وہ فرماتے ہیں میں اس کو مکروہ سمجھتا ہُوں اور مراد یہ ہوتی ہے کہ میں اس کو حرام سمجھتا ہُوں۔ دیکھئے میری کتاب "فصل القضاء فی رسم الافتاء" تو بحر کی مراد یہ ہے کہ امام کے کلام میں کراہت سے مراد تحریم ہے، چنانچہ انہوں نے فرمایا وبہ صرح فی التجنیس اور اس میں ان کی تصریح یہ ہے کہ حرام ہے۔ (ت)

(۸۷) چاول کھچڑی دال دھو کر ڈالے جاتے ہیں ان کے دھونے سے جو پانی بچا قابلِ وضو ہے جبکہ بے وضو ہاتھ سے نہ دھوئے ہوں اگرچہ اس کے رنگ میں ضرور تغیر آجاتا ہے بلکہ اگرچہ مزہ و بُو بھی بدل جائیں۔

اقول وھذا عندی وفاقا حتی ممن یجعل ماء الحمص والباقلاء المنقوعین

میں کہتا ہوں یہ میرے نزدیک متفقہ طور پر ہے، یہاں تک کہ جو حضرات چنوں اور باقلی (لوبیا)

---

[1] بحرالرائق موت مالادم لہ سعید کمپنی کراچی ۱/۸۹

Marfat.com

الغدر جعله مقیدا و بہ صرح صدر الشریعۃ و معلوم انہ لا یستلزم الثخانۃ فانی ینفع التاویل، وعلی اللہ ثم علی رسولہ التعویل، جل جلالہ وعلیہ الصلاۃ والسلام بالتبجیل۔

اس مقدار سے انہوں نے پانی کو مقید بنا دیا، اور اسی کی تصریح صدر الشریعۃ نے کی ہے اور یہ معلوم ہے کہ اس سے اس کا گاڑھا ہونا لازم نہیں، تو تاویل کا کچھ فائدہ نہیں .... (ت)

(۸۰ و ۸۱) شنجرف یا کسم زردی کاٹنے کے لیے پانی میں بھگو دیتے ہیں جب زردی کٹ آئی پانی پھینک دیتے ہیں یہ پانی اگرچہ اس کی رنگت وغیرہ بدل گئی قابلِ وضو ہے جبکہ گاڑھا نہ ہوگیا ہو، خانیہ میں ہے:

التوضؤ بزردج العصفر یجوز ان کان رقیقا والماء غالب[1] اھ۔

پیلے رنگ کے زردج کے پانی سے وضوء جائز ہے اگر پتلا ہو اور پانی غالب ہو اھ (ت)

اقول والحاصل واحد فکانہ اضیف الیہ بالعطف علیہ تعلیلا لہ۔

میں کہتا ہوں حاصل ایک ہی ہے، تو غالباً یہ چیز بطورِ عطف اس کے ساتھ اس کی تعلیل کے لیے ملائی گئی ہے۔ (ت)

بزازیہ میں ہے:

ماء الزردج والصابون والعصفر لو رقیقا یسیل علی العضو یجوز[2]

زردج، صابون اور عصفر کا پانی اگر اتنا پتلا ہو کہ عضو پر بہہ سکے تو اُس سے وضو جائز ہے۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

وھو الصحیح کذا اختارہ الناطفی والامام السرخسی رحمہما اللہ تعالٰی۔[3]

اور یہی صحیح ہے۔ اسی کو ناطفی اور امام سرخسی رحمہما اللہ نے پسند کیا ہے۔ (ت)

مُغرب میں ہے:

ماء الزردج ھو ماء یخرج من العصفر المنقوع فیطرح ولا یصبغ بہ۔[4]

زردج کا پانی وہ ہے جو نچوڑے ہوئے عصفر سے نکلتا ہے پھر اس کو پھینک دیتے ہیں اور یہ رنگنے کے کام نہیں آتا ہے۔ (ت)

---

[1] قاضی خان فیما لا یجوز بہ التوضی نولکشور لکھنؤ ۹/۱
[2] فتاوٰی بزازیۃ مع الہندیۃ الماء المقید وغیرہ پشاور ۱۰/۴
[3] الہدایۃ الماء الذی یجوز بہ الوضوء مکتبہ عربیہ کراچی ۱۸/۱
[4] جوہرۃ نیرۃ کتاب الطہارۃ امدادیہ ملتان ۱۴/۱

Marfat.com

اقول رحم اللہ الشیخ الامام ورحمنا
بہ کلام[ع] ابی الحسن فیما اذا اخرجہ عن
طبع الماء بان اختلطت فیہ اجزاؤہ فثخن
ولم یبق رقیقا وحینئذ لا یجوز التوضی
بہ وان لم یطبخ وقد قال فی الوقایۃ لا بماء
زال طبعہ بغلبۃ غیرہ اجزاء او بالطبخ کماء
الباقلی والمرق فقال الامام الشارح المراد
بہ ان یخرجہ عن طبع الماء وھو الرقۃ والسیلان و
ماء الباقلی نظیر ما غلب علیہ غیرہ اجزاء والمرق نظیر ما غلب
علیہ بالطبخ[1] اھ وفی الاصلاح والایضاح لا بماء
زال طبعہ وھو الرقۃ والسیلان بغلبۃ
غیرہ اجزاء کماء الباقلا[2] اھ نعم الظاھر مامر
عن الذخیرۃ والتتمۃ عن المیدانی وتبعہ
صدر الشریعۃ من قیاس ماتلون بوقوع
الاوراق علی ماء الباقلی ان المراد ما نقع
فیہ فغیرہ وصفا لا ذاتا وھو خلاف المعتمد
ففی الخانیۃ یجوز التوضؤ بماء القی فیہ
حمص او باقلاء لیبتل وتغیر لونہ وطعمہ

میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی شیخ الامام پر اور ہم
پر رحم فرمائے، ابو الحسن کی گفتگو اس صورت سے
متعلق ہے جب کہ پانی کو اس کی طبیعت سے نکال دے
مثلاً یہ کہ اس میں اس کے اجزاء مل جائیں اور وہ
گاڑھا ہو جائے اور اس کی رقت باقی نہ رہے تو
ایسی صورت میں اس سے وضوء جائز نہ ہوگا خواہ
پکایا نہ گیا ہو، اور وقایہ میں فرمایا "نہ کہ اس پانی سے
جو دوسری شَے کے غلبہ کی وجہ سے اپنی طبیعت
سے خارج ہوگیا ہو یا پکائے جانے کی وجہ سے
طبیعت ماء سے خارج ہوگیا ہو، جیسے باقلی (لوبیا)
کا پانی یا شوربہ۔ امام شارح نے فرمایا اس سے مراد
یہ ہے کہ اس کو پانی کی طبیعت سے خارج کر دے
اور پانی کی طبیعت رقت اور سیلان ہے اور باقلی
(لوبیا) کا پانی اُس پانی کی نظیر ہے جس پر دوسرے
اجزاء غالب آگئے ہوں اور شوربہ اس پانی کی مثال ہے جس کو
پکایا گیا ہو تو اس پر دوسری شَے غالب آجائے اھ اور اصلاح اور
ایضاح میں ہے کہ نہ اس پانی سے کہ جس کی طبیعت
زائل ہوگئی ہو یعنی رقت اور سیلان، اور یہ دوسری

ع الحمد للہ فتح المولی سبحنہ وتعالی
بما یصحح الکلام ویوضح المرام ویزیل
الاوھام کما یأتیک فی سادس ضوابط الفصل
الثالث ان شاء اللہ تعالٰی ۱۲ منہ غفرلہ وحفظ ربہ

اللہ تعالٰی کے لیے حمد ہے اللہ پاک نے وہ کھول دیا ہے
جس کے ذریعے کلام صحیح ہوتا ہے، مقصود واضح ہوتا ہے
اور وہم ختم ہوتے ہیں جیسا کہ فصل ثالث کے چھٹے ضابطہ
میں آئے گا۔ (ت)

---

[1] شرح وقایۃ کتاب الطہارت رشیدیہ دہلی ۱/۸۵
[2] اصلاح والایضاح

Marfat.com

اجزاؤها علی الماء یمنع التوضی بہ کما لو غلب شیئ اٰخر[1]۔

یہ کیڑیاں ڈالی گئی ہوں پاک رہے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کیڑوں میں سیال خون نہیں ہوتا ہے، اور اگر ان کیڑوں کے اجزاء پانی پر غالب ہوجائیں تو دوسری اشیاء کی طرح اس سے وضوء جائز نہ ہوگا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

فی الوھبانیۃ دود القز وماؤہ وبذرہ وخرؤہ طاھر کدودۃ متولدۃ من نجاسۃ[2]۔

وہبانیہ میں فرمایا ریشم کا کیڑا، اس کا پانی، اس کا انڈا اور اس کی بیٹ اُسی طرح پاک ہے جس طرح نجاست سے پیدا ہونے والے دوسرے کیڑوں کا حکم ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں شرح وہبانیہ للعلامہ عبدالبر سے ہے:

یحتمل ان المراد مایوجد فیما یھلک منہ قبل ادراکہ وھو شبیہ باللبن او الذی یغلی فیہ عند حلہ حریرا[3]۔

ہوسکتا ہے کہ پانی سے مراد وہ پانی ہو جو ان کیڑوں میں پایا جاتا ہے جو کیپوں کے پکنے سے پہلے ہی ہلاک ہوجاتے ہیں، یہ پانی دودھ کے مشابہ ہوتا ہے یا وُہ پانی ہوسکتا ہے جس میں انکو ریشم نکالتے وقت اُبالا جائے۔ (ت)

(۸۶) پانی میں مینڈک یا کوئی آبی جانور یا وہ غیر آبی جس میں خون سائل نہ ہو جیسے زنبور، کژدم، مکھی وغیرہا مرجائے اُس سے وضو جائز ہے اگرچہ ریزہ ریزہ ہوکر اس کے اجزاء پانی میں ایسے مل جائیں کہ جُدا نہ ہوسکیں بشرطیکہ پانی اپنی رقت پر رہے، ہاں اس حالت میں اس کا پینا یا شوربا کرنا حرام ہوگا جبکہ وُہ جانور حرام ہو اور اگر ٹڈی یا غیر طافی مچھلی ہے تو یہ بھی جائز۔ درمختار میں ہے:

لو تفتت فیہ نحو ضفدع جاز الوضوء بہ لاشربہ لحرمۃ لحمہ[4] قال ش عن البحر لانہ صارت اجزاؤہ فی الماء فیکرہ الشرب تحریما[5] اھ

اور اگر پانی میں مینڈک کی قسم کی کوئی چیز پھول پھٹ جائے تو اُس سے وضو جائز ہے پینا جائز نہیں کہ اس کا گوشت حرام ہے، "ش" نے بحر سے نقل کرتے ہوئے فرمایا اس لیے کہ اس کے اجزاء پانی میں شامل ہوگئے تو اس کا پینا مکروہ تحریمی ہوگا۔ (ت)

---

[1] جواہر الفتاوی

[2] درمختار	باب المیاہ	مجتبائی دہلی	۱/۳۵
[3] ردالمحتار	"	مصطفی البابی مصر	۱/۱۳۵
[4] درمختار	"	مجتبائی دہلی	۱/۳۵
[5] ردالمحتار	"	مصطفی البابی مصر	۱/۱۳۶

Marfat.com

میں ہے :

سؤر حمارا ھلی ولوذکرا فی الاصح مشکوک فی طھوریتہ لا طھارتہ[1]

پالتو گدھے کے جُھوٹے کی طہوریت مشکوک ہے طہارت مشکوک نہیں اصح قول کے مطابق۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قولہ فی الاصح قالہ قاضیخان ومقابلہ القول بنجاستہ لانہ ینجس فمہ بشم البول قال فی البدائع وھو غیر سدید لانہ امر موھوم لا یغلب وجودہ فلا یؤثر فی ازالۃ الثابت بحراھ[2]

اس کا قول "فی الاصح" یہ قاضی خان کا قول ہے اور اس کے مقابل اس کی نجاست کا قول ہے اس لیے کہ اس کا منہ پیشاب کو سُونگھنے کی وجہ سے نجس ہوجاتا ہے، بدائع میں فرمایا یہ درست نہیں کیونکہ یہ بات محض وہم ہے، عام طور پر ایسا نہیں ہوتا ہے تو جو ثابت ہے اس کے ازالہ میں موثر نہ ہوگا بحر اھ۔ (ت)

اقول ف۱ ان کان المناط الندرۃ یظھر تنجیس سؤر التیس فان شمہ بول العنز انکان نادرا فانہ یتکرر منہ کل یوم مرارا انہ یدلی ذکرہ والمذی والبول نابعان فیمصہ بل الوجہ عندی واللہ تعالٰی اعلم ف۲ ان الجفاف سبب الطھارۃ فی ابدان الحیوانات کما فی الارض وقد حققناہ بتوفیق اللہ تعالٰی فی باب الانجاس من فتاوٰنا واللہ تعالٰی اعلم۔

میں کہتا ہُوں اگر مناط (علت) نادر ہونا ہے تو بکرے کے جُھوٹے کا نجس ہونا بھی ظاہر ہوگا، کیونکہ وُہ بکری کے پیشاب کو تو کم ہی سُونگھتا ہے مگر یہ عمل دن میں کئی بار اس سے سرزد ہوتا ہے کہ وہ اپنا ذکر لٹکاتا ہے اور مذی اور پیشاب دونوں اس سے نکلتے ہیں، تو وہ بکرا اس ذکر کو چوستا ہے بلکہ اس کی وجہ میرے نزدیک (واللہ اعلم) یہ ہے کہ خشک ہونا حیوانات کے بدن میں سبب طہارت ہے جیسا کہ زمین کا حال ہے اور ہم نے بتوفیق اللہ اس کی تحقیق اپنے فتاوٰی کے باب الانجاس میں کی ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

اقول ف ہاں اگر دیکھیں کہ بیل وغیرہ نے مادہ کا پیشاب سُونگھا یا بکرے نے اپنا آلۂ تناسل نکال کر چُوسا اور اُس وقت مذی اور بول نکل رہے تھے اور قبل اس کے کہ اس کا منہ پاک ہوجائے پانی میں ڈال دیا تو

---

[1] درمختار فصل فی البئر مجتبائی دہلی ۱/۴۰

[2] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۱۶۵

Marfat.com

فیه مقید الان بمجرد الغسل لایسری الیه مایسری بالنقع والتغیر الذی یحدث به لیس للحب بل لما علیه من نحو الغبار واللہ تعالٰی اعلم۔

کے صاف کئے ہُوئے پانی کو مقید قرار دیتے ہیں وہ بھی اسی کے قائل ہیں، کیونکہ صرف دھونے سے پانی میں وُہ اثر پیدا نہیں ہوتا ہے جو صاف کرنے سے ہوتا ہے، اور جو تغیر پانی میں پیدا ہوتا ہے وہ دانہ کے باعث نہیں ہے بلکہ اس کے اوپر غبار کی وجہ سے ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

(۸۸) جس پانی میں چنے بھگوئے کتنی ہی دیر بھیگے رہیں تحقیق یہ ہے کہ اُس سے وضو جائز ہے مگر یہ کہ ناج کے اجزا اُس میں مل کر اُسے گاڑھا کر دیں کہ اپنی رقت وسیلان پر باقی نہ رہے۔

(۸۹) یُوں ہی جس میں باقلا عـــہ بھگوئیں یونہی ہر ناج۔ مختصر امام ابوالحسن قدوری میں تھا:

لا (ای لایجوز الوضوء) بماء غلب علیہ غیرہ فاخرجہ عن طبع الماء کماء الباقلا والمرق[1]۔

نہیں (یعنی وضو جائز نہیں) اُس پانی سے جس پر اُس کے غیر کا غلبہ ہوگیا ہو اور اس وجہ سے پانی کو اس کی طبیعت سے خارج کر دیا ہو، جیسے باقلی کا پانی اور شوربہ۔ (ت)

اس پر ہدایہ میں فرمایا:

المراد بماء الباقلاء وغیرہ ما تغیر بالطبخ فان تغیر بدون الطبخ یجوز التوضی بہ[2] اھ واقرہ علیہ فی الفتح والعنایۃ وتبعہ فی الجوھرۃ فقال قولہ وماء الباقلاء المراد المطبوخ بحیث اذا برد ثخن وان لم یطبخ فھو من قبیل و تجوز الطہارۃ بماء خالطہ شیئ طاھر[3] اھ

باقلاء کے پانی سے مراد وُہ پانی ہے جو پکائے جانے کی وجہ سے متغیر ہوگیا ہو اور اگر بلا پکائے متغیر ہوگیا ہو تو اُس سے وضو جائز ہوگا اھ اور اس کو اس پر برقرار رکھا فتح اور عنایہ میں اور جوہرہ میں اس کی متابعت کی اور فرمایا: ان کا قول "اور باقلی کا پانی" اس سے مراد پکا ہُوا پانی ہے جو ٹھنڈا کئے جانے پر گاڑھا ہو جاتا ہے، اور اگر اس کو پکایا نہ گیا ہو تو یہ اس پانی کی طرح ہے جس میں کوئی پاک چیز مل گئی ہو تو اس سے وضو جائز ہے۔ (ت)

عـــہ یہ بھی ایک معروف غلہ ہے اگرچہ یہاں اس کا رواج نہیں اس کی پھلیاں پکاتے ہیں سالن کی جگہ استعمال کرتے ہیں۔ (م)

---

[1] قدوری کتاب الطہارت مطبع مجیدی کانپور ص ۶

[2] الہدایۃ " مکتبہ عربیہ کراچی ۱/۱۸

[3] جوہرۃ نیرۃ " امدادیہ ملتان ۱/۱۴

Marfat.com

گوشت کا خون بھی پاک ہے نہ کہ وُہ سُرخی کہ بعض جگہ اُس کی سطح پر ہوتی اور پانی میں دُھل جاتی ہے۔ ردالمحتار میں بزازیہ سے ہے:

الدم الخارج من اللحم المھزول عند القطع ان منه فطاھر وکذا دم مطلق اللحم[1]۔

دبلے گوشت سے نکلنے والا خون کاٹتے وقت، اگر اس سے نکلے تو پاک ہے اور اسی طرح مطلق گوشت کے خُون کا حکم ہے۔ (ت)

(۹۶) صابون

(۹۷) اُشنان کہ ایک گھاس ہے اُسے حُرض بھی کہتے ہیں۔

(۹۸) ریحان جسے آس بھی کہتے ہیں۔

(۹۹) بابونہ

(۱۰۰) خطمی

(۱۰۱) بیری کے پتّے کہ یہ چیزیں میل کاٹنے اور زیادتِ نظافت کو آبِ غسل میں شامل کی جاتی ہیں اس سے غسل و وضو جائز ہے اگرچہ اوصاف میں تغیر آجائے جب تک رقّت باقی رہے مختصر امام ابوالحسن میں ہے:

یجوز الطھارۃ بماء خالطه شیئ طاھر فغیر احد اوصافه کماء المد والماء الذی اختلط به اللبن اوالزعفران اوالصابون اوالاُشنان[2]

اُس پانی سے طہارت جائز ہے جس میں کوئی پاک چیز مل کر اُس کے کسی وصف کو بدل دے جیسے سیلاب کا پانی اور وُہ پانی جس میں دودھ، زعفران، صابون یا اُشنان ملی ہو۔ (ت)

اس پر جوہرہ نیرہ میں ہے:

فان غیر وصفین فعلی اشارۃ الشیخ لایجوز الوضوء ولکن الصحیح انه یجوز کذا فی المستصفی[3]

تو اگر وُہ اس کے دو اوصاف کو بدل دے تو شیخ کے اشارہ کے مطابق اس سے وضوء جائز نہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ جائز ہے کذا فی المستصفٰی۔ (ت)

حلیہ میں ہے:

التقیید باحد الاوصاف الثلثة فیه

تین میں سے ایک وصف کے ساتھ مقید کرنے

---

[1] بزازیہ مع الہندیۃ | السابع فی النجس | پشاور | ۴/۲۱
[2] قدوری | الطہارت | مجیدی کانپور | ص ۶
[3] جوہرۃ نیرۃ | ؍؍ | امدادیہ ملتان | ۱/۱۴

Marfat.com

ولکن لم تذهب رقته[1] اھ وفی الفتح فی الینابیع لو نقع الحمص والباقلاء وتغیر لونه وطعمه وریحه یجوز التوضی به[2] اھ ومثله عنها فی فتاوی الغزی ومثله فی المنیة وعزاه فی الحلیة للملتقط وتجنیس الملتقط والظهیریة۔

اشیا کے اجزاء کے غلبہ کی وجہ سے ہوا ہو جیسے باقلی (لوبیا) کا پانی اھ ہاں ذخیرہ اور تتمہ کی گزشتہ عبارت جو میدانی سے منقول ہے اور جس کی متابعت صدر الشریعۃ نے کی ہے، جس پانی میں پتے گرے ہوں اور اس کا رنگ بدل گیا ہو اس کو باقلی کے پانی پر قیاس کیا، اور کہا کہ اس سے مراد وہ پانی ہے جس میں کسی چیز کو صاف کیا گیا ہو، جس سے پانی کا وصف بدل گیا ہو نہ کہ ذات بدلی ہو، اور یہ معتمد کے خلاف ہے۔ خانیہ میں ہے کہ اس پانی سے وضوء جائز ہے جس میں چنے ڈال دئے گئے ہوں یا باقلی (لوبیا) ڈال دیا ہو تاکہ تر ہو جائے اور اس سے اس کا رنگ اور مزا بدل گیا ہو لیکن اس کی رقت ختم نہ ہوئی ہو اھ اور فتح میں ہے ینابیع میں ہے کہ اگر چنوں اور باقلی کو پانی میں صاف کیا جس سے پانی کا رنگ، مزا اور بُو بدل گئی تو اس سے وضو جائز ہے اور اسی کی مثل اس سے فتاوی غزی میں ہے اور اسی کی مثل منیہ میں ہے اور حلیہ میں اس کو ملتقط اور تجنیس ملتقط اور ظہیریہ کی طرف منسوب کیا۔ (ت)

فائدہ: اقول یہاں سے ظاہر ہوا کہ گھوڑے کے دانے سے جو پانی توبڑے میں بچ جاتا ہے قابلِ وضو ہے جبکہ رقیق سائل ہو اور اسے بے وضو لعاب نہ لگا ہو کہ مذہب صحیح میں گھوڑے کا جھوٹا قابلِ وضو ہے۔ درمختار میں ہے:

وسؤر ماکول لحم ومنه الفرس[3] فی الاصح طاھر طھور بلا کراھة۔

وہ جانور جن کا گوشت حلال ہے ان کا جھوٹا پاک ہے اور اس سے بلا کراہت طہارت حاصل ہوتی ہے اور گھوڑا بھی انھی میں سے ہے اصح قول کے مطابق۔ (ت)

(۹۰) یہ ہوا اور

(۹۱) گائے بھینس بکری وغیرہ حلال جانوروں کا جھوٹا جبکہ اُس وقت اُن کے منہ کی نجاست نہ معلوم ہو اگرچہ نر ہو اور بعض نے کہا نر کا جھوٹا ناپاک ہے کہ اُس کی عادت ہوتی ہے کہ جب مادہ پیشاب کرے اپنا منہ وہاں لگا کر سُونگھتا ہے نیز زمین پر اگر اس کا پیشاب پڑا پائے تو اُسے مگر صحیح طہارت ہے۔ درمختار

۱؎ قاضی خان	فیما لا یجوز به التوضی	نولکشور لکھنؤ	۱/۹
۲؎ فتح القدیر	"	سکھر	۱/۶۵
۳؎ درمختار	فصل فی البئر	مجتبائی دہلی	۱/۴۰

Marfat.com

المخلوط لزوال اسم الماء عنه[1]۔

ہاں اگر اس قسم کی چیزیں پانی پر غالب آجائیں اور وہ پانی ستوؤں کی طرح ہوجائے تو وضوء جائز نہیں کہ اب اس پر پانی کا اطلاق نہ ہوگا۔ (ت)

فتاوٰی شیخ الاسلام غزی میں ہے:

ماء الصابون لو رقیقا یسیل علی العضو یجوز الوضوء بہ وکذا لو اغلی بالاشنان وان ثخن لاکما فی البزازیۃ[2]۔

صابون کا رقیق پانی جو اعضاء پر بہے اس سے وضو جائز ہے، اسی طرح اگر پانی میں اُشنان ڈال کر جوش دیا گیا تو وضوء جائز ہے اگر وہ گاڑھا ہوجائے تو وضو جائز نہیں کما فی البزازیہ۔ (ت)

خانیہ میں بعد عبارت مذکورہ آنفا ہے:

وکذا لو طبخ بالماء ما یقصد بہ المبالغۃ فی التنظیف کالسدر والحرض وان تغیر لونہ ولکن لم تذھب رقتہ یجوز وان صار ثخینا مثل السویق لا[3]۔

اور اسی طرح اگر پانی میں ایسی چیز کو جوش دیا گیا جس سے نظافت میں مبالغہ مقصود ہو، جیسے بیری (کے پتّے) اور حرض، خواہ اس کا رنگ بدل جائے لیکن اس کی رقت ختم نہ ہو تو اس سے وضوء جائز ہے اور اگر ستوؤں کی طرح گاڑھی ہوجائے تو جائز نہیں۔ (ت)

منیہ وغنیہ میں ہے:

(ذکر فی المحیط لو توضأ بماء اغلی باشنان او بآس جاز الوضوء بہ مالم یغلب علیہ) بان اخرجہ عن رقتہ[4]۔

(محیط میں ذکر کیا کہ اگر کسی نے ایسے پانی سے وضوء کیا جس کو اُشنان یا آس (ایک درخت جو ریحان کے نام سے مشہور ہے) میں جوش دیا گیا تو اس سے وضوء جائز ہے بشرطیکہ وہ پانی پر غالب نہ ہو کہ اس کو اس کی رقّت سے نکال دے۔ (ت)

حلیہ میں ہے:

فی الذخیرۃ وتتمۃ الفتاوی الصغری نقلا

ذخیرہ اور تتمہ فتاوٰی صغرٰی میں ابو یوسف سے

---

[1] الہدایۃ ۔ کتاب الطہارۃ ۔ مکتبہ عربیہ کراچی ۱/۱۸

[2] فتاوٰی غزی

[3] فتاوٰی قاضی خان ۔ فیما لا یجوز بہ التوضی ۔ نولکشور لکھنؤ ۱/۹

[4] غنیۃ المستملی ۔ احکام المیاہ ۔ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۹۱

Marfat.com

اب بیشک پانی ناپاک ہوجائیگا، اور اگرچار برتنوں میں منہ ڈالا تو پہلے تین ناپاک ہیں چوتھا پاک و قابلِ وضو۔ اسے نمبر ۲۲ کے ساتھ لکھنا تھا مگر ارادۂ الٰہیہ یونہی واقع ہوا ولہ الحمد علی ما صنع ، وعلی ما اعطی وعلی ما منع ، وصلی اللہ تعالٰی و بارك وسلم علی الشفیع المشفع ، واٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمع ۔

(۹۲) پانی میں کوبھتار پڑ گیا جس سے اس میں سخت بدبُو آگئی مگر گاڑھا نہ ہوگیا اس سے وضو جائز ہے ۔

فتاوٰی زینیہ میں ہے :

سئل عن الماء المتغیر ریحہ بالقطران ھل یجوز الوضوء منہ ام لا اجاب نعم یجوز[1] اھ والقطران بالفتح و بالکسر کظربان عصارۃ الابھل والارز[2] قاموس والارز ثمر الصنوبر قالہ ابو حنیفۃ[3] تاج العروس ومثلہ فی بلادنا ما ذکرت ۔

سوال کیا گیا کہ وہ پانی جس کی بُو کولتار کی وجہ سے متغیر ہوگئی ہو، کیا اس سے وضو جائز ہے ؟ تو انہوں نے جواب دیا : ہاں ، اور قطران بالفتح اور بالکسر ظربان کی طرح ابھل اور ارز کا نچوڑ ہے قاموس اور ارز صنوبر کے درخت کا پھل ہوتا ہے ، یہ ابو حنیفہ کا قول ہے تاج العروس ۔ اس قسم کا ہمارے ملک میں ہوتا ہے جیسا میں نے ذکر کیا ۔ (ت)

اقول مگر بوجہ خبث رائحہ مکروہ ہونا چاہئے خصوصاً اگر اس کی بدبُو نماز میں باقی رہی کہ باعث کراہت تحریمی ہوگی ۔

(۹۳) پانی میں روٹی بھگوئی اس کے تو اجزاء جلد منتشر ہوجاتے ہیں مگر جب تک پانی کو ستّو کی طرح گاڑھا نہ کردیں رقیق و سیّال رہے قابلِ وضو ہے اگرچہ رنگ، مزہ، بُو سب بدل جائیں، خانیہ میں ہے :

لو بل الخبز بالماء و بقی رقیقا جاز بہ الوضوء[4] ۔

اگر روٹی کو پانی میں بھگویا اور وہ پانی پتلا رہا تو اس سے وضو جائز ہے ۔ (ت)

(۹۴) یُونہی جس میں آم بھگوئے ۔

(۹۵) اقول اسی طرح گوشت کا دھوون اگرچہ پانی میں ایک گونہ سُرخی آجائے کہ صحیح مذہب میں

---

[1] فتاوٰی زینیۃ علی حاشیہ فتاوٰی غیاثیۃ کتاب الطہارۃ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۳

[2] قاموس المحیط باب الراء فصل القاف مصر ۲/۱۳۲

[3] لسان العرب بیروت ۵/۳۰۶

[4] قاضی خان فیما لایجوز بہ التوضی نولکشور لکھنؤ ۱/۹

Marfat.com

وھی الثخونة انتھی[1] لیکن بعض روایات میں اس طرف اشارہ ہے کہ غلبہ سے مراد رنگ میں غلبہ ہے اور بعض میں اشارہ غلبہ من حیث الاجزاء مراد ہے کہ پانی کی صفت رقت سلب ہو جائے اور اس کے بدلے میں گاڑھا پن اس میں پیدا ہو جائے انتہی۔ (ت)

نیز حلیہ میں ایک کلام بدائع نقل کرکے فرمایا:

ذکر فیھا وفی التحفة ومحیط رضی الدین وفتاوٰی قاضی خان وغیرھا اذا کان المخالط مما یطبخ الماء بہ او یخلط لزیادة التطھیر لایمنع التوضی بہ ولو تغیر لون الماء وطعمہ وذلك کالصابون والاشنان والسدر الا اذا صار غلیظا بحیث لایجری علی العضو فانہ حینئذ لایجوز لانہ زال عنہ اسم الماء اھ[2]۔

اس میں اور تحفہ اور محیط رضی الدین اور فتاوٰی قاضیخان وغیرہ میں ذکر کیا کہ پانی میں مخلوط شئی اگر اس قسم کی ہے کہ اس کو پانی میں پکانے یا خلط کرنے سے مقصود تطہیر میں زیادتی ہوتی ہے تو اس سے وضوء جائز ہے اگرچہ پانی کا رنگ اور مزہ تبدیل ہوگیا ہو، جیسے صابن، اشنان اور بیری (کے پتّے)، ہاں اگر پانی اتنا گاڑھا ہوگیا کہ اس کا سیلان ختم ہوگیا اور وہ عضو پر بہنے کے لائق بھی نہ رہا، تو اس صورت میں اس سے وضو جائز نہیں، کیونکہ اب اس سے پانی کا نام ہی سلب ہوگیا ہے اھ۔ (ت)

اقول واضفت الخطمی اخذا مما قالوہ فی الجنائز یغسل رأسہ ولحیتہ بالخطمی ان وجد والا فبالصابون ونحوہ[3] تنویر وفی التبیین اغتسل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وغسل رأسہ بالخطمی وھو جنب واکتفی بہ ولم یصب علیہ الماء[4]۔

میں کہتا ہوں میں نے مذکورہ اشیاء میں خطمی کا اضافہ کیا ہے، یہ فقہاء کے اُن اقوال کی روشنی میں ہے جو اُنہوں نے جنائز میں ذکر کیے ہیں فرماتے ہیں میّت کے سر اور داڑھی کو خطمی سے دھویا جائے اگر میسر ہو، ورنہ صابن وغیرہ سے دھوئیں اور یہ تنویر میں ہے اور تبیین میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرمایا اور جنابت کی حالت میں اپنے سر کو خطمی سے دھویا اور اسی پر اکتفاء کیا اور اس پر مزید پانی نہ بہایا۔ (ت)

---

[1] حلیہ

[2] حلیہ

[3] درمختار صلوٰۃ الجنائز مجتبائی دہلی ۱/۱۲۰

[4] تبیین الحقائق کتاب الطہارت بولاق مصر ۱/۲۱

Marfat.com

نظر فقد نقل الشیخ حافظ الدین فی المستصفی عن شیخه العلامۃ الکردری ان الروایۃ الصحیحۃ خلافہ[1]

میں نظر ہے، کیونکہ شیخ حافظ الدین نے مستصفٰی میں اپنے شیخ علامہ کردری سے نقل کیا ہے کہ صحیح روایت اس کے برخلاف ہے۔ (ت)

مجتبٰی شرح قدوری میں ہے:

قول المصنف فغیر احد اوصافہ لا یفید التقیید بہ حتی لو تغیرت الاوصاف الثلثۃ بالاشنان او الصابون او الزعفران ولم یسلب اسم الماء عنہ ولا معناہ فانہ یجوز التوضوء بہ[2]

مصنف کا قول "فغیر احد اوصافہ" اس کے ساتھ تقیید مفید نہیں ہے یہاں تک کہ اگر تینوں اوصاف اُشنان، صابون یا زعفران سے بدل گئے اور اُس سے نہ تو پانی کا نام سلب ہوا اور نہ معنٰی سلب ہُوئے تو اس سے وضو جائز ہے۔ (ت)

فتاوی امام قاضی خان میں ہے:

ماء صابون وحرض ان بقیت رقتہ ولطافتہ جاز التوضوء بہ[3]

صابون اور حرض (اُشنان جس سے کھانے کے بعد ہاتھ دھوتے ہیں) کے پانی کی رقّت و لطافت اگر باقی رہی تو اس سے وضو جائز ہے۔ (ت)

(۱۰۲ تا ۱۰۷) یہی چھ چیزیں اگر پانی میں ڈال کر جوش دی جائیں جب بھی وضو جائز ہے جب تک رقت باقی ہے، ہدایہ میں ہے:

ان تغیر بالطبخ بعد ما خلط بہ غیرہ لا یجوز التوضی بہ الا اذا طبخ فیہ ما یقصد بہ المبالغۃ فی النظافۃ کالاشنان ونحوہ لان المیت قد یغسل بالماء الذی اغلی بالسدر بذلک وردت السنۃ الا ان یغلب ذلک علی الماء فیصیر کالسویق

اگر پانی دوسری چیز کی ملاوٹ کے بعد پکانے سے متغیر ہوگیا تو اس سے وضوء جائز نہیں، ہاں اگر اس میں ایسی چیز ڈال کر پکائی گئی جس سے نظافت میں زیادتی مطلوب ہو جیسے اُشنان وغیرہ کیونکہ مُردہ کو کبھی بیری (کے پتّے) ڈال کر اُبلے ہُوئے پانی سے غُسل دیا جاتا ہے، اور یہ حدیث میں بھی مذکور ہے،

---

[1] حلیہ
[2] البنایۃ شرح ہدایۃ — باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء — ملک سنز فیصل آباد — ۱/۱۸۹
[3] فتاوی قاضی خان — فیما لا یجوز بہ التوضی — نولکشور لکھنؤ — ۱/۹

Marfat.com

اذا اختلط بالمطلق فالعبرۃ للاجزاء فان کان الماء المطلق اکثر جاز الوضوء بالکل و ان کان مغلوبا لایجوز وان استویا لم یذکر فی ظاھر الروایۃ وفی البدائع قالوا حکمہ حکم الماء المغلوب احتیاطا[1] اھ وعبارۃ الدرر والمستخرج من النبات بالتقطیر تعتبر فیہ الغلبۃ بالاجزاء[2] اھ

پانی جس کی خوشبو جاتی رہی ہو جب وہ مطلق پانی کے ساتھ ملایا جائے تو اعتبار اجزاء کا ہوگا تو اگر مطلق پانی زیادہ ہو تو سب سے وضوء جائز ہے اور اگر مغلوب ہو تو جائز نہیں اور اگر دونوں برابر ہوں تو ظاہر روایت میں اس کا حکم مذکور نہیں اور بدائع میں ہے کہ فقہاء نے فرمایا کہ اس کا حکم بھی احتیاطاً وہی ہے جو مغلوب پانی کا ہے اھ اور درر میں ہے کہ جڑی بوٹیوں کا پانی جو تقطیر سے نکالا جائے اس میں اجزاء کے غلبہ کا اعتبار ہوگا۔ (ت)

اقول واطلاقہ ینافی ضابطتہ التی تبع فیہا الامام الزیلعی فان من المستقطر مایخالف الماء فی وصف اووصفین او الثلثۃ کمالایخفی۔

میں کہتا ہوں ان کا اس کو مطلق رکھنا ان کے اس ضابطہ کے منافی ہے جس میں انہوں نے امام زیلعی کی متابعت کی ہے، کیونکہ عمل تقطیر سے جو پانی حاصل ہوتا ہے وہ عام پانی سے ایک وصف یا دو یا تین میں مختلف ہوتا ہے کمالایخفی۔ (ت)

(۱۱۵) یونہی ہر عرق کہ پانی سے رنگ ومزہ وبُو کسی میں ممتاز نہ ہو جیسے عطاروں کے یہاں کے اکثر عرق ثم اقول کمی بیشی میں اعتبار مقدار کا ہے اور ان میں بہت چیزیں پانی سے ہلکی ہوتی ہیں تو اگر وزن میں کمی لی جائے بارہا مقدار میں بیشی ہو جائے گی لہذا ہم نے لبالب گھڑے اور گلے تک بھرے سے تمثیل دی

وبہ ظھر مافی عبارۃ المنحۃ حیث فسر العبرۃ للاجزاء بقولہ ای القدر والوزن[3] اھ وفی عبارۃ ابی السعود اذ قال الغلبۃ من حیث الوزن[4] وقد نص محمد ان الماء کیلی

اور اسی سے وہ ظاہر ہوا جو منحہ کی عبارت میں ہے، جہاں انہوں نے اجزاء کی تعبیر مقدار اور وزن سے کی ہے، اور جو ابو السعود کی عبارت میں ہے اس لئے کہ غلبہ وزن کے اعتبار سے ہے اور امام محمد نے

---

[1] بحرالرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۶۹
[2] درر علی الغرر فرض الغسل کاملیہ بیروت ۱/۲۳
[3] منحۃ الخالق علی البحر الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۶۹
[4] فتح المعین " " ۱/۶۴

Marfat.com

عن ابی یوسف رحمه الله تعالیٰ اذا طبخ الآس او البابونج فی الماء فان غلب علی الماء حتی یقال ماء البابونج والآس لایجوز التوضی به انتهی وعزی الی الاجناس بما نصه قال محمد رحمه الله تعالیٰ فی الماء الذی یطبخ فیه الریحان او الاشنان اذا لم یتغیر لونه حتی یحمر بالاشنان او یسود بالریحان وکان الغالب علیه الماء فلا باس بالوضوء به فمحمد یراعی لون الماء وابو یوسف غلبة الاجزاء ثم فی التتمة والذخیرة والحاصل من مذهب ابی یوسف ان کل ماء خلط بشیء یناسب الماء فیما یقصد من استعمال الماء وهو التطهیر فالتوضی به جائز بشرط ان لا یغلب ذلک المخلوط علی الماء حتی لاتزول به الصفة الاصلیة وهی الرقة وذلک مثل الصابون او الاشنان وان کان ذلک المخلوط لایناسب الماء فیما یقصد من استعمال الماء ففی بعض الروایات اشترط لمنع جواز التوضی غلبة ذلک الشیء الماء وفی بعض الروایات لم یشترط ومحمد اعتبر فی جنس هذه المسألة غلبة المخلوط الماء لمنع جواز التوضی ولکن فی بعضها اشار الی الغلبة من حیث اللون وفی بعضها اشار الی الغلبة من حیث الاجزاء بحیث تسلب صفة الرقة من الماء ویبدلها بضدها

منقول ہے جب آس یا بابونہ کو پانی میں ابالا جائے اور وہ پانی پر غالب آجائے یہاں تک کہ بابونہ یا آس (ایک درخت جو ریحان کے نام سے مشہور ہے) کا پانی کہلانے لگے تو اس سے وضوء جائز نہیں انتہیٰ، اور اجناس کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ امام محمد نے اُس پانی کی بابت فرمایا جس میں ریحان (پھول) یا اُشنان کو جوش دیا گیا ہو اور اس کا رنگ تبدیل نہ ہوا ہو، یعنی نہ تو اُشنان کی وجہ سے سرخ ہوا ہو اور نہ ریحان کی وجہ سے سیاہ ہوا ہو اور اس پر پانی ہی کا غلبہ ہو تو اس سے وضوء کرنے میں حرج نہیں، تو امام محمد پانی کے رنگ کا اعتبار کرتے ہیں اور ابو یوسف غلبۂ اجزاء کا اعتبار کرتے ہیں، پھر تتمہ اور ذخیرہ میں ہے کہ ابو یوسف کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو پانی سے مناسبت رکھتی ہو اور پانی کے استعمال سے جو مقصود ہے اس کے مطابق ہو اگر وہ پانی میں مل جائے تو وہ مطہر ہے اس سے وضوء جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ یہ مخلوط شئے پانی پر غالب ہو تاکہ پانی کی صفت اصلیہ یعنی رقّت زائل نہ ہو۔ اس کی مثال صابون اور اُشنان ہے اور اگر یہ مخلوط پانی سے مناسبت نہ رکھتی ہو اور پانی کے استعمال سے جو مقصود ہے اس سے مطابقت نہ رکھتی ہو تو بعض روایات کے مطابق اس سے وضوء کا عدم جواز اس شرط کے ساتھ مشروط ہوگا کہ یہ شئے پانی پر غالب آجائے اور بعض روایات میں کوئی شرط نہیں، اور امام محمد اس طرح کے مسئلہ میں پانی پر مخلوط شئے کے غلبہ کا اعتبار کرتے ہوئے اس سے وضوء جائز قرار نہیں دیتے

Marfat.com

ضابطۂ امام زیلعی جس کا بیان بعونہٖ تعالٰی فصل چہارم میں آتا ہے اس کا مقتضٰی کچھ۔ ان اشیاء کی جس صورت میں حکم منقول مقتضائے ضابطہ جواز پر متفق ہیں وہ اس قسم اول میں مذکور ہوگی اور جس میں عدم جواز پر متفق ہیں وہ قسم دوم میں اور جہاں دونوں مختلف ہیں وہ صورتیں قسم سوم کے لیے ہیں۔ یہ اشیاء دو صنف ہیں:

صنف اوّل خشک چیزیں۔

(۱۱۶) پانی میں چھوہارے ڈالے اور ابھی تھوڑی دیر گزری کہ نبیذ نہ ہوگیا اگرچہ خفیف سی شیرینی اس میں آگئی اس سے بالاتفاق وضو جائز ہے کتاب المفید والمزید پھر عینی شرح صحیح بخاری و تبیین و حلیہ[عـہ] و ہندیہ وغیرہا میں ہے:

الماء الذی القی فیہ تمیرات فصار حلوا ولم یزل عنہ اسم الماء وھو رقیق یجوز بہ الوضوء بلاخلاف بین اصحابنا اھ[1]

وہ پانی جو کھجوروں کے ڈالے جانے کی وجہ سے میٹھا ہوگیا مگر اس کو پانی ہی کہا جاتا ہو اور اس کی رقت بھی زائل نہ ہوئی تو اس سے وضو کے جواز میں ہمارے اصحاب کے درمیان کوئی اختلاف نہیں اھ (ت)

اقول اما مافی البدائع لابد من معرفۃ نبیذ التمر الذی فیہ الخلاف وھو ان یلقی شیئ من التمر فی الماء فتخرج حلاوتہ الی الماء وھکذا ذکر ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فی تفسیر نبیذ التمر الذی توضأ بہ

میں کہتا ہوں بدائع میں ہے کہ وہ نبیذ تمر جس میں اختلاف ہے اس کی معرفہ ضروری ہے وہ یہ ہے کہ کچھ کھجوریں پانی میں ڈال دی جائیں تو ان کی مٹھاس پانی میں آجائے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نبیذ تمر کی یہی تفسیر منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مذہب صحیح معتمد کہ مذہب امام ابو یوسف ہے وہ تو صور عدم جواز میں ان کے اتفاق سے بھی بعض جگہ خلاف پڑے گا جسے ہم آخر میں ذکر کریں گے ان شاء اللہ تعالٰی نیز ان نقول کے لانے میں بڑا فائدہ مذہب امام محمد پر اطلاع ہے کہ وہ بھی بجائے خود ایک باقوت قول ہے تو بنظرِ احتیاط اُس کا لحاظ مناسب و باللہ التوفیق ۱۲ منہ غفرلہ وحفظہ ربہ عزوجل (م)

عـہ عزاہ للحلیۃ فی الھندیۃ ولم ارہ فیھا لافی التیمم ولا فی المیاہ فلعلہ ساقط من نسختی واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (م)

ہندیہ میں حلیہ کی طرف نسبت کی ہے اور مجھے اس میں یہ بات نہیں ملی نہ باب التیمم میں نہ باب المیاہ میں شاید یہ میرے نسخہ سے ساقط ہو واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ فیما لایجوز بہ التوضوء پشاور ۱/۲۲

Marfat.com

(۱۰۸ و ۱۰۹) **اقول** دوا یا غذا پانی میں پکانے کو ڈالی اور آنچ کی مگر وہ شے ابھی کچی ہے اور پانی گاڑھا نہ ہوگیا تو اس سے وضو جائز ہے،

لانہ لم یوجد الطبخ ولا زوال الطبع فلا الاسم قال ش عن القاموس الطبخ ھو الانضاج استواء اھ[1] وقال فی الغنیۃ القاعدۃ فی المخالطۃ بالطبخ ان ینضج المطبوخ فی الماء[2]۔

کیونکہ اس میں نہ تو پکانا پایا گیا ہے اور نہ ہی طبیعت ماء زائل ہُوئی تو اسم بھی زائل نہ ہوا، "ش" نے قاموس سے نقل کرتے ہوئے فرمایا طبخ کے معنی استواء پکانے کے ہیں اھ اور غنیہ میں فرمایا مخالطۃ بالطبخ میں قاعدہ یہ ہے کہ مطبوخ پانی میں پک جائے۔ (ت)

(۱۱۰) **اقول** یونہی چائے دم کرنے کو گرم پانی میں ڈالی یا جوش ہی میں شریک کی اور جلد نکال لی کہ اثر نہ کرنے پائی اس قابل نہ ہُوا کہ اُسے چائے کہہ سکیں اگرچہ ملکی سے ہلکی، تو اُس سے بھی وضوء میں حرج نہیں لبقاء الاسم والطبع وایضا عدم الانضاج والطبخ (کیونکہ پانی کا نام اور طبیعت باقی ہے اور پکنا پکانا بھی نہیں پایا گیا۔ ت) یہاں پانی کی رنگت پر نظر ہوگی اور صورت سابقہ میں اُس کی رقت اور شے جوشاندہ کی حالت پر۔

(۱۱۱ تا ۱۱۴) عرق گاؤزبان یا اُترے ہوئے گلاب کیوڑا بید مشک جن میں خوشبو نہ رہی اور اتنے ہلکے ہیں کہ کوئی مزہ بھی محسوس نہیں ہوتا پانی میں کسی قدر مل جائیں جب تک پانی سے مقدار میں کم ہوں گی مثلاً لبالب گھڑے میں وہی گھڑا گلے تک بھرا تو اُس سے وضو ہوسکتا ہے۔ بحرالرائق میں ہے:

ان کان مائعا موافقا للماء فی الاوصاف الثلثۃ کالماء الذی یؤخذ بالتقطیر من لسان الثور وماء الورد الذی انقطعت[عہ۲] رائحتہ

اگر کوئی مائع پانی کے ساتھ اوصاف ثلثہ میں مطابقت رکھتا ہے اور رقیق ہے جیسے وہ پانی جو عمل تقطیر کے ذریعہ گاؤ زبان سے حاصل کیا جائے اور گلاب کا

عہ۱ سیأتی ما فیہ فی الفصل الثالث بیان الطبخ ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

اس میں ایک اعتراض ہے جو فصل ثالث میں طبخ کے بیان میں آئے گا۔ (ت)

عہ۲ وزدت انقطاع الطعم لما ستعلم ان شاء اللہ تعالٰی ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اور میں نے انقطاع طعم کا اضافہ کیا ہے اسکی وجہ ان شاء اللہ تعالٰی آپ جان لیں گے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۵

[2] غنیۃ المستملی احکام المیاہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۹۱

Marfat.com

اقول[۱] وکل ھذا کما تری خروج عن الظاھر غیر ان ملک العلماء قال بعد ما قدمنا عنہ لان من عادۃ العرب انھا تطرح التمر فی الماء الملح لیحلو[۱] اھ۔

میں کہتا ہُوں یہ تمام تاویلات ظاہر کے برخلاف ہیں، تاہم ملک العلماء نے اس تمام گفتگو کے بعد جو ہم نے اوپر ذکر کی، فرمایا: عرب کی عادت تھی کہ وُہ کھاری پانی میں کھجوریں ڈالتے تھے تاکہ پانی میٹھا ہوجائے۔ (ت)

اقول[۲] فھذا میل الی ما قالاہ ولا اراہ یستقیم اذ لو کان کذا لبقی علی مائیتہ وکان مطلقا فجاز بہ الوضوء مطلقا وقد قال الشیخ الامام فی اٰخر الکلام الجواز فی نبیذ التمر ثبت معدولا بہ عن القیاس لان القیاس یأبی الجواز الا بالماء المطلق وھذا لیس بماء مطلق بدلیل انہ لایجوز التوضؤ بہ مع القدرۃ علی الماء المطلق الا انا عرفنا الجواز بالنص[۲] اھ ولذا احتجنا الی الجواب عن الحدیث بانہ منسوخ باٰیۃ التیمم ونوزع ولذا مال الاتقانی[۳] الی قول محمد انہ یجمع بینھما لیقع الطھر بالیقین۔

میں کہتا ہُوں یہ جواب بھی اُن دو حضرات کے قول کی طرف میلان ہے، مگر میرے نزدیک یہ جواب درست نہیں، کیونکہ اگر یہی بات ہوتی تو پانی کا نام باقی رہتا اور مطلق رہتا اور اس سے مطلقاً وضوء جائز ہوتا۔ شیخ نے آخر میں فرمایا نبیذ تمر سے وضوء کا جواز قیاس کے برخلاف ثابت ہے، کیونکہ قیاس تو یہ چاہتا ہے کہ وضوء صرف مطلق پانی سے ہی جائز ہو، اور یہ مطلق پانی نہیں ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ماء مطلق پر قدرت ہوتے ہُوئے اُس سے وضوء جائز نہیں، لیکن اس کا جواز از روئے نص ثابت ہے اھ اس لیے ہمیں ضرورت ہوئی کہ ہم حدیث کا جواب دیں، اور جواب یہ ہے کہ یہ آیت تیمم سے منسوخ ہے، اور اس لیے اتقانی امام محمد کے قول کی طرف مائل ہُوئے کہ وضوء اور تیمم دونوں کو جمع کیا جائے تاکہ طہارت بالیقین حاصل ہوجائے۔ (ت)

اقول وھو حسن جدا واللہ تعالٰی اعلم۔

میں کہتا ہُوں یہ جواب بہت اچھا ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

(۱۱۷) اقول یہاں سے ظاہر ہوا کہ اگر پانی میں شکّر یا بتاشے اتنے کم پڑے کہ شربت کی حد تک

---

[۱] بدائع الصنائع الماء المقید سعید کمپنی کراچی ۱/۱۷

[۲] ایضاً

Marfat.com

واجمع ائمتنا انه لیس وزنیا وقال العینی ثم ابن الشلبی لوکان الماء رطلین والمستعمل رطلا فحکمه حکم المطلق وبالعکس کالمقید[1] اھ ولکن العجب من العلامۃ الشرنبلالی قال ف نور الایضاح وشرحہ الغلبۃ فی مائع لا وصف لہ یخالف الماء تکون بالوزن فان اختلط رطلان من المستعمل او ماء الورد الذی انقطعت رائحتہ برطل من الماء المطلق لایجوز بہ الوضوء وبعکسہ جاز اھ فذکر الوزن وعاد الی الکیل[2]۔

تصریح کی ہے کہ پانی کیلی چیز ہے اور ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے کہ پانی وزنی چیز نہیں، اور عینی نیز ابن الشلبی نے فرمایا کہ اگر پانی دو رطل ہے اور مستعمل ایک رطل ہے تو اس کا حکم مطلق پانی کا ہے اور اگر بالعکس ہو تو اس کا حکم مقید کا سا ہے اھ لیکن علامہ شرنبلالی پر تعجب ہے انہوں نے نورالایضاح اور اس کی شرح میں فرمایا کہ سیال چیز جس کا کوئی وصف ایسا نہ ہو جو پانی کے مخالف ہو، تو غلبہ وزن کے اعتبار سے ہوگا تو اگر دو رطل مستعمل پانی یا گلاب کا پانی جس کی خوشبو ختم ہوچکی ہو ایک رطل مطلق پانی میں ملے گا تو اس سے وضو جائز نہ ہوگا اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہو تو وضو جائز ہے اھ تو ذکر وزن کا کیا اور لوٹ کر کیل کی طرف آئے۔ (ت)

نوع آخر اس نوع میں وہ اشیاء مذکور ہوں گی جن کی بعض صورتوں میں حکم منقول[عہ] کتب کچھ ہے اور

عہ **تنبیہ ضروری**: واضح ہو کہ مائے مقید میں ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم سے منقول صرف دو قول ہیں:

اول قولِ امام ابو یوسف جنہوں نے تبدلِ اوصافِ آب کا اعتبار ہی نہ فرمایا صرف غلبۂ اجزاء اُن معانی پر کہ فصل ثالث میں بیان ہوں گے معتبر رکھا اور یہی صحیح ومعتمد ومختار رہا ہے۔

دوم قولِ امام محمد جس میں تبدل اوصاف پر بھی لحاظ فرمایا یہاں ہم کو ضابطۂ امام زیلعی رحمہ اللہ تعالٰی پر کلام کرنا منظور ہے انہوں نے بھی لحاظِ اوصاف کیا ہے تو قولِ امام ابی یوسف کا خلاف تو ابتدا ہی سے ہُوا قولِ امام محمد پر جو احکام کتب میں منقول ہیں اُن سے ضابطۂ زیلعیہ کا موازنہ کرنا ہے کہ اتنی جگہ اس کے موافق پڑا اور ان مواضع میں اس کے بھی خلاف رہا تو اقوالِ ائمۂ مذہب سے یکسر خارج ہُوا ان مباحث میں اتفاق اختلاف سے یہی مراد ہے کہ مذہب امام محمد پر احکام منقولہ اور مقتضائے زیلعیہ کا توافق یا تخالف ورنہ اصل

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] الشلبی علی التبیین | الطہارت | بولاق مصر | ۱/۲۰

[2] مراقی الفلاح | " | " | ص ۱۷

Marfat.com

وفی الانقرویة یجوز التوضی بماء الزعفران عندنا وعند الشافعی لایجوز[1] اھ وفی الظھیریة ثم البحر وفی الخانیة اذا طرح الزاج فی الماء حتی اسود (زاد فی الخانیة لکن لم تذھب رقتہ) جاز بہ الوضوء[2] اھ ومثل الخانیة فی المنیة عن الملتقط وزاد وکذا العفص اھ قال فی الغنیة[ع] جاز مع تغیر لونہ وطعمہ وریحہ[3] اھ وفی الخانیة لابماء ورد وزعفران اذا ذھبت رقتہ وصار ثخینا وان بقیت رقتہ ولطافتہ جاز[4] اھ وفی جواھر الاخلاطی اذا خالط شیئ من الطاھرات ولم یطبخ کالزعفران والزردج یجوز التوضی بہ[5] اھ ای وقید بقاء الرقة معلوم لاحاجة الی ابانتہ وفی مسکین علی الکنز لایجوز بما غلب علیہ

کوئی اعتبار نہیں کہ اُس سے بچنا ممکن نہیں، جیسا کہ زمین کے اجزاء میں ہوتا ہے، تو غالب کا اعتبار رہیگا اور غلبہ باعتبارِ اجزاء ہوتا ہے نہ کہ رنگ کے بدلنے سے، یہی صحیح ہے اھ اور فتاوٰی انقرویہ میں ہے کہ ہمارے نزدیک زعفران کے پانی سے وضوء جائز ہے اور امام شافعی کے نزدیک جائز نہیں اھ، ظہیریہ، بحر اور خانیہ میں ہے کہ جب زردج پانی میں ڈالا گیا اور پانی سیاہ ہوگیا (خانیہ میں اضافہ بھی ہے مگر اسکی رقت زائل نہ ہوئی) تو اس سے وضوء جائز ہے اھ اور خانیہ کی طرح منیہ میں ملتقط سے منقول ہے اس میں عفص کا اضافہ بھی ہے اھ غنیہ میں ہے اس کے مزے بُو اور رنگ کے بدل جانے کے باوجود وضوء جائز ہے اھ اور خانیہ میں ہے نہ کہ گلاب اور زعفران کے پانی سے جبکہ اس کی رقت ختم ہو جائے اور گاڑھا ہو جائے، اور اگر اس کی رقت ولطافت باقی رہے تو اُس سے وضوء جائز ہے اھ جواہر اخلاطی میں ہے کہ جب کوئی پاک شیئ پانی میں مل جائے اور اس کو

ع وفی صغیرہ القلیل من الزعفران یغیر الاوصاف الثلثة مع کونہ رقیقا فیجوز الوضوء والغسل بہ ۱۲ منہ (م)

اور اسکی شرح صغیر میں ہے کہ تھوڑی زعفران پانی کے تینوں اوصاف کو بدل دے مگر پانی رقیق ہو تو اس سے وضوء اور غسل جائز ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] رسائل الارکان بالمعنی — فصل فی المیاہ — مطبع علوی — ص ۲۴

[2] بحر الرائق — کتاب الطہارت — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۶۹

[3] غنیة المستملی — احکام المیاہ — سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۹۰

[4] فتاوٰی خانیہ المعروف قاضی خان — فصل فیما لایجوز بہ التوضی — نولکشور لکھنؤ — ۱/۱۹

[5] جواہر الاخلاطی

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لیلۃ الجن فقال تمیرات القیتھا فی الماء[1] اھ فیحمل علی ماحلا وخرج عن الاطلاق کیف و فی صدر الحدیث عند ابن ابی شیبۃ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لہ ھل معک من وضوء قال قلت لا قال فما فی اداوتک قلت نبیذ تمر قال تمرۃ حلوۃ وماء طیب[2] فلو لا انہ خرج من الاطلاق لما قال لا۔

نے اسی سے لیلۃ الجن میں وضوء فرمایا تھا، آپ نے فرمایا میں نے کچھ کھجوریں پانی میں ڈال دی تھیں اھ تو اس کو اس پانی پر محمول کیا جائے جس میں مٹھاس پیدا ہوگئی ہو اور مطلق پانی سے نکل گیا ہو جیسا اس حدیث کی ابتدا میں بروایت ابن ابی شیبہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا کیا تمہارے پاس وضو کا پانی ہے؟ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ آپ نے فرمایا تمہارے توشہ دان میں کیا ہے؟ انہوں نے کہا نبیذ تمر ہے۔ آپ نے فرمایا یہ تو میٹھی کھجوریں اور پاک پانی ہے، تو اگر وہ پانی مطلق ہوتا تو آپ جواب میں نہ نہ فرماتے۔ (ت)

اقول وبھذا یضعف ما اجاب بہ ابن حجر فی شرحی البخاری والمشکوۃ انہ محمول علی ماء القیت فیہ تمرات یابسۃ لم تغیر لہ وصفا قال العسقلانی وانما کانوا یصنعون ذلک لان غالب میاھھم لم تکن حلوۃ[3] اھ واستشعر المکی ان ھذا لا یسمی نبیذا فقال وتسمیۃ ابن مسعود لہ نبیذا من مجاز الاول نراد او المراد بہ الوضع اللغوی وھو ما ینبذ فیہ شیئ وان لم یغیرہ[4] اھ

میں کہتا ہوں اس سے معلوم ہوا کہ دو شرحوں (شرح بخاری وشرح مشکوۃ) میں ابن حجر نے جو جواب دیا ہے وہ ضعیف ہے وہ جواب یہ ہے کہ ۔ ۔ ۔ ۔ اس پانی سے مراد وہ پانی ہے جس میں خشک کھجوریں ڈال دی گئی ہوں جس نے پانی کا وصف نہ بدلا ہو، عسقلانی نے فرمایا اہل عرب ایسا اس لیے کرتے تھے کہ عام طور پر ان کا پانی میٹھا نہیں ہوتا تھا اھ اور مکی نے فرمایا کہ اس کو نبیذ نہیں کہا جاتا ہے، اور فرمایا ابن مسعود نے اس کو مجازاً نبیذ کہا تھا اول نے مزید فرمایا کہ یا اس سے مراد اس کے لغوی وضعی معنی ہیں، یعنی وہ پانی جس میں کوئی چیز ڈال دی جائے خواہ وہ اس پانی کو متغیر نہ کرے اھ۔ (ت)

---

[1] بدائع الصنائع　الماء المقید　سعید کمپنی کراچی　۱/۱۷

[2] مصنف ابن ابی شیبۃ　وضوء بالنبیذ　ادارۃ القرآن کراچی　۱/۲۶

[3] فتح الباری　لایجوز الوضوء بالنبیذ　بیروت　۱/۳۰۵

[4] شرح المشکوۃ لملا علی قاری　باب احکام المیاہ　مکتبہ امدادیہ ملتان　۲/۶۰

Marfat.com

متصلا به اما عند ابی یوسف رحمه الله تعالی تعتبر الغلبة من حیث الاجزاء لا من حیث اللون هو الصحیح[1] اھ و مثل هذا ما فی الخلاصة رجل توضأ بماء الزردج او العصفر او الصابون ان کان رقیقا یستبین الماء منه یجوز وان غلبت علیه الحمرة وصار نشاستج لا یجوز[2] اھ فصرح بالبناء علی الثخونة وبقی ذکر الحمرة فی الکتابین کالمستدرک[ع]۔

اعتبار نہیں پھر اس کی تائید میں متصلاً فرمایا کہ ابو یوسف کے نزدیک اجزاء کے اعتبار سے غلبہ معتبر ہے رنگ کے اعتبار سے نہیں، یہی صحیح ہے اھ اور اسی کی مثل خلاصہ میں ہے کہ کسی شخص نے زردج، عصفر یا صابن کے پانی سے وضوء کیا، اگر وہ رقیق ہو جس سے پانی واضح ہوتا ہو تو وضوء جائز ہے اور اگر اس پر سُرخی غالب ہوگئی ہو اور نشاستہ بن گیا ہو تو وضوء جائز نہیں اھ تو اس میں اس کی تصریح ہے کہ دار و مدار گاڑھے پن پر ہے اور دونوں کتابوں میں سرخی کا ذکر مستدرک کی طرح ہے۔ (ت)

الثانی لا یجوز مطلقا فی شرح الطحاوی ثم خزانة المفتین المقید مثل ماء الاشجار والثمار وماء الزعفران[3] اھ وفی المنیة لا تجوز بالماء المقید کماء الزعفران[4] اھ قال فی الحلیة محمول علی ما اذا کان الزعفران غالبا[5] اھ

دُوسرا مسلک: مطلقاً جائز نہیں، شرح طحاوی اور خزانۃ المفتین میں ہے مقید جس طرح درخت، اور پھلوں کا پانی اور زعفران کا پانی اھ اور منیہ میں ہے کہ مقید پانی سے وضوء جائز نہیں جیسے زعفران کا پانی اھ حلیہ میں کہا کہ یہ اُس صورت پر محمول ہے جبکہ زعفران غالب ہو اھ۔ (ت)

اقول هذا مبهم یحتمل الغلبة

میں کہتا ہُوں یہ مبہم ہے اس میں اجزاء کے

ع ستأتی فائدة له اٰخر الضابطة السادسة من الفصل الثالث ولذا قال کالمستدرک ای فی النظر الظاهر ۱۲ منه غفر له (م)

تیسری فصل کے چھٹے ضابطہ کے آخر میں اس کے لیے ایک فائدہ بیان کیا ہے اس لیے فرمایا کالمستدرک یعنی نظر ظاہر میں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فیما لا یجوز به التوضی مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۹
[2] خلاصة الفتاوٰی بیان الماء المقید " " ۱/۸
[3] خزانة المفتین
[4] منیة المصلی فصل فی المیاہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۶۲
[5] حلیة

Marfat.com

نہ پہنچا اگرچہ ایک ہلکی سی مٹھاس آگئی تو اُس سے وضوء روا ہے۔

(۱۱۸) اقول یُوں ہی دوا پانی میں بھگوئی جب تک پانی میں اُس کا اثر نہ آجائے کہ اب اسے دوا کہیں، پانی نہ کہیں اُس وقت تک اُس سے وضو جائز ہے اگرچہ پانی کے اوصاف بدل جائیں وکفی شاھدا علیہ مسألۃ الاوراق فی الحیاض (اس پر دلیل حوضوں میں پتّوں کا مسئلہ کافی ہے۔ ت)

(۱۱۹) کسم

(۱۲۰) کیسر

(۱۲۱) کسیس

(۱۲۲) مازو

یہ چیزیں اگر پانی میں اتنی کم حل ہُوئیں کہ پانی رنگنے یا لکھنے حرف کا نقش بننے کے قابل نہ ہوگیا تو اُس سے بالاتفاق وضوء جائز ہے۔

وذلك ان العبارات جاءت فیھا علی اربعۃ مسالك الاوّل یجوز مطلقا مالم تغلب علی الماء بالاجزاء قال فی الھدایۃ قال الشافعی رحمہ اللہ تعالٰی لا یجوز التوضی بماء الزعفران واشباھہ ممالیس من جنس الارض لانہ ماء مقید الاترے انہ یقال ماء الزعفران بخلاف اجزاء الارض لان الماء لایخلو عنھا عادۃ ولنا ان اسم الماء باق علی الاطلاق الاتری انہ لم یتجدد لہ اسم علیحدۃ واضافتہ الی الزعفران کاضافتہ الی البئر والعین ولان الخلط القلیل لامعتبر بہ لعدم امکان الاحتراز عنہ کما فی اجزاء الارض فیعتبر الغالب والغلبۃ بالاجزاء لابتغیر اللون ھو الصحیح اھ[1]

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عبارات اس سلسلہ میں چار مسالک پر مشتمل ہیں:

پہلا مسلک: وضوء مطلقاً جائز ہے تاوقتیکہ اُس کے اجزاء پانی پر غالب نہ ہوجائیں، ہدایہ میں ہے امام شافعی نے فرمایا زعفران اور اسی کی مثل دوسری اشیاء کے پانی سے وضوء جائز نہیں یعنی وہ اشیاء جو زمین کی جنس سے نہیں، کیونکہ یہ مقید پانی ہے۔ اس لئے کہتے ہیں زعفران کا پانی' اور زمین کے اجزاء کا معاملہ اس کے برعکس ہے' کیونکہ پانی عام طور پر ان اجزاء سے خالی نہیں ہوتا ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ پانی کا نام علی الاطلاق باقی ہے کیونکہ اس کا کوئی نیا نام نہیں ہے' اور اس کی اضافت زعفران کی طرف ایسی ہی ہے جیسے پانی کی اضافت کُنوئیں اور چشمے کی طرف ہوتی ہے اور تھوڑی ملاوٹ کا

[1] ہدایۃ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالایجوز بہ مطبع عربیہ کراچی ۱/۱۸

Marfat.com

بان من التفريع على اعتبار الغلبة بالاجزاء

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مطلقا الا ان یرید الحقیقة العرفیة المفهومة عند الاطلاق۔

وثانیا سیفصل عنه الثخین بانه لیس ماء مطلقا ولا مقیدا فقد افاد ان هذا ماء مقید فکیف لایکون ماء حقیقة فان المطلق والمقید صنفان من الماء۔

وثالثا الثخین وان لم یبق ماء اصلا علی ما افاده فی الفتح فلا مانع من اطلاق الماء مجازا باعتبار ما کان۔

ورابعا الحکم المنقول فی ماء الزردج ماقدمنا فی ۸۱ من ان العبرة بالرقة ولم ار ما وقع ههنا لغیره ویظهر لی ان لا محل له لانه لیس مما یصبغ به کما تقدم ثمه وکونه مما یلون الثوب ان اصابه لایجعله نوعا اٰخر غیر الماء مادام رقیقا اذ الانواع عندنا بالاغراض الا تری ان التمر والزبیب اذا القیا فی الماء یغیران لونه وطعمه قبل ان یصیرا نبیذا ویجوز الوضوء به بالاجماع کما مر فی ۱۱۶ مع انهما لو اصابا ثوبا ابیض لوناه وذلك لان المقصود ههنا النبیذ دون الصبغ فلا یزول الاسم الا بحصول المقصود علیه الرحمة۔ اه‍ ۱۲ منه (م)

ت

۱، ۲، ۳، ۴ لاربع معروضات علی المولی بحر العلوم عبد العلی اللکنو ی۔

حلیہ میں ہے، تجنیس میں ہے کہ تفریع باعتبار غلبہ

صرف مطلق پانی نہیں رہا، ہاں اگر حقیقۃ عرفیہ کا ارادہ کیا جائے جو اطلاق کے وقت سمجھی جاتی ہے تو اور بات ہے۔

ثانیاً گاڑھا ہونے سے وہ نہ مطلق پانی رہا اور نہ مقید، تو انہوں نے بتایا کہ یہ مقید پانی ہے، اس صورت میں وہ حقیقۃ پانی کیوں نہ ہوگا کیونکہ مطلق اور مقید دونوں ہی پانی کی اقسام ہیں۔

ثالثاً گاڑھا اگرچہ فتح کے بقول پانی نہ رہا تو باعتبار ماکان مجازاً اس پر پانی کے اطلاق میں کوئی مانع نہیں۔

رابعاً وہ حکم جو زردج کے پانی کی بابت منقول ہے جو ہم نے ۸۱ میں نقل کیا کہ اعتبار رقت کا ہے اور میں نے دوسروں کا بیان نہیں دیکھا اور مجھے لگتا ہے کہ اس کا یہاں محل نہیں، کیونکہ اس سے رنگا نہیں جاتا ہے جیسا کہ وہاں گزرا اور اس کے کپڑے کو رنگنے سے اگر کپڑے کو لگ جائے اسکا ایک مستقل نوع بننا لازم نہیں آتا جب تک وہ رقیق ہے دوسری نوع نہیں بنے گا کیونکہ ہمارے نزدیک انواع اغراض سے وجود میں آتی ہیں، مثلاً کھجور اور منقی جب پانی میں ڈالے جائیں تو وہ اس کے رنگ اور مزے کے بدل دیتے ہیں، اور ابھی وہ نبیذ نہیں بنا ہوتا ہے، اور اس سے وضو بالاجماع جائز ہوتا ہے جیسا کہ ۱۱۶ میں گزرا حالانکہ اگر یہ دونوں چیزیں سفید کپڑے کو لگ جائیں تو اس کا رنگ بدل دیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں مقصود نبیذ ہے نہ کہ رنگ، تو اس کا نام اس وقت تک نہ بدلے گا جب تک مقصود حاصل نہ ہو۔ یہ چار معروضات بحر العلوم پر ہیں۔ (ت)

Marfat.com

غیر الماء مثل الزعفران اجزاء وھو احتراز عن الغلبۃ لونا وھو قول محمد رحمہ اللہ تعالٰی[1] اھ وفی وجیز الکردری ماء الزردج والصابون والعصفر والسیل لو رقیقا یسیل علی العضو یجوز التوضی بہ[2] اھ بل فی الغرر یجوز وان غیر اوصافہ جامد کزعفران وورق فی الاصح[3] وفی نور الایضاح لا یضر تغیر اوصافہ کلھا بجامد کزعفران[4] اھ فھذہ نصوص متظافرۃ اما ما فی الخانیۃ التوضؤ بماء الزعفران وزردج العصفر یجوز ان کان رقیقا والماء غالب فان غلبتہ الحمرۃ وصار متماسکا لا یجوز[5] اھ۔

پکایا نہ گیا ہو جیسے زعفران اور زردج، تو اس سے وضوء جائز ہے اور رقت کے بقاء کی قید سب کو معلوم ہے لہذا اظہار کی طرف کوئی محتاجی نہیں اور مسکین علی الکنز میں ہے کہ جب پانی پر کسی دوسری شے کا غلبہ ہو جائے تو اس سے وضو جائز نہیں جیسے زعفران جبکہ یہ غلبہ اجزاء کے اعتبار سے ہو، اور اجزاء کی قید سے لون (رنگ) اس سے خارج ہوگیا اور یہ امام محمد رحمہ اللہ کا قول ہے اھ اور وجیز کردری میں ہے کہ زردج، صابون، عصفر اور سیلاب کا پانی اگر رقیق ہو اور یہ پانی عضو پر بہہ سکتا ہو تو اس سے وضوء جائز ہے اھ بلکہ غرر میں ہے کہ اگرچہ کوئی جامد چیز اس کے اوصاف کو بدل دے تو بھی وضو جائز ہے جیسے زعفران اور پتے، اصح قول کے مطابق۔ اور نور الایضاح میں ہے کہ کسی جامد چیز کا پانی کے اوصاف کو متغیر کردینا مضر نہیں، جیسے زعفران اھ تو یہ نصوص ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں، اور جو خانیہ میں ہے کہ زعفران، زردج، عصفر کے پانی سے وضوء جائز ہے بشرطیکہ رقیق ہو اور پانی کا غلبہ ہو پس اگر اس پر سرخی غالب ہو جائے اور گاڑھا ہو جائے تو وضوء جائز نہیں اھ (ت)

فاقول اولہ صریح فی اعتبار الرقۃ وفی اٰخرہ وان ذکر الحمرۃ فقد تدارکہ بقولہ وصار متماسکا فلم یکتف بغلبۃ اللون ما لم یثخن ثم اکدہ بان قال

میں کہتا ہوں۔ اس کی ابتداء رقت کے اعتبار میں صریح ہے اور اس کے آخر میں اگرچہ سرخی کا ذکر ہے لیکن اس کا تدارک اس لفظ سے کر دیا کہ وہ گاڑھا ہو جائے، تو جب تک گاڑھا نہ ہو رنگ کے غلبہ کا

---

[1] فتح المعین کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۳

[2] فتاوی بزازیۃ علی الہندیۃ نوع المستعمل والمقید والمطلق نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۰

[3] الغرر متن الدرر کتاب الطہارۃ مطبعۃ کاملیہ بیروت ۱/۲۱

[4] نور الایضاح کتاب الطہارت مطبعۃ علیمیہ لاہور ص ۳

[5] فتاوی قاضی خان فیما لا یجوز بہ التوضی مطبعۃ نولکشور لکھنؤ ۱/۹

Marfat.com

الطعم بجامد لایضر مالم یزل الاسم فیجب حمل ھذا الرابع وکذا الثانی علی الثالث ثم قد انعقد الاجماع والاطباق ٭ من جمیع الحذاق ٭ بغیر خلف وشقاق ٭ ان زوال الاسم یسلب الاطلاق ٭ کیف وانما عین الشرع للوضوء الماء ٭ وھذا اذا زال الاسم لیس بماء ٭ فھذا الشرط ملحوظ ابدا ابلا امتراء ٭ وان کان یطوی ذکرہ ٭ للعلم بالعلم بہ اذ شاع امرہ ٭ فیجب حمل الاول علیہ ایضا

رنگ اور مزے کا کسی جامد سے بدلنا اس وقت تک مضر نہیں جب تک کہ نام نہ بدل جائے تو اس چوتھے اور دوسرے کا تیسرے پر حمل کرنا لازم ہے۔ پھر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ جب نام زائل ہو جائے تو اطلاق باقی نہیں رہتا کیونکہ شریعت نے وضوء کے لیے پانی کو متعین کر رکھا ہے اور جب نام زائل ہوگیا تو پانی نہ رہا یہ شرط اگرچہ مذکور نہ ہو معتبر رہے گی، تو پہلے کو بھی تیسرے پر حمل کرنا لازم ہے، اس طرح

علہ ولکن العجب[1] من العلامة الخادمی اذ رد الثالث بالاول حیث قال عند قول الغرر الماء یجوز وان غیر اوصافہ جامد کزعفران فی الاصح مانصہ قیل عن البحر ان امکن الصبغ بہ لم یجز کنبیذ التمر لکن الظاھر انہ علی الروایة المشار الی نفیھا بقولہ فی الاصح اذ ھذا القول اشارة الی نفی ماعن الفقیہ احمد بن ابرھیم انہ لو ظھر لون المخالط فی الکف لایجوز اھ فقد علمت انہ لامساس لہ بنفی الثالث بل یجب ردہ الی ھذا نعم نفی قول الفقیہ صحیح وجیہ لان ظھور لون الاوراق فی الکف فی ماء الحوض لایزیل عنہ اسم الماء بخلاف الزعفران اذا جعلہ صالحا للصبغ ثم من العجب[2] کلام الفقیہ انما کان فی الاوراق

لیکن علامہ خادمی پر تعجب ہے کہ انہوں نے پہلے سے تیسرے کا رد کیا ہے۔ جہاں انہوں نے غرر کے گزشتہ قول "وان غیر اوصافہ جامد الخ" کے تحت فرمایا کہ بحر سے منقول ہے اگر وہ رنگنے کے قابل ہو تو جائز نہیں، جیسے نبیذ تمر سے، لیکن ظاہر میں روایت مشار پر اس کی نفی ہے اس کے قول فی الاصح سے، کیونکہ یہ قول اشارہ ہے اس کی نفی پر جو فقیہ احمد بن ابراہیم سے منقول ہے کہ اگر ملنے والی چیز کا رنگ ہتھیلی میں ظاہر ہو تو اس پانی سے وضو جائز نہیں اھ آپ جانتے ہیں کہ تیسرے کی نفی سے اس کا کوئی تعلق نہیں بلکہ اس کی طرف اس کا رد واجب ہے۔ ہاں فقیہ کے قول کی نفی درست ہے، کیونکہ حوض سے پانی لینے میں ہتھیلی پر پتوں کے رنگ کے ظہور سے پانی کا نام زائل نہیں ہوتا۔ زعفران کا حکم اسکے برخلاف ہے جبکہ وہ پانی کو رنگنے کے قابل کر دے پھر تعجب ہے کہ فقیہ کا

(باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

بالاجزاء و باللون وافصح فی الغنیۃ فقال المراد ماخثربہ وخرج عن الرقۃ او ما یستخرج منہ رطبا کما یستخرج من الورد اھ[1]

اعتبار سے بھی غلبہ کا احتمال ہے اور رنگ کے اعتبار سے بھی ہے، اور غنیہ میں وضاحت ہے، فرمایا اس سے مراد وہ پانی ہے جو گاڑھا ہوگیا ہو اور رقت ختم ہوگئی ہو، یا وہ ہے جو اس سے تر نکلتا ہو جیسا کہ گلاب سے نکلتا ہے اھ (ت)

اقول فعلی الثانی یخرج من البین و علی الاول یرجع الی الاول وھو الذی نص علیہ فی المنیۃ نفسھا من بعد اذ قال تجوز الطھارۃ بالماء الذی اختلط بہ الزعفران بشرط ان تکون الغلبۃ للماء من حیث الاجزاء ولم یزل عنہ اسم الماء اھ[2]۔

میں کہتا ہوں تو دوسری صورت میں یہ اختلافی صورت سے الگ ہوجائیگا، اور پہلی صورت میں پہلی کی طرف رجوع کرے گا یہ وہ ہے جس پر منیہ میں صراحت ہے، انہوں نے کہا کہ اس پانی سے وضو جائز ہے جس میں زعفران ملائی گئی ہو بشرطیکہ اجزاء کے اعتبار سے پانی کو غلبہ ہو اور پانی کا اطلاق اس پر ہوتا ہو۔ (ت)

الثالث یجوز[ع] مالم یصلح للصبغ والنقش فی الفتح والحلیۃ صرح فی التجنیس

تیسرا مسلک: اس سے وضو جائز ہے جو رنگنے اور نقش کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، یہ فتح اور

ع: فی الارکان الاربعۃ للمولی بحر العلوم اللکنوی لایجوز التوضی بماء الزعفران و العصفر والزردج اذا کان بحیث یلون البدن اوالثوب لانہ ذھب اسم الماء حقیقۃ واما اذا صار بلیدا فلیس ماء مطلقا ولا ماء مقیدا: فلا یطلق علیہ الماء لاحقیقۃ ولا مجازا اھ

بحر العلوم کی ارکان اربعہ میں ہے زعفران، عصفر اور زردج کے پانی کے ساتھ وضوء جائز نہیں جبکہ وہ بدن یا کپڑے کو رنگ دے کیونکہ اب حقیقۃً پانی کا نام اس سے ختم ہوگیا اور جب وہ گاڑھا ہوجائے تو نہ مطلق پانی ہے اور نہ مقید پانی ہے اور اس پر نہ تو پانی کا حقیقۃً اطلاق ہوتا ہے اور نہ مجازاً اھ

اقول فیہ اولا ان ماصلح منہ للصبغ لم یتبدل ذاتا فی الحقیقۃ انما تغیر وصف لہ فھو ماء حقیقۃ نعم لم یبق ماء

میں کہتا ہوں اولاً اگر پانی رنگنے کی صلاحیت رکھتا ہو تو پانی ذات کے اعتبار سے حقیقۃ نہیں بدلا، صرف اس کا وصف بدلا ہے، تو وہ حقیقۃً پانی ہے

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] غنیۃ المستملی فصل احکام المیاہ مطبع سہیل اکیڈمی لاہور ص ۸۹

[2] منیۃ المصلی فصل فی المیاہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۶۳

Marfat.com

وماء العصفر والزعفران تعتبر الغلبة فی اللون[1] اھ وفی الحلیۃ نقل فخر الدین الزیلعی عن الاسبیجابی ونجم الدین الزاھدی عن زاد الفقھاء قالوا ان کان المخالط شیئا لونہ یخالف لون الماء مثل اللبن والخل وماء الزعفران ان کانت الغلبۃ للون الماء یجوز التوضی بہ وان کان مغلوبا لایجوز[2] اھ

عصفر یا زعفران کا پانی، اگر ایسا ہے تو پانی میں رنگت کے غلبہ کا اعتبار ہوگا اھ اور حلیہ میں فخرالدین زیلعی نے اسبیجابی سے اور نجم الدین زاہدی نے زاد الفقہاء سے نقل کیا، ان حضرات نے فرمایا کہ اگر ملنے والی اشیاء کا رنگ پانی کے رنگ سے مختلف ہو جیسے دودھ، سرکہ اور زعفران کا پانی، اور ایسی صورت میں غلبہ پانی کے رنگ کو ہو تو وضوء جائز ہے اور اگر پانی کا رنگ مغلوب ہو تو وضوء جائز نہیں۔ (ت)

اقول ولا شك ان ھذا الماء یخالف الماء المطلق فی الاوصاف الثلثۃ فعلی ضابطۃ الامام الزیلعی یعتبر تغیر وصفین فکان یحتمل ان تقتضی الضابطۃ خلاف ھذا الحکم المنقول فیما اذا غلب علی المطلق طعمہ وریحہ دون لونہ لکنہ غیر معقول لان اللون اقوی اوصافہ واسرع اثرا فان تغیر شیئ من اوصاف الماء تغیر لونہ قبلہ وان لم یتغیر شیئ فلم یحصل فی جانب الجواز خلاف۔

میں کہتا ہوں اس میں شک نہیں کہ یہ پانی مطلق پانی سے تینوں اوصاف میں مختلف ہوگا تو امام زیلعی کے ضابطہ کے مطابق اس میں دو وصفوں کے تغیر کا اعتبار ہوگا، اس میں یہ احتمال تھا کہ اس ضابطہ کی رُو سے مذکور حکم کے برخلاف حکم اس صورت میں ہوتا جبکہ مطلق پانی پر مزہ اور بُو کا غلبہ ہوا ہو نہ کہ رنگ کا۔ مگر یہ بات معقول نہیں ہے کیونکہ رنگ پانی کے اوصاف میں قوی تر اور زُود اثر ہے تو اگر پانی کے اوصاف میں سے کوئی وصف بدلتا تو سب سے پہلے تو رنگ ہی بدلتا" اور رنگ نہیں بدلا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی وصف نہیں بدلا، تو جواز کی صورت میں کوئی اختلاف نہ رہا۔ (ت)

(۱۲۷) یوں ہی پُڑیا حل کیا ہوا پانی پانی میں ملنے سے اس کی رنگت غالب نہ آئے تو وضو روا ہے۔

اقول لانہ ان کان ذا ریح فکماء الزعفران والعصفر اولا فذو وصفین

میں کہتا ہوں اس لیے اگر وہ چیز خوشبودار ہو تو جیسے زعفران اور عُصفر کا پانی ہے یا نہ ہو تو دو وصف

عہ بالرفع عطفا علی فخر الدین ۱۲ منہ غفرلہ (م)

رفع کے ساتھ کیونکہ اس کا فخرالدین پر عطف ہے (ت)

---

[1] بدائع الصنائع مطلب الماء المطلق سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵

[2] حلیہ

Marfat.com

قول الجرجانی اذا طرح الزاج او العفص فی الماء جاز الوضوء به ان کان لا ینقش اذا کتب فان نقش لا یجوز والماء ھو المغلوب[1] اھ و مثلہ فی الھندیۃ عن البحر عن التجنیس من قولہ اذا طرح الی قولہ لا یجوز وفی القنیۃ ثم معراج الدرایۃ ثم البحر ثم الدر ثم فتح اللہ المعین الزعفران اذا وقع فی الماء ان امکن الصبغ فیہ فلیس بماء مطلق[2] اھ

جرجانی کا قول ہے جب زاج یا عفص پانی میں ڈالا جائے تو اس سے وضوء جائز ہے، یہ اس وقت ہے کہ جب اس کے ذریعہ لکھنے سے نقش نہ آتا ہو اگر نقش آئے تو جائز نہیں، جبکہ پانی مغلوب ہو اھ، اور اسی کی مثل ہندیہ میں بحر سے تجنیس سے ہے، ان کے قول اذا طرح سے لایجوز تک اور قنیہ، معراج، بحر، در پھر فتح اللہ المعین میں ہے کہ اگر زعفران پانی میں پڑ جائے تو اگر اس سے رنگنا ممکن ہو تو وہ مطلق پانی نہیں ہے اھ

الرابع یجوز مالم یغلب لونہا لون الماء فی الشلبیۃ عن یحیی عن الامام القاضی الاسبیجابی الماء ان اختلط بہ طاھر فاف غیر لونہ فالعبرۃ للون فان کان الغالب لون الماء جاز الوضوء بہ والا فلا وذلک مثل اللبن والخل والزعفران یختلط بالماء[3] اھ ومثلہ فی خزانۃ المفتین والبرجندی۔

چوتھا مسلک: وضوء جائز ہے جب تک اس کا رنگ پانی کے رنگ پر غالب نہ ہو۔ شلبیہ میں یحیٰی سے امام قاضی اسبیجابی سے منقول ہے کہ پانی میں اگر کوئی پاک چیز مل جائے اور اس کے رنگ کو بدل دے تو اعتبار رنگ کا ہوگا اگر پانی کا رنگ غالب ہو تو وضوء جائز ہے ورنہ نہیں، مثلاً دودھ، سرکہ اور زعفران پانی میں مل جائے اھ اسی کی مثل خزانۃ المفتین اور برجندی میں ہے۔ (ت)

اقول قدمنا ۱۱۶ اجماع اصحابنا رضی اللہ تعالٰی عنھم علی جواز الوضوء بماء القی فیہ تمیرات فحلا ولم یصر نبیذا ومعلوم قطعا ان اللون اسبق تغیرا فیہ من الطعم فاستقر الاجماع علی ان تغیرا للون و

میں کہتا ہوں ہم نے ۱۱۶ میں اپنے اصحاب کا اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ اس پانی سے وضو جائز ہے جس میں کھجوریں ڈالی گئی ہوں تو نبیذ بننے سے پہلے پہلے اس میں مٹھاس آجائے اور یہ قطعی معلوم ہے کہ رنگ مزہ کے متغیر ہونے سے پہلے بدل جاتا ہے تو اجماع اس پر قائم ہے کہ

---

[1] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالا یجوز بہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۵
[2] درمختار کتاب الطہارت مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵
[3] شلبی علی التبیین الحقائق کتاب الطہارت الامیریہ بولاق مصر ۱/ ۲۰

Marfat.com

(۱۳۰) سپید انگور کا سرکہ اگر اُس کا مزہ اور بُو پانی پر کچھ غالب نہ آئے اُس سے وضو بالاتفاق جائز ہے،

اقول لانه ذووصفين وريحه اقوى فان تغير ريح الماء دون طعمه لم يجز على قضية الضابطة خلافا للحكم المنقول الماران انفاعن البدائع فلم يحصل الوفاق فى جانب الجواز الا اذا لم يتغير شئ۔

میں کہتا ہوں اس لیے کہ اس میں دو وصف ہیں اور اس کی بُو قوی تر ہے تو اگر پانی کی بُو بدل گئی مزہ نہ بدلا تو ضابطہ کی رُو سے وضو جائز نہ ہوگا لیکن بدائع کے حوالے سے جو حکم ابھی گزرا ہے یہ اُس کے برخلاف ہے تو جواز کی جانب میں اتفاق حاصل نہ ہوا، یہ صرف اس صورت میں ہوگا جب کہ کوئی وصف نہ بدلے۔ (ت)

(۱۳۱) اور سرکے کہ رنگت بھی رکھتے ہیں اگر پانی میں اتنے ملیں کہ اُن کا کوئی وصف پانی پر غالب نہ آئے یا صرف بُو غالب آئے اُس سے بالاتفاق وضو جائز ہے۔

اقول وذلك لانها ذوات الثلاث ومعلوم ان ريح الخل اقوى شئ فلا يقع ان يتغير طعم الماء وحده اولونه فقط اوهما معا لاريحه بل اما لا[1] يتغير شئ او[2] يتغير الكل او[3] الريح وحده او[4] مع اللون او[5] مع الطعم والعبرة فى الضابطة للغلبة بوصفين والمنقول الغلبة باللون وحده كما مرعن حلية عن الزيلعى عن الاسبيجابى وعن النجم الزاهدى عن زاد الفقهاء وتقدم عن الامام ملك العلماء فيتفق المنقول والضابطة فى الصورة الاولى والثالثة على الجواز وفى الثانية والرابعة على المنع وفى الخامسة تنفرد الضابطة بالمنع۔

میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تین وصف والے ہیں اور یہ معلوم ہے کہ سرکہ کی بُو قوی ترشئی ہے تو یہ نہیں ہوسکتا ہے کہ صرف پانی کا مزہ بدلے یا رنگ بدلے یا دونوں بدل جائیں اور بُو نہ بدلے، بلکہ یا تو کچھ نہیں بدلے گا یا سب کچھ بدل جائے گا یا صرف بُو بدلے گی یا رنگ کے ساتھ یا مزہ کے ساتھ اور ضابطہ میں اعتبار غلبہ کو ہے دو وصفوں کے ساتھ، اور جو منقول ہے وہ صرف رنگ کا غلبہ ہے جیسا کہ حلیہ سے زیلعی سے اسبیجابی سے اور نجم زاہدی سے زاد الفقہا سے گزرا، اور امام ملک العلماء سے بھی یہی منقول ہوا ہے اس لیے نقل اور ضابطہ میں اتفاق ہوگیا، پہلی صورت اور تیسری میں اتفاق جواز پر ہے اور دوسری اور تیسری میں عدم جواز پر اور پانچویں صورت میں ضابطہ کی رُو سے عدم جواز ہے۔ (ت)

(۱۳۲) **اقول** اگر کوئی ذی لون سرکہ ایسا ہو کہ اُس کا مزہ اس کے سب اوصاف سے اقوی ہو کہ اس کا قلیل سب سے پہلے پانی کے مزے کو بدلے اُس سے زاید ملے تو بُو یا رنگ میں تغیر آئے اس صورت میں

Marfat.com

علی الثالث فیزول الشقاق ؛ ویحصل الوفاق ؛ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

یہ مسئلہ متفقہ ہوجائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

(۱۲۳) **اقول** یونہی رنگت کی پُڑیاں کہ اب چلی ہیں اور ہماری تحقیق میں ان کی طہارت پر فتوٰی ہے جب پانی میں اتنی خفیف ملیں کہ رنگنے کے قابل نہ ہوجائے اگرچہ رنگت بدل جائے۔

(۱۲۴) یونہی روشنائی جبکہ اس کے ملنے سے پانی لکھنے کے لائق نہ ہوجائے **اقول** یعنی اُس سے حرف کا نقش نہ بنے جو بعد خشکی پڑھنے میں آئے اگرچہ پھیکا ہو۔

صنف دوم بہتی چیزیں۔

(۱۲۵ و ۱۲۶) جس پانی میں زعفران حل کیا ہُوا پانی یا شہاب اتنا کم پڑے کہ ان پانیوں کی رنگت اُس سادہ پانی پر غالب نہ آئے اُس سے وضو بالاتفاق جائز ہے۔

قال الامام ملك العلماء فی البدائع الماء المطلق اذا خالطه شئ من المائعات الطاھرۃ کاللبن والخل ونقیع الزبیب ونحو ذلك ینظر انکان یخالف لونه لون الماء کاللبن

ملک العلماء نے بدائع میں فرمایا "مطلق پانی میں جب کوئی سیّال پاک چیز مل جائے جیسے دودھ، سرکہ، منقی کا عرق وغیرہ تو یہ دیکھا جائیگا کہ اس کا رنگ پانی کے رنگ سے مختلف ہے یا نہیں، مثلاً دودھ،

(بقیہ حاشیہ ص گزشتہ)

وبدله الفاضل الناقل بالمخالط فعم الزعفران واللّٰه المستعان ثم العجب کل العجب ان الفاضل نفسه زاد بعد قول الغرر ان بقی رقته لفظة واسمه ایضا اھ فقد کان یعلم ان الرقة لاتنفع اذا زال الاسم فکیف یجعل القول الثالث مبنیا علی الروایة المنفیة ۱۲ منه غفرله (م)

کلام تو پتّوں سے متعلق تھا اور فاضل ناقل نے اسے مخالط سے بدل دیا ہے تو اس نے زعفران کو شامل کرلیا ہے واللہ المستعان، پھر بڑا تعجب ہے کہ خود فاضل نے غرر کے قول "وان بقی رقتہ" کے بعد ایک لفظ "واسمہ ایضا اھ" کا اضافہ کیا ہے۔ حالانکہ وُہ جانتے تھے کہ پانی کے نام کے زوال کے بعد رقّت کا کوئی فائدہ نہیں تو قولِ ثالث کو روایت منفیہ پر مبنی کس طرح کیا جائے گا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

Marfat.com

البدر محمود التوضؤ بماء خالطه لبن یجوز عندنا خلافا للشافعی[1] اھ وفی متن الھدایة تجوز الطھارة بماء خالطه شیئ طاھر فغیر احد اوصافه کالماء الذی اختلط به اللبن[2] اھ واقرہ فی العنایة وغیرھا وسمعت نصوص الحلیة عمن ذکروا والبدائع ان العبرة باللون وقال فی التبیین المخالط ان کان مخالفا للماء فی وصف واحد اووصفین تعتبر الغلبة من ذلك الوجه کاللبن مثلا یخالفه فی اللون والطعم فان کان لون اللبن اوطعمه ھو الغالب فیه لم یجز الوضوء به والاجاز[3] اھ

(۶) اگر نہ رنگ بدلا ہو اور نہ مزہ۔

(ھ) اگر رنگ اور مزہ دونوں کو اکٹھا نہ بدلا ہو، امام بدر محمود کی عمدۃ القاری شرح بخاری میں ہے کہ ہمارے نزدیک اُس پانی سے وضو جائز ہے جس میں دودھ مل گیا ہو اس میں شافعی کا اختلاف ہے اھ اور متن ہدایہ میں ہے اُس پانی سے طہارت جائز ہے جس میں کوئی پاک چیز مل گئی ہو اور اُس نے پانی کے کسی ایک وصف کو بدل دیا ہو جیسے وُہ پانی جس میں دودھ مل گیا ہو اھ اور اس کو عنایہ وغیرہ میں برقرار رکھا، حلیہ اور بدائع کی تصریحات گزر چکی ہیں کہ اعتبار رنگ کا ہے، اور تبیین میں ہے کہ ملنے والی چیز اگر پانی سے ایک یا دو اوصاف میں مختلف ہو تو اسی وجہ سے غلبہ کا اعتبار ہوگا، مثلاً دُودھ پانی سے رنگ اور مزہ میں مختلف ہے تو اگر دودھ کا رنگ یا مزہ اس میں غالب ہو تو اس سے وضو جائز نہ ہوگا ورنہ جائز ہوگا اھ (ت)

وھکذا اعبر به تبعا له فی الحلیة و البحر وغیرھما بلفظة او للتردید واتی به فی الغنیة قاطعا لوھم خطأ الکتابة فقال وان خالط الماء فی وصفین کاللبن یخالفه فی اللون والطعم فالمعتبر ظھور غلبة احد الوصفین[4] بل افصح به کذلك الزیلعی

اور اسی طرح انہوں نے اس کی تعبیر کی ان کی اتباع کرتے ہوئے حلیہ اور بحر وغیرہ میں او کے کلمہ کے ساتھ جو تردید کے لیے ہوتا ہے اور غنیہ میں اس کو اس انداز سے ذکر کیا کہ کتابت کی غلطی کا وہم نہ رہے چنانچہ فرمایا اور اگر وُہ چیز پانی سے دو وصفوں میں مخالف ہو جیسے دودھ کہ پانی سے رنگ اور مزہ میں مختلف

---

[1] عمدۃ القاری باب لایجوز الوضوء بالنبیذ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ مصر ۳/۱۷۹
[2] ہدایۃ باب الماء الذی یجوز به الوضوء ومالایجوز مطبع عربیہ کراچی ۱/۱۸
نوٹ: اللبن کی جگہ پر کتاب مذکور میں الزعفران ہے۔
[3] تبیین الحقائق کتاب الطہارت الامیریہ مصر ۱/۲۰
[4] غنیۃ المستملی فصل فی بیان احکام المیاہ مطبع سہیل اکیڈمی لاہور ص ۹۱

Marfat.com

ولا یتغیر الطعم ما لم یتغیر اللون فلا یحصل الخلاف۔

والی ہوگی، اور مزہ اس وقت تک نہ بدلے گا جب تک رنگ نہ بدلے تو اختلاف نہ ہوا۔ (ت)

(۱۲۸) آبِ تربوز جسے تربوز کا شربت کہتے ہیں جس میٹھے پانی میں اتنا ملے کہ اس کا مزہ پانی پر غالب ہو جائے اس سے بالاتفاق وضو ہو سکتا ہے۔ تبیین الحقائق و فتح القدیر و حلیہ و غنیہ و درر و بحر وغیرہا میں ہے:

ماء البطیخ تعتبر الغلبة فیه بالطعم[1] اھ اقول ویظہر لی تقییدہ بالماء العذب کما فعلت فان الماء الملح ربما تبلغ ملوحته بحیث لو خلط به ماء الحبحب اکثر من نصفه لم یغلب علی طعمه بل کانت حلاوة ھذا ھی المغلوبة فاعتبار الطعم ھھنا تضییق یؤدی الی توسیع خارج عن القوانین بمرة فلیتنبه۔

آبِ خربوزہ میں مزہ کے غلبہ کا اعتبار ہوگا اھ اقول اور اس کو میٹھے پانی سے مقید کرنا ضروری ہے جیسا کہ میں نے کہا ہے کیونکہ کھارے پانی کی نمکینی بعض اوقات اس درجہ زیادہ ہوتی ہے کہ اگر اس میں تربوز کا پانی آدھے سے بھی زیادہ ملا دیا جائے تو اس کا مزہ نہیں بدلتا ہے، بلکہ اس کی مٹھاس مغلوب ہو جاتی ہے، تو یہاں مزہ کا اعتبار کرنا بڑی تنگی ہے، اس سے معاملہ بہت پھیل جائے گا جو شرعی قوانین کے بالکل مخالف ہے فلیتنبہ۔ (ت)

اقول وھو وان کان ذا الاوصاف الثلثة کما سیأتی لکن طعمه اقوی فاذا لم یتغیر لم یتغیر شیئ فلا یحصل الخلاف فی جانب الجواز واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

میں کہتا ہوں وہ پانی اگرچہ تین اوصاف والا ہو (جیسا کہ آئے گا) لیکن اس کا مزہ قوی تر ہو، تو جب مزہ نہ بدلا تو کوئی وصف نہیں بدلے گا تو جواز کی جانب میں کوئی خلاف نہ ہوگا، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

(۱۲۹) یوں ہی سپید انگور کا شیرہ اگر شیریں پانی میں ملے مزہ کا اعتبار رہے اگر اُس کا مزہ غالب نہ ہوا قابلِ وضو ہے، بدائع میں ہے:

ان کان لا یخالف الماء فی اللون ویخالفه فی الطعم کعصیر العنب الابیض و خله تعتبر الغلبة فی الطعم[2] اھ اقول وقیدته بالعذب لما علمت وحصول الوفاق لما سمعت۔

اگر وہ پانی کے رنگ میں مخالف نہ ہو مگر مزہ میں مخالف ہو جیسے شیرۂ انگور سفید اور سفید انگور کا سرکہ تو مزہ میں غلبہ کا اعتبار رہو گا اھ میں کہتا ہوں میں نے میٹھے کی قید اس لیے لگائی کہ آپ جان چکے ہیں اور اتفاق کا حاصل ہو جانا بھی آپ کو معلوم ہے۔ (ت)

---

[1] بحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

[2] [illegible]

Marfat.com

علیه الدرر ههنا فجعله حکم مالایخالف الماء فی صفة وجعل اللبن قسیمه لاسهیمه وان اراد القلیل فی نفسه فهو ههنا المغلوب المستهلك الذی لایظهر له اثر بیّن واللبن اذا احال الماء الی لونه کیف یعد قلیلا۔

کے موافق ہوں اوصاف میں، اور دُرر نے یہاں ان کو بیان کیا ہے، تو انہوں نے اس کو اس چیز کا حکم قرار دیا جو پانی کے مخالف نہ ہو کسی صفت میں اور دودھ کو اس کا قسیم قرار دیا نہ کہ اس کا سہیم، اور اگر فی نفسہٖ کم کا ارادہ کیا تو وہ یہاں نہ ہونے کے برابر ہے جس کا کوئی واضح اثر ظاہر نہیں ہوتا ہے جس کا کوئی واضح اثر ظاہر نہیں ہوتا ہے، اور جب پانی دودھ کا رنگ اختیار کرے تو دودھ کو کس طرح کم کہا جاسکتا ہے؟ (ت)

وثانیا[1] هذا هو قضیة القیاس فی الضابط لان ماخالف الماء فی الاوصاف الثلثة اعتبر فیه الغلبة بوصفین لان للاکثر حکم الکل وماخالف فی وصف واحد اعتبر فیه الغلبة به بقی ماخالف فی وصفین فان غلب بهما معا فلا کلام وان غلب باحدهما کانت الغلبة بالنصف والنصف احق ان یلحق بالکل من ان یطرح بالکلیة هذا ولکن الحق عندی فی اللبن علی الضابط المذکور ان تعتبر فیه الغلبة بوصفین اثنین لا بوصف واحد[2] لان اللبن مما یخالف الماء فی الاوصاف الثلثة جمیعا ولخفاء رائحته غالبا ولو اغلی لظهرت ذهب الوهم الی انه لا یخالف الا فی وصفین وقد قال العلامة الرملی فی حاشیة البحر ثم الشامی فی المنحة ورد المحتار[1] المشاهد فی اللبن مخالفته للماء فی الرائحة ایضا اھ۔

اور دوم یہ ہے کہ یہ ضابطہ میں قیاس کا تقاضا ہے، کیونکہ جو چیز پانی کے اوصافِ ثلثہ میں پانی سے مختلف ہے اس میں معتبر دو وصفوں کا غلبہ ہے، کیونکہ اکثر کے لیے کل کا حکم ہے اور جو چیز پانی سے ایک وصف میں مختلف ہو اس میں ایک وصف کا غلبہ معتبر ہوگا، اب صرف وہ چیز رہ گئی جو دو وصفوں میں پانی کے مخالف ہو اگر دونوں وصفوں میں اکٹھا غلبہ ہو جائے تب تو بات واضح ہے اور ایک میں غلبہ ہو تو غلبہ آدھے سے ہوگا اور نصف اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کو کل سے ملایا جائے نہ یہ کہ اس کو بالکلیہ ساقط کیا جائے، اس کو یاد رکھئے۔ لیکن میرے نزدیک حق، اس ضابطہ کے مطابق یہ ہے کہ اس میں دو وصفوں کے غلبہ کا اعتبار کیا جائے نہ کہ ایک وصف کا، کیونکہ دُودھ پانی سے تینوں وصفوں میں مخالف ہوتا ہے، چونکہ اس کی بُو بہت ہلکی ہوتی ہے ابلنے پر ظاہر ہوتی ہے اس لیے یہ وہم ہوتا ہے کہ وہ صرف دو وصفوں میں مخالف ہوتا ہے، علامہ رملی نے بحر کے حاشیہ میں فرمایا، شامی

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر کتاب الطہارۃ سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

Marfat.com

اگر پانی کا کوئی وصف نہ بدلے یا صرف مزہ متغیر ہو تو اس سے وضو بالاتفاق جائز ہے لعدم غلبة اللون فی المنقول ولا تغیر وصفین فی الضابطة (کیونکہ رنگ کا غلبہ نہیں ہے منقول میں اور دو وصفوں کا تغیر نہیں ہے ضابطہ میں۔ ت)

(۱۳۳) اقول اور اگر بالفرض اس کی رنگت سب سے قوی تر اور پہلے اثر کرنے والی ہو تو اس کے ملنے سے وضو بالاتفاق اسی وقت جائز ہوگا کہ اس کے کسی وصف میں تغیر نہ آئے لان ای وصف منہ تغیر تغیر لونہ وبہ العبرة فی المنقول (کیونکہ اس کا جو وصف بھی بدلے گا اس کا رنگ بھی بدل جائے گا اور منقول میں اسی کا اعتبار ہے۔ ت)

(۱۳۴) دُودھ سے اگر پانی کا رنگ نہ بدلا دُودھ کا رنگ اُس پر غالب نہ ہوگیا اس سے وضو بالاتفاق روا ہے۔

اقول یہ ہے وہ حکم متفق علیہ کہ فقیر نے کلمات کثیرہ مختلفہ سے حاصل کیا وذلك لان الاقوال جاءت ھھنا علی خمسة وجوہ (یہاں پانچ اقوال ہیں)

(ا) یجوز مطلقا،

اقول ای مالم یغلب علی الماء اجزاء فانہ معلوم الاستثناء اجماعا۔

(ب) یجوز ان غیر احد اوصافہ وستعرف ان العلماء اختلفوا فی اخذ احد ھذا فی مرتبة لابشرط شیئ فیشمل ماذا غیر غیر واحد ولو الکل وحینئذ یرجع الی القول الاول او فی مرتبة بشرط لا شیئ فیتقید بما اذا اقتصر التغیر علی وصف واحد ولو لونا۔

(ج) یجوز ان لم یغیر اللون۔

(د) ان لم یغیر اللون ولا الطعم۔

(ھ) ان لم یغیرھما معا ففی عمدة القاری شرح صحیح البخاری للامام

(ا) مطلق جواز ہے،

میں کہتا ہوں اس سے مراد یہ ہے کہ جب تک پانی پر اسکے اجزاء کا غلبہ نہ ہو، کیونکہ یہ اجماعی طور پر معلوم الاستثناء ہے۔

(ب) جائز ہے اگر اس کے اوصاف میں سے کسی ایک کو بدلا ہو، اور یہ عنقریب معلوم ہوجائے گا کہ علماء نے اس کو لا بشرط شیئ کے مرتبہ میں قبول کرنے سے اختلاف کیا ہے تو یہ اس صورت پر بھی صادق آئے گا جب پانی کا ایک سے زائد وصف بدل گیا ہو خواہ سب اوصاف ہی بدل گئے ہوں اور اس وقت پہلے قول کی طرف رجوع کرنا ہوگا یا یہ بشرط لا شیئ کے مرتبہ میں ہو تو یہ صرف اسی صورت میں منحصر رہیگا جبکہ تغیر ایک ہی وصف میں ہو خواہ رنگ ہی بدلا ہو۔

(ج) جائز ہے اگر رنگ کو نہ بدلا ہو۔

Marfat.com

(۱۳۹) جسے حاجتِ غسل نہیں اُس نے اعضائے وضو کے سوا مثلاً پیٹھ یا ران دھوئی اگرچہ اپنے زعم میں قربت کی نیت کی۔

(۱۴۰) باوضو یا نابالغ نے اگرچہ بے وضو ہو کھانا کھانے کو یا کھانے کے بعد ویسے ہی ہاتھ منہ صاف کرنے کو ہاتھ دھوئے کُلی کی اور ادائے سنّت کی نیّت نہ کی۔

(۱۴۱) باوضو یا بانالغ نے صرف کسی کو وضو سکھانے کی نیت سے وضو کیا۔

(۱۴۲) مسواک کرنے کے بعد اُسے دھوکر رکھنا سنّت ہے کما بینا فی بارق النور (جیسا کہ 'بارق النور' میں بیان کیا گیا۔ت) یہ پانی اگرچہ اس سے ادائے سنّت ہوگا قابلِ وضو رہے گا کما حققنا فی الطرس المعدل ان الشرط استعمالہ فی بدن الانسان (جیسا کہ ہم نے 'الطرس المعدل' میں ثابت کیا ہے کہ پانی کے مستعمل ہونے کے لیے پانی کا بدنِ انسان پر استعمال ہونا شرط ہے۔ت) مگر مکروہ ہوگا کہ لعابِ دہن کو دھوئے گا کما تقدم عن الخانیۃ،

(۱۴۳) مسواک کرنے سے پہلے بھی اسے دھونا سنّت ہے یہ پانی مکروہ بھی نہ ہوگا اگر مسواک نئی ہے یا پہلے دُھل چکی ہے۔

(۱۴۴) آدابِ وضو سے ہے کہ آفتابہ اگر دستہ دار ہے غسل اعضاء کے وقت دستہ پر ہاتھ رکھے اس کے سر پر نہیں اور دستہ کو تین پانیوں سے دھولے۔ فتح القدیر پھر ردالمحتار وغیرہما میں ہے:

منہا ای من اداب الوضوء ان یغسل عروۃ الابریق ثلثا ووضع یدہ حالۃ الغسل علی عروتہ لاعلی رأسہ[۱] اھ ومثلہ فی الحلیۃ بغیر ثلثا۔

ان سے یعنی آدابِ وضو سے یہ ہے کہ لوٹے کے دستے کو تین مرتبہ دھویا جائے اور غسل کے وقت ہاتھ دستے پر ہی رکھا جائے نہ کہ سر پر اور ایسا ہی حلیہ میں ہے، مگر ثلثا کا لفظ نہیں ہے۔(ت)

(۱۴۵) کوئی پاک کپڑا دھویا اگرچہ ثواب کے لیے جیسے ماں باپ کے میلے کپڑے۔

(۱۴۶) کھانے کے برتن جن میں کھانا پکایا یا اتارا تھا دھوئے اگرچہ ان میں سالن وغیرہ کے لگاؤ سے پانی کے اوصاف بدل گئے جب تک رقت باقی رہے اگرچہ اس دھونے سے سنت تنظیف کی نیت ہو۔

(۱۴۷) یونہی جس پانی سے سِل یا پتھر دھویا اگرچہ مسالے کے اثر سے اوصاف میں تغیر آیا اور پانی گاڑھا نہ ہوا۔

(۱۴۸) برادہ صاف کرنے کو برف دھویا اور برادہ نے پانی کی رقت پر اثر نہ کیا۔

---

[۱] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مصطفی البابی مصر ۱/ ۹۲

Marfat.com

فی اٰخر الکلام لکن المحقق[۵] فی الفتح مع نقله عن التبیین عبر بالواو فقال او فی بعضها فبغلبة ما به الخلاف کاللبن یخالف فی الطعم واللون فان غلب لونه وطعمه منع والا جاز[۱] وکذلک فی الدرر واعترضه الشرنبلالی فقال یجب ان یقال لونه او طعمه باو لا بالواو کما قال الزیلعی المقتحم لهذا الضابط[۲] اھ واجاب العلامة عبدالحلیم بانه فی اللبن صفتان یغایر بهما الماء المطلق احدھما اقوی من الاخری لما ان تغیر اللون یحصل فیه بالقلیل فکان الغلبة ان توجد الاخری وذا کالبدیهی ومن ذلک لم یقل اوطعمه باو کما فی عبارة الزیلعی ردا علیه[۳] اھ

ہوتا ہے تو اعتبار ایک وصف کے غلبہ کے ظہور کا ہوگا؛ بلکہ اسی طرح اس کی وضاحت زیلعی نے کلام کے آخر میں کردی، لیکن محقق نے فتح القدیر میں تبیین سے نقل کرتے ہوئے واوٗ سے تعبیر کیا اور کہا یا بعض میں اختلاف ہو تو اس صورت میں اس چیز کے غلبے کا اعتبار ہوگا جس کی وجہ سے اختلاف ہے جیسے دودھ کہ پانی سے مزہ اور رنگ میں مخالف ہوتا ہے تو اگر اس کا رنگ اور مزہ غالب ہوجائے تو اس سے طہارت نہیں ہوسکتی ہے ورنہ جائز ہے، اسی طرح درر میں ہے۔ اس پر شرنبلالی نے اعتراض کیا ہے اور کہا ہے کہ لونہ اوطعمہ کہنا چاہیے اَوْ کے ساتھ، واوٗ کا استعمال نہ کرنا چاہئے، جیسا کہ زیلعی نے کہا جو اس ضابطہ کے تکلف میں پڑنے والے ہیں، علامہ عبدالحلیم نے جواب دیا کہ دودھ میں دو صفات ہیں جن کی وجہ سے وہ مطلق پانی سے ممتاز ہوتا ہے، ایک صفت دوسری سے قوی تر ہے، کیونکہ اس میں رنگ کا تغیر تھوڑی سی مقدار سے ہی حاصل ہوجاتا ہے تو غلبہ یہ ہوگا کہ دوسری صفت پائی جائے اور یہ بدیہی کی طرح ہے اور اس لیے "اوطعمہ" نہ کہا "اَو" کے ساتھ، جیسے کہ زیلعی میں ہے تاکہ اس پر رَد ہوجائے اھ۔ (ت)

اقول اولا[۱] ان اراد القلیل بالنسبة الی الماء فنعم ولکن لا نظر ھھنا الی الاجزاء باجماع اھل الضابطة التی صاحب الدرر ھھنا بصدد بیانها وانما العبرة بها فیما یوافق الماء فی الاوصاف وقد مشی[۲]

میں کہتا ہوں اول اگر تو وہ اسکو بہ نسبت پانی کی قلیل کہتے ہیں تو درست ہے، لیکن اہلِ ضابطہ کے اجماع سے یہاں اجزاء پر نظر نہیں کی جاتی ہے، اس ضابطہ سے مراد وہ ضابطہ ہے جس کو صاحب درر یہاں بیان کررہے ہیں ان اجزاء کا اعتبار اُن اوصاف میں ہے جو پانی

---

[۱] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ما لا یجوز بہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۵

[۲] حاشیۃ علی الدرر للشرنبلالی ابحاث الماء المطبعۃ الکاملیہ بیروت ۱/۲۳

[۳] حاشیۃ علی الدرر للمولی عبدالحلیم بحث الماء ۱/۱۸

Marfat.com

کاسہ مطہرہ تبرک کے لیے جس پانی میں دھویا قابلِ وضو ہے اگرچہ اس میں قصدِ قربت بھی ہوا۔ ہاں پاؤں پر نہ ڈالا جائے کہ خلافِ ادب ہے اگر منہ پر جاری کیا منہ کا وضو ہوگیا اُن کا تو نام پاک لینے سے دل کا وضو ہوجاتا ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی اٰلہٖ وصحبہ وبارك وسلم وعلٰی ابنہ الکریم الغوث الاعظم واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔ الحمدللہ ان پاک کرنے والے پانیوں کی ابتداء زمزم شریف بلکہ اُس آبِ اقدس سے ہُوئی جو انگشتانِ مبارک حضور پُر نور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم سے بکمالِ رحمت جوش زن ہوا اور انتہا اس پانی پر ہُوئی جو حضور کے آثارِ شریفہ کو دھو کر برکاتِ عالیہ کا منبع ومخزن ہُوا والحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولانا واٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین اٰمین۔

قسم دوم جن سے وضو صحیح نہیں۔

(۱۶۱) آبِ نجس

(۱۶۲) مستعمل کہ ہمارے رسالہ الطرس المعدل میں جس کا بیانِ مفصل۔

(۱۶۳ تا ۱۶۵) گلاب کیوڑا بید مشک، ہدایہ وخانیہ میں ہے:

لا بماء الورد[1] اھ ومثلہ فی خزانۃ المفتین عن شرح مجمع البحرین وعد فی السعدیۃ مع ماء الورد ماء الھند باوماء الخلاف واشباھھا[2]۔

نہ گلاب کے پانی سے اھ اور اسی کی مثل خزانۃ المفتین میں شرح مجمع البحرین سے ہے اور سعدیہ میں گلاب کے پانی کے ساتھ عرق ہندبا عرق خلاف وغیرہ کو بھی شمار کیا۔ (ت)

نیہ وغنیہ میں ہے:

(لایجوز) الطھارۃ الحکمیۃ (بماء الورد) وسائر الازھار[3]۔

طہارت حکمیہ گلاب اور دوسرے پھولوں کے پانی سے جائز نہیں ہے۔ (ت)

(۱۶۶) عرق گاؤزبان وعرق بادیان وعرق عنب الثعلب وغیرہا جتنے عرق کشید کیے جاتے ہیں کسی سے وضو جائز نہیں وتقدمت فی ۱۱۱ عبارۃ البحر فی الماء الذی یؤخذ بالتقطیر من لسان

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ   فصل فیما لایجوز بہ التوضوء   نورانی کتب خانہ پشاور   ۲۱/۱

[2] السعدیۃ

[3] غنیۃ المستملی   فصل فی بیان احکام المیاہ   سہیل اکیڈمی لاہور   ص ۸۹

Marfat.com

نے منحہ میں اور ردالمحتار میں فرمایا کہ دُودھ پانی سے بُو میں بھی مخالف ہے اھ (ت)

اقول غیران اقوی اوصاف اللبن لونہ ثم طعمہ ثم ریحہ ولا یتغیر بہ فی الماء وصف لاحق الا وقد سبقہ سابقہ فاذا تغیر شیئ منہا فقد تغیر اللون واذا لم یتغیر اللون لم یتغیر شیئ منہا فاتفقت الاقوال علی جواز الوضوء بماء خالطہ لبن لم یتغیر لونہ وبہ ظہر ان تردید الامام الزیلعی مستغنی عنہ فان تغیر الطعم مستلزم تغیر اللون فکان ینبغی الاقتصار علی اللون کما فعل المتقدمون وقد نقلہ الزیلعی عن الاسبیجابی کما علمت واللہ تعالٰی اعلم۔

میں کہتا ہُوں دراصل دُودھ کے اوصاف میں قوی تر اس کا رنگ ہے پھر مزہ اور پھر بُو ہے اور اس سے پانی کا جو وصفِ لاحق بھی متغیر ہوتا ہے اس سے قبل کوئی سابقہ ضرور ہوتا ہے، تو جب ان اوصاف میں کوئی تغیر ہوتا ہے تو رنگ ضرور بدلتا ہے اور جب رنگ نہ بدلے تو کوئی وصف نہیں بدلتا ہے، تو تمام اقوال اس پر متفق ہیں کہ اس پانی سے وضوء جائز ہے جس میں دودھ ملا ہوا ور اس کا رنگ نہ بدلا ہو اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ امام زیلعی کا "او" کہنا ضرور کا نہیں، کیونکہ مزہ کا بدل جانا رنگ کے بدل جانے کو مستلزم ہے تو رنگ پر اکتفاء کرنا چاہیے تھا جیسا کہ متقدمین نے کیا ہے، اس کو زیلعی نے اسبیجابی سے نقل کیا، جیسا کہ آپ نے جان لیا واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

تذییل اقول (۱۳۵) انڈے جس پانی میں نیم برشت کیے قابلِ وضو ہے اگر انڈے پاک تھے۔

(۱۳۶) آہن تاب، سیم تاب، زرتاب یعنی جس پانی میں لوہا یا چاندی یا سونا تپا کر بجھایا لبقاء الاسم والطبع **اقول** اگرچہ اس سے پانی کی بعض رطوبات کم ہوں گی اس میں ان فلزات کی قوت آئے گی من وجہ ایک دوا و علاج ہوگا مگر وہ کوئی شے غیر نہ ہوجائیگا پانی ہی تھا اور پانی ہی رہے گا یہ عمل پانی ہی کی اصلاح کو ہے نہ کہ اُس سے کوئی اور چیز بنانے کو۔

(۱۳۷) باوضو شخص یا نابالغ نے اگرچہ بے وضو ہو اعضاء ٹھنڈے یا میل دُور کرنے کو جس پانی سے وضو یا غسل بے نیت قربت کیا۔

(۱۳۸) معلوم تھا کہ عضو تین بار دھو چکا ہے اور پانی ہنوز خشک بھی نہ ہوا تھا چوتھی بار بلاوجہ ڈالا یہ پانی قابلِ وضو رہے گا یہاں تک کہ یہ پانی کسی برتن میں لے لیا تو اس سے وضو میں کوئی عضو دھو سکتے ہیں یا اگر چوتھی بار ہاتھ پر اس طرح ڈالا کہ پاؤں پر گر کر بہہ گیا اُتنا پاؤں پاک ہوگیا۔

Marfat.com

خانیہ و ہندیہ میں ہے:

لایجوز التوضؤ بماء البطیخ والقثاء و القثد[1] اھ وفی خزانۃ المفتین عن شرح مجمع البحرین مکان القثد و ماء الخیار[2]۔

وضوء جائز نہیں ہے خربوز، ککڑی اور کھیرے کے پانی سے اھ اور خزانۃ المفتین میں شرح مجمع البحرین سے قثد (کھیرے) کے بجائے ماء الخیار (ککڑی کا پانی) ہے۔ (ت)

منیہ وغنیہ میں ہے:

(ولا تجوز بماء الثمار) مثل التفاح وشبھہ[3] وذکر فی الجوھرۃ ماء الدباء[4] ویأتی۔

طہارت پھلوں کے پانی سے جائز نہیں، جیسے سیب اور اس کے مشابہ اھ اور جوہرہ میں ذکر کیا ہے کدو کا پانی، اور یہ آئیگا۔ (ت)

خانیہ میں ہے:

لایجوز التوضؤ بماء الفواکۃ[5]۔

پھلوں کے پانی سے وضوء جائز نہیں۔ (ت)

(۱۸۱) یونہی وہ پانی کہ کسی درخت کی شاخیں یا پتّے کوٹ کر نکالا جائے۔ خزانۃ المفتین میں شرح مجمع البحرین سے ہے:

لایجوز الوضوء بماء القضبان[6]۔

قضبان (کٹی ہوئی شاخوں) کے پانی سے وضو جائز نہیں۔ (ت)

(۱۸۲) شراب ریباس

(۱۸۳ تا ۱۸۵) شربتِ انار شیریں، شربتِ انار ترش، شربتِ انگور وغیرہا جتنے شربت قوام میں بنائے جاتے ہیں ہدایہ میں ہے، لایجوز بالاشربۃ[7] (شربتوں سے وضوء جائز نہیں۔ ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ — فصل فیما لایجوز بہ التوضوء — نورانی کتب خانہ کراچی — ۱/۲۱
[2] فتاوٰی قاضی خان — " " " — نولکشور لکھنؤ — ۱/۹
[3] غنیۃ المستملی — احکام المیاہ — سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۸۸
[4] جوہرۃ نیرۃ — ابحاث الماء — امدادیہ ملتان — ۱/۱۴
[5] فتاوٰی قاضی خان — فیما لایجوز بہ التوضوء — نولکشور لکھنؤ — ۱/۹
[6] خزانۃ المفتین
[7] ہدایۃ — الماء الذی یجوز بہ الوضوء — عربیہ کراچی — ۱/۱۸

Marfat.com

(۱۴۹) چیک صاف کرنے کو آم یا کسی قسم کے پھل دھوئے۔

(۱۵۰) تختی دھوئی اور سیاہی سے پانی گاڑھا نہ ہوا۔

(۱۵۱) پکا فرش گرد و غبار سے پاک کرنے کو دھویا اگرچہ مسجد کا بہ نیت قربت۔

(۱۵۲) ناسمجھ بچے نے وضو کیا۔

(۱۵۳) نابالغ کو نہلایا۔

(۱۵۴) گھوڑے وغیرہ کسی جانور کو نہلایا اگرچہ ان دونوں سے نیت ثواب کی ہو جبکہ ان تینوں کے بدن پر کوئی نجاست نہ ہو یہ سب پانی قابلِ وضو ہیں۔

(۱۵۵) دفع نظر کے لیے نظر لگانے والے کے بعض اعضاء دھو کر چشم زدہ کے سر پر ڈالنے کا حکم ہے جس کا مفصل بیان ہماری کتاب منتہی الآمال فی الاوفاق والاعمال میں ہے وہ اگر باوضو تھا یہ پانی قابلِ وضو رہنا چاہیے اگرچہ اس نے یہ امتثال امر واذا استغسلتم فاغسلوا (اگرتم سے دھونے کا مطالبہ کیا جائے تو دھوڈالو۔ت) نیت قربت کی ہو تأصل دراجع ماقررنا من شرائط الاستعمال فی رسالتنا الطرس المعدل (غور کرو اور ہم نے اپنے رسالہ الطرس المعدل میں پانی کے مستعمل ہونے کی جو شرائط بیان کی ہیں ان کی طرف رجوع کرو۔ت)

(۱۵۶) دلھن کو بیاہ کر لائیں تو مستحب ہے کہ اس کے پاؤں دھو کر مکان کے چاروں گوشوں میں چھڑکیں اس سے برکت ہوتی ہے یہ پانی بھی قابلِ وضو رہنا چاہیے اگر دلھن باوضو یا نابالغہ تھی کہ یہ اور اس کا سابق از قبیل معاملات ہیں نہ از نوع عبادات اگرچہ نیت اتباع انھیں قربت کرے واللہ تعالٰی اعلم۔

(۱۵۷) حائض و نفسا نے قبل انقطاع دم بے نیت قربت غسل کیا یہ پانی بھی قابلِ وضو ہے۔

(۱۵۸) مرد کے وضو و غسل سے جو پانی بچا قابلِ طہارت بلاکراہت ہے اگرچہ عورت اس پانی سے طہارت کرے بخلاف عکس کہ مکروہ ہے کما تقدم۔

(۱۵۹) بعض دوائیں مغسول استعمال کی جاتی ہیں جیسے یاقوت و شادنج و حجر آرمنی و گلِ ارمنی و لک و توتیا و شنجرف و مرداسنج وغیرہا کہ خوب باریک پیس کر پانی میں ملاتے ہیں جو غبار سا ہو کر پانی میں مل گیا ایک ظرف میں کر لیا تہ نشین کو پھر پیس کر دوسرے پانی میں ملایا یہاں تک کہ سب غبار ہو کر پانی میں مل جائے یا جس میں سنگریزہ رہے پھینک دیا جائے اب یہ آبِ غبار آمیز ڈھانک کر رکھ چھوڑیں یہاں تک کہ وہ غبار تہ نشین ہو کر پانی سے جدا ہو جائے اُس وقت پانی نتھار کر دوا استعمال میں لائیں یہ پانی بھی قابلِ وضو ہے اگر بے وضو ہاتھ نہ لگا ہو۔

(۱۶۰) حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کا موئے مبارک یا جبۂ مقدسہ یا نعل شریف یا

Marfat.com

ای اشکال فی عمومہ ولم یتکلم علیہ ناظروہ الشرنبلالی وعبد الحلیم والحسن العجیمی واتی الخادمی بما لا یغنی واللہ تعالیٰ اعلم۔

دیکھنے والوں نے اس پر کلام نہیں کیا جن میں شرنبلالی، عبد الحلیم اور حسن عجیمی شامل ہیں اور خادمی نے بہت سی باتیں کی ہیں جو بے نیاز نہیں کرتیں واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

علہ اذ قال انہ علی عمومہ مشکل اذ الاشربۃ فی الاصل اسم لکل ما یشرب فشامل لنحو ماء التمر وغیرہ والمقصود ھھنا الاختصاص بشراب الرییاس کما فہم من الایضاح فافہم اھ

انہوں نے فرمایا یہ اپنے عموم پر مشکل ہے کیونکہ "اشربۃ" ہر اس چیز کا نام ہے جو پی جاتی ہے تو یہ کھجور وغیرہ کے پانی کو شامل ہوگا اور یہاں مقصود ریباس کے عرق کی تخصیص ہے جیسا کہ ایضاح سے مفہوم ہے، فافہم اھ۔

اقول ترکھم التکلم احسن من ھذا والمقصود اعطاء حکم عام وتمثیلہ بجزئی لا تخصیص الکلام بالجزئی والاشربۃ فی العرف ھی ھذہ المتخذۃ من الثمار والاشجار والا فالماء ایضا شراب ھذا مغتسل بارد وشراب ولاشك ان الحکم یعمھا **فان قلت** ھو رحمہ اللہ تعالیٰ یمیل الی جواز التوضی بنبیذ التمر لقولہ فی سؤر الحمار (یتوضؤ بہ ویتیمم ان عدم غیرہ بخلاف نبیذ التمر) حیث یتوضؤ بہ عند ابی حنیفۃ وان قال ابو یوسف بالتیمم فقط ومحمد جمع بینہما اھ

میں کہتا ہوں ان کا کلام نہ کرنا اس سے بہتر ہے، اور مقصود عام حکم لگانا ہے اور مثال اس کی ایک جزئی سے دی گئی ہے کلام کو جزئی سے خاص کرنا مقصود نہیں، اور اشربہ عرف میں پھلوں اور درختوں سے حاصل شدہ عرقیات ہی کو کہتے ہیں، ورنہ تو پانی بھی شراب ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ھذا مغتسل بارد وشراب، اور کوئی شک نہیں کہ حکم ان سب کو عام ہے، اگر تم کہو کہ وہ رحمہ اللہ نبیذ تمر سے وضو کے جواز کی طرف مائل ہیں کیونکہ انہوں نے گدھے کے جھوٹے کے بیان میں فرمایا (اس سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی اگر اور پانی نہ ہو، بخلاف نبیذ تمر کے) کیونکہ اس سے ابو حنیفہ کے نزدیک وضو کیا جا سکتا ہے اگرچہ ابو یوسف صرف تیمم کے قائل ہیں، اور امام محمد وضوء اور تیمم دونوں کا قول کرتے ہیں اھ (ت)

اقول انما یستشکل ما لا یظھر وجہ صحتہ ولیس لمن یختار جانبا من قولین متساویین ان یستشکل علی الاٰخر فضلا

میں کہتا ہوں اشکال صرف اس وقت ہوگا جس کی وجہ صحت ظاہر نہ ہو اور دو برابر اقوال میں سے کسی ایک قول کو اختیار کرتا ہے اس کے لیے دوسرے

(باقی برصفحہ آیندہ)

Marfat.com

الشور[1] ولفظ الدرر والمستخرج من النبات بالتقطیر[2] (بحر کی عبارت اس پانی کی بابت جو عمل تقطیر سے گاؤ زبان سے نکالا جائے اور درر میں ہے کہ جڑی بوٹیوں کا پانی جو تقطیر سے نکالا جائے ۱۱۱ میں گزر چکی ہے۔ت)

(۱۶۷ و ۱۶۸) آب کاسنی آب مکوہ اگرچہ مروق ہوں کہ اجزائے کثیفہ جدا ہوکر زیادہ رقیق و لطیف ہوجاتے ہیں و مرکلام سعدی افندی۔

(۱۶۹) وہ پانی کہ زعفران سے نکالا جائے وتقدم کلام الغنیۃ فی ۱۲۵ (اور غنیہ کا کلام ۱۲۵ میں گزرا۔ت)

(۱۷۰ تا ۱۷۹) خربوزہ، تربوز، ککڑی، کھیرے، سیب، بہی، انار، کدو وغیرہ بامیوں پھلوں کا عرق کہ اُن سے نکلا یا نچوڑ کر نکالا جاتا ہے، یُوں ہی گنے کا رس اور بالخصوص وُہ پانی کہ کچے ناریل کے اندر ہوتا ہے جو پگھل کر پانی نہ ہوا بلکہ ابتداءً پانی ہی تھا۔

(۱۸۰) اُس سے بھی زیادہ قابلِ تنبیہ وُہ پانی ہے کہ سُنا گیا خطِ استوار کے قریب بعض وسیع ریگستانوں میں جہاں دُور دُور تک پانی نہیں ملتا ریتے کے نیچے سے ایک تربوز نکلتا ہے جس میں اتنا پانی ہوتا ہے کہ سوار اور اس کے گھوڑے کو سیراب کردے رحمت نے بے آب جنگل میں حیاتِ انسان کا یہ سامان فرمایا ہو تو کیا دُور ہے مگر وُہ پانی اگرچہ نتھرے خالص پانی کی طرح ہو اور اس تربوز میں اس کے سوا کچھ نہ ہو جب بھی قابلِ وضو نہیں کہ ثمر کا پانی ہے مائے مطلق کے تحت میں نہیں آسکتا۔ رہا وضو اس کے لیے بحمداللہ تعالٰی وہ رحمتِ عامہ موجود ہے جو صدیقہ بنت الصدیق محبوبہ محبوب رب العٰلمین جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہما وسلم کے صدقہ میں ہر مسلمان کے لیے ہر جگہ موجود ہے کہ

تیمموا صعیدا طیبا جعلت لی الارض مسجدا وطھورا[3] اقول وھذا لك یظھر ان الاعتصار لامفھوم لہ وان احتج بہ بعض الکبراء علی جواز الوضوء بقاطر الکرم کما سیأتی واللہ تعالٰی اعلم۔

پاک مٹی سے تیمم کرو میرے لیے زمین مسجد اور پاک کرنیوالی بنا دی گئی ہے۔ میں کہتا ہُوں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اعتصار کا کوئی مفہوم مخالف نہیں اگرچہ بعض اکابر نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ انگور سے ٹپکنے والے پانی سے وضوء جائز ہے، کما سیأتی واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

---

[1] بحرالرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۶۹

[2] الدرر الحکام للمولی خسرو بحث الماء الکاملیہ بیروت ۱/ ۲۳

[3] جامع للبخاری کتاب التیمم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۸

Marfat.com

کہ وہ طبیعت آب کے خلاف ہے پانی سردی سے جمتا ہے اور وہ گرمی میں جمتا جاڑے میں پگھلتا ہے۔ تبیین الحقائق و بحرالرائق وبزازیہ میں ہے:

لا یجوز بماء الملح وھو یجمد فی الصیف ویذوب فی الشتاء عکس الماء[1]۔

نمک کے پانی سے وضوء جائز نہیں، نمک گرمی میں جم جاتا ہے اور سردی میں پگھلتا ہے پانی کے برعکس۔

غرر وتنویر و درر و درمیں ہے:

والنظم للدرر (یجوز ان) ای الوضوء والغسل (بماء ینعقد بہ الملح) کذا فی عیون المذاھب (لابماء الملح) الحاصل بذوبان الملح کذا فی الخلاصۃ ولعل الفرق ان الاول باق علی طبیعتہ الاصلیۃ والثانی انقلب[عہ] الی طبیعۃ

عبارت درر کی ہے وضو اور غسل جائز ہے (اس پانی سے جس سے نمک بنا ہے) یہی عیون المذاہب میں ہے، (نہ کہ نمک کے پانی سے) جو نمک سے پگھل کر حاصل ہوتا ہے، خلاصہ میں یہی ہے اور غالباً فرق یہ ہے کہ اوّل اپنی اصل طبیعت پر واقع ہے اور دوسرا دوسری

عہ قال الخادمی اورد الجمد والبخار اھ **اقول** توھم الانقلاب فی الجمد انما یتأتی ممن یزعم ان السمن فی الشتاء لایبقی سمنا بل ینقلب ماھیۃ اخری قال واجیب المراد الطبیعۃ غیر الملائمۃ للمائیۃ اھ **اقول** ومراد الایراد ان الماء یجمد ویصیر بخارا فلا یتوضؤ بہ ثم اذا ذاب ذاک وتقاطر ھذا جاز لعودھما الی المائیۃ کما کانا علیھا فلو ان الماء الذی سینعقد ملحا کان باقیا علی طبیعۃ الاصلیۃ کما قلتم انما لا یجوز الوضوء بہ حین یصیر ملحا فاذا ذاب فقد عاد الی الطبیعۃ الاولی فما وجہ الفرق بین

خادمی نے کہا کہ جمد اور بخار سے اعتراض کیا گیا ہے اھ میں کہتا ہوں جمد میں انقلاب کا وہم وہی کہہ سکتا ہے جس کو یہ گمان ہو کہ گھی سردیوں میں گھی نہیں رہتا ہے بلکہ اس کی ماہیت بدل جاتی ہے فرمایا، جواب دیا گیا ہے کہ مراد وہ طبیعت ہے جو پانی کے مناسب نہ ہو اھ میں کہتا ہوں کہ اعتراض یہ ہے کہ پانی جم کر بخار بنتا ہے تو اس سے وضو نہیں کیا جاتا ہے، پھر جب یہ پگھلتا ہے اور ٹپکتا ہے تو وضو جائز ہوتا ہے کیونکہ یہ دونوں پانی بن جاتے ہیں، توجو پانی جم کر نمک ہو جاتا ہے اگر بقول آپ کے اپنی اصلی طبیعت پر باقی ہو تو اس سے نمک ہونے کی حالت میں وضو جائز نہ ہوگا، اور جب وہ پگھلے گا تو اپنی پہلی طبیعت کی طرف واپس آجائے گا تو جو

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الطہارۃ الامیریہ بولاق مصر ۱/۲۰

Marfat.com

عنایہ میں ہے: کشرب الرمان والحماض[۱] (جیسے انار اور حماض (ایک قسم کی گھاس) کا پانی۔ ت)
شلبیہ علی التبیین میں مستصفٰی سے ہے:

الاشربۃ المتخذۃ من الشجر کشراب الریباس ومن الثمر کالرمان والعنب[۲] اھ ووقع فی الدرر بعد ما قال لا بما اعتصر من شجر او ثمر ولا بماء زال طبعہ بالطبخ کشراب الریباس ما نصہ وھذہ العبارۃ احسن مما قیل کالاشربۃ فانہ علی عمومہ مشکل[۳] اھ۔

درختوں سے حاصل کیے ہوئے عرق جیسے ریباس (چقندر کی طرح ایک سبزی) کا عرق، اور پھلوں کا رس جیسے کہ انگور اور انار کا رس۔ اور درر میں لا بما اعتصر من شجر او ثمر الخ کے بعد ہے کہ نہ اس پانی سے جس کی طبیعت پکانے کی وجہ سے بدل گئی ہو جیسے ریباس کا عرق، ان کی عبارت یہ ہے اور یہ عبارت اس قول سے بہتر ہے کہ کالاشربۃ، کیونکہ اس کو عموم پر رکھنا مشکل ہے اھ (ت)

اقول ھو کما تری نص الھدایۃ[۱] واقرہ الشراح ومثلہ فی مختصر القدوری والوافی والوقایۃ والاصلاح والملتقی والبدائع والخانیۃ والخلاصۃ وشرح مجمع البحرین وخزانۃ المفتین والغنیۃ والھندیۃ[۲] وغیرھا مما لا یکاد یحصی سبحٰن اللہ مالی اعد الکتب وھو نص صاحب المذھب ففی الجامع الصغیر محمد عن یعقوب عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم لا یتوضوء بشیئ من الاشربۃ غیر نبیذ التمر[۴] اھ ولا ادری

میں کہتا ہوں وہ جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں ہدایہ کا نص ہے اور شراح نے اس کو برقرار رکھا ہے اور اس کی مثل مختصر القدوری میں ہے نیز وافی، وقایہ، اصلاح، ملتقی، بدائع، خانیہ، خلاصہ، شرح مجمع البحرین، خزانۃ المفتین، غنیہ اور ہندیہ وغیرہ لاتعداد کتابوں میں ہے سبحان اللہ میں کتابیں کیوں گنواؤں؟ یہ تو صاحب مذہب کی تصریح ہے، چنانچہ جامع صغیر میں روایت ہے، محمد روایت کرتے ہیں یعقوب سے ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ سوائے نبیذ تمر کے کسی عرق سے وضو نہ کیا جائے اھ اور میں نہیں سمجھتا کہ اس کے عموم میں کیا اشکال ہے، اور اس

۱؎ عنایۃ مع الفتح	الماء الذی یجوز بہ الوضوء الخ	عربیہ کراچی	۱/۱۸
۲؎ شلبیۃ مع التبیین	کتاب الطہارت	الامیریہ مصر	۱/۱۹
۳؎ درر الاحکام	"	دار السعادۃ مصر	۱/۲۳
۴؎ جامع الصغیر	فیما لا یجوز بہ التوضوء	یوسفی لکھنؤ	ص ۸

Marfat.com

نوح افندی کمافی ش بان عبارۃ الخلاصۃ ولو توضأ بماء الملح لا یجوز ثم نقل عن البزازیۃ والزیلعی ماقدمنا قال واقرہ صاحب البحر والعلامۃ المقدسی ومقتضاہ انہ لا یجوز بماء الملح مطلقا ای سواء انعقد ملحا ثم ذاب اولا وھو الصواب عندی[1] اھ ملخصا۔

علامہ نوح آفندی نے اعتراض کیا ہے، جیسا کہ "ش" میں ہے کہ خلاصہ کی عبارت یہ ہے کہ اگر کسی نے نمک کے پانی سے وضو کیا تو جائز نہیں۔ پھر بزازیہ اور زیلعی سے انہوں نے وہی نقل کیا جو ہم نے بیان کیا اور فرمایا اس کو صاحب بحر اور علامہ مقدسی نے برقرار رکھا اس کا مفہوم وہی ہے کہ نمک کے پانی سے مطلقاً وضو جائز نہیں ہے خواہ نمک بن کر پھر پگھلا ہو یا نہ اور میرے نزدیک یہی صواب ہے اھ ملخصا۔ (ت)

اقول نمک اقسام ہے ایک وہ رطوبت کہ پہاڑ یا غار سے جوش کرکے نکلتی اور جم جاتی ہے جیسے نمک لاہوری و اندرانی اور سانبھر یہ ابتداءً جب تک بستہ نہ ہوئی تھی یقیناً اُسی کی مانند ہے جب بستہ ہو کر پگھل جائے کہ وہ پانی کی نوع ہی سے نہیں، دوم دریائے نمک کا منجمد حصہ یہ بعض تیز و تند و حار و حاد چشموں کا پانی ہے کہ جب حرارتِ آفتاب اس میں عمل کرتی ہے کناروں کناروں سے جم جاتا ہے بیچ میں بہتا پانی رہتا ہے اس میں جو چیز پڑے ایک مدت کے بعد نمک ہوجاتی ہے اختلاف اسی پانی میں ہے۔

والذی یظھر لی انہ ان کان ماء حقیقۃ

میرے نزدیک اگر وہ حقیقۃً پانی ہی تھا جیسا کہ ظاہر ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بعد الذوبان کماء الذھب والفضۃ بخلاف الجمد اذا انقلب ماء فانہ ملائم لطبع الماء اھ نقلہ السید الازھری **اقول** والرد علی ھذا اظھر فانہ لا ینقلب بعد الذوبان الا الی ما کان علیہ وقد کانت عندکم علی طبیعتہ الاصلیۃ فکذلک بعد الذوبان ۱۲ منہ غفرلہ (م)

میں دیکھا اس کے بعد انہوں نے کہا کہ وہ نمک کی طبیعت ہے تو اس کا پانی پگھلنے کے بعد سونے چاندی کے پانی کی طرح ہوگا بخلاف جمد کے جب وہ پانی ہوجائے کیونکہ یہ پانی کی طبیعت کے مناسب ہے اھ اس کو سید ازہری نے نقل کیا۔ میں کہتا ہوں اس پر رد اظہر ہے کیونکہ وہ پگھلنے کے بعد پہلی ہی حالت کی طرف لوٹے گا اور تمہارے نزدیک وہ اصل طبیعت پر تھا تو اسی طرح پگھلنے کے بعد ہوگا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۲

Marfat.com

(۱۸۶ و ۱۸۷) ہر قسم کا سرکہ اور مقطر

(۱۸۸) آب کامہ جسے عربی میں کامخ بفتح میم و مری بتشدید را و یائے نسبت کہتے ہیں شوربے کی طرح ایک رقیق نانخورش ہے کہ دہی اور سرکے وغیرہ اجزاء سے بنتی ہے اصفہان میں اُس کا زیادہ رواج ہے۔ خانیہ و خزانۃ المفتین و شرح مجمع البحرین میں ہے:

لا یجوز الوضوء بالخل والمری[1] اھ وقد ذکر الخل فی الکثیر۔

سرکہ اور نانخورش (شوربا) سے وضو جائز نہیں اھ سرکہ کا ذکر بہت سی کتابوں میں ہے۔ (ت)

(۱۸۹) نمک کا پانی کہ نمک بہ کر ہوتا ہے اس پر اجماع ہے۔

(۱۹۰) نمک کا پانی کہ نمک بن جاتا ہے اس میں اختلاف ہے اور اکثر کا رجحان عدم جواز کی طرف ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

عمن یختار قیلا ضعیفا مھجورا الجمھور واللہ تعالٰی اعلم بمراد عبادہ ثم رأیت السید ابا السعود نقل عن العلامۃ نوح افندی وجہ الاشکال ما قد اشرت الیہ بقولی الماء ایضا شراب ولم یعجبنی ان اجعل مثلہ تفسیرا لکلام الدرر فقال وجہ الاشکال شمول الاشربۃ لغیر المتخذۃ من الشجر والثمر اذ المطلق من الماء شراب قال وانما قال احسن لامکان توجیہ العبارۃ بان یقال اراد الاشربۃ المتخذۃ منھما اھ وانت تعلم ان مثل ھذا لا یتأھل الذکر فضلا عن حمل کلام مثل مولی خسرو علیہ ثم تعبیر التوجیہ بالامکان واللہ المستعان ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

پر کوئی اشکال نہیں، چہ جائیکہ وُہ شخص جو ضعیف متروک الجمہور کو لیتا ہے واللہ تعالٰی اعلم بمراد عبادہ پھر میں نے دیکھا کہ علامہ ابو السعود نے نوح آفندی سے وجہ اشکال وہی نقل کی جس کی طرف میں نے اپنے قول سے اشارہ کیا ہے کہ پانی کو بھی شراب کہتے ہیں اور مجھے اچھا معلوم ہوا کہ میں اسی کی مثل درر کا کلام کروں وہ فرماتے ہیں وجہ اشکال یہ ہے کہ "اشربہ" کا لفظ درخت اور پھلوں کے عرقیات کے علاوہ کو بھی شامل ہے کیونکہ مطلق پانی بھی شراب ہے۔ جو انہوں نے کہا ہے وہ زیادہ اچھا ہے کیونکہ عبارت کی توجیہ یہ ہوسکتی ہے کہ "اشربہ" سے وہ مراد ہیں جو ان دونوں سے بنائے جائیں اھ اور آپ جانتے ہیں کہ اس قسم کی تاویل قابلِ ذکر بھی نہیں چہ جائیکہ مولیٰ خسرو کے کلام کو اس پر محمول کیا جائے، پھر توجیہ کو امکان سے تعبیر کرنا، واللہ المستعان ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فیما یجوز بہ التوضی نولکشور لکھنؤ ۱/ ۹

Marfat.com

(۱۹۱) نوشادر کا پانی کہ اس کے بھپنے سے حاصل ہوتا ہے۔

(۱۹۲) آبِ کافور کہ اس کے پگھلنے سے حاصل ہو راحی کافور جسے یہاں بھیم سینی کہتے ہیں دھوپ کی گرمی سے پگھل جاتا ہے۔

(۱۹۳) آبِ کافور کہ درخت کافور کاٹتے وقت اس سے ٹپکتا ہے۔

(۱۹۴) آبِ نفط بالکسر ایک روغنی رطوبت تیز رائحہ ہے کہ بعض زمینوں سے اُبلتی ہے۔

(۱۹۵) مٹی کا تیل مثل آبِ نفط ہے۔ بزازیہ میں ہے، ماء الملح لایجوز الوضوء بہ وکذا ماء النفط[1] (نمک کے پانی سے وضو جائز نہیں اور ایسے ہی ماء النفط (ایک معدنی تیل) سے۔ ت)

(۱۹۶) زِفت بالکسر درخت صنوبر نر کا مد جو پھل نہیں دیتا۔

(۱۹۷) راتیانج درخت صنوبر مادہ کا مد جس میں پھل آتا ہے۔

(۱۹۸) قطران ایک قسم کا درخت سرو کا مد۔

(۱۹۹) قیر ایک سیاہ رطوبت کہ بعض زمینوں یا گرم چشموں سے ابلتی ہے۔

(۲۰۰) قفر الیہود ایک بودار رطوبت بنفشی رنگ کہ مثل قیر بعض دریاؤں سے نکلتی ہے۔

(۲۰۱) عنبر کہ یہ بھی ایک قول میں ایک معدنی رطوبت ہے بعد کو حرارت آفتاب وغیرہ سے منجمد ہوجاتی ہے۔

(۲۰۲) مومیائی

(۲۰۳) سلاجیت یہ دونوں پتھر کے مد ہیں اور ابتدا میں سیال ہوتے ہیں وکل ذٰلک فی معنی ماء النفط (یہ سب ماء النفط (ایک معدنی تیل) کے معنی میں ہیں۔ ت)

(۲۰۴) نیم وغیرہ درختوں کا مد

(۲۰۵) موسم بہار میں انگور کی بیل سے خودبخود پانی ٹپکتا ہے اس میں اختلاف ہے اور راجح یہی ہے کہ اُس سے وضو جائز نہیں۔

فی الھدایۃ لایجوز بما اعتصر من الشجر والثمر لانہ لیس بماء مطلق والحکم عند فقدہ منقول الی التیمم اما الماء الذی

ہدایہ میں ہے (وضو اس پانی سے جائز نہیں جو درخت اور پھل سے نچوڑا گیا ہو) کیونکہ وہ مطلق پانی نہیں رہا، اور جب مطلق پانی نہ ہو تو پھر حکم تیمم کی طرف منتقل ہوجاتا ہے،

---

[1] فتاوٰی بزازیۃ مع العالمگیری نوع فی المستعمل والمطلق والمقید نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۰

Marfat.com

اخری اھ واعترضہ محشیہ العلامۃ | طبیعت کی طرف منتقل ہوگیا اھ اس پر اسکے محشی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ماسینعقد وما کان انعقد فان ضر تخلل الانقلاب الی طبیعۃ اخری فلیضر فی الجمد الذائب والسحاب الصائب وحاصل الجواب ان المضر تخلل طبیعۃ لاتناسب طبیعۃ الماء وذلك فی الملح بخلاف الجمد والبخار اھ اقول ویکدرہ ان لیس بین ماء ملح سینعقد ملحا وبین الملح الا السیلان والجمود وبھذا القدر لا یحصل تباین الطبیعتین وعدم التناسب بینھما کیف وھو حین ھو علی شرف الانعقاد فیہ کل ما فی الملح غیر انہ لم یجمد وسیجمد کالسمن والعسل فی الصیف والشتاء فکیف یقال ان الطبیعۃ الملحیۃ لاتناسب طبیعۃ ذلك الماء فان قلت المراد بطبیعۃ الماء ھی الرقۃ ولاشك ان الجمود یباینھا اقول فیعود الایراد بالجمد فان التباین بین الرقۃ والجمود لذاتیھما لا لما یعرضانہ من ماء او ملح فعلیك بالتثبت واللہ تعالٰی اعلم ثم رأیت الجواب المذکور فی الخادمی للداماد افندی قال بعدہ وھی طبیعۃ الملحیۃ فیکون ماؤہ

منعقد ہوگا اور جو منعقد ہوچکا ہے اس میں فرق کی کیا وجہ ہے تو اگر پانی کا دوسری طبیعت کی طرف انقلاب خلل پیدا کرتا ہے تو یہ چیز اُس جمد میں بھی مضر ہونی چاہیئے جو پگھل گیا ہے اور اسی طرح بہنے والے بادل میں اور جواب کا حاصل یہ ہے کہ مضر ایسی طبیعت کا خلل انداز ہونا ہے جو پانی کی طبیعت سے مناسب نہ ہو اور یہ چیز نمک میں ہے بخلاف جمد اور بخار کے۔ میں کہتا ہوں اس کو یہ چیز مکدر کرتی ہے کہ جو نمکین پانی نمک بننے والا ہے اور جو بالفعل نمک ہے اس میں سوائے سیلان اور جمد کے کیا فرق ہے اور دونوں میں عدم مناسبت بھی نہ ہوگی، پھر جب وہ جمنے کے قریب ہوتا ہے تو اس میں وہ تمام خصوصیات ہوتی ہیں جو نمک میں ہوتی ہیں صرف اتنا ہے کہ وہ ابھی جما نہیں ہے اب جم جائیگا جیسے گھی اور شہد گرمی اور جاڑے میں، تو یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ نمک کی طبیعت اس پانی کے مناسب نہیں، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پانی کی طبیعت سے مراد رقت ہے اور کچھ شک نہیں کہ جمود اس کے مخالف ہے۔ میں کہتا ہوں پھر وہی اعتراض ہوگا کہ جمد میں تباین رقت اور جمود کا ذاتی ہے عارضی نہیں کہ پانی یا نمک کی وجہ سے ہو، تو غور کرنا لازم ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔ پھر میں نے مذکور جواب دامادی آفندی کی خادمی

(باقی برصفحہ آئندہ)

ۛ درر غرر کتاب الطہارۃ دارالسعادۃ مصر ۱/۲۱

انه الاوجہ الاظھر الاحوط ففی الکافی[1] ثم ابن الشلبی[2] علی الزیلعی والانقرویة[3] لایتوضؤ بماء یسیل من الکرم لکمال الامتزاج ذکرہ فی المحیط[4] وقیل یجوز لانه خرج من غیر علاج اھ[1] وفی الخانیة[5] لابالماء الذی یسیل من الکرم فی الربیع وکذا ذکرہ شمس الائمة الحلوانی اھ[2] وفی الحلیة[6] والظاھر انه اوجه اھ ثم اعاد فقال الظاھر انه الاوجه اھ[3] وفی الغنیة[8] ھو الاحوط اھ[4] وفی غنیة[9] ذوی الاحکام ھو الاظھر کما فی البرھان[10][5] وفی نور الایضاح[11] لایجوز بماء شجر وثمر ولو خرج بنفسه من غیر عصر فی الاظھر اھ[6] وفی مراقی الفلاح[12] احترز به عما قیل انه یجوز بما یقطر بنفسه لانه لیس لخروجه بلاعصر تاثیر فی نفی القید وصحة نفی الاسم عنه اھ[7] وفی الدرر[13] ھو الاظھر کما فی الشرنبلالیة عن البرھان واعتمد القہستانی[14] فقال والاعتصار یعم الحقیقی والحکمی

یہ نہ دیکھا، اور جمہور کے نزدیک ممنوع ہے اور صراحت کی ہے کہ یہی اوجہ، اظہر اور احوط ہے، کافی، ابن شلبی علی الزیلعی اور انقرویہ میں ہے کہ اس پانی سے وضو نہ کرے جو انگور کی بیل سے بہتا ہے کیونکہ اس میں کمال امتزاج پایا جاتا ہے، اس کو محیط میں ذکر کیا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ جائز ہے کیونکہ بغیر عمل کے نکلا ہے خانیہ میں ہے کہ اس پانی سے جائز نہیں جو موسم ربیع میں انگور کی بیل سے نکلتا ہے، اسی طرح اس کو ذکر کیا ہے شمس الائمہ حلوانی نے اھ اور حلیہ میں ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہی اوجہ ہے اھ پھر اعادہ کیا اور فرمایا ظاہر یہی ہے کہ یہ اوجہ ہے اھ اور غنیہ میں ہے کہ یہ احوط ہے اھ اور غنیہ ذوی الاحکام میں ہے یہی اظہر ہے جیسا کہ برہان میں ہے اور نور الایضاح میں ہے وضو جائز نہیں درخت یا پھل کے پانی سے خواہ بلانچوڑے از خود نکل آئے، اظہر یہی ہے اور مراقی الفلاح میں ہے اس سے اس قول سے احتراز کیا کہ وضو اس پانی سے جائز ہے جو بلانچوڑے خود نکل آئے، کیونکہ اس کے بلانچوڑے نکلنے میں نفی قید میں کوئی تاثیر نہیں ہے اسی طرح اس سے

---

1. حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق — کتاب الطہارۃ — الامیریۃ ببولاق مصر ١/٢٠
2. قاضی خان — فیما لایجوز بہ التوضی — نولکشور لکھنؤ ١/٩
3. حلیہ
4. غنیۃ المستملی — احکام المیاہ — سہیل اکیڈمی لاہور ص ٩٢
5. غنیۃ ذوی الاحکام حاشیۃ علی الدرر — کتاب الطہارت — مطبعۃ الکاملیۃ بیروت ١/٢٣
6. نور الایضاح — کتاب الطہارۃ — علمیہ لاہور ص ٣
7. مراقی الفلاح — " " " — الامیریہ بولاق مصر ص ١٤

Marfat.com

كما هو الظاهر فلا ينبغي الريب في جواز
الوضوء به لان الماء ماء سواء كان عذبا
فراتا او ملحا اجاجا وقد قال في الخانية
لو توضأ بماء السيل يجوز وان خالطه
التراب اذا كان الماء غالبا رقيقا فراتا كان
اواجاجا[1] اھ وكونه يجمد صيفا و يذوب
شتاء لا يجعله نوعا اٰخر غير الماء فليس من
اركان ماهية الماء ولا من شرائطها الجمود
شتاء والذوبان صيفا وانما هذه اوصاف
تختلف باختلاف الاصناف هذا عذب فرات
وهذا ملح اجاج هذا اينبت ويروي وهذا
لا يفعل شيأ منه وقد يمكن عقد الملح بماء
البحر بالطبخ ولا يخرجه هذا عن المائية
فكذا لو اجتزأ بعض المياه لشدة حدته
عن الطبخ بحرارة الشمس لم يكن فيه اختلاف
الماهية فهذا امر بما يقضي لما في الدر والدرر
بالترجيح ، لكن لما اختلفوا ولم يتبين الامر
قدمت الحاظر على المبيح ، ولكن العجب من
العلامة الشرنبلالي علل في المراقي المنع من
ذائب الملح بما مرانه يذوب شتاء ويجمد
صيفا ثم قال وقبل انعقاده ملحا طهور[2] اھ
واللہ تعالٰی اعلم۔

تو اس سے وضو کے جواز میں کوئی شک نہ ہونا چاہئے کیونکہ پانی تو پانی ہی ہے خواہ سخت میٹھا ہو یا سخت کڑوا ہو، خانیہ میں ہے اگر سیلاب کے پانی سے وضو کیا تو جائز ہے خواہ اس میں مٹی ملی ہوئی ہو جبکہ پانی غالب رقیق ہو، میٹھا ہو یا نمکین ہو اھ اور یہ بات کہ وہ گرمیوں میں جم جاتا ہے اور سردیوں میں پگھل جاتا ہے اس کو پانی کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں بنا دیتا ہے کیونکہ جاڑوں میں جمنا گرمیوں میں پگھلنا نہ تو پانی کی ماہیت کے ارکان سے ہے اور نہ شرائط سے ہے یہ اوصاف ہیں جو قسموں کے اختلاف سے مختلف ہوجاتے ہیں، کوئی سخت میٹھا، کوئی سخت نمکین، کوئی اُگانے والا اور سیراب کرنے والا ہوتا ہے اور کچھ بے فائدہ ہوتا ہے اور کبھی سمندری پانی کو ابال کر نمک بنا لیا جاتا ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ پانی نہیں تھا، اسی طرح اگر کوئی پانی آفتاب کی گرمی سے گرم ہونے کی وجہ سے متجزی ہوگیا تو یہ اس کی ماہیت کو تبدیل نہیں کرتا، اس سے اس چیز کی ترجیح ظاہر ہوتی ہے جو در اور درر میں ہے لیکن فقہاء کے اختلاف کی وجہ سے میں نے منع کرنے والی دلیل کو مباح کرنے والی دلیل پر ترجیح دی ہے، مگر علامہ شرنبلالی پر تعجب ہے کہ انہوں نے مراقی الفلاح میں منع کی علت پگھلے ہوئے نمک میں یہ بتائی کہ وہ سردی میں پگھلتا اور گرمیوں میں جمتا ہے اور نمک بننے سے قبل وہ پاک ہوتا ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی خانیہ المعروف قاضی خان فصل فیما لا یجوز التوضی نولکشور لکھنؤ ۱/۹

[2] مراقی الفلاح مع الطحطاوی کتاب الطہارت نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۱۳

Marfat.com

فی شرح الزیلعی انه لم یکمل امتزاجه ففیه نظر[1] اھ وفی ش عن الرملی علی المنح من راجع کتب المذھب وجد اکثرھا علی عدم الجواز فیکون المعمول علیہ فما فی ھذا المتن (یرید التنویر) مرجوح بالنسبة الیہ اھ[2]۔

کیا، اسی طرح صاحبِ محیط نے اس پر اکتفا کیا اور اس کو ابتدا میں ذکر کیا کافی میں اور جواز کا ذکر بصیغہ قیل کیا اور شرح منیۃ المصلی میں ہے کہ اوجہ عدمِ جواز ہے تو یہی اولیٰ ہے کیونکہ اس کا امتزاج مکمل ہوگیا ہے جیسا کہ کافی میں مصرح ہے تو شرح زیلعی میں اس کے امتزاج کو مکمل نہ بتانا قابلِ اعتراض ہے اھ اور 'ش' میں رملی علی المنح سے منقول ہے کہ جس نے کتبِ مذہب کو دیکھا ہے اس کو معلوم ہوگا کہ اکثر میں عدمِ جواز ہے تو اسی پر اعتماد ہوگا، تو جو اس متن (تنویر) میں ہے وہ اس کی نسبت مرجوح ہے اھ۔ (ت)

(۲۰۶) تاڑی

(۲۰۷) سیندھی

اقول حتی علی قول من یجوز بقاطر الکرم فانه[1] ماء کان تشربه فاذا رتوی رده

میں کہتا ہوں یہاں تک کہ جو حضرات انگور کی بیل سے ٹپکنے والے پانی سے وضو کے جواز کے قائل ہیں تو وہ یہی

---

[1] ھذا ھو صریح مفاد کلام الزیلعی ومن تبعه لکن فی الارکان الاربعة لبحر العلوم ما نصه اختلفوا فی ماء سال من الکرم ونحوه بنفسه ففی الھدایة یجوز به التوضی وفی الکافی وفتاوی قاضی خان لایجوز لانه لیس ماء انما ھو شبیه بالماء ویطلق علیه الماء مجازا اھ

اقول لیس التعلیل فی الکافی ولا فی الخانیة بل لم اره لاحد قبله بل زعم

یہ صریح مفہوم ہے زیلعی کے کلام کا اور اس کے متبعین کے کلام کا، لیکن بحر العلوم کی ارکانِ اربعہ میں ہے اُس پانی میں اختلاف ہے جو انگور کی بیل سے ٹپکتا ہے، ہدایہ میں ہے اس سے وضو جائز ہے، کافی اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ وضو جائز نہیں کیونکہ وہ پانی نہیں ہے پانی کے مشابہ ہے اور اس پر پانی کا اطلاق مجاز ہے اھ

میں کہتا ہوں کہ تعلیل نہ کافی میں ہے اور نہ خانیہ میں ہے بلکہ میں نے اُن سے پہلے کسی کے کلام

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] بحر الرائق | کتاب الطہارۃ | سعید کمپنی کراچی | ۱/۶۹

[2] رد المحتار | باب المیاہ | مصطفی البابی مصر | ۱/۱۳۳

Marfat.com

يقطر من الكرم فيجوز التوضی به لانه ماء يخرج من غير علاج ذكره فی جوامع ابی يوسف رحمه الله تعالٰی وفی الكتاب اشارة اليه حيث شرط الاعتصار[1] اه واقره فی العناية[2] والفتح وغيرهما وتبعه صاحب المجمع فی شرحه وفی التبيين[2] انكان يخرج من غير علاج لم يكمل امتزاجه فجاز الوضوء به كالماء الذی يقطر من الكرم[2] اه وتبعه المحقق فی الفتح وقال صدر الشريعة وتبعه ابن كمال باشا فی ايضاحه اما ما يقطر من شجر فيجوز به الوضوء[3] اه وهو اختيار الامام الاسبيجابی كما ياتی فی سادس ضوابط الفصل الثالث وادخله العلامة التمرتاشی فی متنه فقال لا بعصير نبات بخلاف ما يقطر من الكرم بنفسه[4] اه

واغرب المدقق العلائی فی شرحه فزاد بعد قوله من الكرم او الفواكه ولم اره لغيره والجمهور علی المنع ونصوا[عه]

بہرحال وہ پانی جو انگور کی بیل سے ٹپکتا ہے اس سے وضو جائز ہے کہ وہ بغیر عمل کے نکلا ہے اس کو جوامع ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی میں ذکر کیا اور کتاب میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ اس میں نچوڑنے کی شرط ہے اھ اور اس کو عنایہ اور فتح وغیرہ میں برقرار رکھا اور صاحب المجمع نے اس کی شرح میں اس کی متابعت کی اور تبیین میں ہے کہ بغیر عمل کے اگر عرق نکل آئے تو اس کا امتزاج پورا نہ ہوگا اور اس سے وضو جائز ہے جیسے انگور کی بیل سے ٹپکنے والا پانی اھ محقق نے فتح میں اس کی پیروی کی اور صدر الشریعۃ نے فرمایا ابن کمال پاشا نے اپنی ایضاح میں اس کی پیروی کی فرمایا جو پانی درخت سے ٹپکتا ہے اس سے وضو جائز ہے اھ اور وہ امام اسبیجابی کا مختار ہے جیسا کہ تیسری فصل کے چھٹے ضابطہ میں آئیگا اور علامہ تمرتاشی نے اس کو متن میں داخل کیا اور فرمایا گھاس کے عرق سے جائز نہیں بخلاف اس پانی کے جو انگور کی بیل سے خود بخود ٹپکتا ہے اھ (ت)

اور مدقق علائی نے اپنی شرح میں بڑی عجیب بات کہی یعنی یہ کہ من الکرم کے بعد انہوں نے "او الفواکہ" کا اضافہ کیا، میں نے ان کے علاوہ کسی اور کے کلام میں

عہ وقد مر تاييده ف ۱۸۰ فتذكر ۱۲ منه غفرله (م)

اس کی تائید گزر چکی ہے ملاحظہ ہو ۱۸۰ - ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] ہدایۃ — باب الماء الذی یجوز بہ وما لا یجوز — مطبع عربیہ کراچی ۱/۱۶

[2] تبیین الحقائق — کتاب الطہارت — مطبع الامیریہ بولاق مصر ۱/۲۰

[3] شرح الوقایۃ — مالا یجوز بہ الوضوء — المکتبۃ الرشیدیۃ دہلی ۱/۸۴

[4] درمختار — باب المیاہ — مجتبائی دہلی ۱/۳۴

Marfat.com

(۲۱۲) گوشت کا پانی کہ سربند بویام میں بے پانی رکھ کر اوپر پانی بھر کر آنچ دینے سے خود گوشت سے مثل عرق نکلتا ہے۔

(۲۱۳) ماء اللحم کہ عرقیات کی طرح گوشت و اجزائے مناسبہ سے ٹپکا کر لیتے ہیں۔

المخالطات

(۲۱۴) یخنی کہ پانی میں گوشت کا آبجوش نکالتے ہیں۔

(۲۱۵) ہر قسم کا شوربا۔ ہدایہ میں ہے:

لایجوز بالمرق فانہ لایسمی ماء مطلقا[1]

شوربا سے وضوء جائز نہیں کہ اس کو مطلق پانی نہیں کہتے ہیں۔ (ت)

(۲۱۶ و ۲۱۷) جس پانی میں چنے یا باقلا پکایا اگر پانی میں ان کے اتنے اجزاء مل گئے کہ ٹھنڈا ہو کر پانی گاڑھا ہو جائے گا تو اس سے بالاتفاق وضو ناجائز ہے۔

اقول وذلك ان العبارات الواضحۃ[ع] جاءت ھھنا علی ثلثۃ وجوہ۔

میں کہتا ہوں اس سلسلہ میں واضح عبارات تین قسم کی ہیں:

الاول لایجوز مطلقا لان بالطبخ یحصل کمال الامتزاج فیفید التقیید وھذا ما یأتی فی ضابطۃ الامام الزیلعی واتباعہ رحمھم اللہ تعالٰی۔

اول: مطلقاً جائز نہیں کیونکہ پکانے سے مکمل امتزاج حاصل ہوتا ہے لہذا مقید کرنا مفید ہوگا۔ امام زیلعی اور ان کے متبعین کے ضابطہ میں اس کا بیان آئیگا، رحمہم اللہ تعالٰی۔

الثانی لایجوز اذا وجد منہ ریح المطبوخ۔

دوم: وضو جائز نہیں جبکہ اس میں سے پکی ہوئی چیز کی بُو آتی ہو۔

الثالث یجوز مالم یثخن وعلیہ الاکثر وھو الاشھر والمنصوص

سوم: جب تک گاڑھا نہ ہو تو جائز ہے، اکثر اسی پر ہیں اور یہی مشہور تر ہے، اور عام متون میں

ع: ستأتی عبارۃ اخری مجملۃ وھی المتغیر بالطبخ ویأتی الکلام علیھا ۱۲ منہ (م)

عنقریب ایک مجمل عبارت آئے گی اور وہ پکانے سے تبدیل ہونا ہے اور اس پر کلام بھی آئیگا ۱۲ منہ (ت)

---

[1] ہدایہ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالایجوز بہ عربیہ کراچی ۱/۱۸

Marfat.com

كماء الكرم وكذا ماء الدابوغة[عه] والبطيخ بلا استخراج اھ[1] واقره ط[ـه] وفي الهندية ولا بماء يسيل من الكرم كذا في الكافي والمحيط وفتاوى قاضي خان وهو الاوجه هكذا في البحر[ـه] وهو الاحوط كذا في شرح منية المصلي لابرهيم الحلبي اھ[2] وفي البحر الرائق والنهر[ـه] الفائق المصرح به في كثير من الكتب انه لايجوز الوضوء به واقتصر عليه قاضي خان في الفتاوى وصاحب المحيط وصدر به في الكافي وذكر الجواز بصيغة قيل وفي شرح منية المصلي الاوجه عدم الجواز فكان هو الاولى لما انه كمل امتزاجه كما صرح به في الكافي فما وقع

اس نام کے سلب کرنے میں کوئی تاثیر نہیں ہے اھ اور در میں اسی کو اظہر کہا جیسا کہ شرنبلالیہ میں برہان سے ہے اور اسی پر قہستانی نے اعتماد کیا اور کہا نچوڑنا حقیقی اور حکمی دونوں کو عام ہے جیسے انگور کا پانی اسی طرح تربوز کا پانی، اور خربوزے کا پانی بلا نکالے ہوئے اھ اور اس کو "ط" نے برقرار رکھا اور ہندیہ میں ہے نہ اس پانی سے جو انگور کی بیل سے نکلتا ہے اسی طرح کافی، محیط میں ہے اور فتاوٰی قاضی خان میں ہے یہی اوجہ ہے یہی بحر میں ہے اور یہی احوط ہے اسی طرح شرح منیۃ المصلی میں ہے جو ابراہیم حلبی کی ہے اھ اور بحر اور نہر میں ہے، کہ بہت سی کتب میں صراحت ہے کہ اس سے وضو جائز نہیں، اور اس پر قاضیخان نے فتاوٰی میں اکتفاء

عه الدابوغة والدابوقة والحيحب هو البطيخ الاخضر كما في ش عن بعض المحشين عن كتب الطب وذكر في التحفة والمخزن دابوقة بالقاف وزعما انه من اسمائه بالعربي وذكرا منها اللاغ والبطيخ الهندي والبطيخ الشامي والبطيخ الفلسطيني وبالفارسية هندوانه وبالهندية تربوز ولم يذكرا دابوغه بالغين ۱۲ منه (م)

دابغہ، دابوقہ اور حجب تربوز کو کہتے ہیں جیسا کہ شامی میں ہے کہ بعض حاشیہ نگاروں نے کتب طب سے اس کی یہی تشریح نقل کی ہے اور تحفہ اور مخزن میں دابوقہ "ق" سے ہے، ان کا خیال ہے کہ یہ اس کا عربی نام ہے ان دونوں کتب میں لاغ اور بطیخ ہندی، بطیخ شامی اور بطیخ فلسطینی کا ذکر ہے فارسی میں ہندوانہ اور ہندی میں تربوز کہتے ہیں ان دونوں کتابوں میں دابغہ "غ" کے ساتھ کا ذکر نہیں ۱۲ منہ (ت)

---

۱ درمختار — کتاب الطہارت — مجتبائی دہلی — ۱/۳۴

۲ ہندیہ — فیما لایجوز بہ التوضؤ — نورانی کتب خانہ پشاور — ۱/۲۱

Marfat.com

فانه اذا نضج الباقلی فی الماء وادرك وجد
ريحه من الماء لا محالة وهذا هو معنى
الطبخ كما تقدم فی ١٠٨ نعم علی هذا يضيع
الشرط ولا امكان لحمل الطبخ على الالقاء
بقصده ليكون احترازا عما اذا اُخرج قبل
ان يؤثر فی الماء فانه ح ليشمل ما اذا اُخرج
بعد ما غير ريح الماء قبل ان ينطبخ فان
تغير الريح لا يتوقف على النضج فعلى هذا
يكون مجرد تغير الريح بدون الطبخ موجبا
للتقييد وهو خلاف النصوص المذكورة فی
٨٩ فان عند عدم الطبخ لا وجه للفرق
بينه وبين النقيع تأمل واما القول الثالث
فافاد فی الغنية ما يعطی وفاقه حيث قال
التقييد يحصل للماء بكمال الامتزاج بالطبخ
بان يطبخ فی الماء شیٔ حتی ينضج فحينئذ
يخرج الماء عن طبعه وهو سرعة السيلان
ولا شك انه اذ ذاك اذا برد يثخن غالبا
فكانت القاعدة فی المخالطة بالطبخ ان
ينضج المطبوخ فی الماء وفی المخالطة
بدونه ان تزول رقته اھ[1] وتبعه فی
مراقی الفلاح فقال لا بماء زال طبعه بالطبخ
لانه اذا برد ثخن[2]۔

کہ جب باقلا پانی میں اچھی طرح پک جائے تو لامحالہ
اس کی بُو پانی میں آئے گی اور پکنے کے یہی معنی ہیں جیسا
کہ ۱۰۸ میں گزرا۔ ہاں اس تقدیر پر شرط لگانا بے سود ہوگا
اور یہ امکان نہیں ہے کہ طبخ کو اس پر محمول کیا جائے کہ
پکانے کے ارادہ سے ڈالنا، تاکہ اس صورت سے احتراز
کیا جائے جب کہ اُس کو پانی میں اثر انداز ہونے سے قبل
نکال لیا جائے، کیونکہ یہ اس صورت کو بھی شامل ہے جس کو
نکالا جائے اس وقت جبکہ اس سے پانی کی بُو تبدیل ہو جائے
اور وہ پکنے نہ پائے، کیونکہ بُو کا بدلنا پکنے پر موقوف نہیں
اس بناء پر صرف بُو کا بدلنا بلا پکائے موجبِ تقیید
ہوگا اور یہ نصوص مذکورہ کے خلاف ہوگا، نصوص ۸۹
میں مذکور ہیں، کیونکہ نہ پکنے کی صورت میں اُس میں اور
نقیع (نچوڑا ہوا) میں کوئی فرق نہیں ہوگا، یہ مقامِ غور
ہے، تیسرا قول، غنیہ کے مطابق وہ ہے جس سے اتفاق
معلوم ہوتا ہے، وہ فرماتے ہیں تقیید پانی میں اس وقت
ہوتی ہے جب پکنے سے مکمل امتزاج حاصل ہو جائے،
مثلاً یہ کہ پانی میں کوئی چیز پکائی جائے حتّٰی کہ مکمل طور پر پک
جائے، تو اس وقت وہ پانی اپنی طبیعت سے خارج
ہو جائیگا اور یہ اس کا تیزی سے بہنا ہے، اور ظاہر ہے
کہ ایسی صورت میں وہ ٹھنڈا ہونے پر گاڑھا ہو جائیگا
تو پکانے والی چیز میں مخالطۃ کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ چیز
پانی میں پک جائے، اور پکائے بغیر مخالطۃ میں یہ ہے کہ

---

[1] غنیۃ المستملی فصل احکام المیاہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۹۰
[2] مراقی الفلاح کتاب الطہارۃ مطبعۃ الامیریۃ مصر ص ۱۵

Marfat.com

کما یدل علیہ قول الزیلعی کمال الامتزاج بتشرب النبات الماء بحیث لا یخرج منہ الابعلاج ثم ذکر قاطرالکرم بما مر بخلاف الرطوبات السائلۃ من ھذہ الاشجار فانھا کالقارات النابعۃ من الاحجار و اللّٰہ تعالٰی اعلم۔

کہتے ہیں کہ دراصل یہ پانی تھا جب بیل میں جذب ہونے سے بچا تو بہنے لگا جیسا کہ قول زیلعی سے معلوم ہوتا ہے' امتزاج کا کمال یہ ہے کہ گھاس پانی کو اچھی طرح پی لے کہ بلا نکالے پانی نہ نکلے، پھر انہوں نے انگور کی بیل سے ٹپکنے والے پانی کا ذکر کیا بخلاف ان رطوبتوں کے جو ان درختوں سے بہتی ہیں کیونکہ یہ ان روغنیات کی طرح ہیں جو پتھروں سے نکلتے ہیں واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

(۲۰۸) ماء الجبن کہ دودھ پھاڑ کر اس کی مائیت نکالتے ہیں۔

(۲۰۹) دہی کا پانی کہ کپڑے میں باندھ کر ٹپکائیں یا اس کے کونڈے میں اس سے چھٹے۔

(۲۱۰) مٹھا جسے چھاچھ بھی کہتے ہیں دہی سے مکھن جُدا ہونے کے بعد جو پانی رہ جائے۔

(۲۱۱) چاولوں کی پیچ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

العلامۃ ابن کمال الوزیر فی الایضاح عند قول متنہ لابما اعتصر من شجر او ثمر الروایۃ بالقصر کانھم ابوا عن اطلاق اسم الماء علیہ ایماء الی قصورہ عن حد الماء المطلق ولذلک لایجوز التوضی بہ اھ فھذا یوھم بل کمصرح ان کل عصارۃ ثمر او شجر ماء حقیقۃ غیرانہ مقید لامطلق وھو باطل قطعا والذی یقبلہ القلب فی ماء الکرم القاطر ایضا ماقالہ بحر العلوم و اللّٰہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

میں یہ نہیں دیکھا، بلکہ علامہ ابن کمال وزیر نے ایضاح کے متن کے پاس فرمایا نہ اس پانی سے جو درخت یا پھل سے نچوڑا گیا ہو روایت قصر سے ہے، گویا وہ اس پر پانی کے نام کا اطلاق نہیں کرنا چاہتے ہیں' اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ وہ ماءِ مطلق میں شامل نہیں، اور اس لیے اس سے وضو جائز نہیں ہے اھ اس سے وہم ہوتا ہے بلکہ صراحت ہی کہنی چاہیے کہ درختوں اور پھلوں کا پانی حقیقۃً پانی ہے، البتہ وہ مقید ہے مطلق نہیں ہے' حالانکہ یہ قطعاً باطل ہے اور انگور کی بیل کے پانی کی بابت دل لگتی بات بحر العلوم ہی کی ہے واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

Marfat.com

ان ماذكره فى التجنيس والينابيع (فاثرمامر انفا) ليس هوالمختار بل هوقول الناطفى من مشايخنا رحمهم الله تعالٰى يدل عليه ماذكره قاضى خان (فنقل ماتقدم الاٰن) قال وبماقررناه علم ان الماء المطبوخ بشیئ لايقصد به المبالغة فى التنظيف يصير مقيدا سواء تغير شیئ من اوصافه اولم يتغير فحينئذ لاينبغى عطفه فى المختصر على بكثرة الاوراق الا ان يقال انه لماصار مقيدا فقد تغير بالطبخ اھ[1] وتبعه ش فقال فى المرق والباقلاء انه يصير مقيدا سواء تغير شیئ من اوصافه اولا وسواء بقيت فيه رقة الماء اولا فى المختار كما فى البحر[2]

پانی اپنی طبیعت سے نکل جائے یعنی رقت اور سیلان ختم ہوجائے تو وضو جائز نہ ہوگا، اور گزشتہ تقریر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کچھ تجنیس اور ینابیع میں ہے (وہ نقل کیا جو ابھی گزرا) وہ مختار نہیں ہے بلکہ وہ ہمارے مشائخ میں سے ناطفی کا قول ہے، قاضی خان کا قول اس پر دلالت کرتا ہے (جو ابھی گزرا وہ نقل کیا) فرمایا ہماری تقریر سے معلوم ہوا کہ پانی کو اگر کسی ایسی چیز سے جوش دیا جائے جس سے زیادہ تنظیف مقصود نہ ہو تو وہ مقید ہوجائیگا خواہ اس کے اوصاف میں تغیر ہو یا نہ ہو اس صورت میں اس کا عطف مختصر میں "بکثرۃ الاوراق" پر مناسب نہیں، ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب وہ مقید ہوگیا تو پکنے سے متغیر ہوگیا اھ "ش" نے بھی یہی لکھا اور شوربا اور باقلاء میں لکھا کہ وہ مقید ہوجائے گا خواہ اس کے اوصاف میں تبدیلی ہو یا نہ ہو، عام ازیں کہ اس میں پانی کی رقت رہے یا نہ رہے، مختار یہی ہے جیسا کہ بحر میں ہے اھ (ت)

والرابع قال العلامة البرجندى تحت قول النقاية وان تغير بالمكث اواختلط به طاهر الا اذا اخرجه عن طبع الماء او غيره طبخا[3] مانصه واطلاق التغير وجعله قسيما للاخراج من طبع الماء يتبادر منه ان مطلق التغير بالطبخ مانع سواء اخرجه عن

چہارم علامہ برجندی نے نقایہ کے قول وان تغیر بالمکث الخ کے تحت فرمایا، تغیر کو مطلق رکھنا اور اس کو اخراج من طبع الماء کا قسیم بنانا، اس سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ مطلق تغیر پکانے کی وجہ سے مانع ہے، خواہ وہ اس کو پانی کی طبیعت سے نکالے یا نہ نکالے، ہدایہ سے یہی مفہوم ہے، اس کی تائید

---

[1] بحرالرائق بحث الماء سعید کمپنی کراچی ۱/۶۸
[2] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۳
[3] شرح النقایۃ للبرجندی مسائل الماء نولکشور لکھنؤ ۱/۳۱

Marfat.com

علیہ فی عامۃ المتون[عہ۱] وفی الخانیۃ لوطبخ فیہ الحمص اوالباقلاء وریح الباقلاء یوجد منہ لایجوز بہ التوضوء وذکر الناطفی اذا لم تذھب رقتہ ولم یسلب منہ اسم الماء جاز[۱] اھ وفی الجامع[عہ۲] الکبیر ثم المنیۃ و الینابیع ثم الزیلعی والفتح و تجنیس الامام صاحب الھدایۃ ثم البحر وتجنیس الملتقط ثم الحلیۃ والفتاوی الظھیریۃ ثم البرجندی واللفظ للفتح فی الینابیع لوتقع الحمص والباقلاء وتغیر لونہ وطعمہ و ریحہ یجوز التوضی بہ فان طبخ فان کان اذا برد ثخن لایجوز الوضوء بہ اولم یثخن ورقۃ الماء باقیۃ جاز[۲] اھ وھذا کما تری اوسع الاقوال فاذا حصل شرطہ فی المنع حصل المنع بالاجماع۔

ثم اقول وباللّٰہ التوفیق بل لاخلاف اما القولان الاولان فالتوفیق بینھما و اضح

یہی ہے، اور خانیہ میں ہے اگر پانی میں چنے یا باقلا پکایا گیا اور باقلا کی بُو اس میں آگئی تو اس سے وضو جائز نہیں اور ناطفی نے فرمایا اگر اس کا پتلا پن ختم نہیں ہوا ہے اور اس پر پانی کا اطلاق ہوتا ہے تو وضو جائز ہے ورنہ نہیں، جامع کبیر، منیہ، ینابیع، زیلعی، فتح، تجنیس (صاحب ہدایہ کی کتاب) پھر بحر، ملتقط کی تجنیس، حلیہ، فتاوٰی ظہیریہ اور برجندی میں ہے۔ عبارت فتح کی بحوالہ ینابیع ہے اگر چنے اور باقلاء پانی میں نچوڑ لیے گئے اور اس کا رنگ مزہ اور بُو بدل گئے تو اُس سے وضو جائز ہے، تو اگر پکایا گیا اور ٹھنڈا ہونے پر گاڑھا ہوگیا تو وضوء جائز نہیں، اور اگر گاڑھا نہ ہوا اور پانی کی رقت ہنوز باقی ہے تو جائز ہے اھ جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں اس قول میں سب سے زیادہ گنجائش ہے، تو جب اس کی شرط منع میں حاصل ہو تو بالاجماع منع ثابت ہوگا۔ (ت)

پھر میں کہتا ہوں و باللّٰہ التوفیق، بلکہ کوئی خلاف ہی نہیں، اور دو پہلے اقوال میں تطبیق واضح ہے

عہ۱ کالوقایۃ والملتقی والغرر والتنویر ونور الایضاح حیث اعتبروا زوال الطبع بالطبخ ویأتی نصوصھا فی الفصل الثالث ۱۲ منہ غفرلہ۔

عہ۲ ھکذا فی الحلیۃ وفی نسختی المنیۃ و الجامع الصغیر وعلیھا شرح فی الغنیۃ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

جیسے وقایہ، ملتقی، غرر، تنویر اور نور الایضاح، ان حضرات نے پکانے سے طبیعت کے زوال کا اعتبار کیا ہے تیسری فصل میں ان کتب کی عبارات آئیں گی ۱۲ منہ غفرلہ

اسی طرح حلیہ میں ہے اور میرے پاس موجود منیہ اور جامع صغیر کے نسخوں پر اس کی شرح غنیہ میں ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[۱] فتاوٰی قاضی خان فصل فیما لایجوز بہ التوضی مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۹

[۲] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالایجوز بہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۵

Marfat.com

المطبوخ مالم یبرد فیحال فیہ علی النظر فان ظھر انہ یثخن اذا برد لم یجز الوضوء بہ و الاجاز والمرجع فی ھذا ھو حصول النضج والادراك فان عند ذلك یحصل کمال الامتزاج وھو یوجب فی المعتاد ثخونۃ الماء فبھذا التقریر وللہ الحمد انحلت الاشکالات عن اٰخرھا۔

جو گاڑھے پن کو ظاہر ہونے سے روکتی ہو تو اس میں دارومدار صرف رقّت کے ختم ہونے پر ہے بر خلاف پکے ہوئے کے جو ٹھنڈا نہ ہوا ہو تو اس کا دارومدار اس پر ہے کہ دیکھا جائے اگر یہ ظاہر ہو کہ ٹھنڈا ہو کر گاڑھا ہو جائیگا تو اس سے وضو جائز نہیں ورنہ جائز ہوگا، اور دارومدار اس میں پکنا ہے کیونکہ اسی وقت کمال امتزاج پایا جاتا ہے اور یہی چیز عام طور پر پانی کے گاڑھا ہونے کا موجب ہوتی ہے اس تقریر سے تمام اشکالات رفع ہوگئے۔

فالاول قد ظھر الفرق بین النیّ والمطبوخ۔

اول: کچے اور پکے کا فرق ظاہر ہوا۔

والثانی الطبخ فی کلام الینابیع الاغلاء فی الماء علی النار وان لم ینضج علی سبیل عموم المجاز لا بل بیان لحکم یعم المعتاد وغیرہ کمن وضع کفا من حمص فی قدر قربۃ من الماء فانہ لا یثخن حین یبرد وان نضج الحمص وادرك وھذا ھو منشؤ التقیید بغالبا فی کلام الغنیۃ ونظر الشرنبلالی الی المعتاد المعھود فاطلق القول انہ اذا برد ثخن وباللہ التوفیق۔

دوم: ینابیع کی عبارت میں طبخ سے مراد شئی کو جوش دینا ہے پانی میں آگ پر خواہ پکا ہوا نہ ہو، یہ بطور عموم مجاز کے ہے، نہیں بلکہ یہ ایسے حکم کا بیان ہے جو معتاد وغیر معتاد دونوں کو عام ہے، مثلاً کسی نے ایک مٹھی چنے ایک ہانڈی بھر پانی میں ڈال دیئے تو یہ ٹھنڈا ہونے پر گاڑھا نہ ہوگا خواہ چنے کتنے ہی پک جائیں، اور غنیہ کی عبارت میں غالبًا کی قید کا یہی مفاد ہے اور شرنبلالی کی نظر معہود پر گئی تو انہوں نے مطلق قول رکھا کہ جب ٹھنڈا ہوگا تو گاڑھا ہو جائے گا وباللہ التوفیق۔

والثالث فیہ اشیاء۔

فاقول اولا تبین ان فرض عدم التغیر اصلا مع حصول الطبخ فرض مالا وقوع لہ۔

سوم: اس میں چند اور قابلِ ذکر باتیں ہیں:

میں کہتا ہوں اول: پکنے کے باوجود یہ مفروضہ قائم کرنا کہ تغیر نہیں ہوا ہے، باوجود حصول طبخ کے ایک ایسی چیز کا فرض کرنا ہے جو واقع نہیں ہوتی ہے۔

وثانیا قد علمت ان ما فی الخانیۃ

دوم: خانیہ میں جو ناطفی سے منقول ہے یہ

Marfat.com

اس کی رقت ختم ہوجائے اھ اور یہی بات مراقی الفلاح میں کہی گئی ہے، فرمایا نہ اس پانی سے جس کی طبیعت پکائے جانے کی وجہ سے ختم ہوگئی کیونکہ جب وہ ٹھنڈا ہوگا گاڑھا ہوجائے گا۔ (ت)

اقول لا طبخ الا بالنضج کما علمت فکان الطبخ نفسہ القاعدۃ من دون شریطۃ زائدۃ وھذا یوافق اھل الضابطۃ ثم اذا کان الطبخ یورث الثخونۃ مطلقا حصل توافق الاقوال ومجال المقال فیہ من وجوہ۔

میں کہتا ہوں طبخ بلا نضج نہیں ہوتا ہے جیسا کہ آپ نے جانا، تو طبخ بجائے خود قاعدہ ہے اس میں کسی زائد شرط کی حاجت نہیں اور یہ ضابطہ والوں کے موافق ہے، پھر جب طبخ سے مطلقاً گاڑھاپن پیدا ہوتا ہے تو اقوال میں توافق پیدا ہوگا، اور اس میں کئی وجوہ کلام ہوسکتا ہے۔

الاول ما اقول انہ علی ھذا لم یبق الفرق بین النیئ والمطبوخ اذصار المدار فیھما جمیعا الثخونۃ وکلام الشیخ یؤذن بالتفرقۃ۔

اول یہ جو میں کہتا ہوں کہ اس بنا پر کچے اور پکے ہوئے میں کوئی فرق نہیں کیونکہ ان دونوں میں دارومدار گاڑھا ہونا ہے اور شیخ کے کلام سے دونوں میں فرق معلوم ہوتا ہے۔

والثانی ما اقول ایضا تقسیم الطبخ فی الینابیع الی صورۃ الثخونۃ وبقاء الرقۃ یؤذن بان الطبخ لا یوجب الثخانۃ ولا ینفع قولہ غالبا لانہ اذا برد فلم یثخن وجب جواز الوضوء بہ لاحاطۃ العلم بعدم المانع۔

دوم میں کہتا ہوں ینابیع میں طبخ کی تقسیم اس طرح کی گئی ہے کہ صورتاً گاڑھاپن ہو اور رقت باقی ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طبخ سے گاڑھاپن لازمی نہیں ہوتا ہے، اور ان کے قول غالب کا کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ جب ٹھنڈا ہونے پر گاڑھا نہ ہو تو اس سے وضو جائز ہے کیونکہ مانع کے نہ ہونے کا علم ہے۔

والثالث قال المحقق البحر فی البحر لا یتوضؤ بماء تغیر بالطبخ بما لا یقصد بہ التنظیف کماء المرق والباقلاء لانہ ح لیس بماء مطلق لعدم تبادرہ عند اطلاق اسم الماء امالو کانت النظافۃ تقصد بہ کالسدر والصابون والاشنان یطبخ بہ فانہ یتوضوء بہ الا اذا خرج الماء عن طبعہ من الرقۃ والسیلان وبما تقرر علم

سوم محقق نے بحر میں فرمایا کہ اس متغیر پانی سے وضو نہ کیا جائے جس کو کسی ایسی چیز کے ساتھ پکایا گیا ہو جو تنظیف کے لیے نہیں ہوتی ہے جیسے شوربہ اور باقلا کا پانی، کیونکہ یہ مطلق پانی نہیں ہے اس لیے کہ جب پانی کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے یہ پانی متبادر نہیں ہوتا ہے اور اگر وہ چیز ایسی ہو کہ اس سے نظافت مقصود ہو جیسے جھربیری، صابون اور اشنان کو پانی کے ساتھ پکایا جائے تو اس پانی سے وضو کیا جائیگا، ہاں اگر

Marfat.com

الدلیل علیه ان الامام قاضی خان نفسه صرح بعض الذی قاله الامام الناطفی وجزم به فی عامة المعتمدات فی شرحه للجامع الصغیر کما عزاه له فی الغنیة۔

وثالثا العجب انه رحمه الله تعالی یحتج بعبارة الخانیة وقد شرط وجود الرائحة ثم یقول سواء تغیر شیئ من اوصافه اولا۔[1]

ورابعا انکر العطف علی بکثرة الاوراق ولیس ثم ما یصلح لعطفه الا هو فان عبارة المختصر یتوضؤ بماء السماء والعین والبحر وان غیر طاهر احد اوصافه او انتن بالمکث لا بما تغیر بکثرة الاوراق او بالطبخ[2] فان لم یعطف علی بکثرة یعطف علی بما تغیر ای لا یتوضؤ بالطبخ وهو کلام مغسول

وخامسا تاویله بان المراد تغیر طبعه او وصفه بل اطلاقه لا یمشی فی عبارة النقایة والاصلاح تغیر بالطبخ معه وهو مما لا یقصد به النظافة اذ یفید علی هذا جواز الوضوء بما تغیر من الاطلاق بالطبخ مع المنظف ولیس مرادا قطعا فانما الامر انه لما تغیر بالطبخ صار مقید التغیر بالطبخ۔

مخالف سمجھے تو ان کا قول مرجوح ہوتا، کیونکہ وہ اظہر واشہر کو مقدم کرتے ہیں، تو جس قول کو انہوں نے ناپسندیدہ قرار دیا اسی کی نسبت ان کی طرف اچھی نہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ خود قاضی خان نے اسی چیز کی تصریح کی ہے جو امام ناطفی نے ذکر کیا ہے اور اسی پر انہوں نے اپنی عام معتمدات میں جامع صغیر کی شرح میں جزم کیا ہے اور غنیہ میں اس کو ان کی طرف منسوب کیا ہے۔

سوم: تعجب اس پر ہے کہ وہ خانیہ کی عبارت سے استدلال کر رہے ہیں اور انہوں نے بُو کی شرط لگائی ہے پھر فرمایا عام ازیں کہ اس کے اوصاف میں سے کچھ بدلا ہوا ہو یا نہ بدلا ہوا ہو۔

چہارم: بکثرة الاوراق پر عطف کا انکار کیا ہے حالانکہ وہاں صرف اسی پر عطف ممکن ہے کیونکہ مختصر کی عبارت یہ ہے یتوضؤ بماء السماء الخ تو اگر بکثرة پر عطف نہ کیا جائے تو بما تغیر پر کرنا ہوگا، اور یہ غلط ہے۔

پنجم: اس کی یہ تاویل کرنا کہ مراد اس کی طبیعت یا وصف کا بدلنا نہیں ہے، بلکہ ان کی عبارت کا اطلاق اصلاح و نقایہ کی عبارت میں نہیں چل سکتا ہے کہ تغیر بالطبخ معه ہے، اور یہ وہ چیز ہے جس سے نظافت مقصود نہ ہو، اس لیے کہ اس بنا پر اس چیز سے جس سے تغیر واقع ہو وضو جائز ہوگا، یعنی جب کہ نظافت والی چیز کے ساتھ پکانے کو مطلق رکھا جائے،

---

[1] بحرالرائق بحث الماء سعید کمپنی کراچی ۱/۶۸

[2] کنزالدقائق " ایجوکیشنل پریس کراچی ۱/۱۱

Marfat.com

طبع الماء اولا وھذا ھو المفھوم من الھدایۃ ویؤیدہ ما فی الخزانۃ وفتاوی قاضی خان انہ اذا طبخ فیہ الباقلی وریح الباقلی یوجد منہ لا یجوز بہ التوضی وقد ذکر فی الفتاوی الظھیریۃ انہ اذا طبخ الحمص او الباقلی الی اٰخر ما تقدم عن الفتح۔

خزانہ اور فتاوٰی قاضی خان سے ہوتی ہے کہ اگر اس میں باقلی پکایا گیا اور اس کی بُو پانی میں آگئی تو اس سے وضو جائز نہیں، اور فتاوٰی ظہیریہ میں ہے کہ اذا طبخ الحمص او الباقلی الخ جو فتح سے نقل ہوا۔ (ت)

وانا اقول وباللّٰہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق فعل النار والعیاذ باللّٰہ تعالٰی منھا تفریق الاتصالات فاذا طبخ شیئ تزیل النار صلابتہ وتفتح منافذہ فیداخلہ الماء وتخرج اجزاؤہ اللطاف فی الماء فتورثہ ثخونۃ اذا کان الماء علی ما ھو المعتاد فی طبخ الاشیاء وان لم تظھر اذا کثر الماء جدا فان الکلام فی الطبخ المعھود ولا یجعل فیہ من الماء الا قدر معلوم موافق لحصول الامتزاج وھذا ما افاد الزیلعی و اتباعہ ان بالطبخ یحصل کمال الامتزاج نعم الحرارۃ توجب اللطافۃ فما دام حارا لا یظھر ذلک التغیر علی ما ھو علیہ وبہ ظھر سر ما قالوا اذا صار بحیث اذا برد ثخن وھذا ھو الفارق بین النیئ والمطبوخ فان النیئ لیس فیہ ما یمنع ظھور الثخانۃ فاحیل فیہ علی نفس ذھاب الرقۃ بخلاف

میں کہتا ہوں وباللّٰہ التوفیق آگ کا کام متصل کو منفصل کرنا ہے جب کوئی چیز آگ پر پکائی جاتی ہے تو آگ اس کی سختی کو زائل کردیتی ہے اور اس کے سوراخوں کو کھول دیتی ہے جس کی وجہ سے اس میں پانی داخل ہوجاتا ہے اور اس کے لطیف اجزاء پانی میں آجاتے ہیں، اس طرح پانی گاڑھا ہوجاتا ہے جبکہ پانی عادت کے مطابق پکایا جائے اور جب پانی بہت زیادہ ہوتا ہے تو یہ گاڑھاپن ظاہر نہیں ہوتا ہے کیونکہ گفتگو متعارف پکانے میں ہے اور اس میں ایک معین مقدار کے پانی کی آمیزش کی جاتی ہے تاکہ امتزاج حاصل ہوجائے۔ زیلعی وغیرہ میں یہی ہے کہ پکانے سے کمال امتزاج حاصل ہوتا ہے، ہاں حرارت لطافت کا موجب ہوتی ہے تو جب تک وہ گرم رہتا ہے تو یہ تغیر ظاہر نہیں ہونے پاتا ہے، اسی سے یہ راز سربستہ بھی منکشف ہوگیا کہ فقہاء فرماتے ہیں جب پانی ٹھنڈا ہوکر گاڑھا ہوجائے، اور یہی چیز مابہ الامتیاز ہے کچے اور پختہ میں، کیونکہ کچے میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے

---

[1] شرح النقایۃ للبرجندی مسائل الماء نولکشور لکھنؤ ۱/۳۲

Marfat.com

یعصرہ فیستخرج منہ الماء وقال بعضھم تفسیرہ ان یدق التفاح او السفرجل ویطبخ بالماء ثم یعصر فیستخرج منہ الماء و فی الوجھین لا یجوز بہ التوضوء لانہ لیس بماء مطلق[1]

پھر ان کو نچوڑ کر اُن سے پانی نکالا جائے، بعض نے اس کا مفہوم یہ بتایا ہے کہ سیب یا امرود کو باریک کرکے پانی کے ساتھ پکایا جائے پھر نچوڑا جائے اور پانی نکالا جائے اور دونوں صورتوں میں اس سے وضو جائز نہیں کیونکہ یہ مطلق پانی نہیں ہے۔ (ت)

(۲۱۹) یہ پانی جس میں میوے جوش دیے اس کا حکم ذکر نہ فرمایا۔

واقول وبہ استعین اگر میوے خفیف جوش دیے جس میں قدرے نرم ہو کر نچوڑنے میں اچھی طرح آئیں اور نکال لیے کہ پانی میں اُن کے اجزائے لطیفہ قدر تغیر نہ ملنے پائے تو اُس پانی سے وضو جائز ہونا چاہئے اور اب یہ پانی نمبر ۱۰۸ و ۱۰۹ میں داخل ہوگا اور اگر میوے اس میں پک گئے کہ اُسے متغیر کر دیا تو اُن کے نکال لینے کے بعد بھی اس پانی سے وضو ناجائز ہے یہ ۲۱۹ نمبر ہوگا۔

(۲۲۰) سر پر مہندی یا کوئی خضاب یا ضماد لگا ہوا ہے اور مسح کرتے میں ہاتھ اس پر گزرتا ہوا پہنچا یوں کہ یا تو وہ ضماد و خضاب رقیق بے جرم مثل روغن ہے تو اُسی کی جگہ مسح کیا وہ جرم دار ہے تو اس کے باہر چہارم سر کی قدر مسح کیا مگر ہاتھ اس پر ہوتا گزرا اگر اس گزرنے میں ہاتھ کی تری میں اُس خضاب وضماد کے اجزاء ایسے مل گئے کہ اب وہ تری پانی نہ کہلائے گی تو مسح جائز نہ ہوگا ورنہ جائز۔

یہ نمبر (۲۲۱) ہوا جس کا جائزات میں اضافہ ہونا چاہیے، وجیز امام کردری فصل مسح میں ہے،

مسحت علی الخضاب ان اختلطت البلۃ بالخضاب حتی خرجت عن کونھا ماء مطلقا لم یجزہ[2] اقول ولابد من تقیید مفھومہ بما ذکرت فاعرف۔

خضاب پر مسح کیا اگر تری خضاب سے مل گئی یہاں تک کہ ماءِ مطلق ہونے سے خارج ہوگئی تو اُس سے مسح جائز نہیں اھ میں کہتا ہوں اس کے مفہوم کو مقید کرنا ضروری ہے اس قید کے ساتھ جو میں نے ذکر کی ہے اس کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ (ت)

(۲۲۲) پانی میں ستّو گھلے ہوں کہ وہ رقیق نہ رہے اُس سے وضو ناجائز ہے، ہدایہ وکافی میں ہے،

الا ان یغلب علی الماء فیصیر کالسویق

مگر یہ کہ وہ پانی پر غالب ہو کہ پانی مثل ستوؤں کے ہو جائے،

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فیما لا یجوز بہ التوضی نولکشور لکھنؤ ۱/۹

[2] فتاوٰی بزازیۃ مع العالمگیری الرابع فی المسح نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۵

Marfat.com

عن الناطفی لایخالف ماقدمه لاجرم ان
عزا العلامة القوام الکاکی شارح الھدایة ثم
ابن الشلبی محشی الزیلعی ماعن الناطفی الی
قاضی خان ایضا فقالا اذا طبخ ولم یثخن بعد
ورقة الماء فیه باقیة جاز الوضوء به ذکره
الناطفی وفی فتاوی قاضی خان[1] اھ والیه یشیر
کلام الحلیة اذ جعل کلام الناطفی مفاد ما
فی قاضی خان حیث قال تحت قول الماتن
لا تجوز بماء الباقلاء مانصه سیذکر عن
الجامع الکبیر تقیید عدم الجواز بماء
الباقلاء بما اذا کان مطبوخا وھو بحال
اذا برد ثخن وزالت عنه رقة الماء فیحمل
ھذا الاطلاق وان وقع مثله لغیر المصنف
علی ذلك دفعا للتناقض ومن ثمه لما ذکر
القدوری فی عداد مالا یجوز الطھارة به
ماء الباقلاء قال فی الھدایة المراد ما تغیر
بالطبخ واحسن منه حمله علی ما اذا
کان مسلوبا منه اسم الماء مطبوخا اولا
کما یقیده ما فی الخانیة فذکر کلامه المار فی
النیئ والمطبوخ تماما[2] وفیه حدیث الریح
فلو حسبه مخالفا لقول الناطفی لکان قوله
مرجوحا لانه انما یقدم الاظھر الاشھر
فلم یکن یحسن نسبة ما زیفه الیه ومن

گزشتہ قول کے منافی نہیں، اسی لیے علامہ کاکی شارح
ہدایہ اور ابن شلبی محشی زیلعی نے ناطفی کے قول کو
قاضی خان کی طرف بھی منسوب کیا ہے، ان دونوں
حضرات نے فرمایا جب پکایا گیا اور گاڑھا نہ ہوا اور پانی
کی رقت اس میں باقی رہی تو اس سے وضو جائز ہے'
اس کو ناطفی نے ذکر کیا ہے، اور یہ فتاوٰی قاضی خان
میں ہے اھ اس طرف حلیہ میں اشارہ ہے کیونکہ انہوں
نے ناطفی کے کلام کو قاضی خان کی گفتگو کا ماحصل
قرار دیا ہے، وہ ماتن کے قول لا تجوز بماء الباقلی
کے تحت فرماتے ہیں کہ عنقریب جامع کبیر سے باقلی کے
پانی کے ساتھ عدم جواز کے مقید کرنے کی وجہ بیان
کرینگے کہ وہ ایسا پکا ہوا ہو کہ جب ٹھنڈا ہو تو گاڑھا
ہو جائے اور اس کی رقت زائل ہو جائے تو یہ اطلاق
(اگرچہ مصنف کے علاوہ دوسرے حضرات نے بھی ایسا
ہی کیا ہے) اس پر محمول کیا جائیگا کہ تناقض مرتفع
ہو جائے، اس لیے جب قدوری نے اُن اشیاء کا ذکر
کیا جن سے وضو جائز نہیں ہے تو باقلی کے پانی کو ذکر کیا'
ہدایہ میں فرمایا اس سے مراد وہ پانی ہے جو پکائے جانے
سے بدل گیا ہو اور اس کا حمل اس پر زیادہ اچھا ہوگا
جبکہ اس پر پانی کا اطلاق ختم ہو گیا ہو خواہ وہ پکا ہوا ہو
یا نہ ہو، جیسا کہ خانیہ سے پتا چلتا ہے، پھر انھوں نے
اپنا گزشتہ کلام ذکر کیا جو کچے اور پختہ سے متعلق ہے' اسی
میں بُو کا بھی تذکرہ ہے تو اگر وہ اس کو ناطفی کے قول کے

---

[1] حاشیۃ الشلبی علی التبیین بحث الماء بولاق مصر ۱/۱۹
[2] حلیہ

Marfat.com

اقول وھذا ھو محمل ما فی خزانۃ المفتین عن شرح مجمع البحرین لایجوز الوضوء بماء الباقلی وماء الصابون وماء الاشنان[1] اھ کما ان الاول محمل اطلاق القدوری وغیرہ الجواز فی الصابون والاشنان غیر انہ حمل قریب لان المعھود ھو خلطھما قلیلا بحیث لایذھب الرقۃ وانما البعد فی ما فی شرح المجمع۔

میں کہتا ہُوں خزانۃ المفتین میں جو شرح مجمع البحرین سے ہے اس کا محل یہی ہے، اس کی عبارت یہ ہے کہ باقلی اور صابون اور اُشنان کے پانی سے وضو جائز نہیں ہے اھ جیسا کہ اوّل قدوری وغیرہ کے اطلاق کا محل ہے ان کے اطلاق سے اشنان اور صابون کے پانی سے جواز معلوم ہوتا ہے، یہ حمل قریب ہے کیونکہ عام طور پر یہ دونوں چیزیں کم مقدار میں ملائی جاتی ہیں کہ اس سے پانی کی رقت ختم نہیں ہوتی ہے، اور شرح مجمع میں جو ہے وہ بعید ہے۔ (ت)

ان پر اکثر نصوص ان کے مقابلات میں اپنے اپنے محل پر مذکور ہُوئے اور خانیہ میں فرمایا،

لو وقع الثلج فی الماء وصار ثخینا غلیظا لایجوز بہ التوضؤ لانہ بمنزلۃ الجمد وان لم یصر ثخینا جاز[2]۔

اگر برف پانی میں گر گئی اور پانی گاڑھا ہو گیا تو اس سے وضو جائز نہیں کیونکہ یہ بمنزلہ جمد کے ہے اور اگر گاڑھا نہ ہو تو جائز ہے۔ (ت)

یہ برف کا نص ہے کہ اگر پانی کو گاڑھا کرے اس سے وضو ناجائز ہوگا جب تک پگھل کر پانی کی رقت عود نہ کرے اور گاڑھا نہ کرے تو جائز یہ نمبر (۲۵۲) ہُوا کہ جائزات میں اضافہ ہوگا۔

(۲۵۳ و ۲۵۴) جس پانی میں کوئی دوا یا غذا پکا کر تیار کی متون میں ہے لابما تغیر بالطبخ (نہ اس پانی سے جو پکانے سے متغیر ہو جائے۔ ت)

(۲۵۵ و ۲۵۶) یوں ہی چائے یا کافی جن کے پکانے سے پانی کی رقت میں فرق آئے اگرچہ ان سے سیلان نہیں جاتا رقت وسیلان کا فرق ضوابط میں مذکور ہوگا ان شاء اللہ قہوہ میں گاڑھا پن ضرور مشہود ہوا ہے اور اگر اُسے بھی پانی میں اثر کرنے سے پہلے نکال لیا تو جواز رہے گا لعدم الطبخ وبقاء الطبع کما فی ۱۱۰ یہ (۲۵۷) بھی جائزات میں زائد کیا جائے۔

(۲۵۸ تا ۲۶۲) عرق گاؤزبان گلاب کیوڑا بیدمشک خوشبو ہوں یا اترے ہوئے یوں ہی

---

[1] خزانۃ المفتین

[2] قاضی خان فیما لایجوز بہ التوضی نولکشور لکھنؤ ۹/۱

Marfat.com

حالانکہ یہ قطعاً مراد نہیں ہے، کیونکہ جب پکانے سے متغیر ہوگیا تو مقید ہوگیا یہ نہیں کہ جب مقید ہوگیا تو پکانے سے متغیر ہوگیا۔ (ت)

اقول ووقع فی تعبیر ش تغییر[۱] لمفاد البحر فان قوله فی المختار کما فی البحر یوقع من لا یراجع البحر فی توهم انه تصحیح منقول فی البحر عن اهله فانه رحمه الله تعالٰی لم یکن من اصحابه کما اعترف به ش فی عقود رسم المفتی وبیناه فی رسالتنا هبة الحبیر فی عمق ماء کثیر ولیس کذلك وانما قال لخلافه من قبل نفسه لیس هو المختار۔

میں کہتا ہوں "ش" کی عبارت میں تبدیلی بحر کے مفاد کے لیے ہے کیونکہ ان کا قول فی المختار کما فی البحر ایک ایسے شخص کو جس نے بحر نہ دیکھی ہو اس وہم میں مبتلا کرسکتا ہے کہ یہ بحر کے منقول کی تصحیح ہے جو انہوں نے کسی سے نقل کیا ہے، کیونکہ وہ اس کے اصحاب سے نہیں جیسا کہ اس کا اعتراف "ش" نے عقود رسم المفتی میں کیا ہے اور ہم نے اس کو "هبة الحبیر فی عمق ماء کثیر" میں ذکر کیا ہے جبکہ امر واقعہ یہ نہیں ہے، یہ بات انہوں نے اس لیے کہی ہے کہ وہ اپنی طرف سے اس کے مخالف ہیں، وہ مختار نہیں سمجھتے۔ (ت)

والرابع[۲] لما کان زوال الطبع بالطبخ ربما لا یظهر الا اذا برد صح التقسیم فیحال فی النئ علی عین الثخونة وفی المطبوخ علی دلیلها وکانه الی هذا یشیر البرجندی بتعقیبه بکلام الظهیریة فاستقر ان شاء الله تعالٰی وله الحمد عرش التحقیق بحسن التوفیق علی التطبیق والتوفیق وبالله سبحٰنه وتعالٰی التوفیق۔

چہارم: پکنے کی وجہ سے طبیعت کا زائل ہونا کبھی ظاہر نہیں ہوتا ہے، ہاں جب ٹھنڈا ہوتا ہے تو تقسیم صحیح ہے، تو کچے کا دارو مدار گاڑھے پن پر ہوگا اور پکے ہوئے میں اس کی دلیل پر ہوگا اور غالباً برجندی اسی طرف اشارہ کررہے ہیں کہ وہ اس کے بعد ظہیریہ کے کلام کو لائے ہیں، یہ اس کی مکمل تحقیق ہے۔ (ت)

(۲۱۸) پانی میں میوے جوش دے کر اُن کا عرق نچوڑا یہ عرق اگرچہ پانی سے مخلوط ہوگا کہ حرارت نار کے سبب میوے پانی کا تشرب کریں گے خصوصاً جبکہ کُوٹ کر ڈالے اس سے وضو جائز نہیں۔ فتاوٰی امام قاضی خان میں ہے:

لا یجوز التوضؤ بماء الفواکه وتفسیره ان یدق التفاح او السفرجل دقاناعما ثم

پھلوں کے پانی سے وضو جائز نہیں اس کا مفہوم یہ ہے کہ سیب یا امرود کو باریک باریک کُوٹ لیا جائے اور

Marfat.com

فیجمع بینهما خروجا عن العهدة بیقین فانه ان کان ماء فقد توضأ وان لم یکن فقد تیمم کما فی سؤر الحمار للشك فی طهوریته[1] ولیس[2] کذلك بل الاحتیاط ههنا بمعنی العمل باقوی الدلیلین لایستقیم لاحد ان یسمیه ماء مطلقا فهو خارج عنه بالیقین من دون شك ولا تخمین واللّٰه تعالٰی اعلم۔

تو احتیاطاً اُس سے انہوں نے پرہیز کیا ہے، اب اگر وہ پانی نہیں تو اس سے وضو جائز نہیں اور اگر پانی ہے تو اس سے تیمم جائز نہیں، تو تیمم اور وضو دونوں کو جمع کیا جائیگا تاکہ یقین سے فریضہ ادا ہوجائے، کیونکہ اگر درحقیقت پانی ہو تو وضو ہوگیا اور اگر پانی نہیں تو تیمم ہوگیا، جیساکہ گدھے کے جھُوٹے کا حکم ہے، کیونکہ اس کے طہور ہونے میں شک ہے اور یہاں ایسا نہیں ہے بلکہ یہاں احتیاط ہے کہ اقوی الدلیلین پر عمل ہوجائے، کوئی اس کو مطلق پانی نہیں کہتا یہ اس سے یقیناً خارج ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

(۲۶۳ تا ۲۶۶) اقول ایسی بے لون چیزیں اگر مزہ پانی کے خلاف رکھتی ہوں کہ نصف سے کم مل کر بدل دیں تو باتفاق منقول وضابطہ اُس سے وضو کا عدمِ جواز چاہیے۔

اما المنقول فلان العبرة بالطعم حیث لا لون واما الضابطة فلا نها ذوات وصف او وصفین وعلی کل یکفی تغیر وصف واحد فما مرعن البحر[3] من العبرة بالاجزاء فی ماء لسان الثور وماء الورد المنقطع الرائحة[1] ومثله فی الغنیة غیر مسلم فلیتنبه۔

رہی نقلی دلیل تو اعتبار مزے کا ہے جہاں رنگ نہ ہو اور ضابطہ یہ ہے کہ وہ دو وصفوں والی چیز ہے یا ایک وصف والی چیز ہے اور بہرصورت ایک وصف کا بدلنا کافی ہے اور بحر میں جو ہے کہ زبانِ ثور اور گلاب کے پانی میں جس کی خوشبو ختم ہوچکی ہو اجزاء کا اعتبار رہے، مسلم نہیں، فلیتنبہ۔ (ت)

نوعِ اٰخر ــــ مقابلات نوع آخر قسم اول

صنفِ اول ــ جامدات

(۲۶۷ تا ۲۷۵) نبیذ میں چھوہارے یا کشمش خواہ کوئی میوہ شربت میں شکر بتاسے مصری خواہ کوئی خشک شیرینی خیساندہ میں دوا رنگ میں کسم کیسر پڑیا روشنائی میں کسیس مازو خواہ اور اجزاء جب اتنے

---

[1] بحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۹

Marfat.com

لزوال اسم الماء عنہ[1]

کیونکہ اب اس سے پانی کا نام ختم ہوگیا ہے۔ (ت)

خانیہ میں ہے:

وان صار ثخینا مثل السویق لا[2]

اور اگر ستوؤں کی طرح گاڑھا ہوجائے تو جائز نہیں۔ (ت)

المقابلات[ع]

(۲۲۳) اس میں اگر اس قدر مٹی کوڑے وغیرہ کا خلط ہے کہ پانی کیچڑ کی طرح گاڑھا ہوگیا تو اُس سے وضو جائز نہیں، خانیہ میں ہے:

توضأ بماء السیل یجوز وان کان ثخینا کالطین لا[3]

اگر کسی نے سیلاب کے پانی سے وضو کیا تو جائز ہے اور اگر کیچڑ کی طرح گاڑھا ہو تو جائز نہیں۔ (ت)

اجناس امام ناطفی پھر حلیہ میں ہے:

التوضی بماء السیل ان لم تکن رقۃ الماء غالبۃ لا یجوز[4]

اگر پانی کی رقت غالب نہ ہو تو سیلاب کے پانی سے وضو جائز نہیں ہے۔ (ت)

اقول علمائے کرام پر اللہ عزّوجل کی رحمتیں احتیاط کے لیے ایسی نادر صورتیں بھی ذکر فرماتے ہیں ورنہ سیلاب کا ایسا ہونا بہت بعید ہے وہ اس سے تنبیہ فرماتے ہیں کہ جب اس قدر آبِ کثیر وغزیر اتنے اختلاط تراب سے ناقابلِ وضو ہوگیا تو برساتی ندیوں یا گھڑے لوٹے کے پانی کا کیا ذکر؟

(۲۲۴ تا ۲۵۱) کاہی آٹا پتے پھل بیلیں شنجرف یا کسم کی زردیاں گچ چونا ریشم کے کیڑے مینڈک وغیرہ غیر دموی جانور کے اجزا چنے باقلا وغیرہ ناج کے ریزے کوئلا زردی کے ذرّے صابون اُشنان ریحان بابونہ خطمی برگ کنار کچھے خواہ یہ چیز نظافت کے لیے پانی میں پکائے ہوئے غرض کوئی چیز حتی کہ برف جو اصل پانی ہے اگر پانی میں مل کر اُس کی رقت زائل کردے اُس سے وضو ناجائز ہوگا۔

ع یعنی وُہ پانی جن کی صورت جواز جائزات میں گزری یہ صورتیں ان کے مقابل ہیں ۱۲ (م)

[1] ہدایہ	باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالا یجوز بہ	مطبع عربیہ کراچی	۱/ ۱۸
[2] قاضی خان	فیما لا یجوز بہ التوضی	نولکشور لکھنؤ	۱/ ۹
[3] قاضی خان		"	"
[4] متن غنیۃ المستملی	احکام المیاہ	سہیل اکیڈمی لاہور	ص ۹۰

Marfat.com

لالون عینہ۔ کیونکہ کلام اسی میں ہے اس سے مراد خود طبیخ کی ذات کا رنگ نہیں۔ (ت)

(۲۸۰) سپید انگور کا شیرہ جب پانی کے مزے پر اس کا مزہ غالب آجائے۔

لتغیر الطعم علی المنقول وھو ذو وصفین فیکفی تغیر واحد علی الضابطۃ فھذا مما لا یتأتی فیہ الخلاف فی شیئ من جانبی الجواز وعدمہ۔ کیونکہ مزہ کا تغیر ہے منقول کے مطابق، اور وہ دو وصفوں والا ہے تو ایک میں تغیر کافی ہے ضابطہ کے مطابق، یہ وہ ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں جواز و عدم جواز کے جانبین میں۔ (ت)

فان قلت بل فان الحکم لا یقتصر عند اھل الضابطۃ علی الطعم بل کذلک لو غلب الریح۔ اگر یہ کہا جائے کہ حکم اہل ضابطہ کے نزدیک مزہ پر موقوف نہیں بلکہ بُو کے غلبہ کی صورت میں بھی یہی حکم ہے۔ (ت)

اقول طعمہ اسرع عملا فلا یتغیر الریح مالم یتغیر۔ تو میں کہتا ہوں اس کے مزے کا عمل تیز تر ہوتا ہے تو جب تک مزہ نہ بدلے بُو نہیں بدل سکتی ہے۔ (ت)

(۲۸۱) سپید انگور کا سرکہ ملنے سے اگر پانی کا مزہ بدل گیا سرکہ کا مزہ اس پر غالب ہوگیا۔

لما مر ویأتی فیہ الخلاف کما یأتی (اس کا حکم گزرا اور اس میں اختلاف آتا ہے۔ ت)

(۲۸۲) رنگ دار سرکہ جب پانی میں مل کر رنگ اور بُو (اس لیے کہ عام سرکوں کی بُو قوی تر ہوتی ہے ۱۲ منہ) دونوں بدل دے۔

لحصول اللون علی المنقول ووصفین علی الضابطۃ۔ منقول کے مطابق رنگ والا ہے اور ضابطہ کے مطابق دو وصفوں والا ہے۔ (ت)

(۲۸۳) ایسے سرکہ کا مزہ اقوی ہو تو جب اُس سے مزہ کے ساتھ رنگت بھی بدل جائے۔

(۲۸۴) جس سرکہ کا رنگ قوی تر ہو جب رنگ کے ساتھ ایک وصف اور بدل دے والوجہ قد علم (اس کی وجہ معلوم ہے۔ ت)

(۲۸۵) دودھ جب اس کا رنگ اور مزہ دونوں پانی پر غالب آجائیں۔

لان العبرۃ فی المنقول باللون وعند الزیلعی وکثیر من اتباعہ باحد وصفین اللون اس لیے کہ اعتبار منقول میں رنگ ہی کا ہے اور زیلعی کے نزدیک (نیز ان کے اکثر متبعین کے نزدیک)

Marfat.com

ہر عرق اوصاف میں پانی کے خلاف ہو یا موافق غرض جو بھی چیز پانی کی نوع سے نہیں جب پانی کی مقدار سے زیادہ اُس میں مل جائے بالاجماع اُس سے وضو نہ ہوسکے گا۔

اور اگر پانی کے برابر ملے جب بھی احتیاطاً عدمِ جواز ہی کا حکم ہے۔ بدائع میں فرمایا:

فان استویا فی الاجزاء لم یذکر ھذا فی ظاھر الروایۃ وقالوا حکمہ حکم الماء المغلوب احتیاطا[1] وقال فی الغنیۃ وکذا ان کانت مساویۃ احتیاطا حتی یضم الیہ التیمم عند المساواۃ[2]۔

اگر دونوں اجزا میں برابر ہوں تو یہ چیز ظاہر روایت میں نہیں ہے، فقہائے نے فرمایا اس کا حکم احتیاطاً مغلوب پانی کا سا ہے۔ غنیہ میں کہا اور اسی طرح ہے جب وہ مساوی ہوں احتیاطاً حتی کہ جب دونوں برابر ہوں تو وضو کے ساتھ تیمم بھی کرلیا جائے اھ (ت)

اقول لم یسندہ لاحد ولم ار ہ لغیرہ وفیہ نبوّ عن القواعد فما اجتمع حاظر ومبیح الا غلب الحاظر ولا حکم للمغلوب وایضا اذا استویا فقد تعارضا واذا تعارضا تساقطا وایضا لیس تسمیتہ ماء باولی من تسمیۃ غیرہ فکیف ینطلق علیہ اسم الماء المطلق وما لیس بماء مطلق لا یصح الوضوء بہ اصلا والاشتغال بما لا یصح یکرہ تحریما کما فی الدر عن القنیۃ بل ھو اضاعۃ المال فیحرم تأمل وراجع وکانہ فہم من قولھم احتیاطا ان لھم شکا فی کونہ ماء فاحترزوا عنہ للاحتیاط فان لم یکن ماء لم یجز الوضوء بہ وان کان ماء لم یجز التیمم مع وجودہ

میں کہتا ہوں اس کو انہوں نے کسی کی طرف منسوب نہیں کیا اور ان کے علاوہ کسی نے اس کو ذکر نہیں کیا، اور یہ قواعد سے دوری ہے، جس چیز میں بھی حرام کرنیوالی اور مباح کرنیوالی دلیل جمع ہوجائے تو حرام کرنے والی غالب رہے گی اور مغلوب کا کوئی حکم نہ ہوگا اور جب دونوں برابر ہوں تو تعارض ہوگا اور ساقط ہوجائیگا، پھر اس کا پانی کہا جانا کسی دوسرے نام سے اولٰی نہیں ہے تو اس پر مطلق پانی کا نام کیسے بولا جائیگا اور جو مطلق پانی نہ ہو اس سے وضو بالکل جائز نہیں اور جو چیز صحیح نہ ہو اس میں مشغولیت مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ در میں قنیہ سے ہے، بلکہ یہ تو مال کا ضائع کرنا ہے لہٰذا حرام ہوگا، اس پر غور کیجئے اور مراجعت کیجئے، اور شاید انہوں نے ان کے قول احتیاطاً سے یہ سمجھا کہ ان کو اس کے پانی ہونے میں شک ہے

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی الماء المقید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵

[2] غنیۃ المستملی فصل فی احکام المیاہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۹۰

Marfat.com

وھوالذی استقر علیہ قولہ کذا قال نوح وبہ اخذ ابویوسف[1]

کرلیا اور فرمایا کہ اس سے وضو نہ کیا جائے اور ان کے اس قول پر اتفاق ہوا، یہی نوح کا قول ہے اور یہی ابویوسف نے لیا ہے۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

وجب تصحیح الروایۃ الموافقۃ لقول ابی یوسف لان اٰیۃ التیمم ناسخۃ لہ لتاخرھا اذھی مدنیۃ وعلی ھذا مشی جماعۃ من المتأخرین[2]۔

اس روایت کی تصحیح جو ابویوسف کے قول سے مطابقت رکھتی ہے لازم ہے، کیونکہ آیۂ تیمم اس کو منسوخ کرنے والی ہے وہ مدنی ہونیکی وجہ سے متاخر ہے، اور متاخرین کی ایک جماعت اسی طرف گئی ہے۔ (ت)

حلیہ میں ہے:

ذکر نوح الجامع والحسن بن زیاد ان اباحنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ رجع الی انہ یتیمم ولا یتوضوء کما ھو مختار ابی یوسف وقول اکثر العلماء منھم مالک والشافعی واحمد قال قاضی خان وھو الصحیح اھ[3]

نوح اور حسن بن زیاد نے ذکر کیا کہ ابوحنیفہ نے اس سے رجوع کرلیا اور فرمایا بجائے وضو کے تیمم کرنا چاہیے، یہی ابویوسف کا مختار ہے اور اکثر علماء مثلاً شافعی، مالک اور احمد کا قول ہے اور قاضی خان نے کہا یہی صحیح ہے اھ (ت)

غنیہ میں شرح جامع صغیر قاضی خان سے ہے:

روی اسد بن عمرو ونوح بن ابی مریم والحسن عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ رجع الی قول ابی یوسف والصحیح قول ابی حنیفۃ الاٰخر[4] اھ اقول فھذان متابعان قویان لنوح الجامع فزال ماکان

روایت کیا اسد بن عمرو اور نوح بن ابی مریم اور حسن نے ابوحنیفہ سے کہ انہوں نے ابویوسف کے قول کی طرف رجوع کرلیا اور صحیح ابوحنیفہ کا دوسرا قول ہے اھ میں کہتا ہوں یہ دو مضبوط تائیدیں نوح کے حق میں ہیں، اس سے ملک العلماء کی برأت کا خطرہ زائل ہوگیا ملک العلماء

---

[1] بدائع الصنائع فصل الماء المقید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵

[2] فتح القدیر باب الماء الذی یجوزبہ الوضوء ومالایجوزبہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] حلیہ

[4] شرح جامع الصغیر لقاضی خان

Marfat.com

ڈالیں کہ پانی اپنی رقت پر نہ رہے اس سے بالاجماع وضو ناجائز ہے۔ قدوری و ہدایہ و نقایہ وغیرہا عامہ کتب میں ہے:

لابماء غلب علیه غیرہ فاخرجه عن طبع الماء[1]۔

نہ اس پانی سے جس پر غیر کا غلبہ ہو تو اس کو پانی کی طبیعت سے نکال دے۔ (ت)

صنفِ دوم۔ مائعات

(۲۷۶ تا ۲۷۸) زعفران حل کیا ہُوا پانی یا شہاب اگر پانی میں مل کر اُس کی رنگت کے ساتھ مزہ یا بُو بھی بدل دے تو اُس سے بالاتفاق وضو ناجائز ہے۔

لتغیر اللون علی الحکم المنقول واکثرمت وصف علی الضابطة۔

اس لیے کہ رنگ متغیر ہوگیا، اس حکم پر جو منقول ہوا، اور ایک وصف سے زاید ہے ضابطہ پر۔ (ت)

یُوں ہی پُڑیا حل کیا ہُوا پانی جب رنگ اور ایک وصف اور بدل دے۔

لانه ان کان ذا الثلاثة کفی تغیر وصفین للوفاق فکیف اذا کان ذاوصفین۔

اس لیے کہ اگر وہ تین اوصاف والا ہو تو اس میں دو وصفوں کا تغیر کافی ہے اس پر اتفاق ہے تو پھر دو وصفوں کا کیا حال ہوگا؟۔ (ت)

(۲۷۹) تربوز کا شیریں پانی جبکہ پانی میں پڑکر رنگ کے ساتھ اس کا ایک وصف اور بدل دے، ہاں رنگ نہ رکھتا ہو تو مزے کا اعتبار ہے۔

وھو محمل قول الزیلعی والا فھو ذوالثلاثة کما ھو معلوم مشاھد وقال فی المنحة قال الرملی المشاھد فی البطیخ مخالفته للماء فی الرائحة وایضا فی البطیخ مالونه احمر وفیه مالونه اصفر[2] اھ

اور یہی زیلعی کے قول کا مطلب ہے، قول یہ ہے ورنہ وہ تین وصفوں والا ہے جیسا کہ مشاہد و معلوم ہے، اور منحہ میں فرمایا رملی نے کہا تربوز میں مشاہدہ یہ ہے کہ وہ بُو میں پانی کے مخالف ہوتا ہے اور بطیخ میں کچھ سرخ رنگ کے اور کچھ پیلے رنگ کے ہوتے ہیں۔ (ت)

اقول ای لون مائه اذفیه الکلام۔

میں کہتا ہوں اس سے مراد اس کے پانی کا رنگ ہے

---

[1] ہدایۃ الماء الذی یجوز بہ الوضوء العربیہ کراچی ۱/۱۸

[2] منحۃ الخالق مع البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

Marfat.com

علی المذهب المصحح المفتی به لان المجتهد اذا رجع عن قول لایجوز الاخذ به اھ[1] وقوله یقدم ای یرجح ویختار ویؤثر فیفعله لا الوضوء به۔

تیمم کو مقدم کیا جائیگا، یہی صحیح مذہب ہے اور اسی پر فتوٰی ہے، کیونکہ جب کوئی مجتہد کسی قول سے رجوع کرے تو اس پر عمل جائز نہیں، اور ان کا قول "مقدم کیا جائیگا" سے مراد یہ ہے کہ اسکو ترجیح دی جائیگی اور اختیار کیا جائیگا اور نبیذ سے وضو نہ کیا جائیگا۔ (ت)

بدائع میں ہے:

امانبیذ الزبیب وسائر الانبذة فلا یجوز التوضؤ بہا لان القیاس یأبی الجواز الا بالماء المطلق وھذا لیس بماء مطلق بدلیل انه لا یجوز التوضؤ به مع القدرة علی الماء المطلق الا انا عرفنا الجواز بالنص والنص ورد فی نبیذ التمر خاصة فیبقی ماعداہ علی اصل القیاس[2]۔

نبیذ منقٰی اور دوسرے نبیذوں سے وضو جائز نہیں کیونکہ قیاس کی رُو سے وضوء صرف مطلق پانی سے ہو سکتا ہے اور یہ مطلق پانی نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ مطلق پانی کے موجود ہونے کی صورت میں اس سے وضوء جائز نہیں، مگر ہمیں اس کا جواز نص سے معلوم ہوا ہے اور نص خاص نبیذ تمر کی بابت وارد ہوا ہے تو باقی نبیذوں پر قیاس کے مطابق ہی عمل ہوگا۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

لایجوز التوضی بما سواہ من الانبذة جریا علی قضیة القیاس[3]۔

دوسرے نبیذوں سے وضوء قیاس کے مطابق جائز نہ ہوگا۔ (ت)

عنایہ میں ہے:

لا یجوز نبیذ الزبیب والتین وغیر ذلك[4]۔

منقٰی، انجیر وغیرہ کے نبیذ سے وضوء جائز نہیں۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

سائر الاشربة سوی نبیذ التمر لیس فی

نبیذ تمر کے علاوہ باقی نبیذوں سے وضو کے عدم جواز

---

[1] درمختار باب التیمم مجتبائی دہلی ۱/۴۱

[2] بدائع الصنائع مطلب الماء المقید سعید کمپنی کراچی ۱/۱۷

[3] ہدایہ الماء الذی یجوز بہ الوضوء عربیہ کراچی ۱/۳۲

[4] عنایہ مع فتح القدیر " " نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۰۵

Marfat.com

والطعم وعند المحقق علی الاطلاق و صاحب الدرر بهما معاً فاذا تغیرا حصل الوفاق علی سلب الاطلاق۔

دو اوصاف میں سے ایک کا اعتبار ہے (یعنی رنگ یا مزہ) اور محقق علی الاطلاق اور صاحبِ درر کے نزدیک دونوں کا ایک ساتھ اعتبار ہے، اب جبکہ دونوں وصف ہی بدل جائیں تو پانی کا اطلاق نہ ہونے پر اتفاق ہوجائے گا۔ (ت)

یہ ایک سو بائیس[1] (۱۲۲) وہ ہیں جن سے وضو بالاتفاق[2] ناجائز ہے یعنی نہ ہوسکتا ہے نہ اُس سے نماز جائز ہو واللہ تعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیّدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

قسم سوم جن سے صحتِ وضو میں حکم منقول ومقتضائے ضابطۂ امام زیلعی کا خلاف ہے صنف اول خشک اشیا

(۲۸۶ و ۲۸۷) چھوہارے کے سوا کشمش انجیر وغیرہ کوئی میوہ بالاجماع الاما عن الامام الاوزاعی ان ثبت عنہ (مگر وہ جو امام اوزاعی سے مروی ہے اگر ان سے ثابت ہو۔ ت) اور مذہب صحیح معتمد مفتے بہ مرجوع الیہ میں چھوہارے بھی جبکہ تادیر تر کرنے سے پانی میں اُس میوہ کی کیفیت اس قدر آجائے کہ اب اُسے پانی نہ کہیں نبیذ کہیں اُس سے وضو نہیں ہوسکتا اگرچہ رقیق ہو، بدائع امام ملک العلماء میں ہے،

قیاس ماذکرنا انہ لایجوز الوضوء بنبیذ التمر لتغیر طعم الماء وصیرورتہ مغلوبا بطعم التمر وبالقیاس اخذ ابویوسف وقال لایجوز التوضوء بہ الا ان ابا حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ترك القیاس بالنص فجوز التوضوء بہ وروی نوح فی الجامع المروزی عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ رجع عن ذلك وقال لایتوضوء بہ

جن چیزوں سے ہم نے وضو کے جائز نہ ہونے کا قول کیا ہے وہ نبیذ تمر پر قیاس کی گئی ہیں، کیونکہ پانی کا مزہ بدل گیا ہے اور وہ کھجور کے مزہ سے مغلوب ہوگیا ہے، قیاس پر ابو یوسف نے عمل کیا ہے، اور فرمایا ہے کہ اُس سے وضو جائز نہیں، اور امام ابو حنیفہ نے نص کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا اور اُس سے وضو کو جائز قرار دیا، اور نوح نے جامع مروزی میں ابو حنیفہ سے روایت کی کہ آپ نے اس سے رجوع

---

[1] ۱۶۰ کے بعد ۱۲۵ ہوئے مگر ان میں تین نمبر ۲۲۱ و ۲۵۲ و ۲۵۷ جائزات کے تھے لہذا ایک سو بائیس[122] رہے ۱۲ (م)

[2] یعنی ضابطۂ زیلعی اور اُن احکام کے اتفاق سے جو قول امام محمد پر مبنی ہیں جیسا کہ تنبیہ ضروری میں گزرا ۱۲ منہ غفرلہ (م)

Marfat.com

وان زالت الرقة مع بقاء السیلان لکن الامام الزیلعی وبالنقل عنه الحلبی تدارکاہ بقولهما بعدہ فیحمل قول من قال ان کان رقیقا یجوز الوضوء به والافلا علی ما اذا کان المخالط له جامدا اھ[1] ویقرب منه قول المحقق فی الفتح والبحر فی البحر وغیرهما فان کان جامدا فبانتفاء رقة الماء وجریانه علی الاعضاء اھ[2] فجمعوا بینهما فابتنی الحکم علی انتفائهما معا وعاد المحذور الا ان یقال ان الواو بمعنی او وحینئذ یکون ذکر الجریان والسیلان بعد الرقة مستدرکا غیر انه قد شاع وذاع والخطب سهل فالاحسن عبارۃ الغنیة المعتبر فی صیرورۃ الماء مقیدا بمخالطة الجامد زوال رقته اھ[3] والبحر من بعد اذ قال فان کان المخالط جامدا فغلبة الاجزاء فیه بثخونته اھ[4]

رقت زائل ہوجائے اور سیلان باقی رہے تو وضوء جائز ہے، مگرامام زیلعی اوران کی متابعت میں حلبی نے اس شبہ کا تدارک کرتے ہوئے فرمایا، تو جن حضرات نے فرمایا کہ اس سے وضو جائز ہے اگر رقیق ہو ورنہ نہیں اسکو اس صورت پر محمول کیا جائیگا کہ جب اس میں ملنے والی چیز جامد ہو اھ اور اسی کے قریب قریب محقق کا قول فتح میں اور صاحب بحر کا بحر وغیرہا میں ہے کہ اگر وہ شئ جامد ہے تو وضو اس وقت جائز نہ ہوگا جب پانی کی رقت ختم ہوجائے اور وہ اعضاء پر جاری نہ ہوسکے اھ تو فقہاء نے دونوں باتوں کو جمع کردیا اور حکم دونوں کے معاً انتفاء پر رہا، اور جو محذور تھا وہ لوٹ آیا، ہاں ایک صورت یہ ہے کہ واؤ بمعنی او ہو اور اس صورت میں جریان اور سیلان کا ذکر رقت کے بعد اضافی ہوگا، لیکن عام طور پر یہ ہوتا ہے تو غنیہ کی عبارت بہتر ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی جامد چیز کے ملنے سے پانی کے مقید ہونے میں معتبر اس کی رقت کا زائل ہونا ہے اھ اور بحر نے اس کے بعد فرمایا کہ اگر ملنے والی چیز جامد ہو تو اس میں اجزاء کے غلبے کا پتا اس کے گاڑھا پڑجانے سے ہوگا اھ (ت)

وانت تعلم ان المدار الباب علی زوال الاسم کما اعترف به الامام الضابط بقوله زوال اسم الماء عنه هو المعتبر فی الباب اھ ویخلط الجامد ربما یزول

آپ کو معلوم ہے کہ اس سلسلہ میں مدار نام کے زائل ہونے پر ہے جیسا کہ امام نے اعتراف کیا ہے انہوں نے ضابطہ یہ بیان کیا کہ اس بات میں نام کا زائل ہونا ہی بہتر ہے اھ اور جب کوئی جامد شئ پانی میں ملتی ہے

[1] تبیین الحقائق — کتاب الطہارۃ — مطبعۃ الامیریہ مصر — ۱/۲۰

[2] بحرالرائق — کتاب الطہارت — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۶۹

[3] غنیۃ المستملی — فصل فی احکام المیاہ — سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۹۱

[4] بحرالرائق — کتاب الطہارۃ — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۶۹

Marfat.com

یخشی من تبری ملك العلماء اذ قال كذا قال نوح۔

نے فرمایا کذا قال نوح۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

لایتوضوء به هی الرواية المرجوع اليها عن ابی حنیفة رضی الله تعالیٰ عنه وعلیها الفتوی لان الحدیث وان صح لکن اٰیة التیمم ناسخة له اذ مفهومها نقل الحکم عند عدم الماء المطلق الی التیمم ونبیذ التمر لیس ماء مطلقا[1]۔

اس سے وضو نہ کیا جائے، یہ ابوحنیفہ کی وہ روایت ہے جس کی طرف رجوع کیا ہے، اور اسی پر فتوٰی ہے کیونکہ حدیث اگرچہ صحیح ہے لیکن تیمم کی آیت اس کی ناسخ ہے کیونکہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جب مطلق پانی نہ ہو تو حکم کو تیمم کی طرف منتقل کر دیا جائے اور نبیذ تمر مطلق پانی نہیں ہے۔ (ت)

بحر میں ہے:

لایتوضوء به وهو قوله الاٰخر قد رجع الیه وهو الصحیح واختاره الطحاوی وبالجملة فالمذهب المصحح المختار المعتمد عندنا عدم الجواز[2]۔

نبیذ سے وضو نہ کیا جائے، یہی امام ابوحنیفہ کا آخری قول ہے، انہوں نے اس کی طرف رجوع کر لیا تھا، یہی صحیح ہے اور اسی کو طحاوی نے اختیار کیا، خلاصہ یہ کہ ہمارے نزدیک تصحیح شدہ، مختار، معتمد مذہب وضو کے عدم جواز کا ہے۔ (ت)

خانیہ میں ہے:

هو قول ابی حنیفة الاٰخر[3]

یہی ابوحنیفہ کا آخری قول ہے۔ (ت)

ہندیہ میں عینی شرح کنز سے ہے:

الفتوی علی قول ابی یوسف[4]

فتوٰی ابو یوسف کے قول پر ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

یقدم التیمم علی نبیذ التمر

تصحیح شدہ قول کے مطابق نبیذ تمر پر

---

[1] غنیۃ المستملی | باب التیمم | سہیل اکیڈمی لاہور | ص ۶۷

[2] بحر الرائق | کتاب الطہارۃ | سعید کمپنی کراچی | ۱/۱۳۷

[3] قاضی خان | فیما لایجوز بہ التوضی | نولکشور لکھنؤ | ۱/۹

[4] ہندیہ | ″ ″ | نورانی کتب خانہ پشاور | ۱/۲۳

Marfat.com

المختلف فیہ ذکر محمد فی النوادر ھو ان تلقی تمیرات فی ماء حتی صار الماء حلوا رقیقا اھ و زوال اسم الماء عنه مقطوع به مجمع علیه ولاجله صار المذھب المختار المعتمد عدم جواز الوضوء به الا تری ان فی قول الامام الاول المرجوع عنه انما یجوز الوضوء به اذا لم یجد الماء ولا یجوز الامنویا واذا وجد ماء مطلقا ینتقض فھو فی کل ذلك کالتیمم ذکرہ فی العنایة والفتح والحلیة عن شرح الامام القدوری

ہوسکتا ہے، یہی حلیہ، غنیہ، بحر، در اور عام کتب میں ہے، بلکہ عنایہ میں ہے کہ مختلف فیہ نبیذ کے بارے میں محمد نے نوادر میں لکھا ہے کہ اس کی صورت یہ ہے کہ کچھ کھجوریں پانی میں ڈال دی جائیں حتی کہ وہ میٹھا پتلا ہوجائے اھ اور پانی کا نام اس سے قطعی طور پر ختم ہوجاتا ہے اس پر اجماع ہے، لہذا مذہب مختار معتمد یہ ہے کہ اس سے وضوء جائز نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ امام کا پہلا قول جس سے انہوں نے رجوع کرلیا اس سے وضوء اُسی صورت میں جائز ہے جبکہ پانی نہ پائے، اور صرف نیت کے ساتھ ہی جائز ہوگا، اور جب مطلق پانی مل جائے تو یہ وضو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

جاز الوضوء به بالاجماع کما مر فی ۱۱۶ وای حاجة الی النقل مع اجماع الشرع والعرف والعقل علی ان العبرة للغالب فکیف یکون مختلفا فیه وانما حقه ان یقول ای الغلبة للتمر فانه الذی کان الامام یعدل به عن سنن القیاس لورود الحدیث ثم نصب خلاف لایوافق قط ما فی خزانة الاکمل لانه ارجع الاجوبة کلھا الی الاحکام الاجماعیة وقوله ان لم یحل اقول وکذا ان حلا والماء غالب بعد ما تقدم فی ۱۱۶ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منه غفرله (م)

ہوگا تو بالاجماع وضوء جائز ہوگا کما مر فی ۱۱۶ پھر اجماع کے ہوتے ہوئے کسی اور نقل کی کیا ضرورت ہے کیونکہ اجماع شرعی اور عرفی اور عقلی تینوں سے ثابت ہے کہ اعتبار غالب کا ہے، تو پھر یہ مختلف فیہ کیسے ہوگا؟ اسے یوں کہنا چاہیے کہ "یعنی غلبہ کھجوروں کا ہو کیونکہ اس میں امام نے قیاس سے عدول کیا ہے کیونکہ اس میں حدیث وارد ہے، پھر خلاف کا ذکر مافی خزانۃ الاکمل سے بالکل موافقت نہیں رکھتا ہے، کیونکہ انہوں نے تمام جواب احکامِ اجماعیہ کی طرف راجع کردیے ہیں اور ان کا قول "ان لم یحل" میں کہتا ہوں اگر میٹھا بھی ہو تو اس کا حکم یہی ہے بشرطیکہ پانی غالب ہو جیسا کہ پانی کی قسم ۱۱۶ میں گزرا، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] عنایۃ مع الفتح مطلب الماء المقید نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۰۵

Marfat.com

عدم جواز التوضی بہ خلاف[1]۔ اسی طرح عامۂ کتب میں ہے۔

میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا ہے۔ (ت)

فانقلت من این قولك انکان رقیقا۔ قلت لاطلاقهم ویقطع الوهم انهم صرحوا ان نبیذ التمر المختلف فی جواز الوضوء به ماکان رقیقا اما الغلیظ فلا ثم قالوا ولا یجوز بما سواه من الانبذة لان نبیذ التمر خص بالاثر فوضح قطعا ان المراد نفی التوضی بالرقیق منها اما الغلیظ فمعلوم الانتفاء ولا تخالف فیه بین نبیذ التمر وسائر الانبذة۔

اگر یہ سوال ہو کہ وانکان رقیقا تم نے کہاں سے لیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ فقہائے کے اطلاقات سے مفہوم ہے، اور وہم اس طرح دُور ہوجاتا ہے کہ فقہائے نے تصریح کی ہے کہ وہ نبیذ جس سے وضو کے ہونے میں اختلاف پایا جاتا ہے رقیق ہے اور گاڑھے میں کوئی اختلاف نہیں، پھر فرمایا اس نبیذ کے علاوہ باقی نبیذوں سے جائز نہیں کیونکہ نبیذ تمر نص سے مخصوص ہے، اس سے قطعی طور پر واضح ہوا کہ رقیق نبیذ سے وضو کی نفی مراد ہے کیونکہ گاڑھے میں تو اختلاف پہلے ہی نہیں تھا تو گاڑھے نبیذ میں نبیذِ تمر اور باقی نبیذیں برابر ہیں۔ (ت)

بالجملہ نبیذ تمر سے مطلقاً وضو صحیح نہ ہونا مذہب صحیح معتمد مفتٰی بہ ہے اور باقی نبیذوں سے نہ ہونے پر تو اجماع ہے مگر ضابطہ زیلعیہ کا اقتضا یہ ہے کہ جب تک رقت باقی ہے صحیح ہو لیکن یہ ہرگز صحیح نہیں کہ اسے نبیذ کہیں گے نہ کہ پانی تو نام آب باقی نہ رہنے کے سبب آب مطلق نہ رہا اور وضو آبِ مطلق ہی سے جائز ہے وبس۔

وبیان ذلك انها من الجامدات اوضابطة التقیید عنده فی الجامد زوال الرقة فحسب قال رحمه الله تعالٰی المخالط انکان جامدا فمادام یجری علی الاعضاء فالماء هو الغالب[2] اھ وتبعه فی الحلیة والدرر فاقتصرا علی ذکر الجریان۔

اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ وہ جامدات سے ہے اور ان کے نزدیک جامد میں تقیید کا ضابطہ یہ ہے کہ رقت زائل ہوجائے، انہوں نے فرمایا اگر ملنے والی چیز جامد ہو تو جب تک وُہ اعضاء پر بہہ سکے تو پانی ہی غالب ہوگا اھ اور حلیہ اور درر میں اس کی متابعت کی اور دونوں نے جاری ہونے کے ذکر پر اکتفار کیا۔ (ت)

اقول وکان البعد فیه اکثر لان الجریان علی الاعضاء هو السیلان والرقة اخص منه کما سیأتی فکان یقتضی جواز الوضوء

میں کہتا ہُوں اس میں بُعد زائد تھا کہ جاری ہونا اعضاء پر سیلان ہے اور رقت سیلان سے اخص ہے کما سیأتی تو اس کا مفہوم یہ نکلا کہ اگرچہ

---

[1] غنیۃ المستملی باب التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۷۲

[2] تبیین الحقائق کتاب الطہارت مطبعۃ الامیریہ بولاق مصر ۱/۲۰

Marfat.com

بقوله صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ماء طھور فاقول الحدیث من اولہ تمرۃ طیبۃ وماء طھور فانما ھو لبیان اجزائہ التی ترکب منھا لا الاخبار عنہ بانہ ماء و الا لکان اخبارًا ایضا بانھا تمرۃ وھو باطل لغۃ وعرفا و شرعا وفی صدر الحدیث قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ھل معك ماء اتوضؤ بہ قال لا الا نبیذ تمر لایقال انہ رضی اللہ تعالٰی عنہ انما نفی الماء اللغوی لان السؤال کان عن الماء الشرعی لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ و سلم اتوضؤ بہ الا ان یقال لم یکن عبد اللہ اذ ذاك یعلم انہ ماء شرعا وقد اعترف الامام الزیلعی نفسہ انہ نفی عنہ ابن مسعود اسم الماء[1] اھ اذا ثبت ھذا علم ان قصر الحکم فی الجامد علی زوال الرقۃ غیر صحیح وقد تنبہ لھذا البحر فقال بعد ایراد الضابطۃ وھھنا تنبیھات مھمۃ۔

کہ لغوی کو شرعی پر مقدم کیا ہے اور ان کا استدلال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "ماءٌ طَھورٌ" سے تو اس کی بابت میں کہتا ہوں دراصل حدیث کی ابتداء اس طرح ہے "تمرۃ طیبۃ وماء طھور" تو یہ اس کے اجزاء ترکیبیہ کے بیان کے لیے ہے صرف اتنا بتانا مقصود نہیں کہ یہ پانی ہے ورنہ یہ بھی خبر ہوتی کہ یہ کھجور ہے اور یہ عرفاً لغۃً اور شرعاً ہر طرح باطل ہے اور حدیث کی ابتداء میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا "کیا تمہارے پاس پانی ہے تاکہ میں اُس سے وضو کروں؟ انہوں نے کہا نہیں سوائے نبیذ تمر کے" یہ خیال نہ کیا جائے کہ حضرت عبد اللہ نے صرف لغوی پانی کی نفی کی تھی اس لیے کہ سوال شرعی پانی کی بابت تھا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا، تاکہ میں اس سے وضو کروں۔ ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ عبد اللہ کو اس وقت یہ معلوم نہ تھا کہ یہ شرعاً پانی ہے، اور خود امام زیلعی نے اعتراف کیا ہے کہ ابن مسعود نے اس سے پانی کی نفی کی ہے اھ جب یہ ثابت ہوگیا تو معلوم ہوا کہ جامد میں حکم کا زوالِ رقّت پر منحصر کردینا صحیح نہیں ہے،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

لم یجد ماء فلا تعارضہ اٰیۃ التیمم حتی یکون ناسخا ھذا ما عندی اھ وکأنہ لم یطلع علی کلام الامام الزیلعی رحمھما اللہ تعالٰی قدس سرہ۔

نہیں آتا کہ وہ پانی کا پانے والا نہیں ہے تو آیۂ تیمم اس کے معارض نہیں، تاکہ اس کو ناسخ قرار دیا جائے "ھذا ما عندی" اھ اور غالباً وہ امام زیلعی کے کلام پر مطلع نہ ہوئے۔ (ت)

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الطہارۃ الامیریۃ ببولاق مصر ۱/۳۵

Marfat.com

الاسم قبل زوال الرقة كماء الزعفران الصالح للصبغ والنبيذ وقد صرحوا ان الاختلاف انما كان فی نبیذ التمر الرقیق قال فی الهدایة النبیذ المختلف فیه ان یکون حلوا رقیقا یسیل علی الاعضاء کالماء[1] اھ زاد فی الکافی فان کان غلیظا کالدبس لم یجز الوضوء به[2] اھ وفی البدائع وان کان غلیظا کالرب لایجوز التوضؤ به بلاخلاف وکذا ان کان رقیقا لکنه غلا واشتد وقذف بالزبد لانه صار مسکرا والمسکر حرام فلا یجوز التوضؤ به ولان النبیذ الذی توضأ به رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم کان رقیقا حلوا فلا یلحق به الغلیظ المر[3] وهکذا فی الحلیة والغنیة والبحر والدر وعامة الکتب بل فی العنایة النبیذ

تو رقت کے زائل ہونے سے قبل ہی نام زائل ہوجاتا ہے جیسے زعفران کا پانی جس سے کوئی چیز رنگی جاسکتی ہو، اور نبیذ، اور فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اختلاف رقیق نبیذ میں ہے۔ ہدایہ میں ہے اختلاف اس میں ہے کہ نبیذ میٹھا اور پتلا ہو اور اعضاء پر پانی کی طرح بہتا ہو اھ کافی میں یہ اضافہ کیا کہ اگر وہ شیرہ کی طرح گاڑھا ہو تو اس سے وضو جائز نہیں اھ اور بدائع میں ہے کہ اگر نبیذ شیرہ کی طرح گاڑھا ہو تو بلا اختلاف اس سے وضو جائز نہیں ہے اور اسی طرح اگر رقیق ہے مگر اس میں اتنا جوش آگیا ہو کہ جھاگ دے گیا ہو کیونکہ اب یہ مُسکر ہوگیا اور مسکر حرام ہے لہذا اس سے وضوء جائز نہیں، نیز یہ کہ جس نبیذ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا تھا وہ رقیق اور میٹھا تھا لہذا کڑوا اور گاڑھا نبیذ اس کے حکم میں نہیں

عہ فی مسکین علی الکنز النبیذ المختلف فیه ان یکون حلوا رقیقا یسیل علی الاعضاء کالماء اھ قال السید ابو السعود ای والغلبة للماء لیوافق ما تقدم عن خزانة الاکمل فان لم یحل فلاخلاف فی جواز الوضوء به نهر اھ اقول سبحٰن اللّٰه اذا کان الغلبة للماء

مسکین علی الکنز میں ہے کہ وُہ نبیذ جس میں اختلاف ہے رقیق اور میٹھا ہے جو پانی کی طرح اعضاء پر بہتا ہو اھ ابو السعود نے فرمایا یعنی غلبہ پانی کا ہو تاکہ خزانۃ الاکمل سے جو منقول ہوا اس کے موافق ہوجائے، کیونکہ اگر میٹھا نہ ہو تو اس سے وضوء کے جواز میں کوئی خلاف نہیں، نہر اھ میں کہتا ہوں سبحان اللہ جب پانی کا غلبہ

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] ہدایۃ الماء الذی یجوز بہ الوضوء مکتبہ عربیہ کراچی ۱/۳۲
[2] کافی
[3] بدائع الصنائع مطلب الماء المقید سعید کمپنی کراچی ۱/۱۷

Marfat.com

فی فتح اللہ المعین وتبعہ ط بان الکلام فیما اذا لم یزل عنہ اسم الماء کما ذکرہ الزیلعی فتنظیر النھر ساقط وما ذکر فی البحر من الجواب ماخوذ من صریح کلام الزیلعی[1]۔

فھؤلاء ثلثۃ اجلاء اختلف انظارھم فی کلام الامام الزیلعی اما الاخوان العلامتان فاتفقا علی ان الزیلعی لم یذکر فی الجامد قید بقاء الاسم غیر ان البحر یقول انہ مطوی منوی فالمعنی ان کان جامدا فما دام باقیا علی رقتہ فالماء ھو الغالب بشرط ان لا یزول عنہ اسم الماء والنھر یقول انہ لم یذکرہ کما تری ولم یردہ لانہ لا یجدی نفعا واما السید فزعم انہ مذکور فی صریح کلام الزیلعی وان کلامہ انما ھو فیہ وان البحر انما اخذہ منہ۔

ھکذا اختلفوا وانا انقلہ لک کل کلام الزیلعی لیتجلی لک جلیۃ الحال قال رحمہ اللہ تعالٰی بعد مانقل اقوالا متخالفۃ ھکذا جاء الاختلاف فلابد من ضابط وتوفیق فنقول ان الماء اذا بقی علی اصل خلقتہ ولم یزل عنہ اسم الماء جاز الوضوء بہ وان زال وصار مقیدا لم یجز والتقیید اما بکمال الامتزاج او بغلبۃ الممتزج فکمال الامتزاج بالطبخ بطاھر لا یقصد بہ التنظیف او بتشرب النبات وغلبۃ الممتزج

اور اس کی پیروی ط نے کی ہے کہ گفتگو اس میں ہے جس سے پانی کا نام زائل نہ ہوا ہو جیسا کہ زیلعی نے ذکر کیا ہے تو نہر کا نظیر دینا ساقط ہے درست نہیں، اور جو جواب بحر میں ہے وہ زیلعی کے صریح کلام سے ماخوذ ہے۔ (ت)

تو یہ تین جلیل القدر علماء ہیں جن کی آراء زیلعی کے کلام کی بابت مختلف ہیں، دونوں برادران اس پر متفق ہیں کہ زیلعی نے جامد میں نام کے بقا کی قید ذکر نہیں کی ہے، البتہ بحر کہتے ہیں یہ نیت میں مضمر ہے، تو معنی یہ ہے کہ اگر وہ جامد ہے تو جب تک وہ رقیق ہے تو پانی ہی غالب ہے بشرطیکہ اس سے پانی کا نام زائل نہ ہو، اور نہر کا کہنا ہے کہ انہوں نے اس کو ذکر نہیں کیا ہے جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں اور اس کو انہوں نے رَد نہیں کیا ہے کیونکہ اس میں کوئی فائدہ نہیں، اور سید کا گمان ہے کہ یہ زیلعی کے کلام میں صریحاً مذکور ہے اور ان کا کلام اسی میں ہے اور بحر نے اُسی سے اخذ کیا ہے۔ (ت)

اسی طرح انہوں نے اختلاف کیا ہے، اور اب میں زیلعی کا کلام نقل کرتا ہوں تاکہ بات پُوری طرح واضح ہوجائے، انہوں نے پہلے تو مخالف اقوال ذکر کئے، پھر فرمایا، اسی طرح اختلاف ہوا ہے، تو کوئی ضابطہ اور توفیق ضروری ہے، تو ہم کہتے ہیں کہ پانی جب اپنی اصل خلقت پر ہو اور اس سے پانی کا نام سلب نہ ہوا ہو تو اس سے وضوء جائز ہے اور اگر نام زائل ہوجائے

---

[1] فتح اللہ المعین ابحاث الماء سعید کمپنی کراچی ۱/۶۴

Marfat.com

لمختصر الامام الکرخی عن اصحابنا رضی اللہ تعالٰی عنھم وقال فی الحلیۃ[1] وجہ قول ابی یوسف ان اللہ تعالٰی اوجب التیمم عند عدم الماء المطلق ونبیذ التمر لیس بماء مطلق والا لجاز الوضوء بہ مع وجود غیرہ من المیاہ المطلقۃ اھ وتقدم مثلہ عن البدائع اقول وبہ ظھر الجواب عما تجشمہ الامام الزیلعی اذ قال اما قولھم لیس بماء مطلق قلنا ھو ماء شرعا الا تری الی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ماء طھور ای شرعا فیکون معنی قولہ تعالٰی فلم تجدوا ماء ای حقیقۃ او شرعا اھ[2] فیا سبحٰن اللہ انکان ھذا معنی الاٰیۃ فلم لم یجز الوضوء بہ مع وجود ماء اٰخر ومن اوجب الترتیب بین المائین بتقدیم اللغوی علی الشرعی اما[عہ] احتجاج

ٹوٹ جائیگا تو یہ تمام احکام میں مثل تیمم ہے"، یہ غنایۃ، فتح اور حلیہ میں شرح قدوری سے منقول ہے جو امام کرخی نے ہمارے اصحاب سے نقل کیا ہے اور حلیہ میں فرمایا ابو یوسف کے قول کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے تیمم اس وقت واجب کیا ہے جب مطلق پانی نہ ہو اور نبیذ تمر مطلق پانی نہیں ہے ورنہ دوسرے مطلق پانیوں کے ہوتے ہوئے بھی اس سے وضو جائز ہو جاتا ہے اھ یہی بدائع سے گزر چکا ہے۔
میں کہتا ہوں اس سے امام زیلعی کی اس گفتگو کا جواب بھی نکل آتا ہے کہ ان کا قول "یہ مطلق پانی نہیں ہے" ہم کہتے ہیں یہ شرعاً پانی ہے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "پاک پانی" یعنی شرعاً تو اللہ کے قول "تو تم پانی نہ پاؤ" کا معنی ہوگا یعنی حقیقۃً اور شرعاً پانی نہ پاؤ، تو اگر آیت کے یہی معنی ہیں تو دوسرے پانی کے ہوتے ہوئے اس سے وضو کیوں جائز نہیں؟ اور جن حضرات نے دونوں پانیوں میں ترتیب کو لازم قرار دیا ہے

عہ تبعہ فیہ المولی بحر العلوم فی الارکان الاربعۃ فقال قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلم تمرۃ طیبۃ وماء طھور یفید ان النبیذ لم یخرج عن کونہ ماء بوقوع التمر فواجد النبیذ لا یصدق علیہ انہ

بحر العلوم نے ارکان اربعہ میں ان کی پیروی کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان "تمرۃ طیبۃ وماء طھور" سے معلوم ہوتا ہے کہ نبیذ پانی ہونے سے خارج نہیں ہوا ہے کھجور کے وقوع سے، تو جس شخص کے پاس نبیذ ہو تو اس پر یہ صادق

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] حلیہ
[2] تبیین الحقائق کتاب الطہارۃ الامیریۃ بولاق مصر ۱/۳۵

Marfat.com

ولا یتعلق بہ الغرض ھھنا۔

اور جو کہتا ہے کہ جب اس کے اوصاف میں سے ایک وصف کو بدل دے تو جائز نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز پانی سے ایک یا دو وصفوں میں مخالف ہے، اور جس نے غلبہ باعتبار اجزاء لیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ چیز پانی کے ساتھ کسی چیز میں مخالف نہ ہو، تو جب آپ غور کریں گے تو اسی نتیجہ پر پہنچیں گے کہ جو کچھ اصحاب نے فرمایا ہے وہ اس بیان سے خارج نہیں، ان میں سے بعض امور تو کتب میں بصراحت مذکور ہیں اور بعض کا ذکر اشارتاً ہے اھ یہ ان کا مکمل کلام ہے جو بلاکم وکاست میں نے نقل کر دیا ہے صرف تشریب میں جو فرق خروج و استخراج میں ہے، وہ صحیح نہیں، اور نہ ہی اس سے کوئی غرض یہاں متعلق ہے (ت)

اقول فقد بان لك من کلامہ ثلثۃ امور الاول لاذکر فی کلامہ لتقیید حکم الجامد ببقاء الاسم حتی بالاشارۃ فضلا عن التصریح انما قال مادام یجری علی الاعضاء فالماء غالب ای مطلق غیر مقید فھذا کما تری مطلق غیر مقید ثم اذا اتی علی تطبیق الضابطۃ علی الروایات المختلفۃ حمل علی الجامد قول من قال ان کان رقیقا یجوز والا لا والقول فی الاصل مرسل وفی الحمل مرسل ارسالا فمتی جنح الی التقیید وکذلك تلونا علیك کلام الاخذین عنہ اصحاب الفتح والحلیۃ والغنیۃ والدرر ونور الایضاح حتی البحر الذی ابدی ھذا التقیید لم یلم احد منھم فی تلخیص الضابطۃ الیہ لاجرم ان صرح الشامی بانہ من زیادات البحر الثانی ذکر رحمہ اللہ تعالٰی اولا اصلا مجمعا علیہ ان الوضوء انما یجوز بالماء المطلق وھو الذی لم یزل عنہ طبعہ

میں کہتا ہوں اُن کی گفتگو سے آپ کو تین باتیں معلوم ہوئیں :

اول : ان کے کلام میں جامد کے حکم کو نام کی بقاء سے مقید کرنے کا کوئی تذکرہ موجود نہیں ہے صراحت تو الگ رہی اشارہ تک نہیں، انہوں نے صرف یہ فرمایا ہے کہ جب تک وہ اعضاء پر جاری رہے تو پانی غالب ہے یعنی مطلق ہے مقید نہیں، تو جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں یہ مطلق ہے مقید نہیں، پھر جب وہ ضابطہ کو مختلف روایات پر منطبق کرنے لگے، تو جن لوگوں نے کہا ہے کہ اگر رقیق ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں انکے اس قول کو جامد پر محمول کیا ہے حالانکہ یہ قول مطلق ہے اور حمل میں بھی مرسل ہے تو قید لگانے کی طرف کب مائل ہوئے؟ اسی طرح ہم نے اُن حضرات کا کلام بھی نقل کر دیا جنہوں نے اس سے لیا ہے یعنی فتح، حلیہ، غنیہ، درر اور نور الایضاح کے مصنفین، یہاں تک کہ صاحب بحر جنہوں نے یہ قید لگائی، ان میں سے کسی نے ضابطہ کا خلاصہ یہ نہیں کیا، اس لیے شامی نے تصریح کر دی کہ یہ زیادات بحر سے ہے۔

دوم : پہلے تو انہوں نے ایک متفق علیہ اصل

Marfat.com

الاول مقتضی ما قالوه هنا جواز التوضؤ بنبیذ التمر والزبیب ولو غیر الاوصاف الثلثة وقد صرحوا قبل باب التیمم ان الصحیح خلافه وان تلك روایة مرجوع عنها وقد یقال ان ذلك مشروط بما اذا لم یزل عنه اسم الماء وفی مسألة نبیذ التمر زال عنه اسم الماء فلا مخالفة کما لا یخفی۔

الثانی انه یقتضی ان الزعفران اذا اختلط بالماء یجوز الوضوء به ما دام رقیقا سیالا ولو غیر الاوصاف کلها لانه من الجامدات والمصرح به فی معراج الدرایة معزیا الی القنیة ان الزعفران اذا وقع فی الماء ان امکن الصبغ فیه فلیس بماء مطلق من غیر نظر الی الثخونة ویجاب عنه بما تقدم من انه زال عنه اسم الماء اھ[1]

صاحبِ بحر کو بحر میں اس پر تنبیہ ہوا ہے، چنانچہ انہوں نے ضابطہ کے بعد فرمایا، یہاں چند اہم تنبیہات ہیں:

تنبیہ اول: جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے اس کا مقتضی نبیذ تمر اور نبیذ منقی سے وضوء کا جواز ہے خواہ اوصاف ثلثہ ہی کیوں نہ بدل گئے ہوں، اور تیمم کے باب سے پہلے انہوں نے تصریح کی ہے کہ صحیح اس کے برخلاف ہے، اور اس روایت سے رجوع کر لیا ہے، اور یہ اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ اس پر سے پانی کا نام زائل نہ ہوا ہو، اور نبیذ تمر کے مسئلہ میں اس سے پانی کا نام زائل ہو گیا ہے تو کوئی مخالفت نہیں، کما لایخفی۔

تنبیہ ثانی: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زعفران جب پانی میں مل جائے تو اس سے اس وقت تک وضو جائز ہو جب تک وہ سیال و رقیق ہو خواہ اس کے تمام اوصاف بدل گئے ہوں، کیونکہ وہ جامدات سے ہے اور معراج الدرایہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ اگر زعفران پانی میں ڈال دی جائے تو اگر اس سے رنگنا ممکن ہو تو وہ مطلق پانی نہیں ہے، اس میں گاڑھے پن کا کوئی اعتبار نہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے پانی کا نام زائل ہو گیا ہے اھ (ت)

وردہ اخوہ وتلمیذہ المحقق فی النھر کما فی ط بان الزیلعی لم یذکر ذلك وان ھذا التقیید لا یجدی نفعا اھ[2] واجاب عنہ السید العلامة ابو السعود الازھری

اس کو ان کے بھائی اور شاگرد محقق نے نہر میں رد کیا ہے جیسا کہ ط میں ہے کہ زیلعی نے اس کو ذکر نہیں کیا ہے اور اس تقیید سے کچھ نفع نہ ہوگا اھ اس کا جواب علامہ ابو السعود نے فتح اللہ المعین میں دیا ہے

---

[1] بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

[2] طحطاوی علی الدر باب المیاہ بیروت ۱/۱۰۳

Marfat.com

فزوال اسمه عنه يكون بغير موجب وهو باطل اما اما امتزج به غيره مما لا يخالف[عـه] وصفا له مساويا له فى الاجزاء او اكثر فانما يزول فيه اسم الماء عن الكل المركب من الماء وغيره المساوى له او الغالب عليه لا عن الماء الذى فيه حتى لو امكن افراز الماء عن ذلك المخالط لكان ماء جائزا به الوضوء وهو رحمه الله تعالى لم يذكر فى الجامد غير الثخونة ولم يعتبر فيه الاوصاف انما اعتبرها فى مقابلة المائع والمقابلة تنافى الخلط فقد افاد قطعا ان لا غلبة فى الجامد بالاوصاف وقد افصح به الشرنبلالى فى تلخيص ضابطته اذ قال[ا] ولا يضر تغير اوصاف كلها اھ وما كان زوال الاسم الا لاحد امرين زوال الرقة

جیسا کہ آپ نے جانا، اور میں ثانیاً کہتا ہوں، یہ امر محال ہے کہ رقت کے باقی رہتے ہوئے اس سے پانی کا نام زائل ہو، اِلّا یہ کہ اس کا کوئی وصف متغیر ہو جائے اس لیے کہ جب اس کی طبیعت باقی ہو اور اس کے اوصاف باقی ہوں تو اس سے اس کے نام کا زائل ہونا بغیر موجب کے ہوگا اور یہ باطل ہے، اور جو غیر اس کے ساتھ مل جائے اور یہ غیر اُن چیزوں میں سے ہو جو کسی وصف میں اس پانی کے مخالف نہ ہو، اور وہ غیر اس کے اجزاء میں مساوی ہو یا زیادہ ہو تو اس میں پانی کا نام کل مرکب سے زائل ہو جائیگا جو پانی اور اس کے غیر سے مرکب ہو اور اس کے مساوی ہو یا اس پر غالب ہو نہ کہ اُس پانی سے جو اس میں ہے، یہاں تک کہ اگر اس آمیزش سے پانی کا جدا کرنا ممکن ہوتا تو اس پانی سے وضوء جائز ہوتا، اور انہوں نے (رحمہ اللہ) جامد میں صرف گاڑھے پن کا ذکر کیا ہے، اور اس میں اوصاف کا اعتبار نہیں کیا ہے،

عـه اقول ای ان وجد اما ما مثلوا به من ماء لسان الثور وماء الورد المنقطع الرائحة فليس منه للاختلاف فى الطعم وما مثلوا به من الماء المستعمل فهو بنفسه على تحقيقنا من الماء المطلق فكيف يجعل امتزاجه بالمطلق المطلق مقيدا ۱۲ منه غفرله۔ (م)

میں کہتا ہوں یعنی اگر پایا جائے، اور لسان ثور، اور گلاب کا پانی جس میں خوشبو نہ رہی ہو، کی مثالیں جو انہوں نے دی ہیں وہ اس سے نہیں ہے، کیونکہ مزہ کی تبدیلی میں اختلاف ہے، اور مستعمل پانی کی مثال جو دی ہے تو وہ خود ہماری تحقیق کے مطابق مطلق پانی ہے تو مطلق کو مطلق سے ملا کر مقید کیونکر کیا جا سکتا ہے ۱۲ منہ غفرلہ۔ (ت)

[ا] نور الایضاح کتاب الطہارۃ مطبوعہ مطبع علیمی لاہور ص ۳

Marfat.com

بالاختلاط من غیر طبخ ولا تشرب نبات ثم المخالط ان جامدا فما دام یجری علی الاعضاء فالماء الغالب وان مائعا فان لم یکن مخالفا فی شئ کالماء المستعمل تعتبر بالاجزاء وان مخالفا فیها فان غیر اکثرھا لا یجوز الوضوء به والا جاز وان خالف فی وصف او وصفین تعتبر الغلبة من ذلك الوجه کاللبن یخالفه فی اللون والطعم فان کان لون اللبن اوطعمه هو الغالب لم یجز والا جاز وماء البطیخ یخالفه فی الطعم فتعتبر الغلبة فیه بالطعم فعلی هذا یحمل ما جاء منهم علی ما یلیق به فقول من قال ان کان رقیقا یجوز والا لا علی ما اذا کان المخالط جامدا ومن قال ان غیر احد اوصافه جاز علی ما خالفه فی الثلثة ومن قال اذا غیر احد اوصافه لا یجوز علی ما خالفه فی وصف او وصفین ومن اعتبر بالاجزاء علی ما یخالفه فی شئ فاذا نظرت وتاملت وجدت ما قاله الاصحاب لا یخرج عن هذا اووجدت بعضها مصرحا به وبعضها مشارا الیه[۱] اھ هذا کل کلامه قد لخصته ولم اخرم منه حرفا غیر ما ذکر فی التشرب من الفرق بین الخروج والاستخراج فانه غیر صحیح

اور مقید ہو جائے تو جائز نہیں، اور تقیید یا تو کمال امتزاج کے ساتھ یا ملی ہوئی چیز کے غلبہ کے ساتھ ہوگی تو کمال امتزاج یہ ہے کہ پانی میں ایسی پاک چیز ڈال کر پکائے جس سے تنظیف مقصود نہ ہو یا گھاس میں پانی جذب ہو جائے اور ملی ہوئی چیز کا غلبہ یہ ہے کہ پانی کا اختلاط بلا پکائے ہو اور گھاس میں پانی جذب کیے بغیر ہو پھر ملنے والی چیز اگر جامد ہو تو جب تک وہ اعضاء پر بہے تو پانی غالب ہوگا، اور اگر ملنے والی چیز بہنے والی ہے تو وہ اگر کسی چیز میں پانی کے مخالف نہیں ہے، جیسے مستعمل پانی تو غلبہ کا اعتبار اجزاء سے ہوگا، اور اگر وہ پانی کے مخالف ہو تو اگر اکثر اوصاف کو بدل دے تو اس سے وضوء جائز نہیں ورنہ جائز ہے، اور اگر ایک یا دو وصفوں میں مخالف ہے تو اسی وجہ سے غلبہ معتبر ہوگا، جیسے دودھ کہ پانی کے مخالف ہے رنگ اور مزے میں، تو اگر دودھ کا رنگ یا مزہ غالب ہو تو وضوء جائز نہیں ورنہ جائز ہوگا۔ اور خربوزہ کا پانی، پانی سے صرف مزہ میں مختلف ہے تو اس میں غلبہ باعتبار مزہ ہوگا، لہٰذا فقہاء کی نصوص کو انہی مفاہیم پر محمول کرنا چاہئے جو اس کے لائق ہوں، اب جو یہ کہتا ہے کہ اگر وہ رقیق ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ملنے والی اگر جامد ہے تو یہ حکم ہے۔ اور جو کہتا ہے کہ اگر اس کے اوصاف میں سے کسی وصف کو بدل دیا تو جائز ہے، یہ اس صورت میں ہے جبکہ وہ چیز پانی کے ساتھ تینوں وصفوں میں مخالف ہے،

---

[۱] تبیین الحقائق بحث الماء بولاق مصر ۱/۲۰

Marfat.com

فتقييد شيئ من احكامه بان لايزول الاسم افساد لمقصوده واخراج للضابط عن ان يكون ضابطا وارجاع للتمييز الى التجهيل، و للتفصيل الى التعطيل، فانه يؤل الى ان في خلط الجامد بدون الثخونة لايزول الاسم بشرط ان لايزول الاسم وهو كلام مغسول، لايرجع الى طائل ومحصول، هذا معنى قول النهر انه لايجدی نفعا فتبين انه لامذكور ولا مطوی ولا منوی وان الحق فيه بيد النهر، وان هذا شيئ سقط عن الفخر، فلقطه البحر، وذكره فی تنبيه علی حدة فجاء الدر فنظمه فی سلك الضابطة اذ قال فلو جامدا فبثخانة ما لم يزل الاسم كنبيذ تمر اھ[1] ونعما فعل لانه صح الحكم وان انحلت عری الضابطة، واحتاج مطلعها الی ضابط اخر يلقطه ساقطه، هكذا ينبغی التحقيق، والله تعالی ولی التوفيق، وكان الحری بنا ان نؤخر هذا البحث الی الفصل الرابع حيث نتكلم ان شاء الله تعالی علی الضابطة ولكن الحاجة مست اليه ههنا كيلا يعتری احدا شك فيما نبدی من المخالفات بين الاحكام المنقولة وقضية الضابطة وبالله تعالی التوفيق۔

کہ ان کا کلام اُن تمام صورتوں کا احاطہ کرے جن سے تقیید پیدا ہوتی ہے یعنی وہ تمام صورتیں جن میں نام زائل ہوجاتا ہے کہ تقیید تو اسی سے حاصل ہوگی، تو اس کے احکام میں سے کسی کو اس سے مقید کرنا کہ نام زائل نہیں ہوا اس کے مقصود کو فاسد کرنا اور ضابطہ کو ضابطہ ہونے سے خارج کرنا ہے، اور بجائے اس کے کہ امتیاز پیدا ہو ابہام پیدا کرنا ہے، اور تفصیل کو ختم کرنا ہے، اور اس کا انجام یہ ہوگا کہ جامد کی آمیزش میں گاڑھا ہونے کی صورت میں نام زائل نہ ہو بشرطیکہ نام زائل نہ ہو، اور یہ کلام لغو بے فائدہ ہے، نہر کے قول کہ "یہ مفید نہیں" کا یہی مطلب ہے، یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ نہ تو کچھ مذکور ہے اور نہ منوی ہے اور اس بارے میں حق نہر کے ساتھ ہے اور یہ وہ چیز ہے جو فخر سے رہ گئی تھی اور بحر نے اس کو لیا تھا اور اس پر الگ تنبیہ کی تھی اور صاحبِ در نے اس کو ضابطہ کی شکل میں پیش کردیا، وہ فرماتے ہیں "اگر آمیزش جامد کی ہو تو دارومدار گاڑھا ہونے پر ہے جب تک نام زائل نہ ہو جیسے نبیذ تمر اھ اور انہوں نے بڑا اچھا کام کیا ہے کہ حکم صحیح ہوگیا ہے اگرچہ اس سے ضابطہ ڈھیلا پڑ گیا اور اس صورت میں ایک مزید ضابطہ کی حاجت ہوگئی، تحقیق کا یہ طریقہ ہونا چاہیے، ہمیں یہ بحث چوتھی فصل تک مؤخر کرنی چاہیے تھی جہاں ہم ضابطہ پر گفتگو کریں گے، مگر یہاں ضرورۃً بحث کرنا پڑی ہے تاکہ احکام منقولہ اور ضابطہ میں کسی کو شک وشبہ لاحق نہ ہوجائے وباللہ التوفیق (ت)

---

[1] الدر المختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۴

Marfat.com

ولا اسمہ دون المقید الزائل عنہ اسمہ۔

ذکر کی اور وُہ یہ کہ وضوء مطلق پانی سے جائز ہوتا ہے، اور مطلق پانی وُہ ہے جس کی طبیعت اور نام زائل نہ ہوا ہو نہ کہ مقید پانی سے جس کا نام زائل ہوگیا ہو۔ (ت)

اقول ولم یذکر الطبع لان زوال الطبع یوجب زوال الاسم فذکرہ اولا ایضاحا وحذفہ اٰخرا اجتزاء فھذا القدر مما لاخلاف فیہ لاحد انما الشان فی معرفۃ المطلق والمقید ای معرفۃ انہ متی یزول الاسم فیحصل التقیید فتشمر لاعطاء ضابطۃ فی ذلک تتمیز بھا مواضع زوال الاسم عن محال بقائہ فقال التقیید باحد امرین کمال الامتزاج او غلبۃ الممتزج الخ فلا شك ان کلامہ فیما لم یزل عنہ اسم الماء کما ذکرہ السید لانہ مسوق لبیان مایحصل بہ التقیید والتقیید انما یکون للمطلق فان تقیید المقید تحصیل الحاصل وما المطلق الا مالم یزل عنہ اسم الماء ففیہ الکلام وما کان انکرہ احد لکنہ لایدفع الایراد بل انما منہ منشؤہ فانہ افاد ان الماء المطلق لایتقید فی خلط الجامد الا بالثخونۃ والحکم خلافہ فانہ ربما یتقید قبل ان یثخن کما فی الزعفران والنبیذ وثبوت الحصر اولا بالقصر کما علمت **واقول ثانیا** محال ان یزول اسم الماء عنہ مع بقاء رقتہ الا بتغیر وصف لانہ اذا بقی طبعہ واوصافہ

میں کہتا ہُوں انہوں نے طبیعت کا ذکر نہیں کیا ہے کیونکہ طبیعت کے زائل ہونے سے نام بھی زائل ہوجاتا ہے تو پہلے بطور وضاحت ذکر کیا ہے، اور بعد میں اختصاراً حذف کیا ہے، اور اس میں کسی کا خلاف نہیں، مسئلہ در اصل مطلق و مقید کی پہچان کا ہے، یعنی یہ جاننے کا ہے کہ کب نام زائل ہوگا اور تقیید حاصل ہوگی، تو انہوں نے ایک ضابطہ بیان کیا جس سے یہ معلوم ہوسکے کہ کب زائل ہوگا اور کب باقی رہے گا، تو فرمایا تقیید دو امر میں سے کسی ایک سے ہوگی، یا تو کمالِ امتزاج یا ملنے والی چیز کے غلبہ سے الخ تو اس میں کچھ شک نہیں کہ ان کا کلام اس پانی میں ہے جس سے پانی کا نام زائل نہیں ہُوا ہے جیسا کہ سیّد نے ذکر کیا اس لیے کہ یہ کلام اُس چیز کے بیان کے لیے ہے جس سے تقیید پیدا ہوتی ہے اور تقیید تو مطلق کی ہوتی ہے کیونکہ مقید کی تقیید تو تحصیل حاصل ہے، اور مطلق تو وہی ہے جس سے پانی کا نام زائل نہ ہوا ہو، تو گفتگو اسی میں ہے اور اس کا کسی نے انکار نہیں کیا، مگر اس سے اعتراض مرتفع نہیں ہوتا ہے، بلکہ اس سے تو پیدا ہوتا ہے، کیونکہ اس کا مفہوم تو یہ ہے کہ مطلق پانی جامد کے ملنے سے تب ہی مقید ہوگا جبکہ گاڑھا ہوجائے حالانکہ حکم اس کے برخلاف ہے کیونکہ بسا اوقات وہ گاڑھا ہونے سے پہلے ہی مقید ہوجاتا ہے جیسا کہ زعفران اور نبیذ۔ اور حصر کا ثبوت اولاً تو یہ ہے کہ اس میں قصر ہے

Marfat.com

كما مرثمه لكن هذا هو قضية الاصل المجمع عليه الغير المنخرم ان زوال الاسم يسلب الاطلاق والله تعالٰى اعلم۔

جو گزرا لیکن اس اصل کا یہی تقاضا ہے جس پر قطعی اجماع ہے کہ نام کے زائل ہونے سے اطلاق کی کیفیت ختم ہو جاتی ہے۔ (ت)

ہاں روشنائی وغیرہ کا گاڑھا پانی بر بنائے ضابطہ بھی قابلِ وضو نہیں۔

صنف دوم سیال اشیاء

(۲۹۶ تا ۲۹۸) اقول گلاب کیوڑا بید مشک بلاشبہ مزۂ آب کے خلاف مزہ رکھتے ہیں اور ان کی بُو قوی تر ہے گھڑے بھر پانی میں تولہ بھر اُسے خوشبودار کر دیتا ہے اور مزہ نہیں بدلتا تو بحسب حکم منقول اُس سے وضو جائز رہے گا جب تک اس قدر کثرت سے نہ ملے کہ پانی پر اُس کا مزہ غالب آجائے مگر اہلِ ضابطہ کے نزدیک اُس سے وضو ناجائز ہونا لازم لانه ذو وصفين وقد تغير واحد (کیونکہ یہ دو وصفوں والا ہے اور ایک وصف بدل چکا ہے۔ ت) مگر یہ سخت بعید بلکہ بداہۃً باطل ہے عرفاً لغۃً شرعاً اُس گھڑے بھر پانی کو جس میں چند قطرے گلاب کے پڑے ہیں پانی ہی کہا جائے گا تو وہ یقیناً آبِ مطلق ہے اور اس سے بلاشبہ وضو جائز۔

(۲۹۹ و ۳۰۰) زعفران حل کیا ہوا پانی یا شہاب اگر اتنا ملے کہ پانی کا صرف رنگ بدلے تو حکم مذکور نمبر ۱۲۶ سے وہ پانی قابلِ وضو نہ رہے گا اور اہلِ ضابطہ جائز کہیں گے۔

لانهما من ذوات الثلثة فلا يكفى تغير وصف واحد ولونهما اقوى اوصافهما فيعمل قبل ان يعمل الباقيان۔

کیونکہ یہ تین اوصاف والا ہے تو اس میں ایک کا تغیر کافی نہ ہوگا اور اس کے اوصاف میں سے رنگ قوی تر ہے تو باقی دو کے مؤثر ہونے سے قبل ہی یہ مؤثر ہو جائیگا۔ (ت)

(۳۰۱) یوں ہی پڑیا حل کیا ہوا پانی پانی میں پڑ کر صرف رنگت بدل دے تو کتب مذکورہ کے حکم سے قابلِ وضو نہیں اور اہلِ ضابطہ کے نزدیک بھی ناجائز ہے اگر پڑیا کسی قسم کی بُو نہ رکھتی ہو ورنہ جائز کہیں گے۔

(۳۰۲) آب تربوز سے جب پانی کا صرف مزہ بدلے خود اہلِ ضابطہ نے عدمِ جواز وضو کی تصریح کی کما مر فی ۱۲۸ مگر اُن کا ضابطہ جواز چاہتا ہے۔

لانه ذو الثلثة فلا يكتفى بوصف وطعمه اغلب اوصافه فلا يستلزم غلبته غلبة احد الباقيين۔

کیونکہ یہ تین وصفوں والا ہے، تو ایک وصف پر اکتفاء نہ کیا جائے گا، اور اس کا مزہ اس کے اوصاف میں قوی تر ہے تو اس کے غلبہ سے دُو

Marfat.com

او تغير الوصف وقد نفى هذا في خلط الجامد فلم يبق الا الاول وظهر انه يقول لا يزول الاسم فيه بوجه من الوجوه ما دامت الرقة باقية وهذا هو محل الايراد فاين المحيص نعم ذكر في صدر الكلام لفظ زوال الاسم وهو انما هو تمهيد ضابطة خارجا عنها بيانا للمحوج اليها كما علمت فضلا عن ان يكون قيدا في حكم الجامد۔

ان اوصاف کا اعتبار اس کے مقابل مائع میں کیا ہے اور مقابلہ ملاوٹ کے خلاف ہے، تو انہوں نے قطعاً یہ بات بتائی ہے کہ جامد میں اوصاف سے غلبہ نہیں ہوتا ہے، اور یہی بات شرنبلالی نے اپنے ضابطہ کے خلاصہ میں کہی ہے، انہوں نے کہا کہ اس کو تمام اوصاف کا متغیر ہوجانا مضر نہیں اھ اور نام کا زائل ہونا دو چیزوں میں سے ایک کی وجہ سے ہے، یا تو رقّت کا ختم ہونا یا وصف کا تبدیل ہونا اور یہ چیز جامد کے ملنے کی صورت میں نہیں، تو صرف پہلی صورت میں باقی رہے اور یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ کہتے ہیں جب تک رقت باقی رہے گی نام کسی طرح زائل نہ ہوگا، یہ اعتراض کی صورت ہے، تو چھٹکارے کی کیا سبیل ہو گی؟ ہاں ابتداءِ کلام میں نام کے زائل ہونے کا ذکر کیا تھا، یہ ان کے ضابطہ کی تمہید ہے اس میں داخل نہیں، اس چیز کا بیان ہے کہ ضابطہ کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی، جیسا کہ آپ نے جان لیا، یہ جامد کے حکم میں قید نہیں۔ (ت)

فان قلت اليس قد قال قبل هذا تحت قول المختصر او بالطبخ ان زوال الاسم هو المعتبر في الباب كما تقدم فكان صريح منطوقه الادارة عليه حيث كان **اقول** بلى وهو جملة القول في الباب وما الضابطة الا لتفصيله وبيان انه متى يحصل وقد صرح فيها انه لا يحصل في خلط الجامد الا بالثخونة فانى تنفع الادارة۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ انہوں نے اس سے قبل مختصر کے قول "او بالطبخ" کے تحت فرمایا تھا کہ اس باب میں نام کا زائل ہونا ہی معتبر ہے جیسا کہ گزرا، تو انہوں نے اسی چیز کو صریحاً مدار بنایا جہاں بھی یہ پایا جائے۔ میں کہتا ہوں یہ درست ہے اور اس باب کا خلاصہ یہی ہے، اور ضابطہ تو اس کے بیان اور تفصیل کے لیے ہے اور یہ بتانے کے لیے ہے کہ یہ صورت کب پیدا ہوتی ہے، اور انہوں نے اس میں تصریح کی ہے کہ یہ جامد کے مل جانے میں صرف گاڑھا ہونے سے حاصل ہوتی ہے، تو اس پر مدار رکھنا مفید نہیں۔

الثالث هو بصدد اعطاء ضابطة يميز بين المقيد والمطلق وما الضابطة الا ما يحيط بالصور فيجب ان يستوعب كلامه بيان كل ما يحصل به التقييد اى كل ما يزول به الاسم اذ لا تقييد الا به

سوم: وہ ایک ضابطہ بیان کرنا چاہتے ہیں جو مقید اور مطلق کے درمیان تمیز پیدا کردے اور ضابطہ وہی ہوتا ہے جو تمام صورتوں کا احاطہ کرے تو لازم ہے

Marfat.com

وھی الجادۃ الواضحۃ حیث قال الماء المطلق اذا خالطہ شیئ من المائعات الطاھرۃ کاللبن و الخل و نقیع الزبیب و نحو ذلک علی وجہ زال عنہ اسم الماء بان صار مغلوبا بہ فھو بمعنی الماء المقید اھ لکن ثم عاد[1] الی اعتبار اللون فی مثلہ فقال متصلا بہ ثم ینظر ان کان یخالف لونہ لون الماء یعتبر الغلبۃ فی اللون۔[2]

مطلق پانی میں جب کوئی سیال شے مل جائے جیسے دودھ، سرکہ، منقی کا پانی وغیرہ، اور اس سے پانی کا نام زائل ہوجائے کہ پانی مغلوب ہو تو اب یہ پانی مقید ہے اھ لیکن پھر وہ اس جیسی صورت میں رنگ کے اعتبار کا ذکر کرتے ہیں چنانچہ اسی کے متصل فرماتے ہیں، پھر یہ دیکھا جائیگا کہ اگر اس کا رنگ پانی کے رنگ کے مخالف ہے تو رنگ میں غلبہ معتبر ہوگا۔

(۳۰۵) جس سرکہ کا مزہ رنگ و بُو سے اقوی ہو جب اس کے مزہ و بُو پانی پر غالب آئیں اور رنگ نہ بدلے بحکم مذکور ائمہ قابلِ وضو ہے اور ضابطہ مخالف۔

(۳۰۶) جس سرکہ کا رنگ غالب تر ہو جب اُس سے صرف رنگ بدلے تو اس کا عکس ہے یعنی بحکم ائمہ اُس سے وضو ناجائز اور ضابطہ مقتضی جواز۔

(۳۰۷) دُودھ سے جب پانی کا صرف رنگ بدلے بحکم ائمہ مذکورین قابلِ وضو نہیں اور عجب کہ امام زیلعی نے بھی اُن کی موافقت کی حالانکہ اُن کا ضابطہ مقتضی جواز ہے لانہ ذو الثلثۃ ولونہ اقوی فلا یکفی وصف واحد (کیونکہ یہ تین وصفوں والا ہے اور اس کے اوصاف میں رنگ قوی تر ہے تو ایک وصف پر اکتفاء نہ کیا جائیگا۔ ت) ہاں امام ابن الہمام و دُرر و قدوری و ہدایہ و عنایہ و عمدۃ القاری جانب جواز ہیں کما تقدم کل ذلک ۱۳۴ واللہ تعالٰی اعلم (اس کی پُوری بحث ۱۳۴ میں گزر چکی ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ ت)

تکمیل جزئیات نامحصور ہیں بہتی ہوئی چیز کہ پانی سے کسی وصف میں مخالف ہے اس کے بارہ میں اس اختلاف و اتفاق کا ضابطہ ملاحظہ چند امور سے واضح:

(۱) اگر کوئی وصف نہ بدلے پانی بالاجماع قابلِ وضو ہے۔

---

[1] سیأتی بحمد اللہ تعالٰی تحقیق السر فی ذلک فی سادس ضوابط الفصل الثالث ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

اس کی حکمت تیسری فصل کے چھٹے ضابطہ میں آئے گی ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] بدائع الصنائع الماء المقید سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵

[2] ایضاً

Marfat.com

(۲۸۸) یوں ہی شربت سے وضو ناجائز ہے شکر، بتاشے، مصری، شہد کسی چیز کا ہو نمبر ۸۵ میں ہدایہ وغیرہا کتابوں سے گزرا:

لا یجوز بالاشربۃ[1] (شربتوں سے وضو جائز نہیں۔ ت)

اس پر عنایہ و بنایہ و کفایہ و غایہ میں فرمایا:

ان اراد بالاشربۃ الحلو المخلوط بالماء کالدبس والشہد المخلوط بہ کانت نظیر الماء الذی غلب علیہ غیرہ[2]۔

اگر ان کی مراد "اشربہ" سے میٹھے شربت ہیں جیسے شیرہ اور شہد جو پانی میں ملے ہوں تو اس پانی کی نظیر ہے جس پر کوئی دوسری چیز غالب ہوگئی ہو۔ (ت)

مجمع الانہر میں ہے:

قال صاحب الفرائد المراد من الاشربۃ الحلو المخلوط بالماء کالدبس والشہد[3]۔

صاحب الفرائد نے فرمایا اشربہ سے مراد میٹھا شربت ہے جو پانی میں شامل ہوگیا ہو جیسے شیرہ اور شہد۔ (ت)

مگر اصحاب ضابطہ غیر تجرو دُرر پر لازم کہ اُس سے وضو جائز مانیں جب تک پانی کی رقت نہ زائل ہو اور یہ شربت میں عادۃً نہیں ہوتا شکر، بتاشے، مصری تو ظاہر ہیں اور یوں ہی شہد جبکہ جما ہوا ہو مگر یہ اُسی وجہ سے صحیح نہیں کہ شربت کو پانی نہیں کہتے نام بدل گیا تو آب مطلق نہ رہا۔

(۲۸۹) یُوں ہی دوا کا خیساندہ قابلِ وضو نہیں اگرچہ گاڑھا نہ ہوگیا ہو کہ وہ دُوا کہلائیگی نہ پانی مگر اہل ضابطہ پر جواز لازم۔

(۲۹۰ تا ۲۹۵) یونہی کسم، کیسر، رنگت کی پڑیاں جب پانی میں اس قدر ملیں کہ رنگنے کے قابل ہوجائے کسیس، مازو، روشنائی مل کر حرف کا نقش بننے کے لائق ہوجائے بحکم تجنیس و فتح القدیر و حلیہ و معراج الدرایہ و بحر الرائق و دُرمختار و قنیہ و ہندیہ و فتح اللہ المعین و امام جرجانی جس کی عبارات نمبر ۱۲۴ میں گزریں اُس سے وضو جائز نہیں کہ وہ رنگ یا سیاہی یا روشنائی کہلائے گا نہ پانی مگر بحکم ضابطہ جواز ہے خصوصاً پڑیا کا پانی کہ بہت کم مقدار میں ملائی جاتی ہے جس کا پانی کی رقت پر اثر نہیں ہوسکتا۔

اقول وھو وان کان ظاھر عامۃ الکتب میں کہتا ہوں اگرچہ ظاہر عام کتب کا وہی ہے

---

[1] الہدایۃ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالایجوز بہ مطبع عربیہ کراچی ۱/۱۸
[2] الکفایۃ مع فتح القدیر " " مطبع نوریہ رضویہ
[3] ایضاً

Marfat.com

فصل ثانی مطلق ومقید کی تعریف میں۔

یہاں عبارات علما مختلف آئیں،

اما لفظا او معنی ایضا فمنہا صحیح وخلافہ والصحیح منہا حسن واحسن فنذکرھا ومالہا وعلیہا لیتبین المنتجب من المجتنب، فیراعی معیارا فی کل مطلب، واللّٰہ الموفق ماغیرہ رب۔

یا تو لفظاً یا معنیً بھی، ان میں سے کچھ صحیح ہیں اور کچھ اس کے برخلاف صحیح میں سے کچھ حسن اور کچھ احسن ہیں، تو اب ہم انہیں اور ان پر جوابحاث ہیں انہیں ذکر کرتے ہیں تاکہ صحیح اور غلط ظاہر ہو تاکہ ہر بحث میں معیار کی رعایت کی جاسکے (ت)

اوّل مطلق وُہ کہ شے کی نفس ذات پر دلالت کرے کسی صفت سے غرض نہ رکھے نہ نفیاً نہ اثباتاً قالہ فی الکفایۃ (یہ تعریف کفایہ میں ہے۔ ت) اور مقید وہ کہ ذات کے ساتھ کسی صفت پر بھی دال ہو، عنایہ میں ہے:

ان اللّٰہ تعالٰی ذکر الماء فی الاٰیۃ مطلقا والمطلق مایتعرض للذات دون الصفات ومطلق الاسم ینطلق علی ھذہ المیاہ[1] اھ ای ماء السماء والاودیۃ والعیون والاٰبار ذکرہ مستدلا علی جواز التوضی بہا بقولہ تعالٰی وانزلنا من السماء ماء طھورا۔

اللّٰہ تعالٰی نے آیۂ مبارکہ میں پانی کو مطلق ذکر کیا ہے، اور مطلق وُہ ہے جس میں صرف ذات کا ذکر ہو صفات کا نہ ہو، اور پانی کا مطلق نام انہی پانیوں پر بولا جاتا ہے اھ یعنی آسمان، وادیوں، چشموں اور کنوؤں کے پانیوں پر، اس کا ذکر وضو کے جواز کے سلسلہ میں کیا ہے فرمانِ الٰہی ہے وانزلنا من السماء ماءً طھوراً۔ (ت)

اقول ھذا ھو المطلق الاصولی ولیس مراداھٰہنا قطعا فانہ مقسم المقیدات وھذا اقسیمہا وھو ینطلق علی جمیع المقیدات فیلزم جواز التوضی بہا بل المطلق ھٰہنا مقید بتعین الاطلاق فی مرتبۃ بشرط لاشیئ ای مالم یعرض لہ مایسلب عنہ اسم السماء

میں کہتا ہوں یہ اصولی مطلق ہے اور وہ یہاں قطعاً مراد نہیں کیونکہ وہ مقیدات کا مقسم ہے اور یہ اُن کا قسیم ہے اور یہ تمام مقیدات پر جاری ہے تو ان تمام سے وضو کا جواز لازم آتا ہے بلکہ مطلق یہاں بقید اطلاق مقید ہے اور بشرط لاشیئ کے مرتبہ میں ہے، یعنی اس کو جب تک ایسی چیز لاحق نہ ہو جو اس سے

---

[1] العنایۃ مع فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضو ومالایجوز نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۰

Marfat.com

باقیماندہ وصفوں میں سے کسی ایک کا غلبہ لازم نہیں آئے گا۔ (ت)

(۳۰۳) سپید انگور کے سرکہ کی جب صرف بُو پانی میں آجائے غالب نہ ہو بحکم بدائع منقول نمبر ۱۲ قابل وضو ہے مگر بروئے ضابطہ جواز نہ چاہئے لانہ ذو وصفین وقد تغیر احدھما (کیونکہ یہ دو وصفوں والا ہے اور ایک وصف بدل چکا ہے۔ ت)

(۳۰۴) سرکہ رنگت بھی رکھتا ہے اور اُس کی بُو سب اوصاف سے اقوٰی ہے اگر پانی میں اُس کا مزہ اور بُو آجائے اور رنگ نہ بدلے بحکم منقول مصرح امام ملک العلماء و امام اسبیجابی و امام فخر الدین زیلعی و نجم الدین زاہدی وزاد الفقہاء و امام ابن امیر الحاج حلبی مذکور نمبر ۱۲ قابلِ وضو ہے مگر اتباعِ ضابطہ نے عدم جواز کی تصریح کی، غنیہ میں ہے:

انکان یخالفہ فی الاوصاف کلھا کالخل فالمعتبر غلبۃ اکثرھا[1]۔

اگر وُہ پانی کے تمام اوصاف میں اس کے مخالف ہے جیسے سرکہ تو معتبر ان میں سے اکثر کا غالب ہونا ہوگا۔ (ت)

نور الایضاح و مراقی الفلاح میں ہے:

الغلبۃ توجد بظہور وصفین من خل لہ لون وطعم وریح ای وصفین منہا ظہرا منعا صحۃ الوضوء ولو واحد لایضر لقلتہ[2]۔

سرکہ کے وصفوں میں سے دو کے ظہور سے غلبہ پایا جائیگا کیونکہ اس کے تین اوصاف ہیں مزہ، رنگ اور بُو، کوئی سے دو وصف ان میں سے غالب ہوجائیں تو اس سے وضو نہیں ہوسکتا ہے اور اگر ایک وصف متغیر ہوا ہے تو کم ہونے کی وجہ سے مضر نہیں۔ (ت)

رد المحتار میں ہے:

فالغلبۃ بتغیر اکثرھا وھو الوصفان فلا یضر ظہور وصف واحد فی الماء من اوصاف الخل[3] اھ

تو اعتبار اکثریت کے تغیر کا ہے اور یہ دو وصف ہیں تو سرکہ کے صرف ایک وصف کا پانی میں ظاہر ہونا کچھ مضر نہ ہوگا۔ (ت)

اقول وقد کان ملک العلماء قدس سرہ احال الامر اولا علی زوال الاسم

میں کہتا ہوں ملک العلماء نے پہلے تو مدار نام کے زائل ہونے پر رکھا تھا، اور یہی صحیح بھی تھا وُہ فرماتے ہیں

---

[1] غنیۃ المستملی فصل فی بیان احکام المیاہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۹۱
[2] مراقی الفلاح کتاب الطہارت الامیریۃ ببولاق مصر ص ۱۶
[3] رد المحتار باب المیاہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۱۳۴

Marfat.com

ومجمع الانھر اذ ذکروا المطلق الاصولی ثم قالوا وامرین ھھنا مایسبق الی الافہام[1] الخ

سب نے اصولی مطلق کا ذکر کیا ہے، پھر فرمایا ہے، یہاں وہی مراد جو ذہنوں کی طرف سبقت کرتا ہے الخ (ت)

دوم مطلق وہ کہ اپنی تعریف ذات میں دوسری شے کا محتاج نہ ہو اور مقید وہ کہ جس کی ذات بے ذکر قید نہ پہچانی جائے،

ذکرہ فی مجمع الانھر علی جھۃ التمریض فقال ویقال المطلق مالایحتاج فی تعریف ذاتہ الی شیئ اٰخر والمقید مالایتعرف ذاتہ الا بالقید[2] اھ

اس کو مجمع الانہر میں ناپسندیدہ قول کے طور پر بیان کیا ہے فرمایا اور کہا جاتا ہے کہ مطلق وہ ہے جو اپنی ذات کی تعریف میں کسی دوسری چیز کا محتاج نہیں ہوتا ہے اور مقید وہ ہے جس کی ذات قید کے بغیر نہیں جانی جاتی ہے اھ (ت)

اقول وھو بظاھرہ افسد من الاول فان شیئا ماقط لایحتاج فی تعریف ذاتہ الی شیئ اٰخر ولکن المقصود انہ الباقی علی طبیعۃ الماء وصرافۃ المائیۃ لم یداخلہ مایخرجہ عن طبعہ او یجعلہ فی العرف مرکبا مع غیرہ فیصیر ذاتا اخری غیر ذات الماء لا یطلق علیہ محض اسم الماء ولا تعرف ذاتہ باطلاقہ واوضح منہ قول الغنیۃ ھو مایسمی فی العرف ماء من غیر احتیاج الی تقیید فی تعریف ذاتہ[3] اھ وھو ماخوذ عن الامام حافظ الدین فی المستصفی کما سیأتی ان شاء اللہ تعالٰی۔

میں کہتا ہوں، یہ بظاہر پہلے سے بھی زیادہ غلط ہے کیونکہ کوئی چیز بھی اپنی ذات کی تعریف میں کسی دوسری چیز کی محتاج نہیں ہوتی ہے، لیکن مقصود یہ ہے کہ وہی پانی کی طبیعت پر باقی ہے، اور پانی کی طبیعت میں کوئی ایسی چیز داخل نہیں ہوئی جو اس کو اس کی طبیعت سے خارج کردے یا عرف میں اس کے غیر کے ساتھ مرکب کردے تو وہ پانی کے علاوہ دوسری چیز بن جائے جس پر محض پانی کے نام کا اطلاق نہ ہو، اور اس کے اطلاق سے اس کی ذات نہ پہچانی جائے، اور اس سے زیادہ واضح غنیہ کی عبارت ہے کہ وہ، وہ ہے جو عرف میں پانی کہلاتا ہے، اس کی ذات کی تعریف میں کسی تقیید کی حاجت نہ ہو اھ یہ تعریف امام حافظ الدین نے مستصفی میں کی ہے، جیسا آئیگا ان شاء اللہ تعالٰی۔ (ت)

---

[1] مجمع الانہر — تجوز الطہارۃ بالماء المطلق — مطبعہ عامرہ مصر ۱/۲۷

[2] " " " " "

[3] غنیۃ المستملی — احکام المیاہ — سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۸۸

Marfat.com

(۲) مخالفت اگر صرف رنگ یا مزہ میں ہے اور وہ بدل جائے بالاتفاق قابلِ وضو نہیں۔

تنبیہ: بدلنے سے کیا مراد ہے اس کی تحقیق اِن شاء اللہ العزیز فصل سوم میں آئے گی۔

(۳) اگر دو وصف میں مخالفت ہے اور دونوں بدل جائیں بالاتفاق عدمِ جواز ہے۔

(۴) اگر صرف رنگ و مزہ یا رنگ و بُو میں تخالف ہے اور رنگ بدلے تو بالاتفاق ناقابل ہے اور دوسرا بدلے تو بحکم منقول جواز اور برُوئے ضابطہ ناجائز۔

(۵) اگر صرف مزہ و بُو میں اختلاف ہے اور مزہ بدلے تو بالاتفاق اور بُو بدلے تو صرف برُوئے ضابطہ عدم جواز ہے منقول جواز۔

(۶) اگر تینوں وصف مختلف ہیں اور سب بدل جائیں بالاتفاق ناجائز۔

(۷) اگر اس صورت میں صرف مزہ یا بُو بدلے بالاتفاق جواز ہے اور فقط رنگ بدلے تو بحکم منقول ناجائز اور بحکم ضابطہ جواز۔

(۸) اسی صورت میں اگر رنگ و بُو یا رنگ و مزہ بدلیں بالاتفاق ناجائز اور مزہ و بُو بدلیں تو ضابطہ پر ناجائز اور منقول جواز۔

(۹) تخالف و تبدل دونوں کی جمیع صور کا احاطہ تو ان آٹھ میں ہوگیا، رہا یہ کہ تبدل کی کون سی صورت کہاں ممکن ہے اُس کا بیان یہ کہ جو ایک ہی وصف میں مخالف ہے ظاہر ہے کہ وہ تو اُسی کو بدل سکتا ہے اور اگر دو میں تخالف ہے تو تین صورتیں ہیں اوّل اقوی ہوگا یا دوم یا دونوں مساوی، یعنی بدلیں تو دونوں ایک ہی ساتھ بدلیں اُن میں آگا پیچھا نہیں اگر ایک اقوی ہے تو ایک کے تغیر میں اُسی کا تغیر ہوگا صرف دوسرے کو متغیر فرض نہیں کرسکتے ہاں دونوں کا بدلنا تینوں صورتوں میں ہوسکتا ہے۔

(۱۰) اگر تینوں وصف مختلف ہیں تو اس میں سات احتمال ہیں، اوّل اقوی ہو یا دوم یا سوم یا اول و دوم یا اول و سوم یا دوم و سوم یا سب مساوی جن میں ایک اقوی ہو تنہا ایک کے تبدل میں وہی مفروض ہوسکتا ہے اور دو کے تبدل میں ایک وہ ہونا ضرور۔ اُس کے بغیر باقی دونوں کا تنہا یا معاً تغیر فرض نہیں کرسکتے اور دو اقوے ہیں تو اُس میں نہ ایک کا تبدل ہوسکتا ہے نہ ایسے دو کا جن میں ایک وہ تیسرا ہو، ہاں تینوں بدل سکتے ہیں اور جہاں تینوں مساوی ہیں وہاں یہی صورت فرض ہوسکتی ہے کہ سب بدل جائیں یا کوئی نہ بدلے واللہ تعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا و مولٰنا محمد الکریم الاکرم وعلٰی اٰلہ وصحبہ وابنہ و حزبہ و بارك وسلم آمین والحمد للہ رب العٰلمین۔

Marfat.com

غیر او صافه کاللبن والخل والعصیر و نحو ذلك۔

اس میں کوئی ایسی مائع شے شامل ہو جائے جو اس کی رقت کو ختم نہ کرے خواہ اُس کے دوسرے اوصاف میں تغیر پیدا کرے، جیسے دودھ، سرکہ، عرق وغیرہ۔ (ت)

پنجم مطلق وہ جس کےلیے کوئی نیا نام نہ پیدا ہوا، ہدایہ میں فرمایا:

قال الشافعی رحمه الله تعالیٰ لا یجوز التوضی بماء الزعفران واشباهه ممالیس من جنس الارض لانه ماء مقید الاتری انه یقال ماء الزعفران بخلاف اجزاء الارض لان الماء لایخلو عنها عادة ولنا ان اسم الماء باق علی الاطلاق الاتری انه لم یتجدد له اسم علی حدة واضافته الی الزعفران کاضافته الی البئر والعین اھ[1]

امام شافعی نے فرمایا وہ اشیاء جو زمین کی جنس سے نہیں ہیں جیسے زعفران کا پانی وغیرہ اُن سے وضو جائز نہیں، کیونکہ وہ مقید پانی ہے، اس لیے اس کو زعفران کا پانی کہتے ہیں، بخلاف زمینی اجزاء کے، کیونکہ عام طور پر کوئی پانی زمینی اجزاء سے خالی نہیں ہوتا ہے، اور ہماری دلیل یہ ہے کہ پانی کا نام علی الاطلاق باقی ہے اور اس کا کوئی نیا نام وضع نہیں ہوا ہے اور اس کی اضافت زعفران کی طرف ایسی ہی ہے جیسے پانی کی اضافت کنویں یا چشمے کی طرف ہوتی ہے اھ (ت)

اقول ظاہرہ منتقض بالحمیم فقد حدث له اسم لم یکن فان قلت اسم الماء باق علیه فالمراد ماتجدد له اسم مع انتفاء اسم الماء الاتری الی قوله ان اسم الماء باق علی الاطلاق اقول اولا قوله قدس سرہ لم یتجدد له مفصول عما قبله الاتری الی قوله الاتری فقد جعله دلیلا علی بقاء الاسم لا ان بقاء الاسم ماخوذ فیه وثانیا بقاء الاسم علی الاطلاق کاف علی الاطلاق لایحتاج بعدہ الی عدم حدوث ولا یضر معه الف حدوث فضمه الیه یجعله لغوا۔ ھذا ورد الفاضل عصام فی حاشیته بانه منقوض

میں کہتا ہوں بظاہر اس پر گرم پانی کا اعتراض وارد ہوتا ہے کیونکہ اس پر ایک ایسا نام بولا جارہا ہے جو پہلے نہ تھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس میں بھی پانی کا نام باقی ہے تو مراد یہ ہے کہ جس کا نیا نام پڑ گیا ہو اور پانی کا نام ختم ہوگیا ہو، چنانچہ انہوں نے فرمایا "پانی کا نام علی الاطلاق باقی ہے" میں کہتا ہوں اوّل تو ان کا قول "لم یتجدد له" ماقبل سے منفصل اور الگ ہے چنانچہ انہوں نے فرمایا ہے "الاتری" تو اس کو انہوں نے نام کے باقی رہنے پر دلیل بنایا ہے یہ نہیں کہ نام کا باقی رہنا اس میں ماخوذ ہے، ثانیاً نام کا علی الاطلاق باقی رہنا اطلاق کے لیے کافی ہے اس کے بعد وہ عدم حدوث کا محتاج نہیں اور اس کے ہوتے ہوئے ہزار حدوث بھی مضر نہیں، تو

---

[1] الہدایۃ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء وما لایجوز بہ مطبع عربیہ کراچی ۱/۱۸

Marfat.com

المرسل ولاشك ان هذا متعرض لوصف زائد علی نفس الذات فالمطلق ھھنا قسم من المقید وقسیم لسائر المقیدات وقد تنبہ لھذا السید العلامۃ الشامی فنبہ علیہ بقولہ واعلم ان الماء المطلق اخص من مطلق ماء لاخذ الاطلاق فیہ قیدا ولذا صح اخراج المقید بہ واما مطلق ماء فمعناہ ای ماء کان فید خل فیہ المقید المذکور ولایصح ارادتہ ھھنا[1] اھ ووقع فی البحر بعد ما عرف المطلق بما یأتی والمطلق فی الاصول ھو المتعرض للذات دون الصفات لا بالنفی ولا بالاثبات کماء السماء والعین والبحر[2] اھ فقد کان یفھم بالمقابلۃ انہ لیس مرادا ھھنا لکن جعل المیاہ المطلقۃ مثالا لہ صرف الکلام الی الایھام فالاحسن ما فی الکافی والبنایۃ

مطلق پانی کا نام سلب کرلے، اور اس میں شک نہیں کہ یہ نفس ذات پر ایک زائد وصف کی طرف اشارہ ہے تو مطلق یہاں مقید کی قسم ہے اور باقی مقیدات کا قسیم ہے علامہ شامی نے اس کو محسوس کرتے ہوئے فرمایا "جاننا چاہیے کہ ماءِ مطلق مطلق ماء سے اخص ہے کیونکہ اس میں اطلاق کی قید ہے، اس لیے مقید کا اس سے خارج کرنا درست ہے، اور مطلق ماء کے معنی ہیں کوئی بھی پانی ہو تو اس میں مذکور مقید بھی داخل ہوگا، اور یہاں اس کا ارادہ صحیح نہیں ہے اھ بحر میں مطلق کی تعریف کے بعد ہے "مطلق اصول میں معترض ذات کو بیان کرتا ہے نہ کہ صفات کو، نہ نفی سے نہ اثبات سے، جیسے آسمان، چشمہ اور دریا کا پانی اھ مقابلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہاں مراد نہیں ہے لیکن مطلق پانیوں کی اس کی مثال بنانا کلام میں ایہام پیدا کرنا ہے تو احسن وہی ہے جو کافی، بنایہ اور مجمع الانہر میں ہے۔ ان

عہ وفی غایۃ البیان المراد ھنا ما یفھم بمجرد اطلاق اسم الماء والا فالمیاہ المذکورۃ لیست بمطلقۃ لتقییدھا بصفۃ وفی اصطلاح اھل الاصول ھو المتعرض للذات دون الصفۃ اھ اقول لا وجود للمطلق فی الاعیان الا فی ضمن المقید فلا تخصیص للمیاہ المذکورۃ ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

اور غایۃ البیان میں ہے کہ مراد یہاں پر وہ ہے جو محض ماء کے نام کے اطلاق سے سمجھا جاتا ہے ورنہ مذکورہ پانی مطلق پانی نہیں کیونکہ یہ پانی کسی صفت سے مقید ہیں، اور اصولیین کے نزدیک مطلق وہ ہے جو صرف ذات کو بتائے نہ کہ صفت کو اھ میں کہتا ہوں مطلق کا وجود اعیان میں نہیں مقید کے ضمن ہی میں ہوتا ہے، تو مذکورہ پانیوں میں تخصیص نہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۲

[2] بحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۶

Marfat.com

تعالیٰ عنہ استدل علی کونہ ماءً مقیدًا بانہ یقال لہ ماء الزعفران فاحتاج الی التقیید وکل ما احتاج الی التقیید مقید و اجاب عنہ الشیخ قدس سرہ بمنع و معارضۃ اما المنع فقولہ و اضافتہ الی الزعفران الخ ای لانسلم ان کل اضافۃ للاحتیاج بل ربما یکون لتعریف شیٔ وراء الذات کماء البئر والعین و اما المعارضۃ فقولہ ان اسم الماء باق الخ فاستدل علی الاطلاق ببقاء اسم الماء المطلق وعلی بقائہ بانہ لم یتجدد لہ اسم فلا بد من ضم الکلیۃ القائلۃ ان کل ما لم یتجدد لہ اسم فاسم المطلق باق علیہ فنقض المعترض الکلیۃ بماء الباقلاء و نحوہ ولا یمسہ الجواب بالاکثریۃ لانتفاء التعدیۃ وثانیا اللازم من قولہ الغالب فی المقید تجدد الاسم اکثریۃ الاستلزام للتجدد من جہۃ التقیید ای اکثر المقیدات متجددات والنافع^ع لہ اکثریۃ الاستلزام للاطلاق من جہۃ عدم التجدد ای اکثر ما لم یتجدد لہ اسم فہو مطلق لیلحق ھذا الذی لم یتجدد لہ اسم بالاکثر الاغلب لکن لا یلزم ھذا من ذلک بل یمکن ان یکون اکثر ما تقید تجدد

کہ امام شافعی نے اس کے مقید پانی ہونے پر اس طرح استدلال کیا ہے کہ اس کو زعفران کا پانی کہا جاتا ہے تو اس میں قید کی ضرورت ہوئی اور ہر وہ چیز جس میں قید کی ضرورت ہو مقید ہوتی ہے تو اس کا جواب شیخ قدس سرہ نے منع اور معارضہ کے ساتھ دیا ہے۔ منع تو اس اعتبار سے، پس ان کا قول و اضافتہ الی الزعفران الخ یعنی ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ ہر اضافت احتیاج کے لیے ہے، بلکہ اضافت کبھی کسی شے کی تعریف کے لیے ہوتی ہے، ذات کے علاوہ جیسے کنویں کا پانی چشمے کا پانی، باقی رہا معارضہ تو ان کا قول ان اسم الماء باق الخ تو انہوں نے اطلاق پر مطلق پانی کے نام کے باقی ہونے سے استدلال کیا ہے اور اس کے باقی رہنے پر اس طرح استدلال کیا ہے کہ اس کا کوئی نیا نام نہیں پڑا ہے، تو اس میں یہ قاعدہ کلیہ ملانے کی ضرورت ہے کہ ہر وہ پانی جس کا نیا نام نہ پڑا ہو تو مطلق کا نام اس پر باقی ہے تو معترض نے اس کلیہ پر نقض وارد کیا ہے باقلی وغیرہ کے پانی سے، اور اکثریت والے جواب کا اس سے تعلق نہیں ہے کیونکہ اس میں "تعدیہ" نہیں پایا جاتا ہے اور ثانیا، لازم ان کے قول "مقید میں غالب نام کا تجدد ہے" سے تجدد من جہۃ التقیید کے استلزام کی اکثریت ہے، یعنی اکثر مقیدات، متجدد ہیں حالانکہ ان کے حق میں نفع بخش اطلاق من جہۃ عدم التجدد کے

ع ای فی توجیہ کلام الامام المصنف قدس سرہ لجعل ماء الزعفران من المیاہ المطلقۃ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

یعنی مصنف کے کلام کی توجیہ میں زعفران کے پانی کو مطلق پانیوں میں شمار کرنے کے لیے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

Marfat.com

سوم مطلق وُہ کہ اپنی پیدائشی اوصاف پر باقی ہو، خزانۃ المفتین میں شرح طحاوی سے ہے:

هو الباقی علی اوصاف خلقته[1] اقول ان اس ید بالاوصاف الاوصاف الثلٰثة خاصة اومع الرقة و السیلان انتقض بنقوع الحمص والباقلا وما خلط بصابون و اُشنان ولو طبخ بهما اوبسد ر ما دام باقیا علی رقته وکذا اما الق فیه تمیرات فحلا ولم یصر نبیذ التغیر اوصافها کلا اوبعضا مع جواز الوضوء بها اتفاقا وکذا بما خلط بمائع موافق فی الاوصاف اکثرمنه اومساویا مع امتناع الوضوء به وفاقا فانتقض طرداوعکسا وان ارید الاعم التسع الخرق فانتقض بنحو الحمیم ایضا۔

یہ وہ ہے جو اپنے پیدائشی اوصاف پر باقی ہے، میں کہتا ہوں اگر اوصاف سے محض اوصاف ثلثہ مراد ہیں، یا مع رقت وسیلان کے، تو اس پر چنوں اور باقلیٰ کے پانی سے اعتراض ہے، اور اس پانی سے اعتراض ہے جس میں صابون اور اُشنان ملایا گیا ہو، اگرچہ ان دونوں کے ساتھ پکایا گیا ہو، یا جھربیری کے ساتھ پکایا گیا ہو جب تک اُس میں رقت باقی ہو، اور اسی طرح وہ پانی جس میں کھجوریں ڈالی گئی ہوں اور میٹھا ہوگیا ہو اور نبیذ نہ بنا ہو کیونکہ اسکے اوصاف میں کلی یا جزوی تغیر پیدا ہوگیا ہے حالانکہ اس کے ساتھ وضو اتفاقاً جائز ہے اور اسی طرح وُہ پانی جو کسی مائع (سیّال) سے مل گیا ہو جو پانی کے اکثر اوصاف میں اس کے مشابہ ہو یا مساوی ہو حالانکہ اس سے وضو اتفاقاً ناجائز ہے یہ طرداً وعکساً منتقض ہوگیا، اور اگر عام کا ارادہ کیا ہو تو نقض وسیع ہوجائیگا تو گرم پانی کی مثل سے بھی نقض وارد ہوگا۔ (ت)

چہارم مطلق وُہ کہ اپنی رقت وسیلان پر باقی ہو شلبیہ علی الزیلعی میں ہے:

الماء المطلق ما بقی علی اصل خلقته من الرقة و السیلان فلو اختلط به طاهر اوجب غلظه صار مقیدا[2] اھ یحیٰی اھ

مطلق پانی جب تک ہے کہ اپنی اصل خلقت پر ہو، یعنی اس میں رقت اور سیلان باقی ہو اور جب اس میں کوئی پاک چیز مل کر اس میں گاڑھاپن پیدا کردے تو وہ مقید ہوجائیگا اھ یحیٰی اھ (ت)

اقول هذا افسد وقد تضمن سابقه الرد علیه ویزید هذا انتقاضا بما خالط بکل مائع لایسلبه رقته وان

میں کہتا ہوں یہ اور بھی زائد فاسد ہے، اور گزشتہ بحث میں اس پر رد ہوچکا ہے اور اس پر یُوں بھی اعتراض وارد ہوتا ہے اُس کے ساتھ کہ

---

[1] طحطاوی علی الدر المختار باب المیاہ بیروت ۱/۱۰۲

[2] شلبی علی التبیین کتاب الطہارت الامیریہ بولاق مصر ۱/۱۹

Marfat.com

التمسك بغلبة التجدد فی المقید من دون حاجة الیٰ غلبة الاطلاق فی اللامتجدد۔

دلالت کرتا ہے، جیسا کہ لازم کلی کا انتفاء ملزوم کے انتفاء پر قطعاً دلالت کرتا ہے، اور اس کا حاصل مقید میں غلبہ تجدد سے استدلال ہے اور لا متجدد میں غلبہ اطلاق کی حاجت نہیں ہے۔ (ت)

اقول انما یظن ما ھو اکثروا لاکثریة فی استلزام وجود ا لوجود ب لاتستلزم اکثریة استلزام انتفاء ب لانتفاء ا ففی مثلہ انما یظن بوجود اللازم عند تحقق الملزوم لا بانتفاء الملزوم عند انتفاء اللازم۔

میں کہتا ہوں جو اکثر ہو اسی کا ظن ہوتا ہے ا کے وجود کی اکثریت کا ب کے وجود کی اکثریت کو مستلزم ہونا ا کے انتفاء کی وجہ سے ب کے انتفاء کے استلزام کی اکثریت کو مستلزم نہیں تو اس جیسی صورت میں ملزوم کے وجود کے تحقق کے وقت لازم کے وجود کا ظن ہوتا ہے نہ کہ انتفاء ملزوم بوقت انتفاء لازم کے۔ (ت)

وثالثا ما الفارق[۱] بین ماء الباقلاء وماء الزعفران حتی کان ھذا مشتبھا فالحق بالغالب وذاک متعینا فلم یلحق واما السؤال[عه] فلان ماء الباقلاء اسم جدید

ثالثاً، کیا فرق ہے باقلی کے پانی اور زعفران کے پانی میں، کہ اس کو مشتبہ قرار دیا جائے، اور غالب سے لاحق کیا جائے اور وہ متعین ہے تو لاحق نہ کیا جائے گا باقی رہا سوال تو باقلاء کا پانی نیا نام ہے، پانی کے نام

عه ثم رأیت اجاب عنہ فی البنایة بان المضاف ھھنا خارج من المضاف الیہ بالعلاج فلا یجوز وان لم یتجدد لہ اسم اھ

اقول تسلیمه[۲] عدم تجدد الاسم قد عرفت ما فیہ وما قالہ مبنی علی ما ذکرہ[۳] فی تعریف اضافة التقیید وسیأتی ما فیہ بعونہ تعالٰی وعلٰی کل فقد سلم ان التعریف بتجدد الاسم غیر جامع ثم قال وقال تاج الشریعة الدلیل یقتضی الجواز ولکن الطبخ والخلط یثبتان نقصانا فی کونہ

پھر میں نے دیکھا انہوں نے بنایہ میں اس کا جواب دیا کہ یہاں مضاف، مضاف الیہ سے خارج ہے علاج کی وجہ سے تو جائز نہیں اگرچہ اس کا نیا نام نہ ہو اھ

میں کہتا ہوں نام کے نیا نہ ہونے کا تسلیم کرنا، اس پر جو اعتراض ہے وہ آپ نے جان لیا، اور جو انہوں نے کہا ہے وہ اس چیز پر مبنی ہے جس کو انہوں نے اضافت تقیید کی تعریف میں ذکر کیا ہے، اور یہ عنقریب آئے گا اور بہرحال یہ تعریف کہ نام نیا ہوجائے جامع نہیں اس کو انہوں نے تسلیم کیا ہے پھر کہا کہ تاج الشریعة نے فرمایا دلیل جواز کا تقاضا کرتی ہے

(باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

بماء الباقلاء حيث لم يتجدد له اسم ولم يبق ماء مطلقا ثم قال والجواب ان المراد هو الاستلزام الاكثری فان الغالب فی المقيد تجدد الاسم كالخبز[1] والمرقة والصبغ ونحو ذلك بخلاف المطلق وهذا القدر كاف فی غرضنا اذ الاولی فی الفرد[1] الذی يشتبه حاله ان يلحق بالاكثر الاغلب[1] اھ وتعقبه العلامة سعدی افندی بقوله لك ان تمنع الاكثرية الاترى الی ماء الورد وماء الهندباء وماء الخلاف واشباهها[2] اھ

اس کا اُس کے ساتھ ملا دینا اس کو لغو قرار دے گا۔ یہ عصام نے اپنے حاشیہ میں لکھا کہ اس پر باقلاء کے پانی سے اعتراض وارد ہو گا اس لیے کہ اس کا کوئی نام نیا نہیں پیدا ہوا اور مطلق پانی بھی نہ رہا، پھر فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ مراد استلزام اکثری ہے، کیونکہ مقید میں عام طور پر نام نیا ہو جاتا ہے، جیسے روٹی، شوربہ اور رنگ وغیرہ بخلاف مطلق کے، اتنی مقدار ہماری غرض میں کافی ہے، کیونکہ اولیٰ اُس فرد میں جس کا حال مشتبہ ہو یہ ہے کہ اس کو اکثر و اغلب سے لاحق کیا جائے اھ اس پر علامہ سعدی آفندی نے تعاقب کیا، اور فرمایا اس میں اکثریت کے وجود کا انکار کیا جا سکتا ہے، جیسے گلاب کا پانی، کاسنی کا پانی، اور بید کا پانی اور اسی طرح دوسری اشیاء کا پانی اھ (ت)

اقول السؤال والجواب والتعقب كل ذلك نداء من وراء حجاب اما[1] التعقب فلان كثرة ما يقال له ماء كذا لا تنفی اكثرية ما تجددت له الاسماء وهی معلومة قطعا بلا امتراء واما الجواب فاولا[2] حاصل الجدل ان الامام الشافعی رضی الله

میں کہتا ہوں سوال و جواب اور تعقب، یہ سب پردے کے پیچھے پکارنا ہے۔ تعقب تو اس لیے کہ جن اشیاء کو کہا جاتا ہے کہ "فلاں چیز کا پانی" ان کی کثرت، اُن اشیاء کے اکثر ہونے کے منافی نہیں جن کے نام نئے پڑ گئے ہوں اور یہ بلا شبہ معلوم ہیں، اور جواب کی بابت اولاً تو یہ ہے کہ جھگڑے کا حاصل یہ ہے

---

[1] اقول من العجب عد الخبز من المياه المقيدة۔ (م)

میں کہتا ہوں بڑے تعجب کی بات ہے کہ روٹی کو مقید پانیوں میں شمار کیا ہے۔ (ت)

[2] ای فيلحق ماء الزعفران بالماء المطلق وماء الباقلاء لتبين حالہ بالمقيد وان لم يتجدد له ايضا اسم اذ لا ندعی ان كل لا متجدد مطلق ۱۲ منه غفر له۔

یعنی زعفران کے پانی کو مطلق پانی اور باقلی کے پانی سے ملحق کیا جائیگا تاکہ اس کا حال مقید سے جدا ہو جائے، اگرچہ اس کا بھی کوئی نیا نام نہیں پڑا ہے کیونکہ ہمارا یہ دعوٰی نہیں ہے کہ ہر وہ پانی جس کا نیا نام نہ ہو وہ مطلق ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] حاشیہ سعدی چلپی مع الفتح القدیر نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۳
[2] ایضاً ۱/۶۴

Marfat.com

المقیدة ما لایتجدد لہ اسم فی العرف لعدم تعلق الغرض بہ مثلا انما یزول عنہ اسم الماء المطلق کان ذلک نقضا علی المنع کما کان الحمیم نقضا علی الجمع ویکون ھذا اظھر ورودا علی الفتح اذ قال فیہ فی بیان التقیید ھو بان یحدث لہ اسم علیحدۃ ولزوم التقیید یندرج فیہ وانما یکون ذلک اذا کان الماء مغلوبا اذ فی اطلاقہ علی المجموع حینئذ اعتبار الغالب عدما وھو عکس الثابت لغۃ وعرفا وشرعا اھ۔

اقول انما الثابت بہ انہ کلما تجدد الاسم کان الماء مغلوبا اما فی جھت العکس فانما ثبت انہ کلما کان الماء مغلوبا لم یصح اطلاق الماء المطلق علیہ لا انہ یحدث لہ اسم برأسہ ولا بد فحصر التقیید فی حدوث الاسم محل نظر واللہ تعالٰی اعلم۔

پانی ایسے ہیں جن کے لیے کوئی نیا نام عرف میں مقرر نہیں ہوا ہے، کیونکہ اس سے کوئی غرض متعلق نہیں، مثال کے طور پر اس سے مطلق پانی کا نام زائل ہوگا تو یہ نقض ہوگا منع پر، جیسا کہ حمیم نقض ہوگا جمع پر، اور یہ فتح پر ورود زیادہ ظاہر ہوگا کیونکہ انہوں نے بیانِ تقیید میں فرمایا، تقیید یہ ہے کہ اس کا نیا نام پڑجائے، اور لزوم تقیید اسی میں شامل ہے، اور یہ اس وقت ہوگا جبکہ پانی مغلوب ہو کیونکہ اس کے مجموعہ پر اطلاق ہونے میں اس وقت غالب کا اعتبار رہوگا عدمی طور پر اور یہ لغت سے ثابت شدہ کا اور عرف وشرع سے ثابت شدہ کا برعکس ہے اھ (ت)

میں کہتا ہوں اس سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جب بھی اس کا نیا نام ہوگا تو پانی مغلوب ہوگا، اور اس کے عکس میں یہ چیز ثابت شدہ ہے کہ جب بھی پانی مغلوب ہوگا تو اس پر مطلق پانی کا اطلاق صحیح نہ ہوگا، یہ نہیں کہ اس کے لیے کوئی نیا نام وضع کرلیا جائے گا، اور یہ ضروری ہے، تو تقیید کو نئے نام پڑجانے میں منحصر کردینا محلِ نظر ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

من العبد الضعیف تحقیقہ ان شاء اللہ تعالٰی بعد تمام سرد التعریفات فلا ینتقید الا اذا صلح المقصود اٰخر فحینئذ یسمی باسم ما یقصد بہ ذلک المقصود تامل ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

تحقیق سے پیش کرینگے، تو یہ مقید نہ ہوگا مگر جبکہ مقصود آخر کے لیے صالح ہو، تو اس وقت اس کا نام وہی ہوگا جو اس کا مقصود ہے، غور کرو ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عـــہ فان حصر التقیید فی حدوث الاسم فی الفتح منطوق وعن الھدایۃ مفھوم ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

فتح میں تقیید کا نام کے نئے ہونے میں منحصر ہونا منطوق ہے، اور ہدایہ سے مفہوم ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

Marfat.com

ولا یکون اکثر مالم یتجدد لم یتقید فان القضیۃ الاکثریۃ لا یجب ان تنعکس بعکس النقیض کنفسہا لجواز ان تکون افراد مالم یتجدد لہ اسم اقل بکثیر من افراد المقید ویکون اکثرھا داخلا فی المقید فیکون اکثر افراد المقید متجددا او اکثر افراد اللامتجدد مقیدا مثلا یکون المقید من المیاہ الفاقد تجدد الاسم لثمانمائۃ منہا دون مائتین ومالم یتجدد لہ الاسم من المیاہ سواء کان مطلقا او مقیدا ثلثمائۃ مائۃ منہا من الماء المطلق والباقی من المقید فیصدق ان اکثر المقید متجدد ولا یصدق ان اکثر اللامتجدد لا مقید بل اکثرہ مقید کما علمت۔

استلزام کی اکثریت ہے، یعنی اکثر وہ کہ جن کا کوئی نیا نام نہیں پڑا ہے تو وہ مطلق ہے تاکہ یہ جس کا نام نیا نہیں ہے اس کو اکثر و اغلب سے لاحق کیا جاسکے، لیکن یہ اس سے لازم نہیں آتا ہے، بلکہ ممکن ہے کہ جو چیزیں مقید ہیں ان میں سے اکثر کا نیا نام ہوگیا ہو اور اکثر وہ چیزیں جن کا نیا نام نہ ہو متقید نہ ہوئی ہوں، کیونکہ جو قضیہ اکثریہ ہوتا ہے ضروری نہیں کہ اس کا عکس نقیض اس کے مساوی ہو، اس لیے کہ یہ جائز ہے کہ جن کا نام نیا نہیں ہے ان کے افراد مقید کے افراد سے بہت ہی کم ہوں اور ان کے اکثر مقید میں داخل ہوں تو مقید کے اکثر افراد نئے نام والے ہوجائیں گے اور لا متجدد کے اکثر افراد مقید ہوجائیں گے، مثلاً وہ مقید پانی جس کے لیے ہزار نام ہو، ان میں سے آٹھ سو افراد کا نام بدل گیا ہو، دو سو کا نہ بدلا ہو، اور جن پانیوں کا نام نہ بدلا ہو خواہ وہ مطلق ہوں یا مقید تین سو ہوں، سو ان میں سے مطلق پانی کے اور باقی دو سو مقید پانی کے ہوں تو اب یہ قضیہ تو صادق ہے کہ اکثر مقید متجدد ہے اور یہ صادق نہیں کہ اکثر لا متجدد لا مقید ہے، بلکہ اس کا اکثر مقید ہے، جیسا کہ آپ نے جانا۔ (ت)

فان قلت بل نقرر ھکذا لو کان ھذا المقید المتجدد لہ اسم بالنظر الی الغالب لکن لم یتجدد لہ اسم فلیس بمقید ظنا والظن یکفی لانہ مشتبہ الحال فیحال علی الغالب والغالب فی المقید التجدد فانتفاء اللازم الاکثری یدل علی انتفاء الملزوم ظنا کما ان انتفاء اللازم الکلی یدل علی انتفاء الملزوم قطعا وحاصلہ

اگر کہا جائے کہ ہم اس کی تقریر اس طرح کرتے ہیں کہ اگر یہ مقید ہوتا تو اس کا کوئی نیا نام ہوتا، غالباً ایسا ہی ہوتا ہے، لیکن چونکہ اس کا نیا نام نہیں ہوا اس لیے وہ ظنی اعتبار سے مقید نہیں اور اس میں ظن کافی ہے کیونکہ اس کا حال مشتبہ ہے تو اس کا دارومدار غالب پر رکھا جائے گا اور غالب مقید میں تجدد ہے، تو لازم اکثری کا انتفاء ملزوم کے انتفاء پر ظنی طور پر

Marfat.com

اقول لاشك ان الماء المقید قسم من الماء وحمل المقسم علی القسم لایمتنع ابدا واین عدم التقیید من التقیید بعدم التقیید والکلام فی ھذا لاذاك **والجواب** انه ماء لغة لاعرفا لصحة النفی تقول لیس ماء بل صبغ والکلام فی العرف۔

میں کہتا ہوں مقید پانی، پانی ہی کی ایک قسم ہے اور مقسم کو قسم پر حمل کرنا ہرگز ممنوع نہیں اور عدم تقیید کو تقیید بعدم التقیید سے کیا نسبت ہے؟ اور گفتگو اس میں ہے نہ کہ اُس میں۔ اور جواب یہ ہے کہ وہ لغۃً پانی ہے نہ کہ عرفاً، کیونکہ نفی صحیح ہے، آپ کہہ سکتے ہیں یہ پانی نہیں ہے بلکہ رنگ ہے اور کلام کا دارومدار عرف پر ہوتا ہے۔ (ت)

ھشتم مطلق وُہ ہے جس سے پانی کی نفی نہ ہوسکے یعنی نہ کہہ سکیں کہ یہ پانی نہیں۔

اقول وھذا معنی سابقه غیران صحة الاطلاق وامتناع النفی قد یتغارقان فیما کان ذا جھتین یصح فیه الحمل من وجه والسلب من وجه اٰخر۔

میں کہتا ہوں یہ گزشتہ معنی ہیں، البتہ صحتِ اطلاق اور امتناعِ نفی، جب دو جہت والے ہوں تو کبھی ایک دوسرے سے جُدا ہوتے ہیں من وجہ حمل اور من وجہ سلب صحیح ہوتا ہے۔ (ت)

تبیین الحقائق میں ہے:

اضافة الی الزعفران للتعریف بخلاف ماء البطیخ ولھذا ینفی اسم الماء عنه ولا یجوز نفیه عن الاول[1] اھ

پانی کی اضافت زعفران کی طرف تعریف کے لیے ہے بخلاف "ماء البطیخ" کے، اس لیے اس سے پانی کے نام کی نفی کی جاتی ہے اور پہلے سے اس کی نفی جائز نہیں ہے اھ (ت)

اقول ان ارید نفی الماء المطلق دار او مطلق الماء فلا یجوز نفی المقسم عن القسم قط والماء الذی یخرج من البطیخ لیس من جنس الماء فالحق انه لیس ماء مقیدا بل خارج من مطلقه کالادھان والجواب الجواب۔

میں کہتا ہوں اگر ماءِ مطلق کی نفی کا ارادہ کیا جائے تو دور لازم آئے گا یا مطلقِ ماء کی نفی کی جائے تو مقسم کی نفی قسم سے قطعاً جائز نہیں اور وہ پانی جو بطیخ سے نکلتا ہے جنس ماء سے نہیں ہے تو حق یہ ہے کہ وہ مقید پانی نہیں ہے بلکہ مطلق ماء سے خارج ہے جیسے تیل والجواب الجواب۔ (ت)

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الطہارۃ مطبع الامیریہ بولاق مصر ۱/۲۱

Marfat.com

غیر اسم الماء وکون اسم الماء جزء منہ لاینافی الجدۃ الاتری انہ لایصلح ان یقال لہ ماء لکونہ ثخینا والماء رقیق بخلاف ماء الزعفران فان المراد بہ مالم یثخن وھذا بالوفاق بل مالم یصلح للصبغ وھذا عند التحقیق کما تقدم فی ۱۲۰ ھذا ماظھرلی ثم رأیت المحقق ابن امیر الحاج اشار الیہ فی الحلیۃ اذ قال ذات ماء الورد مثلا لاتعرف من مجرد قول القائل ماء حتی یضیفہ الی الورد ولھذا کانت الاضافۃ لازمۃ لکونھا اضافۃ الی مالابدمنہ وبواسطۃ ھذا اللزوم حدث لہ اسم آخر علٰحدۃ فلاتسوغ تسمیتہ ماء علی الاطلاق الاعلی سبیل المجاز اھ واللہ الموفق لارب سواہ۔

کا غیر ہے اور پانی کا اس کے نام کا جُزء ہونا جدّت کے منافی نہیں، اس لیے اس کو پانی نہیں کہا جا سکتا ہے کیونکہ وُہ گاڑھا ہے اور پانی پتلا ہوتا ہے بخلاف زعفران کے پانی کے، کیونکہ اس سے مراد وہ ہے جو گاڑھا نہ ہوا ہو، اور یہ اتفاقاً ہے، بلکہ جب تک رنگنے کے لائق نہ ہو، اور یہ تحقیق کی بنا پر ہے جیسا کہ پانی کی تقسیم ۱۲۰ میں گزرا یہ مجھ پر ظاہر ہوا پھر میں نے محقق ابن امیر الحاج کو دیکھا کہ انہوں نے اس کی طرف حلیہ میں اشارہ فرمایا، وہ فرماتے ہیں گلاب کے پانی کی ذات مثلاً کسی قائل کے صرف اس قول سے معلوم نہیں ہوتی ہے کہ "پانی" جب تک کہ وُہ اسے گلاب کی طرف مضاف نہ کرے، اس لیے اضافت لازم ہوئی کیونکہ یہ ایسی چیز کی طرف اضافت ہے جس کی طرف اضافت ضروری ہے اور اس لزوم کے واسطہ سے اس کا الگ نام پڑ گیا، تو اس کو مطلقاً پانی کہنا درست نہ ہوگا ہاں مجازاً کہا جا سکتا ہے اھ واللہ الموفق (ت)

ثم اقول ان تحقق[علٰہ] ان من المیاہ

پھر میں کہتا ہوں اگر یہ ثابت ہو جائے کہ بعض مقید

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مانعا اھ۔

اقول ھذا یوافق ماذکر الحقیر حیث اشار الی ان المنع لاجل الثخن ۱۲ منہ غفرلہ (م)

لیکن پکانا اور رل جانا پانی کے مائع ہونے میں خلل پیدا کرتے ہیں اھ

میں کہتا ہوں یہ اس کے مطابق ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے کہ منع گاڑھے ہونے کی وجہ سے ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

علٰہ قالہ لانہ یتصور علی قول محمد اما علی قول ابی یوسف الصحیح علی مایأتی

یہ بات انہوں نے اس لیے کہی ہے کہ یہ محمد کے قول پر متصور ہے لیکن ابو یوسف کے قول پر، جیسا کہ ہم

(باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

او نبيذ او نحو ذلك اھ[1] اقول ان عطفه تفسيرا فموقوف على ثبوت ان كل ما زال عنه اسم الماء وجب ان يوضع بازائه اسم اٰخر او ان اراد الزيادة كان المعنى ان الاطلاق يتوقف على اجتماع العدمين فان وجد احدهما كأن زال عنه اسم الماء ولم يتجدد اسم اٰخر او تجدد اسم اٰخر ولم يزل اسم الماء كان مقيدا وھذا الثانی باطل كما فی الحميم۔

پڑا مثلاً یہ کہ شربت یا نبیذ وغیرہ کہا جائے اھ میں کہتا ہوں اسکا عطف تفسیری ہے اور اس امر پر موقوف ہے کہ ہر وُہ چیز جس سے پانی کا نام زائل ہوا ہو لازم ہے کہ اُس کے بالمقابل کوئی اور نام وضع کیا جائے اور اگر زیادتی کا ارادہ کیا تو معنی یہ ہوں گے کہ اطلاق موقوف ہے دو عدموں کے اجتماع پر تو اگر ان میں سے کوئی ایک پایا جائے مثلاً یہ کہ اس سے پانی کا نام زائل ہو جائے اور اس کا کوئی نیا نام نہ پڑے یا نیا نام پڑ جائے مگر پانی کا نام زائل نہ ہو تو مقید ہو جائیگا اور یہ دوسری شق باطل ہے جیسا کہ گرم پانی میں۔ (ت)

دھم مطلق وُہ ہے کہ پانی کا نام لینے سے جس کی طرف ذہن سبقت کرے بشرطیکہ اُس کا کوئی اور نام نہ پیدا ہوا ہو اور جس کی طرف لفظ آب سے ذہن سبقت نہ کرے یا اس کا کوئی نیا نام ہو وہ مقید ہے حلیہ میں ہے :

الماء المطلق فيه عبارات من احسنها مايتسارع افهام الناس اليه عند اطلاق الماء مالم يحدث له اسم على حدة والماء المقيد مالا تتسارع اليه افهام الناس من اطلاق لفظ الماء او ما حدث له اسم على حدة اھ[2]

مطلق پانی کے متعلق کئی عبارتیں ہیں، سب سے عمدہ یہ ہے کہ مطلق پانی وُہ ہے کہ جب صرف پانی کہا جائے تو ذہن اُس کی طرف منتقل ہو جائیں، جب تک کہ اس کے لیے کوئی نیا نام نہ پڑے اور مقید پانی وہ ہے کہ جب صرف پانی کا لفظ بولا جائے تو ذہن اس کی طرف نہ جائے یا وہ کہ جس کا کوئی نیا نام ہوا ھ (ت)

اقول اولا ھذا اصلح من سابقه فی العكس فانه لاينتقض منعا وان وجد مقيد لم يحدث له اسم واقبل ايرادا منه فی الطرد فانه صرح بان تسارع الافهام

میں کہتا ہوں اوّلاً مانعیت کے اعتبار سے یہ تعریف پہلی سے بہتر ہے کیونکہ اس پر ایسے مقید پانی کا اعتراض نہ ہوگا جس کو ابھی نیا نام نہیں دیا گیا اور جامعیت کے اعتبار سے یہ پہلی سے زیادہ قابلِ اعتراض ہے اگر اسکا نیا نام پڑ جائے تو ذہنوں کا اسکی طرف سبقت رکھنا کچھ مفید نہ ہوگا، اور ثانیاً اس سے قطع نظر کرتے ہوئے یہ شرط فضول اور بے محل ہے کیونکہ اس نام کا

---

[1] غنیۃ المستملی فی المیاہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۹۰
[2] حلیۃ

Marfat.com

ششم مطلق وہ ہے[1] جسے دیکھنے والا دیکھ کر پانی کہے خزانۃ المفتین میں شرح طحاوی سے ہے:

المطلق ما اذا نظر الناظر الیہ سماہ ماء علی الاطلاق[1] اھ اقول ربّ ماء لا یدرکہ البصر تقییدہ ولا اطلاقہ کالمخلوط بما ثم موافق فی اللون یتوقف الامر فیہ علی غلبۃ الطعم او الاجزاء وما القی فیہ تمر او زبیب یتوقف علی صیرورتہ نبیذا اولا یضر مجرد اللون وما خلط بعصفر او زعفران یتوقف علی صلوحہ للصبغ وشیئ من ذلک لا یدرکہ بالبصر فلا یصح جمعا ولا منعا۔

مطلق وہ ہے کہ جب دیکھنے والا اس کو دیکھے تو اس کو مطلق پانی کا نام دے اھ میں کہتا ہوں بہت سے پانی ایسے ہیں کہ نگاہ سے نہ تو ان کا مقید ہونا معلوم ہوتا ہے اور نہ مطلق ہونا جیسے وہ پانی جو کسی سیّال میں مخلوط ہوا ور دونوں ہم رنگ ہوں، اس میں دار و مدار مزے اور اجزاء کے غلبہ پر ہوگا، اور جس میں کھجور او رمنقی ڈالاجائے اس میں دارومدار اس کے نبیذ ہونے پر ہوگا محض رنگ مضر نہیں، اور جو عُصفر اور زعفران میں ملایا جائے تو اس میں یہ دیکھا جائیگا کہ آیا اس سے کوئی دوسری چیز رنگی جا سکتی ہے یا نہیں۔ اور ان میں سے کوئی چیز آنکھ سے معلوم نہیں ہوسکتی، تو یہ جمع و منع کے اعتبار سے صحیح نہیں۔ (ت)

ہفتم مطلق وہ ہے جسے بےکسی قید کے بڑھائے پانی کہہ سکیں فتح القدیر میں ہے:

الخلاف فی ماء خالطہ زعفران ونحوہ مبنی علی انہ تقیید بذلک اولا فقال الشافعی وغیرہ تقیید لانہ یقال ماء الزعفران ونحن لا ننکر انہ یقال ذلک ولکن لا یمتنع مع ذلک مادام المخالط مغلوبا ان یقول القائل فیہ ھذا ماء من غیر زیادۃ[2] اھ۔

جس پانی میں زعفران یا اسی کے مثل کوئی چیز مل جائے اس میں اختلاف اس امر پر مبنی ہے کہ وہ اس کے ساتھ مقید ہوا یا نہیں، امام شافعی وغیرہ فرماتے ہیں مقید ہوگیا، کیونکہ اس کو زعفران کا پانی کہا جاتا ہے اور ہم اس کے منکر نہیں کہ اس کو ماء زعفران کہا جاتا ہے لیکن جب تک مخلوط پانی ہونے والی چیز پانی سے مغلوب ہو یہی کہا جائیگا کہ یہ پانی ہے، اس میں کچھ اضافہ نہیں اھ (ت)

عہ ویشیر الیہ قول البنایۃ فی ما تغیر بالطبخ لان الناظر لو نظر الیہ لا یسمیہ ماء مطلقا اھ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

بنایہ کا قول اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے اس کے بارہ میں جو پکانے سے متغیر ہوجائے کیونکہ اگر دیکھنے والا اس کی طرف دیکھے تو اسے مطلق پانی نہیں کہے گا اھ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] خزانۃ المفتین

[2] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالا یجوز بہ مطبع نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۳

Marfat.com

مناقضة بل فی نفس الکلام[1] ایضا شوب منها اذ یقول فخرج المقید و المتنجس و المستعمل ولذا قال ش ظاھرہ ان المتنجس والمستعمل غیر مقید مع انه[1] منه لکن عند العالم بالنجاسة او الاستعمال ولذا قید بعض العلماء التبادر بقوله بالنسبة للعالم بحاله اھ[1]

بلکہ انہوں نے خود ہی ایک ورق بعد فرمایا ہماری مراد مطلق سے وُہ پانی ہے کہ جب پانی کا لفظ بولا جائے تو اسی کی طرف ذہن متبادر ہو اھ اور یہ مناقضہ ہے بلکہ نفس کلام میں اس کی ملاوٹ ہے، وہ فرماتے ہیں تو مقید، متنجس اور مستعمل اس سے نکل گئے اور اس لیے "ش" نے فرمایا کہ اس کا ظاہر یہ ہے کہ متنجس اور مستعمل غیر مقید ہے حالانکہ یہ مقید سے ہے، مگر اس کے نزدیک جس کو نجاست یا استعمال کا علم ہو، اس لیے بعض علماء نے متبادر میں بالنسبة للعالم بحالہ کی قید بڑھائی ہے۔ (ت)

اقول رحمك الله[2] اذا کان ھذا عارضا خفیا لایظھر لمن لم یعلم بحاله الا بالاخبار من خارج ظھر ان الماء فیھما باق علی صرافة مائیته لم یعرضه مایخرجه عنھا والا لظھر لمن نظر و سیر فان الانسان فی معرفة الماء من غیرہ لا یحتاج الی تعلیم من خارج فکیف یکون مقیدا و بالجملة ھذا شئ تفرد به البحر لم ارہ[2] لغیرہ و تبعه[3] علیه ش وکذا محشی الدر عبد الحلیم

میں کہتا ہُوں جب یہ چیز ایسی مخفی ہے کہ صرف واقفِ حال ہی جان سکتا ہے یا خارج سے اطلاع پر معلوم ہوسکتی ہے تو یہ ظاہر ہوا کہ پانی اُن دونوں میں اپنے اطلاق پر باقی ہے اس کو کوئی ایسی چیز عارض نہ ہُوئی جو اُس کو پانی ہونے سے خارج کردے ورنہ ہر صاحبِ نظر کو ظاہر ہوجاتا، کیونکہ پانی کے بارے میں جاننے کے لیے انسان کو باہر سے جاننے کی ضرورت نہیں، تو یہ کیسے مقید ہوگا؛ خلاصہ یہ کہ یہ ایسی چیز ہے جس میں بحر منفرد ہیں میں نے اور کسی کے کلام میں اس کو

عہ[1] ای المذکور او کل منھما ۱۲ منه غفرله۔ (م)

یعنی مذکور یا ان دونوں میں سے ہر ایک ۔۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عہ[2] ثم رأیت السید الشریف العلامة رحمه الله تعالٰی سبقه الیه فی التعریفات کما سیاتی ۱۲ منه غفرله۔ (م)

پھر میں نے دیکھا کہ سیّد شریف نے التعریفات میں بھی یہی لکھا ہے، جیسا کہ آئے گا، ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عہ[3] وکذا تلمیذہ شیخ الاسلام الغزی فی المنح واقرہ علیه ط فصاروا سبعة

اور اسی طرح اُن کے شاگرد شیخ الاسلام غزّی نے منح میں ذکر کیا اور اس کو ط نے برقرار رکھا تو یہ سات

(باقی برصفحہ آیندہ)

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۴

Marfat.com

نہم مطلق وہ جس سے پانی کا نام زائل نہ ہو، وھو معنی سابقه واشیر الیه فی کثیر من الکتب ففی التبیین زوال اسم الماء عنه هو المعتبر فی الباب[1] اھ وفی الهدایة والکافی الا ان یغلب ذلك علی الماء فیصیر کالسویق لزوال اسم الماء عنه[2] اھ وفی المنیة عن شرح القدوری للاقطع اذا اختلط الطاهر بالماء ولم یزل اسم الماء عنه فهو طاهر وطهور[3] اھ۔

یہ اس کے سابقہ معنے ہیں، اس کی طرف بہت سی کتب میں اشارہ کیا گیا ہے، تبیین میں ہے اس سے پانی کے نام کا زائل ہونا ہی معتبر ہے اھ اور ہدایہ اور کافی میں ہے مگر یہ کہ وہ پانی پر غالب ہو تو ستو کی طرح ہو جائے، کیونکہ اس سے پانی کا نام زائل ہوگیا اھ اور منیہ میں ابونصر اقطع کی شرح قدوری سے ہے کہ جب پاک چیز پانی میں مل جائے اور اس سے پانی کا نام زائل نہ ہو تو وہ طاہر بھی ہے طہور بھی ہے اھ (ت)

اقول هذا حق فی نفسه لکن لا یصلح تعریفا اذ لو ارید بالماء الماء المطلق دار والا فلا زوال عن المقید ایضا اصلا کما علمت مع جوابه وفسّره فی الغنیة مرة بالسادس اذ قال تحت قول الماتن اذا لم یزل عنه اسم الماء ما نصه بحیث لو راٰه الرائی یطلق علیه اسم الماء[4] اھ

میں کہتا ہوں یہ فی نفسہ حق ہے لیکن یہ تعریف نہیں بن سکتا ہے کیونکہ اگر پانی سے مطلق پانی کا ارادہ کیا جائے تو دور لازم آئے گا ورنہ مقید سے بھی زوال نہ ہوگا جیسا کہ آپ نے مع جواب کے جانا، اور اس کی تفسیر غنیہ میں ایک جگہ "چھٹے" سے کی کیونکہ انہوں نے ماتن کے قول کہ جب اس سے پانی کا نام زائل نہ ہوا، کے تحت فرمایا کہ اگر دیکھنے والا اس کو دیکھے تو اس پر پانی کا نام بولے اھ (ت)

اقول وقد علمت فساده ومرة زاد فیه الخامس اذ قال تحت قول الاقطع ولم یتجدد له اسم اٰخر بان سمی شرابا

میں کہتا ہوں اس کا فساد آپ کو معلوم ہو چکا ہے اور کبھی اس میں پانچویں کو زیادہ کیا کیونکہ انہوں نے اقطع کے قول کے تحت فرمایا اس کا کوئی نیا نام نہیں

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الطہارت مطبعۃ الامیریہ مصر ۱/۱۹

[2] ہدایۃ الماء الذی یجوز بہ الوضوء الخ مطبعہ عربیہ کراچی ۱/۱۸

[3] منیۃ المصلی فی المیاہ مطبعہ یوسفی لکھنؤ ص ۶۴

[4] غنیۃ المستملی ؍؍ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۹۰

Marfat.com

قالا علیه اورد علی الحصر الماء المستعمل واجاب الاول بان کلام المصنف فی زوالہ باختلاط المحسوس[1] اھ۔

یا تو کمالِ امتزاج سے ہوگا یا ممتزج کے غلبہ سے ہوگا، اس پر ان دونوں نے اعتراض کیا ہے کہ حصر پر اعتراض مستعمل پانی سے کیا گیا ہے، اور پہلے نے جواب دیا کہ مصنف کا کلام اُس کے زوال میں ہے کسی محسوس چیز کے اختلاط کی وجہ سے اھ (ت)

اقول و۱ کیف وقد ذکر المستقطر من النبات والثانی بان المقسم الماء الطاھر والمستعمل کالنجس فلا غبار[2] اھ۔

میں کہتا ہوں یہ کیسے، حالانکہ انہوں نے گھاس سے ٹپکائے جانے والے کا ذکر کیا ہے اور دوسرے کا جواب یہ ہے کہ مقسم پاک پانی ہے اور مستعمل نجس کی طرح ہے تو اس پر کوئی غبار نہیں اھ (ت)

اقول و۲ قد علمت ان کلام الائمۃ یؤذن بدخول المتنجس فی المطلق فضلا عن المستعمل وکذلک کلام اھل الضابطۃ قبل البحر حیث لم یزیلوا الاطلاق الا بامرین ثم رأیت فی کلام ملک العلماء ما یدل علیہ صریحا اذ قال قدس سرہ اما شرائط ارکان الوضوء فمنھا ان یکون الوضوء بالماء ومنھا ان یکون بالماء المطلق ومنھا ان یکون الماء

میں کہتا ہُوں کہ ائمہ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ ناپاک مطلق میں داخل ہے چہ جائیکہ مستعمل، اور اسی طرح اہلِ ضابطہ کا کلام بحر سے پہلے، کیونکہ ان کے نزدیک اطلاق زوال صرف دو امروں سے ہے پھر میں نے ملک العلماء کے کلام میں اس کی صراحت پائی، وہ فرماتے ہیں بہرحال ارکانِ شرائطِ وضو، ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ وضو پانی سے ہو اور یہ کہ ماءِ مطلق سے ہو اور پانی پاک ہو تو نجس پانی سے جائز نہیں، ایک یہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

غلبہ شیئ الا ان یعمم الاوصاف الرقۃ والسیلان ولو ان السید اسقط قولہ لم تخالطہ نجاسۃ لم یخالطہ نکارۃ وکان من احسن التعریفات الا ما فی معنی الغلبۃ من الخفاء کما لا یخفی ۱۲ منہ غفر لہ۔ (م)

اس سے ملا نہیں اور کوئی شیئ اس پر غالب نہ ہُوئی، ہاں اگر اوصاف کو عام کرلیا جائے اور رقّت وسیلان کو اس میں شامل کرلیا جائے، اور اگر سید اپنا قول لم تخالطہ نجاسۃ ساقط کردیتے تو ان پر کوئی اعتراض نہ ہوتا، اور یہ بہترین تعریف ہوتی، ہاں صرف غلبہ کے معنی میں کچھ پوشیدگی ہے، کما لایخفی ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] حاشیۃ الدرر علی الغرر لعبد الحلیم بحث الماء مکتبہ عثمانیہ بیروت ۱/۱۸
[2] الحاشیۃ علی الدرر شرح الغرر لابی سعید الخادمی بحث الماء مکتبہ عثمانیہ بیروت ص ۲۱

Marfat.com

الیہ لایجدی عند حدوث اسم اٰخر وثانیا مع قطع النظر عنہ لاشک ان ھذا الشرط ضائع لامحل لہ اصلا فان حدوث الاسم الذی یکون فی المقید لا امکان لاجتماعہ مع تسارع الافہام الیہ عند الاطلاق۔

پیدا ہونا جو مقید میں ہے اُس کا، اُس کے ساتھ مجتمع ہونے کا کوئی امکان نہیں، حالانکہ اذہان اُس کی طرف عندالاطلاق سبقت کرتے ہیں۔ (ت)

یا نزدھم مطلق وُہ ہے جس کی طرف نامِ آب سے ذہن سبقت کرے اور اس میں نہ کوئی نجاست ہو اور نہ اور کوئی بات مانع جواز نماز یہ قیدیں بحر میں اضافہ کیں تاکہ آب نجس و مستعمل کو خارج کردیں۔

اقول ولو اکتفی بالاٰخر لکفی ونصہ المطلق مایسبق الی الافہام بمطلق قولنا ماء ولم یقم بہ خبث ولامعنی یمنع جواز الصلاۃ قال فخرج الماء المقید والمتنجس والمستعمل[1] اھ

میں کہتا ہوں اگر وُہ آخر پر اکتفاء کرتے تو کافی ہوتا اور اُس کی عبارت یہ ہے کہ مطلق وہ ہے جس کی طرف اذہان مطلق ماء کے بولنے سے منتقل ہوجاتے ہیں، اور یہ وہ پانی ہے جس میں کوئی ناپاکی نہ ہو اور نہ ایسا کوئی وصف ہو جو جواز صلوٰۃ کے منافی ہو تو اس قید سے مقید، متنجس اور مستعمل پانی خارج ہوگیا اھ (ت)

اقول ھل المستعمل واخوہ داخلان فیما یسبق الیہ الذھن باطلاق الماء ام لاعلی الثانی ضاع القیدان وسقط تفریع خروجھما علی زیادۃ القیدین وعلی الاول لاشک انھما من الماء المطلق اذ لانعنی بالمطلق الا ھذا وعلیہ اقتصر الائمۃ قبلہ بل ھو نفسہ فیما بعد ذلک بورقۃ اذ قال لانعنی بالمطلق الا مایتبادر عند اطلاق اسم الماء[2] اھ وھذہ

میں کہتا ہوں کیا مستعمل اور اس کا مثل پانی اُس پانی میں داخل ہیں جن کی طرف لفظِ ماء بولتے ہی ذہن فوری طور پر منتقل ہوجاتا ہے یا نہیں، دوسری صورت میں دونوں قیدیں ضائع ہوجائیں گی، اور دو قیدوں کی زیادتی پر ان دونوں کے خروج کی تفریع ساقط ہوجائے گی، اور بر تقدیرِ اول اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ دونوں مطلق پانی سے ہیں کیونکہ مطلق سے یہی مراد ہے اور اُن سے قبل ائمہ نے اسی پر اکتفار کیا

---

[1] بحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۶
[2] ” ” ” ۱/۶۸

Marfat.com

قول بعضھم تجوز الطھارۃ بالماء المطلق ارسلہ ارسالا فلو شملھما اوھم جواز الطھارۃ بھما ولیس بشیئ فان امثال القیود تطوی عادۃ للعلم بھا فی محلہ الا تری ان الاکثرین لم یقیدوا بالاطلاق ایضا انما قالوا تجوز بماء السماء والاودیۃ الخ

پڑی کہ بعض فقہائے فرمایا مطلق پانی سے طہارۃ جائز ہے، اس کو انہوں نے مطلق رکھا، تو اگر یہ ان دونوں کو شامل ہوتا تو ان دونوں سے طہارت کے جواز کا وہم ہوتا، اور یہ کچھ نہیں، کیونکہ قیود کی مثالیں عام طور پر ذکر نہیں کی جاتی ہیں کہ ان کا علم ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اکثر فقہائے اس کو اطلاق کی قید سے بھی مقید نہیں کیا ہے پس فرمایا ہے طہارت جائز ہے آسمان کے پانی سے وادیوں کے پانی سے الخ۔ (ت)

دوازدھم حلیہ و بحر کی قیدوں سے آزاد مطلق صرف وہ ہے کہ پانی کا نام لینے سے جس کی طرف ذہن جاتا ہے ملک العلماء بدائع میں فرماتے ہیں :

الماء المطلق ھو الذی تتسارع افھام الناس الیہ عند اطلاق اسم الماء کماء الانھار والعیون والاٰبار والسماء والغدران والحیاض والبحار۔

مطلق پانی وُہ ہے کہ جب پانی کا نام لیا جائے تو ذہن اس کی طرف منتقل ہوجائیں، جیسے نہروں، چشموں، کنوؤں، بادلوں، تالابوں، حوضوں اور دریاؤں کا پانی۔ (ت)

پھر فرمایا :

واما المقید فھو ما لاتتسارع الیہ الافھام عند اطلاق اسم الماء وھو الماء الذی یستخرج من الاشیاء بالعلاج کماء الاشجار والثمار وماء الورد ونحو ذلک[1] اھ

بہرحال مقید پانی وُہ ہے کہ جب پانی کا نام لیا جائے تو ذہن اس کی طرف سبقت نہ کرے، اور یہ وہ پانی ہے جو کسی عمل کے ذریعہ چیزوں سے نکالا جائے جیسے درختوں، پھلوں اور گلاب وغیرہ کا پانی اھ (ت)

اقول والحصر المستفاد من قولہ ھو الماء الذی یستخرج غیر مراد قطعا وانما المعنی کالماء الذی فلیتنبہ۔

میں کہتا ہوں وہ حصر جو ان کے کلام "یہ وہ پانی ہے جو نکالا جائے" میں ہے، مراد نہیں ہے قطعاً، اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ مثل اُس پانی کے، تو متنبہ رہنا چاہئے۔ (ت)

درمختار میں ہے : (یرفع الحدث بماء مطلق) ھو ما یتبادر عند الاطلاق[2] (حدث کو رفع

---

[1] بدائع الصنائع مطلب الماء المقید سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵

[2] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۴

Marfat.com

والخادمی وذلك حین قول الدرر وال اطلاقه اما بکمال الامتزاج او بغلبة الممتزج

نہیں دیکھا اور انکی متابعت ش نے کی اسی طرح درر کے محشی عبدالحلیم اور خادمی نے کی، صاحب درر فرماتے ہیں اس کے اطلاق کا زوال

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

السید والبحر والغزی وعبدالحلیم والخادمی وط وش رحمہ اللہ تعالٰی علیھم وعلینا اجمعین قال العلامۃ ط علی قول الدرر ھو ما یتبادر عند الاطلاق ای یبدر للذھن فھمہ بمجرد سماعہ مطلقا وھو بمعنی قول المنح ھو الباقی علی اوصاف خلقتہ ولم یخالطہ نجاسۃ ولم یغلب علیہ شیئ اھ ولفظ السید فی التعریفات ھو الماء الذی بقی علی اصل خلقتہ ولم تخالطہ نجاسۃ ولم یغلب علیہ شیئ طاھر اھ۔

اقول وھو احسن مما فی المنح بوجھین **احدھما** انہ قید الشیئ بالطاھر فلم یصر قولہ لم تخالطہ نجاسۃ مستدرکا بخلاف عبارۃ المنح فان ما خالطہ نجاسۃ فقد غلبہ شیئ **والاٰخر** انہ اتی بالاصل مکان الاوصاف فلا یرد علیہ الجمد بخلاف المنح فان الماء بانجمادہ لا یتغیر اللون ولا طعم ولا رائحۃ وھی المتبادرۃ من ذکر الاوصاف او المعتبر فی التعریف ھو التبادر وظاھر انہ لم یخالطہ نجس ولا

ہوگئے، سید، بحر، غزی، عبدالحلیم، خادمی، ط اور ش رحمہم اللہ تعالٰی علیہم وعلینا اجمعین، علامہ ط نے درر کے قول پر فرمایا، وہ عندالاطلاق متبادر ہوتا ہے، یعنی ذہن کی طرف فہم سبقت کرتا ہے محض سننے سے مطلقاً اور یہ منح کے قول "وہی باقی ہے اپنے خلق اوصاف پر اور اس میں کوئی نجاست نہیں ملی ہے اور اس پر کوئی شَے غالب نہیں ہوئی ہے اھ کے مطابق ہے" اور سید کے لفظ التعریفات میں یہ ہیں یہ وہی پانی ہے جو اپنی اصلی خلقت پر باقی ہے اور اس کو کوئی نجاست نہیں ملی ہے اور اس پر کوئی پاک شَے غالب نہیں ہوئی ہے اھ

میں کہتا ہوں یہ منح کی عبارت سے دو طرح اچھا ہے ایک تو یہ کہ انہوں نے شَے کو طاہر سے مقید کیا تو ان کا قول "نہیں ملی اس سے نجاست" زائد نہ ہوگا بخلاف عبارتِ منح کے، کیونکہ جس میں نجاست ملی تو بلاشبہ اس پر کوئی چیز غالب ہوگئی، اور دوسرے یہ کہ وہ اصل کو لائے بجائے اوصاف کے تو ان پر جمد کے ذریعہ اعتراض وارد نہ ہوگا بخلاف منح کے کہ پانی منجمد ہونے کے باعث نہ تو رنگ کو بدلتا ہے اور نہ مزے اور بو کو اور اوصاف کے ذکر سے متبادر یہی ہے اور تعریف میں متبادر ہی معتبر ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ کوئی نجس

(باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

والدميم وامثال ذلك من العوارض ولا يلزم منه خروج هؤلاء عن الانسان المطلق فان ذاتهم ليست الا ما فهم من لفظ الانسان ولم يعرضهم ما يقعدهم عن الدخول فيما تتسارع اليه الافهام بسماع لفظ الانسان ولو ان العوارض مطلقا تمنع الدخول لعدم انفهامها من المطلق لما دخل تحته شئ من افراده لان لكل فرد تشخصا لا يسبق اليه الذهن عند ذكر اسم المطلق فكان هذا يقتضي التسوية بين مطلق الماء والماء المطلق لكن ثمه عوارض تمنع ذويها عن الدخول تحت الشئ المطلق ويقال فيها ان اسم المطلق لم يتناولها لكونها مما لا تتسارع اليه الافهام كمقطوع اليدين والرجلين في الرقبة فان المفهوم الذات الكاملة و نبيذ التمر وماء العصفر الصالح الصبغ فان اسم الماء المطلق لا يطلق عليهما ولا يسبق الافهام عند اطلاقه اليهما مع ان اصحاب تلك العوارض ايضا ليست ذاتها الا ما فهم من الاطلاق وعدم انفهام العوارض مشترك في كل عارض فلا بد من الفرق ولم ار من حام حول هذا۔

لازم نہیں آتا کہ یہ لوگ مطلق انسان کے زمرے سے خارج ہیں، کیونکہ ان کی ذات وہی ہے جو لفظ انسان سے مفہوم ہے اور ان کو کوئی ایسا مانع درپیش نہیں کہ یہ لوگ اس مفہوم میں داخل نہ ہوں جو لفظ انسان سنتے ہی ذہن میں آجاتا ہے، اور اگر عوارض مطلقا دخول سے مانع ہوتے، کیونکہ یہ مطلق سے سمجھے نہیں جاتے ہیں تو مطلق کے تحت اس کے افراد میں سے کوئی شئ داخل نہ ہوتی کیونکہ ہر ایک فرد کے لیے تشخص ہے جس کی طرف مطلق نام کے ذکر کرنے سے ذہن منتقل نہیں ہوتا ہے تو یہ تقاضا کرتا ہے کہ مطلق ماء اور ماءِ مطلق کے درمیان مساواۃ ہے لیکن وہاں ایسے عوارض موجود ہیں جو ان کے ذوات کو مطلق شئ کے تحت داخل ہونے سے مانع ہیں، اور ان میں کہا جاتا ہے کہ مطلق اسم اُن کو شامل نہیں ہے کیونکہ ذہن ان کی طرف تیزی سے منتقل نہیں ہوتا ہے جیسے کہ رقبہ میں مقطوع الیدین والرجلین، کیونکہ مفہوم ذات کاملہ ہے اور نبیذ تمر اور عصفر کا پانی جو رنگائی کے لائق ہو کیونکہ ماءِ مطلق ان دونوں پر نہیں بولا جاتا ہے اور اطلاق کے وقت ذہن ان دونوں کی طرف منتقل نہیں ہوتا ہے باوجود اس کے کہ ان عوارض والے ان کی ذات نہیں ہیں، مگر وہ جو اطلاق کے وقت مفہوم ہو اور عوارض کا مفہوم نہ ہونا ہر عارض میں مشترک ہے، تو فرق ہونا ضروری ہے، مگر میں نے نہیں دیکھا کہ کسی نے یہ فرق بتایا ہو۔ (ت)

فاقول علی ما بی من قلة البضاعة:

پھر میں علمی بے بضاعتی کے باوجود کہتا ہوں

Marfat.com

طاهرا فلا یجوز بالماء النجس ومنها ان یکون طهورا فلا یجوز بالماء المستعمل[1] اھ ملتقطا فهو صریح فی ان اشتراط اطلاق الماء لم یخرجهما حتی احتیج الی شرطین اٰخرین وکذلك کلام المنیة اذ یقول تجوز الطهارة بماء مطلق طاهر[2] اھ فافاد عموم المطلق للطاھر وغیرہ واستدرك علیه فی الحلیة بقوله کان الاولی ان یقول طهور مکان طاهر لان الطهارة لاتجوز بماء طاهر فقط[3] اھ فافاد عمومه المستعمل وقد صرح به فی الغنیة فقال یسمی المتنجس ماء مطلقا فاحتاج الی الاحتراز عنه بقوله طاهر ولوکانت المجاورة تکسبه تقیید الماء احتیج بعد ذکر الاطلاق الی ذکر الطاهر[4] اھ والیه اشار فی البنایة اذ قال التوضی به جائز مادامت صفة الاطلاق باقیة ولم تخالطه نجاسة[5] اھ

کہ طهور ہو تو مستعمل پانی سے جائز نہیں اھ ملتقطا، تو یہ اس میں صراحت ہے کہ مطلق پانی کی شرط نے ان دونوں کو خارج نہیں کیا، تاکہ دو دوسری شرطوں کی حاجت پڑے، اور یہی گفتگو منیہ میں ہے وہ فرماتے ہیں ماءِ مطلق طاہر کے ساتھ طہارت جائز ہے اھ تو عمومِ مطلق نے طاہر اور غیر طاہر کا افادہ کیا اور حلیہ میں اس پر یہ استدراک کیا ہے" فرمایا بہتر یہ تھا کہ طہور کہتے بجائے طاہر کے، کیونکہ طہارت صرف طاہر پانی سے نہیں ہوتی ہے اھ تو انہوں نے اس کے مستعمل کو عام ہونے کا افادہ کیا اور غنیہ میں اس کی تصریح کی فرمایا ناپاک پانی کو مطلق پانی کہا جاتا ہے پھر ان کو اس سے احتراز کی حاجت ہوئی تو فرمایا طاہر ہو اور اگر مجاورۃ سے اس میں تقیید ہو جاتی تو اطلاق کے بعد طاہر کے ذکر کی ضرورت نہ ہوتی اھ اور بنایہ میں اسی طرف اشارہ کیا، فرمایا اس سے وضو جائز ہے جب تک اس میں صفت اطلاق باقی ہو اور اس میں نجاست نہ ملی ہو اھ۔ (ت)

اقول ولعل الحامل للبحر علیه

میں کہتا ہوں غالباً بحر کو یہ کہنے کی ضرورت اس لیے

---

[1] بدائع الصنائع — ارکان الوضو — سعید کمپنی کراچی — ۱/۱۵
[2] منیۃ المصلی — فصل فی المیاہ — مطبع یوسفی لکھنؤ — ص ۶۱
[3] حلیہ
[4] غنیۃ المستملی — فصل فی بیان احکام المیاہ — سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۸۸
[5] بنایہ شرح ہدایۃ — الماء الذی یجوز بہ الوضوء الخ — ملک سنز فیصل آباد

Marfat.com

من اطلاق اللفظ هی الذات الموضوع لہا من دون نقص ولا زیادۃ یغیرانہا فکل عارض لایعتری بہا المعروض تغیر فی ذاتہ وان کان ھناك نقص او زیادۃ فی امر خارج فہو لا یمنع المعروض من الدخول تحت الشیئ المطلق والا منع وبہ علم ان بطلان

سے وہی ذات مراد ہوتی ہے جس کے لیے لفظ وضع کیا گیا ہو، اس میں نہ تو کوئی کمی ہو نہ زیادتی، جس کی وجہ سے ذات میں کوئی تغیر آتا ہو، تو ہر وہ عارض جس کی وجہ سے ذات میں کوئی تغیر نہ ہو خواہ کسی خارجی امر میں کمی بیشی ہو تو یہ چیز معروض کے مطلق شئی کے تحت آنے میں مخل نہ ہوگی ورنہ مانع ہوگی۔ اسی سے یہ بھی معلوم ہوا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

معنی قولہم المطلق ینصرف الی الفرد الکامل وقولہم المطلق ینصرف الی الادنی وتبین انہ لاخلاف بینہما فالمطلق ینصرف فی الطلب الی ادنی مایطلق علیہ سواء کان مطلوب الفعل اذ یکفی لبراءۃ الذمۃ او الترك اذ الممنوع جنسہ فلا یجوز شیئ منہ لکن ینصرف الی فرد کامل فی الذات لم یعرضہ مایجعلہ ناقصا فی ذاتہ بالمعنی المذکور لعدم انفہامہ من المطلق فالمنصرف الیہ ادنی ماکمل فیہ الذات ھذا ھو التحقیق الانیق اما ما قال الشامی ان انصراف المطلق الی الفرد الکامل یذکر فی مقام الاعتذار فمحلہ اذا حمل المطلق علی کامل فی وصف اٰخر وراء الکمال فی الذات فتفقہ فانہ علم نفیس وباللہ التوفیق ۱۲ منہ غفرلہ حفظہ ربہ تعالٰی۔ (م)

واضح ہوگئے کہ مطلق سے مراد فرد کامل ہوتا ہے، نیز یہ کہ مطلق کو ادنیٰ کی طرف پھیرا جاتا ہے اور یہ کہ دونوں باتوں میں کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ طلب میں مطلق سے ادنیٰ مراد ہوتا ہے، عام ازیں کہ مطلوب فعل ہو کہ وہ برأت ذمہ کے لیے کافی ہوتا ہے یا ترک ہو کہ ممنوع اس کی جنس ہوتی ہے تو اس میں سے کچھ بھی جائز نہیں ہوتا ہے لیکن فرد کامل فی الذات مراد ہوتا ہے، اس میں کوئی چیز ایسی نہ ہونی چاہئے جو اس کی ذات میں مذکور معنی کے اعتبار سے موجب نقص ہو کیونکہ اس صورت میں وہ مطلق سے مفہوم نہ ہوگا، تو جس کی طرف پھیرا جاتا ہے وہ ادنیٰ ہے اس چیز کا جس میں ذات مکمل ہوتی ہو یہ تحقیق انیق ہے، اور شامی نے جو کہا ہے کہ مطلق کا فرد کامل کی طرف پھرنا مقام اعتذار میں ذکر کیا جائیگا تو اس کا محل یہ ہے کہ مطلق جب کسی ایسے امر پر محمول ہو جو کسی دوسرے وصف میں کامل ہو ذات کے علاوہ۔ اس کو خوب اچھی طرح سمجھ لیں کہ یہ نفیس علم ہے ۱۲ منہ غفرلہ حفظہ ربہ تعالٰی۔ (ت)

Marfat.com

کیا جائے مطلق پانی سے، یہ وہ ہے جو اطلاق کے وقت متبادر ہو۔ ت) بحر سے گزرا: لا نعنی بالمطلق الاما یتبادر عند اطلاق اسم الماء[1] (ہم مطلق سے وہی مراد لیتے ہیں جو ماء کا اطلاق کرنے وقت متبادر ہوتا ہے۔ ت) کافی و بنایہ و مجمع الانہر میں ہے: المراد بہ ھھنا ما یسبق الی الافہام بمطلق قولنا الماء[2] (اس سے مراد یہاں وہ ہے جو ہمارے قول پانی کے اطلاق سے فوری سمجھا جائے۔ ت)

عنایہ و بنایہ میں ہے:

لا یجوز بما اعتصر لانہ لیس بماء مطلق لانہ عند اطلاق الماء لاینطلق علیہ و تحقیق ذلك انا لو فرضنا فی بیت انسان ماء بئر او بحر او عین وماء اعتصر من شجر او ثمر فقیل لہ ھات ماء لایسبق الی ذھن المخاطب الا الاول ولا نعنی بالمطلق والمقید الا ھذا[3]۔

جو پانی نچوڑا جائے اس سے وضو جائز نہیں کیونکہ وہ مطلق پانی نہیں کیونکہ جب ماء کا اطلاق کیا جاتا ہے تو اس کا اس پر اطلاق نہیں ہوتا ہے اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ اگر ہم فرض کریں کہ کسی شخص کے گھر میں پانی کا کنواں ہے یا دریا یا چشمہ ہے اور وہ پانی بھی ہے جو درخت یا پھل سے نچوڑا گیا ہے، پھر ہم اس سے پانی مانگیں تو مخاطب کا ذہن پہلے پانی ہی طرف منتقل ہوگا، اور مطلق و مقید سے یہی مراد ہے۔ (ت)

اقول یہی اصح و احسن تعریفات ہے کما قال فی الحلیۃ لولا ما زاد (جیسا کہ حلیہ میں کہا ہے اگر وہ نہ ہوتا تو زیادتی نہ ہوتی۔ ت) مگر محتاج توضیح و تنقیح ہے

واقول وباللہ التوفیق العوارض لاھی تفہم عند الاطلاق ÷ ولاھی مطلقا تسلب الاطلاق ÷ فان الذات ھی المفہومۃ من الاطلاق کما اذا قلت انسان لایتسارع الفہم منہ الی الرومی والزنجی او العالم والجاھل او الطویل والقصیر او الحسین

اقول وباللہ التوفیق عوارض نہ تو عند الاطلاق مفہوم ہوتے ہیں اور نہ مطلقاً سلب ہوتے ہیں، کیونکہ عند الاطلاق ذات ہی مفہوم ہوتی ہے، جیسے آپ انسان کا لفظ بولتے ہیں تو ذہن رومی، حبشی، عالم، جاہل، لمبے، چھوٹے، حسین، بدشکل وغیرہ کی طرف منتقل نہیں ہوتا ہے، مگر اس سے یہ بھی

---

[1] بحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/ ۶۸
[2] مجمع الانہر تجوز الطہارۃ بالماء المطلق مکتبہ عامرہ مصر ۱/ ۲۷
[3] العنایۃ مع الفتح الماء الذی یجوز بہ الوضوء الخ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۱

Marfat.com

لا يعلم انه ذلك الماء ويظن انه ليس بماء فمثل هذا لايدخل عنده فى المتفاهم من مطلق الماء فمناط المنع عند ابى يوسف صيرورته غير الماء ولو عرفا وعند محمد صيرورته بحيث يحسبه المستعمل مائعا اٰخر غير الماء ولو ظنا وبالجملة يرتاب فى كونه ماء وعليه بناء ضابطة الامامين الاسبيجابى وملك العلماء رحمهما الله تعالٰى وهى التى قابلناها بالضابطة الزيلعية وبينا فى القسمين الاولين ما اتفقتا فيه على الجواز او المنع وفى الثالث ما اختلفتا فيه وسيأتى بيان كل ذلك ان شاء الله الكريم الوهاب۔

نہیں کہ ان چاروں صورتوں میں ذات حقیقۃً یا عرفاً تبدیل ہوجاتی ہے، اور امام محمد نے ایک پانچویں صورت کا اضافہ فرمایا ہے اور وہ، وہ پانی ہے جو اس سیال شَے سے مشابہ ہو جو اس میں ملائی گئی ہے، اور وُہ ایسا ہوجائے کہ ناواقف حال اس کو وہی شَے سمجھے پانی نہ سمجھے، اس قسم کی چیز ان کے نزدیک مطلق ماء کے مفہوم میں داخل نہیں، تو ابو یوسف کے نزدیک منع کا دارومدار اس پر ہے کہ وہ پانی کا غیر ہوجائے خواہ عرفاً ہی۔ اور امام محمد کے نزدیک اس پر ہے کہ اس کو استعمال کرنے والا پانی کے علاوہ کوئی اَور مائع سمجھنے لگے خواہ صرف گمان ہی ہو، خلاصہ یہ کہ وہ اس کے پانی ہونے میں شک کرے، اور اسی پر ضابطہ مبنی ہے، یہ ضابطہ امام اسبیجابی اور ملک العلماء نے بیان کیا ہے، یہی وہی ضابطہ ہے جس کا مقابلہ ہم نے ضابطہ زیلعیہ سے کیا ہے اور پہلی دو قسموں میں بیان کیا ہے کہ ان کا اتفاق جواز اور منع میں ہے اور تیسرے میں وُہ جس میں ان کا اختلاف ہے اس کا بیان اِن شاء اللہ تعالٰی آئے گا۔ (ت)

فان قلت على ما قررت يلزم خروج الماء المتنجس والمستعمل من الماء المطلق فان من اعظم مقاصد الماء حصول التطهير به قال الله تعالٰى وينزل عليكم من السماء ماء ليطهركم به وقد سقط هذا منهما فيزاد فى جانب النقص على زوال السيلان والرقة زوال صفة الطهورية اقول الحقائق الشرعية للمقاصد الشرعية فبفواتها تفوت كالصوم والصلاة اما الماء

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس بنا پر ناپاک اور مستعمل پانی کا ماءِ مطلق سے خارج ہونا لازم آتا ہے، کیونکہ پانی کا سب سے بڑا مقصد پاکی کا حصول ہے فرمانِ الٰہی ہے "وہ تم پر آسمان سے پانی نازل فرماتا ہے تاکہ اس سے تم کو پاک کرے" اور یہ وصف اُن دونوں پانیوں سے ختم ہوگیا، تو جانب نقص میں زوالِ سیلان ورقت پر صفتِ طہوریۃ کے زوال کا اضافہ کیا جائیگا۔ میں کہتا ہوں حقائق شرعیہ مقاصد شرعیہ کے لیے ہوتے ہیں، تو جب مقاصد شرعیہ فوت ہوجائیں

Marfat.com

وقصور الصناعة به مستعینا بربی ثم بصاحب
الشفاعة صلی الله تعالیٰ علیه واله وسلم
توضع الاسماء بازاء الحقائق وتمایز
الحقائق بتفاوت المقاصد ولذا کان بعض
الاوصاف تجری مجری الاجزاء کالاطراف
فی الحیوان والاغصان فی الاشجار لان
بفواتها فوات منافع الذات والشیئ اذا
خلا عن مقصوده بطل فیتطرق به التغیر
الی الذوات المدلول علیها عرفا بالاسماء
ومعلوم ان المرکب من الشیئ وغیره غیره
غیر ان العرف بل والشرع واللغة جمیعا
تلاحظ الغلبة فاذا کان الممازج اکثر
قدرا من الشیئ کان المرکب احق باسم
الممازج من اسم الشیئ وان تساویا تساقطا
فلم یکن المرکب مفهوما من اطلاق اسم
شیئ منهما لان وضع الاسمین بازاء کل
بحیاله لا بازاء الکل مجموعا نعم ان
کان اقل لم یعتبر الا ان تحدث بامتزاجه
حقیقة عرفیة مرکبة ممتازة مقصودة
لمقاصد متمایزة فیصیر المرکب ذاتا اخری
عرفا لاختلاف المقاصد فلا یبقی داخلا تحت
المفهوم عرفا من الاطلاق فثبت عہ ان التفاهم

اسماء کی وضع حقائق کے مقابلہ میں ہوتی ہے اور حقائق
میں امتیاز مقاصد کے اعتبار سے ہوتا ہے اور اسی لئے
بعض اوصاف اجزاء کے قائم مقام ہوتے ہیں جیسے
حیوانات کے اعضاء، اور درختوں کی ٹہنیاں کیونکہ ان چیزوں
کے خاتمہ سے ذات کی منفعتیں بھی ختم ہوجاتی ہیں، اور
جب کسی چیز کا مقصود ہی فوت ہوجائے تو وہ چیز
باطل ہوجاتی ہے اور اس طرح ذات بھی متغیر ہوجاتی ہے
جس پر اسماء کے ذریعہ عرفاً دلالت کی جاتی ہے اور یہ
معلوم ہے کہ جو چیز کسی چیز اور اُس کے غیر سے مرکب
ہوتی ہے وہ اس کا غیر ہوتی ہے، لیکن عرف، شریعت
اور لغۃ سب ہی میں غلبہ کا اعتبار ہوتا ہے تو جب ملنے
والی چیز اصل شئے سے مقدار میں زیادہ ہو تو مرکب پر
وہ نام پڑنا چاہئے جو اس ملنے والی اکثر شئے کا ہے نہ کہ اصل
شے کا اور اگر دونوں میں برابری ہو تو تساقط ہوگا تو
ان میں سے جب کسی شئے کا اطلاق ہوگا تو مرکب
مفہوم نہ ہوگا کیونکہ نام تو ہر ایک کے مقابل مستقلاً ہے،
مجموعہ کے مقابل نہیں، ہاں اگر وہ کم ہو تو معتبر نہ ہوگا
ہاں اگر اس کے ملنے سے ایک نئی حقیقت عرفیہ وجود
میں آجائے جو مرکب اور ممتاز ہو، اور خاص مقاصد
کے لیے ہو تو مرکب عرفاً ایک نئی ذات ہوگا، اس لیے
کہ مقاصد مختلف ہوگئے، تو وہ اطلاق سے عرفاً مفہوم
کے تحت داخل نہ ہوگا، پس ثابت ہوا کہ لفظ کے اطلاق

عہ اقول وبهذا ولله الحمد ظهر

میں کہتا ہوں اس سے فقہاء کے اس قول کے معنی

(باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

و باللہ التوفیق، ولہ الحمد علی اراءۃ الطریق، و افضل الصلاۃ و اکمل السلام علی الحبیب الرفیق، و اٰلہ و صحبہ اولی التحقیق و سائر من دانہ بالایمان و التصدیق، اٰمین، والحمد للہ رب العٰلمین۔

اضافات بہت چیزوں پر پانی کا نام کسی شے کی طرف مضاف کرکے بولا جاتا ہے اُن میں بعض تو جنسِ آب سے خارج ہیں اور اطلاق آب محض بطور تشبیہ جیسے آبِ زر آب کافور اور جو حقیقۃً پانی ہیں ان میں کچھ مائے مطلق ہیں جیسے آب باراں آبِ دریا اور کچھ مائے مقید جیسے ماء العسل ماء الشعیر اول کو اضافت تعریف کہتے ہیں اور دوم کو اضافتِ تقیید۔ علماء نے ان میں چند طرح فرق فرمایا:

اوّل جو پانی کسی شے سے بذریعہ تدبیر نکالا جائے اُس کی طرف پانی کی اضافت اضافتِ تقیید ہوگی ورنہ اضافتِ تعریف، عنایہ و بنایہ میں ہے:

اضافتہ الی الزعفران للتعریف لا للتقیید والفرق بینھما ان المضاف ان لم یکن خارجا عن المضاف الیہ بالعلاج فالاضافۃ للتعریف وان کان خارجا منہ فللتقیید کماء الورد[1] اھ **اقول** ان کان المراد حدوثہ بالتدبیر کما ھو فی ماء الورد وسائر المستقطرات ورد ماء النارجیل وماء الحبحب و ماء النخل الھندی المسمی تار فانھا موجودۃ وانما التدبیر لاخراجھا کالفصد لاخراج الدم وان ارید ظھورہ بہ فان لم یرد ماء البئر لان ظھورہ من الارض بالتدبیر بحفر البئر لا من المضاف الیہ ورد ماء العسل فان الماء

پانی کی اضافت زعفران کی طرف تعریف کے لیے ہے نہ کہ تقیید کے لیے، اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ اگر مضاف، مضاف الیہ سے عمل کے ذریعہ نہ نکالا گیا ہو تو اضافت تعریف کے لیے ہے اور اگر تدبیر سے خارج ہو تو تقیید کے لیے ہے جیسے گلاب کا پانی اھ میں کہتا ہوں اگر ان کی مراد اس کا حدوث ہے تدبیر سے جیسے گلاب کے پانی میں یا دوسرے اُن پانیوں میں ہیں جو نچوڑ کر نکالے جاتے ہیں، تو ناریل کا پانی، تربوز کا پانی، تاڑی کا پانی، اس کے علاوہ ہیں کہ یہ پانی سے ہی موجود ہوتے ہیں تدبیر صرف ان کے نکالنے کے لیے کی جاتی ہے جیسے خون نکالنے کے لیے فصد کھلوائی جاتی ہے، اور اگر یہ مراد ہو کہ اس کا اس کے ذریعہ ظہور ہو، پس اگر کنوئیں کے پانی سے اعتراض نہ ہو کہ اس کا ظہور بھی زمین کے کھودنے

---

[1] العنایۃ مع فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضو نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۳

الحقيقة فی المرکب مع المساوی والغالب
لغة وعرفا وشرعا مطلقا ومع القليل
المذكور عرفا مع بقاء الحقيقة اللغوية
ولذا كان المقيد قسما من مطلق الماء و
فی جهة النقص قد تبطل مطلقا اذا كان
ذلك الوصف جاريا مجرى الركن فی
الوضع اللغوی ايضا كالسيلان للماء وقد
تبقی لغة وتبطل عرفا اعنی عن المتفاهم
العرفی عند اطلاق الاسم وذلك اذا تبدلت
المقاصد العرفية كالرقبة على الاقطع فانها
حقيقة فيه لغة ولا يفهم منها عرفا اذا علمت
هذا فالنقص فی الماء بزوال سيلانه او رقته
فالثخين لا يسمى ماء فضلا عن الجمد و
الزيادة باختلاطه باكثر منه قدرا او مساو
او بما يصير به مركبا ممتازا امتيازا بالغرض
كالمنقوع فيه التمر اذا صار نبيذا والمطبوخ
فيه اللحم اذا صار مرقا والمحلول فيه
الزعفران اذا صار صبغا والمخلوط فيه
اللبن اذا صار ضياحا فعن هذا تتشعب
الفروع جميعا على مذهب قاضی الشرق و
الغرب الصحيح المصحح كما تقدم عن
الهداية والخانية ولا شك ان فی هذه الوجوه
الاربعة تبدل الذات حقيقة او عرفا و
محمد زاد خامسا وهو ما شبه المائع
الممازج له بحيث يكاد يحسبه الذی

کہ حقیقت کا مرکب میں باطل ہونا مساوی اور غالب کے
ساتھ ہے لغۃً، عرفاً اور شرعاً، مطلقاً، اور قلیل مذکور
کے ساتھ عرفاً مع حقیقتِ لغویہ کے باقی رہنے کے اس لئے
مقید، مطلق ماء کی قسم ہوتا ہے، اور نقص کی جہت میں
کبھی حقیقۃً مطلقاً باطل ہوجاتی ہے جبکہ وصف وضع لغوی
اعتبار سے بھی رکن کے قائم مقام ہو جیسے پانی کے لیے
سیلان، اور کبھی حقیقۃً لغۃً تو باقی رہتی ہے اور عرفاً
باطل ہوجاتی ہے، یعنی نام کو بولے جانے کے وقت عرف
کے فہم میں نہیں آتی، اور یہ اُسی وقت ہوتا ہے جب
مقاصد عرفیہ بدل جائیں جیسے "رقبۃ" اقطع پر کیونکہ
یہ اس میں حقیقۃً ہے لغۃً لیکن عرفاً اس سے نہیں
سمجھا جاتا ہے۔ جب آپ نے یہ جان لیا تو پانی میں
نقص کی صورت یہ ہوگی کہ اس کا سیلان یا اس کی رقت
ختم ہوجائے تو گاڑھے کو پانی نہیں کہیں گے چہ جائیکہ
جمد کو، اور اس میں زیادتی کی صورت یہ ہوگی کہ وہ کسی
ایسی چیز میں مخلوط ہوجائے جو مقدار میں اُس سے زیادہ
یا اس کے برابر ہو یا اُس چیز سے جس سے مرکب ہو کر
وہ ممتاز ہوجائے اور مقصد کے اعتبار سے بالکل مختلف
ہوجائے، جیسے وہ پانی جس میں کھجوریں بھگوئی جائیں تو
وہ نبیذ بن جائے، اور جس میں گوشت پکایا جائے اور
وہ شوربہ ہوجائے، اور جس میں زعفران ملایا جائے
اور وہ رنگ بن جائے اور جس کو دودھ میں ملایا جائے
یہاں تک کہ وہ لسی ہوجائے، اسی اصل پر قاضی
شرق وغرب کے مذہب پر تمام فروع متفرع ہوتی ہیں،
جیسا کہ ہدایہ اور خانیہ سے گزرا، اور اس میں شک

Marfat.com

سے ہے:

کل ما کانت الماھیۃ فیہ کاملۃ فالاضافۃ فیہ للتعریف وما کانت ناقصۃ فالاضافۃ للتقیید نظیر الاول ماء السماء وماء البحر وصلاۃ الکسوف ونظیر الثانی ماء الباقلاء وصلاۃ الجنازۃ[1] اھ اقول قصور الماھیۃ انما ھو فی ماء الباقلاء ونحوہ مما ثخن وزالت رقتہ اما فی المتغیر بالزیادۃ کالانبذۃ والمرق فتبدلت لا نقصت الا ان یراد بالقصور والنقص ما یعم الانتفاء مجازا تقول العرب قل ای عدم کما فی نسیم الریاض۔

ہر وہ چیز جس میں ماہیت کامل ہو تو اس میں اضافت تعریف کے لیے ہے اور جس میں ماہیت ناقص ہو تو اس میں اضافت تقیید کے لیے ہے پہلے کی نظیر ماء السماء اور ماء البحر اور صلوٰۃ الکسوف ہے اور دوسری کی مثال ماء الباقلی اور صلاۃ الجنازہ ہے اھ میں کہتا ہوں ماہیت کا ناقص ہونا ماء الباقلی میں ہے یا اس قسم کے اور پانیوں میں جو گاڑھے پڑ گئے ہوں اور اُن میں سے رقت ختم ہوگئی ہو لیکن وہ پانی جو کسی زیادتی کے باعث متغیر ہوگئے ہوں جیسے نبیذ و مرق تو یہ تبدیل ہوئے ہیں کم نہیں ہوئے۔ ہاں اگر قصور و نقص سے مراد وہ ہو جو انتفاء کو عام ہو مجازاً، عرب کے لوگ کہتے ہیں قَلَّ یعنی معدوم ہوگیا، نسیم الریاض میں ایسا ہی ہے۔ (ت)

سوم جسے بے حاجت ذکر قید پانی کہہ سکیں وہاں اضافت تعریف کی ہے اور جہاں پانی کہنے میں ذکر قید ضروری ہو تقیید کی، مراقی الفلاح میں ہے:

الفرق بین الاضافتین صحۃ اطلاق الماء علی الاول دون الثانی اذ لا یصح ان یقال لماء الورد ھذا ماء من غیر قید بالورد بخلاف ماء البئر لصحۃ اطلاقہ فیہ[2]۔

دونوں اضافتوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی پر پانی کا اطلاق صحیح ہے دوسری پر نہیں ہے کیونکہ گلاب کے پانی کو ھذا ماءٌ کہنا صحیح نہیں، اس میں وردٌ کی قید لگانا ضروری ہے، ہاں کنویں کے پانی کو ھذا ماءٌ کہہ سکتے ہیں۔ (ت)

بحر میں ہے:

ماء البحر الاضافۃ فیہ للتعریف بخلاف الماء المقید فان القید لازم لہ لایجوز

ماء البحر اس میں اضافت تعریف کے لیے ہے بخلاف مقید پانی کے، کیونکہ قید اس کو لازم ہے

---

[1] شلبیۃ علی التبیین الحقائق کتاب الطہارۃ مطبعۃ الامیریۃ بولاق مصر ۱/۲۱

[2] مراقی الفلاح ″ ″ ″ ″ ص ۱۳

Marfat.com

فحقیقة عینیة والمعتبر فی بقائها المقاصد العرفیة الاتری ان اعظم المقصود من الانسان العبادة قال تعالٰی وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون وقد فاتت الکافر اذ لیس اھلا لھا ومع ذٰلک لم یخرج من المتفاھم باطلاق الانسان قال تعالٰی ان الانسان لفی خسر الا الذین اٰمنوا وقال تعالٰی قتل الانسان ما اکفرہ۔

تو حقائق بھی فوت ہوجاتے ہیں، جیسا روزہ اور نماز، اور پانی حقیقۃ عینیہ ہے اور اسی کی بقاء میں مقاصد عرفیہ ہیں، کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ انسان کا بڑا مقصود عبادت ہے فرمانِ الٰہی ہے" اور میں نے انس و جن کو عبادت ہی کے لیے پیدا کیا ہے" اور یہ چیزیں کافر میں نہیں پائی جاتی ہیں کیونکہ وہ عبادت کا اہل نہیں، اس کے باوجود جب لفظ انسان کا اطلاق کیا جاتا ہے تو مفہوم انسان سے خارج نہیں ہوتا ہے فرمانِ الٰہی ہے" بلاشبہ انسان خسارے میں ہے سوائے ایمان والوں کے"۔ فرمانِ الٰہی ہے" لعنت ہو انسان پر کتنا ناشکرا ہے۔ (ت)

بالجملہ تحقیق فقیر غفرلہٗ[۱] میں مائے مطلق کی تعریف[۲] یہ ہے کہ وُہ پانی کہ اپنی رقتِ طبعی پر باقی ہے اور اس کے ساتھ کوئی ایسی شے مخلوط و ممتزج نہیں جو اُس سے مقدار میں زائد یا مساوی ہے نہ ایسی جو اُس کے ساتھ مل کر مجموع ایک دوسری شے کسی جُدا مقصد کے لیے کہلائے ان تمام مباحث بلکہ فہیم کے لیے جملہ فروع مذکورہ وغیر مذکورہ کو ان دو بیت میں منضبط کریں ؎

مطلق آبے ست کہ بر رقتِ طبعی خود ست	نہ دروممزج دگر چیز مساوی یا بیش
نہ بخلطے کہ بترکیب کُند چیز دگر	کہ بود زآب جُدا در لقب و مقصد خویش

---

[۲] منح وسید کی تعریفیں کہ حاشیہ پر گزریں ۱۳ و ۱۴ تھیں اور یہ تعریف رضوی بحمدہ تعالٰی پانزدھم

ثم وجدت عن المجتبٰی تعریفا اٰخرذکرہ عنہ فی انجاس البحرات الماء المقید ما استخرج بعلاج کماء الصابون والحرض والزعفران والاشجار والاثمار والباقلاء اھ والمطلق خلافہ اقول[۲] لیس بشیئ ویوافقہ اول الاقوال الاٰتیۃ فی الاضافات وسیأتی ردہ تمہ ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

پھر میں نے مجتبٰی سے ایک اور تعریف بحر کے انجاس میں دیکھی کہ مقید پانی وُہ ہے جو کسی عمل کے ذریعہ نکالا جائے، جیسے صابون کا پانی اور حرض، زعفران، درختوں، پھلوں اور باقلیٰ کا پانی اھ اور مطلق اس کے خلاف ہے، میں کہتا ہُوں یہ کچھ بھی نہیں، اس کی موافقت اضافات میں وارد شدہ پہلے قول سے ہوتی ہے، اس کی تردید وہاں ہوگی ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

Marfat.com

والبحث البحث فیقال ان القسم لایصح نفی المقسم عنہ حقیقۃ ابدا وان ارید نفی الماء المطلق مع بعدہ عن ظاھر العبارۃ یرجع الی ان اضافۃ التقیید فی الماء المقید وھذا لایجدی شبہ الحمل الاولی والجواب مامر۔

اور اس میں جو بحث ہے وہ بحث ہے اس میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ قسم سے مقسم کی نفی صحیح نہیں حقیقۃً، اور اگر ماءِ مطلق کی نفی کا ارادہ کیا جائے، حالانکہ بظاہر عبارۃ سے یہ بعید ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اضافتِ تقیید ماءِ مقید میں ہے، اور یہ پہلے حمل کی طرح غیر مفید ہے اور جواب وہ ہے جو گزرا۔ (ت)

پنجم جہاں امور خارجہ عن الذات مثل محل یا صفت یا مجاور کی طرف اضافت ہو تعریف ذات اُس کی محتاج نہ ہو وہ اضافت تعریف ہے غنیہ میں ہے:

مایسمی فی العرف ماء من غیر احتیاج الی التقیید فی تعریف ذاتہ فاضافتہ الی محلہ کماء البئر او صفتہ کماء المد او مجاورہ کماء الزعفران لیست بقید[1]۔

وہ جس کو عرف میں پانی کہا جاتا ہے جس کی ذات کی تعریف میں تقیید کی ضرورت نہیں، تو اس کی اضافت اس کے محل کی طرف ہے جیسے ماء البئر یا اس کی صفت کی طرف ہے جیسے ماء المد یا اس کے مجاور کی طرف ہے جیسے ماء الزعفران یہ قید نہیں ہے۔ (ت)

ششم جہاں ماہیت بے قید نہ پہچانی جائے اضافت تقیید ہے ولہذا اُس پر بلا قید لفظ آب کا اطلاق جائز نہ ہوگا اور جہاں بے ذکر قید اطلاق لفظ صحیح ہو اضافت تعریف ہے، حلیہ میں ہے:

المقید لاتعرف ذاتہ الا بالقید ولھذا کانت الاضافۃ لازمۃ فلایسوغ تسمیتہ ماء علی الاطلاق بخلاف اضافۃ الماء المطلق الی نحو البئر والعین فانھا اضافۃ الی ما منہ بد فھی عارضۃ لافادۃ عارض من عوارضہ وھو بیان محلہ الکائن فیہ او الخارج منہ الذی یمکن الاستغناء عن ذکرہ فی صحۃ اطلاق لفظ الماء علیہ و

مقید کی ذات کی معرفت بلا قید نہیں ہوتی ہے اس لیے اضافت لازم ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کو مطلق پانی کہنا جائز نہیں بخلاف ماءِ مطلق کی اضافت کے کنویں اور چشمے کی طرف، کیونکہ یہ ایسی چیز کی طرف اضافت ہے جو ضروری نہیں، تو یہ عارضی ہے، کیونکہ یہ اُس کے عوارض میں سے کسی ایک عرض کا فائدہ دے رہی ہے، اور یہ اس کے محل کا بیان ہے جس میں کہ وہ ہے یا جس سے وہ خارج ہو کہ اس کے ذکر سے استغنا ممکن

---

[1] غنیۃ المستملی فصل فی بیان احکام المیاہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۸۸

Marfat.com

فان الماء ظاهر بنفسه انما التدبیر فی امتزاجه طبخا بالعسل فان ارید[عہ] ماء العسل من حیث هو ماء العسل فحدوثه بالتدبیر لا مجرد ظهوره۔

سے ہوتا ہے مضاف الیہ سے نہیں ہوتا تو شہد کے پانی کے ذریعہ اعتراض وارد ہوگا، کیونکہ پانی بنفسہٖ ظاہر ہے تدبیر تو اس کو شہد میں ملا کر پکانے سے ہوتی ہے اور اگر شہد کا پانی من حیث ھو مراد ہو تو اس کا حدوث تدبیر سے ہوگا نہ کہ محض ظہور سے۔ (ت)

دوم جہاں ماہیت مضاف کامل ہو اضافت تعریف کے لیے ہے جیسے نماز فجر اور قاصر ہو تو تقیید کے لیے جیسے نماز جنازہ کہ رکوع وسجود وقراءت وقعود نہیں رکھتی، کفایہ ومجمع الانہر میں ہے:

علامة اضافة التقیید قصور الماهیة فی المضاف کأن قصورها قیده کیلا یدخل تحت المطلق مثاله حلف لایصلی فصلی الظهر یحنث لانها صلاة مطلقة واضافتها الی الظهر للتعریف ولا یحنث بصلاة الجنازة لانها لیست بصلاة مطلقة واضافتها الیها للتقیید[1]۔

تقیید کی اضافت کی علامت مضاف میں ماہیت کا ناقص ہونا ہے، گویا اس کا ناقص ہونا اسکی قید ہے تاکہ مطلق کے تحت داخل نہ ہو، اس کی مثال یہ ہے کہ کسی نے حلف اٹھایا کہ وُہ نماز نہ پڑھے گا پھر اس نے ظہر کی نماز پڑھی تو حانث ہوجائیگا کہ وہ مطلق نماز ہے اور اس کی اضافت ظہر کی طرف تعریف کے لیے ہے اور نماز جنازہ پڑھنے سے حانث نہ ہوگا کیونکہ وہ مطلق نماز نہیں ہے اور اس کی اضافت جنازہ کی طرف تقیید کے لیے ہے۔ (ت)

اسی طرح شلبیہ علی الزیلعی میں معراج الدرایہ شرح ہدایہ سے ہے نیز اُسی میں مشکلات امام خواہرزادہ

عہ هذا هو مفاد کلام الامام العینی اذ جعل ماء الباقلی خارجا بالتدبیر والا فالماء لاحدث به ولا ظهر بل کان موجودا ظاهرا من قبل انما حدث الممزوج من حیث هو ممزوج فتعین فی کلامه الشق الاول ۱۲ منه غفر له۔ (م)

یہ عینی کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے، انہوں نے باقلی کے پانی کو تدبیر سے خارج ہونے والا پانی قرار دیا ہے، ورنہ تو پانی میں نہ کوئی حدوث ہے اور ظہور، بلکہ وہ موجود وظاہر پہلے تھا البتہ ممزوج من حیث الممزوج بعد میں پیدا ہُوا، تو ان کے کلام میں شق اول متعین ہوگئی ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] شلبیہ علی التبیین الحقائق کتاب الطہارۃ الامیریہ بولاق مصر ۱/۲۱

Marfat.com

بدون هذه الاضافة وتفهم بمطلق قولنا الماء بخلاف ماء الباقلاء واشباهه فانه لاتعرف ماهيته بدون ذلك القيد ولاينصرف الوهم اليه عند الاطلاق ولهذا صح نفی اسم الماء عنه فیقال فلان لم یشرب الماء وان کان شرب الباقلاء او المرق ولو کان ماء حقیقة لما صح نفیه لان الحقیقة لا تسقط عن المسمی ابدا ویکذب نافیها و هذا کما یقال صلاة الجمعة ولحم الابل وصلاة الجنازة ولحم السمك اھ وقد ذکر نحوہ فی کافیه وجلال الدین فی کفایته والبدر محمود فی بنایته اقول جمع بین الثانی والثانی عشر بل والثامن ارشاداً الی تقاربها ولو اکتفی بالوسط[عہ] لکفی وصفا عن

اس قید کے بغیر بھی سمجھا جاسکتا ہے اور مطلق لفظ ماء سے سمجھ میں آجاتے ہیں بخلاف باقلی وغیرہ کے پانیوں کے، کیونکہ ان کی ماہیت اس قید کے بغیر سمجھ میں نہیں آتی ہے اور جب مطلق لفظ ماء بولا جاتا ہے تو ذہن اس طرف منتقل نہیں ہوتا ہے، اس لیے پانی کے لفظ کی نفی ان پانیوں سے درست ہے تو یوں کہا جاسکتا ہے کہ فلاں نے پانی نہیں پیا، اگرچہ اس نے شوربہ یا باقلی کا پانی پیا ہو، اور اگر یہ حقیقۃً پانی ہوتے تو یہ نفی صحیح نہ ہوتی کیونکہ حقیقت کبھی اپنے مسمی سے ساقط نہیں ہوتی ہے اور جو شخص اس کی نفی کرے اس کی تکذیب کی جاتی ہے اور یہ ایسا ہے جیسا کہ صلوٰۃ الجمعۃ، لحم الابل، صلاۃ الجنازۃ اور لحم السمك کہا جاتا ہے اھ اسی قسم کی چیز انہوں نے اپنی کافی میں ذکر کی اور جلال الدین نے کفایہ

[عہ] ثم رأیت الامام العینی کذلك فعل فی البنایة اذ قال الاضافة نوعان اضافة تعریف کغلام زید وانه لایغیر المسمی و اضافة تقیید کماء العنب وانه یغیرہ وانه لایفهم من مطلق اسم الماء اھ اقول استدلال انی والمراد بماء العنب ما نقع فیه العنب لانه الماء المقید لامایخرج بعصرہ فانه لیس من الماء اصلا کما قدمنا فی حاشیته ۲۰۷ خلافا

اقول پھر امام عینی نے بنایہ میں ایسا ہی کیا ہے فرمایا اضافت کی دو قسمیں ہیں ایک اضافت تعریف کے لیے ہے جیسے غلام زید، یہ مسمّی میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا کرتی ہے اور دوسری اضافت برائے تقیید' جیسے ماء العنب، یہ مسمّیٰ کو متغیر کر دیتی ہے اور مطلق ماء کے نام سے مفہوم نہیں ہوتا ہے اھ میں کہتا ہوں یہ استدلال "اِنّی" ہے اور ماء العنب سے مراد وہ پانی ہے جس میں انگور پڑے ہوئے ہوں کیونکہ یہی ماء مقید ہے وہ نہیں جو (باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] شلبیہ مع تبیین الحقائق کتاب الطہارۃ الامیریہ بولاق مصر ۱/۲۰

Marfat.com

اطلاق الماء علیہ بدون القید کماء الورد[1] اھ

اس پر پانی کا اطلاق بلا ذکرِ قید جائز نہیں جیسے گلاب کا پانی اھ۔ (ت)

اقول ھذا ھو السابع فی تعریفات المطلق والکلام فیقال ماء الورد لیس ماء حقیقۃ فعلی التحقیق لیس من المقید اما المقید کماء الزعفران الصالح للصبغ فماء قطعا ویصح ان یقال ھذا ماء لان صحۃ حمل المقسم علی القسم من الضروریات نعم لا یفھم من اطلاق قولنا الماء وھذا شیئ غیر الحمل ولا یصح ارادۃ حمل الماء المطلق فیرجع الی ان المقید یحمل علیہ الماء المطلق مع ذکر القید وھذا جمع بین النقیضین والجواب مامر۔

میں کہتا ہوں یہ مطلق کی ساتویں تعریف ہے اور اس پر وہی گفتگو ہے جو گزری، کہا جاتا ہے گلاب کا پانی، حالانکہ درحقیقت یہ پانی نہیں ہے تو تحقیقی طور پر یہ مقید نہیں مقید جیسے ماء الزعفران جو رنگنے کی صلاحیت رکھتا ہو تو یہ قطعاً پانی ہے اور اس کو ھذا ماءٌ کہہ سکتے ہیں کیونکہ مقسم کا قسم پر محمول ہونا بدیہیات میں سے ہے، ہاں جب ہم الماء اور ھذا کہتے ہیں تو اس سے سوائے حمل کے اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا اور ماءِ مطلق کے حمل کا ارادہ صحیح نہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ مقید پر الماء المطلق محمول ہوگا اور قید بھی ذکر کی جائے گی اور یہ جمع بین النقیضین ہے اور جواب وُہ ہے جو گزرا۔ (ت)

چہارم جس سے پانی کی نفی کرسکیں یعنی کہہ سکیں کہ یہ پانی نہیں وہاں اضافت تقیید کی ہے ورنہ تعریف کی، تبیین میں ہے:

اضافتہ الی الزعفران ونحوہ للتعریف کاضافتہ الی البئر بخلاف ماء البطیخ ونحوہ حیث تکون اضافتہ للتقیید ولھذا ینفی اسم الماء عنہ ولا یجوز نفیہ عن الاول[2] اھ

اس کی اضافت زعفران وغیرہ کی طرف تعریف کے لئے ہے جیسے پانی کی اضافت کنویں کی طرف، بخلاف ماء البطیخ وغیرہ کے، وہاں اضافت تقیید کے لیے ہے اس لیے پانی کا نام اُس سے منتفی کیا جاتا ہے اور اس کی نفی اول سے جائز نہیں اھ (ت)

اقول ھذا ھو ثامن تعریفات المطلق

میں کہتا ہوں یہ مطلق کی آٹھویں تعریف ہے

---

[1] بحر الرائق | کتاب الطہارت | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱/۶۶

[2] تبیین الحقائق | ؍؍ | الامیریہ بولاق مصر | ۱/۲۱

Marfat.com

(۱) اجماعِ اُمّت ہے کہ پانی کے سوا کسی مائع سے وضو وغسل یعنی ازالۂ نجاست حکمیہ نہیں ہوسکتا۔

(۲) اجماع ہے کہ وُہ پانی مائے مطلق ہونا چاہیے مائے مقید سے وضو نہیں ہوسکتا سوائے نبیذ تمر کے کہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ابتداءً نظر بحدیث اُس سے جواز کے قائل تھے پھر رجوع فرمائی اور اُس سے بھی عدمِ جواز پر اجماع منعقد ہوگیا الاما یذکر من امامٍ[1] الشام الاوزاعی رحمہ اللہ تعالٰی من التجویز بکل نبیذ ان ثبت عنہ واللہ تعالٰی اعلم (مگر وہ جو امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالٰی سے منقول ہے کہ ہر نبیذ سے وضو جائز ہے بشرطیکہ یہ روایت ان کی طرف درست منسوب ہو واللہ تعالٰی اعلم ۔ ت)

(۳) اجماع ہے کہ غَسل بالفتح یعنی کسی عضو کے دھونے میں اُس پر پانی کا بہنا ضرور ہے صرف تر ہوجانا کافی نہیں کہ وہ مسح ہے اور حضرت عزت عز جلالہ نے غَسل و مسح دو وظیفے جُدا رکھے ہیں الّا ما[2] حکی عن الامام الثانی رحمہ اللہ وھو مؤول کما تقدم (مگر وہ جو امام یوسف سے منقول ہے وہ مؤول ہے جیسا گزر چکا ۔ ت) تو پانی کا اپنے سیلان پر باقی رہنا قطعاً لازم۔

---

[1] وقال فی البنایۃ شذ الحسن بن صالح وجوز الوضوء بالخل وماجری مجراہ ۱۲ منہ غفرلہ ۔ (م)

بنایہ میں ہے کہ حسن بن صالح نے شذوذ ذکر کرتے ہوئے سرکہ اور اس قسم کی دوسری اشیاء سے وضو کو جائز قرار دیا ۱۲ منہ غفرلہٗ ۔ (ت)

[2] وقال فی البنایۃ التوضی بالثلج یجوز ان کان ذائبا یتقاطر والافلا ثم قال وفی مسألۃ الثلج اذا قطر قطرتان فصاعدا جاز اتفاقا والافعلی قولھما لایجوز وعلی قول ابی یوسف یجوز اھ

اقول ماکان ینبغی ان یقال قولہ الموھم خلاف الواقع فانما ھی حکایۃ نادرۃ عنہ وقد قال قبلہ فی البنایۃ السیلان شرط فی ظاھر الروایۃ فلا یجوز الوضوء مالم یتقاطر الماء وعن ابی یوسف انہ لیس بشرط اھ ثم الروایۃ مؤولۃ کما علمت۔

بنایہ میں ہے کہ برف سے وضو جائز ہے بشرطیکہ پگھل کر ٹپک رہا ہو ورنہ نہیں، پھر برف کے مسئلہ میں فرمایا جب اُس سے دو یا زائد قطرے ٹپکیں تو وضو جائز ہے اتفاقاً ورنہ طرفین کے قول پر جائز نہیں ہے اور ابویوسف کے قول پر جائز ہے اھ

میں کہتا ہوں یہ کہنا مناسب نہیں ہے کہ ان کا وہم پیدا کرنے والا قول خلاف واقع ہے کیونکہ یہ تو ان سے ایک نادر حکایت ہے اور اس سے قبل وہ بنایہ میں فرماچکے ہیں کہ سیلان ظاہر روایت میں شرط ہے تو جب تک پانی کے قطرے نہ ٹپکیں وضو جائز نہیں، اور ابویوسف سے ہے کہ سیلان

(باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

لهذا ساغ ان يطلق القائل عليه ماء اطلاقا حقيقيا من غير تقييد بالبئر ونحوها وقد ظهر من هذا التقييد انه لم يمنع اندراج المقيد به تحت الماء المطلق بخلاف الاول[1] اھ۔

ہو اور اس پر صرف ماء کا اطلاق صحیح ہو، اس لیے اس پر ماء کا اطلاق حقیقی بئر وغیرہ کی قید کے بغیر بھی جائز ہے، اس تقیید سے ظاہر ہُوا کہ جو اس قید کے ساتھ مقید ہو اس کا ماءِ مطلق میں داخل ہونا ممنوع نہیں بخلاف اول کے اھ (ت)

اقول اقتصر الغنية على الثانی من تعريفات المطلق وجمع الحلية بينه و وبين السابع فمشی على الثانی فی تحديد اضافة التقييد وعلى السابع فی تعريف اضافة التعريف ولا غرو فالامر قريب۔

میں کہتا ہوں غنیہ نے مطلق کی دوسری تعریف پر اکتفاء کیا ہے اور حلیہ نے اس کو اور ساتویں کو جمع کیا ہے، اور اضافتِ تقیید کی تعریف میں انہوں نے دوسری کو ملحوظ رکھا ہے اور اضافتِ تعریف میں ساتویں کو، مگر یہ قریب قریب درست ہے۔ (ت)

ہفتم[عہ] جس کی ماہیت بے اضافت پہچانی جائے اور مطلق نام آب لینے سے مفہوم ہو وہاں اضافت تعریف کی ہے ورنہ تقیید کی۔ شلبیہ علی الزیلعی میں امام حافظ الدین کی مستصفٰی سے ہے:

فان قيل مثل هذه الاضافة يعنی ماء الباقلاء واشباهه موجود فيما ذكرت من المياه المطلقة لانه يقال ماء الوادی وماء العين قلنا اضافته الى الوادی والعين اضافة تعريف لا تقييد لانه تتعرف ماهيته

اگر کہا جائے کہ اس جیسی اضافت یعنی ماء الباقلی وغیرہ کی مذکورہ مطلق پانیوں میں بھی موجود ہے، اس لیے کہ ماء الوادی اور ماء العین کہا جاتا ہے، ہم کہتے ہیں پانی کی اضافۃ وادی اور عین کی طرف تعریف کے لیے ہے نہ کہ تقیید کے لیے، کیونکہ ان کی ماہیت کو

عہ **اقول** هذه سبع عبارات الثلث الأُخرى منها متقاربة المعنى بل متحدة المآل مختلفة المبنى والثالثة والرابعة تعريفان بما يستلزم هذا المعنى والنقص والقصور فی الاوليين والله تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفر له۔ (م)

میں کہتا ہُوں یہ سات عبارتیں ہیں ان میں سے آخری تین معنوی اعتبار سے قریب ہیں بلکہ انجام کے اعتبار سے متحد ہیں، عبارت میں مختلف ہیں، تیسری اور چوتھی تعریفیں اُس چیز کے ساتھ ہیں جو اس معنی کو مستلزم ہیں، اور نقص وقصور پہلی دو تعریفوں میں ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] حلیہ

Marfat.com

(۶) اجماع ائمہ حنفیہ ہے کہ قلیل مستہلک کا خلط مزیل اطلاق نہیں اگرچہ وہ قلیل جنس ارض سے نہ ہو، ہدایہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الانبذة وسئل عنه ایضا اذا کانت الغلبة للماء فقال یتوضوء به ولا یتیمم اھ۔

اقول الحلاوة ان لم تبلغ مبلغا تجعله نبیذا کانت مغلوبة وان بلغت فقد غلبت ولا واسطة بینهما وایضا لا معنی التساوی الماء والحلاوة فان التساوی والتفاضل فی کمین متجانسین فوجب ان المراد المساواة فی الاحتمال ای لا یغلب علی الظن احد طرفی صیرورته نبیذا او بقائه ماء بل یحتملان علی السواء فالحاصل حصول الشك والتردد وبه عبر غیره ففی التبیین والفتح عن خزانة الاکمل وفی الحلیة عنهما وعن غیرها قال مشایخنا انما اختلفت اجوبته رضی الله تعالٰی عنه لاختلاف المسائل سئل مرة ان کان الماء غالبا قال یتوضؤ وسئل مرة ان کانت الحلاوة غالبة قال یتیمم ولا یتوضؤ و سئل مرة اذا لم یدر ایهما الغالب قال یجمع بینهما اھ هذا لفظ الفتح وقال بعدہ وعلی هذا یجب التفصیل فی الغسل ان کان النبیذ غالب الحلاوة قریبا من سلب الاسم لا یغتسل به او ضده فیغتسل الحاقا بطریق الدلالة

سوال کیا گیا کہ جب پانی کا غلبہ ہو تو کیا حکم ہے؟ فرمایا وضو کرلے اور تیمم نہ کرے۔

میں کہتا ہوں کہ مٹھاس اگر اس درجہ نہ ہو کہ پانی کو نبیذ بنا دے تو مٹھاس مغلوب سمجھی جائے گی، اور اگر اس درجہ ہو تو غالب ہوگی اور ان دونوں میں کوئی واسطہ نہیں، نیز پانی اور مٹھاس کی مساوات کے کوئی معنی نہیں، کیونکہ تساوی اور تفاضل دو ہم جنس کمیتوں میں ہوتے ہیں، تو ضروری ہوا کہ یہ مساواۃ احتمال ہے یعنی اس کا نبیذ ہونا یا پانی رہنا، غالب گمان میں نہیں ہے بلکہ دونوں چیزوں میں برابر کا احتمال ہے، تو حاصل شک وتردد کا حصول ہے، اور ان کے غیر نے اس کی یہی تعبیر کی ہے۔ تبیین اور فتح میں خزانۃ الاکمل سے اور حلیہ میں خزانہ وغیرہا سے ہے کہ ہمارے مشایخ نے فرمایا ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے جوابات کے مختلف ہونے کی وجہ سوالات کا اختلاف ہے۔ جب آپ سے یہ پوچھا گیا کہ اگر پانی غالب ہو، تو آپ نے فرمایا وضوء کرے اور جب یہ پوچھا کہ اگر مٹھاس غالب ہو تو جواب میں فرمایا کہ وضو اور تیمم دونوں کو جمع کرے اھ، یہ فتح کے الفاظ ہیں اور اس پر پھر یہ کہا اس بنا پر غسل میں بھی ضرور تفصیل ہوگی کہ اگر نبیذ میں مٹھاس اتنی غالب ہوجائے کہ پانی کا نام اس پر نہ بولا جائے تو اس سے

مجال کل جدال ۔ میں اور بدر محمود تے بنایہ میں ۔ میں کہتا ہوں انہوں نے دوسرے اور بارہ کو یکجا کر دیا ہے بلکہ آٹھ کو بھی، تاکہ ان کے قریب قریب ہونے کا پتا چل جائے، اور اگر درمیانی پر اکتفا کرلیتے تو کوئی جھگڑا باقی نہ رہتا۔ (ت)

بالجملہ اصح و احسن وہی تعریف اخیر مائے مطلق پر یہاں بھی حوالہ ہے کہ جس کی طرف مطلق آب کہنے سے افہام سبقت کریں اُس کی اضافت اضافتِ تعریف ہے ورنہ اضافتِ تقیید **اقول** یعنی جبکہ جنس آب حقیقی لغوی سے خارج نہ ہو ورنہ اضافتِ تقیید بھی نہیں محض مجاز ہے جیسے آبِ زر واللہ تعالیٰ اعلم۔

فصل ثالث ضوابط جزئیہ متون وغیرہا۔

اقول وباللہ التوفیق اول چند مسائل اجماعیہ ذکر کریں کہ کوئی ضابطہ اُن کے خلاف نہیں ہوسکتا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

لما اوھم العلامۃ ابن کمال ثم رأیت فی نص الکفایۃ التصریح بما ذھبت الیہ اذ قال لایجوز بما اعتصر لانہ لیس بماء حقیقۃ ثم **اقول** احال الامام العینی امر التعریف و التقیید علی التغیر وعدمہ و عللہ بالا نفہام من المطلق وعدمہ وھذا اجلی من التغیر المبھم فکان الاولی الارادۃ علیہ کما فعل قبلہ فی غایۃ البیان اذ قال و اضافتہ الی البئر للتعریف لا للتقیید اذ یفھم بمطلق قولنا الماء اھ والعجب ان العینی مشی ھھنا علی ھذا الصحیح ثم بعد ورقتین عاد الی الاول الجریح ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

نچوڑنے سے نکلے، کیونکہ وہ تو پانی ہے ہی نہیں، جیسا کہ ہم نے ۲۰۷ کے حاشیہ میں ذکر کیا، یہ علامہ ابن کمال کے وہم کے برخلاف ہے پھر مجھے کفایہ میں یہی تصریح مل گئی، وہ فرماتے ہیں اس پانی سے وضو جائز نہیں جو نچوڑا گیا ہو کیونکہ وہ درحقیقت پانی نہیں ہے۔ پھر میں کہتا ہوں امام عینی نے تعریف و تقیید کا دارومدار تغیر و عدمِ تغیر پر رکھا ہے اور اس کی علت یہ بیان کی کہ وہ مطلق سے مفہوم ہوتا ہے یا نہیں، اور یہ تغیر مبہم سے زیادہ واضح ہے تو اولیٰ یہ ہے کہ اسی پر دارومدار کیا جائے جیسا کہ اس سے قبل غایۃ البیان میں کیا ہے فرمایا اس کی اضافت کنویں کی طرف تعریف کیلئے ہے نہ کہ تقیید کے لیے کیونکہ وہ مطلق الماء سے مفہوم ہوجاتا ہے اھ اور تعجب ہے کہ عینی نے اس صحیح قول کو اختیار کیا، پھر دو ورق بعد وہ پہلے مجروح قول کی طرف آگئے ہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

Marfat.com

الاحتراز عنه کما فی اجزاء الارض [1]

فتح القدیر میں ہے:

قد رأیناه یقان فی ماء المد والنیل حال غلبة لون الطین علیه وتقع الاوراق فی الحیاض زمن الخریف فیمر الرفیقان و یقول احدهما للاٰخر هنا ماء تعال نشرب نتوضأ فیطلقه مع تغیر اوصافه بانتقاعها فظهر لنا من اللسان ان المخلوط المغلوب لایسلب الاطلاق فوجب ترتیب حکم المطلق علی الماء الذی هو کذلك وقد اغتسل صلی الله تعالٰی علیه وسلم یوم الفتح من قصعة فیها اثر العجین رواه النسائی والماء بذلك

کی طرح ایسی ملاوٹ سے پانی کا محفوظ ہونا مشکل ہے۔ (ت)

مد اور نیل کے پانی میں مٹی کا رنگ غالب ہوتا ہے اور حوضوں میں موسم خزاں کے پتے گرتے ہیں اس کے باوجود ہم نے دیکھا کہ دو ساتھی وہاں سے گزرتے ہوئے ایک دوسرے کو کہتے ہیں یہ پانی ہے آؤ پئیں اور وضو کریں اسی کو مطلق پانی قرار دیتے ہیں حالانکہ ان چیزوں کے ملنے کی وجہ سے پانی کے اوصاف متغیر ہوچکے ہوتے ہیں تو معلوم ہوا کہ ملنے والی مغلوب چیز پانی کو اپنے اطلاق سے خارج نہیں کرتی لہذا ایسے پانی پر مطلق پانی کا حکم مرتب ہوگا نیز فتح مکہ کے روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ایسے پیالے سے وضو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

قدرًا فلیس فیه ما یمیل الی ما فی الغنیة فتثبت ولله الحمد۔

اقول ونظیر هذا الاختلاف عن الامام ما فی الحدیث انه صلی الله تعالٰی علیه وسلم سئل عن تقبیل الصائم عرسه فاجاز فسئل اخری فنهی فاذا الذی اباه له شیخ والذی نهاه عند شاب ۱۲ منه غفرله۔ (م)

دونوں میں سے کسی کا غلبہ معلوم نہ ہو، تو یہ مشکوک کی بات ہوتی مقدار کے اعتبار سے مساوی مخلوط کی بات نہیں ہے یہاں غنیہ والی بات کی طرف میلان ثابت نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس کی نظیر وہ ہے جو حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک بار یہ سوال ہوا کہ اگر روزے والا اپنی بیوی کا بوسہ لے تو کیا حکم ہے، تو جواب میں اجازت فرمائی۔ اور دوسری بار یہی سوال کیا گیا تو آپ نے منع فرمایا۔ تو اس ایک سوال کے مختلف جوابات کی وجہ یہ ہے اگر وہ روزے والا بوڑھا ہو تو جائز فرمایا اور اگر وہ جوان ہے تو منع فرمایا، اس طرح امام ابوحنیفہ نے نبیذ کے بارے مختلف قول فرمائے کیونکہ ہر جواب علیحدہ نقطہ سے متعلق ہے۔ (ت)

Marfat.com

(۴) اجماع لغت وعرف وشرع ہے کہ دو چیزوں سے مرکب میں حکم غالب کے لیے ہے وقد قدمناہ عن المحقق علی الاطلاق فی التعریف الخامس للماء المطلق (اور ہم نے محقق علی الاطلاق سے مطلق پانی کی پانچویں تعریف میں اسکو پہلے ذکر کردیا ہے۔ ت) تو پانی میں جب اُس کا غیر اُس سے زائد مقدار میں مل جائے بحکمِ اجماع اوّل قابلِ وضو نہ رہے گا۔

(۵) اجماع عقل ونقل ہے کہ تعارض موجب تساقط ہے اور اجماع حاضر وبلیع میں حاضر غالب تو اگر دوسری چیز مساوی القدر بھی ملے گی قابلِ وضو نہ رکھے گی وقد[۱] تقدم فی ۲۶۲ (جیسا کہ ۲۶۲ میں گزر چکا۔ ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ثمہ فلا ینبغی ذکرھا الا بتاویلھا کیلا یتجرأ جاھل علی مخالفۃ امر اللہ تعالٰی متشبثا بھا ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

شرط نہیں اھ یہ روایت مؤول ہے جیسا آپ نے جانا تو اس کو بلا تاویل ذکر کرنا درست نہیں تاکہ کوئی اس کو دیکھ کر اللہ تعالٰی کے حکم کی مخالفت کی جُرأت نہ کر بیٹھے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[۱] تقدم ھناك قول الغنیۃ یضم الیہ التیمم عند المساواۃ اھ وما تعقبتھا بہ والاٰن رأیت فی البنایۃ حین ارسل الی نقل ھذا الباب منھا بعض اصحابی ما نصہ حکی عن ابی طاھر الدباس انہ قال انما اختلف[۲] اجوبۃ ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ لاختلاف[۳] الاسئلۃ فانہ سئل عن التوضؤ اذا کانت الغلبۃ للحلاوۃ قال یتیمم ولا یتوضؤ وسئل عنہ اذا کان الماء والحلاوۃ سواء ولم یغلب احدھما علی الاٰخر قال یجمع بینھما وقال السغناقی وعلی ھذہ الطریقۃ لا یختلف الحکم بین نبیذ التمر وسائر

یہاں غنیہ کا قول گزر چکا ہے کہ اس کے ساتھ مساوات کے وقت تیمم کو بھی شامل کرلینا چاہئے اھ اور اس پر جو اعتراضات میں نے کئے ہیں وہ بنایہ میں بھی ہیں، میرے ایک دوست نے بنایہ کا یہ حصہ مجھے نقل کرکے بھیجا ہے اس میں ہے ابوطاہر الدباس سے منقول ہے کہ اس سلسلہ میں ابوحنیفہ کے جوابات کے مختلف ہونے کی وجہ سوالات کا اختلاف ہے اُن سے دریافت کیا گیا کہ مٹھاس کا غلبہ ہو تو کیا کریں تو فرمایا تیمم کرے وضو نہ کرے ان سے دریافت کیا گیا کہ جب پانی اور مٹھاس برابر ہو تو کیا کریں؟ فرمایا وضو اور تیمم دونوں کریں، سغناقی نے فرمایا اس انداز میں نبیذ تمر اور دوسرے نبیذوں کا حکم مختلف نہ ہوگا، یہ

(باقی برصفحہ آیندہ)

Marfat.com

مختلف آئیں مگر عندالتحقیق بتوفیق اللہ تعالٰی سب اُسی معیار کے دائرے میں ہیں عبارات یہ ہیں:

(۱) **قدوری** لایجوز بما غلب علیہ غیرہ فاخرجہ عن طبع الماء کماء الباقلی والمرق وماء الزردج[1] (وضوء جائز نہیں ہے اُس پانی سے جس پر کسی دوسری شے کا غلبہ ہوگیا ہو اور اس کو پانی کی طبیعت سے نکال دیا ہو، جیسے باقلی کا پانی اور زردج کا پانی۔ ت)

(۲) **ہدایہ** مثلہ وانما اخذ عنہ وان زاد بعض الامثلۃ[2] (ہدایہ میں اسی کی مثل ہے انہوں نے قدوری سے لیا ہے اگرچہ بعض مثالوں کا اضافہ کیا ہے۔ ت)

(۳) **وقایہ** ولا بماء زال طبعہ بغلبۃ غیرہ اجزاء اوبالطبخ کماء الباقلی والمرق[3] (وقایہ میں ہے اور نہ اس پانی سے جس پر غیر کا بصورت اجزاء یا پکانے کی وجہ سے غلبہ ہوگیا ہو جیسے باقلی کا پانی اور شوربہ۔ ت)

(۴) **نقایہ** یتوضؤ بماء السماء والارض وان اختلط بہ طاہر الا اذا اخرجہ عن طبع الماء او غیرہ طبخا وھو مما لا یقصد بہ النظافۃ[4] (نقایہ میں ہے آسمان اور زمین کے پانی سے وضوء کرے اگرچہ اس میں کوئی پاک چیز مل گئی ہو، اِلّا یہ کہ اس کو پانی کی طبیعت سے خارج کردیا ہو یا پکنے کی وجہ سے اس کو پانی کی طبیعت سے خارج کردیا ہو اور وہ غیر چیز ایسی نہ ہو جس سے نظافت مطلوب ہوتی ہے۔ ت)

(۵ و ۶) **کنز و وافی** لا بما تغیر بکثرۃ الاوراق او بالطبخ او غلب علیہ غیرہ اجزاء[5] (کنز و وافی میں ہے اس پانی سے وضو جائز نہیں جو پتوں کی کثرت یا پکنے یا غلبہ اجزاء کی وجہ سے بدل گیا ہو۔ ت)

(۷) **اصلاح** لا بماء زال طبعہ بغلبۃ غیرہ اجزاء او تغیر بالطبخ معہ وھو مما لا یقصد بہ النظافۃ[6] (اصلاح میں ہے اس پانی سے وضوء جائز نہیں جو اپنی طبیعت کھو بیٹھا ہو دوسرے کے اجزاء کے غلبہ سے یا پکنے کی وجہ سے اور وہ چیز ایسی ہو جس سے نظافت کا ارادہ نہ کیا جاتا ہو۔ ت)

---

[1] قدوری	کتاب الطہارت	مطبع مجتبائی کانپور	ص ۶
[2] بدایۃ المبتدی			
[3] شرح الوقایۃ	کتاب الطہارت	مطبع رشیدیہ دہلی	۱/۸۵
[4] جامع الرموز	"	مطبع الاسلامیہ گنبد ایران	۱/۴۵
[5] کنز الدقائق	میاہ الوضوء	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/۱۱
[6] اصلاح			

Marfat.com

میں ہے :

الخلط القلیل لامعتبر به لعدم امکان — پانی میں معمولی ملاوٹ کا اعتبار نہیں کیونکہ مٹی کے اجزاء

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اومتردد افیہ یجمع بین الغسل والتیمم اھ۔ — غسل نہ کیا جائے اور اگر اس کے خلاف ہو کہ مٹھاس مغلوب ہو اور اس کو پانی کہا جائے تو غسل کرے کیونکہ دلالت کے طور پر غسل کا حکم وضو سے ملحق قرار پائے گا اور اگر نبیذ میں غلبہ کے بارے میں تردد ہو تو غسل اور تیمم کو جمع کرے اھ (ت)

اقول لاحاجة الی الالحاق مع بقاء الاطلاق اما الذین اختلفوا فی جواز الغسل به فصحح فی المبسوط الجواز وصحح فی المفید عدمه لان الجنابة اغلظ کما ذکرہ فی الفتح بعدہ۔

میں کہتا ہوں کہ اطلاق کی موجودگی میں الحاق کی ضرورت نہیں، نبیذ سے غسل کے جواز کے بارے میں اختلاف کرنے والوں نے جیسا کہ مبسوط میں جواز کی صحت کی ہے اور مفید میں عدم جواز کو صحیح کہا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جنابت زیادہ غلیظ ہے جیسا کہ بعد میں اسے فتح میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

فاقول کلامهم فی ما صار نبیذا وهو غیرهذا التوفیق الانیق وعلیه یضطر القائل بجواز الاغتسال به الی الحاقه بالوضوء دلالة لاقیاسا لان الجواز فی نبیذ التمر معدول به عن سنن القیاس وما کان کذا یجوز الالحاق به دلالة لاقیاسا اما علی هذا التوفیق فلا شك ان الوضوء والغسل سیان فی جوازهما بالماء المطلق فلا یجعل احدهما اصلا والأخر ملحقا به هذا ومثله لفظ التبیین والحلیة اذا لم یدرا یهما الغالب فهذا فی المشکوك دون المخالط المساوی

پس میں کہتا ہوں کہ ان کا کلام اس صورت میں ہے جب نبیذ بن جائے تو اس میں مذکورہ توفیق جاری نہ ہوگی لہذا غسل کے جواز کے قائل وضو کے ساتھ الحاق کرنے میں دلالت کے قول پر مجبور ہیں اور وہ قیاس کو یہاں استعمال نہیں کرسکتے کیونکہ نبیذ تمر سے وضو کا جواز قیاس کے قاعدہ پر نہیں ہے، جو قیاس کے خلاف ہو تو اس سے الحاق بطور دلالت ہوسکتا ہے اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا پس اس طرح وضو اور غسل دونوں مطلق پانی سے جواز میں مساوی ہیں ایک کو اصل اور دوسرے کو ملحق نہیں قرار دیا جاسکتا، ہذا، تبیین اور حلیہ کے الفاظ بھی اسی طرح ہیں، تو جب

(باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

یتغیر و لم یعتبر المغلوبیة۔[1] فرمایا جس میں آٹا لگا ہوا تھا۔ اس کو نسائی نے روایت کیا ہے اور پانی اس آٹے کی وجہ سے متغیر ہوتا ہے لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی کچھ پروا نہ کی۔ (ت)

(۷) اجماع عرف و شرع ہے کہ زوال اسم موجب زوال اطلاق ہے وقد تقدم فی تعاریف المطلق لاسیما التاسع (مطلق کی تعریفوں خصوصاً نویں تعریف میں گزر چکا ہے۔ ت) ولہذا نبیذ تمر سے وضو ناجائز ہونے پر اجماع ہوا اگرچہ پانی اپنی رقت پر رہے وقد تقدم فی ۲۸۶ (۲۸۶ میں گزر چکا۔ ت)

(۸) اجماع ائمہ حنفیہ ہے کہ پانی کے اوصاف میں قلیل تغیر مانع اطلاق نہیں وقد تقدم فی ۱۱۶ (۱۱۶ میں گزر چکا ہے۔ ت)

یہ آٹھ اجماع واجب الاتباع ناقابل نزاع غیر صالح الاندفاع ہیں اور یہی بحمد اللہ تعالٰی وہ معیار کامل ہے جو ماء مطلق کی تعریف رضوی میں گزرا وللہ الحمد یہ احکام منقحہ ہاتھ میں رکھ کر ضوابط کی طرف چلئے۔

ضابطہ ۱: کسی پھل یا پیڑ یا بیل یا پتوں یا گھاس کے عرق یا عصارے سے وضو جائز نہیں۔ قدوری ہدایہ وقایہ نقایہ کنز اصلاح غرر نور الایضاح متون وغیرہا عامہ کتب میں ہے لایجوز بما اعتصر من شجر او ثمر[2] (درخت اور پھل کے نچوڑے ہوئے پانی سے وضو جائز نہیں۔ ت) اور صحیح یہ کہ یہ حکم قاطر و مستقطر و معتصر سب کو عام ہے کما تقدم فی ۲۰۵ (جیسا کہ بحث ۲۰۵ میں گزر چکا ہے۔ ت)

اقول ھو عندی من فروع الاجماع الاول حتی فی قاطر الکرم وقد تقدم فی حاشیۃ ۲۰۷۔

میں کہتا ہوں کہ یہ میرے نزدیک پہلے اجماع کے فروعات میں سے ہے حتی کہ انگور کے درخت سے نکلنے والے قطروں کو شامل ہے اور یہ بات بحث ۲۰۷ کے حاشیہ میں گزر چکی ہے۔ (ت)

ضابطہ ۲ تا ۴: مطہر پانی کے ناقابل وضو ہو جانے کے لیے متون معتمدہ میں تین سبب ارشاد ہوئے:

(۱) زوال طبع آب

(۲) غلبۂ غیر

(۳) طبخ باغیر

اگرچہ بعض نے ایک سبب بیان کیا بعض نے دو بعض نے اجمالاً سب، اور ان سے تعبیر میں بھی عبارات

---

[1] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء مطبع عربیہ کراچی ۱/ ۶۴

[2] نور الایضاح کتاب الطہارۃ مطبع علمیہ لاہور ص ۳

Marfat.com

ب

۲۰ - بدائع الصنائع	علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی	۵۸۷
۲۱ - البدایہ (بدایۃ المبتدی)	علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۲۲ - البحر الرائق	شیخ زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم	۹۷۰
۲۳ - البرہان شرح مواہب الرحمان	ابراہیم بن موسیٰ الطرابلسی	۹۲۲
۲۴ - بستان العارفین	فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۲
۲۵ - البسیط فی الفروع	حجۃ الاسلام محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۲۶ - البنایۃ شرح الہدایۃ	امام بدر الدین ابو محمد العینی	۸۵۵

ت

۲۷ - تاج العروس	سید محمد مرتضیٰ الزبیدی	۱۲۰۵
۲۸ - تاریخ ابن عساکر	علی بن الحسن الدمشقی ابن عساکر	۵۷۱
۲۹ - تاریخ البخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۳۰ - التجنیس والمزید	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۳۱ - تحریر الاصول	کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن الہمام	۸۶۱
۳۲ - تحفۃ الفقہاء	امام علاء الدین محمد بن احمد السمرقندی	۵۴۰
۳۳ - تحقیق الحسامی	عبد العزیز بن احمد البخاری	۷۳۰
۳۴ - الترجیح والتصحیح علی القدوری	علامہ قاسم بن قطلوبغا الحنفی	۸۷۹
۳۵ - التعریفات لسید شریف	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۸۱۶
۳۶ - تفسیر ابن جریر (جامع البیان)	محمد بن جریر الطبری	۳۱۰
۳۷ - تفسیر البیضاوی	عبد اللہ بن عمر البیضاوی	۶۹۱
۳۸ - تفسیر الجلالین	علامہ جلال الدین المحلی و جلال الدین السیوطی م ۸ -	۹۱۱
۳۹ - تفسیر الجمل	سلیمان بن عمر العجیلی الشہیر بالجمل	۱۲۰۴
۴۰ - تفسیر القرطبی	ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی	۶۷۱
۴۱ - التفسیر الکبیر	امام فخر الدین الرازی	۲۶

Marfat.com

(۸) **ملتقی** لا بماء خرج عن طبعه بکثرة الاوراق او بغلبة غیرہ او بالطبخ کماء الباقلاء والمرق[1] (ملتقی میں ہے اس پانی سے وضوء جائز نہیں جو پتّوں کی کثرت یا غیر کے غلبہ یا پکانے کے سبب اپنی طبیعت کھو بیٹھا ہو جیسے باقلاء کا پانی اور شوربہ۔ ت)

(۹) **غرر** لا بماء زال طبعه بالطبخ کالمرق او بغلبة غیرہ علیه[2] (غرر میں ہے جس پانی کی طبیعت زائل ہوچکی ہو اس سے وضوء جائز نہیں خواہ پکنے کی وجہ سے یا غیر کے غلبہ کی وجہ سے۔ ت)

(۱۰) **تنویر** لا بماء مغلوب بطاھر ولا بماء زال طبعه بطبخ کمرق[3] (تنویر میں ہے جو پانی کسی پاک چیز کے ملنے سے مغلوب ہوچکا ہو یا پکنے سے طبیعت کھو چکا ہو اس سے وضوء جائز نہیں ہے۔ ت)

(۱۱) **نورالایضاح** لا بماء زال طبعه بالطبخ او بغلبة غیرہ علیه[4] اھ (نورالایضاح میں ہے جس پانی کی طبیعت پکنے یا غیر کے غلبہ کی بنا پر زائل ہوچکی ہو اس سے وضوء جائز نہیں ہے۔ ت)

اقول وترکنا ما ذکر بعدہ من تلخیص الضابطة الزیلعیة فان وضع المتون لنقل المذھب دون الابحاث الحادثة۔

میں کہتا ہوں اُنھوں نے اس کے بعد جو ضابطہ زیلعیہ کی تلخیص ذکر کی ہے ہم نے اسے ترک کردیا ہے کیونکہ متون کو مذہب نقل کرنے کے لیے وضع کیا ہے نئی ابحاث کے لیے نہیں۔ (ت)

---

[1] ملتقی الابحر | تجوز الطہارت بالماء المطلق | عامرہ مصر | ۱/۲۸
[2] غرر | فرض الغسل | دار السعادۃ مصر | ۱/۲۳
[3] تنویر الابصار | باب المیاہ | مجتبائی دہلی | ۱/۳۴
[4] نورالایضاح | کتاب الطہارۃ | علمیہ لاہور | ص ۳

Marfat.com

ح

۶۷ ۔ حاشیۃ علی الدرر	محمد بن مصطفٰی ابوسعید الخادمی	۱۱۷۶
۶۸ ۔ حاشیۃ ابن شلبی علی التبیین	احمد بن محمد الشلبی	۱۰۲۱
۶۹ ۔ حاشیۃ علی الدرر	عبدالحلیم بن محمد الرومی	۱۰۱۳
۷۰ ۔ حاشیۃ علی الدرر لملا خسرو	قاضی محمد بن فراموز ملّا خسرو	۸۸۵
۷۱ ۔ حاشیۃ علی المقدمۃ العشماویۃ	علامہ سفطی	۔
۷۲ ۔ الحاشیۃ لسعدی آفندی	سعد اللہ بن عیسٰی الآفندی	۹۴۵
۷۳ ۔ الحدیقۃ الندیۃ شرح طریقۃ محمدیۃ	عبدالغنی النابلسی	۱۱۴۳
۷۴ ۔ الحاوی القدسی	قاضی جمال الدین احمد بن محمد نوح القابسی الحنفی	۶۰۰
۷۵ ۔ حصر المسائل فی الفروع	امام ابواللیث نصر بن محمد السمرقندی الحنفی	۳۷۲
۷۶ ۔ حلیۃ الاولیاء	ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی	۴۳۰
۷۷ ۔ حلیۃ المجلّی	محمد بن محمد ابن امیر الحاج	۸۷۹

خ

۷۸ ۔ خزانۃ الروایات	قاضی جکن الحنفی	
۷۹ ۔ خزانۃ الفتاوٰی	طاہر بن احمد عبدالرشید البخاری	۵۴۲
۸۰ ۔ خزانۃ المفتین	حسین بن محمد السمعانی السمیقانی	۷۴۰ کے بعد
۸۱ ۔ خلاصۃ الدلائل	حسام الدین علی بن احمد المکی الرازی	۵۹۸
۸۲ ۔ خلاصۃ الفتاوٰی	طاہر بن احمد عبدالرشید البخاری	۵۴۲
۸۳ ۔ خیرات الحسان	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳

د

۸۴ ۔ الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۸۵ ۔ الدرر (درر الحکام)	قاضی محمد بن فراموز ملّا خسرو	۸۸۵
۸۶ ۔ الدر المختار	علامہ علاء الدین الحصکفی	۱۰۸۸
۸۷ ۔ الدر المنثور	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی	۹۱۱

Marfat.com

مآخذ و مراجع

ا

نام کتاب	مصنف کتاب	سن وفات ہجری
۱۔ الاجزاء فی الحدیث	عبدالرحمٰن بن عمر بن محمد البغدادی المعروف بالنحاس	۴۱۶
۲۔ الاجناس فی الفروع	ابو العباس احمد بن محمد الناطفی الحنفی	۴۴۶
۳۔ الاختیار شرح المختار	عبداللہ بن محمود (بن مودود) الحنفی	۶۸۳
۴۔ الادب المفرد للبخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۵۔ ارشاد الساری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی	۹۲۳
۶۔ ارشاد العقل السلیم	ابو سعود محمد بن محمد العمادی	۹۵۱
۷۔ الارکان الاربع	مولانا عبد العلی بحر العلوم	۱۲۲۵
۸۔ الاشباہ والنظائر	شیخ زین الدین بن ابراہیم بابن نجیم	۹۷۰
۹۔ اشعۃ اللمعات	شیخ عبد الحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۱۰۔ اصول البزدوی	علی بن محمد البزدوی	۴۸۲
۱۱۔ الاصلاح للوقایۃ فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۹۴۰
۱۲۔ آکام المرجان فی احکام الجان	قاضی بدر الدین محمد بن عبداللہ الشبلی	۷۶۹
۱۳۔ انفع الوسائل	قاضی برہان الدین ابراہیم بن علی الطرسوسی الحنفی	۷۵۸
۱۴۔ امداد الفتاح	حسن بن عمار الشرنبلالی	۱۰۶۹
۱۵۔ انوار الائمۃ الشافعیہ	امام یوسف الاردبیلی الشافعی	۷۹۹
۱۶۔ الایضاح للوقایۃ فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۹۴۰
۱۷۔ امالی فی الحدیث	عبدالملک بن محمد بن بشران	۴۳۲
۱۸۔ الایجاز فی الحدیث	احمد بن محمد المعروف بابن السنی	۳۶۴
۱۹۔ القاب الرواۃ	احمد بن عبدالرحمٰن الشیرازی	۴۰۷

Marfat.com

۱۰۷ - السنن للدارقطنی	علی بن عمر الدارقطنی	۳۸۵
۱۰۸ - السنن للدارمی	عبد اللہ بن عبد الرحمٰن الدارمی	۲۵۵

ش

۱۰۹ - الشافی	شمس الائمہ عبد اللہ بن محمود الکردری	
۱۱۰ - شرح الاربعین للنووی	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۱۱۱ - شرح الاربعین للنووی	ابراہیم ابن عطیہ المالکی	۱۱۰۶
۱۱۲ - شرح الاربعین للنووی	علامہ احمد بن الحجازی	۹۷۸
۱۱۳ - شرح الاشباہ والنظائر	ابراہیم بن حسین بن احمد بن محمد ابن البیری	۱۰۹۹
۱۱۴ - شرح الجامع الصغیر	امام قاضی خان حسین بن منصور	۵۹۲
۱۱۵ - شرح الدرر	شیخ اسمٰعیل بن عبد الغنی النابلسی	۱۰۶۲
۱۱۶ - شرح سفر السعادۃ	شیخ عبد الحق المحدّث الدہلوی	۱۰۵۲
۱۱۷ - شرح السنۃ	حسین بن منصور البغوی	۵۱۶
۱۱۸ - شرح شرعۃ الاسلام	یعقوب بن سیدی علی زادہ	۹۳۱
۱۱۹ - شرح مختصر الطحاوی للاسبیجابی	ابو نصر احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	۴۸۰
۱۲۰ - شرح الغریبین		
۱۲۱ - شرح المسلم للنووی	شیخ ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی	۶۷۶
۱۲۲ - شرح معانی الآثار	ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی	۳۲۱
۱۲۳ - شرح المنظومۃ لابن وہبان	عبد البر بن محمد ابن شحنۃ	۹۲۱
۱۲۴ - شرح المنظومۃ فی رسم المفتی	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۲۵ - شرح المنیۃ الصغیر	شیخ محمد ابراہیم الحلبی	۹۵۶
۱۲۶ - شرح مواہب اللدنیۃ	علامہ محمد بن عبد الباقی الزرقانی	۱۱۲۲
۱۲۷ - شرح موطا امام مالک	علامہ محمد بن عبد الباقی الزرقانی	۱۱۲۲
۱۲۸ - شرح المہذب للنووی	شیخ ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی	۶۷۶
۱۲۹ - شرح النقایۃ	مولانا عبد العلی البرجندی	۹۳۲
۱۳۰ - شرح الوقایۃ	صدر الشریعۃ عبید اللہ بن مسعود	۷۴۷

Marfat.com

۴۲ - التفسیر للنیشابوری	نظام الدین الحسن بن محمد بن حسین النیشابوری	۷۲۸
۴۳ - تقریب القریب	ابو زکریا یحیٰی بن شرف النواوی	۹۱۱
۴۴ - التقریر والتحبیر	محمد بن محمد ابن امیر الحاج الحلبی	۸۷۹
۴۵ - التیسیر للمناوی	عبد الرؤف المناوی	۱۰۳۱
۴۶ - تبیین الحقائق	فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی	۷۴۳
۴۷ - تقریب التہذیب	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۴۸ - تنویر المقباس	ابو طاہر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی	۸۱۷
۴۹ - تنویر الابصار	شمس الدین محمد بن عبد اللہ بن احمد التمرتاشی	۱۰۰۴
۵۰ - تعظیم الصلوٰۃ	محمد بن نصر المروزی	۲۹۴
۵۱ - تاریخ بغداد	ابو بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی	۴۶۳
۵۲ - التوشیح فی شرح الہدایۃ	عمر بن اسحٰق السراج الہندی	۷۷۳

ج

۵۳ - جامع الترمذی	ابو عیسٰی محمد بن عیسٰی الترمذی	۲۷۹
۵۴ - جامع الرموز	شمس الدین محمد الخراسانی	۹۶۲
۵۵ - الجامع الصحیح للبخاری	امام محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۵۶ - الجامع الصغیر فی الفقہ	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۵۷ - الجامع الصحیح للمسلم	مسلم بن حجاج القشیری	۲۶۱
۵۸ - جامع الفقہ (جوامع الفقہ)	ابو نصر احمد بن محمد العتابی	۵۸۶
۵۹ - جامع الفصولین	شیخ بدر الدین محمود بن اسرائیل با بن قاضی	۸۲۳
۶۰ - الجامع الکبیر	ابی الحسن عبید اللہ بن حسین الکرخی	۳۴۰
۶۱ - جواہر الاخلاطی	برہان الدین ابراہیم بن ابوبکر الاخلاطی	۰
۶۲ - الجواہر الزکیۃ	احمد بن ترکی بن احمد المالکی	۹۸۹
۶۳ - جواہر الفتاوٰی	رکن الدین ابوبکر بن محمد بن ابی المفاخر	۵۶۵
۶۴ - الجوہرۃ النیرۃ	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد الیمنی	۸۰۰
۶۵ - الجرح والتعدیل فی رجال الحدیث	یحیٰی بن معین البغدادی	۲۳۳
۶۶ - الجامع الصغیر فی الحدیث	علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱

Marfat.com

غ

۱۵۱ - غایۃ البیان	شیخ قوام الدین امیر کاتب ابن امیر الاتقانی	۵۸
۱۵۲ - غرر الاحکام	قاضی محمد بن فراموز ملّا خسرو	۸۵
۱۵۳ - غریب الحدیث	ابو الحسن علی بن مغیرۃ البغدادی المعروف باثرم	۳۰
۱۵۴ - غمز عیون البصائر	احمد بن محمد الحموی المکی	۰۹۸
۱۵۵ - غنیۃ ذوالاحکام	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۰۶۹
۱۵۶ - غنیۃ المستملی	محمد ابراہیم بن محمد الحلبی	۱۵۶

ف

۱۵۷ - فتح الباری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۵۲
۱۵۸ - فتح القدیر	کمال الدین محمد بن عبد الواحد بابن الہمام	۸۶۱
۱۵۹ - فتاوی النسفی	امام نجم الدین النسفی	۵۳۷
۱۶۰ - فتاوی بزازیۃ	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۷
۱۶۱ - فتاوی حجۃ		
۱۶۲ - فتاوی خیریۃ	علامہ خیر الدین بن احمد بن علی الرملی	۰۸۱
۱۶۳ - فتاوی سراجیۃ	سراج الدین علی بن عثمان الاوشی	۵۷۵
۱۶۴ - فتاوی عطاء بن حمزہ	عطاء بن حمزہ السغدی	
۱۶۵ - فتاوی غیاثیہ	داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	
۱۶۶ - فتاوی قاضی خان	حسن بن منصور قاضی خان	۵۹۲
۱۶۷ - فتاوی ہندیہ	جمعیت علماء اورنگ زیب عالمگیر	
۱۶۸ - فتاوی ظہیریۃ	ظہیر الدین ابو بکر محمد بن احمد	۶۱۹
۱۶۹ - فتاوی ولوالجیۃ	عبد الرشید بن ابی حنیفۃ الولوالجی	۵۴۰
۱۷۰ - فتاوی الکبری	امام صدر الشہید حسام الدین عمر بن عبد العزیز	۵۳۶
۱۷۱ - فقہ الاکبر	الامام الاعظم ابی حنیفۃ نعمان بن ثابت الکوفی	۱۵۰
۱۷۲ - فتح المعین	سید محمد ابی السعود الحنفی	

Marfat.com

ذ

۸۸ - ذخیرۃ العقبیٰ	یوسف بن جنید الجلبی (چلپی)	۹۰۵
۸۹ - ذخیرۃ الفتاوٰی	برہان الدین محمود بن احمد	۶۱۶
۹۰ - ذم الغیبۃ	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۰۱

ر

۹۱ - الرحمانیۃ		
۹۲ - رد المحتار	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۹۳ - رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ	ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن الدمشقی	۷۸۱
۹۴ - رغائب القرآن	ابو مروان عبدالملک بن حبیب السلمی (القرطبی)	۲۳۹
۹۵ - رفع الغشاء فی وقت العصر والعشاء	شیخ زین الدین بابن نجیم	۹۷۰
۹۶ - رد علی الجہمیۃ	عثمان بن سعید الدارمی	۲۸۰

ز

۹۷ - زاد الفقہاء	شیخ الاسلام محمد بن احمد الاسبیجابی	المتوفی اواخر القرن السادس
۹۸ - زاد الفقیر	کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الہمام	۸۶۱
۹۹ - زواہر الجواہر	محمد بن محمد التمرتاشی	تقریباً ۱۰۱۶
۱۰۰ - زیادات	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹

س

۱۰۱ - السراج الوہاج	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد الیمنی	۸۰۰
۱۰۲ - السنن لابن ماجۃ	ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجۃ	۲۷۳
۱۰۳ - السنن لابن منصور	سعید بن منصور الخراسانی	۲۷۳
۱۰۴ - السنن لابی داؤد	ابوداؤد سلیمان بن اشعث	۲۷۵
۱۰۵ - السنن للنسائی	ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی	۳۰۳
۱۰۶ - السنن للبیہقی	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸

Marfat.com

۱۹۶ - کشف الاسرار	علاء الدین عبدالعزیز بن احمد البخاری	۷۳۰
۱۹۷ - کشف الرمز	علامۃ المقدسی	
۱۹۸ - کشف الاستار عن زوائد البزار	امین الدین عبدالوہاب بن وہبان الدمشقی	۷۶۸
۱۹۹ - کنز العمال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین	۹۷۵
۲۰۰ - الکفایۃ	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی تقریباً	۸۰۰
۲۰۱ - کف الرعاع	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۲۰۲ - کنز الدقائق	عبداللہ بن احمد بن محمود	۷۱۰
۲۰۳ - الکنیٰ للحاکم	ابوعبداللہ الحاکم	۴۰۵
۲۰۴ - الکواکب الدراری	شمس الدین محمد بن یوسف الشافعی الکرمانی	۷۸۶
۲۰۵ - کتاب الجرح والتعدیل	محمد بن حبان التمیمی	۳۵۴
۲۰۶ - کتاب المغازی	یحییٰ بن سعید القطان	۱۹۸
۲۰۷ - کتاب الصمت	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱
۲۰۸ - کتاب الزہد	عبداللہ بن مبارک	۱۸۰
۲۰۹ - الکشاف عن حقائق التنزیل	جاراللہ محمود بن عمر الزمخشری	۵۳۸

ل

۲۱۰ - لمعات التنقیح	علامہ شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۲۱۱ - لقط المرجان فی اخبار الجان	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن محمد السیوطی	۹۱۱

م

۲۱۲ - مبارق الازہار	الشیخ عبداللطیف بن عبدالعزیز ابن الملک	۸۰۱
۲۱۳ - مبسوط خواہرزادہ	بکر خواہرزادہ محمد بن حسن البخاری الحنفی	۴۸۳
۲۱۴ - مبسوط السرخسی	شمس الائمۃ محمد بن احمد السرخسی	۴۸۳
۲۱۵ - مجری الانہر شرح ملتقی الابحر	نور الدین علی الباقانی تقریباً	۹۹۵
۲۱۶ - مجمع بحار الانوار	محمد طاہر الصدیقی	۹۸۱
۲۱۷ - مجموع النوازل	احمد بن موسیٰ بن عیسیٰ	۵۵۰
۲۱۸ - مجمع الانہر	الشیخ عبداللہ بن محمد بن سلیمان المعروف بداماد آفندی	۱۰۷۸

Marfat.com

١٣١ - شرح الهداية	محمد بن محمد ابن شحنة	٨٩٠
١٣٢ - شرعة الاسلام	امام الاسلام محمد بن ابی بکر	٥٧٣
١٣٣ - شعب الایمان	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیهقی	٤٥٨
١٣٤ - شرح الجامع الصغیر	احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	٤٨٠
١٣٥ - شرح الجامع الصغیر	عمر بن عبد العزیز الحنفی	٥٣٦

ص

١٣٦ - صحاح الجوهری	اسمٰعیل بن حماد الجوهری	٣٩٣
١٣٧ - صحیح ابن حبان	محمد بن حبان	٣٥٤
١٣٨ - صحیح ابن خزیمة	محمد بن اسحاق ابن خزیمة	٣١١
١٣٩ - الصراح	ابوفضل محمد بن عمر بن خالد القرشی	تقریباً ٦٩٠

ط

١٤٠ - الطحطاوی علی الدر	سید احمد الطحطاوی	١٣٠٢
١٤١ - الطحطاوی علی المراقی	سید احمد الطحطاوی	١٣٠٢
١٤٢ - الطریقة المحمدیة	محمد بن پیر علی المعروف برکلی	٩٨١
١٤٣ - طلبة الطلبة	نجم الدین عمر بن محمد النسفی	٥٣٧

ع

١٤٤ - عمدة القاری	علامه بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد العینی	٨٥٥
١٤٥ - العنایة	اکمل الدین محمد بن محمد البابرتی	٧٨٦
١٤٦ - عنایة القاضی	شهاب الدین الخفاجی	١٠٦٩
١٤٧ - عیون المسائل	ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی	٣٧٨
١٤٨ - عقود الدریة	محمد امین ابن عابدین الشامی	١٢٥٢
١٤٩ - عدة	کمال الدین محمد بن احمد الشهیر بطاش کبری	١٠٣٠
١٥٠ -		

Marfat.com

۲۴۵	معرفۃ الصحابۃ	ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی	۴۳۰
۲۴۶	المعجم الاوسط	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۷	المعجم الصغیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۸	المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۹	معراج الدرایۃ	قوام الدین محمد بن محمد البخاری	۷۴۹
۲۵۰	مشکوٰۃ المصابیح	شیخ ولی الدین العراقی	۷۴۲
۲۵۱	المغنی فی الاصول	شیخ عمر بن محمد الخبازی الحنفی	۶۹۱
۲۵۲	المغرب	ابوالفتح ناصر بن عبدالسید المطرزی	۶۱۰
۲۵۳	مختصر القدوری	ابوالحسین احمد بن محمد القدوری الحنفی	۴۲۸
۲۵۴	مفاتیح الجنان	یعقوب بن سیدی علی	۹۴۱
۲۵۵	المفردات للامام راغب	حسین بن محمد بن مفضل الاصفہانی	۵۰۲
۲۵۶	المقدمۃ العشماویۃ	ابوالعباس عبدالباری العشماوی المالکی	
۲۵۷	الملتقط (فی فتاویٰ ناصری)	ناصرالدین محمد بن یوسف الحسینی	۵۵۶
۲۵۸	مجمع الزوائد	نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی	۸۰۷
۲۵۹	مناقب الکردری	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۷
۲۶۰	المنتقیٰ (فی الحدیث)	عبداللہ بن علی ابن جارود	۳۰۷
۲۶۱	المنتقیٰ فی فروع الحنیفہ	الحاکم الشہیر محمد بن محمد بن احمد	۳۳۴
۲۶۲	منحۃ الخالق	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۲۶۳	منح الغفار	محمد بن عبداللہ التمرتاشی	۱۰۰۴
۲۶۴	ملتقی الابحر	امام ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶
۲۶۵	منہاج	شیخ ابوزکریا یحییٰ بن شرف النواوی	۶۷۶
۲۶۶	مجمع البحرین	مظفرالدین احمد بن علی بن ثعلب الحنفی	۶۹۴
۲۶۷	المبتغیٰ	شیخ عیسیٰ بن محمد ابن ایناج الحنفی	
۲۶۸	المبسوط	عبدالعزیز بن احمد الحلوانی	۴۵۶
۲۶۹	مسند فی الحدیث	الحافظ ابوالفتح نصر بن ابراہیم الہروی	۵۱۰

Marfat.com

۱۷۳ - فتح المعین شرح قرۃ العین	زین الدین بن علی بن احمد الشافعی	۹۲۸
۱۷۴ - الفتوحات المکیۃ	محی الدین محمد بن علی ابن عربی	۶۳۸
۱۷۵ - فواتح الرحموت	عبد العلی محمد بن نظام الدین الکندی	۱۲۲۵
۱۷۶ - الفوائد	تمام بن محمد بن عبد اللہ البجلی	۴۱۴
۱۷۷ - فوائد المخصصۃ	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۷۸ - فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	عبد الرؤف المناوی	۱۰۳۱
۱۷۹ - فوائد سمویۃ	اسمٰعیل بن عبد اللہ الملقب بسمویۃ	۲۶۷
ق		
۱۸۰ - القاموس	محمد بن یعقوب الفیروزآبادی	۸۱۷
۱۸۱ - قرۃ العین	علامہ زین الدین بن علی الملیباری	۹۲۸
۱۸۲ - القنیۃ	نجم الدین مختار بن محمد الزاہدی	۶۵۸
۱۸۳ - القرآن		
ک		
۱۸۴ - الکافی فی الفروع	حاکم شہید محمد بن محمد	۳۳۴
۱۸۵ - الکامل لابن عدی	ابو احمد عبد اللہ بن عدی	۳۶۵
۱۸۶ - الکبریت الاحمر	سید عبد الوہاب الشعرانی	۹۷۳
۱۸۷ - کتاب الآثار	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۱۸۸ - کتاب الآثار	امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری	۱۸۲
۱۸۹ - کتاب الالمام فی آداب دخول الحمام	ابو العباس محمد بن علی	
۱۹۰ - کتاب السواک	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ	۴۳۰
۱۹۱ - کتاب الہدیۃ لابن عماد	عبد الرحمن بن محمد عماد الدین بن محمد العمادی	۱۰۵۰
۱۹۲ - کتاب الطہور	لابی عبید	
۱۹۳ - کتاب العلل علی ابواب الفقہ	ابو محمد عبد الرحمن ابن ابی حاتم محمد الرازی	۳۲۷
۱۹۴ - کتاب الاصل	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۱۹۵ - کتاب الوسوسۃ	ابو بکر بن ابی داؤد	

Marfat.com

و

۲۹۰ - الوافی فی الفروع	عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۹۱ - الوجیز فی الفروع	ابوحامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۲۹۲ - الوقایۃ	محمود بن صدر الشریعۃ	۶۷۳
۲۹۳ - الوسیط فی الفروع	ابی حامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵

ھ

۲۹۴ - الھدایۃ فی شرح البدایۃ	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳

ی

۲۹۵ - الیواقیت والجواہر	سیّد عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳
۲۹۶ - ینابیع فی معرفۃ الاصول	ابی عبداللہ محمد ابن رمضان الرومی	۷۶۹

Marfat.com

۲۱۹ - المحیط البرہانی	امام برہان الدین محمود بن تاج الدین	۶۱۶
۲۲۰ - المحیط الرضوی	رضی الدین محمد بن محمد السرخسی	۶۷۱
۲۲۱ - مختارات النوازل	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۲۲۲ - مختار الصحاح	محمد بن ابی بکر عبد القادر الرازی	۶۶۰
۲۲۳ - المختارۃ فی الحدیث	ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد	۶۴۳
۲۲۴ - المختصر	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۲۲۵ - مدخل الشرع الشریف	ابن الحاج ابی عبد اللہ محمد بن محمد العبدری	۷۳۷
۲۲۶ - مراقی الفلاح بامداد الفتاح شرح نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۲۲۷ - مرقات شرح مشکوٰۃ	علی بن سلطان ملا علی قاری	۱۰۱۴
۲۲۸ - مرقات الصعود	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۲۲۹ - مستخلص الحقائق	ابراہیم بن محمد الحنفی	
۲۳۰ - المستدرک للحاکم	ابو عبد اللہ الحاکم	۴۰۵
۲۳۱ - المستصفی	حافظ الدین عبد اللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۳۲ - مسلم الثبوت	محب اللہ البہاری	۱۱۱۹
۲۳۳ - مسند ابی داؤد	سلیمان بن داؤد الطیالسی	۲۰۴
۲۳۴ - مسند ابی یعلیٰ	احمد بن علی الموصلی	۳۰۷
۲۳۵ - مسند اسحٰق ابن راہویہ	حافظ اسحٰق ابن راہویہ	۲۳۸
۲۳۶ - مسند الامام احمد بن حنبل	امام احمد بن محمد بن حنبل	۲۴۱
۲۳۷ - مسند البزار	ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق البزار	۲۹۲
۲۳۸ - مسند عبد بن حمید	ابو محمد عبد بن محمد حمید الکشی	۲۹۴
۲۳۹ - مسند الفردوس	شہردار بن شیرویہ الدیلمی	۵۵۸
۲۴۰ - مصباح المنیر	احمد بن محمد بن علی	۷۷۰
۲۴۱ - المصفّٰی	حافظ الدین عبد اللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۴۲ - مصنف ابن ابی شیبۃ	ابو بکر عبد اللہ بن محمد احمد النسفی	۲۳۵
۲۴۳ - مصنف عبد الرزاق	ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی	۲۱۱
۲۴۴ - مصباح الدجیٰ	امام حسن بن محمد الصغانی الہندی	۶۵۰

Marfat.com

شاندار علمی، ادبی شاہکار

رضا فاؤنڈیشن

Ph:042-7657314

Marfat.com

۲۷۰ - المسند الکبیر	یعقوب بن شیبۃ السدوسی	۲۶۲
۲۷۱ - منیۃ المصلی	سدید الدین محمد بن محمد الکاشغری	۷۰۵
۲۷۲ - موطا امام مالک	امام مالک بن انس المدنی	۱۷۹
۲۷۳ - موارد الظمآن	نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی	۸۰۷
۲۷۴ - مشکلات	احمد بن مظفر الرازی	۶۴۲
۲۷۵ - مہذب	ابی اسحٰق ابن محمد الشافعی	۴۷۶
۲۷۶ - میزان الشریعۃ الکبریٰ	عبد الوہاب الشعرانی	۹۷۳
۲۷۷ - میزان الاعتدال	محمد بن احمد الذہبی	۷۴۸
۲۷۸ - المستخرج علی الصحیح البخاری	احمد بن موسیٰ ابن مردویہ	۴۱۰
۲۷۹ - مکارم الاخلاق	محمد بن جعفر الخرائطی	۳۲۷

ن

۲۸۰ - النقایۃ مختصر الوقایۃ	عبد اللہ بن مسعود	۷۴۵
۲۸۱ - نصب الرایۃ	ابو محمد عبد اللہ بن یوسف الحنفی الزیلعی	۷۶۲
۲۸۲ - نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۲۸۳ - النہایۃ	حسام الدین حسین بن علی السغناقی	۷۱۱
۲۸۴ - النہایۃ لابن اثیر	مجد الدین مبارک بن محمد الجزری ابن اثیر	۶۰۶
۲۸۵ - النہر الفائق	عمر بن نجیم المصری	۱۰۰۵
۲۸۶ - نوادر فی الفقہ	ہشام بن عبید اللہ المازنی الحنفی	۲۰۱
۲۸۷ - نور العین	محمد بن احمد المعروف بنشانجی زادہ	۱۰۳۱
۲۸۸ - النوازل فی الفروع	ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی	۳۷۶
۲۸۹ - نوادر الاصول فی معرفۃ اخبار الرسول	ابو عبد اللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی	۲۵۵

Marfat.com

فتاویٰ رضویّہ

(مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات)

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلوپیڈیا

بہترین طباعت کتابت' اعلیٰ کاغذ سنہری ڈائی دار جلد

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ ــــــ ۱۳۴۰ھ

۱۸۵۶ء ــــــ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن ○ جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ، لاہور (۸) پاکستان

فون ۷۶۵۷۳۱۴

Marfat.com

Marfat.com

فتاوی رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

۳

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۸

پاکستان (۵۴۰۰۰)

فتاوٰی رضویّہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور۔۸
پاکستان (۵۴۰۰۰)

Marfat.com

مَن یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خیرًا یُّفقِّھہُ فِی الدِّین

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

جلد سوم

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ ـــــ ۱۳۴۰ھ
۱۸۵۶ء ـــــ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن ۰ جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور پاکستان (۵۴۰۰۰)
فون نمبر 7657314

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب ـــــ فتاوٰی رضویہ جلد سوم

تصنیف ـــــ شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز

ترجمہ عربی عبارات ـــــ محقق عظیم علامہ محمد احمد مصباحی (بھیروی) ہندوستان

پیش لفظ ـــــ مولانا محمد صدیق ہزاروی جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

تخریج و تصحیح ـــــ (۱) مولانا نذیر احمد سعیدی (۲) مولانا محمد عمر ہزاروی

باہتمام و سرپرستی ـــــ مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی مدظلہ

ترتیب فہرست ـــــ حافظ عبد الستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

کتابت ـــــ محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالہ)

پروف ریڈنگ ـــــ مولانا سردار احمد حسن سعیدی

اشاعت اول ـــــ شعبان ۱۴۱۲ھ / فروری ۱۹۹۲ء

تعداد ـــــ ایک ہزار

صفحات ـــــ ۷۵۶

مطبع ـــــ

ناشر ـــــ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ لاہور

قیمت ـــــ

ملنے کے پتے

○ مکتبہ اہلسنت، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

○ شبیر برادرز۔ ۴۰۔ اردو بازار۔ لاہور فون: ۷۲۴۶۰۶

○ ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

Marfat.com

اجمالی فہرست

○ پیش لفظ ———— ۵
○ باب المیاہ ———— ۴۱
○ باب التیمم ———— ۲۹۷
○ مآخذ و مراجع ———— ۷۴۳

فہرست رسائل

○ النور والنورق ———— از ۴۵۱ جلد دوم تا ۲۴۹ جلد سوم
○ الدقۃ والتبیان ———— ۴۱ تا ۸۸
○ حسن التعمم ———— ۳۱۱ (یہ رسالہ جلد چہارم میں ختم ہوگا)
○ سمح الندریٰ ———— ۴۱۱ تا ۵۴۳
○ الظفر لقول زفر ———— ۴۴۱ تا ۴۶۳
○ المطر السعید ———— ۵۷۹ تا ۷۰۷
○ الجد السدید ———— ۷۱۷ تا ۷۳۸

○

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

علم وفضل کے آفتاب نیم روز، زُہد وتقویٰ کے بدرِ منیر، تحقیق وتدقیق کے دُرِ بے بہا، سیاست، عادقہ کے گوہرِ نایاب اور تحریکِ عشقِ رسالت کے قافلہ سالار امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ سے ہر ذی شعور، علم دوست اور حق شناس فرد متعارف ہی نہیں، اس مردِ حق آگاہ کی دینی، مِلّی، رُوحانی اور سیاسی خدمات کا معترف بھی ہے اور خوشہ چین بھی۔

کسی بھی عظیم شخصیت کی دینی، ملّی اور قومی خدمات کو پس پردہ لے جانے اور ملّت اسلامیہ کو اس کے علمی جواہر پاروں سے محروم رکھنے کے لیے بنیادی طور پر دو باتیں کارفرما ہوسکتی ہیں:

۱۔ مخالفین کا جھُوٹا پروپیگنڈا۔

۲۔ اپنوں کی ناقص منصوبہ بندی۔

حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمہُ اللہ جن کے علمی تحقیقی شہ پاروں سے عرب وعجم کے مسلمانوں نے شمعِ علم روشن کی اور افریقہ ویورپ کے باسیوں کو آپ سے اکتسابِ فیض کا شرف حاصل ہوا، کا علمی اور تحقیقی خزانہ انگریز اور ہندو کی شاطرانہ چال، کانگرس کے ہمنوا نام نہاد مسلمانوں کے جھُوٹے پروپیگنڈے اور نام لیواؤں، عقیدت مندوں اور محبّت کا دم بھرنے والوں کی ناقص منصوبہ بندی کی دبیز تہوں کے نیچے دب کر رہ گیا تھا۔

الحمدللہ! اب دردمند اور حسّاس مسلمانوں کی کوشش سے مخالفت، تعصّب اور لاشعوری کی یہ دبیز تہیں ہٹنے لگیں، رضوی علم وفضل کے آسمان پہ چھا جانے والے جھُوٹے پروپیگنڈے کے مہیب بادل

marfat.com
Marfat.com

چھٹنے لگے اور یوں عرب وعجم کی اس عظیم علمی وروحانی شخصیت کا روشن اور جگمگاتا ہوا حقیقی چہرہ نکھر کر سامنے آگیا۔ چنانچہ اس وقت دنیا بھر کے مختلف جامعات میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کی علمی تحقیقات پر نہایت وقیع مقالات لکھے جارہے ہیں[1]۔

رضا فاؤنڈیشن لاہور بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس فاؤنڈیشن کے بانی مخدوم ملت، استاذ العلماء، مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی دامت برکاتہم العالیہ کی علم دوست، فرض شناس اور دردمند شخصیت سے کون واقف نہیں۔ حضرت مفتی صاحب مدظلہٗ کی خاموش تبلیغ و تحریک نے گلستانِ سنیت میں جتنے پھول کھلائے ہیں ان کی عطر بیز مہک نے شرق و غرب اور شمال وجنوب کو معطر کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب کی مساعی کو برکات سے اور ان کے اہم علمی دینی منصوبوں کو تکمیل کے زیور سے آراستہ فرمائے آمین!

رضا فاؤنڈیشن نے خیابانِ رضا سے جس اہم پھول کا انتخاب کیا ہے وہ اپنوں اور بیگانوں سب سے دادِ تحسین وصول کر چکا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ تحقیقی اعتبار سے فتاوٰی رضویہ کی نظیر ملنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ ایک ایک مسئلے پر دلائل کے انبار لگا دینا بلاشبہ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ ہی کا حصہ ہے۔

"مشتے نمونہ از خروارے" کے مطابق حضرت فاضل بریلوی کی فقہی بصیرت اور تحقیقی صلاحیت کی صرف ایک جھلک پیشِ خدمت ہے۔ پانی کے حصول یا اس کے استعمال سے عجز کی صورت میں تیمم کی اجازت ہے عام کتب فقہ اور فتاوٰی میں اس عجز کی چند صورتیں بیان کی جاتی ہیں لیکن امام احمد رضا رحمہ اللہ نے پانی سے عجز کی ایک سو پچھتر (۱۷۵) صورتیں بیان کی ہیں لیکن اس کے باوجود خود پسندی اور بڑائی کے اظہار کی بجائے عجز اور فروتنی کا مجسمہ بنے نظر آتے ہیں، خود فرماتے ہیں:

"الحمد للہ! یہ پانی سے عجز کی پونے دوسو ۱۷۵ صورتیں اس رسالہ کے خواص سے ہیں کہ اس کے غیر میں نہ ملیں گی اگرچہ جو کچھ ہے علماءِ کرام ہی کا فیض ہے[2]۔"

دورِ جدید کے تقاضوں کے مطابق فتاوٰی رضویہ کو آسان اور دلکش پیرائے میں قارئین تک پہنچانا وقت کی اہم ضرورت تھی، چنانچہ رضا فاؤنڈیشن نے اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسا کرتے ہوئے اس اہم ذمہ داری کا بیڑا اٹھایا اور عزم صمیم کے ساتھ میدانِ عمل میں قدم رکھ دیا۔

دیکھتے ہی دیکھتے فتاوٰی رضویہ کی پہلی جلد کا نصف اوّل، عربی عبارات کے ترجمہ، حوالہ جات کی تخریج

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے "حیاتِ امام اہلسنت" از ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی مرکزی مجلس رضا لاہور

[2] حوالہ کے لیے پیش نظر جلد کے صفحات ۱۱۴ تا ۲۴۵ ملاحظہ کیجئے۔

Marfat.com

اور عمدہ طباعت کے ساتھ دو خوب صورت جلدوں میں جلوہ گر ہو کر اہلِ علم سے خراجِ تحسین وصول کر گیا، اور اب اُسی آب و تاب کے ساتھ نصفِ آخر کا آدھا حصّہ تیسری جلد کی صورت میں آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

فتاوٰی رضویہ جلد سوم

شروع شروع میں خیال تھا کہ فتاوٰی رضویہ کی پہلی جلد (مکمل) اور دوسری جلد سے طہارت کی بحث کو تین جلدوں میں شائع کیا جائے لیکن پہلی دو جلدوں کی طباعت سے اندازہ ہوا کہ کتاب الطہارت کی مکمل بحث چار جلدوں کی متقاضی ہے، لہٰذا یہ تمام بحث چار ضخیم جلدوں میں مکمل ہو گی۔

پیشِ نظر جلد، پُرانی جلد کے صفحہ ۴۸۴ سے ۷۳۵ تک کے مضامین پر مشتمل ہے۔ اِس جلد میں اُنسٹھ ۵۹ سوالات کے جوابات (فتاوٰی)، اقولُ کے عنوان سے ۱۳۲۱ علمی فوائد اور ۵۰۱ تطفلات و معروضات مندرج ہیں[1]۔ اس جلد میں بنیادی طور پر طہارت سے متعلق تین موضوعات پر گفتگو کی گئی ہے:

(۱) پانی کی طبع یعنی رقّت و سیلان۔

(۲) کنویں کے مسائل۔

(۳) تیمم سے متعلق تمام ضروری ابحاث۔

پیشِ نظر جلد میں درج ذیل چھ رسائل بھی شامل ہیں:

(۱) الدقۃ والتبیان لعلم الرقۃ والسیلان ۱۳۳۴ھ	(پانی کی) رقّت و سیلان کا واضح بیان
(۲) حسن التعمم لبیان حد التیمم ۱۳۳۵ھ	تیمم کی ماہیّت و تعریف کا بہترین بیان
(۳) سمح الندرٰی فیما یورث العجز من الماء ۱۳۳۵ھ	پانی سے عجز کی پونے دو سو ۱۷۵ صورتوں کا بیان
(۴) الظفر لقول زفر ۱۳۳۵ھ	وقت کی تنگی کے باعث جوازِ تیمم کے بارے میں امام زفر رحمہ اللہ کے قول کی تقویّت۔
(۵) المطر السعید علی نبت جنس الصعید ۱۳۳۵ھ	جنسِ زمین سے کیا مراد ہے (تحقیقی بیان)

---

[1] حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ نے بعض مقامات پر اسلاف فقہاء کرام سے فقہی علمی اختلاف کیا ہے لیکن اسے ادباً تطفل و معروضہ سے تعبیر کیا ہے۔ تطفّل کا مطلب اپنے آپ کو چھوٹا سمجھنا ہے گویا امام احمد رضا بریلوی قدس سرّہٗ کی طرف سے ان بزرگوں پر اعتراض نہیں بلکہ ان کی خدمت میں عرض و گزارش ہے۔

marfat.com
Marfat.com

(۶) الجد السدید فی نفی الاستعمال عن الصعید ۱۴ ۳۵ جنسِ زمین بالکل مستعمل نہیں ہوتی۔

فتاویٰ رضویہ جلد اول (قدیم) کے حاشیہ پر مبسوط فوائد کو یکجا کر کے "فوائد جلیلہ" کے نام سے چوتھی جلد کے آخر میں لایا جا رہا ہے۔ ان فوائد کی ترتیب و تبویب کا فریضہ فاضلِ جلیل مولانا محمد عبدالستار سعیدی ناظمِ تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور نے انجام دیا ہے۔

رضا فاؤنڈیشن کے ارکان، ہندوستان کے عظیم محقق علامہ محمد احمد مصباحی (بھیروی) دامت برکاتہم العالیہ کے بے حد ممنون ہیں جنہوں نے اپنی گوناگوں علمی مصروفیات کے باوجود مختصر وقت میں باب التیمم سے آخر تک کی عربی عبارات کا نہایت سلیس اور شستہ ترجمہ فرمایا۔

علامہ محمد احمد مصباحی (بھیروی) حضرت حافظِ ملت علامہ عبدالعزیز محدث مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قابلِ فخر شاگرد اور برصغیر پاک و ہند کی مایۂ ناز مادرِ علمی "الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور (ہندوستان) کے شیخ الادب ہیں۔ آپ قدیم و جدید علوم کے ماہر، کئی علمی تحقیقی کتب کے مصنف اور مترجم ہیں۔ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ کے متعدد رسائل اور فتاویٰ کو ترجمہ، تحقیق اور تحشیہ کے بعد عام اردو خوان حضرات کے لیے آسان بنا چکے ہیں۔ اس وقت فنِ لغت پر ایک مبسوط اور وقیع کتاب تحریر کر رہے ہیں۔

علامہ مصباحی، امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کی علمی شخصیت اور آپ کی تحقیقاتِ جلیلہ کو علم و دانش کی دنیا میں متعارف کرانے میں نمایاں کردار ادا کرنے والے ادارے المجمع الاسلامی مبارکپور کے رُوحِ رواں ہیں۔ اور بقول علامہ بدرالقادری (ہالینڈ) علامہ محمد احمد مصباحی حضرت حافظِ ملت علیہ الرحمۃ کی نگاہِ کیمیا کا انتخاب اور ان کی پاکیزہ دُعاؤں کا ثمرہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ علامہ محمد احمد مصباحی مدظلہٗ کی دینی و ملی خدمات کو شرفِ قبولیت اور اُمتِ مسلمہ کو ان کے علمی جواہر پاروں سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

قارئین کرام! رضا فاؤنڈیشن نے ایک علمی ذخیرہ آپ کے حوالے کر دیا ہے، اس کو بہتر سے بہترین کی طرف لے جانے کے لیے اپنے قیمتی مشوروں اور اس اہم منصوبے کی تکمیل کے لیے اپنی پُرخلوص دُعاؤں سے نوازتے رہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین بجاہِ نبیہ الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم!

○

محمد صدیق ہزاروی
جامعہ نظامیہ رضویہ۔ لاہور

۴ شعبان المعظم ۱۴۱۲ھ
۹ فروری ۱۹۹۲ء

Marfat.com

فہرست جلد سوم

ابواب و مسائل

باب المیاہ

- پانی میں کسی شے کے ملنے کی تین صورتیں اور ان کے احکام۔ ۸۵
- پانی میں ستو وغیرہ کچھ مل جائے تو اس سے کس وقت تک وضو جائز ہے۔ ۸۶
- بعض بہتی چیزوں کا ملنا بھی پانی کی رقت کھو دیتا ہے۔ ۸۸
- پانی میں کوئی چیز پکانے سے کس وقت آب مطلق نہ رہے گا۔ ۱۰۵
- پکانے کی صورتیں اور ان کے نتائج۔ ۱۲۱
- دیگچہ بھر پانی میں چھٹانک بھر گوشت پکایا تو پانی قابلِ وضو رہے گا۔ ۱۲۲
- پانی میں کوئی چیز ڈال کر پکانے کی صورتیں اور اُن کے احکام۔ ″
- اُن ۳۰۷ کے علاوہ اور ۳۴ پانیوں کا بیان جن سے وضو ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ۲۱۴
- فتویٰ ۵۶۔ وضو کے قطرے لوٹے میں گرے تو پانی قابلِ وضو رہے گا۔ ۲۵۰
- فتویٰ ۵۷۔ حوض یا کنویں کے پانی کا رنگ، مزہ، بُو خود بدل جائیں تو حرج نہیں۔ ″
- فتویٰ ۵۸۔ پانی مربع، مثلث، مدور یا طویل بلا عرض کا حکم۔ ″
- فتویٰ ۵۹۔ بے نمازی بہشتی ڈول میں ہاتھ ڈال کر پانی مشک میں بھرتے ہیں اور گھڑوں میں ڈالتے وقت مشک کے دہانے پر اُن کا ہاتھ ہوتا ہے یہ پانی قابلِ وضو ہے یا نہیں۔ ۲۵۲
- مشک بھرتے وقت پانی کہ ڈول سے نکل کر مشک میں جا رہا ہے جب تک دہانۂ مشک میں داخل نہ ہو جاری ہے۔ ″
- فتویٰ ۶۰۔ تالاب میں زراعت کثیر ہے اُس میں تھوڑی جگہ خالی کر کے نجس کپڑا دھوئیں تو پاک ہوگا یا نہیں۔ ۲۵۳

marfat.com

Marfat.com

فتویٰ ۶۱ - جنب یا حیض والی کا ہاتھ پانی میں ڈوبے تو کیا حکم ہے۔ ۲۵۴
فتویٰ ۶۲ - کنویں پر کھڑے ہو کر لوگ نہاتے ہیں پانی اندر جاتا ہے کیا حکم ہے۔ ″
فتویٰ ۶۳ - جنب نے ڈول بھرایا اُس کے ہاتھ پڑے ہوئے پانی سے نہایا غسل ہوا یا نہیں۔ ″
فتویٰ ۶۴ - ہندو کے بھرے پانی سے غسل و وضو درست ہے۔ ۲۵۵
فتویٰ ۶۵ - دربارۂ جلد مذبوح در باب انجاس۔ ۲۵۶
جس خچر کی ماں گھوڑی ہے اُس کا جھوٹا پاک ہے۔ ۵۰۳

فصل فی البئر

فتویٰ ۶۶ - کنویں میں گرگٹ گرنے کا حکم۔ ۲۶۱
فتویٰ ۶۷ - دلو وسط کی مقدار۔ ″
فتویٰ ۶۸ - گائے بھینس کا پٹھا کنویں سے نکلا تو کیا حکم۔ ۲۶۶
فتویٰ ۶۹ - بچے کا نال کنویں میں گر گیا اور دو روز تک بےخبری میں پانی پیا۔ ″
فتویٰ ۷۰ - جُھکنا کنویں میں گر گیا تو کیا حکم ہے۔ ۲۶۷
فتویٰ ۷۱ - جوتا گرا اور ہندو بے نہائے گھسا کنویں کا کیا حکم ہے۔ ۲۶۹
گائے بکری کا بچہ پیدا ہوتے ہی اپنی رطوبتوں میں آلودہ کنویں میں گر گیا کنواں پاک ہے۔ ۲۹۲
فتویٰ ۷۲ - عورتوں کے بھرنے سے کنویں میں کچھ خلل نہیں آتا۔ ۲۷۱
لہنگے والی عورت کے بھرنے سے بھی کچھ خلل نہیں ہوتا۔ ″
فتویٰ ۷۳ - کنویں کے پاس چہ بچہ ہے اُس میں وضو و غسل جنابت ہر طرح کا پانی جاتا ہے اور ایک سوراخ سے نکلتا رہتا ہے پیچک اس میں گر کر کنویں میں گری کنویں کا کیا حکم ہے۔ ″
فتویٰ ۷۴ - چہ بچہ میں پاک و ناپاک پانی سب طرح کے آتے ہیں اور اس میں آدھ گز اونچا سوراخ ہے پانی اُس سے اونچا ہو کر نکلتا ہے ورنہ ٹھہرا رہتا ہے اور اُس میں بو بھی آتی ہے اس میں گری ہوئی پیچک کنویں میں گری تو کیا حکم ہے۔ ۲۷۲
فتویٰ ۷۵ - مرغی نکالنے کو اس کا کھانچا کنویں میں ڈالا کتنے ڈول نکالے جائیں اور ان کے نکالنے کی اُجرت مرغی کے مالک پر ہے یا نہیں۔ ۲۷۵
فتویٰ ۷۶ - چھپکلی گرنے کا حکم۔ ″
فتویٰ ۷۷ - مسلمان نہا کر کنویں میں گیا تو کچھ ڈول نکلیں گے یا نہیں۔ ۲۷۸
فتویٰ ۷۸ - ہندوؤں کے نہانے اور دھوتیوں کی چھینٹیں کنویں میں جاتی ہیں کنواں پاک ہے یا ناپاک۔ ″
فتویٰ ۷۹ - پیڑھی جس پر بچے کے پیشاب کا گمان ہے یا پائے میں مرغی کی بیٹ لگنے کا

Marfat.com

وہ اگر کنویں میں گر جائے تو کیا حکم ہے ۔ ۲۷۹

فتویٰ ۸۰ ۔ گورنمنٹ کی طرف سے جو پڑیا ڈالی جاتی ہے پانی وضو اور پینے کے قابل رہتا ہے یا نہیں ۔ ۲۸۰

فتویٰ ۸۱ ۔ کوئی شخص ایک لڑکے سے کہہ گیا ہے کہ کنویں میں چھپکلی گری ہے مگر نہ وہ ملی نہ اس شخص کا پتا چلا اس میں کیا حکم ہے ۔ 〃

فتویٰ ۸۲ ۔ ہندو مرد و عورت کے بھرنے سے کنویں میں نقصان آتا ہے یا نہیں مسلمان کوشش کریں کہ ہندو مسجد کے کنویں سے نہ بھریں اور ایک شخص اس کوشش سے باز رکھے وہ کیسا ہے ۔ ۲۸۱

فتویٰ ۸۳ ۔ کنویں سے مردہ کتا نکلا کل تک اس کا پانی استعمال ہوتا رہا ۔ بدن اور کپڑوں کا کیا حکم ہے ۔ 〃

فتویٰ ۸۴ ۔ کنویں میں استعمالی جوتا گر جائے تو کیا حکم ہے ۔ ۲۸۲

فتویٰ ۸۵ ۔ لوگ ڈول بھر اپنے صرف کے لائق لے کر باقی کنویں میں لوٹ دیتے ہیں اس کا کیا حکم ہے ۔ ۲۸۳

فتویٰ ۸۶ ۔ گوبر کا بھرا گھڑا کنویں میں ڈالنے سے کتنا پانی نکالا جائے اور غیر ثقہ مسلمان کی خبر اس باب میں معتبر ہے یا نہیں ۔ کنویں کے ڈول سے ایک ڈول دو چند ہے اس سے پانی نکالا یہاں تک کہ وہ نصف سے کم ڈوبنے لگا پاک ہوا یا نہیں ۔ نکالنے والا ہندو تھا نصف سے کم ڈوبنے کی خبر اس نے دی یہ معتبر ہے یا نہیں ۔ کنواں پھر بھر گیا ہے اب نکالیں تو کتنا ۔ کون سے ڈول کا اعتبار ہے ۔ ۲۸۴

فتویٰ ۸۷ ۔ کنویں کا قطر تین ہاتھ اور چودہ فٹ پانی ہے کل نکالنے کا حکم ہو تو کیا جائے ۔ کل پانی نکالنے یا پانی توڑنے کے کیا معنی ، بڑے کنویں سے دو تین سو ڈول نکال دینا کافی ہے یا نہیں ۔ ۲۸۶

نجاست نکلنے کے وقت کنویں میں جتنا پانی تھا سب نکالنے کا حکم ہے اگرچہ ہزاروں ڈول ہو دو تین سو کا مسئلہ یہاں جاری نہیں ۔ 〃

پانی توڑنے کے معنی ۔ 〃

کل پانی نکالنے کے معنی ۔ 〃

فتویٰ ۸۸ ۔ کنویں میں نل لگایا ہے نل میں نجاست گرے تو کنواں اور کنویں میں گرے تو نل کا پانی ناپاک ہو گیا یا نہیں ۔ 〃

قلیل مینگنی ، لید ، گوبر سے کنواں ناپاک ہوگا یا نہیں ۔ (حاشیہ) ۲۸۵

ان چیزوں کا قلیل ضرورت کے لیے معاف ہے 〃

خود اگر کوئی ایک ریزہ گوبر کا کنویں میں ڈال دے گا کنواں ناپاک ہو جائے گا اور اس عام کنویں کا حکم جس میں ہندو گنوار بھرتے اور گوبر کے سنے گھڑے ڈالتے ہیں ۔ 〃

کنویں سے کچھ فاصلہ پر نجاست کا چہ بچہ ہے اور اس کا اثر کنویں میں ظاہر ہوا پانی ناپاک ہو گیا ۔ 〃

marfat.com
Marfat.com

فتویٰ ۸۹۔ سڑا ہوا جانور کنویں سے نکلے تو کیا حکم ہے۔ ۲۸۸

فتویٰ ۹۰۔ رافضی نمازی کنویں میں گھسے تو کیا حکم ہے۔ 〃

فتویٰ ۹۱۔ کنویں سے زندہ خنزیر نکل آیا اور اس میں بارہ گز پانی ہے تو کیا حکم ہے۔ 〃

جتنا پانی نکالنے کا حکم ہو ایک ساتھ نکالنا ضرور نہیں۔ ۲۸۹

فتویٰ ۹۲۔ گائے بکری کنویں سے زندہ نکل آئے تو کنواں کس وجہ سے پاک رہتا ہے حالاں کہ اس کے پاؤں وغیرہ روز پیشاب میں بھرتے ہیں۔ 〃

فتویٰ ۹۳۔ ناپاک کنویں سے انجانی میں نہایا، کپڑے دھوئے، کھانا پکایا تو کیا حکم ہے۔ ۲۹۳

فتویٰ ۹۴۔ چشمہ دار کنواں جس کا پانی توڑنا دشوار ہے اگر کل نکالنے کا حکم ہو کیا کرے اور تین سو ڈول کافی ہیں یا نہیں اور تھوڑے تھوڑے کرکے نکالیں تو کیا حکم ہے۔ 〃

فتویٰ ۹۵۔ چڑیا گلی ہوئی نکلی اور بے وضو یا بے غسل یا بے نمازی کنویں میں گر کر زندہ نکل آئے تو کیا حکم ہے۔ ۲۹۴

فتویٰ ۹۶۔ پھولا ہوا چوہا نکلا اور پانی ٹوٹ نہیں سکتا تو کیا حکم ہے اور نمازیں کتنی پھیرے۔ 〃

فتویٰ ۹۷۔ کل پانی کے نکالنے کا حکم تھا صرف تین سو ساٹھ ڈول نکال کر اسی دن سے وضو و نماز شروع کر دی ان کا کیا حکم ہے۔ ۲۹۵

باب التیمم

فتویٰ ۹۸۔ کس نماز کے جانے کے خوف سے ترک وضو کی اجازت ہے۔ ۲۹۷

فتویٰ ۹۹۔ تیمم میں موزہ اتارنے کی حاجت نہیں۔ 〃

فتویٰ ۱۰۰۔ مثل قیمت و غبن یسیر و غبن فاحش و تقویم مقومین کے معنے۔ ۳۰۰

فتویٰ ۱۰۱۔ جو چیز جنس ارض سے نہ ہو اس پر تیمم کے لیے اتنا غبار درکار کہ ہاتھ پھیرنے سے انگلیوں کا نشان بن جائے۔ ۳۰۲

فتویٰ ۱۰۲۔ پانی ہوتے ہوئے بغیر ضرر کے تیمم جائز نہیں۔ ۳۰۴

فتویٰ ۱۰۳۔ در باب الوضو۔ ۳۰۵

پانی پاتے ہوئے خوف فوت نماز جنازہ کے لیے تیمم کیا اس تیمم سے نہ نماز پڑھ سکتا ہے نہ قرآن مجید چھو سکتا ہے۔ 〃

پانی سے عاجز نے نماز جنازہ کے لیے تیمم کیا اس سے ہر نماز پڑھ سکتا ہے۔ ۳۰۶

فتویٰ ۱۰۴۔ ورزش کی گرمی اور پسینے کی حالت میں اگر پانی مضر ہو تیمم کرے۔ 〃

فتویٰ ۱۰۵۔ حقہ کا پانی پاک ہے اور سفر میں اگر اور پانی نہ ملے تو اس کے ہوتے ہوئے تیمم نہیں ہو سکتا۔ 〃

Marfat.com

فتویٰ ١٠٦ - جاڑے کیا صبح تنگ وقت آنکھ کھلی فقط ستر دھو کر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔ ٣٠٧

فتویٰ ١٠٧ - جوڑوں میں درد گھٹنی میں چوٹ ہے تو تیمم جائز ہے یا نہیں۔ ٣٠٨

فتویٰ ١٠٨ - عارضۂ فیل پا کے سبب تیمم کرے یا اس پاؤں پر مسح۔ ״

فتویٰ ١٠٩ - عارضۂ فیل پا میں غسل کی جگہ تیمم جائز ہے یا نہیں۔ ٣٠٩

فتویٰ ١١٠ - گاؤں سے باہر کھیت ہے نماز صبح کا وقت ہوا اور پانی نہیں تیمم کرے یا کیا۔ ״

فتویٰ ١١١ - تنگیٔ وقت کے سبب غسل کی جگہ تیمم کرکے پڑھے پھر نہا کر اعادہ کرے۔ ٣١٠

فتویٰ ١١٢ - تیمم کی تعریف و ماہیت شرعیہ۔ ٣١١

مصنف کی تحقیق کہ ہر پاک زمین پاک کنندہ ہے۔ ٣١٥

ہاتھ کہ بہ نیت تیمم جنس ارض پر مارے گئے خود ہی جنسِ ارض کے حکم میں ہو جاتے ہیں۔ ٣٢٨

تیمم میں ہاتھوں پر غبار لگنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ سنت یہ ہے کہ لگا ہو تو جھاڑ دے۔ ״

گرد آلودہ ہاتھ چہرے پر پھیرنا منع ہے۔ ٣٢٩

تیمم میں جنسِ ارض پر ہاتھ ملنا سنت ہے۔ ٣٣٥

جائز ہے کہ دوسرے سے کہے مجھے تیمم کرادے اور اس وقت نیت اسی کی شرط ہوگی نہ اس دوسرے کی۔ ٣٤٠

آندھی سے چہرے اور ہاتھوں پر غبار پڑا تیمم ہوا یا نہیں۔ ٣٤١

تیمم کی نیت سے آتے ہوئے غبار کے سامنے کھڑا ہوا جب تک ہاتھ نہ پھیرے تیمم نہ ہوا۔ ٣٤١

جھاڑو دی یا گیہوں تولے ان کے غبار کا بھی وہی حکم ہے۔ ״

غبار کی جگہ بہ نیت تیمم سر اور ہاتھ داخل کیے اگر سب جگہ غبار پہنچ گیا تیمم ہوگیا۔ ٣٤٢

اُڑتے ہوئے غبار میں تیمم کی نیت سے سر اور ہاتھوں کو جنبش دی تیمم ہوگیا۔ ״

چہرے اور ہاتھوں پر ریتا یا خاک سب جگہ چھڑکنے سے تیمم نہیں ہوتا جب تک ہاتھ نہ پھیرے۔ ״

منہ اور ہاتھوں پر تیمم کی نیت سے گرد اڑائی تیمم نہ ہوا ہاں اُس اُڑتی گرد میں سر و دست کو بہ نیت تیمم جنبش دی تو ہوگیا۔ ٣٤٣

راہ چل رہا ہے اور گرد آکر محیط ہو رہی ہے اگر بہ نیت تیمم سر و دست کو جنبش دے گا تیمم ہو جائیگا ورنہ نہیں۔ ״

تیمم میں کس طرح کا فعل شرط ہے۔ ״

کپڑا جھاڑ کر غبار سے تیمم کا طریقہ۔ ٣٤٧

تر چیز ناپاک پر غبار پڑ کر سوکھ گیا اُس سے تیمم جائز نہیں اور خشک ناپاک پر غبار پڑا اس سے جائز ہے۔ ״

جس کے ہاتھ شل ہوں اُس کے تیمم کا طریقہ۔ ٣٤٨

مصنف کی تحقیق کہ تیمم چار طرح ہوتا ہے۔ ٣٦٦

اڑتے ہوئے غبار میں بہ نیت تیمم گیا غبار سب اعضا کو پہنچ گیا تیمم ہوگیا اور اگر یہ نہ گیا بلکہ غبار

marfat.com

Marfat.com

اعضا پر آیا تو بہ نیت تیمم سر و دست کی جنبش سے
تیمم ہوگا اور اگر غبار اعضا پر بیٹھ گیا تو بے ہاتھ
پھیرے تیمم نہ ہوگا۔ ۳۷۱
مصنف کی تحقیق کہ جنسِ ارض پر ہاتھ مارتے
وقت نیت شرط ہے۔ ۳۷۳
تیمم میں تکرارِ مسح سنت نہیں۔ ۳۷۴
جنس ارض پر بہ نیت تیمم ہاتھ مارنے سے ہی ہتھیلیوں
کا مسح ہو جاتا ہے ان کا دوبارہ مسح نہ کرے۔ 〃
ضرب ہتھیلیوں سے سُنت ہے نہ صرف پُشتِ
دست سے۔ ۳۷۵
پُشتِ دست بھی جنسِ ارض پر مارے ان کا
مسح بھی ہو جائیگا جبکہ ان کا ہر جُز مٹی سے
چھُو جائے۔ ۳۷۶
مصنف کی تحقیق کہ جب ہتھیلیاں تیمم کے لیے
جنسِ ارض پر رکھیں اب دوبارہ ان پر ہاتھ پھیرنا
مکروہ ہے۔ 〃
تیمم ہوتے ہوئے دوبارہ تیمم مکروہ ہے۔ ۳۷۷
تیمم میں ایک عضو پر دوبارہ مسح کے احکام۔ 〃
تیمم میں ہاتھوں کے مسح کا بہتر طریقہ۔ 〃
اس کا دوسرا طریقہ۔ ۳۷۸
سنت یہ ہے کہ جنسِ ارض پر پہلے ہتھیلیاں رکھے
پھر اُن کی پیٹھ۔ (حاشیہ) ۳۷۵
ہاتھ مار کر گرد جھاڑنا سنت ہے جتنی بار میں
ہاتھ صاف ہوں۔ ۳۸۳
بے نیت تیمم زمین پر ہاتھ رکھے تھے ان میں گرد
لگی ہوئی ہے اب نیت کرکے ان ہاتھوں کو
ایک عضو پر پھیر سکتا ہے۔ ۳۸۴
مصنف کی تحقیق کہ ہاتھ مارنے کے بعد حدث
ہوگیا دوبارہ پھر ضرب لازم ہے۔ ۳۸۵
زید نے عمرو سے کہا مجھے تیمم کرا دے، عمرو نے
جنس ارض پر ہاتھ مارے اس کے بعد زید کو
حدث ہوگیا مصنف کی تحقیق میں یہ ضرب
بیکار نہ ہوئی، اور اگر عمرو کو حدث ہوگیا تو
مصنف کی تحقیق میں بیکار ہوگئی۔ ۳۹۲
تیمم معہود وغیر معہود کا بیان تحقیقاتِ مصنف سے۔ ۳۹۴
تیمم میں جنسِ ارض پر ہاتھ رکھنا ہی کافی ہے،
بقوت مارنا ضرور نہیں ہاں بہتر ہے۔ ۳۹۷
پانی سے عجز کی پونے دو سو ۱۷۵ صورتیں۔ ۴۱۱
اپنے شہر میں ایسی جگہ ہو جہاں سے ہر جگہ
پانی میل بھر دُور ہو تیمم کر سکتا ہے۔ 〃
اگر مسافر کو امید ہو کہ وقتِ مستحب میں
پانی تک پہنچ جائیگا انتظار مستحب ہے اور
چاہے تو ابھی تیمم سے پڑھ لے۔ 〃
پانی اگر اس جگہ اُس وقت کے معمولی بھاؤ پر
ملتا ہے اگرچہ ایک مشکیزہ ایک روپیہ کو اور یہ
خرید سکے تو خریدنا فرض اور تیمم ناجائز۔ ۴۱۴
قیمت پاس نہیں اور دینے والا ادھار دینے پر

Marfat.com

راضی، جب بھی خریدنا واجب۔ ۴۱۴

پانی کی قیمت قرض لینا واجب نہیں۔ 〃

وضو یا غسل میں نقصان کا نرا اندیشہ کافی نہیں نہ کسی ڈاکٹر یا فاسق یا ناقص طبیب کا کہنا۔ 〃

سردی کے خوف سے تیمم جائز نہیں مگر جبکہ ضرر کا صحیح اندیشہ ہو۔ ۴۱۵

عادتِ پردہ میں عورات کے اقسام اور دربارۂ تیمم اُن کے احکام۔ ۴۱۷

پانی پر دشمن ہونے کے سبب تیمم کی اجازت ہے اور ایک صورت میں پھر نماز پھیرنا بھی نہیں۔ ۴۱۹

اگر کسی کو نہانا ہے اور وہاں کچھ لوگ موجود ہیں یا عورت کو وضو کرنا ہے اور وہاں نامحرم لوگ ہیں تو اس صورت میں تیمم و اعادۂ نماز کا کیا حکم ہے۔ ۴۲۰

جو تیمم تنگیٔ وقت کے سبب کیا تھا اُس سے دوسری عبادت کہ بے طہارت جائز نہیں جائز نہیں۔ ۴۲۵

مصنّف کی تحقیق کہ نماز مستحب کا وقت جاتا ہو تو اس کے لیے تیمم روا نہیں۔ ۴۲۹

چڑھنا اُترنا ممکن اور پانی میل بھر سے کم دُور ہو تو تیمم جائز نہیں۔ ۴۳۸

نماز پنجگانہ و جمعہ و تنگیٔ وقت سے تیمم کی تفصیل۔ ۴۳۹

اگر پانی سے طہارت کر کے وقت میں فقط فرض پڑھ سکتا ہے تو تیمم کی اجازت نہیں۔ 〃

سفر قلیل و کثیر کا فرق تین مسئلوں میں ہے۔ ۴۴۹

دشمن یا چور یا آگ یا درندہ یا سانپ کے چلے جانے کا انتظار واجب نہیں تیمم کر کے پڑھ سکتا ہے اور اعادہ نہیں ہاں گنجائش ہو تو انتظار بہتر ہے۔ ۴۶۰

فقط مباح کرنے سے پانی پر قدرت ہو جاتی ہے اگرچہ ہبہ نہ کرے۔ ۴۶۴

فقط وعدہ سے پانی پر قدرت سمجھی جاتی ہے۔ 〃

کسی نے پانی دینے کا وعدہ کیا جب اس نے وقت جاتا دیکھا تیمم سے نماز شروع کر دی اب وہ پانی لے آیا اس صورت میں کیا حکم ہے۔ ۴۶۵

پانی نہ ہونے کے سبب تیمم کیا تھا پھر ایسا بیمار ہو گیا کہ وضو نقصان کرے گا اب پانی پایا تو دوبارہ بیماری کا تیمم کرے کہ وُہ تیمم کہ پانی نہ ہونے کا تھا جاتا رہا۔ 〃

پانی نہ ہونے کے سبب تیمم کیا تھا اب پانی تو ملا مگر اس پر دشمن یا درندہ وغیرہ ہے جس کے سبب پانی لے نہیں سکتا پہلا تیمم نہ ٹوٹے گا۔ ۴۶۶

تیمم کے لیے پانی معدوم ہونے کے معنی۔ ۴۶۷

پانی سامنے ہے مگر اس تک پہنچ نہیں سکتا تو معدوم ہے۔ ۴۶۸

اگر پانی سے عجز کا سبب نہ بدلے اور سبب کا سبب بدل جائے تو تیمم نہ ٹوٹے گا اور اس کی مثال۔ 〃

گرم پانی نہانے کو مل سکے اگرچہ حمام میں اُجرت دے کر تو سردی کے خوف سے تیمم کی اجازت نہیں۔ ۴۷۴

جو تیمم محتلم نے مسجد سے نکلنے کے لیے کیا اس سے تلاوتِ قرآن مجید حلال نہیں۔ ۴۸۰

marfat.com

Marfat.com

مسجد میں احتلام ہوا اور باہر جا نہیں سکتا ٹھہرنے
کے لیے تیمم کیا اس تیمم سے نماز نہیں پڑھ سکتا پانی
نہ پائے تو نماز کے لیے دوبارہ تیمم کرے۔ ۴۸۱

حوض دَہ در دَہ سے کم ہے اور پانی تک ہاتھ نہیں
پہنچتا تو اس کے اندر نہانے کا کس صورت میں حکم
ہے اور کس صورت میں تیمم کرے۔ ۴۹۴

نہانے کی حاجت ہے اور پانی مسجد کے اندر ہے
اور لانے والا موجود ہے تو واجب ہے کہ اس سے
کہے تیمم کرکے خود نہیں جا سکتا، ہاں وہ انکار
کر دے تو تیمم کرکے خود لائے۔ (حاشیہ) ۴۹۵

پانی سے استعمال کی ممانعت شرعی بھی وجہ
عجز ہے۔ ۵۰۰

گدھے کا جھوٹا پانی ہے یا وہ نبیذ جس کے نبیذ ہونے
میں شبہہ ہے تو لازم ہے کہ اس سے وضو بھی کرے
اور تیمم بھی اور وضو پہلے کر لینا بہتر ہے اور ان پانیوں
سے وضو بے نیت نہیں ہو سکتا۔ ۵۰۳

اعضائے وضو میں اگر مجروح گنتی میں زیادہ ہیں تیمم
کرے اور صحیح اعضا زیادہ ہوں تو وضو کرے
اور مجروح پر مسح اور اس گنتی میں سر بھی شمار
کیا جائے گا جبکہ تین چوتھائی سے زیادہ مجروح ہو۔ ۵۰۶

وضو میں اگر سر کا مسح یا غسل میں سر دھونا مضر ہو
تو اس کے احکام کی تفصیل اور یہ کہ اس وجہ سے
تیمم جائز نہیں۔ ۵۰۹

سر کے مرض کے سبب اگر گلے سے بھی نہانا مضر
ثابت ہو تو تیمم کرے۔ ۵۱۲

پانی معلوم تھا اور سمجھا کہ خرچ ہو گیا تیمم سے پڑھ لی
اس کا پھیرنا فرض ہے اگرچہ وقت جاتا رہا ہو۔ ۵۲۱

پانی بیٹے کی ملک پر ہے وہاں تک پہنچنے سے پہلے
باپ نے کہہ دیا میں لوں گا تو اگر اس کا تیمم تھا
پہنچنے پر نہ ٹوٹے گا اور باپ نے ایسا نہ کہا تو پہنچنے
پر تیمم ٹوٹ گیا پھر اگر باپ نے لے لیا تو بیٹا دوبارہ
تیمم کرے۔ ۵۳۰

جنگل میں جنب وحائض ومحدث ومیت ہیں
اتنا پانی ملا کہ ایک کو کافی ہے بہتر یہ ہے کہ
جنب اس سے نہائے باقیوں کے لیے تیمم۔ 〃

اگر اس میں سب کی شرکت ہے تو مناسب یہ ہے
کہ میت کو نہلا دیں آپ تیمم کریں اگر اس میں
نابالغ کا حصہ نہ ہو۔ 〃

جنب وحائض ومحدث تیمم سے تھے مباح پانی
اتنا ملا کہ ایک کو کافی ہے سب کا تیمم ٹوٹ گیا
پھر جب مثلاً بوجہ اولویت جنب نہا لیا باقی
پھر تیمم کریں۔ ۵۳۱

مباح پانی اگرچہ ایک ہی کے لائق ہو کہ جو
چاہے اس سے طہارت کر سکے اور دو کو کافی
نہ ہو اور ہیں ہزار تو سب کا تیمم ٹوٹ گیا۔ 〃

باپ پانی لینا چاہے تو بیٹے کو اس کی مزاحمت

Marfat.com

نہیں پہنچتی اور بیٹے کے لیے یہ صورتِ عجز ہے۔ ۵۳۱

پانی چند شخصوں کی ملک فاسد ہے انھوں نے اپنے میں سے ایک کو اجازت دے دی اس کا تیمم نہ جائیگا۔ 〃

جنب و محدث و حائض و میّت میں جنب کیوں اولیٰ ہے۔ ۵۳۲

پانی موجود ہوتے ہوئے بلا عذر کسی عبادت کے لیے تیمم جائز نہیں۔ ۵۴۴

سفر میں کس حالت میں پانی تلاش کرنا فرض ہے کہ بے تلاش تیمم باطل اور کس حالت میں ضروری نہیں۔ ۵۴۵

سفر میں کس حالت میں پانی کی تلاش مستحب ہے۔

پانی کسی کے پاس تھا اور بے مانگے نماز پڑھ لی نماز کا کیا حکم ہے۔ ۵۵۱

سفر میں پانی کی تلاش کی کیا حد ہے۔ ۵۵۳

کافر تیمم کرکے مسلمان ہوا اس تیمم سے نماز نہیں پڑھ سکتا، پانی نہ ہو تو دوبارہ تیمم کرے۔ ۵۵۴

تیمم میں کیا نیت چاہیے۔ ۵۵۵

تیمم کی وہ نیت جس سے نماز وغیرہ سب ادا کر سکے۔ 〃

کس عبادت کی نیت سے تیمم کریں کہ اس سے نماز جائز ہو۔ 〃

پانی موجود نہیں اور بے وضو شخص قرآن مجید چھونا یا جنب مسجد میں جانا چاہتا ہے تیمم کریں مگر اس تیمم سے نماز روا نہ ہوگی۔ ۵۵۶

بے وضو یادر تلاوت یا جنب کلمہ طیبہ درود شریف پڑھنے کے لیے براہِ ادب تیمم کریں روا ہے مگر اس سے نماز نہ ہوگی۔ ۵۵۶

زیارتِ قبور یا عیادتِ مریض کیلیے تیمم کیا اس سے نماز نہ ہوگی ۵۵۵ (حاشیہ)

پانی نہ ہونے کی حالت میں جوازِ تیمم کے لیے دو میں سے ایک نیت شرط ہے۔ ۵۵۶

پانی ہوتے ہوئے صرف اس عبادت مؤکدہ کے لیے تیمم جائز ہے جو پانی سے طہارت کرنے میں بلا بدل فوت ہوتی ہو۔ ۵۵۷

بے وضو مسجد میں بیٹھنے یا ذکرِ الٰہی کے لیے تیمم بہتر ہے مگر اس سے نماز نہ ہوگی۔ 〃

مسجد میں سونے کے لیے تیمم محض لغو ہے۔ 〃

پانی ہوتے ہوئے مسِ مصحف یا تلاوت کے لیے تیمم لغو ہے اُس سے نہ مصحف چھو سکتا ہے نہ جنب تلاوت کر سکتا ہے۔ ۵۵۸

پانی ہوتے ہوئے تنگیِ وقت کے باعث تہجد یا چاشت یا چاند گہن کی نماز کے لیے تیمم لغو ہے۔ 〃

پانی ہوتے ہوئے زیارتِ قبور یا عیادتِ مریض یا سونے کے لیے تیمم باطل ہے۔ 〃

صرف اتنی نیت کہ تیمم کرتا ہوں صحتِ تیمم کیلئے کافی نہیں ۵۵۹

حدث و جنابت میں تمیز کی نیّت تیمم میں ضرور نہیں۔ 〃

غسل کا تیمم بہ نیّتِ وضو اور وضو کا بہ نیت غسل ہو سکتا ہے۔ ۵۶۱

حدث جب تک منقطع نہ ہو جائے غیر معذور تیمم نہیں کر سکتا۔ ۵۷۰

marfat.com

Marfat.com

تیمم کی دس نیتیں اور اُن کے احکام۔ ۵۷۰
مصنف کی تحقیق کہ تیمم میں اصل نیت نیتِ تطہیر ہے وبس۔ ۵۷۳
اُن اشیا کا بیان جن کی نیت سے تیمم کرنا صرف ان کے حق میں طہارت ہوتا ہے مطلقاً نہیں۔ ۵۷۴
جس چیز میں اجزائے ارضیہ وغیر ارضیہ کا خلط ہے اگر اجزائے ارضیہ غالب ہیں جنسِ ارض سے ہے ورنہ نہیں۔ ۶۱۱
اُن ایک سو اسی [۱۸۰] چیزوں کا بیان جن سے تیمم جائز ہے۔ ۶۲۸
ایک سو سات [۱۰۷] چیزیں کہ مصنف نے زاید کیں۔ ۶۴۲
پسے ہوئے سُرمہ سے بے ضرورت تیمم منع ہے اگرچہ ہو جائے گا۔ ۶۴۰
زمین اور سڑک اور کھرنجے پر تیمم کس وقت جائز ہے۔ ۶۴۳
ناہموار پتھر یا دیوار پر تیمم میں کیا شرط ہے۔ ۶۴۷
اگر ساری ہتھیلیاں زمین کو نہ لگیں تو کیا کرے۔ 〃
اُن ایک سو بتیس [۱۳۲] چیزوں کا شمار جن سے تیمم نہیں ہو سکتا۔ ۶۵۰
تہتر چیزیں کہ مصنف نے زاید کیں۔ ۶۵۵
کھریا پتھر نہیں اس پر تیمم نہیں ہو سکتا۔ ۶۵۶
سنگ بصری پتھر نہیں اس پر تیمم نہیں ہو سکتا۔ ۶۵۸
کیچڑ کے سوا تیمم کو کچھ نہ ملے اگر وقت میں وسعت ہو تو کپڑے یا پاؤں میں سان لے خشک ہونے پر تیمم کرے۔ ۶۶۷
وقت میں گنجائش نہ ہو تو گیلی ہی مٹی سے تیمم کرے۔ ۶۶۸
کیچڑ سے تیمم کی ضرورت ہو تو کس طرح کرے۔ ۶۶۸
گوبر ملی ہوئی مٹی کہاں تک جلانے سے اس پر تیمم جائز ہوگا۔ ۶۷۴
راکھ سے تیمم کیوں ناجائز ہے۔ ۶۷۷
اس کی تحقیق کہ مونگا پتھر ہے۔ ۶۸۶
کسی چیز پر اگر مٹی کا باریک خشک لیس ہے کہ اس پر ہاتھ پھیرنے سے نشان نہ بنے گا جب بھی اس پر تیمم جائز ہے۔ ۶۹۵
سونے چاندی دھاتوں پر تیمم میں قول فیصل۔ 〃
جنس ارض میں غیر جنس ملی ہونے کا مسئلہ۔ 〃
جنسِ ارض میں اس کا غیر ملا ہو تو پکانے جلانے کے بعد کیا حکم ہے۔ ۷۰۰
تیمم کی شرط یہ ہے کہ جس چیز پر تیمم کرے نہ اس وقت اُس کی ناپاکی معلوم ہو نہ بعد کو ثابت ہو۔ ۷۰۷
جو جگہ یا چیز مظنہ نجاست ہو اس پر تیمم نہیں ہو سکتا اگرچہ اس وقت اُس پر نجاست نہ معلوم ہو۔ 〃
کسی چیز پر تیمم کیا پھر کسی نے خبر دی کہ یہ ناپاک تھی تو کیا حکم ہے۔ 〃
جس چیز پر تیمم کیا نہ وہ مظنہ نجاست تھی نہ بعد کو اس کا نجس ہونا ثابت ہوا تیمم صحیح ہوگیا اگرچہ واقع میں وہ نجس تھی۔ 〃
روا ہے کہ دوسرے سے بشرائط آئندہ تیمم کرالے۔ ۷۰۸

Marfat.com

بلا ضرورت دوسرے سے اپنا تیمم کرانا مکروہ ہے۔ ۴۰۸

ضرور ہے کہ دوسرے کا اسے تیمم کرانا اس کے حکم سے ہو اگرچہ دلالۃً۔ 〃

جس وقت وہ دوسرا ضرب کرے ضرور ہے کہ یہ حکم دینے والا اس وقت نیت کرے۔ 〃

اس مسئلہ میں حکم صراحۃً و دلالۃً و وقت نیت کی تفصیل **تحقیقاتِ مصنف** سے۔ ۴۰۹

تیمم معہود میں جنسِ ارض پر خاص ہاتھوں کا لگانا ضروری ہے لکڑی، کاغذ، کپڑا وغیرہ مٹی پر لگا کر منہ اور ہاتھوں پر پھیرنا کافی نہیں۔ ۴۱۲

کپڑا وغیرہ مٹی پر لگانے سے اگر اس میں مٹی اتنی بھر گئی کہ اُسے منہ اور ہاتھوں پر پھیرنے سے سب جگہ مٹی پہنچ گئی تیمم ہوگیا۔ 〃

دستانے پہنے ہوئے جنسِ ارض پر مار کر تیمم کیا تو ہو جانا چاہیے۔ 〃

ہتھیلیوں پر خشک لیپ ہے اور چھڑانا مضر تو اسی طرح تیمم کرے۔ ۴۱۳

دو عضوؤں کو ایک ہتھیلی کی ضربِ واحد کافی نہیں۔ 〃

اگر دوسرے زندہ یا مردہ کو تیمم کرانے میں دونوں ہتھیلیوں سے اس کے ایک ہاتھ کو مسح کیا تو دوسرے ہاتھ کے لیے تیسری ضرب درکار ہوگی۔ ۴۱۴

تیمم میں ترتیب شرط نہیں ہاں سنت ہے کہ پہلے منہ کا مسح کرے پھر دہنا ہاتھ پھر بایاں۔ 〃

تیمم معہودہ بارہ طرح ہو سکتا ہے جن میں ایک سنت ہے اور باقی بھی جائز۔ 〃

لازم ہے کہ انگوٹھی چھلّے اُنگلی کلائی کا ہر گہنا اتار کر انہیں ہٹا ہٹا کر مسح کریں ورنہ تیمم نہ ہوگا۔ ۴۱۵

مواضع حرج مستثنیٰ ہیں۔ 〃

فتویٰ ۱۱۳۔ تیمم سے مٹی مستعمل نہیں ہوتی۔ ۴۱۷

ایک جگہ سے ہزار شخص اور ایک شخص ہزار بار تیمم کر سکتا ہے۔ ۴۱۸

تیمم کرنے والوں کے منہ اور ہاتھوں سے جو مٹی جھڑی اُسے جمع کر کے اُس پر بھی تیمم ہو سکتا ہے۔ ۴۲۰

ایک عضو کے لیے کئی ضربیں بالاجماع مکروہ ہیں۔ ۴۲۹

فتویٰ ۱۱۴۔ مسجد کی دیوار سے تیمم جائز ہے اور گنگوہی کا رد۔ ۴۳۸

کسی دیوار پر تیمم دیوار میں تصرف نہیں۔ ۴۴۰

marfat.com
Marfat.com

فہرست ضمنی مسائل

باب الوضوء

جنازہ کے لیے جو وضو کیا اس سے ہر نماز پڑھ سکتا ہے۔ ۳۰۶

وضو کرنے بیٹھا چلو میں پانی لیا حدث ہوگیا یہ چلو ہاتھ دھونے میں صرف کر سکتا ہے۔ ۳۸۶

منہ دھویا پھر ہاتھ دھونے کے لیے چلو میں پانی لیا کہ حدث ہوگیا یہ پانی ہاتھوں پر ڈال سکتا ہے۔ ״

منہ دھونے کو پانی لپ میں لیا پھر حدث ہوگیا وہ پانی منہ دھونے کو کافی نہ ہونا چاہیے۔ ۳۸۸

وضو و غسل میں جب عضو کا دھونا مضر ہو تو مسح کرلے۔ ۵۱۲

دھونا اور مسح کرنا جمع ہو سکتے ہیں جتنے ٹکڑے کا دھونا مضر ہے مسح کرے باقی کو دھوئے۔ ۵۱۳

دھونا اور پٹی کا مسح کرنا جمع ہو سکتے ہیں۔ ״

اعضا پھٹ گئے ہوں تو اُن کے دھونے یا مسح کرنے کی تفصیل۔ ۵۱۶

بدن پر دوا لگی ہے اور چھڑانا مضر تو اس پر پانی بہائے اور اس سے بھی ضرر ہو تو مسح کرلے اور اس سے بھی ضرر ہو تو معاف۔ ۵۱۶

پانی بیکار صرف کرنا یا پھینک دینا حرام ہے۔ ۵۱۹

کافر وضو یا غسل کر کے اسلام لایا اور اس کے بعد حدث نہ ہوا اُسی وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے۔ ۵۵۴

ایک دو اُنگلی سے سر اور موزہ کا مسح جائز نہیں ہاں اگر بار بار انگلی تر کر کے مختلف جگہ پر رکھے کہ قدر مطلوب کو پہنچ جائے تو جائز ہے۔ ۷۱۱

وضو میں مسح سر کا بہتر طریقہ۔ ۷۳۰

ایضاً دوسرا طریقہ۔ ۷۳۲

سر کے مسح میں انگلیوں کی تری ختم ہوگئی تو کانوں کے مسح کے لیے نئی تری لیں۔ ۷۳۱

نواقض وضو

نجاست کا پانی اپنی قوت سے بہہ کر نکلنا ناقض وضو ہے اگرچہ اس کے ساتھ اور پاک رطوبت اُس سے زائد مخلوط ہو۔ ۱۷۲

marfat.com
Marfat.com

رقیق خون سر سے آئے یا جوف سے کتنا ہی قلیل ہو ناقضِ وضو ہے۔ ۱۰۲

قے میں بستہ خون جوف سے آیا اگر منہ بھر کر ہو، ناقضِ وضو ہے ورنہ نہیں۔ ۱۰۳

خون کہ جوف سے قے میں آئے مطلقاً ناقضِ وضو ہے رنگت کا اس میں اعتبار نہیں۔ ″

ورزش سے وضو نہیں جاتا۔ ۳۰۶

معاصی و مکروہات کا ارتکاب بھی ایک طرح کی نجاستِ حکمیہ ہے اگرچہ اُن سے وضو نہیں جاتا۔ ۴۰۹

مصنف کی تحقیق کہ مسلمان کی موت حدث ہے نجاست نہیں۔ (حاشیہ) ۴۰۳

نجاستِ حکمیہ نجاستِ حقیقیہ سے سخت تر ہے اُس کا ایک حصہ معاف ہوتا ہے یہاں کوئی ذرہ معاف نہیں۔ ۵۱۴

باب الغسل

سر دھونا نقصان کرے گلے سے نہائے سر کا مسح کرے۔ ۵۱۴

مسح خفین

غسل میں موزوں کا مسح جائز نہیں، موزہ اتار کر پاؤں دھونا فرض ہے۔ ۲۹۸

یہ جائز نہیں کہ ایک پاؤں دھوئے ایک موزہ پر مسح کرے۔ ۵۱۳

انجاس

دودھ، گھی، تیل، روغنِ زیتون سے دھونا نجاست کو پاک نہیں کرتا۔ ۵۰

سرکہ یا چنے یا باقلا کا پانی جبکہ گاڑھا نہ ہوگیا ہو نجاست کو پاک کردے گا مگر بلاضرورت جائز نہیں۔ ۵۱

رقیق اور دلدار نجاستوں کی مقداریں اور احکام۔ ۵۳

تیل روپے بھر سے زیادہ جگہ پر نہ ہو اُس وقت تک اُس کپڑے سے نماز ہوجائے گی پھر پھیل کر زیادہ ہوگیا تو اب نہ ہوگی۔ ۵۴

جرم دار نجاست رگڑ کر جھڑ جانے سے جوتا اور موزہ پاک ہوجاتا ہے۔ ″

جو نجاست دلدار نہیں اُسے بے دھوئے جوتا پاک نہ ہوگا۔

ذی جرم و بے جرم کی تعریف۔ ″

تحقیق شریف للمصنف ق

ان المرئی وغیرہ لہ معنیان و توزیع ارادتہما علی المقامات۔ ۷۲

نجاست کے بارہ میں شک و ظن کا اعتبار نہیں اور اس کی مفید مثالیں۔ ۲۵۲

جانور کہ مزارات پر لے جاکر ذبح کرتے ہیں ان کی کھال پاک ہے۔ ۲۵۶

مرتد یا مشرک کے ذبیحہ کی کھال ناپاک سمجھی جائے، زیادہ احتیاط اسی میں ہے۔ ۲۵۷

رحم کی رطوبت پاک ہے۔ ۲۶۸

Marfat.com

شہید کا خون جب تک اُس کے بدن پر ہے پاک ہے۔ ۲۶۸

زمین خشک ہو کر نماز کے لیے پاک ہو جاتی ہے نہ تیمم کے لیے جب تک دھو کر پاک نہ کرلیں۔ ۲۹۱

گھوڑے کو نہلایا اُس کی چھینٹیں بدن یا کپڑے پر پڑیں کچھ حرج نہیں جب تک نجاست تحقیق نہ ہو۔ ″

گھوڑے کا پسینہ پاک ہے۔ ″

گھوڑا پانی میں اتارا اُس کی دُم کی چھینٹیں آئیں حرج نہیں۔ ″

زمین خشک ہو کر خفیف نجاست رہ جاتی ہے جو نماز میں عفو ہے۔ ۳۱۶

کسی شخص یا شئے کے حق میں کسی چیز کے پاک یا ناپاک ہونے کے معنے۔ ۳۱۷

اُس کی صورت کہ کپڑا ایک کے لیے پاک ہے دوسرے کے لیے ناپاک۔ ″

اُن چیزوں کا بیان جن کو بے دھوئے پاک ہونے کا حکم دیا گیا اور یہ کہ اُس کے بعد انہیں پانی پہنچنا بھی ناپاک نہ کرے گا۔ ۳۲۰

جن میں بے دھوئے حکم طہارت دیا گیا اُن میں خفیف اجزائے نجاست باقی رہتے ہیں کہ پانی کے حق میں بھی معاف ہیں۔ ″

موت نجاست حقیقیہ ہے یا حکمیہ۔ ۴۰۲

غسل سے پہلے اگر میت کا عضو آبِ قلیل میں پڑ جائے تو احتیاطاً پانی غیر طاہر کہا جائے گا۔ (حاشیہ) ۴۰۷

کافر کا مُردہ مثل خنزیر نجس العین ہے لاکھ بار نہلانے سے بھی پاک نہیں ہوتا۔ ″

نجاست دھوتے میں کیسا اثر باقی رہنا معاف ہے۔ ۴۷۱

گوبر وغیرہ نجاسات جل کر بالکل راکھ ہو جائیں تو وہ راکھ پاک ہے جب تک ذرا بھی جان باقی ہے ناپاک ہے۔ ۴۷۶

استنجا

استنجا کا پانی پاک ہے یا نہیں ڈھیلے سے استنجا طہارت کر دیتا ہے یا نہیں۔ ۲۷۲

مسائل نماز

وضو وغسل وسجدہ میں عوام کی بے احتیاطیاں جن سے نمازیں باطل ہوتی ہیں۔ ۲۵۲

قراءت قرآن مجید میں عوام درکنار یہاں کے خواص کی بے احتیاطیاں۔ ۲۵۳

شہید کو اٹھائے ہوئے نماز پڑھی تو کیا حکم ہے۔ ۲۶۸

صرف ڈھیلے سے استنجا کر کے نماز پڑھی تو کیا حکم ہے۔ ۲۷۲

بکری کا بچہ اُسی وقت کا پیدا ہوا کہ رطوبت رحم سے گیلا تھا گود میں اُٹھا کر نماز پڑھی ہوگئی۔ ۲۹۲

دو نمازیں ایک وقت میں ملا کر پڑھنا حرام و گناہِ کبیرہ ہے۔ ۳۰۴

جب جانے کہ سویا تو نماز نہ ملے گی تو سونا جائز نہیں مگر جبکہ کسی جگا دینے والے پر اعتماد ہو۔ ۳۰۷

ایسے وقت سویا کہ عادۃً آنکھ کھل جاتی ہے مگر اتفاقاً نہ کھلی تو گنہگار نہیں۔ ″

marfat.com
Marfat.com

پیش از غسل کسی مُردے کو اُٹھا کر نماز پڑھی اعادہ کرے۔ (حاشیہ) ۴۰۷

جو پولیس کے خوف سے چُھپا بیٹھا ہو اُس پر سے جمعہ و جماعت ساقط ہیں۔ ۴۱۳

سواری سے اتر نہیں سکتا تو اسی پر نماز پڑھے۔ ۴۲۲

عورت کے لیے سواری سے اتارنے چڑھانے کو نہ کوئی محرم ساتھ نہ شوہر تو سواری ہی پر نماز پڑھے۔ ۴۲۳

سفر میں گھوڑا بدرکاب ہے کہ اُتر کر چڑھنے نہ دے گا اُسی پر نماز پڑھے۔ ״

اترنے چڑھنے میں مرض بڑھے گا سواری پر نماز پڑھے۔ ۴۲۴

کھڑا ہو تو زخم بہے یا قطرہ آئے بیٹھ کر نماز پڑھنی لازم۔ ۴۲۵

فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ ״

نمازِ عیدین امامِ جمعہ کے سوا کسی کے پیچھے نہیں ہو سکتی۔ ۴۲۶

سورج گہن میں بھی صرف امامِ جمعہ امامت کر سکتا ہے۔ ״

سورج گہن میں جماعت ضروری نہیں۔ ״

گہن چھوٹنے کے بعد گہن کی نماز شروع نہیں کر سکتا۔ ״

ظہر یا جمعہ کی سُنّتیں شرکت جماعت کے سبب نہ ملیں تو بعد نماز وقت کے اندر پڑھنا ضرور ہے بعد وقت نہ ہو سکیں گی۔ ۴۲۷

نماز تہجد مستحب ہے۔ ۴۲۹

صبح کی سُنّتیں قضا ہو جائیں تو بلندیٔ آفتاب کے بعد ضحوۂ کبریٰ تک اُن کی قضا مستحب ہے۔ ۴۲۹

چاند گہن کی نماز مستحب ہے اور سورج گہن کی سنت مؤکدہ۔ ۴۳۲

سورج گہن کی نماز عیدگاہ یا مسجد جامع میں پڑھنا بہتر۔ ۴۳۵

سخت آندھی، زلزلہ، کڑک وغیرہ ہولناک باتوں کے وقت نفل پڑھنا مستحب ہے۔ ۴۳۷

شہر سے باہر سواری پر نماز نفل اشارہ سے پڑھنا جائز ہے اگرچہ مسافر نہ ہو۔ ۴۳۸

مسافر ایسی جگہ ہو کہ ساری زمین ناپاک اور بھیگی ہوئی ہو تو کیا کرے۔ ۴۴۳

چند آدمی برہنہ ہیں ستر عورت کے لائق صرف ایک کپڑا ہے کہ باری باری سے اسے باندھ کر نماز پڑھتے ہیں تو اُن میں جو یہ جانے کہ مجھ پر باری وقت کے بعد پہنچے گی وہ یوں ہی پڑھ لے پھر پھیرے۔ ۴۵۳

کشتی یا ریل یا تنگ مکان میں کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتا تو بیٹھ کر پڑھے پھر اعادہ کرے۔ ״

ستر کے قابل کپڑا ناپاک ہے اور دوسرا کپڑا نہیں اور پاک کرنے میں وقت جاتا رہے گا یوں ہی پڑھ لے پھر پھیرے۔ ״

مریض اس وقت قیام پر قادر نہیں اور جانتا ہے کہ بعد وقت قادر ہو جائے گا بیٹھ کر پڑھ لے اور اعادہ نہیں۔ ״

Marfat.com

مریض کو اس وقت پانی سے ضرر ہے اور بعد وقت
ضرر نہ رہے گا تیمم سے پڑھے اور اعادہ نہیں۔ ۴۵۳
کپڑے والے نے برہنہ سے کپڑا دینے کا وعدہ کیا
آخر وقت تک انتظار کرکے پڑھ لے اور اعادہ نہیں۔ ۴۵۴
آنکھ بنوائی طبیب نے جنبش سے منع کیا اشارہ
سے نماز پڑھے اور اعادہ نہیں۔ ۴۵۶
نماز صبح وجمعہ وعیدین میں تسبیح وغیرہ سنتوں کا
وقت نہ ہو تو فقط واجبات ادا کرے، واجبات کا
وقت نہ ہو تو صرف فرائض پر اقتصار کرے پھر
پھیرے۔ ۴۵۹
آدمی اس وقت جس طرح نماز پر قادر ہے اُسی
قدر کا حکم ہے، ہاں اگر جانے کہ وقت کے اندر
اس سے بہتر حالت ہو جائے گی تو انتظار بہتر۔ ۴۶۰
ایسی اندھیری کہ راہ نظر نہ آئے جمعہ وجماعت
کا وجوب ساقط کرتی ہے۔ ۴۷۰
کھڑے ہونے سے مرض بڑھے یا دیر میں اچھا ہو یا
درد شدید ناقابلِ تحمل ہو تو بیٹھ کر اجازت ہے
ورنہ نہیں۔ ۴۷۱
کیسی ہی اندھیری ہو ترک جماعت کے لیے عذر
نہیں جبکہ روشنی پر قادر ہو۔ ۴۷۲
کس حال میں اندھیری ترک جماعت کے لیے عذر
ہو سکتی ہے۔ ″
اندھیری میں مسجد کو جانے کی فضیلتیں۔ ″
سخت تاکید جماعت کی حدیثیں۔ ۴۷۳
سخت دھوپ وغیرہ وہ چیزیں جن کے سبب
جمعہ وجماعت کی حاضری معاف ہے۔ ۴۷۵
اُن معذوروں کا بیان جن پر جمعہ وجماعت
واجب نہیں۔ ۴۷۸
تیمم والے کے پیچھے پانی سے طہارت والا نماز
پڑھ سکتا ہے مگر افضل عکس ہے۔ ۵۳۲
جنگل میں اگر سمتِ قبلہ معلوم نہ ہو تو کیا کرے۔ ۵۵۲
اُس حالت میں جدھر دل جمتا تھا اس کے
خلاف نماز پڑھی باطل ہوئی۔ ″
جہاں نہ پانی ہو نہ مٹی نماز کس طرح پڑھے۔ ۶۵۹

احکامِ مسجد

غیر معتکف کو مسجد میں سونا منع ہے۔ ۴۷۹
مسجد میں سوتا تھا احتلام ہو گیا اب کیا کرے۔ ″
ناپاکی کی حالت میں مسجد میں گزرنا چلنا بھی حرام ہے۔ ۴۸۰
جنب نے بھولے سے مسجد میں ایک قدم رکھا
فوراً بلا تیمم وہ قدم باہر نکال لے۔ ″
جس کے مکان کا راستہ مسجد میں ہو کر ہے اور
اسے بدلنے پر قادر نہیں وہ بھی بحالِ جنابت
مسجد میں نہیں گزر سکتا پانی نہ پائے تو تیمم کرے۔ ۴۸۵
مسجد میں وضو وغسل حرام ہے مگر تین صورتوں میں۔ ۴۸۶
خطبہ سنتا تھا وضو جاتا رہا لوگوں کی گردنیں
پھلانگ کر نکلنے کی اجازت نہیں اب کیا کرے۔ ″
مصنف کی تحقیق کہ مسجد میں کسی برتن میں وضو
کرنے کا کیا حکم ہے۔ ۴۸۷
مسجد کو ہر گھن کی چیز سے بچانا واجب ہے بعض

marfat.com
Marfat.com

لوگ کہ وضو کے بعد منہ اور ہاتھوں سے پانی پونچھ کر
مسجد میں جھاڑتے ہیں محض حرام ہے۔ ۷۳۹
گرد و غبار کہ ہوا باہر سے لائی اجزائے مسجد سے
نہیں اُس کے صاف کرنے کا حکم ہے۔ ″
مسجد کی زمین یا دیوار یا ستون یا اُس گرد سے
جو پھیلی ہُوئی ہے پاک کیچڑ پونچھنے کی بھی اجازت
نہیں۔ ″
گرد جھاڑ کر کسی گوشہ میں جمع کر دی ہے اُس سے
کیچڑ سنے پاؤں پُونچھنے میں حرج نہیں۔ ″
مسجد کے چراغ سے کس حال میں کتاب بینی یا
درس وغیرہ کر سکتا ہے۔ ۷۴۰

جنائز

پانی نہ ہو یا کوئی ایسا نہ ہو جسے میت کا نہلانا
شرعاً جائز ہو تو اُسے تیمم کرائیں۔ ۴۰۲
میت کو تیمم کرانے میں نیت شرط ہے۔ ۴۱۰
میت کا غسل ایک بار فرض ہے اور تین بار سنت۔ حاشیہ ۴۰۸
نماز جنازہ تکبیروں پر ختم ہو جاتی ہے چوتھی تکبیر
کے بعد نیا آدمی نہیں مل سکتا اگرچہ ابھی سلام
نہ ہُوا ہو۔ ۴۲۵
نماز جنازہ ولی پڑھ لے تو دوبارہ نہیں ہو سکتی۔ ۴۲۶
بچے نے جب تک بات نہ کی ہو اُسے مرد و عورت
دونوں نہلا سکتے ہیں۔ ۵۳۷
وہ دس صورتیں جن میں زوجہ کو جائز نہیں کہ اپنے
مُردہ شوہر کے کسی حصۂ بدن کو ہاتھ لگائے۔ ۵۴۰
کنیز کہ اُمِ ولد ہو موت مولیٰ کے بعد اُس کا ہاتھ
نہیں چھو سکتی۔ ۵۴۲
میت نے کچھ مال نہ چھوڑا تو اُس کا کفن دفن
اُس پر واجب ہے جس کے ذمہ زندگی میں
اُس کا نفقہ تھا۔ ″
عورت کا کفن اُس کے شوہر پر واجب ہے
اگرچہ عورت غنی ہو۔ ″
لاوارث میت کا کفن دفن کس پر واجب ہے۔ ″
میت کے پاس قبل غسل تلاوت قرآن نہ کی جائے
جب تک اُس کا سارا بدن ڈھانک نہ لیں۔ ۵۵۵
زیارتِ قبور و عیادتِ مریض عبادتِ الٰہی ہیں ۵۶۳
دفنِ مسلم بھی عبادتِ الٰہی ہے باوضو ہونا
چاہیئے پانی نہ ہو تو تیمم کرے۔ ″
تنگی مہلت کے سبب نماز جنازہ کے لیے تیمم
کیا تو اُس سے دوسرا جنازہ بھی نہیں پڑھ
سکتا جبکہ اُس کے لیے وضو کی مہلت پائے
ورنہ پڑھ سکتا ہے۔ ۵۷۰

Marfat.com

مسائل روزہ

توں سے خون نکلا روزہ میں نگل لیا اگر حلق میں
معلوم ہوا روزہ جاتا رہا ورنہ نہیں۔ ۱۶۹
کے بعد تری کہ منہ میں رہ جاتی ہے کس صورت
اس کے نگلنے سے روزہ نہ جائیگا۔ ۱۷۳
میں کھانے یا پان کا ایسا اثر رہ جائے کہ آپ حلق
اترنے کے قابل نہ ہو اگر لعاب دہن کے ساتھ اتر
جائے گا روزہ نہ جائے گا۔ ״
چیز منہ میں رہ گئی اسکے نگلنے سے روزہ کس طرح نہ جائیگا۔
جو چیز منہ میں لگی رہ گئی اس کے قلیل وکثیر کا فرق۔ ״
روزہ میں تل کے ایک دانہ کے چبانے یا نگلنے کا حکم۔ ۱۷۴
روزے میں بھول کر جماع میں مشغول ہوا پھر یاد آیا
رات سے مشغول تھا اور اسی اثنا میں صبح چمکی تو
کیا حکم ہے۔ ۴۹۰

مسائل حج

زعفران ملے ہوئے پانی سے احرام میں نہایا تو کیا
حکم ہے۔ ۱۸۳
خوشبو ملا ہوا کھانا احرام میں کھانے کے
احکام۔ ۱۸۴
بحالت احرام بدن میں کسی خوشبو کے استعمال کا
حکم۔ ״
خوشبو ملی ہوئی چیز کا احرام میں پہننا کیا حکم رکھتا ہے۔ ״
محتاج کو کوئی اتنا مال ہبہ تو نہ کرے لیکن مباح
کرے جس سے وہ حج کر سکے تو حج واجب نہ ہوگا
اور اُس کا قبول ضرور نہیں۔ ۴۶۴
سفر حج میں آب زمزم شریف استعمال وضو سے
بچانے کی تدبیریں۔ ۴۹۶

مسائل نکاح

دوا ملا کر عورت کا دودھ بچہ کو پلایا تو حرمت ثابت
ہوگی یا نہیں۔ ۱۶۹
منہ یا ناک کے ذریعہ سے عورت کا دودھ جو بچہ کے
جوف میں پہنچے گا حرمت رضاعت لائے گا۔ ۱۷۰
کھانے میں عورت کا دودھ ملا کر بچہ کو کھلانے سے
حرمت رضاعت مطلقاً ثابت نہ ہوگی۔ ۱۷۴
نماز کا اتنا وقت ہے کہ بعد جماع نہا کر نماز
نہ ملے گی تو جماع جائز نہیں۔ ۳۰۷
بہت صورتوں میں زوجہ سے صحبت حرام ہوتی ہے۔ ״
عقد نکاح میں یہ قید لگائی کہ مثلاً سو برس
کے لیے نکاح کیا تو نکاح نہ ہوگا اور دل میں نیت ہے
کہ گھڑی بھر بعد چھوڑ دوں گا تو ہوجائیگا۔ (حاشیہ) ۵۰۲
چچا کے بعد چچا زاد بھائی عورت کا ولی ہے اس
حالت میں اگر اُس نے عورت سے کہا میں تجھ سے
نکاح کرنا چاہتا ہوں وہ چپ رہی اس نے دو
گواہوں کے سامنے عورت کی تعیین کر کے کہہ دیا کہ
میں اسے اپنے نکاح میں لایا نکاح ہوگیا جبکہ
کفو ہو اور کفو کے معنی۔ ۵۰۹
عمرو نے بطور خود زید کا نکاح کر دیا نکاح صحیح
ہوگیا مگر اجازت زید پر موقوف رہا اور اجازت
کی صورتیں۔ ۵۱۰

marfat.com
Marfat.com

مسائلِ عتق

جس کنیز کی مولیٰ سے اولاد ہو اور مولیٰ اقرار کرے
کہ وہ میری اولاد ہے وہ اُم ولد کہلاتی ہے مولیٰ
کے مرتے ہی آزاد ہو جائیگی۔ ۵۴۲

مسائلِ قسم

ایک شخص کی چار عورتیں تھیں اور دس یا زیادہ غلام
اُس نے قسم کھائی کہ ایک عورت کو طلاق دے
تو ایک غلام آزاد ہے اور دو کو تو دو اور تین کو
تو تین اور چار کو تو چار اس صورت میں اگر چاروں
کو طلاق دی معاً خواہ فاصلہ سے تو دس غلام
آزاد ہوئے۔ ۱۳۷

پانی پینے کی قسم کھائی اور زعفران ملا پانی پیا تو کیا
حکم ہے۔ ۱۸۳

مسائلِ حدود

شراب کی ایک بوند پانی کو نجس و حرام کر دے گی
مگر شراب ملے پانی سے حد نہ آئے گی جب تک
نشہ نہ ہو۔ ۱۷۴

مسائلِ سیر

عالمِ دین سُنّی صحیح العقیدہ کی توہین
کُفر ہے۔ ۲۸۱

مسائلِ بیع

بیع تعاطی یعنی لینے دینے سے بھی ہو جاتی ہے اگرچہ
زبان سے کچھ نہ کہیں مثلاً روٹی کا عام بھاؤ
ایک پیسہ ہے اس نے چار پیسے رکھے اور چار
روٹیاں اس کے سامنے اٹھالیں بیع ہو گئی۔ ۷۱۰
زید کی نیت سے عمرو کا خریدنا زید کو مالک کردے گا
جب تک عمرو اُسے دے نہ دے ہاں اگر عقد
بیع زید کے نام پر ہُوا تو زید کی اجازت پر موقوف
رہے گا جائز کیا تو زید ہی مالک ہوا اور رَدّ کیا تو
رَدّ ہو گئی۔ ،،

مسائلِ وکالت

پانی لینے کو وکیل کیا اُس نے رنگت ملا پانی خریدا
تو کیا حکم ہے۔ ۱۸۳

مسائلِ ہبہ

دی ہُوئی چیز پھیر لینا گناہ ہے اگرچہ موہوب لہ
خوشی سے پھیرے۔ ۵۰۲

مسائلِ شکار و ذبیحہ و قربانی

جو جانور نیاز اولیا کے لیے ذبح کرتے ہیں
حلال ہے۔ ۲۵۶
مالک نے کوئی نیت کی ہو ذابح نے تکبیر

Marfat.com

تکبیر کہہ کر اللہ کے لیے ذبح کیا جانور حلال ہے ۲۵۶
جس خچر کی ماں گھوڑی ہے اس کا کھانا حرام نہیں
مکروہ ہے۔ ۵۰۳
جانوروں میں ماں کا اعتبار ہے ماں اگر حلال ہے
تو بچہ بھی اور ماں اگر قربانی کا جانور ہے تو بچہ
بھی اگرچہ باپ حرام ہو۔ 〃
بچھو کی خاک کہ سنگِ گردہ میں کھلاتے ہیں حرام
ہے اور ایسا علاج ناجائز۔ ۶۰۰

مسائلِ حظر و اباحت

رافضی کے یہاں کچھ کھانا پینا ھرگز
نہ چاہیے۔ ۲۸۸
جوابِ سلام میں دیر جائز نہیں۔ ۴۲۷
سلام شروع ملاقات کے وقت ہے دیر کے بعد
یا کچھ کلام کرکے خلافِ سنت ہے۔ 〃
دوسرے کی کنیز کا کتنا بدن دیکھنا جائز ہے اور کس
حالت میں چھونا۔ ۵۴۱
اجنبی آزاد عورت کا بدن چھونا مطلقاً حرام ہے شیخ
کو جائز نہیں کہ اس کا ہاتھ پکڑ کر بیعت لے اور
دیکھنے کے حکم کی تفصیل۔ 〃
دوسرے کی کنیز شرعی کا اس کے ہاتھ پاؤں
دبانا یا سر میں تیل ڈالنا یا پیٹ پیٹھ ملنا کیسا ہے۔ 〃

جہاں کوئی نجاست پڑی ہو وہاں تلاوت مکروہ ہے۔ ۵۵۵
جنب و حیض و نفاس والی عورت کے پاس تلاوت
میں حرج نہیں بلکہ اپنی عورت حائضہ کی گود میں سر
رکھ کر تلاوت کرسکتا ہے۔ 〃
صرف تانا ریشم ہو تو جائز اور بانا ریشم ہو تو
مرد کو ناجائز۔ ۶۰۲
مٹی کھانا حرام ہے یعنی زیادہ کہ مضر ہو خاکِ شفا
شریف بے قدرِ تبرک ذرا چکھ لینا جائز ہے جیسے پان
میں چونا۔ ۶۴۳
سیپ کا چونا حرام ہے جس پان پر لگا ہو اس کا
کھانا حرام۔ ۶۵۷
بلاضرورت دوا منہ پر کوئی ایسی چیز سانا جس
سے صورت بگڑے ناجائز ہے۔ ۶۶۷
حربی کافروں کے بھی بعد قتل ناک کان کاٹنا
حرام ہے۔ 〃
بعض نوجوان جو آپس میں کیچڑ سے کھیلتے ہیں
ایک دوسرے کے منہ پر کیچڑ ملتے ہیں یا ہنسی سے
کسی کے سوتے میں اس کے منہ پر کالک لگاتے
ہیں یہ سب حرام ہے۔ 〃

مسائلِ احیائے موات

جو سرکاری زمین میں باذنِ سلطان کنواں کھودے

marfat.com
Marfat.com

اُس کے گرد چالیس ہاتھ تک دُوسرے کو کنواں
کھودنے کی اجازت نہ ہوگی۔ ۲۸۶

مسائلِ مداینات

مدیون پر ڈگری ہوئی پہننے کے ضروری کپڑے کے علاوہ
اُس کا مال ادائے دین میں لیا جائیگا۔ ۲۴۵

مسائلِ فرائض

میت کے غسل وکفن ودفن کی حاجت اس کے
مال میں سب پر مقدم ہے جب تک یہ نہ ہولے
قرضخواہ کو بھی نہ دیں گے وارث تو بعد کو ہے۔ "

فوائدِ فقہیہ

الخط لا یضاف الا الی المغلوب۔ ۴۹
استار ایک تولہ ۸ ماشے ۲ رتی اور رطل ۳۲ تولے
۹ ماشے۔ ۲۶۳
درم شرعی کی مقدار۔ ۴۱۲
وہ عبادتیں کہ فوت ہوجائیں تو اُن کا کوئی
عوض نہیں۔ ۴۲۵
بین الواجب وشعار الاسلام عموم
من وجہ۔ ۴۳۶
اللیث بن سعد کان حنفیا۔ ۴۴۴
شرع مطہر جو رخصتیں عطا فرماتی ہے اُس میں
مطیع وعاصی سب شریک ہیں۔ ۴۵۰
اختلاف اسباب الرخصۃ یمنع الاحتساب
بالاولیٰ۔ ۴۶۵
احکامِ الٰہیہ بجالانے میں قلیل مشقت عذر نہیں۔ ۴۷۱
جو عقد حیلہ شرعیہ کی غرض سے کیا جائے محض
برائے گفتن نہ ہو بلکہ حقیقی طور پر اس کی
نیت کرے۔ ۵۰۱
ثواب کی بات میں یہ نہ چاہیے کہ دُوسرے کو اپنے
پر ترجیح دے مگر محلِ ادب میں۔ ۵۳۶
عبادت کی چار قسمیں مقصودہ وغیر مقصودہ اور ہر ایک
مشروطہ بطہارت وغیر مشروطہ اور ان کی مثالیں۔ ۵۵۶
تواریخ تصنیفِ درر وذخیرۃ العقبیٰ۔ ۵۹۱

رسم المفتی

ربما یطلقون مقیدا حتی فی الشروح
وھذا من اعظم وجوہ العسر
فی ادراک الفقہ۔ ۱۲۳
المطلق فی کلام الفقہاء یحمل
علی المقید۔ ۱۶۰
کوئی امام معتمد ایک قید ذکر فرمائے کہ اوروں کے
یہاں نہیں تو چار صورتیں ہیں۔ ۳۰۲
تقیید شراح اطلاق متون کی مخالفت نہیں بلکہ
بیان مراد ہے۔ ۳۰۳
کل روایۃ فی مسألۃ روایۃ فی نظیرتھا
التی لا تفارقھا فی المعنی فما کان مثلا
قول الامام فی تلک فھو قولہ فی ھذہ

Marfat.com

وان ثبت عنه خلافه فی هذه فله فیها قولان ۔ ۴۴۳

النصاب والخلاصة کلاهما للامام طاهر بن عبد الرشید البخاری ۔ ۴۷۷

ما ذکر حکما مقدم علی ما ذکر فی التعلیل ۔ ۴۳۷

فی بعض الکتب نقل مجهول لا یکفی ۔ ۴۳۹

عقائد

جہنم میں اصلاً روشنی نہیں اور گنگوہی کا رد ۔ ۲۴۲

انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام بعد وفات بھی حقیقۃً ویسے ہی زندہ ہیں جیسے حالِ حیاتِ ظاہری میں تھے اُن کی موت صرف ایک آن کے لیے تھی ۔ ۴۰۳

تمام کافر اگرچہ کلمہ گو ہوں اللہ سے محض جاہل ہیں ۔ ۵۵۴

مسائل کلامیہ

للافضل معنیان ۔ ۲۴۶

فوائد حدیثیہ

الثناء علی الراوی لیس ثناء علی روایته ۔ ۳۵۳

سکت علیه ابو داؤد فهو حجة ۔ ۴۲۸

فضائل و مناقب

ہر چیز ہر نعمت ہر مراد ہر دولت دین میں دُنیا میں آخرت میں روزِ اوّل سے آج تک آج سے ابد الآباد تک جسے ملی یا ملتی ہے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ اقدس سے ملی اور ملتی ہے معطی حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور اس کی تمام نعمتوں کے بانٹنے والے صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوسرے سے کوئی نعمت کوئی مراد کسی کو کبھی مل نہ ملے ۔ ۲۰۸

اللہ اکبر کاشانۂ نبوت میں دو دو مہینے آگ روشن نہ ہوتی صرف خرمے اور پانی پر ابیت طہارت کی گزر رہتی ۔ ۲۴۳

کوثر افضل ہے یا زمزم ۔ ۲۴۵

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی چیز سے شرف نہ پایا بلکہ جو چیز حضور کی طرف منسوب ہوگئی اُسے شرف مل گیا ۔ ۲۴۷

marfat.com

Marfat.com

اس کی حکمت کہ ولادتِ اقدس جمعہ و رمضان و کعبہ معظمہ میں نہ ہوئی بلکہ دوشنبہ و ربیع الاول و مکانِ ولادت میں ہوئی۔ ۲۴۷

دلائل افضلیتِ کوثر۔ ۲۴۸

انبیا علیہم الصلاۃ والسلام حالِ حیات و حالِ وفات میں ہمیشہ ہر وقت طیب و طاہر ہیں۔ ۴۰۳

فوائدِ اصولیہ

مجاز الاول اولی من التجوز بما کان۔ ۱۱۵

لا یلزم فی لفظ احد او واحد اعتبار صفة الواحدة۔ ۱۲۷

تحقیق المصنف فی اعتبار وصف الوحدة فی لفظة احد و واحد و عدمه۔ ۱۳۸

رب تقیید لحفظ العموم دون نفی ما عداه۔ ۲۰۴

التغلیب من المجاز۔ ۲۴۴

التغلیب فی الاسماء لا وصفین متضادین۔ ″

مثل التیمم ضربتان لیس صریحا فی رکنیة المحمول للموضوع۔ ۳۵۵

رکن و شرط و شرطِ شرعی شبیہ برکن کا بیان۔ ۳۹۴

العد ینفی الزیادة۔ ۴۲۹

قد یکون الوصف مقصودا بالذات۔ ۴۵۸

فرضِ عین فرضِ کفایہ سے قوی تر ہے۔ ۵۳۶

جو بات واقع پر مبنی ہو اور یہ علم واقع حاصل کر سکتا ہو اُس وقت گمان و ظن پر عمل کرنا جائز نہیں۔ ۵۵۲

الاصل فی الاسماء الشرعیة اعتبار حقائقها اللغویة فیها۔ ۵۷۲

یجوز عطف الخاص علی العام بالواو حتی بل و باو و ثم۔ ۶۱۸

طبعیات

پانی میں کچھ رنگ ہے یا نہیں۔ ۲۳۵

پانی کا رنگ سفید ہے یا سیاہ۔ ۲۳۸

کیا سبب ہے کہ موتی شیشہ بلور پیسنے سے خوب سفید ہو جاتے ہیں۔ ۲۳۹

دریا بلکہ رنگین پیشاب کے بھی جھاگ کیوں سفید معلوم ہوتے ہیں۔ ″

آئینہ میں درز پڑ جائے تو وہاں سپیدی کیوں معلوم ہوتی ہے۔ ۲۴۰

اوس کہ آسمان سے گر کر جم جاتی ہے کیوں سپید معلوم ہوتی ہے۔ ″

آئینہ میں اپنی صورت اور وہ چیزیں جو پیٹھ کے پیچھے ہیں کس طرح نظر آتی ہیں۔ ″

آئینہ میں دہنی جانب بائیں اور بائیں دہنی کیوں معلوم ہوتی ہے۔ ″

جو چیز جتنے فاصلے پر ہو آئینہ میں اُتنی ہی دور پر کس لیے نظر آتی ہے۔ ″

برف کے سپید نظر آنے کا دوسرا سبب۔

سراب نظر آنے کا سبب۔ ″

Marfat.com

شعاع کی جنبش ۔ ۲۳۹

شعاعیں جتنے زاویوں پر جاتی ہیں اُتنوں ہی پر پلٹتی ہیں ۔ 〃

رنگتیں تاریکی میں موجود رہتی ہیں ۔ ۲۴۱

احتراق کی چار صورتیں ۔ ۵۸۰

انطباع کی حقیقت اور اُس میں یہ تحقیق مفرد کہ اشیا میں اُس کا سبب کیا قرار دیا جائے گا ۔ ۶۰۱

اجسام میں آگ سے کیا کیا اثر پیدا ہوتے ہیں ۔ ۶۰۲

پتھر کس طرح بنتا ہے ۔ ۶۰۳

ضعیف الترکیب جسم منطبع بالنار نہیں ہو سکتا ۔ 〃

پارا آگ پر کیوں نہیں ٹھہرتا ۔ 〃

انطراق کے معنے اور اجساد سبعہ کے منطرق ہونے کا سبب ۔ ۶۰۴

منطبع بالنار صرف اجسام منطرقہ ہوتے ہیں ۔ 〃

سونے چاندی کے پگھلنے اور چرخ کھانے کا سبب ۔ 〃

نار کا کیا کیا اثر اصلی ہے کیا کیا تابع ۔ 〃

لین و ذوبان کئے طرح ہیں اور اُن میں نار کا اثر اصلی کیا ہے ۔ ۶۰۵

سبب کون النار مفرقة للمتخالفات ۔ ۶۰۶

سبب کون النار جامعة للمتشاکلات ۔ 〃

معدنیات میں چار قسمیں ناقص الترکیب ہیں ۔ ۶۱۰

چاروں عنصروں میں ایک کی دوسرے سے تبدیل کی بارہ صورتیں ۔ ۶۱۲

اجزائے ارضیہ بلا واسطہ بھی آگ ہو جاتے ہیں ۔ 〃

کان کی ہر چیز گندھک پارے کی اولاد ہے گندھک نر ہے پارہ مادہ ۔ ۶۲۳

متفرقات

رقیق و دقیق میں فرق ۔ ۵۶

شریب و شروب و شراب میں فرق معنی ۔ ۱۰۴

بچے کے لیے بھی اس کے قابل گناہ ہیں اُسے جو تکلیف پہنچتی ہے اُنھیں کا عوض ہے ۔ ۴۰۹

کوئی جانور ذبح نہیں کیا جاتا، کوئی پیڑ کاٹا نہیں جاتا، کوئی پتا نہیں گرتا مگر جبکہ تسبیحِ الٰہی میں غفلت کرتا ہے ۔ 〃

رماد کے تین اطلاق ۔ ۵۹۹

اھل اللغة اذا عرفوا انکروا واذا انکروا عرفوا ۔ ۳۳۱

گلِ مختوم کا بیان ۔ ۳۳۲

بحث ان الزمرد غیر الزبرجد ۔ ۶۳۹ (حاشیہ)

ابرک ایک قسم کا پتھر ہے چونے کا پتھر بھی ایک قسم کی ابرک ہے ۔ ۶۴۷

اطلاق رصاص کی تحقیق اور رانگ اور سیسے کے خاص نام ۔ ۶۵۱

معنی صفر کی تحقیق اور یہ کہ اس کا ترجمہ پیتل صحیح نہیں ۔ ۶۵۲

اجساد سبعہ یعنی ساتوں دھاتوں کا بیان اور

marfat.com

Marfat.com

یہ کہ پیتل ان میں نہیں کہ مصنوعی چیز ہے۔ ٦٥٢
زاج پھٹکڑی نہیں۔ ٦٥٤
گِل حکمت کا عمدہ نسخہ۔ (حاشیہ) ٦٥٦
کھجور کا درخت ایک حصہ حیوانیت کا رکھتا ہے
جس طرح مونگا شجریت کا۔ ٦٨٧

Marfat.com

مجمل فہرست مضامین رسائل

آبِ مطلق نہ رہنے کے تین سبب۔ ۴۱

سببِ اوّل زوالِ طبع۔ اور اس میں چار ابحاث۔ //

رسالہ ضمنیہ۔ الدقة والتبیان لعلم الرقة والسیلان۔ تحقیق معنی رقت و سیلان میں //

بحث ۱۔ معنی طبیعت والکلام مع العلامتین ط وش۔ //

بحث ۲۔ پانی کی طبیعت رقت و سیلان ہے والکلام مع الخادمی البرجندی والامام العینی۔ ۴۲

بحث ۳۔ معنی رقت وسیلان والکلام مع العلامة الشرنبلالی۔ ۵۰

رقت اور سیلان اور جامد ہونے کی اصل حقیقت میں مصنف کی تحقیق کہ اور کہیں نہ ملے گی۔ ۵۵

رقت کے اطلاقات۔ //

مصنف کی تحقیق کہ رقت دو قسم ہے بالفعل اور بالقوہ پانی کی بحث میں بالقوہ مراد ہے۔ ۵۶

بحث ۴۔ یہاں کس حد کی رقت معتبر ہے، عبارات یہاں تین طرح آئیں اور مصنف کی تحقیق اور اس پر تین مقدمات سے اقامتِ دلیل۔ ۵۷

مقدمہ ۱۔ رقیق بے جرم ہے اور کثیف ذی جرم۔ ۶۳

مقدمہ ۲۔ بے جرم سے مراد والکلام مع مجمع الانہر والدر والشامی و مسکین والحموی وابی السعود و الغنیة والعنایة وچلپی والقہستانی والبرجندی والبحر والطحطاوی و عبدالحلیم والحلیة والشامی و الجوہرة النیرة والرد علی اللکنوی۔ ۶۹

marfat.com

Marfat.com

مقدمہ ۳ ۔ تحقیق معنیٰ رقیق۔ ٨٢
شعر تعریفِ رقت۔ ٨٦
بیس فوائد۔ ٨٧
سبب دوم ۔ غلبۂ غیر اور اس میں تین ابحاث۔ ٨٨
بحث ۱ ۔ کس امر میں غلبہ مراد ہے والکلام
مع جمیع اهل الضابطة وعامة الشراح
والشامی والعنایة والبنایة وغایة البیان
وملتقی الابحر والفرائد ومجمع الانهر
والقرہ باغی۔ //
بحث ۲ ۔ غلبۂ اجزا سے مراد والکلام مع
الشامی والبحر۔ ٩٤
بحث ۳ ۔ ان میں کس معنی کو ترجیح ہے والکلام
مع الجوهرة والغنیة ومجمع الانهر
والمنبع وغیرهم۔ ١٠١
سبب سوم ۔ طبخ با غیر۔ اس میں دو بحثیں؛ //
بحث ۱ ۔ طبخ کی حقیقت میں تحقیق مصنف
والکلام مع الشامی والعنایة والبنایة والحموی۔ //
بحث ۲ ۔ طبخ میں منع کس وجہ سے ہے اور اس میں
مصنف کی تحقیق جلیل والکلام مع القهستانی
والنهر والحموی وابی السعود وابن کمال باشا۔ ١٠٤
اشکال قوی للمصنف علی عبارة
الهدایة لم یحم حوله الشراح والکلام
مع الکفایة والدرایة والبنایة وابن الشلبی
والدر وح وط وش وعبد الحلیم۔ ١١٢
حل الاشکال بفضل المتعال والکلام
مع السیدین ابی السعود وط۔ ١١٥
دربارۂ طبخ مصنف کی تحقیق مفرد والکلام
مع البحر والنهر والقهستانی والخلاصة۔ ١٢٠
حاصل تنقیح المصنف ١٢٢
ارشادات متون پر نظر اور مصنف کا موازنہ۔ ١٢٣
ضابطہ ۵ تغیر اوصاف اور اس میں عبارات
متون اور بیانِ مراد میں شروح کا اختلاف ١٢٦
بحث احد الاوصاف والکلام مع
مجمع الانهر والخادمی والتبیین و
الفتح والنهایة والعنایة والبنایة
والدرایة والکفایة والغایة وسعدی
والجوهرة والحلیة وابی السعود
ومسکین وآخرین۔ ١٢٨
ضابطہ ۶ ۔ قول امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ١٤٠
بحث ۱ ۔ مذہب محمد میں عبارات علماء
والکلام مع بحر العلوم۔ ١٤١
تنقیح المصنف مذهب محمد
والکلام مع الجوهرة۔ ١٥١
بحث ۲ ۔ سعی المصنف فی
توجیه احکام الامام محمد الاستشهاد
له بمسائل وقوع النجاسة والوضوء
والصوم والرضاع والکلام مع
مجمع الانهر۔ ١٦٤
جواب المصنف عن دلائل محمد
من قبل الامام ابی یوسف رضی الله

Marfat.com

تعالیٰ عنہما۔	۱۷۱	السفطی المالکی وشیوخہ باربعۃ عشر	
فصل چہارم ضوابط کلیہ	۱۷۵	وجہا ومع الائمۃ الشافعیۃ البلقینی	
(۱) ضابطۂ امام ابو یوسف۔	"	وابن حجر والرملی بستۃ وجوہ والرد	
(۲) ضابطۂ امام محمد۔	۱۷۶	علی الکنکوھی۔	۲۲۳
(۳) ضابطۂ علامہ برجندی اور انیس[19] وجہ سے		رسالہ ۲ ۔ حسن التعمم لبیان حد	
اس پر کلام مصنف۔	"	التیمم بیان ماہیت تیمم میں بے مثل عظیم	
(۴) ضابطۂ امام زیلعی اور چھتیس[36] وجہ سے		تحقیقات جلیلہ پر مشتمل کتاب کامل النصاب۔	۳۱۱
اس پر کلام مصنف وایضا الکلام		کلام علما سے تیمم کی ۶ تعریفیں۔	۳۱۲
مع الفتح والطحطاوی۔	۱۸۰	تعریف ۱ ۔ از شرح ہدایہ والکلام مع	
ضابطۂ زیلعیہ کی تبعیت میں کلام بحر الرائق اور		العلامۃ الشامی والقہستانی والبحر و	
چھبیس[26] وجہ سے اس پر کلام مصنف۔	۱۹۲	عبد الحلیم۔	"
اسی باب میں کلام علامہ شامی اور بارہ[12] وجہ سے		تحقیق ان الطہور بمعنی المطہر	
اس پر کلام مصنف۔	۲۰۳	فی عرف الشرع بالاجماع والکلام	
(۵) ضابطۂ امام نسفی اور تائید مصنف اور		مع البحر۔ (حاشیہ)	۳۱۸
یہ کہ اس کا مآل ضابطۂ امام ابو یوسف ہے والکلام		تعریف ۲ ۔ از امام ملک العلماء والکلام	
مع الکافی والکفایۃ۔	۲۱۰	مع الفاضل عبد الحلیم والنہر و	
(۶) ضابطۂ رضویہ مصنف کا ضابطۂ کلیہ کہ		ط و ش۔	۳۲۳
تفصیل ضابطۂ امام ابو یوسف اور جمیع ضوابط		تحقیق المصنف وتقسیم الصعید	
صحیحہ جزئیہ کا جامع ہے۔	۲۱۲	الی حقیقی وحکمی۔	۳۲۸
فصل پنجم جزئیات جدیدہ		تعریف ۳ ۔ از تنویر الابصار والکلام	
والکلام مع الامام ابن حجر المکی و		مع ش۔	۳۳۱
العلامۃ الشامی۔	۲۱۴	تعریف ۴ ۔ از محقق علی الاطلاق والکلام	
فوائد منثورہ کا سات نفیس فائدے		مع البحر والشامی۔	۳۳۲
والکلام مع البرجندی وابن ترکی		تعریف ۵ ۔ از علامہ ابن کمال پاشا و	
المالکی والسید الشریف ومع الفاضل		الکلام علیہ ومع مجمع الانہر والبرجندی۔	۳۳۳

marfat.com
Marfat.com

تعریف ۶۔ از متون والکلام علی الفاضل یحیی وابن الشلبی والحلیۃ وعبد الحلیم و الدروش۔ ۳۴۴

مبحث جلیل ھل الضربتان ارکان التیمم۔ ۳۴۷

۱۵ ابحاثا من المصنّف والکلام مع الاتقانی والبحر والحلیۃ والمناوی والامام السیوطی والامام الاجل ابن شجاع و الفتح والخادمی مع الامام الاسبیجابی ومن معہ بسبعۃ وجوہ ومع الشرنبلالی والازھری والطحطاوی والعنایۃ و الجوھرۃ والحلبی والشامی والغنیۃ۔ ۳۵۲

تحقیق المصنّف معنی المسح والکلام مع ابن الاثیر والدر النثیر ومجمع البحار والقاموس۔ ۳۶۳

عشر فوائد لتقریر المصنّف ۳۶۹

مصنّف کی تحقیق مفرد اور نزاع ہزار سالہ کا فیصلہ۔ ۳۹۴

مصنّف کی تحقیق تیمم کی معہود وغیر معہود کی طرف تقسیم۔ ؍؍

تعریف ہفتم رضوی اور ساتت جز پر اس کی شرح۔ ۴۱۰

تحقیق المصنّف ان المسلم لاینجس بالموت والکلام مع الفتح والغنیۃ والشامی۔ (حاشیہ) ۴۰۵

رسالہ ۳ ضمنیہ۔ سمح الندری فیما یورث العجز عن الماء پانی سے عجز کی پونے دو سو ۱۷۵ صورتیں والکلام مع ش والرحمتی والحلیۃ وط والعنایۃ و ملک العلماء والبحر والنہر وابی السعود و الذخیرۃ وخزانۃ المفتین والتتارخانیۃ والہندیۃ والخیریۃ والسراج و الازھری والمقدسی والفیض والدر والتبیین والحموی والخانیۃ۔ ۴۱۱

رسالہ ۴ ضمنیہ۔ الظفر لقول زفر تقویتِ قول امام زفر میں کہ تنگی وقت کے سبب تیمم روا ہے والکلام مع ش و الفتح والحلیۃ ومع البحر بستۃ عشر وجہا۔ ۴۴۱

الجملۃ ۱۔ موافقۃ الائمۃ الثلثۃ لہ۔ ؍؍

الجملۃ ۲۔ فروع تشہد لہ واختیار الکبراء قولہ۔ ۴۴۴

الجملۃ ۳۔ تقویۃ دلیلہ بسبعۃ دلائل ۴۴۷

بقیۃ شرح التعریف الرضوی والکلام مع الدر وش والحلیۃ۔ ۵۴۳

مباحث نیۃ التیمم والکلام مع ش والدر والبحر والحلیۃ والامام النووی والمحقق اطلق۔ ۵۵۵

رسالہ ۵ ضمنیہ۔ المطر السعید علی نبت جنس الصعید جنسِ ارض کے

Marfat.com

سکتے ہیں اور اس میں وہ نادر تحقیقاتِ رفیعہ کہ
بحمدہٖ تعالیٰ خاص حصۂ مصنف ہیں چار مقام پر
مشتمل۔ ۵۷۹

مقامِ اوّل جنسِ ارض کی تعریف ″

احتراق، ترمد۔ لین۔ ذوبان، انطباع کے معنی۔
ان کی باہمی نسبتوں کا بیان۔ ۵۸۴

ان کے بیان میں علما کی ۱۴ عبارتیں مختلف اور ان
میں اشکالات والکلام مع النافع والغنیۃ
واخی چلپی والبحر والدر والشرنبلالی
والازہری۔ ۵۸۵

تحقیق و توفیق مصنف ۵۹۹

چار نکتے افاداتِ مصنف سے ۶۰۱

نکتہ ۱۔ انطباع کی حقیقت و سبب۔ ″

نکتہ ۲۔ اجسام میں آثارِ نار کی تفصیل و تحقیق۔ ۶۰۲

نکتہ ۳۔ ان آثار میں کیا کیا نار کا اثرِ اصلی ہے اور
کیا کیا تابع والکلام مع القاضی البیضاوی
ومع شرح المقاصد بسبعۃ وجوہ والمواقف
وشرحہا بثمانیۃ وجوہ ومع شرح
التجرید ومطالع الانظار۔ ۶۰۴

نکتہ ۴۔ ان آثار میں کیا کیا طبیعت زمین کے
مخالف ہے والرد علی الفلاسفۃ۔ ۶۱۱

حلِ اشکالات و توفیق عبارات۔ ۶۱۴

تعریف جنس ارض میں عبارتِ رضویہ۔ ۶۱۶

ایک قوی شبہہ اور اس پر کلام۔ ۶۱۷

مقامِ دوم۔ وہ اشیا کہ جنسِ ارض سے ہیں
والرد علی الانطاکی والتنکابنی وبعض
الحجریین والمطرزی والمخزن والکلام
مع الحلیۃ والنوازل وش والبرجندی۔ ۶۲۸

مقامِ سوم۔ وہ کہ جنسِ ارض سے نہیں والرد
علی الانطاکی وکثیر من المتطببین۔ ۶۴۹

مقامِ چہارم۔ جن میں اختلاف ہے۔

تر زمین کی بحث والکلام مع البرجندی والحلیۃ ۶۵۸

کیچڑ کی بحث والکلام مع البرجندی و
ایضاح الامام الکرمانی والحلیۃ و
النہر والرملی وش والبحر۔ ۶۶۴

زمین وخاک سوختہ کی بحث والکلام مع البحر۔ ۶۷۴

خاکستر کی بحث۔ ۶۷۶

پکی اینٹ کی بحث۔ ۶۷۸

زمین شور کی بحث والکلام مع الحلیۃ۔ ۶۸۱

نمک کی بحث والکلام مع الغنیۃ۔ ″

شیشے کی بحث والکلام مع ط۔ ۶۸۳

مردار سنگ کی بحث۔ ۶۸۴

مرجان کی بحث والکلام مع الفاضل
عبد الحلیم والمنح۔ ۶۸۴

سونے چاندی کی بحث والکلام مع
القہستانی والشامی والبحر والطحطاوی
والفتح والدر والحلیۃ۔ ۶۸۸

مسئلہ خلط وخزف والکلام مع
الازہری والطحطاوی والجوہرۃ و
الحلیۃ ومع الغنیۃ بخمسۃ وجوہ۔ ۶۹۵

marfat.com

Marfat.com

بقیة شرح التعریف الرضوی ۔	۴٠٧
بحث تیمیم الغیر و تحقیق المصنّف فیه ۔	۴٠٨
بحث اشتراط التیمم باکثر الکف و الکلام مع الشامی والحلیة ۔	۴١٢
رسالہ ضمنیہ ۔ الجدّ السدید فی نفی الاستعمال عن الصعید	۴١٧
جنسِ ارض اصلاً مستعمل نہیں ہوتی ۔	"
مصنّف کا اس پر دلیلیں قائم کرنا والکلام مع البرهان والشرنبلالی والغنیة والبحر ۔	۴١٨
حلِ شبہات والکلام مع الشامی و الائمة فقیہ النفس والزیلعی و الفتح والحلیة والنهر ۔	۴٢٦
بحث تیمم بدیوارِ مسجد اور گنگوہی پر سات ضربیں ۔	۴٣٨

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسالہ ضمنیہ

الدقۃ والتبیان لعلم الرقۃ والسیلان

(پانی کی) رقّت وسیلان کا واضح بیان (ت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

اب فقیر بتوفیق الملک القدیر عز جلالہ اسباب ثلثہ پر کلام اور ہر ایک کے متعلق ابحاث مہمہ ذکر کرے۔

نمبر اول طبع اس میں چند ابحاث ہیں:

بحث اوّل معنی طبیعت۔

اقول طبع آب سے مراد اس کا وہ وصف ہے کہ لازم ذات ومقتضائے ماہیت ہو جس کا ذات سے

marfat.com
Marfat.com

تخلف ممتنع ہو وقال السید ان ط و ش طبعہ ای وصفہ الذی خلق اللہ تعالٰی علیہ[1] (سید طحاوی اورسید شامی نے فرمایا پانی کی طبیعت یعنی اس کا وہ وصف جس پر اللہ تعالٰی نے پانی کو پیدا کیا ہے۔ ت)

اقول ھذا یشمل اللون والطعم والریح ولم یعدھا احد من الطبع ویلزمہ ان لایجوز الوضوء بما انتن او تغیر لونہ اوطعمہ بطول المکث مثلا لخروجہ اذن عن طبع الماء وھو خلاف اجماع من یعتد بہ وکذا یردہ اجماع اصحابنا المذکور فی ۱۱۶ الی غیر ذلک[عہ] من الاستحالات۔

میں کہتا ہوں کہ یہ تعریف رنگ، ذائقہ اور بُو پر مشتمل ہے حالانکہ کسی نے ان چیزوں کو پانی کی طبیعت میں شمار نہیں کیا اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ ایسے پانی سے وضوء جائز نہ ہو جو بدبودار ہوچکا ہو یا زیادہ دیر پڑے رہنے کی وجہ سے اس کا رنگ اور ذائقہ تبدیل ہوچکا ہو کیونکہ اس وجہ سے وہ پانی اپنی طبیعت سے خارج ہوچکا ہے حالانکہ یہ بات معتبر اجماع کے خلاف ہے اور یُوں ہی یہ بات ہمارے اصحاب (احناف) کے اجماع جس کا ذکر بحث ۱۱۶ میں ہوچکا ہے، سے مردود ہے، اس قسم کے بہت سے استحالات لازم آئیں گے۔ (ت)

بحث دوم طبع آب کی تعیین، عامہ علماء نے اسے رقّت[1] وسیلان سے تفسیر کیا اور یہی صحیح ہے ایضاح و

عہ منھا ان لایجوز الوضوء بماء حار و لا بارد ولو بالشمس یح لانہ لم یبق علی وصفہ الذی خلق علیہ ونقول لایخلو ان الماء بدء وخلقہ حارا او باردا او معتدلا وایاما کان لم یجز الوضوء بالباقین الا ان یقال ان المراد بالوصف الثلثۃ لاغیر فانھا ھی المتعارف فیما بینھم عند الاطلاق اوصاف الماء ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

ان محالات میں سے ایک یہ کہ لازم آئے گا کہ گرم یا ٹھنڈا پانی، خواہ ہوا سے سرد ہو، سے وضوء جائز نہ ہو کیونکہ ایسی صورت میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ پانی اپنی اصلی طبیعت سے خارج ہوچکا ہے کیونکہ اس وصف پر باقی نہ رہا جس پر اس کو پیدا کیا گیا تھا یا ہم یُوں کہہ سکتے ہیں کہ پانی کی پیدائش گرم تھی یا سرد تھی یا معتدل تھی، جو بھی قرار دی جائے تو دوسری دو صورتوں میں وضوء جائز نہ ہوا الّا یہ کہ یُوں کہا جائے کہ پانی کی طبیعت صرف تین وصف رنگ، بُو اور ذائقہ ہیں اور کوئی وصف گرم، سرد وغیرہ معتبر نہیں ہے کیونکہ پانی کے یہی تین وصف متعارف ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ پانی کے اوصاف کا جب ذکر ہوتا ہے تو یہی تینوں اوصاف متعارف ہوتے ہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۵

Marfat.com

بحر و صدر الشریعۃ و شلبیہ و مجمع الانہر و امداد الفتاح وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے ھو السرقۃ والسیلان[1] (طبعِ آب رقت وسیلان ہے۔ ت) اسی طرح فتح وغیرہ سے مستفاد یہی فروع میں بہت کلمات کا مفاد،

کما یظھر بمراجعۃ ما تقدم واقتصر[2] القہستانی وعبد الحلیم علی الرقۃ وعلیہ مشی فی الغنیۃ عند ذکر الضابطۃ کما مر فی ۲۸۷ و تراہ مفاد کلام الاکثرین فی الفروع اذا تذکرت ماسلف **اقول** وھو حسن وجیہ لما قدمنا ان الرقۃ تستلزم السیلان ومنھم[3] من اقتصر علی السیلان کالزیلعی والحلیۃ والدرر فی ذکر الضابطۃ۔

جیسا کہ گزشتہ بحثوں کے پیش نظر ظاہر ہوتا ہے قہستانی اور عبد الحلیم نے صرف رقت کو پانی کی طبیعت قرار دیا ہے، غنیہ نے بھی ضابطہ کو ذکر کرتے ہوئے اسی کو اپنایا ہے جیسا کہ بحث ۲۸۷ میں گزرا، اور جب گزشتہ ابحاث کو تُو یاد کرے تو تجھے معلوم ہوگا کہ اکثر حضرات کے کلام کا ماحصل یہی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہی خوبصورت وجہ ہے کیونکہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ رقت سیلان کو مستلزم ہے، اور بعض حضرات نے صرف سیلان کو پانی کی طبیعت قرار دیا ہے جیسا کہ زیلعی اور حلیہ نے کہا ہے اور درر نے اس کو ضابطہ میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

اقول یحمل علی السیلان المعھود من الماء فیستلزم الرقۃ یدل علیہ قول الغنیۃ طبعہ سرعۃ السیلان[2] اھ فھذہ مسالک تؤل الی شیئ واحد لکن ثمہ ما یخالفھا ففی الدر[3] والدرر طبعہ السیلان والارواء والانبات[3] اھ ومثلہ فی چلپی علی صدر الشریعۃ و اقتصر[5] علیہ الوانی فی حاشیۃ الدرر من الاخیرین علی الانبات قال نوح افندی ثم السید الازھری ثم ط ثم ش اقتصر علیہ لاستلزامہ الارواء دون العکس فان

میں کہتا ہوں کہ اس قول کو پانی کے معہود سیلان پر محمول کیا جا سکتا ہے کیونکہ یہ سیلان رقت کو مستلزم ہے اس پر غنیہ کا یہ قول دلالت کرتا ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ پانی کی طبیعت جلد بہنا ہے اھ یہ تمام مسالک ایک ہی چیز کی طرف راجع ہیں مگر یہاں ان کے مخالف بھی قول ہے جیسا کہ دُر اور دُرر میں ہے کہ پانی کی طبیعت سیلان، سیرابی اور اگانا ہے اور صدر الشریعۃ کے حاشیہ پر چلپی میں بھی اسی طرح ہے اور دُرر کے حاشیہ میں الوانی نے صرف انبات (اگانے) کو ہی لیا ہے، نوح آفندی پھر سید ازہری اور پھر طحطاوی

---

[1] شلبیہ علی التبیین | کتاب الطہارۃ | الامیریہ بولاق مصر | ۱/۱۹
[2] غنیۃ المستملی | احکام المیاہ | سہیل اکیڈیمی لاہور | ص ۹۰
[3] در مختار | باب المیاہ | مجتبائی دہلی | ۱/۳۷

marfat.com

Marfat.com

الاشربة تروی ولا تنبت[1] اھ وفی الجوھرة طبعہ الرقة والسیلان وتسکین العطش[2] اھ وفی خزانة المفتین عن الاختیار شرح المختار طبع الماء کونہ سیالا مرطبا مسکنا للعطش[3] اھ وفی مراقی الفلاح طبعہ ھو الرقة والسیلان والارواء والانبات[4] اھ قال السید ط فی حاشیتہ الرقة والسیلان اقتصر علیھما فی الشرح[عہ] وھو الظاھر لان الاخیرین لایکونان

اور شامی نے کہا ہے کہ الارواء الخ اس لیے صرف انبات کو لیا ہے اور سیرابی کا اعتبار نہیں کیا کیونکہ انبات کو سیرابی لازم ہے اور سیرابی کو انبات لازم نہیں ہے کیونکہ شربت سیراب تو کرتے ہیں لیکن انبات نہیں کرتے اھ اور جوہرہ میں ہے کہ پانی کی طبیعت رقّت، سیلان اور پیاس بجھانا ہے اھ اور خزانۃ المفتین میں الاختیار شرح المختار سے منقول ہے کہ پانی کی طبیعت سیال تر کرنا اور پیاس بجھانا ہے اھ اور مراقی الفلاح میں ہے

عہ **اقول** ومن العجب اقتصار البنایة علی الارواء اذ قال طبع الماء کونہ مرویا لانہ یقطع العطش قال وقیل قوة نفوذہ[5] اھ

اقول ھذا ھو قضیة رقتہ وسیلانہ فالعجب تزییف ھذا واختیار طبع لاتعلق لہ بما ھنا قال وقیل کونہ غیر متلون[6] اھ

اقول ھذا خلاف المشھود والمشھور ودوار فی الکتب ذکر لون الماء وقد جاء

اقول تعجب ہے کہ بنایہ نے صرف سیرابی پر اکتفاء کیا ہے جہاں انہوں نے کہا ہے کہ پانی کی طبیعت سیراب کرنا ہے کیونکہ اس سے پیاس بجھتی ہے اور انھوں نے کہا کہ بعض نے پانی کی قوتِ سرایت کو کہا ہے اھ

میں کہتا ہوں کہ یہ تو پانی کی رقت اور سیلان کا معاملہ ہے، اس کو کمزور بتانا اور ایسی چیز کو طبیعت بتانا جس کا یہاں کوئی تعلق نہیں ہے تعجب انگیز بات ہے انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ بعض نے پانی کی طبیعت غیر متلون (بے رنگ) ہونا بتایا ہے اھ

میں کہتا ہوں کہ یہ بات مشاہدہ اور شہرت دونوں کے خلاف ہے اور کتب میں پانی کے رنگ کا بار بار ذکر ہے

(باقی بر صفحہ آیندہ)

---

1 ردالمحتار باب المیاہ مجتبائی دہلی ١/١٤٥
2 الجوہرۃ النیرۃ کتاب الطہارۃ امدادیہ ملتان ١/١٤
3 اختیار شرح مختار یجوز الطہارۃ فی الماء مصطفی البابی مصر ١/١٤
4 مراقی الفلاح کتاب الطہارۃ الامیریہ مصر ص ١٥
5 و 6 البنایۃ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ١/١٨٨

Marfat.com

فی ماء البحر الملح[1] اھ ویہ تعقب علی الدرر فاجاب الوانی ثم السادۃ ابوسعود و ط و ش ان فی طبعہ انباتا الا ان عدم انباتہ لعارض کالماء الحار[2] اھ وردہ الخادمی بان ماء البحر لم یزل عن طبعہ لعارض کالماء الحار بل عند تخلیتہ علی

کہ پانی کی طبیعت رقت، سیلان، سیراب کرنا اور اگانا ہے اھ سید طحطاوی نے اس کے حاشیہ میں فرمایا کہ انہوں نے شرح میں صرف رقت اور سیلان کو ہی ذکر کیا ہے کیونکہ ظاہر یہی ہے اس لیے کہ آخری دونوں یعنی سیراب کرنا اور انبات (اگانا) سمندر کے نمکین پانی میں نہیں پائے جاتے اھ کیونکہ آخری دو وصف

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فی مرسل صحیح رواہ الامام الطحاوی عن راشد ابن سعد عن سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم الماء لاینجسہ شئ الا ما غلب علی ریحہ او طعمہ او لونہ[3] وھو فی ابن ماجۃ موصولا من حدیث راشد بن سعد عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان الماء طھور ولاینجسہ الا ما غلب علی ریحہ وطعمہ ولونہ[4] قال وقیل ما یبقی لہ اثر الغلیان[5] والاخراج عن طبعہ ان لا یبقی لہ اثر الغلیان اھ کذا وھو فی نسخۃ سقیمۃ جدا ولعلہ ما یقبل ای طبعہ ان یرتفع وینخفض عند الاغلاء **اقول** وھو ایضا من اثر الرقۃ والسیلان واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (م)

امام طحاوی نے صحیح مرسل کے طور پر راشد بن سعد سے روایت کیا کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا کہ پانی کو ناپاک کرنے والی کوئی چیز نہیں ماسوائے اس کے جو اس کے ذائقہ، بُو اور رنگ پر غالب ہوجائے اور یہ حدیث ابن ماجہ میں موصولاً راشد بن سعد نے ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا کہ پانی پاک کرتا ہے اس کو ناپاک کرنے والی صرف یہی صورت ہے کہ جب کوئی چیز اس کی بُو، ذائقہ اور رنگ پر غلبہ پالے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ بعض نے کہا کہ پانی کی طبیعت یہ ہے کہ اس میں اُبلنے کی صلاحیت باقی ہو اور اس کو طبیعت سے خارج کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس میں ابلنے کا اثر باقی نہ رہے اھ کمزور ترین نسخے میں ایسے ہی ہے، ہوسکتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ پانی کی طبیعت یہ ہے کہ اُبالنے میں وہ بلند و پست ہوسکے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بھی رقت و سیلان کا اثر ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] طحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الطہارت نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۱۵
[2] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۵
[3] شرح معانی الآثار، کتاب الطہارۃ ۱/۱۹ [4] سنن ابن ماجہ ابواب الطہارۃ ص ۴۰ [5] البنایۃ ۱/۱۸۶

marfat.com
Marfat.com

طبعه شأنه عدم الانبات[1] اھ سمندری پانی میں نہیں ہوتے اھ اور اس سے قرر پر تعقیب کی گئی ہے، تو اس کا جواب الوانی، ابوالسعود، ط اور رش نے یہ دیا کہ اس کی طبیعت میں انبات ہے مگر اس کا عدمِ انبات کسی عارض کی وجہ سے ہے، جیسے گرم پانی میں ہوتا ہے اھ اور اس کو خادمی نے رد کیا کہ گرم پانی کی طرح سمندری پانی اپنی طبیعت سے زائل نہیں ہوا ہے کسی عارض کی وجہ سے، بلکہ اگر اس کو اس کی طبیعت پر چھوڑ دیا جائے تب بھی اس میں عدمِ انبات ہے اھ (ت)

اقول وھذا وجیه فان الاصل عدم العارض وان کان لایتم الاستدلال علیه بقوله عز وجل وھو الذی مرج البحرین ھذا عذب فرات وھذا ملح اجاج وجعل بینھما برزخا وحجرا محجورا[2] فان المرج ھو الخلط والارسال ولایلزم ان یکون فی بدء خلقھما بل بعد تغیر احدھما بعارض واللّٰه تعالٰی اعلم فلو اکتفی الخادمی بھذا کان ردا علی دعوی ان الثلثة من طبع الماء لکنه اراد قبله النقض علی قاعدة المتن فی منع الوضوء فانعکس علیه الامر اذ ردد فیه فقال ان ارید المجموع من حیث ھو مجموع فیرد بماء البحر اذ لیس فیه ارواء وانبات وان ارید واحد منھا فبنحو ماء البطیخ اذ فیه ارواء ولم یجز به الوضوء[3] اھ

میں کہتا ہوں یہ بات مدلّل ہے کہ اصل عارض کا نہ ہونا ہے اگرچہ اس پر استدلال اللہ تعالٰی کے قول وھو الذی مرج البحرین ھذا عذب فرات وھذا ملح اجاج وجعل بینھما برزخا وحجرا محجورا سے تام نہیں ہوتا، کیونکہ مرج کے معنی ملانے اور چھوڑنے کے ہیں، اور یہ لازم نہیں کہ یہ صورت ان کی ابتدائے تخلیق میں ہو، بلکہ ان میں سے کسی ایک کو عارض کی وجہ سے متغیر ہونے کے باعث ہو واللہ تعالٰی اعلم، تو اگر خادمی اسی پر اکتفا کر لیتے تو یہ اس دعوٰی کا رد ہو جاتا کہ یہ تینوں چیزیں پانی کی طبیعت ہیں، لیکن انہوں نے اس سے قبل نقض کا ارادہ کیا وضو کے ناجائز ہونے کے بارہ میں متن کے قاعدہ پر، لیکن معاملہ اُلٹ ہو گیا، اس لیے کہ انہوں نے تردید کی اور تفریق کی، پس فرمایا اگر تینوں کا من حیث المجموع کا ارادہ کیا جائے تو اس کا رد سمندر کے پانی سے کیا جائیگا، کہ اس میں نہ اگانا ہے اور نہ زرخیزی،

---

[1] درر شرح غرر للخادمی کتاب الطھارت مکتبہ عثمانیہ مصر ۱/۲۱
[2] القرآن ۲۵/۵۳
[3] درر شرح غرر للخادمی کتاب الطھارۃ مکتبہ عثمانیہ مصر ۱/۲۱

Marfat.com

(حالانکہ اس سے وضو جائز ہے) اور اگر ان میں سے ایک کا ارادہ کیا جائے تو تربوز کے پانی وغیرہ سے رد ہوگا کہ اس میں سیراب کرنا ہے لیکن اس سے وضو جائز نہیں اھ (ت)

اقول انما قاعدۃ المتن ما تقدم نقله من قوله لا بماء زال طبعه الخ فان ارید المجموع لم یرد ماء البحر اذ لم یزل منه الکل لبقاء السیلان وان ارید واحد منها لم یرد ماء البطیخ لانه قد زال منه الانبات هذا ان ارید به ماخالطه ولو اراد مایستخرج منه خرج راسا بقوله ماء فکان علیه ان یعکس فیقول ان ارید الکل یرد ماء البطیخ لبقاء اثنین السیلان والارواء وان ارید واحد منها یرد ماء البحر لزوال اثنین الانبات والارواء نعم لوکانت عبارۃ المتن یجوز بماء بقی علی طبعه کان النقض کما ذکر۔

میں کہتا ہوں متن کا قاعدہ وہ ہے جو منقول ہوا، ان کے قول لا بماء زال طبعه الخ میں، اور اگر مجموع کا ارادہ کیا جائے تو سمندری پانی سے اعتراض نہ ہوگا کہ اس کے تمام اوصاف زائل نہیں ہوئے ہیں کیونکہ اس میں سیلان باقی ہے، اور اگر ان میں سے ایک کا ارادہ کیا جائے تو تربوز کے پانی سے اعتراض نہ ہوگا کیونکہ اس میں ایک وصف انبات زائل ہوا ہے یہ تقریر اس صورت میں کہ جب تربوز کا مخلوط مادہ مراد لیا جائے اور اگر اس سے خارج کیا ہوا پانی مراد لیا جائے تو پھر تقریر اس کے برعکس ہوگی اور یوں کہا جائے گا کہ اگر تینوں امور کا مجموعہ مراد ہو تو پھر تربوز کے پانی سے اعتراض وارد ہوگا کیونکہ اس سے تینوں کا زوال نہیں ہے بلکہ اس میں سیلان اور سیرابی باقی ہے اور اگر تینوں میں سے کسی ایک کو طبیعت قرار دیا جائے تو سمندری پانی سے اعتراض ہوگا کہ اس کے دو وصف زائل ہوئے ہیں، اگانا اور سیراب کرنا، ہاں اگر متن کی عبارت یوں ہوتی کہ وضو جائز ہے اس پانی سے جو اپنی طبیعت پر باقی ہو تو نقض وہ ہوتا جو ذکر کیا۔ (ت)

فان قلت لِمَ لا یقال انه صرف الکلام من المنطوق الی المفهوم ولا شك ان المفهوم منه هو هذا ای الجواز بما بقی علی طبعه۔

اگر یہ کہا جائے کہ یہ کیوں نہیں کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے کلام کو منطوق سے مفہوم کی طرف پھیر دیا ہے اور کچھ شک نہیں کہ اس کا مفہوم یہی ہے، یعنی جو پانی اپنی طبیعت پر باقی ہو اس سے وضو جائز ہے۔ (ت)

اقول لیس هذا مفهومه بل مفهومه الجواز بما لم یزل طبعه فیبقی التعکیس کما کان لانه اذا ارید بالطبع المجموع

میں کہتا ہوں یہ اس کا مفہوم نہیں، بلکہ اس کا مفہوم اس پانی سے وضوء کا جواز ہے جس کی طبیعت ختم نہ ہوتی ہو، تو تعکیس ایسی ہی رہے گی، کیونکہ جب

marfat.com
Marfat.com

كان المعنى يجوز بما لم يزل عنه الكل فلا يرد ماء البحر لبقاء السيلان فيه واذا اريد واحد كان المعنى يجوز بما لم يزل عنه شئ اصلا فلا يرد ماء البطيخ لزوال الانبات بخلاف قولك يجوز بما بقى على طبعه فانه لو اريد الكل كان الجواز منوطا ببقاء الكل فيرد ماء البحر او البعض فماء البطيخ هذا وقال العلامة البرجندی المراد طبع جنس الماء وهو الرقة والسيلان كذا قيل وفی الخزانة طبع الماء كونه سيالا مرطبا مسكنا للعطش ولا يخفى ان ماء بعض من الفواكه كذلك فلو اختلط بالماء وغلبه ينبغی ان يجوز التوضی منه وليس كذلك[1]

طبیعت سے مجموعہ کا ارادہ کیا جائے تو اس کے معنی ہوں گے وضو جائز ہے اس پانی سے جس سے کل زائل نہ ہوں، تو سمندری پانی سے اس پر اعتراض وارد نہ ہوگا کیونکہ اس میں سیلان کا وصف باقی ہے اور جب ایک کا ارادہ کیا جائے تو معنی یہ ہوں گے وضو جائز ہے اُس پانی سے جس سے کچھ زائل نہ ہوا ہو، تو بطیخ کے پانی سے اعتراض وارد نہ ہوگا کہ اس سے ایک انبات کا وصف زائل ہے بخلاف آپ کے اس قول کے "وضو جائز ہے اس پانی سے جو اپنی طبیعت پر باقی ہو" کیونکہ اگر کل کا ارادہ کیا جائے تو جواز کا دارومدار کل کے باقی رہنے پر ہوگا تو سمندری پانی پر اعتراض وارد ہوگا اگر بعض کا ارادہ کیا جائے تو بطیخ کے پانی سے اعتراض ہوگا۔ اس کو یاد رکھو۔ علامہ برجندی نے فرمایا مراد جنس پانی کی طبیعت ہے اور وہ رقت وسیلان ہے، اسی طرح کہا گیا ہے، اور خزانہ میں ہے پانی کی طبیعت اس کا سیال ہونا، تر کرنے والا ہونا، پیاس کے لیے تسکین بخش ہونا ہے اور مخفی نہ رہے کہ بعض پھلوں کا پانی ایسا ہی ہوتا ہے تو اگر وہ پانی میں مل جائے اور غالب ہو جائے تو چاہیے کہ اُس سے وضو جائز ہو، حالانکہ ایسا نہیں ہے اھ (ت)

اقول ان خص الایراد بعبارة الخزانة كما هو ظاهر سياقه فلا وجه له لوروده على الاول ايضا سواء بسواء فان ماء بعض الفواكه لا يسلبه الرقة ايضا كما لا يسلبه الارواء وان عمهما فلا وجه له فان اعتبار الرقة مجمع عليه وقد مشى هو ايضا عليه فی ضابطته

میں کہتا ہوں اگر اعتراض بطور خاص خزانہ کی عبارت پر ہے جیسا کہ سیاق سے ظاہر ہے تو اس کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ وہ اول پر بھی برابر سے وارد ہے کیونکہ بعض پھلوں کے پانی سے رقت سلب نہیں ہوتی جیسے اس سے سیرابی سلب نہیں ہوتی اور اگر وہ دونوں کو عام ہے تو اس کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ رقت کا اعتبار اجماعی ہے اور وہ بھی اپنے ضابطہ میں اسی پر

---

[1] شرح النقایۃ للبرجندی ابحاث الماء نولکشور لکھنؤ ۱/۳۱

Marfat.com

التی وضعها کما سیأتی فی الفصل الاٰتی ان شاء اللّٰہ تعالٰی فاذن کان ینبغی الاخذ علی المتن فانہ لم یستثن فی خلط الطاھر الا ما اخرج الماء عن طبعہ اوغیرہ طبخا ولیس فی خلط ھذا الماء شیئ من ذلک فان اراد الرد علی المتن فلا وجہ لہ فانہ قال وان اختلط بہ طاھر والعرف قاض انہ لایقال الا اذا کان الماء اکثر لان الخلط لا یضاف الا الی المغلوب ففی مزج الماء والحلیب ان کان اللبن اکثر یقال لبن فیہ ماء او الماء فماء خالطہ لبن وقد نبہ علیہ فی مجمع الانھر اذ قال الخل مثلا اذا اختلط بالماء والماء مغلوب یقال خل مخلوط بالماء لا ماء مخلوط بالخل[1] اھ فلا یشمل ما اذا غلب علی الماء ماء الفاکھۃ وبالجملۃ لاارٰی لھذا الایراد محلا ومحملا واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

چلے ہیں جیسا کہ ان شاء اللہ تعالٰی آئندہ فصل میں آئے گا، تو اس صورت میں متن پر اعتراض کرنا چاہئے تھا، کیونکہ انہوں نے پاک کے ملنے میں صرف اُس کا وضوء کے جواز سے استثناء کیا ہے جو پانی کو اس کی طبیعت سے خارج کردے، یا پکنے کی وجہ سے اس کو تبدیل کردے اور اس پھل کے پانی کی ملاوٹ میں اُن میں سے کوئی چیز نہیں ہے، تو اگر متن پر رد کا ارادہ کیا ہے تو اس کی کوئی وجہ نہیں ہے، کیونکہ انہوں نے فرمایا ہے" اور اگر اس کے ساتھ کوئی طاہر چیز مل جائے" اور عرف فیصلہ کرنے والا ہے کہ یہ بات اُسی وقت کہی جائے گی جبکہ پانی زائد ہو کیونکہ خلط مغلوب ہی کی طرف مضاف ہوتی ہے، تو پانی اور دودھ کے ملانے میں اگر دودھ زائد ہو تو کہا جاتا ہے یہ دودھ ہے جس میں پانی ہے۔ یا پانی زائد ہے تو کہا جائیگا یہ پانی ہے جس میں دودھ ملا ہوا ہے، اس پر مجمع الانہر میں تنبیہ کی ہے اور فرمایا کہ مثلاً سرکہ جب پانی میں مل جائے اور پانی مغلوب ہو تو کہا جاتا ہے سرکہ میں پانی مخلوط ہے یہ نہیں کہتے کہ پانی میں سرکہ ملا ہوا ہے اھ، تو یہ اس صورت کو شامل نہیں جبکہ پھلوں کے پانی پر پانی کا غلبہ ہو جائے، اور خلاصہ یہ کہ میں اس اعتراض کا نہ محل پاتا ہوں اور نہ محمل، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

ثم اقول الذی یظھر لی ان الزائدین علی الرقۃ والسیلان انما ارادوا بیان طبع الماء فی نفسہ لاطبع لولاہ لم یجز الوضوء کیف وھم قاطبۃ اذا اتوا علی الفروع لا یبنون

پھر میں کہتا ہوں کہ جو لوگ پانی کی طبیعت میں رقت اور سیلان پر دو چیزوں کی زیادتی کا قول کرتے ہیں وہ فی نفسہٖ پانی کی طبیعت کا ارادہ کرتے ہیں نہ کہ اُس طبیعت کا کہ اگر وہ نہ ہو تو وضو جائز نہ ہو، اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جب وہ فروع کے

[1] مجمع الانہر تجوز الطہارۃ بالماء المطلق مطبع عامرہ مصر ۱/ ۲۸

marfat.com
Marfat.com

الامر الا علی الرقۃ والسیلان ولن تری احدا منھم یقول ان لم ینبت اذیرو لم یجزبہ الوضوء فانجلی الامر وانقشع الستر وللہ الحمد۔

بیان پر آتے ہیں تو معاملہ کو رقت وسیلان پر ہی مبنی کرتے ہیں، اور ان میں سے کوئی یہ نہیں کہتا ہے کہ اگر پانی میں اُگانے اور سیراب کرنے کی صلاحیت ختم ہوجائے تو اس سے وضوء جائز نہ ہوگا، اس سے معاملہ صاف ہوگیا وللہ الحمد (ت)

بحث سوم معنی رقت وسیلان کی تحقیق اور اُن کا فرق۔

قال العلامۃ الشرنبلالی رحمہ اللہ تعالٰی فی نور الایضاح وشرحہ مراقی الفلاح (الغلبۃ فی الجامد باخراج الماء عن رقتہ) فلا ینعصر عن الثوب (وسلانہ) فلا یسیل علی الاعضاء سیلان الماء اھ[1]

علامہ شرنبلالی رحمہ اللہ تعالٰی نے نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں کہا (جامد میں غلبہ کا تحقق پانی کو اُس کی رقّت سے خارج کرنے پر ہے) پس وُہ کپڑے میں سے نچوڑا نہ جاسکے گا (اور اس کا سیلان) سے اخراج یہ کروہ اعضاء پر پانی کی طرح بہہ نہ سکے گا اھ (ت)

اقول اولا لا یخفی علیک ان الانعصار من الثوب اخص تحققا من السیلان فلا ینعصر الا ما یسیل ولا یجب انعصار کل سائل کالدھن والزیت والسمن واللبن والعسل کل ذلک یسیل لانھا من المائعات وما المیع الا السیلان او اخص قال فی القاموس ماع الشیئ یمیع جری علی وجہ الارض منبسطا فی ھینۃ[2] قال فی تاج العروس کالماء

میں اوّلاً کہتا ہُوں کہ سیلان کی نسبت کپڑے سے نچوڑا جانا تحقق کے اعتبار سے اخص ہے تو وہی نچوڑا جاسکتا ہے جو بہتا ہو، اور ہر بہنے والی چیز کا نچوڑا جانا لازم نہیں، جیسے تیل، گھی، دودھ اور شہد، یہ سب بہنے والی چیزیں ہیں کیونکہ یہ مائع ہیں اور مائع کا مطلب ہی بہنے والی چیز ہے یا مائع سیلان سے اخص ہے، قاموس میں ہے ماع الشیئ یمیع زمین پر کسی چیز کا پھیل کر بہنا۔ تاج العروس میں ہے جیسے پانی اور خون۔ اور قاموس میں ہے سال یسیل

---

[1] مراقی الفلاح — کتاب الطہارۃ — الامیریہ بولاق مصر — ص ۱۵
[2] قاموس المحیط — فصل المیم والنون، باب العین — مصطفی البابی مصر — ۳/۸۹

Marfat.com

والدم[1] وفى القاموس سال يسيل سيلا وسيلانا جرى[2] اھ وليس شئ منها ينعصر ولذا لم يجز تطهير النجاسة الحقيقية بها قال فى الهداية يجوز تطهيرها بالماء وبكل مائع طاهر يمكن ازالتها به كالخل وماء الورد ونحوه مما اذا اعصر انعصر[3] قال المحقق فى الفتح قوله اذا اعصر انعصر يخرج الدهن والزيت واللبن والسمن بخلاف الخل وماء الباقلاء الذى لم يثخن[4] اھ وفى المنية ان غسل بالعسل او السمن او الدهن لايجوز لانها لا تنعصر بالعصر[5] قال فى الحلية لان لهذه الاشياء لصوقا بالمحل وايضا فى العسل من غلظ القوام ما يمنع من المداخلة فى الثوب[6] اھ وفى مراقى الفلاح لا تطهر بدهن لعدم خروجه بنفسه[7] قال ط فى حاشيته اى فكيف يخرج النجاسة وقد تقدم فى

سیلاً وسیلاناً، جاری ہوا اھ اور ان میں سے کسی چیز کو نچوڑا نہیں جاتا ہے اور اسی لیے نجاست حقیقیہ کو ان سے پاک کرنا جائز نہیں۔ ہدایہ میں فرمایا اس کا پاک کرنا پانی اور ہر مائع سے جائز ہے جو خود پاک ہو، اور نجاست کا اس سے زائل کرنا بھی ممکن ہو، جیسے سرکہ گلاب کا پانی وغیرہ۔ یعنی وہ چیزیں جو نچوڑے جانے سے نچوڑی جا سکیں، محقق نے فتح میں فرمایا "ان کا قول جب نچوڑا جائے تو نچڑ جائے، سے تیل، روغن زیتون، دودھ اور گھی خارج ہو جاتے ہیں بخلاف سرکہ اور باقلاء کے پانی کے جو گاڑھا نہ ہوا ھ اور منیہ میں ہے کہ اگر شہد سے دھویا جائے یا گھی سے یا تیل سے تو جائز نہیں، کیونکہ یہ نچوڑے جانے سے نہیں نچڑتے ہیں، حلیہ میں فرمایا اس لیے کہ یہ چیزیں اپنے محل سے چپکی ہوئی ہوتی ہیں اور شہد کے قوام کی سختی اس کو کپڑے میں داخل ہونے سے منع کرتی ہے اھ اور مراقی الفلاح میں ہے تیل سے پاک نہ ہوگا کیونکہ وہ خود نہیں نکلتا ہے ط نے

---

1 تاج العروس — فصل الميم من باب العين — مطبوعہ احیاء التراث العربی مصر ۵/۵۱۶
2 قاموس المحيط — فصل السين والشين واللام — مصطفى البابی مصر ۴/۴۱۰
3 ہدایۃ — باب الانجاس وتطہیرہا — مکتبہ عربیہ کراچی ۱/۵۴
4 فتح القدیر — ″ ″ ″ — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۷۰
5 منیۃ المصلی — فصل فی المیاہ — مکتبہ عزیزیہ کشمیری بازار لاہور ص ۱۸
6 حلیۃ
7 مراقی الفلاح — باب الانجاس والطہارۃ — مطبعۃ ازہریہ مصر ص ۹۳
8 طحطاوی علی مراقی الفلاح — ″ ″ — ″ — ″

marfat.com
Marfat.com

۲۸۶ ان ھذا یوھم بقاء الاطلاق مع انتفاء الرقۃ اذا لم یسلب السیلان ولیس کذلک۔

اس کے حاشیہ میں فرمایا تو نجاست کیسے نکالے گا اور ۲۸۶ میں گزرا کہ یہ پانی کے اطلاق کو باقی رہنے کا وہم پیدا کرتا ہے جبکہ رقت منتفی ہو اور سیلان باقی ہو حالانکہ ایسا نہیں۔ (ت)

فانقلت انہ رحمہ اللہ تعالٰی تدارکہ فی الشرح بتقیید السیلان بسیلان کالماء وظاھر ان المراد بہ الماء الصافی الذی لم یخالطہ شیئ ولم یتغیر عن صفتہ الاصلیۃ ولا تسیل تلک المائعات مثلہ لکونہ ارق اما الذی یسیل کسیلانہ فلا بد ان ینعصر کانعصارہ فان کان کل منعصر لیسیل کالماء تساوی الرقۃ وھذا السیلان والا کانت الرقۃ اعم وعلی کل لایلزم المحذور فانہ کلما انتفت انتفی غایتہ ان یبقی ذکر السیلان مستدرکا علی تقدیر خصوصہ اما علی التساوی فلاغرو فی جمع المتساویین تاکیدا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ انہوں نے شرح میں اس کا تدارک اس طرح کیا ہے کہ سیلان کو مقید کیا ہے اُس سیلان سے جو پانی کی طرح ہو اور ظاہر ہے کہ اس سے مراد صاف پانی ہے جس میں کوئی چیز ملی نہ ہو اور وہ اپنی اصلی صفت سے متغیر نہ ہوا ہو اور یہ مائعات اس کی طرح نہیں بہتے کیونکہ پانی زیادہ پتلا ہے، بہرحال وُہ چیز جو پانی کی طرح بہے تو ضروری ہے کہ وہ پانی کی طرح نچڑے تو اگر ہر نچڑنے والی چیز پانی کی طرح بہتی ہو تو رقت اور سیلان مساوی ہو جائیں گے ورنہ تو رقت اعم ہوگی اور ہر صورت میں کوئی محذور لازم نہ آئے گا، کیونکہ جب رقت منتفی ہوگی تو سیلان منتفی ہوگا، نتیجہ یہ کہ سیلان کا ذکر مستدرک ہوگا، بر تقدیر اُس کے خاص ہونے کے اور تساوی کی شکل میں تو متساویین کے جمع ہونے میں کوئی حرج نہیں تاکیداً۔ (ت)

اقول فیہ[1] نظر بالنسبۃ الی بعض

میں کہتا ہوں دودھ کے بعض اقسام کے اعتبار

---

[1] فان قلت الیس ھذا عین ما قدمت انفا فی البحث الاول فی تبیین کلام التبیین وغیرہ اذا اقتصروا علی السیلان فقلت یحمل علی السیلان المعھود من الماء فیستلزم الرقۃ **اقول** نعم شتان ما ھما فالسیل کسیل الماء یستلزم الرقۃ بالمعنی الذی حققت لا الانعصار کالالبان ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اگر آپ اعتراض کریں کہ کیا یہ بیان آپ کے اس بیان کے عین مطابق نہیں ہے جو ابھی آپ نے تبیین وغیرہ کے کلام کی وضاحت کرتے ہُوئے پہلی بحث میں فرمایا کہ "انہوں نے صرف سیلان کو کافی قرار دیا ہے"۔ اس کے جواب میں مَیں کہتا ہوں کہ اس سیلان کو پانی والے سیلان پر محمول کیا جائیگا جس کو رقت لازم ہے۔ میں کہتا ہوں دونوں مختلف ہیں، سیلاب کے پانی کی رقت میں نچڑنے کی وہ صلاحیت نہیں جو خالص پانی کی رقت میں ہے سیلاب کے پانی کی رقت دودھ کی رقت جیسی ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

Marfat.com

الالبان بل لبن المعز بمایکون ارق من بعض المیاہ وعلی التسلیم لانسلم ان کل ماسال کالماء ینعصر لجواز ان یکون فیہ ما یمنعہ من الانعصار دون السیل کالدسم فان کان کل منعصر سائلا مثلا عادت الرقۃ اخص مطلقا والا فمن وجہ وعلی کل عاد المحذور۔

سے اس میں اعتراض ہے، بلکہ بکری کا دودھ بعض پانیوں کے اعتبار سے زائد رقیق ہوتا ہے اگرمان بھی لیا جائے تو ہم یہ نہیں مانتے کہ ہر وُہ چیز جو پانی کی طرح بہتی ہو وہ نچڑتی بھی ہو کیونکہ یہ جائز ہے کہ اس میں کوئی ایسی چیز ہو جو اس کے نچڑنے سے مانع ہو نہ کہ بہنے سے جیسے چکناہٹ، تو اگر ہر نچڑنے والی چیز اس کی طرح بہنے والی ہو تو رقت اخص مطلق ہو جائے گی ورنہ من وجہ ہو گی اور بہر صورت محذور لوٹ آئے گا۔

وثانیا[1] افاد رحمہ اللہ تعالٰی ان کل ما لا ینعصر لیس برقیق فعکسہ کل رقیق ینعصر، وفیہ نظر لا یستتر، فان الدھن رقیق ولا ینعصر، والامر فی اللبن اظہر امارقۃ الدھن فلما صرحوا ان المعتبر[2] فی المقدار المانع من النجاسۃ الغلیظۃ وزن الدرھم فی الشیئ الغلیظ ومساحتہ فی الرقیق کتب المذھب طافحۃ بذلك وفی البحر وفی الھندوانی بان روایۃ المساحۃ فی الرقیق والوزن فی الثخین واختار ھذا التوفیق کثیر من المشایخ وفی البدائع ھو المختار عند مشایخ ماوراء النھر وصححہ الزیلعی وصاحب المجتبی واقرہ فی فتح القدیر[1] اھ وفی الغنیۃ قال الفقیہ ابوجعفر یقدر

اور ثانیا علامہ شرنبلالی رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ ہر وُہ چیز جو نچڑتی نہیں وہ رقیق نہیں ہے، تو اس کا عکس یہ ہو گا کہ ہر رقیق چیز نچڑتی ہے، اور اس میں ظاہری نظر ہے کہ تیل رقیق ہے مگر نچڑتا نہیں اور دودھ کا معاملہ زیادہ ظاہر ہے اور تیل کی رقت تو جیسا کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ معتبر وہ مقدار جو نجاست غلیظہ کی مانع ہے، گاڑھی چیز میں ایک درہم کا وزن ہے۔ اور رقیق میں ایک درہم کی پیمائش معتبر ہے، کُتبِ مذہب اِس سے پُر ہیں اور بحر اور ہندوانی میں ہے کہ مساحت کی روایت رقیق میں اور گاڑھی میں وزن کی ہے۔ اور اس توفیق کو بہت سے مشایخ نے پسند کیا ہے اور بدائع میں ہے کہ ماوراء النہر کے مشایخ کے نزدیک یہی مختار ہے اور اس کو زیلعی اور صاحب مجتبٰی نے صحیح قرار دیا ہے اور اس کو فتح القدیر میں برقرار رکھا ہے اھ اور غنیہ میں ہے فقیہ ابوجعفر نے کہا ہے جو نجاستیں جسم والی ہیں ان میں وزن سے اندازہ

---

[1] بحرالرائق باب الانجاس سعید کمپنی کراچی ۱/۲۲۸

marfat.com

Marfat.com

بالوزن فی المتجسدة ذات الجرم و بالبسط فی الرقیقة کالدم المائع و وافقه علی ذلک من بعدہ و قالوا ھو الصحیح[1] اھ ثم اختلفوا فی دھن متنجس اصاب الثوب اقل من درھم ثم انبسط فزاد قال الاکثرون یمنع الصلاۃ لانه الان اکثر قال فی المنیة به یؤخذ وقال جمع انما العبرۃ بوقت الاصابة المسألة دائرۃ[2] فی الکتب کالفتح و البحر و الدر وغیرھا وھو صریح دلیل علی ان الدھن من الرقیق والالم یتصور الاختلاف لان البسط لایزیدہ وزنا وقال فی الغنیة اصابه دھن نجس اقل من قدر الدرھم ثم انبسط یمنع الصلاۃ لان مساحة النجاسة وقت الصلوۃ اکثر من قدر الدرھم وتحقیقه ان المعتبر فی المقدار من النجاسة الرقیقة لیس جوھر النجاسة بل جوھر المتنجس عکس الکثیفة[3] اھ فثبت ان من الرقیق مالا ینعصر۔

لگایا جائے گا، اور رقیق میں پھیلاؤ کا اعتبار کیا جائیگا، جیسے مائع خون اور ان کی موافقت کی ان کے بعد والوں نے، اور کہا کہ وہی صحیح ہے اھ پھر فقہاء کا اختلاف ہے ناپاک تیل میں جو کسی کپڑے کو ایک درہم سے کم مقدار میں لگ جائے پھر پھیل جائے اور زائد ہو جائے اکثر نے فرمایا یہ مانع صلوٰۃ ہے کیونکہ یہ اب زائد ہے، منیہ میں فرمایا اسی کو لیا جائیگا، اور ایک جماعت نے فرمایا اس وقت کا اعتبار ہوگا جبکہ یہ لگا ہو، یہ مسئلہ عام طور پر کتب میں موجود ہے جیسے فتح، بحر اور دُرر وغیرہ اور یہ صریح دلیل ہے اس امر کی کہ تیل رقیق ہے ورنہ تو اختلاف ہی متصور نہ تھا، کیونکہ پھیلنے سے اس کا وزن زاید نہ ہوگا، اور غنیہ میں فرمایا اگر اس کو نجس تیل لگا ایک درہم سے کم پھر پھیل گیا تو نماز نہ ہوگی، کیونکہ نجاست کی پیمایش نماز کے وقت درہم کی مقدار سے زائد ہوگئی ہے اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ رقیق نجاست میں معتبر جوہر نجاست نہیں بلکہ نجس ہونے والی چیز کا جوہر ہے یہ کثیفہ نجاست کا عکس ہے اھ تو ثابت ہوا کہ بعض رقیق چیزیں وہ ہیں جو نچڑتی نہیں۔ (ت)

وانا اقول وباللّٰہ التوفیق وبه الوصول الی ذری التحقیق (میں کہتا ہوں اور اللہ تعالٰی کی توفیق سے تحقیق کی گہرائی تک پہنچا جاسکتا ہے۔ ت) اہل سنت حفظہم اللہ تعالٰی کے نزدیک ترکیب اجسام اگرچہ جواہر فردہ متجاورہ غیر متلاصقہ سے ہے اور یہی حق ہے فقیر نے بحمد اللہ تعالٰی اپنے فتاوٰی کلامیہ میں اسے

---

[1] غنیۃ المستملی — فصل فی الآسار — سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۱۷۲

[2] منیۃ المصلی — ” — مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور — ص ۱۳۶

[3] غنیۃ المستملی — ” — سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۱۷۲

Marfat.com

قرآن عظیم سے ثابت کیا ہے جس کی طرف علمائے متکلمین کی نظر ابھی تک نہ گئی تھی فیما اعلم واللہ اعلم اذ لم اقف علیہ فی کلامھم (اس میں جہاں تک میں جانتا ہوں اور اللہ زیادہ جانتا ہے کہ اس معاملہ میں ان کے کلام میں واقفیت حاصل نہ کر سکا۔ت) مگر اتصال حسی ضرور ہے کما بیناہ فی رسالتنا النمیقۃ الانقی (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے رسالہ النمیقۃ الانقی میں بیان کیا ہے۔ت) تمام احکام دین و دنیا اسی اتصال مرئی پر مبنی ہیں، یہ اتصال دو قسم ہے، قوی و ضعیف۔ قوی یہ کہ جب تک خارج سے کوئی سبب نہ پیدا ہو انفکاک نہیں ہوتا، ایسی ہی شے کا نام **جامد** ہے۔ پھر یہ خود قوت و ضعف میں بریان پاپڑ سے لے کر سنگ خارا کی چٹان اور فولاد تک مختلف ہے مگر یہ نہ ہوگا کہ خود بخود اس کے اجزا بکھر جائیں یا بہ کر اتر جائیں۔ ضعیف یہ کہ محض مجاورت کے سوا اجزا میں عام بستگی و گرفتگی نہ ہو دل پیدا کرنے والا تراکم کہ اجزا ایسے بالائے دیگرے ہیں جگہ نہ پانے کے باعث ہو گنجائش ملتے ہی اجزا اتر کر پھیلنے لگیں ایسی ہی شے کا نام **مائع و سائل** ہے اور ازانجا کہ اجزاء میں تماسک یعنی جامدات کی مانند بستگی و گرفتگی نہیں اور میل طبعی ہر ثقیل کا جانب تحت ہے تو نشیب پاتے ہی جو حرکت ثقیل اشیاء میں پیدا ہوتی ہے جبکہ کوئی مانع نہ ہو جامد میں سارے جسم کو معاً متحرک کرتی تھی کہ اجزا اول سے آخر تک ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے ہیں یہاں ایسا نہ ہوگا بلکہ جانب نشیب کے پہلے اجزاء حرکت میں پچھلوں کا انتظار کریں گے ان کے آگے بڑھتے ہی ان کے متصل جو اجزا تھے جگہ پائیں گے اور وہ اپنے پچھلوں کے منتظر نہ رہ کر جنبش کریں گے یوں ہی یہ سلسلہ اخیر اجزاء تک پہنچے گا تو اسی جسم کی حرکت حرکت واحدہ نہ ہوگی بلکہ حرکات عدیدہ متوالیہ اور ازانجا کہ اگلوں کا بڑھنا اور پچھلوں کا ان سے آملنا مسلسل ہے کہیں انفکاک محسوس نہ ہوگا جسم واحد کے اجزا میں اسی سلسلہ وار حرکت متوالی کا نام **سیلان** ہے پھر جس طرح جامدات قوت و ضعف میں اس درجہ مختلف تھے یوں ہی ان مائعات میں یہ اختلاف ہے کہ جہاں بوجہ مانع انفکاک حسی کے محتاج ہوں بعض بہت باریک ذروں پر منقسم ہو سکیں گے اور بعض زیادہ حجم کے اجزاء پر کہ ایک نوع تماسک سے خالی نہیں اگرچہ جامدات کی طرح عام تماسک نہیں چھاننے میں اختلاف مائعات کی یہی وجہ ہی ظاہر ہے کہ کپڑا یا چھلنی جس چیز میں چھانیے اس میں کچھ تو منافذ و مسام ہوں گے کہ اجزائے مائع کو نکلنے کی جگہ دیں گے اور کچھ کپڑے یا لوہے وغیرہ کے تار ہوں گے کہ اپنے محاذی اجزاء کو روکیں گے ناچار مائع اپنے اجزا کی تفریق کا محتاج ہوگا پھر جو جس قدر باریک اجزا پر منقسم ہو سکے گا اتنے ہی تنگ منفذ سے نفوذ کر جائے گا اور دوسرا اس پر قادر نہ ہوگا یہی سبب ہے کہ بعض مائعات چھاننے میں سنگین کپڑے سے نفوذ کر جاتے ہیں کہ اس کپڑے کے باریک مسام سے بھی زیادہ باریک اجزاء پر متفرق ہو سکتے ہیں اور بعض باریک کپڑے سے نکل سکیں گے جو زیادہ گھنا نہ بنا ہو بعض چھلنی کے وسیع منفذ چاہیں گے وعلی ہذا القیاس اسی منشاء اختلاف کا نام مائع کی **رقت و غلظت** ہے ورنہ جامدات میں بھی رقیق و غلیظ ہوتے ہیں پتلے کپڑے کو ثوب رقیق کہتے ہیں پتلی چپاتی کو خبز رقاق، استخوان زمان پیری کو عظم رقیق، حدیث امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ

marfat.com
Marfat.com

میں ہے:

اللھم کبرسنی ورق عظمی فاقبضنی الیک غیر عاجز ولا ملوم۔ | اے اللہ میری عمر بڑی ہوگئی اور میری ہڈی پتلی ہوگئی پس مجھے عاجز اور شرمسار کئے بغیر اپنے دربار میں حاضر کرلے (ت)

شیشہ کہ باریک دَل کا ہو زجاج رقیق۔ قال قائلھم ؏:

رق الزجاج ورق الخمر فاشتبھا

(ترجمہ: شیشہ پتلا (باریک) ہوا، اور شراب پتلی ہوئی، یوں دونوں آپس میں مشابہ ہوگئے۔ ت)

بالجملہ رقت ودقت متقارب ہیں رقیق پتلا دقیق باریک۔

اقول مگر دقت میں کمی عرض کی طرف لحاظ ہے ولہذا خط کو دقیق کہیں گے اور رقت میں کمی عمق کی جانب تو سطح رقیق ہے یہ وُہ ہے جو نظر بمحاورت خیال فقیر میں آیا پھر تاج العروس میں اس کی تصریح پائی۔

حیث قال قال المناوی فی التوقیف الرقۃ کالدقۃ لکن الدقۃ یقال اعتبارا لمراعاۃ جوانب الشیئ والرقۃ اعتبارا بعمقہ[1]۔ | فرمایا کہ مناوی نے توقیف میں فرمایا رقت مثل دقت ہے لیکن دقہ میں کسی چیز کے کناروں کا اعتبار ہوتا ہے اور رقت میں اس کی گہرائی کا۔ (ت)

اسی لیے تالاب یا نالے میں جب پانی تھوڑے دَل کا رہ جائے اُسے رُق و رُقارِق کہتے ہیں قاموس میں ہے:

الرقارق بالضم الماء الرقیق فی البحر اوالوادی لاغزر لہ[2] اھ وقد مرمثلہ فی الرق الاقولہ لاغزر لہ فزادہ الشارح۔ | رقارق بالضم پتلا پانی دریا یا وادی میں جو گہرا نہ ہو اھ اور اس کی مثل الرق میں گزرا اس کے قول لاغزر کا ذکر نہیں، اس کا اضافہ شارح نے کیا ہے۔ (ت)

نیز اُسی میں ہے:

استرق الماء نضب الایسیرا[3]۔ | نیز اس میں ہے پانی رقیق ہوا یعنی قلیل گہرائی والا ہو۔ (ت)

اقول یہ رقت[2] بالفعل ہے اور مائع کا اس قابل ہونا کہ چھاننے میں باریک اجزاء پر منقسم ہوسکے

---

[1] تاج العروس فصل الراء من باب القاف احیاء التراث العربی مصر ۶/۳۵۸

[2] قاموس المحیط فصل الراء، باب القاف مصطفی البابی مصر ۳/۲۴۵

[3] ایضاً

Marfat.com

رقت بالقوہ یہی ان مسائل میں ملحوظ و مبحوث عنہ ہے۔

ثم اقول جانب زیادت انتہائے رقت تو جواہر فردہ پر ہے کہ اُن سے زیادہ باریکی محال ہے باقی ایک مائع دوسرے کے اعتبار سے رقیق اضافی ہے گائے کا دودھ ہر حال میں بھینس کے دُودھ سے رقیق ہے مگر برسات کی گھاس چرے اور کھلی اور دانہ کھائے تو خود اُس کی پہلی صورت کا دودھ دوسری سے رقیق تر ہے یوں ہی یہ اختلاف بکری کے دودھ سے نہ جمی ہوئی راب تک متفاوت ہے اور جانب کمی اُس کی انتہا اختتام سیلان پر ہے۔ جب شے سائل نہ رہے گی یہاں سے ظاہر ہوا کہ رقیق بالقوہ وسائل بجائے خود متساوی ہیں ہر رقیق بالقوہ سائل ہے اور ہر سائل رقیق بالقوہ عام ازیں کہ کپڑے سے نچڑ سکے جیسے پانی یا نہیں جیسے تیل، گھی، شیر، شہد وغیرہا۔ اب رہا یہ کہ جب رقت مبحوث عنہا اجزائے لاتتجزے سے اخیر حد مائع تک بتفاوت شدید پھیلی ہوئی ہے تو یہاں جس مقدار کے انتفا پر زوال طبع آب کہتے ہیں اُس کی تحدید کیا ہے۔ پانی کس حد کی رقت تک نامتغیر کہا جائے گا اور کیسا ہو کر زائل الطبع کہلائے گا یہی اصل مقصد بحث ہے اس کا انکشاف بعونہٖ تعالٰی بحث آئندہ کرتی ہے وباللہ التوفیق؛ ولہ الحمد علی ھدایۃ الطریق؛ وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا و مولٰنا محمد و اٰلہٖ وصحبہٖ اولی التحقیق۔

بحث چہارم رقت معتبرہ مقام کی حد بست۔

اقول رأیت العبارات فیہ علی ثلثۃ مناھج۔

الاول قال فی الغنیۃ لاتجوز بالمقید کماء الزردج اذا کان ثخینا امّا اذا کان رقیقا علی اصل سیلانہ فتجوز کماء المد ونحوہ ثم قال مادام رقیقا یسیل سریعا کسیلانہ عند عدم المخالطۃ فحکمہ حکم الماء المطلق ثم قال وضابطہ بقاء سرعۃ السیلان کما ھو طبع الماء قبل المخالطۃ ثم قال (لوبل الخبز فی الماء ان بقیت رقتہ) کما کانت (جاز وان صار ثخینا لا)[1]

میں کہتا ہوں میں نے اس سلسلہ میں تین قسم کی عبارات دیکھیں:

پہلی، غنیہ میں فرمایا مقید سے جائز نہیں، جیسے زردج کا پانی جبکہ گاڑھا ہو، اور جب گاڑھا نہ ہو اور اصل سیلان پر ہو تو جائز ہے، جیسے سیلاب وغیرہ کا پانی۔ پھر فرمایا جب تک رقیق ہو جلدی بہتا ہو جیسے مخالطت کے نہ ہونے کے وقت بہتا ہے، تو اس کا حکم مطلق پانی جیسا ہے پھر فرمایا اور اس کا ضابطہ یہ ہے کہ تیزی سے سیلان کا باقی رہنا، جیسا کہ وُہ پانی کی طبیعت ہے مخالطت سے پہلے، پھر فرمایا (اگر روٹی پانی میں تر ہوگئی تو اگر اس کی رقت باقی ہے)

---

[1] غنیۃ المستملی فصل فی بیان احکام المیاہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۸۸ ـ ۹۱

marfat.com

Marfat.com

وفی العنایۃ والبنایۃ فی جواز الوضوء بماء تقع فیہ الاوراق شرطہ ان یکون باقیا علی رقتہ اما اذا صار ثخینا فلا[1] اھ فالضمیر فی رقتہ ربما یشیر الی ما مال الیہ فی الغنیۃ وقد یعارضہ المقابلۃ بصیرورتہ ثخینا لکن قالا بعدہ فی ماء الزعفران وغیرہ یعتبر فیہ الغلبۃ بالاجزاء فان کانت اجزاء الماء غالبۃ ولیعلم ذلک ببقائہ علی رقتہ جاز الوضوء وان کانت اجزاء المخالط غالبۃ بان صار ثخینا زالت عنہ رقتہ الاصلیۃ لم یجز اھ۔

جیسے کہ پہلے تھی) تو جائز ہے اور اگر گاڑھا ہوگیا تو جائز نہیں اھ اور عنایہ اور بنایہ میں ہے کہ جس پانی میں پتے گر گئے ہوں اُس سے وضو کے جواز میں شرط یہ ہے کہ اُس کی رقت باقی ہو اور جب گاڑھا ہوجائے تو وضو جائز نہیں اھ تو رقتہ کی ضمیر بسا اوقات اس کی طرف اشارہ کرتی ہے جس کی طرف وہ غنیہ میں مائل ہوئے، اور اس کا معارضہ "بصیرورتہ ثخینا" کے تقابل سے ہوسکتا ہے، لیکن اُن دونوں نے اس کے بعد فرمایا زعفران وغیرہ کے پانی میں کہ اس میں اجزاء کے غلبہ کا اعتبار ہوگا، تو اگر پانی کے اجزاء غالب ہوں اور اس کا علم اس کی رقت سے ہوگا، تو اس سے وضو جائز ہے اور اگر مخالط کے اجزاء غالب ہوں بایں طور کہ وہ گاڑھا ہو اس سے اس کی اصلی رقت زائل ہوگئی تو جائز نہیں اھ (ت)

الثانی قال فی العنایۃ ایضا فی المطبوخ مع الاشنان ونحوہ یجوز التوضی بہ الا اذا صار غلیظا بحیث لایمکن تسییلہ علی العضو[2] اھ ولفظ الحلیۃ عن البدائع و التحفۃ والمحیط الرضوی والخانیۃ وغیرھا اذا صار غلیظا بحیث لایجری علی العضو[3] اھ

دوسرے یہ کہ عنایہ میں بھی ہے کہ جس پانی میں اُشنان وغیرہ پکائی جائے تو اس سے وضو جائز ہے سوائے اس کے کہ وہ اتنا گاڑھا ہوجائے کہ اس کو اعضاء پر بہایا نہ جاسکے اھ اور حلیہ میں بدائع، تحفہ، محیط رضوی اور خانیہ وغیرہ سے ہے کہ جب وہ اتنا گاڑھا ہوجائے کہ اعضاء پر نہ بہہ سکے اھ اور تبیین، حلیہ اور درر

---

[1] العنایۃ مع فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضو الخ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۳
و البنایۃ شرح ہدایۃ " " " مطبع امدادیہ مکہ مکرمہ ۱/ ۱۸۹
[2] عنایۃ مع الفتح " " " نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۴
[3] حلیہ

Marfat.com

وفی التبیین والحلیۃ والدر[1] ان جری علی الاعضاء فالغالب الماء اھ

الثالث قال المحقق فی الفتح لاباس بالوضوء بماء السیل مختلطا بالطین ان کانت رقۃ الماء غالبۃ فان کان الطین غالبا فلا[2] اھ وفی اجناس الناطفی والمنیۃ ان لم تکن رقۃ الماء غالبۃ لایجوز[3] اھ وفی الذخیرۃ و التتمۃ والحلیۃ الغلبۃ من حیث الاجزاء بحیث تسلب صفۃ الرقۃ من الماء ویبدلها بضدها وھی الثخونۃ[4] اھ وفی الخانیۃ فی ماء الزعفران و الزردج ان صار متماسکا لایجوز[5] اھ وفی الخلاصۃ ان کان رقیقا یستبین الماء منہ یجوز وان صار نشاستج[6] لایجوز اھ وفی فتاوی الامام فقیہ النفس توضأ بماء السیل یجوز وان کان ثخینا کالطین لا[7] اھ وفی الھدایۃ والکافی فی مطبوخ الاشنان الا ان یغلب ذلک علی الماء فیصیر کالسویق

میں ہے کہ اگر وہ اعضاء پر جاری ہو تو غالب پانی ہی ہوگا اھ (ت)

تیسرے یہ کہ محقق نے فتح میں فرمایا وہ پانی جس میں کیچڑ ملی ہوئی ہو، اگر وہ اعضاء پر بہتا ہو تو اس سے وضوء میں حرج نہیں، اور اگر اس میں مٹی غالب ہو تو وضوء جائز نہیں اھ اور ناطفی کی اجناس میں اور منیہ میں ہے اگر پانی کی رقت غالب نہ ہو تو وضوء جائز نہیں اھ اور ذخیرہ، تتمہ، حلیہ میں ہے کہ اجزاء کے اعتبار سے غلبہ اس انداز میں کہ پانی کی رقت ختم ہوجائے اور اس کی ضد یعنی گاڑھا پن اس میں پیدا ہوجائے اھ اور خانیہ میں ہے زعفران اور زردج کا پانی اگر گاڑھا ہو تو وضوء جائز نہیں اھ اور خلاصہ میں ہے کہ اگر اتنا رقیق ہو کہ پانی اس سے الگ ظاہر ہوتا ہو تو وضوء جائز ہے اور اگر نشاستہ بن گیا ہو تو جائز نہیں اھ اور فقیہ النفس کے فتاوی (قاضیخان) میں ہے سیلاب کے پانی سے وضوء جائز لیکن اگر گاڑھا ہو تو جائز نہیں جیسے کیچڑ اھ اور ہدایہ اور کافی میں ہے

[1] تبیین الحقائق	کتاب الطہارۃ	الامیریہ بولاق مصر	۱/۲۱
[2] فتح القدیر	الماء الذی یجوز بہ الوضوء	نوریہ رضویہ سکھر	۱/۶۵
[3] غنیۃ المستملی	احکام المیاہ	سہیل اکیڈمی لاہور	ص ۹۰
[4] فتاوی ذخیرہ			
[5] قاضیخان	فیمالایجوز بہ التوضی	نولکشور لکھنؤ	۱/۹
[6] خلاصۃ الفتاوی	الماء المقید	"	۱/۸
[7] قاضیخان	فیمالایجوز بہ التوضی	"	۱/۹

marfat.com
Marfat.com

المخلوط لزوال اسم الماء عنه[1] اھ وفی الخانیة وان صار ثخینا مثل السویق لا[2] اھ وفی البدائع الا اذا صار غلیظا کالسویق المخلوط لانه حینئذ یزول عنه اسم الماء ومعناه ایضا[3] اھ وفی الکافی ثم الھندیة اذا کان التبیذ غلیظا کالدبس لم یجز الوضوء بہ[4] اھ وفی الخلاصة ھذا (یرید الاختلاف فی جواز الوضوء) اذا کان حلوا رقیقا یسیل علی الاعضاء فان کان ثخینا کالرب لایجوز بالاجماع[5] اھ وفی البدائع عـہ ان کان غلیظا کالرب لایجوز بلا خلاف[6] اھ فظاھر الاول ان لا یسری التغیر اصلا الی رقة الماء وسرعة سیلانه۔

کہ وہ پانی جس میں اُشنان پکائی جائے، مگر یہ کہ وہ پانی پر ایسی غالب ہوجائے کہ وہ ستو بن جائے، کیونکہ اب اس پر پانی کا نام نہیں بولا جائے گا اھ اور خانیہ میں ہے اگر ستوؤں کی طرح گاڑھا ہوجائے تو وضو جائز نہیں اھ اور بدائع میں ہے کہ اگر ستوؤں کی طرح گاڑھا ہوجائے، کیونکہ اس صورت میں اس پر پانی کا نام نہیں بولا جائیگا اور نہ ہی معناً وہ پانی رہے گا اھ اور کافی، ہندیہ میں ہے کہ جب نبیذ گاڑھا ہو جیسا شیرہ تو اس سے وضوء جائز نہیں اھ اور خلاصہ میں ہے یہ (جوازِ وضو میں اختلاف مراد ہے) جبکہ میٹھا رقیق ہو اور اعضاء پر بہتا ہو اور اگر شیرہ کی طرح گاڑھا ہو تو بالاجماع جائز نہیں اھ اور بدائع میں ہے کہ جب شیرہ کی طرح گاڑھا ہوجائے تو بلا خلاف جائز نہیں اھ تو اول کا ظاہر یہ ہے کہ تغیر پانی کی رقّت کی طرف اور اس کی سرعتِ سیلان کی طرف سرایت نہ کرے۔ (ت)

عـہ قولہ فی البدائع بل تقدم فی ۱۰۷ عن الحلیة عنھا وعن التحفة والمحیط الرضوی والخانیة وغیرھا اذا صار غلیظا بحیث لا یجری علی العضو الخ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

ان کا قول بدائع میں ہے بلکہ ۱۰۷ میں حلیہ کی نقل اُن سے گزری نیز تحفہ، محیط رضوی اور خانیہ وغیرہا سے ہے کہ جب اتنا گاڑھا ہوجائے کہ اعضاء پر نہ بہے الخ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

۱ الہدایة	الماء الذی یجوز بہ الوضوء	عربیہ کراچی	۱/۱۸
۲ فتاوٰی قاضی خان	فصل فیما لایجوز بہ التوضی	نولکشور لکھنؤ	۱/۹
۳ بدائع الصنائع	مطلب الماء المقید	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/۱۵
۴ فتاوٰی ہندیہ	فصل فیما لایجوز بہ التوضؤ	نورانی کتب خانہ پشاور	۱/۲۲
۵ خلاصة الفتاوٰی	الماء المقید	نولکشور لکھنؤ	۱/۹
۶ بدائع الصنائع	"	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/۱۷

Marfat.com

اقول ولیس مراداقطعا فان ماء المد الحامل للطین والتراب والرمل والغثاء یستحیل ان یبقی علی رقۃ الصافی وقد اعترف انہ باق علی رقتہ واصل سیلانہ وظاھر الثانی الاکتفاء بنفس السیلان وقد اکدہ فی العنایۃ بزیادۃ الامکان فلم یخرج الا ما بلغ مبلغ الجامدات حتی خرج عن صلاحیۃ الاسالۃ اصلا فھو مع الاول علی طرفی نقیض۔

میں کہتا ہوں یہ قطعاً مراد نہیں، کیونکہ سیلاب کے پانی میں کیچڑ، مٹی، ریت اور کوڑا کرکٹ ملا ہوا ہوتا ہے اور محال ہے کہ صاف پانی کی سی رقت پر باقی رہے اور وُہ اعتراف کرچکے ہیں کہ وُہ اپنی رقت اور اصل سیلان پر باقی ہے اور دوسرے کا ظاہر نفس سیلان پر اکتفا کرنا ہے اور اس کو عنایہ میں زیادۃ امکان سے مؤکد کیا ہے تو وہ اُسی حد تک پہنچا جس حد تک جامدات پہنچتے ہیں، یہاں تک کہ وہ اسالت کی صلاحیت سے بالکل خارج ہوگیا تو وہ اول کے ساتھ نقیض کے دو طرفوں پر ہے۔ (ت)

اقول ولیس مراداقطعا فان الطین والنشا والسویق المخلوط والدبس والرب من المائعات الممکن تسییلھا واذا بلغ الماء الی ھذہ الحال لایشک احد فی ما حدث لطبعہ من التغیر والزوال وھل تری احدا یسمی الطین والسویق ماء فالصواب ھو الثالث المنصوص علیہ صریحا فی کلام کبار الائمۃ والثانی یرجع الیہ باقرب تاویل کما تقدمت الاشارۃ الیہ فی صدر الکلام۔

میں کہتا ہوں وہ قطعاً مراد نہیں کیونکہ کیچڑ اور نشا (گارا) اور مخلوط ستّو، شیرہ اور راب ایسے مائعات میں سے ہے جن کا بہانا ممکن ہے اور جب پانی اس حال پر پہنچ جائے تو کوئی بھی اس کی طبیعت میں پیدا ہونے والے تغیر اور زوال پر شک نہیں کرے گا، کیا کوئی ستّوؤں اور کیچڑ کو پانی کہتا ہے؟ تو صحیح تیسرا ہے جس کی صراحت بڑے بڑے ائمہ کے کلام میں موجود ہے، اور دوسرا اس کی طرف قریب ترین تاویل سے رجوع کرتا ہے جیسا کہ اس کی طرف صدر کلام میں اشارہ گزرا ہے۔ (ت)

بقی الاول **فاقول** کلام العنایۃ فیہ قریب غیر بعید فانہ لم یفسرہ تفسیر الغنیۃ بزیادۃ ماقبل المخالطۃ والاناقض کلامہ فی الثانی وکلام الغنیۃ یفسرہ ھکذا وقد تفرد[عہ] بہ فیما اعلم ثم یجعل ماء المد

پہلا باقی رہا تو میں کہتا ہوں عنایہ کا کلام اس میں قریب ہے دُور نہیں کیونکہ انہوں نے اس کی تفسیر غنیہ کی طرح نہ کی، اور اس میں مخالطۃ سے ماقبل کا اضافہ نہیں کیا ورنہ ان کا کلام دوسرے میں تناقض ہوتا ہے، اور وہ اس میں متفرد ہیں[عہ] جیسا کہ میں جانتا ہوں، پھر سیلاب کے

عـہ انما وافقہ من اتی بعدہ کلام

ان کی موافقت ان لوگوں نے کی ہے جو ان کے بعد (باقی برصفحہ آئندہ)

marfat.com

Marfat.com

کاللامحالطة فادفی احوالہ الاضطراب[۱] فالماخوذ ما نص علیہ الاصحاب؛ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

پانی کو اس پانی کی طرح کرتے ہیں جو مخلوطہ ہو، تو کم از کم اضطراب تو ہے ہی، تو ماخوذ وہی ہے جس پر اصحاب نے نص کی ہے، واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔ (ت)

ثم اقول وباللہ التوفیق ہماری تقریر سابق سے واضح ہوا کہ مائعات دو قسم ہیں، ایک وہ جن کے اجزا میں اصلاً تماسک نہیں جیسے نتھرا پانی، دوسری جن میں نوع تماسک ہے جیسے شہد۔ یہاں سے جس طرح اُن کی رقت وغلظت کا فرق پیدا ہوتا ہے کہ اوّل اپنے اتصال حسی کو بہت باریک اجزار پر تقسیم کرسکتا ہے بخلاف ثانی یُوں ہی اُن کے سیلان میں بھی تفاوت آئے گا اول جب جگہ پائے گا بالکل منبسط ہوجائیگا دَل اصلا نہ رہے گا کہ اجزاء جو عدم وسعت کے سبب زیروبالا متراکم تھے وسعت پاکر سب پھیل جائیں گے کہ ہر جز طالب مرکز ہے اگر اجزائے بالا بالا ہی رہیں بہ نسبت اجزائے زیریں مرکز سے دُور ہوں گے جگہ پاکر بلا مانع دور رہنا مقتضائے طبیعت سے خروج ہے کہ عادۃً ممکن نہیں خلافا للجہلۃ الفلاسفۃ الذین یحیلونہ عقلا لان الفاعل عندھم موجب وعندنا مختار[۱] تعلٰی اللہ عما یقول الظلمون علوا کبیرا وسبحن اللہ رب العرش عما یصفون (اس میں جاہل فلاسفہ کا اختلاف ہے، جو اس کو عقلاً محال قرار دیتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک فاعل موجب ہے اور ہمارے نزدیک مختار ہے تعالی اللہ عما یقول الظلمون علواً کبیرا وسبحان اللہ رب العرش العظیم۔ ت) بخلاف ثانی کہ اجزا میں ایک نوع تماسک کے سبب سب نہ پھیل سکیں گے ختم سیلان پر بھی مبدء سے منتہی تک ایک اُبھرا ہُوا جرم نظر آئیگا جیسا کہ مرئی ومشاہد ہے کہ اگر پختہ زمین یا تختہ یا سینی یا لوہے کی چادر پر شہد بہائیے بہاؤ رُکنے پر بھی یہاں سے وہاں تک اُس سطح سے اونچا شہد کا ایک دَل قائم رہے گا جسے خشک ہونے کے بعد چھیل سکتے ہیں بے اس کے کہ زمین کا کچھ حصہ چھِلے لیکن اگر پانی بہائیے اور پُورا بہہ جانے سے کوئی روک نہ ہو تو ختم سیلان کے وقت اُس سطح پر اول تا آخر ایک تری کے سوا پانی کا کوئی دَل نہ رہے گا ہمارے ائمہ اسی قسم اول کا نام رقیق اور ثانی کا کثیف رکھتے ہیں فقیر اسے روشن دلیل سے واضح کرے **فاقول** وباللہ التوفیق یہ دلیل ایک قیاس مرکب ہے تین مقدمات پر مشتمل:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اسولی بحر العلوم قال فی الارکان الاربعۃ الغلبۃ بالاجزاء بان تذھب رقۃ الماء علیٰ کان الماء علیھا[۱] اھ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

آئے ہیں، بحر العلوم نے ارکان اربعہ میں فرمایا اجزا[illegible] کے ساتھ غلبہ یہ ہے کہ پانی کی رقت ختم ہو جائے[illegible] اس طور پر کہ پانی کے اجزاء مخالط کے اجزاء پر غالب ہوں[illegible]

[۱] لکن سیاتی بتوفیق اللہ تعالٰی التوفیق البازغ فانتظر ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

انتظار کرو، اللہ تعالٰی کی مدد سے اس کی روشن توفی[illegible] آتی ہے۔ (ت)

Marfat.com

مقدمہ اولیٰ ہمارے ائمہ نے باب نجاسات میں دو قسمیں فرمائی ہیں جرم دار و بے جرم، اول کی مثال لید وغیرہ سے دیتے ہیں اور دوم کی بول و خمر وغیرہما سے امام برہان الدین فرغانی ہدایہ میں فرماتے ہیں:

نجاسة لها جرم کالروث وما لاجرم له کالخمر[1]۔

کوئی نجاست ایسی ہو کہ اُس کا جرم (جسم) ہو جیسے لید اور وہ جس کا جرم نہ ہو جیسے شراب۔ (ت)

عنایہ میں ہے:

النجاسة اما ان یکون لها جرم کالروث او لا کالبول[2]۔

نجاست کا یا جرم ہوگا جیسے لید یا نہ ہو جیسے پیشاب۔ (ت)

امام ملک العلماء بدائع میں فرماتے ہیں:

الواقع فی البئر اما ان یکون مستجسدا او غیر مستجسد فان کان غیر مستجسد کالبول والدم والخمر ینزح ماء البئر الخ[3]۔

کنویں میں گرنے والی چیز یا تو جسم والی ہوگی یا غیر جسم والی اگر غیر جسم والی ہو جیسے پیشاب، خون اور شراب، تو کنویں کا تمام پانی نکالا جائیگا۔ (ت)

مسئلہ کفش و موزہ میں متون و شروح و فتاوی عامہ کتب مذہب نے یہی ذی جرم و بیجرم کی تقسیم فرمائی اور ایسی مثالیں دی ہیں از انجملہ امام فقیہ النفس خانیہ میں فرماتے ہیں:

الخف اذا اصابته نجاسة ان کانت مستجسدة کالروث والمنی یطھر بالحک وان لم تکن مستجسدة کالخمر والبول لا یطھر الا بالغسل وعن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی اذا القی علیھا ترابا فمسحھا یطھر لانھا تصیر فی معنی المستجسدة وبه ناخذ[4]۔

موزے پر اگر نجاست لگ جائے تو اگر وہ جسد والی ہو جیسے لید اور منی، تو وہ رگڑ دینے سے پاک ہو جائے گی اور اگر جسد والی نہ ہو جیسے شراب اور پیشاب، تو دھوئے بغیر پاک نہ ہوگی اور ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر اس پر مٹی ڈال کر رگڑ دے تو پاک ہو جائے گی کیونکہ اب یہ منیٰ جسد والی ہو جائے گی، اور ہم اسی کو لیتے ہیں۔ (ت)

---

[1] ہدایۃ باب الانجاس وتطہیرہا مطبع عربیہ کراچی ۱/۵۶

[2] العنایۃ مع فتح القدیر " " مطبع نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۷۱

[3] بدائع الصنائع اما بیان المقدار الذی یصیر بہ المحل نجسا مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۶

[4] فتاوٰی خانیہ المعروف قاضیخان فصل فی النجاسۃ التی تصیب الثوب والخف او البدن ۱/۱۳

marfat.com

Marfat.com

اب ہم دکھاتے ہیں کہ اُن کے نزدیک ادھر تو ذی جرم اور کثیف و ثخین و غلیظ کہ مقابل رقیق ہیں اُدھر خود بے جرم رقیق ایک معنی رکھتے ہیں،

اولاً کتابوں میں واحد سے اختلاف تعبیر،

(۱) امام طاہر بخاری نے خلاصہ میں اسی حکم اخیر خانیہ کو ان لفظوں سے ادا فرمایا:

غیر المنی من النجاسات انکانت رقیقۃ کالخمر والبول لایطھر الا بالماء وعن ابی یوسف اذا القی التراب علی الخف فمسحھا یطھر لانہ یصیر فی معنی المستجسدۃ[1]۔

نجاستوں میں منی کے علاوہ اگر رقیق ہو جیسے شراب اور پیشاب، تو صرف پانی سے ہی پاک ہوگا، اور ابو یوسف سے ایک روایت ہے کہ جب موزے پر مٹی ڈالی گئی اور اس کو پونچھ دیا گیا تو وہ پاک ہوجائے گا کیونکہ وہ معنًی متجسد ہوگئی۔ (ت)

(۲) نجاست غلیظہ میں اعتبار مساحت و وزن درہم کہ رقیق و کثیف پر منقسم جس کی بعض عبارات بحث سوم میں گزریں، اور ہدایہ میں ہے:

قیل فی التوفیق بینھما ان الاولی فی الرقیق والثانیۃ فی الکثیف[2]۔

ان دونوں میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ پہلی رقیق میں ہے اور دوسری کثیف میں ہے (ت)

کافی میں ہے:

قال الفقیہ ابو جعفر الاولی فی الرقیق والثانیۃ فی الکثیف وھو الصحیح[3]۔

فقیہ ابو جعفر نے فرمایا، پہلی رقیق میں ہے اور دوسری کثیف میں ہے اور وہی صحیح ہے۔ (ت)

اسی طرح وقایہ و نقایہ و اصلاح و ملتقی و خلاصہ و بزازیہ و جوہرہ نیرہ و جواہر اخلاطی وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے:

وعبر فی الجوھرۃ الکثیف بالثخین وفی الجواھر بالغلیظ وزاد ھو الصحیح من المذھب[4]۔

اور جوہرہ میں کثیف کو ثخین سے تعبیر کیا ہے اور جواہر میں غلیظ سے، اور یہ زیادہ کیا کہ یہی صحیح مذہب ہے (ت)

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی فصل فی الغسل والثوب والدھن الخ نولکشور لکھنؤ ۱/۴۲
[2] الہدایۃ باب الانجاس مطبوعہ عربیہ کراچی ۱/۵۷
[3] کافی [4] الجوہرۃ النیرۃ باب الانجاس امدادیہ ملتان ۱/۴۵

Marfat.com

امام ملک العلماء نے اسے یوں تعبیر فرمایا :

قال الفقیہ ابو جعفر الھندوانی اذا اختلفت عبارات محمد فی ھذا فنوفق و نقول اراد بذکر العرض تقدیر المائع کالبول و الخمر و بذکر الوزن تقدیر المستجسد[1]۔

فقیہ ابوجعفر ہندوانی نے فرمایا جب محمد کی عبارات مختلف ہوجائیں تو ہم تطبیق دیں گے اور کہیں گے کہ انہوں نے عرض (چوڑائی) کے ذکر سے مائع کا اندازہ مراد لیا جیسے پیشاب اور شراب اور وزن سے جسم والی کی مقدار کا ارادہ کیا۔ (ت)

(۳) بعینہٖ اسی طرح امام زیلعی نے اول کو مائع دوم کو مستجسد سے تعبیر کرکے فرمایا وھذا ھو الصحیح[2] (اور یہی صحیح ہے۔ ت)

(۴) اسی طرح مراقی الفلاح میں ہے :

عفی قدر الدرھم وزنا فی المستجسدۃ و مساحۃ فی المائع[3]۔

مراقی الفلاح میں ایک درہم وزن کی مقدار نجاست متجسدہ میں معاف ہے اور ایک درہم کی مساحت مائع میں۔ (ت)

(۵) یہی فتاوٰی امام قاضی خان میں یوں ہے :

فی المستجسدۃ کالروث یعتبر وزنا و فی غیر المستجسدۃ کالبول والخمر والدم بسطا[4]۔

اور نجاست متجسدہ میں جیسے لید وزن کا اعتبار کیا جائیگا اور غیر متجسدہ میں پھیلاؤ کا جیسے پیشاب، شراب اور خون۔ (ت)

ثانیاً کتابوں سے نقل میں تغیر تعبیر۔

(۶) ہندیہ میں ہے :

الصحیح ان یعتبر بالوزن فی المستجسدۃ و بالمساحۃ فی غیرھا ھکذا فی التبیین

صحیح یہ ہے کہ متجسد نجاست میں وزن سے اعتبار کیا جائے گا اور اس کے غیر میں مساحت سے

---

[1] بدائع الصنائع	المقدار الذی یصیر المحل بہ نجساً	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/۸۰
[2] تبیین الحقائق	باب الانجاس	الامیریہ بولاق مصر	۱/۷۳
[3] مراقی الفلاح	باب الانجاس والطھارۃ	الازہریہ مصر	ص ۸۹
[4] قاضی خان	فصل فی النجاسۃ التی تصیب الثوب الخ	نولکشور لکھنؤ	۱/۱۰

marfat.com

Marfat.com

والکافی واکثر الفتاوی[1]۔ اسی طرح تبیین، کافی اور اکثر فتاوٰی میں ہے۔ (ت)

حالانکہ کافی میں رقیق اور تبیین میں مائع کا لفظ تھا کما علمت۔

ثالثاً علماء کا اپنے ہی کلام میں تفنّنِ تعبیر۔

(۷) بحر میں ہے:

اشتراط الجرم قول الکل لانہ لو اصابہ بول فیبس لم یجزہ حتی یغسلہ لان الاجزاء تتشرب فیہ فاتفق الکل علی ان المطلق (ای الاذی الذی یصیب الخف) مقید فقیدہ ابویوسف بغیر الرقیق وقیداہ بالجرم والجفاف[3]۔

جرم کی شرط لگانا تمام کا قول ہے کیونکہ اگر کسی کو پیشاب لگ گیا اور خشک ہوگیا تو بلا دھوئے کام نہیں چلے گا کیونکہ پیشاب کے اجزاء اس میں جذب ہوجاتے ہیں تو کُل کا اس امر پر اتفاق ہے کہ مطلق (یعنی وہ گندگی جو موزے کو لگی ہے وہ مقید ہے تو ابویوسف نے اس کو غیر رقیق سے مقید کیا اور ان دونوں نے اس کو جرم اور خشک ہونے سے مقید کیا۔ (ت)

اس پر منحۃ الخالق میں فرمایا:

الحاصل انھم اتفقوا علی التقیید بالجرم وانفرد ابوحنیفۃ ومحمد بزیادۃ الجفاف[4]۔

حاصل یہ ہے کہ وہ سب جرم کی قید لگانے پر متفق ہیں اور ابوحنیفہ اور محمد خشک ہونے کی قید لگانے میں متفرد ہیں۔ (ت)

(۸) اسی میں ہے:

لم یعف عن التشرب فی الرقیق لعدم الضرورۃ اذ قد جوزوا کون الجرم من غیرھا بان یمشی بہ علی رمل او تراب فیصیر لھا جرم[5]۔

رقیق میں سرایت کرنے کی وجہ سے معاف نہیں کہ وہاں ضرورت نہیں اس لیے کہ انہوں نے اس امر کو جائز قرار دیا ہے کہ جرم اس کے غیر سے ہو بایں طور کہ ریت یا مٹی پر چلے اور جرم حاصل ہوجائے۔ (ت)

---

[1] تبیین الحقائق باب الانجاس الامیریہ بولاق مصر ۱/۷۳
و فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فی الاعیان نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۵
[2] تبیین الحقائق باب الانجاس الامیریہ مصر ۱/۷۳
[3] بحرالرائق باب الانجاس ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۲۳
[4] منحۃ الخالق مع البحرالرائق باب الانجاس ” ” ۱/۲۲۳
[5] بحرالرائق ” ” ” ” ۱/۲۲۴

Marfat.com

(۹) فتح القدیر میں ہے :

الحاصل بعد ازالۃ الجرم کالحاصل قبل الذلك فی الرقیق[1]

جرم کو زائل کرنے کے بعد وہی چیز حاصل ہو گی جو رقیق میں جرم کو زائل کئے بغیر ہوتی ہے ۔ (ت)

(۱۰) غنیہ میں ہے :

عمل ابو یوسف باطلاقہ الا انہ استثنی الرقیق کما قال المصنف (وان لم یکن لہا جرم کالبول والخمر فلابد من الغسل) بالاتفاق[2]

ابو یوسف نے اس کے اطلاق پر عمل کیا البتہ انہوں نے رقیق کا استثناء جیسا کہ مصنف نے فرمایا (اور اگر اس کا جرم نہ ہو جیسے پیشاب اور شراب تو اس کا دھونا لازم ہے) بالاتفاق ۔ (ت)

(۱۱) اسی میں حدیث مطلق نقل کر کے قید لہا جرم کی تعلیل میں فرمایا :

قال فی الکفایۃ وغیرہا خرجت النجاسۃ الرقیقۃ من اطلاق الحدیث بالتعلیل[3] الخ

کفایہ وغیرہ میں ہے رقیق نجاست حدیث کے اطلاق سے تعلیل کی وجہ سے نکل گئی الخ (ت)

(۱۲) اسی میں ہے :

من اصاب نعلہ النجاسۃ الرقیقۃ اذا استجسد بالتراب او الرمل لو مسحہ یطہر[4]

جس کے جوتے کو رقیق نجاست لگی پھر مٹی یا ریت کی وجہ سے متجسد ہو گئی اب اگر وہ اس کو رگڑے تو پاک ہو جائیگی ۔ (ت)

(۱۳) اسی میں ہے :

المختار للفتوی الطہارۃ بالدلك فی الخف ونحوہ سواء کانت ذات جرم من نفسہا او بغیرہا کالرقیقۃ المستجسدۃ بالتراب رطبۃ کانت او یابسۃ[5]

فتوٰی کے لیے مختار موزہ وغیرہ کی طہارت میں یہ ہے کہ اسکو رگڑ لیا جائے چاہے خود اُس کا اپنا جرم ہو یا کسی اور کی وجہ سے جیسے وہ جو مٹی میں مل جانے کی وجہ سے جسم والی ہو جائے خواہ تر ہو یا خشک ۔ (ت)

---

[1] فتح القدیر باب الانجاس نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۷۲
[2] غنیۃ المستملی الشرط الثانی الطہارۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۷۸
[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍
[4] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍
[5] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ص ۱۷۹

marfat.com
Marfat.com

(۱۴) حلیہ میں اسی مسئلہ اصابتہ نجاسۃ لہا جرم پر حدیث سے استدلال کرکے فرمایا:

هذا الاطلاق حجة لابی یوسف فی مساواته بین الرطب والیابس نعم علی ابی یوسف ان یقول بالطهارة فی الرقیق ایضا لان الاطلاق یتناوله کما یتناول الکثیف مطلقا[1]

یہ اطلاق ابو یوسف کی حجت ہے وہ رطب و یابس میں فرق نہیں کرتے ہیں، اس کے علاوہ ابو یوسف پر لازم ہے کہ وہ رقیق میں بھی طہارت کا قول کریں کیونکہ اطلاق کثیف کی طرح اس کو بھی شامل ہے۔ (ت)

(۱۵) اُسی میں اس سے جواب اور اُس پر بحث نقل کرکے فرمایا:

علی ان فی البدائع ان ابایوسف فی روایة عنه سوی فی طهارته بین ان تکون مستجسدة او مائعة[2]

علاوہ ازیں بدائع میں ہے کہ ابو یوسف کی ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے جسم والی اور مائع میں مساوات رکھی ہے۔ (ت)

رابعاً صریح تفسیر۔

(۱۶) تنویر میں تھا: عفی عن قدر درھم فی کثیف[3] (ایک درہم کی مقدار کثیف میں معاف ہے۔ ت) درمختار میں اس کی تفسیر کی له جرم[4] (جس کے لیے جرم ہو۔ ت) ردالمحتار میں ہے: قوله له جرم تفسیر الکثیف[5] (ان کا قول له جرم کثیف کی تفسیر ہے۔ ت)

(۱۷) جامع الرموز میں ہے: الکثیف ماله جرم والرقیق مالا جرم له[6] (کثیف وہ ہے جس کا جرم ہو اور رقیق وہ ہے جس کا جرم نہ ہو۔ ت) شامی میں حلیہ سے ہے:

عدمنه (ای مماله جرم) ف الهدایة الدم وعده قاضیخان ممالیس له جرم ووفق فی الحلیة بحمل الاول علی

شمار کیا گیا ہے اس سے (یعنی اس سے جس کا جرم ہو) ہدایہ میں ہے خون کو اور اس کو قاضیخان نے اس میں شمار کیا جس کا جرم نہ ہو۔ اور حلیہ میں اس طرح توفیق

---

[1] حلیہ

[2] حلیہ

[3] درمختار	باب الانجاس	مجتبائی دہلی	۱/۵۴
[4] "	"	"	"
[5] ردالمحتار	"	مصطفی البابی مصر	۱/۲۳۳
[6] جامع الرموز	فصل یطہر الشیئ	اسلامیہ گنبد ایران	۱/۱۵۲

Marfat.com

ماذا کانت غلیظا والثانی علی ما اذا کان رقیقا اھ وھذا یؤدی مؤدی التفسیر وان لم یکن سوقہ لہ[1]۔

کی گئی ہے کہ اول کو غلیظ پر محمول کیا جائے اور دوسرے کو رقیق پر یہ تفسیر کا فائدہ دیتا ہے اگرچہ اس کا اس کے لیے سیاق نہیں ہے۔(ت)

بالجملہ اصطلاح فقہائے کرام میں رقیق و بے جرم ایک چیز ہیں۔

مقدمہ ثانیہ جسم کثیف ہو خواہ رقیق اس کا بے جرم ہونا کیونکر متصور کہ جرم و جسم ایک شئے ہیں اور اگر جرم بمعنی ثخن لیجئے یعنی عمق جسے دَل کہتے ہیں تو جسم کو اس سے بھی چارہ نہیں کہ اس میں ابعاد ثلثہ ضرور ہیں لہذا خود علماء نے اس کی تفسیر فرمائی کہ بے جرم سے یہ مراد کہ خشک ہونے کے بعد مثلاً بدن یا کپڑے کی سطح سے اُبھرا ہوا اس کا کوئی دَل محسوس نہ ہو اگرچہ رنگ نظر آئے۔ ان مباحث میں اسی کو غیر مرئی بھی کہتے ہیں یعنی بنظر جرم نہ بنظر لون۔ تبیین الحقائق و بحر الرائق و مجمع الانہر و فتح اللہ المعین و طحطاوی علی المراقی و ردالمحتار وغیرہا میں ہے:

الفاصل بینھما ان کل ما یبقی بعد الجفاف علی ظاھر الخف فھو جرم وما لا یری بعد الجفاف فلیس بجرم اھ[2]۔

دونوں میں فصل کرنے والی چیز یہ ہے کہ جو خشک ہونے کے بعد موزے کے ظاہر پر نظر آئے تو وہ ذی جرم ہے اور جو خشک ہونے کے بعد نظر نہ آئے وہ ذی جرم نہیں ہے۔(ت)

اقول لم یرد بظاھرہ ظھرہ لعدم اختصاص الحکم بہ بل بطنہ ھو الاکثر اصابۃ انما اراد السطح الظاھر من ظھرہ وبطنہ وقید بہ تحرزا عما یتشربہ داخل الخف فانہ لایختص بذی الجرم بل التشرب من الرقیق اکثر وانما احتاج الیہ لقولہ یبقی ولو قال یری لاستغنی عنہ کما فی مقابلہ فان البصر لایدرك الا ما علی الظاھر ولذا اسقطہ السیدان الازھری و ط لابد لھما الباقی بالمرئی ومن اغفل ھذا الابدال والبقی کما

میں کہتا ہوں انہوں نے اس کے ظاہر سے اس کی پشت کا ارادہ نہیں کیا ہے کیونکہ حکم اس کے ساتھ ہی مختص نہیں بلکہ پشت کے اندرونی حصہ کو زیادہ پہنچتا ہے بلکہ ان کا ارادہ اس کی ظاہری سطح ہے خواہ پشت ہو یا باطن، اور یہ قید اس لیے لگائی تاکہ اس سے احتراز ہو سکے جس کو موزہ کا داخلی حصہ جذب کر لیتا ہے کیونکہ یہ جرم دار شئی کے ساتھ مختص نہیں ہے، بلکہ رقیق میں جذب زیادہ ہوتا ہے اور اس کی ضرورت اس لیے ہوئی کہ انہوں نے یبقی فرمایا ہے اگر وہ یُری فرماتے تو اس کی ضرورت نہ ہوتی جیسا کہ اس کے مقابل میں ہے

---

[1] ردالمحتار باب الانجاس مطبعۃ مصطفی البابی مصر ۱/۲۳۳

[2] تبیین الحقائق 〃 مطبعۃ امیریہ بولاق مصر ۱/۷۱

marfat.com

Marfat.com

قال فی مجمع الانھر کل مایریٰ بعد الجفاف علی ظاھر الخف فھو ذو جرم[1] الخ واعجب منه صنیع العلامة ش اذ قال فی الدر ھو کل مایریٰ بعد الجفاف فقال ای علی ظاھر الخف[2] کانه قید سقط عن الدر فزادہ۔

کیونکہ آنکھ تو صرف مقابل آنے والی چیز کا ادراک کرتی ہے اس لیے ازہری اور ط نے اس قید کو ساقط کردیا، کیونکہ انہوں نے باقی کو مرئی سے بدل دیا ہے اور جس نے اس سے غفلت کی اُسے بدلا اور باقی رکھا، جیساکہ مجمع الانہر میں ہے ہر وہ چیز جو خشک ہونے کے بعد موزہ کے ظاہر پر نظر آئے وہ جرم دار ہے الخ اور اس سے زیادہ عجیب وہ ہے جو علامہ ش نے کیا، جب مصنف نے دُر میں یہ فرمایا "وہ ایسی چیز ہے جو خشک ہونے کے بعد نظر آتی ہے" اس پر ش نے فرمایا یعنی موزہ کے "ظاہر پر"، گویا قید دُر سے ساقط ہوگئی ہے، تو انہوں نے اس کو زائد کردیا۔ (ت)

فتاوٰی ذخیرہ پھر حلیہ و بحر و عبدالحلیم میں ہے:

المرئیة ھی التی لھا جرم وغیر المرئیة ھی التی لاجرم لھا[3]

مرئیہ جرم دار کو کہتے ہیں اور غیر مرئیہ اس کو جس کا جسم نہ ہو۔ (ت)

شرح طحاوی و فتاوٰی صغرٰی و تتمہ و مضمرات پھر بترتیب ان کے حوالہ سے عبدالعلی برجندی و شمس قہستانی و ابن امیر الحاج حلبی و عبدالحلیم رومی نے غیر مرئیہ میں زائد فرمایا:

سواء کان لھا لون اولم یکن[4]

ذخیرۃ العقبٰی میں ہے:

ذی جرم ھو کل مایبقی بعد الجفاف علی ظاھر الخف سواء کان جرمه من نفسه کالنجس المتعارف والدم والمنی والروث اومن غیرہ کالبول والخمر المتجسد بالرمل اوالتراب اوالرماد بان مشی علیھا فالتصق بالخف اوجعل علیه شیئ منھا[5]

جرم دار وہ نجاست ہے جو خشک ہونے کے بعد موزے کے ظاہر پر نظر آئے خواہ اس کا جرم اسی کا ہو جیسے معروف نجاستیں، اور خون، منی اور لید یا اس کے غیر سے ہو جیسے پیشاب اور شراب جو ریت یا مٹی یا راکھ میں ملنے کی وجہ سے جرم دار ہوگیا ہو، مثلاً اس پر چلا اور وہ موزے میں لگ گیا یا خود موزے پر ڈال لیا۔ (ت)

---

[1] مجمع الانہر — باب الانجاس — دار احیاء التراث العربی بیروت — ۱/۵۸
[2] ردالمحتار — باب الانجاس — مصطفی البابی مصر — ۱/۲۲۷
[3] بحرالرائق — " — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۲۳۶
[4] جامع الرموز — فصل یطہر الشیئ — مطبع اسلامیہ گنبد ایران — ۱/۹۵
[5] ذخیرۃ العقبٰی — باب الانجاس — الامیریہ مصر — ۱/۲۴۱

Marfat.com

اس تمام مضمون کو مع زیادت افادات فتوی درمختار نے ان معدود لفظوں میں افادہ کیا :

(ذی جرم) ھو کل مایری بعد الجفاف ولو من غیرھا کخمر وبول اصاب تراب بہ یفتی اھ[1]

جرم دار وہ نجاست ہے جو خشک ہونے کے بعد نظر آئے خواہ اس کے غیر سے ہو جیسے شراب اور پیشاب جس میں مٹی مل گئی ہو، اسی پر فتوی ہے۔ (ت)

اقول ولو اسقط ھو کل ما لکان اخصر واظھر۔ع

میں کہتا ہوں اگر وہ "کل ما" کو ساقط کر دیتا تو یہ مختصر ہو جاتا اور زیادہ اظہر ہوتا۔ (ت)

اس پر طحطاوی نے زائد کیا :

وما لایری بعد الجفاف فلیس بذی جرم اھ[2]

اور وہ جو خشک ہونے کے بعد نظر نہ آئے وہ جرم دار نہیں۔ (ت)

اقول واکتفی الدر عنہ بالمفھوم (میں کہتا ہوں صاحبِ در نے اس کے مفہوم پر اکتفا کیا ہے۔ ت)

شامی نے کہا :

مفادہ ان الخمر والبول لیس بذی جرم مع انہ قد یری اثرہ بعد الجفاف فالمراد بذی الجرم ما تکون ذاتہ مشاھدۃ بحس

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیشاب اور شراب جرم دار نہیں حالانکہ ان کا اثر کبھی خشک ہونے کے بعد بھی نظر آتا ہے تو جرم دار سے مراد وہ ہے جس کی

ع اما کونہ اخصر فظاھر واما کونہ اظھر واحسن وانزہ فلان رؤیۃ الشیئ تعم رؤیتہ بلونہ بل لا رؤیۃ ھھنا الا ھکذا فیوھم تناول ملون لایبقی لہ بعد الجفاف جرم شاخص فوق المصاب بخلاف ما اذا اسقط لانہ یصیر صفۃ لجرم فیصیر نصا فی المقصود ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اس کا مختصر ہونا تو ظاہر ہے اور اس کا اظہر واحسن ہونا یہ بھی ظاہر ہے کیونکہ کسی چیز کا دیکھنا اس کے رنگ کے دیکھنے کو بھی شامل ہے۔ بلکہ اس کی رؤیت یہاں اسی طرح ہے، تو اس سے وہم ہوتا ہے کہ یہ اُس رنگین کو شامل ہے جو خشک ہونے کے بعد باقی نہیں رہتا ہے یعنی اس کا ابھرا ہوا جرم نہیں رہتا ہے بخلاف اس کے کہ اگر اس کو ساقط کر دیا جائے کیونکہ یہ جرم کی صفت ہو جائے گا تو یہ مقصود میں نص ہوگا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] درمختار باب الانجاس مجتبائی دہلی ۱/۵۴

[2] طحطاوی علی الدرالمختار " بیروت ۱/۱۵۷

marfat.com

Marfat.com

البصر و بغیرہ ما لایکون کذلک کما سنذکرہ مع مافیہ من البحث[1]

ذات کا آنکھ سے مشاہدہ ہو سکے اور غیر جرم دار وہ ہے جو ایسی نہ ہو جیسا کہ ہم اس کو مع بحث کے ذکر کریں گے (ت)

درمختار کی عبارت مذکورہ نمبر ۱۶ پر شامی میں ہے:

المراد بذی الجرم ماتشاھد بالبصر ذاتہ لا اثرہ[عہ] کما مرویأتی۔[2]

ذی جرم سے مراد وہ ہے جس کی ذات آنکھ سے نظر آئے، نہ کہ اس کا اثر، جیسا کہ گزرا۔ (ت)

اسی طرح حلیہ میں ہے کما سیأتی۔

تحقیق شریف فتح بہ اللطیف علی عبدہ الضعیف بفضلہ المنیف اعلم ان ھذا المقام زلت فیہ اقدام اقلام

یہ تحقیق ہے جو اللہ تعالٰی نے اپنے فضل سے اپنے کمزور بندے پر ظاہر فرمائی جان لے کہ یہ وہ مقام ہے جہاں قلموں کے قدم پھسل جاتے ہیں۔ (ت)

فالاول قال الامام اکمل الدین البابرتی رحمہ اللہ تعالٰی فی العنایۃ عند قول الھدایۃ فی مسألۃ تطھیر النجاسۃ بازالۃ العین والغسل الی غلبۃ الظن بالطھارۃ النجاسۃ ضربان مرئیۃ و غیر مرئیۃ الخ مانصہ الحصر ضروری لدورانہ

اول، امام اکمل الدین بابرتی نے عنایہ میں فرمایا ہدایہ میں جہاں یہ ذکر ہے کہ نجاست کی تطہیر کے لیے نجاست کا دور کرنا اور دھونا ضروری ہے، کہ طہارت کا غلبۂ ظن ہو جائے، یہاں بابرتی نے کہا کہ نجاست کی دو قسمیں ہیں مرئیہ اور غیر مرئیہ الخ ان کی نص یہ ہے کہ حصر ضروری ہے اس لیے کہ نفی اور

عہ اقول ای مایشاھد اثرہ یعم مالایشاھد منہ الا الاثر فھو عطف علی ماتشاھد بحذف متعلقہ لا علی ذاتہ کما یتوھم فیکون عدم رؤیۃ الاثر شرطا فی ذی الجرم ولیس کذلک ۱۲ منہ غفر لہ (م)

اقول یعنی جس طرح اس کا اثر دیکھا جاتا ہے تاکہ اس کو بھی عام ہو جس کا مشاہدہ نہیں کیا جاتا ہے صرف اس کے اثر کا مشاہدہ ہوتا ہے تو اس کا عطف ماتشاھد پر ہے اس کا متعلق محذوف ہے "ذاتہ" پر عطف نہیں جیسا کہ وہم کیا گیا ہے، تو اثر کا نہ دیکھا جانا جرم دار میں شرط ہوگا حالانکہ ایسا نہیں ہے ۱۲ منہ غفر لہ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب الانجاس مصطفی البابی مصر ۱/۲۲۷
[2] " " " " ۱/۲۲۳

Marfat.com

بین النفی والاثبات وذلك لان النجاسة بعد الجفاف اما ان تکون مستجسدة کالغائط والدم اوغیرھا کالبول وغیرہ[1] اھ وتبعه چلپی علی صدر الشریعة ۔

اثبات کے درمیان دائر ہے اور یہ اس لیے کہ نجاست خشکی کے بعد یا تو جرم دار ہوگی جیسے پاخانہ اور خون وغیرہ، یا غیر جرم دار ہوگی جیسے پیشاب وغیرہ اھ اس کی پیروی چلپی علی صدر الشریعۃ نے کی۔ (ت)

الثانی فی تلك المسألة نقل القہستانی عبارة الصغری المارة ان غیر ذات جرم غیر مرئیة وان کان لہا لون[2]۔

دوسرے اس مسئلہ میں قہستانی نے صغری کی عبارت نقل کی جو گزری کہ وہ نجاست کہ جس کا جرم نہ ہو مرئی نہ ہوگی اور اگرچہ اس کا رنگ ہو۔

الثالث فیہا نقل البرجندی عبارة شرح الطحاوی مثلہ ثم قال وھذا یخالف ما فی بعض الشروح من ان غیر المرئی ما لا یری اثرہ بعد الجفاف والمرئی فی مقابلہ[3] اھ

تیسرے برجندی نے اس میں شرح طحاوی سے ایسی ہی عبارت نقل کی پھر فرمایا یہ دوسرے شروح سے مختلف ہے جن میں ہے کہ غیر مرئی وہ ہے جس کا اثر خشکی کے بعد نہ دیکھا جائے، اور مرئی اس کے مقابل ہے اھ۔

الرابع فیہا نقل فی البحر عبارة الذخیرة وجعلہا معنی ما قال ھھنا فی غایة البیان ان المراد بالمرئی ما یکون مرئیا بعد الجفاف وما لیس بمرئی ھو ما لایکون مرئیا بعد الجفاف کالبول[4] اھ وتبعه ط۔

چوتھے، بحر نے اس مسئلہ میں ذخیرہ کی عبارت نقل کی اور اس کو اس کے ہم معنی قرار دیا جو یہاں غایۃ البیان میں کہا کہ مرئی سے مراد وہ ہے جو خشکی کے بعد نظر آئے اور جو غیر مرئی ہے اس سے مراد وہ ہے جو خشک ہونے کے بعد نظر نہ آئے جیسا کہ پیشاب اھ اور ط نے اس کی متابعت کی ہے۔

الخامس فیہا نقل عبدالحلیم الرومی

پانچواں، اس میں عبدالحلیم رومی کی نقل

---

[1] العنایۃ مع الفتح	باب الانجاس	نوریہ رضویہ سکھر	۱/ ۱۸۲
[2] جامع الرموز	فصل یطہر الشیئ	اسلامیہ گنبد ایران	۱/ ۹۶
[3] نقایۃ للبرجندی	فصل تطہیر الانجاس	نولکشور لکھنؤ	۱/ ۶۴
[4] بحر الرائق	باب الانجاس	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/ ۲۳۶

marfat.com

Marfat.com

عن شرح الطحاوی والمنبع والذخیرۃ ما مر ثم نقل کلام البرجندی انہ یخالف لبعض الشروح ثم کلام البحر وجعلہ ایاہ بمعنی الاول ثم قال رادا علیہ انت خبیر بان بینہما مخالفۃ اذرب شیئ لیس لہ جرم ولہ اثر کاللون یبقی اثرہ بعد الجفاف فعلی الاول غیر مرئی وعلی الثانی مرئی والمنصور ھو الاول کما لا یخفی اھ[1]

شرح طحاوی، منبع اور ذخیرہ سے ہے جو گزری، پھر انہوں نے برجندی کا کلام نقل کیا کہ وہ بعض شروح کے مخالف ہے، پھر بحر کا کلام نقل کیا ہے اور اس نے اس کو اوّل کے ہم معنی کہا پھر ان پر رد کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ ان دونوں میں مخالفت ہے کیونکہ کئی چیزیں ایسی ہیں کہ ان کا جرم تو نہیں ہے مگر ان کا اثر ہے، جیسے رنگ کہ اس کا اثر خشک ہونے کے بعد بھی باقی رہتا ہے تو یہ پہلی صورت کے لحاظ سے غیر مرئی ہے اور دوسری کے لحاظ سے مرئی ہے اور راجح پہلا ہی ہے جیسا کہ مخفی نہیں اھ (ت)

السادس فیما نقل فی الحلیۃ کلام الذخیرۃ والتتمۃ والیہ رد عبارۃ غایۃ البیان المذکورۃ فقال مراد بہ ما تکون ذاتہ مشاھدۃ بالبصر بعد الجفاف ومالا فلیس بینہا وبین ما فی عامۃ الکتب مخالفۃ فی تفسیرھما ومما یرشد الی ما ذکرنا التمثیل المذکور فان بعض الابوال قد یری لہ لون بعد الجفاف اھ[2]

چھٹا، اس مسئلہ میں حلیہ میں ایک نقل ذخیرہ اور تتمہ سے ہے اور اسی کی طرف غایۃ البیان کی مذکورہ عبارت کو موافق کیا ہے، اور کہا ہے اس سے مراد وہ ہے جس کی ذات خشک ہونے کے بعد مشاہدہ میں آئے، اور جو ایسا نہ ہو وہ مرئی نہیں تو اس میں اور جو عام کتب میں ہے کوئی مخالفت نہیں، اور ہمارے قول پر دلیل وہ ہے جو مثال گزشتہ میں گزرا، کیونکہ بعض پیشاب ایسا ہوتا ہے جس کا رنگ خشک ہونے کے بعد نظر آتا ہے اھ (ت)

السابع فیما قال فی الشامی قولہ بعد جفاف ظرف لمرئیۃ وقید بہ لان جمیع النجاسات تری قبلہ وتقدم ان مالہ جرم ھو ما یری بعد الجفاف فھو مساو للمرئیۃ و

ساتواں، اس بحث میں شامی میں فرمایا کہ ماتن کا قول "بعد جفاف" یہ مرئیہ کا ظرف ہے اور یہ قید اس لیے لگائی ہے کہ تمام نجاستیں خشک ہونے سے قبل دیکھی جا سکتی ہیں اور یہ پہلے گزرا کہ جرم دار وہ ہے

---

[1] حاشیۃ الدرر للمولی عبدالحلیم باب تطہیر الانجاس مکتبہ عثمانیہ مصر ۱/۴۰

[2] حلیہ

Marfat.com

وقد عد منه في الهداية الدم وعده قاضيخان مما لاجرم له وقد منا عن الحلية التوفيق بحمل الاول على ما اذا كان غليظا والثاني على ما اذا كان رقيقا اھ ثم نقل عبارة غاية البيان وعقبها بعبارة التتمة ثم ذكر تاويل الحلية المار انفا قال ويوافقه التوفيق المار لكن فيه نظر لانه يلزم منه ان الدم الرقيق كالبول الذي يرى لونه من النجاسة الغير المرئية وانه يكتفي بالغسل ثلثا بلا اشتراط زوال الاثر مع ان المفهوم من كلامهم ان غير المرئية ما لا يرى له اثر اصلا لاكتفائهم فيها بمجرد الغسل بخلاف المرئية المشروط فيها زوال الاثر فالمناسب ما في غاية البيان وان مراده بالبول ما لا لون له والا كان من المرئية اھ[1]

جو خشک ہونے کے بعد دیکھا جائے تو یہ مرئیہ کے مساوی ہے اور ہدایہ میں اس میں سے خون کو شمار کیا ہے اور قاضی خان نے خون کو اُن چیزوں میں شمار کیا ہے جو جرم دار نہ ہوں۔ اور ہم نے حلیہ سے تطبیق نقل کی ہے کہ پہلے کو گاڑھے پر محمول کیا جائے اور دوسرے کو رقیق پر اھ پھر انہوں نے غایۃ البیان کی عبارت کو نقل کیا اور اس کے بعد تتمہ کی عبارت لائے پھر حلیہ کی گزشتہ تاویل کو ذکر کیا، لیکن اس میں نظر ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ رقیق خون اور پیشاب جس کا رنگ نظر آتا ہے نجاست غیر مرئیہ سے ہو اور یہ کہ تین مرتبہ دھونے پر اکتفاء کیا جائے اور اس میں اثر کے زوال کی شرط نہ رکھی جائے حالانکہ اُن کے کلام سے مفہوم یہ ہے کہ غیر مرئیہ وُہ ہے جس کا کوئی اثر نظر آئے، کیونکہ وہ اس میں صرف دھونے پر اکتفاء کرتے ہیں بخلاف مرئیہ کے جس میں اثر کا زائل ہونا بھی شرط ہے تو مناسب وہی ہے جو غایۃ البیان میں ہے اور یہ کہ ان کی مراد پیشاب سے وُہ ہے جس کا رنگ نہ ہو ورنہ وہ بھی نجاست مرئیہ ہوتا اھ (ت)

الثامن عبارة الكنز الصحيحة النجس المرئي يطهر بزوال عينه وغيره بالغسل زاد فيها مسكين ما يفسدها اذ قال (النجس المرئي) عينه ثم قال (وغيره) اي غير المرئي عينه لكنه تدارك بوصل قوله وهو الذي لا يرى اثره

آٹھواں، کنز کی عبارت ہے جو صحیح ہے کہ نجاست مرئیہ کا حکم یہ ہے کہ اس کے عین کے زوال کے بعد وہ طاہر ہوجاتا ہے اور جو اس کے علاوہ ہو وہ صرف دھونے سے پاک ہوتا ہے مسکین نے اس میں یہ اضافہ کیا (کہ دیکھی جانے والی نجاست) یعنی جس کا جرم نظر آئے، پھر کہا (اور اس کے علاوہ)

---

[1] ردالمحتار باب الانجاس مصطفی البابی مصر ۱/۲۴۰

marfat.com
Marfat.com

بعد الجفاف[1] اھ فلم یبق علیہ الاضیاع زیادۃ عینہ فی الموضعین بل ایہامہا خلاف المراد ثم بالتدارک رجوع الکلام الی عدم التفرقۃ بین العین والاثر وکانہ اخذہ من عبارۃ الامام القدوری النجاسۃ ان کان لہا عین مرئیۃ فطہارتہا زوال عینہا الا ان یبقی من اثرھا ما یشق ازالتہا وما لیس لہا عین مرئیۃ فطہارتہا ان تغسل[2] الخ فالمراد العین المرئیۃ ولو برؤیۃ لونہا الا تری الی الی استثنائہ الاثر من العین بل المقرر ان بصر البشر فی الدنیا لایدرک الا اللون والضوء وبالجملۃ استقام الکلام بالتدارک لکن السید ابا السعود نقلا عن السید الحموی اراد رد[3] خلافہ فقال علی قولہ وھو الذی لا یری اثرہ حکاہ فی الصغری بقیل بعد ان صدر بقولہ المرئی مالہ جرم سواء کان لہ لون ام لا[عہ] اھ

یعنی جس کا جرم نظر نہ آئے، پھر اس کا تدارک اپنے اس قول سے کیا کہ جس کا اثر خشک ہونے کے بعد نظر نہ آئے اھ تو اُن کے ذمہ صرف یہ اعتراض رہا کہ دونوں جگہ لفظ عین کا لانا فضول ہوا، بلکہ یہ خلاف مراد کا وہم پیدا کرتا ہے پھر تدارک کے ساتھ کلام کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ عین واثر میں فرق نہیں رہتا اور غالباً انہوں نے یہ قید قدوری کے کلام سے اخذ کی ہے، وہ یہ ہے کہ ایسی نجاست کہ اگر اس کا جرم نظر آتا ہے تو اس کی پاکی اس طرح ہوگی کہ اس کا جرم ختم ہوجائے اگر اُس کا کوئی ایسا نشان باقی رہ جائے کہ اس کا ازالہ دشوار ہو تو حرج نہیں اور جس نجاست کا جرم نظر نہیں آتا تو اس کی طہارت یہ ہے کہ اسے دھویا جائے الخ تو مراد وہ جرم ہے جو نظر آتا ہے خواہ اس کا رنگ ہی نظر آئے، جیسا کہ اُن کے استثناء سے مفہوم ہوتا ہے جو عین سے ہے بلکہ یہ طے شدہ امر ہے کہ انسانی آنکھ دنیا میں سوائے رنگ اور روشنی کے کچھ اور نہیں دیکھتی ہے

عہ اقول کما فسر فی الصغری المرئی بہذا فسر غیر المرئی بقولہ مالا جرم لہ سواء کان لہ لون اولا کما فی جامع الرموز فکان اولی نقلہ لان الکلام ھھنا فی غیر المرئی ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اقول مرئی کی صغری میں جس طرح تفسیر اس کے ساتھ کی ہے اسی طرح غیر مرئی کی تفسیر یوں کی ہے جس کا جرم نہ ہو خواہ اس کا رنگ ہو یا نہ ہو جیسا کہ جامع الرموز میں ہے تو اولٰی اس کا نقل کرنا ہے کیونکہ کلام یہاں غیر مرئی میں ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] فتح اللہ المعین	باب الانجاس	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/۱۳۰
[2] قدوری	"	مجتبائی دہلی	ص ۱۸
[3] فتح اللہ المعین	"	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/۱۳۱

Marfat.com

اورخلاصہ یہ کہ کلام تدارک کے ساتھ درست ہوگیا لیکن ابوالسعود نے تحری سے نقل کرتے ہوئے اس کے مخالف معنی لینے کا ارادہ کیا ہے قوانکے قول ھو الذی لایری اثرہ پر فرمایا کہ صغریٰ میں اس کو "قیل" سے ذکر کیا ہے اور ابتداءً اس طرح کی ہے کہ مرئی وہ ہے جس کا جرم ہو خواہ رنگ ہو یا نہ ہو اھ (ت)

التاسع فسرھا العلامۃ ش ف مسألۃ الخف علی الوجہ الصحیح ثم حاد عنہ فقال سنذکر ما فیہ من البحث کما تقدم والبحث ما علمت فی السابع۔

نواں، ان دونوں کی تفسیر علامہ "ش" نے موزے کے مسئلے میں صحیح طریقہ پر کی ہے، پھر اُس سے انحراف کیا، اور فرمایا اس میں جو بحث ہے ہم اس کو ذکر کریں گے جیسا کہ گزرا، یہ بحث ساتویں تحقیق میں آپ جان چکے ہیں۔ (ت)

العاشر قال فی الجوھرۃ (اذا اصاب الخف نجاسۃ لہا جرم) ای لون و اثر بعد الجفاف کالروث والدم والمنی[1] اھ فرد الصحیح الی الغلط الصریح۔

دسواں، جوہرہ میں کہا (جب موزے کو جرم دار نجاست لگ جائے) یعنی جس کا خشک ہونے کے بعد رنگ اور اثر ہو جیسے لید، خون اور منی اھ تو صحیح سے انہوں نے صریحاً غلط مطلب نکالا۔ (ت)

اقول وتعرف ما فی کل ھذہ بحرف واحد فاعلم ان المسائل ھھنا اربع مسألۃ[1] التطھیر باتراث العین او غلبۃ الظن[2] مسألۃ وقوع نجس فی حوض کبیر[3] و مسألۃ الخف و مسألۃ[4] التقدیر بوزن الدرھم او مساحتہ وزاد[5] فی البدائع اخری مسألۃ الوقوع فی البئر فمسألۃ التطھیر والحوض الکبیر فریق وسائرھن فریق والمراد بالمرئی فی الفریق الاٰخر ھو المتجسد ای ما یری لہ بعد الجفاف جرم شاخص فوق سطح المصاب ولا یکفی مجرد اللون وبغیرا لمرئی غیر

میں کہتا ہوں جو کچھ مذکورہ ابحاث میں ہے وہ صرف ایک حرف سے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ دراصل یہاں چار مسائل ہیں، پاک[1] کرنے کے لیے نجاست کے عین کو زائل کر دینا یا اس کے زوال کا غلبۂ ظن حاصل ہونا، بڑے[2] حوض میں نجاست کے گرنے کا مسئلہ، موزے[3] کا مسئلہ، وزن درہم[4] سے اندازہ یا اس کی پیمائش کا لحاظ۔ اور بدائع میں ایک اور مسئلہ کا اضافہ کیا، کنوئیں[5] میں گرنے کا مسئلہ، تو پاکی اور بڑے حوض کا مسئلہ ایک فریق ہے اور باقی دوسرا فریق ہے اور مرئی سے دوسرے فریق میں جسم والا مراد ہے۔ یعنی جس کا جرم خشک ہونے کے بعد بھی ابھرا ہوا نظر آئے

[1] الجوہرۃ النیرۃ باب الانجاس امدادیہ ملتان ۱/۴۲

marfat.com
Marfat.com

المتجسد ای مالا یری له بعد الجفاف جرم شاخص وان بقی اللون وھذا ما فی الصغری والتتمۃ وشرح الطحاوی والذخیرۃ والمنبع والمراد بالمرئی فی مسألۃ التطھیر والحوض الکبیر ما یدرکہ البصر وان جف ولو بمجرد لونہ من دون جرم مرتفع فوق المصاب وبغیر المرئی مالا یحس لہ بالبصر بعد الجفاف او فی الماء عین ولا اثر وھذا ما فی غایۃ البیان وغیرھا والدلیل علی ھذا التوزیع :

اور اس میں صرف رنگ نظر آنا کافی نہیں ہے، اور غیر مرئی سے مراد غیر متجسد ہے، یعنی خشک ہوجانے کے بعد اُس کا اُبھرا ہوا جرم نظر نہ آئے اگرچہ اس کا رنگ باقی ہو، یہ وہ ہے جو صغرٰی، تتمہ، شرح طحاوی، ذخیرہ اور منبع میں ہے، اور مسئلہ تطہیر، اور بڑے حوض میں مرئی سے مراد وُہ ہے جو نظر میں آئے اگرچہ خشک ہوجائے، اگرچہ صرف رنگ نظر آئے جرم نظر نہ آئے، اور غیر مرئی سے مراد جو خشک ہونے کے بعد نظر نہ آئے یا پانی میں کوئی جرم ہو اور نشان نہ ہو یہ غایۃ البیان وغیرہ میں ہے اور اس توزیع کی دلیل یہ ہے: (ت)

اولا ما استدلوا بہ علی احکام للفریقین کما لایخفی علی من طالع الکتب المعللۃ کالبدائع والھدایۃ والتبیین والکافی والفتح والغنیۃ والحلیۃ والبحر وغیرھا من ذلک قول الھدایۃ[1] اذا اصاب الخف نجاسۃ لھا جرم فجفت فدلکہ جاز لان الجلد لصلابتہ لا تتداخلہ اجزاء النجاسۃ الا قلیلا ثم یجتذبہ الجرم اذا جف فاذا زال زال ما قام بہ وان اصابہ بول لم یجز وکذا کل مالا جرم لہ کالخمر لان الاجزاء تتشرب فیہ ولا جاذب یجذبھا اھ وفی الحلیۃ لانھا مجرد بلۃ فتدخل فی اجزاء الخف ولا جاذب لھا[2]

اوّلاً وُہ جو انہوں نے استدلال کیا ہے مسائل کے فریقین کے احکام پر، جیساکہ مخفی نہیں اس پر جس نے اُن کتب کا مطالعہ کیا ہے جو احکام کی علتیں بیان کرتی ہیں، جیسے بدائع، ہدایہ، تبیین، کافی، فتح، غنیہ، حلیہ اور بحر وغیرہ۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے کہ اگر موزے کو کوئی جرم وار نجاست لگ جائے اور خشک ہوجائے تو وہ رگڑنے سے پاک ہوجاتا ہے، کیونکہ کھال کی سختی کی وجہ سے اس میں نجاست کے اجزاء داخل نہیں ہوسکتے سوائے معمولی اجزاء کے اور جب موزہ خشک ہوگا تو اُن اجزاء کو جرم جذب کرلے گا اور جب وہ جرم زائل ہوگا تو جو اُس کے ساتھ ہوگا وہ بھی زائل ہوجائیگا اور اگر موزے پر پیشاب لگ جائے تو

---

[1] الہدایۃ باب الانجاس مطبع عربیہ کراچی ۱/۵۶

[2] حلیہ

Marfat.com

اھ وانت تعلم انه لا اثر فی ھذا للاثر بقی اولا بخلاف مسألة التطھیر فان المقصود فیھا ازالة المصیب وذلك بالیقین فی المرئی وبغلبة الظن فی غیرہ لانه اذ الم یحس لم یبق سبیل الی الیقین بزواله فاکتفی باکبر الرأی الملتحق فی الفقھیات بالیقین اما ما یری له عین او اثر فنعلم زواله بزواله وبقاءہ ببقاءہ لان الاثر لا یقوم الا بالعین والعرض لا ینتقل من عین الی عین قال فی البدائع ان کانت النجاسة مرئیة کالدم ونحوہ فطھارتھا زوال عینھا ولا عبرة فیه بالعدد لان النجاسة فی العین فان زالت زالت وان بقیت بقیت ولو زالت العین وبقی الاثر فان کان مما یزول اثرہ لا یحکم بطھارته ما لم یزل الاثر لان الاثر لون عینه لا لون الثوب فبقاؤہ یدل علی بقاء عینه وان کانت مما لا یزول اثرہ لا یضر بقاء اثرہ لان[عہ] الحرج مدفوع[1] اھ ملتقطا وبھذا یفترقان فی الحوض فغیر

جائز نہیں، اور اسی طرح ہر اس نجاست کا حال ہے جس کا جرم نہ ہو جیسے شراب، کیونکہ شراب کے اجزاء اس میں جذب ہوتے ہیں اور ان کا کوئی جاذب نہیں ہے اھ اور حلیہ میں ہے کیونکہ وہ محض تری ہے تو وہ موزے کے اجزاء میں داخل ہوگی اور اس کا کوئی جاذب نہیں اھ اور تم جانتے ہو کہ اس میں اثر کا کوئی دخل نہیں جو باقی رہا یا نہ رہا بخلاف مسئلہ تطہیر کے، کیونکہ وہاں مقصود لگی ہوئی چیز کا ازالہ ہے، اور یہ اُسی وقت ہوگا جبکہ مرئی میں ازالہ کا یقین ہو اور غیر مرئی میں غلبۂ ظن ہو کیونکہ جب وہ محسوس نہ ہو تو اس کے زوال کا یقین کرنے کا کوئی ذریعہ موجود نہیں، تو ظنِ غالب پر اکتفاء کرلیا گیا، جس کو فقہی مسائل میں یقین کا قائم مقام سمجھا گیا ہے، اور وہ نجاستیں جن کا جرم یا اثر ہو تو اُن کے زوال کا حال اُن کے زوال سے معلوم ہوجاتا ہے اور اُس کی بقاء ان کے باقی رہنے سے معلوم ہوجاتی ہے کہ اثر تو عین سے قائم ہوتا ہے اور عرض ایک عین سے دوسرے عین کی طرف منتقل نہیں ہوتا ہے، بدائع میں فرمایا اگر نجاست مرئیہ ہو جیسے خون اور اسی کی مثل

عہ اقول استدل رحمه الله تعالٰی علی ھذا باربعة اوجه ھذا احسنھا فاقتصرت علیه تبعا للھدایة ولو ذکرت سائر الوجوہ بما لھا وعلیھا طال الکلام ۱۲ منه غفر له (م)

اقول صاحبِ بدائع نے اس پر چار طرح سے دلیل قائم کی ہے میں نے ہدایہ کی اتباع میں صرف اس کو بیان کیا ہے اور اگر میں تمام وجوہ کو ہمہ پہلو ذکر کرتا تو بات طویل ہوجاتی ۱۲ منہ غفر لہ (ت)

---

[1] بدائع الصنائع شرائط التطہیر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۸۸

marfat.com
Marfat.com

المرئیة[ع] تنعدم والمرئیة تبقی ولا تؤثر حتی ان قلت مساحة الماء اثرت۔

تو اس کی طہارت اس کے عین کے زوال پر موقوف ہوگی، اور اس میں عدد کا اعتبار نہیں، کیونکہ نجاست عین میں ہے تو اگر وہ زائل ہوگا تو وہ زائل ہوگی اور وہ باقی رہے گا تو وہ باقی رہے گی، اور اگر عین زائل ہوگیا تو اثر باقی نہ رہے گا، اور اگر وہ اس قسم کا ہے کہ اس کا اثر زائل ہوجاتا ہے تو اس کی طہارت کا حکم اس وقت تک نہیں لگایا جائے گا جب تک کہ اثر زائل نہ ہو کیونکہ اثر اس کی عین کا رنگ ہے نہ کہ کپڑے کا، تو اس کی بقاء اس کے عین کی بقاء پر دلالت کرتی ہے اور اگر وہ ایسا ہے کہ اس کا اثر زائل نہیں ہوتا تو اس کے اثر کا باقی رہنا مضر نہیں کیونکہ حرج مدفوع ہے اھ ملتقطاً، تو اس طرح یہ دونوں حوض میں جدا ہوجائیں گے تو غیر مرئیہ معدوم ہوجائے گی اور مرئیہ باقی رہے گی اور اثر انداز نہ ہوگی یہاں تک کہ جب پانی کی پیمائش کم ہوگی تو پھر اثر انداز ہوگی۔ (ت)

وثانیا عن ملك العلماء الدم من المرئی کما رأیت انفا وقد عده قبل هذا بورقتین من غیر ذوات الجرم فقال ان کان غیر مستجسد کالبول والدم والخمر ینزح ماء البئر کله[1] اه وکذلك قول الهدایة مالا جرم له کالخمر ومعلوم ان الدم والخمر من ذوات اللون فعلم ان لاعبرة به فی مسألة الخف والبئر وکذا مسألة التقدیر لان اللون لا اثر له فی الکثافة والرقة ولذا قال فی الخانیة فی غیر المستجسدة کالبول والخمر والدم یعتبر القدر بسط الکف[2] بخلاف مسألة التطهیر المشروط فیها زوال الاثر

اور ثانیاً ملک العلماء نے خون کو مرئیہ میں سے شمار کیا ہے جیسے کہ آپ نے ابھی دیکھا، حالانکہ دو ورق پہلے انہوں نے اس کو غیر جرم والی نجاستوں میں شمار کیا تھا، فرمایا اگر وہ جرم دار نہ ہو جیسے پیشاب، خون اور شراب، تو کنویں کا سارا پانی نکالا جائے اھ اور ہدایہ کا قول بھی ایسے ہے کہ جس کا جرم نہ ہو جیسے شراب' اور یہ بات معلوم ہے کہ شراب اور خون رنگ والی چیزیں ہیں پس معلوم ہوا کہ موزہ اور کنویں کے مسئلہ میں رنگ کا اعتبار نہیں ہے اسی طرح اس میں مقدار کا اعتبار بھی نہیں کیونکہ رنگ میں کثافت اور رقت کا اثر نہیں ہوتا، اسی لیے خانیہ میں کہا کہ غیر جسم والی نجاستوں جیسے پیشاب، شراب اور خون میں پھیلاؤ

[ع] کما حققناه فی الاصل السادس والعاشر من الجواب الخامس فی رسالتنا رحب الساحة ۱۲ منه غفر له (م)

جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ "رحب الساحة" میں پانچویں جواب کے تحت چھٹے اور دسویں قاعدہ میں اس کی تحقیق کی ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] بدائع الصنائع مقدار الذی یصیر المحل نجسا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۶
[2] قاضی خان فصل فی النجاسة الخ نولکشور لکھنؤ ۱/۱۰

Marfat.com

ما لم يشق فلذا جعله ملك العلماء فيها من المرئی۔

وثالثا ملك العلماء عبر فی مسائل الفريق الاخير بالمستجسد وغير المستجسد او المستجسد والمائع ثم قال فی الفريق الاول النجاسة المرئية قط لا تزول بالمرة الواحدة فكذا غير المرئية ولا فرق سوی ان ذلك يری بالحس وهذا يعلم بالعقل اهـ[1] وهذا من اجلی نص علی ان المرئی بلونه من المرئی فی مسئلة التطهير۔

ورابعا كذلك الامام تاج الشريعة عبر فی مسألة التقدير بالكثيف والرقيق و فی مسألة الخف بذی جرم وما لا جرم له وقال فی مسألة التطهير يطهر ما لم يُر اثره عـه

کے اعتبار سے اندازہ ہوگا اھ بخلاف مسئلہ تطہیر کے کہ اس میں زوالِ اثر مشروط ہے جب تک کہ دشوار نہ ہو، اس لیے اس کو اس میں ملک العلماء نے مرئی قرار دیا ہے۔ (ت)

ثالثاً، آخری فریق کے مسائل میں ملک العلماء نے جسم والی اور غیر جسم والی، یا جسم والی اور مائع سے تعبیر کیا، پھر فرمایا کہ فریق اول میں نجاست مرئیہ کبھی ایک مرتبہ میں زائل نہیں ہوتی ہے تو اسی طرح غیر مرئیہ ہوگی اور کوئی فرق نہیں سوائے اس کے کہ مرئیہ حس سے نظر آتی ہے اور غیر مرئیہ عقل سے معلوم ہوتی ہے اھ اور یہ بڑی واضح نص ہے مسئلہ تطہیر میں رنگ والی مرئیہ میں سے ہے۔ (ت)

اور چوتھا، اسی طرح امام تاج الشریعۃ نے مقدار کے مسئلہ میں کثیف اور رقیق سے تعبیر فرمایا، اور موزے کے مسئلہ میں جرم دار یا غیر جرم دار سے تعبیر کیا، اور مسئلہ تطہیر میں فرمایا کہ جس نجاست کا اثر غیر مرئی ہو

عـه ولكن اكرم لعقل الذی يری هذا التصريح المفيض ؛ ثم يقوم يفسر النقيض بالنقيض ؛ وهو لعصری اللكنوی اذ قال فی عمدة الرعاية وهی التی لا جرم لها ولا تحس بعد الجفاف سواء كان له لون ام لا كذا فی خزانة الفتاوی[2] اهـ فسبحٰن الله يقول التاج لم ير اثره وهذا يفسره بما يری اثره او لا ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظيم ۱۲ منه غفر له (م)

لیکن آپ اس کی عقل کو داد دیں جس نے یہ تصریح دیکھ کر اس کی تفسیر اس کی نقیض کے ساتھ کردی اور یہ معاصر لکھنوی ہیں جنہوں نے عمدۃ الرعایۃ میں کہا کہ یہ وہ نجاست ہے جس کا جرم نہ ہو اور وہ خشک ہونے کے بعد محسوس بھی نہ ہو خواہ اس کا رنگ ہو یا نہ ہو خزانۃ الفتاوی میں ایسے ہے اھ پس سبحان اللہ تاج الشریعۃ تو یہ فرمائیں کہ "وہ جس کا اثر نظر نہ آئے" اور یہ صاحب اس کی تفسیر کرتے ہیں کہ اس کا اثر دیکھا جائے یا نہ دیکھا جائے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] بدائع الصنائع شرائط التطہیر سعید کمپنی کراچی ۱/ ۸۸

[2] عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح الوقایۃ باب الانجاس المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/ ۱۳۷

Marfat.com

بغسله ثلثا فأبان ان مايرى اثره من المرئى ولا اقول كما قال فى الغنية تحت قوله ان لم تكن النجاسة مرئية اى ان لم يكن لها لون مخالف اللون الثوب[1] اھ فانه يحصر المرئى فى الرؤية باللون ويخرج مايرى له جرم شاخص فوق سطح المصاب مع موافقته له فى اللون على انه يرفع الامتياز بين المرئى وغيره فكل شئ اصاب مايخالفه فى اللون كان مرئيا واذا اصاب مايوافقه فيه كان غير مرئى۔

وہ تین مرتبہ دھونے سے پاک ہوگی تو انہوں نے واضح کر دیا کہ جس کا اثر نظر آئے وہ نجاست مرئیہ ہے، اور میں وہ نہیں کہتا جو غنیہ میں ان لم تکن النجاسۃ مرئیۃ کے تحت فرمایا، یعنی اگر اس کا رنگ کپڑے کے رنگ سے مختلف نہ ہو اھ، کیونکہ یہ مرئی کو رؤیۃ باللون میں منحصر کرتا ہے اور اس سے وہ خارج ہو جائیگا جس کا اُبھرا ہوا جرم نظر آتا ہو حالانکہ وہ رنگ میں کپڑے کے رنگ کے موافق ہوتا ہے علاوہ ازیں ان کا بیان مرئی اور غیر مرئی کے درمیان امتیاز کو ختم کر دیتا ہے کیونکہ اس طرح ہر وُہ چیز جو ایسی چیز کو لگ جائے جو اُس کے رنگ میں مخالف ہو تو وہ مرئی ہوگی اور جب وہ ایسی چیز کو لگے جو رنگ میں اس کے موافق ہو تو غیر مرئی ہوگی۔ (ت)

وخامسا اتفقت المتون والاقدمون على التعبير فى مسألتى الخف والتقدير بذى جرم وغير ذى جرم والكثيف والرقيق وفى مسألتى التطهير والحوض الكبير بالمرئى وغير المرئى لا شك ان المرئى لونه مرئى بل لا مرئى منه الا اللون سواء كان كثيفا او رقيقا والذى لا جرم له شاخصا بعد الجفاف رقيق وليس اللون جرما فتبين ان اللون معتبر فى هذا الفريق دون الأخر ولو مشت الشروح على التفسير فى الموضعين بما هو مؤدى نفس الالفاظ لم يقع الاشتباه لكنهم كما فسروا فى مسألة التطهير بما يرى بعد الجفاف وما لا يرى

پانچواں، متون اور متقدمین علماء کا موزے اور مقدار کے مسئلہ میں جرم والی اور غیر جرم والی اور کثیف و رقیق کی تعبیر میں متفق ہیں اور تطہیر اور حوض کبیر کے مسائل میں مرئی اور غیر مرئی کی تعبیر میں اتفاق ہے اور کچھ نہیں کہ مرئی وُہ ہے جس کا رنگ نظر آئے بلکہ مرئی کا رنگ ہی نظر آتا ہے خواہ کثیف ہو یا رقیق ہو اور وہ کہ جس کا جرم خشک ہو جانے کے بعد اُبھرا ہوا نظر نہ آئے وہ رقیق ہے اور رنگ کوئی جرم نہیں تو ظاہر ہو گیا کہ رنگ معتبر ہے اس تطہیر اور حوض کے فریق میں نہ کہ دوسرے فریق میں، اور اگر شروح میں دونوں مقامات پر وہی تفسیر ہوتی جو نفسِ الفاظ سے مستفاد ہوتی ہے تو کوئی اشتباہ واقع نہ ہوتا لیکن انہوں نے تطہیر کے مسئلہ میں

---

[1] غنیۃ المستملی الشرط الثانی الطہارۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۸۳

Marfat.com

بعدہ کما مر عن غایۃ البیان وعنہا فی البحر والشرنبلالیۃ والطحطاوی علی المراقی ومثلہ فی الدر وغیرہ کذلک فسروا بہما ذا الجرم وغیرذی الجرم فی مسألۃ الخف کما تقدم فذھب الوھل الی ان المراد واحد فی الموضعین ولیس کذلک بل ھو علی ظاھرہ فی مسألۃ التطھیر ومؤول برؤیۃ الجرم وعدمہا فی الفریق الاٰخر فھذا ھو التحقیق الانیق الذی لوحانت منہم التفاتۃ الیہ لما فسرہما الغایۃ وچلپی فی الفریق الاول بالمستجسدۃ وغیرھا ولا نقل فیہا القہستانی عبارۃ الصغری ولا البرجندی عبارۃ شرح الطحاوی ولا نصب الخلاف بینہا وبین ما فی بعض الشروح ولا جعل البحر وط معنی العبارتین واحدا ولا نقل فیہا عبد الحلیم ما نقل ولا اثبت الخلاف بین وارد ین غیر مورد واحد ولا جعل المنصور ھھنا الاول ولا صرف الحلیۃ کلام الغایۃ الی غیر المحمل اما کون بعض الابوال قد یری لہ لون فلا یقدح فی المثال ولا یحصر فیہ مراد المقال ولا اضطرب کلام الشامی فیہ فجزم فی مسألۃ التقدیر بحمل المرئی علی مرئی الجرم ثم انکرہ ولا احتاج الی ترجیح ما فی الغایۃ علی ما لا یخالفہ اصلا ولا تمسک بالتوفیق فان کلام الھدایۃ فی مسئلۃ الخف

اس طرح تفسیر کی ہے کہ وہ جو خشک ہوجانے کے بعد نظر آئے اور وہ جو خشک ہونے کے بعد نظر نہ آئے جیسا کہ غایۃ البیان سے گزرا، اور اسی سے بحر، شرنبلالیہ، طحطاوی علی مراقی الفلاح اور اسی کی مثل دُرّ وغیرہ میں ہے، اسی طرح انہوں نے موزے کے مسئلہ میں دونوں کی تفسیر جرم دار اور غیر جرم دار سے کی جیسا کہ گزرا تو معاً ذہن اس طرف منتقل ہوتا ہے کہ دونوں جگہ مراد واحد ہے حالانکہ یہ بات نہیں ہے بلکہ یہ مسئلہ تطہیر میں ظاہر ہے اور جرم کے دیکھنے نہ دیکھنے کے ساتھ فریق آخر میں یہ مؤول ہے تو یہی تحقیق انیق ہے اگر ان کی توجہ اس طرف ہوجاتی تو غایہ اور چلپی فریق اول میں جسم والی اور غیر جسم والی سے مرئی اور غیر مرئی کی تفسیر نہ کرتے اور نہ قہستانی اس میں صغری کی عبارت نقل کرتے اور نہ برجندی طحاوی کی شرح کی عبارت نقل کرتے، اور نہ وہ اس میں اور بعض شروح کی عبارات میں خلاف قائم کرتے۔ اور نہ بحر اور ط دونوں عبارتوں کا ایک معنی بتاتے اور نہ اس بارے میں عبدالحلیم وہ نقل کرتے جو انہوں نے نقل کیا، اور نہ وہ دونوں مواقع کا خلاف متعدد جگہ ثابت کرتے اور نہ وہ یہاں پہلے کو مضبوط قرار دیتے اور نہ حلیہ، غایۃ کے کلام کو غیر محل پر پھیرتے تاہم بعض پیشاب رنگ والے نظر آتے ہیں اس کو مثال کے طور پر ذکر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور وہ کلام کی مراد کو اس میں منحصر نہ کرتے، اور نہ شامی کا کلام اس میں مضطرب ہوتا کہ مقدار کے بیان میں انہوں نے مرئی کو مرئی الجرم قرار دے کر پھر انہوں نے انکار کردیا، اور نہ وہ غایۃ کے بیان کردہ کو بلاوجہ ترجیح دیتے ایسی چیز پر جو بالکل مخالف نہ تھی اور

marfat.com

Marfat.com

قال اذا اصاب الخف نجاسة لها جرم کالروث والدم والمنی الخ وکذا کلام الخانیۃ فی مسألۃ التقدیر کما تقدم آنفا وھما من الفریق عـــہ الأخر فکون الدم الرقیق من غیر المرئی فیہ لاینافی کونہ مرئیا فی مسئلۃ التطہیر ولا اورد السید ان علی کلام مسکین عبارۃ الصغری ولا فسر الجوھرۃ فی مسألۃ الخف الجرم باللون واین الجرم واین اللون و این العین واین الاثر فانما نشأ کل ذلک من عدم الفرق بین المقامین وھذہ زلۃ ناشیۃ لم ار من تنبہ لھا اونبہ علیھا واللہ الموفق لارب سواہ وصلی اللہ تعالٰی علی مصطفاہ وآلہ وصحبہ ومن والاہ۔

نہ وہ عبارتوں کی توفیق کو دلیل بناتے کیونکہ خُف کے مسئلہ میں جہاں ہدایہ نے کہا "جب موزے کو ایسی نجاست لگ جائے جس کا جرم ہوتا ہے جیسے گوبر، خون اور منی الخ" اسی طرح مقدار کے مسئلہ میں خانیہ کا کلام جو ابھی گزرا، یہ دونوں کلام دوسرے فریق کے بارے میں ہیں پس رقیق خون کا خُف کے مسئلہ میں غیر مرئی ہونا تطہیر کے مسئلہ میں مرئی ہونے کے مخالف نہیں، اور نہ دونوں رہنما علامہ مسکین کے کلام پر صغری کی عبارت سے اعتراض کرتے اور نہ جوہرہ موزے کے مسئلہ میں جرم کی تفسیر رنگ سے کرتے، کہاں رنگ اور کہاں جرم، کہاں رنگ اور کہاں عین اور کہاں اثر، مذکورہ تمام امور اس سبب پیدا ہوئے کہ دونوں مقاموں (فریقوں) میں فرق نہ کیا گیا، اور یہ بہت واضح بے احتیاطی ہے اس بے احتیاطی کی توجہ کرنے والا یا توجہ دلانے والا مجھے کوئی نظر نہیں آیا واللہ الموفق ولا رب سواہ وصلی اللہ تعالٰی علٰی مصطفاہ وآلہ وصحبہ ومن والاہ۔ (ت)

مقدمہ ثالثہ ثابت ہوا کہ رقیق وُہ ہے کہ زمین وغیرہ جس شے پر پڑے خشک ہونے کے بعد اس کا دل محسوس نہ رہے اور بالبداہۃ ظاہر کہ یہ اُسی شے میں ہوگا جو بہنے میں تمام وکمال پھیل جائے ورنہ اجزاء زیر و بالا رہے تو ضرور دَل محسوس ہوگا تو دلیل قطعی سے روشن ہوا کہ یہاں رقیق اسی مائع قسم اول کا نام ہے یہ ہے وہ تحقیق معنی رقیق کہ ان سطور کے سوا نہ ملے گی وباللہ التوفیق ولہ الحمد علی ھدایۃ الطریق۔

عـــہ ای فالتوفیق فی محلہ فیطھر الخف من دم غلیظ بالحت ولیقدر رقیق اصاب ثوبا بالمساحۃ لکن لا یصح نقلہ الی مسألۃ التطھیر التی فیھا کلام الشامی فالدم الرقیق لا یصح جعلہ فیھا غیر مرئی ۱۲ منہ غفرلہ (م)

یعنی توفیق اپنی جگہ پر ہے غلیظ خون لگنے پر موزے کو رگڑ کر پاک کیا جا سکتا ہے اور وہ رقیق خون جو کپڑے کو لگے تو اس کے پھیلاؤ کی مقدار کا اندازہ کیا جائیگا لیکن اس حکم کو علامہ شامی کے بیان کردہ تطہیر کے مسئلہ میں منتقل نہیں کیا جائے گا لہذا اس مسئلہ میں رقیق خون کو غیر مرئی قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ (ت)

لـــہ الہدایۃ باب الانجاس مطبع عربیہ کراچی ۱/۵۶

Marfat.com

ثم اقول ظاہر ہے کہ پانی فی نفسہٖ ایسا ہی ہے جسے یہ جرم سے تعبیر کیا گیا اب اُس میں دوسری شے جرم دار ملنے کی تین صورتیں ہیں : (۱) استہلاک (۲) اختلاط (۳) امتزاج

استہلاک یہ کہ وہ شے اس میں مل کر گم ہوجائے پانی سے اُس کا جرم ظاہر نہ ہو جیسے چھنا ہوا شربت کہ اس میں شکر کے اجزاء ضرور ہیں مگر ان کا جرم اصلاً محسوس نہ رہا اُسے بہائیے تو خالص پانی کی طرح اُس کے سب اجزاء پھیل جائیں گے کہیں دَل نہ رہے گا تو رقت بحال خود باقی ہے اگرچہ رقت اضافیہ میں ضرور فرق آئے گا کہ مخلوط و نامخلوط یکساں نہیں ہوسکتے۔

اختلاط یہ کہ اُس کا جرم کُلاً یا بعضاً باقی رہے مگر پانی کو جرم دار نہ کرے بہانے میں اس کے اجزاء الگ رہ جائیں اور پانی اُنھیں چھوڑ کر خود پھیل جائے جیسے بے چھنا شربت جس میں شکر یا بتاشوں کے کچھ ریزے رہ گئے ہوں ان ریزوں کو اختلاط تھا اور جس قدر کُھل گئے اُن کا استہلاک مگر ان میں کوئی پانی کے اجزاء پھیلنے کو مانع نہ ہُوا۔

امتزاج یہ کہ پانی اور وُہ شے مل کر ایک ذات ہوگئے ہوں پانی اُسے چھوڑ کر نہ بہہ سکے بلکہ ہر جگہ وہ اس کے ساتھ گھال میل رہے ظاہر ہے کہ یہ مجموع مرکب تمام وکمال نہ پھیل سکے گا اور ضرور جرم دار شے کی طرح ختم سیلان پر بھی دَل رکھے گا۔ پہلی دو صورتوں میں پانی اپنی رقت پر ہے اول پر تو ظاہر کہ وہاں کوئی جرم محسوس ہی نہ ہوا اور دوم پر جرم جُدا ہے اور پانی جُدا تو پانی بدستور رقیق ہی رہا جیسے کنکریلی یا سنگلاخ زمین میں تالاب کا پانی یا جس لوٹے میں پتھر لوہے کے ٹکڑے ڈال دیے جائیں کوئی عاقل نہ کہے گا کہ اس سے پانی ہی رقیق نہ رہا بخلاف صورت سوم کہ بلاشبہ رقت زائل اور طبیعت متبدل ہوئی زوال طبع سے یہی مراد ہے وللہ الحمد۔

اقول اب بتوفیقہ تعالٰی سب اقوال متوافق ہوگئے اور اشارات علمائے کے معنے واضح،

اولاً رقت اضافیہ ضعف وقوت وقلت وکثرت میں بشدت متفاوت ہوتی ہے جس کا بیان اوپر گزرا اس کی انتہا تو شے کے جامد ہوجانے پر ہے جب تک سیلان کچھ بھی باقی ہے رقت باقی ہے اگرچہ کیسی ہی خفیف اور شک نہیں کہ تینوں صورتوں میں سیلان موجود تو رقت بھی موجود اگرچہ بتفاوت لہذا دو صورت اولی میں محقق علی الاطلاق نے رقت آب کو غالب بتایا اور صورت ثالثہ میں امام ناطفی نے مغلوب۔

ثانیاً رقت جس معنی پر محقق ہوئی یعنی بے جرم ہونا ختم سیلان کے بعد دَل نہ رہنا اس میں تفاوت افراد نہیں دَل اگر کچھ بھی ہوگا یہ رقت معدوم ہوجائے گی اصلاً نہ ہوگا بحال خود باقی رہے گی لہذا دو صورت اولی کو غنیہ میں

---

[1] کافی وکفایہ و بنایہ میں فرمایا:

الامتزاج الاختلاط بین شیئین حتی یمتنع التمییز اھ[2] منہ غفرلہ (م)

امتزاج یہ ہے کہ دو چیزیں آپس میں اس طرح مل جائیں کہ ان کے درمیان تمیز نہ ہوسکے اھ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

marfat.com

Marfat.com

یُوں بتایا کہ پانی ویسا ہی اپنی رقت پر رہے جیسا کہ قبل اختلاط تھا اور صورت ثالثہ کو ذخیرہ و تتمہ وحلیہ نے یُوں کہ رقت بکسر مسلوب۔

ثالثاً دو صورت اولیٰ ہی کی طرف خلاصہ کا ارشاد کہ پانی اُس میں آشکار ہو مشیر کہ جب تک امتزاج نہ ہو پانی کا ظہور ظاہر و مستنیر۔

رابعاً خانیہ کا ارشاد کہ اگر متماسک ہو جائے وضو جائز نہیں صورت ثالثہ ہی کا بیان ہے کہ دَل باقی رہنا تماسک اجزاء ہی سے ہوتا ہے اور بحال تماسک دَل ضرور رہتا ہے۔

خامساً اسی کو علمائے کرام نے رُب و دِبس و نشاستج و طین و سویق کی مثالیں دے کر بتایا کہ یہ سب اشیا اگرچہ سائل و رقیق اضافی ہیں مگر ان کے اجزا تماسک سے خالی نہیں ولہذا ختم سیلان پر ان میں ضرور دَل رہتا ہے۔ رُب بالضم میوؤں کا عرق کہ جوش دے کر قوام پر لایا گیا اور غلیظ و بستہ ہو گیا، دِبس دوشاب اور اس کے مطلق سے دوشاب خرما مراد کہ عرق خرما بدستور نکال کر اتنا جوش دیں کہ انگلی سے اٹھائیں تو انگلی میں لپٹ آئے، نشاستج بالفتح جسے عربی میں نشا اور فارسی میں نشاستہ کہتے ہیں۔ نشاستج اس کا معرب ہے یہ کہ گیہوں پانی میں اتنی مدت تک بھگوئے جائیں کہ عفونت لے آئیں اور پوست چھوڑ دیں مغز باریک کوٹ کر صافی میں چھان کر رکھیں یہاں تک کہ گیہوں کے اجزا تہ نشین ہو جائیں پانی اوپر رہ جائے اُسے پھینک کر تہ نشین کو سُکھا لیں ظاہر ہے کہ جب تک اجزا تہ نشین نہ ہوں گے پانی سے ممتزج رہیں گے طین، کیچڑ، سویق، ستّو یہ مثالیں یاد رکھنے کی ہیں کہ غلظت کی صورت ذہن میں رہے ان کو ہم ایک مصرع میں جمع کریں ؎

رُب و دِبس و نشا و طین و سویق ہرچہ زینگونہ شد نہ ماند رقیق

(راب، شیرہ، نشاستہ، کیچڑ اور ستّو ان میں سے جو بھی گاڑھا ہو جائے رقیق نہ رہے گا۔ ت)

سادساً ہدایہ و بدائع وغیرہما میں سویق کو مخلوط سے مقید فرمانا صورت ثانیہ و ثالثہ کے فرق کی طرف اشارہ فرماتا ہے پانی میں اگر ستّو ڈال دیے کر تہ نشین ہو گئے نتھرا پانی یا خفیف آمیزش کا اوپر رہ گیا جو اُسے جرم دار نہ کردے تو وضو جائز نہ ہوگا و لہذا کالسویق المخلوط فرمایا یعنی گھلے ہُوئے ستّو کہ پانی سے ممتزج ہو جائیں، الحمد للہ کہ رقت مطلوبہ کی حد بندی اُس وجہ رفیع پر ہُوئی کہ اس رسالہ کے غیر میں نہ ملے گی۔ اُس کے بیان کا بھی ایک شعر اشعار تعریف مائے مطلق میں اضافہ کریں ؎

رقت آن دان کہ بہ سیلان ہمہ یک سطح شود خالی از جرم اگر مانع او ناید پیش

(رقت یہ ہے کہ بہنے پر سطح برابر ہو اور اس کا حجم نہ بنے بشرطیکہ کوئی مانع نہ ہو۔ ت)

یا یُوں کہیے، ؎

Marfat.com

آں رقیق ست کہ اجزائش بختم سیلان   زیر و بالا نبود ہیچ سوائے پس و پیش

(رقیق وہ چیز ہے کہ بہاؤ کے ختم ہونے پر اس کے اجزاء کا حجم نہ بنے بلکہ بہنے میں صرف ان کا تقدم و تاخر ہو۔ ت)

الحمد للہ اس تقریر منیر سے فوائد کثیر حاصل ہوئے :

فائدہ ۱ : طبیعت اور اس کے بقا و زوال کا بیان۔

فائدہ ۲ : حقیقت سیلان اور اس کا فلسفہ اور جامد و سائل کا فرق اور یہ کہ اگر اوپر سے نشیب میں مثلاً گیہوں کے دانے اور کوئی تختہ اور پانی گرائیں سب اپنی حرکت بالطبع سے متحرک ہو کر نیچے اُتر جائیں گے مگر ان میں پانی ہی کی حرکت کو سیلان کہیں گے نہ ان دو کی اس کی وجہ کہ اول اجسام منفصلہ کی حرکات عدیدہ ہیں اور دوم جسم واحد کی حرکت واحدہ اور سوم جسم واحد متصل حسّی کے اجزائے متجاورہ کی متوالی حرکات طبعیہ پے در پے کہ انفکاک حسّی نہ ہونے دیں اسی کا نام سیلان ہے۔

فائدہ ۳ : رقت مطلق کے معنی اور اس کے مواضع اطلاق۔ فائدہ ۴ : وہ امر اضافی و مقول بالتشکیک ہے۔

فائدہ ۵ : وہ اپنے نفس معنی کے لحاظ سے سیلان کے ساتھ مساوی بلکہ معنی شامل جامدات پر اُس سے عام مطلقاً ہے اور ہنگام اضافت عام من وجہ کہ شیر شتر بہ اضافت شیر بز رقیق نہیں اور سائل ہے اور گلاب کا شیشہ حلبی آئینہ کے اعتبار سے رقیق ہے اور سائل نہیں۔ فائدہ ۶ : مسائل خف وغیرہ میں معنی جِرم و عدم جرم۔

فائدہ ۷ : اُن میں معنی مرئی وغیر مرئی۔ فائدہ ۸ : مرئی وغیر مرئی معتبر مسئلہ تطہیر و مسئلہ حوض کبیر سے اُن کا فرق۔

فائدہ ۹ : انظار ماہرین کی ان میں انواع انواع لغزش۔

فائدہ ۱۰ : رقت مطلوبہ و مصطلحۂ ائمہ کے معنی یہ سب بھی روشن طور پر واضح ہو گئے۔

فائدہ ۱۱ : جرم میں بے جرمی کیونکر ہوتی ہے۔ فائدہ ۱۲ : نیز یہاں کلام ائمہ میں معنی تماسک۔

فائدہ ۱۳ : کہ رقت مطلوبہ و بے جرمی ایک شے ہیں اور غلظت یہ کہ بعد ختم سیلان دَل باقی رکھے۔

فائدہ ۱۴ : رقتِ آب غالب و مغلوب یا موجود و مسلوب ہونے سے مراد اور یہ کہ اُن کا ایک ہی مفاد۔

فائدہ ۱۵ : کہ یہ رقت سیلان سے خاص ہے اور اس کے بعد محل اثبات میں ذکر سیلان کی حاجت نہیں مثلاً یُوں کہنا کہ فلاں صورت میں رقت و سیلان باقی رہیں تو وضو جائز ہے، ہاں یُوں کہنے میں حرج نہیں کہ سیلان و رقت باقی رہیں کہ ذکر سیلان ذکر رقت سے مغنی نہیں اگرچہ تنہا ذکر رقت بس ہے تو اطناب ہوا نہ اہمال۔

فائدہ ۱۶ : محل نفی میں ذکر سیلان بحرفِ واو مضر و موہم خلاف مقصود ہے اور بحرف یا کہ تردید کے لیے ہے بیکار۔

فائدہ ۱۷ : کپڑے سے نہ نچڑ سکنا اس رقت سے خاص ہے دُودھ رقیق ہے اور نچڑ نہیں سکتا۔

فائدہ ۱۸ : یہ رقت نہ معنی اضافی ہے نہ اس میں تشکیک۔

marfat.com

Marfat.com

فائدہ ۱۹: پانی میں جرم دار اشیا ملنے کی صورتیں اور اُن کے احکام۔

فائدہ ۲۰ جلیلہ: پانی کی رقت زائل ہونا کچھ جامدات ہی کے خلط پر موقوف نہیں خلافا لما تظافرت علیہ کلمات الشراح واھل الضابطۃ (یہ اس کے خلاف ہے جس پر شراح حضرات اور اہل ضابطہ کا کلام گزر چکا ہے۔ ت) بلکہ جرم دار مائعات مثل شہد و شیرہ و رُب و دِبس جب اس سے ایسے ممتزج ہو جائیں کہ بمعنی مذکور جرم دار کردیں ضرور رقت زائل اور طبیعت متبدل ہو جائے گی یہ فائدہ بہت ضروری یاد رکھنے کا ہے کہ فصل آئندہ میں کام دے گا ان شاء اللہ تعالٰی یہ ہے وہ تحقیق بازغ کہ مولٰی عزوجل کے فضل بالغ سے قلب فقیر پر فائض ہوئی وللہ الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ کما یحب ربنا ویرضی ؛ وصلی اللہ تعالٰی وبارك وسلم علی الحبیب الکریم الرؤف الرحیم الارضی ؛ واٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ ماعلت سماء ارضا ؛ والحمد للہ رب العٰلمین۔

غلبہ غیر اس میں تین بحثیں ہیں :

بحث اول کس امر میں غلبہ مراد ہے۔

اقول یہاں چار چیزیں ہیں، طبیعت، اوصاف، اجزا، مقاصد۔ اور ان سب کے اعتبار سے غلبہ لیا گیا ہے غلبہ بحسب اوصاف تو قول امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی ہے جس کا بیان بعونہ تعالٰی آگے آتا ہے باقی تین میں اعتبار غلبہ مجمع علیہ ہے غلبہ بحسب طبع وہی زوال رقت ہے اس کے اعتبار پر اجماع ظاہر اور غلبہ بحسب اجزا کہ خاص مذہب امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی کہا گیا اور امام برہان الدین[ع] صاحب ہدایہ وامام

ع ہدایہ میں زیر مسئلہ آب زردج فرمایا ھو الصحیح (یہی صحیح ہے۔ ت) بنایہ میں ہے المروی عن ابی یوسف ھو الصحیح (جو امام ابو یوسف سے مروی ہے وہ صحیح ہے۔ ت) نہایہ میں ہے قولہ ھو الصحیح احتراز عن قول محمد (اس کے قول ھو الصحیح سے امام محمد کے قول سے احتراز ہے۔ ت) نیز ہدایہ میں فرمایا الغلبۃ بالاجزاء لا بتغیر اللون (غلبہ اجزاء کے اعتبار سے ہے تغیر لون سے نہیں۔ ت) بنایہ میں ہے اشار بہ ایضا الٰی نفی قول محمد (اس سے امام محمد کے قول کی نفی کا اشارہ بھی ہے۔ ت) عنایہ میں ہے نفی لقول محمد فانہ یعتبر الغلبۃ بتغیر اللون والطعم (امام محمد کے قول کی نفی ہے کیونکہ وہ غلبہ باعتبار تغیر لون وطعم مراد لیتے ہیں۔ ت) کنز میں تھا اوغلب علیہ غیرہ اجزاء (یا اس پر غیر کا غلبہ بطور اجزاء ہو۔ ت) اس پر شارح ہروی نے فرمایا احترازا عن قول محمد رحمہ اللہ تعالٰی اھ (یہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کے قول سے احتراز ہے۔ ت) ۱۲ منہ غفرلہ (م)

Marfat.com

قاضی خان[2] و امام شمس الائمہ کردری و امام حافظ الدین نسفی وغیرہم اکابر نے اُس کی تصحیح کی اسی کو درر[8] و درّ[9] میں اصح اور فیض[10] میں صحیح اور سراج وہاج و جوہرہ نیرہ و فتاوٰی غزی[11] و فتاوٰی علمگیریہ میں قول جمہور اور نہایہ[12] و عنایہ[13] و حلیہ و نتیہ[15] و بحر[16] و نہر[17] وغیرہا میں اساتذہ کرام سے منقول و ماثور بتایا کما تقدم کل ذلک فی نمرۃ ۱۲۲ و ۱۰۱ و ۷۹ (جیسا کہ نمبر ۱۲۲، ۱۰۱ اور ۷۹ میں گزر چکا ہے۔ ت) جامع الرموز میں ہے اعتبر الغلبۃ من حیث الاجزاء وھو الصحیح لتقدم الجزء علی الوصف فی الاعتبار کما فی حاشیۃ[1] الھدایۃ[19] (غلبہ اجزاء کے اعتبار سے ہوگا اور یہی صحیح ہے کیونکہ اعتبار میں جز وصف پر مقدم ہوتا ہے جیسے کہ ہدایہ کے حاشیہ میں ہے۔ ت) جوہرہ نیرہ میں ہے الاصح ان المعتبر بالاجزاء[2] (اصح یہی ہے کہ اجزاء کا اعتبار ہوگا۔ ت) نیز عنایہ[20] سے آتا ہے کہ صحیح قول ابو یوسف ہے غایۃ[21] البیان میں اسی کو ہمارے ائمہ سے ظاہر الروایۃ بتایا غایہ و عنایہ و بنایہ نے شرح طحاوی[22] امام اسبیجابی سے اس کی تائید کی اس کے خلاف یعنی اعتبار اوصاف کو امام کرخی[23] وغیرہ اکابر نے خلاف صحیح بتایا بنایہ[3] میں ہے الروایۃ الصحیحۃ بخلافہا (روایت صحیحہ اس کے خلاف ہے۔ ت) اُسی میں ہے صحۃ الروایۃ بخلافہ کذا عن الکرخی[4] اھ (صحتِ روایت اس کے خلاف ہے ایسا ہی کرخی سے ہے۔ ت)

اقول اس نسبت و تصحیحات و ترجیحات کے یہ معنے نہیں کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی اس کے قائل نہیں بلکہ یہ کہ امام ابو یوسف صرف اسی کو اعتبار فرماتے ہیں اور امام محمد اس کے ساتھ غلبہ اوصاف کو بھی ورنہ غلبہ بحسب اجزاء جس معنی پر لیا گیا جن کی تفصیل بحولہ تعالٰی آتی ہے وہ سب بلا شبہ سب کو تسلیم ہیں۔

فلا تغرنک المقابلۃ الواقعۃ فی قول الفتح ان محمدا یعتبرہ باللون وابا یوسف بالاجزاء وقول الاجناس فی نمرۃ ۱۰۷ محمد یراعی لون الماء وابو یوسف غلبۃ الاجزاء الا تری الی قول العنایۃ محمد یعتبر الغلبۃ باللون ثم الطعم ثم الاجزاء والصحیح قول

فتح کے کلام میں امام محمد اور امام ابو یوسف کے اقوال کا مقابلہ تجھے دھوکا میں مبتلا نہ کرے کہ امام محمد رنگ کا اور امام ابو یوسف اجزاء کا اعتبار کرتے ہیں، اور اسی طرح الاجناس کا قول کہ نمبر ۱۰۷ میں مذکور ہوا کہ امام محمد پانی کے رنگ کا اور امام ابو یوسف اجزاء کے غلبہ کی رعایت کرتے ہیں کیونکہ آپ نے دیکھا کہ عنایہ

---

[1] جامع الرموز باب المیاہ مطبع الاسلامیہ گنبد ایران ۱/۴۶
[2] الجوہرۃ النیرۃ کتاب الطہارۃ مطبع امدادیہ ملتان ۱/۱۴
[3] البنایۃ شرح الہدایۃ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء الامدادیہ مکۃ المکرم ۱/۱۸۹
[4] فتح القدیر " " " نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۵

marfat.com
Marfat.com

ابی یوسف لان الغلبة بالاجزاء غلبة حقیقیة اذ وجود المرکب باجزائه فکان اعتبارہ اولی[1] اھ وھی الضابطة التی مشی علیھا ملك العلماء والامام الاسبیجابی رحمھما اللّٰہ تعالٰی کما مر ویاتی تفصیلہ ان شاء اللّٰہ تبارك وتعالٰی فافھم وتثبت۔

کا قول ہے کہ امام محمد رنگ پھر ذائقہ اور پھر اجزاء کے غلبہ کا اعتبار کرتے ہیں اور صحیح امام یوسف کا قول ہے کیونکہ غلبہ اجزاء کے اعتبار سے ہوتا ہے کیونکہ مرکب کا وجود اجزاء سے حاصل ہوتا ہے لہذا اس غلبہ کا اعتبار اولٰی ہے، اور یہی وہ ضابطہ ہے جس کو ملك العلماء اور امام اسبیجابی رحمہما اللہ نے اپنایا ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اور اس کی تفصیل ان شاء اللہ تبارک و تعالٰی آئندہ بھی آرہی ہے سمجھو اور قائم رہو۔ (ت)

رہا غلبہ بحسب مقاصد جسے اس کے لازم اعم زوال اسم سے تعبیر کرتے ہیں اس پر اجماع بھی ظاہر

کما مر مرارا منھا فی نمرة ۲۸۰ وان الامام الزیلعی قد نص علیہ وان اغفلہ فی ضابطتہ وان الخلاف انما کان فی نبیذ التمر لاجل النص علی خلاف القیاس ثم انقطع برجوع الامام ویاتی قول الحلیة۔

جیسا کہ متعدد بار نمبر ۲۸۰ میں گزرا، اور امام زیلعی نے اس پر نص کی ہے اگرچہ انہوں نے ضابطہ میں غفلت سے کام لیا ہے اور بیشک نبیذ تمر میں اس کا خلاف ہے تو اس لیے کہ اس بارے میں مخالفِ قیاس نص وارد ہوئی ہے اور یہ خلاف بھی امام ابوحنیفہ کے رجوع کی وجہ سے ختم ہوگیا، اور حلیہ کا قول آئے گا۔ (ت)

بالجملہ ان تین پر اجماع میں شک نہیں اور یہاں تینوں طور پر اُس کی تفسیر کی گئی۔

غلبۂ طبع قدوری و ہدایہ سے گزرا غلب علیہ غیرہ فاخرجہ عن طبع الماء[2] (پانی کو غیر کے غلبہ نے اس کو طبیعت سے خارج کردیا۔ ت) ملتقی الابحر سے لا بماء خرج عن طبعہ بغلبة غیرہ[3] (نہ ایسے پانی سے جو غیر کے غلبہ کی وجہ سے اپنی طبیعت سے خارج ہوچکا ہو۔ ت) غرر و نور الایضاح سے لا بماء زال طبعہ بغلبة غیرہ[4] (ایسے پانی سے وضو جائز نہیں جس کی طبیعت غیر کے غلبہ کی وجہ سے ختم ہوچکی ہو۔ ت) ہدایہ سے نمبر ۱۰۷ میں الا ان یغلب علی الماء فیصیر کالسویق المخلوط[5] (مگر وہ چیز پانی میں مل کر غالب ہوجائے

---

[1] العنایة مع الفتح القدیر	باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء	مطبعہ نوریہ رضویہ سکھر	۱/۶۳
[2] الہدایة	" " "	مطبع عربیہ کراچی	۱/۱۸
[3] ملتقی الابحر	فصل تجوز الطہارة بالماء المطلق	مطبعہ عامرہ مصر	۱/۲۸
[4] نور الایضاح	کتاب الطہارت	مطبعہ علیمیہ لاہور	ص ۳
[5] الہدایة	الماء الذی یجوز بہ الوضوء	مطبعہ عربیہ کراچی	۱/۱۸

Marfat.com

تو حکم مخلوط ستوؤں کی طرح ہوگا۔ت) نیز غنیہ سے مالم یغلب علیہ بان اخرجہ عن رقتہ[1] (وضو جائز ہے جب تک غیر نے اس پر غلبہ پاکر رقت سے خارج نہ کردیا ہو۔ت) نیز ذخیرہ وتتمہ وحلیہ سے یغلب علی الماء حتی تزول بہ الرقۃ[2] (وہ چیز پانی پر اس طرح غالب ہوجائے کہ پانی کی رقت زائل ہوجائے۔ت) نمبر ۱۱۹ میں خانیہ سے ان غلبتہ الحمرۃ وصار متماسکا لایجوز[3] (اگر پانی پر سرخی غالب ہوگئی اور وہ گاڑھا ہوگیا تو وضو جائز نہیں۔ت) نیز خلاصہ سے ان غلب علیہ الحمرۃ وصار نشاستج لایجوز[4] (اگر اس پر سُرخی غالب ہوگئی اور وہ نشاستہ کی طرح ہوگیا تو وضو جائز نہیں۔ت)

غلبہ مقاصد نمبر ۱ میں حلیہ وتتمہ وذخیرہ سے قول امام ابی یوسف گزرا ان غلب علی الماء حتی یقال ماء البابونج والاٰس لایجوز[5] (اگر پانی پر اس طرح غلبہ ہوجائے کہ اس کو بابونہ کا عرق یا جوس کہا جائے تو وضو جائز نہیں۔ت) نمبر ۳۰ میں قول ملک العلماء اذا خالطہ علی وجہ زال عنہ اسم الماء بان صار مغلوبا بہ[6] (جب پانی پر اس طرح غلبہ پاتے ہوئے ملے کہ اس کا نام پانی نہ رہے۔ت) عنایہ، بنایہ، غایۃ البیان میں ہے وان اراد بالاشربۃ الحلو المخلوط بالماء کالدبس والشہد المخلوط وبہ من الخل الخل المخلوط بالماء کانت نظیر[عہ] ماء غلب علیہ غیرہ[7] (اگر شربت سے مراد پانی میں مخلوط میٹھا ہو جیسا کھجور کا شیرہ اور شہد پانی ملا ہوا ہو، اور سرکہ سے مراد وہ جس میں پانی ملا ہو تو یہ پانی پر غیر کے غلبہ کی نظیر ہوگی۔ت) یونہی مجمع الانہر

عہ اقول لکن ھذا صحیح علی ما حملنا علیہ لاعلی ما حملوا لان عبارۃ الھدایۃ

اقول لیکن یہ ہمارے بیان کردہ محمل پر درست ہے ان کے محل پر درست نہیں، کیونکہ ہدایہ کی عبارت

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] غنیۃ المستملی	احکام المیاہ	سہیل اکیڈمی لاہور	ص ۹۱
[2] فتاوٰی ذخیرہ			
[3] فتاوٰی قاضی خان	فیما لایجوز بہ التوضی	نولکشور لکھنؤ	۱/۹
[4] خلاصۃ الفتاوٰی	الماء المقید	"	۱/۸
[5] حلیہ			
[6] بدائع الصنائع	الماء المقید	سعید کمپنی کراچی	۱/۱۵
[7] عنایۃ مع القدیر	الماء الذی یجوز بہ الوضوء	نوریہ رضویہ سکھر	۱/۶۲

marfat.com
Marfat.com

میں فوائد سے ہے جعل المصنف الاشربۃ والخل مثالین لما غلب علیہ غیرہ فیکون المراد من

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بما غلب علیہ غیرہ فاخرجہ عن طبع الماء[1] اھ والشھد والدبس لایخلطان فی الاشربۃ بحیث یخرجان الماء عن رقتہ وان فرض فکیف یستقیم ھذا فی الخل فالصواب ما افاد فی الغایۃ اخرا وفی العنایۃ والبنایۃ اولا انہ وان اراد بھا الاشربۃ المتخذۃ من الشجر کشراب الرمان والحماض و بالخل الخل الخالص کانا من نظیر المعتصر من الشجر والثمر[2] اھ وقد نص علی

یُوں ہے وُہ پانی جس پر غیر غالب ہوجائے اور وہ پانی کو اس کی طبیعت سے نکال دے اھ جبکہ شہد اور شیرہ کو پانی میں ملائیں تو ان کے ملنے میں پانی اپنی رقت سے خارج نہیں ہوتا اور بالفرض یہ مان لیا جائے تو سرکہ میں یہ بات کیسے درست ہوگی (کیونکہ سرکہ خود رقیق ہے پانی کی رقت کو ختم نہیں کرتا) لہذا غایۃ میں آخری اور عنایۃ اور بنایۃ میں اول جو مفاد حاصل ہوا وہ درست ہے کہ اگر شربت سے انار کا یا لیموں وغیرہ کا جوس مراد ہو اور سرکہ سے خالص سرکہ

(باقی برصفحہ آیندہ)

عہ اقول والعجب من الفاضل قرہ باغی فی حاشیۃ صدر الشریعۃ استظھر مالا یصح واعرض عن نص صدر الشریعۃ الصحیح کانہ یرید الرد علیہ فقال الظاھر ان المراد من قول المصنف کالاشربۃ الاشربۃ التی تتخذ من الدبس والشھد والسکر یخلطھا مع الماء فحینئذ یکون قولہ کالاشربۃ نظیر ما زال طبعہ بغلبۃ غیرہ اجزاء وقولہ ماء الباقلاء والمرق نظیر ما زال طبعہ بالطبخ اھ وفیہ کلام من وجوہ اخر لانطیل بھا ۱۲ منہ غفرلہ (م)

عہ اقول فاضل قرہ باغی پر تعجب ہے کہ انہوں نے صدر الشریعۃ کے حاشیہ میں غلط کو ظاہر کیا اور صدر الشریعۃ کی صحیح نص سے اعراض کیا جس سے انہوں نے مصنف پر اعتراض کا ارادہ کرتے ہوئے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ مصنف کے قول کالاشربۃ سے مراد وہ شربت ہیں جو شہد، شیرہ اور شکر ملا کر پانی بنایا گیا ہو تو اس صورت میں یہ شربت اس پانی کی نظیر بن جائینگے جس پر غیر کے غلبہ کی وجہ سے اس کی طبع ختم ہوچکی ہو اور مصنف کا قول ماء الباقلاء والمرق اس پانی کی نظیر ہوگی جو پکانے کی وجہ سے طبع ختم کرچکا ہو، اس فاضل کی کلام میں دوسری وجوہ سے اعتراض ہیں جن کے بیان سے ہم کلام کو طویل نہیں کرتے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] الہدایۃ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ۱/ ۱۸

[2] العنایۃ مع فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ۱/ ۶۴

Marfat.com

الاشربة الحلو المخلوط بالماء کالدبس والشہد ومن الخل الخل المخلوط بالماء علی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ذلک فی شرح الوقایة وغیرہ نعم ذھب[1] ھذا عن العلامة ابراھیم الحلبی فی متنہ الملتقی فاسقط ماکان فی اصولہ القدوری والوقایة من ذکر ما اعتصر من شجر او ثمر وابقی فی الامثلة الاشربة والخل وجعل الغلبة باعتبار الطبع حیث قال لا بماء خرج عن طبعہ بغلبة غیرہ او بالطبخ کالاشربة والخل وماء الورد والباقلاء والمرق[1] اھ فلزمہ ما لزم العنایة فی العنایة الاخری بالخل والاشربة وشیئ[2] زائد وھو ماء الورد فلیس قطعا ما خرج عن طبعہ بغلبة غیرہ او بالطبخ وکذلک یرد ھذا علی الفرائد[3] اما ما ردبہ علیہ فی مجمع الانھر اذ قال لاوجہ لان یکون الخل مثالا لما غلب علیہ غیرہ وان کان مخلوطا بالماء فانہ لا یصدق علیہ انہ ماء غلب علیہ غیرہ فان الخل اذا اختلط بالماء والماء مغلوب یقال خل مخلوط بالماء لاماء مخلوط بالخل تدبر[2] اھ فاقول لیس بشیئ[4] اذ لیس الکلام ھھنا فی بقاء اطلاق اسم الماء بل بیان للواقع ان ماء خلط بالخل والخل اکثر لایجوز الوضوء بہ

مراد ہو، تو پھر یہ دونوں شجر وثمر کے جوس کی نظیر ہیں اھ شرح وقایہ وغیرہ میں یہ منصوص ہے، ہاں علامہ ابراہیم حلبی سے یہ بات چھوٹ گئی ہے اور انہوں نے اپنے متن ملتقی میں اس کے اصول قدوری اور وقایہ کی عبارت ہیں ما اعتصر من شجر او ثمر کے ذکر کو ساقط کر دیا اور شربت اور سرکہ کی مثالوں کو باقی رکھا اور غلبہ کو طبع کے اعتبار سے قرار دیا، اور یوں کہا جو پانی اپنی طبع سے غیر کے غلبہ یا پکانے کی وجہ سے خارج ہو چکا ہو تو اس سے وضو جائز نہیں، جیسے شربت اور سرکہ، عرق گلاب و باقلاء اور شوربا اھ تو ان کو عنایہ والی آخری دشواری لازم آئی جس کی وجہ سرکہ، شربت اور مزید عرق گلاب کا ذکر ہے اور یہ قطعاً ایسے پانی نہیں ہیں جو غیر کے غلبہ یا پکانے کی وجہ سے اپنی طبیعت سے یعنی رقت سے خارج ہوئے ہوں اور یہی اعتراض فرائد پر بھی لازم آتا ہے لیکن فرائد پر مجمع الانہر میں جو اعتراض کیا جہاں یہ کہا کہ اس کی کوئی وجہ نہیں کہ سرکہ کو غیر کے غلبہ کی مثال قرار دیا جائے اگرچہ وہ پانی سے مخلوط ہو، کیونکہ جب سرکہ میں پانی ملایا جائے اور پانی مغلوب ہو تو اس کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ ایسا پانی ہے جس پر غیر کا غلبہ ہے کیونکہ سرکہ جب پانی میں ملے اور پانی مغلوب ہو تو کہا جاتا ہے یہ سرکہ ہے جس میں پانی ملایا گیا نہ کہ یہ پانی ہے جس میں سرکہ ملایا گیا تدبر اھ پس اس بارے میں

(باقی برصفحہ آئندہ)

[1] ملتقی الابحر المیاہ التی یجوز بہ الوضوء موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۲۴

[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل تجوز الطہارۃ بالماء المطلق دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۸

marfat.com
Marfat.com

Marfat.com

ما اشیر الیه فی النہایۃ والعنایۃ[1] (مصنف نے شربت اور سرکہ کو غیر کے غلبہ کی مثالیں قرار دیا ہے تو شربت سے مراد پانی سے مخلوط میٹھا ہوگا جیسے شیرہ اور شہد، اور سرکہ سے پانی میں مخلوط سرکہ مراد ہوگا جیسا کہ نہایہ اور عنایہ میں ہے۔ت)

غلبۂ اجزاء کنز سے گزرا لابماء غلب علیہ غیرہ اجزاء[2] (جس پانی پر اجزاء کے لحاظ سے غیر کا غلبہ ہوجائے تو اس سے وضو جائز نہیں ہے۔ت) ہدایہ سے ۱۲۲ میں الغلبۃ بالاجزاء ھو الصحیح[3] (غلبہ میں اجزاء کا اعتبار ہے اور یہی صحیح ہے۔ت) نیز خانیہ سے تعتبر من حیث الاجزاء ھو الصحیح[4] (غلبہ میں اجزا کا اعتبار ہے اور یہی صحیح ہے۔ت) ۱۷ میں منیہ سے الغلبۃ من حیث الاجزاء[5] (غلبہ اجزاء کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ت) ۸۵ میں جواہر الفتاوٰی سے ان غلب اجزاؤھا علی الماء یمنع التوضی[6] (اگر ملنے والی چیز کے اجزاء پانی پر غالب ہوجائیں تو اس سے وضو جائز نہیں ہے۔ت)

بحث دوم غلبۂ اجزاء سے کیا مراد ہے **اقول** یہ صحیح معتمد قول بھی ان تینوں اجمالی باتوں سے تفسیر کیا گیا اُس سے ظاہر تو **کثرت اجزاء** ہے یعنی پانی میں جو چیز ملے پانی سے مقدار میں زائد ہو اور نمبر ۲۶۲ میں گزرا کہ مساوی کا حکم بھی مثل زائد ہے۔

اقول ومن العجب قول العلامۃ میں کہتا ہوں اور مجھے علامہ شامی کے اس قول سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ولاشك انه ماء وقد قلتم والماء مغلوب اما الاسم وقد اشار الیہ المتن اذ عبر عنه بالخل لا بالماء ۱۲ منه غفرله (م)

میں کہتا ہوں کہ یہ درست نہیں ہے کیونکہ یہاں پانی کے نام کے اطلاق کی بقاء کا بیان نہیں ہے بلکہ یہ تو بیان واقع ہے کہ جب پانی سرکہ میں ملے اور سرکہ غالب ہو تو اس سے وضو جائز نہیں ہے، اور بیشک یہ پانی ہے تم نے خود اس میں پانی کا ذکر کیا کہ یہ پانی مغلوب ہے لیکن پانی کے نام کا مسئلہ تو اس کی طرف ماتن نے اشارہ کرتے ہوئے اس کو سرکہ سے تعبیر کیا ہے پانی سے تعبیر نہیں کیا۔ (ت)

---

[1] مجمع الانہر	تجوز الطہارۃ بالماء المطلق	عامرہ مصر	۱/۲۸
[2] کنز الدقائق	باب المیاہ	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/۱۱
[3] الہدایۃ	الماء الذی یجوز بہ الوضو	عربیہ کراچی	۱/۱۸
[4] قاضی خان	فیما لایجوز بہ التوضی	نولکشور لکھنؤ	۱/۹
[5] منیۃ المصلی	فصل فی المیاہ	عزیزیہ کشمیری بازار لاہور	ص ۱۸
[6] جواہر الفتاوی			

Marfat.com

ش التقیید بالمغلوب بناء علی الغالب و الا فقد یمنع التساوی فی بعض الصور کما یاتی[1] اھ وای صورۃ لایمنع فیہ التساوی۔

تعجب ہوا، جس میں انہوں نے پانی کے مغلوب ہونے کی قید پر بحث کرتے ہوئے کہا کہ مغلوب ہونا اکثر حالات کی بنا پر کہا گیا ورنہ بعض صورتوں میں پانی اور اس میں ملنے والی چیز کے مساوی ہونے پر بھی وضو ناجائز ہوتا ہے، جیسے آئندہ آئیگا اھ (تعجب کی وجہ یہ ہے کہ علامہ نے مساوی کو بعض صورتوں میں مانع قرار دیا حالانکہ اجزاء کے لحاظ سے ملنے والی کا غلبہ ہو یا مساوات ہو دونوں کا حکم ایک ہے لہذا غیر کے اجزاء کی مساوات کلی طور پر مانع ہے) اگر علامہ شامی کی نظر میں کوئی مساوات والی مانع نہ بنتی ہو تو وہ کون سی صورت ہے (ت)

غنیہ میں ہے:

(الغلبۃ للماء من حیث الاجزاء) بان تکون اجزاء الماء اکثر من اجزاء المخالط[2]۔

پانی کے اجزا کا غلبہ تب ہوگا جب پانی کے اجزاء اس میں ملنے والی چیز کے اجزا سے زیادہ ہوں (یعنی اگر پانی کے اجزا مساوی ہوں تو پھر پانی مغلوب رہے گا۔ (ت)

خزانۃ المفتین میں ہے:

العبرۃ فیہ لکثرۃ الاجزاء انکان اجزاء الماء اکثر یجوز التوضی بہ والا فلا[3] اھ وھو قطعۃ من الضابطۃ الشیبانیۃ و ستأتی ان شاء اللہ تعالٰی۔

غلبہ میں پانی کے اجزاء اس میں ملنے والی چیز کے اجزا کی کثرت کا لحاظ ہے اگر پانی کثیر ہو تو وضوء جائز ورنہ ناجائز ہے اھ یہ ضابطہ شیبانیہ کا ایک حصہ ہے عنقریب آئیگا ان شاء اللہ تعالٰی (ت)

مجمع الانہر میں ہے:

غلبۃ غیرہ بان تکون اجزاء المخالط ازید من اجزاء الماء وھو قول ابی یوسف لانہ غلبۃ حقیقۃ لرجوعھا الی الذات بخلاف الغلبۃ باللون فانھا راجعۃ الی

غیر کے غلبہ کا مطلب یہ ہے کہ پانی میں ملنے والی چیز پانی سے زاید ہو، یہ امام یوسف کا قول ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل غلبہ وہی ہے جس کا تعلق ذات سے ہو اور اس کے خلاف رنگ کے غلبہ کا تعلق وصف سے

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۳

[2] غنیۃ المستملی باب احکام المیاہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۹۰

[3] خزانۃ المفتین فصل فی المیاہ مسائل السؤر قلمی نسخہ ۱/۹

marfat.com

Marfat.com

الوصف و محمد اعتبر الغلبة باللون فی الصحیح عنہ لان اللون مشاھد۔[1]

ہوتا ہے، امام محمد نے اس کا اعتبار اس لیے کیا کہ وہ نظر آتا ہے۔ (ت)

یہی مضمون ابھی عنایہ سے گزرا، حلیہ میں بحوالہ زاہدی زادالفقہاء سے نیز بنایہ میں ہے:

تعتبر الغلبۃ فی الاجزاء فان کان اجزاء الماء اکثر یجوز والا لا۔[2]

غلبہ میں اجزا کا اعتبار ہے اگر پانی کے اجزا غالب ہوں تو وضو جائز ورنہ نہیں۔ (ت)

جوہرہ نیرہ میں ہے:

الاصح ان المعتبر بالاجزاء وھو ان المخالط اذا کان مائعا فما دون النصف جائز فان کان النصف او اکثر لا یجوز اھ۔[3]

صحیح ترین یہ ہے کہ غلبہ میں اجزا کا اعتبار ہے اگر پانی میں ملنے والی چیز بہنے والی ہو تو اگر وہ نصف سے کم ہو تو اس پانی سے وضو جائز ہے اور اگر وہ ملنے والی چیز برابر ہو یا پانی سے زیادہ ہو تو پھر وضو جائز نہیں۔ (ت)

اقول اراد بالمخالط الممازج وستعرف ان المائع غیر مقصور علی الحکم وان کان الحکم مقصورا علی المائع۔

میں کہتا ہوں پانی میں مخلوط چیز سے مراد وہ صورت ہے جب اس کے اور پانی کے اجزا آپس میں ممتاز نہ رہیں، اور آپ کو عنقریب معلوم ہوگا کہ ہر بہنے والی چیز کا یہ حکم نہیں ہے اگرچہ یہ حکم صرف بہنے والی چیز میں پایا جاتا ہے۔ (ت)

نمبر ۲۶۲ میں بدائع سے گزرا:

تعتبر الغلبۃ فی الاجزاء فان استویا فی الاجزاء قالوا حکمہ حکم الماء المغلوب۔[4]

پانی کے غالب ہونے میں اس کے اجزاء کی کثرت کا اعتبار ہے اگر پانی کے اجزا ملنے والی چیز کے مساوی ہوں تو اس پر فقہاء نے فرمایا کہ ایسی صورت میں پانی مغلوب ہوگا۔ (ت)

اور اہلِ ضابطہ زیلعیہ عموماً یہی کثرتِ اجزاء مراد لیتے ہیں نمبر ۱۱۵ میں مراقی الفلاح وابوالسعود ومنحۃ الخالق سے گزرا: الغلبۃ بالوزن[5] (غلبہ وزن کے اعتبار سے ہوگا۔ ت)

---

[1] مجمع الانہر	فصل تجوز الطہارۃ بالماء المطلق	مطبع عامرہ مصر	۱/۱۸
[2] بنایۃ	باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء الخ	مطبع امدادیہ مکۃ المکرم	۱/۱۹۲
[3] جوہرۃ النیرۃ	کتاب الطہارۃ	مکتبہ امدادیہ ملتان	۱/۱۴
[4] بدائع الصنائع	الماء المقید	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/۱۵
[5] منحۃ الخالق علی البحر	الطہارت	″ ″ ″	۱/۶۹

Marfat.com

غنیہ میں ہے :

المعتبر کون اجزائہ اکثر من اجزاء الماء[1]

معتبر یہ ہے کہ ملنے والی چیز کے اجزاء پانی کے اجزاء سے زیادہ ہوں ۔ (ت)

بحر و طحطاوی میں :

العبرۃ للاجزاء فان کان الماء اکثر جاز وان مغلوبا لا[2]

اعتبار اجزاء کا ہے اگر پانی کے اجزاء زیادہ ہوں تو اس سے وضو جائز ہے اور اگر پانی کے اجزاء مغلوب ہوں تو وضو جائز نہیں ۔ (ت)

درمختار میں :

بالاجزاء فان المطلق اکثر من النصف جاز والا لا[3]

مطلق پانی کے اجزاء اگر نصف سے زیادہ ہوں تو وضو جائز ہے ورنہ نہیں ۔ (ت)

زوالِ رقت سے اس کی تفسیر :

اقول الرقۃ طبع الماء والطبع لازم الاجزاء وغلبۃ الملزوم تلزمھا غلبۃ اللازم فمغلوبیۃ الطبع تدل علی مغلوبیۃ الاجزاء ھذا ما ظھرلی فی توجیہ ھذا التفسیر فافھم فلا یخلو عن مقال فالاولی ان یقال تقیید لا تفسیر ای المراد غلبۃ الاجزاء لا من حیث ذواتھا بل من حیث طبعھا ومقتضی ذاتھا **فانقلت** لم نسبت للاجزاء دون الکل **اقول** لما اعلمناک ان الثخن لتماسک فی الاجزاء والرقۃ لعدمہ ۔

میں کہتا ہوں رقت پانی کی طبیعت ہے اور طبع اجزا کو لازم ہے تو ملزوم کا غلبہ لازم کے غلبہ کو مستلزم ہے تو طبع (رقت) کی مغلوبیت ، اجزاء کی مغلوبیت پر دلالت کرے گی ۔ اس تفسیر میں مجھے یہ سمجھ آئی ہے غور کرو اس میں اعتراض ہے ، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اس کو تفسیر کی بجائے تقیید قرار دیا جائے ، یعنی یوں کہا جائے کہ غلبہ میں اعتبار تو اجزاء کا ہوگا مگر اجزاء کی ذات کا لحاظ نہیں بلکہ ان کی طبیعت کے لحاظ سے غلبہ معتبر ہوگا ۔ اگر تو اعتراض کرے کہ تم نے اجزا کی طبیعت کہہ کر طبیعت کو اجزا کی طرف منسوب کیا ، کُل کی طرف کیوں منسوب نہیں کیا ؟ تو میں جواب دیتا ہوں کہ چونکہ گاڑھا اور غلیظ ہونا اجزاء کی طرف منسوب ہے لہٰذا اس کی ضد (رقیق ہونا) بھی اجزاء

---

[1] غنیۃ المستملی — احکام المیاہ — سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۹۱
[2] بحر الرائق — کتاب الطہارۃ — سعید کمپنی کراچی — ۱/۶۹
[3] درمختار — باب المیاہ — مجتبائی دہلی — ۱/۳۴

marfat.com
Marfat.com

کی طرف منسوب ہوگا (جبکہ یہ رقت ہی پانی کی طبیعت ہے)۔(ت)

وقایہ واصلاح سے گزرا :

لا بماء زال طبعہ بغلبۃ غیرہ اجزاء [1] غیر کے اجزاء کے غلبہ کی وجہ سے جس پانی کی طبع زائل ہوچکی ہے اس سے وضو جائز نہیں (ت)

دونوں شرحوں سے گزرا : ھو الرقۃ والسیلان [2] (طبع رقت وسیلان ہے۔ ت) ۱۰۷ میں حلیہ وتمرہ ذخیرہ سے گزرا : الغلبۃ من حیث الاجزاء بحیث تسلب رقۃ الماء [3] (غیر کا اجزاء کے لحاظ سے ایسا غلبہ جس سے رقت ختم ہوجائے۔ ت) شلبیہ میں نبع سے ہے :

المراد بغلبۃ الاجزاء ان تخرجہ عن صفتہ الاصلیۃ بان یثخن لا الغلبۃ باعتبار الوزن [4]

اجزاء کے اعتبار سے غلبہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ پانی کو صفت اصلیہ سے نکال دے کہ وہ گاڑھا ہوجائے نہ کہ وزن میں غلبہ ہوجائے۔ (ت)

ارکان اربعہ میں ہے :

الغلبۃ بالاجزاء بان تذھب رقۃ الماء [5]

اجزاء کا غلبہ یہ ہے کہ اس کی وجہ سے پانی کی رقت ختم ہوجائے۔(ت)

غایہ وبنایہ میں ہے :

الخلط یعتبر فیہ الغلبۃ بالاجزاء فان کانت اجزاء الماء غالبۃ ویعلم ذلک ببقائہ علی رقتہ جاز الوضوء بہ وان کانت اجزاء المخلوط غالبۃ بان صار ثخینا زال عنہ رقتہ الاصلیۃ لو یجز اھ [6]

پانی میں مخلوط چیز کا غلبہ یہ ہے کہ اس کے اجزا غالب ہوں اگر پانی کے اجزا کا غلبہ ہو جو پانی کی رقت سے معلوم ہوتا ہے تو وضو جائز ہے ورنہ اگر ملنے والی چیز کے اجزاء کا غلبہ ہو جو پانی کے گاڑھا ہونے سے معلوم ہوتا ہے جبکہ پانی کی رقتِ اصلیہ ختم ہوجائے تو وضو ناجائز ہے اھ (ت)

---

[1] و [2] شرح وقایہ | فیما یجوز بہ الوضو | رشیدیہ دہلی | ۸۵/۱
[3] حلیہ
[4] شلبیہ علی التبیین | کتاب الطہارۃ | الامیریہ مصر | ۲۰/۱
[5] رسائل الارکان | فصل المیاہ | یوسف فرنگی محلی لکھنؤ | ص ۲۴
[6] العنایۃ مع الفتح | الماء الذی یجوز بہ الوضوء | نوریہ رضویہ سکھر | ۶۴/۱

Marfat.com

اقول لکن الاکمل ذکر بعدہ فی تصحیح قول الثانی ما تقدم فی البحث الاول ان وجود المرکب باجزائه فاعتبارها اولی فهذا یمیل الی ان المراد کثرة الاجزاء کما افصح به فی مجمع الانهر لان الترکیب منها لا من طبائعها وانما الطبع وصف لازم فان اعتبرت من حیث اوصافها لم یتم نفی قول الامام الثالث فان فرق باللازم والعارض فعلی تمامیته هو بحث اٰخر غیر الترجیح بان ھذہ حقیقیة ذاتیة وتلک مجازیة عرضیة ھذا وقال فی البحر ذکر الحدادی ان غلبة الاجزاء فی الجامد تکون بالثلث وفی المائع بالنصف اھ[1] قال عبد الحلیم لعله امتحنه فوجدہ یصیر مغلوبا بالقدر المذکور فعینه کما شرح المقدسی اھ[2]

میں کہتا ہوں مگر اس کے بعد اکمل نے دوسرے قول کی تصحیح میں ذکر کیا ہے جو پہلے بحث اول میں گزر چکا ہے کہ مرکب کا وجود اس کے اجزا سے حاصل ہوتا ہے لہٰذا غلبہ میں اجزا کا اعتبار بہتر ہے، اس سے غلبہ میں کثرت اجزار کا اعتبار بہتر ہے، اس سے غلبہ میں کثرتِ اجزا کا رُجحان پایا جاتا ہے، جیسا کہ مجمع الانہر میں اس کو بیان کیا ہے، کیونکہ ترکیب اجزا سے حاصل ہوتی ہے نہ کہ طبع سے طبع تو ایک وصف اس کو لازم ہے اگر اوصاف کے لحاظ سے غلبہ کا اعتبار کیا جائے تو امام محمد کے قول کی نفی تام نہ ہوگی (جو کہ رنگ، بُو اور ذائقہ جیسے اوصاف سے غلبہ کا اعتبار کرتے ہیں) اگر طبع اور دیگر اوصاف میں یہ فرق کیا جائے کہ طبع پانی کے لیے وصف لازم اور رنگ وغیرہ وصف عارض ہیں تو یہ ترجیح سے ہٹ کر ایک نئی بحث ہو جائے گی کہ طبیعت پانی کی حقیقتِ ذاتیہ ہے اور دوسرے اوصاف مجازی اور عرضی ہیں، اس کو محفوظ کرو، اور بحر میں یہ ذکر ہے کہ حدادی نے کہا ہے کہ جامد میں اجزاء کا غلبہ ایک تہائی سے ہو جاتا ہے اور بہنے والی چیز کا پانی میں غلبہ نصف (مساوی) سے ہو جاتا ہے اھ اس پر عبد الحلیم نے کہا ہو سکتا ہے کہ شاید انہوں نے تجربہ کیا ہو اور جامد کی مذکورہ مقدار کے ملنے پر پانی مغلوب ہوا ہو اس لیے انہوں (حدادی) نے اس ایک تہائی کو مقرر کر دیا جیسا کہ مقدسی کی شرح میں ہے اھ۔ (ت)

اقول ملحظه الی ما وفق به فی البحر بین ھذین القولین بانه ان کان المخالط جامدا فغلبة الاجزاء فیه بثخونته وان کان مائعا فالماء فغلبة الاجزاء فیه

میں کہتا ہوں اس کا خلاصہ یہ ہے جو بحر میں ان دونوں قولوں میں موافقت پیدا کرتے ہوئے کہا کہ پانی میں ملنے والی چیز جامد ہو تو پھر اس کے اجزا کے غلبہ کا مطلب پانی کا گاڑھا ہونا ہے اور وہ چیز

---

[1] البحر الرائق — کتاب الطہارت — سعید کمپنی کراچی — ۱/۷۰

[2] حاشیۃ الدرر للمولیٰ عبد الحلیم — فرض الوضو — مکتبہ عثمانیہ مصر — ۱/۱۸

marfat.com
Marfat.com

بالقدر اھ[1] وکانہ رأی ان الثخن لایحصل مالم یکن الجامد نصف الماء فقدرہ بالثلث واللہ تعالٰی اعلم۔

بہنے والی پانی کے موافق ہو تو اس کے غلبہ کا مطلب اس کی مقدار کا غلبہ ہے اھ گویا کہ حدادی نے یہ سمجھا کہ جب پانی میں جامد نصف برابر ہونے پر پانی مکمل گاڑھا ہوجاتا ہے تو ایک تہائی سے ضرور غلبہ ہوجاتا ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

اقول تقییدہ بالموافقۃ لاتباع الضابطۃ ولا تنس ما قدمنا ان الرقۃ ربما تزول بامتزاج مائع ایضا اذا کان ذاجرم فالتوزیع غیر مسلم وبہ ظہر ما قدمنا تحت قول الجوہرۃ۔

میں کہتا ہوں کہ بحر کا یہ کہنا بہنے والی چیز پانی کے موافق ہو محض ضابطہ کے لحاظ سے ہے، یہ بات نہ بھولنا کہ ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں کہ کبھی پانی کی رقت ایسے مائع (بہنے والی) سے زائل ہوجاتی ہے جو جرم والی ہو، لہٰذا بحر کی مذکورہ تقسیم غیر مسلّم ہے اسی سے وہ بات واضح ہوگئی جو ہم نے جوہرہ کے قول کے تحت کہی تھی۔ (ت)

زوال اسم سے تفسیر، ۱۲۲ میں فتح وحلیہ سے گزرا۔

صرح فی التجنیس ان من التفریع علی غلبۃ الاجزاء قول الجرجانی اذا طرح الزاج فی الماء جاز الوضوء ان کان لاینقش اذا کتب والا فالماء ھو المغلوب اھ[2] **فان قلت** ای نظر ھھنا الی الاجزاء حتی یسمی غلبۃ من حیث الاجزاء **اقول** بلی لابد لصلاحیۃ النقش او الصبغ بازاء قدر معلوم من الزاج او العفص او الزعفران والعصفر قدر مخصوص من الماء حتی لوطرح فیہ اقل من القدر او ھذا القدر فی اکثر منہ لم ینقش ولم

تجنیس میں تصریح کی ہے کہ غلبہ اجزاء کی ایک تفریع جرجانی صاحب کا یہ قول ہے کہ جب پانی میں زاج (سیاہی) ڈالی جائے تو اگر لکھائی میں اس سے نقوش ظاہر نہ ہوں تو وضو جائز ہے ورنہ پانی مغلوب ہوگا اھ اگر تو اعتراض کرے یہاں اجزاء کا اعتبار کیسے ہوا جس کی بنا پر یہ کہا جائے کہ یہ اجزا کے لحاظ سے غلبہ ہے (تو میں اس کے جواب میں) کہتا ہوں کہ کتابت میں نقوش ظاہر ہونے کی صلاحیت زاج، عفص، زعفران اور عصفر کی ایک خاص مقدار پانی میں ملانے سے حاصل ہوتی ہے اگر اس مقدار سے کم پانی میں ملائی جائے یا اتنی مقدار زیادہ پانی میں ملادی جائے تو کتابت میں رنگ ونقوش

---

[1] بحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۹
[2] ایضاً

Marfat.com

يصبغ فكانت اجزاؤها مغلوبة بالماء اذ لم تعمل فيه بخلاف ما اذا اصلح فقد غلبته اذ غيرته۔

ظاہر نہ ہوں گے لہذا پانی غالب ہوگا اور اگر ان مذکورہ چیزوں کے ملانے سے کتابت کا عمل درست ہو جائے تو معلوم ہوگا کہ پانی مغلوب ہے اور ان مذکورہ چیزوں کے اجزا غالب ہوگئے۔ (ت)

بحث سوم ان میں کس معنے کو ترجیح ہے **اقول** ان میں تنافی نہیں دوشاب خرما کہ پانی میں برابر سے زیادہ ممتزج ہو وہاں کثرت اجزا اور زوال طبع و زوال اسم سب کچھ ہے پھر زوال اسم ان دونوں اور ان کے غیر کو بھی شامل ظاہر ہے کہ رقت نہ رہے تو پانی نہ کہلائے گا کیچڑ کو کوئی پانی نہیں کہتا اور اگر جنس دیگر برابر یا زائد مل جائے تو ارتفاع نام اظہر ہے کما تقدم قبیل الاضافات وفی نمرۃ ۲۶۲ (جیسا کہ اضافات کی بحث سے ذرا پہلے اور نمبر ۲۶۲ میں گزرا۔ ت) تو اس کا اعتبار دونوں سے معنی اور سب صورتوں کو جامع تو قول امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ میں اسی کا ارادہ الیق وانسب کہ محیط صور و ضابطہ کلیہ ہو تعریف مطلق میں کہ چار سبب منع بیان ہوئے تھے سب اس میں آگئے ولہذا امام زیلعی نے فرمایا بزوال الاسم ھو المعتبر فی الباب (نام کا ختم ہو جانا ہی اس بارے میں معتبر ہے۔ ت) حلیہ سے آتا ہے کہ یہی تمام اقوال کا مرجع ہے و للہ الحمد وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا محمد و اٰلہ وصحبہ وسلم۔

طبخ باغیر یہاں دو بحثیں ہیں:

بحث اول طبخ کی حقیقت اور یہ کہ اُس کے صدق کو کیا کیا درکار **اقول** وباللہ التوفیق اسی میں چند امور کا لحاظ ضرور:

---

[1] **اقول** وبہ ظہر ان قصر التفسیر علی کثرۃ الاجزاء کما توھمہ عبارۃ الغنیۃ ومجمع الانھر والجوھرۃ وغیرھا او علی زوال الطبع کما توھمہ عبارۃ المنبع وغیرھا لیس کما ینبغی وعلی ھذا یحمل ما فعل فی العنایۃ والبنایۃ وغیرھما من التفسیر مرۃ بھذا ومرۃ بذاک ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

میں کہتا ہوں کہ غلبہ کی تفسیر میں صرف کثرۃ الاجزا کو ذکر کرنا جیسا کہ غنیہ، مجمع الانہر اور جوہرہ وغیرہ کی عبارات سے وہم ہوتا ہے یا صرف زوالِ طبع کو سمجھنا جیسا کہ منبع وغیرہ کی عبارت سے وہم ہو سکتا ہے، درست نہیں ہے بنایہ اور عنایہ میں غلبہ کی تفسیر کبھی یُوں اور کبھی یوں کی گئی ہے ذکر غلبہ کی مواقع کے لحاظ سے تفاسیر مختلف ہیں) اس کی یہی وجہ ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

marfat.com

Marfat.com

(۱) تنہا پانی کا جوش دینا پکانا نہیں کہا جاتا جب تک اُس میں کوئی اور چیز نہ ڈالی جائے سادات ثلثہ ابو السعود ازہری علی مسکین پھر طحطاوی پھر شامی میں ہے:

الطبخ یشعر بالخلط والا فمجرد تسخین الماء بدون خلط لا یسمی طبخا[1] اھ زاد الشامی ای لان الطبخ ھو الانضاج استواء عـہ قاموس[2] اھ ای ومعلوم ان الماء لا ینضج **اقول** وعلیہ

کہ "پکنا" خلط کرنے سے عبارت ہے اگر صرف پانی گرم کیا جائے اور اس میں کسی چیز کا خلط نہ ہو تو اس کو پکنا نہیں کہیں گے اھ اس پر شامی نے یہ زیادہ کیا اور کہا "پکنا مکمل طور پر پک کر اور بھُن کر تیار ہونے کو کہتے ہیں" قاموس

عـہ **اقول** فھمہ رحمہ اللہ تعالٰی بالسین المھملۃ فاقتصر علیہ وصوابہ بالمعجمۃ وتمامہ واقتدار ای کما فی القاموس فالاشتواء الشیّ ومنہ الشواء ویکون بلا ماء والاقتدار من القدر بالکسر ای الطبخ فی القدر قال فی القاموس القدار الطابخ فی القدر کالمقتدر[3] قال فی تاج العروس یقال اقتدر وقدر مثل طبخ واطبخ ومنہ قولھم اتقتدرون ام تشتوون[4] اھ ومعنی النضج ھو الادراک کما فی القاموس ویؤدی مؤداہ الاستواء بالمھملۃ فلذا ذھب الیہ وھلا رحمہ اللہ تعالٰی ولو لم یعد نظرہ الی قولہ واقتدار ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

میں کہتا ہوں کہ علامہ شامی نے "استواء" کو س مہلہ سے سمجھا لہٰذا یوں بیان کر دیا اور صحیح یہ ہے کہ یہ ش معجمہ کے ساتھ "اشتواء" ہے اور قاموس میں مکمل یوں ہے "اشتواء" و اقتدار" ہے، الاشتواء، الشیّ، اور اسی سے الشواء ہے بغیر پانی بھُنی ہوئی چیز کو کہتے ہیں۔ الاقتدار، قِدر، کسرہ کے ساتھ ہے جس کا معنی ہانڈی میں پکانا ہے۔ قاموس میں بیان ہے القدار ہانڈی میں پکانے والا، جیسے کہ المقتدر کا یہی معنی ہے۔ تاج العروس میں ہے اِقتدر اور قَدَر، طَبَخ اور اطبخ کی طرح ہے۔ اسی لفظ سے عرب کہتے ہیں اتقتدرون ام تشتوون یعنی ہانڈی میں پکاؤ گے یا خشک بھُونو گے اھ اور النضج کا معنی "تیار ہونا" ہے جیسا کہ قاموس میں ہے الاستواء (س مہلہ) بھی یہی معنی دیتا ہے اس لیے علامہ شامی رحمہ اللہ کا خیال "الاستوا" کی طرف گیا اور انہوں نے بعد والے لفظ "اقتدار" کی طرف توجہ نہ فرمائی ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] فتح المعین — اکل الطعام المتغیر — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۶۳
[2] رد المحتار — باب المیاہ — مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۳۵
[3] القاموس المحیط باب الراء فصل القاف مصطفی البابی مصر ۱۱۶/۲ [4] تاج العروس بیروت ۳/ ۴۸۳

Marfat.com

قول الوقایۃ والنقایۃ والوافی والکنز والملتقی والغرر والتنویر ونور الایضاح وکثیرین لایحصون اذ اقتصروا علی ذکر الطبخ ولم یقید وابکونہ مع غیرہ لانہ قد انفہم من نفس اللفظ فمن التجرید لاجل التوضیح قول الاصلاح اوتغیر بالطبخ معہ والھدایۃ فان تغیر بالطبخ بعد ماخلط بہ غیرہ و بہ یضعف ما فی العنایۃ و البنایۃ انما قید بہ ای بالخلط لان الماء اذا طبخ وحدہ و تغیر جاز الوضوء بہ[1] اھ وما فی الحموی علی قول مسکین ای تغیر بسبب الطبخ بخلط طاھر الخ انہ اشار بھذہ الزیادۃ الی اصلاح کلام المصنف لان مجرد الطبخ دون الخلط لایکون مانعا[2] اھ وقد تعقبہ السید الازھری بما مر فاصاب واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

اھ یعنی یہ بات معلوم ہے کہ پانی بھُن کر تیار نہیں ہوتا، میں کہتا ہوں اسی بنیاد پر وقایہ، نقایہ، وافی، کنز، ملتقی، غرر، تنویر، نورالایضاح اور بے شمار لوگوں نے صرف طبخ کو ذکر کرکے یہی معنی مراد لیا ہے جبکہ اس کے ساتھ کسی دوسری چیز کے پکنے کا ذکر نہ کیا، کیونکہ خود لفظ سے یہ معنی سمجھ آتا ہے، اور اصلاح کے قول تغیر بالطبخ معہ (دوسری چیز کے ساتھ پک کر متغیر ہوجائے) اور ہدایہ کے قول "غیر کے ساتھ مل کر پکے اور متغیر ہوجائے (جہاں طبخ ذکر کرنے کے باوجود اس کے ساتھ خلط کا ذکر کیا گیا) کو وضاحت کے لیے تجرید قرار دیں گے (یعنی طبخ کو خلط کے معنی سے خالی کرنے کے بعد خلط کو ذکر کیا ہے) اور اسی معنی کی بنا پر عنایہ اور بنایہ کے اس قول کو ضعیف قرار دیا گیا ہے جس میں انہوں نے طبخ کو خلط کے ساتھ ذکر کرنے کو قید قرار دیا اور کہا کہ طبخ کو خلط کے ساتھ مقید کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر پانی اکیلا پکایا جائے اور متغیر ہوجائے تو اس سے وضو جائز ہے اھ (یہ تضعیف اس لیے کہ خلط' طبخ کے معنی کا جز ہے اس کو قید بنانا درست نہیں) اور اسی بنا پر مسکین کے قول "کسی پاک چیز کے ساتھ پکنے سے پانی میں تغیر الخ" پر حموی کے اس قول کو ضعیف قرار دیا گیا ہے جس میں انہوں نے کہا کہ مسکین نے طبخ کے ساتھ غیر کے خلط کا ذکر کرکے مصنف کے کلام کو درست کیا ہے کیونکہ خلط کے بغیر طبخ، وضو سے مانع نہیں ہے' حموی کے اس قول پر سید ازہری نے یہی اعتراض کیا اور درست کیا واللہ تعالٰی اعلم بالصواب (ت)

(۲) جو چیز آگ پر رکھی جائے بالطبع نرم ہو کہ آگ کا اثر جلد قبول کرسکے جس سے اس کے اجزاء متخلخل ہوجائیں پہلے جو صلابت تھی باقی نہ رہے خامی جاکر استعمال مطلوب کے لیے مہیا ہوسکے لوہے یا پتھر کنکر کو تنہا یا پانی میں

---

[1] العنایۃ مع فتح القدیر الماء الذی یجوز بہ الوضوء نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۴
[2] فتح المعین اکل الطعام المتغیر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۳

marfat.com
Marfat.com

ڈال کر آگ پر رکھنے کو پکانا نہ کہیں گے وھذا حاصل بنفس مدلول الانضاج کما لایخفی (اور یہی حاصل ہے مکمل طور پر پکنے کا، جیسا کہ مخفی نہیں ۔ ت)

(۳) صرف اُس شے کا یہ قابلیت رکھنا کافی نہیں یہاں کہ آگ پر رکھی جائے کہ یہ امور بالفعل حاصل ہوجائیں اگر پہلے ہی جُدا کرلی گئی پکانا نہ کہیں گے بلکہ کچا رکھنا ۔

(۴) بعد حصول آتنی دیر نہ ہو کہ زائل ہوجائیں اگر اثر نار اور بڑھا کہ استعمال مطلوب کی صلاحیت سے نکل گئی تو پکانا نہ کہیں گے بلکہ جلانا وھذا التوسط ھو الانضاج (یہ واسطہ وہ تیار ہونا ہے ۔ ت)

(۵) پکانے کو ضرور ہے کہ وُہ شے مقصود ہو اگر پانی میں جوش دینے سے مقصود صرف پانی ہے مثلاً اس کی اصلاح و رفع غائلہ وغیرہ کے لیے دوسری شے کا صرف اثر لے کر پھینک دینا تو اسے اس چیز کا پکانا نہ کہیں گے زخم دھونے کے لیے پانی میں نیم ڈال کر جوش دینے کو نہ کہا جائے گا کہ نیم کے پتے پار یک رہے ہیں۔

تنبیہ پانی میں پکانے سے کبھی پانی بھی مقصود ہوتا ہے جیسے شوربا دار گوشت مگر یہ طبخ کے لیے لازم نہیں جیسے پانی میں شنجرف پکاتے نشاستہ کے لیے گیہوں آش کے لیے جَو اور وُہ پانی پھینکے اور یہ چھچھ بدلے جاتے ہیں اما ما فی المغرب قال الکرخی الطبیخ مالہ مرق وفیہ لحم اوشحم فاما القلیۃ الیابسۃ ونحوھا فلا[1] اھ (مغرب میں ہے کرخی نے فرمایا طبیخ وہ ہے جس میں شوربا اور اس کے ساتھ گوشت اور چربی ہو لیکن خالص مشک بھونی ہوئی چیز وغیرہ کو طبیخ نہیں کہا جائیگا ۔ ت)

فاقول فی خصوص اللفظ لاعموم الطبخ کالشریب لماء لیس فیہ عذوبۃ وقد یشرب علی مافیہ والشروب ادون منہ ولا یشرب الا ضرورۃ کما فی التاج عن التھذیب عن ابی زید قال ومثلہ حکاہ صاحب کتاب المعالم وابن سیدۃ فی المخصص والمحکم[2] اھ فھو فی خصوص اللفظین لا فی الشرب الشراب وسائر مشتقاتہ ۔

پس میں کہتا ہُوں خاص طبیخ لفظ کے بارے میں یہ قول ہے ورنہ عام طبخ میں یہ خصوصیت نہیں، جیسا کہ شریب خاص ایسے مشروب کو کہا جاتا ہے جس میں میٹھا نہ ہو حالانکہ میٹھا بھی مشروب ہوتا ہے اور لفظ شروب اس سے بھی کم درجہ ہوتا ہے جس کو صرف ضرورت کے وقت پیا جاتا ہے اس کو تاج العروس میں تہذیب کے حوالہ سے ابوزید سے نقل کیا اور اس نے کہا کہ اس کو کتاب المعالم اور ابن سیدہ نے مخصص اور محکم میں بیان کیا ہے اھ لہٰذا یہ خاص معانی لفظِ "شریب" اور "شروب" کے بارے میں ہیں اس مادہ سے دوسرے مشتقات شرب، شراب وغیرہ کے لیے یہ خصوصیات نہیں ہیں ۔ (ت)

بحث دوم طبخ میں منع کس وجہ سے ہے، ف۲۱ میں طبخ کی بحث گزری اور یہ کہ اس میں عبارات مختلف آئیں

---

[1] المغرب [2] تاج العروس، باب الباء، فصل الشین احیاء دار التراث العربی بیروت ۱/ ۳۱۲

Marfat.com

اور یہ کہ طبخ موجب کمال امتزاج ہے ذی جرم شے معتدبہ کا پانی سے کامل امتزاج ضرور اس کی رقت میں فرق لائیگا، اور یہ کہ یہی مآل جملہ عبارات مذکورہ ہے اور یہ کہ امام[1] ناطفی و عامہ کتب جامع[2] کبیر و منیہ[3] و ینابیع[4] و تبیین[5] و فتح القدیر[6] و تجنیس[7] امام صاحب ہدایہ و تجنیس[8] ملتقط و حلیہ[9] و ظہیریہ[10] و غنیہ[11] و مراقی الفلاح[12] نے پکانے سے اسی زوال رقت آب پر مدارِ حکم رکھا اسی کو غنیہ نے جامع صغیر[13] امام قاضی خان سے نقل کیا اسی پر متون سے وقایہ[14] و ملتقی[15] و غرر[16] و تنویر[17] و نور[18] نے جزم فرمایا کہ لا بماء زال طبعہ بالطبخ[۱] (جس پانی کی طبیعت پکانے سے زائل ہوجائے اس سے وضو جائز نہیں۔ ت) امام صدر الشریعۃ[19] نے شرح میں فرمایا: المراد بہ ان یخرجہ عن الرقۃ[۲] (اس سے مراد وہ پانی ہے جس کو رقت سے خارج کردے۔ ت)

اقول یہی مختصر[20] امام ابو الحسن و ہدایہ[21] امام برہان الدین سے مستفاد لانہما احلا الامر علی اخراج الماء عن طبعہ و ذکرا فی الامثلۃ المرق[۳] (وہ دونوں معاملہ کا مدار اس پر رکھتے ہیں کہ پانی کو اس کی طبع سے نکال دے، اس کی مثال میں شوربا ذکر کیا۔ ت) نیز ان دونوں نے زوال طبع کی مثال میں آب باقلا گنا ہدایہ[22] نے اسی مطبوخ پر حمل کیا اسی طرف کافی[23] نے اشارہ فرمایا بنایہ[24] و کفایہ[25] و عنایہ[26] و غایۃ البیان[27] و فتح نے اسے مقرر رکھا نمبر ۸۹ میں جوہرہ[28] نیرہ کی عبارت گزری المراد المطبوخ بحیث اذا برد ثخن[۴] (ایسا مطبوخ مراد ہے جو ٹھنڈا ہونے پر گاڑھا ہوجائے۔ ت) یہی مضمون کفایہ و بنایہ و غایہ نیز معراج الدرایہ[29] پھر شلبیہ[30] علی الزیلعی سے آتا ہے نیز ان دو سے نمبر ۲۱ میں گزرا اور یہ کہ اُنھوں نے یہی مفاد خانیہ[31] ٹھہرایا اور یہی مطلب خانیہ حلیہ نے بتایا کفایہ بھی اس میں شریک درایہ ہے کما سیأتی (جیسا کہ آئیگا۔ ت) بالجملہ عبارات اس پر مستفیض و متواتر ہیں اور اس درجہ تواتر کے بعد ہدایہ و نقایہ[32] و وافی[33] و کنز[34] و اصلاح کی تعبیر تغیر سے تغیر طبع مراد لینا بہت واضح و آسان ہے۔

اقول بلکہ وہ نفس لفظ کا مفاد ہے کہ انہوں نے پانی کا تغیر لیا اور پانی ذات ہے نہ کہ وصف وصف عارض کا تغیر ذات کا تغیر نہیں عوارض بدلتے رہتے ہیں اور ذات بدستور رہتی ہے ذات نہ رہے تو عوارض بدلیں کس پر بخلاف وصف لازم کہ انتفائے لازم انتفائے ملزوم ہے اور اصل کلام میں حقیقت ہے جب تک وہ ممکن ہو مجاز ممکن نہیں جس طرح عنایہ میں فرمایا کہ الغلبۃ بالاجزاء غلبۃ حقیقیۃ[۵] (اجزاء کے لحاظ سے غلبہ حقیقی ہے۔ ت)

---

۱ شرح الوقایۃ — فصل فیما یجوز الوضوء وما لا یجوز — رشیدیہ دہلی — ۱/۸۵

۲ ایضاً

۳ الہدایۃ — الماء الذی یجوز بہ الوضوء — عربیہ کراچی — ۱/۱۸

۴ جوہرۃ النیرۃ — کتاب الطہارۃ — امدادیہ ملتان — ۱/۱۴

۵ عنایۃ مع فتح القدیر — باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء — نوریہ رضویہ سکھر — ۱/۶۴

marfat.com

Marfat.com

مجمع الانہر میں بڑھایا: بخلاف الغلبة باللون فانها راجعة الی الوصف[1] اھ وقد قدمنا ھذا البحث فی قول الکنز فی ۔۔ (رنگ کے اعتبار سے غلبہ اس کے خلاف ہے کہ وہ وصف کی طرف راجع ہے اس بحث کو ہم نے نمبر۔۔ میں کنز کے قول میں ذکر کیا ہے۔ ت)

اقول وبه یضعف مافی جامع الرموز[2] تحت قوله اوغیر طبخا فیه اشارة الی ان الغلبة مانعة فیما طبخ من ھذا الجنس سواء کانت بالاجزاء اوباللون اھ[2] و یأتی دفعہ اخر۔

میں کہتا ہوں اور اسی سے جامع الرموز کی اس عبارت کی کمزوری سمجھی گئی ماتن کے قول "اوغیرہ طبخا" کے تحت ہے کہ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس جنس میں پکانے سے غلبہ حاصل ہوگا یہ غلبہ اجزاء کے لحاظ سے ہو خواہ رنگ کے اعتبار سے ہو اھ آگے ایک اور اعتراض ہوگا۔ (ت)

لاجرم امام قوام الدین کاکی پھر علامہ احمد ابن الشلبی نے فرمایا:

عنی بالتغیر بالطبخ الثخانة والغلظ اھ[3] وقد تقدم تمامه فی ۲۱۷۔

پکانے کی بناء پر تغیر سے انہوں نے گاڑھا اور غلیظ مراد لیا ہے اھ اس کی پوری بحث ۲۱۷ میں گزر چکی ہے۔ (ت)

کفایہ میں ہے:

عنی بالتغیر الثخونة حتی اذا طبخ ولم یثخن بعد بل رقة الماء باقیة جاز الوضوء به ذکرہ الناطفی کذا فی فتاوی قاضی خان[4]۔

پکانے کے سبب تغیر سے انہوں نے گاڑھا ہونا مراد لیا ہے حتی کہ اگر پکایا اور گاڑھا نہ ہوا اور اس میں رقت باقی تھی تو اس سے وضوء جائز ہوگا اس کو ناطفی نے ذکر کیا ہے، فتاوٰی قاضیخان میں ایسے ہی ہے۔ (ت)

بنایہ میں ہے:

م تغیر بالطبخ ش بان صار ثخینا حتی صار کالمرق حتی اذا طبخ ولم یثخن

متن میں تغیر بالطبخ پر شارح نے کہا کہ وہ گاڑھا ہو جائے حتی کہ شوربے جیسا ہو جائے لیکن اگر پکایا اور گاڑھا

---

[1] مجمع الانہر فصل یجوز الطہارة بالماء المطلق دار الطباعة العامرة مصر ۱/۲۸
[2] جامع الرموز باب الطہارت مکتبة اسلامیہ گنبد ایران ۱/۴۷
[3] شلبیة علی التبیین " المطبعة الامیریہ بولاق مصر ۱/۱۹
[4] الکفایة مع الفتح الماء الذی یجوز به الوضوء مطبعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۲

Marfat.com

ورقة الماء فیہ باقیۃ یجوز الوضوء بہ[1] نہ ہوا اور اس میں رقت باقی ہو تو اس سے وضوء جائز ہے۔ (ت)

اسی طرح امام اکمل نے عنایہ میں نقل کرکے مقرر رکھا۔

ولو بلفظۃ قیل اذ قال قولہ تغیر بالطبخ قیل المراد بالتغیر الثخونۃ فانہ یصیر مرقا[2] اگرچہ قیل کے لفظ کے ساتھ ہے جبکہ انہوں نے ماتن کے قول تغیر بالطبخ پر کہا، بعض نے کہا کہ اس تغیر سے مراد گاڑھا ہونا ہے کیونکہ وہ شوربا بن جاتا ہے۔ (ت)

اسی طرح غایۃ البیان میں ہے یہ تو عام بحث تھی رہی ان میں ہر کتاب پر خاص نظر۔

(۱) ہدایہ اقول متن میں زوال طبع تھا شرح نے اُسے مقرر رکھ کر آب باقلاء وغیرہ سے مطبوخ مراد لیا پھر ان تغیر بالطبخ لایجوز التوضی بہ[3] (اگر پکانے سے متغیر ہوجائے تو اس سے وضو جائز نہیں۔ ت) فرمایا لاجرم وہی تغیر معہود مقصود ھذا مایقضی بہ موافقۃ الشرح لمشروحہ لکن فیہ اشکال قوی سنعود الی بیانہ اٰخر ھذا البحث بعونہ تعالٰی (شرح اور مشروح کی موافقت کا یہی تقاضا ہے لیکن اس میں ایک قوی اشکال ہے اس کو بیان کریں گے بحث کے آخر میں ان شاء اللہ تعالٰی۔ ت)

(۲) نقایہ اقول اس کی اصل وقایہ میں زوال طبع ہے اور خود امام صاحب نقایہ نے شرح میں اعتبار رقت کی تصریح فرمائی اگر کہیے ممکن کہ نقایہ میں رائے کو تغیر ہوا کہ جانب تغیر گئی اقول تالیف شرح تصنیف نقایہ سے متاخر ہے کما لایخفی علی من طالعہ (اس پر مخفی نہیں جس نے اس کا مطالعہ کیا ہے۔ ت) اگر کہئے پھر تغیر سے تعبیر کیوں فرمائی اقول وہی اشارۂ غامضہ کہ ہم نے ۲۱ میں بیان کیا کہ طبخ میں زوال رقت کا بالفعل ظہور ضرور نہیں بلکہ اس قابل ہوجانا کہ ٹھنڈا ہوکر رقیق نہ رہے کما تقدم التنصیص علیہ من الائمۃ الجلۃ وبہ اندفع ما فی شرح نقایۃ البرجندی من الاستشھاد علی التغایر بجعل التغیر قسیم زوال الطبع کما قدمناہ ثمہ (جیسا کہ اس پر جلیل القدر ائمہ کرام کی تصریح گزرچکی ہے اور اسی سے علامہ برجندی کی شرح نقایہ میں نقایہ کے لیے تغیر کو زوال طبع کے مقابل قرار دینے کو دلیل بنانے کا اعتراض ختم ہوگیا، جس کو ہم نے وہاں ذکر کردیا تھا۔ ت)

---

[1] البنایۃ الماء الذی یجوز بہ الوضوء الخ ملک سنز فیصل آباد ۱/۱۸۹
[2] العنایۃ مع الفتح " " " مطبعۃ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۲
[3] الھدایۃ " " " مطبعۃ عربیہ کراچی ۱/۱۸

marfat.com
Marfat.com

(۳ و ۴) کنز وافی **اقول** اُن میں بالطبخ کا عطف بکثرۃ الاوراق پر ہے اور وہاں تغیر طبع ہی مراد تو بالطبخ اس کے نیچے داخل وتاویل البحر قد علمت ما فیہ وقد اعترف بھذا فی النھر ہ

عہ تذکر ما تقدم فی ۲۱ من حمل البحر التغیر علی تغیر الاطلاق وقولی انہ لایتمشی فی عبارۃ النقایۃ والاصلاح۔

بحر کے اس قول جس میں انہوں نے "تغیر" سے اطلاق کا تغیر مراد لیا ہے جو نمبر ۲۱ میں گزرا، اور میرے اس قول کو جس میں کہا تھا کہ یہ بات نقایہ اور اصلاح کی عبارت میں درست نہیں ہوگی، کو یاد کرو۔

فان قلت ھذا قلت و فی نفس الکنز فان المفاھیم معتبرۃ فی الکتب فاذا حمل التغیر علی تغیر الاطلاق کان المعنی لایجوز الوضوء بما تغیر عن اطلاقہ بالطبخ اما لو تغیر عنہ بغیر الطبخ جاز وھو باطل۔

اگر تو اعتراض کرے کہ تم نے اس بارے کنز کا ذکر کیوں نہیں کیا، حالانکہ کتبِ فقہ میں مفہومات کا اعتبار ہوتا ہے پس جب طبخ والے تغیر سے مراد، اطلاق کا تغیر ہے تو پھر معنی یُوں ہوگا کہ پکانے کی وجہ سے جو تغیر پانی کے اطلاق میں پیدا ہوا ہے اس سے وضو جائز نہ ہوگا، اور اگر یہ اطلاق کا تغیر بغیر پکائے حاصل ہو تو اس سے وضوء جائز ہوگا حالانکہ یہ باطل ہے۔

اقول عبارۃ الکنز وان احتملت المفھوم احتملت ان یکون الطبخ مطلقا علۃ موجبۃ لتغیر الاطلاق وحصول التقیید وان لم یتغیر شیئ کما ادعی البحر والمعلول لایتخلف عن علتہ فلا یکون لہا مفھوم من ھذہ الجھۃ کأن تقول لایتوضوء بماء غُلب بکثرۃ اجزاء الممازج فلا یحتمل انہ وجدت کثرۃ و لم یغلب بھا جاز بہ الوضوء لاستحالۃ انفکاک الغلبۃ عنہا۔

میں کہتا ہوں کہ کنز کی عبارت میں اگر مفہوم کا احتمال ہے تو اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ طبخ علی الاطلاق تغیرِ اطلاق کی علتِ مؤثرہ قرار پائے اور مطلق پانی کو مقید کرنے کی علت بن جائے، اگرچہ طبخ کے ساتھ کوئی تغیر پیدا نہ ہو، جیسا کہ بحر نے دعوٰی کیا ہے تو اب کوئی مفہوم پیدا نہ ہوگا کیونکہ کوئی معلول اپنی علت سے جُدا نہیں ہوسکتا، یہ یُوں ہوا جیسے تم کہو کہ پانی میں ملنے والی چیز کے اجزاء کی کثرت ہونے پر وضو جائز نہیں، تو یہاں مفہوم مخالف پیدا نہیں ہوتا، کہ یوں کہا جاسکے کہ کثرت بغیر غلبہ اگر پائی جائے تو وضو جائز ہوگا، کیونکہ کثرت اجزاء غلبہ کے لیے علت مؤثرہ ہے جس کا جدا ہونا محال ہے۔

(باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

استشکلہ علی تقدیر الاخذ بما فی الخانیۃ من البناء علی وجود ریح الباقلاء فقال کما نقل عنہ ابو السعود وعلی ھذا یشکل عطف الطبخ علی ما تغیرہ بکثرۃ الاوراق لما علمت ان التغیر بکثرۃ الاوراق بالثخن وھذا بنفس الطبخ سواء ثخن اولا[1] اھ (اور بحر کی تاویل کی کمزوری تمہیں معلوم ہوچکی ہے اور نہر میں اس کا اعتراف ہوچکا ہے اور انہوں نے خانیہ کے اُس بیان کو جس میں انہوں نے طبخ کے تغیر کو باقلا کی بُو کو دلیل بنایا ہے پر اشکال وارد کیا ہے اور یوں کہا کہ ماتغیرہ بکثرۃ الاوراق پر طبخ کے عطف کرنے سے اعتراض پیدا ہوگا، کیونکہ کثرتِ اوراق (پتّوں کی کثرت) سے گاڑھا ہونے کی وجہ سے تغیر ہوتا ہے اور یہ محض پکانے سے تغیر ہوگا، گاڑھا ہو یا نہ ہو ابوسعود نے ان سے یوں ہی نقل کیا ہے اھ ت)

اقول والاشکال مدفوع **اولا** بما علمت من تواتر النصوص علی اعتبار الثخن

میں کہتا ہوں یہ اشکال مدفوع ہے اولاً اس لیے کہ طبخ میں بھی گاڑھے پن کا اعتبار ہے جس پر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فان قلت الیس ان البحر حمل التغیر المذکور فی المتن علی زوال الاسم بالثخونۃ کما تقدم فی ،، ولا شک ان قولہ بالطبخ داخل تحت ھذا التغیر فیکون المعنی او ثخن بالطبخ فلو لم تحتج علی البحر بقول نفسہ۔

اقول لو ان یقول معنی التغیر ھو التقیید غیر انہ فی الاوراق بالثخن ففسرتہ بہ ھناک وفی الطبخ بنفسہ اما کلام الفقیر ھھنا فمبنی علی التحقیق والیہ اشرت بقولی وتاویل البحر قد علمت ما فیہ فافھم ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

اگر تو اعتراض کرے کہ کیا بحر نے متن کی تفسیر میں تغیر سے مراد پانی کے نام کی تبدیلی گاڑھے پن کی وجہ سے نہیں لی؟ جیسا کہ نمبر ،، میں گزرا، اور اس میں شک نہیں کہ اس کا قول "بالطبخ" بھی اس کے تحت ہے تو اب معنی یہ ہوا او ثخن بالطبخ یا پکانے سے گاڑھا ہوجائے تو آپ بحر کا رد خود اس کے اپنے قول سے کیوں نہیں کرتے؟

تو میں جواب دیتا ہوں کہ بحر یہ کہہ سکتے ہیں کہ تغیر سے میری مراد تقیید یعنی پانی کو مقید کرنا ہے مگر اوراق (پتّوں) میں یہ تقیید گاڑھے پن سے ہوتی ہے اس لیے میں نے وہاں تغیر کی تفسیر گاڑھے پن سے کی ہے، لیکن مجھ فقیر کا یہ کلام محض تحقیق پر مبنی ہے جس کی طرف میں نے (تاویل البحر قد علمت مافیہ) بحر کی تاویل میں اعتراض تمہیں معلوم ہے، کہہ کر اشارہ کیا تھا، فافہم ۱۲ منہ غفرلہ۔

---

[1] فتح المعین کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۶۳

marfat.com
Marfat.com

فی الطبخ ایضا وثانیا[1] بما سمعت ان الثخن لازم الطبخ عادۃ وثالثا[2] اعلمناك فی ۲۱۷ مآل کلام الخانیۃ ھذا واجاب الحموی ثم ابو السعود عن اشکال النھر انہ یشکل ان لوکان مختار المصنف ان التغیر بکثرۃ الاوراق بالثخن ولیس کذلك لما مر من ان ظاھر قولہ وان غیر طاھر احد اوصافہ انہ لوغیر اوصافہ الجمیع لایجوز وان لم یصر ثخینا[1] اھ۔

نصوص کا تواتر تمہیں معلوم ہے اور ثانیاً اس لیے کہ تم سن چکے ہو کہ گاڑھا پن، طبخ کو عادتاً لازم ہے اور ثالثاً اس لیے کہ ہم نے خانیہ کی اس کلام کا ماحاصل ۲۱۷ میں آپ کو بتایا تھا اور حموی اور پھر ابوسعود نے نہر کے اشکال کا یہ جواب دیا کہ اشکال تب ہوتا جب مصنف کثرتِ اوراق میں تغیر کی وجہ سے گاڑھا ہونے کو قرار دیتے حالانکہ ایسا نہیں جیسا کہ گزرا کہ ان کے قول (وان غیر طاھر احد اوصافہ) کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی پاک چیز پانی کے تمام اوصاف کو متغیر کر دے تو وضو جائز نہیں اگرچہ وہ گاڑھا نہ ہوا ھ (ت)

اقول اولا[1] لیس الاولی بنا ان نحمل کلام الائمۃ علی الضعیف المھجور مع صحۃ المعنی الصحیح الموافق للجمھور وحدیث احد الاوصاف یأتی ما فیہ بعون اللہ تعالٰی۔

میں کہتا ہوں اوّلاً، ہمارے لیے مناسب نہیں کہ ائمہ کرام کے کلام کو کسی ضعیف اور متروک پر محمول کریں جبکہ اس کا صحیح اور جمہور کے موافق معنی درست ہو سکتا ہو، جس حدیث میں پانی کے کسی ایک وصف کی تبدیلی کا ذکر ہے اس کے بارے میں اللہ کی مدد سے آئندہ بحث آئے گی۔

وثانیا[2] الامام النسفی حافظ الدین صاحب الکنز ھو القائل فی مستصفاہ ان اعتبار احد الاوصاف خلاف الروایۃ الصحیحۃ[2] کما تقدم فی ۱۰۱۔

اور ثانیاً کنز کے مصنف امام حافظ الدین نسفی نے اپنی مستصفی میں کہا ہے کہ کسی ایک وصف کی تبدیلی والی روایت صحیح روایت کے خلاف ہے جیسا کہ ۱۰۱ میں گزرا۔

(۴) اصلاح اقول کان الاولی بہ الحمل علی مایوافق النصوص المتواترۃ

اصلاح، میں کہتا ہوں کہ اس کو نصوص متواترہ کے موافق معنی پر محمول کرنا بہتر ہے، لیکن علامہ

---

[1] فتح المعین کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۳

[2] مستصفی

Marfat.com

لکن العلامة الوزیر رحمه اللہ تعالٰی قال فی منهواته من ھھنا علم ان المعتبر فی صورة الطبخ تغیر الماء به لا خروجه عن طبعه کما یفهم من قول تاج الشریعة او بطبخ کیف والمرق لایجوز به الوضوء مع انه انما وجد فیه تغیر الماء بالطبخ لاخروجه عن حد الرقة والسیلان[1] اھ

وزیر رحمہ اللہ نے اپنے منہیات میں فرمایا کہ "یہاں سے معلوم ہوا کہ پکانے کی صورت میں پانی کا تغیر معتبر ہے پانی کا اپنی طبع سے نکلنا مراد نہیں جیسا کہ تاج الشریعۃ کے اس قول سے مفہوم ہے جس میں انہوں نے فرمایا کہ یا پکانے سے متغیر ہو، تو اس سے وضو کیسے جائز ہو، حالانکہ شوربے سے وضو جائز نہیں باوجودیکہ اس میں پکانے کی وجہ سے تغیر پایا جاتا ہے وہ تغیر ایسا نہیں کہ جس کی وجہ سے پانی رقت وسیلان کی حد سے نکل جائے اھ (ت)

اقول اولا مایفهم من تاج الشریعة بل الذی هو نصه هو الموافق لمتواترات النصوص[2] وثانیا ما استند الیه من المرق قد جعله القدوری والهدایة والوقایة والملتقی والغرر والتنویر وغیرها مما غلب علیه غیره فاخرجه عن طبع الماء وتقدم انفا قول البنایة وقیل العنایة بالثخونة یصیر مرقا[3] وثالثا قد علمت ان الثخن لازم الطبخ عادة ورابعا قد عرفت معنی الرقة ولا شك ان المرق اذا سال لاینبسط کلا فقد تجسد۔

میں کہتا ہوں اولاً تاج الشریعۃ کے کلام سے یہ نہیں سمجھا جاتا بلکہ انہوں نے جو نص کے طور پر بیان کیا وہ تو نصوص متواترہ کے موافق ہے اور ثانیاً یہ کہ شوربے کے بارے میں انہوں نے تاج الشریعۃ کی طرف جو منسوب کیا اس کو قدوری، ہدایہ، وقایہ، ملتقی، غرر اور تنویر وغیرہا نے اس صورت میں سے بنایا جس میں غیر کے غلبہ کی بنا پر پانی اپنی طبع سے نکل جاتا ہے، اور ابھی بنایہ کا قول اور عنایہ کا قیل گزرا کہ گاڑھے پن کی وجہ سے شوربا بنتا ہے، ثالثاً یہ کہ آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ عادی طور پر گاڑھا پن، طبخ کو لازم ہے، اور رابعاً آپ کو رقت کا معنی معلوم ہو چکا ہے اور اس میں شک نہیں کہ شوربا جب بہتا ہے تو وہ پوری طرح پھیلتا نہیں۔ (ت)

---

[1] اصلاح للعلامۃ وزیر ابن کمال پاشا

[2] الہدایۃ الماء الذی یجوز بہ الوضوء الخ عربیہ کراچی ۱/۱۸

[3] العنایۃ مع الفتح " " " نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۲

marfat.com
Marfat.com

اکمال فی بیان الاشکال وحلہ بفضل الملک المفضال: کان فی متن الہدایۃ لاتجوز بماء غلب علیہ غیرہ فاخرجہ عن طبع الماء کماء الباقلاء والمرق وماء الزردج فقال فی الہدایۃ المراد بماء الباقلاء وغیرہ ما تغیر بالطبخ فان تغیر بدون الطبخ یجوز التوضی بہ ثم قال مستثنیا عما تغیر بالطبخ الا اذا طبخ فیہ ما یقصد بہ المبالغۃ فی النظافۃ کالاشنان الا ان یغلب علی الماء فیصیر کالسویق المخلوط لزوال اسم الماء عنہ اھ[2]

اشکال اور اس کے حل کا بیان اللہ تعالٰی کے فضل سے، ہدایہ کے متن میں ہے کہ ایسے پانی سے وضو جائز نہیں جس پر غیر کا غلبہ ہوا ہو اور پانی کو اپنی طبع سے خارج کردیا ہو، جیسا کہ شوربا، زردج اور باقلاء کا پانی، اس پر ہدایہ میں کہا کہ ماء الباقلاء وغیرہ سے مراد پکانے سے متغیر ہونے والا پانی ہے اور اگر پکائے بغیر پانی متغیر ہوجائے تو اس سے وضو جائز ہے، پھر انھوں نے پکانے کی وجہ سے متغیر ہونے والے پانی میں سے استثناء کرتے ہوئے فرمایا، مگر وہ پانی جس میں ایسی چیز پکائی گئی ہو جس سے صفائی میں مبالغہ مقصود ہو جیسے اشنان، الّا یہ کہ اس پر اشنان غالب ہوکر مخلوط ستو کی طرح بنادے (یعنی گاڑھا کردے) تو وضو جائز نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں اس کا نام پانی نہیں رہتا اھ (ت)

اقول وفیہ عندی اشکال قوی وذلک لان المراد بالتغیر بالطبخ اما تغیر الطبع او تغیر الاوصاف لاسبیل الی الثانی۔

میں کہتا ہوں، میرے نزدیک ہدایہ کی عبارت میں قوی اشکال ہے، یہ اس لیے کہ تغیر بالطبخ سے کیا مراد ہے تغیر الطبع ہے یا تغیر الاوصاف، دوسرا یعنی تغیر الاوصاف مراد نہیں ہوسکتا۔

اوّلاً لان کلام المتن فی زوال الطبع وھو مانع مطلقا بالاجماع ففیم التقیید بالمطبوخ وھذا ما قدمتہ فی ۸۹۔

اوّلاً اس لیے کہ مصنف، پانی کی طبع کے زوال کے بارے میں کلام فرمارہے ہیں اور زوالِ طبع ہر طرح وضو سے مانع ہے اس پر اجماع ہے لہٰذا اس صورت میں پانی کے پکانے کی قید بے معنی ہے اور یہ بات میں پہلے ۸۹ میں کہہ چکا ہوں۔

وثانیاً کیف یراد بخروجہ عن طبعہ

ثانیاً اس لیے کہ "خروج عن طبع" سے "تغیر

---

[1] الہدایۃ — الماء الذی یجوز بہ الوضوء الخ — عربیہ کراچی ۱/۱۸

[2] ایضاً

Marfat.com

تغیر وصفه بالطبخ۔ وثالثاً فرق بین بین طبخ المتغیر والتغیر بالطبخ والمتحقق فی ماء الباقلاء والحمص والزردج وامثالها هو الاول لان مجرد خلط بعضها بالماء ومکث بعضها فیه مغیر لوصفه والخلط والمکث متقدمان علی حصول الطبخ وهو الانضاج کما هو معلوم مشهود فلم یحصل التغیر بالطبخ بل ورد الطبخ علی المتغیر وشتان ما هما وکذا لاسبیل الی الاول اولاً یکون المعنی فان زال طبعه بدون الطبخ یجوز التوضی به وهو بدیهی البطلان وثانیاً یبطل استثناء المنظف من المطبوخ فان زوال الطبع لاثنیا فیه وثالثاً یتناقض الحکم والثنیا فان قوله الا اذا طبخ فیه مایقصد به دل علی جواز التوضی بما زال طبعه بطبخه مع المنظف وهذا هو الذی ابطله بالثنیا الاخیرة الا ان یغلب الخ فعلی کل من الوجهین ثلثة وجوه من الاشکال ولم ار من تعرض لشیٔ من هذا او حام حوله فضلا عمن رام حله وقد تبعه علی الوجه الاول فی الهدایة والشلبیة[1] والکفایة والبنایة والدر فقال الاولان عنی بالتغیر الثخانة (الی قولهما) هذا اذا لم

فی الاوصاف بالطبخ" کیسے مراد لیا جا سکتا ہے ؟

اور ثالثاً، اس لیے کہ "متغیر کو پکانے" اور "پکانے سے تغیر" میں بڑا فرق ہے، اور یہاں باقلیٰ، چنوں، زردج وغیرہا کے پانی میں پہلی یعنی "متغیر کا پکانا" صورت پائی جاتی ہے کیونکہ ان میں سے بعض کے ملنے اور بعض کے پانی میں کچھ دیر پڑے رہنے سے ہی پانی متغیر ہو جاتا ہے اور اس کو پکانے کا مرحلہ بعد میں ہوتا ہے جس کو تیاری کا مرحلہ کہتے ہیں یہ بات مشاہدہ سے معلوم ہے پس یہاں طبخ سے تغیر نہ ہوا بلکہ متغیر شدہ چیز پر طبخ واقع ہوا ہے، اور ان دونوں میں فرق واضح ہے اسی طرح پہلی شق (یعنی تغیر الطبع، مراد نہیں ہو سکتی) اوّلاً اس لیے کہ اس صورت میں معنی یوں ہو گا کہ اگر پکائے بغیر پانی کی طبع زائل ہو جائے تو وضوء جائز ہے، حالانکہ یہ بدیہی طور پر غلط ہے (کیونکہ زوال طبع کے بعد کسی صورت میں وضو جائز نہیں ہے) اور ثانیاً، اس لیے کہ صفائی کی خاطر پکائی ہوئی چیز کا استثناء، اس صورت میں درست نہ ہو گا کیونکہ زوال طبع بلا استثناء جس چیز سے بھی ہو تو وضو جائز نہیں ہے، اور ثالثاً اس لیے کہ اس صورت میں حکم اور استثناء دونوں ایک دوسرے کے مخالف ہو نگے کیونکہ ہدایہ میں پہلے متغیر بالطبخ کے ساتھ وضو کو ناجائز قرار دے کر اس سے نظافت کے مقصد کے لیے پانی میں پکائی ہوئی چیز کو مستثنیٰ کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نظافت کی خاطر پانی میں پکائی ہوئی چیز جس سے پانی کی طبع

---

[1] شلبیۃ علی التبیین کتاب الطہارۃ الاسلامیہ بولاق مصر ۱/ ۱۹

marfat.com
Marfat.com

یکن المقصود بالطبخ المبالغة فی التنظیف فان کان کالاشنان والصابون یجوز الا ان یصیر کالسویق المخلوط لزوال اسم الماء عنہ[1] اھ ونحوہ فی التالیین وقال الدر لا یجوز بماء زال طبعہ وھو السیلان بطبخ الا بما قصد بہ التنظیف فیجوز ان بقی رقتہ[2] اھ و العجب ان لم یتنبہ لہ الشراح السادۃ حتی ط الاخذ علی المراقی بما یأتی وقد اغتر بہ الفاضل عبد الحلیم اذ قال لا اختلاف فی عدم جواز التوضی بماء زال طبعہ بالطبخ بخلاف ما زال طبعہ بالخلط من غیر طبخ[3] اھ و یا سبحٰن اللہ من ذا الذی اجاز الوضوء بماء زال طبعہ ھذا لا یساعدہ عقل ولا نقل وقد مرفی رابع ابحاث زوال الطبع انہ لا یجوز بالاجماع بلا خلاف[4] اھ

ختم ہوچکی ہو، سے وضوء جائز ہو حالانکہ یہی وہ صورت ہے جس کو دوبارہ استثنائ سے باطل کیا ہے اور یوں کہا الا ان یغلب الخ (یعنی نظافت کی خاطر پانی میں پکائی ہوئی چیز سے وضوء اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ وہ نظافت والی چیز پانی پر غالب نہ ہو یعنی اس چیز نے پانی کی طبع کو زائل نہ کیا ہو) پس ہدایہ کی عبارت میں دونوں احتمال تین تین وجوہ سے اشکال کے حامل ہیں، میری نظر میں ان اشکال میں سے کسی ایک کو بیان کرنے یا ان کے قریب پھٹکنے والا کوئی نہیں چہ جائیکہ وہ ان کا حل پیش کرے، ہدایہ کی عبارت، تغیر بالطبخ کے دو احتمالوں میں سے پہلے احتمال کو درایہ، شلبیہ، کفایہ، بنایہ اور دُر میں ذکر کیا گیا ہے، پہلی دونوں کتب یعنی درایہ اور شلبیہ نے کہا کہ ہدایہ نے تغیر سے گاڑھا پن مراد لیا ہے اور اس کو آخر تک یوں بیان کیا، یہ اس صورت میں ہے جب پکانے میں نظافت کا مبالغہ مقصود نہ ہو اور اگر یہ مقصد ہو تو پھر وضو جائز ہے جیسے اشنان اور صابون وغیرہ سے، بشرطیکہ اس صورت میں اشنان و صابون کی وجہ سے پانی مخلوط ستوؤں کی طرح نہ بن جائے کیونکہ ایسا ہوجانے پر اس کو پانی نہیں کہا جاتا اھ، اور اسی طرح کا بیان دوسری دونوں کتب یعنی کفایہ اور بنایہ میں ہے، اور دُر نے یوں کہا ایسے پانی سے وضوء ناجائز ہے پکانے سے جس کی طبع زائل ہوچکی ہو اور وہ طبع، پانی کا سیلان ہے، مگر جب پانی میں پکانے سے مقصد صفائی مقصود ہو تو وضوء جائز ہوگا بشرطیکہ پانی کی رقت باقی ہو اھ اور تعجب ہے کہ سید شارح حضرات بھی اس اشکال کی طرف متوجہ نہ ہوئے حتی کہ

---

[1] الہدایۃ	باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء الخ	مطبع عربیہ کراچی	۱/۱۸
[2] درمختار	باب المیاہ	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۳۴
[3] حاشیۃ الدرر للمولی عبد الحلیم	کتاب الطہارۃ	عثمانیہ بیروت	۱/۱۸
[4] خلاصۃ الفتاوٰی	ماء المقید	نولکشور لکھنؤ	۱/۹
و بدائع الصنائع	"	سعید کمپنی کراچی	۱/۱۷

Marfat.com

طحطاوی بھی جنہوں نے مراقی الفلاح پر گرفت کی جو آئندہ آئے گی، اور یہاں فاضل عبد الحلیم کو غلط فہمی ہوئی جہاں انہوں نے کہا کہ پکانے کی وجہ سے جس پانی کی طبع زائل ہوجائے تو اس سے وضو کے ناجائز ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اس کے برخلاف جبکہ بغیر پکائے کسی چیز کے خلط سے پانی کی طبع زائل ہوجائے تو وضو جائز ہے اھ یا سبحان اللہ وُہ کون ہے جو زوالِ طبع کے بعد بھی پانی سے وضو کو جائز قرار دیتا ہو، یہ ایسی بات ہے جو عقل ونقل کے مخالف ہے؛ اور زوالِ طبع کی چوتھی بحث میں یہ بات گزر چکی ہے کہ زوالِ طبع کے بعد وضو جائز نہیں ہے بلا اختلاف یہ بات سب کو مسلّم ہے اھ (ت)

وانا **اقول** وباللہ التوفیق وجھد المقل دموعہ یبتلی کشف الغمۃ بعونہ تعالٰی علی تقدیم مقدمات فاعلم۔

اولاً ان قول المتن ماء غلب علیہ غیرہ فاخرجہ عن طبع الماء لابد فیہ من التجوز وذلك لانہ جعلہ خارجا عن طبع الماء ثم سماہ ماء وما خرج عن طبعہ حقیقۃ لایبقی ماء لما تقدم ان الطبع لازم الذات فتنتفی بانتفائہ وقد افاد المحقق علی الاطلاق فی الفتح ان ما سلب رقتہ لیس ماء اصلا کما یشیر الیہ قول المصنف فی المختلط بالاشنان فیصیر کالسویق لزوال اسم الماء عنہ[1] اھ فلابد من التجوز اما فی الماء سماہ ماء باعتبار ما کان واما فی الخروج سمی قرب الخروج خروجا والثانی اکثر واقرب لان الاٰتی قریبا احق بالاعتبار من الفائت الساقط وایضا موضوع

میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی سے ہی توفیق، اور اس اشکال کی پریشانی کو کم کرنے والی کوشش ہے۔ اس اشکال کے حل کی بنیاد چند مقدمات پر ہے۔

اوّلاً یہ سمجھو کہ ہدایہ کے متن میں یہ قول "ماء غلب علیہ غیرہ فاخرجہ عن طبع الماء" جس پانی میں کوئی چیز مل کر اس پر غالب ہو کر اسے طبع سے خارج کردے۔ اس قول میں مجاز لازمی ہے کیونکہ یہاں پانی کی طبع ختم ہوجانے کے باوجود اس کو پانی کہا گیا ہے حالانکہ پانی کی طبیعت ختم ہوجانے کے بعد وُہ پانی نہیں رہتا ہے اس لیے کہ وہ بات پہلے کہی جاچکی ہے کہ طبع پانی کی ذات کو لازم ہے تو لازم کے ختم ہونے پر ذات کا خاتمہ ضروری ہے محقق مطلق نے فتح القدیر میں یہ واضح کیا ہے کہ جب رقت ختم ہوجائے تو وہ پانی نہیں رہتا، جیسا کہ مصنف نے کہا ستوؤں کی طرح گاڑھا ہونے والے اس پانی کو جس میں اشنان ملا ہو، کے بارے میں کہا کہ اس کا نام پانی نہیں ہوگا اھ، لہٰذا یہاں مجاز ماننا ضروری ہے یہ مجاز لفظ ماء

---

[1] فتح القدیر الماء الذی یجوز بہ الوضوء الخ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۵

marfat.com
Marfat.com

الباب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالا وایضا ھو اکثر فائدۃ لان الاعلام بماء لایجوز الوضوء بہ اھم من منع الوضوء بمالیس بماء۔

(پانی) میں ہوگا کہ قبل ازیں وُہ پانی تھا (اس لیے مجازاً، زوالِ طبع کے بعد اسے پانی کہا گیا ہے) یا یہ مجاز لفظِ "خروج" میں ماننا ہوگا کہ موجودہ پانی سے عنقریب اس کی طبع خارج ہونے والی ہے (اس لیے طبع سے اس کو خارج قرار دے دیا، پہلی صورت میں ماکان اور دوسری میں مایکون کے اعتبار سے مجاز ہے) جبکہ مجاز کی دوسری (مایکون والی) قسم کا استعمال زیادہ ہے اور یہ اقرب الی الفہم بھی ہے کیونکہ عنقریب پائی جانے والی چیز اس چیز سے زیادہ معتبر ہے جو پائے جانے کے بعد ختم ہوچکی ہے نیز مجاز کی دوسری قسم کا یہاں اعتبار اس لیے بھی ضروری ہے کہ یہاں اس پانی کی بحث ہے جس سے وضو جائز یا ناجائز ہے (یعنی پانی کا وجود ہونا ضروری ہے) نیز اس لیے بھی کہ دوسری قسم کے مجاز میں یہاں زیادہ فائدہ ہے یہ اس لیے کہ پانی موجود ہونے پر یہ بتانا کہ اس سے وضو جائز نہیں، زیادہ مفید ہے اس قول کے مقابلہ میں کہ یُوں کہا جائے جو پانی نہیں اس سے وضو منع ہے۔ (ت)

وثانیًا السبب ھھنا کمال الامتزاج کما نص علیہ فی الکافی والکفایۃ والبنایۃ وغیرھا وسیأتی ان شاء اللہ تعالٰی وکمال الامتزاج اثرہ فی الشیئ المخالط بغیر طبخ اخراج الماء عن الرقۃ بالفعل وفی المخالط طبخا جعلہ متھیأ للخروج بالقوۃ القریبۃ وذلک لان المخالط یرید اثخانہ والنار تلطفہ وترققہ فلا یظھر اثرہ کما ھو الا اذا زال المعارض وبرد کما تقدم التنصیص علیہ عن الکتب الکثیرۃ فی ۲۱۷۔

ثانیاً اس پانی سے طبع کے زائل وخارج ہونے کا سبب یہ ہے کہ پانی میں کوئی چیز مکمل طور پر مخلوط ہوجائے جیساکہ اس کو کافی، کفایہ، بنایہ وغیرہا نے واضح طور پر بیان کیا ہے اور عنقریب اس کا ذکر آئیگا ان شاء اللہ تعالٰی، جبکہ کمالِ امتزاج (مکمل ملاوٹ) اگر بغیر پکائے ہو تو اس کا فوری اثر یہ ہوتا ہے کہ پانی کی رقت ختم ہوجاتی ہے (یعنی بالفعل ختم ہوجاتی ہے) اگر یہ کمالِ امتزاج پکانے کی وجہ سے ہو تو پھر اس کا اثر یہ ہوتا کہ پانی کی رقت عنقریب ختم ہونے والی ہوتی ہے (یعنی بالفعل ختم نہیں ہوتی) کیونکہ ملاوٹ کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ پانی گاڑھا ہوجائے اور آگ کی حرارت اس کو پتلا رکھتی ہے جس کی وجہ سے کمال امتزاج کا اثر فوری طور پر ظاہر نہیں ہوتا، لیکن جب رکاوٹ دور ہوجاتی ہے اور یہ مخلوط ٹھنڈا ہوجاتا ہے تو وہ گاڑھا ہوجاتا ہے جیساکہ ۲۱۷ میں متعدد کتب کی تصریحات گزر چکی ہیں۔ (ت)

وثالثًا مجرد کمال الامتزاج مع

ثالثاً، محض کمالِ امتزاج جبکہ منفصل میں بالفعل گاڑھاپن ہو

Marfat.com

عدم الثخن بالفعل غیر مانع فی المنظف
لم یأتیک بیانه بعونه جل شانه وقد قال
فی الکافی ومن معانی الامتزاج بالطبخ انما
یمنع الوضوء ان لم یکن مقصودا للغرض
المطلوب من الوضوء وهو التنظیف کالاشنان
والصابون الا اذا غلب فیصیر کالسویق المخلوط
لزوال اسم الماء عنه[1] اذا علمت هذا
فالشیخ الامام رحمه الله تعالی ورحمنا به
حمل المتن علی المجاز الثانی لما تقدم
من ترجیحاته وایاه اراد بالتغیر وقد انحلت
الاشکالات جمیعا فان حکم المتن علی
ما یتهیؤ لزوال الطبع مع بقائه بعد
علیه بعدم جواز التوضی به لابد من
تقییده بالمطبوخ لانه فی غیره لا یدل علی
سبب المنع وهو کمال الامتزاج بل یدل
علی عدمه اذ لو کمل لثخن بخلاف المطبوخ
فانه فیه دلیل علیه کما علمت غیر انه
لا یمنع فی المنظف الا اذا حصل الثخن
بالفعل فاستقام الاستثناء ان و لله الحمد
وبه اندفع ما رد به السید ابو السعود ثم
السید ط علی العلامة الشرنبلالی اذ قال فی
مراقی الفلاح لا یجوز بماء زال طبعه
بالطبخ بنحو حمص وعدس لانه اذا برد

— — — — — — وضو کے لیے مانع
نہیں ہے اس کی وجہ (راز) کا ان شاء اللہ وبعونہ
عنقریب بیان ہوگا، جبکہ کافی میں کہا کہ پانی میں کسی
چیز کو پکانے سے کمالِ امتزاج، وضو سے مانع تب
ہوگا جبکہ یہ امتزاج نظافت کے لیے جو کہ وضوء کی
غرضِ مطلوب ہے، نہ ہو، جیسا کہ اشنان وصابون
جب تک ان کا ایسا غلبہ نہ ہوجائے جو پانی کو ستوؤں
کی طرح گاڑھا کردے تو اس صورت میں وضوء جائز
نہیں کیونکہ اتنا گاڑھا ہونے پر اس کا نام پانی نہیں
رہتا اھ جب یہ تین مقدمات آپ کو معلوم ہوگئے
تو شیخ (صاحبِ ہدایہ) نے متن میں مذکور تغیر کو مجاز
کی مذکور قسم ثانی قرار دیا اُن ترجیحات کی بنا پر جن کا ذکر
پہلے ہوچکا ہے۔ اس سے تمام اشکالات ختم ہوگئے
کیونکہ متن کا حکم اس پانی کے بارے میں ہے جو ابھی
تک پانی ہے اگرچہ کچھ دیر بعد وہ اپنی طبیعت کھو بیٹھے گا،
اس پانی کے بارے میں کہا کہ اس سے وضوء جائز نہیں ہے
تو اس صورت میں اس پانی کے تغیر (زوالِ رقت و
طبع) کو طبخ (پکانے) سے مقید کرنا ضروری ہے کیونکہ
پکائے بغیر دوسری کسی صورت میں وضوء سے مانع سبب
(کمالِ امتزاج) پر دلیل نہیں پائی جاتی، بلکہ وہاں
عدمِ سبب پر دلیل پائی جاتی ہے، کیونکہ اگر وہ سبب
(کمالِ امتزاج) پایا جاتا تو پانی مکمل طور پر گاڑھا ہوتا،
پکانے کی صورت اس کے خلاف ہے جیسا کہ مذکور ہوا

---

[1] فتح القدیر   الماء الذی یجوز بہ الوضوء الخ   نوریہ رضویہ سکھر   ۱/۶۳

marfat.com
Marfat.com

ثخن کما اذا طبخ بما یقصد به النظافة کالسدر وصار ثخینا اھ[1] فقال ھذا من المصنف لیس علی ما ینبغی فانه متی طبخ بما لا یقصد به النظافة لا یرفع الحدث وان بقی رقیقا سائلا لکمال الامتزاج بخلاف ما یقصد به النظافة فانه لا یمتنع به رفعه الا اذا خرج عن رقته وسیلانه فالفرق بینهما ثابت وتسویة المصنف بینهما ممنوعة[2] اھ۔

(اس کی وجہ یہ مذکور ہوئی ہے کہ ٹھنڈا ہونے کی صورت میں کمال امتزاج سے گاڑھا پن فوراً پیدا ہوجاتا ہے جبکہ پکانے کی صورت میں حرارت گاڑھے پن سے مانع ہوتی ہے) ہاں پکانے کی صورت میں گاڑھے پن کے بغیر کمال امتزاج، وضو کے لیے اس وقت مانع نہ ہوگا جب پانی میں نظافت کی غرض سے کوئی چیز پکائی گئی ہو بشرطیکہ اس سے بالفعل گاڑھا پن پیدا نہ ہو، پس اب ہدایہ کی عبارت میں دونوں استثناء درست ہوگئے۔ اس جواب کی تقریر سے سید ابوسعود اور سید طحطاوی کا علامہ شرنبلالی پر اعتراض بھی ختم ہوگیا جو انہوں نے علامہ کی اس عبارت پر کیا جو علامہ نے مراقی الفلاح میں یُوں کہی ہے "چنے اور مسور جیسی چیزوں کو پانی میں پکانے سے جب پانی کی طبع زائل ہوجائے کہ ٹھنڈا ہونے پر گاڑھا ہوجائے تو وضو جائز نہیں ہے جس طرح نظافت کے مقصد سے پانی میں پکائی ہوئی چیز (جیسے بیری کے پتے وغیرہ) جو کہ پکنے میں گاڑھا ہوجائے تو وضو جائز نہیں ہے اھ اس پر دونوں حضرات نے یہ اعتراض کیا کہ مصنف (علامہ شرنبلالی) کا یہ کہنا مناسب نہیں ہے کیونکہ جب ایسی چیز پانی میں پکائی جائے جس سے نظافت مقصود نہ ہو تو اس سے طہارت جائز نہیں، اگرچہ اس میں رقت وسیلان باقی ہو اس لیے کہ یہاں کمالِ امتزاج پایا جاتا ہے۔ لیکن جس چیز سے نظافت مقصود ہو تو وہاں جب تک رقت وسیلان ختم نہیں ہوتا اس وقت تک اس سے طہارت جائز ہے یہ فرق واضح ہے اور مصنف (شرنبلالی) کا دونوں صورتوں کو برابر قرار دینا درست نہیں ہے اھ (ت)

اقول اولا متی سوی وقد قال فی المنظف وصار ثخینا فاعتبر الثخونة بالفعل وقال فی غیرہ اذا برد ثخن فاعتبر التھیؤ للثخن[3]۔

میں کہتا ہوں اولاً کہ علامہ شرنبلالی نے کب دونوں صورتوں کو برابر قرار دیا ہے؟ حالانکہ انہوں نے نظافت والی چیز کے بارے میں کہا کہ گاڑھا پن پایا جائے تو انہوں نے یہاں گاڑھے پن کا بالفعل پایا جانا معتبر قرار دیا اور غیر منظف میں انہوں نے کہا جب ٹھنڈا ہوکر گاڑھا ہو تو یہاں انہوں نے

[1] مراقی الفلاح کتاب الطہارت الامیریہ بولاق مصر ص ۱۶

[2] حاشیہ طحطاوی " " " " " "

Marfat.com

بالفعل گاڑھے ہونے کا اعتبار نہیں کیا بلکہ اس کے قابل ہونے کا اعتبار کیا ہے۔ (ت)

ف۱

وثانیا قولهما ان بقی رقیقا ان اراد به ماعلیه المطبوخ قبل ان یبرد فلم ینکره المصنف بل قد نص علیه اذ اعتبره رقیقا بعد ومنع الوضوء به وان اراد به مایبقی رقیقا بعد ما یبرد ایضا فمنع الوضوء به ممنوع وکمال الامتزاج مدفوع اذ لوکمل لثخن ولو بعد حین۔

اور ثانیا ان دونوں کا یہ قول، کہ غیر منظف سے وضوء جائز نہیں اگرچہ اس کی رقت باقی ہو، تو اس رقت کی بقاء سے مراد اگر ٹھنڈا ہونے سے قبل ایسا ہو، تو مصنف نے اس کا انکار نہیں کیا بلکہ انہوں نے اس رقت پر یہ کہہ کر نص کردی کہ ٹھنڈا ہونے سے قبل رقیق ہو اور ٹھنڈا ہونے کے بعد گاڑھا ہو، کیونکہ انہوں نے ٹھنڈا ہونے کے بعد رقیق کا اعتبار کیا ہے اور یہ کہ اس سے انھوں نے وضو کو ناجائز کہا اور اگر ان کی مراد یہ ہو کہ ٹھنڈا ہونے کے بعد بھی رقیق رہے تو پھر ان دونوں حضرات کا اس سے وضوء کو منع کرنا درست نہیں ہے اور یہاں کمالِ امتزاج ماننا درست نہیں ہے کیونکہ اگر اس وقت کمالِ امتزاج ہوتا تو پھر کچھ دیر بعد گاڑھا ہوجاتا۔ (ت)

ف۲

وثالثا لئن سلم فالمنقول عن امامی المذهب ابی یوسف ومحمد رحمهما الله تعالٰی هو التسویة بین المنظف وغیره علی الروایة المشهورة عن ابی یوسف وعلی کلتا الروایتین عن محمد تذکر ماسلفنا فی ۱۰۷ عن الحلیة عن التتمة والذخیرة ان ابا یوسف یعتبر فی المنظف سلب الرقة روایة واحدة واختلف الروایة عنه فی غیره ففی بعضها اعتبر سلب الرقة ای وهی المشهورة عنه وفی بعضها لم یشترطه ای واکتفی بتغیر الاوصاف وهی الروایة الضعیفة المرجوحة وان محمدا اعتبر الغلبة باللون ای وهی الروایة المشهورة عنه وفی بعضها سلب الرقة

اور ثالثا اور اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ علامہ شرنبلالی نے منظف اور غیر منظف پکنے والے دونوں کو برابر و مساوی قرار دیا ہے تو بھی یہ درست ہے کیونکہ امام یوسف اور امام محمد دونوں اماموں کے ہاں منظف اور غیر منظف دونوں برابر ہیں، جیسا کہ امام ابو یوسف سے مشہور اور امام محمد سے مشہور اور غیر مشہور دونوں طرح منقول ہے نمبر ۱۰۷ میں حلیہ، تتمہ اور ذخیرہ کے حوالے سے ہم نے جو بیان کیا تھا اس کو یاد کرو، وہ یہ کہ امام ابو یوسف منظف میں رقت ختم ہونے کا اعتبار کرتے ہیں ان سے یہ ایک ہی روایت ہے جبکہ غیر منظف کے بارے میں ان سے مروی روایات مختلف ہیں، بعض روایات میں وہ یہاں رقت کے خاتمہ کا اعتبار کرتے ہیں یہی روایت مشہور ہے۔ اور بعض روایات میں یہ ہے کہ وہ

marfat.com
Marfat.com

وکلتاھما مطلقۃ عن التفصیل بین المنظف وغیرہ فای عتب علی من سوی بینھما تبعا لامامی مذھبہ وھما المرأن یقتدی بھما بعد الامام الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین واللہ تعالٰی اعلم۔

یہ شرط نہیں لگاتے اور صرف اوصاف کی تبدیلی کا اعتبار کرتے ہیں یہ روایت ضعیف ہے اور امام محمد دونوں صورتوں میں غلبہ کے لیے رنگ کی تبدیلی کا اعتبار کرتے ہیں، ان سے یہی مشہور روایت ہے۔ اور بعض روایت میں وہ غلبہ میں رقت کے خاتمہ کا اعتبار کرتے ہیں اور انہوں نے منظف وغیر منظف کے فرق کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا، لہذا، اگر بقول دونوں معترضین حضرات، علامہ شرنبلالی، دونوں صورتوں کو امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی کی اتباع میں مساوی قرار دیں تو کیا قباحت ہے جبکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد یہ دونوں امام ہی قابلِ اتباع ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

بالجملہ قول مشہور و مسلک جمہور یہی ہے کہ طبخ میں وجہ منع زوالِ رقت ہے یہی ہے وہ کہ ہم نے ۲۱۷ میں تحقیق کیا و الاٰن اقول (اور اب میں کہتا ہوں۔ت) وباللہ التوفیق (اور اللہ کی توفیق سے۔ت) اوپر معلوم ہُوا کہ یہاں چار چیزیں ہیں: (۱) اجزا (۲) اوصاف (۳) طبیعت (۴) اسم۔ اور اعتبار اجزا تین وجہ پر ہے: مقدار، طبیعت، اسم۔ طبخ میں علتِ منع کثرتِ اجزا لینا تو محتمل نہیں کہ یہ کثرت ہوگی تو ابتداسے نہ کہ بوجہ طبخ۔ یُوں ہی تغیر لون وطعم وریح۔

اولاً غالباً قبل حصول طبخ و نضج ہوجائے گا تو اُسے بھی تغیر بالطبخ میں نہیں لے سکتے اور بعض جگہ کہ بعد تمامی طبخ ہوا سے علت قرار دینے پر عام مطبوخات تغیر بالطبخ سے نکل جائیں گے کہ ان میں تغیر وصف طبخ سے نہ ہوا۔

ثانیاً اس سب سے قطع نظر ہو تو اعتبار اوصاف مذہب صحیح معتمد کے خلاف ہے خود خانیہ میں اس کے خلاف کی تصحیح فرمائی، کما تقدم مشروحا فی ۱۰۱ و ۱۲۲ فھذا رد جدید[2] علی ما فی البحر والنھر[3] مستندین الی عبارۃ الخانیۃ البانیۃ الحکم علی وجود ریح الباقلاء وجامع الرموز[4] المعتبر تغیر اللون (جیساکہ واضح طور پر پہلے ۱۰۱ اور ۱۲۲ میں گزرا پس یہ بحر اور نہر کے اُس بیان کی نئی تردید ہے جو خانیہ کی عبارت کی طرف منسوب ہے جس میں حکم کی بنیاد باقلی کی بُو پر ہے نیز یہ جامع الرموز کی تردید ہے جس نے رنگ کی تبدیلی کا اعتبار کیا ہے۔ (ت)

ثم اعتبار الریح[5] فیہ نظر فان محمد الناظر الی الاوصاف لم یعتبرھا فی المشھور عنہ انما اعتبر اللون ثم الطعم

پھر تغیر اوصاف میں بُو کا اعتبار محل نظر ہے کیونکہ خود امام محمد جنہوں نے اوصاف کا لحاظ کیا ہے بُو کا اعتبار نہیں کرتے ان سے مشہور روایت یہی ہے

Marfat.com

ثم الاجزاء کما سیأتی ان شاء اللہ تعالٰی ولو سلم فلم القصر علیہما۔
کہ وہ صرف رنگ اور پھر ذائقہ اجزاء کا اعتبار کرتے ہیں جیسا کہ ان شاء اللہ آئندہ آئے گا اور اگر بُو کے اعتبار کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی صرف اسی کا اعتبار کیوں۔ (ت)

باقی رہے دو طبیعت و اسم۔ اعتبار طبیعت تو وہی قول مذکور جمہور ہے اور امام زیلعی و اتقانی نے اعتبار اسم ذکر فرمایا۔

ففی التبیین ما تغیر بالطبخ لا یجوز الوضوء بہ لزوال اسم الماء عنہ وھو المعتبر فی الباب[1] اھ ولما قال فی الھدایۃ ان تغیر بالطبخ لا یجوز لانہ لم یبق فی معنی المنزل من السماء اذ النار غیرتہ[2] اھ عللہ فی غایۃ البیان[عہ] بزوال الاسم۔

تبیین میں ہے پکانے سے جو تغیر پانی میں پیدا ہوا اس سے وضوء جائز نہیں ہے کیونکہ ایسی صورت میں پانی کا نام ختم ہو جاتا ہے اور پانی کی تبدیلی میں اس کے نام کی تبدیلی ہی معتبر ہے اھ اور یوں ہی ہدایہ کے قول کی بنیاد پر جس میں ہے کہ اگر پکانے کی وجہ سے پانی میں تغیر پیدا ہوا تو اس سے وضوء جائز نہ ہوگا کیونکہ اب وہ آسمانی پانی کی کیفیت پر نہیں رہا بلکہ آگ نے اس کو متغیر کر دیا ہے اھ غایۃ البیان میں وضوء جائز نہ ہونے کی علت زوالِ اسم کو قرار دیا ہے۔ (ت)

اقول وہ اعتبار طبیعت کے منافی نہیں کہ تغیر طبع قطعاً موجب زوال اسم ہے مگر یہاں ایک دقیقہ اور ہے۔

فاقول وبہ نستعین اوپر گزرا کہ طبخ[2] میں کبھی پانی مقصود نہیں ہوتا تو یہاں زوال اسم بے زوال طبع نہ ہوگا لعدم صیرورتہ شیئاً اٰخر لمقصود اٰخر (کیونکہ چیز دگر مقصد دگر کے لیے نہیں ہوتی۔ ت) اور کبھی خود بھی مقصود ہوتا ہے اس میں تین صورتیں ہیں:

ایک معہود کہ پانی قدر مناسب یا اس سے کم ہو یہ بعد طبخ طبع و اسم دونوں میں متغیر ہو جائے گا۔

عہ بل فی نفس الھدایۃ وایضا الکافی فیما طبخ فیہ المنظف فغلب علیہ لزوال اسم الماء عنہ[3] ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

بلکہ خود ہدایہ اور کافی میں بھی ہے کہ وہ پانی جس میں ایسی چیز جو نظافت کے لیے مفید ہو، کو پکایا اور وہ چیز غالب ہو جائے تو پانی کا نام تبدیل ہو جائیگا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الطہارۃ الامیریہ بولاق مصر ۱/۱۹

[2] و [3] الہدایۃ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء الخ المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۱۸

marfat.com
Marfat.com

دوم اس درجہ کثیر و وافر ہو کہ شئے مخلوط اس میں عمل نہ کرسکے اس سے نہ طبع بدلے گی نہ اسم کہ بوجہ افراط صالح مقصود آخر نہ ہوگا۔

سوم زائد ہو مگر نہ اُس درجہ مفرط اس میں محتمل کہ زوالِ طبع نہ ہو اور نام بدل جائے مثلاً کہا جائے شوربا کس قدر زائد کردیا ہے بخلاف اس صورت کے کہ مثلاً دیگچہ بھر[1] پانی میں چھٹانک بھر گوشت پکائیں اسے کوئی شوربا نہ کہے گا جمہور نے بلحاظ معہود زوال طبع پر اقتصار فرمایا اور ان بعض نے شمول غیر معہود کے لیے بلفظ تغیر تعبیر فرمایا جس سے تغیر اسم مقصود ہے نہ تغیر وصف کہ طبع پر موقوف نہیں وقد اشرنا الی ھذا فی ۲۱۰ عند التوفیق بین قولھم اذا برد ثخن وقول الغنیۃ غالبا واللہ تعالٰی اعلم (ہم ۲۱۰ میں اس کی طرف اشارہ کرچکے ہیں جہاں پر ان کے قول "اذا برد ثخن" اور غنیہ کے قول "غالباً" میں توفیق بیان کی، واللہ تعالٰی اعلم۔ ت)

اقول وبہ ظھر الفرق بین المنظف وغیرہ فانہ اذا زال الاسم حصل المنع ولا یزول الاسم فی المنظف الا بزوال الطبع بالفعل لانہ لایقصد بہ الا ما یقصد من الماء وھو التنظیف فھذا غایۃ التحقیق واللہ سبحٰنہ ولی التوفیق۔

میں کہتا ہوں اسی سے منظّف (یعنی نظافت والی چیز کو پکانے) اور غیر منظّف کا فرق واضح ہوا، کیونکہ پانی کا نام بدل جانے پر وضو منع ہوجاتا ہے جبکہ منظّف میں نام کی تبدیلی اسی صورت میں ہوتی ہے جب بالفعل پانی کی طبع ختم ہوجائے، کیونکہ خالص پانی اور منظّف دونوں کا مقصد نظافت کا حصول ہے، یہ کامل تحقیق ہے اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے (ت)

وقف ۲

بالجملہ حاصل تنقید و تنقیح یہ ہے کہ اگر کلام طبخ معہود سے خاص ہو تو مدار زوال طبع پر ہے اور یہی ہے وہ جسے عامہ کتب معتمدہ نے اختیار کیا اور اس وقت منظّف و غیر منظّف میں فرق یہ ہوگا کہ غیر منظّف میں زوال بالقوۃ کافی ہے یعنی ٹھنڈی ہونے پر جرم دار ہوجائے اور منظّف مثل صابون و اُشنان میں زوال بالفعل درکار اور اگر معہود و غیر معہود سب کو شامل کریں تو مدار زوال اسم پر ہے خواہ صرف زوال طبع کے ضمن میں پایا جائے جبکہ پانی مقصود نہ ہو یا صرف چیز دیگر مقصد دیگر کے لیے ہوجانے کے ضمن میں جیسے طبخ غیر معہود میں جبکہ زیادت مفرط نہ ہو خواہ دونوں کے ضمن میں جہاں طبخ معہود اور پانی مقصود اس وقت بجائے زوال طبع تغیر کہیں گے امام دقیق النظر حافظ الدین نسفی نے وافی و کنز میں یہی مسلک لیا اور نقایہ و اصلاح و تبیین و غایۃ البیان نے ان کا اتباع کیا اب منظّف و غیر منظّف میں فرق یہ ہوگا کہ غیر منظّف میں کبھی باوصف بقائے رقت زوال اسم ہوجاتا ہے بخلاف منظّف۔ اس کی نظیریں غیر مطبوخ میں کثیر ہیں جیسے نبیذ و صبغ و مداد وغیرہا مسائل کثیرہ۔ یہ ہے وہ جس سے بتوفیقہ تعالٰی تمام کلمات ائمہ ملتئم ہوگئے وللہ الحمد علی الدوام، وعلی نبیہ وذویہ

Marfat.com

الصلوٰۃ والسلام۔ یہاں تک نو بحثیں ہوئیں ایک اور اضافہ کریں کہ تلك عشرۃ کاملۃ ہوں۔

بحث دہم ارشاداتِ متون پر نظر **اقول** ہم فصل دوم میں ثابت کر آئے کہ مائے طاہر غیر مستعمل کے فی نفسہ ناقابلِ وضو ہو جانے کے چار بلکہ تین ہی سبب ہیں:

(۱) کثرتِ اجزائے مخالط جس میں حکماً دوسری صورت مساوات بھی داخل۔

(۲) زوالِ رقت کہ جرم دار ہو جائے۔

(۳) زوالِ اسم جس سے یہاں اُس کی وہ خاص صورت مراد کہ مقصد دیگر کے لیے چیز دیگر ہو جائے۔ نیز فصل حاضر کی بحث دوم ابحاث غلبہ میں گزرا کہ غلبۂ اجزاء کہ مذہب امام یوسف رحمہ اللہ تعالٰی ہے ان تینوں صورتوں پر بولا جاتا ہے بالجملہ مائے مطلق کی تعریف جو ہم نے محقق و منقح کی اور امام ابو یوسف کا مذہب کہ وہی صحیح و معتمد ہے حرف بحرف متطابق ہیں وللہ الحمد۔

اب متون کو دیکھئے تو وہ بھی ان تین سبب سے باہر نہیں انھیں کو وجہ منع ٹھہراتے ہیں اگر سب کا استیعاب نہیں فرماتے اور یہ کچھ نئی بات نہیں متون[۱] نہ متون جن کی وضع اختصار پر ہے بلکہ شروح میں بھی جن کا کام ہی تفصیل و تکمیل ہے صدہا جگہ احاطہ مقصود نہیں ہوتا۔ بعض کی تصریح بعض کی تلویح کہ اشارت دلالت اقتضاء فحوی سے مفہوم ہوں اور کبھی بعض یکسر مطوی کما لایخفی علی من خدم کلماتھم وھذا من اعظم وجوہ العسر فی ادراك الفقہ واللہ المیسر لکل عسیر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (جیسا کہ یہ بات ان لوگوں پر مخفی نہیں جو مصنفین کی عبارات پر کام کرتے ہیں، فقہ کے ادراک میں یہ مشکل مرحلہ ہے، اور اللہ تعالٰی ہر مشکل کو آسان فرماتا ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ت) یہاں اکثر متون نے صرف سبب دوم یعنی زوالِ طبع کا ذکر فرمایا قدوری و ہدایہ نے عبارت میں اس کی کچھ تفصیل نہ فرمائی ہاں مثالوں سے صورت طبخ وغیرہ کی طرف اشارہ کیا وقایہ وغرر و نور الایضاح نے اُسے دو سببوں کی طرف مفصل کیا طبخ و غلبۂ غیر اور ملتقی نے تیسرا سبب جزئی اور اضافہ کیا کثرت اوراق۔ پھر غلبۂ غیر کو ان سب نے مطلق رکھا مگر اول نے کہ اجزاء سے مقید کیا۔ **اقول** اور اسی کا ارادہ ملتقی میں چاہیے ورنہ کثرت اوراق بھی غلبۂ غیر ہی ہے بہرحال کثرتِ اجزاء و زوالِ اسم جن میں زوالِ طبع نہ ہو ان چھ[۲] میں مذکور نہ ہوئے ہدایہ نے شرح میں ان کا اشعار فرمایا اول کا ان لفظوں سے الخلط القلیل لامعتبر بہ فیعتبر الغالب والغلبۃ بالاجزاء[۱] (قلیل ملاوٹ کا اعتبار نہیں صرف غالب کا اعتبار ہوتا ہے اور غلبہ میں اجزاء کا لحاظ ہوتا ہے۔ ت) دوم کا اشارہ خفیہ اس عبارت سے ان تغیر بالطبخ

---

[۱] الہدایۃ باب الماء الذی یجوز بہ الوضو مطبع عربیہ کراچی ۱/۱۸

marfat.com
Marfat.com

لا یجوز اذ النار غیرته الا اذا طبخ فیہ ما یقصد بہ النظافة[۱] (اگر تغیر پکانے کی وجہ سے ہوا تو وضو جائز نہ ہوگا کیونکہ آگ سے تغیر پیدا ہوگیا ہے لیکن اگر ایسی چیز ملا کر پانی کو پکایا جائے جس سے نظافت مقصود ہو تو پھر جائز ہے۔ت) یہ اعتبار مقصد کی طرف ایما ہے کما تقدم الاٰن تقریرہ (جیسا کہ اس کی تقریر ابھی گزری ہے۔ت) تو کلام ہدایہ جامع اسباب ثلٰثہ ہوا وافی وکنز نے دو سبب ذکر فرمائے کثرتِ اجزاء و زوال طبع۔

اقول اور اسے کثرتِ اوراق وطبخ سے مفصل فرما کر اشارہ کیا کہ زوال طبع طبخ سے ہو خواہ بلاطبخ، اور اگر تغیر کو تغیر طبع ومقاصد دونوں کو عام لے کر کثرتِ اوراق میں صرف اول اور طبخ میں دونوں رکھیں تو بعض صور سبب سوم یعنی زوال اسم کی طرف بھی اشارہ ہوگا اصلاح نے دو سبب اخیر لیے زوال طبع واسم اقول مگر دونوں کی صرف بعض صور پر اقتصار کیا کہ اول کو غلبۂ اجزاء اور دوم کو طبخ سے مقید کردیا، نقایہ میں اگر تغیر بمعنی زوال طبع ہو تو اپنی اصل وقایہ کی طرح ہے اور بمعنی زوال اسم لیں اور یہی انسب ہے تو مثل اصلاح دو سببوں کا ذکر ہوا اقول اور بہرحال سبب اول میں وقایہ واصلاح سے اصلح کہ غلبۂ اجزاء سے مقید نہ فرمایا۔

اقول لکن فیہ[۱] اشکال قوی فان بالحکم الکلی والاستثناء انحصر سبب المنع فیما ذکرو العجب[۲] ان لم یتنبہ لہ الشارحان الفاضلان۔

میں کہتا ہوں، لیکن اس میں اشکال ہے کیونکہ کلی حکم اور استثناء کی وجہ سے وضوء سے منع کا سبب صرف اس کا ذکر کردہ ہی ہوگا، اور تعجب ہے کہ دونوں فاضل شارح حضرات کی توجہ اس طرف نہ ہُوئی۔(ت)

اقول ویمکن الجواب عن السبب الاول بان کلامہ مشعر بکون المخالط اقل اجزاء لما قدمنا فی ثانی ابحاث زوال الطبع ان الاختلاط ینسب الی اقل الخلیطین فکانہ قال یتوضؤ بہ وان خالطہ ما ھو اقل اجزاء منہ الا اذا اخرجہ عن رقتہ

میں کہتا ہوں، اور پہلے سبب کا جواب یوں ممکن ہے کہ اس کے کلام سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ پانی میں ملائی ہُوئی چیز کے اجزاء کم ہوں، جیسا کہ ہم زوال طبع کی ابحاث میں سے دوسری بحث میں ذکر کرچکے ہیں کہ اختلاط کو کم اجزاء والی چیز کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، گویا اب اس کا کلام یُوں ہوا

---

[۱] الهدایة باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء مطبع عربیہ کراچی ۱/۱۸

Marfat.com

او غیر اسمه طبخا لکن یبقی وارداقصر الثالث علی صورة الطبخ الا ان یقال اشار الی غیرہ دلالة فان الذی یغیر اسمه بدون الاستعانة بالنار اقوی مما لایزیله الا بمعالجة النار فکانه قال او غیر اسمه ولو طبخا ای فضلا عما یغیرہ بنفسه وبھذا التقریر تصیر تشیر الی الاسباب الثلثة فتکون من احسن العبارات ھذا غایة ماظھرلی فی توجیھه واللہ تعالٰی اعلم۔

کہ اس پانی سے وضوء جائز ہے اگرچہ اس میں ملنے والی چیز کے اجزاء کم ہوں، مگر جب یہ چیز پانی کی رقت کو ختم کردے یا پکنے کی صورت میں اس کے نام کو تبدیل کردے تو وضوء ناجائز ہوگا لیکن اس جواب سے ایک اعتراض باقی رہا، وہ یہ کہ تیسرے سبب (نام کی تبدیلی) کو صرف پکانے کی صورت سے مختص کردیا ہے۔ ہاں اگر یُوں کہا جائے کہ دوسری صورت کی طرف دلالۃً اشارہ انہوں نے کردیا ہے کیونکہ نام کی تبدیلی جب آگ کے بغیر ہوگی تو یہ صورت زیادہ قوی ہوگی اس صورت سے جس میں صرف آگ سے ہی تبدیلی آسکتی ہے گویا یوں کہا کہ یا پانی کے نام کو تبدیل کردے خواہ پکانے کی وجہ سے ہو چہ جائیکہ پکائے بغیر خود بخود نام کی تبدیلی والی صورت پیدا ہوجائے اس تقریر سے اس کی طہارت تینوں اسباب کی طرف اشارہ کرے گی تو اب یہ بہترین عبادت قرار پائے گی، یہ اس عبارت کی انتہائی توجیہ ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

تنویر نے اگرچہ زوال طبع کو طبخ سے مقید کیا مگر غلبۂ غیر کو مطلق رکھا جس سے ظاہر غلبہ بکثرت اجزاء ہے توسبب اول اور بعض صور سبب دوم کا ذکر ہوا اور اگر غلبہ کو بوجہ اطلاق غلبہ طبعاً واسماً واجزاءً کو عام لیا جائے تو اسی قدر اسباب ثلثہ کو عام ہوجائیگا اور ذکر زوال طبع بطبخ از قبیل تخصیص بعد تعمیم ہوگا۔

بل **اقول** کانه رحمه اللہ تعالٰی لاحظ ان زائل الطبع بالطبخ لو یغلبه المخالط نفسه بل النار غیرته فیکون العطف علی ظاھرہ واذن تکون ھذہ احسن العبارات وترتقی من الضوابط الجزئیة الی الکلیات

بلکہ میں کہتا ہوں کہ انہوں نے گویا یہ لحاظ کیا کہ پکانے کی وجہ سے طبع کا زوال پانی میں ملنے والی چیز کے غلبہ سے نہیں ہے بلکہ آگ نے اس کو متغیر کیا ہے پس یہ عطف اپنے ظاہر پر رہا۔ اب یہ تمام عبارات میں احسن قرار پائی اور جزئی ضابطہ کی بجائے کلی ضابطوں میں شمار ہوگی۔ (ت)

متون کے ضوابط منع پر یہ نہایت کلام ہے وللہ الحمد کما یرضاہٗ والصلوۃ والسلام علی مصطفاہٗ واٰلہٖ وصحبہ ومن والاہ۔

marfat.com
Marfat.com

(ضابطہ ۵) اب متون ایک کلیہ دربارۂ جواز افادہ فرماتے ہیں کہ اختلاط طاہر سے پانی کے صرف وصف میں تغیر مانع وضو نہیں۔ وصف سے مراد رنگ، مزہ، بو۔ عبارات اس میں تین طرح آئیں:

(۱) احد اوصافہ یعنی کسی ایک وصف میں تغیر۔ قدوری میں ہے:

تجوز بماء خالطہ طاھر فغیر احد اوصافہ کماء السمد والماء الذی اختلط بہ الزعفران والصابون والاشنان[1]۔

ایسے پانی سے وضو جائز ہے جس میں کسی پاک چیز نے مل کر اس کے ایک وصف کو تبدیل کر دیا ہو جیسے سیلاب کا پانی اور وہ پانی جس میں زعفران، صابون اور اُشنان ملا ہو۔ (ت)

بعینہٖ اسی طرح ہدایہ و وافی و منیہ میں ہے:

غیر ان ھذہ زادت بشرط ان یکون الغلبۃ للماء من حیث الاجزاء الخ وزاد افی لامثلۃ الماء الذی اختلط بہ اللبن[2]۔

مگر انہوں نے ایک زائد بات کی کہ وصف کی تبدیلی میں پانی کے اجزاء کا غلبہ ہو الخ اور وافی اور منیہ نے ایک مثال زائد بھی بیان کی ہے کہ وہ پانی جس میں دودھ ملا ہو۔ (ت)

وقایہ، کنز، اصلاح اور مختار وغیرہا:

وان غیر احد اوصافہ طاھر[3] اھ ومثلت الوقایۃ بامثلۃ القدوری والاصلاح بالتراب والزعفران۔

اگرچہ کسی پاک چیز نے پانی کا ایک وصف تبدیل کر دیا ہو اھ وقایہ نے قدوری والی مثالیں ذکر کی ہیں اور اصلاح نے مٹی اور زعفران کی مثال دی ہے۔ (ت)

(۲) بعض اوصافہ کہ دو کو بھی شامل۔ بحر میں مجمع البحرین سے ہے:

نجیزہ بغالب علی طاھر کزعفران تغیر بہ بعض اوصافہ[4]

ہم وضو کو جائز قرار دیتے ہیں اس پانی سے جو ملنے والی پاک چیز پر غالب ہو اور اس کے بعض اوصاف متغیر ہو جائیں جیسے زعفران (ت)

---

[1] قدوری کتاب الطہارت مطبع مجیدی کان پور ص ۶
[2] منیۃ المصلی باب المیاہ مطبع عزیزیہ کشمیری بازار لاہور ص ۱۸
[3] کنز الدقائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱
[4] بحر الرائق " " " ۱/۶۹

Marfat.com

ملتقی میں ہے :

وان غیر طاھر بعض اوصافہ کالتراب و الزعفران والصابون[1]۔

اگرچہ پانی کے بعض اوصاف کو پاک چیز نے متغیّر کردیا ہو جیسے مٹی، زعفران اور صابون۔ (ت)

(۳) کل اوصاف۔ غرر میں ہے :

وان غیر اوصافہ طاھر جامد کاشنان و زعفران و فاکھۃ و ورق فی الاصح ان بقی رقتہ[2]۔

اگرچہ پانی کے اوصاف کو کسی پاک جامد چیز نے تبدیل کردیا ہو جیسے اشنان، زعفران، پھل اور پتّے جبکہ پانی کی رقت باقی رہے یہی اصح قول ہے (ت)

یہی مفاد تنویر ہے،

فانہ ذکر مثلہ تبعالہ کعادتہ رحمہما اللہ تعالٰی وان ترک قولہ غیر اوصافہ فقد دل علیہ بادارۃ الحکم علی بقاء الرقۃ مطلقا۔

کیونکہ انہوں نے بھی اس کی مثل کہا اپنی عادت کے مطابق ان کی اتباع کرتے ہوئے، اگرچہ انہوں نے غرر کا قول 'غیر اوصافہ' کو چھوڑ دیا ہے لیکن اس پر دلالت کے لیے انہوں نے حکم کو پانی کی رقت کی بقاء پر مطلقاً قائم رکھا۔ (ت)

ولہذا درمختار میں فرمایا : وان غیر کل اوصافہ[3] (اگرچہ اس کے تمام اوصاف کو بدل دے۔ ت) سادات ثلٰثہ حلبی طحطاوی شامی نے اسے مقرر رکھا نورالایضاح میں ہے : ولا یضر تغیر اوصافہ کلھا بجامد[4] (کسی جامد کی وجہ سے اگر پانی کے تمام اوصاف بدل جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ت)

اس پر شرح میں بڑھایا،

بدون طبخ ثم قال مستدلا علیہ لما فی صحیح البخاری و مسلم ان النبی صلی اللہ تعالٰی

بدون طبخ (پکائے بغیر)، پھر اس پر دلیل پیش کرتے ہوئے وہ روایت ذکر کی جس کو بخاری اور

---

[1] ملتقی الابحر تجوز الطہارۃ بالماء المطلق عامرہ مصر ۱/۲۷
[2] غرر مع شرح الدرر فرض الغسل عثمانیہ مصر ۱/۲۱
[3] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۵
[4] نورالایضاح کتاب الطہارۃ علیمیہ لاہور ص ۳

marfat.com
Marfat.com

علیہ وسلم امر بغسل الذی وقصتہ ناقتہ وھو محرم بماء وسدر و امر قیس بن عاصم حین اسلم ان یغتسل بماء وسدر واغتسل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بماء فیہ اثر العجین وکان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یغتسل و یغسل رأسہ بالخطمی وھو جنب و یجتزئ بذلک اھ[1] و تعقبہ السید ط فقال قد یقال غیر نحو السدر لایقاس علیہ لان المقصود بہ التنظیف فاغتفر فیہ تغیر الاوصاف ولا کذلک غیرہ[2] اھ

مسلم نے بیان کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس شخص کو جو کہ احرام کی حالت میں اونٹنی سے گر کر زخمی ہوا، حکم فرمایا کہ وہ بیری کے پتّوں والے پانی سے دھوئے۔ اور آپ نے قیس بن عاصم کو مسلمان ہونے پر بیری کے پتّوں والے پانی سے غسل کرنے کا حکم فرمایا۔ اور خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آٹے کے اثر والے پانی سے غسل فرمایا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنابت کے غسل میں خطمی والے پانی کے استعمال کو کافی سمجھتے اھ شرح نور الایضاح کی عبارت پر سید طحطاوی نے تعاقب کیا اور کہا کہ بیری کے پتّوں جیسی چیز پانی میں تغیر پیدا کرے تو معاف ہے، اس حکم پر دوسری چیزوں کو قیاس نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ اس سے تو صفائی مقصود ہے جبکہ دوسری چیزوں میں یہ مقصد نہیں ہوتا اھ (ت)

اقول تعقب علی الاستدلال بالحدیثین الاولین والرابع لا علی الحکم فقد سلمہ من قبل وسلم منہ الحدیث الثالث **ثم** قد علمت مما حققنا ان لا یغتفر فی المنظف تھیؤہ للثخن اما الاوصاف فلا عبرۃ بھا اصلا لکن یکفی منعا علی الدلیل۔

میں کہتا ہوں کہ سید طحطاوی نے شرح نور الایضاح پر تعاقب حکم کے بارے میں نہیں کیا بلکہ پہلی دو اور چوتھی حدیثوں سے استدلال پر تعاقب کیا ہے لہذا حکم اور تیسری حدیث کو انہوں نے محفوظ رکھا، پھر آپ کو ہماری تحقیق سے معلوم ہوچکا ہے کہ صفائی والی چیز میں گاڑھے پن کی استعداد تک معاف ہے اس میں اوصاف کا بالکل اعتبار نہیں ہے لیکن دلیل پر منع (اعتراض) کے لیے اتنا کافی ہے۔ (ت)

اور تحقیق یہی ہے کہ تینوں وصفوں کا تغیر بھی کچھ مضر نہیں جب تک موانع ثلاثہ مذکورہ سے کوئی مانع نہ پایا جائے

وا بیانہ ان النظار افترقوا فی العبارۃ الاولٰی مثلھا الثانیۃ فرقتین **فریق** یعتبر فیھا

اس کا بیان یہ ہے کہ پہلی عبارت (ایک وصف والی) اور دوسری عبارت (دو وصفوں والی) کے

---

[1] مراقی الفلاح کتاب الطہارۃ الامیریہ بولاق مصر ص ۱۶

[2] طحطاوی علی مراقی الفلاح مطبعۃ الامیریہ بولاق مصر ص ۱۶

Marfat.com

المفهوم فتدل على المنع بتغير وصفين والثانية على الجواز فيه والمنع بتغير الكل ثم يعترضه محققوهم بانه خلاف الصحيح الصحيح الجواز وان تغير الكل قال الامام الزيلعي فى التبيين اشار القدوری الی انه اذا غیر وصفین لایجوز الوضوء[1] به ومثله فی الفتح والبحر وکذا علی عبارة البداية فى النهاية والعناية والبناية و الدراية والكفاية و الغاية الاتقانية قال الاولان قوله احد اوصافه يشير الى انه اذا غيرا لاثنين لا يجوز لكن المنقول عن الاساتذة خلافه فذكرا ما تقدم فی ۷۹ زاد فى العناية وكذا اشار فى شرح الطحاوی الیه[2] اھ واقره سعدی افندی وقال التاليان فى قوله احد اوصافه اشارة الى انه اذا تغیرا ثنان لایجوز التوضی به لکن صحت الرواية بخلافه كذا عن الكرخى اھ[3] و الكفاية ذكرت الاشارة ثم اثرت عن النهاية ما عن الاساتذة و ذكرا لاتقانى اشارة القدوری ثم قال لكن الظاهر عن اصحابنا انه يجوز الا ترى الى ما فى

بارے میں علماء کے دو فریق بن چکے ہیں، ایک فریق ان عبارات میں مفہوم مخالف کا اعتبار کرتے ہوئے پہلی عبارت میں دو وصفوں کی تبدیلی پر وضوء کو ناجائز کہتا ہے اور دوسری عبارت میں مفہوم کا اعتبار نہ کرتے ہوئے وضو کو جائز کہتا ہے اور یہ گروہ تمام اوصاف (رنگ، بو، ذائقہ) کی تبدیلی پر وضوء ناجائز مانتا ہے لیکن پھر اس گروہ میں سے محقق لوگوں نے اس پر اعتراض کیا اور کہا کہ تمام اوصاف کی تبدیلی سے عدمِ جواز، صحیح قول کے خلاف ہے کیونکہ صحیح یہ ہے کہ اگرچہ تمام اوصاف بھی تبدیل ہو جائیں تب بھی وضو جائز ہے (اس بحث کے بارے میں عبارات درج ذیل ہیں) امام زیلعی نے تبیین میں فرمایا کہ قدوری نے اشارہ کیا ہے کہ اگر دو وصف تبدیل ہو جائیں تو وضوء ناجائز ہوگا اھ اسی طرح ہے درج ذیل کتب میں، فتح، بحر، نہایہ میں ہدایہ کی عبارت پر، عنایہ-بنایہ- درایہ- کفایہ- غایۃ اتقانیہ۔ ان میں سے پہلے دونوں نے کہا کہ ان کا قول "احد اوصافه" اس بات کا اشارہ ہے کہ اگر دو وصف بدل جائیں تو وضو جائز نہ ہوگا لیکن ماہرین سے اس کا خلاف منقول ہے، یہ کہہ کر پھر ان دونوں نے ۷۹ میں گزشتہ بحث کو ذکر کیا، اور اس پر عنایہ میں کذا

---

[1] تبيين الحقائق كتاب الطهارت مطبع الاميريه بولاق مصر ۱/۲۰

[2] العناية مع فتح القدير الماء الذى يجوز به الوضو سکھر ۱/۶۳

[3] البناية الماء الذى يجوز به الوضوء ملک سنز فیصل آباد ۱/۱۸۹

marfat.com

Marfat.com

شرح الطحاوی الخ وفی الجوہرۃ ان غیر وصفین فعلی اشارۃ الشیخ لایجوز والصحیح یجوز کذا فی المستصفی[1] اھ وقد مر فی ۱۰۱ وکذا مر عن الحلیۃ اعتبار المفہوم فی ۱۷ وردہ بتصحیح المستصفی فی ۱۰۱ ثم ذکر کلام النہایۃ وفی فتح اللہ المعین یفہم من التقیید عدم جواز الاستعمال اذا تغیر وصفان ولیس کذلک اھ[2] واغرب فی الکفایۃ واذ ذکر ما مر ثم استدرک علیہ بما فی التتمۃ عن الفقیہ المیدانی من مسألۃ وقوع الاوراق فی الحوض المار[3]ۃ فی ۷۶ قال قال صاحب النہایۃ لما تغیر لون الماء بالاوراق لابد ان یتغیر طعمہ ایضا فکان وصفان زائدین فصار موافقا لما اشار الیہ الکتاب[4] اھ

اشار فی شرح الطحاوی الیہ (طحاوی کی شرح میں ایسا ہی اشارہ کیا ہے) کا اضافہ کیا ہے اھ اور سعدی آفندی نے اس کی تائید کی ہے۔ اور ان کے بعد والے دونوں نے یہ کہا کہ "ان قول احد اوصافہ" میں اشارہ ہے کہ اگر دو وصف بدل جائیں تو وضوء جائز نہ ہوگا۔ لیکن صحیح روایات اس کے خلاف ہیں امام کرخی سے ایسا ہی مروی ہے اھ کفایہ نے یہی اشارہ ذکر کرکے پھر نہایہ والا ماہرین سے منقول قول کا حوالہ بیان کیا۔ اتقانی نے قدوری والا اشارہ ذکر کرکے پھر کہا کہ ہمارے اصحاب کے ظاہر قول کے مطابق اس سے وضوء جائز ہے، کیا طحاوی کی شرح میں موجود قول نہیں دیکھا الخ؟ اھ اور جوہرہ میں ہے کہ اگر دو وصف تبدیل ہو جائیں تو وضوء ناجائز ہے جیسا کہ شیخ نے اشارہ کیا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ وضوء جائز ہے، مستصفی میں ایسا ہے اھ یہ بات ۱۰۱ میں گزر چکی ہے اور یوں ہی ۱۷ میں حلیہ کے حوالہ سے مفہوم کے اعتبار کے بارے میں گزرا، اور پھر اس کے رد میں مستصفی کی تصحیح کے حوالہ سے ۱۰۱ میں ذکر کرکے پھر نہایہ کے کلام کو ذکر کیا ہے فتح اللہ المعین میں ہے کہ ایک وصف کی قید سے دو وصف کی تبدیلی میں وضوء کا عدم جواز سمجھ آتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے اھ کفایہ میں عجیب انداز سے مذکورہ بات کو بیان کرکے پھر فقیہ میدانی سے تتمہ میں منقولہ مسئلہ سے اس پر استدراک کیا اور وہ مسئلہ حوض میں پتے گرنے کے بارے میں ہے جو ۷۶ میں گزرا ہے، تو کفایہ نے کہا

---

[1] الجوہرۃ النیرہ	کتاب الطہارۃ	امدادیہ ملتان	۱/ ۱۴
[2] فتح اللہ المعین	" "	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/ ۶۲
[3] الکفایۃ مع الفتح	الماء الذی یجوز بہ الوضو	نوریہ رضویہ سکھر	۱/ ۶۳
[4] ایضاً			

Marfat.com

کہ صاحبِ نہایہ نے یہ بیان کیا کہ جب پتّوں کی وجہ سے پانی کا رنگ تبدیل ہوگا تو لازمی طور پر اس کا ذائقہ بھی تبدیل ہوگا۔ تو دو وصف کی تبدیلی ہونے پر یہ کتاب کے موافق ہوجائے گا۔ (ت)

اقول وانت تعلم انہ لا یدفع ماعن الاساتذۃ ولذا لم تعتمدہ النھایۃ والبنایۃ مع ذکرھم جمیعا ان الماء اذا تغیر لونہ تغیر طعمہ ایضا[1] اھ ھذہ عبارۃ الاخیرین۔

میں کہتا ہوں کہ اس سے اساتذہ (ماہرین) سے منقول شدہ موقف کا رد نہیں ہوتا جس سے آپ آگاہ ہیں اس کے باوجود کہ یہ بات سب نے ذکر کی کہ جب رنگ بدلے گا تو ذائقہ بھی ضرور بدلے گا۔ نہایہ اور بنایہ نے اس کو قابلِ اعتماد نہ سمجھا اھ یہ آخری دونوں (کفایہ اور غایہ) کی عبارت تھی۔ (ت)

اقول والمراد فی صورۃ الاوراق کما افصح عنہ النھایۃ فلا یقال قد یتغیر لونہ بقلیل من اللبن والزعفران لا طعمہ وبالجملۃ کان الحق ان یستدرک بما عن الاساتذۃ علی ماعن الفقیہ کما فعلوا لا العکس کالکفایۃ وتبعہ مسکین فتعقب المفھوم بما نقل فی النھایۃ عن الاساتذۃ ثم عاد فقال لا یتوضؤ وان اجازہ الاساتذۃ[2] اھ ومثلہ تعقب ورجع فی مجمع الانھر ثم قال لکن یمکن التوجیہ بان نقل صاحب النھایۃ محمول علی الضرورۃ فلا ینافی القول بعدم الجواز عند عدم الضرورۃ کما فی التحفۃ[3] اھ

میں کہتا ہوں کہ پانی میں پتّے گرنے کی وہ صورت مراد ہے جس کو نہایہ نے ذکر کیا ہے لہٰذا اب یہ کہنے کی گنجائش نہیں کہ اگر پانی میں تھوڑا سا دودھ یا زعفران ڈال دیا جائے تو پانی کا رنگ بدلنے کے باوجود اس کا ذائقہ تبدیل نہیں ہوتا، تاہم حاصل یہ ہے کہ فقیہ میدانی پر اساتذہ سے منقول قول سے استدراک کرنا چاہیے تھا، جیسا کہ دیگر حضرات نے کیا ہے کفایہ کی طرح اس کا عکس نہیں کرنا چاہیے تھا، اور مسکین نے کفایہ کی پیروی میں مفہوم کا اعتبار کرتے ہوئے، نہایہ میں ماہرین کے نقل کردہ قول پر، تعاقب کیا اور پھر دوبارہ کہا کہ (دو وصف تبدیل ہوجانے پر) پانی سے وضوء جائز نہیں ہے اگرچہ اساتذہ سے اجازت منقول ہے اھ اسی

---

[1] البنایۃ الماء الذی یجوز بہ الوضوء ملک سنز فیصل آباد ۱/۱۸۹
[2] شرح لملا مسکین مع فتح المعین الماء الذی یجوز بہ الوضوء سعید کمپنی کراچی ۱/۶۲
[3] مجمع الانھر تجوز الطھارۃ بالماء المطلق مطبعۃ عامرہ مصر ۱/۲۷

marfat.com
Marfat.com

طرح کا تعاقب و رجوع مجمع الانہر میں کیا اور پھر کہا، لیکن یہ توجیہ ممکن ہے کہ صاحبِ نہایہ کی نقل کردہ ماہرین کی رائے ضرورت کے لیے ہو اور یہ بغیر ضرورت وضو ناجائز ہونے' والے تحفہ میں مذکور موقف کے خلاف نہیں ہے اھ (ت)

اقول تبع فیہ الحلیۃ وقد علمت ردہ فی ۷۷ وفریق یاباہ اقول اخذ الاولون لفظۃ احد وبعض بشرط لا وھؤلاء لابشرط فشمل الکل شمول الجزئیۃ للکلیۃ وتقدم فی ۱۰۱ عن الزاھدی[1] فی شرح القدوری قول المصنف احد اوصافہ لایفید التقیید الخ وقد نقلہ فی الحلیۃ ثم قال لکن الظاھر انہ یرید من حیث الواقع والافلا شک ان مفہوم المخالفۃ یفید تقیید الجواز بذلک کما ذکرنا وعلی ھذا الفرع الذی سیأتی فی الحمص والباقلاء اذا نقع فی الماء وتغیرت الاوصاف الثلثۃ اھ والفرع المشار الیہ قول المنیۃ وکذا الحمصۃ والباقلاء اذا نقع وان تغیر لونہ وطعمہ وریحہ[1] اھ وفی جامع الرموز ما فی الھدایۃ من ذکر احد الاوصاف لیس للتقیید کما فی الزاھدی والیہ اشیر فی المضمرات[2] اھ وقال العلامۃ احمد بن یونس الشلبی علی قول الکنز احد اوصافہ

میں کہتا ہوں مجمع الانہر نے اس بات میں حلیہ کی پیروی کی ہے اور آپ ۷۷ میں اس کا رد معلوم کرچکے ہیں۔ دوسرے فریق، نے مفہوم مخالف کا انکار کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ پہلے فریق نے (ایک وصف یا بعض اوصاف کی تبدیلی کے بارے میں) لفظ "ایک" اور "بعض" کو بشرط لاغیر لیا ہے اور اس دوسرے فریق نے لابشرط غیر، لیا ہے پس اس دوسری صورت میں تمام اوصاف شامل ہوں گے جیسا کہ جزئی کُلی میں شامل ہوتی ہے اور ۱۰۱ میں زاہدی کے حوالہ سے شرح قدوری میں گزرا مصنف کا یہ قول کہ ایک وصف کا ذکر تقیید کا فائدہ نہیں دیتا الخ اور اس کو حلیہ میں نقل کیا پھر کہا کہ یہ عدم تقیید واقع کے لحاظ سے ہوگی ورنہ لفظوں کا مفہوم مخالف تو اسی ایک وصف کی تبدیلی سے جواز ثابت کرتا ہے جیسا کہ میں نے ذکر کیا ہے اور اسی حقیقت پر اس تفریع کا بیان مبنی ہے جو آئندہ چنوں اور باقلی کے بارے میں ہے کہ ان کو جب پانی میں ڈال کر ترکیا جس سے پانی کے تینوں اوصاف تبدیل ہوجائیں اھ اور جس تفریع کی طرف اشارہ کیا وہ منیہ کا قول اور اسی طرح چنے اور

---

[1] منیۃ المصلی — فصل فی المیاہ — مکتبہ عزیزیہ کشمیری بازار لاہور — ص ۱۸

[2] جامع الرموز — کتاب الطہارت — مطبعۃ اسلامیہ گنبد ایران — ۱/۴۷

Marfat.com

اوجمیع اوصافہ اذابقی علی اصل خلقتہ[1] اھ وکتب بعدہ لفظۃ اھ ولم یبین المنقول عنہ والظاہر من السیاق انہ الشیخ یحیٰی عہ وقال العلامۃ مولٰی خسرو فی الدرر وقعت عبارۃ کثیر من المشایخ ھکذا غیر احد اوصافہ طاہر فتوھم بعض شراح الہدایۃ ان لفظ الاحد احتراز عما فوقہ ولیس کذلک لما فی الینابیع لونقع الحمص او الباقلاء فتغیر لونہ وطعمہ وریحہ یجوز بہ الوضوء وقال فی النہایۃ المنقول عن الاساتذۃ فنقل مامر ثم قال واشار فی شرح الطحاوی[2] الیہ اھ واقرہ الشرنبلالی وعبد الحلیم والمولٰی حسن العجیمی وایدالخادمی بقولہ والقول ان مافی الہدایۃ غیر روایۃ النہایۃ کما توھم بعید[3] اھ وقال علی قولہ ولیس کذلک وقد یجاب انہ (یرید التقیید باحد الاوصاف) فیما یخالف الماء فی الاوصاف الثلٰثۃ فان المخالط للماء اذا لم یوافقہ

باقلی جب ان کو پانی میں ڈال کر تر کیا جائے اگرچہ اس کا رنگ، ذائقہ اور بُو بدل جائے، ہے اھ اور جامع الرموز میں ہے کہ ہدایہ میں ایک وصف کا ذکر مقید کرنے کے لیے نہیں جیسا کہ زاہدی میں ہے اور مضمرات میں اسی طرف اشارہ ہے اھ کنز کے قول احد اوصافہ اوجمیع اوصافہ (ایک وصف یا تمام اوصاف کی تبدیلی) پر علامہ احمد بن یونس شلبی نے یہ کہا کہ بشرطیکہ پانی اپنی خلقت پر باقی رہے، اور یہ کہہ کر انھوں نے اھ کہا لیکن انہوں نے یہ واضح نہیں کیا کہ یہ کس کی عبارت نقل کی ہے، اور سیاق سے یوں ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کلام شیخ یحیٰی کا ہے۔ دُرر میں علامہ مُلا خسرو نے کہا کہ بہت سے مشایخ کی عبارت یوں ہے غیر احد اوصافہ طاھر (پاک چیز ایک وصف کو تبدیل کر دے) تو اس سے ہدایہ کے بعض شارحین کو وہم ہوا کہ لفظ احد (ایک) سے زائد کی نفی مقصود ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ ینابیع میں ہے کہ اگر چنے یا باقلا پانی میں تر ہو کر اس کے رنگ اور ذائقہ اور بُو کو تبدیل

عہ لعل یحیٰی ھذا ھو الشیخ یحیٰی القوجحصاری صاحب الایضاح شرح الکنز واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (م)

شاید اس یحیٰی سے مراد شیخ یحیٰی القوجحصاری صاحب ایضاح شرح کنز ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] شلبیہ علی التبیین | کتاب الطہارۃ | الامیریہ بولاق مصر | ۱/۱۹

[2] درر غرر | " | دار سعادۃ مصر | ۱/۲۱

[3] خادمی شرح درر | " | " | ص ۲۰

marfat.com

Marfat.com

فیها فان غیراثنین او الثلاث لا یجوز الوضوء به والاجاز آہ قلت هذا هو جواب الامام الزیلعی کما یأتی ثم ردہ الخادمی بقوله لکن لا یخفی ان هذا لیس من هذا القبیل بل من قبیل الغلبة[2] کما یأتی اهـ یرید ان ماحملتم علیه قولهم وان غیر احد اوصافه وهو اختلاط مایخالف الماء فی الاوصاف الثلثة لیس من قبیل مافیه الکلام هنا وهو خلط الجامد لان العبرة بالاوصاف عند اهل الضابطة انماهی فی المائعات کما سیأتی فهو من قبیل ماغلب علیه غیرہ وهو المذکور فی الغرر اخرالکلام اماهنا فالعبرة بالرقة فکیف یحمل هذا علی ذاك۔

کردیں تو بھی اس سے وضوء جائز ہے اور نہایہ میں کہا کہ اساتذہ سے منقول ہے اور ان کے گزشتہ قول کو نقل کرکے کہا کہ طحاوی کی شرح میں اس طرف اشارہ ہے اھ شرنبلالی، عبدالحلیم اور مولی ملا حسن عجمی نے اس کو ثابت کیا اور خادمی نے اس کی تائید کرتے ہوئے یُوں کہا کہ یہ کہنا کہ ہدایہ کا بیان نہایہ کی روایت کے خلاف ہے، یہ وہم بعید ہے اھ خادمی نے ملا خسرو کے قول مذکور ولیس کذلك کے بارے میں کہا کہ اس کا جواب یُوں ہوسکتا ہے کہ ایک وصف کی قید وہاں زائد اوصاف کی نفی کریگی جہاں پانی میں ملنے والی چیز تینوں اوصاف میں پانی کے مخالف ہو کیونکہ تمام اوصاف میں مخالف چیز اگر پانی کے دو یا تینوں اوصاف کو تبدیل کردے تو اس پانی سے وضو جائز نہ ہوگا ورنہ جائز ہوگا۔ میں نے یہاں کہا کہ یہی امام زیلعی کا جواب ہے جیسا کہ آئندہ آئے گا اھ پھر خادمی نے خود اس کا رد کرتے ہوئے کہا زیربحث کلام اوصاف میں پانی کے مخالف چیز کے بارے میں نہیں ہے، خادمی کی مراد یہ ہے کہ ان غیر احد اوصافه یہ قول پانی میں ملنے والی اس چیز کے بارے میں ہے جو تینوں اوصاف میں پانی کے مخالف ہو' اس قبیلہ سے نہیں جس میں یہاں کلام ہے کیونکہ یہ تو جامد چیز کے بارے میں بحث ہے جبکہ ضابطہ والوں نے اوصاف کا اعتبار صرف بہنے والی چیزوں کے بارے میں کیا ہے جو آئندہ آئیگا' جبکہ یہ غیر کے غلبہ والی بات ہے جو غرر نے اپنے کلام کے آخر میں ذکر کیا ہے، لیکن وہاں جامد میں تو رقت کا اعتبار ہے۔ پس اس کو اُس پر کیسے محمول کیا جاسکتا ہے۔ (ت)

اقول لکن تخصیص الکلام[ع] بالجامد

میں کہتا ہوں، لیکن اوصاف کی تبدیلی کے

ع ای حکم الجواز مع تغیر فی الاوصاف ۱۲ منه غفرله (م)

یعنی اوصاف کی تبدیلی کے باوجود وضوء کے جواز کا حکم ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] خادمی شرح درر کتاب الطهارة درسعادة مصر ۱/۲۱

[2] ایضاً

Marfat.com

انما حدث بعد الضابطة وكلام كل من قبل الزيلعی مطلق فالحاصل حملہ عـــه علی مائع مخالف فی الاوصاف الثلثة فالاعتراض ساقط عن الزیلعی وبالجملة هما مسلکان لاهل الضابطة الاول حمل احد علی التقیید وحمل الحکم علی مائع یخالف فی الثلثة وهو مسلك الزیلعی والثانی جعل التقیید اتفاقیا وحمل الحکم علی الجامد وهو مسلك الدرر ومن تبعها کالتنویر نور الایضاح وکلاهما صحیح موافق للضابطة فلا ایراد وانما نشأ من خلط المسلکین۔

باوجود وضو کے جواز کو جامد چیز سے خاص کرنا ضابطہ مذکورہ کے بعد کی بات ہے، حالانکہ امام زیلعی سے پہلے تمام حضرات کا کلام مطلق ہے، حاصل یہ کہ امام زیلعی نے اس مطلق کو تینوں اوصاف میں مخالف بہنے والی چیز پر محمول کیا، یوں امام زیلعی پر سے اعتراض ساقط ہوگیا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اہلِ ضابطہ کے دو مسلک ہیں، اوّل یہ کہ ایک وصف کے ذکر کو قید بنا کر اس کو بہنے والی ایسی چیز کا حکم قرار دیا جو تینوں اوصاف میں پانی کے مخالف ہو، یہ امام زیلعی کا مسلک ہے اور دوسرا یہ کہ وصفِ واحد کے ذکر کو اتفاقی قید بنایا اور اس کو جامد کا حکم قرار دیا یہ دُرر اور اس کے موافق حضرات جیسے تنویر، نورالایضاح کا مسلک ہے اور یہ دونوں مسلک درست ہیں اور ضابطہ کے موافق ہیں لہذا کوئی اعتراض نہیں، صرف دونوں مسلکوں کے خلط سے اشتباہ پیدا ہوا۔ (ت)

اقول نعم اذا طوینا الکشح عن الضابطة الحادثة وقصرنا النظر علی نصوص المذهب والمذاهب المنقولة عن ائمة المذهب فهما مسلکان متخالفان لان جعل احد قید احترازیا یقضی باعتبار الغلبة بالاوصاف وهو مذهب محمد و جعله اتفاقیا یطرحه وهو مذهب ابی یوسف رضی الله تعالٰی عنهما وهذا هو الاولٰی و الاحری لوجوه تتلی۔

میں کہتا ہوں، ہاں اگر ہم نئے ضابطہ سے صرفِ نظر کریں اور مذہب کے ائمہ کرام سے منقول انکی نصوص کا ہی لحاظ کریں تو پھر یہ دونوں مسلک مختلف ہیں کہ واحد وصف کے ذکر کو احترازی قید قرار دے کر اوصاف کے لحاظ سے غلبہ کا فیصلہ کیا جائے تو یہ امام محمد کا مسلک ہوگا اور اس ایک وصف کو اتفاقی قرار دے کر غلبہ میں اوصاف کے اعتبار کو ساقط قرار دیا جائے تو یہ امام ابویوسف کا مذہب ہوگا یہی زیادہ بہتر اور مناسب ہے حسبِ ذیل وجوہ کی بنا پر۔

عـــه ای حمل الزیلعی ذلك المطلق ۱۲ منه غفرله (م)

یعنی امام زیلعی نے اس مطلق کو تینوں اوصاف میں پانی کے مخالف بہنے والی چیز پر محمول کیا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

marfat.com
Marfat.com

فاقول اولاً قد علمت ان مذهب ابی یوسف هو الصحیح المعتمد و مهما قدرنا ان نحمل النصوص علی الصحیح لانعدوه۔

میں کہتا ہوں اولاً یہ کہ آپ کو معلوم ہے کہ امام ابو یوسف کا مذہب ہی قابلِ اعتماد اور صحیح ہے اور جب تک ممکن ہوگا ہم نصوص کو صحیح مذہب پر محمول کرینگے اور آگے نہیں پڑھیں گے۔

وثانیاً النصوص مطلقة تشمل الجامد و المائع و اعلی الله درجات الامامین برهان الدین الفرغانی و حافظ الدین النسفی اذ زادا فی الامثلة الماء الذی خالطه اللبن فاتیا بالتنصیص علی التعمیم و بطلان التخصیص و محمد انما یقول باعتبار الاوصاف فی المائعات کما یأتی تحقیقه ان شاء الله تعالٰی فجعله للاحتراز یجعل النصوص خارجة عن المذهبین و المتون ماشیة علی ما لا وجود له فی المذهب و انما کان وضعها لنقل المذهب۔

دوم یہ کہ اس بارے میں نصوص میں اطلاق ہے جو جامد اور بہنے والی دونوں کو شامل ہے اس تعمیم پر امام برہان الدین فرغانی اور امام حافظ الدین نسفی (اللہ تعالٰی ان دونوں اماموں کے درجات کو بلند فرمائے) نے نص کرتے ہوئے اس مسئلہ کی مثالوں میں ایسے پانی کو جس میں دُودھ ملا ہو' کا اضافہ فرمایا جس سے تخصیص کا احتمال باطل ہوگیا' اور امام محمد بہنے والی چیزوں میں اوصاف کا اعتبار کرتے ہیں جیسا کہ آئندہ اس کی تحقیق آئے گی ان شاء اللہ تعالٰی، پس اب ایک وصف کے ذکر کو قید احترازی بنانے کے لیے تمام نصوص کو دونوں مذکور مذاہب سے خارج کرنا ہے اور متون باوجودیکہ وہ مذہب کی ترجمانی کے لیے وضع ہیں ان کو ایسے امور میں رواں کرتے ہیں جن کا مذہب میں وجود ہی نہیں ہے۔

وثالثاً معلوم ان دلالة المفهوم غیر قطعیة و رب قیود تجئ فی الکتب لا محترز لها فحمل النصوص علی هذا اولی ام جعل القید للاحتراز ثم القیام بالاعتراض۔

اور سوم' یہ کہ واضح طور پر معلوم ہے کہ مفہوم کی دلالت قطعی نہیں ہوتی کیونکہ کتب میں بہت سی قیود غیر احترازی آتی ہیں تو اب نصوص کو اس معنی پر محمول کرنا بہتر ہے یا قید کو احترازی بنا کر پھر اعتراض کا سامنا کیا جائے؟

ورابعاً لا شك ان کل کل معه بعضه وما غیر الاوصاف فقد غیر احدها

چہارم' یہ کہ اس میں شک نہیں کہ ہر کُل کے ساتھ اس کا بعض بھی ہوتا ہے تو جب اوصاف کو

Marfat.com

واعتبار الواحد علی صفة الانفراد غیر لازم ومالہ من اطراد الا تری الی ما فی الخیریۃ لایستفاد من لفظ واحدۃ وصف التوحید فقد نصوا علی انہ لو کان تحتہ اربع نسوۃ ولہ عبید فقال ان طلقت واحدۃ منھن فعبد من عبیدی حر او ثنتین فعبدان او ثلثا فثلثۃ او اربعا فاربعۃ فطلقھن معا او مفرقا ای مرتبا فی الکل والبعض عتق عشرۃ من عبیدہ واحد بطلاق الاولی واثنان بطلاق الثانیۃ وثلثۃ بطلاق الثالثۃ واربعۃ بطلاق الرابعۃ مجموع ذلک عشرۃ فلو اشترط وصف التوحید فی لفظ الواحدۃ لما وقع العتق علی الواحد فی صورۃ طلاقھن معا لانہ حینئذ لم یطلق واحدۃ حال کونھا منفردۃ بل طلقھا فی جملۃ نسائہ الاربع اھ[1]

کوئی چیز تبدیل کرے گی تو ان میں سے ایک وصف کو بھی تبدیل کرے گی جبکہ ایک کو انفرادی صفت پر رکھنا لازم نہیں ہے اور نہ ہی اس کے لیے کوئی ضابطہ ہے، کیا آپ نے فتاوٰی خیریہ کے اس مضمون پر غور نہیں کیا جس میں انہوں نے کہا ہے کہ "واحدۃ" کے لفظ سے وحدت کا وصف حاصل نہیں ہوتا (اسی لیے فقہاء کرام) نے اس بات پر نص کی ہے کہ اگر کسی شخص کی چار بیویاں ہوں اور اس کے دس غلام ہوں اور وہ یہ کہے اگر میں ایک بیوی کو طلاق دُوں تو ایک غلام آزاد، اگر دو کو طلاق دُوں تو دو غلام آزاد، اگر تین کو طلاق دوں تو تین غلام آزاد، اگر چار کو طلاق دوں تو چار غلام آزاد، اس کے بعد اس نے چاروں بیویوں کو ایک ساتھ یا متفرق طور پر طلاق دے دی تو اس کے دس غلام آزاد ہو جائیں گے، پہلی کے ساتھ ایک، دوسری کے ساتھ دو اور تیسری کے ساتھ تین اور چوتھی طلاق کے ساتھ چار غلام آزاد ہوں گے یوں کل دس عدد غلام آزاد ہوں گے (اس مسئلہ سے واضح ہوا) کہ اگر "واحدۃ" میں توحید کے وصف کا اعتبار شرط ہوتا تو سب بیویوں کو ایک ساتھ طلاق دینے کی صورت میں ایک غلام کو آزادی والی صورت نہ بنتی کیونکہ ایک غلام کی آزادی ایک بیوی کی طلاق سے مشروط تھی جبکہ ایک ساتھ طلاق دینے میں ایک بیوی کو علیحدہ طلاق نہیں ہوئی بلکہ چاروں بیویوں کو ایک ساتھ طلاق میں ایک طلاق ہے اھ (ت)

اقول والانصاف عندی ان الحکم بالمفھوم فی امثال المحال مختلف

میں کہتا ہوں، میرے نزدیک انصاف یہ ہے کہ احوال کے اختلاف کی بنا پر ہر محل میں

---

[1] فتاوٰی خیریہ قبیل باب الایلا بیروت ۱/۵۷

marfat.com
Marfat.com

یا خلاف الاحوال فان علم ان الا فراد لامدخل
فی الحکم لا یسبق الذهن الی المفهوم کقول
رجل لبنیه اکرموا من یکرم احدکم لا یفهم
منه احد ان لا تکرموا من اکرم کلکم وکذلك
قول حنفی من قرأ احدی آیات القرآن
صحت صلاتة وقول شافعی من مسح احدی
شعرات راسه صح وضوءه ومن هذا
الباب الصورة المذکورة فی الخیریة فانا
نری الحکم یزداد بالازدیاد فلا توقف له
علی الانفراد ومن ذلك قوله عز وجل وان
احد من المشرکین استجارك وآتیتم
احدیهن قنطارا او جاء احد منکم من الغائط
فانه لا ینفهم منه عدم الحکم عند التعدد
حتی عند اصحاب المفاهیم بل لو کان مثله
فی کلام الناس لم یدل علی المفهوم قطعا
للعلم بان الانفراد لادخل له فی الحکم وان
علم ان له مدخلا فیه ثبت المفهوم کقوله
لا تکرموا من یکرم احدکم فمن المعلوم ان
الحکم للاقتصار علی اکرام واحد فمن
اکرمهم جمیعا لا یدخل تحت النهی واذا
قیل من طلق ثنتین فله ان یراجع فهم
منه ان من طلق ثلثا لا رجعة له ولم
یفهم منه ان من طلق واحدة لا رجعة
له فاجتمع فیه الانفهام وعدمه فاذا کان
الامر یتلف هکذا او یبتنی علی العلم بالعلة

مفہوم کا حکم مختلف ہوتا ہے کیونکہ اگر یقین کر لیا جائے
کہ انفرادی وصف کا حکم میں کوئی دخل نہیں ہوتا تو پھر
جب کوئی شخص اپنے بیٹوں کو یہ کہے کہ جو تم میں سے
ایک کی عزت کرے تم اس کی عزت کرو، تو اس
کلام سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ جو تم سب کی عزت کرے
تم اس کی عزت نہ کرو (حالانکہ اس بات سے یہ مفہوم
نہیں سمجھتا) اسی طرح کسی حنفی کا یہ قول کہ جس نے قرآن
کی آیات میں سے ایک آیت پڑھی اس کی نماز درست
ہے۔ اور کسی شافعی کا یہ قول کہ جس نے اپنے سر کے
بالوں میں سے ایک بال کا مسح کر لیا اس کا وضو درست
ہے۔ ان میں زیادہ آیات پڑھنے میں نماز کی اور زیادہ
بالوں کے مسح سے وضوء کی عدم صحت نہیں سمجھی جاتی،
فتاوٰی خیریہ کی مذکورہ صورت اسی باب سے ہے کیونکہ
زیادہ کرنے پر حکم بھی زیادہ ہو جاتا ہے اسی طرح حکم
ایک پر موقوف نہیں ہو گا۔ اسی قبیل سے اللہ تعالیٰ کا
یہ قول ہے کہ اگر مشرکین میں ایک مشرک پناہ طلب کرنے اور
یہ قول کہ عورتوں میں سے ایک کو وافر دو، اور یہ قول
بھی کہ تم میں سے کوئی ایک بیت الخلاء سے فارغ ہو،
کیونکہ ان اقوال میں عدد زیادہ ہونے پر عدم حکم کا
فہم نہیں ہوتا حتی کہ وہ لوگ جو عبارات میں مفہوم اخذ
کرنے کے قائل ہیں وہ بھی زیادہ سے حکم کی نفی نہیں کرتے
بلکہ عوام الناس کے کلام میں بھی اگر ایک کا عدد ذکر ہو
تو اس سے مفہوم مخالف نہیں لیا جاتا کیونکہ انفراد کا
حکم میں دخل نہیں ہے۔ اور اگر انفراد کا حکم میں دخل
ہو تو پھر مفہوم مخالف ثابت ہو جاتا ہے، جیسے کوئی

Marfat.com

من خارج لم يصح الحكم باحد الطرفين من مجرد الكلام فههنا ان علم ان للتوحد او البعضية مدخلا في جواز الوضوء ثبت المفهوم وان علم عدمه انعدم فالحكم بكونه قيدا احترازيا متوقف على اثبات اعتبار التغير بالاوصاف ولم يثبت بل ثبت خلافه فلا مفهوم وبالجملة هو[۱] احتمال قام البرهان على بطلانه فلا يعتبر۔

یہ کہے تم میں سے ایک کی عزت کرنے والے کی عزت نہ کرو، اس جملہ سے واضح ہے کہ یہاں عزت نہ کرنے کا حکم صرف ایک کی عزت سے متعلق ہے اور اگر وہ سب کی عزت کرے تو عزت کرنے میں ممانعت نہ ہوگی اور اگر کسی نے یہ کہا کہ جو شخص دو طلاقیں دے گا تو اس کو رجوع کا حق ہوگا، اس سے تین طلاقیں دینے والے کے لیے رجعت کا حق ثابت نہیں ہوتا جبکہ ایک طلاق دینے والے کے لیے رجعت کا حق ثابت ہوتا ہے' اس طرح دو طلاقوں کے حکم میں مفہوم کا فہم اور عدمِ فہم دونوں پائے جاتے ہیں پس اگر معاملہ واضح نہ ہو اور حکم کا فیصلہ کسی خارجی علت کے علم پر موقوف ہو تو کسی پہلو پر حکم نفسِ کلام سے حاصل نہ ہوگا لہٰذا (یہاں پانی میں ملنے والی چیز سے وصفِ واحد کے ذکر میں) وضوء کے جواز میں واحد یا بعض کا دخل ثابت ہو تو مفہوم مخالف ثابت ہوگا اور اگر واحد یا بعض کے عدمِ دخل کا علم ہو تو پھر مفہوم ثابت نہ ہوگا، اس لیے یہاں واحد کا قید احترازی ہونا اس بات پر موقوف ہے کہ اوصاف سے تغیر کا اعتبار کیا جائے، چونکہ یہ بات ثابت نہیں بلکہ اس کا خلاف ثابت ہے لہٰذا مفہوم بھی ثابت نہ ہوگا، خلاصہ یہ کہ اس احتمال کے بطلان پر دلیل قائم ہے لہٰذا یہ احتمال معتبر نہ ہوگا۔ (ت)

وخامسا تمثيلهم[۲] بماء المد والماء الذي خالطه الصابون من اجلى قرينة على عدم ارادتهم المفهوم فان ماء السيل يكون متغير اللون والطعم معا بل ربما يكون متغير الثلاثة وكذلك الماء اذا خالطه الصابون لا يقتصر على تغير وصف واحد قط والزعفران ربما يتغير به وصفان والثلثة واقتصاره على واحد نادر في المعتاد وقد ارسلوه ارسالا وجعلوه لما يغير احد الاوصاف مثالا وهذا وان كان فيه مجال مقال فماء المد والصابون

پنجم، یہ کہ ان فقہاء کرام کا "احد الاوصاف" کے ذکر کے بعد اس کے مثال میں سیلاب کے پانی اور صابون والے پانی کا ذکر کرنا اس بات پر واضح قرینہ ہے کہ یہاں مفہوم مراد نہیں ہے کیونکہ سیلاب کا پانی رنگ اور ذائقہ دونوں میں بلکہ تینوں اوصاف میں متغیر ہوتا ہے اور یُوں ہی جب پانی میں صابون ملتا ہے تو بھی صرف ایک وصف تبدیل نہیں ہوتا اور زعفران سے دو وصف بلکہ تینوں وصف متغیر ہو جاتے ہیں صرف ایک وصف کا متغیر ہونا عادۃً نادر ہے۔ تو فقہاء کرام نے پابند کیے بغیر "احد الاوصاف" کو بطور مثال ذکر کیا ہے اگرچہ یہاں بحث کی گنجائش ہو سکتی تھی لیکن سیلاب اور

marfat.com
Marfat.com

کافیان فی الاستدلال؛ فظهر الامر وزال اللبس وقیل الحمد للّٰہ رب العلمین۔

صابون کے ذکر سے استدلال کافی ہے یوں معاملہ واضح ہوگیا اور اشتباہ ختم ہوگیا، الحمد للہ رب العلمین (ت)

یہ ہے ضوابط متون کا بیان ضوابط پیشین نے مذہب امام ابو یوسف کا اثبات کیا اور اس ضابطہ نے مذہب امام ثالث کی نفی اور اطلاق نے واضح کیا کہ پانی میں کوئی شے جامد ملے خواہ مائع مطلقاً تغیر اوصاف غیر مانع اور دو امام اجل صاحب ہدایہ وصاحب کافی نے پانی میں دُودھ ملنے کی مثال زائد فرماکر اس اطلاق کو پورا مسجل فرمادیا اور مذہب امام ابو یوسف کہ اُس قدر تصحیحات کثیرہ سے مشید تھا اطباق متون سے اور مؤکد ہوگیا اور بحمد اللہ یہی ہے وہ کہ مائے مطلق کی تعریف رضوی نے افادہ کیا وللّٰہ الحمد علی الدوام؛ دعلی نبیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام؛ علی مرالیالی والایام؛

ضابطہ ۶ قول امام محمد رضی اللہ عنہ جسے امام اسبیجابی وامام ملک العلماء نے اختیار کیا،

وفی خصوص مسألۃ الاوراق فی الحوض مشی علیہ فی شرح الوقایۃ والمنیۃ ایضا مخالفۃ لنفسھما فیما مرعنھما فی الضابطۃ الخامسۃ ونقلھا الذخیرۃ والتتمۃ عن الامام احمد المیدانی وللحلیۃ میل الیہ فی المسألۃ علی تصریحاتہا بخلافہ فی غیرھا وفیھا زعم چلپی فی ذخیرۃ العقبی انہ الاصح کما تقدم کل ذلک فی ۷۷، ۹۷ و ۱۰۱ وغیرھا وذکر الامام ملک العلماء فی النبیذ المطبوخ ان الاقرب الی الصواب عدم جواز الوضوء لغلبۃ التمر طعما ولونا کما یأتی فھذا ما وجدت من ترجیحاتہ فی صور خاصۃ ولو ارالتصحیح الصریح لمطلق ھذا ھذا القول الاما وقع فی الجوھرۃ ان الشیخ یرید الامام القدوری اختار قول محمد حیث قال فغیر احد اوصافہ

اور خاص طور پر حوض میں پتے گرنے کے مسئلہ میں امام محمد کے قول کو شرح وقایہ میں اختیار کیا اور منیہ نے بھی پانچویں ضابطہ میں مذکور اپنے قول کے خلاف اس کو اپنایا۔ امام احمد میدانی سے ذخیرہ اور تتمہ نے اس مسئلہ کو نقل کیا ہے حلیہ نے اس مسئلہ کی تصریحات پر امام محمد کے قول کو ترجیح دی جبکہ دوسرے مسائل میں انہوں نے اس کے خلاف کیا ہے اور چلپی نے ذخیرۃ العقبےٰ میں امام محمد کے قول کو اس مسئلہ میں اصح کہا ہے جیسا کہ یہ تمام اقوال ۷۷، ۹۷، ۱۰۱ وغیرہ میں گزر چکے ہیں، امام ملک العلماء نے پکائے ہوئے نبیذ کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ اقرب الی الصواب یہ ہے اس سے وضوء جائز نہیں کیونکہ اس میں پانی پر کھجور کا رنگ اور ذائقہ کے لحاظ سے غلبہ ہے جیسا کہ آئندہ ذکر ہوگا۔ امام محمد کے قول کے بارے میں میں نے یہ ترجیحات چند خاص صورتوں میں پائی ہیں اور اس قول کے اطلاق کے بارے میں صریح تصریح میں نے

Marfat.com

اھ وقال قبلہ اشار الشیخ الی ان المعتبر بالاوصاف والاصح ان المعتبر بالاجزاء[1] اھ

نہیں دیکھی ما سوائے اس کے کہ میں نے جوہرہ میں پایا جس میں انہوں نے شیخ قدوری کے متعلق فرمایا کہ انہوں نے امام محمد کے قول کو ترجیح دیتے ہوئے کہا "فغیر احد اوصافہ" اھ حالانکہ اس سے قبل جوہرہ نے کہا کہ شیخ نے اشارہ دیا ہے کہ اوصاف کا اعتبار ہے حالانکہ اصح یہ ہے کہ اوصاف کی بجائے اجزاء کا اعتبار ہے اھ (ت)

اقول یبتنی علی جعل احد[عہ] للتقیید وقد علمت ما فیہ (میں کہتا ہوں کہ جوہرہ کا "احد اوصافہ" بکہنے کے ذریعہ امام محمد کے قول کی ترجیح سمجھنا لفظ "احد" کو قید بنانے پر موقوف ہے حالانکہ اس میں بحث تم معلوم کر چکے ہو۔ ت) اب یہاں بعض ابحاث ہیں۔

بحث اوّل تنقیح مذہب۔

اقول اس قول کی نقل میں عبارات مختلف آئیں اور اشہر یہ ہے کہ پانی میں اگر کوئی بہتی ہُوئی چیز ملے تو امام محمد اولاً رنگ کا اعتبار فرماتے ہیں، اگر اُس کا رنگ پانی پر غالب آجائے قابلِ وضو نہیں ورنہ ہے، اور جس کا رنگ پانی کے خلاف نہ ہو اس میں مزے کا لحاظ فرماتے ہیں اس کا مزہ غالب ہو تو وضو ناجائز ورنہ جائز، اور جس کا مزہ بھی مخالف نہ ہو اس میں اجزاء پر نظر فرماتے ہیں اگر برابر یا زیادہ مقدار پر پانی میں مل جائے تو وضو صحیح نہیں ورنہ صحیح۔

فاولاً تقدم فی ۱۰۷ عن الحلیۃ عن الذخیرۃ والتتمۃ محمد اعتبر غلبۃ المخلوط لکن فی بعضھا اشار الی الغلبۃ من حیث اللون وفی بعضھا الی سلب الرقۃ[2] اھ ونقل فی الفتح عن بعضھم ان

اولاً ۱۰۷ میں حلیہ کا قول ذخیرہ اور تتمہ کے حوالہ سے گزرا ہے کہ امام محمد پانی میں مخلوط چیز کے غلبہ کا اعتبار کرتے ہیں لیکن بعض صورتوں میں وہ رنگ کے لحاظ سے اور بعض میں رقّت سلب ہونے کے لحاظ سے غلبہ قرار دیتے ہیں اھ اور فتح القدیر میں

عہ **اقول** وھذا ایضا من دلائل انھم لم یرید وا التقیید والا لکان اختیارا لقول محمد وھذا نص الھدایۃ عبر باحد الاوصاف وصحح قول ابی یوسف ۱۲ منہ غفرلہ (م)

میں کہتا ہُوں یہ بھی اس بات پر ایک دلیل ہے کہ فقہائے تقیید مراد نہیں لی، ورنہ امام محمد کے قول کو ترجیح ہو جائے گی اور ہدایہ کی نص یہ ہے "احد الاوصاف" سے تعبیر کرکے امام یوسف کے قول کو صحیح قرار دیا ہے۔ (ت)

---

[1] الجوہرۃ النیرۃ ابحاث الماء مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۱۴

[2] حلیہ

marfat.com

Marfat.com

محمد ا یعتبرہ باللون وابایوسف بالاجزاء قال وفی المحیط عکسہ والاول اثبت فان صاحب الاجناس نقل قول محمد نصا بمعناہ ثم نقل کالحلیۃ عن الاجناس قال محمد فی الماء الذی یطبخ فیہ الریحان والاشنان اذا لم یتغیر لونہ حتی یحمر بالاشنان او یسود بالریحان وکان الغالب علیہ الماء فلا باس بالوضوء بہ فمحمد یراعی لون الماء وابو یوسف غلبۃ الاجزاء[1] اھ ومر فی بحث غلبۃ الاجزاء عن مجمع الانہر انہ قول ابی یوسف ومحمد اعتبر اللون فی الصحیح عنہ[2] اھ وفی الجوہرۃ النیرۃ عن الفتاوی الظہیریۃ محمد اعتبر اللون وابو یوسف الاجزاء[3] اھ وفی جامع الرموز اعتبر الغلبۃ من حیث الاجزاء کما قال ابو یوسف وفی روایۃ عن محمد واشہر قول محمد ان المعتبر اللون کما فی حاشیۃ الہدایۃ[4] اھ فہؤلاء وآخرون اقتصروا علی اللون۔

بعض سے منقول ہے کہ امام محمد غلبہ میں رنگ کا اور امام ابو یوسف اجزاء کا اعتبار کرتے ہیں۔ اور محیط میں اس کا عکس بتایا ہے جبکہ اول زیادہ قوی ہے کیونکہ صاحب الاجناس نے امام محمد کے قول کو نصاً نقل کیا ہے پھر اس کو حلیہ نے اجناس سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ جس پانی میں ریحان (گل بابونہ) اور اشنان بوٹی پکائے گئے ہوں تو جب تک اشنان کی وجہ سے پانی سُرخ اور ریحان کی وجہ سے سیاہ ہو کر متغیر نہیں ہوتا اس وقت تک پانی غالب رہے گا لہذا اس سے وضو جائز ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام محمد پانی کے رنگ کا اور امام ابو یوسف اجزاء کے غلبہ کا اعتبار کرتے ہیں اھ اور مجمع الانہر کی غلبہ کی بحث میں گزرا کہ اجزاء کا غلبہ امام ابو یوسف کا قول ہے اور امام محمد رنگ کا اعتبار کرتے ہیں ان سے صحیح طور یہی مروی ہے اھ جوہرہ نیرہ میں فتاوی ظہیریہ سے منقول ہے کہ امام محمد رنگ اور امام ابو یوسف اجزاء کا اعتبار کرتے ہیں اھ اور جامع الرموز میں ہے کہ غلبہ میں اجزاء کا اعتبار ہوگا جیسا کہ امام یوسف کا قول ہے اور ایک روایت میں یہ قول امام محمد کا ہے لیکن مشہور قول امام محمد کا یہ ہے کہ وہ رنگ کا اعتبار کرتے ہیں جیسا کہ ہدایہ کے حاشیہ میں ہے اھ پس ان مذکور حضرات اور ان کے علاوہ دوسرے حضرات نے امام محمد کے

---

[1] فتح القدیر — باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء و ما لا یجوز۔ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ۱/۶۵

[2] مجمع الانہر — فصل تجوز الطہارۃ بالماء المطلق — مطبعۃ عامرہ مصر — ۱/۲۸

[3] الجوہرۃ النیرۃ — کتاب الطہارت — مکتبہ امدادیہ ملتان — ۱/۱۲

[4] جامع الرموز — " — مکتبہ کریمیہ گنبد قاموس ایران — ۱/۴۶

Marfat.com

قول میں صرف رنگ کا ذکر کیا ہے۔ (ت)

وثانیا فی الحلیۃ عن المحیط الرضوی العبرۃ عند محمد لغلبۃ الاجزاء دون اللون او الطعم وعند ابی یوسف للون او الطعم فان لم یوجد کل منھما فغلبۃ الاجزاء[1] اھ قال وعزاہ فی المحیط الی النوادر اھ وھذا وان کان فیہ عکس النسبۃ وقد ثبت ان الاول اثبت فالنظر ھھنا الی تردیدہ بین اللون والطعم ثم تعقیبھما علی الاجزاء۔

ثانیاً، حلیہ میں محیط رضوی سے منقول ہے کہ امام محمد کے ہاں اجزاء کے غلبہ کا اعتبار ہے رنگ اور ذائقہ کا اعتبار نہیں اور امام ابو یوسف کے ہاں رنگ یا ذائقہ کا اعتبار ہے اگر دونوں نہ ہوں تو پھر وہ اجزاء کے غلبہ کا اعتبار کرتے ہیں اھ اور کہا کہ اس کو محیط میں نوادر اقوال میں شمار کیا ہے اھ اس بیان میں اگرچہ غلبہ کے معیار کی نسبت برعکس ہے جبکہ پہلے مذکورہ نسبت زیادہ قوی ہے تاہم اس بیان میں رنگ اور ذائقہ کی تردید اور پھر ان دونوں کے بعد اجزاء کا اعتبار مذکور ہے۔ (ت)

وثالثا مر فی البحث المذکور عن العنایۃ محمد یعتبر الغلبۃ باللون ثم الطعم ثم الاجزاء اھ وفی التبیین ذکر الاسبیجابی ان الغلبۃ تعتبر اولا من حیث اللون ثم الطعم ثم الاجزاء[2] اھ ونقل فی الشلبیۃ عن یحیی عن الامام الاسبیجابی بلفظ ان الماء ان اختلط بہ طاھر فان غیر لونہ فالعبرۃ للون مثل اللبن والخل والزعفران یختلط بالماء وان لم یغیر لونہ بل طعمہ فالعبرۃ للطعم مثل ماء البطیخ والاشجار والثمار والانبذۃ وان لم یغیر لونہ و

ثالثاً، عنایہ سے منقول ہو کر گزشتہ بحث میں گزرا کہ امام محمد غلبہ میں رنگ پھر ذائقہ اور پھر اجزاء کا اعتبار کرتے ہیں اھ اور تبیین میں ہے کہ امام اسبیجابی نے ذکر کیا ہے کہ پہلے رنگ کے غلبہ پھر ذائقہ اور پھر اجزاء کا اعتبار کیا جائے گا اھ اور شلبیہ میں یحیٰی کے ذریعہ امام اسبیجابی سے منقول ہے کہ اگر پانی میں کوئی پاک چیز مل جائے تو اس سے اگر رنگ متغیر ہوا تو رنگ کا اعتبار ہوگا جیسا کہ دودھ، سرکہ اور زعفران ہو۔ اور اگر اس سے رنگ نہ بدلے بلکہ ذائقہ بدلا ہو تو پھر ذائقہ کا اعتبار کیا جائیگا، جیسا کہ تربوز کا پانی یا درختوں،

---

[1] حلیہ

[2] العنایۃ الماء الذی یجوز بہ الوضوء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۴

marfat.com
Marfat.com

طعمه فالعبرة للاجزاء فان غلب اجزاؤه علی اجزاء الماء لایجوز الوضوء به کالماء المعتصر من الثمر والاجاز کالماء المتقاطر من الکرم بقطعه[1] اھ ومثله فی خزانۃ المفتین صدر بقوله اذا اختلط شیئ بالماء تعتبر الغلبۃ من حیث اللون ثم الطعم ثم الاجزاء ثم ذکر معناہ سواء بسواء غیرانه قال فی الشق الاخیر العبرة فیه لکثرۃ الاجزاء ان کان اجزاء الماء اکثر یجوز والالا[2] اھ ومثله فی جامع الرموز عن الزاهدی وغیرہ وبدایته الطاهران خالف الماء لونا کاللبن والعصیر والخل وماء الزعفران فالعبرة للون[3] الخ فذکر ماء الزعفران مکان الزعفران ومثله فی البنایة عن شرح القدوری زاد الفقهاء بلفظ ماء الزعفران وکذلك فی الحلیة وقد عزاہ ایضا للزیلعی عن الاسبیجابی۔

پھلوں اور نبیذوں کا پانی ہو۔ اور اگر رنگ اور ذائقہ تبدیل نہ ہو تو پھر اجزاء کا اعتبار ہوگا جب پانی کے اجزاء پر ملنے والی چیز کے اجزاء غالب ہو جائیں تو وضوء جائز نہ ہوگا جیساکہ پھلوں کا جُوس ہو، اور اگر رنگ، ذائقہ اور اجزاء کا غلبہ نہ ہو تو پھر وضو جائز ہوگا جیساکہ انگور کا پودا کاٹنے پر اس سے ٹپکنے والا پانی ہو اھ اور ایسا ہی خزانۃ المفتین میں ہے صرف شروع میں انہوں نے کہا کہ جب پانی میں کوئی چیز ملے تو اعتبار رنگ، ذائقہ پھر اجزاء کا ہوگا پھر اس کا معنی ذکر کیا سواء بسواء، سوائے اس کے کہ آخری شق میں کہا کہ اعتبار کثرتِ اجزاء کا ہے اگر پانی کے اجزاء غالب ہوں تو وضوء جائز ہوگا، ورنہ نہیں اھ اسی کی مثل جامع الرموز کی عبادت ہے جو یوں شروع ہوتی ہے کہ اگر ایسی پاک چیز ہو جو رنگ میں پانی کے مخالف ہو جیسے دودھ، سرکہ، جوس اور زعفران کا پانی وغیرہ تو اس میں رنگ کا اعتبار ہے الخ انہوں نے زعفران کی بجائے زعفران کے پانی کو ذکر کیا ہے۔ بنایہ میں بھی شرح قدوری زاد الفقہاء سے ایسے ہی منقول ہے کہ زعفران کے ساتھ پانی کا لفظ بڑھایا ہے۔ اور یُوں ہی حلیہ میں ہے اور اس کو زیلعی کی طرف منسوب کیا ہے کہ انہوں نے اسبیجابی سے نقل کیا ہے۔ (ت)

اقول لکن عبارۃ الزیلعی عنه ما قد سمعت وقال القهستانی اٰخر نقله الماء

میں کہتا ہوں کہ زیلعی کی امام اسبیجابی سے نقل کردہ عبارت آپ سن چکے ہیں، قہستانی نے گزشتہ

---

[1] شلبیۃ علی التبیین　کتاب الطهارة　الامیریہ مصر　۱/۲۰
[2] خزانۃ المفتین　فصل فی المیاہ　مسائل السؤر　قلمی نسخہ　۱/۹
[3] جامع الرموز　کتاب الطهارة　اسلامیہ گنبد ایران　۱/۴۶

Marfat.com

فالاعتبار اولا للون ثم الطعم ثم الاجزاء[1] اھ وفی البرجندی ذکر فی الھدایة انہ یعتبر فی الغلبة اولا اللون ثم الطعم ثم الاجزاء فان خالف لونہ لون الماء کاللبن والزعفران الخ[2]

نقل شدہ عبارت کے آخر میں فرمایا لہذا پہلے رنگ پھر ذائقہ اور اس کے بعد اجزاء کا اعتبار ہوگا اھ اور برجندی میں ہے کہ ہدایہ میں مذکور ہے کہ غلبہ میں پہلے رنگ پھر ذائقہ اور پھر اجزاء کا اعتبار کیا جائیگا، پس اگر اس کا رنگ پانی کے رنگ کے مخالف ہو، جیسے دودھ اور زعفران الخ (ت)

اقول ولیس فی الھدایة فلعلہ من تصحیفات الناسخ فھؤلاء رتبوا بین الکل واطلقوا الطاھر غیر مقید بہ بالمائع وقد مثل الاسبیجابی والسمعانی والبرجندی بالزعفران لکن ابدلہ الحلبی والعینی والزاھدی وزاد الفقہاء وغیرھم بماء الزعفران۔

میں کہتا ہوں ـــــ ہدایہ میں یہ مذکور نہیں، ہوسکتا ہے کہ لکھنے والے کی طرف سے زیادتی ہو، ان تمام حضرات نے تمام امور میں ترتیب کو تو ذکر کیا ہے لیکن پانی میں ملنے والی پاک چیز کو بہنے والی قید سے مطلق رکھا اور اس سے مقید نہ کیا، اور اسبیجابی اور سمعانی اور برجندی نے اس پاک چیز کی مثال زعفران کو ذکر کیا لیکن حلبی، عینی، زاہدی، زاد الفقہاء وغیرہم نے مثال کو زعفران کے پانی سے مقید کیا۔ (ت)

ورابعًا قال الامام ملک العلماء فی البدائع الماء المطلق اذا خالطہ شیئ من المائعات الطاھرة کاللبن والخل ونقیع الزبیب ونحو ذلک علی وجہ زال عنہ اسم الماء بان صار مغلوبا بہ فھو بمعنی الماء المقید ثم ینظر ان کان الذی خالطہ ممایخالف لونہ لون الماء کاللبن وماء العصفر والزعفران ونحو ذلک تعتبر الغلبة فی اللون وان کان لایخالف

رابعًا، امام ملک العلماء نے بدائع میں فرمایا کہ مطلق پانی میں جب کوئی بہنے والی پاک چیز مل جائے جیسے دودھ، سرکہ اور خشک انگور سے بنا ہوا شربت اور ان جیسی دوسری اشیاء جن کی وجہ سے پانی کا نام بدل جائے اور پانی مغلوب ہوجائے تو اس صورت میں وہ پانی مطلق نہ رہے گا بلکہ مقید ہوجائیگا پھر اس کے بعد معلوم کیا جائے گا کہ جو چیز پانی میں ملی ہے اگر اس کا رنگ پانی کے رنگ کے مخالف ہو تو غلبہ میں رنگ کا اعتبار کیا جائے گا،

---

[1] جامع الرموز کتاب الطہارت اسلامیہ گنبد ایران ۱/۴۶

[2] نقایة برجندی ابحاث الماء نولکشور لکھنؤ ۱/۳۲

marfat.com

Marfat.com

الماء في اللون ويخالفه في الطعم كعصير
العنب الابيض وخله تعتبر الغلبة في
الطعم وان كان لا يخالفه فيهما تعتبر الغلبة
في الاجزاء فان استويا في الاجزاء لم يذكر
هذا في ظاهر الرواية وقالوا حكمه حكم
الماء المغلوب احتياطا هذا اذا لم يكن الذي
خالطه مما يقصد منه زيادة نظافة فان
كان مما يقصد منه ذلك ويطبخ به او
يخالط به كماء الصابون والاشنان يجوز
التوضي به وان تغير لون الماء او طعمه او
ريحه لان اسم الماء باق وازداد معناه وهو
التطهير وكذلك جرت السنة في غسل الميت
بالماء المغلي بالسدر والحرض فيجوز الوضوء
به الا اذا صار غليظا كالسويق المخلوط
لانه حينئذ يزول عنه اسم الماء ومعناه
ايضا ولو تغير الماء المطلق بالطين او بالتراب
او بالجص او بالنورة او بوقوع الاوراق او
الثمار فيه او طول المكث يجوز التوضؤ به
لانه لم يزل عنه اسم الماء وبقي معناه
ايضا مع ما فيه من الضرورة الظاهرة
لتعذر صون الماء عن ذلك وقياس ما ذكرنا
انه لا يجوز الوضوء بنبيذ التمر لتغير
اسم الماء وصيرورته مغلوبا بطعم التمر
فكان في معنى الماء المقيد وبالقياس
اخذ ابو يوسف الا ان ابا حنيفة ترك القياس

جیسے دودھ، عصفر اور زعفران کا پانی اور اگر وہ رنگ
میں مخالف نہ ہو اگر وہ ذائقہ میں مخالف ہو تو غلبہ
میں ذائقہ کا اعتبار کیا جائے گا جیسے سفید انگور کا
جوس اور اس کا سرکہ ہو، اور اگر وہ چیز ان دونوں
وصفوں میں مخالف نہ ہو تو پھر اجزاء کے لحاظ سے
غلبہ کا اعتبار ہوگا، اور اگر دونوں کے اجزاء برابر
ہوں تو اس صورت کو ظاہر روایت میں ذکر نہیں
کیا گیا جبکہ فقہاء نے کہا ہے کہ اس صورت کا حکم بھی
مغلوب والا ہوگا اس میں احتیاط ہے۔ یہ تفصیل
اس صورت میں ہے جبکہ پانی میں ملنے والی چیز سے
زیادہ نظافت مقصود نہ ہو، اور اگر اس سے نظافت
مقصود ہو اور اسی مقصد کیلئے اسکو پانی میں پکایا گیا ہو یا ملایا گیا ہو
جیسے صابون اور اشنان کا پانی تو اس صورت میں اس سے وضو
جائز ہوگا اگرچہ اس صورت میں پانی کا رنگ، بو
اور ذائقہ بھی تبدیل ہو جائے کیونکہ ابھی اس کو پانی
کہیں گے اور پانی کی معنوی حیثیت یعنی تطہیر میں اضافہ
ہوا ہے اسی لیے میت کو غسل دینے میں بیری کے
پتوں سے پکا ہوا پانی اور اشنان والا پانی استعمال
کرنے کا طریقہ مروج ہے لہذا اس سے وضو جائز
ہوگا، ہاں اگر اس صورت میں پانی زیادہ گاڑھا
ہو کر ستوؤں کی طرح ہو جائے تو اس سے وضو
جائز نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں اس کو پانی نہیں
کہا جاتا اور نہ ہی اس میں پانی کی معنوی حیثیت
باقی رہی ہے، اور اگر پانی میں گارا، غبار، چونا،
نورہ، پتے گرنے یا پھل گرنے یا دیر تک پانی پڑے
رہنے کی وجہ سے مطلق پانی میں تغیر واقع ہوا تو اس

Marfat.com

بالنص (ثم افاض فی بحث النص الی ان قال) ثم لابد من معرفة نبیذ التمر الذی فیه الخلاف وھو ان یلقی شئ من التمر فی الماء فتخرج حلاوته الی الماء فما دام حلوا رقیقا او قارصا یتوضأ به عند ابی حنیفة وان کان غلیظا کالرب لا یجوز بلاخلاف ھذا اذا کان نیأ فان کان مطبوخا ادنی طبخة فما دام حلوا او قارصا فھو علی الاختلاف وان غلا واشتد وقذف بالزبد ذکر القدوری فی شرحه لمختصر الکرخی الاختلاف فیه بین الکرخی و ابی طاھر الدباس علی قول الکرخی یجوز وعلی قول ابی طاھر لا یجوز وجه قول الکرخی ان اسم النبیذ کما یقع علی النئ منه یقع علی المطبوخ فیدخل تحت النص ولان الماء المطلق اذا اختلط به المائعات الطاھرة یجوز التوضوء به بلاخلاف بین اصحابنا اذا کان الماء غالبا وھھنا اجزاء الماء غالبة علی اجزاء التمر فیجوز التوضوء به وجه قول ابی طاھر ان الجواز عرف بالحدیث والحدیث ورد فی النئ واما قوله ان المائع الطاھر اذا اختلط بالماء لا یمنع التوضوء به فنعم اذا لم یغلب علی الماء اصلا فاما اذا غلب علیه بوجه من الوجوہ فلا وھھنا غلب علیه من حیث الطعم واللون

سے وضو جائز ہے کیونکہ ابھی پانی کا نام تبدیل نہیں ہوا اور اس کی معنوی حیثیت بھی باقی ہے، نیز اس میں ظاہری ضرورت بھی ہے کیونکہ عام طور پر پانی کو مذکورہ چیزوں سے محفوظ کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اسی قاعدہ کی بنا پر نبیذ تمر سے وضو ناجائز ہے کیونکہ اس پر پانی کا نام نہیں بولا جاتا اور وہ کھجور کے ذائقہ سے مغلوب ہو چکا ہے لہٰذا وہ مقید پانی ہے اس کے بارے میں امام یوسف نے قیاس پر عمل کیا ہے لیکن امام ابوحنیفہ اس بارے نص کے پائے جانے کی وجہ سے قیاس کو ترک فرمایا ہے (اس کے بعد ملک العلماء نے نص کے بارے بحث فرمائی) اور اس کے بعد کہا پھر جس نبیذ تمر میں اختلاف ہے اس کی معرفت ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ پانی پر کچھ کھجوریں ڈال دی جائیں تو کھجوروں کی مٹھاس پانی میں منتقل ہو جائے پس جب تک وہ پانی پتلا میٹھا یا ترش رہے تو اس سے امام ابوحنیفہ کے نزدیک وضو جائز ہے اور اگر وہ نبیذ غلیظ ہو کر چاسں (راب) کی طرح ہو جائے تو اس سے بالاتفاق وضو ناجائز ہے یہ مذکورہ صورت کچے نبیذ کے لیے ہے اور اگر اس کو کچھ قدرے پکا لیا جائے تو اس کی رقت مٹھاس یا ترشی کے ساتھ باقی ہے تو اس میں بھی وہی اختلاف ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک وضو جائز ہے اور اگر وہ نبیذ کچا یا پکا ہونے کی صورت میں ابل جائے اور جھاگ چھوڑ دے جس کی وجہ سے اس میں شدت پیدا ہو جائے تو امام کرخی کی کتاب مختصر کی شرح میں قدوری نے ذکر کیا ہے کہ اس صورت میں امام کرخی اور ابو طاہر الدباس کا اختلاف ہے

marfat.com
Marfat.com

وان لم يغلب من حيث الاجزاء فلا يجوز التوضؤ به وهذا اقرب القولين الى الصواب[1] اه کلامه رحمه الله تعالٰی وانما سقناه وان تقدم اکثرہ مفرقا للتنبیه على فوائد ستعرفها ان شاء الله تعالٰی وقال فی رسائل الارکان الماء المطلق اذا خالطه مائع وغلب عليه لايجوز التوضی به والايجوز وتعرف الغلبة بان ينظر ان كان المائع مخالفا فی اللون كاللبن وماء الزعفران وماء العصفر يعتبر الغلبة فی اللون وان كان موافقا له فی اللون ومخالفا فی الطعم كماء الورد وعصير العنب الابيض تعتبر الغلبة فی الطعم وان كان لا يخالفه اصلا كالماء[عه] تعتبر الغلبة بالكثرة كذا فی فتح القدير نقلا عن بعض شروح الكنز[2] اھ۔

امام کرخی اس سے وضوء جائز کہتے ہیں اور ابوطاہر کے قول پر ناجائز ہے۔ امام کرخی کے قول کی وجہ یہ ہے کہ نبیذ کا نام کچے اور پکے دونوں پر بولا جاتا ہے لہذا یہ دونوں صورتیں نص (حدیث) کے حکم میں داخل ہیں، کیونکہ جب مطلق پانی میں کوئی پاک چیز بہنے والی مل جائے تو ہمارے اصحاب کے ہاں بلا اختلاف اس سے وضو جائز ہے بشرطیکہ پانی غالب رہے، تو یہاں چونکہ کھجور کے اجزاء پر پانی کے اجزاء غالب ہیں لہذا اس سے وضو جائز ہوگا۔ اور ابوطاہر کے قول کی وجہ یہ ہے کہ نبیذ سے وضو کا جواز صرف حدیث سے ثابت ہے اور وہ حدیث کچے نبیذ کے بارے میں وارد ہوئی ہے امام کرخی کے اس قول کہ پانی میں بہنے والی پاک چیز کے ملنے سے وضو ناجائز نہیں ہوتا الخ، کا جواب یہ ہے کہ ہاں یہ درست ہے لیکن اس صورت میں جبکہ کسی طرح بھی پانی پر غلبہ نہ پایے اور اگر ملنے والی چیز نے کسی طرح پانی پر غلبہ پالیا تو تو پھر وضو جائز نہیں ہے جبکہ یہاں مذکورہ صورت میں کھجور نے رنگ اور ذائقہ کے اعتبار سے پانی پر غلبہ حاصل کرلیا ہے اگرچہ اجزاء کے لحاظ سے اس کا غلبہ نہیں ہوا، اس لیے اس سے وضو ناجائز ہوگا، اور یہ ابوطاہر کا قول زیادہ درست ہے اھ امام ملک العلماء رحمہ اللہ تعالٰی کے اس کلام کو ہم نے پورا کر دیا ہے یہ بتانے کے لیے کہ اس میں بہت فوائد ہیں جو آپ کو آئندہ معلوم ہوں گے، اگرچہ متفرق طور پر ان کا اکثر کلام

[عه] لعله كالماء المستعمل فسقط من قلم الناسخ ۱۲ منه غفرله (م)

کالماء (جیسے پانی) ہوسکتا ہے یہ لفظ کالماء المستعمل (جیسے مستعمل پانی) ہو، جس کو کاتب کی قلم نے پورا نہ لکھا ہو ۱۲ منہ غفرلہ۔ (ت)

---

[1] بدائع الصنائع | المارالمقید | مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱/ ۱۵، ۱۶

[2] رسائل الارکان | فصل فی المیاہ | مطبع علوی فرنگی محل | ص ۲۴

Marfat.com

پہلے ذکر ہوچکا ہے، اور رسائل الارکان میں فرمایا ہے کہ مطلق پانی میں جب کوئی بہنے والی چیز مل کر غالب ہوجائے تو وضو ناجائز ہے ورنہ وضو جائز ہے اور غلبہ کی پہچان یہ ہے کہ پانی میں ملنے والی مائع چیز اگر رنگ میں پانی کے مخالف ہو تو رنگ کو غلبہ کا معیار قرار دیا جائے گا، جیسے دودھ، زعفران اور عصفر کا پانی اور اگر وہ رنگ میں موافق اور ذائقہ میں مخالف ہو تو غلبہ میں ذائقہ کا اعتبار کیا جائے گا، جیسے عرقِ گلاب، سفید انگور کا جوس اور اگر ان دونوں وصفوں میں پانی کے مخالف نہ ہو جیسے پانی تو پھر غلبہ میں کثرت کا اعتبار ہوگا، بحر کی بعض شروح سے فتح القدیر میں یوں بیان کیا گیا ہے اھ (ت)

اقول وھو سبق قلم فلا اثر منه فی الفتح فنی ھذا التنصیص علی التخصیص بالمائع ۔

میں کہتا ہوں کہ فتح القدیر میں اس عبارت کا کوئی نشان نہیں ہے یہ کاتب کے قلم کی غلطی ہے، تاہم رسائل الارکان کی اس عبارت میں پانی میں ملنے والی چیز کے بارے میں مائع ہونے کی نص ہے جس سے یہ مذکور حکم خاص ہے۔ (ت)

خامسا تراھم جمیعا لم یذکروا الرائحة بل نصوص[عہ] النوادر[1] والامام الاسبیجابی[2] والامام ملک العلماء[3] والمحیط الرضوی[4] و زاد الفقهاء[5] والامام الزیلعی[6] وخزانة المفتین[7] والعنایة[8] والبنایة[9] والزاھدی[10] والبرجندی[11] والقهستانی[12] ویحیی[13] وابن الشلبی[14] وغیرھم ناطقة بنفی اعتبارھا حیث احالوا الامر بعد اللون والطعم علی الاجزاء لاجرم ان قال بحر العلوم فی رسائل الارکان لم ار اعتبار الغلبة بالریح فی کتاب اھ[1]۔

خامساً، آپ دیکھ رہے ہیں کہ فقہاء میں سے کسی نے بھی غلبہ میں بُو والے وصف کو ذکر نہیں کیا بلکہ درج ذیل کتب النوادر[1]، الامام الاسبیجابی[2]، الامام ملک العلماء[3]، المحیط الرضوی[4]، زاد الفقہاء[5]، الامام الزیلعی[6]، خزانۃ المفتین[7]، العنایۃ[8]، البنایۃ[9]، الزاہدی[10]، البرجندی[11]، القہستانی[12]، یحیٰی[13] اور ابن شلبی[14] وغیرہم کی نصوص بُو کے اعتبار کی نفی پر ناطق ہیں جہاں انہوں نے رنگ اور ذائقہ کے بعد ذائقہ کی بجائے اجزاء کے غلبہ کو ذکر کیا ہے اسی لیے مجبوراً بحر العلوم کو رسائل الارکان میں کہنا پڑا کہ میں نے کسی کتاب میں غلبہ کے لیے بُو کا اعتبار نہیں دیکھا اھ (ت)

عہ الاضافة للعهد ای التی تقدمت ۱۲ منه غفرله ۔ (م)

نصوص کی کتب مذکورہ کی طرف اضافت عہدی ہے یعنی گزشتہ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] رسائل الارکان فصل فی المیاہ یوسف فرنگی محلی لکھنؤ ص ۴۴

marfat.com
Marfat.com

اقول بلی قال الامام فقیہ النفس[1] فی الخانیۃ عند ابی یوسف تعتبر الغلبۃ من حیث الاجزاء لامن حیث اللون ھو الصحیح وعلی قول محمد اعتبر الغلبۃ بتغیر الطعم واللون والریح[1] اھ وقد نقلہ عنھا فی النھایۃ والبنایۃ والحلیۃ والشلبیۃ وقال فی الحلیۃ بعد نقلہ فزاد فی قول محمد الطعم والریح[2] اھ وتقدم فی ۲۱ قول الخانیۃ ایضا لوطبخ ریحا باقلاء یوجد منہ لایجوز[3]۔

میں کہتا ہوں کہ ہاں امام فقیہ النفس نے خانیہ میں کہا ہے کہ امام یوسف کے نزدیک غلبہ میں رنگ کی بجائے اجزاء کا اعتبار ہے اور یہی صحیح ہے، اور امام محمد کے قول پر غلبہ میں رنگ، ذائقہ اور بُو کے متغیر ہونے کا اعتبار کیا جائے گا اھ خانیہ کی اس عبارت کو نہایہ، بنایہ، حلبہ اور شلبیہ میں نقل کیا گیا ہے اور حلیہ میں اس کو نقل کرنے کے بعد زائد یہ کہا کہ امام محمد کے قول میں ذائقہ اور بُو کا اعتبار ہے اھ اور نمبر ۲۱ میں خانیہ کا بھی قول گزرا ہے کہ اگر پانی میں باقلاء پکایا جائے اور اس کی بُو پانی میں پائی جائے تو اس سے وضوء جائز نہیں ہے۔ (ت)

وسادسا اغرب جدا فی الجوھرۃ فزعم بعد تصحیح قول ابی یوسف ومحمد اعتبر الاوصاف ان غیرا لثلثۃ لایجوز وان غیر واحد اجاز وان غیرا ثنین لا یجوز والشیخ ای القدوری اختار قول محمد حیث قال فغیر احد اوصافہ[3] اھ ھکذا جاء الاختلاف والمسئول من اللہ تعالٰی التنقیح التطبیق اوالترجیح۔

سادساً، جوہرہ میں غریب ترین بات ہے انہوں نے امام یوسف کے قول کو صحیح قرار دینے کے بعد خیال ظاہر کیا کہ امام محمد اوصاف کا اعتبار کرتے ہیں کہ اگر تینوں وصف تبدیل ہوجائیں تو وضوء جائز نہیں ہے، اور اگر ایک وصف تبدیل ہو جائے تو وضو جائز ہے، اور اگر دو وصف تبدیل ہو جائیں تو وضو جائز نہیں ہے۔ اور شیخ قدوری نے امام محمد کے قول کو ترجیح دی ہے جہاں انہوں نے یہ کہا کہ ایک وصف متغیر ہو جائے اھ یوں مذکورہ بالا عبارات میں پانی پر غلبہ کے معیار میں اختلاف واقع ہوا ہے اور اب اللہ تعالٰی سے تنقیح میں تطبیق یا ترجیح کا سوال ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خان   فیمالایجوز بہ التوضی   نولکشور لکھنؤ   ۱/۹

[2] حلیہ

[3] الجوہرۃ النیرۃ   کتاب الطہارۃ   مطبع امدادیہ ملتان   ۱/۱۴

Marfat.com

فاقول وبالله التوفيق ما ذكر في
الجوهرة مخالف لاجماع الرواة عن
آخرهم الثلثة عشر المذكورين في الخامس
والتسعة السابقين الاجناس[14] والذخيرة[15] و
التتمة[16] والظهيرية[17] والمحيط[18] والفتح[19] والحلية[20]
ومجمع الانهر[21] حتى الجوهرة[22] نفسها فانهم
اجمعوا ان مجرد الغلبة باللون يقيد الماء
عند محمد وهذا يقول ان غير واحد اجاز
و اظن والله تعالى اعلم انه كان في باله ان
محمدا يعتبر الاوصاف ثم رأى الامام
ابا الحسن قيد باحد فاخذ مفهومه فدل
على عبرة الاوصاف فظن انه اختار قول محمد
وقد نص ان تغير واحد لا يضر فحسب ان
هذا المفهوم من منطوقه والمفهوم هو
مذهب محمد وليس كذلك ولا هو مقصود
القدوري كما علمت ثم قد علمت ان الجمهور
قد نفوا الاعتبار بالرائحة فذكرها في
الخانية لايكون من زيادة ثقة بل مخالفة
ثقة السائر الثقات فيكون شذوذا ينافي الصحة
وستعلم بعون الله تعالى ان محمدا لم
يعتبر الريح ثم اقتصار الاولين على
اللون لاينافي اعتبار غيره فان التنصيص
على شئ لاينفي ماعداه لاسيما واللون هو
الملحوظ اولا فان لم يكن فغيره وكذلك
الترديد في اللون والطعم عدم تنصيص

پس میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں کہ جوہرہ
میں جو مذکور ہے وہ تمام راویوں کے اجماع کے خلاف
ہے تیرہ[13] راوی جو پانچویں بحث (خامساً) میں مذکور
ہیں اور ان سے پہلے نو یہ ہیں اجناس[14]، ذخیرہ[15]،
تتمہ[16]، ظہیریہ[17]، محیط[18]، فتح[19]، حلیہ[20]، مجمع الانہر[21] حتی کہ
خود جوہرہ[22] ان سب نے یہ اجماع کیا ہے کہ امام محمد
کے نزدیک صرف رنگ کے غلبہ سے پانی مقید ہوجاتا
ہے اور یہ (جوہرہ) کہہ رہے ہیں کہ امام محمد کے نزدیک
ایک وصف کی تبدیلی سے وضوء جائز ہے واللہ اعلم
میرا گمان ہے کہ جوہرہ کے دل میں تھا کہ امام محمد
اوصاف کا اعتبار کرتے ہیں۔ پھر اس نے امام ابوالحسن
کو ایک وصف کو قید بناتے ہوئے دیکھا تو اس سے
مفہوم اخذ کرتے ہوئے اوصاف کے اعتبار پر دلالت
پائی تو جوہرہ نے گمان کیا کہ انہوں نے امام محمد کے قول
کو ترجیح دی ہے اور ایک وصف کے بارے میں
نص کر دی کہ اس کی تبدیلی سے کوئی مضائقہ نہیں ہے
یوں اس کو خیال ہوا کہ امام ابوالحسن قدوری کے
منطوق سے جو مفہوم اخذ کیا ہے وہ امام محمد کا
قول ہے جس کو انہوں نے ترجیح دی ہے حالانکہ معاملہ
یوں نہیں ہے اور نہ ہی یہ قدوری کا مقصد ہے جیسا کہ
آپ معلوم کر چکے ہیں۔ پھر اس بحث سے معلوم ہوگیا ہے
کہ جمہور نے غلبہ میں بو کی تبدیلی کے اعتبار کی نفی کی ہے
خانیہ میں بو کا ذکر کسی ثقہ شخص کی طرف سے زائد چیز
کا اثبات نہیں ہے بلکہ یہ ایک ثقہ شخص کی طرف باقی
تمام ثقہ لوگوں کی مخالفت ہے۔ لہذا یہ صحت کے منافی

marfat.com
Marfat.com

على الترتيب بينهما لا تنصيص على عدم الترتيب فرواية الجم الغفير بالترتيب زيادة ثقات واجبة القبول بقي النظر في ان الحكم هل يشمل الجامد كما هو مقتضى اطلاق الامام الاسبيجابي وتمثيله بالزعفران ام يختص بالمائع كما هو نص الامام ملك العلماء واری لكل منهما مؤيدات اما الشمول **فاقول اولا** تقدم في صدر هذا البحث عن الفتح والحلية عن الاجناس عن نص محمد اعتبار الالوان في طبيخ الريحان والاشنان وما هما الا من الجامدات **وثانيا** مر في ١٢٢ عن الحلية والفتح عن التجنيس ان اعتبار الجرجاني في الزاج والعفص صلوح النقش تفريع على اعتبار الغلبة بالاجزاء فافهم ان على اعتبارها بالاوصاف يتقيد بمجرد التلون وان لم يصلح النقش **وثالثا** خص البدائع بالمائع ثم ذكر ان قياسه عدم الجواز بتبيين التمر لغلبة طعمه فاعتبره في الجامد **ورابعا** كذلك اجاب من قبل ابي طاهر في مطبوخه واحتج بغلبة اللون والطعم وقد عبّر هٰهنا ايضا فى كلامي لكرخي والدباس بالمائع مع ان الكلام في الجامد۔

ایک شذوذ ہے عنقریب آپ کو بعون اللہ یہ معلوم ہوجائے گا کہ امام محمد نے بُو کا اعتبار کیوں نہیں کیا، پھر یہ کہ پہلے حضرات کا صرف رنگ کو ذکر کرنا باقی اوصاف کی نفی نہیں ہے کیونکہ ایک چیز کا ذکر دوسری چیز کی نفی نہیں کرتا خصوصاً جبکہ اوصاف میں سے رنگ کا اعتبار پہلے کیا جاتا ہو کہ اگر رنگ تبدیل نہ ہو پھر دوسرے اوصاف کی تبدیلی کا لحاظ کیا جائے گا یوں ہی رنگ اور ذائقہ میں سے کسی ایک کا بیان اگرچہ یہ ترتیب پر نص نہیں ہے لیکن یہ عدمِ ترتیب پر بھی نص نہیں ہے اس لیے ان دونوں کی ترتیب جس کو ایک جمِ غفیر نے ذکر کیا ہے قبول کرنا ضروری ہے، رہی یہ بحث کہ (پانی میں ملنے والی چیز جس سے اوصاف تبدیل ہوتے ہیں) اس غلبہ کا حکم جامد چیز کو بھی شامل ہے جیسا کہ امام اسبیجابی کے اطلاق اور اس کی مثال میں زعفران کے ذکر سے ظاہر ہوتا ہے یا یہ حکم صرف مائع چیز کو ہی خاص ہے جیسا کہ امام ملک العلماء کی نص سے ظاہر ہے میری رائے میں دونوں احتمالات کی تائید میں دلائل ہیں، جامد اور مائع دونوں کا حکم میں شامل ہونا پس اس پر میں کہتا ہوں، اوّلاً، اس لیے کہ اس بحث کی ابتدا میں فتح اور حلیہ کی الاجناس سے نقل کردہ روایت گزر چکی ہے جس میں ریحان اور اشنان کے پکے ہوئے پانی میں ان کے رنگوں کے اعتبار کے بارے میں محمد کی نص کو بیان کیا گیا ہے حالانکہ وہ دونوں صرف جامد چیزیں ہیں۔ ثانیاً، اس لیے نمبر ۱۲۲ میں تجنیس کے حوالہ سے حلیہ اور فتح کی روایت گزر چکی ہے کہ جرجانی کا زاج اور عفص (گھاس) میں نقش کی صلاحیت کا اعتبار کرنا یہ اجزاء کے لحاظ سے غلبہ کے اعتبار پر تفریع ہے، یہاں قابلِ فہم یہ بات ہے کہ ان میں اوصاف کے اعتبار کا

Marfat.com

کا تعلق صرف رنگ دار ہونے پر ہے نقش کی صلاحیت کا اس میں دخل نہیں ہے۔ ثالثاً، اس لیے کہ بدائع نے اس حکم کو مائع چیز کے ساتھ خاص کرنے کے بعد ذکر کیا کہ اس قاعدہ کے مطابق نبیذ تمر سے وضو جائز نہیں ہوگا کیونکہ اس کے ذائقہ کا غلبہ ہوتا ہے جبکہ یہ ذائقہ والی چیز تمر (کھجور) ہے جو کہ جامد ہے۔ رابعاً، یوں ہی بدائع نے ابوطاہر کی طرف سے پکے ہوئے نبیذ کے بارے میں جواب دیا اور یہاں بھی انہوں نے رنگ اور ذائقہ کے لحاظ سے غلبہ کو دلیل بنایا ہے یہاں بھی امام کرخی اور دباس کے کلام میں اس کو مائع سے تعبیر کیا گیا ہے حالانکہ بات جامد میں ہورہی ہے۔ (ت)

اقول ویظھرلی واللہ تعالٰی اعلم ان تغیر الطعم او اللون انما یکون بالامتزاج ولا یمتزج الجامد بالمائع الا ان ینماع شیئ منه فتسری الاجزاء فی الاجزاء الاترے ان السکر اذا خلط بالماء لایبقی منه ممتازا عنه الا شیئ قلیل وکذلك الاصباغ ولو وضعت حجرا اسود احمر اخضر اصفر فی الماء لایتلون الماء بلونه فظھر ان الامتزاج لایحصل فی مائع الا لمائع وان کان اصله جامدا فلعل ھذا ھو سر التعبیر بالمائع مع الکلام فی الجامد اتقنه فانه ان شاء اللہ تعالٰی بحث نفیس۔

میں کہتا ہوں کہ جامد کو مائع سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ ذائقہ اور رنگ کی تبدیلی امتزاج کے بعد پائی جاتی ہے جبکہ جامد چیز کا مائع (بہنے والی) چیز کے ساتھ امتزاج نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ جامد چیز میں بہاؤ پیدا نہ ہو جس کی وجہ سے ایک کے اجزاء دوسرے کے اجزاء میں گرتے ہیں، مثلاً شکر جب پانی میں ملائی جائے تو اس کا امتزاج ختم ہوجاتا ہے صرف کچھ معمولی اجزاء جدا رہتے ہیں، اسی طرح رنگ کا مادہ بھی پانی میں گھل جاتا ہے لیکن اگر آپ کالا، سرخ، سبز اور زرد پتھر پانی میں رکھ دیں تو اس کی رنگت میں پانی متاثر نہ ہوگا تو واضح ہوگیا کہ امتزاج کیلیے مائع کا مائع سے ملنا ضروری ہوتا ہے اگرچہ وہ اصلاً جامد ہی ہو، ہوسکتا ہے کہ جامد میں گفتگو کے دوران اس کو مائع سے تعبیر کرنے کی وجہ یہی راز ہو، اس کو یاد رکھیں یہ نفیس بحث ہے اِن شاء اللہ تعالٰی۔ (ت)

واما الخصوص فاقول اولا اجمعت الامة المرحومة واجماعها حجة معصومة علی جواز الوضوء بماء السیل مع العلم القطعی بتغیر لونه بل ربما یتغیر الطعم والریح ایضا فثبت ان مجرد تغیر الاوصاف

اور اوصاف کی تبدیلی میں صرف مائع چیز کو خاص کرنے کی وجہ، پس میں کہتا ہوں، اوّلاً اس لئے کہ اس اُمت کا اس بات پر اجماع ہے جبکہ یہ اجماعِ اُمت خطا سے محفوظ ہے کہ سیلابی پانی سے وضو جائز ہے حالانکہ یہ قطعی طور پر معلوم ہے کہ

marfat.com
Marfat.com

بالجامد لا یفید التقیید بالاجماع و ثانیا هذا الاجماع ائمتنا رضی الله تعالٰی عنهم و منهم محمد ان التمر او الزبیب او التین مثلا اذا نقع فی الماء فانتقلت حلاوة منها الیه فحلا لم یبلغ الی ان یصیر نبیذا فانه لا یتقید و یجوز الوضوء به اجماعا فمحمد لم یعتبر فیه الطعم و قال بالجواز مع الاعتراف بتغیره بل و تغیر اللون و الریح ایضا فمن المعلوم المشهود ان اللون اسبق تغیرا بها من الطعم و اذا تغیر یوجد لها ریح ایضا قطعا فقد تغیرت الاوصاف الثلثة بالجامدات و لم یضر بالاجماع ما لم یغلب اجزاء بالمعنی الثالث اعنی صیرورته شیئا اٰخر لمقصد اٰخر و هذا هو الفارق بین النبیذ و السیل فانه لم یصر شیئا اٰخر و لا زال عنه اسم الماء و هذا هو مذهب ابی یوسف فعلم ان مذهبه مجمع علیه فی الجامد و انما الخلاف فی المائع ۔

اس کا رنگ بلکہ ذائقہ اور بُو بھی تبدیل ہوتے ہوتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ جامد چیز کے ملنے سے صرف اوصاف کی تبدیلی کی بنا پر پانی کو مقید قرار نہیں دیا جا سکتا بالاجماع ۔ ثانیاً اس لیے کہ کھجور، خشک انگور (میوہ) اور خشک انجیر کو پانی میں ڈالنے پر ان کی مٹھاس پانی میں منتقل ہوجائے اور ابھی نبیذ کی حد تک یہ تبدیلی پیدا نہ ہو تو اس شربت سے وضوء کے جائز ہونے پر ہمارے تمام ائمہ کرام جن میں امام محمد بھی شامل ہیں کا اجماع ہے تو یہاں امام محمد نے تینوں اوصاف تبدیل ہوجانے کے باوجود ان کی تبدیلی کا لحاظ نہیں کیا اور وضوء کو جائز قرار دیا ہے اجتماعی طور پر ۔ پس امام محمد نے نبیذ میں طعم کا اعتبار نہیں کیا اور تغیر طعم کے باوجود جواز کا قول کیا ہے بلکہ تغیر لون اور ریح سے بھی جواز کا قول کیا ہے ۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ ان چیزوں کا رنگ ذائقہ سے جلد اثر انداز ہوتا ہے اور جب ذائقہ متغیر ہوگا تو بُو بھی پائی جائے گی، تو معلوم ہُوا کہ جامد سے تینوں وصف تبدیل ہونے کے باوجود اس شربت سے بالاتفاق وضو جائز ہے بشرطیکہ غلبہ اجزاء کا تیسرا معنی نہ پایا جائے یعنی کسی دوسرے مقصد کے لیے نئی چیز بن جانا، نہ پایا جائے ۔ نبیذ اور سیلاب میں یہی فرق ہے پس سیلاب کی طرح اس شربت نے پانی کا نام تبدیل نہیں کیا اور نہ ہی کوئی دوسری چیز بنا ہے جبکہ جامد چیز کے بارے میں امام یوسف کے مذہب کے موافق سب کا اتفاق ہے اختلاف صرف مائع چیز میں ہے ۔

اقول و به خرج الجواب عن الشاهدین الاخیرین فان الکلام فیهما فی الانبذة فالمراد تغیر الطعم الی حد یزیل عنه اسم الماء و یجعله نبیذا

میں کہتا ہُوں اس بحث سے زبیب اور تین کے نبیذوں کے متعلق جواب معلوم ہوگیا کہ جب ان کا نبیذ بن جائے تو ذائقہ تبدیل ہو کر وہ اپنا نیا نام لے لیتا ہے جس کے مقید ہونے میں کوئی اختلاف

Marfat.com

ولا نزاع فیہ۔

نہیں۔ (ت)

وثالثا تقدم فی ۱۲۲ عن الخانیۃ التوضوء بماء الزعفران والزردج یجوز ان کان رقیقا والماء غالب فان غلبتہ الحمرۃ وصار متماسکا لایجوز[1] وعن الخلاصۃ توضأ بماء الزردج او العصفر او الصابون ان کان رقیقا یستبین الماء منہ یجوز وان غلبت الحمرۃ وصار نشاستج لا[2] اھ فافاد ان المدار الثخن لامجرد اللون فان کان غلبۃ اللون تحصل فی ھذہ الاشیاء قبل الثخن فقد صرحا بعدم الاجتزاء بہما لم یثخن وان کانت لاتحصل الا اذا ثخن فقد بینا ان ذکر غلبۃ اللون لکونہا ھھنا دلیلا علی المناط وھو الثخن فکان وصار متماسکا او نشاستج عطف تفسیر لہ۔

ثالثاً، اس لیے کہ نمبر ۱۲۲ میں خانیہ کے حوالہ سے گزرا ہے کہ زعفران اور زردج کے پانی سے وضو جائز ہے بشرطیکہ یہ پانی رقیق ہو اور پانی کا غلبہ ہو، اور اگر یہ گاڑھا ہو جائے اور سرخی بھی غالب ہو جائے تو وضو جائز نہیں ہوگا، اور خلاصہ کے حوالہ سے بھی گزرا کہ زردج، عصفر اور صابون والا پانی اگر پتلا ہو اور پانی اس میں غالب رہے تو وضو جائز ہے اور اگر سُرخی غالب ہو جائے اور یہ پانی گاڑھا ہو کر نشاستہ کی طرح لیپ ہو جائے تو وضو ناجائز ہے اھ اس سے معلوم ہُوا کہ دارومدار گاڑھے وغلیظ ہونے پر ہے صرف رنگ کا اعتبار نہیں ہے لہٰذا ان چیزوں کے ملنے سے پانی کا رنگ اگر گاڑھا ہونے سے پہلے تبدیل ہو تو دونوں کی تصریح ہے کہ اس غلبہ کا اعتبار نہیں ہے اور اگر گاڑھا ہوجانے کے بعد رنگ تبدیل ہو تو یہ گاڑھا ہونے کی دلیل ہے جس کو ہم نے بیان کردیا ہے پس گویا کہ گاڑھا ہونے اور نشاستہ بننے کا ذکر بطور عطف تفسیری ہوگا۔ (ت)

اقول وبہ تبین الجواب عن نص الاجناس فلم یکتف رحمہ اللہ تعالٰی بقولہ لو یتغیر لونہ حتی یحمر اویسود بل اضاف الیہ وکان الغالب علیہ الماء وھذا ما عبر بہ الخانیۃ والخلاصۃ اذ قالا بعد ذکر الحمرۃ وصار متماسکا بید ان المقام یحتاج

میں کہتا ہُوں کہ اس سے الاجناس کی عبارت پر اس اعتراض کا جواب ظاہر ہوگیا کہ اس نے اپنے بیان میں صرف سرخ اور سیاہ رنگوں کے ذکر کو کافی نہ سمجھا بلکہ اس پر پانی کے غالب ہونے کا اضافہ بھی کیا، چنانچہ خانیہ اور خلاصہ نے سرخی کو ذکر کرنے کے بعد گاڑھا ہونے کو جس مقصد کے لیے ذکر کیا ہے

---

[1] خانیہ فیما لایجوز بہ التوضی نولکشور لکھنؤ ۱/۹

[2] خلاصۃ الفتاوٰی الماء المقید " ۱/۸

marfat.com

Marfat.com

الی تلطیف القریحۃ وإعمال رؤیۃ قویۃ صحیحۃ، کلا بل الی التوفیق من رب رفیق، فالنظر الظاھر یتسارع الی الفرق بین العبارۃ وعبارۃ الخانیۃ والخلاصۃ لانھما ذکرا الشیئین غلبۃ الحمرۃ والتماسك فی عدم الجواز فافھما ان تغیر اللون لایکفی للمنع مالم یتماسك لابتناء الامر علی اجتماع الامرین ونقل الاجناس ذکر شیئین سلامۃ اللون وغلبۃ الماء فی جانب الجواز فافاد ان ایھما انتفی انتفی الجواز لعین الوجہ اعنی بناء الجواز علی الاجتماع۔

وہی مقصد الاجناس کا ہے کہ مدارِ حکم کو ظاہر کیا جائے مگر یہ مقام سوچ کی باریکی اور قوی وصحیح فکر کو عمل میں لانے کا ہے نہیں بلکہ اللہ تعالٰی کی توفیق کی طرف رجوع کرنے کا مقام ہے کہ یہاں ظاہر نظر میں الاجناس اور خانیہ وخلاصہ کی عبارتوں کا فرق واضح ہوجاتا ہے، کیونکہ خانیہ اور خلاصہ نے دو چیزوں کو عدمِ جواز کے بارے میں ذکر کیا ہے ایک سُرخی کا غلبہ اور دوسری چیز گاڑھاپن ہے انہوں نے اس سے یہ بتایا کہ صرف رنگ کی تبدیلی کافی نہیں ہے بلکہ گاڑھاپن بھی ضروری ہے کیونکہ وضوء کے ناجائز ہونے کا دارومدار ان دونوں چیزوں پر ہے، اور اجناس کی عبارت میں وضوء کے جواز کے لیے رنگت کا سالم رہنا اور پانی کا غالب رہنا دو چیزوں کو ذکر کیا ہے جس سے انہوں نے یہ ظاہر کیا ہے کہ اگر دونوں چیزوں میں سے ایک ختم ہوجائے تو وضوء کا جواز بھی ختم ہوجائیگا کیونکہ جواز کے حکم کا دارومدار دو چیزوں کے مجموعہ پر ہے۔ (ت)

اقول ودقیق النظر یوضح الامر فان ھذا المعنی یوجب ان تغیر اللون ینفی الجواز وان کان الغالب ھو الماء وھو خلاف الاجماع فان الغلبۃ ھو القطب الذی تدور علیہ رحی ھذہ الاحکام عند جمیع ائمتنا الاعلام اما سمعت قول الفتح ان اعتبار الغالب عدما عکس الثابت لغۃ وعرفا وشرعا[1] اھ واذ من المعلوم ضرورۃ ان غلبۃ الماء ھی العلۃ الکافیۃ للجواز و

میں کہتا ہوں کہ یہاں دقیق نظر سے واضح ہوتا ہے کہ اگر دونوں چیزوں میں سے رنگ بدل جائے اور پانی کا غلبہ باقی رہے تو وضوء ناجائز ہو حالانکہ یہ اجماع کے خلاف ہے کیونکہ غلبہ ہی وہ چیز ہے جو ان مسائل میں احکام کا معیار ہے جو کہ تمام ائمہ کرام کو تسلیم ہے، کیا تم نے فتح کا قول نہیں سنا جس میں انہوں نے کہا کہ غلبہ کے عدم کا اعتبار شرعاً، عرفاً اور لغۃً ثابت چیز، کا عکس ہے (یعنی غلبہ کا وجود ثابت کا وجود ہے اور غلبہ کا عدم، ثبوت کا عدم ہے) اھ

[1] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء نوریہ رضویہ سکھر ۶۵/۱

Marfat.com

عن مها للمنع اذ ليس احد من الامة يجيز الوضوء بالماء المغلوب سلمت اوصافه اولا الا ما تقدم من حكاية شاذة عن الامام الاوزاعي على كلام في ثبوتها عنه رحمه الله تعالى فامتنع ان تكون غلبة الحمرة علة برأسها منحازة عن الغلبة او تمام العلة وحينئذ يدور الامر بين وجهين اما ان تكون هي العلة وبها الغلبة فيكون قوله وكان الغالب عليه الماء عطف تفسير لعدم تغير اللون واما ان تكون بمعزل عن العلية وانما ذكرت لانها ههنا اٰية مغلوبية الماء ببلوغ سيل الامتزاج رباه وذلك لان الاحمرار بالاشنان والاسوداد بالريحان لا يحصلان بنفس الطبخ ايضا بل بالطبخ الكامل الا ترى انه فرض المسألة في ماء يطبخان فيه ثم قال اذا لم يتغير لونه وكان الغالب الماء فلا بأس فافاد انهما يطرحان في الماء ويمكثان فيه ويعمل فيهما النار الى ان يطبخا ولا يحصل مع كل ذلك التغير المغير حتى امكن التقييد بعدمه للجواز بل لا بد له من مكث وعمل اٰخر بعد ذلك حتى يحصل الطبخ الكامل الموجب لكمال الامتزاج وحينئذ يصير الماء مغلوبا بلا ريب فذكرت هذه الامارة الظاهرة لكونها مرئية والمغلوبية في المطبوخ

کیونکہ یہ بات واضح طور پر معلوم ہے کہ جب پانی کا غلبہ ہوگا تو اس سے وضو کا جواز ثابت ہوگا کیونکہ پانی کا غلبہ اس جواز کی علت ہے۔ اور عدمِ غلبہ، عدمِ جواز کی علت ہے یہی وجہ ہے کہ اُمت میں سے کسی نے بھی پانی کے مغلوب ہونے پر وضوء کو جائز نہیں کہا خواہ پانی کے اوصاف باقی رہیں یا تبدیل ہو جائیں، ماسوائے امام اوزاعی کے ایک قول کے جو کہ ان کی طرف منسوب ہے اگر اس قول کا ثبوت ان سے مل جائے تو ایک شاذ قول کی شاذ حکایت ہوگی، حالانکہ اس قول کے ثبوت میں کلام ہے لہذا اجناس کی عبارت میں سرخی (رنگ) کے غلبہ کو مستقل اور غلبہ سے علیحدہ علت یا تمام علت قرار دینا غلط ہے، لہذا یہاں دو وجہیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ اس سرخی کو ہی علت قرار دیا جائے اور اسی کو غلبہ کہا جائے اس صورت میں الاجناس کے قول "کان الغالب علیہ الماء" کو عطف تفسیری قرار دے کر رنگ کے تبدیل نہ ہونے کا بیان قرار دیا جائیگا، اور دُوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے اس سرخی کو علیت سے الگ رکھا جائے اور اس کے ذکر کو پانی کے مغلوب ہونے کی علامت قرار دیا جائے کیونکہ یہ پانی میں ملنے کی انتہائی صورت کی نشان دہی کرتی ہے کیونکہ اشنان کی وجہ سے سرخی اور ریحان کی وجہ سے سیاہی پانی میں معمولی پکانے سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ کامل طور پر پکانے سے حاصل ہوتی ہے آپ کو معلوم ہے کہ یہاں مسئلہ کی یہ صورت فرض کی گئی ہے کہ اشنان اور ریحان

marfat.com
Marfat.com

غیر مرئیۃ ما لم یبرد کما تقدم ثم ذکر الحقیقۃ تنبیھا علی ماھو المناط الحقیقی فھذا محمل نفیس واضح وھذا ھو عین مفاد الخانیۃ والخلاصۃ وللہ الحمد واذا جاء الاحتمال سقط الاستدلال بل ترجح ھذا بعبارتی الخانیۃ والخلاصۃ اذ الروایات یفسر بعضھا بعضا ثم کفی بالاجماعین شاھدی عدل۔

پانی میں پکائے گئے ہوں اس مسئلہ پر یہ کہا ہے کہ جب رنگ تبدیل نہ ہو اور پانی غالب ہو تو وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، تو اس بیان سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ ان دونوں چیزوں کو پانی میں ڈال کر رکھا جائیگا اور پھر آگ پر خوب پکانے کے بعد کامل امتزاج پیدا ہو جانے پر یقیناً پانی مغلوب ہو جائے گا اس موقعہ پر سرخی یا سیاہی کی علامت کو ذکر کیا گیا ہے کیونکہ یہ نظر آتی ہے جبکہ دیکھنے کی حالت میں پانی کا مغلوب نظر نہیں آسکتا جب تک کہ وہ ٹھنڈا نہ ہو جائے ورنہ معمولی پکانے پر وہ تغیر پیدا نہیں ہوتا جو وضو کے لیے مانع ہو تاکہ اس کی نفی کی قید لگائی جائے۔ اس سے الاجناس نے مکمل پکائے جانے کے ذکر پر حقیقت کو واضح کیا تاکہ حکم کی علت متعین ہو سکے، الاجناس کی عبارت کا یہ محمل نفیس ہے اور یہی خانیہ اور خلاصہ کی عبارت کا مفاد ہے وللہ الحمد، اور اس مذکور احتمال کی بنا پر استدلال ختم ہو جاتا ہے بلکہ خانیہ اور خلاصہ کی عبارتوں سے اس احتمال کو ترجیح مل گئی ہے کیونکہ بعض روایات سے بعض کو ترجیح و تفسیر مل جاتی ہے نیز دونوں اجماع' سچے گواہ کافی ہیں۔ (ت)

فان قلت لعلھما فی غیر المطبوخ فلا یسعان اعتبار الاوصاف فیہ ونص الاجناس انما ھو فیہ۔

اگر آپ کا اعتراض ہو کہ (سیلاب کے پانی سے باوجودیکہ اس میں اوصاف متغیر ہیں اور نبیذِ تمر سے وضو کے جواز پر) یہ دونوں اجماع کچّے پانی کے بارے میں ہیں لہذا ان سے پکے ہوئے پانی میں اوصاف کے اعتبار کی نفی نہیں ہوگی، جبکہ الاجناس کی نص پکائے ہوئے پانی سے متعلق ہے۔ (ت)

اقول اولا نصہ مخصوص بما یحدث فیہ تغیر الاوصاف بعد کمال الطبخ کما علمت ولا یقاس علیہ ما یتغیر قبل الطبخ وھو الکثیر الغالب اذ قبلہ لافرق بینہ وبین النی وقد انعقد الاجماع علی عدم اعتبارہ فیہ فیؤل الکلام الی ان

اس کے جواب میں میں کہتا ہوں، اولاً، یہ کہ الاجناس کی نص اس صورت سے مخصوص ہے جس میں مکمل پکائے جانے کے بعد اوصاف کا تغیر پیدا ہو جیسا کہ آپ اوپر معلوم کر چکے ہیں، اس پر پکانے سے قبل کے تغیر کو قیاس نہیں کیا جا سکتا جبکہ پکانے سے قبل تغیر عام اور کثیر ہے۔ کیونکہ پکانے سے قبل تغیر اور

Marfat.com

الاوصاف لاعبرة بها الا فیما تغیر فیه بعد الکمال الطبخ وھذا لا یضرنا لما علمت ان الماء یصیر مغلوبا اذ ذاک فتتحقق العلة سواء عبرتم بها او بلازمها من تغیر الاوصاف وثانیاً ای فرق بین النی والمطبوخ سوی ان الطبخ یوجب کمال الامتزاج کما نص علیه اھل الضابطة قاطبة قال الامام الزیلعی التقیید اما بکمال الامتزاج او غلبة الممتزج فکمال الامتزاج اما بالطبخ[1] الخ وقال قبیل التیمم انه بالطبخ کمل امتزاجه وکمال الامتزاج یمنع اطلاق اسم الماء علیه[2] اھ وقد قال قبل حدوث الضابطة ایضا الامام الجلیل النسفی فی الکافی ان بطلان الاطلاق بکمال الامتزاج وھو بطبخ الماء بخلط الطاھر[3] الخ ویأتی تمامه ان شاء اللہ تعالٰی واذن نقول بموجبه ولا یکون دلیلا علی اعتبار مجرد تغیر الاوصاف کما لا یخفی فانکشف الامر وللہ الحمد۔

بالکل کچے پانی کے تغیر میں کوئی فرق نہیں ہے حالانکہ بالکل کچے پانی کے بارے میں اجماع ہو چکا ہے کہ اس میں اوصاف کے تغیر کا اعتبار نہیں ہے، تو اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اوصاف کی تبدیلی و تغیر کا اعتبار صرف مکمل پکانے کے بعد ہوگا۔ یہ بات ہمارے لیے مضر نہیں ہے کیونکہ آپ کو معلوم ہے کہ مکمل پکانے کے بعد پانی مغلوب ہو جاتا ہے جس کی بنا پر وضو کے عدمِ جواز کی علت پائی گئی ہے اس کو مغلوب کہہ کر تعبیر کرو یا اس کو مغلوبیت کے لازم یعنی اوصاف کی تبدیلی سے تعبیر کرو۔ ثانیاً اس لیے کہ کچے اور پکے پانی میں اس کے سوا کوئی فرق نہیں کہ پکے ہوئے پانی میں پکانے کی وجہ سے امتزاج کامل ہو جاتا ہے جس کو تمام اہلِ ضابطہ نے ذکر کیا ہے۔ امام زیلعی نے کہا کہ پانی کو کمال امتزاج یا اس میں ملی ہوئی چیز کے غلبہ سے مقید قرار دیا جاتا ہے اور کامل امتزاج پکانے سے حاصل ہوتا ہے الخ اور انہوں نے اس بات کو تیمم کی بحث سے تھوڑا پہلے بیان کیا اور کہا کہ پکانے سے امتزاج کامل ہوتا ہے، اور اس کامل امتزاج کی وجہ سے اس کو مطلق پانی کہنا ممنوع ہو جاتا ہے اھ نیز ضابطہ کے بیان سے قبل جلیل القدر امام نسفی نے کافی میں فرمایا کہ پانی کا اطلاق کمال امتزاج سے ختم ہو جاتا ہے اور کمال امتزاج پانی میں پاک چیز کو ملا کر پکانے سے حاصل ہوتا ہے الخ یہ تمام بیان آئندہ آئے گا ان شاء اللہ تعالٰے

---

[1] تبیین الحقائق — کتاب الطہارۃ — الامیریہ مصر — ۱/۲۰
[2] " — قبیل باب التیمم — " — ۱/۳۶
[3] کافی للنسفی

marfat.com
Marfat.com

وہاں ہم اس کے موجبات کو بیان کرینگے جبکہ یہ بیان صرف اوصاف کے تغیر کے اعتبار پر دلیل نہ بن سکے گا جیساکہ واضح ہے۔ پس معاملہ واضح ہوگیا وللہ الحمد۔ (ت)

بقی الشاهد الثانی من شواهد العموم اقول لیس مفهومه ماذکر بل له مذهب اٰخر غیر مستتر و ذلك ان الامام اباعبد الله الجرجانی لما اعتبر فی تقییده صلوحه للصبغ والنقش وماهو الابتلون الماء وربما یحصل قبل الثخن کان لمتوهم ان یتوهم انه اعتبر الغلبة باللون فنبه الامام البرهان علی بطلانه وقال بل هو تفریع علی اعتبار غلبة الاجزاء لان غلبتها کما علمت علی ثلثة انحاء هذا هو النحو الثالث منها فذهبت الشواهد جمیعا۔

(پانی میں ملنے والی چیز کے غلبہ میں اوصاف کی تبدیلی کا معیار جامد اور مائع) دونوں کو شامل ہونے پر مذکورہ شواہد میں سے دوسرے شاہد کی بحث باقی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کا وہ مفہوم نہیں جس کو ذکر کیا گیا ہے، بلکہ ان کا دوسرا مذہب جو واضح ہے وُہ یہ کہ امام ابوعبداللہ الجرجانی نے پانی کو مقید بنانے میں زاج اور عفص کے ملنے پر رنگ ریزی اور نقش ونگار کی صلاحیت کا ذکر کیا جو کہ پانی کے رنگدار ہونے کی وجہ سے ہوسکتی ہے جبکہ پانی کے گاڑھا ہونے سے قبل بھی اس پر رنگ نمایاں ہوجاتا ہے تو اس سے کسی کو یہ وہم ہوسکتا تھا کہ امام جرجانی نے غلبہ کے لیے صرف رنگ کو معیار قرار دیا ہے اس لیے امام برہان الدین نے اس وہم کو باطل قرار دینے کے لیے تنبیہ کرتے ہُوئے امام برہان نے فرمایا کہ امام جرجانی کا یہ قول رنگ کے غلبہ کی بجائے اجزاء کے غلبہ پر تفریع ہے کیونکہ غلبہ تین قسم پر ہے اور یہ اجزاء کا غلبہ تیسری قسم ہے۔ یوں تمام شواہد کی بحث ختم ہُوئی۔ (ت)

اما تمثیله بالزعفران فقد اشبعنا الکلام علیه فی ۱۲۲ الاٰن لم یبق الا اطلاق الامام الاسبیجابی اقول اولا لنا مندوحة عنه فیما تقرر فی مقررات المطلق فی کلامهم یحمل علی المقید وان من عادتهم الاطلاق تعویلا علی معرفة الحذاق قالوا ویفعلونه کیلا یدعی علمهم من لم یزاحمهم بالرکب کل ذلك مذکور فی رد المحتار وغیره وثانیا هذا ولم یجب التقیید فکیف و

امام اسبیجابی (کے اطلاق اور زعفران جو کہ جامد اور مائع دونوں کے شمول کی بنیاد ہے) میں سے زعفران کی مثال کے متعلق ہم سیر حاصل بحث کرچکے ہیں جو نمبر ۱۲۲ میں گزرچکی ہے اب صرف امام اسبیجابی کے اطلاق کی بحث باقی ہے۔ میں کہتا ہوں، اولاً، یہ کہ اس بارے میں وسیع گنجائش ہے جیساکہ اپنے مقام میں ثابت شدہ بات ہے کہ فقہاء کے کلام میں مطلق کو مقید پر محمول کیا جاتا ہے اور ان کی عادت ہے کہ وہ مقید کی جگہ مطلق کو ذکر کردیتے ہیں کیونکہ ان کو

Marfat.com

فقد وجب بشهادة الاجماعين و ثالثًا لك ان تقول الجامد ايضا تعتبر فيه غلبة الاوصاف اذا اردت الى غلبة الاجزاء باحد المعانى الثلثة كما عرفت فى النبيذ والزاج والعفص والعصفر والزعفران وكثير من نظائرها فمن هذا الوجه يصح الاطلاق وان كان نحو التغير المعتبر فى الجامد مغايرا للمعتبر عنده فى المائع بل قد يظن اتفاق النحوين من كلام البدائع المار فى ۳۰۴ حيث ناط الامر فى المائعات بزوال الاسم وذكر فى تفصيله غلبة اللون والطعم وزوال الاسم هو المعتبر فى الجامدات ايضا بل عليه مدار الباب كما مر مرارا وكان ينتج هذا ان لا خلف بين الامامين الصاحبين الا فى التعبير۔

ماہرین کے علم وتجربہ پر اعتماد ہے کہ (وہ مطلق کو مقید سمجھیں گے) ماہرینِ فن نے کہا ہے کہ فقہاء کرام یہ اس لیے کرتے ہیں تاکہ ان کے علم میں کوئی نااہل شخص برابری کا دعوٰی نہ کرے، یہ سب کچھ ردالمحتار وغیرہ میں مذکور ہے، **ثانیا** امام اسبیجابی کے قول کو مقید کرنا ضروری ہے (کیونکہ سیلاب کے پانی سے وضو کے جواز پر اجماعِ اُمت اور نبیذِ تمر سے وضو کے جواز پر علماء احناف) کا اجماع، یہ دونوں اجماع اس کے قول کی تقیید کو واجب کر چکے ہیں کہ اوصاف کے تغیر کا اعتبار صرف مائع چیز کے ملنے پر ہوگا جامد میں نہیں، **ثالثا**، آپ جامد چیز کے بارے میں اوصاف کے غلبہ کا اعتبار کہہ سکتے ہیں جبکہ یہ جامد چیز پانی میں اجزاء کے تینوں معانی میں سے کسی معنی کے لحاظ سے غلبہ کا سبب بن جائے، جیساکہ نبیذ، زاج، عفص، عصفر اور زعفران وغیرہ کے بارے میں آپ معلوم کرچکے ہیں، اس لحاظ سے جامد اور مائع دونوں میں اوصاف کے غلبہ کا اطلاق درست ہوسکتا ہے اگرچہ جامد میں تغیر مائع میں تغیر سے مختلف ہے، بلکہ نمبر ۳۰۴ میں بدائع کی مذکور عبارت سے دونوں کے تغیر میں اتفاق کا گمان ہوتا ہے، وہاں انہوں نے بہنے والی چیزوں (مائعات) میں تغیر کا معیار پانی کے نام کی تبدیلی کو قرار دیا ہے جس کی تفصیل میں انہوں نے رنگ اور ذائقہ کے غلبہ کو بیان کیا ہے حالانکہ یہی نام کی تبدیلی جامد چیزوں میں بھی تغیر کا معیار ہے بلکہ اس میں تغیر کا دارومدار نام کی تبدیلی ہے جیساکہ بار بار گزر چکا ہے اور اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ صاحبین (امام یوسف وامام محمد) کے درمیان صرف تعبیر کا اختلاف ہے۔ (ت)

اقول وقد کان یعجبنی هذا لان المنقول عن نص محمد انما هی مسألة مطبوخ الاشنان والریحان وفیها کمال الامتزاج الموجب للغلبة بالاجزاء لکن

میں کہتا ہوں مجھے یہ بات پسند ہے کیونکہ امام محمد سے جو نص منقول ہے وہ اشنان اور ریحان کے پکائے ہوئے پانی سے متعلق ہے جبکہ اس مسئلہ میں پکانے کی وجہ سے ایسا کامل امتزاج حاصل

marfat.com
Marfat.com

تعاور عبارا تهم على نصب الخلاف بينهما منعنى عن ذلك وان عبرة المحقق فى الفتح بقوله نقل بعضهم فيه خلافا بين الصاحبين ان محمد ا يعتبره باللون و ابا يوسف بالاجزاء اھ لكن التحقيق عندى ان زوال الاسم المذكور ھھنا فى البدائع ليس بالمعنى المعتبر فى غير المائع كما سيأتيك بيانه ان شاء الله تعالٰى وبالجملة قد استقر عرش التحقيق و لله الحمد على كل ما نص عليه الامام ملك العلماء فى البدائع ان[1] خلاف محمد انما هو فى المائع و انه[2] لا يقتصر على اللون بل يعتبر الطعم ايضا و انه[3] يرتب بينهما فيقدم اللون ثم الطعم و انه[4] ينقل الحكم بعدهما الى الاجزاء ولا يعتبر الريح ÷ ھكذا ينبغى التنقيح ÷ والحمد لله على تواتر الائه ÷ وافضل صلاته وسلامه على سيد انبيائه ÷ واله وصحبه وابنه واحبائه ÷ امين ھذا وزعم العلامة الحدادى فى الجوھرة بعد ما صحح قول ابى يوسف مانصه و محمد اعتبر الاوصاف ان غير الثلثة لا يجوز و ان غير واحدا جاز و ان غير اثنين لا يجوز قال و التوفيق بينهما ان كان مائعا جنسه جنس الماء كماء الدباء فالعبرة للاجزاء كما قال ابو يوسف وان كان جنسه غير جنس الماء كاللبن فالعبرة للاوصاف كما قال محمد قال والشيخ يعنى

ہو جاتا ہے جو اجزاء کے اعتبار سے غلبہ کا موجب بنتا ہے، لیکن فقہاء کرام کی عبارات کا ظاہر مفہوم میرے لیے مانع ہے کہ میں صاحبین کے اختلاف کو صرف تعبیری اختلاف کہوں اگرچہ اس کو فتح القدیر میں محقق صاحب نے تعبیر کر دیا یوں کہہ کر کہ بعض نے اس میں صاحبین کا اختلاف نقل کیا ہے کہ امام محمد رنگ کا اور امام یوسف اجزاء کے غلبہ کا اعتبار کرتے ہیں اھ لیکن میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ بدائع میں اس مقام پر پانی سے زوالِ اسم کا جو ذکر کیا ہے وہ اس معنی میں زوالِ اسم نہیں جس معنی میں غیر مائع میں معتبر ہے جس کا آئندہ بیان آئے گا ان شاء اللہ تعالٰی۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ الحمدللہ، مکمل تحقیق وہ ہے جس کو امام ملک العلماء نے بدائع میں ذکر کیا ہے کہ امام محمد کا اختلاف صرف[1] مائع چیز کے بارے میں ہے[2] اور یہ کہ وہ اس میں صرف رنگ نہیں بلکہ ذائقہ کا بھی اعتبار کرتے ہیں اور ان[3] دونوں میں ترتیب کے قائل ہیں پہلے رنگ کا اور پھر اس کے بعد ذائقہ کا اعتبار کرتے ہیں اور[4] اگر یہ دونوں نہ پائے جائیں تو پھر وہ غلبہ میں اجزاء کی طرف حکم کو منتقل کرتے ہیں اور بُو کا اعتبار نہیں کرتے، یہی تنقیح مناسب ہے، انعامات کے ہجوم پر اللہ تعالٰی کی حمد ہے اور صلوٰۃ وسلام تمام انبیاء کے سردار پر اور ان کی آل واصحاب پر، آمین۔ اس کو محفوظ کر، جوہرہ میں امام ابو یوسف کے قول کو صحیح قرار دینے کے بعد علامہ حدادی نے خیال ظاہر کیا اور کہا کہ امام محمد نے تینوں اوصاف کی تبدیلی پر وضو کو ناجائز قرار دیا، اور اگر

لے فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۵

Marfat.com

الامام القدوری اختار قول محمد حیث قال فغیّر احد اوصافه[1] اھ

ایک وصف تبدیل اور متغیر ہو جائے تو وضوء کو جائز اور دو اوصاف کی تبدیلی پر ناجائز کہا ہے، اور امام حدادی نے کہا کہ امام یوسف اور امام محمد کے اقوال میں موافقت یوں ہوگی، اگر پانی میں ملنے والی چیز مائع ہو جو پانی کی ہم جنس ہو جیسے کدو کا جوس، تو اس صورت میں غلبہ کے لیے اجزاء کا اعتبار ہوگا جیسا کہ امام ابو یوسف نے کہا ہے اگر وہ پانی میں ملنے والا مائع ایسا ہو جو پانی کا ہم جنس نہ ہو جیسے دُودھ۔ تو اس صورت میں غلبہ کے لیے اوصاف کا اعتبار ہوگا، جیسے کہ امام محمد کا مسلک ہے۔ اور اس پر علامہ حدادی نے کہا شیخ قدوری نے امام محمد کے قول کو ترجیح دیتے ہوئے یوں کہا" وہ ایک وصف کو تبدیل کرے اھ (ت)

اقول ھذا لیس بتوفیق بل تلفیق ثم النصوص متظافرۃ عن محمد انه یعتبر اللون ثم الطعم لا انه لا یعتبر الوصف الواحد وکون ماء البدیار[2] من جنس الماء غیر معقول ولا مقبول ومن نظر الفروع المارۃ[3] علم انه لا یوافق القولین وما اتت به النصوص علی المذھبین ثم ھو خلاف[4] الاجماع فی ماء المد فقد اطبقوا انه مادام علی رقته یجوز الوضوء به مع انه ربما یغیر وصفین بل الثلاث وما ھو الا الاختلاط مالیس من جنس الماء من تراب ورمل وغثاء وکذا اجماعھم[5] علی جواز الوضوء بما نقع فیه تمر وان حلا ولا شك ان تغیر اللون یسبقه مالم یصر نبیذا فلم یعتبروا فیه الاوصاف بل الاجزاء بالمعنی الثالث واللہ تعالٰی اعلم۔

میں کہتا ہوں یہ تو موافقت نہ ہوئی بلکہ ایک نئی بات ہوئی، کیونکہ تمام نصوص میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ امام محمد پہلے رنگ اور پھر ذائقہ کی تبدیلی کا اعتبار کرتے ہیں نہ کہ وہ ایک وصف کی تبدیلی کا اعتبار نہیں کرتے، نیز کدو کے جوس کو پانی کا ہم جنس بتانا غیر معقول اور غیر مقبول ہے، اور جس کو گزشتہ فروعات کا علم ہے وہ جانتا ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد کے اقوال میں موافقت نہیں ہے، پھر علامہ حدادی کا یہ بیان سیلابی پانی میں اجماع کے بھی خلاف ہے کہ اس سے وضو جائز ہے جب تک رقت باقی رہے حالانکہ دو بلکہ تینوں اوصاف اس میں تبدیل ہوتے ہیں باوجودیکہ یہ تبدیلی پانی کے ہم جنس کی وجہ سے نہیں بلکہ مٹی، ریت اور تنکے ملنے کی وجہ سے ہوتی ہے، اسی طرح ان کا یہ بیان کھجور ڈالنے سے میٹھے پانی میں اس اجماع کے بھی خلاف ہے جس میں اس سے

---

[1] الجوہرۃ النیرۃ کتاب الطہارۃ مطبع امدادیہ ملتان ۱/۱۴

marfat.com
Marfat.com

وضو کو جائز قرار دیا گیا ہے جب تک یہ کھجور کا میٹھا پانی نبیذ نہ بن جائے حالانکہ اس میں شک نہیں کہ مٹھاس سے پہلے وہاں رنگ بھی تبدیل ہوتا ہے اوصاف کی تبدیلی کے باوجود یہاں اس کا اعتبار نہ کرتے ہوئے وضوء جائز ہے بلکہ یہاں اجزاء کے لحاظ سے غلبہ کا تیسرا معنی پائے جانے کے باوجود اس کا اعتبار نہیں کیا جاتا، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

بحث دوم اس قول کی توجیہ احکام

اقول وباللہ التوفیق کتب معلّلہ کو غالبًا ہر خلافیہ میں خصوصًا وہ خلاف کہ امام و صاحبین یا باہم صاحبین میں ہو دلائل فریقین بیان کرنے کا التزام ہوتا ہے اگرچہ خلافیات مشایخ میں ایسا اعتنا نہ کریں مگر اس خلافیہ میں دلیل قول امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کسی کتاب میں نظر فقیر غفرلہ المولی القدیر سے اصلاً نہ گزری حتی کہ بدائع میں جس نے اس پر مشی فرمائی سوا اس لفظ کے کہ مجمع الانہر میں اعتبار رنگ پر لکھا لان اللون مشاھد (کیونکہ رنگ نظر آتا ہے۔ ت) حالانکہ اس قول کے چار جزء ہیں ہر جز طالب توجیہ ہے یہ دو حرفی جملہ ایک جزء کے لئے بھی وافی نہیں۔

فاولا ماکل مشاھد معتبرا فالدلیل اعم من المدعی۔

پس اوّلاً یہ کہ ہر مشاہدہ کی جانے والی چیز معتبر نہیں ہوتی (لہذا مجمع الانہر کا رنگ کے اعتبار میں رنگ کو مشاہدہ والا قرار دے کر دلیل بنانا درست نہیں) کیونکہ یہ دلیل عام ہے اور دعوٰی خاص ہے۔ (ت)

وثانیا ماکل معتبر مشاھدا فالدلیل اخص من المدعی وبالجملۃ لایلزم من کونہ مشاھدا اعتبارہ ولا من عدم مشاھدۃ اٰخر عدم اعتبارہ۔

ثانیًا یہ کہ ہر معتبر چیز قابلِ مشاہدہ نہیں ہوتی پس یوں دلیل، دعوٰی سے خاص ہے، خلاصہ کلام یہ ہے کہ قابلِ مشاہدہ ہونے کو معتبر ہونا لازم نہیں اور یوں ہی دوسری چیز کے قابلِ مشاہدہ ہونے کو غیر معتبر ہونا لازم نہیں ہے۔ (ت)

وثالثا ان خصت المشاھدۃ بالرؤیۃ خرج الطعم وقد اعتبرہ محمد وان اُرید بھا الحس دخلت الریح ولم یعتبرھا۔

اور ثالثًا یہ کہ اگر مشاہدہ کو دیکھنے سے مختص کیا جائے تو ذائقہ کا اعتبار نہ رہے گا حالانکہ امام محمد رضی اللہ عنہ ذائقہ کا اعتبار بھی کرتے ہیں اور اگر مشاہدہ سے مراد حس ہو تو پھر بو کا اعتبار بھی کرنا ہوگا حالانکہ وہ بو کا اعتبار نہیں کرتے۔ (ت)

وانا اقول وبربی ثم بنبیہ استعین جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ والہ و

اور میں کہتا ہوں، اللہ تعالٰی اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وصحبہ اجمعین کی امداد سے، کہ

Marfat.com

صحبه اجمعين كان محمدا يقول رضي الله
تعالى عنه ان رفع الحدث منوط شرعا
باستعمال الماء المطلق و مطلقه هو الذى
يتبادر الى الافهام باطلاق لفظ الماء ولا شك
انها حقيقة معروفة مشهورة معلومة
لكل احد لا تلتبس ولا يحتاج احد فى ادراكها
الى استجلاب العلم من خارج باخبار غيره
ان هذا ماء فلا يراد بمطلقه الا ما شأنه هذا
ولا شك ان الماء اذا صار على لون مائع
أخر يرتاب الناظر فيه ولا يقطع انه ماء
الا اذا اخبره من يعرفه من بدء امره واللون
اول مدرك فان لم يغلب واخذه فى فمه
للمضمضة فوجده على طعم مائع أخر يأخذه
من الارتياب ما كان يأخذ فى متغير اللون
بالنظر فخرجا عن الماء المطلق اما الريح
فربما تكتسب بالمجاورة من دون خلط شئ
فما صح لونه وطعمه لا يرتاب المستعمل فى
كونه ماء بمجرد تغير فى ريحه فان كان
فيه امتزاج غيره مساويا اوغالبا لا يقف
عليه المستعمل الا بالاخبار من خارج
وحينئذ يعرف انه ليس بماء فالمائية لم
يتوقف ادراكها على الخارج بل عدمها
ومعلوم ان هذا الارتياب والالتباس انما
يكون بالمائع فالماء مهما اخذ لون جامد
او طعمه لا يلتبس به وانما يتوقف فيه انسلاب

امام محمد رضی اللہ عنہ گویا یوں فرماتے ہیں کہ رفع حدث کیلئے
شرعاً مطلق پانی کا استعمال ضروری ہے، اور مطلق پانی
وہ ہے جو پانی کا لفظ بولنے پر ذہن میں آئے، اور اس
میں شک نہیں کہ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو مشہور و
معروف اور ہر ایک کو معلوم ہے اس کو جاننے کے لیے
کسی کو غیر سے سمجھنے کی ضرورت پیش نہیں آتی کہ وہ یہ بتائے
کہ پانی یہ ہے۔ لہٰذا مطلق پانی سے مراد یہی عام فہم حقیقت
ہے۔ لہٰذا جب کسی دوسری بہنے والی چیز کا رنگ پانی میں
ظاہر ہوتا ہے تو دیکھنے والے کو ضرور تردد ہوتا ہے کہ
کیا یہ پانی ہے یا کیا ہے تو جب کوئی دوسرا باخبر شخص
بتائے تو اس کا تردد دُور ہوتا ہے ورنہ نہیں، پانی
میں سب سے پہلے رنگ کا علم ہوتا ہے اور اگر رنگ
پانی پر غالب نہ ہو تو پھر جب کُلی کرنے کے لیے پانی منہ
میں ڈالا جائے تو اس وقت دوسری مائع چیز کا ذائقہ
محسوس ہونے لگتا ہے پھر اس کو تردد ہوتا ہے جو کہ
دیکھنے پر رنگت کی تبدیلی سے نہ ہوا تھا۔ پس یہ رنگ کی وجہ
سے تردد اور ذائقہ کی وجہ سے تردد والا پانی، مطلق
پانی سے خارج ہوگا، جہاں تک بُو کا تعلق ہے تو وہ
قرب وجوار میں پڑی ہوئی چیز کی خوشبو کا اثر ہو سکتا ہے
ضروری نہیں کہ پانی میں مخلوط کسی چیز کی وجہ سے بُو
آرہی ہو۔ رنگ اور ذائقہ اگر درست ہو تو استعمال
کرنے والے کو کوئی تردد پیدا نہیں ہوتا کہ یہ خالص
پانی ہے، پس اگر پانی میں ریح کے بغیر کسی دوسری شئی
کی ملاوٹ ہو برابر یا غالب طور پر ہو تو استعمال کرنے
والے کو تردد ہوگا مگر جب اسے کوئی خارج سے خبر دے

marfat.com
Marfat.com

اسم الماء علی تهیؤه لمقصد اٰخر فمن ههنا حصل الفرق بین الجامد والمائع وظهر مذهب محمد باجزائه الاربعة۔

تو اس وقت وہ جانے گا یہ پانی نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ نفیس پانی کا ادراک کسی خارجی امداد کے بغیر ہوتا ہے اور یہ بات بھی واضح کہ پانی میں تردد پیدا کرنے میں کسی مائع چیز کا دخل ہوتا ہے اس کے برخلاف کسی جامد چیز کے ملنے سے پانی کے رنگ یا ذائقہ کی تبدیلی کی وجہ سے استعمال کرنے والے کو اس وقت تک تردد نہیں ہوتا جب تک کسی دوسرے مقصد کے لیے تیاری سے پانی کے نام کو تبدیل نہ قرار دیا جائے۔ اس بات سے پانی میں جامد چیز اور مائع کے ملنے کا فرق واضح ہو جاتا ہے، اور یوں امام محمد کے مذہب کے چاروں اجزاء واضح ہوئے۔ (ت)

وبعبارة اخری اجمعنا ان ماصار شیئا اٰخر لمقصد اٰخر لا تجوز به الطهارة وان لم تزل رقته ولا بلغ الممازج الماء قدرا فاذن لیس الا التغیر فی اوصافه اذ لو سلمت مع بقاء الطبع وغلبة القدر استحال ان یسلب عنه اسم الماء من دون موجب فعلم ان التغیر فی الاوصاف ههنا مقدم علی زوال الطبع ومغلوبیة القدر ثم ثم شیاٰن زوال اسم الماء وتجدد اسم اٰخر وهذا یتوقف علی تهیؤه لمقصد اٰخر والمنع منوط بالاول وان لم یوجد الاٰخر لان الشرع المطهر انما امر بالماء فاذا انسلب عنه اسم الماء خرج المامور به وان لم یدخل فی مقصد اٰخر غیر ان الجامد یتبع فیه الاول الاٰخر فلا ینسلب اسم الماء به مالم یتهیأ لمقصد اٰخر کما تری فی السیل وماء القی فیه قلیل سکر او نقع فیه حمص او تمر بخلاف المائع فانه

اور امام محمد کے مسلک کی ایک دوسرے انداز سے تقریر، یہ ہے کہ ہم سب کا اس بات پر اجماع ہے کہ پانی میں مخلوط چیز کے سبب کوئی اور مقصد مطلوب ہو اور کوئی اور چیز بن گئی ہو تو اگرچہ اس صورت میں پانی کی رقت باقی ہو اور پانی کی مقدار بھی ملی ہوئی چیز سے زیادہ ہو تو پھر بھی اس سے وضو جائز نہیں ہے اس کی وجہ صرف پانی کے اوصاف کی تبدیلی ہوسکتی ہے کیونکہ پانی کی رقت باقی اور اس کی مقدار غالب ہونے پر اوصاف میں بھی تبدیلی نہ ہو تو اس کو پانی نہ کہنا اور اس کو کوئی دوسرا نام دینا محال ہوگا۔ اس حقیقت کے اعتراف پر یہ امر واضح ہوگیا کہ اس صورت میں پانی کی طبع کے زوال (رقت کے ختم ہونے) اور پانی کی مقدار کے مغلوب ہونے سے قبل اس کے اوصاف کی تبدیلی ہوگی۔ پھر یہاں دو اور چیزیں ہیں، ایک، پانی کے اطلاق کا نہ ہونا، دوسرا نئے نام سے موسوم ہونا، پانی کو نئے نام سے تب موسوم کیا جاتا ہے جب اس کو کسی دوسرے مقصد کے لیے تیار کیا گیا ہو، لیکن طہارت کی ممانعت کا تعلق

Marfat.com

اذا غلب علی اوصاف الماء اشتبه السماء به فام یبق ممایتبادر الیه الفهم باطلاق لفظ الماء فقد زال الاسم وان لم یتجدد له اسم اٰخر لان بالارتیاب والالتباس لا ھذا الاسم یبقی ولا غیرہ یثبت وھذا ھو المعنی عندی بزوال الاسم المذکور ھنا فی کلام الامام ملک العلماء الماشی علی قول محمد بخلاف المعتبر فی الجامد فانه الذی یعقبه حدوث اسم اٰخر کما تقدم تحقیقه وباللہ التوفیق وله الحمد۔

پہلی صورت یعنی پانی کے اطلاق کے زوال سے ہے اگرچہ وہاں دوسرا نام نہ بھی دیا گیا ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت مطہرہ نے طہارت کے لیے پانی کے استعمال کا حکم دیا ہے اور جس چیز پر پانی کا نام اور اطلاق نہ رہا تو وہ ماموربہ (پانی) سے خارج ہوگی خواہ کسی دوسرے مقصد کے لیے ہو یا نہ ہو اور اس کو نئے نام سے موسوم کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو، لیکن جامد چیز کے مخلوط ہونے پر یہ ضروری ہے کہ پہلی صورت (پانی کے اطلاق کی نفی) کے بعد دوسری صورت (نئے مقصد کے لیے تیاری کی وجہ سے نیا نام) کو ضرور لاحق ہوگی، جیسا کہ آپ سیلابی پانی، معمولی اور قلیل شکر والا پانی، جس پانی میں چنے ڈالے ہوں یا جس پانی میں کھجور ڈال دی گئی ہو، کو دیکھ سکتے ہیں (کہ ان صورتوں میں نہ صرف یہ کہ پانی کا اطلاق باقی ہے بلکہ نئے مقصد کے لیے نیا نام بھی نہیں دیا گیا، لہٰذا اس سے وضو جائز ہے) اس کے برخلاف وہ پانی جس میں کوئی مائع چیز ملائی گئی ہو تو اگر پانی کے اوصاف اس سے تبدیل ہوجائیں تو اس کو پانی کہنے اور اس پر پانی کا اطلاق کرنے میں تردد پیدا ہوتا ہے اور اس کا پانی ہونا ذہن میں نہیں آتا، تو نام اور اطلاق پانی کے لیے نہ رہا، لیکن نیا نام بھی اس کو نہ دیا گیا کیونکہ تردد کی وجہ سے پہلا نام ختم ہوگیا اور نیا نام ثابت نہ ہوسکا، میرے نزدیک امام ملک العلماء کے کلام میں زوال اسم ماء سے یہی مراد ہے جہاں انہوں نے امام محمد کے قول کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔ جامد چیز میں اس کے برخلاف طہارت ممنوع ہوگی جبکہ اس کو نیا نام دیا گیا ہو جیسا کہ پہلے تحقیق ہوچکی ہے، اللہ تعالٰی سے توفیق اور اسی کے لیے حمد ہے۔ (ت)

وبه انکشف مایترای وردہ من ان ھذا یوجب اعتبار الاوصاف فی الجامدات ایضا وان لم یحصل التھیؤ لمقصد اٰخر ولا نعنی القلیل حتی تقولوا ان القلیل مغلوب والمغلوب ھدر اجماعا بل الحد الذی یعتبر فیما یجعله شیئاً

اس تحقیق سے اس اعتراض کی حقیقت بھی منکشف ہوگئی جس میں یہ کہا گیا تھا کہ مائع کی طرح جامد میں بھی اوصاف کی تبدیلی کا اعتبار کیا جاتا ہے اگرچہ جامد کو پانی میں ملا کر کسی دوسرے مقصد کیلئے تیار نہ کیا گیا ہو، یہ شبہ اس لیے ختم ہوجاتا ہے کہ بالاجماع ہم جامد کی وہ قلیل مقدار مراد نہیں لے رہے

marfat.com
Marfat.com

اذا صار لمقصود آخر فاذا بلغ التغير ذلك
الحد لم لا ينسلب اسم الماء وان لم يتجدد
اسم آخر لعدم التهيؤ المذكور وذلك كماء
الزردج فانه يطرح ولا يصبغ به فلا
يصير لمقصود آخر بخلاف ماء الزعفران
لكن اذا كان ماء الزردج بحيث يصلح
للصبغ لو كان يصبغ به فقد تغير وای
فرق بين المائين اذا بلغا هذا الحد فی
تغير الماء وكون هذا يقصد للصبغ لاذاك
شیٔ آخر وراء التغير فالماء مغلوب فيهما
على السواء وعليه تدور رحى المنع وعليك
بتلطيف القريحة فان الانسلاب بالتجدد
او الارتياب لاغير۔

جو صرف مغلوب ہوکر کالعدم ہوجائے بلکہ پانی میں شامل ہونے والے جامد کی اتنی مقدار مراد ہے جو کسی دوسرے مقصد کے لیے پانی کو دوسری چیز بنانے کے لیے معتبر ہوسکے تو جب جامد کی وجہ سے پانی میں اس حد تک تغیر پیدا ہوجائے تو لازمی طور پر وہاں پانی کا نام سلب ہوجائے گا خواہ نئے مقصد کے لیے نیا نام اس کو نہ بھی دیا گیا ہو، اس کی مثال زردج (زردہ) والا پانی ہوسکتا ہے کہ جب پانی میں اتنا زردہ ڈالا جائے جس سے کسی چیز کو رنگ نہ دیا جاسکے تو اس صورت میں وہاں دوسرا مقصد تو حاصل نہیں مگر اس کو پانی نہیں کہا جاتا، اس کے برخلاف زعفران والا پانی ہے لیکن جب زردہ کی اتنی مقدار ہو جس سے کسی چیز کو رنگا جاسکتا ہو، تو یہ بھی ایک تغیر ہے جو دوسرے مقصد کے لیے تیار کیا گیا ہے، مگر دونوں صورتوں میں اس حد کا تغیر ہے کہ وہاں پانی کا نام سلب ہوجاتا ہے فرق صرف یہ ہے پہلے میں نئے مقصد کے لیے نیا نام نہیں ہے جبکہ دوسری صورت میں نئے مقصد کے لیے نیا نام ہے، جب دونوں صورتوں میں پانی مغلوب ہوکر اپنا نام کھو بیٹھا ہے تو ان دونوں صورتوں میں اس سے وضو ناجائز ہوگا کیونکہ وضو کے منع ہونے کے لیے پانی کا مغلوب ہوجانا ہی معیار ہے۔ آپ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ پانی سے اس کے نام کو سلب کرنے والے دو سبب ہیں ایک نئے مقصد کے لیے تیار ہونا اور دوسرا اس کے پانی ہونے میں تردد پایا جانا۔ (ت)

وبه ظهر الجواب عن قولهم
الماء فی البحث الاول من ابحاث غلبة
الغير عن العناية ومجمع الانهر ان
الغلبة بالاجزاء غلبة حقيقية اذ وجود
المركب باجزائه فكان اعتباره اولى بخلاف
الغلبة باللون فانها راجعة الى الوصف

گزشتہ تحقیق سے علماء کے اس قول کا بھی جواب واضح ہوگیا جس کو انہوں نے غیر چیز کے غلبہ کی پہلی بحث میں عنایہ اور مجمع الانہر سے نقل کیا ہے کہ حقیقی غلبہ اجزاء کی وجہ سے ہوتا ہے کیونکہ مرکب چیز کا وجود اجزاء کی وجہ سے ہوتا ہے لہذا اجزاء کے غلبہ کا اعتبار اولیٰ ہے بخلاف رنگ والے غلبہ کا

Marfat.com

كيف وقد اجمعنا ونص الحديث على اعتبار الغلبة بالاوصاف فی کثیر یخالطه نجس وفی الدم ان خرج من الفم تعتبر الغلبة بینه وبین الریق من حیث اللون فانکان احمر نقض الوضوء وان اصفر لا کما فی التبیین والبحر وغیرهما وفی الدم خرج من اسنانه فابتلعه ان غلب علی الریق افطر ویعرف بوجدان طعمه وعلیه الاکثر وبه جزم فی البزازیة واستحسنه الکمال وشیخ الاسلام الغزی کما فی الدر وهذا التوزیع علی وفق مسلکی فاعتبر فی الوضوء اللون تقدیما له وفی الصوم الطعم لتعذر ادراك اللون وقلت خاصة انت ایها الامام الثانی فی لبن امرأة خلط بدواء انه ان

اعتبار اولیٰ ہے بخلاف رنگ والے غلبہ کے کیونکہ وہ وصف کی طرف راجع ہے۔ اس کا جواب اس لیے واضح ہے کہ بہت سی نجس چیزیں جب پانی میں ملتی ہیں تو وہاں اوصاف کے غلبہ کے اعتبار سے حدیث کی نص اور ہمارا اجماع بھی ہے، ان کی مثالیں حسبِ ذیل ہیں، جب[1] منہ سے خون نکلے تو وہاں رنگ کے اعتبار سے غلبہ ہوتا ہے کہ اگر تھوک میں سرخی ہو تو خون غالب ہوگا اور اگر سرخی کی بجائے صرف زردی ہو تو تھوک غالب ہوتا ہے جس پر وضوء ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے کا حکم نافذ ہوتا ہے، جیسا کہ تبیین، بحر وغیرہما میں ہے، اور جب[2] دانتوں سے خون نکلے اور روزہ دار اس کو حلق میں اتار لے تو اگر خون کا ذائقہ ہوا تو خون کو غالب قرار دے کر روزہ کے فساد کا حکم ہوگا اور اگر خون کا ذائقہ نہ پایا تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔

ع عبارة وجیز الکردری لا شیء اذا خرج الدم من بین اسنانه والبزاق غالب فابتلعه ولم یجد طعمه وان غلب الدم اوتساویا فسد[1] اھ ونظم الدر ان غلب الدم او تساویا فسد والا لا الا اذا وجد طعمه بزازیة[2] الخ اقول فالثنیا باعتبار الغلبة بالاجزاء والحکم باعتبار الغلبة بالوصف فان المغلوب لاحکم له

۱۲ منه غفر له۔ (م)

وجیز الکردری کی عبارت یوں ہے "جب دانتوں سے خون نکلے اور اس پر تھوک غالب رہے تو کوئی حرج نہیں جبکہ نگلنے میں خون کا ذائقہ نہ پائے، اور اگر تھوک پر خون غالب ہو یا برابر ہو تو وضو فاسد ہوگا اھ اور درمختار کی عبارت یوں ہے: "اگر خون غالب ہو یا دونوں مساوی ہوں تو وضو فاسد ہوگا ورنہ نہیں الّا یہ کہ خون کا ذائقہ پائے بزازیہ الخ میں کہتا ہوں کہ درمختار کی عبارت میں حکم میں وصف کے لحاظ سے غلبہ کو بیان کیا گیا ہے اور استثناء میں اجزاء کے لحاظ سے غلبہ کو بیان کیا گیا ہے کیونکہ مغلوب چیز کے لحاظ سے حکم نہیں ہوتا۔ (ت)

[1] فتاوٰی بزازیۃ علی ہامش فتاوٰی ہندیۃ، کتاب الصوم ۴/ ۹۸ [2] درمختار باب ما یفسد الصوم مطبع دہلی ۱/ ۱۴۹

marfat.com

Marfat.com

غیر طعمه و لونه معا لم یتعلق به تحریم الرضاع والاحرم قال فی التبیین فی المنتقی فسر الغلبة فی روایة ابن سماعة عن ابی یوسف فقال اذا جعل فی لبن المرأة دواء فغیر لونه ولم یغیر طعمه او علی العکس فاوجر به صبی حرم وان غیر اللون والطعم ولم یوجد فیه طعم اللبن وذهب لونه لم یحرم وفسر الغلبة فی روایة الولید عن محمد فقال اذا لم یغیره الدواء من ان یکون لبنا تثبت به الحرمة اھ

یہی اکثر علماء کا موقف ہے اور اسی پر بزازیہ نے جزم کیا ہے کمال اور شیخ الاسلام الغزی نے اس کو پسند کیا ہے، جیسا کہ دُرمختار میں ہے، اور مذکور تقسیم و ترتیب میرے ضابطہ کے مطابق ہے کہ وضوء کے بارے میں رنگ کا اعتبار پہلے ہوگا اور روزہ کے بارے میں ذائقہ کا اعتبار ہوگا، کیونکہ روزہ کی صورت میں رنگ کا ادراک مشکل ہوتا ہے۔ اور میں خاص طور پر امام ثانی (امام یوسف) کے بارے میں کہتا ہوں کہ انہوں نے عورت کے دودھ کے متعلق فرمایا ہے کہ اگر وہ دوائی میں مل جائے اور دوائی کی وجہ سے اُس دودھ کا رنگ اور ذائقہ تبدیل ہو جائے تو اس سے بچنے کے لیے رضاعت والی حرمت ثابت نہ ہوگی ورنہ حرمت ثابت ہو جائے گی۔ تبیین میں کہا ہے کہ منتقی میں امام یوسف سے مروی غلبہ کی یہ تفسیر کی گئی ہے کہ جب عورت کے دودھ میں دوائی ڈالی جائے جس سے دودھ کے رنگ اور ذائقہ میں سے ایک چیز بدل جائے اور دوسری تبدیل نہ ہو تو پھر کسی بچّہ نے اسکو پی لیا تو حرمت ثابت ہوگی اور اگر دوائی کی وجہ سے دودھ کا رنگ اور ذائقہ دونوں تبدیل ہو جائیں اور ذائقہ اور رنگ باقی نہ رہے تو حرمت ثابت نہ ہوگی۔ اور امام محمد سے غلبہ کی تفسیر کو ولید نے یوں بیان کیا ہے کہ جب دواء نے دودھ کی حیثیت کو باقی رکھا تو اس سے حرمت ثابت ہوگی اھ (ت)

فان قلت لم عدل محمد ھھنا عن الاوصاف الی الاجزاء **قلت** لان الحکم فی الطہارة علی الماء فلزم المطلق وھھنا علی الرضاع والمص من الثدی غیر لازم بالاجماع فبقی وصول اللبن الی الجوف فما دام اللبن لبنا صدق الوصول ھذا ما ظھر لی

اگر آپ کا یہ اعتراض ہو کہ امام محمد نے یہاں غلبہ کے اعتبار میں اوصاف کی بجائے اجزا کی طرف کیوں عدول کیا ہے؟ تو اس کے جواب کے لیے میں کہتا ہوں کہ طہارت کے معاملہ میں حکم کا تعلق پانی سے ہوتا ہے جس کو مطلق رکھنا ضروری ہے اور یہاں حکم کا تعلق رضاع سے ہے جس میں پستان سے چوسنا لازم نہیں ہے

ل؎ تبیین الحقائق کتاب الرضاع مطبع الامیریہ مصر ۲/۱۸۵

Marfat.com

فی تقریر مذھب محمد رحمہ اللہ تعالٰی۔ بلکہ بالاجماع یہاں دودھ کا حلق سے اندر اترنا معتبر ہے توجب تک دُودھ کی حیثیت باقی ہے اس وقت تک حلق میں وصول کا لحاظ باقی رہے گا، امام محمد کے مذہب کی تقریر میں یہ میری رائے ہے۔ (ت)

اقول وکان ابایوسف یقول رضی اللہ تعالٰی عنہ الارتیاب والالتباس لعارض لایغیر الذات لایخرج الشیئ عن حقیقتہ المتبادر الیھا الافھام عنہ سماع اسمہ کزید جاء متنکرا فلم یعرفہ الناس ولا معنی لزوال الاسم مع بقاء الحقیقۃ اجزاء ومقصودا کما قدمنا تحقیقہ ولربما یحصل الالتباس بخلط جامد فانہ لایغیر الا اذا انماع فاذا اتحد عملہ وعمل مائع کان اللبس علی حد سواء فانک ان القیت فی الماء عصفرا فاصفر وصار کماء الزردج لاتفرق بینہ وبین ماء القی فیہ ماء الزردج وقد اجمعنا علی اھدارہ مالم یتھیأ لمقصد اٰخر والنجس لایؤثر فی تغییر ذات الماء کما مرمنا تحقیقہ ان الماء النجس والمستعمل من الماء المطلق وانما یسلبہ وصف الطھارۃ فجاز البناء فیہ علی الاوصاف التی لاتتغیر بتغیرھا الذات بخلاف ماھنا فانہ مھما تبقی الذات سالمۃ یبقی داخلا تحت المطلق المامور بہ والمعتبر فی الوضوء ف۱ سیلان تجس بقوتہ ولانظر بعد ذلک الی امتزاجہ مع

میں کہتا ہوں، امام یوسف گویا یوں فرماتے ہیں کہ عارضہ کی بنا پر کسی چیز میں تردّد واشتباہ اس چیز کی ذات کو اپنی حقیقت سے خارج نہیں کرسکتا حقیقت اس کی وہی ہے جو اس کے نام سننے پر فہم میں آئے، جیسا کہ زید اپنی حالت تبدیل کرکے آئے تو لوگ اس کو نہیں پہچانیں گے (اس کے باوجود وہ زید ہے) شَیٔ کا نام اُس وقت تک ختم نہیں ہوتا جب تک شَیٔ کی حقیقت اجزاء اور مقصود کے اعتبار سے باقی ہو جیسے کہ ہم نے پہلے تحقیق کر دی ہے، یُوں تو جامد چیز ملنے سے کبھی اشتباہ پیدا ہوجاتا ہے کیونکہ جامد چیز پانی میں پگھل کر اور گھل کر ہی اس میں تبدیلی پیدا کرتی ہے، لہذا جب مائع اور جامد دونوں کا عمل قدرے مساوی ہے تو دونوں سے اشتباہ وتردّد کی صورت بھی برابر ہے یقیناً آپ جب پانی میں عصفر ڈالیں گے تو پانی اسی طرح زرد ہوگا جس طرح زردہ والا پانی زرد ہوتا ہے آپ رنگ کی تبدیلی میں دونوں کا فرق واضح نہیں کرپائیں گے جبکہ ہم زردہ کے پانی کے معمولی رنگ کو کالعدم قرار دے چکے ہیں نجاست پانی کی ذات کو تبدیل کرنے میں مؤثر نہیں ہوتی جیسا کہ پہلے ہماری تحقیق گزر چکی ہے کہ ناپاک پانی اور مستعمل پانی مطلق پانی ہوتے ہیں صرف ان کا وصفِ طہارت منتفی ہوتا ہے لہذا نجاست کے

marfat.com
Marfat.com

طاهر اقل منه قدر اً او اکثر فاحمرار البزاق یدل علی ان الدم کثیر خارج بقوته و اصفراره علی انه قلیل استتبعه البصاق قال الامام الزیلعی الدم ان خرج من نفس الفم تعتبر الغلبة بینه و بین الریق وان تساویا انتقض الوضوء لان البصاق سائل بقوة نفسه فکذا مساویه بخلاف المغلوب لانه سائل بقوة الغالب ویعتبر ذلك من حیث اللون[1] الخ ثم قال لو قاء دما ان نزل من الراس نقض قل او کثر باجماع اصحابنا وان صعد من الجوف فالمختار ان کان علقا یعتبر ملء الفم لانه لیس بدم وانما هو سوداء احترقت وان کان مائعا نقض وان قل لانه من قرحة فی الجوف وقد وصل الی ما یلحقه حکم التطهیر[2] اھ ثم قال تحت قول الکنز لا بلغما او دما غلب علیه البصاق ما نصه هذا اذا خرج من نفس الفم وان خرج من الجوف فقد ذکرنا تفاصیله[3] اھ ای ان کان علقا اعتبر ملء الفم والا نقض وان قل قال العلامة الشامی فی منحة الخالق الخارج من الجوف لا یخالطه البزاق الا بعد وصوله الی الفم لان

حکم کی بنیاد ایسے اوصاف پر ہو سکتی ہے جن کی تبدیلی سے پانی کی ذات تبدیل نہ ہو لیکن پانی میں پاک چیز ملنے کی وجہ سے تغیر کا حکم اس کے خلاف ہے کیونکہ یہاں اوصاف کی تبدیلی سے مطلق پانی کی ذات قابلِ استعمال ہونے میں سالم رہتی ہے ۔ اور وضوء کے فساد میں بدن سے نجاست کا اپنی قوت سے بہنا معتبر ہوتا ہے اس کے بعد اس نجاست کا پاک چیز سے امتزاج قلیل مقدار میں ہو یا کثیر مقدار میں اسکا کوئی لحاظ نہیں ہوگا تو تھوک کی سرخی سے منہ سے نکلنے والے خون کی کثرت اور قوت سے خارج کی دلیل ہوگی اور تھوک کی زردی خون کے قلیل اور مغلوب ہونے کی دلیل ہوگی ۔ امام زیلعی نے فرمایا ہے کہ منہ سے نکلنے والے خون میں غلبہ کا اعتبار ہوگا اور خون اور تھوک مساوی ہوں تو بھی وضو فاسد ہوگا کیونکہ اس صورت میں تھوک اور خون مساوی قوت سے خارج ہوئے ہیں ، مغلوب کا معاملہ اس کے برخلاف ہے کیونکہ وہ غالب کے تابع ہوتا ہے اور غلبہ کا اعتبار رنگ سے کیا جائے گا الخ پھر انھوں نے اس کے بعد فرمایا اگر خون کی قے آئے تو معلوم کیا جائے کہ یہ خون سر سے اترا ہے یا پیٹ سے ابھرا ہے اگر سر سے نازل ہوا ہو تو اس سے وضوء فاسد ہو جائیگا خواہ وہ خون قلیل ہو یا کثیر ہو اس پر ہمارے اصحاب کا اجماع ہے

---

[1] تبیین الحقائق نواقض الوضوء مطبعہ امیریہ بولاق مصر ۱/۸

[2] ایضاً ۱/۹ [3] ایضاً ۱/۹

Marfat.com

البزاق محله الفم لا الجوف وبهذا يظهر
الفرق بين الخارج من الفم والخارج
من الجوف فان الخارج من الفم انما
كان سيلانه بسبب البزاق وجعل غلبته
على البزاق دليل سيلانه بنفسه بخلاف
الخارج من الجوف فانه لا يصل الى
الفم الا اذا كان سائلا بنفسه فالفرق
بينهما واضح اھ والمناط في الصوم
دخول شيء من الخارج في الجوف الا ما تعذر
التحرز عنه ولذا عفي عن بلة تبقى بعد
المضمضة وعن قليل اثر يبقى في الفم من
المأكول وما وجد طعمه غير قليل كما
حققه في الفتح قال لنا ان القليل تابع
لاسنانه بمنزلة ريقه فلا يفسد كالريق
وانما اعتبر تابعا لانه لا يمكن الامتناع
عن بقاء اثر ما من المأكل حوالى الاسنان
وان قل ثم يجري مع الريق التابع
من محله الى الحلق فامتنع تعليق
الافطار بعينه فيعلق بالكثير ومن المشايخ
من جعل الفاصل كون ذلك مما يحتاج
في ابتلاعه الى الاستعانة بالريق اولا
الاول قليل والثاني كثير وهو حسن لان
المانع من الافطار بعد تحقق الوصول

اور اگر وہ پیٹ کا خون بستہ ہو تو پھر منہ بھر کر قے ہونے
پر وضوء فاسد ہوگا یہی مختار مسلک ہے کیونکہ
حقیقت میں وہ خون نہیں ہے بلکہ وہ سوداء کا جلا ہوا
مادہ ہے اور اگر وہ پیٹ سے ابھرا ہوا خون رقیق
ہو تو پھر قلیل قے سے بھی وضوء فاسد ہو جائے گا
کیونکہ وہ پیٹ میں کسی زخم کا خون ہے جو ایسے مرحلہ
میں پہنچ گیا یعنی خارج ہو کر ایسی جگہ پہنچ گیا جس جگہ
کو پاک رکھنے کا حکم ہے اھ اس کے بعد انہوں نے
کنز کے اس قول لا بلغما او دما غلب علیہ
البصاق (یعنی جب بلغم کی یا ایسے خون کی قے ہو
جس پر تھوک غالب ہو تو وضوء فاسد نہ ہوگا)
کے تحت کہا یہ حکم جب ہے کہ وہ خون منہ کا ہو اور
اور اگر وہ پیٹ کا ہو تو پھر اس کی تفصیل ہم بیان
کر چکے ہیں اھ یعنی یہی کہ اگر خون بستہ ہو تو منہ بھر
قے ہونے پر وضوء فاسد ہوگا ورنہ نہیں اور اگر
خون رقیق ہو تو پھر قلیل قے سے بھی وضوء فاسد
ہوگا علامہ شامی نے منحۃ الخالق میں فرمایا کہ پیٹ
سے آنے والے خون میں تھوک کی ملاوٹ منہ میں
ہوتی ہے کیونکہ تھوک کا مقام منہ ہے پیٹ نہیں،
اس سے منہ سے نکلنے والے خون اور پیٹ سے آنے
والے خون کا فرق واضح ہو گیا کیونکہ منہ سے نکلنے والے
خون کا سبب تھوک ہے اور تھوک پر اس کا غلبہ
اس کے خود بہہ نکلنے کی دلیل ہے لیکن پیٹ سے

۱؎ منحۃ الخالق علی حاشیۃ البحر الرائق نواقض الوضوء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۶

marfat.com
Marfat.com

كونه لا يسهل الاحتراز عنه وذلك
فيما يجري بنفسه مع الريق الى الجوف[1]
لا ما يتعمد في ادخاله لانه غير مضطر فيه
وفي الكافي في السمسمة ان مضغها لا يفسد
الا ان يجد طعمه في حلقه وهذا حسن
جدا فليكن الاصل في كل قليل مضغه اھ[2] فتبين
ان اعتبار اللون والطعم في الوضوء والصوم
ليس من جهة اعتبار الغلبة بالاوصاف
بل لان بهما ههنا تحقق المناط وقد نصوا
في خمر قبلت ان كان الماء قليلا او مساويا
يحد اذا وصل الى جوفه وان غلب الماء
لا الا ان يسكر كما في البزازية[3] فاعتبروا
الغلبة بالاجزاء والا فالخبيثة تغلب
ضعفها بل اضعافها من الماء في الاوصاف
اما مسألة **الرضاع** فالمعتمد فيها ايضا
اعتبار الاجزاء باحد المعاني الثلثة كما
هو قول محمد دون الاوصاف كما بينته
فيما علقته على رد المحتار علا ان المناط
ههنا شرب ما يغذي وينبت اللحم و
وينشز العظم فظن الامام الثاني ان الدواء
اذا اذهب لونه وطعمه كسر قوته كالمخلوط

آنے والے خون کا معاملہ اس کے خلاف ہے کیونکہ
اس کا منہ تک آنا خود بہہ نکلنے کی دلیل ہے اس لیے
کہ وہ بہہ کر یہاں پہنچا، یوں فرق واضح ہوا اور
روزہ فاسد ہونے کا معیار یہ ہے کہ خارج سے
کسی ایسی چیز کا پیٹ میں داخل ہونا جس سے
بچاؤ مشکل ہو تو وہ معاف ہے اسی وجہ سے کلی
کرنے کے بعد منہ میں باقی رہنے والی تری روزہ دار
کو معاف ہے اور کوئی چیز کھانے کے بعد اگر اس کا
قلیل اثر منہ میں باقی رہ جائے تو وہ بھی معاف ہے
اور اگر کوئی ذائقہ والی چیز ہو تو وہ قلیل نہ ہوگی اس
سے روزہ فاسد ہوگا۔ اس کی تحقیق فتح القدیر
میں ہے، انہوں نے فرمایا ہماری دلیل یہ کہ
قلیل چیز دانتوں کے تابع ہو کر تھوک کی طرح
ہوجائے گی لہذا اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا
اس کو دانتوں کے تابع اس لیے قرار دیا ہے کہ
کھائی ہوئی چیز کے اس اثر سے جو دانتوں کے
اردگرد باقی رہتا ہے سے بچنا مشکل ہوتا ہے کیونکہ وہ
لعاب کے ساتھ مل کر حلق میں منتقل ہوجاتا ہے
اس لیے روزہ کے فساد کا تعلق اس قلیل اثر سے
نہ ہوگا بلکہ کثیر اثر سے ہوگا، روزہ کے لیے مفسد اور
غیر مفسد اثر کے بارے میں مشائخ میں سے بعض نے

۱؎ فتح القدیر باب ما یوجب القضاء والکفارۃ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۲۵۸
۲؎ " " " " " " " " ۲/۲۵۹
۳؎ فتاوٰی بزازیۃ علی حاشیۃ الفتاوٰی الہندیۃ کتاب الاشربہ نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۱۲۵

Marfat.com

بالطعام واللّٰہ تعالیٰ اعلم فانکشف الحجاب ؛ ونن هو الصواب ؛ والحمد للّٰہ الکریم الوھاب ؛ وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی السید الاداب ؛ وآلہ وصحبہ خیر آل واصحاب ؛ الیٰ یوم الحساب ؛ آمین ۔

یہ فرق بیان فرمایا ہے کہ اگر وہ اثر ایسا ہو جس کو حلق سے اتارنے کے لیے لعاب کی مدد ضروری ہو تو وہ قلیل اور غیر مفسد ہے اور اگر لعاب کے بغیر اس کو حلق سے اتارا جا سکے تو کثیر اور مفسد ہے، یہ فرق خوب ہے کیونکہ حلق تک وصول کے باوجود روزے کا فاسد نہ ہونا اس بنا پر ہے کہ اس سے بچنا مشکل ہے کیونکہ لعاب سے مل کر خود بخود وہ اثر حلق سے بغیر قصد اتر جاتا ہے اور جو اثر قصداً اتارنا پڑا وہ معاف نہیں ہے کیونکہ اس میں کوئی مجبوری نہیں ہے، اور کافی میں ہے کہ اگر تل کا دانہ چبایا تو روزہ فاسد نہ ہوگا لیکن اگر اس کا ذائقہ حلق میں پایا جائے تو فاسد ہوگا۔ یہ فرق بہت خوب ہے اھ اس بحث سے یہ واضح ہوا کہ روزہ اور وضوء کے فساد میں رنگ اور ذائقہ کا اعتبار غلبہ کی وجہ سے نہیں بلکہ اس لیے کہ ان دونوں وصفوں کی وجہ ان کے فساد کا معیار پایا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے شراب کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ شراب میں پانی قلیل یا مساوی ہو تو پینے والے کو حد لگے گی بشرطیکہ یہ شراب اس کے حلق سے نیچے اتر گئی ہو، اور اس میں پانی کثیر اور زیادہ تھا تو حد نافذ نہ ہوگی بشرطیکہ نشہ نہ ہوا ہو، اس کو بزازیہ میں ذکر کیا ہے، یہاں فقہاء نے اجزاء کے لحاظ سے غلبہ کا اعتبار کیا ہے، ورنہ خبیث شراب تو اپنے سے کئی گنا زیادہ پانی میں مل کر بھی اوصاف میں غالب رہتی ہے لیکن رضاع کے مسئلہ میں بھی اجزاء کے لحاظ سے غلبہ کا اعتبار ہوتا ہے خواہ وہ غلبہ اپنے تین معانی میں سے کسی معنیٰ میں پایا جائے، یہاں اوصاف کے لحاظ سے غلبہ کا اعتبار نہیں ہے یہ امام محمد کا قول ہے جیسا کہ میں نے اس کو رد المحتار کی تعلیقات میں ذکر کیا ہے اس کے علاوہ یہاں رضاع میں حکم کا معیار، غذا، گوشت پیدا کرنا اور ہڈی بنانے والی چیز کو بنایا ہے تو دوسرے امام (امام ابو یوسف) نے یہ گمان فرمایا کہ جب دوا عورت کے دودھ میں مل کر اس کے رنگ اور ذائقہ کو ختم کر دے گی تو وہ دودھ کی قوت کو بھی ختم کر دے گی جیسے طعام میں مل کر دودھ کی قوت ختم ہو جاتی ہے واللّٰہ تعالیٰ اعلم، حجاب اُٹھ گیا، درستی کھل گئی، الحمد للّٰہ والصلوٰۃ علیٰ رسول اللّٰہ وآلہ وصحبہ اجمعین، آمین۔ (ت)

فصل رابع ضوابط کلیہ۔ الحمد للّٰہ ہمارے بیانات سابقہ نے واضح کر دیا کہ دونوں مذہب امامین رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما دو ضابطۂ کلیہ ہیں،

اول ضابطۂ یوسفیہ کہ جب پانی کا سیلان زائل ہوجائے یا رقت نہ رہے اگرچہ بے کسی چیز کے ملنے یا اُس میں اس کا غیر کہ مقدار میں برابر یا پانی سے زائد ہو مل جائے یا دوسری شے سے مل کر

marfat.com
Marfat.com

ایک مرکب جداگانہ مقصد آخر کے لیے ہو جائے اگرچہ وہ دوسری شے پانی سے مقدار میں کتنی ہی کم ہو ان صورتوں میں پانی مقید ہو گیا اور قابلِ وضو نہ رہا ورنہ مطلقاً مائے مطلق ہے اگرچہ رنگ مزہ بُو سب بدل جائیں اور یہی صحیح و معتمد اور یہی مفادِ متونِ مستند ہے۔

دوم ضابطۂ شیبانیہ کہ اگر سیلان یا رقت نہ رہے تو مقید ہے اگرچہ بے خلط چیزے ہو اور کسی چیز کے خلط سے مقصد دیگر کے لیے چیز دیگر ہو جائے تو مقید ہے اگرچہ مخلوط جامد ہو اور اگر یہ صورتیں نہیں اور مخلوط شے جامد ہے تو مطلقاً مائے مطلق ہے اگرچہ اوصاف بدل جائیں اور اگر مخلوط شے مائع ہے تو اوّلاً رنگ دیکھیں گے اگر پانی پر اُس کا رنگ اس درجہ غالب آیا کہ ناظر کو اُس کے پانی ہونے میں اشتباہ پڑے مائع دیگر کا شبہ گزرے تو مقید ہو گیا اور اگر رنگ اتنا نہ بدلا تو مزے پر نظر ہو گی اگر مزہ اُس حدِّ التباس تک بدل گیا تو مقید ہے اور اگر رنگ و مزہ اس حد تک نہ بدلے تو بُو کا لحاظ نہیں صرف یہ دیکھیں گے کہ وُہ دوسرا مائع اگر مقدار میں پانی سے زائد یا برابر ہے مقید ہو گیا ورنہ مطلق ہے۔

سوم ضابطۂ برجندیہ کہ پاک چیز جو پانی میں ملے اگر جنس ارض سے ہے جیسے مٹی ہڑتال چُونہ یا اُس سے زیادت نظافت مقصود ہوتی ہے جیسے صابون وغیرہ اگرچہ پکنے میں ملے ان دونوں صورتوں میں جب تک پانی اپنی رقت پر باقی ہے وضو جائز ہے ورنہ نہیں اور اگر نہ جنس زمین سے ہے نہ اُس سے زیادت نظافت مقصود تو اُس کا خلط اگر پکنے میں ہوا اور اُس سے پانی میں کچھ بھی تغیر آیا وضو جائز نہیں اگرچہ رقت باقی رہے مگر ظہیریہ نے اس میں بھی اعتبار رقت کیا اور اگر خلط بلا طبخ ہوا تو اس صورت میں امام محمد مطلقاً اعتبار رنگ فرماتے ہیں اور امام ابو یوسف کے نزدیک اگر وہ بہتی ہوئی چیز ہے تو کثرت اجزا کا اعتبار ہے اگر پانی زیادہ ہے وضو جائز ورنہ نہیں اور غیر مائع میں وہی اعتبار رقت ہونا چاہئے کہ پانی اپنی رقت پر رہے تو وضو ناجائز ورنہ جائز۔

قال رحمہ اللہ تعالٰی تفصیلہ ان الطاھر المخالط اما من جنس الارض کالتراب والزرنیخ والنورۃ او من غیر جنس الارض وھو اما ان لم یختلط بہ بالطبخ او اختلط بہ بالطبخ وحینئذ اما ان یقصد بہ النظافۃ کالاشنان اولا فھذہ اربعۃ اقسام وحکم الاقسام الثلثۃ الاول

(علامہ برجندی) رحمہ اللہ تعالٰی نے کہا کہ پانی میں پاک چیز ملنے کی تفصیل یوں ہے کہ وہ مٹی، ہڑتال، چونا جیسی جنس زمین سے ہو گی یا غیر جنس زمین سے، پھر خواہ وُہ پانی میں پکانے سے نہ ملے یا پکانے سے مل گئی اور ملانے سے مقصود طہارت میں مبالغہ ہے جیسے اشنان یا نہیں تو یہ کل چار صورتیں ہوئیں، پہلی تین صورتوں میں تو یہ حکم ہے کہ اگر پانی غالب ہو تو وضو

Marfat.com

انه ان غلب الماء جاز التوضی، وان غلب ذلك المخالط لا، ومعنى غلبة المخالط فى الاول والثالث ان تزول الرقة وفى الثانى ان يغلب لون المخالط على لون الماء عند محمد و الاجزاء على الاجزاء عند ابى يوسف رحمهما الله تعالى واذا اعتبر غلبة الاجزاء ففى غير المائعات ينبغى انيكون بحيث يخرج الماء عن الرقة وفى رواية عن ابى يوسف فى هذا القسم انكان مما لا يقصد به النظافة كالصابون فهو غير طهور مطلقا سواء غلبت الاجزاء اولا هذا هو المفهوم من الفتاوى الظهيرية وشروح الهداية، وذكر فى الهداية انه يعتبر فى الغلبة اولا اللون ثم الطعم ثم الاجزاء[1]، واما حكم القسم الرابع فاشار اليه بقوله (او غيره طبخا وهو مما لا يقصد به النظافة) واطلاق التغير وجعله قسيما للاخراج عن طبع الماء مما يتبادر منه ان مطلق التغير بالطبخ مانع سواء اخرجه عن طبع الماء اولا وهذا هو المفهوم من الهداية ويؤيده ما فى الخزانة وفتاوى قاضى خان انه اذا طبخ فيما الباقلى وريح الباقلى يوجد منه لا يجوز به التوضى هذا وقد ذكر فى الفتاوى الظهيرية انه اذا طبخ الحمص

جائز ہوگا ورنہ وضو جائز نہ ہوگا، پہلی اور تیسری صورت میں ملنے والی شے کا غلبہ تب ہوگا جب پانی کا پتلا پن جاتا رہے اور دوسری صورت میں امام محمد کے ہاں جب ملنے والی شے کا رنگ پانی پر غالب آجائے غلبہ ہوگا، اور امام ابو یوسف کے ہاں جب اس کے اجزاء غالب ہو جائیں تو غلبہ ہوگا، چونکہ امام ابو یوسف غلبہ بالاجزاء کے قائل ہیں بنا بریں غیر مائع اشیاء کا غلبہ پانی کے پتلے پن کے زوال سے ہونا چاہیے۔ امام ابو یوسف سے ایک اور روایت بھی ہے کہ اگر ملنے والی شے سے طہارت میں مبالغہ مقصود نہ ہو مثلاً صابن، تو پانی وضو کے قابل مطلق نہ رہے گا چاہے اجزاء کا غلبہ ہو یا نہ ہو فتاوی ظہیریہ اور شرح ہدایہ کا مفہوم یہی ہے، اور ہدایہ میں یہ مذکور ہے کہ اولاً رنگ پھر ذائقہ پھر اجزاء کے غلبہ کا اعتبار ہوگا۔ رہا چوتھی صورت کا حکم جس کی طرف برجندی نے "یا غیر جنس الارض پکانے سے ملے جس سے مبالغہ طہارت مقصود نہ ہو" کے الفاظ سے اشارہ کیا ہے۔ تغیر کو مطلق رکھنے اور پانی کے طبعی حالت سے اخراج کے مقابل ذکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسری شے کے پانی میں پکنے سے آنے والی تبدیلی وضو سے مانع ہے چاہے پانی کو طبعی حالت سے نکالے یا نہ نکالے، یہ ہدایہ سے مفہوم ہے، جبکہ خزانہ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ جب پانی میں لوبیا پکایا جائے اور اس کی بو محسوس ہونے لگے تو اس سے

[1] شرح النقایۃ للبرجندی کتاب الطہارۃ منشی نولکشور لکھنؤ ۱/۳۲

marfat.com
Marfat.com

او ابا قلی فی السماء وصار بحیث اذا برد ثخن لا یجوز بہ التوضی وان لم یثخن ورقۃ الماء باقیۃ جاز[1] اھ وسقناہ تماما وان تقدم اٰخرہ لجمع کلامہ فی محل واحد۔

وضو جائز نہ ہوگا، فتاوٰی ظہیریہ میں ہے کہ چنے یا لوبیا پانی میں ابالے گئے اور رس کے ہونے پر پانی گاڑھا ہوگیا تو وضو جائز نہ ہوگا، اور اگر پتلا پن برقرار رہا تو جائز ہوگا۔ یہاں تمام عبارات کو محض یکجا کرنے کی خاطر ذکر کردیا گیا ورنہ اس کا آخری حصہ تو پہلے بھی ذکر ہوچکا ہے۔ (ت)

اقول اس کا خلاصہ یہ کہ امام ابویوسف کے نزدیک مطلقاً رقت آب پر مدار ہے مگر دو صورتوں میں ایک یہ کہ کوئی بہتی چیز بغیر طبخ پانی میں ملے کہ اس میں کثرت اجزاء پر لحاظ ہے، دوسرے یہ کہ جس چیز سے زیادت نظافت نہ مطلوب ہو طبخ میں ملے اس میں مطلق تغیر مانع ہے اور امام محمد کے نزدیک مطلقاً وصف کا اعتبار ہے مگر دو صورتوں میں ایک یہ کہ ملنے والی چیز جنس زمین سے ہو دوسری یہ کہ اُس سے زیادت نظافت مطلوب ہو ان دونوں میں رقت پر نظر ہے، ہماری تحقیقات وتنقیحات مذکورہ اور ائمہ کے نصوص و تصریحات مسطورہ پر نظر کرنے والا جانے گا جن جن وجوہ سے اس میں کلام ہے مثلاً

اوّل مذہب امام ابویوسف میں مقصد آخر کے لیے شیئ دیگر ہوجانے کا ذکر باقی رہ گیا اس میں رقت وکثرت اجزا کسی کا لحاظ نہیں۔

فان قلت الیس قال باعتبار الاجزاء علی قولہ وقد تقدم لک ان معناھا الثالث التھیؤ لمقصد اٰخر۔

اعتراض: کیا برجندی نے باعتبار الاجزاء کے الفاظ قد تقدم لک ان معناھا الثالث التھیؤ لمقصد اٰخر کے تحت نہیں کہے؟

اقول لکن کلامہ بمعزل عنہ الاتری انہ خصھا فی الجامدات بانسلاب الرقۃ۔

جواب: برجندی کی کلام کا مقصد ہرگز وہ نہیں جو بیان کیا جارہا ہے کیونکہ اس نے اس صورت کو جامدات کے ملنے پر پانی کی رقت ختم ہوجانے کے ساتھ مخصوص قرار دیا ہے۔ (ت)

ثانی[2] یونہی مذہب امام محمد میں اس کا ذکر نہ آیا حالانکہ وہ مجمع علیہ ہے جیسا کہ مسائل نبیذ و زعفران وغیرہا میں گزرا۔

ثالث[3] نمبر ۲۱۷ وبحث دوم ابحاث طبخ میں ۳۱ کتابوں سے تصریح وتحقیق گزری کہ طبخ میں بھی رقت ہی مدار ہے مجرد تغیر وصف کافی نہیں۔

---

[1] شرح النقایۃ للبرجندی ابحاث الماء من کتاب الطہارۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۲

Marfat.com

رابع وہیں گزرا کہ منطف وغیر منطف میں کیا فرق ہے۔

خامس نیز یہ کہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ سے مذہب منقول میں دونوں کا ایک حکم ہے۔

السادس انما الغلبة قطب الرحی فلا تختص بها الاقسام الاولی۔

چھٹا اعتراض: پہلی اقسام غلبہ کے ساتھ مختص نہیں ہیں حالانکہ غلبہ ہی اس مسئلہ کا مدار ہے۔

السابع محمد لا یقتصر علی اللون۔

ساتواں اعتراض: امام محمد محض رنگ پر اکتفا نہیں کرتے۔

الثامن مجرد الخلط بلا تغییر مالا یمنع اجماعا فلا بد من تقیید اطلاق ما ذکر روایة عن الثانی فی القسم الثانی۔

آٹھواں اعتراض: محض ملاوٹ بغیر پانی کی تبدیلی کے جو بالاجماع وضوء سے مانع نہیں ہے لہذا قسم ثانی میں امام ابو یوسف کی مطلق روایت کو مقید بنانا ضروری ہے۔

التاسع قد منا ما فی استشهاده باطلاق التغیر وجعله قسیما لزوال الطبع قبیل ۲۱۸۔

نواں اعتراض: ہم نے نمبر ۲۱۸ سے تھوڑا پہلے وہ اعتراض ذکر کیا ہے جو بحوالہ امام ابو یوسف پانی میں تبدیلی کو مطلق رکھنے اور حالت طبعی سے نکلنے کا مقابل بنانے پر ہوتا ہے۔

العاشر حققنا مفهوم الهدایة فی ثانی ابحاث الطبخ وان ما فهم منه من الاجتزاء بمجرد تغیر الوصف الذی استشهد علیه بعبارة الخزانة والخانیة غیر مراد۔

دسواں اعتراض: ہدایہ کے مفہوم کی تحقیق پکانے کی مباحث میں سے بحث ثانی میں ہم بیان کر چکے ہیں اور یہ بھی کہ اس سے جو سمجھا جا رہا ہے کہ صرف اس وصف کے تغیر پر اکتفاء کیا جائیگا جس پر خزانہ اور خانیہ کی عبارت شاہد ہے یہ مراد نہیں ہے۔

الحادی عشر ذکرنا معنی کلام الخانیة فی ۲۱۷ وانه لا یؤید ما یرید۔

گیارھواں اعتراض: ہم خانیہ کے کلام کا صحیح مفہوم ۲۱۷ میں واضح کر چکے ہیں جو برجندی کے خیال کا مؤید نہیں ہے۔

الثانی عشر ذکرنا فی ثانی ابحاث الطبخ ما فی الاستناد بها بثلثة وجوه۔

بارھواں اعتراض: خانیہ کی عبارت کو سند بنانے پر ہم پکانے کی بحث ثانی میں تین وجوہ سے اعتراض کر چکے ہیں۔ (ت)

marfat.com

Marfat.com

چہارم ضابطۂ زیلعیہ عبارت امام زیلعی ۲۸۷ میں گزری اور ان کا خلاصہ ارشاد کہ جو[1] پانی درختوں سبزیوں نے پی لیا منقلعات[2] مثل صابون وغیرہ کے سوا اور کوئی چیز اس میں پکانے سے نہایت گھاڑھا میل ہوگیا یا[3] اور طرح دوسری چیز مل کر اس پر غالب آگئی اس سے وضو ناجائز ہے ورنہ جائز۔ یہ تین اسباب تقیید ہیں اور ان میں سبب سوم یعنی بلا طبخ و تشرب غلبۂ غیر کی یہ تفصیل کہ جامد[1] شے ملی تو پانی رقیق نہ رہے اور[2] بہتی چیز اگر رنگ، مزہ، بُو تینوں وصف میں پانی کے مخالف ہے تو دو وصف بدل دے اور[3] دو یا ایک میں مخالف ہے تو ایک ہی بدلنا کافی ہے اور کسی[4] میں مخالف نہیں تو کثرت مقدار کا اعتبار ہے اگر پانی مقدار میں زاید ہے وضو جائز ہے ورنہ نہیں۔

اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق (اللہ تعالٰی کی توفیق سے میں کہتا ہوں اسی کی توفیق سے تحقیق کی گہرائی تک پہنچا جاسکتا ہے۔ت) یہ فقیر حقیر غفرلہ العفور القدیر اکابر کے حضور زبان کھولنے کی کیا لیاقت رکھتا ہے مگر بحمد المولٰی سبحٰنہ وتعالٰی جب دامن ائمہ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم ہاتھ میں ہو تو دل قوی ہوتا ہے۔ بیان امام فخر زیلعی رحمہ اللہ تعالٰی کے دو حصے ہیں:

پہلا ضابطۂ تقیید یعنی پانی کس کس سبب سے مقید ہو کر آب مطلق لائق وضو نہیں رہتا یہ ان لفظوں میں تھا کہ تشرب[1] نبات یا[2] کمال امتزاج بطبخ غیر منظف یا غلبۂ[3] غیر و بس اس میں صرف تین وجہ سے کلام ہے۔

اول یہ کلام نفیس وصحیح ورجیح ونجیح تھا اگر کلام آتی میں غلبۂ غیر کو زوال رقت و غلبہ اوصاف و کثرت مقدار سے خاص کرتے کہ زوال اسم و تبدل مقصود کو بھی شامل رہتا کما قدمنا فی مبحث غلبۃ الغیر۔

اقول بلکہ اب صرف غلبۂ غیر پر قناعت بس تھی کہ تشرب نبات و امتزاج بالطبخ کو بھی شامل مگر اُس تخصیص سے تقیید کا یہ اجماعی سبب اعنی تبدل مقصود باقی رہ گیا اور بس کہنا صحیح تر ہوا اس کی تحقیق و تنقیح مستطاب اور کلام بحر و ابو السعود سے جواب ۲۸۷ میں گزرا وباللہ التوفیق یہ اعتراض اصل میں بحر کا ہے۔

دوم تشرب نبات سے قاطر کرم کو کہ آپ ٹپکتا ہے خارج فرمانا اگرچہ ایک جماعت اکابر نے مانا تحقیق اس کے خلاف ہے اس کا بیان ۲۰۵ میں گزرا یہ اعتراض امام ابن امیر الحاج نے حلیہ میں کیا

فقال فی اثناء نقل الضابطۃ حین بلغ ھذا المحل مانصہ لکن عرفت مافی ھذا الحکم من الخلاف ومافی ھذا التعلیل

ضابطہ نقل کرتے ہوئے امام امیر الحاج نے یہاں پہنچ کر اپنے لفظوں میں یوں کہا لیکن اس حکم میں اختلاف اور بیانِ علت میں جو معنوی تعارض ہے اس سے

Marfat.com

من المعارضة فی المعنی کما قد مناہ انفا من الکافی عن المحیط و ذکرنا ان الظاھر انہ الاوجہ اھ[1]

تم باخبر ہو چکے ہو، جیسا کہ ہم نے کچھ ہی پہلے کافی سے بحوالہ محیط نقل کیا اور یہ بھی بتایا ہے کہ درحقیقت مضبوط بات بھی یہی ہے (ت)

اقول بلکہ اس کے پانی ہی ہونے میں کلام ہے اس کا بیان حاشیہ ۲۰۷ میں گزرا۔

سوم اقول مطبوخ منظف کا حکم باقی رہ گیا

فانہ اخرجہ من الطبخ بالقید و من الغلبۃ بقولہ و غلبۃ الممتزج بالاختلاط من غیر طبخ ولا تشرب نبات[2]

کیونکہ اس کو طبخ اور غلبہ کی صورتوں سے خارج کردیا ہے۔ طبخ سے (غیر منظفات کی) قید لگاکر، اور غلبہ سے یہ کہہ کر نکال دیا کہ پانی میں ملنے والی چیز کا بغیر پکانے اور بغیر سبزیوں کے چُوسنے کے غلبہ ہو۔ (ت)

دوسرا ضابطہ غلبۂ بے تشرب و بے طبخ وہ یہاں سے آغاز ہوا کہ اگر جامد شے ملی الی آخرہ۔

اقول اول میں جو کچھ فرمایا منقول تھا یہ دوم ہی امام ممدوح کا ایجاد و اجتہاد ہے جسے امام محقق علی الاطلاق پھر علامہ شرنبلالی پھر علامہ شامی نے بلفظ اقتحام تعبیر فرمایا کہ اقتحم عـہ شارح الکنز رحمہ اللہ تعالٰی التوفیق بین کلام الاصحاب باعطاء ضابط فی ذلک[3] (شارح کنز علیہ الرحمۃ نے فقہاء کے مختلف اقوال کو موافق بنانے کے لیے ضابطہ دے کر اس میں سینہ زوری سے کام لیا ہے۔ ت) اور یہی معترک ایرادات و مجمع ہرگونہ مخالفات ہے۔

از انجملہ **چہارم** ذکر ان چیزوں کا ہے جو کہ پانی کو مقید کریں نہ کہ پانی ہی نہ رکھیں اور سلب رقت ہو کر پانی ہی نہ رہے گا تو بسبب سوم کی چاروں صورتوں سے پہلی حذف ہونی چاہئے یہ اعتراض امام ابن الہمام

عـہ ھذہ عبارۃ المحقق حیث اطلق و مثلہ للشامی ولفظ الشرنبلالی فی الغنیۃ کما قال الزیلعی المقتحم لھذا الضابط ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

یہ عبارت محقق مطلق (صاحبِ فتح القدیر) کی ہے اور شامی نے بھی یہی الفاظ کہے ہیں البتہ شرنبلالی نے غنیہ میں یُوں کہا کہ جیسے زیلعی نے کہا کہ جو اس ضابطہ کا اختراع کنندہ ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] حلیہ

[2] تبیین الحقائق | کتاب الطہارۃ | مطبعہ امیریہ بولاق مصر | ۱/۲۰

[3] فتح القدیر | الماء الذی یجوز بہ الوضوء | نوریہ رضویہ سکھر | ۱/۶۵

marfat.com

Marfat.com

کا ہے،

حیث قال بعد نقل الضابطۃ والوجہ ان یخرج من الاقسام ما خالط جامدا فسلب رقتہ لان ھذا لیس بماء مقید والکلام فیہ بل لیس بماء اصلا کما یشیر الیہ قول المصنف الا ان یغلب فیصیر کالسویق لزوال اسم الماء عنہ[1] اھ ونقلہ فی منحۃ الخالق واقرہ۔

ابن ہمام نے ضابطہ نقل کرنے کے بعد کہا بہتر یہ ہے کہ ان صورتوں میں سے جامد شے کے ملنے سے پانی کی رقت زائل ہو جانے کی صورت نکال دی جاتی، کیونکہ یہ مقید پانی نہیں ہے جس میں کہ بات ہو رہی ہے بلکہ یہ سرے سے پانی ہی نہیں جس کی طرف خود مصنف نے یوں اشارہ کیا کہ مگر یہ کہ غالب ہو کر ستّو جیسی شے بن جائے کیونکہ اسے پانی نہیں کہا جاتا اسکو منحۃ الخالق میں نقل کیا ہے اور ثابت رکھا ہے (ت)

اقول وما ھو الاشبہ الاخذ علی اللفظ اذ لا اثر لہ علی الاحکام ومامثلہ فی الفقہ بنادر۔

میں کہتا ہوں، حالانکہ یہ مناسب نہیں، لفظی گرفت سے احکام پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور فقہ میں ایسی چیز نادر نہیں ہے۔ (ت)

پنجم خرما جامد ہے تو بحکم ضابطہ نبیذ سے وضو جائز ہونا چاہئے جب تک پانی رقیق رہے حالانکہ یہ خلاف صحیح ہے اور روایت جواز سے امام نے رجوع فرمائی۔

اقول خرمے کی کیا تخصیص ہے کہ صحیح و مرجوح و مختار و مرجوع سے فرق کرنا پڑے کشمش منقّٰی انجیر وغیرہا سب جامد ہیں اور ان کی نبیذ سے وضو بالاجماع باطل اور بحکم ضابطہ جواز چاہئے۔

ششم یوہیں زعفران جامد ہے تو اگرچہ تینوں وصف بدل دے بروئے ضابطہ جواز رہے جب تک رقت باقی ہو حالانکہ حکم منصوص عدم جواز ہے جبکہ رنگنے کے قابل ہو جائے یہ دونوں اعتراض علامہ صاحب بحر الرائق کے ہیں ان کا ذکر ۲۸۷ و ۲۹۵ میں گزرا

مع ما حاول البحر من توجیھہ ورد النھر علیہ وتحقیق الرد بما لا مزید علیہ وقد منا ایضا فی ۱۲۴ ما ورد فی مسألۃ الزعفران من عبارات ظواھرھا

اس کے ساتھ ہی صاحب بحر الرائق کی توجیہ اور صاحب نہر کے رَد اور رَد کی ایسی تحقیق کی ہے جس پر اضافہ کی گنجائش نہیں ہے اور ہم نے پہلے بھی نمبر ۱۲۴ میں مسئلہ زعفران سے متعلق وہ روایات

---

[1] فتح القدیر الماء الذی یجوز بہ الوضوء نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۵

Marfat.com

متنافية وردها بتوفيق الله تعالٰی الٰی
جادة واحدة صافية ۔

اقول وبه ظهر ولله الحمد
محمل ما فی البحر[1] اذ قال بعد ما ذکر تبعا
للهداية ان ماء الزعفران ماء مطلق
عندنا ومقید عند الشافعی رضی الله تعالٰی
عنه ما نصه فان قيل لو حلف لا يشرب
ماء فشرب هذا الماء المتغير لم يحنث
ولو استعمل المحرم الماء المختلط
بالزعفران لزمته الفدية ولو وكل وكيلا
بان يشتری له ماء فاشتری هذا الماء لا يجوز
فعلم بهذا ان الماء المتغير ليس بماء مطلق
قلنا لا نسلم ذلك هكذا ذكر السراج الهندی
اقول ولئن سلمنا فالجواب اما فی
مسألة اليمين والوكالة فالعبرة فيهما
للعرف وفی العرف ان هذا الماء لا يشرب
واما فی مسألة المحرم فانما لزمته
الفدية لكونه استعمل عين الطيب و
ان كان مغلوبا اھ فالكلام فی ماء
خالطه زعفران قليل فغير لونه ولم
يجعله صالحا للصبغ فهذا هو
الباقی علی اطلاقه الصالح للطهارة به و
فيه يستقيم قول العلامة السراج لا نسلم

بھی ذکر کی ہیں جو بظاہر متنافی ہیں اور ان کا ایسا
مطلب بھی بیان کیا ہے جو انہیں بے غبار بنا دیتا ہے۔ (ت)

میں کہتا ہوں بحمدہٖ تعالٰی اس تقریر سے بحر
کی وہ عبارت بھی واضح ہوگئی جو اس نے ہدایہ کی
اتباع میں کہی کہ زعفران والا پانی ہمارے نزدیک
مطلق پانی ہے اور امام شافعی کے ہاں مقید ہے
ان کی عبارت یہ ہے اگر اعتراض کیا جائے کہ اگر کسی
نے پانی نہ پینے کی قسم کھائی پھر زعفران ملا پانی پی لیا
تو قسم نہیں ٹوٹے گی، یونہی حالت احرام میں زعفران
کے پانی سے غسل کرلیا تو فدیہ لازم آئے گا، اور کسی
کو پانی خریدنے کے لیے وکیل بنایا گیا ہو اور وہ
زعفران ملا پانی خریدے تو یہ جائز نہ ہوگا تو ثابت
ہوا کہ زعفران ملا پانی مطلق پانی نہیں ہوتا (جو
آپ کے مسلک کے خلاف ہے) تو ہم جواب دیں گے
کہ ہم ان باتوں کو تسلیم نہیں کرتے جیسا کہ سراج
ہندی نے کہا، میں کہتا ہوں کہ اگر ہم آپ کے
اعتراضات کو درست تسلیم کر بھی لیں (تو بھی ہمارے
مسلک کے خلاف لازم نہیں آتا) کیونکہ قسم اور
وکالت کی صورتوں میں تو عرف کا اعتبار ہوتا ہے
اور عرف میں ہے کہ ایسا پانی پیا نہیں جاتا اور
احرام والے مسئلہ میں فدیہ لازم ہونے کی وجہ
خوشبو کا استعمال ہے اگرچہ یہاں خوشبو مغلوب ہے،
پانی کا مقید ہونا نہیں ہے، پس کلام اس

---

[1] بحر الرائق — الماء الذی یجوز بہ الوضوء — سعید کمپنی کراچی — ١/ ٦٨

marfat.com
Marfat.com

ان شاربہ لایحنث وان المحرم یفدی باستعمالہ وان الوکیل ان شراہ لایلزم الموکل کیف وھو ماء مطلق وقلیل التغیر ھدر شرعا وعرفا۔

زعفران ملے پانی میں ہوگا جس میں اتنی تھوڑی مقدار میں زعفران ملا ہو جس سے پانی کا رنگ تو بدل گیا مگر وہ رنگنے کے قابل نہ ہو، تو ایسا پانی خالص پانی شمار ہوگا، اور علامہ سراج کا قول لافسد الخ بھی درست رہے گا کہ ہم نہیں مانتے کہ زعفران والا پانی پینے سے قسم نہیں ٹوٹے گی اور یہ کہ محرم پر فدیہ لازم آجائیگا۔ اس پانی کو استعمال کرنے کی وجہ سے اور وکیل بالشراء زعفران والا پانی خریدنے کا مجاز نہ ہوگا کیونکہ یہ مطلق پانی ہے اور معمولی تبدیلی کا عرفاً اور شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ (ت)

اقول والا لم یحنث بشرب ماء المد ولم یجز شراء الوکیل ممن احرزہ وھو کما تری وقد صرحوا ان الطیب ان طبخ فی طعام سقط حکمہ والا فالحکم للغالب فان غلب الطیب وجب الدم وان لم تظھر رائحتہ کما فی الفتح[1] والا فلا شیئ علیہ غیر انہ اذا وجدت معہ الرائحۃ کرہ وان خلط بما یستعمل فی البدن کاشنان ونحوہ ففی ردالمحتار عن المسلک المتقسط عن المنتقی ان کان اذا نظر الیہ قالوا ھذا اشنان فعلیہ صدقۃ وان قالوا ھذا طیب علیہ دم[2] اھ وما قالوا فیما خلط بمشروب ان الحکم فیہ للطیب مطلقا فان غلب وجب الدم والا فالصدقۃ الا ان یشرب مرارا فالدم فقد بحث فیہ فی البحر انہ ینبغی التسویۃ بین

میں کہتا ہوں اور اگر معمولی تغیر کا اعتبار ہو تو قسم اٹھانے والے کی قسم سیلاب کا گدلا پانی پینے سے نہ ٹوٹے گی اور وکیل بالشراء گدلا پانی خریدنے کا مجاز نہ ہوگا حالانکہ اس کے غلط ہونے پر آپ بخوبی واقف ہیں پھر یہ کہ علماء نے تصریح کی ہے کہ اگر خوشبو کو کھانے میں پکایا جائے تو خوشبو کا حکم ساقط ہوجاتا ہے ورنہ بغیر پکائے حکم غالب اجزاء پر لگایا جائے گا، جیسا کہ فتح القدیر میں ہے، اگر خوشبو غالب ہوئی تو قربانی دینا لازم ہوگا اگرچہ بُو ظاہر نہ ہو، ورنہ اس پر کچھ بھی لازم نہیں آئے گا البتہ اگر مغلوب ہونے پر بھی بُو محسوس ہوتی ہو تو اس کھانے کا استعمال مکروہ ہے اگر اشنان جیسی بدن پر استعمال ہونے والی شے میں خوشبو ملی ہو تو ردالمحتار میں بحوالہ مسلک المتقسط المنتقی سے منقول ہے کہ اگر لوگ اسے

---

[1] فتح القدیر | باب الجنایات | نوریہ رضویہ سکھر | ۲/۴۴۱

[2] ردالمحتار | ″ | مصطفی البابی مصر | ۲/۲۲۰

Marfat.com

المأکول والمشروب المخلوط کل منہما بطیب مغلوب اما عدم وجوب شیئ اصلا ای کما قالوا فی الطعام او وجوب الصدقۃ[1] ای کما قالوا فی الشراب ویؤید بحث البحر ما فی التبیین لو اکل زعفرانا مخلوطا بطعام ولم تمسہ النار یلزمہ دم وان مستہ فلا شیئ علیہ وعلی ھذا التفصیل فی المشروب[2] اھ وفی البحر عن مناسک الامام ابن امیر الحاج بحثا ان کان الطیب غالبا واکل منہ او شرب کثیرا فعلیہ الکفارۃ والا فصدقۃ وان کان مغلوبا واکل منہ او شرب کثیرا فصدقۃ والا فلا شیئ علیہ[3] اھ فقد سویا بین المأکول والمشروب۔

اشنان قرار دیں تو صدقہ اور اگر خوشبو قرار دیں تو قربانی دینا لازم ہوگا، پینے والی شے میں خوشبو ملنے کے بارے میں علماء نے کہا ہے کہ اگر خوشبو غالب ہو اور مُحرِم ایسی شئی پیے تو قربانی ورنہ صدقہ لازم ہوگا، مگر مغلوب خوشبو والا پانی بار بار پیے تو قربانی لازم ہوجائے گی تو اس پر بحرالرائق نے بحث کرتے ہوئے کہا کہ جب کھانے اور پینے والی اشیاء میں خوشبو ملے اور وہ غالب نہ ہو تو ان اشیاء کا حکم یکساں ہونا چاہیے کہ یا تو دونوں صورتوں میں کھانے کی اشیاء کی طرح کچھ بھی لازم نہ ہو یا پینے والی اشیاء کی طرح دونوں میں صدقہ لازم ہو بحرالرائق کی تائید تبیین الحقائق کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے کہ اگر ایک شخص نے کچا زعفران ملا کھانا کھایا تو قربانی لازم ہوگی ورنہ نہیں اور یہی حکم پینے کی اشیاء کا بھی ہے۔ اور بحرالرائق میں امام ابن امیر الحاج کی کتاب المناسک سے ایک بحث منقول ہے کہ اگر غالب خوشبو والی کوئی شے زیادہ مقدار میں کھا پی لی ہو تو کفارہ لازم ہوگا بصورت دیگر صرف صدقہ ہے، اور اگر خوشبو کے بجائے غلبہ کھانے پینے کی شئی کا تھا اور زیادہ مقدار میں استعمال کر لی تو صدقہ لازم ہوگا ورنہ کچھ بھی نہیں، تو ان دونوں فقہاء نے کھانے اور پینے کی اشیاء کو حکم میں یکساں قرار دیا ہے۔ (ت)

اقول علی ان ایجاب الصدقۃ فی المشروب بالطیب المغلوب لایوجب

میں کہتا ہوں مغلوب خوشبو والے مشروبات پینے سے صدقہ کا لزوم اس کے مطلق پانی ہونے کے

---

[1] ردالمحتار باب الجنایات مصطفی البابی مصر ٢/٢١٩
[2] تبیین الحقائق " مطبعہ امیریہ بولاق مصر ٢/٥٣
[3] بحرالرائق " سعید کمپنی کراچی ٣/٦

marfat.com
Marfat.com

ان الاطلاق بہ مسلوب الاترى ان قطرات من ماء الورد تطیب ارطالا من الماء ولا یصح لعاقل ان یقول انہ خرج من کونہ ماء کلبن خلط بنزر من عنبر او مسك لا یسوغ لاحد ان یقول لم یبق لبنا وبالجملۃ فالاجوبۃ انما تستقیم فیما لم یصلح للصبغ وعلیہ یدل قول الھدایۃ[1] لنا ان اسم الماء باق علی الاطلاق الا ترى انہ لم یتجدد لہ اسم علیحدۃ اھ فان ما صلح للصبغ قد تجدد لہ اسم بحیالہ فیقال لہ صبغ لا ماء فکیف یحنث شاربہ و لم لا یخالف شاریہ فقد بان ان الذی سلکہ البحر مھیع واضح وھو محمل کلام العلامۃ السید الازھری اذ قال اعلم ان اعتبار بقاء الرقۃ والسیلان دون تغیر الاوصاف فیما اذا کان المخالط جامدا کزعفران یقتضی جواز الاستعمال وان غیر الزعفران لون الماء لاطلاق اسم الماء علیہ و منع بان المحرم لو استعملہ لزمتہ الفدیۃ[2] فذکر الاسئلۃ الثلاثۃ و اجوبۃ الھندی والبحر فانما اراد التغیر القلیل المغتفر وحینئذ جواز الاستعمال صحیح مقرر ولم یرد بہ تقریر ایراد

منافی نہیں ہے۔ کیا یہ بات مشاہدہ میں نہیں کہ ایک دو قطرے عرق گلاب کے کئی رطل پانی کو خوشبودار بنا دیتے ہیں مگر کوئی بھی عقلمند نہیں کہتا کہ یہ پانی نہیں رہا، جیسے کہ دودھ کو عنبر یا کستوری کی معمولی سی مقدار خوشبودار بنا دیتی ہے، مگر کوئی ذی ہوش نہیں کہتا کہ یہ دودھ نہیں ہے۔ حاصل کلام یہ کہ جملہ جوابات زعفران کے ملنے سے رنگنے کے قابل نہ ہونے کی صورت میں درست ہوسکتے ہیں۔ ہدایہ کا قول بھی اسی بات پر دال ہے جو یوں ہے کہ ہماری دلیل یہ ہے کہ پانی مطلق پانی ہی کہلاتا ہے۔ کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ اسے نیا نام نہیں دیا گیا اھ پس جو پانی رنگنے کے قابل ہوجائے اسے بالکل علیحدہ نام دیا جاتا ہے کہ اسے رنگ کہا جاتا ہے پانی نہیں کہا جاتا، تو اسے پینے والا کیونکر حانث ہوگا اور اس کا خریدار وکیل کیونکر حکم عدولی کا مرتکب نہ ہوگا تو اس سے واضح ہوگیا کہ بحر الرائق کی اختیار کردہ راہ نہایت واضح اور درست ہے۔ علامہ سید الازہری کے اس قول کا محمل بھی یہی ہے جہاں انہوں نے کہا جان لو کہ زعفران جیسی جامد شے کے پانی میں ملنے کے بعد رقت اور سیلان کی بقاء کا اعتبار کرنا اور اوصاف میں تبدیلی کا اعتبار نہ کرنا استعمال کے جائز ہونے کو چاہتا ہے اگرچہ زعفران پانی کے رنگ کو بدل ڈالے کیونکہ اس پر ابھی پانی کا اطلاق ہوتا ہے اس پر علامہ ازہری نے یہ اعتراض کرنے کے بعد کہ اس پانی کا استعمال منع ہے

[1] الہدایۃ | باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء | المکتبۃ العربیۃ کراچی | ۱/۱۷
[2] فتح المعین | کتاب الطہارۃ | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱/۶۲

Marfat.com

البحر علی الضابطة فانه فیما صلح للصبغ وعندئذ جواز الاستعمال باطل منکر دل علیه قوله لاطلاق اسم الماء علیه وقد افصح بالمراد قال عقیب ما مر وھذا اذا کان بحال لایصبغ به فان امکن الصبغ به لم یجز کنبیذ تمر درعن البحر[1] اھ فاعرفت وتثبت۔

کیونکہ محرم جب ایسا پانی استعمال کرے تو اس پر فدیہ لازم ہوگا۔ تینوں سوال اور ہندی اور بحر کے جوابات بھی ذکر کیے تو علامہ ازہری کی مراد زعفران سے ہونے والا قابلِ معافی معمولی تغیر ہے جس میں استعمال کا جائز اور درست ہونا یقینی امر ہے۔ اس سے علامہ کی مراد ضابطہ پر بحرالرائق کے اعتراض کو تقویت دینا نہیں ہے کیونکہ یہ اعتراض صرف رنگنے کے قابل ہوجانے کی صورت میں وارد ہوتا ہے جس کے بعد استعمال کا جائز قرار دینا بے اصل ہے علامہ کے اس خیال پر ان کا قول لاطلاق اسم الماء علیہ دلالت کرتا ہے بلکہ انہوں نے اپنا مقصد کھل کر اس وقت بھی بیان کردیا جب انہوں نے گزشتہ قول کے کچھ ہی بعد یہ کہا کہ یہ ساری بحث اس صورت میں ہے کہ جب پانی رنگ دینے کے قابل نہ ہوا ہو۔ اگر اس سے رنگ دینا ممکن ہوجائے تو نبیذ تمر کی طرح اس کا استعمال جائز نہ ہوگا۔ یہ بحث بحرالرائق کی ہے اسے پوری طرح پہچانو اور پختہ کرو۔ (ت)

ہفتم دودھ کو اقسام غلبہ کی قسم دوم میں شمار فرمانا محل کلام ہے بلکہ وہ قسم اول میں ہے کہ بلاشبہہ ایک جدا خوشبو رکھتا ہے جو پانی میں نہیں یہ اعتراض علامہ خیر رملی کا ہے،

وقد تقدم فی ۱۳۴ وانه تبعه فیه ش و وقع فی حاشیة مراقی الفلاح للعلامة ط تحت قول المتن مائع له وصفان فقط کاللبن له اللون والطعم ولا رائحة له فیه انه یشم من بعضه رائحة الدسومة[2] اھ

اور ۱۳۴ میں گزرچکا ہے کہ علامہ شامی نے اس اعتراض میں رملی کی اتباع کی ہے اور حاشیہ مراقی الفلاح میں جو علامہ طحطاوی کا ہے۔ متن کے اس قول کے تحت کہ "وہ مائع چیز جس کے دو وصف ہوں، جیسے دودھ ہے جس کا ذائقہ اور رنگ تو ہے مگر خوشبو نہیں ہے" یہ اعتراض کیا ہے کہ بعض سے چونکہ چکنا ہٹ کی خوشبو محسوس ہوتی ہے، تو یہ کہنا درست نہیں کہ اس کی خوشبو نہیں اور یہ دو صفتوں والا مائع ہے۔ (ت)

اقول بل[1] من کله وان خفی فی بعضه الی ان یغلی کما قدمت۔

میں کہتا ہوں بلکہ ہر دودھ کی خوشبو ہوتی ہے اگرچہ بعض کی اُبالنے تک مخفی رہتی ہے (ت)

ہشتم آب بطیخ کو قسم سوم میں شمار فرمانا بھی محل نظر ہے کہ یقیناً اس کی بُو پانی کے خلاف ہے

---

[1] فتح المعین کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۶۲

[2] طحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الطہارۃ مطبعہ ازہریۃ مصریۃ مصر ص ۱۶

marfat.com

Marfat.com

اور بعض کا رنگ بھی سُرخ یا زرد یہ اعتراض بھی علامہ رملی کا ہے،

وقد مر فی ۲۷۹ واشرنا ثمہ ان مرادہ مالا لون له وان کان ظاھر سیاقہ حیث جعل اللبن مخالفا للماء فی وصفین اللون والطعم و قال فی ماء البطیخ یخالفہ فی الطعم فتعتبر الغلبۃ فیہ بالطعم اھ[1] انہ ارادما لایخالف منہ الماء الا فی الطعم کما قال العلامۃ الشرنبلالی فی مراقیہ ان بعض البطیخ لیس له الا وصف واحد اھ[2] وتبعہ ابو السعود ثم ط وکذلك ش اذ قال ماء البطیخ ای بعض انواعہ موافق للماء فی عدم اللون والرائحۃ مباین له فی الطعم اھ[3]

اور ۲۷۹ پر گزرا ہے اور وہاں ہم نے اشارۃً یہ بھی بتایا تھا کہ علامہ رملی کی مراد خربوزے کا وہ پانی ہے جس کی رنگت نہ ہو، اگرچہ علامہ کی اس گفتگو کا ظاہر سیاق یہ ہے کہ اس نے دودھ کو پانی سے رنگ اور ذائقہ میں مخالف بتایا ہے اور تربوز کے پانی کے متعلق کہا کہ پانی سے صرف ذائقہ میں مختلف ہوتا ہے تو اس میں غلبہ کا اعتبار بذریعہ ذائقہ ہوگا اھ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ نے تربوز کی وہ قسم مراد لی ہے جو پانی سے صرف ذائقہ میں مختلف ہو (رنگ اور بُو میں نہیں) جیسا کہ علامہ شرنبلالی نے اپنی مراقی الفلاح میں کہا کہ بعض تربوزوں کے لیے ایک ہی وصف ہوتا ہے اھ شرنبلالی کی اتباع ابو السعود اور طحطاوی نے بھی کی اور شامی نے بھی یہی بات کہی ہے، جہاں اس نے کہا کہ تربوز کا پانی یعنی اس کی بعض اقسام رنگ اور بُو نہ ہونے میں پانی کے موافق اور ذائقہ میں مخالف ہوتی ہیں۔ (ت)

اقول وذلك لان ما لا یخالف منہ الماء فی الرائحۃ نادر بخلاف مایوافقہ فی اللون کما دل علیہ کلام العلامۃ الخیر وما لا یخالف فی لون ولا رائحۃ اندر والحاجۃ مندفعۃ بالحمل علی کثیر الوجود لانہ اذا لم یخالفہ

میں کہتا ہوں تربوز کا ایسا پانی جو بُو میں پانی کے موافق ہو نادر ہوتا ہے بخلاف اس تربوز کے جس کا پانی رنگ میں پانی کے موافق ہو جیسا کہ علامہ رملی کی بات اس پر دال ہے اور وہ تربوز جو رنگ اور خوشبو دونوں میں پانی کے موافق ہو نادر تر ہوتا ہے اور ضرورت کثیر الوجود پر محمول کرنے سے پوری ہوجاتی ہے

---

[1] طحطاوی علی الدر المختار باب المیاہ مطبوعہ بیروت ۱/۱۰۳
[2] مراقی الفلاح مع الطحطاوی کتاب الطہارۃ مطبوعہ بولاق مصر ص ۱۶
[3] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۴

Marfat.com

الا فی وصفین کفی الضابطۃ تغیر احدھما وطعمہ اقوی من ریحہ فاجتزأبہ وبہ یخرج الجواب عن المخالفۃ المذکورۃ فی ۳۰۲ فتنبہ۔

کیونکہ وہ جب صرف دو صفتوں میں مخالف ہے تو یہ ضابطہ کافی ہوگا کہ دو اوصاف میں سے ایک بدل گیا ہو ورانحالیکہ ذائقہ بُو سے زیادہ قوی ہو تو اس کے اعتبار سے فیصلہ کیا جائے گا اور اسی سے ۳۰۲ میں مذکور مخالفت سے جواب حاصل ہو جائیگا۔ (ت)

یہ ہیں وہ ایرادات کہ کلام علماء میں تقریر ضابطہ پر نظر سے گزرے۔

وانا اقول و باللہ التوفیق ان کے سوا وہ محل ایرادات کثیرہ ہے اجمالاً بھی اور تفصیلاً بھی، تفریعاً بھی اور تاصیلاً بھی۔ مثلاً:

نہم غیر تمر کی نبیذ سے بھی وضو جائز ہو جب تک رقیق رہے حالانکہ خلاف اجماع ہے وقد ذکرناہ اٰنفا (اور اس کو ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں۔ ت)

دہم ہر شربت سے جائز ہو حالانکہ خلاف نصوص متواترہ ہے دیکھو ۱۸۵ و ۲۸۸۔

یازدہم دوا کے خیساندہ سے جائز ہو حالانکہ خلاف اصل مجمع علیہ ہے۔

دوازدہم کسیس مازو روشنائی مل کر لکھنے کے قابل کردے جب بھی جائز ہو اگر رقت نہ جائے یہ بھی اصل اجماعی کے خلاف ہے۔

سیزدہم تا پانزدہم پینے کا پانی خوشبو کرنے کو گھڑے بھر میں قلیل کیوڑا گلاب بیدمشک ڈالتے ہیں وہ یقیناً وہی رہتا ہے جو مطلق آب کے نام سے مفہوم ہوتا ہے مگر بروئے ضابطہ پانی نہ رہا۔

شانزدہم و ہفدہم زعفران یا شہاب حل کیا ہوا پانی اگر پانی میں مل کر صرف رنگ بدلے اگر رنگنے کے قابل کر دیا تو بالاجماع ورنہ امام محمد کے نزدیک اُس سے وضو ناجائز ہے اور حکم ضابطہ سب کے خلاف جواز۔

ہیجدہم یوں ہی بُودار پڑیا کا حل کیا ہوا پانی جبکہ بُو غالب نہ ہو کہ یہ اس کے بدلے رنگ بدل جائے۔

نوزدہم سفید انگور کا سرکہ جب صرف بُو بدلے باتفاق ارشادات ائمہ جواز ہے اور حکم ضابطہ ممانعت!

بستم و بست و یکم رنگین سرکے جن کا مزہ یا بو اقوی الاوصاف ہو جب صرف مزہ و بو تبدیل

marfat.com

Marfat.com

کریں حکم منصوص ائمہ جواز ہے اور ضابطہ مخالف ان کا ذکر ۲۸۷ سے ۳۰۵ تک گزرا اور وہ ترک کردئے جن میں صرف امام محمد سے خلاف ہے۔ یہ بر طبق بحرالرائق بعض جزئیات سے کلام تھا اب اصول پر سنئیے۔

فاقول و باللہ التوفیق بست و دوم جامد میں زوال رقت پر قصر صحیح نہیں اس کا بیان ۲۸۷ میں گزرا۔

بست وسوم زوال رقت کا جامد پر قصر صحیح نہیں اس کا بیان رسالۃ الدقۃ والتبیان میں گزرا۔

بست وچہارم اول ابحاث غلبۂ غیر میں گزرا کہ قول صحیح و معتمد و مذہب و ظاہر الروایۃ قول امام ابو یوسف ہے اور ضابطہ صراحۃً اُس کے خلاف کہ اس میں اوصاف ساقط النظر اور اس میں اعتبار اوصاف۔

بست وپنجم ضابطہ ششم میں تحقیق و تنقیح قول امام محمد گزری کہ اولاً صرف رنگ معتبر ہے اُس میں خلاف نہ ہو تو صرف مزہ، اس میں بھی خلاف نہ ہو تو اجزاء۔ ضابطہ کا حرف حرف اس ترتیب کے خلاف ہے تو اُسے دونوں امام مذہب سے صریح اختلاف ہے۔

اقول والعجب ان الامام الفخر رحمہ اللہ تعالٰی ورحمنا بہ فی الدنیا والاٰخرۃ حاول ھھنا التوفیق بین ماجاء فی الباب عن الاصحاب مما ظاھرہ الاضطراب وقد عد فیھا ھذا القول قول محمد ایضا لکن حیث اتی علی التوفیق لم یلم بہ اصلا وما کان لہ ان یلتئم مع صریح نقیضہ وھذا کلامہ رحمہ اللہ تعالٰی اعلم ان عبارات اصحابنا مختلفۃ فی ھذا الباب مع اتفاقھم ان الماء المطلق یجوز الوضوء بہ ومالیس بمطلق لایجوز فعن ابی یوسف ماء الصابون اذا کان ثخینا قد غلب علی الماء لایتوضأ بہ وان کان رقیقا

میں کہتا ہوں تعجب خیز امر یہ ہے کہ یہاں سے امام الفخر رحمہ اللہ تعالٰی پر اور ان کے ذریعہ ہم پر دنیا و عقبٰی میں رحم فرمائے اس باب میں اصحاب احناف کے بظاہر مضطرب اقوال میں تطبیق دینا چاہتے ہیں اور امام محمد کے اس قول کو بھی ان مضطرب اقوال میں شمار کیا ہے حالانکہ وہ تطبیق کی پوری گہرائی تک نہیں گئے اور صراحتاً ضد کی موجودگی میں گہرائی تک جانا ممکن بھی نہیں تھا ان کا کلام یہ ہے جان لو کہ اصحاب احناف کے مطلق پانی سے وضو کے جواز اور مقید کے ساتھ عدم جواز پر اتفاق کے باوجود اس باب میں عبارات کا اختلاف ہے۔ پس امام ابو یوسف کے مطابق جب صابن کا پانی سخت ہوجائے کہ صابن پانی پر غالب ہوجائے تو وضو جائز نہ ہوگا، پتلا ہونے کی

Marfat.com

يجوز وكذا ماء الاشنان ذكره فى الغاية و فيه[2] اذا كان الطين غالبا عليه لا يجوز الوضوء به و فى الفتاوى[3] الظهيرية اذا طرح الزاج فى الماء حتى اسود جاز الوضوء به وكذا العفص اذا كان الماء غالبا وفيه[4] ان محمدا اعتبر بلون الماء وابا يوسف بالاجزاء وفى[5] المحيط عكسه وفى الهداية[6] الغلبة بالاجزاء لا بتغير اللون وذكر الاسبيجابى ان الغلبة تعتبر اولا من حيث اللون ثم من حيث الطعم ثم من حيث الاجزاء وفى الينابيع[7] لو نقع الحمص و الباقلاء وتغير لونه وطعمه وريحه يجوز الوضوء به واشار[8] القدورى الى انه اذا غير وصفين لا يجوز الوضوء به وهكذا جاء الاختلاف فى هذا الباب كما ترى فلا بد من ضابط و توفيق بين الروايات[1] اھ ثم ذكر الضابطة ورد الاقوال الى محاملها كما نقلنا فى ۲۸۷ وتلك ثمانية نصوص واربعة محامل الاول المخالط الجامد وعليه الثلثة الاول والسابع الثانى مائع يخالف فى الثلثة وعليه الثامن الثالث يخالف فى البعض وعليه الرابع فيما حكى عن محمد الرابع الموافق وعليه الخامس

صورت میں وضو جائز رہے گا، اشنان کے پانی کا بھی یہی حکم ہے اسکو غایہ میں ذکر کیا ہے، اور غایہ میں یہ بھی ہے کہ جب پانی پر مٹی غالب آجائے تو وضو جائز نہ رہے گا اور فتاوٰی ظہیریہ میں ہے جب تک پانی غالب رہے پھٹکری ڈالنے سے پانی سیاہ ہو جائے وضو جائز رہے گا، اور یہی حکم مازُو کا ہے ۔ اسی میں ہے کہ امام محمد تو پانی کے رنگ کا اعتبار کرتے ہیں، اور امام ابو یوسف اجزاء کا، جبکہ محیط میں ان کا مسلک برعکس بیان ہوا ہے ۔ ہدایہ میں ہے کہ غلبہ اجزاء کے اعتبار سے ہوگا نہ کہ رنگ کی تبدیلی سے اسبیجابی نے کہا کہ غلبہ میں پہلے رنگ کا اعتبار ہوگا پھر ذائقہ پھر اجزاء کا ۔ ینابیع میں ہے کہ اگر چنے اور لوبیا پانی میں بھگویا جائے اور ذائقہ، رنگ اور خوشبو بدل بھی جائے تو بھی وضو جائز رہے گا اور قدوری نے اس جانب اشارہ کیا ہے کہ دو صفتیں بدل جانے کے بعد وضو جائز نہیں رہتا۔ اس باب میں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو اسی نوعیت کا اختلاف ہے، تو کسی ایک تطبیق اور ضابطہ کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جا سکتا تاکہ روایات کے درمیان تطبیق ہو جائے؟ پھر انہوں نے ضابطہ ذکر کیا اور تمام اقوال کا مناسب موقع اور محل بیان کیا جیسا کہ ہم ۲۸۷ میں نقل کر آئے ہیں جو آٹھ نصیں اور چار محمل ہیں:

(۱) ملنے والی جامد شے ہو اور اس محمل پر پہلی تین اور

---

[1] تبیین الحقائق الماء الذي يجوز به الوضوء... مطبعۃ امیریہ بولاق مصر ۱/۲۰

marfat.com

Marfat.com

بقی ھذا السادس الذی ھو قول محمد تماما ولا محمل لہ فان الضابطۃ ونزعت والنص رتب واین الترتیب من التوزیع غیران البحر فی البحر اراد ایراد ھذا المورد فاورد مالا یحصلہ ھذا للعبد حیث قال واما قول من قال العبرۃ للون ثم الطعم ثم الاجزاء فمرادہ ان المخالط المائع ان کان لونہ مخالفا للون الماء فالغلبۃ تعتبر من حیث اللون وان کان لونہ لون الماء فالعبرۃ للطعم ان غلب طعمہ علی الماء لایجوز وان کان لایخالفہ فی اللون والطعم والریح فالعبرۃ للاجزاء[1]

ساتویں نص منطبق ہوتی ہے۔
(۲) ملنے والی شیَ مائع (سیال) ہو جو تین اوصاف میں مخالف ہو اس پر آٹھویں نص منطبق ہوتی ہے۔
(۳) ملنے والی شیَ مائع (سیال) ہو جو بعض اوصاف میں مخالف ہو اس پر امام محمد کی روایت کے مطابق چوتھی نص منطبق ہوتی ہے۔
(۴) جو مائع (سیال) جملہ اوصاف میں پانی کے موافق ہو اس پر پانچویں نص کا انطباق ہوتا ہے۔
باقی رہ گئی چھٹی نص جو مکمل طور پر امام محمد کا قول ہے تو اس کا محمل کوئی نہیں، کیونکہ ضابطہ میں تفریق ہے اور نص میں ترتیب ہے تو ترتیب اور عدم ترتیب کا کیا جوڑ؟ البتہ بحر رائق نے اس کو ایسے محل پر لانے کی کوشش کی ہے جس کی اس فقیر کو کچھ سمجھ نہیں آتی بایں طور کہ اس نے کہا باقی رہا قول اس آدمی کا جس نے یہ کہا کہ اعتبار پہلے رنگ پھر ذائقہ پھر اجزاء کا ہے، تو اس کی مراد یہ ہے کہ جب ملنے والی مائع چیز کا رنگ پانی کے رنگ کے مخالف ہو تو غلبہ رنگ کے اعتبار سے ہوگا، اگر اس کا رنگ موافق ہو تو اعتبار ذائقہ کا ہوگا، اگر ملنے والی شیَ کا ذائقہ پانی پر غالب آگیا تو وضو جائز نہ ہوگا، اور اگر ملنے والی شیَ رنگ ذائقہ اور بو کسی میں پانی سے مختلف نہ ہو تو اعتبار اجزاء کا ہوگا جس کے اجزاء زاید ہوں گے غلبہ بھی اسی کا ہوگا۔ (ت)

اقول اولا اذا کان العبرۃ باللون فیما یخالفہ فیہ وحدہ او مع وصف اٰخر لا فی الاوصاف جمیعا وکذا الطعم فکلام الامام الاسبیجابی اما فیما لایخالف الا فی ذلک الوصف وحدہ او فیما یخالف فی وصفین او اعم لاسبیل الی الاخیرین

میں کہتا ہوں **اولاً** جب غلبہ میں اعتبار صرف رنگ کا ہے اس صورت میں کہ ملنے والی شے صرف ایک وصف (رنگ) کے اعتبار سے پانی کے مخالف ہو یا دو وصفوں میں نہ کہ جملہ اوصاف میں یونہی ذائقہ کا حکم ہے۔ تو علامہ اسبیجابی کا کلام یا تو اس شے میں ہوگا جو اسی ایک وصف (رنگ)

---

[1] بحر الرائق ابحاث الماء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

Marfat.com

لانه اذا خالف فی وصفین فایهما تغیر غیر ففیم القصر علی احدهما۔

میں پانی کے مخالف ہو یا دو اوصاف میں یا جملہ اوصاف میں، تو آخری دو صورتوں میں تو کسی طور گفتگو نہیں ہو سکتی کیونکہ جب وُہ شے دو اوصاف میں پانی کے مخالف ہو تو جو وصف بھی تبدیلی کا باعث بنے گا پانی میں تغیر ہو جائے گا (اور معتبر ہو گا) تو پھر ایک وصف میں تغیر کو کیونکر منحصر کیا جا سکے گا؟ (ت)

وایضا لیکن الوصفان اللون والطعم فمن ذا الذی قدم اللون واخر الطعم وعلی الاول کان المعنی ما لا یخالف الافی اللون کان المعتبر فیه اللون وما لا یخالف الافی الطعم کان المعتبر فیه الطعم وما لا یخالف فی شیئ فالعبرة فیه بالاجزاء فمن این جاء الترتیب ولم لم یقل العبرة اولا بالطعم ثم اللون ثم الاجزاء او بالاجزاء ثم الطعم ثم اللون الی غیر ذلك من التقلیبات اذ کلها ح متساویة الاقدام فی البطلان والاهمال۔

نیز یہ کہ جب ایک شے کے رنگ اور ذائقہ دو اوصاف ہوں تو رنگ کو کس داعیہ کی وجہ سے مقدم کیا جائے گا اور ذائقہ کو مؤخر کیا جائیگا؟ پہلی صورت میں (جب دو وصف نہ ہوں) معنی یہ ہوگا کہ جب ملنے والی شے کی مخالفت صرف رنگ میں ہو تو اعتبار بھی رنگ کا ہو گا۔ جب صرف ذائقہ میں مخالف ہو تو ذائقہ کا، اور کسی وصف میں مخالف نہ ہونے کی صورت میں اجزاء کا اعتبار ہو گا، تو سوال یہ ہے کہ یہ ترتیب کہاں سے آئی اور یوں ترتیب کیوں نہیں رکھی کہ پہلے اعتبار ذائقہ کا ہو گا پھر رنگ کا اور پھر اجزاء کا۔ یا یوں کہ پہلے اجزاء کا اعتبار ہو پھر ذائقہ پھر رنگ کا، یا کسی اور طرح سے الٹ پلٹ ہو جبکہ یہ سب صورتیں باطل اور مہمل ہونے میں برابر تھیں۔ (ت)

وایضا تبقی علیه خمسة من سبعة فان المخالفة فی لون او طعم او ریح او لون وطعم او لون وریح او طعم وریح او فی الکل فکیف قصر الحکم علی اثنین۔

نیز یہ کہ اس ضابطہ کے مطابق پانی میں ملنے والی شے کی سات صورتوں میں سے صرف دو کا حکم معلوم ہوگا پانچ کا حکم باقی رہے گا وجہ حصر یہ ہے مخالفت صرف رنگ میں یا صرف ذائقہ میں یا صرف بُو میں یا رنگ و بُو میں یا رنگ و ذائقہ میں یا ذائقہ و بُو میں یا تینوں میں ہو گی تو حکم کے بیان میں صرف دو پر کیوں اکتفا کیا گیا؟ (ت)

وثانیا هل هو یعتبر الریح ام لا الثانی یرد الضابطة وعلی الاول

ثانیا یہ کہ اس کے ہاں بُو کا اعتبار ہے یا نہیں؟ عدمِ اعتبار کی صورت ضابطہ کو مسترد

marfat.com

Marfat.com

لم حن فيها وكيف استقام له نقل الحكم بعد الطعم الى الاجزاء۔

کرتی ہے اور اعتبار کی صورت میں اسے حذف کیا تو کیوں؟ اور پھر حکم کو ذائقہ سے اجزاء کی طرف منتقل کرنا کیونکر درست ہوگا (جبکہ بُو بھی اجرائے حکم کے لیے معتبر ہے)۔ (ت)

وثالثا عبارة الامام الاسبیجابی[۱] قد مناها مع کثیر من موافقتها صدر البحث الاول من الضابطة السادسة وهی بکل جملة جملة منها تخالف الضابطة وتأبی محلها الموزع المبدد لاحکامها اذ یقول ان غیر لونه فالعبرة للون مثل اللبن وقد منا ان اللبن یخالف فی الثلاث فکیف اجتزء بواحد۔

ثالثاً امام اسبیجابی کی عبارت بہت سے موافقات کے ساتھ ہم نے چھٹے ضابطہ کی بحث اول کے شروع میں ذکر کی ہے اور اس کے ہر جملہ میں سے کچھ ضابطہ کے خلاف ہے اور اس کا نیا محمل اس کے احکامات کے اجزاء سے عاری ہے (جو قدیم محل پر جاری ہوتے ہیں) بایں طور کہ وہ کہتے ہیں اگر ملنے والی مائع چیز پانی کا رنگ تبدیل کردے تو اعتبار بھی رنگ کا ہوگا، جیساکہ دودھ ہے حالانکہ ہم کچھ ہی پہلے یہ بیان کرچکے ہیں کہ دُودھ تو تینوں اوصاف میں پانی کا مخالف ہوتا ہے تو ایک وصف کی تبدیلی کو اس نے وضوسے مخالفت کے لیے کیوں کافی قرار دیا ہے؟ (ت)

ورابعا[۲] لم عین اللون وانتم القائلون کالامام الضابطات کان لون اللبن اوطعمه هو الغالب لم یجز الوضوء۔

رابعاً انہوں نے دودھ میں صرف رنگ کو ہی کیوں متعین کیا ہے؟ حالانکہ تمہارا بھی ضابطہ بنانے والے امام کی طرح یہ کہنا ہے کہ اگر دودھ کا رنگ یا ذائقہ غالب ہو تو وضو جائز نہ ہوگا۔ (ت)

وخامسا[۳] قال والخل وهذا فی کونه ذا الثلاثة ابین من اللبن فمعلوم قطعا انه یخالف الماء طعما وریحا وقد اعتبر اللون مخالف فی الثلاث ولم یعتبر وصفین بل واحدا۔

خامساً اس نے "والخلّ" (اور سرکہ بھی) کہا ہے جس کا دودھ کی نسبت تین اوصاف والا ہونا زیادہ واضح ہے تو قطعی طور پر معلوم ہوگیا کہ دودھ پانی سے ذائقہ اور بُو میں مخالف ہوتا ہے جبکہ رنگ کے اعتبار سے مخالفت پہلے ہی تسلیم کرچکے ہو، پس وہ تینوں وصفوں میں مخالف ہے اور انہوں نے دو وصفوں کا اعتبار نہیں کیا بلکہ ایک کا اعتبار کیا ہے۔ (ت)

وسادسا[۴] قال والزعفران وهذا

سادساً اس نے غلبہ رنگ کی مثال

Marfat.com

اظهر من اللبن فی جمع الثلاث و ازهر من الخل فی الاجتزاء بواحد لکون لونہ اسبق عملا و آلخل ما کان منہ کذالک فذاک والا فمطمح نظرہ ھو اللون نفسہ لا لکونہ دلیلا علی تغیر غیرہ قبلہ لکونہ اضعف منہ۔

دیتے ہوئے والزعفران کہا ہے اور یہ تین اوصاف جمع ہونے میں دودھ سے زیادہ واضح اور سرکہ کی نسبت ایک وصف پر کفایت کے لیے زیادہ جچتا ہے کیونکہ اس کا رنگ تبدیلی کا عمل سرعت سے انجام دیتا ہے اور جو سرکہ ایسا ہو وہ بھی اس کے حکم میں ہوگا ورنہ اس کا مقصود تو صرف رنگ کا اعتبار ہے نہ رنگ اس اعتبار سے کہ یہ دوسرے کی نسبت پہلے دوسری شئی کو بدل دیتا ہے، کیونکہ وہ ویسے بھی کمزور ہوتا ہے۔ (ت)

وسابعاً قال وان لم یغیر لونہ بل طعمہ فالعبرۃ للطعم نفی توزیعکم و راعی ترتیبہ و ارشد انہ ان خالف لونہ فلا عبرۃ للطعم۔

سابعاً اس نے کہا کہ اگر پانی کا رنگ بدلنے کے بجائے ذائقہ بدلا تو اعتبار ذائقہ کا ہوگا، تو اس نے آپ کی تقسیم کی نفی بھی کر دی اور اپنی ترتیب کی رعایت بھی ملحوظ رکھی اور ساتھ ہی یہ بات بھی بتادی کہ اگر ملنے والی شئے کا رنگ پانی سے مخالف ہو تو ذائقہ کا اعتبار نہیں ہوگا۔ (ت)

وثامنا قال مثل ماء البطیخ و الاشجار والثمار والانبذۃ ھذا فیما لا یلون ولا شک ان فیھا ذوات الرائحۃ ولربما کان ریحھا اغلب فلم یعتبرھا و قصر الحکم علی الطعم۔

ثامناً اس نے کہا کہ تربوز، درختوں، پھلوں کے پانی اور نبیذوں کی مثل یہ تمام بے رنگ اشیاء ہیں مگر ان میں کچھ اشیاء بُو والی بھی ہیں اور بعض اوقات ان کی بُو غالب بھی ہوتی ہے، مگر اس کا اعتبار نہیں کیا اور حکم کو ذائقہ پر ہی منحصر کر دیا۔ (ت)

وتاسعا قال وان لم یغیر لونہ وطعمہ فالعبرۃ للاجزاء اسقط الریح راسا وھو الحق الناصع کما قدمنا فی ۲۹۸۔

تاسعاً اس نے یہ کہا کہ اگر رنگ اور ذائقہ نہ بدلے تو اعتبار اجزاء کا ہوگا، بُو کو بالکل ہی نظر انداز کر دیا ہے حالانکہ یہ بظاہر حق بات تھی جیسا کہ ہم پہلے ۲۹۸ میں بیان کر چکے ہیں (ت)

وعاشراً قال فان غلب اجزاؤہ علی اجزاء الماء لا یجوز الوضوء

عاشراً اس نے یہ کہا کہ اگر اس کے اجزاء پانی کے اجزاء پر غالب آجائیں تو پہلے سے

marfat.com
Marfat.com

به کالماء المعتصر من الثمر والاجانر کالماء المتقاطر من الکرم بقطعه جعل[1] الذی یخرج من ثمر بعصر او کرم بقطر ماءً وجعل الاول مغلوب الاجزاء باجزاء الثمر والثمر جامد فاعتبر فی هذا الجامد الاجزاء دون الرقة فانه ربما یکون رقیقا کماء النارجیل والنار الهندی هذه بکلام الامام القاضی الاسبیجابی وانتم قلتم قول من قال فعم کل من قال بهذا الترتیب فاذن۔

نچوڑے ہوئے پانی کی مانند اس سے بھی وضو جائز نہ ہوگا ورنہ انگور سے کاٹنے کے بعد ٹپکنے والا پانی پانی کی طرح اس پانی سے بھی وضو جائز ہوگا، تو اس نے پھلوں سے نچوڑے ہُوئے اور انگوروں سے ٹپکے ہُوئے عرق کو پانی قرار دیا ہے اور پہلے کو پھل کے اجزا کے ساتھ مغلوب الاجزاء قرار دیا ہے حالانکہ پھل ایک جامد چیز ہے، تو انہوں نے اس جامد میں اجزاء کا اعتبار کیا نہ کہ رقت میں، کیونکہ بعض اوقات پھل کا پانی رقیق ہوتا ہے مثلاً ناریل یا تاڑی کا پانی یہ تو اسبیجابی کا کلام ہے جبکہ آپ نے تو قولُ مَنْ قَالَ کہا تو یہ ہر اُس شخص کو شامل ہوگیا جو اس ترتیب کا قائل ہے۔ (ت)

الحادی عشر اعتبر فی[2] خزانة المفتین وفی العنایة عن نراد الفقهاء وفی جامع الرموز عن الزاهدی فی العصیر اللون مع ان طعمه ربما کان اسبق۔

گیارھواں، خزانۃ المفتین اور عنایہ میں زاد الفقہاء سے اور جامع الرموز میں زاہدی سے ہے کہ پھلوں سے نچوڑے پانی میں رنگ کا اعتبار کیا گیا ہے حالانکہ بعض اوقات اس کا ذائقہ جلدی اثر دکھاتا ہے۔ (ت)

الثانی عشر هو ذوالثلثة[3] واجتزؤا بواحد۔

بارھواں، یہ تین اوصاف والی شَے ہے حالانکہ انھوں نے ایک وصف کی تبدیلی کو ہی کافی قرار دیا ہے (ت)

الثالث عشر اعتبر البدائع[4] فی ماء العصفر اللون ولم یلاحظ الریح وربما تکون اغلب۔

تیرھواں، بدائع نے عصفر کے پانی میں رنگ کا اعتبار کیا ہے اور بُو کا لحاظ نہیں کیا حالانکہ بعض اوقات بُو زیادہ غالب ہوتی ہے (ت)

الرابع عشر اعتبر البدائع[5]

چودھواں، بدائع اور حلیہ نے انگور کے سفید

---

[1] کل ذلک من حاشیة الشلبی علی التبیین ابحاث الماء مطبعة امیریہ بولاق مصر ١/٢٠

Marfat.com

ثم الحلیۃ فی خل العنب الابیض الطعم ولا شك ان ریحہ اسبق۔

رنگ کے سرکہ میں ذائقہ کا اعتبار کیا ہے حالانکہ بلاشبہ اس کی بُو جلدی غالب آتی ہے۔

الخامس عشر فی العینی عن زاد الفقہاء والقہستانی عن الزاہدی ان توافقا لونا وطعما کماء الکرم فالعبرۃ للاجزاء[1] اھ وانت تعلم ان الماء القراح لیس بارق منہ فاعتبروا فی الجامد الاجزاء۔

پندرھواں، عینی میں زاد الفقہاء سے اور قہستانی میں زاہدی سے ہے کہ اگر پانی اور جوس ہم رنگ وہم ذائقہ ہوں جیسے انگور کا پانی ہے تو اعتبار اجزاء کا ہوگا، اور تم اس بات کو جانتے ہو کہ خالص پانی اس سے زیادہ پتلا نہیں ہوتا پس انہوں نے جامد میں اجزاء کا اعتبار کیا ہے۔ (ت)

السادس عشر کلامھم جمیعا نص مفسر فی اعتبار الترتیب فردہ الی التوزیع غیر مصیب ھذا کلہ بکلام الذین تستندون الیھم واما تاویلکم

سولھواں، ان سب کی گفتگو ترتیب کا اعتبار کرنے میں واضح ہے تو اس کو بے ترتیبی کی طرف پھیرنا درست نہیں یہ ان علماء کے کلام کا خلاصہ ہے جو آپ کے ہاں بھی مستند ہیں بہرحال

فالسابع عشر قولکم مرادہ ان المخالط المائع للماء ان کان لونہ مخالفا فالغلبۃ من حیث اللون[2]

تمہاری تاویل اور یہی سترھواں ہے تمہارا قول ہے کہ اس کی مراد یہ ہے کہ پانی میں اگر مائع شئی ملے اور اس کا رنگ پانی سے مختلف ہو تو غلبہ رنگ کا ہوگا۔ (ت)

اقول نعم ویعم باطلاقہ مایخالف فی اللون مع الباقیین فلم اجتزء بواحد۔

میں کہتا ہوں، ہاں یہ قول مطلق ہونے کی بنا پر ان تمام اشیاء کو بھی شامل ہے جو رنگ کے ساتھ دیگر اوصاف میں بھی پانی کے مخالف ہوں، تو اس نے ایک وصف پر ہی اکتفاء کیوں کیا ہے؟

الثامن عشر یشمل مایخالف فی اللون ووصف اخر اسبق من اللون ففیم انتظر اللون۔

اٹھارھواں، یہ اس شئے کو شامل ہے جو رنگ میں اگرچہ مخالف ہو مگر اس کا دوسرا وصف رنگ سے قبل اثر انداز ہو جائے (ایک وصف کی تبدیلی تو ہوگئی) تو رنگ کا انتظار کیوں کیا جائے گا۔ (ت)

---

[1] البنایۃ شرح الہدایۃ الماء الذی یجوز بہ الوضوء ملک سنز فیصل آباد ۱/۱۸۹

[2] البحر الرائق ابحاث الماء سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

marfat.com

Marfat.com

التاسع عشر[ف۱] مثله الامام الاسبیجابی والامام السمعانی فی الخزانة والبرجندی فی شرح النقایة بالزعفران وخصصتم بالمائع حوطا علی الضابطة۔

انیسواں، امام اسبیجابی اور امام سمعانی نے خزانہ میں اور برجندی نے شرح النقایہ میں اس کی مثال زعفران کو قرار دیا ہے جبکہ آپ نے ضابطہ پر مدار رکھتے ہوئے مائع کے ساتھ مختص کیا ہے (ت)

العشرون[ف۲] قولکم وان کان لونه لون الماء فالعبرة للطعم[۱]۔

بیسواں، آپ کا قول ہے کہ اگر اس کا رنگ پانی جیسا ہو تو اعتبار ذائقہ کا ہوگا۔ (ت)

اقول نعم ویعم ما خالف بریح اسبق فانی یوافق الضابطة۔

میں کہتا ہوں، ہاں یہ مثال جلد اثر کرنے والی بُو والی شیئ کو بھی شامل ہو جائے گی تو یہ مثال ضابطہ کے مطابق کیونکر ہوگی (حالانکہ اعتبار تو مطلقاً ذائقہ کا ہے) (ت)

الحادی والعشرون[ف۳] لم شرط فیه وفاق اللون فان العبرة فی الضابطة بالطعم مطلقا وان خالف فی اللون ایضا اذا لم یکن ذا ریح وکان طعمه اسبق۔

اکیسواں، اس نے رنگ کی موافقت کی شرط کیوں لگائی ہے، کیونکہ ضابطہ میں مطلقاً اعتبار ذائقہ کا ہے رنگ اگرچہ مخالف بھی ہو جبکہ شیئ بو والی نہ ہو اور اس کا ذائقہ جلد اثر کرنے والا ہو۔ (ت)

الثانی والعشرون[ف] مثله الامام الاسبیجابی وزاد الفقهاء ثم البدر محمود والشمس القهستانی بالانبذة وزاد الزاد والعینی المشمس فمن این التخصیص بالمائع۔

بائیسواں، امام اسبیجابی اور زاد الفقہاء، پھر بدر محمود اور شمس قہستانی نے اس کی مثال نبیذیں قرار دی ہیں جبکہ زاد اور عینی نے سورج سے گرم پانی کا بھی اضافہ کیا ہے تو مائع کے ساتھ تخصیص کس چیز کی ہوگی؟

الثالث والعشرون[ف۵] قولکم وان کان لایخالفه فی اللون والطعم والریح فالعبرة للاجزاء[۲]۔

تئیسواں، تمہارا قول ہے کہ جب ملنے والی شے، رنگ، ذائقہ اور بُو میں سے کسی میں مخالف نہ ہو تو اعتبار اجزاء کا ہوگا۔

اقول قال الامام البرهان فی

میں کہتا ہوں کہ امام برہان نے ہدایہ میں

---

[۱] البحرالرائق ابحاث الماء سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

[۲] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍

Marfat.com

فی الھدایۃ فی الماء الذی اختلط بہ الزعفران او الصابون او الاشنان اختلط القلیل لایعتبر بہ لعدم امکان الاحتراز عنہ کما فی اجزاء الارض فیعتبر الغالب والغلبۃ بالاجزاء لا بتغیر اللون ھو الصحیح[1] اھ فاین ذھب تخصیص المائع۔

اس پانی کے بارہ میں کہا جس میں صابن، اشنان، زعفران کی معمولی سی ملاوٹ ہوجائے چونکہ اس ملاوٹ سے بچنا ممکن نہیں لہذا اس کا کوئی اعتبار نہیں، جیسا کہ اجزاءِ زمین کا حکم ہے اور اعتبار غالب کا ہوگا اور صحیح قول کے مطابق غلبہ اجزاء کے اعتبار سے ہوگا نہ کہ رنگ کی تبدیلی سے تو مائع کی تخصیص کہاں چلی گئی! (ت)

الرابع والعشرون ذکر الریح لا اثر لہ فی کلامھم وانما زید رعایۃ للضابطۃ کما علمت فان انما صریح نصوصھم انہ ان لم یخالفہ فی اللون والطعم فالعبرۃ للاجزاء وھذا خلاف الضابطۃ۔

چوبیسواں، بُو کا ذکر محض ضابطہ کی رعایت کے لیے کیا گیا ورنہ اس کے اضافہ سے آپ کو معلوم ہے کہ کوئی اور مقصد نہیں ہے بس اس صورت میں ان کی صریح نصوص یہ ہوں گی کہ اگر وہ ملنے والی شے پانی کے رنگ اور ذائقہ میں مخالف نہ ہو تو اعتبار اجزاء کا ہوگا اور یہ ضابطہ کے خلاف ہے۔ (ت)

الخامس والعشرون مما یُسلک فی السلک ان البحر نقل عبارۃ عن المجمع واستصعب ردھا الی الضابطۃ ثم ابدی شیئا ردہ علیہ الشامی فی حاشیتہ وعندی فی الکل نظر قال فی المجمع ونجیزہ بغالب علی طاھر کزعفران تغیر بہ بعض اوصافہ اھ قال البحر تفید ان المتغیر لوکان وصفین یجوز او کلھا لا[2] قال ولا یمکن حملہ علی شیئ کما لا یخفی[3] اھ

پچیسواں، بحرالرائق نے مجمع سے ایک روایت نقل کی ہے جسے ضابطہ پر منطبق کرنا مشکل ہوا تو اس نے وہ محمل بیان کیا جو شامی نے اپنے حاشیہ میں بیان کرنے کی کوشش کی تھی جبکہ میرے نزدیک ہر ایک محلِ نظر ہے، صاحبِ مجمع نے کہا ہم اس پانی سے وضو جائز کہتے ہیں جس کے بعض اوصاف زعفران ایسی پاک شئی کے ساتھ ملنے سے بدل جائیں مگر وُہ پانی غالب رہے۔ بحر رائق نے کہا اس سے یہ فائدہ حاصل ہُوا کہ اگر دو صفتیں بدلیں تو وضو جائز

۱؎ الہدایۃ — الماء الذی یجوز بہ الوضوء — المکتبۃ العربیۃ کراچی — ۱/۱۸
۲؎ البحرالرائق — کتاب الطہارۃ — سعید کمپنی کراچی — ۱/۶۹
۳؎ " — " — " — ۱/۷۰

marfat.com
Marfat.com

ای علی شئ من المحامل الاربعة وذلك لانه لیس فی الضابطة قسم یمنع بتغیر الثلثة دون الاثنین قال والذی یظھر ان مرادہ من البعض البعض الاقل وھو الواحد کما ھی عبارۃ القدوری تصحیحا لکلامہ ویدل علیہ قولہ فی شرحہ فغیر بعض اوصافہ من طعم او ریح او لون ذکرہ باو والتی ھی لاحد الاشیاء بعد من التی اوقعھا بیانا للبعض ولا یظھر لتغییر عبارۃ القدوری فائدۃ اھ۔

ہوگا یا سب بدل جائیں تو وضوء جائز نہ ہوگا، اور یہ بھی کہا کہ یہ ایسی عبارت ہے جس کو کسی شے پر محمول نہیں کیا جا سکتا کما لایخفی یعنی چار محامل میں سے کسی پر بھی یہ محمول نہیں ہے کیونکہ ضابطہ میں کوئی ایسی شق نہیں ہے جو اس بات پر دال ہو کہ تمام اوصاف بدلنے پر تو وضو کرنا منع ہے اور دو کے بدلنے پر منع نہ ہو، فرمایا جو بات ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ بعض اوصاف سے اس کی مراد بعض کا کم تر حصّہ ہے جو تین میں سے ایک صفت ہوتا ہے جیسا کہ قدوری کی عبارت اس کلام کی تصحیح میں وارد ہے اور اس کی شرح میں اس کا قول اس پر دلالت بھی کرتا ہے جو یہ ہے، پس اس نے بعض اوصاف کو بدل دیا ہو، یعنی ذائقہ یا رنگ یا بُو کو تو اس نے انہیں کلمہ اَوْ کے ساتھ ذکر کیا ہے جو دو اشیاء میں سے ایک کے لیے ہوتا ہے اور کلمہ اَوْ کو مِنْ کے بعد ذکر کیا ہے جس نے ان مذکورہ اشیاء کو بعض کا بیان دیا ہے اور قدوری کی عبارت کی تبدیلی کا کوئی فائدہ بھی ظاہر نہیں ہوتا۔ (ت)

اقول قدمنا فی الضابطۃ الخامسۃ تحقیق ان بعضا ھھنا یشمل الکل فما غیر الکل فقد غیر البعض فان اخترنا الضابطۃ قلنا قولہ تغیر بہ بعض اوصافہ صفۃ للزعفران لا لطاھر حتی یکون قیدا فی الحکم فالحکم بالغلبۃ وھی فی کل قسم بحسبہ اما بسلامۃ الاوصاف جمیعا او اکثرھا او

میں کہتا ہوں کہ پانچویں ضابطہ میں ہم تحقیق کر چکے ہیں کہ یہاں بعض کل کو بھی شامل ہے، تو جو شے جملہ اوصاف کو تبدیل کرے گی وہ بعض کو بھی تبدیل کرے گی، اگر ہم ضابطہ ہی اختیار کریں تو میں کہتا ہوں کہ اس کا قول تغیّر بہ بعض اوصافہ "زعفران" کی صفت ہے نہ کہ "طاہر" کی حتی کہ بعض اوصاف کا بدلنا حکم کے لیے قید ہو۔ پس حکم غلبہ کے اعتبار سے ہوگا اور غلبہ ہر قسم میں مختلف نوعیت

لہ البحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۷۰/۱

Marfat.com

الرقۃ وحدھا و ان تغیرت وھذا فی الجامد ومنہ الزعفران فالماء الغالب وان تغیر بہ بعض اوصافہ ولو فی ضمن الکل ما دامت الرقۃ باقیۃ ولا حاجۃ الی التقیید لان الکلام فی الماء وما ثخن لیس بماء فھذا توفیق عبارۃ المجمع بالضابطۃ ولا صعوبۃ فیہ اما علی المذھب فنقول تغیر بہ صفۃ لطاھر والمعنی نجیزہ بماء خالطہ طاھر فغیر بعض اوصافہ حتی الکل ما دام الماء غالبا قدرا وطبعا واسما فالکلام وجیہ صحیح لا یحتاج الی تمحل للتصحیح فلیکن۔

کا ہوگا یا تو تمام اوصاف سلامت رہیں یا زیادہ اوصاف یا صرف پتلاپن اگرچہ اوصاف بدل جائیں، اور یہ حکم جامد میں ہوگا جس میں زعفران بھی ہے، تو پانی اُس وقت تک غالب ہوگا جب تک اس کا پتلاپن باقی رہے اگرچہ اس کے بعض اوصاف بدل جائیں۔ چاہئے کل اوصاف کے ضمن میں ہی تبدیل ہوئے ہوں، تو اب قید لگانے کی ضرورت نہیں، کیونکہ گفتگو پانی میں ہورہی ہے اور جو سخت ہوجائے وہ پانی ہی نہیں رہتا تو مجمع کی عبارت کی ضابطہ کے ساتھ تطبیق یوں ہے، اور اس میں کوئی مشکل بھی نہیں ہے۔ اگر مذہب کو ہی ملحوظ رکھیں اور کہیں کہ "تغیر بہ بعض اوصافہ طاہر" کی صفت ہے تو پھر معنی یہ ہوگا ہم اس پانی سے وضوء کی اجازت دیتے ہیں جس کے ساتھ کوئی پاکیزہ چیز مل کر اس کے بعض اوصاف کو بھی بدل دے یہاں تک کہ کل کو بھی جب تک پانی مقدار، طبیعت اور نام کے اعتبار سے غالب رہے تو کلام بالکل صحیح اور بے غبار ہے۔ اس کی تصحیح کے لیے کسی تکلیف کی ضرورت نہیں کہ اس کا ارتکاب کیا جائے۔ (ت)

السادس والعشرون وقال

العلامۃ الشامی فی المنحۃ اقول قول المجمع ونجیزہ بغالب علی طاھر لا یخلو اما ان یحمل علی الاعم من الجامد والمائع او علی الجامد فقط ولا سبیل الٰی حملہ علی الماء فقط لقولہ کزعفران فان حمل علی الاعم لا یصح حمل البعض علی الواحد لان غلبۃ المخالط الجامد تعتبر بانتفاء الرقۃ لا بالاوصاف فضلا

چھبیسواں، علامہ شامی نے منحہ میں کہا ہے میں کہتا ہوں کہ مجمع کا قول نجیزہ بغالب علی طاھر خالی نہیں، یا تو جامد اور مائع دونوں پر محمول کیا جائے گا یا فقط جامد پر اور فقط مائع پر محمول کرنا درست نہیں بوجہ اس کے قول کزعفران کے، پس اگر عام مراد ہو تو بعض کو وصفِ واحد پر محمول کرنا درست نہیں کیونکہ جامد ملنے والی شئی کا غلبہ پتلاپن ختم ہوجانے سے ہوگا تمام اوصاف کی تبدیلی سے نہیں چہ جائیکہ ایک وصف کی تبدیلی سے

marfat.com
Marfat.com

عن وصف واحد وايضا بالنظر الى المخالط المائع لاتثبت الغلبة فيه بوصف واحد مطلقا فانه اذا كان مخالفا للماء فى كل الاوصاف يعتبر ظهورها كلها او اكثرها وان حمل على الجامد فقط فقد علمت مما قررناه مايرد عليه من انه يعتبر فيه انتفاء الرقة والسيلان وان تغيرت الاوصاف كلها مالم يزل عنه اسم الماء كما يأتى التقييد به فلا فرق بين الزعفران وبين ماء الباقلاء والجامد الذى فى الينابيع والظهيرية فكما اعتبر فيه انتفاء الرقة فليعتبر فى الزعفران نعم فى عبارة المجمع تأمل من حيث افهامها انه لو تغير الاوصاف كلها لايجوز الوضوء به فانه ليس على اطلاقه فيقيد بانتفاء الرقة او يقال اذا تغيرت الاوصاف كلها بنحو الزعفران يزول اسم الماء عنه غالبا فقد ظهر لك امكان حملها على ما قررناه وان حملها على ان المراد بالبعض الواحد كما هو ظاهر عبارة شرحه يقوى الاشكال فيجب تأويل مافى شرحه على انه ليس المراد تغير واحد فقط او على ان او بمعنى الواو فينتظم الكلام والله تعالى ولى الالهام اھ[1]

غلبہ ہو، نیز ملنے والی مائع شے کو دیکھتے ہوئے تو ایک وصف کے ظاہر ہونے سے کسی صورت میں غلبہ ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ جب وہ شے تمام اوصاف میں پانی کے مخالف ہو، تو تمام یا اکثر اوصاف کا ظہور غلبہ کیلئے معتبر ہوگا، اور اگر اسے فقط جامد پر محمول کریں تو آپ کو ہماری گفتگو کے ذریعہ اس پر وارد ہونے والا اعتراض معلوم ہے کہ اس میں غلبہ کا اعتبار پتلے پن کے زوال اور بہنے کی صلاحیت ختم ہونے سے ہوتا ہے اگرچہ تمام اوصاف بدل جائیں جب تک اس سے پانی کا نام سلب ہو جائے جیسا کہ قید آرہی ہے تو اب زعفران اور لوبیا کے پانی میں کوئی فرق نہ ہوگا پس وہ مجاز جو ینابیع اور ظہیریہ میں ہے کہ جیسے اس میں پتلا پن کے نہ ہونے کا اعتبار کیا ہے یونہی زعفران میں بھی ہونا چاہیے ہاں سمجھانے کے اعتبار سے مجمع کی عبارت قابلِ غور ہے کہ اگر تمام اوصاف بدل جائیں تو اس پانی سے وضو جائز نہ ہوگا کیونکہ یہ اپنے اطلاق پر نہیں رہا تو اسے پتلا پن کے نہ ہونے سے مقید کرنا ضروری ہے یا یہ کہا جائے کہ جب زعفران جیسی شے سے جملہ اوصاف بدل جائیں تو اس سے اکثر اوقات پانی کا نام زائل ہو جاتا ہے تو مجمع والے کی عبارت کے بیان کردہ مفہوم پر محمول کرنا ممکن ہو جائے گا، اور اگر اس کو اس پر محمول کیا جائے کہ بعض سے مراد ایک وصف ہے جیسا کہ شرح کی عبارت اعتراض کو قوی بناتی ہے تو پھر شرح کی عبارت کی یہ تاویل ضروری ہے کہ

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

Marfat.com

مراد فقط ایک وصف کی تبدیلی نہیں یا اَوْ بمعنی واؤ کے ہے تو کلام درست ہوجائیگا، اور اللہ تعالیٰ الہام کرنے والا ہے۔ (ت)

اقول اولاً [ف۱] حدیث الافہام افہمناک حالہ۔

میں کہتا ہُوں اولاً تو سمجھانے کی بات کا حال تو ہم نے آپ کو سمجھا دیا۔

وثانیا اشتبہ [ف۲] علیہ رحمہ اللہ تعالٰی غلبۃ الماء الذی فیہ کلام المجمع فان غالبا فی کلامہ صفۃ الماء بغلبۃ المخالط فقال بالنظر الی المخالط المائع لاتثبت الغلبۃ فیہ بوصف واحد مطلقا الخ وانما حقہ ان یقول بالنظر الی المخالط المائع لاتبقی غلبۃ الماء بعد تغیر وصف واحد مطلقا فانہ اذا لم یخالف الماء الا فی وصفین فغیر واحدا فقد غلب علی الماء۔

ثانیاً جس پانی کے غلبہ میں مجمع والا گفتگو کررہا ہے شامی علیہ الرحمۃ پر غلبہ کی نوعیت مشتبہ رہی کیونکہ اس کے ہاں اکثر وُہ پانی مراد ہوتا ہے جس پر کوئی مائع چیز ملنے کے بعد غالب آجائے اور اس کے متعلق کہا ہے کہ ملنے والی مائع شی کے پیشِ نظر مطلقاً ایک وصف کی وجہ سے غلبہ ثابت نہیں ہوتا۔ الخ اصل میں تو اسے یُوں کہنا چاہیے تھا کہ ملنے والی مائع شئے کو دیکھتے ہوئے پانی کا غلبہ ایک وصف کی تبدیلی سے قطعاً باقی نہیں رہتا کیونکہ اگر شئے پانی کے صرف دو وصفوں میں مخالف ہو اور ایک وصف کو تبدیل کردے تو پانی کا غلبہ جاتا رہے گا۔

وثالثا [ف۳] حاصل ما اطال بہ رحمہ اللہ تعالٰی بعد تصحیحہ بما ذکرنا ان مفاد العبارۃ علی ھذا الحمل غلبۃ المخالط اذا غیر اکثر من وصف والماء اذا غیر وصفا واحدا ھذا بالمنطوق وذاک بالمفہوم والاول باطل فی الجامد مطلقا ولابد من ارادتہ ولو فی ضمن العموم لقولہ کزعفران فان المناط فیہ الرقۃ وان غیر الاوصاف طرا والثانی باطل فی مائع لایخالف الا

ثالثاً عبارت کی وہ تصحیح جو ہم نے ذکر کی ہے اس کے بعد بھی اس کی طویل گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ اس صورت پر محمول کریں تو عبارت کا مطلب یہ ہے کہ ملنے والی شیئ کا غلبہ تب ہوگا جب پانی کے اکثر اوصاف بدل جائیں اور پانی کا غلبہ تب شمار ہوگا جب ایک وصف بدلے ثانی الفاظ سے اول مفہوم سے معلوم ہوتا ہے۔ پہلا جامد میں مطلقاً باطل ہے اگرچہ عموم کے ضمن میں ہو مگر اس کا مراد لینا ضروری ہے کیونکہ اس نے کزعفران کہا ہے جس میں مدار پتلے پن پر ہے اگرچہ تمام اوصاف کو ہی بدل ڈالے

marfat.com
Marfat.com

فی وصفین فانہ یغلب اذا غیر وصفا۔

اور دوسرا اُس مائع میں باطل ہے جو صرف دو اوصاف میں مخالف ہو کیونکہ اس میں ایک بھی وصف بدل جانے سے وُہ پانی پر غالب آجاتا ہے۔ (ت)

اقول الاعتراض بالمائع ذھول عن سنن سلکہ ھھنا الامام الضابط واقتفی اثرہ البحر فانھما حملا کل مطلق فی المنصوص علی صورۃ خاصۃ فکما حملا الثوط بالرقۃ علی الجامد ولم یرد علیہ ان المائعات تمنع مع بقاء الرقۃ وحملا الغلبۃ بالاجزاء علی المائع الموافق ولم یرد علیہ انہ منقوض بغیرہ وحملا المنع بتغیر وصف واحد علی مائع یخالف فی وصف او وصفین ولم یرد علیہ النقض بما یخالف فی الثلاث فکذا اذا حملا المنع باکثر من وصف علی ما یخالف فی الثلاث کیف یرد علیہ النقض بالمخالف فی وصفین وقد[1] قبلتموہ فی عبارۃ القدوری والکنز والمختار ولم تمنعونہ فی عبارۃ المجمع۔

میں کہتا ہوں کہ مائع کے ذریعے یہاں اعتراض امام ضابطہ کے طریق سلوک سے غفلت کی بناء پر ہے اور صاحبِ بحر نے بھی اس کی پیروی کی ہے کیونکہ یہ دونوں ہر مطلق کو نصوص میں ایک خاص صورت پر محمول کرتے ہیں جیسا کہ یہ پتلے پن سے مقید کو جامد پر محمول کرتے ہیں حالانکہ اس پر یہ اعتراض نہیں کیا کہ مائع اشیاء، تو پتلا پن باقی رہنے کے باوجود بھی مانع ہوجاتی ہیں، اور جیسا کہ انہوں نے مائع موافق میں غلبہ کو اجزاء کے غلبہ پر محمول کیا ہے اور اس پر یہ اعتراض نہیں کیا کہ یہ قاعدہ ٹوٹ جاتا ہے جب مائع غیر موافق ہو اور انہوں نے اس مائع میں جو پانی سے ایک یا دو اوصاف میں مخالف ہو وضو سے ممانعت کو ایک وصف کی تبدیلی پر محمول کیا ہے اور اس پر تین اوصاف کے مخالف ہونے کا اعتراض نہیں کیا، یونہی جب انہوں نے تین اوصاف میں مخالف ہونے کی صورت میں ممانعت کو ایک سے زیادہ وصف کی تبدیلی پر محمول کیا ہے تو اس پر دو اوصاف میں مخالف مائع والا اعتراض کیونکر وارد ہوگا باوجودیکہ آپ قدوری، کنز اور مختار کی عبارات میں اسے قبول کرچکے ہیں تو مجمع کی عبارت میں اسے کیوں منع کردیا ہے؟ (ت)

بقی حدیث الخصوص والعموم فاقول للبحر[2] ان یختار العموم ولا یرد الایرادان فان[3] التقیید ربما یکون حفظا للعموم لا لنفی ماعداہ کقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الحسن والحسین

رہی خصوص وعموم کی بات، تو میں کہتا ہوں کہ صاحبِ بحر کے لیے یہ گنجائش ہے کہ وہ عموم کو اختیار کریں تو اب دونوں اعتراض وارد نہ ہوں گے کیونکہ بعض اوقات قید کو عموم کے برقرار رکھنے کے لیے ذکر کیا جاتا ہے ماعدا کی نفی کے لیے نہیں جیسا کہ

Marfat.com

سید اشباب اهل الجنة[1] اذ کان فی الکهول
من هو افضل منهما کالخلفاء الاربعة
رضی الله تعالیٰ عنهم اجمعین والتقیید
لیس قیدا فی الغالب فیکون المعنی نجیزه
بالغالب علی ما غیر بعض اوصافه لا بالغالب
علی ما غیر کلها ولا فی المغلوب فیکون
المعنی نجیزه بماء خالطه مغلوب غیر
بعض اوصافه لا بما خالطه مغلوب غیر
الکل فان فسادهما ظاهر لان الماء مهما
کان غالبا والمخالط مغلوبا جاز الوضوء
به قطعا من دون تخصیص ولا تقیید
بل هو تصویر للمغلوب والغلبة لا تقال الا
حیث للمرجوح ایضا شیٔ من العمل اذ لو لم
یعمل اصلا کان مضمحلا کالمعدوم لا
مغلوبا والعمل فی الرقة ینفی غلبة الماء
فلم یبق الا الاوصاف غیر ان الجامد
مغلوب وان عمل فی جمیع اوصاف الماء
ما دام رقیقا فلو اراده خاصة کفی
ان یقول غیر اوصافه ولم یحتج الی
زیادة بعض فعلم انه اراد التصویر
بهما معا والعمل فی الماء الذی تتأتی
معه المغلوبیة فی الجامد والمائع
معا لیس الا عملا فی وصف واحد فان

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسن وحسین
جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں، کیونکہ بزرگوں
میں خلفاءِ اربعہ جیسے لوگ دونوں سے افضل موجود
تھے۔ یہ قید درحقیقت غالب کے لیے قید نہیں ہے
تو معنیٰ یہ ہوگا کہ ہم اس پانی سے وضوء کی اجازت
دیتے ہیں جو اس شئی پر غالب ہو جس نے پانی کے بعض
اوصاف کو تبدیل کیا ہو، نہ اس پانی سے جس نے اس شئی پر غلبہ حاصل
کیا ہو جس نے پانی کے جملہ اوصاف تبدیل کردیئے ہوں نہ ہی مغلوب کے لئے
یہ قید ہے تو معنیٰ یہ ہوا کہ ہم اس پانی سے وضو کو جائز رکھتے ہیں
جس میں کوئی مغلوب شئے مل کر اس کے بعض اوصاف کو
تبدیل کردے نہ اس پانی کے ساتھ جس میں مغلوب
ملے اور اس کے جملہ اوصاف کو بدل دے کیونکہ
ان دونوں کا فساد ظاہر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جب
دونوں صورتوں میں پانی غالب اور مخالط مغلوب
ہے، تو بغیر کسی قید کے اس سے وضو جائز ہوگا
تو یہ دراصل مغلوب کی وضاحت ہوگی اور غلبہ
کا اطلاق ہوتا ہی تب ہے جب مرجوع کا عمل
بھی کسی حد تک باقی ہو کیونکہ بالکل عمل نہ ہونے
کی صورت میں وہ نہ ہونے کے برابر ہوگا جو مضمحل
کہلائے گا مغلوب نہیں کہلائے گا اور پتلے پن
میں عمل پانی کے غلبہ کی نفی کردیتا ہے تو پانی کے
صرف اوصاف ہی رہ جائیں گے مگر یہ کہ جامد
چاہے پانی کے تمام اوصاف میں بھی عمل کرے

---

[1] جامع للترمذی ابواب المناقب امین کمپنی دہلی ٢/٢١٨

marfat.com
Marfat.com

الجامد وان کان مغلوبا مع العمل فی الکل لکن المائع اذا عمل فی وصفین غلب فوجب ان یراد بالبعض الواحد لیصح تصویر المغلوبیة العامة للصنفین وذلک فی الجامد مطلقا وفی المائع اذا خالف فی الاوصاف جمیعا ولا یرد النقض بمائع غیرہ کما علمت انہ المھیع الذی سلکاہ وقبلتموہ انتم والناس فی کل مقام علا انہ تصویر والتصویر انما یستدعی وجود صورۃ یصدق فیھا المصور لا استغراقہ جمیع الافراد ھذا ما عندی فی توجیہ کلام البحر۔

مغلوب ہی رہتا ہے جب تک پانی پتلا رہے گا، تو اگر یہی جامد خصوصی طور پر اس کی مراد تھا، تو اتنا کہنا ہی کافی تھا کہ اوصاف کو بدل دے۔ بعض کی قید لگانے کی ضرورت نہیں تھی۔ تو معلوم ہوا کہ صاحب مجمع دونوں کی اکٹھی تصویر بتانا چاہتے ہیں اور اس پانی میں عمل جس میں مغلوب جامد اور مائع دونوں کے ساتھ آئے۔ ایک وصف میں عمل کے سوا کچھ نہیں کہ جامد تمام اوصاف میں بھی عمل کرکے مغلوب رہتا ہے جبکہ مائع دو اوصاف میں عمل کرکے غالب ہو جاتا ہے تو یہ ضروری ہوا کہ واحد سے مراد بعض ہو تاکہ مغلوبیت عامۃ للصنفین کی تصویر درست ہو، اور یہ مغلوبیت عامہ جامد میں مطلقاً ہوتی ہے جبکہ مائع میں جملہ اوصاف میں مخالف ہونے پر ہوتی ہے تو اس پر غیر موافق مائع کا اعتراض وارد نہیں ہوگا جیسا کہ آپ کو معلوم ہے، کیونکہ اُن کی متعین کردہ راہ کے مخالف ہے۔ اور خود تم نے اور دیگر لوگوں نے بھی اس کو ہر جگہ قبول کیا ہے۔ علاوہ ازیں یہ تصویر ہے جہاں وجودِ صورت ضروری ہے تاکہ جہاں جس کی تصویر بیان کی گئی ہے وہ صادق آسکے وہ تمام افراد کے احاطہ کو نہیں چاہتی، بحرالرائق کے کلام کی میرے نزدیک یہی توجیہ ہے۔ (ت)

ورابعاً بعد ما[1] ان ارادۃ الواحد لا یقوی الاشکال بل علی ھذا التقدیر بہ لہ الانحلال ولو ارید[2] الاعم لقوی الاعضال فانہ یکون منطوق الکلام غلبۃ الماء اذا تغیر بالمائع لہ وصفان وھذا لا صحۃ لہ علی الضابطۃ اصلا۔

رابعاً، اس سے معلوم ہوا کہ ایک کے ارادہ سے اشکال قوی نہیں ہوتا بلکہ اعتراض کا دفاع ہوتا ہے اور عام مراد ہونے کی صورت میں تنگی بڑھ جاتی ہے کہ بایں صورت کلام کے لفظ یہ ہونگے کہ پانی کا غلبہ تب ہوگا جب اس سے دو وصفوں والے مائع میں تبدیلی ہو اور یہ ضابطہ کے اعتبار سے کسی طرح درست نہیں ہے۔ (ت)

وخامساً ان بنینا[3] الکلام علی ما سبق

خامساً، اگر ہم اعتراض کی بنیاد صاحب بحر

Marfat.com

الی ذهنه رحمه الله تعالٰی منقلبا ان الکلام فی غلبة المخالط لم یظهر لقوة الاشکال وجه فانك اذا قلت کل مائع غیر للماء وصفا او وصفین فقد غلبه ورد علیه (عہ) مایخالف الماء فی الاوصاف الثلثة کما ورد علی ارادة الواحد ولو قلت کل مائع غیر وصفا واحدا غالب لم یرد ایضا الاهذا فهما متساویان فی الاشکال۔

کے ذہن میں موجود مفہوم کو اُلٹتے ہوئے اس پر رکھیں کہ یہ کلام ملنے والی چیز کے غلبہ کے بارہ میں ہے، تو اعتراض کی قوت کی کوئی وجہ نہیں، کیونکہ جب آپ یہ کہیں کہ ہر وُہ مائع جو پانی کی ایک یا دو صفتیں بدل دے تو وہ پانی پر غالب آجائیگا تو اس پر تین اوصاف میں مخالف کا اعتراض لازم آتا ہے جیسے کہ ایک وصف مراد لینے کی صورت میں وارد ہوتا ہے اگر آپ کہیں کہ ہر مائع جو ایک وصف کو بدل دے وہ غالب ہے تو بھی یہی اعتراض وارد ہوگا تو یہ دونوں اشکال میں برابر ہیں۔ (ت)

وسادسا تاویلکم الاٰخر ان عند تغیر الاوصاف جمیعا بنحو الزعفران یزول اسم الماء غالبا خلاف المشاهد۔

سادساً، تمہاری دوسری تاویل کہ زعفران ایسی شے کے ساتھ پانی کی جملہ صفات بدل جانے سے اکثر طور پر پانی کا نام سلب ہوتا ہے یہ مشاہدہ کے خلاف ہے۔ (ت)

وسابعا خلاف النصوص کما تقدم فی حکم الانبذة وغیرها۔

سابعاً نصوص کے بھی خلاف ہے، جیسا کہ نبیذوں کے حکم میں گزرا۔

وثامنا مبنی تأویلکم الاول الحمل علی الجامد خاصة اذ هو الذی تدیرون فیه الامر علی الرقة وعدمها ومعلوم ان حدیث الرقة یعم فیه المنطوق والمفهوم فکما ان جامدا غیر جمیع الاوصاف لایمنع مالم تنتف الرقة کذلك ما غیر بعضها لایصلح مالم تبق الرقة فانتفی

ثامناً، تمہاری پہلی تاویل کی بنیاد علی الخصوص جامد پر ہے کیونکہ آپ کے ہاں پتلے پن کے وجود اور عدمِ وجود پر معاملہ کا مدار ہے اور یہ بات تو معلوم ہے کہ پتلے پن کی بات ظاہری اور ضمنی دونوں صورتوں کو شامل ہے، تو جیسے پانی کی تمام اوصاف کو بدلنے کے باوجود جب تک رقت باقی رہے جامد وضو سے مانع نہیں ہے۔ یونہی جب وُہ بعض

عہ لان الحکم یعم تغیر وصف واحد و ذوالثلثة لایغلب به ۱۲ منه غفرله (م)

کیونکہ حکم وصف واحد کی تغییر کو عام ہے اور تین وصفوں والا اس سے مغلوب نہیں ہوتا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

marfat.com
Marfat.com

الفرق بين البعض والکل وبقی القید ضائعا والمفهوم باطلا وبالجملة لو ارادہ بالخصوص لما کان وجه لزیادة البعض الموھمة خلاف الحکم المراد والمنصوص۔

اوصاف کو بدلے تورقت کے معدوم ہونے پر طہارت کی صلاحیت نہیں رکھے گا، تو بعض اور کل کا فرق باقی نہ رہا قید ضائع گئی اور مفہوم باطل ہوگیا حاصل یہ کہ خاص کر جامد مراد لینے پر حکم منصوص ومنطوق کے خلاف وہم میں مبتلا کر دینے والی بعض کی قید لگانے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ (ت)

وتاسعا بون بین بین ماء نقع فیه الحمص والباقلاء وماء خلط بزعفران فارادة الامر فی الاول علی الرقة صحیحة وفی الثانی لا کما علمت تحقیقه مرارا ولله الحمد۔

تاسعاً جس پانی میں چنے اور لوبیا بھگوئے گئے ہوں اور جس پانی میں زعفران مل گیا ہو بڑا دور کا فرق ہے تو پہلی صورت میں معاملہ کی بنیاد پتلے پن پر رکھنا درست ہے دوسری میں نہیں جیسا کہ بار بار آپ کے علم میں آیا وللہ الحمد۔

فهذه ستون بحثا فاخرا
حمد الربّ اولاً واخرا
وقد تقدمت کثیر غیرها
ولیس یخفی خیرها ومیرها
وکل خیر من عطاء المصطفٰی
صلی علیه الله مع من یصطفٰی
الله یعطی والحبیب القاسم
صلی علیه القادة الاکارم
ما نال خیرا من سواه نائل
کلا ولا یرجی لغیر نائل
منه الرجا منه العطا منه المدد
فی الدین والدنیا والاخری للابد

یہ ساٹھ بحثیں باعثِ فخر ہیں ابتداء اور انتہا میں، تعریف اللہ تعالٰی کے لیے ہے ان کے علاوہ بھی بہت سی گزر چکی ہیں ان میں سے اچھی اور کمزور کوئی بحث مخفی نہ رہی ہر اچھائی مصطفٰی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عطا سے ہے خدا ان پر جملہ پسندیدہ لوگوں کے ساتھ رحمتیں بھیجے۔ رب دینے والا اور حبیب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تقسیم کرنے والے ہیں اور آپ پر قابلِ احترام قائدین درود بھیجتے ہیں آپ کے غیر سے کسی نے بھی بھلائی حاصل نہیں کی اور نہ کسی دوسرے سے کوئی حاصل کرنے والا امید رکھتا ہے امید بھی آپ سے عطا بھی آپ کی اور مدد بھی آپ کی دنیا اور آخرت میں ہمیشہ کے لیے۔ (ت)

بالجملہ ضابطہ کا یہ دوسرا حصہ مذہب امام ابو یوسف و مذہب امام محمد و نصوصِ متواترۂ مذہب سب کے خلاف ہے مذہب حنفی میں یہ تفصیلیں کہیں نہیں، ہاں کتبِ شافعیہ میں ان کے قریب ہیں شاید وہیں سے خیال امام ضابط میں رہیں۔ امام بدر محمود عینی بنایہ میں فرماتے ہیں:

Marfat.com

مذهب الشافعي على التحرير ان الماء
اذا تغير احد اوصافه مما لا يمكن حفظ
الماء عنه كالطحلب وما يجري على الماء
من الملح والنورة ونحوها جاز الوضوء
به لعدم امكان صون الماء عنه وان كان
مما يمكن حفظه عنه فان كان ترابا طرح
فيه فكذالك لانه يوافق الماء في كونه مطهرا
فهو كما لو طرح فيه ماء آخر فتغير به
وان كان شيأ سوى ذلك كالزعفران والطحلب
اذا دق وطرح فيه وغير ذلك مما يتغير
الماء منه لم يجز الوضوء به لانه زال
اطلاق اسم الماء بمخالطة ما ليس بطهور
والماء مستغن عنه فصار كاللحم والمائع
المخالط بالماء ان قل جازت الطهارة
به والا فلا وبماذا تعرف القلة والكثرة
ينظر فان خالفه في بعض الصفات فالعبرة
بالتغير فان غيره فكثير والا فقليل
وان وافقه في صفاته كماء ورد انقطعت
رائحته ففيما يعتبر به القلة والكثرة
فيه وجهان احدهما ان كانت الغلبة
للماء جازت الطهارة به وان كانت
للمخالط لم يجز ومنهم من قال اذا
كان ذلك قدرا لو كان مخالف الماء في
صفاته لم يغيره لم يمنع ولو خالط الماء
المطلق ماء مستعمل فطريقان اصحهما

امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک جو ضبط میں لایا گیا
وُہ یہ ہے کہ پانی کے ایک وصف کو جب ایسی شئے
بدل دے جس سے پانی کا محفوظ رکھنا ممکن نہیں مثلاً
پانی پر پیداشدہ جالا اور پانی پر جو نمک چُونہ وغیرہ نظر
آتا ہے تو اس سے وضوء جائز ہوگا کیونکہ پانی کو اس سے
بچایا نہیں جا سکتا اگر پانی کو اس شئ سے بچانا ممکن ہے
پھر اگر وہ مٹی ہو جو پانی میں ڈال دی گئی ہو تو اس کیلئے
حکم پانی کا ہے کیونکہ یہ پاک کرنے کی صفت میں پانی
کے موافق ہے تو یہ ایسا ہی ہوگا جیسا کہ پانی میں دوسرا
پانی ڈال دیا جائے تو اس سے پانی کا رنگ بدل جائے
اگر کوئی شئے مٹی کے علاوہ ہو جیسے زعفران اور پانی کا
خشک جالا جب باریک پیس کر اس میں ڈال دئے
جائیں یا اس کے علاوہ کچھ ایسی اشیاء ہوں جو پاک
ہونے کے باوجود پاک کنندہ نہیں جس سے پانی تبدیل
ہو جاتا ہو تو اس سے وضو جائز نہ ہوگا کیونکہ غیر طہور
شئ کے ملنے سے پانی کا نام زائل ہو جاتا ہے تو یہ ایسے
ہو گیا گویا گوشت مل گیا ہو، بہنے والی شئ اگر پانی میں
تھوڑی ہو تو وضو جائز ورنہ ناجائز ہوگا، قلت اور
کثرت کی پہچان کیونکر ہوگی، تو دیکھا جائے گا کہ اگر
وُہ چیز بعض صفات میں پانی کے موافق ہو جیسا کہ عرق گلاب
جس کی خوشبو نہ ہو تو قلت وکثرت دو طریقوں سے
معلوم ہوگی ایک یہ کہ اگر پانی کو غلبہ ہو تو اس کے
ساتھ وضو جائز ہوگا اگر ملنے والی شئے کا غلبہ ہو تو
وضو جائز نہ ہوگا ان میں سے کچھ لوگوں کا کہنا ہے
کہ اگر وہ شئ اتنی مقدار میں ہو کہ وہ اوصاف میں

marfat.com
Marfat.com

کالمائع وفیہ وجہان وبھذا قطع جمھورھم وصححہ الرافعی[1] الخ وحاصلہ ان العبرۃ بالاجزاء انما ھی فی المائع الموافق للماء فی جمیع الصفات والا فبالاوصاف وھذا ما ونرع بہ فی الضابطۃ وان نراد التفصیل بالخلاف فی جمیع الاوصاف فیعتبر وصفان او بعضھا فواحد واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔ وصلی اللہ تعالٰی وبارک وسلم علٰی سیدنا و مولٰینا الارأف الارحم شفیع الامم و اٰلہ وصحبہ وابنہ الکریم الغوث الاعظم اٰمین۔

مختلف ہونے کے باوجود پانی کو متغیر نہ کرے تو وضوء سے مانع نہ ہوگی اگر مطلق پانی کے ساتھ مستعمل پانی مل جائے تو اس کے دو طریقے ہیں، صحیح ترین طریقہ یہ ہے کہ مائع کی طرح اس میں بھی دو وجہیں ہوں گی اس طریقہ پر ان کے جمہور علماء نے یقین کیا ہے اور رافعی نے اسے صحیح قرار دیا ہے الخ خلاصہ یہ کہ مائع جب تمام صفات میں پانی کے موافق ہو تو اعتبار اجزاء کا ہوگا ورنہ صفات کا یہی تقسیم ضابطہ میں کی گئی ہے اگرچہ اختلاف کی صورت میں زیادہ تفصیل کی ہے کہ تمام اوصاف مختلف ہوں تو دو صفات کا ورنہ ایک کا اعتبار ہوگا، واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی وبارک وسلم علٰی سیدنا و مولٰنا الارأف الارحم، شفیع الامم، وآلہ وصحبہ وابنہ الکریم الغوث الاعظم، آمین (ت)

پنجم ضابطہ نسفیہ کہ جس پانی میں اُس کا غیر ایسا مل جائے کہ تمیز نہ رہے اور وہ پانی پر غالب ہو تو پانی قابلِ وضو نہ رہا آب مقید ہوگیا ورنہ نہیں اور اس کا غلبہ دو طور پر ہے یا تو اجزاء سے کہ اُس کے اجزاء پانی سے زائد [یعنی یا برابر ہوں فان المساوی کالزائد احتیاطا کما مر عن البدائع[2] (کیونکہ مساوی احتیاطاً زائد کی طرح ہے جیسا کہ بدائع سے گزرا۔ ت)] یا کمال امتزاج سے اور یہ بھی دو طور پر ہے یا درختوں کے پی لینے سے یا پانی میں کوئی پاک چیز پکانے سے، جیسے شوربا اور آب باقلا مگر یہ کہ اُس سے زیادت نظافت مقصود ہو جیسے اُشنان وصابون کہ ان کا پکانا مضر نہیں جب تک گاڑھا نہ کردے امام اجل ابوالبرکات نسفی نے کافی شرح وافی میں فرمایا:

بطلان صفۃ الاطلاق بغلبۃ الممتزج وھی بکثرۃ الاجزاء او بکمال الامتزاج وھو یطبخ الماء بخلط الطاھر کما ء

پانی کے مطلق ہونے کی صفت کسی ملنے والی شے کے غلبہ سے باطل ہوگی غلبہ یا تو اجزاء بڑھ جانے سے ہوگا یا کامل طور پر گھُل مل جانے سے اور وہ یوں

---

[1] البنایۃ شرح الہدایۃ الماء الذی یجوز بہ الوضوء ملک سنز فیصل آباد ۱/۱۹۱

[2] بدائع الصنائع الماء المقید سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵

Marfat.com

الباقلی والمرق او بتشرب النبات الماء حتی یبلغ الامتزاج مبلغا یمتنع خروج الماء عنہ الابعلاج والامتزاج بالطبخ انما یمنع الوضوء بہ ان لم یکن مقصود اللغرض المطلوب من الوضوء وھو التنظیف کالاشنان و الصابون اذا طبخا بالماء الا اذا غلب ذلک علی الماء فیصیر کالسویق المخلوط لزوال اسم الماء عنہ والامتزاج الاختلاط بین الشیئین حتی یمتنع التمییز اھ

کہ پانی کو کسی پاکیزہ چیز کے ساتھ ملا کر پکایا جائے مثلاً لوبیا کا پانی یا شوربا یا یہ امتزاج جڑی بوٹیوں کے پانی کو یوں جذب کر لینے کے بعد ہوگا کہ ان سے بغیر مشقت کے پانی کو الگ نہ کیا جا سکے' پکانے سے امتزاج وضو سے اسی وقت مانع ہوگا جب اس کے ملانے سے وضو کی کوئی غرض وابستہ نہ ہو مثلاً صابون یا اشنان کو جب پانی میں پکایا جائے البتہ یہ بھی اگر پانی پر یوں غالب آجائیں کہ مخلوط ستو کی مثل شے بن جائیں تو پھر اس پانی سے بھی وضو جائز نہ ہوگا کیونکہ اس پر پانی کا نام نہیں بولا جائیگا امتزاج دو اشیاء کا یوں یکجان ہونا کہ انہیں جدا کرنا ممکن نہ ہو۔ (ت)

بعینہٖ اسی طرح کفایہ امام جلال الدین شرح ہدایہ میں ہے **اقول** غلبہ ممتزج وکمال امتزاج اور اس کے اسباب طبخ وتشرب نبات یہ سب مضمون امام زیلعی نے یہیں سے اخذ فرمائے امام اجل نسفی نے غلبہ ممتزج صرف کثرت اجزا سے لیا تھا انھوں نے اس میں سخن اوصاف اپنی طرف سے اضافہ فرمایا یہاں[1] سے بھی واضح ہوا کہ کافی وکفایہ تک جو ضابطہ مذہب حنفی میں تھا اس میں اس تفصیل کا پتا نہیں۔

ثم **اقول** ضابطہ نسفیہ وہی مذہب امام ابو یوسف ہے ضابطہ چہارم بحث دہم میں گزرا کہ اسبابِ معتدبہا مانع چار بلکہ تین ہی ہیں کثرت اجزائے مخالط جس میں حکماً تا وہی بھی داخل اور زوال رقت کہ زوال سیلان کو بالاولیٰ شامل اور زوال اسم یہاں کثرت اجزاء تو وہی ہے اور کمال امتزاج بطبخ وتشرب باقی دو کی صورتے ہیں تو یہ ضابطہ بظاہر مثل عبارات متون ضابطہ جزئیہ ہے کہ ضابطہ یوسفیہ سے باہر نہیں اگرچہ سب صور کو محیط بھی نہیں۔

اقول مگر حقیقۃً وہ کلیہ ہے بلاشبہ غلبہ ممتزج وکمال امتزاج بلکہ صرف غلبہ ممتزج سے باہر کوئی سبب نہیں،

وانما جعلہا جزئیۃ تفسیرھما ببعض صورھما فلو جعل التفسیر تصویرا لاستقام ف

اس کو ان کی بعض صورتوں کی تفسیر کا جز قرار دیا ہے حالانکہ اگر اسے تفسیر بنانے کے بجائے تصویر بناتا

---

[1] کافی شرح وافی للنسفی

marfat.com

Marfat.com

وتم الکلام؛ وھھنا مباحث کثیرۃ لاتخفی علی من احاط بما قدمنا من النقض والابرام؛ واللہ سبحٰنہ ولی الالھام؛

تو درست ہوتا یہاں بہت سی ایسی مباحث ہیں کہ جو ان اعتراضات وجوابات کو مکمل پڑھنے سے مخفی نہیں رہ سکتیں جو ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں اللہ الہام کرنے والا ہے۔ (ت)

ششم ضابطۂ رضویہ سبحٰن اللہ فقیر بھی کوئی شَے ہے کہ احکام میں زبان کھول سکے حاشا ضابطہ وہی ضابطۂ امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے۔ باتباع علماء اس کے اجمال کو مفصل کردیا ہے۔ تفاصیل میں خدمت گاری کلام اکابر کے صدقہ سے جن تحقیقات کا افاضہ ہوا اُن پر ابتنائے شقوق کیا ہے جملہ ضوابط صحیحہ مذکورہ کو ایک دائرے کے احاطہ میں لیا ہے اس نے بیان کو اظہر واجمع وانور وانفع کرکے ضابطہ کو لیے خلعت جدت سیا ہے۔

فاقول وباللہ التوفیق (۱) دریا نہر چشمے چاہ باران کا پانی حتی کہ شبنم اپنی حدذات میں آب مطلق ہے جو کچھ ان کی جنس سے نہیں اگرچہ ان کی شکل ان کے اوصاف ان کے نام پر ہو پانی نہیں اُس سے وضو وغسل نہیں ہوسکتا جیسے ماء الجبن دہی کا پانی درختوں پھلوں کا مد مٹی کا تیل سیندھی تاڑی ناریل کدو تربوز کا پانی اگرچہ اس میں صرف پانی ہی ہوتا ہیں جو کچھ پتوں شاخوں پھلوں پھولوں سے نکالا جائے یا کافور کے درخت انگور کی بیل کی طرح کاٹے سے یا آپ ہی ٹپکے یا نمک نوشادر کافور وغیرہا کے پگھلنے یا سونے چاندی رانگ وغیرہا کے گلنے سے حاصل ہو۔

(۲) جو کچھ حقیقۃً پانی ہے (اگرچہ بیچ میں پانی نہ رہا تھا جیسے اولے یا آسمانی برف یا کل کا جب پگھل جائے) یا تو اُس میں کوئی اور چیز (اگرچہ اُسی کی جنس سے ہو) داخل ہوگی یا نہیں، اگر نہیں تو وہ مطلقاً آبِ مطلق ہے لیکن اگر مائے مستعمل ہے جس کا بیان الطرس المعدل میں مفصل گزرا تو اُس سے وضو وغسل جائز نہیں ورنہ مطلقاً صحیح ہے اگرچہ بوجہ ملک غیر یا وقف یا کسی حاجت ضروریہ کی طرف مصروف ہونے یا اور عوارض کے سبب جن کا بیان فصل اول میں گزرا اس سے وضو حرام یا مکروہ ہو اگرچہ بچّوں کا ہاتھ پڑنے یا کافر کے چھونے یا کسی مشکوک شے کے گرنے سے اس کی طہارت میں اوہام پیدا ہوں جب تک نجاست ثابت نہ ہو جائے اگرچہ دیر تک بند رہنے سے اُس کا رنگ بُو مزہ بدل جائے یا ابتداء ہی سے بدلا ہوا ہو اگرچہ کسی تیز خوشبو یا بدبوشئی کے قرب سے اس میں کتنی ہی بُوئے خوش یا ناخوش پیدا ہو جائے، ہاں اگر سردی سے جم جائے یا رقیق نہ رہے جیسے اولے برف اس سے وضو ناجائز ہوگا جب تک پگھل کر پھر اصلی رقت پر نہ آجائے۔

(۳) اگر داخل ہوگی تو دو صورتیں ہیں یا تو پانی سے جُدا رہے گی یعنی اس میں سرایت نہ کرے گی یا خلط ہوجائیگی

Marfat.com

اگر جدا رہے (اور یہ نہ ہوگا کہ شئے جامد میں جیسے کنکر وغیرہ پانی میں ڈال دیے جائیں) تو اگر وہ شئ نجس نہیں یا پانی دہ در دہ ہے مطلقاً مطلق و قابلِ وضو ہے اور اگر نجس ہے اور پانی کم تو مطلق ہے مگر لائقِ استعمال نہ رہے گا۔

(۴) اگر پانی میں خلط ہوگی تو دو صورتیں ہیں وہ ملنے والی شئ بھی اصل میں صرف پانی ہے یا اس کا غیر اگر صرف پانی ہے تو پھر دو صورتیں ہیں اب بھی پانی ہی ہے یا نہیں اگر اب بھی پانی ہی ہے تو اس کے ملنے سے پانی مطلق تو مطلق رہے گا ہی اُس سے وضو بھی روا ہوگا مگر دو صورتوں میں ایک یہ کہ آبِ مستعمل اس میں مل جائے اور یہ مقدار میں اُس سے زائد نہ ہو، دوسرے یہ کہ نجس پانی پڑ جائے اور یہ دہ در دہ نہ ہو اور یہ وہیں ہوگا کہ وُہ پانی بے کسی دوسری شئے کے مختلط ہوجانے کے ناپاک ہوگیا جیسے آبِ قلیل میں خنزیر کا پاؤں یا بال پڑ گیا اور نکل گیا کہ پانی خالص ہی رہا خلط نہ ہوا اور ناپاک ہوگیا ورنہ جو خلط نجس سے نجس ہو اُس کا ملنا اس قسم سے خارج ہوگا کہ یہ صرف پانی کا ملنا نہ ہوا۔

(۵) اگر وہ ملنے والی شئ اب پانی نہیں (اور یہ نہ ہوگا مگر اولے یا برف میں کل کا ہو خواہ آسمانی کہ یہی وُہ صورت ہے کہ پانی بے خلط غیر پانی نہ رہے) تو اگر پانی کی رقت زائل کردے قابلِ وضو نہ رہے گا جب تک وہ شئ پگھل کر پھر پانی نہ ہوجائے اور اگر رقت باقی ہے نہ یوں کہ اولے برف ابھی گھل کر پانی میں مخلوط نہ ہوئے پتھر کنکر کی طرح تہ میں پڑے ہیں کہ یہ تو تیسرا نمبر تھا بلکہ یوں کہ مقدار میں اتنے کم تھے جن کے خلط سے رقتِ آب میں فرق نہ آیا تو اُس سے وضو جائز ہے۔

(۶) اگر وُہ شئ غیرِ آب ہے اور پانی میں اتنی خلط ہوئی کہ پانی اُس سے مقدار میں زائد نہیں تو مطلقاً قابلِ وضو نہیں۔

(۷) اگر پانی مقدار میں زیادہ ہے تو وہ شئے نجس ہے یا طاہر اگر نجس ہے اور پانی دہ در دہ نہیں یا ہے تو نجاست سے اس کے رنگ یا مزے یا بُو میں فرق آگیا تو پانی اگرچہ مطلق ہے قابلِ وضو درکنار بدن میں جائز الاستعمال رہا۔

(۸) اگر وہ دہ در دہ ہے اور کسی وصف میں تغیر نہ آیا تو نجاست کا حکم ساقط اور احکام بعض احکام آئندہ ہونگے۔

(۹) اگر طاہر ہے تو پھر دو صورتیں ہیں اس کا خلط آگ پر ہوا یا الگ۔ اگر آگ سے الگ ہوا اور وہ شئ جامد ہے تو ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اجماع سے اور مائع ہے تو مذہب صحیح معتمد میں پانی مطلقاً آبِ مطلق و لائقِ وضو رہے گا اگرچہ رنگ، مزہ، بُو سب بدل جائیں گے مگر دو صورتوں میں، ایک یہ کہ پانی رقیق نہ رہے، اور ہم تحقیق کر آئے ہیں کہ یہ کچھ جامد ہی سے خاص نہیں بہت مائعات بھی مانعاتِ رقتِ آب ہوتے ہیں دُوسرے یہ کہ شربت شہد یا شربتِ شکر یا نبیذ و رنگ کی طرح مقصد دیگر کے لئے شئ دیگر ہو جائے۔

عہ آبِ کثیر نجاست کے پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک اُس کا کوئی وصف نہ بدلے اور ظاہر ہے کہ رنگ یا مزہ اُسی وقت بدلیں گے جب اُس نجس کے اجزاء پانی میں خلط ہوں اور یہاں وہ صورت مفروض ہے کہ خلط نہ ہو، ہاں اگر کوئی نجس چیز اس درجہ قوی الرائحہ ہو کہ صرف اس کی مجاورت بلا خلط سے آبِ کثیر کی بُو بدل جائے تو نجس ہو جانا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم منہ غفرلہ (م)

marfat.com

Marfat.com

(۱۰) اگر خلط آگ پر ہوا تو دو صورتیں ہیں اگر ہنوز وہ چیز پکنے نہ پائی کہ مقصد دیگر کے لیے شے دیگر کرے پانی سے امتزاج کامل نہ ہونے پایا کہ سرد ہونے پر گاڑھا کر دے اس حالت کے قبل اتار لی تو پانی مطلقاً آبِ مطلق و قابلِ وضو ہے۔

(۱۱) اگر وہ شے پک گئی تو تین صورتیں ہیں پکانے میں صرف پانی مقصود ہے یا صرف وہ شے یا دونوں، پہلی دو صورتوں میں آبِ مطلق رہے گا جب تک اس قابل نہ ہو جائے کہ سرد ہو کر زوال رقت ہو، صورت دوم کی مثالیں بحث اول طبخ میں شنجرف ونشاستہ وآش جو سے گزریں اور صورت اول کا بیان فصل خامس میں آتا ہے اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

(۱۲) صورت سوم میں اگر پانی اس قدر کثرت سے ڈال دیا کہ نہ مقصود دیگر کے لیے ہو سکے گا نہ اُس سے دَلدار ہو گا تو مطلقاً مطلق و لائق طہارت ہے۔

(۱۳) اگر اتنا کثیر نہ تھا مگر دَلدار نہ ہو سکے گا تو جب مقصود دیگر کے لیے ہو جائے گا قابلِ وضو نہ رہے گا۔

(۱۴) اگر پانی دَلدار ہو سکتا ہے تو اگر بالفعل گاڑھا ہو گیا کہ بہانے میں پُورا نہ پھیلے گا مطلقاً لائقِ وضو نہ رہا اگرچہ اس میں صابون ہی پکایا ہو جس سے زیادت نظافت مقصود ہوتی ہے۔

(۱۵) اگر بالفعل گاڑھا نہ ہوا مگر ٹھنڈا ہو کر ہو جائے گا تو دو صورتیں ہیں اگر وہ شے مثل صابون وغیرہ زیادت نظافت کے لیے ہے فی الحال اُس سے وضو جائز ٹھنڈا ہونے کے بعد صحیح نہیں۔

(۱۶) اگر زیادت نظافت کے لیے نہیں تو اس سے فی الحال بھی وضو جائز نہیں۔

یہ ہے وہ تحقیق انیق کہ جمیع نصوص صحاح کو ملتا ول اور جملہ ارشادات متون کو حاوی و شامل اور تمام تحقیقات سابقہ پر مشتمل اور سب فروع ممکنہ کے حکم صحیح کو بعونہٖ تعالیٰ کافی و کافل والحمد للہ رب العٰلمین، و افضل الصلوٰۃ واکمل السلام علی خاتم النبیین، سید المرسلین، وعلیھم جمیعا وعلٰی اٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین، اٰمین والحمد للہ رب العٰلمین (حمد اللہ رب العالمین کے لیے ہے اور افضل الصلوٰۃ واکمل السلام خاتم النبیین سید المرسلین پر اور تمام انبیاء پر، اور آپ کے آل واصحاب، اولاد اور گروہ سب پر، آمین، والحمد للہ رب العٰلمین)

فصل خامس بعض جزئیات جدیدہ میں۔ بحمدہٖ تعالیٰ کتاب میں تین سو سات (۳۰۷) جزئیات مذکور ہوتے۔

(۳۰۸) آبِ مقطر یعنی قرع انبیق میں ٹپکایا ہوا پانی کہ اجزائے ارضیہ وغیرہا کثافتوں سے صاف کرنے کے لیے سادہ پانی رکھ کر آنچ کریں کہ بخارات اُٹھ کر اوپر کے پانی کی سردی پا کر پھر پانی ہو کر ٹپک جائیں یہ پانی کہ محض پانی کی بھاپ سے حاصل ہُوا اس کا صریح جزئیہ اپنی کتب میں نظر فقیر سے نہ گزرا،

Marfat.com

الاما قدمنا فی ۱۹۰ عن ھذا الفاضل المتأخر محشی الدرر الخادمی فی بحث وجدل اذ قال فی الدرر معللا لعدم جواز الطھارۃ بماء حصل بذوبان الملح انہ انقلب الی طبیعۃ اخری فعال اورد الجمد والبخار واجیب المراد طبیعۃ غیر ملائمۃ للمائیۃ اھ[1] فافاد السؤال والجواب الجواز بماء یتکون من البخار ولایبعد ان المراد ماء المطر والبئر فما ھما الا ابخرۃ تستحیل ماء۔

مگر صرف وہی جو ہم نے نمبر ۱۹۰ میں بیان کیا اور وہ الدرر کے ایک فاضل محشی خادمی صاحب کے اس قول سے حاصل ہوا جس کو انہوں نے ایک بحث مباحثہ میں ذکر کیا جبکہ دُرر میں کہا نمک کے پگھلنے سے جو پانی بنا اس سے طہارت کے ناجائز ہونے کی دلیل بیان کرتے ہوئے کہا کہ یہ پانی ایک طبیعت کے انقلاب سے حاصل ہوا ہے، تو اس پر علامہ خادمی نے اعتراض کرتے ہوئے برف اور بخار کا حوالہ دیا (کہ اس سے جو پانی بنتا ہے وُہ بھی تو طبیعت بدلا ہوا ہوتا ہے حالانکہ اس سے وضوء جائز ہے) اس کے جواب میں کہا گیا کہ طبیعت سے مراد ایسی طبیعت ہے جو پانی کے مناسب نہ ہو اھ تو اس سوال وجواب نے بخار سے بنے ہوئے پانی سے وضوء کا جواز بیان کردیا۔ کوئی بعید نہیں کہ اس سے مراد بارش اور کنویں کا پانی ہو کیونکہ یہ دونوں پانی بخارات کی تبدیلی سے بنتے ہیں۔ (ت)

اقول مگر بعونہٖ تعالٰی حکم ظاہر ہے کہ وُہ مائے مطلق اور اس سے طہارت جائز ہے کہ سمندر کے سوا آسمان و زمین کے عام پانی بخارات ہی سے بنتے ہیں اور گلاب وعرق گاؤزبان وغیرہ وارد نہ ہوں گے کہ وُہ بھی اگرچہ پانی ہی کے بخار ہیں مگر وہ سادہ پانی سے نہ اُٹھے بلکہ جس میں دوسری شے بھگوئی گئی ہے جس نے ان بخارات مستحیلہ کو مقصد دیگر کے لیے چیز دیگر کردیا لہذا زوال اسم ہوگیا انھیں پانی نہیں کہا جاتا بلکہ گلاب وعرق بخلاف آب نقطیر کہ پانی ہی ہے اور پانی ہی کہا جائیگا نہ مقصود بدلا نہ نام۔

اقول البتہ ضابطہ امام زیلعی پر گلاب اور سب عرق وارد ہوں گے کہ جامد ہی چیزیں ملیں تو مدار بقائے رقّت پر ہُوا اور وہ باقی ہے تو یہ بخارات از روئے ضابطہ آبِ مطلق ہی سے اُٹھے اور پانی ہی ہوکر ٹپکے اس کے بعد کوئی بات انہیں وہ عارض نہ ہوئی جو بربنائے ضابطہ اُنہیں آب مقید کرے کہ مقصد دیگر کے لیے چیز دیگر ہوجانا ضابطہ میں نہیں تو بحکم ضابطہ گلاب و ہر عرق سے وضو ہوسکنا چاہئے حالانکہ بالاجماع جائز نہیں۔

ثم رأیت التصریح بھذا الفرع فی کتب السادۃ الشافعیۃ قال العلامۃ زین

پھر میں نے اس فرع کی تصریح شافعی مسلک کے علماء کی کتب میں دیکھی، امام ابن حجر مکی کے شاگرد علامہ زین

---

[1] حاشیۃ علی الدرر لابی سعید الخادمی کتاب الطہارت مکتبہ عثمانیہ مصر ۱/۲۰

marfat.com
Marfat.com

الملیباری تلمیذ الامام ابن حجر المکی فی فتح المعین الماء المطلق ما یقع علیہ اسم الماء بلا قید وان رشح من بخار الماء الطھور المغلی[1] اھ وفی الفتاوی الکبری الفقھیۃ لشیخہ الامام رحمھما اللہ تعالٰی سئل عن شجر بارض الحبشۃ یخرج منہ عند انتشار الریاح بخار کالدخان ویرشح مائعا کالماء سواء بسواء فھل لہ حکم الماء فی الطھوریۃ فاجاب لیس حکمہ حکمہ بل ھو کالمائع جزما وفارق بخار الطھور المغلی بان ذلک من الماء بخلاف ھذا اذ ھو کماء الشجر وھو لیس بطھور قطعا[2]۔

ملیباری نے فتح المعین میں کہا کہ مطلق پانی وہ ہوتا ہے جس کو کسی قید کے بغیر پانی کہا جاسکے اگرچہ وہ اُبلنے والے پاک پانی کی بھاپ سے بنا ہو اھ اور ان کے استاد وشیخ کے فتاوی کبرٰی فقہیہ میں ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ افریقہ میں ایک ایسا درخت ہے جو ہواؤں کے چلنے پر دُھوئیں کی طرح ایک گیس چھوڑتا ہے اور وہ گیس بعد میں پانی کی طرح بہنے والی صورت اختیار کرلیتی ہے جو بالکل پانی معلوم ہوتی ہے۔ تو کیا درخت کی اس گیس کے پانی سے طہارت حاصل کرنا جائز ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ اس کا حکم پانی والا نہیں ہے بلکہ وہ بہنے والا مادہ ہے جو اُبلنے والے پانی کے بخارات سے مختلف ہے کیونکہ یہ تو پانی سے بنتا ہے۔ اور وہ درخت کے پانی کی طرح ہے جس سے طہارت کا حصول بالکل جائز نہیں۔ (ت)

اقول یہ اگر آب مطلق طاہر کے بخارات سے ہے قابلِ طہارت ہے۔

(۳۰۹) کبھی حمام کی چھت اور دیواروں سے پانی ٹپکتا ہے۔

(۳۱۰) آب غطا۔ پانی گرم کیا بھاپ اُٹھ کر سرپوش پر اندر کی جانب پانی کے کچھ قطرے بنے ہوئے ملتے ہیں۔

اقول وہ بدستور آبِ طہور ہے اُس سے سر یا موزوں کا مسح جائز ہے،

لما علمت انہ لیس الامن اجزاء الماء المطلق وتخلل الاستحالۃ الی البخار لایمنع کمیاہ الابار والامطار۔

کیونکہ تمہیں معلوم ہے کہ یہ مطلق پانی کے اجزاء سے بنا ہے اور درمیان میں بخار کی صورت اختیار کرنا، اس کے لیے مانع نہیں ہے جس طرح کنوؤں اور بارشوں کے پانی کہ وُہ بھی پہلے بخارات کی صورت میں تھے (ت)

(۳۱۱) کوئی اور چیز پکانے میں جو قطراتِ بخار چپنی (ڈھکنا) پر ملیں۔

---

[1] فتح المعین بشرح قرۃ العین فصل فی شروط الصلٰوۃ مطبع عامر الاسلام ترورنگاڈی کیرلہ ص ۲
[2] فتاوی کبرٰی کتاب الطہارۃ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۲

Marfat.com

اقول اس کا حکم مسائل طبخ کی طرف رجوع سے واضح ہوگا اگر وہ شے زیادت نظافت کے لئے ہے اور پانی بالفعل گاڑھا نہ ہوگیا یا اور کوئی چیز ہے اور پانی ابھی اس قابل نہ ہوا کہ سرد ہوکر رقیق نہ رہے نہ وہ مقصود دیگر کے لئے چیز دیگر ہوگیا اس حالت میں جو بخار اُٹھے آبِ مطلق ہیں کہ آبِ مطلق کے اجزاء سے ہیں ورنہ مقید کہ مقیّد سے ہیں۔

(۳۱۲) اصطبل وغیرہ محل نجاسات سے بخارات اُٹھ کر ٹپکے پاک تو مطلقاً ہیں جب تک ان میں اثرِ نجاست ظاہر نہ ہو،

فی ردالمحتار فی الخانیۃ ماء الطابق نجس قیاسا لا استحسانا وصورتہ اذا احرقت العذرۃ فی بیت فاصاب ماء الطابق ثوب انسان لایفسدہ استحسانا مالم یظہر اثر النجاسۃ فیہ وکذا الاصطبل اذا کان حارا او علی کوتہ طابق او کان فیہ کوز معلق فیہ ماء فترشح وکذا الحمام فیہا نجاسات فعرق حیطانہا وکواتہا وتقاطر قال فی الحلیۃ والظاہر العمل بالاستحسان ولذا اقتصر علیہ فی الخلاصۃ والطابق الغطاء العظیم من الزجاج او اللبن[1] اھ

ردالمحتار میں خانیہ سے ہے ڈھکنے (سرپوش) کا پانی قیاس کے طور پر نجس ہے استحسان کے طور پر نجس نہیں، اس کی صورت یوں ہوگی کہ کسی کمرے میں نجاست کو آگ سے جلانے کی بنا پر حرارت (سے مرطوب بخارات بن کر ڈھکنے پر جمع ہوکر ٹپکنے) پر وہ قطرے کسی کے کپڑوں کو لگے تو استحسان کے طور پر کپڑے ناپاک نہ ہوں گے جب تک ان قطرات میں نجاست کے اثرات ظاہر نہ ہوں، اسی طرح اصطبل میں حرارت اور چھت پر ڈھکنا ہونے کی صورت میں یا وہاں کوئی پانی کا مٹکا ہونے کی صورت میں پانی ٹپکنا شروع کردے۔ اسی طرح کسی حمام میں اگر مختلف نجاستیں ہوں تو وہاں دیوار اور چھت پر قطرے بن کر ٹپکنے لگیں حلیہ میں کہا تو ظاہر یہی ہے کہ استحسان پر عمل کیا جائیگا اسی لیے خلاصہ میں صرف استحسان والے حکم (طہارت) کو ذکر کیا گیا ہے اور طابق شیشے یا مٹی کے بڑے ڈھکنے کو کہتے ہیں۔ (ت)

اقول مگر طہور و قابلِ طہارت نہیں اگر آبِ مطلق کے سوا اور رطوبتوں سے ہوں کما لایخفی۔

(۳۱۳) سونٹھ کا پانی جنجر بیٹ۔

(۳۱۴) میٹھا پانی لیمینیڈ ان کا آبِ مطلق تو نہ ہونا صاف ظاہر۔

عـہ طابق شیشے یا مٹی کے بڑے ڈھکنے کو کہتے ہیں۔ (م)

[1] ردالمحتار، باب الانجاس مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۳۸

marfat.com

Marfat.com

(۳۱۵) کھاری پانی سوڈا واٹر بھی قابلِ طہارت نہیں اگرچہ اُس میں کوئی جزء نہ ڈالا صرف گیس کی ہوا سے بنایا ہو،

فانه لا شك فی سرایة الهواء المذکور فی الماء عند فورانه وتغییره طعمه وجعله شیئا اٰخر لمقصود اٰخر۔

کیونکہ بلاشبہ مذکور ہوا (گیس سوڈا) پانی میں سرایت کرتی ہے جس سے پانی ابلتا ہے اور ذائقہ تبدیل ہوجاتا ہے اور یہ (سوڈا گیس) پانی کو کسی اور مقصد کے لئے دوسری چیز بنا دیتا ہے۔ (ت)

اقول یہ تینوں پانی بھی ضابطہ پر وارد ہیں جبکہ ان کا اصطناع جامدات سے ہوکر رقت ضرور باقی ہے،

الا ان یدعی فی الثالث ان الهواء من المائعات لجریانه منبسطا علی هینة بل هو ابلغ فیه من الماء لکونه الطف منه فهذا مائع یخالف الماء فی الطعم وقد غیره فتقید فلا یخرج الفرع عن الضابطة۔

مگر تیسرے میں یہ دعوٰی کیا جائے کہ ہوا پُرسکون طور پر پھیلتی چلی جاتی ہے لہذا ہوا بھی بہنے والی چیزوں میں سے ہے بلکہ یُوں کہا جائے کہ ہوا زیادہ لطیف ہونے کی وجہ سے زیادہ پھیلتی ہے تو پھر ہوا پانی سے علیحدہ ایک بہنے والی چیز ہے جو اس سے ذائقہ میں مختلف ہے یُوں ہوا نے پانی کو متغیر کردیا اور اب پانی مقید ہوگیا لہذا یہ فرع ضابطہ سے خارج نہ ہوگی (ت)

(۳۱۶ و ۳۱۷) یونہی آبِ افیون و بھنگ اگرچہ رقیق رہیں ناقابلِ وضو ہیں لغلبة الاجزاء بالمعنی الثالث (تیسرے معنٰی کے اعتبار سے اجزا کا غلبہ ہے۔ ت) ضابطہ پر وارد کہ جامدات ہیں اور رقت باقی۔

(۳۱۸) **اقول** بلکہ رقیق چائے بھی خصوصاً اُس صورت میں کہ پانی کے جوش میں نہ ڈالیں بلکہ آگ سے اُتار کر اور رہنے دیں یہاں تک کہ اپنا عمل کرے اور اب وُہ پانی چائے کہلائے کہ یہ صورت طبخ سے جُدا اور اب بنصِ ضابطہ محض رقت پر مدار بلکہ اگر اسے معنیٔ طبخ میں داخل کریں کہ حرارتِ آب نے اُس میں عمل کیا جب بھی ضابطہ پر وارد رہے گی کہ بتصریح امام ضابط وغیرہ ائمہ طبخ میں وجہ منع کمال امتزاج ہے اور ہم تحقیق کر آئے کہ مانع وہی ہے کہ موجب زوال رقت ہو اگرچہ سرد ہوکر تو جب رقت باقی پڑے ضابطہ ہر طرح جواز چاہئے حالانکہ بلاشبہ بالاتفاق ناجائز ہے،

لزوال الاسم وهو المعتبر فی الباب بتصریح الامام الضابط وسائر الائمة کیف وقد صار شیئا اٰخر لمقصود اٰخر۔

کیونکہ نام ختم ہوگیا ہے جو اس باب میں معتبر ہے اس کی تصریح امام ضابط اور باقی ائمہ نے کی ہے، ایسا کیوں نہ ہوگا حالانکہ دوسرے مقصد کیلئے شَے تبدیل ہوچکی ہے۔ (ت)

(۳۱۹ و ۳۲۰) شلجم گاجر کے اچار کا تہ نشین پانی کہ گاڑھا ہوتا ہے وہ تو ظاہر اوپر کا رقیق پانی

Marfat.com

بھی اُسی وجہ سے ہرگز قابلِ طہارت نہیں اور ضابطہ[1] پر وارد۔

(۳۲۱) گلاسوں میں زیادہ مقدار تک پانی بھر کر اوپر سے تیل ڈال کر روشن کرتے ہیں **اقول** ظاہر ہے کہ یہاں اسبابِ ثلثہ سے کوئی سبب مانع نہ پایا گیا، جب تیل جل جائے یا نکل جائے آبِ خالص کے سوا کچھ نہ رہے گا تو اُس سے طہارت جائز ہے۔

(۳۲۲) کبھی خوب صورتی کے لیے وہ پانی رنگین کرکے بھرتے ہیں اگر تغیرِ لون اتنا ہوا کہ رنگ ہوگیا تو اس سے وضو نا جائز ہونا ظاہر **اقول** وھو عندی محمل ما یأتی عن العلامۃ السید ط (میں کہتا ہوں کہ میرے نزدیک یہ علامہ سید طحطاوی کے آئندہ بیان کا محل ہے۔ ت) اور اب ضابطہ[2] پر وارد جبکہ یہ رنگ جامدات سے ہوا ہو، ہاں اگر یہ حالت نہیں تو قضیۂ اصولِ معتمدہ یوسفیہ جواز ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳۲۳) قدس شریف ملک شام میں بعض لکڑیوں کے ریشے زمین سے نکال کر پانی میں بھگوتے ہیں جس سے پانی سرخ ہو جاتا ہے اور دباغت یعنی چمڑا پکانے کے کام آتا ہے اُس سے وضو جائز نہ ہونا چاہیے اگرچہ رقیق رہے لصیرورتہ شیئا اٰخر لمقصد اٰخر (کیونکہ اب یہ دوسری چیز کسی اور مقصد کے لئے ہو چکی ہے۔ ت) **اقول** مگر اس صورت[3] میں ضابطہ پر وارد درمختار میں تھا کذا ماء الدابوغۃ (دباغت کا پانی بھی ایسے ہے۔ ت) علامہ سید طحطاوی نے فرمایا:

ای مثل ماء الکرم فی ان الاظھر عدم جواز رفع الحدث بہ واخبر بعض من یسکن بلد الخلیل علیہ الصلاۃ والسلام انھم یخرجون عروق حطب من الارض یضعونھا فی الماء فیحمر فیدبغون بہ الجلد ویسمونہ ھذا الاسم ونحوہ ماء الدبغۃ الاحمر الذی یضعونہ فی القنادیل بمصر للزینۃ۔[1]

یعنی انگور کے درخت کے پانی کی طرح اظہر اس سے طہارت کے بارے میں عدمِ جواز ہے خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شہر میں رہنے والے ایک شخص نے بتایا کہ ہم زمین سے ایک لکڑی کی جڑیں نکال کر پانی میں ڈالتے ہیں جس سے وہ پانی سرخ ہو جاتا ہے پھر اس سے چمڑے کو رنگتے ہیں اس کا نام ماء الدابوغہ ہے، اور اسی طرح مصر میں خوب صورتی کے لئے قندیلوں میں سُرخ پانی رکھتے ہیں جس کو ماء الدبغہ کہتے ہیں۔ (ت)

(۳۲۴) نتھرے میں دو چار پان خصوصاً بنے ہوئے اگر پڑ جاتے ہیں سارا پانی رنگین کر دیتے ہیں **اقول** اُس سے وضو میں حرج نہیں کہ طبخ میں وہ امتزاج مانع جو اُسے گاڑھا ہونے کے قابل کر دے۔

---

[1] طحطاوی علی الدر المختار باب المیاہ بیروت ۱/۱۰۳

marfat.com
Marfat.com

ہاں ضابطہ برجندیہ پر یہ ضرور وارد کہ تغیر تو ہو گیا۔

(۳۲۵) پان کھایا اور مُنہ میں اس کا معتدبہ اثر باقی ہے کُلیاں کر کے منہ صاف کیا مشاہدہ ہے کہ ان کلیوں کا پانی اتنا رنگین ہو جاتا ہے کہ اس کے بعد اسی لگن میں پُورا وضو کیا جائے تو سارا پانی رنگ جاتا ہے اگر یہ وضو طاہر نے نہ بہ نیت قربت بلکہ مثلاً محض تبرید کے لئے کیا پانی قابلِ وضو رہے گا کہ اسباب ثلٰثہ منع سے کوئی سبب نہیں۔

اقول اور ضابطہ پر وارد جبکہ پان خوشبودار نہ ہو کہ ان کُلیوں کا پانی وہ مائع ہے کہ آب مطلق سے رنگ و مزہ دو وصفوں میں مخالف ہے اور ایک بدل دیا۔

(۳۲۶) جس گھڑے میں گنّے کا رس تھا رس نکال کر پانی بھرا جائے بلاشُبہ اس کا مزہ و بُو بدل جاتے ہیں اور اُس سے جوازِ وضو میں شک نہیں کہ وہ یقیناً پانی ہی ہے۔

اقول مگر ضابطہ پر وارد کہ رس کے جو اجزاء گھڑے کی سطح اندرونی میں لگے رہ گئے تھے ضرور اجزائے مائع ہیں اور اُن سے دو وصف بدل گئے۔

(۳۲۷) اسی گھڑے میں اگر پانی گرم کیا تو تغیر اور زیادہ ہو جائیگا اور ضابطہ برجندیہ پر ناقض آئیگا۔

(۳۲۸) زخم دھونے کے لئے پانی میں نیم کے پتّے ڈال کر جوش دیتے ہیں ان سے اس کا رنگ، مزہ، بُو سب بدل جاتا ہے مگر رقّت میں فرق نہیں آتا۔

اقول مقتضائے اصول معتمدہ یوسفیہ اُس سے وضو کا جواز ہے یہاں تک کہ اگر زخم اعضائے وضو پر تھا اُس پانی سے دھونے کے بعد اُسے دوسرے پانی سے دھونے یا مسح کی حاجت نہیں کہ یہاں غلبہ اجزا و غلبۂ طبع نہ ہونا تو بدیہی اور زوال اسم بھی نہیں کہ وُہ پانی ہی ہے اور پانی ہی کہا جائے گا کوئی دوسری چیز دُوسرے مقصد کے لئے نہ ہو گیا مقصود زخم دھونا ہے اور یہ کام خود پانی کا ہے نیم کے پتے اس کے رفع غائلہ و دفع ضرر کے لئے شامل کئے گئے تھے کہ سادے پانی کو زخم چرائے تو نقصان پہنچے و لہذا پتوں کے پکنے نہ پکنے پر یہاں نظر نہیں ہوتی کہ مقصود پانی ہے نہ پتے مگر ضابطہ برجندیہ پر صراحت وارد کہ پانی طبع میں متغیر ہو گیا۔

(۳۲۹ و ۳۳۰) اقول بعینہٖ اسی دلیل سے نطول و پاشویہ کا پانی بھی بحکم اصول معتمدہ قابلِ طہارت ہے یہاں تک کہ پاشویہ کے بعد پاؤں یا نطول کے بعد غسل میں سر یا اُس موضع کا جہاں وہ پانی دھار نے میں پہنچا دوسرے پانی سے دھونا ضرور نہ رہا واللہ تعالٰی اعلم یہ صورتیں بھی وہی ہیں کہ مقصود صرف پانی ہے دھار نے امالہ میں تنہا گرم پانی بھی کام دیتا ہے دوائیں زیادت قوت کے لئے ہیں۔

اقول یہ دونوں بھی ضابطہ برجندیہ پر ظاہر الورود۔

(۳۳۱) حُقّے کا پانی اگرچہ دھوئیں کے سبب اُس کا رنگ، مزہ، بُو سب بدل جائیں قابلِ طہارت ہے

Marfat.com

اُس کے ہوتے تیمم کی اجازت نہیں ہو سکتی کما بیناہ فی فتاونا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ ت) **اگر کہیے** اس میں اور سوڈا واٹر میں کہ صرف گیس کی ہوا سے بنایا گیا کیا فرق ہے وہاں ہوا اور یہاں دُھوئیں نے اوصاف بدل دیے اور پانی میں باقی دونوں نہ رہے۔

اقول فرق وہی ہے کہ بارہا گزرا وہاں زوال اسم ہوگیا کہ اب اسے نرا پانی نہیں کہہ سکتے کہ مقصد دیگر کے لیے شئے دیگر ہوگیا بخلاف اس کے کہ پانی ہی ہے کوئی دوسری چیز نہ ہوگیا۔ اعتبار مقاصد کا بیان بقدر کافی گزرا اور اس کی نظیر آبِ زردج وآبِ زعفران ہے کہ تغیر دونوں میں یکساں اور اوّل سے وضو روا جب تک رقّت باقی رہے یہی صحیح ہے ھدایہ وغیرھا وقد مرفی ۸۱ (ہدایہ وغیرہ اور یہ ۸۱ میں گزرا ہے۔ ت) اور دوم سے ناروا جبکہ رنگنے کے قابل ہوجائے اگرچہ رقّت باقی رہے کما تقدم تحقیقہ فی ۱۲۲ (جیسا کہ اس کی تحقیق ۱۲۲ میں گزر گئی ہے۔ ت)

اقول وباللہ التوفیق اسے روشن تر کرے گا یہ کہ شوربا دار گوشت پکایا اگر قسم کھائی کہ گوشت نہ کھائیگا اس گوشت کے کھانے سے حانث ہوگا کہ اس امتزاجِ آب سے گوشت اپنی ذات میں نہ بدلا کہ اس کا مقصود بحالہ باقی لیکن اگر قسم کھائی پانی نہ پئے گا تو شوربا پینے سے حانث نہ ہوگا کہ اس امتزاج گوشت سے پانی بدل گیا کہ مقصود جدید کے لئے ہوگیا۔ یُونہی دُودھ میں شکر شہد بقدر شیرینی ملائیے وہ دودھ ہی رہے گا سب اُسے دودھ ہی کہیں گے لیکن پانی میں اُس قدر ملائیے اب اُسے پانی کوئی نہ کہے گا شربت کہیں گے الی غیر ذلک مما یعلمہ المتفطن بالمقایسۃ (اس کے علاوہ دوسری چیزیں جن کو ایک ذہین آدمی قیاس کے ذریعے سمجھ سکتا ہے۔ ت)

(۳۳۲) زمینِ حبش میں ایک درخت ہے کہ جب ہوائیں چلتی ہیں اُس سے دُھواں سا نکلتا ہے اور مینہ کی طرح برس جاتا ہے بعینہٖ مثل پانی کے ہوتا ہے امام ابن حجر مکی نے فرمایا کہ اُس سے وضو جائز نہیں کہ وُہ پانی نہیں بلکہ درختوں کی اور رطوبتوں کے مثل ہے کما تقدم (

اقول وقواعدنا لا تأباہ حتی عند من یجوز بماء یقاطر الکرم فانہ عندہ ماء تشربہ حتی اذا ارتوی رد الفضل بخلاف ھذا واللہ تعالٰی اعلم۔

میں کہتا ہوں کہ ہمارے قواعد اس حقیقت کے خلاف نہیں ہیں کیونکہ جن لوگوں نے انگور کے پودے سے ٹپکنے والے پانی سے وضو کو جائز قرار دیا ہے انہوں نے خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ پودا خود پانی پیتا ہے اور جب وہ سیر ہو جاتا ہے تو زاید پانی کو واپس پھینکتا ہے بخلاف اسکے (ت)

(۳۳۳) نیز صحرائے حبش میں جہاں پانی نہیں ملتا اہلِ قافلہ زمین میں گڑھا کھودتے اور بعض درختوں کی شاخوں سے اُسے چھپا دیتے ہیں کچھ دیر بعد اُس غار کے اندر سے بخارات اُٹھ کر اُن شاخوں سے لپٹتے

marfat.com

Marfat.com

اور پانی ہو کر ٹپک جاتے ہیں جس سے گڑھے میں اتنا پانی جمع ہوجاتا ہے کہ قافلے کو کفایت کرتا ہے فسبحٰن الرحمٰن الرحیم الرزاق ذی القوۃ المتین (مہربان رحم کرنیوالا، رزق دینے والا، مضبوط قوۃ والا پاک ہے۔ت) امام موصوف فرماتے ہیں اس سے بھی وضو جائز نہیں کہ درخت کا عرق ہے نہ پانی۔

قال بعد ما مر وبلغنی ان القوافل بارض الحبشۃ اذا عدموا الماء حفروا حفرۃ ثم ستروھا بشیئ من الشجر وترکوھا مدۃ ثم یصعد بخار من الحفرۃ یعلق بالشجرۃ ثم یرشح مائعا علی ھیأۃ الماء و یجتمع منہ فی الحفرۃ مایکفیھم وھو غیر طھور کما ھو ظاھر اذ ھو ماء شجر ایضا[1] اھ

اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ صحرائے حبش میں جہاں پانی نہیں ملتا قافلہ والے زمین میں ایک گڑھا کھودتے ہیں اور بعض درختوں کی شاخوں سے گڑھے کو ڈھانپ دیتے ہیں اور کچھ مدّت کے بعد گڑھے سے اُٹھنے والے بخارات اٹھ کر ان شاخوں کو مرطوب کردیتے ہیں جن سے پانی ٹپکنے لگتا ہے اور وُہ گڑھا پانی سے بھر جاتا ہے جس سے قافلے والے اپنی ضرورت پُورا کرتے ہیں یہ پانی بھی پاک کرنے والا نہیں کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ یہ بھی درخت کا پانی ہے اھ (ت)

اقول ظاہراً یہ محلِ نظر ہے وہ بخارات درخت کے نہیں زمین ہی سے اُٹھے اگر اُن شاخوں کا اثر اُن کو سردی پہنچا کر ٹپکا دینے میں ہے تو بظاہر وہ پانی ہی ہُوئے شاخوں نے صرف وہ کام دیا جو آب باراں میں کرۂ زمہریر کی ہوا دیتی ہے یا آب چاہ میں زمین کی سردی، ہاں اگر ان کے لپٹنے سے ان شاخوں سے کوئی رطوبت نکل کر ٹپکتی ہے تو بے شک اُس سے وضو جائز نہیں کہ وہ درخت کی تری ہے اور جب تک امر مشکوک رہے حکم عدم جواز ہی ہونا چاہئے کہ مامور بہ پانی سے طہارت ہے اور شک سے مامور بہ ادا نہیں ہوتا واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳۳۴) مار القطر پانی کہ مٹی کے برتن سے رسے محمود و مصفّٰی پانیوں میں ہے۔

(۳۳۵) یُوں ہی پانی کہ ہڈیوں، گولوں، ریتے پر گزار کر ٹپکایا صاف کیا جاتا ہے۔

(۳۳۶) نشاستہ کا پانی جس کا بیان اواخر رسالہ الرقۃ والتبیان میں گزرا جب اجزائے گندم تہ نشین ہو کر نِتھرا پانی رہ جائے یا خلط رہے تو اتنا کہ پانی کو دلدار نہ کرے وہ آبِ مطلق ہے اُس سے وضو جائز ہے جبکہ بے وضو ہاتھ نہ لگا ہو۔

(۳۳۷) آش جو کا پانی کہ بار بار بدلا جاتا ہے اگر ٹھنڈا ہو کر دلدار ہونے کے قابل نہ ہو آب مطلق ہے ورنہ نہیں۔

---

[1] فتاوٰی کبرٰی کتاب الطہارۃ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۲

Marfat.com

(۳۳۸) ماء العسل کہ شہد میں دو چند پانی ملا کر جوش دیں یہاں تک کہ دو ثلث جل جائے پانی نہ رہا۔

(۳۳۹) یوں ہی ماء الشعیر کہ جَو جوش دیں یہاں تک کہ کھل کر مہرا ہو جائیں صاف کرکے مستعمل ہوتا ہے بوجہ کمال امتزاج پانی نہ رہا۔

(۳۴۰ و ۳۴۱) یوں ہی ماء الاصول و ماء البزور جڑوں اور تخموں کے جوشاندے۔

(۳۴۲) یوں ہی ماء الرماد کہ پانی میں بار بار راکھ ڈال کر ہر بار جوش دیتے ہیں پھر صاف کرتے ہیں مثل جوشاندۂ دوا ہے۔

(۳۴۳) ماء النون کہ ماہی نمکسود سے پانی سا ٹپکتا ہے۔

(۳۴۴) ماء الجُمّہ بضم جیم و تشدید میم مفتوح کہ فارسی میں آبکُمہ بسکون با وضم کاف و فتح میم مخفف کہتے ہیں دریائے چین و ہرموز میں ایک قسم کی مچھلی کے پیٹ سے خاکستری رنگ کا پانی نکلتا ہے یہ دونوں سرے سے پانی نہیں۔

(۳۴۵ تا ۳۵۰) سونے، چاندی، تانبے، رانگ، لوہے، سیسے کے پانی کہ ماء الذہب، ماء الفضہ، ماء النحاس، ماء الرصاص، ماء الحدید، ماء الاسرب اور سب کو ماء المعدن کہتے ہیں، اس کے تین معنی ہیں:

ایک یہ کہ انہیں آگ میں سُرخ کرکے پانی میں بجھائیں جسے زر تاب آہن تاب وغیرہ کہتے ہیں۔ یہ ۱۳۶ میں گزرا۔

دوم ان کا گداختہ جسے محلول زر وغیرہ کہتے ہیں ظاہر ہے کہ یہ جنس آب ہی سے نہیں اس کا اشارہ فصل ثانی صدر بیان اضافات میں اور جزئیہ حاشیہ ۱۹۰ میں ازہری و دوانی سے گزرا۔

سوم وہ پانی کہ ان کی معادن میں ملتا ہے۔

اقول ان کا تکوّن پارے اور گندھک سے ہوتا ہے اور ان کا دخان و بخار سے اور اس کا اجزائے مائیہ و ہوائیہ سے اگر یہ وہ پانی ہے جس کے بعض سے بخار بنا کہ دھوئیں سے مل کر زیبق ہوا اور وہ کبریت سے مل کر معدن یا اُس بخار کا حصہ ہے کہ سردی پا کر پانی ہو گیا تو آبِ مطلق ہے اور اگر یہ وہ مادۂ زیبق ہے جس کی مائیت میں کبریتی دخان ملا اور پارا بننے کے لئے مہیا کیا اور ہنوز قلتِ یبوست نے شکلِ آب پر رکھا تو آبِ مقید ہے یا پانی ہی نہ رہا واللہ تعالٰی اعلم۔

فوائد منثورۃ — متفرق فائدے

(۱) لما اصلح المدقق العلائی فی الدر مغترفا (۱) امام علائی نے در میں بحر سے اخذ کرکے امام فخر

marfat.com

Marfat.com

من البحر ضابطة الامام الفخر لا بل حکمها کما اعلمناك فی ۲۸ بزیادة قید مالم یزل الاسم کنبیذ تمر اعترضه العلامة ش بانه یرد علیه ما قدمناه عن الفتح تأمل[1] ای ما ذکره المحقق فی الفتح علی ذکرزوال الرقة فی الاقسام ان الکلام فی الماء وھذا قد زال عنه اسم الماء۔

کے ضابطہ کی جب اصلاح کی بلکہ اس کو نافذ کیا جیسا کہ ہم نے ۲۸ میں بیان کیا ہے کہ اس میں پانی کا نام باقی نہ رہنے کی قید زیادہ کرنی ہوگی جیسے نبیذ تمر۔ تو علامہ شامی نے امام علائی پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ اس پر فتح القدیر سے ہمارا پہلے نقل ہوا کلام وارد ہوگا، غور چاہئے اھ یعنی اس سے محقق صاحبِ فتح القدیر کا وہ کلام مراد ہے جو انہوں نے پانی کے اقسام میں رقت کے زائل ہونے کے بارے میں فرمایا ہے کہ رقت کے ختم ہوجانے پر اس کو پانی نہیں کہا جاتا جبکہ یہ بحث پانی کے بارے میں ہے۔ (ت)

اقول مع قطع النظر عما قدمنا علی الفتح[2] بینھما لون بعید فزائل الرقة لم یبق ماء عرفا ولا لغة بخلاف ھذا کما ذکرنا فی الفصل الثانی قبیل الاضافات ولوسلم[3] ھذا سقطت الاقسام کلها علی التحقیق فان الاسباب ثلثة کثرة اجزاء المخالط وزوال الطبع والاسم وقد انکر المحقق الثانی وانتم الثالث والاول احق بالانکار منه فما فیه ماء ومثله او اکثر منه لبن لیس ماء قطعا وان کان فیه ماء۔

میں کہتا ہوں کہ فتح پر ہماری بیان کردہ بحث سے قطع نظر، دونوں صورتوں میں بڑا فرق ہے کہ فتح میں جس کو بیان کیا ہے وہ خالی از رقت چیز ہے جس کو لغت اور عرف میں پانی نہیں کہا جاتا اور یہ جس کو علامہ علائی نے بیان فرمایا ہے وہ رقت اور بہنے والی چیز ہے جیسا کہ انہوں نے اس کو اضافات کی بحث سے قبل دوسری فصل میں بیان کیا ہے اور اگر یہ (رقت ختم ہوگی تو پانی کا نام زائل ہوگا ورنہ نہیں) تسلیم کرلیا جائے تو پھر (پانی سے طہارت کے حصول منافی) تمام اقسام ساقط قرار پائیں گے، کیونکہ (منافی) اسباب تین ہیں، پانی میں ملنے والی چیز کے اجزاء کا غلبہ، پانی کی طبیعت (رقت) کا زوال اور نام کی تبدیلی۔ ان میں سے محقق نے دوسرے اور تم نے تیسرے کا انکار کردیا اور پہلے کا انکار بطریق اولیٰ ہوجائے گا، پس جب پانی اور دودھ برابر ہوں یا دودھ زیادہ ہو تو اس کو پانی نہیں کہا جاتا حالانکہ اس میں پانی ہے (یعنی نام تبدیل ہوگیا حالانکہ اس کی رقت باقی ہے)۔ (ت)

(۴) وقع فی شرح النقایة العلامة البرجندی بعد ما نقل عن الھدایة ما قدمنا فی سادس

(۴) علامہ برجندی نے نقایہ کی اپنی شرح میں ہدایہ کے اس مضمون کو جسے ہم نے تیسری فصل کے چھٹے ضابطہ میں

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۳

Marfat.com

ضوابط الفصل الثالث ما نصه وفیہا ایضا ان الثمار الیابسۃ اذا وقعت فی الماء فان کان الغالب طعم ذلک الشیئ لایجوز التوضی منہ[1] اھ۔

بیان کیا ہے ، نقل کرنے کے بعد کہا ، جو یہ ہے ۔ اور ہدایہ میں بھی ہے کہ اگر پانی میں خشک پھل پڑ جائے اور پانی پر اس پھل کا ذائقہ غالب ہوجائے تو اس پانی سے وضوء جائز نہیں ہے اھ (ت)

اقول ولیس ایضا فی الھدایۃ[1] ثم ھو خلاف اماما المذھب لما اعلمناک ھناک ان اعتبار الاجزاء دون الاوصاف مجمع علیہ فی الجامد وانما الخلف فی المائع[2] ثم قید الیابسۃ لایظھر لہ فائدۃ الا ان یقال ان الیابس ابطأ تحللا من الرطب فیدل علی طول مکثہ فی الماء فیکثر عملہ وفیہ ان العمل بالتحلل فالرطب اسرع عملا ولانظر الی مدۃ المکث واللہ تعالٰی اعلم۔

میں کہتا ہُوں کہ ہدایہ میں بھی نہیں اور اس کے علاوہ وہ مذہب کے ائمہ کے بھی خلاف ہے جیسا کہ ہم نے آپ کو وہاں بتایا ہے کہ (جامد چیز کے ملنے سے) بالاتفاق غلبہ میں اجزاء کا اعتبار ہے ۔ اختلاف تو صرف بہنے والی چیز کے ملنے میں ہے پھر خشک کی قید بھی بے فائدہ ہے ، ہاں اگر یُوں کہا جائے کہ خشک دیر سے گھُلتا ہے اس لیے زیادہ دیر پانی میں رہنے کی وجہ سے اس کی تاثیر زیادہ ہوتی ہے لیکن یہاں یہ بات قابلِ غور رہے کہ (ذائقہ کے معاملہ میں) پھل کے گھُلنے کا دخل ہے جبکہ پانی میں تازہ سبز پھل جلدی گھُل جاتا ہے ۔ اس معاملہ میں پانی میں پڑے رہنے کا کوئی دخل نہیں ہے ، واللہ تعالٰی اعلم ۔ (ت)

(۳) اثبتنا وللہ الحمد عرش التحقیق علی ان العبرۃ فی الطبخ بزوال الطبع ولو مآلا اوالاسم بالمعنی الثالث لابتغیر وصف او اوصاف وان محمدا ایضا لایعتبرھا فی الجامد واذا اعتبرھا فی المائع لایرسلہا ارسالا بل یرتب فیقدم اللون ثم الطعم ولا یعتبر الریح اصلا کما بیناہ بکلام الامام ملک العلماء۔

(۳) اللہ تعالٰی کا شکر ہے کہ ہم نے پوری تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ پانی میں پکانے کی صورت میں (ملنے والی چیز کے غلبہ کے لئے) پانی کے ایک وصف یا تمام اوصاف کی تبدیلی کا اعتبار نہیں ہے بلکہ اس صورت میں پانی کی طبیعت یا نام کے زوال کا اعتبار ہے اگرچہ بعد میں ہو نیز امام محمد رحمہ اللہ بھی جامد چیز میں اس کا اعتبار نہیں کرتے وہ صرف بہنے والی چیز میں اس (وصف کی تبدیلی) کا اعتبار کرتے ہیں وہ بھی

---

[1] شرح النقایۃ للبرجندی ابحاث الماء نولکشور لکھنؤ ۱/۳۲

marfat.com

Marfat.com

ہر طرح نہیں بلکہ اوصاف کی ترتیب کے لحاظ سے، پہلے رنگ پھر ذائقہ (کی تبدیلی) کا اعتبار کرتے ہیں جبکہ بُو کی تبدیلی کا وہ بالکل اعتبار نہیں کرتے جیسا کہ امام ملک العلماء کے کلام سے ہم نے واضح کیا ہے۔ (ت)

فایاك ان تتوھم مما قدمنا من کلامہ ثمہ اذ قال مجیبا للامام الکرخی عن الامام ابی طاھر الدباس فی النبیذ المطبوخ ان المائع الطاھر اذا اختلط بالماء لایمنع التوضوء اذا لم یغلب علی الماء اصلا اما اذا غلب بوجہ من الوجوہ فلا وھھنا غلب من حیث الطعم واللون وان لم یغلب من حیث الاجزاء[1] اھ ان العبرۃ ھھنا للوصف وان الریح ایضا معتبرۃ وان لا ترتیب فی اعتبارھا لقولہ اذا غلب بوجہ من الوجوہ فیصدق بغلبۃ الریح دون الباقین وبغلبۃ الطعم دون اللون فی ذی اللون بل المراد الغلبۃ بحیث یزول الاسم الاتری الی قولہ فی صدر المبحث اذا خالطہ علی وجہ زال عنہ اسم الماء[2] وقال فیما یقصد بہ التنظیف یجوز وان تغیر لون الماء او طعمہ او ریحہ لان الاسم باق[3] وقال الا اذا صار کالسویق لانہ حینئذ یزول اسم الماء[4] وقال لو تغیر بالطین اوالاوراق او الثمار یجوز لانہ لم یزل اسم الماء[5] وقال قیاس ما ذکرنا

ہم نے ملک العلماء کا کلام پہلے ذکر کیا ہے جہاں انہوں نے امام ابوطاہر کی طرف سے امام کرخی کو جواب دیتے ہوئے پکے ہوئے نبیذ کے بارے میں فرمایا کہ پانی میں بہنے والی کسی پاک چیز کے ملنے سے وضو جائز ہے بشرطیکہ وہ چیز پانی پر غالب نہ ہو اور اگر کسی وجہ سے وُہ چیز غالب ہوجائے تو پھر وضو جائز نہ ہوگا اور یہاں (پکے ہوئے نبیذ) میں ذائقہ اور رنگ کے لحاظ سے غلبہ ہوا ہے اگرچہ اجزا کے لحاظ سے غلبہ نہیں ہے اھ۔ اس کلام سے آپ کو یہ غلط فہمی نہ ہو (کہ یہ ہماری مذکورہ بالا تحقیق کے خلاف ہے) کیونکہ نبیذ مذکور میں (جامد چیز ملنے اور پکے ہونے کے باوجود) وصف کا اور بدبُو بدلنے کا اور اوصاف میں ترتیب نہ ہونے کا اعتبار ہے کیونکہ انہوں نے کسی طرح سے غلبہ کہا ہے جو صرف بُو تبدیل ہونے اور رنگ والی چیز میں صرف ذائقہ بدلنے والی صورت کو بھی شامل ہے۔ یہ اس لئے (کہ ملک العلماء کے مذکور کلام میں غلبہ اجزاء یا زوالِ طبیعت کی بجائے کسی دوسرے مقصد کے لئے) نام کی تبدیلی والا غلبہ مراد ہے۔ اس بحث کی ابتداء میں ان کے حسب ذیل اقوال کو غور سے دیکھیں "جب کوئی چیز اس طرح ملے کہ پانی کہنا درست نہ ہو" اور کہا زیادہ صفائی کی غرض سے اگر کوئی چیز ملائی تو اس سے

---

[1] بدائع الصنائع مطلب الماء المقید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۷

[2] تا [5] ایضاً ۱/۱۵

ان لایجوز بنبیذ التمر لتغیر اسم الماء و صیرورتہ مغلوبا بطعم التمر[1] ثم ذکر مسئلۃ المطبوخ وان الکرخی جوزہ لان اجزاء الماء غالبۃ واجاب عن ابی طاھر بما مر فانما اراد رحمہ اللہ تعالی اذا غلب علی الماء بوجہ من الوجوہ بحیث ازال اسمہ۔

وضو جائز ہے اگرچہ پانی کا رنگ، بُو اور ذائقہ تبدیل ہوجائے کیونکہ ابھی اس کا نام باقی ہے۔ اور کہا مگر جب وہ ستّو کی طرح گاڑھا ہوجائے (تو جائز نہیں) کیونکہ اب پانی نہیں کہا جائیگا" اور کہا "اگر پانی میں مٹی یا پتّے یا پھل گرنے سے تبدیلی آئے تو وضوء جائز ہے کیونکہ ابھی اس کا نام پانی ہے" اور کہا "ہمارے مذکورہ قاعدے پر نبیذ تمر سے وضوء جائز نہیں کیونکہ اس کا نام تبدیل ہوگیا ہے اور وہ کھجور کے ذائقہ سے مغلوب ہوگیا ہے"۔ ان اقوال کے بعد انہوں نے پکے ہوئے پانی میں ملاوٹ کا مسئلہ ذکر کیا ہے اور کہا کہ امام کرخی نے اس سے وضو کو جائز کہا ہے کیونکہ ان کے خیال میں ابھی پانی کے اجزاء غالب ہیں اس کا جواب امام ابوطاہر کی جانب سے ملک العلمائنے دیتے ہوئے مذکور کلام کیا ہے جس میں انہوں نے کسی وجہ سے پانی پر غلبہ کا ذکر کرکے نام بدلنے والا غلبہ مراد لیا ہے۔ (ت)

وقد اعلمناک انہ لایکون ذلک بالریح المجردۃ وانہ لایکون فی الجامد الا اذا صار شیئا اٰخر لمقصد اٰخر ولا یکون ھذا ھھنا الا اذا غلب الطعم بحیث یجعلہ نبیذا کما قال نبیذ التمر الذی فیہ الخلاف ھو ان یلقی شیئ من التمر فی الماء فتخرج حلاوتہ الی الماء وقال فیحمل علی ما حلا وخرج عن الاطلاق کما قدمنا فی ۱۱۶ فعلی الطعم المدار ھھنا۔

اور ہم آپ کو پہلے بتاچکے ہیں کہ پانی کا نام نہ تو صرف بُو کی تبدیلی سے زائل ہوتا ہے اور نہ ہی جامد چیز کے ملنے سے پانی سے اس کا نام زائل ہوتا ہے، جب تک وہ کسی دوسرے مقصد کے لئے دوسری چیز نہ بن جائے اور یہاں نبیذ کے متعلق نام کی تبدیلی ذائقہ کی تبدیلی کے بغیر نہیں ہوتی جس کے سبب نبیذ بنتا ہے، جیسے کہ انہوں نے فرمایا کہ وہ نبیذ جس میں اختلاف ہے وہ پانی میں کھجوریں ڈالنے پر مٹھاس جب پانی میں منتقل ہوجائے اور کہا کہ نبیذ میٹھا ہوگا اور یہ پانی کے اطلاق سے خارج ہوگا جیسا کہ ہم بحث ۱۱۶ میں پہلے بیان کرچکے ہیں، اسی لئے نبیذ بننے کا دارومدار ذائقہ پر ہے۔ (ت)

ولیس مما فیہ الترتیب لان اعتبارہ لیس من حیث انہ وصف تغیر بل لانہ تغیر فغیر الماء وصیرہ نبیذا الا تری الی ادارتہ

اور اس تبدیلی میں اوصاف کی ترتیب کا دخل نہیں ہے کیونکہ نبیذ میں کسی وصف کی تبدیلی کی بجائے یہ خود ایسی تبدیلی ہے جس نے پانی کو تبدیل کرکے نبیذ کی

---

[1] بدائع الصنائع مطلب الماء المقید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵

marfat.com
Marfat.com

الامر على خروج حلاوته الى الماء والى قوله لتغير اسم الماء وصيرورته مغلوبا بطعم التمر فلم يذكر اللون ولو كان يكفى الغلبة بوجه من الوجوه على معنى توهم لكان الوجه ذكر اللون لانه اسبق تغيرا فيه من الطعم فكان هو العلة للغلبة دون الطعم الحادث بعد ما صار مغلوبا فانما تركه لان المراد الغلبة المخرجة عن اسم الماء الجاعلة له نبيذا وانما يكون ذلك بالطعم من دون حاجة الى تغير اللون حتى لو فرض ان من التمر او شئ من التمر ما يغير طعم الماء فيجعله نبيذا ولا يغير لونه لكان الحكم المنع وذكره فى الجواب عن الدباس بيان للواقع فان الطعم لا يتغير به الا وقد تغير قبله اللون فافهم وتثبت هكذا ينبغى ان تفهم نفائس كلام العلماء والله تعالى الموفق۔

حقیقت میں بدل دیا ہے۔ کیا آپ نے نبیذ کے لئے کھجور کی مٹھاس کے منتقل ہونے کو بنیاد قرار دینے اور یہ کہنے پر کہ پانی کا نام تبدیل ہونے اور کھجور کے ذائقے سے مغلوب ہونے اور رنگ کی تبدیلی کا ذکر نہ کرنے پر غور نہیں کیا، اگر صرف کسی وجہ سے غلبہ کافی ہوتا جیسا کہ غلط فہمی ہو رہی ہے تو پھر وجہ میں رنگ کو ذکر کیا جاتا کیونکہ کھجوروں کے ذائقے سے قبل پانی کا رنگ تبدیل ہوتا ہے تو چاہیے تھا کہ رنگ کی تبدیلی کو غلبہ کی وجہ بتایا جاتا اور ذائقہ جو بعد میں پیدا ہوا اس کو وجہ نہ بنایا جاتا اس کا ترک اس لیے کیا ہے کہ غلبہ سے مراد وہ ہے جو پانی کے نام کو ختم کرکے اسکو نبیذ بنائے یہ سب اس لیے کہ پانی کا نام بدلنے اور نبیذ بنانے میں صرف ذائقہ کی ضرورت ہے لہٰذا فرض کریں اگر کھجور یا کوئی پھل ایسا ہو جس سے صرف ذائقہ تبدیل ہوا اور پانی کو نبیذ بنادے تو اسکا حکم منع ہے (باقی رہا یہ سوال) کہ ملک العلمائ نے ابوطاہر الدباس کی طرف سے جواب میں ذائقہ کے ساتھ رنگ کی تبدیلی کا ذکر کیوں کیا، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے بطور حقیقتِ واقعہ بیان کیا ہے کہ ذائقہ کی تبدیلی سے قبل رنگ کی تبدیلی ضرور ہوتی ہے، سمجھو اور اثبات کرو، علماء کے نفیس کلام کو یُوں سمجھنا چاہیے، اور اللہ تعالٰی ہی توفیق دینے والا ہے۔ (ت)

(۴) اكمال الكلام فى توجيه قول محمد بالترتيب اقول وبالله التوفيق لاريب سواه ان اضعف وصف فى الماء ريحه بل لاريح له حقيقة كما اشار اليه ابن كمال الوزير اذ قال فى الايضاح اوصافه الطعم واللون والرائحة والتغير على الحقيقة فى الاولين دون الاخير فلا بد من المصير الى

(۴) "اوصاف کی ترتیب کے بارے میں امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کے قول کی توجیہ میں کلام کو مکمل کرنا" میں کہتا ہوں اللہ کے بغیر کوئی رب نہیں ہے اور وہی توفیق دینے والا ہے، بلاشبہ پانی کا سب سے کمزور وصف اس کی بُو ہے بلکہ حقیقت میں اس کی بُو نہیں ہے، جیسا کہ ابن کمال وزیر نے اشارہ دیا ہے، کیونکہ انہوں نے ایضاح میں کہا ہے کہ پانی کے اوصاف

Marfat.com

عموم المجاز اھ ثم لونہ حتی قیل لا لون لہ کما سیأتی واقواھا طعمہ ۔

تین ہیں: ذائقہ، رنگ اور بُو۔ تبدیلی پہلے دونوں وصفوں میں حقیقتاً ہوتی ہے اور تیسرے میں نہیں ہوتی، لہٰذا تبدیلی کا اطلاق مجاز کے عموم کے طور پر ہے اھ۔ اور دوسرے نمبر کا کمزور وصف پانی کا رنگ ہے حتی کہ بعض نے کہا کہ پانی کا رنگ نہیں ہے جیسا کہ آئندہ بحث آئے گی، اور پانی کا سب سے قوی وصف اس کا ذائقہ ہے۔ (ت)

ثم ھو شیئ لطیف رطب سریع الانفعال فما خالفہ فی شیئ من اوصافہ اثر فیہ قبل ان یبلغ الماء قدرا فلا یتوقف تغیرا لوصف علی تساوی القدر قط والتغیر فی الاضعف اسبق فما خالفہ فی اللون والطعم یکون تغیرہ اللون قبل ان یتغیر الطعم کما ھو مشاھد فی النبیذ وغیرہ فمن قبل ھذا اجاء الترتیب ان ما یخالفہ لونا لا یعتبر فیہ الا اللون لانہ ان غلب سلب لونہ اولا فاذا لم یسلبہ لم یسلب الطعم بالاولی واذا لم یغیرھما فکیف یساوی الماء قدرا فان تغیر الاوصاف اسبق بکثیر من تساوی المقدار فبعدم التغیر فی اللون یعلم انتفاء الاسباب جمیعا اعنی الغلبۃ من حیث اللون ومن حیث الطعم ومن حیث الاجزاء ویعلم ان المخالط مغلوب فلذا انیط الامر فیہ علی تغیر اللون وحدہ فان تغیر الطعم بعدہ فذاک والا فلا حاجۃ لحصول الغلبۃ باللون نعم ما لا یخالفہ فی اللون لا یغیرہ وان غلب علیہ قدرا فیعتبر فیہ تغیر الطعم لکونہ اسبق من تساوی القدر فان لم یتغیر علم انتفاء التساوی بالاولی وثبت ان المخالط مغلوب

پھر پانی ایک لطیف چیز ہے جو تیزی سے متاثر ہوتا ہے لہٰذا جو چیز پانی کے اوصاف کے خلاف ہوگی وہ مقدار میں پانی کے مساوی ہونے سے قبل ہی پانی پر اثر انداز ہوجاتی ہے اور پانی کے اوصاف کی تبدیلی کے لئے پانی کی مقدار کے برابر ہونا ضروری نہیں، نیز تبدیلی کا عمل سب سے پہلے پانی کے کمزور وصف میں ہوگا لہٰذا جو چیز رنگ اور ذائقہ میں پانی کے مخالف ہوگی وہ پہلے پانی کے رنگ کو اور اس کے بعد ذائقہ کو تبدیل کرے گی جیسا کہ نبیذ وغیرہ میں اس بات کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ پانی کے اوصاف میں ترتیب کی بنیاد یہی چیز ہے، لہٰذا اگر پانی میں ملنے والی چیز صرف رنگ میں مخالف ہے تو پانی پر اس کا غلبہ صرف رنگ کے تبدیل ہونے سے ظاہر ہوجائیگا اور اگر وہ چیز غلبہ کی صورت میں پانی کا رنگ تبدیل نہ کرسکے تو ذائقہ کو ہرگز تبدیل نہ کرسکے گی، اور جب یہ چیز ابھی تک پانی کے اوصاف کو تبدیل نہیں کرسکی تو مقدار میں برابر ہونا دُور کی بات ہے کیونکہ مقدار میں مساوی ہونے سے قبل اوصاف میں تبدیلی ہوا کرتی ہے، لہٰذا جب پانی کا رنگ تک تبدیل نہ ہوا تو معلوم ہوا کہ ابھی تک پانی میں تبدیلی کا کوئی سبب نہیں پایا گیا یعنی رنگ کی تبدیلی، ذائقہ کی تبدیلی اور پانی کے اجزاء کے

marfat.com
Marfat.com

وان تغير فقد غلب وان لم يساوقدرا اما مالا يغير لونا ولا طعما وانما يكون اذا لم يخالف في شئ منهما اذ لو خالف لسبق التغيير تساوي القدر فهذا الذي تعتبر فيه الغلبة بالاجزاء۔

اعتبار سے تبدیلی یعنی اس کے اجزاء کم ہو گئے اور ملنے والی چیز کے اجزاء غالب ہو گئے اور جب تبدیلی کا کوئی عمل ظاہر نہ ہوا تو معلوم ہوا کہ ابھی تک وہ چیز مغلوب ہے اور پانی غالب ہے، اس لیے تبدیلی کے ظہور کے لئے صرف رنگ کو معیار قرار دیا گیا ہے کیونکہ باقی تبدیلیاں اس کے بعد ہوتی ہیں ورنہ رنگ میں تبدیلی کی کوئی حاجت نہیں ہے، ہاں اگر کوئی چیز رنگ میں پانی کے مخالف نہ ہو تو اجزاء میں غلبہ کے باوجود اس کے ملنے پر پانی کا رنگ نہیں بدلے گا۔ تو اس صورت میں ذائقہ کا اعتبار رہو گا کیونکہ اجزاء کی تبدیلی (غلبہ) سے قبل ذائقہ کی تبدیلی معیار رہے اور جب ذائقہ کے لحاظ سے تبدیلی نہ ہوئی تو معلوم ہو جائیگا کہ اجزاء کے لحاظ سے بھی تبدیلی نہیں ہوئی (اگرچہ یہ چیز مقدار میں پانی کے مساوی یا غالب بھی ہو جائے) اور ثابت ہو گیا کہ ملنے والی چیز مغلوب ہے اگر ذائقہ تبدیل ہو گیا تو وہ غالب ہو گی اگرچہ مقدار میں برابر نہ ہو، اگر ملنے والی چیز رنگ، ذائقہ دونوں تبدیل نہ کرے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب دونوں میں سے کسی کے مخالف نہ ہو کیونکہ اگر وہ مخالف ہوتی تو مساوی المقدار میں تبدیلی آجاتی، تو ایسی صورت میں پانی پر غلبہ کا معیار اجزاء کے اعتبار سے ہوگا (یعنی ملنے والی چیز کی مقدار پانی کے برابر یا زیادہ ہو جانے کو معیار قرار دیا جائیگا) (ت)

فالحاصل ان ما خالفه لونا او طعما لا عبرة فيه بغلبة الاجزاء لا بمعنى انها توجد ولا تعتبر مالم يتغير لون او طعم فانه باطل بداهة وفيم ينتظر الوصف مع ثبوت الخروج عن المائية للمركب قطعا بل بمعنى انها لا يحتاج اليها لتعرف الغلبة لانها لا تحصل ههنا الا وقد غلب المخالط قبلها وكذلك ما خالفه لونا لا عبرة فيه للطعم بالمعنى المذكور وهذا معنى ما نص عليه الرواة الثقات فقصروا اعتبار الطعم على ما يوافقه لونا واعتبار الاجزاء على ما يوافقه فيهما ومثلوا لكل قسم باشياء على حدة وهذه عبارة زاد الفقهاء ثم البناية وغيرهما تعتبر الغلبة اولا من حيث

الحاصل جب رنگ اور ذائقہ کو تبدیل کرنے والی چیز پانی میں ملے گی تو پہلے رنگ دوسرے نمبر پر ذائقہ کو معیارِ غلبہ قرار دیا جائیگا ایسی صورت میں غلبہ کا معیار اجزاء کی مقدار کو نہیں بنایا جائے گا، یہ مطلب ہرگز نہیں کہ رنگ اور ذائقہ میں مخالف چیز اگر مقدار کے لحاظ سے پانی کے مساوی یا زیادہ ہو جائے تب بھی غلبہ نہیں مانا جائے گا کیونکہ یہ واضح طور پر غلط ہے اس لئے کہ اجزائے کے غلبہ سے پانی مغلوب ہو کر اپنی طبع سے خارج ہو جاتا ہے اور وہ پانی نہیں رہتا بلکہ وہ ایک مرکب چیز بن جاتا ہے بلکہ ابھی اس معیار کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ غلبہ کی پہچان ابھی اس سے کم درجہ کی تبدیلی سے ہو سکتی ہے، رنگ کے لحاظ سے مخالف چیز کی موجودگی میں ذائقہ کے معتبر نہ ہونے کا بھی یہی مقصد ہے

Marfat.com

اللون ثم الطعم ثم الاجزاء فان كان لونه مخالف لون الماء كاللبن والعصير والخل وماء الزعفران فالعبرة باللون فان توافقا لونا لكن تفاوتا طعما كماء البطيخ والشمس والانبذة فالعبرة للطعم وان توافقا لونا وطعما كماء الكرم فالعبرة للاجزاء[1] اھ وعبارة ملك العلماء ان كان يخالف لونه لون الماء كاللبن وماء العصفر والزعفران تعتبر الغلبة في اللون وان كان لا يخالف الماء في اللون ويخالفه في الطعم كعصير العنب الابيض وخله تعتبر في الطعم وان كان لا يخالفه فيهما تعتبر في الاجزاء[2] اھ وعبارة خزانة المفتين ينظر ان كان يخالف لونه لون الماء كاللبن والعصير والخل والزعفران فالعبرة باللون وان كان يوافق لونه لون الماء نحو ماء الثمار والاشجار والبطيخ فالعبرة للطعم ان كان شيئا يظهر له طعم في الماء وذلك نحو نقيع الزبيب وسائر الانبذة وان كان شيئا لا يظهر طعمه في الماء فالعبرة لكثرة الاجزاء[3] اھ وعبارة الحلية ان كان المخالط شيئا لونه يخالف لون الماء مثل اللبن والخل وماء الزعفران ثم قال وان كان لا يخالف في اللون ويخالف في الطعم نحو

(یعنی تبدیلی کی پہچان کے لئے پہلے معیار کی موجودگی میں دوسرے نمبر کے معیار کی ضرورت نہیں، لیکن بعد کے نمبر والے معیار کے پائے جانے پر پچھلے معیار کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے)۔

ثقہ راویوں نے جو بیان کیا ہے اس کا یہی مطلب ہے کہ پانی میں ملنے والی چیز اگر رنگ میں موافق ہو تو ذائقہ اور اگر ذائقہ میں بھی موافق ہو تو پھر غلبہ کے لئے اجزاء اور مقدار کا اعتبار ہوگا۔ اور انہوں نے معیار کی ہر صورت کی مثال علیحدہ دی ہے۔ چنانچہ زاد الفقہا اور بنایہ وغیرہا کتب میں مذکورہ بیان کی وضاحت یوں کی کہ غلبہ پہلے رنگ کے اعتبار سے ہوگا پھر ذائقہ پھر اجزاء کے اعتبار سے ہوگا اس کے ساتھ صرف رنگ میں تبدیلی ظاہر کرنے والی چیزوں کی مثال دودھ، پھلوں کا جوس، سرکہ اور زعفران کا پانی، ذکر کی ہے۔ اور کہا کہ ان چیزوں کی وجہ سے جب پانی کا رنگ بدل جائے تو پانی کو مغلوب اور ان چیزوں کو غالب قرار دیا جائیگا اور انہوں نے رنگ میں موافق اور ذائقہ میں مخالف چیز جو پانی میں مل کر پانی کے ذائقہ کی تبدیلی کو ظاہر کرتے کے بارے میں فرمایا اس میں ذائقہ معیار رہوگا، اس کی مثال میں انہوں نے تربوز کا پانی، دھوپ والا پانی اور نبیذوں کو ذکر کیا ہے، اور انہوں نے رنگ اور ذائقہ دونوں میں موافق چیزوں کی مثال میں انگور کے پودے کا پانی ذکر کیا ہے

---

[1] البنایة شرح الهدایة — الماء یجوز به الوضوء — ملک سنز فیصل آباد — ۱/۱۸۹

[2] بدائع الصنائع — مطلب الماء المقید — سعید کمپنی کراچی — ۱/۱۵

[3] خزانة المفتین — فصل فی المیاه — مسائل السؤر — قلمی نسخہ — ۱/۹

marfat.com

Marfat.com

ماء البطيخ وعصير العنب الابيض وخله ثم قال وان كان لا يخالفه فيهما تعتبر الغلبة في الاجزاء اھ[1] وعبارة البرجندي ان خالف لونه لون الماء كاللبن والزعفران فالعبرة لغلبة اللون وان توافقا فيه فللطعم وان لم يكن له طعم ايضا فللاجزاء اھ[2] وهكذا لخصه البحر كما مر وان زاد الريح من عند نفسه اذ قال مراده ان المخالط المائع ان كان لونه مخالفا تعتبر اللون وان كان لونه لون الماء فالطعم وان كان لا يخالفه في اللون والطعم فالاجزاء اھ[3]

فما قدمنا من عبارة الامام الاسبيجابي ان غير لونه فالعبرة للون وان لم يغير لونه بل طعمه فللطعم وان لم يغير لونه وطعمه فللاجزاء اھ على الصلوح دون الفعلية اي ما صلح لتغيير اللون وهو الذي يخالفه لونا فالعبرة فيه للون وان لم يصلح له بل لتغيير طعمه بان وافقه لونا وخالفه طعما فللطعم وهكذا لا ان المخالط ان غير اللون فذاك والا ينظر الى تغييره طعمه فان حصل والا عدل الى الاجزاء وذلك لما علمت ان ما

جو پانی میں مل جائے تو پانی پر غلبہ کا اعتبار اجزاء کے لحاظ سے ہوگا (یعنی پانی کی مقدار کے مساوی یا زیادہ ہونے پر پانی کو مغلوب اور انگور کے پودے کے پانی کو غالب قرار دیا جائیگا) اسی طرح ملک العلماء، خزانۃ المفتین، حلیہ، برجندی کی عبارتوں میں یہی مضمون مثالوں میں جزوی اختلاف کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ بحرالرائق نے اگرچہ اپنی طرف سے بُو کو بھی ذکر کیا ہے لیکن اس کے باوجود انہوں نے سب کا خلاصہ بیان کر دیا ہے۔

اور ہم نے قبل ازیں امام اسبیجابی کا جو کلام نقل کیا ہے کہ وُہ چیز رنگ تبدیل کردے تو رنگ کا اعتبار اور رنگ کو تبدیل نہ کرے تو پھر ذائقہ کا اعتبار اور اگر رنگ اور ذائقہ دونوں کو تبدیل نہ کرے تو پھر اجزاء اور مقدار کا اعتبار ہوگا اھ تو اس ترتیب کا مطلب یہ ہے کہ اس چیز میں تبدیلی مذکورہ کی صلاحیت ہو، ورنہ فعلیت کے لحاظ سے پانی میں ملی ہوئی چیز میں اگر اُوپر والا معیار پایا جائے گا تو نیچے والا ضرور پایا جائے گا۔ یہ ممکن نہیں کہ اوپر والا معیار پایا جائے اور نیچے والا نہ پایا جائے۔ مثلاً جب پانی میں ملنے والی

---

[1] حلیہ

[2] نقایہ للبرجندی ابحاث الماء نولکشور لکھنؤ ۱/ ۳۲

[3] بحرالرائق ابحاث الماء سعید کمپنی کراچی ۱/ ۷۰

Marfat.com

صلح لتغير اللون والطعم جميعا ان لم يغيرا اللون لم يغيرا الطعم ايضا وما صلح لتغيرهما واحد هما لا يمكن ان يكون مغلوبا فيهما غالبا او مساويا في القدر وان امكن هذا بطل الحكم بالترتيب ووجب القول باعتبار الثلثة مجملا ايها حصل حصلت الغلبة اذا عرفت هذا فاعلم ان اهل الضابطة لم يراعوا هذا الترتيب بل قالوا ما خالف في وصفين فايهما تغير غيّر وما خالف في الثلثة فاي اثنين تبدلا بدّل لاو بهذا الوجه اوردنا عليهم ما فيه سبق الطعم اللون وانكان غير واقع على مسلك الضابطة الشيبانية كما اوردنا عليهم ما فيه تغير الريح وان كان ساقط النظر عندها وحكمها بخلاف الضابطة الزيلعية ظاهر في ذوات الريح واما في سبقة الطعم فالقصرها الحكم على اللون في ذي اللون فان وقع سبق الطعم ثبت الحكم وان لم يكن واقعا في نظرها۔

چیز اپنی مقدار میں پانی کی مقدار کے برابر یا زیادہ ہوگی تو نچلے دونوں معیار یعنی ذائقہ اور رنگ والا معیار ضرور تبدیل ہوگا، اور یوں ہی اگر وہ چیز ذائقہ والا معیار رکھتی ہے تو اس کے پائے جانے پر رنگ والا معیار ضرور پایا جائیگا، یہ اس صورت میں جبکہ اوپر والے اور نیچے والے معیار میں موافقت ہو، ورنہ اگر موافقت نہ ہوگی تو پھر تینوں معیاروں میں ترتیب لازمی نہ ہوگی بلکہ پھر مجمل طور تینوں کو معیار قرار دیں گے اور کہیں گے کہ جو بھی پایا جائیگا غلبہ پایا جائیگا۔ اس وضاحت کے بعد معلوم ہونا چاہیئے کہ ضابطہ کو بیان کرنے والوں میں سے بعض نے ان معیاروں کی ترتیب کی رعایت نہیں کی اور انہوں نے یوں کہا کہ جو چیز پانی سے دو وصفوں میں مختلف ہے ان دو میں سے جو بھی تبدیل ہوگا تو پانی متغیر ہو جائیگا اور جو چیز تین اوصاف یعنی رنگ، بُو اور ذائقہ میں پانی سے مختلف ہو ان میں سے دو وصفوں میں تبدیلی ہو جانے سے پانی کو متغیر قرار دیں گے تو ان کی اس انداز کی تقریر پر میں نے ترتیب کو بیان کیا اور کہا تھا سب سے پہلے رنگ کی تبدیلی ہوگی، اگرچہ ضابطہ شیبانیہ پر یہ اعتراض نہیں ہوتا جیسا کہ بُو کی تبدیلی کے بارے میں ہم نے ان پر اعتراض کیا اگرچہ وہ ضابطہ شیبانیہ پر وارد نہیں ہوتا، اس ضابطہ کا حکم زیلعیہ کے برخلاف بُو والی چیزوں میں ظاہر ہے لیکن ذائقہ والی صورت کا پہلے ہونا اس لیے ہے کہ ضابطہ زیلعیہ نے رنگ والی چیز میں حکم کو رنگ کے ساتھ خاص کر دیا تاہم اگر ذائقہ پہلے ہو تو حکم ثابت ہوگا اگرچہ اس ضابطہ کے تحت ذائقہ پہلے نہیں ہوگا۔ (ت)

واقول من قبل الامام ابی یوسف ان اردتم تغير وصف بدون زوال الاسم

میں کہتا ہوں، کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی کی طرف سے یہ اعتراض کرتا ہوں اگر پانی کا نام تبدیل

marfat.com
Marfat.com

فممنوع کما علمت او ما یزیله فنعم و لم قلتم یقدم اللون فان الاسم بای شیئ زال زال اما قولکم هو اضعف فیسبق فی التغیر الطعم ولاعکس قلنا سبقة الفعل کما یکون بضعف المنفعل فلا یقاوم بالکسر کذٰلك یکون بقوة الفاعل فلا یقاوَم بالفتح وما المانع ان یکون شیئ طعمه اقوی شدیدا من لونه فیعمل فی طعم الماء القوی قبل ان یعمل لونه فی لونه الضعیف وعن هذا **اقول** ان الضابطة الزیلعیة اصابت فی تجویزها غلبة غیر اللون قبل اللون والضابطة الشیبانیة اصابت فی صورها فی الحکم فانها لاتسلم تقید الماء فیها وان کان بناء علی انها لاتقع وعلی هذا التحقیق والتنقیر یبتنی کلام الفقیر فی التطفلات علی الضابطة الزیلعیة وعلی البحر وفی ابداء المخالفات بینها و بین الحکم المنقول، علی ضابطة محمد سید الاکابر الفحول، فاعلم ذٰلك، والحمد ﷲ خیر مالك۔

ہوئے بغیر کسی وصف کی تبدیلی مراد لیتے ہو تو یہ تسلیم نہیں ہے جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے یا وصف کی تبدیلی سے پانی کے نام کی تبدیلی بھی مراد ہے تو یہ تسلیم ہے، لیکن پھر رنگ کی تبدیلی کو مقدم کیوں کہتے ہو حالانکہ نام کی تبدیلی جس وصف سے ہو جائے وہی مؤثر ہوگا (اور رنگ کے اعتبار کو مفہوم قرار دینے کی وجہ میں) آپ کا یہ کہنا کہ چونکہ رنگ ایک کمزور وصف ہے اس لئے وہ ذائقہ کی نسبت پہلے متغیر ہو جاتا ہے اس لئے ذائقہ کی تبدیلی اس سے پہلے نہیں ہوتی، تو اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ جس طرح اثر کو قبول کرنے والی چیز کی کمزوری کے سبب فعل کی تاثیر جلدی ہوتی ہے کیونکہ وہ چیز رکاوٹ نہیں بنتی اسی طرح اگر فاعل قوی ہو تو بھی تاثیر جلدی ہو سکتی ہے کیونکہ فاعل کو روکا نہیں جا سکتا اور یُوں ہو سکتا ہے کہ کسی چیز کا ذائقہ اتنا شدید ہو کہ وہ رنگ کے مقابلہ میں پانی پر پہلے اثر انداز ہو جائے اسی وجہ سے میں کہتا ہُوں کہ ضابطہ زیلعیہ رنگ سے قبل دوسرے کسی وصف کے مؤثر ہونے کو جائز قرار دینے میں درست ہے، اور ضابطہ شیبانیہ حکم کے بارے تبدیلی کی صورتوں میں درست ہے کیونکہ یہ ضابطہ ان اوصاف کی تبدیلی کی صورتوں میں پانی کو مقید تسلیم نہیں کرتا خواہ یہ صورتیں واقع نہ ہوں، تطفلات میں اس فقیر کے کلام کی یہ تحقیق ضابطہ زیلعیہ اور بحر کے بیان پر مبنی ہے، اور حکم اور ضابطوں کے درمیان مخالفت کا اظہار امام محمد کے ضابطہ پر مبنی ہے کیونکہ عظیم اکابر کے سردار ہیں، اس کو سمجھو اور اللہ تعالٰی کی حمد تیرا بہترین مال ہے۔ (ت)

(۵) بما بینا ان تغیر اللون یسبق مساواة القدر یندفع ما یتوھم علی ضابطة البرجندی اذ قال فی المخالط بلا طبخ معنٰی غلبته ان یغلب لونه لون الماء عند محمد والاجزاء الاجزاء

(۵) رنگ کی تبدیلی، اجزاء اور مقدار کے لحاظ سے تبدیلی اور غلبہ پر مقدم ہے۔ ہمارے اس بیان سے علامہ برجندی کے ضابطہ پر ایک اعتراض ختم ہو جاتا ہے، علامہ برجندی نے کہا ہے کہ پانی میں ملی ہُوئی چیز جو

Marfat.com

عند ابی یوسف اھ[1] ان محمدا لایعتبر الاجزاء و هو باطل قطعا کما نبھنا علیه فی الفصل الثالث اول ابحاث غلبة الغیر و ذلك لان من اعتبر اللون فقد ضیق لان تغیرہ اسبق ولمثل ھذا لم اذکر کثرة الاجزاء فی الضابطة الشیبانیة الا فی جهة المائع واطلقت القول بالجواز فی الجامد مادامت الرقة باقیة ولم یصر شیئا اٰخر لمقصد اٰخر و ذلك لان الرقة تزول بالجامد قطعا قبل تساوی القدر بکثیر وھذا ملحظ ما مر فی البحث المذکور عن البحر عن الحدادی ان غلبة الاجزاء فی الجامد[2] بالثلث کما قدمته۔

پکائے بغیر مل ہو، اس کے پانی پر غالب ہونے کا معیار امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک رنگ کی تبدیلی ہے، اور امام یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اجزاء کا غالب ہونا ہے۔ اس سے بعض نے یہ اعتراض اٹھایا کہ امام محمد رحمہ اللہ اجزاء کے غلبہ کا اعتبار نہیں کرتے، اور یہ اعتراض غلط ہے جیسا کہ ہم نے تیسری فصل میں پانی پر غیر چیز کے غلبہ کی اول بحث میں واضح کر دیا ہے وہ یہ کہ جس نے رنگ کی تبدیلی کو غلبہ کا معیار بنایا ہے اس نے یہ پابندی لگائی ہے کہ رنگ کی تبدیلی پہلے ہو۔ اسی طرح میں نے ضابطہ شیبانیہ میں اجزاء کی کثرت اور غلبہ کو صرف بہنے والی چیز کے بارے میں کہا ہے اور جامد کے بارے میں جب تک پانی کی رقت باقی ہو تو اس سے وضوء کے جواز کو میں نے مطلق ذکر کیا ہے اور رقت کی بقا کے ساتھ یہ بھی ملحوظ ہے کہ کسی دوسرے مقصد کے لئے دوسری چیز نہ بن چکی ہو، اور یہ اس لیے ہے کہ جامد کی وجہ سے پانی کی رقت اجزاء کے مساوی ہونے سے بہت پہلے ختم ہو جاتی ہے، اور بحر سے حدادی سے مذکور بحث میں جو گزرا کہ جامد کی وجہ سے پانی کی رقت تہائی مقدار سے بھی قبل ختم ہو جاتی ہے یہ اس کا خلاصہ ہے جیسا کہ میں نے وہاں بیان کر دیا ہے۔ (ت)

(۶) بعض علماء کا خیال ہے کہ پانی بے لون ہے خود کوئی رنگ نہیں رکھتا۔

حتی عرفه الفاضل احمد بن ترکی المالکی فی الجواھر الزکیة شرح المقدمة العشماویة بقوله الماء جوھر لطیف سیال لا لون له یتلون بلون انائه[3] اھ۔

حتی کہ فاضل احمد بن ترکی المالکی نے مقدمہ عشماویہ کی شرح جواہر زکیہ میں اس کی یہ تعریف کی ہے کہ پانی ایسا لطیف بہنے والا جوہر ہے جس کا اپنا کوئی رنگ نہیں بلکہ برتن کے رنگ سے رنگدار دکھائی دیتا ہے اھ (ت)

---

[1] شرح النقایہ للبرجندی — ابحاث الماء — نولکشور لکھنؤ — ۳۲/۱
[2] بحرالرائق — " — سعید کمپنی کراچی — ۷۰/۱
[3] جواہر زکیہ

marfat.com
Marfat.com

اقول[1] كان عليه ان يقول يتلون بلون ما يخالطه فان بعد الجملة الاخيرة غنى عن البيان ولذا قال محشيه السفطى المالكى انه لكونه شفافا يظهر فيه لون انائه فاذا وضع فى اناء اخضر فالخضرة لم تقم بالماء وانما هو لرقته لايحجب لون الاناء[1] اھ۔

میں کہتا ہُوں کہ ان پر لازم تھا کہ وہ یُوں تعریف کرتے کہ اس میں ملنے والی چیز سے رنگدار ہوتا ہے کیونکہ آخری جملہ بیان کا محتاج رہتا ہے اسی لیے اس کے محشّی سفطی مالکی نے کہا ہے کہ شفاف ہونے کی وجہ سے برتن کا رنگ اس میں ظاہر ہوتا ہے جب سبز برتن میں ڈالیں اور سبزی پانی کو نہیں لگتی بلکہ وہ رقت کی بنا پر برتن کے رنگ کے لیے حاجب نہیں بنتا اھ (ت)

اقول[2] وقع فى صدر شرح المواقف بحث العلم بالحس الثلج مركب من اجزاء شفافة لالون لها وهى الاجزاء المائية الرشية[2] اھ وهو ظاهر فى نفى اللون عن الماء فان قلت منشأ النفى كونها صغيرة جدا فلا يظهر لها لون۔

اقول كلا الا ترى ان البخار يرى له لون وماهو الا لون الاجزاء المائية وهى فيه الطف منها فى الثلج ولذا ينزل ذلك وهذا يعلو والصغير جدا اذا انفرد لايرى فلا يرى لونه واذا اجتمعت الصغار بنت ورئ لونها كما فى البخار والدخان بل والهباء كما ذكرناه فى بعض حواشى اواخر الفصل الاول من رسالتنا النميقة الانقى۔

میں کہتا ہُوں کہ شرح مواقف میں علم بالحس کی بحث میں موجود ہے کہ برف شفاف اجزاء سے مرکب ہے اس کا کوئی رنگ نہیں ہے بلکہ وہ پانی کے باریک اجزاء ہیں اھ پانی کے رنگ کی نفی میں یہ عبارت ظاہر ہے۔ اگر تو کہے ہوسکتا ہے کہ اجزاء باریک ہونے کی وجہ سے رنگ ظاہر نہ ہوتا ہو۔ میں کہتا ہُوں کہ ایسے ہرگز نہیں، کیونکہ آپ دیکھتے ہیں کہ بادل کے بخارات میں رنگ ظاہر ہوتا ہے اور یہ رنگ پانی کے اجزاء کا رنگ ہے حالانکہ یہ اجزاء برف کے اجزاء سے زیادہ باریک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ برف اوپر سے گرتی ہے اور بخارات اوپر کو اُٹھتے ہیں اور باریک، فرعلیحدہ ہو تو وہ نظر نہیں آتا تو اس کا رنگ کیسے نظر آئیگا اور چھوٹے اجزاء جب جمع ہوں تو نظر آتے ہیں تو ان کا رنگ بھی نظر آئے گا جیسا کہ بخارات اور دھوئیں میں بلکہ ذرات میں ایسا ہے جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ النمیقۃ الانقی کی پہلی فصل کے اواخر کے حواشی میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

اور صحیح یہ کہ وہ ذی لون ہے، یہی امام فخر رازی وغیرہ کا مختار ہے جو کلام فقہا مسائل آب کثیر و آب مطلق وغیرہا

---

[1] حاشیہ سفطی علی مقدمۃ عشماویۃ [2] شرح المواقف المرصد الرابع فی علوم الضروریۃ مطبعۃ السعادۃ مصر ۱/۱۴۳

Marfat.com

میں ذکرِ لون متواتر ہے اور ابن ماجہ نے ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الماء طھور لاینجسہ الا ما غلب علی ریحہ وطعمہ ولونہ[1] — بیشک پانی پاک ہے اسے کوئی چیز نجس نہیں بناتی مگر وہ چیز جو پانی کی بُو اور ذائقہ اور رنگ پر غالب ہوجائے۔ (ت)

سنن دارقطنی میں ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

الماء طھور الا ما غلب علی طعمہ اوریحہ اولونہ[2] — ہر پانی پاک کرنے والا ہے ماسوائے اس کے جس کے ذائقہ، بُو اور رنگ مغلوب ہوچکے ہوں۔ (ت)

امام طحاوی مرسل راشد بن سعد سے راوی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الماء لاینجسہ شیئ الا ما غلب علی ریحہ او طعمہ اولونہ[3] — پانی کو کوئی چیز نجس نہیں بناتی مگر وہ چیز جو پانی کے رنگ، بُو یا ذائقہ پر غالب ہوجائے۔ (ت)

اقول اور اصل حقیقت ہے فلا ترد الریح (تو ریح کا ورود نہ ہوگا۔ ت) معہذا مقرر ہوچکا کہ ابصار عادی دنیاوی کے لئے مرئی کا ذی لون ہونا شرط ہے بلکہ مرئی نہیں مگر لون وضیا تو پانی بے لون کیونکر ہوسکتا ہے ولہذا ابن کمال پاشا نے اُس کے حقیقۃً ذی لون ہونے پر جزم کیا کما مرّ انفا (جیسا کہ ابھی گزرا۔ ت) پھر اُس کے رنگ میں اختلاف ہوا بعض نے کہا سپید ہے فاضل یوسف بن سعید اسمٰعیل مالکی نے حاشیہ عشماویہ میں یہی اختیار کیا اور اس پر تین دلیلیں لائے:

اول مشاہدہ۔

دوم حدیث کہ پانی کو دُودھ سے زیادہ سپید فرمایا۔

سوم برف جم کر کیسا سپید نظر آتا ہے۔

حیث قال فان قلت ما لون الماء الذی ھو قائم بذاتہ قلت المشاھد فیہ البیاض ویشھد لہ ماورد فی بعض الاحادیث فی وصف — جب کہا اگر تو کہے کہ پانی کا رنگ جو پانی میں پایا جاتا ہے وہ کیا ہے، تو میں کہتا ہوں کہ جو رنگ نظر آتا ہے وہ سفید ہے اور اس کی شہادت اس ایک حدیث

---

[1] سنن ابن ماجہ باب الماء الذی لاینجس ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴۰

[2] سنن الدارقطنی باب الماء المتغیر مدینہ منورہ حجاز ۱/۲۸

[3] شرح معانی الآثار باب الماء یقع فیہ النجاسۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۸

marfat.com

Marfat.com

الماء من کونہ اشد ابیاضا من اللبن و مما یدل علی ان الماء لونہ ابیض مشاھدۃ البیاض فی الثلج حین جمودہ و انعقادہ علی وجہ الارض اھ[1]۔

سے بھی ملتی ہے جس میں پانی کی صفت میں کہا گیا ہے کہ وہ دُودھ سے زیادہ سفید ہے اور اس حقیقت پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ پانی جم کر جب برف کی صورت زمین پر گرتا ہے تو اس کا رنگ انتہائی سفید نظر آتا ہے اھ (ت)

اقول اوّلاً بلکہ مشاہدہ شاہد کہ وُہ سپید نہیں و لہذا آبی اُس رنگ کو کہتے ہیں کہ نیلگونی کی طرف مائل ہو۔

ثانیاً سپید کپڑے کا کوئی حصہ دھویا جائے جب تک خشک نہ ہو اس کا رنگ سیاہی مائل رہے گا، یہ پانی کا رنگ نہیں تو کیا ہے۔

ثالثاً دُودھ جس میں پانی زیادہ ملا ہو سپید نہیں رہتا نیلاہٹ لے آتا ہے۔

رابعاً بحر اسود و اخضر و احمر مشہور، اور اسی طرح ان کے رنگ مشہور ہیں اسود تو سیاہی ہے اور سبزی بھی ہلکی سیاہی و لہذا آسمان کو خضرا اور چرخِ اخضر کہتے ہیں اور خط کو سبزہ۔ سانولی رنگت کو حسن سبز اور سرخی بھی قریب سواد ہے اگر حرارت زیادہ عمل کرے سیاہ ہو جائے جس طرح بعد خشکی خون۔ گہری سرخی میں بالفعل سیاہی کی جھلک ہوتی ہے انگور سبز پھر سُرخ پھر سیاہ ہو جاتا ہے۔

خامساً حدیث مبارک دربارۂ کوثر ظاہر ہے۔

سقانا اللہ تعالٰی منہ بمنہ و رأفتہ، و کرم حبیبہ و قاسم نعمتہ، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و علٰی اٰلہ و صحبہ و امتہ، اٰمین۔

اللہ تعالٰی اپنے احسان اور مہربانی اور اپنے حبیب اور قاسم نعمت صلی اللہ تعالٰی علیہ و آلہ وسلم اور آپ کے آل و اصحاب اور اُمت پر کرم سے ہمیں حوضِ کوثر سے سیراب فرمائے۔ آمین (ت)

اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مطلق پانی کا رنگ سپید ہو، اُسی حدیث میں اُس کی خوشبو مشک سے بہتر فرمائی۔ صحیحین میں عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں:

حوضی مسیرۃ شھر ماؤہ ابیض من اللبن و ریحہ اطیب من المسک[2]۔

میرا حوض ایک مہینے کی راہ تک ہے اُس کا پانی دُودھ سے زیادہ سپید ہے اور اس کی خوشبو مشک سے بہتر۔

---

[1] حاشیۃ مقدمۃ عشماویۃ

[2] جامع للبخاری کتاب الحوض قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۷۴

Marfat.com

اور دوسری روایت میں فرمایا:

ابیض من الورق چاندی سے بڑھ کر اُجلا۔

حالانکہ پانی اصلاً بُو نہیں رکھتا، خود حاشیہ فاضل سفطی میں دو ورق بعد ہے:

قولہ اوریحہ قال ابن کمال باشا لابد من التجوز فی قولھم تغیر ریح الماء لان الماء لیس لہ رائحۃ ذاتیۃ فالمراد طرأ فیہ ریح لم یکن افادہ شیخنا الامیر[1] اھ وقد اسمعناک نص العلامۃ الوزیر۔

ابن کمال پاشا نے کہا، پانی کی بُو بدلنے والے قول میں مجاز ماننا ضروری ہے کیونکہ اس کی اپنی کوئی بُو نہیں ہے لہٰذا اس قول سے وہ بُو مراد ہوتی ہے جو پانی پر طاری ہوتی ہے۔ ہمارے شیخ امیر صاحب نے یہ نہیں بتایا حالانکہ ہم نے آپ کو علامہ وزیر صاحب کی تصریح بتا دی ہے۔ (ت)

اس کی ضد جہنم ہے والعیاذ باللہ تعالٰی منہا جس کی آگ اندھیری رات کی طرح کالی ہے مالک و بیہقی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اترونھا حمراء کنارکم ھذہ لھی اشد سواد من القار[2]

کیا تم اُسے اپنی اس آگ کی طرح سرخ سمجھتے ہو بیشک وہ تو تارکول سے بڑھ کر سیاہ ہے۔

اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آگ کا اصل رنگ سیاہ ہو یا ہر آگ ایسی ہی ہو خود حدیث کا ارشاد ہے کہ اُسے اس آگ سا سُرخ نہ جانو۔

سادساً بعد انجماد کوئی نیا رنگ پیدا ہونا اس پر دلیل نہیں کہ یہ اُس کا اصلی رنگ ہے خشک ہونے پر خُون سیاہ ہو جاتا ہے اور مچھلی کی سرخ رطوبت سپید۔ اسی سے اُس پر استدلال کیا گیا کہ وُہ خون نہیں۔

سابعاً ہوا کہ ضیا سے مستنیر ہو رہی ہے جب جسم شفاف کے اندر داخل ہوتی ہے اُس کے شفاف اور اس کے چمکدار ہونے سے وہاں ایک ہلکی روشنی پیدا ہوتی ہے جس سے سپیدی نظر آتی ہے جیسے موتی یا شیشے یا بلور کو خوب پیسیں تو اجزاء باریک ہوجانے سے ضیاء اُن کے مابین داخل ہوگی اور دقّتِ فصل کے باعث اُن باریک باریک اجزاء اور اُن میں ہر دو کے بیچ میں اجزائے ضیا کا امتیاز نہ ہوگا اور ایک رنگ کہ دھوپ سے میلا اور اُن کے اصلی رنگ سے اُجلا ہے محسوس ہوگا یہ وہ سپیدی و براقی ہے کہ اُن میں نظر آتی ہے یُوں ہی دریا کے

---

[1] حاشیۃ فاضل سفطی

[2] موطا امام مالک ما جاء فی صفۃ جہنم میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۷۲۳

marfat.com

Marfat.com

جھاگ بلکہ پیشاب کے بھی حالانکہ وہ یقیناً سپید نہیں اس کی سپیدی تو مرض ہے بلکہ آئینہ میں اگر دَرز پڑجائے وہاں سپیدی معلوم ہوگی کہ اب تابندہ ہوا عمق میں داخل ہوئی یہی وجہ جمی ہُوئی اوس کے سپید نظر آنے کی ہے کہ شفاف ہے اور اجزاء باریک اور چمکدار ہوا داخل۔

ثامنا شفیف اجرام کا قاعدہ ہے کہ شعاعیں اُن پر پڑکر واپس ہوتی ہیں ولہذا آئینہ میں اپنی اور اپنے پس پشت چیزوں کی صورت نظر آتی ہے کہ اس نے اشعۂ بصر کو واپس پلٹایا واپسی میں نگاہ جس جس چیز پر پڑی نظر آئی گمان ہوتا ہے کہ وُہ صورتیں آئینے میں ہیں حالانکہ وُہ اپنی جگہ ہیں نگاہ نے پلٹتے میں اُنھیں دیکھا ہے ولہذا آئینے میں دہنی جانب بائیں معلوم ہوتی ہے اور بائیں دہنی ولہذا شے آئینے سے جتنی دُور ہو اُسی قدر دُور دکھائی دیتی ہے اگرچہ سوگز فاصلہ ہو حالانکہ آئینہ کا دل جَو بھر ہے سبب وہی ہے کہ پلٹتی نگاہ اُتنا ہی فاصلہ طے کرکے اُس تک پہنچتی ہے اب برف کے یہ باریک باریک متصل اجزاء کہ شفاف ہیں نظر کی شعاعوں کو انہوں نے واپس دیا پلٹتی شعاعوں کی کرنیں اُن پر چمکیں اور دھوپ کی سی حالت پیدا کی جیسے پانی یا آئینے پر آفتاب چمکے اُس کا عکس دیوار پر کیسا سفید براق نظر آتا ہے زمین شور میں دُھوپ کی شدت میں دُور سے سراب نظر آنے کا بھی یہی باعث ہے خوب چمکتا جنبش کرتا پانی دکھائی دیتا ہے کہ اُس زمین میں اجزائے صقیلہ شفافہ دُور تک پھیلے ہوتے ہیں نگاہ کی شعاعیں اُن پر پڑکر واپس ہوئیں اور شعاع کا قاعدہ ہے کہ واپسی میں لرزتی ہے جیسے آئینے پر آفتاب چمکے دیوار پر اُس کا عکس جھل جھل کرتا نظر آتا ہے اور شعاعوں کے زاویے یہاں چھوٹے تھے کہ اُن کی ساقیں طویل ہیں کہ سراب دور ہی سے متخیل ہوتا ہے اور وتر اُسی قدر ہے جو ناظر کے قدم سے آنکھ تک ہے اور چھوٹے وتر پر ساقیں جتنی زیادہ دُور جاکر ملیں گی زاویہ خورد تر بنے گا اور زوایائے انعکاس ہمیشہ زوایائے شعاع کی برابر ہوتے ہیں اشعۂ بصر یہ اُتنے ہی زاویوں پر پلٹتی ہیں جتنوں پر گئی تھیں ان دونوں امر کے اجتماع سے نگاہیں کہ اجزائے بعیدہ صقیلہ پر پڑی تھیں لرزتی جھل جھل کرتی چھوٹے زاویوں پر زمین سے ملی ملی پلٹیں لہذا وہاں چمکدار پانی جنبش کرتا متخیل ہوا واللہ تعالٰی اعلم۔

اقول ھذا طریق وان اخترنا طریق میں کہتا ہوں یہ ایک راستہ ہے، اور اگر

ف۵ مثلاً

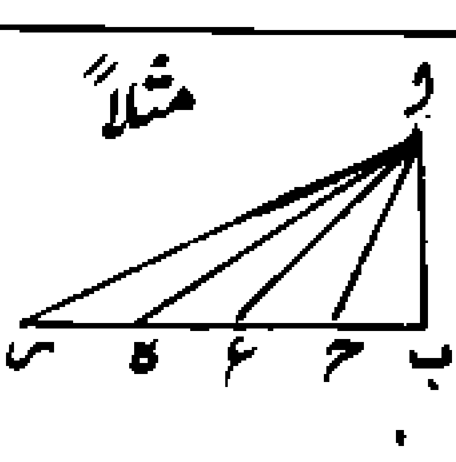

ا ح ب۔ ا ۶ ب۔ ا ۵ ب۔ ا س ب مثلثوں میں زاویہ ب قائمہ اور سب میں مشترک ہے تو ہر ایک کے باقی دو زاویے ایک قائمہ کے برابر ہیں لیکن زوایائے ح ا ب۔ ۶ ا ب۔ ۵ ا ب۔ س ا ب علی الترتیب بڑھتے گئے ہیں کہ ہر پہلا دوسرے کا جز ہے تو واجب کہ زوایائے ح۔ ۶۔ ۵۔ س اُسی قدر چھوٹے ہوتے جائیں کہ ہر ایک اپنے زاویہ کا قائمہ تک تمام ہے چھوٹے کا تمام بڑا ہوگا بڑے کا چھوٹا ۱۲ منہ غفرلہ (م)

Marfat.com

العضد الذی قال انه الحق واقرہ السید وھو منع ان لابیاض فی الثلج وما ذکر معه والقول بان اختلاط الھواء المضیٔ بالاجزاء الشفافة احد اسباب حدوث البیاض وان لم یکن ھناك مزاج یتبعه حدوث اللون قالا ولیس ذلك ابعد مما یقوله الحکماء۔

عضد صاحب کا راستہ اختیار کریں جنہوں نے کہا کہ یہ حق ہے اور سید صاحب نے بھی اس کی تائید کی وہ یہ کہ برف میں سفیدی نہ ہونے کا انکار ہے اور اس کے ساتھ مزید یہ قول کہ ہوا کی روشنی شفاف اجزاء میں سفیدی پیدا کرنے کا ایک سبب ہے اگرچہ یہاں کوئی ایسا مزاج نہیں جس کے بعد رنگ پیدا ہوتا ہو ان دونوں نے کہا کہ یہ بات حکماء کے قول سے بعید نہیں ہے۔ (ت)

(اقول ای السفھاء من بعض القدماء کما قدّم وتبعھم ابنا سینا والھیثم کما فی طوالع الانوار وشرح التجرید) فی کون الضوء شرطا لحدوث الالوان کلھا فاذا اخرج المصباح مثلا عن البیت المظلم انتفی الوان الاشیاء التی فیھا واذا اعیدت صارت ملونة بامثالھا لاستحالة اعادة المعدوم عندھم ولا شك ان ھذا ابعد من حدوث البیاض فی الاجزاء الشفافة بمخالطة الھواء من غیر مزاج اھ[1]

(میں کہتا ہوں کہ حکماء سے مراد قدماء میں سے بعض بیوقوف ہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے جن کی پیروی ابن سینا اور ابن ہیثم نے کی ہے، جیسا کہ طوالع الانوار اور شرح تجرید ہے) یہ پیروی حکماء کے اس قول میں ہے جس میں حکماء نے تمام رنگوں کے پیدا ہونے میں روشنی کو شرط قرار دیا ہے مثلاً اگر رات کو اندھیرے میں کمرے سے چراغ کو نکال لیا جائے تو کمرے میں موجود تمام رنگدار چیزوں کا رنگ ختم ہو جائیگا اور جب دوبارہ چراغ کو کمرے میں داخل کیا جائے تو کمرے کی چیزیں پہلے رنگوں کی ہم مثل رنگدار ہوں گی، یہ اس لیے کہ ان کے نزدیک معدوم ہونے کے بعد کسی چیز کا اعادہ محال ہے (لہذا پہلا رنگ دوبارہ عود نہیں کرے گا بلکہ اس کی مثل نیا رنگ پیدا ہوگا) اور بیشک یہ بات شفاف اجزاء میں ہوا کے ملنے سے کسی مزاج کے بغیر سپیدی پیدا ہونے سے بھی زیادہ بعید ہے اھ (ت)

اقول وقولھم مردود بحدیث البزار والحاکم وصححه عن انس رضی اللہ تعالی عنه عن النبی صلی اللہ علیه وسلم

میں کہتا ہوں کہ اُن کا یہ قول مردود ہے ایک حدیث کی بنا پر جس کو بزار اور حاکم نے صحیح طور پر روایت کیا ہے وہ یہ کہ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے

---

[1] شرح التجرید وطوالع الانوار

marfat.com
Marfat.com

قال نار جہنم[1] سوداء مظلمۃ و روی البیہقی فی البعث و ابو القاسم الاصبہانی عنہ قال تلا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہذہ الآیۃ وقودھا الناس والحجارۃ فقال اوقد علیہا الف عام حتی احمرت والف عام حتی ابیضت والف عام حتی اسودت فہی سوداء مظلمۃ لا یضیئ لہبہا[2] و روی الترمذی وابن ماجۃ والبیہقی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مثلہ وفی اٰخرہ فہی سوداء مظلمۃ کاللیل المظلم[3] جعل الترمذی وقفہ اصح۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جہنم کی آگ انتہائی سیاہ ہے۔ اور بیہقی نے بعث میں روایت کیا جس کو ابو القاسم اصبہانی نے ان سے روایت کیا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے آیہ کریمہ وقودھا الناس والحجارۃ (جہنم کا ایندھن کافر لوگ اور پتھر ہیں) تلاوت فرمائی اور اس پر آپ نے فرمایا کہ جہنم میں ایک ہزار سال آگ جلائی گئی تو سرخ ہوئی پھر ایک ہزار سال حتی کہ سفید ہوئی پھر ایک ہزار سال حتی کہ سیاہ ہوگئی۔ پس جہنم کی آگ انتہائی سیاہ ہے جس کا شعلہ روشن نہ ہوگا۔ اسی حدیث کو ترمذی، ابن ماجہ اور بیہقی نے ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا لیکن اس کے آخری جملے میں ہے کہ وہ آگ انتہائی سیاہ جیسے اندھیری رات ہے ترمذی نے اس حدیث کے موقوف ہونے کو اصح کہا ہے۔ (ت)

اقول والوقف فیہ کالرفع اذا لم یکن اُخذ عن الاسرائیلیات فقد اثبت لہا اللون مع الظلمۃ وعدم الضوء فاذن جوابنا

میں کہتا ہوں کہ اس معاملہ میں یہ حدیث موقوف بھی مرفوع کی طرح ہے بشرطیکہ اسرائیلیات سے ماخوذ نہ ہو۔ اس حدیث میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے

ع مسلمان کہ سرورِ ولادتِ اقدس حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں روشنی کرتے ہیں اُس کی بحث میں "براہین قاطعہ" میں یہ عبارت مولوی گنگوہی کی "جو روشنی زائد از حاجت ہے وہ نارِ جہنم کی روشنی دکھانے والی ہے" محض جہل و گزاف اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم تو فرمائیں کہ وہ کالی رات کی طرح اندھیری ہے مگر اس کو اس میں روشنی سُوجھی۔ (م)

---

[1] کشف الاستار عن زوائد البزار کتاب صفۃ جہنم موسسۃ الرسالۃ بیروت ۴/ ۱۸۰

[2] شعب الایمان حدیث ۷۹۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۴۸۹

[3] جامع الترمذی ابواب صفۃ جہنم امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۸۳

سنن ابن ماجہ باب صفۃ النار ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۳۰

Marfat.com

اظهر لثبوت ان بیاض الثلج حادث لم یکن فی الماء واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

جہنّم کی آگ کے لئے اندھیری اور روشن نہ ہونے کے باوجود رنگ کا اثبات فرمایا۔ پس اب برف کی سفیدی کے ثبوت کے لئے جو کہ پانی میں نہ تھا، ہمارا جواب واضح ہے (ت)

اور بعض نے پانی کا رنگ سیاہ بتایا اور اس پر اس حدیث سے سند لائے کہ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے فرمایا:

واللّٰہ یا ابن اختی ان کنا لننظر الی الھلال ثم الھلال ثم الھلال ثلثۃ اھلۃ فی شہرین وما اوقد فی ابیات النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم نار قلت یا خالۃ فما کان یعیشکم قالت الاسودان التمر والماء۔[1] رواہ الشیخان فی صحیحھما عن عروۃ عن ام المؤمنین رضی اللّٰہ عنہا۔

اے میرے بھانجے خدا کی قسم ہم ایک ہلال دیکھتے پھر دوسرا پھر تیسرا دو مہینوں میں تین چاند اور کاشانہائے نبوت میں آگ روشن نہ ہوتی عروہ نے عرض کی اے خالہ پھر اہلبیت کرام مہینوں کیا کھاتے تھے؟ فرمایا: بس دو سیاہ چیزیں چھوہارے اور پانی (شیخین نے اپنی صحیحین میں عروہ سے ام المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔ ت)

اقول وقد کثر ذلک فی الاحادیث وکلام العرب ومنھا الحدیث المسلسل بالاضافۃ قال السفطی بعد ما ذکر حدیث ام المومنین بلفظ کنا نمکث لیالی ذوات العدد لا نوقد نارا فی حجر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلم وما ھو الا الاسودان الماء والتمر اجیب بانھا رضی اللّٰہ تعالٰی عنہا جعلت الماء اسود تغلیبا للتمر علی الماء لان التمر مطعوم والماء مشروب والمطعوم اشرف من المشروب اوان اٰنیۃ مائھم اذ ذاک کان یغلب علیھا السواد

میں کہتا ہوں کہ احادیث اور عربوں کے کلام میں یہ مضمون بکثرت موجود ہے، اسی سلسلہ میں ایک حدیث جو مسلسل بالاضافت ہے سفطی نے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ کہ ہم کئی راتیں بسر کرتے درانحالیکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حجروں میں آگ روشن نہ ہوتی اور (وہ خوراک) صرف دو سیاہ چیزیں پانی اور کھجور تھیں، کو بیان کرنے کے بعد کہا کہ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے کھجور کو غالب قرار دے کر پانی کو سیاہ فرمایا کیونکہ کھجور خوراک ہے اور پانی مشروب ہے اور خوراک کو مشروب پر فضیلت ہونے

---

[1] صحیح للبخاری کتاب الھبۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۴۹

marfat.com

Marfat.com

لکثرۃ دباغہا افاد جمیع ذلک شیخنا العید روس وقررہ شیخنا ایضا ومثلہ فی حاشیۃ شیخنا الامیر وقال بعض شیوخنا ان لونہ اسود مستدلا بظاہر ھذا الحدیث لکن الاول ھو المتجہ فتامل[1] اھ

کی وجہ سے کھجور کو پانی پر غلبہ ہے، یا اس لئے پانی کو سیاہ فرمایا کہ اس وقت ان کے پانی والے برتن گہرے رنگ دار ہونے کی بنا پر غالب طور سیاہ ہوتے تھے اور کہا کہ یہ ساری بحث ہمیں شیخ عیدروس سے حاصل ہوئی اور اس کی ہمارے شیخ نے توثیق بھی کی اور اسی طرح ہمارے شیخ امیر کے حاشیہ میں بھی ہے اور ہمارے بعض شیوخ نے فرمایا کہ پانی کا رنگ سیاہ ہے انہوں نے اس حدیث کے ظاہر کو دلیل بنایا ہے۔ لیکن پہلی توجیہ ہی صحیح ہے غور کرو اھ (ت)

اقول اولا التغلیب تجوز فلا یصار الیہ مالم یثبت ان الماء لاسواد لہ وثانیا التغلیب فی الاسماء کالعمرین والقمرین دون وصفین متضادین فیقال لجید وردی جیدان وطویل وقصیر طویلان وعالم وجاھل عالمان وھل یستحسن لمن اکل لحما وشرب ماء ان یقول ما ھما الا الاحمران اللحم والماء ومن تناول تمرا ولبنا یقول ماھما الا الاسودان التمر واللبن وثالثا قد قلتم ان الماء اذا وضع فی اناء اخضر فالخضرۃ لم تقم بالماء فکذلک سواد الشن ففیم التجوز بلا دلیل۔

میں کہتا ہوں کہ اولاً تغلیب اگرچہ مجاز ہے مگر جب تک پانی کا سیاہ نہ ہونا واضح نہ ہو جائے اس وقت اس کی ضرورت نہیں ہے۔

اور ثانیاً تغلیب کا عمل ناموں (اسمائ) جیسے قمرین (سورج اور چاند) اور عمرین (عمر فاروق اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما) میں جاری ہوتا ہے لیکن متضاد اوصاف میں جاری نہیں ہوتا تا کہ جیدان کہہ کر جید اور ردی مراد لیا جائے اور طویلان کہہ کر طویل اور چھوٹا مراد لیا جائے، اور عالمان کہہ کر عالم اور جاہل مراد لیا جائے۔ کیا گوشت کھانے اور پانی پینے والے کو یہ کہنا مناسب ہوگا وہ صرف احمران (دو سرخ) ہیں یا کھجور اور دودھ تناول کرنے پر یہ کہنا مناسب ہوگا، وہ صرف اسودان (دو سیاہ) ہیں۔ اور ثالثاً تم نے خود کہا ہے کہ جب پانی سبز برتن میں رکھا جائے تو سبزی پانی کو نہیں لگتی پس اسی طرح مشکیزہ کا سیاہ رنگ ہو تو اس میں پانی کو کیونکر سیاہ کہا جا سکتا ہے بغیر دلیل مجاز کیسے ہو سکتا ہے۔ (ت)

اقول حقیقت امر یہ ہے کہ پانی خالص سیاہ نہیں مگر اُس کا رنگ سپید بھی نہیں میلا مائل بیک گونہ

---

[1] حاشیۃ فاضل سفطی

Marfat.com

سواد خفیف ہے اور وہ صاف سپید چیزوں کے بمقابل آکر کھل جاتا ہے جیسا کہ ہم نے سفید کپڑے کا ایک حصہ دھونے اور دودھ میں پانی ملانے کی حالت بیان کی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

(۷) علماء کو اس اجماع اعنی قول تیقن ناصالح نزاع کے بعد کہ سب پانیوں میں افضل وہ پانی ہے جو اس بحر بے پایاں کرم ونعم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی انگشتانِ مبارک سے بارہا نکلا اور ہزاروں کو سیراب وطاہر کیا زمزم افضل ہے یا کوثر، شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی شافعی نے فرمایا کہ زمزم افضل ہے کہ شبِ اسرا ملائکہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دلِ مبارک اُس سے دھویا حالانکہ وہ آبِ کوثر لاسکتے تھے اور اللہ عزوجل نے ایسے مقام پر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اختیار نہ فرمایا مگر افضل شمس نے اس میں سراج کا اتباع کیا فتاوٰی علامہ شمس الدین محمد رملی شافعی میں ہے:

افضل المیاہ ما نبع من بین اصابعہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم وقد قال البلقینی ان ماء زمزم افضل من الکوثر لان بہ غسل صدر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولم یکن یغسل الا بافضل المیاہ[1] اھ

افضل ترین پانی وہ ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انگلیوں سے نکلا اور بلقینی نے فرمایا کہ زمزم کا پانی کوثر سے افضل ہے کیونکہ اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سینہ مبارک دھویا گیا ہے اور اس کا دھونا افضل پانی سے ہی ہوسکتا تھا اھ (ت)

اس پر اعتراض ہوا کہ زمزم تو سیدنا اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہوا اور کوثر ہمارے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو لازم کہ کوثر ہی افضل ہو امام ابن حجر مکی نے جواب دیا کہ کلام دنیا میں ہے آخرت میں بیشک کوثر افضل ہے۔

اقول تو یہ قول ثالث یا دونوں قولوں کی توفیق ہوا۔ فتاوٰی فقہیہ کی عبارت یہ ہے:

(سئل) ایما افضل ماء زمزم او الکوثر (فاجاب) قال شیخ الاسلام البلقینی ماء زمزم افضل لان الملئکۃ غسلوا بہ قلبہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حین شقوہ لیلۃ الاسراء مع قدرتھم علی ماء الکوثر فاختیارہ فی ھذا المقام دلیل علی افضلیتہ

آپ سے پُوچھا گیا کہ کیا آبِ زمزم افضل ہے یا کوثر؟ تو اس کے جواب میں فرمایا: شیخ الاسلام بلقینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آبِ زمزم افضل ہے کیونکہ معراج کی رات اس سے فرشتوں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قلب مبارک کو کھول کر غسل دیا، تو کوثر کے استعمال پر قدرت کے باوجود زمزم کو ترجیح دینا اس کی فضیلت

---

[1] فتاوٰی علامہ شمس الدین رملی علی الفتاوی الکبرٰی کتاب الطہارۃ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۵

marfat.com
Marfat.com

ولا یعارضہ انہ عطیۃ اللہ تعالٰی لاسمٰعیل علیہ الصلوۃ والسلام والکوثر عطیۃ اللہ تعالٰی لنبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لان الکلام فی عالم الدنیا لا الاٰخرۃ ولا مریۃ ان الکوثر فی الاٰخرۃ من اعظم مزایا نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومن ثم قال تعالٰی انا اعطینٰک الکوثر بنون العظمۃ الدالۃ علی ذلک وبما قررتہ علم الجواب عما اعترض بہ علی البلقینی اھ[1]

کی دلیل ہے۔ زمزم کا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اور کوثر کا ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالٰی کی طرف سے عطیہ ہونا اس کو معارض نہیں کیونکہ کلام دنیاوی فضیلت میں ہے اور آخرت کے لحاظ سے بلاشبہ کوثر کو بہت بڑا اعزاز ہے جو ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے گا اسی لئے اللہ تعالٰی نے انا اعطینٰک الکوثر کو اپنے لیے منسوب فرمایا جس پر نون متکلم دلالت کرتا ہے اور یہ بڑی عظمت ہے، اور میری تقریر سے بلقینی پر وارد ہونے والے اعتراض کا جواب بھی معلوم ہوگیا اھ (ت)

اس وقت اس مسئلہ پر کلام اپنے علما سے نظر فقیر میں نہیں اور وہ کہ فقیر کو ظاہر ہوا تفضیل کوثر ہے۔

فاقول وباللہ التوفیق الافضل معنیان الاکثر ثوابا وھو فی المکلفین من یثاب اکثر و فی الاعمال ما الثواب علیہ اکبر ولا مدخل لھذین فی زمزم والکوثر وان اول بالتعاطی ای ما تعاطیہ اکثر ثوابا فالکوثر غیر مقدور لنا فلا یتأتی التفاضل من ھذا الوجہ ایضا ولا معنی لان یقال ان ثوابہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان اکثر فی غسل الملٰئکۃ قلبہ الکریم باحدھما۔

پس میں کہتا ہوں اور اللہ تعالٰی سے ہی توفیق حاصل ہے۔ افضل کے دو معنی ہیں، ایک ثواب کے لحاظ کثرت ہے یہ معنی انسانوں میں جس کو ثواب حاصل ہو، اور اعمال میں وہ عمل جس پر ثواب زیادہ مرتب ہو، اس معنی کی دونوں مذکورہ صورتیں زمزم اور کوثر میں نہیں پائی جاسکتیں اور اگر اس معنی کی یہاں یہ تاویل کی جائے کہ ان کے لین دین میں زیادہ ثواب ہے تو پھر کوثر میں یہ معنی نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ ہماری قدرت سے باہر ہے اس لیے دونوں میں افضلیت کا تقابل نہیں پایا جاسکتا اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان دونوں میں سے ایک کے ساتھ فرشتوں کا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے قلب مبارک کو دھونا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے زیادہ ثواب ہے۔ (ت)

فاذن لا کلام فیہ الا بمعنی الاعظم شانا والارفع مکانا عند اللہ تعالٰی و

اب صرف افضل کے دوسرے معنی میں بات ہوسکتی ہے اور وہ عنداللہ عظمتِ شان اور رفعتِ

---

[1] فتاوٰی کبرٰی کتاب الطہارۃ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۲۵

Marfat.com

حینئذ لایتم استدلال الامام البلقینی رحمه الله تعالیٰ الا اذا احطنا بالحکم الالٰھیۃ فی غسل قلبه الکریم علیه افضل الصلاۃ و التسلیم وعلمنا انهما کان سواء فی تحصیلها ثم الله سبحنه اختار هذا فکان افضل اما ان یکون شئ اوفق واصلح العمل من غیره فلا یستلزم کونه اجل قدرا و اعظم فخرا منه بالفضل الکلی علی انه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لا یتشرف بغیره بل الکل انما یتشرفون به والله تعالیٰ یصیب برحمته صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ما یشاء من خلقه لیرزقه فضلا کما اختار لولادته صلی الله تعالیٰ علیه وسلم شهر ربیع الاول دون شهر رمضان و یوم الاثنین دون الجمعة ومکان مولده صلی الله تعالیٰ علیه وسلم دون الکعبة والفضل بید الله یؤتیه من یشاء والله ذوالفضل العظیم[1] اما جواب الامام ابن حجر فغایة ما یظهر فی توجیهه ان زمزم افضل فی الدنیا لانه مقدور لنا فنثاب علیه فیترتب علیه الفضل لنا بخلاف الکوثر ان رزق الله تعالیٰ منه احدنا فی الدنیا فلفضل فیه

مقام ہے اور اس معنی پر امام بلقینی کا استدلال تب ہی صحیح ہوسکتا ہے جب ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب مبارک کو دھونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کو پیش نظر رکھیں اور یہ معلوم کرلیں کہ ان کے حاصل کرنے میں دونوں پانی زمزم اور کوثر مساوی ہیں اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے زمزم کو پسند فرمایا لہٰذا افضل ہوا، اس لئے کہ یہ اس کارروائی کے لئے زیادہ موافق اور زیادہ صلاحیت والا تھا، اس لحاظ سے زمزم کا قدر و منزلت کے اعتبار سے کلی طور پر اعظم ہونا لازم نہیں آتا۔ علاوہ ازیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کسی دوسرے سے شرف حاصل نہیں ہوا بلکہ دوسروں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شرف پایا ہے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی رحمت سے نوازتا ہے تاکہ اس کو فضیلت دے جیسا کہ آپ کی ولادت پاک کے لئے رمضان کی بجائے ربیع الاول کو اور جمعہ کی بجائے سوموار کے دن کو اور کعبہ کی بجائے آپ کی جائے ولادت کو مشرف فرمایا۔ فضیلت کا مالک اللہ تعالیٰ ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے وہ بڑے فضل والا ہے۔ لیکن امام ابن حجر کا جواب فضیلت کی توجیہ میں بہت واضح ہے کہ زمزم دنیا میں افضل ہے کیونکہ وہ ہمارے زیر تصرف ہے اور ہمیں اس پر

---

[1] القرآن ۳/۷۳

marfat.com
Marfat.com

اولتفضل من المولی سبحنه وتعالیٰ فهو یترتب علی الفضل ومایورث الفضل افضل اما الاٰخرة فلیست دارعمل فیذھب ھنالك ھذا الوجه ویظھر فضل الکوثر لانه من اعظم ما من اللہ تعالیٰ به علی نبیه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ثواب ملتا ہے جس سے ہمیں فضیلت میسر ہوتی ہے اور کوثر کا معاملہ اس کے خلاف ہے اگر دنیا میں کسی کو وُہ نصیب ہوجائے تو وہ پانے والے کی فضیلت ہوگی یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل ہوگا لامحالہ کوثر کسی فضیلت پر مرتب ہوگا، اور فضیلت دینے والا (زمزم) افضل ہوتا ہے، اور آخرت دار العمل نہیں ہے تاکہ وہاں یہ وجہ پائی جائے اور وہاں کوثر کی فضیلت ظاہر ہوگی کیونکہ وہاں حضور علیہ الصلوۃ والسلام پر انعامات سے یہ بڑا انعام ہوگا۔ (ت)

اقول لوتم ھذا لکان کل ماء فی الدنیا افضل من الکوثر بعین الدلیل وھو کما تری بل الکلام کما علمت فی الارفع قدرا والاعظم فخرا وھذا لایختلف باختلاف الدار حتی یکون شیئ اجل قدرا عند اللہ تعالیٰ من اٰخر فی الدنیا فاذا جاءت الاٰخرة انعکس الامر[1] کلا بل لایظھر فی الاٰخرة الا ما ھو عندہ تعالیٰ ھھنا فما کان افضل فی الاٰخرة کان افضل فی نفسه وماکان افضل فی نفسه کان افضل حیث کان وقد اعترفتم ان الکوثر افضل فی الاٰخرة فوجب ان یکون له الفضل دنیا واخری[2] کیف وزمزم من میاہ الدنیا وھو من میاہ الاٰخرة وللاٰخرة اکبر درجٰت واکبر تفضیلا[1] وایضا[3] مادہ من الجنة قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یغتُّ فیه میزابان

میں کہتا ہوں کہ اگر امام ابن حجر کی دلیل درست ہو تو اس سے لازم آئیگا کہ دنیا کے تمام پانی کوثر سے افضل ہوجائیں کیونکہ وہی دلیل یہاں پائی جاتی ہے حالانکہ یہ درست نہیں ہے بلکہ یہاں فضیلت قدر و فخر کی عظمت و بلندی مراد ہے اور فضیلت کا یہ معنی دنیا یا آخرت کے لحاظ سے نہیں بدلتا تاکہ دنیا میں ایک چیز دوسری کے مقابلہ میں عند اللہ بڑی قدر والی ہو اور جب آخرت برپا ہو تو معاملہ الٹ ہوجائے ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ آخرت میں عند اللہ وہی چیز قدر و منزلت والی ظاہر ہوگی جو یہاں دنیا میں بھی ایسی ہوگی۔ اور جو چیز آخرت میں افضل ہوگی وہ ذاتی طور پر افضل ہوگی اور جو چیز ذاتی طور پر افضل ہوگی وہ ہر جگہ افضل ہوگی اور جب آپ نے آخرت میں کوثر کے افضل ہونے کا اعتراف کرلیا تو ضروری ہے کہ وُہ دنیا و آخرت دونوں میں افضل ہو، اور کیوں نہ ہو کہ زمزم دنیا کا پانی ہے اور کوثر

---

[1] القرآن ۱۷/۲۱

Marfat.com

یمد انه من الجنة احدهما من ذهب والأخر من ورق[1] رواه مسلم عن ثوبان رضی الله تعالٰی عنه وقال صلی الله تعالٰی علیه وسلم الا ان سلعة الله غالیة الا ان سلعة الله الجنة[2] ثم هو انفع لامته صلی الله تعالٰی علیه وسلم من شرب منه لم یظمأ ابدا ولم یسود وجهه ابدا وقد امتن الله سبحنه به علی افضل انبیائه صلی الله تعالٰی علیه وسلم فکان افضل رزقنا المولی سبحنه وتعالٰی الورود علیه، والشرب منه بید احب حبیب الیه، صلی الله تعالٰی علیه وسلم، ومجد وشرف وعظم وکرم، وعلی اله الکرام، وصحبه العظام، وابنه الکریم وامته الکریمة خیر الامم، وعلینا بهم ولهم وفیهم ومعهم یا من من علینا بارسالہ وانعم، والحمد لله رب العٰلمین حمدا یدوم بدوامه الادوم، والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم، وعلمه جل مجده اتم، وحکمه عزشانه احکم۔

آخرت کا پانی ہے اور آخرت کا درجہ اور فضیلت بڑی ہے، نیز کوثر کا پانی جنّت سے نکلتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کوثر میں دو میزاب (نالے) گرتے ہیں دونوں جنّت سے آکر گرتے ہیں ایک سونے کا اور دوسرا چاندی کا ہے۔ اس حدیث کو حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مسلم نے روایت کیا ہے، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا غور کرو اللہ تعالٰی کا سامان گراں قیمت والا ہے اور اللہ تعالٰی کا سامان جنّت ہے پھر کوثر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت کے لیے وہاں زیادہ نفع مند ہے جو بھی اسے نوش کرے گا کبھی پیاسا نہ ہوگا اور نہ ہی اس کا چہرہ کبھی سیاہ ہوگا، اور اللہ تعالٰی نے کوثر حضور افضل الانبیا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر احسان فرمایا ہے لہذا کوثر ہی سب سے افضل ہے۔ دعا ہے ہمیں اللہ تعالٰی اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ مبارک سے پلائے اور اس کوثر پر ورود ہمیں نصیب فرمائے۔ حضور پر اللہ تعالٰی کی رحمتیں، سلامتی، بزرگی، شرف وکرم نازل ہو اور آپ کی برگزیدہ آل پر اور بزرگوار صحابہ پر اور آپ کے سخی صاحبزادے اور آپ کی بہترین اُمت پر اور اُن کی معیت اور صدقے اور سبب سے ہم پر بھی، اسے ہم پر اُن کو بھیج کر احسان فرمانے والے، الحمد للہ رب العٰلمین۔ (ت)

مسئلہ ۵۶ ۶ شوال ۲۰ھ مسئولہ مولوی عبدالشکور صاحب ارکانی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وضو کرتے وقت جس لوٹے سے وضو کرے اُس میں اگر ہاتھ منہ

---

[1] صحیح للمسلم کتاب الفضائل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۵۱

[2] جامع للترمذی باب من ابواب القیمۃ امین کمپنی دہلی ۲/۶۸

marfat.com
Marfat.com

کے مستعملہ قطرے گرے تو اس لوٹے کا پانی طاہر ہے یا نہیں اور اُس سے بقیہ عضو کا دھونا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

طاہر تو مطلقاً ہے علی مذھب محمد المصحح المعتمد (امام محمد کے صحیح ومعتمد مذہب پر ۔ ت)

اور بقیہ اعضا کا اُس سے دھونا بھی درست ہے جبکہ مستعمل پانی اس قدر کثرت سے نہ گرا ہو کہ غیر مستعمل پانی سے زائد ہو جائے فان المعتبر ھھنا الغلبة بالاجزاء[1] کما فی التبیین والدر المختار وغیرھما واللہ تعالٰی اعلم (کیونکہ یہاں اجزاء کے اعتبار سے غلبہ معتبر ہے جیسا کہ تبیین اور درمختار میں ہے) واللہ تعالٰی اعلم ۔ ت)

مسئلہ ۵۷ ازشہر بریلی بروز شنبہ ۲۵ شعبان ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حوض کا پانی بسبب گرمی یا پُرانا ہونے سے جس میں بُو اور رنگ تغیر ہو جائے اُس میں وضو کرنا چاہئے یا نہیں، اور اسی مسئلہ میں گاؤں کے چاہ وغیرہ ان کا پانی اور رنگ اور بُو آجاتی ہے اس سے وضو کرنا چاہئے یا نہیں اور زید کہتا ہے اگر اُس میں کوئی چیز کُتا یا بلی وغیرہ گر جائے جس سے بُو آجائے اور مزہ تبدیل ہو جائے تو ناپاک ہوتا ہے اور آپ ہی خود مزہ اور رنگ تبدیل ہو جائے تو پانی ناپاک نہیں ہوتا ہے؟

الجواب

رنگ یا بُو یا مزہ اگر کسی پاک چیز کے گرنے یا زیادہ دیر ٹھہرنے سے بدلے تو پانی خراب نہیں ہوتا ہاں نجاست کی وجہ سے تغیر آجائے تو نجس ہوگا اگرچہ کتنا ہی کثیر کیوں نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۸ مقام کنپ ڈلیسہ گجرات محلہ محمد پورہ معرفت پیش امام مولوی نظام الدین صاحب مرسلہ نثار احمد صاحب ۲۰ رمضان شریف ۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فقہا حوض کی چار اقسام لکھتے ہیں: (۱) مدوّر (۲) مربع (۳) مثلث (۴) طول بلاعرض ۔ آیا یہ چاروں قسمیں بلا اختلاف درست اور جائز ہیں یا ان میں سے کسی قسم میں اختلاف ہے اور جو قسم ان اقسام میں سے افضلیت رکھتی ہو استثناء کی جائے جواب سے بہت جلد تشفی فرمائیں۔

الجواب

مدوّر مثلث مربع تو صرف اختلاف ہیأت ہے اقسام جداگانہ نہیں جن کے احکام مختلف ہوں طول بلاعرض میں، البتہ

---

[1] الدرالمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۴

Marfat.com

اختلاف ہے بعض کے نزدیک وہ مطلقاً آبِ کثیر نہیں اگرچہ سمرقند سے بخارا تک ہو اور صحیح و ترجیح تر یہ ہے کہ سو ہاتھ مساحت درکار ہے جس طرح بھی حاصل ہو کما حققناہ فی فتاوٰنا بما لامزید علیہ (اسکی تحقیق ہم نے اپنے فتاوٰی میں کی ہے جس پر زیادہ کی ضرورت نہیں ت) اسی اختلاف کی بنا پر مدوّر و مثلّث کی مساحتوں میں بھی اختلاف پڑے گا جن کے نزدیک دس ہاتھ طول دس ہاتھ عرض دونوں کا ہونا ضرور ہے مدوّر کا رقبہ ۱۰۳ ہاتھ سے بھی زیادہ ہونا چاہئے اور مثلث کی ہر ضلع ساڑھے اکیس ہاتھ ۳/۴ گرہ اور قول مختار پر مدوّر کا قطر پانچ گز دس گرہ ایک انگل یا گیارہ ہاتھ دو گرہ ایک انگل کھیے اور مثلث کی ہر ضلع پندرہ ہاتھ اور ۱/۵ ہاتھ کما بیّنا فی رسالتنا الھنیٔ النمیر فی الماء المستدیر وھو من رسائل فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالے "الھنیٔ النمیر فی الماء المستدیر" میں جو کہ ہمارے فتاوٰی کے رسائل میں سے ہے، بیان کیا ہے۔ ت) افضل بے شک یہی ہے کہ مربع مثلث مدوّر کیسا بھی ہو اس کے اندر ایک مربع واقع ہو سکے جس کی ہر ضلع پانچ ہاتھ یا پندرہ فٹ ہو لان الخروج عن الخلاف احوط واحسن بالاتفاق واللہ تعالٰی اعلم (کیونکہ بالاتفاق اختلاف سے بچنا بہتر اور باحتیاط ہے۔ ت)

مسئلہ ۵۹ مسئولہ مولوی چودھری عبدالحمید خان صاحب رئیس سہاور مصنف کنز الآخرۃ ، محرم الحرام ۱۳۳۵ھ ہجری۔

آبِ مستعمل طاہر ہے غیر مطہر اور فقہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو پانی دَہ در دَہ سے کم ہو خواہ وہ دیگ میں ہو خواہ مٹکے یا لوٹے میں، اگر اُس میں محدث یا جُنب کا ایک پورا بھی چھُو جائے گا تو وہ مستعمل ہو جائیگا اور پھر وہ قابلِ طہارت نہ رہے گا کہ آبِ مستعمل مطہر نہیں۔ ایسی صورت میں بڑی مشکل یہ پڑتی ہے کہ ایک گروہ کثیر در کثیر مسلمانوں کا خاص کر گروہ اناث کا بالکل دارمدار سقّوں کے پانی پر وضو وغسل کرنے کا ہے کہ سقّے پانی لے کر گھروں میں بھرتے ہیں اور اُسی پانی سے تمام گھر والے وضوء و طہارت کرتے ہیں اور سقّوں کی یہ حالت ہے کہ اوّل تو وُہ بے نمازی ہوتے ہیں جن کو طہارت و نجاست کا کچھ امتیاز نہیں اس کے سوا یہ کہ وُہ سقّے نمازی ہی کیوں نہ ہوں لیکن ہمہ وقت باوضو نہیں ہوتے اور پانی کنُوئیں سے جب کھینچتے ہیں تو ڈول کی رسّی کو دانتوں سے پکڑ کر ایک ہاتھ کی انگلیوں کو ڈول میں ڈال کر دوسرے ہاتھ کی انگلیوں کے مشک کے منہ پر رکھ کر پانی مشک میں بھرتے ہیں اور پھر جب وہ گھروں میں آکر پانی بھرتے ہیں تو مشک کا منہ کھول کر اور مشک کے منہ کے قریب اپنا ہاتھ رکھ کر گھڑے مٹکوں میں پانی بھرتے ہیں کہ وُہ سب پانی اُن کے ہاتھ کی کف دست پر ہو کر ظرف میں پہنچتا ہے اور ایسی حالت میں یقینی دو دو تین تین بار پانی مستعمل ہو کر گھڑے مٹکوں میں پہنچتا ہے اور اُسی سے سب طہارت و وضو ہوتا ہے اس کے سوا عام نمازی مسلمان جس طریق سے مسجدوں میں کنُوئیں سے پانی کھینچ کر لوٹوں اور مٹکوں میں بھرتے ہیں وہ بھی قریب قریب انھیں سقّوں کی ترکیب کے عمل کرتے ہیں اور اُسی سے

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ ۶۱ از سرونج مسئولہ عبدالرشید خان صاحب ۱۹ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ
جنب مرد یا حیض والی عورت کا ہاتھ سیر بھر پانی یا سیر سے کم میں سہواً یا عمداً ڈوبے تو وہ پانی غسل و وضو کے قابل ہے یا نہیں؟

الجواب

کسی حدثِ اکبر یا اصغر والے کا ہاتھ بغیر دھوئے جب کسی دہ در دہ پانی سے کم میں پڑجائے گا اُس سب کو قابلِ وضو وغسل نہ رکھے گا اور اگر ہاتھ دھولینے کے بعد پڑا تو کچھ حرج نہیں۔ عورت حیض کی وجہ سے اُس وقت حدث والی ہوگی جب حیض منقطع ہوجائے اس سے پہلے نہ اُسے حدث ہے نہ حکمِ غسل اُس کا ہاتھ پڑنے سے قابلِ وضو وغسل رہے گا واللہ تعالٰی اعلم۔

۶۲ **سوال دوم** اکثر بلادِ ہند میں چاہ دہ در دہ سے کم ہیں اور جاہل مسلمان اُن چاہ پر کھڑے ہوکر غسل کرتے ہیں اور اُن کا آبِ غسل چاہ میں گرتا جاتا ہے اور اُسی چاہ کے پانی سے اور مسلمان غسل کرتے ہیں غسل اُن کا درست ہوا یا نہیں؟

الجواب

درست ہے کہ مستعمل پانی اگر غیر مستعمل میں پڑے تو اُسی وقت اُسے مستعمل کرے گا کہ مقدار میں اُس کی برابر یا اُس سے زائد ہوجائے چھینٹیں کنوئیں کے پانی سے کیا نسبت رکھتی ہیں ہاں اگر بدن پر کوئی نجاست حقیقیہ تھی اور اُس کے پانی کی کوئی چھینٹ کنوئیں کے اندر پانی میں گری تو آپ ہی سارا کنواں ناپاک ہوجائیگا واللہ تعالٰی اعلم۔

۶۳ **سوال سوم** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وعمرو واسطے غسل کے چاہ پر گئے اور دونوں حالتِ جنابت میں ہیں زید نے چاہ سے آب نکال کر عمرو کو دیا عمرو نے غسل کیا لیکن زید کا ناپاک ہاتھ کئی بار آب اور ڈول سے لگا اس حالت میں پانی ناپاک ہوا یا نہیں اور غسل عمرو کا درست ہوا یا نہیں؟

الجواب

نجاست حکمیہ کہ جنابت سے ہوتی ہے اس حالت میں ڈول کو ہاتھ لگنے سے کوئی حرج نہیں البتہ اگر ہاتھ بغیر دھوئے انگلی یا ناخن یا کوئی حصہ ہاتھ کا پانی سے مس کرے گا تو وہ پانی اگرچہ ناپاک نہ ہوگا مگر غسل و وضو کے قابل نہ رہے گا پھر ہر بار اگر وہی حصہ ہاتھوں کا پانی میں ڈوبا جو اول بار ڈوبا تھا تو صرف پہلا پانی خراب ہوا تھا بعد کے پانی طاہر و مطہر قابلِ غسل و وضو ہیں اگر عمرو کے سارے بدن پر بعد کا پانی بہ گیا تو غسل اُتر جائیگا اور اگر کچھ حصہ بدن پر صرف پہلی دفعہ کا پانی بہا، یا ہر بار زید کے بے دُھلے ہاتھ کا نیا حصہ پانی میں

Marfat.com

ڈوبا تو سب پانی خراب ہوئے تو عمرو کا غسل نہ اُترے گا واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال چہارم بلادِ ہند میں مسلمانوں کے گھروں میں ہندو کہارنیں پانی بھرتی ہیں ہندو کہاروں کے ہاتھوں کے بھرے ہوئے سے غسل وضو درست ہے یا نہیں؟

الجواب

درست ہے جبکہ اُن کے ہاتھ ناپاک نہ ہوں بے دھوئے پانی میں نہ ڈوبیں ورنہ جائز نہیں واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم۔

مسئلہ ٦٥ از مہندر گنج سکول ہیڈ مولوی ضلع گارو ہیلس تورا ملک آسام مرسلہ نجم الدین احمد صاحب ١٨ ربیع الاول شریف ١٣٣١ھ

حضرت قبلہ مولانا فاضل صاحب لطف بیکران برغریب باد چہ ارشاد فرمایند دریں مسئلہ کہ در علاقۂ فقیر درگاہے بنام شاہ کمال از مدت دراز ست مردمان از دور دور برائے تعجیل نذر و نیاز بز و بقرہ آوردہ بسم اللہ گفتہ ذبح مے نمایند و خادم درگاہ بتعجیل تمام پوست آن ذبیحہ را کشیدہ بعد یا قبل دباغت مے فروشند و اوقاتش ازیں شغل بسر میشود علمائے چند دریں دیار گویند کہ انتفاع از چرم غیر اللہ جائز نیست اگرچہ بروقتِ ذبح بسم اللہ خواندہ شود و بعضے گویند کہ بلاشبہ جائز ست زیرا کہ غیر اللہ مثل مردار ست چوں پوست مردار از دباغت پاک شود چرم غیر اللہ نیز از دباغت شود ایں چنین بحث و تکرار ہنوز پایان نرسید لہذا بخدمت اقدس حضرت عرض اینست کہ خرید و فروخت قبل یا بعد دباغت پوست ذبیحہ غیر اللہ درست ست یا نہ مع دلیل بحوالہ کتاب رقم درزیدہ و دستخط بالمہر عنایت سازند وعند اللہ اجر جزیل وصول

حضرت قبلہ مولانا فاضل مجھ پر آپ کی مہربانی ہوگی آپ کا کیا ارشاد ہے اس مسئلہ میں کہ میرے علاقہ میں شاہ کمال کے نام سے ایک درگاہ شریف ہے وہاں دُور دُور سے لوگ آکر نذر و نیاز کے طور پر گائے یا بکری لاکر بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرتے ہیں وہاں کے خادم ذبح کرنے کے فوراً بعد اس کا چمڑا اتارتے ہیں اور رنگنے سے قبل یا بعد فروخت کرتے ہیں اور اس سے ان کی گزر اوقات ہوتی ہے۔ اس علاقہ کے کچھ مولوی حضرات کہتے ہیں کہ غیر اللہ کے جانور کے چمڑے سے نفع جائز نہیں ہے اگرچہ ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام پڑھا جائے، اور بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ بلاشبہ جائز ہے کیونکہ اگر یہ جانور مردار کی طرح حرام بھی ہو تو اس کا چمڑا (دباغت) رنگنے سے پاک ہو جاتا ہے۔ یہی بحث و تکرار جاری ہے لہذا آپ کی خدمت میں عرض ہے کہ غیر اللہ کے ذبیحہ کا چمڑا رنگنے سے پہلے یا بعد فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں، دلیل اور حوالہ کتاب لکھیں اور دستخط و مہر لگائیں اور اللہ کے

marfat.com
Marfat.com

نمایند۔

ہاں بھاری اجر حاصل کریں۔

الجواب

آں چہ مہا بنفس ذبح پاک مے شود و ہیچ حاجت
دباغت ندارد خرید و فروخت و استعمال آنہا مطلقاً
رواست مسلمانان جانوران کہ برائے اولیائے کرام
قدست اسرارہم ذبح مے کنند زنہار عبادت غیر نمی خواہند
ایں بدگمانی شدید ست و بدگمانی از طریق اسلامی
بعید قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا
کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[1] وقال
رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والظن
فان الظن اکذب الحدیث[2] در درمختار فرمود
انا لانسیئ الظن بالمسلم انہ یتقرب الی
الاٰدمی بھذا النحر[3] در ردالمحتار ست ای
علی وجہ العبادۃ لانہ المکفر وھذا بعید
من حال المسلم[4]۔

باز اگر گیریم کہ بعض آزندگانِ جہاں، ہمچناں
خواستند اگر ذابح برائے خدا ذبح کرد و نام او عزو
علا گرفت حلال شد کہ اعتبار نیت و قول ذابح راست
کما حققناہ فی رسالتنا الصغیرۃ حجما الکبیرۃ

یہ چمڑے صرف ذبح کرنے سے ہی پاک ہو جاتے ہیں
خرید و فروخت یا دیگر استعمال کے لیے رنگنا ضروری
نہیں ہے مسلمان جن جانوروں کو اولیاء اللہ کے لیے
ذبح کرتے ہیں اس سے ان کا مقصد یا نیت ہرگز
غیر اللہ کی عبادت نہیں ہوتی یہ بہت بڑا بہتان ہے
جو مسلمانوں پر لگایا جاتا ہے اور اسلام میں بدگمانی
ناجائز ہے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا اے مومنو! بدگمانی
سے بچو اور بدگمانی گناہ ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ بدگمانی سے بچو کیونکہ یہ جھوٹی بات ہے۔
اور درمختار میں فرمایا ہے کہ ہم مسلمانوں کے بارے میں
بدگمانی نہیں کر سکتے وہ اس ذبح سے غیر اللہ کے تقرب
اور عبادت کی نیت کرتا ہے۔ اور ردالمحتار میں ہے کہ
عبادت کے بارے میں گمان نہیں ہو سکتا کیونکہ اس گمان سے
مسلمان کو کافر بنانا ہے اور مسلمان سے یہ بات بعید ہے۔
اور اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ دنیا میں کوئی ایسا واقعہ
ہے تو بھی جب ذبح کرنے والے نے اس پر اللہ تعالٰی
کا نام پڑھ لیا تو وہ جانور حلال ہو جاتا ہے کیونکہ ذبح کرنے
والے کی نیت اور قول کا اعتبار ہوتا ہے، جیسا کہ ہم نے

---

[1] القرآن ۴۹/ ۱۲
[2] جامع للبخاری باب قول اللہ عزوجل من بعد وصیۃ یوصی من الوصایا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۸۴
[3] الدرالمختار کتاب الذبائح مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۰
[4] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۵/ ۲۱۸

Marfat.com

نفعان شاء اللہ تعالیٰ سبل الاصفیاء فی حکم الذبح للاولیاء ، ومولیٰ سبحنہ وتعالیٰ در قرآن عظیم فرماید مالکم ان لا تأکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ[1] شمارا چیست کہ نخورید ازانچہ برآں نام خدا گرفتہ شدہ است ۔

واگر ازیں ہم گزریم وفرض کنیم کہ ذابح معاذ اللہ بہ نیت عبادت غیر کشت ومرتد گشت تا ازینہم آنچہ لازم آید حرمت ذبیحہ است نہ نجاست پوست کہ نزد امام قاضیخان وا مذہب ارجح آنست کہ ذبح مطلقاً تطہیر جلد میکند اگرچہ ذابح مرتد یا مجوسی باشد ۔ در بحر الرائق ست قد قدمنا عن معراج الدرایۃ معزیا الی المجتبی ان ذبیحۃ المجوسی وتارك التسمیۃ عمدا توجب الطہارۃ علی الاصح وان لم یکن ماکولا وکذا نقل صاحب المعراج فی ہذہ المسئلۃ الطہارۃ عن القنیۃ ایضا ہنا ویدل علی ان ہذا ہو الاصح ان صاحب النہایۃ ذکر ہذا الشرط بقیل معزیا الی فتاوی قاضی خان[2] در فتاوائے امام اجل قاضی فخر الدین اوزجندی ست ما یطہر جلدہ بالدباغ یطہر لحمہ بالذکاۃ ذکرہ شمس الائمۃ الحلوانی رحمہ اللہ تعالیٰ وقیل یجوز بشرط ان تکون الذکاۃ من اہلہا فی محلہا

اس کو ایک چھوٹے رسالے میں ثابت کیا ہے اگرچہ وہ رسالہ فائدہ میں ان شاء اللہ بڑا ہے اس کا نام "سبل الاصفیاء فی حکم الذبح للاولیاء" ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے تمہیں کیا ہوا کہ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا تم اس کو نہیں کھاتے ۔

اس کو بھی اگر چھوڑیں اور ہم فرض کر لیں کہ معاذ اللہ کہ ذبح کرنے والے نے غیر اللہ کی عبادت کی نیت سے جانور کو کاٹا اور وہ مرتد ہو گیا تب بھی جانور حرام ہوگا مگر اس کا چمڑا نجس نہ ہوگا ، امام قاضی خان کے نزدیک راجح بات یہی ہے کہ ذبح مطلقاً چمڑے کو پاک کر دیتاہے خواہ ذبح کرنے والا مرتد یا مجوسی ہو ۔ بحر الرائق میں ہے کہ مجتبیٰ کی طرف منسوب کرتے ہوئے ہم نے معراج الدرایہ سے پہلے نقل کیا ہے کہ مجوسی یا قصداً بسم اللہ نہ پڑھنے والے کا ذبیحہ بھی پاک ہے اگرچہ وہ کھانے کے لیے حرام ہے ، یہی صحیح ہے نیز صاحبِ معراج نے بھی اس مسئلہ کو قنیہ سے نقل کیا اور کہا کہ پاک ہے ۔ اس کے اصح ہونے پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ صاحبِ نہایہ نے اس شرط کو قیل کے ساتھ ذکر کیا اور اس کو قاضی خان کی طرف منسوب کیا ہے ۔ اور امام اجل قاضی فخر الدین اوزجندی کے فتاوٰی میں ہے کہ وہ جانور جس کا چمڑا رنگنے سے پاک ہو جاتاہے ذبح کرنے سے اس کا گوشت پاک ہو جاتا ہے اس کو

---

[1] القرآن ۶/۱۱۹

[2] بحر الرائق کتاب الطہارۃ سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۶

marfat.com

Marfat.com

وقد سمی[1] اھ شمس الدین حلوانی رحمہ اللہ تعالٰی نے ذکر کیا ہے اور یہ بھی کہا گیا بشرطیکہ ذبح کا عمل اپنے محل میں اہلیت والے شخص سے صادر ہو اور بسم اللہ بھی پڑھی ہو۔ (ت)

اقول فافاد بحکم المقابلۃ ان الذکاۃ فی القول الاول مطلقۃ ولو غیر شرعیۃ والمسألۃ فی اللحم تدل علی حکم الجلد بالاولی ففیہ ترجیحان لعدم اشتراط الشرعیۃ الاول ما ذکر من ذکرہ القول الثانی بقیل والثانی انہ قدم الاول وھو انما یقدم الاظھر الاشھر کما نص علیہ فی خطبتہ فیکون ھو المعتمد کما فی الطحطاوی والشامی۔

میں کہتا ہوں کہ حکم مقابلہ سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ پہلے قول میں ذبح عام ہے خواہ غیر شرعی ہو، اور گوشت کے حکم سے چمڑے کا حکم بطریق اولٰی معلوم ہوا، یہاں ذبح کے لیے شرع کی شرط نہ ہونے پر دو ترجیحات ہیں اوّل یہ کہ دوسرے قول کو قیل کے ساتھ ذکر کرنا، اور دوسری یہ کہ پہلے قول کو مقدم ذکر کرنا کیونکہ وہ مشہور اور واضح قول کو پہلے لاتے ہیں جیسا کہ انہوں نے خود یہ بات اپنے خطبہ میں کہی ہے لہذا یہ پہلا قول قابلِ اعتماد ہے جیسا کہ طحطاوی اور شامی میں ہے۔ (ت)

امّا قول الدر ھل یشترط لطھارۃ جلدہ کون ذکاتہ شرعیۃ قیل نعم وقیل لا والاول اظھر لان ذبح المجوسی وتارک التسمیۃ عمدا کلا ذبح[2] اھ فاقول نعم ذلك فی حق الحل اما طھارۃ الجلد فلا تتوقف علیہ وانما ھی لان الذبح یعمل عمل الدباغ فی ازالۃ الرطوبات النجسۃ[3] کما فی الھدایۃ بل لانہ یمنع من اتصالھا بہ والدباغ مزیل بعد الاتصال ولما کان الدباغ بعد الاتصال مزیلا ومطھرا

لیکن درمختار کا یہ قول کہ کیا چمڑے کے پاک ہونے کے لیے شرعی ذبح شرط ہے، بعض نے کہا کہ ہاں اور بعض نے کہا نہیں۔ اور اول زیادہ ظاہر ہے کیونکہ مجوسی اور بسم اللہ کو قصداً چھوڑنے والے کا ذبح کالعدم ہوتا ہے، میں کہتا ہوں کہ ہاں حلال ہونے کے معاملہ میں تو ایسے ہے لیکن چمڑے کے پاک ہونے کا حکم اس پر موقوف نہیں ہے اور یہ اس لیے کہ ذبح کرنے والا اپنے عمل میں دباغ کا عمل کرتا ہے کہ وہ نجس رطوبات کو نکال دیتا ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے بلکہ ذبح کا عمل چمڑے سے ناپاک رطوبتیں لگنے سے منع کرتا ہے

---

[1] فتاوٰی قاضیخان فصل فی النجاسۃ نولکشور لکھنؤ ۱/۱۰

[2] الدرالمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۸

[3] الھدایۃ قبیل فصل فی البئر المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۲۴

Marfat.com

كانت الذكاة المانعة من الاتصال اولى ان تكون مطهرة[1] كما فى العناية ولاشك ان هذا يعم كل ذبح فكان كما اذا دبغ مجوسى فالاظهر ما اختاره الامام قاضيخان هذا ولعل الاوفق بالقياس والالصق بالقواعد ماذكر تصحيحه فى التنوير والدر والقنية ايضا وبه جزم الاكمل والكمال وابن الكمال فى العناية والفتح والايضاح وبالجملة هما قولان مصححان وهذا اوفق وذاك ارفق فاختر لنفسك والاحتياط اولى۔

جبکہ دباغت کا عمل ناپاک رطوبتوں کو لگنے کے بعد زائل کرتا ہے اور دباغت جو کہ رطوبات کو لگنے کے بعد زائل کرتی ہے' سے چمڑا پاک ہوجاتا ہے تو ذبح سے بطریق اولٰی پاک ہوگا کیونکہ وہ رطوبات کو چمڑے کے ساتھ لگنے سے روک دیتا ہے جیسا کہ عنایہ میں ہے اور بلاشبہ یہ چیز ہر ذبح میں پائی جاتی ہے جیسا کہ ہر دباغت سے پاک ہوجاتا ہے خواہ مجوسی ہی دباغت کرے لہذا ظاہر حکم وہی ہے جس کو قاضی خان نے بیان کیا ہے' اس کو محفوظ کرو۔ ہوسکتا ہے جس قول کی تصحیح تنویر، دُر اور قُنیہ نے کی وہ بھی قیاس کے موافق اور قواعد کے مطابق ہو۔ اسی کو اکمل، کمال اور ابن کمال نے عنایہ، فتح اور ایضاح میں اختیار کیا ہے۔ حاصل یہ کہ صحیح شدہ یہ دونوں قول ہیں ایک قیاس وقاعدہ کے زیادہ قریب ہے اور دوسرا آسانی کا باعث ہے اپنے طور پر جسے چاہو پسند کرو مگر احتیاط بہتر ہے۔ (ت)

واگر ازینہم گزریم وگیریم کہ ذابح معاذاللہ مرتد شد وذبیحہ بجمیع اجزائہا نجس گشت بریں تقدیر نیز دباغت را موجب طہارت ندانستن جہل عظیم و باطل باجماع ائمہ ماست فقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایما اھاب دبغ فقد طھر[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

اور اگر ہم اس کو بھی درگزر کریں اور تسلیم کریں کہ ذابح معاذ اللہ مرتد ہے اور ذبیحہ کے چمڑے سمیت تمام اجزاء ناپاک ہیں تب بھی دباغت کے عمل سے چمڑے کو پاک نہ ماننا جہالت ہے اور باطل ہے کیونکہ اس پر تمام ائمہ کا اجماع ہے اور خود حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ہر چمڑا رنگنے سے پاک ہوجاتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[1] العنایۃ مع الفتح القدیر   مطبوعہ سکھر   ۱/۸۳
[2] مسند امام احمد بن حنبل عن ابن عباس   بیروت   ۱/۲۱۹

marfat.com
Marfat.com

فصل فی البئر

مسئلہ ۶۶ از خیرآباد مرسلہ مولوی سید حسین بخش صاحب رضوی یکم ربیع الاول ۱۳۰۶ھ ہجری
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر گرگٹ چاہ افتادہ ہو اُس کا پانی کس قدر نکالا جائے اور گرگٹ کس جانور کے برابر ہوسکتا ہے اگرچہ جثہ میں چھپکلی سے زیادہ اور خون رکھتا ہے بحوالہ کتاب ارشاد ہو، بینوا توجروا۔

الجواب

گرگٹ چوہے کے حکم میں ہے اگر کنویں سے مُردہ نکلے اور پھُولا پھٹا نہ ہو بیس ڈول نکالے جائیں گے فتاوٰی خانیہ و فتاوٰی ہندیہ وغیرہما میں ہے:

اذا وقع فی البئر سام ابرص ومات ینزح منہا عشرون دلوا فی ظاہر الروایۃ[1] ظاہر روایت یہ ہے کہ اگر گرگٹ کنویں میں گر کر مرجائے تو بیس ڈول نکالے جائیں گے۔ (ت)

علامہ حسن شرنبلالی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں فرماتے ہیں، مابین الفارۃ والھرۃ فحکمہ حکم الفارۃ الخ[2] (چوہے اور بلی کے درمیانی جانور سب کا حکم چوہے جیسا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۷ ؏

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دلو وسط کی مقدار کیا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

کنویں میں جب کوئی چیز گر جائے اور شرع مطہر کچھ ڈول نکالنے کا حکم دے جہاں متون متاخرین میں لفظ دلو وسط واقع ہُوا یعنی مثلاً چوہا گر کر مرجائے تو بیس ڈول متوسط نکالے جائیں، اس ڈول کی تعیین میں بھی اقوال مختلف ہیں کہ سات تک پہنچتے ہیں مگر ظاہر الروایۃ و مختار امام قاضی خان و صاحب محیط و مصنف اختیار و مولف ہدایہ وغیرہم اکابر علماء یہی ہے کہ ہر کنویں کے لیے اُسی کا ڈول معتبر ہوگا جس سے اس کا پانی بھرا جاتا ہے، ہاں

؏ یہ فتوٰی فتاوٰی قدیمہ کے بقایا سے ہے جو مصنف نے اپنے صغرسن میں لکھے ۱۲ (م)

[1] فتاوٰی ہندیۃ　النوع الثالث من الفصل الاول من المیاہ　پشاور　۲۰/۱
[2] مراقی الفلاح　مسائل الآبار　بولاق مصر　ص ۲۲

marfat.com
Marfat.com

اگر اس کنویں کا کوئی ڈول معین نہ ہو تو اس ڈول کا اعتبار کریں گے جس میں ایک صاع مدس یا ماش آجائیں غنیہ میں ہے: الدلو الوسط ما یسع صاعا من الحب المعتدل (درمیانہ ڈول وہ ہے جس میں صاع برابر دال وغیرہ کے دانے آجائیں۔ ت) اور صاع ہمارے امام کے نزدیک آٹھ رطل کا ہوتا ہے ہر رطل بیس استار ہر استار ساڑھے چار مثقال ہر مثقال ساڑھے چار ماشے، تو ہر رطل تینتیس ۳۳ تولے نو ماشے، اور صاع دو سو ستر تولے کا ہوا۔

فی رد المحتار عن شرح درر البحار اعلم ان الصاع اربعۃ امداد و المد رطلان و الرطل نصف من و المن بالدراھم مائتان وستون درھما و بالاستار اربعون و الاستار بکسر الھمزۃ بالدراھم ستۃ و نصف و بالمثاقیل اربعۃ ونصف[2] اھ

ردالمحتار میں شرح درر البحار سے منقول ہے، معلوم ہونا چاہیے کہ صاع چار مُد، اور مُد دو رطل، اور رطل نصف مَن اور مَن کا وزن دو سو ساٹھ درہم اور مَن استار کے حساب سے چالیس استار کا ہوتا ہے، اور استار کا وزن دراہم کے حساب سے ساڑھے چھ (۶ ½) درہم اور مثاقیل کے حساب سے ساڑھے چار (۴ ½) مثقال ہوتا ہے۔ اھ (ت)

اقول والدرھم المذکور ھھنا غیر الدرھم الشرعی المعتبر بوزن سبع کما یشھد بذلک جعلہ الاستار بالدراھم ستۃ ونصفا و بالمثاقیل اربعۃ ونصفا اذ لو کان بوزن سبع لکانت اربعۃ مثاقیل و نصف بالدراھم ستۃ وثلثۃ اسباع لا نصفا و ایضا لو کان المن ۲۶۰ درھما بوزن سبعۃ لکان من المثاقیل ۱۸۲ مع انہ بحساب الاستار المذکور مائۃ وثمانون کما لا یخفی علی الحاسب۔

میں کہتا ہوں کہ یہاں جس درہم کا ذکر کیا گیا ہے وہ شرعی درہم نہیں جس میں سات کا وزن معتبر ہے (یعنی دس درہم بمقابلہ سات مثقال) اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے اِستار کے حساب میں ساڑھے چار (۴ ½) مثقال کو ساڑھے چھ (۶ ½) دراہم کے برابر ذکر کیا ہے اور اگر سات کا وزن مراد ہوتا تو پھر ساڑھے چار (۴ ½) مثقال کے برابر ساڑھے چھ (۶ ½) کی بجائے چھ دراہم اور ایک درہم کے تین ساتویں حصے (۶ ۳/۷) کہا جاتا نیز اگر مَن دو سو ساٹھ ۲۶۰ دراہم کا سات کے وزن پر ہوتا تو ایک سو بیاسی ۱۸۲ مثقال مَن کی مقدار میں بیان کیا جاتا حالانکہ انہوں نے ایک سو بیاسی ۱۸۲ مثقال کی بجائے ایک سو اسّی ۱۸۰ مثقال کہا جو کہ حساب دان پر مخفی نہیں۔ (ت)

---

[1] غنیۃ المستملی فصل فی البئر سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۵۷

[2] رد المحتار مطلب فی تحریر الصاع من الزکاۃ مصطفی البابی مصر ۲/ ۸۳

Marfat.com

وبہ علم بحمد اللہ تعالٰی ان ما وقع من العلامۃ الشامی حیث قال بعد ما مر ثم اعلم ان الدرھم الشرعی اربعۃ عشر قیراطا و المتعارف الاٰن ستۃ عشر فاذا کان الصاع الفا واربعین درھما شرعیا یکون بالدرھم المتعارف تسعمائۃ وعشرۃ[1] الخ خلط بین اصطلاحین فان الصاع انما یکون الفا واربعین بالدرھم المذکور ھھنا لان الصاع ثمانیۃ ارطال والرطل عشرون استارا والاستار بھذہ الدراھم ستۃ ونصف فاذا ضربت عشرین فی ستۃ ونصف کان الرطل مائۃ و ثلثین درھما ویضربھا فی ثمانیۃ یحصل الف واربعون والدرھم الذی ھو اربعۃ عشر قیراطا انما ھو الدرھم الشرعی المعتبر بوزن سبعۃ کما فی الدر المختار وغیرہ فتنبہ لھذا واترک الدراھم وحاسب بما لایختلف و ھو المثقال فانہ اربع ونصف ماسۃ فالاستار طولجۃ وثمان ماسات وربع ای حبتان فالرطل ثلث وثلثون طولجۃ وتسع ماسات کما ذکرنا وباللہ التوفیق۔

مذکورہ وضاحت سے معلوم ہوا کہ علامہ شامی نے اپنی مذکورہ بالا عبارت کے بعد جہاں یہ فرمایا کہ "جاننا چاہئے کہ شرعی درہم چودہ قیراط کا ہوتا ہے حالانکہ اب سولہ قیراط والا متعارف ہوا پس جب صاع کو ایک ہزار چالیس (۱۰۴۰) شرعی دراہم کا قرار دیا جائے تو متعارف درہم کے حساب سے صاع نوسودس (۹۱۰) دراہم کا ہوگا" الخ۔ اس میں علامہ نے دونوں اصطلاحوں میں خلط کردیا ہے کیونکہ صاع کا حساب ایک ہزار چالیس (۱۰۴۰) دراہم اس وزن سے بنتا ہے جس کو علامہ شامی نے خود اوپر یہاں ذکر کیا ہے کیونکہ جب صاع آٹھ رطل، اور رطل بیس استار، اور استار اس درہم کے حساب سے ساڑھے چھ (۶½) درہم بنتا ہے تو جب بیس کو ساڑھے چھ (۶½) میں ضرب دیں تو رطل ایک سوتیس (۱۳۰) درھم کا ہوگا جب اس کو آٹھ سے ضرب دیں تو ایک ہزار چالیس (۱۰۴۰) بنے، اور جو درہم چودہ قیراط ہے وہ شرعی ہے جس میں سات والا وزن معتبر ہے جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ لہذا تم سمجھو اور دراہم کا حساب چھوڑ کر مثقال کے حساب کا اعتبار کرو جو مختلف نہیں ہوتا۔ پس مثقال ساڑھے چار (۴½) ماشہ جبکہ استار ایک تولہ آٹھ ماشے دو رتی ہوگا۔ اس طرح رطل تینتیس (۳۳) تولہ نو ماشہ ہوگا جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، اور اللہ تعالٰی سے ہی توفیق ہے (ت)

اور یہ تفصیل کہ ہر کنویں کے لئے اُسی کا ڈول معتبر رکھیں اور نہ ہو تو ایک صاع والا ڈول یہ گویا ان دونوں معتبر قولوں کی جمع و توفیق اور قول فیصل ہے اور یہی فتاوٰی خلاصہ[1] وشرح طحاوی[2] و سراج[3] سے ظاہر اور صاحب

؎۱ ردالمحتار مطلب فی تحریر الصاع من الزکوٰۃ مصطفی البابی مصر ۲/۸۳

marfat.com
Marfat.com

بحرالرائق نے اسی پر اعتماد اور صاحبِ درمختار نے اسی پر جزم کیا اور بہ تبعیت صاحبِ بحر دلو وسط کے یہی معنٰی قرار دیے۔

فی الخانیة[1] اذا وجب نزح بعض الماء بعدد من الدلاء فالمعتبر فی ذٰلک دلو ھٰذہ البئر وفی الھدایة[2] ثم المعتبر فی کل بئر دلوھا الذی یستقی بہ منھا وقیل دلو یسع فیہ صاع وفی الخلاصة[3] المعتبر فی کل بئر دلوھا فان لم یکن لتلک البئر دلو ینزح بدلو یسع فیہ الصاع وھو ثمانیة ارطال وعن ابی حنیفة خمسة امناء وفی البحر الرائق واختلف فی تفسیر الدلو الوسط فقیل ھی الدلو المستعملة فی کل بلد وقیل المعتبر فی کل بئر دلوھا لان السلف لما اطلقوا انصرف الی المعتاد واختارہ فی المحیط والاختیار والھدایة وغیرھا وھو ظاہر الروایة لانہ مذکور فی الکافی للحاکم وقیل ما یسع صاعا وھو ثمانیة ارطال وقیل عشرة ارطال وقیل غیر ذٰلک۔

خانیہ میں ہے کہ جب کنویں سے چند ڈول کے حساب کچھ پانی نکالنا ہو تو اس کنویں کا ڈول معتبر ہوگا۔ اور ہدایہ میں ہے پھر ہر کنویں میں اس کا وہی ڈول معتبر ہوگا جس سے پانی نکالا جاتا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ ایک صاع کی گنجائش والا معتبر ہے۔ اور خلاصہ میں ہے ہر کنویں میں اس کا اپنا ڈول معتبر ہے اور اگر اس کا اپنا ڈول نہ ہو تو اس وقت اس کا پانی ایسے ڈول کے ساتھ نکالا جائے جس میں ایک صاع کی گنجائش ہو اور صاع آٹھ رطل ہے اور امام ابوحنیفہ سے پانچ مَن (دس رطل) کی روایت ہے۔ اور بحرالرائق میں ہے کہ درمیانے ڈول کی تعیین میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا ہر علاقہ میں وہاں کا مستعمل ڈول ہے اور بعض نے ہر کنویں میں استعمال ہونیوالا ڈول مراد لیا ہے کیونکہ اسلاف جب کسی چیز کو مطلق بولتے ہیں تو اس سے زیرِ عادت چیز مراد ہوتی ہے اسی کو محیط، اختیار اور ہدایہ وغیرہا میں پسند کیا گیا ہے اور یہی ظاہر روایت ہے کیونکہ امام حاکم کی کتاب کافی میں یہی مذکور ہے۔ بعض نے درمیانہ ڈول ایک صاع کی گنجائش والے کو قرار دیا ایک صاع کے بارے میں بعض نے آٹھ رطل اور بعض نے دس رطل کہا ہے، اس کے علاوہ اور بھی قول ہیں۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خان	فصل فی ما یقع فی البئر	نولکشور لکھنؤ	۱/۶
[2] الہدایة	فصل فی البئر	المکتبة العربیة کراچی	۱/۲۷
[3] خلاصة الفتاوٰی	مسائل البئر	نولکشور لکھنؤ	۱/۱۱

Marfat.com

والذی یطہران البئر اما ان یکون لہا دلو اولا فان کان لہا دلوا عتبر بہ والا اتخذ لہا دلو یسع صاعا وھو ظاھر ما فی الخلاصۃ وشرح الطحاوی والسراج الوھاج وح فینبغی ان یحمل قول من قدر الدلو علی ما اذا لم یکن للبئر دلو کما لا یخفی[1] وفی الدر المختار بدلو وسط ھو دلو تلک البئر فان لم یکن فما یسع صاعا[2] وفی الشامیۃ قولہ فان لم یکن الخ ھذا اذا کان لہا دلو فان لم یکن فالمعتبر دلو یسع صاعا ھذا التفصیل استظھرہ فی البحر وقال ھو ظاھر ما فی الخلاصۃ وشرح الطحاوی والسراج[3]۔

وفی المقام بحث وکلام اورد بعضا منہ السید ابن عابدین فی ھذہ الحاشیۃ رأینا طی الکشح عنہ احری مخافۃ التطویل مع حصول المقصود اذ لیس مرجعہ الا الی اللفظ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

اور ظاہر یہ ہے کہ کنویں کا اپنا ڈول ہوگا یا نہیں، اگر اپنا ڈول ہو تو وہی معتبر ہوگا ورنہ پھر ایک صاع والا ڈول بنوایا جائے گا اور یہ خلاصہ، شرح طحاوی، سراج وہاج کی عبارات سے ظاہر ہے، اس صورت میں جنہوں نے ڈول کا اندازہ بیان کیا یہ اس وقت ہوگا جب کنویں کا اپنا ڈول نہ ہو، جیسا کہ مخفی نہیں، اور درمختار میں ہے درمیانہ ڈول کنویں کا ڈول ہے اور اگر اس کا ڈول نہ ہو تو پھر ایک صاع والا ڈول ہوگا۔ اور فتاوٰی شامی میں ہے کہ ماتن کے قول اگر نہ ہو، کا مطلب یہ اگر کنویں کا اپنا ڈول ہو تو وہی معتبر ہے اور اگر نہ ہو تو ایک صاع والا ڈول معتبر ہے۔ اس تفصیل کو بحر میں ذکر کیا ہے اور کہا کہ یہ خلاصہ، شرح طحاوی اور سراج کے مضمون سے ظاہر ہوا۔ (ت)

اس مقام میں بحث اور کلام ہے جس کا کچھ حصہ علامہ ابن عابدین (شامی) نے اس حاشیہ میں ذکر کیا ہے ہم نے مقصد کے حاصل ہو جانے پر طوالت کے خوف سے اس بحث کو چھوڑ دیا ہے کیونکہ اس کا تعلق صرف الفاظ سے ہے واللہ اعلم بالصواب۔ (ت)

مسئلہ ۶۸
۲۸ رمضان ۱۳۰۵ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کنویں میں سے گائے یا بھینس کا پٹھا نکلا جو بندش کے کام میں آتا ہے نہیں معلوم کسی آدمی سے گرایا جانور نے ڈال دیا ثابت ہے گلا سڑا نہیں اس میں کنویں کے لیے کیا حکم ہے طاہر ہے یا نجس بینوا توجروا۔

---

[1] بحر الرائق | کتاب الطہارت | سعید کمپنی کراچی | ۱/۱۱۸
[2] الدر المختار | فصل فی البئر | مجتبائی دہلی | ۱/۳۹
[3] رد المحتار | " | مصطفی البابی مصر | ۱/۱۵۹

marfat.com
Marfat.com

الجواب

طاہر ہے مطلقاً اگرچہ گل گیا ہو،

فی التنویر شعر المیتۃ وعظمہا وعصبہا طاھر[1] اھ ملتقطا اقول وھذا فی العصب علی المشھور کما فی الدر وکذا علی خلافہ اعنی روایۃ نجاسۃ عصب المیتۃ اذ لا علم بان الواقع فی البئر ھو عصب المیتۃ دون المذبوح و الیقین لایزول بالشک[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

تنویر میں ہے کہ مردار کی ہڈی، بال اور پٹھے پاک ہیں اھ ملتقطا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حکم مردار کے پٹھوں کے بارے میں مشہور قول پر مبنی ہے جیسا کہ دُر میں ہے اور اگر اس کے خلاف کا لحاظ کیا جائے یعنی مردار کے پٹھوں کو نجس والی روایت، تو بھی حکم یہی ہوگا (کہ پانی پاک ہوگا) کیونکہ کنویں سے نکلنے والے پٹھے کے بارے میں معلوم نہیں کہ مردار کا ہے یا ذبح شدہ جانور کا ہے تو یہ شک یقین کو زائل نہیں کرے گا، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶۹: چہ میفرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین ایک ہندو نے ایک چیز ناپاک سے کنویں کو ناپاک کیا یعنی نال بچہ آدمی کا کنویں میں ڈال دیا اور بدون معلوم ناپاکی کے دو تین روز مسلمانوں اور ہندوؤں نے پانی اُس کنویں کا پیا اور کھانے پکانے کے صرف میں لائے تو اس صورت میں اُن لوگوں کے ایمان میں کچھ خلل ہوا یا نہیں اور ڈالنے والے کے واسطے کیا سزا ہے اور پینے والے لوگ کس طرح طاہر ہوں اور کنواں کس طرح پر پاک کیا جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مسئولہ میں بعد نکالنے نجاست کے سب پانی اُس کنویں کا نکال ڈالیں اور اگر نال کے کنویں میں گرنے کا وقت معلوم ہو کہ اُس نے فلاں روز فلاں وقت ڈالا تو اُس وقت سے کنواں ناپاک قرار پائے گا اور اس مدت میں جن شخصوں نے اُس سے وضو کیا وہ اپنے اعضائے وضو اور جو نہائے ہوں وہ تمام بدن پاک کریں اور اتنے دنوں کی نمازیں پھیریں اور جن کپڑوں کو وضو کرتے میں یا کسی طرح وہ پانی درم برابر جگہ میں لگ گیا ہو وہ پاک کئے جائیں اور اُس پانی سے جو کھانا پکایا گیا اس کا بقیہ کتوں کو ڈال دیں اور برتن پاک کریں اور جن لوگوں نے اتنے دنوں نادانستہ وہ پانی پیا اور اُس سے کھانا پکا کر کھایا اُن پر کوئی گناہ نہیں نہ ان کے ایمان میں خلل آیا۔ یہ سب باتیں اُس صورت میں ہیں کہ اُس کے گرنے کا دن اور وقت معلوم ہو اور جو یہ امر متحقق نہ ہوسکے تو کنواں اُسی وقت سے ناپاک ٹھہرے گا جب سے وہ نال اس میں دیکھا گیا اس سے پہلے کے وضو اور غسل اور نمازیں سب درست

---

[1] الدر المختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸

[2] غنیۃ المستملی فصل فی البئر سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۶۰

Marfat.com

اور بدن اور برتن اور کپڑے سب پاک ہاں بعد نکلنے کے اگر کسی نے بے خبری میں وضو یا غسل کیا اور اس سے نماز پڑھی یا اس کے کپڑوں یا برتنوں کو وہ پانی لگا تو وہ اپنے بدن برتن کپڑے پاک کرے اور اُس نماز کو پھیرے اور ڈالنے والا شرعاً قابلِ سزا و تعزیر ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

## مسئلہ ۷ 	یکم رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کنوئیں میں پھکنا گر گیا اُس وقت اُس میں پیشاب نہ تھا بلکہ بچے اُس میں پھونک رہے تھے اُن کے ہاتھ سے گر گیا یہ معلوم نہیں کہ گائے کا ہے یا بھینس کا پھکنا نکال لیا گیا اب کنوئیں کی نسبت کیا حکم ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

کنواں پاک ہے کہ مذبوح جانور ماکول اللحم کا پھکنا بالاتفاق اپنی ذات میں تو کوئی نجاست نہیں رکھتا

فی الدر المختار کل اھاب ومثلہ المثانۃ والکرش دبغۃ طھر وفی التنویر وما طھر بہ طھر بذکاۃ۔[1]

درمختار میں ہے ہر چمڑہ اور ایسے ہی مثانہ اور گُردے جب رنگ دئے جائیں تو پاک ہوجاتے ہیں اور تنویر میں ہے جو اس طرح پاک ہوجاتے وہ ذبح سے بھی پاک ہوجاتے ہیں۔ (ت)

یہاں اگر ذبح ہونا معلوم نہیں تو مُردار سے ہونا بھی معلوم نہیں،

والیقین لایزول بالشک اقول والمحل محل الطہارۃ والنجاسۃ دون الحل والحرمۃ فافھم۔

اور یقین، شک کی وجہ سے زائل نہیں ہوتا، میں کہتا ہوں اور یہ محلِ طہارت ہے اور نجاست حلال وحرام کا محل نہیں ہے فافہم (ت)

رہا یہ کہ اس میں پیشاب ہوتا ہے اور عادۃً اُسے پاک کرنے کے طور پر دھویا نہیں جاتا تو اس کے باطن میں وہ رطوبت بدستور لگی رہی یہ یہاں کچھ مضر نہیں کہ پھکنا معدنِ بول ہے اور نجاست جب تک اپنے معدن میں ہو اُسے حکمِ نجاست نہیں دیا جاتا تو اُس کے جوف میں کوئی ناپاک شے نہ تھی۔ غنیہ میں ہے:

السخلۃ اذا وقعت من امھا رطبۃ فی الماء لا تفسدہ کذا فی کتب الفتاوی[2]

بکری کا بچہ اگر پیدا ہوتے ہی پانی میں گر جائے تو پانی نجس نہ ہوگا۔ کتبِ فتاوٰی میں ایسے ہی ہے

---

[1] الدرالمختار 	باب المیاہ 	مجتبائی دہلی 	۱/ ۳۸

[2] غنیۃ المستملی 	فصل فی البئر 	سہیل اکیڈمی لاہور 	ص ۱۶۰

marfat.com

Marfat.com

وھذا الان الرطوبة التی علیها لیست بنجسة لکونها فی محلّها اھ اقول مقصودنا الاشتشهاد بما فی التعلیل افادا اما المسألة فمبنیة علی قولهما بنجاسة رطوبة الفرج[1] اما عنده رضی اللہ تعالٰی عنه وعنهما فطاھرۃ۔

یہ اس لیے کہ بچّے پر جو رطوبت ہے وہ ناپاک نہیں کیونکہ ابھی تک یہ نجاست اپنے محل میں ہے اھ میں کہتا ہوں کہ اس عبارت کا مقصد صرف علت کے لئے مفید امر پر استشہاد پیش کرنا ہے لیکن اصل مسئلہ صاحبین کے اس قول پر مبنی ہے کہ فرج (شرمگاہ) کی رطوبت نجس ہے مگر امام صاحب اور ایک روایت میں صاحبین کے نزدیک یہ رطوبت پاک ہے۔ (ت)

ثم اقول[2] ولی فیه نظر فان جلد السخلة لیس محل تلك الرطوبة بل رحم امها ومنها اصابته ثم[3] یعکر علی حکم ھذہ المسألة ومسألة المثانة وامثالهما انها لیست نجسة مادامت فیها فاذا انتقلت صارت نجسة والماء اذا اصابها او دخلها فلا شك ان الرطوبة تنتقل منها الیه فکیف لایحکم بنجاسته لاختلاطه بما ھو نجس الاٰن وان لم یکن محکوما بالنجاسة قبل الاترٰی[4] ان دم الشهید طاھر مادام علیه فتجوز صلاۃ حامله لکن ان اصابه او ثوبه قدر مانع من دمه لم تجز لحصول الانفصال والانتقال کذا ھذا فهذا ما یقتضیه النظر ولکن الحکم دوار فی الفتاوٰی ولم ارمن تعرض له فتأمل وحرر لعل اللہ یحدث بعد ذلك امرا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

پھر میں کہتا ہوں کہ مجھے یہاں اعتراض ہے کیونکہ بکری کے بچّے کی کھال اس رطوبت کا محل نہیں ہے بلکہ اس کا محل تو اس کی ماں کا رحم ہے وہاں سے بچّے کو رطوبت لگی ہے پھر دوبارہ اعتراض اس مسئلہ سمیت مثانہ وغیرہ کے مسئلہ پر ہے کہ یہ اُس وقت تک نجس نہ ہوں گے جب تک یہ اپنے مقام میں ہیں لیکن جب وہاں سے منتقل ہوجائیں تو نجس ہوجائیں گے اور ان کو پانی لگے یا اس میں پانی داخل ہو تو لازماً ان کی رطوبت پانی میں منتقل ہوگی تو پھر کیسے پانی کو پاک کہا جاسکتا ہے جبکہ اب ناپاک چیز مل چکی ہے اگرچہ قبل ازیں اسی چیز پر ناپاکی کا حکم نہ تھا، کیا آپ کو معلوم نہیں کہ شہید کا خون جب تک اس پر ہے پاک ہے لہذا اس کو اٹھانے والے کی نماز جائز ہوگی لیکن جب یہ خون اٹھانے والے کے بدن یا کپڑے کو اتنی مقدار میں لگ جائے جو نماز کے لیے مانع ہو تو نماز جائز نہ ہوگی کیونکہ وہ خون شہید سے جُدا ہوکر دوسری جگہ منتقل ہوگیا ہے

---

[1] غنیۃ المستملی . باب الانجاس سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۵۰

Marfat.com

لہذا ظاہر نظر میں یہاں بھی یہی صورت ہے لیکن فتاوٰی میں یہ حکم ایسے ہی مذکور چلا آرہا ہے مگر کسی نے اس طرف توجہ نہیں کی، غور کرو اور چھان بین کرو، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالٰی اس کے بعد کوئی حل نکال دے واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۱۷

جناب مولوی صاحب۔ السلام علیکم۔ غوطہ خور ہندو تھا اور سب کپڑے اتار کر اُس نے ایک چھوٹا سا کپڑا جو اُسی کے استعمال میں رہتا ہے باندھ کر ایک ڈول اُس کنویں کے پانی کا جس میں وہ جُوتی نکالنے کو گیا تھا بلا ادائے ارکان غسل ڈال لیا تھا پس وہ کنویں میں گھس کر جُوتی نکال لایا اور ایک جُوتی پہلے کی بھی جو خدا جانے کب گری تھی وہ بھی نکلی جو گل سڑ گئی تھی ایسی حالت میں کتنے ڈول پانی کنویں میں سے نکلوانا چاہئے بعد گرنے جوتی کے اگر اُس کنویں کا پانی ظروف گلی مثل سبو وغیرہ میں غلطی سے بھرا گیا تو وہ ظروف قابلِ استعمال رہے یا نجس ہوگئے فقط والسلام۔

الجواب

عنایت فرمائے من وعلیکم السلام اگر یقیناً معلوم تھا کہ اس ہندو کے بدن یا کپڑے یا اُس جُوتے پر نجاست تھی تو کنویں کا سب پانی نکلوائیں اور مٹی کے جو برتن چکنے استعمالی ہوں تین باریوں ہی دھوئیں ورنہ ہر بار سکھا سکھا کر اور خشک ہونے کے یہ معنے ہیں کہ اتنی تری نہ رہے کہ ہاتھ کو تر کرے اور اگر ان چیزوں میں کسی کا نجس ہونا یقیناً معلوم نہیں جب بھی احتیاطی حکم یہی ہے کہ سب پانی نکالیں اس لیے کہ کافر غالباً نجاست سے خالی نہیں ہوتا ہاں اگر بدن پاک کرکے خوب نہا کر پاک کپڑا باندھ کر جائے تو سب پانی کی حاجت نہیں جُوتے کی نامعلوم حالت کے لحاظ سے تطییب قلب کو بیس ڈول نکال لیں ردالمحتار میں ہے:

نقل فی الذخیرۃ عن کتاب الصلاۃ للحسن ان الکافر اذا وقع فی البئر وھو حی نزح الماء وفی البدائع انہ روایۃ عن الامام لانہ لایخلو عن نجاسۃ حقیقیۃ او حکمیۃ حتی لواغتسل فوقع فیھا من ساعتہ لا ینزح منھا شیئ اقول ولعل نزحھا للاحتیاط تأمل اھ[1]

امام حسن کی کتاب الصلاۃ سے ذخیرہ میں نقل کیا گیا کہ کافر جب کنویں میں گرجائے اور زندہ ہو تو پانی نکالا جائے گا اور بدائع میں ہے کہ یہ امام صاحب سے مروی ہے۔ کیونکہ کافر عام طور پر نجاستِ حقیقی یا حکمی سے خالی نہیں ہوتا، حتی کہ اگر وہ غسل کے فوراً بعد کنویں میں گرا ہو تو کچھ پانی نہیں نکالا جائے گا۔ میں کہتا ہوں کہ کافر کے گرنے سے کنویں کے پانی نکالنے کا حکم احتیاط پر مبنی ہے، غور کرو۔ اھ (ت)

---

[1] ردالمحتار فصل فی البئر مصطفی البابی مصر ۱/۱۵۷

marfat.com

Marfat.com

طریقہ محمدیہ وحدیقہ ندیہ میں تاتارخانیہ سے ہے:

(سئل) الامام (الخجندی عن رکیۃ) و ھی البئر (وجد فیھا خف) ای نعل تلبس و یمشی بھا صاحبھا فی الطرقات (لا یدری متی وقع فیھا ولیس علیہ اثر النجاسۃ ھل یحکم بنجاسۃ الماء قال لا[۱]) اھ ملخصا۔

امام خجندی سے ایسے کنویں کے بارے میں پوچھا گیا جس میں ایسا جُوتا گرا پایا گیا جس کو پہننے والے نے راستے میں چل پھر کر استعمال کیا ہو (اور یہ بھی معلوم نہ ہو کہ کب سے کنویں میں گرا ہے جبکہ اس پر نجاست کا بھی کوئی اثر معلوم نہ ہو۔ تو کیا کنویں کے پانی کو ناپاک قرار دیا جائے گا، تو امام خجندی نے فرمایا: نہیں اھ ملخصا۔ (ت)

خانیہ میں ہے:

لووقعت شاۃ واخرجت حیۃ ینزح عشرون دلو التسکین القلب لا للتطھیر حتی لولم ینزح و توضأ منہ جاز و ذکر فی الکتاب الاحسن ان ینزح منھا دلاء ولم یقدر وعن محمد رحمہ اللہ تعالٰی فی کل موضع ینزح لا ینزح اقل من عشرین دلو الان الشرع لم یرد بنزح مادون العشرین[۲] اھ والسلام واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر کنویں میں بکری گر جائے اور زندہ نکال لی جائے تو تسکینِ قلب کے لیے بیس[۲] ڈول نکالے جائیں، پاک کرنے کے لیے نہیں حتی کہ اگر کسی نے بیس ڈول نکالے بغیر وضو کرلیا تو جائز ہوگا کتاب میں مذکور ہے کہ بہتر یہ ہے کہ کچھ ڈول نکالے جائیں یہاں تعداد بیان نہیں کی۔ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ جہاں پر کنویں کو پاک کرنے کی ضرورت ہو تو وہاں بیس ڈول سے کم نہ نکالے جائیں کیونکہ شریعت نے بیس سے کم ڈول بیان نہیں کیے اھ، والسلام واللہ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۷: موضع بکہ جیلیی والا علاقہ جاگل تھانہ ہری پور ڈاک خانہ کوٹ نجیب اللہ خاں مرسلہ مولوی شیر محمد صاحب ۲۳ رمضان ۱۳۱۱ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اگر مسجد کے کنویں سے عورتیں بے پردہ پانی بھر کرلے جایا کریں اس سے وضو کرکے نماز ادا کرنی چاہیے یا نہیں؟

الجواب

چاہیے۔

---

[۱] حدیقۃ ندیۃ الصنف الثانی من الصنفین من الطہارۃ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۶۷۴

[۲] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی مایقع فی البئر نولکشور لکھنو ۱/۵

Marfat.com

فی ردالمحتار فی التاترخانیۃ من شك فی انائه وثوبه او بدنه اصابته نجاسۃ اولا فهو طاهر مالم یستیقن وکذا فی الاٰبار والحیاض والجباب الموضوعۃ فی الطرقات ویستقی منها الصغار والکبار والمسلمون والکفار[1]

ردالمحتار میں ہے کہ تاترخانیہ میں ہے کہ جس کو اپنے برتنوں کپڑوں یا بدن پر نجاست ہونے نہ ہونے کا شک ہو تو جب تک یقین نہ ہو جائے اس وقت تک یہ پاک ہوں گے۔ راستوں میں واقع کنوؤں، حوضوں اور مشکوں جن میں سے چھوٹے بڑے، مسلمان اور کافر سب پانی حاصل کرتے ہیں، کا بھی یہی حکم ہے۔ (ت)

لہنگے والی عورتوں میں بعض کو یہ خیال ہوتا ہے کہ لہنگے میں میانی نہیں جو موضع بول پر حاجب ہو اور پانی بھرنے میں زور پڑتا ہے احتمال ہے کہ زور کے باعث کوئی قطرہ پیشاب وغیرہ کا ٹپکے اور حاجب نہ ہونے کے سبب کنوئیں میں جائے مگر یہ احتمالات ہیں شرع میں ان پر بنائے کار نہیں،

الاتری ان نساء العرب لم یکن لاکثرھن سراویل انما کن یأتزرن والمئزر ایضا لاحاجب فیه ثم قد کن یستقین من الاٰبار من دون نکیر ولا انکار واللّٰه تعالٰی اعلم۔

کیا معلوم نہیں کہ عرب کی اکثر عورتیں شلوار کی بجائے تہبند پہنتی تھیں حالانکہ تہبند میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی اس کے باوجود وہ کنوؤں سے پانی نکالتی تھیں جس پر کوئی اعتراض نہیں ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۷۳
از شہر کہنہ مسئولہ علی حسن خان ۵ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک چوبچہ کنوئیں کے کنارے پر ہے قریب غسل خانہ کے اور اُس میں پانی بہنے کے لیے سوراخ بھی ہے غسل خانہ میں لوگ غسل جنابت و پاکی ہر طرح کا کرتے ہیں وضو کا پانی بھی اُسی چوبچہ میں جاتا ہے اور سقاوہ کا بھی اور بہشتیوں کے بھرنے کا بھی اور وہ ہر وقت سوراخ سے جاری رہتا ہے خلاصہ یہ کہ جنابت کا پانی کسی وقت اُس میں جاتا ہے اور وضو وغیرہ کا ہر وقت جاتا رہتا ہے اس میں ایک پیچک گر کر کنوئیں میں گری کنواں پاک رہا یا ناپاک اور ایسے چوبچہ کے پانی کا کیا حکم ہے اور ایک ہندو ظاہری پلیدی سے پاک ہے مٹی نکالنے کو کنوئیں میں گھسا کنوئیں کا کیا حکم ہے، بینوا توجروا۔

الجواب

جبکہ اس چہ بچے میں پانی زیادہ گرتا اور وہ ہر وقت جاری رہتا ہے تو اس کا پانی پاک ہے پیچک کہ اُس میں گر کر کنوئیں میں گری کنواں ناپاک نہ ہوا بلکہ غسل کا پانی خود بھی پاک ہے جب تک کوئی نجاست نہ دھوئی گئی ہو

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مصطفی البابی مصر ۱/۱۱۱

marfat.com
Marfat.com

ہندو کے بدن پر اگر کوئی نجاست حقیقی نہ تھی کنواں ناپاک نہ ہوا مگر احتیاطاً کُل پانی نکالیں کما یظھر بالمراجعة الی رد المحتار والوھبانیة وغیرھما واللہ تعالیٰ اعلم (جیسا کہ ردالمحتار اور وہبانیہ وغیرہ کی طرف رجوع کرنے سے ظاہر ہے۔ ت)

مسئلہ ۴۷ از شہر کہنہ مرسلہ امجد علی خان و ننھن خان ۳ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ

جناب مولوی صاحب دام ظلہ۔ بعد سلام نیاز کے عرض ہے کہ اسی مضمون کا ایک سوال کل آپ کے پاس آیا تھا لیکن اس کے لکھنے میں کچھ فروگذاشت ہوگیا تھا اور مفتی سے جو سوال کیا جاتا ہے اس کا جواب دیتا ہے لہذا ہو بہو جو حال تھا اس میں لکھ دیا اس کو ملاحظہ کرکے لکھ دیجئے ایک چوبچہ زیر غسل خانہ سوا گز طول بارہ گرہ چوڑا بارہ گرہ عمیق ہے اور آٹھ گرہ اونچائی پر اُس میں سوراخ لوٹے کی ٹونٹی کے برابر ہے اور چوبچہ میں پانی جنابت اور غیر جنابت غسل کا اور وضو کا اور کنویں پر جو بہشتی بھرتے ہیں اُن کا گرا ہوا اور سقاوے میں برائے وضو جو لوٹوں میں بھرتے وقت تھوڑا سا گرتا ہے اور استنجا چھوٹا اور بڑا اور ایسے جنب جن کے نجاست لگی ہو اُن کے غسل کا یہ سب پانی چوبچہ میں آتا ہے اور جب آٹھ گرہ سے زیادہ اونچا پانی اُس میں ہو جاتا ہے تو نکلنا شروع ہوتا ہے ورنہ اُس میں ٹھہرا رہتا ہے اور رنگ بُو پانی کا تبدیل نہیں ہوا ہے لیکن اُس چوبچہ کے پانی میں بُو بھی آتی ہے اور مزہ کسی نے چکھا نہیں ہے تو ان صورتوں میں اُس چوبچہ کا پانی پاک ہے یا ناپاک اور پاک ہے تو کس قسم کا اور ایک پیچک اسی چوبچہ میں ڈال کر کنویں میں ڈالی تھی تو کنواں پاک رہا یا ناپاک اور اگر ناپاک ہوا تو کس قدر ڈول نکلیں گے۔

الجواب

شرع مطہر میں مدار نجاست علم پر ہے اور مدار طہارت نامعلومی نجاست پر۔ جس چیز کی نجاست معلوم نہیں وہ پاک ہے سقاوہ سقایہ و وضو و غسل بے جنابت و غسل جنابت سب کے پانی پاک ہیں اور استنجا جب ڈھیلے سے کرلیا جائے تو اصح مذہب پر طہارت ہوجاتی ہے اور اب جو پانی سے استنجا کریں تو وہ پانی ناپاک نہیں ہوتا جبکہ نجاست نے مخرج سے تجاوز نہ کیا ہو،

فان الشرع قد اعتبر الاحجار مطھرة لما علی المخرج دفعا للحرج علی خلاف القیاس فی سائر البدن کما قررہ فی الحلیة[1] من اداب الوضوء فما جاوزہ اعنی المخرج

پاخانہ اور پیشاب کے مقام پر اگر نجاست صرف سوراخ (مخرج) تک محدود ہے تو شریعت نے اس حد تک طہارت کے لیے ڈھیلے کے استعمال کو معتبر قرار دیا ہے، شریعت کا یہ حکم خلاف قیاس ہے اس سے

---

[1] حلیہ

Marfat.com

لا یطھر بالحجر وانما یجف فاذا لاقی ماء قلیلا افسدہ ھذا ھو التحقیق الذی حصل للعبد الضعیف بمطالعۃ کلمات کثیرۃ شدیدۃ الاضطراب کما ذکرتہ فیما علقتہ علی ردالمحتار ثم کون الاستجمار مطھرا قد استدل لہ فی الفتح بما رواہ الدارقطنی وصححہ انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی ان یستنجی بروث او عظم وقال انھما لا یطھران[1] و تبعہ فی البحر و ایدہ فی النھر وقال فی جامع الرموز ھو الاصح **اقول** واخرج الطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن خزیمۃ بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من استطاب بثلثۃ احجار لیس فیھن رجیع کن لہ طھورا[2] فھذا نص بحمد اللہ صریح فی المقصود وقد قال العلماء کما فی الغنیۃ وغیرھا انہ لایعدل عن درایۃ ماوافقھا روایۃ[3] فکیف اذا کان ثم اختلاف تصحیح فعلی ھذا القول فلیکن التعویل وباللہ التوفیق۔

مقصد عوام سے حرج و تنگی کو ختم کرنا ہے، جیسا کہ حلیہ کے آدابِ وضو میں اس کو بیان کیا ہے۔ پس وہ نجاست جو مخرج کی حد سے تجاوز کر جائے وہ ڈھیلے سے پاک نہ ہوگی بلکہ وہ ڈھیلے کے استعمال سے خشک ہو جائے گی اور جب وہاں پانی لگے گا تو وہ جگہ ناپاک ہو جائے گی، باہم مختلف کثیر عبارات کے مطالعہ سے اس ضعیف بندے کو یہی تحقیق حاصل ہوئی ہے، جیسا کہ میں نے ردمحتار پر تعلیقات میں ذکر کیا ہے، پھر ڈھیلے کا استعمال طہارت کا ذریعہ ہے۔ اس پر فتح القدیر میں اس حدیث کو دلیل بنایا جس کو دارقطنی نے روایت کیا اور اس کو صحیح قرار دیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گوبر اور ہڈی سے استنجاء کرنے کو منع فرمایا اور فرمایا کہ دونوں چیزیں پاک کرنے والی نہیں ہیں، بحر میں اس کی اتباع کی اور نہر میں اس کی تائید کی ہے، جامع الرموز میں اس کو اصح کہا۔ میں کہتا ہوں طبرانی کبیر میں مصنف نے حسن سند کے ساتھ حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس نے صفائی کے لیے تین ڈھیلے استعمال کئے اور ان میں گوبر نہ ہو تو ان سے طہارت حاصل ہو جائیگی، یہ حدیث صریح نص ہے جس سے مقصد واضح ہوتا ہے اور علماء نے فرمایا جیسا کہ غنیہ وغیرہا میں ہے کہ جو استدلال سے ثابت ہو وہ روایت سے ثابت شدہ کے مساوی

---

[1] فتح القدیر فصل فی الاستنجاء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۸۹

[2] المعجم الکبیر عن خزیمۃ بن ثابت حدیث ۳۷۲۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۴/۸۷

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی الثامن تعدیل الارکان سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۹۵

marfat.com

Marfat.com

نہیں ہوسکتا خصوصاً جب وہاں تصحیح میں بھی اختلاف ہو تو کیسے مساوی ہوگا۔ لہذا اس قول پر اعتماد ہونا چاہئے، اللہ تعالٰی سے توفیق ہے۔ (ت)

اور غسل خانے میں جو نجاست پیش از غسل دھوئی گئی اگرابھی اُس کا پانی چہ بچہ میں نہ پہنچا تھا کہ اُس کے بعد غسل کیا اور یہ پاک پانی اُسے بہا کرلے گیا تو زمین بھی پاک ہوگئی اور پانی بھی پاک رہا۔

فی ردالمحتار فی الذخیرۃ لواصابت الارض نجاسۃ فصب علیھا الماء فجری قدر ذراع طھرت الارض والماء طاھر بمنزلۃ الجاری۔[1]

ردمحتار میں ہے کہ ذخیرہ میں بیان کیا ہے کہ اگر زمین پر نجاست ہو تو جب اس پر پانی بہایا گیا اور وہ پانی ایک ہاتھ گز (ذراع) تک جاری ہوا تو زمین پاک ہوجائیگی اور پانی بھی جاری پانی کی طرح پاک ہوجائیگا۔ (ت)

اور اگر آب نجس چہ بچہ میں پہنچ گیا تھا اُس کے بعد پاک پانی غسل و وضو وغیرہما کا بہتا آیا اور اس نے چہ بچہ کو جاری کردیا تو سارا پانی کہ چہ بچہ میں تھا پاک ہوگیا۔

فی ردالمحتار والعرف الاٰن انہ متی کان الماء داخلا من جانب وخارجا من جانب اٰخر لیسمی جاریا وان قل الداخل وبہ یظھر الحکم فی برك المساجد ومغطس الحمام مع انہ لایذھب بتبنۃ۔[2]

ردمحتار میں ہے اور اب عرف یہ ہے کہ اگر پانی ایک جانب سے داخل ہو اور دوسری جانب سے خارج ہو تو اس کو جاری کہتے ہیں اگرچہ داخل ہونے والا قلیل ہو، اس سے مسجد کی نالی اور حمام سے نکاسی کا حکم معلوم ہوا اسکے باوجود کہ وہ تنکے کو بہاکر نہیں لے جاتا۔ (ت)

اور پانی میں ٹھہرنے سے بھی بُو آجاتی ہے یہ خواہی نخواہی مستلزم نجاست نہیں جب تک نجس چیز کے سبب بُو میں تغیر نہ آیا ہو۔

غرض اس چہ بچہ میں اکثر اوقات زیادہ احتمالات طہارت کے ہیں اور بعض وقت ایک احتمال نجاست کا۔ پس اگر ثابت و متحقق ہو کہ جس وقت بیچک اُس میں گری اُس سے پہلے کسی شخص نے کوئی نجاست حقیقیہ دھوئی تھی اور تنہا اُسی کا پانی چہ بچہ میں آیا ہوا تھا اور اس کے بعد پاک پانی نے آکر اُسے بہانہ دیا تھا جب تو اس صورت خاص میں کنویں کی نجاست اور کُل پانی نکالنے کا حکم دیا جائے گا اور اگر اُس کا ثبوت تحقیقی طور پر نہیں تو چہ بچہ بیچک کنواں سب پاک ہیں احتمال سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ پاکی کے لیے ایک احتمال طہارت کافی ہے نہ کہ جہاں غالب

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۸

[2] ردالمحتار " " " " " " ۱/۱۳۸

Marfat.com

وہی ہو۔

فی ردالمحتار قال فی البحر وقیدنا بالعلم لانھم قالوا فی البقر ونحوہ یخرج حیا لایجب نزح شیئ وان کان الظاھر اشتمال بولھا علی افخاذھا لکن یحتمل طہارتھا بان سقطت عقب دخولھا ماء کثیرا مع ان الاصل الطہارۃ اھ ومثلہ فی الفتح[1] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

ردمحتار میں ہے کہ بحر میں کہا ہے کہ ہم نے علم کی قید اس لیے لگائی ہے کہ فقہاء نے فرمایا کہ اگر بھینس وغیرہ کنویں میں گرجائے اور زندہ نکال لی جائے تو کنویں سے پانی نکالنے کی ضرورت نہیں ہے اگرچہ ظاہر طور پر بھینس کی رانوں پر پیشاب لگا ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود بھینس کے پاک ہونے کا بھی احتمال ہے وہ یوں کہ ہوسکتا ہے کہ بھینس کنویں میں گرنے سے متصل قبل کثیر پانی میں داخل ہوتی ہو اس کے ساتھ یہ بھی کہ طہارت اصل ہے اھ اور فتح القدیر میں بھی اسی طرح ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۷۵

۲۶ صفر ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مرغا اور مرغی کنویں میں گرے اور زندہ نکل آئے ان کے نکالنے کو خشک کھانچا جس میں نجاست کا ہونا معلوم نہیں مرغی اُس میں بند ہوا کرتی تھی ڈالا گیا اس صورت میں کنویں میں سے کتنے ڈول نکالے جائیں اور اُن کا نکالنا یا اُس کے دام دینا اُس شخص پر لازم ہوگا یا نہیں جس کی وہ مرغی ہے حالانکہ مرغی آپ مرغ سے بھاگ کر اُس میں گری۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بیس ڈول نکالے جائیں اور کھانچے میں مرغی کا بند ہوا کرنا اُس کی نجاست پر یقین کا موجب نہیں جیسے استعمالی جوتا اور خود جانوروں کے پنجے پاؤں اُس کا تاوان اس پر اصلاً نہیں جس کی وہ مرغی تھی اگر اس سے جبراً لیا جائے گا ظلم و حرام ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۷۶

از درو تحصیل کچھا ضلع نینی تال مرسلہ عبدالعزیز خان صاحب ۱۴ رجب ۱۳۱۵ھ

چھپکلی اگر کنویں میں گر کر مرجائے اور پھول یا پھٹ جائے تو کس قدر پانی کنویں سے نکالا جائے گا، بیّنوا توجروا۔

الجواب

سب کہ اس میں دم سائل ہوتا ہے فقیر نے خود اپنی آنکھ سے مشاہدہ کیا ہے، ردالمحتار

---

[1] ردالمحتار فصل فی البئر البابی مصر ۱/۱۵۶

marfat.com

Marfat.com

بحث آسار میں زیرِ قول ماتن سؤر سواکن بیوت مکروہ (گھروں میں رہنے والے جانوروں کا جھوٹا مکروہ ہے) کے تحت فرمایا:

قولہ سواکن بیوت ای ممالہ دم سائل کالفارۃ والحیۃ والوزغۃ و تمامہ فی الامداد۔[1]

سواکن البیوت سے مراد وہ جانور جن میں بہنے والا خون ہو' جیسے چُوہا' سانپ، چھپکلی، پوری بحث "الامداد" میں ہے۔ (ت)

فتاوٰی امام اجل قاضیخان فصل النجاسۃ التی تصیب الثوب (کپڑے کو لگنے والی نجاست کی فصل۔ ت) میں ہے:

دم الحلمۃ والوزغۃ یفسد الثوب والماء۔[2]

حلمۃ (ایک قسم کا کیڑا ہے جو چمڑے کو لگ جاتا ہے اور اسے خراب کردیتا ہے) کا خون اور چھپکلی کا خون کپڑے اور پانی کو فاسد کردیتا ہے۔ (ت)

فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

دم الحلمۃ والوزغۃ نجس اذا کان سائلا کذا فی الظھیریۃ فاذا اصاب الثوب اکثر من قدر الدرھم یمنع جواز الصلاۃ کذا فی المحیط۔[3]

حلمۃ کا خون اور چھپکلی کا خون نجس ہے جب بہنے والا ہو، ظہیریہ میں ایسے ہے جب کپڑے کو مقدارِ درہم سے زیادہ لگ جائے تو نماز کے جواز سے مانع ہوگا ایسے محیط میں ہے۔ (ت)

اقول والتقیید بالسیلان علی المعھود من اصلنا ان دم کل دموی لاینجس منہ الا سائلہ ولذا لاینقض دم الانسان وضوءہ الا اذا کان سائلا۔

میں کہتا ہُوں کہ خُون کے ساتھ بہنے کی قید ہمارے مقررہ قاعدہ پر مبنی ہے کہ ہر خون والے کا صرف بہنے والا خون نجس ہوتا ہے۔ اسی لیے انسان کے وضوء کو صرف بہنے والا خون توڑتا ہے۔ (ت)

لاجرم خزانۃ المفتین میں برمز ظا اسی فتاوٰی ظہیریہ سے ہے:

دم الوزغۃ یفسد الثوب

چھپکلی کا خون کپڑے اور پانی کو فاسد

---

[1] ردالمحتار فصل فی البئر مصطفی البابی مصر ۱/۱۶۴

[2] فتاوٰی قاضی خان فصل فی النجاسۃ التی تصیب الثوب نولکشور لکھنؤ ۱/۱۰

[3] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثانی فی الاعیان النجسۃ پشاور ۱/۴۶

Marfat.com

والماء[1] — کردیتا ہے۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

دم الحلمۃ والاوزاغ نجس اھ[2]۔ — حلمۃ (ایک قسم کا کیڑا) اور چھپکلیوں کا خون ناپاک ہے۔ (ت)

اقول فقد اطلقوا والمراد المراد ولو شك فی دمویتها لما ساغ لهم الاطلاق کالامام فقیه النفس۔ — میں کہتا ہوں ان فقہاء نے مطلق چھپکلی کو ذکر کیا ہے حالانکہ مراد خاص خون والی ہے اگر اس کے خون کے بارے میں شک ہوتا تو پھر ان کو اطلاق کی گنجائش نہ ہوتی جیسا کہ امام فقیہ النفس نے فرمایا۔ (ت)

فتاوٰی صاحب بحر الرائق میں ہے:

سئل عن دم الوزغ هل هو طاهر ام نجس اجاب هو نجس[3] واللّٰه تعالٰی اعلم۔ — ان سے چھپکلی کے خون کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا وہ پاک ہے یا نجس، تو انہوں نے جواب دیا وہ نجس ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مراقی الفلاح میں ہے:

سؤر سواکن البیوت مماله دم سائل کالحیة والوزغة مکروه للزوم طوافها وحرمة لحمها النجس[4] اھ — بہنے والے خون کے حامل گھروں میں رہنے والے جانور جیسے سانپ اور چھپکلی کا جھوٹا مکروہ ہے ان کے حرام گوشت کی نجاست اور ان کے لازمی طواف (گھر میں چلنے پھرنے) کی بناء پر یہ حکم ہے۔ (ت)

در[5] میں ہے:

سؤر الوزغة مکروه لان حرمة لحمها اوجبت نجاسة سؤرها لکنها سقطت — چھپکلی کا جھوٹا مکروہ ہے کیونکہ اس کے گوشت کی حرمت اس کے جھوٹے کو نجس ثابت کرتی ہے

---

[1] خزانۃ المفتین — فصل فی بیان النجاسات — قلمی نسخہ — ۱/۹

[2] فتح القدیر — باب الانجاس وتطهیرها — سکھر — ۱/۱۸۳

[3] فتاوٰی ابن نجیم علی حاشیۃ فتاوٰی غیاثیۃ — مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ — ص ۶

[4] مراقی الفلاح مع الطحطاوی — بولاق مصر — ص ۱۹

marfat.com

Marfat.com

لعلة الطواف فبقیت الکراھة۔[1] | لیکن نجاست کے وجوب کو طواف کی علت نے ساقط کر دیا پس کراہیت باقی ہے۔ (ت)

غنیہ ذوی الاحکام میں ہے:

ولھذا اذا ماتت فی الماء نجستہ[2] واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔ | اس لیے جب وہ پانی میں مرجائے تو پانی کو ناپاک کرے گی واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۷۷ از مسجد جامع مرسلہ مولوی احسان حسین صاحب ۳۰ صفر ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک مسلمان غسل اور پارچہ صاف کرکے واسطے نکالنے لوٹے کے کنویں میں داخل ہوا تو آیا اب شرعًا بیس ڈول نکالنے کا اس کنویں میں سے حکم دیا جائے گا یا نہیں اور فتوی کس پر ہے مع حوالۂ کتاب بیان فرمائیں بینوا توجروا۔

الجواب

جبکہ بدن بھی پاک تھا اور جامہ بھی پاک اور حدث بھی نہ تھا کہ نہا لیا تھا اور کنویں میں بھی حدث واقع نہ ہوا نہ اُس میں بہ نیت قربت وضو یا غسل تازہ کیا تو اب بالاجماع ایک ڈول نکالنے کی بھی حاجت نہیں کنویں کا پانی بدستور طاہر مطہر ہے۔

فی ردالمحتار الطاھر اذا انغمس لایصیر الماء مستعملا بحرعن الخانیۃ والخلاصۃ[3] اھ مختصرا واللہ تعالٰی اعلم۔ | ردالمحتار میں ہے پاک آدمی جب پانی میں غوطہ خوری کرے تو وُہ پانی مستعمل نہ ہوگا۔ بحر نے خانیہ اور خلاصہ سے نقل کیا ہے اھ مختصرا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۷۸ ۶ ربیع الآخر ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر جگہ اہلِ ہنود کنویں میں اپنے لوٹے ڈالتے ہیں اور پانی بھرتے ہیں اور اُن پر کھڑے ہوکر نہاتے ہیں اور اپنی دھوتیں دھوتے ہیں اسی طرح پر تمام چھینٹیں کنویں میں اندر جاتی ہیں ان سب حالاتِ مذکورہ میں پانی کنویں کا پاک ہے یا ناپاک۔ بینوا توجروا۔

الجواب

حکم پاکی کا ہے جب تک نجاست یقینًا نہ معلوم ہو صرف اس قدر کہ غالبًا ان کے برتن کپڑے ناپاک

---

[1] دررشرح غرر فصل بئر دون عشر فی عشر احمد کامل الکائنۃ دارسعادت مصر ۱/ ۲۷

[2] غنیۃ ذوی الاحکام حواشی دررالحکام فصل فی بئر دون عشر ″ ۱/ ۲۷

[3] ردالمحتار مسئلۃ البئر جحط مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۴۸

Marfat.com

ہوتے ہیں حکم نجاست کے لیے کافی نہیں ورنہ بازار کی مٹھائی اور دودھ گھی وغیرہ سب حرام ونجس ٹھہریں گے اور یہ حرج ہے اور حرج مدفوع بالنص،

وقد ذکرالمسألۃ فی ردالمحتار فی العبید والکفار وفی نصاب الاحتساب فی خصوص کفرۃ الهند وفصلناها بما لامزید علیه فی رسالتنا الاحلی من السکر لطلبۃ سکر روسر واللّٰہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم۔

ردالمحتار میں یہ مسئلہ غلاموں اور کافروں کے بارے میں اور نصاب الاحتساب میں ہندوستان کے کفار کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے ہم نے اس کی مکمل تفصیل اپنے رسالہ "الاحلی من السکر لطلبۃ سکر روسر" میں بیان کر دی ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۷۹ از بزریا عنایت گنج شہر کہنہ ۲۶ صفر ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں اُس گھر کی پیڑھی جس میں کہ چھوٹے بچّے اور مرغیاں ہیں اور ہر چند کہ اُس پیڑھی میں کسی طرح کی نجاست ظاہری نہیں لگی ہے مگر ظن غالب ہے کہ اس پر ضرور بچّے نے کبھی پیشاب کیا ہو یا مرغیوں کی نجاست اُس کے پاؤں میں لگی ہو اگر یہ پیڑھی کنویں میں گر جائے تو پانی کنویں کا پاک رہا یا ناپاک ہو گیا اگر ناپاک ہو گیا تو کس قدر ڈول نکالے جائیں، بینوا توجروا۔

الجواب

پانی پاک ہے جب تک پیڑھی کی نجاست پر یقین نہ ہو، صرف بیس ڈول نکال لیے جائیں،

تطییبا للقلب علٰی مافی الخانیۃ[1] وغیرها[2] وذلك لان الیقین لایزول بالشك وقد حققنا المسألۃ فی رسالتنا الاحلی من السکر بما لامزید علیه واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

اطمینانِ قلب کے لیے جیسا کہ خانیہ وغیرہا میں ہے یہ اس لیے کہ شک کی وجہ سے یقین زائل نہیں ہوتا اس مسئلہ کی تحقیق ہم نے اپنے رسالہ "الاحلی من السکر لطلبۃ سکر روسر" میں بیان کر دی ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۸۰ ۱۰ ربیع الآخر ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایامِ وبا میں گورنمنٹ کی طرف سے جو دواکنوؤں میں واسطے

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں فصل ما یقع فی البئر نولکشور لکھنؤ ۱/۵

[2] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثانی فی الاعیان النجسۃ پشاور ۱/۴۷

marfat.com

Marfat.com

اصلاح پانی کے ڈالی جاتی ہے اور رنگ پانی کا سُرخ ہوجاتا ہے اور ذائقہ میں بھی فرق آجاتا ہے وہ پانی طاہر ومطہر اور قابل پینے اور وضو کے ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جب تک نجاست پر علم نہیں پانی طاہر مطہر ہے نص علیہ فی ردالمحتار وغیرھا والاصل فی الاشیاء الطہارۃ[1] (ردمحتار وغیرہا میں اس کو صراحۃً ذکر کیا ہے اور اشیاء کا اصل حکم طہارت ہے۔ ت)
یوں ہی جب تک حرمت پر علم نہیں پانی حلال ومشروب ہے فان الاصل فی الاشیاء الاباحۃ[2] واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ احکم۔ (پس بیشک اشیاء میں اصل اباحت ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ ت)

مسئلہ ۸۱ ازبریلی محلہ کوہاڑاپیر ۱۴ ربیع الاول ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کل تیسرے پہر مسجد کے کنویں پر آیا اور وہ ایک لڑکے غیر نمازی سے صرف یہ کہہ کر چلا گیا کہ یہ کنواں ناپاک ہے چھپکلی نکلی ہے شام کے وقت نمازیوں کو خبر ہوئی اور تحقیق کے لیے اس شخص کو تلاش کیا لیکن پتا نہیں چلا اور نہ چھپکلی کنویں کے پاس پڑی ہوئی نظر آئی جس سے اس کی حالت معلوم ہوتی۔ اب ایسی صورت میں وہ کنواں پاک ہے یا ناپاک اور ناپاک ہے تو کس قدر ڈول نکالنا چاہیے اور مسجد کے سقاوے میں جو ایک روز قبل کا پانی بھرا ہوا ہے اُس سے نمازیوں نے مطلع ہوجانے پر وضو کیا اور نماز پڑھی اس کا کیا حکم ہے اور کسی وقت کی نماز لوٹائی جائے یا نہیں۔

الجواب

جبکہ اُس شخص کا نہ حال معلوم نہ پتا چلا اور اُس سے ناقل صرف ایک لڑکا نابالغ یا بالغ بے نماز ہے نہ کُنویں میں کوئی آثارِ نجاست معلوم ہوئے تو ایسی صورت میں حکم نجاست نہیں ہوسکتا کنواں بھی پاک سقایہ بھی پاک نمازیں بھی ٹھیک۔ اگر دل کا شبہہ مٹا دینا چاہیں تو صرف بیس ڈول نکال دیں کافی ہے، واللہ سبحنہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۲ ازپیلی بھیت مسجد جامع مرسلہ حافظ شوکت علی صاحب ۳ ربیع الآخر ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے کنویں سے پانی ہنود اپنے برتن سے بھریں مرد وعورت دونوں اُن کا بھرنا پانی کا نمازی کی طہارت کو نقصان لائے گا یا نہیں جو شخص اس کو

---

[1] ردالمحتار فصل فی البئر مصطفی البابی مصر ۱/۱۵۶
[2] الاشباہ والنظائر الفن الاول سعید کمپنی کراچی ۱/۹۷

Marfat.com

جائز رکھے اور اسلام کے مقابلہ میں ہنود کو قوت دیوے اس کو کیا کہنا چاہئے مسلمان کوشش کریں کہ مسجد کے کنویں سے پانی ہنود نہ بھریں اور ایک شخص کوشش سے باز رکھے وہ کون ہے اور کسی عالم صاحب کے فرمانے کو کہے کہ وہ کیا جانے عالم کی اہانت کرنا کیا ہے اور اس شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا بالدلیل فتوجروا عند الجلیل۔

الجواب

اگرچہ نجاست جب تک یقیناً نہ معلوم ہو طہارت ہی مانتے ہیں مگر شک نہیں کہ ہنود کے برتن بدن سب نجاستوں پر مشتمل ہوتے ہیں جس قوم کے یہاں خود نجاست مطہر اور پاک کرنے والی مانی گئی ہو اور بچھیا کے موت گوبر کو پبتر کہیں یعنی پاک کرنے والا ان کی طہارت کی کیا ٹھیک ہے تو احتیاط اس میں ہے کہ مسجد کا کنواں ان کے تعرف سے دور رہے جو شخص بلا ضرورت شرعیہ مسلمانوں کا خلاف کرنا اور ان کے مقابل ہنود کو قوت دیتا ہے سخت خطرناک حالت میں ہے اور عالم دین کی توہین کو ائمہ نے کفر لکھا ہے۔ مجمع الانہر میں ہے: الاستخفاف بالاشراف والعلماء کفر[1] (صحیح العقیدہ سنّی علماء اور اشراف کی توہین کفر ہے) ایسے شخص پر توبہ فرض ہے اگر نہ مانے اور اصرار کرے تو اس کے پیچھے ہرگز نماز نہ پڑھی جائے واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم۔

مسئلہ ۸۳ از اڈیشنل منصفی اعظم گڈھ مرسلہ نبی حسن خاں صاحب ۸ شوال ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک کنویں میں سے ایک کتا نکلا اور وہ مرا ہوا تھا یہ نہیں معلوم کہ کب گر گیا تھا اُس کا پانی عدم وقفیت کی وجہ سے استعمال میں آتا رہا جس صبح کو وہ کتا برآمد ہوا اُس سے قبل اُس پانی سے سر دھویا یا فوراً چادر سے اس کو پونچھ کر ترکی ٹوپی اوڑھی اُس وقت سر میں نمی موجود تھی پانی کا کچھ نہ کچھ اثر ٹوپی میں ضرور پہنچا ہو گا اس حالت میں ٹوپی پاک رہی یا کہ ناپاک، اور اس کنویں سے کتنا پانی نکالا جائے۔

الجواب

کل پانی نکالا جائے جبکہ سر پونچھ ڈالا تھا تو ٹوپی ناپاک نہ ہوئی صرف نم باقی رہنا ناپاک کرنے کو کافی نہیں جب تک اتنی تری نہ ہو کہ نچوڑے سے بوند ٹپکے کما صرح بہ فی الکتب المعتمدۃ منہا الدر وغیرہ (جیسا کہ معتبر کتابوں میں اس کی تصریح موجود ہے ان میں سے درّ وغیرہ بھی ہیں۔ ت) اور صاحبین کے قول پر تو کنویں کی ناپاکی کا اُسی وقت سے حکم دیا جاتا ہے جب سے کوئی نجاست اس میں گرنا معلوم ہوا اُس سے

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر ثم ان الفاظ الکفر انواع بیروت ۱/ ۶۹۵

marfat.com

Marfat.com

پہلے کا پانی پاک فرماتے ہیں تو کُتّے کے نکلنے سے پہلے جو پانی استعمال ہُوا اس پر حکم ناپاکی نہیں دیتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۴ از چتوڑ گڈھ اودے پور میواڑ مرسلہ مولوی قاضی اسمٰعیل محمد صاحب امام مسجد چھیپاں

۱۴ ذی القعدہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے کنویں میں (جو کہ دہ در دہ نہیں ہے) ایک شخص کا مستعملہ جُوتا پڑ گیا گرے ہوئے جُوتے پر نجاست کے ہونے نہ ہونے کا حال معلوم نہیں مگر اُس شخص کا باقیماندہ دوسرا جُوتا اُسی وقت دیکھا گیا تو اس پر نجاست کا اثر نہیں تھا کتب موجودہ درمختار عالمگیریہ کبیری شرح منیۃ المصلی وغیرہا کتب فقہ میں دیکھا گیا تو بلفظ ہر کوئی حکم صورتِ مسؤلہ میں نہیں پایا گیا البتہ ایک عالم رکن الدین صاحب ساکن الور نے اپنے رسالہ رکنِ دین میں بلا حوالہ کتاب بایں عبارت کہ کنویں میں اگر جُوتی گر جائے تو سارا پانی نکالا جائے کیونکہ جوتی مستعملہ میں نجاست کا لگا رہنا یقینی ہے اور یہاں عام بلوٰی بھی نہیں کہ جس سے بچاؤ مشکل ہو چونکہ اقوال مصرحہ علماء سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ جب تک کسی چیز کا یقین نہ ہو شک سے کچھ ثابت نہیں ہوتا چنانچہ غایۃ الاوطار شرح درمختار میں ہے پس ان اقوال سے سخت حیرانی ہے کہ کون سا مسئلہ صحیح سمجھا جاوے آیا کنویں کا سارا پانی نکالا جائے یا پانی پاک سمجھا جائے امید کہ جواب اس کا مفصل بحوالہ کتب فقہ جلد تحریر فرمائیں کہ شرع شریف کے حکم پر عمل کیا جائے نمازیوں کو سخت تکلیف ہے۔ فقط

الجواب

جبکہ اس کی نجاست معلوم نہیں پانی ناپاک نہ ہُوا فان الیقین لایزول بالشک[1] (شک کی وجہ سے یقین زائل نہیں ہوتا۔ ت) تاتارخانیہ و طریقہ محمدیہ و حدیقہ ندیہ وغیرہا کتب معتمدہ میں ہے:

سئل الامام الخجندی رحمہ اللہ تعالٰی عن رکیۃ وھی البئر وجد فیھا خف او نعل تلبس ویمشی بھا صاحبھا فی الطرقات لایدری متی وقع فیھا ولیس علیہ اثر النجاسۃ ھل یحکم بنجاسۃ الماء قال لا[2]۔

امام خجندی رحمہ اللہ تعالٰی سے ایسے کنویں کے بارے میں پوچھا گیا جس میں کوئی ایسا موزہ یا چپل گرا ہوا پایا گیا جو گلی کُوچے میں پہن کر چلنے میں استعمال ہوا ہو اور یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کنویں میں کب گرا، اور اس پر نجاست کا اثر نہ ہو، کیا پانی کے نجس ہونے کا حکم دیا جائیگا، آپ نے فرمایا، نہیں۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثانی الاعیان النجاسۃ پشاور ۱/۴۷

[2] حدیقۃ ندیۃ الصنف الثانی من الصفین من الطہارۃ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۶۷۴

Marfat.com

ہاں تسکینِ قلب کے لیے بیس ڈول نکال لینا مستحب ہے جیسے بھینس یا بکری کہ کنویں میں گر کر زندہ نکل آئے اُس کی رانوں پر پیشاب کی چھینٹیں ہونا اس سے کم مظنون نہیں پھر بندھا ہوا جانور وہیں نجاست کرتا وہیں بیٹھتا ہے مگر جب نجاست معلوم نہ ہو یہ ظنون معتبر نہ ہوں گے اور صرف بیس ڈول نکالنے ہوں گے وہ بھی تطییبِ قلب کے لیے ورنہ پانی پاک ہے۔ فتاوٰی قاضی خان وفتاوٰی عالمگیری میں ہے:

لووقعت الشاۃ حیۃ ینزح عشرون دلوا لتسکین القلب لاللتطھیر حتی لولم ینزح وتوضأ جاز[1]۔

اگر زندہ بکری کنویں میں گری (اور زندہ نکال لی) تو بیس ڈول نکالے جائیں تاکہ اطمینانِ قلب ہوجائے، کنویں کو پاک کرنے کی غرض نہیں حتی کہ اگر کوئی ڈول بھی نکالا تو بھی وضو جائز ہے۔ (ت)

باقی ظنون کا جواب اور ایسے تمام مسائل کی تحقیق فقیر کے رسالہ الاحلی من السکر میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۵ ازموضع منصور پور متصل ڈاک خانہ قصبہ شیش گڈھ تحصیل بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ محمد شاہ خان ۳۰ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر اشخاص کو دیکھا جاتا ہے کہ کنویں سے پانی کا ڈول نکال کر پانی صرف کے لائق لیتے ہیں باقیماندہ پانی کنویں میں لَوٹ دیا کرتے ہیں اس کے لیے کیا حکم ہے۔

الجواب

عاقل بالغ شخص اگر ایسا کرے کوئی حرج نہیں کہ پانی جب اُس نے بھر کر باہر نکال لیا اُس کی مِلک ہوگیا جب اُس نے باقی کنویں میں ڈال دیا تو اُسے مسلمانوں کے لیے مباح کر دیا اور عاقل بالغ اپنے مال کو مباح کرسکتا ہے ہاں مجنون اور نابالغ میں دقت ہے اُس کی تحقیق[2] ہماری تعلیقات علی ردالمحتار میں ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۶ از سیتاپور کوٹھی حضرت سید محمد صادق صاحب وکیل مرحوم مرسلہ صاحبزادہ صاحب مولانا مولوی حضرت سیّد محمد میاں صاحب زیدت مکارمھم ۴ رمضان ۱۳۳۲ھ

مولانا صاحب معظم ومکرم دام مجدہم۔ پس از اہدائے سلام مسنون۔ صورت یہ ہے کہ گھر کے چاہ میں

---

[2] اور اس کی تحقیق تام اور تفصیل کامل رسالہ عطاء النبی لافاضۃ احکام ماء الصبی مندرجہ رسالہ النور والنورق میں گزری۔ (م)

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں فصل مایقع فی البئر نولکشور لکھنؤ ۱/۵

marfat.com

Marfat.com

ایک شخص نے بے احتیاطی سے ایسا گھڑا ڈالا جو گوبر سے مخلوط تھا مگر اس کا راوی کہ وہ ایسا گھڑا تھا ایک مسلمان غیر عادل و ثقہ ہے بہرحال میں نے اُس کا پانی ایک ایسے ڈول سے جو علی العموم اُس چاہ میں نہیں پڑتا بلکہ معمولی اُس چاہ کے ڈول سے دوگنا بلکہ ڈھائی گنا تھا جس میں ایک گھڑا بھر پانی کم از کم آجاتا ہے نکلوایا اور جب ڈول نصف بلکہ نصف سے بھی کسی قدر کم آنے لگا تو پانی نکلوانا موقوف کرا دیا ایک ہندو شخص نے پانی نکالا تھا اور نصف تک پانی ڈول میں آتے میں نے خود دیکھا تھا اور ڈول کو چاہ میں نہ ڈوبتے بھی میں نے دیکھا تھا مگر اس ڈول کا نصف سے کم بھرنا یہ اُس ہندو کی روایت ہے ندی کے قریب ہی چاہ ہے اس وجہ سے پانی برابر آتا رہتا ہے یہ ڈول اگرچہ اس خاص چاہ میں تو نہیں ڈالے جاتے مگر اس کے برابر دوسرا چاہ جو باغ نہیں ہے اس میں ڈالے جاتے ہیں پھر اس او دیو سے تھوڑی دیر پہلے اور بھی سو پچاس ڈول نکالے جا چکے تھے مگر چونکہ درمیان میں وقفہ ہو گیا پانی پھر بھر گیا لہذا نئے سرے سے یہ بار دیگر او دو کرایا جس کا حال یہ ہوا اب آیا وہ کنواں پاک ہو گیا یا نہیں اگر نہیں ہوا تو کس قدر پانی نکالنے سے پاک ہوگا اور کب پانی نکلوانا چھوڑا جائے اور کس ڈول کا اعتبار کیا جائے چونکہ رمضان مبارک کے دن ہیں دُور سے پانی لانے میں تکلیف ہے لہذا جناب سے بہت قوی امید ہے کہ جواب سے مفصل جلد سے جلد مطلع فرمائیں گے امید کہ فوراً جواب روانہ ہوگا مختصر جواب کہ یہ چاہ پاک ہے یا نہیں تو اس طرح پاک ہوگا درکار ہے مکرر یہ کہ اس قدر کم پانی اس چاہ میں ہو جاتے ہیں نے خود دیکھا تھا کہ ڈول کا پیندا تلی پر رکھا ہوتا تھا پانی میں ڈوبتا نہیں تھا ٹیڑھا کرنے سے پانی ڈول میں آتا تھا والسلام خیر ختام۔

الجواب

حضرت صاحبزادہ والا دامت برکاتہم۔ تسلیم مع التکریم۔ مخبر غیر ثقہ جس نے وہ گھڑا ڈالنے کی خبر دی اگر قلب پر اس کی بات نہ جمتی ہو اس بیان میں اس کی کوئی مصلحت ہو یا اتنا لاابالی ہو کہ محض بے سبب ایسے امور میں غلط باتیں کہتا ہو جب تو کنویں کی نجاست ہی کا حکم نہیں اور اگر تحری سے اس کی بات قلب پر جمے تو حکم تطہیر ہے مگر تطہیر بئر میں موالات شرط نہیں اعتبار اس کنویں کے ڈول کا ہے مگر یہاں کہ نزح کل منظور ہے عدد کا لحاظ د لو کیا ضرور ہے ہاں نصف ڈول نہ بھرنے میں اتنے بڑے ڈول کا کہ اُس ڈول سے ڈھائی گنا ہے نہ بھرنا کافی نہ ہوگا جبکہ اُس کنویں کے ڈول کا نصف یا ایسے ڈول کا جس میں ایک صاع ماش آئے بھر سکتا ہو مگر اس سے پہلے جو سو پچاس ڈول نکالے گئے تھے وہ غالباً اس کمی کے پورا کرنے کو کافی بلکہ زائد ہوں پھر یہ بھی قابلِ لحاظ ہے کہ جمیع ما فیہ وقت وقوع النجاستہ کا اعتبار ہے جبکہ بوجہ قرب نہر پانی اس کنویں میں ہر وقت آتا رہتا ہے تو ختم پر جو زیادت رہی وہ اگر تازہ آئی ہوئی ہے ملحوظ نہیں مثلاً ما فیہ وقت الوقوع ہزار ڈول تھے ہزار نکال

Marfat.com

دیئے گئے طہارت ہوگئی اگرچہ بعد اخراج بوجہ جریان امداد پھر ہزار کے ہزار موجود ہوں غرض صورت مستفسرہ میں غالباً کنواں طاہر ہوگیا اور ان باتوں کا صحیح اندازہ جناب فرما سکیں گے اگر چند ڈولوں کا اشتباہ معلوم ہو وہ چند اب نکلوادیے جائیں۔ والسلام واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۷ ازبریلی محلہ خواجہ قطب مرسلہ محمد ابراہیم ۲۱ عید الفطر ۱۳۳۲ھ

ایک چاہ پختہ جس کا قطر تین ہاتھ ہے اور جس میں اس وقت ۱۴ فٹ پانی موجود ہے اُس میں ایک چوہا جو

عـہ **فان قلت** الیس ان القلیل عفو بلا فرق بین البعر والروث والخثی والرطب والیابس والصحیح والمنکسر والفلاۃ والمصر ومالھا حاجز من البئر ومالا کل ذلک علی الصحیح المعتمد ولاشک ان ما لصق من الخثی بالجرۃ قلیل فلا یحتاج الی التطھیر اصلا **اقول** ھذا الحکم معلل بالضرورۃ فی التبیین لافرق بین الرطب والیابس والصحیح والمنکسر والبعر والخثی والروث لشمول الضرورۃ[1] اھ وفی الفتح ھوالاوجہ لان الضرورۃ تشمل الکل[2] اھ وفی التاترخانیۃ لوفیہ ضرورۃ وبلوی لاینجس والا نجس[3] اھ والضرورۃ فی الوقوع لا فی الالقاء قصدا قال فی ردالمحتار اذارماہ فی الماء قصدا فانہ لاضرورۃ فی ذلک لکونہ بفعلہ[4] اھ ولاشک ان الادلاء من الالقاء فینجس لاسیما بارف دور المسلمین والمستقون من الکفرۃ لھم خادمون کما فی صورۃ السؤال واللہ تعالٰی اعلم۔ (م)

اگر یہ سوال ہو کہ مینگنی، گوبر، لید خشک ہو یا نہ، ثابت ہو یا ریزہ ریزہ، کنویں میں قلیل مقدار میں گر جائے کنواں جنگل میں ہو یا شہر میں، کنویں پر ڈھکنا ہو یا نہ ہو تو وہ معاف ہے کنواں ناپاک نہ ہوگا اور بیشک گھڑے پر جو گوبر لگا ہے وہ قلیل ہوگا تو اس کے پاک کرنے کی اصلاً حاجت نہیں، تو میں اس کا جواب دیتا ہوں کہ یہ حکم ضرورت کی بنا پر ہے تبیین میں ہے مینگنی، گوبر، لید خشک ہو یا تر، ثابت ہو یا ریزہ ریزہ کنویں میں گر جائے تو بشمول ضرورت کوئی حرج نہیں ہے اھ اور فتح میں ہے یہی اوجہ ہے کیونکہ ضرورت سب کو شامل ہے اھ اور تاتارخانیہ میں ہے اگر اس میں ضرورت اور بلوٰی ہو تو نجس نہ ہوگا ورنہ نجس ہوگا اھ اور ضرورت نجاست کے خود بخود واقع ہونے میں ہے قصداً ڈالنے میں نہیں ردالمحتار میں فرمایا کہ جب اس نے نجس کو پانی میں قصداً پھینکا ہو تو ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ تو اس کا اپنا فعل ہے اھ اور بے شک ڈول کو اگر لٹکا کر ڈالا گیا تو کنواں نجس ہوجائیگا، خاص طور پر وہ کنویں جو مسلمانوں کے شہروں میں ہوں اور مسلمانوں کو پانی پلانے والے ان کے خادم کافر ہوں جیسا کہ سوال کی صورت میں ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] تبیین الحقائق، کتاب الطہارۃ ۱/۲۷ [2] فتح القدیر، کتاب الطہارۃ ۱/۸۷ [3] الفتاوی التاتارخانیہ، کتاب الطہارۃ ۱/۱۹۲ [4] ردالمحتار

marfat.com

Marfat.com

ریزہ ریزہ ہوگیا تھا پانی بھرتے ہوئے ڈول میں برآمد ہوا ہے اس چاہ کے پاک کرلینے کے لیے کس قدر ڈول یا پانی اس میں سے نکالا جائے بڑا کنواں جس کے لیے پانی بالکل نکالے جانے کی صورت میں دو سو سے تین سو تک ڈول معین کئے گئے ہیں اس کنویں کے لیے یہ حکم جاری ہوسکتا ہے اگر یہ حکم اس کنویں کے لیے نہیں صادر ہوسکتا تو اس چاہ میں سے کس قدر ڈول نکالے جائیں لفظ پانی توڑنا یا بالکل پانی نکالا جانا صاف نہیں ہیں چاہ کی اور پانی کی پیمائش متذکرۂ بالا معلوم ہونے پر ڈولوں کی تعداد متعین فرمائی جائے۔

الجواب

کل پانی کا حکم ہے جتنا نجاست نکلنے کے وقت اس میں تھا دو سو تین سو ڈول کا تخمینہ بغداد مقدس کے کنوؤں کے لیے تھا اس میں ہزار ڈول پانی یا زائد ہوگا تین سو سے کل کا حکم کیسے پورا ہوسکتا ہے سو پچاس ڈول پانی کھینچ کر پھر ناپا جائے کہ کتنا گھٹا اسی نسبت سے ڈول نکال لیے جائیں مثلاً پچاس ڈول میں ایک فٹ گھٹا اور ۱۳ فٹ تھا تو ساڑھے چھ سو ڈول اور نکال لیے جائیں اور اگر کنویں میں پانی کی آمد جلد نہیں تو اتنے ڈولوں کے بعد کہ اس میں نصف ڈول نہ بھر سکے گا اسے کہیں گے کہ پانی ٹوٹ گیا اور اگر آمد جلد ہو تو جتنے ڈول حساب سے اس وقت تھے اتنے نکالنے پر کنواں پاک ہوجائیگا اگرچہ پھر اتنا ہی پانی اس میں موجود ہو اسے کہیں گے کہ پانی کل نکل گیا یعنی اس وقت موجود تھا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، زید نے ایک چاہ پختہ میں ایک نل پانی سے چار ہاتھ گہرا بائیس ہاتھ کھڑا لگایا جس سے پانی بلندی پر لے گیا پانی جو نل کے ذریعہ سے پہنچا وہ اس پانی کے نجس ہونے سے جو پہلے سے چاہ مذکور میں تھا نجس ہوگا یا نہیں اور اس میں کمی و زیادتی گہرائی کا لحاظ ہوگا یا نہیں اور اگر ہوگا تو کیا مقدار ہوگی اور اسی طرح نل میں نجاست کے پڑنے سے سوائے نل کے جو پانی چاہ میں ہے نجس ہوگا یا نہیں۔

الجواب

پانی نہایت نفاذ ہے و لہذا شرع میں حکم ہے کہ جو شخص زمین افتادہ میں باذن سلطان کنواں کھودے اس کے چاروں طرف چالیس چالیس ہاتھ تک دوسرے کو کنواں کھودنے کی اجازت نہ دی جائے گی کہ اول کا پانی اس طرف کھنچ کر کم نہ ہوجائے۔ درمختار میں ہے:

حریم بئر الناضح کبئر عطن اربعون ذراعا من کل جانب اذا حفرها فی موات باذن — کنویں کا محفوظ دائرہ (حریم) چالیس ہاتھ (گز) ہر جانب سے ہوگا جب اسے غیر آباد زمین میں حکومت کی

Marfat.com

الامام[1] اجازت سے کھودا گیا ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

المقصود من الحریم دفع الضرر کی لا یحفر بحریمہ احد بئرا اخری فیتحول الیہا ماء بئرہ[2]۔

حریم کا مقصد کنویں کو نقصان سے محفوظ کرنا ہے کیونکہ کوئی شخص کنویں کے دائرے (حریم) میں دوسرا کنواں کھود کر اپنے کنویں کی طرف پھیرنے سے نقصان پہنچا سکتا ہے۔ (ت)

کنویں کے قریب نجس چہ بچہ کا ہونا اُسے نجس کر دیتا ہے بعض نے کہا پانچ ہاتھ سے کم تک بعض نے سات ہاتھ سے کم تک، اور صحیح یہ ہے کہ جتنی دُور سے نجاست کا اثر ظاہر ہو نجس کر دے گا اگرچہ بیس ہاتھ کے فاصلہ سے، درمختار میں ہے:

البعد بین البئر والبالوعۃ بقدر مالا یظہر للنجس اثر[3]۔

کنویں اور نجس چہ بچہ کے درمیان اتنا فاصلہ ہو کہ نجاست کا اثر کنویں میں ظاہر نہ ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فی الخلاصۃ والخانیۃ والتعویل علیہ وصححہ فی المحیط بحر[4]۔

خلاصہ اور خانیہ کے حوالے سے ہے اسی پر اعتماد ہے اور محیط میں اسی کو صحیح قرار دیا گیا ہے، بحر۔ (ت)

اُسی میں ہے:

فی روایۃ خمسۃ اذرع وفی روایۃ سبعۃ والحاصل انہ یختلف برخاوۃ الارض و صلابتہا ومن قدرہ اعتبر حال ارضہ[5]۔

اس میں پانچ ہاتھ اور سات ہاتھ کی روایتیں بھی ہیں، الحاصل یہ فاصلہ زمین کی نرمی اور سختی اور اس کی مقدار کے لحاظ سے مقرر کیا جائیگا۔ (ت)

جب پانی بلا منفذ صرف مسام کے ذریعہ سے ایسی سرایت کرتا ہے تو جہاں نل لگے گا ضرور منفذ

---

[1] الدرالمختار کتاب احیاء الموات مجتبائی دہلی ۲/۲۵۵

[2] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۵/۳۰۸

[3] الدرالمختار فصل فی البئر مجتبائی دہلی ۱/۴۰

[4] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۱۶۳

[5] " " " ۱/۱۶۲-۱۶۳

marfat.com

Marfat.com

پیدا کرے گا پھر پانی کیونکر رُک سکے گا ان کا دو پانی جدا جدا ہونا معقول نہیں اوپر کا پانی ناپاک ہونا ضرور نل کے پانی کو ناپاک کرے گا اور وہ صورت نادرہ کہ نل میں نجاست پڑے بحالِ اتصالِ آب اُسی میں ہے سریان نجاست میں شبہہ نہ ہونا چاہئے اگرچہ نل کتنے ہی دُور تک ہو کہ مذہب صحیح میں عمق محض معتبر نہیں کما نصوا علیہ ھذا ما ظھر لی والعلم بالحق عند ربی، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (جیسا کہ انہوں نے تصریح کی ہے، مجھے یہ معلوم ہُوا، حقیقی علم اللہ کے ہاں ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔ ت)

مسئلہ ۸۹ مسئولہ مولوی عبدالشکور ارکانی ۶ شوال ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کنوئیں میں سے کوئی جانور مُردہ سڑا ہوا نکل آئے تو اس کنوئیں کے پانی کا کیا حکم ہے۔

الجواب

اگر جانور میں دَم سائل نہ تھا جیسے مینڈک، بچھو، مکھی، بھڑ وغیرہ تو پاک ہے اور اگر دم سائل تھا تو ناپاک ہے کُل پانی نکالیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۰ از شہسرام محلہ دائرہ ضلع آرہ مرسلہ حافظ عبدالجلیل ۱۶ شوال شنبہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر رافضی نمازی کنوئیں میں گھُسے تو پانی کنوئیں کا نکالا جاوے یا نہیں اور رافضی کے یہاں حقہ پینا چاہئے یا نہیں اگر پی لیا تو کیا حکم ہے، بینوا توجروا۔

الجواب

رافضی[۱] کے یہاں کچھ کھانا پینا نہ چاہئے وہ اہل سنّت کو قصداً نجاست کھلانے کی کوشش کرتے ہیں سُنّیوں کے کنوئیں میں بھی اگر جائیگا تو پاخانہ نہ ہو تو پیشاب کر ہی دے گا احتراز ضرور ہے اور احتیاط اس میں ہے کہ ایسا ہوا تو کُل پانی نکال دیا جاوے کما ھو حکم کل کافر صرح بہ فی ردالمحتار عن الذخیرۃ عن کتاب الصلاۃ واللہ تعالٰی اعلم (جیسا کہ ہر کافر کا حکم ہے ذخیرہ کی کتاب الصلاۃ سے ردالمحتار نے نقل کرتے ہوئے اس کی تصریح کی ہے۔ ت)

مسئلہ ۹۱ از ضلع آرہ ڈاک خانہ وقصبہ رانی ساگر مسئولہ محمد یوسف بروز شنبہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ

ایک کنوئیں میں خنزیر گر گیا زندہ نکالا گیا اور وُہ کنواں بہت بڑا ہے جس میں اندازاً بارہ گز پانی ہے کس قدر پانی نکالنے سے پاک ہوگا۔

الجواب

اُس کے نکالنے کے وقت جتنا پانی کنوئیں میں تھا اُس سب کا نکل جانا ضرور ہے اور خنزیر کے مُردہ زندہ میں کچھ

Marfat.com

فرق نہیں کہ وہ عین نجاست ہے پانی اگر زیادہ ہے ایک ساتھ نہیں نکل سکتا بتدریج نکالیں مثلاً تین ہزار ڈول پانی ہو اور روز ہزار ڈول نکالیں تو تین دن میں پاک ہو جائیگا اور تین تین سو تو دس دن میں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۲

۲۵ جمادی الاولی ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گائے یا بکری کُنوئیں میں گر کر زندہ نکل آئے تو کنواں پاک بتاتے ہیں تسکینِ قلب کے لیے دس بیس ڈول کا حکم اور بات ہے حالانکہ یقیناً اُس کے کھُر اور پاؤں کا زیریں حصہ پیشاب وغیرہ میں روز آلودہ ہوا کرتا ہے تو حکم طہارت کس بنا پر ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اِسی بنا پر سیدنا امام اعظم و امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ایک روایت نادرہ آئی کہ گائے بکری کے گرنے سے کنواں مطلقاً ناپاک ہو جائیگا اگرچہ زندہ نکل آئیں اور اسی کو حاوی قدسی میں اختیار کیا۔ بدائع میں ہے:

روی عن ابی حنیفۃ وابی یوسف فی البقر والابل انہ ینجس الماء لانہا تبول بین افخاذھا فلا تخلو عن البول[1]

گائے اور اونٹ کے بارے میں امام ابوحنیفہ اور ابویوسف رحمہما اللہ سے روایت ہے کہ پانی نجس ہو جائے گا کیونکہ یہ جانور اپنی رانوں کے درمیان پیشاب گراتے ہیں جس کی وجہ سے رانیں، پیشاب سے محفوظ نہیں رہتی ہیں۔ (ت)

حلیہ میں ہے:

وعلی ما عن ابی حنیفۃ من ھذا الحکم المذکور مشی الحاوی القدسی[2]

اس مذکور حکم کے بارے میں امام صاحب کی روایت کی بنا پر حاوی قدسی اس پر چلے۔ (ت)

مگر مذہب صحیح و مشہور و معتمد و منصور یہی ہے کہ جب تک اُن کے بدن پر کسی نجاست کا ہونا یقیناً معلوم ہو کنواں پاک رہے گا، خانیہ و ہندیہ میں ہے:

وقعت شاۃ وخرجت حیۃ ینزح عشرون دلوا لتسکین القلب لا للتطہیر حتی لو لم ینزح وتوضأ جاز[3]

اگر کنوئیں میں بکری گری اور زندہ نکل آئی تو اطمینان قلبی کے لیے بیس ڈول نکالے جائیں پاک کرنے کیلئے نہیں حتی کہ اگر یہ ڈول نہ نکالے تو بھی وضو جائز ہوگا۔ (ت)

---

[1] بدائع الصنائع اما بیان المقدار الذی یصیر بہ المحل نجساً سعید کمپنی کراچی ۱/۷۵

[2] حلیہ

[3] فتاوٰی قاضی خاں فصل ما یقع فی البئر نولکشور لکھنؤ ۱/۵

marfat.com

Marfat.com

نیز عالمگیریہ میں تبیین امام زیلعی سے ہے :

ان وقع نحو شاة واخرج حیا فالصحیح انه اذا لم یکن فی بدنه نجاسة فالماء طاهر[1] اھ مختصرا۔

اگر بکری جیسا کوئی جانور گرا اور زندہ نکال لیا گیا تو صحیح مذہب یہ ہے کہ اگر اس کے بدن پر نجاست نہ ہو تو کنویں کا پانی پاک ہے اھ مختصراً۔ (ت)

امام محقق علی الاطلاق نے اس کی توجیہ یہ فرمائی کہ اگرچہ امر مذکور ظاہر ہے مگر احتمال ہے کہ کنویں میں گرنے سے پہلے آبِ کثیر میں گزری ہوں کہ بدن پاک ہوگیا ہو، فتح القدیر میں ہے :

الحاصل ان المخرج حیا ان کان نجس العین اوفی بدنه نجاسة معلومة نزحت کلها وانما قلنا معلومة لانهم قالوا فی البقر ونحوه یخرج حیا لایجب نزح شیئ وان کان الظاهر اشتمال بولها علی افخاذها لکن یحتمل طهارتها بان سقطت عقیب دخولها ماء کثیرا[2] هذا مع الاصل وهو الطهارة تظافرا علی عدم النزح والله سبحٰنه و

الحاصل کنویں سے نکلا ہُوا جانور اگر زندہ ہو اگر وہ نجس العین (خنزیر) ہو یا اس کے بدن پر نجاست کا علم ہو تو کنویں کا سارا پانی نکالا جائیگا ہم نے نجاست کے علم کی بات اس لیے کی ہے کہ فقہائے نے گائے وغیرہ کے بارے میں فرمایا کہ اگر یہ زندہ نکال لی جائے تو کنویں سے کچھ پانی نکالنا ضروری نہیں اگرچہ ان جانوروں کی رانوں کا پیشاب سے ملوّث ہونا ظاہر بات ہے لیکن ان کے پاک ہونے کا پھر بھی احتمال ہوسکتا

---

[2] قال فی المنحة قوله بان سقطت ای النجاسة وضمیر دخولها للبقر وماء بالنصب مفعول دخول[2] اھ اقول بل ضمیر سقطت ایضا للبقر والمعنی سقطت فی البئر بعد دخولها الماء الکثیر ولو کان کما فهم لقال بدخولها مع مافیه من تفکیک الضمائر من دون حاجة اھ منه (م)

منحہ میں کہا ہے کہ "سقطت" کی ضمیر، نجاست اور "دخولها" کی ضمیر "بقر" کے لیے ہے اور "ماء" پر نصب "دخول" کا مفعول ہونے کی بنا پر ہے اھ میں کہتا ہوں بلکہ سقطت کی ضمیر بھی بقر کے لیے ہے، اور معنی یہ ہوا کہ گائے یا بھینس کثیر پانی میں داخل ہونے کے بعد کنویں میں گری اور اگر ایسے ہوتا جیسے انھوں (صاحبِ منحہ) نے سمجھا تو کہتے بدخولها کہتا، حالانکہ ایسے ضمیروں کا اختلاف ہے جو کہ بلاوجہ ہے اھ منہ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ النوع الثالث ماء الآبار من المیاہ پشاور ۱/ ۱۹

[2] منحۃ الخالق علی البحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۱۷

Marfat.com

تعالٰی اعلم وقیل ینزح من الشاۃ کلہ و القواعد تنبوعنہ مالم یعلم یقینا تنجسہا کما قلنا[1]

ہے کہ یہ جانور پیشاب کرنے کے بعد کثیر پانی میں داخل ہونے کے بعد کنویں میں گرے ہوں اور اس کے ساتھ یہ بھی کہ طہارت اصل ہے، یہ دونوں چیزیں کنویں سے کچھ پانی نہ نکالنے کو واضح کرتی ہیں واللہ تعالٰی اعلم اور کہا گیا ہے کہ بکری کے گرنے پر کنویں کا سارا پانی نکالا جائے حالانکہ یہ قواعد سے بعید ہے جب تک یقینی طور اسکا نجس ہونا معلوم نہ ہو جیسے ہم نے بیان کیا ہے۔ (ت)

حلیہ وبحروغیرہما میں اس پر اُن کی تبعیت کی۔

اقول مگر لاکھوں جانور کہ گھروں میں بندھے کھاتے ہیں اُن میں اس احتمال کی کیا گنجائش اور حکم بلاشبہ عام ہے ــــــــــ تو دوسری توجیہ ضرور درکار واللہ الھادی وولی الایادی (اللہ تعالٰی ہادی اور مددگار ہے۔ ت) خاطر فقیر غفرلہ المولی القدیر میں مدت سے یہ خطور کرتا تھا کہ یہاں جفاف وانتشار سبب طہارت ہوں یعنی جس طرح زمین پر پیشاب پڑا اور خشک ہوگیا کہ اثر باقی نہ رہا زمین نماز کے لیے پاک ہوگئی اگرچہ اُس سے تیمم نہیں ہوسکتا یوں ہی ان کے بدن پر ان کا پیشاب لگ کر خشک ہونے کے بعد بدن پاک ہوجاتا ہے نیز جس طرح جُوتے میں کوئی جرم دار نجاست لگی اور چلنے میں ریت مٹی سے خشک ہوکر جھڑ گئی جُوتا پاک ہوگیا یُوں ہی جب ان کی مینگنی گوبر بدن پر لگ کر خشک ہوکر لیٹنے لوٹنے بدن کھجانے سے جھڑ گئی بدن پاک ہوگیا مگر اس پر جرأت نہ کرتا تھا یہاں تک کہ بفضلہ تعالٰی فتاوٰی غیاثیہ میں اس کی تصریح دیکھی،

حیث قال سئل ابونصر رحمہ اللہ تعالٰی من یغسل الدابۃ فیصیبہ من مائہا اوعرقہا قال لایضرہ قیل لہ فان کانت تمرغت فی روثہا وبولہا قال اذا جفت و تناثر وذھب عینہ فلایضرہ فعلٰی ھذا

جہاں انہوں نے کہا ابونصر رحمہ اللہ تعالٰی سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو جانور کو نہلا رہا ہو اور اس کو جانور کا پانی یا پسینہ لگ جائے، جواب میں انہوں نے فرمایا کہ کوئی ضرر نہیں، اس پر یہ پُوچھا گیا کہ اگر وہ جانور گوبر اور پیشاب سے ملوّث ہو تو۔جواب

عہ **اقول** وکذا ان علم نجاسۃ الذنب ومرعلی الماء حیث اذھب النجس فضرب بذنبہ بعد ذلک لایضرہ مااصابہ منہ بللہ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

میں کہتا ہُوں اسی طرح اگر گھوڑے کی دُم پر نجاست کا علم ہو اور پانی میں گزرنے کی وجہ سے دُم کی نجاست ختم ہوگئی ہو تو اس صورت میں سوار کو دُم مارنے کی وجہ سے جو تری لگی وہ مضر نہ ہوگی ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] فتح القدیر فصل فی البئر سکھر ۱/۹۲

marfat.com

Marfat.com

اذا اجری الفرس فی الماء وابتل ذنبه وضرب به علی راکبه ینبغی ان لایضرہ[1]۔

میں انہوں نے کہا جب (جانور کے بدن) پر سے گوبر وغیرہ خشک ہوکر جھڑ جائے اور بدن اس سے صاف ہوجائے تو کوئی حرج نہیں، اس بناء پر گھوڑے کے پانی میں گزرنے اور اُس کی دُم تر ہوجانے کے بعد اگر گھوڑے نے اپنی دُم سوار کو ماردی تو کوئی ضرر اور حرج نہیں ہونا چاہیے۔ (ت)

پھر بحمد اللہ تعالٰی اس کی تائید بدائع امام ملک العلماء میں دیکھی کہ بکری کا بچہ اُسی وقت پیدا ہوا جب تک اُس کا بدن رطوبتِ رحم سے گیلا ہے ناپاک ہے خشک ہوکر پاک ہوجائے گا یعنی صاحبین کے طور پر جن کے نزدیک رطوبتِ فرج نجس ہے ورنہ امام کے نزدیک وہ بحال تری پاک ہے،

وھذا نصہ لوسقطت السخلۃ من امھا وھی مبتلۃ فھی نجسۃ حتی لوحملھا الراعی فاصاب بللھا الثوب اکثرمن قدر الدرھم منع جواز الصلاۃ ولووقعت فی الماء فی ذلک الوقت افسدت الماء واذا یبست فقد طھرت[2]۔

اس کی عبارت یہ ہے جب بکری کا بچہ پیدا ہو اور وہ ابھی (رحم کی رطوبت) سے تر ہو تو ناپاک ہوگا حتی کہ اگر اس کو چرواہے نے اٹھالیا اور اس بچّے کی تری کپڑے کو لگ گئی تو اس کپڑے سے نماز جائز نہ ہوگی جبکہ کپڑے کو لگنے والی تری مقدار درہم سے زیادہ ہو، اور اگر اس حالت میں بچہ پانی میں گرا تو پانی بھی ناپاک ہوجائیگا، اور اگر وہ بچہ خشک ہوگیا تو پھر پاک ہے۔ (ت)

یہ ہے بحمد اللہ تعالٰی جواب شافی ولاحاجۃ بعدہ الی ماکنت وجھت بہ فی الاحلی من السکر

عہ اقول فیہ نظر فالسخلۃ حین تقع من امھا لاتستمسک بنفسھا فیکون عندھما حاملا للنجاسۃ وان لم یصب ثوبہ ولابدلہ منہ شیئ الا ان یقال ان الرطوبۃ مادامت علی السخلۃ فی معدنھا وقد اسلفنا ردہ فی مسألۃ المثانۃ تقع فی البئر ۱۲ منہ غفرلہ (م)

میں کہتا ہوں یہ قابلِ غور ہے بکری کا بچہ جب پیدا ہوتے گرا تو صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک بچّے کے بدن پر نجاست ہے تو حاملِ نجاست ہونے کی وجہ سے اس کو اٹھانے والے کی نماز نہ ہوگی اگرچہ وہ رطوبت اٹھانے والے کے کپڑے یا بدن کو نہ لگی ہو مگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب تک رطوبت بچّے کے بدن پر ہے وہ اپنے معدن میں ہے حالانکہ اس بات کا رَد ہم مثانہ کے کنویں میں گرنے کے مسئلہ میں کر چکے ہیں۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی غیاثیۃ فصل فی بیان النجاسات مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۱۰

[2] بدائع الصنائع اما بیان المقدار الذی یصیر بہ المحل نجسًا سعید کمپنی کراچی ۱/۷۶

Marfat.com

واللہ تعالیٰ اعلم (اس کے بعد "الاحل من السکر" میں جو وجہ میں نے بیان کی ہے اس کی ضرورت نہیں رہتی۔ ت)

مسئلہ ۹۳ ازشہر بریلی مسئولہ نظیر احمد محلہ لودی ٹولہ شہر کہنہ بروز شنبہ ۲۲ شعبان ۱۳۳۴ھ

اگر ناپاک کنویں سے کپڑا دھویا جائے یا نہایا جائے اور یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ ناپاک ہے تو اب جب معلوم ہوا کپڑے کو کیا کرے اور جو نہایا وہ بھی کیا کرے اور اگر اُس پانی سے کھانا پکایا جائے تو اُس کھانے کو کیا کرنا چاہیے اور وہ کھانا پاک ہے یا ناپاک۔

الجواب

کپڑے پاک کیے جائیں نہایا یا وضو کیا یا ہاتھ دھوئے غرض جتنے بدن کو پانی لگا اُسے پاک کیا جائے کھانا کُتّوں کو ڈال دیا جائے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۴ ازامرتسر تحصیل امرتسر ڈاک خانہ خاص وڈالہ ومرم مسئولہ شمس الدین صاحب ۲۴ ذی القعدہ ۱۳۳۴ھ

حامی حمایت دین مفتی شرع مجتبیٰ مولٰنا احمد رضا خان صاحب مدظلہ فیوضاتہ آپ اس مسئلہ کو کامل وجہ سے تحریر فرمائیں کہ ایک چاہ جس کا پانی تمام نکالنا دشوار ہے جب وہ ایسا ناپاک ہوجائے جس سے اُس کا تمام پانی نکالنے کا حکم ہے یعنی وہ چشمہ دار ہے تو مثلاً زید کہتا ہے کہ اس کا تمام پانی تین روز میں نکالا جائے، اور ایک کہتا ہے کہ جب بقول مفتی بہ تین سو ڈول سے چاہ چشمہ دار پاک ہوسکتا ہے تو تین روز میں پانی نکالنے میں ایک تو وقفہ درمیان واقع ہوتا ہے اور دوم تکلیف مالایطاق ہے غرضکہ جس قدر ڈول نکالنے کا حکم ہے اگر اس میں وقفہ واقع ہو یعنی پانی حرکت سے ٹھہر جائے تو وہ ڈول کشیدہ محسوب ہوں گے یا نہیں یعنی وہ شخص باوجود جہالت کے قول مفتی بہ کا خلاف کرتا ہے وہ مستحق فتویٰ دینے کا ہے یا نہیں۔

الجواب

جبکہ کنواں چشمہ دار ہے اُس میں پانی پیمائش سے دریافت کرلیں کہ اتنے ڈول ہے اور اس کا یہ آسان طریقہ ہے کہ رسّی میں کوئی پتھر باندھ کر کنویں میں اس طرح چھوڑیں کہ رسّی میں خم نہ آئے جس وقت پتھر تہ کو پہنچ جائے معاً ہاتھ روک لیں پھر جس قدر رسّی پانی میں بھیگی اُسے ناپ لیں اور مثلاً چار شخص پچیس پچیس ۲۵ ڈول جلد جلد کھینچیں پھر اُسی طرح ناپیں فرض کرو کہ ان سو ڈولوں کے سبب ایک ہاتھ پانی کم ہوگیا اور پیمائش میں مثلاً دس ہاتھ آیا تو سو ۹۰۰ ڈول اور نکال لیں سو وہ مل کر دس ہاتھ ہوجائیں گے پانی نکالنے میں صحیح مذہب یہی ہے کہ پے درپے ہونا ضرور نہیں اگر ایک ایک ڈول روزانہ کرکے نکالیں جب تعداد مطلوب پوری ہوجائے گی کنواں پاک ہوجائے گا[1]

---

[1] الدرالمختار فصل فی البئر مجتبائی دہلی ۱/۳۹

marfat.com

Marfat.com

نص علیہ فی الدر المختار وغیرہ من معتمدات الاسفار (درمختار وغیرہ معتمد کتابوں میں اس پر نص کی گئی ہے۔ ت) تین سو ڈول پر فتوٰی بغداد شریف کے کنوؤں کے اعتبار سے ہے وہاں کنویں میں اسی قدر پانی ہوتا اور جہاں کل پانی نکالنے کے حکم میں ہزار ڈول پانی ہے تین سو ڈول سے ہزار ڈول کیسے ادا ہوسکتے ہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۵ مرسلہ ملا محمد سمعیل قصبہ کپاس محلہ مومناں علاقہ اودے پور ۲۱ صفر ۱۳۲۵ھ

چاہ چشمہ دار ہو اُس میں چڑیا یا چوہا پڑ کر مرجائے اور پھول پھٹ جائے اور ریزہ ریزہ ہوجائے اُس میں سے کتنے ڈول نکالے جائیں اور ڈول کس قدر وزن پانی کا ہو۔ چڑیا یا چوہا یا آدمی بے وضو یا بے غسل یا بے نمازی کنویں میں گر جائے اور زندہ نکل آئے تو کنویں کا پانی تمام نکالنا یا کس قدر ڈول نکالنا درست ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

کل پانی نکالا جائے جتنے ڈول اس میں ہیں یا تو دو ثقہ مبصر جو پانی میں نگاہ رکھتے ہیں اندازہ کرکے بتائیں کہ اس میں اتنے ڈول پانی ہے اس قدر نکال دیں پاک ہوجائے گا اگرچہ نیا پانی برابر آتا رہے یا رسّی میں پتھر باندھ کر کنویں میں اس طرح ڈالیں کہ رسّی میں خم نہ آئے جب تہ کو پہنچ جائے نکال کر جتنی بھیگی ہو ناپ لیں اور مثلاً نو سو ڈول بتعجیل نکال لیں اس کے بعد پھر رسّی ڈال کر ناپیں سو ڈول میں جتنا گھٹا اسی کے حساب سے نکال لیں مثلاً پہلی پیمائش میں پانی دس ہاتھ تھا دوسری میں نو ہاتھ رہا تو معلوم ہوا کہ سو ڈول میں ایک ہاتھ گھٹتا ہے دس ہاتھ پر ہزار ڈول چاہیے تھے سو نکل گئے نو سو اور نکال دیں جہاں کل پانی نکالنا ہے ڈول کی مقدار معین کرنے کے کوئی معنی نہیں ہاں جہاں یہ حکم ہوتا ہے کہ بیس سے تیس یا چالیس سے ساٹھ ڈول تک نکالیں وہاں اس کی تعیین یہ ہے کہ ہر کنویں کے لیے اسی کا ڈول معتبر ہے اور جس کنویں کا کوئی خاص ڈول نہ ہو وہاں وہ ڈول جس میں ایک صاع ماش آسکے صاع دو سو ستر تولے کا پیمانہ ہے۔ اگر اس کے بدن پر کوئی نجاست ہونا تحقیق معلوم ہو تو کل پانی نکلے گا ورنہ بے وضو یا بے غسل آدمی کے گرنے میں بیس ڈول اور چڑیا میں کچھ نہیں اور چوہے میں بیس اگر اس کا منہ پانی کو پہنچا ہو ورنہ کچھ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۶ مرسلہ حکمت یار خان محلہ شاہ آباد ۲۴ جمادی الآخرہ ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں، ایک کنواں ہے جس کا پانی کبھی نہیں ٹوٹتا اُس میں سے ایک چوہا پھولا ہوا بُودار نکلا اب اس کے پاک کرنے کی کیا صورت ہے اور ایسی صورت میں نماز لوٹائی جائیگی یا نہیں؟ اگر لوٹائی جائے گی تو کے دن کی مفتی بہ قول تحریر فرمائیں۔

Marfat.com

الجواب

پانی توڑنے کی کوئی حاجت نہیں جتنا پانی اس میں موجود ہے اتنے ڈول نکال دیں پاک ہو جائیگا تین دن رات کی نماز کا اعادہ بہتر ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۷ مرسلہ حکمت یار خان محلہ شاد آباد ۲۵ جمادی الآخرہ ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنت و ماحی بدعت قاطع ظلمت حضرت مولانا قبلہ وکعبہ مدظلہ العالی کہ ایک مسئلہ بئر جو کہ کل حضور کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا اس کے وقوع کو آج چار دن ہوئے اور اُسی دن ایک مولوی اہلسنت جماعت سے وہ مسئلہ دریافت کیا گیا اُنھوں نے یہ کہا کہ جب اس کنویں کا پانی نہیں ٹوٹتا ہے تو تین سو ساٹھ ڈول پانی نکالنے سے پاک ہو جائیگا کل حضور کے فتوے سے معلوم ہوا کہ کنواں پاک نہیں ہوا اب دریافت طلب ہے کہ صورتِ مذکورہ سے کنواں پاک ہوا یا نہیں وایضاً صورتِ مذکور پر عمل کرکے اُس روز سے برابر اُسی سے وضو اور غسل کرکے نماز پڑھی جاتی ہے اب اس صورت میں حضور کا کیا حکم ہے۔

الجواب

مولیٰ تعالیٰ معاف فرمائے وُہ مسئلہ غلط بیان میں آیا وضو وغسل کرنے والوں کے بدن اور کپڑے ناپاک ہوئے وہ سب نمازیں بیکار گئیں اگر حرج عظیم بوجہ کثرت مبتلایان نہ ہو تو مذہب کا یہی حکم ہے کہ وہ سب لوگ اپنے بدن اور کپڑے پاک کریں اور یہ نمازیں پھیریں اور اس میں حرج شدید ہو تو شریعت حرج میں نہیں ڈالتی پھر ۳۶۰ ڈول وُہ اور اتنے دنوں میں جتنے ڈول وضو اور غسل وغیرہ کے لیے نکلے وہ سب ملا کر اگر اُس وقت کے موجود پانی کے اندازے تک پہنچ گئے کنواں اب پاک ہوگیا ورنہ جتنے باقی رہے ہوں اب نکال لیے جائیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب التیمم

مسئلہ ۹۸ از سرنیا ضلع بریلی مسئولہ شیخ امیر علی رضوی ۱۹ شوال ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز عیدین یا نماز جمعہ یا پنجگانہ کی جماعت تیار ہے زید بے وضو ہے اور اگر وضو کریگا تو نماز ختم ہوجائیگی ایسی حالت میں کون سی نماز میں بے وضو شامل ہوسکتا ہے؟

الجواب

بے وضو کوئی نماز نہیں ہوسکتی عیدین یا جنازہ کی نماز جاتی رہنے کا اندیشہ ہو تو تیمم کرے، جمعہ و پنجگانہ کے لئے وضو کرنا لازم ہے اگرچہ جمعہ وجماعت فوت ہوجائے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۹ مسئولہ مولوی سید خورشید علی صاحب ۱۱ ربیع الآخر شریف از [illegible]

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مدت مسح موزہ میں غسل کی ضرورت ہوئی اور جب اس عذر سے غسل نہیں کرسکتا تو تیمم بلا اتارنے موزے کے کرسکتا ہے یانہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بیشک کرسکتا ہے تیمم میں موزہ اتارنے کی کچھ حاجت نہیں کہ وہ صرف چہرہ ودست پر ہے، مذہب میں تیمم میں پاؤں کا اصلاً حصہ نہیں۔

فی فصل المسح علی الخفین من الخانیۃ خانیہ فصل المسح علی الخفین میں ہے: پیروں کا تیمم نہیں

marfat.com

Marfat.com

لاحظ للرجلین من التیمم[1] اھ وفی ردالمحتار — کوئی حصہ نہیں اھ۔ ردالمحتار میں ہے موزے اتارنے
لافائدۃ فی النزع لانہ للغسل[2] اھ — میں کوئی فائدہ نہیں، اتارنا تو غسل کے لیے ہے اھ (ت)

علماء نے جو فرمایا ہے کہ جنب کو موزہ اتارنا ضرور ہے وہ بحالتِ غسل ہے یعنی جس طرح وضو میں مسح خفین جائز ہے غسل میں روا نہیں بخلاف تیمم کہ اس میں سرے سے پاؤں کا غسل یا مسح کچھ بھی نہیں تو اُس میں نزع خف کی کیا حاجت۔ مسئلہ واضح ہے اور حکم ظاہر اور ردالمحتار کے باب التیمم میں ایک تصویر طویل سے اس کا جزئیہ بھی مستفاد فلیراجع عند ذکر النواقض (ردالمحتار میں یہ جزئیہ نواقض تیمم کے تحت دیکھ لیا جائے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۰ مرسلہ مولوی اللہ یار خان صاحب از مکان منشی حبیب اللہ صاحب تحصیلدار کھنڈوا ضلع نماڑ ملک متوسط ۴ ربیع الاول ۱۳۰۸ھ۔

جناب فیضمآب حاوی معقول ومنقول کاشف دقائق فروع واصول جناب مولوی محمد احمد رضاخان صاحب ادام اللہ فیضہم وظلہم وبرکاتہم بعرض مستفیدان حضور ایک عبارت دریافت معنے کے لیے حاضر کی جاتی ہیں۔

ان باعہ بمثل القیمۃ او بغبن یسیر لا یجوز لہ التیمم وان باع بغبن فاحش تیمم و الغبن الفاحش ما لا یدخل تحت تقویم المقومین وقال بعضہم تضعیف الثمن[3]۔ — بیچنے والا پانی اگر مثل قیمت میں یا کچھ زیادہ کرکے فروخت کرے تو تیمم جائز نہیں اور اگر غبن فاحش کے ساتھ (بہت بڑھاکر) بیچے تو تیمم کرے۔ غبن فاحش یہ ہے کہ کسی چیز کے ماہرین اگر قیمتیں لگائیں تو اتنی زیادتی کے ساتھ اس کی قیمت نہ لگائیں۔ اور بعض حضرات نے کہا کہ غبن فاحش کا معنی ہے قیمت دوگنا کردینا۔ (ت)

ایک ولایتی صاحب مدمقابل ہیں جو معنی مجھے از راہِ درس معلوم ہیں بیان کرتا ہوں قبول نہیں کرتے لہٰذا استفادہ کرتا ہے کہ مثل قیمت وغبن یسیر وغبن فاحش وتقویم مقومین کے معنی اردو میں ارشاد فرمائیں کہ بے علم بھی مستفیض ہوں والتسلیم۔

الجواب

مثل قیمت بازار کا بھاؤ اور غبن یسیر نرخ بازار سے تھوڑا بل اور فاحش بہت اور تقویم قیمت لگانا جو چیز

---

[1] فتاوٰی قاضی خان — مسح علی الخفین — نولکشور لکھنؤ — ۱/۲۴
[2] ردالمحتار — باب مسح علی الخفین مطلب نواقض المسح — مصطفی البابی مصر — ۱/۲۰۲
[3] منیۃ المصلی — فصل فی التیمم — مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور — ص ۵۰

Marfat.com

اُس کے مبصروں کے سامنے قیمت لگانے کے لیے پیش کی جائے وہ عادتاً تھوڑی سی کمی بیشی کے ساتھ تقویم میں اختلاف کرسکتے ہیں مثلاً دس روپے کی چیز کے کوئی پورے دس لے گا کوئی ساڑھے نو کوئی ساڑھے دس یہ نہ ہوگا کہ دس کی چیز کے پانچ یا پندرہ کہہ دیں اس تھوڑے تفاوت کو داخل فی تقویم المقومین کہتے ہیں اب مسئلہ یہ ہے کہ جس کے پاس پانی نہ ہو اور جسے قیمت نہ ملے اور قیمت حاجات ضروریہ سے فارغ اُس کی ملک میں ہو اگر پاس موجود ہے فبہا ورنہ پانی والا وعدہ پر مل سکے کہ مثلاً گھر پہنچ کر قیمت بھیج دوں گا تو ایسی حالت میں تیمم جائز نہیں پانی مول لے کر وضو یا غسل واجب بشرطیکہ بیچنے والا یا تو مثل قیمت کو دے یا بل کرے تو تھوڑا سا جسے غبن یسیر کہتے ہیں ورنہ اگر غبن فاحش یعنی زیادہ بل سے دیتا ہے تو خریدنا ضرور نہیں شرع تیمم جائز فرمائے گی یہاں روایات مختلف ہوئیں کہ اس غبن یسیر و فاحش کی حد کیا ہے بعض کے نزدیک اُتنا بل کر تقویم مقومین میں پڑسکتا ہے غبن یسیر ہے اور اس سے زیادہ غبن فاحش۔

وھذا ھوالذی قدمہ فی مراقی الفلاح وعبرعن الاٰتی بقیل و مشی ذلک عبارۃ المنیۃ المذکورۃ فی السؤال و قد قال فی الغنیۃ انہ الاوفق لدفع الحرج۔

اس کو مراقی الفلاح میں پہلے ذکر کیا اور اگلے قول کو قیل سے تعبیر کیا ہے۔ اسی کے مثل منیۃ المصلی کی وہ عبارت ہے جو سوال میں ذکر ہوئی۔ اور غنیہ میں فرمایا کہ یہی قول دفع حرج اور ازالۂ تنگی و مشقت سے زیادہ موافقت و مطابقت رکھتا ہے (ت) (اور دفع حرج کا شریعت میں خاص لحاظ ہے)

اس روایت پر جس جگہ اس قدر پانی کی قیمت دس پیسے ہو اور بیچنے والا ساڑھے دس کو دے تو خریدنا واجب اور تیمم ناجائز اور زیادہ مثلاً بارہ یا گیارہ کو دے تو تیمم ناجائز مگر اظہر و اشہر و الیق بالعمل وہ قول ہے جو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نوادر میں منقول ہوا کہ یہاں دُونی قیمت کا نام غبن فاحش ہے اور اس سے کم غبن یسیر مثلاً اتنا پانی اُس مقام کے بازاری نرخ سے ایک پیسہ کا ہے اور بیچنے والا دو کو دے تو تیمم کرے اور دو سے کم کو تو خریدنا لازم اور تیمم ممنوع۔ اور قیمت دیکھنے میں اعتبار خاص اُس جگہ کا ہے جہاں اسے اس وقت ضرورت آب ہے اگر وہاں کی قیمت کا پتا نہ چلے تو جو جگہ وہاں سے قریب تر ہے اُس کا اعتبار کرے۔ غنیہ میں ہے:

مالا یدخل تحت تقویم المقومین قدروہ فی العروض بالزیادۃ علی نصف درھم فی العشرۃ و النصف یسیر والماء من جملۃ العروض[1]

وہ قیمت جو نرخ لگانے والوں کے نرخ لگانے میں نہ آسکے سامانوں میں اس کی تحدید یوں کی ہے کہ دس درہم کی چیز دس پر نصف درہم سے بھی زیادہ اضافہ کرکے دے۔ نصف درہم تک ہی زیادتی ہو تو یہ معمولی ہے پانی بھی سامانوں ہی کے ذیل میں داخل ہے۔ (ت)

---

[1] و [2] غنیۃ المستملی باب التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۰۰

marfat.com

Marfat.com

خانیہ میں ہے :

اختلفوا فی حد الغالی عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان کان لایبیع الا بضعف القیمۃ فھو غال وقال بعضھم مالایدخل تحت تقویم المقومین فھو غال[1]

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے گراں کی حد روایت کرنے میں علماء کا اختلاف ہوا ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ اگر دوگنا قیمت پر بیچتا ہے تو وہ گراں ہے۔ اور بعض نے کہا کہ جو نرخ لگانے والوں کے نرخ لگانے میں نہ آسکے وہ گراں ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے :

ان لم یعطہ الا بثمن مثلہ او بغبن یسیر ولہ ذلك فاضلا عن حاجتہ لایتیمم ولو اعطاہ باکثر یعنی بغبن فاحش وھو ضعف قیمتہ فی ذلك المکان اولیس لہ ثمن ذلك تیمم[2]

اگر پانی ثمن مثل پر یا تھوڑی زیادہ قیمت پر اسے دے اور اتنا اس کے پاس ضرورت سے فاضل موجود ہے تو تیمم نہ کرے۔ اور اگر بہت بڑھاکر غبن فاحش کے ساتھ دے یعنی اس جگہ جو قیمت ہے اس کا دوگنا مانگے یا اس کے پاس پانی کی قیمت موجود نہ ہو تو تیمم کرے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قولہ بثمن مثلہ ای فی ذلك الموضع بدائع وفی الخانیۃ فی اقرب المواضع من الموضع الذی یعزفیہ الماء قال فی الحلیۃ والظاھر الاول الا ان لایکون للماء فی ذلك الموضع قیمۃ معلومۃ کما قالوا فی تقویم الصید قولہ ولہ ذلك ای وفی ملکہ ذلك الثمن وقد منا انہ لولہ مال غائب وامکنہ الشراء نسیئۃ وجب بخلاف مالووجد من یقرضہ بحر قولہ وھو ضعف قیمتہ ھذا امافی النوادر

صاحب درمختار کا قول "ثمن مثل پر" یعنی اس جگہ پانی کی جو قیمت ہے اسی قیمت پر دے، بدائع الصنائع۔ اور خانیہ میں یہ ہے کہ جس جگہ پانی نایاب ہے اس سے قریب تر مقام میں جو قیمت ہے، حلیہ میں کہا کہ ظاہر پہلا قول ہے مگر یہ صورت ہو کہ اس جگہ پانی کی کوئی معین و معلوم قیمت نہ ہو (تو قریب تر مقام کا اعتبار ہوگا) جیسا کہ علماء نے شکار کی قیمت کے بارے میں فرمایا ہے۔ صاحب درمختار کا قول "اتنا اس کے پاس ہو" یعنی اس کی ملکیت میں اتنی قیمت ہو۔ اور یہ ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فیما یجوز لہ التیمم نولکشور ۱/۲۶

[2] الدرالمختار باب التیمم مجتبائی دہلی ۱/۴۴

Marfat.com

وعلیه اقتصر فی البدائع والنهایة فکان هو الاولی بحر اهـ ملخصاً[1]

... کہ اگر اس کی ملکیت میں مال ہے جو اس کے پاس نہیں اور ادھار خرید سکتا ہے تو خریدنا واجب ہے۔ اور اگر اس کی ملکیت میں نہیں مگر کوئی ایسا شخص مل گیا جو اسے قرض دے رہا ہے تو خریدنا واجب نہیں۔ تجرید صاحب مذہب کا قول" اور وہ اس کی قیمت کا دوگنا ہے۔ یہ وہ روایت ہے تو نادر میں ہے۔ اور اسی پر بدائع اور نہایہ میں اکتفاء کی ہے، تو یہی اولیٰ ہے۔ بحر اھ تلخیص (ت)

اقول وکذا اقتصر علیه فی الکافی وغیره من المعتبرات فاعتمدت علی هذا لکونه روایة عن الامام رضی الله تعالٰی عنه ولجلالة معتمدیه وکثرتهم ولتقدیم الخانیة ایاه مع تصریحه فی فاتحة کتابه انه انما یقدم الاظهر الاشهر ولان قیمة الماء المحتاج الیه لطهر لا تزید غالبا علی نحو فلس لا سیما فی بلادنا فاعتبار زیادة جزء من تسعة عشر جزءً من اجزاء فلس مثلا مسقطة لوجوب الوضوء والغسل مع تیسر الثمن وتمکنه له بالفعل وفراغه عن حاجاته مما یستبعد ولا یسلم ان فیه کثیر حرج یجب دفعه فافهم۔ والله سبحنه وتعالٰی اعلم۔

میں کہتا ہوں اور اسی طرح کافی وغیرہ معتبر کتابوں میں اسی پر اکتفاء کی ہے تو میں نے بھی اسی پر اعتماد کیا اس لیے کہ یہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے اس پر اعتماد کرنے والے حضرات جلیل الشان ہیں اور ان حضرات کی تعداد بھی زیادہ ہے۔ فقیہ النفس امام قاضی خاں نے خانیہ میں اسے مقدم رکھا ہے۔ اور آغاز کتاب میں وہ اس کی صراحت کرچکے ہیں کہ وہ اسی قول کو مقدم کرتے ہیں جو اظہر واشہر (زیادہ ظاہر ومشہور) ہو۔ اور اس لیے کہ کسی طہارت کے لیے جس قدر پانی کی ضرورت ہے اس کی قیمت قریبا ایک پیسہ سے زیادہ نہیں ہوتی اور خاص طور سے ہمارے بلاد میں یہی حال ہے، تو اگر پانی کی قیمت مثلاً ایک پیسے کے انیس حصوں میں سے ایک حصہ ($\frac{1}{19}$) کے برابر زیادہ ہے اور یہ قیمت اسے میسر ہے۔ بالفعل اس کا مالک بھی ہے اور اس کی ضروریات سے فاضل بھی ہے۔ ان سب کے باوجود یہ مان لینا کہ اتنی سی زیادتی سے وضو اور غسل کا وجوب ساقط ہوجاتا ہے ایک مستبعد امر ہے۔ یہ بھی قابل تسلیم نہیں کہ اس میں کوئی بہت حرج اور تنگی ہے جسے دفع کرنا ضروری ہے۔ اسے سمجھ لینا چاہئے واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۸۴

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ ۱۰۱ از جونپور مرسلہ مولوی محمد حسن صاحب ۲۶ ربیع الآخر ۱۲۹۵ھ

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی دریں باب کہ برائے جواز تیمم بضرب دست بر چیزے کہ از جنس زمین نباشد مثل وسادہ وبساط وجو وحبوب ومعادن وغیرہ اینہا بدون برداشتن دست از ان بغبار مرتفع فقط وجود غبار دران بقدریکہ بوقت ضرب صرف چیزے در ہوا دیدہ مے شود کافی ست یا لزوق غبار وظاہر شدن اثر آن بر دست یا بران بمد الید علیہ ضرورست۔ بینوا توجروا

ایسی چیز جو زمین کی جنس سے نہ ہو جیسے تکیہ، فرش، غلہ، معدنیات وغیرہ ان پر تیمم جائز ہونے کے لیے ان پر کتنا غبار ہونا چاہیے؟ کیا یہ کافی ہے کہ ان پر سے ہاتھ اُٹھے تو غبار لے کر نہ اُٹھے بلکہ ان چیزوں پر صرف اس قدر غبار رہا ہو کہ ہوا میں کچھ دکھائی دیتا ہو۔ یا یہ ضروری ہے کہ ہاتھ میں غبار چپک جائے اور ایک ہاتھ پر دوسرا ہاتھ پھیرا جائے تو اس پر غبار کا اثر ظاہر ہو، بینوا توجروا۔ (ت)

الجواب

امام اسبیجابی کہ از ائمہ ترجیح وتصحیح ست در شرح مختصر طحاوی فرمود کہ بودنِ غبار بر چیزے چنان وظہور اثرش بکشیدن دست بران ضرورست در جواز تیمم بدان۔

امام اسبیجابی جو ائمہ ترجیح وتصحیح سے ہیں انہوں نے مختصر طحاوی کی شرح میں فرمایا کہ ایسی چیز پر غبار کا ہونا اور اس پر ہاتھ پھیرنے سے غبار کا اثر ظاہر ہونا اس سے تیمم جائز ہونے کے لیے ضروری ہے۔

فی الدر المختار تبعا لما فی البحر الرائق وقیدہ الاسبیجابی بان یستبین اثر التراب علیہ بمد الید علیہ وان لم یستبن لم یجز وکذا کل مالا یجوز التیمم علیہ کحنطۃ وجوخۃ فلیحفظ[1]۔

درمختار کے اندر بحر الرائق کے اتباع میں لکھا ہوا ہے کہ اس پر امام اسبیجابی نے یہ قید لگائی ہے کہ اس پر ہاتھ پھیرنے سے اس چیز پر مٹی کا اثر ظاہر و واضح ہو اگر واضح نہ ہو تو تیمم جائز نہیں۔ اسی طرح ہر وہ چیز جس پر تیمم جائز نہیں جیسے گیہوں اونی کپڑے کا ٹکڑا اسے یاد رکھنا چاہیے۔

وہرچند در عامہ متون واکثر شروح این مسئلہ را بارسال واطلاق آوردہ اند اما قیدے زائد کہ امام معتمد افادہ فرماید از قبولش ناگزیرست ما دامیکہ خلافش در

یہ مسئلہ اگرچہ عام متون اور اکثر شروح میں بغیر قید کے مطلقاً ذکر ہوا ہے (اور کہا گیا ہے کہ معدنیات وغیرہ پر غبار وتراب ہو تو تیمم جائز ہے) لیکن ایک ایسی زائد

عہ فتاوٰئے قدیمہ سے ہے کہ مصنف نے صغر سن میں لکھے ۱۲ (م)

[1] الدر المختار باب التیمم مجتبائی دہلی ۱/۴۲

Marfat.com

کلمات دیگر ائمہ مصرح و برآں مرجح نباشد خصوصا درصورتیکہ مقام مقام احتیاط است۔

قید جو کوئی معتمد امام افادہ فرما دیں اسے قبول کرنا ضروری ہے جب تک کہ اس کے خلاف دیگر ائمہ کے کلمات میں تصریح اور اس پر ترجیح نہ ہو خاص طور سے جب احتیاط کا مقام ہو تو امام معتمد کی بتائی ہوئی ایسی قید کا قبول کرنا اور ضروری ہے۔

صرح بہ العنزی فی مسئلۃ انتضح البول مثل رؤس الابر و من لم یطمئن قلبہ فعلیہ بحاشیۃ الشامی۔

شوئی کے ناکے کے برابر پیشاب کے چھینٹے پڑ جانے کے مسئلہ میں علماء نے اس کی تصریح کی ہے جب اطمینان قلب نہ ہو تو حاشیہ شامی کا مطالعہ کرے۔

و این معنی منافی تقدیم متون نیست کہ آن فرع تضاد ست و این بیان مراد۔

ایسی قید قبول کرنے پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ متون کو شروح پر تقدم حاصل ہے اور متون نے اطلاق کو چھوڑ کر شروح کی تقییدہ کو لیا جائے تو یہ تقدیم متون کے منافی ہوگا اس لیے کہ منافی تب کی بات تو اس وقت ہوگی جب دونوں میں تضاد ہو۔ یہاں تضاد نہیں بلکہ بیان مراد ہے۔

و من ثم قالوا ان[عہ] التخصیص دفع

اسی لیے علماء نے فرمایا ہے کہ تخصیص دفع ہے

عہ فان قلت انما التخصیص المقارن من المتراخی فناسخ اقول ذلک فی المثبت وھو کلام الشارع فاذا ورد مطلقا ثبت الحکم کما ورد فاذا خصص فرد انتسخ فیہ اما العلماء فرواۃ وقد علم انھم ربما یطلقون فی محل التقیید فالتخصیص ابانۃ لما طووہ و تکمیل لما رووہ فکان مقارنا ۱۲ منہ غفر لہ۔ (م)

اگر تو اعتراض کرے کہ تخصیص تو پہلے کلام سے مقارن ہوتی ہے جبکہ موخر ہو تو وہ ناسخ ہے اقول یہ قاعدہ حکم کو ثابت کرنے والے کلام کے بارے میں ہے جو صرف شارع علیہ السلام کا کلام ہے۔ اس میں جب مطلق وارد ہوگا تو حکم بھی مطلق ہوگا۔ اور اگر تخصیص وارد ہو تو وہ اطلاق کو رد کرکے اس کے لیے ناسخ ہوگی۔ لیکن علمائے کرام تو صرف راوی ہوتے ہیں اور تحقیق سے یہ بات معلوم ہے کہ علمائے کرام قید والے مقام میں قید کی بجائے اطلاق سے کام لیتے ہیں پس تخصیص ان کے کلام میں اختصار کی وضاحت اور ان کے روایت کردہ حکم کی تکمیل ہوتی ہے لہذا یہاں تخصیص مقارن ہی تصور ہوگی۔ (ت)

marfat.com

Marfat.com

لا رفع وقد نصوا کما شرح اللباب و رد المحتار وغیرہما ان شان المشایخ ابانة القیود فلا یعد مخالفة للمتون۔

رفع نہیں (یعنی بعض افراد سے متعلق حکم خاص کردینے کا مطلب یہ ہے کہ جو اس میں داخل نہ تھے ان کو الگ کردیا یہ مطلب نہیں کہ جن کے لیے حکم ثابت تھا ان سے حکم اٹھادیا)۔ اور اس سلسلہ میں تو علماء کی صراحت موجود ہے۔ جیسا کہ شرح لباب، رد المحتار اور دوسری کتابوں میں مذکور ہے کہ یہ مشایخ مذہب کا منصب ہے کہ وہ قیدوں کو بیان کریں (کوئی بات بظاہر مطلق نظر آرہی ہے حالانکہ وہ کسی قید سے مقید ہے تو ایسی قیدوں کی توضیح مشایخ مذہب ہی کا کام ہے) اس لیے یہ تقیید، متون کی مخالفت نہیں، وضاحت ہے۔ (ت)

آخر نہ دیدی کہ علامہ محقق زین بن نجیم مصری رحمہ اللہ تعالٰی علیہ در بحر رائق بروشی کردہ حکم جوخہ وغیرہ بربنائے قلت وجود این شرط دران ازوا استخراج می نماید و علامہ خیر الدین رملی استاذ صاحب درمختار نیز بنائے حکم برین تفصیل مے نہد و محققین کرام اصحاب بحر و نہر و مدقق علائی در درمختار استحسانش نمودہ بر ہمہ امر بحفظش می فرمایند و محشیان اعلام تقریرش مینمایند۔

آپ نے دیکھا نہیں کہ علامہ محقق زین بن نجیم مصری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس قید کو قبول کرتے ہوئے بحر رائق میں جوخہ وغیرہ کا حکم اس سے استخراج کیا ہے کیونکہ ان چیزوں میں یہ شرط کم ہی پائی جاتی ہے۔ صاحبِ درمختار کے استاد علامہ خیر الدین رملی بھی حکم کی بنیاد اسی تفصیل پر رکھتے ہیں۔ بحر رائق، نہر فائق کے مصنفین اور مدقق علائی صاحبِ درمختار جیسے محققین کرام نے اس قید کو مستحسن و پسندیدہ قرار دیا اور سبھی نے اسے یاد رکھنے کی تاکید کی اور محشیان اعلام نے اسے برقرار رکھا۔ (ت)

فقد تحلی بحلیة المقبول کما یظہر کل ذلک بمراجعة کلماتہم والعلم بالحق عند واہب العلوم وعالم کل سر مکتوم۔

ان ساری تائیدات کے پیشِ نظر یہ قید زیورِ قبول سے آراستہ و پیراستہ ہے، جیسا کہ ان حضرات کے کلمات کی مراجعت اور ان کی عبارتوں کے مطالعہ سے ظاہر ہے اور حق کا علم اس کے پاس ہے جو علوم عطا فرمانے والا ہے اور ہر رازِ نہاں کو جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۲: از جائس ضلع رائے بریلی محلہ زیر مسجد مکان حاجی ابراہیم مرسلہ ولی اللہ صاحب ۲ ربیع الاول شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو نمازوں کو بلا عذر جمع کرنا اور بلا کوئی بیماری مہلک اور مضر کے تیمم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

ف۱ دو نمازوں کو بلا عذر جمع حقیقی کرنا کہ پہلی کا وقت کھو کر دوسری کے وقت میں پڑھیں یا دوسری کا وقت آنے سے

Marfat.com

پہلا اُسے پہل کے وقت میں پڑھ لیں حرام ہے پہلی صورت میں نماز قضا ہوئی اور دوسری میں ہوئی ہی نہیں اس کی تحقیق اعلیٰ درجہ بیان پر فقیر کے رسالہ حاجز البحرین میں ہے پانی موجود ہو اور ضرر نہ کرے تو ایسی چیز کے لیے جو بلاطہارت ناجائز ہے جیسے نماز یا قرآن مجید کا چھونا یا سجدۂ تلاوت وغیرہا تیمم حرام ہے۔ ہاں جو چیزیں بلاطہارت بھی جائز ہیں جیسے درود شریف، کلمہ شریف یا بے وضو قرآن مجید پڑھنا، مسجد میں جانا، سلام کرنا، سلام کا جواب دینا ان کے لیے اگر تیمم کر لیا مضائقہ نہیں بلکہ بہتر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۳ مرسلہ سید محمد نور عالم صاحب مقام ڈھولنہ تحصیل ریلوے اسٹیشن کاسگنج ضلع ایٹہ ۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ۔

خدمت مولٰنا الاعظم الافخم متع اللہ المسلمین بطول بقائکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مدت سے دولت دیدار سے محروم اور بے نصیب اور اقتباس انوار فوائد علیہ سے بے بہرہ۔ تاآنکہ رسوم صوری مکاتبات اور دریافت خیریات سے بھی غافل۔ واسے بزن۔ مذا آپ کی یاد اور محبت دل میں موجود۔ من دانم وخدایم خدا یہاں وہاں اپنا خاص کرم مبذول رکھے آمین ضروری تصدیق اوقات مشغلہ یہ کہ مشہور کیا گیا ہے کہ مذہب حنفی میں جس وضو سے کہ جنازے کی نماز پڑھے یا پڑھائے اس سے دیگر نمازیں صلوات مکتوبہ خمسہ و دیگر نوافل وغیرہ نہیں پڑھتے ہیں آیا پڑھتے ہیں یا حکم مذہب حنفی اور نمازوں کے پڑھنے کا اس وضو سے نہیں ہے جو امر محقق ہو وہ لکھ کر ممنون فرمائیے اور یہ بھی فرمائیے کہ کسی نے احناف میں سے لکھا ہے یا نہیں اور اس کی اصل کیا ہے باقی خیریت اور آپ کی عافیت مطلوب۔

الجواب

بشرف ملاحظہ عالیہ حضرت اعظم افخم اجل اکرم عالم نور از نور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت سیدنا و مولانا سید شاہ محمد نور عالم صاحب ادام اللہ تعالیٰ نورہم وسرورہم۔

پس از آداب معروض الحمد للہ کہ گوشۂ خاطر عاطر میں اس خادم کی یاد جگہ رکھتی ہے ذلک من فضل اللہ علینا یہ مسئلہ کہ جہال میں مشہور ہے کہ وضوئے جنازہ سے اور نماز نہیں پڑھ سکتے محض غلط و باطل و بے اصل ہے۔ مسئلہ صرف اس قدر ہے کہ اگر نماز جنازہ قائم[عہ] ہوئی اور بعض اشخاص آئے تندرست ہیں پانی موجود ہے مگر وضو کریں تو نماز ہو چکے گی اور نماز جنازہ کی قضا نہیں نہ ایک میت پر دو نمازیں۔ اس مجبوری میں انہیں اجازت ہے کہ تیمم کرکے نماز میں شریک ہو جائیں اس تیمم سے اور نمازیں نہیں پڑھ سکتے نہ مس مصحف وغیرہ امور موقوفہ علی الطہارۃ بجا لاسکتے ہیں کہ یہ تیمم بحالت صحت و وجود ماء ایک خاص عذر کے لیے کیا گیا تھا جو اس نماز جنازہ تک محدود تھا تو بار صلوٰت

عہ قائم خواہ حقیقۃً ہو کہ نیت بندھ گئی یا جلد بندھنے کو ہے کہ وضو کرنے تک چاروں تکبیریں ہو چکیں گی ۱۲ منہ غفرلہ (م)

marfat.com

Marfat.com

افعال کے لیے وہ تیمم محض بے عذر و بے اثر رہے گا حکم یہ تھا کہ عوام نے اسے کشاں کشاں کہاں تک پہنچایا۔ اگر مریض نے یا جہاں پانی نہ ہو تیمم سے نمازِ جنازہ پڑھی تو وہ تیمم بھی تا بقائے عذر سب نمازوں کے لیے کافی ہے نہ کہ وضو۔ والسلام مع الوف الاکرام

مسئلہ ۱۰۴ ازشہر کہنہ بریلی مسئولہ اکبر علی خاں ملازم مدرسہ اہلسنت یکم ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید بعد نمازِ عصر لنگوٹی باندھ کر ورزش کرتا ہے اُس کا ستر کھلا ہوا ہے اور لوگ بھی وہاں پر موجود ہیں جب وہ ورزش سے فارغ ہوا تو نمازِ مغرب کا وقت اخیر ہوتا ہے از رُوئے حکمت بعد ورزش جبکہ وہ پسینہ میں تر ہے وضو کرنا مضر ہے بدن میں درد ہو جانے کا اندیشہ ہے اس صُورت میں اس کا وضو ساقط ہُوا یا نہیں، بلا تازہ وضو نماز پڑھ سکتا ہے یا تیمم کرے، کیا چاہیے۔ بیّنوا توجروا

الجواب

لوگوں کے سامنے ستر کھولنا حرام ہے ورزش کے سبب جماعت کھونا حرام ہے نماز کا وقت تنگ و مکروہ کر دینا منع ہے ایسی ورزش ناجائز ہے ورزش سے وضو نہیں جاتا جب تک کوئی شے ناقضِ وضو صادر نہ ہو اگر وضو ہے تو اُسی وضو سے نماز پڑھ لے اور جو وضو باقی نہ رہتا ہو تو ایسے وقت ورزش کرنا قصداً نہ چاہیے ورزش عشا یا صبح کے بعد بھی ہو سکتی ہے اور اگر واقع ہو لی اور نماز یا جماعت کے فوت کا اندیشہ ہے اور اس وقت وضو کرے تو وجعِ مفاصل وغیرہ امراض پیدا ہونے کا صحیح خوف ہے تو تیمم کرکے نماز پڑھے اس انتظار کی حاجت نہیں کہ مثلاً گھنٹے بھر بعد جب رگیں ساکن ہو جائیں گی وضو کرکے پڑھے گا۔

فان العبرۃ للحال دون الاستقبال کمن بعد میلا من الماء فی السفر لیس علیہ التاخیر وان ندب۔

اس لیے کہ اعتبار موجودہ حالت کا ہے آئندہ کا نہیں۔ جیسے وُہ شخص جو سفر میں پانی سے ایک میل دُوری پر ہو اس پر نماز کو مؤخر کرنا واجب نہیں اگرچہ مندوب ہے۔ (ت)

ہاں یہ بہتر و افضل ہے مگر جبکہ اس انتظار سے وقت جاتا یا مکروہ ہوتا یا جماعت فوت ہوتی ہو تو انتظار کی حاجت نہیں ابھی تیمم کرے اور نماز پڑھے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۵ از گونڈل علاقہ کاٹھیاوار مسئولہ شیخ عبدالستار بن اسمٰعیل صاحب قادری رضوی ۱۸ رجب ۱۳۳۴ھ۔

حقّہ کا پانی پاک ہے یا ناپاک۔ مسافری میں اگر پانی نہ ملے تو بجائے تیمم کے حُقّے کے پانی سے وضو جائز ہے یا نہیں؟

Marfat.com

الجواب

اُس کا پانی نجس ہونے کی کوئی وجہ نہیں اور دھونے کے سبب جو اس کے رنگ و بُو و مزہ میں تغیر آجاتا ہے اس سے اس کے طاہر و مطہر ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا۔

ویجوز الوضوء بماء تغیر احد اوصافه بخلط طاهر غیر مانع کما فی التبیین والفتح والبحر والدر وغیرها۔[1]

کسی غیر سیال پاک چیز کے ملنے سے جس پانی کا کوئی ایک وصف بدل جائے اس سے وضو جائز ہے جیسا کہ تبیین الحقائق، فتح القدیر، بحر الرائق، درمختار وغیرہا میں ہے۔ (ت)

سفر میں اگر پانی نہ ملے اور یہ پانی بقدر کفایت موجود ہے تیمم نہ ہوگا اس سے وضو لازم ہوگا لقولہ تعالٰی فلم تجدوا ماءً[2] وھذا یجد ماء (اور تم پانی حاصل نہ کرسکو۔ جبکہ یہ پانی حاصل کرسکتا ہے۔ ت) البتہ اگر اُس میں بُو ہے تو یہ لازم ہوگا کہ ایسے وسیع وقت میں اُس سے وضو کیا جائے کہ بُو زائل ہونے تک وقت کراہت نہ آئے جب بُو جاتی رہے اُس وقت نماز پڑھے اور اگر دیکھے کہ وقت جاتا ہے تو انتظار نہ کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۶: مسئولہ عابد خان معرفت منشی خدا بخش صاحب ٹھیکیدار صدر بازار بریلی دوشنبہ ۱۰ شعبان ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس بارے میں کہ ایک شخص اپنی بی بی سے صحبت کرکے سو رہا اب اس کی آنکھ ایسے وقت کھلی جبکہ وقت نماز فجر بہت تنگ ہوگیا کہ اگر غسل کرتا ہے تو نماز قضا ہوئی جاتی ہے ایسے وقت میں ستر دھو کر نماز پڑھ لینا جائز ہے یا نہیں۔ اگر بلا غسل نماز جائز نہیں تو کس وجہ سے جنابت بی بی سے صحبت کرنا حلال ہے۔

الجواب

جبکہ نماز کا وقت تنگ ہو نجاست دھو کر تیمم کرکے نماز پڑھ لے پھر نہا کر بعد بلندی آفتاب اس کا اعادہ کرے اور عورت سے صحبت حلال ہونے کے سبب طہارت کا حکم ساقط نہیں ہوسکتا۔ ہاں تین صورتیں ہیں اگر وقت ایسا تھا کہ بعد جماع غسل کرکے نماز کا وقت نہ ملے گا تو ایسی صورت میں جماع ہی حرام ہے کہ قصداً تفویت نماز ہے اور عورت کا زوجہ ہونا اسے مستلزم نہیں کہ ہر حال میں اس سے صحبت جائز ہو نماز ہے روزہ ہے احرام ہے اعتکاف ہے حیض ہے نفاس ہے اور بہت صورتیں ہیں کہ ان میں منکوحہ سے بھی صحبت حرام ہے اور اگر وقت ایسا تھا

---

[1] تبیین الحقائق ابحاث الماء بولاق مصر ۱/۱۹
[2] القرآن ۴/۴۳

marfat.com
Marfat.com

کہ غسل و نماز کو کافی تھا مگر صبح ہو چکی تھی یا ہونے کے قریب تھی اور یہ ظن غالب تھا کہ اب سو کر آنکھ نہ کھلے گی تو صحبت جائز تھی اور سونا حرام اور اگر سونے کے لیے بھی وقت وسیع تھا اور اتفاقاً آنکھ ایسے تنگ وقت کھلی تو صحبت اور سونا دونوں حلال اور گناہ مرفوع بہرحال حکم وہی ہے کہ جب وقت تنگ ہے تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور پھر غسل کر کے اعادہ کرے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۷ ۵ صفر المظفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین صاحب اس مسئلہ میں کہ بسبب ضعیفی کے تمام جوڑوں میں بدن کے درد رہتا ہے جاڑوں میں پیر دھونے سے کولھے اور کمر میں درد زیادہ ہوتا ہے ایک ہاتھ میں دو برس سے کہنی میں چوٹ لگ گئی ہے ہمیشہ درد رہتا ہے وضو کرنے میں کہنی سے نیچے ہاتھ دھوتا ہوں تو کہنی پر مسح کر لیتا ہوں اور کبھی پیروں پر بھی مسح کر لیتا ہوں اسی اندیشہ کی وجہ سے جمعہ کے روز نہانا بھی اتفاقاً ہوتا ہے اس حالت میں پیر کا مسح اور ہاتھ کی کہنی کا مسح کرنا چاہئے یا نہیں اور کسی وقت میں تیمم بھی کر لیتا ہوں اور کبھی پورا وضو بھی۔

الجواب

جتنی بات پر قدرت ہے اُتنی فرض ہے اگر پورے وضو پر قدرت ہے تو نہ مسح جائز نہ تیمم اور اگر کہنی یا پاؤں پر پانی ڈالنے سے ضرر ہوتا ہے تو اگر ہمیشہ نقصان ہوتا ہے ہمیشہ وہاں پوری جگہ مسح کرے باقی اعضاء دھوئے اور اگر ایسا ہے کہ جاڑے میں دھونا نقصان کرتا ہے گرمیوں میں نہیں یا ٹھنڈے وقت میں نقصان کرتا ہے گرم وقت میں نہیں تو جس وقت نقصان کرتا ہے اُس وقت مسح کرے باقی اوقات دھوئے، تیمم جائز نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۸ مرسلہ سید محمد فہیم ڈی ٹی ایس آفس دانا پور کھگول ضلع پٹنہ ۲ جمادی ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا ایک پاؤں عارضہ فیل پایہ میں مبتلا ہے بدیں وجہ اُس پاؤں کا دھونا اُس کے حق میں مضر ہے ایسی صورت میں وہ شخص اس پر بجائے غسل کے مسح کر سکتا ہے یا نہیں یا بجائے وضو کے صورت ہذا میں تیمم کرے گا۔ بینوا توجروا

الجواب

اس صورت میں تیمم کی اجازت نہیں ہو سکتی بلکہ ضرر نہ ہو تو پاؤں دھونا فرض ہو گا ضرر کرے تو مسح کا حکم لازم ہو گا مثلاً ٹھنڈے وقت پاؤں دھونا ضرر کرتا ہے تو گرم وقت میں پاؤں دھوئے اور سرد وقت میں پاؤں پر مسح کرے یا سرد پانی سے دھونا نقصان دیتا ہے تو گرم سے پاؤں دھوئے مسح نہ کرے یا پاؤں کے ایک حصے پر پانی ضرر پہنچاتا ہے دوسرے پر نہیں اور وہ دوسرا حصہ یوں دھو سکتا ہے کہ نقصان والے حصے کو پانی

Marfat.com

نہ پہنچے تو اس حصے کا دھونا فرض اور اُس حصے پر مسح کرے غرض مقدارِ قدرت دیکھی جائے گی پھر جتنے عضو پر مسح کا حکم ہوگا اُس پورے ٹکڑے پر بھیگا ہاتھ ایک ایک ذرے پر پہنچانا لازم ہوگا اگر کوئی حصہ خشک رہا وضو نہ ہوگا والمسائل منصوصۃ علیہا فی عامۃ الکتب واللہ تعالیٰ اعلم (عام کتب میں ان کی صراحت موجود ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۔ ت)

سوال ۱۰۹ دوم شخص مذکور الصدر کو بعد حاجتِ غسل کے تیمم پر اکتفا کرنا جائز ہے یا نہیں کیونکہ استعمال پانی اس کے حق میں نقصان دہ ثابت ہوچکا ہے۔

الجواب

مرض تو صرف پاؤں میں ہے اس حالت نہائے کہ پاؤں کے اُس حصے کو جسے پانی نقصان دیتا ہے پانی نہ پہنچے اُتنے حصے پر مسح کامل کرلے تیمم جائز نہیں ہوسکتا اور نقصان کی دو ہی صورتیں ہیں جو اوپر مذکور ہوئیں کہ فقط سرد وقت میں پانی نقصان دیتا ہے تو اس وقت نہا کر اتنی جگہ مسح کرکے نماز پڑھ لے جب گرم وقت آئے اتنی جگہ پر بھی پانی ڈال لے یا صرف ٹھنڈا پانی ضرر دیتا ہے تو اتنی جگہ گرم پانی سے دھولے باقی بدن جیسے پانی سے چاہے دھوئے اور پاؤں کا اُتنا ہی حصہ دھونے سے بچائے جتنے پر پانی بہنا ضرر دیتا ہو خواہ یُوں کہ خود وہاں مرض ہو یا یوں کہ اس پر پانی ڈالنا مرض کی جگہ تک پانی پہنچا دے گا بچاؤ نہ ہوسکے گا یا یوں کہ پانی تو نہ پہنچے گا مگر یہاں کی سردی سے وہاں ضرر ہوگا جتنی جگہ کسی طرح ضرر ہو اُس کے ایک ایک ذرہ پر بالاستیعاب بھیگا ہاتھ پہنچے ورنہ غسل نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۰ ازسرنیا ضلع بریلی مسئولہ شیخ امیر علی قادری رضوی ۱۶ شوال ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ۱۲ بجے رات کے ہل چلانے جاتا ہے اور ہل چلاتے ہوئے وقتِ فجر کھیت پر ہوگیا اب نہ پانی موجود ہے اور نہ اب مسجد جاسکتا ہے کیونکہ مسجد بھی دور ہے اور پانی بھی دستیاب نہیں ہوسکتا ہے اب زید تیمم سے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر پانی اس کے کھیت سے جہاں اس وقت یہ ہے ایک میل یا زیادہ دُور ہے تو تیمم کرسکتا ہے ورنہ ہرگز نہیں۔

فی الدرالمختار لبعدہ ولو مقیما فی المصر میلا[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

درمختار میں جوازِ تیمم کی صورتوں میں ہے: پانی سے ایک میل دُور ہونے کی وجہ سے، اگرچہ وہ شہر میں مقیم ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

---

[1] الدرالمختار باب التیمم مجتبائی دہلی ۱/۴۲

marfat.com
Marfat.com

مسئلہ ۱۱۱ از پیلی بھیت مرسلہ مولوی عرفان علی صاحب بیسلپوری چہارشنبہ ۵ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ
زید صبح کو ایسے تنگ وقت میں سو کر اٹھا کہ صرف وضو کرکے نمازِ فجر ادا کرسکتا ہے مگر اس کو غسل کی حاجت ہے
پس اس کو غسل کرکے قضا نمازِ فجر ادا کرنا چاہیے یا وقت ختم ہوجانے کے خیال سے غسل کا تیمم کرکے اور وضو کرکے نمازِ فجر
ادا کرے اور بعدہٗ غسل کرکے نمازِ فجر کا اعادہ کرے۔ بینوا توجروا

الجواب

تیمم کرکے نماز وقت میں پڑھ لے بعد کو نہا کر اعادہ کرے بہ یفتی (اسی پر فتوٰی دیا جاتا ہے۔ ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

Marfat.com

رسالہ

حسن التعمم لبیان حد التیمم

تیمم کی ماہیت وتعریف کا بہترین بیان (ت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۱۲ ۱۱ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں **سوال اوّل** تیمم کی تعریف وماہیت شرعیہ کیا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تیممنا صعیدا اطیب من ساحۃ کرمہ الیہ یصعد الکلم الطیب۔ لیطھر قلوبنا والسنتنا فننتا ھل ان نقول بنیۃ زکیۃ ومقول طیب۔

ہم نے اس میدان کرم کی سطح پاک (صعید طیب) کا قصد کیا جس تک پاکیزہ کلمے صعود وترقی پاتے ہیں تاکہ وہ ہمارے دلوں اور زبانوں کو طہارت وپاکیزگی بخش دے جس کے باعث ہم صاف ستھری نیت اور پاکیزہ زبان سے بولنے کے قابل ہوجائیں۔

ان الحمد للہ الذی انزل قراٰنا غیر ذی عوج۔ وما جعل علینا فی الدین

یقیناً ساری تعریف خدا کے لیے ہے جس نے ایسا قرآن نازل فرمایا جس میں ذرا بھی کجی نہیں۔ اور

marfat.com
Marfat.com

من حرج۔

جس نے دین میں ہم پر کوئی تنگی نہ رکھی۔

والصلاۃ والسلام عدد الرمل و التراب ؛ علی رحمۃ الرحمٰن ومنۃ الوھاب ؛ الذی اتی بالدین یسرا میسورا ؛ وجعلت لہ الارض مسجدا وطھورا ؛ فایما رجل من امتہ ادرکتہ الصلاۃ فلیصل ؛ متمتعا ببرکۃ آل ابی بکر الاجل۔

ریت اور مٹی کے ذرّات کی تعداد میں درود و سلام ہو رحمت رحمٰن اور احسانِ وہاب پر جو سہل و آسان دین لے کر تشریف لائے، اور جن کے لیے زمین مسجد اور مطہّر بنا دی گئی کہ ان کی امت کا جو شخص بھی نماز کا وقت پا جائے وہ بزرگ ابوبکر کی آلِ پاک کی برکت سے فائدہ اٹھاتا ہوا نماز ادا کرے۔

وعلی الہ وصحبہ ؛ وابنہ وحزبہ ؛ اجمعین ؛ ابد الأبدین۔

اور اُن کی آل، ان کے اصحاب، ان کے فرزند، ان کے گروہ سب پر، ہمیشہ ہمیشہ (درود و سلام ہو) (ت)

امام محقق ابن الہمام پھر اُن کے اتباع سے بہت اعلام نے قرار دیا کہ حق یہ کہ وہ چہرہ و ہر دو دست کا صعید یعنی جنس ارض طاہر سے مسح کرنا ہے یہ اجمال بہت تفصیل کا طالب فاعلم انہ جاء تحدیدہ فی کلماتھم علی ستۃ وجوہ (معلوم ہو کہ کلماتِ علماء میں تیمم کی تعریف چھ طرح سے آئی ہے۔ ت):

الوجہ الاوّل ما اختارہ عامۃ شراح الھدایۃ انہ القصد الی الصعید الطاھر للتطھیر[1] وردہ المحقق فی الفتح واتباعہ بان القصد وھو النیۃ شرط لارکن[2] واجاب عنہ العلامۃ ش بجوابین:

تعریف اوّل وُہ ہے جو ہدایہ کے عامۂ شارحین نے اختیار کی: تطہیر کے لیے پاک سطحِ زمین کا قصد کرنا **اعتراض** فتح القدیر میں محقق ابن الہمام نے اور ان کے متبعین نے یُوں رَد کر دیا کہ قصد یعنی نیت تیمم کیلیے شرط ہے رکن نہیں (اور تعریف میں اسے عینِ تیمم قرار دیا گیا ہے جس سے رکن ہونا ہی ظاہر ہے) علامہ شامی نے اس اعتراض کے دو جواب دیے:

اولھما ان الشرط ھو قصد عبادۃ مقصودۃ الی آخر ما یأتی لا قصد نفس

جواب اوّل: تیمم میں جو قصد و نیت شرط ہے وہ یہ کہ کسی عبادت مقصودہ کا قصد ہو خود سطح زمین کا قصد

---

[1] الکفایۃ مع الفتح باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۰۶

[2] فتح القدیر باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۰۶

Marfat.com

الصعید اھ[1]۔

اقول اولاً قصد[عہ1] الصعید مامور بہ فی القرآن العظیم فتیمموا صعیدا طیبا[2] غیر ان القصد لابد لہ من غایۃ وھی استباحۃ[عہ] عبادۃ مقصودۃ الخ ولایقصد ذلك الامن استعمال الصعید قصدا فقصد الصعید لابد منہ ولا تحقق للتیمم الا بہ واذ لیس کما فھو شرط لاشك کنفس الصعید فانہ ایضا من شرائط التیمم کما قال العلامۃ نفسہ ان الشارح نبہ علی انہ ای قصد الصعید شرط وکذا الصعید وکونہ مطھرا کما افادہ ح فافھم اھ[3]۔

وثانیا تریدون[عہ2] بہ رد الایراد وان سلم ماذکرتم لما افاد الایراد الا ازدیادا لانہ جعل حقیقۃ التیمم مالا توقف لہ علیہ اصلا فضلا عن

شرط نہیں۔

اقول : اولاً صعید (سطح زمین) کے قصد کا تو قرآن عظیم میں حکم موجود ہے ارشاد ہے: فتیمموا صعیدا طیبا (تو پاک روئے زمین کا قصد کرو) یہ الگ بات ہے کہ قصد کی کوئی غایت ہوتی ہے۔ اور وہ نماز کو مباح کرنے والے تیمم میں یہ ہے کہ کسی عبادت مقصودہ کا جواز پانا ہے الخ۔ اور یہ قصد جنس ارض کے استعمال ہی سے مقصود ہوتا ہے تو جنس ارض کا قصد ضروری امر ہے جس کے بغیر تیمم کا ثبوت اور تحقق نہیں ہو سکتا۔ اور یہ قصد جب رکن نہیں تو اس کا شرط ہونا یقینی ہے۔ جیسے خود جنس زمین، یہ بھی شرائط تیمم میں سے ہے۔ جیسا کہ خود علامہ شامی نے فرمایا ہے کہ شارح نے اس پر تنبیہ کر دی ہے کہ جنس زمین کا قصد شرط ہے اور اسی طرح جنس زمین اور اس کا مطہر ہونا بھی شرط ہے جیسا کہ حلبی نے افادہ فرمایا فافہم اھ۔

ثانیاً آپ اعتراض دفع کرنا چاہتے ہیں حالانکہ آپ کا جواب اگر تسلیم کر لیا جائے تو اس سے اعتراض میں اور اضافہ ہی ہوگا اس لیے کہ اس جواب نے تو تیمم کی حقیقت ایک ایسی چیز کو قرار دے دیا جس پر تیمم سرے سے موقوف ہی نہیں اس چیز کا رکن تیمم ہونا

عہ ای فی التیمم المبیح للصلاۃ ۱۲ منہ غفرلہ۔ یعنی نماز کو مباح کرنے والے تیمم میں۔ (ت)

[1] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۶۰

[2] القرآن ۴/ ۴۲

[3] 〃 〃 〃 〃 〃

marfat.com
Marfat.com

الرکنیۃ۔

تو الگ رہا (یعنی عبادت مقصودہ کا جواز چاہنے سے الگ کرکے صرف "جنس زمین کو مقصود بنانے" پر تیمم کا ثبوت موقوف ہی نہیں تو یہ رکن تیمم کیونکر ہوگا؟) (ت)

والاخوان المعانی الشرعیۃ لاتوجد بدون شروطھا فمن صلی بلا طھارۃ مثلا لم توجد منہ صلاۃ شرعا فلا بد من ذکر الشروط حتی یتحقق المعنی الشرعی فلذا قالوا بشرائط مخصوصۃ کما مر[1] اھ یرید ما یأتی فی التعریف الثانی ان شاء اللہ تعالٰی۔

جواب دوم: شرعی معانی کا وجود ان کی شرطوں کے بغیر نہیں ہوتا۔ مثلاً اگر کسی نے بغیر طہارت کے نماز پڑھی تو اس سے نماز شرعی کا وجود نہ ہوا اس لیے شرطوں کا ذکر ضروری ہے تاکہ شرعی معنی کا تحقق ہوسکے اسی لیے علماء نے "بشرائط مخصوصۃ" کہا جیسا کہ گزرا اھ علامہ شامی کی مراد وہ الفاظ ہیں جو تعریف دوم میں آئیں گے ان شاء اللہ تعالٰی۔

اقول [ف۱] لاکلام فی ذکر الشروط بل فی جعل الشرط حقیقۃ المشروط کما یفیدہ بقولھم ھو قصد الصعید بخلاف [ف۲] قولھم بشرائط مخصوصۃ فانہ ذکر الشرط علی جھتہ ومرتبتہ فالاستناد بہ فی غیر محلہ و [ف۳] شیئ ما قط لایوجد بدون شرطہ عینا کان او معنی شرعیا او غیرہ لکن لا یصیر بہ الشرط رکن المشروط حتی یحد بہ وکیف [ف۴] یسوغ ان یقال ان الصلاۃ ھی الطھارۃ وان کانت لاتوجد الا بھا نعم یصلح عذرا لہ ما قال قبل الجواب من انہ لابد فی الالفاظ الاصطلاحیۃ المنقولۃ عن اللغویۃ ان یوجد فیھا المعنی اللغوی غالبا ویکون المعنی الاصطلاحی اخص

اقول شرطوں کے ذکر کرنے پر کوئی کلام نہیں بلکہ کلام اس پر ہے کہ شرط ہی کو مشروط کی حقیقت کیسے بنا دیا گیا جیسا کہ ان کا قول "ھو قصد الصعید" (تیمم جنس زمین کے قصد کا نام ہے) بتا رہا ہے۔ اور تعریف دوم میں لفظ "بشرائط مخصوصۃ" کی حیثیت اس کے برخلاف ہے۔ اس میں شرط کو اس کی صحیح صورت اور مرتبہ میں رکھ کر ذکر کیا گیا ہے۔ اس لیے اس سے استناد بے محل ہے۔ کوئی بھی چیز۔ خواہ عین ہو یا معنی شرعی یا اور کچھ۔ اپنی شرط کے بغیر کبھی نہیں پائی جاتی۔ لیکن اس سے شرط، مشروط کا رکن نہیں ہوجاتی کہ اس شرط کے ذریعہ اس کی تعریف کی جاسکے۔ نماز اپنی شرط طہارت کے بغیر وجود میں نہیں آتی لیکن کیا یہ کہنا روا ہوگا کہ نماز طہارت کا نام ہے؟ ہاں اس تعریف میں "قصد

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۶۸

Marfat.com

من اللغوی ولذا عرف المشایخ التیمم بانه قصد خاص بزیادة اوصاف مخصوصة[1] اھ وحاصله انه تسامح یحمل علیه بیان المناسبة بین المنقول عنه والیه وقد اشار الیه بعض المعرفین به کالعنایة اذ قال التیمم فی اللغة القصد وفی الشریعة القصد الی الصعید الطاهر للتطهیر فالاسم الشرعی فیه المعنی اللغوی[2] اھ هذا۔

الصعید ذکر کرنے کے مقدمے میں بیان کیے جانے کے قابل وہ ہے جو علامہ شامی نے مذکورہ دونوں جوابوں سے پہلے فرمایا کہ لغوی معانی سے منقول اصطلاحی الفاظ میں عموماً لغوی معنی ضرور پایا جاتا ہے۔ اور اصطلاحی معنی لغوی معنی سے اخص ہوتا ہے۔ اسی لیے مشائخ نے تیمم کی تعریف یہ کی ہے کہ تیمم ایک خاص قصد ہے کچھ مخصوص اوصاف کی زیادتی کے ساتھ اھ حاصل یہ ہوا کہ یہ ایک تسامح ہے جو معنی منقول عنہ اور معنی منقول الیہ کے درمیان مناسبت بتانے کے پیش نظر روا رکھا گیا ہے۔ بعض اہل تعریف نے اس بات کی طرف اشارہ بھی کیا ہے۔ جیسے عنایہ میں کہا ہے۔ لغت میں تیمم کا معنی قصد ہے۔ اور شریعت میں پاک کرنے کے لیے پاک سطح زمین کا قصد کرنا۔ تو تیمم کے شرعی نام میں لغوی معنی بھی موجود ہے اھ ہذا۔ (ت)

ثم[1] التعبیر بطاهر اطبق علیه عامة الکتب متونا وشروحا وفتاوی وابدله فی التنویر بالمطهر قال فی الدر خرج[2] الارض المتنجسة اذا جفت فانها کالماء المستعمل[3] ای طاهرة غیر طهور فتجوز الصلاة علیها ولا یجوز التیمم بها وبه اخذ البحر علی الکنز قائلا کان ینبغی للمصنف ان یقول بمطهر لیخرج ما ذکرنا کما عبر به فی منظومة ابن وهبان[4] اھ۔

تیمم کی تعریف میں طاہر اور مطہر سے تعبیر کا فرق

متون، شروح، فتاوی کی عامہ کتب کا طاہر سے تعبیر پر اتفاق ہے مگر تنویر الابصار میں طاہر کی بجائے "مطہر" کہا۔ درمختار میں اس سے تعبیر کا فائدہ بتایا کہ یہ کہنے سے وہ زمین خارج ہوگئی جو نجس ہوئی پھر خشک ہوگئی کیونکہ وہ مثل مستعمل پانی کی طرح ہے یعنی طاہر تو ہے مطہر نہیں۔ تو اس زمین پر نماز پڑھنا جائز ہے مگر اس سے تیمم کرنا جائز نہیں اسی لیے بحرالرائق میں کنز الدقائق کی عبارت پر ...

ل ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۶۸
۲ عنایۃ مع الفتح باب التیمم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۰۰
۳ الدرالمختار باب التیمم مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۴۱
۴ بحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۴۰

marfat.com
Marfat.com

کی ہے کہ مصنف کو "بمطھر" کہنا چاہئے تھا تاکہ وہ خارج ہو جائے جس کا ہم نے ذکر کیا، جیسا کہ ابن وہبان کے منظومہ میں "مطھر" سے تعبیر کی ہے اھ (ت)

واغرب القھستانی[1] فاخذ علی النقایة واشار الی عبارة قد کان فیھا الجواب لو تأمل اذ قال (علی کل طاھر) تعمیم لایخلو عن تسامح والعبارة علی طاھر کامل فانہ لایجوز بارض صارت نجسة ثم ذھب اثرھا۔[1]

اور قہستانی نے عجب بات کی نقایہ پر گرفت کرکے اس کی مراد کی طرف ایسے الفاظ میں اشارہ کیا کہ ان ہی الفاظ میں گرفت کا جواب بھی موجود تھا اگر وہ غور سے کام لیتے۔ نقایہ کی عبارت ہے: "علی کل طاھر" (ہر طاہر پر)۔ اس پر قہستانی نے کہا: یہ تعمیم تسامح سے خالی نہیں۔ اور مراد "طاہر کامل" ہے کیونکہ تیمم ایسی زمین پر جائز نہیں جو نجس ہوگئی پھر اس کا اثر جاتا رہا اھ۔ (ت)

اقول الطھارة لاتقبل التشکیك وانما التفاوت بما لانجس فیہ اصلا وما فیہ نجس قلیل معفو عنہ فیکون ھذا ھو الجواب ان المراد بالطاھر کامل الطھارة الذی لاعفو فیہ۔

اقول طہارت قابلِ تشکیک نہیں (کہ حقیقی طور پر طاہر کامل و طاہر ناقص کی تقسیم ہو سکے) فرق یہ ہوتا ہے کہ کوئی ایسا طاہر ہوتا ہے جس میں ذرا بھی نجس چیز شامل نہیں۔ اور کوئی ایسا طاہر ہوتا ہے جس میں ایسا قلیل نجس ہوتا ہے جو معاف ہے تو نقایہ پر اعتراض کا یہی جواب ہے کہ طاہر سے مراد وہ کامل الطہارۃ ہے جس میں نجس قلیل عفو شدہ بھی نہیں۔ (ت)

وھذا ما افادہ الامام ملك العلماء فی البدائع اذ قال ان[1] احراق الشمس ونسف الریاح اثرھا فی تقلیل النجاسة دون استئصالھا والنجاسة وان قلت تنافی وصف الطھارة فلم یکن اتیانا بالمأمور بہ فلم یجز فاما النجاسة القلیلة فلا تمنع جواز الصلاۃ عند اصحابنا ولایمتنع ان یعتبر القلیل من النجاسة فی بعض الاشیاء دون

امام ملک العلماء نے بدائع الصنائع میں یہی افادہ فرمایا، فرماتے ہیں: "سورج کی تمازت اور ہواؤں کے اڑانے کا اثر صرف یہ ہوتا ہے کہ نجاست کم ہو جاتی ہے بالکل ختم نہیں ہوتی۔ اور نجاست اگرچہ کم ہو طہارت کے منافی ہے تو (وہ زمین جو نجس ہو کر خشک ہوگئی اس پر تیمم کرنے میں، پاک زمین سے تیمم کا) جو حکم دیا گیا ہے اس کی بجا آوری نہ ہو سکے گی اس لیے اس سے تیمم جائز نہ ہوا۔ لیکن قلیل نجاست

---

[1] جامع الرموز باب التیمم المطبعۃ الکریمیہ قزان (ایران) ۱/۶۸

Marfat.com

البعض الاترى ان النجاسة القليلة لو وقعت في الاناء تمنع جواز الوضوء به ولو اصابت الثوب لاتمنع جواز الصلاة اھ[1]

ہمارے اصحاب کے نزدیک جواز نماز سے مانع نہیں اور یہ کوئی محال امر نہیں کہ بعض چیزوں میں قلیل نجاست کا اعتبار ہو اور دوسری بعض چیزوں میں نہ ہو۔ دیکھو کہ برتن میں اگر تھوڑی نجاست پڑجائے تو اس سے وضو جائز نہیں اور اگر اتنی ہی تھوڑی نجاست کپڑے میں لگ جائے تو اس سے نماز جائز ہے۔ (ت)

وھذا ھو ملمح من قالوا انھا طاھرة في حق الصلاة نجسة في حق التيمم وجعله في البحر ظاھر کلامھم۔

اور یہی ان حضرات کا مطمح نظر ہے جنہوں نے فرمایا کہ وہ زمین نماز کے حق میں پاک ہے، تیمم کے حق میں ناپاک ہے۔ مگر بحرالرائق میں اسے ان کا ظاہر کلام قرار دیا۔

اقول لیست الطھارة ولا النجاسة امرا اضافیا بل وصف یثبت للشیئ نفسه اما لاصله او لعارض وانما معنی الطھارة فی حق شیئ سوغ الاستعمال فیه والنجاسة فیه عدمه ولا یکون الا ببقاء نجس عفی عنه فی حق شیئ دون اٰخر کما اشار الیه ملك العلماء۔

میں کہتا ہوں طہارت اور نجاست کوئی اضافی چیز نہیں کہ کسی کی بہ نسبت طہارت ہو اور کسی کی بہ نسبت نجاست، بلکہ یہ ایسا وصف ہے جو خود شیئ کے لیے براہ راست یا کسی عارض کی وجہ سے ثابت ہوتا ہے۔ کسی شئے کے حق میں پاک ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس میں اس کا استعمال جائز ہے اور ناپاک ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس میں اس کا استعمال جائز نہیں۔ اور یہ اسی وقت ہوگا جب کچھ نجس جز باقی رہ گیا ہو جو کسی چیز کے حق میں معاف ہے اور دوسری چیز کے حق میں معاف نہیں۔ جیسا کہ ملک العلماء نے اس کی طرف اشارہ فرمایا۔ (ت)

ومنه ما یؤمر فیه بالعصر البالغ فعصر زید جھده ولو عصره عمرو لقطر طھر فی حق زید لا عمرو[2] کما فی الدر وغیره وبه ظھر ما فی قول البحر اذ قال

اور اسی سے وہ بھی ہے جس میں خوب نچوڑنے کا حکم ہے۔ اب زید نے اپنی طاقت بھر نچوڑا مگر عمرو اسے نچوڑتا تو ابھی کچھ اور ٹپکتا۔ یہ زید کے حق میں پاک ہے مگر عمرو کے حق میں نہیں۔ جیسا کہ

---

[1] بدائع الصنائع شرائط تیمم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۳

[2] الدر المختار باب الانجاس مجتبائی دہلی ۱/۵۶

marfat.com
Marfat.com

بعد نقله الحق انہا طاھرۃ فی حق الکل قال وانما منع التیمم منہا لفقد الطھوریۃ کالماء المستعمل وللحدیث[1] الوارد من قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جعلت لی الارض مسجدا وطھورا بناء علی ان الطھور بمعنی المطھر وقد[2] تقدم الکلام فیہ اھ[1]

دُرمختار وغیرہ میں ہے۔ اس تفصیل سے بحرالرائق کی عبارت میں جو خامی ہے ظاہر ہوگئی انھوں نے اسے نقل کرنے کے بعد یہ فرمایا ہے کہ حق یہ ہے کہ وہ زمین (نماز وتیمم) ہر ایک کے حق میں پاک ہے اور اس سے تیمم اس لیے ممنوع ہے کہ اس میں مطہر ہونے کی صفت مفقود ہے۔ جیسے ماءِ مستعمل میں یہ صفت مفقود ہے۔ دُوسری وجہ یہ ہے کہ حدیث میں نبی پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا قول وارد ہے "میرے لیے زمین کو مسجد اور طہور بنایا گیا۔" یہ استدلال اس بنیاد پر ہے کہ طہور بمعنی مطہر ہے۔ اور اس پر کلام گزر چکا ہے۔ (ت)

اقول مطمح[1] نظرھم فی ھذا التعلیل ان الکتاب الکریم انما شرط صعیدا طیبا

میں کہتا ہوں اس تعلیل میں ان علماء کا مطمحِ نظر یہ ہے کہ قرآن کریم نے "صعید طیب" کی شرط

عہ۱ اقول فی[2] جعلہ دلیلا براسہ نظر لایخفی ۱۲ منہ غفر لہ (م)

اقول اسے مستقل دلیل بنانا نمایاں طور پر محل نظر ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت) (کیونکہ حدیث سے صرف یہ ثبوت فراہم ہوتا ہے کہ زمین مطہر ہے اس کو ماسبق سے ملائیں تو ایک دلیل مکمل ہوگی اور ماسبق سے الگ کر دیں تو مدعا ثابت نہ ہوگا ۱۲ محمد احمد مصباحی)

عہ۲ اقول الذی[3] قدمصدر بحث المیاہ انکار ان یکون الطھور بمعنی المطھر لغۃ ولاشک[4] ان المحاورات الشرعیۃ تظافرت علی ذلک منہا ھذا الحدیث فان کون الارض طاھرۃ لیس من خصائص ھذہ الامۃ بل کونہا طھورا وقد سلم المحقق علی الاطلاق الاجماع علی ان الطھور فی لسان الشرع مایطھر غیرہ ۱۲ منہ غفر لہ (م)

اقول اس سے پہلے بحث میاہ کے شروع میں انھوں نے لغت میں طہور بمعنی مطہر ہونے کا انکار کیا ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ طہور بمعنی مطہر ہونے پر شرعی محاورات کثرت سے موجود ہیں انھی میں سے یہ حدیث بھی ہے کیونکہ زمین کا طاہر ہونا اس امت کی خصوصیات میں نہیں بلکہ زمین کا مطہر ہونا اس امت کے خصائص سے ہے، اور محقق علی الاطلاق نے تو اس بات پر اجماع تسلیم کیا ہے کہ زبانِ شرع میں طہور وہ ہے جو دوسرے کو پاک کرنے۔ (ت)

---

[1] بحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۷

Marfat.com

والطیب هو الطاهر فاشتراط وصف اٰخر فوق الطهارة زیادة علی الکتاب فیجب ان تخرج ارض تنجست وجفت من الطهارة[ف] کیلا یشملها المأمور به۔

لگائی۔ اور طیب وہی ہے جو پاک ہو۔ اور پاکی سے اوپر ایک وصف کا اور اضافہ کرنا کتاب اللہ پر زیادتی ہے۔ اس لیے یہ لازم و ضروری ہے کہ جو زمین نجس ہو کر خشک ہو گئی وہ اب تیمم کے حق میں طاہر ہی نہیں تاکہ مامور بہ اس زمین کو شامل ہی نہ ہو سکے۔

اما الحدیث فاقول یفید[ف] کالاٰیة وصف الارض بانها طهور فیثبت بکل ارض طاهرة لا تقیید التطهیر بما هو منها طهور فوق الطهارة اما تقریر المحقق حیث اطلق ان الصعید علم قبل التنجس طاهر وطهورا وبالتنجس علم زوال الوصفین ثم ثبت بالجفاف شرعا احدهما اعنی الطهارة فیبقی الاٰخر علی ما علم من زواله واذا لم یکن طهورا لا یتیمم به اھ[1]۔

رہی وہ حدیث جو آپ نے پیش کی فاقول یہ بھی آیت کی طرح زمین کے لیے طہور ہونے کی صفت کا افادہ کر رہی ہے۔ تو یہ صفت ہر طاہر زمین کے لیے ثابت ہوگی۔ حدیث یہ افادہ نہیں کرتی کہ تطہیر کا عمل اسی زمین سے مقید و مخصوص ہے جو طاہر ہونے سے بڑھ کر مطہر ہو۔ لیکن محقق علی الاطلاق کی یہ تقریر کہ نجس ہونے سے قبل سطح زمین کا طاہر اور مطہر دونوں ہونا معلوم تھا۔ اور نجس ہونے سے دونوں صفتوں کا زوال اور ختم ہونا معلوم ہوا۔ پھر خشک ہونے سے دونوں میں سے ایک وصف یعنی طاہر ہونا شرعاً ثابت ہوا تو دوسرا وصف اسی حال معلوم زوال پر باقی رہے گا (مطہر ہونے کا وصف ثابت نہ ہو سکے گا) اور جب مطہر نہ ہوگی تو اس سے تیمم جائز نہ ہوگا۔ اھ (ت)

فاقول[ف2] لم یعلم کونها طهورا الا بالکریمة والکریمة لم تشترط لطهوریتها الا طیبها وطهارتها وما زالت الطهوریة الا لزوال الطهارة فان عادت عادت فلا بد من القول بما قالوا والمیل الی ما مالوا۔

فاقول زمین کا مطہر ہونا آیت ہی سے معلوم ہوا اور آیت نے مطہر ہونے کے لیے صرف پاکیزگی و پاکی کی شرط لگائی اور وصف طہارت ختم ہونے ہی کی وجہ سے مطہر ہونے کی صفت ختم ہوئی تو اگر طہارت کی صفت (خشک ہو جانے سے) لوٹ آئے تو مطہر ہونے کی صفت بھی لوٹ آئے گی

---

[1] بحر الرائق باب الانجاس ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۲۵

marfat.com
Marfat.com

اس لیے اسی کا قائل ہونا پڑے گا جس کے قائل وہ حضرات ہیں اور اسی کی طرف مائل ہونا ہوگا جس کی طرف وہ مائل ہیں۔ (ت)

اقول لکن قد یلزم علیہ انھا اذا اصابھا الماء تنجس وعادت نجسۃ لان القلیل والکثیر من النجاسۃ سواء فی الماء القلیل فیتنجس ثم ینجس الارض وھو احد تصحیحین فی کل ما حکم بطھارتہ بغیر مائع کما فصلہ البحر فی البحر قبیل قولہ وعفی قدر الدرھم ونقل عن المحیط فی خصوص مسألۃ الارض ایضا ان الاصح عود النجاسۃ لکن الروایۃ المشھورۃ انھا لاتعود نجسۃ وھو المختار خلاصۃ وھو الصحیح خانیہ ومجتبی وھو الاولی لتصریح المتون بالطھارۃ وملاقاۃ الماء الطاھر للطاھر لاتوجب التنجس وقد اختارہ فی فتح القدیر فان من قال بالعود بناہ علی ان النجاسۃ لم تزل وانما قلت[1] اھ بحر۔

اقول، لیکن اس پر یہ اعتراض لازم آتا ہے کہ خشک ہونے سے پاک ہو جانے والی زمین پر اگر پانی پہنچ جائے تو نجس ہو جائے گا اور زمین بھی پھر نجس ہو جائے گی۔ اس لیے کہ آبِ قلیل کے لیے قلیل و کثیر دونوں ہی نجاستیں برابر ہیں تو پانی نجس ہو جائے گا پھر زمین کو بھی نجس کر دے گا۔ اور ہر وہ چیز جس کے متعلق کسی بہنے والی چیز کے بغیر پاک ہو جانے کا حکم کیا گیا ہے اس کے بارے میں دو تصحیحوں میں سے ایک یہی ہے کہ پانی پڑنے سے وہ پھر ناپاک ہو جائیگی۔ جیسا کہ البحر الرائق میں "وعفی قدر الدرھم" سے قبل اس کی تفصیل موجود ہے اور محیط سے خاص مسئلہ زمین میں، یہ نقل کیا ہے کہ اصح یہی ہے کہ نجاست لوٹ آئیگی۔ لیکن روایت مشہورہ یہ ہے کہ نجس نہ ہوگی اور یہی مختار ہے۔ خلاصہ اور یہی صحیح ہے خانیہ و مجتبٰی اور یہی اولٰی ہے کیونکہ متون میں طہارت کی صراحت موجود ہے اور پاک شئی سے پاک پانی کا اتصال باعثِ نجاست نہیں۔ اور اسی کو فتح القدیر میں اختیار کیا اس لیے کہ جو دوبارہ نجس ہو جانے کے قائل ہیں ان کی بنیاد اس پر ہے کہ نجاست زائل نہیں ہوتی صرف کم ہوئی[2] اھ البحر الرائق۔ (ت)

اقول والتحقیق والنظر الدقیق

اقول تحقیق اور نظر دقیق یہ ہے کہ یہ بھی

---

[1] البحر الرائق باب الانجاس سعید کمپنی کراچی ۱/۲۲۷

[2] ملک العلماء کی عبارتِ بدائع سے یہ معلوم ہوا کہ زمین خشک ہو جانے سے نجاست بالکل زائل نہیں ہوتی کچھ (باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

ان هذا ایضا لا یلزمهم ولا بعدم لزومه یستضر مقصودهم اعنی الامام ملک العلماء والشارح حین فلم یعف مثل القلیل فی الماء ایضا کما نصوا فی رشاش البول کرؤس الابر ووقوع بعرة او بعرتین الی ما یستقله الناظر فی البئر وکذا الخثی والروث القلیلان فلیکن هذا ایضا من ذالک کیف ومابقی بعد الجفاف وذهاب الاثر حتی لم یبق ریح ولا لون لایکون الا کرؤس الابر او اقل ومعنی الطاهر هنا فی المتون وغیرها مانع الاستعمال والا فقد صرحوا بطهارة المنی بالفرک ومعلوم قطعا انه لایزول بالکلیة بل تبقی له اجزاء ولا امکان للحکم بطهارة اجزاء المتنجس مادامت العین باقیة فلا معنی الا المعفو عنه السائغ الاستعمال وقد عفی ایضا فی الماء فان المختار کما فی الخلاصة عدم عوده نجسا باصابة الماء[1]

ان پر یعنی ملک العلماء اور شارح زمین پر لازم نہ آئیگا اور لازم نہ آنے کے ساتھ ان کے مقصود کے لیے مضر بھی نہیں۔ کپڑے وغیرہ میں جیسے ایک حد تک قلیل نجاست معاف ہوتی ہے کچھ خفیف وقلیل سی نجاست پانی میں بھی تو عفو ہوتی ہے سوئی کے ناکوں کی طرح پیشاب کے چھینٹے پڑجائیں، کنویں میں مینگنی پڑجائے ایک دو یا کچھ اور، جہاں تک کہ دیکھنے والا اسے قلیل ہی سمجھے تو ان سب کے معاف ہونے سے متعلق علماء کی صراحت موجود ہے۔ قلیل گوبر اور لید کا بھی یہی حکم ہے۔ تو خشک زمین پر جو خفیف سی نجاست رہ گئی ہے اس کا بھی یہی حکم ہونا چاہیے کیونکہ جب زمین خشک ہوگئی اور نجاست کا اثر جاتا رہا یہاں تک کہ نہ رنگ باقی رہا نہ بو، تو اس کے بعد جو کچھ رہ جاتا ہے وہ بس سوئی کے ناکوں کی طرح یا اس سے بھی کم تر ہوتا ہے (تو یہ کوئی عجیب بات نہیں کہ ایسی خشک زمین پانی پڑنے کے بعد بھی پاک ہی رہے)۔ یہاں پر متون وغیرہا میں جو طاہر کا لفظ آیا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ استعمال جائز ہے، یہ معنی نہیں کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) باقی رہتی ہے اسی لیے اس سے تیمم جائز نہیں کیونکہ کتاب اللہ میں اس کے لیے صعید پاک کی شرط آئی ہے اور نجاست اگرچہ خفیف ہو طہارت کے منافی ہے لیکن قلیل نجاست جواز نماز کے منافی نہیں اس لیے اس زمین پر نماز کا جواز ہے۔ اب بحر رائق کی منقولہ عبارت کی آخری سطر کی روشنی میں ملک العلماء کے نزدیک ایسی خشک زمین پانی لگنے سے پھر نجس ہوجانی چاہیے کیونکہ ان کی صراحت موجود ہے کہ زمین خشک ہوجانے سے نجاست کم ہوتی ہے ختم نہیں ہوتی۔ اقوال کے بعد مصنف نے اس شبہ کا ازالہ فرمایا ہے ۱۲ محمد احمد اصلاحی

[1] فتاوی خلاصہ جنس آخر من فصل السادس فی غسل الثوب نولکشور لکھنؤ ۱/ ۴۲

marfat.com
Marfat.com

کہ وہ کامل طور پر ایسا پاک و طاہر ہے کہ ذرا بھی نجاست کا وجود نہیں) علماء نے صراحت فرمائی ہے کہ کپڑے پر خشک منی ہو تو رگڑ دینے سے پاک ہو جائیگی۔ اور یہ قطعی طور پر معلوم ہے کہ رگڑنے سے منی بالکل ختم نہیں ہو جاتی بلکہ اس کے کچھ اجزاء باقی رہ جاتے ہیں۔ عین کے باقی رہتے ہوئے اجزائے نجس کی طہارت کا حکم دینا ممکن ہی نہیں پھر پاک ہونے کا کیا مطلب ہوا؟ یہی کہ اب استعمال جائز ہے اور جو کچھ رہ گیا ہے وہ معاف ہے۔ اور یہ پانی کے حق میں بھی معاف ہی ہے۔ اس لیے کہ مختار یہی ہے۔ جیسا کہ خلاصہ میں ہے کہ پانی لگنے سے وہ پھر نجس نہ ہوگا۔ (ت)

فظهر وللّٰه الحمد صحة ما قالوه من انها طاهرة فی حق الصلاة نجسة فی حق التیمم وان لاخلاف بینه وبین ما فی المتون من حکم الطهارة وان ما فعل الجم الغفیر من الاقتصار علی تقیید الصعید بالطاهر صاف طاهر لاغبار علیه واللّٰه تعالٰی الموفق۔

اس تفصیل سے، بحمد اللہ، علماء کے اس ارشاد کی صحت روشن ہوگئی کہ وہ خشک زمین نماز کے حق میں پاک ہے، تیمم کے حق میں ناپاک ہے اور نجاست پڑنے کے بعد خشک ہو جانے والی زمین سے متعلق متون میں پاک ہونے کا جو حکم ہے اور ان علماء کے قول میں تیمم کے حق میں اس کے ناپاک ہونے کا جو حکم ہے دونوں میں کوئی مخالفت اور منافات نہیں۔ اور علماء کے جم غفیر نے تیمم سے متعلق صعید کو صرف طاہر و پاک سے مقید کرنے پر جو اکتفا کیا ہے یہ بالکل پاک و صاف ہے جس پر کوئی غبار نہیں، اور اللہ تعالٰی ہی توفیق دینے والا ہے۔ (ت)

ثم قد یسبق الی بعض الاذهان انهم جعلوا حقیقة التیمم مجرد القصد وهو ظاهر الفساد ولذا اعترضه عبدالحلیم فی حاشیة الدرر بانه لایفهم منه الاستعمال وهو رکن کما لایخفی[1] اھ۔

تعریف مذکور "القصد الی الصعید الطاهر للتطهیر" (پاک سطح زمین کا قصد کرنا تطہیر کے لیے) سے کچھ لوگوں کو یہ خیال ہوتا ہے کہ اس تعریف میں محض قصد کو تیمم کی حقیقت قرار دے دیا گیا ہے جس کا فاسد ہونا ظاہر ہے۔ اسی لیے درر کے حاشیہ میں فاضل رومی عبدالحلیم نے اس پر اعتراض کیا کہ اس تعریف سے "استعمال" سمجھ میں نہیں آتا حالانکہ استعمال کا رکن تیمم ہونا کوئی پوشیدہ امر نہیں اھ (ت)

واقول لیس[1] کذلك بل قالوا للتطهیر یعنی المعروف المعهود من مسح

میں کہتا ہوں اس تعریف میں استعمال کو نظر انداز نہیں کیا گیا ہے اس میں للتطہیر موجود ہے

---

[1] حاشیۃ الدرر للمولٰی عبدالحلیم باب التیمم مطبع عثمانیہ بیروت ۱/۲۴

Marfat.com

الوجه واليدين فكان المعنى التيمم هو ان يقصد صعيدا طاهرا فيمسح وجهه ويديه منه وهذا المجموع عين ما افاده النظم الكريم غير انه ليس فيه ما فى كلام هؤلاء ان المجموع ركن والله تعالى اعلم۔

(پاک کرنے کے لئے صعید طاہر کا قصد کرنا) تطہیر سے مراد وہی ہے جو معروف ومعلوم ہے یعنی چہرے اور ہاتھوں کا مسح کرنا۔ اب معنی یہ ہوا کہ تیمم یہ ہے کہ پاک سطح زمین کا قصد کرکے اپنے چہرے اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرے۔ یہی پوری بات قرآن کریم نے بھی افادہ فرمائی ہے "پاک سطح زمین کا قصد کرو تو اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرو۔" ہاں قرآن کریم کے بیان میں وہ نہیں ہے جو اس تعریف میں ہے وہ یہ کہ اس تعریف سے معلوم ہوتا ہے کہ قصد اور تطہیر ومسح سبھی تیمم کا رکن ہیں (جبکہ حقیقت یہ ہے کہ قصد رکن نہیں شرط ہے)، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

الوجه الثانی ما افاده ملك العلماء فى البدائع وتبعه كثيرون من أخرهم الدرر انه استعمال الصعيد فى عضوين مخصوصين على قصد التطهير بشرائط مخصوصة[1] اھ ولفظ الامام الزيلعى فيما حكو عنهم استعمال جزء من الارض على اعضاء مخصوصة على قصد التطهير[2] اھ

تعریف دوم: جس کا ملک العلماء نے بدائع میں افادہ فرمایا اور بہت سے حضرات نے ان کا اتباع کیا جن کے آخری لوگوں میں سے صاحب درر ہیں وہ یہ ہے: جنس زمین کا دو خاص عضووں میں تطہیر کے ارادہ سے، مخصوص شرائط کے ساتھ استعمال کرنا۔ امام زیلعی نے حضرات علماء سے حکایت کرتے ہوئے جو الفاظ ذکر کیے وہ یہ ہیں: زمین کے کسی جز کا خاص اعضاء پر تطہیر کے ارادہ سے استعمال کرنا اھ (ت)

اقول وقيد الطاهر يستفاد من قصد التطهير قال وفيه نظر لانه لا يشترط ان يستعمل الجزء على الاعضاء حتى يجوز بالحجر الاملس[3] اھ وتبعه على هذا الايراد غير واحد ولاجل هذا جعل فى

میں کہتا ہوں (۱) اس تعریف میں صراحۃً صعید طاہر کا ذکر نہیں مگر "طاہر کی قید" "قصد تطہیر" کے لفظ سے مستفاد ہو جاتی ہے (کیونکہ غیر طاہر سے تطہیر ممکن نہیں)۔ امام زیلعی نے فرمایا: اس تعریف میں نظر ہے اس لئے کہ تیمم کے اندر اعضاء پر

---

[1] حاشیۃ الدرر للمولی عبدالحلیم باب التیمم مطبع عثمانیہ بیروت ۱/ ۲۴
[2] تبیین الحقائق باب التیمم بولاق مصر ۱/ ۳۶
[3] ایضاً

marfat.com
Marfat.com

الجوھرۃ التعریف الاوّل اصح حیث قال التیمم استعمال جزء من الارض طاھر فی محل التیمم وقیل القصد الی الصعید للتطھیر وھذا اصح لان التیمم بالحجر یجوز[1] اھ

جزو زمین کا استعمال شرط نہیں، چکنے پتھر سے بھی تیمم جائز ہے۔" اس اعتراض پر متعدد حضرات نے ان کا اتباع کیا، اور اسی لیے جوہرۂ نیرہ میں تعریف اول کو "اصح" قرار دیا۔ جوہرہ میں یہ ہے: تیمم، زمین کے کسی پاک جُز کو محلِ تیمم میں استعمال کرنا ۔۔ اور کہا گیا کہ: تطہیر کے لیے صعید (سطحِ زمین) کا قصد کرنا۔ اور یہ تعریف زیادہ صحیح ہے اس لیے کہ پتھر سے بھی تیمم جائز ہے اھ (ت)

اقول ولا دور فی لفظ الجوھرۃ فان محل التیمم معروف عند الناس و المقصود بیان حقیقتہ الشرعیۃ وردہ الشرنبلالی فی غنیتہ بانہ وان کان اصح من الوجہ الذی ذکرہ لا یخفی ما فیہ من وجہ اٰخر وھو انہ جعل مدلولہ القصد المخصوص وقد علمت ما ذکرہ الکمال[2] اھ فقد سلم تزییف الثانی وان نازع فی تصحیح الاول واجاب العلامۃ ابن کمال باشا فی الایضاح وتبعہ فی الدر وغیرہ۔

میں کہتا ہوں جوہرہ کی عبارت میں دور نہیں اس لیے کہ محلِ تیمم لوگوں کے نزدیک معروف ہے، اور تعریف سے اس کی شرعی حقیقت بیان کرنا مقصود ہے۔ جوہرہ میں مذکور دوسری تعریف پر شرنبلالی نے اپنی غنیہ میں یوں رَد کیا ہے کہ: یہ اگرچہ اس لحاظ سے اصح ہے جسے جوہرہ نے ذکر کیا لیکن ایک دوسری جہت سے اس میں جو خامی ہے وہ پوشیدہ نہیں۔ وہ یہ ہے کہ اس تعریف میں تیمم کا مدلول' قصد مخصوص کو قرار دیا ہے، اور اس پر کمال ابن ہمام نے جو اعتراض ذکر کیا ہے وہ معلوم ہے اھ (وہ یہ کہ قصد شرط ہے رُکن نہیں) تو جوہرہ کی تعریف ثانی پر جو تردید ہے شرنبلالی نے اسے تسلیم کیا ہے اگرچہ انہوں نے اس کی تعریف اول کی تصحیح سے بھی اختلاف کیا ہے۔ ہماری نقل کردہ تعریفِ دوم پر جو اعتراض ہے علامہ ابن کمال پاشا نے ایضاح میں اس کا جواب دیا ہے جو دُرِمختار وغیرہ میں بھی ان کے اتباع میں مذکور ہے۔ (ت)

بان المراد من الاستعمال ما یعم

وہ یہ کہ "استعمال سے مراد وہ ہے جو

---

[1] جوہرہ نیرہ باب التیمم مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۲۳

[2] غنیۃ ذوالاحکام حاشیہ درر لملّا خسرو باب التیمم مکتبہ کاملیہ بیروت ۱/۲۹

Marfat.com

الحكمي فيوجد في التيمم بالحجر الاملس[1] اھ۔

اقول واغرب[1] الرومي في حواشي الدرر فقال بعد ذكره هذا اذا كان المراد بالصعيد التراب اما اذا كان بمعنى وجه الارض فيشمل الحجر الاملس كما لا يخفى[2] اھ فكانه فهم ان الاخذ على لفظ الصعيد انه التراب ولا يشترط بل يجوز بالحجر فاجيب بانه تراب حكما ولا يخفى عليك ما فيه من البعد البعيد عن فهم المرام واجاب النهر بوجه اخر فقال يمكن ان يقال ان التيمم بالاملس فيه استعمال جزء من الارض[3] اھ نقله السيد ابو السعود الازهري وھو مآل ما في مجمع الانهر اذ قال يمكن ان يجاب بان يراد من الجزء الجزء الحاصل من الارض والحجر ايضا من الارض والمراد باستعماله استعماله المعتبر شرعا تدبر[4] اھ وتبعه اعني النهر ط فقال على قول الدر استعماله حقيقة او حكما ليعم التيمم بالحجر الاملس ما نصه۔

استعمال حکمی کو بھی شامل ہو اور یہ چکنے پتھر سے تیمم میں بھی موجود ہے[1] (ت)

میں کہتا ہوں فاضل رومی نے حاشیۂ درر میں عجیب بات کی، اعتراض مذکور رکھنے کے بعد یہ کہا کہ "یہ اعتراض اس وقت ہوگا جب صعید سے مراد مٹی ہو، لیکن جب صعید بمعنٰی روئے زمین ہو تو یہ چکنے پتھر کو بھی شامل ہے جیسا کہ ظاہر ہے اھ گویا انہوں نے یہ سمجھا کہ لفظ "صعید" پر گرفت کی گئی ہے کہ صعید تو مٹی کو کہتے ہیں اور تیمم کے لیے مٹی کا ہونا شرط نہیں بلکہ پتھر سے بھی جائز ہے پھر اس کے جواب میں کہا گیا کہ پتھر بھی مٹی کے حکم میں ہے۔ یہ سب باتیں مقصد سے جس قدر بعید ہیں مخفی نہیں۔ اعتراض بالا کا النہر الفائق میں دوسری طرح جواب دیا ہے، فرمایا ہے "کہا جا سکتا ہے کہ چکنے پتھر سے تیمم کرنے میں بھی زمین کے ایک جُز کا استعمال ہوتا ہے اھ۔ اسے سید ابو السعود ازہری نے نقل کیا۔ یہی اس جواب کا بھی مآل ہے جو مجمع الانہر میں ہے۔ اس میں یوں فرمایا ہے: "جواب دیا جا سکتا ہے کہ جُز سے مراد زمین سے حاصل ہونے والا جُز ہے اور پتھر بھی زمین ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ اور استعمال سے

---

[1] حاشیہ درر لمولٰنا عبد الحلیم باب التیمم مطبعہ عثمانیہ بیروت ۱/۲۵

[2] " " " " " "

[3] فتح المعین باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۸۶

[4] مجمع الانہر باب التیمم دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۰

marfat.com

Marfat.com

جواب عن سؤال حاصله انه یجوز التیمم علی الحجر الاملس ولا استعمال فیه وحاصل الجواب انه وجد الاستعمال الحکمی بوضع الیدین علیہ وظاهر ما فی النهر ان الاستعمال فیه حقیقی بذلك الوضع لاحکمی وعلیه فلاحاجة الی زیادۃ اوحکما[1] اھ

وہ استعمال مراد ہے جس کا شریعت میں اعتبار ہے غور کرو اھ اور طحطاوی نے نہر کی پیروی کی ہے ۔ انہوں نے دُرمختار کی عبارت "استعماله حقیقۃً اوحکماً لیعم التیمم بالحجر الاملس" (اس کا حقیقۃً استعمال ہو یا حکماً تاکہ چکنے پتھر سے تیمم کو بھی شامل رہے) کے تحت یہ لکھا ہے :

"یہ ایک سوال کا جواب ہے ۔ حاصل سوال یہ ہے کہ تیمم تو چکنے پتّھر پر بھی جائز ہے اور اس میں اس کا استعمال نہیں پایا جاتا ۔ حاصل جواب یہ ہے کہ اس پر ہاتھوں کے رکھنے سے حکمی استعمال پالیا گیا ۔ اور نہر فائق کی ظاہر عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھوں کے رکھنے کی وجہ سے حکمی نہیں حقیقی استعمال موجود ہے اور جب یہ بات ہے تو "او حکماً" بڑھانے کی کوئی ضرورت نہیں اھ ۔ (ت)

واوضحه ش فقال لایخفی ان الحجر الاملس جزء من الارض استعمل فی العضوین للتطهیر اذ لیس المراد بالاستعمال اخذ جزء منها بل جعله اٰلة للتطهیر و علیه فهو استعمال حقیقة وھو ظاهر کلام النهر فلاحاجة الی قوله اوحکما کما افاده ط[2] اھ۔

شامی نے اسے واضح کرکے یُوں فرمایا : "ظاہر ہے کہ چکنا پتّھر زمین کا ایک جُز ہے جو تطہیر کے لیے دونوں اعضاء میں استعمال ہوا ، کیونکہ استعمال سے یہ مراد نہیں کہ اس کے کسی جُز کو لے لیا جائے بلکہ یہ مراد ہے کہ اس کو آلہ تطہیر بنایا جائے ۔ اور جب یہ بات ہے تو مذکورہ استعمال ، حقیقۃً استعمال ہے اور یہی عبارتِ نہر کا ظاہر ہے تو لفظ "اوحکماً" کی کوئی ضرورت نہیں جیسا کہ طحطاوی نے افادہ فرمایا اھ (ت)

اقول لایرتاب احد انك اذا عمدت الی حجر املس فوضعت کفیك علیه ثم مسحت بهما وجهك و ذراعیك فقد استعملت الحجر فی التطهیر لکن اذا قیل

میں کہتا ہوں اس میں کسی کو شک نہ ہوگا کہ جب کسی نے چکنے پتّھر کا قصد کرکے اس پر اپنی دونوں ہتھیلیوں کو رکھا پھر ان سے اپنے چہرے اور دونوں کلائیوں کا مسح کیا تو تطہیر کے کام میں پتّھر کو

---

[1] طحطاوی علی الدرالمختار باب التیمم بیروت ۱/۱۲۲
[2] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۱۶۷

Marfat.com

استعمال جزء من الارض فی العضوین او علی العضوین کما ھو الفاظھم لم یتبادر منه الامساس العضوین بجزء من الارض الا تری ان[1] السید ط فسر استعماله بقوله ھو المسح علی الوجه والیدین[1] اھ وذکر مثله غیرہ بل[2] قال العلامة ش نفسه بعید ھذا الاستعمال ھو المسح المخصوص للوجه والیدین[2] اھ ولا شك ان مسح العضوین بجزء من الارض لا یقع فی نحو الحجر الاملس وکل مالا یلتزق شیئ منه بالکفین انما الواقع فیه امساسھا بکفین امستا بالجزء فلم یستعمل الجزء فیھما وعلیھما الا بالواسطة وھذا معنی استعماله الحکمی۔

استعمال کیا۔ لیکن جب یہ کہا جائے کہ "زمین کے کسی جزء کو دونوں اعضاء میں" یا "دونوں عضووں پر" استعمال کرنا جیسا کہ ان حضرات کی عبارتوں میں ہے تو اس سے ذہن اسی بات کی طرف جائے گا کہ دونوں عضووں کا زمین کے کسی جزء کو مس کرنا۔ دیکھو تو سید طحطاوی نے استعمال کی تفسیر ان الفاظ میں کی ہے: "وہ چہرے اور ہاتھوں پر مسح کرنا ہے اھ" اسی کے مثل دوسرے حضرات نے بھی ذکر کیا ہے بلکہ خود علامہ شامی نے اس استعمال کے کچھ بعد یہ کہا ہے: "وہ چہرے اور دونوں ہاتھوں کا مخصوص مسح ہے" اھ اور اس میں شک نہیں کہ چکنے پتھر میں اور ہر ایسی چیز میں جس سے ہتھیلیوں میں کچھ بھی چپک نہ پائے دونوں عضووں کا جزءِ زمین سے مسح نہ پایا جائے گا اس میں بس دونوں اعضاء پر جزءِ زمین کا استعمال بالواسطہ ہی ہوا اور یہی استعمال حکمی کا معنی ہے۔

اما جعله[2] اٰلة للتطھیر فکلام مجمل خفی لا یحصل به التعریف فانه باطلاقه یشمل ما اذا ذر التراب علی وجھه وذراعیه بنیة التطھیر فقد جعله اٰلة له ولا یصیر متیمما مالم یمسح بیدیه علی وجھه وذراعیه بنیة التطھیر بعد وقوع التراب علیھا والمسألة

اور وہ معنی جو علامہ شامی نے بتایا کہ جزءِ زمین کو آلۂ تطہیر بنانا تو یہ مجمل و خفی کلام ہے جس سے تعریف حاصل نہیں ہوتی۔ اسے مطلق رکھا جائے تو یہ اس صورت کو بھی شامل ہے جب آدمی مٹی اپنے چہرے اور کلائیوں پر تطہیر کی نیت سے چھڑک لے اُس نے جزءِ زمین کو آلۂ تطہیر تو بنا لیا مگر تیمم کرنے والا نہ ہوگا جب تک کہ چہرے اور کلائیوں پر مٹی پڑنے

---

[1] طحطاوی علی الدر المختار باب التیمم بیروت ۱/۱۲۴
[2] رد المحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۶۰

marfat.com
Marfat.com

منصوص علیها فی المعتمدات کالخانیة و الخلاصة وخزانة المفتین والایضاح و الجوهرة وغیرها ستاتی ان شاء الله تعالٰی۔

ثم اقول بل التحقیق عندی ان الاستعمال هو المسح کما فسره السیدان ط وش وهو حقیقة التیمم کما حققه المحقق حیث اطلق فلا بد من وجوده حقیقة بالمعنی الذی سنحققه ان شاء الله تعالٰی فلا یکفی الاستعمال الحکمی والا لم یکن تیمما حقیقة لان الحقیقة الرکن حقیقة۔

بل[۱] الصعید هو المنقسم الی الحقیقی وهو جزء من جنس الارض و[۲] الحکمی وهو الکف الذی امس به علی نیة التطهیر فان الشرع المطهر امرنا ان نمسح وجوهنا وایدینا منه وارشدنا الی صفته بان نضع الاکف علیه فنمسح بها من دون[۳] حاجة الی ان یلتزق بها شیئ منه بل سن لنا ان ننفضها ان لزق حتی یتناثر فعلم ان الجزء الملتزق ساقط الاعتبار بل مطلوب التجنب فما هو الا ان الکفین بوضعهما المنوی یورثهما الصعید صفة التطهیر فیقومان مقامه ویفید ان

کے بعد ان پر بہ نیتِ تطہیر ہاتھوں سے مسح نہ کرے۔ اس مسئلہ پر کتبِ معتمدہ خانیہ، خلاصہ، خزانۃ المفتین، ایضاح، جوہرہ وغیرہا میں نص و تصریح موجود ہے ان شاء اللہ تعالٰی آگے اس کا ذکر بھی آئیگا۔ (ت)

ثم اقول، بلکہ میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ استعمال وہی مسح کرنا ہے جیسا کہ حضرات طحطاوی وشامی نے تفسیر کی۔ اور یہی تیمم کی حقیقت ہے جیسا کہ محقق علی الاطلاق نے اس نے تحقیق کی۔ تو اس کا وجود حقیقۃً۔ اس معنی میں جس کی ان شاء اللہ تعالٰی ہم عنقریب تحقیق کر رہے ہیں، ضروری ہے اور حکمی استعمال کافی نہ ہوگا، ورنہ حقیقۃً تیمم کرنے والا نہ ہوگا۔ اس لیے کہ حقیقت ماہیت تو وہی ہے جو حقیقۃً رکن ہو۔ (ت)

بلکہ (تحقیق یہ ہے کہ) صعید ہی کی دو قسمیں ہیں، حقیقی اور حکمی۔ حقیقی، جنس زمین کا کوئی جزء ہے اور حکمی، وہ ہتھیلی ہے جو جنسِ زمین سے بہ نیت تطہیر مس کی گئی۔ اس لیے کہ شرع مطہر نے ہمیں یہ حکم دیا کہ اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کریں۔ اور ہمیں اس کا طریقہ یہ بتایا کہ اس پر اپنی ہتھیلیوں کو رکھیں پھر ان سے مسح کرلیں، اس کی ضرورت نہیں کہ ان میں جنسِ زمین سے کچھ چپک جائے، بلکہ ہمارے لیے مسنون یہ ہے کہ اگر کچھ لگ جائے تو ہتھیلیوں کو جھاڑ دیں تاکہ گرد وغبار جھڑ جائے، اس سے معلوم ہوا کہ جنس زمین کا وہ جزء جو ہتھیلیوں سے چپک جاتا ہے ساقط الاعتبار

Marfat.com

حکمه فهما الصعید الحکمی حکما من ربنا تبارك وتعالیٰ غیر معقول المعنی.

ہے بلکہ اس سے بچنا مطلوب ہے۔ تو یوں ہوا کہ نیت کے ساتھ دونوں ہتھیلیاں جب جنس زمین پر رکھ دی جاتی ہیں تو ان دونوں کے اندر جنس زمین تطہیر کی صفت پیدا کر دیتی ہے جس کی وجہ سے یہ دونوں اس کے قائم مقام ہو جاتی ہیں اور اسی کے حکم کا افادہ کرتی ہیں۔ اس لیے یہی دونوں صعید حکمی ہیں۔ یہ ہمارے رب تبارک وتعالیٰ کے حکم کی بنا پر ہے جس کا معنی عقل کی دسترس میں نہیں۔ (ت)

قال الامام ملك العلماء فی البدائع انه قال ابو حنیفة رضی الله تعالیٰ عنه یجوز التیمم بکل ما هو من جنس الارض التزق بیده شیء او لا وقال محمد رحمه الله تعالیٰ لا یجوز الا اذا التزق بیده شیء من اجزائه فالاصل عنده انه لا بد من استعمال جزء من الصعید ولا یکون ذلك الا بان یلتزق بیده شیء وعند ابی حنیفة هذا لیس بشرط وانما الشرط مس وجه الارض بالیدین وامرارهما علی العضوین وجه قول محمد ان المامور به استعمال الصعید وذلك بان یلتزق بیده شیء منه ولابی حنیفة ان المامور به هو التیمم بالصعید مطلقا من غیر شرط الالتزاق ولا یجوز تقیید المطلق الا بدلیل وقوله الاستعمال شرط ممنوع لان ذلك یؤدی الی التغییر الذی هو شبیه المثلة وعلامة اهل النار ولهذا امر بنفض الیدین بل الشرط امساس الید المضروبة علی وجه الارض علی الوجه والیدین

امام ملک العلماء بدائع میں فرماتے ہیں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تیمم ہر اس چیز سے جائز ہے جو جنس زمین سے ہو، ہاتھ میں اس سے کچھ لگے یا نہ لگے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب تک ہاتھ میں جنس زمین کے اجزاء سے کچھ لگ نہ جائے تیمم جائز نہیں۔ تو ان کے نزدیک اصل یہ ہے کہ صعید کے کسی جز کا استعمال ضروری ہے اور یہ اسی وقت ہو گا جب ہاتھ میں کچھ لگ جائے۔ اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ شرط نہیں۔ شرط صرف یہ ہے کہ روئے زمین ہاتھوں سے مس ہو اور ان دونوں کو دونوں عضو پر پھیر لیا جائے۔ امام محمد کے قول کی دلیل یہ ہے کہ مامور بہ جنس ارض کا استعمال ہے اور وہ اسی طرح ہو گا کہ اس میں سے ہاتھ میں کچھ لگ جائے۔ اور امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ مامور صرف اتنا ہے کہ صعید سے تیمم کرو، ہاتھ سے چپکنے کی شرط نہیں۔ مامور بہ جب مطلق ہے تو اسے بلا دلیل مقید کرنا جائز نہیں۔ اور ان کا یہ قول کہ استعمال شرط ہے تسلیم نہیں اس لیے کہ یہ چہرہ کی تغییر وتبدیل کا باعث ہو گا جو مثلہ کے مشابہ اور اہل جہنم کی نشانی ہے اسی لیے ہاتھوں کو جھاڑ دینے

marfat.com
Marfat.com

تعبدا غیر معقول المعنی لحکمۃ استأثر اللہ تعالٰی بعلمہا[۱] اھ

کا حکم ہے بلکہ شرط یہ ہے کہ رکھے زمین پر لگاتے ہوئے ہاتھ کو چہرے اور ہاتھوں سے مس کر دیا جائے بطورِ عبادت اس کا مکلف بنایا ہے جس کا معنی عقل کی دریافت میں نہیں۔ یہ حکم کسی ایسی حکمت کی بنا پر ہے جس کا علم خدا تعالٰی کو ہے اھ (ت)

وفی کافی الامام النسفی الواجب المسح بکف موضوع علی الارض لا استعمال التراب لان استعمال التراب مثلۃ[۲] اھ فانظر الی قول البدائع فی بیان قول محمد ان استعمال جزء من الصعید لایکون الا بان یلتزق بیدہ شیئ والی قولہ فی بیان قول الامام ان الاستعمال یؤدی الی شبیہ المثلۃ ومثلہ قول الکافی ان استعمال التراب مثلۃ کل ذلک یفیدک ماھو المراد من الاستعمال لامجرد جعلہ اٰلۃ للتطہیر۔

اور کافی امام نسفی میں ہے: واجب یہی ہے کہ جو ہتھیلی زمین پر رکھی جا چکی ہے اس سے مسح کرلیا جائے، مٹی کا استعمال واجب نہیں، کیونکہ مٹی کا استعمال مُثلہ ہوگا اھ بدائع کے الفاظ پر غور کیا جائے، قول امام محمد کے بیان میں ہے: "صعید کے کسی جُز کا استعمال اسی طرح ہوگا کہ اس سے ہاتھ میں کچھ چپک جائے" قول امام اعظم کے بیان میں ہے: "استعمال مشابہ مُثلہ ہونے کا باعث ہوگا" اسی طرح کافی کے یہ الفاظ دیکھے جائیں: "مٹی کا استعمال مُثلہ ہے" ان سب کو دیکھنے سے استعمال کی مراد معلوم ہوجائے گی اور ظاہر ہوجائے گا استعمال صرف آلۂ تطہیر بنانے کا نام نہیں۔ (ت)

واذا کان الاستعمال ھو المسح المأمور بہ والامر ورد بمسح العضوین من الصعید ولایمسح بہ الا الکفان ثم بھما یمسح الوجہ والذراعان تبین لک انقسام الصعید الی الحقیقی والحکمی وقصر الاستعمال مطلقا علی الحکمی فھذا غایۃ التحقیق وباللہ التوفیق، ولہ الحمد کما

جب یہ ثابت ہوگیا کہ استعمال وہی مسح ہے جس کا حکم دیا گیا ہے۔ اور حکم یہ ہے کہ دونوں عضوؤں کا صعید سے مسح کیا جائے۔ اور صعید سے صرف دونوں ہتھیلیوں کا مسح ہوتا ہے پھر ان دونوں سے چہرے اور دونوں کلائیوں کا مسح ہوتا ہے اس سے یہ واضح ہوگیا کہ استعمال تو اپنے حکمی معنی پر ہی محدود ہے اور صعید حقیقی و حکمی دو قسموں کی طرف

---

[۱] بدائع الصنائع باب ماتیمم بہ سعید کمپنی کراچی ۱/۵۳

[۲] کافی شرح وافی

Marfat.com

ينبغی له ويليق ؏

منقسم ہے۔ یہ انتہائے تحقیق ہے اور خدا ہی کی توفیق ہے اور اسی کے لیے حمد ہے جیسا کہ اس کے لیے لائق و مناسب ہے۔ (ت)

الوجه الثالث قال شیخ الاسلام ابوعبد الله محمد بن عبد الله الغزی التمرتاشی رحمه الله تعالٰی فی التنویر هو قصد صعید مطهر واستعماله بصفة مخصوصة لاقامة القربة[1] قال ش المصنف ذکر التعریفین المنقولین عن المشایخ و الظاهر انه قصد جعلهما تعریفا واحدا ثم ذکر ما قد مناعنه من اخذ المعنی اللغوی فی الشرعی وانه لابد من ذکر الشروط حتی یتحقق المعنی الشرعی قال ولما کان الاستعمال وهو المسح المخصوص للوجه والیدین من تمام الحقیقة الشرعیة ذکره مع القصد تتمیما للتعریف فاغتنم هذا التحریر المنیف[2] اھ

تعریف سوم: شیخ الاسلام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی رحمۃ اللہ علیہ نے تنویرالابصار میں فرمایا: "تیمم پاک کرنے والی سطح زمین کا قصد کرنا اور اسے قربت کی ادائیگی کے لیے مخصوص طریقہ پر استعمال کرنا۔" شامی فرماتے ہیں: مصنف نے مشائخ سے منقول دونوں تعریفیں ذکر کردیں۔ اور ظاہر یہ ہے کہ وہ دونوں کو ایک تعریف بنانا چاہتے ہیں۔ پھر علامہ شامی نے وہ لکھا ہے جو ہم نے پہلے ذکر کیا یعنی شرعی تعریف میں لغوی معنی کا ماخوذ ہونا۔ اور یہ کہ شرعی معنی کے ثبوت وتحقق کے لیے شرطوں کا بھی ذکر ضروری ہے۔ فرمایا: چونکہ استعمال ۔۔ یعنی چہرے اور ہاتھوں کا مخصوص مسح ۔۔ تمام حقیقت شرعیہ ہے اس لیے تکمیل تعریف کے لیے قصد کے ساتھ اسے بھی ذکر کیا۔ اس عمدہ تحریر وتوضیح کو غنیمت سمجھو۔ (ت)

اقول لاشك ان المصنف رحمه الله تعالٰی یرید حدا واحدا للتیمم ولیس هذا محل الاستظهار غیر انك قد علمت ما فی جعل القصد من الحقیقة فلا یصح ان المسح من تمام الحقیقة وانه ضمه الی القصد تتمیما للتعریف وبالله التوفیق

اقول: مصنف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ بلاشبہ تیمم کی ایک تعریف فرمانا چاہتے ہیں تو اسے ظاہر کہنے کا یہ موقع نہیں۔ بلکہ یہ یقینی بات ہے۔ ہاں "قصد" کو تیمم کی حقیقت سے قرار دینے میں جو خرابی ہے وہ معلوم ہوچکی تو یہ درست نہیں کہ مسح تمام حقیقت سے ہے اور اسے قصد کے ساتھ اس لیے

۱؎ الدرالمختار باب التیمم مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۱

۲؎ ردالمحتار " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۶

marfat.com

Marfat.com

والتوقیف۔

ذکر کردیا کہ تعریف کی تکمیل ہوجائے (قصد رکن تیمم نہیں تو حقیقتِ تیمم کے بیان میں اسے شامل کرنا بھی درست نہیں)۔ اور توفیق وآگاہی خدا ہی کی جانب سے ہے۔ (ت)

ثم قد اعلمناك ان كلا التعريفين يشمل كلا الامرين وانما الفرق ان الاول يقول هو قصد الصعيد للاستعمال والثانی انه استعمال الصعيد مع القصد والثالث انه القصد والاستعمال وخير الامور اوساطها۔

پھر ہم یہ بتا چکے کہ دونوں تعریفیں دونوں باتوں۔ قصد واستعمال۔ پر مشتمل ہیں۔ فرق یہ ہے کہ پہلی میں ہے، استعمال کے لیے صعید کا قصد کرنا۔ دوسری میں ہے، قصد کے ساتھ صعید کا استعمال کرنا۔ تیسری میں ہے کہ تیمم قصد اور استعمال ہے۔ اور بہترین امور درمیانی ہے (تینوں میں سے دوسری تعریف کی عمدگی کی طرف اشارہ ہے ۱۲)

الوجه الرابع قال المحقق وتبعه البحر والشرنبلالی وابن الشلبی واٰخرون الحق انه اسم لمسح الوجه واليدين عن الصعيد الطاهر والقصد شرط لانه النية[1] اھ

تعریف چہارم: محقق علی الاطلاق نے اور ان کی تبعیت میں بحر، شرنبلالی، ابن شلبی اور دوسرے حضرات نے فرمایا، "حق یہ ہے کہ تیمم، پاک جنس سے چہرے اور ہاتھوں کے مسح کا نام ہے، اور قصد شرط ہے اس لیے کہ یہ تو نیت ہے۔" اھ

اقول هو على ما حققنا من معنى الاستعمال عين الثانی وان فارقه على ما زعم العلامة ش ان الاستعمال جعله اٰلة التطهير والعجب من العلامة البحر تبع المحقق على تصويب هذا وفيه التعبير بطاهر دون مطهر فاذا كان هذا هو الحق فلم الاخذ على الكنز ولهذا

اقول ہم نے معنی استعمال کی جو تحقیق کی اس کی بنیاد پر یہ تعریف بعینہٖ تعریف دوم ہے۔ اگرچہ علامہ شامی نے جو گمان کیا کہ استعمال آلۂ تطہیر بنانے کا نام ہے اس کی بنیاد پر یہ تعریف دوم سے جداگانہ تعریف ہے۔ اس تعریف میں "طاہر" کا لفظ ہے "مطہر" سے تعبیر نہیں۔ اس کے باوجود تعجب ہے کہ صاحبِ بحر نے بھی اسے درست قرار دینے پر محقق علی الاطلاق کی پیروی کر لی۔ جب یہی حق ہے تو کنز الدقائق کے طاہر و پاک سے تعبیر کرنے پر

---

[1] فتح القدیر، باب التیمم مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۰۶

Marfat.com

قال فی منحة الخالق کان علیه ان یقول المطهر کما سینبه علیه نفسه عند قول المصنف بطاهر من جنس الارض اھ[1]

انہوں نے مواخذہ کیوں فرمایا؛ اسی لیے علامہ شامی نے بحر رائق کے حاشیہ منحۃ الخالق میں فرمایا: "انہیں "مطہر" کہنا چاہئے تھا جیسا کہ خود شارح مصنف کی عبارت "بطاھر من جنس الارض" کے تحت اس پر تنبیہ کریں گے"۔

اقول اخذ علی البحر لاتباعه له فی الفرق بین الطاهر من الارض والمطهر والحق ان الصواب مع الکنز والمتون والمحقق والجم الغفیر فانما کان علیه ان لایؤاخذ علی الکنز فی قوله بطاهر وعلیکم[1] ان تؤاخذوا علی قوله ذلک لاهذا۔

اقول: علامہ شامی نے یہاں بحر پر مواخذہ کیا اس لیے کہ زمین طاہر اور زمین مطہر کی تفریق کے معاملہ میں شامی بھی بحر کے متبع ہیں۔ اور حق یہ ہے کہ "طاہر" سے تعبیر میں کنز، تمام کتب متون، محقق علی الاطلاق اور علماء کی جماعت کثیرہ ہی صواب و درستی پر ہیں۔ تو بحر پر لازم تھا کہ کنز کی عبارت "بطاھر" پر مواخذہ نہ کریں۔ اور علامہ شامی پر لازم تھا کہ بحر نے وہاں جو مواخذہ کیا ہے اس پر گرفت کریں اور یہاں مواخذہ نہ کیا تو اس پر گرفت نہ کریں۔

الوجه الخامس قال العلامة ابن کمال الوزیر فی ایضاح اصلاحه هو طهارة حاصلة باستعمال الصعید الطاهر فی عضوین مخصوصین علی قصد مخصوص اھ[2] وتبعه فی مجمع الانهر والیه یشیر قول البرجندی فی شرح النقایة التیمم فی اللغة القصد ثم نقل الی هذه الطهارة المخصوصة اھ[3]

تعریف پنجم: علامہ ابن کمال وزیر نے اپنی کتاب اصلاح کی شرح ایضاح میں فرمایا: "تیمم وہ طہارت ہے جو مخصوص ارادہ سے دو مخصوص عضووں پر پاک روئے زمین کے استعمال سے حاصل ہو" اھ۔ مجمع الانہر میں بھی اسی کا اتباع کیا ہے۔ اور نقایہ کی شرح میں برجندی کی یہ عبارت بھی اسی جانب اشارہ کر رہی ہے: "لغت میں تیمم کا معنی قصد ہے پھر شریعت میں یہ لفظ اس مخصوص طہارت کے لیے منقول ہوا" اھ۔

اقول[2] الطهارة حکم التیمم والاثر المترتب علیه کما علی الوضوء ولیس الوضوء نفس الطهارة الا تری ان التیمم مامور به ولایؤمر

اقول: طہارت تو تیمم کا حکم اور وہ اثر ہے جو اس پر مرتب ہوتا ہے۔ جیسے یہی اثر وضو پر مرتب ہوتا ہے، نفس وضو ہی طہارت نہیں۔ دیکھیے کہ تیمم مامور بہ ہے اور مکلف کو اسی کی بجا آوری اور اسے کرنے ہی کا تو حکم دیا جاتا ہے اور اسے کرنا وہی

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۴۰
[2] ایضاح و اصلاح للعلامہ وزیر ابن کمال
[3] شرح النقایۃ للبرجندی فصل التیمم مطبع نولکشور بالشر ۱/ ۳۲

marfat.com
Marfat.com

المکلف الابفعلہ وفعلہ ھو الاستعمال و لیست الطہارۃ الحاصلۃ بہ فی شیئ من افعالہ و ھذا ظاھر جدا وخفاؤہ علی مثل العلامۃ بعید۔

الوجہ السادس ھو ضربتان

ضربۃ للوجہ وضربۃ للیدین الی المرفقین[1] ھذا نص صاحب الشرع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثم صاحب المذھب رضی اللہ تعالٰی عنہ فقد اخرج الدارقطنی وقال رجالہ کلہم ثقات[2] والحاکم وقال صحیح الاسناد[3] عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال التیمم ضربۃ للوجہ وضربۃ للذراعین الی المرفقین[4] ورواہ ھما والبیہقی فی الشعب من حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم التیمم ضربتان ضربۃ للوجہ وضربۃ للیدین الی المرفقین[5] وروی من قول ابن عمر وصوبہ الدارقطنی۔

وقال الامام ملک العلماء فی البدائع ذکر ابو یوسف فی الامالی

صعید کا استعمال ہے۔ اور اس استعمال سے حاصل ہونے والی طہارت مکلف کا کوئی عمل اور فعل نہیں۔ یہ تو بہت کھلی ہوئی بات ہے جس کا علامہ جیسی شخصیت پر مخفی رہ جانا بعید ہے۔

تعریف ششم: تیمم دو ضربیں ہیں، ایک ضرب چہرے کے لیے اور ایک ضرب کہنیوں سمیت ہاتھوں کے لیے۔ یہ صاحبِ شریعت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پھر صاحبِ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نص ہے۔ دارقطنی نے روایت کی اور کہا کہ اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔ اور حاکم نے روایت کی اور اسے صحیح الاسناد کہا۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے وہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں سرکار نے فرمایا: "تیمم ایک ضرب چہرے کے لیے ہے اور ایک ضرب کہنیوں تک کلائیوں کے لیے ہے"۔ اسے دارقطنی وحاکم نے، اور شعب الایمان میں بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے یوں روایت کیا: "تیمم دو ضربیں ہیں، ایک ضرب چہرے کے لیے اور ایک ضرب ہاتھوں کے لیے کہنیوں تک"۔ حضرت ابن عمر کے قول کی حیثیت سے بھی یہ مروی ہے اور اسے دارقطنی نے درست کہا ہے۔

امام ملک العلماء نے بدائع الصنائع میں لکھا ہے کہ امام ابو یوسف نے امالی میں ذکر کیا کہ میں نے

---

[1] سنن الدارقطنی، باب التیمم، مدینہ منورہ حجاز ۱/۱۸۱ [2] ایضاً
[3] نصب الرایۃ، باب التیمم، المکتبۃ الاسلامیہ، ۱/۱۵۱
[4] سنن الدارقطنی، باب التیمم، مدینہ منورہ حجاز ۱/۱۸۱ [5] ایضاً ۱/۱۸۰

Marfat.com

قال سألت اباحنيفة عن التيمم فقال التيمم ضربتان ضربة للوجه وضربة لليدين الى المرفقين قلت له كيف هو فضرب بيديه على الارض فاقبل بهما[عہ] وادبر ثم

امام ابوحنیفہ سے تیمم کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: "تیمم دو ضربیں ہیں، ایک ضرب چہرے کے لیے اور ایک ضرب ہاتھوں کے لیے کہنیوں تک"۔ میں نے عرض کیا کہ تیمم کا طریقہ کیا ہے؟ تو انہوں نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارا، انھیں آگے بڑھایا اور پیچھے کیا، پھر

عہ قال فی التبیین کیفیتہ[۱] ان یضرب بیدیہ علی الارض یقبل بھما و یدبر ثم یرفعھما وینفضھما[۱] الخ قال ابن الشلبی عن یحیٰی ای یحرکھما بعد الضرب اماما وخلفا مبالغۃ فی ایصال التراب الی اثناء الاصابع و ان کان الضرب اولی من الوضع[۲] اھ۔

تبیین الحقائق میں ہے: تیمم کی کیفیت اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھوں کو زمین پر آگے کرتے ہوئے پیچھے لاتے ہوئے مارے پھر انہیں اٹھائے اور جھاڑ لے الخ۔ ابن شلبی نے یحییٰ سے نقل کرتے ہوئے کہا یعنی دونوں ہاتھوں کو مارنے کے بعد انگلیوں کے درمیان مٹی پہنچانے کے عمل میں مبالغہ کے لیے انھیں آگے اور پیچھے کو ہلائے۔ اگرچہ ضرب (ہاتھوں کو زمین پر مارنا) وضع (زمین پر صرف رکھنے) سے بہتر و اولیٰ ہے اھ

اقول لیس[۲] ھذا محل ان الوصلیۃ بل محل لذا ای ولاجل ھذہ المبالغۃ کان الضرب اولی الا ان یقال المعنی انہ یقبل و یدبر زیادۃ فی ھذہ المبالغۃ و ان کانت تحصل بالضرب المرجح علی الوضع ثم تعلیل الاقبال والادبار بھذا عزاہ فی الحلیۃ لبعضھم قال قال بعضھم انما یقبل بیدیہ علی الارض ویدبر حتی یلتصق التراب بیدیہ[۳] اھ ولہ تعلیل اخر

اقول: یہ ان وصلیہ (اگرچہ) کا موقع نہیں بلکہ لِذا (اسی لیے) کا موقع ہے (اگرچہ ضرب وضع سے اولیٰ ہے کی بجائے کہنا چاہیے کہ اسی لیے ضرب وضع سے بہتر ہے ۱۲ محمد احمد) یعنی اسی مبالغہ کے لیے تو ضرب بہتر ہے۔ مگر ان کی طرف سے معذرت میں یہ کہا جائے کہ معنی یہ ہے کہ تیمم کرنے والا ہاتھ آگے لے جائیگا اور پیچھے لائے گا تاکہ یہ مبالغہ زیادہ ہو اگرچہ نفس مبالغہ ضرب سے بھی حاصل ہو جاتا ہے جو وضع پر ترجیح یافتہ ہے۔ ہاتھوں کو آگے بڑھانے پیچھے لانے کی یہ جو علت بیان کی گئی ہے

---

[۱] و [۲] تبیین الحقائق و شلبی علی التبیین، باب التیمم، المطبعۃ الکبری بولاق مصر ۱/۳۸ [۳] حلیہ

(باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com
Marfat.com

نفضهما ثم مسح بهما وجهه ثم اعاد كفيه على الصعيد ثانيا فاقبل بهما وادبر ثم نفضهما ثم مسح بذلك ظاهر الذراعين وباطنهما الى المرفقين اھ[1]

دونوں کو جھاڑا، پھران سے اپنے چہرے کا مسح کیا۔ پھر دوسری بار ہتھیلیاں زمین پر لے جاکر انہیں آگے بڑھایا اور پیچھے کیا، پھر جھاڑا، پھراس سے دونوں کلائیوں کے ظاہر و باطن کا، کہنیوں تک مسح کیا" اھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

نقله ورده اذ قال اوجدناك عن الامالی ان ذلك بعد ضربهما على الارض فاندفع ما قيل انه قبل الضرب معللا اياه بقوله ليهئى نفسه للتيمم[2] اھ ای يستحضر النية ـ **اقول** وقضية التعليل الاول ان لا يسن ذلك حيث لا تراب كالرخام مع انهم يطلقونه اطلاقا

اسے حلیہ میں بعض علما کی طرف منسوب کیا، اس میں یوں لکھا ہے کہ بعض حضرات نے فرمایا کہ زمین پر ہاتھوں کو آگے لے جائیگا اور پیچھے لائے گا تاکہ مٹی ہاتھوں سے چپک جائے اھ اور اس کی ایک دوسری تعلیل بھی ہے جسے حلیہ میں نقل کر کے رَد کر دیا کیونکہ انہوں نے فرمایا ہم نے تمہیں امالی سے نقل کر کے دکھا دیا کہ یہ کام ہاتھوں کو زمین پر رکھنے کے بعد ہوگا تو وہ قول رَد ہوگیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام ضرب سے پہلے ہوگا اور اسکی علت میں بتایا گیا کہ تاکہ اپنے کو تیمم کے لیے تیار کرے اھ یعنی نیت مستحضر کرلے۔ **اقول**، پہلی تعلیل کا تقاضا یہ ہے کہ جہاں مٹی نہ ہو مثلاً سنگِ مرمر وہاں یہ مسنون نہ ہو حالانکہ اسے مطلقاً مسنون بتاتے ہیں۔

بل له علة ثالثة ان شاء الله تعالٰی على ما **اقول** وهو امساس كل جزء من الكف بالارض لان سطح الكف غير مستو فبمجرد الضرب يحصل المس لاجزاء الكف الناشرة دون الطافية فيقبل ويدبر لامساس الكل هذا يعم الكل والله تعالٰی اعلم ۱۲ منه غفرله ـ (م)

اقول بلکہ اس کی علت ایک تیسری چیز ہے ان شاء اللہ تعالٰی۔ وہ یہ کہ ہتھیلی کا ہر جز زمین سے مس کر دیا جائے۔ اس لیے کہ ہتھیلی کی سطح برابر نہیں ہے تو ہتھیلی کے ابھرے ہوئے اجزا کا مس ہونا تو ضرب ہی سے حاصل ہو جائیگا مگر دبے ہوئے اجزا مس نہ ہو پائینگے تو ہاتھوں کو آگے پیچھے حرکت دے لے گا تاکہ ہر جز کو مس کر لے یہ علت ایسی ہے جو (مٹی پر تیمم ہو یا سنگِ مرمر پر) سب کو عام ہے ۱۲ منہ غفرلہ۔ (ترجمہ محمد احمد مصباحی)

---

[1] بدائع الصنائع کیفیۃ التیمم ایچ ایم سعید کمپنی ۱/۴۶

[2] حلیہ

وهی عبارة مختصر القدوری و الهداية والكافی والوقاية والنقاية والاصلاح من المتون وغيرها كتاب معتمد ولا يخفی ان ظاهر مدلوله ركنية ضربتين وبه قال السيد الامام ابو شجاع واختاره الامام شمس الائمة الحلوانی وصححه فی الخلاصة وقال فی النصاب هذا استحسان وبه نأخذ وهو الاحوط[1] وفی الدر المختار هو الاصح الاحوط[2] اه وبه جزم الامام ناصر الدين وفی الظهيرية هو حسن وبه نأخذ[3] اه جواهر الفتاوی وبه جزم فی المنية وغيرها واقره فی الغنية وصرح انه احوط[4] وقال فی الحلية هو ظاهر قول مالك فی المدونة وبه قال الشافعی فی الجديد واكثر العلماء لاحاديث صريحة به[5] اه

بل قال الامام ملك العلماء فی البدائع اما ركنه فقال اصحابنا ضربتان ضربة للوجه وضربة لليدين الی المرفقين[6] اه ثم ذكر مذاهب الامام مالك

التیمم ضربتان الخ یہی متون میں سے مختصر قدوری، ہدایہ، کافی، وقایہ، نقایہ، اصلاح اور متعدد معتمد کتابوں کی عبارت ہے۔ یہ پوشیدہ نہیں کہ اس تعبیر کا ظاہر مدلول ومعنی یہی ہے کہ دونوں ضربیں تیمم کا رکن ہیں، یہی سید امام ابو شجاع کا قول ہے، اسی کو امام شمس الائمہ حلوانی نے اختیار کیا، اسی کو خلاصہ میں صحیح کہا۔ نصاب میں فرمایا کہ "یہ استحسان ہے اسی کو ہم لیتے ہیں اور یہی احوط ہے۔" درمختار میں ہے: یہی اصح واحوط ہے۔ اسی پر امام ناصر الدین نے جزم کیا۔ ظہیریہ میں ہے: "یہ عمدہ ہے اور اسی کو ہم لیتے ہیں" اھ۔ جواہر الفتاوی اور منیہ وغیرہا میں اسی پر جزم کیا۔ اور غنیہ میں اسے برقرار رکھا اور صراحت فرمائی کہ یہ احوط ہے۔ حلیہ میں کہا کہ: یہی مدونہ میں امام مالک کا ظاہر قول ہے یہی امام شافعی کا جدید قول ہے، اکثر علماء اسی کے قائل ہیں اس لیے کہ اس پر صریح حدیثیں وارد ہیں اھ۔

بلکہ امام ملک العلماء نے بدائع میں فرمایا: "لیکن اس کا رکن، تو ہمارے اصحاب نے فرمایا: یہ دو ضربیں ہیں، ایک ضرب چہرے کے لیے اور ایک ضرب ہاتھوں کے لیے کہنیوں تک" اھ پھر امام مالک

---

[1] نصاب الاحتساب

[2] الدر المختار باب التیمم مجتبائی دہلی ۱/۴۱

[3] فتاوی ظہیریہ

[4] غنیۃ المستملی فصل فی التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۳

[5] حلیہ

[6] بدائع الصنائع ارکان التیمم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۵

marfat.com

Marfat.com

والشافعي والزهري وابن ابي ليلى وابن سيرين وغيرهم وفي جميعها ان التيمم ضربة اوضربتان او ثلاث فافاد اجماع ائمتنا الثلثة وهؤلاء جميعا على ان الضربة هي ركن التيمم انما اختلفوا في عدده ومبلغها في اليدين الى الرسغين او المرفقين او الابطين۔

امام شافعی، زہری، ابن ابی لیلیٰ، ابن سیرین وغیرہم کے مذاہب بیان کیے۔ سب میں یہ ہے کہ تیمم ایک ضرب ہے، یا دو ضرب ہے، یا تین ضرب ہے۔ تو افادہ فرمایا کہ ہمارے تینوں ائمہ اور ان تمام حضرات کا اس پر اجماع ہے کہ ضرب تیمم کا رکن ہے۔ ان کا اختلاف ہے تو اس بارے میں کہ ضرب کی تعداد اور انتہا کیا ہے ہاتھوں پر کہاں تک مسح کرنا ہے، گٹوں تک، یا کہنیوں تک، یا بغلوں تک۔

ونفاه الامام علي الاسبيجابي والامام فقيه النفس قاضيخان واختاره في البزازية وبه جزم في نور الايضاح والامداد ورجحه في شرح الوهبانية ونص عليه ابن كمال وحققه المحقق في الفتح وتبعه في الحلية والبحر اذ قال والذي يقتضيه النظر عدم اعتبار ضربة الارض من مسمى التيمم شرعا فان المأموربه المسح ليس غير في الكتاب قال تعالٰى فتيمموا صعيدا طيبا فامسحوا بوجوهكم فيحمل قوله صلى الله تعالٰى عليه وسلم التيمم ضربتان اما على ارادة الاعم من المسحتين او انه خرج مخرج الغالب والله تعالٰى اعلم اھ[1]۔

امام علی اسبیجابی اور امام فقیہ النفس قاضی خاں نے ضرب کے رکنِ تیمم ہونے کا انکار کیا، اسی مذہب کو بزازیہ میں اختیار کیا، اسی پر نور الایضاح اور امداد الفتاح میں جزم کیا اسی کو شرح وہبانیہ میں ترجیح دی، اسی کی ابن کمال نے تصریح کی اور محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اسی کی تحقیق کی اور حلیہ و بحر میں ان کا اتباع کیا۔ انہوں نے فرمایا: نظر کا تقاضا یہی ہے کہ شرعاً تیمم کے معنی مسمّٰی میں زمین پر ضرب کا اعتبار نہ ہو، اس لیے کہ کتاب اللہ میں تو صرف مسح کا حکم دیا گیا ہے ارشاد ہے: "تو پاک سطح زمین کا قصد کرکے اپنے چہروں کا مسح کرو" اور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد "تیمم دو ضرب ہے" یا تو اس پر محمول ہوگا کہ یہ زمین پر دو ضرب ہونے یا عضو پر دو بار مسح ہونے سے اعم اور دونوں ہی کو شامل ہے، یا اس پر محمول ہوگا کہ ضرب والی صورت اکثر پائی جاتی ہے اس لئے یہ ارشاد بیان اکثر کے لحاظ سے وارد ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

[1] فتح القدیر باب التیمم مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۱۰

Marfat.com

وذکر واثمرة الاختلاف شیئین: احدھما لوضرب یدیه علی الارض فقبل ان یمسح احدث لایجوز المسح بتلك الضربة علی القول الاول لانها رکن فصار کما لو احدث فی الوضوء بعد غسل بعض الاعضاء قال فی الخلاصة الاصح انه لایستعمل ذلك التراب کذا اختارہ الشیخ الامام شمس الائمة کما لو اعترض الحدث فی خلال الوضوء[1] اھ وقال القاضی الاسبیجابی یجوز کمن ملأ کفیه ماء فاحدث ثم استعمله[2] وبه جزم فی الخانیة وخزانة المفتین قالا اذا اراد ان یتیمم فضرب ضربة واحدة ثم احدث فمسح بذلك التراب وجهه ثم ضرب ضربة اخری للیدین الی المرفقین جاز[3] اھ وعزاہ فی الخلاصة الی بعض نسخ الواقعات ونقل تصحیحه فی جامع الرموز عن جامع المضمرات قائلا لو احدث قبل المسح لم یعد الضرب علی الاصح کما فی المضمرات[4] اھ وقال فی البحر

ضرب کی رکنیت اور عدمِ رکنیت میں اختلاف کا ثمرہ دو باتیں بتائی گئی ہیں:

ایک یہ کہ اگر اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارا پھر مسح کرنے سے پہلے حدث کیا تو قولِ اوّل پر اس ضرب سے مسح جائز نہ ہوگا اس لیے کہ ضرب رکن ہے تو ایسا ہوا جیسے وضو کے دوران بعض اعضاء دھونے کے بعد حدث کیا۔ خلاصہ میں ہے: "اصح یہ ہے کہ اس مٹی کو استعمال نہ کرے۔ اسی طرح اس کو امام شمس الائمہ نے اختیار کیا جیسے درمیانِ وضو اگر حدث عارض ہو" اھ۔ اور قاضی اسبیجابی نے فرمایا کہ جائز ہے جیسے کسی نے ہتھیلیوں میں پانی بھر لیا پھر حدث کیا پھر اسی پانی کو استعمال کیا۔ اسی پر خانیہ اور خزانۃ المفتین میں جزم کیا۔ فرمایا: "جب تیمم کا قصد کیا پھر ایک ضرب ماری پھر حدث کیا پھر اسی مٹی سے اپنے چہرے کا مسح کیا۔ پھر دوسری ضرب کہنیوں تک ہاتھوں کے مسح کے لیے ماری تو جائز ہے" اھ اس پر خلاصہ میں واقعات کے بعض نسخوں کا حوالہ دیا ہے۔ اور جامع الرموز میں جامع المضمرات سے اس کی تصحیح نقل کی ہے۔ عبارت یہ ہے: "اگر مسح سے پہلے حدث کیا تو قولِ اصح پر ضرب کا اعادہ نہیں جیسا کہ مضمرات میں ہے" اھ۔ اور البحر الرائق

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی جنس فی نقض التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۳۷
[2] فتح القدیر باب التیمم سکھر ۱/۱۱۰
[3] فتاوٰی قاضی خاں فصل فیما یجوز بہ التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۳۰
[4] جامع الرموز باب التیمم مطبعہ کریمیہ قزان ۱/۶۸

marfat.com
Marfat.com

قد قدمنا انه لو امر غیره بان ییممه جاز[1] بشرط ان ینوی الآمر فلو ضرب المامور یده علی الارض بعد نیة الآمر ثم احدث الآمر قال فی التوشیح ینبغی ان یبطل بحدث الآمر علی قول ابی شجاع[1] اھ قال البحر وظاھرہ انه لا یبطل بحدث المأمور لما ان المأمور اٰلة وضربه ضرب الآمر فالعبرة للاٰمر و لھذا اشترطنا نیته لا نیة المأمور[2] اھ

میں ہے : ہم پہلے بیان کر چکے کہ اگر دوسرے کو حکم دیا کہ اسے تیمم کرادے تو جائز ہے بشرطیکہ حکم دینے والا نیت کرلے ۔ تو اگر مامور نے آمر کی نیت کے بعد زمین پر اپنا ہاتھ مارا پھر آمر کو حدث ہوا تو توشیح میں کہا ہے کہ اسے ابو شجاع کے قول پر آمر کے حدث سے باطل ہوجانا چاہئے اھ بحر میں فرمایا : اس عبارت کا ظاہر یہ ہو کہ مامور کے حدث سے باطل نہ ہوگا اس لیے کہ مامور آلہ و ذریعہ ہے اور اس کی ضرب آمر ہی کی ضرب ہے تو اعتبار آمر کا ہوگا ۔ اسی لیے ہم نے آمر (حکم دینے والے) کی نیت کی شرط رکھی ۔ مامور کی نیت کی شرط نہ لگائی اھ ۔

والاٰخر اذا نوی بعد الضرب فمن جعله رکنا لم یعتبر النیة بعدہ ومن لم یجعله رکنا اعتبرھا بعدہ کذا فی السراج الوھاج[3] بحر ۔

دُوسرا ثمرۂ اختلاف یہ ہوگا کہ جب ضرب کے بعد تیمم کی نیت کی تو جن لوگوں نے ضرب کو رکن قرار دیا ہے انھوں نے بعد کی نیت کا اعتبار نہ کیا ۔ اور جن حضرات نے اسے رکن نہیں مانا ہے انھوں نے ضرب کے بعد پائی جانے والی نیت کا اعتبار کیا ہے السراج الوہاج میں ایسا ہی ہے ۔ بحر

وھھنا فروع جمة تشھد للقول الثانی ذکرت فی المعتمدات من دون اشارة الی خلاف فیھا :

اس مقام پر ایسے بہت جزئیات و فروع ہیں جن سے قول دوم (عدمِ رکنیت ضرب) کی تائید اور شہادت حاصل ہوتی ہے ۔ یہ معتمد کتابوں میں مذکور ہیں اور کسی اختلاف کا کوئی اشارہ بھی نہیں ۔ کچھ جزئیات یہاں پیش کئے جاتے ہیں :

منھا[1] فی الفتح والبحر وغیرھما

جزئیہ ۱ : فتح القدیر اور بحر الرائق وغیرہما

---

[1] و [2] و [3] البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۵

Marfat.com

صرحوا[1] انه لو القت الریح الغبار علی وجهه ویدیه فمسح بنیة التیمم اجزاء وان لم یمسح لایجوز[1] اھ وفی الظهیریة ثم الهندیة لو اصاب الغبار وجهه ویدیه فمسح به ناویا للتیمم یجوز وان لم یمسح لا[2] اھ ومثله فی التبیین۔

ومنها[2] فی الخانیة والخلاصة لو قام فی مهب الریح او هدم الحائط فاصاب الغبار وجهه وذراعیه لم یجز حتی یمسح وینوی به التیمم[3] اھ وفی الدرر کنس دارا او هدم حائطا او کال حنطة فاصاب وجهه وذراعیه غبار فمسح جاز حتی اذا لم یمسح لم یجز[4] و قال العلامة الوزیر فی ایضاح اصلاحه قد ذکر فی کتاب الصلوٰة لو کنس دارا او هدم حائطا او کال حنطة فاصاب وجهه وذراعیه لم یجزه ذلك من التیمم حتی یمر یده علیه[5]۔

میں ہے: "علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر آندھی سے اس کے چہرے اور ہاتھوں پر غبار پڑ گیا پھر ان پر تیمم کی نیت سے ہاتھ پھیر لیا تو کافی ہوگا اور اگر ہاتھ نہ پھیرا تو تیمم نہ ہوگا۔" اھ اور ظہیریہ پھر ہندیہ میں ہے: "اگر اس کے چہرے اور ہاتھوں پر غبار پڑ گیا پھر اس پر تیمم کی نیت سے ہاتھ پھیر لیا تو تیمم ہو جائے گا اور اگر مسح نہ کیا تو نہ ہوگا" اھ۔ ایسا ہی تبیین میں بھی ہے۔

جزئیہ ۲: خانیہ اور خلاصہ میں ہے: "اگر آندھی کی گزرگاہ میں کھڑا ہوا، یا دیوار ڈھائی غبار اس کے چہرے اور ہاتھوں پر لگ گیا جب تک تیمم کی نیت سے اس پر ہاتھ نہ پھیرے تیمم نہ ہوگا" اھ دُرر میں ہے: "گھر میں جھاڑو دیا، یا دیوار گرائی، یا گیہوں ناپا اس کے چہرے اور ہاتھوں پر غبار پڑ گیا اس پر ہاتھ پھیر لیا تو تیمم ہو گیا، نہ پھیرا تو نہ ہوا۔" اور علامہ وزیر نے اپنی کتاب اصلاح کی شرح ایضاح میں فرمایا: "کتاب الصلوٰۃ میں ذکر ہے کہ اگر گھر میں جھاڑو دیا یا دیوار گرائی یا گیہوں ناپا غبار اُڑ کر چہرے اور ہاتھوں پر پڑ گیا جب تک اس پر ہاتھ نہ پھیرے تیمم نہ ہوگا" اھ۔

---

[1] فتح القدیر باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۱۰
[2] فتاوٰی ہندیہ الباب الرابع من التیمم پشاور ۱/۲۷
[3] خلاصۃ الفتاوٰی نوع فیما یجوز بہ التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۳۶
[4] درر الحکام ملا خسرو باب التیمم مطبعۃ کاملیہ بیروت ۱/۳۱
[5] ایضاح واصلاح

marfat.com
Marfat.com

ومنہا[۳] فی الخانیۃ والخلاصۃ و التاتارخانیۃ والحلیۃ اذا اراد التیمم فتمعک فی التراب و ذلک بجسدہ کلہ انکان التراب اصاب وجھہ و ذراعیہ وکفیہ جازوان لم یصب وجھہ وذراعیہ لم یجز[۱]۔

جزئیہ ۳: خانیہ، خلاصہ، تاتارخانیہ اور حلیہ میں ہے: "جب تیمم کا ارادہ کرکے خاک میں لوٹا اور اس سے سارے جسم کو ملا، اگر چہرے، کلائیوں اور ہتھیلیوں پر مٹی پہنچ گئی تو تیمم ہوگیا اور چہرے اور کلائیوں پر نہ پہنچی تو نہ ہوا" اھ۔

ومنہا[۴] فی الخلاصۃ لو ادخل راسہ فی موضع الغبار بنیۃ التیمم یجوز[۲]۔

جزئیہ ۴: خلاصہ میں ہے: "کسی غبار کی جگہ اپنا سر (اور دونوں ہاتھ) تیمم کی نیت سے داخل کیا (جس سے منہ اور ہاتھوں پر غبار پھیل گیا) تو تیمم ہوجائے گا"۔

ومنہا[۵] فیہا لو انہدم الحائط فظھر الغبار فحرک راسہ ینوی التیمم جاز والشرط وجود الفعل منہ[۳]۔

جزئیہ ۵: اسی میں ہے: اگر دیوار گری جس سے گرد اٹھی اس میں اپنے سر کو تیمم کی نیت سے حرکت دی تو تیمم ہوگیا۔ تیمم کرنے والے سے فعل کا وجود شرط ہے"۔

ومنہا[۶] فیہا وفی الخانیۃ و خزانۃ المفتین لو ذر الرجل علی وجھہ ترابا لم یجز وان مسح ینوی بہ التیمم والغبار علیہ جاز عند ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ[۴] اھ ای ومحمد خلافا لابی یوسف رحمہما اللہ تعالی فانہ لایجیز التیمم بالغبار مع القدرۃ علی الصعید

جزئیہ ۶: اس میں اور خانیہ و خزانۃ المفتین میں ہے: "اگر آدمی نے اپنے چہرے پر مٹی گرائی تو تیمم نہ ہوگا اور غبار چہرے پر ابھی پڑا ہے بہ نیت تیمم ہاتھ پھیر لیا تو امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک تیمم ہوجائیگا اھ۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی ہوجائے گا امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے ان کے نزدیک سطح زمین سے تیمم پر قدرت ہوتے ہوئے

---

[۱] خلاصۃ الفتاوٰی کیفیت التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۳۵
[۲] خلاصۃ الفتاوٰی نوع فیما یجوز بہ التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۳۶
[۳] خلاصۃ الفتاوٰی " " " " "
[۴] خلاصۃ الفتاوٰی " " " " "

Marfat.com

وفی الجوھرۃ النیرۃ قولہ یمسح اشارۃ الی انہ لوذر التراب علی وجھہ ولم یمسحہ لم یجز وقد نص علیہ فی الایضاح انہ لایجوز[1] اھ

ومنھا ومنھا فرعان فی وجیز الامام الکردری ذر علی المحل التراب فاصابہ غبارہ[1] او ادخل المحل فی مثار الغبار فوصل بتحریک المحل جاز[2] لا ان وقف فی المھب فثار الغبار علی المحل بنفسہ الا ان یمسح بھذا الغبار المحل[2] اھ

اقول قولہ فوصل بتحریک المحل متعلق بکلتا مسئلتی الذر والادخال فالمعنی ذر فاصابہ غبارہ فحرک بنوی التیمم جاز لوجود الصنع منہ کما نص علیہ فی ماخذہ الخلاصۃ ان[3] الشرط وجود الفعل منہ واشار ھو الیہ بقولہ لا ان ثار الغبار علی المحل بنفسہ وقد قدم قبلہ

غبار سے تیمم جائز نہیں۔ جوہرہ نیرہ میں ہے: "قولہ یمسح (ان کی عبارت "ہاتھ پھیرے") میں یہ اشارہ ہے کہ اگر چہرے پر گرد اڑائی اور ہاتھ نہ پھیرا تو تیمم نہ ہوگا، اور ایضاح میں عدم جواز کی تصریح بھی موجود ہے" اھ۔

جزئیہ ۷، ۸: وجیز امام کردری میں دو جزئیے ہیں: "محل تیمم پر گرد اڑائی، غبار اس پر گرا یا اعضائے تیمم کو غبار اڑنے کی جگہ لے گیا اور ان اعضا کو حرکت دینے سے ان پر گرد پہنچ گئی تو تیمم ہو جائیگا۔ لیکن اگر آندھی کے سامنے اس طرح کھڑا ہوا کہ غبار خود اڑ کر اعضائے تیمم پر پہنچا تو تیمم نہ ہوگا مگر اس گرد کے ساتھ محل تیمم پر ہاتھ پھیر لیا تو ہو جائے گا" اھ

اقول: ان کی عبارت "اعضا کو حرکت دینے سے ان پر گرد پہنچ گئی" گرد اڑانے اور گرد اڑانے کی جگہ اعضائے تیمم کو داخل کرنے دونوں ہی مسئلوں سے متعلق ہے۔ تو معنی یہ ہوا کہ گرد اڑائی کہ غبار اسے لگا پھر اعضائے تیمم کو بہ نیت تیمم حرکت دی تو تیمم ہو جائے گا کیونکہ خود اس کا عمل پا لیا گیا۔ جیسا کہ اس کے ماخذ خلاصہ میں تصریح موجود ہے کہ خود اس سے فعل پایا جانا شرط ہے۔ صاحب وجیز نے بھی اس کی طرف ان الفاظ سے اشارہ کیا ہے کہ "اگر غبار خود سے اڑ کر اعضائے تیمم پر پہنچا تو نہ ہوگا" اور اس سے

---

[1] جوہرہ نیرہ باب التیمم مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۲۵

[2] فتاوٰی بزازیہ مع الہندیہ باب التیمم نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۷

marfat.com
Marfat.com

ان الشرط فی تحققه صنع منه خاص
فی وصول التراب الی محله بالنیة
وان عدما او احدهما لا اھ[۱] ومجرد
الذر لیس ذلك الصنع المطلوب کما
لیس به الذھاب الی قرب المثار
والوقوف عنده بنیة التیمم فان ھذا
الفعل سبب بعید لوصول التراب الی
المحل والمأموربه ھو المسح وھو
فعل بنفسه یقع الایصال والاتصال بین
العضو والصعید واذا لوقوف فی المثار
لم یعتبر مالم یحرك عضوه بنیة التیمم
فان الغبار انما یصل الی العضو بنفسه بمیله الطبعی
الی السفل فلا یعتبر الذر بالاولی کما قدمنا
التنصیص به عن المعتمدات فافھم وتثبت ۔
بقی ان فرع ادخال المحل موضع
الغبار مطلق فی الخلاصة وقیده البزازی
بالوصول بتحریك المحل وفرع الذر مذکور
فی الکتب باشتراط المسح وابدله
البزازی بالتحریك فیکشف لك
انفا ان شاء الله تعالی منا شئ الکلام
ویوضع جناه المعلل علی طرف الثمام وبه
یظھر جعلنا فرعی البزازیة
غیر السادس والرابع

پہلے بھی بتا چکے ہیں کہ "تیمم متحقق ہونے کے لیے محل تیمم تک
مٹی پہنچنے میں نیت کے ساتھ خود اس کا خاص عمل
پایا جانا شرط ہے۔ اگر دونوں چیزیں نہ ہوں یا ایک
نہ ہو تو تیمم نہ ہوگا" اھ ۔ اور صرف اڑانا وہ فعل مطلوب
نہیں، جیسے غبار اڑنے کی جگہ جانا اور وہاں تیمم کی نیت سے
ٹھہرنا وہ فعل مطلوب نہیں۔ اس لیے کہ یہ عمل، محلِ تیمم تک
مٹی پہنچنے کا سبب بعید ہے۔ اور اسے جس فعل کا حکم
دیا گیا ہے وہ مسح ہے، یہ ایسا فعل ہے کہ خود اسی سے
مٹی کا پہنچانا، اور عضو وصعید کے درمیان اتصال متحقق
ہوتا ہے۔ اور جب بہ نیتِ تیمم عضو کو حرکت دیے بغیر، غبار کی
جگہ صرف کھڑے ہونے کا اعتبار نہیں۔ کیونکہ غبار نیچے کی جانب
اپنے میل طبعی کے باعث از خود عضو تک پہنچتا ہے۔ تو غبار
اڑانے کا اعتبار بدرجۂ اولٰی نہ ہوگا۔ جیسا کہ متعدد کتابوں
سے ہم اس کی تصریح پہلے نقل کر چکے۔ تو سمجھو اور ثابت رہو۔
یہ رہ گیا کہ غبار کی جگہ اعضائے تیمم کو داخل کرنے
کا مسئلہ خلاصہ میں مطلق ہے اور بزازیہ میں اعضائے تیمم
کو حرکت دینے سے گرد پہنچنے کی قید سے مقید ہے۔
اور گرد اڑانے والا مسئلہ کتابوں میں مسح کی شرط
کے ساتھ مذکور ہے اور بزازیہ میں مسح کے بدلے
حرکت دینے کا ذکر ہے۔ تو عنقریب ان کلاموں کا
منشا منکشف ہوگا اور ان سے چنا ہوا پھل سر راہ
رکھ دیا جائے گا اس سے یہ بھی ظاہر ہوگا کہ ہم نے
بزازیہ میں ذکر شدہ دونوں جزئیے چھٹے اور چوتھے

۱؎ فتاوٰی بزازیۃ مع الہندیۃ باب التیمم نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۷

Marfat.com

وباللہ التوفیق۔

اقول وبہ ف ۱ قد بان بطلان ما وقع للفاضل عبد الحلیم الرومی فی حاشیۃ الدرر[1] اذ قال بعد نقل ما فی الخلاصۃ ان الشرط وجود الفعل منہ مانصہ اقول یظھر منہ انہ لو کال حنطۃ لیحصل التیمم بغبارہ کفی ان اصاب مواضع التیمم غبار کما لایخفی اھ

وبہ حوّل قول الدرر حتی اذا لم یمسح لم یجز الی ان المراد اذا[ع] لم یمسح عند عدم وجود فعل منہ بنیۃ التیمم والذر علی الاعضاء اذ لم یصلح للاعتبار مالم یمسح او یحرک اعضاءہ فما ابعد

جزئیے سے الگ کیسے شمار کئے۔ وباللہ التوفیق

اقول: فاضل عبد الحلیم رومی نے حاشیہ درر میں خلاصہ کی عبارت "اس سے فعل پایا جانا شرط ہے" نقل کرنے کے بعد جو لکھا ہے اس کا غلط ہونا واضح ہوگیا۔ ان کی عبارت یہ ہے: "اقول: اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر اس نے گیہوں اس لیے ناپا کہ اس کے غبار سے تیمم ہو جائے تو یہ کافی ہے اگر تیمم کی جگہوں پر غبار پہنچ گیا۔ یہ پوشیدہ نہیں"۔

اسی لیے فاضل رومی نے درر کی عبارت "اذا لم یمسح لم یجز (ہاتھ نہ پھیرا تو تیمم نہ ہوا) کو اس کے معنی سے پھیر کر یہ بنایا کہ: مراد یہ ہے کہ بہ نیت تیمم اس سے کوئی فعل نہ پائے جانے کی صورت میں جب ہاتھ نہ پھیرا (تو تیمم نہ ہوا)۔ جب اعضاء پر گرد اڑانا قابلِ اعتبار نہیں جب تک کہ ہاتھ نہ پھیرے یا اعضاء کو

ع فانقلت تأویل لا تحویل۔

اقول کلا لو اراد ان یسلک بالشرح ھذا المسلک لقال اشار بذکر المسح الی کل فعل یوجد منہ بنیۃ التیمم لا ان یقدر فی کلامہ قیدا لا اثر لہ فی الکلام ولا اشارۃ فافھم ۱۲ منہ (م)

اگر کہا جائے کہ یہ (عبارت درر کی) تاویل ہے تحویل (اصل معنی سے دوسرے معنی کی طرف پھیرنا) نہیں ہے۔

اقول: ہرگز نہیں۔ اگر وہ اس روش پر شرح کو چلانا چاہتے تو یوں کہتے: "مصنف نے مسح کا ذکر کرکے ہر اس فعل کی جانب اشارہ کیا ہے جو اس سے بقصد تیمم پایا جائے"۔ ایسا نہ کرتے کہ ان کے کلام کے اندر ایک ایسی قید مان لیں جس کا ان کے کلام میں نہ کوئی نام و نشان ہے نہ ہی کوئی اشارہ۔ فافھم (ت)

---

[1] حاشیۃ الدرر للمولی عبد الحلیم باب التیمم مطبعۃ عثمانیہ بیروت ۱/ ۲۷

marfat.com
Marfat.com

الکیل والهدم والکنس من الاعتبار واللّٰہ تعالٰی الموفق۔

ولله در امام المذهب فی کتاب الصلاۃ اذاتی بما فیه فعل له من الکنس والهدم والکیل ثم اطلق عدم الجواز مالم یمر یده علیه ارشادا الی ان هذه الافعال لاتکفی وان کانت بنیة التیمم مالم یوجد المسح اما ما قال الفاضل الخادمی علی قول الدرر انه یوهم هذه الافعال انه لابد من کون الغبار اثر الفعل المتیمم ولیس کذلك اھ[1]

ای للفرع الماران القاء الریح الغبار والفرع الخامس انهدام الجدار۔

فاقول هو فیه مصیب لان الدرر ذکر هذه الافعال فی جانب الجواز فکان مثارا للتوهم ان الجواز مشروط بکون مایمسح به منه ثائرا بفعله بخلاف عبارۃ کتاب الصلاۃ ففیها ذکرها فی جانب المنع فافادات تلك الفائدۃ العائدۃ و

حرکت نہ دے تو گیہوں وغیرہ ناپنے، دیوار گرانے، جھاڑو دینے کا معتبر ہونا کس قدر بعید ہے — اور خدا ہی توفیق دینے والا ہے۔

کتاب الصلوٰۃ میں امام مذہب کی عبارت کیا ہی جامع کیا ہی خوب ہے انہوں نے جھاڑو دینا، دیوار گرانا، گیہوں ناپنا ذکر کیا جس میں خود تیمم کرنیوالے کا فعل پایا جاتا ہے پھر مطلق طور پر ذکر فرمادیا کہ تیمم نہ ہوگا جب تک اس پر ہاتھ نہ گزارے تاکہ اس بات کی جانب رہنمائی ہو کہ جب تک ہاتھ پھیرنا نہ پایا جائے یہ افعال کافی نہیں اگرچہ بہ نیت تیمم ہوں۔ فاضل خادمی نے دُرر کی عبارت پر لکھا کہ "یہ افعال اس بات کا وہم پیدا کرتے ہیں کہ غبار کو تیمم کرنے والے کے کسی فعل کا نتیجہ واثر ہونا ضروری ہے۔ جبکہ ایسا نہیں۔" اھ

کیونکہ آندھی کے غبار ڈالنے کا جزئیہ اور دیوار گرنے سے متعلق پانچواں جزئیہ گزر چکا۔

فاقول: فاضل موصوف کا یہ کلام درست ہے اس لئے کہ دُرر میں یہ افعال جواز کے تحت مذکور ہیں جن سے وہم پیدا ہوتا ہے کہ جواز اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ جس غبار سے مسح ہو وہ اس کے فعل سے اُڑا ہو مگر کتاب الصلوٰۃ کی عبارت میں اس وہم کا موقع نہیں کیونکہ اس میں یہ افعال ممانعت کے تحت مذکور ہیں۔ اس لیے

---

[1] حاشیۃ علی الدرر شرح غرر لابی سعید خادمی باب التیمم مطبعۃ عثمانیہ بیروت ۱/۲۸

Marfat.com

اللہ تعالٰی اعلم۔

ومنہا فی المحیط ثم الھندیۃ[ف۱] صورۃ التیمم بالغبار ان یضرب بیدیہ ثوبا او لبدا او وسادۃ او ما اشبہھا من[ف۲] الاعیان الطاھرۃ[عہ] التی علیہا غبار فاذا وقع الغبار علی یدیہ تیمم[1]۔

ومنہا فیہما قالا بعد ما مراد ینفض ثوبہ حتی یرتفع غبارہ فیرفع یدیہ فی الغبار فی الھواء فاذا وقع الغبار علی یدیہ تیمم[2] اھ

وہ عبارت، مذکورہ عظیم فائدہ کی حامل ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

جزئیہ ۹: محیط پھر ہندیہ میں ہے: "غبار سے تیمم کا ایک طریقہ یہ ہے کہ کوئی کپڑا یا گدا یا تکیہ یا اسی طرح کی کوئی پاک چیز جس پر غبار پڑا ہوا ہو اس پر ہاتھ مارے جب ہاتھوں پر غبار آجائے تو اس سے تیمم کرلے۔"

جزئیہ ۱۰: محیط و ہندیہ ہی میں، مذکورہ عبارت کے بعد ہے: "یا اپنے کپڑے کو اس طرح جھاڑے کہ غبار بلند ہو پھر اپنے ہاتھوں کو ہوا میں بلند کرے جب اس کے ہاتھوں پر غبار پڑ جائے تو تیمم کرلے۔" اھ

عہ **اقول** انما یشترط طہارۃ الغبار دون ما یقع علیہ غیر ان الغبار یتنجس بوقوعہ علی نجس رطب اما اذا وقع بعد جفافہ فلا باس کما ذکر بعد اسطر عن النہایۃ اذا تیمم بغبار الثوب النجس لا یجوز الا اذا وقع التراب بعد ما جف الثوب[3] اھ وذکرہ فی الحلیۃ وقال اشار الیہ فی التجنیس[4] اھ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اقول: صرف غبار کا پاک ہونا شرط ہے۔ جس چیز پر غبار پڑا ہو اس کا پاک ہونا شرط نہیں مگر یہ ہے کہ غبار کسی تر نجس چیز پر پڑنے سے نجس ہوجاتا ہے لیکن اس کے خشک ہونے کے بعد اس پر غبار پڑے تو کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ چند سطروں کے بعد نہایہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ: "اگر نجس کپڑے کے غبار سے تیمم کرے تو نہ ہوگا مگر جب کپڑا خشک ہونے کے بعد گرد پڑی تو ہوجائے گا۔" اھ۔ اسے حلیہ میں بھی ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس طرف تجنیس میں اشارہ موجود ہے اھ (ت)

---

۱ فتاوٰی ہندیۃ الباب الرابع فی التیمم پشاور ۱/۲۷
۲ و ۳ فتاوٰی ہندیۃ " " "
۴ حلیہ

marfat.com
Marfat.com

اقول وماذکر اولامن الضرب بیدیہ علی الثوب لیست الضربۃ المطلوبۃ وانما ھی لاثارۃ الغبار والالما احتاج الی وقوع الغبار علی یدیہ فان الید اذا ضربت علی الصعید اکسبھا صفۃ التطھیر فیمسح بھا وان لم یلتزق بھا شیئ منہ وقد اوضح ذلک بالصورۃ الاخیرۃ المقتصرۃ علی نفض الثوب۔

اقول: پہلے جو ذکر کیا کہ کپڑے پر اپنے ہاتھوں کو مارے یہ تیمم کی ضرب مطلوب نہیں یہ تو صرف اس لیے ہے کہ کپڑے سے غبار اُٹھے ورنہ ہاتھوں پر غبار پڑنے کی ضرورت ہی نہ تھی، کیونکہ صعید پر جب بھی ہاتھ مارے تو وہ اس میں تطہیر کی صفت پیدا کردے گی پھر اس سے وہ مسح کرے گا اگرچہ ہاتھ پر کچھ بھی گرد وغبار نہ لگا ہو اس مقصد کو انہوں نے بعد والی صورت سے واضح کردیا ہے جس میں صرف کپڑے کو جھاڑنے کا ذکر ہے۔

ومنہا فی الذخیرۃ ثم الھندیۃ لوشلت یداہ یمسح یدہ علی الارض ووجہہ علی الحائط و یجزیہ[1] اھ

جزئیہ ۱۱: ذخیرہ پھر ہندیہ میں ہے: "اگر دونوں ہاتھ شل ہوگئے ہوں تو زمین پر ہاتھ اور دیوار پر چہرہ پھیرے اسی سے اس کا تیمم ہوجائیگا" اھ

اقول وھذا ربما یعتل فیہ بالضرورۃ فتکون الضربۃ رکنا محتمل السقوط کالقراءۃ عن الاخرس فتلک عشرۃ کاملۃ لاضرب فیھا مع صحۃ التیمم۔

اقول: اس جزئیہ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ضرورت کی وجہ سے بغیر ضرب کے تیمم ہوگیا تو ضرب ایک ایسا رکن ہے جو ساقط ہوسکتا ہے جیسے نماز کا رکنِ قراءت گونگے سے ساقط ہے۔ تو اس جزئیہ کو چھوڑ کر وہ پُورے دس جزئیے ہوئے جن میں ضرب نہ ہونے کے باوجود تیمم صحیح ہونے کا حکم ہے۔

فالمحقق حیث اطلق سلک فیھا مسلکین اذقال بعد ذکر الفرع الاول یلزم فیہ اما کونہ قول

اِن سے متعلق محقق علی الاطلاق نے دو طریقے اختیار کیے ہیں اس طرح کہ انھوں نے پہلے جزئیہ کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ "اس میں لازم ہے کہ

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب الرابع فی التیمم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۶

Marfat.com

من اخرج الضربۃ (ای عن مسمّی التیمم) لاقول الکل واما اعتبار الضربۃ اعم من کونہا علی الارض او علی العضو مسحا اھ[1] اقرہ فی الحلیۃ وخالفہ فی البحر فقال بعد نقل کلامہ اعلم ان الشرط وجود الفعل منہ اعم من ان یکون مسحا او ضربا او غیرہ فقد قال فی الخلاصۃ (فاثر کلامہ فی الفرع الرابع والخامس) قال وھذا یعین ان ھذہ الفروع مبنیۃ علی قول من اخرج الضربۃ من مسمّی التیمم اما من ادخلہا فلا یمکنہ القول بہا فیما نقلنا عن الخلاصۃ اذ لیس فیہا ضرب اصلا لا علی الارض ولا علی العضو الا ان یقال مرادہ بالضرب الفعل منہ اعم من کونہ ضربا او غیرہ وھو بعید کما لایخفی اھ[2]

وتبعہ اخوہ المحقق فی النہر والمدقق فی الدر فقالا المراد الضرب او ما یقوم مقامہ ونظم الدر بضربتین ولو من غیرہ او ما یقوم مقامہما لما فی الخلاصۃ وغیرہا

یہ صرف ان حضرات کا قول ہو جو ضرب کو حقیقتِ تیمم سے خارج مانتے ہیں، سب کا قول نہ ہو۔ یا یہ مانا جائے کہ ضرب اس سے عام ہے کہ زمین پر ہو یا بطور مسح کے عضو پر ہو اھ "حلیہ" میں اسے برقرار رکھا ہے اور "بحر" نے اس کی مخالفت کی ہے۔ حضرت محقق کی عبارت نقل کرنے کے بعد یہ لکھا: "جاننا چاہیے کہ شرط یہ ہے کہ اس سے فعل پایا جائے چاہے مسح ہو یا ضرب ہو یا کچھ اور ہو۔ کیونکہ خلاصہ میں کہا:" (اس کے بعد جزئیہ ۴ و جزئیہ ۵ نقل کیا اور کہا) اس سے یہ بات متعین ہو جاتی ہے کہ یہ جزئیات ان حضرات کے قول پر مبنی ہیں جو ضرب کو حقیقتِ تیمم سے خارج مانتے ہیں، لیکن جو لوگ اسے داخلِ تیمم مانتے ہیں وہ اس میں اس کے قائل نہیں ہو سکتے جسے ہم نے خلاصہ سے نقل کیا کیونکہ اس میں سرے سے ضرب کا وجود ہی نہیں نہ زمین پر نہ عضو پر۔ مگر یہ کہا جائے کہ ضرب سے ان کی مراد تیمم کا عمل ہے خواہ ضرب ہو یا اور کچھ، تو ہو سکتا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ بعید ہے" اھ۔

ان کے برادر محقق نے النہر الفائق میں اور مدقق علائی نے دُرِ مختار میں ان کی پیروی کی ہے ان دونوں حضرات نے فرمایا: "مراد یہ ہے کہ ضرب ہو یا وہ جو اس کے قائم مقام ہو۔" اور درمختار کی عبارت یہ بھی ہے: "دو ضربوں سے اگرچہ یہ دوسرے شخص سے صادر ہوں، یا ایسے فعل سے جو دونوں ضربوں کے قائم مقام ہو کیونکہ خلاصہ وغیرہا

---

[1] فتح القدیر باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۱۰
[2] البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۵

marfat.com
Marfat.com

لوحرك راسه اوادخله فی موضع الغبار بنیة التیمم جاز والشرط وجود الفعل منه[1] اھ

اقول والعجب ان السید ط قال فاشار الشارح بقوله اومایقوم مقامہما الی اختیار ماقالہ الکمال[2] اھ ثم قال علی قولہ وجود الفعل منہ اعم من ان یکون مسحا اوضربا اوغیرہ کما فی البحر[3] اھ فاین ھذا مما اختار الکمال آلاٰن یقال ان المراد اختیار خروج الضرب عن مسمی التیمم وان لم یتابع المحقق علی رکنیۃ المسح بخصوصہ بل فعل مامنہ کتحریک الراس او ادخالہ فی موضع الغبار ثم اعترض علی ھذا ایضا بقولہ وفیہ انہم اکتفوا بتیمم الغیر لہ ولافعل منہ[4] اھ واجاب العلامۃ ش بان فعل غیرہ بامرہ

میں ہے کہ "اگر تیمم کی نیت سے اپنے سرکو حرکت دی یا اسے غبار کی جگہ داخل کیا تو جائز ہے اور شرط یہ ہے کہ اس سے فعل پایا جائے"۔ اھ

اقول: حیرت ہے کہ سید طحطاوی لکھتے ہیں کہ "شارح نے اپنی عبارت" اومایقوم مقامہما (یا وہ فعل جو دونوں ضربوں کے قائم مقام ہو) سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ان کا مختار وہ ہے جو کمال ابن ہمام نے فرمایا"۔ اھ - پھر شارح کی عبارت "وجود الفعل منہ" (اس سے فعل پایا جانا شرط ہے) کے تحت فرمایا: "عام اس سے کہ وہ فعل مسح ہو یا ضرب ہو اور کچھ ہو جیسا کہ بحر الرائق میں ہے"۔ اھ۔ تو یہ وہ کہاں رہا جو کمال ابن ہمام نے اختیار فرمایا! مگر یہ کہا جائے کہ مطلب یہ ہے کہ شارح نے بھی یہی اختیار کیا ہے کہ ضرب حقیقتِ تیمم سے خارج ہے اگرچہ انہوں نے اس سلسلہ میں محقق علی الاطلاق کی متابعت نہیں کی ہے کہ "خاص مسح رکنِ تیمم ہے" بلکہ کوئی بھی فعل جو اس سے پایا جائے جیسے سرکو حرکت دینا یا غبار کی جگہ داخل کرنا۔ پھر سید طحطاوی نے اس پر بھی یوں اعتراض کیا ہے: "اس میں یہ خامی ہے کہ دوسرے کا اسے تیمم کرا دینا بھی کافی مانا گیا ہے جب کہ خود اس کا کوئی فعل نہ پایا گیا"اھ۔ علامہ شامی نے اس کا جواب دیا ہے کہ "اس کے حکم سے دوسرے کا فعل خود اسی کے فعل کے

---

[1] الدرالمختار باب التیمم مجتبائی دہلی ۱/ ۴۲

[2] و [3] و [4] طحطاوی علی الدر باب التیمم بیروت ۱/ ۱۲۷

Marfat.com

قائم مقام فعلہ فہو منہ فی المعنی[1] اھ وقال قبلہ ای الشرط فی ہذہ الصورۃ وجود الفعل منہ وھو المسح اوالتحریک وقد وجد فہو دلیل علی ان الضرب غیر لازم کما مر[2] اھ

قائم مقام ہے تو وہ معنیً اسی کا ہے" اھ۔ اور اس سے پہلے فرمایا کہ "یعنی" اس صورت میں" اس سے فعل پایا جانا شرط ہے۔ وہ مسح ہے یا حرکت دینا۔ اور یہ پالیا گیا۔ تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ضرب ضروری نہیں جیسا کہ گزر چکا" اھ۔

اقول ای[1] خصوصیۃ لہذہ الصورۃ فان الفعل منہ موجود فی الضرب والمسح والتحریک والادخال جمیعا الا ان یرید بہذہ الصورۃ ما اذا تیمم بنفسہ اما لو یممہ غیرہ فلا یشترط وجود الفعل منہ فح یکون ہذا مسلکا اخر فی الجواب وکان اذن حقہ ان یقول او نقول فعل غیرہ بامرہ الخ

اقول : اسی صورت کی کیا خصوصیت ہے فعل تو اس سے ضرب، مسح، اِدخال، تحریک سبھی صورتوں میں پایا جاتا ہے۔ مگر یہ کہا جائے کہ اس صورت سے ان کی مراد یہ ہے کہ جب خود تیمم کرے لیکن اگر اس کو کوئی اور تیمم کرائے تو فعل اس سے پایا جانا شرط نہیں۔ تب یہ جواب کا ایک دوسرا طریقہ ہوگا اور اس وقت انہیں یُوں کہنا چاہیے تھا: او نقول فعل غیرہ بامرہ الخ (یا ہم یہ کہیں کہ اس کے حکم سے دوسرے کا فعل)۔

اقول وبقی ان یقول امرہ من فعلہ ہکذا اجری القیل و القال ؛ وللعبد الضعیف لطف بہ مولاہ اللطیف عدۃ ابحاث فی ہذا المقال ؛ ثم تحقیق وتوفیق یزول بہ الاشکال ؛ بتوفیق الملک المہیمن المتعال ؛

اقول : اب بھی کہنے کی ایک بات رہ گئی وہ یہ کہ اس کا حکم دینا ہی اس کا فعل ہے۔ اسی طرح یہاں قیل وقال جاری ہے۔ اس مقام پر بندۂ ضعیف ۔۔ اب لطیف اسے لطف سے نوازے ۔۔ کی چند بحثیں ہیں پھر ایک ایسی تحقیق اور تطبیق ہے جس سے اشکال دُور ہوجاتا ہے۔ یہ سب خدائے بلند و نگہبان کی توفیق سے ہے۔

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۷۴

[2] ایضاً

marfat.com
Marfat.com

مباحث المصنّف

فاقول وبه استعین۔

الاوّل احادیث کثیرۃ قولیۃ و فعلیۃ وردت بذکر الضرب فی التیمم بل ھو المعھود فی جل ما جاء فی صفتہ ولولا خشیۃ الاطالۃ لسردتھا و لا اقول کما قال فی غایۃ البیان ان الضرب لم یذکر فی الاٰیۃ ولا فی سائر الاٰثار وانما جاء فی بعضھا[1] اھ اراد بہ الاخذ علی قول الامام النسفی فی المستصفی انھم انما اختاروا لفظ الضرب و ان کان الوضع جائزا لما ان الاٰثار جاءت بلفظ الضرب[2] اھ ومن تتبع الاحادیث تبین لہ صدق کلام المستصفی فالاخذ لاوجہ لہ و ان اقرہ علیہ البحر فھذا فی نفس ذکر الضرب اما رکنیتہ فلا اعلم فیہ حدیثین صحیحین و لا حدیثا واحدا صریحا فضلا عن احادیث فقول الحلیۃ بہ قال اکثر العلماء لاحادیث صریحۃ بہ منھا ما عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما فذکر ما قدمنا

ابحاث مصنف

فاقول: اسی سے مدد طلب کرتا ہوں۔

بحث ۱: بہت سی قولی و فعلی حدیثیں ہیں جن میں تیمم کے اندر ضرب کا ذکر آیا ہے بلکہ کیفیتِ تیمم سے متعلق بیشتر احادیث میں یہی معہود و معروف ہے اگر تطویل کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں یہاں ان تمام احادیث کو ذکر کرتا اور میں اس طرح نہیں کہتا جیسے غایۃ البیان میں کہا ہے کہ "ضرب آیت میں مذکور نہیں، اور تمام آثار میں بھی نہیں، صرف بعض میں ہے" اھ اس سے انھوں نے المستصفی للامام النسفی کی درج ذیل عبارت پر گرفت کرنی چاہی ہے: اگرچہ وضع یعنی صعید پر ہاتھ رکھ کر تیمم کر لینا بھی جائز ہے مگر ان حضرات کے لفظ ضرب اختیار فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ لفظ ضرب آثار و احادیث میں وارد ہے" اھ۔ جو احادیث کی چھان بین کرے گا اس پر عیاں ہو جائیگا کہ مستصفی کی عبارت بجا ہے تو اس پر گرفت بلاوجہ اور بے جا ہے اگرچہ بحر میں بھی اس گرفت کو برقرار رکھا ہے۔ یہ احادیث میں ضرب کے صرف مذکور ہونے کی بات ہوئی اب یہ بات رہی کہ کیا احادیث میں اس کا رکنِ تیمم ہونا بھی مذکور ہے؟ تو میرے علم میں تو اس بارے میں دو صحیح حدیثیں بلکہ ایک بھی صریح حدیث نہیں — احادیث ہونا تو دور کی بات ہے — اب حلیہ کا یہ اقتباس پڑھئے۔ فرماتے ہیں "اکثر علماء رکنیت ضرب کے قائل ہیں اس لیے کہ اس بارے میں صریح احادیث وارد ہیں انھی میں سے وہ حدیث ہے جو حضرت ابن عمر

---

[1] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۵
[2] ایضاً

Marfat.com

قال) رواہ الحاکم واثنی علیہ ومنہا ما عن عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال کنت فی القوم حین نزلت الرخصۃ فامرنا بضربتین واحدۃ للوجہ ثم ضربۃ اخری للیدین الی المرفقین اخرجہ البزار باسناد حسن اھ[1]

رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے (اس کے بعد وہ الفاظ حدیث ہیں جو پہلے ہم نے تعریف ششم کے بعد ہی ذکر کیے ہیں فرمایا) اسے حاکم نے روایت کیا اور اس کی ستائش کی۔ اور ان ہی میں سے وہ بھی ہے جو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے، فرمایا: جب رخصت نازل ہوئی میں لوگوں کے درمیان موجود تھا، سرکار نے ہمیں دو ضربوں کا حکم دیا ایک چہرے کے لیے، پھر دوسری مرتبہ کہنیوں تک ہاتھوں کے لیے۔ بزار نے اس حدیث کی بسندِ حسن تخریج کی اھ۔

فیہ اوّلا ان الحاکم لم یثن علیہ بل سکت عن تصحیحہ وعن تصحیح اسنادہ قال المحقق فی الفتح تبعا للامام الزیلعی المخرج سکت عنہ الحاکم وقال لااعلم احدا اسندہ عن عبید اللہ غیر علی بن ظبیان وھو صدوق اھ[2]

اس عبارت حلیہ پر چند کلام ہیں:

اوّلا حاکم نے اس کی ستائش نہ کی۔ اس کی تصحیح سے بلکہ اس کی اسناد کی تصحیح سے بھی سکوت اختیار کیا۔ نصب الرایہ میں اس کی تخریج فرمانے والے امام زیلعی کی تبعیت میں محقق علی الاطلاق نے بھی فتح القدیر میں فرمایا "حاکم نے اس سے سکوت اختیار کیا اور فرمایا کہ میرے علم میں کوئی ایسا شخص نہیں جس نے اس حدیث کو عبید اللہ سے مُسند روایت کیا ہو، سوائے علی بن ظبیان کے، اور یہ صدوق (راست گو) ہیں اھ۔

اقول الثناء علی الراوی لیس ثناء علی الروایۃ وکونہ صادقا فی نفسہ لاینافی کونہ ضعیفا فی حدیثہ کیف وقد تظافرت کلمات

اقول: راوی کی تعریف وستائش، روایت کی تعریف وستائش نہیں۔ اور راوی کا فی نفسہ صادق ہونا، حدیث میں اس کے ضعیف ہونے کے منافی نہیں۔ پھر راوی مذکور حدیث میں ضعیف کیسے نہ ہوں؟ جبکہ

---

[1] حلیہ

[2] فتح القدیر باب التیمم سکھر ۱/۱۱۰

marfat.com
Marfat.com

ائمۃ الشان علی تضعیفہ بل قال ابو حاتم ثم النسائی متروک بل بالغ ابن معین فیما روی عنہ فقال کذاب واغتر بہ المناوی فی التیسیر فقال فیہ کذاب۔

ائمہ فن انھیں بیک زبان ضعیف کہتے ہیں۔ اتنا ہی نہیں ابو حاتم پھر نسائی نے تو "متروک" بھی کہا ہے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ابن معین نے۔ جیسا کہ ان سے روایت کی گئی ہے۔ کذاب کہا جس سے دھوکا کھا کر تیسیر میں مناوی نے "کذاب" لکھ ڈالا۔

اقول ولیس کذلک بل الرجل خیر دین فقیہ ضعیف عند المحدثین فی الحدیث لاجرم ان قال فی التقریب[1] ضعیف۔

اقول : حالاں کہ ایسا نہیں۔ آدمی پسندیدہ، دین دار، فقیہ ہیں۔ یہ ہے کہ محدثین کے نزدیک حدیث میں ضعیف ہیں لاجرم تقریب میں کہا: ضعیف ہیں۔

وثانیا العجب[2] استنادہ الی ھذا وترکہ حدیث جابر الصحیح الاسناد وتواردہ علیہ الامام السیوطی فی الجامع الصغیر۔

ثانیا : یہ بھی عجیب بات ہے کہ انہوں نے اس حدیث سے تو استناد کیا مگر حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کی صحیح الاسناد حدیث کو چھوڑ دیا، جامع صغیر میں امام سیوطی سے بھی یہی ہوا ہے۔

وثالثا حدیث[3] عمار رضی اللہ تعالٰی عنہ انما فیہ الامر بضربتین ولیس کل یؤمر بہ رکنا و[3] ابعد منہ حدیث البزار عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلفظہ علی ضعف اسنادہ فی التیمم ضربتان[2] اھ

ثالثا : اب حضرت عمار رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث لیجئے اس میں صرف اتنا ہے کہ "ہمیں دو ضربوں کا حکم ہوا۔" اور ایسا نہیں کہ جس چیز کا بھی حکم دیا جائے وہ رکن ہو۔ اس سے بھی زیادہ بعید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی روایت سے مسند بزار کی حدیث ہے۔ ایک تو اس کی سند ضعیف ہے، دوسرے یہ کہ متن میں بس یہ ہے: "فی التیمم ضربتان" (تیمم میں دو ضربیں ہیں) اھ

---

[1] تقریب التہذیب دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالا ص ۴۷۲

[2] کشف الاستار عن زوائد البزار باب التیمم مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۱۵۹

Marfat.com

ورابعا بل ليست[ف1] العبارة التيمم ضربتان[ف2] صريحة في الركنية وقد تقدم عن المحقق انه خرج مخرج الغالب[1] وسيأتي تحقيقه ان شاء الله تعالٰى۔

رابعاً بلکہ "التیمم ضربتان" (تیمم دو ضرب ہے) یہ عبارت بھی رکنیت کے بارے میں صریح نہیں۔ گزر چکا کہ محقق علی الاطلاق نے فرمایا ہے یہ بیان غالب واکثر کے لحاظ سے وارد ہے، عنقریب اس کی تحقیق آرہی ہے۔

اقول بل روى مسلم عن معوية بن الحكم رضي الله تعالٰى عنه عن النبي صلى الله تعالٰى عليه وسلم ان هذه الصلاة لا يصلح فيها شيئ من كلام الناس انما هي التسبيح والتكبير وقراءة القرآن[2] وليس التسبيح ولا التكبير من اركانها وقال ملك العلماء في البدائع صلاة الجنازة دعاء للميت[3] اھ ومعلوم ان ليس اركانها الا التكبيرات الاربع۔

اقول: بلکہ امام مسلم نے حضرت معاویہ بن الحکم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث روایت کی ہے" لوگوں کی بات چیت میں سے کچھ بھی اس نماز کے اندر ہونے کے لائق نہیں، نماز تو بس تسبیح وتکبیر اور قرآن کی قراءت ہے" حالانکہ نہ تسبیح نماز کے ارکان میں سے ہے نہ تکبیر (اسی طرح "تیمم دو ضرب ہے۔ یہ بھی محمول کو موضوع کا رکن بتانے کے معاملے میں صریح نہیں)۔ ملک العلماء نے بدائع الصنائع میں فرمایا ہے: "نمازِ جنازہ میت کے لیے دُعا کرنا ہے" اھ جیسا کہ معلوم ہے کہ ارکان نماز جنازہ، چاروں تکبیروں کے سوا اور کچھ نہیں۔

الثاني[ف] الوظائف البدنية المحضة لا تجرى فيها النيابة فلا يصلي احد عن احد ولا يتوضؤ احد عن احد كذا لا يتيمم احد عن احد وقد جوزنا

بحث ۲: جو محض بدنی اعمال ہیں ان میں نیابت نہیں چلتی۔ کوئی شخص دوسرے شخص کی طرف سے نماز نہیں پڑھ سکتا نہ کوئی دوسرے کی جانب سے وضو کرسکتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص دوسرے شخص کی طرف سے تیمم بھی نہیں کرسکتا۔ اور یہ جائز رکھا گیا ہے

---

۱ فتح القدیر باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۱۱
۲ الصحیح لمسلم باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰۳
۳ بدائع الصنائع کیفیۃ صلوٰۃ الجنازہ کراچی ۱/ ۳۱۳

marfat.com
Marfat.com

ان ییمم زید اعمرو فاذن الضربتان لاتقومان الا بعمرو فلو کانتا جمیع ارکان التیمم فقد تیمم عمرو وطهر به زید ولو کانتا بعض ارکانه فقد قام بعض التیمم بزید وبعضه بعمرو وھل له نظیر فی الشرع ثم قد حصل کله لزید وھذا کله غیر معقول ولا مقبول۔

کہ زید کو عمرو تیمم کرادے۔ اس صورت میں دونوں ضربیں مارنے کا عمل صرف عمرو سے صادر ہوا۔ بلفظِ اصطلاحی ۔ دونوں ضربیں صرف عمرو کے ساتھ قائم ہیں۔ اب اگر یہی دو ضربیں تمامتر ارکانِ تیمم ہیں تو لازم آیا کہ عمرو نے تیمم کیا اور زید پاک ہوا۔ اور اگر یہ دونوں ضربیں، بعض ارکانِ تیمم ہیں تو لازم آیا کہ کچھ تیمم زید کے ساتھ لگا ہوا ہے اور کچھ عمرو کے ساتھ۔ پھر یہ دونوں مل کر سارا تیمم زید ہی کا ہوگیا۔ کیا شریعت میں اس کی کوئی نظیر ہے؟ کہ کسی بدنی عمل کے سارے اجزاء وارکان عمرو ادا کرے اور وہ زید کا عمل ہوجائے؟ یا ایک ہی فریضۂ بدنیہ کا ایک جز زید ادا کرے اور دوسرا جز عمرو بجالائے، پھر دونوں مل کر سب زید کے حصہ میں آجائے اور اس کے سر سے فرض اُتر جائے؟ ۱۲ محمد احمد اصلاحی) یہ سب نامعقول اور ناقابلِ قبول ہے۔

الثالث تحقیق ما افاد المحقق

بقوله ان المأمور به مسح لا غیر ان الکتاب العزیز انما امر بقصد الصعید الطیب فالمسح منه وھذا لا توقف له علی الضرب فضلا عن دخوله فی نفس حقیقته فان من الفت الریح الغبار علی عضویه مثلا یتأتی له قصده للمسح منه بامرار یده علیه من دون حاجة الی الضرب علی الارض نعم من لایجد علی اعضائه یحتاج الی قصده من ارض او جدار وذلك لا یقتضی الرکنیة بل ولا الشرطیة فانما مثل الضرب علی الصعید فی التیمم

بحث ۳: حضرت محقق نے جو افادہ فرمایا کہ مامور بہ صرف مسح ہے، اس کی تحقیق یہ ہے کہ قرآن حکیم نے تو یہی حکم دیا ہے کہ پاکیزہ صعید کا قصد کرکے اس سے مسح کرو، یہ کام ضرب پر موقوف نہیں، ضرب کا اس کی حقیقت میں داخل ہونا درکنار۔ اس لیے کہ مثلاً جس کے چہرے اور ہاتھوں پر آندھی سے گرد پڑگئی اس سے یہ ہوسکتا ہے کہ اسی گرد سے مسح کا قصد کرکے اس پر اپنا ہاتھ پھیرلے اسے زمین پر ضرب کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہاں جس کے اعضاء پر گرد نہ ہو اسے کسی زمین یا دیوار سے مٹی کے قصد کی ضرورت ہے اور یہ بات رکنیت کیا، شرط کی بھی مقتضی نہیں۔ کیونکہ تیمم میں صعید کو

Marfat.com

كمثل الاغتراف من الاناء في الوضوء فمن وقف في المطر اغناه عن الاغتراف نعم اذا لم يجده الا باخذ وصب احتاج اليه وليس لاحد ان يقول ان الاغتراف من اركان الوضوء او من شرائطه وهذا شئ واضح جدا لا ينبغي الارتياب فيه فلا يحمل كلام الشارع صلى الله تعالى عليه وسلم ولا كلام صاحب المذهب رضي الله تعالى عنه على خلافه۔

الرابع اتينا على التاويل فاوله ان الكلام انما جاء على الغالب المعهود فان من النادر جدا وجدان الغبار على العضوين وكذا لم يعهد في صفة التيمم ادخال الراس في موضع الغبار او الوقوف في مثارة وتحريك العضوين وانما المعروف المعهود هو طريقة الضرب وبها وردت الاحاديث القولية والفعلية ولما تمعك عمار رضي الله تعالى عنه قال له النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ان كان يكفيك ان تضرب بيديك ثم تنفخ ثم تمسح بها وجهك وكفيك[1] رواه الستة۔

ضرب کی حیثیت وہی ہے جو وضو میں برتن میں چلّو کے ذریعہ پانی لینے کی ہے، جو بارش میں کھڑا ہوا سے چلّو لینے کی کوئی ضرورت نہیں بارش ہی کافی ہے۔ ہاں جب ہاتھ سے پانی لئے اور بہائے بغیر وضو نہ ہو پائے تو اس کی ضرورت ہوگی۔ اور یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ چلّو سے پانی لینا وضو کے ارکان یا شرائط میں داخل ہے۔ یہ چیز بالکل واضح اور روشن ہے جس میں کوئی شک نہیں ہونا چاہئے۔ تو اس کے خلاف کسی بات پر نہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام کو محمول کیا جا سکتا ہے نہ صاحبِ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام کو۔

بحث ۴: اب ہم (کلام شارع اور کلام صاحب مذہب کی) تاویل پر آئے تو پہلی بات یہ ہے کہ یہ اکثری اور معروف حالت کے لحاظ سے ہے، اس لئے کہ چہرے اور ہاتھوں پر پڑی ہوئی گرد ملنا بہت ہی نادر ہے یوں ہی غبار کی جگہ سر داخل کرنا، یا گرد اڑنے کی جگہ کھڑا ہونا اور اعضائے تیمم کو حرکت دینا صفتِ تیمم میں معہود ومعروف نہیں۔ معروف ومعہود وہی ضرب کا طریقہ ہے اسی سے متعلق قولی اور فعلی حدیثیں وارد ہیں۔ جب حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیمم کے لیے زمین پر لوٹ پوٹ کیا تھا تو ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمہارے لئے یہ کافی تھا کہ اپنے ہاتھوں سے زمین پر مارتے پھر پھونک دیتے پھر ان سے اپنے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کر لیتے"۔ یہ حدیث صحاحِ ستہ میں آئی ہے۔

---

[1] سنن ابی داؤد باب التیمم مجتبائی لاہور ۱/۴۷

marfat.com

Marfat.com

اقول لکن یرد[۱] علیہ ما قدمنا عن ملك العلماء من اجماع ائمتنا الثلثة رضی اللہ تعالٰی عنہم علی رکنیۃ الضربتین و بہ یصعب الامر علی القول الثانی فاذن یفزع الی تاویل المحقق الثانی و سیأتی الکلام علیہ۔

الخامس کما سلك المحقق بالحدیث مسلکین ذھب ایضا بتلك الفروع الاٰتیۃ علی خلاف القول الاول مذھبین ولم یتأت فیھا المسلك الاول ان الکلام علی الغالب فان الرکنیۃ توجب اللزوم فجعل المسلك الاول فیھا قصرھا علی القول الثانی ای فتکون تلك الفروع ایضا من ثمرات الخلاف وبہ جزم البحر و تبعہ ش۔

اقول: لیکن اس پر اُس سے اعتراض وارد ہوگا جو ہم نے ملک العلماء سے (تعریف سادس کے بعد) نقل کیا کہ رکنیتِ ضربین پر ہمارے تینوں ائمہ کا اجماع ہے اسی سے دوسرے قول (عدم رکنیت ضرب) پر بھی معاملہ دشوار ہوگا۔ تو اس وقت حضرت محقق کی تاویلِ ثانی کی طرف رجوع کرنا پڑے گا اور اس پر کلام عنقریب آنے والا ہے۔

بحث ۵: حضرت محقق نے حدیث کی تاویل میں دو طریقے اختیار کئے ہیں (ایک یہ کہ چوں کہ تیمم اکثر ضربوں ہی کے ذریعہ ہوتا ہے اس لیے یہ احادیث یہاں غالب و اکثر کے طور پر آئی ہیں، دوسرا یہ کہ ضرب اس سے عام ہے کہ زمین پر ہو یا عضو پر بطور مسح ہو ۱۲ فتح ۱/۱۱۱) اسی طرح وہ جزئیات جو قول اول (رکنیتِ ضربین) کے برخلاف آئے ہیں ان میں تاویل کے دو طریقے اختیار کئے ہیں (پہلا طریقہ یہ کہ جزئیات صرف ان حضرات کے قول پر ہیں جو ضرب کی عدمِ رکنیت کے قائل ہیں، دوسرا یہ کہ لفظ ضرب سے زمین پر ضرب اور عضو پر مسح دونوں سے اعم معنی مراد ہے) حدیث میں ایک طریقہ تاویل یہ اختیار کیا تھا کہ یہ بلحاظ غالب و اکثر ہے وہ تاویل یہاں نہیں ہوسکتی تھی کیونکہ جب ضربوں کو رکن تیمم مان لیا گیا تو تیمم کے لیے ضرب کا وجود تو لازم ہوگیا کہ رکن کے بغیر شئ کا ثبوت و تحقق ممکن ہی نہیں۔ اس لیے یہاں پہلا طریقہ تاویل یہ رکھا کہ یہ جزئیات صرف ان لوگوں کے قول پر ہیں جو ضرب کی عدمِ رکنیت کے قائل ہیں تو یہ

Marfat.com

جزئیات بھی اختلاف مذہبین (رکنیت ضرب و عدم رکنیت) کا ثمرہ ہوں گی (جن کے نزدیک ضرب رکنِ تیمم نہیں ان کے یہاں جوازِ تیمم کی وُہ صورتیں اور وہ جزئیات ہوں گے اور جن کے یہاں ضرب رکنِ تیمم ہے ان کے نزدیک ان صورتوں میں تیمم نہ ہوگا) اسی تاویل پر بحر نے جزم کیا ہے اور علامہ شامی نے بھی ان کا اتباع کیا ہے۔ (ت)

اقول فیہ اولاً ما اشرت الیہ ان الفروع سیقت فی الکتب جمیعا مساق المتفق علیہ لم یوم احد الی خلاف فیہا۔

اقول: یہ تاویل درست مان لینے میں چند اعتراضات لازم آئیں گے **اولاً**، جس کی طرف میں نے پہلے اشارہ کیا کہ یہ جزئیات تمام کتابوں میں اس طرح بیان کیے گئے ہیں کہ کسی نے اختلاف کی طرف کوئی اشارہ بھی نہ کیا جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام حضرات کے نزدیک متفق علیہ ہیں اور یہ صرف بعض کے قول پر نہیں۔

ثانیا ف۱ لوکانت مبنیۃ علی القول الثانی لکانت مخالفۃ لاجماع ائمتنا فکیف یسوغ المیل الیہا فضلا عن الجزم بہا من دون اشارۃ اصلا الی خلاف فیہا۔

ثانیا اگر یہ جزئیات قول ثانی (عدم رکنیت ضربین) کی بنیاد پر ہوتے تو ہمارے ائمہ کے اجماع کے خلاف ہوتے۔ پھر ان کی جانب میلان کیونکر روا ہوتا۔ اور ان سے متعلق کسی اختلاف کا کوئی اشارہ کیے بغیر ان پر جزم کرلینا تو بدرجۂ اولٰی نا روا ہوتا۔

ثالثا ف۲ اکثر تلک الفروع فی الخلاصۃ ومصنفہا الامام طاھر قد صحح القول الاول فکیف یمشی فیہا طرا علی خلاف ما ھو الصحیح عندہ بل قد افاد انہا متفق علیہا کما ھو قضیۃ صنیعہم جمیعا ولذا جزم بہا الدر مع تصریحہ

ثالثا ان جزئیات میں سے زیادہ تر خلاصۃ الفتاوٰی میں مذکور ہیں اور خلاصہ کے مصنف امام طاہر قولِ اوّل (رکنیتِ ضربین) کو صحیح قرار دے چکے ہیں۔ پھر ان تمام جزئیات میں وہ اپنے صحیح مذہب کے خلاف کیسے چلیں گے؟ بلکہ انہوں نے تو یہ بھی افادہ کیا کہ یہ جزئیات متفق علیہ ہیں جیسا کہ دوسرے تمام حضرات کے طرزِ عمل کا بھی یہی مقتضٰی ہے اسی لیے درمختار میں ان جزئیات پر جزم کیا حالاں کہ

marfat.com

Marfat.com

باحوطیة القول الاول وتصحیحه۔

رابعا تقدم[1] عن البدائع اجماع ائمتنا علی رکنیة الضربتین وھم المصرحون فی کتاب الصلاۃ بالفرع الثانی وھذا یقطع النزاع۔

السادس امامسلکه الشافی المشترك فیه الحدیث وتلك الفروع ان المراد بالضربتین اعم من الضرب علی الارض او علی العضو ففیه۔

اولا کما اقول[2] قد حقق المحقق ان حقیقة التیمم ھو المسح وان الضرب علی الارض لیس منھا فی شیئ فلا وجه للتعمیم فی الضرب الرکن بل انما یقال ان المراد بالضربتین ھما المسحتان وحینئذ لایلائمه قوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ثم قول صاحب المذھب ضربة للوجه وضربة للیدین اذ لو ارید ھذا القیل ضربة علی الوجه واخری علی الیدین۔

وہ قول اول (رکنیت) کے احوط اور صحیح ہونے کی تصریح کر چکے ہیں۔

رابعاً رکنیت ضربین پر ہمارے ائمہ کا اجماع بدائع کے حوالہ سے بیان ہوا اگر اس کے باوجود خود ہی کتاب الصلاۃ میں جزئیہ دوم کی تصریح بھی کر رہے ہیں۔ یہ بات فیصلہ کن اور قاطع نزاع ہے (اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ جزئیات صرف عدم رکنیت ماننے والوں کے قول پر مبنی نہیں بلکہ متفق علیہ ہیں)

بحث ۶: اب رہی امام محقق کی دوسری تاویل جو حدیث اور مذکورہ جزئیات میں مشترک ہے کہ ضرب سے مراد ضرب علی الارض یا ضرب علی العضو سے اعم ہے۔ تو اس پر چند اعتراضات ہیں:

اولاً، اقول: حضرت محقق خود تحقیق فرما چکے ہیں کہ تیمم کی حقیقت بس مسح ہے۔ اور ضرب علی الارض کا حقیقت تیمم میں کوئی دخل نہیں۔ تو وہ ضرب جو تیمم کا رکن اور اس کی حقیقت میں داخل قرار دی گئی ہے اس کی تعمیم کرکے ضرب علی الارض کو بھی اس کے تحت لانے اور حقیقت تیمم میں داخل کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ بلکہ یوں کہا جائے گا کہ دونوں ضربوں سے مراد دونوں کا مسح (چہرے کا مسح اور ہاتھوں کا مسح) ہے۔ اور اس صورت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد پھر صاحب مذہب کا قول: ضربة للوجه وضربة للیدین (ایک ضرب چہرے کے لیے اور ایک ضرب ہاتھوں کے لیے) تاویل مذکور کے مطابق نہ ہوگا اور موافق بھی نہ ہوگا کیونکہ

Marfat.com

اگر اس سے یہ مراد ہوتا تو یوں ارشاد ہوتا ضربۃ علی الوجہ واخری علی الیدین (ایک ضرب چہرے پر اور ایک ضرب ہاتھ پر)

وثانیا کما اقول ایضا علی ھذا یرتفع الخلاف وتذھب ثمراتہ المذکورۃ عن اٰخرھا والقوم ومنھم المحقق نفسہ علی اثباتھا۔

ثانیا، اقول: اس تاویل کی بنیاد پر ضرب کی رکنیت وعدم رکنیت کا اختلاف ہی اٹھ جائیگا اور اس کے تمام مذکورہ ثمرات بھی باقی نہ رہیں گے حالانکہ علماء جن میں خود حضرت محقق بھی ہیں اس اختلاف اور ثمرات کو ثابت مانتے ہیں۔

وثالثا کما قال البحر انہ لایمشی فی فرعی الخلاصۃ اذ لاضرب فیھا علی الارض ولا علی العضو[۱] اقول لکن[۲] مرجعہ الی مؤاخذۃ علی اللفظ فلو قال المحقق ان المراد بالضربتین المسحتان لم یرد انہ لاضرب ھھنا اصلا۔

ثالثا البحرالرائق کا اعتراض کہ یہ تاویل خلاصہ میں مذکوران دو جزئیوں میں جاری نہیں ہوسکتی (جن میں غبار کی جگہ اعضائے تیمم کو داخل کرکے بہ نیت تیمم حرکت دے لینے کو کافی قرار دیا ہے) کیوں کہ ان میں نہ زمین پر ضرب ہے نہ عضو پر۔ اقول: مگر اس اعتراض کا مآل صرف لفظ پر گرفت ہے اگر حضرت محقق نے یہ فرمایا ہوتا کہ دونوں ضرب سے مراد دونوں مسح ہے تو یہ اعتراض وارد نہ ہوتا کہ یہاں تو سرے سے ضرب ہی نہیں۔

ورابعا کما ابدی البحر ایضا انہ لیس ثمہ مسح ایضا وبہ اخذ الخادمی علی الدرر[۳] بل وعلی جلۃ العمائد الغرر کالظھیریۃ والخانیۃ والخلاصۃ وخزانۃ المفتین والجوھرۃ والایضاح والفتح والبحر وابن کمال حتی کتاب الصلاۃ لصاحب صاحب المذھب اذ صرحوا جمیعا

رابعا بحر ہی نے یہ اعتراض بھی ظاہر کیا ہے کہ یہاں (موضع غبار میں تحریک اعضا والی صورت میں) مسح بھی تو نہیں۔ اسی بنیاد پر محشی درر خادمی نے درر بلکہ اکثر کتب معتمدہ جیسے ظہیریہ، خانیہ، خلاصہ، خزانۃ المفتین، جوہرہ، ایضاح، فتح القدیر، البحرالرائق اور ابن کمال یہاں تک کہ صاحب مذہب کے شاگرد کی کتاب الصلوٰۃ پر بھی گرفت کی ہے اس لیے کہ جیسا کہ گزر چکا ان تمام حضرات نے تصریح

---

[۱] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۵

marfat.com

Marfat.com

كما تقدم بانه اصاب الغبار وجهه وذراعيه لايجوز مالم يمسح بنية التيمم[1] فقال فيه ما فيه لما عرفت انفا من الخلاصة والبحر (اى من كفاية تحريك الاعضاء قال) الا ان يقال المراد من المسح اعم مما هو حقيقة او حكما فيشمل نحو تحريك الرأس[2] اھ۔

فرمائی ہے کہ "اگر صرف اتنا ہوا کہ چہرے اور ہاتھوں پر غبار پہنچ گیا تو تیمم نہ ہوگا جب تک کہ بہ نیتِ تیمم اس پر ہاتھ نہ پھیرے"۔ خادمی نے کہا: "فیہ ما فیہ۔ اس میں وُہ خامی ہے جو اس میں ہے کیونکہ ابھی خلاصہ اور بحر کے حوالہ سے معلوم ہوا (کہ تحریکِ اعضاء بھی کافی ہے) مگر یہ کہا جائے کہ مسح سے مراد وہ ہے جو حقیقۃً اور حکماً دونوں مسح سے اعم ہے۔ اس طور پر لفظ مسح تحریکِ سر وغیرہ والی صورت کو بھی شامل ہوجائیگا"۔ اھ۔

واقول اولاً ذهب عنه ان الخلاصة والبحر ايضا من المصرحين بانه ان لم يمسح لم يجز كما قدمنا عنهما فى الفرعين الاولين والسادس۔

اقول: اولاً خادمی کو یہ خیال نہ رہا کہ خلاصہ اور بحر میں بھی یہ تصریح موجود ہے کہ اگر ہاتھ نہ پھیرا تو تیمم نہ ہوگا جیسا کہ جزئیہ ۱، ۲، ۶ میں ان سے ہم نے نقل کیا ہے۔

وثانيا لو نظر الى ما صرحوا فيه بعدم الاجزاء الا بالمسح والخلاصة والبحر باجزاء التحريك لعرف الفرق وعلم ان لا اخذ على الدرر والجلة الغرر كما سينكشف لك سر ذلك ان شاء الله تعالى۔

ثانیاً جس صورت میں حضرات علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ ہاتھ پھیرے بغیر تیمم نہ ہوگا اور جس صورت میں خلاصہ اور بحر نے تحریکِ اعضاء کو کافی قرار دیا ہے دونوں میں اگر فاضل خادمی نے غور کیا ہوتا تو فرق واضح ہوجاتا اور انہیں معلوم ہوتا کہ درر اور کتبِ معتمدہ پر مؤاخذہ کی گنجائش نہیں جیسا عنقریب ان شاء اللہ تعالٰی اس کی حقیقت واضح ہوگی۔

وثالثا نعود الى البحر

ثالثاً اب ہم بحر کی طرف رجوع کرتے ہیں

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی نوع فیما یجوز بہ التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۳۶

[2] درر شرح الغرر لابی سعید خادمی باب التیمم مطبع عثمانیہ بیروت ۱/۲۸

Marfat.com

فاقول[ف۱] علٰی ھذا یسند فم ما اعترف به البحر ایضا انه الحق وھو رکنیة المسح۔

فاقول اس اعتراض کی بنیاد پر تو رکنیت مسح جس کو خود بحر نے بھی حق مانا ہے مسترد ہو جائے گی۔ مسح بھی رکن تیمم قرار نہ پا سکے گا۔

لکنی **اقول**[ف۲] وبربی استعین انما مسح شیئ بشیئ امرارہ ھذا علیه وامساسه به روی الطبرانی فی الصغیر عن سلمان الفارسی رضی الله تعالٰی عنه، عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم تمسحوا بالارض فانھا بکم برة[۱] قال فی التیسیر بان تباشروھا بالصلاة بلا حائل وقیل اراد التیمم[۲] اھ وقال فی النھایة والدر النثیر ومجمع البحار اراد به التیمم وقیل اراد مباشرة ترابھا بالجباہ فی السجود من غیر حائل والامر ندب لا ایجاب[۳] اھ۔

لکنی **اقول** و بربی استعین

(لیکن میں کہتا ہوں اور اپنے رب ہی سے مدد چاہتا ہوں) ایک شیئ کو دوسری شیئ سے مسح کرنے کا معنی یہ ہے کہ ایک کو دوسری پر گزار دیا جائے اور اسے اس سے مس کیا جائے۔ طبرانی نے معجم صغیر میں بروایت سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے: "زمین سے مسح کرو کیونکہ وہ تمہارے ساتھ نیک سلوک کرنیوالی ہے۔" تیسیر میں فرمایا: اس طرح کہ زمین پر بغیر کسی حائل کے نماز ادا کرتے ہوئے اس سے اپنی جلد کو مس کرو، اور کہا گیا کہ اس حدیث میں مسح زمین سے مراد تیمم ہے۔اھ نہایہ، دُر نثیر اور مجمع البحار میں ہے: "اس سے مراد تیمم ہے۔ اور کہا گیا کہ بغیر کسی حائل کے سجدہ کرتے ہوئے پیشانیوں سے زمین کی مٹی کو استعمال کرنا اور جلد کو اس سے مس کرنا مراد ہے اور یہ امر مندوب ہے واجب نہیں۔"اھ

اقول[ف۳] وھو ظاھر السوق والتعلیل فکان ھو الاولٰی کما فعل فی التیسیر و فی ابن اثیر و تلخیصه للسیوطی و المجمع مسحھم مر بھم

اقول: سیاقِ کلام اور تعلیل سے یہی آخری معنی ظاہر ہوتا ہے اس لیے یہی مراد لینا بہتر ہے جیسا کہ تیسیر میں کیا ہے۔ نہایہ ابن اثیر اور تلخیص نہایہ للسیوطی اور مجمع البحار میں ہے: "مسحھم کا معنی ہے

۱؎ المعجم الصغیر باب من اسمہ حملة دار الکتب العلمیة بیروت ۱/۱۴۹
۲؎ التیسیر جامع صغیر حرف التاء مکتبة الامام الشافعی الریاض السعودیة ۱/۴۵۶
مجمع بحار الانوار تحت لفظ مسح منشی نولکشور لکھنؤ ۳/۲۹۶
۳؎ النھایة لابن اثیر باب المیم مع السین المکتبة الاسلامیہ بیروت ۴/۳۲۷

marfat.com
Marfat.com

مرا خفیفا لم یقم فیه عنده[1] اھ
وفی الاخیر حدیث یمسح مناکبنا
ای یضع یده علیها
لیسویها[2] اھ ای عند اقامة الصفوف
وفی القاموس تماسحا تبایعا فتصافقا[3]
اھ وفی التاج ماسحه صافحه
والتقوا فتماسحوا تصافحوا[4] اھ
وقال المجد هو یتمسح به
ای یتبرك به لفضله[5] فقال
التاج کأنه یتقرب الی الله تعالٰی
بالدنو منه ویتمسح بثوبه
ای یمر ثوبه علی الابدان
فیتقرب به الی الله تعالٰی
قیل وبه سمی المسیح
عیسٰی علی نبینا وعلیه
الصلاة والسلام قاله
الازهری[6] اھ

ان کے پاس سے ایسی سبک روی سے گزر گیا کہ ان
پاس ٹھہرا نہیں"۔ مجمع البحار میں ہے "حدیث میں ہے
یمسح مناکبنا، یعنی (صفیں سیدھی کرتے وقت
سرکار ہمارے کاندھوں کو برابر کرنے کے لیے ان
پر اپنا ہاتھ رکھتے" اھ۔ قاموس میں ہے "تماسحا
تبایعا فتصافقا اھ (تماسحا کا معنی یہ ہے کہ باھم
خرید وفروخت کرکے ایک نے دوسرے کے ہاتھ پر
ہاتھ مارا) تاج العروس میں ہے "ماسحہ کا معنی
اس سے مصافحہ کیا التقوا فتماسحوا یعنی باہم ملے
ایک دوسرے سے مصافحہ کیا" اھ۔ قاموس میں مجدالدین
نے لکھا "ھو یتمسح بہ ای یتبرك بہ لفضلہ
(وہ اس سے مسح کرتا ہے یعنی اس کی فضیلت کی وجہ
اس سے برکت حاصل کرتا ہے"۔ اس پر تاج العروس
میں کہا "گویا وہ اس کے قُرب کے ذریعہ خدا کی نزدیکی
حاصل کر رہا ہے۔ اور یتمسح بثوبہ کا معنی یہ
کہ وہ اس کے کپڑے کو اپنے بدن پر گزار کر اس سے
خدا کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ
اس وجہ سے حضرت عیسٰی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام
کو مسیح کہا گیا۔ یہ ازہری نے کہا ہے" اھ۔

---

[1] النہایۃ لابن اثیر باب المیم مع السین المکتبۃ الاسلامیہ بیروت ۴/ ۲۷
[2] مجمع البحار لفظ مسح نولکشور لکھنؤ ۳/ ۲۹۸
[3] القاموس باب الحاء فصل المیم مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۸
[4] تاج العروس فصل المیم من باب الحاء احیاء التراث العربی مصر ۲/ ۶
[5] القاموس المحیط باب الحاء فصل المیم مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۸
[6] تاج العروس فصل المیم من باب الحاء احیاء التراث العربی مصر ۲/ ۶

Marfat.com

اقول[ف۱] فقول المجد المسح امرار
اليد على الشیئ السائل[۱] ليس السيلان
لازمه ولذا لم يزده الراغب
فی مفرداته وهذا ربنا تبارك
وتعالٰی يقول فی الصعيد
فامسحوا بوجوهكم وايديكم
منه[۲] ولا اليد[ف۲] قيدا فيه
لحديث تمسحوا[عہ] بالارض فی
وضع الجباه عليها بلا حائل
ولا الامرار بمعنى التحريك
عليه لحديث يمسح مناكبنا
وقد نص ائمتنا ان ضرب
الكفين بل وضعهما على
الارض ناويا يطهرهما فلا
يمسحهما بعد وسيأتيك بعض
نصوصه ان شاء الله تعالٰی وانما
امر المولى سبحنه وتعالٰی

اقول: ان تصریحات کی روشنی میں واضح ہوجاتا ہے کہ مجد الدین نے قاموس میں مسح کے معنی میں سیال چیز پر ہاتھ گزارنا جو لکھا ہے اس میں (شئی کے ساتھ سیال کی قید نہ ہونا چاہئے کیونکہ) سیلان اس مفہوم کے لیے لازم شئی نہیں۔ اسی لیے مفردات میں امام راغب نے اس قید کا اضافہ نہ کیا۔ قرآن مجید میں باری تعالٰی کا ارشاد ہے، فامسحوا بوجوهكم وايديكم منه (اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں کو مسح کرو) اس میں ہاتھ مفہوم مسح کی قید نہیں، کیوں کہ حدیث میں زمین پر بغیر حائل کے پیشانی رکھنے کے لیے بھی لفظ مسح وارد ہے جیسا کہ گزرا تمسحوا بالارض۔ اسی طرح ہاتھ پھیرنا یعنی عضو پر اسے حرکت دینا اور گزارنا یہ بھی مفہومِ مسح کی قید نہیں کیونکہ حدیث میں وارد ہے یمسح مناکبنا۔ جبکہ یہاں کاندھوں پر صرف ہاتھ رکھنا ہوتا تھا (جیسا کہ مجمع البحار کے حوالے سے بیان ہوا) اس کا دوسرا ثبوت یہ بھی ہے کہ ہمارے ائمہ کرام نے تصریح فرمائی کہ اگر تیمم کی نیت سے دونوں

عہ: فی النهاية والدر النثير و مجمع البحار تحت حديث حماد المعتدة فی الجاهلية تاخذ طائرا فتمسح به فرجها ۱۲ منه غفرله (م)

نہایہ، دُرّ نثیر اور مجمع البحار میں حدیثِ حماد کے تحت ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں معتدہ عورت پرندہ پکڑتی تو اسے اپنی شرمگاہ پر لگاتی ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[۱] القاموس المحيط باب الحاء فصل الميم مصطفى البابی مصر ۱/۲۸۵

[۲] القرآن ۴/۴۳

marfat.com
Marfat.com

بالمسح فلولا ان امساسهما
بالارض مسحهما بها لما اغنى۔

اذا علمت هذا فاعلم ان ههنا
صورتين تعودان اربعا وذلك لانك حين تريد
التيمم اما ان تجد الصعيد متصلا
باعضائك او منفصلا عنها على الثانى
لك وجهان احدهما ان تمسه كفيك
فتمسح بهما عضويك وذلك هو المعهود
المعروف والوارد فى الاحاديث القولية
والفعلية والأخر امرارك عضويك على
الصعيد امامسحا من فوقه كما فى الفرع
الحادى عشر للاشل وفى الثالث للصحيح
وهى واقعة سيدنا عمار بن ياسر رضى الله تعالى
ولم ينكر عليه النبى صلى الله تعالى عليه
وسلم بمعنى انه لم ينف طهوره به وان
ارشد الى ما كان يكفى
الغناء للزائد على
الحاجة واما ادخالا فى

کفِ دست
کو زمین پر مارا بلکہ اس نیت سے دونوں کو زمین پر
صرف رکھ دیا تو دونوں پاک ہوگئیں بعد میں دونوں ہتھیلیوں
کا مسح نہیں کرے گا۔ اس سلسلہ میں کچھ نصوص ان شاء اللہ
تعالٰی عنقریب آئیں گے حالانکہ مولائے کریم سبحانہٗ وتعالٰی
نے "مسح" کا حکم دیا ہے اگر زمین سے دونوں ہتھیلیوں
کو مَس کرنا ہی ان دونوں کا مسح نہ ہوتا تو بعد میں
الگ سے ان کا مسح ضروری ہوتا۔ اور پہلی بار دونوں
کا زمین پر مَس کرنا ان دونوں کے مسح سے بے نیاز نہ کرتا۔
یہ سب واضح ہوجانے کے بعد یہ جاننا چاہیے کہ
یہاں دو صورتیں ہیں جو چار ہوجاتی ہیں۔ اس لیے کہ
جب تیمم کا ارادہ ہو تم اس وقت صعید کو یا تو اپنے
اعضائے تیمم سے متصل پاؤ گے یا منفصل۔ بر تقدیر
ثانی دو صورتیں ہیں (۱) صعید سے ہتھیلیاں مس کرکے
ہتھیلیوں کو اعضا پر پھیر لے۔ یہی صورت معہود و
معروف اور قولی و فعلی احادیث میں مذکور ہے ۔
(۲) اعضائے تیمم کو صعید پر گزارے۔ خواہ اس
طرح کہ صعید کے اوپر اعضاء کو پھیرے جیسے جزئیہ ۱۱
میں اعضاء شَل ہوجانے والے شخص کے لیے بیان
ہوا اور جزئیہ ۳ میں تندرست کے لیے ذکر ہُوا۔ یہی
سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما کا واقعہ بھی ہے
جس پر نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا
یعنی ان کی طہارت کی نفی نہ فرمائی، اگرچہ قدر حاجت سے
زائد کو لغو بنانے کے لیے قدر کافی کی ہدایت و رہنمائی
فرمائی، خواہ اس طرح کہ اعضائے تیمم کو صعید کے اندر

Marfat.com

خلاله كمن يولج وجهه وكفيه في الرمل بنية التيمم وعليه الفرع الرابع او امرارك الصعيد على عضويك كان تأخذ قطعة حجر فتمرها على وجهك وذراعيك ناويا مستوعبا وبالجملة تفعل ما بنفسه يقع المساس بين الصعيد والمحل.

واقول وهذا الوجه الاخير الذي زدته وان لم يذكروه معلوم اجزاؤه قطعا لوجود امتثال قوله عزوجل فتيمموا صعيدا طيبا فامسحوا بوجوهكم وايديكم منه هذا كله في الثاني اما الاول اعني وجدانه متصلا ففيه صورتان:

الاولى ان تجده على عضويك فقط لا وراءهما كغبار ساكن وقع عليهما بالقاء ريح كما في الفرع الاول او بفعل منك كهدم او كنس او كيل او ذر او ضرب به او نفض ثوب كما في الفرع الثاني والسادس والتاسع والعاشر كل ذلك اذا اردت التيمم بما بقي منه على عضويك بعد سكونه اولم يثر غبار في الذر بل نزل على العضو فسكن.

داخل کردے۔ مثلاً کوئی شخص بہ نیت تیمم اپنے چہرے اور ہاتھوں کو ریت میں داخل کرے۔ اس پر جزئیہ ۴ ہے۔

ب - یا صعید کو اعضاء پر گزارے۔ مثلاً پتھر کا کوئی ٹکڑا لے کر بہ نیت تیمم چہرے اور ہاتھوں پر پورے طور سے پھیر لے۔ مختصر یہ کہ ایسا فعل ہو کر خود اسی فعل سے صعید اور اعضائے تیمم باہم مس ہو جائیں۔

اقول: یہ آخری صورت جس کا میں نے اضافہ کیا اگرچہ اسے علماء نے ذکر نہیں کیا مگر اس کا جوازِ تیمم کے لیے کافی ہونا قطعی طور پر معلوم ہے اس لیے کہ ارشادِ باری عزوجل: "تو پاک صعید کا قصد کرکے اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرو" کی بجا آوری پائی جاتی ہے۔ یہ کلام بر تقدیر ثانی تھا۔ اب پہلی تقدیر لیجئے یعنی صعید کو اعضاء سے متصل پانا۔ اس میں دو صورتیں ہیں:

(۱) تیمم کرنے والا صرف چہرے اور ہاتھوں پر صعید پائے اور کسی عضو پر نہ پائے مثلاً دونوں عضووں پر غبار ہوا کے اڑا کر ڈال دینے سے پڑا ہو۔ جیسا کہ جزئیہ ۱ میں ہے یا خود متیمم کے کسی فعل سے ان اعضاء پر گرد آئی ہو جیسے دیوار گرانا، جھاڑو دینا، غلہ ناپنا یا مٹی چھڑکنا یا اس پر ہاتھ مارنا، یا غبار آلود کپڑا جھاڑنا، ایسا کوئی فعل جس کے باعث گرد آکر اعضائے تیمم پر بیٹھ گئی جیسا کہ جزئیہ ۲، ۶، ۹، ۱۰ میں ہے۔ ان ساری صورتوں میں یہ ہو کہ جب گرد اعضاء پر بیٹھ گئی اس کے بعد اعضائے تیمم پر بیٹھی ہوئی گرد سے تیمم کا ارادہ کیا، یا چھڑکنے کی صورت میں غبار نہ اڑایا بلکہ جو مٹی چھڑکی وہ عضو پر گر کر بیٹھ گئی۔

marfat.com

Marfat.com

والثانية ان تجد له ثخنا كثيرا حول اعضائك كأن تكون مختبئا في رمل او يهجم غبار بهبوب ريح او اثارة منك بهدم وغيره ولو بذر مشير فتجد غبارا ثائرا مرتفعا غير منقطع احاط بعضويك فتريد التيمم به قبل سكونه كما في الفرع الخامس ومنه السابع والثامن۔

(۲) متیمم اپنے اعضاء کے گرد صعید کی کافی دبازت پائے مثلاً ریت میں چھپا ہوا ہو، یا آندھی چلنے، یا دیوار گرانے وغیرہ سے خواہ غبار انگیز چھڑکاؤ ہی کی وجہ سے غبار کی وافر مقدار ہو گئی ہے جس کے باعث اپنے اعضاء کے گرد نہ ختم ہونے والا بلند اڑتا ہوا غبار پا رہا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کے ٹھہرنے سے پہلے اس سے تیمم کر لے۔ جیسا کہ جزئیہ ۵ میں ہے۔ اسی سے متعلق جزئیہ ۷، ۸ بھی ہے۔

ففي هاتين وان وجد الاتصال بين الصعيد والعضوين لكن ليس بفعلك للتيمم بل اما لا فعل لك فيه كما في القاء الريح وارتفاع الغبار بانهدام الجدار او كان فعلك في تحريكه ثم وصوله الى عضويك بطبعه كما في الهدم والكنس والكيل والذر وضرب اليد ونفض الثوب او وصل بفعلك لا للتيمم كما في صورة الاختباء والشرط وجود فعل ما يقع بنفسه امساس العضوين بالصعيد۔

ان دونوں صورتوں میں اگرچہ صعید اور اعضاء کے درمیان اتصال پایا گیا لیکن یہ اتصال تیمم کے لیے متیمم سے ہونے والے فعل کے ذریعہ نہ ہوا بلکہ اس میں یا تو متیمم کا سرے سے کوئی فعل ہی نہیں، جیسے اس صورت میں کہ آندھی نے اعضاء پر غبار ڈال دیا، یا دیوار گرنے سے غبار اٹھا، یا متیمم کا فعل تو ہوا لیکن یہ فعل صرف اتنا تھا کہ غبار کو حرکت دی، برانگیختہ کیا، پھر اعضاء تک غبار کا پہنچنا خود غبار کی فطرت و طبیعت کے تحت پایا گیا، جیسے اس صورت میں کہ متیمم نے دیوار گرائی، جھاڑو دیا، غلّہ ناپا، مٹی چھڑکی، غبار پر ہاتھ مارا، کپڑا جھاڑا، یا غبار متیمم کے فعل ہی سے پہنچا لیکن یہ فعل تیمم کے لیے نہ تھا جیسے اس صورت میں کہ متیمم ریت میں چھپا ہوا تھا۔ اور شرط یہ ہے کہ بہ نیتِ تیمم ایسا فعل پایا جائے کہ خود اسی فعل سے اعضاء کو صعید سے مس کرنا متحقق ہو۔

ففي الصورة الثانية حيث ان للصعيد ثخنا حول اعضائك يكفيك

دوسری صورت میں چونکہ اعضائے متیمم کے گرد صعید کی دبازت موجود ہے اس لیے بہ نیتِ تیمم

Marfat.com

تحريك عضويك بنية التيمم لانه يقع به الاتصال والامساس بغير ما اتصل اولا فيحصل الفعل المقصود وهذا ما فى الخلاصة و البحر فى الفرع الخامس -

لكن فى الصورة الاولى لا تجد صعيدا وراء عضويك فمهما حركتهما لم يحصل امساس بشئ جديد فلا يكفى ولا بد من ان تمر يدك عليه ناويا فيقع امساس لم يكن وهذا ما فى الفتح والبحر والظهيرية والهندية فى الفرع الاول والخلاصة والدرر والبزازية وابن كمال وكتاب الصلاة فى الفرع الثانى والخانية والخلاصة والخزانة والايضاح والجوهرة فى الفرع السادس والمحيط والهندية فى الفرعين التاسع والعاشر فذهب القلق ؛ واسفر الفلق ؛ ولله الحمد و ظهر بهذا التقرير المنير فوائد مهمة نفعها غزير ؛

منها انه لاخلف بين اكتفاء الخلاصة والبحر بالتحريك واشتراط الدرر والحلية الغرر المسح كما توهم الفاضل الخادمى

اس کا اپنے چہرے اور ہاتھوں کو حرکت دے لینا ہی کافی ہے کیونکہ پہلے جس سے اتصال تھا اس کے علاوہ فعل (فعل تحریک) کی وجہ سے صعید سے اتصال اور مس کرنا پایا جاتا ہے تو فعل مقصود کا حصول ہوجاتا ہے یہی صورت جزئیہ ۵ کے تحت خلاصہ اور بحر میں ہے۔

لیکن پہلی صورت میں چونکہ اعضائے تیمم کے گرد صعید موجود نہیں ہے اس لیے اگر وہ چہرے اور ہاتھوں کو حرکت دے تو کسی نئی چیز سے مس کرنا حاصل نہ ہوگا اس لیے یہاں تحریک اعضا ر تیمم کے لیے کفایت نہیں کرسکتی۔ ضروری ہے کہ بہ نیت تیمم صعید پر ہاتھ پھیرے کہ اعضا کو صعید سے مس کرنے کا عمل حاصل ہو جو پہلے حاصل نہ تھا۔ یہی صورت جزئیہ ا کے تحت فتح القدیر، بحرالرائق، ظہیریہ اور ہندیہ میں ہے اور جزئیہ ۲ کے تحت خلاصہ، درر، بزازیہ، ابن کمال اور کتاب الصلاۃ میں ہے اور جزئیہ ۶ کے تحت خانیہ، خلاصہ، خزانہ، ایضاح اور جوہرہ میں ہے۔ اور جزئیہ ۹ ۱۰ کے تحت محیط اور ہندیہ میں ہے۔ اس تفصیل و تحقیق سے اضطراب دور ہوگیا، اور صبح کا جمال روشن ہوگیا وللہ الحمد۔ اور اس تقریر منیر سے چند اہم **فوائد** بھی ظاہر ہوئے جو بہت نفع بخش ہیں، کچھ فوائد کا بیان درج ذیل ہے:

ف ۱: خلاصہ اور بحر نے صرف تحریک اعضاء کے ذکر پر اکتفاء کیا مگر درر اور دیگر کتب معتمدہ نے مسح کی شرط لگائی دونوں میں کوئی اختلاف و تعارض نہیں جیسا کہ فاضل خادمی کو وہم ہوا اس لئے

marfat.com
Marfat.com

فالاول فی الغبار المرتفع والثانی فی المنقطع۔

اوّل اس صورت میں ہے جب اعضاء کے گرد اٹھتا ہوا غبار موجود ہو، اور ثانی اس صورت میں ہے جب غبار منقطع ہو چکا ہو۔

و منہا[۲] ان لیس المسح فی مسألۃ الدرر فی الفرع الثانی بمعنی یشمل التحریک کما زعم[ف۱] ایضا فان التحریک لایکفی فیہ بل لابد من امرار الید۔

ف ۲: جزئیہ ۲ کے تحت ذکر شدہ مسئلہ درر میں مسح کا ایسا کوئی معنی مراد نہیں جو تحریکِ اعضاء کو بھی شامل ہو جیسا کہ فاضل موصوف نے خیال کیا۔ اس میں تحریک تو کافی ہو ہی نہیں سکتی بلکہ اعضاء پر ہاتھ پھیرنا ضروری ہے۔

و منہا[۳] ان لاتھافت بین کلام الخلاصۃ فی الفرع الخامس وکلامہ فی الثانی والسادس لعین مامر فی الدرر۔

ف ۳: جزئیہ ۵ کے تحت ذکر شدہ عبارتِ خلاصہ اور جزئیہ ۲ و ۶ کے تحت مذکورہ عبارتِ خلاصہ کے درمیان کوئی تعارض نہیں۔ وجہ وہی ہے جو عبارتِ درر کی توضیح میں ابھی بیان ہوئی۔

و منہا[۴] مثلہ للبحر فی الخامس والاول۔

ف ۴: یہی حال جزئیہ ۵ اور جزئیہ ۱ کے تحت بحر کی مذکورہ عبارتوں کا ہے۔

و منہا[۵] ان الذر فی الفرع السادس مالا یثیر نقعا وترید التیمم بعد ما وقع وسکن فلذا شرطوا المسح وفی الفرع السابع ما یثیر وترید التیمم وھو مرتفع فاکتفی البزازی بتحریک المحل لما علمت ان التحریک لاینفع بعد السکون۔

ف ۵: جزئیہ ۶ کے تحت اعضاء پر مٹی چھڑکنے کا جو ذکر ہے اس سے ایسا چھڑکنا مراد ہے جس سے غبار نہ اُڑتا ہو اور مٹی اعضاء پر گر کر بیٹھ گئی اس کے بعد تیمم کا ارادہ کیا۔ اسی لیے اس میں مسح کی شرط ہے۔ اور جزئیہ ۷ کے تحت ایسا چھڑکنا مراد ہے جس سے غبار اٹھتا ہو اور غبار بلند ہونے کی حالت میں ہی تیمم کا ارادہ ہو اسی لیے بزازی نے اعضائے تیمم کو اس غبار میں حرکت دے لینے پر ہی اکتفا کیا۔ یہ اس لیے کہ معلوم ہے غبار بیٹھ جانے کے بعد تحریکِ اعضاء سے کوئی فائدہ نہیں۔

و منہا[۶] ان القیام فی مھب الریح

ف ۶: آندھی کے رُخ پر کھڑا ہونا اگر اس صورت

Marfat.com

انكان بحيث هبت فاثارت نقعا احاط بك فاردت التيمم حين هو مرتفع كفاك التحريك وهو المراد لبزازية في الفرع الثامن وان اردت بعد ما سكن لزمك امرار اليد وهو المراد الخلاصة في الفرع الثاني۔

میں ہو کہ آندھی چلی جس سے اس قدر غبار اٹھا کہ اس نے ہر طرف سے آدمی کو گھیر لیا اب اس نے غبار بلند رہنے ہی کی حالت میں تیمم کا ارادہ کیا تو اس وقت اعضائے تیمم کو اس بلند غبار میں حرکت دے لینا ہی کافی ہے۔ جزئیہ ۸ کے تحت یہی بزازیہ کی مراد ہے۔ اور اگر غبار بیٹھ جانے کے بعد تیمم کا ارادہ کیا تو اعضاء پر بیٹھے ہوئے غبار پر ہاتھ پھیرنا ضروری ہے۔ جزئیہ ۲ کے تحت خلاصہ کی یہی مراد ہے۔

ومنها ادخال المحل في موضع الصعيد ترابا كان اورملا اوغبارا اذا كان بنية التيمم كفى لحصول الامساس بفعلك ناويا وهو فرع الخلاصة الرابع وان كان لا بالنية واردت التيمم لزمك التحريك وهو فرع البزازية الثامن فالادخال في الخلاصة مع النية ولذا لم يزد شيئا وفي البزازية بدونها ولذا زاد التحريك۔

ف ۷: اعضائے تیمم کو صعید کی جگہ داخل کرنا۔ صعید خواہ مٹی ہو یا ریت یا غبار۔ جب بہ نیت تیمم ہو تو یہی کافی ہے کیونکہ نیت کے ساتھ اعضاء کو صعید سے مس کرنے کا عمل حاصل ہو گیا۔ خلاصہ میں ذکر شدہ جزئیہ ۴ یہی ہے۔ اور اگر اعضائے تیمم کو داخل کرنا نیت کے بغیر ہوا پھر تیمم کا ارادہ کیا تو اعضا کو حرکت دینا ضروری ہے۔ یہ بزازیہ میں مذکورہ جزئیہ ۸ ہے۔ تو خلاصہ میں جو داخل کرنا مذکور ہے وہ بنیتِ تیمم داخل کرنا ہے اسی لیے اس پر کسی اور عمل کا اضافہ نہ بتایا۔ اور بزازیہ میں جو داخل کرنا بیان ہوا وہ بلا نیتِ تیمم داخل کرنا ہے۔ اسی لیے اس میں قیدِ تحریک کا اضافہ کیا۔

وبالجملة اذا هبت ريح فاثارت غبارا فذهبت اليه ودخلته ناويا كان من الفرع الرابع اوغير ناو والغبار مرتفع كان من الثامن اواردت

حاصلِ کلام یہ کہ جب آندھی چلے جس سے غبار اٹھے اس اڑتے ہوئے غبار کے پاس جا کر تیمم کی نیت سے اس میں داخل ہو جائے تو یہ صورت جزئیہ ۴ کے تحت آئیگی۔ اور بغیر نیت داخل ہو گیا اور غبار ابھی بلند ہے تو جزئیہ ۸ کی صورت ہو گی۔

marfat.com
Marfat.com

بعد ما سکن کان من الثانی واذا قمت فی جھة المھب حتی اتاك الغبار واحاط بك لم یکفك مطلقا وان کان وقوفك ھذا بنیة التیمم لان الوصول من جھة الغبار لامن قبلك فان کان بعد مرتفعا فحرکت اعضائك نادیا کان من الفرع الثامن وان وقع وسکن فاردت کان من الفرع الثانی۔

وبوجه اخصر اما ان تذھب الی الغبار فتدخل فیه اعضائك نادیا اوغیرنا واویأتیك علی الاول تم التیمم وعلی الاخرین کفی التحریك انکان مرتفعا ولزم امرار الیدان وقع وسکن۔

ومنھاان التحریك والادخال کل ذلك مسح کما علمت فلا اخذ علی المحقق کما زعم البحر۔

ومنھا ان مراد الخلاصة فی

اور غبار بیٹھ جانے کے بعد اعضاء پر پڑے ہوئے غبار سے تیمم کا ارادہ کیا تو جزئیہ ۲ کی صورت ہوگی۔ اور اگر آندھی کے رُخ پر کھڑا ہوگیا پھر غبار آکر محیط ہوگیا تو اس قدر مطلقاً کافی نہیں اگرچہ یہ ٹھہرنا تیمم ہی کی نیت سے ہُوا ہو۔ اس لیے کہ پہنچنے کا عمل غبار کی جانب سے ہوا تیمم سے نہ ہوا۔ اب اگر غبار ابھی بلند ہے اس میں اپنے اعضا کو بہ نیتِ تیمم حرکت دے لی تو جزئیہ ۸ کی صورت ہوگئی۔ اور غبار جسم پر پڑ گیا اور بیٹھ گیا پھر تیمم کا ارادہ کیا تو یہ صورت جزئیہ ۲ کے تحت آئے گی۔

اور زیادہ مختصر طور پر یُوں کہا جائے گا کہ

تین صورتیں ہیں :

(۱) متیمم غبار کے پاس جاکر تیمم کی نیت سے اس میں اپنے اعضائے تیمم داخل کرے۔

(۲) بلانیت اعضاء کو داخل کرے۔

(۳) غبار خود متیمم تک پہنچے۔

پہلی صورت میں اتنے ہی عمل سے تیمم مکمل ہوگیا۔ آخری دو صورتوں میں اگر غبار اب بھی بلند ہے تو اعضاء کو حرکت دے لینا کافی ہے۔ اور اگر غبار اعضاء پر پڑ گیا اور بیٹھ گیا تو ہاتھ پھیرنا ضروری ہے۔

ف ۸ : مختلف صورتوں کی تفصیل کے ذیل میں معلوم ہُوا کہ غبار میں اعضاء کو حرکت دینا بھی مسح ہے اور اس میں داخل کرنا بھی مسح ہے۔ تو بحر نے محقق علی الاطلاق پر جو اعتراض کیا وہ ساقط ہے۔

ف ۹ : خلاصہ نے جو کہا کہ "شرطیہ ہے کہ خود

Marfat.com

قوله ان الشرط وجود الفعل منه هو المسح عينا لا ما يعمه وغيره کما نرعم ایضا د

ومنها ان المسح هو رکن التیمم لا غیر به یتقوم ولا تصور له بدونه کما قال المحقق انه الحق هکذا ینبغی ان تفهم کلمات العلماء کرام ؛ والحمد للہ ولی الانعام ؛ ذی الجلال والاکرام ؛ وافضل الصلاۃ واکمل السلام ؛ علی سید الانام ؛ واٰله وصحبه علی مر اللیالی والایام ؛ اٰمین ۔

السابع لا وجه یظهر لکفایة النیة بعد الضرب کیف وان التراب فی اصله ملوث وانما جعل مطهرا بالنیة تفضلا من المولیٰ سبحٰنه وتعالیٰ قال الامام الجلیل ابو البرکات فی الکافی قال نرفر النیة لیست بشرط فیه کالوضوء لانه خلفه فلا یخالفه ولنا ان التراب ملوث بذاته وانما صار مطهرا اذا نوی

تیمم سے فعل کا وجود ہو" اس فعل سے ان کی مراد بعینہٖ مسح ہے ایسا کوئی فعل مراد نہیں جو مسح اور غیر مسح کو عام ہو جیسا کہ بحر کا خیال ہے ۔

ف ۱۰ : مسح ہی رکنِ تیمم ہے، کچھ اور نہیں۔ اسی سے تیمم کی حقیقت وجود میں آتی ہے اور اس کے بغیر تیمم متصور بھی نہیں ہو سکتا، جیسا کہ حضرت محقق نے فرمایا کہ " یہی حق ہے"۔ اسی طرح علمائے کرام کے کلمات کو سمجھنا چاہئے۔ اور ساری خوبیاں خدا کے لیے جو احسان کا مالک اور عزت و بزرگی والا ہے۔ اور بہتر درود، کامل تر سلام ہو سید انام اور ان کی آل و اصحاب پر جب تک روز و شب کی گردش جاری رہے۔ آمین !

بحث ۷ : (ضربوں کے رکنِ تیمم ہونے اور نہ ہونے کا ایک ثمرۂ اختلاف یہ بتایا گیا کہ بعد ضرب اگر نیتِ تیمم کی تو یہ نیت عدمِ رکنیت والے قول پر کافی ہوگی یہاں اولاً مصنف کی تحقیق یہ ہے کہ کسی قول پر بھی مذکورہ نیت کے کافی ہونے کی کوئی وجہ نہیں، آخراً اس نیت کے کافی ہونے اور کافی نہ ہونے سے متعلق جو دو قول ملتے ہیں ان میں تطبیق کی ایک صورت بھی ذکر کی ہے ۱۲ م۔ الف) جنس زمین پر ہاتھ مارنے کے بعد تیمم کی نیت کی جائے تو اس نیت کے کافی ہونے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی اور یہ بھلا کیونکر کافی ہوگی جبکہ مٹی دراصل آلودہ کرنے والی چیز ہے اور مولیٰ سبحٰنہ وتعالیٰ کے فضل و کرم سے نیت ہی کی وجہ سے اسے مُطہِّر (پاک کرنے والی) قرار دیا گیا ہے۔ امام جلیل ابو البرکات نسفی کافی میں

marfat.com

Marfat.com

قربة مخصوصة والماء خلق مطهرا فاذا استعمله فی المحل النجس طهره وان کان نجسا حکما والخلف قد یفارق الاصل لاختلاف حالهما الا تری ان الوضوء یحصل باربعة اعضاء بخلاف التیمم وسن التکرار فی الاصل دون الخلف[1] اھ

رقمطراز ہیں: امام زفر کا قول ہے کہ وضو کی طرح تیمم میں بھی نیت شرط نہیں۔ اس لیے کہ تیمم وضو کا خلیفہ و نائب ہے تو اس کے برخلاف نہ ہوگا۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ مٹی بذاتِ خود آلودہ کرنے والی چیز ہے اور مطہر صرف اس وقت ہے جب قربتِ مخصوصہ کی نیت ہو۔ اور پانی تو مطہر ہی پیدا کیا گیا ہے۔ وہ جب نجس جگہ استعمال ہوگا تو اسے پاک کر دے گا اگرچہ وہ جگہ حکماً نجس ہو۔ اور نائب کبھی اصل سے الگ اور اس کے برخلاف ہوتا ہے جب کہ دونوں کی حالت مختلف ہو۔ دیکھیے وضو چار اعضا میں ہوتا ہے اور تیمم میں ایسا نہیں۔ اسی طرح اصل یعنی وضو میں تکرار مسنون ہے اور نائب یعنی تیمم میں تکرار نہیں۔ اھ

وقد نصوا[2] ان الضرب المعتبر فی التیمم یطهر الکفین فلا تمسحان بعدہ ومعلوم ان لا تطهیر الا بالنیة ولو[3] کان الضرب بدون النیة کافیا فی التیمم وجب تقیید المسألة به وهم انما یرسلونه ارسالا ففی شرح الجامع الصغیر للامام قاضی خان ثم الحلیة وجامع الرموز وفی جامع المضمرات ثم الهندیة ثم ط ثم ش هل یمسح الکف الصحیح انه لا یمسح وضرب الکف یکفی[2] اھ

علما نے تصریح فرمائی ہے کہ تیمم میں معتبر ضرب یعنی دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارنا ہتھیلیوں کو پاک کر دیتا ہے اس لیے اس ضرب کے بعد ہتھیلیوں کا مسح نہیں کیا جائے گا۔ اور یہ معلوم ہے کہ تطہیر بغیر نیت کے نہیں ہو سکتی، اگر بلا نیت ضرب تیمم میں کافی ہوتی تو مسئلہ کو اس سے مقید کرنا ضروری ہوتا، حالاں کہ علما اسے مطلق ذکر فرماتے ہیں۔ امام قاضی خان کی شرح جامع صغیر، پھر حلیہ و جامع الرموز میں، اور جامع المضمرات پھر ہندیہ پھر طحطاوی پھر شامی میں ہے کیا ہتھیلی پر بھی مسح کریگا؟ صحیح یہ ہے کہ اس پر مسح نہ کرے گا اور ہتھیلیوں کو زمین پر مارنا ہی کافی ہے اھ۔

---

[1] کافی

[2] فتاوی ہندیہ الباب الرابع فی التیمم پشاور ۱/۲۶

Marfat.com

وفی الحلیۃ عن الذخیرۃ لم یذکر محمد انه یضرب علی الارض ظاهر کفیه او باطنهما و اشار [ف۱] الی انه یضرب [علٰی] باطنهما فانه قال فی الکتاب

حلیہ میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ امام محمد نے یہ ذکر نہ فرمایا کہ زمین پر ہتھیلیوں کی پشت سے مارے گا یا پیٹ سے۔ انہوں نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ باطنِ کف سے مارے گا۔ انھوں نے کتاب میں یُوں فرمایا ہے:

علہ وفی الدر سننه ثمانیة الضرب بباطن کفیه[1] الخ وفی ش عن الذخیرۃ الاصح [ف۲] انه یضرب باطنهما وظاهرهما علی الارض[2] اھ ای فالسنة الضرب بهما معًا ولذا قال فی ما زاد من السنن یزاد الضرب بظاهر الکفین ایضا کما علمت تصحیحه[3] اھ

درمختار میں ہے تیمم کی سُنتیں آٹھ ہیں۔ باطنِ کف سے زمین پر مارنا الخ۔ شامی میں ذخیرہ کے حوالے سے ہے: اصح یہ ہے کہ ہتھیلیوں کے باطن اور ظاہر دونوں ہی کو زمین پر مارے اھ۔ تو سنّت یہ ہے کہ ظاہر و باطن دونوں سے زمین پر مارے۔ اسی لیے علامہ شامی نے درمختار کے بیان پر جن سنتوں کا اضافہ کیا ہے اس میں یہ بھی فرمایا ہے: دونوں ہتھیلیوں کے ظاہر سے بھی زمین پر مارنا سنتِ تیمم میں اسے زیادہ کرلیا جائے۔ جیساکہ تمہیں معلوم ہوچکا ہے کہ یہی صحیح ہے۔

اقول وکیفما کان لیس الضرب بباطنهما الا سنة فما وقع فی نور الایضاح و مراقی الفلاح السادس من الشروط ان یکون بضربتین بباطن الکفین[4] اھ غیر مسلم وقد قال فی النهر غیر خاف ان الجواز حاصل بایهما کان نعم الضرب بالباطن سنة[5] اھ کما فی المنحة عنه والعجب [ف۳] ان لم ینبه علیه ناظروه کالسیدین الازهری والطحطاوی ۱۲ منه غفرله (م)

اقول: جیسے بھی ہو مگر باطنِ کف سے زمین پر مارنا سنّت ہی ہے (شرط نہیں) تو نور الایضاح اور مراقی الفلاح میں جو درج ہے کہ "چھٹی شرط یہ ہے کہ تیمم دونوں ہتھیلیوں کے باطن سے دو ضربوں سے ہو" اھ یہ قابلِ تسلیم نہیں۔ النہر الفائق میں ہے: یہ بات ظاہر ہے کہ باطن کف سے زمین پر مارے یا ظاہر کف سے مارے تیمم دونوں ہی صورت میں ہوجائے گا ہاں باطن کف سے مارنا سنّت ہے اھ جیساکہ منحۃ الخالق میں نہر سے نقل ہے۔ مگر تعجب ہے نور الایضاح پر سید ازہری اور سید طحطاوی جیسے نظر فرمانے والے حضرات نے اس کی اس خطا پر تنبیہ نہ کی ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

۱؎ و ۲؎ و ۳؎ رد المحتار مع درمختار، باب التیمم ۱/۱۵۵ ... ۴؎ مراقی الفلاح مع الطحطاوی، باب التیمم ص ۶۹ ۵؎ منحۃ الخالق علی البحر الرائق ۱/۱۴۶

Marfat.com

لو ترك المسح على ظاهر كفيه لا يجوز وانما يكون تاركا للمسح على ظاهر كفيه اذا ضرب باطن كفيه على الارض[1] اھ فقد افاد ان لو كان الضرب بظاهرهما كان مسحا لظاهرهما۔

اقول والظاهر ان قولهم لا يمسح على ظاهره للنهى لا بمعنى انه لا حاجة اليه كما قد يتوهم من قول التبيين لا يجب فى الصحيح مسح باطن الكف لان ضربهما على الارض يكفى اھ[2] و تبعه البحر فى هذا التعبير و ذلك لانه اذا حصل مسحهما مرة بالضرب كما افاد فى الخانية بقوله لانه مسح مرة حيث ضرب يديه على الارض[3] اھ والتكرار ليس فى التيمم كما قدمنا انفا عن الكافى فتكون اعادته عبثا فيكره كما قال فى البحر ان التيمم على التيمم

کہ اگر ظاہر کف (پشتِ کفِ دست) پر مسح ترک کردیا تو جائز نہیں۔ اور ظاہر کف پر مسح ترک کرنے والا اس وقت قرار پائے گا جب زمین پر باطنِ کف سے مارا ہو اھ اس عبارت سے امام محمد نے یہ افادہ فرمایا کہ اگر ظاہر کف سے زمین پر مارا ہو تو یہی مارنا ظاہر کف کا مسح بھی ہوگیا۔

اقول: ظاہر یہ ہے کہ علماء کا قول "لا یمسح علی ظاہرہ" (ظاہر کف پر مسح نہیں کرے گا) نہی کیلئے ہے، یہ معنی نہیں کہ پشتِ دست پر مسح کی حاجت نہیں (مگر کرلیا تو کوئی کراہت بھی نہیں) جیسا کہ تبیین کی اس عبارت سے وہم ہوتا ہے: "صحیح مذہب میں باطنِ کف کا مسح واجب نہیں اس لئے کہ زمین پر اس کا مارنا ہی کافی ہے"۔ اھ۔ اس تعبیر میں بحر نے بھی تبیین کی پیروی کی ہے لا یمسح نہی کیلئے اس لیے ہے کہ ضرب کے ذریعہ جب ایک بار ہتھیلیوں کا مسح کرلیا۔ جیسا کہ خانیہ میں فرمایا ہے کہ "اس لیے کہ اس نے جب زمین پر ہاتھوں کو مارا تو ایک بار مسح کرلیا"۔ اھ۔ اور تیمم میں تکرار مسنون نہیں جیسا کہ ابھی ہم کافی کے حوالے سے بیان کرآئے۔ تو دوبارہ ان کا مسح کرنا عبث ہوگا اس لیے مکروہ ہوگا جیسا کہ البحر الرائق میں فرمایا ہے کہ "تیمم پر تیمم کوئی

---

[1] بحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۶
[2] تبیین الحقائق باب التیمم بولاق مصر ۱/۳۸
[3] فتاوٰی قاضی خان باب التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۲۵

Marfat.com

لیس بقربۃ کذا فی القنیۃ وظاھرہ انہ لیس بمکروہ وینبغی کراھتہ لکونہ عبثاً[1] اھ۔

بل قال القھستانی لایکرر[1] المسح فانہ مکروہ بالاجماع کما فی الکشف[2] اھ ولاجل ھذا ذکر عامتھم فی کیفیۃ التیمم مسح ظاھر الذراعین من رؤس الاصابع الی المرافق وباطنھما من المرافق الی الرسغ کما فی البدائع والجوھرۃ والعنایۃ فی محیط السرخسی ثم الھندیۃ و فی التحفۃ والمحیط الرضوی وزاد الفقہاء فالحلیۃ فرد المحتار۔

وایدہ فی الحلیۃ بما فی روایۃ للبخاری واخری لمسلم فی حدیث عمار رضی اللہ تعالٰی عنہ من مسحہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد الضرب ظھر کفیہ فیترجح علی ما فی الکافی[2] ینبغی ان یضع بطن کفہ الیسری علی ظھر کفہ الیمنی ویمسح بثلاثۃ اصابع اصغرھا ظاھر یدہ الیمنی الی المرافق ثم یمسح باطنہ بالابھام و المسبحۃ الی رؤس الاصابع

قربت نہیں۔ ایسا ہی قنیہ میں ہے۔ اس عبارت کا ظاہر یہ ہے کہ تیمم پر تیمم مکروہ نہیں۔ مگر اسے مکروہ ہونا چاہیے، اس لیے کہ یہ عبث ہے اھ۔

بلکہ قہستانی نے لکھا ہے کہ "مسح کی تکرار نہ کی جائیگی اس لیے کہ یہ بالاجماع مکروہ ہے جیسا کہ کشف میں ذکر ہے" اھ۔ اسی لیے عامۂ علمائے تیمم کا طریقہ یہ بتایا ہے کہ کلائیوں کے اوپری حصہ کا، انگلیوں کے سرے کہنیوں تک مسح کرے اور اندرونی حصّے کا کہنیوں سے گٹّے تک مسح کرے۔ جیسا کہ بدائع، جوہرہ، عنایہ میں اور محیط سرخسی پھر ہندیہ میں، اور تحفہ، محیط رضوی، زاد الفقہاء پھر حلیہ پھر رد المحتار میں ہے۔

اور حلیہ میں اس کی تائید میں حدیث عمار رضی اللہ تعالٰی عنہ سے متعلق بخاری کی ایک روایت اور مسلم کی ایک دوسری روایت پیش کی ہے جس میں یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر ہتھیلیاں مارنے کے بعد پشتِ کفِ دست پر مسح فرمایا۔ تو اسے اس پر ترجیح ہوگی جو کافی میں ہے کہ "یہ چاہیے کہ اپنی بائیں ہتھیلی کا پیٹ داہنی ہتھیلی کی پشت پر رکھے اور تین چھوٹی انگلیوں سے اپنے داہنے ہاتھ کی پشت کا کہنیوں تک مسح کرے۔ پھر پیٹ کی جانب کا انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے" انگلیوں کے سرِ

---

[1] بحر الرائق — باب التیمم — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/ ۱۴۹

[2] جامع الرموز — فصل فی التیمم — مطبعۃ کریمیہ قزان — ۱/ ۶۰

marfat.com

Marfat.com

ثم یفعل بالید الیسری کذلک[1] اھ ونقل مثلہ القھستانی عن المحیط ثم استدرک علیہ بما فی جامع الامام القاضی ان الکف لایمسح علی الصحیح[2] اھ کما قدمنا والذی فی البحر[عہ1] عن المحیط الرضوی ھکذا کیفیۃ التیمم ان یضرب یدیہ علی الارض ثم ینفضھما فیمسح بھما وجھہ بحیث لایبقی منہ شیئ وان قل ثم یضرب یدیہ ثانیا علی الارض ثم ینفضھما فیمسح بھما کفیہ وذراعیہ کلیھما الی المرفقین وقال مشایخنا یضرب[عہ2] یدیہ ثانیا

تک مسح کرے۔ پھر بائیں ہاتھ کا اسی طرح مسح کرے" اھ اسی کے مثل قہستانی نے محیط سے نقل کیا ہے پھر اس پر اس سے استدراک کیا ہے جو جامع امام قاضیخان میں ہے کہ "صحیح قول کے مطابق ہتھیلی (باطنِ کف) کا مسح نہیں ہوگا"۔ جیسا کہ ہم نے پہلے نقل کیا ہے۔ اور البحرالرائق میں محیط رضوی کے حوالے سے اس طرح تحریر ہے تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ زمین پر اپنے دونوں ہاتھ مار کر جھاڑ لے پھر ان سے چہرے کا اس طرح مسح کرے کہ اس کا ذرا سا حصہ بھی چھوٹنے نہ پائے۔ پھر دوسری بار زمین پر ہاتھ مار کر جھاڑ لے ان سے اپنی ہتھیلیوں اور دونوں کلائیوں کا کہنیوں تک مسح کرے۔ اور ہمارے مشایخ نے فرمایا کہ دوسری بار دونوں ہاتھوں کو مارنے

عہ۱ والمحیط ھذا ھو الرضوی کما یظھر بمراجعۃ الحلیۃ ویرید بھذا ان الذی نقل فی البحر عن المحیط الرضوی وفی الھندیۃ عن المحیط للسرخسی خلاف ما نقلہ القھستانی فلیکن ان کان فی المحیط البرھانی واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (م)

عہ۲ الذی فی المحیطین مثلہ فی التحفۃ والبدائع وزاد الفقہاء ونصوا جمیعا انہ احوط کما عزاھم فی الحلیۃ و

یہ محیط، محیط رضوی ہی ہے جیسا کہ حلیہ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے مقصد یہ ہے کہ بحر میں جو محیط رضوی کے حوالہ سے، اور ہندیہ میں محیط سرخسی کے حوالہ سے منقول ہے یہ اس کے خلاف ہے جو قہستانی نے (محیط سے) نقل کیا ہے۔ اگر قہستانی کی نقل کردہ عبارت "محیط برہانی" کی ہو تو ہو سکتا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

دونوں محیط میں جو طریقہ مسح ہے وہی تحفہ، بدائع اور زاد الفقہاء میں بھی ہے۔ اور تمام حضرات نے صراحت کی ہے کہ یہ "احوط" ہے۔ جیسا کہ حلیہ،

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

۱ جامع الرموز فصل فی التیمم مطبعۃ کریمیہ قزان ۱/۶۸

۲ ایضاً

Marfat.com

ویمسح باربع اصابع یدہ الیسری

اور بائیں ہاتھ کی چار انگلیوں سے دائیں ہاتھ کی

(بقیہ صفحہ گزشتہ)

والبحر والھندیۃ۔

اقول اولا [ف۱] سنحقق ان التراب لا یوصف بالاستعمال ففیم الاحتیاط و ان فرض او ارید بہ الصعید الحکمی علی ما نحققہ فھذا الماء الذی یوصف بہ اجماعا لا یصیر مستعملا فی عضو واحد فی الوضوء وفی شیئ من البدن فی الغسل لان الکل فیہ کعضو واحد فما بال التراب یصیر مستعمل فی عضو واحد۔

وثانیا [ف۲] ان فرض فلا مفر منہ لان الکف لا یستوعب الذراع طولا بل ولا حول المرفق عرضا ولذا کتبت علی قول ش نقلا عن البدائع ھذا الاقرب الی الاحتیاط لما فیہ من الاحتراز عن استعمال التراب المستعمل بالمقدار الممکن ما نصہ۔

اقول انما وبقولہ بالقدر الممکن مع ما صرح بہ فی الاحادیث والروایات ان التیمم ضربتان انہ لو لم یفعل

بحر اور ہندیہ میں ان کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے۔

اقول: اولاً عنقریب ہم تحقیق کریں گے کہ مٹی مستعمل ہونے سے موصوف نہیں ہوتی پھر احتیاط کس بات میں ہے؟ اور اگر فرض کیا جائے یا اس سے صعید حکمی مراد لیا جائے جیسا کہ ہم اس کی تحقیق کرنے والے ہیں تو اس صورت میں یہ کلام ہے کہ پانی جو مستعمل ہونے سے بالاجماع موصوف ہوتا ہے وہ بھی وضو میں ایک ہی عضو کے اندر اور غسل میں بدن کے کسی بھی حصے میں مستعمل نہیں ہو جاتا، اس لیے کہ غسل سب عضو واحد کی طرح ہے۔ پھر کیا بات ہے کہ مٹی ایک ہی عضو میں مستعمل ہو جائے؟

ثانیاً اگر صعید حکمی فرض کریں تو بھی اس سے مفر نہیں اس لیے کہ ہتھیلی طول میں پوری کلائی کا استیعاب نہیں کر سکتی، بلکہ عرض میں بھی کہنی کے گرد کا استیعاب و احاطہ نہیں کرتی۔ اسی لیے بدائع سے نقل کرتے ہوئے شامی نے جو یہ عبارت درج کی ہے کہ: "یہی احتیاط سے قریب تر ہے کیونکہ اس میں "بقدر ممکن" مستعمل مٹی کے استعمال سے بچنا حاصل ہوتا ہے"۔ اس پر میں نے یہ لکھا تھا:

اقول: احادیث اور روایات میں تیمم دو ضرب ہونے کی تصریح کو سامنے رکھتے ہوئے ان کی عبارت "بقدر ممکن" سے یہ افادہ ہوتا ہے کہ اگر خاص اس

(باقی بر صفحہ آیندہ)

marfat.com
Marfat.com

ظاھرہ یدہ الیمنی من رؤس الاصابع الی المرفق ثم یمسح بکفہ الیسری باطن یدہ الیمنی الی الرسغ و یمر باطن ابھامہ الیسری علی ظاھر ابھامہ الیمنی ثم یفعل بالید الیسری کذلک وھو الاحوط[1] اھ

پشت کا انگلیوں کے سروں سے کہنی تک مسح کرے پھر اپنی بائیں ہتھیلی سے دائیں ہاتھ کے پیٹ کا گٹے تک مسح کرے۔ اور بائیں انگوٹھے کا پیٹ دائیں انگوٹھے کی پشت پر پھیرے۔ پھر بائیں ہاتھ کا اسی طرح مسح کرے۔ اور یہی زیادہ با احتیاط طریقہ ہے۔ اھ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ذلک و انما استوعب المسح کیفما اتفق اجزاءہ و ذلک لان کل احد یعلم ان دور یدہ قریب المرفق اعظم بکثیر من طول مقدار الکف مع الاصابع فلا یمکن ان یحصل الاستیعاب بما ذکروا بل لا بد من بقاء مواضع فلو لم یجز ذلک لزمت ضربات مکان ضربتین وھو باطل و لذا عبروہ بینبغی لا یجب فالحمد للہ الذی جعل ھذا الامر واسعا اھ[ط] ما کتبت علیہ و الان اقول اذا لم یحصل بہ المقصود لم یکن الا تکلفا فما احسن ما فی البدائع من بعضھم انہ یمسح من دون تلک المراعات و الا تکلفا ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

طریقہ پر مسح نہ کیا اور جیسے بھی اتفاق ہُوا مسح سے پورے عضو کا احاطہ کرلیا تو تیمم ہوجائیگا۔ یہ اس لیے کہ ہر شخص جانتا ہے کہ کہنی کے قریب اس کے ہاتھ کا دَور (گھیرا) انگلیوں سمیت ہتھیلی کی مقدار سے بہت زیادہ ہے، تو ان حضرات کے بتائے ہوئے طریقہ پر بھی اس حصہ کا احاطہ ممکن نہیں، بلکہ کچھ جگہیں ضرور مسح سے رہ جائیں گی تو اگر یہ (احاطۂ مسح کے لیے چھوٹی ہوئی جگہوں پر مستعمل مٹی کو استعمال کرنا) جائز نہ ہو تو بجائے دو ضربوں کے بہت ساری ضربیں لازم ہوں گی۔ اور یہ باطل ہے۔ اسی لیے مذکورہ طریقہ کو "مناسب" فرمایا "واجب" نہ کہا۔ تو خدا کا شکر ہے کہ اس نے کام میں وسعت رکھی ہے۔ شامی پر میری لکھی ہوئی عبارت ختم ہوئی۔ اور اب میں یہ کہتا ہوں کہ اس طریقۂ مسح سے بھی جب مقصود (مستعمل مٹی کے استعمال سے احتراز) حاصل نہیں تو یہ بس تکلف ہی ہے اس لیے بعض حضرات سے بدائع میں جو منقول ہے کہ "اس رعایت کے بغیر مسح کرلے اور تکلف میں نہ پڑے" وہ بہت عمدہ اور کیا خوب ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] جد الممتار علی رد المحتار باب التیمم المجمع الاسلامی مبارکپور ۱/ ۱۴۱-۱۴۰

Marfat.com

ومثل الصفة فی الهندیه عن محیط السرخسی وبالجملة فالصحیح الرجیح المشہور المذکور للجمہور ھو ترک مسح بطن الکفین۔

یہی طریقہ ہندیہ میں محیط سرخسی کے حوالے سے لکھا ہوا ہے۔ الحاصل صحیح، راجح، مشہور جمہور کا بیان کیا ہوا قول یہی ہے کہ ہتھیلیوں کے پیٹ کا مسح نہیں کیا جائیگا۔

اقول فاذن ما فی الذخیرة نقلا عن محمد فی الاصل ثم یضرب اخری وینفضہما ویمسح بہما کفیہ و ذراعیہ الی المرفقین[2] اھ المراد فیہ بکفیہ ظاہرہما کما قال فی الحلیة فی عبارة شرح الجامع الصغیر ھل یمسح الکف الصحیح لا ان المراد بالکف باطنہا لا ظاہرہا[3] اھ

اقول: اس تحقیق سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ امام محمد سے اصل کے حوالے سے ذخیرہ میں جو یہ عبارت نقل کی ہے کہ "پھر دوسری بار ہاتھ مارے اور دونوں کو جھاڑلے اور ان سے اپنی ہتھیلیوں کا اور کہنیوں سمیت کلائیوں کا مسح کرے" اھ۔ اس میں ہتھیلیوں سے مراد ان کی پشت ہے جیسے حلیہ میں شرح جامع صغیر کی عبارت "کیا ہتھیلی کا مسح کریگا؛ صحیح یہ ہے کہ "نہیں" سے متعلق لکھا ہے کہ" (یہاں) ہتھیلی سے مراد اس کا باطن ہے ظاہر نہیں" اھ۔

فان قلت فیہا ایضا عن الذخیرة قال مشایخنا الاحسن فی مسح الذراعین ان یمسح بثلاثة اصابع یدہ الیسری ظاہر یدہ الیمنی الی المرفقین ویمسح المرفق ثم یمسح باطنہا بالابہام والمسبحة الی رؤس الاصابع وھکذا یفعل بالید الیسری ولو تیمم بجمیع الاصابع والکف من غیر ان یراعی

اگر یہ اعتراض ہو کہ اسی (حلیہ) میں ذخیرہ سے یہ بھی نقل ہے کہ "ہمارے مشایخ نے فرمایا ہے کہ کلائیوں کے مسح میں بہتر طریقہ یہ ہے کہ اپنے بائیں ہاتھ کی تین انگلیوں سے اپنے دائیں ہاتھ کے ظاہر کا کہنیوں تک مسح کرے اور کہنی کا مسح کرے پھر اس ہاتھ کے اندرونی جانب کا انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے انگلیوں کے سرے تک مسح کرے۔ اور اسی طرح بائیں ہاتھ کا بھی مسح کرے۔ اور اگر

---

[1] بحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۵
[2] المبسوط لامام محمد باب التیمم بالصعید ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۰۳
[3] حلیہ

marfat.com
Marfat.com

الکف و الاصابع یجوز اھ[1]

اقول لا ننکر الخلاف فقد افید بالتصحیح لکن اذا ثبت الصحیح لا یعدل عنہ وقد ذکرہ قاضی خان فی بیان صفۃ التیمم انہ یضع بطن کفہ الیسری علی ظہر کفہ الیمنی ویمد من رؤس الاصابع الی المرفق ثم یدیر الی بطن الساعد ویمد الی الکف وھل یمسح الکف قال بعضھم لا لانہ مسح مرۃ حین ضرب یدیہ علی الارض ثم یضع بطن کفہ الیمنی علی ظہر کفہ الیسری ویفعل ما فعل بالیمنی اھ[2] خانیہ فھذہ الصفۃ لیست الا بیان ما ھو الاولی فی التیمم وقد اخرج منہ مسح بطن الکفین فلم یکن اولی فکان عبثا فکان مکروھا واللہ تعالٰی اعلم۔

ثم مذھب صاحب المذھب رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ لا یحتاج الی شیئ یلتزق

انگلیاں اور ہتھیلی سب ملاکر ہتھیلی اور انگلیوں کی رعایت کیے بغیر تیمم کرلیا تو بھی جائز ہے"۔اھ۔

اقول: (تو جواب یہ ہوگا) ہمیں اختلاف سے انکار نہیں ترک مسح خفین کو قول صحیح بتانے سے ہی یہ مستفاد ہوجاتا ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ضرور ہے لیکن جب قول صحیح ثابت ہو تو اس سے عدول و انحراف کی گنجائش نہیں۔ اسے قاضیخان نے طریقۂ تیمم کے بیان میں ذکر بھی فرمایا ہے کہ "وہ اپنی بائیں ہتھیلی کا پیٹ داہنی ہتھیلی کی پشت پر رکھے گا اور انگلیوں کے سروں سے کہنی تک کھینچے گا، پھر کلائی کے پیٹ کی جانب گھمائے گا اور ہتھیلی تک لے جائے گا، کیا ہتھیلی کا بھی مسح کریگا؟ بعض حضرات نے فرمایا: نہیں۔ کیوں کہ جب زمین پر اپنے ہاتھوں کو مارا اس وقت ایک بار اس کا مسح کرلیا۔ پھر اپنی داہنی ہتھیلی کا پیٹ اپنی بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھے گا اور وہی کریگا جو دائیں میں کیا"۔ اھ خانیہ۔ یہ طریقہ کیا ہے؟ اس کا بیان ہے جو تیمم میں بہتر و اولٰی ہے اور ہتھیلیوں کے پیٹ کا مسح اس سے خارج کردیا تو یہ اولٰی نہ ہوا پس یہ عبث تو مکروہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

پھر صاحب مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب یہ ہے کہ اس کی حاجت نہیں کہ ہاتھ سے

---

[1] حلیہ

[2] فتاوٰی قاضی خان　باب التیمم　نولکشور لکھنؤ　۱/۲۵

Marfat.com

بالید بل السنة ازالته بالنفخ و النفض وقد قدمناه تحت الوجه الثانی من البدائع وفیها ایضا التعبد ورد بمسح کف مسه التراب علی العضوین لا تلویثهما به[1] اھ۔

وفی الکافی ینفض یدیه مرة و عن ابی یوسف مرتین ولا خلاف فی الحقیقة لانه ان تناثر ما التصق بکفه من التراب بنفضة یکتفی بها والا نفض نفضتین لان الواجب المسح بکف موضوع علی الارض لا استعمال التراب فانه مثلة[2] اھ و مثله عنه فی البرجندی و معناه فی الحلیة و غیرها ولا یتقید بنفضتین ایضا بل ینفض الی ان یتناثر فقد قال فی الهدایة ینفض یدیه بقدر ما یتناثر التراب کیلا یصیر مثلة[3] اھ

فمن کان جالسا علی فرش من رخام فقام معتمدا بکفیه علیه

کچھ مٹی چپک جائے بلکہ سنّت یہ ہے کہ پھونک کر اور جھاڑ کر اسے دُور کر دیا جائے۔ اسے تعریف دوم کے تحت بدائع کے حوالے سے ہم نقل بھی کر چکے ہیں۔ بدائع میں یہ بھی ہے کہ "حکم شرع یہ آیا ہے کہ جو ہتھیلی مٹی سے مس ہو چکی ہے اسے دونوں عضووں پر پھیرا جائے یہ حکم نہیں کہ اس سے دونوں کو آلودہ کیا جائے"۔ اھ

اور کافی میں ہے "اپنے دونوں ہاتھوں کو ایک بار جھاڑ لے گا۔ اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ دو بار۔ اور درحقیقت کوئی اختلاف نہیں اس لیے کہ اگر ایک ہی بار جھاڑنے سے ہتھیلی پر چپکی ہوئی مٹی جھڑ جائے تو اسی پر اکتفا کرے ورنہ دو بار جھاڑے کیونکہ واجب یہی ہے کہ جو ہتھیلی زمین پر رکھی جا چکی ہے اس سے مسح کرے یہ واجب نہیں کہ مٹی کو استعمال کرے یہ تو مثلہ ہے"۔ اھ اسی کے مثل کافی کے حوالہ سے برجندی میں نقل ہے اور حلیہ وغیرہا میں اس کے ہم معنی عبارت تحریر ہے۔ اور دو ہی بار جھاڑنے کی بھی کوئی پابندی نہیں بلکہ یہاں تک جھاڑے کہ مٹی جھڑ جائے۔ کیونکہ ہدایہ میں یہ فرمایا ہے: "اپنے ہاتھوں کو اس قدر جھاڑے گا کہ مٹی جھڑ جائے تاکہ مثلہ نہ ہو"۔ اھ

تو جو شخص کسی سنگِ مرمر کے فرش پر بیٹھا ہوا تھا پھر اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اس پر ٹیک دیتے ہوا

---

[1] بدائع الصنائع — رکن التیمم — ایچ ایم سعید کمپنی ۱/۴۶

[2] کافی

[3] الہدایۃ — باب التیمم — المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۳۴

marfat.com
Marfat.com

ثم بعد ما ان اراد ان يتيمم فاجتزاء بذلك المس الذى وقع بين الرخام وكفيه عند القيام فمتى تيمم صعيدا طيبا للطهور حين كان الصعيد بكفيه لم يقصد وحين قصد لاصعيد وانما ورد القصد على كفين صفرين فالظاهر ان الصواب فيه مع السيد الامام ابى شجاع وقد علمت قوة ماله من التصحيحات وكثرتها سواء قلنا بركنية الضربتين اولا لان المساس الواقع بين الكفين والتراب لا يصير مطهرا الا اذا كان منويا۔

نعم ان التصق بكفيه تراب كاف للتيمم ونوى الأن جاز لصدق قصده الى صعيد طيب للتطهير وكم له فى الفروع المارة من نظير فان حملنا عليه قول التجويز كان توفيقا و بالله التوفيق والله سبحنه و تعالى اعلم۔

کھڑا ہوا پھر کچھ دیر بعد تیمم کرنا چاہا تو کھڑے ہوتے وقت اس کی ہتھیلیوں اور سنگِ مرمر کے درمیان جو مس پایا اسی پر اکتفا کرلیا تو اس نے طہارت کے لیے پاک صعید کا قصد کب کیا؟ — جب صعید اس کی ہتھیلیوں سے متصل تھی اُس وقت قصد نہ کیا۔ اور جب قصد کیا اس وقت صعید نہیں۔ بس خالی ہتھیلیوں پر قصد کا عمل پایا گیا۔ تو ظاہر یہ ہے کہ اس مسئلہ میں صواب و درستی سید امام ابو شجاع کے ساتھ ہے۔ اور ان کی تصحیحات کی قوت اور کثرت بھی معلوم ہے خواہ ہم یہ کہیں کہ دونوں ضربیں رکنِ تیمم ہیں یا نہیں ہیں۔ اس لیے کہ ہتھیلیوں اور مٹی کے درمیان پایا جانے والا عمل مس اسی وقت مطہر ہوتا ہے جب مقصود و نیت کے ساتھ ہو۔

ہاں اگر اس کی ہتھیلیوں سے اتنی مٹی لگی ہوئی موجود ہو جو تیمم کے لیے کافی ہے اور اب نیت کرلی تو جائز ہے کیونکہ اب یہ بات صادق آگئی کہ اس نے تطہیر کے لیے پاکیزہ صعید کا قصد کیا — گزشتہ جزئیات میں اس کی بہت سی نظیریں بھی آچکی ہیں۔ زمین پر ہاتھ مارنے کے بعد پائی جانے والی نیت سے تیمم جائز قرار دینے والے قول کو اگر اس معنیٰ پر محمول کرلیا جائے تو دونوں قولوں میں تطبیق بھی ہوجائے گی (جواز کا قول اس صورت میں ہے جب ہاتھوں پر بقدرِ کافی پاک صعید موجود ہو اور عدمِ جواز کا قول اس صورت میں ہے جب ایسا نہ ہو۔ م۔ا)

واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

Marfat.com

الثامن اظهر منه الامر فی ثمرة[ف۱] الخلاف الاخری فان[ف۲] التراب بامساس الکفین به للطهور یکسبهما باذن اللّٰه تعالٰی وصف التطهیر حتی انه بنفسه یخرج من البین وان کان له بقیة تزال بنفض الیدین ومستحیل ان یکون نجس مطهرا فاذا ضرب ثم احدث قبل المسح فقد صار کفاه غیر طاهرتین فکیف تبقیان مطهرتین۔

بحث ۸[1]: اختلاف کے ثمرۂ دیگر کا معاملہ اس سے زیادہ روشن ہے۔ اس لیے کہ ہتھیلی کو طہارت کے لیے جب مس کیا جاتا ہے تو مٹی باذنِ الٰہی ان ہتھیلیوں کو تطہیر کی صفت بخش دی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ خود مٹی درمیان سے نکل جاتی ہے اگر کچھ باقی رہ بھی گئی تو ہاتھوں کو جھاڑ کر دُور کر دی جاتی ہے۔ اور یہ محال ہے کہ کوئی نجس مطہر ہو۔ تو جب اس نے زمین پر ہاتھ مارے پھر مسح سے پہلے اسے حدث عارض ہو گیا تو اب اس کی ہتھیلیاں تو بے طہارت ہو گئیں پھر وُہ خود غیر طاہر ہو کر مطہر کیسے رہ جائیں گی؟

وما استدلوا[ف۳] به للسید الامام انه علی الرکنیة یقع الحدث فی خلال التیمم۔

اب وُہ بات رہی جس سے سید امام ابو شجاع کی حمایت میں استدلال کیا گیا ہے کہ ان کے رکنیت ضرب کے قول پر یہ لازم آرہا ہے کہ حدث درمیانِ تیمم میں واقع ہوا۔

فاقول حاصل علی کل حال لما قدمنا انفا من ان الکفین قد طهرتا بالضرب حتی لایمسحهما علی الصحیح فالحدث الواقع بعد الضرب لایقع الا وقد اتی ببعض التیمم وان لم تکن الضربة رکنا اما حدیث من ملأ کفیه

فاقول یہ تو بہرحال لازم ہے کیونکہ ابھی ہم بتا چکے کہ ضرب سے ہتھیلیاں پاک ہو گئیں اب قولِ صحیح کی بنیاد پر ان پر دوبارہ مسح نہ کیا جائے گا۔ تو ضرب کے بعد پایا جانے والا حدث اسی حالت میں واقع ہو رہا ہے جب کہ کچھ تیمم ہو چکا ہے اگرچہ ضرب رکن تیمم نہ ہو (عدم رکنیت ضرب کے قول پر حدث بھی ضرب مذکور سے اگلا مسح درست

---

[1] بحث سابق سے معلوم ہوا کہ ضرب کفایت نیت کی بات کسی قول پر بھی راست نہیں آتی اور اسے ضرب کی رکنیت اور عدمِ رکنیت میں اختلاف کا ثمرہ شمار کرانا کسی طرح درست نہیں۔ اب حضرت مصنف نے تعریف ہشتم کے بعد ذکر شدہ پہلے ثمرۂ اختلاف پر کلام کیا ہے وہ ثمرہ یہ بیان کیا گیا تھا کہ بعد ضرب اگر متیمم کو حدث عارض ہوا تو قولِ رکنیت پر یہ ضرب تیمم کے لیے کافی نہ ہوگی اور قولِ دیگر پر کافی ہوگی ۱۲ م ۔ الف)

marfat.com
Marfat.com

ماء فاحدث کان لہ ان یستعملہ[1]

ہونے کے ثبوت میں) یہ جو کہا گیا تھا کہ کسی نے اپنی ہتھیلیوں میں پانی لیا پھر اسے حدث ہوا تو بھی وہ اس پانی کو وضو کے لیے استعمال کرسکتا ہے (ایسے ہی ضرب کے بعد حدث ہوا تو بھی وُہ اس سے تیمم کرسکتا ہے)

فاقول یجب[عہ] ان یکون فی اول ما اغترف قبل ان یغسل شیئاً من الاعضاء

فاقول: ضروری ہے کہ یہ اس وقت ہو جب اس نے پہلی بار چلّو میں پانی لیا اور ابھی کوئی عضو

عہ وکتبت ھھنا فیما علقت علی ردّ المحتار **اقول** المراد من ملأ کفیہ ماء اول الوضوء لیغسل بہ یدیہ الی رسغیہ لانہ لم یزد ھذا الحدث الاملاقاۃ الماء کفا ذات حدث وقد کان ھذا حاصلا قبل ھذا الحدث لکونہ محدثا من قبل فکما جاز للمحدث ان یملأ کفیہ ماء یغسل بہ یدیہ ولا یکون بہ مستعملا للماء المستعمل لان الاستعمال بعد الانفصال فکذا اذا احدث بعد الاغتراف اما من غسل یدیہ ثم اغترف للوجہ فاحدث لم یجز لہ ان یغسل بہ وجہہ

میں نے اس مقام پر حاشیۂ ردالمحتار (جدالممتار) میں لکھا ہے **اقول** مراد یہ ہے کہ جس نے شروع وضو میں گٹوں تک ہاتھوں کو دھونے کے لیے اپنی ہتھیلیوں میں پانی بھرا، اس لیے کہ اس حدث سے صرف یہی بات زیادہ ہُوئی کہ حدث والی ہتھیلی سے پانی کا اتصال ہوا' اتنی بات تو اس حدث سے پہلے بھی موجود تھی' کیوں کہ اس سے پہلے بھی وہ محدث و بے وضو تھا تو جیسے محدث کو اپنی ہتھیلیوں میں ہاتھوں کو دھونے کے لیے پانی بھر لینا جائز ہے' اور اس سے وہ مائے مستعمل کو استعمال کرنے والا نہیں قرار پاتا کیوں کہ پانی پر مستعمل ہونے کا حکم اس وقت ہوتا ہے جب وہ عضو سے جُدا ہوجائے۔ تو یہی بات اُس صورت میں بھی ہوگی جب وُہ چلّو لینے کے بعد حدث کرے۔ لیکن وہ شخص جس نے اپنے ہاتھوں کو دھولیا پھر چہرے کے لیے چلّو میں پانی لیا اور اب اسے حدث ہوگیا تو اس کے لیے اس پانی سے

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] فتح القدیر باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۱۰

Marfat.com

والا لكان حدثا فی خلال الوضوء و (ف۱) حینئذ لا مانع من ان یصرفه فی غسل یدیه لانهما کانتا محدثتین عند الغرف وقد لاقاهما الماء وبقی سائغ الاستعمال لعدم الانفصال فالحدث بعد الغرف لایزیده شیئا فوق ذلك والمطهر هو (ف۲) الماء لا الید بخلاف ماهنا فان کفیه هما اعتبرتا مطهرتین بعد الضراب لا التراب الذی لاحاجة الیه بل لو کان ازیل۔

نہ دھویا ہو ورنہ یہ حدث درمیان وضو میں ہوگا۔ اور شروع ہی میں جو پانی لیا اور حدث ہوگیا تو اس پانی کو اپنے ہاتھوں کے دھونے کے عمل میں صرف کرنے سے کوئی مانع نہیں کیونکہ یہ دونوں ہاتھ تو چلّو لینے کے وقت بھی محدث و بے طہارت تھے اب ان سے پانی کا اتصال ہوا اور اسے استعمال کرنا جائز رہا کیوں کہ ابھی پانی ہاتھ سے جُدا نہ ہوا (اور پانی جب تک عضو سے جدا نہ ہو وہ مستعمل اور غیر مطہر قرار نہیں پاتا) چلّو لینے کے بعد حدث پایا گیا تو یہ حدث ہاتھوں کی حالت میں سابقہ حالت سے زیادہ کوئی اضافہ تو نہیں کر رہا ہے (پہلے بھی پانی محدث ہاتھوں میں ہی تھا اور اب بھی محدث پانی ہاتھوں میں ہی ہے) اور مطہر پانی ہی ہے اس کے دونوں ہاتھ مطہر نہیں ہیں بخلاف تیمم والی صورت کے۔ کیوں کہ یہاں تو اس کی دونوں ہتھیلیاں ہی ضرب کے بعد مطہر مانی گئی ہیں نہ کہ وہ مٹی جس کی اب کوئی ضرورت نہ رہی بلکہ اگر ہاتھ پر لگی بھی ہو تو وہ جھاڑ دی جائے گی۔

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)

كما اشار اليه بقوله صار كما لو احدث فی الوضوء بعد غسل بعض الاعضاء وذلك لان الماء ینفصل عن ید محدثة فیصیر مستعملا فلا یبقی طهورا افافهم اھ ماکتبت علیه ۱۲ منه غفرله۔ (م)

چہرہ دھونا جائز نہیں۔ جیسا کہ اس کی طرف اپنے الفاظ سے اشارہ فرمایا ہے کہ وہ ایسا ہوا جیسے بعض اعضاء دھونے کے بعد درمیان وضو اسے حدث ہوا یہ اس لیے کہ یہ پانی (جب ہاتھ سے چہرے پر ڈالے گا اس وقت وہ) محدث ہاتھ سے جدا ہوگا تو مستعمل ہوجائے گا پھر مطہر نہ رہ جائے گا (کہ اس سے چہرہ دھو سکے) فافهم۔ اسے سمجھو۔ ردالمحتار پر میرا لکھا ہوا حاشیہ ختم ہوا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

ف۱ جد الممتار علی ردالمحتار باب التیمم المجمع الاسلامی مبارکپور ۱/۱۴۱

Marfat.com

ثم اقول لم يظهر[1] للعبد الضعيف ما فرق به ههنا بين الحدث بعد الاغتراف قبل التطهر والحدث فی خلاله غير ان هذا يبطل ما سبق وذلك لا سابق له فيبطله ولا كلام فيه انما الكلام فی جواز استعماله ولا مدخل فيه لسبق بعض التطهر وعدمه فيما اعلم فان[2] من غسل وجهه ثم ملأ كفيه لغسل يديه فاحدث بطلت طهارة وجهه اما يداه فقد كان الحدث فيهما الى الأن ولم يزد بانضياف هذا الجديد ولم يصر الماء مستعملا بعد لعدم الانفصال فلم لا يجوز ان يغسل به ذراعيه وما هو الأن الا كمن اغترف اول وهلة لانه قد عاد كما كان فالماء يلاقی۔ فاحدثه فی الوجهين فينبغی ان يجوز حيث يجوز ثمه ولا حيث لا فليحرر وليتأمل۔

ثم اقول چلّو لینے کے بعد عمل طہارت سے پہلے حدث ہونے اور عمل طہارت کے درمیان حدث ہونے میں یہاں جو فرق کیا گیا ہے وہ بندۂ ضعیف پر واضح نہ ہوا دونوں میں آخر کیا فرق ہے؟ سوائے اس کے یہ حدث (جو کچھ وضو ہو جانے کے بعد عارض ہوا) ماسبق وضو کو باطل کر دیتا ہے اور وہ (جو چلّو لینے کے بعد شروع ہی میں عارض ہوا) اس سے پہلے کچھ عمل وضو وجود میں آیا ہی نہیں کہ اسے باطل کرے۔ اور کلام اس میں نہیں، کلام تو اُس پانی کے استعمال کے جواز میں ہے اور اس مسئلہ میں میرے علم کی حد تک اس کا کوئی دخل نہیں کہ کچھ وضو پہلے ہو چکا ہے یا ابھی کچھ بھی نہیں ہوا ہے۔ اس لیے کہ جس نے چہرہ دھولیا پھر ہاتھ دھونے کے لیے چلّو میں پانی لیا پھر اسے حدث ہوا تو اس کے چہرے کی طہارت تو ختم ہو گئی، رہ گئے ہاتھ تو ان دونوں میں تو اب تک حدث موجود ہی تھا، وہ اس جدید حدث کے ملنے سے زیادہ نہ ہوا، نہ ہی یہ پانی مستعمل ہوا کیونکہ ابھی ہاتھ سے جدا نہیں ہوا پھر اس سے کلائیاں دھولینا کیوں جائز نہیں؟ وہ اس وقت اُسی کی طرح ہے جس نے شروع شروع چلّو لیا، اس لیے وہ جیسا تھا ویسا ہی ہو گیا ہے تو پانی کا اتصال دونوں ہی صورتوں میں محدث ہتھیلی سے پایا جا رہا ہے۔ تو اگر وہاں اس کا استعمال جائز ہے تو یہاں بھی جائز ہونا چاہئے اور اگر وہاں جائز نہیں تو یہاں بھی جائز نہیں ہونا چاہئے۔ اس تفریق کی وضاحت اور اس میں تامل کی ضرورت ہے۔

فانی متعجب كيف تواردہ

کیونکہ مجھے حیرت ہے کہ یہ امام اسبیجابی اور

هؤلاء الجلة كالاسبيجابي والعناية والفتح
والجوهرة وجواهر الفتاوی والحلية والغنية
والبحر والشرنبلالی وغيرهم وسكتوا جميعا عليه
فلعل فيه سرا لم اصل اليه
وقد بينت فی بعض فتاوای
فی باب الوضوء انه يبتنی علی احد
قيلين ضعيفين فی المذهب فتذكر و
تبصر والله تعالی اعلم
اما ههنا فلا سبيل الی الجواز
لان الضربة اذا اتت علی الحدث رفعته
وكست الكفين صفة التطهير فاذا
طرء الحديث عليها ابطل الطهارة

عنایہ، فتح القدیر، جوہرہ، جواہر الفتاوی، حلیہ، غنیہ، البحر الرائق کے مصنفین اور شرنبلالی وغیرہم جیسے اجلہ سب کا اس پر توارد کیسے ہوگیا؟ اور سبھی حضرات نے کیسے اس پر سکوت فرمایا؟ ۔ شاید اس میں کوئی ایسی رمز ہو جہاں تک میرے فہم کی رسائی نہ ہوسکی۔ میں تو باب وضو میں اپنے ایک فتوے کے اندر یہ بیان کرچکا ہوں کہ اس کی بنیاد ہمارے مذہب کی دو ضعیف روایتوں میں سے کسی ایک پر ہے اسے ذہن میں لائیں اور غور کریں[1]۔ واللہ تعالی اعلم ۔ مگر یہاں تو کوئی صورت جواز نہیں اس لیے کہ حدث کے بعد جب ضرب واقع ہوئی تو اس نے حدث اٹھا دیا اور ہتھیلیوں کو تطہیر کی صنعت بخش دی پھر جب اس پر حدث طاری ہوا، اس نے طہارت

---

[1] مصنف قدس سرہ اس فتوے میں فرماتے ہیں: اقول وباللہ التوفیق ۔ انہوں نے استشہاد میں جو یہ مسئلہ بیان کیا کہ "جس نے ہتھیلیوں میں آب وضو لیا پھر اسے حدث ہوا پھر اسے بعض وضو میں استعمال کیا تو یہ جائز ہے"۔ یہ دو غیر ماخوذ روایتوں میں سے کسی ایک کی بنیاد پر چل سکتا ہے۔ ایک امام ابو یوسف کا قول ہے کہ مستعمل ہونے کے لیے محدث کا پانی بہانا اور نیت کرنا شرط ہے۔ اور مذکورہ صورت میں دونوں مفقود ہیں۔ دوسری روایت وہ جس پر مشائخ بلخ ہیں کہ جدا ہونے کے بعد بدن یا کپڑے یا زمین یا کسی اور چیز پر پانی کا ٹھہر جانا شرط ہے۔ اور معلوم ہے کہ جب ہتھیلی کا پانی وہ کسی عضو میں استعمال کرے تو ہتھیلی سے جدا ہونا اگرچہ پایا گیا مگر وہ پانی ابھی ٹھہرا نہیں اس لیے مستعمل نہ ہوگا ——— لیکن صحیح معتمد قول کی بنیاد پر یہ ہے کہ حدث والے بدن سے پانی کا محض مس ہوجانا اور اس سے جدا ہوجانا مستعمل ہونے کا حکم کرنے کے لیے کافی ہے اگرچہ وہاں نہ حدث والے سے بہانا پایا گیا ہو نہ نیت ہو نہ جدا ہونے کے بعد استقرار ہوا ہو۔ تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کی ہتھیلی سے پانی جدا ہونے سے مستعمل ہوجائے گا پھر کسی عضو کے وضو میں اس کا استعمال صحیح نہ ہوگا۔ یہی مجھے سمجھ میں آیا اور یہ بہت واضح ہے اور اسی سے اس قول کا رد مکمل ہوجاتا ہے، واللہ تعالی اعلم (فتاوی رضویہ ج ۱، باب الوضو فتوی د) ۱۲ محمد احمد مصباحی۔

marfat.com

Marfat.com

فابطل التطہیر واللہ تعالیٰ اعلم۔

ثم اقول لو كان الامر على هذا لزم ان من كان مست يداه جدارا او ارضا او اخذ بيديه جرة او شيئا من خزف ومضت عليه سنون واحتاج الآن الى التيمم لايحتاج لاحد عضويه الى قصد صعيد ولا مسه اصلا بل ينوى ويمسح وجهه مثلا بكفيه لانه قد كان كفاه مستا الصعيد في وقت من عمره ولا يشترط قران النية ولا ينافيه الحدث بعده قبل المسح وان كان الف مرة لا اعلم احدا يقبل هذا او يجعله تيمما صحيحا شرعيا۔

وبالجملة فالصواب في كلام الفرعين مع السيد الامام ان شاء اللہ تعالیٰ ولا ابتناء لهما على ركنية الضرب فليسا من ثمرة الخلاف في شیئ فيما اعلم وربي اعلم۔

زائل کردی تو تطہیر کی صفت بھی ختم کردی واللہ تعالیٰ اعلم۔

ثم اقول، اگر معاملہ ایسا ہو (کہ ضرب کے بعد حدث ہوا پھر بھی اس ضرب سے تیمم جائز ہو) تو لازم آئے گا کہ جس کے ہاتھ کسی دیوار یا زمین سے مس ہوئے یا اپنے ہاتھوں سے کوئی گھڑا یا ٹھیکری کی کوئی بھی چیز پکڑ لی پھر اس فعل پر سالہا سال گزر گئے اور اب اسے تیمم کی حاجت ہوئی تو دونوں عضووں میں سے کسی کے لیے بھی نہ صعید (جنسِ زمین) کے قصد کرنے کی ضرورت ہو نہ مس کرنے کی کوئی حاجت۔ بلکہ اب نیت کرلے اور ہتھیلیاں چہرے پر پھیر لے یہی کافی ہو جائے اس لیے کہ یہ ہتھیلیاں عمر کے کسی حصے میں جنسِ زمین سے مس ہو چکی تھیں، نیت کا مس کے ساتھ ہونا شرط ہی نہیں، نہ ہی مس کے بعد مسح سے پہلے حدث ہونا اس کے منافی، اگرچہ ہزار بار حدث ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ کوئی بھی نہ اسے مان سکتا ہے نہ ہی اسے صحیح شرعی تیمم قرار دے سکتا ہے۔

الحاصل دونوں مسئلوں (ضرب کے بعد تیمم کی نیت ہو تو اس ضرب سے تیمم نہ ہو پائے گا، ضرب کے بعد حدث ہو جائے تو اس سے بھی تیمم نہ ہوگا) میں حق وصواب سید امام ابو شجاع کے ساتھ ہے اور ان مسئلوں کی بنیاد اس پر نہیں کہ ضرب رکنِ تیمم ہے۔ تو میرے علم کی حد تک انھیں ثمرۂ اختلاف ہونے سے کوئی واسطہ نہیں۔ اور میرا رب خوب جاننے والا ہے۔

Marfat.com

نعم اذا ضرب[1] فالتزق بيده من التراب ما يكفي للتيمم ثم احدث ثم مسح بذلك التراب وجهه ناويا اجزأه لان الكف وان بطلت طهارتها وتطهيرها وذهب به الصعيد الحكمي فالصعيد الحقيقي موجود بيده فيكون هذا تيمما بالتراب لا بالكف المكتسي بالضرب صفة التطهير۔

ہاں جب اس نے زمین پر ہاتھ مارا اس کے ہاتھ میں اتنی مٹی لگ گئی جو تیمم کے لیے کافی ہو پھر اسے حدث ہو، پھر بہ نیت تیمم اسی مٹی سے اپنے چہرے کا مسح کرلیا تو یہ کافی ہوگا اس لیے کہ ہتھیلی کی طہارت اور تطہیر اگرچہ ختم ہوگئی اور اسی وجہ سے صعید حکمی جاتی رہی مگر صعید حقیقی اس کے ہاتھ میں موجود ہے تو یہ اصل مٹی سے تیمم کرنا ہوگا ضرب کی وجہ سے صفت تطہیر حاصل کرنے والی ہتھیلی سے نہیں۔

وهذا هو عندي محمل ما تقدم عن الخانية وخزانة المفتين لقولهما فمسح بذلك التراب وجهه ولم يقولا مسح بتلك الكف المحدثة۔

خانیہ اور خزانۃ المفتین کی مذکورۃ الصدر عبارت میرے نزدیک اسی صورت پر محمول ہے اس لئے کہ ان کے الفاظ یہ ہیں: (جب تیمم کا ارادہ ہوا زمین پر ایک بار ہاتھ مارا پھر اسے حدث ہوگیا) تو اسی مٹی سے" چہرے کا مسح کرلیا (پھر کہنیوں سمیت ہاتھوں کے لیے دوسری بار ہاتھ مارا) یہ جائز ہے تیمم ہوگیا اھ یہ نہ فرمایا کہ "اسی بے ہتھیلی سے" مسح کرلیا۔

وليراجع عبارة المضمرات فلعلها كعبارة الخانية والخزانة وذلك ان تقرأ قوله لم يعد الضرب بفتح العين وشد الدال من العد دون الاعادة فيكون تصحيحا لما عليه السيد الامام والا فاذا قيدناها بكون التراب على كفيه كان توفيقا و

مضمرات کی اصل عبارت بھی دیکھنا چاہئے شاید وہ بھی عبارت خانیہ وخزانہ ہی کی طرح ہو (جامع الرموز نے مضمرات کے اصل الفاظ نقل نہ کئے بلکہ یوں لکھا ہے کہ "لو احدث قبل المسح لم یعد الضرب علی الأصح، کما فی المضمرات" جس کا مفہوم یہ لیا جاتا ہے کہ اگر ہاتھ مارنے کے بعد مسح سے پہلے اسے حدث ہوا تو بر قول صحیح ضرب کا اعادہ نہ کرے۔ یعنی اسی ضرب سے مسح کرلے جیسا کہ مضمرات میں ہے) اس عبارت میں بھی "لم یعد" کو عین کے فتحہ اور دال کی تشدید کے ساتھ بجائے اعادہ کے عدد سے لے کر

marfat.com
Marfat.com

بالله التوفيق۔

لَمْ يُعِدِ الضَّرْبَ پڑھا جا سکتا ہے۔ اب یہ معنیٰ ہو جائیگا کہ اگر قبل مسح حدث ہو گیا تو یہ ضرب، بر قول اصح، شمار نہ کی جائے گی۔ اس صورت میں اس سے اسی قول کی تصحیح حاصل ہو گی جو سید امام ابو شجاع کا ہے۔ اگر یہ نہ پڑھیں تو جب ہم اسے اس صورت سے مقید کریں (اعادۂ ضرب کی حاجت اُس وقت نہیں جب ہتھیلیوں پر لگی ہوئی مٹی بقدر کافی موجود ہو) تو دونوں قولوں میں تطبیق و توفیق ہو جائے گی۔ اور خدا ہی سے توفیق ملتی ہے۔

التاسع ما بحث العلامة

الحدادی فیما[1] اذا امر غیره لییممه فضرب المامور یدیه فاحدث الأمر انه ینبغی بطلانه علی قول ابی شجاع فعندی[2] فیه وقفة فان الأمر اذا امر ونوی فضرب المامور کفیه علی الصعید اکسبهما صفة التطهیر وصارا صعیدا حکمیا حتی صلحتا لتطهیر الأمر بمسحهما وحدث الأمر لا یخل بشیء من ذلك لا تزول به طهارة کفی المامور لینتفی تطهیرهما۔

بحث ۹: دوسرے کو حکم دیا کہ مجھے تیمم کرا دے، مامور نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے کہ حکم دینے والے کو حدث عارض ہوا۔ اس پر بحث کرتے ہوئے علامہ حدادی نے فرمایا کہ ابو شجاع کے قول پر مامور کی ضرب مذکور کو (جس کے بعد قبلِ مسح آمر کو حدثِ جدید عارض ہوا) باطل ہو جانا چاہیے۔ مجھے اس بارے میں کچھ توقف ہے۔ اس لیے کہ آمر نے جب حکم دیا اور نیت کر لی پھر مامور نے اپنی ہتھیلیاں جنسِ زمین پر ماریں تو اس ضرب نے ان ہتھیلیوں کو تطہیر کی صفت بخش دی اور وہ صعیدِ حکمی بن کر اپنے مسح سے آمر کو پاک کرنے کے قابل ہو گئیں۔ اور آمر کا حدث اس میں سے کسی بات میں کچھ خلل نہیں لاتا۔ اس کے حدث سے مامور کی ہتھیلیوں کی طہارت تو زائل ہوتی نہیں کہ ان کا وصفِ تطہیر ختم ہو سکے۔

وقد کان الأمر محدثا قبل

اور آمر تو محدث تھا ہی، ضرب سے پہلے بھی

Marfat.com

الضروب وبعده مالم يمسح فاجتمع حدث الآمر اعني كونه محدثا وثبوت صفة التطهير لكفي المأمور في وقت واحد ودام الى حصول المسح ولو اشترط لثبوته لهما طهارة الآمر لدار واستحالت المسألة رأسا فاذا لم ينافه كونه محدثا كيف ينافيه حدثه الجديد ولا يزيده شيأ فوق ما هو عليه الآن۔

العاشر ما استظهر منه البحر انه لا يبطل بحدث المأمور فعندي ابعد منه اذ لو سلمنا انه يبطل بحدث الآمر مع انه لا يوجب تنجيس كفي المأمور وجب بطلانه بحدث المأمور بالاولى لانه ينجسهما فيسلبهما الطهارة فيسلبهما التطهير ولو انه آلة لا ينفيه فانه آلة التطهير فلا بد من طهارته اذ ما ليس بطاهر كيف يفيد غيره التطهير فالظاهر عندي عكس ما قاله

— اور ضرب کے بعد بھی، جب تک کہ مسح نہیں ہو جاتا۔ تو آمر کا حدث — یعنی اس کا محدث ہونا — اور مامور کی ہتھیلیوں میں صفتِ تطہیر کا ثبوت دونوں چیزیں بیک وقت جمع ہوئیں اور یہ اجتماع مسح ہو جانے تک قائم و دائم رہا — اور اگر مامور کی ہتھیلیوں میں صفتِ تطہیر کے لیے طہارتِ آمر کی شرط لگائی جائے تو دور لازم آئے گا۔ اور اس مسئلہ کا وجود ہی محال ہو جائے گا — تو جب اس کا محدث ہونا اس کے منافی نہیں تو یہ حدث جدید کیسے اس کے منافی ہو جائے گا جب کہ وہ مامور کی حالت میں اس سے زیادہ کوئی اضافہ نہیں کرتا جو بر وقت اس میں موجود ہے (فی الحال بھی وہ محدث ہی ہے حدث جدید سے بھی محدث ہی رہا تو ضرب پر حدثِ جدید کا کیا اثر؟)

بحث ۱۰: علامہ حدادی کی بحث لے کر صاحب بحر نے یہ کہا تھا کہ: "اس کا ظاہر یہ ہے کہ وہ ضرب مامور کے حدث سے باطل نہ ہوگی اس لیے کہ وہ تو صرف ذریعہ اور آلہ ہے" — یہ بات میرے نزدیک پہلی سے بھی زیادہ بعید ہے — اس لیے کہ اگر ہم یہ مان لیں کہ آمر کا حدث مامور کی ہتھیلیوں کو نجس بنانے کا موجب نہ ہونے کے باوجود مامور کی ضرب کو باطل کر دیتا ہے تو مامور کا حدث اس ضرب کو بدرجۂ اولیٰ باطل کر دے گا کیونکہ اس کا اپنا حدث تو اس کی ہتھیلیوں کو نجس کر کے ان سے طہارت سلب کر لے گا تو وصفِ تطہیر بھی سلب کر لے گا — اور مامور کا ذریعہ و آلہ ہونا اس کے منافی نہیں کیونکہ وہ تطہیر کا آلہ ہے

marfat.com

Marfat.com

يبطل بحدث المأمور دون الامر والله سبحٰنه وتعالٰى اعلم۔

تو خود اس کا طاہر ہونا ضروری ہے اس لیے کہ جو خود ہی طاہر نہیں وہ دوسرے کو تطہیر کیسے عطا کر سکے گا؟ ـــ تو ان دونوں حضرات (حدادی و بحر) نے جو فرمایا میرے نزدیک اس کے برعکس ہے ـــ ضرب مذکور مامور کے حدث سے باطل ہو جائیگی اور آمر کے حدث سے باطل نہ ہو گی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

الحادی عشر الابحاث الی هنا لم تزد اصل الامر الا غمة لانه ثبت ان الفروع العشرة متفق عليها بين ائمتنا ولا ضرب فيها بالمعنى المعروف وهم مجمعون على ركنيته۔

بحث ۱۱: یہاں تک کی بحثوں سے اصل معاملہ کی پیچیدگی میں اور اضافہ ہی ہوا اس لیے کہ ثابت یہ ہوا کہ مذکورہ دس جزئیات ہمارے ائمہ کے درمیان متفق علیہ ہیں اور ان میں ضرب بمعنی معروف کا وجود نہیں، حالانکہ ان ائمہ کا اس پر اجماع ہے کہ ضرب تیمم کا رکن ہے (پھر رکن کے بغیر شیئ کا تحقق کیونکر ہو گیا؟)

فاقول وبالله التوفيق قد اوجدناك ان الصعيد ضربان حقيقی وحكمی وان التيمم المعهود المعروف المأمور فی الاحاديث القولية والفعلية هو امساس الكفين بالصعيد الحقيقی وسائر العضوين بهذا الصعيد الحكمی وغير المعهود هو امساس جميع اجزاء العضوين بالصعيد الحقيقی فانقسم التيمم ايضا الى قسمين المعهود بالحقيقی فی الكفين والحكمی فی غيرهما وغيره بالحقيقی فی الكل۔

فاقول: وباللہ التوفیق۔ ہم بتا چکے ہیں کہ صعید کی دو قسمیں ہیں، حقیقی اور حکمی ـــ اور معروف و معہود تیمم جو قولی و فعلی احادیث میں مروی ہے وہ یہ ہے کہ ہتھیلیوں کو صعید حقیقی سے مس کیا جائے اور بقیہ ہاتھوں اور چہرے کو اس صعید حکمی (ہتھیلیوں) سے مس کیا جائے اور غیر معہود تیمم یہ ہے کہ چہرے اور ہاتھوں کے تمام اجزا کو صعید حقیقی (جنس زمین) سے مس کیا جائے تو تیمم کی بھی دو قسمیں ہو گئیں: ایک معہود تیمم ـــ صعید حقیقی سے ہتھیلیوں کا، اور حکمی سے بقیہ کا مسح کرنا۔ دوسرا غیر معہود تیمم ـــ صعید حقیقی سے سبھی کا مسح کرنا۔

ثم ركن الشیئ وان كان شرعيا وجود له فی الاعيان ايضا

پھر کسی بھی شیئ کا رکن ـــ اگرچہ وہ شرعی ہی ہو ـــ اس کے بغیر خارج میں بھی شیئ

Marfat.com

بدونه اذ به تقومه كالركوع و
السجود للصلاة والايجاب والقبول
للنكاح اللهم الا ان يكون ركنا زائدا
كالقراءة اما شرطه الشرعي
فلا يجب ان ينتفي بانتفائه
وجوده العيني بل الشرعي الا ترى
ان اركان الصلاة من
القيام والقعود والركوع و
السجود والقراءة لا توقف لشئ
منها في وجوده العيني على
شروطها الشرعية من الطهارة و
الاستقبال والتحريمة وغيرها و
ان لم تعتبر شرعا نفقدها غير ان
من الشروط الشرعية ما يحكي حكاية
الركن يفتاق اليه الشئ في وجوده العيني
ايضا كافتياقه الى الاركان ومثل
الشرط اشبه شئ بالركن وكانه برزخ
بين الاركان والشروط السالفة الذكر
فلا غرو في اجراء اسم الركن عليه
وذلك كالمكان للصلاة والمرأة
للنكاح والصعيد للتيمم۔

اقول وعلى هذا يبتني
قول شيخ الاسلام العلامة
الغزي رحمه الله تعالى في

کا وجود نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ شے کا قوام اور اس
کی حقیقت اسی رکن ہی سے بنتی ہے —— جیسے
نماز کے لیے رکوع وسجود اور نکاح کے لیے ایجاب و
قبول — ہاں مگر یہ کہ رکن زائد ہو جیسے قرارت
—— مگر شرط شرعی کا معاملہ مختلف ہے اس کے
نہ ہونے سے شئ کے وجود عینی خارجی کا نہ ہونا ضروری
نہیں، بلکہ اس کے انتفا سے صرف وجود شرعی کا
انتفا ضروری ہے —— دیکھ لیجئے کہ ارکانِ نماز
قیام، قعود، رکوع، سجود، قرارت میں سے کوئی بھی
اپنے وجود خارجی میں شرائط نماز طہارت، استقبال
قبلہ، تحریمہ وغیرہا پر موقوف نہیں (ان شرائط کے
بغیر بھی وہ ارکان خارج میں موجود ہو سکتے ہیں) اگرچہ
فقدانِ شرائط کے سبب ایسی نماز کا "شرعاً" اعتبار
نہیں۔ ہاں کچھ شرعی شرطیں ایسی بھی ہیں جو رکن سے
مشابہت رکھتی ہیں کہ شئے اپنے وجود خارجی میں
ان کی بھی محتاج ہوتی ہے —— اور کچھ مثل شرط رکن
سے مشابہ تر بھی ہیں گویا وہ رکن اور مذکورہ شرطوں کے
درمیان برزخ کی حیثیت رکھتی ہیں، تو کوئی عجب
نہیں کہ ان کو رکن ہی کے نام سے ذکر کر دیا جائے
(اور بجائے شرط کے رکن کہہ دیا جائے) ایسی شرط کی
مثال: جیسے نماز کے لیے جگہ، نکاح کے لیے عورت،
تیمم کے لیے صعید۔

اقول: اسی اطلاق پر (شدت مشابہت
و احتیاج کی بنا پر شرط کو رکن کہہ دینے پر) متن تنویر الابصار
میں شیخ الاسلام علامہ غزی رحمہ اللہ تعالیٰ اور اسکی

marfat.com
Marfat.com

متنه التنویر والمدقق العلائی فی شرحه الدر (الاستنجاء ارکانه اربعة) شخص (مستنج) وشیئ (مستنجی به) کماء و حجر (و) نجس (خارج) من احد السبیلین (و مخرج) دبر او قبل[1] اھ۔

واقرہ السید العلامۃ ط معللا ایاہ بقوله وذلك لانه الازالة و لا تتحقق الا بمزیل وھو الشخص و مزال وھو الخارج و مزال عنه وھو المخرج و اٰلة ازالة وھو الحجر و نحوہ[2] اھ

ولم یلتفت الی ما اعترض به العلامۃ السید ح ان حقیقة الاستنجاء الذی ھو ازالة نجس عن سبیل لاتتقوم ولا بواحد من ھذہ الاربعة[3]۔

وتبعه السید العلامۃ ش واطال[1] بما حاشا العلامتین المصنف والشارح ان یکونا

شرح دُرمختار میں مدقق علائی رحمہ اللہ تعالٰی کی درج ذیل عبارت مبنی ہے "استنجاء کے چار ارکان ہیں۔ (استنجاء کرنے والا) شخص ۔ وہ چیز (جس سے استنجاء کیا جائے) جیسے پانی اور پتھر ۔ وہ نجس جو سبیلین میں کسی ایک سے (خارج) ہو ۔ (اور مخرج) پیچھے کا مقام یا آگے کا مقام اھ"

سید علامہ طحطاوی نے ذیل کے الفاظ سے اس قول کی علت بتاتے ہوئے اسے برقرار رکھا: "یہ اس لیے کہ استنجاء ازالہ نجاست کا نام ہے اور اس کے تحقق کے لیے ضروری ہے کہ کوئی زائل کرنے والا ہو، وہ شخص ہے، اور کوئی زائل کیا جانیوالا ہو وہ خارج ہے، اور کوئی جگہ ہو جہاں سے زائل کیا جائے وہ مخرج ہے اور کوئی ازالہ کا آلہ و ذریعہ ہو وہ پتھر وغیرہ ہے" اھ سید طحطاوی نے علامہ سید حلبی کے اس اعتراض کی طرف التفات نہ کیا کہ "استنجاء جو کسی ایک راستے سے نجس چیز کو دُور کرنے کا نام ہے اس کی حقیقت ان چاروں سے یا ان میں کسی ایک سے بھی نہیں بنتی"۔ (پھر انہیں رکن کیسے کہہ دیا گیا؟)

سید علامہ شامی نے بھی اس اعتراض میں سید حلبی کی پیروی کی اور دونوں حضرات نے وہ سب ذکر کرکے کلام طویل کیا جس سے مصنف و شارح

---

[1] الدرالمختار فصل الاستنجاء مجتبائی دہلی ۱/۵۶

[2] طحطاوی علی الدر 〃 〃 بیروت ۱/۱۶۴

[3] ردالمحتار 〃 〃 مصطفی البابی مصر ۱/۲۴۶

Marfat.com

غافلين عنه وانما اخذ بيان حقيقته هذا من فيه[عه] فى صدر هذا الكلام ثم لا يخفى عليك ان المراد بالضرب هو الامساس لا خصوص ما فى مدلوله من الشدة وان كان اولى فى بعض الصور۔

ففى الخانية والخلاصة اما صورة التيمم ما ذكر فى الاصل قال يضع يديه على الصعيد وفى بعض الروايات يضرب يديه على الصعيد فاللفظ الاول انيكون على وجه اللين والثانى انيكون الوجه مع وجه الشدة وهذا اولى ليدخل التراب فى اثناء الاصابع[1] هذا لفظ الخانية واختصره فى الخلاصة بقوله قال فى الاصل يضع يديه على الصعيد وفى بعض الروايات يضرب يعنى الوضع على وجه الشدة وهذا اولى اھ[2]

علیہما الرحمۃ کا غافل رہنا بہت بعید ہے، خود ان حضرات (حلبی وشامی) نے تیمم کی جو حقیقت بیان کی ہے وہ ابتدائے کلام میں خود ان ہی کے منہ سے سُن کر اخذ کی ہے۔ یہ بھی مخفی نہ رہے کہ ضرب سے مراد مس کرنا ہے ضرب (مارنے) کا لفظ جس شدت پر دلالت کر رہا ہے خاص وہ مراد نہیں ــــ اگرچہ وہ بعض صورتوں میں اولیٰ ہے۔

خانیہ اور خلاصہ میں ہے: "تیمم کی صورت وہ ہے جو اصل (مبسوط) میں ذکر کی ہے۔ فرمایا: اپنے ہاتھوں کو صعید (جنسِ زمین) پر رکھے ــــ اور بعض روایتوں میں ہے: اپنے ہاتھوں کو جنسِ زمین پر مارے ــــ تو پہلی عبارت کی صورت یہ ہے کہ نرمی کے طور پر ہو ــــ دوسری کی صورت یہ کہ زمین پر سختی کے ساتھ ہاتھ رکھتا ہو۔ اور یہ اولیٰ ہے تاکہ مٹی انگلیوں کے درمیان داخل ہو جائے۔" یہ خانیہ کے الفاظ ہیں۔ اسے خلاصہ میں اس طرح مختصر کیا ہے، "اصل میں فرمایا، اپنے ہاتھوں کو صعید پر رکھے اور بعض روایات میں ہے: مارے اس سے سختی کے ساتھ رکھنا مراد ہے اور یہ اولیٰ ہے اھ۔

[عه] اى من فم الشارح حيث قال الاستنجاء ازالة نجس عن سبيل فلا يسن من ريح وحصاة ونوم وفصد اھ[3] ۱۲ منہ غفر له (م)

یعنی حضرت شارح کی زبانی انہوں نے فرمایا ہے: استنجا رکسی ایک راستے سے نجس چیز دور کرنا ہے۔ تو ریح، کنکری، نیند اور فصد کی وجہ سے استنجا مسنون نہیں اھ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] فتاوی قاضی خان باب التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۲۵
[2] خلاصۃ الفتاوی کیفیۃ التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۳۴
[3] درمختار فصل الاستنجا ۱/۵۶

marfat.com
Marfat.com

اقول وهذا اولی کیلا یتوهم من لفظ الخانیة فی اللفظ الاول ان الوضع یختص باللین وانما المعنی انه یشمله وما علل به اولویة الضرب فی الخانیة به عللوها فی غیر ما کتاب کغایة البیان والعنایة والحلیة والبحر وغیرها۔

اقول: اور یہ تعبیر (خلاصہ کی عبارت) اولیٰ ہے تاکہ وہ وہم نہ پیدا ہو جو پہلی عبارت کی توضیح میں خانیہ کے الفاظ سے پیدا ہو رہا تھا کہ رکھنے کا لفظ صرف نرمی والی صورت سے ہی مخصوص ہے جب کہ رکھنے سے مراد عام ہے (نرمی کے ساتھ ہو یا سختی کے ساتھ) خانیہ میں ضرب کے اولیٰ ہونے کی جو علت بتائی ہے وہی غایۃ البیان، عنایہ، حلیہ، البحر الرائق وغیرہا متعدد کتابوں میں بیان کی گئی ہے۔

اقول فیقتصر علی ماینفصل منه تراب او نقع دون نحو حجر املس ولذا قلت فی بعض الصور نعم ان نظر الی ورودہ فی الاٰثار کما علل به فی المستصفی وثنی به فی الحلیة فلا یبعد اولویته مطلقا لاتباع اللفظ الوارد۔

اقول: یہ علت (ضرب سے مٹی کا انگلیوں کے درمیان داخل ہو جانا) اسی چیز پر ضرب سے خاص ہے جس سے مٹی یا غبار جدا ہو سکے چکنے پتھر جیسی چیز پر ضرب میں یہ علت نہ پائی جائے گی۔ اسی لیے میں نے اسے "بعض صورتوں میں اولیٰ" کہا —— ہاں اگر اس پر نظر کی جائے کہ لفظ ضرب آثار میں وارد ہے (اس لیے اس پر عمل اولیٰ ہے) جیسا کہ مستصفی میں یہی علت بتائی ہے اور حلیہ میں اسے دوسرے نمبر پر ذکر کیا ہے تو بعید نہیں کہ اس بنیاد پر ضرب مطلقاً اولیٰ ہو کیونکہ اس میں لفظ حدیث کا اتباع ہوگا۔

وبالجملة فلیس اللازم الا الامساس ومن البین ان التیمم المعهود لاتحقق له فی الخارج الا به لانه مسح الکفین بالصعید الحقیقی وبقیة العضوین بالکف الموضوع علی الصعید کما تقدم عن الکافی والبرجندی ان الواجب المسح بکف موضوع علی

الحاصل لازم وضروری صرف مس کرنا ہے —— اور ظاہر ہے کہ اس کے بغیر خارج میں تیمم معہود کا تحقق بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ تیمم معہود یہ ہے کہ ہتھیلیوں کا صعید حقیقی سے، اور بقیہ ہاتھوں اور چہرے کا صعید پر رکھی ہوئی ہتھیلی سے مسح ہو۔ جیسا کہ کافی اور برجندی کے حوالے سے گزر چکا کہ "واجب یہ ہے کہ مسح اس ہتھیلی سے ہو جو زمین پر رکھی

Marfat.com

الارض[1] وعن البدائع ان الشرط امساس اليد المضروبة على وجه الارض على الوجه والیدین[2] اھ فاذا لم یضرب لم یتحقق شیئ منھما فلا وجود لارکانه الا بھذا الشرط۔

جاچکی ہے"۔ اور بدائع کے حوالے سے گزرا کہ "شرط یہ ہے کہ رُوئے زمین پر مارے ہوئے ہاتھ سے چہرے اور ہاتھوں کو مس کیا جائے" اھ ـــ تو جب ضرب ہی نہ ہو تو دونوں (صعید حقیقی سے مسح اور صعید حکمی سے مسح) میں سے کسی کا تحقق نہ ہوگا تو اس شرط کے بغیر تیمم معہود کے ارکان کا وجود ہی نہ ہوگا۔

وھذا امر شدة وضوحه ربما یزیده ایضاحا ان من قام عن نومه فجعل یمسح النوم عن وجھه وامر کفیه علی ذراعیه رفعا للکسل او توضأ فمسح الماء عن وجھه وذراعیه لیس لاحد ان یتوھم ان قد تحقق ارکان التیمم فی الخارج فثبت[ع] ان الضربتین من الشرائط

بہت واضح ہونے کے باوجود اس کی مزید وضاحت اس سے ہوتی ہے کہ اگر کوئی شخص نیند سے اُٹھ کر نیند کا اثر دُور کرتے ہُوئے چہرے پر ہاتھ پھیرنے لگا اور کلائیوں پر بھی سستی دُور کرنے کیلئے ہتھیلیاں پھیرلیں، یا کسی کو وضو کرنا ہوا تو اپنے چہرے اور کلائیوں پر پانی سے مسح کیا ان صورتوں میں کسی کو وہم بھی نہیں ہوسکتا کہ خارج میں تیمم کے ارکان متحقق ہوگئے تو ثابت ہُوا کہ دونوں ضربیں ایسی شرطوں میں سے ہیں کہ

ع اقول وکان یمکن ان یرجع الی ھذا اقول السید ط لما ذکرا لسدر الصعید من شرائط التیمم قال ھو جزء الحقیقة لانھا مسح الوجه والیدین علی الصعید لکنه رحمه الله تعالی زاد بعده ولیس بشرط فجعله

اقول: درمختار کی عبارت "صعید شرائط تیمم سے ہے" پر سید طحطاوی نے فرمایا صعید حقیقت تیمم کا جز ہے اس لیے کہ وہ صعید پر ہاتھ اور چہرے پھیرنے کا نام ہے ـ سید طحطاوی کی اس عبارت کو بھی اسی طرف پھیرا جاسکتا تھا کہ شرط کو جزء حقیقت (رکن) کہہ دیا ہے۔ لیکن انہوں نے اس کے بعد ہی یہ کہہ کر کہ "وہ (صعید) شرط نہیں" اپنی عبارت کو

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] شرح النقایہ للبرجندی فصل التیمم مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۴۶

[2] بدائع الصنائع فصل ماتیمم بہ سعید کمپنی کراچی ۱/۵۴

marfat.com
Marfat.com

التی لا تحقق التیمم المعہود فی الاعیان ایضا الا بہما فناسب ان تسمیا رکنین۔

اما التیمم الغیر المعہود فلا یتوقف علیہما بل یتحقق بادخال المحل فی موضع الغبار و بتحریکہ فیہ و بامرار الید علی النقع الواقع علی المحل و بامرار الصعید علیہ کما مرتقریر کل ذلک۔

فظہر و للہ الحمد ان مراد ائمتنا بالضرب امساس الکف بالصعید و بالرکن الشرط الذی لا تصور المشروط بدونہ و بالتیمم التیمم المعہود وھو کلام حق لا غبار علیہ۔

اما الفروع العشرۃ فکلہا فی التیمم الغیر المعہود فعدم الضرب فیہا لا ینافی رکنیتہ للتیمم المعہود وبہذا التحقیق الانیق الحقیق بالقبول تلتئم کلمات الائمۃ الفحول وتندفع الشبہات عن الفروع و

ان کے بغیر خارج میں بھی تیمم معہود کا تحقق نہیں ہو سکتا اس لیے انہیں رکن کا نام دینا مناسب ہوا۔

لیکن تیمم غیر معہود ان دو ضربوں پر موقوف نہیں، وہ یُوں بھی متحقق ہو جاتا ہے کہ اعضائے تیمم کو غبار کی جگہ داخل کر دے، یا اس میں ان اعضا کو جنبش دے یا اعضا پر پڑے ہوئے غبار پر ہاتھ پھیر لے یا جنس زمین سے کوئی چیز اٹھا کر ان اعضا پر پھیر لے جیسا کہ ان سب کی تقریر گزر چکی۔

تو بحمد اللہ ظاہر ہوا کہ ضرب سے ہمارے ائمہ کی مراد صعید سے ہتھیلی کو مس کرنا، اور رکن سے مراد ایسی شرط جس کے بغیر مشروط کا تصور نہیں ہوتا، اور تیمم سے مراد تیمم معہود ——— اور یہ بالکل بے غبار اور برحق کلام ہے۔

رہ گئے وہ دسوں جزئیات تو وہ سب تیمم غیر معہود سے متعلق ہیں ان میں ضرب کا نہ ہونا تیمم معہود میں رکنیت ضرب کے منافی نہیں۔ اس دلکش، لائق قبول تحقیق سے ائمہ فحول کے کلمات میں مطابقت و موافقت ہو جاتی ہے، اور فروع و

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مفسرا بغیر قابل للتاویل وعلی ھذا یلزم ان یکون الوجہ والیدان ایضا اجزاء حقیقۃ التیمم والبصر جزء حقیقۃ العمی وھو کما تری ۱۲ منہ غفر لہ۔ (م)

مفسّر ناقابلِ تاویل بنا دیا ——— اور اس پر یہ لازم آئے گا کہ چہرا اور دونوں ہاتھ بھی حقیقت تیمم کا جز ہوں اور بصر حقیقت عمی کا جز ہو، اس کی خامی و کمزوری ہر ناظر پر عیاں ہے ۱۲ منہ غفر لہ (ت)

Marfat.com

والاصول ٭ ویرتفع النزاع المستمر من الف سنة بین الخیار العدول ٭ ھکذا ینبغی التحقیق ٭ والحمد للہ علی حسن التوفیق ٭ وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولٰنا واٰلہ وصحبہ ٭ وابنہ وحزبہ ٭ اجمعین ابد الآبدین ٭ والحمد للہ رب العٰلمین ٭

اصول سے شبہات کے غبار چھٹ جاتے ہیں ــ اور عادلان برگزیدہ کے مابین "ہزار سال سے جاری رہنے والے اختلاف" کا خاتمہ ہو جاتا ہے ــــــ تحقیق اسی طرح ہونی چاہیے اور حسنِ توفیق پر خدا کا شکر ہے اور اللہ تعالیٰ کا درود ہو ہمارے سردار اور آقا پر اور ان کی آل، اصحاب، فرزند، جماعت سب پر ہمیشہ ہمیشہ۔ اور ساری خوبیاں اللہ کے لیے ہیں جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

الثانی عشر ظھر لك من ھذہ المباحث ان احسن ھذہ الحدود الستة ازواجھا دون اوتارھا وان السادس مختص بالتیمم المعھود والثانی والرابع یعمان کل تیمم بید ان الرابع مقتصر علی حقیقتہ فقد ادی حق الحد والثانی زادہ ایضاحا بزیادۃ قصد التطھیر۔

بحث ۱۲: ان مباحث سے ظاہر ہوا کہ مذکورہ چھ[1] تعریفوں میں بہتر وہ ہیں جو جفت نمبر پر آئی ہیں، وہ نہیں جو طاق ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ چھٹی تعریف تیمم معہود سے خاص ہے اور دوسری، چوتھی ہر تیمم کو عام ہیں۔ ہاں یہ ہے کہ چوتھی تعریف میں حقیقتِ تیمم کے بیان پر اکتفا کیا ہے تو اس نے تحدید کا حق ادا کیا اور دوسری نے "قصدِ تطہیر" کا اضافہ کرکے مزید وضاحت کر دی ہے۔

---

[1] مذکورہ چھ تعریفیں یوں ہیں:
(۱) تطہیر کے لیے پاک صعید کا قصد۔
(۲) دو مخصوص عضووں پر تطہیر کے قصد سے مخصوص شرطوں کے ساتھ صعید کا استعمال یا زمین کے کسی جز کا بقصدِ تطہیر اعضائے مخصوصہ پر استعمال۔
(۳) مطہر صعید کا قصد اور ادائے قربت کے لیے مخصوص طور پر اس کا استعمال۔
(۴) پاک صعید سے چہرے اور ہاتھوں کا مسح۔
(۵) وہ طہارت جو پاک صعید کو دو مخصوص عضووں میں بقصدِ مخصوص استعمال کرنے سے حاصل ہو۔
(۶) دو ضربیں، ایک ضرب چہرے کے لیے اور ایک ضرب کہنیوں تک ہاتھوں کے لیے۔ ۱۲ محمد احمد مصباحی

marfat.com
Marfat.com

اقول وفیه ثلثة مباحث **الاوّل** الظاھران المراد بالتطھیر ازالة النجاسة الحکمیة لکن ربما ییمم[1] المیّت اذا لم یوجد ماء اوکان رجلا بین نساء او امرأة بین رجال اوخنثٰی مراھقة مطلقا فانه ییممه المحرم فان لم یکن فالاجنبی بخرقة الکل[1] فی الدر ویأتی مفصلا وقد[2] قال عامة المشایخ ان المیت یتنجس بالموت نجاسة حقیقیة وھو الاظھر[2] بدائع وھو الصحیح[3] کافی وھو الاقیس[4]ع فتح۔

اقول: یہاں تین بحثیں ہیں: **اول** ظاہر یہ ہے کہ تطہیر سے نجاستِ حکمیہ کا ازالہ مراد ہے لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ میّت کو تیمم کرایا جاتا ہے جب پانی نہ ملے یا میت عورتوں کے درمیان کوئی مرد، یا مردوں کے درمیان کوئی عورت یا کوئی مراہق خنثٰی ہو مطلقاً۔ اسے کوئی محرم تیمم کرائے گا، وُہ نہ ہو تو اجنبی کسی کپڑے کے ذریعے تیمم کرائے گا۔ یہ سب درمختار میں ہے اور تفصیلی ذکر آگے آئیگا ــــ اور عامّہ مشائخ نے یہ فرمایا ہے کہ موت سے میت نجاستِ حقیقیہ کے ساتھ نجس ہوجاتی ہے ــــ اور یہی ظاہر تر ہے، بدائع ــــ یہی صحیح ہے، کافی ــــ یہی زیادہ قرینِ قیاس ہے فتح القدیر۔

ع لان الاٰدمی حیوان دموی فیتنجس بالموت کسائر الحیوان[5] فتح **اقول** ویرد علیه ان لوکان کذا لم یمکن تطھیره بالغسل الاترٰی ان الجیفة لو غسلت الف مرة لم تطھر وانما یطھر منھا الجلد بالدباغ

اس لیے کہ آدمی، خُون رکھنے والا جاندار ہے تو یہ بھی ایسے دوسرے جانداروں کی طرح موت سے نجس ہو جائیگا، فتح القدیر۔ **اقول** اس پر یہ اعتراض وارد ہوگا کہ اگر ایسا ہوتا تو غسل سے اس کی تطہیر ممکن نہ ہوتی۔ دیکھ لیجئے کہ مردار کو اگر ہزار بار بھی غسل دیا جائے تو پاک نہ ہوگا، ہاں دباغت سے صرف

(باقی برصفحہ آیندہ)

---

[1] الدرالمختار باب صلاۃ الجنائز مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۱۹
[2] بدائع الصنائع فصل فی وجوب غسل المیت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۹۹
[3] کافی
[4] فتح القدیر فصل فی الغسل نوریہ رضویہ سکھر ۲/۷۰ [5] ایضاً

Marfat.com

اقول ای غیر الانبیاء فانھم[1]

اقول : مراد غیر انبیاء ہیں اس لیے کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وجلد الانسان لا یحتملہ و لعل قولی ھذا اولی من قول القائلین بالحدث اذقالوا نجاسۃ الحدث تزول بالغسل لا نجاسۃ الموت لقیام موجبہا بعدہ فغسل المسلم لیس لنجاسۃ تحل بالموت بل للحدث لان الموت سبب الاسترخاء و زوال العقل و لما کان یرد علیہ ان ھذا سبب الوضوء دون الغسل قالوا بل ھو سبب الغسل وکان ھو القیاس فی الحی وانما اقتصر فیہ علی الوضوء دفعا للحرج لتکرر سبب الحدث منہ بخلاف المیت[1] اھ اذ یرد علیہ ما فی الفتح ان قیام الموت مشترک الالزام فان سبب الحدث ایضا قائم بعد الغسل[2] اھ۔

اس کی جلد پاک ہو جاتی ہے اور انسان کی جلد میں اس کا احتمال نہیں — امید ہے کہ میری مذکورہ عبارت حدثِ میّت کے قائل حضرات کی اس عبارت سے بہتر ہوگی جس میں انہوں نے یہ کہا کہ "حدث ہی کی نجاست ہے جو غسل سے دُور ہوتی ہے نہ کہ موت کی نجاست' اس لیے کہ اس نجاست کا سبب (موت) تو بعد غسل بھی قائم و باقی رہتا ہے — تو مسلم کا غسل کسی ایسی نجاست کی وجہ سے نہیں جو موت سے اس میں حلول کر جاتی ہے بلکہ حدث کی وجہ سے ہے، اس لیے کہ موت اعضائے ڈھیلے پڑنے اور عقل کے زائل ہونے کا سبب ہے" — اس پر جو اعتراض وارد ہوتا تھا کہ یہ تو وضو کا سبب ہے غسل کا نہیں، تو اس کے جواب میں ان حضرات نے کہا "بلکہ یہ غسل ہی کا سبب ہے اور زندہ شخص میں بھی قیاس کا تقاضا یہی تھا کہ اس سے غسل لازم ہو، مگر دفع حرج کیلئے اس میں صرف وضو پر اکتفا کا حکم ہوا کیونکہ اس سے یہ سبب بار بار پایا جاتا ہے بخلاف میت کے، کہ اس میں ایسا نہیں" اھ۔ اس عبارت پر وہ اعتراض وارد ہوتا ہے جو فتح القدیر میں ہے کہ "سبب کے قائم و باقی رہنے کا الزام تو دونوں ہی صورتوں میں مشترک ہے کیونکہ حدث کا سبب بھی تو غسل کے بعد قائم و باقی رہتا ہے" اھ۔ (باقی برصفحہ آئندہ)

[1] و [2] فتح القدیر فصل فی الغسل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۷۰

marfat.com
Marfat.com

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

واقول بل لیس[1] مشترکا فان الموت تبقی النجاسات متشربۃ فی البدن ولا تزول بالغسل والاسترخاء یوجب خروج ریح و بزوال العقل لا یتنبہ لہ کالنوم فکان سببا بالعرض وھما قد عرضا للمیت وھو حی فتوجہ الیہ الخطاب و ثبتت النجاسۃ الحکمیۃ فاذا غسل زالت ولا تعود لانھا حکمیۃ وقد انھی الموت توجہ الخطاب والتکلیف۔

واقول: (میری عبارت کے برخلاف قائلینِ حدث کی عبارت پر یہ اعتراض ہے اگرچہ میرے نزدیک اس کا جواب بھی ہے کہ) یہ الزام دونوں قول (نجاست وحدث) میں مشترک نہیں ۔ اس لیے کہ موت بدن میں نجاستوں کو پیوست رہنے دیتی ہے اور وہ غسل سے دُور نہیں ہوتیں ۔ اور اعضاء ڈھیلے پڑنا ہوا خارج ہونے کا سبب ہوتا ہے اور آدمی عقل زائل ہونے کی وجہ سے اس پر متنبہ نہیں ہوتا، جیسے نیند کی حالت میں ہوتا ہے ۔ تو یہ بالعرض سبب ہوا، اور دونوں امر (اعضاء ڈھیلے پڑنا اور زوالِ عقل) میت کو حالتِ حیات ہی میں عارض ہوئے تو اس کی جانب خطاب متوجہ ہوا، اور نجاست حکمیہ ثابت ہوئی، جب اسے غسل دے دیا گیا تو زائل ہو گئی اور دوبارہ لوٹنے والی نہیں اس لیے کہ یہ حکمیہ ہے اور موت کی وجہ سے اس کی جانب خطاب کا متوجہ ہونا اور اس کا مکلف ہونا ختم ہو گیا۔

اما اعتذارھم بان الغسل جعل مطھرا لہ تکریما کما فی الفتح **فاقول** التکریم ان[2] لا یجعل جیفۃ لا ان یحکم بانہ جیفۃ خبیثۃ ثم یحکم بطھارتہ بالغسل مع

اب رہا ان (قائلینِ نجاست) کا یہ عذر کہ "تکریماً اس کے لیے غسل کو مطہر قرار دیا گیا ہے" جیسا کہ فتح القدیر میں ہے **فاقول**: تکریم تو یہ ہے کہ اسے مردار نہ قرار دیا جائے ۔ یہ نہیں کہ اس کے مردار خبیث ہونے کا حکم دیا جائے پھر منافی

(بقیہ صفحہ آئندہ پر)

Marfat.com

طیبون طاھرون احیاء و امواتا بل | حیات و ممات ہر حالت میں طیب و طاہر ہیں بلکہ ان کیلئے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

قیام المنافی وقد قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان المومن لاینجس[1] رواہ الستۃ عن ابی ھریرۃ واحمد والخمسۃ الا الترمذی عن حذیفۃ والنسائی عن ابن مسعود والطبرانی فی الکبیر عن ابی موسٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ و زاد الحاکم من حدیث ابی ھریرۃ حیا ومیتا قال فی الفتح ان صح وجب ترجیح انہ للحدث[2] اھ۔

قائم رہنے کے باوجود غسل سے اس کے پاک ہوجانے کا حکم دے دیا جائے ——— حالاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "یقیناً مومن نجس نہیں ہوتا"۔ یہ حدیث صحاح ستہ میں حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے اور حضرت حذیفہ سے امام احمد اور ترمذی کے علاوہ پانچوں حضرات نے روایت کیا ہے اور حضرت ابن مسعود سے نسائی نے اور حضرت ابوموسٰی سے رضی اللہ تعالٰی عنہم طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے۔ اور حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں حاکم کے الفاظ یہ ہیں کہ (مومن) "حیات و موت کسی بھی حالت میں" (نجس نہیں ہوتا) فتح القدیر میں ہے: "اگر یہ روایت صحیح ہے تو اس قول کی ترجیح لازم ہے کہ غسل حدث کی وجہ سے ہے" اھ۔

اقول ولو لم یصح لکفی اطلاق الصحاح علی انہ قد صح وللہ الحمد قال فی الحلیۃ قد اخرج الحاکم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتنجسوا موتاکم فان المؤمن لاینجس حیا ولامیتا قال صحیح علی شرط البخاری و مسلم وقال الحافظ ضیاء الدین

اقول (الفاظ مذکورہ کے اضافہ کے ساتھ حاکم کی جو روایت ہے) اگر صحیح نہ بھی ہوتی تو صحاح ستہ کی روایت کا مطلق ہونا ہی کافی ہوتا (مومن نجس نہیں ہوتا، مطلق فرمانے سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حیات و موت کسی حالت میں نجس نہیں ہوتا) ——— مگر بحمد اللہ روایت حاکم کی صحت ثابت ہے۔ حلیہ میں فرمایا: "حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "اپنے مردوں کو

[1] صحیح البخاری کتاب الغسل ۱/۳۹ [2] فتح القدیر فصل فی الغسل ۲/۷۰

(باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com
Marfat.com

لاموت لهم الا انیا تصدیقا للوعد ثم هم[1]

موت محض آنی تصدیق وعدۂ الٰہیہ کے لیے ہے پھر وہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فی کتابہ اسنادہ عندی علی شرط الصحیح فترجح الاول اھ۔ اقول وبہ اندفع لانہ لمن تامل تاویل الغنیۃ ان المراد لاینجس بالجنابۃ لسیاق حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

نجس قرار دو اس لیے کہ مومن حیات وموت کسی حالت میں نجس نہیں ہوتا" اور کہا کہ یہ صحیح بر شرط بخاری ومسلم ہے۔ اور حافظ ضیاء الدین نے اپنی کتاب میں فرمایا: اس کی سند میرے نزدیک بر شرط صحیح ہے تو اول کو ترجیح حاصل ہوگئی اھ۔ اقول تامل کرنے والے کے لیے اسی سے غنیہ کی یہ تاویل بھی دفع ہوجاتی ہے کہ "حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سیاق کی روشنی میں اس ارشاد کی مراد یہ ہے کہ مومن جنابت کی وجہ سے نجس نہیں ہوجاتا"

اما قول ش المراد نفی النجاسۃ الدائمۃ والا لزم ان لو اصابہ نجاسۃ خارجیۃ لاینجس[2] اھ اقول وقد ظہر لك دفعہ بما قررنا فبون بین بین ان تصیبہ نجاسۃ من خارج فتزال وان یجعل جیفۃ خبیثۃ نجسا کل جزء جزء منہ ظاھرا وباطنا وھذا ھو حقیقۃ النجس بخلاف من اصاب جلدہ نجاسۃ من خارج فلا یصح علیہ حقیقۃ انہ نجس انما النجس ما اصابہ النجاسۃ من بشرتہ

رہا علامہ شامی کا یہ قول کہ "اس سے دائمی نجاست کی نفی مراد ہے ورنہ لازم آئے گا کہ اسے کوئی خارجی نجاست لگ جائے تو بھی نجس نہ ہو" اھ اقول ہماری تقریر سابق سے اس کا جواب بھی ناظر پر ظاہر ہے ــ بڑا نمایاں فرق ہے اس میں کہ اسے خارج سے کوئی نجاست لگ جائے پھر دور کردی جائے اور اس میں کہ اسے مردار خبیث، اور ظاہراً باطناً اس کے ہر ہر جز کو نجس قرار دیا جائے ــ یہی نجس کی حقیقت ہے۔ اس کے برخلاف جس کی جلد پر خارج سے کوئی نجاست لگ گئی ہو، اس پر حقیقی طور سے یہ بات راست نہیں آتی کہ وہ نجس ہے۔ نجس تو صرف اس کی ظاہری جلد کا وہ حصہ ہے جس پر نجاست لگی ہے۔

[1] حلیہ [2] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۷۳ (باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

احیاء ابدا بحیاۃ حقیقۃ دنیاویۃ روحانیۃ جسمانیۃ کما ھو معتقد اھل السنۃ والجماعۃ ولذا لا یورثون ویمتنع تزوج نسائھم صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیھم بخلاف الشھداء الذین نص الکتاب العزیز انھم احیاء ونھی ان یقال لھم اموات فعلی قول العامۃ یکون ھذا التیمم مطھرا

ہمیشہ حیات حقیقی دنیاوی روحانی وجسمانی کے ساتھ زندہ ہیں جیسا کہ اہل السنت والجماعت کا عقیدہ ہے اسی لیے کوئی ان کا وارث نہیں ہوتا اور ان کی عورتوں کا کسی سے نکاح کرنا ممتنع ہے ___ صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہم ___ بخلاف شہداء کے جن کے بارے میں کتاب مجید نے صراحت فرمائی ہے کہ وہ زندہ ہیں اور اس سے نہی فرمائی ہے کہ انھیں مردہ کہا جائے (مگر ان کی میراث تقسیم ہوگی، ان کی ازواج کا دوسرا نکاح ہوسکتا ہے) ___ تو عامۂ مشائخ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فثبت[۲] وللہ الحمد ان الحدیث ینفی تنجس المسلم بالموت فوجب کما قال المحققان ترجیح ان غسلہ للحدث وقد قال فی البحر انہ الاصح[۳] اما فرعا فساد صلاۃ حاملہ قبل الغسل والماء القلیل[۴] بوقوعہ فمبنیان علی قول العامۃ کما جوزہ ش اقول ونعمل بھما اخذا بالاحتیاط اما الکافر فجیفۃ خبیثۃ قطعا فالحکمان فیہ قطعیان واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (م)

تو بحمد اللہ یہ ثابت ہوگیا کہ حدیث پاک سے موت کی وجہ سے مسلمان کے نجس ہونے کی نفی ہوتی ہے تو دونوں محققوں کے فرمان کے بموجب اس کی ترجیح ضروری ہے کہ غسلِ میت حدث کی وجہ سے ہے۔ اور بحر میں فرمایا ہے کہ "یہی اصح ہے اب رہے یہ دو جزئیے کہ اگر کوئی غسل دئے بغیر مردہ کو نماز میں لیے ہوئے ہو تو اس کی نماز فاسد ہوجاتی ہے (اور مردہ آبِ قلیل میں پڑ جائے تو وہ پانی فاسد ہوجاتا ہے"۔ تو یہ دونوں مسئلے عامۂ مشائخ کے قول کی بنیاد پر ہیں، جیسا کہ علّامہ شامی نے بطور تجویز واحتمال اسے کہا ہے (یعنی یہ کہ ہوسکتا ہے کہ یہ قول عامہ کی بنیاد پر ہو، اور حقیقۃً یہ انھی کے قول پر مبنی ہے) اقول اور احتیاط کا پہلو اختیار کرتے ہوئے ہمارا عمل مذکورہ دونوں مسئلوں پر ہوگا۔ لیکن کافر قطعاً مردار خبیث ہے تو اس کے بارے میں دونوں حکم قطعی ہیں واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

marfat.com
Marfat.com

عن خبث۔

اقول وربما یترجح به قول من قال ان الموت حدث وافاد فی طہارۃ البحر الرائق انہ الاصح فان التیمم لم یعرف الا مطہرا عن نجاسۃ حکمیۃ قال تعالٰی اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا[1] الایۃ الا ان یقال ان المولٰی[ع] سبحٰنہ وتعالٰی جعل ھذا المسح بالصعید مزیلا للخبث عن جمیع بدن المیت عند امتناع الغسل تفضلا منہ وتکرما تعبدا غیر معقول المعنی کما جعل المسح بالحجر مزیلا لہ فی الاستنجاء واللہ تعالٰی اعلم۔

کے قول پر یہ تیمم میت اسے خبث سے پاک کرنے والا ہوگا۔

اقول اس سے ان حضرات کے قول کی ترجیح سمجھ میں آتی ہے جو یہ فرماتے ہیں کہ موت حدث ہے، اور البحر الرائق کے باب طہارت میں افادہ فرمایا ہے کہ یہی اصح ہے ــــ اس لیے کہ تیمم نجاستِ حکمیہ سے مطہر ہونے کی حیثیت سے ہی جانا پہچانا گیا ہے ارشادِ باری تعالٰی ہے "تم میں کا کوئی پاخانہ سے آئے یا تم نے عورتوں سے قربت کی ہو اور پانی نہ پاؤ تو تیمم کرو"۔ مگر یہ کہا جائے کہ مولٰی سبحٰنہ وتعالٰی نے غسل نہ ہوسکنے کی صورت میں جنسِ زمین سے اس مسح کو پُورے بدنِ میت سے خبث دُور کرنے والا قرار دیا ہے محض ازراہِ فضل وکرم، ایسا حکم تکلیفی جس کا معنی عقل کی دسترس میں نہیں، جیسے استنجاء میں پتھر سے مسح کو خبث دُور کرنے والا قرار دیا ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

[ع] ولابد للقائلین بالحقیقیۃ ایضا الالتجاء الی مثل ھذا فقد نصوا ان المیت تکفی فیہ غسلۃ واحدۃ وانما التثلیث سنۃ ولوکانت حقیقیۃ لوجب التثلیث فاجابوا بان ھذا من تکریم اللہ سبحٰنہ وتعالٰی عبدہ المسلم المیت جعل تطہیرہ بمرۃ واحدۃ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

نجاست حقیقیہ ماننے والوں کے لیے بھی اس طرح کی بات سے مفر نہیں کیوں کہ انھوں نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ میت کے بدن کو ایک بار دھونا ہی کفایت کرتا ہے اور تین بار دھونا فقط سنّت ہے ــ اگر نجاست حقیقیہ ہوتی تو تین بار دھونا واجب ہوتا۔ اس کا انہوں نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ اللہ سبحانہ وتعالٰی کی جانب سے اپنے بندۂ مسلم کی میت کی تکریم ہے کہ ایک بار سے ہی اس کی تطہیر کا حکم فرمادیا ۱۲ منہ (ت)

---

[1] القرآن ۴/۴۳

Marfat.com

الثانی یؤمر الصبی العاقل بالوضوء
والصلاۃ فان کان مریضا او علی سفر
ولم یجد ماء تیمم ولا یخرج تیممہ
من التیمم الشرعی کوضوئہ وصلاتہ
مع انہ لا یحدث عندہ کما بیناہ فی
الطرس المعدل فیراد فیہ صورۃ التطہیر
وان لم یکن تطہیرا حقیقۃ لعدم النجاسۃ
الحکمیۃ فکان کقول الخانیۃ الصبی العاقل
اذا توضأ یرید بہ التطہیر ینبغی ان
یصیر الماء مستعملا لانہ نوی قربۃ
معتبرۃ[1] اھ تامل۔

وقد یقال علی ما بینا فی الطرس
المعدل ان النجاسۃ الحکمیۃ تعم
المعاصی والمکروھات ولذا کان الوضوء
علی الوضوء منویا موجبا لاستعمال
الماء مع عدم حدث یسلب الماء
طھوریتہ ونص[2] علماء الباطن منھم
سیدی عبدالوھاب الشعرانی قدس سرہ
فی المیزان ان للاطفال ایضا معاصی
بحسبھم وان لم تعد معاصی فی ظاھر
الشریعۃ وبھا یصیبھم ما یصیبھم
کما لا[3] تعضد شجرۃ ولا تسقط ورقۃ ولا
یذبح حیوان الا لغفلتہ عن التسبیح
فعلی ھذا تتحقق النجاسۃ
الحکمیۃ فیھم ایضا

دوم: عاقل بچہ کو وضو ونماز کا حکم دیا جائیگا،
تو اگر وہ بیمار، یا سفر میں ہو اور پانی نہ پائے تو
تیمم کرے اور اس کا تیمم، تیمم شرعی سے باہر نہیں، جیسے
اس کا وضو اور نماز۔ حالاں کہ اس کے پاس حدث
نہیں، جیسا کہ الطرس المعدل میں ہم نے اسے
بیان کیا ہے تو اس میں تطہیر کی صورت مقصود ہوتی
ہے اگرچہ حقیقۃً تطہیر نہ ہو کیونکہ نجاست حکمیہ نہیں۔ تو
ایسا ہوگا جیسے خانیہ میں فرمایا ہے: "عاقل بچہ جب تطہیر
کے ارادہ سے وضو کرے تو پانی مستعمل ہو جانا چاہیے اس
لیے کہ اس نے ایک معتبر قربت کا ارادہ کیا" اھ تامل
(غور کرو)

یہ بھی کہا جاسکتا ہے جیسا کہ ہم نے "الطرس المعدل"
میں بیان کیا ہے کہ نجاست حکمیہ معاصی اور مکروہات
دونوں ہی کو عام ہے اسی لیے نیت کے ساتھ وضو
پر وضو پانی کے مستعمل ہونے کا سبب ہے جبکہ ایسا
کوئی حدث نہیں جو پانی سے مطہر ہونے کی صفت سلب
کر رہا ہو۔ اور علمائے باطن نے ۔جن میں سے
سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ میزان الشریعۃ
الکبریٰ میں رقمطراز ہیں — تصریح فرمائی ہے کہ بچوں
کے لیے بھی ان کی حالت کے لحاظ سے معاصی ہوتے
ہیں اگرچہ ظاہر شریعت میں وہ معاصی کے دائرہ میں شمار
نہیں، اور ان ہی معاصی کی وجہ سے انھیں جو مصیبت
پہنچتی ہے وہ پہنچتی ہے جیسے یہ ہے کہ کوئی بھی درخت
کاٹا جاتا ہے یا کوئی پتہ گرتا ہے یا کوئی جانور ذبح
کیا جاتا ہے تو اس وجہ سے کہ وہ تسبیح الٰہی سے غافل

---

[1] فتاویٰ قاضیخان آخر فصل فی الماء المستعمل ۱/۹

marfat.com
Marfat.com

حقیقۃ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

الثالث قدمنا ان الاستعمال ھو المسح وقولک مسح العضوین علی قصد التطہیر یتبادر منہ ان الماسح ھو القاصد ولیس ھذا علی اطلاقہ فان من یمم غیرہ بامرہ یعتبر فیہ نیۃ الآمر دون المامور کما تقدم عن البحر نعم من یتمم بنفسہ او یمم میتا اعتبر فیہ نیۃ الماسح واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

ہوا۔ تو اس قول کی بنیاد پر بچّوں میں بھی نجاست حکمیہ کا ثبوت حقیقۃً ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

سوم: ہم بتا چکے ہیں کہ استعمالِ صعید سے مراد مسح ہے۔ اور "بقصدِ تطہیر دونوں عضووں کا مسح" کہنے سے ذہن اس طرف جاتا ہے کہ مسح کرنے والا قصد کرنے والا بھی ہوگا۔ حالانکہ یہ حکم مطلق نہیں اس لیے کہ جو کسی دوسرے کو اس کے حکم سے تیمم کرائے اس میں آمر کی نیت کا اعتبار ہوگا مامور کی نیت کا نہیں جیسا کہ البحرالرائق کے حوالے سے گزرا۔ ہاں جو خود تیمم کرے یا کسی میّت کو تیمم کرائے تو اس میں مسح کرنے والے کی نیّت کا اعتبار ہوگا۔ واللہ سبحانہٗ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

تعریف ہفتم رضوی ۔ اقول وباللہ التوفیق ان مباحث جلیلہ میں جو کچھ ہم نے منقح کیا اس پر تیمم کی تعریف اصح واوضح واصرح بعونہٖ تعالٰی یہ ہُوئی کہ فرض طہارت کے لیے کافی پانی سے عجز کی حالت میں مسلمان عاقل کا اپنے بدن سے نجاست حکمیہ حقیقۃً یاصورۃً یا میّت مسلم کے بدن سے نجاست موت حقیقیہ یا دوسرے قول پر حکمیہ دُور کرنے کے لیے اپنے یا اُس میّت کے مُنہ اور ہاتھوں سے اُتنے حصّہ پر جس کا دھونا وضو میں ہے جنس زمین سے کسی کامل الطہارۃ چیز کو خود یا اپنی نیت مذکورہ سے دوسرے کو حکم دے کر اُس کے واسطہ سے یُوں استعمال کرنا کہ یا تو خود اس فعل سے اُن دونوں عضووں کے ہر جز کو اُس جنس ارض سے مس واقع ہو یا اپنے خواہ اپنے مامور کے وہ کف کہ اس کی نیت مذکور کے ساتھ جنس ارض سے اتصال دئے گئے ہوں اُن کے اکثر کا جدا جدا اتصالوں سے مُنہ اور کہنیوں کے اوپر ہر ہاتھ سے اس طرح مس ہونا کہ کوئی حصّہ ایسا نہ رہے جسے خود جنس ارض یا اُس کف سے اتصال نہ ہو۔

توضیحات ہمارے ان بیانات وقیود کے بہت فوائد مباحث سابقہ سے روشن ہیں مگر ہمارے عوام بھائی کہ عربی نہ سمجھیں اُن کے لیے اجمالاً اعادہ اور کثیر و عزیز جدید فوائد کا کہ پہلے مذکور نہ ہوئے افادہ کریں

---

[1] المیزان الکبرٰی خاتمۃ الکتاب مصطفی البابی مصر ۲/۲۰۹

Marfat.com

سمح الندری فیما یورث العجز عن الماء[35][13]

فاقول وباللہ التوفیق **اوّل** پانی سے عجز کی ۱۷۵ صورتیں ہیں: (۱) پانی وہاں سے میل بھر دُور ہو اگرچہ خود اپنے شہر ہی میں ہو یا سفر میں اُسی طرف جدھر جارہا ہے، درمختار میں ہے: لبعدہ ولو مقیما فی المصر میلا[1] (کیونکہ وہ پانی سے ایک میل دُور ہے اگرچہ شہر ہی میں مقیم ہے۔ت) فتح القدیر میں ہے: قولہ المیل ھو المختار احتراز عما قیل میلان او میلان ان کان الماء امامہ والا فمیل[2] (مصنف کا قول "میل" یہی مختار ہے۔ یہ ان دونوں قولوں سے احتراز ہے: (i) دو میل (ii) دو میل اگر پانی اس کے آگے کی سمت میں ہو ورنہ ایک میل۔ت) **تنبیہ** رحمۃ للعالمین بالمؤمنین رؤف رحیم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شریعت مطہرہ کی رحمت دیکھیے ہمارے صرف میل بھر چلنے کی مشقت پر ایسا لحاظ فرمایا کہ اس کے لئے وضو بلکہ بحال جنابت غسل کی ضرورت نہ رکھی تیمم جائز فرمادیا اگرچہ آدمی خود اپنے شہر میں ہو بلکہ سفر میں جس طرف جاتا ہے اسی طرف میل بھر ہو جب بھی یہاں تیمم کرکے نماز پڑھ سکتا ہے اگرچہ یہ میل خود ہی طے کرے گا ہاں جس طرف جاتا ہے ادھر ہی پانی ہے اور جانے میں وقت، کراہت نہ آجائے گا تو مستحب یہ ہے کہ وہاں پہنچ کر پانی ہی سے طہارت کرکے نماز پڑھے متون میں ہے ندب لراجیہ اٰخر الوقت تنویر۔ المستحب در۔ ھو الاصح ش[3] (اس کے لیے تاخیر مندوب ہے جو آخر وقت میں پانی ملنے کی امید رکھتا ہو۔ تنویر الابصار یعنی ۔ آخر وقت مستحب ہیں ۔ درمختار ۔ یہی اصح ہے۔ شامی۔ت)

(۲) جنگل میں کنواں ہے رسّی یا ڈول بھرنے کا آلہ نہیں نہ عمامے وغیرہ سے نکال سکے نہ کوئی ایسا ہو کہ پانی اُتر کر لادے (۳) یا لانے والا اُجرت مثل سے زائد مانگتا ہے کما فی البحر عن التوشیح[4] (جیسا کہ البحرالرائق میں توشیح کے حوالے سے ہے۔ت) (۴) **اقول** یا یہ مفلس ہے کہ اُجرت دے ہی نہیں سکتا (۵) یا یہاں دینے کو نہیں اس کا مال دوسری جگہ ہے اور اجیر ادھار پر راضی نہیں اور اگر راضی ہو جائے تو تیمم جائز نہ ہوگا زدتھما اخذا مما یأتی فی ثمن الماء (پانی کے دام سے متعلق جو مسئلہ آرہا ہے اس سے اخذ کرتے ہوئے میں نے ان دو صورتوں کا اضافہ کیا۔ت) (۶) کپڑا تو ایسا ہے جسے رسّی کی جگہ کرکے پانی نکال سکتا ہے یا بار بار ڈبو کر نچوڑنے سے پانی قابلِ طہارت لے سکتا ہے مگر ایسا کرنے سے کپڑا

---

[1] الدرالمختار باب التیمم مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۱
[2] فتح القدیر ″ ″ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۰۸
[3] ردالمحتار مع الدر ″ ″ مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۲
[4] بحرالرائق ″ ″ سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۳

marfat.com
Marfat.com

خراب ہوجائیگا یا پانی تک پہنچنے کے لیے اُسے بیچ میں چیر کر باندھنا درکار ہوگا اور ایسا کرنے سے اس میں ایک درم کا نقصان ہوتا ہے جب بھی تیمم کی اجازت ہے ورنہ نہیں نش عن التاتارخانیۃ عن الامام فقیہ النفس خلافا لما فی التوشیح فالبحر فالنھر فالدر معتمدین ما فی کتب الشافعیۃ ان لو نقص قدر قیمۃ الماء و اٰلۃ الاستقاء لایتیمم و ان زاد تیمم[1] (شامی از تاتارخانیہ از امام فقیہ النفس قاضی خان ـــــ اس کے برخلاف جو توشیح پھر بحر پھر نہر پھر درمیں ہے اس پر اعتماد کرتے ہوئے جو کتب شافعیہ میں ہے کہ اگر پانی اور پانی کھینچنے کے آلے کی قیمت بقدر نقصان ہو تو تیمم نہ کرے ورنہ تیمم کرلے۔ ت)

فائدہ [1] درم شرعی یہاں کے روپے سے $\frac{۷}{۲۵}$ ہے یعنی ساڑھے چار آنے سے $\frac{۶}{۲۵}$ پائی کم۔

(۷) تالاب کا پانی اُوپر سے بوجہ برف جم گیا ہے اور اس کے پاس کوئی آلہ نہیں کہ اُسے توڑ کر نیچے سے پانی نکال سکے یا برف کو پگھلا سکے بحر عن المبتغی[2] (بحر نے مبتغی کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ ت)

اقول اگر بلا آلہ ہوا سے پگھلا سکے جب بھی تیمم روا نہ ہوگا مگر یہ کہ اتنی دیر میں پگھلے کہ وقت جاتا رہے گا تو تیمم کرکے پڑھ لے۔

وھل ھو علی قول زفر المفتی بہ من جواز التیمم لخوف فوت وقتیۃ فیعمل بہ ثم یعید متطھرا بالماء عملا باصل المذھب ام علی قول الکل۔

کیا یہ حکم امام زفر کے مفتی بہ قول پر ہے کہ اگر نماز وقتیہ کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو تیمم جائز ہے۔ لہذا اس پر عمل کرلے، پھر اصل مذہب پر عمل کرتے ہوئے پانی سے وضو کرکے نماز کا اعادہ کرے؟ ـــــ یا یہ سب کے قول پر ہے؟

اقول الظاھر الثانی لانہ عادم للماء حقیقۃ بخلاف مسألۃ زفر فیسوغ التیمم فان کان یجدہ بعد الوقت بالذوبان الاتری ان راجیہ اٰخر الوقت لایجب علیہ التاخیر فکیف من

اقول: ظاہر یہ ہے کہ سب کے قول پر ہے۔ اس لیے کہ حقیقۃً وہ پانی پانے والا نہیں بخلاف مسئلہ امام زفر کے ـــــ تو تیمم اس کے لیے جائز ہے اگرچہ وقت کے بعد پگھلنے سے وہ پانی پالے گا ـــــ دیکھئے کہ جسے آخر وقت میں پانی ملنے کی

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۷۳

[2] البحرالرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۳

Marfat.com

لا یرجوہ فی الوقت اصلا واللہ تعالٰی اعلم۔ امید ہو اس پر تاخیر واجب نہیں۔ پھر اس کا کیا حکم ہو گا جسے وقت میں پانی ملنے کی بالکل امید نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

(۸) پانی کے پاس شیر بھیڑیا وغیرہ درندہ یا سانپ یا آگ ہے کہ پانی لے نہیں سکتا (۹) رہزن ہے کہ لوٹ لے گا (۱۰) دشمن ہے جس سے حملہ کا صحیح اندیشہ ہے (۱۱) فاسق ہے کہ عورت یا امرد کو اس سے اندیشۂ بدکاری ہے (۱۲) قرضخواہ ہے اور یہ مفلس وہ مطالبہ میں حبس کرلے گا الکل فی البحر[1] والدر (یہ سب البحرالرائق اور دُرِمختار میں ہے۔ ت)

اقول یہ ایک شرعی مسئلہ ہے کہ ان بلاد میں جاری نہیں یہاں قرضخواہ نالش کے سوا خود حبس کا اختیار نہیں رکھتا تو یہ یہاں یوں عذر نہیں بلکہ اس طرح کہ اُس نے گرفتاری جاری کرائی ہے اگر وہاں جاتا یا باہر نکلتا ہے گرفتار ہوجائے گا (۱۳) جو وارنٹ کے سبب پانی کے پاس نہیں جا سکتا (۱۴) جو پولیس سے رُوپوش ہے وقد ذکروا فی الجمعۃ ان الاختفاء من السلطان الظالم مسقط فتح[2] وھندیۃ (علماء نے جمعہ کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ ظالم بادشاہ کے خوف سے رُوپوشی کے سبب جمعہ ساقط ہوجاتا ہے۔ فتح، ہندیہ۔ ت)

(۱۵) **اقول** یہ دونوں صورتیں کہ فقیر نے زائد کیں ظاہر ہیں اور مسئلۂ مدیون سے بدلالۃ النص ثابت تیسری صورت اور ہے کہ عزت دینی والا عالم دین جسے اعزاز دین وعلم دین کے لیے کچہریوں سے احتراز ہے مخالف نے ایذارسانی کے لیے اُسے شہادت میں لکھا دیا یا اور کسی طرح طلب کرایا سمن جاری ہے اُس کے خوف سے باہر نہیں جا سکتا ظاہراً یہ بھی ان شاء اللہ العزیز عذر صحیح ہے کہ آخر یہ مضرت ایک پیسے کے نقصان سے جس کے لیے شرع نے تیمم جائز فرمایا جس کا ذکر عنقریب آتا ہے کہیں زیادہ ہے فلیحرر ولیتأمل واللہ تعالٰی اعلم (اس کی توضیح اور اس میں تأمل کی ضرورت ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ ت)

(۱۶ تا ۳۲) **اقول** ۱۰ سے ۱۵ تک ہر صورت میں یہ بھی شرط ہے کہ کوئی پانی لادینے والا غلام خادم بیٹا وغیرہ نہ ملے اور ہر ایک میں بدستور یہ تین تین صورتیں بڑھیں گی کہ اُجرت پر لادینے والا اجرت مثل سے زائد مانگتا ہے یا یہ اُجرت دینے پر قادر نہیں یا اس وقت پاس نہیں اور وہ ادھار پر راضی نہیں۔

(۳۴) مال پاس ہے اپنا خواہ امانت اور پانی پر ساتھ لے جانے کا نہیں نہ یہاں کوئی محافظ اگر پانی لینے

---

[1] البحرالرائق | باب التیمم | مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱/۱۴۲

[2] فتح القدیر | باب صلوۃ الجمعۃ | " نوریہ رضویہ سکھر | ۲/۳۲

marfat.com

Marfat.com

جائے تو اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے[1] بحر و درمختار۔ مال ایک درم سے کم نہ ہو[2] علی ما استفادش من فرع التترخانیۃ المذکورۃ والمسألۃ تحتاج بعد الی زیادۃ تحریر (یہ اس بنیاد پر ہے جو علامہ شامی نے تاتارخانیہ کے مذکورہ جزئیہ سے استفادہ کرتے ہوئے کہا مگر یہ مسئلہ اب بھی مزید توضیح کا محتاج ہے۔ ت) (۳۵) پانی ملتا ہے مگر دو چند قیمت کو یعنی اُس جگہ بازار کے بھاؤ سے اتنے پانی کی جو قیمت ہے بیچنے والا اُس سے دو چند مانگتا ہے[3] بحر عن البدائع والنھایۃ والنوادر وقدمہ فی الخانیۃ فکان ھو الاظھر الاشھر (بحر بحوالہ بدائع ونہایہ ونوادر، اور خانیہ میں اسے مقدم رکھا تو یہی اظہر و اشہر ہے۔ ت) (۳۶) قیمت مثل ہی کو ملتا ہے مگر یہ مفلس ہے یعنی حاجت سے زائد اتنا مال نہیں رکھتا[4] کما فی الدر (جیسا کہ درمختار میں ہے۔ ت) (۳۷) مال تو رکھتا ہے مگر یہاں نہیں اور بیچنے والا اُدھار دینے پر راضی نہیں ہاں راضی ہو تو خریدنا واجب اور اگر کوئی اُتنے دام اسے قرض دینا چاہے تو لینا لازم نہیں تیمم کرسکتا ہے لان الاجل لازم ولا مطالبۃ قبل حلولہ بخلاف القرض[5] ش عن البحر (اس لیے کہ ادھار کی مُدّت میں مقررہ میعاد لازم ہوگی اور اس سے پہلے مطالبہ نہیں ہوسکتا، اور قرض کا حکم اس کے برخلاف ہے۔ شامی بحوالہ بحر۔ ت)

تنبیہ شریعتِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت دیکھئے ہمارے ایک ایک پیسے پر لحاظ فرمایا گیا نہانے کی حاجت ہے اور وہاں قابلِ غسل پانی کی قیمت ایک پیسہ ہو اور جس کے پاس ہے دو پیسے مانگتا ہے پیسہ زیادہ نہ دو اور تیمم کرکے نماز پڑھ لو ایسی رحمت والی شریعت کے کسی حکم کو بُرا سمجھنا یا شامتِ نفس سے بجا نہ لانا کیسی ناشکری و بے حیائی ہے مولٰی عزوجل صدقہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رحمت کا اس فقیر عاجز اور سب اہلِ سنّت کو کامل اتباعِ شریعت کی توفیق بخشے اور اپنی رحمت محضہ سے قبول فرمائے آمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین (۳۸) مریض ہے پانی سے طہارت کرے تو مرض بڑھ جائے گا یا دیر میں اچھا ہوگا اور یہ بات ظاہر علامت یا تجربہ سے ثابت ہو[6] ش عن الغنیۃ (شامی بحوالہ غنیہ) یا

---

۱ الدرالمختار	باب التیمم	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۴۱
۲ ردالمحتار	"	" مصطفی البابی مصر	۱/۱۷۳
۳ البحرالرائق	"	" ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/۱۶۲
۴ الدرالمختار	"	" مجتبائی دہلی	۱/۴۴
۵ ردالمحتار	"	" مصطفی البابی مصر	۱/۱۸۴

۶ ایضاً ۱/۱۷۱

Marfat.com

طبیب حاذق مسلم مستور ایسا کہے در ش وقیل عدالتہ شرط[1] غنیۃ (درمختار و شامی۔ اور کہا گیا کہ اس کا عادل ہونا شرط ہے۔ غنیہ۔ ت)

اقول فیہ مافیہ من الحرج وما شرع التیمم الا لدفعہ (اس پر اعتراض یہ ہے کہ اس میں حرج ہے حالانکہ تیمم دفع حرج ہی کے لیے مشروع ہوا۔ ت)

(۳۹) یُوں ہی اگر فی الحال مرض نہیں مگر تجربہ وغیرہ دلائل معتبرہ شرعیہ مذکورہ سے ثابت ہے کہ اس وقت پانی سے طہارت کی تو بیمار ہوجائے گا[2] ش عن القہستانی (شامی از قہستانی۔ ت) (۴۰) سردی شدید ہے اور حمام نہیں یا اُجرت دینے کو نہیں نہ پانی گرم کرسکتا ہے نہ ایسے کپڑے ہیں کہ نہا کر اُن سے گرمی حاصل کرسکے نہ تاپنے کو الاؤ مل سکتا ہے اور اس سردی میں نہانے سے مرض کا صحیح خوف ہے تو تیمم کرسکتا ہے اگرچہ شہر میں ہو[3] درمختار سردی کے باعث وضو نہیں چھوڑ سکتا وھو الصحیح کما فی الخانیۃ والخلاصۃ بل ھو بالاجماع مصفی[4] (یہی صحیح ہے۔ خانیہ، خلاصہ — بلکہ یہ بالاجماع ہے مصفی۔ ت) ہاں اگر اس سردی میں وضو سے بھی صحیح خوف حدوث مرض ہو جب بھی تیمم کرے[5] ش عن الامداد (شامی بحوالہ امداد الفتاح۔ ت) خالی وہم کا اعتبار نہانے میں بھی نہیں وضو تو وضو (۴۱) مریض کو پانی سے طہارت تو مضر نہیں مگر جنبش مضر ہے (۴۲) ضرر تو کچھ نہیں مگر خود وضو نہیں کرسکتا اور دوسرا کرانے والا نہیں اور اگر ہے تو مثلاً غلام یا نوکر یا اولاد جن پر اس کی اطاعت وخدمت لازم ہے تو بالاتفاق تیمم نہیں کرسکتا اور اگر اُس پر خدمت لازم تو نہیں مگر اس کے کہنے سے وضو کرادے گا جیسے دوست یا زوج یا زوجہ تو معتمد یہ کہ اب بھی تیمم جائز نہیں[6] (۴۳) دوسرا ہے مگر وُہ اجرت مانگتا ہے اور یہ قادر نہیں (۴۴) قادر بھی ہے مگر وُہ اُجرت مثل سے زیادہ مانگتا ہے[7] الکل فی البحر والدر (یہ سب بحرالرائق اور درمختار میں ہے۔ ت) (۴۵) **اقول** یہاں بھی وُہ صورت آئیگی کہ وہ اُجرت مثل ہی مانگتا ہے اور یہ دے بھی سکتا ہے مگر یہاں نہیں اور وُہ اُدھار پر راضی نہیں (۴۶ تا ۴۸) سفر میں پانی پاس موجود ہے اور

---

[1] ردالمحتار مع الدرالمختار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۷۱ [2] ایضاً

[3] الدرالمختار " مجتبائی دہلی ۱/۴۱

[4] و [5] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۷۲ و ۱۷۱

[6] بحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۰

[7] " " " " ۱/۱۴۱

marfat.com

Marfat.com

استعمال پر قدرت بھی اور مرض کا بھی اندیشہ نہیں مگر اس سے طہارت کرتا ہے تو اسے[1] یا بعد کو یہ یا اور کوئی مسلمان یا اس[2] کا جانور اگرچہ وُہ کتا جس کا پالنا جائز ہے پیاسا رہ جائے گا (۴۹) یا آٹا[3] گوندھنے کو پھر پانی نہ ملے گا (۵۰) یا بدن یا بقدر ستر عورت کے کپڑے پر نجاست ہے جس سے نماز نہ ہوگی اور اگر وضو یا غسل کر لیا تو اتنی نجاست پاک کرنے کو جس سے وُہ مانع نماز نہ رہے پانی نہ ملے گا، یہ پانچوں صورتیں ہمارے رسالہ النور و النورق فصل اول نمبر ۱۳ میں مشرح ہیں (۵۱) راہ میں سبیل کا پانی موجود ہے مگر وہ پینے کے لیے وقف ہے غسل و وضو کے لیے نہیں۔ اس کا نہایت مفصل مکمل بیان ہمارے اسی رسالے نمبر ۲۹ میں ہے (۵۲) طہارت ہی کے لیے وقف ہے مگر ایک قوم خاص یا وصف خاص پر اور یہ اُن میں نہیں اس کا بیان نمبر ۳ میں ہے۔ (۵۳) پانی دوسرے کی ملک ہے اور اس کے لیے اجازت نہیں اس کا بیان نمبر ۳۲ وغیرہ میں ہے (۵۴) نہانے کی حاجت ہے اور وہاں کچھ لوگ ہیں کہ نہ وُہ ہٹتے ہیں نہ اُسے آڑ ملتی ہے نہ کچھ باندھ کر نہانے کو ہے تیمم کرے اگرچہ مرد صرف مردوں ہی میں ہو یا عورت صرف عورتوں[1] میں علی ما استظھر فی الحلیۃ والغنیۃ خلافا لما فی القنیۃ والدر (یہ اس بنیاد پر ہے جسے حلیہ اور غنیہ میں ظاہر کہہ کے بیان کیا اس کے برخلاف جو قنیہ اور درمختار میں ہے۔ت)

اقول وما زدت من القیود ظاھر (اور میں نے جن قیدوں کا اضافہ کیا ہے وہ ظاہر ہیں۔ت) پھر بعد کو نماز کا اعادہ کرے یا نہ کرے اس کا ذکر نمبر ۶۷ میں آتا ہے وباللہ التوفیق،

(۵۵) **اقول** یُونہی اگر عورت کو وضو کرنا ہے اور وہاں کوئی نامحرم مرد موجود ہے جس سے چھپا کر ہاتھوں کا دھونا اور سر کا مسح نہیں کر سکتی تیمم کرے (۵۶) محبوس کو پانی نہیں ملتا (۵۷) کفار معاذ اللہ پکڑ کر لے گئے اور غسل یا وضو نہیں کرنے دیتے (۵۸) ظالم ڈراتا ہے کہ پانی سے طہارت کی تو مار ڈالوں گا یا کوئی عضو کاٹ دوں گا اور ایسا ہی خوف جس سے اکراہ ثابت[2] ہو۔ الکل فی الذخیرۃ وشرح الوقایۃ والفتح والدرر وغیرھا (یہ سب ذخیرہ، شرح وقایہ، فتح القدیر، درر وغیرہا میں ہے۔ت) **اقول** وما زدت من القطع وسائر مایصح بہ الاکراہ ظاھر (میں نے عضو کاٹنے اور ہر اس چیز کا جس سے اکراہ ثابت ہو اضافہ کیا، یہ ظاہر ہے۔ت) (۵۹) پانی میل بھر سے کم دُور ہے مگر نوکر یا مزدور کو آقا یا مستاجر جانے کی اجازت نہیں دیتا بحر[3] عن المبتغی (بحر بحوالہ مبتغی) (۶۰) **اقول** ریل میں ہے

---

[1] غنیۃ المستملی سنن الغسل مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱

[2] فتح القدیر باب التیمم 〃 نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۱۸

[3] البحر الرائق 〃 〃 ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۲

Marfat.com

اور اس درجے میں پانی نہیں اور دروازہ بند ہے تیمم کرے لانہ کالمحبوس فی معنی العجز (اس لیے کہ وہ عاجز ہونے میں قیدی کی طرح ہے۔ ت) مگر ۵۶ سے یہاں تک ان پانچوں صورتوں میں جب پانی پائے طہارت کرکے نماز پھیرے لان المانع من جھة العباد (اس لیے کہ مانع بندوں کی طرف سے ہے۔ ت) اور اگر اُتر کر پانی لانے میں مال جاتے رہنے کا خوف ہو تو اعادہ بھی نہیں اور یہ نمبر ۴۴ ہے اور اگر ریل چلے جانے کا اندیشہ ہو تب بھی تیمم کرے اور اعادہ نہیں یہ نمبر آیندہ کے حکم میں ہے (۶۱) پانی میل سے کم مگراتنی دُور ہے کہ اگر یہ وہاں جائے تو قافلہ چلاجائے گا اور اس کی نگاہ سے غائب ہوجائے گا (۶۲) **اقول** یا اگرچہ ابھی نگاہ سے غائب نہ ہوگا مگر یہ ایسا کہ دور ہے کہ مل نہ سکے گا۔

قال فی البحر عن ابی یوسف اذا کان بحیث لوذھب الیہ و توضأ تذھب القافلۃ و تغیب عن بصرہ فھو بعید و یجوز لہ التیمم واستحسن المشایخ ھذہ الروایۃ کذا فی التجنیس وغیرہ اھ[1]۔

بحر میں فرمایا: امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ "جب یہ حالت ہو کہ پانی تک جاکر وضو کرے تو قافلہ چلاجائے گا اور اس کی نظر سے غائب ہوجائے گا تو وہ پانی سے دور ہے اور اس کے لیے تیمم جائز ہے"۔ مشایخ نے یہ روایت بنظرِ استحسان دیکھی، اسے پسند کیا، ایسا ہی تجنیس وغیرہ میں ہے اھ۔ (ت)

اقول والمختار فی تقدیر البعد وان کان المیل لکن ھذا عذر صحیح معتبر لاشك ولذا استحسنہ المشایخ فیجب اعتبارہ مستقلا لا من حیث تقدیر البعد بہ۔

اقول: دوری کی تحدید میں مختار اگرچہ میل ہی ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ ایک صحیح اور معتبر عذر ہے اسی لیے مشایخ نے اسے پسند کیا تو مستقل طور پر اس کا اعتبار ضروری ہے اس لحاظ سے نہیں کہ یہی دوری کی حد مان لی گئی ہے۔ (ت)

(۶۳ تا ۶۶) **اقول** عورت کے پاس پانی نہیں نہ باہر نکلنے کو چادر نہ بیٹا وغیرہ لا دینے والا یا اجیر اجرت مثل سے زیادہ مانگتا ہے یا یہ مفلس ہے یا مال غائب اور وہ ادھار پر راضی نہیں تیمم کرے اور اعادہ نہیں لان المنع من جھة الشرع (اس لیے کہ رکاوٹ شریعت کی جانب سے ہے۔ ت) (۶۷) **اقول** شریف زادی پردہ نشین کہ باہر نکلنے کی قطعاً عادی نہیں اگر گھر میں پانی نہ رہے نہ باہر سے

---

[1] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۰

marfat.com
Marfat.com

کوئی لادینے والا ہو تو رؤف رحیم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رحمت سے امید ہے کہ اُسے اجازت تیمم ہو اور پانی پانے پر اعادہ کی بھی حاجت نہ ہو تفصیل[ع۱] اس کی یہ کہ عورات چند قسم میں ایک وہ کہ دن دہاڑے منہ کھولے بے تکلف بازاروں میں پھرتی ہیں یہ مطلقاً مردوں کی مثل ہیں مگر جبکہ چادر نہ پائیں۔ **اقول** اگرچہ خود بدلحاظی سے پھرنے کی عادی ہوں کہ وہ حرام ہے اور شرع حرام کا حکم نہیں دیتی دوسری وہ کہ برقع اوڑھ کر دن کو آتی جاتی ہیں یہ بھی معذور نہیں ہوسکتیں مگر اُسی حالت میں کہ برقع یا چادر بھی نہ پائیں تیسری وہ کہ رات کو چادر اوڑھ کر دوسرے محلوں تک جاتی ہیں جس طرح رامپور و بدایوں کے بہت گھروں کی رسم سُنی گئی ان کے لیے دن میں شاید عذر ہوسکے شب میں ہرگز نہیں مگر یہ کہ کنویں پر مردوں کا مجمع ہو اور یہ مجمع میں چادر اوڑھ کر شب کو بھی نہ جاسکتی ہوں چوتھی وہ کہ شب کو چادر کے ساتھ بھی دُور نہ جاسکے صرف اس کی عادی ہو کہ گھر سے نکل کر سامنے کے دروازے میں دو قدم رکھ کر چلی جائے اس کے لیے اگر کنواں ایسا ہی قریب ہے اور اس پر مرد نہیں تو عذر نہیں اور اگر کنواں دُور ہے یا وہاں مردوں کا اجتماع ہے تو کہہ سکتے ہیں کہ معذور ہے پانچویں وہ کہ گھر سے باہر قدم رکھنے کی مطلقاً عادی نہیں جس طرح بحمد اللہ تعالٰی بریلی میں شریف زادیوں کا دستور ہے یہ ہر طرح معذور ہے اور کیونکر اُسے مجبور کیا جائے گا حالاں کہ اس نے کنواں دیکھا تک نہیں، نہ اس تک راہ جانتی ہے نہ کسی سے پوچھ سکے گی نہ اُس کے قدم اُٹھیں گے ولا یکلف اللہ نفسًا اِلَّا وُسعھا[۱] (اور خدا کسی جان کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ ت) عادت چھڑانے میں حرج ہے خصوصاً وہ نیک عادت کہ کمال حیا پر مبنی ہو اور حیا جتنی زائد ہو اُسی قدر بہتر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: الحیاء خیر کلہ[۲] حیا سراسر بہتر ہے رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن الصحابۃ جمیعا (اسے بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت عمران بن حصین سے روایت کیا ہے خدا اُن سے اور تمام صحابہ کرام سے راضی ہو۔ ت) اُو پر گزرا کہ شریعتِ مطہرہ نے ہمارے ایک پیسے کا لحاظ فرمایا کہ پانی بیچنے والا پیسے کی جگہ دو مانگتا ہو نہ دو اور تیمم کر لو ان شریف زادیوں کو اگر کوئی دس روپے بلکہ باعتبار حیثیت ہزار روپے دے اور کہے کنویں سے پانی بھر لاؤ ان سے ہرگز نہ ہوسکے گا

ع۱ **اقول** اس کی نظیر یہ ہے کہ پانی پینے کی سبیل سے وضو کی اجازت نہیں اگر صرف وہی پانی ہو تیمم کرے اور اگر کوئی شخص ظلم وغصب کا عادی ہو تو اسے بھی تیمم کا حکم ہو گا یہ نہ فرمایا جائے گا کہ تو تو غاصب ہے اسے غصب کر لے کر وضو کر ۱۲ منہ (م)

---

[۱] القرآن ۲/۲۸۶

[۲] الصحیح للمسلم باب عدد شعب الایمان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۸

Marfat.com

وللہ الحمد تو یہ اس پر کیونکر مجبور کی جائیں ۔ یہ ہے وہ جو براہِ تفقہ ذہنِ فقیر میں آیا ،

ولا اقول انه حکم الله عزوجل بل ارجو ان یکون حکمه تعالی فلینظر فیه العلماء الذین[عـــه] لهم اعین یبصرون بها ولهم قلوب یفقهون بها والله یهدی السبیل وھو حسبی ونعم الوکیل۔

اور میں یہ نہیں کہتا کہ یہی اللہ عزوجل کا حکم ہے بلکہ مجھے امید ہے کہ یہ رب تعالٰی کا حکم ہو ۔ تو اس میں وہ علما نظر فرمائیں جن کے پاس بصیرت[۱] والی نگاہیں اور فقاہت والے دل ہیں ۔ اور خدا ہی صحیح راستے کی طرف ہدایت فرمانے والا ہے ، اور وہی مجھے کافی اور کیا ہی عمدہ کارساز ہے ۔ (ت)

اما قولی انها اذا وجدت الماء لا تعید فلان المانع الحیاء والحیاء من المولٰی سبحٰنه وتعالٰی فالمانع من جهة صاحب الحق عزجلاله کما استظهر الفاضلان الرحمتی ثم الشامی فی مسألة نمرۃ ۵۴ ومثلها ۵۵ قائلین ان العذر لم یأت من قبل المخلوق فان المانع لها الشرع والحیاء وھما من الله تعالٰی کما قالوا لو تیمّم لخوف العدو فان توعده علی الوضوء او الغسل یعید لان العذر اتی من غیر صاحب الحق ولو

لیکن یہ جو میں نے کہا کہ " پانی پانے پر اسے اعادہ کی بھی حاجت نہیں " تو اس لیے کہ اس کے لیے پانی سے مانع چیز حیا ہے ۔ اور حیا مولٰی سبحٰنہ وتعالٰی کی جانب سے ہے ۔ تو مانع خود صاحب حق عزجلالہ کی طرف سے ہے جیسا کہ فاضل رحمتی پھر شامی نے مسئلہ ۵۴ میں اور اسی کے مثل ۵۵ میں اظہار کیا ۔ ان کے الفاظ یہ ہیں : " عذر مخلوق کی جانب سے نہ آیا اس لیے کہ اس عورت کے لیے مانع شریعت اور حیا ہے دونوں ہی اللہ تعالٰی کی جانب سے ہیں ۔ جیسا کہ علمائے فرمایا ہے کہ اگر دشمن کے خوف سے تیمم کیا ، تو اگر یہ صورت ہے کہ دشمن نے وضو یا غسل کرنے پر کوئی دھمکی دی ہے تو اعادہ کرے گا اس لیے کہ عذر صاحب حق (مولٰی تعالٰی) کی جانب سے نہیں ،

[عـــه] احتراز عن بعض ابناء الزمان الذین تسموا بالعلم وما لهم من العلم الا الاسم ۱۲ منه غفرله (م)

[۱] یہ ایسے بعض ابنائے زمانہ سے احتراز ہے جنھوں نے اپنے ساتھ علم و علماء کا نام چسپاں کر لیا ہے اور حقیقت میں ان کے پاس علم نہیں صرف علم کا نام ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

marfat.com

Marfat.com

خاف بدون توعد من العدو فلان الخوف اوقعه اللّٰه تعالٰی فی قلبه فقد جاء العذر من صاحب الحق فلا تلزمه الاعادة اھ[1]۔

اور اگر دشمن کے ڈرائے بغیر یہ خوفزدہ ہوا (اور تیمم کرلیا) تو اعادہ نہیں۔ اس لیے کہ خدائے تعالٰی نے ہی اس کے دل میں خوف ڈال دیا تو یہ عذر صاحبِ حق کی جانب سے ہی آیا لہذا اس پر اعادہ لازم نہیں"۔ اھ (ت)

وانت تعلم ان الامر فی مسألتنا هذه اظهر من تلك فليس ههنا شئ من قبل العباد اما تلك فقال المحقق الحلبی فی الحلية الاشبه الاعادة تفريعا علی ظاهر المذهب فی الممنوع من ازالة الحدث بصنع العباد[2] اھ ورأيتنی كتبت علی قول الرحمتی المذكور ما نصه۔

اور معلوم ہے کہ ہمارے زیرِ تحریر مسئلہ میں معاملہ اُس سے زیادہ ظاہر اور واضح ہے۔ اس لیے یہاں بندوں کی جانب سے کسی چیز کا وجود ہی نہیں۔ اور اُس مسئلہ میں تو محقق حلبی نے حلیہ میں یہ لکھا ہے کہ "جو شخص بندوں کے فعل کی وجہ سے ازالۂ حدث نہ کرسکے اس کے متعلق ظاہر مذہب میں یہی حکم ہے کہ اعادہ کرے تو ظاہر مذہب میں تفریع کرتے ہوئے یہاں بھی زیادہ مناسب اعادہ ہی ہے" اھ۔ میں نے دیکھا کہ رحمتی کے قول مذکور پر خود میں نے کبھی درج ذیل عبارت تحریر کی تھی:

اقول وباللّٰه التوفيق محل المسألة انما هو حيث كان ممنوعا عن التحول الی موضع ستر والا لم يجز له الكشف ولا التيمم قطعا فهذا المنع اما ان يكون من قبل القوم كأن حبسوه اوقالوا له لو تحولت قتلناك اوسلبناك فان المال شقيق النفس

اقول وباللّٰہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق خدا ہی کی جانب سے ہے) یہ مسئلہ اُسی صورت میں ہے جب کسی پردہ کی جگہ چلے جانے سے رکاوٹ ہو ورنہ اس کے لیے نہ ستر کھولنا جائز ہوگا نہ ہی تیمم کرنا جائز ہوگا۔ اب یہ رُکاوٹ یا تو لوگوں کی جانب سے ہے۔ مثلاً اسے قید کردیا ہے یا اس سے کہا ہے کہ یہاں سے ہٹے تو ہم تجھے قتل کردیں گے یا تیرا مال چھین لیں گے۔ مال بھی جان کا بھائی ہے۔ یا لوگوں کی جانب سے

---

[1] رد المحتار ابحاث الغسل مصطفی البابی مصر ۱/۱۱۵

[2] ایضاً

Marfat.com

اولکمریض ومن سفینة فی لجة بحر علی الاول لا شك ان المنع جاء من قبل العباد فیتیمم ویعید وعلی الثانی لقائل ان یقول لابد له ان یسألهم تحویل الدبر او غض البصر فان فعلوا فبها والا فقد تسببوا فی المانع وان لم یکن نفس المانع من قبلهم کالخوف فانه من قبل الله تعالٰی ومع ذلك اذا نشأ بتسبب العبد بالایعاد یعد من العبد ویؤمر بالاعادة فاذن الاشبه ما ذکر المحقق الحلبی مع ان فیه الخروج عن العهدة بیقین فعلیه فلیکن التعویل والله سبحنه وتعالٰی اعلم۔

رکاوٹ نہیں ہے۔ مثلاً بیمار ہے یا سمندر کی گہرائی میں کشتی پر سوار ہے۔ پہلی صورت میں رکاوٹ بلاشبہ بندوں کی جانب سے ہے تو تیمم کرے گا پھر اعادہ کرے گا۔ اور دُوسری صورت میں کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ اس پر لازم ہے کہ لوگوں سے کہے پیٹھ پھیر لیں یا نگاہ بند کرلیں، اگر وہ ایسا کرلیں تو ٹھیک ورنہ وہ رکاوٹ کا سبب بن گئے اگرچہ اصل مانع ان کی طرف سے نہیں۔ جیسے خوف کا معاملہ ہے کہ دراصل یہ اللہ تعالٰی کی جانب سے ہے۔ اس کے باوجود جب خوف اس سبب سے پیدا ہوا کہ کسی بندے نے دھمکی دی ہے تو وہ بندے کی جانب سے شمار ہوتا ہے اور اعادہ کا حکم دیا جاتا ہے ___ اس تفصیل کی روشنی میں اشبہ (زیادہ مناسب) وہی ہے جو محقق حلبی نے فرمایا۔ ساتھ ہی اس میں احتیاط کا پہلو بھی ہے کیونکہ اعادہ کرلے تو یقینی طور پر سبکدوشی اور عہدہ برآ ہو جائے گا اس لیے انہی کے قول پر اعتماد ہونا چاہیے، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

(۶۸ تا ۷۰) **اقول** یوں ہی اگر پانی لادینے والا اُجرت مانگتا ہے اور یہ مفلس یا وہ ادھار پر راضی نہیں یا اُجرت مثل سے زیادہ کا طالب[1] علی وزان ما مر فی ۳۵ و ۳۶ و ۳۷ عن البحر والدر (اسی طور پر جیسا کہ نمبر ۳۵، ۳۶، ۳۷ میں بحر رائق اور درمختار کے حوالہ سے بیان ہوا ہے۔ ت)

(۷۱) **اقول** کنواں رسّی ڈول سب کچھ موجود ہے مگر یہ ایسا مریض یا اتنا ضعیف ہے کہ بھرنے پر قادر نہیں اور نوکر غلام بیٹا کوئی پاس نہیں نہ کوئی ایسا کہ اس کے کہے سے بھر دے نہ اور تدبیروں سے کہ نمبر ۲ میں گزریں

---

[1] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۳

marfat.com

Marfat.com

پانی لے سکتا ہے،

فقد تحقق عجزہ و ھو ملاك الاباحة وکانہ دخل فیما ذکروا من فقد الاٰلة فان فیہ الفقد حکما وان لم یکن حسا کما قال تعالٰی وَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فعم الفقد الحسی والحکمی۔

اس لیے کہ اس کا عاجز ہونا متحقق ہوگیا اور جوازِ تیمم کی بنیاد یہی ہے۔ علماء نے پانی کھینچنے کا آلہ نہ پانے کا جو ذکر کیا ہے گویا یہ صورت بھی اس میں داخل ہے کیونکہ اس میں بھی حکماً ذریعہ کا فقدان ہے اگرچہ حسّاً فقدان نہیں جیسے باری تعالٰی کا ارشاد ہے: "اور تم پانی نہ پاؤ" یہ حسّی و حکمی دونوں فقدان کو شامل ہے۔ (ت)

(۷۲ تا ۷۴) اقول یُوں ہی اگر دُوسرا پانی بھر دینے والا اُجرت مانگتا ہے اور یہ مفلس یا وہ ادھار پر راضی نہیں یا اُجرت مثل سے زائد مانگتا ہے۔

(۷۵ تا ۷۸) اقول انہی صورتوں کی مثل ہے کہ یہ مریض وضعیف بھی نہ ہو مگر کنُویں کا چرسہ اکیلے سے نہ کھینچ سکے گا اور دُوسرا چھوٹا ڈول یا پانی لینے کا اور طریقہ نہیں نہ اس کے پاس اتنے آدمی کہ مل کر کھینچ دیں یا کھنچوانے کی اُجرت نہیں رکھتا یا کھینچنے والے اجرت مثل سے زیادہ مانگتے ہیں یا ادھار پر راضی نہیں اور یہ صورت اکیلے شخص پر محصور نہیں دو یا زائد بھی ہوں مگر اس چرسہ کے کھینچنے کو زیادہ آدمی درکار رہیں جب بھی یہی احکام ہونگے خصوصاً جبکہ یہ عورتیں ہوں کواقعة بنتی شعیب علیہ وعلیہما الصلاة والسلام (جیسے حضرت شعیب کی دونوں بیٹیوں کا واقعہ ہے۔ ان پر اور ان دونوں پر درود وسلام۔ ت)

(۷۹) اقول پانی پر گزرا سامان سب حاضر ہے مگر یہ گھوڑے پر سوار ہے اور گھوڑا بدرکاب کہ اُتر کر چڑھنے میں بہت دقت کا سامنا ہوگا تیمم کرکے گھوڑے پر پیٹھ لے جبکہ جنس ارض سے کوئی شے پاس ہو اگرچہ چلم ہو یا زین وغیرہ پر اتنا غبار ہو کہ ہاتھ پھیرنے سے انگلیوں کا نشان بن جائے۔

(۸۰ تا ۸۳) اقول یُونہی اگرچہ سواری شائستہ ہو مگر یہ مریض یا ایسا ضعیف ہے کہ بے مددگار چڑھ نہ سکے گا اور مددگار انہیں تفصیلوں پر نہیں یا اُجرت مانگتا ہے اور یہ مفلس یا وہ ادھار پر راضی نہیں یا اجرت مثل سے زیادہ چاہتا ہے۔

(۸۴) اقول یُوں ہی اگر سوار عورت ہے اور چڑھانے کو محرم یا شوہر درکار اور وہ ساتھ نہیں،

حلیہ میں ہے:

الشیخ اذا رکب دابة ولم یقدر علی

"بوڑھا شخص کسی جانور پر سوار ہوا اور اترنے پر قدرت

Marfat.com

النزول او امرأة[1] وليس معها محرم يصليان عليها اھ[1] قال في الحلية بل ظاهر الخانية انه يجوز لها وان كان معها محرم فان فيها الرجل اذا حمل امرأته من القرية الى المصر كان لها ان تصلي على الدابة في الطريق اذا كانت لا تقدر على الركوب والنزول انتهى لكن هذا ظاهر على اصل ابي حنيفة في انه لا يجعل قدرة الانسان بغيره كقدرته بنفسه اما على قولهما فينبغي ان لا يجوز اذا كان الزوج يقدر على مساعدتها في الركوب والنزول ويبذل ذلك لها ثم لا يخفى ان جواب الخانية مع تعقبنا به آت بطريق اولى اذا كان مكان الزوج محرم او اجنبي[2] اھ۔

نہیں، یا عورت سوار ہو جس کے ساتھ کوئی محرم نہیں تو دونوں کے لیے یہ حکم ہے کہ سواری پر نماز پڑھ لیں" اھ حلیہ میں فرمایا: "بلکہ خانیہ کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے ساتھ محرم ہو جب بھی اس کے لیے اجازت ہے اس لیے کہ خانیہ میں یہ ہے کہ جب مرد اپنی عورت کو سوار کرکے گاؤں سے شہر لے جائے تو عورت راستے میں سواری پر نماز پڑھ لے جب چڑھنے اترنے پر قادر نہ ہو" انتہی۔ یہ حکم امام اعظم ابوحنیفہ کے قاعدہ پر تو ظاہر ہے اس لیے کہ وہ انسان کے لیے دوسرے کے ذریعہ حاصل ہونے والی قدرت کو خود اس کی اپنی قدرت کی طرح قرار نہیں دیتے۔ لیکن صاحبین کے قول پر اس صورت میں اس کا جواز نہیں ہونا چاہیے جب شوہر چڑھنے اترنے میں اس کی مدد کرسکتا ہو اور اپنی مدد پیش بھی کرسکتا ہو۔ پھر خانیہ میں جو حکم مذکور ہے یہ ہماری تنقید کے ساتھ اس صورت میں بھی بدرجہ اولٰی جاری ہوگا جب بجائے شوہر کے، کوئی محرم یا اجنبی ہو، جیسا کہ ظاہر ہے اھ۔ (ت)

اقول اما الاولوية في تأتي جواب الخانية ان حمل على الجواز مطلقا وان ساعدها من معها على الركوب والنزول فظاهرة ولكن

اقول خانیہ میں مذکورہ حکم کے جاری ہونے کا اگر یہ معنٰی ہے کہ مطلقاً جواز ہو اگرچہ عورت کا ہمراہی اترنے چڑھنے میں اس کا معاون ہو تو یہاں اس کا اولٰی ہونا ظاہر ہے۔ لیکن (یہاں صاحبِ حلیہ کی تنقید بھی بدرجہ اولٰی جاری ہونے

۱؎ منیۃ المصلی فرائض الصلوٰۃ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۲۵۳

۲؎ تعلیق المجلی مع المنیۃ " " " " (ملتقطاً)

marfat.com

Marfat.com

اولاً[۱] ای اولویۃ فی اتیان التعقب فی المحرم بل الزوج ھو الاولٰی وثانیاً[۲] لاتأتی للتعقب فی الاجنبی فضلاً عن الاولویۃ فان ارکابہ وانزالہ ایاھا فیہ مافیہ وقد[۳] نصت مسألۃ المتن علی جواز صلاتہا علی الدابۃ اذاکان معہا اجنبی ھذا منطوقہا وعدم الجواز اذاکان معہا محرم مفہومہا وتثبت۔

پر ہی کلام ہے) **اولاً** محرم سے متعلق تنقید مذکور بطریقِ اولٰی کیوں کر جاری ہوسکتی ہے اس تنقید کے معاملہ میں تو شوہر ہی اولٰی ہے **ثانیاً** اجنبی کے سلسلہ میں تو تنقید مذکور جاری بھی نہیں ہوسکتی اس کا اولٰی ہونا تو درکنار، اس لیے کہ اس کے چڑھانے اتارنے میں بہت خرابیاں دشواریاں ہیں متن (منیۃ المصلی) کے مسئلہ میں اس کی صراحت ہے کہ جب عورت کے ساتھ اجنبی ہو تو اس کے لیے سواری پر نماز پڑھنا جائز ہے، یہ اس کی صریح عبارت اور منطوق ہے۔ اور جب عورت کے ساتھ محرم ہو تو سواری پر نماز پڑھنا جائز نہیں یہ اس کا معنی مخالف اور مفہوم ہے۔ تو فہم وثبات سے کام لو۔ (ت)

(۸۵) اقول یُوں ہی اگر اُترنے چڑھنے سے بیماری بڑھے۔ یہ مسائل علمائے کرام نے دربارۂ نماز ذکر فرمائے کہ یُوں اترنے سے عجز ہو تو سواری پر پڑھے تو دربارۂ طہارت بدرجۂ اولٰی درمختار میں زیرِ قول متن الصلاۃ علی الدابۃ تجوز فی حالۃ العذر لافی غیرھا (سواری پر نماز ادا کرنا بحالتِ عذر جائز ہے بلاعذر نہیں۔ ت) فرمایا ومن[۲] العذر دابۃ لاترکب الا بعناء او بمعین[۱] (یہ بھی عذر ہی ہے کہ جانور پر مشقت یا کسی مددگار کے بغیر سوار نہ ہوسکے۔ ت) ردالمحتار میں ہے،

لوکانت الدابۃ جموحا لونزل لایمکنہ الرکوب الا بمعین اوکان شیخا کبیرا لونزل لایمکنہ ان یرکب ولایجد من یعینہ تجوز الصلاۃ علی الدابۃ اھ وقدمنا عن المجتبی ان

اگر جانور سرکش ہو کہ اتر جائے تو بغیر مددگار کے اس پر چڑھنا ممکن نہ ہو یا سوار بہت بوڑھا ہو کہ اتر جائے تو چڑھ نہ سکے نہ ہی اسے کوئی مددگار ملے تو سواری پر نماز ادا کرنا جائز ہے اھ ــ اور ہم مجتبٰی کے حوالہ سے پہلے بیان کرچکے ہیں کہ ان کے

---

[۱] الدرالمختار باب الوتر والنوافل مجتبائی دہلی ۱/۹۸

Marfat.com

الاصح عندہ لزوم النزول لو وجد اجنبیا یطیعه فعلی ھذا لاخلاف فی لزوم النزول لمن وجد معینا یطیعه ولم یکن مریضا یلحقه بنزوله زیادة مرض۔ وفی المنیة المرأة اذا لم یکن لہا محرم تجوز صلاتہا علی الدابة اذا لم تقدر علی النزول اھ[1]۔

نزدیک اصح یہ ہے کہ اترنا لازم ہے اگر ایسا کوئی اجنبی مل جائے جو اس کی بات مان لے۔ تو اس بنیاد پر اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس شخص کے لیے اترنا لازم ہے جسے کوئی ایسا مددگار مل جائے جو اس کی بات مان لے اور ایسا بیمار نہ ہو کہ اترنے سے مرض بڑھ جائے۔ اور منیہ میں ہے کہ "عورت کے ساتھ جب محرم نہ ہو تو اس کے لیے سواری پر نماز پڑھنا جائز ہے جبکہ اترنے پر قدرت نہ ہو اھ۔ (ت)

(۸۶) **اقول** اگر زخم ہے کہ اُترنے سے جاری ہوجائے گا اور نماز طہارت سے نہ مل سکے گی نہ اُترے اور تیمم سے پڑھے یہ مسئلہ بھی علماء نے نماز میں افادہ فرمایا ہے کہ اگر کھڑے ہونے سے زخم جاری ہوتا ہو بیٹھ کر پڑھے دُرمختار[2] میں ہے قد یتحتم القعود کمن یسیل جرحہ اذا قام او یسلس بولہ[2] (اس کے لیے بیٹھ کر نماز پڑھنا واجب ہے جس کا زخم قیام سے بہنے لگتا ہو یا جسے کھڑے ہونے سے پیشاب آنے لگتا ہو۔ ت)

(۸۷) ہر عبادت فرض یا واجب یا سنّت کہ پانی سے طہارت کرے تو فوت ہوجائے گی اور اس کا عوض کچھ نہ ہوگا اُس کے لیے تیمم کرسکتا ہے مگر یہ تیمم[3] صرف اسی عبادت کے لیے طہارت ہوگا نہ اور کے لیے کہ اُسی کی ضرورت سے اجازت ہُوئی تھی تو اس تیمم سے کوئی اور عبادت کہ بے طہارت جائز نہ ہو جائز نہ ہوگی اس[4] فوت بلا عوض کی بہت صورتیں ہیں مثلاً نمازِ جنازہ قائم ہے یا قائم ہونے کو ہے اس کے وضو کا انتظار نہ ہوگا جب تک وضو کرے چاروں تکبیریں ہوچکیں گی اگرچہ سلام پھیرنا باقی رہے کہ نماز جنازہ[5] تکبیروں پر ختم ہوجاتی ہے اُن کے بعد ملنے کا محل نہیں اگرچہ ابھی سلام نہ ہوا ہو کما فی الدر وغیرہ (جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ ت) یا عیدین کا وقت نکل جائیگا یا ان کا امام معین سلام پھیر دے[3] گا۔

اقول جبکہ دوسرے امام معین کے پیچھے نہ مل سکیں کما قالوا فی الفاسق لا یقتدی بہ فی الجمعة ایضا اذا تعددت فی المصر لانہ بسبیل من التحول کما فی الفتح[4] وغیرہ (جیسے علماء

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۱۸
[2] الدرالمختار باب صفة الصلوٰۃ " مجتبائی دہلی ۱/۷۰
[3] الدرالمختار باب التیمم " مجتبائی دہلی ۱/۴۳
[4] فتح القدیر باب الامامة " نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴

marfat.com

Marfat.com

نے فرمایا ہے کہ جمعہ میں بھی فاسق کی اقتداء نہ کی جائے گی اگر شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہوتا ہو کیونکہ ایسے امام کو چھوڑ کر دوسری جگہ جانے کی راہ موجود ہے، جیساکہ فتح القدیر وغیرہ میں ہے۔ ت) یہ اس لیے کہ عیدین[1] کی نماز کی نماز مثل جمعہ ہر امام کے پیچھے نہیں ہوسکتی سوا سلطانِ اسلام یا اس کے نائب یا ماذون کے، اور وہ نہ ہوں تو بضرورت جسے مسلمان امامِ جمعہ مقرر کرلیں یا سُورج گہن ہوچکے گا صلاۃ الجنازۃ والعیدین من مسائل المتون وزاد الکسوف کالرواتب لاٰتیۃ[1] فی الحلیۃ بحثا واقرہ فی البحر والنھر والدر وحواشیہ (نمازِ جنازہ اور عیدین کا مسئلہ تو متون میں ذکر ہے اور کسوف کا مسئلہ یونہی سنن رواتب سے متعلق آنے والا مسئلہ حلیہ میں بطور بحث زیادہ کیا جسے بحرالرائق، نہرالفائق، دُرمختار اور اس کے حواشی میں برقرار رکھا گیا۔ ت)

اقول اور اگر کسوف باقی رہے اور جماعت ہوچکے گی تو تیمم کی اجازت نہیں کہ اگرچہ کسوف[2] میں بھی ہر شخص امامت نہیں کرسکتا خاص امامِ جمعہ ہی اس کا امام ہوسکتا ہے کما فی الدر[2] وغیرہ (جیساکہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ ت) مگر اس[3] میں جماعت ضروری نہیں تنہا بھی ہوسکتی ہے نہ مثل جنازہ تکرار ممنوع ہے،

لتصریحھم بجواز ان یصلیھا کل بحیالہ فی بیتہ[3] کما فی شرح الطحاوی و مشی علیہ فی الدر او فی مساجدھم علی ما فی الظہیریۃ وعزاہ فی المحیط الی شمس الائمۃ[4] عن مفتی دمشق اسمٰعیل نعم الجماعۃ مستحبۃ اذا حضر امام الجمعۃ[5] کما فی الدر۔

اس لیے کہ علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ نماز کسوف ہر شخص اپنے گھر میں انفرادی طور پر ادا کرسکتا ہے۔ جیساکہ شرح طحاوی میں ہے اس راہ پر صاحبِ درمختار بھی گئے ہیں ۔ یا لوگ اپنی اپنی مسجدوں میں بھی ادا کرسکتے ہیں ۔ جیساکہ ظہیریہ میں ہے اور محیط میں اسے شمس الائمہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے ۔ شامی از مفتی دمشق شیخ اسمٰعیل ۔ ہاں جب امامِ جمعہ موجود ہو تو جماعت مستحب ہے ۔ جیساکہ دُرمختار میں ہے۔ (ت)

---

[1] الدرالمختار مع الشامی | باب التیمم | مطبوعہ مصطفی البابی مصر | ۱/۱۶۸
[2] الدرالمختار | صلوٰۃ الکسوف | " مجتبائی دہلی | ۱/۱۱۷
[3] الدرالمختار مع الشامی | صلوٰۃ الکسوف | " مصطفی البابی مصر | ۱/۶۲۳
[4] " | " | " | " | "
[5] الدرالمختار | " | " مجتبائی دہلی | ۱/۱۱۷

Marfat.com

تو اس کا فوت[1] یوں ہی ہوگا کہ گہن چھوٹ جائے، ردالمحتار میں ہے لوانجلت لو تصل بعدہ[1] (اگر سورج روشن ہوگیا تو اس کے بعد نماز کسوف نہ پڑھی جائے گی۔ ت) یا ظہر[8] و جمعہ[9] و مغرب و عشا کے فرضوں کے بعد وضو جاتا رہا اور اب وضو کرتا ہے تو بعد کی سنتیں نہ ملیں گی وقت نکل جائیگا۔ **اقول** یونہی[9] ظہر یا جمعہ[10] کی پہلی سنتیں اگر قیام جماعت کے سبب نہ پڑھ سکا اور بعد فرض یا بعد سنت بعدیہ وضو جاتا رہا اور اب وضو کرے تو وقت عصر آجائیگا لانہا ان فاتت عن وقتہا فانہا تقضی فی الوقت ثم لا قضاء فقضاؤھا یفوت لا الی بدل[2] (اس لیے کہ یہ سنتیں اگرچہ اپنے مقررہ وقت سے ہی فوت ہوئیں مگر ان کی قضا وقت کے اندر ہی ہوسکتی ہے بعد وقت قضا نہیں تو بعد ظہر و جمعہ اگر ان کی قضا فوت ہوجاتی ہے تو پھر اس کا کوئی بدل نہیں۔ ت) یا صبح[11] کے وقت پانی وضو کے لیے منگایا یا کسی نے دینے کا وعدہ کیا ہے اس کا انتظار کرے تو وضو کرکے صرف فرض پائے گا یوں کہ یا تو سنتوں کے قابل وقت ہی نہ رہے گا یا سنتیں پڑھے تو جماعت فوت ہونا چار سنتیں چھوٹنی ہوں گی تو جب تک پانی آئے تیمم کرکے سنتیں پڑھ لے پھر وضو کرکے فرض[2] کما فی ش وغیرہ (جیسا کہ شامی وغیرہ میں ہے۔ ت) یا[12] صبح کی نماز نہ ہوئی تھی اور اب زوال تک اتنا وقت نہیں کہ وضو کرکے دو رکعتیں پڑھ سکے تو تیمم کرکے سنتیں پڑھ لے کہ بعد زوال نہ ہوسکیں گی پھر وضو کرکے وقت ظہر آنے پر صبح کے فرض پڑھے ذکرہ ش عن شیخہ قال و ذکرلہا ط صورتین اخریین[3] اھ (اسے شامی نے اپنے شیخ کے حوالہ سے ذکر کیا اور فرمایا کہ طحطاوی نے اس کی دو صورتیں اور ذکر کی ہیں۔ ت) **اقول** بل اولہما ھی ھذہ التی اثرھا عن شیخہ و ذکر اخری وردھا وھی حقیقۃ بالرد (بلکہ ان دونوں سے بہتر یہی صورت ہے جو شامی نے اپنے شیخ سے نقل فرمائی اور دوسری صورت ذکر کرکے اسے رد کردیا اور وہ رد ہی کے لائق ہے۔ ت) یا[13] بے وضو خصوصاً جنب ہے اور کسی نے سلام کیا یا[14] کوئی سامنے آیا اور خود اُسے سلام کرنا ہے اور سلام نام الٰہی عزوجل ہے بے طہارت لینا نہ چاہا اور وضو کرے تو سلام فوت ہوتا ہے کہ جواب[3] میں اتنی دیر کی اجازت نہیں اور سلام[4] بھی ابتدائے لقاپر ہے نہ بعد دیر لہذا اجازت ہے کہ تیمم کرکے جواب دے یا سلام کرے مسئلہ جواب خود فعل اقدس حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت کہ

---

[1] ردالمحتار مع الشامی صلوٰۃ الکسوف مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۶۲۲

[2] ردالمحتار باب التیمم " " " ۱/۱۷۸

[3] " " " " " "

[4] " " " " " "

marfat.com

Marfat.com

ایک صاحب گزرے حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سلام کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا یہاں تک کہ قریب ہوا وُہ گلی سے گزر جائیں حضور نے تیمم فرماکر جواب دیا اور ارشاد فرمایا انہ لم یمنعنی ان ارد علیک السلام الا انی لم اکن علی طھر[1] ہم کو جواب دینے سے مانع نہ ہوا مگر یہ کہ اس وقت وضو نہ تھا رواہ ابوداؤد عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال المحقق الحلبی فی الحلیۃ سکت علیہ ابوداؤد فھو حجۃ[2] اھ (اسے ابوداؤد نے بطریق نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا، محقق حلبی نے حلیہ میں فرمایا کہ ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے اس لیے وہ حجت ہے اھ۔ ت) اور ابتدائے سلام اُس پر قیاس کرکے زیادت ائمہ کرام ہے بحر میں ہے المذھب ان التیمم للسلام صحیح[3] (مذہب یہ ہے کہ سلام کے لیے تیمم درست ہے۔ ت)

تنبیہ علامہ سید طحطاوی پھر اُن کے اتباع سے علامہ سید شامی نے دو چیزیں اور زائد کیں وضو کرتا ہے تو چاند گہن ہو چکے گا یا ضحوہ کبرٰی ہوجائے گی نماز چاشت جاتی رہے گی تو ان دونوں کو تیمم سے ادا کرلے،

قال فی الدر جاز لکسوف فقال ط مرادہ مایعم الخسوف[4] اھ ونقلہ ش واقرہ وقال فی حاشیتہ علی المراقی اخذ منہ الحلبی جواز التیمم للکسوف ای والخسوف[5] اھ وقال ھو ثم ش الظاھر ان المستحب کذلک لفوتہ

دُرمختار میں تھا تیمم سُورج گرہن کی نماز کے لیے جائز ہے۔ اس پر طحطاوی نے کہا اس سے ان کی مراد وُہ ہے جو چاند گہن کو بھی شامل ہے اھ۔ اسے شامی نے نقل فرماکر برقرار رکھا اور طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں لکھا ہے کہ اسی سے حلبی نے سورج گہن کے لیے۔ یعنی چاند گہن کے لیے بھی۔ تیمم کا جواز اخذ کیا ہے اھ۔ اور انہوں نے پھر علامہ شامی نے فرمایا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ مستحب کا

---

[1] سنن ابی داؤد باب التیمم فی الحضر عند الخلاء مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱/۴۷

[2] حلیہ

[3] بحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۰

[4] طحطاوی علی الدر ″ مطبوعہ بیروت ۱/۱۲۹

[5] طحطاوی علی مراقی الفلاح باب التیمم مطبعہ ازہریہ مصر ص ۶۸

Marfat.com

بفوت وقتہ کما اذا ضاق وقت الضحی عنہ وعن الوضوء فتیمم لہ[1] اھ

بھی یہی حکم ہے کیونکہ وہ بھی وقت کے فوت ہونے سے فوت ہوجاتا ہے مثلاً چاشت کا وقت اتنا تنگ ہوجائے کہ نماز چاشت اور وضو دونوں کی گنجائش نہ رہے تو اس نماز کے لیے تیمم کرلے گا اھ۔ (ت)

اقول اس تقدیر پر نمازِ تہجد[۱] کے لیے بھی تیمم جائز ہوگا جبکہ وضو کرنے میں دو[۲] رکعت کا وقت نہ ملے اور فجر طلوع کرآئے کہ ہماری تحقیق میں[۱] وہ مستحب ہے کما بیناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ت) اگر زعم بعض کے طور پر سنّتِ مؤکدہ مانیئے جب تو مثل رواتب جواز ہوگا ہی مگر وہ ضعیف ہے یُوں ہی فجر کی سُنّتیں جب تنہا قضا ہوں زوال تک اُن کی قضا مستحب ہے اور ایک تخریج پر امام محمد کے نزدیک سنّت۔ خیر، یہاں کلام اس میں ہے کہ مستحب نمازیں بھی حسبِ گمان فاضلین طحطاوی و شامی اس جواز تیمم میں مثل رواتب ہیں۔

اقول مگر یہ سخت[۲] محل تامّل ہے کتب[۳] مذہب میں صرف دو[۲] نمازوں کا ذکر ہے جنازہ و عیدین اور اسی قدر ائمہ مذہب سے منقول حتّٰی کہ خود علّامہ ابن امیر حاج حلبی نے حلیہ میں تصریح فرمائی کہ ہمارے نزدیک تندرست کو بے خوفِ مرض پانی ہوتے ہُوئے انھیں دو نمازوں کے لیے تیمم جائز ہے۔

وھذا نصہ اعلم انہ یجوز التیمم للصحیح فی المصر عندنا فی ثلاث مسائل احدھا اذا کان جنبا وخاف المرض بسبب الاغتسال بالماء البارد الثانیۃ حضرت جنازۃ وخاف ان اشتغل بالوضوء تفوتہ الصلوۃ علیھا الثالثۃ اذا خاف فوات صلاۃ العید[2] اھ

ان کی عبارت یہ ہے: ہمارے نزدیک تندرست کے لیے شہر میں تیمم کا جواز تین مسائل میں ہے۔ (۱) جب حالت جنابت میں ہو اور ٹھنڈے پانی سے غسل کی وجہ سے بیماری کا اندیشہ رکھتا ہو۔ (۲) جنازہ حاضر ہو اور وضو کرنے کی صورت میں نماز جنازہ فوت ہونے کا اندیشہ ہو۔ (۳) نمازِ عید فوت ہونے کا اندیشہ ہو۔ اھ (ت)

اور عدد[۴] نافی زیادت ہے کما فی الھدایۃ وغیرھا (جیسا کہ ہدایہ وغیرہا میں ہے۔ت) بلکہ امام ملک العلماء نے بدائع میں صراحۃً انھیں دو نمازوں میں حصر اور اس کے ماسوا کے لیے عدم جواز تیمم

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۶۸
[2] حلیہ

marfat.com

Marfat.com

کی تصریح فرمائی،

حیث قال وھذا الشرط الذی ذکرنا لجواز التیمّم وھو عدم الماء فیما وراء صلاۃ الجنازۃ وصلاۃ العیدین فاما فی ھاتین الصلاتین فلیس بشرط بل الشرط فیھما خوف الفوت لو اشتغل بالوضوء[1]۔

وہ فرماتے ہیں : جوازِ تیمم کے لیے ہم نے پانی نہ ہونے کی جو شرط ذکر کی یہ نماز جنازہ اور عیدین کے ماسوا میں ہے۔ ان دونوں میں یہ شرط نہیں بلکہ یہ شرط ہے کہ وضو میں مشغول ہونے سے فوتِ نماز کا اندیشہ ہو۔ (ت)

بعینہٖ اسی طرح امام تمرتاشی و امام علی اسبیجابی نے صراحۃً انھیں دو میں حصر فرمایا بحر میں زیر قولِ ماتن ولبعدہ میلا (جبکہ وہ ایک میل دُور ہو۔ ت) ہے۔

قال فی شرح الطحاوی لایجوز التیمم فی المصر الا لخوف فوت جنازۃ او صلاۃ عید او للجنب الخائف من البرد وکذا ذکر التمرتاشی[2]۔

شرح طحاوی میں فرمایا : شہر میں تیمم کا جواز صرف نمازِ جنازہ یا نمازِ عید کے فوت ہونے کے اندیشہ سے ہے یا ایسے جنبی کے لیے جسے ٹھنڈک سے اندیشہ ہو۔ ایسے ہی تمرتاشی نے بھی ذکر کیا ہے۔ (ت)

اسی طرح خزانۃ المفتین میں نوازل سے ہے لا یجوز التیمم فی المصر الا فی ثلثۃ مواضع[3] الخ (شہر کے اندر تین مقامات کے سوا تیمم جائز نہیں الخ۔ ت) تو اصل حکم منصوص تو یہ ہے ہاں حلیہ نے اپنی بحث میں نظر بہ علت کہ خوف فوت لا الی بدل ہے نماز کسوف و سنن رواتب کا الحاق کیا ان کی تبعیت بحر و نہر و دُر نے بھی کی اور یُوں ہی سُنن کو رواتب سے مقید کیا یہ قید نافلۂ محضہ کو خارج کررہی ہے پھر حلیہ میں رواتب کے الحاق پر بھی اس سے استظہار کیا کہ نماز عید کے لیے تیمم ائمہ مذہب سے منقول ہے اور وہ مختار امام شمس الائمہ سرخسی وغیرہ میں سنّت ہی ہے جس سے ظاہر کہ سنن رواتب کے الحاق میں بھی اشتباہ تھا کہ جنازہ فرض عیدین واجب ہیں اس اشتباہ کا یُوں ازالہ کیا۔

حیث قال فتحصل کما فی شرح الزاھدی للقدوری ان الصلوٰۃ ثلاثۃ انواع نوع لا یخشی فوتھا اصلا لعدم

فرمایا : "حاصل یہ ہُوا ــ جیسا کہ زاہدی کی شرح قدوری میں ہے ــ کہ نماز تین قسم کی ہے ایک قسم وہ جس کے فوت ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں کیوں کہ

---

[1] بدائع الصنائع — فصل فی شرائط رکن التیمم — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۵۱

[2] بحرالرائق — باب التیمم — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۱۴۰

[3] خزانۃ المفتین — فصل فی التیمم — قلمی نسخہ — ۱/۱۲

Marfat.com

توقيتها كالنوافل فلا يجوز له التيمم عند وجود الماء لعدم العذر ونوع يخشى فواتها لتوقيتها ولكن تقضى بعد الفوات كالجمعة والمكتوبات فلا يجوز لها التيمم لامكان جبرها بالبدل باكمل الطهارتين ونوع يخشى فواتها لا الى بدل كصلاة الجنازة والعيد فيجوز خلافا للشافعي قال العبد الضعيف غفر الله تعالٰى له وعلى هذا القائل ان يقول يجوز لصلاة الكسوف والسنن الرواتب لانها تفوت لا الى بدل فانها لا تقضى كما فى العيد ولا سيما على القول بان صلاة العيد سنة كما اختاره شمس الائمة السرخسی وغيره[1] اھ۔

اس کا کوئی مقررہ وقت نہیں۔ جیسے نوافل۔ اس کے لیے پانی کی موجودگی میں تیمم جائز نہیں اس لیے کہ کوئی عذر نہیں۔ دوسری قسم وہ جس کے فوت ہونے کا اندیشہ ہے کیونکہ وقت مقرر ہے لیکن فوت ہونے کے بعد اس کی قضا ہو سکتی ہے جیسے نماز جمعہ اور پنجگانہ فرائض۔ اس کے لیے بھی تیمم جائز نہیں کیونکہ کامل تر طہارت کے ساتھ بدل کے ذریعہ اس کا تدارک ہوسکتا ہے۔ تیسری قسم وُہ جس کے فوت ہونے کا اندیشہ ہے اور کوئی بدل نہیں جیسے نماز جنازہ اور عید۔ اس کے لیے تیمم جائز ہے، بخلاف امام شافعی کے۔ بندۂ ضعیف۔ خدا اس کی مغفرت فرمائے۔ کہتا ہے: اس قائل پر لازم آتا ہے کہ نماز کسوف اور سنن رواتب کے لیے بھی تیمم کا جواز مانے کیونکہ یہ بھی ایسی فوت ہونے والی نمازیں ہیں کہ ان کا کوئی بدل نہیں، خصوصاً اس قول پر کہ نمازِ عید سنّت ہے جیسا کہ شمس الائمہ سرخسی وغیرہ نے اسے اختیار کیا ہے"۔ اھ (ت)

اور بُظاہر کہ نفل مطلق سنّت راتبہ کے حکم میں نہیں شرع اُن کا مطالبہ فرماتی ہے اور اس کا نہیں تو یہ اُن سے کیونکر ملحق کیا جائے مطالبۂ شرع ہی وہ چیز ہے جو اس صورت میں جوازِ تیمم کی راہ دیتا ہے ظاہر ہے کہ پانی موجود اور استعمال پر قدرت ہو تو تیمم باطل اگر کرے تو نماز بے طہارت ہوا اور نماز بے طہارت حرام قطعی ہے ہاں جب صاحبِ حق عز جلالہٗ خاص اس عبادت کا اس وقتِ خاص میں اس سے مطالبہ فرما رہا ہے اور ساتھ ہی حکم ہے کہ یہ وقت نکل گیا تو اس مطالبہ سے برائت کی کوئی صورت نہیں اس کا بدل بھی نہ ہو سکے گا اور وقت میں تنگی ہے کہ وضو نہیں کرسکتا لاجرم اس اداے مطالبہ کے لیے پانی پر قادر نہ ہونا ثابت ہوا اور تیمم کی راہ ملی جس نماز کا شرع مطالبہ ہی نہیں فرماتی اُس میں کون سی عہدہ برائی کے لیے پانی ہوتے ہوئے تیمم جائز

---

[1] حلیہ

marfat.com
Marfat.com

ہو جائے گا مطالبہ شرعیہ پر یہاں بنائے کار کی یہ حالت ہے کہ نماز جنازہ کے لیے جوازِ تیمم میں بھی شبہ ہوا کہ وہ تو فرض کفایہ ہے ہر شخص سے مطالبہ کب ہے اور علماء کو اس جواب کی حاجت ہُوئی کہ فرض کفایہ میں بھی مطالبہ سب سے ہے ولہذا سب ترک کریں تو سب گنہگار رہیں اگرچہ بعض کا فعل سب پر سے مطالبہ ساقط کر دیتا ہے۔

فتح القدیر و غنیہ میں ہے:

منعہ (ای التیمم لصلاۃ الجنازۃ) الشافعی لانہ تیمم مع عدم شرطہ قلنا مخاطب بالصلاۃ عاجز عن الوضوء لہا فیجوز اما الاولی فلان تعلق فرض الکفایۃ علی العموم غیر انہ یسقط بفعل البعض و اما الثانیۃ فبفرض المسألۃ[1]۔

امام شافعی نماز جنازہ کے لیے تیمم کا جواز نہیں مانتے۔ اس لیے کہ یہ ایسا تیمم ہوگا جس کی شرط مفقود ہے، ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ (شرط موجود ہے اس لئے کہ) اس شخص سے بھی ادائے نماز کا خطاب ہے جو اس کے لیے وضو سے عاجز ہے تو تیمم کا جواز ہوگا۔ پہلی بات اس لیے ہے کہ فرض کفایہ کا تعلق بطورِ عموم سبھی سے ہے، اتنا ہے کہ بعض کے ادا کر لینے سے ساقط ہو جاتا ہے۔ دوسری بات کی تفصیل مسئلہ کی مفروضہ صورت سے ظاہر ہے۔(ت)

نماز چاشت و نماز تہجد کا مطالبہ کب ہے یوں ہی چاند گہن کی نماز صرف مستحب ہے بخلاف نماز کسوف[2] کہ اس مرتبہ کی سنّت ہے جسے امام ولوسی نے واجب کہا اور اسی کو امام ملک العلماء نے بدائع میں ترجیح دی اور دلائل سنیت سے جواب دیا ہاں مختار جمہور سنیت ہے **اقول** بلکہ وُہ کتاب مبسوط میں محرر مذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کا نص ہے کما سیأتی منا تحقیقہ فانقطع النزاع (جیسا کہ اس کی تحقیق ہمارے قلم سے عنقریب آرہی ہے تو اس نص سے اختلاف کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ ت) بدائع میں فرمایا:

صلاۃ الکسوف واجبۃ ام سنۃ ذکر محمد رحمہ اللہ تعالٰی فی الاصل ما یدل علی عدم الوجوب فانہ قال ولا تصلی نافلۃ فی جماعۃ الا قیام رمضان وصلاۃ الکسوف وروی الحسن بن زیاد

نمازِ کسوف واجب ہے یا سنّت؟ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے اصل (مبسوط) میں جو تحریر فرمایا ہے اس سے عدمِ وجوب کا پتا چلتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں "قیامِ رمضان اور نمازِ کسوف کے علاوہ کوئی نمازِ نفل با جماعت نہ ادا کی جائے گی"۔ اور حسن بن زیاد

---

[1] غنیۃ المستملی فصل فی التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۸۱

Marfat.com

عن ابی حنیفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال فی کسوف الشمس ان شاؤا صلوا رکعتین وان شاؤا اربعا وان شاؤا اکثروا لتخییر یکون فی النوافل وقال بعض مشایخنا انہا واجبة لما روی ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ (فذکر حدیث الکسوف وفیہ قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) صلوا حتی تنجلی وفی روایة ابی مسعود الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاذا رأیتموھا فقوموا وصلوا ومطلق الامر للوجوب وتسمیة محمد رحمہ اللہ تعالیٰ ایاھا نافلة لا ینفی الوجوب لان النافلة عبارة عن الزیادة وکل واجب زیادة علی الفرائض الموظفة الا تری انہ قرنہا بقیام رمضان وھو التراویح وانہا سنة مؤکدة وھی فی معنی الواجب وروایة الحسن لا تنفی الوجوب لان التخییر قد یجری بین الواجبات کما فی قولہ تعالیٰ فکفارتہ اطعام عشرة مساکین من اوسط ما تطعمون اھلیکم او کسوتھم او تحریر

نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے سورج گہن کے بارے میں فرمایا ہے کہ " لوگ اگر چاہیں تو دو رکعت پڑھیں، چاہیں تو چار پڑھیں اور چاہیں تو زیادہ پڑھیں " ــــ اور تخییر نوافل ہی میں ہوتی ہے ــــ اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ نماز کسوف واجب ہے اس لیے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے (اس کے بعد حدیث کسوف ذکر کی ہے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے) نماز ادا کرو یہاں تک کہ سورج روشن ہوجائے۔ اور حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں " توجب تم اسے دیکھو تو کھڑے ہوجاؤ اور نماز پڑھو " اور مطلق امر وجوب کے لیے ہوتا ہے ۔ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا اسے نفل کے نام سے ذکر کرنا وجوب کی نفی نہیں کرتا اس لیے کہ نفل کا معنیٰ " زائد " ہے، اور ہر واجب مقررہ فرائض سے زائد ہی ہے ۔ دیکھ لیجئے کہ انہوں نے نماز کسوف کو قیام رمضان کے ساتھ ذکر کیا ہے ۔ یہ نماز تراویح ہے جو سنت مؤکدہ ہے اور سنت مؤکدہ واجب کا معنیٰ رکھتی ہے اور حسن بن زیاد کی روایت سے بھی وجوب کی نفی نہیں ہوتی اس لیے کہ تخییر واجبات میں بھی ہوتی ہے جیسے باری تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے " تو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا دینا ہے جو تم اپنے گھروالوں کو کھلاتے ہو اس میں سے متوسط قسم کا کھانا یا دس مسکینوں کو کپڑا دینا یا ایک بردہ

marfat.com
Marfat.com

رقبة[1] اھ کلامہ قدس سرہٗ۔

وما اراد بہ دفعہ فی العنایۃ بقولہ بعد ایراد الحدیث فان قیل ھذا امر والامر للوجوب فکان ینبغی ان تکون واجبۃ قلنا قد ذھب الی ذلک بعض اصحابنا واختارہ صاحب الاسرار والعامۃ ذھبت الی کونہا سنۃ لانہا لیست من شعائر الاسلام فانہا توجد بعارض لکن صلاھا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فکانت سنۃ والامر للندب[2] اھ۔

آزاد کرنا" ملک العلماء قدس سرہٗ کا کلام ختم ہوا۔

عنایہ میں اس کا جواب حدیث ذکر کرنے کے بعد اس طور پر دینا چاہا ہے: "اگر کہا جائے کہ یہ امر ہے اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے تو نمازِ کسوف کو واجب ہونا چاہیے۔ تو ہم کہیں گے ــ ہاں اس طرف ہمارے بعض اصحاب گئے ہیں، اسی کو صاحبِ اسرار نے بھی اختیار کیا ہے۔ مگر عامۂ علماء کا مذہب یہ ہے کہ نمازِ کسوف سنّت ہے اس لیے کہ یہ شعارِ اسلام نہیں کیونکہ اس کا وجود عارضی طور پر ہوتا ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نمازِ کسوف پڑھی ہے اس لیے سنّت ہُوئی اور امر ندب کے لیے ہے" اھ (ت)

فاقول حاصلہ ان ھذا لیس بشعار وکل واجب شعار فھذا لیس بواجب والکبرٰی[1] ممنوعۃ فرب واجب لیس من الشعائر ککفارۃ الیمین والظھار والصیام وکذا[2] الصغری ممنوعۃ ودلیلہا ان ھذا العارض وما کان لعارض لم یکن شعارا فیہ ایضا الکبری ممنوعۃ وای دلیل علیہا وقد قال فی الاسرار

فاقول اس جواب کا حاصل یہ ہوا کہ نمازِ کسوف شعار نہیں ــ اور ہر واجب شعار ہوتا ہے اس لیے نمازِ کسوف واجب نہیں ــ اس دلیل کا کبری ممنوع ہے اس لیے کہ بہت سے ایسے بھی واجب ہیں جو شعار نہیں جیسے کفارۂ قسم، کفارۂ ظہار، کفارۂ صیام ــــ اسی طرح صغری بھی ممنوع ہے ــ صغری کی دلیل یہ دی تھی کہ یہ نماز عارض کی بنا پر ہوتی ہے اور جو عارض کی بنا پر ہو وہ شعار نہیں ــــ اس قیاس کا بھی کبری ممنوع ہے۔ آخر اس کبری کی دلیل کیا ہے؟ جب کہ اسرار میں یہ فرمایا ہے

---

[1] بدائع الصنائع صلوٰۃ الکسوف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۸۰
[2] عنایۃ مع الفتح باب صلوٰۃ الکسوف نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۵۶

Marfat.com

کما فی الفتح انہا صلاۃ تقام علی سبیل الشہرۃ فکان شعار للدین حال الفزع[1] اھ۔

"جیسا کہ فتح القدیر میں نقل کیا ہے: یہ ایسی نماز ہے جو علانیہ طور پر اور بطریق شہرت و اعلان ادا کی جاتی ہے۔ تو فزع اور گھبراہٹ کی حالت میں یہ دین کا شعار ہے" اھ۔ (ت)

وقال فی البدائع اما فی کسوف الشمس فقد ذکر القاضی فی شرحہ مختصر الطحاوی انہ یصلی فی الموضع الذی یصلی فیہ العید او المسجد الجامع لانہا من شعائر الاسلام فتؤدی فی المکان المعد لاظہار الشعائر[2] اھ

اور بدائع میں فرمایا ہے: نماز کسوف کے بارے میں قاضی نے مختصر طحاوی کی شرح میں ذکر کیا ہے کہ یہ عیدگاہ یا جامع مسجد میں ادا کی جائے گی اس لیے کہ یہ ایک شعار اسلام ہے تو اس کی ادائیگی ایسی ہی جگہ ہوگی جو شعائر دین کے اعلان و اظہار کے لیے تیار کر رکھی گئی ہے" اھ۔ (ت)

وقد اجاب فی الفتح عن استدلال الاسرار علی وجوبہا بشعاریتہا بان المعنی المذکور لا یستلزم الوجوب اذ لا مانع من استنان شعار مقصود ابتداء فضلا عن شعار یتعلق بعارض[3] اھ۔

اسرار میں نماز کسوف کے وجوب پر اس امر سے استدلال کیا کہ وہ شعار اسلام ہے تو فتح القدیر میں اس کا یہ جواب دیا کہ "معنی مذکور (یعنی کسوف کا شعار اسلام ہونا) وجوب کو مستلزم نہیں اس لیے کہ جو شعار ابتدا ہی سے مقصود ہو اس کے بھی مسنون ہونے سے کوئی مانع نہیں پھر جو شعار محض کسی عارض سے متعلق ہو اس کے مسنون ہونے سے کون سی چیز مانع ہو سکتی ہے؟" اھ (ت)

وھذا کما ینفی الاستدلال علی الوجوب بالشعاریۃ کذلک یرد الاستدلال علی نفی الشعاریۃ

نماز کسوف کے وجوب پر اس کے شعار اسلام ہونے سے جو استدلال کیا گیا ہے اس جواب سے اس کی تردید ہوتی ہے اسی طرح اس جواب سے اس

---

[1] فتح القدیر باب صلوٰۃ الکسوف نوریہ رضویہ سکھر ۲/۵۱
[2] بدائع الصنائع کیفیۃ صلوٰۃ الکسوف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۸۲
[3] فتح القدیر باب صلوٰۃ الکسوف نوریہ رضویہ سکھر ۲/۵۱

marfat.com
Marfat.com

بکونه لعارض۔

استدلال کی بھی تردید ہوتی ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ نمازِ کسوف امرِ عارض کی وجہ سے ہوتی ہے اس لیے شعار نہیں ہوسکتی۔

وبالجملة ذهب الاسرار الی ان کل شعار واجب والعنایة الی ان کل واجب شعار والصحیح ان بینهما عموما من وجه یجتمعان فی العیدین ویفترقان فی الاذان والکفارات ثم رأیت سعدی افندی اعترض العنایة باعتراضی الثانی اخذا عن الفتح اذ قال اقول ما المانع فی تعلق ما هو من الشعائر بعارض تامل اھ[1]۔

مختصر یہ کہ صاحبِ اسرار کا خیال ہے کہ ہر شعار واجب ہوتا ہے اور صاحبِ عنایہ کا یہ نظریہ ہے کہ ہر واجب شعار ہوتا ہے اور صحیح یہ ہے کہ واجب اور شعار میں عموم من وجہ کی نسبت ہے کوئی امر واجب اور شعار دونوں ہوتا ہے جیسے نمازِ عیدین اور کوئی چیز شعار تو ہوتی ہے مگر واجب نہیں ہوتی جیسے اذان۔ اور کوئی امر واجب ہوتا ہے مگر شعار نہیں ہوتا جیسے کفّارات (مصنف کے مختصر الفاظ میں یہ ہے کہ) عیدین میں واجب وشعار دونوں کا اجتماع ہے۔ اذان اور کفّارات میں دونوں کا افتراق ہے — پھر میں نے دیکھا کہ میں نے عنایہ پر جو دوسرا اعتراض کیا ہے وہی سعدی آفندی نے بھی فتح القدیر سے اخذ کرتے ہوئے اپنے ان الفاظ میں کیا ہے، "میں کہتا ہوں جو چیز شعائرِ اسلام سے ہو کسی عارض سے اس کا تعلق ہونے سے کون سی چیز مانع ہے؟ تامّل سے کام لو" اھ (ت)

لکنی **اقول** وباللّٰہ التوفیق لم یتم[2] الجواب عن کلام محرر المذهب فی الاصل اذ لو کان مراده هذا لم

لکنی **اقول** وباللہ التوفیق، مبسوط میں محررِ مذہب کے ارشاد (قیام رمضان اور نمازِ کسوف کے سوا کوئی نفلی نماز جماعت سے نہ ادا کی جائیگی) کا جواب تام نہیں ہوا اس لیے کہ اگر ان کی مراد وہ

---

[1] حاشیۃ سعدی افندی مع الفتح صلٰوۃ الکسوف نوریہ رضویہ سکھر ۱/۵۶

Marfat.com

يصح الحصر فيهما لمكان العيدين۔

ہوتی تو دو میں حصر درست نہ ہوتا اس لیے کہ ان دونوں کے علاوہ عیدین بھی جماعت سے ادا ہوتی ہیں۔

اما الاستدلال[ف۱] بصيغة الامر فاقول منقوض بصلاة الخسوف بل وصلوات[ف۲] الريح الشديدة والصواعق والزلزلة والمطر والثلج الدائمين والظلمة بالنهار والضوء الهائل بالليل وامثال ذلك الاهوال اعاذنا المولى سبحنه وتعالى واهل السنة جميعا منها دنيا واخرى امين فانها مستحبة اجماعا والامر يشملها جميعا۔

اب رہا صیغۂ امر سے وجوب پر استدلال، **فاقول** خسوف (چاندگہن) کی نماز، بلکہ آندھی صاعقے، زلزلہ، دائمی ابرباری و برف باری، دن میں تاریکی، رات میں خوفناک تابانی، اور اسی طرح کی دوسری ہولناک چیزیں ـــ مولٰی سبحانہ و تعالٰی ہمیں اور تمام اہل سنت کو ان سے دنیا اور آخرت میں پناہ میں رکھے۔ آمین ـــ سب سے متعلق نمازوں سے اس استدلال پر نقض وارد ہوتا ہے کیونکہ یہ سب بالاجماع مستحب ہیں۔ اور امر سب کو شامل ہے۔

وقد[ف۳] قال ملك العلماء نفسه اما صلاة خسوف القمر فحسنة لما روينا عن النبي صلى الله تعالٰى عليه وسلم اذا رأيتم من هذه الافزاع شيئا فافزعوا الى الصلاة[۱] اھ ثم قال وكذا تستحب الصلاة في كل فزع كالريح الشديدة والزلزلة والظلمة والمطر الدائم لكونها من الافزاع والاهوال[۲] اھ

خود ملک العلماء فرماتے ہیں: نماز خسوف حسن (پسندیدہ و عمدہ) ہے اس لیے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت ہے: "جب تم ان خوف وپریشانی والی چیزوں میں سے کوئی چیز دیکھو تو نماز کی پناہ لو" اھ۔ پھر فرمایا: "اسی طرح ہر فزع، گھبراہٹ اور پریشانی کی چیز میں نماز مستحب ہے جیسے آندھی، زلزلہ، تاریکی، دائمی بارش۔ کیونکہ یہ سب ہول وفزع والی چیزیں ہیں اھ" (ت)

تو ظاہر ہوا کہ نوافل کا سنن اور خسوف کا کسوف پر قیاس مع الفارق ہے۔

وباللہ التوفیق الا ان یقال

وباللہ التوفیق، مگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہاں

---

[۱] بدائع الصنائع کیفیۃ الکسوف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۸۲
[۲] ایضاً ۱/۲۸۲

marfat.com
Marfat.com

ان الحاجة هنا تكثير ابواب الخيرات ارادة لافاضة كرمه عزوجل الا يرى انه اباح التنفل على الدابة بالایماء لغیر القبلة مع فوات الشروط والارکان فیها ولا ضرورة الا الحاجة القائمة بالعبد لزیادة الاستکثار من فضله تعالٰی کما افاده فی الفتح فی مسألة انه یصلی بتیممه ما شاء من الفرائض والنوافل وعند الشافعی رحمه الله تعالٰی یتیمم لکل فرض لانه طهارة ضروریة[1]۔

اقول ویکدره ان هذا حیث صح التیمم بوجود شرطه من فقد الماء فانها طهارة مطلقة عندنا ولو جوز لمجرد الاستکثار لجاز لمطلق النوافل ولو غیر موقتة للعلم القطعی بان ما تصلیه بالتیمم اکثر مما تصلیه بعد التوضئ او الاغتسال الا تری ان الذی رخص له الصلاة علی الدابة بالایماء علی غیر القبلة لم یرخص له فی التیمم اذا قدر علی الماء والرکوب

ضرورت یہ ہے کہ کرم باری عزوجل کے فیضان کے ارادہ سے نیکیوں کی راہیں زیادہ کی جائیں ۔ دیکھئے باری تعالٰی نے سواری پر اشارہ سے اور غیر قبلہ کی جانب نفل پڑھنے کو جائز فرمایا جبکہ اس میں نماز کی شرطیں بھی فوت ہوتی ہیں اور ارکان بھی ـــ اور ضرورت یہی ہے کہ بندہ کو باری تعالٰی کے فضل کی کثرت طلب کرنے میں زیادتی کی حاجت ہے جیسا کہ فتح القدیر میں افادہ فرمایا ہے اس مسئلہ کے تحت کہ بندہ اپنے تیمم سے جس قدر فرائض و نوافل چاہے ادا کرے اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک یہ ہے کہ ہر فرض کے لیے تیمم کرے اس لیے کہ تیمم طہارت ضروریہ ہے ۔

اقول : اس استدلال کی صفائی پر کدورت اس جہت سے آتی ہے کہ یہ حکم وہاں ہے جہاں تیمم صحیح و درست ہو چکا اس طرح کہ تیمم کی شرط ـــ پانی کا فقدان ـــ پائی جا چکی (تو وہ جس قدر فرائض و نوافل چاہے پڑھ سکتا ہے) اس لیے کہ تیمم ہمارے نزدیک طہارتِ مطلقہ ہے ۔ اور اگر محض کثرتِ فضل طلب کرنے کے لیے اسے جائز قرار دیا جاتا تو مطلق نوافل کے لیے اس کا جواز ہوتا اگرچہ نوافل ایسے ہوں جو کسی خاص وقت کے پابند نہیں اس لیے کہ یہ بات قطعی طور پر معلوم ہے کہ وضو یا غسل کرنے کے بعد جس قدر نمازیں پڑھی جا سکتی ہیں تیمم کر کے اس سے زیادہ نمازیں ادا کی جا سکتی ہیں ۔ دیکھئے جس کے لیے

---

[1] فتح القدیر شرح الہدایۃ باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۱

Marfat.com

والنزول معران مکثه فی طلب الطهارۃ بالماء وقلة نوافله اکثر من المقیم فی بیته وعندہ الماء۔

سواری پر اشارہ سے، اور غیر قبلہ کی سمت نماز پڑھنے کی رخصت دی گئی اس کے لیے پانی اور چڑھنے اُترنے پر قدرت ہوتے ہوئے تیمم کی رخصت نہ دی گئی جب کہ پانی سے طہارت حاصل کرنے میں اس کے توقف کی مدت اور اس کے نوافل کی کمی اس مقیم سے زیادہ ہوگی جو اپنے گھر میں ہے اور اس کے پاس پانی بھی موجود ہے۔ (ت)

بالجملہ فقیر کے نزدیک مستحبات محضہ مثل نماز خسوف و تہجد و چاشت میں یہ حکم خلافِ دلیل ہے اس کے لیے ائمہ سے نقل درکار تھی اور وہ منتفی بلکہ نقل جانب نفی نفل ہے کما تعدم و باللہ التوفیق واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (جیسا کہ اس کا بیان گزر چکا اللہ تعالٰی کی توفیق سے، اور اللہ تعالٰی زیادہ جانتا ہے۔ ت)

(۸۸) ہر نماز موقت کہ بعد فوت جس کی قضا ہے جیسے نماز پنجگانہ وجمعہ و وتر جب طہارت آب سے وقت جاتا ہو تیمم سے وقت کے اندر پڑھ لے کہ قضا نہ ہو جائے پھر پانی سے طہارت کرکے اعادہ کرے۔

اقول اس میں یہ تفصیل[۱] ہونی چاہئے کہ مثلاً صبح اتنے تنگ وقت اٹھا کہ وضو کرے یا نہانے کی حاجت ہے اور غسل کرے تو سلام نماز سے پہلے سورج چمک آئے یا[۲] امام جمعہ پانی سے طہارت کرے تو سلام جمعہ سے پہلے وقتِ عصر آجائے یا[۳] مقتدی جماعت جمعہ میں قبل سلام شریک نہ ہو پائے اور دوسری جگہ بھی امام مقرر جمعہ کے پیچھے نماز نہ مل سکے یا[۴] محدث وضو خواہ جنب غسل کرے تو ظہر یا عصر یا[۵] مغرب یا عشا کا اتنا وقت نہ پائے کہ نیت باندھ لے یا[۶] فرض عشا پڑھ کر سویا اُٹھا تو نہانے کی حاجت ہے یا وضو ہی کرنا ہے اور صبح میں اتنی مہلت نہیں کہ پانی سے طہارت کے بعد وتر کی نیت باندھ لے تو ان سب صورتوں میں یہ نمازیں تیمم سے پڑھ لے پھر غسل یا وضو کرکے دوبارہ بعد وقت پڑھے بالجملہ فجر و جمعہ میں سلام سے پہلے وقت نکل جانا یا مقتدی کا امام مقرر للجمعہ کے پیچھے جماعت نہ پانا معتبر ہونا چاہئے باقی نمازوں میں تکبیر تحریمہ وقت کے اندر نہ ملنے کا اعتبار چاہئے کہ فجر و جمعہ وعیدین سلام سے پہلے خروج وقت سے باطل ہو جاتی ہیں بخلاف باقی صلوات کہ ان میں وقت کے اندر تحریمہ بندھ جانا کافی ہے۔

ثم اقول اگر صورت[۲] یہ ہے کہ صبح میں پانی سے طہارت کرے تو صرف دو رکعتیں وقت میں پائے اور تیمم سے چاروں تو تیمم کی اجازت نہ ہوگی بلکہ پانی سے طہارت کرکے صرف فرض پڑھ لے سنتیں چاہے تو بعد بلندی آفتاب پڑھے یُوں ہی باقی نمازوں میں اگر وقت اتنا ملتا ہے کہ پانی کی طہارت سے فرض وقت ہو جائیں گے ظہر کی سنت قبلیہ یا بعدیہ یا دونوں یا مغرب میں سنتیں یا عشا میں سنت و وتر نہ ملیں گے اور تیمم سے سب مل سکتے ہیں تو فرضوں ہی کا پلہ راجح رہے گا طہارتِ آب سے فرض اور اس کے ساتھ اور جو کچھ مل سکے ادا کرلے سنتیں رہ گئیں تو

marfat.com

Marfat.com

گئیں اور وتر رہ گئے تو ان کی قضا پڑھے غرض غیر فرض کی رعایت سے فرضوں کا تیمم سے ادا کرنا روا نہ ہوگا اگرچہ اُس غیر فرض کے لیے خوف فوت میں تیمم روا تھا ولعل کل ما ذکرت فی المقامین ظاھر جدا واللّٰہ تعالٰی اعلم (توقع ہے کہ ان دونوں مقاموں پر جو کچھ میں نے ذکر کیا ہے بہت ظاہر ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ت)

Marfat.com

رسالہ ضمنیہ

اَلظَّفر لقولِ زُفَر[۳۵]

وقت کی تنگی کے باعث جوازِ تیمم کے بارے میں امام زفر کے قول کی تقویت کا بیان (ت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔

ثم اعلم[۱] ان جواز التیمم لخوف فوت الوقت قول الامام زفر رحمہ اللہ تعالٰی علی خلاف مذھب ائمتنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم وقد وافقوہ فی روایۃ وشیدتہ فروع واختارہ کبراء وقوی دلیلہ محققون وبیان ذلک فی جمل ۔

واضح ہو کہ امام زفر رحمہ اللہ تعالٰی ہمارے تینوں ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مذہب کے برخلاف وقت فوت ہونے کے اندیشہ سے تیمم کو جائز کہتے ہیں ۔ ائمہ ثلاثہ سے ایک روایت مذہب امام زفر کے موافق بھی آئی ہے متعدد جزئیات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے ۔ کچھ بزرگوں نے اسے اختیار بھی کیا ہے اور کئی محققین نے ان کی دلیل کو تقویت بھی دی ہے ۔ اس کا تفصیلی بیان جملہ کے عنوان سے چند جملوں میں رقم کیا جاتا ہے :

الجملۃ الاولٰی موافقۃ ائمتنا الثلثۃ لہ فی روایۃ قال الشامی ھو قول زفر وفی القنیۃ انہ روایۃ عن مشایخنا بحر اھ ثم قال قد علمت من کلام القنیۃ انہ روایۃ عن مشایخنا

جملہ اُولٰی ــــ ائمہ ثلاثہ کی موافقت

ہمارے تینوں ائمہ کی ایک روایت مذہب امام زفر کے موافق آئی ہے اس سے متعلق علامہ شامی لکھتے ہیں : "یہ امام زفر کا قول ہے اور قنیہ میں ہے کہ ہمارے مشایخ سے بھی ایک روایت میں یہی منقول ہے ۔ بحر" اھ ــــ پھر شامی فرماتے ہیں اس سے پہلے قنیہ کی عبارت سے معلوم ہوچکا ہے کہ یہ

marfat.com
Marfat.com

الثلثة رضی اللہ تعالٰی عنہم[1] اھ۔

اقول وبہ رحمہ اللہ تعالٰی قد ابعد النجعۃ واتی بغیر صریح فان لفظ البحر عند قولہ لاتفوت جمعۃ قد قدمنا عن القنیۃ ان التیمم لخوف فوت الوقت روایۃ عن مشایخنا[2] اھ والذی قدم عند قولہ لبعدہ میلا بعد ذکر فرع الکلۃ الاٰتی لایخفی ان ھذا مناسب لقول زفر لالقول ائمتنا فانھم لایعتبرون خوف الفوت وانما العبرۃ للبعد کما قدمناہ کذا فی شرح منیۃ المصلی لکن ظفرت بان التیمم لخوف فوت الوقت روایۃ عن مشایخنا ذکرھا فی القنیۃ فی مسائل من ابتلی ببلیتین[3] اھ

ہمارے تینوں مشایخ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی ایک روایت ہے"۔ اھ۔ (ت)

اقول: خدا اپنی رحمت سے علامہ کو نوازے تلاش مطلوب میں بہت دُور نکل گئے اور نقل وہ پیش کی جو صریح نہیں۔ اس لیے کہ لاتفوت الجمعۃ (فوتِ جمعہ کے اندیشہ سے جوازِ تیمم نہیں) کے تحت بحر کے الفاظ یہ ہیں: "ہم قنیہ کے حوالے سے پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ وقت نکل جانے کے اندیشہ سے جوازِ تیمم ہمارے مشایخ کی ایک روایت ہے"۔ اھ اور اس سے پہلے جو ذکر کیا ہے وہ ان کی درج ذیل عبارت ہے جو "لبعدہ میلا" کے تحت کِلّۃ (مچھر دانی یا اسی قسم کا خیمہ) سے متعلق آنے والے جزئیہ کو ذکر کرنے کے بعد لکھی ہے "پوشیدہ نہ رہے کہ یہ مسئلہ قول امام زفر سے مناسبت رکھتا ہے ہمارے ائمہ کے قول سے مناسبت نہیں رکھتا۔ اس لیے کہ ان کے نزدیک فوت وقت کے اندیشہ کا اعتبار نہیں۔ صرف دُوری کا اعتبار ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔ منیۃ المصلی کی شرح میں بھی ایسا ہی ہے۔ لیکن مجھے یہ بیان بھی ملا کہ وقت نکل جانے کے اندیشہ سے جوازِ تیمم ہمارے مشایخ سے بھی ایک روایت میں آیا ہے۔ اسے قنیہ میں دو مصیبتوں میں مبتلا ہونے والے سے متعلق مسائل کے تحت بیان کیا ہے"۔ اھ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۸۰
[2] البحرالرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۵۹
[3] ایضاً ۱/ ۱۴۰

Marfat.com

فالمعروف اطلاق مشايخنا على من بعد الائمة رضي الله تعالٰى عنهم نعم قد يستفاد من هذا الاستدراك ان مراده بمشايخنا الائمة الثلثة وآلاوضح سندا والاجل معتمدا ما فی الحلية والغنية عن المجتبى عن الامام شمس الائمة الحلوانی المسافر اذا لم يجد مكانا طاهرا بان كان على الارض نجاسات وابتلت بالمطر واختلطت فان قدر على ان يسرع المشی حتى يجد مكانا طاهرا للصلاة قبل خروج الوقت فعل والا يصلی بالايماء ولا يعيد ثم قال الحلوانی اعتبر ههنا خروج الوقت لجواز الايماء ولم يعتبره لجواز التيمم ثمه وزفر سوى بينهما وقد قال مشايخنا فی التيمم انه يعتبر الوقت ايضا والرواية فی هذا رواية له اذ لافرق بينهما والرواية فی فصل التيمم رواية فی هذا ايضا قال الحلوانی فاذا فی المسألتين جميعا روايتان[1] اھ۔

یہ صریح اس لیے نہیں کہ معروف یہ ہے کہ مشایخ کا لفظ ان حضرات کے لیے استعمال ہوتا ہے جو ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے بعد آئے ہیں —— ہاں ان کے اس استدراک (لیکن مجھے یہ بیان بھی ملا الخ) سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ "ہمارے مشایخ" کے لفظ سے وہ ائمہ ثلاثہ کو مراد لے رہے ہیں۔ سند کے لحاظ سے زیادہ واضح اور اعتماد کے لحاظ سے زیادہ جلیل القدر عبارت وہ ہے جو حلیہ اور غنیہ میں مجتبٰی سے۔ اور اس میں امام شمس الائمہ حلوانی سے منقول ہے: "مسافر کو جب پاک جگہ نہ ملے اس طرح کہ زمین پر نجاستیں پڑی ہوئی تھیں اور زمین بارش سے بھیگ کر نجاستوں سے آلودہ ہوگئی —— تو اگر وہ یہ کرسکتا ہو کہ تیز چل کر ایسی جگہ پہنچ جائے جہاں وقت نکلنے سے پہلے اسے نماز پڑھنے کے لیے کوئی پاک جگہ مل جائیگی تو ایسا ہی کرے ورنہ اشارے سے نماز ادا کرلے اور اس کا اعادہ اس کے ذمہ نہیں" —— پھر حلوانی فرماتے ہیں: جواز اشارہ کے لیے یہاں خروج وقت کا اعتبار فرمایا ہے اور وہاں جواز تیمم کے لیے اس کا اعتبار نہیں کیا۔ اور امام زفر نے دونوں جگہ برابری رکھی۔ اور ہمارے مشایخ نے تیمم کے بارے میں فرمایا: کہ وقت کا بھی اعتبار ہوگا۔ اور اس (مسئلہ مسافر) میں روایت کا ہونا اُس (مسئلہ تیمم) میں بھی روایت ہونا ہے کیونکہ دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اور مسئلہ تیمم میں روایت کا ہونا اس (مسئلہ مسافر) میں بھی روایت ہونا ہے۔ حلوانی فرماتے ہیں: تو دونوں ہی مسئلوں میں دو دو روایتیں ہوں گی۔" اھ (ت)

---

[1] غنیۃ المستملی فصل فی التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۸۳

Marfat.com

اقول الضمیر فی قولہ اعتبر ھھنا ولم یعتبر ثم لمحمد ومسألۃ المسافر قول ائمتنا فالروایۃ عنہم فیہا روایۃ عنہم فی التیمم انہ یجوز لخوف فوت الوقت ومسألۃ التیمم انہ لایجوز لحفظ الوقت ایضا قولہم فالروایۃ فیہا روایۃ فی مسألۃ المسافر انہ یمشی حتی یخرج من ذلک المکان ولایصلی ثمہ وان خرج الوقت فاذن لہم فی کلتا المسألتین قولان غیران مسألۃ المسافر اشتہرت بحکم الاجازۃ ومسألۃ التیمم بحکم المنع فہذا اقوی مایوجد من تقویۃ قول زفر بموافقۃ ائمتنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

الجملۃ الثانیۃ فروع التایید واختیار الکبراء۔ قال فی الحلیۃ فی بیان قول زفر قد نقل الزاہدی فی شرحہ ھذا الحکم عن اللیث بن سعد وقد ذکر ابن خلکان انہ رأی فی بعض المجامیع ان اللیث کان حنفی المذہب واعتمد ھذا صاحب الجواہر المضیئۃ فی طبقات الحنفیۃ فذکرہ فیہم اھ

اقول: ان کی عبارت اعتبر ھھنا ولم یعتبر ثم (یہاں اعتبار فرمایا اور وہاں اعتبار نہ کیا) میں ضمیر امام محمد کے لیے ہے۔ اور مسئلہ مسافر ہمارے ائمہ کا قول ہے تو اس مسئلہ میں ان سے روایت ہونا تیمم کے بارے میں بھی ان سے یہ روایت ہونا ہے کہ وقت نکل جانے کے اندیشہ سے بھی جائز ہے۔ اور مسئلہ تیمم کہ حفظ وقت کے پیش نظر تیمم جائز نہیں یہ بھی ہمارے ائمہ کا قول ہے تو اس میں روایت ہونا مسئلہ مسافر میں بھی یہ روایت ہونا کہ وہ اس جگہ سے چل کر نکل جائے اور وہاں نماز نہ پڑھے اگرچہ وقت جاتا رہے۔ اس تفصیل سے ظاہر ہوا کہ دونوں ہی مسئلوں میں ان کے دو قول ہیں، یہ بات الگ ہے کہ مسئلہ مسافر حکم اجازت سے مشہور ہوگیا اور مسئلہ تیمم حکم ممانعت سے شہرت پاگیا۔ ہمارے ائمہ ثلاثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی موافقت سے امام زفر کے قول کی تقویت پر دستیاب ہونے والی یہ سب سے زیادہ قوی سند ہے۔

جملہ ثانیہ۔ تائیدی جزئیات اور بزرگوں کے قول امام زفر اختیار کرنے سے متعلق ہے۔ حلیہ میں قول امام زفر کے بیان میں ہے "زاہدی نے اپنی شرح میں یہ حکم امام لیث بن سعد سے نقل کیا ہے۔ ابن خلکان نے ذکر کیا ہے کہ بعض تالیفات میں انہوں نے یہ دیکھا کہ امام لیث حنفی المذہب تھے صاحب الجواہر المضیئۃ فی طبقات الحنفیہ نے اس پر اعتماد کیا اور اپنی کتاب میں امام لیث کا بھی ذکر کیا اھ"

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۰

Marfat.com

قال الشامی ثم رأیتہ منقولا عن ابی نصر بن سلام وھو من کبار الائمۃ الحنفیۃ قطعا[1] اھ۔

شامی فرماتے ہیں: پھر میں نے دیکھا کہ یہ قول ابونصر بن سلام سے بھی منقول ہے جو بلاشبہ کبار ائمہ حنفیہ میں ہیں" اھ (ت)

اقول وفی جامع الرموز التقیید بالمیل یدل علی ان فی الاقل لم یتیمم وان خاف خروج الوقت کما فی الارشاد لکن فی النوازل انہ یتیمم حینئذ[2] اھ بل فی الخلاصۃ لولم یعلم ان بینہ وبین الماء میلا او اقل او اکثر ولکن خرج لیحتطب ولم یجد الماء ان کان بحال لو ذھب الی الماء خرج الوقت تیمم فی اٰخر الوقت ھکذا فی النوازل[3] اھ۔

اقول، جامع الرموز میں ہے: "میل کی قید یہ بتاتی ہے کہ اس سے کم دوری ہو تو تیمم کی اجازت نہیں اگرچہ وقت نکل جانے کا اندیشہ ہو، جیسا کہ ارشاد میں ہے ــ لیکن نوازل میں ہے کہ ایسے وقت میں تیمم کرلے" اھ۔ بلکہ خلاصہ میں ہے کہ "اگر یہ پتا نہ ہو کہ اس کے اور پانی کے مابین ایک میل کا فاصلہ ہے یا کم وبیش ہے لیکن (جنگل سے) لکڑی لانے کے لئے نکلا اور اسے پانی نہ ملا اگر ایسی حالت ہو کہ پانی تک جائے تو وقت نکل جائیگا تو وہ آخر وقت میں تیمم کرلے۔ ایسا ہی نوازل میں ہے" اھ (ت)

وفی الحلیۃ اطلق الفقیہ ابو اللیث فی خزانۃ الفقہ جواز التیمم اذا کان بینہ وبین الماء مسافۃ لایقطعھا فی وقت الصلاۃ[4] اھ وفیھا عن المجتبی والقنیۃ وفی الھندیۃ عن الزاھدی والکفایۃ کلھا عن جمع العلوم لہ التیمم فی کلۃ لخوف البق او مطر او حر شدید[5] اھ

اور حلیہ میں ہے: "فقیہ ابو اللیث نے خزانۃ الفقہ میں اس صورت میں تیمم کو مطلقاً جائز کہا ہے جب اس کے اور پانی کے مابین اتنی مسافت ہو جسے وقتِ نماز کے اندر طے نہیں کرسکتا" اھ اور حلیہ میں بحوالہ مجتبٰی و قنیہ ـــ اور ہندیہ میں بحوالہ زاہدی وکفایہ اور ان سب میں بحوالہ جمع العلوم یہ ہے: "مچھر یا بارش یا سخت گرمی کا اندیشہ ہو تو کلہ (مچھردانی جیسے چھوٹے

[1] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۰

[2] جامع الرموز فصل فی التیمم مطبعۃ الاسلامیہ ایران ۱/۶۵

[3] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الخامس فی التیمم مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۳۱

[4] حلیہ

[5] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الاول من التیمم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸

marfat.com

Marfat.com

وفیہا و فی البحر عن المبتغی بالغین من کان فی کلۃ جاز تیممہ لخوف البق او مطرا و حر شدید ان خاف فوت الوقت اھ[1] وفیہا عن القنیۃ عن نجم الائمۃ البخاری لو کان فی سطح لیلا وفی بیتہ ماء لکنہ یخاف الظلمۃ ان دخل البیت لایتیمم اذا لم یخف فوت الوقت قال وفیہ اشارۃ الی انہ اذا خاف الوقت تیمم[2] اھ۔

وفی البحر عنہا اعنی القنیۃ بلفظ تیمم ان خاف فوت الوقت[3] اھ ولم یعزہ لنجم الائمۃ بل جعلہ تفریعا علی الروایۃ عن مشایخنا رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

قال فی الحلیۃ بعد ایرادہا ھذا کلہ فیما یظہر تفریع علی مذھب زفر فانہ لاعبرۃ عندہ للبعد بل للوقت بقاء و خروجا قال ولعل ھذا من قول ھؤلاء المشایخ اختیار لقول زفر فان الحجۃ لہ علی ذلک قویۃ[4] اھ

خیمہ) میں تیمم کرسکتا ہے"۔ اھ حلیہ اور بحر میں مبتغی (غین سے) کے حوالہ سے ہے: "جو کسی مچھردانی جیسے محفوظ چھوٹے خیمہ میں ہو تو مچھر یا بارش یا سخت گرمی کے اندیشہ سے اس کے لیے تیمم جائز ہے اگر وقت نکل جانے کا خطرہ ہو"۔ اھ اور حلیہ میں بحوالہ قنیہ نجم الائمہ بخاری سے نقل ہے: "اگر رات کو چھت پر ہو اور گھر کے اندر پانی ہے لیکن گھر کے اندر داخل ہوتا ہے تو تاریکی کا خطرہ درپیش ہے ایسی صورت میں اگر وقت نکلنے کا اندیشہ نہ ہو تو تیمم نہ کرے ـــــ فرمایا: اس میں یہ اشارہ موجود ہے کہ اگر وقت نکلنے کا اندیشہ ہو تو تیمم کرلے اھ

بحرالرائق میں قنیہ کے حوالے سے یہ الفاظ نقل ہیں: "اگر وقت نکل جانے کا اندیشہ ہو تو تیمم کرنے" اھ ۔ بحر نے اسے نجم الائمہ کی طرف منسوب نہ کیا بلکہ اسے مشایخ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم کی روایت پر تفریع قرار دیا۔

حلیہ میں عبارات بالا نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے:

"بظاہر یہ سب امام زفر کے مذہب پر تفریع ہے اس لیے کہ ان کے نزدیک دوری کا اعتبار نہیں بلکہ وقت باقی رہنے اور نکل جانے کا اعتبار ہے" ـــــ فرمایا ـــــ شاید ان مشایخ کے یہ اقوال اس بنیاد پر ہیں کہ انہوں نے امام زفر کا قول اختیار کیا ہے کیونکہ اس مسئلہ سے متعلق امام زفر کی دلیل قوی ہے اھ۔

---

[1] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۰
[2] حلیہ
[3] بحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۹
[4] حلیہ

Marfat.com

بل قد ذكر الشامي ان الفتوى في هذا على قول زفر وانه احد المواضع العشرين التي يفتى فيها بقوله ذكرها في باب النفقة كتاب الطلاق و نظمها نظما حسنا قال فيه، ۵ وبعد فلا يفتى بما قاله زفر ÷ سوى صور عشرين تقسيمها انجلى ÷ لمن خاف فوت الوقت ساغ تيمم ÷ ولكن ليحتط بالاعادة غاسلاً[1]۔

بلکہ علامہ شامی نے تو یہ ذکر کیا ہے کہ اس بارے میں فتوٰی امام زفر کے قول پر ہے اور یہ ان بیس مقامات میں سے ایک ہے جن میں امام زفر کے قول پر فتوٰی دیا جاتا ہے، کتاب الطلاق باب النفقہ میں ذکر کیا ہے اور بڑی خوش اسلوبی سے نظم کیا ہے۔ نظم میں یہ ہے (حمد وصلوٰۃ کے بعد) امام زفر کے قول پر فتوٰی نہ دیا جائیگا مگر صرف بیس صورتوں میں جن کی تقسیم روشن ہے ان میں ایک یہ بھی ہے کہ اس کے لیے جسے وقت فوت ہونے کا اندیشہ ہو تیمم جائز ہے لیکن احتیاطًا پانی سے طہارت کرکے اعادہ کرے۔"

الجملة الثالثة تقوية دليله

جملہ ثالثہ ۔ دلیل امام زفر کی تقویت

ويستدل له بوجوه:

اس پر چند طرح استدلال کیا جاتا ہے:

اولها ما قال المحقق على الاطلاق في فتح القدير له ان التيمم لم يشرع الا لتحصيل الصلاة في وقتها فلم يلزمه قولهم ان الفوات الى خلف كلا فوات[2] اھ

دلیل اوّل: محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا ہے: امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ تیمم اسی لیے تو مشروع ہوا ہے کہ نماز کی ادائیگی وقت کے اندر کی جاسکے۔ لہٰذا اس جواب سے ان پر الزام نہیں آتا کہ "نماز کا نائب کی جانب فوت ہونا، فوت نہ ہونے کی طرح ہے۔

واجيب عنه اوّلا كما ابدى البحر ان جوازه للمسافر بالنص لا لخوف الفوت بل لاجل ان لا تتضاعف عليه الفوائت و يحرج

جواب ۔ اوّلاً: جیسا کہ بحر نے اظہار کیا: "مسافر کے لیے" نص سے "تیمم کا جواز فوتِ وقت کے اندیشہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے ہے کہ اس کے ذمہ فوت شدہ نمازیں زیادہ نہ ہوں اور قضا میں

---

[1] ردالمحتار باب النفقۃ مصطفی البابی مصر ۲/۲۶۷

[2] فتح القدیر باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۳

marfat.com
Marfat.com

فی القضاء[1]

اقول لا فائدة[ف1] لقوله جوازه بالنص فان النص لیس تعبدیا کما یفیده اٰخر کلامه ولو کان کذا لم یجیزوه لصلاة الجنازة والعید فان النص انما ورد فی المریض والمسافر۔

اما التعلیل **فاقول** اما[ف2] تجیزونه لبعد الماء میلا ولو فی جهة مسیره فانی فیه تضاعف الفوائت **وایضا**[ف3] خوف التضاعف انکان ففی الاسفار البعیدة ولیس السفر فی الکریمة سفر القصر بل یشمل من خرج من المصر لو لاحتطاب او احتشاش او طلب دابة کما افاده فی الخانیة والمنیة وقال فی الهدایة والعنایة جواز التیمم لمن کان خارج المصر وان لم یکن مسافرا اذا کان بینه وبین الماء میل[2] اھ

وقد نقلتم عن الخانیة

اسے زحمت نہ ہو" اھ

اقول: "نص سے" جواز کہنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس لیے کہ نص تعبدی نہیں (بلکہ قیاسی اور معلّل ہے) جیسا کہ ان کی آخری عبارت سے خود ہی مستفاد ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو نماز جنازہ اور نماز عید کیلئے بھی تیمم جائز نہ کہتے کیونکہ نص تو صرف مریض اور مسافر کے بارے میں آئی ہے۔

اب انہوں نے جو علّتِ جواز بیان کی ہے اس پر کلام کیا جاتا ہے **فاقول** کیا آپ حضرات اس کے قائل نہیں ہیں کہ پانی ایک میل کی دُوری پر ہو تو تیمم جائز ہے؛ اگرچہ پانی اس کی سمتِ سیری میں ہو۔ اس میں فوت شدہ نمازوں کی زیادتی کہاں ہے؟ یہ بات بھی ہے کہ اگر زیادتیِ فوائت کا اندیشہ ہے تو دور دراز سفروں میں ہے مگر آیت کریمہ میں جو سفر مذکور ہے اس سے خاص سفرِ قصر مراد نہیں بلکہ یہ حکم ہر اس شخص کو شامل ہے جو شہر سے باہر ہو اگرچہ لکڑی کاٹنے یا گھاس لانے، یا سواری کا جانور ڈھونڈنے ہی کے لیے نکلا ہو، جیسا کہ خانیہ اور منیہ میں افادہ فرمایا ہے اور ہدایہ وعنایہ میں ہے: "تیمم کا جواز ہر اس شخص کے لیے ہے جو شہر کے باہر ہو اگرچہ مسافر نہ ہو بشرطیکہ اس کے اور پانی کے درمیان ایک میل کا فاصلہ ہو" اھ

خود آپ ہی نے خانیہ سے یہ عبارت نقل کی ہے

---

[1] البحرالرائق باب التیمم قول لالفوت الجمعة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۹

[2] العنایة مع الفتح باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۰۷

Marfat.com

ان قليل السفر وكثيره سواء في التيمم والصلاة على الدابة خارج المصر انما الفرق بين القليل والكثير في ثلثة في قصر الصلوٰة والافطار ومسح الخفين[1] اھ واذا ثبت ذلك ثبت ان ليس تشريعه الا لاحراز الوقت۔

کہ "بیرون شہر تیمم اور سواری پر ادائے نماز کے معاملہ میں قلیل وکثیر سفر سب برابر ہیں۔ قلیل وکثیر کے درمیان فرق صرف تین مسائل میں ہے: (i) نماز میں قصر کرنا (ii) روزہ قضا کرنا (iii) موزوں پر مسح (کی مدت کم وبیش ہونا)" اھ۔ جب یہ ثابت ہے تو یہ بھی ثابت ہے کہ تیمم کی مشروعیت تحفظ وقت ہی کے لیے ہوئی ہے۔

وثانيا التقصير جاء من قبله فلا يوجب الترخيص عليه[2] اھ فتح۔

ثانیاً: تقصیر وکوتاہی خود اس کی جانب سے ہوئی تو یہ اس کے لیے موجبِ رخصت نہ ہو سکے گی اھ۔ فتح القدیر۔

اقول تقريره سلمنا ان التيمم لحفظ الوقت لكن انما يستحقه من ليس ضيق الوقت من قبله كمن خاف عدوا اومرضا فانه ان ينتظر يذهب الوقت من دون تفريط منه فرخص له الشرع في التيمم كيلا يفوته الوقت اما هذا فقد قصر واخر بنفسه حتى ضاق الوقت عن الطهارة والصلاة فلا يستحق الترفيه بالترخيص۔

اقول: اس جواب کی تقریر اس طرح ہوگی، ہمیں تسلیم ہے کہ تیمم وقت کے تحفظ کی خاطر ہے لیکن جو ایسا ہو کہ وقت کی تنگی خود اس کی طرف سے نہ پیدا ہوئی وہی اس کی رخصت کا مستحق ہوگا مثلاً وہ شخص جسے کسی دشمن یا مرض کا خطرہ ہو کہ وہ اگر انتظار کرتا ہے تو وقت نکل جائے گا اور خود اس کی جانب سے کوئی کوتاہی نہیں تو اس کے لیے شریعت نے تیمم کی رخصت دی ہے تاکہ وقت فوت نہ ہو لیکن اس شخص نے تو کوتاہی کی ہے اور خود ہی نماز یہاں تک مؤخر کر دی کہ وقت میں طہارت اور نماز کی گنجائش نہ رہی تو ایسا شخص رخصت کی آسائش پانے کا حقدار نہیں۔

اورده في الفتح بانه انما يتم اذا

فتح القدیر میں اس جواب کو ان الفاظ سے رد کر دیا ہے کہ: "یہ جواب اسی وقت تام ہوگا جب

---

[1] فتاوٰی قاضی خان — فصل فیما یجوز لہ التیمم — نولکشور لکھنؤ — ۱/۲۶

[2] فتح القدیر — باب التیمم — نوریہ رضویہ سکھر — ۱/۱۲۳

marfat.com

Marfat.com

اخر لا لعذر[1] اھ۔

اقول ای معات الحکم عام عند الفریقین وکیف یقال جاء التقصیر من قبلہ فیمن نام فما استیقظ الا وقد ضاق الوقت عن الطھارۃ بالماء واداء الفرض وھذا نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظۃ[2] رواہ مسلم عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وکذا من نسی صلاۃ ولم یتذکر الا عند ضیق الوقت وقد رفع عن امتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخطاء والنسیان[3] فلا تقصیر من ناس۔

اس نے بغیر کسی عذر کے نماز مؤخر کر دی ہو" اھ

اقول: مقصد یہ ہے کہ حکم تو (بلاعذر تاخیر کرنے والے اور عذر کی وجہ سے تاخیر کرنے والے) دونوں ہی کے لیے فریقین کے نزدیک عام ہے (جس کے یہاں جواز ہے تو دونوں کے لیے، جس کے یہاں عدمِ جواز ہے تو دونوں کے لیے) اب وہ شخص جو سو گیا' بیدار ہُوا تو ایسے ہی وقت کہ پانی سے طہارت اور ادائے فرض کی گنجائش نہیں اس کے بارے میں کیسے کہا جاسکتا ہے کہ خود اسی کی جانب سے کوتاہی ہوئی جب کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمارہے ہیں: "نیند (کی صورت) میں کوتاہی نہیں کوتاہی تو بیداری (کی صورت) میں ہے"۔ یہ حدیث امام مسلم نے ابو قتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔ ایسے ہی وہ شخص جسے نماز کا خیال نہ رہا یا د آئی تو وقت تنگ ہو چکا ہے۔ خطا ونسیان تو نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اُمّت سے اٹھا لیا گیا ہے تو نسیان والے کی جانب سے بھی کوتاہی نہیں۔

بل **اقول مثنّیا**[1] الرّخص[2] الالٰھیۃ مباحۃ عندنا للمطیع والعاصی فمن سافر لمعصیۃ حل لہ الفطر

بلکہ **اقول مثنّیا** (دوسرے نمبر پر میں یہ بھی کہتا ہُوں کہ خدا کی دی ہوئی رخصتیں ہمارے نزدیک مطیع وعاصی دونوں ہی کے لیے عام ہیں۔ جو کسی معصیت کے لیے سفر کر رہا ہے اس کے لیے بھی روزہ

---

[1] فتح القدیر باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۳

[2] سنن ابی ابو داؤد باب فیمن نام عن صلوٰۃ مطبع مجتبائی لاہور ۱/۶۴

[3] سنن ابن ماجہ طلاق المکرہ والناسی " " " ص ۱۴۸

Marfat.com

بل وجب علیه القصر و من اجنب بالزنا والعیاذ باللہ تعالٰی و لم یجد ماء جاز له التیمم بل افترض علیه۔

نہ رکھنا جائز ہے بلکہ اس کے ذمہ نماز قصر کرنا واجب ہے۔ اور جیسے زنا کی وجہ سے ــــ والعیاذ باللہ تعالٰی ــــ جنابت ہوئی اور پانی نہ پاسکا اس کے لیے بھی تیمم جائز بلکہ فرض ہے۔

ثم رأیت تلمیذه المحقق الحلبی فی الحلیة نقل کلامه وایده و بحث فی التأخیر بلا عذر بعین مابحثت و للہ الحمد قال لکن المذهب ان المطیع والعاصی فی الرخص سواء[1] اھ۔

پھر میں نے دیکھا کہ امام ابن الہمام کے شاگرد محقق حلبی نے حلیہ میں ان کی عبارت نقل کرکے اس کی تائید کی ہے ــــ اور "تاخیر بلا عذر" سے متعلق بعینہ یہی بحث کی ہے جو میں نے کی ــــ وللہ الحمد ــــ ان کے الفاظ یہ ہیں "لیکن مذہب یہ ہے کہ رخصتوں کے معاملہ میں مطیع و عاصی یکساں ہیں" اھ

وافاد فائدة اخری فقال لو قیل تأخیره الی هذا الحد عن رجاء من قبل غیر صاحب الحق لقیل فینبغی ان یقال یتیمم ویصلی ثم یعید بالوضوء کمن لم یقدر علی الوضوء من قبل العباد[2] اھ

بلکہ انہوں نے ایک اور افادہ فرمایا ہے، لکھتے ہیں: اگر یہ کہا جائے کہ اس حد تک تاخیر ایسا عذر ہے جو غیر صاحب حق کی جانب سے رُونما ہوا۔ تو اس کے جواب میں یہ کہنا مناسب ہوگا کہ وہ تیمم کرکے نماز پڑھ لے، پھر وضو کرکے اعادہ کرے جیسے وہ شخص جو بندوں کی جانب سے پیدا ہونے والے کسی عذر کی وجہ سے وضو پر قادر نہ ہو۔ اھ (ت)

اقول هذا الامر لا دخل له فی البحث من قبل احد من الفریقین فلیس لاحدهما ان یبدئ به او یعید اما ائمتنا فلانهم لا یقولون بالتیمم واما زفر فلانه لا یقول بالاعادة بل کان حقه ان یقرر هکذا

میں کہتا ہوں فریقین میں سے کسی جانب سے بحث میں اس کلام کا کوئی دخل نہیں، اس لیے یہ کسی کا قول نہیں کہ پہلے تیمم کرلے۔ پھر پانی سے اعادہ کرے ــ ہمارے ائمہ کے نزدیک اس لیے کہ وہ یہاں جوازِ تیمم کے قائل ہی نہیں اور امام زفر کے نزدیک اس لیے کہ وہ اعادہ کے قائل نہیں۔ اس مقصد کی

---

[1] حلیہ
[2] حلیہ

marfat.com

Marfat.com

لیکون **مثلّثا** لما فی الفتح ان غایۃ ما قلتم ان التقصیر من قبلہ ان تأمروہ بالتیمم ثم الاعادۃ کما ھو حکم کل عذر جاء من قبل العباد لا ان تحجروا علیہ التیمم رأسا۔

تقریر اس طرح ہونی چاہئے تاکہ فتح کی عبارت سے متعلق یہ **تثلیثِ الکلام** ہوجائے کہ آپ نے جو فرمایا کہ کوتاہی خود اس کی جانب سے ہُوئی تو اس پر زیادہ سے زیادہ یہ ہونا چاہئے کہ آپ حکم یہ دیں کہ وہ تیمم کرلے پھر اعادہ کرے جیسا کہ یہ ہر اس عذر کا حکم ہے جو بندوں کی جانب سے رُونما ہوا ہو۔ یہ نہیں ہونا چاہئے کہ اسے آپ تیمم سے بالکل ہی روک دیں۔ (ت)

وثانیھا ھذہ صلٰوۃ الخوف ماشرعت الا لحفظ الوقت۔

دلیل دوم: یہ نماز خوف ہے جس کی مشروعیت تحفظِ وقت کے لیے ہی ہُوئی ہے۔

وأجاب عنہ فی البحر بان صلاۃ الخوف للخوف دون خوف الفوت[1] اھ۔

اس کا جواب بحر میں یہ دیا ہے کہ "نمازِ خوف تو خوف کی وجہ سے ہے، فوتِ وقت کے اندیشہ سے نہیں ہے"۔ اھ

اقول سبحن اللّٰہ[1] ما کان الخوف لیوجب الاتیان بہا فی الوقت مع ارتکاب المنافی بل کانوا لبسبیل من تأخیرھا الی ان یطمئنوا کما قلتم فی بحرکم فی عدۃ فروع:

اقول: سبحان اللہ۔ خوف کی حیثیت اتنی بڑھی ہُوئی نہیں کہ منافی نماز کے ارتکاب کے ساتھ وقت کے اندر نماز کی ادائیگی لازم کردے بلکہ ان کے لیے امن واطمینان ہونے تک تاخیر کی گنجائش تھی جیسا کہ بحر کے اندر متعدد جزئیات میں خود آپ ہی اس کے قائل ہیں۔ چند جزئیات درج ذیل ہیں:

منہا[1] ان دحم جمع علی بئر لا یمکن الاستقاء منہا الا بالمناوبۃ لضیق الموقف او لاتحاد اٰلۃ الاستقاء ونحو ذلک وعلم انہا لا تصیر الیہ الا بعد خروج الوقت یصبر عندنا لیتوضأ بعد الوقت وعند زفر

جزئیہ ۱: کسی کنوئیں پر ایک ہجوم جمع ہے اور باری باری پانی نکالنے کے سوا کوئی گنجائش نہیں اس لیے کہ کھڑے ہونے کی جگہ تنگ ہے یا ڈول رسّی ایک ہی ہے یا ایسا ہی کوئی اور سبب ہے۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ جب تک اس کی باری آئے گی وقت نکل جائیگا تو ہمارے نزدیک حکم یہ ہے کہ

---

[1] البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۹

Marfat.com

يتيمم ؎۱

ومنها ۲ جمع ۱ من العراة ليس معهم الا ثوب يتناوبونه وعلموا ان النوبة لا تصل اليه الا بعد الوقت فانه يصبر ولا يصلي عاريا ؎۲۔

ومنها ۳ اجتمعوا ۲ فی سفينة او بيت ضيق وليس هناك موضع يسع ان يصلي قائما لا يصلي قاعدا بل يصبر ويصلي قائما بعد الوقت ؎۳۔

ومنها ۳ معه ثوب نجس وماء لغسله ولكن لو غسله خرج الوقت لزم غسله وان خرج ؎۴۔

ومنها ۴ كذا لو كان مريضا عاجزا عن القيام ۶ او استعمال الماء فی الوقت ويغلب على ظنه القدرة بعده ؎۵ اھ ای يؤخر ولا يصلي فی الوقت۔

ومنها وعده صاحبه ان

انتظار کرے تاکہ وقت کے بعد وضو کرسکے اور امام زفر کے نزدیک یہ حکم ہے کہ تیمم کرلے۔

جزئیہ ۲: چند آدمی برہنہ ہیں جن کے پاس (سترِ عورت کے قابل) ایک ہی کپڑا ہے جسے باری باری باندھ کر نماز ادا کرتے ہیں۔ ان میں سے کسی کو معلوم ہے کہ جب تک اس کی باری آئے گی وقت نکل جائے گا تو وہ انتظار کرے اور برہنہ نماز نہ پڑھے۔

جزئیہ ۳: کسی کشتی یا تنگ کوٹھڑی میں لوگ جمع ہیں جہاں اتنی جگہ نہیں کہ کھڑے ہوکر نماز ادا کرے تو وہ بیٹھ کر نہ پڑھے بلکہ انتظار کرے اور وقت گزر جانے کے بعد کھڑے ہوکر نماز ادا کرے۔

جزئیہ ۴: کسی کے پاس ایک ناپاک کپڑا ہے اور اس کے دھونے کے لیے پانی بھی موجود ہے لیکن اگر کپڑا دھونے میں لگتا ہے تو نماز کا وقت نکل جائیگا اس پر لازم ہے کہ کپڑا دھوئے (اور پاک کپڑے سے ہی نماز ادا کرے) اگرچہ وقت نکل جائے۔

جزئیہ ۵-۶: کوئی ایسا مریض ہے جو بروقت کھڑا ہونے پر قادر نہیں، یا ایسا بیمار ہے کہ ابھی وقتِ نماز میں پانی نہیں استعمال کرسکتا اور ظن غالب ہے کہ وقت نکل جانے کے بعد (کھڑے ہونے یا پانی استعمال کرنے پر) قدرت ہوجائیگی، تو وہ حصولِ قدرت تک نماز مؤخر کرے اور وقت کے اندر (بلاقیام یا تیمم سے) نماز نہ پڑھے۔

جزئیہ ۷: کسی سے اس کے ساتھی نے

؎۱ تا ؎۵ البحرالرائق باب التیمم مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۰

marfat.com
Marfat.com

یطیعہ الاناء فرع علیہ محمد انہ ینتظر وان خرج الوقت لان الظاھر الوفاء بالعھد فکان قادرا علی الاستعمال ظاھرا۔[1]

ومنھا کذا اذا وعد الکاسی العاری ان یعطیہ الثوب اذا فرغ من صلاتہ لم تجزہ الصلاۃ عریانا لما قلنا[2] نقلتم ھذین عن البدائع والبواقی عن التوشیح ولکن المولی سبحٰنہ وتعالٰی لم یرض لھم بتفویتھا عن وقتھا وشرع لھم صلاۃ الخوف فما کان الا لحفظ الوقت۔

برتن دینے کا وعدہ کیا۔ اس پر امام محمد نے یہ تفریع کی ہے کہ انتظار کرے اگرچہ وقت نکل جائے اس لیے کہ ظاہر یہی ہے کہ وُہ وعدہ وفا کرے گا تو ظاہراً وہ استعمال پر قادر ہے۔

جزئیہ ۸: اسی طرح کپڑے والے نے برہنہ سے وعدہ کیا کہ میں نماز سے فارغ ہو کر تجھے کپڑا دے دوں گا تو اسے برہنہ نماز پڑھنا جائز نہیں۔ وجہ وہی ہے جو اوپر بیان ہُوئی۔ جزئیہ (۷ و ۸) آپ نے بدائع سے نقل کیا، باقی توشیح سے ۔ (ان جزئیات کی روشنی میں خوف والوں کا بھی یہی حکم ہونا چاہئے تھا کہ وہ زوال خوف کا انتظار کریں اگرچہ وقت نکل جائے) لیکن مولٰی سبحانہ وتعالٰی نے ان کے لیے نماز فوت کرنا پسند نہ کیا اور نماز خوف مشروع فرمائی تو یہ نماز تحفظ وقت ہی کے لیے تو ہُوئی۔ (ت)

ثم اقول الفرعان الاخیران عن محمد والیہ عزاھما فی البدائع و[عہ] الحکم فیھما عند امامنا رضی اللہ تعالٰی

دلیل ۳-۴ ثم اقول: (پھر میں کہتا ہوں) آخری دونوں جزئیے امام محمد سے منقول ہیں اور بدائع میں ان ہی کی طرف انہیں منسوب کیا ہے ہمارے امام اعظم

[عہ] قال فی الخانیۃ مع رفیقہ دلو مملوك رفیقہ قال انتظر حتی استقی الماء ثم ادفعہ الیك فالمستحب لہ ان ینتظر الی اخر الوقت فان تیمم ولم ینتظر جاز وکذا

خانیہ میں ہے: "کسی مسافر کے ہم سفر کے پاس اسی ہم سفر کا مملوکہ ڈول ہے اس نے مسافر سے کہا تم انتظار کرو میں پانی نکال لُوں تو تمہیں ڈول دوں گا۔ تو مسافر کے لیے آخر وقت تک انتظار کر لینا مستحب ہے۔ اگر اس نے بلا انتظار تیمم کر لیا تو جائز ہے۔ اسی طرح

(باقی برصفحہ آیندہ)

---

[1] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۹

[2] البحرالرائق آخر قول لالفوت الجمعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۹

Marfat.com

عنه انه یصلی فی الوقت متیمما او عاریا لان القدرۃ علی ماسواء الماء لایثبت عندہ بالاباحة کما سیأتی۔

رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک دونوں مسئلوں میں حکم یہ ہے کہ وُہ وقت کے اندر تیمم سے یا برہنہ نماز پڑھ لے اس لیے کہ ان کے نزدیک پانی کے علاوہ چیزوں پر اباحت سے قدرت ثابت نہیں ہوتی جیسا کہ عنقریب اس کا بیان آرہا ہے۔

اقول وھذا ایضا من مؤیدات زفر اذ لولا حفظ الوقت لأمر بالتاخیر لاسیما

اقول (میں کہتا ہوں) اس سے بھی امام زفر کے مذہب کی تائید ہوتی ہے اس لیے کہ اگر تحفظ وقت ملحوظ نہ ہوتا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

لوکان عریانا ومع رفیقه ثوب فقال له انتظر حتی اصلی ثم ادفعه الیك یستحب له ان ینتظر الی اٰخر الوقت فان لم ینتظر وصلی عریانا جاز فی قول ابی حنیفة رضی اللہ تعالٰی عنه ولوکان مع رفیقه ماء یکفی لهما فقال انتظر حتی افرغ من الصلاۃ ثم ادفعه الیك لزمه ان ینتظر وان خاف خروج الوقت ولو تیمم ولم ینتظر لایجوز فالاصل عند ابیحنیفة رضی اللہ تعالٰی عنه ان فی المملوك لاتثبت القدرۃ بالبذل والاباحة وفی الماء تثبت القدرۃ بالاباحة اھ **اقول** والجملة الثانیة محل الاستثناء من الاولی لان الکلام فی ماء مملوك واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منه غفرله (م)

اگر برہنہ ہے اور اس کے رفیق کے پاس ایک کپڑا ہے اس نے کہا انتظار کرو میں نماز پڑھ کر تمہیں دُوں گا، تو اس کے لیے آخر وقت تک انتظار کرلینا مستحب ہے۔ اگر انتظار نہ کیا اور برہنہ نماز پڑھ لی تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول پر یہ جائز ہے۔ اور اگر رفیقِ سفر کے پاس اتنا پانی تھا جو دونوں کو کافی ہوتا اس نے کہا انتظار کرو میں نماز سے فارغ ہوجاؤں تو تمہیں پانی دُوں گا، اس صورت میں اس پر انتظار کرنا لازم ہے اگرچہ وقت نکل جانے کا اندیشہ ہو۔ اگر بلا انتظار تیمم کرلیا تو جائز نہیں۔ اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک اصل ضابطہ یہ ہے کہ بذل واباحت سے مملوک میں قدرت ثابت نہیں ہوتی، اور پانی میں اباحت سے قدرت ثابت ہوجاتی ہے۔ اھ **اقول** دوسرا جملہ پہلے جملہ سے استثناء کے طور پر ہے اس لیے کہ گفتگو مملوک پانی ہی کی ہے (تو معنی یہ ہُوا کہ مملوک چیزوں میں اباحت سے قدرت ثابت نہیں ہوتی مگر مملوک پانی میں اباحت سے قدرت ثابت ہوجاتی ہے ۱۲ محمد احمد) واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

لہ فتاوٰی قاضی خان باب التیمم فصل فیما یجوز له التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۲۶

Marfat.com

مع الوعد فھذا ن ثالث دلائلہ و رابعھا۔

اما الفرع الخامس والسادس

فاقول لا اری[1] انیکون المذھب فیہ الامر بتفویت الصلاۃ کیف وان الطاعۃ بحسب الاستطاعۃ۔

قال ربنا تبارک وتعالٰی فاتقوا اللہ ما استطعتم[1] ولا ینظر فیھا الا الی الحالۃ الراھنۃ الا تری ان[2] راجی الماء اٰخر الوقت لیس علیہ التاخیر بل لہ ان یصلی الاٰن متیمما۔

وقد قال فی الدر[3] امرہ الطبیب بالاستلقاء لبزغ الماء من عینہ صلی بالایماء لان حرمۃ الاعضاء کحرمۃ النفس[2] اھ ومعلوم[3] ان الطبیب لا یأمرہ بالسکون الامدۃ قلیلۃ وربما لا تزید علی یوم ولیلۃ فامروا ان یؤمی لا ان یؤخر فھذہ الفروع الاربعۃ الجواب الصواب فیھا علی مذھب امامنا رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ یصلی کما قدر

تو تاخیر کا حکم ہوتا خصوصًا اس صورت میں جبکہ کسی نے وعدہ کرلیا ہے تو یہ ان کی تیسری اور چوتھی دلیل ہوئی۔

اب جزئیہ ۵، ۶ کو دیکھئے۔

فاقول میں نہیں سمجھتا کہ اس صورت عجز میں نماز فوت کرنے کا حکم ہمارے مذہب میں ہو، کیسے ہوسکتا ہے جب کہ طاعت بقدر استطاعت ہی لازم ہوتی ہے۔

ہمارے رب تبارک وتعالٰی کا ارشاد ہے: "تو اللہ سے تم ڈرو جہاں تک تمہیں استطاعت ہو۔" اور استطاعت کے معاملہ میں موجودہ حالت پر ہی نظر کی جائیگی۔ دیکھئے اگر کسی کو آخر وقت میں پانی ملنے کی امید ہے تو اس پر یہ لازم نہیں کہ نماز مؤخر کرے بلکہ وہ اسی وقت تیمم کرکے نماز پڑھ سکتا ہے۔

درمختار میں ہے: آنکھ کا آپریشن کرنے اور پانی نکالنے کی وجہ سے طبیب نے بیمار کو حکم دیا کہ چت لیٹا رہے تو وہ اشارہ سے نماز پڑھے اس لیے کہ حرمتِ اعضاء بھی حُرمتِ جان کی طرح ہے" اھ یہ معلوم ہے کہ طبیب زیادہ زمانہ تک حرکت کی ممانعت نہیں رکھتا بلکہ عمومًا قلیل مدت تک جو ایک شبانہ روز سے زیادہ نہیں ہوتی پرسکون رہنے کا حکم دیتا ہے اس کے باوجود فقہائے اسے اشارہ سے نماز پڑھ لینے کا حکم دیا یہ نہ فرمایا کہ (اجازتِ حرکت و

---

[1] القرآن ۶۴/ ۱۶

[2] الدرالمختار باب المریض مجتبائی دہلی ۱/ ۱۰۴

Marfat.com

فی الوقت ولا یعید۔

قیام تک) نماز مؤخر کرے۔ تو ان چاروں جزئیات (۵ تا ۸) میں ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب پر حکم صحیح یہ ہوگا کہ جس طرح بھی اسے قدرت ہے ویسے ہی وہ وقت کے اندر نماز ادا کرے اور بعد وقت اس کا اعادہ بھی نہیں۔ (ت)

امّا الفروع الاربعة الاُوَل **فاقول** کذا الحکم فیھا بید انه یعید امّا الحکم فلما قدمت عن الحلیة والغنیة عن شمس الائمة انه لافرق فی تلك الفروع وان الروایة فی احدھا روایة فی سائرھا وقد کان ھناك اعنی فرع شمس الائمة التلبس بالنجاسة ولو فی القدمین او الخفین مع ترك الرکوع والسجود ولیس فی ھذا الفرع الرابع الا التلبس بنجس و امّا الاعادة فلما علمت من مراعاة اصل المذھب مع مافی الفروع الثلثة الاُوَل من صورة المنع من جھة العباد واللّٰه تعالٰی اعلم بسبیل الرشاد۔

اب رہے پہلے چار جزئیات **فاقول** ان میں بھی یہی حکم ہوگا فرق یہ ہے کہ ان صورتوں میں بعد وقت اعادہ بھی کرنا ہوگا۔ وقت کے اندر ادائے نماز کا حکم ہم نے اس قاعدہ اور جزئیہ سے اخذ کیا جو حلیہ و غنیہ کے حوالہ سے شمس الائمہ سے ہم نے گزشتہ صفحات میں نقل کیا کہ ان جزئیات میں فرق نہیں اور ایک میں روایت دوسرے میں بھی روایت ہے۔ اور وہاں یعنی شمس الائمہ کے بیان کردہ جزئیہ میں یہ تھا کہ نجاست سے اتصال لازم آتا تھا اگرچہ صرف قدموں یا موزوں ہی میں، اور رکوع وسجود ترک ہوتا تھا۔ اور اس چوتھے جزئیہ میں بھی یہی نجس (کپڑے) سے اتصال لازم آرہا ہے۔ اور اعادہ کا حکم اس لیے کہ اصل مذہب کی رعایت ہوجائے ساتھ ہی پہلے تین جزئیوں میں یہ بات بھی ہے کہ بندوں کی جانب سے رکاوٹ کی صورت پائی جارہی ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

وخامسھا تجیزونه خوف فوت صلاة الجنازة وصلاة العید فکذا خوف فوت الوقت۔

دلیل پنجم: آپ نماز جنازہ اور نماز عید فوت ہونے کے اندیشہ سے تیمم کی اجازت دیتے ہیں تو وقت کے فوت ہوجانے کا اندیشہ بھی تو ایسا ہی ہے۔

واجاب البحر بان فضیلة الوقت والاداء وصف للمؤدی تابع له غیر مقصود لذاته بخلاف صلاة الجنازة والعید فانھا اصل فیکون فواتھا فوات

بحر میں اس کا **جواب** یہ دیا ہے کہ "(پنجگانہ نمازوں میں مقصود بالذات خود نماز ہے اور اس کے لیے قضا نہ ہونے) ادا ہونے اور وقت کے اندر ہونے کی فضیلت مؤدّی کی ایک صفت ہے جو اس کے

marfat.com
Marfat.com

اصل مقصود[1] اھ ھذا تمام سعیہ رحمنہ اللہ تعالٰی ورحمنا بہ وقد اقرہ علی کلہ فی المنحۃ۔

تابع ہے مقصود بالذات نہیں ہے۔ مگر نماز جنازہ وعید خود اصل ہیں تو ان کا فوت ہونا ایک اصل مقصود کا فوت ہونا ہے" اھ یہ صاحبِ بحر کی تمام تر کاوش ہے' خدا ان پر اور ان کے طفیل ہم پر رحم فرمائے ۔ منحۃ الخالق میں علامہ شامی نے بھی ان سب کو برقرار رکھا ہے۔ (ت)

اقول اولا[ف1] کون شیئ وصفا فی شیئ لا یوجب کونہ غیر مقصود بالذات کوصف الایمان فی رقبۃ کفارۃ القتل بل قد[ف2] یکون الوصف ھو المقصود کالاسلام فی مصرف الزکٰوۃ۔

اقول - اولاً: ایک شیَ کا دوسری شیَ کی صفت ہونا اس کے غیر مقصود بالذات ہونے کو لازم نہیں کرتا جیسے کفارۂ قتل میں دئے جانے والے غلام یا باندی میں صفت ایمان غیر مقصود بالذات نہیں بلکہ بعض اوقات خود وصف ہی مقصود ہوتا ہے جیسے مصرفِ زکٰوۃ میں صفتِ اسلام۔

وثانیا نحن[ف2] نعلم قطعا ان المولی سبحٰنہ وتعالٰی کما امرنا بالصلاۃ امرنا بایقاعھا فی وقتھا وحرم اخراجھا عنہ لا لعذر فالکل مقصود عینا سبحنہ انّ[2] الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا وقال عزّ وجل حافظوا علی الصلوٰت والصّلٰوۃِ الوسطٰی[3] وقال تعالٰی فویلٌ للمصلّین الذین ھم عن صلٰوتھم ساھون[4] وھم الذین یؤخرونھا حتی یخرج وقتھا سماھم مصلین وجعل لھم الویل لاخراجھم ایاھا عن وقتھا فکان الوقت

ثانیا: ہمیں قطعی طور پر معلوم ہے کہ مولٰی سبحٰنہ وتعالٰی نے جس طرح ہمیں نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے اسی طرح ہمیں یہ بھی حکم دیا ہے کہ نماز کو اس کے مقررہ وقت کے اندر ادا کریں اور بغیر کسی عذر کے اس وقت سے باہر لانا حرام فرمایا ہے' تو سبھی مقصود بالذات ہے ۔ ارشاد ہے، "بے شک نماز ایمان والوں پر وقت باندھا ہوا فریضہ ہے"۔ اور ارشاد ہے: "نمازوں اور بیچ والی نماز کی حفاظت کرو"۔ اور فرمایا ہے: "تو ویل (خرابی) ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے غافل ہیں"۔ یہ وہی لوگ ہیں جو نماز اس حد تک مؤخر کرتے ہیں کہ اس کا وقت نکل جاتا ہے انہیں نمازی کہا، ساتھ ہی ان کے لیے ویل بھی قرار دیا اس لیے

---

[1] البحرالرائق باب التیمم عند قولہ لالفوت الجمعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۹
[2] القرآن ۴/۱۰۳
[3] القرآن ۲/۲۳۸
[4] القرآن ۱۰۷/۴

Marfat.com

مقصودا عينا۔

کہ وہ نماز وقت سے باہر ادا کرتے ہیں۔ تو خود وقت بھی مقصود بالذات ہوا۔ (ت)

وثالثاً[۱] لئن سلم محافظة الوقت فرض عين والجنازة فرض كفاية وصلاة العيد ليست فريضة اصلا والفرض ولو مقصودا لغيره اهم واعظم مما دونه ولو مقصودا لذاته الا[۲] ترى ان لوضاق الوقت عن الواجبات وجب اسقاطها والاقتصار على الفرض لايقاعه فى الوقت واذا الامر هكذا فاذا اجاز التيمم لخوف فوت الادنى كيف لا يجوز للاعلى لاسيما وقد سقط فرض الجنازة بصلاة غيره۔

ثالثاً: اگر آپ کی بات تسلیم کرلی جائے تو بھی یہ کہا جائے گا کہ وقت کا تحفظ فرض عین ہے اور جنازہ فرض کفایہ ہے اور نمازِ عید تو سرے سے فرض ہی نہیں (بلکہ واجب ہے)، اور فرض اگرچہ مقصود لغیرہ ہو اپنے نیچے والے سے خواہ وہ مقصود بالذات ہو زیادہ عظمت واہمیت رکھتا ہے۔ دیکھئے اگر وقت اس قدر تنگ ہے کہ صرف فرائض ادا کرسکتا ہے واجبات کی گنجائش نہیں تو واجبات کو ساقط کردینا اور فرض پر اکتفا کرنا لازم ہے تاکہ ادائیگی وقت کے اندر ہوجائے۔ یہ معاملہ ہے تو جب فوتِ ادنٰی کے اندیشہ سے تیمم جائز ہو تو اعلٰی کی وجہ سے کیوں جائز نہ ہوگا جب کہ فرض جنازہ تو دوسرے کے پڑھ لینے سے ساقط ہوجاتا ہے۔ (ت)

ورابعا[۳] قد قلتم بالتيمم لخوف فوت السنن وما هن اصول انما شرعت مكملات للاصول و[۴] على التسليم فاين التحفظ على فريضة الوقت من التحفظ على سنة۔

رابعاً: آپ نے تو سنتیں فوت ہونے کے اندیشہ سے بھی تیمم جائز کہا ہے حالانکہ سنتیں اصل نہیں بلکہ یہ اصل کے متمم کی حیثیت سے مشروع ہوئی ہیں — اور اگر یہی مان لیا جائے کہ سنتیں خود مقصود اور اصل ہیں تو بھی کہاں وقت جیسے اہم فریضہ کا تحفظ اور کہاں سنّت کا تحفظ (دونوں میں بڑا فرق ہے) (ت)

وخامسا[۵] قد سلمتم ان الفائت لا الى خلف يجوز له التيمم ولا شك ان الطلب الالهى منتهض على ايقاع الفريضة فى وقتها كانتهاضه على نفس ايقاعها وهذا لا خلف له وان كانت الصلاة لها خلف فهذا مقصود الدليل ولا يمسه الجواب۔

خامساً: آپ کو یہ تسلیم ہے کہ اگر فوت ہونے والی چیز ایسی ہو کہ اس کا کوئی نائب و بدل نہیں تو اس کے لیے تیمم جائز ہے۔ اب اس میں کوئی شک نہیں کہ خدا کا مطالبہ نماز کو اس کے وقت کے اندر ادا کرنے کا بھی اسی طرح ہے جیسے خود نماز پڑھنے کا ہے اور وقت کے اندر ادا کرنا ایسا امر ہے جس کا کوئی بدل نہیں اگرچہ نفس نماز کا بدل ہے۔ دلیل نجم کا مقصود یہی تھا جس سے جواب کو کوئی مس نہیں۔ (ت)

marfat.com
Marfat.com

وسادسها کما اقول اجمع ائمتنا رضی اللہ تعالٰی عنہم ان الجنب الخائف من البرد خارج المصر یتیمم[1] کما فی الھدایۃ وعامۃ الکتب وقد تقدم عن الحلیۃ والبدائع والبحر والاسبیجابی والتمرتاشی ومعلوم ان الخوف ربما کان فی الصبح اذا اصبح جنبا فی لیلۃ باردۃ ویزول بعد ارتفاع الشمس ولم یأمروہ بالتاخیر بل اباحوا لہ التیمم فما ھو الا لحفظ الوقت۔

وسابعھا کما اقول اباحوہ لخوف عدو ولص وسبع وحیۃ ونار ومعلوم ان کثیرا من ھذہ لا یلبث الا قلیلا فالنار تنطفی اوتمر فی ساعۃ اوساعتین ولم یقولوا یصبر وان خرج الوقت۔

فان اجبت کما خطر ببالی ان التیمم لیس لحفظ الوقت وانما ھو لدفع الضرر والحرج حیث کان وفی البرد والنار وامثالھا ضرر وفی بعدہ میلا حرج فتحقق المناط لانہ اذا ادرک الوقت فارادالصلاۃ لاینھی عنھا ولاینظر الا

دلیل ششم جیسا کہ میں کہتا ہوں، ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اس پر اجماع ہے کہ جنبی جسے بیرونِ شہر سردی سے خطرہ ہے وہ تیمم کرے۔ جیسا کہ ہدایہ اور عامہ کتب میں ہے۔ اور حلیہ، بدائع، بحر، تمرتاشی کے حوالہ سے پہلے ذکر بھی ہو چکا۔ یہ معلوم ہے کہ زیادہ تر صبح کو خوف ہوتا ہے جبکہ کسی سردی کی رات میں صبح کو جنابت کی حالت میں اُٹھے۔ پھر سورج بلند ہونے کے بعد خوف نہیں رہ جاتا۔ مگر ائمہ نے اسے یہ حکم نہ دیا کہ آفتاب بلند ہونے تک نماز مؤخر کرے بلکہ اس کے لیے تیمم جائز قرار دیا جس سے معلوم ہوا کہ یہ تحفظِ وقت ہی کے لیے ہے۔ (ت)

دلیل ہفتم جیسا کہ میں کہتا ہوں: دشمن، چور، درندے، سانپ اور آگ کے خوف سے تیمم جائز قرار دیا گیا ہے جب کہ معلوم ہے کہ ان میں سے زیادہ تر وہ چیزیں ہیں جو تھوڑی ہی دیر رہتی ہیں۔ آگ بھی گھنٹے دو گھنٹے میں بُجھ جاتی ہے یا گزر جاتی ہے۔ مگر یہ حکم نہ ہُوا کہ انتظار کرے اگرچہ وقت نکل جائے۔ (ت)

اگر اس کے جواب میں یہ کہا جائے ـــ جیسا کہ میرے دل میں خیال آیا ـــ کہ تیمم تحفظِ وقت کے لیے نہیں بلکہ ضرر و حرج دفع کرنے کے لیے ہے جہاں بھی ہو۔ ٹھنڈک اور آگ جیسی چیزوں میں ضرر ہے اور ایک میل دُور ہونے میں حرج ہے ـــ تو جواز مدارِ جواز ہے وہ پالیا گیا۔ اس لیے کہ جب نماز کا وقت آگیا اور اس نے

---

[1] الہدایۃ باب التیمم المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/ ۳۲

Marfat.com

الی حالته الواھنة و ھو فیھا متضرر او متحرج بالوضوء او الغسل فابیح لہ التیمم۔

نماز پڑھنا چاہی تو اس سے اسے روکا نہ جائے گا، اس کی موجودہ حالت ہی دیکھی جائے گی۔ اس حالت میں وضو یا غسل سے واقعۃً اس کے لیے ضرر یا حرج ہے تو تیمم اس کے لیے جائز قرار دیا گیا۔ (ت)

اقول ھل یختص الحرج والضرر بما یصیب بدنہ ومالہ ام یعم ما یستضربہ فی دینہ علی الاول لم اجتم لخوف فوت جنازۃ وعید وعلی الثانی ان کان علیہ ضرر فی دینہ لفوت فرض کفایۃ مع انھا قد اقیمت وواجب بل وسنۃ لاالی بدل اذ لا براءۃ لعھدتہ عن ھذہ المطالبۃ الشرعیۃ الا بالتیمم فضرر اعظم واشد منہ فی فوت الفریضۃ عن وقتھا ولا براءۃ لعھدتہ عن ھذہ المطالبۃ الشرعیۃ العظمی اعنی الاتیان بھا فی وقتھا الا بالتیمم فیجب ان یباح۔

اقول (میں کہتا ہوں): کیا حرج یا ضرر اسی چیز سے خاص ہے جو اس کے بدن اور مال سے تعلق رکھتی ہو یا اسے بھی عام ہے جس سے اس کے دین میں نقصان وضرر ہو؟ — پہلی تقدیر پر یہ کلام ہے کہ پھر آپ نے فوت جنازہ وعید کے اندیشہ سے تیمم کیوں جائز کہا؟ — اور دُوسری تقدیر پر یہ کہ اگر اس کے دین کا نقصان اِس میں ہے کہ ایک فرض کفایہ فوت ہو رہا ہے جبکہ دوسرے لوگوں سے اس کی ادائیگی عمل میں آچکی اور اس میں کہ ایک واجب فوت ہو رہا ہے — بلکہ صرف ایک سنّت بھی — جس کا کوئی بدل نہیں۔ (اس لیے آپ نے تیمم کو جائز کہا) کیوں کہ بغیر تیمم کے وہ اس شرعی مطالبہ سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا — تو اس سے زیادہ عظیم اور اس سے زیادہ شدید نقصان تو اس میں ہے کہ ایک فرضِ عین اپنے وقت سے فوت ہو رہا ہے اور بغیر تیمم کے اِس عظیم تر شرعی مطالبہ — وقت کے اندر ادائیگی — سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔ تو لازم ہے کہ اس کے لیے بھی تیمم جائز ہو۔ (ت)

ھذا ما عندی فاستنار بحمد اللہ تعالٰی ما جنح الیہ المحقق واتباعہ من قوۃ دلیل زفر بل دلیل ائمتنا جمیعا فی الروایۃ الاخری

ھذا ما عندی (میرے علم وفکر کی رُو سے یہی ہے) اس تفصیل سے بحمد اللہ تعالٰی وہ روشن ہوگیا جس کی طرف محقق علی الاطلاق اور ان کے متبعین کا رُجحان ہے کہ امام زفر کی دلیل — بلکہ روایتِ دیگر کے لحاظ سے ہمارے سبھی ائمہ کی دلیل

marfat.com
Marfat.com

وکیفما کان لا ینزل من ان یؤخذ بہ تحفظا علی فریضۃ الوقت ثم یؤمر بالاعادۃ عملا بالروایۃ المشہورۃ فی المذہب لاجرم ان قال فی الغنیۃ بعد ایراد ما قدمنا عن شمس الائمۃ وحینئذ فالاحتیاط ان یصلی بالتیمم فی الوقت ثم یتوضؤ ولیعید لیخرج عن العہدتین بیقین[۱] اھ

وقد نقل کلامہ ھذا فی الدر و اقرہ ھو والسادۃ الاربعۃ محشوہ ح ط ش وابو السعود وقال الشامی ھذا قول متوسط بین القولین وفیہ الخروج عن العہدۃ بیقین فلذا اقرہ الشارح فینبغی العمل بہ احتیاطا ولاسیما وکلام ابن الہمام یمیل الی ترجیح قول زفر بل قد علمت انہ روایۃ عن مشایخنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم ونظیر ھذا مسألۃ الضیف الذی خاف ریبۃ فانہم قالوا یصلی ثم یعید[۲] اھ وانما اطنبنا الکلام ھھنا لما رأینا بعض العلماء تعجب منہ حین افتیت بہ فی مجلس جمعنا و باللہ التوفیق والوصول الی ذری التحقیق

—— قوی ہے —— اور جیسا بھی ہو کم از کم اتنا ضرور ہے کہ فریضہ وقت کے تحفظ کے لیے اس قول کو لیا جائے پھر اعادہ کا حکم دیا جائے تاکہ مذہب کی روایت مشہورہ پر بھی عمل ہو جائے —— شمس الائمہ کے حوالہ سے جو ہم نے پہلے بیان کیا اسے ذکر کرنے کے بعد غنیہ میں لکھا ہے: "اس کے پیش نظر احتیاط یہی ہے کہ وقت کے اندر تیمم سے نماز پڑھ لے، پھر وضو کر کے اعادہ کرے تاکہ دونوں ذمہ داریوں سے یقینی طور پر سبکدوش ہو جائے"۔

ان کا یہ کلام درمختار میں نقل کر کے برقرار رکھا اور درمختار کے چاروں محشی سید حلبی، سید طحطاوی، سید شامی اور سید ابو السعود نے بھی برقرار رکھا۔ اور علامہ شامی نے فرمایا: "یہ دونوں قولوں کے مابین ایک درمیانی قول ہے، اور اس میں یقینی طور پر ذمہ داری سے سبکدوشی ہے۔ اسی لیے شارح نے اسے برقرار رکھا۔ تو احتیاطاً اسی پر عمل ہونا چاہیے خصوصاً جبکہ امام ابن الہمام کا کلام امام زفر کے قول کی ترجیح کی جانب مائل نظر آتا ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہو چکا کہ یہ تو ہمارے تینوں مشایخ سے ایک روایت ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ اس کی نظیر اس مہمان کا مسئلہ ہے جسے تہمت کا اندیشہ ہو۔ اس کے بارے میں فقہاء نے فرمایا ہے کہ نماز پڑھ لے پھر اعادہ کرے" اھ اس مقام پر ہم نے تفصیلی بحث اس لئے

---

[۱] غنیۃ المستملی فصل فی التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۸۳

[۲] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۰

Marfat.com

والحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ تعالٰی وسلم علٰی سیدنا ومولٰنا محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین اٰمین۔

کی ہے کہ میں نے دیکھا کہ جب ایک محفل میں اس پر میں نے فتوٰی دیا تو ایک عالم کو بڑا تعجب ہوا اور خدا ہی کی جانب سے توفیق، اور بلندی تحقیق تک رسائی ہوتی ہے اور ساری خوبیاں اللہ تعالٰی کے لیے جو سارے جہانوں کا رب ہے اور اللہ تعالٰی درود وسلام نازل فرمائے ہمارے آقا و مولٰی محمد اور ان کی آل و اصحاب سب پر۔ آمین۔ (ت)

رسالہ ضمنیہ الظفر لقول زفر تمام ہوا۔

(۸۹) کنویں پر ہجوم ہے جگہ تنگ ہے یا ڈول ایک ہی ہے لوگ نوبت بنوبت پانی بھرتے وضو کرتے ہیں اور یہ دُور ہے کہ اس تک باری اُس وقت پہنچے گی جب نماز کا وقت جاتا رہے گا آخر وقت کے قریب تک انتظار کرے جب دیکھے کہ وقت نکل جائیگا تیمم کرکے پڑھ لے پھر اعادہ کرے۔

(۹۰) کسی نے پانی بھرنے کے لیے ڈول یا رسّی دینے کا وعدہ کیا ہے انتظار کرکے تیمم سے پڑھ لے۔ یہ دونوں مسئلے ابھی گزرے۔ **اقول** اور اب اعادہ کی بھی حاجت نہیں کہ یہاں حکم تیمم خود مذہب صاحبِ مذہب سے رضی اللہ تعالٰی عنہ ہاں بہ لحاظِ مذہب صاحبین اعادہ اولٰی ہے درمختار میں تھا:

یجب طلب الدلو والرشاء وکذا الانتظار لوقال لہ حتی استقی وان خرج الوقت[1]

ڈول اور رسّی طلب کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح انتظار کرنا بھی واجب ہے اگر کسی نے اس سے کہا ہو کہ میں پانی بھرلوں تو تمہیں دُوں گا، اگرچہ انتظار میں وقت نکل جائے۔

اس پر ردالمحتار میں ہے:

ای یجب انتظارہ للدلو اذا قال الخ لکن ھذا قولھما وعندہ لایجب بل یستحب ان ینتظر الی اٰخر الوقت فان خاف فوت الوقت تیمم وصلی وعلی ھذا لوکان مع رفیقہ ثوب وھو عریان فقال انتظر حتی اصلی وادفعہ

یعنی اسے ڈول کا انتظار کرنا واجب ہے جب اس سے مذکورہ وعدہ کیا ہو الخ لیکن یہ صاحبین کا قول ہے امام اعظم کے نزدیک واجب نہیں، بلکہ مستحب ہے کہ آخر وقت تک انتظار کرلے ــــ اگر وقت نکل جانے کا اندیشہ ہو تو تیمم کرکے نماز پڑھ لے ــــ یہی اختلاف اُس صورت میں بھی ہے

---

[1] الدرالمختار باب التیمم مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۴

marfat.com
Marfat.com

الیك واجمعوا[1] انه اذا قال ابحت لك مالی لتحج به انه لا یجب علیه الحج و اجمعوا انه فی الماء ینتظر وان خرج الوقت ومنشؤ الخلاف ان القدرة[2] علی ماسوی الماء ھل تثبت بالاباحة فعنده لا وعندھما نعم کذا فی الفیض والفتح والتاترخانیة وغیرھا (قلت) ای کالخانیة والخلاصة وغیرھما) وجزم فی المنیة بقول الامام وظاھر کلامھم ترجیحه (اقول ولو سکتوا لکان له الترجیح لان کلام الامام امام الکلام کما حققناہ فی اجلی الاعلام) وفی الحلیة والفرق للامام ان الاصل فی الماء الاباحة والحظر فیه عارض فیتعلق الوجوب بالقدرة الثابتة بالاباحة ولا کذلك ماسواہ فلا یثبت الا بالملك کما فی الحج اھ فتنبه[1] اھ ما فی الشامی۔

جب یہ برہنہ ہے اور اس کے رفیق کے پاس ایک کپڑا ہے اس نے کہا انتظار کرو میں نماز ادا کرکے تمہیں یہ کپڑا دوں گا۔ اور اس پر ان ائمہ کا اجماع ہے کہ جب کسی نے یہ کہا کہ تمہارے حج کے لیے میں نے اپنا مال مباح کردیا تو اس پر حج واجب نہیں۔ اور اس پر بھی اجماع ہے کہ پانی دینے کا وعدہ کیا ہو تو انتظار کرے اگرچہ وقت نکل جائے۔ اور اصل منشاءِ اختلاف یہ ہے کہ پانی کے ماسوا چیزوں پر اباحت سے قدرت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟۔ امام اعظم کے نزدیک نہیں ہوتی اور صاحبین کے نزدیک ہوجاتی ہے۔ ایسا ہی فیض، فتح، تاتارخانیہ وغیرہا (میں کہتا ہوں۔ یعنی جیسے خانیہ، خلاصہ وغیرہما) میں ہے منیۃ المصلی میں امام اعظم کے قول پر جزم کیا ہے۔ اور ان کے ظاہر کلام سے اسی کی ترجیح معلوم ہوتی ہے (اقول: اگر یہ حضرات ترجیح سے سکوت اختیار کرتے تو بھی اسی کو ترجیح حاصل ہوتی۔ اس لیے کہ کلامِ امام، امامِ کلام ہے جیسا کہ اجلی الاعلام میں ہم نے اس کی تحقیق کی ہے) اور حلیہ میں ہے: "امام اعظم کے مذہب کی بنیاد پر وجہ فرق یہ ہے کہ پانی میں اصل اباحت ہے اور ممانعت عارضی ہوتی ہے تو اس میں اباحت سے ثابت ہونے والی قدرت سے ہی وجوب ہوجاتا ہے اور اس کے ماسوا کا یہ حال نہیں۔ تو اس میں بغیر ملک کے وجوب کا ثبوت نہ ہوگا جیسے حج میں۔ اھ" اس پر متنبہ رہنا چاہیے۔ شامی میں جو ہے ختم ہوا۔ (ت)

اقول بل فی[3] الماء فوق ذلك فانه اوجب فیه الانتظار وان خرج

اقول: بلکہ پانی میں اس سے بھی زیادہ ہے اس لیے کہ اس میں محض وعدہ کی بنا پر

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۸۴

Marfat.com

الوقت بمجرد الوعد غیر الاباحة و الله تعالٰی اعلم۔

انتظار واجب کیا ہے اگرچہ وقت نکل جائے ــــ اور وعدہ اباحت نہیں ــــ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

(۹۱) کسی نے پانی دینے کا وعدہ کیا ہے یہاں بھی جب وقت جاتا دیکھے تیمم سے پڑھ لے پھر پانی مل جائے تو وضو سے دوبارہ پڑھے۔

لان فیه المشی علی قول زفر علی خلاف قول الائمة الثلثة رضی الله تعالٰی عنهم کما علمت اٰنفا۔

اس لیے کہ اس میں قول ائمہ ثلاثہ کے برخلاف امام زفر کے قول پر عمل ہے۔ رضی اللہ تعالٰی عنہم ــــ جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔ (ت)

اقول ظاہراً اس[ف۱] صورت میں اگر وہ اس کے نماز پڑھتے میں پانی لے آیا تیمم نہ جائیگا نماز پوری کرے جبکہ جانے کہ وضو کرنے سے نماز وقت پر نہ ملے گی۔

لانه کان واجد الماء قبل هذا ظاهرا کما مر عن محمد رحمه الله تعالٰی وانما ساغ له التیمم لضیق الوقت عن استعماله ولم یتبدل هذا السبب فلا ینتقض التیمم بخلاف[ف] صورة افادها فی الدر اذ قال لو تیمم[ف۲] لعدم الماء ثم مرض مرضا یبیح التیمم (ای وقد وجد الماء بعده کما بینه ش) لم یصل بذلك التیمم لان اختلاف[ف۳] اسباب الرخصة یمنع الاحتساب بالرخصة الاولی وتصیر الاولی کان لم تکن جامع الفصولین فلیحفظ[۱] اھ

اس لیے کہ ظاہراً اس سے پہلے بھی پانی اسے دستیاب تھا جیسا کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے اس کا بیان گزرا اور اس کے لیے تیمم صرف اس لیے جائز ہوا کہ وقت میں پانی استعمال کرنے کی گنجائش نہ تھی ــــ اور اس سبب میں اب بھی کوئی تبدیلی نہ آئی تو تیمم نہ ٹوٹے گا۔ ہاں اس کے برخلاف تیمم ٹوٹنے کی ایک صورت ہے جس کا درمختار میں اس طرح افادہ کیا ہے "اگر پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا۔ اس کے بعد اسے ایسی بیماری ہوگئی جس سے تیمم جائز ہوجاتا ہے (پھر پانی مل گیا جیسا کہ شامی نے بیان کیا ہے) تو سابقہ تیمم سے نماز نہ پڑھے۔ اس لیے کہ اسبابِ رخصت میں تبدیلی پہلی رخصت کو شمار کرنے سے مانع ہوتی ہے۔ اور پہلی رخصت کالعدم ہوجاتی ہے ــــ جامع الفصولین ــــ اسے ذہن نشین رکھنا چاہیے اھ"۔ (ت)

وفیه کلام اورده ش قد اجبنا

اس پر کچھ کلام ہے جو علامہ شامی نے ذکر کیا ہے

---

[۱] الدر المختار باب التیمم مطبعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۲

marfat.com
Marfat.com

عنه فيما علقنا عليه لا بأس بايراده تتميما للفائدة قال رحمه الله تعالى اقول لكن يشكل عليه ما في البدائع لو مر المتيمم على ماء لا يستطيع النزول اليه لخوف عدو او سبع لا ينتقض تيممه كذا ذكره محمد بن مقاتل الرازي وقال هذا قياس قول اصحابنا لانه غير واجد للماء معنى فكان ملحقا بالعدم اھ ومثله في المنية اذ لا يخفى ان خوف العدو سبب اٰخر غير الذي اباح له التيمم اولا فان الظاهر في فرض المسألة انه تيمم اولا لفقد الماء اللّٰهم الا ان يجاب بان السبب الاول هنا باق وفيه بحث فليتأمل[1] اھ۔

پھر ہم نے حاشیۂ شامی میں اس کا جواب بھی دیا ہے تکمیل فائدہ کے لیے یہاں اسے نقل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں: "اقول، لیکن اس پر بدائع کے اس مسئلہ سے اعتراض ہوتا ہے: اگر تیمم کرنے والا ایسے پانی کے پاس سے گزرا جہاں وہ کسی دشمن یا درندہ کے خوف کی وجہ سے اُتر نہیں سکتا تو اس کا تیمم نہ ٹوٹے گا۔ ایسا ہی محمد بن مقاتل رازی نے ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ہمارے اصحاب کے مذہب پر قیاس کا تقاضا یہی ہے اس لیے کہ معنیً پانی اسے دستیاب نہیں تو یہ معدوم سے ملحق ہے۔ اسی کے مثل منیہ میں بھی ہے۔ وجہ اشکال یہ ہے کہ ظاہر ہے کہ پہلے جس سبب سے اس کے لیے تیمم روا ہوا تھا وہ اور ہے اور دشمن کا خوف ایک دوسرا سبب ہے۔ اس لیے کہ ظاہر یہ ہے کہ مفروضہ صورت مسئلہ یہ ہے کہ پہلے اس کا تیمم اس لیے تھا کہ اسے پانی نہ ملا —— ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہاں پہلا سبب اب بھی باقی ہے۔ مگر اس میں بحث ہے۔ اس لیے تأمل کی ضرورت ہے اھ۔(ت)

وکتب وجه البحث في منحيته انه اذا تيمم اولا لبعده عن الماء فهو فاقد له حقيقة وخوف العدو فقد معنى فالحقيقي قد زال واعقبه المعنوي فلا فرق بينه وبين المرض اذا وجد بعد الفقد الحقيقي[2] اھ۔

وجہ بحث اپنے حاشیہ میں یہ بیان فرمائی کہ جب اس نے پہلے پانی سے دُور ہونے کی وجہ سے تیمم کیا تو حقیقۃً پانی کا فقدان تھا اور دشمن کا خوف ہونے کی صورت میں معنیً پانی کا فقدان ہے۔ تو حقیقی فقدان ختم ہوگیا اور اس کی جگہ معنوی فقدان آگیا۔ تو اس صورت میں، اور فقدانِ حقیقی کے بعد پانی ملنے کے وقت مرض ہونے کی صورت میں کوئی فرق نہیں اھ۔(ت)

وکتبت علیه ما نصه

اس بحث پر میں نے درج ذیل جواب تحریر کیا:

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۷۴

[2] منحۃ علی الرد " " " "

Marfat.com

اقول رحمك الله تعالٰی ورحمنا بك الاعدام[ف۱] ثلثة عدم الشیئ فی نفسه وعدمه فی مکان وعدمه فی حق المکلف والماء لایفقد بالمعنی الاول الا اذا انعدم من الدنیا ولا یکون ذلك قبل یوم القیمة وانما ینعدم[ف۲] عن مکان وفی حق المکلف وذلك بان لایکون حیث هو مع لحوق الحرج فی الوصول الیه وهذا هو معنی عدمه الشرعی المذکور فی باب التیمم اما اذا کان بیده او لاحرج علیه فی الوصول الیه فهو غیر معدوم فی حقه قال فی الهدایة المیل هو المختار فی المقدار لانه یلحقه الحرج بدخول المصر والماء معدوم[عه] حقیقة اھ[۱]

اقول، اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے اور آپ کے طفیل ہم پر بھی رحم فرمائے ــ عدم کی تین قسمیں ہیں: (۱) کسی شَے کا فی نفسہٖ معدوم ہونا (۲) کسی جگہ معدوم ہونا (۳) مکلّف کے حق میں معدوم ہونا ــ پہلے معنی پر پانی کا فقدان اسی وقت ہوگا جب وُہ دنیا سے معدوم ہو جائے اور یہ روزِ قیامت سے پہلے نہ ہوگا۔ پانی کسی جگہ میں اور مکلّف کے حق میں معدوم ہوتا ہے۔ یہ اس طرح کہ مکلّف جہاں پر ہے وہاں پانی نہ ہو ساتھ ہی پانی تک رسائی میں حرج لاحق ہوتا ہو ــ پانی کا عدمِ شرعی جو باب تیمم میں ذکر ہوتا ہے اس کا یہی معنی ہے۔ لیکن جب پانی اس کے ہاتھ میں ہو یا پانی تک پہنچنے میں اس کے لیے کوئی حرج اور دشواری نہ ہو تو پانی اس کے حق میں معدوم نہیں۔ ہدایہ میں ہے: مقدار کے بارے میں "میل" ہی مختار ہے۔ اس لیے کہ شہر میں داخل ہونے سے اس کو حرج ہوگا۔ اور پانی حقیقۃً معدوم ہے۔ (ت)

قال فی العنایة تقریره ان المنصوص علیه کون الماء معدوما وههنا (ای فی مکان المکلف

عنایہ میں فرمایا، اس کی تقریر یہ ہے کہ نص میں یہ وارد ہے کہ پانی معدوم ہو اور اس وقت مکلف جس جگہ ہے وہاں پانی حقیقۃً معدوم ہے۔ لیکن ہم

عه فقد اشار بهذا الی العدم الثانی وبقوله یلحقه الحرج الی العدم الثالث وانما احتاج الی اثبات الثانی لان الثالث یتوقف علیه ۱۲ منه غفرله (م)

اس عبارت سے عدم ثانی کی طرف اشارہ کیا۔ اور "اسے حرج ہوگا" سے عدم ثالث کی طرف اشارہ کیا اور انھیں عدم ثانی ثابت کرنے کی ضرورت اس لیے ہوئی کہ عدم ثالث اس پر موقوف ہے ۱۲ منہ غفرلہٗ (ت)

له الهدایة باب التیمم المکتبة العربیة کراچی ۱/ ۳۱

marfat.com
Marfat.com

الأن) معدوم حقيقة لكن نعلم بيقين
ان عدمه مع القدرة عليه ليس
بمجوز للتيمم و الالجاء لمن سكن
بشاطئ البحر وعدم الماء من بيته
فجعلنا الحد الفاصل بين البعد و القرب
لحوق الحرج لان الطاعة بحسب الطاقة
قال الله تعالٰى وَمَا جَعَلَ عليكم فى الدين
من حرج[1] اھ۔

ولا شك ان الماء اذا كان عليه
عدو او لص او سبع فالمعنى باق بعينه
اذ ليس الماء فى مكان المكلف فهو معدوم
حيث هو حقيقة وفى وصوله اليه حرج فتحقق
الامران اللذان عليهما يدور العدم الشرعى
المذكور هنا و لا نظر فيه الى كونه بعيدا
عن النظر او بمرأى منه او بعيدا بعدا
معينا او اقرب منه وانما المناط لحوق
الحرج فى الوصول اليه بل هو الفاصل ههنا
بين القرب والبعد كما سمعت آنفا فثبت
العدم الشرعى ولم يتبدل السبب
وان تبدل سبب السبب اعنى
سبب الحرج فى الوصول اليه كما
اذا كان عنده عدو يخاف
منه على نفسه ولم يبرح
حتى ورده لص يخاف منه
على ماله وذهب العدو

یقینی طور پر یہ جانتے ہیں کہ پانی پر قدرت ہوتے ہوئے پانی کا معدوم ہونا تیمم جائز نہیں کرتا۔ ورنہ سمندر کے ساحل پر بسنے والا شخص جس کے گھر میں پانی معدوم ہے اس کے لیے تیمم جائز ہوتا۔ اس لیے ہم نے حرج لاحق ہونے کو دُوری و نزدیکی کے درمیان حدِ فاصل قرار دیا۔ کیونکہ طاعت بلحاظِ طاقت ہی لازم ہے۔ ارشادِ باری تعالٰی ہے: "اور تمہارے اوپر دین میں کوئی تنگی نہ رکھی" اھ۔

اس میں شک نہیں کہ جب پانی پر دشمن یا چور یا درندہ ہو تو فقدان کا معنی بعینہ باقی ہے اس لیے کہ مکلف کی جگہ پر تو پانی موجود نہیں اس لیے جہاں وہ ہے وہاں پانی حقیقۃً معدوم ہے اور پانی تک پہنچنے میں اس کے لیے حرج بھی ہے تو دونوں باتیں جن پر یہاں ذکر شدہ عدمِ شرعی کا مدار ہے وہ پالی گئیں ـــــ اور اس معاملہ میں اس کا لحاظ نہیں ہے کہ پانی نگاہ سے دُور ہو، یا دیکھنے کی جگہ میں ہو یا معین دوری پر ہو یا اس سے قریب تر ہو۔ مدار صرف یہ ہے کہ پانی تک پہنچنے میں حرج لاحق ہوتا ہو۔ بلکہ یہی قرب و بُعد کے درمیان یہاں حدِ فاصل ہے جیسا کہ ابھی سن چکے ـــــ تو عدمِ شرعی ثابت ہوگیا۔ اور سبب میں تبدیلی نہ آئی اگرچہ سبب کے سبب ـــــ یعنی پانی تک رسائی میں حرج کے سبب ـــــ میں تبدیلی آگئی۔ اس کی مثال یہ ہے کہ پانی پر پہلے کوئی دشمن تھا جس سے اسے اپنی جان کا خطرہ تھا وہ اس جگہ سے ہٹا نہیں کہ کوئی چور آگیا جس سے اس کو اپنے مال کے لیے خطرہ ہے اور

---

[1] العنایۃ مع الفتح باب التیمم مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۰۸

Marfat.com

فلا یتوهم احد انه تبدل السبب بخلاف حدوث المرض مع وجود الماء عنده فان الماء لیس معدوما فیه شرعا بالمعنی المذکور بل اما موجود فی نفس مکانه کما اذا کان بیده او لا حرج علیه فی الوصول الیه کما اذا کان فی بیته انما الحرج فی استعماله فقد تبدل السبب

دشمن چلا گیا —— اس صورت میں کسی کو یہ وہم نہیں ہوسکتا کہ سبب بدل گیا —— بخلاف اُس صورت کے جس میں یہ ہے کہ پانی اس کے پاس موجود ہوتے ہوئے اسے مرض عارض ہوگیا یہاں پانی مذکورہ معنی میں شرعی طور پر معدوم نہیں بلکہ یا تو خود اسی جگہ پانی موجود ہے مثلاً خود اس کے ہاتھ میں ہے، یا پانی تک پہنچنے میں اس کے لیے کوئی دشواری وحرج نہیں مثلاً پانی اس کے گھر میں موجود ہے۔ حرج صرف اس کے استعمال میں ہے تو یہاں پر سبب بدل گیا۔ (ت)

اما قول ابن مقاتل انه غیر واجد للماء معنی فکان ملحقا بالعدم **فاقول** اراد به العدم[ع] الحسی دون الشرعی بالمعنی المذکور ولا شك ان الماء موجود ههنا بحضرته وان لم یکن فی قبضته وهو واجد له حسا غیر واجد له بمعنی القدرة علیه وعدم الحرج فی وصوله الیه

لیکن ابن مقاتل کا یہ قول کہ "معنًی اسے پانی دستیاب نہیں تو وہ معدوم سے ملحق ہے **فاقول**: اس سے ان کی مراد عدم حسی ہے۔ عدم شرعی بمعنی مذکور مراد نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہاں تو پانی اس کے پاس موجود ہے اگرچہ اس کے قبضہ میں نہیں تو حسی طور پر پانی اسے دستیاب ہے —— اور دستیاب نہیں ہے اس معنی میں کہ اس پر اسے قدرت ہو اور اس تک رسائی میں

ع **اقول** ومن الدلیل علیه قول البدائع اما العدم من حیث المعنی لا من حیث الصورة فهو ان یعجز من استعمال الماء مع قرب الماء منه نحو ما اذا کان بینه وبین الماء عدو او لصوص او سبع او حیة[1] الخ فجعله موجودا صورة والوجود الصوری هو الحسی۔ (م)

اقول: اس کی ایک دلیل بدائع کی یہ عبارت ہے "لیکن عدم بلحاظ معنی، نہ بلحاظ صورت یہ ہے کہ پانی قریب ہوتے ہوئے اس کے استعمال سے عاجز ہو۔ جیسے اس کے اور پانی کے درمیان دشمن ہو یا چور ہوں یا درندہ یا سانپ ہو" الخ۔ اس عبارت سے مذکورہ حالت میں انہوں نے پانی کو صورۃً موجود قرار دیا اور وجود صوری اور وجود حسی دونوں ایک ہی ہیں۔ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

۱ [illegible] فصل [illegible] ۱/۴۷

marfat.com
Marfat.com

فکان ملحقا بالعدم الحسی و معد وما بالعدم الشرعی بالمعنی المذکور وھکذا ینبغی ان تفھم کلمات العلماء الکرام ۔ والحمد للہ ولی الانعام ۔ وعلی نبینا و اٰلہ الصلاۃ والسلام ۔

کوئی حرج نہ ہو۔ اس لیے وہ عدم حسّی سے ملحق ہے اور معدوم بر عدم شرعی بمعنی مذکور ہے ۔ اسی طرح علمائے کرام کے کلمات کو سمجھنا چاہیے ۔ اور ساری تعریف خدا کے لیے جو صاحبِ فضل و احسان ہے ۔ اور ہمارے نبی اور ان کی آل پر درود و سلام ۔ (ت)

(۹۲) پانی کوٹھری میں رکھا ہے اندھیرا سخت ہے جاتے ہُوئے خوف ہے اور دیا سلائی وغیرہ پاس نہیں اور اجالے کا انتظار کرتا ہے تو وقت جاتا ہے (**اقول** یُوں کہ نماز نمازِ عشا ہے یا مثلاً وقت صبح اور اندھیرا ابرکثیف کا ہے) تو تیمم کرکے پڑھ لے اور پھر اعادہ کرے وقد تقدم نقلہ عن الحلیۃ والبحر (اس کی نقل حلیہ اور بحر کے حوالہ سے گزر چکی ۔ ت)

اقول ولم اذکر ما قالوہ من کونہ علی سطح لان المراد بہ ان لایکون حیث الماء وکذا قولھم لیلا بل عممت مثل وقت الصبح لان المناط الخوف فی الظلمۃ وزدت الاعادۃ لما علمت مرارا۔

اقول ان حضرات نے " چھت پر ہونے " کا ذکر کیا تھا۔ مگر میں نے اس قید کے ساتھ ذکر نہ کیا کیونکہ چھت پر ہونے کی تعبیر سے ان کی مراد یہ ہے کہ ایسی جگہ نہ ہو جہاں پانی موجود ہے اسی طرح انھوں نے "رات" کی قید کے ساتھ یہ مسئلہ بیان کیا تھا میں نے یہ لفظ ذکر نہ کیا بلکہ مثلاً وقتِ صبح کہہ کر اسے عام کر دیا اس لیے کہ اصل مدار یہ ہے کہ تاریکی کے اندر اسے خوف محسوس ہو رہا ہو (خواہ یہ تاریکی کسی بھی وقت ہو) اور اعادہ کا حکم میں نے زیادہ کیا جس کی وجہ بارہا بیان ہو چکی ۔ (ت)

(۹۳) **اقول** یُوں ہی اگر اندھیری رات یا صبح کو بدلی ایسی کالی شدید محیط یا سیاہ آندھی چل چکی اور اُس کی تاریکی پھیلی ہے اگرچہ کوئی وقت ہو اور ان سب صورتوں میں ظلمت اتنی ہے کہ کنویں تک راہ نظر نہیں آتی اور یہ روشنی پر قادر نہیں اور انتظار میں وقت جاتا ہے تیمم کرکے پڑھ لے اور اعادہ کرے ۔ ایسی ہی سیاہی[1] کو علمائے نے جماعت میں عذر گنا ہے ۔

کما فی التبیین والھندیۃ ویأتی عن الدرر وھم انما قالوا ظلمۃ شدیدۃ[1] فقال ش

جیسا کہ تبیین الحقائق اور ہندیہ میں ہے ۔ اور درمختار کے حوالہ سے آگے ذکر آئیگا ۔ اور ان حضرات نے "سخت تاریکی"

---

[1] الدر المختار باب الامامۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۸۲

Marfat.com

الظاھر ان المراد کونہ لایبصر طریقہ الی المسجد فیکون کالاعمٰی[1] اھ۔

سے تعبیر کی جس پر علّامہ شامی نے فرمایا "ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد اس کا ایسی حالت میں ہونا ہے کہ مسجد تک پہنچنے کا راستہ اسے نظر نہ آتا ہو جس کی وجہ سے وُہ نابینا کی طرح قرار پاتا ہو"۔ اھ (ت)

اقول وھو ظاھر فان[ف۱] مجرد لحوق مشقۃ مالو کان عذرا اسقط اسقطت تکالیف الشریعۃ عن اٰخرھا قال فی الفتح[ف۲] لوقدر علی القیام لکن یخاف بسببہ ابطاء برء او کان یجد الما شدیدا جاز لہ ترکہ فان لحقہ نوع مشقۃ لم یجز[2] اھ ومثلہ فی الکافی وغیرہ وفی الخانیۃ[ف۳] من لایقدر علی الوضوء الابمشقۃ لایباح لہ التیمم[3] اھ قال ش والظاھر انہ لایکلف الی ایقاد نحو سراج وان امکنہ ذلک[4] اھ **اقول** وکانہ اخذہ من قولھم فی تطھیر الانجاس لایضر[ف۴] بقاء اثر کلون وریح لازم فلا یکلف فی ازالتہ الی ماء حار او صابون ونحوہ[5] اھ در۔ حار اے مسخن ۔ ونحوہ کحرض واشنان[6] اھ ش۔

اقول: یہ بات واضح ہے اس لیے کہ مطلقاً ذراسی بھی مشقت کا لاحق ہونا اگر ساقط کرنے والا عذر ہوتا تو تمام تکالیفِ شرعیہ بالکل ہی ساقط ہوجاتیں۔ فتح القدیر میں ہے "اگر کھڑے ہونے پر قدرت رکھتا ہو لیکن اس کی وجہ سے دیر میں اچھے ہونے کا اندیشہ ہو یا سخت تکلیف محسوس کرتا ہو تو اس کے لیے قیام ترک کرنا جائز ہے۔ اور اگر تھوڑی سی مشقت لاحق ہوتی ہو تو ترک جائز نہیں"۔ اھ۔ اسی کے مثل کافی وغیرہ میں بھی ہے۔ اور خانیہ میں ہے "جو شخص مشقت ہی سے سہی، وضو کرسکتا ہے اس کے لیے تیمم جائز نہیں" اھ علّامہ شامی نے فرمایا: "ظاہر یہ ہے کہ وہ چراغ وغیرہ جلانے کا مکلف نہیں اگرچہ یہ اس کے لیے ممکن ہو" اھ **اقول** ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ مسئلہ نجاستوں کی تطہیر سے متعلق فقہاء کے اس قول سے اخذ کیا ہے: "اگر رنگ یا بُو جیسا کچھ اثر باقی رہ جائے جو زائل نہیں ہوتا تو یہ مضر نہیں لہٰذا وہ اسے دُور کرنے

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۱
[2] فتح القدیر باب صلوٰۃ المریض نوریہ رضویہ سکھر ۱/۴۵۷
[3] فتاوی قاضی خاں فصل فیما یجوز لہ التیمم مطبعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۸
[4] ردالمحتار باب الامامۃ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۱
[5] الدرالمختار مع الشامی باب الانجاس مصطفی البابی مصر ۱/۲۴۱
[6] ردالمحتار " " " "

marfat.com
Marfat.com

کے لیے گرم پانی یا صابون یا ایسی ہی کوئی اور چیز استعمال کرنے کا مکلف نہیں" اھ درمختار" گرم پانی یعنی جو (اس مقصد سے) گرم کیا گیا ہو۔ صابون جیسی کوئی اور چیز جیسے حرض اور اشنان (صابن کی طرح صفائی لانے کے لیے استعمال ہونے والی گھاسیں ہیں) اھ۔ شامی۔ (ت)

وھھنا مسألتان مسألۃ الجماعۃ و مسألۃ التیمم الذی نحن فیھا۔

یہاں دو مسئلے ہیں، ایک مسئلہ جماعت، دوسرا مسئلہ تیمم جو زیر بحث ہے (دونوں کی قدرے توضیح و تفصیل کی جائے تو مسئلہ کا حکم واضح ہو سکتا ہے)

اما الاولی فاقول الظاھر[1] فیھا عندی البناء علی التیسیر فمن[2] عندہ فانوس متقد ویقدر علی الخروج بہ الی المسجد او کان متقدا و الاٰن اطفاہ وفیہ دھن وعندہ کبریت فای مشقۃ تلحقہ فی ایقادہ والخروج بہ نعم من[3] لیس عندہ اولہ واحد وفی البیت العیال، ان خرج بہ تعسرت علیھم الاعمال، او ھالت ظلمۃ اللیل الاطفال، او امرأۃ وحدھا مالھا مونس فی الحال، فھذا لایؤمر بان یحصل الاٰن فانوسا بشراء او سؤال،

(۱) **مسئلہ جماعت۔ اقول** اس میں میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ آسانی سے میسر آنے پر حکم کی بنا رکھی جائے جس کے پاس جلتا ہوا چراغ یا لالٹین موجود ہے اور اسے لے کر مسجد جا سکتا ہے ـــــ یا چراغ پہلے جل رہا تھا، اس وقت بجھا دیا ہے مگر اس میں تیل موجود ہے اور اس کے پاس دیا سلائی بھی ہے تو اسے جلانے اور لے کر مسجد جانے میں کون سی مشقت ہے؟ ہاں جس کے پاس چراغ نہیں ـــــ یا ہے مگر ایک ہی ہے اور گھر میں بال بچے ہیں کہ اگر لے کر چلا گیا تو ان کے کاموں میں دشواری ہوتی ہے یا رات کی تاریکی سے بچے خوف و دہشت میں مبتلا ہوتے ہیں، یا اکیلی عورت ہے جو فی الحال کوئی مونس نہ ہونے کی وجہ سے تاریکی میں خوف زدہ ہوتی ہے تو ایسے شخص کو اس حالت میں کوئی چراغ خرید کر یا مانگ کر حاصل کرنے کا حکم نہ دیا جائے گا۔ (ت)

وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بشر[4] المشائین فی الظلم الی المساجد بالنور التام یوم القیمۃ[1] اخرجہ ابوداؤد والترمذی بسند صحیح عن بریدۃ وابن ماجۃ

جب کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی ہے کہ "تاریکیوں میں مسجدوں تک کثرت سے پیادہ جانے والوں کو روزِ قیامت بھرپور روشنی ملنے کی بشارت دے دو"۔ یہ حدیث ابوداؤد اور ترمذی

---

[1] سنن ابی داؤد ماجاء فی فضل المشی الی الصلوٰۃ فی الظلم مطبعہ مجتبائی لاہور ۱/۸۳

Marfat.com

والحاکم عن انس وسہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہم وأتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رجل اعمی فقال یا رسول اللہ لیس لی قائد یقودنی الی المسجد فسأل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یرخص لہ فیصلی فی بیتہ فرخص لہ فلما ولی دعاہ فقال ھل تسمع النداء بالصلاۃ قال نعم قال فاجب[1] رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

نے بسند صحیح حضرت بریدہ سے ۔ اور ابن ماجہ وحاکم نے حضرت انس اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کی" اور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس ایک نابینا شخص حاضر ہوئے، عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کوئی مسجد لے جانیوالا نہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے درخواست کی کہ انھیں گھر میں نماز ادا کر لینے کی رخصت مرحمت فرمادیں۔ حضور نے انہیں رخصت دے دی۔ جب وہ واپس چلے تو انھیں بلا کر فرمایا: کیا تم اذان کی آواز سنتے ہو؟ عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: "تو حاضری دو" یہ حدیث امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ (ت)

اقول حکم اولاً بالرخصۃ وھو الحکم العام ثم ارشدہ الی العزیمۃ ولابی داؤد والنسائی عن عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہما انہ قال یا رسول اللہ ان المدینۃ کثیرۃ الھوام والسباع فھل تجد لی من رخصۃ قال ھل تسمع حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح قال نعم قال فحیھلا[2]۔

اقول حضور نے پہلے انھیں رخصت کا حکم دیا جو حکم عام ہے۔ پھر انہیں عزیمت کی جانب ہدایت فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ابوداؤد اور نسائی کی روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! مدینہ میں زہریلے جانور اور درندے بہت ہیں تو کیا میرے لیے کوئی رخصت ہے؟ فرمایا: تم حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح (آؤ نماز کی طرف، آؤ فلاح کی طرف) سنتے ہو؟ عرض کی: ہاں۔ فرمایا: تب حاضری دو۔ (ت)

اقول لم یجبہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالنفی بل بدأ بسؤال لیرشدہ الی العزیمۃ فاذا کانت نفس الشارع

اقول: حضور نے رخصت کے سوال پر نفی میں جواب دیا، بلکہ ازسرنو ایک سوال کردیا تاکہ عزیمت کی جانب انھیں ارشاد و رہنمائی فرماسکیں۔ جب

---

[1] صحیح مسلم فصل صلوٰۃ الجماعۃ و بیان التشدید قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۳۲
[2] سنن ابی داؤد التشدید فی ترک الجماعۃ مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱/۸۱

marfat.com
Marfat.com

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم متشوقۃ الی حضور الجماعۃ الی ھذہ الغایۃ فکیف یقال تسقط عنہ الجماعۃ بظلمۃ اللیل وان کان ایقادہ نحو فانوس وخروجہ بہ متیسرا بلا کلفۃ اصلا ومسألۃ النجاسۃ انما امرنا فیھا بالتطھیر بالماء وقد حصل ومایشق زوالہ عفو والعفو لایتکلف فی ازالتہ۔

وامّا الثانیۃ فاقول یبنی الامر فیھا علی الامکان لما علمنا ان قلیل المشقۃ لایکون عذرا فیہ مالم تشتد وتبلغ حد الحرج والضرر ولذا لم یبیحوا للمحدث التیمم لاجل البرد[1] کما فی الخانیۃ والخلاصۃ والمصفی والفتح والنھر وغیرھا وقد اوجبوا فیہ علی الجنب دخول الحمام باجرۃ او تسخین الماء ان قدر فی الھندیۃ یجوز التیمم اذا خاف الجنب اذا اغتسل ان یقتلہ البرد اویمرضہ والخلاف فیما اذا لم یجد مایدخل بہ الحمام فان وجد لم یجز اجماعا وفیما اذا لم یقدر علی تسخین الماء فان قدر لم یجز ھکذا فی السراج الوھاج[2] اھ فاتضح ماذکرتہ فی تصویر المسألۃ۔

حضرت شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے قلب پاک جماعت میں لوگوں کی حاضری کا اس حد تک مشتاق ہے تو یہ حکم کیسے دیا جاسکتا ہے کہ رات کی تاریکی میں جماعت ساقط ہے اگرچہ چراغ وغیرہ جلانا اور لے کر جانا بآسانی اور بغیر کسی زحمت کے میسر ہو۔ اور مسئلہ نجاست میں ہمیں صرف یہ حکم تھا کہ پانی سے پاک کردیں یہ کام ہوگیا اور جس اثر کا دُور ہونا دشوار ہو وہ معاف ہے اور جو معاف ہے اسے دُور کرنے کا مکلف نہیں۔ (ت)

(۲) مسئلہ تیمم۔ اقول: اس میں بنائے حکم امکان پر ہے اس لیے کہ معلوم ہے اِس میں معمولی مشقت عذر نہیں جب تک شدید اور حرج و ضرر کی حد تک نہ پہنچ جائے۔ اسی لیے حدث والے کےلئے ٹھنڈک کی وجہ سے تیمم مباح نہ ہوا جیسا کہ خانیہ، خلاصہ، مصفّٰی، فتح القدیر، النہر الفائق وغیرہا میں ہے۔ اور جنابت والے پر اجرت دے کر حمام میں نہانا یا اگر قدرت ہو تو پانی گرم کرنا واجب ہوا۔ ہندیہ میں ہے: "جنابت والے کو جب یہ خوف ہو کہ غسل کرے گا تو ٹھنڈک سے ہلاک ہوجائیگا یا بیمار پڑجائے گا تو تیمم جائز ہے۔ اور حمام میں جاکر نہلانے کی اجرت اس کے پاس نہ ہو تو اس صورت میں اختلاف ہے اور اگر اجرت اس کے پاس ہو تو بالاجماع اس کے لیے تیمم جائز نہیں۔ اس صورت میں بھی اختلاف ہے جب

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فیما یجوز لہ التیمم مطبعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۸

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الاول من التیمم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸

Marfat.com

پانی گرم کرنے پر قادر نہ ہو۔ اگر قدرت ہو تو تیمم جائز نہیں۔ ایسا ہی سراج وہاج میں ہے اھ۔ ابتداءً صورتِ مسئلہ بیان کرتے ہوئے ہم نے جو ذکر کیا ہے اس کی صحت مذکورہ بالا تفصیلات سے روشن ہوجاتی ہے۔ (ت)

(۹۴ تا ۹۶) **اقول** بدستور اگر روشنی کا سامان بقیمت ملتا ہے اور اس کے پاس حاجت سے زائد قدر قیمت موجود ہے یا بیچنے والا اُدھار پر راضی اور قیمت مثل پر زیادت فاحشہ نہیں خریدنا واجب ورنہ تیمم کرے۔

(۹۷) **اقول** مسئلہ نمبر ۹۲ سے دو فائدے اور حاصل ہوئے ایک یہ کہ اگر مسافر جنگل میں اُترا اور اندھیری رات ہے اور کنوئیں تک جانے میں خوف ہے تیمم کرے کہ جب گھر میں تیمم کی اجازت دی تو جنگل میں بدرجہ اولٰی۔

(۹۸ تا ۱۰۲) **اقول** دوم یہ کہ نمبر ۸ تا ۱۲ میں کہ پانی پر درندے[۹۸] سانپ آگ یا رہزن[۹۹] یا دشمن[۱۰۰] یا فاسق[۱۰۱] یا قرضخواہ[۱۰۲] کا ہونا مذکور ہوا اگر ان اشیاء کا فی الحال وہاں ہونا معلوم نہیں مگر صحیح اندیشہ ہے جب بھی اجازت تیمم ہے کہ ظلمت شب میں کوٹھری میں جاتے ہوئے اُسی مظنہ سے خوف ہے نہ شے معلوم التحقق سے۔

(۱۰۳ تا ۱۱۱) دشمن وفاسق وقرضخواہ کی ہر صورت میں بدستور وہ تین تین صورتیں ہوں گی کہ اُجرت پر لا دینے والا زیادہ مانگتا ہے یا اُدھار پر راضی نہیں یا یہ دے ہی نہیں سکتا تو تیمم کرے۔

(۱۱۲ تا ۱۱۵) **اقول** یونہی اگر رات کو جنگل میں ہے اور گود میں بچہ اور اُسے پانی تک لے جانے میں بھیڑیئے کا اندیشہ اور کوئی ایسا نہیں کہ پانی لا دے یا جس کے بچہ کو چھوڑ جائے یا ہے اور زیادہ اجرت کا طالب یا یہ دے نہیں سکتا یا مال اور جگہ ہے اور وہ ادھار پر راضی نہیں ان صورتوں میں بھی تیمم کرے مرد ہو خواہ عورت۔

(۱۱۶ و ۱۱۷) سخت[عہ] تڑاقے کی دھوپ پڑ رہی ہے یا شدت کی ٹھٹھر ہے پالا گر رہا ہے ان عذروں کے سبب پانی لینے کو جانا واقعی سخت دشوار اور ناقابل برداشت تکلیف کا باعث ہے اور انتظار میں وقت جاتا ہے تیمم سے پڑھ کر وضو سے اعادہ کرنے کما سیأتی۔

(۱۱۸ تا ۱۲۲) **اقول** یونہی اگر ہولناک آندھی چل رہی ہے خصوصاً رات میں یا معاذ اللہ زلزلہ ہے یا عیاذاً باللہ بجلی تڑپ تڑپ کر گر رہی ہے یا کثرت سے اولے پڑ رہے ہیں یا کیچڑ اندھن بشدت ہے کہ یہ سب[۱] جماعت تو جماعت خود فرض جمعہ میں عذر ہیں تو اسی طرح تیمم کے لیے بھی اور حکم اعادہ بدستور۔ درمختار باب الامامۃ میں ہے:

لاتجب علی من حال بینہ وبینہا مطر و | اس شخص پر جماعت واجب نہیں جس کی حاضری جماعت

عہ البرد یذکر فی النمرۃ بعدھا والحر فی ۱۲۳ عن عدۃ کتب ۱۲ منہ غفرلہ (م) | برودت کا ذکر اس کے بعد والے نمبر میں آئے گا اور حرارت کا ذکر نمبر ۱۲۳ میں متعدد کتابوں سے آئے گا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

marfat.com

Marfat.com

طین و برد شدید وظلمة کذلك و ریح لیلا لانهارا[1]

میں سخت بارش، کیچڑ، ٹھنڈک اور تاریکی حائل ہو یا رات کے وقت آندھی حائل ہو دن کو نہیں۔ (ت)

رد المحتار میں ہے:

وانما کان عذرا لیلا فقط لعظم مشقته فیه دون النهار[2] اھ۔

یہ صرف رات کو عذر رہا کیونکہ اس وقت اس کے لیے بڑی مشقت و دشواری ہے دن میں یہ بات نہیں اھ (ت)

اقول وانت تعلمان علی شدة الاذیة المدار فان ثبت نهارا ثبت الرخصة او لم تثبت لیلا لم تثبت۔

اقول، معلوم ہے کہ مدار تکلیف و اذیت کی شدت پر ہے اگر یہ دن میں محقق ہو تو دن میں بھی رخصت ہوگی اور اگر رات میں محقق نہ ہو تو رات کو بھی رخصت نہ ہوگی۔ (ت)

اسی کے باب الجمعہ میں ہے،

شرط لافتراضها عدم مطر شدید ووحل وثلج ونحوهما[3]

فرضیت جمعہ کے لیے شرط ہے کہ سخت بارش، کیچڑ، برف اور ایسی ہی کوئی چیز حائل نہ ہو۔ (ت)

رد المحتار میں ہے:

ای کبرد شدید کما قدمناه فی باب الامامة[4] اھ

یعنی جیسے سخت ٹھنڈک، جیسا کہ اسے ہم باب الامامۃ میں بیان کرچکے ہیں۔ (ت)

اقول بل قدمه هو کما رأیت الاٰن وشمل قوله نحوهما ما زدت من زلزلة وصاعقة والعیاذ بالله تعالٰی بل بالاولٰی کما لایخفی۔

اقول: نہیں بلکہ خود صاحبِ دُرِّ مختار نے اسے پہلے بیان کیا ہے جیسا کہ ان کی عبارت ابھی نقل ہوئی۔ اور ان کا قول نحوهما (ایسی ہی کوئی چیز) زلزلہ اور صاعقہ، والعیاذ باللہ تعالٰی، جن کا میں نے اضافہ کیا انھیں بھی شامل ہے بلکہ یہ تو بدرجۂ اولٰی شامل ہوں گے جیسا کہ ظاہر ہے۔ (ت)

---

[1] الدرالمختار مع الشامی باب الامامۃ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۱
[2] رد المحتار " " ۱/۴۱۱ "
[3] الدرالمختار مع الشامی باب الجمعہ " ۱/۶۰۱ و ۶۰۲
[4] رد المحتار " " ۱/۶۰۳

Marfat.com

(۱۲۳) جس طرح شدّت کا مینہ جمعہ وجماعت میں عذر ہے کما تقدم عن الدر (جیسا کہ دُرِمختار کے حوالہ سے گزرا۔ت) یوں ہی جمع العلوم و مبتغی ومجتبی و کفایہ و قنیہ و حلیہ و بحر و ہندیہ وغیرہا میں اُسے تیمم کے لیے بھی عذر گنا۔

کما قدمنا فی ۸۸ ففی الحلیۃ والبحر عن المبتغی بالغین المعجمۃ من کان فی کلۃ جاز تیممہ لخوف البق او مطر او حر شدید[1] الخ۔

جیسا کہ میں نے "الظفر لقول زفر ۸۸" میں نقل کیا، تو حلیہ اور بحر میں مبتغی ۔بغین معجمہ ۔ کے حوالہ سے ہے "جو کلّہ (مچھر دانی کی طرح مچھر وغیرہ سے بچانے والے چھوٹے سے خیمہ) میں ہو اس کے لیے پسّو یا بارش یا سخت گرمی کے اندیشہ سے تیمم جائز ہے اگر وقت نکلنے کا خوف ہو۔ (ت)

قلت ورأیتہ فی بعض الکتب بزیادۃ او برد وکان ترکھم من باب الاکتفاء کما قال فی جامع الرموز عند قولہ لبعدہ میلا او مرض او برد تخصیص البرد من قبیل الاکتفاء فان الحر الشدید مبیح التیمم[2] اھ وعزاہ للزاھدی۔

قلت اور یہ مسئلہ میں نے بعض کتب میں "او برد" (یا ٹھنڈک) کے اضافہ کے ساتھ دیکھا ہے گویا علماء کا اسے ذکر نہ کرنا چند کے ذکر پر اکتفاء کے طور پر ہے جیسا کہ جامع الرموز میں "لبعدہ میلا او مرض او برد" (ایک میل دُوری یا بیماری یا سردی کی وجہ سے) کے تحت لکھا ہے خاص سردی کا ذکر اکتفاء کے قبیل سے ہے اس لیے کہ سخت گرمی سے بھی تیمم جائز ہوجاتا ہے اھ۔ اور اسے زاہدی کے حوالہ سے بیان کیا ہے۔ (ت)

اقول مگر یہ بظاہر بہت عجب ہے کہ پانی کا وجود تیمم کا موجب ہو شدّت کے مینہ میں وضو و غسل سب کچھ ہوسکتا ہے خود مینہ سے یا پرنالے سے یا کسی برتن میں پانی لے کر۔

وانا اقول وباللہ التوفیق (اور میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہُوں۔ت) اس کی ایک ظاہر صورت یہ ہے کہ وضو کرنا ہے اور سر پر دیر تک پانی گرنا مثلاً بوجہ ضعف دماغ مضر ہے اور چھتری یا چادر وغیرہ نہیں جس سے سر کو پانی سے بچا سکے نہ چھجے کا کوئی پرنالہ چل رہا ہے کہ چھجے کے نیچے کھڑا ہو کر اُس سے وضو کرے یا ہوا سے پانی کی دھاریں اسی طرف آرہی ہیں کہ چھجا حاجب نہ ہوگا نہ خادم غلام لڑکا کوئی ایسا ہے کہ پانی لے کر اسے دے دے نہ کوئی برتن کہ اُسے کسی پرنالے کے نیچے رکھ دے یا پرنالہ ہی نہیں اور مینہ میں رکھے تو پانی قابلِ وضو اتنی دیر میں جمع ہو کر وقت نکل جائے غرض وضو کی کوئی صورت نہیں سوا اس کے کہ مینہ میں کھڑا ہو کر اعضائے وضو دھوئے اور اتنی دیر تک پانی سر پر لے اور یہ اُسے مضر ہے تو یہاں مینہ کا وجود ہی وضو سے مانع ہوا ورنہ وضو مضر نہ تھا۔

---

[1] البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۰

[2] جامع الرموز فصل فی التیمم المکتبۃ الاسلامیہ ایران ۱/۶۶

marfat.com

Marfat.com

(۱۲۴) **اقول** دوسری دقیق صورت یہ ہے کہ وضو کرنا یا نہانا ہے اور پانی اصلاً مضر نہیں مگر اور طریقے مسدود ہیں سوا اس کے کہ مینہ میں کھڑا ہو کر وضو یا غسل کرے اور کوئی خلوت کا امکان نہیں کہ کپڑے اتار کر طہارت کرے مثلاً سفر میں سر راہ ہے اور کپڑے باریک ہیں کہ پانی میں بھیگ کر بے ستری ہوگی اور باندھنے کو کوئی دبیز رنگین تہ بند نہیں تو استظہار حلیہ وغنیہ مذکور نمبر ۳۵ پر مطلقاً تیمم کا حکم ہوگا اور اگر وقت اتنا نہیں کہ ان بھیگے کپڑوں کو نچوڑ کر خشک کر کے پہننے تک باقی رہے تو دوسرے قول پر بھی صریح عذر موجود ہے کہ اب خود نماز میں بے ستری ہوگی لہذا تیمم کرے پھر پانی سے طہارت کر کے اعادہ۔

(۱۲۵ تا ۱۳۰) **اقول** ان دونوں صورتوں میں حسبِ دستور تین تین صورتیں اور نکلیں گی کہ پانی لے دینے والا اُجرت چاہتا ہے یا برتن یا تہبند کرایہ پر ملتا ہے اور یہ مفلس ہے یا وہ ادھار پہ راضی نہیں یا اجرت مثل سے بہت زائد مانگتا ہے۔

(۱۳۱ تا ۱۳۵) **اقول** پہاڑ سے لگاتار پانی جھر رہا ہے مگر خفیف نہ دھار بندھ کر اور ریت میں جذب ہوتا جاتا ہے اس کے پاس کوئی ایسا کپڑا نہیں نہ مول ملتا ہے جسے گزرگاہِ آب پر پھیلا کر اسے اعضاء پر نچوڑ کر یا کسی برتن میں جمع کر کے وضو کرے یا خریدنے کو دام نہیں یا دوسری جگہ ہیں اور وہ اُدھار نہیں دیتا یا قیمت سے بہت زیادہ مانگتا ہے یا کپڑا موجود ہے مگر اُسے یوں بھگونے نچوڑنے میں ایک درم یا زیادہ کا نقصان ہے پانچوں صورتوں میں تیمم کرے۔

(۱۳۶) انھی عبارات میں گزرا کہ اگر مچھروں کے خوف سے مسہری کے اندر پردے چھوڑے ہوئے ہے اور وقت جاتا ہے تیمم سے پڑھ لے یعنی پھر اعادہ کرے **اقول** مچھر پسّو سے ایسی اذیت جس کے خوف کے باعث ترک وضو وغسل کی اجازت ہو بعید ہے ہاں ڈانس کی ایذا شدید ہے۔

(۱۳۷) **اقول** یونہی اگر پانی کے پاس مہال چھڑی ہوئی ہے اور انتظار میں خوفِ فوت وقت ہے۔

وھو داخل فی معنی ما نصوا علیہ من خوف سبع وحیۃ وان لم یدخل فی لفظہ وکذا صاحبہ السابق۔

درندے اور سانپ کا خوف جس کی فقہاء نے تصریح کی ہے یہ اس کے معنٰی کے تحت داخل ہے اگرچہ اس کے لفظ میں داخل نہیں۔ اسی طرح اس سے پہلے والی صورت۔ (ت)

(۱۳۸ تا ۱۴۱) **اقول** جو پانی تک نہ جا سکتا ہو مثلاً لُنجھا یا اپاہج یا پاؤں کٹا ہوا یا مفلوج یا مریض یا نقیہ یا نہایت بوڑھا کہ چل نہیں سکتے یا اندھا جسے اٹکل نہیں یا رات کو شبکور یا کمر وغیرہ کے درد کے باعث چلنے سے معذور اس کے پاس اگر نوکر یا غلام یا بیٹا پوتا کوئی ایسا نہیں جس پر اس کی خدمت لازم ہو نہ ایسا کہ اس کے

Marfat.com

کنے سے لادے نہ اُجرت پر لانے والا یا اجیر ہے مگر یہ اُجرت پر قادر نہیں یا قادر ہے مگر مال دوسری جگہ اور وہ اُدھار پر راضی نہیں یا اجرت مثل سے بہت زیادہ مانگتا ہے تیمم کرے اور اعادہ نہیں علماء نے ان معذوروں کا ذکر جمعہ و جماعت میں فرمایا ہے

وقیدت الاعمی بمن لایھتدی تبعا لما حقق العلامۃ الشامی رحمہ اللہ تعالٰی۔

اندھے کے لیے میں نے یہ قید لگائی "جسے اٹکل نہیں" یعنی خود راہ نہیں طے کر پاتا۔ یہ قید علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی کی تحقیق کے اتباع میں ہے۔ (ت)

اقول وردت النقیہ وھو غیر المریض والاعشی ومن بہ وجہ خاصرۃ اوغیرھا لایستطیع معہ المشی بل ھو داخل فی عدھم المقعد علی احد تفسیریہ انہ الذی لاحراك بہ من داء فی جسدہ کان الداء اقعدہ وقیل المقعد المتشنج الاعضاء[1] ش عن المغرب۔

اقول میں نے ان سب کا اضافہ کیا۔ نقیہ (نقاہت، انتہائی کمزوری والا) یہ مریض سے الگ ہے۔ شبکور (رتوندی) یا کمر وغیرہ کے درد کے باعث چلنے سے معذور بلکہ مُقعد (اپاہج) کی ایک تفسیر کے پیش نظر علماء کے شمار مقعد میں یہ بھی داخل ہے وہ تفسیر یہ ہے کہ مُقعد وہ ہے جس میں جسم کی کسی بیماری کی وجہ سے حرکت نہ ہو گویا بیماری نے اسے بٹھا دیا ہے۔ اور کہا گیا کہ اپاہج وہ ہے جس کے اعضاء میں تشنج (کھچاؤ) پایا جاتا ہو۔ شامی بحوالہ مغرب (ت)

اور اگر پانی تک جا تو سکتا ہے مگر ضعف یا مرض یا ہاتھوں میں درد وغیرہ کے باعث بھر نہیں سکتا تو یہ نمبر ۱۷ ہے۔

(۱۴۲) جنب کو جنب ہونا یاد نہ رہا مسجد میں چلا گیا اب یاد آیا یا معتکف مسجد میں سوتا تھا کہ اُسے جائز ہے یا غیر معتکف اگرچہ اُسے منع ہے اور نہانے کی حاجت ہُوئی یہ لوگ نہ مسجد میں چل سکتے ہیں نہ ٹھہر سکتے ہیں نہ مسجد میں غسل ہو سکتا ہے ناچار بہ صورت عجز ہُوئی فوراً تیمم کریں اگرچہ مسجد کی زمین یا دیوار سے اور معاً باہر چلے جائیں اگر جا سکتے ہوں اور اگر باہر جانے میں بدن یا مال پر صحیح اندیشہ ہے تو تیمم کے ساتھ بیٹھے رہیں بیٹھنے کی صورت میں تیمم ضرور واجب ہے و خلافہ غیر بین ولا مبین (اس کے برخلاف جو کہا گیا وہ نہ خود واضح ہے نہ اس پر کوئی بیان و دلیل۔ ت) اور نکلنے کی صورت میں بہت اکابر اس تیمم کو صرف مستحب جانتے ہیں اور فوراً بلاتیمم نکل جانا بھی جائز جانتے ہیں اور احوط تیمم ہے۔

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۰

marfat.com

Marfat.com

اقول ذہنِ فقیر میں یہاں بعض مہم تفصیلیں ہیں :

اوّلاً اس تیمم کے کرنے میں جہاں تک حدِ امکان ہو تعجیل تام کا حکم ہے تو جو صورت جلد سے جلد تیمم ہوجانے کی ہو اُس کا بجالانا واجب اور ادنیٰ تاخیر ناجائز کہ بضرورت اُتنی ہی دیر اسے توقف کی اجازت ہوتی ہے جس میں تیمم کرسکے ایک لحظہ بھی تیمم کرنے میں تاخیر روا نہیں کہ اتنی دیر بلاضرورت بحالِ جنابت مسجد میں ٹھہرنا ہوگا اور یہ حرام ہے لہٰذا اگر اس کے ہاتھ کے پاس مثلاً کوئی مٹی کا برتن رکھا ہے اور دیوار قدم بھر دُور ہے تو واجب کہ اُسی برتن سے فوراً تیمم کرلے اور اگر دیوار قریب اور برتن دُور ہے یا ہے ہی نہیں تو اگر مسجد میں جہاں یہ بیٹھا ہے فرش نہیں تو زمینِ مسجد و دیوار میں نسبت دیکھی جائے گی اگر دیوار سے متصل ہے کہ صرف ہاتھ بڑھانا ہوگا تو اختیار ہے دیوار سے تیمم کرے یا زمین سے اور اگر دیوار تک کچھ بھی سرکنا ہوگا تو خاص زمینِ مسجد سے تیمم کرے دیوار تک نہ جائے اور اگر مسجد میں فرش ہے تو دیوار تک پہنچنا یا اُس فرش کا ہٹانا جو جلد ہوسکے وہ کرے۔

ثانیاً یہ تیمم مسجد سے نکل جانے کے لیے تھا کہ بحالِ جنابت جس طرح مسجد میں ٹھہرنا حرام ہے یوں ہی ہمارے نزدیک اُس میں چلنا بھی حرام ہے اب کہ تیمم کرچکا فوراً نکل جائے اور اگر مسجد میں چند دروازے ہیں تو وہ دروازہ اختیار کرے جو قریب تر ہو اس نکلنے میں خواہ مسجد سے باہر جاکر اس تیمم سے کسی آیت کی تلاوت نہیں کرسکتا کہ یہ تیمم باوصف قدرتِ آب محض خروج عن المسجد کے لیے تھا ہاں اگر باہر جانے میں جان یا مال یا آبرو کا صحیح اندیشہ ہو تو اسی تیمم سے مسجد میں ٹھہرا رہے مگر نماز و تلاوت نہیں کرسکتا اُن کے لیے دوبارہ اُن کی نیت سے تیمم کرنا ہوگا۔

ثالثاً نکلنے کے لیے تیمم کا حکم وجوباً خواہ استحباباً اُس صورت میں ہونا چاہیے جبکہ عین کنارۂ مسجد پر نہ ہو کہ پہلے ہی قدم میں خارج ہوجائے گا جیسے دروازے یا حُجرے یا زمینِ پیشِ حجرہ کے متصل سوتا تھا اور احتلام ہُوا یا جنابت یاد نہ رہی اور مسجد میں ایک ہی قدم رکھا تھا ان صورتوں میں فوراً ایک قدم رکھ کر باہر ہوجائے کہ اس خروج میں مرور فی المسجد نہ ہوگا اور جب تک تیمم پُورا نہ ہو بحالِ جنابت مسجد میں ٹھہرنا رہے گا۔ ھذا ما عندی واللہ تعالٰی اعلم۔

فتاوٰی امام قاضی خان میں ہے :

كان الرجل فی المسجد فغلبه النوم واحتلم تكلموا فیه قال بعضهم لایباح له الخروج قبل التیمم وقال بعضهم یباح اھ[1]

آدمی مسجد میں تھا کہ اسے نیند آگئی اور احتلام ہوگیا اس کے بارے میں علماء نے کلام کیا ہے بعض نے کہا تیمم سے پہلے اس کے لیے نکلنا جائز نہیں۔ اور بعض نے کہا

---

[1] فتاوٰی قاضیخان فصل فیما یجوز له التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۱

Marfat.com

وفی الاختیار شرح المختار ثم الشلبیة نام فی المسجد فاجنب قیل لایباح لہ الخروج حتی یتیمم وقیل یباح[1] اھ وفی تیمم البحر عن المحیط[عہ] اصابتہ الجنابۃ فی المسجد قیل لایباح لہ الخروج من غیر تیمم اعتبارا بالدخول وقیل یباح لان فی الخروج تنزیہ المسجد عن النجاسۃ وفی الدخول تلویثہ بہا[2] اھ۔

جائز ہے اھ اختیار شرح مختار پھر شلبیہ میں ہے "مسجد میں سوگیا پھر اسے جنابت لاحق ہوئی، کہا گیا جب تک تیمم نہ کرے اس کے لیے نکلنا جائز نہیں۔ اور کہا گیا کہ جائز ہے" اھ۔ البحر الرائق کے باب تیمم میں محیط کے حوالہ سے ہے "کسی کو مسجد میں جنابت لاحق ہوئی تو کہا گیا کہ بغیر تیمم اس کے لیے نکلنا جائز نہیں جیسے جنبی کے لیے بغیر تیمم مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ نکلنا بغیر تیمم کے بھی جائز ہے اس لئے کہ نکلنے میں مسجد کو نجاست سے خالی اور منزہ کرنا ہوگا جب کہ داخل ہونے میں اسے نجاست سے آلودہ کرنا ہوگا اس لیے حکم خروج کا دخول پر قیاس درست نہیں اھ (ت)

واحال تمامہ علی الحیض وقال ثمہ وفی منیۃ المصلی ان احتلم فی المسجد تیمم للخروج اذا لم یخف وان خاف یجلس مع التیمم ولایصلی ولایقرؤ اھ وصرح فی الذخیرۃ ان ھذا التیمم مستحب وظاھر ما قدمناہ فی التیمم عن المحیط انہ واجب ثم الظاھر ان المراد بالخوف الخوف من لحوق ضرر بہ بدنا اوما کان یکون لیلا[3] اھ کلامہ وھو برمتہ

بحر نے حوالہ دیا کہ اس کا پورا بیان باب الحیض میں ہے۔ وہاں یہ لکھا ہے منیۃ المصلی میں ہے: اگر مسجد میں احتلام ہوا تو نکلنے کے لیے تیمم کرے اگر کوئی خوف نہ ہو، اور خوف کی صورت ہو تو تیمم کرکے بیٹھا رہے اس سے نہ نماز پڑھے نہ تلاوت کرے اھ اور ذخیرہ میں تصریح ہے کہ یہ تیمم مستحب ہے اور محیط کے حوالہ سے باب التیمم میں ہم جو ذکر کرچکے ہیں اس کا ظاہر یہ ہے کہ واجب ہے۔ پھر ظاہر یہ ہے کہ خوف سے مراد بدن یا مال کو کوئی ضرر پہنچنے کا خوف ہے مثلا رات کا

عہ یعنی الرضوی کما یظھر بمراجعۃ الحلیۃ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

یعنی محیط رضوی جیسا کہ حلیہ دیکھنے سے پتا چلتا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] حاشیۃ شلبیۃ مع التبیین باب الحیض بولاق مصر ۱/۵۶

[2] البحر الرائق باب التیمم عند قولہ ولوجنباً اوحائضاً ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۷

[3] البحر الرائق باب الحیض " " ۱/۱۹۶

marfat.com

Marfat.com

ماخوذ عن الحلیۃ الا لفظ الظاھر فانہ اوردکلام المحیط وعزا مثلہ للخانیۃ ثم قال وھذا صریح فی ان الخلاف فی الاباحۃ[1] اھ۔

وقت ہو" اھ بحر کی عبارت ختم ہوئی۔ سوائے لفظ "ظاہر" کے یہ سارا کلام حلیہ سے ماخوذ ہے اس لیے کہ اس میں محیط کی عبارت نقل کی ہے اور یہ بھی حوالہ دیا ہے کہ اسی کے مثل خانیہ میں ہے پھر لکھا ہے کہ "یہ اس بارے میں صریح ہے کہ اختلاف جواز میں ہے" اھ (ت)

اقول وھو کما تری لا شبھۃ فیہ فلا ادری لم بدل الصریح بالظاھر وان تبعہ فیہ اخوہ المدقق فی النھر ثم ابو السعود علی مسکین ثم ط علی الدر ھذا۔

اقول اور واقعۃً اس میں کوئی شبہ نہیں جیسا کہ عبارتوں سے عیاں ہے۔ پھر نہ معلوم کیوں صاحبِ بحر نے لفظ صریح کی جگہ لفظ ظاہر استعمال کیا اگرچہ اس میں ان کے برادر مدقق نے النہر الفائق میں پھر ابو السعود نے حاشیہ ملا مسکین میں پھر طحطاوی نے حاشیہ درمختار میں ان کی پیروی کی ہے۔ (ت)

وقال فی الحلیۃ تحت قول المتن المذکور ھذا قول بعض المشایخ والتیمم عند ھذا القائل مستحب فی الفصلین کما صرح بہ فی الذخیرۃ اھ ثم ذکر ما فی المحیط والخانیۃ وانہ صریح فی ان الخلاف فی الاباحۃ قال ثم الظاھر انھا (ای الاباحۃ) الاشبہ کما ھو غیر خاف عن المتأمل ان شاء اللہ تعالٰی فان قلت بل یتعین لما فی الصحیحین عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال اقیمت الصلاۃ وعدلت الصفوف فخرج الینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلما قام فی مصلاہ ذکر انہ

حلیہ میں متن کی مذکورہ عبارت کے تحت ہے:
"یہ مشایخ میں سے بعض کا قول ہے اور اس قائل کے نزدیک تیمم دونوں ہی صورتوں میں مستحب ہے جیسا کہ ذخیرہ میں اس کی تصریح ہے" اھ پھر محیط اور خانیہ کی بات بیان کی ہے اور یہ کہ یہ اس بارے میں صریح ہے کہ اختلاف جواز میں ہے۔ لکھا ہے: "پھر ظاہر یہ ہے کہ وہ (یعنی اباحت) ہی زیادہ مناسب ہے جیسا کہ غور کرنے والے پر مخفی نہ ہوگا ان شاء اللہ تعالٰی۔ اگر یہ کہو کہ جواز و اباحت ہی متعین ہے اس لیے کہ صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: "نماز کی اقامت ہوئی اور صفیں برابر کی گئیں پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف لائے جب جائے نماز پر کھڑے

---

[1] حلیہ

Marfat.com

جنب فقال لنا مکانکم ثم رجع فاغتسل ثم خرج الینا و رأسه یقطر فکبر فصلینا معه فان الظاھر انه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لم یتیمم لخروجه من المسجد و الا لحکاہ ابوھریرة رضی اللہ تعالٰی عنه واذا لم یتیمم له کان الخروج منه بلا تیمم مباحا وھو المطلوب قلت انه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم کان مباحا له دخول المسجد و المکث فیه جنبا[1] اھ ھذا تمام کلامه رحمه اللہ تعالٰی ملخصا۔

ہو گئے تو حضور کو یاد آیا کہ وُہ جنابت کی حالت میں ہیں فرمایا، تم لوگ اپنی جگہ رہو۔ پھر واپس تشریف لے گئے، غسل فرمایا پھر تشریف لائے اور سر سے پانی ٹپک رہا تھا پھر تکبیر کہی اور ہم نے حضور کے ساتھ نماز ادا کی۔" اس لیے کہ ظاہر یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مسجد سے نکلنے کے لیے تیمم نہ فرمایا ورنہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اسے بیان کرتے۔ اور جب اس کام کے لیے تیمم نہ فرمایا تو حضور کا بلا تیمم نکلنا جائز و مباح ہوا اور ہم بھی یہی ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے بحالتِ جنابت مسجد میں داخل ہونا اور ٹھہرنا مباح تھا" اھ۔ یہ سب محقق حلبی رحمہ اللہ تعالٰی کے کلام کی تلخیص ہے۔ (ت)

اقول سبحٰن اللہ کیف یباح للجنب المکث فی المسجد بلا تیمم وھو حرام اجماعا والخائف ان عجز عن الخروج والاغتسال فھو بسبیل من التیمم والتیمم طھارة صحیحة عند العجز عن الماء فاباحة اللبث فی المسجد جنبا مع القدرة علی الطھارة مما تنبو عنه القواعد الشرعیة وان جزم به فی التاترخانیة ایضا فعنھا فی الھندیة اذا خاف الجنب او الحائض سبعا او لصا او بردا فلا باس بالمقام فیه والاولٰی ان یتیمم تعظیما للمسجد[2] اھ بل وفی

اقول: سبحان اللہ۔ صاحبِ جنابت کے لیے بلا تیمم مسجد میں ٹھہرنا کیونکر جائز ہوگا جبکہ یہ بالاجماع حرام ہے۔ خوف والا اگر نکلنے اور غسل کرنے سے عاجز ہو تو اس کے لیے تیمم کی اجازت ہے۔ اور پانی سے عجز کے وقت تیمم طہارت صحیحہ ہے تو طہارت پر قدرت کے باوجود مسجد میں بحالتِ جنابت ٹھہرنے کو جائز قرار دینا ایسی بات ہے جس سے شرعی اصول و قواعد ہم آہنگ نہیں اگرچہ اس پر تاتارخانیہ میں بھی جزم کیا ہے۔ اس کے حوالہ سے ہندیہ میں ہے "جنبی یا حائض کو جب کسی درندہ یا چور یا ٹھنڈک کا خطرہ ہو تو مسجد کے اندر ٹھہرنے میں حرج نہیں، اور تعظیم مسجد کے

---

[1] حلیہ

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الرابع فی احکام الحیض الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸

marfat.com

Marfat.com

الخانیۃ من موجبات الغسل ثم فی خزانۃ المفتین حیث قال من احتلم فی المسجد ینبغی ان یخرج من ساعتہ فان کان فی اللیل وخاف الخروج یستحب لہ ان یتیمم[1] اھ۔

پیشِ نظر تیمم کرلینا بہتر اور اولٰی ہے" اھ۔ بلکہ خانیہ میں موجبات الغسل کے تحت پھر خزانۃ المفتین میں بھی لکھ دیا ہے کہ: "جسے مسجد میں احتلام ہو اسے فوراً باہر نکل جانا چاہیے۔ اگر رات کا وقت ہو اور نکلنے میں خطرہ ہو تو تیمم کرلینا مستحب ہے" اھ۔ (ت)

نعم الخروج مسرعا بلا تیمم لہ وجہ کما اشار الیہ فی المحیط الرضوی وبھذا مشی غیر واحد علی وجوب التیمم فی المکث وندبہ فی الخروج وان کان ظاھر ما مر عن خزانۃ المفتین ندب ترکہ فی الخروج ففی الدر من احکام الجنب لو احتلم فیہ ان خرج مسرعا تیمم ندبا وان مکث لخوف فوجوبا[2] اھ قال ش: افاد ذلک فی النھر توفیقا بین اطلاق ما یفید الوجوب وما یفید الندب[3] اھ۔

ہاں بغیر تیمم کے تیزی سے نکل جانا تو ایک وجہ رکھتا ہے جس کی طرف محیط رضوی میں اشارہ کیا ہے۔ اسی لیے متعدد حضرات اسی قول پر چلے ہیں کہ ٹھہرنے کی صورت میں تیمم واجب ہے اور نکلنے کی صورت میں مستحب ہے۔ اگرچہ خزانۃ المفتین کی گزشتہ عبارت کا ظاہر یہ ہے کہ نکلنے کی صورت میں ترکِ تیمم مستحب ہے۔ درمختار میں احکامِ جنب کے تحت ہے: "مسجد میں احتلام ہو اگر تیزی سے نکلنا ہو تو تیمم مستحب ہے اور اگر کسی خوف کی وجہ سے ٹھہرتا ہے تو واجب ہے" اھ شامی میں کہا کہ: "نہر الفائق میں یہ افادہ فرمایا ہے تاکہ جن عبارتوں سے مطلقاً وجوب مستفاد ہوتا ہے اور جن سے مطلقاً استحباب مستفاد ہوتا ہے دونوں میں تطبیق ہو جائے" (ت)

اقول صریح نص الخانیۃ والمحیط والاختیار لا یباح لہ الخروج فھذا لیس بتوفیق بل تلفیق وقال فی باب الحیض تحت قولہ یمنع حل دخول مسجد افاد منع الدخول ولو للمرور وقدم فی الغسل

اقول: خانیہ، محیط اور اختیار کے صریح الفاظ یہ ہیں کہ اس کے لیے نکلنا مباح نہیں، تو یہ تطبیق نہ ہوئی بلکہ تلفیق ہوئی۔ اور علامہ شامی نے باب الحیض میں "یَمْنَعُ حِلَّ دخولِ مسجد" (حیض دخولِ مسجد کے جواز سے مانع ہے) کے تحت تحریر فرمایا ہے:

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فیما یوجب الغسل مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۲
[2] الدر المختار مع الشامی موجبات الغسل مصطفی البابی مصر ۱/۱۲۶
[3] رد المحتار " " " "

Marfat.com

تقییدہ بعدم الضرورۃ بان کان بابہ الی المسجد ولا یمکنہ تحویلہ ولا السکنی فی غیرہ وذکرنا ھناك ان الظاھر حینئذ انہ یجب التیمم للمرور اخذا مما فی العنایۃ عن المبسوط[1] (ای کما یأتی) وکذا لومکث فی المسجد خوفا من الخروج بخلاف مالو احتلم فیہ وامکنہ الخروج مسرعا فانہ یندب لہ التیمم لظھور الفرق بین الدخول والخروج[2] اھ

"ان الفاظ سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اگر صرف گزرنے کے طور پر مسجد میں دخول ہو تو یہ بھی ممنوع ہے۔ اور غسل کے بیان میں گزرنے کی ممانعت صرف اس حالت سے مقید کی ہے جب مسجد سے گزرنے کی ضرورت نہ ہو۔ ضرورت کی صورت یہ ہے کہ مثلاً اس کا دروازہ مسجد میں ہے اور نہ دروازہ دوسری طرف پھیر سکتا ہے نہ کسی دوسرے گھر میں رہ سکتا ہے۔ وہاں پر ہم نے عنایہ میں مبسوط کے حوالہ سے ذکر شدہ عبارت (جو آگے آنے والی ہے) سے اخذ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ ایسی صورت میں مسجد سے گزرنے کے لیے تیمم واجب ہے۔ اسی طرح اگر نکلنے کے خوف سے مسجد ہی میں ٹھہرتا ہے تو بھی تیمم واجب ہوگا بخلاف اس صورت کے جبکہ مسجد میں اسے احتلام ہُوا اور تیزی سے نکل سکتا ہے کہ ایسے شخص کے لیے تیمم مستحب ہے اس لیے کہ داخل ہونے اور نکلنے میں نمایاں فرق ہے"۔ اھ (ت)

وقال السید ط علی مراقی الفلاح لواجنب فیہ تیمم وخرج من ساعتہ ان لم یقدر علی استعمال الماء وکذا لودخلہ وھو جنب ناسیا ثم ذکر وان خرج مسرعا من غیر تیمم جاز وان لم یقدر علی الخروج تیمم ولبث فیہ ولا یجوز لبثہ بدونہ الا انہ لایصلی ولا یقرؤ کما فی السراج[3] اھ

سید طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں لکھا ہے: "اگر اسے مسجد میں جنابت لاحق ہُوئی تو تیمم کرے اور فوراً باہر نکل جائے اگر پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہو۔ ایسے ہی اگر جنابت کی حالت میں بھُول کر مسجد میں چلا گیا پھر یاد آیا تو یہی حکم ہے۔ اور اگر بغیر تیمم کے تیزی سے نکل جائے تو جائز ہے۔ اور اگر نکلنے پر قادر نہ ہو تو تیمم کرکے مسجد میں ٹھہرے اس کے بغیر ٹھہرنا جائز نہیں مگر اس تیمم سے نہ نماز پڑھ سکتا ہے نہ تلاوت کرسکتا ہے جیسا کہ سراج میں ہے"۔ اھ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب الحیض مصطفی البابی مصر ۱/۲۱۴

[2] ایضاً

[3] طحطاوی علی مراقی الفلاح باب الحیض والنفاس الخ مطبعۃ ازہریہ مصر ص ۸۳

marfat.com

Marfat.com

اقول و[1] معنی القدرۃ علی استعمال الماء ان یکون ثمہ ماء وموضع اعد للاغتسال او عندہ اناء یمکن ان یغتسل فیہ بحیث لایقع شیئ من الغسالۃ فی المسجد او تکون لہ ثیاب صفیقۃ تمسک الماء فیغتسل علیھا ثم یرمی بہ خارج المسجد وھو واقعتی وللہ الحمد کنت معتکفا فی مسجدی فی الشتاء واردت الوضوء وکان المطر شدیدا فتوضأت علی لحافی ولم تصب المسجد قطرۃ وللہ الحمد وکان ھذا بحمد اللہ تعالٰی الھاما من ربی ثم بعد سنین رأیت الارشاد الیہ فی البحر عن تجنیس الامام الاجل صاحب الھدایۃ قال رحمہ اللہ تعالٰی و[2] لو سبقہ الحدث وقت الخطبۃ یوم الجمعۃ فان وجد الطریق انصرف وتوضأ وان لم یمکنہ الخروج یجلس ولا یتخطی رقاب الناس فان وجد ماء فی المسجد وضع ثوبہ بین یدیہ حتی یقع الماء علیہ ویتوضؤ بحیث لا ینجس المسجد ویستعمل الماء علی التقدیر ثم بعد خروجہ من المسجد یغسل ثوبہ قال البحر وھذا حسن جدا اھ[1]۔

اقول: پانی کے استعمال پر قدرت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہاں پانی اور غسل کے لیے بنی ہوئی کوئی جگہ ہو۔ یا اس کے پاس کوئی ایسا برتن ہو جس میں اس طرح غسل کر سکتا ہو کہ مسجد میں اس کا غسالہ ذرا بھی گرنے نہ پائے۔ یا اس کے پاس پانی روک لینے والے دبیز کپڑے ہوں تو ان پر غسل کرے پھر پانی مسجد سے باہر پھینک دے۔ بحمد اللہ اسی صورت پر ایک بار مجھے عمل کا اتفاق ہوا۔ موسم سرما میں اپنی مسجد میں معتکف تھا اور سخت بارش ہو رہی تھی میں نے وضو کرنا چاہا تو اپنے لحاف پر اس طرح وضو کیا کہ مسجد میں ایک قطرہ بھی نہ پڑ سکا۔ وللہ الحمد۔ اس وقت یہ طریقہ بحمد اللہ تعالٰی خدا کی جانب سے بطور الہام دل میں آیا پھر کئی سال بعد میں نے البحر الرائق میں دیکھا کہ امام اجل صاحب ہدایہ رحمہ اللہ تعالٰی کی "تجنیس" کے حوالہ سے اس کی ہدایت موجود ہے۔ وہ فرماتے ہیں: "اگر کسی کو جمعہ کے دن خطبہ کے وقت حدث لاحق ہو گیا تو اگر نکلنے کا راستہ ملے نکل جائے اور وضو کرے۔ اور اگر نکلنا ممکن نہ ہو تو اس وقت بیٹھا رہے لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر نہ جائے، پھر اگر مسجد کے اندر پانی مل جائے تو سامنے اپنا کپڑا اس طرح رکھ لے کہ پانی اسی پر پڑے اور اس طرح وضو کرے کہ مسجد نجس نہ ہو اور پانی ایک خاص انداز سے (علی التقدیر) استعمال کرے پھر مسجد سے نکلنے کے بعد اپنا وہ کپڑا دھولے"۔ صاحب بحر نے فرمایا: "یہ بڑی اچھی صورت ہے"۔ اھ (ت)

---

[1] البحر الرائق فصل کرہ استقبال القبلۃ بالفرج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۲

Marfat.com

اقول قوله لاینجس والامر بغسل الثوب بناء علی نجاسة الماء المستعمل وقوله علی التقدیر ای التقلیل کیلا ینفذ الماء من الثوب فان کان الثوب کثیرا لقطن کواقعتی لیسبغ الوضوء کما فعلت و للّٰه الحمد۔

اقول: صاحب ہدایہ کی عبارت میں مسجد کے نجس ہونے کی بات اور کپڑا دھونے کا حکم مائے مستعمل کی نجاست کی بنیاد پر ہے۔ اور ان کے قول "علی التقدیر" (ایک خاص انداز سے) کا مطلب یہ ہے کہ پانی کم استعمال کرے تاکہ پانی کپڑے سے نفوذ کرکے مسجد میں نہ گرنے پائے۔ ہاں اگر کپڑا زیادہ روئی والا ہو جیسا کہ میرا واقعہ تھا تو وضو میں اسباغ کرے جیسے میں نے پورے طور سے وضو کیا۔ وللّٰہ الحمد۔ (ت)

قال فی الدر ومن منہیاتہ التوضی فی المسجد الا فی اناء او فی موضع اعد لذلک[1] اھ قال ط فعلہ فیہ مکروہ تحریما لوجوب صیانتہ عما یقذرہ وان کان طاہرا[2] اھ بل نقل فی البحر من الاعتکاف عن البدائع ان غسل المعتکف راسہ فی المسجد لاباس بہ اذا لم یلوثہ بالماء المستعمل فان کان بحیث یتلوث المسجد یمنع منہ لان تنظیف المسجد واجب ولو توضأ فی المسجد فی اناء فہو علی ہذا التفصیل[3] اھ ثم قال اعنی البحر بخلاف غیر المعتکف فانہ یکرہ لہ التوضؤ فی المسجد ولو فی اناء الا ان یکون

دُرمختار میں ہے: "مسجد میں وضو کرنا بھی اس کے ممنوعات سے ہے مگر کسی برتن میں یا ایسی جگہ وضو کر سکتا ہے جو وضو کے لیے بنی ہوئی ہو" اھ — طحطاوی فرماتے ہیں: "مسجد میں وضو کرنا مکروہ تحریمی ہے اس لیے کہ مسجد کو ہر آلودہ کرنے والی اور خلافِ نظافت چیز سے بچانا ضروری ہے اگرچہ وہ کوئی پاک ہی چیز ہو"۔ بلکہ بحر کے باب الاعتکاف میں بدائع سے نقل کیا ہے کہ: "اگر معتکف مسجد میں سر دھوئے تو حرج نہیں جبکہ مائے مستعمل سے مسجد آلودہ نہ ہونے دے، اگر مسجد آلودہ ہونے کی صورت ہو تو ممنوع ہے کیونکہ مسجد کو صاف ستھرا رکھنا واجب ہے اور اگر مسجد کے اندر کسی برتن میں وضو کرے تو اس میں بھی یہی تفصیل ہے" اھ پھر صاحب بحر

---

[1] الدر المختار مع الطحطاوی — مکروہات الوضو — مطبوعہ بیروت — ۱/۷۶
[2] طحطاوی علی الدر — " — " — "
[3] البحر الرائق — باب الاعتکاف — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۲/۳۰۲

marfat.com
Marfat.com

موضعا اتخذ لذلك لا یصلی فیہ[1] اھ۔ نے لکھا ہے: "غیر معتکف کے لیے یہ اجازت نہیں اس لیے کہ اس کے لیے مسجد میں وضو کرنا مکروہ ہے، خواہ کسی برتن ہی میں کرے لیکن اگر مسجد میں وضو کے لیے بھی بنی ہوئی کوئی ایسی جگہ ہے جہاں نماز نہیں پڑھی جاتی (تو غیر معتکف بھی وہاں وضو کرسکتا ہے) اھ (ت)

اقول والیہ یشیر قولہ فی مکروھات الصلاۃ یکرہ[2] الوضوء والمضمضۃ فی المسجد الا ان یکون موضع فیہ اتخذ للوضوء ولا یصلی فیہ[2] اھ فلیستثن الا ھذا ومثلہ فی غمز العیون عن شرح الجامع الصغیر للتمرتاشی لکن البحر قدم فی بحث الماء المستعمل عن الخانیۃ ان توضأ فی اناء فی المسجد جاز عندھم[3] اھ وعلیہ مشی فی اشباھہ فقال تکرہ المضمضۃ والوضوء فیہ الا ان یکون ثمہ موضع اعد لذلك لا یصلی فیہ او فی اناء[4] اھ واعتمد السید الحموی مقالتہ فی الاعتکاف فقال ھذا الحکم وان کان فی الخانیۃ لکن لیس علی العموم کما یفھم من کلامہ بل فی المعتکف فقط بشرط عدم تلویث المسجد ثمہ قال فی البدائع الی اخر ما قدمنا عن اعتکاف البحر وقال العلامۃ الرملی فی حاشیتہ الظاھر ترجیح ما فی فتاوی

اقول اسی کی طرف مکروہاتِ نماز کے بیان میں ان کی درج ذیل عبارت کا بھی اشارہ ہے: "مسجد میں وضو کرنا اور کُلی کرنا مکروہ ہے مگر یہ کہ اندرونِ مسجد کوئی ایسی جگہ ہو جو وضو کے لیے بنی ہو اور وہاں نماز نہ پڑھی جاتی ہو" اھ اشارہ اس طرح ہے کہ صرف اسی صورت کا انہوں نے استثناء کیا۔ اسی کے مثل غمز العیون میں تمرتاشی کی شرح جامع صغیر کے حوالہ سے لکھا ہُوا ہے۔ لیکن صاحبِ بحر خانیہ کے حوالہ سے ماءِ مستعمل کی بحث میں یہ لکھ چکے ہیں کہ: "اگر مسجد کے اندر کسی برتن میں وضو کیا تو ان حضرات کے نزدیک جائز ہے"۔ اھ اسی قول پر وُہ اپنی کتاب اشباہ میں بھی چلے ہیں۔ اس میں لکھا ہے: "مسجد میں کُلی کرنا اور وضو کرنا مکروہ ہے مگر یہ کہ وہاں کوئی ایسی جگہ ہو جو اسی کام کے لیے بنی ہو جس میں نماز نہ پڑھی جاتی ہو یا کسی برتن میں وضو ہو" اھ۔ باب الاعتکاف میں ان کا جو قول ہے اسی پر سید حموی نے اعتماد کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: "یہ حکم اگرچہ خانیہ میں ہے مگر عام نہیں

---

[1] البحر الرائق باب الاعتکاف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۰۳
[2] البحر الرائق فصل لما فرغ من بیان الکراہۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۴
[3] البحر الرائق آخر بحث الماء المستعمل " " " ۱/۹۶
[4] الاشباہ والنظائر القول فی احکام المسجد " " " ۲/۲۳۰
[5] غمز عیون البصائر " " " "

Marfat.com

قاضیخان[1] اھ نقلہ فی المنحۃ۔ جیسا کہ ان کے کلام سے سمجھ میں آتا ہے۔ بلکہ صرف معتکف کے لیے ہے وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ مسجد آلودہ نہ ہو۔ بدائع میں ہے (اس کے بعد وہ پوری عبارت درج کی ہے جو اعتکافِ بحر کے حوالے سے ابھی ہم لکھ چکے) اور صاحب خیریہ علامہ رملی نے اپنے حاشیہ میں لکھا ہے کہ: "ظاہر اسی کی ترجیح ہے جو فتاوی قاضی خان میں ہے اھ۔" یہ عبارت علامہ شامی نے منحۃ الخالق میں نقل کی ہے۔ (ت)

اقول بل[ف] الاولی التوفیق فان کان الاناء بحیث یخشی ان لا تقع الغسالۃ کلھا فیہ بل یترشش بعض منھا خارجہ کرہ ولعلہ الغالب فلذا اطلق المنع فی باب الاعتکاف وان امن ذلک لم یکرہ وھو مراد الخانیۃ واللہ تعالٰی ھذا وقال ط فی المسألۃ الدائرۃ ھو والسید ابو السعود الازھری ظاھر ما فی المحیط وجوب ھذا التیمم وفصل فی السراج بین ان یخرج سریعا فیجوز ترکہ او یمکث فیہ للخوف فلا یجوز ترکہ وعلیہ یحمل ما فی المحیط[2] اھ اھ دل قولھما اھ علی ان الجملۃ الاخیرۃ علیہ یحمل ما فی المحیط من کلام السراج الوھاج۔

اقول: بلکہ (بجائے ترجیح کے) تطبیق بہتر ہے۔ اگر برتن ایسا ہو جس میں یہ اندیشہ ہو کہ سارا غسالہ اس کے اندر نہ پڑے گا بلکہ کچھ چھینٹے اس سے باہر بھی جائیں گے تو اندرونِ مسجد ایسے برتن میں وضو مکروہ ہے۔ شاید یہی صورت زیادہ تر پائی جاتی ہے اسی لیے باب الاعتکاف میں مطلقاً منع کیا ہے اور اگر چھینٹے باہر جانے کا اندیشہ نہ ہو تو مکروہ نہیں۔ یہی خانیہ کی مراد ہے اللہ تعالٰی اعلم۔ یہ ذہن نشین رہے زیر بحث مسئلہ (مسجد سے نکلنے کے لیے تیمم جنب) میں سید طحطاوی اور سید ابو السعود ازہری لکھتے ہیں کہ: "عبارت محیط کا ظاہر بتاتا ہے کہ یہ تیمم واجب ہے اور سراج میں یہ تفصیل ہے کہ اگر تیزی سے نکل جائے تو ترکِ تیمم جائز ہے اور کسی خوف کی وجہ سے ٹھہرا رہے تو ترک جائز نہیں اور اسی پر وہ بھی محمول ہوگا جو محیط میں ہے اھ اھ" طحطاوی و ازہری کی عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آخری جملہ (اسی پر وہ بھی محمول ہوگا جو محیط میں ہے) سراج وہاج کا قول ہے۔ (ت)

اقول وفیہ[ف۲] نظر ظاھر فان

اقول: یہ کھلے طور پر محلِ نظر ہے اس لیے

---

[1] منحۃ الخالق مع البحر بحث الماء المستعمل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۶

[2] طحطاوی علی الدر باب الحیض مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۴۹

marfat.com

Marfat.com

صریح کلام المحیط فی الخروج دون اللبث هذا وانا اقول و باللّٰہ التوفیق یؤید الفارقین بین الدخول و الخروج مسألۃ فی الصوم فقد نصوا ان من جامع ناسیا اولیلا فطلع الفجر فان نزع مع الذکر و الفجر لا شیئ علیہ وان امنی بعد النزع لانہ کالاحتلام و لو مکث قضی کما فی الدر[1] وعامۃ الاسفار الغر فالایلاج جماع و المکث جماع والنزع اقلاع لاجماع و الا لوجب فساد الصوم۔

عبارت محیط میں ٹھہرنے والی صورت کا ذکر نہیں بلکہ صرف صورتِ خروج کا صریح بیان اس میں ہے۔ یہ ذہن نشین رہے۔ اور اب میں کہتا ہوں (اقول) اور توفیق خدا ہی سے ہے۔ جنابت کے ساتھ مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کی صورتوں میں جو حضرات فرق کرتے ہیں ان کی تائید روزہ کے ایک مسئلہ سے ہوتی ہے۔ فقہائے نے تصریح فرمائی ہے کہ جس نے بھول کر جماع کیا یا رات کو جماع کر رہا تھا کہ فجر طلوع ہو گئی۔ اگر پہلی صورت میں یاد آتے ہی، اور دوسری صورت میں فجر نمودار ہوتے ہی ہٹ گیا تو اس کے ذمہ کچھ نہیں اگرچہ ہٹنے کے بعد منی خارج ہو اس لیے کہ یہ احتلام کی طرح ہوگا ——— اور اگر فوراً نہ ہٹا بلکہ ذرا دیر بھی ٹھہرا رہا تو روزہ کی قضا کرے جیسا کہ درمختار اور عامۂ کتب میں مذکور ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ داخل کرنا جماع ہے اور ٹھہرنا بھی جماع ہے لیکن نکالنا اور ہٹنا جماع کرنا نہیں بلکہ جماع سے باز آنا ہے ورنہ روزہ ضرور فاسد ہو جاتا ——— (اسی طرح جنب کا مسجد میں داخل ہونا اور ٹھہرنا تو ممنوع ہے اور بغیر تیمم جائز نہیں مگر مسجد سے نکلنا یہ ممنوع نہیں بلا تیمم بھی جائز ہے)۔ (ت)

الّا ان یقال ھو مستثنی بدلالۃ الکریمۃ اُحِلّ لکم لیلۃ الصّیام الرفث الی نسائکم[2] واللیل الی طلوع الفجر فالحل ممتد الیہ و من لازمہ وقوع النزع بعد الفجر فلم یعد جماعا و انکان فیہ الکون فی الفرج بعد الفجر ما لم یستتم خروجا لانہ لاسبیل لہ الی الاقلاع الا ھذا

مگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ جماع سے رکنے والی مذکورہ صورت آیت کریمہ احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم (تمہارے لیے روزے کی رات میں اپنی عورتوں سے قربت جائز کی گئی) سے مستثنیٰ ہے۔ اس لیے کہ رات طلوعِ فجر تک ہے تو قربت کا جواز طلوعِ فجر تک دراز ہوگا جس کے لیے لازم ہے کہ رکنا اور نکالنا بعد فجر واقع ہو تو اس

---

[1] الدرالمختار مع الشامی باب ما یفسد الصوم مصطفی البابی مصر ۲/۱۰۸

[2] القرآن ۲/۱۸۷

Marfat.com

بخلاف من فی المسجد فلہ سبیل الی التیمم تأمل فانہ موضعہ۔

صورت میں جب تک کہ بعد فجر بیٹھنا مکمل نہیں ہوتا شرمگاہ سے مشغولیت کا معنی متحقق رہتا ہے پھر بھی اسے جماع نہ شمار کیا گیا اس لیے کہ اس کے لیے ایسی حالت میں ہٹنے اور باز آنے کی اور کوئی صورت نہیں ——— لیکن جو جنب مسجد سے نکلنا چاہتا ہے اس کے لیے جنابت کے ساتھ ہی نکلنا ضروری نہیں بلکہ اس کے لیے ایک صورت یہ ہے کہ تیمم کرکے نکلے تأمل فانہ موضعہ (یہاں تأمل اور غور کرنے کا موقع ہے)۔ (ت)

اقول ولایبعد علی ھذا ان قیل ان الجنب ممنوع عن المسجد لبثا واجتیازا وھو فی الخروج بلا تیمم مجتاز وفی اللبث للتیمم ماکث لانہ لایطھر مالم یتم التیمم فانکان مکثہ ھذا لتطھیر الجسد فان اجتیازہ ھذا لتنزیہ المسجد فھو بین بلیتین فلیختر اھونھما و بین نجاتین فلیرتد اعجلھما بان ینظر ایھما اسرع تیممہ او خروجہ فیختارہ وان استویا خیر ولکن لیس لمثلی ان یکون لہ قیل فی حکم وانما علی اتباع مارجحوہ وصححوہ

اقول: اس اعتراض پر اگر یہ کہا جائے تو بعید نہ ہوگا کہ جنب کے لیے مسجد میں ٹھہرنا اور مسجد سے گزرنا دونوں ہی منع ہے ——— اور اگر وہ بلا تیمم نکلتا ہے تو گزرنے کی صورت پائی جاتی ہے اور تیمم کرنے کے لیے رُکتا ہے تو ٹھہرنے کی صورت پائی جاتی ہے، اس لیے کہ جب تک اس کا تیمم مکمل نہیں ہوتا وہ ناپاک اور جنب ہی ہے۔ اب دیکھیے اس کا یہ ٹھہرنا اگر بدن کی تطہیر کے لیے ہے تو اس کا گزرنا مسجد کی تنزیہ کے لیے ہے تو وہ دو مصیبتوں میں گھرا ہے (ٹھہرنا اور گزرنا) جو آسان اور ہلکی ہو اسے اختیار کرے ——— اور دو نجاتیں اس کے سامنے ہیں (تطہیر بدن اور تنزیہ مسجد) جو جلد مل سکے اسی کو حاصل کرلے وہ نظر کرے کہ کون جلد ہوسکتا ہے ——— تیمم کرنا یا باہر نکلنا ——— جو جلدی ہو اسے اختیار کرے اور اگر دونوں برابر ہوں تو کسی کو بھی اختیار کرسکتا ہے ——— یہ وہ فیصلہ ہے جو میرے ذہن میں آیا مگر مجھ جیسے شخص کا یہ مقام نہیں کہ کسی حکم میں اس کا کوئی قول ہو۔ میرے ذمہ تو اسی کا اتباع ہے جسے فقہائے کرام نے ترجیح دی اور جس کی تصحیح کی۔ (ت)

فاذن **اقول** قدم فی الخانیۃ والمحیط والاختیار القول بالوجوب وفقیہ النفس لایقدم الا الاظھر الاشھر کما صرح بنفسہ فی صدر فتاواہ

اس کے پیش نظر میں کہتا ہوں (**اقول**) خانیہ، محیط اور اختیار میں وجوب تیمم کا قول مقدم رکھا ہے اور امام فقیہ النفس اسی کو مقدم کرتے ہیں جو اظہر و اشہر ہو جیسا کہ فتاوٰی خانیہ کے شروع میں خود ہی

marfat.com
Marfat.com

فیکون ھو المعتمد کما قالہ ط و ش و کذلك قدمہ الباقون والتقدیم دلیل الترجیح ثم نحن بین حاظر ومبیح فالاخذ بالحاظر احوط ثم المبیح لاینھی عن التیمّم بل یستحبہ والحاظر یوجبہ ففعلہ متفق علیہ وترکہ مختلف فیہ فالاخذ بالمتفق علیہ اولٰی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

اس کی تصریح فرمائی ہے تو معتمد قول یہی ہوگا جیسا کہ طحطاوی وشامی نے فرمایا —— اسی طرح دیگر حضرات نے بھی اسے مقدم رکھا ہے اور تقدیم دلیل ترجیح ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہم حاظر و مبیح (ناجائز قرار دینے اور جائز قرار دینے والے) کے درمیان ہیں تو حاظر کو اختیار کرنے میں ہی زیادہ احتیاط ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ جو جائز کہتے ہیں وہ بھی تیمم سے منع نہیں کرتے بلکہ اسے مستحب کہتے ہیں —— اور جو ناجائز کہتے ہیں وہ تیمم کو واجب قرار دیتے ہیں تو تیمم کرنے کی صورت متفق علیہ ہے (کسی کو اس کے جواز سے اختلاف نہیں) اور ترکِ تیمم کی صورت مختلف فیہ ہے (کیونکہ تیمم کو واجب کہنے والوں کے نزدیک ترکِ تیمم جائز نہیں) تو اُسی صورت کو اختیار کرنا بہتر واَولٰی ہے جو متفق علیہ ہے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالٰی اعلم (ت)

(۱۴۳) نہانے کی حاجت ہے پانی مسجد کے اندر ہے جیسے وسط مسجد میں حوض یا وہ کنُواں جس تک مسجد ہی میں ہوکر راہ ہے اور اس کے سوا پانی اور کہیں نہیں پاتا نہ کوئی مسجد میں سے لادینے والا ہے تیمم کرکے جائے اور پانی لے آئے۔ محیط رضوی پھر البحرالرائق میں ہے:

جنب مر علی مسجد فیہ ماء یتیمم للدخول ولا یباح لہ الا بالتیمم[1]۔

کسی جنابت والے کو کسی ایسی مسجد سے گزرنا ہے جس میں پانی ہے تو دخولِ مسجد کے لیے وہ تیمم کرے اور اسے بغیر تیمم داخل ہونا جائز نہیں اھ (ت)

مبسوط پھر غایہ پھر شامی میں ہے:

مسافر مر بمسجد فیہ عین ماء وھو جنب ولا یجد غیرہ فانہ یتیمم لدخول المسجد عندنا[2]۔

کوئی مسافر بحالتِ جنابت کسی ایسی مسجد کے پاس سے گزرا جس میں پانی کا چشمہ ہے اور دوسرا پانی اس کی دسترس میں نہیں تو ہمارے نزدیک دخول مسجد کے لیے اسے تیمم کرنا ہے۔ (ت)

---

[1] البحرالرائق باب التیمم عند قولہ ولو جنباً او حائضاً ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۷

[2] ردالمحتار باب الحیض مصطفی البابی مصر ۱/۲۱۴

Marfat.com

منیہ میں ہے :

جنب وجد الماء فی المسجد و لیس معہ احد یتیمم و دخل[1] قال فی الحلیۃ اذا کان لا یجد ماء غیرہ یقدر علی استعمالہ شرعا[2] الخ۔

کوئی جنب ہے جس کے لیے مسجد ہی میں پانی دستیاب ہے، اور اس کے ساتھ کوئی دُوسرا نہیں تو وہ تیمم کر کے مسجد میں جائے۔ حلیہ میں فرمایا، بشرطیکہ کوئی دوسرا ایسا پانی اس کی دسترس میں نہ ہو جس کے استعمال پر شرعاً اسے قدرت ہو الخ۔ (ت)

اقول فقد جمع بین الشرطین وھما مرادان قطعا وان اھملھما فی المحیط واقتصر فی المبسوط والمنیۃ علی واحد واحد۔

اقول حلیہ میں دونوں شرطیں جمع کردی ہیں اور دونوں ہی قطعاً مراد ہیں اگرچہ محیط میں دونوں ذکر نہ کیں۔ اور مبسوط و منیہ میں صرف ایک ایک پر اکتفاء کیا۔ (ت)

(۱۴۴ تا ۱۴۶) **اقول** بدستور یہاں بھی وہی صورتیں ہوں گی کہ اگر پانی لادینے والا اُجرت مثل مانگتا ہے اور یہ ابھی دے سکتا ہے یا وُہ ادھار پر راضی ہے تیمم جائز نہیں ورنہ جائز،

ثم رأیت بحمد اللہ تعالٰی اشار الی بعضھا فی الحلیۃ مع افادات زائدۃ[ع] فراجعھا تحت قول المنیۃ المذکور۔

پھر میں نے دیکھا کہ بحمد اللہ تعالٰی ان میں سے بعض کی طرف حلیہ میں مزید کچھ افادات کے ساتھ اشارہ فرمایا ہے۔ منیہ کی مذکورہ عبارت کے تحت یہ سب حلیہ میں دیکھا جائے۔ (ت)

[ع] قال رحمہ اللہ تعالٰی ھل یجب سوال ذلک لاحد او یستحب فیہ تأمل ویمکن ان یفرع علی مسئلۃ طلب الماء من رفیقہ اذا کان معہ ماء

صاحبِ حلیہ رحمہ اللہ تعالٰی رقم طراز ہیں، اس دوسرے شخص سے پانی مانگنا واجب ہے یا مستحب ہے۔ یہ مقامِ تأمل ہے۔ اِس کی تفریع اُس مسئلہ پر کی جاسکتی ہے جب رفیقِ سفر کے پاس پانی ہو۔

(باقی برصفحہ آیندہ)

---

[1] منیۃ المصلی باب التیمم مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور ص ۵۲

[2] حلیہ

marfat.com
Marfat.com

تنبیہ یہاں بحر میں محیط رضوی سے ایک اور صورت لکھی کہ دُہ دہ در دہ سے کم حوض ہے اور پانی دُور اور کوئی برتن

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فیقال تفریعا علی احد اقوال فیھا یجب ان غلب علی ظنہ اجابتہ ولو باجرۃ المثل والا لا وعلٰی قول اٰخر لایجب عند ابی حنیفۃ و یجب عندھما وعلٰی قول اٰخر یجب مطلقا بلا اختلاف وحیث یجب لایصح تیممہ للدخول الا بعد المنع[۱] اھ۔

اس مسئلہ سے متعلق اقوال میں سے ایک قول پر تفریع کرتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ اگر ظنِ غالب ہو کہ طلب کرنے پر دے دے گا خواہ اُجرتِ مثل پر سہی، تو طلب کرنا واجب ہے ورنہ نہیں — اور دوسرے قول پر یہ کہ امام اعظم کے نزدیک واجب نہیں اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے — اور ایک قول پر یہ کہ مطلقاً بلا اختلاف واجب ہے — اور جس صورت میں وجوب ہے دخولِ مسجد کے لیے تیمم جائز نہیں مگر اس کے بعد ہے کہ وُہ دوسرا اسے پانی نہ دے اھ۔

اقول وقد عد فی مسألۃ الرفیق اربعۃ اقوال اولھا اول ما ھنا وثانیھا ان کان فی موضع لایعز الماء یجب الطلب والا یستحب والباقیان الباقیان و قد ترک ھھنا ثانیھا لرجوعہ الی الاول حیث لایختلف الامر ھھنا باختلاف الموضع وانما یدار علی غلبۃ الظن باجابتہ وعدمھا۔

اقول رفیقِ سفر کے مسئلہ میں چار اقوال گنائے ہیں، اوّل وُہ ہے جو یہاں پہلے ذکر کیا۔ دوم یہ کہ اگر ایسی جگہ ہو جہاں پانی ملنا دشوار رہے تو طلب واجب ہے ورنہ مستحب ہے۔ سوم چہارم بقیہ وہ دونوں قول ہیں جو یہاں ذکر کیے — اور یہاں قولِ دوم ترک کر دیا اس لیے کہ وہ اوّل ہی کی طرف راجع ہے کیونکہ جگہ کے مختلف ہونے سے یہاں حکم مختلف نہ ہوگا بلکہ مدار اس پر ہے کہ دینے کا ظن غالب ہے یا نہیں؟

اقول بل الاصوب اوالصواب ترکہ کذلک ثمہ فان المدار ثمہ ایضا ھوالظن وانما ذکر موضع

اقول بلکہ صحیح تر، یا صحیح یہ ہے کہ وہاں بھی قولِ دوم ترک کر دیا جائے اس لیے کہ وہاں بھی مدار ظن ہی پر ہے دستیابی دشوار ہونے نہ ہونے کے

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[۱] حلیہ

Marfat.com

پاس نہیں اگر اس میں نہاتا ہے پانی بھی خراب ہوتا ہے اور یہ بھی طاہر نہ ہوگا ناچار تیمم کرے ۔
ھذا نصہ وان کان فیہ (ای اس کی عبارت یہ ہے : اور اگر اس میں (یعنی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

العزة وعدمها لکونہ مظنة المنع وعدمہ ۔

ثم اقول قد علم من احاط بکلامنا فی الفروع مشینا علی القول الاول فی غیر ما فرع وھو الصحیح المعتمد بل التحقیق عندی بتوفیق اللہ تعالٰی انہ ھو مرجع الاقوال طرا کما بینتہ فی رسالتی "قوانین العلماء فی متیمم علم مع زید ماء" غیر ان ظن الاجابة ھھنا اکثر من ظن عطاء ماء الطھر ثمہ ویبعد کل البعد ان یقف جنب علی حد المسجد ویخبر بحاجتہ مسلما ویقول لہ ناولنی الماء فیابی فاذن فی تأتی التفریع ھھنا علی الاقوال الثلثة نظر لظھور الفارق بل یجب المشی علی الثالث وھو الایجاب مطلقا وفاقا لان المنع فی مثلہ نادر والنادر لا یلاحظ فی الاحکام ھذا ما علمنی الملک العلام والحمد للہ ولی الانعام ۱۲ منہ غفرلہ (م)

مقام کا ذکر اسی بنیاد پر ہے کہ اس سے نہ دینے اور دینے کا ظن قائم ہوتا ہے ۔

ثم اقول جس کی نظر جزئیات میں ہمارے کلام پر محیط ہوگی اسے معلوم ہوگا کہ متعدد جزئیات میں ہم قولِ اول پر چلے ہیں — اور وہی صحیح و معتمد ہے — بلکہ بتوفیقِ الٰہی میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ سارے اقوال کا مآل اسی کی جانب ہے جیسا کہ میں نے اسے اپنے رسالہ "قوانین العلماء فی متیمم علم مع زید ماء" میں بیان کیا ہے - فرق یہ ہے کہ یہاں قبولِ سوال کا گمان وہاں آب طہارت دینے کے گمان سے زیادہ ہے ۔ یہ بہت بعید بات ہے کہ کنارۂ مسجد پر کوئی جنابت والا کھڑا ہوا اور کسی مسلمان سے اپنی حاجت بتاتے ہوئے کہے کہ مجھے پانی دے دو پھر بھی وہ انکار کردے ۔ اس لحاظ سے بقیہ تین اقوال پر تفریع جاری ہونے میں نظر ہے اس لیے کہ وجہِ فرق موجود ہے بلکہ تیسرے قول پر چلنا لازم ہے اور وہ یہ ہے کہ بالاتفاق مطلقاً سوال واجب کیا جائے اس لیے کہ ایسے موقع پر منع نادر ہے اور احکام میں نادر کا لحاظ نہیں ہوتا ۔ یہ وہ ہے جو بادشاہ علّام کی جانب سے مجھے علم دیا گیا ۔ اور ساری تعریف احسان فرمانے والے خدا ہی کے لیے ہے ۔ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

marfat.com
Marfat.com

فی المسجد اقول ولیس قید اکما لایخفی)
مسجد میں اقول اور یہ قید نہیں جیسا کہ پوشیدہ نہیں)

عین صغیرۃ ولا یستطیع الاغتراف منہ لایغتسل فیھا ویتیمم لان الاغتسال فیہ یفسدہ ولا یخرج طاھرا فلا یکون مفیدا[1] اھ

کوئی چھوٹا حوض ہو اور اس سے پانی نکال نہیں سکتا تو اس میں غسل نہ کرے اور تیمم کرے کیونکہ غسل کرنے سے پانی فاسد ہوجائے گا اور یہ بھی پاک ہو کر نہ نکلے گا تو نہانا بے سُود ہی ہوگا"۔ اھ (ت)

اقول مگر یہ غیر صحیح پر مبنی ہے صحیح ومعتمد یہ ہے کہ اس کا غسل اُتر جائے گا اور پانی مستعمل ہوجائے گا

لعدم الاستعمال قبل الانفصال وھی مسألۃ البئر جحط وقد قال فی البحر المذھب المختار فی ھذہ المسألۃ ان الرجل طاھر والماء طاھر غیر طھور[2] اھ۔

اس لیے کہ پانی بدن سے جُدا ہونے سے پہلے مستعمل نہیں ہوتا۔ اور یہ "مسألۃ البئر جحط" سے متعلق ہے بحر میں لکھا ہے کہ" اس مسئلہ میں مذہب مختار یہ ہے کہ آدمی طاہر ہے اور پانی طاہر غیر مطہر"۔ اھ (ت)

توا گروہ[1] پانی وقف ہے یا مالک کی اجازت نہیں اس میں نہانا ممنوع ہوگا کہ پانی کو خراب کردے گا یہ نمبر ۵۱ و ۵۳ میں داخل ہے اور اگر مالک کی اجازت یا پانی خود اس کی مِلک یا قدرتی مباح ہے تو نہانا لازم اور تیمم روا نہیں۔

(۱۴۷) پانی[2] ہے مگر مقید جس کا روشن بیان ہمارے رسالہ النور والنورق میں ہے تیمم کرے اسی کی فروع سے ہے وُہ مسئلہ کہ علماء نے آبِ زمزم شریف بچانے کے لیے افادہ فرمایا اپنے تبرک یا کسی کو ہدیہ دینے کے لیے زمزم لیے جاتا ہے اقول اتنا کہ طہارت کو خود یا دوسرے پانی سے مل کر کافی ہو وضو یا غسل کی ضرورت ہوئی بغیر اُس کے اور کافی پانی موجود نہیں فرض ہوگا کہ زمزم شریف ہی طہارت میں خرچ کرے اب اگر اُسے بچانا چاہے اُس میں گلاب کیوڑا بید مشک برابر کا ملادے[3] خلاصۃ بزازیۃ غنیۃ[4] تو شیح بحر یا زعفران اتنا کہ اُسے رنگنے کے قابل کردے[5] خلاصۃ حلیۃ یا شکر کہ شربت ہوجائے رد المحتار

---

[1] البحر الرائق باب التیمم، آخر قول ولوجنبا او حائضا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۷
[2] البحر الرائق " مسئلۃ البئر جحط " " " ۱/۹۸
[3] البحر الرائق " " " " ۱/۱۴۴
[4] خلاصۃ الفتاوٰی الماء الموضوع فی الفلوات الخ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۳
[5] رد المحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۶

Marfat.com

اقول مگر شربت زیادہ دن نہ ٹھہرے گا اور صورت زعفران میں بھی پینا دشوار ہوگا لہذا گلاب ہی اولیٰ ہے اگر حاضر ہو غرض وہ صورت کرے کہ قابلِ غسل و وضو نہ رہے اب تیمم کرے۔

(۱۴۸) اس کا دوسرا حیلہ یہ فرمایا ہے کہ زمزم کسی رفیق کو ہبہ کرکے اس کے قبضہ میں دے دے پھر اُس سے اپنے پاس بطور امانت لے لے یا اُسی کے پاس رہنے دے اور تیمم کرے کہ پانی اپنی مِلک میں نہ رہا جب وطن پہنچے یا اُس کی راہ جُدا ہو اُس سے اپنے نام مثلاً ہبہ کرالے یا کچھ دے کر خرید لے۔

خلاصہ میں ہے:

رجل فی البادیة معه ماء زمزم و قد رصص رأس القمقمة لا یجوز له التیمم والحیلة ان یھبھا لغیرہ ثمّ یودعھا منه او یجعل فیه ماء الورد او ماء الزعفران حتی یصیر مقیداً[1]۔

جنگل میں کوئی شخص ہے جس کے پاس آبِ زمزم ہے جس کے برتن کا مُنہ خوب بند کر رکھا ہے' اس کے لیے تیمم جائز نہیں۔ اور حیلہ یہ ہے کہ دوسرے کو بطور ہبہ دے دے پھر اس سے بطور امانت لے لے، یا اس میں گلاب یا زعفران ملا دے کر وہ (آبِ مطلق نہ رہ جائے بلکہ) آبِ مقید ہو جائے۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

یبتلی الحاج بحمل ماء زمزم للھدیة (زاد فی المنیة اوللاستشفاء) ویرصص رأس القمقمة فمالم یخف العطش ونحوہ لایجوز له التیمم قال المصنف والحیلة فیه ان یھبه من غیرہ ثم یستودعه منه[2] اھ زاد فی الحلیة او ترکه مع الموھوب

حاجی کو جب اس میں ابتلا ہوتا ہے کہ آبِ زمزم ہدیہ کے لیے لئے ہُوئے ہے (مُنیہ میں زیادہ کیا:" یا شفاء حاصل کرنے کے لیے") اور برتن کو مُہر بند کردیا ہے تو جب تک پیاس وغیرہ کا خطرہ نہ ہو اُس کے لیے تیمم جائز نہیں۔ مصنّف نے فرمایا: "اس میں حیلہ یہ ہے کہ دوسرے کو بطور ہبہ دے دے پھر اس سے بطور امانت اپنے پاس لے لے"۔ اھ۔ حلیہ میں یہ اضافہ کیا: "یا اُسی کے پاس رہنے دے جسے ہبہ کیا"۔ اھ۔ حلیہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ: "اسے بہت سے

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی الماء الموضوع فی الفلوات الخ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۳

[2] فتح القدیر فرع من باب التیمم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۱۹

marfat.com
Marfat.com

له اھ وقال فيها انه مما تواردہ كثير من
المتأخرين من غير قدح فی ھذه
الحيلة كصاحب الهداية فی التجنيس و
صاحب المبتغی بالغين المعجمة[1] اھ و
اعترضه فی الخانية وعن المحيط فی
المنية وتبعهم البزازی فی الوجيز وقال
الحلبی فی الغنية هو الفقه بعينه[2] وهذا
لفظ الامام فقيه النفس قال رحمه الله
تعالٰی هذا ليس بصحيح عندی فانه لو
رأی مع غيره ماء يبيعه بمثل الثمن
او بغبن يسير يلزمه الشراء ولا يجوز
له ان يتيمم فاذا تمكن من الرجوع فی
الهبة كيف يجوز له التيمم[3] اھ وعن هذا
جعل الحيلة الاخری فی الغنية وتبعه
فی الدر ان يهبه علی وجه ينقطع به
الرجوع[4] اھ ای بان تكون الهبة بشرط
العوض[5] اھ ش واعترضه العلامة ط قائلا
عدم التقييد اولی (ای ترك تقييد الهبة
بشرط الرجوع) لانه اذا كان يهبه علی
هذا الوجه لا تعود عليه فائدته

متاخرین نے اس حیلہ پر کوئی جرح کیے بغیر ذکر کیا ہے
جیسے صاحب ہدایہ نے تجنیس میں اور صاحب مبتغی
ـــــ بغین معجمہ ـــــ نے بھی اسے بیان کیا ہے اھ
خانیہ میں اور منیہ میں محیط کے حوالہ سے اس پر اعتراض
کیا ہے اور وجیز میں بزازی نے ان حضرات کی پیروی
کی ہے۔ حلبی نے غنیہ میں فرمایا ہے: "یہی فقاہت
ہے"، اور امام فقیہ النفس رحمہ اللہ تعالٰی کے الفاظ
یہ ہیں: "یہ میرے نزدیک درست نہیں اس لیے کہ
اگر وہ کسی کے پاس پانی پائے جسے وہ ثمن مثل پر یا
معمولی زیادتی کے ساتھ اسے فروخت کر رہا ہے تو
اس پر خریدنا لازم ہے اور تیمم جائز نہیں تو جب وہ
ہبہ سے رجوع کر سکتا ہے تو تیمم اس کے لیے کیونکر
جائز ہوگا؟" اھ۔ اسی لیے غنیہ میں اور اس کی تبعیت
کرتے ہوئے درمختار میں دوسرا حیلہ یہ بتایا ہے کہ
اس طرح ہبہ کرے کہ رجوع نہ کر سکے اھ ـــ یعنی
اس طرح کہ ہبہ بشرط عوض ہو اھ شامی۔ اس پر
علامہ طحطاوی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ "ہبہ بشرط
رجوع کی قید نہ لگانا" اولٰی ہے اس لیے کہ جب
اسے اس طور پر ہبہ کر دے گا تو اس کا فائدہ
اسے حاصل نہ ہو سکے گا۔ تو بہتر یہ ہے کہ خود ہی

۱؎ حلیہ
۲؎ غنیۃ المستملی باب التیمم مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۷۰
۳؎ فتاوٰی قاضی خان فصل فیما یجوز لہ التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۶
۴؎ غنیۃ المستملی باب التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۷۰
۵؎ رد المحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۶

Marfat.com

فالاولی ان ینتفع بہ لنفسہ[1] اھ اعـ اذا وھب بحیث سقط تمکن الرجوع خرج من یدہ واختیارہ ففیم الحیلۃ لانھا انما کانت لینتفع بہ اھداءً او استشفاءً واجاب ش بان المراد یھبہ ممن یثق بہ بانہ یردہ علیہ بعد ذلک[2] اھ۔

اس سے فائدہ اٹھائے"اھ یعنی جب اس طرح ہبہ کردیا کہ رجوع نہیں کرسکتا تو وہ اس کے قبضہ و اختیار سے نکل گیا پھر حیلہ کس بات کا؟ حیلہ تو اسی لیے تھا کہ اسے ہدیہ کرنے یا اس سے شفاء حاصل کرنے کا فائدہ اٹھاسکے۔ علامہ شامی نے اس اعتراض کے جواب میں فرمایا کہ "مراد یہ ہے کہ ایسے شخص کو ہبہ کرے جس پر اعتماد ہو کہ وُہ بعد میں اسے واپس کردے گا" اھ (ت)

اقول ف[1] ربما لا یجد فی السفر من یثق بہ ولذا اقالوا یھبہ من غیرہ ولم یقیدوہ بموثوق بہ ولو ف[2] کان المراد ھذا لکان یکفی ان یبیعہ ثم اذا وصلا او تفرق طریقھما یشتری منہ وقد کان البیع اشھر منھا یعرفہ کل احد بخلاف الھبۃ بشرط العوض التی ھی برزخ بینھما ھبۃ ابتداء وبیع انتھاء ولم یذکر البیع احد اما اشکال الخانیۃ فقد اجاب عنہ المحقق علی الاطلاق فی الفتح بان الرجوع تملک بسبب مکروہ وھو مطلوب العدم شرعا فیجوز ان یعتبر الماء معدوما فی حقہ لذلک وان قدر علیہ حقیقۃ کماء الحب بخلاف البیع[3] اھ۔

اقول سفر میں ایسا بہت ہوتا ہے کہ قابلِ اعتماد آدمی نہیں ملتا۔ اسی لیے فقہائے نے دوسرے کو ہبہ کرنے کی بات تو کہی ہے مگر اس کے قابلِ اعتماد ہونے کی قید نہیں لگائی۔ اگر یہ مراد ہوتی تو یہی کافی تھا کہ اسے فروخت کردے پھر جب دونوں وطن پہنچ جائیں یا جب دونوں کا راستہ الگ الگ ہو تو یہ اس سے خرید لے۔ اور بیع تو زیادہ مشہور چیز ہے جسے ہر شخص جانتا ہے بخلاف ہبہ بشرط عوض کے جو بیع و ہبہ کے درمیان برزخ ہے کہ ابتداءً ہبہ ہے اور انتہاءً بیع ہے اور بیع کو کسی نے ذکر نہ کیا۔ رہا خانیہ کا اعتراض تو فتح القدیر میں محقق علی الاطلاق نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ "رجوع کرنا ایک مکروہ سبب کے ساتھ مالک بننا ہے اور اس فعل کا عدم شرعاً مطلوب ہے تو اس کے باعث پانی اس کے حق میں معدوم قرار دیا جاسکتا ہے اگرچہ حقیقۃً اس پر قادر ہو جیسے سبیل کا پانی، بخلاف بیع کے" اھ۔ (ت)

---

[1] طحطاوی علی الدر باب التیمم مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۳۴

[2] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۶

[3] فتح القدیر " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۱۹

marfat.com

Marfat.com

اقول ای اذا وجد فی الفلاۃ ماء موضوعا للشرب لایجوز لہ التوضی منہ بل یتیمّم مع قدرتہ علی الماء حسا و لغۃ حقیقۃ لعجزہ عنہ شرعا کذا ھذا بخلاف الشراء فانہ قادر علیہ شرعا ایضا و بالجملۃ فالمنع الشرعی ایضا من اسباب العجز عن استعمال الماء کسائر وجوہ العجز و ھو حاصل ھھنا فساغ التیمّم ھذا تقریرہ و قد اقرہ فی البحر و استحسنہ فی الحلیۃ وتعقبہ المقدسی قائلا یمکن ان یقال انما یکون الرجوع محذورا اذا کان عقد الھبۃ حقیقیا اما اذا کان علی وجہ الحیلۃ فلا اذ الموھوب لہ لایتأذی من الرجوع ھنا اصلا تأمل اھ[1] واختلف نظر العلامۃ ش فاید فی المنحۃ تعقب المقدسی بقولہ علا انہ سیأتی عن الوافی انہ اذا کان مع رفیقہ ماء فظن انہ ان سألہ اعطاہ لم یجز التیمم وان کان عندہ انہ لایعطیہ یتیمم وان شک فی الاعطاء وتیمم وصلی فسألہ فاعطاہ یعید وھنا ان لم یرجع بھبتہ یجب علیہ ان یسألہ لوجود الظن باعطائہ

اقول یعنی جب جنگل میں پینے کے لیے رکھا ہُوا پانی پائے تو پانی پر حِسّاً اور لغت میں حقیقۃً قدرت ہونے کے باوجود اس کے لیے اس سے وضو کرنا جائز نہیں بلکہ تیمم کرے گا اس لیے کہ شرعاً وہ پانی سے عاجز ہے ——— ایسے ہی ہبہ سے رجوع والا معاملہ ہے ——— اور خریدنے کی صورت اس کے برخلاف ہے کیونکہ اس پر وہ شرعاً بھی قادر ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ پانی سے عجز کی دوسری صورتوں کی طرح ممانعت شرعیہ بھی پانی کے استعمال سے عجز کا ایک سبب ہے اور وہ یہاں پر موجود ہے تو تیمم جائز ہوا ——— یہ کلام محقق کی تقریر ہے ——— اسے بحر میں برقرار رکھا اور حلیہ میں پسند کیا۔ اور مقدسی نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ "کہا جا سکتا ہے کہ رجوع اس وقت ممنوع ہوتا ہے جب ہبہ کا معاملہ حقیقی طور پر منعقد ہو لیکن اگر حیلہ کے طور پر ہو تو ممنوع نہیں اس لیے کہ جسے ہبہ کیا گیا اسے رجوع سے یہاں کوئی اذیت نہ ہوگی، تأمل اھ ——— یہاں علامہ شامی کا کلام دو طرح کا ہے۔ منحۃ الخالق میں مقدسی کے اعتراض کی اس طرح تائید کی ہے: "علاوہ اس کے کہ عنقریب وافی کے حوالہ سے یہ مسئلہ آرہا ہے کہ جب رفیقِ سفر کے پاس پانی ہو اور یہ گمان ہو کہ مانگنے پر دے دے گا تو تیمم جائز نہیں اور اگر اس کا یہ عندیہ ہو کہ نہیں دے گا تو

[1] منحۃ الخالق مع البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۴۴

Marfat.com

اللھم الاان یتعاھد اعلی انہ ان سألہ بعد الھبۃ لایعطیہ تتمیما للحیلۃ تأمل[1] اھ وآید فی ردالمحتار استحسان الحلیۃ بقولہ علاان الرجوع فی الھبۃ یتوقف علی الرضا او القضاء لکن قد یقال انہ ماوھبہ الالیستردہ والموھوب منہ لایمنعہ اذا طلبہ الواھب وذلک یمنع التیمم والجواب انہ یستردہ بھبۃ او شراء لا بالرجوع فلا یلزم المکروہ والموھوب منہ اذا علم بالحیلۃ یمتنع من دفعہ للوضوء تأمل[2] اھ

تیمم کرلے۔ اور اگر دینے سے متعلق اسے شک تھا اور تیمم کرکے نماز پڑھ لی پھر اس سے طلب کیا اور اس نے دے دیا تو اعادہ کرے۔ اور یہاں اگرچہ اپنے ہبہ سے رجوع نہ کرے لیکن اس پر یہ واجب ہے کہ پانی اس سے مانگے کیونکہ دینے کا ظن موجود ہے، ہاں مگر یہ صورت ہو کہ دونوں باہم عہد کرلیں کہ اگر ہبہ کے بعد اس سے طلب کرے تو نہ دے تاکہ حیلہ مکمل ہوجائے، تامل کرو" اھ اور ردالمحتار میں حلیہ کے استحسان کی ان الفاظ میں تائید فرمائی ہے: "علاوہ ازیں ہبہ سے رجوع موہوب لہ کی رضامندی یا حاکم کے فیصلہ پر موقوف ہے لیکن یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس نے ہبہ اسی لیے کیا ہے کہ پھر واپس لے گا اور جسے ہبہ کیا ہے وُہ واہب کے مطالبہ کے وقت پانی دینے سے انکار نہ کریگا۔ اور یہ امر تیمم سے مانع ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دینے والا ہبہ کے ذریعے یا خرید کر واپس لے گا ہبہ سے رجوع کرکے واپس نہ لے گا۔ تو امر مکروہ لازم نہ آئے گا۔ اور جسے دیا گیا ہے جب اسے حیلہ کا علم ہے تو وضو کے لیے دینے سے وہ انکار کرے گا — غور کرو" اھ (ت)

اقول لاوجہ[1] للتعقب فان الھبۃ حقیقیۃ قطعا صدرت من اھلھا فی محلھا والحیلۃ لاتنفی الحقیقۃ بل توجبھا اذ لولاھا لبطلت وکونہ[2] یتوصل بہ الی مقصد اٰخر لاینافی قصد العقد بل یؤکدہ اذ بہ یتوصل فکیف لایقصدہ وانما العقد بالایجاب

اقول، علامہ مقدسی کے اعتراض کی کوئی وجہ نہیں اس لیے کہ ہبہ حقیقۃً ہبہ ہے جو اہل سے محل میں صادر ہوا، اور حیلہ حقیقت کو ختم نہیں کرتا بلکہ ثابت و لازم کرتا ہے اس لیے کہ اگر حقیقت کا ثبوت ہی نہ ہوتا تو حیلہ ہی باطل ہوتا۔ اور اسے کسی اور مقصد کے حصول کا ذریعہ بنانا قصدِ عقد کے منافی نہیں بلکہ

---

[1] منحۃ الخالق مع البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۴

[2] ردالمحتار " مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۶

marfat.com

Marfat.com

والقبول لا[عہ] بالغایات المضمرۃ فی النفوس والالانسد باب الحیل الشرعیۃ عن اٰخرھا مع انہ مفتوح بالکتاب العزیز والاحادیث الصحاح کما بینتہ فی کفل الفقیہ واذا ثبت العقد ثبت باحکامہ ومن احکامہ کراھۃ الرجوع تحریما فکیف لا یکون محذورا ولیس المنع منہ لتأذی الموہوب لہ حتی لو لم یتأذ جاز بل لا یجوز وان لم یتأذ الا تری ان لہ طریقین الرضا والقضاء ولا تأذی فی الرضا بل منعہ لانہ لیس لنا بحمد اللہ تعالٰی مثل السوء کما افصح بہ الحدیث الشریف اما علاوۃ الشامی فقد تکفل بالجواب عنہا وقد جزم فی رد المحتار بما استضعفہ فی المنحۃ۔

اس سے تو قصد اور مؤکد ہوتا ہے کیونکہ اسی کے ذریعے اسے دوسرا مقصد حاصل کرنا ہے تو عقد کا قصد کیوں کر نہ ہوگا؟ عقد تو ایجاب وقبول سے ہوتا ہے، دلوں میں پوشیدہ مقاصد کا اعتبار نہیں ورنہ تمام تر شرعی حیلوں کا دروازہ ہی بند ہو جائے جب کہ یہ کتاب عزیز اور احادیث صحاح کی رُو سے کھلا ہوا ہے جیسا کہ میں نے "کفل الفقیہ الفاہم" میں اسے واضح کیا ہے۔ اور جب عقد کا ثبوت ہوگا تو اس کے احکام کا بھی ثبوت ہوگا۔ اور عقدِ ہبہ کا ایک حکم یہ بھی ہے کہ اس سے رجوع کرنا مکروہِ تحریمی ہے تو رجوع ممنوع کیسے نہ ہوگا؟۔ اور رجوع سے ممانعت اس بنیاد پر نہیں کہ اس سے موہوب لہ کو اذیت ہوگی کہ اگر اسے اذیت نہ ہو تو رجوع جائز ہو جائے۔ بلکہ اسے اذیت نہ ہو جب بھی رجوع جائز نہیں۔ دیکھیے کہ رجوع کے دو طریقے ہیں موہوب لہ کی رضامندی یا حاکم کا فیصلہ، اور رضامندی کی صورت میں اسے کوئی اذیت نہیں (مگر ممانعت دونوں ہی صورتوں میں ہے) بلکہ رجوع سے ممانعت اس لیے ہے کہ بحمدہٖ تعالٰی ہمارے لیے بُری مثل نہیں جیسا کہ حدیث شریف میں اس کا صاف بیان ہے (ہبہ سے رجوع کرنے والا اس کتّے کی طرح ہے جو اپنا قے کیا ہُوا کھانا پھر کھاتا ہے۔ مفہوماً ۱۲م۔ الف) رہا علامہ شامی کا "علاوہ" تو اس کا جواب انہوں نے خود ہی دے دیا ہے اور منحۃ الخالق میں جسے انہوں نے ضعیف سمجھا تھا ردالمحتار میں اسی پر جزم فرمایا ہے۔ (ت)

عہ کمن نکح الی شھر او سنۃ او مائتی عام بطل وان نکح مطلقا وفی نیتہ ان یطلقھا بعد شھر او یوم او ساعۃ جاز کما فی الدر وغیرہ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

جیسے اگر کسی نے ایک ماہ یا ایک سال یا دو سو سال تک کے لیے نکاح کیا تو باطل ہے اور اگر قیدِ وقت کے بغیر نکاح کیا اور دل میں یہ نیت ہے کہ ایک ماہ یا ایک دن یا ایک ساعت کے بعد طلاق دے دے گا تو جائز ہے جیسا کہ درمختار وغیرہ میں مذکور ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

Marfat.com

فان قلت مافائدته الا التمکن من الرجوع وھو عنہ ممنوع **اقول** لایرجع بل یشتری او یستوھب کما قال ش و فائدتہ ان الموھوب لہ لایمتنع من بیعہ او ھبتہ علما منہ بانہ ان لم یفعل فلہ الرجوع فلا یفید الامتناع بخلاف ما اذا انقطع حق رجوعہ یمتنع لعلمہ ان الواھب لایقدر علی استردادہ فالصواب مع عامۃ الائمۃ ان شاء اللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ اس کا فائدہ یہی تو تھا کہ آئندہ رجوع پر قدرت رہے گی اور رجوع ممنوع ہے (تو فائدہ مفقود ہے)، **اقول** ہبہ سے رجوع نہیں کریگا بلکہ موہوب لہ سے آبِ زمزم خرید کر یا اس سے ہبہ کرا کے حاصل کرے گا جیسا کہ علامہ شامی نے فرمایا۔ اور فائدہ یہ ہے کہ موہوب لہ بیع یا ہبہ سے انکار نہ کرسکے گا کیونکہ اسے معلوم ہے کہ اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے تو واہب رجوع کرسکتا ہے تو انکار بے سود ہوگا۔ بخلاف اس صورت کے جس میں حق رجوع ختم ہوجائے اس صورت میں موہوب لہ انکار کردے گا کیونکہ اسے معلوم ہے کہ واہب کو واپس لینے کا اختیار نہ رہا۔ تو اس مسئلہ میں حق وصواب عامہ ائمہ رحمہم اللہ کے ساتھ ہے، ان شاء اللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

(۱۴۹) پانی ایسی حالت پر ہے کہ اس کے مطلق ومقید ہونے میں اشتباہ ہے جیسے نبیذ تمر وغیرہ جس میں تحقیق نہ ہو کہ پانی اُس میوے سے مغلوب ہوکر نبیذ ہوگیا یا ابھی نہیں اُس سے وضو بھی کرے کہ شاید پانی ہو اور تیمم بھی کہ شاید نہ ہو ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نبیذ تمر میں جو تین حکم مروی ہیں اُن سے وضو کرے، وضو نہ کرے تیمم ہی کرے۔ وضو وتیمم دونوں کرے وُہ انہیں تین حالتوں پر مبنی ہیں جہاں پانی ہنوز مغلوب نہ ہوا وہاں اُس سے وضو کا حکم فرمایا جہاں مغلوب ہوگیا تیمم کا حکم دیا جہاں مغلوب ہونا نہ ہونا مشتبہ ہے دونوں کا جمع کرنا ارشاد فرمایا کما ذکرناہ علی ھامش رسالتنا النور والنورق (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ "النور والنورق" کے حاشیہ میں ذکر کیا ہے۔ ت)

(۱۵۰) گدھے کا جھُوٹا پانی موجود ہے اور نہیں اُس سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی۔ ان دونوں نمبروں میں اختیار ہے چاہے وضو پہلے کرے خواہ تیمم اور بہتر یہ ہے کہ وضو پہلے کرے اور[1] ان دونوں میں وضو بلا نیت جائز نہ ہوگا تیمم کی طرح اس وضو میں بھی نیت شرط ہے۔ **تنبیہ** یہی حکم خچر کے جھُوٹے کا ہے اگر گدھی پر گھوڑا پڑنے سے پیدا ہوا ہو ہمارے[2] ملک میں عام خچر وُہ ہیں کہ گھوڑی پر گدھا ڈال کرلیے جاتے ہیں ان خچروں کا جھوٹا مشکوک نہیں طاہر ہے ان کا حکم گھوڑے کی مثل ہے کہ جانوروں[3] میں اعتبار ماں کا ہے درمختار میں ہے۔

(سؤر حمار) اھلی (وبغل) امہ حمارۃ "اہلی (گدھے کا جھُوٹا اور خچر کا) جس کی ماں گدھی ہو۔

marfat.com

Marfat.com

فلو فرسا او بقرۃ فطاھر (مشکوک فی طھوریتہ) حتی لو وقع فی ماء قلیل اعتبر بالاجزاء (فیتوضؤ بہ) او یغتسل (و یتیمم ان فقد ماء وصح تقدیم ایھما شاء) فی الاصح اھ اما ما قال بعدہ (و یقدم التیمم علی نبیذ التمر علی المذھب) المصحح المفتی بہ لان المجتھد اذا رجع عن قول لا یجوز الاخذ بہ اھ[1] ففیما صار نبیذا ومعنی التقدیم الاختیار ای یختار التیمم حتما ولا یتوضؤ بہ کما افادہ ش وبیناہ فی الرسالۃ المذکورۃ۔

اگر ماں گھوڑی یا گائے ہو تو ایسے خچر کا جوٹھا پاک ہے (اس کے مطہر ہونے میں شک ہے) یہاں تک کہ اگر آبِ قلیل میں پڑجائے تو اجزاء کا اعتبار ہوگا (تو اس سے وضو کیا جائے گا) یا غسل کیا جائے گا (اور تیمم بھی کیا جائے گا اگر دوسرا پانی نہ ہو۔ اور) اصح مذہب میں، (تیمم و وضو میں سے جسے چاہے مقدم کرے) اھ۔ لیکن اس کے بعد دُرِمختار میں یہ عبارت ہے: "(اور) تصحیح یافتہ مفتی بہ (مذہب کی بنیاد پر تیمم کو نبیذ تمر پر مقدم کرے) اس لیے کہ مجتہد جب کسی قول سے رجوع کرلے تو اسے لینا جائز نہیں اھ یہ حکم اس صورت میں ہے جب پانی نبیذ بن گیا ہو اور یہاں تقدیم کا معنی اختیار ہے یعنی واجبی طور پر تیمم ہی اختیار کرے اور نبیذ سے وضو نہ کرے جیسا کہ علامہ شامی نے یہ افادہ فرمایا ہے اور اسے ہم نے اپنے مذکورہ رسالہ میں بھی ذکر کیا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فی النھر عن الفتح اختلف فی النیۃ بسؤر الحمار والاحوط ان ینوی اھ ای الاحوط القول بوجوبھا فقد قدمنا فی بحث النیۃ عن البحر عن شرح المجمع والنقایۃ معزیا الی الکفایۃ انھا شرط فیہ وفی نبیذ التمر[2]۔

"النہر الفائق میں فتح القدیر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ گدھے کے جُوٹھے سے وضو میں نیت سے متعلق اختلاف ہے اور احوط یہ ہے کہ نیت کرے"۔ اھ یعنی احوط وجوبِ نیّت ماننا ہے کیونکہ ہم نیت کی بحث میں یہ بیان کر آئے ہیں کہ گدھے کے جُوٹھے سے اور نبیذِ تمر سے وضو میں نیت شرط ہے اسے ہم نے البحر الرائق سے نقل کیا ہے اور بحر میں شرح مجمع اور نُقایہ سے نقل ہے اور ان دونوں میں کفایہ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ (ت)

(۱۵۱) وضو میں اکثر اعضائے وضو یا غسل میں اکثر حصہ بدن میں زخم یا ترخارش ہے تیمم کرے اور کم میں توضیح

---

[1] الدرالمختار مع الشامی فصل فی البئر مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۶۵ تا ۱۶۶

[2] ردالمحتار " " ۱/۱۶۵

Marfat.com

کو دھوئے باقی کو مسح کرے مگر جب کہ صحیح دھونے سے زخمی تک پانی پہنچنے سے بچا نہ سکے تو اب بھی تیمم ہے[1] کما فی الخانیۃ والحلیۃ والبحر (جیسا کہ خانیہ، حلیہ اور البحرالرائق میں ہے۔ ت)، اور اگر صحیح و مجروح دونوں حصے برابر ہوں تو اختلاف تصحیح ہے خانیہ و محیط میں فرمایا صحیح یہ ہے کہ صحیح کو دھوئے جریح کو مسح کرے بحر و تنویر میں ہے یہی احوط ہے درمختار میں ہے یہی اصح ہے اور خلاصہ و تبیین و فتح و فیض و اختیار و مواہب الرحمٰن میں ہے صحیح یہ کہ تیمم کرے۔

کمافی ردالمحتار قال ورأیت فی السراج مانصہ وفی العیون عن محمد اذا کان علی الیدین قروح لایقدر علی غسلہما وبوجہہ مثل ذلک تیمم وان کان فی یدیہ خاصۃ غسل ولایتیمم وھذا یدل علی انہ یتیمم مع جراحۃ النصف اھ[2]

جیسا کہ ردالمحتار میں ہے۔ فرماتے ہیں: میں نے سراج میں یہ عبارت دیکھی: عیون میں امام محمد سے نقل ہے: جب دونوں ہاتھوں پر ایسے زخم ہوں کہ ہاتھوں کو دھو نہ سکتا ہو، اور چہرے میں بھی ایسے ہی ہوں تو تیمم کرے۔ اور اگر صرف ہاتھوں میں ہوں تو دھوئے اور تیمم نہ کرے۔" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نصف محلِ وضو زخمی ہونے کی صورت میں تیمم کرے گا۔" اھ (ت)

اقول وبہ تترجح کفۃ القول الثانی وبہ رد الشامی علی الدر ان حکمہ فی المساواۃ بالغسل والمسح خلاف المروی عن محمد **فان قلت** لعل الشارح المدقق رحمہ اللہ تعالٰی نظر الی ان الکلام ھھنا فی الغسل فان کان مایضرہ الغسل اکثر عددا مما لایضرہ تیمم اعتبارا بالاکثر ولا شک ان الوجہ والیدین اکثر المغسول من اعضاء الوضوء فلاما فی السراج من الاستدلال بہ یتم ولاما فی رد المحتار علی الشارح یرد۔

اقول اس سے قول ثانی کا پلہ بھاری ہوجاتا ہے اور اسی کی بنیاد پر علامہ شامی نے درمختار کا رد کیا ہے کہ صحیح اور زخمی اعضا برابر ہونے کی صورت میں دھونے اور مسح دونوں ہی کا حکم دینا اس کے خلاف ہے جو امام محمد سے مروی ہے۔ **اگر یہ اعتراض ہو** کہ شاید شارح مدقق رحمہ اللہ تعالٰی نے اس پر نظر کی ہو کہ یہاں کلام دھونے سے متعلق ہے تو جن اعضاء کو دھونا مضر ہے یہ اگر گنتی میں ان اعضاء سے زیادہ ہوں جنہیں دھونا مضر نہیں ہے تو اکثر کا لحاظ کرتے ہوئے تیمم کرے گا ۔۔ اور اس میں شک نہیں کہ جتنے اعضائے وضو کو دھونا ہے ان میں دونوں ہاتھ اور چہرہ مل کر باقی سے زیادہ

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فیما یجوز بہ التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۸

[2] ردالمحتار آخر باب التیمم مطبعۃ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۸۹

Marfat.com

ہیں تو امام محمد کی روایت سے سراج میں جو استدلال کیا گیا ہے وہ تام نہیں اور اس سے ردالمحتار میں شارح پر جو رد کیا گیا ہے وہ بھی درست نہیں۔ (ت)

اقول فاذن یضیع قولہ وان استویا اذ لا نصف لثلثۃ وضم الرأس الی ہذہ الاعضاء قد صرح بہ فی الفتح والحلیۃ والبحر حیث قال ہذا واختلف فی حد الکثرۃ منہم من اعتبر من حیث عدد الاعضاء ومنہم من اعتبر الکثرۃ فی نفس کل عضو فلو کان برأسہ ووجہہ ویدیہ جراحۃ والرجل لاجراحۃ بہا یتیمم سواء کان الاکثر من اعضاء الجراحۃ جریحا او صحیحا والأخرون قالوا ان کان الاکثر من کل عضو من اعضاء الوضوء المذکورۃ جریحا فہو الکثیر الذی یجوز معہ التیمم والا فلا کذا فی فتح القدیر من غیر ترجیح وفی الحقائق المختار اعتبار الکثرۃ من حیث عدد الاعضاء[1] اھ ومثل ما فی الفتح فی الحلیۃ غیر انہ مال بحثا الی اعتبار الکثرۃ فی اعضاء الوضوء ایضا مساحۃ ای بخلاف کلا القولین۔

اقول: اگر یہ بات ہو تو شارح کا یہ لکھنا کہ "اگر دونوں برابر ہوں" بیکار ہوگا اس لیے کہ (دھوئے جانے والے اعضاء تین ہیں اور) تین کا نصف نہیں ــــ ان اعضاء کے ساتھ سر کے شامل ہونے کی تصریح فتح القدیر، حلیہ اور البحرالرائق میں موجود ہے ــــ الفاظ یہ ہیں: "کثرت کی حد میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات نے اعضاء کی تعداد کا اعتبار کیا ہے اور بعض حضرات نے خود ہر ہر عضو کے اندر زیادتی و کثرت کا اعتبار کیا ہے ــــ تو اگر اس کے سر، چہرے اور ہاتھوں میں زخم ہے اور پیر میں زخم نہیں تو تیمم کرے گا خواہ زخم والے اعضا کا اکثر حصہ زخمی ہو یا صحیح ہو ــــ اور دوسرے حضرات نے فرمایا کہ اگر وضو کے اعضائے مذکورہ میں سے ہر عضو کا اکثر حصہ زخمی ہو تو یہی وہ کثیر ہے جس کے ہوتے ہوئے تیمم جائز ہے اور اگر یہ صورت نہ ہو تو تیمم جائز نہیں"۔ فتح القدیر میں اسی طرح بغیر کسی ترجیح کے مذکور ہے" اور حقائق میں یہ لکھا ہے کہ "مختار یہ ہے کہ عدد اعضا کے لحاظ سے کثرت کا اعتبار ہے"۔ اھ۔ فتح القدیر کے مثل حلیہ میں بھی ہے مگر اس میں مزید یہ ہے کہ بطور بحث ان کا میلان اس جانب ہوا ہے کہ مساحت و مقدار کے لحاظ سے بھی اعضائے وضو میں کثرت کا اعتبار ہوگا (یہاں دو قول تھے (۱) چاروں اعضائے وضو میں گنتی کے لحاظ سے کثرت کا اعتبار (۲) ہر عضوِ وضو کے زخمی و غیر زخمی حصّوں کے لحاظ سے کثرت کا اعتبار۔

---

[1] البحرالرائق باب التیمم قولہ ولو اکثرہ مجروحاً ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۳

Marfat.com

اور یہ تیسرا خیال ہُوا کہ گنتی کا بھی اعتبار ہو اور اعضا میں زخمی و غیر زخمی حصوں کی مقدار اور مساحت کا بھی اعتبار ہو ۱۲ م ۔ الف) تو ان کی بحث کا میلان دونوں قولوں کے برخلاف ایک تیسری جانب ہے ۔ (ت)

اقول وقد کنت ارانی امیل الیہ[عہ] قبل ان اراہ غیرانی لم یکن لی الخیار لاسیما مع تصریح الحقائق بالمختار واللہ تعالٰی اعلم۔

اقول حلیہ کی بحث دیکھنے سے پہلے ہی میرا میلان بھی اسی جانب نظر آرہا تھا مگر مجھے کیا اختیار، خصوصاً جب کہ حقائق میں مختار کی تصریح موجود ہے واللہ تعالٰی اعلم ۔ (ت)

(۱۵۲) یہاں ایک مسئلہ اس مسئلہ اعتبار اکثر اعضا سے مستثنٰی ہے وہ یہ کہ دونوں ہتھیلیاں ایسی زخمی ہیں کہ ان پر پانی پڑنا ضرر دے گا یا بوجہ زخم لوٹا وغیرہ اُٹھ نہیں سکتا نہ پانی کسی ایسے برتن یا حوض وغیرہ میں ہے کہ اُس میں اپنا منہ اور پاؤں ڈال کر وضو کر سکے تیمم کرے گا ۔ درمختار میں ہے : یتیمم لو الجرح بیدیہ[۱] (اگر اس کے دونوں ہاتھوں میں زخم ہو تو تیمم کرے ۔ ت)

عہ **اقول** وکان میلی الیہ لاستبعاد فی اعتبار العدد فمن کانت لہ بثرۃ صغیرۃ فی اقصی جبہتہ و اخری مثلہا علی مرفق یتیمم للجراحۃ فی عضوین وھما نصف الاربعۃ وان کانت یداہ مجروحتین من الرسغین الی فوق المرفقین لایجوز لہ التیمم لان الجریح عضو واحد فبثرتان تمنعان الوضوء ومئات منہا لاتمنع ۱۲ منہ غفرلہ ۔ (م)

اقول : اس جانب میرا میلان گنتی اور عدد کے اعتبار کو بعید سمجھنے کی وجہ سے تھا وہ اس طرح کہ اگر کسی کی پیشانی کے کنارہ پر ایک چھوٹی سی پھنسی ہو اور ایسی ہی دوسری پھنسی کہنی پر ہو تو وہ تیمم کرے کیونکہ زخم دو عضوؤں میں ہے جو چار کا نصف ہیں — اور اگر اس کے دونوں ہاتھ گٹوں سے کہنیوں کے اُوپر تک زخمی ہوں تو اس کے لیے تیمم جائز نہ ہو کیونکہ زخمی صرف ایک عضو ہے تو ایک صورت میں دو پھنسیاں تو وضو سے مانع ہو جاتی ہیں اور دوسری صورت میں ویسی ہی سیکڑوں ہو کر بھی مانع نہیں ہوتیں ۱۲ منہ غفرلہ ۔ (ت)

---

[۱] الدرالمختار مع الشامی باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۹

marfat.com

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے :

ای ولم یمکنه ادخال وجهه ورجلیه فی الماء فلو امکنه فعل بلا تیمم کما لا یخفی فلاینافی ماقدمناه عن العیون[1]۔

یعنی ساتھ ہی یہ بات بھی ہو کہ وہ چہرہ اور دونوں پاؤں پانی میں نہ ڈال سکتا ہو، اگر یہ کر سکتا ہو تو اسے تیمم چھوڑ کر یہی کرنا ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔ تو یہ اس کے منافی نہیں جو عیون کے حوالہ سے ہم پہلے بیان کر آئے۔ اھ (ت)

البحرالرائق میں ہے :

فهذا یفید ان قولهم اذا کان الاکثر صحیحا یغسل الصحیح محمول علی ما اذالم یکن بالیدین جراحة کما لایخفی[2]۔

تو اس سے اس بات کا افادہ ہوتا ہے کہ فقہا نے یہ جو فرمایا ہے کہ اکثر صحیح ہو تو صحیح کو دھونا ہے یہ اس صورت پر محمول ہے جب اس کے دونوں ہاتھوں پر زخم نہ ہو۔ جیسا کہ مخفی نہیں۔ (ت)

(۱۵۳ تا ۱۵۵) اس مسئلۂ جراحت ہر دو کف کو درمختار میں عام رکھا کہ اگرچہ کوئی وضو کرانے والا ملے جب بھی تیمم کی اجازت ہے۔

حیث قال بعد مامر وان وجد من یوضیه خلافا لهما[3]۔

کیونکہ گزشتہ عبارت کے بعد ان کے الفاظ یہ ہیں: اگرچہ اسے کوئی وضو کرانے والا مل جائے (یہ امام صاحب کے یہاں ہے) بخلاف صاحبین کے۔ (ت)

مگر معتمد یہ ہے کہ اس حالت میں تیمم نہیں البحرالرائق میں ہے :

فی القنیة والمبتغی بیده قروح یضره الماء دون سائر جسده یتیمم اذا لم یجد من یغسل وجهه وقیل یتیمم مطلقا[4] اھ اقول وقوله وجهه من باب

قنیہ اور مبتغی میں ہے، اس کے ہاتھ پر ایسا زخم ہو کہ پانی اسے ضرر رساں ہو، باقی جسم میں زخم نہ ہو تو وہ بھی تیمم کرے گا بشرطے کہ اسے کوئی چہرہ دھونے والا نہ ملے، اور کہا گیا کہ مطلقاً تیمم کرے گا اھ

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۹

[2] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۳

[3] الدرالمختار مع الشامی باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۹

[4] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۳

Marfat.com

الاکتفاء ای وس جلیه و یمسح سأسه۔

اقول صرف چہرہ کا نام لیا (چہرہ دھونے والا ملے) یہ اکتفا کے باب سے ہے مراد یہ ہے کہ ایسا کوئی شخص ملے جو چہرہ اور پیروں کو دھو دے اور سر پر مسح کرے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے،

وھو الموافق لما مرفی المریض العاجز من انه لو وجد من یعینه لایتیمم فی ظاھر الروایة فتنبه ذلک[1]۔

اور یہ اس حکم کے مطابق ہے جو عاجز مریض سے متعلق گزرا کہ اسے اگر کوئی مدد دینے والا ملے تو ظاہر روایت میں وہ تیمم نہیں کرسکتا، تو اس پر متنبہ رہنا چاہئے۔ (ت)

اقول تو اب یہاں بدستور وُہ تینوں صُورتیں نکلیں گی کہ وضو کرا دینے والا اجرت زیادہ مانگتا ہے یا یہ مفلس ہے یا مال غائب اور وہ اُدھار پر راضی نہیں۔

تنبیہ: امام اجل فقیہ ابُوجعفر ہندوانی رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب غریب الروایۃ میں ایک صُورت تیمم کی یہ ارشاد فرمائی ہے کہ اگر وضو میں سب اعضا بے تکلف دھو سکتا ہے مگر کسی مرض کے باعث سر کا مسح ضرر کرتا ہے تو تیمم کرے یُوں ہی اگر غسل میں سارے بدن پر پانی بہا سکتا ہو مگر سر دھونا درکنار مسح بھی نہ کرسکے تو غسل کی جگہ بھی تیمم کرے مگر صحیح و معتمد و مشہور و منصور یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں تیمم کی اجازت نہیں بلکہ وضو میں تینوں اعضا اور غسل میں سر کے سوا سارا بدن دھوئے اور سر پر کوئی پٹی باندھ کر اُس پر مسح کرے اور اس سے بھی نقصان ہو تو بالکل چھوڑ دے اس قدر معاف رہے گا۔

تنویر الابصار آخر تیمم میں ہے:

من به وجع سأس لایستطیع معه مسحه یسقط فرض مسحه[2]۔

جس کے سر میں کوئی ایسا مرض ہو جس کے باعث سر کا مسح نہ کرسکے تو مسح سر کا فریضہ ساقط ہوجاتا ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

لایستطیع مسحه محدثا ولا غسله جنبا ففی الفیض عن غریب الروایة

حالتِ حدث میں مسح نہ کرسکے اور حالتِ جنابت میں سر نہ دھوسکے تو فیض میں غریب الروایۃ سے نقل ہے

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفٰی البابی مصر ۱/۱۸۹

[2] الدرالمختار مع الشامی باب التیمم " " " ۱/۱۹۰

marfat.com

Marfat.com

یتیمم وافتی قاریٔ الھدایۃ انہ یسقط عنہ فرض مسحہ ولو علی جبیرۃ ففی مسحہا قولان وکذا یسقط غسلہ فیمسحہ ولو علی جبیرۃ ان لم یضرہ والا سقط اصلا وجعل عادما لذلک العضو حکما کما فی المعدوم حقیقۃ۔[1]

کہ تیمم کرے اور قاری ہدایہ کا فتوٰی یہ ہے کہ اس سے فرضِ مسح ساقط ہے۔ اور اگر سر پر پٹی ہو تو اس کے مسح سے متعلق دو قول ہیں ــــ اسی طرح (غسل میں) سر کا دھونا بھی ساقط ہے ایسی صورت میں دھونے کی بجائے سر پر مسح کرے اگرچہ کسی پٹی پر جبکہ یہ مضر نہ ہو، اگر یہ بھی مضر ہو تو (دھونا اور مسح دونوں) بالکل ہی ساقط ہے اور حکماً وہ اس کی طرح قرار دیا جائے گا جس کا یہ عضو ہی نہ ہو، جیسا کہ حقیقۃً عضو نہ رکھنے والے سے متعلق حکم ہے (کہ اس سے دھونا اور مسح کرنا سبھی ساقط ہے)۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قولہ قولان ذکر فی النھر عن البدائع ما یفید ترجیح الوجوب وقال وھو الذی ینبغی التعویل علیہ اھ بل قال فی البحر والصواب الوجوب۔[2]

دُرمختار کی عبارت قولان (دو قول ہیں) کو النہرالفائق میں بدائع کے حوالے سے ذکر کیا ہے جس سے وجوبِ مسح کی ترجیح مستفاد ہوتی ہے اور لکھا ہے کہ اسی پر اعتماد ہونا چاہئے اھ۔ بلکہ البحرالرائق میں یہ ہے کہ صحیح وجوب ہی ہے۔ (ت)

البحرالرائق میں ہے :

ذکر الجلابی فی کتاب الصلاۃ لہ ان من بہ وجع فی رأسہ لایستطیع معہ مسحہ یسقط فرض المسح فی حقہ۔[3]

جلابی نے اپنی کتاب الصلٰوۃ میں ذکر ہے کہ "جس کے سر میں ایسا مرض ہو جس کی وجہ سے سر کا مسح نہ کرسکے تو اس کے حق میں فرض ساقط ہے" اھ۔

وھذہ مسألۃ مھمۃ اجبت ذکرھا لغرابتھا وعدم وجودھا فی غالب الکتب وقد افتی بھا الشیخ سراج الدین

اور یہ ایک اہم مسئلہ ہے جس کی ندرت و غرابت اور عامۂ کتب میں مذکور نہ ہونے کی وجہ سے میں نے اسے بیان کردینا بہتر سمجھا اور محقق کمال الدین

---

[1] الدرالمختار مع الشامی | باب التیمم | مطبع مصطفی البابی مصر | ۱/ ۱۹۰
[2] ردالمحتار | " | " " " | ۱/ ۱۹۱
[3] البحرالرائق | " | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱/ ۱۶۴

Marfat.com

قارئ الهدایة استاذ المحقق کمال الدین بن الھمام وبه اندفع ماکان قد توھم قبل الوقوف علی ھذا النقل انه یتیمم لعجزہ عن استعمال الماء ولیس بعد النقل الا الرجوع الیه ولعل الوجه فیه ان یجعل عادم ما لذلك العضو حکما فتسقط وظیفته کما فی المعدوم حقیقة بخلاف ما اذا کان ببعض الاعضاء المغسولة جراحة فانه یغسل الصحیح ویمسح علی الجریح لان المسح علیه کالغسل لما تحته ولان التیمم مسح فلا یکون بدلا عن مسح وانما ھو بدل عن غسل والرأس ممسوح ولھذا لم یکن التیمم فی الرأس[1] اھ

ابن الہمام کے استاذ شیخ سراج الدین قاری ہدایہ نے یہی فتوٰی دیا ہے۔ اس سے وہ وہم بھی دفع ہوجاتا ہے جو اس نقل پر اطلاع سے پہلے کیا گیا تھا کہ اس کے لیے حکم یہ ہوگا کہ پانی استعمال کرنے سے عاجز ہونے کی وجہ سے وہ تیمم کرے ـــــ نقل مل جانے کے بعد اسی کی طرف رجوع لازم ہے ـــ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسا شخص حکماً وہ عضو نہ رکھنے والا قرار دیا جائے تو اس عضو سے متعلق عمل ساقط ہوجائیگا جیسے حقیقۃً وہ عضو نہ رکھنے والے کے بارے میں حکم ہے ـــ اس صورت کے برخلاف جب کہ اس کے بعض دھوئے جانے والے اعضا میں زخم ہو کہ اس کا حکم یہ ہے کہ صحیح کو دھوئے اور زخمی پر مسح کرے اس لیے کہ اس پر مسح کرنا اس کے نیچے والے عضو کو دھونے ہی کی طرح ہے۔ اور اس لیے کہ تیمم مسح ہے تو وہ کسی مسح کا بدل نہ ہوگا بلکہ دھونے کا بدل ہوگا اور (وضو میں) سر پر مسح ہی ہوتا ہے اس لیے سر کا تیمم نہیں"۔ اھ (ت)

منحۃ الخالق میں ہے:

قوله ماکان قد توھم) الذی توھم ذلك العلامة عبد البر بن الشحنة فانه ذکر عبارۃ الجلابی فی شرحه علی الوھبانیة ونظمها بقوله:

ویسقط مسح الرأس عمن برأسه
من الداء ما ان بله یتضرر

صاحب بحر کا قول "وہ جو وہم کیا گیا تھا" ـــــ یہ وہم علامہ عبد البر ابن شحنہ کو ہوا تھا۔ انہوں نے جلابی کی عبارت اپنی شرح وہبانیہ میں ذکر کی اور اسے یُوں نظم کیا:

جس کے سر میں کوئی ایسا مرض ہو کہ سر کو تر کرنے سے ضرر ہوتا ہو تو ایسے شخص سے سر کا مسح ساقط ہے۔

---

[1] البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۴

marfat.com
Marfat.com

ثم قال وکان یقع فی نفسی قبل وقوفی علی هذا النقل انه یتیمم لعجزہ عن استعمال الماء ولیس بعد النقل الا الرجوع ولعل الوجہ فیہ انہ یجعل عادما لذلك العضو حکما فتسقط وظیفتہ کما فی المعدوم حقیقۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ اس نقل پر اطلاع سے پہلے میرے دل میں یہ خیال آتا تھا کہ ایسا شخص تیمم کریگا اس لیے کہ وہ پانی کے استعمال سے عاجز ہے۔ اور نقل مل جانے کے بعد اسی کی طرف رجوع لازم ہے۔ شاید اس (مسح سر ساقط ہونے) کی وجہ یہ ہے کہ ایسا شخص حکماً وہ عضو نہ رکھنے والا قرار دیا جائیگا تو اس عضو سے متعلق مقررہ عمل — مسح — ساقط ہوجائیگا جیسا کہ حقیقۃً عضو نہ رکھنے والے کا حکم ہوتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

قولہ ولیس بعد النقل الخ یوھم ان التیمم غیر منقول مع انہ منقول ایضا ففی الفیض للکرکی عن غریب الروایۃ من برأسہ صداع من النزلۃ ویضرہ المسح فی الوضوء او الغسل فی الجنابۃ یتیمم والمرأۃ لوضرھا غسل رأسھا فی الجنابۃ او الحیض تمسح علی شعرھا ثلاث مسحات بمیاہ مختلفۃ و تغسل باقی جسدھا اھ قال فی الفیض وھو عجیب[1] اھ ما فی المنحۃ۔

ان کا قول "نقل کے بعد اسی کی طرف رجوع لازم ہے" یہ وہم پیدا کرتا ہے کہ تیمم کا حکم غیر منقول ہے حالانکہ وہ بھی منقول ہے۔ کرکی کی کتاب 'فیض' میں غریب الروایۃ سے نقل کیا ہے کہ "جس کے سر میں نزلہ کی وجہ سے چکّر آتا ہو اور اسے وضو میں مسح یا جنابت میں غسل ضرر دیتا ہو تو وہ تیمم کرے، اور اگر عورت کو جنابت یا حیض میں سر دھونے سے ضرر ہو تو وہ تین بار مختلف پانیوں سے اپنے بالوں پر مسح کرے اور باقی جسم دھوئے اھ" فیض میں کہا: "یہ حکم عجیب ہے" اھ — منحۃ الخالق کی عبارتیں ختم ہوئیں۔ (ت)

اقول ظھرلی[2] بحمد اللہ تعالٰی من معناہ ما یرفع العجب و ذلك ان العجب انما ھو فی مسئلۃ الغسل ان یجوز لہ التیمم اذا ضرہ غسل رأسہ

اقول: مجھ پر غریب الروایۃ کی عبارت کا ایک ایسا معنی منکشف ہوا، والحمد للہ تعالٰی، جس وجہ سے تعجب دُور ہوجاتا ہے — وہ یہ ہے کہ تعجب غسل کے مسئلہ میں ہے کہ سر دھونے سے ضرر

---

[1] منحۃ الخالق مع البحر باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۴

Marfat.com

وهذا باطل قطعا بل يجب الرجوع الى المسح
لان مسح[ف۱] ما يغسل عند تعذر غسله
كغسله كما تقدم آنفا عن البحر و
مثله في البدائع ولذا جاز[ف۲] جمعه مع
الغسل بخلاف مسح[ف۳] الخفين فانه
لا يجوز له ان يغسل احدى رجليه
ويمسح خف الاخرى وان كانت[ف۴] على احدهما
جبيرة او عصابة مسحها وغسل الاخرى
كما نصوا[۱] عليه في التبيين وغيره و
ومسألة من اكثر بدنه صحيح انه يغسل
الصحيح ويمسح الجريح مشهور صريح
غير محتاج الى التصريح فكيف حكم ههنا
بالتيمم ولكن هذا[ف۵] التوهم انما كانت
اكدته عبارة الدر في النقل بالمعنى فلما
رأيت عبارة غريب الرواية المنقولة
في الفيض وفيها يضره المسح في الوضوء او
الغسل في الجنابة لا مسح رأسه محدثا
وغسله جنبا كما في الدر تحدس في
خاطري ولله الحمد ان الغسل ههنا
بضم الغين لا فتحها فليس المراد
غسل الرأس بل المعنى[ف۶] ضره الغسل
واسالة الماء على بدنه ولو مع ترك
الرأس لما تصعد به الابخرة الى

ہوتا ہے تو اس کے لیے تیمم کیسے جائز ہوگیا؟ یہ حکم
قطعاً باطل ہے۔ اس پر تو مسح سر کی طرف رجوع
لازم ہے، اس لیے کہ جب کسی دھوئے جانے والے
عضو کا دھونا متعذر اور دشوار ہو جائے تو اس پر مسح
کرلینا اسے دھونے ہی کی طرح ہے جیسا کہ ابھی بحر
کے حوالے سے گزرا، اسی کے مثل بدائع میں بھی ہے اسی
لیے اس مسح کو دھونے کے ساتھ جمع کرنا جائز ہے۔
اس کے برخلاف موزوں کے مسح میں یہ جائز نہیں کہ
ایک پاؤں دھولے اور دوسرے پاؤں کے موزے پر
مسح کرلے۔ (لیکن بحالتِ عذر) مگر ایک پاؤں پر
لکڑی یا کپڑے کی پٹی بندھی ہو تو اس پر مسح کرے گا
اور دوسرا پاؤں دھوئے گا۔ جیسا کہ اس پر تبیین وغیرہ
کی صراحت موجود ہے اور جس کا اکثر بدن صحیح ہو اس کا
مسئلہ مشہور وصریح اور غیر محتاجِ تصریح ہے کہ وہ
صحیح حصۂ بدن دھوئیگا اور زخمی حصہ پر مسح کرے گا۔
تو حیرت یہی ہے کہ یہاں (غُسل میں مسحِ سر اور باقی بدن
کو دھونے کا حکم دینے کی بجائے، تیمم کا حکم کیسے
دے دیا ہے (یہ تعجب ایک وہم سے پیدا ہوا) اور
اس وہم کو اس سے تقویت پہنچی کہ درمختار میں
غریب الروایۃ کی عبارت مفہوماً نقل کی۔ جب میں نے
فیض میں نقل شدہ عبارتِ غریب الروایۃ دیکھی اور
اس میں یہ ملا کہ "یضرہ المسح فی الوضوء او الغسل
فی الجنابۃ" یہ عبارت نہیں کہ "مسح رأسه

۱؎ تبیین الحقائق   مسح الخفین   مطبعۃ امیریہ بولاق مصر   ۱/ ۵۲

marfat.com
Marfat.com

الدماغ کما علم فی الطب و کیف تکون[۱] عبارۃ غریب الروایۃ بفتح الغین مع انہ المصرح متصلا بہا ان المرأۃ ان ضرہا غسل رأسہا مسحتہ فلیس المعنی الا ما قررت وھذا صاف لاغبار علیہ وللہ الحمد۔

محدثا و غسلہ جنبا' جیسا کہ درمختار میں ہے۔ تو یہ عبارت دیکھتے ہی بحمد اللہ تعالٰی میرے دل میں خیال ہوا کہ لفظ "غسل" یہاں غین کے ضمہ سے ہوگا، فتحہ سے نہ ہوگا۔ تو اس عبارت کا یہ معنی نہیں کہ وضو میں مسح کرنا اور جنابت میں "دھونا" ضرر دیتا ہو" بلکہ معنی یہ ہے کہ جنابت میں غُسل اور بدن پر پانی بہانا ضرر دیتا ہو اگرچہ سر کو چھوڑ کر پانی بہائے، ضرر اس لیے ہو کر بخارات دماغ کی طرف چڑھتے ہوں جیسا کہ فنِ طب اسے بتاتا ہے۔ اور غریب الروایۃ کی عبارت غین کے فتحہ کے ساتھ (دھونے کے معنی میں) کیوں کر ہوسکتی ہے جبکہ اس کے متصل ہی یہ تصریح موجود ہے کہ اگر عورت کو سر دھونے سے ضرر ہو تو اس پر مسح کرے (پھر یہاں بجائے سر کے سب کچھ چھوڑ کر صرف تیمم کا حکم کیسے ہوسکتا ہے) تو معنی وہی ہے جو میں نے بیان کیا اور یہ بالکل صاف بے غبار ہے۔ وللہ الحمد۔ (ت)

اما مسألۃ الوضوء ففیر عجیب بل لہ وجہ وجیہ قریب فاقول[۲] معلوم ان الحدث لایتجزی فکذا رفعہ فلو اغتسل وبقیت شعرۃ لم یسل الماء علیہا فلا غسل لہ وھو جنب کما کان وقد نصوا ان النجاسۃ الحکمیۃ[۳] اشد من الحقیقیۃ اذ قد عفی من ھذہ قدر درھم او اقل من الربع ولا عفو[ع] فی الحکمیۃ قدر ذرۃ اصلا فمن

اب رہا وضو کا مسئلہ، تو وہ بھی تعجب خیز نہیں بلکہ اس کی ایک عمدہ قریبی وجہ ہے **فاقول** یہ معلوم ہے کہ حدث منقسم نہیں ہوتا تو اسی طرح ازالۂ حدث بھی منقسم نہ ہوگا۔ اگر کوئی غسل کرے اور ایک بال چھوٹ جائے جس پر پانی نہ بہایا ہو تو اس کا غسل نہ ہوا وہ اب بھی جُنب ہے ــــ اور علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ نجاستِ حکمیہ نجاستِ حقیقیہ سے زیادہ سخت ہے اس لیے کہ حقیقیہ سے تو بقدر درہم یا چوتھائی سے کم معاف ہے اور حکمیہ میں

ع **اقول** ای فی السعۃ اما مواضع الضرورۃ فنعم کشعر تعقد ونیم ذباب وجرم حناء ومداد الی غیر ذلک مما فصلنا فی الجود الحلو ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اقول یعنی بحالت وسعت کچھ معاف نہیں۔ ہاں ضرورت کی جگہوں میں کچھ عفو ہے جیسے بال جو خود گرہ کھا کر رہ گیا ہو اور مکھی کی بیٹ، مہندی، روشنائی وغیرہ کا جرم جس کی تفصیل ہم نے رسالہ الجود الحلو فی ارکان الوضوء" میں کی ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

Marfat.com

لا یستطیع غسل رأسه فی الغسل یمسحه فان لم یستطع فعصابة علیه وقد تم التطهیر لما علمت ان هذا المسح یقوم مقام غسله وهی مسألة الصحیح الجریح اما اذا لم یقدر علیه اصلا فی الغسل او الوضوء تبقی وظیفة الرأس متروکة رأسا فیکون هذا البعض طهارة لاطهارة وهو لا یتجزی فینتفی اصلا فقد ظهر[عـــه] عجزه عن طهارة الماء فوجب المصیر الی التیمم۔

ایک ذرّہ کے برابر بھی معاف نہیں۔ تو جو شخص غسل میں اپنا سر دھو نہیں سکتا تو اس پر مسح کرے گا اگر یہ بھی نہ کرسکے تو پٹی باندھ کر اس پر مسح کرے گا اور اس تطہیر کا عمل مکمل ہوجائے گا اس لیے کہ معلوم ہوچکا ہے کہ یہ مسح دھونے کے قائم مقام ہے۔ صحیح زخمی کا مسئلہ بھی یہی ہے ——— لیکن جب غسل یا وضو میں یہ بھی (پٹی پر مسح) نہ ہوسکے تو سر سے متعلق عمل بالکل ہی متروک رہ جائیگا جس کی وجہ سے یہ (بقیہ اعضاء کو دھونے کا) عمل جزو طہارت تو ہوگا طہارت نہ ہوگا حالاں کہ یہ عمل منقسم نہیں ہوتا تو کہا جائے گا کہ سرے سے طہارت حاصل ہی نہ ہوئی اس طرح پانی والی طہارت سے اس کا عجز ظاہر ہوگیا تو تیمم کی طرف رجوع لازم ہوا۔ (ت)

اما قول البحر ان التیمم مسح فلا یکون بدلا عن مسح والراس ممسوح۔

لیکن صاحب بحر کا یہ قول کہ "تیمم مسح ہے اس لیے وہ کسی مسح کا بدل نہ ہوگا اور سر پہ مسح ہی ہوتا ہے" تو اس پر کلام ہے۔

فاقول اولا[۱] لا یتمشی فی الغسل فان الرأس فیه مغسول **وثانیا**[۲] هو عجیب من مثله فانه لم تأمر الروایة بالتیمم بدلا عن مسح الرأس بل بدلا عن الوضوء والغسل عند العجز عن اکمالهما ولا شك ان التیمم

فاقول (پس میں کہتا ہوں) **اولاً** یہ بات غُسل میں نہیں چل سکتی کیوں کہ اس میں سر دھویا جاتا ہے۔ **ثانیاً** ان جیسے کے قلم سے ایسی عبارت حیرت خیز ہے اس لیے کہ روایت مذکورہ میں مسح سر کے بدلے تیمم کا حکم نہیں بلکہ وضو و غسل کی تکمیل سے عجز کے وقت ان دونوں کے بدلے تیمم کا حکم ہے اور بلاشبہ تیمم

عــه والجواب ما اشرنا الیه ان هذا موضع ضرورة وفیه العفو ثابت فی الحکمیة ایضا ۱۲ منه غفر له (م)

اور جواب وہ ہے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا کہ یہ ضرورت کی جگہ ہے اور مقام ضرورت میں معافی نجاستِ حکمیہ میں بھی ثابت ہے ۱۲ منہ غفر لہ (ت)

marfat.com

Marfat.com

بدل عنہما مع تحقق المسح فی الوضوء فلو لم تصح البدلیۃ بھذا الوجہ وجب ان لایجوز التیمم للمحدث فظہر ان ما فی غریب الروایۃ غیر غریب نعم الاشہر ما ذکرہ الجلابی و بہ جزم الدر فی غیر موضع ففی اٰخر التیمم ما تقدم وقال فی اٰخر الوضوء قبیل سننہ مانصہ فی اعضائہ شقاق غسلہ ان قدر والا مسحہ والا ترکہ ولو بیدہ و لا یقدر علی الماء تیمم[1] اھ ومسألۃ شقاق الید تقدمت اٰنفا مع قیودھا۔

ان دونوں کا بدل ہے جب کہ وضو میں مسح بھی پایا جاتا ہے تو اگر اس سبب کی بنیاد پر بدلیت درست نہ ہوتی تو لازم تھا کہ محدث کے لیے تیمم کا جواز ہی نہ ہو۔ ظاہر یہ ہوا کہ غریب الروایۃ میں جو مذکور ہے وہ غریب نہیں، ہاں زیادہ مشہور وہی ہے جو جلابی نے ذکر کیا اور اسی پر دُرِ مختار میں متعدد جگہ جزم کیا اس کی آخر تیمم کی عبارت گزر چکی۔ اور آخر وضو میں سُنتوں کے بیان سے ذرا پہلے یہ عبارت ہے: "اعضا میں پھٹن ہے تو اگر قدرت ہو دھوئے ورنہ مسح کرے یہ بھی نہ ہوسکے تو چھوڑ دے اور اگر ہاتھ میں ہو اور پانی پر قدرت نہ ہو تو تیمم کرے"۔ اھ ہاتھ میں پھٹن کا مسئلہ مع قیدوں کے کچھ پہلے گزر چکا۔

وقال فی اٰخر مسح الخفین الحاصل لزوم غسل المحل ولو بماء حار فان ضر مسحہ فان ضر مسحہا فان ضر سقط اصلا[2] اھ

اور مسح خفین کے آخر میں ان کی یہ عبارت ہے، "حاصل یہ ہے کہ محلِ طہارت کو دھونا لازم ہے اگرچہ آبِ رواں ہو اگر اس سے ضرر ہوتا ہو تو اس عضو پر مسح کرے اگر اس میں ضرر ہو تو پٹی پر مسح کرے اگر اس سے بھی ضرر ہو تو بالکل ساقط ہے"۔ اھ

اقول بل ان ضر مسحہ فان ضر غسلہا فان ضر مسحہا ثم قال (انکسر ظفرہ فجعل علیہ دواء او وضعہ علی شقوق رجلہ اجری الماء علیہ[3]

اقول بلکہ اگر عضو پر مسح سے ضرر ہو تو پٹی پر پانی بہائے اور دھوئے اگر اس میں ضرر ہو تو پٹی پر مسح کرے۔ پھر لکھتے ہیں، "ناخن ٹوٹ گیا اس پر دوا ڈالی یا پاؤں کے شگافوں پر دوا رکھی تو اس پر پانی

---

[1] الدر المختار مع الشامی باب الوضوء قبل سننہ مطبع مصطفٰی البابی مصر ۱/۷۵

[2] الدر المختار مع الشامی آخر مسح الخفین " " " ۱/۲۰۵

[3] " " " " " " ۱/۲۰۳

Marfat.com

ان قدر والا مسحه والا ترکه وفی التبیین والفتح والبحر والهندیة وغیرها من الاسفار الغر لو انکسر ظفره فجعل علیه دواء او علکا او ادخله جلدة مرارة او مرهما فان کان یضره نزعه مسح علیه وان ضره المسح ترکه[1] اھ۔

اقول بل غسله فان ضر مسحه فان ضر ترکه قالوا وان کان فی اعضائه شقوق امر علیها الماء ان قدر والا مسح علیها ان قدر والا ترکها وغسل ما تحتها[2] اھ

بہائے اگر بہا سکے ورنہ مسح کرے ورنہ یہ بھی ترک کرے۔" تبیین الحقائق، فتح القدیر، البحر الرائق، ہندیہ وغیرہ میں ہے: "اگر ناخن ٹوٹ گیا اس پر دوا یا گوند لگایا یا اس میں پتّے کی جلد یا مرہم ڈال لیا تو اگر اس کے لیے اسے نکالنے میں ضرر ہو تو اس پر مسح کرے اور اگر مسح سے بھی ضرر ہو تو چھوڑ دے" اھ

اقول بلکہ اس کو دھوئے اگر اس سے نقصان ہو تو مسح کرے اگر اس سے بھی ضرر ہو تو چھوڑ دے۔ علما نے فرمایا ہے: "اگر اس کے اعضا میں شگاف ہو گئے ہوں تو اگر قدرت ہو ان پر پانی بہائے ورنہ ہو سکے تو ان پر مسح کرے ورنہ چھوڑ دے اور ان کے نیچے کی جگہیں دھولے۔" اھ (ت)

اقول ان کان المراد بمسألة الشقوق ما اذا وضع الدواء علیها ومعنی امر علیها امر علی دواء علیها کما کان فی عبارة الدر فذاك والا فتقدیره مسح علیها ان قدر والا اجری علی دواء او عصابة علیها ان استطاع والا مسحه ان امکن والا ترك ثم بحمد الله تعالی رأیت النص عن ائمتنا الثلثة رضی الله تعالی عنهم فی ظاهر الروایة انه یجوز ترك المسح اذا اضر فانقطع الخلاف قال الامام ملك العلماء فی البدائع قد ذکر محمد فی کتاب الصلاة

اقول شگافوں کے مسئلہ سے اگر یہ مراد ہے کہ ان پر دوا چھوڑ رکھی ہو، اور ان پر پانی گزارنے کا یہ معنی ہے کہ ان شگافوں پر جو دوا ہے اس پر پانی بہائے جیسا کہ درمختار کی عبارت میں ہے تو یہ درست ہے ورنہ تقدیر معنی یہ ہوگی کہ ان شگافوں پر مسح کرے اگر اس کی قدرت ہو ورنہ جو دوا یا پٹی لگا رکھی ہے اس پر پانی بہائے اگر ہو سکے، ورنہ مسح کرے اگر ممکن ہو ورنہ یہ بھی چھوڑ دے پھر بحمد اللہ تعالٰی مجھے اپنے ائمہ ثلثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ظاہر الروایۃ کی صریح عبارت مل گئی کہ مسح بھی ترک کر دینا جائز ہے جب اس میں ضرر ہو اس سے اختلاف ختم ہو جاتا ہے۔ امام ملک العلماء بدائع میں

---

[1] تبیین الحقائق مسح الخفین مطبعة امیریہ بولاق مصر ۱/۵۳
[2] ایضاً

marfat.com
Marfat.com

عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ اذا ترك المسح علی الجبائر و ذلك یضرہ اجزاہ وقال ابو یوسف و محمد رحمہما اللہ تعالٰی اذا کان ذلك لا یضرہ لم یجز فخرج جواب حنیفۃ فی صورۃ و خرج جوابہما فی صورۃ اخری فلم یتبین الخلاف ولا خلاف فی انہ اذا کان المسح علی الجبائر یضرہ انہ یسقط عنہ المسح لان الغسل یسقط بالعذر فالمسح اولٰی اھ۔[1]

فرماتے ہیں: "امام محمد نے کتاب الصلاۃ میں امام ابی حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ذکر فرمائی ہے کہ جب پٹیوں پر مسح ترک کردے ــــــ اور یہ مسح ضرر رساں رہا ہو ــــــ تو یہ اس کے لیے کفایت کرجائے گا (جائز ہوگا) اور امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی علیہما فرماتے ہیں: جب مسح سے ضرر نہ ہو تو (مسح چھوڑنا) جائز نہیں۔ تو امام ابو حنیفہ کا حکم الگ صورت میں ہے اور صاحبین کا حکم دوسری صورت میں۔ اس لیے کوئی اختلاف ظاہر نہ ہوا۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جب پٹیوں پر مسح سے ضرر ہوتا ہو تو اس سے مسح ساقط ہے اس لیے کہ عذر کی وجہ سے تو دھونا بھی ساقط ہوجاتا ہے تو مسح بدرجہ اولٰی ساقط ہوگا۔" اھ (ت)

وفی الحلیۃ فی باب الوضوء و الغسل من الاصل اذا اغتسل من الجنابۃ و مسح بالماء علی الجبائر التی علی یدہ او لم یمسح لانہ یخاف علی نفسہ ان مسحہ یجزئہ قال فی الحلیۃ ذکرہ مطلقا من غیر ان یضیفہ الی احد اھ[2] ای فافاد انہ قول الکل فثبت ان سقوط بعض الوظیفۃ لاجل الضرورۃ غیر غریب واللہ تعالٰی اعلم۔

اور حلیہ باب الوضوء والغسل میں اصل (مبسوط) کے حوالے سے ہے: "جب غسل جنابت کرے اور اپنے ہاتھ پر بندھی ہوئی پٹیوں پر پانی سے مسح کرلے یا بصورت مسح اپنی ذات پر خطرے کی وجہ سے مسح بھی نہ کرے تو جائز ہے۔" حلیہ میں فرمایا ہے: "مبسوط میں یہ مسئلہ کسی کی طرف انتساب کے بغیر مطلقاً مذکور ہے" اھ یعنی اس طرح یہ افادہ فرمایا ہے کہ یہ سبھی حضرات کا قول ہے تو ثابت ہوا کہ ضرورت کی وجہ سے مقررہ عمل کا جز ساقط ہوجانا کوئی حیرت انگیز اور غریب امر نہیں، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

غرض ثابت ہوا کہ مذہب یہی ہے کہ اس صورت میں غسل و وضو کرے اور مسح معاف ہے اُس روایت تیمم پر

---

[1] بدائع الصنائع مطلب شرائط جواز المسح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۳

[2] حلیہ

Marfat.com

عمل جائز نہیں ولہذا ہم نے اسے شمار میں نہ لیا و باللہ التوفیق وللہ الحمد۔

(۱۵۶) نمبر ۸۰ میں دُرمختار سے گزرا کہ اگر آنکھ قدح کرائی اور طبیب نے چت لیٹے رہنے کو کہا ہے نماز اشاروں سے پڑھے **اقول** تو اگر غسل کی حاجت ہو تیمم خود ظاہر ہے اور یہ نمبر ۱۴ ہے یونہی وضو میں جبکہ کوئی کرادینے والا نہ ہو یا وہ اُجرت زیادہ مانگے یا یہ قادر نہ ہُوا اور یہ نمبر ۲۴ تا ۵۴ ہے مگر ایک صورت دقیق یہاں اور نکلے گی کہ وضو کرانے والا موجود ہے لیکن پلنگ ناپاک اور بچھونا پاک ہے وضو کرنے سے بچھونا کہ اس کے اعضاء کے نیچے ہے ناپاک ہوجائے گا تو اب بھی تیمم کرے واللہ تعالٰی اعلم۔

(۱۵۷) پانی ہے مگر طہارت مطلوبہ کے لیے کافی نہیں تیمم کرے مثلاً نہانا ہے اور صرف وضو کے قابل پانی ہے تو فقط تیمم کرے کہ وضو کرنے یعنی اعضائے وضو دھولینے سے غُسل نہ اُترے گا اور تیمم سارے بدن کو پاک کردیگا تو وضو کرنا اس پانی کا ضائع کرنا ہے یہاں کفایت سے مراد قدر فرض کو کافی ہے مثلاً اتنا پانی ہے کہ غسل میں ایک بار کُلّی ایک بار ناک میں پانی ڈالنے ایک بار سارے بدن پر بہانے یا وضو میں ایک ایک بار کے لیے کافی ہے تیمم نہیں ہوسکتا اسی واسطے ہم نے فرض طہارت کے لیے کافی پانی کہا۔ امام ملک العلماء فرماتے ہیں:

الجنب اذا وجد من الماء قدر مایتوضؤ به لاغیر اجزأه التیمم عندنا لان المأمور به الغسل المبیح للصلاۃ والذی لایبیح وجودہ عدم کما لو کان الماء نجسا ولان الغسل اذا لم یفد الجواز کان الاشتغال به سفھا مع ان فیه تضییع الماء وانه حرام[1]۔

جنب کو جب اتنا ہی پانی ملے جس سے صرف وضو کرسکتا ہو تو ہمارے نزدیک اس کے لیے تیمم کرلینا کافی ہے اس لیے۔ اسے حکم تو اس غسل کا ہے جس سے نماز ہوجائے اور جس پانی کا وجود نماز کا جواز نہیں لاسکتا وہ عدم کے درجہ میں ہے جیسے اس صورت میں جب کہ پانی ہو مگر نجس ہو۔ دُوسری وجہ یہ بھی ہے کہ جب غسل سے جواز نماز کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا تو اس میں مشغولیت بیوقوفی ہے ساتھ ہی پانی کی بربادی بھی جو حرام ہے۔ اھ (ت)

درمختار میں ہے:

ناقضه قدرۃ ماء کاف لطھرۃ ولو مرۃ مرۃ[2]۔

تیمم توڑنے والی چیز ایسے پانی پر قدرت ہے جو طہارت کے لیے کفایت کرسکے اگرچہ ایک ایک بار۔ (ت)

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی شرائط رکن التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۰

[2] الدرالمختار مع الشامی باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۶ تا ۱۸۷

marfat.com
Marfat.com

ولہذا اگر پانی نہ پانے پر تیمم کیا تھا اور اب پانی اتنا ملا کہ ایک ایک بار مُنہ ہاتھ اور ایک پاؤں دھویا اور پانی ختم ہوگیا تیمم نہ ٹوٹا کہ یہ پانی وضو کو کافی نہ تھا اور اگر اس نے دو دو بار اعضا دھوئے اور وضو پورا ہونے سے پہلے پانی ختم ہوگیا لیکن اگر ایک ایک بار دھوتا تو کافی ہوتا تو تیمم ٹوٹ گیا۔ خلاصہ وبحر وشامی میں ہے:

لوغسل به كل عضو مرتين اوثلاثا فنقص عن احدى رجليه انتقض تيممه هو المختار^ع لانه لواقتصر على المرة كفاه^1۔

اگر اس پانی سے ہر عضو دو یا تین بار دھویا کہ ایک پاؤں دھونے کے لیے پانی گھٹ گیا تو اس کا تیمم ٹوٹ گیا۔ یہی مختار ہے۔ اس لیے کہ اگر ایک بار دھونے پر اکتفا کرتا تو پانی کفایت کر جاتا۔ (ت)

(۱۵۸) جو آبادی سے دُور ہے مسافر خواہ غیر مسافر مثلِ شکاری وغیرہ اُس نے پانی سے میل دو میل فاصلہ پر خیمہ لگایا اور پانی اُس کے خیمہ کے دُوسرے حصّے میں جس میں یہ خود نہیں کسی نے رکھا یا اس نے رکھوایا یا خود اسی نے رکھا تھا یا یہ مثلاً اُونٹ پر سوار ہے اگرچہ کسی کام ہی کے لیے شہر سے میل دو میل دُور ہوگیا ہو اور پانی کی پکھال اپنی ہی لٹکائی ہوئی دُم کی طرف ہے یا یہ اُونٹ کو پیچھے سے ہانک رہا ہے اور پکھال آگے کی جانب ہے یا نکیل پکڑے آگے چل رہا ہے اب چاہے پانی اونٹ کی گردن کی طرف ہو خواہ دُم کی جانب۔ یُونہی اگر یہ گاڑی میں سوار ہے اور پانی ماچی میں ہے یا گاڑی ہانک رہا ہے اور پانی گاڑی کے کھٹولے میں ہے غرض پانی ایسی جگہ نہیں کہ اس کے پیشِ نظر ہو یا جس کا بھُولنا عادت سے بعید ہو ان سب صورتوں میں جب نماز کا وقت

ع علما نے حکم لگایا کہ ایک ایک بار کو پانی کافی تھا لہذا تیمم ٹوٹ گیا اور فقیر نے بطور شرط کہا کہ اگر ایک ایک بار دھونے کو کافی ہوتا تو تیمم ٹوٹ گیا **اقول** اس کی وجہ یہ ہے کہ علما نے دو دو بار دھونے اور ایک پاؤں باقی رہ جانے کی صورت ذکر فرمائی اس صورت میں یقیناً اگر ایک ایک بار دھوتا پانی کافی ہوتا بلکہ بچ رہتا، اور فقیر نے استیعاب صور کے لیے یہ مطلق صورت رکھی کہ وضو تمام ہونے سے پہلے پانی ختم ہوگیا' اس میں وہ صورت بھی نکلے گی کہ ایک ایک بار دھونے کو بھی پانی کفایت نہ کرتا مثلاً دو بار منہ دھویا اور دو بار داہنا ہاتھ اور پانی نہ رہا تو یہ پانی ایک ایک بار میں بھی کفایت نہ کرتا کہ ایک ہاتھ کا تو دو بار دونوں ہاتھوں کو کافی ہو جاتا اور منہ کا ایک بار دونوں پاؤں کو کفایت نہ کرتا لہذا اس تقیید کی حاجت ہوئی ۱۲ منہ غفرلہ۔ (ت)

---

^1 ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۷

Marfat.com

آیا اسے پانی یاد نہ رہا یہ خیال کیا کہ میں پانی سے میل بھر یا زیادہ دور ہوں تیمم کیا اور نماز پڑھ لی نماز ہوگئی یہ صورت بھی شریعت مطہرہ کی رحمت نے پانی سے عجز کی رکھی ہے یہاں تک کہ اگر سلام پھیرتے ہی یاد آیا کہ پانی تو یہاں رکھا ہوا ہے یا میں نے خود ہی تو رکھا تھا جب بھی نماز پھیرنے کی حاجت نہیں' ہاں اگر نماز میں یاد آئے تو لازم ہے کہ نیت توڑے اور وضو کرکے نماز پڑھے یونہی پانی اگر اس کے پیش نظر یا ایسی جگہ ہے جہاں کا رکھا ہوا آدمی عادۃً نہیں بھولتا مثلاً اپنی پیٹھ پر مشک یا سواری کی حالت میں آگے رکھا ہوا پانی یا پیچھے سے ہانکنے کی صورت میں اونٹ کے پیچھے لٹکایا ہوا تو بیشک ایسی بھول معتبر نہیں نماز وضو کرکے پھر پڑھنی لازم در مختار میں ہے ،

(صلی) من لیس فی العمران بالتیمم (ونسی الماء فی رحلہ) وھو مما ینسی عادۃ (لااعادۃ علیہ) ولو ظن فناء الماء اعاد اتفاقا کما لو نسیہ فی عنقہ او ظھرہ او فی مقدمہ راکبا او مؤخرہ سائقا[1]

ایسا شخص جو آبادی میں نہیں اس نے تیمم سے نماز پڑھ لی اور پانی اپنے خیمہ میں بھول گیا اور یہ ایسی جگہ ہے کہ عادۃً آدمی بھول جاتا ہے تو اس پر نماز کا اعادہ نہیں ـــــ اور اگر یہ گمان تھا کہ پانی ختم ہوگیا ہے تو بالاتفاق نماز کا اعادہ ہے جیسے اس صورت میں کہ پانی اس کی گردن یا پشت پر (سے لٹکی ہوئی مشک میں) ہو یا سوار ہونے کی حالت میں اس کے آگے کے حصے میں ہو یا ہانکتے وقت سواری کے پچھلے حصے میں ہو اور بھول جائے تو اعادہ ہے ۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قولہ من لیس فی العمران ای سواء کان مسافرا او مقیما منح ونوح افندی عن شرح الجامع لفخرالاسلام اما من فی العمران فتجب علیہ الاعادۃ لان العمران یغلب فیہ وجود الماء فکان علیہ طلبہ فیہ وکذا فیما قرب منہ کما قدمناہ والظاھر ان الاخبیۃ بمنزلۃ العمران لان اقامۃ الاعراب

ان کا قول "جو آبادی میں نہیں" یعنی خواہ مسافر ہو یا مقیم ـــ منح و نوح آفندی بحوالہ شرح جامع از فخرالاسلام ـــــ لیکن جو آبادی میں ہے تو اس پر اعادہ واجب ہے اس لیے کہ آبادی میں اکثر پانی موجود رہتا ہے تو اسے تلاش کرلینا لازم تھا اسی طرح آبادی سے قریب مقام کا بھی حکم ہے جیسا کہ اسے ہم نے پہلے بیان کیا ـــ اور ظاہر یہ ہے کہ خیمے بھی آبادی ہی کے درجہ میں ہیں اس لیے کہ ان

---

[1] الدرالمختار مع الشامی باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۲ تا ۱۸۳

marfat.com

Marfat.com

فیہا لانتتأتی بدونت الماء فوجودہ غالب فیہا ایضا وعلیہ فیشکل قولہم سواء کان مسافرا او مقیما فلیتأمل[1] اھ۔

میں اعرابی بغیر پانی کے نہیں رہتے تو ان خیموں میں بھی پانی اکثر موجود ہی رہتا ہے۔ اس کے پیشِ نظر فقہا کی اس عبارت میں "کہ خواہ مسافر ہو یا مقیم" اشکال ہے تو اسی میں تأمل کرنا چاہئے اھ۔ (ت)

اقول لیس من شرط المقیم القرب من العمران اولیس من خرج للاحتطاب اوالاحتشاش اوالاصطیاد و بعد عن المصر میلا فہو مقیم مباح لہ التیمم کما نص علیہ فی الخانیۃ وغیرھا وقد تقدم ولم یرید وابہ حضریا فی مصرہ اوقرویا فی قریتہ اوکردیا فی خبائہ حتی یشکل علیہ ثم قال رحمہ اللہ تعالٰی الرحل للبعیر کالسرج للدابۃ ویقال لمنزل الانسان ومأواہ رحل ایضا ومنہ نسی الماء فی رحلہ مغرب لکن قولہم لوکان الماء فی مؤخرۃ الرحل یفید ان المراد الاول بحر واقول الظاھران المراد ما یوضع فیہ الماء عادۃ لانہ مفرد مضاف فیعم کل رحل سواء کان منزلا اورحل بعیر وتخصیصہ باحدھما مما لابرھان علیہ نہر[2] اھ۔

اقول مقیم ہونے کے لیے شرط نہیں کہ آبادی سے قریب ہی ہو ــــ جو لکڑی کاٹنے، یا گھاس لینے، یا شکار کرنے کے لیے نکلا، اور شہر سے ایک میل دُور ہوگیا وہ مقیم ہی ہے اور اس کے لیے تیمم جائز ہے جیسا کہ اس پر خانیہ وغیرہ میں تصریح موجود ہے اور عبارت پہلے گزر چکی ــــ مقیم سے خاص اپنے شہر میں موجود شہری یا اپنے گاؤں میں موجود دیہی یا اپنے خیمہ میں موجود کرد" مراد نہیں کہ اس پر اشکال ہو۔ پھر علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں، رَحل (کجاوہ) اُونٹ کے لیے ہوتا ہے جیسے سَرج (زین) سواری کے گھوڑے وغیرہ کے لیے ــــ اور آدمی کی منزل اور ٹھکانے کو بھی رَحل کہا جاتا ہے اسی سے ہے "نسی الماء فی رحلہ" (اپنی منزل میں پانی بھول گیا ــــ مغرب ــــ لیکن ان کی یہ عبارت "اگر پانی رَحل کے پچھلے حصّے میں ہو" بتاتی ہے کہ رَحل سے مراد پہلا معنی (اُونٹ کا کجاوہ) ہے ــــ بحر ــــ اور میں کہتا ہوں کہ اس سے مراد وہ ہے جس میں عادۃً پانی رکھا جاتا ہو اس لیے کہ مفرد مضاف ہے تو ہر "رَحل" کو عام ہوگا خواہ منزل ہو یا اونٹ کا کجاوہ۔ اور کسی ایک سے خاص کرنے پر کوئی دلیل نہیں ــ نہر۔ اھ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۳

[2] ردالمحتار " " " ۱/۱۸۳

Marfat.com

اقول اولاً[ف1] لیس الرحل[ف2] مشترکا معنویا بینهما لیعم بل مشترك لفظی و لذا فسروه بالتفسیرین لا بتفسیر یشملهما کما سمعت من المغرب وقال فی المصباح المنیر الرحل مرکب للبعیر و رحل الشخص مأواه فی الحضر[1] اھ و فی القاموس الرحل مرکب للبعیر کالراحول و مسکنك الخ[2] و قصده بقوله کالراحول یؤکده فان مسکن الانسان لا یقال له راحول وکذلك فی قول المغرب لفظة ایضا و مثله فی مختار الصحاح الرحل مسکن الرجل و ما یستصحبه من الاثاث والرحل ایضا رحل البعیر[3] اھ و فی النهایة حدیث حولت رحلی البارحة حیث رکبها من جهة ظهرها کنی عنه بتحویل رحله اما ان یرید به المنزل و اما ان یرید الرحل الذی ترکب علیه الابل وهو الکور[4] اھ و فی مجمع البحار اما نقلا من الرحل بمعنی المنزل او من الرحل بمعنی الکور وهو للبعیر کالسرج للفرس[5] اھ و مثله فی الدر النثیر

اقول اولاً لفظ "رحل" مذکورہ دونوں معنوں میں مشترک معنوی نہیں کہ دونوں کو عام ہو بلکہ مشترک لفظی ہے اسی لیے اہل لغت نے اس کی دونوں تفسیریں کی ہیں کوئی ایک ایسی تفسیر نہیں کی ہے جو دونوں کو شامل ہو۔ جیسا کہ مغرب کے حوالے سے سنا۔ المصباح المنیر میں ہے "رحل، اونٹ پر سوار ہونے کی جگہ۔ رحل الشخص حضر میں آدمی کا ٹھکانا اھ۔ قاموس میں ہے: "رحل، اونٹ پر سواری کی جگہ، جیسے راحول — اور بمعنی مسکن بھی ہے"۔ پہلے معنی کے ساتھ "جیسے راحول" کا اضافہ اس بات کی تائید کرتا ہے (کہ لفظ رحل کے الگ الگ یہ دونوں معنی ہیں جن میں یہ مشترک لفظی ہے) اس لیے کہ انسان کے مسکن کو "راحول" نہیں کہا جاتا۔ اور اسی طرح مغرب میں ایضاً (بھی) کے لفظ سے بھی تائید ہوتی ہے۔ اسی کے مثل مختار الصحاح میں ہے کہ: "رحل: آدمی کا مسکن، اور وہ سازو سامان جو ساتھ لئے ہو — اور رحل اونٹ کے کجاوے کو بھی کہتے ہیں"۔ اھ نہایہ میں ہے: "حدیث: حولت رحلی البارحۃ" گزشتہ رات میں اپنا رحل

۱؎ المصباح المنیر لفظ الرحل مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۲۳۸

۲؎ القاموس المحیط باب اللام فصل الراء " " ۳/۳۹۴

۳؎ مختار الصحاح باب الراء " " ص ۲۳۰

۴؎ النہایۃ لابن اثیر لفظ رحل مکتبہ اسلامیہ بیروت ۲/۲۰۹

۵؎ مجمع بحار الانوار باب الراء مع الحاء مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۲/۴۶۳

marfat.com

Marfat.com

للامام جلال السيوطي و اقتصر الامام الراغب في مفرداته على التفسير الاول فقال الرحل مايوضع على البعير للركوب ثم يعبر به تارة عن البعير و تارة عما يجلس عليه في المنزل[1] اھ لانه ليس في الكتاب العزيز الا بهذا المعنى فافاد ايضا انه موضوع له مستقلا فكذا الثاني وعلى هذا كلام عامة ائمة اللغة ۔

تبدیل کر دیا جب اس پر پشت کی طرف سے سوار ہوئے۔ اس سے رحل بدلنے کا کنایہ ہے یا تو اس سے منزل مراد ہو یا کجاوہ جس پر اونٹوں پر سوار ہوتے ہیں اھ ۔ مجمع البحار میں ہے ۔ یا تو رحل بمعنی منزل سے منقول ہے یا رحل بمعنی کجاوہ سے منقول ہے اور یہ اونٹ کے لیے ہوتا ہے جیسے زین گھوڑے کے لیے اھ ۔ اس کے مثل امام جلال الدین سیوطی کی "الدر النثیر" میں ہے ۔ اور امام راغب نے مفردات میں صرف پہلی تفسیر ذکر کی ہے ۔ انہوں نے فرمایا ہے "رحل وہ ہے جو اونٹ پر سواری کے لیے رکھا جاتا ہے پھر کبھی اونٹ کو بھی رحل کہتے ہیں اور کبھی اسے بھی جس پر منزل میں بیٹھتے ہیں" اھ ۔ انہوں نے صرف پہلا معنی اس لیے ذکر کیا ہے کہ قرآن کریم میں یہ لفظ اسی معنی میں آیا ہے اس سے یہ افادہ ہوا کہ اس معنی کے لیے مستقلاً اس کی وضع ہوئی ہے تو دوسرا معنی بھی ایسا ہی ہوگا ۔ اور عامہ ائمہ لغت کا کلام یہی ہے ۔ (ت)

وثانيا لو سلم ليس هذا محل التعميم واستغراق الافراد بل الوجه الاستناد الى الاطلاق فافهم قال رحمه الله تعالى قوله وهو مما ينسى عادة الجملة حالية ومحترزه قوله كمالو نسيه في عنقه الخ قوله لا اعادة عليه اى اذا تذكر بعد ما فرغ من صلاته فلو تذكر فيها يقطع ويعيد اجماعا سراج، واطلق ليشمل مالو تذكر في الوقت او بعده كما في الهداية وغيرها خلافا لما توهمه في المنية، ومالو كان الواضع

ثانیاً اگر مان بھی لیا جائے تو یہ تعمیم اور استغراق افراد کا موقع نہیں — بلکہ مناسب یہ ہے کہ مطلق رکھا جائے فافہم ۔ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں: ان کا قول "وهو مما ينسى عادة" (اور یہ ایسی جگہ ہے جہاں عادۃً آدمی بھول جاتا ہے) جملہ حالیہ ہے اور اس میں اس سے احتراز ہے جو جو آگے كما لو نسيه في عنقه الخ کے تحت بیان کیا قوله لا اعادة عليه (اس پر اعادہ نہیں) یعنی جب نماز سے فارغ ہونے کے بعد یاد آئے ۔ اگر نماز ہی میں یاد آجائے تو بالاجماع نماز توڑ کر اعادہ کرے گا — سراج — اور نماز سے فراغت

---

[1] المفردات للامام الراغب الاصفہانی الراء مع الحاء نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۹۰

Marfat.com

للماء فی الرحل ھو او غیرہ بعلمہ با مرہ او بغیر امرہ خلافا لابی یوسف اما لوکان غیرہ بلا علمہ فلا اعادۃ اتفاقا حلیۃ[1] اھ

کے بعد یاد آنے کو مطلق ذکر کیا تاکہ وقت کے اندر یا وقت کے بعد کسی بھی وقت یاد آئے دونوں کو شامل رہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہا میں ہے اُس کے برخلاف جو منیہ میں وہم کیا ـــــ اور یہ اس کو بھی شامل ہو جب منزل میں پانی رکھنے والا وہ خود ہو یا دوسرے نے اس کے علم میں رکھا ہو اس کے حکم سے یا اس کے حکم کے بغیر ـــــ بخلاف امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کے ـــــ اور اگر دوسرے نے اس کی لاعلمی میں رکھا ہو تو بالاتفاق اس پر اعادہ نہیں۔ حلیہ اھ۔ (ت)

اقول یوھم[1] ان فی المنیۃ حکم الاعادۃ فی احد الفصلین ولیس کذلک انما توھمھا فی تخصیص خلاف ابی یوسف بصورۃ التذکر فی الوقت حیث قال ان کان معہ ماء فی رحلہ فنسیہ وتیمم وصلی ثم تذکر فی الوقت لم یعد عند ابی حنیفۃ ومحمد رحمہما اللہ تعالٰی وان تذکر بعد الوقت لم یعد فی قولھم جمیعا[2] قال رحمہ اللہ تعالٰی قولہ (فی عنقہ) ای عنق نفسہ (او مقدمہ) ای مقدم رحلہ واحترز بہ عما لو نسیہ فی مؤخرہ راکبا او مقدمہ سائقا فانہ علی الاختلاف وکذا اذا کان قائدا مطلقا بحر[3]

اقول: عبارت بالا سے منیہ کے متعلق وہم پیدا ہوتا ہے کہ اس کے اندر ایک صورت میں اعادہ کا حکم بیان کیا گیا ہے حالاں کہ ایسا نہیں ـــــ منیہ کا وہم یہ ہے اس میں امام ابو یوسف کا اختلاف صرف اندرونِ وقت یاد آنے والی صورت سے خاص کر دیا ہے (جب کہ ان کا اختلاف اِس صورت میں بھی ہے اور اُس صورت میں بھی ہے جب پانی خود رکھا ہو یا اس کے علم و اطلاع میں دوسرے نے رکھا ہو اور یہ بھول گیا ہو ۱۲ م الف) منیہ کی عبارت یہ ہے: "اگر اس کے ساتھ خیمہ میں پانی ہو جسے یہ بھول گیا اور تیمم کرکے نماز پڑھ لی پھر اسے وقت کے اندر یاد آگیا تو امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی علیہما کے نزدیک اعادہ نہیں اور اگر وقت گزرنے کے بعد یاد آیا تو تینوں حضراتِ ائمہ کے نزدیک اعادہ نہیں" اھ۔ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں، قولہ "فی عنقہ" یعنی خود اپنی گردن میں (او مقدمہ) یعنی اپنے کجاوے کے اگلے حصہ میں ـــــ اس لفظ کے ذریعہ اس

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۳
[2] منیۃ المصلی فصل فی التیمم مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۴۹
[3] ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۳

marfat.com
Marfat.com

صورت سے احتراز مقصود ہے جب وُہ سوار ہونے کی حالت میں کجاوے کے پیچھے رکھا ہُوا پانی یا جانور ہانکنے کی حالت میں کجاوے کے آگے رکھا ہوا پانی بھول گیا ہو کیونکہ اس میں اختلاف ہے۔ اسی طرح جب جانور کی نکیل پکڑ کر آگے لیے جا رہا ہو تو اس میں مطلقاً (پانی کجاوے کے آگے رکھا ہو یا پیچھے دونوں ہی صورتوں میں) اختلاف ہے۔ بحر۔ (ت)

(۱۵۹) مسافر رات کو کنویں یا جھیل کے پاس اُترا چاہ و نہر جھاڑی کے اندر ہیں یا کنواں ڈھکا ہُوا ہے اگرچہ خاص اُسی پر اس نے خیمہ تانا ہو غرض نہ اُسے جنگل میں پانی ہونے کا علم ہے نہ پانی ظاہر نہ وہاں کوئی واقف کار جس سے پُوچھ سکے اس حالت میں اُس نے تیمم سے نماز پڑھ لی تو یہ بھی صورت عجز ہے **اقول** یہاں بھی اعادہ نہ کرے گا اگرچہ سلام کے بعد ہی پانی وہاں ہونا معلوم ہو جائے کہ یہاں صورت سابقہ سے بھی عذر واضح تر ہے وہاں علم تھا نسیان سے جاتا رہا اور یہاں سرے سے علم نہیں منیہ میں ہے:

اذا تیمم وصلی والماء قریب منه وھو لایعلم اجزاہ[1]۔

پانی اس سے قریب ہے اور جانتا نہیں ایسی صورت میں تیمم کرکے نماز پڑھ لی تو جائز ہے۔ (ت)

حلیہ میں ہے:

ظاھر ھذا وما قدمناہ عن شرح الجامع الصغیر لقاضی خان ومحیط الامام رضی الدین ان ھذا الحکم علی الوفاق وقد افصح به فی التجنیس حیث قال صلی بالتیمم وفی جنبه بئر ماء لم یعلم بھا جاز علی قولھم وما فی جامع الفتاوی ضرب الخیمة علی بئر مندرس وتیمم وصلی ثم علم فالاحسن اعادتھا انتھی لایخالفه وھو ظاھر ثم فی المحیط قیدہ بما اذا لم یکن بحضرته من یسألہ عن الماء معللا بان الجھل یعجزہ عن استعمال الماء کالبعد ولم

یہ عبارت اور جو ہم نے امام قاضی خاں کی شرح جامع صغیر اور امام رضی الدین کی محیط کے حوالہ سے پہلے ذکر کی دونوں کا ظاہر یہی ہے کہ یہ حکم بالاتفاق ہے۔ اور تجنیس میں اس کی صراحت بھی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں: "اس کی بغل میں پانی کا کنواں ہے جس کا اسے علم نہیں اور تیمم کرکے نماز پڑھ لی تو ان سب کے قول پر جائز ہے۔" اور جامع الفتاوٰی کی درج ذیل عبارت اس کے مخالف نہیں جیسا کہ واضح ہے: "کسی بے نشان کنویں پر خیمہ لگایا اور تیمم کرکے نماز پڑھ لی پھر کنویں کا علم ہُوا تو نماز کا اعادہ بہتر ہے انتہی"۔ پھر محیط میں اس مسئلہ کو اس شرط سے مقید کیا ہے کہ اس کے پاس کوئی ایسا

---

[1] منیۃ المصلی فصل فی التیمم مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۴۹

Marfat.com

يكن مقصرا فی جهله قال وان كان بحضرته من يسأله فلم يسأله حتی تيمم وصلی ثم سأله فاخبره بماء قريب لم تجز صلاته لانه قادر علی استعماله بواسطة السؤال فاذا لم يسأله جاء التقصير من قبله كالذی نزل بالعمران ولم يطلب الماء لم يجز تيممه انتهی وسنذكر عن البدائع مايوافقه فی هذا الشرط[1] اھ

شخص نہ ہو جس سے پانی کے متعلق دریافت کرسکے۔ وجہ یہ بتائی ہے کہ یہ لاعلمی پانی کے استعمال سے عجز کا باعث ہے جیسے پانی کی دُوری —— اور اس لاعلمی میں اس کی کوئی تقصیر اور کوتاہی نہیں۔ آگے فرمایا ہے: اگر اس کے پاس کوئی ایسا شخص ہو جس سے یہ دریافت کرسکتا تھا مگر دریافت نہ کیا اور تیمم کرکے نماز پڑھ لی پھر پوچھا تو اس نے قریب ہی پانی ہونے کی خبر دی تو ایسی صورت میں نماز نہ ہوئی اس لیے کہ وہ دریافت کرکے پانی کے استعمال پر قادر تھا۔ جب دریافت نہ کیا تو کوتاہی اس کی جانب سے ہُوئی۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی آبادی میں اُترا اور پانی تلاش نہ کیا تو اس کا تیمم جائز نہیں اھ۔ اور عنقریب ہم بدائع کی عبارت ذکر کریں گے جو اس شرط میں محیط کے موافق ہے" اھ (یہاں تک کی عبارتیں حلیہ سے منقول ہیں) (ت)

اقول وقول المحيط ثم سأله غير قيد بل كذلك الحكم لو اخبره بدء كما لايخفی وكذلك قوله اخبره خرج وفاقا فكذلك الحكم ان علم بعد بنفسه فان المناط تفريطه فی السؤال وقد حصل ثم ذكر فی الحلية عن المجتبی ماظاهره ان ابايوسف رحمه الله تعالی يخالف فی هذه ايضا كمسألة النسيان وعن الخانية ماظاهره مثله مع افادة ان عن ابی يوسف فی كلتا مسألة النسيان والجهل روايتين وعن المبتغی ماظاهره ان خلافه علی رواية ههنا اذا كان علی شاطئ النهر لا البئر حيث قال ولو صلی به وبجنبه بئر ماء لم يعلم بها جازت صلاته وان كانت ذلك علی شاطئ النهر عن ابی يوسف فيه روايتان[2] اھ ثم وجه هذا الخلف

اقول: محیط میں جو فرمایا ہے کہ "پھر اس سے پُوچھا" یہ قید نہیں بلکہ اگر اس نے نہ پُوچھا اور اس نے ازخود بتادیا تو بھی یہی حکم ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔ اسی طرح ان کا یہ قول" اس نے قریب میں پانی ہونے کی خبر دی" اتفاقی طور پر ہے اس لیے کہ اگر اس نے خبر نہ دی بلکہ بعد میں اس نے ازخود جان لیا تو بھی یہی حکم ہے کیونکہ تیمم جائز نہ ہونے کا مدار اس پر ہے کہ اس نے دریافت کرنے میں کوتاہی کی اور یہ امر حاصل ہے (اس طرح کہ بتانے والے کے ہوتے ہُوئے اس نے دریافت نہ کیا اور تیمم کرکے نماز پڑھ لی) پھر حلیہ میں مجتبٰی کے حوالہ سے ایک کلام ذکر کیا ہے جس کا ظاہر یہ ہے کہ مسئلہ نسیان کی طرح اس مسئلہ میں بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی کا اختلاف ہے —— اور خانیہ کی عبارت بھی

---

[1] و [2] حلیۃ المحلی

بان من حکی الوفاق اختار الروایة الموافقة او لم یطلع علی الروایة المخالفة و بالعکس ثم قال و فی الخلاصة لو ضرب الفسطاط علی رأس بئر قد غطی رأسها و لم یعلم بذلک فتیمم وصلی ثم علم بالماء امرته بالاعادة[1] انتہی فافاد ظاہرا ضد ما فی الکتاب من غیر حکایة خلاف[2] اھ

ذکر کی ہے جس کا ظاہر اسی کے مثل ہے ساتھ ہی اس سے یہ افادہ بھی ہوتا ہے کہ نسیان اور لاعلمی دونوں ہی مسئلوں میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے دو روایتیں ہیں ــــ اور مبتغے کے حوالہ سے وہ ذکر کیا ہے جس کا ظاہر یہ ہے کہ یہاں ایک روایت کی بنیاد پر ان کا اختلاف اس صورت میں ہے جب وہ کسی دریا کے کنارے ہو۔ کنویں کے پاس ہونے کی صورت میں ان کا اختلاف نہیں۔ عبارت یہ ہے: "اگر اس کے پاس پانی کا کنواں ہے جس کا اُسے علم نہیں اور تیمم سے نماز پڑھ لی تو اس کی نماز ہوگئی، اور اگر دریا کے کنارے ایسا ہوا تو اس بارے میں امام ابو یوسف سے دو روایتیں ہیں اھ" پھر اس اختلاف کی توجیہ یہ فرمائی ہے کہ جس نے اتفاق کی حکایت کی ہے اس نے موافقت والی روایت اختیار کی یا مخالفت والی روایت پر اسے اطلاع نہ ہوئی ــــ اسی طرح برعکس ــــ (یعنی حکایت اختلاف والے نے صرف روایتِ مخالفت اختیار کی یا روایتِ موافقت پر اسے اطلاع نہ ہوئی ۱۲ ام الف) پھر فرمایا: خلاصہ میں ہے "اگر کسی ایسے کنویں کے اوپر خیمہ لگایا جس کا منہ بند ہے اور اسے اس کا پتا نہ چلا، تیمم کرکے نماز پڑھ لی پھر اسے پانی کا علم ہوا تو میں اسے اعادہ کا حکم دوں گا انتہی" تو صاحبِ خلاصہ نے حکایتِ اختلاف کے بغیر بظاہر اس کے برخلاف افادہ فرمایا جو کتاب میں ہے۔

(حلیہ کی عبارت ختم ہوئی) اھ (ت)

اقول یمکن ان یرید امرته ندبا فیکون مثل ما فی جامع الفتاوی ولا یخالف الجم الغفیر ثم راجعت الخلاصة فوجدت تمامه فیها و هو مروی عن ابی یوسف رحمه الله تعالٰی[3] اھ فبترک هذا انشأ ظن المخالفة بینها و بین ما فی الکتاب و لعله ساقط من

اقول ہوسکتا ہے ان کی مراد یہ ہو کہ "استحباباً میں اسے یہ حکم دوں گا" اس طرح یہ کلام بھی جامع الفتاوٰی کے مثل ہوگا اور جم غفیر کے مخالف نہ ہوگا۔ پھر میں نے "خلاصہ" کو دیکھا تو اس میں پوری بات ملی وہ یہ کہ "یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے" اھ ــــ اتنا چھوڑ دینے سے یہ گمان پیدا ہوا کہ

---

[1] حلیہ بحوالہ خلاصۃ الفتاوٰی　الفصل الخامس فی التیمم　مطبوعہ نولکشور لکھنؤ　۱/۳۲

[2] حلیہ

[3] خلاصۃ الفتاوٰی　الفصل الخامس فی التیمم　مطبوعہ نولکشور لکھنؤ　۱/۳۲

Marfat.com

نسخته وقد زلت به قدم قلم العلامة المحقق البحر فمشى عليه فی البحر موهما انه قول الکل او المختار فی المذھب و لیس کذلك کما علمت وقد قال ایضا فی الهندیة عن المحیط اذا ضرب خیارة علی رأس بئر غطی رأسها وفیها ماء وهو لایعلم او کان علی شط النهر وهو لایعلم فتیمم وصلی به جاز عندهما خلافا لابی یوسف رحمهم الله تعالٰی اھ[1] فقد انکشف اللبس ولله الحمد وبه تعالٰی العصمة۔

خلاصہ اور کتاب کے بیان میں باہم اختلاف ہے۔ ہوسکتا ہے صاحبِ حلیہ کے نسخہ میں اتنی عبارت ساقط ہو۔ اسی کی وجہ سے علامہ محقق بحر کا پائے قلم لغزش میں پڑگیا تو وہ البحرالرائق میں اسی حکم پر چلے گئے اور اس طرح بیان کیا جس سے وہم ہوتا ہے کہ یہ سبھی کا قول ہے یا یہی مذہب میں مختار ہے حالانکہ ایسا نہیں جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔ اور ہندیہ میں بھی محیط کے حوالے سے لکھا ہے: "جب ایسے کنویں پر خیمہ لگایا جس کا منہ بند ہے اور کنویں میں پانی ہے۔ اور یہ جانتا نہیں یا وہ دریا کے کنارے ہے اور اسے پتا نہیں تو تیمم کرکے نماز پڑھ لی، یہ طرفین (امام اعظم و امام محمد) کے نزدیک جائز ہے بخلاف امام ابو یوسف کے۔ رحمہم اللہ تعالٰی اھ۔ اس تصریح سے التباس دُور ہوگیا۔ اور ساری خُوبیاں اللہ ہی کے لیے ہیں اور حفاظت اسی سے ملتی ہے۔ (ت)

(۱۶۰) سفر میں باپ بیٹے ہمراہ ہیں پانی دونوں کی ملک مشترک یا تنہا بیٹے کی ملک اور ایک ہی کے لیے کافی ہے اور باپ اس سے طہارت کرنا چاہتا ہے بیٹے کو جائز نہیں کہ اُس سے مزاحمت کرے کہ باپ بوقتِ حاجت ملکِ اولاد کا مالک بن سکتا ہے لہٰذا بیٹے پر لازم کہ تیمم کرے فتاوٰی امام قاضیخان میں ہے:

لوکان الماء بین الاب والابن فالاب اولٰی به لان له حق تملك مال الابن[2]۔

اگر پانی باپ اور بیٹے کے درمیان مشترک ہو تو باپ زیادہ حقدار ہے کیوں کہ اسے مالِ فرزند کا مالک بننے کا حق حاصل ہے۔ (ت)

اسی طرح اُس سے خزانۃ المفتین و ہندیہ و اشباہ فن ثالث قول فی الدین میں ہے۔

اقول ولا یختص بالشرکة بل لوکان کله ملك ولده فالحکم کذلك

اقول: یہ حکم ملک میں شرکت کی صورت سے ہی خاص نہیں۔ اگر سارا پانی بیٹے کی ملک ہو تو بھی

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ — الفصل الثالث فی المتفرقات — نورانی کُتب خانہ پشاور — ۱/۳۱

[2] فتاوٰی قاضیخان — فصل فیما یجوز له التیمم — مطبوعہ نولکشور لکھنؤ — ۱/۲۷

marfat.com

Marfat.com

اذا اسادہ الاب بدلیل الدلیل و نش دست ان یرید الاب التطھر بہ لان لہ ان یترکہ لابنہ و یتیمم فحر لا عجز بالولد بل لوکان ملك الابن فمالم یطھر الاب اسادتہ لایثبت عجز الابن حتی[ف] لوکان متیمما قبلہ انتقض فان اخذہ الاب اعاد تیممہ۔

یہی حکم ہے جب کہ باپ طہارت کا قصد کرلے ــــ باپ کے قصدِ طہارت کا اضافہ میں نے اس لیے کیا کہ اسے یہ بھی اختیار ہے کہ پانی بیٹے کے لیے چھوڑ دے اور خود تیمم کرلے ایسی صورت میں بیٹا عاجز نہ ہوگا۔ بلکہ اگر پانی بیٹے کی ملک ہے تو جب تک باپ اپنے قصدِ طہارت کا اظہار نہ کرے بیٹے کا عجز ثابت نہ ہوگا یہاں تک کہ پانی ملنے سے پہلے بیٹا اگر تیمم سے تھا تو بعدِ ملک اس کا تیمم ٹوٹ گیا اب اگر وہ پانی لیتا ہے تو بیٹے کو دوبارہ تیمم کرنا ہوگا۔ (ت)

(۱۶۱) **اقول:** باپ بیٹے کو جنگل میں مباح پانی ملا کہ ایک ہی کو کافی ہے اگر باپ وہاں پہلے پہنچ گیا اس کا قبضہ ہوگیا جب تو ظاہر ہے کہ بیٹا تیمم کرے کہ اب وہ ملکِ غیر ہے کہ مباح استیلاء سے ملک ہوجاتا ہے یہ نمبر ۵۲ ہوا۔ اور اگر بیٹا پہلے پہنچا قابض ہُوا تو یہی نمبر ۵۱ ہے اور اگر دونوں ایک ساتھ پہنچے اگر باپ نے پہلے سے کہہ دیا تھا کہ پانی میں لُوں گا تو بیٹے کو مزاحمت جائز نہیں پانی پر صرف باپ کی قدرت ثابت ہوگی یہاں تک کہ اگر پہلے سے بیٹے کا تیمم تھا نہ ٹوٹے گا اور نہ تھا تو اب تیمم کریگا اور اگر پہلے سے ایسا نہ کہا تھا تو دونوں قادر ہوگئے اگر پہلے سے تیمم کیے تھے جاتے رہے اب اگر باپ اس پانی کو لینا چاہے بیٹا دوبارہ تیمم کرے ھذا کلہ ماظھر لی تفقھا وارجو ان یکون صوابا ان شاء اللّٰہ تعالٰی (یہ سب بطورِ تفقہ میرے اوپر ظاہر ہُوا اور امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالٰی درست ہوگا۔ ت)

تنبیہ: خانیہ[ف۲] وخلاصہ واشباہ و دُرِمختار وغیرہا میں ہے کہ جنگل میں جُنب وحائض ومحدث ومیّت میں مباح پانی قابلِ غسل ملا کہ ایک ہی کو کافی ہے تو جنب اولٰی ہے وہ نہائے اور حائض ومحدث تیمم کریں اور میّت کو تیمم کرایا جائے۔

وھذا نظم الدر الجنب اولی بمباح من حائض او محدث ومیت ولو[ف۳] لاحدھم فھو اولی ولو مشترکا ینبغی صرفہ للمیت[۱]۔

اور دُرِمختار کی عبارت یہ ہے: "جنب آبِ مباح میں حائض، محدث اور میّت سے اولٰی ہے اور اگر پانی ان میں کسی کی ملک ہو تو وہی مستحق ہے اور اگر ملک میں سب کی شرکت ہے تو چاہیے کہ سب اپنا حصہ میّت کو دے دیں (ت)

---

[۱] الدرالمختار مع الشامی باب التیمم مطبع مصطفٰی البابی مصر ۱/۱۸۶

Marfat.com

اقول یہ شکل پانی سے عجز کی نہیں یہاں تک کہ اگر تینوں متیمم تھے اب یہ آبِ مباح ملا سب کا تیمم ٹوٹ گیا جب جنب اُس سے نہائے حائض و محدث دو بارہ تیمم کریں۔

و٢ فان وجدان مباح یکفی لاحدھم علی سبیل البدلیۃ ینقض تیممھم جمیعا لان کل واحد منھم صار قادرا کما فی خزانۃ المفتین[1] عن الکبری وفی الخلاصۃ خمسۃ من المتیممین وجدوا من الماء المباح قدر مایتوضؤ بہ احدھم انتقض تیمم الکل **و٣** لوجاء رجل بکوز من ماء وقال لیتوضأ بہ ایکم شاء انتقض تیمم الکل وان کان الماء یکفی لاحدھم ولو قال ھذا الماء لمن یرید فکذلک[2] اھ۔

اس لیے کہ اگر آبِ مباح اس مقدار میں ملا کہ بطور بدلیت ان میں سے ہر ایک کے لیے کافی ہوگا تو سبھی کا تیمم ٹوٹ گیا اس لیے کہ ان میں ہر ایک قادر ہو گیا جیسا کہ خزانۃ المفتین میں بحوالہ کبری لکھا ہوا ہے۔ خلاصہ میں ہے "ایسے پانچ آدمیوں کو جو تیمم سے ہیں آبِ مباح اس مقدار میں ملا کہ ان میں کسی ایک کے لیے کافی ہوگا تو سب کا تیمم ٹوٹ گیا اور اگر کوئی اپنے پانی کا برتن لے آیا اور کہا تم میں سے جو چاہے وضو کرلے تو سب کا تیمم ٹوٹ گیا اگرچہ پانی صرف ایک شخص کے لیے کفایت کرسکتا تھا اور اگر کہا "یہ پانی اس کے لیے ہے جو چاہے تو بھی یہی حکم ہے" اھ (ت)

و٤ باپ جب اُسے لینا چاہتا ہے بیٹا شرعاً ممنوع ہوگیا اور منع شرعی بھی موجبِ عجز ہے۔

کما تقدم عن الفتح فی ماء الحب والماء الموھوب **و٥** وکذا الماء المملوک ملکا فاسدا اذا اذن بہ الشرکاء لاحدھم لاینتقض تیممہ قال فی البحر لایخفی انہ وان کان مملوکا لایحل التصرف فیہ فکان وجودہ کعدمہ[3] اھ ونازع فیہ النھر بما ھو من مثلہ عجیب۔

جیسا کہ سبیل کے پانی اور ہبہ شدہ پانی کے بیان میں فتح القدیر کے حوالہ سے گزرا ــــــ اسی طرح جو پانی ملکِ فاسد کے طور پر ملکیت میں آیا ہے اس سے متعلق شرکاء جب کسی ایک کو اجازت دے دیں تو اس کا تیمم نہ ٹوٹے گا۔ البحر الرائق میں ہے: "مخفی نہ رہے کہ یہ اگرچہ مملوک ہے مگر اس میں تصرف روا نہیں تو اس کا ہونا نہ ہونے کی طرح ہے" اھ اس مسئلہ پر صاحبِ بحر سے ان کے برادر صاحبِ نہر نے اختلاف کرتے ہُوئے ایسی بات لکھی ہے جو ان جیسی شخصیت کے قلم سے تعجب خیز ہے۔ (ت)

---

[1] خزانۃ المفتین قلمی نسخہ ۱/۱۳
[2] خلاصۃ الفتاوٰی خمسۃ من المتیممین مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۷
[3] البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۴

marfat.com

Marfat.com

بخلاف جنب کہ جب یہاں اس کا تنہا استحقاق جبری نہیں صرف اولویت ہے' محدث[1] سے اس لیے کہ جنابت اغلظ ہے اور حائض سے محض اس مصلحتِ افضلیت کے لیے کہ وہ تو امامت کر نہیں سکتی' جنب امام ہوگا اب اگر حائض نہائے اور جنب تیمم کرے تو یہ غاسل کی اقتدا رتیمم سے ہوگی اور یہ[2] اگرچہ صحیح وجائز ہے مگر عکس افضل ہے' لہذا مناسب کہ جنب نہائے اور حائض تیمم کرے اور میت سے یوں کہ غسلِ جنابت کا ثبوت قرآن عظیم سے ہے اور غسل میت کا سنت واجماع سے' ایسے ہلکے مصالح کے لیے جنب کو ترجیح دی ہے نہ یہ کہ اس کا استحقاق اوروں کو پانی سے عاجز کردے' فی ردالمحتار الجنب اولی بمباح ھذا بالاجماع تاتوخانیۃ[1] اھ (ردالمحتار میں ہے: جنب آبِ مباح کا زیادہ حقدار ہے، یہ بالاجماع ہے۔ تاتارخانیہ اھ۔ ت)

اقول ھذا عجب بل جمھور المشائخ علی اولویۃ المیت وان کان الاصح الاول ففی البحر عن الظھیریۃ قال عامۃ المشائخ المیت اولی وقیل الجنب اولی وھو الاصح اھ[2] ونازعہ ط بانہ حیث کان المشترك ینبغی صرفہ للمیت (ای کما تقدم عن الدر) فالمباح اولی اھ[3] ای اذا امروا بان یصرفوا ملکھم للمیت فما لاملك لھم فیہ اولی واجاب ش بانہ ینبغی لکل منھم صرف نصیبہ للمیت حیث کان کل واحد لایکفیہ نصیبہ ولا یمکن الجنب ولا غیرہ ان یستقل بالکل لانہ مشغول بحصۃ المیت وکون الجنابۃ اغلظ لایبیح استعمال حصۃ المیت فلم یکن الجنب اولی بخلاف ما اذا کان الماء مباحا فانہ حیث امکن بہ رفع

اقول: یہ عجیب بات ہے۔ جمہور مشائخ میت کو زیادہ حقدار کہتے ہیں اگرچہ اصح اول ہے ۔۔۔۔ البحرالرائق میں ظہیریہ کے حوالے سے ہے: "عامہ مشائخ کا قول ہے کہ میت زیادہ حقدار ہے اور کہا گیا کہ جنب اولی ہے اور یہی اصح ہے"۔ اھ۔ سید طحطاوی نے اس اختلاف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: "جب مشترک پانی میت کے لیے صرف کرنا چاہیے (یعنی جیسا کہ درمختار کے حوالہ سے گزرا) تو آبِ مباح بدرجہ اولی اسی کا حق ہوگا"، اھ۔ یعنی بطور استحباب جب یہ حکم دیا گیا ہے کہ اپنی ملکیت کا حصہ میت کو دے دیں تو جس میں ان کی ملکیت نہیں ہے اس کے لیے بدرجہ اولی یہ حکم ہوگا۔ علامہ شامی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ "ہر ایک کو اپنا حصہ میت کو اس وقت دے دینا چاہیے جب کہ ہر ایک کی یہ حالت ہے کہ اس کا اپنا حصہ اس کے لیے کفایت نہیں کرسکتا اور جنب و غیر جنب کوئی بھی سارا

[1] ردالمحتار | باب التیمم | مطبع مصطفی البابی مصر | ۱/۱۸۶
[2] البحرالرائق | " | ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی | ۱/۱۴۳
[3] طحطاوی علی الدر | " | مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت | ۱/۱۳۳

Marfat.com

الجنابة کان اولی[1] اھ ای ان المشترك لایمکن لاحدھم الاستقلال بہ لمکان حصۃ المیّت فان سمحوا بہ امکن غسلہ والا یمم وتیمموا فکان السماح اولی بخلاف المباح فان لکل ان یستقل بہ وقد امکن بہ رفع الجنابۃ فکان الجنب اولی۔

پانی اپنے تصرف میں نہیں لا سکتا اس لیے کہ اس میں میّت کا حصہ بھی شامل ہے اور حدیث جنابت کا زیادہ سخت ہونا اس کی اجازت نہیں دیتا کہ جنب میّت کا حصہ بھی استعمال کرے اس لیے جنب اولٰی نہ ہوا ـــــ مگر آبِ مباح کی صورت اس کے برخلاف ہے کیونکہ جب اس سے جنابت دُور کی جا سکتی ہے تو جنب ہی اولٰی ہے" اھ یعنی آبِ مشترک کو ان میں کوئی بھی پُورے طور سے اپنے استعمال میں نہیں لا سکتا اس لیے کہ اس میں میّت کا بھی حصہ موجود ہے لیکن اگر یہ سب اپنا حصہ میّت کو دے دیں تو اس کا غسل ہو جائے گا ورنہ اسے بھی تیمم کرایا جائیگا اور یہ سب بھی تیمم ہی کر سکیں گے تو دے دینا اولٰی ہُوا ـــــ آبِ مباح کا حکم اس کے برخلاف ہے اس لیے کہ ہر ایک اسے پُورے طور سے استعمال کر سکتا ہے اور اس سے رفع جنابت ممکن ہے تو جنب کا استعمال کرنا اُولٰی ہوا۔ (ت)

اقول یحتاج[2] الی تتمیم فان مجرد جواز استقلال کل بہ انما نفی ماذکر من داعی اولویۃ الصرف للمیّت وھو لاینفی ان یکون لہ داع آخر فضلا عن ثبوت اولویۃ الجنب۔

اقول، ابھی یہ جواب ایک تتمہ کا محتاج ہے اس لیے کہ محض اس بات سے کہ ہر ایک کو آبِ مباح پُورے طور سے اپنے استعمال میں لانا جائز ہے صرف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ استعمالِ میّت کے اولٰی ہونے کا جو سبب پہلے بیان ہوا وہ یہاں نہیں ہے مگر اتنے سے کسی دوسرے سبب اور داعی کی نفی نہیں ہوتی (ہو سکتا ہے کہ یہاں اُس کی اولویّت کا وہ سبب تو نہ ہو مگر کوئی اور سبب موجود ہو۔ م الف) پھر جنب کے میّت سے بھی اولٰی ہونے کا ثبوت تو ابھی دُور کی بات ہے۔ (ت)

وانا **اقول** المباح انما یملك بالاستیلاء والمیّت لیس من اھلہ فلا حق لہ فیہ بخلاف الباقین والجنب ارجحھم لما یأتی فکان اولی وسنذکر

وانا **اقول** (اب تکمیلِ جواب کے لیے میں کہتا ہوں) مباح قبضہ کرنے سے ہی ملک میں آتا ہے۔ اور میّت اس کا اہل نہیں، تو اس میں اس کا حق بھی نہیں۔ باقی (جنب۔ حائض۔ محدث)

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۶

marfat.com

Marfat.com

تمامه ان شاء الله تعالیٰ اما وجه القول الاصح فقال ش لان الجنابة اغلظ من الحدث والمرأة لاتصلح اماما[1] اھ وفی ط اولیٰ من حائض لامکان تیممها بالتراب و واقتدائها به و اقتداء المتیمم بالمتطھر افضل من عکسه مع عدم تأتیه ھنا[2] اھ

کا حال اس کے برخلاف ہے اور ان میں جنب کو ترجیح حاصل ہے تو وہی اولیٰ ہے۔ وجہ ترجیح کا بیان آگے آرہا ہے اور اس کی تکمیل بھی ہم ان شاء اللہ ابھی ذکر کریں گے۔ قولِ اصح کی وجہ بتاتے ہُوئے علامہ شامی نے یہ لکھا: "اس لیے کہ جنابت، حدث سے زیادہ سخت ہے اور عورت قابلِ امامت نہیں" اھ۔ اور حاشیہ سید طحطاوی میں یہ ہے کہ "جنب، حائض سے اولیٰ ہے اس لیے کہ وہ تیمم کرکے اس کی اقتدا کرسکتی ہے۔ متیمم، غسل کرنے والے کی اقتدا کرے یہ برعکس کرنے سے افضل ہے اور برعکس صورت یہاں ہو بھی نہیں سکتی"۔ اھ (ت)

اقول بل یتأتی بان یتیمم الجنب وتغتسل ھی ولایتوھم العکس بمعنی امامة المرأة ھذا وسکت ش عن وجه تقدیم الجنب علی المیت وقال فقیه النفس فی الخانیة لان غسله فریضة وغسل المیت سنة[3] اھ قال فی الاشباه مراده ان وجوبه بھا بخلاف غسل الجنب فانه فی القراٰن[4] اھ وتعقبه السید الحموی بانه انما یتم ھذا التاویل لولم یکن ھناك قول بالسنة اما مع وجوده فلا[5] اھ وقال قبله قال

اقول: بلکہ ہوسکتی ہے اس طرح کہ جنب تیمم کرے اور حائض غسل کرے (تو غسل کرنے والی کا تیمم کرنے والے کی اقتدا کرنا پایا جائیگا اور یہ صورت ممکن وجائز ہے ۱۲ م الف) اور امامتِ عورت کے معنی میں عکس کا وہم کرنے کی گنجائش نہیں (اس لیے کہ حائض غسل کرے یا تیمم جنب بہرحال اس کی اقتدا نہیں کرسکتا خواہ یہ تیمم کرے یا غسل۔ کوئی صورت ایسی نہیں جس میں جنب وحائض کی امامت میں صرف افضل وغیر افضل کا فرق ہو ۱۲ م الف) یہ ذہن نشین رہے۔ میت پر جنب کو مقدم کرنے کی وجہ

---

[1] ردالمحتار	باب التیمم	مطبع مصطفی البابی مصر	۱/۱۸۶
[2] طحطاوی علی الدر	〃	مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت	۱/۱۳۳
[3] فتاوٰی قاضی خاں	فصل فیمایجوزلہ التیمم	مطبوعہ نولکشور لکھنؤ	۱/۲۷
[4] الاشباہ والنظائر	تذنیب فیمایقدم عندالاجتماع الخ	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۲/۲۱۶
[5] غمز عیون البصائر	〃 〃	〃 〃 〃	۲/۲۱۷

Marfat.com

عـ۱ـه
المصنف فی البحر وما نقله[عـ۲ـه] مسکین من قوله وقیل غسل المیت سنة مؤکدة ففیه نظر بعد نقل الاجماع یعنی فی فتح القدیر اللھم الا ان یکون قولا غیر معتمد فلا یقدح فی انعقاد الاجماع[۱] اھ

کیا ہے؛ اس سے علامہ شامی نے سکوت اختیار کیا۔ اور خانیہ میں امام فقیہ النفس نے یہ لکھا: "اس لئے کہ جنب کا غسل فرض ہے اور میت کا غسل سنّت ہے"۔ اھ۔ اس پر اشباہ میں فرمایا: "مراد یہ ہے کہ غسلِ میت کی فرضیت سنّت سے ثابت ہے اس کے برخلاف غسلِ جنب کی فرضیت قرآن میں مذکور ہے" اھ۔ اشباہ کی اس عبارت پر سیّد حموی نے یہ تنقید کی: "یہ تاویل اس وقت کامل و درست ہوتی جب یہاں (غسلِ میت کے) مسنون ہونے کا کوئی قول نہ ہوتا۔ لیکن یہ قول ہوتے ہوئے تاویل مذکور تام نہیں" اھ (ہوسکتا ہے کہ امام قاضیخان کا کلام غسلِ میت کی مسنونیت والے قول پر ہی مبنی ہو، ایسی صورت میں ان کے غسلِ میت کو سنّت کہنے کا یہ معنی بتانا کہ اس کا وجوب سنّت سے ثابت ہے درست نہ ہوگا ۱۲ ام الف) اس سے قبل فرمایا مصنفِ اشباہ نے البحر الرائق میں لکھا ہے: "(فتح القدیر میں) غسلِ میت کی فرضیت پر نقلِ اجماع کے پیشِ نظر ملّا مسکین کی یہ نقل کہ "کہا گیا غسلِ میت سنّتِ مؤکدہ ہے" محلِ نظر ہے ۔ ہاں مگر یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی غیر معتمد قول ہو تو وہ انعقادِ اجماع میں خلل انداز نہ ہوگا" اھ (ت)

اقول[۱] مثله لایعد قولا ولا یحمل علیه مثل کلام الخانیة وقال ط

اقول: تو ایسا قول قابلِ شمار نہیں نہ ہی ایسے قول پر امام فقیہ النفس جیسی شخصیت کا

عـ۱ـه ذکرہ قبیل المیاہ عند قول المتن وجب للمیت ومن اسلم جنبا ۱۲ منه غفرله (م)

اسے باب المیاہ سے ذرا پہلے متن کی عبارت "وجب للمیت ومن اسلم جنبا" (میّت کے لیے اور حالتِ جنابت میں اسلام لانے والے کے لیے غسل واجب ہے) کے تحت ذکر کیا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عـ۲ـه وحکاہ القهستانی ایضا فی الجنائز فقال یفرض غسله کفایة وقیل یجب وقیل لیسن سنة مؤکدة اھ ۱۲ منه غفرله (م)

قہستانی نے بھی باب الجنائز میں اس کی حکایت کی ہے اس کی عبارت یہ ہے: غسلِ میت فرضِ کفایہ ہے، اور کہا گیا کہ واجب ہے اور ایک قول یہ ہے کہ سنّتِ مؤکدہ ہے اھ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[۱] غمز عیون البصائر تذنیب فیما یقدم عند الاجتماع الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۱۶

marfat.com

Marfat.com

لعل اولویتہ علی المیت بسبب انہ یؤدی ماکلف بہ من صلاۃ وقراءۃ فاحتیاجہ الیہ اکثر من المیت وتعبیرہ باولی یفید جواز التیمم للجنب[1] اھ

کلام محمول ہی کیا جا سکتا ہے ۔ (یہ اشباہ کی کی عبارت پر حموی کی تنقید کا جواب ہے ۱۲م الف) سید طحطاوی نے فرمایا: "میّت سے جنب کے اولٰی ہونے کی وجہ شاید یہ ہو کہ جنب غسل کرے گا تو اس سے نماز و قراءت کی ادائیگی کرے گا جس کا وہ مکلف ہے تو اسے میّت سے زیادہ غسل کی ضرورت ہے اور اسے اولٰی کہنے سے یہ افادہ ہوتا ہے کہ جنب کے لیے تیمم جائز ہے"۔ اھ (ت)

اقول ویجوز بناؤہ **اولاً** علی القول بان فرض العین[1] اقوی من فرض الکفایۃ۔

اقول ۔ اولاً غسلِ جنب کو اولٰی قرار دینے کی بنا اس قول پر ہو سکتی ہے کہ فرضِ عین، فرض کفایہ سے زیادہ قوی ہے ۔

وثانیا علی ان لا ایثار[2] فی القرب وذلک لانھم استولوا دون المیت وترجح الجنب من بین الاحیاء لما مر فصرفہ لنفسہ اولٰی من صرفہ للمیت فافھم۔

ثانیاً اس پر کہ قربتوں کے معاملہ میں ایثار نہیں ۔ یہ اس طرح کہ آبِ مباح پر جنب، حائض اور محدث نے ہی قبضہ کیا میّت نے نہیں ۔ اور جنب کو زندوں پر اس سبب سے ترجیح ہوئی جو ذکر ہوا (کہ جنابت، حدث سے زیادہ سخت ہے اور حائض غسل کرے تو امام نہیں ہو سکتی افضل یہ ہے کہ امام غسل والا ہو اور مقتدی متیمم ۱۲ م الف) اب جنب کا اُس پانی کو اپنے غسل میں صرف کرنا غسلِ میّت میں صرف کرنے سے اولٰی ہے فافھم (تو اسے سمجھو)۔ (ت)

(۱۶۲) **اقول** اُس صورت میں بیٹے پر نماز کا اعادہ بھی نہیں لان المنع من جھۃ الشرع (اس لیے کہ ممانعت شریعت کی جانب سے ہے ۔ ت) لیکن اگر اور شخص نے پانی زبردستی لے لیا تو دو صورتیں ہیں:

ایک یہ کہ وُہ پانی اسی کی ملک تھا اور ظالم نے غصباً دبا لیا اور یہ اس سے چھین نہیں سکتا تو تیمم سے پڑھے پھر وضو سے پھیرے لان المنع من جھۃ العباد (اس لیے کہ رکاوٹ بندوں کی

---

[1] طحطاوی علی الدر باب التیمم مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۳۳

Marfat.com

جہت سے ہے۔ ت)

دوسرے یہ کہ پانی مباح تھا اُس پر اگر اس کے قبضہ کرلینے کے بعد اُس نے اس سے چھین لیا تو یہ وہی صورت اولیٰ ہوئی کہ پانی بعد قبضہ اس کی ملک ہوگیا تھا اور اگر یہ قبضہ کرنا چاہتا تھا وہ زبردست ہے اُس نے پہلے قبضہ کرلیا تو اس میں اس کا ظلم نہ ہُوا کہ آبِ مباح پر قبضہ کیا ہے وہی مالک ہوا اور اب یہ شخص نمبر ۵۲ میں ہے کہ پانی دوسرے کی ملک اور اس کی اجازت نہیں تیمم کرے اور اعادہ کی حاجت نہیں۔

(۱۶۳) **اقول** مسافر کے پانی کا پیپا صندوق میں بند ہے کہ جن راستوں میں پانی کی قلت ہو وہاں وہ عزیز ترین اشیاء سے ہے قفل کی کنجی گم ہوگئی اُس حکم کی بنا پر کہ نمبر ۶ میں گزرا اگر قفل توڑنے میں ایک درم کا نقصان ہوتا ہو تیمم کرے اور اعادہ نہیں ورنہ قفل توڑے اور وضو کرے فلیحرر ولیراجع واللہ تعالٰی اعلم (اس میں مزید وضاحت و مراجعت کی ضرورت ہے۔ ت)

(۱۶۴) جنگل میں خنثٰی مشکل کا انتقال ہوا جو اتنا صغیر السّن بچہ نہ تھا جس کے لیے ستر کا حکم ہی نہ ہو اُسے نہ مرد نہلا سکتا ہے نہ عورت ناچار تیمم کرایا جائے **اقول** بلکہ اگر وہاں[1] کوئی سات آٹھ برس کی لڑکی یا دس گیارہ برس کا لڑکا ہو کہ نہلا سکے تو اسے بتا کر نہلوانا لازم ہاں یہ بھی نہ ہو تو اُسے کوئی محرم تیمم کرائے مرد ہو خواہ عورت اور محرم نہ ملے تو اجنبی عورت اپنے ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر تیمم کرائے اور اُسے آنکھیں بند کرنے کی ضرورت نہیں اور کوئی عورت بھی نہ ہو تو اجنبی مرد کپڑے کے ساتھ تیمم کرائے اور اپنی آنکھیں بھی بند کرے کہ خنثٰی کے سر کے بال یا کلائی کے کسی حصّہ پر نگاہ نہ پڑے۔ بدائع و فتاوٰی امام قاضیخان و فتح القدیر و بحرالرائق و سراج وہاج و درمختار و ہندیہ وغیرہا میں ہے یہ عمر جس میں سترِ میّت ضروری نہیں وہ عمر ہے جس میں بچہ حدِ شہوت تک نہ پہنچا ہو۔ اس سے ظاہر یہ ہے کہ لڑکا بارہ سال سے کم اور لڑکی نو برس سے کم۔ **اقول** اس تقدیر پر خنثٰی کے لیے نو برس لیے جائیں گے لاحتمال انوثتھا (اس احتمال کی بنا پر کہ وہ لڑکی ہو۔ ت) مگر محررِ مذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب مبسوط میں کہ کتب ظاہر الروایۃ سے ہے یہ حد مقرر فرمائی کہ جب تک بچہ باتیں نہ کرے۔ فتح میں ہے:

الصغیر والصغیرۃ اذا لم یبلغا حد الشھوۃ یغسلھما الرجال والنساء وقدرہ فی الاصل بان یکون قبل ان یتکلم[1]۔

کمسن لڑکا اور لڑکی جب حدِ شہوت کو نہ پہنچے ہوں تو انہیں مرد، عورت کوئی بھی غسل دے سکتا ہے اور امام محمد نے مبسوط میں اس کی حد یہ بتائی ہے کہ بچہ ابھی بات نہ کرتا ہو۔ (ت)

---

[1] فتح القدیر فصل فی غسل المیّت نوریہ رضویہ سکھر ۲/۷۶

marfat.com

Marfat.com

اقول مولٰی عزوجل کی بے شمار رحمتیں امام محمد پر بیشک وہ عمر جس میں ستر کی حاجت نہیں یہی ہے اور[1] بلاشبہ دربارۂ نظر[2] و مس زندہ و مردہ کا حکم ایک ہی ہے۔

الاترٰی الٰی قول البدائع لو مات الصبی لایشتھی لاباس ان تغسلہ النساء وکذلک الصبیۃ التی لاتشتھی اذا ماتت لاباس ان یغسلھا الرجال لان حکم العورۃ غیر ثابت فی حق الصغیر و الصغیرۃ[1] اھ وکیف ترضی الشریعۃ المطھرۃ ان یمشی غلام دون اثنتی عشرۃ سنۃ وبنت دون تسع یشھرن فی الاسواق عریانین وقد قال فی الدر عن السراج الوھاج لاعورۃ للصغیر جدا ثم مادام لم یشتہ فقبل و دبر ثم تغلظ الٰی عشر سنین کبالغ[2] اھ فالحق عندی ان ما فی عامۃ الکتب ھنا مفسر بما فی الاصل ومعنی بلوغہ حد الشھوۃ حد یوجب فیہ النظر الی عورتہ تذکر تلک الامور لا ان یشتھی ھو بنفسہ او تقع علی نفسھا الشھوۃ وقال ش تحت قولہ للصغیر جدا وکذا الصغیرۃ قال ح وفسرہ شیخنا باربع فما دونھا ولم ادر لمن عزاہ[3] اھ اقول قد یؤخذ مما فی الجنائز الشرنبلالیۃ الخ فذکر ما قدمنا عن

دیکھئے بدائع کی عبارت یہ ہے:"بچہ جو شہوت والا نہ ہو اگر مرجائے تو عورتوں کے اسے غسل دینے میں کوئی حرج نہیں اسی طرح بچی جو شہوت والی نہ ہو مرجائے تو مردوں کے اسے غسل دینے میں کوئی حرج نہیں اس لیے کہ کمسن لڑکے اور لڑکی کے حق میں ستر کا حکم ثابت نہیں"۔ اھ۔ اور شریعت مطہرہ یہ کیوں کر گوارا کرسکتی ہے کہ بارہ سال سے کم عمر والا لڑکا اور نو سال سے کم کی لڑکی بازاروں میں برہنہ چلتے رہیں؟ ــــــ درمختار میں سراج وہاج کے حوالے سے ہے:"بہت کم سن لڑکے کے لیے ستر نہیں۔ پھر جب تک شہوت والا نہ ہو اس کے لیے پیشاب پاخانے کے مقام ستر نہیں۔ پھر دس سال کی عمر تک اس کے ستر کے معاملہ میں بالغ کی طرح شدت آجائے گی" اھ تو میرے نزدیک حق یہ ہے کہ اس مقام پر (کم عمر مرد بچے کو غسل دینے کے مسئلہ میں) عام کتابوں میں جو مذکور ہے اس کی تفسیر وہی ہے جو امام محمد کی مبسوط میں ہے ــــــ اور یہاں اس کے حد شہوت کو پہنچنے کا معنی یہ ہے کہ اس حد کو پہنچ جائے کہ اس کا ستر دیکھنے سے ان باتوں کی یاد آئے۔ یہ معنی نہیں کہ لڑکا خود شہوت والا ہوجائے یا خود لڑکی کے دل میں شہوت پیدا ہو۔ علامہ شامی نے

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی بیان من یغسل الخ مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۰۶
[2] الدرالمختار مع الشامی باب شروط الصلٰوۃ مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۳۰۰
[3] ردالمحتار 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

Marfat.com

الفتح عن الاصل۔ درمختار کی عبارت "للصغیر جدا" (بہت کمسن لڑکے کے لیے ستر نہیں) کے تحت فرمایا: "یہی حکم لڑکی کا بھی ہے۔ حلبی نے فرمایا کہ ہمارے شیخ نے اس کی تفسیر یہ بتائی ہے کہ چار سال یا اس سے کم عمر ہو۔ یہ معلوم نہیں کہ انہوں نے کس کے حوالے سے فرمایا۔" اھ علامہ شامی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں یہ اس سے اخذ ہوتا ہے جو شرح نبلالیہ کے باب الجنائز میں ہے" الخ۔ اس کے بعد وہ عبارت ذکر کی ہے جو ہم نے فتح القدیر سے بحوالہ مبسوط نقل کی۔ (ت)

اقول فی الاخذ نظر ظاهر فان التکلم یحصل غالباً قبل اربع بکثیر۔

اقول عبارت مذکورہ سے چار سال کی تحدید اخذ کرنے میں عیاں طور پر کلام کی گنجائش ہے اس لیے کہ عموماً بچہ چار سال سے پہلے ہی بولنے لگتا ہے۔ (ت)

ہاں نہلانے والے بچے میں اُس عمر کا اعتبار موجہ ہے کہ نہایت کم عمر نہلا نہیں سکتا۔

(۱۶۵) اگر میت عورت یا مشتہاۃ لڑکی ہو جو اتنی صغیر السن نہیں اور وہاں کوئی عورت نہیں تو دس گیارہ برس کا لڑکا اگر نہلا سکے اگرچہ دوسرے کے بتانے سے یا کوئی کافرہ عورت ملے اور بتانے کے موافق نہلا سکے تو اس سے نہلوائیں ورنہ کوئی محرم تیمم کرائے۔ اقول یا اگر میت کنیز تھی شوہر یا کوئی اجنبی ویسے ہی تیمم کرائے اور کنیز نہ تھی اور کوئی محرم نہیں تو شوہر اسی طرح ہاتھوں پر کپڑا چڑھاکر بے آنکھیں بند کیے تیمم کرائے اور شوہر بھی نہ ہو تو اجنبی مگر آنکھیں بند کرے۔

(۱۶۶) اگر میت مرد یا ہوشیار لڑکا ہے کہ اُتنا صغیر السن نہیں ہے اور وہاں کوئی مرد نہیں تو اگر میت کی زوجہ ہے کہ ہنوز حکم زوجیت میں باقی اور اسے مس[عہ] کر سکتی ہو وُہ نہلائے وہ نہ ہو تو سات آٹھ برس کی

عہ اقتصر فی الدر علی اشتراط بقاء الزوجیة اقول ولا یکفی فان المنکوحة فاسدا او الموطوءة بشبهة هی او اختها لاشك فی بقاء زوجیتهن ولذا لا یغسلنه ان انقضت عدتهن بعد موته قبل غسله ولا یجوز لهن مادمن فی تلك العدة فلذا زدت یحل لها مسه ۱۲ منہ غفرلہ (م)

درمختار میں صرف بقائے زوجیت کی شرط پر اکتفا کیا۔ اقول اور یہ کافی نہیں اس لیے کہ وہ زوجہ جس سے کسی دوسرے نے نکاح فاسد کیا ہو اور یا کہ اس سے یا اس کی بہن سے وطی شبہہ کی گئی ہو (تینوں صورتیں کتاب میں چند سطور آگے وشاح سے مذکور ہیں ۱۲ م الف) ان کی زوجیت باقی رہنے میں کوئی شک نہیں اسی لیے اگر شوہر کے مرنے کے بعد اسے غسل دینے سے پہلے ان کی عدت ختم ہوگئی تو یہ اسے غسل دے سکتی ہیں اور جب تک "اُس عدت" میں رہیں اُسے غسل نہیں دے سکتیں۔ اسی لیے میں نے "اُسے مس کر سکتی ہو" کا اضافہ کیا۔ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

marfat.com

Marfat.com

لڑکی اگر نہلا سکے اگرچہ سکھانے سے یا کوئی کافر ملے اور بتانے کے مطابق غسل دے سکے تو ان سے نہلوایا جائے ورنہ جو عورت میّت کی محرم یا کسی کی شرعی کنیز ہو وہ اپنے ہاتھوں سے یوں ہی تیمم کرائے اور آزاد و نامحرم ہے تو کپڑا لپیٹ کر مگر رُو و دست میّت پر نگاہ سے یہاں ممانعت نہیں زوجہ[1] کو اگر طلاق بائن یا تین[2] طلاقیں دے دی تھیں یا زوجہ[3] نے پسرِ زوج کا بوسہ لبشہوت لیا خواہ کوئی فعل اس سے یا اُس کے ساتھ ایسا واقع ہُوا جس سے شوہر کے ساتھ حرمتِ مصاہرت پیدا ہو یا اپنی[4] صغیرہ سوت کو کہ عمرِ رضاعت میں تھی دُودھ پلا دیا یا[5] معاذ اللہ مرتدہ ہوگئی پھر بعد موت اسلام لے آئی یہ تینوں باتیں خواہ حیاتِ شوہر میں واقع ہوئی ہوں یا اُس کے بعد یا حیاتِ[6] زوج میں کسی نے اُس سے وطی شبہہ کی یا کسی[7] نے اُس سے نکاح فاسد کیا تھا اب وُہ رَد ہُوا اور عورت شوہر کو ملی پھر شوہر مرگیا اور عورت ابھی اس وطی شبہہ یا نکاح فاسد کی عدّت میں ہے یا زوج[8] نے سالی سے وطی شبہہ کی تھی پھر مرگیا اور ہنوز وُہ اُس کی عدّت میں ہے یا[9] مجوسی خواہ ہندو مسلمان ہو کر مرا اور عورت ہنوز مجوسیہ یا مشرکہ ہے اگرچہ ان سب صورتوں میں زوجہ ہنوز عدّت میں ہو

اقول یوں[10] ہی اگر عدّت سے نکل گئی مطلقاً نہیں نہلا سکتی اور اُس کی صُورت یہ ہے کہ حاملہ تھی موت شوہر ہوتے ہی وضع حمل ہوگیا اب عدّت میں نہ رہی ان سب حالتوں میں زوجہ مثلِ اجنبیہ ہے غسل نہیں دے سکتی ہاں اگر شوہر نے طلاق رجعی دی اور عورت ابھی عدّت میں تھی کہ مرگیا یا بعد شوہر اُس نکاح فاسد یا دونوں صورت وطی بشبہہ کی عدّت گزر گئی یا نو مسلم کی زوجہ مشرکہ مجوسیہ اب مسلمان ہوگئی تو ان صورتوں میں غسل دے سکتی ہے

والمسائل مفصلة فی البدائع والخانیة والفتح والبحر والدر وغیرها وقد انتقیت من خلافیات احسنها۔

یہ مسائل بدائع، خانیہ، فتح القدیر، البحر الرائق، درمختار وغیرہا میں تفصیل سے مذکور ہیں — اور اختلافی مسائل میں سے احسن کا انتخاب کیا ہے (ت)

اقول خنثیٰ میں تفصیل اور اُس کے اور عورت کے طہارت کرانے والوں میں ترتیب اور عورت کنیز و حرہ میں فرق یہ سب زیاداتِ فقیر سے ہے اور اُس کی وجہ بحمدہٖ تعالیٰ ظاہر و منیر کہ:

(۱) سب میں پہلے غسل ہے کہ وہی اصل ہے مگر عورت میں کسی کافرہ سے نہلوانا کہا نہ خنثیٰ میں کہ عورت بھی اسے نہیں دیکھ سکتی کہ احتمالِ ذکورت ہے بخلاف غسلِ زن۔

(۲) عورت میں خاص لڑکا کہا کہ اُس کے لیے اُنثیٰ کی نابالغی کیا ضرور بالغہ عورت ہوتی تو غسل ہی دیتی اور خنثیٰ میں لڑکا لڑکی دونوں کہے کہ کوئی بالغ حدِ شہوت اُسے غسل نہیں دے سکتا اور اس حد نہ پہنچنے کے بعد پسر و دختر یکساں۔

(۳) خنثیٰ کے تیمم میں محرم کو مقدم رکھا مرد ہو یا عورت کہ بہرحال اُسے خنثیٰ کے اعضائے تیمم دیکھنے

Marfat.com

چھُونے دونوں کا اختیار ہے اُس کے بعد اجنبی عورت کہ باحتمال ذکورت چھُو نہ سکے دیکھ تو سکے گی پھر اجنبی مرد کہ احتمالِ انوثت کے سبب نہ چھُونا ممکن نہ دیکھنا۔

(۴) تیمم کنیز کو جُدا کیا اور یہاں محرم شوہر اجنبی میں ترتیب نہ رکھی کہ اُس کے اعضا سے تیمم کا دیکھنا چھُونا سب کو روا، درمختار میں ہے:

(حکم امۃ غیرہ) کمحرمہ (وما حل نظرہ) [2] حل لمسہ الا من اجنبیۃ [1] قال ش ای غیر الامۃ و فی التاتارخانیۃ [3] عن جامع الجوامع لاباس ان تمس الامۃ الرجل وان تدھنہ وتغمزہ مالم تشتھہ الا ما بین السرۃ والرکبۃ[2]۔

دُوسرے کی کنیز کا حکم اپنی محرم عورت کی طرح ہے۔ اور جس حصّہ بدن کو دیکھنا جائز ہے اس کو چھُونا بھی جائز ہے مگر اجنبی عورت کے جس حصّہ بدن (منہ کی صرف ٹکلی) کو دیکھنا جائز ہے اسے بھی چھُونا جائز نہیں۔ علّامہ شامی نے فرمایا: اجنبی عورت سے مراد وہ ہے جو کنیز نہ ہو۔ اور تاتارخانیہ میں جامع الجوامع کے حوالے سے ہے "اگر کنیز مرد کو چھُوئے یا اس کے سر میں تیل ڈالے یا بدن دبائے تو اس میں حرج نہیں جبکہ شہوت سے خالی ہو مگر ناف اور گھٹنے کے مابین حصہ بدن کا چھُونا اس کے لیے بھی جائز نہیں"۔ (ت)

(۵) تیمم حرہ میں یہ ترتیب لی کہ پہلے محرم مرد پھر شوہر پھر اجنبی اور اس کی وہی وجہ کہ محرم کو دیکھنا چھُونا دونوں روا اور شوہر کو صرف دیکھنا اور اجنبی کو کچھ نہیں، درمختار میں ہے:

یمنع زوجہا من غسلہا و مسہا لا من النظر الیہا علی الاصح[3]۔

شوہر کے لیے اپنی مرنے والی زوجہ کو غسل دینا اور چھُونا منع ہے۔ اور قول اصح کی بنیاد پر اسے دیکھنا منع نہیں۔ (ت)

ہاں تیمم مرد میں کنیز و حرہ کی تفصیل بدائع میں ہے:

المیممۃ اذا کانت ذات رحم محرم منہ تیممہ بغیر خرقۃ والا بخرقۃ تلفہا علی

تیمم کرانے والی عورت محرم ہو تو بغیر کپڑے کے تیمم کرائے گی ورنہ اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر تیمم

---

[1] الدرالمختار مع الشامی فصل فی النظر والمس مطبع مصطفی البابی مصر ۵/۲۵۹

[2] ردالمحتار " " " ۵/۲۶۰

[3] الدرالمختار مع الشامی صلوٰۃ الجنائز " ۱/۶۳۳

marfat.com

Marfat.com

کفھا لانہ لم یکن لھا ان تمسہ فی حیاتہ فکذا بعد وفاتہ والامۃ وامۃ الغیر تیممہ بغیر خرقۃ لانہ یباح للجاریۃ مس موضع التیمم بخلاف ام ولد المیت لانہا تعتق وتلتحق بالحرائر الاجنبیات[1] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

کرائے گی اس لیے کہ یہ جب اس کی زندگی میں اسے نہیں چھو سکتی تھی تو اس کے مرنے کے بعد بھی نہیں چھو سکتی ــــ اور اس کی کنیز یا دوسرے کی کنیز بغیر کپڑے کے تیمم کرائے گی اس لیے کہ باندی کے لیے اعضائے تیمم کو مس کرنا مباح ہے۔ مرنے والے کی اُم ولد کا حکم اس کے برخلاف ہے اس لیے کہ وہ مولٰی کے مرتے ہی آزاد ہو کر اجنبی آزاد عورتوں میں شامل ہو جاتی ہے۔ اھ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

(۱۶۷ تا ۱۷۵) **اقول** مولٰی سُبحٰنہ وتعالٰی نے مسلم میّت کے غسل کفن دفن اُس کے حق بنائے اور زندہ مسلمانوں پر فرض فرمائے ان میں جہاں مال کی حاجت ہو اُس کے مال سے لیا جائے کہ یہ اس کی حاجات ضروریہ سے ہے ولہذا تقسیم ترکہ درکنار ادائے دیون پر بھی مقدم ہے جس طرح زندگی میں پہننے کا ضروری کپڑا دین میں نہ لیا جائیگا اگر اُس نے مال نہ چھوڑا تو زندگی میں جس پر اُس کا نفقہ واجب تھا وہ دے (اور عورت کا کفن مطلقاً شوہر پر ہے اگرچہ اس نے ترکہ چھوڑا ہو) اگر وہاں کوئی ایسا نہ ہو تو مسلمانوں کے بیت المال سے لیا جائے اگر بیت المال نہ ہو جیسے ان بلاد میں تو مسلمانوں پر واجب ہے جن جن کو اطلاع ہو۔ یہ مسائل کفن میں بالترتیب مصرح ہیں اور غسل و دفن اُس کے مثل بلکہ اہم اب ان تینوں نمبروں میں لڑکا یا لڑکی یا کافر جن جن سے نہلوانے کا حکم ہے اگر اُجرت مثل مانگیں دینی لازم میّت کا مال نہ ہو تو موجودین اپنے پاس سے دیں تو یہاں بھی بدستور ہر نمبر میں تین تین صورتیں اور پیدا ہوں گی کہ اگر وُہ اُجرت مثل سے بہت زیادہ مانگے یا کوئی دینے کے قابل نہیں یا ان کا مال دوسری جگہ ہے اور وُہ ادھار پر راضی نہیں تیمم کرائیں واللہ سُبحٰنہ وتعالٰی اعلم **الحمدللہ** یہ پانی سے عجز کی **پونے دوسو صورتیں** اس رسالہ کے خواص سے ہیں کہ اس کے غیر میں نہ ملیں گی اگرچہ جو کچھ ہے علمائے کرام ہی کا فیض ہے

ع اے باد صبا اینہمہ آوردۂ تست

(اے باد صبا! یہ سب تیرا ہی لایا ہوا ہے۔ ت)

رحمۃ اللہ علیھم اجمعین ۞ وعلینا بھم ابد الآبدین ۞ یا ارحم الراحمین ۞ اٰمین والحمدللہ رب العٰلمین ۞ وافضل

ان تمام حضرات پر اور ان کے طفیل ہم پر بھی ــــ ہمیشہ ہمیشہ خدا کی رحمت ہو۔ اے سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والے، قبول فرما۔

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی بیان من یغسل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۰۵

Marfat.com

الصلاۃ والسلام علیٰ سیّد المرسلین ، وآلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین ۔

اور ساری خوبیاں اللہ کے لیے جو سارے جہانوں کا مالک ہے اور بہتر درود وسلام ہو رسولوں کے سردار اور ان کی آل واصحاب اور ان کے فرزند اور ان کے گروہ سب پر۔ (ت)

دوم طہارت کے لیے کافی۔

سوم فرض طہارت ان قیدوں کے فائدے نمبر ۱۵ میں معلوم ہولیے۔

چہارم ہم نے پانی کو مطلق سے مقید نہ کیا کہ طہارت کے لیے کافی کہنا ہی اس کے افادے کو کافی تھا،

بخلاف عبارۃ الدر (من عجز عن استعمال الماء) المطلق الکافی لطہارتہ لصلاۃ تفوت الی خلف (تیمم) اھ[1] فانہ قدم ذکر المطلق فلم یلغ نعم لو ترکہ کما فعلت لکفی اما قولہ لصلاۃ تفوت الی خلف فاحترز بہ عن التیمم لنوم اوردسلام ونحوہ اولفائت لاالی خلف کصلاۃ جنازۃ وعید فانہ لایشترط لہ العجز[2] اھ ش۔

برخلاف درمختار کی درج ذیل عبارت کے: "وہ تیمم کرے جو عاجز ہو ایسا پانی استعمال کرنے سے جو مطلق ہو، اس کی طہارت کے لیے کافی ہو، ایسی نماز کے لیے جو فوت ہو جائے تو اس کا کوئی بدل ہو (بلفظِ دیگر کسی بدل کی جانب فوت ہونے والی نماز کے لیے آبِ مطلق کافی کے استعمال سے عاجز شخص تیمم کرے)" اھ۔ انہوں نے اس عبارت میں لفظ مطلق پہلے ذکر کیا تو اس کے بعد کافی کہنا لغو نہ ہوا ہاں اگر لفظ مطلق ترک کر دیتے جیسا میں نے کیا تو کافی ہوتا۔ لیکن ان کی عبارت "لصلاۃ تفوت الی خلف" (کسی بدل کی جانب فوت ہونے والی نماز کے لیے)۔ تو اس میں اس تیمم سے احتراز ہے جو سونے یا سلام کا جواب دینے یا ایسے ہی کسی کام کے لیے ہو یا ایسی فوت ہونے والی چیز کے لیے ہو جس کا کوئی بدل نہ ہو جیسے نمازِ جنازہ وعیدین کہ اس کے لیے آب کافی سے عجز شرط نہیں۔ اھ شامی ملخصاً۔ (ت)

اقول اوّلاً ھل تدل عبارۃ

اقول۔ اوّلاً کیا مصنف کی عبارت

عہ یہ اُس اوّل کا دوم ہے جو صفحہ ۴۱۱ پر گزرا ۱۲ (م)

---

[1] الدرالمختار مع الشامی باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۷۰

[2] ردالمحتار 〃 〃 〃 ۱/۱۷۱

marfat.com

Marfat.com

المصنف علی اشتراط العجز لا علی الثانی ما ھذہ الاحترازات وعلی الاول یعود علی المقصود بالنقض فانہ یفید ان شرط التیمم العجز فی صلاۃ لھا خلف فلا یجوز بلا عجز ولا بعجز فی غیر صلاۃ ولا فی صلاۃ لا خلف لھا وبالجملۃ مفاد ھذہ الزیادات تخصیص التیمم بھذا العجز المخصوص لا تخصیص شرط العجز بھذا الخصوص نعم لو قال وھذا فی صلاۃ تفوت الی خلف لافاد ما اراد۔

عجز کے "شرط ہونے" کو بتا رہی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو پھر یہ احترازات کیسے؟ —— اور اگر عجز کو شرط بتا رہی ہے تو اس کا نتیجہ مقصود کے بالکل برخلاف نکلے گا —— کیوں کہ اس سے یہ مستفاد ہوگا کہ تیمم کے لیے شرط یہ ہے کہ "ایسی نماز میں جس کا کوئی بدل ہو —— (آب کافی کے استعمال سے) —— عاجز ہو"۔ تو بغیر عجز کے تیمم جائز ہی نہ ہوگا —— اور غیر نماز (مثلاً جوابِ سلام) میں عجز نہیں اور نہ ہی ایسی نماز میں جس کا کوئی بدل نہیں (جیسے جنازہ و عیدین —— تو حاصل یہ نکلا کہ جواب سلام اور نماز جنازہ وغیرہ کے لیے تیمم جائز نہیں۔ جبکہ عجز کو شرط بنانے کا مقصد یہ بتانا تھا کہ جوابِ سلام اور نمازِ جنازہ وغیرہ کے لیے بلا عجز بھی تیمم جائز ہے ۱۲ ام الف) (ت، الحاصل ان اضافوں کا مفاد یہ ہے کہ اس عجز مخصوص سے تیمم کو خاص کیا جائے۔ شرط عجز کو اس خصوصیت سے مختص کرنا مقصود نہیں۔ ہاں اگر یوں کہتے: "وھذا فی صلاۃ تفوت الی خلف" (اور یہ اس نماز میں ہے جو کسی بدل کی جانب فوت ہو) تو عجز مذکور شرط قرار دینے کا افادہ ہوتا۔ (اور خلاف مقصود نہ ہوتا کیوں کہ اس کا حاصل یہ ہوتا کہ آب کافی کے استعمال سے عاجزی کی شرط اُس نماز میں ہے جس کا کوئی بدل ہو تو جوابِ سلام وغیرہ جو نماز نہیں اور نماز جنازہ وغیرہ جن کا کوئی بدل نہیں ان میں آب کافی سے عاجزی شرط نہیں۔ الحاصل ھذا فی صلاۃ الخ ہوتا تو عجز کو شرط اور ان الفاظ کو قید احترازی قرار دینا جو اُن کا مقصد ہے یہ ان کے طور پر حاصل ہو جاتا۔ ۱۲ ام الف) (ت)

وثانیا لا یتیمم مع وجدان الماء الا لفائت لا الی خلف کرد سلام والصلاتین کما تقدم اما النوم ونحوہ فلا کما حققہ الشامی مخالفا لما فی البحر والدر والعجز معنی متحقق فیہ کما قدمنا فلا حاجۃ الی الاحترازات۔

ثانیاً: پانی دستیاب ہونے کے باوجود تیمم صرف ایسی چیز کے لیے جو فوت ہو جائے تو اس کا کوئی بدل نہ ہو جیسے جواب سلام اور نمازِ جنازہ و عیدین، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے سونے یا ایسے اور کسی کام کے لیے پانی ہوتے ہوئے تیمم جائز نہیں۔ جیسا کہ البحرالرائق اور درمختار کی مخالفت کرتے ہوئے علامہ شامی نے اس کی تحقیق کی ہے۔ اور جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں بلا بدل فوت ہونے والی چیز میں بھی معنیٰ (آب کافی

Marfat.com

کے استعمال سے) عجز متحقق اور ثابت ہے تو اس سے احتراز کی کوئی ضرورت ہی نہیں۔ (ت)

پنجم اقول (میں کہتا ہوں۔ ت): صورتیں تین ہیں:

(i) علم بعدمِ آب

(ii) علم بوجود

(iii) عدم علم

علم عدم کہ پانی میل بھر یا زائد دُور ہونا، معلوم ہو اس میں تو عجز ظاہر ہے۔

اور علم وجود میں عجز یُوں ہو گا کہ حساباً یا طبعاً یا شرعاً اُس تک وصول یا اُس کے استعمال پر قادر نہیں جیسے محبوس یا مریض یا وہ پانی پانے والا جو پینے کے لیے وقف ہے۔

رہا عدمِ علم نمبر ۱۵۸ و ۱۵۹ سے واضح ہُوا کہ شرع مطہر نے اسے بھی عجز میں رکھا اگرچہ بعد نماز پانی وہیں موجود ہونا بھی معلوم ہو جائے اور جب شریعت نے یہاں وجود و عدم آب پر مدار نہ رکھا بلکہ اُس کے عدمِ علم پر تو واجب ہے کہ وُہ جگہ مظنۂ آب نہ ہو جیسے آبادی یا اُس کا قرب نہ اُسے وہاں وجودِ آب مظنون ہو مثلاً سبزہ لہلہا رہا ہے یا پرندے یا چرندے موجود ہیں یا ثقہ شخص کہہ رہا ہے کہ یہاں قرب میں پانی ہے کہ غلبۂ ظن بھی انحاے علم سے ہے خصوصاً فقہیات میں کہ ملتحق بہ یقین ہے تو بحالِ ظن عدم علم نہ ہوا اور یہاں اسی پر مدار عجز تھا تو نہ عجز متحقق ہُوا نہ تیمم روا، نہ اُس سے نماز صحیح، اگرچہ بعد کو عدمِ آب ہی ظاہر ہو کہ وجود عدم واقعی یہاں ساقط النظر تھا۔ درمختار میں ہے:

یجب ای یفترض طلبہ ولو برسولہ قدر ما لا یضر بنفسہ ورفقتہ بالانتظار ان ظن ظنا قویا قربہ دون میل بامارۃ او اخبار عدل والا یغلب علی ظنہ قربہ لا یجب بل یندب ان رجا والا لا اھ ملخصاً[1]

پانی تلاش کرنا فرض ہے اگرچہ اپنے قاصد ہی کے ذریعہ، اس حد تک کہ انتظار سے خود اسے یا اس کے ہم سفروں کو ضرر نہ ہو۔ یہ حکم اس صورت میں ہے جب کسی علامت یا کسی عادل کے بتانے سے قریب میں ایک میل سے کم دُوری پر پانی ہونے کا اسے قوی گمان ہو، اور اگر قریب میں پانی ہونے کا غالب گمان نہ ہو تو تلاش واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اگر ملنے کی کچھ امید ہو ورنہ مستحب بھی نہیں۔ اھ ملخصاً۔ (ت)

---

[1] الدرالمختار مع الشامی باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۰ تا ۱۸۱

marfat.com

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے :

باما رۃ ای علامۃ کرؤیۃ خضرۃ او طیر اھ[1] وزاد فی الحلیۃ الوحش۔

بامارۃ یعنی کسی علامت سے، مثلاً سبزہ یا پرند دیکھنے سے اھ اور حلیہ میں "وحشی جانوروں" کا لفظ بھی ہے۔ (ت)

حلیہ میں محیط سے ہے :

الذی نزل بالعمران ولم یطلب الماء لم یجز تیممہ[2]۔

جو آبادی میں اُترا اور پانی تلاش نہ کیا اس کا تیمم درست نہیں۔ (ت)

خلاصہ میں ہے :

ان تیمم قبل طلب الماء وصلی فی العمرانات لایجوز وفی الفلوات یجوز[3]۔

اگر آبادیوں میں پانی تلاش کرنے سے پہلے تیمم کرکے نماز پڑھ لی تو جائز نہیں اور بیابانوں میں جائز ہے۔ (ت)

حلیہ میں ہے :

لان العلم بقرب الماء قطعاً او ظاھراً ینزلہ منزلۃ کون الماء موجوداً بحضرتہ فلایجوز تیممہ فی شیئ من ھذہ الاحوال کما لایجوز مع وجودہ بحضرتہ[4]۔

اس لیے کہ قطعی یا ظاہری طور پر قریب میں پانی کا ہونے کا علم اپنے پاس پانی موجود ہونے کے درجہ میں ہے تو ان میں سے کسی بھی حالت میں اس کا تیمم جائز نہیں جیسے خود اس کے پاس پانی موجود ہونے کی صورت میں جائز نہیں۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے :

ولو تیمم من غیر طلب وکان الطلب واجباً وصلی ثم طلبہ فلم یجدہ وجبت علیہ الاعادۃ عندھما

اگر پانی تلاش کیے بغیر تیمم کرلیا، جبکہ تلاش کرنا واجب تھا۔ اور نماز بھی پڑھ لی۔ پھر پانی تلاش کیا پانی نہ ملا تو بھی امام اعظم و امام محمد کے نزدیک،

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۱
[2] حلیہ
[3] خلاصۃ الفتاوی فصل خامس فی التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۱
[4] حلیہ

Marfat.com

خلافا لابی یوسف کذا فی السراج الوھاج وفی المستصفی وفی ایراد ھذہ المسألۃ (ای مسألۃ وجوب الطلب ان ظن قربہ) عقیب المسألۃ المتقدمۃ (ای مسألۃ من نسی الماء فی رحلہ وتیمم وصلی لایعید عندھما خلافا لابی یوسف) لطیفۃ فان الاختلاف فی تلك المسألۃ بناء علی اشتراط الطلب وعدمہ[1] اھ۔

بخلاف امام ابویوسف کے۔ اس پر اعادہ فرض ہے سراج وہاج میں اسی طرح ہے ــــ مستصفی میں ہے کہ قریب میں پانی کا گمان ہونے کی صورت میں تلاش لازم ہونے کا مسئلہ سابقہ مسئلہ (جسے اپنے خیمہ میں پانی ہونا یاد نہ رہا اور تیمم کرکے نماز پڑھ لی تو طرفین کے نزدیک، بخلاف امام ابویوسف کے، اعادہ نہیں) کے بعد ذکر کرنے میں ایک خاص نکتہ ہے اس لیے کہ اس مسئلہ میں اختلاف کی بنیاد اس پر ہے کہ پانی تلاش کرنا شرط ہے یا نہیں" اھ (ت)

اقول لیس مرادہ انھما لایقولان باشتراط الطلب بل ھو مجمع علیہ فی مظنۃ الماء وانما المعنی ان الرحل مظنۃ الماء عند ابی یوسف فیجب الطلب فیمتنع بدونہ التیمم وعندھما لا فلا کما افادہ المحقق فی الفتح۔

اقول: اس کا یہ مطلب نہیں کہ طرفین تلاش کرنے کو شرط نہیں کہتے بلکہ جہاں پانی ملنے کا گمان ہو وہاں تلاش کے شرط ہونے پر اتفاق ہے ــــ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ امام ابویوسف کے نزدیک خیمہ وجودِ آب کے گمان کی جگہ ہے اس لیے ان کے نزدیک تلاش کرنا فرض ہے تو تلاش کیے بغیر تیمم ناجائز ہے اور طرفین کے نزدیک خیمہ مظنہ آب نہیں اس لیے تلاش فرض نہیں ــ جیسا کہ حضرت محقق نے فتح القدیر میں افادہ فرمایا ہے۔ (ت)

نیز بحر میں ہے:

اللہ تعالٰی جعل شرط الجواز عدم الوجود من غیر طلب فمن زاد شرط الطلب فقد زاد علی النص بخلاف العمرانات لان العدم وان ثبت حقیقۃ لم یثبت ظاھرا لان العمرانات

اللہ تعالٰی نے پانی کے عدم وجود کو جوازِ تیمم کی شرط قرار دیا ہے اور تلاش کی شرط نہیں رکھی ہے تو تلاش کی شرط زیادہ کرنے والا نص پر زیادتی کرنے والا ہے مگر آبادیوں میں یہ بات نہیں اس لیے کہ وہاں اگرچہ حقیقۃً عدم وجود ہو مگر یہ ظاہراً ثابت نہیں اس لیے

---

[1] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۱

marfat.com
Marfat.com

دلیل ظاھر علی وجود الماء لان قیام العمارۃ بالماء فکان العدم ثابتا من وجه دون وجه و شرط الجواز العدم المطلق ولایثبت ذلك فی العمرانات الا بعد الطلب و بخلاف ما اذا غلب علی ظنه قربه لان غلبة الظن تعمل عمل الیقین فی حق وجوب العمل[1]

کہ آبادی خود ہی وجود آب کی کھلی ہوئی دلیل ہے کیونکہ آبادی پانی سے ہی قائم ہوتی ہے تو عدم آب ایک طرح سے ثابت ہے اور ایک طرح سے ثابت نہیں اور جوازِ تیمم کے لیے عدم مطلق شرط ہے جو بغیر تلاش کیے آبادیوں میں ثابت نہ ہوسکے گا۔ اسی طرح قریب میں پانی کے غلبۂ ظن کی صورت میں بھی وہ بات نہیں کیوں کہ وجوب عمل کے حق میں غلبۂ ظن یقین کا کام کرتا ہے۔ (ت)

منیہ میں ہے:

شرطه النیة وکذا طلب الماء ان غلب علی ظنه ان ھناك ماء اوکان فی العمرانات اھ[2]

تیمم کی شرط نیّت ہے اور اسی طرح پانی کا تلاش کرنا بھی شرط ہے اگر اسے غالب گمان ہو کہ وہاں پانی ہوگا یا وہ آبادیوں میں ہو۔ اھ (ت)

اقول وبھذہ النصوص ظھر ان الحکم سواء فیما اذا ظن فی فلاۃ بامارۃ اوکان فی مظنة کالعمرانات او قربھا انه لایصح تیممه بدون الطلب وان ظھر بعد عدم الماء افادہ اطلاق المحیط و الخلاصة وقد صرح به فی السراج فان وجوب الطلب شامل للفصلین و ذلك لان الطلب فی المظنة شرط جوازہ کما نص علیه فی المنیة والمستصفی وقد اوضحه

اقول: انہی نصوص سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ کسی جنگل میں کوئی علامت دیکھ کر گمان کر رہا ہو یا آبادی و قرب آبادی جیسی گمانِ آب کی جگہ میں ہو دونوں صورتوں میں یہ حکم یکساں ہے کہ پانی تلاش کئے بغیر تیمم درست نہیں اگرچہ بعد میں یہی ظاہر ہو کہ وہاں پانی کا وجود نہیں ——— اس کا افادہ اس سے ہُوا کہ محیط اور خلاصہ نے بغیر تلاشِ آب، تیمم کو مطلقاً ناجائز کہا —— اور سراج وہاج میں تو اس کو صراحۃً بیان کردیا —— کیونکہ اس کی عبارت "لو تیمم من غیر طلب ——— وکان

---

[1] البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۱
[2] منیۃ المصلی فصل فی التیمم مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۴۷

Marfat.com

فی البحر غایة الایضاح فاذا فقد الشرط
فقد المشروط فبطلت الصلاة وظهور
عدم الماء لا یجعل المفقود موجودا ولا
الباطل صحیحا فما وقع فی الحلیة بعد ما نقلنا
عنها من قوله وهذا یفید انه لو کان
فی العمران او بقرب من العمران فتیمم
وصلی قبل الطلب ولم یستکشف عن
الحال انه لا یجوز وهو ظاهر الخلاصة
حیث قال فیها (فنقل ما قدمناه قال)
لکن فی البدائع وکذلک اذا کان بقرب من
العمران یجب علیه الطلب حتی لو تیمم وصلی
ثم ظهر الماء لم تجز صلاته لان العمران
لا یخلو عن الماء ظاهرا او غالبا والظاهر
یلحق بالمتیقن فی الاحکام انتهی ولعله قید
اتفاقی بدلیل التعلیل المذکور او احتراز
عما لو استکشف الحال فلم یجد بالعمران
فان الظاهر جواز صلاته لظهور انتفاء
ذلک الظاهر ویحمل ما فی الخلاصة علی
ما اذا لم یستکشف الحال کما هو ظاهر ھا[1] اھ

الطلب واجبا" (اگر بلا تلاش تیمم کر لیا — جبکہ
تلاش کرنا واجب تھا) میں "وجوب تلاش" دونوں
ہی صورتوں کو شامل ہے۔ اور عدم جوازِ تیمم کا حکم
اس لیے ہے کہ جہاں وجوب آب کا گمان ہو وہاں
پہلے پانی تلاش کر لینا تیمم جائز ہونے کی شرط ہے۔
جیسا کہ غنیہ اور مستصفے میں اس کی صراحت ہے۔ اور
البحر الرائق میں تو اسے انتہائی وضاحت سے بیان
کیا ہے — تو جب شرط مفقود ہوئی مشروط بھی
مفقود ہوا (شرط — تلاش آب — نہ پائی گئی تو مشروط
— جوازِ تیمم — بھی نہ پایا گیا) تو نماز بھی باطل ہوئی —
اور بعد میں وہاں پانی کا عدم وجود ظاہر ہونے سے مفقود
(تیمم) موجود نہیں ہو سکتا اور نہ ہی باطل (نماز) صحیح
قرار پا سکتا ہے۔ اس تمہید کے بعد اب حلیہ کی
درج ذیل عبارت دیکھیے جو حلیہ کے حوالے سے اوپر نقل
کی ہوئی عبارت کے بعد آئی ہے: "اس سے یہ مستفاد
ہوتا ہے کہ اگر آبادی میں یا آبادی کے قریب ہے اور
پانی تلاش کیے بغیر تیمم کرکے نماز پڑھ لی — اور بعد میں
بھی حقیقتِ حال — (وہاں پانی ہونے نہ ہونے کی تفتیش
نہ کی) تو جائز نہیں اور خلاصہ سے بھی یہی
ظاہر ہوتا ہے کیوں کہ اس کے الفاظ یہ ہیں (اس کے بعد صاحبِ حلیہ نے خلاصہ کی وہ عبارت نقل
کی ہے جو ہم اوپر درج کر آئے ہیں) لیکن بدائع میں یہ لکھا ہوا ہے کہ "اور اسی طرح جب آبادی کے قریب ہو تو
بھی پانی تلاش کرنا واجب ہے۔ یہاں تک کہ اگر تیمم کرکے نماز پڑھ لی — پھر پانی ہونا ظاہر ہوا — تو اس کی
نماز جائز نہ ہوئی۔ اس لیے کہ ظاہراً اور عموماً آبادی پانی سے خالی نہیں ہوتی اور احکام کے معاملہ میں ظاہر ملحق

---

[1] حلیہ

marfat.com
Marfat.com

برلیقین ہے (عبارت بدائع ختم) شاید یہ (نماز کے عدمِ جواز کے لیے بعد میں پانی ظاہر ہونے کی قید) قیدِ اتفاقی ہے (ورنہ اگر بعد میں ظاہر ہو کہ پانی نہیں جب بھی قبل تلاش جو تیمم کیا اس تیمم سے پڑھی ہُوئی نماز باطل ہی ہے) اس کی دلیل وہ تعلیل ہے جو صاحبِ بدائع نے خود ذکر کی ـــــ یا اس قید کے ذریعہ اُس صورت سے احتراز مقصود ہے جب بعد نماز حقیقتِ حال کی تفتیش کی اور آبادی میں پانی نہ پایا۔ کیوں کہ اس صورت میں ظاہر یہ ہے کہ اس کی نماز ہوگئی اس لیے کہ (بلحاظ غالب) وہاں جو ظاہر تھا (پانی کا وجود) اس کا نہ ہونا (عدم وجودِ آب) ظاہر ہوگیا ـــــ اور خلاصہ میں جو بیان کیا گیا ہے وہ اُس صورت پر محمول ہوگا جب بعد نماز حقیقت حال کی تفتیش ہی نہ کی ہو جیسا کہ اس کی ظاہر عبارت سے پتا چلتا ہے۔" اھ (ت)

فاقول تجویزہ الاول اعنی جعلہ قید ثم ظھر الماء فی عبارۃ البدائع اتفاقیا ھو الصواب وکفی دلیلا علیہ التعلیل المذکور کما قال وتجویزہ الاخر اعنی استظہار جواز صلاتہ اذا طلب بعد فلم یجد بحث صادم المنقول والمعقول فالمعقول ما قرر الفقیر ان الشرع ادار الامر ھھنا علی عدم علمہ بالماء ولم ینظر الی وجودہ فی نفس الامر او عدمہ فاذا ظن الماء او کان فی مظنتہ فقد انتفی عدم العلم فلم یصح التیمم سواء ظھر بعد وجود الماء او عدمہ الا تری ان من نسی الماء فی رحلہ او ضرب الخباء علی بئر وھو لا یعلم فتیمم وصلی ثم ذکر وظھر لا اعادۃ علیہ فکما ان ظھور الماء لم یجعل تیممہ الصحیح غیر صحیح کذلک ظھور عدمہ لا یجعل تیممہ الفاسد غیر فاسد والمنقول

فاقول عبارت بدائع سے متعلق صاحبِ حلیہ نے جو پہلی تجویز رکھی وہی صحیح ہے یعنی یہ کہ "ثم ظھر الماء" (عدمِ جوازِ نماز کے لیے بعد میں پانی ظاہر ہونے) کی قید اتفاقی ہے اور اس کی دلیل کے لیے ان کی ذکر کی ہوئی تعلیل ہی کافی ہے جیسا کہ صاحبِ حلیہ نے خود کہا۔ لیکن حلیہ کی دوسری تجویز ـــــ یعنی یہ اظہار کہ جب بعد نماز پانی تلاش کرے اور نہ پائے تو نماز جائز ہوجائے۔ یہ ایسی بحث ہے جو نقل وعقل سے متصادم ہے۔ عقلی دلیل تو وُہ ہے جس کی فقیر نے تقریر کی کہ شریعت نے یہاں مدارِ امر عدمِ علم آب پر رکھا ہے اور واقع میں اس کے وجود وعدم پر نظر نہیں کی ہے تو جب پانی کا گمان ہو یا گمان کی جگہ ہو تو عدمِ علم نہ رہا اس لیے تیمم نہ ہُوا خواہ بعد میں پانی کا وجود ظاہر ہو یا عدم ظاہر ہو۔ دیکھئے جسے اپنے خیمہ یا کجاوہ میں پانی ہونا یاد نہ رہا یا جس نے لاعلمی میں کسی کنویں پر خیمہ لگایا اور تیمم کر کے نماز پڑھ لی پھر اسے یاد آیا یا وہاں پانی ہونا ظاہر ہوا تو اس پر نماز کا اعادہ

Marfat.com

ماتقدم من تصریح السراج و مثله فی الجوھرۃ النیرۃ و[1] بہ ظھران تقییدہ فی الاستفادۃ بقولہ ولو یستکشف غیر صحیح بل الحکم مطلق و[2] جعلہ ایاہ ظاھر الخلاصۃ ممنوع بل صریحھا الاطلاق۔

نہیں۔ تو جیسے ظہورِ آب نے اس کے صحیح تیمم کو غیر صحیح نہ کیا اسی طرح ظہورِ عدمِ آب بھی اس کے فاسد تیمم کو غیر فاسد نہ کرسکے گا اور نقل بیل سراج وہاج کی وہ تصریح ہے جو پہلے گزرچکی اور اسی کی مثل جوہرہ نیرہ میں بھی ہے۔ اسی سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ مستفاد بتاتے ہوئے صاحبِ حلیہ نے جو یہ قید لگائی کہ" بعد نماز حقیقت حال کی تفتیش نہ کی" یہ صحیح نہیں۔ بلکہ حکم مطلق ہے (بعد میں تلاش کرے یا نہ کرے اور پھر پانی ملے یا نہ ملے بہرحال سابقہ تیمم و نماز درست نہیں ۱۲م الف۔ اور اس قید کو عبارتِ خلاصہ کا ظاہر بتانا ناقابلِ تسلیم ہے بلکہ اس میں صراحۃً حکم مذکور کو مطلق ہی رکھا ہے (جس سے بہرصورت عدمِ جواز ہی ثابت ہوتا ہے ۱۲م الف)۔ (ت)

فان قلت حاصل ماقررت ھھنا ان لوظن القدرۃ علی الماء لایصح تیممہ وان ظھربعدُ انہ عاجز ولوظن العجز صح وان ظھر بعدُ انہ قادر فالمبنی ظنہ لامایظھربعدہ وھو خلاف مانصوا علیہ فی مسألۃ من[3] وجد مع غیرہ ماء فانہ ان لم یسألہ و تیمم وصلی ثم سأل فان اعطی بطلت صلاتہ وان کان یظن قبلہ المنع وان ابی صحت و ان کان یظن قبلہ الاعطاء فکان المبنی مایظھر بعد لاماظن وقد ذکرنا نصوصہ وبلغنا الغایۃ تحقیقہ فی رسالتنا قوانین العلماء بعون اللہ تعالٰی۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ یہاں آپ کی تقریر کا حاصل یہ ہے کہ اگر اسے پانی پر قدرت کا گمان ہو تو تیمم درست نہ ہوگا اگرچہ بعد میں پانی سے عاجز ہونا ہی ظاہر ہو۔ اور اگر پانی سے عجز کا گمان ہو تو تیمم درست ہے اگرچہ بعد میں پانی پر قادر ہونا ہی ظاہر ہو۔ تو بنائے کار اس کے گمان پر ہے اس پر نہیں جو بعد میں ظاہر ہو اور دوسرے کے پاس پانی موجود پانے کے مسئلہ میں فقہا نے جو صراحت کی ہے یہ اس کے برخلاف ہے۔ اس لیے کہ اگر اس نے نہ مانگا اور تیمم کرکے نماز پڑھ لی پھر طلب کیا اب اگر وہ دے دے تو نماز باطل ہوگئی اگرچہ پہلے اس کا گمان یہ رہا ہو کہ نہ دے گا۔ اور اگر انکار کردے تو نماز صحیح ہوگئی اگرچہ پہلے اس کا گمان یہ رہا ہو کہ پانی دے دے گا۔ تو بنائے حکم اُس پر ہوئی جو بعد میں ظاہر ہو اس پر نہیں جو پہلے گمان ہو۔ اس مسئلہ کے نصوص اور مسئلہ کی انتہائی تحقیق بعون اللہ تعالٰی ہم اپنے رسالہ "قوانین العلماء فی متیمم علم عند زید ماء" (۱۳۳۵ھ) میں رقم کرچکے ہیں۔ (ت)

marfat.com

Marfat.com

اقول لاخلاف فان المبنی ثمہ حقیقۃ العجز اما ھنا فعدم علمہ کما علمت قال الامام صدر الشریعۃ ثم المحقق الحلبی فی الحلیۃ لواتم الصلاۃ فیما اذا ظن العطاء ثم سأل فان اعطی بطلت صلاتہ وان ابی تمت لانہ ظہر ان ظنہ کان خطأ بخلاف مسألۃ التحری لان القبلۃ حینئذ جہۃ التحری اصالۃ وھھنا الحکم دائر علی حقیقۃ القدرۃ والعجز اقیم غلبۃ الظن مقامھما تیسیرا فاذا ظہر خلافہ لم یبق قائما مقامھما اھ[1]

اقول (اس کا جواب یہ ہے) کہ اس میں اختلاف نہیں کہ وہاں بنائے حکم حقیقتِ عجز پر ہے لیکن یہاں بنائے حکم، عدم علم پر ہے جیسا کہ بیان ہُوا۔ امام صدرالشریعۃ پھر حلیہ میں محقق حلبی لکھتے ہیں: "اس صورت میں جب کہ پانی دینے کا گمان ہو اگر نماز پُوری کرلی پھر طلب کیا تو اب اگر دے دے نماز باطل ہوگئی اور انکار کردے تو پُوری ہوگئی اس لیے کہ ظاہر ہوگیا کہ اس کا گمان غلط تھا۔ اور تحری قبلہ کا مسئلہ اس کے برخلاف ہے کیوں کہ جب کچھ بتانے والا نہ ہو تو اس وقت سمت تحری اصالۃً قبلہ ہے۔ اور یہاں مدارِ حکم حقیقت قدرت و عجز پر ہے۔ غلبۂ ظن کو ان دونوں کے قائم مقام آسانی کے لیے رکھا گیا ہے تو جب اس (غلبۂ ظن) کے خلاف ظاہر ہوجائے تو غلبۂ ظن ان دونوں کے قائم مقام نہیں رہ جاتا اھ (ت)

اقول ویمکن ان یوجہ بان الماء ثمہ معلوم الوجود وھو قادر علی تحصیل العلم بحقیقۃ العجز والقدرۃ بان یسألہ فیعطی اویابی فلا یسوغ لہ العمل بالظن عند القدرۃ علی العمل بالعلم ان الظن لایغنی من الحق شیئا[2] اما ھنا فالماء مجھول الوجود ولیس بیدہ تحصیل العلم بہ الابحرج والحرج مدفوع وما شرع التیمم

اقول: اس کی یہ توجیہ بھی کی جاسکتی ہے کہ وہاں (جب کہ دوسرے کے پاس پانی ہے) پانی کا موجود ہونا معلوم ہے۔ اور اس پانی سے متعلق اپنے عجز و قدرت کی حقیقت کا علم بھی حاصل کرسکتا ہے اس طرح کہ اس سے مانگ کر دیکھ لے کہ دیتا ہے یا نہیں دیتا۔ ایسی صورت میں جبکہ وہ علم و یقین پر عمل کرسکتا ہے ظن پر عمل کرنا جائز نہیں۔ ان الظن لایغنی من الحق شیئا (گمان حقیقت کی جگہ کوئی کام نہیں دے سکتا

---

[1] شرح الوقایۃ باب التیمم مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۰۳
[2] القرآن ۱۰/۳۶

Marfat.com

الا لدفعه والظن الغالب فی العملیات یقوم مقام العلم عند فقدانه وقد ذکرنا تتمۃ الکلام فی الرسالۃ المذکورۃ بتوفیق اللہ تعالٰی۔

لیکن یہاں تو پانی کا وجود نامعلوم ہے مشقت وحرج کے بغیر اس کا علم ویقین حاصل کرنا اس کے بس میں نہیں۔ اور حرج مدفوع ہے۔ خود تیمم کی مشروعیت ہی دفع حرج کے لیے ہوئی ہے۔ اور علم ویقین کے فقدان کی حالت میں باب عملیات میں ظن غالب یقین کے قائم مقام ہے۔ بتوفیق اللہ تعالٰی اس کلام کا تکملہ ہم نے رسالۂ مذکورہ میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

اقول وقد ظھر بحمد اللہ تعالٰی بتقریرنا ھذا ان شرط طلب الماء اذا ظن قربه حتی لایصح تیممه قبل الطلب مندرج فی شرط العجز لانه مادام یظن قربه لم یعدم علمه فلا یثبت عجزه الا اذا طلب الی حد لایضر به ولا برفقته ویقع الیاس من وجدان الماء لانه حینئذ یخیب ظنه الذی کان قام مقام العلم فیعدم العلم فیثبت العجز فما وقع فی ردالمحتار من ان ھذا الشرط زادہ فی المنیۃ وسیذکرہ المصنف بقوله ویطلبه غلوۃ ان ظن قربه اھ[۱] غیر سدید بل قد ذکرہ المصنف فی قوله من عجز عن استعمال الماء الخ[۲] الا تری الی قول البحر لاقدرۃ بدون العلم لان القادر علی الفعل ھو الذی لو اراد

اقول: بحمدہ تعالٰی ہماری اس تقریر سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ قریب میں پانی کا گمان ہونے کے وقت پانی تلاش کرنے کی جو شرط رکھی گئی ہے کہ بغیر تلاش کیے تیمم جائز نہیں یہ شرط بھی عجز میں مندرج اور داخل ہے اس لیے کہ جب تک قریب میں پانی ہونے کا گمان موجود ہے علم آب معدوم نہیں تو عجز ثابت نہیں ہاں مگر جب اس حد تک پانی تلاش کرلے کہ اسے اور اس کے ہم سفروں کو ضرر نہ ہو اور پانی ملنے سے مایوسی ہوجائے۔ اس لیے کہ اس حالت میں اس کا ظن جو علم کے قائم مقام تھا ناکام ہوجاتا ہے۔ ظن کے ختم ہونے سے علم بھی معدوم ہوجاتا ہے تو عجز ثابت ہوجاتا ہے جب بات طے ہوگئی کہ شرط عجز میں تلاش آب والی شرط بھی مندرج اور داخل ہے) تو ردالمحتار کا یہ قول درست نہیں کہ منیہ نے اس شرط کا اضافہ کیا ہے اور عنقریب مصنف اسے یوں ذکر فرمائیں گے کہ "ایک غلوہ

---

[۱] ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۷۰
[۲] الدرالمختار مع الشامی باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۷۰

marfat.com
Marfat.com

تحصیلہ یتأتی لہ ذلک[1] اھ وما ذکرہ المصنف لیس لبیان شرط التیمم بل قدر الطلب وما یتعلق بہ من التفریعات کما اعاد متصلا بہ ذکر شرط النیۃ لاجل ھذا مع ذکرہ لہا فی نفس حد التیمم۔

(ہر طرف سے تین سو قدم) کی مقدار پانی تلاش کرے اگر قریب میں پانی ہونے کا گمان ہو" اھ ملخصا۔ بلکہ مصنّف نے من عجز عن استعمال الماء (الخ) (جو پانی کے استعمال سے عاجز ہو الخ) کے تحت اسے ذکر کر دیا (کیونکہ عدم علم بھی عجز ہی میں داخل ہے)

یہ دیکھئے البحر الرائق کی عبارت ہے: "علم کے بغیر قدرت کا وجود نہیں اس لیے کہ کسی کام پر قادر وہی شخص ہوگا جو اسے کرنا چاہے تو کر سکے"۔ اھ۔ (اور پانی کا علم ہی نہیں تو اسے کام میں لانے کا ارادہ وعمل بھی نہیں ہو سکتا پھر قدرت کہاں ؟ ۱۲ م الف) اور مصنّف نے ایک غلوہ تک تلاش کرنے کی جو بات کہی ہے یہ شرطِ تیمم کے بیان کے لیے نہیں بلکہ یہ بتانے کے لیے ہے کہ کتنی دُور تک تلاش کرنا ہے اور اس سے متعلق تفریعات بیان کرنا بھی مقصود ہے جیسے اسی کے متصل مصنّف نے تفریعات ہی کے پیش نظر شرطِ نیّت کو دوبارہ ذکر کیا ہے حالانکہ اس سے پہلے خود تیمم کی تعریف میں اس کا ذکر کر چکے ہیں۔ (ت)

ششم مسلمان کی تخصیص اس لیے کہ کافر تیمم کا اہل نہیں اس کا تیمم باطل ہے اگر کافر[1] نے وضو کیا پھر اسلام لایا اُسی سے نماز پڑھ سکتا ہے جبکہ اُسکے بعد کوئی حدث نہ ہوا ہو لیکن اگر وہاں[2] پانی نہ تھا تیمم کرکے مسلمان ہُوا تو اس تیمم سے نماز نہیں پڑھ سکتا نماز کے لیے دوبارہ تیمم کرنا ہوگا وجہ یہ کہ وضو کے لیے پانی کا اعضائے وضو پر گزر جانا کافی ہے اگرچہ بلا قصد ہو کافر کے وضو میں یہ بات حاصل ہو گئی لیکن تیمم میں نیت شرط ہے اور نیت اللہ عزّوجل کے لیے اور کافر اُسے جانتا ہی نہیں اس کے لیے نیت کیا کرے گا کفر کہتے ہی اسے ہیں کہ اللہ سبحٰنہ کو نہ جانے۔

تنبیہ جلیل یہ بات ناواقف کی نگاہ میں بعید ہے اور اس کا بیان نہایت مفید ہے لہذا فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اسے چند مختصر جملوں میں بیان کیا ہے جن سے روشن ہو کہ تمام[3] کفار اگرچہ کلمہ گو نماز گزار ہوں اللہ عزّوجل کو ہرگز نہیں جانتے اور اُن میں کوئی ایسا نہیں جو اُسے بُرے بُرے عیب بڑے بڑے دھبّے نہ لگاتا ہو اُس بیان پر اطلاع لازم ہے تاکہ مسلمان اُن سے پرہیز کریں اور اپنے رب کی محبت وحمایت میں اُن سے نفرت وگریز کریں "**باب العقائد والکلام**" [۱۳۳۵ھ] اس کا تاریخی نام "**یا گمراہی کے جھوٹے خدا**" [۱۳۳۵] تاریخی لقب یہ ایک نہایت مختصر مگر ان شاء اللہ تعالٰی کمال مفید رسالہ ہے اگر کوئی سُنّی عالم رسائلِ فقیر سے

---

[1] البحر الرائق قبیل قولہ ویطلب غلوۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۰

Marfat.com

اس کے دعاوی کا بیان لے کر تفصیل دے اور موقع بموقع مناسب فوائد کے اضافہ سے اس کی شرح لکھے تو اِن تمام فرقوں کی دنداں شکنی کا بعونہٖ تعالیٰ کافی مسالا ہے بیچ میں طول فصل کے خیال سے اُسے یہاں سے جُدا کر کے اس رسالہ تیمم کے آخر میں ملحق کریں وباللہ التوفیق۔

ہفتم ہم نے بالغ کی قید نہ لگائی کہ تیمم نابالغ کا بھی صحیح ہے۔

ہشتم عاقل کی قید ذکر کی کہ مجنون یا ناسمجھ بچّہ اگر تیمم کی نقل کرے وہ معتبر نہیں کہ تیمم کی شرط نیت ہے۔

نہم میّت میں صرف اسلام شرط کیا کہ بالغ ہو یا نہیں، عاقل ہو یا نہیں، ہر طرح تیمم کرایا جائیگا جبکہ پانی سے عجز ہو۔

دہم نجاست کو حکمیہ سے مقید کیا کہ زندہ کا تیمم نجاست حکمیہ ہی کو دُور کرتا ہے حقیقیہ کا مٹی سے ازالہ صرف استنجا میں ہے۔

یازدہم حکمیہ کو حقیقیہ وصوریہ سے عام کیا کہ نابالغ میں نجاست حکمیہ کا حقیقۃً وجود محلِ نظر ہے۔

دوازدہم دربارہ میّت حقیقیہ وحکمیہ کی تشقیق بربنائے اختلاف ائمہ ہے کہ موت سے بدن کو نجاست حقیقیہ عارض ہوتی ہے یا حکمیہ، بر تقدیرِ اوّل قبلِ غسل اس کے پاس قرآن عظیم کی تلاوت منع ہوگی جبکہ اس کا بدن سر سے پاؤں تک کپڑے سے چھپا نہ ہو جیسے جہاں کوئی نجاست پڑی ہو تلاوت مکروہ ہے اور تقدیر ثانی پر تلاوت میں حرج نہ ہوگا جیسے کوئی قرآن مجید پڑھے اور اس کے پاس کوئی جنب یا حیض ونفاس سے نکلی ہوئی بے نہائی عورت بیٹھی ہو۔ اور اُوپر گزرا کہ فقیر کی تحقیق میں قول دوم ہی زیادہ راجح ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

سیزدہم دُور کرنے کے لیے یہ لفظ جانب نیت مشیر ہوا کہ بے نیت تیمم صحیح نہیں اور اس نے یہ بھی بتایا کہ نیت اپنے بدن سے نجاست حکمیہ یا بدنِ میّت سے نجاست موت دُور کرنے کی ہو اور اسی کے معنی میں ہے نیت تطہیر اگرچہ استحبابًا[عـه] اور اسی کو مؤدی ہے اس فعل سے کوئی عبادت مباح کرنے کی نیت مقصودہ ہو جیسے نماز اور جنب کے لیے قراءتِ قرآن یا غیر مقصودہ جیسے مصحف شریف کا چھُونا، جنب کے لیے مسجد میں جانا۔ ہاں

عـه اشارہ ہے اُن عبادات کے لیے نیت تطہیر کی طرف جن میں طہارت شرط نہیں جیسے سلام وجوابِ سلام واذان واقامت وزیارتِ قبور وعیادتِ مریض وغیرہا کہ پانی نہ ہونے کی حالت میں اُن کے لیے بھی تیمم صحیح وجائز ہے کما سیأتی وہ اسی نیت سے ہوگا کہ قربت الٰہی بحال طہارت کروں یہ تطہیر استحبابی ہوئی ۱۲ منہ غفرلہ

(م)

marfat.com

Marfat.com

عبادت غیر مقصودہ مباح کرنے کے لیے جو تیمم ہوگا اُس سے نماز نہیں پڑھ سکتا جو تیمم [وا] رفع حدث و حصولِ طہارت کی نیّت سے کیا جائے اُس سے تو نماز وغیرہ سب کچھ جائز ہے مگر تیمم کے [وقت] وقت یہ نیت نہ کی ہو بلکہ صرف اتنا قصد کیا ہو کہ فلاں عبادت ادا کرنے کو تیمم کرتا ہوں تو اُس تیمم سے نماز جائز ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ عبادت مقصودہ بھی ہو اور بغیر طہارت کے جائز بھی نہ ہوتی ہو ورنہ اگر پانی نہ [ف] پانے کی صورت میں محدث بحدث اکبر خواہ اصغر نے قرآن عظیم چھونے یا جنب نے مسجد میں جانے کے لیے تیمم کیا تیمم صحیح ہو جائے گا لیکن اُس سے نماز روا نہ ہوگی کہ مسِ مصحف یا دخولِ مسجد فی نفسہ کوئی عبادت مقصودہ نہیں بلکہ عبادت مقصودہ تلاوت و نماز ہیں اور یہ اُن کے وسیلے، یُوں [ف] ہی اگر پانی نہ ملنے کی حالت میں بے وضو نے یا دیر تلاوت یا جنب نے اوراذکار الٰہی مثل کلمۂ طیبہ او ر درود شریف پڑھنے کے لیے تیمم کیا تیمم صحیح ہے اور اس سے نماز ناجائز کہ یہ عبادتیں اگرچہ مقصودہ ہیں مگر ان کو بے طہارت رُوا تھیں۔ تو ظاہر ہُوا کہ یہ شرطیں نفسِ تیمم کی نہیں بلکہ اُس سے جواز نماز کی ہیں ولہذا ہم نے تعریف میں اِن کو نہ لیا۔

اقول و [ف] بہ ظہران قول العلامۃ ش عند قول التنویر لاقامۃ قربۃ ای لاجل عبادۃ مقصودۃ لا تصح بدون الطہارۃ اھ غیر سدید فانہ فی مقام الاطلاق تقیید[1]۔

اقول (میں کہتا ہُوں) اس سے ظاہر ہوگیا کہ تنویر الابصار کی عبارت "لاقامۃ قربۃ" (ادائے قربت کے لیے) کے تحت علامہ شامی کا یہ لکھنا کہ "یعنی ایسی عبادت مقصودہ کے لیے جو بغیر طہارت کے درست نہ ہو" صحیح نہیں۔ اس لیے کہ وہ حکم جو مطلق ہی رہنا چاہئے ان کے اس اضافہ سے مقید ہو جاتا ہے۔ (ت)

بالجملہ بہ نیت عبادت تیمم کرنے سے نماز جائز ہونے کی تو یہ دو شرطیں ہیں اور خود اس نیت سے تیمم صحیح ہونے کے لیے ان دونوں میں سے کچھ شرط نہیں مسائل بالا میں گزرا کہ مسجد کے اندر ہی پانی ہے جنب اُسے لینے کو جائے تیمم کرے سلام وجوابِ سلام فوت ہونے کے خیال سے پانی ہوتے ہُوئے تیمم کرے حالانکہ وہ عبادت مقصودہ نہیں اور یہ بے طہارت جائز۔ ہاں [ف] فی نفسہٖ تیمم جائز ہونے کو یہ مشروط ہے کہ پانی نہ ہونے کی صورت میں یا تو وہی نیت عامّہ تطہیر و رفعِ حدث ہو یا مطلقاً کسی عبادت کی نیت خواہ مقصود ہو [عہ] یا نہیں اس کے لیے طہارت

[عہ] عبادت [ف] دو قسم ہے مقصودہ کہ خود مستقل قربت ہو دوسری قربت کے لیے محض وسیلہ ہونے کو مقرر نہ ہوئی ہو، دوسری غیر مقصودہ کہ صرف وسیلہ ہے اور ان میں ہر قسم سے بعض مشروطہ لطہارت ہیں کہ بے طہارت جائز نہیں خواہ طہارت صغرٰی یعنی وضو بھی شرط ہو یا صرف کبرٰی یعنی غسل اور بعض غیر مشروطہ تو عبادات چار قسم ہوگئیں:

(باقی بر صفحۂ آئندہ)

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفٰی البابی مصر ۱/۱۶۹

Marfat.com

شرط ہو یا نہیں جیسے نماز[1] سجدۂ تلاوت سجدۂ شکر سجدۂ جنب کو تلاوت یا[2] اسلام سلام جواب سلام بے وضو کو یاد پر تلاوت یا مصحف[3] شریف کا چھونا جنب کا مسجد میں جانا یا اذان[4] اقامت بے وضو کا مسجد میں جانا چاروں قسم کے لیے تیمم صحیح ہے اگرچہ نماز ان میں صرف اسی تیمم سے روا ہوگی جو قسم اول کی نیت سے کیا اور پانی[ف1] ہونے کی حالت میں خاص اُس عبادت فرض یا واجب یا سنّت مؤکدہ کے لیے ہو کہ پانی سے طہارت کرے تو فوت ہوجائے اور اس کا کوئی بدل نہ ہو جیسے سلام وجواب سلام اور قولِ محقق واحوط پر نمازِ پنجگانہ وجمعہ میں محافظت وقت کماتقدم تحقیقہ بما لامزید علیہ (جیسا کہ اس کی تحقیق گزر چکی ہے جس پر اضافہ کی گنجائش نہیں ت) ان دو صورتوں کے سوا اگر کسی دوسری نیت سے تیمم کیا مثلاً پانی[ف2] نہ ہونے کی حالت میں بے وضو نے مسجد میں ذکر کے لیے بیٹھنے بلکہ مسجد[ف3] میں سونے کے لیے کہ سرے سے عبادت ہی نہیں یا پانی[ف4] ہوتے ہوئے سجدۂ تلاوت یا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

(۱) مقصودہ مشروطہ جیسے نماز و نمازِ جنازہ وسجدۂ تلاوت وسجدۂ شکر کہ سب مقصود بالذات ہیں اور سب کے لیے طہارتِ کاملہ شرط یعنی نہ حدثِ اکبر ہو نہ اصغر۔ نیز یاد پر تلاوت قرآن مجید کہ مقصود بالذات ہے اور اس کے لیے صرف حدثِ اکبر سے طہارت شرط ہے بے وضو جائز ہے۔

(۲) مقصودہ غیر مشروطہ کہ ہو تو مقصود بالذات مگر اس کے لیے طہارت ضرور نہ ہو مطلقاً خواہ صغریٰ جیسے اسلام لانا سلام کرنا سلام کا جواب دینا سب مقصود بالذات ہیں اور ان کے لیے اصلاً طہارت شرط نہیں نیز یاد پر تلاوتِ قرآن مجید کہ اُس کے لیے طہارتِ صغریٰ یعنی باوضو ہونا ضرور نہیں۔ یہاں سے ظاہر ہوا کہ یاد پر تلاوت جنب کے اعتبار سے قسمِ اوّل میں ہے اور بے وضو کے اعتبار سے قسم دوم میں۔

(۳) غیر مقصودہ مشروطہ کہ ہو تو دوسری عبادت کا وسیلہ مگر بے طہارت جائز نہ ہو خواہ صرف طہارت کبریٰ شرط ہو یا کاملہ جیسے مصحف شریف کا چھونا کہ بے وضو بھی حرام ہے اور مسجد میں جانا کہ صرف حدث اکبر میں حرام اور حدثِ اصغر میں جائز ہے۔

(۴) غیر مقصودہ غیر مشروطہ کہ وسیلہ ہو اور طہارت شرط نہیں جیسے اذان واقامت کہ وسائل نماز ہیں اور جنب سے بھی صحیح اگرچہ اس کی اقامت زیادہ مکروہ ہے اور مسجد میں جانا کہ بے وضو جائز ہے۔ یہاں سے ظاہر ہوا کہ دخولِ مسجد جنب کے لحاظ سے قسم سوم میں ہے اور محدث کی نظر سے قسم چہارم میں۔ پانی نہ ہونے کی حالت میں چاروں قسموں کے لیے تیمم صحیح ہے اور نماز صرف اسی سے ہو سکے گی جو اس عام نیتِ تطہیر و رفع حدث سے کیا گیا یا خاص قسم اوّل کی نیت سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (م)

marfat.com

Marfat.com

سجدۂ شکر یا مسِ مصحف یا باوجود وسعتِ وقت نماز پنجگانہ یا جمعہ یا جنب نے تلاوتِ قرآن کے لیے تیمم کیا لغو و باطل و ناجائز ہوگا کہ ان میں سے کوئی بے بدل فوت نہ ہوتا تھا یُونہی[ع۱] ہماری تحقیق پر تہجد یا چاشت یا چاندگہن کی نماز کے لیے اگرچہ اُن کا وقت جاتا ہو کہ یہ نفل محض ہیں سنّتِ مؤکدہ نہیں تو باوجود[ع۲] آب زیارتِ قبور یا عیادتِ مریض یا سونے کے لیے تیمم بدرجۂ اولٰی لغو ہے۔

کما حققہ ش مخالفا لما وقع فی البحر وتبعہ فی الدر واستدلا لہ بما لا دلیل لھما فیہ کما بینہ ھو وان تبعھا فیہ ح وط رحمۃ اللہ تعالٰی علیھم اجمعین وعلینا بھم اٰمین۔

جیسا کہ علامہ شامی نے اس کی تحقیق کی ہے اس کے برخلاف جو البحرالرائق میں ہے اور درمختار نے بھی اس کی پیروی کی اور ان دونوں حضرات نے اپنے موقف کے لیے ایسی بات سے استدلال کیا جس میں ان کے موقف کی کوئی دلیل نہیں جیسا کہ علامہ شامی نے بیان کیا اگرچہ اس استدلال میں حلبی وطحطاوی نے بھی بحر و در کی پیروی کرلی ہے ـــــ ان سبھی حضرات پر خدائے تعالٰی کی رحمت ہو اور ان کے طفیل ہم پر بھی ـــــ قبول فرما ـــــ (ت)

اقول یہاں[ع۳] سے ظاہر ہوا کہ یہ چیزیں ہماری تعریف پر نقض نہیں ہوسکتیں کہ کوئی کہے دیکھو ان کے لیے تیمم صحیح ہے اور پانی سے عجز نہیں ۔نہیں نہیں تیمم وہیں صحیح ہوگا جہاں پانی سے عجز ہے اگرچہ اسی طرح کہ پانی سے طہارت کرنے میں مطالبۂ شرعیہ بلا بدل فوت ہُوا جاتا ہے یہ بھی صورتِ عجز ہے کما تقدم (جیسا کہ گزر چکا ۔ت) بدائع ملک العلماء قدس سرہ میں ہے:

لو تیمم ونوی مطلق الطھارۃ او نوی استباحۃ الصلاۃ فلہ ان یفعل کل مالا یجوز بدون الطھارۃ وکذا لو تیمم لسجدۃ التلاوۃ او لقراءۃ القراٰن

اگر تیمم کیا اور مطلق طہارت کی نیت تھی یا نماز کا جواز حاصل کرنے کی نیت تھی تو اس تیمم سے ہر اس عمل کی ادائیگی کرسکتا ہے جو بغیر طہارت جائز نہیں ۔اسی طرح اگر سجدۂ تلاوت کے لیے یا

ع۳ ای من انکار التعمیم الذی مشی علیہ فی البحر والدر وحصر التیمم مع وجود الماء فی مطلوب مؤکد یفوت لا الی خلف ۱۲ منہ غفرلہ (م)

یعنی تعمیم کو عام رکھنے کا جو موقف صاحب بحر و درمختار نے اختیار کیا ہے اس کا انکار کرنے سے اور تیمم کو پانی موجود ہونے کی حالت میں ایسے مؤکد مطلوب پر منحصر کرنے سے جو فوت ہوجائے تو اس کا کوئی بدل نہ ہو، ظاہر ہُوا ۔۱۲ منہ غفرلہ (ت)

Marfat.com

بان کان جنبا جاز له ان یصلی به سائر الصلوات لان کل واحد من ذلك عبادة مقصودة فاما اذا تیمم لدخول المسجد او مس المصحف لا یجوز له ان یصلی به و یقع طہورا لما اوقعہ لہ لا غیر[1]

تلاوتِ قرآن کے لیے تیمم کیا اس وجہ سے کہ حالتِ جنابت میں تھا تو وہ اس تیمم سے ساری نمازیں پڑھ سکتا ہے اس لیے کہ ان میں ہر ایک عمل عبادتِ مقصودہ ہے ۔ لیکن جب مسجد میں داخل ہونے یا مصحف چھُونے کے لیے تیمم کرے تو اس تیمم سے نماز کی ادائیگی جائز نہیں جس عمل کے لیے یہ تیمم کیا ہے اس کے لیے تو وہ طہارت ہوگا مگر کسی اور عمل کے لیے طہارت نہ بن سکے گا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

فی البحر شرطہا[عہ] ان ینوی عبادة مقصودة الخ او الطهارة او استباحة الصلاة او رفع الحدث او الجنابة[ف۱] فلا تکفی نیة التیمم علی المذهب ولا[ف۲] تشترط نیة التمییز بین الحدث والجنابة خلافا للجصاص اھ وتکفی نیة الوضوء[2] الخ۔

البحرالرائق میں ہے اس کی شرط یہ ہے کہ عبادتِ مقصودہ کی نیت ہو الخ ۔ یا طہارت یا جوازِ نماز یا رفعِ حدث یا رفعِ جنابت کی نیت ہو۔ تو بربنائے مذہب محض تیمم کی نیت کافی نہیں ۔ اور حدث و جنابت کے درمیان تمیز و تفریق کی نیت شرط نہیں، جصاص اس کے خلاف ہیں اھ اور وضو کی نیت بھی کافی ہے الخ۔ (ت)

درمختار میں ہے :

شرط للتیمم فی حق جواز الصلاة

جوازِ نماز کے حق میں تیمم کے لیے ایسی

عہ : ای شرط النیة المشروطة فی التیمم المبیح للصلاة ۱۲ منہ غفرلہ ۔ (م)

یعنی نماز کو جائز کرنے والے تیمم میں مشروطہ نیت کی شرط ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] بدائع الصنائع شرائط رکن التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۵۲

[2] ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۸۱

marfat.com
Marfat.com

به نیة عبادة[ع] مقصودة لا تحل بدون | عبادت مقصودہ کی نیت کرنا شرط ہے جو بغیر طہارت

ع بعدہ فی الدر ولو صلاۃ جنازۃ او او سجدۃ تلاوۃ لا شکر فی الاصح[1] اھ قال ش ھذا بناء علی قول الامام انها مکروھة اما علی قولهما المفتی به انها مستحبة فینبغی صحته و صحة الصلاۃ به افادہ ح[2] اھ وکذا اقرہ ط فاجتمع علیه السادۃ الثلثة۔

اس کے بعد درمختار میں ہے: یہ عبادت اگرچہ نماز جنازہ یا سجدۂ تلاوت ہی ہو مگر اصح قول کی بنیاد پر سجدۂ شکر نہیں اھ۔ علامہ شامی نے کہا سجدۂ شکر کی نفی امام اعظم کے اس قول کی بنیاد پر ہے کہ سجدۂ شکر مکروہ ہے لیکن صاحبین اس کے مستحب ہونے کے قائل ہیں اور ان کا قول مفتی بہ ہے تو اس قول کی بنیاد پر اس کے لیے تیمم صحیح ہونا چاہیے اور اس سے نماز بھی صحیح ہونی چاہیے۔ حلبی نے یہ افادہ فرمایا اھ۔ اسی طرح طحطاوی نے بھی اسے برقرار رکھا تو یہ تینوں حضرات (سید حلبی، سید طحطاوی، سید شامی) اس پر متفق ٹھہرے۔

اقول قوله ینبغی یدل انه بحث منه وقد رأیته منقولا فی الهندیة عن الذخیرۃ وفی البحر عن التوشیح ولفظ الاولین لو تیمم لسجدۃ الشکر علی قول ابی حنیفة وابی یوسف لا یصلی المکتوبة بذلك التیمم وعند محمد یصلی بناء علی ان السجدۃ قربة عند محمد خلافا لهما[3] اھ ولفظ الاخیرین لو تیمم لسجدۃ الشکر لا یصلی به المکتوبة وعند محمد یصلیها بناء علی انها

اقول: حلبی کی عبارت "صحیح ہونا چاہیے" یہ بتاتی ہے کہ یہ خود ان کی بحث ہے اور میں نے دیکھا کہ اسے ہندیہ میں ذخیرہ سے اور بحر میں توشیح سے نقل کیا ہے۔ ہندیہ و ذخیرہ کے الفاظ یہ ہیں: "اگر سجدۂ شکر کے لیے تیمم کیا تو امام ابوحنیفہ و امام ابو یوسف کے قول پر اس تیمم سے نمازِ فرض کی ادائیگی نہیں کرسکتا اور امام محمد کے نزدیک اس سے نمازِ فرض پڑھ سکتا ہے اس بنیاد پر کہ امام محمد کے نزدیک ۔۔ بخلاف شیخین ۔۔ سجدۂ شکر قربت ہے اھ۔ اور بحر و توشیح کے الفاظ یہ ہیں: "اگر سجدۂ شکر کے لیے تیمم کیا تو اس سے نمازِ فرض

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] الدرالمختار مع الشامی، باب التیمم، مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۱ [2] ردالمحتار، باب التیمم، مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۱
[3] فتاوی ہندیہ، الفصل الاول من التیمم، مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۶

Marfat.com

طہارۃ خرج السلام وردہ وصح[1] تیمم

جائز نہیں۔ اس قید سے سلام وجوابِ سلام کی نیت سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

قربة عندہ وعندھما لیست بقربة[1] اھ۔

کی ادائیگی نہیں کرسکتا اور امام محمد کے نزدیک اس سے فرض نماز پڑھ سکتا ہے یہ اس بنیاد پر کہ سجدۂ شکر امام محمد کے نزدیک قربت ہے اور شیخین کے نزدیک قربت نہیں اھ۔

اقول والمکتوبة غیر قید کما لایخفی ثم فیھما خلاف ما ذکرا[1] من نسبة الاستحباب الی الصاحبین لکن مثلہ فی الغنیة عن المصفی فاذن عن ابی یوسف روایتان۔

اقول: "نماز فرض" کا لفظ قید نہیں (نماز نفل یا دوسری عبادت کی ادائیگی کا بھی یہی حکم ہوگا) جیسا کہ مخفی نہیں ـــ پھر (غور طلب بات یہ ہے کہ) دونوں ہی عبارتوں میں اس کے برخلاف ہے جو علما نے ذکر کیا ہے کہ سجدہ شکر کا مستحب ہونا صاحبین کا قول ہے لیکن غنیہ میں بھی مصفی کے حوالہ سے اسی کے مثل لکھا ہوا ہے جب ایسا ہے تو اس مسئلہ میں امام ابو یوسف سے دو[2] روایتیں ہیں۔

اقول والعجب[2] من الشارح کیف یجعل النفی اصح مع قولہ سجدة الشکر مستحبة بہ یفتی اھ ولا شك ان الفتوی علی ھذا فتوی علی جواز الصلاة بتیمم فعل لھا قال الغنیة عن المصفی قالا ھو قربة یثاب علیہ وعلیہ یدل ظاھر النظم وثمرة الاختلاف تظھر فی انتقاض الطھارة

اقول: شارح (صاحبِ درمختار) پر تعجب ہے کہ سجدۂ شکر کی نفی کو انھوں نے اصح کیسے قرار دیا جب کہ خود ان کی عبارت موجود ہے کہ "سجدۂ شکر مستحب ہے اسی پر فتوٰی دیا جاتا ہے اھ۔ اور اس میں شک نہیں کہ سجدۂ شکر کے استحباب پر فتوی اس پر بھی فتوی ہے کہ اس کی ادائیگی کے لیے جو تیمم کیا گیا ہو اس سے نماز جائز ہے۔ غنیہ میں مصفی کے حوالہ سے ہے: "صاحبین نے فرمایا، سجدۂ شکر قربت ہے جس پر ثواب

(باقی برصفحہ آئندہ)

[1] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۰

marfat.com

Marfat.com

جنب بنیۃ الوضوء بہ یفتی[1]

ہونے والا تیمم) خارج ہوگیا اور وضو کی نیت سے جنابت والے کا تیمم صحیح ہے۔ اسی پر فتوٰی دیا جاتا ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ فی حق جواز الصلاۃ اما فی حق صحتہ لنفسہ فتکفی نیۃ ماقصدہ لاجلہ ای عبادۃ کانت عند فقد الماء وعند وجودہ

اس کا قول جوازِ نماز کے حق میں۔ لیکن خود صحتِ تیمم کے حق میں تو اسی عمل کی نیت کافی ہے جس کے لیے تیمم کا قصد کیا خواہ وہ کوئی عبادت ہو ـــ یہ اُس صورت میں ہے جب پانی نہ ہو ـــ اور پانی موجود

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اذا نام فی سجود الشکر وفیما اذا تیمم لسجدۃ الشکر ھل تجوز الصلاۃ بہ اھ ای فجواب محمد فی الاولی لاوفی الثانیۃ نعم وجواب الامام بالعکس۔

ہوگا۔ اور نظم کے ظاہر سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ اور ثمرۂ اختلاف ان دو مسئلوں میں ظاہر ہوگا:
(۱) سجدۂ شکر میں سو جائے تو طہارت ٹوٹے گی یا نہیں؟
(۲) سجدۂ شکر کی ادائیگی کے لیے تیمم کرے تو اس تیمم سے نماز کی ادائیگی جائز ہوگی یا نہیں؟ اھ" ـــ یعنی پہلے مسئلہ میں امام محمد کا جواب یہ ہوگا کہ نہیں ٹوٹے گی اور دوسرے میں یہ جواب ہوگا کہ نماز جائز ہوگی اور امام صاحب کا جواب برعکس ہوگا۔

اقول وعلی ما حققنا فی رسالتنا نبّہ القوم من اعتبار الھیأۃ مطلقا لاخلف فی الاولی واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اقول: ہم نے اپنے رسالہ "نبہ القوم ان الوضوء من ای نوم" (۱۳۲۵ھ) میں تحقیق کی کہ مطلقاً ہیأت کا اعتبار ہے اس کی بنیاد پر پہلے مسئلہ میں کوئی اختلاف ظاہر ہوگا (یعنی یہ سجدہ قربت ہو یا نہ ہو اس ہیأت پر سونے سے طہارت نہیں ٹوٹتی تو دونوں ہی قول پر ایک جواب ہوگا ۱۲ ام الف) واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] الدرالمختار مع الشامی باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۱

Marfat.com

يصح بعيادة تفوت لا الى خلف [1]

ہونے کی صورت میں صحتِ تیمم کے لیے ایسی عبادت کی نیت شرط ہے جو فوت ہوجائے تو اس کا کوئی بدل نہ ہو۔ (ت)

دُرمختار میں ہے:

قالوا لو تيمم لدخول مسجد اوقراءة ولو من مصحف او مسه كتابته تعليمه زيارة قبور عيادة مريض دفن ميّت (عه) اذان اقامة اسلام سلام رده لم تجز الصلوٰة به فتاوى الرملي وظاهره انه يجوز فعل ذلك [2]

علما نے فرمایا ہے: مسجد میں داخل ہونا، قرآن پڑھنا اگرچہ مصحف سے پڑھے، قرآن چھونا، لکھنا، سکھانا، زیارتِ قبور، عیادتِ مریض، دفنِ میت، اذان، اقامت، اسلام، سلام، جوابِ سلام اگر ان امور کے لیے تیمم کیا تو اس سے نماز کی ادائیگی جائز نہیں۔ فتاوٰی رملی۔ اس کا ظاہر یہ ہے کہ خود ان امور کی ادائیگی جائز ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

التيمم لهذه المذكورات التي لا تشترط لها الطهارة صحيح في نفسه يجوز فعله عند فقد الماء والا فلا نعم ما (عه) يخاف فوته بلا بدل من هذه المذكورات يجوز مع وجود

یہ مذکورہ افعال جن میں طہارت کی شرط نہیں ہے ان کے لیے تیمم فی نفسہ درست ہے جو پانی نہ ملنے کے وقت جائز ہے مگر پانی ہوتے ہوئے جائز نہیں۔ ہاں ان امور میں سے وہ جس کے بارے میں کسی بدل کے

عه كلام ورده **اقول** قد يكون منه الدفن اعني تعجيل المامور به اذا خيف على الميت في المكث وقد يكون منه عيادة المريض اذا اشتد الامر عليه ۱۲ منه غفرله۔ (م)

جیسے سلام وجوابِ سلام ——— **اقول:** اس میں دفن بھی کسی وقت آسکتا ہے یعنی تعجیل دفن جس کا اس وقت حکم دیا گیا ہے جب ٹھہرنے کی صورت میں میت کے لیے خطرہ ہو ——— اور مریض کی عیادت بھی اس میں شامل ہوسکتی ہے جب بیمار کا حال سنگین ہو۔ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۸۱

[2] الدرالمختار مع الشامی باب التیمم " " ۱/ ۱۷۹

marfat.com
Marfat.com

الماء[1] ملخصاً

بغیر فوت ہونے کا اندیشہ ہو اس کے لیے پانی ہوتے ہُوئے بھی تیمم جائز ہے۔ (ت)

دُرمختار میں منیہ و شرح منیہ سے ہے:

تیممہ لدخول مسجد ومس مصحف مع وجود الماء لیس بشیئ بل ھو عدم لانہ لیس بعبادۃ یخاف فوتھا[2]۔

پانی ہوتے ہُوئے مسجد میں داخل ہونے اور مصحف چھونے کے لیے تیمم کرنا کوئی چیز نہیں بلکہ یہ تیمم نہیں اس لیے کہ یہ (دخولِ مسجد وغیرہ) کوئی ایسی عبادت نہیں جس کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

علله فی شرح المنیۃ بما ذکرہ الشارح عــہ و بان التیمم انما یجوز ویعتبر فی الشرع عند عدم الماء حقیقۃ او حکما ولم یوجد

شرح منیہ میں اس کی علت وہی بتائی جو شارح نے ذکر کی اور یہ کہ شریعت میں تیمم کا جواز و اعتبار اس وقت ہے جب پانی حقیقۃً یا حکماً معدوم ہو اور دونوں باتوں

عــہ اقول انما علل بھذا اما[1] عدم خوف الفوت فعلل بہ دعواہ انہ لم یوجد واحد منھما وذلک لان الماء موجود حقیقۃ والقدرۃ علی استعمالہ حاصلۃ فانما یکون معدوما حکما لخوف الفوت وھھنا لاخوف وبہ[2] ظھر انہ لایصح جعلھما تعلیلین مستقلین فی الواقع ایضا ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اقول: شرح منیہ میں صرف یہی ایک علت بتائی ہے ــــ اور اندیشۂ فوت نہ ہونے کا ذکر اپنے اس دعوٰی کی دلیل میں کیا ہے کہ "دونوں باتوں میں سے ایک بھی نہ پائی گئی" ــــ یہ اس لیے کہ پانی حقیقۃً موجود ہے اور اس کے استعمال کی قدرت بھی ہے۔ پانی فوتِ عمل کے اندیشہ ہی کے وقت حکماً معدوم قرار پاتا ہے اور یہاں خوف نہیں (تو حکماً بھی معدوم نہیں) اسی سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ فی الواقع بھی ان دونوں کو دو مستقل تعلیلیں قرار دینا صحیح نہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۰
[2] الدرالمختار مع الشامی 〃 〃 〃 〃 ۱/۱۶۹

Marfat.com

واحد منهما فلا يجوز اھ فيفيد ان التيمم لما لا تشترط له الطهارة غير معتبر اصلا مع وجود الماء الا اذا كان مما يخاف فوته لا الى بدل فلو تيمم المحدث للنوم او لدخول المسجد مع قدرته على الماء فهو لغو بخلاف تيممه لرد السلام مثلا لانه يخاف فوته لانه على الفور ولذا فعله صلى الله تعالى عليه وسلم وهذا الذي ينبغي التعويل عليه[1] اھ

میں سے ایک بھی نہ پائی گئی اس لیے تیمم جائز نہیں اھ اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ وہ عمل جس میں طہارت کی شرط نہیں ہے اس کے لیے پانی ہوتے ہوئے تیمم کا کوئی اعتبار نہیں مگر جب ایسا عمل ہو جس کے بارے میں اندیشہ ہوگا کہ فوت ہو جائے گا اور اس کا کوئی بدل بھی نہیں (تو اس کے لیے تیمم جائز ہے)۔ اس لیے اگر بے وضو شخص نے پانی پر قادر ہونے کے باوجود سونے کے لیے یا مسجد میں داخل ہونے کے لیے تیمم کیا تو وہ لغو ہے۔ اس کے برخلاف جواب سلام کے لیے تیمم جائز ہے کیونکہ اس کے فوت ہونے کا خطرہ ہے اس لیے کہ سلام کا جواب فوراً دینے کا حکم ہے۔ اسی لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کیا — یہ وہ بات ہے جس پر اعتماد ہونا چاہیے اھ (ت)

اقول فی الاستدلال بالمنية على منع التيمم مع وجود الماء لغير المشروطة بالطهارة نظر[ع]

اقول: جس عبادت میں طہارت شرط نہیں ہے اس کے لیے پانی ہوتے ہوئے تیمم کے عدم جواز پر منیہ کی عبارت سے استدلال میرے نزدیک

ع اوردها فی الدر ردا على ما فی البحر من جواز التيمم لكل ما لا تشترط له الطهارة مع وجود الماء فان عبارة المنية شاملة لدخول المسجد لصاحب الحدث الاصغر واجاب ح كما فی ش وتبعه ط بتخصيص الدخول بالجنب قال

منیہ کی عبارت درمختار میں نقل کی ہے جس سے شارح اس کی تردید کرنا چاہتے ہیں جو صاحب بحر نے لکھا ہے کہ ہر وہ عمل جس میں طہارت شرط نہیں ہے اس کے لیے پانی ہوتے ہوئے بھی تیمم جائز ہے۔ منیہ کی عبارت سے تردید اس طرح ہوتی ہے کہ یہ عبارت (جس میں تیمم نہ ہونے کا ذکر ہے) بے وضو شخص کے مسجد میں داخل ہونے کو بھی شامل ہے — سید حلبی نے

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفٰے البابی مصر ۱/۱۶۹

marfat.com
Marfat.com

عندی وکذا فی استدلال البحر بالمبتغی والدرر بالبزازیہ[علہ] علی جوازہ کما بینہ

محل نظر ہے۔ اسی طرح اس کے جواز پر ملتقی کی عبارت سے البحر الرائق کے، اور بزازیہ کی عبارت سے درمختار

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ش ولا یخفی انہ خلاف المتبادر ولذا علله فی شرح المنیة بما ذکرہ الشارح[1] الخ۔

ـــ جیسا کہ شامی میں ہے۔ اور سید طحطاوی نے بھی حلبی کا اتباع کیا ہے ـــ اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ دخولِ مسجد خاص جنب (بے غسل) سے متعلق ہے ـــ اس پر علامہ شامی نے کہا کہ یہ متبادر مفہوم کے خلاف ہے اور اسی لیے شرح منیہ میں اس حکم کی علت وہ بتائی ہے جو شارح نے ذکر کی الخ۔ (ت)

اقول دلالة التعلیل مسلمة اما التبادر فلقائل ان یقول لا بل الظاهر ارادة ما یحتاج الی الطهور ولذا قال فی الحلیة وکذا لو تیمم لغیر هذین الامرین من الامور التی لا تستباح الا بالطهارة مع وجود الماء والقدرة قال وقد کان اولی ترک التعرض لهذا لظهورہ وعدم الخلاف فیہ[2] اھ فافهم ۱۲ منہ غفر لہ (م)

اقول: تعلیل کی دلالت تو تسلیم ہے، رہی تبادر کی بات تو اس پر کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ نہیں، بلکہ ظاہر یہ ہے کہ وہ عمل مراد ہو جس کے لیے طہارت کی احتیاج ہے۔ اسی لیے حلیہ میں یہ لکھا ہے "اور یہی حکم ہے اگر پانی اور قدرت ہوتے ہوئے ان دو کاموں کے علاوہ ایسے امور کے لیے تیمم کیا جو بغیر طہارت جائز نہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس سے تعرض نہ کرنا ہی بہتر تھا اس لیے کہ یہ ظاہر ہے اور اس میں اختلاف بھی نہیں اھ۔ اسے سمجھو۔ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

علہ بل حاول العلامة ش ان یستدل بها علی خلافه وهو المنع فقال عبارة البزازیة لو تیمم عند عدم الماء لقراءة قراٰن عن ظهر قلب او من المصحف او لمسه او لدخول المسجد او خروجه او لدفن او زیارة قبر او الاذان او الاقامة لا یجوز ان یصلی به عند العامة

بلکہ علامہ شامی نے اس عبارت سے درمختار کے برخلاف، منع پر استدلال کرنا چاہا ہے۔ وہ لکھتے ہیں "بزازیہ کی عبارت یہ ہے: اگر پانی نہ ہونے کے وقت، یاد سے یا مصحف سے قرآن پڑھنے، یا مصحف چھونے، یا مسجد میں داخل ہونے، یا نکلنے، یا دفن کرنے، یا زیارتِ قبر، یا اذان یا اقامت کے لیے تیمم کیا تو عامۂ علما کے نزدیک اس تیمم سے نماز کی ادائگی

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] ردالمحتار باب التیمم دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۶۳
[2] حلیہ

Marfat.com

ش و قضیۃ الدلیل المنع۔

کے استدلال پر بھی کلام ہے جیسا کہ علامہ شامی نے اسے بیان کیا ہے اور دلیل کا اقتضا یہ ہے کہ ممنوع ہو۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ولو عند وجود الماء لا خلاف فی عدم الجواز اھ فقولہ لا خلاف فی عدم الجواز ای عدم جواز الصلاۃ بہ ظاھر فی عدم صحتہ فی نفسہ عند وجود الماء فی ھذہ المواضع لان من جملتھا التیمم لمس المصحف ولا شبھۃ فی انہ عند وجود الماء لا یصح اصلا[1] اھ کلام ش۔

جائز نہیں ۔ اور اگر پانی ہوتے ہوئے ان امور کے لیے تیمم کیا تو عدمِ جواز میں کوئی اختلاف نہیں"۔ اھ ۔ تو یہ عبارت کہ" عدمِ جواز ــ یعنی اس تیمم سے نماز کے عدمِ جواز ــ میں کوئی اختلاف نہیں"۔ اس بارے میں ظاہر ہے کہ پانی ہوتے ہوئے ان مقامات میں تیمم خود بھی درست نہیں ۔ کیوں کہ ان ہی میں وہ تیمم بھی ذکر ہُوا ہے جو مصحف چھونے کے لیے ہو اور پانی ہوتے ہوئے اس کے نادرست ہونے میں قطعاً کوئی شُبہ نہیں اھ ۔ شامی کا کلام ختم ہوا۔

اقول انما مفادہ[ف1] الاجماع علی عدم جواز الصلاۃ بہ وھو حاصل قطعاً فان التیمم الذی فعل مع القدرۃ علی الماء کیف تسوغ بہ الصلاۃ ولا نظر فیہ الٰی کونہ جائزا فی نفسہ اولا الا تری ان التیمم لتعلیمہ جائز قطعا مع وجود الماء ولا تجوز بہ الصلاۃ وکون[ف2] بعض ما ذکر لا یصح لہ التیمم کمس المصحف لا یقضی ان الکل کذلک فالقران فی الذکر لیس عندنا قرانا فی الحکم

اقول : مذکورہ کلام بزازیہ کا مفاد صرف یہ ہے کہ اس تیمم سے نماز جائز نہیں اور اتنی بات قطعاً حاصل ہے اس لیے کہ پانی پر قدرت ہوتے ہُوئے جو تیمم کیا گیا اس سے نماز کیونکر جائز ہوسکتی ہے لیکن کلام مذکور میں اس تیمم کے بجائے خود جائز یا ناجائز ہونے پر کوئی نظر نہیں ۔ دیکھئے تعلیمِ قرآن کے لیے پانی ہوتے ہوئے تیمم قطعاً جائز ہے اور اس تیمم سے نماز جائز نہیں ۔ مذکورہ امور میں سے بعض مثلاً مَسِّ مصحف کے لیے پانی ہوتے ہوئے تیمم کا عدمِ جواز اس کا مقتضی نہیں کہ سبھی کا حال ایسا ہی ہو۔ کیونکہ ہمارے نزدیک ذکر میں مقارنت (ساتھ ہونا) حکم

(باقی اگلے صفحہ پر)

[1] ردالمحتار باب التیمم دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۶۳

marfat.com

Marfat.com

اُسی میں قول مذکور در" وان لم تجز الصلاۃ بہ پر ہے ای فیقع طہارۃ لما نواہ

اُسی میں قول مذکور در" اگرچہ اس سے نماز جائز نہیں" پر ہے یعنی یہ صرف اس عمل کے لیے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وبالجملة لا نقل صريحا بايدي الطرفين وقضية الدليل المنع فان الله عز وجل يقول ولم تجدوا ماء وهذا واجد فلا حظ له في التيمم بخلاف من يفوته مطلوب مؤكد لا الى بدل فانه فاقد حكما وان كان واجدا حقيقة وحسا واختيار البدل مع تيسر الاصل مما لا يساعده عقل ولا نقل۔

میں مقارنت نہیں (یہ ہو سکتا ہے کہ ایک ساتھ چند چیزیں ذکر ہوں لیکن ان کے حکم میں باہم فرق ہو) — مختصر یہ کہ کوئی صریح نقل طرفین کے ہاتھوں میں نہیں اور دلیل کا اقتضا یہ ہے کہ منع ہو، اس لیے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے، وَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً (اور تم پانی نہ پاؤ)۔ اور یہ شخص "پانے والا" ہے، تو تیمم میں اس کا کوئی حصہ نہیں بخلاف اس شخص کے جس سے کوئی ایسا مؤکد مطلوب فوت ہو رہا ہے جو بدل نہیں رکھتا کیونکہ حکماً یہ شخص پانی "نہ پانے والا" ہے اگرچہ حقیقۃً وحسًّا پانی والا ہے — اور اصل میسر ہوتے ہُوئے بھی بدل اختیار کرنے کی نہ عقل ہم نوائی کرتی ہے نہ نقل۔

فان قلت الاصل والبدل في الوجوب ونحن انما اردنا تطوعا حيث لا وجوب ورأينا الشرع اتى بطهورين فاجتزأنا بادونهما التراب لان التطوع دون الايجاب۔

اگر یہ سوال ہو کہ اصل اور بدل وجوب میں ملحوظ ہیں اور ہم نے تو ایک نفل کا ارادہ کیا ہے جہاں وجوب نہیں اور شریعت نے ہمیں دونوں مُطَہِّر دیے ہیں (پانی بھی، مٹی بھی) تو ہم نے کمتر — مٹی — پر اکتفا کر لیا کیونکہ نفل بھی واجب سے کمتر ہی ہے۔

اقول التراب في ذاته ملوث لا مطهر كما في البدائع والكافي وغيرهما وانما عرف مطهرا شرعا اذا لم تجدوا ماء فيبقى فيما عداه على اصله والله تعالى اعلم ۱۲ منه غفرله (م)

تو جواب یہ ہوگا کہ مٹی اپنی ذات کے لحاظ سے مطہر نہیں بلکہ ملوِّث یعنی آلودہ کرنے والی ہے جیسا کہ بدائع اور کافی وغیرہ میں ہے اور شریعت میں مطہر کی حیثیت سے اس کا تعارف صرف اس وقت کے لیے ہُوا ہے جب پانی نہ ملے" اذا لم تجدوا ماءً" تو دیگر اوقات و حالات میں یہ اپنی اصل پر باقی رہے گی واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

Marfat.com

فقط کما فی الحلیة لان التیمم له جهتان صحته فی ذاته وصحة الصلاة به فالثانیة متوقفة علی العجز عن الماء وعلی نیة عبادة مقصودة لا تصح بدون طهارة واما الاولی فتحصل بنیة ای عبادة کانت سواء کانت مقصودة لا تصح الا بالطهارة او غیر مقصودة کذلك او تحل بدونها او مقصودة وتحل بدون طهارة فالتیمم فی کل هذه الصور صحیح فی ذاته کما اوضحه[1] اھ۔

طہارت بن سکے گا جس کی نیت کی گئی تھی جیسا کہ حلیہ میں ہے۔ اس لیے کہ تیمم کی دو جہتیں ہیں، ایک یہ کہ فی نفسہ درست ہو۔ دوسری یہ کہ اس سے نماز بھی درست ہو۔ دوسری جہت اس پر موقوف ہے کہ پانی سے عاجز ہو اور اس پر کہ ایسی عبادت مقصودہ کی نیت ہو جو بغیر طہارت جائز نہیں۔ لیکن پہلی جہت تو کسی بھی عبادت کی نیت سے حاصل ہو جاتی ہے خواہ (۱) ایسی عبادت مقصودہ ہو جو بغیر طہارت جائز نہیں یا (۲) ایسی عبادت غیر مقصودہ ہو جو بغیر طہارت جائز نہیں یا (۳) بغیر طہارت بھی جائز ہے یا عبادت مقصودہ ہو اور بغیر طہارت جائز ہو تو تیمم ان تمام صورتوں میں فی نفسہ درست ہے جیسا کہ حلیہ نے اسے واضح طور پر بیان کیا اھ (ت)

اقول ای عند فقد الماء کما قدمنا تنصیصه به وهو[ع] مستفاد ههنا من نفس الکلام لمن تدبر من سابقه ولاحقه لمن نظر۔

اقول یعنی پانی نہ ہونے کے وقت۔ جیسا کہ ہم پہلے اس کی صراحت پیش کر چکے ہیں۔ اور تدبر کرنے والے کے لیے یہاں پر خود اس عبارت سے بھی یہ مستفاد ہے اور نظر والے کے لیے سابق لاحق سے بھی۔ (ت)

ع وذلك لانه ذکر للجهة الثانیة شرطین فقد الماء ونیة عبادة مقصودة مشروطة بالطهارة وفی الجهة الاولی بدل الشرط الثانی بمطلق العبادة وسکت عن الاول فهو ملحوظ فیها ایضا کیف ولو لا هذا لکان هذا التعمیم عین تعمیم البحر والدر الذی قد انکره انکارا وکرره سابقا ولاحقا مرارا ١٢ منه غفرله (م)

یہ اس لیے کہ انہوں نے دوسری جہت کے لیے دو شرطیں ذکر کی ہیں: (۱) پانی کا نہ ہونا (۲) اور ایسی عبادت مقصودہ کی نیت جس میں طہارت کی شرط ہے۔ اور پہلی جہت میں شرط ثانی کے بدلے مطلق عبادت کو ذکر کیا ہے اور شرط اول سے سکوت اختیار کیا ہے تو وہ بھی اس میں ملحوظ ہے۔ ملحوظ کیوں نہ ہو جبکہ اگر ایسا نہ ہو تو یہ تعمیم بعینہٖ بحر و درمختار کی تعمیم ہو جائیگی جس سے وہ صاف انکار کر چکے ہیں اور پہلے اور بعد میں بار بار اس کی تکرار بھی کی ہے اھ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ١/١٧٤

marfat.com
Marfat.com

ثم اقول ظاہر ہے کہ کسی شے کا دُور کرنا اُس کے انقطاع کے بعد ہی ہوگا ازالہ و استمرار یا اعدام و بقا جمع نہیں ہوسکتے تو یہ شرط کہ تیمم اُس وقت ہو جب حیض و نفاس و حدث منقطع ہو چکے ہوں کما نرادہ العلامۃ الشرنبلالی فی نور الایضاح (جیسا کہ علامہ شرنبلالی نے نور الایضاح میں اس کا اضافہ کیا ہے ۔ ت) باآنکہ اپنی غایت وضوح سے چنداں قابلِ تعرض نہ تھی خود ہمارے اسے دُور کرنے کے لیے کہنے میں آگئی و باللہ التوفیق ۔ بالجملہ اس لفظ سے فوائد جلیلہ پیدا ہوئے :

(۱) اشتراطِ نیت

(۲) اشتراط انقطاع منافی

(۳) بیانِ نیت

اقول تیمم دس نیتوں سے صحیح ہے :
نیت رفع حدثِ اصغر یا اکبر یا مطلق حدث نیت وضو یا غسل یا مطلق طہارت نیت استباحت نماز نیت عبادت مقصودہ مشروطہ بہ طہارت نیت عبادت دیگر غیر مقصودہ یا غیر مشروطہ یا غیر مقصودہ و غیر مشروطہ نیت اُس تاکیدی مطلوب شرع کی کہ اگر پانی سے طہارت کریں تو بلا بدل فوت ہو جائے ۔ دسویں صورت پانی ہوتے ہوئے بھی ممکن ہے اور پہلی نو اُسی وقت روا ہیں کہ پانی پر قدرت نہ ہو ۔ پہلی آٹھ کی نیت سے ہر نماز بھی بے تکلف ادا ہو سکتی ہے اگرچہ کسی اور عبادت کی غرض سے کیا ہو اور نویں سے کوئی نماز ادا نہ ہوگی اور دسویں سے خاص وہی نماز ادا ہوگی جس کی ضرورت سے کیا ہے نہ دوسری اگرچہ وہ بھی اسی قسم فائت بے بدل بلکہ اسی کی نوع سے ہو مثلاً نمازِ جنازہ قائم ہوئی وضو کرے تو چاروں تکبیریں ہو چکیں گی اسے تیمم سے پڑھا اتنے میں اور جنازہ آگیا اگر وضو کر سکتا ہے اس دوسرے کے لیے وضو لازم ہے اگر وضو کا وقفہ تھا اور نہ کیا اب وضو کا وقفہ نہ رہا تو اس کے لیے دوسرا تیمم کرے پہلا جاتا رہا ۔ ہاں اگر دوسرے جنازے کی نماز ایسی بلا فصل برپا ہوئی کہ بیچ میں وضو نہ کر سکتا تو اُسی پہلے تیمم سے پڑھ سکتا ہے درمختار میں ہے :

لو جئ باخری ان امکنہ التوضی بینہما ثم نرال تمکنہ اعاد التیمم و الا لا بہ یفتی[1]
اگر دوسرا جنازہ لایا گیا تو ان دونوں کے مابین اگر (اتنا وقت ملا جس میں) وضو کرنے کی گنجائش تھی، پھر ختم ہو گئی تو دوبارہ تیمم کرے، ورنہ نہیں ۔ اسی پر فتوٰی دیا جاتا ہے ۔ اھ (ت)

ہمارا لفظ مذکور بحمدہ تعالٰی ان دسوں نیتوں کو شامل ہے پہلی تین تو عین منطوق ہیں یونہی اُن کے بعد کی

---

[1] الدرالمختار مع الشامی باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۷۷

Marfat.com

تین کران کی طزوم ہیں اور یہاں نیت استباحتِ نماز کے یہی معنی ہوں گے کہ وہ مانعیت جو میرے اعضا سے قائم ہے دُور ہوجائے کہ بے اُس کے اباحت نماز نہیں ہوسکتی وہی اس کا طریقہ معینہ ہے۔ رہا کسی اور عبادت کی غرض سے تیمم مشروطہ میں قطعاً یہی قصد قلبی ہوگا کہ اس عبادت کے ادا کرنے کے قابل ہوجاؤں اور نیت اسی قصد دلی کا نام ہے تو اسے نیت استباحت اور اسے نیت رفع حدث لازم اور غیر میں قصد طہارت خود ظاہر کر یہ تیمم نہ کیا مگر ادباً کہ عبادت بے طہارت نہ کروں۔

وقد سلك فی البحر الرائق نحو من ذلك فقال شرطها ان یکون المنوی عبادۃ مقصودۃ لا تصح الا بالطہارۃ او استباحۃ الصلاۃ او رفع الحدث او الجنابۃ وما وقع فی التجنیس من ان النیۃ المشروطۃ فی التیمم ھی نیۃ التطہیر وھو الصحیح فلا ینافیہ لتضمنہا نیۃ التطہیر وانما اکتفی بنیۃ التطہیر لان الطہارۃ شرعت للصلاۃ وشرطت لاباحتہا فکانت نیتہا نیۃ اباحۃ الصلاۃ[1] اھ۔

اور البحر الرائق میں بھی کچھ اسی طرح کی راہ اختیار کی ہے، لکھتے ہیں، اس کی (تیمم نماز کی) شرط یہ ہے کہ جس امر کی نیت کی گئی وہ ایسی عبادت مقصودہ ہو جو بغیر طہارت درست نہیں یا جواز نماز یا رفع حدث یا رفع جنابت کی نیت ہو۔ اور یہ جو تجنیس میں لکھا ہوا ہے کہ "تیمم میں جس نیت کی شرط ہے وہ نیت تطہیر ہے اور یہی صحیح ہے"۔ تو یہ عبارت ہمارے مذکورہ بیان کے منافی نہیں اس لیے کہ جواز نماز کی نیت کے ضمن میں تطہیر کی نیت بھی پائی جائے گی ــــ اور تجنیس میں صرف نیت تطہیر پر اس لیے اکتفا فرمایا ہے کہ طہارت نماز کے لیے مشروع ہُوئی ہے اور جوازِ نماز کے لیے طہارت کی شرط بھی ہے تو طہارت کی نیت جوازِ نماز کی بھی نیت ہے" اھ (ت)

اقول صدر کلامہ یقتضی ان الاصل نیۃ التطہیر وجازت نیۃ استباحۃ الصلاۃ لتضمنہا ما ھو المقصود وعجزہ یقضی بالعکس ان نیۃ التطہیر تنبئ عن الاصل فاکتفی بہا ولفظ المحقق فی الفتح بعد نقل کلام التجنیس وما زاد

اقول: بحر کے شروع کلام کا اقتضا یہ ہے کہ اصل نیتِ تطہیر ہے۔ اور اباحت نماز کی نیت اس لیے جائز ہے کہ اس کے ضمن میں وہ نیت تطہیر بھی پائی جاتی ہے جو اصل مقصود ہے۔ اور ان کے کلام کا آخری حصہ اس کے برعکس یہ فیصلہ دے رہا ہے کہ تطہیر کی نیت چُوں کہ اصل

---

[1] البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۰

marfat.com

Marfat.com

غيره من نية استباحة الصلاة لاينافيه اذا يتضمن نية التطهير[1] اھ وجعل فی الحلية الاصل ارادة الصلاة فقال لفظ التيمم ينبئ عن القصد والاصل ان يعتبر في الاسماء الشرعية ماتنبئ عنه من المعانی ثم مطلق القصد غير مراد بالاجماع وسوق الاٰية يفيد الامر بالقصد الی الصعيد لاقامة الصلاة عند عدم الماء المطلق فيتقيد الامر به فلا يوجد المأمور الشرعی وهو التيمم بدون نية فعلها للصلاة اولما هو منزل منزلتها وهو عبادة مقصودة بنفسها لاتصح الابالطهارة فلاجرم ان ذكر القدوری ان الصحيح من المذهب انه اذا نوی الطهارة اواستباحة الصلاة اجزأه لان كلا من النيتين تقوم مقام نية ارادة الصلاة لان الطهارة شرعت لها وشرطت لاباحتها ومثله رفع الحدث ورفع الجنابة اھ[2]۔

(جوازِ نماز کی نیت) کا پتا دیتی ہے اس لیے اسی پر اکتفا کیا۔ حضرت محقق نے فتح القدیر میں تجنیس کی عبارت نقل کرنے کے بعد یہ تحریر فرمایا ہے: "دوسرے حضرات نے جوازِ نماز کی نیت کا جو اضافہ کیا ہے وہ اس عبارت کے منافی نہیں اس لیے کہ جوازِ نماز کی نیت، نیتِ تطہیر پر بھی مشتمل ہوگی" اھ۔ (یعنی جب جوازِ نماز کی نیت ہوگی تو اس کے ضمن میں نیتِ تطہیر جو اصل ہے وہ بھی پائی جائے گی ۱۲ ام الف) اور حلیہ میں ارادۂ نماز کو اصل قرار دیا ہے۔ اس میں لکھتے ہیں: "لفظِ تیمم کا معنی قصد ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ شرعی الفاظ جن معانی کا اظہار کرتے ہیں، انہی کا اعتبار ہو ـــــ پھر مطلق قصد بالاجماع مراد نہیں ـ ـ اور آیت کا سیاق یہ بتاتا ہے کہ آبِ مطلق نہ ہونے کے وقت نماز کی ادائگی کے لیے قصدِ صعید کا حکم ہے۔ تو یہ امر اسی سے مقید رہے گا۔ اس لیے مامورِ شرعی یعنی تیمم بغیر اس کے نہ پایا جائے گا کہ نماز کے لیے اسے عمل میں لانے کی نیت ہو یا ایسے کام کے لیے جو نماز کے قائم مقام ہو یعنی کسی ایسی عبادتِ مقصودہ کے لیے جو بغیر طہارت جائز نہ ہو ـــــ یقیناً اسی لیے قدوری نے ذکر فرمایا ہے کہ "صحیح مذہب یہ ہے کہ جب طہارت یا جوازِ نماز کی نیت کرے تو کافی ہوگی اس لیے کہ دونوں نیتوں میں سے ہر ایک ارادۂ نماز کی نیت کے قائم مقام ہے کیوں کہ طہارت اسی کے لیے مشروع ہوئی اور اس کے جواز کے لیے طہارت کی شرط بھی ہے رفعِ حدث اور رفعِ جنابت کی نیت بھی اسی کے مثل ہے۔" اھ (ت)

---

[1] فتح القدیر باب التیمم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۱۴

[2] حلیہ

Marfat.com

اقول فی قولہ[۱] فیتقید الامر بہ فلا
یوجد الخ نظر ظاہر لما قدمنا عن البدائع
ان حکم التیمم وارد علی خلاف القیاس
وقد قال فی الحلیۃ نفسہا صدر الفصل
التعبد ورد بمسحہما علی الاعضاء المخصوصۃ
الخ فلو تقید الامر الوارد بارادۃ الصلاۃ لم
یجز التیمم لغیرہا کدخول المسجد وتلاوۃ
القراٰن للجنب او مسہ للمحدث وھو
خلاف الاجماع ولیست فی معنی الصلاۃ من
کل وجہ حتی تلحق بہا دلالۃ لاسیما وقد
حصر المنزل منزلتہا فی عبادۃ مقصودۃ الخ
بل الصواب عندی[۲] ان اللہ سبحٰنہ وتعالٰی
انزل من السماء ماء طھورا لیطھرنا بہ و
امرنا بہ فی الوضوء والغسل لالخصوص اقامۃ
الصلاۃ بل لکل ما یطلب فیہ الطھارۃ مقصودا
بنفسہ کان اولا ثم قال فلم تجدوا ماء ای
کافیا لطھرکم فتیمموا لتطھیرکم صعیدا
طیبا فالاصل ھو نیۃ التطھیر کما افادہ
ما فی الفتح والکل انما یدور علیہ ولذا
اقتصر علیہ الامام البرھان فی
التجنیس وما التطھیر المراد ھنا الا
ازالۃ النجاسۃ الحکمیۃ وھو الذی
اخذتہ فی التعریف فالحمد للہ الذی
القی فی قلبی واجری علی قلمی ما ھو
الامر المحقق عند محققی الائمۃ الکرام

اقول: صاحبِ حلیہ کا کلام "تو یہ امر اسی سے
مقید رہے گا الخ" عیاں طور پر محلِ نظر ہے۔ اس لیے
کہ بدائع کے حوالہ سے ہم پہلے یہ بیان کر چکے ہیں کہ تیمم کا
حکم خلافِ قیاس وارد ہے۔ خود حلیہ میں بھی شروع فصل
میں لکھا ہے کہ "التعبد ورد بمسحہما علی الاعضاء
المخصوصۃ — یعنی برخلاف قیاس بطور عبادت
اعضائے مخصوصہ پر ان دونوں کے مسح کا حکم وارد
ہوا ہے"۔ اب یہ وارد ہونے والا حکم اگر ارادۂ
نماز سے مقید ہوتا تو کسی غیر نماز جیسے مسجد میں داخل
ہونا، جنابت والے کا قرآن پڑھنا، بے وضو شخص کا
مصحف چھونا کسی کام کے لیے تیمم جائز ہی نہ ہوتا —
اور یہ اجماع کے خلاف ہے — اور یہ افعال ہر جہت سے
معنیٰ نماز میں داخل نہیں ہیں کہ بطور دلالت انہیں
نماز سے لاحق کر دیا جائے۔ خصوصاً جب کہ صاحبِ حلیہ
نماز کے قائم مقام فعل کو ایسی عبادت مقصودہ میں
محصور قرار دے رہے ہیں جو بغیر طہارت صحیح نہیں
ہوتی بلکہ میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و
تعالیٰ نے ہماری تطہیر کے لیے آسمان سے پاک
کرنے والا پانی اتارا۔ اور وضو و غسل میں اسے استعمال
کرنے کا ہمیں حکم دیا۔ خاص ادائے نماز کے لیے نہیں
بلکہ ہر اس کام کے لیے جس میں طہارت مطلوب ہو خواہ
وہ بجائے خود مقصود ہو یا نہ ہو — پھر فرمایا: "فلم
تجدوا ماء" ای کافیا لطھرکم (فتیمموا)
لتطھیرکم (صعیدا طیبا) — یعنی تم اپنی طہارت
کے لیے کافی پانی نہ پاؤ تو اپنے کو پاک کرنے کے لیے

marfat.com
Marfat.com

والحمد للہ ولی الانعام۔ پاکیزہ رُوئے زمین کا قصد کرو۔ تو اصل وہی نیتِ تطہیر ہے جیسا کہ حضرت محقق نے فتح القدیر میں افادہ فرمایا۔ اور اسی نیت پر ہر ایک کام کا مدار ہے۔ اسی لیے امام برہان الدین مرغینانی نے تجنیس میں اسی پر اکتفا کیا۔ اور یہاں جو تطہیر مقصود ہے وہ یہی نجاست حکمیہ کا دُور کرنا ہے۔ اسی کو میں نے اپنی تعریف میں لیا ہے۔ تو خدا کا شکر ہے کہ میرے دل میں اسی کا القا فرمایا اور میرے قلم پر وہی جاری کیا جو محققین ائمہ کرام کے نزدیک امر محقق ہے۔ اور ساری خوبیاں احسان و انعام کے مالک خدا ہی کے لیے ہیں۔ (ت)

بقی ان یقال این التطھیر وازالۃ النجاسۃ فی الصورتین الاخیرتین اذ لو طھر و زالت لجاز لہ کل شیئ۔

یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ آخری دو (نویں، دسویں) صورتوں میں تطہیر اور ازالۂ نجاست کہاں؟ اس لیے کہ اگر وہ پاک ہو جاتا اور نجاست دُور ہو جاتی تو اس کے لیے سب کچھ جائز ہو جاتا۔

اقول بلی ولٰکن فی حق ما نوی[عہ] ولولا ذٰلک کیف حلت لہ تلک الصلاۃ ودخول المسجد جنبا بذٰلک التیمم ولا غرو فی اعتبار زوالہا فی حق بعض الاشیاء دون بعض فما ھی الا حکمیۃ تثبت باعتبار الشرع وتنتفی بعدمہ ونری الحقیقۃ تزول فی حق انسان دون اٰخر ولاجل دون غیرہ کما تقدم فی صدر الرسالۃ وقد مرھھنا عن البدائع انہ

جواب (اقول) کیوں نہیں۔ تطہیر اور ازالۂ نجاست ہے مگر اسی عمل کے حق میں جس کی نیت کی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اس کے لیے اس تیمم سے نماز کیسے جائز ہو جاتی اور بحالتِ جنابت مسجد میں داخل ہونا کیسے جائز ہو جاتا۔ اور اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کہ کچھ چیزوں کے حق میں اس نجاست کے زائل ہو جانے کا اعتبار ہو اور کچھ چیزوں کے حق میں یہ اعتبار نہ ہو۔ اس لیے کہ یہ نجاست، نجاستِ حکمیہ ہی تو ہے جس کا ثبوت و انتفا شریعت کے اعتبار اور عدمِ اعتبار سے ہی ہوتا ہے۔ ہم تو دیکھتے ہیں کہ نجاست حقیقیہ کا بھی یہ حال ہے کہ کسی انسان کے حق میں زائل ہو جاتی ہے اور

عہ کلام فی المشروطات بالطھارۃ ومن قولہ اقول وقد تقدم کلام فی غیرھا ۱۲ منہ غفرلہ (م)

یہاں سے ان امور کے بارے میں کلام ہے جن میں طہارت کی شرط ہے۔ اور آنے والے "اقول الخ" سے ان کے علاوہ امور سے متعلق کلام ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

Marfat.com

يقع طهورا لما اوقعه لا غير له[1] و مثله في الحلية و في ش يقع طهارة لما نواه له فقط اھ[2]۔

کسی کے حق میں نہیں۔ یُونہی کسی امر کے لیے زائل قرار پاتی ہے کسی کے لیے نہیں۔ جیسا کہ شروع رسالہ میں گزر چکا۔ اور یہاں بدائع کے حوالہ سے گزرا کہ یہ تیمم اسی کام کے لیے طہارت بنے گا جس کے لیے اسے عمل میں لایا، دوسرے کے لیے نہیں اھ۔ اسی کے مثل حلیہ میں ہے۔ اور شامی میں ہے: "صرف اس عمل کے لیے طہارت بنے گا جس کی نیت کی ہے۔" اھ (ت)

اقول وقد تقدم قوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم حین تیمم لرد السلام لم یمنعنی ان ارد علیك السلام الا انی لم اکن علی طهر[3] فارشد ان التیمم لرد السلام یجعل التیمم طاهرا فی حقه مع ان السلام لا یحتاج الی الطهارة فاذا اعتبر مطهراً فیما لیست الطهارة ضروریة له لعدم الماء حکما ففی عدمه حقیقة اولی فما لا حل له الا بالطهارة اجدر واحری وما ابدی المحقق فی الفتح من احتمال کونه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم مایصح معه التیمم ثم یرد السلام اذا صار طاهراً اھ[4] ردہ فی البحر بان المذهب ان التیمم للسلام صحیح و ان التجویز المذکور خلاف الظاهر

اقول (میں کہتا ہوں): رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک بیان ہو چکا ہے کہ جوابِ سلام کے لیے جب تیمم کیا تو فرمایا تھا: "لم یمنعنی ان ارد علیك السلام" (مجھے تمہارے سلام کا جواب دینے سے صرف یہ بات مانع تھی کہ میں باطہارت نہ تھا) اس فرمان سے یہ ہدایت حاصل ہوئی کہ جوابِ سلام کی غرض سے ہونے والا تیمم تیمم کرنے والے کو جوابِ سلام کے حق میں طاہر بنا دیتا ہے ـــــ حالاں کہ سلام کے لیے طہارت کی ضرورت نہیں تو جب یہ تیمم اُس عمل میں جس کے لیے طہارت ضروری نہیں پانی کے عدمِ حکمی کی وجہ سے مطہر مانا گیا ہے تو عدمِ حقیقی کی صورت میں تو بدرجہ اولٰی مطہر ہوگا اور وہ عمل جو بغیر طہارت جائز ہی نہیں ہوتا اس کے لیے تو اور زیادہ مناسب وبہتر طریقہ پر مطہر ثابت ہوگا۔ حضرت محقق نے فتح القدیر میں یہ احتمال ظاہر فرمایا ہے کہ

---

[1] بدائع الصنائع | شرائط رکن التیمم | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱/۵۲
[2] رد المحتار | باب التیمم | مطبع مصطفی البابی مصر | ۱/۱۷۸
[3] سنن ابی داود | باب التیمم فی الحضر | مطبوعہ مجتبائی لاہور | ۱/۴۷
[4] فتح القدیر | باب التیمم | مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر | ۱/۱۱۴

marfat.com
Marfat.com

کما لا یخفی اھ[1] "ہوسکتا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کسی ایسے امر کی نیت کی ہو جس کے ساتھ تیمم درست ہوتا ہے پھر جب طاہر ہوگئے تو سلام کا جواب دیا ہو" اھ ___ لیکن البحرالرائق میں اس احتمال کو ان الفاظ میں رَد کردیا ہے کہ "مذہب یہ ہے کہ سلام کے لیے تیمم درست اور صحیح ہے۔ اور احتمال مذکور خلاف ظاہر ہے جیسا کہ عیاں ہے۔" اھ (ت)

اقول و یلزم علی ھذا انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان عادما للماء حال التیمم[2] کما حملہ علیہ الامام النووی فی شرح مسلم وھو فی غایۃ البعد اشد البعد لان الواقعۃ کانت بالمدینۃ الکریمۃ فصدر الحدیث مر رجل فی سکۃ من السکک فسلم علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلم یرد علیہ حتی اذا کاد الرجل ان یتواری فی السکۃ ضرب بیدیہ علی الحائط[3] الحدیث بل فی الصحیحین اقبل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من نحو بئر جمل فلقیہ رجل فسلم علیہ فلم یرد علیہ حتی اقبل علی جدار فمسح وجہہ ویدیہ ثم رد علیہ السلام[4] اھ و بئر جمل موضع بالمدینۃ الکریمۃ علی صاحبہا و اٰلہ افضل صلاۃ و سلام۔

اقول: اس احتمال کی بنیاد پر یہ بھی لازم آئے گا کہ بحالتِ تیمم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی دسترس میں پانی نہ تھا جیسا کہ شرح مسلم میں اسی پر امام نووی نے محمول کیا ہے حالانکہ یہ بعید ہی نہیں انتہائی بعید ہے اس لیے کہ یہ واقعہ مدینہ منورہ کا ہے۔ ابتدائے حدیث کے الفاظ یہ ہیں: "گلیوں میں سے ایک گلی میں ایک آدمی گزرا جس نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سلام کیا تو حضور نے جواب نہ دیا یہاں تک کہ جب وہ گلی سے اوجھل ہونے کے قریب تھا تو سرکار نے دیوار پر دونوں ہاتھ مارے" الحدیث۔ بلکہ صحیحین میں تو یہ صراحت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بئر جمل کی سمت سے تشریف لارہے تھے ایک شخص سے ملاقات ہوگئی اس نے سلام کیا حضور نے جواب نہ دیا یہاں تک کہ ایک دیوار کے پاس آکر چہرے اور ہاتھوں پر تیمم کیا پھر اس کے سلام کا جواب دیا" اھ۔ اور بئر جمل خود مدینہ منورہ میں ایک مقام ہے۔ صاحبِ مدینہ اور ان کی آل پر بہتر درود و سلام۔ (ت)

---

[1] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۵۰ تا ۱۵۱

[2] شرح مسلم للنووی مع المسلم باب التیمم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶۱

[3] سنن ابی داؤد باب التیمم فی الحضر مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱/۴۷

[4] صحیح للمسلم باب التیمم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶۱

Marfat.com

چہاردہم جنس ارض اس کی معرفت کہ جنس ارض کسے کہتے ہیں اور کیا کیا چیز جنس ارض سے ہے کیا کیا نہیں امر مہم ہے کہ اُسی پر مدار مسائل تیمم ہے فاستمع وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق (تو بغور سماعت ہو۔ اور توفیق خدا ہی کی جانب سے ہے، اور اسی کی مدد سے تحقیق کی بلندیوں تک رسائی ہے۔ ت)

---

marfat.com
Marfat.com

رسالہ ضمنیہ

المطر السعید علی نبت جنس الصعید

۱۳۳۵ھ

جنس صعید کی نبات پر بارانِ مسعود (ت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

سیدنا امام الائمہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک ہر اُس چیز سے کہ جنس ارض سے ہو تیمم روا ہے جبکہ غیر جنس سے مغلوب نہ ہو اور اُس کے غیر سے ہمارے جمیع ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک روا نہیں لہذا جنس ارض کی تحدید و تعدید درکار۔ اس میں چار مقام ہیں:

مقامِ اوّل تحدید۔

اقول و باللہ التوفیق و بہ الوصول الی اعماق التنقیح و التحقیق (میں کہتا ہوں: اور توفیق خدا ہی کی جانب سے ہے اور اسی کی مدد سے تنقیح و تحقیق کی گہرائیوں تک رسائی ہے۔ ت) علمائے کرام نے بیان جنس ارض میں اُن آثار سے کہ اجسام میں نار سے پیدا ہوتے ہیں پانچ لفظ ذکر فرمائے ہیں:

(۱) احتراق (۲) ترمّد

(۳) لین (۴) ذوبان

(۵) انطباع

اوّلاً ان کے معانی اور ان کی باہم نسبتوں کا بیان، پھر کلمات علما میں جن مختلف صورتوں پر اُن کا ورود ہوا اُس کا ذکر پھر بیانات پر جو اشکال ہیں اُن کا ایراد پھر بتوفیقہ تعالٰی بقدر قدرت تنقیح بالغ و تحقیق بازغ وتبیین مقاصد و دفع ایرادات و تکمیل تحدید و ابانت افادات کریں و باللہ التوفیق۔

marfat.com

Marfat.com

بیانِ معانی الفاظِ خمسہ :

احتراق : جلنا، امثالِ مطعومات میں اس کا اطلاق اُس صورت پر آتا ہے کہ شَے اثرِ نار سے کُلاً یا بعضاً فاسد و خارج عن المقاصد ہو جائے کھانا پکنے کو احتراق نہ کہیں گے بلکہ طبخ و نضج و ادراک۔ ان کے غیر میں کبھی آگ سے مجرد تاثرِ قوی کو احتراق کہتے ہیں اگرچہ اُس سے اجزاء و مقاصدِ شے برقرار رہیں جیسے زمین سوختہ کہ اثرِ نار سے بشدت گرم ہو کر سیاہ ہوگئی درمختار میں ارضِ محترقہ کا مسئلہ ذکر فرمایا کہ اُس سے تیمم جائز ہے۔ طحطاوی و شامی نے کہا :

اذا احرق ترابہا من غیر مخالطلہ حتی صارت سوداء جاز لان المتغیر لون التراب لا ذاتہ[1]۔

جب زمین کی مٹی کسی اور ملنے والی چیز کے بغیر اس حد تک جلادی گئی ہو کہ سیاہ بن گئی ہو تو اس سے تیمم ہوسکتا ہے اس لیے کہ اس سے محض مٹی کے رنگ میں تغیر آیا ہے حقیقت اور ذات میں تبدیلی نہیں (ت)

بلکہ ایسی اشیاء میں کبھی مقصود کے لیے مہیّا ہو جانے کو جیسے مطعومات میں پک جانا کہتے تھے احتراق بولتے ہیں اسی باب سے ہے احراقِ احجار و تکلیس یعنی اُن کا چونا بنانا۔

ترمُّد : راکھ ہو جانا۔

اقول احتراق کی چار صورتیں ہیں : انتفا، انطفا، انتقاص کہ دو قسم ہو جائے گا۔

انتفا یہ کہ شے جل کر بالکل فنا ہو جائے جیسے رال، گندھک، نوشادر۔

انطفا یہ کہ بعد عملِ نار اُس کے سب اجزا برقرار رہیں یہ احتراقِ ارض ہے اگر وہاں خارج سے پانی کی کوئی نم تھی کہ خشک ہوگئی تو وہ کوئی جزءِ زمین نہ تھی۔

انتقاص یہ کہ نار اس کے اجزاء رطبہ و یابسہ میں تفریق کر دے اور جسم کا حصہ باقی رہے۔ اس صورت میں اگر رطوبات بہت قلیل تھیں عملِ نار سے حجمِ جسم میں فرق نہ آیا نہ پہلے سے بہت ضعیف ہو گیا تو یہ تکلیس احجار ہے ورنہ ترمّد۔ اس میں اگر رطوبات کثیرہ سب فنا ہونے سے پہلے آگ بجھ گئی کہ آئندہ بوجہ بقائے رطوبت دوبارہ جلنے کی صلاحیت رہی تو فحم، انکشت، کولا ہے ورنہ رماد، خاکستر، راکھ۔ اس میں غالباً اجزاء بکھر جاتے ہیں یا چھونے سے بکھر جائیں گے کہ آگ بالکل تفریقِ اتصال کر چکی والعیاذ باللہ تعالٰی منہا (اللہ تعالٰی کی اس سے پناہ مانگتے ہیں۔ ت) محاورۂ عامہ میں اکثر اسی کو رماد کہتے ہیں۔

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۷۷

Marfat.com

لین: نرم پڑنا۔ یہ نضج وطبخ کو بھی شامل ہے کہ ہر شے پک کر اپنی حالت خامی سے نرم ہوجاتی ہے بلکہ تکلیس کو بھی کہ چُونا بھی اپنے پتھر سے نرم ہوگا۔

اقول اس میں کُلّاً یا بعضاً[عہ۱] بقائے جسم شرط ہے بھڑک ہوکر فنا ہوجانا نرم ہونا نہیں، نیز یہ بھی لازم کہ اگرچہ گرہ قدرے سُست ضرور ہُوئی کہ پہلی سی باہم گرفت وصلابت نہ رہی مگر جسم[عہ۲] کہ منجمد تھا اپنے انجماد پر رہے نہ یہ کہ پانی[عہ۳] ہوکر بہ جائے، بہ جانے کو نرم پڑنا نہ کہیں گے۔

ذوبان: پگھل جانا۔

اقول: یہ وہ صورت ہے کہ اجزائے[عہ۴] موجودہ کی گرہ قریب انحلال ہے نہ تو پُوری کھل گئی کہ اثرِ نار سے ان میں کے رطبہ یابسہ کو چھوڑ کر اُڑ جائیں نہ وہ گرفت رہی کہ جسم کی مٹی اگرچہ نرم پڑ گئی ہو بندھی رہے جو صورت تکلیس اجار میں بھی لہذا یہ اجزائے رطبہ فراق چاہ کر اُڑنا چاہتے ہیں کہ آگ کی گرمی اسی کی مقتضی اور گرہ بہت سُست ہوگئی لیکن اجزائے یابسہ انھیں نہیں چھوڑتے کہ ہنوز تماسک باقی ہے اس کشمکش میں روانی تو ہُوئی مگر مع بقائے اتصال زمین ہی پر رہی اس نے صورتِ سیلان پیدا کی۔

انطباع: یہ لفظ اگرچہ عربی ہے مگر زبانِ عرب پر نہیں، نہ اُن سے کبھی منقول ہُوا لہذا قاموس، محیط حتی کہ تاج العروس کے مستدرکات تک اُس کا پتا نہیں، ہاں فقہائے کرام نے اُس کا استعمال فرمایا، جس کا پہلا سُراغ امام شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ تک چلتا ہے، شیخ الاسلام غزی نے اس کے معنے فرمائے: پارہ پارہ و نرم ہونا۔ طحطاوی علی الدر المختار ور دالمحتار میں ہے: قولہ ولا بمنطبع ھو ما یقطع

عہ۱ یہ تعمیم اس لیے کہ فنائے بعض اجزا جس طرح تکلیس وترمّد میں ہے لین باقی کے منافی نہیں۔ (م)

عہ۲ یعنی وہی جس قدر بعد احتراق باقی ہے کل خواہ بعض ۱۲ منہ (م)

عہ۳ اس کے بعد بحمداللہ تعالٰی ہم نے شرح مقاصد میں دیکھا کہ عدم سیلان کو لین میں شرط فرمایا۔ حیث قال اللین کیفیۃ تقتضی قبول الغمز الی الباطن ویکون للشیئ بھا قوام غیر سیال ۱۲ منہ غفرلہ (م)

ان کے الفاظ یہ ہیں: لین (نرمی) ایسی کیفیت ہے جو اندر کی جانب دباؤ قبول کرلینے کی مقتضی ہوتی ہے اور اس کیفیت کی وجہ سے شے کا ایک غیر سیال قوام ہوتا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عہ۴ احتراز ہے ان اجزا سے کہ جل کر اُڑ گئے کہ ان کی گرہ ضرور کھل گئی ۱۲ منہ غفرلہ (م)

marfat.com

Marfat.com

ویلین کالحدید منح[1] (اس کا قول "ولاینطبع" یہ وہ ہے جو ٹکڑے ٹکڑے ہو اور نرم ہو جائے جیسے لوہا، منح۔ ت)

اقول اس سے تو یہ ظاہر کہ لین معنیٰ انطباع میں داخل اور اُس کا جزء ہے لیکن اُن سے پہلے علامہ مولیٰ خسرو[ع] نے انطباع کو خود لین سے تفسیر فرمایا جس سے روشن کہ دونوں ایک چیز ہیں، غرر و درر میں ہے: (وھو لاینطبع) ای لایلین[2] (یعنی نرم نہ ہو۔ ت) علامہ ابن امیر الحاج حلبی نے جنس ارض میں نفی انطباع ولین دو جگہ لکھ کر غیر جنس میں فقط لین کا نام لیا۔ حلیہ میں ہے:

قال مشایخنا جنس الارض مالایحترق بالنار فیصیر رمادا وما لایلین ولاینطبع ویدخل فیما لایلین ولاینطبع ولایحترق الیاقوت وما احترق بالنار اولانت بہا فلیس من جنس الارض[3]۔

ہمارے مشائخ نے فرمایا جنس ارض وہ ہے جو آگ سے جل کر راکھ نہ ہو جائے اور جو نرم نہ ہو اور منطبع نہ ہو۔ یاقوت بھی انہی چیزوں میں داخل ہے جو نہ نرم ہوتی ہیں نہ منطبع ہوتی ہیں نہ جلتی ہیں ــــ اور جو آگ سے جل جائے یا اس سے نرم ہو جائے وہ جنسِ ارض سے نہیں۔ (ت)

یہ اس عینیت وجزئیت اور ان کے علاوہ لزوم کو بھی محتمل یعنی لین لازم انطباع ہو کر جب کہہ دیا کہ جو آگ پر نرم پڑے جنسِ ارض نہیں اس سے خود ہی معلوم ہوا کہ جو منطبع ہو جنسِ ارض نہیں کہ تینوں تقدیروں پر ہر منطبع میں لین ضرور ہو گا اور اسے نفی جنسیت کر چکے مگر صدر کلام میں لین پر انطباع کا عطف ہے اور اسی طرح شرح نقایہ برجندی میں زاد الفقہاء سے ہے: یلین وینطبع[4] (نرم اور منطبع ہو۔ ت) یہ عینیت کی تضعیف کرتا ہے کہ عطف تفسیری میں معطوف زیادہ مشہور ومعروف چاہئے نہ کہ بالعکس لین میں کیا خفا تھی کہ اُسے تفسیر کیا اور کاہے سے انطباع سے جس کے معنی میں یہ کچھ خفا ہے۔ باقی کتب کثیرہ مثل تحفۃ الفقہاء وبدائع ملک العلماء وکافی ومستصفے وجوہرہ نیرہ وغنیہ وبحر ومسکین وایضاح وہندیہ میں اس کا عکس ہے ینطبع ویلین[5] (منطبع اور نرم ہو۔ ت) یہاں بر تقدیر عینیت عطف تفسیری بے تکلف بنتا ہے اور بر تقدیر جزئیت ولزوم بعد انطباع ذکر لین لغو

ع: انھیں کا اتباع اخی چلپی نے کیا کما سیاتی (جیسا کہ آگے آئیگا۔ ت) ۱۲ منہ غفرلہ (م)

[1] ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۷۶
[2] درر الحکام شرح غرر الاحکام باب التیمم مطبعۃ فی دار السعادۃ احمد کامل الکائنۃ ۱/۳۱
[3] حلیہ
[4] شرح نقایہ برجندی فصل فی التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۴۷
[5] فتاوٰی ہندیہ فصل اول من التیمم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۶

Marfat.com

رہتا ہے عنایہ میں سب سے جُدا او ینطبع او یلین[1] ــــــــــ بحرف تردید ہے کہ یہ منطبع ہو یا نرم پڑے، یہ عطفِ تفسیری کی رگ کاٹتا ہے ۔غرض ان مفادات میں امر مشوش ہے ۔

واقول تحقیق یہ ہے کہ انطباع طبع سے ماخوذ ہے طبع بمعنے عمل و صنعت ہے ۔ قاموس و تاج العروس میں ہے :

(و) الطبع ابتداء صنعة الشیئ یقال طبع الطباع (السیف) اوالسنان صاغه (و) السكاك (الدرھم) سکه (و) طبع (الجرة من الطين عملها[2])

طبع ـــ کسی چیز کے بنانے کی ابتدار ۔ کہاجاتا ہے طبع الطباع السیف او السنان (ڈھالنے والے نے تلوار یا نیزہ ڈھالا یعنی بنایا) اور السکاک الدرھم یعنی سکہ ساز نے درہم بنایا ـــ اور طبع الجرۃ من الطین یعنی مٹی سے گھڑا بنایا۔ (ت)

توانطباع بمعنی قبول صنعت ہے یعنی شے کا قابلِ صنعت ہوجانا کہ وہ جس طرح گھڑنا چاہے گھڑ سکے جس سانچے میں ڈھالنا چاہے ڈھل سکے اور یہ نہ ہوگا مگر بعد لین و نرمی تو لین اس کا عین ہے نہ جز بلکہ اس کی علت اور گھڑنے کی صورت میں اُسے لازم ہے جیسے سونے چاندی لوہے کا آگ سے نرم ہوکر ہر قسم کی گھڑائی کے قابل ہوجانا اور ڈھالنے کی صورت میں ذوبان اس کی علت اور اُسے لازم ہے جیسے سونے چاندی کو چرخ دے کر روپیہ اشرفی اینٹ بنانا، مغرب میں ہے :

قول شمس الائمة السرخسی مایذوب و ینطبع ای یقبل الطبع وھذا جائز قیاسا وان لم نسمعه[3]

شمس الائمہ سرخسی کی عبارت ہے : مایذوب و ینطبع یعنی جو پگھلے اور ڈھلائی قبول کرے ۔ قیاساً یہ جائز ہے اگرچہ ہم نے اسے نہ سنا ۔ (ت)

اقول عندالتحقیق کلام شیخ الاسلام تمرتاشی کا بھی یہی مفاد ۔ بُرظاہر کہ بالفعل پارہ پارہ ہوجانا مراد نہیں بلکہ اس کی قابلیت، اور وہ دو طور پر ہوتی ہے ایک یہ کہ چیز سخت ہو کر ضرب سے بکھر جائے جیسے کھنگر یہ انطباع نہیں بلکہ جیسے پاروں میں تقسیم چاہیں اُن پر منقسم ہونا و لہذا ینقطع (پارہ پارہ ہو ۔ ت) نہ فرمایا بلکہ یقطع (پارہ پارہ کیا جائے ۔ ت) اور یہ نہ ہوگا مگر بصورت لین ولہذا ویلین (اور نرم پڑے ۔ ت) اضافہ فرمایا کہ قابلیت صنعت بوجہ لین پر دلالت کرے واللہ الموفق (اور اللہ توفیق دینے والا ہے ۔ ت) شاید یہی نکتہ ہے

---

[1] العنایۃ مع الفتح باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۱۲

[2] تاج العروس فصل الطاء من باب العین احیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۳۸

[3] المغرب

marfat.com

Marfat.com

کہ منیۃ نے اپنے متبوع وُرر کے قول سے عدول فرمایا واللہ تعالیٰ اعلم۔

تنبیہ: ہماری تقریر سے واضح ہُوا کہ مٹی بھی منطبع ہوتی ہے ابھی قاموس سے گزرا، طبع الجرۃ من الطین[1] (مٹی سے گھڑا بنایا۔ ت) مگر یہاں مراد وُہ ہے جس کی صلاحیت آگ سے نرم ہوکر پیدا ہوئی ہو ولہذا فتح القدیر میں فرمایا، اذا حُرِّق لاینطبع[2] (جب جلایا جائے تو منطبع نہ ہو۔ ت) مراقی الفلاح میں ہے، ینطبع بالاحراق[3] (جلانے سے منطبع ہو۔ ت) عامۂ علما نے کہ یہاں منطبع مطلق چھوڑا ہے اُس سے یہی منطبع بالنار مراد ہے جس طرح لین وذوبان کو بھی اکثر نے مطلق رکھا اور مراد وہی ہے کہ نار سے ہو ورنہ پانی میں مٹی بھی گلتی پگھلتی ہے۔

بیانِ نسبت: احتراق و ترمّد میں نسبت اوپر گزری کہ ترمّد اُس سے خاص اور اُسی کی چار صورتوں سے ایک صورت ہے۔ رہے باقی تین **اقول** (میں کہتا ہُوں۔ ت) ان میں لین وذوبان اُن معانی پر کہ ہم نے تقریر کیے خود متباین ہیں مگر یہاں کلام اُن کی صلاحیت میں ہے کہ جو اس کے صالح ہو جنس ارض سے نہیں بحسب صلاحیت لین دونوں سے عام ہے جو ذائب ہوگا پہلے نرم ہی ہوکر ذائب ہوگا یونہی سخت چیز میں گھڑنے کی صلاحیت نرمی ہی سے آئے گی اور جو آگ سے نرم ہوسکے یہ ضرور نہیں کہ بہ بھی سکے یا گھڑنے ڈھالنے کے بھی قابل ہوسکے جیسے چُونے کا پتھر وغیرہ احجارِ مکلّسہ اور ذوبان و انطباع میں عموم وخصوص من وجہ ہے سونا چاندی ذائب بھی ہیں اور منطبع بھی، اور جما ہُوا گھی ذائب ہے منطبع نہیں اور شکّر کا قوام منطبع ہے ذائب نہیں چھوٹے بتاسے اور مختلف پیمانوں کے بڑے اور رنگ برنگ صورتوں تصویروں کے کھلونے بنتے ہیں آنچ سے ہی قوام ان انطباعوں کے قابل ہوتا ہے مگر آگ سے بہے گا نہیں جل جائیگا۔ ہاں جو چیز آگ پر صابر ہو نہ فنا ہو نہ راکھ جیسے فلزات بظاہر وہاں انطباع و ذوبان متلازم ہوں کہ جب نار سے نرم ہُوئی تو اس کے اشتداد و امتداد سے شیئاً فشیئاً نرمی کا ازدیاد ہوتا ہُوا انتہا ذوبان پر ہوگی حتی کہ فولاد میں اگرچہ بتدابیر کما فی شرح[4] المواقف والمقاصد

ع۵ فان قیل الحدید لایذوب وان کان یلین قلنا یمکن اذابتہ بالحیلۃ[4] اھ شرح المواقف۔ الذوبان فی غیر الحدید ظاھرامافی الحدید فیکون بالحیلۃ اھ شرح المقاصد[5] ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اگر یہ کہا جائے کہ لوہا پگھلتا نہیں اگرچہ نرم ہوجاتا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ لوہا بھی فی الجملہ کسی تدبیر سے پگھلایا جاسکتا ہے اھ شرح مواقف۔ لوہے کے علاوہ میں تو پگھلنا ظاہر ہے رہا لوہا تو اس میں بھی تدبیر سے ہوسکتا ہے اھ شرح المقاصد ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] القاموس المحیط فصل الطاء، باب العین مطبع مصطفی البابی مصر ۳/۶۰
[2] فتح القدیر باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۱۲
[3] مراقی الفلاح مع الطحطاوی باب التیمم مطبعۃ ازہریۃ مصر ص ۶۹
[4] شرح المواقف القسم الرابع ۷/۱۷۳ [5] شرح المقاصد المحدث الاول ۱/۳۷۳

Marfat.com

(جیساکہ شرح مواقف وشرح مقاصد میں ہے۔ ت) اور ممکن کہ خالق عزّ وجل نے بعض ایسی محکم الترکیب بنائی ہوں کہ آگ سے صرف نرم ہوسکیں اُن کے پانی کر دینے پر آگ کبھی قادر نہ ہو واللہ تعالٰی اعلم۔

بیان تنوع کلمات علما و اشکالات: اوصاف خمسہ مذکورہ کے عدم سے جنس ارض یا وجود سے اُس کے غیر کی پہچان بنانے میں کلماتِ علما چودہ[۱۴] وجہ پر آئے:

(۱) بعض نے صرف انطباع لیا کہ جس میں یہ نہیں وہ جنس ارض ہے شرح نقایہ علّامہ برجندی میں ہے:

ذکر الجلابی ان جنس الارض کل جزء منہ لاینطبع[۱]

جلابی نے ذکر کیا ہے کہ جنس ارض ہر وہ جزء ہے جو منطبع نہ ہو۔ (ت)

اقول یہ ظاہر البطلان ہے کہ لکڑی کپڑے ناج ہزاروں چیزوں پر صادق۔

فان قلت قد اخرجھا بقولہ کل جزء منہ ای من الارض ذکر الکنایۃ تسامحا او باعتبار المذکور۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ انہوں نے بکل جزء منہ (یعنی ہر جزء زمین) کہہ کر ان سب چیزوں کو خارج کر دیا ہے اور منہا کی بجائے منہ مذکر کی ضمیر تسامحاً یا مذکور کا اعتبار کرکے لائے ہیں۔

اقول اولاً ضاع قولہ لاینطبع فلیس جزء منہا ینطبع بالنار۔

اقول، اولاً یہ ہو تو ان کا قول "لاینطبع (منطبع نہ ہو) بیکار ہوجائیگا اس لیے کہ زمین کا کوئی جز ایسا نہیں جو آگ سے منطبع ہو۔

وثانیا یعود حاصلہ ان جنس الارض کل جز منہا وھذا کتعریف شیئ بنفسہ فانما الشان فی معرفۃ ان ای شیئ من اجزائھا۔

ثانیاً اس تعریف کا حاصل یہ نکلے گا کہ جنسِ زمین، زمین کا ہر جز ہے۔ اور یہ گویا کہ شئی کی تعریف خود اسی شے سے کرنا ہے اس لیے کہ یہاں تو یہی جاننا مقصود ہے کہ کون سی شے زمین کا جز ہے۔ (ت)

(۲) صرف ترمّد کہ جو چیز جل کر راکھ نہ ہو جنس ارض ہے نافع شرح قدوری میں ہے: جنس الارض ما اذا احترق لایصیر رماداً[۲] (جنسِ زمین وُہ ہے جو جل کر راکھ نہ ہو۔ ت)

---

[۱] شرح النقایہ للبرجندی فصل فی التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۴۷

[۲] نافع شرح قدوری

marfat.com

Marfat.com

اقول یہ بھی فلزات[1] مثلاً سونے چاندی فولاد نیز تیل گھی دودھ وغیرہا لاکھوں اشیاء پر صادق۔ اگر کہیے سونے چاندی کا کشتہ اُن کی راکھ ہے اقول اوّلاً یہ راکھ کے معنی سے ذہول ہے جو ہم نے بیان کئے ثانیاً عقیق ویاقوت کا بھی کشتہ ہوتا ہے تو وہ بھی جنسِ ارض نہ ہوں حالاں کہ بے شک ہیں کما سیأتی (جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ ت)

(۴) انطباع وترمُّد کہ جو منطبع یا خاکستر ہو جنس ارض سے نہیں، فتح القدیر میں ہے:

قیل ماکان بحیث اذا احرق بالنار لاینطبع ولایترمد فھو من اجزاء الارض[1] اھ۔ اقول ولا یرید التزییف فقد اقرہ وفرع علیہ۔

کہا گیا جو ایسا ہو کہ آگ سے جلایا جائے تو نہ منطبع ہو نہ راکھ ہو تو وہ زمین کا جزء ہے اھ ــــ اقول (قیل "کہا گیا" سے اس معنی کو ذکر کرکے اس کی خرابی وکمزوری بتانا مقصود نہیں کیوں کہ انہوں نے اس قول کو برقرار رکھا ہے اور اس پر تفریع بھی کی ہے۔ (ت)

جامع المضمرات پھر جامع الرموز میں ہے:

جنس الارض مما لایحترق فیصیر رمادا اوینطبع[2]۔

جنسِ زمین وُہ ہے جو جل کر راکھ یا منطبع نہ ہو۔ (ت)

مراقی الفلاح میں ہے:

الضابطۃ ان کل شیئ یصیر رمادا اوینطبع بالاحراق لایجوز بہ التیمم والاجاز[3]۔

ضابطہ یہ ہے کہ ہر وُہ چیز جو جلانے سے راکھ ہو جائے یا منطبع ہو جائے اس سے تیمم جائز نہیں اور ایسی نہ ہو تو جائز ہے۔ (ت)

تنویر الابصار میں ہے:

بمطھر من جنس الارض فلا یجوز بمنطبع ومترمد ومعادن[4]۔

جنسِ زمین کی کسی پاک کرنے والی چیز سے (تیمم ہوگا) تو منطبع ہونے والی اور راکھ ہونیوالی چیز اور معدن سے جائز نہیں۔ (ت)

---

[1] فتح القدیر باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۱۲
[2] جامع الرموز " مطبعہ کریمیہ قزان (ایران) ۱/۶۹
[3] مراقی الفلاح " مطبعہ ازہریہ مصر ص ۶۸
[4] الدرالمختار مع الشامی باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۷۵ تا ۱۷۶

Marfat.com

اقول پہلی تین عبارتوں میں احراق سے مجرد عمل نار مراد ہے اور اخیر میں معادن سے فلزات ورنہ کبریت و زرنیخ و مردارسنگ و توتیا کے بھی معادن ہیں اور ان سے جواز تیمم مصرح کما سیاتی ان شاء اللہ تعالٰی (جیسا کہ ان شاء اللہ تعالٰی عنقریب آرہا ہے۔ ت)

(۴) لین و ترمّد کہ جو آگ سے نرم پڑے یا راکھ ہو جنس ارض نہیں۔ غنیہ میں ہے، ھو ما یلین بالنار او یترمّد[1] (یہ وہ ہے جو آگ سے نرم ہو یا راکھ ہو جائے۔ ت)

(۵) امام اکمل الدین نے ان پر انطباع کا اضافہ فرمایا کہ یا منطبع ہو، عنایہ میں ہے:

قیل کل ما یحترق بالنار فیصیر رمادا او ینطبع او یلین فلیس من جنس الارض[2]

کہا گیا ہر وہ چیز جو آگ سے جل کر راکھ ہو جائے یا منطبع یا نرم ہو وہ جنس زمین سے نہیں۔ (ت)

اقول جب مجرد لین کافی تو اضافہ انطباع بیکار کہ انطباع بے لین نامتصور۔ لاجرم اس کا مفاد عبارت چہارم سے زائد نہیں۔

(۶) علامہ ابن امیر الحاج حلبی نے جانب جنس میں مثل عنایہ ترمد و لین و انطباع لیے کہ جس میں یہ نہ ہوں وہ جنسِ ارض سے ہے اور جانب غیر میں احتراق و لین کہ جس میں ان سے کوئی ہو غیر جنس ہے وقد تقدمت عبارات حلیتہ (ان کی کتاب "حلیہ" کی عبارت گزر چکی۔ ت)

اقول جملہ ثانیہ بلکہ ایک جگہ اولی کے بیان میں بھی ذکر احتراق پر اقتصار کا یہ عذر واضح ہے کہ مطلق اُسی مقید ترمّد پر محمول مگر ثانیہ میں ترک ذکر انطباع معین کر رہا ہے کہ مجرد لین بھی جنس ارض سے اخراج کو بس ہے تو یہاں بھی مثل عنایہ ذکر انطباع ضائع اور عبارت عبارت چہارم کی طرف راجع۔

ع وقال بعدہ کالذھب والفضۃ والحدید وغیرھا مما ینطبع ویلین بالنار اھ و ذلک ما قدمنا عنھا عند بیان معنی الانطباع ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اس کے بعد فرمایا: جیسے سونا، چاندی، لوہا وغیرہ ایسی چیز جو آگ سے منطبع اور نرم ہو اھ یہ وہی ہے جو غنیہ کے حوالہ سے ہم نے انطباع کا معنی بیان کرتے ہوئے پہلے ذکر کیا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] غنیۃ المستملی باب التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۷
[2] العنایۃ مع فتح القدیر " نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۱۲
[3] غنیۃ المستملی " سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۷

marfat.com
Marfat.com

(۷ و ۸) بہت اکابر نے لیے تو یہی اوصافِ ثلٰثہ مگر ترمّد کو ایک شق کیا اور لین و انطباع کو واو عاطفہ سے ملاکر دوسری شق۔ پھر بعض نے تو لین و انطباع کہا۔ برجندی میں زاد الفقہا سے ہے :

مایحترق بالنار ویصیر رمادا او یلین و ینطبع فلیس من جنس الارض وما عداھما من جنسہا[1]۔	ہر وُہ چیز جو آگ سے جل جائے اور راکھ ہوجائے یا نرم اور منطبع ہوجائے وہ جنسِ زمین سے نہیں اور ان دونوں کے ماسوا جنسِ زمین سے ہیں۔ (ت)

اور اکثر نے انطباع و لین۔ بدائع امام ملک العلما میں ہے :

کل مایحترق فیصیر رمادا او ینطبع و یلین فلیس من جنس الارض وماکان بخلاف ذلک فھو من جنسہا[2]۔	ہر وُہ چیز جو جل کر راکھ ہوجائے یا منطبع اور نرم ہوجائے وہ جنسِ زمین سے نہیں اور جو اس کے برخلاف ہو وہ جنسِ زمین سے ہے۔ (ت)

یونہی ہندیہ میں بالفاظہٖ لے کر مقرر رکھا بعینہٖ یہی الفاظ البحر الرائق میں امام ابو البرکات نسفی کی مستصفی سے ہیں غیران فی اٰخرھا وماعدا ذلك فھو من جنس الارض[3] (فرق یہ ہے کہ اس کے آخر میں "وماعدا ذلك فھو من جنس الارض" ہے ـــــ معنی وہی ہے۔ ت)

ایضاح علّامہ وزیر میں تحفۃ الفقہا امام اجل علاء الدین سمرقندی سے ہے :

القانون الفارق بین جنس الارض وغیرھا ان کل مایحترق فیصیر رمادا او ینطبع و یلین فلیس من جنس الارض[4]۔	جنسِ زمین اور اس کے علاوہ میں فرق و امتیاز کا قاعدہ یہ ہے کہ جو بھی جل کر راکھ ہوجائے یا منطبع اور نرم ہوجائے تو وہ جنسِ زمین سے نہیں۔ (ت)

جوہرہ نیرہ میں ہے :

ھو ما اذا طبع لاینطبع ولا یلین و اذا احرق لایصیر رمادا[5]۔	جنسِ زمین وُہ ہے کہ ڈھالا جائے تو نہ ڈھلے اور نہ نرم ہو اور جب جلایا جائے تو راکھ نہ ہو۔ (ت)

---

[1] شرح النقایۃ للبرجندی فصل التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۴۷
[2] بدائع الصنائع فصل مایتیمم بہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۳
[3] البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۷
[4] رد المحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۱۷۵
[5] الجوہرۃ النیرہ " مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۲۵

Marfat.com

اقول انطباع ولین میں حرف واو اور اُن میں اور ترَدُّد میں حرف اَوْ خصوصاً اس اطباق کے ساتھ بنگاہِ اوّلین یقین دلاتا ہے کہ یا[1] تو لین وانطباع شے واحد ہیں یا[2] اس شوق میں دونوں کا اجتماع مقصود یعنی جو راکھ ہو یا جس میں انطباع ولین دونوں جمع ہوں وہ جنسِ ارض نہیں اور[3] ایک ضعیف وبعید احتمال یہ بھی ہے کہ واو بمعنی اَوْ ہو مگر اُن میں کوئی خالی از اشکال نہیں۔

فاقول اوّل صراحۃً باطل ہم روشن کر آئے کہ لین وانطباع متحد نہیں معہذا بحال تقدیم لین یہ علت تفسیری معکوس ہوگا بہرحال اب یہ عبارات بھی جانب چہارم عود کریں گی۔

دوم پر لین لغو رہا کہ انطباع بے لین متصور نہیں بلکہ بحال تقدیم انطباع اس باطل کا ایہام ہوا کہ کبھی انطباع بے لین بھی ہوتا ہے لہذا اجتماع لین سے مشروط کیا اور بعد تنقیح حاصل صرف اتنا ہوا کہ ترَدُّد ہو یا انطباع اور عبارات کے لیے عبارت سوم کی طرف ارجاع۔

سوم پر ذکر انطباع فضول رہا کہ مجرد لین کافی اور وہ انطباع کو لازم یہ پھر عبارت چہارم کی طرف عود کرگیا۔

(۹) علامہ شیخی زادہ رومی نے ان تین میں لین کی جگہ ذوبان لیا اور وہی ایک شق ترَدُّد اور دوسری شق ذوبان وانطباع۔

قدم منہما الانطباع وفی کلام شمس[ع] الائمۃ السرخسی یذوب وینطبع[1] کما مرعن المغرب۔

انہوں نے ان دونوں سے انطباع کو پہلے رکھا ہے اور شمس الائمہ سرخسی کے کلام میں "یذوب وینطبع" (پگھلے اور منطبع ہو) ہے، جیساکہ مغرب کے حوالہ سے گزرا۔ (ت)

اقول ولا یختلفان ھھنا

اقول یہ دونوں یہاں مختلف ہیں کیونکہ

ع ومثلہ فی الخانیۃ وفی خزانۃ المفتین عن الظہیریۃ لایجوز التیمم بکل مایذوب وینطبع[2] اھ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اس کے مثل خانیہ میں ہے اور خزانۃ المفتین میں ظہیریہ کے حوالے سے یہ الفاظ ہیں کہ تیمم ہراس چیز سے جائز نہیں جو پگھلے اور منطبع ہو ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] المغرب

[2] خزانۃ المفتین فصل فی التیمم قلمی نسخہ ۱/۱۲

marfat.com

Marfat.com

لان بینھما عموما من وجہ۔ | دونوں میں عموم من وجہ ہے۔ (ت)

مجمع الانہر میں ہے:

کل شئ یحترق و یصیر رمادا لیس من جنس الارض وکذلک کل شئ ینطبع و یذوب[1]۔ | ہر وُہ چیز جو جل جائے اور راکھ ہوجائے وُہ جنس زمین سے نہیں اور ایسے ہی ہر وُہ چیز جو منطبع ہو اور پگھلے۔(ت)

اقول: یہاں بھی بدستور تین احتمال اور تینوں پر اشکال۔

اوّل: ذوبان و انطباع ایک ہوں تو حاصل ترمّد و ذوبان ہوگا۔

اقول مگر اتحاد باطل کما علمت (جیسا کہ معلوم ہوا۔ ت)

دوم: دونوں کا اجتماع شرط ہو تو حاصل یہ کہ غیر جنسِ ارض وُہ ہے جو راکھ ہوسکے یا انطباع و ذوبان دونوں کی صالح ہو۔

سوم: ضعیف و اجید اعنی جس میں ترمّد یا ذوبان یا انطباع ہو جنسِ ارض نہیں۔

اقول ان دونوں پر نصوص تو آگے آتے ہیں ان شاء اللہ تعالٰی اور ثالث کا ضعف و لبعد یوں روشن کہ غیر جنس ارض کے لیے دو قانون بنائے ایک میں ترمّد رکھا، دوسرے میں انطباع و ذوبان کو بحرف واو جمع کیا تو متبادر یہی کہ یہ دونوں قانون واحد میں ہیں۔

(۱۰) امام فخر الملۃ والدین زیلعی نے بالکل مثل نہم فرمایا صرف غیر جنس کا ایک اور قانون بڑھایا کہ جسے زمین کھالے یعنی ایک مدت پر کہ ہر شے کے مناسب مختلف ہوتی ہے اس میں اثر کرتے کرتے خاک کردے۔

تبیین الحقائق میں ہے:

الفاصل بینھما ان کل شئ یحترق بالنار و یصیر رمادا لیس من جنس الارض وکذا کل شئ ینطبع و یذوب بالنار و کل شئ تاکلہ الارض لیس من جنسھا[2] اھ واثرہ الفاضل اخی چلپی بلفظۃ قیل مقرا و قال فی اٰخرہ ھذا زبدۃ کلام الزیلعی[3] اھ فقد یوھم من لم یراجع التبیین انہ | دونوں کے درمیان فرق و امتیاز یُوں ہوتا ہے کہ ہر وُہ چیز جو آگ سے جل جائے اور راکھ ہوجائے وُہ جنسِ زمین سے نہیں، ایسے ہی ہر وُہ چیز جو آگ سے منطبع ہو اور پگھل جائے۔ اور ہر وہ چیز جسے زمین کھاجائے وہ جنسِ زمین سے نہیں اھ۔ یہ عبارت لفظ "قیل" سے فاضل اخی چلپی نے نقل کرکے برقرار رکھی اور اس کے آخر میں لکھا کہ یہ کلام زیلعی کا خلاصہ ہے اھ اسے تبیین زیلعی کی طرف مراجعت نہ کرنے والے

---

[1] مجمع الانہر باب التیمم دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۸

[2] تبیین الحقائق " مطبعۃ امیریہ بولاق مصر ۱/۳۹

[3] ذخیرۃ العقبٰی " مطبع اسلامیہ لاہور ۱/۱۲۴

Marfat.com

فیہ بلفظۃ قیل ولیس کذلک۔ کو یہ وہم ہوتا ہے کہ اس میں بھی یہ کلام لفظ قیل کے ساتھ ہوگا حالاں کہ ایسا نہیں۔ (ت)

اقول یہ قانون تازہ بجائے خود صحیح ہے مگر معرفت جنس و غیر جنس کو کافی نہیں کہ اس کا عکس کُلی نہیں کہ جو غیر جنس ارض ہو اُسے زمین کھا لے، زمین سونے چاندی کو بھی نہیں کھاتی بہرحال اس ہمارے مبحث پر اثر نہیں اس کے حاصلات اور اُن پر اشکالات بعینہا مانند تہم ہیں۔

(۱۱) فاضل چلپی نے بالکل وہم کا اتباع کیا مگر لین بجائے انطباع لیا کہ وکل شیئ یلین و یذوب بھا[1] الخ (اور ہر وُہ چیز جو آگ سے نرم ہو اور پگھل جائے الخ۔ ت) اور اسی کو حاصل کلام تبیین ٹھہرایا کما مر (جیسا کہ گزرا۔ ت)

اقول یہ ہرگز اُس کا حاصل نہیں لین و انطباع میں فرق عظیم ہے کما تقدم (جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ ت) ان کو یہ شبہ اتباع دُرر سے لگا اگرچہ دونوں فاضل ہمعصر اعیان قرن تاسع سے ہیں مگر ان کی کتاب دُرر سے اٹھارہ برس بعد ہے تصنیف دُرر ۸۸۳ھ میں ختم ہوئی اور ذخیرۃ العقبٰی ۹۰۱ھ میں اور اس کے خاتمہ میں سطریں کی سطریں خاتمہ دُرر سے ماخوذ ہیں۔ ہاں لین و انطباع کی تبدیل نے اسے کلام تبیین سے یُوں بھی جُدا کر دیا کہ اُس میں تین احتمال تھے اس میں احتمال اتحاد کی گنجائش نہیں کہ لین و ذوبان میں فرق بدیہی ہے۔ رہے دو اول جمع **اقول** تو ذکر لین لغو کہ لازم ذوبان ہے اور حاصل حاصل اول عبارت تبیین ہوگا دوم تردید۔ **اقول** تو ذکر ذوبان لغو کہ مجرد لین کافی ہے اور اب حاصل عبارت چہارم کی طرف عود کرے گا۔

(۱۲) امام جلیل ابو البرکات نسفی نے ایک شق احتراق لی اور دوسری انطباع و لین کافی میں ہے و بطاھر من جنس الارض لا بما ینطبع ویلین او یحترق[2] جنس زمین کی کسی پاک چیز سے ۔۔ ایسی چیز سے نہیں جو منطبع اور نرم ہو جائے یا جل جائے۔ (ت)

اقول بدستور تین احتمال ہیں اور تینوں پر اشکال۔ اتحاد خود باطل ہے اور اس پر حاصل لین و احتراق اور جمع یعنی احتراق ہو یا انطباع و لین کا اجتماع اس میں لین لغو اور حاصل احتراق یا انطباع اور تردید پر انطباع بیکار اور حاصل مثل احتمال اول۔

---

[1] ذخیرۃ العقبٰی باب التیمم مطبع اسلامیہ لاہور ۱/ ۱۷۴

[2] کافی

marfat.com

Marfat.com

(۱۳) فاضل معین ہروی نے جانب جنس احتراق و انطباع لیا اور جانب غیر میں لین بواو عاطفہ اضافہ کیا، شرح کنز میں کہا:

جنس الارض ما لایحترق ولا ینطبع و مالیس من جنس الارض ما یحترق او ینطبع و یلین[1]

جنسِ زمین وُہ ہے جو نہ جلے اور نہ منطبع ہو۔ اور جو جنسِ زمین سے نہیں یہ وہ ہے جو جل جائے یا منطبع اور نرم ہوجائے۔ (ت)

اقول یہ حقیقت امر پر صریح متناقض ہے جملہ اولیٰ کا مفاد کہ مجرد لین منافی ارضیت نہیں اور ثانیہ کی تصریح کہ منافی ہے لاجرم یہاں عطف تفسیری متعین جو خود باطل اور احتمال اول عبارت ۱۲ کی طرف آئل۔

(۱۴) **اقول** یہ سب باوصف اس قدر اختلافات کے ایک امر پر متفق تھے کہ یہ اوصاف جنس و غیر جنس میں فارق ہیں علامہ مولیٰ خسرو نے غرر و دُرر متن و شرح دونوں میں وہ روش اختیار فرمائی کہ انہیں فارق ہی نہ مانا بلکہ جواز تیمم کے لیے ان کو جنس ارض کی قید جانا یعنی جنس ارض میں خاص اس شے سے تیمم جائز ہے جو آگ سے جل کر نہ نرم پڑے نہ راکھ ہو یہ حاصلِ متن ہے شرح میں فرمایا جو چیز جنسِ ارض سے نہیں یا انطباع خواہ ترمّد رکھتی ہے اُس سے تیمّم روا نہیں تو متن و شرح نے صاف بتایا کہ خود جنس ارض دونوں قسم کی ہوتی ہے ایک وہ کہ آگ سے نرم یا راکھ ہوتی ہے دُوسری نہیں۔ متن کی عبارت یہ ہے:

علی طاھر من جنس الارض وھو لا ینطبع ولا یترمد بالاحتراق[2]

جنس زمین کی پاک چیز پر جب کہ وہ جلنے سے نہ منطبع ہو اور نہ راکھ ہو۔ (ت)

شرح میں فرمایا:

وذلك لان الصعید اسم لوجه الارض باجماع اھل اللغۃ فلا یتناول مالیس من جنسھا او ینطبع او یترمد[3]۔

اور یہ اس لیے کہ صعید باجماعِ اہلِ لغت روئے زمین کا نام ہے تو یہ لفظ اس چیز کو شامل نہ ہوگا جو جنسِ زمین سے نہیں یا منطبع یا راکھ ہونے والی ہے۔ (ت)

پُر ظاہر کہ یہ طریقہ تمام سلف و خلف مشایخ و علما سے جُدا ہے۔

وحاول العلامۃ الشرنبلالی ردہ الی

علامہ شرنبلالی نے اسے موافقت کی جانب پھیرنے

---

[1] شرح کنز مع فتح المعین باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۱/۱

[2] درر الحکام شرح غرر الاحکام باب التیمم مطبوعہ کاملیہ بیروت ۳۱/۱

[3] ایضاً

Marfat.com

الوفاق فقال على قول الشرح فی العطف باو تسامح کان ینبغی بالواو لانہ عطف خاص اھ[1]۔

کی کوشش کرتے ہوئے فرمایا ہے" شرح کی عبارت میں آو (یا) کے لفظ سے عطف تسامح ہے۔ یہ عطف واو سے ہونا چاہئے کیوں کہ یہ عام پر خاص کا عطف ہے (ت)۔

اقول وماذا یفعل بالمتن فانہ لم یقل وھو ما لا بل قید جنس الارض بجملۃ حالیۃ والاحوال شروط ثم قولہ لانہ عطف خاص وان کان حقا علی ما نحققہ ان شاء اللہ لکنہ مخالف لمسالکھم ومسلک نفسہ المار عندہ فی العبارۃ الثالثۃ۔

اقول متن کو کیا کریں گے۔ اس میں یہ نہیں ہے کہ وھو ما لاینطبع الخ (اور وُہ (جنسِ زمین) وہ ہے جو منطبع ہو الخ) بلکہ اس میں جنس زمین کو جملہ حالیہ سے مقید کیا ہے اور حال شرط کی حیثیت رکھتا ہے۔ پھر ان کا یہ کہنا "یہ خاص کا عطف ہے اگرچہ بجائے خود حق ہے جیسا کہ ہم ان شاء اللہ تعالٰی اس کی تحقیق کرینگے لیکن یہ مصنفین بالا کے موقف اور خود علامہ شرنبلالی کے موقف کے خلاف ہے جو ان کے حوالہ سے عبارت سوم کے تحت بیان ہوا۔ (ت)

یہ عبارت اگرچہ جنس وغیرہ میں فاصل بتانے سے جُدا رہی پھر بھی اتنا حاصل دیا کہ لین و ترمّد مانع تیمم ہیں تو اس جملہ میں وہ عبارت چہارم کی شریک ہوئی۔

بالجملہ ہمارے بیان سے واضح ہُوا کہ یہ چوّدہ عبارتیں اس وجہ سے کہ ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۲ میں تین تین احتمال تھے اور ۱۱ میں دو، پچیس[25] عبارات ہوکر اُن کا حاصل نو قولوں کی طرف رجوع کرگیا۔

(۱) غیر جنس ارض ہونے کا مدار صرف انطباع

(۲) فقط ترمّد

(۳) ترمّد یا انطباع

(۴) ترمّد یا لین[ع]

(۵) ترمّد یا ذوبان

(۶) ترمّد یا اجتماع ذوبان و انطباع

(۷) ترمّد یا ذوبان یا انطباع

ع: غیر دُرر میں یہ بوجہ مناط لیا جائیگا اور دُرر میں طرف ایک طرف سے کلیہ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

[1] غنیہ ذوی الاحکام مع دررالحکام باب التیمم مطبوعہ کامایہ بیروت ۱/۳۱

marfat.com
Marfat.com

(۸) احتراق یا لین

(۹) احتراق یا انطباع

خاص خاص عبارات پر جو اُن کے متعلق اشکالات تھے مذکور ہوئے، اب اصل مبحث کے اشکال ذکر کریں و باللہ التوفیق غیر جنس ارض ہونے کا مناط سات قول اخیر میں کہ دو دو یا تین وصف پر مشتمل ہیں ان اوصاف میں سے کسی وصف کا وجود ہے اور جنس ارض ہونے کا مناط ہر قول کے اُن سب اوصاف کا انتفا ہے یعنی ان میں سے ایک بھی ہو تو جنس ارض نہیں۔ اور اس سے تیمم ناجائز اور اصلاً کوئی نہ ہو تو جنس ارض ہے اور تیمم جائز۔ اب اگر جنس ارض سے کوئی شے ایسی پائی جائے جس میں کسی قول کے اوصافِ ملحوظہ سے کوئی وصف پایا جاتا ہو وہ اُس قول کے مناط ارضیت کی جامعیت پر نقض ہوگا یعنی بعض اشیاء جن کو اس مناط کا شامل ہونا چاہیے تھا اس سے خارج ہوگئیں اور اگر غیر جنس سے کوئی چیز ایسی ثابت ہو جس میں ایک قول کے اوصافِ معتبرہ سے اصلاً کوئی نہیں وہ اُس قول کی مانعیت پر نقض ہوگا یعنی بعض اشیاء جن کا اس مناط سے خارج ہونا درکار تھا اُس میں داخل رہیں دو قول اوّل کی مانعیت پر نقوض وہیں گزرے اور وہ دونوں قابلِ لحاظ بھی نہیں باقی یہاں ذکر کریں و اللہ الموفق **نقوضِ جمع** میں کسی جنس ارض میں ایک وصف کا تحقق کافی ہے لہذا ہر قول پر جُدا کلام کرنے سے اوصاف کی تلخیص کرکے ہر وصف پر کلام کافی ہوگا کہ وہ وصف جتنے اقوال وعبارات میں ہو اُس کے نقض سب پر وارد ہوں۔

انطباع پر نقوض اقول اوّلاً کبریت کہ جب آگ سے ذائب کرکے کسی سانچے میں ڈال دیں یقیناً سرد ہو کر اُسی صورت پر رہتی ہے خالص گندھک کے پیالے کٹوریاں گلاس بنتے ہیں ہمارے شہر میں ایک صاحب بکثرت بناتے تھے جسے شبہ ہو وہ اب آزما دیکھے تو اُس میں یقیناً جس صورت پر چاہیں ڈھالے جانے کی صلاحیت ہے تو بلا شبہ منطبع ہوتی اور یہ انطباع آگ سے ہی ہوا کہ قبول صورت پر اُسی نے مہیا کیا اگرچہ بقائے صورت بعد برودت ہے جیسے چھوٹے بڑے بتاسوں شکر کے کھلونوں سونے چاندی کی اینٹوں وغیرہا میں تو لازم کہ گندھک جنس ارض سے نہ ہو اور اُس سے تیمم نارو اہو حالاں کہ کتب معتمدہ میں اُس کا جنس ارض سے ہونا اور اُس سے تیمم کا جواز مصرح ہے کما سیاتی (جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ ت)

ثانیاً زرنیخ، یہ بھی بلا شبہہ آگ سے بہتی اور سرد ہو کر پھر متحجر ہو جاتی ہے تو یقیناً قابل انطباع ہے جس کا خود ہم نے تجربہ کیا غایت یہ کہ بہ نسبت کبریت کے زیادہ قوی آنچ چاہتی ہے۔

وھذا معنی قول ابن زکریا الرازی فی کتاب علل المعادن ثم ابن البیطار | کتاب علل المعادن میں ابن زکریا رازی پھر جامع میں ابن بیطار کی درج ذیل عبارت کا یہی معنی ہے،

Marfat.com

فی الجامع تکوین الزرنیخ کتکوین الکبریت غیران البخار البارد الثقیل الرطب فیہ اکثر و البخار الدخانی فی الکبریت اکثر ولذلک صار لایحترق کاحتراق الکبریت وصار اثقل و اصبر علی النار منہ[1]

"زرنیخ بھی اسی طرح بنتی ہے جیسے کبریت۔۔۔ فرق یہ ہے کہ زرنیخ میں، سرد ثقیل تر بخارات زیادہ ہوتے ہیں اور کبریت میں دخانی بخار زیادہ ہوتا ہے اسی لیے زرنیخ اس طرح نہیں جلتی جیسے کبریت جلتی ہے اور آگ پر کبریت سے زیادہ ثقیل ثابت ہوتی اور دیر تک ٹھہرتی ہے"۔ (ت)

حالانکہ اس کا جنسِ ارض وصالحِ تیمم ہونا تو اُس اعلیٰ تواتر سے روشن جس میں اصلا محلِ ارتیاب نہیں کما سیأتی (جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ت)

ترمّد پر نقوض اقول اوّلا خزانۃ الفتاوٰی وحلیہ وجامع الرموز و درمختار میں تصریح ہے کہ پتھر کی راکھ سے تیمم جائز ہے۔

ونظم الدر لایجوز بمترمد الارماد الحجر فیجوز[2]

درمختار کی عبارت یہ ہے: "راکھ بننے والی چیز سے تیمم جائز نہیں مگر پتھر کی راکھ مستثنٰی ہے اس سے جائز ہے"۔ (ت)

معلوم ہُوا کہ پتھر بھی راکھ ہوسکتا ہے تو جنسِ ارض کب رہا اور اُس سے تیمم کیونکر روا ہوا۔

ثانیا ترکستان میں ایک پتھر ہوتا ہے کہ لکڑی کی جگہ جلتا ہے اُس کی راکھ سے تیمم روا ہے۔ حلیہ میں ہے:

فی خزانۃ الفتاوی قال العبد الضعیف ان کان الرماد من الحطب لایجوز و ان کان من الحجر یجوز لانہ من الارض وقد رأیت فی بعض بلاد ترکستان کان حطبھم الحجر[3]

خزانۃ الفتاوٰی میں ہے: "بندۂ ضعیف کہتا ہے راکھ اگر لکڑی کی ہو تو تیمم جائز نہیں اور اگر پتھر کی ہو تو جائز ہے کیونکہ وہ جنسِ زمین سے ہے اور میں نے ترکستان کے بعض شہروں میں دیکھا کہ ان کے یہاں پتھر ہی کا ایندھن ہوتا ہے"۔ (ت)

---

[1] جامع ابن بیطار

[2] الدرالمختار مع الشامی باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۷۶

[3] حلیہ

marfat.com

Marfat.com

اسی طرح خزانہ سے قہستانی اور قہستانی سے طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے۔

ثالثاً و رابعاً علامہ برجندی نے نورہ و مردارسنگ سے دو نقض اور وارد کیے کہ یہ جل کر راکھ ہوجاتے ہیں حالانکہ جنسِ ارض سے ہیں۔ شرح نقایہ میں بعد نقل عبارت مادۃ زاد الفقہاء ہے:

هذا یدل علی ان التیمم بالنورۃ و المرداسنج لایجوز فانهما یحترق بالنار ویصیران رمادا وقد صرح قاضی خان انه یجوز التیمم بهما الا ان یقال ان محترقهما لایسمی رمادا فی العرف[1]

اس سے پتا چلتا ہے کہ نورہ اور مردارسنگ سے تیمم ناجائز ہے کیونکہ یہ دونوں آگ سے جل کر راکھ ہوجاتے ہیں حالانکہ قاضیخان نے تصریح فرمائی ہے کہ ان دونوں سے تیمم جائز ہے مگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ عرف میں جلے ہوئے نورہ و مردارسنگ کو راکھ کے نام سے یاد نہیں کیا جاتا۔ (ت)

لین پر نقوض **اقول اولاً** چُونے کا پتھر اور جتنے احجار تکلیس کیے جاتے ہیں یقیناً اپنی حالت اصلی سے صلابت میں کم ہوجاتے ہیں تکلیس کرتے ہی اس لیے ہیں کہ جو سخت جرم پس نہیں سکتا پسنے کے قابل ہوجائے۔

ثانیاً کبریت (اور)

ثالثاً زرنیخ ضرور آگ پر نرم ہوتی ہیں حالاں کہ کتب میں بلاخلاف ان سے تیمم جائز لکھا ہے کما سیأتی (جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ ت)

ذوبان پر نقوض **اقول** یہی کبریت اور زرنیخ دونوں اس پر بھی نقض ہیں ان کی نرمی بہ جانے پر منتہی ہوتی ہے جیسا کہ مشاہدہ شاہد۔ علامہ تفتازانی نے مقاصد و شرح مقاصد میں معدنیات کی پانچ قسمیں کیں۔ دوم ذائب مشتعل، اور فرمایا: ذلك کالکبریت والزرنیخ[2] (وہ کبریت اور زرنیخ کی طرح ہے۔ ت)

احتراق پر نقوض **اقول اولاً و ثانیاً** یہی گندھک، ہڑتال ایسی جلتی ہیں کہ شعلہ دیتی ہیں۔

ثالثاً گچ کہ اسی کا پتھر جلانے ہی سے بنتی ہے۔

رابعاً کرمان و بدخشان میں ایک پتھر حجر الفتیلہ ہے کوٹنے سے رُوئی کی طرح نرم ہوجاتا ہے اس کی بتّی بنا کر چراغ میں روشن کرتے ہیں تیل ڈالتے رہیں تو ایک بتّی دو تین مہینے تک کفایت کرتی ہے ذکرہ فی المخزن وذکرہ فی تاج العروس فی مستدرکہ بعد باذش ان

---

[1] شرح النقایہ للبرجندی فصل فی التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۴۷

[2] شرح المقاصد المبحث الاول المعدنی دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۱/۳۷۴

Marfat.com

معدنہ بدخشان[1] (اسے مخزن میں ذکر کیا ہے اور تاج العروس کے اندر "بازدش" کے بعد اپنے اضافہ کے تحت بتایا ہے کہ اس پتھر کا معدن بدخشان میں ہے۔ ت)

خامساً شام میں ایک پتھر حجر البحیرہ ہے آگ میں ڈالے سے لپٹ دیتا ہے[2] ذکرہ فی المخزن و التحفۃ (اسے مخزن اور تحفہ میں ذکر کیا۔ ت)

سادساً سنگِ خزامی جزیرۂ صقلیہ میں ایک پتھر ہے کہ آگ سے بھڑکتا اور پانی کا چھینٹا دیے سے اور زیادہ مشتعل ہوتا اور تیل سے بجھتا ہے[3] قالا فیھما (مخزن و تحفہ میں ہی اسے بھی بتایا ہے۔ ت)

سابعاً ریل کا کوئلہ کہ پتھر ہے اور لکڑی سا جلتا ہے۔

ثامناً جلی ہوئی زمین کا مسئلہ خود کتب معتمدہ مثل مختارات النوازل و قاضیخان و فتح و حلیہ و بحر و غیاثیہ و جواہر الاخلاطی و مراقی الفلاح و دُرمختار و ہندیہ وغیرہا میں مذکور کہ اُس سے تیمم روا ہے کما سیأتی ان شاء اللہ تعالٰی (جیسا کہ اس کا بیان آگے آئے گا ان شاء اللہ تعالٰی۔ ت)

تنبیہ: کبریت سے نقض پر علامہ سید ابو السعود ازہری کو تنبہ ہوا اور عبارت مارّہ ملا مسکین کی شرح میں فرمایا:

الظاھر ان ھذا اغلبی لاکلی فلا یشکل بان البعض یحترق کالکبریت[4] اھ

ظاہر یہ ہے کہ حکم اکثری ہے کُلی نہیں۔ اس لیے یہ اشکال نہ ہوگا کہ جنس زمین سے ایسی چیزیں بھی ہیں جو جل جاتی ہیں جیسے کبریت اھ (ت)

اقول: بل الایراد لامردلہ عن ظاھر العبارۃ والعذر لا یجدی لانھم بصدد اعطاء معرف لما یجوز بہ التیمم ومالا فاذا کان شیئا یختلف و یتخلف

اقول: ظاہر عبارت پر اعتراض و اشکال تو ضرور وارد ہوگا اور عذر مذکور کارآمد نہ ہوگا اس لیے کہ جس چیز سے تیمم جائز ہے اور جس سے ناجائز ہے اس کی وہ حضرات ایک جامع و مانع تعریف کرنا چاہتے ہیں تو جب کوئی چیز اس ضابطہ سے مختلف یا

---

[1] تاج العروس فصل الباء من باب الشین احیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۸۱

[2] مخزن الادویہ فصل الحاء مع الجیم مطبوعہ نولکشور کانپور ص ۲۳۱

[3] ایضاً

[4] فتح المعین بحث جنس الارض ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۱

marfat.com

Marfat.com

لزم التخلیط والتغلیط۔ اس سے جُدا و متخلّف ہو گی تو بجائے تعریف کے تخلیط و تغلیط لازم آئے گی۔ (ت)

نقوض منع۔ اقول اگلے نقوض میں عبارت غرر و درر بھی شریک تھی کہ اس کا بھی اتنا حاصل تھا کہ جس میں ترمّد یا لین ہو اُس سے تیمم جائز نہیں بلکہ اگرچہ جنس ارض سے ہو حالانکہ زرنیخ و کبریت و جصّ و رماد حجر و نورہ و مرداسنگ معدنی و ارض محترقہ و مطلق حجر سے جوازِ تیمم عامۂ معتمدات میں مصرح ہے کما سیأتی ان شاء اللہ تعالٰی (جیسا کہ عنقریب آئے گا ان شاء اللہ تعالٰی۔ ت) درر میں خود فرمایا، من جنس الارض کالحجر والزرنیخ[1] (جنسِ زمین سے جیسے پتھر اور زرنیخ۔ ت) مگر نقوض منع اُس پر وارد نہیں کہ دوسری جانب سے کلیہ نہ اُس کا منطوق ہے نہ مفہوم۔

اب نقوض سُنیے **فاقول** منع پر نقض کثیر وافر ہیں یہاں بعض ذکر کریں،

(۱) سانبھر (۲) پارا یہ سب اقوال پر وارد ہیں کہ نہ آگ سے جلیں نہ گلیں نہ پگھلیں نہ نرم پڑیں نہ راکھ ہوں (۳) اولا (۴) پالا (۵) کُل کا برف (۶) رال (۷) کافور (۸) زاج تین قول اول پر کہ نہ راکھ ہوں نہ آگ سے منطبع (۹) کیچڑ جس میں پانی غالب ہو (۱۰) پانی (۱۱) عرق (۱۲) عطر (۱۳) ماء الجبن (۱۴) دُودھ (۱۵) بھتا گھی (۱۶) تیل (۱۷) گاز وغیرہا اشیا کہ نہ آگ سے نرم ہوں نہ راکھ ہو جائیں سات قول پیشین پر (۱۸) جماہُوا گھی (۱۹) شکّر کا قوام۔ قول ششم پر کہ نہ راکھ ہوں نہ اُن میں ذوبان وانطباع کا اجتماع کما تقدم فی بیان النسب (جیسا کہ نسبتوں کے بیان میں گزر چکا۔ ت)

(۲۰) علامہ برجندی نے عبارت ہفتم پر خود راکھ سے نقض کیا شرح نقایہ میں عبارت زاد الفقہا نقل کرکے لکھا:

ھذا یدل علی ان التیمم بنفس الرماد یجوز وقد ذکر فی الخلاصۃ اجمعوا انہ لایجوز لکن ذکر فی النصاب قال ابو القاسم یجوز و ابو نصر لاوبہ ناخذ[2]۔

اس سے پتا چلتا ہے کہ خود راکھ سے تیمم جائز ہے حالانکہ خلاصہ میں ہے کہ اس پر علما کا اجماع ہے کہ راکھ سے تیمم ناجائز ہے۔ لیکن نصاب میں لکھا ہے کہ ابو القاسم کہتے ہیں: جائز ہے۔ اور ابو نصر کہتے ہیں ناجائز ہے۔ اور ہم اسی کو لیتے ہیں۔ (ت)

اقول بلکہ وہ سب اقوال پر نقض ہے کہ راکھ نہ آگ سے نرم پڑے نہ جلے نہ دوبارہ راکھ ہو

---

[1] درر الحکام شرح غرر الاحکام باب التیمم مطبعہ کاملیہ بیروت ۱/۳۱
[2] شرح النقایۃ للبرجندی فصل فی التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۴۷

Marfat.com

بالجملہ کوئی قول کوئی عبارت متعدد نقوض سے خالی نہیں۔

واللہ المستعان لکشف الران ؛ والصلوٰۃ والسلام الاتمان ؛ علی سیّد الانس والجان ؛ وآلہ وصحبہ ؛ وابنہ وحزبہ ؛ فی کل حین واٰن ؛ اٰمین۔

اور اللہ تعالٰی ہی سے اس دشواری والتباس کے ازالہ کے لیے مدد طلبی ہے۔ اور کامل درود وسلام ہو انس وجن کے سردار اور ان کی آل، اصحاب فرزند اور ان کی جماعت پر ہر لمحہ ہر آن۔ الٰہی قبول فرما۔ (ت)

استعانتِ توفیق بطلبِ تحقیق

اقول بعونہٖ عزوجل عبارات علما کے اسالیب مختلفہ پر اشکالات اور تعریفات کی جامعیت پر نقوض سب کا حل ان تین حرفوں میں ہے :

(۱) احتراق سے ترمّد مقصود اور ایسے اطلاقوں کے اطلاق فقہا سے اکثر معہود ولہذا حلیہ نے ترمد لے کر دو جگہ صرف احتراق کہا۔

(۲) رماد کے تین اطلاق ہیں :

ایک عام کہ صور احتراق میں انتفا وانطفا کے سوا سب کو شامل یعنی بقیۂ جسم بعد زوال بعض باحتراق۔ بایں معنٰی احجار مکلسہ بھی اُس میں داخل، تذکرہ داؤد انطاکی میں ہے :

(رماد) ھو ما یبقی من الجسد بعد حرقہ ومنہ ما خص باسم فیذکر کالنورۃ والاسفیداج وما خص باسم الرماد وھو المذکور ھنا۔[1]

رماد — کسی جسم کا وہ جز ہے جو اس کے جلنے کے بعد رہ جاتا ہے۔ اس میں سے بعض وہ چیزیں ہیں جن کا کوئی خاص نام پڑ گیا ہو انھیں تو اسی نام کے تحت ذکر کیا جائے گا جیسے نورہ اور اسفیداج اور بعض چیزیں وہ ہیں جن کو رماد ہی کا نام دیا جاتا ہے وہی یہاں مذکور ہیں۔ (ت)

جامع عبداللہ بن احمد مالقی اندلسی ابن البیطار میں جالینوس سے ہے :

الناس یعنون بہ الشیئ الذی یبقی من احتراق الخشب (الی ان قال) والنورۃ ایضا نوع من الرماد۔[2]

لوگوں کے نزدیک اس لفظ سے مراد وہ چیز ہوتی ہے جو لکڑی کے جلنے کے بعد رہ جاتی ہے (یہاں تک کہا) اور نورہ بھی رماد ہی کی ایک قسم ہے۔ (ت)

---

[1] تذکرہ داؤد انطاکی حرف الراء میں رماد کے تحت مذکور ہے مصطفی البابی مصر ۱ /۔۔۔

[2] جامع ابن بیطار

marfat.com

Marfat.com

دوسرا متوسط کہ اجزائے رطبہ کثیرہ فی الجسم فنا ہونے کے بعد جو اجزائے یابسہ بچیں رماد ہیں عام ازیں کہ جسم بستہ رہے جیسے کوئلہ، یا نہیں جیسے لکڑی کی راکھ۔ اسی قبیل سے ہے رماد عقرب کہ عقرب زندہ کو لوہے یا تانبے یا مٹی کے برتن میں رکھ کر سر خمیر سے بند کرکے اُس تنور میں شب بھر رکھتے ہیں جسے گرم کرکے آگ اُس میں سے بالکل نکال لی ہو اور سر تنور بند کر دیتے ہیں کہ گرمی باقی رہے اور تاکید ہے کہ تنور بہت گرم نہ ہو کہ عقرب خاک نہ ہوجائے[1] کما فی القرابادین الکبیر والمخزن وغیرھما (جیسا کہ قرابادین کبیر اور مخزن وغیرہما میں ہے۔ ت) صبح نکال کر پیس کر سنگ گردہ و مثانہ و عسر البول وغیرہا کے لیے استعمال کرتے ہیں اور شرعاً ناجائز ہے۔

تیسرا خاص تر خاکستر کہ جسم کثیر الرطوبات اتنا جلایا جائے کہ رطوبات سب فنا ہوجائیں اور جسم ریزہ ریزہ ہو یا ہاتھ لگائے ہوجائے کہ رطوبت باعثِ اتصال و تماسک ہے یعنی اجزا میں باہم گرفت ہونا اور یبوست باعث تفتت و تشتت یعنی ریزہ ریزہ و منتشر ہونا جیسے گندھا ہُوا آٹا اور خشک۔ تاج العروس میں ہے:

الرماد دقاق الفحم من حراقۃ النار وما ھبا من الجمر فطار دقاقاً[2] اھ وفی القاموس الفحم الجمر الطافی[3] اھ

(رماد) آگ سے جلی ہُوئی چیز کے کوئلے کے ریزے اور انگارے میں سے وُہ جو غبار ہوکر ریزہ ریزہ اُڑے اھ۔ اور قاموس میں ہے الفحم ـــ بُجھا ہوا انگار (یعنی کوئلہ) اھ۔ (ت)

اقول اصاب فی جعل الرماد دقاقا وفی اضافتھا الی الفحم نظر فالفحم المدقوق لایسمی رمادا وانما ھو ما ذکرنا من اجزاء الجسم الیابسۃ المتفتتۃ بعد الاحراق التام۔

اقول تاج العروس میں "رماد" ریزوں کو بنانا تو درست ہے مگر کوئلہ کی طرف اس کی اضافت محلِ نظر ہے کیونکہ پسے ہوئے کوئلہ کو رماد (راکھ) نہیں کہا جاتا۔ رماد وہی ہے جو ہم نے بتایا یعنی جسم کے وُہ اجزا جو مکمل طور سے جلانے کے بعد خشک اور ریزہ ریزہ ہوجائیں۔ (ت)

عرف عام میں رماد کا زیادہ اطلاق اسی صورت اخیرہ پر اس وجہ سے ہے کہ وہ غالباً اُس سے لکڑی کی راکھ مراد لیتے ہیں کما تقدم عن ابن البیطار عن جالینوس (جیسا کہ ابن بیطار سے

---

[1] مخزن الادویہ | فصل الراء مع المیم | مطبوعہ نولکشور کانپور | ص ۳۱۱

[2] تاج العروس | فصل الراء من باب الدال | احیاء التراث العربی بیروت | ۳۵۷/۲

[3] القاموس المحیط | باب المیم فصل الفاء | مطبع مصطفٰی البابی مصر | ۱۶۰/۴

Marfat.com

بحوالۂ جالینوس بیان ہوا۔ ت) اور وہ ایسی ہی ہوتی ہے یہاں اُس سے مراد معنی اوسط ہے کہ اس شکل ثالث
کو بھی شامل۔
(۳) لین، ذوبان، انطباع سب سے مراد وُہ حالت ہے کہ آگ سے جسم منطرق میں پیدا ہوتی ہے
منطرق وہ جسم کہ مطرقہ یعنی ہتھوڑے کی ضرب سے متفرق نہ ہو بلکہ بتدریج عمق میں دبتا اور عرض وطول میں پھیلتا جائے
جیسے سونا چاندی، تانبا وغیرہا اجساد سبعہ۔ ظاہر ہے کہ یہ آگ سے نرم ہوتے ہیں یہ لین ہوا اور ضرب مطرقہ سے متفتت نہیں
ہوتے بلکہ جیسی گھڑت منظور ہو قبول کرتے ہیں یہ انطباع ہوا اور زیادہ آنچ دی جائے تو پگھل جاتے ہیں یہ ذوبان ہوا۔
رہا یہ کہ لین و ذوبان وانطباع تو اور اجسام میں بھی ہوتے ہیں پھر خاص اجساد منطرقہ کی کیا خصوصیت اور اس
تخصیص پر کیا حجت۔
اقول اس کا فوری جواب تو یہ ہے کہ یہ تینوں محض اوصاف ہیں صلابت وجمود وامتناع کے مقابل۔
ان سے ذاتِ اجزائے جسم پر کوئی اثر نہیں بخلاف احتراق یعنے فساد بعض کہ اکثر وہی متبادر کہ اس میں نفس اجزا
پر اثر ہے اور ترمّد میں تو اور اظہر۔ علمائے کرام نے دو شقیں فرمائی ہیں،
ایک میں احتراق و ترمّد رکھا یہ وُہ ہے جس میں خود بعض اجزا کا جل جانا فنا ہو جانا ہے۔
دوسری میں لین، ذوبان، انطباع۔ تو یہ وُہ ہیں جن کا ذات اجزا پر اثر نہیں تمام اجزا برقرار ہیں ورجسم
نرم ہوجائے گھڑنا قبول کرے یا بہ جائے یہ نہیں ہوتا مگر انھیں اجساد منطرقہ میں۔ غیر منطرق میں جب آگ اتنا اثر
کرے کہ اُسے نرم کردے قابلِ عمل کردے گلا پگھلا دے تو ضرور اُس کی بعض رطوبتیں جلائے گی سب اجزا برقرار
نہ رہیں گے بخلاف منطرقات کہ ان کی رطوبتیں بہ جانے چرخ کھانے سے بھی کم نہیں ہوتیں۔ سہل سا بالائی جواب تو
یہ ہے اور بتوفیقہٖ تعالٰی تحقیق انیق و تدقیق دقیق منظور ہو جو نہ صرف ان اوصاف ثلٰثہ بلکہ خمسہ میں ان معانی کا
مراد ہونا واضح کردے تو وہ بعونہٖ تعالٰی استماع چند نکات سے ہے جو بفضلہ عزوجل قلب فقیر پر فائض ہوئے۔
نکتۂ اُولٰی۔ اقول وبربی استعین (میں کہتا ہُوں اور اپنے رب ہی سے مدد کا طالب ہوں۔ ت)
منطبع ہونے کو شَے کا صرف صالح قبول صورت ہونا کافی نہیں ورنہ ہر رطب حتی کہ پانی بھی منطبع ہو کر سہولت
تشکل لازمۂ رطوبت ہے بلکہ اُس کے ساتھ حفظ صورت بھی درکار۔ قبول کو رطوبت چاہئے اور حفظ کو اجزا
کا تماسک، کہ جس صورت پر کردیا جائے قائم رہے یہ دونوں منشا اگر شے میں خود موجود ہیں جب تو وہ آپ ہی
صالح انطباع ہے اور اگر ایک ہے دُوسرا نہیں تو وہ دوسرا جس سے پیدا ہو اس کا انطباع اُس کی طرف
منسوب ہوگا کہ اس نے اسے منطبع کیا مثلاً شَی متماسک الاجزا میں صلابت مانع قبول صورت ہے، پانی نے
اس قابل کیا جیسے چاک کی مٹّی تو وہ منطبع بالماء ہے یا آگ سے جیسے تپایا ہوا لوہا تو منطبع بالنار یا نرم شے

marfat.com

Marfat.com

میں فرطِ رطوبت مانع حفظ صورت ہے مٹی کے ملانے یا آگ کے سکھانے سے قابل حفظ ہوئی تو منطبع بالطین یا بالنار رہے اور اگر دونوں نہیں اور دو چیزوں کے معاً عمل سے دونوں قوتیں پیدا ہوگئیں تو اس کا انطباع اُس مجموعہ کی طرف منسوب ہوگا اور اگر تعاقب ہوا پہلے ایک سے قبول خواہ حفظ کی صلاحیت آگئی پھر دوسری کے عمل سے دوسری تو اس کا انطباع متاخر کی طرف نسبت کیا جائے گا کہ پہلی کے عمل تک وہ شے صالح انطباع نہ ہوئی تھی دوسری کے عمل سے ہوئی شرع مطہر میں اس کی نظیر کپڑا ہے کہ تانے کا اعتبار نہیں اگرچہ ریشم کا ہو کہ اُس وقت تک کپڑا نہ ہوا تھا بانے نے اسے کپڑا کیا تو اسی کا اعتبار ہے بالجملہ انطباع اُس کی طرف منسوب ہوگا جس نے صلاحیت انطباع کی تکمیل کی یہاں تک کہ اگر مثلاً قبول کی قوت شے میں آپ تھی اور قوتِ حفظ پر آگ نے مدد دی مگر اس نے صالح حفظ نہ کردیا بلکہ یہ صلاحیت اُس کے بعد دوسری شے سے پیدا ہوئی تو وُہ اسی دوسری شے سے منطبع ٹھہرے گی نہ آگ سے۔ یہاں سے ظاہر ہوا کہ جتنی چیزوں کو آگ پگھلا کر پانی کرے جس سے وُہ سانچے میں قبول صورت کریں اُن کا یہ انطباع جانبِ نار منسوب نہ ہوگا کہ جسم سیال حفظ صورت کے قابل نہیں ہوتا یہ قابلیت سرد ہوکر آئے گی تو کبریت زرنیخ اور ان کے امثال منطبع بالنار نہیں بلکہ شکّر کا قوام بھی کہ اگرچہ رقت اُس میں آپ تھی جس سے صالح قبول صورت تھا اور نار نے صلاحیت حفظ صورت پر مدد دی کہ لزوجت پیدا کی جو وجہ تماسک اجزا ہے مگر حفظ کے لیے جو یبس درکار تھا اس کی مانع رہی کہ کہ نار موجب ذوبان ہے نار سے جدا ہوکر جب ہوا لگی سرد ہونے نے صلاحیت حفظ دی تو یہ بھی انطباع بالنار نہ ہوا شکّر کے کھلونے اور زیادہ بڑے بتاسے تو سانچے میں بنتے ہیں چھوٹے اور متوسط قوام کی بوندیں چادر پر گرا کر مگر جب تک آگ سے جدا ہوکر ہوا نہیں لگتی حفظ صورت کی صلاحیت نہیں آتی۔

ہاں شے کے منطبع بالنار کہلانے کو یہ ضرور نہیں کہ ہمیشہ اُسی سے منطبع ہو بلکہ صرف اتنا کافی کہ فی نفسہ اُن میں ہو جو منطبع بالنار ہوسکتے ہیں اگرچہ کبھی منطبع بالغیر بھی ہو تو چرخ کھا کر سونے چاندی کا سانچے میں منطبع بالبرد ہونا انہیں اجساد منطبعہ بالنار سے خارج نہیں کرتا۔

تنبیہ: اب صلاحیت ذوبان و انطباع بالنار میں نسبت عموم من وجہ ایسے جرم کے ثبوت پر موقوف کہ آگ سے نرم ہوکر قابل تشکل ہو اور سانچے ہی فی نفسہ ہردی ہوئی صورت کا حفظ کرسکے اور آگ کتنا ہی عمل کرے اُسے بہا نہ سکے یہ چیز خفا میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم جب یہ نہ ہو ظاہرا ذوبان انطباع سے عام مطلقاً ہے والعلم عند ذی الجلال بحقیقۃ کل حال (اور ہر حالت کی حقیقت کا علم بزرگی وجلال والے ہی کو ہے۔ ت)

نکتہ ثانیہ[۲]۔ اقول جسم کے اجزائے رطبہ و یابسہ سے مرکب ہو اُس کا

Marfat.com

امتزاج دوقسم ہے ضعیف جس کی گرہ کھل جائے اجزائے رطبہ و یابسہ سے جدا ہو جائیں اور شدید الاستحکام کہ آگ جس کا فعل تفریق ہے اُن کی گرہ کھولنے پر قادر نہ ہو۔

قسم اوّل میں تین صورتیں ہیں ،

(۱) جسم کے اجزائے یابسہ لطیف ہیں کہ آگ انھیں بھی رطبہ کے ساتھ اڑا دے گی اس صورت میں تو جسم فنا ہو جائیگا جیسے رال، گندھک، نوشادر۔ اسے انتفا یا نفاد کہیے یہ بھک سے اڑجانے والے مادوں میں اکثر ہوتا ہے۔

(۲) اُس میں اجزائے رطبہ بہ نسبت اجزائے ارض بہت کم ہیں جیسے[1] پتھر کہ اجزائے ارضیہ رقیقہ ہی سے بنتا ہے اور انھیں کا حصہ کثیر و غالب ہے لزج یعنی چپک دار رطوبتوں سے انھیں اتصال ہوا اور عمل حرارت سے یبوست آئی بار باریوں ہو کر لزوجت کے باعث اجزا میں اکتناز آکر ایک سخت جسم پیدا ہو جس کا نام حجر ہے از انجا کہ ترکیب شدید الاستحکام نہیں آگ تا حدِ تاثیر اجزائے رطبہ کو جدا کرے گی اور وہ اکتناز کہ بوجہ لزوجت تھا کم ہو کر جسم میں قدرے تخلخل آئیگا باقی تحجر بدستور رہے گا یہ صورت تکلیس اَحجار کی ہے۔

(۳) اجزائے رطبہ بھی بکثرت تھے آگ انھیں فنا کر کے ایک بڑا حصہ جسم کا معدوم کرے گی جو رہ گیا وہ مراد اور اس طرح جلنے کا نام ترمّد ہے ظاہر[2] ہے کہ ان تینوں صورتوں میں انطباع بالنار نہ ہو سکے گا اول میں تو بدیہی کہ جسم فنا ہی ہو گیا اور سوم میں بوجہ تفتت و تشتت حفظ صورت کی قوت باقی نہیں دوم میں وہ لین نہیں کہ قبول صورت کرے بوجہ صلابت عمل قلیل قبول نہ کریگا اور ضرب شدید سے متفتت ہو جائے گا۔ ہاں لین ان سب صورتوں میں ہوگا کہ گرہ نرم ہی ہو کر کھلتی ہے اور بعض صورتوں میں ذوبان بھی ہوگا جیسے گندھک پہلے نرم پڑتی پگھلتی پھر فنا ہو جاتی ہے۔

قسم دوم میں دو صورتیں ہیں جن میں پہلی دو ہو کر تین ہو جائیں گی۔

(۱) گرہ اس قدر شدید محکم ہو کہ آگ اُسے سست بھی نہ کر سکے۔ یہاں اگر جسم پر رطوبت غالب ہو آگ پر قائم ہی نہ رہے گا کہ متنافیین جمع نہیں ہوتے، یہ سیماب ہے۔

اقول اس کے قائم علی النار نہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ آگ کا فعل تصعید ہے یعنی رطوبات کو جانب آسمان پھینکنا ان رطوبتوں پر بھی اس نے اپنا کام کیا اور یبوستیں جدا نہ ہو سکیں لہذا سارا جسم بقدر عمل حرارت یونہی گرہ بستہ اُڑا اور اپنی حالت پر برقرار رہا بخلاف صورت اول قسم اوّل کہ وہاں بھی اگرچہ اجزائے یابسہ بوجہ لطافت ہمراہ رطبہ خود بھی اُڑے مگر گرہ کشادہ منتشر لہذا جسم ہباءً منثورہ ہو گیا۔ اور اگر رطوبت غالب نہیں تو جسم آگ سے صرف گرم ہوگا ترکیب اجزا پر کچھ اثر نہ پڑے گا جیسے لعل یاقوت ہیرا یا طلق بھی جسے ابرک کہتے ہیں

marfat.com

Marfat.com

آگ اس کی بھی گرہ نہیں کھول سکتی مگر حیل وتدابیر خارجیہ سے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں لین، ذوبان، ترمّد کچھ نہ ہوسکے گا کہ گرہ بدستور رہے گی تو انطباع نہ ہوسکنا بھی ظاہر کہ وُہ بے لین نامتصور اور صورت غلبۂ رطوبت یعنی سیلاب میں اگرچہ لین خود موجود مگر وہی غلبۂ رطوبت مانع حفظ صورت تو اس میں قابلیت انطباع یُوں ہوتی کہ آگ اس کی رطوبتیں اتنی خشک کر دے کہ اس ”یَبس“ قابل حفظ صورت پیدا ہو جائے یہ اسی گرہ کھُلنے پر موقوف اور وُہ یہاں منتفی اس حالت کا نام امتناع رکھیے نہ بایں معنیٰ کہ اثر نار اصلاً قبول نہ کیا کہ تصعید یا سخونت تو ہوئی بلکہ بایں معنیٰ کہ ترکیب اجزاء پر اس کا کوئی اثر نہ لیا۔

(۲) ف۱ آگ گرہ سُست کر سکے مگر جسم میں دہنیت اس درجہ قوی ہو کہ کھلنے نہ دے جیسے سونا چاندی کہ آگ سے پانی ہوسکتے ہیں مگر ان کی رطوبت و یبوست جدا نہیں ہوسکتی۔ ان میں نار کا اثر اول لین ہوگا کہ نرم پڑ کر مطرقہ یعنی ہتھوڑے کی ضرب سے متاثر بھی ہوں گے اور اپنی شدت دہنیت کے باعث مجتمع بھی رہیں گے متفتت و متفرق نہ ہوسکیں گے لاجرم عمق میں دبتے ہوئے عرض و طول میں بتدریج پھیلیں گے اسی کا نام انطراق ہے یعنی زیر مطرقہ صابر ہونا اور ف۲ صرف یہی ایک صورت انطباع بالنار کی ہے، حفظ صورت کا مادّہ خود ان کی ذات میں تھا صلابت مانع قبول صورت تھی آگ نے نرم کر کے اس کے قابل کر دیا اور کار انطباع تمام ہوگیا۔ ف۳ ان پر نار کا اثر انتہائی ذوبان ہوگا کہ گرہ زیادہ سُست ہو کر اجزائے رطبہ اڑنا چاہیں اور بوجہ امتناع تفرق اجزائے یابسہ انھیں اڑنے نہ دیں گے لہذا صورت سیلان پیدا ہوگی جیسا کہ بیانِ ذوبان میں گزرا بلکہ اگر اجزائے لطیفہ و کثیفہ قریب تعادل ہیں تو ان کی نکافی قوت اس حرکت سیلان کو مستقیمہ بھی نہ ہونے دے گی بشکل مستدیرہ ظاہر ہوگی اسی کا نام دوران یا چرخ کھانا ہے جس طرح ذہب و فضہ میں مشہور ہے۔

نکتہ ثالثہ۔ **اقول** لین و ذوبان کہ قسم دوم میں ہیں نار کے آثار اصلیہ ہیں اور انطباع و دوران اُن کے توابع اور لین و ذوبان کہ قسم اول میں ہیں آثارِ اصلیہ نہیں بلکہ تابع ہیں۔ تحقیق اس کی یہ ہے کہ نار کا اثر اصلی تصعید ہے یعنی جسم کو اوپر پھینکنا۔ قسم اول میں آگ اس پر قادر ہوئی خواہ سارے جرم کو لے گئی کہ نفاد ہے یا رطوبت قلیلہ کو کہ تکلیس یا کثیرہ کو کہ ترمّد تو یہ آثارِ اصلیہ ہوئے اگرچہ ان کے ضمن میں لین و ذوبان پیدا ہو جائیں۔ قسم دوم میں بحال غلبۂ رطوبت آگ تصعید کلّی پر قادر ہوئے یہ خود اثر اصلی ہے ورنہ صرف تسخین یعنی گرم کر سکی تو یہاں اسی قدر اثر اصلی ہوگا کہ آگ اس سے زیادہ نہیں کر سکتی ان دونوں صورتوں کو لین و ذوبان سے علاقہ نہیں۔ رہیں قسم دوم کی اخیر دو صورتیں ان میں آگ کا اثر ہی یہی لین و ذوبان ہیں کہ آگ یہاں اسی قدر پر قادر تو یہ خود ہی آثار اصلیہ ہیں اور انطباع و انطراق تابع لین کہ اس پر موقوف ہے

Marfat.com

اور دوران تابع ذوبان کہ اُس پر متوقف ہے تو یہی لین و ذوبان آثار اصلیہ کے ساتھ شمار ہونے کے قابل اور وہ جو پہلی قسم میں ہیں ضمنی و تابع اور اپنی اپنی صورتوں کے لازم ملازم ہونے کے باعث صلاحیت میں اُن سے جدا کوئی حکم نہ پیدا کریں گے اُن کے لین و ذوبان انحلال گرہ ہیں جو شئی نفاذ یا تکلس یا تردّد کی صالح ہو گی ضرور اس لین یا ذوبان کی بھی صالح ہو گی جو اِن کے ضمن میں ہوتا ہے اور جو شئی لین و ذوبان انحلال کی صالح ہو گی ضرور اُن تین میں سے کسی کی صلاحیت رکھے گی تو انھیں مستقل لحاظ کرنے کی نہ کوئی وجہ نہ کہیں حاجت۔ فقیر نے اپنے اس دعوے کی کہ لین و ذوبان آثار نار میں گنیں گے تو اُن سے یہی لین و ذوبان قسم دوم مراد ہوں گے جن کو لین و ذوبان تعقد کہیئے کہ گرہ نہ کھلنے میں پیدا ہوئے نہ قسم اول والے جو لین و ذوبان انحلال تھے کہ گرہ کھلنے میں حادث ہوئے کلام علما میں تصدیق پائی وللہ الحمد یہ اقسام و احکام جس طرح قلب فقیر پر فیض قدیر عز جلالہ سے فائز ہوئے لکھ کر مقاصد و مواقف اور ان کی شروح کا مطالعہ کیا اور اپنے بیان میں ذکر دوران انھیں سے لے کر بڑھایا والفضل للمتقدم (اور فضیلت اگلے کے لیے ہے۔ ت) اُن کی مراجعت نے ظاہر کیا کہ قاضی عضد و علامہ تفتازانی و علامہ سید شریف رحمہم اللہ تعالیٰ اگرچہ احکام اقسام میں مسلک فقیر سے جدا چلے مگر لین و ذوبان قسم دوم ہی میں رکھے اور یہی ہمیں مقصود تھا اُن اکابر اور اس فقیر کے بیان میں فرق یہ ہے کہ فقیر نے قسم اول میں تین حکم رکھے، نفاذ، تکلس، تردّد، اور قسم دوم میں چار صعود کل یعنی عدم قرار اور سخونت ولین و ذوبان انھوں نے بالاتفاق قسم اول میں صرف تفریق رکھی اور قسم دوم میں مواقف و شرح نے لیے یہی چار کہ فقیر نے ذکر کیے مگر صعود کل میں نفاذ رکھا جسے فقیر نے قسم اول میں ذکر کیا اور دوران کو سیلان ہی میں لائے جس طرح فقیر نے اُن کے اتباع سے کیا اور شرح مقاصد نے اس قسم میں پانچ حکم لیے چار اس طور پر کہ مواقف میں تھے مگر انہوں نے لین و سیلان کو دو مختلف قسموں کے احکام رکھا اور انہوں نے دونوں کو ایک قسم کے دو حکم لیا اور دوران کو سیلان یعنی ذوبان سے جدا پانچواں حکم قرار دیا

عہ درباره ذوبان اس کا شاہد وہ بھی ہے کہ انطاکی نے تذکرہ میں زیر لفظ معدن تقسیم معدنیات میں کہا:

ان حفظت المادة بحیث یذوب فالمنطرقات[1] الخ فقد جعل الذوبان من باب حفظ المادة وما هو الابقاء الاجزاء جمیعا رطبها ویابسها ۱۲ منه غفرلہ۔ (م)

اگر مادہ محفوظ رہے اس طرح کہ پگھل جائے تو منطرقات الخ اس عبارت میں پگھلنے کو حفظ مادہ کے باب سے قرار دیا اور یہ اس وقت ہو گا جب سارے خشک و تر اجزار باقی رہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] تذکرۃ اولی الالباب حرف المیم مصطفی البابی مصر ۱ / ۳۰۰

Marfat.com

مواقف وشرح میں ہے[عـــه]:

(الحرارة فيها قوة مصعدة) اى محركة الى فوق لانها تحدث فى محلها الخفة المقتضية لذلك (فاذا اثرت[ف۱] فى جسم مركب من اجزاء مختلفة باللطافة والكثافة ينفعل اللطيف منه اسرع فيتبادر الى الصعود الالطف فالالطف دون الكثيف فيلزم منه تفريق المختلفات ثم الاجزاء[ف۲] بعد تفرقها (تجتمع بالطبع) الى ما يجانسها لان طبائعها تقتضى الحركة الى امكنتها الطبيعية والانضمام الى اصولها الكلية (فان الجنسية علة الضم) كما اشتهر فى الالسنة (هذا اذا لم يكن الالتئام بين بسائط ذلك المركب شديدا) اما اذا اشتد الالتحام وقوى التركيب فالنار لا تفرقها فان كانت الاجزاء اللطيفة والكثيفة متقاربة فى الكمية (كما فى الذهب افادته الحرارة سيلانا) وذوبانا (وكلما حاول الخفيف صعودا منعه الثقيل فحدث تجاذب فيحدث دوران و ان غلب اللطيف جدا فيصعد

(حرارت کے اندر صعود پیدا کرنے والی قوت ہوتی ہے) یعنی ایسی قوت جو اُوپر کی جانب حرکت پیدا کرتی ہے اس لیے کہ آگ اپنے محل میں خفت وسبکساری پیدا کر دیتی ہے جو اُوپر جانے کی مقتضی ہوتی ہے (تو جب یہ کسی ایسے جسم میں اثر انداز ہو جو لطافت و کثافت میں اختلاف رکھنے والے اجزا سے مرکب ہو تو اس جسم کا لطیف جز زیادہ جلد اثر پذیر ہو کر صعود کی جانب بڑھے گا پہلے لطیف تر پھر جو لطیف تر ہو مگر کثیف میں یہ اثر پذیری نہ ہو گی جس کی وجہ سے ان مختلف اجزا کی تفریق اور جُدائی لازم آئے گی۔ پھر یہ اجزا) باہمی جدائی کے بعد (طبعاً یکجا ہوں گے) لطیف اپنے ہم جنس کے ساتھ، کثیف اپنے ہم جنس کے ساتھ۔ اس لیے کہ ان کی طبیعتیں ان کے مکان طبعی کی سمت حرکت اور ان کے اصول کلیہ سے انضمام اور ملاپ کی مقتضی ہوں گی (اس لیے کہ ہم جنس ہونا ملاپ کی علت ہوتا ہے) جیسا کہ زبان زد ہے (یہ اس وقت ہو سکے گا جب اس مرکب کے بسیط اجزا میں شدید اتصال و پیوستگی نہ ہو۔ اگر سخت اتصال ہو اور ترکیب مضبوط ہو تو آگ ان اجزا کو جُدا نہ کر سکے گی۔ تو اگر لطیف و کثیف اجزا مقدار میں قریب قریب ہوں جیسے سونے میں ہوتا ہے تو حرارت اس میں بہاؤ اور پگھلاؤ پیدا کر دے گی

عـــه قاضی بیضاوی نے بھی طوالع الانوار میں اسی کا اتباع کیا مگر نوع چہارم[ف۳] طلق والی کو مطلق ذکر نہ کیا ۱۲ منہ غفرلہ (م)

Marfat.com

ویستصحب الکثیف لقلتہ کالنوشادر) فانہ اذا اثرت فیہ الحرارة صعد بالکلیة (اولا) یغلب اللطیف بل الکثیف لکن لایکون غالبا جدا (فتفیدہ) الحرارة (تلیینا کما فی الحدید وان غلب الکثیف جدا لم یتأثر) بالحرارة فلا یذوب ولا یلین (کالطلق) فانہ یحتاج فی تلیینہ الی حیل یتولاھا اصحاب الاکسیر من الاستعانة بما یزیدہ اشتعالا کالکبریت والزرنیخ ولذلک قیل من حل الطلق استغنی عن الخلق[1] ملخصاً

اور جب بھی ہلکا جز صعود چاہے گا بھاری جز اسے روک دے گا جس سے تجاذب اور باہمی کشاکش پیدا ہوگی تو دوران (چرخ ہونے اور گول ہونے) کی صفت رُونما ہوگی۔ اور اگر لطیف جز زیادہ غالب ہوگا تو صعود پا جائیگا اور کثیف کو بھی اس کے قلیل ہونے کی وجہ سے اپنے ساتھ لے جائیگا جیسے نوشادر میں ہوتا ہے) اس لیے کہ اس میں جب آگ اثر کرتی ہے تو پُورا ہی اُوپر چلا جاتا ہے (یا لطیف غالب نہ ہوگا) بلکہ کثیف غالب ہوگا لیکن بہت زیادہ غالب نہ ہوگا) تو حرارت اس میں نرمی پیدا کر دے گی جیسا کہ لوہے میں ہوتا ہے۔ اور اگر کثیف بہت غالب ہو تو حرارت سے متاثر ہی نہ ہوگا، نہ پگھلے گا نہ نرم ہوگا (جیسے طلق یعنی ابرک) کہ اسے نرم کرنے کے لیے کچھ خاص تدبیریں کرنی پڑتی ہیں جو اکسیر بنانے والے عمل میں لاتے ہیں کہ ایسی چیز کی مدد لیتے ہیں جو اسے زیادہ شعلہ زن کر دے جیسے کبریت اور زرنیخ کی مدد لیتے ہیں۔ اسی لیے کہا جاتا ہے، جو طلق (ابرک) کی گرہ کھولے وہ مخلوق سے بے نیاز ہوجاتا ہے۔ (ت)

شرح مقاصد[ع] میں ہے:

الخاصة الاولیة للحرارة احداث

حرارت کی پہلی خاصیت یہ ہے کہ وہ خفت

ع بعینہٖ اسی طرح شرح تجرید میں ہے انہوں نے حرف بحرف علامہ کا اتباع کیا مگر طلق کے ساتھ ایک مثال نورہ اور بڑھائی۔

حیث قال وان کان غالبا جدا کما فی الطلق والنورة حدث مجرد سخونة واحتیج فی تلیینہ الی الاستعانة باعمال الخ

انہوں نے کہا اور اگر بہت غالب جیسے طلق اور نورہ میں، تو صرف گرمی پیدا ہوسکے گی اور اس میں نرمی لانے کے لیے دُوسرے عملوں کی ضرورت ہوگی الخ (ت)

اقول[ف] یہ اضافہ غلط ہے نورہ میں ضرور لین آجاتا ہے کہ کلیس کی غرض ہی یہ ہے کما مر ۱۲ منہ غفرلہ (م)

---

[1] شرح المواقف المقصد الاول فی الحرارة المطبعة السعادة مصر ۵/ ۱۷۱ تا ۱۷۲

marfat.com
Marfat.com

الخفۃ والمیل المصعد ثم یترتب علی ذلك باختلاف القوابل اٰثار مختلفۃ من الجمع والتفریق والتبخیر وغیر ذلك وتحقیقہ ان مایتاثر عن الحرارۃ ان کان بسیطا استحال اولا فی الکیف ثم افضی بہ ذلك الی انقلاب الجوھر، وان کان مرکبا فان لم یشتد التحام بسائطہ ولا خفاء فی ان الالطف اقبل للصعود لزم تفریق الاجزاء المختلفۃ وتبعہ انضمام کل الی مایشاکلہ بمقتضی الطبیعۃ وھو معنی جمع المتشاکلات وان اشتد فان کان اللطیف والکثیف قریبین من الاعتدال حدثت من الحرارۃ القویۃ حرکۃ دوریۃ لانہ کلما مال اللطیف الی التصعد جذبہ الکثیف الی الانحدار والا فان کان الغالب ھو اللطیف یصعد بالکلیۃ کالنوشادر وان کان ھو الکثیف فان لم یکن غالبًا جدا حدث تسییل کما فی الرصاص او تلیین کما فی الحدید وان کان غالبا جدا کما فی الطلق حدث مجرد سخونۃ واحتیج فی تلیینہ الی الاستعانۃ باعمال اُخر[1] ملخصاً

اور اوپر لے جانے والا میلان پیدا کرتی ہے پھر اثر قبول کرنے والے اجسام کے اختلاف کے لحاظ سے جمع، تفریق، تبخیر وغیرہ مختلف آثار اس پر مترتب ہوتے ہیں۔ اس کی تحقیق یہ ہے کہ حرارت سے متاثر ہونے والا جسم اگر بسیط ہو تو پہلے اس کی کیفیت میں تغیر ہوگا پھر یہ اسے جوہر کی تبدیلی تک پہنچائے گا۔ اور اگر مرکب ہو تو اگر اس کے بسیط اجزا کا باہمی اتصال شدید نہ ہو ــــ اور یہ بھی مخفی نہیں کہ جو جتنا زیادہ لطیف ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ وہ صعود قبول کرتا ہے ــــ تو مختلف اجزا کی تفریق اور جُدائی لازم آئے گی اور اس کے پیچھے ہر ایک کا بلحاظ اقتضائے طبیعت اپنے ہمشکل کے ساتھ انضمام بھی ہوگا ــــ جمع متشاکلات اور ہم شکلوں کی یکجائی کا یہی معنی ہے۔ اور اگر اتصال شدید ہو تو اگر لطیف وکثیف قریب بہ اعتدال ہوں تو قوی حرارت سے حرکت دوریہ (گردش وچرخ والی حرکت) پیدا ہوگی اس لیے کہ جب بھی لطیف اوپر چڑھنے کی طرف مائل ہوگا کثیف اسے پستی کی طرف کھینچے گا ــــ ورنہ اگر غالب لطیف ہو تو بالکلیہ صعود پا جائے گا اور اوپر چلا جائیگا جیسے نوشادر ــــ اور اگر غالب کثیف ہو تو اگر بہت غالب نہ ہو تو بہاؤ پیدا ہوگا جیسے رصاص میں ہوتا ہے یا نرمی پیدا ہوگی جیسے لوہے میں نما ہوتی ہے ــــ اور اگر بہت غالب ہو جیسے طلق (ابرک) میں۔ تو محض گرمی پیدا ہو سکے گی اور اس میں نرمی لانے کے لیے دوسرے عملوں سے مدد لینے کی ضرورت ہوگی۔ (ت)

---

[1] شرح المقاصد المبحث الاول الخ (بحث کیفیاتِ محسوسہ) دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱/۲۰۲

Marfat.com

یہاں دو اختلاف باہم دونوں کتابوں میں ہُوئے انھوں نے قسم دوم یعنی شدید الاستحکام کی چار نوعیں کی :

(۱) معتدل جس میں اجزائے لطیفہ وکثیفہ تقریباً برابر ہوں۔

(۲) لطیف بالغلبہ جس میں اجزائے لطیفہ بہت غالب ہوں۔

(۳) کثیف متقارب جس میں اجزائے کثیفہ غالب ہوں مگر نہ بشدت۔

(۴) کثیف متفاحش جس میں کثیفہ بشدت غالب ہوں یہاں تک متفق ہیں مگر مواقف نے معتدل کا حکم سیلان رکھا اور دوران کو اُسی کا تابع کیا اور کثیف متقارب کا حکم صرف لین رکھا اور شرح مقاصد نے معتدل کا حکم فقط دوران لیا اور کثیف متقارب میں کہیں سیلان کہیں لین لیا۔

اقول صحیح[۱] یہ ہے کہ دوران نہیں مگر ایک حالت سیلان جیسا کہ مواقف نے کیا اور سیلان[۲] نوع اول سے ہرگز خاص نہیں سوم میں بھی یقیناً ہے جیسا شرح مقاصد نے کہا۔ اور لین اگر بمعنے صلاحیت نرمی لیا جائے تو دونوں کو عام اور اگر بایں معنی ہو کہ صرف نار ہلا جیا نہ اس سے زیادہ عمل نہ کرے تو بے شک صرف نوع سوم سے خاص جیسا دونوں نے کیا بلکہ اس کے بھی بعض افراد سے جیسا شرح مقاصد نے کہا اور پانچ[عہ] اختلاف بیان فقیر کو ان بیانات اکابر سے ہُوئے :

(۱) فقیر نے قسم اوّل یعنی ضعیف الترکیب میں تین حکم رکھے نفاد، تکلس، ترمّد۔ انہوں نے صرف ایک حکم لیا تفرق۔ یہ کوئی اختلاف نہیں کہ تینوں حکم اسی تفرق کی شکلیں ہیں۔

(۲) فقیر نے نفاد قسم اوّل میں رکھا اور وہ بیشک اُسی میں ہے جس پر کبریت شاہد اور کبریت کا ضعیف الترکیب ہونا خود انھیں کتب سے ظاہر۔ شرح مواقف میں مباحث مشرقیہ امام رازی سے ہے :

الاجسام المعدنية اما قوية التركيب و ح اما ان يكون منطرقا وهو الاجساد السبعة او غير منطرق اما لغاية رطوبته كالزيبق اولغاية يبوسته كالياقوت و نظائره، واما ضعيفة التركيب فاما ان تنحل بالرطوبة وهو الذي يكون ملحي الجوهر كالزاج	معدنی اجسام یا تو قوی الترکیب ہوتے ہیں —— اور اس وقت یا تو منطرق ہوتے ہیں — یہ اجسام سبعہ ہیں — یا منطرق نہیں ہوتے — غایت رطوبت کی وجہ سے جیسے پارہ یا غایت یبوست کی وجہ سے جیسے یاقوت اور اس کے نظائر —— یا ضعیف الترکیب ہوتے ہیں پھر یا تو رطوبت کی

عہ پانچ گنائے ہیں ان میں پہلا حقیقۃً اختلاف نہیں چار ہیں ان میں چوتھا دو ہو کر پھر پانچ ہو گئے ۱۲ منہ غفرلہ (م)

marfat.com

Marfat.com

والنوشادر والشب اولا تتحل وھو الذی یکون دھنی الترکیب کالکبریت والزرنیخ۔[۱] | وجہ سے گھل جاتے ہیں۔ یہ وُہ ہیں جو نمک، الاجوہر رکھتے ہیں جیسے زاج، نوشادر اور شب ——— یا گھلتے نہیں ——— یہ وُہ ہیں جو دُہنی (روغن والی) ترکیب رکھتے ہیں جیسے کبریت اور زرنیخ۔ (ت)

شرح مقاصد میں ہے:

الذائب المشتعل ھو الجسم الذی فیہ رطوبۃ دھنیۃ مع یبوسۃ غیر مستحکم المزاج ولذلک تقوی النار علی تفریق رطبہ عن یابسہ وھو الاشتعال وذلک کالکبریت والزرنیخ۔[۲] | شعلہ زن پگھلنے والا وہ جسم ہوتا ہے جس میں یبوست کے ساتھ دُہنی رطوبت ہو مستحکم المزاج نہ ہو اسی لئے آگ اس کے رطب کو یابس سے جُدا کرنے کی قوت رکھتی ہے اور یہی اشتعال ہے اس کی مثال کبریت اور زرنیخ ہے۔ (ت)

اُنھوں نے قسم دوم میں صعود بالکلیہ رکھا اور وہ فی نفسہٖ حق تھا وُہ وہی ہے کہ بیان فقیر میں عدم قرار علی النار سے تعبیر اور سیماب سے ممثل ہوا مگر ان اکابر نے[عہ] نوشادر سے ممثل کیا جس سے ظاہر کہ صورت نفاد بھی اسی میں لیتے ہیں کہ نوشادر میں یہی واقع ہے۔

اقول اولاً استحکام ترکیب کے منافی کہ جب گرہ نہ کھلے گی جسم نفاد نہ پائے گا۔

ثانیاً نوشادر ہرگز قوی الترکیب نہیں پھر اُسے اس قسم میں شمار فرمانا صریح سہو ہے اُس کا ضعیف الترکیب ہونا ابھی شرح مواقف سے بحوالہ امام رازی گزرا۔ اہلِ فن تصریح کرتے ہیں کہ وہ چار معدنیات غیر کامل الصورۃ سے ہے کہ زاجات واملاح ونوشادرات وشبوب ہیں۔ تذکرہ داؤد میں زیر شب ہے:

قال اھل التحقیق المولدات التی لم تکمل صورھا من المعدنیات اربعۃ اشیاء شبوب واملاح ونوشادرات وزاجات[۳] | اہلِ تحقیق کا قول ہے کہ وہ مولّدات جن کی صورتیں کامل نہ ہُوئیں معدنیات میں سے چار چیزیں ہیں، شب، ملح، نوشادر، زاج۔ (ت)

عہ اصفہانی نے شرح طوالع الانوار میں نفط کی مثال دی یہ بھی اُسی نفاد کی طرف گئے ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

---

[۱] شرح مواقف الفصل الثانی فیما لانفس لہ من المرکبات المطبعۃ السعادۃ مصر ۷/۱۴۳

[۲] شرح المقاصد المبحث الاول المعدنی دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۱/۳۲۴

[۳] تذکرہ داؤد انطاکی (حرف الشین) شب کے تحت مصطفی البابی مصر ۱/۲۰۹

Marfat.com

(۳) فقیر نے اس قسم دوم کی تین قسمیں کیں،

(i) شدید الاستحکام متفاحش رطب یہ سیماب ہے اور ان کی انواع اربعہ سے نوع دوم لطیف بالغلبہ۔

(ii) متفاحش یابس جیسے یاقوت وغیرہ یہ ان کی انواع سے نوع چہارم ہے۔

(iii) شدید الاستحکام متقارب یہ اُن کی نوع اول وسوم ہیں اور یونہی چاہیئے تھا کہ اقسام بحسب احکام ہیں مواقف نے سیلان معتدل سے خاص جانا اور لین کثیف متقارب سے اور شرح مقاصد نے دوران معتدل سے خاص جانا اور سیلان ولین کثیف متقارب سے لہٰذا انھیں دو جدا قسمیں کرنی ہوئیں اور حق یہ کہ یہ تخصیصات نہیں لہٰذا فقیر نے ان کو ایک ہی نوع کیا ہاں اگر ثابت ہو کہ بعض چیزیں صرف نرم ہوتی ہیں بہتیں نہیں تو البتہ لین و ذوبان کے لیے دو نوعیں کرنی ہوں گی مگر وہ ثابت نہیں۔

(۴) فقیر نے اول کا حکم عدم قرار علی النار رکھا اُنھوں نے صعود کل کہا دوم کا اُن کی طرح سخونت سوم میں لین و ذوبان و دوران جمع کیے یہ مقاصد کے یوں موافق ہوا کہ اُس کی وہ دونوں نوعیں اسی میں آگئیں اور یوں مخالف کہ دوران کو سیلان ہی کی فرع ٹھہرایا نہ کہ حکم مستقل اور مواقف کے یوں موافق ہوا کہ دوران وسیلان جدا حکم نہ ٹھہرائے اور یوں مخالف کہ انہوں نے اس میں صرف لین رکھا۔

(۵) دونوں کتابوں نے اجزائے خفیفہ وثقیلہ کے تجاذب کو علت دوران رکھا اور فقیر نے اسی کو نفس سیلان کی علت رکھا تھا اور ان کے مطالعہ کے بعد کہ دوران بڑھایا اُس کی علت میں اس پر تکافی قوتین کو اضافہ کیا متامل پر روشن کہ یہی اظہر واز ہر ہے اور باقی احکام میں صحت بحمد اللہ تعالیٰ احکام فقیر کی طرف او پر بیان ہو چکی۔

وللہ الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ ؛	اور خدا ہی کے لیے حمد ہے کثیر پاکیزہ برکت والی حمد
والصلاۃ والسلام علی المولی الکریم	اور درود وسلام ہو کرم والے آقا اور ان کی آل
واٰلہ وصحبہ وذوبہ ؛	اصحاب اور ان کے سارے لوگوں پر۔ (ت)

بحمدہ تعالیٰ ہمارے اس بیان سے ظاہر ہوا کہ انطباع بالنار اور لین وذوبان کہ آثار نار میں شمار ہوتے ہیں خود ہی صرف منطرقات میں ہوتے ہیں نہ یہ کہ ہوئے اور میں بھی ہیں اور ہم نے منطرقات کی تخصیص کر لی۔

نکتہ رابعہ (ان آثار میں کیا کیا طبیعت زمین کے مخالف ہے) بحمدہ عزوجل ہمارے بیان سے روشن ہوا کہ ان اجسام میں باعتبار آثار نار جسم کی چھ حالتیں ہیں، تین ضعیف الترکیب میں نفاذ، تکلس، ترمد۔ تین قوی الترکیب میں امتناع، لین وذوبان۔

اوّل ان میں امتناع تو ظاہر ہے کہ طبیعت ارضیہ کے کچھ منافی نہیں بلکہ اُس کا مشہور خاصہ ہے یونہی تکلس بھی کہ اُس جسم میں ہوتا ہے جس میں اجزائے ارضیہ بکثرت اور رطوبات جہت کم ہیں اور اعتبار

marfat.com

Marfat.com

غالب ہی کا ہے تو وُہ جسم جنسِ ارض ہی سے ہے خانیہ وظہیریہ وخزانۃ المفتین وحلیہ وجامع الرموز و مراقی الفلاح و درمختار و ہندیہ میں ہے :

التراب اذا خالطہ ما لیس من اجزاء الارض یعتبر فیہ الغلبۃ[1] اھ ونظم الدر لو الغلبۃ لتراب جاز والا لا خانیۃ ومنہ علم حکم التساوی[2]۔

مٹی میں جب ایسی چیز مل جائے جو جنسِ ارض سے نہ ہو تو اس میں غلبہ کا اعتبار ہوگا اھ ۔ اور درمختار کی عبارت یہ ہے، اگر غلبہ مٹی کا ہو تو تیمم جائز ہے ورنہ نہیں ۔ اور اسی سے اس صورت کا بھی حکم معلوم ہوگیا جس میں دونوں برابر برابر ہوں ۔ (ت)

اسی طرح نفاد بھی منافی نہیں کہ یہاں نفاد یا انتفا بایں معنی نہیں کہ شَے صفحۂ ہستی سے معدوم ہوجائے بلکہ استحالہ جیسے پانی بھاپ ہوکر اُڑجاتا ہے فنا ہوگیا یعنی برتن خالی کرگیا اب اس میں کچھ نہ رہا یا پانی نہ رہا بخارات ہوگیا اور معلوم ہے کہ استحالہ چاروں عنصروں پر وارد ہوتا ہے خواہ بلاواسطہ جیسے مجاور کی طرف کہ اجزائے ارضیہ پانی ہوجائیں پانی ہَوا ہَوا آگ یا بالعکس یا ایک واسطہ سے جیسے ارضیہ ہوا، مائیہ آگ اور بالعکس پہلے میں پانی کی وساطت دوسرے میں ہوا کی یا دو واسطہ سے جیسے ارضیہ آگ اور بالعکس بوساطتِ آب وہوا تو صورتیں بارہ ہیں کما فی شرح المقاصد والمواقف والتجرید للتفتازانی والسید والقوشجی (جیسا کہ علامہ تفتازانی کی شرح مقاصد، سیّد شریف کی شرح مواقف اور قوشجی کی شرح تجرید میں ہے ۔ ت) ہر عنصر کے لیے تین جن میں ارض بھی داخل بلکہ اجزائے ارضیہ بلاواسطہ بھی آگ ہوجاتے ہیں

وھو قضیۃ ما فی المواقف وغیرھا ینقلب کل الی الاٰخر بعضھا بلاواسطۃ وھو کل عنصر یشارک اٰخر فی کیفیۃ ویخالفہ فی کیفیۃ[3] اھ ملخصا فان الارض مع النار کذلک ۔

یہی مواقف وغیرہ کی عبارت ذیل کا مقتضی ہے : "ہر عنصر دوسرے سے بدل جاتا ہے بعض کی تبدیلی بلاواسطہ ہوتی ہے اور یہ ہر وہ عنصر ہوتا ہے جو ایک کیفیت میں دوسرے عنصر کا شریک ہو اور دوسری کیفیت میں اس کے مخالف ہو" اھ اور نار کے ساتھ ارض کا حال یہی ہے ۔ ت) (یبوست میں دونوں شریک ہیں اور حرارت وبرودت میں باہم مختلف ۱۲ م ۔ الف)

---

[1] فتاوٰی قاضیخان فصل فیما یجوز بہ التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۹
[2] الدر المختار مع الشامی باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۷۷
[3] شرح المواقف المقصد الحادی عشر من القسم الثالث مطبعۃ السعادۃ مصر ۷/ ۵۶-۱۵۵

Marfat.com

ابن سینا نے اشارات میں یبوستِ نار پر دلیل قائم کی کہ انہا اذا خمدت وفارقتہا سخونتہا تکون منہا اجسام صلبۃ ارضیۃ یقذفہا السحاب الصاعق[1] (وہ جب بجھ جائے اور اس سے اس کی گرمی جدا ہو جائے تو اس سے ٹھوس اجسام ارضیہ بن جاتے ہیں جنھیں سحاب صاعق گراتا ہے۔ت) اور یہ مشاہدہ ہے چند سال ہوئے ضلع علیگڑھ میں ایک صاعقہ گرنا مسموع ہوا والعیاذ باللہ تعالیٰ جس میں سخت کڑک بھی سرد ہونے پر دیکھا تو دہا تھا۔ جب آگ بلاواسطہ خاک ہو جاتی ہے خاک بلاواسطہ آگ کیوں نہ ہوگی لاجرم حسین میبذی نے کہا:

صرحوا ان النار القویۃ تحیل الاجزاء الارضیۃ نارا۔[2] لوگوں نے تصریح کی ہے کہ طاقت ور آگ زمینی اجزاء کو آگ سے تبدیل کردیتی ہے۔(ت)

یوں بلاواسطہ آٹھ استحالے ہوئے زمین برودت جاکر آگ یبوست جاکر پانی پانی رطوبت جاکر زمین برودت جاکر ہوا ہوا حرارت جاکر پانی رطوبت جاکر آگ آگ یبوست جاکر ہوا حرارت جاکر زمین۔ فلاسفہ بیچ کے چھ مانتے ہیں اوّل و آخر کے دو نہ ماننا تحکم ہے تو یہ ارض کے لیے چوتھی صورت ہُوئی کہ ابتداءً آگ ہوجائے ہاں نہ رطوباتِ کثیرہ جزءِ ارض ہوتی ہیں جن پر ترمّد موقوف نہ دہنیت ما سکہ جس پر لین و ذوبان تو جو میں یہی تین منافی ارضیت ہوئے۔

ولبعارۃ اخری ان میں آثار نار پانچ ہیں کہ یا کُل جسم صاعد ہوجائے گا جو ہر دو قسم کی پہلی صورت کو شامل یا[1] بعض قلیل یا[2] بعض کثیر یا[3] اصلاً نہیں اور متحجر رہے گا کہ ضرب مطرقہ سے بکھر جائے یا[4] منطبع کہ اس کی ضرب سے متفرق نہ ہو اور بڑھے پھیلے اول منافی ارضیت نہیں کہ اجزاءِ ارضیہ آگ ہو کر سب صاعد ہوجائیں گے نہ دوم کہ بعض قلیل پر اشتمال ارضیت سے خارج نہیں کرتا نہ چہارم کہ یہ خود شانِ ارض ہے۔ ہاں سوم و پنجم کہ ترمّد و انطباع ہیں منافی ارض ہیں و لہٰذا علمائے کرام نے یہی اوصاف لیے جن کے ثبوت سے جنس ارض کا انتفا ہو اور انتفا سے ثبوت ہو فللّٰہ درھم ما ادق نظرھم (تو خدا ہی کے لیے ان کی خوبی ہے۔ ان کی نظر کیا ہی دقیق ہے۔ ت) اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ ترمّد جو منافی ارضیت ہے یہی بمعنے اوسط ہے نہ بمعنے اول شامل تکلیس کہ جنس ارض میں بھی حاصل یونہی احتراق کہ منافی ارضیت ہے یہی بمعنے ترمّد ہے ورنہ بمعنی سخونت و تکلس و نفاد خود ارض میں موجود۔

---

[1] شرح اشارات تنبیہ فالجسم البالغ فی الحرارۃ بطبعہ یولّد نار مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ ص ۶۹

[2] المیبذی (فصل لبسائط العنصریۃ) انقلاب العناصر مطبع انوار محمدی لکھنؤ ص ۲۲۴

marfat.com

Marfat.com

كذلك ينبغي التحقيق ۞ ولله الحمد على حسن التوفيق ۞ وافضل صلاة و اكمل سلام على النبي الرفيق ۞ وآله وصحبه اساطين الدين واركين التصديق ۞

یوں ہی تحقیق ہونی چاہیئے اور حسنِ توفیق پر حمد خدا ہی کی ہے اور بہتر درود، کامل تر سلام ہو نرمی والے نبی اور ان کی آل و اصحاب پر جو دین کے ستون اور تصدیق کے ارکان ہیں۔ (ت)

حلِ اشکالات وتطبیقِ عبارات — اشکالوں کا اٹھانا اور عبارتوں کا متفق کر دکھانا۔

بحمدہ تعالٰی ہمارے ان بیانات سے الفاظِ خمسہ کے معانی مقصودہ اور ان کی نسبتیں ظاہر ہوگئیں کہ احتراق[1] عین ترمّد ہے اور ترمّد[2] بمعنے اوسط اور[3] لین و انطباع و ذوبان سب کا حاصل انطراق صلاحیتِ لین[4] و انطباع متلازم فی الوجود ہیں اور ان کے مشتق متساوی فی الصدق اور[5] صلوح ذوبان بھی ظاہراً ان دونوں کا لازم و ملزوم اور ان کا اُس سے مطلقاً عموم بھی ایک احتمال غیر معلوم۔ اب بارہ[12] عبارات اعنی باستثنائے دو[2] پیشین اول مورد ایراد اور دوم باطل ہے سب کا حاصل دو[2] وصفوں کا اعتبار رہا تو ترمّد و انطراق پانچوں وصف انھیں دو[2] کی طرف راجع ہوگئے اور بفضلہ تعالٰی اتنے فائدے ظاہر ہوئے:

(۱) انطباع کی لین سے تفسیر کہ درر نے کی صحیح اور تفسیر بالمساوی ہے۔

(۲) تقطیع ولین سے اُس کی تفسیر کہ منح نے کی اس کے خلاف نہیں، صرف اصل مفہوم انطباع یعنی قابلیت عمل کا اُس میں اظہار فرما دیا ہے ونعما فعل (اور کیا ہی اچھا کیا۔ ت)

(۳) یلین وینطبع خواہ ینطبع ویلین ہر ایک میں ایضاح کے لیے جمع متساوین ہے اُن میں اتحاد مصداق باطل نہ جمع میں ایہام غلط نہ کوئی لغویت نہ تفسیر بالاخفی۔

(۴) اظہر تساوی انطباع و ذوبان ہے تو بدستور ینذوب وینطبع خواہ ینطبع و ینذوب ایک ہی بات ہے اور اجتماع مثل جمع ولین و انطباع البتہ اگر عموم انطباع ثابت ہو تو عبارات نہم و دہم و یازدہم نیز عبارات شمس الائمہ وظہیریہ وخانیہ وخزانۃ المفتین میں جمع ذوبان و انطباع یا ذوبان و لین ضرور موہم غلط ہوگا کہ اب جنسیت ارض وجود ذوبان پر موقوف رہے گی حالانکہ مجرد انطباع سے حاصل لاجرم واو بمعنی او لینا ہوگا اور ذکر ذوبان ضائع۔ آن اکابر سے اس کا صدور ہمارے اُس استظہار کی صحت پر دلیل ہے کہ ذوبان بھی ملازم انطباع ہے۔

(۵) عبارت ششم میں ایک طرف اضافۂ انطباع دوسری طرف ترک کا حاصل ایک ہی ایضاحاً بڑھایا اور ایجازاً کم کیا۔

Marfat.com

(۶) یوں ہی عبارت سیزدہم میں ترک و ذکرلین۔

(۷) ینطبع و یلین میں نفع ایضاح مراد ہے کہ لفظ انطباع قلیل السماع اور یلین و ینطبع میں ازاحت وہم ہے کہ توہم لین بمعنے عام کا اندفاع۔

(۸) یُوں ہی ذوبان و انطباع کی تقدیم و تاخیر میں۔

(۹) عبارت یازدہم میں خوبی یہ رہے گی کہ قسم دوم میں نار کے دونوں اثر اصل لے لیے اگرچہ ذکرلین کافی تھا۔

(۱۰) سوم وچہارم وچہاردہم میں نفع ایجاز ہے کہ ملزومات ثلثۂ الطراق سے صرف ایک لیا کہ دلالت علی المقصود پر بس تھا باقیوں کا مسلک ایضاح کے لیے اطناب۔

(۱۱) عبارت عنایہ میں برخلاف کُل او مساحت ہے یا الف زیادت ناسخ یا او تخییر فی التعبیر کے لیے یعنی ینطبع کہو یا یلین حاصل ایک ہے۔

(۱۲) غرر میں بعد وھو لفظ ما بڑھنا چاہیے اور دُرر میں پہلا او گھٹنا کہ وہ جنس کی تفسیر ہو جائے اور یہ غیر جنس کا بیان واللہ تعالٰی اعلم۔

نقوض جمع کا دفع (۱۳) کبریت وزرنیخ منطرق نہیں تو منطبع کہاں۔

(۱۴) یہاں ترمد بمعنے اوسط ہے اور رماد حجر بمعنی اول لاجرم قول درمختار[۱] لا رماد حجر (مگر پتھر کی راکھ۔ ت) پر علامہ طحطاوی نے فرمایا، کالجص (جیسے گچ۔ ت) علامہ شامی نے فرمایا، کجص

عہ اقول فیہ ان الجص ھو الحجر نفسہ لا رمادہ وانما رمادہ الکلس و یردہ ایضا علی جمع الشامی بینھما و الجواب انہ قد یطلق الجص علی الکلس تجوزا کما فی الحلیۃ عن النصاب الحجر طبخ حتی صار جصا فتیمم جاز وعلیہ الفتوی اھ فالکلس فی ش عطف تفسیر ۱۲ منہ غفرلہ۔(م)

اقول (میں کہتا ہوں) اس پر یہ اعتراض ہے کہ جص خود پتھر ہی ہے پتھر کی راکھ نہیں۔ راکھ تو کلس (چُونا) ہے۔ مثال میں علامہ شامی کے جص اور کلس دونوں جمع کرنے پر بھی یہ اعتراض ہوگا۔ اور جواب یہ ہے کہ کلس (چُونا) کو کبھی مجازاً جص (گچ) کہہ دیا جاتا ہے جیسا کہ حلیہ میں نصاب کے حوالہ سے ہے پتھر اتنا پکایا گیا کہ جص (یعنی چُونا) ہو گیا پھر اس سے تیمم کیا تو جائز ہے اور اسی پر فتوٰی ہے اھ۔ تو شامی میں لفظ کلس عطف تفسیری ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[۱] درمختار باب التیمم ۱/۴۲ [۲] الطحطاوی علی الدرالمختار ۱/۱۲۹

Marfat.com

اور ظاہر ہے کہ زجاج منطرق نہیں اُس کا انطباع یوں ہی ہے کہ آگ سے پگھلتا اور سانچے میں ڈھلتا اور ٹھنڈا ہو کر صورت پر قائم رہتا ہے تو ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک یہی لین و ذوبان بالنار کہ قبول صورت کے لیے مہیا کریں انطباع بالنار ہیں خواہ قیام صورت خود اُس شے کے اپنے ذاتی وصف سے ہو جیسے سونے چاندی میں بصورتِ لین مجرد یا بردو زوال اثرِ نار سے جیسے اُن میں بصورت ذوبان۔ اور عبارتیں اب بھی ملتئم ہو جائیں گی اگرچہ بتکلف۔ لین سے خاص وُہ مراد ہے کہ انطباع کے قابل کرے خواہ بذاتِ خود یا ذوبان تک بڑھ کر یُوں ہی ذوبان سے اور ظاہر جو آگ سے ایسا نرم ہو سکے گا ایسا ذائب بھی ہو سکے گا تو صلاحیتِ لین مزبور و ذوبان مذکور متلازم ہوئیں اور یہی صلاحیت انطباع بالنار سے مقصود تو لین یا ذوبان یا انطباع جو کچھ کہا جائے حاصل ایک ہے اور تخالف عبارات صرف تخالف تعبیر۔ ہاں فقط عبارت عنایہ اب بھی محلِ نظر رہے گی اور کہہ سکتے ہیں کہ اس میں لین سے لین مجرد موجب انطباع مراد اور عطف عطف خاص علی العام، اور فقہائے کرام اُس میں حرف اَوْ جائز رکھتے ہیں ردالمحتار صدر نکاح میں زیر قول شارح فاسقین او محدودین (فاسقین یا جن پر حد جاری کی گئی ہو۔ ت) ہے:

ذکر الاخص بعد الاعم واقع فی افصح الکلام علی انھم صرحوا انه اذا قوبل الخاص بالعام یراد به ماعدا الخاص لکن فی المغنی ان عطف الخاص علی العام مما تفردت به الواو وحتی لکن الفقھاء یتسامحون فی عطفه باو قلت و صرح بعضھم بجوازہ بثم وباو کما فی حدیث ومن کانت ھجرته الی دنیا یصیبھا او امرأة ینکحھا[1]۔

اعم کے بعد اخص کا ذکر افصح کلام میں وارد ہے — علاوہ ازیں اربابِ فن نے یہ صراحت فرمائی ہے کہ جب عام کے مقابلہ میں خاص لایا جائے تو اس عام سے خاص کے ماسوا مراد ہوتے ہیں لیکن مغنی میں یہ ہے کہ عام پر خاص کو معطوف کرنے کے لیے "واو اور حتی" متفرد ہیں لیکن "او" کے ذریعہ اسے معطوف کرنے میں فقہا تسامح برتتے ہیں — میں کہتا ہُوں — اور بعض حضرات نے "ثم اور او" کے ذریعہ اس عطف کے جواز کی صراحت ہے جیسے حدیث ومن کانت ھجرته الخ میں ہے، اور جس کی ہجرت کسی دنیا کی طرف ہو جسے حاصل کرے یا کسی عورت کی طرف جس سے نکاح کرے۔ (ت)

اقول اولاً ان تکلفات سے عبارات تو ملتئم ہو گئیں ورنہ صریح رَدّ موجود تھا کہ ساتوں عبارات پیشین میں لین کہہ کر زجاج سے مثال دی ہے اور انطباع زجاج لین سے نہیں بلکہ ذوبان سے ہے مگر احکام غلط

---

[1] ردالمحتار باب النکاح مطبع مصطفی البابی مصر ۲/۲۹۷

Marfat.com

ہو گئے کبریت و زرنیخ یقیناً ذائب بالنار اور بایں معنی منطبع بالنار ہیں تو اس طور لازم کہ جنس ارض سے نہ ہوں اور ان سے تیمم ناجائز حالانکہ کبریت کے جنس ارض و صالح تیمم ہونے کی تصریح کتب معتمدہ مثل تبیین[1] الحقائق و فتح[2] القدیر و بحر[3] الرائق و نہر[4] الفائق و مراقی[5] الفلاح و فتاوی[6] عالمگیریہ و فتح[7] اللہ المعین و طحطاوی[8] علی الدر المختار وغیرہا میں ہے اور اصلاً کسی نے اس میں اشارۃً خلاف بھی نہ کیا اور زرنیخ کا تواتر تو اس عظمت و شان سے ہے کہ اس کے امثال سے کسی میں نہیں خود محرر مذہب امام محمد رضی اللہ عنہ نے کتاب[1] الاصل میں کہ کتب ظاہر الروایۃ سے ہے خود امام مذہب امام الائمہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس پر نص فرمایا پھر قدوری[2] و ہدایہ[3] و ملتقی[4] و کافی[5] و صدر[6] الشریعۃ و تبیین[7] و فتح[8] القدیر و حلیہ[9] و غنیہ[10] و درر[11] و مسکین[12] و برجندی[13] و بحر[14] و نہر[15] و مراقی[16] الفلاح و طحطاوی[17] علی الدر و جلابی[18] و نوازل[19] امام فقیہ ابو اللیث و محیط[20] و خانیہ[21] و خلاصہ[22] و خزانۃ[23] المفتین و منیہ[24] و سراجیہ[25] و ہندیہ[26] وغیرہا متون و شروح و فتاوی نے بلا اشعار نام خلاف اس کا جواز بتایا کیا ایسے صریح نصوص جلیہ علیہ متظافرہ متواترہ اس قابل ہو سکتے ہیں کہ کسی مثال کے مفہوم سے ان کو رد کر دیا جائے حاشا یہ سب نصوص اس وقت میرے پیش نظر ہیں یہاں تبرکاً صرف نص امام محرر المذہب اور کبریت میں فتح تبیین و تبیین فتح پر قناعت کروں۔ خلاصہ میں ہے :

فی الاصل قال ابو حنیفۃ و محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما یجوز التیمم بجمیع ما کان من جنس الارض و من اجزائہا نحو التراب والرمل والنورۃ والزرنیخ والجص والحجر والمدر والاثمد والکحل والطین الاحمر والاصفر والمغرۃ والحائط والمرداسنج ونحوہ[1]

مبسوط میں ہے امام ابو حنیفہ و امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا: تیمم ہر اس چیز سے جائز ہے جو زمین کی جنس اور زمین کے اجزا سے ہو جیسے مٹی، ریت، چونا، ہڑتال، گچ، پتھر، ڈھیلا، اثمد، سرمہ، گل سرخ، گل زرد، گیرو، دیوار، مردار سنگ وغیرہ (ت)

امام فخر زیلعی نے فرمایا :

یتیمم بطاہر من جنس الارض کالتراب والحجر والکحل والزرنیخ والنورۃ والجص والرمل والمغرۃ والکبریت والیاقوت والزبرجد والزمرد والبدخش والفیروزج والمرجان[2]

تیمم کرے جنس زمین کی کسی پاک چیز سے جیسے مٹی، پتھر، سرمہ، ہڑتال، چونا، گچ، ریت، گیرو، گندھک، یاقوت، زبرجد، زمرد، بلخش، فیروزہ، مرجان۔ (ت)

---

[1] خلاصۃ الفتاوی جنس آخر فیما یجوز بہ التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۵
[2] تبیین الحقائق باب التیمم مطبوعہ بولاق مصر ۱/۳۸

Marfat.com

امام محقق علی الاطلاق نے فرمایا :

دخل الحجر والجص والنورۃ والکحل والزرنیخ والمغرۃ والکبریت الخ۔[1] — پتھر، گچ، چونا، سرمہ، ہڑتال، گیرو، گندھک الخ۔ داخل ہے۔ (ت)

ثانیاً سب سے طرفہ یہ کہ مفاد مثال زجاج خود مثال زجاج سے منقوض یہ نقض ہم نے نقوض انطباع میں ذکر نہ کیا کہ اسی مقام کے لیے اُس کا ذخیرہ رکھنا مناسب تھا تحفہ و بدائع سے درمختار و ہندیہ تک آٹھوں کتابوں نے زجاج مطلق رکھا ہے کہ معدنی و مصنوع دونوں کو شامل اور اُس کا معدنی ضرور حجر ہے جامع عبداللہ بن احمد اندلسی مالقی ابن بیطار میں ہے :

(زجاج) قال ارسطاطالیس منه متحجر ومنه رمل والزجاج الوان کثیرۃ فمنه الابیض الشدید البیاض الذی لاینکر من البلور وھو خیر اجناس الزجاج ومنه الاحمر والاصفر والاخضر والاسمانجونی وغیر ذلك وھو حجر من الاحجار کالسائق الاحمق من الناس لانه یمیل الی کل صبغ یصبغ به والی کل لون یلون به۔[2]

(زجاج) ارسطو نے کہا اس میں متحجر بھی ہوتا ہے اور اس میں ریت والا بھی ہوتا ہے۔ اور زجاج کے بہت سے رنگ ہوتے ہیں، کوئی بہت سفیدی والا ہوتا ہے جو بلور سے بیگانہ نہیں معلوم ہوتا اور یہ زجاج کی سب سے بہتر جنس ہوتی ہے۔ اور سُرخ، زرد، سبز، آسمانی وغیرہ بھی ہوتا ہے، اور یہ پتھروں میں سے ایک پتھر ہوتا ہے جیسے انسانوں میں انتہائی بھولا بے وقوف شخص ہوتا ہے کیونکہ وہ ہر رنگ ولون کی طرف جس سے اسے رنگا جائے مائل ہو جاتا ہے۔ (ت)

انوار الاسرار الآیات البینات کتاب المعدن میں ہے :

اما حجر الزجاج فانواع کثیرۃ فی معادن کثیرۃ فمنه متحجر ومنه مترمل۔[3]

لیکن سنگِ زجاج تو بہت سے معدنوں میں اس کی بہت سی قسمیں ہیں۔ اس میں پتھر والا بھی ہوتا ہے اور ریت والا بھی ہوتا ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے :

حجر الزجاج اذا اصابته النار ثم خرج — سنگِ زجاج کو جب آگ کی آنچ لگے پھر دخان

---

[1] فتح القدیر باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ١/١١٢

[2] جامع ابن بیطار

[3] انوار الاسرار

Marfat.com

الی الھواء من غیر ان یتدخن تکسر و لم ینتفع بہ[1]

ہُوئے بغیر ہوا میں نکل آئے تو ٹوٹ جاتا ہے اور کارآمد نہیں رہتا۔ (ت)

تحفہ تنکابنی میں ہے :

ارسطو بلور را از جنس معدنی او دانستہ و آئینہ سنگ از جملہ معدنی و غیر بلور ست[2]

ارسطو نے بلور کو اس کی معدنی جنس سے سمجھا ہے اور پتھر کا آئینہ معدنیات میں سے اور بلور کے علاوہ ہے۔ (ت)

مخزن میں ہے :

(زجاج) دو نوع ست معدنی و مصنوع و معدن آن اکثر جا ست انچہ در تبریز از توابع شیراز و غیر آنست سنگے ست تیرہ رنگ ریزہ الخ[3]۔

زجاج کی دو قسمیں ہیں، معدنی اور مصنوعی۔ اور اس کا معدن اکثر جگہ ہے جو شیراز کے توابع میں سے تبریز وغیرہ میں ہوتا ہے وہ ایک تاریک رنگ کا ریزہ ریزہ پتھر ہوتا ہے الخ۔ (ت)

اور حجر بتصریح متواتر عامہ کتب میں علی الاطلاق بلاتخصیص جنسِ ارض سے ہے جیسا کہ کتابیں کہ زرنیخ میں مذکور ہوئیں وہ سب اور اُن کے علاوہ وقایہ[۲۷] و اصلاح[۲۸] و نور الایضاح[۲۹] متون و در مختار[۳۰] و شلبیہ[۳۱] و مجتبٰی[۳۲] شروح و بزازیہ[۳۳] فتاوٰی وغیرہا زائد ہیں تو زجاج سے تیمم جائز ہوا اور وہ جنسِ ارض سے ہے حالانکہ اس معنے پر قید انطباع اُسے خارج کر رہی ہے کہ وہ خود ان کے اقرار سے منطبع ہے تو جمع منقوض ہے۔

اگر کہیے زجاج میں ان علما کا اطلاق مقید یعنی زجاج مصنوع پر محمول ہے جو ریتے اور کسی اور چیز غیر جنس ارض سے ملا کر بنایا جاتا ہے محققین شراح کا بیان اس پر شاہد، تبیین میں محیط سے ہے :

ان خالطہ شیئ اٰخر لیس من جنس الارض لایجوز کالزجاج المتخذ من الرمل وشیئ اٰخر لیس من جنس الارض[4]

اگر اس میں کسی ایسی چیز کی آمیزش ہو جو جنس ارض سے نہیں تو جائز نہیں۔ جیسے وہ شیشہ جو ریت اور کسی ایسی چیز سے بنایا گیا ہو جو جنس زمین سے نہیں۔ (ت)

---

[1] انوار الاسرار

[2] تحفۃ المومنین علی حاشیۃ مخزن الادویہ فصل الزاء مع الجیم مطبوعہ منشی نولکشور کانپور ص ۳۱۶

[3] مخزن الادویہ فصل الزاء مع الجیم مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ ص ۳۲۰

[4] تبیین الحقائق باب التیمم مطبعہ امیریہ بولاق مصر ۱/ ۳۹

marfat.com

Marfat.com

فتح القدیر میں ہے :

خرجت الاشجار والزجاج المتخذ من الرمل وغیرہ[1]۔

درخت اس سے خارج ہوگئے اور وہ شیشہ بھی جو ریت اور دُوسری چیز سے بنایا گیا۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے :

لایجوز بالاشجار والزجاج المتخذ من الرمل وغیرہ[2]۔

درختوں سے جائز نہیں اور اس شیشے سے بھی جائز نہیں جو ریت اور دوسری چیز سے بنایا گیا ہو۔ (ت)

مجمع الانہر میں ہے :

لایجوز بالزجاج المتخذ من الرمل وشیئ اٰخر[3]۔

اس شیشے سے جائز نہیں جو ریت اور کسی دوسری چیز سے بنا ہو۔ (ت)

اسی طرح ابوالسعود ازہری میں ہے۔ عبارت درمختار کفضۃ وزجاج (جیسے چاندی اور شیشہ۔ت) پر ردالمحتار میں لکھا : ای المتخذ من رمل وغیرہ[4] بحر (یعنی وہ شیشہ جو ریت اور دوسری چیز ملاکر بنایا گیا ہو۔ بحر۔ت) تو جسے منطبع کہا وہ جنسِ ارض سے نہیں اور جو جنسِ ارض سے ہے اُسے منطبع نہ کہا۔

اقول یہ اُس وقت ہے کہ خود سنگ شیشہ معدنی اس معنی پر منطبع نہ ہو حالانکہ وُہ بھی یقیناً مثل مصنوع آگ سے گلتا پگھلتا ہوا سے ٹھنڈا ہوتا سانچے میں ڈھلتا ہے پھر مفردات جامع میں ارسطو سے متصل عبارت مذکورہ ہے :

وھو سریع التحلل مع حرالنار سریع الرجوع مع الھواء البارد الی تحجرہ[5]۔

اور وہ آگ کی حرارت کے ساتھ تیزی سے تحلیل ہوجاتا ہے اور ٹھنڈی ہوا کے ساتھ بہت جلد سنگی حالت کی جانب عود کر آتا ہے۔ (ت)

---

[1] فتح القدیر باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۱۲

[2] البحرالرائق 〃 ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۷

[3] مجمع الانہر 〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۸

[4] ردالمحتار 〃 مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۷۶

[5] جامع ابن بیطار

Marfat.com

انوار الاسرار میں بعد عبارت سابقہ ہے :

وھو من الین الاحجار علی النار وسریع الجفاف بعد التزویب[1]۔

اور وہ آگ پر سارے پتھروں سے زیادہ نرم ثابت ہوتا ہے اور پگھلانے کے بعد بہت جلد خشک بھی ہوتا ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے :

یستحیل مع حر النار ویجمد سریعا مع برودۃ الھواء[2]۔

آگ کی حرارت کے ساتھ بدل جاتا ہے اور ہوا کی برودت کے ساتھ بہت جلد جم جاتا ہے۔ (ت)

اب یہ مثال غایت اشکال میں ہوگئی کہ خود اپنے نفس کی مبطل ہے تو اُس سے تقریر فقیر پر شبہہ کیا معنے خود اُسی پر شُبہ شدیدہ کیا جائے وہ اگر خود متناقض نہ ہوتی تو اُن احکام مصرحہ عامہ متون و شروح و فتاوٰی منصوصہ خود محرر المذہب امام اعظم صاحب مذہب کے مقابل مضمحل ہونی واجب تھی نہ کہ جب آپ ہی اپنا نقض ہے ہاں مسلک اُس کی تاویل ہے اگر ممکن ہو اگرچہ بعید کہ تاویل بعید بھی تخطیہ محض سے خیر و بہتر ہے۔

فاقول وباللہ التوفیق (تو میں کہتا ہوں اور توفیق خدا ہی کی جانب سے ملتی ہے۔ ت) جملہ معدنیات کا تکون گندھک اور پارے کے ازدواج سے ہے کبریت نر ہے کہ گرم ہے اور پارہ مادہ۔ انھیں کے اختلاف مقادیر و اصناف و اوصاف و احوال سے مختلف معدنی چیزیں پیدا ہوتی ہیں جن میں سے بعض کو ہمارے ائمہ کرام جنس ارض سے رکھتے ہیں جیسے یاقوت، زمرد، زبرجد وغیرہا جواہر اور بعض کو نہیں جیسے ذہب و فضہ و حدید وغیرہا معادن حالانکہ مادہ تکون سب کا ایک ہے، تذکرہ انطاکی میں ہے :

(معدن) مادتہ الزئبق والکبریت جیدین متساویین کالاکسیر او زاد الکبریت مع القوۃ الصابغۃ کما فی الذھب او ضدہ مع عدمھا کما فی الفضۃ (الٰی ان قال) فان حفظت المادۃ بحیث یذوبا فالمنطرقات والا فالفلزات علی وزان الاول کالیاقوت او الثانی کبعض الزمرد

(معدن) اس کا مادہ پارہ اور گندھک ہے۔ دونوں عمدہ برابر برابر ہوں ــ جیسے اکسیر ــ یا کبریت زیادہ ہو ساتھ ہی رنگنے والی قوت بھی ہو جیسے سونا میں یا اس کی ضد (پارہ) زیادہ ہو اور رنگنے والی قوت بھی نہ ہو جیسے چاندی میں (یہاں تک کہ یہ کہا) تو اگر مادہ محفوظ ہو اس طرح کہ پگھل جائے تو منطرقات ورنہ فلزات بطور اول جیسے یاقوت یا

---

[1] و [2] انوار الاسرار

marfat.com

Marfat.com

الی آخرہ اولم تحفظ صورا ولم تثبت[عہ] معاصیۃ للتحلیل فالشبوب والاملاح[1]۔ (ملخصاً)

بطور دوم جیسے بعض زمرد الی آخرہ۔ یا کچھ صورتوں کو محفوظ نہ رکھے یا تحلیل کے مخالف نہ ثابت ہو تو شبوب و املاح۔ (ت)

اُسی میں ہے:

(یاقوت) ھو اشرف انواع الجامدات وکلھا تطلبہ فی التکوین کالذھب فی المنطرقات فیمنع العارض واصلہ الزیبق ویسمی الماء والکبریت ویسمی الشعاع[2]۔ ملخصاً

(یاقوت) یہ جامدات کی قسموں میں سب سے عمدہ ہے اور تکوین میں سارے جامدات کا مطلوب ہے جیسے منطرقات میں سونا — تو کسی عارض کی وجہ سے مانع بھی ہوتا ہے — اس کی اصل پارہ ہے جسے پانی بھی کہا جاتا ہے۔ اور کبریت جسے شعاع بھی کہا جاتا ہے (ت)

مذہب مشہور و منصور و معتمد جمہور پر تو اُن کی معیار وہی ضابطۂ ترمّد و انطباع ہے وبس۔ اور بعض اکابر نے اُسے یُوں لیا کہ جو کچھ اجزائے ارض سے ہے جب تک زمین میں ہے اُس سے مطلقاً تیمم روا ہے حتی کہ سونا چاندی جب تک اپنی کان میں ہو کر اُس وقت تک یہ جنسِ ارض سے ہے جب زمین سے نکال کر گلایا پگھلایا اجزائے ارضیہ سے صاف کیا اب غیر شئے ہوئے اور اس سے تیمم ناروا۔ تبیین الحقائق میں ہے:

وفی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان یجوز بالکیزان والحباب ویجوز بالذھب والفضۃ والحدید والنحاس وما اشبھھا مادامت علی الارض ولم یصنع منھا شئ وبعد السبک لایجوز[3]۔

قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں ہے، کوزوں اور گھڑوں سے تیمم جائز ہے۔ اور سونے، چاندی، لوہے، تانبے اور ایسی دوسری دھاتوں سے بھی جائز ہے جب تک یہ زمین پر ہوں اور ان سے کوئی چیز بنائی نہ گئی ہو اور ڈھالنے کے بعد ان سے تیمم جائز نہیں۔ (ت)

شرح وقایہ میں ہے:

اما الذھب والفضۃ فلا یجوز بھما اذا کانا مسبوکین وان کانا غیر مسبوکین مختلطین

سونا چاندی جب ڈھلے ہوئے ہوں تو ان سے تیمم جائز نہیں اور گلائے پگھلائے نہ گئے ہوں بلکہ مٹی سے

عہ یرید موازنۃ سائر الاصناف ۲ منہ غفرلہ (م) دیگر اصناف کا مقابلہ مقصود ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] تذکرہ داؤد انطاکی حرف المیم لفظ معدن کے تحت مذکور ہے مصطفی البابی مصر ۱/۳۰۰

[2] ؎ 〃 〃 〃 حرف الیاء 〃 یاقوت 〃 〃 〃 〃 ۱/۳۴۰

[3] تبیین الحقائق باب التیمم مطبعہ امیریہ بولاق مصر ۱/۳۹

Marfat.com

بالتراب یجوز[1]۔ ملے ہوئے ہوں تو جائز ہے۔ (ت)

شرح الکنز علامہ عینی پھر شرح سید ازہری پھر طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

قبل السبك یصح التیمم مادامافی المعدن وکذاالحدید والنحاس لانهمامن جنس الارض[2]۔ ڈھالنے سے پہلے تیمم درست ہے جب تک یہ دونوں اپنی کان میں ہوں۔ یہی حکم لوہے اور تانبے کا ہے۔ اس لیے کہ یہ جنسِ زمین سے ہیں۔ (ت)

علامہ ط نے فرمایا:

ذکره السید واطلاق المصنف کغیره یفید المنع مطلقا لوجود الضابط[3]۔ اسے سید ازہری نے ذکر کیا۔ اور دوسرے حضرات کی طرح مصنف کے بھی مطلق بیان کرنے سے مطلقاً ممانعت مستفاد ہوتی ہے کیونکہ ضابطہ موجود ہے۔ (ت)

فتاوٰی ظہیریہ پھر خزانۃ المفتین میں ہے:

مالیس من جوهر الارض اوکان من جوهر الارض الاانه خلص عن جوهره بالاذابة والاحراق فانه لایجوز به التیمم فالذهب والفضة والنحاس والحدید وماأشبه ذلك یجوز به التیمم مادام فی الارض ولم یصنع منه شیئ فاذاصنع منه شیئ لم یجز به التیمم اذالم یکن علیه غبار[4]۔ جو زمین کا جوہر نہ ہو یا زمین ہی کا جوہر ہو مگر وہ پگھلانے، جلانے کے ذریعہ اپنے جوہر واصل سے جُدا ہوگیا ہو تو اس سے تیمم جائز نہیں۔ تو سونا، چاندی، تانبا، لوہا اور ایسی ہی دوسری چیزوں سے جب تک یہ زمین میں رہیں اور ان سے کچھ نہ بنایا گیا ہو، تیمم جائز ہے۔ جب ان سے کوئی چیز بنادی جائے تو اس سے تیمم جائز نہیں جبکہ اس پر غبار نہ ہو۔ (ت)

تو حاصل یہ ہُوا کہ آگ سے لین واحتراق دو ہیں ایک متقدم کہ معدنی معدن سے نکالتے وقت اجزائے ارضیہ سے اپنی جدائی میں اُن کا محتاج ہو ان کے نزدیک یہ مطلقاً اُسے جنس ارض سے خارج کر دیتے ہیں اگرچہ نہ لین مورث انطباع و انطراق ہو نہ احتراق تاحد ترمّد دوسرا متأخر کہ اجزائے ارضیہ سے جدا وصاف ہونے کے

---

[1] شرح الوقایہ مایجوز بہ التیمم مطبوعہ المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۹۸
[2] طحطاوی علی مراقی الفلاح مایجوز بہ التیمم مطبعہ ازہریہ مصر ص ۶۹
[3] ایضاً
[4] خزانۃ المفتین فصل فی التیمم قلمی نسخہ ۱/۱۲

marfat.com
Marfat.com

بعد اُس شے کی حالت دیکھی جائے یہاں اگر احتراق بحد ترمّد یالین موجب انطراق کا صالح ہے تو جنسِ ارض سے نہیں ورنہ ہے۔ جو چیز بڑے قطعے کان سے نکلے کہ صاف کرنے میں جلانے گلانے کی محتاج نہ ہو اُس میں وہ[ع] قاعدۂ معیار جاری ہوگا یاقوت و بلور سے تیمم جائز ہوگا اور لوہے سے نہیں اور جو ریزہ ریزہ نکلے کہ گلا جلا کر صاف کی جائے اُس سے بعد صفا وہ مطلقاً ناجائز مانیں گے زجاج اسی قبیل سے ہے کہ وہ ریزہ ریزہ ہی معدن میں ملتا اور آگ پر گلا کر صاف کیا جاتا ہے ارسطو نے جو اُس کی ایک قسم کو متحجر کہا اس بنا پر تھا کہ وہ بلور کو بھی نوع زجاج مانتا ہے اُس کے کلام میں عبارت مذکورہ کے بعد ہے:

والبلور جنس من الزجاج غیرانه یصاب فی معدنه مجتمع الجسم ویصاب الزجاج مفترق الجسم فیجمع کما ذکرنا بحجر المغنیسا اھ[1] یشیر الی قوله منه ماهو رمل فاذا اوقد علیه النار والقی معه حجر المغنیسا جمع جسمه۔

بلور زجاج ہی کی ایک قسم ہے فرق یہ ہے کہ بلور کا جسم معدن میں مجتمع ملتا ہے اور زجاج کا جسم متفرق ملتا ہے پھر جیسا کہ ہم نے بتایا سنگ مغنیسا کے ذریعہ جمع کیا جاتا ہے اھ۔ یہ اشارہ اِس عبارت کی جانب ہے: اس میں سے ایک وُہ ہے جو ریت ہوتا ہے جب اس پر آگ جلائی جاتی ہے اور اس کے ساتھ سنگِ مغنیسا بھی ڈالا جاتا ہے تو اس کا جسم مجتمع ہوجاتا ہے۔ (ت)

اسی طرح انوار الاسرار میں ہے مخزن سے گزرا سنگے ست ریزہ[2] (ریزہ ریزہ پتھر ہوتا ہے۔ ت) ولہذا ان علما نے لین و

ع اقول قسمیں چار ہوئیں،

(۱) نہ اپنے تصفیہ میں احراق وتلیین کا محتاج ہو نہ بعد کو منطرق جیسے یاقوت۔ (۲) تصفیہ میں محتاج نہ ہو اور بعد کو (۳) اس کا عکس کہ تصفیہ میں محتاج ہو اور بعد کو نا منطرق جیسے شیشہ۔ (۴) پہلے بھی محتاج ہو اور بعد کو بھی منطرق جیسے سونا ______ ان کے نزدیک سوا قسم اول کے سب جنسِ ارض سے خارج ہیں دوم میں صرف بربنائے معیار، سوم میں صرف بربنائے لین متقدم، چہارم میں اگرچہ دونوں جمع ہیں مگر لین متقدم اُسے جنس ارض سے خارج کرچکا۔ معیار کی حاجت نہیں لہذا ہم نے اجزائے معیار کو قسم دوم ہی میں رکھا، ورنہ وہ اس سے خاص نہیں۔ یہ ان کے طور پر ہے اور معتمد صرف لحاظ معیار تو اول وسوم دونوں جنس ارض ہیں اور دوم وچہارم نہیں واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (م)

---

[1] جامع ابن بیطار [2] مخزن الادویہ فصل الزاء مع الجیم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ص ۳۲۰

Marfat.com

انطباع دو لفظ کہے لین متقدم کے لیے اور اُس کی مثال میں زجاج ہے اور انطباع متأخر کے لیے اُس کی مثال میں حدید وغیرہ ہیں آخر نہ دیکھا کہ امام جلیل نسفی نے احتراق کی مثالوں میں رماد بھی ذکر فرمائی اور وہ ہرگز قابلِ احتراق نہیں لاجرم اُس کے لیے احتراق متقدم مراد ہے کہ جلنے سے حاصل ہوئی، یُوں ہی زجاج کے لیے لین اور اس پر شاہد عدل امام طاہر کا خلاصہ میں کلام ہے کہ زجاج کو اسی لین متقدم میں گنا، فرماتے ہیں :

لوتیمم علی الذھب والفضۃ او الشبہ او النحاس او الرصاص او الدقیق او الزجاج او الحنطۃ او الشعیر ممالیس من جوھر الارض او من جوھرھا الا انہ خلص من جوھرھا بالاذابۃ والاحراق لایجوز التیمم بالاتفاق[1] اھ فقولہ لیس من جوھر الارض للدقیق والحنطۃ والشعیر وقولہ او من جوھرھا الخ للبواقی۔

اگر سونا، چاندی، پیتل، تانبا، سیسہ، آٹا، شیشہ، گیہوں، جَو کسی ایسی چیز سے تیمم کیا جو جوہرِ زمین سے نہیں یا زمین ہی کے جوہر سے ہے مگر پگھلانے یا جلانے کے ذریعہ زمین کے جوہر سے نکلی ہے تو اس سے تیمم بالاتفاق جائز نہیں اھ۔ ان کی عبارت "جوہرِ زمین سے نہیں" آٹا، گیہوں اور جَو سے متعلق ہے۔ اور ان کی قول "یا زمین کے جوہر سے ہے مگر الخ" باقی چیزوں سے متعلق ہے۔ (ت)

یُوں اُن عبارات کی توجیہ ہوجائے گی اور معنے انطباع پر کہ ہم نے تحقیق کیے غبار نہ آئیگا نہ زرنیخ وکبریت کے احکام منصوصہ پر نقض وارد ہوگا۔ اور اب عبارت عنایہ بھی بن جائے گی کہ تردید باعتبار تقدم و تاخر ہے تو یہ سب عبارات متحد ہوگئیں باقی کثیر و وافر عبارات جن میں مثال زجاج نہیں اُس نفیس و وجیہ توجیہ سے موجہ ہیں جو سابق گزری جس سے وُہ مذہب جمہور مشہور و منصور پر ماشی ہیں مگر عبارتِ عنایہ کہ اُس کا آؤ اُسی توجیہ لاحق پر بنے گا ان دُو توجیہوں سے تمام عبارات موجّہ ہوگئیں۔

الاقول الدر منطبع کزجاج فلم اجد لہ طبا ونسبتہ وحدہ الی السھو اسھل من نسبۃ سائر الکبراء الیہ ھذا ما عندی فان کان عند غیری احسن من ھذا فلیبدہ بامعان؛ فان المقصود اتباع الحق حیث کان؛ واللہ المستعان؛ وعلیہ

مگر دُرِّ مختار کی عبارت "منطبع کزجاج" کا کوئی علاج میں نہ پا سکا۔ اور تنہا اسے سہو کی جانب منسوب کرلینا سارے بزرگوں کو سہو پر قرار دینے سے آسان ہے ــــ یہ وُہ ہے جو میرے خیال میں آیا ــــ اگر کسی کے پاس اس سے بہتر ہو تو بنگاہِ غور اس کا اظہار کرے کیونکہ مقصود حق کا اتباع ہے حق جہاں بھی ملے۔ اور

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی جنس آخر مایجوز بہ التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۶

marfat.com
Marfat.com

التکلان ؛ والصلوۃ والسلام الاتمان الاکملان ؛ علی سید الانس والجان ؛ و اٰلہٖ وصحبہٖ کل حین و اٰن ؛ والحمد للہ رب العٰلمین ؛

خدا ہی سے مدد طلبی ہے اور اسی پر توکّل ہے ۔ اور تام و کامل درود و سلام اِنس و جن کے سردار اور سرکار کی آل واصحاب پر ہر لمحہ و ہر آن ۔ اور ساری خوبیاں سارے جہان کے مالک خدا ہی کے لیے ہیں (ت)

مقامِ دوم (اُن ایک سو اکاسی[۱۸۱] چیزوں کا بیان جن سے تیمم جائز ہے) اُن بعض اشیاء کا شمار جن سے ہمارے امام اعظم[عـہ۱] رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب میں تیمم جائز ہے انھیں دو[۲] قسم کریں ،

منصوصات ، جن کی تشریح کتابوں میں اس وقت پیشِ نظر ہے ۔

مزیدات کہ فقیر نے اضافہ کیں وکان حقا علی افرازھا کیلا یساق المعقول مساق المنقول (انھیں الگ کرنا میری ذمہ داری تھی تاکہ معقول کا ذکر منقول کی جگہ نہ ہو ۔ ت)

منصوصات نقلِ عبارات میں طول و تکرار ہے لہٰذا صرف شمار اسمائے بعض کتب پر قناعت کریں مگر خلافیات یا خفیات کہ اُن میں تکثیر اسما مناسب ۔

(۱) خاک کہ اصل الاصول ہے اصل لمحرر المذہب متون عامۃ (یعنی خاک سے جوازِ تیمم محرر مذہب امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی مبسوط اور فقہ کے عام متون میں مذکور ہے ۔ ت)

پھر اگر مُنبِت یعنی قابلِ نبات ہو تو اُس سے جوازِ تیمم پر اجماعِ اُمت **اقول** تو مستحب یہ ہے کہ اُس کے ملتے اور کسی چیز سے تیمم نہ کرے فان الخروج عن الخلاف مستحب بالاجماع (کیونکہ سرحد اختلاف سے نکل آنا بالاجماع مستحب ہے ۔ ت)

(۲) ہمارے نزدیک خاکِ شور بھی جس میں کوئی چیز اُگنے کی صلاحیت نہ ہو خلاصۃ خزانۃ[عـہ۲] بزازیۃ

عـہ۱ خصہ بالذکر لان لمحمد خلافا فی کل ما لایلتزق بالید ولابی یوسف فی جمیع غیر التراب ۱۲ منہ غفرلہ (م)

صرف ان کا ذکر اس لیے ہے کہ امام محمد کا ہر اس چیز کے بارے میں اختلاف ہے جو ہاتھ سے چپکنے والی نہ ہو ــــ اور امام ابو یوسف کا مٹی کے علاوہ ساری چیزوں میں اختلاف ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عـہ۲ المراد بھا خزانۃ المفتین فی ھذہ الفصول حیث اطلق ۱۲ منہ غفرلہ (م)

ان فصلوں میں جہاں بھی خزانہ کا حوالہ آئے اس سے مراد خزانۃ المفتین ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

Marfat.com

مراق الفلاح[1]

(۳) ریتا اصل و متون عامۃ خلافا لابی یوسف فی قولہ الاٰخر (امام ابو یوسف کے قول دوم کے برخلاف ۔ ت)

(۴) پتھر مزعن ۳۳ کتابا (۳۳ کتابوں کے حوالہ سے اس کا بیان گزرچکا ۔ ت) : اگرچہ صاف دُھلا بے غبار ہو خانیۃ خلاصۃ مراقی در وکثیر۔

(۵) باریک پسا ہو یا سالم نوازل خانیۃ خلاصۃ بزازیۃ خزانۃ المفتین درھندیۃ وغیرھا وقیدہ فی الشلبیۃ عن المجتبٰی بالمدقوق (نوازل، خانیہ، خلاصہ، بزازیہ، خزانۃ المفتین، در، ہندیہ وغیرہا ـــ اور مجتبٰی کے حوالہ سے شلبیہ میں اس کے ساتھ "پسے ہوئے" کی قید لگائی ۔ ت)

اقول مشی علی قول محمد من لزوم ان یلتزق بالید شیئ و مذھب الامام الاطلاق ۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہ امام محمد کے قول پر گئے ہیں کہ ہاتھ سے کچھ چپک جانا ضروری ہے اور امام اعظم کے مذہب میں یہ قید نہیں ۔ (ت)

(۶) غبار متون وعامہ ۔ **اقول** جبکہ نہ ناپاک خاک سے اُٹھا ہو اگرچہ نجاست کا اثر زائل ہوجانے سے نماز کے لیے پاک ہوگئی ہو نہ کسی تر چیز ناپاک پر گرا ہو نہ ناپاک خشک چیز پر گر کر اُسے تری پہنچی ہو اگرچہ پھر وہ تری خشک بھی ہوجائے وقد تقدم بعضہ (اس میں سے کچھ کا بیان گزر چکا ۔ ت)

(۷) ناپاک خشک چیز پر گرا ہوا غبار جبکہ اُسے تری نہ پہنچے تقدم فی الدروس السالفۃ عن الحلیۃ والنھایۃ والھندیۃ ومثلہ فی الفتح (گزشتہ اسباق میں حلیہ، نہایہ، ہندیہ کے حوالہ سے اس کا بیان گزرا، اسی کے مثل فتح القدیر میں بھی ہے ۔ ت)

(۸) تر زمین پر جس پر چیز کاؤ ہوا کما یأتی (جیسا کہ آرہا ہے ۔ ت)

(۹) مقبرے کی زمین جبکہ اس کی نجاست مظنون نہ ہو،

لو تیمم بتراب المقبرۃ ان غلب علی ظنہ نجاسۃ لایجوز والا یجوز کما فی السراج[1] طعلی المراقی ۔

اگر قبرستان کی مٹی سے تیمم کیا اگر اس کا غالب گمان ہو کہ یہ مٹی نجس ہے تو تیمم جائز نہیں، ورنہ جائز ہے جیسا کہ سراج میں ہے ۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح (ت)

(۱۰) گردباد بگولا، اس سے تیمم کے دو طریقے اُوپر گزرے خلاصۃ بزازیۃ ۔

(۱۱) جلی ہوئی زمین قدمر ویأتی (اس کا بیان گزرچکا اور آگے بھی آئے گا ۔ ت)

(۱۲) نمک زار زمین جس میں سے نمک نکلتا ہو اگرچہ خفیف تر بھی ہو جبکہ وہ نمک مٹی سے بنا ہو ویأتی

---

[1] طحطاوی علی مراقی الفلاح مایجوز بہ التیمم مطبعۃ ازہریہ مصر ص ۶۸

marfat.com
Marfat.com

(اور آگے بھی آئے گا۔ ت)

(۱۳) پیلی مٹی اصل، نوازل، خلاصۃ، خزانۃ، ھندیۃ۔

(۱۴) سرخ مٹی ھی والبدائع والخانیۃ۔

(۱۵) گیرو ھی الا البدائع، تبیین، فتح، بحر، نھر (بدائع کے سوا یہ سبھی یعنی اصل، نوازل، خلاصہ، خزانہ، ہندیہ، خانیہ، مزید برآں تبیین، فتح، بحر، نہر۔ (ت) **اقول** وہ سرخ مٹی کا غیر ہے،

فقد عدد ھما مغایرین قال فی الخانیۃ یجوز التیمم بالمغرۃ والکحل والطین الاحمر اھ[۱] وفی الخلاصۃ یجوز بالطین الاحمر والاصفر والمغرۃ اھ[۲] ومثلہ فی غیرھما اما قول القاموس المغرۃ طین احمر[۳] فاقول لم یقل الطین الاحمر وھم اذا عرفوا انکروا واذا انکروا عرفوا۔

اس لیے کہ فقہا نے گیرو اور سرخ مٹی کو الگ الگ شمار کیا ہے۔ خانیہ میں فرمایا: گیرو، سُرمہ اور سرخ مٹی سے تیمم جائز ہے اھ اور خلاصہ میں فرمایا: سرخ مٹی، زرد مٹی اور گیرو سے تیمم جائز ہے اھ۔ اسی کے مثل ان دونوں کے علاوہ میں بھی ہے — رہی قاموس کی یہ عبارت کہ "گیرو ایک سُرخ مٹی ہے" تو میں یہ کہتا ہوں کہ اس میں یہ نہیں ہے کہ گیرو، سرخ مٹی ہے۔ اور اہلِ لغت کا طریقہ یہ ہے کہ بیانِ معنی کے لیے جب وہ معرفہ بولیں تو غیر معیّن مراد لیتے ہیں اور جب نکرہ لائیں تو کسی معین چیز کو مراد لیتے ہیں۔ (ت)

(۱۶) کالی مٹی۔ (اور)

(۱۷) سپید مٹی بدائع ھندیۃ۔

(۱۸) سبز مٹی نوازل خزانۃ تتارخانیۃ ھندیۃ۔

(۱۹) طفل مصری[ع] طحطاویۃ جس سے مصر میں کپڑے رنگتے ہیں تاج العروس۔

ع علامہ طحطاوی نے ایک مسئلہ کے ضمن میں کہ آتا ہے طَفَل بالفتح کو بتایا کہ جنس ارض سے ہے تذکرہ داؤد ومخزن میں طفل کو طین قیمولیا نیز تذکرہ میں طین قیمولیا کو طفل اور دونوں کو طَلْیطلی سے تفسیر کیا اور مخزن میں طین قیمولیا کو کہا بہندی کھری مٹی نامند و اطفال بر تختہائے مشق میمالند (ہندی میں کھریا مٹی کہتے ہیں اور اسے بچّے مشق کی تختیوں پر لگاتے ہیں۔ ت) (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[۱] فتاوٰی قاضیخان — مایجوز بہ التیمم — مطبوعہ نولکشور لکھنؤ — ۱/۲۹

[۲] خلاصۃ الفتاوٰی — " — مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ — ۱/۳۵

[۳] قاموس المحیط — فصل المیم باب الراء — مطبع مصطفی البابی مصر — ۲/۱۴۰

Marfat.com

(۲۰) ڈھیلا اصل نوازل خلاصۃ خزانۃ منیۃ ۔

(۲۱) گُل ارمنی گل مختوم غنیۃ ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اقول مگر کتاب دلیسقوریدوس و انوار الاسرار میں قیمولیا کے صرف دو رنگ لکھے سفید و بنفشی، اور ابن حسان نے ایک سیاہ رنگ کی لکھی اور کہا وہ علاج میں کچھ کام نہیں آتی کما فی ابن البیطار (جیسا کہ ابن بیطار میں ہے ۔ ت) اور طَفل کا رنگ تاج العروس میں زرد بتایا کہ الطفل بالفتح ھذا الطین الاصفر المعروف بمصر و تصبغ بہ الثیاب (طَفَل بالفتح: یہی زرد مٹی جو مصر میں معروف ہے اور اس سے کپڑے رنگے جاتے ہیں ۔ ت) ابن بیطار نے علی بن محمد سے طَفل کا سبز رنگ نقل کیا کہ طین شیراز لونہ مشبع الخضرۃ اکثر من خضرۃ الطفل اھ واللہ تعالٰی اعلم (طین شیراز، اس کا رنگ طَفل کی سبزی سے زیادہ گہرا سبز ہوتا ہے اھ واللہ تعالٰی اعلم ۔ ت) علامہ طحطاوی و صاحبِ تاج العروس دونوں سادات ساکنانِ مصر قریب العصر ہیں تو ان کی مراد وہی ہوگی جو شرح قاموس میں ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عــہ بحر مغرب میں ایک جزیرہ ملیون ہے وہاں ایک معبد ہے جس کی مجاور عورت ہوتی ہے بیرونِ شہر ایک ٹیلا ہے جس کی مٹی متبرک خیال کی جاتی ہے وُہ عورت تعظیم کے ساتھ اس کی مٹی لاتی اور گوندھ کر ٹکیاں بنا کر اُن پر مہر لگاتی ہے دلیسقوریدوس وغیرہ نے زعم کیا کہ اس میں بکری کا خون ملتا ہے جالینوس کہتا ہے میں اس کی تحقیق کے لیے انطاکیہ سے دو ہزار میل سفر کرکے اُس جزیرہ میں پہنچا میرے سامنے اُس عورت نے وہاں سے ایک گاڑی مٹی لی اور ٹکیاں بنائیں خون کا کچھ لگاؤ نہ تھا میں نے وہاں کے مؤدب لوگوں علما کی صحبت یافتوں سے پُوچھا کیا پہلے کسی زمانہ میں اس میں خون ملایا جاتا تھا؟ جس نے میرا یہ سوال سنا مجھ پر ہنسنے لگا ۔ ذکرہ ابن البیطار (اسے ابن بیطار نے ذکر کیا ۔ ت)

اقول والعجب ان الانطاکی فی التذکرۃ نسب زعم خلط الدم الی جالینوس والتنکابنی فی التحفۃ الیہ والی دلیسقوریدوس مع ان جالینوس ھو الذی عنی ھذا العناء الشدید حتی کشف عن بطلانہ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اقول (میں کہتا ہُوں) اور حیرت ہے کہ انطاکی نے تذکرہ میں اس مٹی سے خون ملانے کا خیال جالینوس کی طرف منسوب کیا ۔ اور تنکابنی نے تحفہ میں یہ خیال جالینوس اور دلیسقوریدوس دونوں کی طرف منسوب کیا حالانکہ جالینوس ہی وہ شخص ہے جس نے اس قدر شدید مشقت جھیل کر اس خیال کے بے حقیقت ہونے کا انکشاف کیا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

marfat.com

Marfat.com

(۲۳) گوندے کی دیوار اصل خلاصۃ جوہرۃ نوازل خزانۃ۔

(۲۴) ڈھیلوں کی دیوار محیط خانیۃ منیۃ۔

(۲۵) کچی اینٹ کی دیوار غنیۃ۔

(۲۶) مٹی سے لسی ہوئی در مختار۔

(۲۷) کچی اینٹ فتح حلیہ بحر شلبیہ زاہدی۔

(۲۸) گارا (اور)

(۲۹) کیچڑ جس میں مٹی غالب ہو اور پانی مغلوب۔ اس کی تفصیل مقام چہارم میں آئے گی اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

(۳۰) جلی ہوئی خاک مختارات النوازل نصاب حلیہ۔

(۳۱) مٹی کے آبخورے مٹکے محیط خانیۃ منیۃ خزانۃ کونڈے رکابیاں وغیرہا ہر ظرف گلی جس پر روغن نہ ہو فتح شلبیۃ ازہری در مختار زغیر جنس کی رنگت خزانۃ الفتاوی حلیۃ بحر ط۔

(۳۲) وہ ظروف گلی رنگین جن پر جنس ارض ہی مثلاً گیرو یا ملتانی وغیرہ کی رنگت ہو،

یجوز باوان من طین غیر مدھونۃ[۱] درراو مدھونۃ بصبغ من جنس الارض کالطفل والمغرۃ ط[۲]۔

مٹی کے ایسے برتنوں سے تیمم جائز ہے جن پر پالش نہ کی گئی ہو — درمختار — یا پالش ہو تو جنس ارض ہی کی کسی چیز جیسے طفل اور گیرو کے رنگ سے ہو۔ طحاوی۔ (ت)

(۳۳) سبز چکنی چکنی صاف مٹی کے پیالے تشتریاں،

یجوز بالغضارۃ منیۃ[۳] وھو الطین اللازب الحر الاخضر حلیۃ[۴] و غنیۃ عن القاموس والمراد ما یعمل منہ کالسکارج[۵] غنیۃ و فی المغرب الغضارۃ القصعۃ الکبیرۃ حلیۃ[۶]۔

"غضارہ" سے تیمم جائز ہے، منیہ بغضارہ چکنی، عمدہ، سبز مٹی ہوتی ہے، حلیہ و غنیہ بحوالہ قاموس۔ اس سے مراد وہ برتن ہے جو اس مٹی سے بنتا ہے جیسے رکابیاں، غنیہ۔ اور مغرب میں لکھا ہے: غضارہ: بڑا پیالہ۔ حلیہ (ت)

---

[۱] الدر المختار مع الطحطاوی | باب التیمم | مطبوعہ بیروت | ۱/ ۱۲۸

[۲] طحطاوی علی الدر | " | " | "

[۳] منیۃ المصلی | فصل فی التیمم | مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور | ص ۵۷

[۴] غنیۃ المستملی | " | سہیل اکیڈمی لاہور | ص ۷۹

[۵] ایضاً

[۶] حلیہ

Marfat.com

جبکہ ان پر رانگ کی قلعی نہ ہو غنیہ نہ کسی اور غیر جنس ارض کی قلعی یا رنگ حلیہ۔ وقد ذکرہ قبل ھذا استظہارا (اس سے پہلے اسے "ظاہر" کہتے ہوئے ذکر کیا ہے۔ ت) اقول وھو محل الجزم (میں کہتا ہوں حالانکہ یہ جزم کا موقع ہے۔ ت)

(۳۴) قلعی دار ظرف گلی کا وہ رخ جس طرف قلعی نہیں خانیہ خلاصہ غنیہ۔

اقول وکانت عبارۃ المنیۃ لایجوز بغضارۃ مطلی بالآنك بطن الغضارۃ و ظھرھا سواء[1] اھ قد توھم المنع مطلقا اذا طلی بہ وجھھا فاولھا فی الغنیۃ بما فی الخانیۃ ای سواء فی المنع بالمطلی والجواز بغیرہ اما عبارۃ البزازیۃ اذا طلی وجھھا بالصبغ لایجوز بہ التیمم وان لم یطل جاز[2] اھ فالکنایۃ لوجھھا۔

اقول منیہ کی درج ذیل عبارت "سبز مٹی کے ایسے پیالے سے تیمم جائز نہیں جس پر رانگ کی قلعی ہو پیالے کا اندرونی اور بیرونی رُخ دونوں برابر ہیں" یہ وہم پیدا کر رہی تھی کہ جب صرف سامنے کا رُخ قلعی کیا ہوا ہو تو بھی مطلقاً ممانعت ہے اس لیے غنیہ میں اس کی تاویل اُس سے کی جو خانیہ میں مذکور ہے یعنی قلعی شدہ سے ممانعت میں اور غیر قلعی شدہ سے جواز میں دونوں رُخ برابر ہیں۔ لیکن بزازیہ کی یہ عبارت: "جب سامنے کے رُخ پر رنگ سے پالش کر دی گئی ہو تو اس سے تیمم جائز نہیں اور اگر اس پر پالش نہ کی گئی ہو تو جائز ہے" اھ۔ تو اس میں "اس پر" کا اشارہ سامنے کے رُخ سے متعلق ہے۔ (ت)

(۳۵) ٹھیکری ھو الصحیح (یہی صحیح ہے۔ ت) مختارات النوازل حلیہ اقول سالم ہو یا (۳۶) پسی ہوئی وقیدہ فی الخزانۃ عن النوازل وفی الجوھرۃ عن الخجندی بالمدقوق (خزانہ میں بحوالہ نوازل اور جوہرہ میں بحوالہ خجندی اس کے ساتھ "پسی ہوئی" ہونے کی قید لگائی۔ ت)

اقول ومثلہ مثل ما مر من الحجر المدقوق ونفظ النوازل ثم الخزانۃ یجوز بالآجر المدقوق و الخزف المدقوق والسبخۃ والحجر

اقول اور اس کی مثال پسے ہوئے پتھر کی ہے جس کا بیان گزرا۔ اور نوازل پھر خزانہ کے الفاظ یہ ہیں: "تیمم جائز ہے پسی ہوئی اینٹ، پسی ہوئی ٹھیکری، زمین شور اور ایسے پتھر سے جس پر غبار ہو یا ایسے پتھر سے

---

[1] منیۃ المصلی فصل التیمم مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۵۷
[2] فتاوٰی بزازیہ مع الہندیہ الخامس فی التیمم نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۷

marfat.com
Marfat.com

الذی علیہ غبار اولم یکن بان کان مغسولا او املس مدقوقا او غیر مدقوق[۱] اھ۔

جس پر غبار نہ ہو اس طرح کہ دُھلا ہوا ہو، یا صاف چکنا ہو، پسا ہوا ہو یا پسا ہوا نہ ہو اھ۔ (ت)

اقول ف۱ ھذا مشی فی سطر واحد علی قولین مختلفین ف۲ وای فرق بین الخزف والاٰجر فیقید الجواز بھما بالدق و بین الحجر فلا فان قلت بل المعنی ولو مدقوقا **اقول** انما یترقی الی ما فیہ خفاء او خلاف ف۳ فان حق الوصلیۃ ان یکون الحکم فیما قبلھا اظھر منہ فیما بعدھا ف۴ ولا اقول ان یکون ما قبلھا احق بالحکم مما بعدھا کما قالوا فانہ غیر مطرد فلو ارید ھذا القیل ولو غیر مدقوق لان خلاف محمد فیہ۔

اقول: یہ ایک ہی سطر میں دو مختلف قولوں پر چلنا ہے۔ اینٹ اور ٹھیکری سے جواز تیمم کے لیے پسی ہُوئی ہونے کی قید لگائی ہے اور پتھر سے جواز کے لیے یہ قید نہیں تو آخر وجہ فرق کیا ہے؟ اگر کہئے کہ معنی یہ ہے کہ اگرچہ پسی ہوئی ہو تو (اقول) میں یہ کہوں گا کہ ترقی اس معنی کی جانب کی جاتی ہے جس میں کوئی پوشیدگی یا کوئی اختلاف ہو۔ اس لیے کہ کلمۂ وصلیہ کا حکم یہ ہے کہ اس کے ماقبل کا حکم، مابعد کے حکم سے زیادہ ظاہر ہو۔ اور میں یہ نہیں کہتا کہ اس کا ماقبل، مابعد سے زیادہ مستحق حکم ہو۔ جیسا کہ بعض حضرات نے کہا۔ اس لیے کہ یہ قاعدہ ہر جگہ جاری نہیں ہو پاتا۔ الغرض اگر ترقی مقصود ہوتی تو کہا جاتا کہ اگرچہ پسی ہوئی نہ ہو اس لیے کہ امام محمد کا اختلاف اسی میں ہے۔ (ت)

(۳۷) پکّی اینٹ دیاتی (آگے بھی اس کا ذکر آئیگا۔ ت)

اقول وتقییدہ بالمدقوق کما مر عن الخزانۃ عن النوازل ومثلہ فی الجوھرۃ عن الخجندی مر ما فیہ وقد قال فی الکافی ولو غیر مدقوق[۲]۔

اقول: پسی ہوئی ہونے سے اس کو مقید کرنا جیسا کہ خزانہ میں بحوالۂ نوازل اور اسی کے مثل جوہرہ میں بحوالۂ خجندی ہے۔ اس کی خامی کا بیان گزر چکا۔ اور کافی کے الفاظ یہ ہیں: "اگرچہ پسی ہُوئی نہ ہو"۔ (ت)

(۳۸) روڑا

(۳۹) کنّل

(۴۰) کنکریٹ

---

[۱] خزانۃ المفتین فصل فی التیمم قلمی نسخہ ۱/۱۲ [۲] کافی

Marfat.com

(۴۱) اٰجری یجوز بدقاق الاجر[1] مختارات النوازل حلیۃ ۔ (پکی اینٹ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے تیمم جائز ہے ۔ مختارات النوازل، حلیہ وغیرہا ۔ ت)

(۴۲) سرخی ۔ باریک کُٹی کُوٹی پکی اینٹ ۔ وھو ما مر انفا عن النوازل وغیرھا (یہ وہی ہے جس کا بیان ابھی نوازل وغیرہا کے حوالہ سے گزرا ۔ ت)

(۴۳) کنکری ۔ پتھر کے ریزے کہ زمین پر ہوتے ہیں عربی حصاۃ ۔ نوازل محیط خانیہ خزانہ خجندی جوھرہ اگرچہ باریک ریزے ریگ میں ملے ہوئے لو یخرج ای من الصعید مایصعد علی وجھہا من دقاق الحصی[2] حلیہ (زمین کے اوپر جو چھوٹی چھوٹی کنکریاں ہوتی ہیں وہ صعید سے خارج نہیں ۔ حلیہ ۔ ت)

(۴۴) درزی کی بٹیا جس سے وہ کپڑے کو کُوٹ کر سلائی دباتا ہے تو تیمم بفھر الخیاط عند ھما یجوز وعن ابی یوسف روایتان[3] خلاصۃ (اگر سنگ خیاط سے تیمم کیا تو امام اعظم و امام محمد کے نزدیک جائز ہے ۔ اور امام ابو یوسف سے دو روایتیں ہیں ۔ خلاصہ ۔ ت)

اقول یوھم ان لاخلف عن محمد مع ان الجواز ھی الروایۃ النادرۃ عنہ و المشھورۃ کما فی الحلیۃ وغیرھا شرط التصاق جزء منہ بالید وقال فی وجیز الکردری فھر الخیاط وھو حجر

اقول: اس عبارت سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں امام محمد سے کوئی روایت اختلاف نہیں، حالاں کہ قول جواز یہ امام محمد سے ایک نادر روایت ہے اور روایت مشہورہ ۔ جیسا کہ حلیہ وغیرہا میں ہے ۔ یہ ہے کہ اس کے کسی جز کا ہاتھ سے چپکنا شرط ہے ۔ اور وجیز کردری میں فرمایا ہے

عــہ و ذلک لان التقیید بہ للمشی علی قول محمد من لزوم التزاق شیئ بالید ولا یتأتی الا فیما جعل کالدقیق ۱۲ منہ غفرلہ (م)

وہ اس لیے کہ اس کی تقیید امام محمد کے قول پر مشی کی وجہ سے ہے کہ ہاتھ میں کچھ چپک جانا ضروری ہے، اور یہ اسی میں ہو سکے گا جسے آٹے کی طرح پیس دیا گیا ہو ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] مختارات النوازل

[2] حلیہ

[3] خلاصۃ الفتاوٰی مایجوز بہ التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۶

marfat.com

Marfat.com

یداس بہ الثیاب ان لم یصبغ یجوز عندھما بناء علی عدم اشتراط الالتصاق[1] اھ۔

کہ "سنگِ خیاط یہ ایک پتھر ہوتا ہے جس سے کپڑے کو پیٹا جاتا ہے اگر رنگا ہوا نہ ہو، اس سے دونوں حضرات کے نزدیک تیمم جائز ہے اس بنیاد پر کہ چپکنا شرط نہیں (ت)

اقول والضمیر فی عندھما للشیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کما یفھم من سباقہ ویشھد لہ البناء المذکور فقد مشی علی روایۃ الجواز عن ابی یوسف ونسب المشھورۃ عن محمد الیہ خلافا لما فی الخلاصۃ۔

اقول: دونوں حضرات سے مراد (عندھما کی ضمیر میں) شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما ہیں۔ جیسا کہ ماسبق سے سمجھ میں آتا ہے اور جو بنیاد ذکر کی ہے وہ بھی اس پر شاہد ہے وہ امام ابو یوسف کی روایتِ جواز پر چلے ہیں اور امام محمد کی روایتِ مشہورہ ان کی طرف منسوب کی ہے اس کے برخلاف جو خلاصہ میں ہے۔ (ت)

(۴۵) گچ۔ چُونے کا پتھر جسے پھُونک کر چُونا بناتے ہیں کما سیاتی اصل، قدوری، ھدایۃ، ملتقی وکثیر (جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ اصل، قدوری، ہدایہ، ملتقی اور کثیر۔ ت)

(۴۶) گچ کی بنی ہوئی دیوار، درمختار۔

(۴۷) کلس چُونا ردالمحتار۔ جائز وعلیہ الفتوی نصاب حلیہ (جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے۔ نصاب، حلیہ۔ ت) **اقول** یعنی وہ کہ سنگِ گچ یا سنگِ مرمر کوئی پتھر پھونک کر بنا ہو۔

(۴۸) پتھر کی راکھ **اقول** یعنی چونا کہ گزر گیا۔

(۴۹) یا کھنگر کہ اُس کا غیر اور اس سے سخت تر ہے۔

(۵۰) یا کوئی پتّھر پھونک کر پیس لیا جائے۔

(۵۱) یا نرم پتھر پیس کر پھونکا جائے۔ یہ سب صورتیں پتھر کی راکھ ہیں اور سب سے تیمم جائز والمسألۃ مرت عن الحلیۃ وخزانۃ الفتاوٰی وجامع الرموز والدر وش وط علی الدر والمراقی (اور یہ مسئلہ حلیہ، خزانۃ الفتاوی، جامع الرموز، درمختار، شامی، طحطاوی علی الدر اور مراقی الفلاح کے حوالہ سے گزر چکا۔ ت)

---

[1] فتاوٰی بزازیۃ علی حاشیۃ الہندیۃ الخامس التیمم نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۷

Marfat.com

(۵۲) نورہ بال اڑانے کا نسخہ ہڑتال چونا ملا ہوا۔ اصل، قدوری، ھدایۃ، ملتقی، کافی، تبیین، فتح، بحر، نھر، مسکین، مراقی، نوازل، خانیۃ، خلاصۃ، خزانۃ، سراجیۃ، منیۃ، ھندیۃ، ط ــ والنورۃ طلاء مرکب من اخلاط یزال بہ الشعر[1] نتائج شلبیۃ (نورہ چند خلطوں سے ملا ہوا ایک طلا ہے جس سے بال اڑایا جاتا ہے ۔ نتائج، شلبیہ۔ ت)

اقول وربما تطلق علی نفس الکلس کما فی التذکرۃ وغیرھا وھذا اولی لجدۃ الافادۃ و مرعن البرجندی فھمہ عن زاد الفقھاء ان التیمم بالنورۃ لایجوز لانہ ممایترمد[2] **اقول** ھی من رماد حجر لا انھا تترمد وقد علمت الجواب۔

اقول: نورہ کبھی خود کلس کو بھی کہا جاتا ہے جیسا کہ تذکرہ وغیرہا میں ہے۔ اور یہ زیادہ مناسب ہے تاکہ اس لفظ سے ایک جدید فائدہ حاصل ہو۔ اور برجندی کے حوالہ سے گزرا کہ انہوں نے زاد الفقہا سے یہ سمجھا کہ نورہ سے تیمم جائز نہیں اس لیے کہ یہ رماد ہو جاتا ہے **اقول** یہ پتھر کے رماد کا ہوتا ہے۔ ایسا نہیں کہ یہ رماد بن جاتا ہے اور جواب پہلے بتایا جا چکا ہے۔ (ت)

(۵۳) یاقوت زمرد زبرجد فیروزہ۔ تبیین، فتح، حلیۃ، بحر، نھر، ھندیۃ، ازھری۔ ط ــ وزعم بعض الناس ان الزمرد والزبرجد واحد (اور بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ زمرد اور زبرجد ایک ہی ہے۔ ت)

اقول ویردہ عدھم کلا علی حدۃ وقد قال فی التذکرۃ عند ذکر انواع الزمرد قیل ان منہ نوعا یسمی الصابونی یضرب الی البیاض وفولس یقول انہ من الزبرجد[3] اھ نعم فی الجامع عن ارسطو

اقول: اس خیال کی تردید اس سے ہوتی ہے کہ فقہا نے ہر ایک کو الگ الگ شمار کیا ہے تذکرہ میں انواع زمرد کے ذکر میں کہا ہے: کہا گیا ہے کہ اس کی ایک نوع کو صابونی کہا جاتا ہے جو سپیدی مائل ہوتا ہے اور فولس کا کہنا ہے کہ یہ زبرجد ہی سے ہے اھ۔ ہاں جامع میں ارسطو کے حوالہ سے ہے

---

[1] شلبیۃ مع التبیین باب التیمم مطبعہ امیریہ بولاق مصر ۱/۳۸
[2] شرح النقایۃ للبرجندی فصل فی التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۴۷
[3] تذکرہ داؤد انطاکی حرف الزاء زمرد [illegible] مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۰

marfat.com
Marfat.com

الزمرد و الزبرجد حجران یقع علیہما اسمان وھما فی الجنس واحد[1] اھ و اتحاد

کہ زمرد اور زبرجد دو پتھر ہیں جن کے دو نام ہیں اور ان دونوں کی جنس ایک ہے اھ جنس میں

وعلیہ یحمل ما فی التذکرۃ بلفظ[1] وعن المعلم انہ والزمرد سواء[2] اھ ونقلد عنہ ای عن ارسطو فی التحفۃ والمخزن ان معدنہما واحد۔

اور اسی پر وہ محمول ہوگا جو تذکرہ کے اندر ان الفاظ میں ہے : اور معلّم سے منقول ہے کہ یہ اور زمرد دونوں برابر ہیں اھ ــ اور اسے تحفہ اور مخزن میں اُس سے ــ یعنی ارسطو سے ــ یہ نقل کیا ہے کہ "ان دونوں کا معدن ایک ہے"۔

اقول ولا یدل علی اتحادھما فرب شیئ یتکون فی معدن شیئ اٰخر الا تری انہما یتولدان فی معدن الذھب کما قال ارسطو امّا ما فی التذکرہ قال ھرمس لا فرق بینہما الا تلون الزبرجد[3] اھ فیحتمل التاویل اوھو قیل امّا قول القاموس الزمرد الزبرجد معرب اھ فقد قال فی التاج قال التیفاشی فی کتاب الاحجار قال الفراء ان الزبرجد تعریب الزمرد ولیس کذلک بل الزبرجد نوع اٰخر من الحجارۃ وقال ابن ساعد

اقول یہ بات زبرجد و زمرد دونوں کے ایک ہونے پر دلالت نہیں کرتی، اس لیے کہ بہت ایسی چیزیں ہیں جو کسی دوسری چیز کے معدن میں بنتی ہیں۔ ان ہی دونوں کو دیکھ لیجئے کہ یہ سونے کے معدن میں پیدا ہوتے ہیں جیسا کہ ارسطو نے کہا ــ رہا وہ جو تذکرہ میں ہے کہ "ہرمس نے کہا: ان دونوں میں سوا اس کے کوئی فرق نہیں کہ زبرجد متلوّن ہوتا ہے اھ" تو اس عبارت میں تاویل کی گنجائش ہے یا یہ ایک ضعیف قول ہے ــ اب قاموس کی عبارت دیکھئے کہ "زمرد، زبرجد اس کا معرب ہے" اھ اس پر تاج العروس میں لکھا ہے: تیفاشی نے کتاب الاحجار میں رقم کیا ہے کہ فرّاء نے کہا کہ زبرجد، زمرد کی تعریب ہے۔ حالاں کہ ایسا نہیں، بلکہ زبرجد پتھر کی ایک دوسری نوع ہے۔ اور ابن ساعد

(باقی بر صفحۂ آئندہ)

---

[1] جامع ابن بیطار [2] و [3] تذکرہ اولی الالباب زبرجد کے تحت مصطفی البابی مصر ۱/۱۷۵

Marfat.com

الجنس لا یمنع اختلاف النوع او الصنف کاللعل والیاقوت الرمانی والنیلم والبسراق۔

اتحاد، نوع یا صنف میں اختلاف سے مانع نہیں جیسے لعل و یاقوت رمانی اور نیلم و بسراق۔ (ت)

(۵۷) بلخش یتیمم البلخش قاله الثمانیة المذکورون (بلخش سے تیمم ہوسکتا ہے۔ مذکورہ آٹھوں کتابوں میں اسے بیان کیا گیا ہے۔ ت)

اقول کتب لغت حتی کہ قاموس محیط میں اس لفظ کا پتا نہیں، نہ تاج العروس نے اُس سے استدراک کیا نہ جامع ابن بیطار و تذکرۂ انطاکی و تحفہ و مخزن میں اس کا ذکر عجب[1] کہ کتاب مُغرب میں بھی اُس سے غفلت کی حالانکہ وہ فقہ حنفی کا لغت ہے اور یہ لفظ کتب فقہ حنفیہ میں موجود پھر میں نے تاج العروس میں زیر لفظ بذخشان دیکھا کہ اُس کی کان بذخشان میں بتائی،

اذ قال فی المستدرك بعد باذش بذخشان ویقال بذخش بلدة فی اعلی طخارستان والعامة یسمونها بلخشان فی جبالها معادن البلخش واللازورد وحجر الفتیلة[1]۔

اس میں استدراک کے تحت لفظ باذش کے بعد یہ لکھا ہے: بذخشاں اور بذخش بھی کہا جاتا ہے۔ یہ طخارستان کے بالائی حصہ میں ایک شہر ہے اور عام لوگ اسے بلخشاں کہتے ہیں اس کے پہاڑوں میں بلخش، لازورد اور حجر الفتیلہ کی کانیں ہیں۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الانصاری قیل معدنه قرب معدن الزمرد قال شیخنا وهذا نص فی المغایرة قال وفرق جماعة اٰخرون بان الزمرد اشد خضرة من الزبرجد اھ واللّٰه تعالٰی اعلم بخلقه یخلق مایشاء ویختار ۱۲ منه غفرله (م)

انصاری کہتے ہیں: کہا گیا کہ اس کا معدن زمرد کے معدن کے قریب ہوتا ہے۔ ہمارے شیخ نے فرمایا: یہ اس بارے میں نص ہے کہ دونوں دو پتھر ہیں۔ انھوں نے کہا: کچھ دوسرے حضرات نے دونوں میں یہ فرق بتایا ہے کہ زمرد، زبرجد سے زیادہ سبز ہوتا ہے اھ ــــ اور اللہ ہی اپنی مخلوق کو خوب جانتا ہے۔ جو چاہتا ہے تخلیق فرماتا ہے اور اختیار کرتا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] تاج العروس فصل الباء من باب الشین داراحیاء التراث العربی مصر ۴/۲۸۱

marfat.com
Marfat.com

اس سے مظنون ہوتا ہے کہ لعل کو کہتے ہوں کہ نسبت بدخشان سے لعل ہی مشہور ہے مگر انوار الاسرار میں اُس کا تذکرہ نظر آیا اُس میں لکھا :

البلخش حجر بناحیۃ المشرق فی معادن الذھب لونہ لون الیاقوت الاحمر وھو اشف من الیاقوت[1]۔

بلخش اطراف مشرق میں سونے کی کانوں میں ایک پتھر ہوتا ہے جو سُرخ یاقوت کے رنگ کا، اور یاقوت سے زیادہ شفاف ہوتا ہے ۔ (ت)

اس میں اتنی بات کہ سُرخ رنگ ہے اور یاقوت سے زیادہ شفاف لعل پر صادق ہے مگر سونے کی کان میں پیدا ہونا ظاہراً اس کے خلاف ہے واللہ تعالٰی اعلم ۔

(۵۸) عقیق الثمانیۃ الا التبیین خانیۃ خلاصۃ خزانۃ غنیۃ مراق (آٹھوں کتابیں سوائے تبیین کے ۔ خانیہ، خلاصہ، خزانہ، غنیہ، مراقی ۔ ت)

(۵۹) مرجان یعنی مونگا علی ما فی عامۃ الکتب ویأتی (جیسا کہ عامۂ کتب میں ہے اور آگے بھی اس کا ذکر آئے گا ۔ ت)

(۶۰) سُرمہ اصل قدوری ھدایۃ ملتقی والعامۃ ۔ **اقول** مگر پسے ہوئے سے بے ضرورت منع ہے اگرچہ پر دعبادے لانہ من المثلۃ کما یأتی فی الطین (اس لیے کہ یہ مُثلہ میں شمار ہے جیسا کہ مٹی کے بارے میں آرہا ہے ۔ ت)

(۶۱) اِثمد یعنی اصفہانی سُرمہ سیاہ و سُرخ ہوتا ہے، حدیث میں اس کی تعریف فرمائی ۔ اصل، نوازل، خانیہ، خلاصہ، خزانہ ۔

(۶۲) کبریت گندھک مرّعن ثمانیۃ کتب (آٹھ کتابوں کے حوالہ سے ذکر ہوا ۔ ت)

(۶۳) زرنیخ ہڑتال مرّعن ستۃ وعشرین کتابا (چھبیس ۲۶ کتابوں کے حوالہ سے گزر چکا ۔ ت)

زرد تو کثیر الوجود ہے نیز (۶۴) سرخ ۔ حلیہ، غنیہ ۔

(۶۵) سپید ۔ حلیہ ۔

(۶۶) سیاہ ۔ غنیہ ۔

(۶۷) مردار سنگ معدنی ویأتی (اور آگے بھی ذکر آئے گا ۔ ت)

(۶۸) تُوتیا ۔ نوازل، خزانہ **اقول** یعنی معدنی پتھر اگر ملے نہ جست کہ سونے چاندی تانبے کی طرح

---

[1] انوار الاسرار

Marfat.com

اجسادِ سبعہ میں کا ایک ہے کما یأتی (جیسا کہ آرہا ہے۔ ت) اگرچہ تحفہ[۵] و مخزن[۱] میں ناواقفانہ اسے معدنی توتیا کہا۔

---

[۵] فرہنگ خاتمہ مخزن میں ہے:

رُوئے توتیا شبہ است ومشہور بروح توتیا ست چہ آں توتیائے غیر مصنوع ومعدنی ست۔ (رُوئے توتیا جست کو کہتے ہیں اور روحِ توتیا کے نام سے مشہور رہے۔ اس لیے کہ یہ غیر مصنوع اور معدنی توتیا ہے۔ ت)

تحفہ میں اتنا اور ہے:

بخلاف سائر اقسام توتیا کہ روئیدہ معدن نیستند۔ (بخلاف اور ساری اقسام توتیا کے کہ وہ معدن کی پیدا شدہ نہیں۔ ت)

اقول یہ صحیح نہیں بلکہ صُفر کو کہ تانبے کی ایک قسم ہے فارسی میں رُو کہتے ہیں۔ تحفہ میں ہے: رُوے اسم فارسی طالیقون ست (رُو، طالیقون کا فارسی نام ہے۔ ت) اُسی میں ہے:

طالیقون بفارسی مس رست گویند و صفر عربی۔ (طالیقون کو فارسی میں مس رست کہتے ہیں اور عربی میں صُفر۔ (ت)

اُس سے امتیاز کے لیے جست کو رُوئے توتیا کہتے ہیں کہ توتیائے مصنوع جست اور رانگ سے بھی بنتا ہے۔ مخزن میں ہے:

ہم چنیں از قلعی وشبہ یعنی روئے توتیا شنیدہ شد کہ بعمل آورند۔ (اسی طرح سنا گیا کہ قلعی اور شبہ یعنی روئے توتیا سے بھی بناتے ہیں۔ (ت)

اُسی میں ہے:

شبہ بفارسی رُوئے توتیا وبہندی جست۔ (شبہ، فارسی میں رُوئے توتیا اور ہندی میں جست۔ (ت)

جست ایک کثیر الوجود چیز ہے اور توتیائے معدنی معدوم یا نادر الوجود۔ جامع ابن بیطار میں ہے:

فی کثیر من الاحایین قد یحتاج الی التوتیا ولا توجد۔ (بسا اوقات توتیا کی ضرورت پڑتی ہے اور ملتی نہیں۔ (ت)

پھر وُہ توتیائے معدنی کیسے ہوسکتا ہے! بلکہ مخزن میں تو سرے سے معدنی توتیا مانا ہی نہیں کہ آنچہ تحقیق پیوست آنست کہ غیر مصنوع نمی باشد (جو کچھ تحقیق میں آیا وہ یہ ہے کہ غیر مصنوع نہیں ہوتا۔ ت) ۱۲ منہ غفرلہ (م)

marfat.com

Marfat.com

(۶۹) معدنی شیشہ

(۷۰) لاہوری نمک جسے سیندھا اور ملح اندرانی کہتے ہیں ویأتیان ان شاء اللہ تعالٰی (دونوں کا ذکر ان شاء اللہ تعالٰی پھر آئے گا۔ ت)

(۷۱) وہ نمک کہ مٹی سے بنا ہو

اقول دلت علیہ مسألۃ السبخۃ وجواز التیمم بھا اذا کان ملحھا من تراب کما سیأتی اذ لولم یجزبہ وھو علی وجھھا لم یجز بھا کمطلی بالنك و مصبوغ بغیر الجنس۔

اقول: اس کی دلیل زمین شور اور اس سے جوازِ تیمم کا مسئلہ ہے جب کہ اس کا نمک مٹی سے پیدا ہوا ہو جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ اس لیے کہ اگر اس نمک سے تیمم جائز نہ ہوتا جبکہ یہ اُس زمین کی سطح پر پڑا رہتا ہے تو اُس زمین سے تیمم جائز نہ ہوگا جیسے رانگ سے قلعی کیے ہُوئے اور غیر جنس زمین سے رنگے ہوئے مٹی کے برتن سے تیمم جائز نہیں۔ (ت)

(۷۲) خاک جس میں اُس سے کم راکھ ملی ہو۔ جوھرۃ فتح بحر وتقدم عن ثمانیۃ اُخر فی النکات (جوہرہ، فتح، بحر اور مزید آٹھ کتابوں کے حوالہ سے نکات کے تحت اس کا بیان گزر چکا۔ ت)

(۷۳) یونہی اگر آٹا مل گیا اور خاک زائد ہے جوھرہ۔

(۷۴) سونا کپڑا آدمی جانور جس چیز پر مٹی یا ایسا غبار ہو کہ ہاتھ پھیرے سے انگلیوں کا نشان بن جائے۔ فتح، بحر، در وکثیر وفی التبیین یجوز بالنقع سواء کان الغبار علی ثوبہ او علی ظھر حیوان[1] (اور تبیین میں ہے کہ غبار سے تیمم جائز ہے چاہے وہ اس کے کپڑے پر ہو یا کسی جانور کی پشت پر ہو۔ ت)

مزیدات (ایک سَو سات چیزیں کہ مصنف نے زائد کیں)

(۷۵) خاک شفا (۷۶) مسجد کی دیوار

(۷۷) مسجد کا کچا خواہ پکا فرش

(۷۸) زمین جس پر شبنم پڑی ہے۔

(۷۹) سخت زمین جس پر مینہ برس کر پانی نکل گیا وھما فی معنی ما یأتی من ارض رش علیھا الماء وبقی ندا ہ (یہ دونوں اس زمین کے معنی میں ہیں جس پر پانی کا چھڑکاؤ ہوا اور تری باقی رہ گئی اس کا ذکر آگے آرہا ہے۔ ت)

---

[1] تبیین الحقائق باب التیمم مطبعہ امیریہ بولاق مصر ۱/۳۹

Marfat.com

(۸۰) گھڑا جس کے اندر پانی بھرا اوپر سے بھیگا ہوا۔

(۸۱) کھریا مٹی

(۸۲) ملتانی مٹی اور وہ پیلی مٹی کی غیر ہے جس کے بورے پیسے پیسے بکتے ہیں اُن میں وہی فرق ہے جو گیرو اور سرخ مٹی میں۔

(۸۳) گِلِ سرشوے سردھونے کی مٹی سفیدی مائل بزردی خوشبو ہوتی ہے گِل شیرازی وطین فارسی کہلاتی ہے۔

(۸۴) گِلِ خوردنی خالص۔ سوندھی مٹی خوشبو خوش ذائقہ جسے طین خراسانی کہتے ہیں۔ بعض حاملہ عورتیں اور پست طبیعت لوگ اُسے کھاتے ہیں۔ طبًا مضر اور شرعًا حرام[1] ہے مگر تیمم جائز جبکہ اور دوائیں ملا کر اُسے مغلوب نہ کر دیا ہو خالص سے ہماری یہی مراد ہے۔

(۸۵) پنڈول

(۸۶) پھوڑی مٹی کہ چکنی کے مقابل ہے لس نہیں رکھتی جلد بکھر جاتی ہے۔

(۸۷) کاٹھیاوار میں سُنکر کی مٹی کہ سونے کی مثل ہوتی ہے۔

(۸۸) چُولھے کی بھٹ

(۸۹) تنور کا پیٹ

(۹۰) دیوار کی لُونی

(۹۱) ندی کنارے کا گیلا ریتا

(۹۲) بالُو۔ بھاڑ کا ریتا

(۹۳) سراب کہ دُور سے پانی نظر آتا ہے۔

(۹۴) ریگِ رواں کہ پانی کی طرح بہتا ہے۔

(۹۵) دیگچیوں کا تلا جس پر پاک لیوا چڑھا ہے اگرچہ آنچ کھا چکا۔

(۹۶) درختوں کا تنہ جس پر اَہلے نے مٹی چڑھا دی خشک ہونے پر تیمم کیا جائے۔

(۹۷) سانپ کی بانبی۔

(۹۸) کنکر۔ مٹی ہے کہ متحجر ہو جاتی ہے، معدنی چیزوں کی طرح زمین کے اندر سے نکلتا ہے۔

(۹۹) کھرنجا

(۱۰۰) پکی سڑک جبکہ نئے[2] بنے ہوں اُن پر لید، گوبر، پیشاب وغیرہ نجاست نہ پڑی یا پڑی اور زور کا مینہ برسا کہ پاک کر گیا یا دھو کر پاک کر لیے گئے۔

marfat.com
Marfat.com

(۱۰۱) ریہ کہ ایک قسم کی نمکین خاک ہے۔

(۱۰۲) سچی چینی کے برتن جبکہ ان پر غیر جنس کا روغن نہ ہو۔

(۱۰۳) گندھک کے برتن پیالے وغیرہ۔

(۱۰۴) مٹی کے کھلونے جن پر غیر جنس کی رنگت نہ ہو۔

(۱۰۵) غلیل کے غُلّے اگرچہ اُن میں رُوئی وغیرہ کا خلط ہو جبکہ مٹی غالب ہو۔

(۱۰۶) پتھر کی بجری کہ قدرتی پتھر دال کے برابر ہے۔

(۱۰۷) سیمنٹ ایک پتھر ہے پُھنکا ہوا۔

(۱۰۸) ہرونجی دیواروں پر سُرخ رنگت میں کام آتی ہے۔

(۱۰۹) سیل کھری اس سے دیوار پر سفید چمکدار چکنی قلعی ہوتی ہے اگرچہ تھوڑا دُودھ بھی ملاتے ہیں۔ مگر وہ قلیل ہے اور اعتبار غالب کا کما تقدم (جیساکہ پہلے بیان ہوا۔ ت)

(۱۱۰) گٹی کہ عمارت کے کام کا چُونا ہے۔

(۱۱۱) کالا چُونا یہ بھی کارِ عمارت میں آتا ہے اور کوئلہ مغلوب۔

(۱۱۲) گتّا پکی اینٹ توڑ کر کالا چُونا اور گٹی ملاتے ہیں۔

(۱۱۳) صندلہ گٹی اور سُرخی ملاکر۔

(۱۱۴) قاحی کا سفیدہ جس سے دیوار پر سفیدی ہوتی ہے معدنی پتھر ہے عربی اسفیداج الجصاصین۔

(۱۱۵) کہگل کی دیوار لان التبن قلیل مستھلك (اس لیے کہ اس میں بُھس تھوڑا اور فنا ہوتا ہے ت)

(۱۱۶) یونہی جس در و دیوار یا چھت پر صندلہ یا سیمنٹ [۱۱۷] پھرا ہو۔

(۱۱۸) جس در و دیوار پر بالوتر ہو۔

(۱۱۹) جن پر بادامی، لاکھی [۱۲۰]، سرخ [۱۲۱]، سبز [۱۲۲]، زرد [۱۲۳]، دھانی [۱۲۴]، آسمانی [۱۲۵]، کتھئی [۱۲۶]، زنگاری [۱۲۷]، خاکی [۱۲۸]، فاختئی [۱۲۹]، پیازی [۱۳۰]، فیروزی [۱۳۱] رنگتیں ہوں کہ اگرچہ سرخ میں شنجرف، سبز میں مصنوع توتیا آم کی چھال بکائن کے پتے، زرد میں کبھی ملتانی کے سوا ٹیسو کے پھول، دھانی میں کبھی سبز گل کے سوا ہی توتیا چھال، آسمانی میں کوئلہ مصنوع لاجورد، کتھئی میں ببول کی چھال، زنگاری میں سبز توتیا، خاکی میں کوئلہ، فاختئی میں لاجورد پیازی میں پیوڑی، فیروزی میں توتیا وغیرہ وغیرہ اشیائے غیر کی آمیزش ہے مگر بہرصورت اصل گٹی ہے اُسی کا حصہ کثیر و غالب اور اُن کا خلط اُس میں رنگت لانے کے لیے ہوتا ہے۔

(۱۳۲) پکی قبر کہ وہاں ظنِ نجاست نہیں۔

Marfat.com

(۱۳۳) سنگِ مرمر

(۱۳۴) سنگِ موسیٰ

(۱۳۵) سنگِ سپید

(۱۳۶) سنگِ سرخ

(۱۳۷) چوکا۔ گہرا سبز

(۱۳۸) سنگِ ستارہ سرخی مائل بہت چمکدار ذرّے نمایاں۔

(۱۳۹) گئوونتی سپید نیلگوں جھلکدار، اس کے نگینے بھی بنتے ہیں۔

(۱۴۰) حجر الیہود و (۱۴۱) مقناطیس (۱۴۲) سنگِ سماق جس کے کھرل مشہور ہیں۔

(۱۴۳) سان (۱۴۴) سلی (۱۴۵) کرنڈ (۱۴۶) کسولی (۱۴۷) چقماق (۱۴۸) ریل کا کوئلہ کہ پتھر ہے (۱۴۹) سلیٹ (۱۵۰) ترکستان کا وہ پتھر کہ لکڑی سا جلتا ہے۔

(۱۵۱) شام شریف کا وُہ پتھر کہ آگ میں ڈالے سے لپٹ دیتا ہے۔

(۱۵۲) صقلیہ کا وہ پتھر کہ گرم پانی سے مشتعل ہوتا اور تیل سے بجھتا ہے۔

(۱۵۳) حجر الفتیلہ جس کی بتّی بنا کر جلاتے ہیں ان چاروں پتھروں کا بیان اوپر گزرا۔

(۱۵۴) بلور معدنی پتھر ہے و لاینافیہ ما مر من ظن ارسطو انہ من انواع الزجاج المعدنی (اور ارسطو کا یہ خیال جو بیان ہُوا کہ "وہ معدنی زجاج کے اقسام سے ہے" اس کے منافی نہیں۔ ت)

(۱۵۵) سنگِ جراحت اور وہ ۱۵۶ لاجورد و ۱۵۷ زہر مہرہ و ۱۵۸ مہرۂ مارکہ معدنی ہوں۔

(۱۵۹) دریائی توتیا کہ پتھر ہے امین الدولہ نوشتہ کہ توتیا بحری نیز باشد و آں سنگہائے سفید مستدیر شبیہ بسنگریزہ است، مخزن[1] (امین الدولہ نے لکھا ہے کہ توتیا بحری بھی ہوتا ہے، یہ سفید، گول سنگریزہ کے مشابہ پتھر ہوتے ہیں۔ مخزن۔ ت)

(۱۶۰) الماس یعنی ہیرا (۱۶۱) لعل (۱۶۲) نیلم

(۱۶۳) پکھراج

(۱۶۴) یشب

---

[1] مخزن الادویۃ فصل التاء مع الواو مطبوعہ نولکشور کانپور ص ۱۹۰

marfat.com
Marfat.com

(۱۶۵) گئوسیدک چمکدار جواہر ہے زرد سرخی مائل نورتن[علے] میں داخل۔

(۱۶۶) سنگ شجری۔ درخت کی سی جھلک نظر آتی ہے۔ زیور میں جڑا جاتا ہے۔

(۱۶۷) سنگ سنہرا مشابہ پکھراج مگر اس سے ہلکا۔ یہ بھی جڑائی میں کام آتا ہے۔

(۱۶۸) بُسّد کہ مستقل پتھر ہے یا بیخ مرجان۔ بہرحال قابلِ تیمم ہے۔

(۱۶۹) دَہنج یعنی دَہنہ فرنگی جسے لوگ دہن فرنگ بولتے ہیں۔

(۱۷۰) عینُ الہر یعنی لہسنیا۔

(۱۷۱) جزع یعنی مہرۂ یمانی۔

(۱۷۲) دانۂ سلیمانی۔

(۱۷۳) سبز (۱۷۴) خاکی (۱۷۵) سنہری ہرتال۔

زرنیخ سات قسم ہوتی ہے چار قسمیں حلیہ وغنیہ سے گزریں[علے۲] تکمیل کے لیے ہم نے انہیں اضافہ کیا ورنہ اس طرح

علے اس میں آٹھ پتھر ہیں: یاقوت، پنا یعنی زمرد، نیلم، پکھراج، لہسنیا، مونگا، ہیرا، گئوسیندک اور نواں موتی ۱۲ منہ غفرلہ (م)

علے۲ شاید حلیہ وغنیہ نے ہڑتال کی سبز قسم اس لیے ترک فرمائی کہ کمیاب ہے، تذکرہ میں ہے:

(زرنیخ) خمسة اصناف اصفر وھو اشرفھا واحمر یلیه فی الشرف وابیض یسمی زرنیخ و النورة و دواء الشعر وھذا اوطی الانواع واخضر اقلھا وجودا ونفعا واسود اشدھا حدة واکثرھا کبریتیة[۱] اھ۔

ہڑتال کی پانچ قسمیں ہیں: (۱) زرد۔ یہ ساری قسموں سے بہتر ہوتی ہے۔ (۲) سُرخ۔ عمدگی میں اسی کے قریب ہوتی ہے۔ (۳) سفید۔ اسے زرنیخ، نورہ اور بال کی دوا بھی کہا جاتا ہے اور یہ سب سے زیادہ پامال قسم ہے۔ (۴) سبز۔ یہ سب سے کم یاب اور کم نفع ہے (۵) سیاہ یہ حدّت میں سب سے شدید اور کبریتیت میں سب سے زیادہ ہوتی ہے اھ (ت)

اقول وما قال فی الاخضر فھو عکس المعھود فان المعھود ان عزیز النفع عزیز الوجود واللہ تعالٰی اعلم۔

اقول: سبز قسم کے بارے میں جو بتایا یہ معہود کے برخلاف ہے اس لیے کہ معہود یہ ہے کہ جو چیز زیادہ نفع بخش ہوتی ہے وہ کم یاب ہوتی ہے اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مشہور یہی پانچ قسمیں ہیں۔ اور خاکی اور سنہری ابن البیطار نے کتاب الاحجار سے نقل کیں۔ (م)

---

[۱] تذکرہ اولی الالباب حرف الزاء زرنیخ کے تحت مذکور ہے مصطفٰی البابی مصر ۱/۱۶۷

Marfat.com

اقسام گنی جائیں تو شمار بہت ہو مثلاً کبریت بھی زرد، سرخ، سیاہ، سفید، زرد مائل، سبزی مائل بکبودی، پچرنگی متعدد اقسام کی ہوتی ہے۔ اور درزی کی بٹیا شمار فرمائی۔

(۱۷۶) توسل (۱۷۷) بٹا

(۱۷۸) چکی کے پاٹ (۱۷۹) تولنے کے باٹ کہ پتھر کے ہوں۔

(۱۸۰) کھرل کیوں نہ معدود ہوں۔

اقول مگر یہاں ایک دقیقہ ہے جس کا ذکر کتب میں نظر سے نہ گزرا بعض[۱] پتھر پیدائشی یا اُن میں دانت پیدا کرنے سے ایک سمت میں ایسے کھدٹے ناہموار ہوتے ہیں کہ ان پر کفدست کی ضرب سے ہتھیلی کی پوری سطح پتھر سے مس نہ کرے گی اس صورت میں اگر اکثر کف کو مس نہ ہوا تیمم صحیح نہ ہوگا لہذا اقبال و ادبار جن کا ذکر حواشی میں گزرا یعنی ہاتھ جنس ارض پر ملنا آگے لے جانا پیچھے لانا کہ سنّت تھا یہاں فرض ہوگا کہ تمام کف یا کم از کم اکثر کو پتھر سے مس ہو جائے۔ یہی حکم کنکریلی ناہموار زمین وغیرہ میں ملحوظ رہنا لازم۔

ثم اقول وہ حکم کہ ان شاء اللہ الکریم آگے آتا ہے کہ چہرہ و ہر دو دست کو اکثر کف سے مسح کرنا ضرور ہے یہاں[۲] اگر جنسِ ارض پر خود اکثر کف ہی کا مسح ہوا تو لازم ہوگا کہ یہ اکثر تمام و کمال یا اس کا اتنا حصہ جس پر اکثر صادق آئے چہرہ و ہر دو دست سے مس کرے ورنہ اگر کف سے مسح کیا اور وہ اس حصے سے مل کر اکثر کف ہے جس نے جنس ارض سے مس نہ کیا تھا تو تیمم نہ ہوگا۔

ثم اقول وہ جو گزرا[۳] کہ کف دست کے لیے جنس ارض پر ضرب ہی بس ہے انھیں دوبارہ مسح نہ کرے اُس حالت میں ہے کہ پورے کف دست کا جنس ارض سے مس ہو گیا ہو ورنہ اگر اکثر کا مس ہوا اور اسی اکثر سے چہرہ و ہر دو دست کو مسح کیا تو یہ مسح اُن کے لیے کافی سہی خود کفدست کے جو بعض حصے باقی رہ گئے استیعاب نہ ہوا تیمم نہ ہوا لہذا اس صورت میں لازم ہے کہ ہتھیلیوں پر بھی ہاتھ پھیرے۔

وھذا کلہ وان لم ارہ صحیح واضح ان شاء اللہ تعالٰی فاحفظ تحفظ واللہ تعالٰی اعلم۔

یہ سب اگرچہ میری نظر سے نہ گزرا مگر ان شاء اللہ تعالٰی صحیح و واضح ہے تو اسے یاد رکھو محفوظ رہو گے اور خدائے تعالٰی خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

(۱۸۱) ابرک بھی حسبِ تصریح[۴] اہلِ فن پتھر ہے تو ضرور کہ اس سے بھی تیمم جائز ہو۔ انوار الاسرار میں ہے:

عہ یہ لفظ اردو میں یونہی کاف سے ہے فقیر کی رائے میں ممکن کہ اصل ابرق قاف سے ہو براقت سے ماخوذ یعنی نہایت چمکدار جس طرح فارسی میں ابلق کو ابلک کہتے ہیں ۱۲ منہ غفرلہ (م)

marfat.com

Marfat.com

حجرالطلق حجر براق مؤلف من ورقات الخ[1] (ابرک کا پتھر ایک چمکدار پتھر ہوتا ہے جو چند ورقوں سے ملا ہُوا ہوتا ہے۔ ت)

جامع ابن بیطار میں محمد بن عبدون سے ہے:

(طلق) حجر براق یتحلل اذادق الی طاقات صغار دقاق[2]۔

طلق (ابرک) ایک بہت چمکدار پتھر ہوتا ہے جب اسے کُوٹا جاتا ہے تو چھوٹی چھوٹی باریک تہوں میں تحلیل ہوجاتا ہے۔ (ت)

اُسی میں دیسقوریدوس سے ہے:

الطلق حجریکون بقبرس شبیہ بالشب الیمانی یتشظی وتتفسخ شظایاہ فسخا ویلقی ذلك الفسخ فی النار ویلتھب ویخرج وھو متقد الا انہ لایحترق[3]۔

طلق، قبرس میں شب یمانی کے مشابہ ایک پتھر ہوتا ہے جو تہوں میں چاک ہوجاتا ہے اور اس کی تہیں ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتی ہیں اس ٹکڑے کو آگ میں ڈالا جاتا ہے اور بھڑک اٹھتا ہے اور روشن ہوکر نکلتا ہے مگر وُہ جلتا نہیں ہے۔ (ت)

تذکرہ انطاکی میں ہے:

ھو زئبق خالطہ اجزاء ارضیۃ وتغلب علیہ الیبس فتلبد طبقات انعقدت بالبرد[4]۔

وُہ پارہ ہے جس سے زمینی اجزا مل گئے ہیں اور اس پر خشکی غالب کرکے ایسی تہوں میں جمادیا ہے جو ٹھنڈک کی وجہ سے بندھ گئی ہیں۔ (ت)

مخزن میں ہے:

ماہیت آں جسمے معدنی ست متکون از زیبق خالص وکبریت قلیلے غالب براں ارضیت ویبس۔ گفتہ اند دو صفت مے باشد یکے صفائحی ورق ورق میگردد دوم مانند سنگ جص[5]۔

اس کی ماہیت ایک معدنی جسم ہے۔ خالص پارہ اور تھوڑی کبریت سے بنتا ہے اس پر ارضیت اور خشکی غالب ہوتی ہے۔ کہا گیا ہے کہ وہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک صفائحی جو ورق ورق ہوجاتا ہے دوسری قسم گچ کے پتھر کی طرح ہوتی ہے۔ (ت)

---

[1] انوار الاسرار　[2] و [3] جامع ابن بیطار　مصطفی البابی مصر　۱/ ۲۳۲

[4] تذکرہ داؤد انطاکی　حرف الطاء

[5] مخزن الادویہ　فصل الطاء مع اللام　مطبوعہ نولکشور کانپور　ص ۴۰۹

Marfat.com

بلکہ سنگ گچ اُسی کی ایک قسم ہے۔ جامع میں زکریا رازی کی کتاب علل المعادن سے ہے:

الطلق جنسان جنس یکون متصفحا یتکون من حجارۃ الجص ویکون فی جزیرۃ قبرس۔[1]

ابرک کی دو قسمیں ہیں ایک قسم وہ کہ چوڑی ہوتی ہے جو گچ کے پتھروں سے بنتی ہے، اور جزیرہ قبرس میں پیدا ہوتا ہے۔ (ت)

اُسی میں غافقی سے ہے:

ھذا الجنس ھو الجبسین وھو الطلق الاندلسی۔[2]

اسی قسم کا نام جبسین ہے اور یہی اندلسی ابرک ہے۔ (ت)

اُسی میں اسحٰق بن عمران سے ہے:

الجبسین ھو الجص والجص ھو الجبسین وھو حجر خو براق ابیض واحمر وممتزج بینھما وھو من الابدان الحجریۃ الارضیۃ۔[3]

جبسین گچ ہی ہے اور گچ یہی جبسین ہے اور یہ نرم، خوب چمکدار، سفید، سُرخ اور دونوں کی آمیزش رکھنے والا ایک پتھر ہوتا ہے اور یہ سنگی زمینی اجسام سے ہے۔ (ت)

بلکہ انطاکی نے کہا گچ حقیقۃً کچی ابرک ہے، تذکرہ میں ہے:

(جبسین) ھو الجص وھو فی الحقیقۃ طلق لم ینضج وقیل انہ زئبق غلبتہ الاجزاء الترابیۃ فتحجر۔[4]

جبسین وہی گچ ہے اور یہ حقیقت میں وُہ ابرک ہے جو ابھی پکی نہ ہو اور کہا گیا یہ پارہ ہے جس پر زمینی اجزا کا غلبہ ہوا تو پتھر بن گیا۔ (ت)

اور گچ سے جوازِ تیمم عامۂ کتب متون وشروح وفتاوٰی میں منصوص اور خود محررِ مذہب نے اس پر نص فرمایا تو ابرک سے بھی جواز لازم واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مقامِ سوم وہ بعض اشیا جن سے ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک تیمم صحیح نہیں۔ ظاہر ہے کہ اشیائے معدودہ کہ جنس ارض ہیں اُن کے سوا دنیا کی تمام چیزیں ہمارے ائمہ کے اجماع سے ناقابلِ تیمم ہیں تو اُن کا شمار نامقدور مگر ہم یہاں بدستور اُن کا ذکر کریں جن پر کتب میں نص اس وقت پیشِ نظر۔ عام ازیں کہ اُن میں کوئی محلِ خفا ہو یا نہ ہو جیسے علما نے نص فرمایا ہے کہ گھاس لکڑی مہندی برف سے تیمم باطل ہے اس پر بعض عوام کہیں گے علما نے ایسی چیزیں کیوں گنائیں ان سے تیمم نہ ہوسکنا ہر شخص جانتا ہے یہ اُن کی غلط فہمی ہے ہر شخص اگر جانتا بھی ہے تو یوں ہی کہ علمائے کرام افادہ فرماگئے ورنہ کیا اپنے گھر سے جان لیتا **اقول** بلکہ

---

[1] و [2] و [3] جامع ابن بیطار [4] تذکرہ داؤد انطاکی حرف الجیم مصطفی البابی مصر ۱/

marfat.com

Marfat.com

یہ اب تمہارے لیے ظاہر ہیں ورنہ ان میں وُہ خفا ہے کہ بعض ائمہ مجتہدین پر اُن کا ناقابل ہونا ظاہر نہ ہوا مقدمۂ عشماویہ اور اُس کی شرح لاحمد بن ترکی المالکی میں ہے :

(فرائضه اربعة) رابعها (الصعيد الطاهر وهو كل ما صعد على وجه الارض) اى من جنسها من ثلج او خضخاص او معدن غير نقد وجوهر الا ان لايجد غيرهما[1]۔

تیمم کے فرائض چار ہیں۔ چوتھا فرض، پاک صعید۔ اور یہ ہر وُہ چیز ہے جو روئے زمین پر چڑھی ہُوئی ہے۔ یعنی جنسِ زمین سے ہو جیسے برف یا خضخاص یا نقد (سونے چاندی) اور موتی کے علاوہ کوئی دھات مگر یہ کہ ان دونوں کے سوا کچھ نہ ملے۔ (ت)

حاشیۂ یوسف سفطی مالکی میں ہے :

قوله من ثلج ومثله الماء الجامد والجليد وكذا يتيمم على الملح ولو كان مصنوعا من حلفاء او من اراك والمعتمد انه يجوز التيمم على الخشب وعلى الزرع وعلى الحشيش بشروط ثلثة اذا لم يجد غير ذلك وضاق الوقت ولم يمكن قلعه فمن كان على شجرة او مركب ولم يجد ماء ولا ترابا فيتيمم على الخشب هذا هو المعتمد[2]۔

ان کی عبارت "من ثلج" ۔ برف، اس کے مثل جما ہوا پانی اور پالا بھی ہے۔ اسی طرح نمک پر بھی تیمم کرسکتا ہے اگرچہ حلفاء یا اراک سے بنا ہوا ہو اور معتمد یہ ہے کہ لکڑی پر، کھیتی پر اور گھاس پر تین شرطوں سے تیمم جائز ہے : (۱) جب دوسری چیز نہ ملے (۲) اور وقت تنگ ہو (۳) اور اسے اکھاڑنا ممکن نہ ہو تو جو شخص کسی درخت یا سواری پر ہو اور اسے نہ پانی ملے نہ مٹی تو وہ لکڑی پر تیمم کرلے گا۔ یہی معتمد ہے۔ (ت)

پھر مزیدات لکھیں اور ان میں غالباً محلِ خفاو شبہ وافادہ تازہ کا لحاظ رکھیں وباللہ التوفیق۔

منصوصات : (۱) جما ہُوا پانی۔ جیسے کُل کا برف اگرچہ سل کی سل ہو۔ تبیین، فتح، بحر، مجمع الانہر، ہندیہ۔

(۲) کپڑا

(۳) نمدا۔ خانیہ۔

(۴) درخت تحفہ بدائع ایضاح ہندیہ فتح حلیہ بحر۔

(۵) گھاس ادبعة اوّل والحلية (پہلی چاروں کتابیں (تحفہ، بدائع، ایضاح، ہندیہ) اور حلیہ۔ ت)

(۶) لکڑی بدائع حلیہ ہندیہ

(۷) کھورا سراجیہ

(۸) نباتات (۹) میوے غنیہ

---

[1] مقدمۂ عشماویہ شرح احمد بن کمال زرکی المالکی

[2] حاشیۂ یوسف سفطی

Marfat.com

(۱۰) مہندی ظہیریہ خزانہ خزانۃ الفتاوی حلیہ

(۱۱) وسمہ الاولان (پہلی دونوں کتابیں یعنی ظہیریہ اور خزانہ۔ ت)

(۱۲) گیہوں محیط جواہر اخلاطی منیہ کافی خلاصہ ظہیریہ خزانہ

(۱۳) جَو الاولان والخلاصہ (پہلی دونوں (محیط، جواہر اخلاطی) اور خلاصہ۔ ت)

(۱۴) ہر قسم کا غلہ الثلثۃ الاُوَل (پہلی تینوں (محیط، جواہر اخلاطی، منیہ)۔ ت)

(۱۵) آٹا الثلثۃ الاخیرۃ خزانۃ الفتاوی حلیہ جوھرہ بحر (آخری تینوں (خلاصہ، ظہیریہ، خزانہ) خزانۃ الفتاوی، حلیہ، جوہرہ، بحر۔ ت)

(۱۶) ستّو خزانۃ الفتاوی حلیہ ظہیریہ خزانہ (۱۷) جملہ اقسام طعام منیہ

(۱۸) سونا (۱۹) چاندی ویاتیان (اور آگے بھی ان دونوں کا بیان آئے گا۔ ت)

(۲۰) لوہا خانیہ ظہیریۃ خزانہ کافی منیہ تحفہ بدائع زادالفقہا جلابی برجندی خزانۃ الفتاوی جامع الرموز حلیہ ایضاح ھندیہ۔

(۲۱) رانگ (۲۲) سیسا[عہ] الخمسۃ الاول خلاصہ سراجیہ اخلاطی مسکین (پہلی پانچوں (خانیہ، ظہیریہ، خزانہ، کافی، منیہ) خلاصہ، سراجیہ، اخلاطی، مسکین۔ ت)

عہ ذکروا الرصاص وقال فی الانوار الرصاص ھو الاسرب وفی التذکرۃ الاسرب ھو المراد اذا اطلق ھذا الاسم والقلعی یخص باسم القصدیر[۱] اھ وھو مدلول کلام جالینوس المنقول فی رصاص من الجامع وعکس فی التحفۃ والمخزن فقالا از مطلق او مراد قلعی ست و رصاص ابیض نامند و بفارسی ارزیز[۲] اھ زاد المخزن و بہندی رانگا و از مقید باسود اسرب کہ بہندی

فقہا نے "رصاص" ذکر کیا ہے۔ اور انوار میں لکھا ہے: رصاص یہ اسرب ہے۔ اور تذکرہ میں ہے، تو اسرب ہی مراد ہوگا جب یہ نام بولا جائے۔ اور قصدیر کے نام کے ساتھ قلعی مخصوص ہے اھ اور یہی جالینوس کے کلام کا بھی مدلول ہے جو جامع میں "رصاص" کے تحت منقول ہے۔ اور تحفہ و مخزن میں اس کے برعکس بتایا۔ دونوں میں یُوں لکھا ہے، مطلق سے مراد قلعی ہے اور اسے رصاص ابیض کہتے ہیں اور فارسی میں ارزیز کہتے ہیں اھ۔ مخزن میں مزید یہ بھی ہے: اور ہندی میں رانگا کہتے ہیں۔ اور اسود سے مقید ہو تو

[۱] تذکرہ اولی الالباب تحت لفظ رصاص مصطفی البابی مصر ۱/۱۶۸ (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

[۲] تحفۃ المومنین علی ہامش مخزن الادویۃ (تحت لفظ رصاص) نولکشور کانپور ص ۳۰۲

Marfat.com

(۲۳) تانبا بدائع خانیہ ظہیریہ خلاصہ خزانہ غنیہ ہندیہ حلیہ۔

(۲۴) صُفر کہ معدنی زرد تانبا پیتل کے مشابہ ہے آنچ سے سیاہ نہیں پڑتا[3] السبعۃ الاُولٰی تحفہ ایضاح معادن فتح بحر تنویر اس سے یہی سات جسم منطبع بالنار مراد ہیں جن کو اجساد سبعہ[1] یا منطرقات، ہفت فلزات، سات دھات کہتے ہیں۔ آن میں چھ یہی کہ گزرے صُفر تانبے ہی میں داخل ہے اور ساتوں شَبَہ معدنی جیسے خارصینی اور رُوحِ توتیا یا رُوئے توتیا کہتے ہیں یعنی[2] جست (۲۵)، موتی (۲۶) خانیہ خلاصہ ظہیریہ خزانہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

سیسا[1] منہ اھ وجعلہ الغافقی شاملا لھما فقال کما فی الجامع ھو ضربان الاسود وھو الاسرب والآنك والاٰخر الرصاص القلعی وھو القصدیر[2] اھ وبھذا جزم فی القاموس واقرہ فی التاج العروس فلذا حملنا علیہ کلام العلماء ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اسرب مراد ہوتا ہے جسے ہندی میں سیسا کہتے ہیں اھ۔ اور غافقی نے لفظ رصاص میں دونوں (رانگا اور سیسا) کو شامل قرار دیا۔ لکھا ہے جیسا کہ جامع میں ہے اس کی دو قسمیں ہیں: سیاہ یہ اسرب اور آنک (رانگ اور سیسا) ہے، دوسری قسم رصاص قلعی، یہ قصدیر ہے اھ۔ اُسی پر قاموس میں جزم کیا اور تاج العروس میں بھی اسے برقرار رکھا۔ اسی لیے ہم نے علما کے کلام کو اسی پر محمول کیا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

علہ فی التذکرۃ (صفر) النحاس[3] اھ وفی القاموس من النحاس[4] اھ وفی التاج وقیل ما صفر منہ ورجحہ شیخنا لمناسبۃ التسمیۃ[5] اھ وما قلتہ مذکور فی التحفۃ والمخزن فی طالیقون اقول وھو الاقرب وکلام القاموس لا ینافیہ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

تذکرہ میں ہے صُفر، نحاس (تانبا) اھ۔ قاموس میں ہے، من النحاس اھ (تانبے کی ایک قسم ہے)۔ تاج العروس میں ہے، اور کہا گیا صُفر تانبے کی وہ قسم ہے جو زرد ہو۔ اسی کو ہمارے شیخ نے مناسبت تسمیہ کے باعث ترجیح دی ہے اھ۔ اور میں نے جو لکھا وہ تحفہ اور مخزن میں طالیقون کے تحت مذکور ہے۔ **اقول** اور یہی اقرب ہے اور قاموس کی عبارت اس کے منافی نہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

علہ فی المخزن تحت طالیقون اجساد سبعہ طلا نقرہ مس آہن سرب قلعی

مخزن میں طالیقون کے تحت ہے۔ ساتوں اجسام سونا، چاندی، تانبا، لوہا، سیسا، رانگ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

[1] مخزن الادویۃ رصاص کے تحت ص ۳۰۹ [2] تاج العروس ۴/ ۲۹۷
[3] تذکرہ اولی الالباب ۱/ ۲۲۴ [4] القاموس ۲/ ۷۳ [5] تاج العروس ۳/ ۳۳۶

Marfat.com

فتح خزانۃ الفتاوی جامع الرموز۔ اگرچہ[۲۷] غبار ے پسے ہوئے ہوں محیط سرخسی بدائع مجمع الانہر دُرِ خادمی ھندیہ۔

اقول وما فی الشلبیۃ عن الدرایۃ لایجوز باللؤلؤ المدقوق فلیس بتقیید بل تنصیص بالاخفی لان ما کان من اجزاء الارض یجیزہ محمد ان کان مدقوقا

اقول: شلبیہ میں درایہ کے حوالہ سے لکھا ہے: لایجوز باللؤلؤ المدقوق (پسے ہوئے موتی سے تیمم جائز نہیں) اس عبارت میں 'پسے ہوئے' کا لفظ تقیید کے طور پر نہیں (جس سے یہ سمجھا جائے کہ پسا ہوا نہ ہو تو اس سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

روح توتیا اھ وفی فھرستہ رُوئے توتیا شبہ مشہور بروح توتیا اھ وقال فی شبہ بفارسی روئے توتیا و بہندی جست۔ آب دران سرد میگر دد و اوانی خالص آن شکنندہ می باشد اھ وفی التحفۃ خاصیت اوست کہ ہرگاہ آب را در ظرف دہن تنگے ازان کردہ در ظرف دہن بازے قدرے شورہ ریختہ ظرف آب را دران حرکت معتدل دہند آب را بغایت سرد مے کند و معمول اہل ہند است اھ وفی التذکرۃ (شبۃ بالتانیث تطلق علی المعدن المعروف الاٰن بروح التوتیا ویسمی الخارصینی اھ اقول وقولہ بالتانیث خطأ ففی القاموس من باب الھاء الشبہ والشبھان محرکتین النحاس لاصفر ویکسر ۱۲منہ غفرلہ (م)

روحِ توتیا اھ اور اس کی فہرست میں ہے روئے توتیا شبہ ہے اور رُوحِ توتیا سے مشہور ہے اھ۔ اور شبہ کے تحت لکھا ہے: فارسی میں روئے توتیا اور ہندی میں جست۔ پانی اس میں سرد ہو جاتا ہے اور خالص جست کا برتن ٹوٹنے والا ہوتا ہے اھ۔ اور تحفہ میں ہے: اس کی خاصیت یہ ہے کہ جست کا ایک برتن تنگ منہ والا لے کر اس میں پانی رکھیں اور ایک کشادہ منہ والا برتن لے کر اس میں تھوڑا شورہ ڈالیں پھر پانی والا برتن اس میں رکھ کر معتدل حرکت دیں پانی انتہائی سرد ہو جائے گا یہ طریقہ اہلِ ہند کے یہاں رائج ہے اھ۔ تذکرہ میں شبۃ بالتانیث۔ اس مشہور دھات کو کہتے ہیں جواب رُوحِ توتیا سے مشہور ہے اور اسے خارصینی بھی کہا جاتا ہے اھ۔ اقول صاحبِ تذکرہ کا اسے تائے تانیث کے ساتھ بتانا خطا ہے اس لیے کہ قاموس کے باب الہاء میں یہ درج ہے: شبہ و شبہان۔ دونوں لفظ (ش و ب پر) حرکت کے ساتھ۔ زرد تانبا اور اس پر کسرہ بھی استعمال ہوتا ہے ۱۲منہ غفرلہ۔ (ت)

Marfat.com

Marfat.com

والا لا فافادان هذا لا یفیده السدق لما قال بعده لانه یتولد من الحیوان ولیس من اجزاء الارض[1] تیم ہوسکتا ہے) بلکہ یہ اخفی کی تنصیص و توضیح کے لئے ہے۔ اس لیے کہ جنس زمین کی چیز پسی ہُوئی ہو تو امام محمد اس سے تیمم جائز کہتے ہیں ورنہ نہیں۔ اس لیے (موتی کے ساتھ "پسے ہوئے" کا لفظ بڑھا کر) یہ افادہ فرمایا کہ موتی کو پیسنا بھی کار آمد نہیں بنا سکتا۔ کیونکہ اس کے بعد فرمایا ہے: اس لیے کہ وُہ حیوان سے پیدا ہوتا ہے اور اجزائے زمین سے نہیں ہے۔ (ت)

(۲۸) مرجان فتح منح دُر خادمی۔ یعنی چھوٹے موتی کہ اُن کو بھی مرجان کہتے ہیں مقدسی ش۔

(۲۹) سانبھر (۳۰) ہر نمک کہ پانی سے بنا ہو دیأتی (آگے بھی بیان آئے گا)

(۳۱) مشک (۳۲) عنبر (۳۳) کافور ظهیریه خزانه هندیه خزانة الفتاوی حلیه

(۳۴) زعفران (۳۵) سُک کہ ایک قسم خوشبو ہے الاولان (پہلی دونوں — ظہیریہ، خزانہ - ت)

(۳۶) زاج کسیس[ع1] پھٹکڑی[ع2] کے سوا اور جنس ہے کسیس کہ زرد ہے اور (۳۷) ہیرا کسیس سبز اور (۳۸) سیاہ کسیس اسی کے اقسام ہیں۔

(۳۹) مردار سنگ مصنوع الاخیران وجامع الرموز (آخری دونوں — خزانة الفتاوی، حلیہ (ت) و جامع الرموز)

(۴۰) پارا درایه شلبیه۔

(۴۱) مصنوع شیشہ کہ ریتے میں دوسری چیز ملا کر بناتے ہیں جیسے سچی محیط تبیین فتح بحر مجمع الانهر تن۔ تقدم کلها (ان سب کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ ت)

(۴۲) راکھ یعنی لکڑی وغیرہ غیر جنس ارض کی جس کی تحقیق گزری۔

(۴۳) نمک زار زمین جس کا نمک پانی سے بنا ہو۔ وستأتی الثلثة ان شاء عزوجل (ان تینوں کا ذکر آگے بھی آئے گا اگر خدائے عزیز وجلیل نے چاہا۔ ت)

(۴۴) نمک زار جس کا نمک مٹی سے ہو مگر اُس کے پانی میں ڈوبی ہوئی ہے ذکرا لاسبیجابی فی شرحه

ع[2] اور جس نے پھٹکڑی کو زاج سمجھا جیسا کہ تحفہ و مخزن میں خود اپنے بیانوں کے خلاف لکھا یوں ہی زکریا رازی کا کلام اُس میں مضطرب ہے اُس نے غلطی کی جس کی تفصیل انوار الاسرار میں ہے۔ (م)

---

[1] حاشیہ شلبیہ مع التبیین باب التیمم مطبعہ امیریہ بولاق مصر ۳۹/۱

Marfat.com

یجوز التیمم بالسبخة منیة[1] بناء علی الغالب وھو عدم الغرق بالنز غنیة[2] (اسبیجابی نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے، نمک زار سے تیمم جائز ہے منیہ۔ اس بنیاد پر کہ اکثر یہی ہوتا ہے کہ زمین سے پھوٹنے والی تری مٹی ڈوب نہیں جاتی۔ غنیہ۔ ت)

(۴۵) ظروف گِل کا وہ رُخ جس پر رانگ وغیرہ غیر جنس کی قلعی ہے (۴۶) جس پر غیر جنس کی رنگت ہے (۴۷) روغنی ظروف وقد تقدمت (ان سب کا ذکر گزر چکا۔ ت)

(۴۸) وہ ٹھیکری جس میں دوائیں ڈال کر پکائی ہوں وسیأتی ان شاء اللہ تعالٰی مفصلا (اس کا بیان ان شاء اللہ تعالٰی آگے تفصیل سے آئے گا۔ ت)

(۴۹) مٹی جس میں راکھ اور (۵۰) جس میں آٹا برابر یا زائد ملے ہوں جوھرہ نیرہ۔

(۵۱) کیچڑ جس پر پانی غالب ہو

(۵۲) ناپاک زمین اگرچہ خشک ہونے سے اثر نجاست زائل ہو کر نماز کے لیے پاک مانی گئی ہو۔

(۵۳) غبار کہ ناپاک زمین سے اٹھا۔

(۵۴) غبار کہ تر چیز ناپاک پر گرا اگرچہ پھر خشک ہوگیا۔

(۵۵) غبار کہ خشک چیز ناپاک پر گرا اور اس کو تری پہنچی۔

(۵۶) درزی کی بٹیا رنگین۔

(۵۷) قبرستان کی مٹی جہاں نجاست کا ظن ہو وقد تقدم کلھا فی المقابلات (ان سب کا بیان مقابلات میں گزر چکا ہے۔ ت)

مزیدات (۵۸) زمین یا پہاڑ جس پر دوب اُگی ہے (۵۹) جس پر برف جما ہوا ہے (۶۰) جس کا برف پگھل کر بہہ رہا ہے (۶۱) جس پر مینہ برس رہا ہے (۶۲) جس پر مینہ برس کر کھُل گیا مگر پانی جاری ہے۔

(۶۳) پکا فرش یا دیوار جس پر کائی جمی ہے۔

(۶۴) باورچی خانے کی دیوار جس پر دُھواں چڑھا ہے۔

(۶۵) وہ زمین جس پر کسم کی لچھی پھری ہے۔

(۶۶) مٹی کا چراغ جس پر کانٹھ چڑھی ہے۔

---

[1] منیۃ المصلی فصل فی التیمم مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۵۶

[2] غنیۃ المستملی " سہیل اکیڈمی لاہور ص ۷۸

marfat.com

Marfat.com

(۶۷) گِل حکمت کہ مرکب نسخہ ہے[عہ] اور غیر جنس ارض کا حصّہ زیادہ ہے۔

(۶۸) رامپوری چینی کہ مٹی پر مسالا ہے، ہاں جس طرف چینی نہ چڑھی ہو اُس طرف روا ہے۔

(۶۹) تام چینی کہ ٹین اور مسالا ہے۔

(۷۰) وہ سچی چینی یا[(۷۱)] مٹی کے کھلونے جن پر غیر جنس کا روغن ہے۔

(۷۲) وہ نورہ اور گِل خوردنی[(۷۳)] اور[(۷۴)] غلیل کے غُلّے جن میں غیر جنس مقدار میں کم نہیں۔

(۷۵) پارے کا کٹورا

(۷۶) پارے کا کشتہ

(۷۷) سونے، چاندی، رانگ کسی دھات کا کشتہ

(۷۸) شبہ مصنوع یعنی پیتل۔ یہ معدنی نہیں تانبا اور جست ملا کر بناتے ہیں اسے صُفر سمجھنا غلط ہے۔

(۷۹) کانسا۔ ہفت جوش ساتوں دھات کا مجموعہ۔

(۸۰) بھرت (۸۱) نکل (۸۲) جرمن سلور (۸۳) لکڑی وغیرہ کسی غیر جنس ارض کا کوئلہ (۸۴) شورہ

(۸۵) نوشادر (۸۶) سُہاگا (۸۷) پھٹکڑی

(۸۸) زاج اخضر ہندی یعنی نیلا تھوتھا (۸۹) بورۂ ارمنی

(۹۰) کہربا جس کی تسبیح ہوتی ہے یہ پتھر نہیں گوند ہے تذکرۃ ابن سینا۔

صمغ کالسندروس۔ الغافقی رطوبۃ تقطر من ورق الدوم نقلھما ابن البیطار۔ الظاھر انہ صمغ الجوز او صمغ شجرۃ غیرہ انوار الاسرار

سُندروس کی طرح ایک گوند ہے۔ غافقی گو کھل کے پتّوں سے ٹپکنے والی ایک طوبت ہے۔ ان دونوں کو ابن بیطار نے نقل کیا۔ ظاہر یہ ہے کہ وہ اخروٹ کا گوند ہے یا اس کے علاوہ کسی اور درخت کا گوند ہے۔ انوار الاسرار۔ (ت)

عہ صنعتہ[ف] طین خالص جزء فحم مسحوق شعر مقصوص ملح مکلس خطمی خبث الحدید کلس قشر البیض من کل نصف جزء الخ من التذکرۃ قال وقد تنقص ھذہ الاجزاء وقد تغیر اوزانھا ولا یزید علی ما ذکرنا فلیتحفظ بہ اھ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اس کا نسخہ یہ ہے، خالص مٹی، پسا ہوا کوئلہ، تراشا ہوا بال، چونا دار نمک، خطمی، لوہے کا میل، سفید چونا، انڈے کا چھلکا سب سے نصف حصہ الخ ۔ از تذکرہ ۔ اس میں لکھا ہے کہ یہ اجزا کبھی کم بھی کر دئے جاتے ہیں اور کبھی ان کے وزنوں میں تبدیلی بھی کر دی جاتی ہے مگر جتنے ہم نے ذکر کیے ان سے زیادہ نہیں ہونے۔ تو اسے محفوظ رکھنا چاہیے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

Marfat.com

(۹۱) سفیدہ کاشغری کہ قلعی کا سپیدہ ہے یعنی رانگ اور جست سے بنتا اور دُکھتی آنکھ میں بھرا جاتا ہے۔

(۹۲) کاجل کہ پارا جاتا ہے۔

(۹۳) طباشیر بانس کی رطوبت ہے کہ جم جاتی ہے۔

(۹۴) سیندور رانگ اور سفیدہ سے بنتا ہے۔

(۹۵) شنجرف مصری (۹۶) شنجرف شامی (۹۷) شنجرف مہوسان سب مصنوع چیزیں ہیں پارے اور گندھک سے مختلف ترکیبوں پر بناتے ہیں ہر ترکیب میں پارا غالب ہے۔

(۹۸) شنجرف ہندی اس میں دونوں مساوی بتائے جاتے ہیں بہر حال جنسِ ارض سے نہیں۔

(۹۹) شنجرف رماتی یہ سیماب و مس سوختہ سے بنتی ہے اس کے دونوں جز غیر جنس ہیں۔ ان کے نسخے انوار الاسرار وجامع ابن بیطار و تذکرہ و تحفہ و مخزن وغیرہا میں ہیں اور معدنی کبریت احمر کی طرح عنقا قالہ فی التذکرۃ (اسے تذکرہ میں بیان کیا گیا ہے۔ ت)

(۱۰۰) رہی شنجرف رومی جس میں پارا بارہ جز، گندھک آٹھ، ہرتال پانچ ہے اس میں اگرچہ جنسِ ارض غالب ہے مگر باہم طبخ سے امتزاج شدید ہو کر سخت محلِ نظر ہے جس کا بیان مقامِ چہارم ذکرِ خلط میں آتا ہے ان شاء اللہ تعالٰی لہٰذا اس کا بھی ممنوعات ہی میں شمار رکھا واللہ تعالٰی اعلم باحکامہ (اور اللہ تعالٰی اپنے احکام کو خوب جاننے والا ہے۔ ت)

(۱۰۱) لوبان (۱۰۲) اگر (۱۰۳) مُولی کا نمک (۱۰۴) سجی کہ ایک گھاس کا کھار ہے۔

(۱۰۵) لیموں کا سَت (۱۰۶) نباتات کے اُڑائے ہوئے جوہر (۱۰۷) جلا کر نکالے ہوئے نمک۔

(۱۰۸) کانچ (۱۰۹) سیپ (۱۱۰) گھونگھا (۱۱۱) سنکھ (۱۱۲) خرمہرہ (۱۱۳) سیپ کا چونا اور اس کا کھانا بھی حرام وہ لاجورد (۱۱۴) و توتیا (۱۱۵) و مہرۂ مار (۱۱۶) کہ مصنوع ہوں اور اکثر مصنوع ہی ملتے ہیں۔ (۱۱۷) سنکھیا مشہور زہر یہ بھی پتھر نہیں عدہ فی التذکرۃ من المولدات التی لم تکمل صورھا (تذکرہ کے اندر اسے ان مولدات سے شمار کیا ہے جن کی صورتیں ناتمام رہ گئی ہیں۔ ت) بعض نے کہا چاندی کا دھواں ہے قالہ فی المخزن وغیرہ (اسے مخزن وغیرہ میں بیان کیا ہے۔ ت)

(۱۱۸) وہ پتھر کہ پہاڑی بکری، بندر (۱۱۹)، سانپ (۱۲۰) ہی کے سر و جوف میں بنتے ہیں۔

(۱۲۱) سنگِ ماہی پتھر چٹے کے سر میں کہ ایک مچھلی ہے۔

(۱۲۲) گئو رد ہن گائے کے بدن میں۔

(۱۲۳) مار مہرہ سانپ کے سر میں جسے مَن کہتے ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

(۱۲۴) سنگ قر جبال مغرب میں چٹانوں پر اوس گر کر جم جاتی ہے تیرہ رنگ جب چودھویں کا چاند چمکتا ہے تو سفید براق ہوجاتی ہے اُس پر بھی تیمم جائز نہیں اور (۱۲۵) جس چٹان پر وہ جمی ہُوئی ہو اُس پر بھی نہیں۔

(۱۲۶) سنگِ گردہ (۱۲۷) سنگِ مثانہ یہ دونوں آدمی کے بدن میں بنتے ہیں والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(۱۲۸) سنگِ بصری پتھر نہیں بلکہ سیسے کا دُھواں ہے۔

(۱۲۹) سنگِ راسخ جلا ہُوا تانبا۔

(۱۳۰) سنگِ سبُوئیہ یہ ایک قسم کے بیج ہیں سختی کے سبب سنگ کہلاتے ہیں۔

یہ تین سو گیارہ چیزوں کا بیان ہے ۱۸۱ سے تیمم جائز جن میں ۷۴ منصوص اور ۱۰۷ زیاداتِ فقیر اور ۱۳۰ سے ناجائز جن میں ۵۸ منصوص اور ۷۲ زیاداتِ فقیر ایسا جامع بیان اس تحریر کے غیر میں نہ ملے گا بلکہ زیادات درکنار اتنے منصوصات کا استخراج بھی سہل نہ ہوسکے گا۔

وللہ الحمد اولا واٰخرا؛ وبہ التوفیق باطنا وظاھرا؛ وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی حبیبہ واٰلہ وصحبہ متوافرا متکاثرا؛ اٰمین؛

اور ساری خوبیاں اوّلاً و آخراً خدا ہی کے لیے ہیں اور اسی سے باطناً و ظاہراً توفیق ارزانی بھی ہے۔ خدائے تعالیٰ کا کثیر و وافر درود و سلام ہو اس کے حبیب، ان کی آل اور ان کے اصحاب پر۔ الٰہی قبول فرما۔ (ت)

مقامِ چہارم (بعض اختلافی چیزوں کی بحث) ذکر بعض خلافیات مع ترجیحات و توفیقات تتمیما للافادات (تاکہ افادات کی تکمیل ہوجائے۔ ت)

ارض ندیہ یعنی تر زمین۔ بدائع[۱] و خانیہ[۲] و خلاصہ[۳] و بزازیہ[۴] و خزانۃ المفتین[۵] و لوالجیہ[۶] و درایہ[۷] و شلبیہ[۸] و جوہرہ[۹] و غنیہ[۱۰] و ہندیہ[۱۱] میں اُس سے جواز کی تصریح ہے وذکرہ ابن الشلبی عن الکاکی عن الولوالجی عن الامام رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے ابن شلبی نے کاکی سے، انھوں نے ولوالجی سے، انھوں نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا ہے۔ ت)

اقول وانما خصہ بالذکر لتصویرہ بما اذا لم یتعلق بیدہ شیئ فیأتی فیہ خلاف الامام الثالث ایضا کالثانی رضی اللہ تعالٰی عنھم جمیعا ووقع فی شرح النقایۃ للبرجندی

اقول: اور خاص طور سے اسی کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس کی صورت یہ فرض کی ہے کہ اس کے ہاتھ میں کچھ نہ چپکے۔ اس صورت میں امام ثانی (ابو یوسف) کی طرح امام ثالث (محمد) کا بھی اختلاف ہوگا رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمیعا۔ اور برجندی نے شرح نقایہ میں یہ لکھ دیا ہے کہ

Marfat.com

يجوز بالارض الندية من غيرطين. وهذا عند ابی حنیفة و عندهما لایجوز[1] اھ۔

اقول اولا[و۱] بنی علی الضعیف من عدم الجواز بالطین ویأتی۔

وثانیا[و۲] لاوجه بخلاف محمد مطلقا فقد قال ملک العلماء فی البدائع لوتیمم به اجزأه عند ابی حنیفة و محمد لان الطین من اجزاء الارض ومافیه من الماء مستھلک وھو[عه] یلتزق بالید فان خاف ذھاب الوقت تیمم و صلی عندھما وعلی قیاس قول ابی یوسف یصلی بغیر تیمم بالایماء ثم یعید اذا قدر علی الماء او التراب کالمحبوس[و۳] فی المخرج اذا لم یجد ماء ولا ترابا نظیفا[2] اھ

نعم عنه روایة اخری قال فی الحلیة بعد نقل ما فی البدائع ماذکره عن محمد من جواز التیمم بالطین

"بغیر کیچڑ والی تر زمین سے تیمم جائز ہے۔ یہ حکم امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک ناجائز ہے" اھ۔ (ت)

اقول اولاً یہ قول ضعیف ___ کیچڑ سے عدم جواز تیمم پر ___ مبنی ہے۔

ثانیاً اس مسئلہ میں امام محمد کا اختلاف مطلقاً ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ ملک العلماء نے بدائع میں یہ تحریر فرمایا ہے: "اگر کیچڑ سے تیمم کرلیا تو امام ابوحنیفہ و امام محمد کے نزدیک کافی ہوگا اس لیے کہ یہ کیچڑ اجزائے زمین میں سے ہے۔ اور اس میں جو پانی ہے مٹی میں فنا شدہ ہے۔ اور وہ ہاتھ سے چپکتی ہے ___ تو اگر وقت نکلنے کا اندیشہ ہو طرفین کے نزدیک کیچڑ سے تیمم کرکے نماز ادا کرلے۔ اور امام ابویوسف کے قیاس پر یہ حکم ہوگا کہ بغیر تیمم کے اشارہ سے نماز کی صورت ادا کرلے پھر جب پانی یا مٹی پر قدرت پائے تو اعادہ کرلے۔ جیسے اس شخص کا حکم ہے جو بیت الخلا میں قید کردیا گیا ہو اور اسے نہ پانی دستیاب ہو نہ صاف مٹی" اھ۔

ہاں امام محمد سے ایک اور روایت بھی آئی ہے۔ حلیہ میں بدائع کی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: "کیچڑ سے جواز تیمم کا حکم جو امام محمد سے نقل کیا ہے وہ ان سے

عه ای الطین اضافه تتمیما للشریطة علی قول محمد ۱۲ منه غفرله (م)

یعنی کیچڑ ___ ہاتھ سے چپکنے کی بات امام محمد کے قول پر شرط کی تکمیل کے لیے بڑھائی ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] شرح النقایة للبرجندی فصل فی التیمم مطبع نولکشور بالسرور ۱/۴۷

[2] بدائع الصنائع بیان مایجوزبه التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۴

marfat.com
Marfat.com

احدی الروایتین عنہ کما ھو ظاھر الخلاصۃ وقد صرح فی النہایۃ بان فی احد الروایتین عن محمد لایجوز التیمم بالطین[1] اھ

نقل شدہ ایک روایت ہے جیسا کہ خلاصہ کی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔ اور نہایہ میں تو اس بات کی صراحت موجود ہے کہ امام محمد سے ایک روایت یہ آئی ہے کہ کیچڑ سے تیمم جائز نہیں اھ۔ (ت)

اقول عبارۃ الخلاصۃ عن نص الامام محمد نفسہ فی المبسوط ھکذا و فی الاصل قال ابو حنیفۃ ومحمد یجوز التیمم بجمیع ماکان من جنس الارض ومن اجزائھا نحو التراب والرمل والنورۃ (وعد اشیاء الی ان قال) وقال ابو یوسف لایجوز الا بالتراب ثم عندنا لافرق فی الحجر علیہ غبار اولم یکن مغسولا او غیر مغسول مدقوقا او غیر مدقوق وقال محمد ان کان الحجر مدقوقا او علیہ غبار جاز التیمم والا فلا۔ وان تیمم بارض قد رش علیھا الماء وبقی علیھا ندوۃ جاز ولو کان فی طین طاھر لایتیمم بل یلطخ بعض ثیابہ او جسدہ ویترکہ حتی یجف ثم یتیمم بہ ومع ھذا لو تیمم بالطین فھو علی الخلاف وقال الکرخی یجوز التیمم بالطین ولو تیمم بالحجر الاملس او المغسول یجوز عند ابی حنیفۃ وعند ابی یوسف

اقول خلاصہ میں خود امام محمد کی کتاب مبسوط کے حوالہ سے یہ عبارت پیش کی ہے: "اصل میں ہے: ابو حنیفہ و محمد کہتے ہیں تیمم ہر اس چیز سے جائز ہے جو زمین کی جنس اور اس کے اجزا سے ہو جیسے مٹی، ریت، چُونا (اور بھی کچھ چیزیں شمار کرائیں یہاں تک کہ فرمایا) اور ابو یوسف کہتے ہیں، مٹی کے علاوہ کسی چیز سے جائز نہیں۔ پھر ہمارے نزدیک پتھر میں اس کی کوئی تفریق نہیں کہ اس پر گرد ہے یا نہیں، دُھلا ہُوا ہے یا نہیں، پِسا ہُوا ہے یا نہیں۔ — اور امام محمد کہتے ہیں: اگر پتھر پِسا ہوا ہو یا اس پر گرد ہو تو تیمم جائز ہے ورنہ نہیں — اور اگر کسی ایسی زمین سے تیمم کیا جس پر پانی چھڑکا گیا تھا اور اس پر ابھی تری باقی ہے، تو یہ تیمم جائز ہے۔ اور اگر پاک کیچڑ میں ہو تو "تیمم نہ کرے" بلکہ اپنے کسی کپڑے یا جسم کو اس سے آلودہ کرکے خشک ہونے تک چھوڑ دے پھر اس سے تیمم کرے۔ اس کے باوجود اگر کیچڑ سے تیمم کر ہی لیا تو اس میں اختلاف ہے۔ اور امام کرخی فرماتے ہیں: کیچڑ سے تیمم جائز ہے۔ اور اگر صاف چکنے یا دُھلے ہوئے پتھر سے تیمم کر لیا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک جائز ہے[1] اور امام ابو یوسف کے

---

[1] حلیہ

Marfat.com

لایجوز وعن محمد روایتان فی روایۃ یجوز ان کان علیہ غبار وفی روایۃ یجوز مطلقا وبالآجر یجوز عند ابی حنیفۃ وعن محمد روایتان وقول ابی یوسف متردد والخزف الجدید علی الاختلاف الا اذا استعمل فیہ شیئ من الادویۃ فحینئذ لایجوز ولو تیمم بارض نزت علی الاختلاف الذی ذکرنا فی الخزف وعلی ھذا الخلاف التیمم بالطین[1] اھ

نزدیک جائز نہیں اور امام محمد سے دو روایتیں ہیں۔ایک روایت میں ہے کہ اگر اس پر غبار ہو تو جائز ہے اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ مطلقاً جائز ہے۔اور پکی اینٹ سے امام ابوحنیفہ کے نزدیک تیمم جائز ہے۔امام محمد سے دو روایتیں ہیں۔اور امام ابویوسف کا قول متردد ہے۔نئے خزف (مٹی کے پکے ہوئے برتن وغیرہ) میں بھی اختلاف ہے مگر جب اس میں کوئی دوا استعمال کی گئی ہو تو اس وقت اس سے تیمم جائز نہیں۔اگر کسی ایسی زمین سے تیمم کیا جس میں پانی کی تری ابلتی ہے تو اس میں بھی وہی اختلاف ہے جو خزف سے متعلق ذکر ہوا۔اور کیچڑ سے تیمم میں بھی یہی اختلاف ہے اھ۔(ت)

فقد ذکر نص محمد فی ظاھر الروایۃ جواز التیمم بکل ما کان من جنس الارض واجزائھا وانہ مع الامام فیہ وان الخلاف لابی یوسف ثم اشار بمسألۃ الحجر المدقوق ان محمدا یشترط الالتزاق بالید ثم احال التیمم بالطین علی الخلاف المذکور فنص علی الجواز عند الطرفین لانہ من جنس الارض واجزائھا قطعا ولا شك انہ یلتزق بالید فکان کلامہ

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ خلاصہ میں امام محمد کی ظاہر الروایۃ کی عبارت ذکر فرمائی ہے کہ ہر اس چیز سے تیمم جائز ہے جو زمین کی جنس اور اس کے اجزا سے ہو اور یہ کہ اس مسئلہ میں امام محمد، امام اعظم کے ساتھ ہیں اختلاف امام ابویوسف کا ہے۔پھر پسے ہوئے پتھر کا مسئلہ بیان کرکے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ امام محمد کے نزدیک ہاتھ سے لگنا، چپکنا شرط ہے پھر کیچڑ سے تیمم کے بارے میں اسی ذکر شدہ اختلاف کا حوالہ دے کر یہ صراحت فراہم کردی کہ طرفین کے نزدیک جائز ہے اس لیے کہ یہ یقیناً زمین کی جنس اور اس کے اجزا سے ہے اور ہاتھ سے اس کے چپکنے، لگنے میں بھی کوئی شک نہیں۔تو ان کا کلام ٹھیک ویسے ہی ہوا

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی جنس آخر مایجوز بہ التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۵ تا ۳۶

marfat.com
Marfat.com

ککلام ملك العلماء سواء بسواء ثمّ افاد بمسألتی الحجر المغسول و الآجران محمدا فی روایة عنه یوافق الامام فی عدم اشتراط التزاق شئ بالید ثم احال مسألة الخزف علی الاختلاف والظاهر ان المراد به الاختلاف المذکور فی الآجر لذکره عقیبه ولاشتراك العلة فیهما انه لاینفصل منهما شئ یلتزق بالید فافادان عن محمد فی الخزف روایتین فی روایة یجوز مطلقا وفاقا للامام الاعظم وفی اخری لا الا اذا کان مدقوقا اوعلیه غبار کما ذکر فی الحجر وهی الروایة المشهورة عنه ثم انه احال مسألتی الارض النزة والطین علی الاختلاف المذکور فی الخزف فقد یؤخذ منه ان عنه فیهما ایضا روایتین هذا معنی قول الحلیة کماھو ظاھر الخلاصة۔

جیسے ملک العلما کا کلام ہے۔ پھر دُھلے ہُوئے پتھر اور پکی اینٹ کے مسئلوں سے یہ افادہ فرمایا کہ امام محمد اپنی ایک روایت میں امام اعظم کے موافق ہیں کہ ہاتھ سے کچھ چپکنا شرط نہیں۔ پھر خزف کے مسئلہ میں بھی اختلاف کا حوالہ دیا اور ظاہر یہی ہے کہ اس سے مراد وہی اختلاف ہے جو پکی اینٹ کے بارے میں ذکر ہوا کیونکہ اسی کے بعد اسے ذکر کیا ہے اور اس لیے بھی کہ دونوں میں یہ علت مشترک ہے کہ دونوں ہی سے کوئی ایسی چیز الگ نہیں ہوتی جو ہاتھ سے چپک جائے۔ اس سے یہ بھی مستفاد ہُوا کہ خزف میں بھی امام محمد سے دو روایتیں ہیں ایک روایت میں مطلقاً جائز ہے جیسا کہ امام اعظم کا مذہب ہے اور دوسری روایت میں جائز نہیں مگر اسی وقت جب کہ خزف پسا ہُوا ہو یا اس پر غبار ہو جیسا کہ پتھر سے متعلق ذکر کیا اور یہی ان کی مشہور روایت ہے۔ پھر انہوں نے تری والی زمین اور کیچڑ والی زمین کے مسئلوں میں بھی اسی اختلاف کا حوالہ دیا جو خزف میں ذکر ہوا اس سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ امام محمد سے ان دونوں کے بارے میں بھی دو روایتیں ہیں — حلیہ کی عبارت "کماھو ظاھر الخلاصة" (جیسا کہ خلاصہ کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے) کا یہ مطلب ہُوا (جو عبارت خلاصہ کی تفصیل کرکے ہم نے واضح کیا)۔ (ت)

اقول لکن الروایتین انما هما الجواز مطلقا و الجواز بشرط الالتزاق[۱] اما عدم الجواز بالطین مطلقا فی روایة عن محمد کما ذکر عن النهایة فلیس ظاهر الخلاصة ولا متوهما منها ثم لا[۲] شك

اقول لیکن یہ دو روایتیں کیا ہیں؟ یہی کہ مطلقاً جواز ہے یا چپکنے کی شرط کے ساتھ جواز ہے مگر یہ کہ امام محمد سے کسی روایت میں کیچڑ سے مطلقاً عدم جواز منقول ہے جیسا کہ حلیہ نے نہایہ کے حوالہ سے ذکر کیا یہ بات نہ تو خلاصہ کے ظاہر سے مستفاد ہوتی ہے نہ ہی اس کا اس سے وہم ہوتا ہے۔ پھر یہ امر یقینی ہے

Marfat.com

ان الطین یلتزق منہ شیئ بالید کما افادہ ملك العلماء فتتفق الروایتان علی الجواز ولا یبقی محل لاستدراکہ علی البدائع بالخلاصۃ لعدم دلالتہا علی روایۃ اخری ولا بالنہایۃ اذلا ملتفت الی النوادر مع الظواہر وانما کان قصاراہ ان یقول ماذکرہ عن محمد ھو مذھبہ ویروی عنہ خلافہ علی ما فی النہایۃ اذا عرفت ھذا وقد استقر عرش التحقیق علی ان الروایات الظاھرۃ عن محمد متفقۃ علی جواز التیمم بالطین فقول البرجندی عندھما لا یجوز لیس کما ینبغی۔ ھذا ثم قال فی الحلیۃ تیمم بارض قد رش علیہا الماء وبقی لہا ندوۃ جاز کذا فی الفتاوی الخانیۃ وغیرھا وفی خزانۃ الفتاوی لو تیمم بالثری ان کان الی الجاف اقرب جاز وان کان الی البلل اقرب لا یجوز اھ

کہ کیچڑ سے ہاتھ میں کچھ ضرور چپکتا ہے جیسا کہ ملک العلماء نے افادہ فرمایا تو دونوں ہی روایتیں (کیچڑ سے تیمم کے) جواز پر متفق ثابت ہوئیں۔ اور خلاصہ کے حوالہ سے بدائع پر استدراک کی کوئی گنجائش نہ رہی۔ اس لیے کہ عبارت خلاصہ کسی اور روایت کا کوئی پتا نہیں دیتی ــ اسی طرح نہایہ کے حوالہ سے بھی استدراک کا موقع نہیں اس لیے کہ ظاہر روایات کے ہوتے ہوئے نوادر قابل التفات نہیں۔ صاحب حلیہ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے تھے کہ "ملک العلماء نے امام محمد سے جو نقل کیا وہ امام محمد کا مذہب ہے اور ان سے اس کے خلاف بھی ایک روایت آئی ہے جیسا کہ نہایہ میں ہے"۔ جب یہ بات معلوم ہوگئی اور عرش تحقیق اس پر مستقر ہوا کہ امام محمد سے نقل شدہ ظاہر روایات کیچڑ سے جوازِ تیمم پر متفق ہیں تو برجندی کا یہ لکھنا کہ "صاحبین کے نزدیک ناجائز ہے" مناسب نہیں (یعنی امام ابو یوسف کی طرح اسے امام محمد کا بھی مذہب قرار دے دینا درست نہیں ۱۲م الف) یہ ذہن نشین رہے۔ پھر حلیہ میں یہ لکھا ہے: "ایسی زمین سے تیمم جائز ہے جس پر پانی چھڑکا گیا تھا اور نمی رہ گئی ہے۔ فتاوٰی خانیہ وغیرہا میں ایسا ہی ہے۔ اور خزانۃ الفتاوٰی میں یہ ہے کہ: نمناک مٹی سے تیمم کیا تو وہ اگر خشک ہونے سے زیادہ قریب ہو تو جائز ہے اور اگر تر ہونے سے زیادہ قریب ہو تو ناجائز ہے اھ۔ (ت)

اقول نفس البلل لا یمنع التیمم کما علمت من تظافر المعتمدات علیہ فکیف ما یقرب منہ فیجب

اقول خود تری تیمم سے مانع نہیں، جیسا کہ اس پر کتب معتمدہ کے باہمی اتفاق سے ناظر پر عیاں ہو چکا تو جو مٹی تری سے قریب ہو وہ کیونکر تیمم سے مانع ہوگی؟

---

[۱] شرح النقایۃ للبرجندی فصل فی التیمم مطبع نولکشور بالسرور ۱/۴۷

marfat.com

Marfat.com

حمل الجواز فیه علی معنی الحل ای انکان اقرب الی البدل بحیث یلطخ الوجه لایحل لما فیہ من المثلۃ کما سیأتی۔

لہٰذا ضروری ہے کہ عبارت بالا میں لفظ جواز کو حلت کے معنی پر محمول کیا جائے ۔۔ یعنی مٹی اگر تری سے زیادہ قریب ہو اس طرح کہ چہرے کو آلودہ کردے تو (تیمم میں اس کا استعمال) حلال نہیں کیونکہ اس میں مثلہ (صورت بگاڑنا) لازم آئے گا ۔ جیسا کہ اس کا بیان آرہا ہے (ت)

طین یعنی کیچڑ : بدائع[1] وخلاصہ[2] وبزازیہ[3] وایضاح[4] کرمانی ومعراج الدرایہ[5] وشلبیہ[6] وسراجیہ[7] ولواجیہ[8] وجتنغی[9] وبحر[10] ونہر[11] وہندیہ[12] میں اُس سے جوازِ تیمم کی تصریح ہے۔

وقد مرت عبارات البدائع و الخلاصۃ ومثل الخلاصۃ فی البزازیۃ وعن البدائع نقل فی الھندیۃ ولفظ ابن الشلبی عن الکاکی عن الکرمانی ماذکر فی الاصل انہ یلطخ الثوب بالطین ویتیمم بعد الجفاف اذاکان فی طین ردغۃ ھوقولہ اما عند ابی حنیفۃ یجوز التیمم بالطین الرطب اذا لم یعلق منہ شیئ اھ۔[1]

بدائع اور خلاصہ کی عبارتیں گزر چکیں ۔ خلاصہ ہی کے مثل بزازیہ میں بھی ہے اور بدائع سے ہندیہ میں نقل کیا ہے۔ اور ابن الشلبی کے الفاظ کاکی پھر کرمانی سے روایت کرتے ہوئے وہی ہیں جو اصل (مبسوط) میں ذکر ہوئے کہ آدمی کپڑے پر کیچڑ لگالے اور خشک ہوجانے کے بعد اس سے تیمم کرے جب سخت کیچڑ والی زمین میں ہو ۔ یہ امام محمد کا قول ہے ۔ لیکن امام ابو حنیفہ کے نزدیک تر کیچڑ سے تیمم جائز ہے جب اس میں سے کچھ بدن پر نہ چپکے اھ (ت)

اقول ای وان لم یعلق منہ شیئ کما سیأتی فی عبارۃ الامام الاجل الکرخی فیکون تصریحا بالخفی لاجل خلاف محمد لیدل علی الظاھر بالاولی اوالجواز بمعنی الحل فیتعلق بما اذا لم یعلق حذرا عن المثلۃ وفی السراجیۃ لوتیمم بالطین یجوز اھ[2] وزعم البرجندی ان فی

اقول مراد یہ ہے کہ اگرچہ اس میں سے کچھ بدن پر نہ چپکے جیسا کہ عن قریب امام اجل کرخی کی عبارت میں آرہا ہے ۔ تو یہ امام محمد کے اختلاف کی وجہ سے خفی بات کی صراحت کردیتا ہے تاکہ ظاہر بات پر بدرجۂ اولٰی دلالت ہو ۔۔۔ یا جواز بمعنی حلت ہے تو نہ چپکنے والی صورت سے اس کا تعلق مثلہ سے بچنے کے لیے ہوگا۔ سراجیہ میں ہے: "اگر کیچڑ سے تیمم کیا تو جائز

---

[1] حاشیۃ الشلبیہ مع التبیین باب التیمم مطبوعہ امیریہ بولاق مصر ۱/۳۹

[2] فتاوی سراجیۃ باب التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ص ۷

Marfat.com

الخلاصۃ لایجوز التیمم بالطین بل یلطخ بعض ثیابہ الخ[1]

ہے اھ ۔ اور برجندی نے یہ کہہ دیا کہ خلاصہ میں ہے "کیچڑ سے تیمم "جائز نہیں" بلکہ اسے اپنے کسی کپڑے میں لگالے گا الخ ۔ (ت)

اقول قدمنا نص الخلاصۃ و لیس فیہ لایجوز بل لایتیمم وقد قال متصلا بہ ومع ھذا لوتیمم بالطین فھو علی الخلاف ای یجوز عند الطرفین خلافا لابی یوسف وقال فی اواخر الکلام و علی ھذا الخلاف التیمم بالطین[2] فمن العجب نسبۃ عدم الجواز الیہ ۔

اقول : خلاصہ کی عبارت ہم پیش کرآئے ہیں اس میں لایجوز (ناجائز) نہیں بلکہ لایتیمم (تیمم نہ کرے) ہے ۔ اور اس سے متصلاً ہی یہ بھی لکھا ہے کہ "اس کے باوجود اگر کیچڑ سے تیمم کرہی لیا تو اس میں اختلاف ہے" یعنی برخلاف امام ابو یوسف کے طرفین کے نزدیک جائز ہے ۔۔۔ اور اواخر کلام پر بھی لکھا ہے "اور اسی اختلاف پر کیچڑ سے تیمم بھی ہے ۔۔۔ تو خلاصہ کی طرف عدم جواز کی بات منسوب کرنا بڑا عجیب ہے ۔ (ت)

یُوں ہی خانیہ[13] وخلاصہ میں امام کرخی[14] اور خانیہ میں امام شمس الائمہ[15] حلوانی سے اُس کا جواب نقل کیا مگر امام خجندی عدمِ جواز کے قائل ہیں ، جوہرہ نیرہ میں ہے :

لولم یجد الا الطین یلطخ بہ طرف ثوبہ اوغیرہ حتی یجف ثم یتیمم بہ و ان لم یمکنہ قال فی الجخندی[ع] لایصلی مالم یجد الماء

اگر کیچڑ کے علاوہ کچھ نہ ملے تو اسے اپنے کپڑے کے کنارے یا کسی اور چیز پر کیچڑ لگالے تاکہ وُہ خشک ہوجائے پھر اس سے تیمم کرے ، اور اگر یہ اس کے لیے ممکن نہ ہو تو خجندی میں کہا ہے ، جب تک پانی یا خشک مٹی

ع مشایخنا قالوا ھذا قول ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی فان عندہ لایجوز التیمم الا بالتراب اوالرمل اما عند ابی حنیفۃ فالتیمم بالطین جائز لانہ من اجزاء الارض[3] اھ منحۃ الخالق عن الرملی عن الولوالجیۃ ۱۲ منہ غفرلہ ۔ (م)

ہمارے مشایخ نے فرمایا یہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا قول ہے کیونکہ ان کے نزدیک مٹی یا ریت کے علاوہ کسی چیز سے تیمم جائز نہیں لیکن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک تو کیچڑ سے تیمم جائز ہے اس لیے کہ وہ زمین ہی کے اجزا سے ہے اھ منحۃ الخالق از رملی از ولوالجیہ ۱۲ منہ غفرلہ ۔ (ت)

---

[1] شرح النقایۃ للبرجندی فصل فی التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۴۷

[2] خلاصۃ الفتاوٰی مایجوز بہ التیمم " " " ۱/۳۶

[3] منحۃ الخالق ... التیمم ... ۱/۱۴۹

Marfat.com

او التراب الیابس وفی الکرخی یجوز بالطین الرطب وان لم یعلق بیدیہ والصحیح جواز التیمم بالطین عند ابی حنیفۃ وزفر[1]

نہ ملے نماز نہ پڑھے۔ اور کرخی میں ہے: تر کیچڑ سے تیمم جائز ہے اگرچہ اس کے ہاتھوں میں نہ چپکے اور صحیح یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام زفر کے نزدیک کیچڑ سے تیمم جائز ہے۔ (ت)

بلکہ محیط سے منقول ہُوا کہ بالاتفاق ناجائز ہے، رحمانیہ میں ہے:

فی المحیط لا یجوز التیمم بالطین عند الکل لان التراب لا یصیر طینا مالم یصر مغلوبا بالماء[2]

محیط میں ہے: سب کے نزدیک کیچڑ سے تیمم ناجائز ہے اس لیے کہ مٹی اُسی وقت کیچڑ ہوتی ہے جب پانی سے مغلوب ہوجائے۔ (ت)

اور تحقیق و توفیق وُہ ہے جو محیط سرخسی و محیط رضوی و حلیہ و بحرالرائق و درمختار و عالمگیریہ و فتح اللہ المعین وغیرہا میں افادہ فرمائی کہ جس کیچڑ میں پانی غالب ہے اُس سے تیمم جائز نہیں اور مٹی غالب ہے تو جائز۔ حلیہ میں ہے:

قال رضی الدین فی محیطہ الصحیح ان الطین جنس الارض الا اذا صار مغلوبا بالماء فلا یجوز[3]

رضی الدین نے اپنی محیط میں فرمایا: صحیح یہ ہے کہ کیچڑ زمین ہی کی جنس ہے مگر جب پانی سے مغلوب ہوجائے تو ناجائز ہے۔ (ت)

ہندیہ میں ہے:

وان صار طین مغلوبا بالماء فلا یجوز بہ التیمم ھکذا فی محیط السرخسی[4]

اور اگر کیچڑ پانی سے مغلوب ہو تو اس سے تیمم جائز نہیں۔ ایسا ہی محیط سرخسی میں ہے۔ (ت)

علائی و ازہری میں ہے: وطین غیر مغلوب بماء[5] (اور (تیمم جائز ہے) ایسی کیچڑ سے جو پانی سے مغلوب نہ ہو۔ ت)

بحر میں ہے:

عند ابی حنیفۃ یتیمم بالطین وھو الصحیح

امام ابوحنیفہ کے نزدیک کیچڑ سے تیمم جائز ہے اور یہی صحیح ہے

---

[1] الجوہرۃ النیرۃ — باب التیمم — مکتبہ امدادیہ ملتان — ۱/۲۵
[2] رحمانیہ
[3] حلیہ
[4] فتاوٰی ہندیۃ — الفصل الاول من التیمم — نورانی کتب خانہ پشاور — ۱/۲۷
[5] فتح اللہ المعین — باب التیمم — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۹۱

Marfat.com

الا اذا صار مغلوبا بالماء فلا یجوز التیمم بہ کذا فی المحیط[۱]۔

لیکن جب کیچڑ پانی سے مغلوب ہو تو اس سے تیمم جائز نہیں۔ ایسا ہی محیط میں ہے۔ (ت)

البتہ بلاضرورت اُس سے تیمم ناجائز یعنی مکروہ و ممنوع و گناہ ہے کہ مُنہ کیچڑ سے سا ننا صورت بگاڑنا ہے اور صورت بگاڑنا مُثلہ اور مُثلہ حرام ہے یہاں تک کہ جہاد میں حربی کافروں کو بھی مُثلہ کرنا صحیح حدیث میں منع فرمایا جن کے قتل کا حکم فرمایا اُن کے بھی مُثلہ کی اجازت نہ دی۔ افسوس اُن مسلمانوں پر کہ باہم کھیل میں ایک دوسرے کے منہ پر کیچڑ تھوپتے ہیں یا ہنسی سے کسی کے سوتے میں اُس کے مُنہ پر سیاہی لگاتے ہیں یہ سب حرام ہے اور اس سے پرہیز فرض، خلاصہ و خانیہ و بدائع وغیرہا میں کہ کیچڑ سے تیمم کی ممانعت فرمائی اور اُس کی یہ ترکیب بتائی کہ اپنے بدن یا کپڑے کے حصّے خواہ کسی اور چیز پر کیچڑ کا لیس کرلے جب وُہ خشک ہوجائے اُس سے تیمم کرے اور یہ نفیس ترکیب خود محرر المذہب سیّدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب الاصل میں ارشاد فرمائی اُس کا منشا یہی تقبیح صورت سے بچانا ہے نہ یہ کہ کیچڑ سے تیمم درست ہی نہیں۔

اقول وبہ ظہر ما فی ظاہر کلام الایضاح حیث جعل الارشاد الی ھذا الصنیع قول محمد خاصۃ وقابلہ بقولہ اما عند ابیحنیفۃ فیجوز الخ انہ صنیع سنیع مطلوب عند الامام ایضا قطعا ولیس ارشاد محمد الیہ لابطالہ التیمم بالطین۔

اقول اسی سے وُہ خامی بھی دُور ہوجاتی ہے جو امام کرمانی کی عبارتِ ایضاح کے ظاہر میں ہے اس طرح کہ اس طرز کی رہنمائی کو انھوں نے خاص امام محمد کا قول بنا دیا اور اس کے مقابلہ میں اپنی یہ عبارت لائے کہ "لیکن امام ابوحنیفہ کے نزدیک تو کیچڑ سے تیمم جائز ہے الخ ——— اور حق یہ ہے کہ یہ ایک عمدہ طریقہ ہے جو بلاشبہہ امام اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک بھی مطلوب ہے۔ اور اس طرز کی جانب امام محمد کی رہنمائی اس لیے نہیں کہ وہ کیچڑ سے تیمم باطل قرار دیتے ہیں۔ (ت)

واقرب تاویل لہ ما **اقول** یرید ان ایجاب ھذا الصنیع مطلقا سواء علق بیدہ شیئ اولا قول محمد خاصۃ لانہ ان علق لطخ وان

کلام "ایضاح" کی قریب تر تاویل وہ ہے جو میں کہتا ہُوں (**اقول**) ان کی مراد یہ ہے کہ اس ترکیب کو مطلقاً واجب قرار دینا، خواہ ہاتھ میں کچھ لگے یا نہ لگے، خاص امام محمد کا قول ہے اس لیے کہ اگر کیچڑ ہاتھ میں چپکتی ہے تو آلودگی ہوگی اور

---

[۱] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۸

marfat.com
Marfat.com

لم یعلق لم یصح التیمم عندہ اما الامام فلا یوجبہ اذا لم یعلق بیدہ شیئ۔

نہیں لگتی تو ان کے نزدیک تیمم ہی درست نہیں۔ لیکن امام اعظم اسے ہاتھ میں کچھ نہ لگنے کی صورت میں[۱] واجب نہیں کہتے۔ (ت)

و[۱] لہٰذا تصریح فرماتے ہیں کہ یہ ترکیب اس وقت ہے کہ ابھی نماز کے وقت میں اتنی وسعت ہو اور اگر دیکھے کہ ایسا کرے گا تو اُس کے خشک ہونے تک نماز کا وقت جاتا رہے گا تو لازم ہے کہ یونہی کیچڑ سے تیمم کرکے نماز پڑھ لے وقت نہ جانے دے **اقول** مگراب[۱] لازم ہوگا کہ دونوں ہتھیلیاں باہم خوب ملے رگڑے کہ جہاں تک ممکن ہو کیچڑ چھوٹ جائے اور جو حصہ رہے خشکی پر آجائے کہ جب غبار و زمین خشک پر ہاتھ مار کر جھاڑنا اور اثرِ خاک سے صاف کردینا سنّت ہوا تو یہاں وجوب چاہئے نیز تصریح فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے ایسا نہ کیا اور کیچڑ ہی سے تیمم کرلیا بُرا کیا مگر تیمم ہوگیا، خلاصہ سے گزرا،

مع ھذا لو تیمم بالطین فھو علی الخلاف[۱] اھ ای صح عند الامام والثالث خلافا للثانی رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

اس کے باوجود اگر کیچڑ سے تیمم کرلیا تو اس میں اختلاف ہے اھ ــــ یعنی امام اعظم و امام محمد کے نزدیک جائز ہے امام ابو یوسف کے نزدیک اس کے برخلاف ہے اللہ تعالٰی ان سبھی حضرات سے راضی ہو۔ (ت)

وجیز کردری میں ہے:

لا بالطین بل یلطخ جسدہ بہ فاذا جف تیمم ومع ھذا لو تیمم بہ فعلی ھذا الخلاف[۲]

کیچڑ سے تیمم جائز نہیں بلکہ اپنے جسم کے کسی ایک حصے پر کیچڑ لگائے خشک ہونے پر اس سے تیمم کرلے، اس کے باوجود اگر کیچڑ سے تیمم کرلیا تو اس میں یہی اختلاف ہے۔ (ت)

ولوالجیہ پھر رملی علی البحر پھر منحۃ الخالق میں ہے:

عند ابی حنیفۃ ان خاف ذھاب الوقت تیمم بالطین لان التیمم بالطین عندہ جائز لانہ من اجزاء الارض

امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ حکم ہے کہ اگر وقت نکلنے کا اندیشہ ہو تو کیچڑ سے تیمم کرلے کیونکہ ان کے نزدیک کیچڑ سے تیمم جائز ہے اس لیے کہ وہ اجزائے زمین

---

[۱] خلاصۃ الفتاوی فیما یجوز بہ التیمم مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۳۶

[۲] فتاوی بزازیہ علی حاشیۃ الہندیۃ الخامس فی التیمم مطبع نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۷

Marfat.com

الا انه لایتیمم قبل خوف ذھاب الوقت کیلا یتلطخ بوجھه فیصیر بمعنی المثلة۔[1]

سے ہے لیکن وقت نکلنے کے اندیشہ سے پہلے اس سے تیمم نہ کرے تاکہ چہرہ اس سے آلودہ ہو کر مُثلہ کے معنی میں نہ ہوجائے۔ (ت)

بدائع وہندیہ میں ہے:

لوکان فی طین وردغة لایجد ماء ولاصعیدا ولیس فی ثوبه وسرجه غبار یلطخ ثوبه اوبعض جسدہ بالطین فاذا جف یتمم به ولا ینبغی ان یتیمم مالم یخف ذھاب الوقت لان فیه تلطخ الوجه من غیرضرورة فیصیر بمعنی المثلة وان یتیمم به اجزأہ عند ابی حنیفة و محمد رضی اللہ تعالٰی عنھما الٰی اٰخر ماقدمنا۔[2]

کیچڑ اور دلدل میں ہو نہ پانی دستیاب ہے نہ مٹی۔ نہ کپڑے یا زین پر غبار ہی ہے تو اپنے کپڑے یا جسم کے کسی حصّے پر کیچڑ لگا لے، جب خشک ہوجائے تو اس سے تیمم کرے اور جب تک وقت نکلنے کا اندیشہ نہ ہو اس سے تیمم نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اس میں بلاضرورت چہرہ آلودہ ہوکر مُثلہ (صورت بگاڑنے) کے معنی میں ہوجاتا ہے اور اگر اس سے تیمم کرلیا تو امام ابوحنیفہ و امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک کافی ہوگا۔ آخر عبارت تک جو ہم پہلے نقل کر آئے۔ (ت)

فتاوٰی امام قاضیخان میں ہے:

ذکر شمس الائمة الحلوانی رحمه اللہ تعالٰی انه لاینبغی ان یتیمم بالطین لان فیه تلطیخ الوجه ولو فعل جاز۔[3]

شمس الائمہ حلوانی رحمہ اللہ تعالٰی نے ذکر فرمایا ہے کہ کیچڑ سے تیمم نہیں کرنا چاہئے اس لیے کہ اس میں چہرہ کی آلودگی ہوتی ہے اور اگر کر ہی لیا جائے تو جائز ہے۔ (ت)

اقول انہی[ف۱] عبارات سے ظاہر ہوا کہ بحالِ گنجائش وقت اس ترکیب پر عمل صرف مستحب نہیں بلکہ واجب ہے کہ جب وہ معنی مُثلہ میں ہے اور مثلہ حرام قطعی تو جو اس کے معنی میں ہے لااقل مکروہ تحریمی

وبه[ف۲] ظھر ضعف ماوقع فی الحلیة حیث

اسی سے اس کا ضعیف ہونا عیاں ہوجاتا ہے

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۸

[2] فتاوٰی عالمگیری " مطبع نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۷

[3] فتاوٰی قاضی خان فیما یجوز بہ التیمم مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۲۹

marfat.com

Marfat.com

قال وعلی ھذا لا یلزم المسافر ما ذکر بل یستحب لہ ذٰلك ولفظ البدائع (فذکر ما نقلنا عنھا) وکأنہ یستشھد بقولھا لاینبغی ان یتیمم ومثلہ قول شمس الائمۃ۔

جو حلیہ میں لکھ دیا ہے کہ: اس بنیاد پر عمل مذکور مسافر کے لیے لازم نہیں بلکہ مستحب ہے اور بدائع کی عبارت یہ ہے (اس کے بعد بدائع کی وہ عبارت ذکر کی جو ابھی ہم نے اس سے نقل کی) معلوم ہوتا ہے کہ وہ بدائع کے الفاظ لاینبغی ان یتیمم (تیمم نہیں کرنا چاہئے۔) سے شہادت پیش کرنا چاہتے، شمس الائمہ کے الفاظ بھی اسی کے مثل ہیں۔ (ت)

اقول ان[1] کان لھذا امیل الی عدم الوجوب فقول الخانیۃ والخلاصۃ والبزازیۃ ولولوالجیۃ والمبتغی بل وشمس الائمۃ ایضا علی روایۃ المنیۃ لایتیمم بالطین[1] ظاھر فی الوجوب فان استویا وجب الرجوع الی الدلیل وھو قاض بالوجوب کما علمت لاجرم ان صرح فی المنیۃ وغیرھا بلفظۃ لایجوز کما ستسمع وقال العلامۃ الخیر الرملی کما فی المنحۃ لما کان فی معنی المثلۃ وجب تاخیر فعلہ الی ذٰلك الوقت لئلا یباشر ما ھو فی معنی المثلۃ لغیر ضرورۃ[2] اھ

اقول: اگر ان الفاظ کا کچھ رجحان عدم وجوب کی طرف ہے تو خانیہ، خلاصہ، بزازیہ، ولوالجیہ، مبتغی بلکہ بر روایتِ منیہ شمس الائمہ کے الفاظ لایتیمم بالطین (کیچڑ سے تیمم نہ کرے) وجوب کے بارے میں واضح ہیں ـــ اگر دونوں کا پلّہ برابر ہو تو دلیل کی طرف رجوع ضروری ہوگا۔ اور دلیل وجوب ہی کا فیصلہ کرتی ہے جیسا کہ معلوم ہوچکا۔ لامحالہ منیہ وغیرہ میں لفظ "ناجائز" کی صراحت آئی ہے جیسا کہ آگے آپ سنیں گے ـــ اور علامہ خیر الدین رملی نے ـــ جیسا کہ منحۃ الخالق میں ہے، یہ فرمایا: "جب یہ مثلہ کے معنی میں ہے تو یہ عمل اُس وقت تک مؤخر کرنا واجب ہوا تاکہ بلاضرورت ایسے کام کا مرتکب نہ ہو جو مثلہ کے معنی میں ہے"۔ (ت)

اقول لکن یعکر علیہ ان لو وجب لاوجب عدم التیمم بہ الا بعد الجفاف وان خرج الوقت

اقول: لیکن اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر یہ عمل واجب ہوتا تو جب تک خشک نہ ہو اس سے عدمِ تیمم واجب کرتے اگرچہ وقت نکل جائے

---

[1] منیۃ المصلی باب التیمم مطبع عزیزیہ کشمیری بازار لاہور ص ۱۶
[2] منحۃ الخالق علی البحر الرائق باب التیمم مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۸

Marfat.com

كما هو قول الامام ابى يوسف فان المنع الشرعى ايضا مثبت للعجز عن استعمال الماء كما قدمنا فى مسألة الحباب و مسألة الهبة و مسألة المشترك بين ناس بملك فاسد فكذا ينبغى ان يثبت العجز عن استعمال هذا التراب -

جیساکہ امام ابو یوسف کا قول ہے اس لیے کہ شرعی ممانعت سے بھی پانی کے استعمال سے عجز ثابت ہوتا ہے جیساکہ ہم پہلے سبیل کے پانی، ہبہ کے مسئلہ اور چند آدمیوں کے درمیان ملک فاسد سے مشترک پانی کے مسئلہ میں بیان کر آئے ہیں تو اس مٹی کے استعمال سے بھی عجز ثابت ہونا چاہیے۔ (ت)

واقول فى الجواب بتوفيق الوهاب حفظ الوقت فريضة واتيان الفريضة اهم من ترك المكروه تحريما فلا يجعل عجزا عن التراب اذ لا بدل له بخلاف الماء فان له خلفا و هو التراب و الله تعالى اعلم بالصواب -

(اقول) خدائے وہاب کی توفیق سے اعتراض مذکور کے جواب میں، میں کہتا ہوں کہ وقت کا تحفظ فرض ہے اور فرض کی بجاآوری مکروہ تحریمی کے ترک سے اہم ہے تو اسے مٹی سے عجز نہ قرار دیا جائے گا اس لیے کہ اس کا کوئی بدل نہیں، پانی کا معاملہ اس کے برخلاف ہے کیونکہ اس کا ایک نائب و بدل مٹی موجود ہے اور خدائے تعالٰی درستی و صواب کو خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

بالجملہ مسئلہ بحمداللہ تعالٰی واضح ہے اور کیچڑ سے منع کا یہی منشا کہ ہم نے تقریر کیا اور اسی سے عبارات میں توفیق وباللہ التوفیق۔

اقول لكنها مزلة زلت فيها اقلام اعلام من قبل حمل الجواز على معنى الصحة دون الحل فاغربها ما قدمت عن البرجندى حيث عزا الى الخلاصة ما عزا و لم يبال بما صرح به فى نفس السطر و بعد بعدة اسطر و منها ما قدمنا عن الايضاح ان لم يؤول بما فتح على الفتاح و منها قال فى المنية لا يجوز التيمم بالطين قال شمس الائمة الحلوانى رحمه الله تعالى لا يتيمم

اقول: لیکن یہ ایک پھسلن ہے جہاں متعدد علمائے اعلام کے قلم لفظ جواز کو بجائے حلت کے صحت کے معنی پر محمول کر لینے کی وجہ سے لغزش کھا چکے ہیں — (۱) سب سے زیادہ عجیب و غریب وہ ہے جو برجندی سے میں نے نقل کیا کہ انہوں نے خلاصہ کی طرف منسوب کر ڈالا وہ سب جو منسوب کیا، اور اس کا خیال نہ کیا جو صاحب خلاصہ نے خود اسی سطر میں اور پھر چند سطر بعد بھی صراحت فرمائی ہے — (۲) وہ بھی ہم نے امام کرمانی کی ایضاح سے نقل کیا، اگر اس کی وہ تاویل نہ کی جائے جو فقیر پر خدائے فتاح نے

marfat.com
Marfat.com

بالطین وان فعل یجوز اھ[1] هذا ما فی نسختنا المتن وعلیها شرح فی الغنیة ووقع فی نسخة شرحها فی الحلیة قال شمس الائمة لایجوز التیمم بالطین وان فعل یجوز اھ[2] قال فی الحلیة الجواز به قال الکرخی وعلیه مشی شمس الائمة الحلوانی الا انه قال لاینبغی ان یتیمم به لان فیه تلطیخ الوجه ولوفعل جاز ذکر عنه بهذا اللفظ قاضیخان فی فتاواه لابا للفظ الذی حکاه المصنف عنه فان ظاهره التناقض[3]۔

منکشف فرمائی۔ (۳) منیہ میں کہا: "کیچڑ سے تیمم جائز نہیں۔ شمس الائمہ حلوانی رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: کیچڑ سے تیمم نہ کرے"، اور اگر کرلیا تو جائز ہے"۔ اھ۔ یہ ہمارے نسخۂ متن میں ہے۔ اسی نسخہ پر شرح غنیہ بھی ہے۔ اور ایک دوسرے نسخہ میں جس پر شرح حلیہ ہے یوں لکھا ہے: "شمس الائمہ نے فرمایا: کیچڑ سے تیمم جائز نہیں" اور اگر کرلیا تو جائز ہے" اھ۔ حلیہ میں لکھا: "اس سے جواز کے قائل کرخی ہیں اور اسی پر شمس الائمہ حلوانی بھی گئے ہیں مگر انھوں نے یہ فرمایا کہ اس سے تیمم نہیں کرنا چاہیے اس لیے کہ اس میں چہرہ کی آلودگی ہوتی ہے اور اگر کرلیا تو جائز ہے۔ ان سے ان ہی الفاظ کے ساتھ قاضی خان نے اپنے فتاوٰی میں نقل کیا ہے ان الفاظ میں نہیں جو ان سے مصنف نے حکایت کی اس لیے کہ اس کا ظاہر تو تناقض ہے اھ" (ت)

اقول: من سمع هذا لایتبادر ذهنه الا الی ان لایجوز بمعنی لایحل و یجوز بمعنی یصح والظاهر هو المتبادر غیر ان الشارح العلامة لایسلم عدم الحل ایضا کما تقدم فلم یستقم له هذا المعنی الواضح ومنها قال فی البحر وقید الجواز بالطین الولوالجی فی فتاواه وصاحب المبتغی بان

اقول: جو بھی یہ سنے گا اس کا ذہن اسی بات کی طرف جائے گا کہ لایجوز (جائز نہیں)، لایحل (حلال نہیں) کے معنی میں ہے۔ اور یجوز (جائز ہے) یصح (درست ہے) کے معنی میں ہے۔ اور ظاہر بھی متبادر ہوتا ہے۔ مگر شارح علامہ عدم حلت بھی نہیں مانتے جیسا کہ گزر چکا اس لیے یہ واضح معنی ان کے لیے راست نہ آسکا۔ (۴) بحر میں فرمایا: "ولوالجی نے اپنے فتاوٰی میں، اور صاحب مبتغی نے بھی کیچڑ سے جواز

---

[1] منیۃ المصلی باب التیمم مطبع عزیزیہ کشمیری بازار لاہور ص ۱۶

[2] غنیۃ المستملی " مطبع سہیل اکیڈمی لاہور ص ۷۰

[3] حلیہ

Marfat.com

یخاف خروج الوقت اما قبله فلا کیلا یتلطخ وجهه فیصیر بمعنی المثلة من غیر ضرورة وھو قید حسن ینبغی حفظه[1] اھ

کو اس بات سے مقید کیا ہے کہ وقت نکلنے کا اندیشہ ہو۔ اس سے قبل جائز نہیں تاکہ چہرہ آلودہ ہو کر بلاضرورت مُثلہ کے معنی میں نہ ہو جائے۔ اور یہ اچھی قید ہے جسے یاد رکھنا چاہیے"۔

اقول فانظر الی التعلیل ھل یرشد الی عدم الجواز بمعنی الحل ام بمعنی الصحة فاندفع[2] وللّٰہ الحمد ما رد به علیه اخوہ المدقق فی النھر والعلامة الرملی فی حاشیة البحر وتبعھما ش فی المنحة فاھمین انه یقول قید به الولوالجی صحة التیمم بالطین فلو تیمم به قبل ذھاب الوقت لم یصح و لعل ھذا شیئ لم یخطر ببال المحقق البحر ولا ارادہ ؛ ولا فی عبارته ما عینه او افادہ ؛

اقول : بیانِ علت پر غور کیجئے کیا اس سے اس بات کی راہ ملتی ہے کہ جواز بمعنی حلت کا عدم مراد ہے یا بمعنی صحت کا؟ — تو بحمد اللہ وہ اعتراض دفع ہو گیا جس سے صاحبِ بحر پر ان کے برادر مدقق نے نہر میں اور علامہ رملی نے حاشیۂ بحر میں رد کیا اور علامہ شامی نے منحۃ الخالق میں ان دونوں حضرات کی پیروی کی۔ بہ سبب ان حضرات نے یہ سمجھتے ہوئے کیا کہ صاحبِ بحر یہ فرما رہے ہیں کہ کیچڑ سے تیمم درست ہونے کے لیے ولوالجی نے یہ قید لگائی ہے تو اگر اس سے وقت نکلنے (کے اندیشہ) سے پہلے تیمم کر لیا تو وہ درست ہی نہ ہُوا — اور شاید یہ معنی ایسا ہے جو محقق بحر کے خیال میں بھی نہ آیا ہو، نہ ہی انہوں نے یہ مراد لیا، نہ ہی ان کی عبارت میں کوئی ایسا لفظ ہے جس سے اس کی تعیین ہو یا جس سے یہ مستفاد ہو۔ (ت)

نعم فی عبارته ما یوھم[3] ظاھرہ انه حمل حکم تلطیخ الثوب علی عدم الجواز به قبل الجفاف حیث قابله بقول الامام بالجواز اذ قال اذا لم یجد الا الطین یلطخه بثوبه فاذا جف تیمم به

ہاں ان کی عبارت میں ایک امر ایسا ہے جس کے ظاہر سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ انہوں نے کپڑے میں کیچڑ لگانے کا حکم اس پر محمول کیا ہے کہ سُوکھنے سے پہلے کیچڑ سے تیمم جائز ہی نہیں اس طرح کہ اس کے مقابلہ میں امام کا قول جواز پیش کیا ہے۔ عبارت یُوں ہے: "جب کیچڑ کے سوا کچھ نہ ملے تو اسے کپڑے میں

---

[1] البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۸

marfat.com
Marfat.com

وقیل عند ابی حنیفۃ یتیمم بالطین وھو الصحیح لان الواجب عندہ وضع الید علی الارض لا استعمال جزء منہ والطین من جنس الارض الا اذا صار مغلوبا بالماء فلا یجوز التیمم کذا فی المحیط[۱] اھ وھو لیس اول من ذھب وھلہ الی ھذا۔ ثم ما ذکر فی تعلیل قول الامام یوھم ان الطین لا یعلق منہ شیئ بالید او ان ھذا ھو الغالب فیہ وھو عکس ما سلکہ فی البدائع والصواب مع ملک العلماء واللہ تعالٰی اعلم۔

لگالے جب خشک ہوجائے تو اس سے تیمم کرے اور کہا گیا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک کیچڑ سے تیمم کرلے گا۔ اور یہی صحیح ہے کیونکہ ان کے نزدیک واجب یہی ہے کہ زمین پر ہاتھ رکھے اس کے کسی جز کو استعمال کرنا واجب نہیں اور کیچڑ جنسِ زمین ہی سے ہے۔ مگر جب پانی سے مغلوب ہو تو اس سے تیمم جائز نہیں۔ ایسا ہی محیط میں ہے" اھ اور یہ پہلے شخص نہیں جن کا وہم غیر ارادی طور پر اس طرف چلا گیا پھر امام اعظم کے قول کی علت بتاتے ہُوئے جو انہوں نے ذکر کیا اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ کیچڑ سے ہاتھ میں کچھ لگتا نہیں یا اس میں اکثر یہی ہوتا ہے —— یہ اس راہ کے برعکس ہے جس پر صاحب بدائع گام زن ہُوئے اور صواب ملک العلماء کے ساتھ ہے۔ اور خدائے برتر خوب جانتا ہے۔ (ت)

زمینِ وخاکِ سوختہ ۔ ان میں عبارات دو طور پر آئیں، اوّل بلا قید جائز ہے مختارات[۱] النوازل حلیہ[۲] ظہیریہ[۳] اصح ہے فتح[۴] ظہیریۃ[۵] ھندیۃ[۶] مبتغی[۷] حلیہ[۸] اسی پر فتوی ہے جوا[۹] ھر الاخلاطی غیاثیۃ[۱۰] نصاب[۱۱] حلیۃ۔

دوم اگر راکھ پر خاک غالب ہو جائز ہے ورنہ نہیں خانیہ[۱] بحر[۲] دُرر[۳] خادمی[۴] مراقی[۵]۔ بل جمع بینہما فقال یجوز بالارض المحترقۃ والطین المحرق الذی لیس بہ سرقین قبلہ والارض المحترقۃ ان لم یغلب علیہا الرماد[۲] (بلکہ انہوں نے دونوں کو جمع کرکے یُوں کہا: جلی ہوئی زمین اور اس جلائی ہُوئی مٹی سے تیمم جائز ہے جس میں پہلے گوبر نہ تھا، اور جلی ہُوئی زمین سے، اگر اس پر راکھ غالب نہ ہو۔ ت)

اقول تحقیق یہ ہے کہ مسئلہ فی نفسہا مطلق بلا قید ہے کہ زمین وخاک جل کر راکھ نہیں ہوسکتیں ہاں ان میں پرکھتی یا گھاس وغیرہ اور اشیا تھیں اور وہ جلائی گئیں اور اُن کی راکھ خاک سے ملی تو یہاں وہ قید غلبہ ملحوظ ہوگی۔ طحطاوی وشامی میں ہے:

---

[۱] البحر الرائق باب التیمم مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۸

[۲] مراقی الفلاح " مطبع الازہریہ مصر ص ۶۸

Marfat.com

ای احترق ماعلیها من النبات واختلط الرماد بترابها فحینئذ یعتبر الغالب[1]۔

یعنی زمین پر اُگے ہُوئے گھاس پودے جل گئے اور زمین کی مٹی سے راکھ خلط ہوگئی، ایسی صورت میں جو غالب ہے اس کا اعتبار ہوگا۔ (ت)

طحطاوی علی المراقی میں قول مکرر مراقی پر ہے:

الاولی الاکتفاء بھذہ عن قولہ سابقا وبالارض المحترقۃ الا ان یحمل ماسبق علی ان الارض احرق ترابھا من غیر مخالط[2]۔

اپنی پہلی عبارت "اور جلی ہُوئی زمین" کی بجائے اسی پر اکتفا کرنا بہتر تھا۔ مگر یہ کہ ماسبق کو اس پر محمول کریں کہ زمین کی مٹی کسی اور چیز کی آمیزش کے بغیر جلالی گئی۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

فی قاضیخان اذا احترقت الارض بالنار ان اختلطت بالرماد یعتبر فیہ الغالب ان کانت الغلبۃ للتراب جاز بہ التیمم والافلا وفی فتح القدیر یجوز فی الاصح لم یفصل والظاہر التفصیل[3] اھ۔

قاضیخان میں ہے: جب زمین آگ سے جل جائے تو اگر وُہ راکھ سے مخلوط ہو تو اس میں اعتبار اس کا ہوگا جو غالب ہے۔ اگر مٹی غالب ہے تو اس سے تیمم جائز ہے ورنہ نہیں ___ اور فتح القدیر میں ہے: "مذہب اصح میں جائز ہے" ___ انہوں نے تفصیل نہ کی اور ظاہر یہ ہے کہ تفصیل ہونی چاہئے اھ (ت)

اقول انما صحح الجواز بارض محترقۃ ولا تفصیل فیھا کما علمت انما یجیئ التفصیل من قبل المخالط ولا ذکر لہ ھنا فاذا جاء علی ذکرہ صرح باعتبار الغلبۃ نقلا عن الخانیۃ ھذا۔

اقول: انہوں نے جلی ہوئی زمین ہی سے توجواز کو صحیح بتایا ہے۔ یقیناً اس میں کوئی تفصیل نہیں جیسا کہ معلوم ہوچکا۔ تفصیل تو مخالط کی جہت سے ہوتی ہے اور اس کا یہاں کوئی ذکر ہی نہیں۔ جب اس کے ذکر پر آئے تو بہ نقل خانیہ اعتبار غلبہ کی صراحت فرمائی۔ یہ ذہن نشین رہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۷۷
[2] مراقی الفلاح " مطبع الازہریہ مصر ص ۶۸
[3] البحرالرائق " مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۸

marfat.com
Marfat.com

وما ذکر الشرنبلالی فی الطین المحرق فاقول یترای[1] لی ان یستثنی منه ما اذا کان السرجین قلیلا، واحرق طویلا، حتی ذهب عہ۱ السرقین، وطهر الطین، فان الاحراق عہ۲ ایضا من المطهرات بالیقین، ولیست النار کالشمس والریح عہ۳ فیما مر، بل لا تبقی ولا تذر، نسأل الله تعالی ان یعافینا منها ومن کل شر۔

اور شرنبلالی نے جلائی گئی مٹی کے بارے میں جو ذکر کیا **فاقول** اس سے متعلق میرا خیال یہ ہے کہ اس سے اُس صورت کا استثنا ہونا چاہیے جب گوبر کم رہا ہو اور دیر تک جلایا گیا ہو یہاں تک کہ گوبر ختم ہوگیا اور مٹی پاک ہوگئی۔ اس لیے کہ جلانا بھی یقیناً پاک کرنے والی چیزوں میں ہے اور آگ کا معاملہ دھوپ اور ہوا کی طرح نہیں بلکہ جس پر گزرتی ہے کچھ بچاتی چھوڑتی نہیں۔ خدا ہی سے سوال ہے کہ ہمیں اس سے اور ہر شر سے عافیت عطا فرمائے۔ (ت)

رماد یعنی خاکستر۔ عامہ کتب مثل خانیہ وظہیریہ وسراجیہ وخزانۃ المفتین ومحیط وکافی وصدر الشریعۃ

عہ۱ ان فنی فذاك وان ابقی رمادا فالمعتمد طهارته لانقلاب العین والفرض انه قلیل مغلوب بالتراب ۱۲ منه غفرله (م)

اگر ختم ہوگیا تب تو صرف مٹی رہی۔ اور اگر راکھ ہوکر رہ گیا تو معتمد یہ ہے کہ وہ پاک ہے اس لیے کہ گوبر مٹی سے بدل گیا۔ فرض یہ کیا گیا ہے کہ گوبر کم اور مٹی سے مغلوب ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عہ۲ تنور رش بماء نجس (او بال فیه صبی حلیه اھ ش) لاباس بالخبز فیه در مختار بعد ذهاب البلة النجسة بالنار خانیة اھ ش کطین تنجس فجعل منه کوز بعد جعله علی النار تنویر[2] ۱۲ منه غفرله (م)

کسی تنور میں نجس پانی چھڑکا گیا (یا اس میں کسی بچے نے پیشاب کر دیا۔ حلیہ اھ ش) تو اس کے اندر روٹی پکانے میں کوئی حرج نہیں۔ درمختار۔ اس کے بعد کہ آگ سے ناپاک تری ختم ہوچکی ہو۔ خانیہ اھ ش۔ جیسے وہ مٹی جو ناپاک ہوگئی پھر اس سے آگ پر پکا کر کوزہ تیار کیا گیا۔ تنویر۔ (ت)

عہ۳ یرید ما تقدم فی صدر الرسالة عن ملك العلماء ان احراق الشمس ونسف الریاح اثرها فی تقلیل النجاسة دون استئصالها ۱۲ منه غفرله (م)

اس سے اس کی طرف اشارہ مقصود ہے جو شروع رسالہ میں ملک العلما کے حوالہ سے گزرا کہ نجاست دھوپ کے جلانے، اور ہوا کے اڑانے سے کم ہوجاتی ہے ختم نہیں ہوجاتی ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] ردالمحتار مع الدرالمختار شرح تنویر الابصار باب الانجاس دار احیاء التراث بیروت ۱/ ۲۱۰

Marfat.com

وفیہ و درایہ وشلبیہ وجوہرہ وبحر وہندیہ وغیرہا میں اس سے عدم جواز کی تصریح ہے حلیہ میں میں شرح جامع صغیر امام قاضیخان سے ہے یہی صحیح ہے بدائع وخلاصہ میں ہے اس پر اجماع ہے لکن فی البرجندی عن النصاب قال ابو القاسم یجوز و ابو نصر لاوبہ ناخذ اھ (لیکن برجندی میں نصاب کے حوالہ سے لکھا ہے: "ابو القاسم نے فرمایا: جائز ہے۔ اور ابو نصر نے فرمایا: ناجائز ہے۔ اور ہم اسی کو لیتے ہیں" اھ۔ ت)

اقول النصاب والخلاصۃ لامام واحد ولفظہ فیھا بالاٰجر یجوز عند ابی حنیفۃ وعن محمد روایتان وقول ابی یوسف متردد واجمعوا انہ لو تیمم بالرماد لا یجوز اھ فالکنایۃ للائمۃ الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم فلا ینفی خلاف بعض المشایخ وما استنبط البرجندی عن زاد الفقہاء قدمنا ما فیہ۔

اقول: نصاب اور خلاصہ ایک ہی امام کی تصنیف ہیں، اور خلاصہ میں ان کے الفاظ یہ ہیں: "پکی اینٹ سے امام ابوحنیفہ کے نزدیک تیمم جائز ہے اور امام محمد سے دو روایتیں آئی ہیں۔ اور امام ابو یوسف کا قول متردد ہے اور اس پر ان حضرات کا اتفاق ہے کہ اگر راکھ سے تیمم کیا تو ناجائز ہے" اھ۔ اس عبارت میں "ان حضرات" سے تینوں ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی طرف اشارہ ہے جس سے بعض مشائخ کے درمیان اختلاف کی نفی نہیں ہوتی —— اور برجندی نے زاد الفقہا سے جو استنباط کیا اس کی خامی ہم پہلے بیان کرچکے ہیں (ت)

اور اس سے مراد لکڑی یا اُس کے مثل اور اشیاء غیر جنس ارض کی راکھ ہے پتھر کی راکھ سے جواز اور یہ کہ اُس سے چُونا مراد اُوپر گزرا، بدائع میں ہے: بالاجماع لانہ من اجزاء الخشبۃ (بالاجماع —— اس لیے کہ وہ لکڑی کے اجزا سے ہے۔ ت) فتاوٰی امام قاضیخان میں ہے: لانہ من اجزاء الشجر لا من اجزاء الارض اھ (اس لیے کہ وہ درخت کا جُز ہے زمین کا جُز نہیں۔ ت)

اقول واحسن منھما ما فی شرحہ للجامع الصغیر لا یجوز بالرماد فی الصحیح من الجواب لانہ لیس من اجزاء

اقول: ان دونوں عبارتوں سے بہتر وہ ہے جو ان کی شرح جامع صغیر میں ہے کہ "صحیح جواب یہ ہے کہ راکھ سے تیمم جائز نہیں اس لیے کہ وہ اجزائے زمین

۱؎ شرح النقایۃ للبرجندی فصل فی التیمم مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۴۷
۲؎ خلاصۃ الفتاوی فصل فیما یجوز بہ التیمم ″ ۱/۳۶
۳؎ بدائع الصنائع فصل فی بیان ما یجوز بہ التیمم مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۴
۴؎ قاضیخان فصل فیما یجوز بہ التیمم مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۲۹

marfat.com
Marfat.com

الارض اھ[1] لشموله رماد کل مالیس من جنس الارض۔

سے نہیں" اھ۔ اس لیے کہ یہ عبارت ہر اُس چیز کی راکھ کو شامل ہے جو جنسِ زمین سے نہیں۔

فان قلت ما الترمد[2] الا ذھاب الاجزاء الرطبة وبقاء الیابسة ومعلوم ان الناریة لا تبقی فما ھی الا اجزاء ارضیة فلم لا یجوز التیمم بھا۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ راکھ ہونا یہی تو ہے کہ تر اجزا ختم ہوجائیں اور خشک اجزا رہ جائیں۔ اور معلوم ہے کہ ناری اجزا بھی باقی نہیں رہ جاتے تو صرف زمینی اجزا رہے۔ پھر ان سے تیمم کیوں جائز نہیں؟

اقول کانه الی ھذا نظر الامام الصفار والصواب ان البسائط لا تبقی علی حقائقها فی امثال المرکبات فکما ان مائیة تقطر من الشجر لیست من اجزاء الماء حتی لم یجز التوضی بها فکذلك الرماد لیست من اجزاء الارض بل اجزاء ذلك الشیئ بعد انقلاب الاعیان فلم یجز التیمم به والیه یشیر ما مرّ انفا عن الامامین ملك العلماء وفقیه النفس رحمهما الله تعالٰی۔

میں کہوں گا (اقول) معلوم ہوتا ہے کہ اسی امر کی طرف امام صفار نے نظر فرمائی ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ امثال مرکبات میں بسائط اپنی حقیقتوں پر باقی نہیں رہتے جیسے وہ مائیۃ جو درخت سے ٹپکتی ہے پانی کے اجزا سے نہیں یہاں تک کہ اس سے وضو جائز نہیں تو اسی طرح راکھ بھی زمین کے اجزا سے نہیں، بلکہ اسی شَے کے اجزا انقلابِ اعیان کے بعد بھی ہیں تو اس سے تیمم جائز نہیں اسی کی طرف اس کا بھی اشارہ ہے جو ابھی امام ملک العلماء اور امام فقیہ النفس کے حوالہ سے گزرا، رحمہما اللہ تعالٰی (ت)

آجُر[3] یعنی پکّی اینٹ ۔ عامۂ کتب مثل خانیہ[1] وخلاصہ[2] وخزانۃ[3] المفتین ومنیہ[4] وشراجیہ[5] و کافی[6] ونہر[7] وغیرہا میں اُس سے مطلقاً جواز کی تصریح ہے تبیین الحقائق[8] میں ہے یہی ظاہر الروایۃ ہے[9] مختارات النوازل[10] وحلیہ[11] وفتح[12] وبحر[13] وہندیہ میں ہے یہی صحیح ہے فتح اللہ[14] المعین میں ہے یہی اصح ہے

تنبیہ: یہاں تک تو کوئی اختلاف[ع] قابلِ لحاظ نہیں کہ جب یہی ظاہر الروایۃ اور یہی صحیح ہے

ع روایت خلاف بہ ہے:

فی محیط الشیخ رضی الدین لا یجوز

محیط شیخ رضی الدین میں ہے کہ ایک روایت کے مطابق

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] شرح جامع صغیر للقاضی خان

Marfat.com

توخلاف کی گنجائش نہ رہی مگر ایک صورت خلط کی ہے کہ اُس میں غیر جنس ارض سے کوئی شے مل ہو عامۂ مشایخ نے اسے خزف یعنی ٹھیکری میں ذکر فرمایا اور فتح القدیر نے خشتِ پختہ میں **اقول** ہے یہ کہ اینٹ میں کوئی اور چیز ملاکر پکانے کا دستور نہیں اگر خلط ہوگا تو خس و خاشاک کا، اور اب مسئلہ غلبہ مخالط اُس سے متعلق نہ ہوگا کہ اینٹ کی مٹی میں کوڑا اتنا نہیں ہوتا بخلاف خزف جیسے گلِ خوردنی کے طباق کہ اور خوردنی چیزیں ملاکر پکائے جاتے ہیں بہرحال مسئلہ میں خصوصیت نہ خزف کی ہے نہ آجر کی بلکہ جس مٹی میں غیر کا خلط ہوگا وہی احکام پیدا ہوں گے لہٰذا ہم مسئلہ خلط کو مستقل لکھیں گے اِن شاء اللہ تعالٰی۔

سبخہ[۲۵] یعنی زمین نمک زار۔ اس میں عبارات چار طور پر ہیں،

(۱) اطلاق جواز خانیہ[۱] نوازل[۲] خزانہ[۳] فتح[۴] شرح[۵] مختصر الطحاوی منیہ[۶] نہر[۷] ط[۸]۔

(۲) اگر آب نمک میں غرق ہوجائز نہیں غنیۃ وقد تقدم وقال ایضا تحت قول المنیۃ السبخۃ بمنزلۃ الملح مانصہ فان غلب علیھا النز لا یجوز التیمم بھا کالملح المائی وان غلب التراب جاز کالملح الجبلی[۱] اھ (غنیہ۔ اس کا کلام گزر چکا۔ اور منیہ کی عبارت "السبخۃ بمنزلۃ الملح" (زمین نمک زار نمک کے درجہ میں ہے) کے تحت غنیہ میں یہ بھی تحریر ہے:" تو اگر اس میں پھوٹنے والی تری کا غلبہ ہو تو اس سے تیمم جائز نہیں جیسے پانی والے نمک سے جائز نہیں اور اگر مٹی کا غلبہ ہو تو جائز ہے جیسے پہاڑی نمک سے جائز ہے"۔ اھ۔ (ت)

اقول اراد التشبیہ فی نفس الجواز **اقول**: ان کا مقصد صرف جواز و عدمِ جواز

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بالآجر فی روایۃ لانہ بالطبخ تغیر عن حالہ وصار بحال لا یوجد مثلہ من جنسہ خلقۃ فی الارض وفی ظاھر الروایۃ یجوز لانہ طین متحجر فیکون کالحجر الاصلی اھ حلیۃ ۱۲ منہ غفر لہ (م)

پکی اینٹ سے تیمم جائز نہیں۔ کیونکہ پکانے کی وجہ سے اپنے حال سے بدل گئی ہے۔ اور ایسے حال پر ہوگئی ہے کہ اس کی جنس سے تخلیق کے اعتبار سے اس کی مثل زمین میں نہیں پائی جاتی۔ اور ظاہر الروایۃ کے مطابق اس سے تیمم جائز ہے کیونکہ یہ کیچڑ والا پتھر ہے لہٰذا اس کا حکم اصلی پتھر کی طرح ہوگا۔ (ت)

---

[۱] غنیۃ المستملی فصل فی التیمم مطبع سہیل اکیڈمی لاہور ص ۷۸

marfat.com
Marfat.com

وعدمه والا فالملح الجبلی نفسه من جنس الارض اذان التراب غالب فیه والملح المائی من اجزاء الماء لامن ماء غالب و تراب۔

میں تشبیہ دینا ہے ورنہ پہاڑی نمک تو خود جنس زمین سے ہے یہ نہیں کہ اس میں مٹی غالب ہے اور آبی نمک پانی کے اجزا سے ہے ایسا نہیں کہ آبِ غالب اور مٹی سے ملا ہُوا ہے۔ (ت)

ثمّ اقول (پھر میں کہتا ہُوں۔ت) یہ ضرور ملحوظ ہے اور اطلاق کتب بر بنائے غالب احوال کما اشار الیه فی الغنیة (جیسا کہ غنیہ میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ت)

(۳) وہ نمک اگر مٹی سے ہے جائز ہے اور اگر پانی سے بنا ہے ناجائز ہے خلاصہ[1] بحر[2] ھندیہ[3] محیط[4] رضوی خزانة[5] المفتاوی حلیہ[6]۔

(۴) تصریح تعمیم اگرچہ نمک پانی سے ہو جب بھی جائز جب تک پانی غالب نہ ہو یہ حلیہ کی بحث ہے:

حیث قال علی قول الاسبیجابی یجوز التیمم بالسبخة ھذا باطلاقه یفید الجواز بھا سواء کانت مائیة اومنعقدة من الارض وھو بقول ابی حنیفة و محمد اشبه لان غایة المائیة انھا ارض ذات نز وانھا طین وقد صرح فی الخلاصة انھما علی الخلاف وکذا صرح غیرہ فی الطین اللھم اذا کان الماء غالبا کما سنذکرہ و یحمل عدم الجواز بالمائیة علی ھذا[1] اھ۔

اسبیجابی کی عبارت "نمک زار سے تیم جائز ہے" پر صاحبِ حلیہ یہ لکھتے ہیں: اس کلام کے اطلاق سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ نمک زار سے مطلقاً تیم جائز ہے خواہ آبی ہو یا زمین سے بنا ہو اور یہ امام ابو حنیفہ و امام محمد کے قول کے زیادہ مناسب ہے اس لیے کہ آبی زیادہ سے زیادہ یہ کہ تری والی زمین ہے اور وہ مٹی ہی ہے۔ اور خلاصہ میں تصریح فرمائی ہے کہ دونوں ہی میں اختلاف ہے۔ اسی طرح دوسرے حضرات نے ــــ خاکی کے بارے میں صراحت کی ہے ــــ شاید یہ اس صورت میں ہو جب پانی کا غلبہ ہو جیسا کہ ہم عنقریب ذکر کریں گے، اور آبی سے عدمِ جواز بھی اسی پر محمول ہوگا۔ اھ۔ (ت)

اقول بلکہ نمک آبی و ترابی میں فرق ظاہر ہے اور قولِ فیصل یہ ہے کہ روئے زمین پر اگر خشک یا خفیف نم کا نمک پھیلا ہے تو اگر نمک ترابی ہے جائز اور آبی ہے تو ناجائز ہے فان علی وجه الارض غیر جنسھا کانیة مدھونة او مصبوغة بغیر جنس الارض (اس لیے کہ روئے زمین پر

---

[1] حلیہ

Marfat.com

غیر جنس زمین ہے جیسے غیر جنس زمین سے پالش کیے ہوئے یا رنگے ہوئے برتن۔ ت) یہی قول سوم کا منشا اور اسی کی صورت اولٰی پر قول اول محمول۔

اقول اور اس کا اطلاق اس لیے کہ غالباً زمین شور میں نمک ترابی ہی ہوتا ہے اور اگر نمک کا پانی پھیلا ہے مطلقاً ناجائز لغلبة المائية (کیونکہ پانی غالب ہے۔ ت) اور یہی قول دوم ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

نمک[۵۳] ۔ اگر آبی ہو ناجائز فتح[۱] منیہ[۲] خلاصہ[۳] جوھرہ[۴] محیط[۵] درر[۶] بزازیہ[۷] سراجیہ[۸] ظہیریہ[۹] خزانہ[۱۰] اس پر اتفاق ہے تبیین[۱۱] بحر[۱۲] عبدالحلیم[۱۳] شرنبلالی[۱۴] خادمی[۱۵] اور اگر جبلی ہو **اقول** یعنی اجزائے ارض سے بنا ہو خواہ پہاڑ سے نکلے یا زمین شور سے دو۲ روایتیں ہیں تبیین اور دونوں طرف تصحیحین بحر امام شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا: اصح یہ کہ ناجائز ہے ذکرہ فی المستغنی (اسے مستغنی میں ذکر کیا ہے۔ ت) خلاصہ۔ اسی طرح امام فقیہ النفس نے شرح جامع صغیر میں فرمایا:

من الناس من قال یجوز بالملح الجبلی والاصح انه لا یجوز[۱] اھ حلیہ۔

کچھ لوگ اس کے قائل ہیں کہ پہاڑی نمک سے جائز ہے اور اصح یہ ہے کہ ناجائز ہے۔ اھ حلیہ۔ (ت)

امام شمس الائمہ سرخسی کی طرف بھی منسوب ہوا کہ میرے نزدیک صحیح عدم جواز ہے۔

ففی المنية طبع الھند ان کان جبليا یجوز و قال شمس الائمة السرخسی الصحیح عندی انه لا یجوز کذا ذکرہ فی المحیط[۲] اھ وفی الغنية طبع قسطنطينية جعل لفظ السرخسی من الشرح[۳] وفی الحلية (م) قال شمس الائمة (ش) وفی بعض النسخ بزیادۃ السرخسی ونقل ھذا فی الخلاصة عن الحلوانی فلعله عنهما[۴] اھ۔

منیہ مطبوعہ ہند میں ہے: "اگر پہاڑی ہو جائز ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا: میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں، ایسا ہی انہوں نے محیط میں ذکر کیا" اھ۔ اور غنیہ مطبوعہ قسطنطنیہ میں لفظ "سرخسی" شرح میں رکھا ہے۔ اور حلیہ میں یہ ہے: "(متن) شمس الائمہ نے فرمایا (شرح) اور بعض نسخوں میں لفظ "سرخسی" کے اضافہ کے ساتھ ہے۔ اور خلاصہ میں اسے حلوانی سے نقل کیا ہے تو شاید یہ دونوں ہی (شمس الائمہ سرخسی وحلوانی) سے مروی ہو۔" اھ (ت)

---

[۱] شرح الجامع الصغیر للقاضی خان

[۲] منیۃ المصلی باب التیمم مطبع عزیزیہ کشمیری بازار لاہور ص ۱۶

[۳] غنیۃ المستملی باب التیمم

[۴] حلیہ

marfat.com

Marfat.com

اقول قال فی السراجیۃ قال الشیخ الامام السرخسی وحسام الدین اذا کان جبلیا یجوز وان مائیا لا[1] اھ فالظاھر ان السرخسی وقع فی تلك النسخۃ سھوا مکان الحلوانی اوعن السرخسی روایتان واللہ تعالٰی اعلم۔

اقول (میں کہتا ہوں) سراجیہ میں لکھا ہے، "شیخ امام سرخسی اور حسام الدین نے فرمایا" پہاڑی ہو تو جائز ہے اور اگر آبی ہو تو جائز نہیں"۔ اھ تو ظاہر یہ ہے کہ اس نسخہ میں حلوانی کی جگہ سرخسی سہواً آگیا ہے یا یہ کہ سرخسی سے دو روایتیں ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

اس قول کی وجہ یہ بیان کی گئی کہ وہ پگھلتا ہے۔ تبیین۔

ونقلہ فی الشلبیۃ عن الدرایۃ عن قاضیخان ای فی شرحہ للجامع الصغیر اوکتاب اٰخر لافی فتاواہ کما قد یتوھم من قولہ وفی قاضیخان الخ وفصلہ فی الغنیۃ بقولہ کان وجھہ انہ لما استحال التحق بالمائی لتبدل طبعہ الی طبعہ حتی انہ یذوب فی الماء وینحل بالبرد ویشتد بالحر کالمائی فخرج من کونہ من اجزاء الارض[2] اھ۔

اور اسے شلبیہ میں درایہ سے اس میں قاضیخان سے یعنی ان کی شرح جامع صغیر یا کسی اور کتاب سے نقل کیا ہے۔ یہ اُن کے فتاوٰی میں نہیں جیسا کہ ان کی عبارت "وفی قاضیخان الخ" سے وہم ہوتا ہے ـــ اور غنیہ میں اس کی تفصیل ان الفاظ میں کی ہے "گویا اس کی وجہ یہ ہوگی کہ جب وہ بدل گیا تو آبی سے لاحق ہوگیا کیونکہ اس کی طبیعت، آبی کی طبیعت میں تبدیل ہوگئی یہاں تک کہ وہ بھی پانی میں پگھلتا، سردی سے گھلتا، اور گرمی سے سخت ہوتا ہے جیسے آبی کا حال ہے اس لیے وُہ جزوِ زمین ہونے سے خارج ہوگیا"۔ اھ (ت)

اقول لکن ھذا خلاف ما اجمع علیہ کلماتھم فی تحدید جنس الارض۔

اقول (میں کہتا ہُوں): لیکن جنسِ زمین کی تحدید میں جس بات پر کلمات علماء کا اجماع ہے یہ تفصیل اس کے برخلاف ہے۔ (ت)

ظاہر کافی اسی قول کا اختیار ہے اذا طلق فقال لا بنحو الحنطۃ والملح (اس لیے کہ انھوں نے نمک کو مطلق رکھتے ہوئے یُوں کہا: "گیہوں اور نمک جیسی چیزوں سے نہیں"۔ ت) ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ

---

[1] فتاوٰی سراجیہ باب التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ص ۷

[2] غنیۃ المستملی " سہیل اکیڈمی لاہور ص ۷۸

Marfat.com

کے نزدیک جائز ہے خلاصہ[1] و خجندی[2] و فتاوٰی[3] میں اسی پر مشی کی جوھرہ[4] یوں ہی محیط[5] میں رحمانیہ[6] اسی طرح منیہ[7] کما مر (جیساکہ گزرا۔ ت) عامہ مشایخ اسی پر ہیں بزازیہ[8] یہی اصح ہے خلاصہ وجیز کردری اسی کو امام صدرالدین شہید نے واقعات میں اختیار فرمایا غیاثیہ[9] یہی امام شمس الائمہ سرخسی کا قول ہے کما مر عن السراجیۃ[11] (جیساکہ سراجیہ کے حوالہ سے گزرا۔ ت) یہی مختار ہے شلبیہ[12] عن زاد الفقیر[13] للمحقق علی الاطلاق (شلبیہ بحوالہ زاد الفقیر از محقق علی الاطلاق۔ ت) —— یہی صحیح ہے خانیہ[14] خزانہ[15] مراقی[16] تو امام قاضیخان کی تصحیح مختلف ہوئی۔ یوں ہی امام سرخسی سے نقل مختلف اور قطع نزاع یہ ہے کہ فتوٰی جواز پر ہے تجنیس[17] الامام صاحب الھدایہ بحر[18] نہر[19] ہندیہ[20] ابن[21] ھری[22] ط[23] توجب یہی قول امام ہے اور یہی قول جمہور اور اسی پر فتوٰی تو خلاف کی اصلاً گنجائش نہ رہی۔

زجاج یعنی شیشہ۔ عامہ کتب مثلاً تحفہ[1] امام سمرقندی و بدائع[2] امام کاشانی وظہیریہ[3] و خلاصہ[4] و خزانہ[5] و سراجیہ[6] و کافی[7] و حلیہ[8] و ایضاح[9] و درمختار[10] و مسکین[11] و ہندیہ[12] میں اس سے مطلقاً عدم جواز لکھا مگر محیط[1] و تبیین[2] الحقائق و فتح[3] القدیر و بحر[4] الرائق و مجمع[5] الانہر و ازہری[6] و شامی[7] میں عدم جواز کو مصنوع سے مقید فرمایا جو ریتے میں دوسری کوئی چیز غیر جنس ارض مثلاً سجی وغیرہ ملاکر بنایا جاتا ہے۔

اقول یہی تحقیق ہے کہ زجاج ضرور معدنی بھی ہوتا ہے اور معدنی ضرور قسم حجر و جنس ارض سے ہے کما قدمنا بیانہ (جیساکہ ہم نے اسے پہلے بیان کیا۔ ت) اکثروں کا اطلاق بربنائے غالب ہے کہ عام طور پر یہی مصنوع شیشہ ملتا ہے اور معدنی کمیاب۔

واغرب العلامۃ ط فقال فی حواشیہ علی الدر والزجاج المتخذ من الرمل و قال تحت قول الدر و زجاج ولو اتخذ من رمل[1] واوضحہ فی حواشیہ علی مراقی الفلاح فقال یعتبر کونہا من جنسہا وقت التیمم فلا یجوز علی الزجاج وانکان اصلہ من رمل[2] اھ وکانہ ظن الواو فی قول الفتح والبحر الزجاج

اور علامہ طحطاوی نے عجب بات کی۔ انھوں نے درمختار پر اپنے حواشی میں لکھا: "اور شیشہ جو ریت سے بنا ہو" اور درمختار کے لفظ "و زجاج" کے تحت لکھا اگرچہ ریت سے بنا ہو —— اور اسے مراقی الفلاح کے حواشی میں واضح کرکے یُوں کہا: "تیمم کے وقت اس کے جنس زمین سے ہونے کا اعتبار ہے تو شیشہ پر تیمم نہیں ہو سکتا اگرچہ اس کی اصل ریت سے ہو" اھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فتح القدیر اور البحر الرائق کی عبارت "الزجاج المتخذ

---

[1] طحطاوی علی الدر المختار باب التیمم مطبع دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۲۸

[2] طحطاوی علی المراقی " مطبع الازہریہ مصر ص ۶۸

marfat.com

Marfat.com

المتخذ من الرمل وغیرہ بمعنی او ولیس کذلک بل ھی للجمع ولفظ التبیین عن المحیط ان خالطہ شیئ اٰخر لیس من جنس الارض کالزجاج المتخذ من الرمل وشیئ اٰخر لیس من جنس الارض[۱] اھ ونحوہ فی المجمع والازھری۔

من الرمل وغیرہ"(شیشہ جو ریت اور اس کے علاوہ سے بنا ہو) میں لفظ "واو" کو او (یا) کے معنی میں سمجھا۔ حالاں کہ ایسا نہیں۔ یہ واو "جمع" کے معنی میں ہے محیط کا حوالہ دیتے ہوئے تبیین کے الفاظ یہ ہیں، اگر اس میں کوئی دوسری ایسی چیز مل گئی جو جنس زمین سے نہیں جیسے وہ شیشہ جو ریت اور کسی ایسی چیز سے بنایا گیا ہو جو جنس زمین سے نہیں اھ ــــ اور اسی کے ہم معنی مجمع اور ازھری میں بھی ہے۔ (ت)

مردار سنگ ۔ نوازل[۱] و محیط[۲] و خانیہ[۳] و خلاصہ[۴] و خزانہ[۵] و منیہ[۶] و سراجیہ[۷] بلکہ خود محرر المذہب نے کتاب[۸] الاصل میں اس سے جواز تیمم کی تصریح فرمائی اور خزانۃ الفتاوٰی سے حلیہ و جامع الرموز میں ممانعت منقول۔ اور تحقیق یہ ہے کہ معدنی سے جائز اور مصنوع سے ناجائز۔ محیط سرخسی پھر ہندیہ میں ہے:

وبالمرداسنج المعدنی دون المتخذ من شیئ اٰخر[۲]

اور معدنی مردار سنگ سے (جائز ہے) کسی اور چیز سے جو بنا ہو اس سے نہیں۔ (ت)

حلیہ میں ہے:

مراد المجوز المعدنی والمانع ما لیس بمعدنی وقد افصح البدائع والتحفۃ بالجواز موصوفا بکونہ معدنیا زاد التحفۃ دون المتخذ من شیئ اٰخر[۳]

جائز بتانے والے کی مراد معدنی ہے اور ممنوع کہنے والے کی مراد غیر معدنی ہے۔ بدائع اور تحفہ میں جواز کو معدنی ہونے سے موصوف کرکے بتایا اور تحفہ نے یہ بھی اضافہ کیا: اس سے نہیں جو کسی اور چیز سے بنا ہو۔ (ت)

مرجان ۔ تبیین[۱] الحقائق و معراج[۲] الدرایہ و غایۃ[۳] البیان و توشیح[۴] و عنایہ[۵] و محیط[۶] و خزانۃ[۷] الفتاوٰی و بحر[۸] و نہر[۹] و ہندیہ[۱۰] وغیرہا عامہ کتب میں اس سے جواز کی تصریح ہے مگر فتح[۱] میں ممانعت واقع ہوئی در مختار[۲] و خادمی[۳] نے ان کا اتباع کیا شیخ[۴] الاسلام غزی نے بھی اسی طرف میل فرمایا اور اُن کے شیخ محقق نے بحر میں فرمایا وہ سہو ہے نہر نے فرمایا سبق قلم ہے اور حق جواز ہے۔

---

[۱] تبیین الحقائق باب التیمم مطبع الامیریہ مصر ۱/۳۹
[۲] فتاوی ہندیہ فصل فیما یجوز بہ التیمم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۷
[۳] حلیہ

Marfat.com

کما فی الازھری وش واغرب[1] عبدالحلیم فقال اخذاً عن المنح اولعلھما توارداً علیہ فانہ یقول اقول انہ لیس بسھو بل الظاھر انہ قام عندہ انہ ینعقد من الماء کاللؤلؤ فحینئذ یکون النزاع لفظیا کما لایخفی[1] اھ

جیسا کہ ازہری اور شامی میں ہے اور علامہ عبدالحلیم رومی نے عجب بات کی۔ انھوں نے منح الغفار سے اخذ کرکے کہا یا دونوں ہی حضرات کا توارد ہوا۔ لکھتے ہیں: "میں کہتا ہُوں یہ سہو نہیں۔ بلکہ ظاہر یہ ہے کہ ان کے نزدیک یہی ٹھہرا کہ وُہ پانی سے بنتا ہے جیسے موتی۔ تو اس وقت نزاعِ لفظی رہ جائے گا۔ جیسا کہ عیاں ہے" اھ (ت)

اقول بل حقیقیا کما لایخفی وکون المبنی ممالو اتفقوا علیہ لاتفقوا علی الحکم لایرفع الاختلاف فی المعنی بل یوجبہ عند الاختلاف فی المبنی وعبارۃ المنح علی ما فی ش اقول الظاھر انہ لیس بسھو لانہ انما منع جواز التیمم بہ لما قام عندہ من انہ ینعقد من الماء کاللؤلؤ فان کان الامر کذلک فلاخلاف فی منع الجواز والقائل بالجواز انما قال بہ لما قام عندہ من انہ من جملۃ اجزاء الارض فان کان کذلک فلا کلام فی الجواز والذی دل علیہ کلام اھل الخبرۃ بالجواھر ان لہ شبھین شبھا بالنبات وشبھا بالمعادن وبہ افصح ابن الجوزی فقال انہ متوسط بین عالمی النبات والجماد فیشبہ الجماد بتحجرہ ویشبہ النبات بکونہ اشجاراً

اقول: بلکہ نزاع حقیقی ہوگا جیسا کہ آشکارا ہے ۔۔۔ اگر بنائے اختلاف ایسا امر ہو کہ اس پر اتفاق ہوتا تو حکم پر بھی اتفاق ہوتا اس سے معنوی طور پر اختلاف ختم نہیں ہوجاتا بلکہ اگر مبنٰی مختلف ہے تو اختلاف لازم ہے ۔۔۔ منح الغفار کی عبارت جیسا کہ شامی میں اس طرح ہے: میں کہتا ہُوں ظاہر یہ ہے کہ سہو نہیں اس لیے کہ انہوں نے جواز تیمم سے اس لیے منع کیا کہ ان کے نزدیک یہی ٹھہرا کہ وہ پانی سے بنتا ہے جیسے موتی ۔۔۔ تو اگر حقیقت امر یہی ہو تو منع جواز میں کوئی اختلاف نہیں ۔۔۔ اور قائلِ جواز نے جائز اس لیے کہا کہ اس کے نزدیک یہی ٹھہرا کہ وُہ اجزائے زمین سے ہے۔ تو اگر وہ ایسا ہی ہو تو جواز میں کوئی کلام نہیں ۔۔۔ جوہر شناسوں کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں دو مشابہتیں پائی جاتی ہیں ایک مشابہت نبات سے ہوتی ہے اور ایک مشابہت معدنیات سے ہوتی ہے۔ ابن الجوزی نے اسے

---

[1] خادمی للعبدالحلیم خادمی باب التیمم مطبع درسعادۃ مصر ۱/۳۶

marfat.com

Marfat.com

نابتةً فی قعر البحر ذوات عروق واغصان خضر متشعبة قائمة [1] اھ۔

صاف طور پر بیان کیا۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ عالم نبات و عالم جماد کے درمیان متوسط ہے۔ اپنے تحجر اور پتھر کی طرح ٹھوس ہونے میں جماد کے مشابہ ہے اور اس بات میں نبات کے مشابہ ہے کہ سمندر کی گہرائی میں اس کے، رگوں اور پھوٹی ہُوئی کھڑی ہری ہری ڈالیوں والے اُگنے والے درخت ہوتے ہیں اھ (ت)

قال ش اقول وحاصلہ المیل الی ماقالہ فی الفتح لعدم تحقق کونہ من اجزاء الارض ومال محشیہ الرملی الی مافی عامۃ الکتب من الجواز وکانّ وجہہ ان کونہ اشجارا فی قعر البحر لاینافی کونہ من اجزاء الارض لان الاشجار التی لایجوز التیمم علیہا ھی التی تترمد بالنار وھذا حجر کباقی الاحجار یخرج فی البحر علی صورۃ الاشجار فلہذا جزموا فی عامۃ الکتب بالجواز فیتعین المصیر الیہ [2]۔

علامہ شامی لکھتے ہیں: میں کہتا ہُوں اس کا حاصل اس جانب میلان ہے جو فتح القدیر میں لکھا ہے اس لیے کہ اس کا اجزائے زمین سے ہونا متحقق نہ ہوا اور اس کے محشی رملی کا میلان اس طرف ہے جو عامہ کتب میں جواز تحریر ہے ۔۔۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ سمندر کی گہرائی میں درخت ہونا اجزائے زمین سے ہونے کے منافی نہیں اس لیے کہ جن درختوں سے تیمم جائز نہیں یہ وہ ہیں جو آگ سے راکھ ہوجاتے ہیں اور مرجان (مونگا) دوسرے پتھروں کی طرح ایک پتھر ہے جو سمندر میں درختوں کی طرح نکلتا ہے اسی لیے عامہ کتب میں جواز پر جزم کیا تو اس کی طرف رجوع متعین ہے۔ (ت)

اقول اصحاب[1] احجار نے اس[2] کے حجر ہونے کی تصریح کی اور اُسے حجر شجری کہا نہ کہ شجر حجری جامع ابن بیطار میں ارسطو سے ہے:

البسذ والمرجان حجر واحد غیران المرجان اصل والبسذ فرع یثبت والمرجان متخلخل مثقب والبسذ ینبسط کما تنبسط اغصان الشجرۃ ویتفرع

بُسَّذ اور مرجان ایک ہی پتھر کو کہتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ مرجان اصل ہے اور بُسَّذ فرع ۔۔ یہ اُگتا ہے۔ اور مرجان میں تخلخل اور سوراخ ہوتا ہے اور بسذ درخت کی ڈالیوں کی طرح پھیلتا ہے اور ڈالیوں کی طرح

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ١/١٧٦
[2] ایضاً

Marfat.com

مثل الغصون[1]۔ — اس میں شاخیں بھی نکلتی ہیں۔ (ت)

مخزن میں ہے:

مرجان جسمے حجری شبیہ بساق وشاخ درخت ست[2]۔ — مرجان ایک حجری جسم ہے جو درخت کی ساق وشاخ کے مشابہ ہوتا ہے۔ (ت)

تحفہ میں ہے:

بُسَّد اسم مرجان ست وآں سنگے ست با قوت نباتیہ کہ از قعر دریا مے روید[3]۔ — بسد مرجان کا نام ہے اور وہ ایک نباتی قوت رکھنے والا پتھر ہے جو دریا کی گہرائی سے اُگتا ہے۔ (ت)

انوار الاسرار میں ہے:

حجر المرجان ینبت فی البحر[4]۔ — سنگِ مرجان سمندر میں اُگتا ہے۔ (ت)

اور نبات[1] سے اس کی مشابہت اور اس کے سبب علامہ ابن الجوزی کا اسے عالم جماد وعالم نبات میں متوسط فرمانا اور اسی کو مؤدی ہے وہ قول کہ انوار الاسرار میں نقل کیا:

قیل ھو اول المتولدات النباتیۃ وآخر المتولدات الحجریۃ[5]۔ — کہا گیا وہ اول نباتی مولدات میں سے اور آخر حجری مولدات میں سے ہے۔ (ت)

اُسے حجر سے خارج اور شجر میں داخل نہیں کرتا جس طرح[2] کھجور کو کہ وہ عالم نبات وعالم حیوانات میں متوسط ہے نر و مادہ ہوتی ہے اور مادہ جانب نر میل کرتی ہوئی دیکھی جاتی ہے تلقیح سے بارور ہوتی ہے اُسے نبات سے خارج اور حیوانات میں داخل نہیں کرتا ولہذا تذکرۂ انطاکی میں یہ لکھ کر:

بسذ بالمعجمۃ ھو المرجان او اصلہ والمرجان فرع او العکس وھو جامع بین النباتیۃ والحجریۃ لانہ یتکون ببحر — بسذ — بذال معجمہ — یہ مرجان یا اس کی اصل ہے اور مرجان فرع ہے یا برعکس — وہ نباتیت اور حجریت کے مابین ہے اس لیے کہ وُہ افریقہ اور

---

[1] جامع ابن بیطار

[2] مخزن الادویہ — فصل المیم مع الراء — مطبوعہ منشی نولکشور کانپور — ص ۵۹۱

[3] تحفۃ المومنین — الباء مع السین علی حاشیۃ مخزن الادویۃ — ص ۱۴۲

[4] انوار الاسرار

[5] انوار الاسرار

marfat.com
Marfat.com

الروم ممايلی افريقية وافرنجة حيث يجزر ويمد فيجذب الشمس فی الاول الزئبق والكبريت ويزدوجان بالحرارة ويستحجر فی الثانی للبرد فاذا عاد الاول ارتفع متفرعا لتموجه بالرطوبة[1]۔

فرنگ کے قریب بحرروم میں پیدا ہوتا ہے جہاں مدوجزر واقع ہوتا ہے تو دھوپ جزر میں پارہ اور گندھک کھینچ لیتی ہے اور حرارت سے دونوں میں ملاپ ہوجاتا ہے اور مد میں وہ برودت کی وجہ سے پتھربن جاتا ہے پھر جب جزر آتا ہے تو رطوبت سے اضطراب و حرکت کی وجہ سے شاخدار ہوکر بلند ہوجاتا ہے۔ (ت)

آخر میں یہی لکھا کہ:

وھواصبر الاحجار علی الاستعمال[2]۔

اور وہ استعمال میں سارے پتھروں سے زیادہ پائدار ہے۔ (ت)

لاجرم اُس سے جوازِ تیمم میں شک نہیں اور قول فتح کی نفیس توجیہ وہ کہ علامہ مقدسی نے ارشاد فرمائی کہ اُن کی مراد مرجان سے چھوٹے موتی ہیں کہ اُنھیں بھی مرجان کہتے ہیں کما فی القاموس (جیسا کہ قاموس میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

ذہب[11] وفضّہ (سونا اور چاندی)۔ یعنی معادن سبعہ کہ سات ہیں کہ ان کے بارے میں عبارتیں بھی سات طور پر آئیں:

(۱) مطلقاً ممانعت یہی عامۂ کُتب میں ہے تحفہ[1] و بدائع[2] و ظہیریہ[3] و خانیہ[4] و خزانۃ الفتاوی[5] و سراجیہ[6] و خزانہ[7] و کافی[8] و ایضاح[9] و زاد الفقہا[10] و جلابی[11] و برجندی[12] و منیہ[13] و مسکین[14] و ہندیہ[15] و محیط[16] و جواہر اخلاطی[17] وغیرہا میں **ذہب** اور زاد الفقہا و تحفہ و ایضاح کے سوا باقی ۱۴ میں **فضہ** اور سراجیہ و مسکین و محیط و جواہر کے سوا باقی ۱۳ نیز حلیہ[14] میں **حدید** اور خانیہ[1] و خلاصہ[2] و ظہیریہ[3] و سراجیہ[4] و خزانہ[5] و کافی[6] و منیہ[7] و مسکین[8] و جواہر اخلاطی میں **رصاص** اور تحفہ[1] و بدائع[2] و ظہیریہ[3] و خانیہ[4] و خلاصہ[5] و خزانہ[6] و ایضاح[7] و غنیہ[8] و ہندیہ[9] میں **صفر** اور ماورائے تحفہ و ایضاح باقی سات اور حلیہ میں **نحاس** کی نسبت اس کی تصریح ہے۔

(۲) بلاذکر قید مطلقاً جواز جامع الرموز میں ہے:

لابالحجرین والحدید کما فی الخزانۃ وغیرہ

سونے چاندی اور لوہے سے نہیں جیسا کہ خزانہ وغیرہ

---

[1] تذکرہ داؤد انطاکی حرف الباء لفظ بسذ کے تحت مذکور ہے مصطفی البابی مصر ۱/ ۸۵

[2] ایضاً

لکن فی الزاھدی وغیرہ تیمم بالثلثة والرصاص والنحاس عند ابیحنیفۃ ومحمد[1]۔

میں ہے لیکن زاہدی وغیرہ میں ہے کہ امام ابوحنیفہ و امام محمد کے نزدیک ان تینوں سے اور رصاص ونحاس (سیسا اور تانبا) سے تیمم کرسکتا ہے۔ (ت)

اقول یہ نقل بہت غریب اور بشدت بعید اور برتقدیر ثبوت ثالث پر محمول۔

(۳) جب تک اپنی معدن میں ہیں اُن سے تیمم جائز ہے کہ اُس وقت وہ جنس ارض سے ہیں کما مر عن الطحطاوی[1] عن الازہری عن العینی[2] (جیسا کہ طحطاوی کے حوالہ سے گزرا، انہوں نے ازہری سے نقل کیا انہوں نے عینی سے۔ ت) جب گلانے جلانے پگھلانے جائیں اب جائز نہیں کما تقدم عن الظھیریۃ[4] و الخلاصۃ[5] والخزانۃ[6] وشرح[7] قاضیخان و التبیین[8] وصدر[9] الشریعۃ (جیسا کہ ظہیریہ، خلاصہ، شرح قاضیخان، تبیین اور صدر الشریعۃ کے حوالہ سے بیان ہوا۔ ت) طحطاوی علی الدرالمختار میں تبیین کی عبارت مارہ نقل کرکے فرمایا،

ھذا یفید جواز التیمم علیھا فی محالھا ولو من غیر غبار علیھا ثم ذکر الفاصل بین جنس الارض وغیرہ وذکر ان ماینطبع وینذوب لیس من جنسھا وھو یفید عدم الجواز[2] اھ۔ اقول[2] ھی فی محالھا مختلطۃ بالتراب غیر متمیزۃ عنہ فالفرض خلاف الواقع۔

اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ جب تک اپنے محل میں رہیں ان پر تیمم جائز ہے اگرچہ ان پر غبار نہ ہو۔ پھر جنسِ زمین اور غیر جنسِ زمین میں حدِ فاصل بیان کی اور یہ بتایا کہ جو ڈھلے اور پگھلے وہ جنسِ زمین سے نہیں اور اس سے عدم جواز مستفاد ہوتا ہے اھ **اقول** یہ جب اپنے محل میں ہو تو مٹی سے مخلوط ہوتے ہیں اس سے الگ نہیں ہوتے تو جو فرض کیا ہے وہ خلاف واقع ہے۔ (ت)

(۴) مٹی سے مخلوط ہوں تو جائز ورنہ نہیں درر میں ہے،

علی طاھر من جنس الارض کذھب و فضۃ مختلطین بالتراب او حنطۃ و شعیر علیھما غبار[3]۔

جنس زمین کی کسی پاک چیز پر جیسے سونا اور چاندی جو مٹی سے مخلوط ہوں یا گیہوں اور جَو جن پر گرد پڑی ہوئی ہو۔ (ت)

---

[1] جامع الرموز باب التیمم مطبع گنبد ایران ۱/۱۲۸

[2] طحطاوی علی الدرالمختار باب التیمم 〃 〃

[3] دُرر غرر لملا خسرو 〃 دارالسعادۃ مصر ۱/۳۱

marfat.com

Marfat.com

(۵) گلانے کے بعد جائز نہیں اور اس سے پہلے اگر مٹی سے مخلوط ہوں اور مٹی غالب ہو تو جائز ورنہ نہیں، محیط[1] سرخسی و بحر[2] و ہندیہ[3] میں ہے:

لو تیمم بالذهب والفضة ان مسبوکا لایجوز وان لم یکن مسبوکا وکان مختلطا بالتراب والغلبة للتراب جاز اھ قال البحر فعلم بهذا ان ما اطلقه فی فتح القدیر محمول علی هذا التفصیل اھ[1] ومثله عبد الحلیم اقول لم[1] یتواردا موضعا واحدا ولا حاجة الی الحمل کما ستعرف ان شاء الله تعالٰی۔

سونے چاندی سے تیمم کیا اگر گلایا ہُوا ہو تو جائز نہیں۔ اگر گلا ہوا نہ ہو اور مٹی سے مخلوط ہو اور مٹی غالب ہو تو جائز ہے اھ ـــ بحر میں کہا: اس سے معلوم ہوا کہ فتح القدیر میں جو مطلقاً بیان کیا ہے وہ اسی تفصیل پر محمول ہے اھ ـــ اسی کے مثل عبد الحلیم نے فرمایا۔ **اقول** (محیط اور بحر) دونوں کا توارد ایک محل پر نہیں اور دوسری عبارت کو پہلی پر محمول کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، جیسا کہ ان شاء اللہ تعالٰی عنقریب معلوم ہوگا۔ (ت)

(۶) گلائے ہوں یا بے گلائے اگر مٹی سے مخلوط ہوں اور مٹی غالب تو جائز ورنہ نہیں۔ درمختار میں ہے:

لو اختلط تراب بغیره کذهب وفضة ولو مسبوکین فلو الغلبة لتراب جاز والا لا خانیة ومنه علم حکم التساوی اھ[2] ومثله الخادمی واعترضه ط و ش بتصریحهم ان المسبوك لا یجوز به التیمم قال ط ولو تکلم علی ما اذا سبك احدهما مع التراب وهو غیر متأتٍ اھ[3] وقال ش هذا انما یظهر اذا کان یمکن سبکهما بترابهما الغالب علیهما والظاهر انه غیر ممکن اھ[4] اقول رحمکما الله ورحمنا بکما ارأیتما[2] اذا سبکا وبردا واختلطت برادتهما بالتراب

اگر مٹی دُوسری چیز مثلاً سونا چاندی سے مل جائے اگرچہ یہ گلائے ہوئے ہوں تو اگر مٹی غالب ہے تیمم جائز ہے ورنہ نہیں ـــ خانیہ۔ اسی سے برابری کا حکم بھی معلوم ہوگیا اھ ـــ اسی کے مثل خادمی نے لکھا ـــ اس پر طحطاوی اور شامی نے یہ اعتراض کیا کہ علما نے صراحت فرمائی ہے کہ گلے ہوئے سے تیمم جائز نہیں۔ طحطاوی نے فرمایا: مٹی کے ساتھ ان دونوں کو گلایا ہی نہیں جاسکتا اھ ـــ اور شامی نے فرمایا: یہ بات اُسی وقت واضح ہوکر سمجھ میں آسکتی ہے جب ان دونوں کو اس مٹی کے ساتھ جو ان پر غالب ہے گلانا ممکن ہو اور ظاہر یہ ہے کہ ایسا ممکن نہیں اھ **اقول** آپ دونوں حضرات

[1] البحر الرائق	باب التیمم	مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/۱۴۸
[2] درمختار	"	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۴۲
[3] طحطاوی علی الدر المختار	"	دار المعرفت بیروت	۱/۱۲۸
[4] ردالمحتار	"	مصطفی البابی مصر	۱/۱۷۷

Marfat.com

فهلا تعتبر الغلبۃ۔ پرخدا رحمت فرمائے اور آپ کی برکت سے ہم پر بھی رحم فرمائے۔ بتائیے اگر انھیں گلادیا جائے اور ان کا برادہ بنادیا جائے اور ان کا برادہ مٹی سے مخلوط ہوجائے تو کیا غلبہ کا اعتبار نہ ہوگا؟ (ت)

(۷) مجمع الانہر میں سوم وششم کو جمع کیا کہ جب تک اپنے معدن میں ہوں یا مٹی سے مخلوط ومغلوب تو جائز ہے ورنہ نہیں۔

حیث قال لایجوز بالمعادن الا ان یکون فی محلہا او مختلطاً بالتراب والتراب غالب[۱]۔ "انھوں نے یوں فرمایا: معادن سے تیمم جائز نہیں مگر جب کہ یہ اپنے محل میں ہوں یا مٹی سے مخلوط ہوں اور مٹی غالب ہو" (تو جائز ہے)۔ (ت)

محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں قول سوم کی یہ توجیہ فرمائی کہ وہ جب تک معدن میں ہیں اُن پر مٹی ہوتی ہے اُس مٹی سے تیمم جائز ہے نہ کہ اُن سے۔

حیث قال خرجت المعادن الا ان تکون فی محالہا فیجوز للتراب الذی علیہا لا بنفسہا[۲] اھ وہ فرماتے ہیں: معادن اس سے خارج ہوگئے مگر جب کہ وہ اپنے محل میں ہوں تو تیمم جائز ہوگا خود ان سے نہیں بلکہ اس مٹی کی وجہ سے جو ان پر چڑھی ہوتی ہے۔ (ت)

اقول وبہ اندفع ماظن العلامۃ ط من التنافی بین قولی التبیین۔ **اقول**: اسی سے وہ منافات بھی دفع ہوگئی جو علامہ طحطاوی نے تبیین کی دونوں عبارتوں کے درمیان گمان کی۔ (ت)

درمختار نے اس میں ایک اور قید بڑھائی کہ مٹی اتنی ہو کہ ہاتھ پھیرے سے نشان بنے،

حیث قال لابمعادن فی محالہا فیجوز[ع] معدنیات جو اپنے محل میں ہوں ان معدنیات سے نہیں تو

ع قال ط قولہ فیجوز لا وجہ للتفریع[۳] اھ **اقول** لیس تفریعا بل تعلیل للنفی المستفاد طحطاوی نے درمختار کی عبارت "فیجوز" (تو جائز ہے) پر یہ اعتراض کیا ہے کہ تفریع کی کوئی وجہ نہیں اھ — **اقول** (میں کہتا ہوں) یہ تفریع نہیں بلکہ ان کے

(باقی برصفحہ آئندہ)

[۱] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب التیمم دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۸

[۲] فتح القدیر باب التیمم مطبع نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۱۶

[۳] طحطاوی علی الدرالمختار ر دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۲۶

marfat.com

Marfat.com

للتراب علیها وقیدہ الاسبیجابی بان یستبین اثر التراب بمد یدہ علیہ وان لم یستبن لم یجز وکذا کل مالا یجوز التیمم علیہ کحنطۃ وجوخۃ فلیحفظ۔[1]

اس مٹی کی وجہ سے تیمم جائز ہے جو ان پر پڑی ہوئی ہے۔ اور اسبیجابی نے اس میں یہ قید بڑھائی کہ مٹی اتنی ہو کہ اس پر ہاتھ پھیرنے سے مٹی کا نشان ظاہر ہو اور اگر نشان نہ ظاہر ہو تو جائز نہیں۔ اسی طرح ہر وہ چیز جس پر تیمم جائز نہیں جیسے گیہوں اور تو اسے ذہن نشین رکھنا چاہئے۔(ت)

حلیہ میں سوم وچہارم کو غلبۂ تراب سے مقید فرمایا۔

حیث قال ثم ما وقع لبعضھم من ان ھذہ المعادن ان کانت مسبوکۃ لایجوز وان کانت غیر مسبوکۃ مختلطۃ بالتراب یجوز ولبعضھم من انھا ما دامت فی معادنھا فی الارض لم یصنع منھا شیئ جاز فاذا صنع منھا شیئ لایجوز اذا لم یکن علیھا غبار فالظاھر ان مرادھم کما فی المحیط للامام رضی الدین و ان لم یکن مسبوکا وکان مختلطا بالتراب والغلبۃ للتراب جاز انتھی فان ھذا

اس کی عبارت اس طرح ہے: پھر یہ جو بعض حضرات کی عبارات میں آیا کہ یہ معدنیات اگر گلائے جا چکے ہوں تو تیمم جائز نہیں اور اگر بغیر گلائے ہوئے مٹی سے ملے ہوئے ہوں تو جائز ہے۔ اور بعض حضرات کی عبارت میں آیا کہ یہ جب تک زمین کے اندر اپنی کانوں میں ہوں اُن سے کچھ بنایا نہ گیا ہو تو جائز ہے پھر جب ان سے کچھ صنعت ہوگئی تو اس سے جائز نہیں جبکہ اس پر غبار نہ ہو ــــ تو ظاہر یہ ہے کہ ان کی مراد ــــ جیسا کہ امام رضی الدین کی محیط میں ہے ــــ یہ ہے کہ اگر گلائے ہوئے نہ ہوں اور مٹی سے مخلوط ہوں اور مٹی غالب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

من قولہ فی محالھا ای لایجوز التیمم بمعادن ولو کانت فی محالھا فان التیمم بھا اذ ذاك انما یجوز للتراب علیھا لا بھا ۱۲ منہ غفرلہ (م)

قولہ "فی محالھا" (جو اپنے محل میں ہوں) سے جو نفی مستفاد ہوتی ہے اس کی تعلیل ہے۔ یعنی تیمم معدنیات سے جائز نہیں اگرچہ وہ اپنے محل میں ہوں اس لیے کہ اس وقت ان سے تیمم اس مٹی کی وجہ سے جائز ہوتا ہے جو ان پر پڑی ہوتی ہے خود ان سے نہیں ۱۲ منہ غفرلہ۔ (ت)

---

[1] درمختار باب التیمم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۴۲

Marfat.com

القید لابد منه فیما یظھر کما صرحوا بہ فی غیرہ وسیذکرہ المصنف فی مسألۃ اختلاط الرماد بالتراب ثم لایخفی ان ھذا فی الحقیقۃ بالتراب لاباعیان ھذہ المعادن فیتفرع علی ھذا انہ یجوز عند الکل لکن فی فتاوی الولوالجی فلوکان مخلوطا بالتراب ان کانت الغلبۃ للتراب یجوز عند ابی حنیفۃ ومحمد وعند ابی یوسف لایجوز[1] ھ ما فی الحلیۃ۔

ہو تو جائز ہے، انتہی۔ اس لیے ظاہراً یہ قید ضروری ہے جیسا کہ دُوسری چیز کے بارے میں ان حضرات نے تصریح فرمائی ہے۔ اور مٹی سے راکھ مل جانے کے مسئلہ میں عنقریب اسے مصنف بھی بیان کریں گے۔ پھر یہ بھی مخفی نہ رہے کہ درحقیقت یہ مٹی سے تیمم ہے ان معدنیات سے نہیں۔ تو اس پر یہ متفرع ہوگا کہ یہ توسب کے نزدیک جائز ہے — لیکن فتاوٰی ولوالجی میں ہے کہ مٹی سے مخلوط ہے اگر مٹی غالب ہے تو امام ابوحنیفہ و امام محمد کے نزدیک جائز ہے اور امام ابویوسف کے نزدیک جائز نہیں۔ حلیہ کی عبارت ختم ہوئی۔ (ت)

اقول ابویوسف لایجیز الا بالتراب الخالص حتی لم یجز بالغبار لممازجۃ الھواء ولا بالارض الندیۃ لممازجۃ قلیل من الماء فکیف یجیز بما خالطہ ذھب وفضۃ فالصواب مع الولوالجی۔

اقول: امام ابویوسف خالص مٹی کے سوا کسی چیز سے تیمم جائز نہیں کہتے۔ یہاں تک کہ انہوں نے غبار اور تر زمین سے بھی تیمم جائز نہ کہا اس لیے کہ غبار میں ہوا کی آمیزش ہوتی ہے اور تر زمین میں کچھ پانی کی آمیزش ہوتی ہے پھر وہ اس مٹی سے تیمم کیسے جائز کہہ سکتے ہیں جس میں سونا چاندی ملے ہوئے ہوں توصواب و درستی ولوالجی کے ساتھ ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں قولِ درمختار فیجوز لتراب علیھا (تو اس مٹی کی وجہ سے جائز ہے جو ان پر پڑی ہوئی ہے۔ ت) کو اسی غلبۂ تراب سے مقید کیا اور قول سوم کے اطلاق کو غالب پر محمول کہ جب تک وہ معادن میں ہیں غالباً مٹی ہی غالب ہوتی ہے اور اب اس قید ظہور اثر پر کہ درمختار نے زائد کی تھی اعتراض فرمایا کہ بحالِ غلبۂ تراب اُس کی کیا حاجت ؟

حیث قال قولہ فیجوز ای اذا کانت الغلبۃ للتراب کما فی الحلیۃ عن المحیط ولعل من اطلق

اس کے الفاظ اس طرح ہیں. قولہ فیجوز تو جائز ہے یعنی جب مٹی غالب ہو تو جائز ہے جیسا کہ حلیہ میں محیط کے حوالہ سے ہے۔ اور جس نے اسے مطلقاً بیان کیا ہے شاید اس نے

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com
Marfat.com

بناءً علی انہا مادامت فی محالہا تکون مغلوبۃ بالتراب بخلاف ما اذا اخذت للسبك لان العادۃ اخراج التراب منہا قولہ وقیدہ الاسبیجابی کذا فی النہر وظاہرہ ان الضمیر راجع الی التیمم بالمعادن لکن اذا کانت مغلوبۃ بالتراب لایحتاج الی ھذا القید[1]۔

اس پر بنیاد رکھی کہ جب تک یہ معادن اپنے محل میں ہوتے ہیں مٹی سے مغلوب ہوتے ہیں اور جب گلانے کے لیے لئے جاتے ہیں تو یہ حالت نہیں ہوتی اس لیے کہ عادت یہ ہے کہ اس وقت ان سے مٹی نکال لی جاتی ہے۔ قولہ وقیدہ الاسبیجابی (اسبیجابی نے ہاتھ پھیرنے سے مٹی کا نشان بننے کی قید بڑھائی ہے) ایسا ہی نہر میں ہے۔ اس کلام کا ظاہر یہ ہے کہ معدنیات سے تیمم کی طرف ضمیر راجع ہے لیکن جب وُہ مٹی سے مغلوب ہوں تو اس قید کی ضرورت نہیں۔ (ت)

اقول ظاہراً ذہن علامہ شارح میں بہ تبعیت نہر یہ تھا کہ سونا چاندی اپنے معادن میں بڑے بڑے قطعے مٹی چڑھے ہُوئے ملتے ہیں اور اسی طرف کلام فتح[1] مشیر کہ فیجوز لتراب علیہا (تو اس مٹی کی وجہ سے جائز ہے جو ان پر پڑی ہُوئی ہے۔ ت) اور مسموع یہ ہے کہ وُہ اپنے معدن میں ریزہ ریزہ ہی ہوتے ہیں وہاں سے نکال کر مٹی سے صاف کرکے اُن کے پترا اینٹ وغیرہ بناتے ہیں۔

کما ذکرہ ابن سینا وغیرہ قال ابن البیطار فی الزئبق ابن سینا منہ منقی من معدنہ ومنہ ماھو مستخرج من حجارۃ معدنہ بالنار کاستخراج الذھب والفضۃ وحجارۃ معدنہا کالزنجفر ویظن دلیسقوریدوس وجالینوس انہ مصنوع کالمرتك لانہ مستخرج بالنار فیجب ان یکون الذھب ایضا مصنوعا[2]۔

جیسا کہ ابن سینا وغیرہ نے ذکر کیا ہے ــــ ابن بیطار نے زیبق کے بارے میں لکھا ہے، "ابن سینا نے کہا: اس میں کوئی وہ ہوتا ہے جو اپنی کان سے صاف ستھرا نکلتا ہے۔ اور کوئی وُہ ہوتا ہے جو اپنی کان کے پتھروں سے آگ کے ذریعہ نکالا جاتا ہے جیسے سونا چاندی کو نکالا جاتا ہے، اور اس کی کان کے پتھر شنگرف کی طرح ہوتے ہیں۔ اور دلیسقوریدوس اور جالینوس کا خیال ہے کہ وہ مردارسنگ کی طرح مصنوعی ہوتا ہے کیونکہ آگ کے ذریعہ نکالا جاتا ہے اس بنیاد پر تو یہ بھی لازم آئیگا کہ سونا بھی مصنوعی ہو۔" (ت)

اس تقدیر پر بلاشبہہ غلبۂ تراب ضرور[2] اور ظہور اثر کی قید مہجور اور قول علامہ شامی منصور وللحلیۃ[3] فی محل

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۷۶

[2] جامع ابن بیطار

Marfat.com

الجزم ذکرالظھور (اور بغیر گلائے ہوئے، مٹی سے مخلوط ہونے کی صورت میں، مٹی کے غلبہ کی قید سے مقید کرنے کے لیے، حلیہ کو "ظاہر" کہنے کی بجائے اسے بطور جزم ذکر کرنا چاہئے۔ ت)

اقول بلکہ اگر بڑے بڑے قطعے بھی ہوں اور ان پر مٹی چڑھی ہُوئی ہو جب بھی اس قید کی حاجت نہیں نہ غلبہ کی ضرورت، صرف اتنا چاہئے کہ ہاتھ تراب سے مَس کرے نہ ان چیزوں سے ظہور اثر کی قید کہ امام اسبیجابی نے ذکر فرمائی صورت غبار میں ہے سخت مٹی کی تہ اگر کسی چیز پر چڑھی ہو کہ ہاتھ پھیرے سے نشان نہ بنے تو بلاشبہہ اس پر تیمم جائز ہے جیسے پتھر پر بالجملہ یہ اختلافات ہیں جو اس مسئلہ میں آئے۔

وانا **اقول** وباللّٰہ التوفیق (اور میں کہتا ہوں۔ اور توفیق اللہ تعالٰی ہی کی جانب سے ہے۔ ت)

قولِ فیصل یہ ہے کہ ذہب وفضہ وغیرہما معادن سبعہ یقیناً جنسِ ارض سے نہیں اور ان پر تیمم نہیں ہوسکتا کما فی الفتح والحلیۃ والبحر والدر وغیرھا (جیسا کہ فتح القدیر، حلیہ، البحرالرائق اور درمختار وغیرہا میں ہے۔ ت) اور یہ ہے وُہ کہ عامہ کتب میں ہے ولاحاجۃ الی التفصیل کما زعم البحر اور بحر نے (فتح القدیر کے مطلق کو تفصیل پر محمول ہونے کا) جو گمان کیا اس تفصیل کی کوئی ضرورت نہیں۔ ت) خلط تراب کا مسئلہ کچھ اُن کی خصوصیت نہیں رکھتا ہر اس چیز کو عام ہے جس سے تیمم ناجائز ہو اور اُس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر ان کے ریزے مٹی میں مخلوط ہوں خواہ گلانے سے پہلے جیسے معدن میں یا گلانے کے بعد بُرادہ کرکے بہرحال غلبۂ تراب ضرور ہے اور اگر بڑے بڑے قطعے یا پتریا اُن کے بنے ہوئے برتن یا زیور ہوں تو اگر اُن پر مٹی کالیس چڑھا ہے تیمم جائز اور اگر غبار پڑا ہے تو اتنا ضرور ہے کہ ہاتھ پھیرے سے انگلیوں کا نشان بنے یہ ہے تحقیق حقیق بالقبول اور اسی پر عامہ اقوال محمول وباللہ التوفیق۔

مسئلہ خلط جنس ارض میں جب اس کا غیر مل جائے تو اس سے تیمم جائز ہے یا نہیں، اس میں عبارات چار طور پر آئیں:

(ا) کہ جادۂ واضحہ مالوفہ اور شرع مطہر کا قاعدۂ معروفہ ہے کہ غلبۂ ارض پر مدار ہے اگر جنس ارض غالب ہے جائز ورنہ نہیں فائدۂ پنجم میں خانیہ وظہیریہ وخزانہ وحلیہ وجامع الرموز ومراقی الفلاح ودرمختار وہندیہ سے اس کی عبارات گزریں اسی طرح منیہ وغیرہا میں ہے یعنی اگر جنسِ ارض مغلوب یا دونوں مساوی ہوں دونوں حال میں ناجائز۔

کما تقدم عن الدر ونقل العلامۃ الازھری عن نوح افندی ان الغلبۃ للتراب یجوز وان للرماد لا قال

جیسا کہ دُرمختار کے حوالہ سے گزرا اور علامہ ازہری نے نوح افندی سے یہ نقل کیا: "اگر مٹی غالب ہے تو جائز ہے اور اگر راکھ غالب ہے تو نہیں۔ اور

marfat.com

Marfat.com

ومنه علم حکم المساوی[1] اھ۔

اسی سے مساوی کا حکم بھی معلوم ہوگیا"۔ اھ (ت)

اقول اقتفی[ف1] اثر الدر ولم یفرق فان نظم الدر لو الغلبۃ للتراب جاز و الا لا و منہ علم حکم التساوی[2] اھ و وقع فی الدر ایضا تبعا للبحر عن المحیط یجوز بطین غیر مغلوب بماء[3] اھ فزعم العلامۃ ط ان الظاھر من کلامہ ان المساوی فی حکم غیر المغلوب بالماء والذی یأتی فی قولہ و الحکم للغالب انہ لا یجوز بالمساوی[4] اھ۔

اقول: انہوں نے درمختار کے نشان قدم کی پیروی کی مگر امتیاز نہ کرسکے اس لیے کہ درمختار کی عبارت اس طرح ہے" اگر مٹی غالب ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں ــــ اور اسی سے برابری کا حکم بھی معلوم ہوگیا" اھ ــــ درمختار میں بہ تبعیتِ بحر، بحوالۂ محیط یہ عبارت بھی آئی ہے:" مٹی جو پانی سے مغلوب نہ ہو اس سے تیمم جائز ہے" اھ ــــ اس پر علامہ طحطاوی نے یہ خیال کیا کہ" ان کے کلام سے ظاہر یہ ہے کہ مساوی اسی کے حکم میں ہے جو پانی سے مغلوب نہ ہو ــــ اور ان کی عبارت" والحکم للغالب" (حکم غالب کا ہے) کے تحت یہ آرہا ہے کہ مساوی سے جائز نہیں" اھ۔ (ت)

اقول نصو[ف2] ان قولک لا افضل منہ ینفی المساواۃ ایضا لانھا فی غایۃ الندرۃ وانما المعھود التفاضل فاذا انتفی الافضل منہ ثبت انہ الافضل مما عداہ کذا[ف3] ھھنا ثم[ف4] کان علیہ رحمہ اللہ تعالی ان یقول الظاھر من کلامہ ان المساوی کالغالب فان کونہ غیر مغلوب معلوم نعم رأیت فی الجوھرۃ اذا خالطہ ما لیس من جنس الارض و کان المخالط اکثر منہ لا یجوز

اقول: علما نے اس کی صراحت فرمائی ہے کہ" لا افضل منہ" (اس سے کوئی افضل نہیں) سے مساوات کی بھی نفی ہوجاتی ہے اس لئے کہ وہ انتہائی نادر ہے معہود یہی ہے کہ باہم کچھ تفاوت ضرور رہتا ہے ــــ تو جب" اس سے افضل" کی نفی ہوگئی تو یہ بھی ثابت ہوگیا کہ وہ اپنے علاوہ سب سے افضل ہے ایسا ہی یہاں ہے ۔ پھر علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو یُوں کہنا تھا کہ: ان کے کلام سے ظاہر یہ ہے کہ" مساوی غالب ہی کی طرح ہے" اس لیے کہ اس کا غیر مغلوب ہونا یقینی ہے۔ ہاں

---

[1] فتح المعین باب التیمم مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۱

[2] الدرالمختار باب التیمم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۴۲

[3] درمختار " " " " ۱/۴۲

[4] طحطاوی علی الدرالمختار " مطبع دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۲۸

Marfat.com

بہ التیمم[1] اھ۔ جوہرہ میں یہ عبارت نظر آئی: "جب مٹی سے غیر جنس میں مل جائے اور ملنے والی چیز اس سے زیادہ ہو (کان اکثر منہ) تو اس سے تیمم جائز نہیں" اھ (ت)
(اس عبارت سے یہ خیال ہوتا ہے کہ ملنے والی چیز اگر مساوی ہو تو تیمم جائز ہے ۱۲ م۔ الف)

اقول وھو ان اول بما ذکرت و الا فمحجوج بالخانیۃ و بالقاعدۃ المطردۃ اذا اجتمع الحاظر و المبیح فللحاظر الترجیح۔

اقول: اگر اس کی بھی وہی تاویل کرلی جائے جو میں نے بیان کی ہے تو ٹھیک، ورنہ اس کے خلاف خانیہ کی عبارت حجت ہے اور یہ عام قاعدہ بھی، کہ جب محرّم و مبیح (ناجائز کرنے والی اور جائز کرنے والی دلیلیں) جمع ہوں تو ترجیح محرّم کو ہوگی۔ (ت)

اور ظاہراً یہاں لحاظ غلبہ باعتبار اجزا ہی ہے بخلاف آب کہ اُس میں اعتبار غلبہ باعتبارِ طبع و باعتبارِ اسم بھی تھا جس کی تفصیل و تحقیق ہمارے رسالہ النور و النورق ہے۔ حلیہ میں ہے:

ثم لا شك ان الغلبۃ ھنا معتبرۃ بالاجزاء بلا خلاف بخلاف المخالطۃ للماء فان فیہ خلافا[2]۔

پھر اس میں شک نہیں کہ یہاں بغیر کسی اختلاف کے اجزا کے لحاظ سے غلبہ کا اعتبار ہے جب کہ پانی سے مخالطت میں ایسا نہیں کیوں کہ اس میں اختلاف ہے۔ (ت)

(۲) مطلقاً ناجائز اگرچہ جنس ارض غالب ہو فتح اللہ المعین میں ہے:

ظاھر کلام الزیلعی یقتضی عدم جواز التیمم بما ھو من جنس الارض اذا خالطہ شیئ اٰخر لیس ھو من جنس الارض مطلقاً سواء کانت الغلبۃ لما ھو من جنس الارض ام لا ونصہ قال فی المحیط اذا کان الخزف من طین خالص یجوز وان کان من طین خالطہ شیئ اٰخر لیس من جنس الارض لا یجوز کالزجاج المتخذ من الرمل وشیئ اٰخر لیس من جنس الارض انتھی[3]۔

ظاہر کلام زیلعی کا تقاضا یہ ہے کہ اس صورت میں جنس زمین سے مطلقاً تیمم جائز نہیں، جبکہ اس سے کوئی دوسری ایسی چیز مل جائے جو جنس زمین سے نہ ہو خواہ جنس زمین غالب ہو یا نہ ہو۔ ان کی عبارت یہ ہے: محیط میں فرمایا جب ٹھیکری خالص مٹی کی ہو تو جائز ہے اور اگر ایسی مٹی کی ہو جس میں کوئی دوسری ایسی چیز ملی ہوئی ہو جو جنسِ زمین سے نہیں تو ناجائز ہے۔ جیسے وہ شیشہ جو ریت اور کوئی ایسی چیز ملا کر بنایا گیا ہو جو جنسِ زمین سے نہیں۔ انتہی۔ (ت)

---

[1] الجوہرۃ نیرہ باب التیمم مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۲۵
[2] حلیہ
[3] فتح اللہ المعین باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی ۱/۹۱

marfat.com
Marfat.com

اقول اللہ عزوجل سید ازہری پر رحمت فرمائے اور اُن کی برکت سے ہم پر۔ یہ تعمیم نہ امام زیلعی کی مراد نہ ان کے کلام سے مستفاد، نہ اُس کے لیے وجہ سداد ورنہ غبار سے بھی ناجائز ہو کہ ہوا مخلوط ہے تر زمین سے بھی ناجائز ہو کہ تری کا خلط ہے طین غالب سے بھی ناجائز ہو کہ پانی کا میل ہے اسی طرح بہت نقوض خود کلام زیلعی وجماہیر ائمہ حنفیہ سے اس پر وارد ہوں گے بلکہ یہاں کلام خزف وزجاج مصنوع میں ہے کہ دونوں میں طبخ کے ساتھ خلط ہوتا ہے تو اگر ظاہر زیلعی سے مستفاد ہوگا تو قول چہارم کہ آتا ہے نہ یہ دوم کہ مذہب صاحب مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ پر محض بے اصل ہے۔

فانقلت لولا يحمل كلام السيد ايضا على هذا **اقول** كلا فانه يستدرك به على مسألة الطين وهذا نصه يجوز بطين غير مغلوب بماء لكن ظاهر كلام الزيلعي[1] الخ۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ سید ازہری کے کلام کو بھی کیوں نہ اسی پر محمول کیا جائے — **اقول** (میں کہوں گا) ایسا ہرگز نہ ہو پائیگا اس لیے کہ وہ اس سے مٹی کے مسئلہ پر استدراک کر رہے ہیں ان کی عبارت یہ ہے: "تیمم ایسی مٹی سے جائز ہے جو پانی سے مغلوب نہ ہو لیکن ظاہر کلام زیلعی الخ"۔ (ت)

(۳) بحالت خامی جو خلط ہو اُس میں اُسی غلبہ کا اعتبار ہے جو قول اول میں گزرا اور ملاکر پکائیں جلائیں تو مطلقاً تیمم جائز ہے کہ غیر جنس کے اجزا جل کر خالی جنس ارض رہ جائے گی یہ بحث محقق علی الاطلاق کی ہے واستحسنه فی الحلیة واقرہ فی البحر (اور حلیہ میں اسے عمدہ قرار دیا اور بحر میں اسے برقرار رکھا۔ ت)

فتح القدیر میں ہے:

من اجزاء الارض الأجر المشوی علی الصحیح الا ان خلط به ما لیس من الارض کذا اطلق فیما رأیت مع ان المسطور فی فتاوی قاضیخان التراب اذا خالطه ما لیس من اجزاء الارض تعتبر فیه الغلبة وهذا یقتضی ان یفصل فی المخالط للبن بخلاف المشوی لاحتراق ما فیه مما لیس من اجزاء الارض[2]۔

قول صحیح پر اجزائے زمین ہی سے پکی ہُوئی اینٹ بھی ہے مگر یہ کہ اس سے وُہ چیز ملی ہُوئی ہو جو جنسِ زمین سے نہیں میں نے جہاں تک دیکھا اس میں حکم اسی طرح مطلق ہے حالانکہ فتاوی قاضیخان میں یہ تحریر ہے کہ مٹی میں جب کوئی ایسی چیز مل جائے جو اجزائے زمین سے نہ ہو تو اس میں غلبہ کا اعتبار ہے۔ اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ کچی اینٹ سے ملنے والی (غیر جنس زمین) میں ہی یہ تفصیل کی جائے، پکی میں نہیں کیونکہ اس میں جو غیر جنس کے اجزا ہوتے ہیں وہ جل جاتے ہیں۔ (ت)

---

[1] فتح المعین باب التیمم ایچ ایم سعید ۱/۹۱

[2] فتح القدیر باب التیمم مطبع نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۱۲

Marfat.com

حلیہ میں ہے:

م لو تیمم بخزف ان کان متخذا من التراب الخالص ولم یجعل فیه شیئ من الادویة جاز ش سواء کان علیه غبار اولم یکن فان جعل فیه شیئ من الادویة فان کان علیه غبار جاز م وان لم یکن علیه غبار ش لایجوز کذا فی الخانیة وفی الخلاصة والخزف الجدید علی الاختلاف یعنی عند ابی حنیفة یجوز وعن محمد روایتان وقول ابی یوسف متردد ثم قال الا اذا استعمل فیه شیئ من الادویة فحینئذ لایجوز اھ[1] ویشکل اطلاق هذا بالحکم الاٰتی عن قریب فی اختلاط الرماد بالتراب اذا کان التراب غالبا وبما هو المسطور فی الفتاوی الخانیة والظهیریة وغیرهما ان التراب اذا خالطه ممالیس من اجزاء الارض غیر الرماد انه ایضا تعتبر فیه الغلبة فان هذا یقتضی جریان هذا التفصیل فی المخالط للبن النیئ بخلاف المشوی لاحتراق ما فیه من النار مما لیس من اجزاء الارض کما نبه علیه شیخنا المحقق رحمه الله تعالٰی فضلا عن اطلاق عدم الجواز اذا خالطه شیئ من ذلك من غیر تفصیل۔

متن: اگر ٹھیکری سے تیمم کیا تو وہ اگر خالص مٹی سے بنی ہو اور اس میں کوئی دوا نہ ڈالی گئی ہو تو جائز ہے —— شرح: خواہ اس پر کچھ غبار ہو یا نہ ہو پھر اگر اس میں کوئی دوا ملائی گئی ہو تو اگر اس پر کچھ غبار ہو تو جائز ہے —— متن: اور اگر اس پر کوئی غبار نہ ہو —— شرح: تو جائز نہیں۔ ایسا ہی خانیہ میں ہے۔ اور خلاصہ میں یوں ہے: اور نئی ٹھیکری میں اختلاف ہے یعنی امام ابو حنیفہ کے نزدیک جائز ہے اور امام محمد سے دو روایتیں ہیں اور امام ابی یوسف کا قول متردد ہے —— پھر فرمایا: مگر جب اس میں کوئی دوا استعمال ہو تو اس وقت جائز نہیں اھ —— اس عدم جواز کے اطلاق میں اشکال اس حکم سے ہوتا ہے جو عنقریب مٹی سے راکھ کے مخلوط ہونے کے بارے میں آرہا ہے جب کہ مٹی غالب ہو۔ اور اس سے بھی جو فتاوٰی خانیہ وظہیریہ وغیرہما میں مرقوم ہے کہ جب مٹی میں راکھ کے علاوہ کوئی ایسی چیز مخلوط ہوجائے جو اجزائے زمین سے نہیں، تو اس میں بھی غلبہ کا اعتبار رہے۔ کیونکہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ تفصیل اس چیز میں جاری ہو جو کچی اینٹ سے ملی ہوئی ہو، پکی اینٹ میں نہیں کیونکہ اس میں غیر اجزائے زمین آگ سے جل جاتے ہیں جیسا کہ اس پر ہمارے شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے تنبیہ فرمائی ہے۔ اس سے کوئی اور چیز ملنے کی صورت میں بلا تفصیل عدم جواز کا اطلاق تو درکنار ہے (ت)

[1] حلیہ

marfat.com
Marfat.com

اقول حق یہ[ف۱] ہے کہ مدار فناء و بقائے اجزائے غیر جنس پر ہے پکانے جلانے میں جس طرح یہ ضرور نہیں کہ اجزائے دگر باقی رہیں یہ بھی ضرور نہیں کہ فنا ہوجائیں بلکہ نظر اُن خصوص اجزا اور مقدار احراق پر ہوگی اگر اجزائے غیر سب جل گئے تو بلاشبہہ جواز ہے جس میں مذہب امام پر خلاف کی گنجائش نہیں اور اگر اجزائے ارض پر غالب تھے اور بعد احراق بھی غالب رہے تو بالاجماع عدمِ جواز ہے اور اگر مغلوب تھے یا اب احراق سے ایک حصہ فنا ہوکر مغلوب ہوگئے تو قولِ اوّل گزشتہ اور قول چہارم آئندہ کا اختلاف ہے محقق علی الاطلاق کو خشت پختہ میں نفی تفصیل کی گنجائش اُس وجہ سے ہُوئی جس کی طرف سابقاً ہم نے اشارہ کیا کہ اینٹ کی مٹی میں عادۃً خلط ہوتا ہے تو خس و خاشاک کا کہ وُہ احراق سے فنا ہوجاتے ہیں تو خزف[ف۲] میں مطلقاً اُس کا اجرا جیسا کہ حلیہ میں واقع ہُوا صحیح نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

(۴) خام میں خلط اُسی تفصیل غلبہ پر ہے اور ملا کر پکانے میں مطلقاً ممانعت اجزائے ارضیہ غالب ہوں خواہ مغلوب یہی ظاہر کلام مذکور محیط[۱] و زیلعی[۲] و ملیہ[۳] ہے اور یہی اُس عبارت خلاصہ[۴] سے مستفاد جو ابھی حلیہ سے گزری اور یہی مفاد تجنیس[۵] و خانیہ[۶] و بزازیہ ہے وجیز کردری میں ہے:

الخزف علی الخلاف الا اذا جعل فیہ شیئ من الادویۃ[۱]۔	خزف میں اختلاف ہے مگر جب کہ اس میں کوئی دوا ڈال دی گئی ہو۔ (ت)

بحر میں ہے:

وکذا بالخزف الخالص الا اذا کان مخلوطا بما لیس من جنس الارض اوکان علیہ صبغ لیس من جنس الارض کذا اطلق فی التجنیس والمحیط وغیرھما مع ان المسطور فی قاضی خان الی اٰخر ما مر عن الفتح[۲]۔	اور ایسے ہی خالص خزف (ٹھیکری) سے۔ مگر جب وہ کسی ایسی چیز سے مخلوط ہو جو جنس زمین سے نہیں، یا اس پر جنس زمین کے علاوہ کسی چیز کا رنگ چڑھایا گیا ہو تجنیس اور محیط وغیرہما میں ایسے ہی مطلق بیان کیا ہے باوجودیکہ قاضیخان میں یہ مرقوم ہے ۔ اس کے بعد آخر تک وہ ہے جو فتح القدیر کے حوالہ سے گزرا۔ (ت)

خود فتح میں فرمایا کہ ہم نے جتنی کتابیں ملاحظہ فرمائیں سب میں بحالِ خلط حکم منع یونہی مطلق ہے کما تقدم (جیسا کہ پہلے گزر چکا۔ ت) البتہ ایک جوہرہ نے اس مسئلہ خزف میں شرطِ غلبہ ذکر کی کما سبق فی صدر ھذہ المسألۃ (جیسا کہ اس مسئلہ کے شروع میں گزرا۔ ت)

---

[۱] فتاوٰی بزازیہ مع العالمگیری — الخامس فی التیمم — مطبع نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۷

[۲] البحر الرائق — باب التیمم — مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۸

Marfat.com

اقول مگر انھوں نے کوئی سند ذکر نہ کی اور وہ بشہادت امام محقق علی الاطلاق اس میں متفرد ہیں بلکہ غیاثیہ میں اسی پر اجماع نقل کیا،

حیث قال الخزف اذا استعمل فیہ شیئ من الادویۃ حینئذ لایجوز بالتیمم بہ بالاجماع[1]۔

ان کا کلام یہ ہے کہ "خزف میں جب کوئی دوا استعمال کی جائے تو اس وقت اس سے تیمم بالاجماع جائز نہیں"۔ (ت)

اقول فتح وحلیہ وبحر یہاں فتاوٰی امام قاضیخان سے استناد فرماتے ہیں کہ اعتبار غالب کا ہے مگر خود امام فقیہ النفس نے اسی مسئلہ خزف میں بحال خلط منع مطلق رکھا کہ فرمایا:

لوتیمم بالخزف ان کان علیہ غبار جاز وان لم یکن علیہ غبار فانکان متخذا من التراب الخالص ولم یجعل فیہ شیئ من الادویۃ جاز وان جعل فیہ شیئ من الادویۃ ولم یکن علیہ غبار لایجوز۔

اگر خزف سے تیمم کیا تو اگر اس پر غبار ہو جائز ہے اور اگر اس پر غبار نہ ہو تو یہ صورت ہے کہ اگر وہ خالص مٹی کی بنی ہو اور اس میں کوئی دوا نہ پڑی ہو تو جائز ہے اور اگر اس میں کوئی دوا پڑی ہو اور اس پر کوئی غبار نہ ہو تو ناجائز ہے۔ (ت)

وہاں اگر وہ اطلاق تھا کہ:

التراب اذا خالطہ مالیس من اجزاء الارض یعتبر فیہ الغلبۃ[2]۔

مٹی میں جب غیر اجزائے زمین سے کچھ مخلوط ہوجائے تو اس میں غلبہ کا اعتبار ہے۔ (ت)

تو یہاں یہ اطلاق ہے کہ:

وان جعل فیہ شیئ من الادویۃ لایجوز[3]۔

اور اگر اس میں کوئی دوا پڑی ہو تو ناجائز ہے۔ (ت)

یہ اگر حالت غلبہ پر محمول ہوسکتا ہے وہ حالت غیر طبخ پر،

واستشھد لہ فی الحلیۃ بما فی مختارات النوازل یجوز التیمم بالخزف ھو الصحیح وبما فی خزانۃ الفتاوی یجوز

حلیہ میں اس پر ان دو عبارتوں سے استشہاد کیا ہے (۱) مختارات النوازل: "خزف سے تیمم جائز ہے۔ یہی صحیح ہے"۔ (۲) خزانۃ الفتاوی: "خزف سے

---

[1] فتاوٰی غیاثیہ باب التیمم مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۱۷

[2] فتاوٰی قاضی خان فصل فیما یجوز بہ التیمم مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۲۹

[3] ایضاً

marfat.com
Marfat.com

بالخزف الا اذا کان علیہ صبغ لیس من جنس الارض[1] اھ۔

تیمم جائز ہے مگر جب اس پر کوئی ایسا رنگ چڑھا ہو جو جنسِ زمین سے نہیں اھ۔ (ت)

اقول اما الاول فابعد شیئ عن الشھادۃ لہ فانہ انما ذکر حکم الخزف فی نفسہ وھو کذلک ولم یتعرض لشیئ من العوارض فکیف یدل علی الجواز بالمخلوط واما الثانی فقریب[2] منہ فان الخزف کثیرا ما یصبغ والخلط نادر وذکر الغالب وترك النادر غیر بعید وقد رأیتنی کتبت علی ھامش الحلیۃ ھھنا مانصہ اطلاق الجواز بالخزف او تقییدہ بما اذا لم یکن صبغ مخالف لاینا فی اطلاق المنع اذا کان طبخہ مع شیئ مخالف فانہ نادر خارج لایلاحظ الیہ فی افادۃ حکم نفس الخزف بخلاف الصبغ فانہ کثیر اھ ماکتبت علیہ ھذا **وقال فی الغنیۃ** موجھا اطلاق المنع بخلط الطبخ (ولو تیمم بالخزف ان کان متخذا من التراب الخالص ولم یجعل فیہ شیئ من الادویۃ) کالفحم والشعر وغیرھما مما یجعل فی الطین الذی تتخذ منہ البنادق (جاز) التیمم بہ (و ان لم یکن علیہ غبار) وان کان

اقول: اوّل تو ان کے مطلوب کی شہادت سے انتہائی بعید ہے اس لیے کہ اس میں صرف یہی بیان ہے کہ خود خزف کا کیا حکم ہے؟ تو نفس خزف کا تو یہی حکم ہے مگر اس عبارت میں اس کے عوارض کا کوئی ذکر ہی نہیں پھر اس سے خزف مخلوط کا جواز کیسے دریافت ہوسکتا ہے؟ عبارت دوم بھی اول سے قریب ہی ہے اس لیے کہ خزف کی رنگائی تو بہت ہوتی ہے مگر اس میں دوسری چیز کی ملاوٹ نادر ہے۔ اکثر کو ذکر میں لانا اور نادر کو ترک کردینا کوئی بعید امر نہیں۔ یہاں حلیہ کے حاشیہ پر مجھے اپنی لکھی ہُوئی درج ذیل عبارت نظر آئی: "خزف سے جواز کو مطلقاً بیان کرنا یا جواز کو اس بات سے مقید کرنا کہ کوئی مخالف رنگ نہ ہو، یہ اس کے منافی نہیں کہ اس سے تیمم مطلقاً منع ہو جب اسے کسی مخالف چیز کے ساتھ پکا دیا گیا ہو، اس لیے کہ یہ صورت الگ ہے جو بہت کم واقع ہوتی ہے اور نفس خزف کا حکم بتانے میں نظر انداز کی جاسکتی ہے اس کے برخلاف رنگائی والی صورت بکثرت پائی جاتی ہے اھ" (حاشیہ پر لکھی ہُوئی میری تحریر ختم ہوئی) یہ ذہن نشین رہے۔ غنیہ میں ملا کر پکانے کی صورت میں مطلقاً ممانعت کی توجیہ کرتے ہوئے یُوں لکھا ہے "(اور اگر خزف سے تیمم کیا تو اگر وہ خالص مٹی سے بنی ہو اور اس میں کوئی

---

[1] حلیہ

فیه شیئ من الادویة ظاهرا لایجوز الا ان یکون علیه غبار لما تقدم فی المطلی بالآنك وکان ینبغی ان تعتبر الغلبة لکن لم یعتبروها لانه بخلط الدواء مع الطبخ خرج عن کونه من جنس الارض من کل وجه[1] اھ۔

دوا نہ پڑی ہو) جیسے کوئلہ، بال اور دوسری چیزیں جو اس مٹی میں ڈالی جاتی ہیں جس سے بندوق کی گولیاں بنتی ہیں تو اس سے تیمم (جائز ہے۔ اگرچہ اس پر غبار نہ ہو) اور اگر اس میں اوپر کوئی دوا پڑی ہو تو جائز نہیں مگر اسی صورت میں جب اس پر غبار ہو۔ اس کی وجہ وہی ہے جو رانگ سے قلعی کیے ہوئے برتن کے بارے میں گزر چکی۔ یہاں غلبہ کا اعتبار ہونا چاہئے تھا لیکن اس کا اعتبار نہ کیا گیا اس لیے کہ پکانے کے ساتھ دوا ملانے کی وجہ سے وہ پورے طور سے جنس زمین ہونے سے خارج ہوگئی"۔ اھ (ت)

اقول اولاً ف۱ رأیتنی کتبت علیه الذی تقدم فی المطلی هو قوله (لایجوز التیمم بالغضائر المطلی بالآنك) لوقوعه علی غیر جنس الارض[2] اھ فهذا یقتضی ان معنی قوله ان کان فیه شیئ من الادویة ظاهرا ای مستعلیا فوقه ولیس کذلك فان ههنا مزجا والتاویل بان المراد ظهور الاثر والاحالة علی ما تقدم من جهة انه لم یبق من جنس الارض علی الاطلاق، شدید البعد عن المذاق، کما لایخفی علی الحذاق۔

اقول: اولاً میں نے دیکھا کہ اس پر میں نے وہ عبارت لکھی ہے جو قلعی کیے ہوئے برتن کے بارے میں گزری یعنی ان کا یہ کلام "اس برتن سے تیمم جائز نہیں جس پر رانگ کی قلعی کی گئی ہو) اس لئے کہ یہ تیمم غیر جنس زمین پر ہوگا"۔ اھ۔ یہ کلام اس کا مقتضی ہے کہ ان کی عبارت "ان کان فیه شیئ من الادویة ظاهرا" کا معنی یہ ہو کہ اگر اس کے اوپر کوئی دوا چڑھی ہوئی ہو، حالاں کہ یہ صورت نہیں اس لیے کہ یہاں تو مٹی میں دوا کی آمیزش اور ملاوٹ ہوتی ہے اب اگر "ظاهرا" کی تاویل میں یہ کہا جائے کہ مطلب یہ ہے کہ دوا کا اثر ظاہر ہو اور ماسبق کا حوالہ اس لحاظ سے دیا ہے کہ یہ بھی مطلقاً جنس زمین سے نہ رہی تو یہ تاویل مذاق سلیم سے بہت بعید ہے جیسا کہ ماہرین پر مخفی نہیں۔ (ت)

وثانیا ف۲ الظهور سواء ارید

ثانیاً: ظہور ممانعت کی شرط نہیں خواہ اس سے

---

[1] و [2] غنیة المستملی باب التیمم مطبع سهیل اکیڈمی لاہور ص ۷۹

marfat.com
Marfat.com

بہ عیناً او اثراً لیس شرط المنع الا تری ان الزجاج المتخذ من الرمل والقلی وھو الموجود الاٰن غالبا فی ایدی الناس لایظھر فیہ للقلی عین ولا اثر وعدم جواز التیمم بہ معلوم مقرر۔

عین مراد ہو یا اثر۔ دیکھئے کہ شیشہ جو ریت اور شخار سے بنتا ہے ــــ اور اس وقت لوگوں کے پاس زیادہ تر یہی پایا جاتا ہے ــــ اس میں شخار کا نہ عین ہوتا ہے نہ اثر، مگر اس سے تیمم کا عدمِ جواز معلوم اور طے شدہ ہے۔

وثالثا اشتراط الظھور بای وجہ کان تقیید لاطلاقھم فان ارتکب ھذا فلم لایقید بشرط الغلبۃ المعلوم من قواعد الشرع والعقل۔

ثالثا: ظہور کی شرط جس طرح بھی لگائی جائے اس سے اطلاقِ علما کی تقیید لازم آتی ہے اگر قید لگانی ہی ہے تو کیوں نہ شرطِ غلبہ کی قید لگائی جائے جس کا شرعی و عقلی قواعد سے ہونا معلوم ہے۔

فان قلت ھو احتراز عن نزر یسیر یختلط من غیر قصد قلما یخلو الشیئ عنہ عادۃ ففی اعتبارہ حرج بخلاف دواء یخلط قصدا فانہ یکون علی مقدار صالح ولابد لہ من اثر ظاھر۔

اگر یہ کہا جائے کہ "ظاہراً" کہہ کر اس قلیل معمولی مقدار سے احتراز مقصود ہے جو بلا ارادہ مل جاتی ہے جس سے شئ عادۃً کم ہی خالی ہوتی ہے تو اس کا اعتبار کرنے میں حرج ہے۔ اس کے برخلاف ایسی دوا جو قصداً ملائی جائے اس کی ایک قابلِ لحاظ مقدار ہوتی ہے اور اس کا نمایاں اثر ضروری ہے۔ (ت)

اقول فھذا یرجع الی اعتبار الغلبۃ اذ ھو الفصل بین القلیل والکثیر والاوساط مالھا من انضباط الا تری الی قول الھدایۃ فی المیاہ لنا ان الخلط القلیل لامعتبر بہ لعدم امکان الاحتراز عنہ کما فی اجزاء الارض فیعتبر الغالب والغلبۃ بالاجزاء[1] اھ۔

اقول تو اس کا مآل، غلبہ کا اعتبار ہے کیونکہ قلیل و کثیر کے درمیان حدِ امتیاز وہی ہے، درمیانی حالتوں کا تو کوئی انضباط ہی نہیں۔ پانی سے متعلق صاحبِ ہدایہ کی عبارت دیکھئے، فرماتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ معمولی آمیزش کا کوئی اعتبار نہیں اس لیے کہ اس سے بچنا ممکن نہیں، جیسے اجزائے زمین میں، تو غالب کا اعتبار ہوگا۔ اور غلبہ اجزاء سے ہوتا ہے۔" اھ (ت)

---

[1] الہدایۃ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء الخ مطبع المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۱۸

Marfat.com

ورابعا[1] خروجه بالطبخ مع الدواء مطلقا عن جنس الارض ای دلیل علیه فانما کان الطبخ اکثر اثرا فی الماء لحصول شدة الامتزاج به کما فی الکاف والتبیین وغیرهما لان بالنار یتخلخل الشیئ فینفذ فیه الماء وتنحل منه اجزاء لطیفة تسری فی الماء ولا کذلك الطین و اذلیس ههنا للطبخ زیادة اثر فلم یبق الا المزج وهو معتبر فیه الغلبة قطعا کما تقدم وبالله التوفیق۔

وخامسا[2] ما الفرق بین ما اذا قرض شعر ودق فحم ومزجا بطین غالب مزجا بالغا وصنعت منه بنادق و جففت بالشمس وبین ما اذا صنعت واحرقت فای شیئ زادتها النار حتی جاز بها التیمم فی الاولی دون الاخری بل لم تزدها النار الا نقصا لاحتراق حصة من المخالط فهذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی۔

رابعاً: دوا کے ساتھ ملا کر پکانے سے وہ مطلقاً جنسِ زمین سے خارج ہوتی ہے اس پر کیا دلیل ہے؟ پکانے کا اثر پانی پر زیادہ ہوتا ہے کیونکہ اس سے خوب امتزاج ہوجاتا ہے جیسا کافی اور تبیین وغیرہما میں ہے اس لیے کہ آگ سے شئی میں تخلخل پیدا ہوجاتا ہے تو پانی اس میں نفوذ کرجاتا ہے اور اس کے لطیف اجزاء پانی میں سرایت کرجاتے ہیں۔ ادھر مٹی کا معاملہ ایسا نہیں۔ اور جب یہاں پکانے کا کوئی خاص اثر نہیں تو بس امتزاج ہی رہ گیا، اور امتزاج کی صورت میں قطعی طور پر غلبہ کا اعتبار ہے جیسا کہ گزر چکا۔ اور توفیق خدا ہی سے ہے۔ (ت)

خامساً: دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ بال کاٹا گیا، کوئلہ پیسا گیا اور دونوں کو غالب مٹی سے خوب ملا دیا گیا اور اس سے گولیاں بنا کر دھوپ میں سُکھا دی گئیں۔ دُوسری صورت یہ کہ گولیاں بنا کر آگ میں جلائی گئیں تو آگ نے ان گولیوں میں کیا زیادہ کردیا کہ پہلی صورت میں تو تیمم جائز ہوا اور دوسری میں جائز نہ ہُوا، دونوں میں آخر فرق کیا ہے؟ بلکہ دوسری صُورت میں آگ نے کچھ بڑھایا نہیں بلکہ کم ہی کیا اس لیے کہ مٹی سے ملنے والی چیز کا ایک حصّہ جلا دیا۔ یہ میرے نزدیک ہے اور حق کا علم میرے رب ہی کے یہاں ہے۔ (ت)

بالجملہ مسئلہ خلط بالطبخ مثل مسئلہ جمع بین الاختین بملک الیمین ہے احلتھما اٰیۃ وحرمتھما اخری (ان دونوں کو ایک آیت نے حلال کیا اور دوسری نے حرام کیا۔ ت) اُدھر اطلاقات ائمہ کہ خلط میں غلبہ کا اعتبار ہے مخالط مغلوب میں حکم جواز بتا رہے ہیں ادھر ویسے ہی اطلاقات ائمہ کہ جس میں کچھ دوائی پکائی جائے صالح تیمم نہیں جانب منع جا رہے ہیں، دونوں اطلاقوں میں سے ایک ضرور مقید ہے۔ دوم کو صرف علامہ

marfat.com
Marfat.com

ابراہیم حلبی نے اطلاق پر رکھنا چاہا اور اُس کی جو وجہ فرمائی بوجوہ مخدوش ہے اگر کہیے اس کی تائید مسئلۂ زجاج متخذ من الرمل وغیرہ سے ہوتی ہے کہ محیط و تبیین اور خود محقق علی الاطلاق اور اُن کے اتباع نے اُس میں مطلقاً حکم منع دیا اور ریتے کے غالب ہونے کی کوئی قید ذکر نہ فرمائی۔

اقول علماء نے واقع پر حکم فرمایا اور واقع یہی ہے کہ جنسِ ارض اُس میں غالب نہیں۔ تحفہ میں ہے:

مصنوع او راسنگریزۂ سفید وقلی ست کہ بالمناصفہ گداز ندل[1]۔	مصنوعی شیشہ سفید سنگریزے اور شخار سے بنتا ہے اس طرح کہ دونوں نصف نصف لے کر پگھلاتے ہیں۔ (ت)

تذکرۂ انطاکی میں ہے:

والمصنوع منه من القلی جزء والرمل الابیض الخالص نصف جزء ویسبکان حد الامتزاج[2]۔	مصنوعی شیشہ کے اندر شخار کا ایک حصہ ہوتا ہے اور سفید خالص ریت کا نصف حصہ۔ دونوں کو اس حد تک گلایا جاتا ہے کہ ایک دوسرے سے خوب مل جائیں۔ (ت)

اور اول کو امام محقق الاطلاق و صاحبِ جوہرہ و محقق حلبی صاحبِ حلیہ و محقق زین صاحب بحر نے اطلاق پر رکھا اور وہی جادۂ واضحہ و قاعدۂ عقلیہ و نقلیہ ہے لہٰذا وہی مرجح ہونا چاہیے اور احتیاط احسن، غرض خلط میں خلاصۂ حکم یہ نکلا کہ اگر بلا طبخ ہے تو جب تک جنسِ ارض غالب ہے تیمم جائز ہے۔ اور اگر طبخ کے ساتھ خلط ہو تو اگر اجزائے مخالف غالب یا مساوی تھے اور بعد طبخ بھی ایسے ہی رہے تو تیمم مطلقاً ناجائز اور اگر جلنے سے کل فنا ہو گئے مطلقاً جائز۔ اور اگر بعض مغلوب باقی رہے تو اگر خلط قصدی نہ تھا بعض اجزائے قلیلہ خود ملے رہ گئے تھے تیمم جائز۔ اور اگر قصداً ملائے گئے تھے تو اظہر و ارجح جواز اور اولیٰ احتراز یہ ہے بحمد اللہ تعالیٰ جنس ارض کی وہ تحقیق بالغ و تنقیح بازغ کہ اس کا دسواں حصہ کہیں نہ ملے گا بفضلہ تعالیٰ اُن مباحث جلیلہ پر مشتمل جن کی نعمت کو رحمت بے سبب نے اسی تحریر کے لیے ودیعت رکھا تھا۔

وللہ الحمد اولاً و اٰخراً ؛ وباطناً وظاہراً ؛ وصلی اللہ تعالٰی وسلم وبارك کثیرا متواتراً ؛ وافرا متظافرا ؛ علی عالم حکمہ ؛ وقاسم	اور خدا ہی کے لیے ساری حمد ہے اول و آخر، ظاہر و باطن۔ اور خدائے تعالٰی کی کثیر، متواتر، وافر و غالب رحمت و برکت ہو اس کی حکمتوں کے عالم، نعمتوں کے قاسم

---

[1] تحفۂ تنکابنی، الزاء مع الجیم ص ۳۱۶

[2] تذکرۂ داؤد انطاکی، حرف الزاء، مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۵

Marfat.com

نعمہ ۞ وافضل خلقہ ۞ وسراج افقہ ۞ واٰلہ وصحبہ ۞ وابنہ وحزبہ ۞ ابد الابدین ۞ عدد خلق اللہ فی کل اٰن و حین ۞ والحمد للہ رب العٰلمین۔

مخلوق میں افضل، اور آفتاب افق پر اور ان کی آل، اصحاب، فرزند اور ان کی جماعت پر ہمیشہ ہمیشہ، جس قدر ہر آن اور ہر وقت خلقِ خدا ہو۔ اور خدائے رب العالمین ہی کے لیے ساری حمد ہے۔ (ت)

(رسالہ ضمنیہ المطر السعید تمام ہوا)

پانزدہم[عہ] کامل الطہارۃ کے یہ معنے کہ اُس جنسِ ارض کو کبھی نجاست نہ پہنچی ہو یا پہنچی تو پاک ہوگئی ہو یعنی اصلاً اُس کا کوئی حصہ نہ رہا ہو جیسے پانی سے دُھل کر یا آگ سے جل کر اجزائے نجاست سب نکل یا جل جائیں دُھوپ یا ہَوا سے خشک ہو کر جبکہ نجاست کا کوئی اثر رنگ و بُو نہ رہے تو وہ شَے نماز کے لیے پاک ہو جاتی ہے مگر اُس سے تیمم جائز نہیں ہوتا کہ دھوپ یا ہَوا استیصال نجاست نہیں کرتی کچھ اجزائے خفیفہ باقی رہ جاتے ہیں جو نماز میں معاف ہیں اور تیمم میں معاف نہیں کما مر تحقیقہ فی صدر الکلام بتوفیق الملک العلام (جیسا کہ اس کی تحقیق آغاز کلام میں، ملک علام کی توفیق سے گزر چکی۔ ت)

ثم اقول اُس زمین[ف] یا جنسِ زمین کو کبھی نجاست نہ پہنچنے کے یہ معنی کہ اس کے علم میں نہ ہو نہ بعد کو علم آئے۔

لانا انما کلفنا بما لا نعلم نجاستہ لا بما نعلم عدم نجاستہ اذ لا سبیل لنا الیہ فانما التکلیف بحسب الوسع۔

اس لیے کہ ہم اسی کے مکلف ہیں جس کی نجاست ہمارے علم میں نہ ہو، اس کے مکلف نہیں جس کی عدم نجاست ہمیں معلوم ہو، اس لیے کہ ہمارے پاس اس کی کوئی راہ نہیں۔ تکلیف بقدرِ وسعت ہی ہے۔ (ت)

ہاں اگر اسے اُس شَے کی نجاست کا علم نہ تھا نہ وہ کسی مظنہ[ف] نجاست میں تھی کہ یہاں ظن بھی ملتحق بہ یقین ہے بیت الخلا کی زمین سے تیمم جائز نہ ہوگا اگرچہ اسے اس حصہ خاص کا جس پر تیمم کرنا چاہتا ہے نجس ہونا معلوم نہ ہو یوں جس چیز کی نجاست اس کے علم[ف] وظن میں نہ تھی بعد کو کسی مسلمان ثقہ عادل کی خبر سے معلوم ہُوا کہ یہ شَے یا جگہ نجس تھی یا کسی مستور یا فاسق نے خبر دی اور اس کا دل اُس کے صدق پر جما تو وہ تیمم باطل تھا اگر اُس سے نماز پڑھی[ف] تھی اعادہ کرے ہاں کافر کی خبر کا اعتبار نہیں اور غیر عادل کی بات دل پر نہ جمے تو اس کا لحاظ بھی ضرور نہیں اور اگر اُسے[ف] نجاست

[عہ] یہ اس چہاردہم کا پانزدہم ہے جو صفحہ ۷۰۵ پر گزرا۔ (م)

marfat.com
Marfat.com

معلوم نہیں نہ بعد کو معلوم ہُوئی تو تیمم صحیح ہُوا اور نماز جائز اگرچہ علمِ الٰہی میں وہاں کوئی نجاست ہو۔

شانزدہم خود یا اپنی نیت مذکورہ سے دوسرے کو اس میں تین مسئلے ہیں،

(۱) یہ کہ[ف۱] جس طرح اپنے ہاتھوں آپ تیمم جائز ہے یُوں ہی یہ بھی روا ہے کو بشرائط آئندہ دوسرے سے اپنے اعضا پر تیمم کرالے۔

اقول[ف۲] مگر یہ بلاضرورت مکروہ ہوگا جس طرح وضو میں دوسرے سے استعانت بلکہ اُس سے زائد کہ اس کے نفس جواز وصحت ہی میں بعض کو خلاف ہے کما ستسمع (جیسا کہ عنقریب سُنو گے۔ت)

(۲) دوسرا[ف۳] اس کے حکم سے اسے تیمم کرائے حکم سے مراد اُسے دربارۂ تیمم اپنا وکیل و نائب کرنا ہے عام ازیں کہ صراحۃً ہو یا دلالۃً اگر کسی طرح اس کی جانب سے نائب بنانے پر دلالت نہ پائی گئی اور اُس نے بطور خود ہاتھ زمین پر مار کر اُس کے منہ اور ہاتھوں پر پھیر دیے تو تیمم نہ ہوگا۔

(۳) ضرور[ف۴] ہے کہ یہ حکم دینے والا اُس کی ضرب کے وقت خود نیت کرے اُس کی نیت کافی نہیں۔ مراقی الفلاح میں ہے:

فان نوی التیمم وامر بہ غیرہ فیممہ[۱]۔

تو اگر تیمم کی نیت کی اور دوسرے کو حکم دیا کہ اس نے اسے تیمم کرادیا۔(ت)

بحرالرائق سے گزرا،

لوامر غیرہ بان ییممہ جاز بشرط ان ینوی الاٰمر (الی ان قال) لما ان المامور اٰلۃ و ضربہ ضرب للاٰمر فالعبرۃ للاٰمر[۲]۔

اگر دوسرے سے اپنا تیمم کروایا تو جائز ہے بشرطیکہ حکم دینے والا نیت کرے (یہاں تک کہ فرمایا) اس لیے کہ مامور ذریعہ ہے اور اس کی ضرب، آمر کی ضرب ہے تو اعتبار آمر کا ہے۔(ت)

اُسی میں معراج الدرایہ سے ہے،

لوامر غیرہ ان ییممہ ونوی ھو جاز و قال ابن القاضی لایجزئہ[۳] اھ والناوی ھو الاٰمر کما لایخفی۔

اگر دوسرے کو تیمم کرانے کا حکم دیا اور خود نیت کی تو جائز ہے، اور ابن القاضی نے کہا کہ کافی نہ ہوگا اھ اور نیت آمر کو کرنی ہوگی جیسا کہ مخفی نہیں۔(ت)

---

[۱] مراقی الفلاح باب التیمم مکتبہ ازہریہ مصر ص ۶۹

[۲] البحرالرائق " مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۵

[۳] ایضاً

Marfat.com

اقول یہاں ذہنِ فقیر میں ایک تفصیل گزرتی ہے اتنا تو پہلے معلوم ہولیا کہ تیمم معہود میں نیت وقتِ ضرب شرط ہے بعدِ ضرب کافی نہیں مگر اُس حالت میں کہ ہاتھوں پر کافی مٹی قابلِ تیمم لگی ہوئی ہو کما تقدم تحقیقہ فی ذکر مذھب السید الامام ابی شجاع (جیسا کہ مذہب سید امام ابی شجاع کے بیان میں اس کی تحقیق پہلے گزرچکی۔ ت)

اب یہاں چار صورتیں ہیں کہ اخیر کی صُورت دو ہو کر پانچ ہوجائیں گی :

ایک یہ کہ زید نے عمرو سے کہا : مجھے تیمم کرادے اُس نے قبول کیا۔

دوسرے یہ کہ عمرو نے زید سے کہا : میں تجھے تیمم کرادوں ، یا کہا میں تجھے تیمم کرائے دیتا ہُوں۔ زید نے کہا اچھا۔ ان دونوں صورتوں میں تو ظاہر کہ تیمم بامرِ زید ہُوا۔

تیسرے یہ کہ عمرو نے کہا اور زید نے سکوت کیا اور اُس کی ضرب کے وقت نیّت کرلی ظاہراً اس صورت میں بھی جواز چاہیے کہ اس نے اپنی تصریح قولی سے فعل ضرب زید کی طرف مضاف کیا اور زید نے اپنے سکوت سے اُسے قبول کیا کہ ایسی جگہ سکوت دلیلِ رضا ہے تو ان پہلی دو صورتوں میں زید کی طرف سے حکم صراحۃً تھا اور اس میں دلالۃً غمز العیون میں ہے :

الوکالۃ کما تثبت بالقول تثبت بالسکوت ولذا قال فی الظہیریۃ لوقال ابن العم للکبیرۃ انی ارید ان ازوجك نفسی فسکتت فتزوجہا جاز ذکرہ المصنف رحمہ اللہ تعالٰی فی باب الاولیاء والاکفاء فی شرح الکنز[1]

وکالت جیسے قول سے ثابت ہوتی ہے سکوت سے بھی ثابت ہوتی ہے۔ اسی لیے ظہیریہ میں فرمایا : اگر چچازاد بھائی نے بالغہ سے کہا میں چاہتا ہوں کہ تیرا نکاح اپنی ذات سے کرلوں۔ اس پر وہ خاموش رہی پھر اس نے اس بالغہ سے نکاح کرلیا تو جائز ہے اسے مصنف رحمہ اللہ تعالٰی نے شرح کنز میں باب الاولیاء والاکفاء میں بیان کیا ہے۔ (ت)

چوتھے یہ کہ نہ زید نے کچھ کہا نہ عمرو نے۔ عمرو نے بطور خود جنس ارض پر ہاتھ مارے اگرچہ اُس کے دل میں یہی ارادہ ہو کہ زید کو تیمم کراؤں گا بظاہر اس میں دو صورتیں نکلیں گی ایک یہ کہ ضرب سے عمرو کے ہاتھوں پر کافی مٹی قابلِ تیمم لگ گئی تھی اور جس وقت اُس نے ہاتھ اس کے عضو پر پھیرنے چاہے اس نے نیتِ تطہیر کرلی عام ازیں کہ ضربِ عمرو کے وقت اس نے نیت نہ کی ہو یا رجحاناً بالغیب کرلی ہو اس صورت میں جواز ظاہر ہے کہ اب یہ تیمم

---

[1] غمز العیون شرح الاشباہ القاعدۃ الثانیہ عشر الفرض افضل من النفل مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۸۸

marfat.com
Marfat.com

تیمم معہود نہیں بلکہ تراب حقیقی سے ہے اور اُس میں تراب و اعضا کو اتصال دیتے وقت ہی نیت چاہیے پھر بھی توکیل کی صورت باقی ہے کہ اس کی طرف سے فعل پایا جائے، ورنہ ہُوا اگر چہرہ و ذراعین پر غبار لاکر ڈال دے بے ہاتھ پھیرے تیمم نہ ہوگا اور خود بہ نیت تیمم اُڑتے غبار میں داخل ہوا کہ غبار تمام محل مطلوب کو پہنچ گیا تیمم ہو گیا کہ اس کا فعل سبب اتصال ہوا اس کی تحقیق کے لیے یہاں اس توکیل و انابت کا ایجاب و قبول بطور بیع بالتعاطی من الجانبین ہوگا کہ مذہب صحیح میں جائز ہے مثلاً روٹی کا نرخ معروف[1] ایک پیسہ ہے بکر خالد کی دکان پر آیا چار پیسے اس کے سامنے رکھ کر چار روٹیاں لے گیا نہ بکر نے کچھ کہا نہ خالد نے بیع صحیح و تمام ہوگئی از انجا کہ یہ تیمم تیمم معہود نہ تھا وقت ضرب نیت شرط نہ ہوئی بلکہ اگر وقت ضرب عمرو زید اپنے لیے نیت تطہیر کرتا بیکار تھی کہ وُہ فعل ضرب صراحۃً و دلالۃً کسی طرح اُس کی طرف مضاف نہ تھا پرائے فعل پر نیت کیا معنے۔ اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ اس صورت میں بھی زید کا حکم دلالۃً پایا گیا کہ جب اُس نے تراب آلودہ ہاتھوں سے اپنے تیمم کرانا چاہا اور اس نے قبول کیا اور نیت تطہیر کی پڑ لالۃً انابت تحقق ہوئی۔

دوسرے یہ کہ عمرو کے ہاتھوں پر مٹی نہ لگی یا لگی تھی اس نے جھاڑ دی جیسا کہ مسنون ہے ظاہراً اس صورت میں جواز نہ چاہیے کہ اس وقت عمرو کے خالی ہاتھ ہیں تو یہ تیمم تیمم معہود ہے اور تیمم معہود میں وقتِ ضرب نیت لازم اور یہ نیت یہاں نامتصور کہ اس کی وُہ ضرب زید کی طرف مضاف نہ تھی نہ صرف دل کے ارادے سے ایک کا فعل دوسرے کی طرف مضاف ہو جیسے عمرو[2] زید کے ارادہ سے کوئی چیز خریدے عمرو ہی اس کا مالک ہوگا صرف ارادہ سے زید کی نہیں ٹھہر سکتی کما فی الدر وغیرہ ان الشراء متی وجد نفاذاً علی المشتری نفذ (جیسا کہ دُرِمختار وغیرہ میں ہے کہ خریداری جب خریدار پر نفاذ کے طور پر پائی جائے نافذ ہوگی۔ ت)

بخلاف اس کے کہ نہ زید[3] نے عمرو سے کہا نہ عمرو نے زید سے کچھ تذکرہ کیا اور بطور خود زید کا نکاح ہندہ سے کردیا اور زید کو خبر پہنچی اُس نے صراحۃً یا دلالۃً جائز رکھا نکاح نافذ ہوگیا کہ یہ امر عمرو کی طرف کسی طرح مضاف ہو سکتا ہی نہ تھا کہ عقد تصریحاً جانبِ زید مضاف تھا اور ضرب کف میں کوئی اضافت نہیں ھذا ما ظھر فلیراجع ولیحرر والعلم بالحق عند العلی الاکبر (ظاہر میں یہی ہے۔ اس کی مراجعت اور صفائی کرلی جائے اور حق کا علم رب بلند و برتر کے یہاں ہے۔ ت)

اس صورت اخیرہ یعنی تیمم میں اگرچہ زید کی نیت تھی پھر بھی حکم صراحۃً دلالۃً کسی طرح نہ ہونے سے جواز نہ ہوا، اور اگر زید نے صراحۃً کہا مجھے تیمم کرادے اور نیت نہ کی یا کوئی بیکار[4] نیت مثل نیت نفسِ تیمم کی جب بھی جواز نہ ہوگا تو ظاہر ہوا کہ حکم و نیت دونوں کا اجتماع چاہیے واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہفدہم یا خود اس فعل سے یا اپنے خواہ اپنے مامور کے وہ کف الخ یہ تعمیم تیمم کی اُس تقسیم کی طرف اشارہ ہے جس کی تحقیق اوپر گزری کہ ایک تیمم معہودہ ہے یعنی کفِ دست جنسِ ارض پر مار کر مُنہ اور ہاتھوں پر پھیرنا، دوسرا غیر معہود کہ اور کوئی فعل ایسا کرنا جس کے سبب بلاواسطہ ان اعضاء کو جنسِ ارض سے

Marfat.com

اتصال ہوا اس کی صورتیں اور تفصیلیں بسطِ کامل کے ساتھ اُوپر گزریں۔

ہیجدہم اُن کے اکثر کا منہ اور ہاتھوں سے مس ہونا یہ تیمم معہود کی ایک شرط کی طرف اشارہ ہے کہ کفِ دست جو جنسِ ارض سے مَس کیے گئے اُن کے کُل یا اکثر سے مُنہ اور دونوں ہاتھوں کا مسح ہُوا اگر صرف[ف۱] ایک یا دو انگلیوں سے مسح کرے گا تیمم نہ ہوگا جیسے[ف۲] سر اور موزوں کا مسح کہ اُن میں بھی اکثر کف شرط ہے بلکہ اُن سے بھی زیادہ کہ اگر وہاں ایک انگلی بار بار تر کرکے سر یا موزوں کے مختلف مواضع پر لگائی کہ اکثر کی مقدار کو پہنچ گئی مسح ہوگیا اور یہاں اگر ایک یا دو انگلیوں کو بار بار ضرب کرکے چہرہ یا ہاتھ کے مختلف مواضع پر پھیر کر استیعاب کرلیا تیمم نہ ہوگا کہ خود اکثر دست شرعاً معین ہے ظاہر ہے کہ یہ شرط تیمم معہود ہی میں ہے غیر معہود میں سرے سے مسح بالکف ہی کی ضرورت نہیں۔

وقد اھتدی له العلامة الشامی لکن ذکرہ متوقفا متأملا مستدرکا به علی الدرر و البحر ولو[ف۳] سمح له ما اظهر الفیض اللطیف علی العبد الضعیف من تقسیم التیمم لم یکن شیئ من هذہ قال فی الدر و شرطه المسح وکونه بثلاث اصابع فاکثر[1] فقال رحمه الله تعالٰی هو معنی قوله فی البحر بالید او باکثرها فلو مسح باصبعین لایجوز ولو کرر حتی استوعب بخلاف مسح الرأس فانه اذا مسحها باصبع او باصبعین بماء جدید لکل حتی صار قدر ربع الرأس صح اھ امداد و بحر قلت لکن فی التاتارخانیة ولو تمعک بالتراب بنیة التیمم فاصاب التراب وجهه و یدیه اجزأہ لان المقصود قد حصل اھ فعلم ان اشتراط اکثر الاصابع محله حیث مسح بیدہ تامل اھ[2]

علامہ شامی کو اس طرف راہ یابی ہُوئی مگر انہوں نے اسے توقف و تامل کے ساتھ درمختار اور البحر الرائق پر استدراک کرتے ہُوئے ذکر کیا۔ وہ تقسیم تیمم جو فیض لطیف سے بندۂ ضعیف پر ظاہر ہُوئی اگر علامہ شامی کے خیال میں آجاتی تو یہ سب کچھ نہ ہوتا۔ درمختار میں ہے "اور اس کی شرط مسح اور مسح کا تین یا زیادہ انگلیوں سے ہونا ہے"۔ اس پر علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا، یہی عبارت بحر بالید او باکثرھا (ہاتھ سے یا ہاتھ کے اکثر حصّہ سے) کا معنی ہے تو اگر دو انگلیوں سے مسح کیا، جائز نہ ہوگا۔ اگرچہ تکرار کرکے استیعاب کرلیا ہو۔ مسح سر کا حکم اس کے برخلاف ہے کیونکہ اگر ایک یا دو انگلیوں سے، ہر بار کے لیے نیا پانی لے کر مسح کیا یہاں تک کہ چوتھائی سر کے برابر مسح ہوگیا تو صحیح ہے اھ امداد و بحر۔ میں کہتا ہوں، لیکن تاتارخانیہ میں ہے، اگر تیمم کی نیت سے مٹی پر لوٹ پوٹ کیا جس سے اس کے چہرے اور ہاتھوں پر مٹی پہنچ گئی تو یہ کافی ہے اس لیے کہ مقصود حاصل ہوگیا اھ اس سے معلوم ہوا کہ اکثر انگلیوں کی شرط لگانے کا موقع اس وقت ہے جب ہاتھ سے مسح ہو۔ اس میں تامل کرنا چاہیئے۔ اھ (ت)

---

[1] درمختار مع الشامی باب التیمم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۶۹

[2] ردالمحتار باب التیمم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۶۹

Marfat.com

ثم اقول اشتراطهم الید او اکثرھا فی التیمم المعھود وعدم اجزاء الاستیعاب باصبع او اصبعین نص فی تعیین[1] الید و انہا مقصودۃ لایکفی الاستیعاب بغیرھا فلو امسّ خشبۃً اوثوبا اوقرطاسا مثلا بجنس الارض وامرھا علی الوجہ و الذراعین لاارٰہ یجوز الا ان یلتزق بھا من التراب مایستوعب المحل فیکون تیمما غیرمعھود وذٰلک لان الشرع المطھر انما جعل التراب طھورا عند عدم الماء فان لم یکن التراب الحقیقی فلابد من الحکمی ولم یعرف التراب الحکمی شرعا الایدا مست بالصعید الحقیقی و من ادعی غیرذٰلک فعلیہ البیان کیف والامر تعبدی مافیہ للقیاس ید ان فما وقع فی الحلیۃ من قولہ الشرط مجرد المس علی الارض اوعلی جنس الارض بالیدین اوبغیرھما وامرار ذٰلک علی العضوین سواء التزق بالماس شیئ من ذٰلک اولم یلتزق اھ ممالست احصلہ ولایحضرنی الاٰن من غیرہ نعم یجوز امساس الکفین بحائل تابع لھما کخرقۃ ملفوفۃ علیھا کما مرفی تیمیم المیت الا انہ

ثم اقول (میں پھر کہتا ہوں) تیمم معہود میں ہاتھ یا اس کے اکثر حصہ کی شرط لگانا، اور ایک یا دو انگلی سے استیعاب کا ناکافی ہونا ہاتھ کی تعیین پر نص ہے اور اس پر بھی کہ وہ مقصود ہے جس کے بغیر استیعاب ناکافی ہے۔ تو اگر مثلاً کسی لکڑی یا کپڑے یا کاغذ کو، جنس زمین سے مس کرکے چہرے اور کلائیوں پر گزار لیا تو میرے خیال میں یہ جائز نہ ہوگا مگر اسی صورت میں جب ان چیزوں پر اتنی مٹی چپک گئی ہو جس سے محل تیمم کا استیعاب ہو جائے تو یہ تیمم غیر معہود ہو جائیگا، وہ اس لیے کہ شرع مطہر نے پانی نہ ہونے کے وقت مٹی کو مطہر قرار دیا ہے تو اگر حقیقی مٹی نہ ہو تو حکمی ہونا ضروری ہے۔ اور شرعاً تراب حکمی کی حیثیت سے معلوم و معروف صرف وہی ہاتھ ہے جسے صعید حقیقی سے مس کیا گیا ہو۔۔۔ جو کسی اور کا بھی مدعی ہو اس کے ذمہ دلیل ہے۔ اور یہ کیسے ہو سکتا ہے جب کہ معاملہ تعبدی ہے جس میں قیاس کی دسترس نہیں۔ اس تفصیل کے تحت حلیہ کی درج ذیل عبارت میرے لیے ناقابلِ فہم ہے "شرط صرف یہ ہے کہ زمین یا جنس زمین پر ہاتھوں سے یا کسی اور چیز سے مس ہو اور اسے دونوں عضووں پر گزارا جائے اس میں سے کچھ مس کرنے والے سے چپکے یا نہ چپکے اھ"۔ کسی اور نے بھی ایسی عبارت لکھی ہے اس وقت یہ بھی مجھے یاد نہیں آتا۔۔۔ ہاں یہ جائز ہے کہ دونوں ہتھیلیوں کو کسی ایسے حائل سے مس کیا جائے

---

[1] حلیہ

Marfat.com

والخنثی وکذا الرجل اذا یممتہ حرۃ اجنبیۃ وذلک لان مس التابع مس المتبوع کمس[1] جلد المصحف الشریف وغلافہ الغیر المتجافی عنہ وکذلک[2] اذا کان علی کفیہ ضماد متجسد وقد یبس جاز لہ الضرب بہما فان ضرہ ان التہ کان الضرب ھکذا امسحا لکفیہ فیما اعلم واللہ تعالٰی اعلم فان اراد ھذا فذاک مع شدۃ ما فیہ من الایہام والا فھو مشکل واللہ تعالٰی اعلم۔

جوان کے تابع ہو جیسے کوئی کپڑا جوان پر لپیٹ لیا ہو، جیسا کہ عورت اور خنثی مرد کے تیمم میں بیان ہوا۔ یہی صورت اس وقت بھی ہوگی جب مرد کو آزاد اجنبیہ تیمم کرائے، وُہ اس لیے کہ تابع کا مس، متبوع ہی کا مس ہے جیسے مصحف شریف کی جلد، اور اس کے ایسے غلاف کا مس جو اس سے الگ نہ ہو ___ اسی طرح جب ہتھیلیوں پر کوئی لیپ چڑھا ہوا ہو اور سُوکھ گیا ہو تو ان ہی ہتھیلیوں سے ضرب جائز ہے اگر اس لیپ کا چھڑانا ضرر دیتا ہو تو یہی ضرب جہاں تک مجھے علم ہے ہتھیلیوں کا بھی مسح قرار پائیگی۔ اور خدا خوب جاننے والا ہے۔ اگر صاحبِ حلیہ کی مراد یہی ہے تو ٹھیک ہے پھر بھی اس میں شدید ایہام ہے اور اگر یہ مراد نہیں تو اس میں بڑا اشکال ہے ___ اور اللہ تعالٰی خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

نوزدہم جدا جدا اتصالوں سے، یہ اس لیے کہا گیا کہ تیمم معہود میں کف کو ایک بار جو اتصال جنسِ ارض سے دیا گیا وہ ایک ہی عضو کے مسح کو کافی ہوتا ہے ایک اتصال سے دو عضووں کا مسح جائز نہیں مثلاً ایک[3] بار دونوں ہتھیلیوں سے ضرب کرکے چہرہ کا مسح کرلیا تو اب ان میں کسی ہتھیلی سے کسی ہاتھ کا مسح جائز نہیں ہاتھوں کے لیے ضرب جدید چاہیے اور اگر دونوں ہتھیلیاں ضرب کرکے ایک ہتھیلی سارے مُنہ پر پھیرے اور دوسری ایک ہاتھ پر تو یہ جائز ہے مگر دوسرے ہاتھ کے لیے پھر ضرب جدید کی حاجت ہے، سراج وہاج و جوہرہ نیرہ و ہندیہ میں ہے:

ولو مسح باحدی یدیہ وجہہ وبالاخری احدی[عہ] یدیہ اجزأہ فی الوجہ والید الاولٰی ویعید الضرب للید الاخرٰی۔[1]

اگر اپنے ایک ہاتھ سے چہرے کا مسح کیا اور دوسرے سے ایک ہاتھ کا، تو چہرے اور پہلے ہاتھ کے لیے یہ کافی ہوگا اور دوسرے ہاتھ کے لیے پھر ضرب لگائے گا۔ (ت)

عہ ووقع فی نسخۃ الجوھرۃ وبالاخری یدیہ اقول لعلہ سقط فیہامن قلم الکاتب لفظۃ احدی فانہ غیر ممکن ولو امکن لکان الحکم ما ذکر ۱۲ منہ (م)

جوہرہ نیرہ کے نسخہ میں "وبالاخری یدیہ" لکھا ہے (اور دوسرے سے اپنے دونوں ہاتھوں کا مسح کیا)، **اقول** شاید اس میں کاتب کے قلم سے لفظ "احدی" چھوٹ گیا ہے اس لیے کہ وہ صورت ممکن نہیں اور اگر ممکن بھی ہو تو حکم وہی ہوگا جو بیان ہُوا ۱۲ منہ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ باب التیمم مطبع نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۶

marfat.com

Marfat.com

ولہذا اگر میت کو تیمم کرایا یا دوسرے شخص نے کسی زندہ کو اور ایک بار دونوں ہتھیلیاں جنس ارض پر مار کر چہرہ پر پھیریں دوبارہ ضرب کرکے دونوں ہتھیلیوں سے اُس کے ایک ہاتھ کو مسح کیا تو دوسرے ہاتھ کے لیے تیسری ضرب کی حاجت ہے یہ وہ تیمم ہے کہ دو ضربوں سے جائز نہ ہوگا ولہذا ہم نے عدد سے مقید نہ کیا بلکہ جدا جدا اتصال کہا:

وھذا ھو محمل ما فی جامع الرموز عن العمان لو یمم غیرہ یضرب ثلثا للوجہ والیمنی والیسری واقرہ فی الدر[1] اھ قال ش العمان کتاب غریب[ع] المشھور فی الکتب المتداولۃ[2] الاطلاق وھو الموافق للحدیث الشریف التیمم ضربتان الا ان یکون المراد اذا مسح ید المریض بکلتا یدیہ فحینئذ لا شبھۃ فی انہ یحتاج الی ضربۃ ثالثۃ یمسح بھا یدہ الاخری[2] اھ۔

یہی اس کا بھی محمل ہے جو جامع الرموز میں عمان سے منقول ہے: "اگر دوسرے کو تیمم کرایا تو چہرے، داہنے ہاتھ اور بائیں ہاتھ کے لیے کل تین ضربیں لگائے گا ـــــ اسے درمختار میں برقرار رکھا اھ علامہ شامی نے فرمایا "عمان" کوئی غیر معروف کتاب ہے۔ متداول کتابوں میں مشہور یہی ہے کہ دو ضربوں کا حکم مطلقاً ہے۔ یہی حدیث شریف التیمم ضربتان (تیمم دو ضربیں ہیں) کے مطابق بھی ہے ـــــ لیکن اگر یہ مراد ہو کہ مریض کے ہاتھ پر اپنے دونوں ہاتھوں سے مسح کیا تو ایسی صورت میں بلاشبہہ اسے تیسری ضرب کی ضرورت ہوگی جس سے اس کے دوسرے ہاتھ کا مسح کرے گا اھ۔ (ت)

بستم منہ اور کہنیوں کے اوپر ہر ہاتھ ہم نے اور کہا پھر نہ کہا اس لیے کہ وضو کی طرح تیمم میں بھی ترتیب شرط نہیں کما فی البحر (جیسا کہ البحرالرائق میں ہے۔ ت) چاہے پہلے منہ کا مسح کرے یا پہلے دہنے ہاتھ یا بائیں ہاتھ کا یا سب اعضا کا ایک ساتھ جیسے بگولے وغیرہ سے تیمم میں گزرا ہاں تیمم معہود میں ترتیب سنت ہے جس طرح وضو میں کہ پہلے دونوں ہتھیلیوں سے چہرے کا مسح ہو پھر بائیں ہتھیلی سے سیدھے ہاتھ کا پھر سیدھی سے بائیں کا۔

ع لم ار لہ ذکرا فی کشف الظنون ۱۲ منہ (م) کشف الظنون میں اس کا کوئی ذکر نہ ملا ۱۲ منہ (ت)

---

[1] جامع الرموز باب التیمم مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۶۸

[2] ردالمحتار " مطبع مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۷۵

Marfat.com

اقول تیمم معہود[1] میں بارہ[12] صورتیں ہوئیں :

(۱) طریق مسنون کہ ابھی مذکور ہوا۔

(۲) پہلی ضرب میں دونوں ہتھیلیوں سے چہرہ کا اور دوسری ضرب میں پہلے بائیں ہاتھ پھر دہنے کا۔

(۳) پہلی ضرب میں دہنی ہتھیلی سے منہ کا مسح کرے پھر بائیں سے داہنے ہاتھ کا پھر دہنی ہتھیلی سے دوسری ضرب کرکے بائیں ہاتھ کا۔

(۴) اس کا عکس کہ پہلے بائیں ہتھیلی سے منہ کا پھر دہنی سے بائیں ہاتھ کا پھر بائیں سے دوسری ضرب کرکے دہنے کا۔

(۵) پہلی ضرب میں بائیں ہتھیلی سے دہنے ہاتھ کا پھر دہنی سے مُنہ کا پھر دہنی کی دوسری ضرب سے بائیں ہاتھ کا۔

(۶ تا ۸) اوّل بائیں ہتھیلی سے دہنے ہاتھ کا پھر دہنی سے بائیں کا پھر دہنی خواہ بائیں خواہ دونوں کی ضرب سے منہ کا۔

(۹) ضرب اوّل میں دہنی ہتھیلی سے بائیں ہاتھ کا پھر بائیں سے منہ کا پھر بائیں کی دوسری ضرب سے دہنے ہاتھ کا۔

(۱۰ تا ۱۲) پہلے دہنی ہتھیلی سے بائیں ہاتھ کا پھر بائیں سے دہنے ہاتھ کا پھر دہنی خواہ بائیں خواہ دونوں کی ضرب سے منہ کا۔

تیمم ان سب طریقوں پر صحیح ہوگا اور سنّت سے منقول صرف اوّل۔

بست وہفتم کوئی حصّہ ایسا نہ رہے یہ شرط استیعاب کا بیان ہے کہ جتنے مُنہ اور جتنے ہاتھوں کا دھونا وضو میں فرض ہے اس تمام حصّہ پر تیمم غیر معہود میں جنس ارض اور معہود میں ہاتھ کا پہنچنا فرض ہی یہی صحیح ہے اور یہی ظاہر الروایۃ او راسی پر اعتماد تو اگر ایک[2] بال کی نوک بھی ہاتھ یا جنس ارض پہنچنے سے باقی رہ گئی تیمم نہ ہوگا تو لازم[3] ہے کہ انگوٹھی چھلّے کنگن پہنچیاں چُوڑیاں کف دست اور کلائی کا ہر گہنا اتار لیا جائے یا اسے ہٹا ہٹا کر مسح یا ایصال جنس کیا جائے کما فی البحر والدر وغیرھما عامۃ الاسفار (جیسا کہ البحرالرائق، درمختار اور ان کے علاوہ عامۂ کتب میں ہے۔ ت)

اقول تو یہاں وضو سے زیادہ اہتمام لازم خصوصاً تیمم معہود میں کہ ڈھلکتا ہُوا پانی یا اڑتا ہُوا غبار خود بھی رسائی کی چیز ہے اور ہاتھ تو جہاں پہنچایا جائے وہیں پہنچے گا۔

ثم اقول مواضع حرج کہ ہم نے الجود الحلو میں ذکر کیے یہاں بھی واجب الاستثنا ہیں

marfat.com

Marfat.com

ماجعل علیکم فی الدین من حرج (تمہارے اوپر دین میں کوئی تنگی نہ رکھی۔ ت) تیمم کی مشروعیت ہی دفعِ حرج کے لیے ہُوئی تو جس میں[1] خود حرج نہیں بلکہ اس کی نگہداشت میں حرج ہے جیسے کوئے میں سُرمہ وغیرہ وہ بےخبری میں معاف ہے بعد اطلاع معاف نہیں اور جس میں خود حرج ہے جیسے آنکھ کے ڈھیلے وغیرہ وہ مطلقاً معاف ہے۔

عفا اللّٰہ تعالٰی عنا مطلقا بالاطلاق فیناو فی ذنوبنا ؛ وصلی اللّٰہ تعالٰی وبارك وسلم علی هادی قلوبنا ؛ وماحی عیوبنا ؛ و کاشف کروبنا ؛ و اٰله وصحبه ؛ وابنه وحزبه ؛ اجمعین ؛ ابد الابدین ؛ عدد خلق اللّٰہ فی کل اٰن وحین ؛ والحمد للّٰہ رب العٰلمین ؛

اللہ تعالٰی ہمیں مطلقاً عفو سے نوازے مطلقاً ہم میں اور ہمارے گناہوں میں ——— اور خدائے تعالٰی رحمت وبرکت وسلام نازل فرمائے ہمارے دلوں کے ہادی، ہمارے عیوب کے مٹانے والے، ہماری مشکلات کے دُور کرنے والے آقا پر اور ان کی آل، ان کے اصحاب، ان کے فرزند، ان کے گروہ سب پر، ہمیشہ ہمیشہ، جس قدر ہر آن ہر وقت خلقِ خدا کی تعداد ہو۔ اور ساری تعریف خدائے رب العٰلمین کے لیے ہے۔ (ت)

بحمد اللہ تعالٰی یہاں تک تعریف رضوی کی شرح مبسوط تھی کہ نہ ایسی تعریف کہیں ملے نہ کوئی ایسی شرح پائے اور اُسی کے ختم سے سوالِ اول کا جواب ختم ہوا جو بفضلہ تعالٰی ایسی تحقیقات جلیلہ جزیلہ بدیعہ رفیعہ پر مشتمل ہے جن کی نظیر نظر نہ آئے۔

ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ[1] واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

وُہ ہے خدا کا فضل ہم پر اور لوگوں پر، لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ اے میرے رب مجھے یہ توفیق دے کہ میں تیرے اس احسان کا شکر ادا کروں جو تُو نے مجھ پر کیا اور میرے ماں باپ پر کیا اور یہ کہ میں ایسے نیک عمل کروں جس سے تُو راضی ہو اور میرے لیے میری نسل میں نیکی دے بیشک میں تیری بارگاہ میں رجوع لایا اور میں مسلمانوں سے ہوں، اور خدائے پاک و برتر خوب جانتا ہے اور اس کا علم کامل ومحکم ہے۔ اس کا مجد برتر ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن ۲۷/۱۹

Marfat.com

رسالہ ضمنیہ

۳۵ ۱۳

الجدّ السدید فی نفی الاستعمال عن الصعید

جنس زمین کے مستعمل نہ ہونے میں بہت عمدہ بیان (ت)

۱۱۳ سوال دوم

جس طرح طہارت سے پانی مستعمل ہوجاتا ہے کہ دوبارہ وضو کے قابل نہیں رہتا تیمم سے مٹی بھی یُوں ہی مستعمل ہوجاتی ہے یا نہیں بیّنوا توجروا۔

الجواب

اقول وباللہ التوفیق ہم اوپر بیان کر آئے کہ تراب یعنی جنس ارض دو قسم ہے حقیقی جس کا بیان رسالہ المطر السعید میں گزرا، اور حکمی کہ وُہ ہاتھ ہیں کہ بہ نیت تطہیر جنس ارض سے مس کیے گئے یہ تراب حکمی ضرور بالاجماع مستعمل ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ ہر عضو پر جدا اتصال سے مسح شرط ہے جس کا بیان ابھی افادہ نوزدہم میں گزرا اور اسی کے ثمرات سے ہیں تیمم کی وہ ترکیبیں جو مشایخ نے مستحسن رکھیں جن میں ہتھیلی کے حصوں کو ذرائع کے مختلف حصوں پر تقسیم فرمایا کہ ہر حصہ کا نئے حصہ سے مس ہو تاکہ حتی الامکان تراب مستعمل کے استعمال سے احتراز ہو کما تقدم ذکرہ فی سابع ابحاثنا علی الوجہ السادس من وجوہ حد التیمم (جیسا کہ اس کا ذکر تعریفات تیمم میں سے چھٹی تعریف پر ہماری ساتوں بحث کے تحت گزرا۔ ت) یہاں یقیناً تراب مستعمل سے یہی تراب حکمی مراد ہے کہ یہ صورتیں تیمم معہود کی ہیں اور تیمم معہود میں تراب حکمی ہی درکار تراب حقیقی کی اصلاً حاجت نہیں بلکہ لگی ہو تو اس کے جھاڑ دینے جھاڑ دینے کا حکم ہے ایک دفعہ میں نہ چھُوٹے تو جتنی بار میں صاف ہوجائے پھر انہوں نے یہ ترکیبیں عام افادہ میں فرمائی ہیں اگرچہ تیمم دُھلے ہُوئے پتھر پر ہو۔ رہی تراب حقیقی وہ اصلاً مستعمل نہیں ہوتی۔ جوہرہ نیرہ میں ہے:

التیمم لایکسب التراب الاستعمال[1] تیمم مٹی میں مستعمل ہونے کی صفت نہیں پیدا کرتا۔ (ت)

طحطاوی علی الدر المختار میں ہے: التراب لایوصف بالاستعمال (مٹی مستعمل ہونے سے موصوف

---

[1] الجوہرۃ النیرۃ باب التیمم مطبع امدادیہ ملتان ۱/ ۲۷

marfat.com
Marfat.com

نہیں ہوتی۔ ت)

اقول فقیر کے نزدیک یہی تحقیق ہے اور اس پر متعدد روشن دلائل قائم وباللہ التوفیق۔

دلیل اول نصوص صریحہ یہاں مٹیاں دو ہیں، ایک تو وہ جس پر ہاتھ مارے وہ تو بلاشبہہ مستعمل نہیں ہوتی جس پر اجماع کہنا کچھ مستبعد نہیں۔

ولان عبر عنه فی غنیة ذوی الاحکام عن البرھان بالاصح المشیر الی قوة فی الخلاف مع انه فی غایة الغرابة روایة والسقوط درایة فیما اعلم واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر غنیہ ذوی الاحکام میں بحوالہ برہان اس کی تعبیر لفظ "اصح" سے نہ ہوتی کہ اس لفظ سے اختلاف میں کچھ قوت ہونے کا اشارہ ہوتا ہے باوجودیکہ جہاں تک مجھے علم ہے یہ خلاف روایۃً انتہائی غریب اور درایۃً بالکل ساقط ہے، اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

فتاوی امام قاضیخان:

اذا تیمم الرجل عن موضع تیمم عنه غیره جاز[1]۔

جب آدمی نے ایسی جگہ سے تیمم کیا جہاں سے کسی اور نے تیمم کیا تھا تو یہ جائز ہے۔ (ت)

شلبیہ علی الزیلعی:

قال الزاھدی لو تیمم جماعة بحجر واحد او لبنة او ارض جاز کبقیة الوضوء[2]۔

زاہدی نے کہا، اگر ایک جماعت نے ایک پتھر یا کچی اینٹ یا زمین سے تیمم کیا تو جائز ہے جیسے بقیۂ آبِ وضو (کہ اس سے پھر کوئی دوسرا وضو کرسکتا ہے)۔ (ت)

محیط سرخسی و ہندیہ:

لو تیمم اثنان من مکان واحد جاز[3]۔

اگر دو نے ایک جگہ سے تیمم کیا، جائز ہے۔ (ت)

تاتارخانیہ و علمگیری:

اذا تیمم مرارا من موضع واحد جاز[4]۔

اگر ایک ہی جگہ بار ہا تیمم کیا تو جائز ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوی قاضی خان باب التیمم مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۳۰

[2] شلبیۃ علی تبیین الحقائق " مطبعۃ الامیریہ بولاق مصر ۱/۳۸

[3] فتاوی عالمگیری " مطبع نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۱

[4] الفتاوی التاتارخانیہ نوع فیما یجوز بہ التیمم ادارۃ القرآن کراچی ۱/۲۴۲

Marfat.com

درمختار:

جاز تیمم جماعة من محل واحد[1]۔

ایک ہی جگہ سے ایک جماعت کا تیمم جائز ہے۔ (ت)

جوہرہ نیرہ:

لوتیمم رجل من موضع وتیمم اٰخر بعدہ منہ جاز[2]۔

اگر کسی جگہ سے ایک آدمی نے تیمم کیا اور اس کے بعد دوسرے نے اسی جگہ سے تیمم کیا تو جائز ہے۔ (ت)

غنیہ وحلیہ:

اذا تیمم الرجل من موضع فتیمم اٰخر من ذلک الموضع ایضا جاز[3] کما فی غیرما کتاب من الکتب المعتبرۃ فی المذہب۔

جب آدمی نے ایک جگہ سے تیمم کیا پھر دوسرے نے بھی اسی جگہ سے تیمم کیا تو جائز ہے جیسا کہ مذہب کی کتب معتبرہ سے متعدد کتابوں میں موجود ہے۔ (ت)

بالجملہ مسئلہ ظاہر ہے اور عبارات وافر۔

غیر ان الغنیۃ ابدت فیہ تشکیکا ان ھذا علی قول من لم یجعل الضربۃ من التیمم ظاھر واما علی قول من جعلہا منہ ففیہ اشکال اھ[4]۔

بجز اس کے کہ غنیہ میں اس پر ایک تشکیک کا اظہار کیا ہے کہ "یہ ان لوگوں کے قول پر تو ظاہر ہے جنھوں نے ضرب کو تیمم سے نہ قرار دیا لیکن جنہوں نے ضرب کو تیمم سے قرار دیا ہے ان کے قول پر اس میں اشکال ہے اھ"۔ (ت)

اقول لافرق علی القولین ولا اشکال فی البین:

اقول: دونوں قول کی بنیاد پر کوئی فرق نہیں نہ ہی کوئی اشکال ہے۔

اما اولا فلما اعلمناک فی البحث السابع المذکور ان الضرب المنوی یطہر الکفین ھو الصحیح فلا تمسحان بعد فثبت اسقاط الفرض بنفس الضرب و

اولاً اس لیے کہ ہم مذکورہ ساتویں بحث میں بتا چکے کہ ضرب منوی سے دونوں ہتھیلیاں پاک ہو جاتی ہیں — یہی صحیح ہے — پھر بعد میں ان پر مسح نہ ہوگا تو نفس ضرب سے اسقاط فرض ثابت ہو گیا اگرچہ

---

[1] دُرِمختار	باب التیمم	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۴۵
[2] الجوہرۃ النیرۃ	"	مکتبہ امدادیہ ملتان	۱/۲۷
[3] منیۃ المصلی	"	مطبع عزیزیہ کشمیری بازار لاہور	ص ۱۶
[4] غنیۃ المستملی	"	مطبع سہیل اکیڈمی لاہور	ص ۸۰

marfat.com

Marfat.com

ان لم یرتفع الحدث بعد لعدم تجزیہ کما ء غسل بہ المحدث بعض اعضائہ وھذا لایتخالف فیہ القولان فان ثبت بہ الاستعمال حصل علی کل منہما الاشکال۔

ابھی حدث مرتفع نہ ہوا اس لیے کہ وہ ناقابلِ تقسیم ہے جیسے اس صورت میں جب محدث نے پانی سے اپنے بعض اعضاء پانی سے دھولئے ہوں اور اس بارے میں کوئی دو متخالف قول نہیں تو اگر اس سے استعمال ثابت ہو تو دونوں ہی قول پر اشکال لازم آئے گا۔

واما ثانیا فلان[1] المحدث اذا ادخل[2] رأسہ الاناء لایصیر الماء مستعملا کما فی الخانیۃ وکذا[3] الخف والجبیرۃ کما فی البحر والصحیح ان المسألۃ وفاقیۃ کما بینا فی الطرس المعدل والنمیقۃ الانقی من اٰخرھما وما التیمم الامسحا فلا یفید الاستعمال؛ وبہ زال الاشکال؛ واللہ تعالٰی اعلم بحقیقۃ الحال؛

ثانیاً اس لیے کہ محدث جب اپنا سر برتن میں ڈال دے تو پانی مستعمل نہیں ہوتا جیسا کہ خانیہ میں ہے یہی حکم موزہ اور پٹی کا بھی ہے جیسا کہ بحر میں ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے جیسا کہ ہم نے الطرس المعدل اور النمیقۃ الانقی کے آخر میں بیان کیا ہے ــــ اور تیمم مسح ہی تو ہے تو مستعمل نہ بنائے گا اور اسی سے اشکال دُور ہوگیا، اور خدائے برتر حقیقتِ حال کو خوب جاننے والا ہے (ت)

دُوسری وُہ مٹی کہ بعض صورتوں میں ہاتھوں کو لگتی ہے، یہ اگر جھاڑ دی گئی جیسا کہ مسنون ہے جب تو اس کے مستعمل ہونے کی کوئی وجہ نہیں کہ ہتھیلیاں نفسِ ضرب سے پاک ہوگئیں یہ مٹی پاک ہتھیلیوں کو لگی تو اُن سے مل کر مستعمل ہوسکتی ہے نہ اُن سے چھُوٹ کر، اور اگر نہ جھاڑی گئی اور چہرہ وہر دو دست کو لگی تو اس وقت بھی مستعمل نہ ہوگی کہ مذہب صحیح میں استعمال کے لیے انفصال شرط ہے کما فی الطرس المعدل (جیسا کہ الطرس المعدل میں گزرا۔ ت) تو اگر مستعمل ہوتی تو چہرہ و ذراعین سے چھُوٹ کر اور کتب مذہب میں نص صریح ہے کہ وُہ اُس وقت بھی مستعمل نہ ہوگی یہاں تک کہ اگر تیمم کرنے والوں کے چہرہ و دست سے جھڑی ہوئی مٹیاں جمع کرلی جائیں کہ قابلِ ضرب ہوجائیں اور کوئی اُن سے تیمم کرے جب بھی جائز ہے۔ درایہ[1] شرح ہدایہ امام قوام الدین کاکی پھر شلبیہ علی شرح الکنز للزیلعی نیز بنایہ[3] امام عینی میں ہے:

یجوز التیمم بالتراب المستعمل عندنا وفی قول للشافعی وفی ظاھر مذھبہ لایجوز والمستعمل ماتناثر من العضو[1] اھ

مستعمل مٹی سے تیمم ہمارے نزدیک جائز ہے اور امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے اور ان کے ظاہر مذہب میں جائز نہیں اور مستعمل وُہ مٹی ہے جو عضو سے جھڑے۔ (ت)

---

[1] شلبیہ علی تبیین الحقائق باب التیمم مطبعہ امیریہ مصر ۱/۳۸

Marfat.com

حاشیہ[۴] علامہ سید احمد مصری علی الدرالمختار میں ہے :

التراب لایوصف بالاستعمال ولو الذی علق بیدیہ حتی لو تجمع ماعلق بایدی المتیممین یجوز علیہ التیمم[۱]۔

مٹی مستعمل ہونے سے موصوف نہیں ہوتی اگرچہ وہی مٹی ہو جو ہاتھوں میں لگی ہوئی ہے، یہاں تک کہ اگر چند تیمم کرنے والوں کے ہاتھوں پر لگی ہوئی مٹی اکٹھی ہوجائے تو اس پر تیمم جائز ہے۔ (ت)

تو ثابت ہوا کہ جنسِ ارض کسی طرح مستعمل نہیں ہوتی۔

نص[۵] اجل امام اجل شمس الائمہ حلوانی رحمہ اللہ تعالٰی نے تصریح فرمائی کہ تیمم میں جو منہ اور ہاتھوں پر مسح کیا جاتا ہے یہاں کوئی چیز ایسی نہیں کہ مستعمل ہوجائے۔ فتح القدیر[۲] میں ہے :

واختیار شمس الائمۃ ان المنع فی مد الاصبع والاثنتین غیر معلل باستعمال البلۃ بدلیل انہ لو مسح باصبع او اصبعین فی التیمم لایجوز مع عدم شیئ یصیر مستعملا خصوصا اذا تیمم علی الحجر الصلد[۲] اھ وقد ذکرنا وجہ ھذا الخصوص اٰخر رسالتنا الطرس المعدل۔

اور شمس الائمہ نے یہ اختیار کیا ہے کہ ایک دو انگلیوں کے پھیلانے کی ممانعت اس وجہ سے نہیں کہ تری استعمال ہوگی اس دلیل سے کہ اگر تیمم میں ایک دو انگلی سے مسح کرے تو بھی ناجائز ہے جب کہ یہاں کوئی ایسی چیز نہیں جو مستعمل ہو خصوصاً جب چکنے ٹھوس پتھر پر تیمم ہوا ھ۔ اس خصوص کی وجہ ہم نے اپنے رسالہ الطرس المعدل کے آخر میں بیان کی ہے۔ (ت)

دلیل دوم نصوص صریحہ بوجہ آخر فتح القدیر[۳] میں ہے :

ھل یأخذ التراب حکم الاستعمال فی الخلاصۃ وغیرھا لو تیمم جنب او حائض من مکان فوضع اٰخر یدہ علی ذٰلک المکان فتیمم اجزأہ و المستعمل ھو التراب الذی استعمل فی الوجہ والذراعین[۳] اھ وھو یفید

کیا مٹی پر بھی مستعمل ہونے کا حکم لگتا ہے؟ — خلاصہ وغیرہا میں ہے کہ "اگر جنب یا حائض نے کسی جگہ سے تیمم کیا پھر دوسرے نے اسی جگہ ہاتھ رکھ کر تیمم کیا تو کافی ہوگا۔ اور مستعمل وہ مٹی ہے جو چہرے اور کلائیوں میں استعمال ہوئی اھ — اس عبارت سے مٹی کے مستعمل ہونے کا

---

[۱] طحطاوی علی الدرالمختار باب التیمم مطبع دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۳۲
[۲] فتح القدیر مسح الرأس مطبع نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۶
[۳] فتح القدیر باب التیمم " " " ۱/۱۲۰

marfat.com
Marfat.com

تصوس استعماله وكونه بان يمسح الذراعين بالضربة التى مسح بها وجهه ليس غير[1] اھ۔

تصور ملتا ہے اور یہ کہ اس کا مستعمل ہونا بس یہی ہے کہ جس ضرب سے چہرے کا مسح کیا ہے اسی سے کلائیوں کا مسح کرے اھ۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

فى المحيط والبدائع لو تيمم اثنان من مكان واحد جاز لانه لم يصر مستعملا لان التيمم انما يتأدى بما التزق بيده لا بما فضل كالماء الفاضل فى الاناء بعد وضوء الاول اھ وهو يفيد تصور استعماله وقصره على صورة واحدة وهى ان يمسح الذراعين بالضربة التى مسح بها وجهه ليس غير[2]۔

محیط اور بدائع میں ہے: اگر دو نے ایک ہی جگہ سے تیمم کیا تو جائز ہے اس لیے کہ وہ جگہ مستعمل نہ ہوئی کیونکہ تیمم تو اسی سے ادا ہوجاتا ہے جو کچھ ہاتھ میں لگ گیا ہے اس سے نہیں جو بچ رہا، جیسے وہ پانی جو پہلے شخص کے وضو کے بعد برتن میں بچ گیا ہو اھ اس عبارت سے اس کے مستعمل ہونے کا تصور ملتا ہے اور اس کا کہ وہ ایک ہی صورت میں محدود ہے اور وہ صرف یہی ہے کہ کلائیوں کا مسح اسی ضرب سے کرے جس سے چہرے کا مسح کیا ہے دوسری ضرب سے نہیں۔ (ت)

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے[ع]:

قال فى الفتح هذا يفيد تصور استعماله وهو مقصور على صورة واحدة وهو ان يمسح الذراعين بالضربة التى مسح بها وجهه لا غير[3]

فتح القدیر میں فرمایا: اس سے اس کے مستعمل ہونے کا تصور ملتا ہے اور یہ کہ وہ ایک ہی صورت میں محدود ہے وہ یہ کہ کلائیوں کا اسی ضرب سے مسح کرے جس سے چہرے کا مسح کیا ہے نہ کہ دوسری ضرب سے۔ (ت)

ع نقلنا عبارته لفائدتين اظهار تقريره ودفع ايراد العلامة ش عنه كما سيأتى ۱۲ منه غفرله (م)

ہم نے ان کی عبارت دو فائدوں کے تحت نقل کی: (۱) ان کی تقریر کا اظہار (۲) اور اس پر علامہ شامی کے اعتراض کا دفعیہ، جیسا کہ عنقریب آرہا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] فتح القدیر باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۰
[2] البحرالرائق 〃 مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۷
[3] طحطاوی علی مراقی الفلاح 〃 مطبع الازہریہ بولاق مصر ص ۶۹

Marfat.com

کیسی صریح تصریح ہے کہ مستعمل ہونا صرف تراب حکمی کے لیے ہے کہ ایک ضرب سے دو عضو کا مسح نہیں ہو سکتا اور یہ کہ اس کے سوا کوئی صورت تراب کے مستعمل ہونے کی نہیں۔

دلیل سوم نصوص عامۂ ائمہ وعلمائے قدیم وحدیث ومتون وشروح وفتاوٰی **اقول** بحر سے پہلے تمام ائمہ وعلمانے جملہ کتب مذہب میں تیمم کے لیے صعید طاہر کی قید لگائی جس سے ثابت و روشن کہ تیمم کے لیے جنسِ ارض کی صرف طہارت درکار تو لازم کہ ہر صعید طاہر مطلقاً مطہر ہے کہ اگر ایسا نہ ہوتا اور جنس ارض بھی پانی کی طرح کبھی طاہر غیر مطہر بھی ہوتی تو واجب تھا کہ مطہر کی شرط لگاتے صرف طاہر پر اکتفا صحیح نہ ہوتا مگر وہ اسی پر اطباق فرمائے ہُوئے ہیں تو صراحۃً بتا رہے ہیں کہ مٹی مستعمل نہیں ہوتی قدوری[۱] تحفۃ الفقہا[۲] ہدایہ[۳] وقایہ[۴] نقایہ[۵] مختار وافی کنز[۶] غرر[۷] اصلاح[۸] ملتقی[۹] نور الایضاح[۱۰] میں کہ سب متون معتمدۂ مذہب ہیں یہی لفظ طاہر یا طہارت کہا اور شراح نے اسے مقرر رکھا۔ مختصر میں ہے:

یتیمم بصعید طاہر[۱] (پاک صعید سے تیمم کرے۔ ت)

وقایہ ونقایہ ووافی وغرر واصلاح میں ہے: علی کل طاہر من جنس الارض[۲] (جنسِ زمین سے ہر پاک پر۔ ت)

کنز وغیرہ میں ہے: بطاہر من جنس الارض[۳] (جنسِ زمین کے کسی پاک پر۔ ت)

ملتقی الابحر میں ہے: شرطہ طہارۃ الصعید[۴] (اس کی شرط یہ ہے کہ صعید پاک ہو۔ ت)

بدائع[۱۳] میں ہے: ومنہا ان یکون التراب طاہرا[۵] (اور ان میں سے یہ ہے کہ مٹی پاک ہو۔ ت)

ہدایہ[۱۴] میں ہے: لان الطیب ارید بہ الطاہر فی النص[۶] (اس لیے کہ نص میں وارد شدہ طیّب سے مراد پاک ہے۔ ت)

تبیین[۱۵] میں ہے: صعیدا طیبا ای طاہرا[۷] (طیّب صعید یعنی پاک۔ ت) اُس میں نیز عنایہ[۱۶] و فتح[۱۷] و

---

[۱] القدوری باب التیمم مطبوعہ مجتبائی کانپور ص ۱۱

[۲] شرح مختصر الوقایہ 〃 مطبع المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۹۸

[۳] کنز الدقائق 〃 ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷

[۴] ملتقی الابحر مع مجمع الانہر باب التیمم مطبع احیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۹

[۵] بدائع الصنائع واما شرائط الرکن باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۳

[۶] الہدایۃ باب التیمم المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۳۶

[۷] تبیین الحقائق 〃 المطبعۃ الامیریہ بولاق مصر ۱/۳۸

marfat.com

Marfat.com

غنیہ[18] میں ہے ، الطاھر مراد بالاجماع[1] (پاک، بالاجماع مراد ہے۔ ت)

بدائع میں ہے ، معنی الطھارۃ صار مرادا بالاجماع حتی لایجوز التیمم بالصعید النجس[2] (معنی طہارت بالاجماع مراد ہے یہاں تک کہ نجس صعید سے تیمم جائز نہیں۔ ت)

مجمع الانہر[19] میں ہے ، الطیب ھناك بمعنی الطاھر بدلالۃ قولہ تعالٰی ولکن یرید لیطھرکم[3] (طیب یہاں پاک کے معنی میں ہے جس پر یہ ارشادِ باری تعالٰی دلالت کر رہا ہے : "اور لیکن وہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے"۔ ت)

نہایہ[20] وعنایہ وعامۂ شروح ہدایہ میں ہے ، التیمم القصد الی الصعید الطاھر للتطھیر[4] (تیمم کا معنی تطہیر کے لیے پاک صعید کا قصد کرنا ہے۔ ت)

جواہر[21] اخلاطی میں ہے ، قصد مخصوص الی طاھر من جنس الارض[5] (جنس زمین کے کسی پاک کی جانب مخصوص قصد۔ ت)

محقق علی الاطلاق و بحر الرائق[22] وغنیہ[23] ذوی الاحکام کی عبارتیں تعریف چہارم میں گزریں کہ الحق انہ اسم لمسح الوجہ والیدین عن الصعید الطاھر[6] (حق یہ ہے کہ وہ پاک صعید سے چہرے اور ہاتھوں کے مسح کا نام ہے۔ ت)

علامہ[24] ابن کمال پاشا و مجمع الانہر کی عبارت تعریف پنجم میں گزری ، ھو طھارۃ حاصلۃ باستعمال الصعید الطاھر[7] (وہ ایسی طہارت ہے جو پاک صعید کے استعمال سے حاصل ہو۔ ت) بالجملہ یہ عبارت قدیماً وحدیثاً مجمع علیہا چلی آئی سب میں پہلے فاضل ابن وہبان نے اپنے منظومہ میں لفظ مطہر لکھا حیث قال، ؎

وعذرك شرط ضربتان ونیۃ	انہوں نے یوں کہا ، اور تیرا عذر شرط ہے اور دو ضربیں ،
والاسلام والمسح الصعید المطھر[8]	نیت ، اسلام ، مسح اور پاک کرنے والی صعید۔ (ت)

---

[1] تبیین الحقائق باب التیمم المطبعۃ الامیریہ بولاق مصر ۱/۳۹

[2] بدائع الصنائع واما بیان ما یتیمم بہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۳

[3] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب التیمم مطبع داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۹

[4] العنایۃ مع فتح القدیر " نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۰۶

[5] جواہر اخلاطی (قلمی نسخہ) فصل فی التیمم ۱/۱۱

[6] غنیہ ذوی الاحکام فی بغیۃ درر الحکام باب التیمم مطبعۃ کامل الکائنۃ فی دار السعادۃ مصر ۱/۲۶

[7] مجمع الانہر باب التیمم مطبع داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۷ [8] منظومہ ابن وہبان

Marfat.com

اقول جنسِ ارض میں طاہر و مطہر متلازم ہیں اور قافیۂ طاہر بوجہ دخل تاسیس قوافی غیر مؤسسہ میں نہ آسکتا لہٰذا مطہر کہا، مگر علامہ صاحبِ بحر نے یہ تدقیق نکالی کہ طاہر سے مطہر اولیٰ ہے اور عبارت کنز پر کہ یہی عبارت جملہ ائمہ ہے اعتراض فرمایا جس کا بیان صدر کتاب[عہ۱] میں گزرا ظرفہ[عہ۲] یہ کہ انہیں بحر محقق نے باتباع محقق علی الاطلاق تصریح فرمائی کہ تیمم صعید طاہر سے مسح عضوین کا نام ہے کما تقدم فی الوجہ الرابع (جیسا کہ تعریف چہارم میں گزرا۔ ت) جس سے ظاہر کہ کنز و جملہ ائمہ پر وہ اعتراض محض ایک جوشِ قلم تھا پھر بھی ان کے تلمیذ شیخ الاسلام غزی نے تنویر اور مدقق علائی نے درمختار اور ازہری و خادمی و طحطاوی و شامی ان قریب العہد متاخرین علما نے اس میں اُن کا اتباع کیا۔

بل وقع المیل الی نحوہ للعلامۃ الشرنبلالی فی شرح الوھبانیۃ[ب] اذ قال تحت البیت المذکور اشتمل البیت علی شرائط التیمم وھی ستٌ السادسۃ الصعید الطھور وھو الذی لم تصبہ نجاسۃ والارض اذا اصابتھا نجاسۃ وذھب اثرھا لم یجز التیمم منھا ارجح الاقوال وتصح الصّلاۃ علیھا۔

بلکہ ایسے ہی معنی کی طرف شرح وہبانیہ میں علامہ شرنبلالی کا بھی میلان ہوگیا ہے۔ انہوں نے مذکورہ شعر کے تحت فرمایا ہے: "یہ شعر تیمم کی شرطوں پر مشتمل ہے اور یہ چھ ہیں۔ چھٹی شرط صعید طہور، اور یہ وہ ہے جسے کوئی نجاست نہ لگی ہو۔ زمین پر جب کوئی نجاست لگ جائے اور اس کا اثر جاتا رہے تو راجح ترین قول میں اس سے تیمم جائز نہیں اور نماز اس پر درست ہے (ت)

پھر ان حضرات نے بھی اس کی وجہ یہ نہ بتائی کہ تراب مستعمل سے احتراز ہے بلکہ اُس زمین سے احتراز جسے نجاست پہنچی اور خشک ہوکر بے اثر ہوگئی وقد تقدمت عبارۃ البحر والدر والباقون انما تبعوھا (البحرالرائق اور درمختار کی عبارتیں گزر چکیں باقی حضرات نے انہی کی پیروی کی ہے۔ ت) محققین نے یہ احتراز خود نفس لفظ طاہر سے ثابت فرمایا امام ملک العلما کا کلام اور اُس کی تحقیق تام آور یہ کہ یہی عامہ شراح ہدایہ کا مسلک عام آور یہی باقرار صاحب بحر جمہور اکابر کا مفاد کلام آور بحر کی اس میں بحث ناتمام اور اُس کے جوابات موضح مرام یہ سب کچھ اوپر[عہ۲] گزرے ایضاح الاصلاح میں ہے:

عہ۱ یعنی کتاب حسن التعمم ۱۲۔

عہ۲ یعنی صدر کتاب حسن التعمم میں ۱۲۔

ب شرح الوہبانیۃ للعلامۃ الشرنبلالی۔

marfat.com

Marfat.com

لایجوز علی مکان فیہ نجاسۃ وقد زال اثرھا مع انہ تجوز الصلاۃ فیہ لانہ لایخلو من اجزاء النجاسۃ وھی ان قلت تنافی وصف الطیب[1]۔

ایسی جگہ تیمم جائز نہیں جس میں نجاست رہی ہو اور اس کا اثر زائل ہوگیا ہو باوجودیکہ اس میں نماز جائز ہے اس لیے کہ وہ جگہ نجاست کے اجزا سے خالی نہ ہوگی اور نجاست اگرچہ کم ہو مگر طیب و پاکی کے منافی ہے۔ (ت)

شرح نقایہ برجندی میں ہے:

المراد بالطاھر الطاھر الکامل لتخرج ارض اصابتھا نجاسۃ[2]۔

طاہر سے مراد طاہر کامل ہے تاکہ وہ زمین خارج ہوجائے جسے نجاست لگی ہو۔ (ت)

نورالایضاح و مراقی الفلاح میں ہے:

(بطاھر) طیب وھو الذی لم تمسہ نجاسۃ ولو زالت بذھاب اثرھا[3]۔

پاک و پاکیزہ سے اور یہ وہ ہے جس پر کوئی نجاست نہ لگی ہو اگرچہ ایسی نجاست جو اثر کے ختم ہونے سے زائل ہوگئی ہو۔ (ت)

تنبیہ جلیل: اقول و باللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) یہ دلائل ظاہرہ باہرہ کہ ہم نے تقریر کیے انہیں کے ضمن میں وہ شبہات حل ہوگئے کہ دو مسئلوں کی تقریر دلیل میں کلمات معللین سے گزرتے۔

پہلا مسئلہ تیمم کی ترکیب احسن کہ یوں یوں کرے تاکہ حتی الامکان استعمال مستعمل سے بچے جس کا بیان دلیل اول میں گزرا کہ یہ تراب حکمی کا ذکر ہے وہ بیشک مستعمل ہوتی ہے۔ علامہ شامی نے منحۃ الخالق میں اس کی دوسری طرح تاویل چاہی کہ استعمال سے مراد استعمال صوری ہے۔

ولم یستقم لہ لانھم ذکروا بعدہ مایعین الاستعمال الحقیقی قال فی البحر بعد ذکر صفۃ التیمم ھو الاحوط لان فیہ احترازا عن استعمال المستعمل بالقدر

یہ تاویل راست نہ آئی اس لیے کہ ان حضرات نے اس کے بعد وہ ذکر کیا ہے جس سے استعمال حقیقی کی تعیین ہوجاتی ہے ـــــ بحر میں تیمم کا طریقہ بتانے کے بعد لکھا ہے: "وہی احوط ہے اس لیے

---

[1] ایضاح الاصلاح

[2] شرح النقایۃ للبرجندی فصل فی التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۴۷

[3] مراقی الفلاح باب التیمم مطبع الازہریۃ المصریۃ مصر ص ۶۸

Marfat.com

الممکن فان التراب الذی علی یدہ یصیر مستعملا بالمسح حتی لوضرب یدیہ مرۃ ومسح بھما وجھہ وذراعیہ لایجوز[1] اھ ومثلہ فی الحلیۃ ومجمع الانھر وغیرھما وھو برمتہ ماخوذ من البدائع۔

کہ اس میں بقدرِ ممکن مستعمل کے استعمال سے احتراز ہے اس لئے کہ ہاتھ پر جو مٹی ہے وہ مسح سے مستعمل ہوجاتی ہے یہاں تک کہ اگر اپنے دونوں ہاتھ ایک بار مار کر ان سے چہرے اور کلائیوں کا مسح کرلیا تو جائز نہیں" اھ اسی کے مثل حلیہ اور مجمع الانہر وغیرہما میں ہے اور یہ پورا کلام بدائع سے ماخوذ ہے۔ (ت)

قال فی المنحۃ قولہ یصیر مستعملا بالمسح فیہ نظر لانہ ان استعمل باول الوضع یلزم ان لا یجزئ فی باقی العضو والایستعمل باول الوضع کالماء لایلزم ما ذکرہ وھو کذلک یؤیدہ ما قالہ العارف فی شرح ھدیۃ ابن العماد عن جامع الفتاوی وقیل یمسح بجمیع الکف والاصابع لان التراب لایصیر مستعملا فی محلہ کالماء اھ ولذا عبر بعضھم فی ھذہ الکیفیۃ بقولہ والاحسن اشارۃ[عـــہ] الی تجویز خلافہ[2] اھ۔

منحۃ الخالق میں ہے ان کا کلام "مسح سے مستعمل ہوجاتی ہے" محلِ نظر ہے اس لیے کہ اگر پہلی بار رکھنے ہی سے مستعمل ہو تو لازم آئے گا کہ باقی عضو میں کافی نہ ہو اور اگر اول وضع سے مستعمل نہ ہو جیسے پانی تو وہ لازم نہ آئیگا جو انھوں نے ذکر کیا۔ اور یہ ایسا ہی ہے۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے جو صاحبِ معرفت نے ہدیہ ابن العماد کی شرح میں جامع الفتاوٰی سے نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ کہا گیا پُوری ہتھیلی اور انگلیوں سے مسح کرے گا اس لیے کہ مٹی اپنے محل میں مستعمل نہیں ہوتی جیسے پانی اھ۔ اسی لیے بعض حضرات نے اس طریقہ کو "احسن وبہتر" سے تعبیر کیا ہے تاکہ اس کے خلاف کے جواز کی طرف اشارہ ہو اھ۔ (ت)

عـــہ اقول تجویز الخلاف مصرح بہ فی الذخیرۃ والبزازیۃ والحلیۃ والغنیۃ وغیرھا فلاحاجۃ الی التمسک فیہ باشارۃ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اقول صورتِ خلاف کے جواز کی ذخیرہ، بزازیہ، حلیہ، غنیہ وغیرہا میں صراحت موجود ہے تو اس بارہ میں اشارہ سے تمسّک کی کوئی ضرورت نہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] البحرالرائق باب التیمم مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۶

[2] منحۃ الخالق مع البحر " " " " ۱/۱۴۶

marfat.com

Marfat.com

اقول ھذا بحمد اللہ تعالٰی ما قد جنحنا الیہ ٭ وقد منا تحقیقہ بما لا مزید علیہ ٭ و ان الاحتراز الذی ارادہ الصدر غیر میسور ولا مقدور ٭ بل احسنیتہ ایضا لا محل لہا لانہ ان صار مستعملا لم یجز والا فالتکلف لا یحسن لکونہ اشتغالا بما لا یجدی۔

اقول یہ بحمد اللہ تعالٰی وہی ہے جس طرف ہم مائل ہوئے اور جس کی تحقیق ہم نے پہلے اس حد تک کر دی ہے جس پر اضافہ کی گنجائش نہیں اور ہم نے یہ بھی بتایا کہ یہ حضراتِ اعلام جو احتراز چاہتے ہیں وہ میسر نہیں اور مقدور بھی نہیں بلکہ اس طریقہ کے احسن ہونے کا بھی کوئی موقع نہیں اس لیے کہ وہ مٹی اگر مستعمل ہو گئی تو آگے کفایت ہی نہ کرے گی اور مستعمل نہ ہوئی تو تکلف کوئی اچھی چیز نہیں کہ یہ بے فائدہ امر میں مشغولی ہے۔

قال الا ان یقال المراد انہ یصیر مستعملا صورۃ لا حقیقۃ[1] اھ۔

علامہ شامی نے فرمایا: مگر یہ کہا جائے کہ مراد یہ ہے کہ وہ صورۃً مستعمل ہے حقیقۃً نہیں اھ۔(ت)

اقول بل ھو مستعمل صورۃ و حقیقۃ الا تری الی تعریف التیمم فی البدائع وکثیر من الکتب انہ استعمال الصعید فی عضوین مخصوصین وفی التبیین والجوھرۃ استعمال جزء من الارض وفی التنویر استعمالہ بصفۃ مخصوصۃ وفی الایضاح طہارۃ حاصلۃ باستعمال الصعید وقد قال العلامۃ ش الاستعمال ھو المسح المخصوص کما تقدم کل ذلک فی التعریفات فلا شک ان التراب یستعمل فی العضوین کالماء فی الاعضاء انما الکلام فی انہ ھل یسلب بذلک وصف الطھوریۃ ام لا الم تسمع الی قول الدرایۃ والبنایۃ یجوز التیمم بالتراب المستعمل عندنا[2] فقد

اقول: بلکہ وہ صورۃً بھی مستعمل ہے حقیقۃً بھی۔ بدائع اور دوسری بہت سی کتابوں میں تیمم کی تعریف پر نظر کیجئے "وہ دو مخصوص عضووں میں استعمال صعید کا نام ہے"۔ تبیین اور جوہرہ میں ہے: زمین کے کسی جز کا استعمال ــــ تنویر میں ہے: اس کا ایک مخصوص طور پر استعمال ــــ ایضاح میں ہے: وہ طہارت جو صعید کے استعمال سے حاصل ہو ــــ خود علامہ شامی فرما چکے ہیں: "استعمال یہی مسح مخصوص ہے"۔ جیسا کہ یہ ساری باتیں تعریفات میں گزر چکی ہیں۔ تو اس میں شک نہیں کہ دونوں عضووں میں مٹی استعمال ہوتی ہے جیسے پانی اعضا میں استعمال ہوتا ہے ــــ کلام صرف اس میں ہے کہ کیا اس استعمال سے طہوریت کی صفت سلب ہوتی ہے یا نہیں؟ ــــ درایہ و بنایہ کے الفاظ سن چکے کہ "ہمارے نزدیک مستعمل مٹی سے تیمم جائز ہے"۔

---

[1] منحۃ الخالق مع البحر | باب التیمم | مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۶

[2] البنایۃ شرح الہدایۃ | " | مطبع الامدادیۃ مکۃ المکرمہ ۱/۳۲۴

Marfat.com

سمیا مستعملا وابقیاہ طھورا نعم یراد فی الماء بالمستعمل المسلوب الطھوریۃ کنایۃ لانہ حکمہ فان ارید ھاھنا کان الحاصل ان ھذا التراب یصیر مسلوب الطھوریۃ صورۃ لاحقیقۃ وھذا لایکاد یرجع الی طائل۔

انھوں نے مستعمل بھی کہا اور اسے طہور بھی باقی رکھا۔ ہاں پانی میں مستعمل سے کنایۃً وہ مراد ہوتا ہے جس کی طہوریت سلب ہو چکی ہو اس لیے کہ مستعمل پانی کا یہی حکم ہے ۔اگر یہ مراد ہو تو حاصل یہ ہوگا کہ یہ مٹی صورۃً مسلوب الطھوریۃ ہوتی ہے حقیقۃً نہیں۔ اور اس کا کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔ (ت)

قال ولکن الفرق ظاھر بین ھذا وبین قولہ حتی لو ضرب یدیہ مرۃ الخ تامل[1] اھ۔

علامہ شامی فرماتے ہیں "لیکن فرق ظاہر ہے اس میں اور ان کے اس قول میں کہ "یہاں تک کہ اگر اپنے دونوں ہاتھوں کو ایک بار مارا اور ان سے چہرے اور کلائیوں کا مسح کرلیا تو جائز نہیں"۔ تامل کرو اھ (ت)

اقول رحمکم اللہ ورحمنا بکم انما عرض لکم ھذا العدم الفرق بین التراب الحقیقی والحکمی الحکمی یصیر مسلوب الطھوریۃ حقیقۃ وھو المراد ھھنا قطعا فلا تاویل ولا خلف غیرانہ لایجدیھم لانہ ما دام فی عضو واحد لایصیر مستعملا بالاجماع والاوجب لکل عضو ضربات وھو منتف بلانزاع بل علی کراھتہ[2] اجماع وبالجملۃ لا اعلم لھذا الاحتیاط وجھا یحصل بہ للقلب نشاط۔

اقول: اللہ آپ پر رحمت فرمائے اور آپ کی برکت سے ہم پر بھی رحمت فرمائے۔ یہ سب تراب حقیقی وتراب حکمی کے درمیان فرق نہ کرنے کی وجہ سے آپ کو درپیش ہوا۔ تراب حکمی سے طہوریت حقیقۃً سلب ہوجاتی ہے اور وہی یہاں قطعاً مراد ہے تو نہ کسی تاویل کی ضرورت ہے نہ کوئی خلف لازم آرہا ہے۔ علاوہ اس کے کہ یہ ان کے لیے سُود مند نہیں کیوں کہ مٹی جب تک ایک عضو میں رہے بالاجماع مستعمل نہیں ہوتی ورنہ ہر عضو کے لیے متعدد ضربیں واجب ہوں اور بلا اختلاف ایسا ہرگز نہیں بلکہ اس کی کراہت پر اجماع ہے۔ بالجملہ میرے علم میں اس احتیاط کی کوئی ایسی وجہ نہیں جس سے قلب کو نشاط حاصل ہو۔ (ت)

فان قلت یلزمھم مثل ذلک فی ما استحسنوا فی صفۃ مسح الرأس والاذنین

اگر یہ اعتراض ہو کہ اسی طرح کا کلام اس پر بھی لازم آئے گا جو سر، دونوں کان، اور

---

[1] منحۃ الخالق مع البحر باب التیمم مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۶

marfat.com

Marfat.com

والرقبة كما ذكره في الخلاصة والعناية و
المنية وفي الحلية عن الزاهدي عن البحر
المحيط وفي النهر وغيرها من الاسفار الغر
وقال في الحلية توارد ها غير واحد من
المتاخرين من غير تعقب اهـ[1] وهذا لفظ الخلاصة
استيعاب الرأس سنة وكيفيته ان يبل
كفيه واصابع يديه ويضع بطون ثلثة
اصابع من كل كف على مقدم الرأس و
يعزل السبابتين والابهامين ويجافي
الكفين ويجرهما الى مؤخر الرأس ثم يمسح
الفودين بالكفين ويمسح ظاهر الاذنين
بباطن الابهامين وباطن الاذنين بباطن
السبابتين حتى يصير ماسحا ببلل لم يصر
مستعملا اهـ[2] زاد التاليان والنهر ويمسح
رقبته بظاهر اليدين وزاد غير الخلاصة
والمنية هكذا روت عائشة رضي الله
تعالى عنها مسح رسول الله صلى الله تعالى
عليه وسلم اهـ[3] قال في الحلية الله تعالى
اعلم به نعم ما اشتملت عليه الكيفية
المذكورة من انه يمسح ظاهر اذنيه
بباطن ابهاميه وباطن اذنيه بباطن
مسبحتيه هو السنة في مسحهما كما تقدم

گردن پر مسح کے طریقہ میں علما نے عمدہ قرار دیا ہے جیسا
کہ اسے خلاصہ، عنایہ، منیہ میں اور حلیہ میں زاہدی سے
وہ بحر محیط سے اور نہر وغیرہا کتابوں میں ذکر کیا ہے۔
اور حلیہ میں لکھا ہے اس طریقہ پر متاخرین میں سے متعدد
حضرات کا بغیر کسی تنقید کے توارد ہوا ہے اھ۔ خلاصہ
کے الفاظ یہ ہیں: "سر کا استیعاب سنّت ہے اور اس کا
طریقہ یہ ہے کہ اپنی ہتھیلیاں اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں
تر کرے اور ہر ہتھیلی کی تین انگلیوں کا پیٹ، سر کے اگلے
حصہ پر رکھے اور شہادت کی انگلیوں اور انگوٹھوں کو
الگ کیے رہے اور ہتھیلیوں کو بھی جدا رکھے اور انگلیوں
کو سر کے پچھلے حصہ تک کھینچ لائے پھر دونوں کروٹوں کا
ہتھیلیوں سے مسح کرے اور کانوں کے اوپری حصہ
کا انگوٹھوں کے پیٹ سے اور کانوں کے اندرونی حصہ
کا شہادت کی انگلیوں کے پیٹ سے مسح کرے تاکہ
اس کا مسح ایسی تری سے ہو جو مستعمل نہ ہوئی" ——
اس پر عنایہ، منیہ اور نہر نے یہ اضافہ کیا "اور گردن کا
ہاتھوں کے اوپری حصہ سے مسح کرے" —— خلاصہ و
منیہ کے علاوہ نے یہ بھی لکھا "اسی طرح حضرت عائشہ
رضی اللہ تعالٰی عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
کا مسح بیان کیا" اھ —— حلیہ میں فرمایا: اللہ تعالٰی اسے
خوب جاننے والا ہے۔ ہاں مذکورہ طریقہ جس امر پر
مشتمل ہے یعنی یہ کہ اپنے کانوں کے اوپری حصہ کا انگوٹھوں

---

[1] حلیہ

[2] خلاصۃ الفتاوی — الفصل الرابع فی المسح — مطبع نولکشور لکھنؤ — ۱/۲۶

[3] العنایۃ مع فتح القدیر — سنن الوضو — مطبع نوریہ رضویہ سکھر — ۱/۲۹

Marfat.com

فی حدیث عمرو بن شعیب و اخرجه ابن ماجة ایضًا بسند صحیح عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بمعناہ[1] اھ۔

کے پیٹ سے اور کانوں کے اندرونی حصّہ کا شہادت کی انگلیوں کے پیٹ سے مسح کرے یہی ان دونوں کے مسح میں مسنون ہے جیسا کہ عمرو بن شعیب کی حدیث میں گزرا اور ابنِ ماجہ نے بھی بسند صحیح اسے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے، نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اسی کے معنٰی میں روایت کیا اھ۔ (ت)

اقول کلا فان ثمہ بلۃ تنفد بالمد فارادوا استحفاظها کیلا یحتاج الی ماء جدید قال[و] فی الفتح اما ما روی انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اخذ لاذنیہ ماء جدیدا فیجب حملہ علی انہ لفناء البلۃ قبل الاستیعاب واذا انعدمت البلۃ لم یکن بد من الاخذ کما لو انعدمت فی بعض عضو واحد[2] اھ اما ھھنا فلیس الا وصف حکمی اکسبتہ الضربۃ الید لتطھیر عضو واحد فلا یزول ما دامت الید علی احد الاعضاء الثلثۃ اعنی الوجہ والذراعین ثم رأیت العلامۃ سعدی افندی قال علی قول العنایۃ حتی یصیر ماسحا ببلل لم یصر مستعملا ما نصہ اقول حقیقۃ وان لم یصر مستعملا حکما فی عضو واحد فلا یخالف ما سیأتی بعد اسطر[3] اھ

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) ہرگز نہیں۔ وہاں کچھ تری ہے جو پھیلانے سے ختم ہو جاتی ہے تو وہاں مقصد یہ ہے کہ وہ تری محفوظ رہے تاکہ نئے پانی کی ضرورت نہ ہو۔ فتح القدیر میں ہے: "یہ جو مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کانوں کے لئے نیا پانی لیا تو اسے اس پر محمول کرنا ضروری ہے کہ استیعاب سے پہلے تری ختم ہو جانے کی وجہ سے ایسا ہوا۔ جب تری ختم ہو جائے تو نیا پانی لینا ضروری ہے جیسے ایک ہی عضو کے کسی حصے میں تری ختم ہو جائے تو یہی حکم ہے" اھ لیکن یہاں تو صرف ایک حکمی وصف ہے جو ایک عضو کی تطہیر کے لیے ضرب نے ہاتھ کو عطا کیا تو جب تک ہاتھ تینوں اعضا — چہرے اور کلائیوں میں سے کسی ایک پر رہیگا یہ صفت بھی رہے گا۔ پھر عنایہ کی عبارت (یہاں تک کہ اس کا مسح ایسی تری سے ہو جو مستعمل نہ ہوئی) پر علامہ سعدی آفندی کی یہ تحریر میں نے دیکھی: میں کہتا ہوں جو مستعمل نہ ہوئی یعنی حقیقۃً "استعمال میں نہ آئی

---

[1] حلیہ
[2] فتح القدیر سُنن الوضوء مطبع نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۵
[3] حاشیہ چلپی مع فتح القدیر " " " " ۱/۲۹

marfat.com
Marfat.com

عہ أی مما یفید عدم استعمال الماء فی عضو واحد۔

اگرچہ ایک عضو میں حکماً مستعمل نہ ہو تو یہ اس کے برخلاف نہیں جو چند سطر بعد آرہا ہے اھ۔ یعنی وہ جس سے ایک عضو میں پانی کے مستعمل نہ ہونے کا افادہ ہوتا ہے۔ (ت)

اقول ھذا عین ما فھمتہ وللہ الحمد وقد انقطع بہ نزاع طال فردہ الامام العلامۃ الزیلعی ووافقہ المحقق علی الاطلاق وتبعھما ابن امیر الحاج بانہ لا یفید لانہ لابد من الوضع والمد فان کان مستعملا بالوضع الاول فکذا بالثانی فلا یفید تاخیرہ[1] اھ بل قال الامام فقیہ النفس الاستیعاب فی مسح الرأس سنۃ وصورۃ ذلک ان یضع اصابع

اقول: بعینہٖ یہی میں نے بھی سمجھا۔ وللہ الحمد۔ اس سے ایک طویل نزاع کا خاتمہ ہوگیا جسے امام علامہ زیلعی نے رَد کیا اور محقق علی الاطلاق نے ان کی موافقت کی اور ابن امیر الحاج نے ان دونوں حضرات کی پیروی فرمائی کہ اس طریقہ سے کوئی فائدہ نہیں اس لیے کہ رکھنا اور پھیلانا ضروری ہے تو اگر پہلی بار رکھنے سے ہی تری مستعمل ہوگئی تو دوسری بار سے بھی ایسا ہی ہوگا پھر اسے مؤخر کرنا بے فائدہ ہے[1] اھ بلکہ امام فقیہ النفس نے فرمایا: "سر کے مسح میں استیعاب سنّت ہے۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے دونوں

عہ وھو قول العنایۃ روی الحسن فی المجرد عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ اذا مسح ثلثا بماء واحد کان مسنونا فان قیل قد صار البلل مستعملا بالمرۃ الاولی فکیف یسن امرارہ ثانیا وثالثا اجیب بانہ یأخذ حکم الاستعمال لاقامۃ فرض اٰخر لا لاقامۃ السنۃ لانھا تبع للفرض الا تری ان الاستیعاب یسن بماء واحد[2] اھ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

عنایہ کی عبارت یہ ہے: حسن نے مجرد میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے، کہ جب ایک ہی پانی سے تین بار مسح کرے تو مسنون ہی ہوگا اگر اعتراض ہو کہ تری تو پہلی بار میں مستعمل ہوگئی پھر دُوسری تیسری بار اسے گزارنا کیسے مسنون ہوگا، تو اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ کوئی دوسرا فرض ادا کرنے کے لیے وہ مستعمل کا حکم رکھتی ہے سنّت کی ادائیگی کے لیے نہیں۔ دیکھئے کہ استیعاب ایک ہی پانی سے مسنون ہے اھ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] غنیۃ المستملی کتاب الطہارت سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۴

[2] العنایۃ مع فتح القدیر سنن الوضوء مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰

Marfat.com

يديه على مقدم رأسه وكفيه على فوديه ويمدهما الى قفاه فيجوز و اشار بعضهم الى طريق اخر احترازا عن استعمال الماء المستعمل الا ان ذلك لا يمكن الا بكلفة ومشقة فيجوز الاول ولا يصير الماء مستعملا ضرورة اقامة السنة اھ[1] فان[2] كل ذلك مبناه على اخذ الاستعمال بمعنى الحكمي وانما المراد الحقيقي اى ليصير ماسحا ببلل طرى لم يذهب بالمسح ولم يستقله الاستعمال ۔ والعلم بالحق عند ذى الجلال ۔

ہاتھوں کی انگلیاں سر کے اگلے حصّہ پر، اور دونوں ہتھیلیاں کروٹوں پر رکھے اور دونوں کو گدّی تک کھینچ لے جائے تو جائز ہے۔ اور بعض حضرات نے ایک اور طریقہ کی طرف اشارہ کیا ہے تاکہ مستعمل پانی کے استعمال سے بچاؤ ہو مگر وہ زحمت ومشقت کے بغیر ممکن نہیں تو پہلا طریقہ بھی جائز ہے اور ادائے سنّت کی ضرورت کے باعث پانی مستعمل نہ ہوگا اھ۔ اس لیے کہ ان سب کی بنیاد اس پر ہے کہ استعمال کو حکمی کے معنی میں لے لیا ہے حالاں کہ مراد حقیقی ہے۔ یعنی اس کا مسح ایسی تازہ تری سے ہو جو مسح سے نہ ختم ہُوئی نہ استعمال سے کم ہوئی۔ اور حق کا علم رب ذوالجلال کے یہاں ہے۔ (ت)

دُوسرا مسئلہ کہ ایک ہی جگہ پر دونوں ضربیں ہونا یا ایک جگہ سے ایک شخص کا چند بار خواہ یکے بعد دیگرے ایک جماعت کا تیمم کرنا سب روا ہے اس کی تعلیل میں فرمایا کہ یہ مٹّی تو ایسی ہے جیسے ایک[2] شخص کے وضو کے بعد لوٹے میں بچا ہُوا پانی کہ دوبارہ خواہ دوسرے کو اُس سے وضو جائز ہے استعمال تو اُس کا ہوا جو ہاتھ میں آئی۔ یہ تقریر علامہ برجندی وفاضل عبد الحلیم رومی نے بطور تنزل ذکر فرمائی کہ مٹّی مستعمل نہیں ہوتی اور بالفرض ہو بھی تو وُہ ہوگی جو اعضا کو لگ کر جھڑی نہ یہ جس پر ضرب کی، شرح نقایہ میں ہے:

(على كل طاهر) متعلق بضربتين لا يقال ثم يدل الكلام على ان الضربتين تكونان على موضع واحد مع ان التراب يصير مستعملا بالضربة الاولى لانا نقول لو سلم ذلك فالتراب المستعمل هو الذى ينتثر من الوجه واليدين لا الذى وضع

(ہر پاک پر) اس کا تعلق "ضربتین" سے ہے۔ یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ تب تو کلام اس پر دال ہوگا کہ دونوں ضربیں ایک ہی جگہ ہوں باوجودیکہ پہلی ضرب سے مٹّی مستعمل ہوجائے گی۔ اس لیے کہ اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ اگر اسے تسلیم بھی کر لیا جائے تو مستعمل مٹّی وُہ ہوگی جو چہرے اور ہاتھوں سے جھڑے۔

---

[1] فتاوٰی قاضیخان باب الوضوء والغسل مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱ /۱۷

marfat.com
Marfat.com

الید علیه صرح به صاحب الخلاصة[1]۔

وہ نہیں جس پر ہاتھ رکھا گیا۔ صاحبِ خلاصہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے"۔ (ت)

بعینہٖ اسی طرح حاشیۂ درر میں ہے:

ولفظه فی الجواب قلت کون التراب مستعملا غیر مسلم ولئن سلم فالتراب المستعمل[2] الخ

جواب میں ان کے الفاظ یہ ہیں: میں کہوں گا۔ مٹّی کا مستعمل ہونا تسلیم نہیں۔ اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو مستعمل مٹّی الخ۔ (ت)

ظاہر ہے کہ یہ کچھ محلِ اشتباہ نہیں ہاں خلاصہ ومحیط وبدائع کی عبارتیں کہ فتح وبحر سے دلیل دوم میں گزریں بلا اظہارِ تنزل ہیں۔

(۱) خلاصہ ہی کی عبارت جامع الرموز میں لی اور بجائے ضرب شخص دیگر ضرب دیگر سے تصویر کی کہ

لوضرب علی طاهر للوجه ثم علیه للید اجزأه لان المستعمل هو التراب المستعمل فی الوجه والید کما فی الخلاصة[3]۔

اگر کسی طاہر پر چہرے کے لیے پھر اسی پر ہاتھ کے لیے ضرب لگائی تو کافی ہے اس لیے کہ مستعمل وہ مٹّی ہے جو چہرے اور ہاتھ میں استعمال ہوئی۔ جیسا کہ خلاصہ میں ہے۔ (ت)

اسی کے مثل بزازیہ ومراقی الفلاح میں ہے اول نے فرمایا:

التیمّم بموضع تیمّم به اٰخر یجوز لانه لم یرفع مستعمل الاوّل[4]۔

ایسی جگہ سے تیمم جائز ہے جہاں سے کوئی اور تیمم کر چکا ہو اس لیے کہ اس نے پہلے کی استعمال کی ہوئی مٹّی نہ اٹھائی۔ (ت)

اور ثانی نے:

لعدم صیرورته مستعملا لان التیمّم بما فی الید[5]۔

اس لیے کہ وہ مستعمل نہ ہوئی اس لیے کہ تیمم اس سے ہوا جو ہاتھ میں لگی۔ (ت)

---

[1] شرح النقایة للبرجندی | فصل فی التیمم | مطبوعہ نولکشور لکھنؤ | ۱/۴۷
[2] الدرر علی الغرر | باب التیمم | مطبع درسعادۃ مصر | ص ۲۶
[3] جامع الرموز | " | مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران | ۱/۶۹
[4] فتاوٰی بزازیہ مع الهندیة | الخامس فی التیمم | نورانی کتب خانہ پشاور | ۴/۱۷
[5] مراقی الفلاح | باب التیمم | مطبعۃ الازہریۃ المصریۃ مصر | ص ۶۹

Marfat.com

(۲) اور محیط و بحر کے مثل شامی میں نہر سے ہے کہ

لم یصر مستعملا اذ التیمم انما یتأدی بما التزق بیدہ لا بما فضل[1]۔

مستعمل نہ ہُوئی اس لیے کہ تیمم اس سے ادا ہوتا ہے جو ہاتھ میں لگی ہوتی ہو، اس سے نہیں جو بچی ہوئی ہے (ت)

(۳) اور بدائع کے مثل حلیہ اور اسی طرح شلبیہ میں ولوالجیہ سے ہے کہ

التراب المستعمل ما التزق بید المتیمم الاول لا ما بقی علی الارض[2]۔

مستعمل مٹی وُہ ہے جو پہلے تیمم کرنے والے کے ہاتھ میں لگ ہوُہ نہیں جو زمین پر بچ رہی۔ (ت)

اخیر کے لفظ میں :

جاز لان التراب لا یصیر مستعملا لان المستعمل ما التزق بیدیہ وھو کفضل

جائز ہے اس لیے کہ مٹی مستعمل نہیں ہوتی کیوں کہ مستعمل تو وہ ہے جو ہاتھوں میں لگی ہو اور یہ اس

عـہ تمامہ فیہ واذا کان علی حجر املس فیجوز بالاولی[3]اھ وکتبت علیہ اقول انما یزید الاملس بان لیس فیہ ما یلتزق بالید ولا یوجب ذلک اولویتہ بالجواز فان المضروب علیہ الید اذن سواء فی الحکم ارضا کان او حجرا وانفصال شیئ منھا لا منہ لا یوجب تفاوتھما فی ھذا وان تفاوتا فی ان شیئا من اجزائھا مستعمل وھو الملتزق بالید لا من اجزائہ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اس میں پُوری عبارت یہ ہے : اور جب چکنے پتھر پر ہو تو بدرجۂ اولٰی جائز ہے اھ اس پر میں نے یہ لکھا اقول چکنے پتھر میں یہ بات بڑھی ہُوئی ہے کہ اس میں ایسی کوئی چیز نہیں جو ہاتھ میں چپکے ۔ یہ بات اس کے بدرجۂ اولٰی جواز کی موجب نہیں ۔ اس لیے کہ جس پر ہاتھ مارا جائے اس وقت دونوں ہی کا حکم یکساں ہے زمین ہو یا پتھر ۔ زمین سے کچھ جُدا ہونا اور پتھر سے کچھ جدا نہ ہونا اس حکم میں ان دونوں کا تفاوت لازم نہیں آتا اگرچہ دونوں کا اس امر میں تفاوت ہے کہ زمین کے اجزا سے کچھ استعمال میں آتا ہے اور یہ وُہ ہے جو ہاتھ سے چپک گیا اور پتھر کے اجزا سے کچھ استعمال میں نہیں آتا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۷۵

[2] حلیہ

[3] ردالمحتار باب التیمم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۷۵

marfat.com

Marfat.com

ما فی الاناء[1]۔ پانی کی طرح ہے جو برتن میں بچ رہا۔ (ت)

(۴) علامہ ابراہیم حلبی نے دیکھا کہ مٹی کا ہاتھوں میں لگنا یا چہرہ و دست پر مسح کیا جانا موجبِ استعمال نہیں ہوسکتا جیسے پانی کہ جب تک بعد استعمال عضو سے انفصال نہ ہو مستعمل نہ ہوگا لہذا قید انفصال زائد کی کہ

جائز لانہ لم یصر مستعملا انما المستعمل ماینفصل عن العضو بعد المسح قیاسا علی الماء[2]۔ جائز ہے اس لیے کہ مٹی مستعمل نہ ہوئی۔ مستعمل تو وہ ہے جو مسح کے بعد عضو سے جدا ہو، یہ پانی پر قیاس کرتے ہُوئے ہے۔ (ت)

شامی میں اسے نقل کرکے مقرر رکھا۔

اقول یہی ہے وُہ جسے فاضلین برجندی و رومی نے تنزل میں لیا اور یہی ہے وُہ جسے امام قوام الدین کاکی و امام بدرالدین عینی نے صراحۃً فرمایا کہ مذہب حنفی میں اُس سے تیمم جائز ہے امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو خلاف ہے بالجملہ ان عبارات کا تنوع یُوں آیا؛

والتأمل لا یخفی علیہ الفرق اذا امعن النظر ان شاء اللہ تعالٰی۔ اور تأمل کرنے والا نگاہ غور کرے تو اس پر فرق مخفی نہ رہے گا اگر اللہ نے چاہا۔ (ت)

رہا کشفِ شبہہ وہ بحمداللہ تعالٰی امام محقق علی الاطلاق وخاتمۃ المحققین علامہ زین بن نجیم رحمہما اللہ تعالٰی نے بروجہ احسن فرمادیا انہی عبارات کو نقل کرکے اولاً فرمایا ان سے سمجھا جاتا ہے کہ مٹی کا مستعمل ہونا بھی ایک صورت رکھتا ہے جس سے روشن کہ اُس کا مستعمل ہونا غایت خفا میں ہے پھر اُس صورت کی تعیین فرمائی کہ جس ضرب سے ایک عضو پر مسح کیا اُس سے دُوسرے پر نہیں کرسکتا اور صاف فرمادیا لاغیر۔ لیس غیر (نہ کہ دوسری ضرب سے۔ ت) بس صرف یہی ایک صورت ہے اور اصلاً کوئی شکل نہیں جس میں مٹی پر حکم استعمال طاری ہو یہ بداہۃً اُسی تراب حکمی کا حکم ہے کہ حقیقی یہاں قطعاً قطع النظر بلکہ مسنون الازالہ ہے تو ثابت ہوا کہ مستعمل فی الوجہ والید (چہرہ و ہاتھ میں استعمال شدہ مٹی۔ ت) یا مستعمل الاول (پہلے کی استعمال شدہ مٹی۔ ت) یا مافی الید (ہاتھ میں استعمال شدہ۔ ت) در کنار کہ تراب حکمی کے صاف محتمل ہیں ما التزق بیدہ (جو اس کے ہاتھ سے چپک جائے۔ ت) سے بھی یہی مراد ہے یعنی وہ وصفِ تطہیر کہ کفین نے مساس ارض بالنیۃ سے حاصل کیا۔

اقول اولاً یہ خود عبارت محیط و بحر و نہر وغیرہم سے روشن کہ انہوں نے حصر فرمایا کہ تیمم اُسی سے

---

[1] حاشیۃ شلبیۃ علی التبیین باب التیمم المطبعۃ الامیریۃ بولاق مصر ۱/۳۹

[2] ردالمحتار ؍؍ مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۶

Marfat.com

ادا ہوتا ہے جو ہاتھ میں لگے یہ حصر صحیح نہیں ہوسکتا مگر تراب حکمی میں کہ حقیقی کا ہاتھ میں لگا ہونا قطعاً ضرور نہیں خصوصاً نہر کا اُس کے بعد فرمانا کہ چکنے پتھر پر ہو تو بالاولیٰ جائز صراحۃً تناقض ہوجائے گا کہ وہاں حقیقی کا کون سا ذرہ ہاتھ میں لگے گا۔

ثانیاً ایک صاف بات ہے مستعمل نہ ہوگا مگر مطہر کہ جب یہ دوسرے سے رفع نجاست حکمیہ کرتا ہے وہ اس سے منتقل ہوکر اس میں آجاتی ہے لہذا دوبارہ تطہیر کے قابل نہیں رہتا اور جو مطہر ہے وقتِ تطہیر اُس کا وجود لازم کہ مطہر مفید طہارت ہے نہ کہ مُعد اور تیمم معہود میں وقت مسح وجہ و ذراعین تراب حقیقی کا وجود لازم نہیں تو ثابت ہُوا کہ تیمم معہود میں تراب حقیقی مطہر نہیں اور جب مطہر نہیں تو مستعمل بھی نہیں ہوسکتی وھوالمطلوب (اور یہی مطلوب ہے۔ ت) اگر کیجئے تیمم غیر معہود میں تو تراب حقیقی ہی مطہر ہے چاہئے وہاں مستعمل ہوجائے۔

اقول ہم نے یہ کہا تھا کہ ہر مستعمل ہوجانے والے کا مطہر ہونا ضرور نہ یہ کہ ہر مطہر کا مستعمل ہونا لازم یہ کلماتِ علماجن سے شبہ گزرتا ہے تیمم معہود ہی میں تھے اُس میں ہم نے مبرہن کردیا کہ تراب حقیقی ہرگز مراد نہیں بالجملہ ان کلمات کا۔

اولاً نفیس وصحیح وصریح و رجیح محمل تو یہی ہے کہ مراد تراب حکمی ہے۔

ثانیاً ممکن کہ کلام تنزل پر مبنی ہو جس طرح فاضلین برجندی و رومی نے واضح کیا۔

ثالثاً ممکن کہ استعمال سے مراد استعمال حقیقی ہو جیسا علامہ سعدی افندی نے عبارات اولی میں افادہ فرمایا یعنی ضرب سے جنس ارض مستعمل نہ ہونے پر استدلال مقصود ہے وہ نفی لازم سے ادا فرمایا گیا کہ استعمال حکمی کو استعمال حقیقی لازم تو فرماتے ہیں کہ یہ کیونکر مستعمل ہو حالانکہ حقیقۃً مستعمل نہیں حقیقۃً استعمال تو اُسی مٹی کا ہے جو ہاتھوں میں لگی۔

رابعاً کم از کم یہ عبارات موردِ احتمالات ہیں اور وہ نصوص کہ ہم نے ذکر کیے صریح تو انھیں پر تعویل لازم۔

خامساً یہ دلیل کی تقریر میں ہیں جو مذہب منقول نہیں اور وہ نصوص خاص مسائل کے احکام میں خصوصاً وہ بھی اس طرح کہ مذہب حنفی میں مٹی حکم استعمال نہیں پاتی اس میں خلاف امام شافعی کو ہے تو بحمدہٖ تعالٰی آفتاب کی طرح روشن ہُوا کہ جنس ارض تیمم سے اصلاً مستعمل نہیں ہوتی نہ وہ جس پر ضرب کی نہ وہ کہ اعضا پر مسح کی گئی۔

هٰكذا ينبغي التحقيق والله سبحٰنه ولي التوفيق وبه ظهر ان الصواب مع العلامة ط في نفي الاستعمال عن التراب على الاطلاق والرد عليه من العلامة ش حيث قال انما المستعمل ماينفصل عن العضو بعد المسح شرح المنية

اسی طرح تحقیق ہونی چاہئے اور خدائے پاک ہی مالک توفیق ہے — اس تحقیق سے یہ بھی عیاں ہوگیا کہ کہ مٹی سے مطلقاً استعمال کی نفی میں علامہ طحطاوی درستی پر ہیں۔ اس پر علامہ شامی نے یہ لکھا ہے کہ "مستعمل وہ مٹی ہے جو مسح کے بعد عضو سے جُدا ہو، شرح منیہ۔

marfat.com

Marfat.com

ونحوہ ماقدمنا ہ عن النہر وھوالمذکور فی الحلیۃ فافہم[1] اھ اشاربہ کعادتہ کما نبہ علیہ فی خطبتہ الی الرد علی السیّد طغیر سدید بل یجب ارجاع مافی الحلیۃ والغنیۃ والنہر الی مایوافق ما ذکرالسید لانہ المنصوص علیہ فی المذہب واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولٰینا محمد واٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ وبارک وسلم اٰمین والحمد للہ رب العلمین۔

اسی کے ہم معنٰی وہ بھی ہے جو نہر سے ہم نے پہلے ذکر کیا اور یہی حلیہ میں بھی مذکور ہے، فافہم۔ تو سمجھنا چاہئے" اھ۔ اس کلام سے حسبِ عادت انھوں نے ــــــ جیسا کہ اپنے خطبہ میں تنبیہ کی ہے ــــــ سیّد طحطاوی کے رَد کی طرف اشارہ کیا ہے مگر یہ تردید صحیح نہیں بلکہ لازم ہے کہ حلیہ، غنیہ اور نہر کی عبارتوں کی وُہ تاویل کی جائے جو بیانِ سیّد طحطاوی کے موافق ہو اس لیے کہ مذہب میں وہی منصوص ہے ــــ اور خدائے پاک و برتر خُوب جانتا ہے ــــ اور اللہ تعالٰی رحمت فرمائے ہمارے آقا و مولٰی محمد اور ان کی آل، اصحاب، فرزند اور گروہ پر اور برکت وسلامتی بھی ــــ اور ساری خُوبیاں سارے جہانوں کے مالک خدا ہی کے لیے ہیں۔ (ت)

(رسالہ ضمنیہ الجد السدید ختم ہوا)

مسئلہ ۱۱۴ سوال سوم

مسجد کی دیوار سے تیمم جائز ہے یا نہیں، کچھ ورق بنام فتاوٰی رشیدیہ یعنی جوابات رشید احمد گنگوہی چھپے ہیں جن کی فہرست کا شروع **کتاب الکفر** سے ہے اس کے صفحہ ۷۶ پر اس سوال کے جواب میں لکھا: تیمم دیوارِ مسجد سے کرنے کو بعض کتبِ فقہ میں مکروہ لکھا ہے فقط آیا یہ جواب صحیح ہے یا غلط، اور کون سی کتاب فقہ میں اسے مکروہ لکھا ہے بیّنوا توجّروا۔

الجواب

تحریرِ مذکور صواب سے بیگانہ فقاہت سے برکرانہ محض بے بنیاد کورانہ ہے مذہب حنفی میں اس کی کچھ اصل نہیں نہ کسی کتاب معتمد سے اس کی کراہت مستبین نہ ایسی نقل مجہول کسی طرح قابلِ قبول نہ ایسا ناقل التفات کے قابل نہ اس پر شرع سے کوئی دلیل اور قول بے دلیل مردود و ذلیل بلکہ کتبِ معتمدہ سے اُس کا بطلان روشن جنسے گر نہ بیند بروز پردہ بر افگن تیمم میں دو ضربیں ہوتی ہیں اس بیان میں ہم دو ہی ضرب پر اکتفا کریں۔

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۶

Marfat.com

ضربِ اوّل زعم مذکور کا بے اصل و بے دلیل ہونا یہ تو بدیہی کہ بعض کتب کوئی سند نہیں۔ نہیں معلوم کیسی کتاب کس کی کتاب اُس کی کیا عبارت کیا مفاد۔ ناقل نے کیا سمجھا کیا مراد۔ خود ناقل کو بھی اس پر جزم نہ اعتماد، کہ طرزِ بیان سے تبری عہدہ مستفاد۔ بعض کتب میں رطب و یابس سب کچھ ہوتا ہے اگر ناقل کے نزدیک وہ کتاب اور اُس کا وہ حکم لائق اعتماد ہوتا سائل کو حکم بتاتا جس طرح اسی جواب میں مسجد کے اندر وضو کو بتایا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک منع اور گناہ ہے اُس کے متصل ہی یہ الفاظ ہیں یہاں یہ نہ کہا کہ مکروہ ہے بلکہ یہ کہ بعض کتب میں مکروہ لکھا اُس کی بے اصلی کا اتنا ہی بیان بس ہے۔ رہا بے دلیل ہونا اگر یہاں شبہہ گزر سکتا تھا تو وہی وجہ ہے :

یکم پانی پر قیاس اور وہ محض جہل و وسواس۔

اوّلاً ہم ثابت کر آئے کہ تیمم سے جنسِ ارض اصلاً مستعمل نہیں ہوتی بخلاف آب، اور آب مستعمل اگرچہ مذہب صحیح میں طاہر ہے مگر قذر ہے یعنی گھن کی چیز اور مسجد کو ایسی اشیا سے بچانا واجب جیسے لعابِ دہن و آب بینی۔

ثانیاً اگر بفرض غلط تسلیم کریں کہ مٹی زمین اور ہاتھوں پر مسح ہو کر چھوٹتے ہی مستعمل ہو جاتی ہے تو آج کل عامہ مساجد کی دیواریں پختہ و گچ کردہ ہیں اور اگر کوئی کچی بھی ہے تو کہگل کی ہوئی یا صاف لسی ہوئی ان میں یہ مٹی کہاں تو اُن کی دیواروں پر تیمم کیوں مکروہ؟

ثالثاً دیواریں عام طور پر ایسی بنائی جاتی ہیں جن پر ہاتھ رکھنے سے اُن کے اجزا نہیں چھوٹتے اور باہر سے آیا ہوا غبار کہ ہوا نے لاکر ڈالا ہوا اجزائے مسجد سے نہیں تو غالب صور میں جو مٹی ہاتھ کو لگے گی مسجد کی نہ ہوگی ورنہ مسجد سے گرد و غبار صاف کرنا منع ہو کہ اجزائے مسجد کا اُس سے چھڑانا اور دُور کرنا ہے۔

رابعاً علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ زمینِ مسجد پر جو مٹی پھیلی ہوئی ہے کیچڑ کے سنے پاؤں اُس سے پونچھنا مکروہ ہے کہ یہ زمینِ مسجد ہی سے پونچھنا ہوگا پھیلا ہوا غبار حائل نہ سمجھا جائے گا اور اگر گرد جھاڑ کر مسجد کے کسی گوشے میں جمع کر دی ہے تو اُس سے پونچھنے میں حرج نہیں۔ فتاوٰی امام قاضیخان و تجنیس امام صاحب ہدایہ و محیط سرخسی و بحرالرائق و فتاوٰی ہندیہ وغیرہا کتب کثیرہ و معتمدہ میں ہے :

والفظ للخانیة یکرہ مسح الرجل من طین و ردغة باسطوانة المسجد او بحائطه وان مسح بتراب فی المسجد ان کان ذلك التراب مجموعا فی ناحیة غیر منبسط لا باس به وان کان منبسطا

اور الفاظ خانیہ کے ہیں: "مٹی اور کیچڑ سے آلودہ پاؤں مسجد کے ستون یا کسی دیوار سے پونچھنا مکروہ ہے اگر مسجد کے اندر کسی مٹی سے پونچھا تو اگر وہ مٹی کسی میں جمع کر دی گئی ہے پھیلی ہوئی نہیں تو کوئی حرج نہیں اور اگر فرش پر پھیلی ہوئی ہے تو مکروہ ہے

marfat.com
Marfat.com

صفر وشا یکرہ لانہ بمنزلۃ ارض المسجد[1]۔ کہ وہ زمین مسجد ہی کے درجہ میں ہے۔ (ت)

جب یہ جمع کی ہوئی مٹی کہ خود زمینِ مسجد پر ہے جو[1] اصل مسجد ہے جس کا تعلق مسجد سے ابھی بالکلیہ منقطع بھی نہ ہوا اُس سے کیچڑ کے پاؤں پونچھنا کہ فی الحال[2] قذر یہ ہے مکروہ نہ ہوا تو یہ مٹی کہ دیوارِ مسجد پر تھی جو[1] فرع مسجد اور حکم مسجد میں ہے اور ہاتھوں[3] میں لگ کر دیوارِ مسجد سے بھی یکسر منقطع ہو گئی منہ اور ہاتھوں پر پھیرنا کہ فی الحال[3] موجبِ استعمال بھی نہیں کیونکر مکروہ ہوسکتا ہے۔

دوم دیوارِ مسجد وقف ہے اور وقف اُسی کام میں لایا جاسکتا ہے جس غرض کے لیے وقف کیا گیا۔ دوسرے کام میں لانا منع ہے خصوصاً مسجد کہ اس کا معاملہ عامہ اوقاف سے بھی تنگ تر ہے اور تیمم دوسرا کام ہے کہ دیوارِ مسجد اس غرض کے لیے نہیں بنائی جاتی۔ شاید گنگوہی خیال میں تو وہی پانی پر قیاس باطل ہوگا کہ مسجد میں وضو کیساتھ اسے ذکر کیا اور ایسے اذہانِ سافلہ وعقولِ ناقصہ سے کچھ مستبعد نہیں کہ یہ شبہہ بھی گزرے جو اوّل سے افسد ہے تیمم جو کچھ تصرف ہے اپنے چہرہ و دست پر ہے دیوار سے صرف چھونے ہاتھ لگانے کا تعلق ہوگا یہ دیوار[1] میں کوئی تصرف نہ کہلائے گا ورنہ مکروہ نہیں بلکہ حرام ہوتا اور نہ صرف دیوارِ مسجد بلکہ دیوار ہر وقف بلکہ دیوار یتیم بلکہ ہر نابالغ بلکہ بے اذن مالک ہر دیوار مملوک سے تیمم کرنا بلکہ اُس پر ہاتھ لگانا یا انگلی سے چھونا یا دیوارِ مسجد سے پیٹھ لگانا سب حرام ہوتا اور اس کا قائل نہ ہوگا مگر سخت جاہل، ہاتھ لگانے سے دیوار کا کچھ خرچ نہیں ہوتا چراغ میں تیل بتّی کا خرچ ہے پھر بھی مسجد[2] کے چراغ سے کہ مسجد کے لیے روشن ہے خط پڑھنا یا کتاب دیکھنا یا سبق پڑھنا پڑھانا بلاشبہہ روا ہے،

فتاوٰی خانیہ وفتاوٰی ہندیہ میں ہے:

ان اراد انسان ان یدرس کتابا بسراج المسجد ان کان سراج المسجد موضوعا فی المسجد للصلاۃ قیل لاباس بہ و ان کان موضوعاً فی المسجد لا للصلاۃ بان فرغ القوم من صلاتھم وذھبوا الی بیوتھم وبقی السراج فی المسجد قالوا لاباس بان یدرس بہ الی ثلث اللیل وفی ما زاد علی الثلث

اگر کوئی آدمی مسجد کے چراغ سے کسی کتاب کا سبق پڑھنا چاہے تو اگر مسجد کا چراغ مسجد کے اندر نماز کے لیے رکھا گیا ہے تو کہا گیا کہ اس میں حرج نہیں اور اگر مسجد کے اندر نماز کے لیے نہیں رکھا ہے اس طرح کہ لوگ اپنی نماز سے فارغ ہو کر گھروں کو چلے گئے اور چراغ مسجد میں رہ گیا تو علما نے فرمایا ہے کہ تہائی رات تک اس سے درس دینے میں حرج نہیں اور تہائی سے زیادہ

---

[1] فتاوٰی قاضیخان فصل فی المسجد مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۳۱

Marfat.com

لایکون لہ حق التدریس[1] | میں اسے حقِ تدریس نہ ہوگا۔ (ت)

ضربِ دوم کتب معتمدہ میں زعمِ گنگوہی کا خلاف۔

اوّلاً فـ[1] یہی پاؤں پونچھنے کا مسئلہ کہ تین وجہ سے بحکم دلالۃ النص دیوارِ مسجد سے جوازِ تیمم پر دلیل صاف کما مرتقریرہ (جیسا کہ اس کی تقریر گزرچکی۔ ت)

ثانیاً نمبر ۱۴۲ فـ[2] میں گزرا کہ مسجد میں احتلام واقع ہوا اور نکلنا چاہے تو بہت اکابر نے بے تیمم کیے فوراً نکل جانے کی اجازت دی اور تیمم کرکے نکلنا صرف مستحب رکھا ذخیرہ[1] وحلیہ[2] وہندیہ[3] وتاتارخانیہ[4] وخانیہ[5] موجبات الغسل وخزانۃ[6] المفتین ونہر[7] الفائق وسراج[8] وہاج ودرمختار[9] وردالمحتار[10] وطحطاوی[11] علی مراقی الفلاح وابوالسعود[12] وطحطاوی[13] علی الدرالمختار میں اسی پر جزم واعتماد فرمایا ظاہر ہے کہ یہ تیمم غالباً نہ ہوگا مگر دیوار یا زمینِ مسجد سے اگر ان سے تیمم مکروہ ہوتا تو ایک امرِ جائز سے بچنے کے لیے ہرگز اس کی اجازت بھی نہ ہوتی نہ کہ مستحب قرار پاتا یہ استحبابِ علما کراہتِ گنگوہی کا صریح دافع ہے۔

واللہ الحمد واللہ تعالٰی اعلم ؛ وصلی اللہ تعالٰی وبارك وسلم ؛ علی الحبیب الاکرم ؛ والشفیع الاعظم ؛ ھادی الامم ؛ الی الطریق الامم ؛ واٰلہ وصحبہ ذوی الجود والکرم ؛ والحمد للہ رب العلمین علی ما ھدی وعلم ؛ وعلمہ عز شانہ اتم ؛ وحکمہ جل مجدہ احکم ؛

اور خدا ہی کے لیے حمد ہے۔ اور خدائے برتر ہی خوب جانتا ہے۔ اور اللہ تعالٰی رحمت وبرکت وسلامتی نازل فرمائے کریم تر حبیب، عظیم تر شفیع، راہِ راست کی طرف اُمتوں کے ہادی پر، اور جُود وکرم والی ان کی آل واصحاب پر، اور سارے جہانوں کے مالک خدا ہی کے لیے حمد ہے اس پر جو اس نے ہدایت وتعلیم فرمائی اور اس شان غالب والے کا علم تام اور اس مجد بزرگ والے کا حکم محکم ہے۔ (ت)

(نوٹ: باب العقائد کو یہاں سے نکال لیا گیا ہے اسے عقائد والی جلد میں لایا جائے گا)

---

[1] فتاوٰی قاضی خان باب الرجل یجعل دارہ مسجداً الخ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۱۶

marfat.com
Marfat.com

مآخذ و مراجع

نام کتاب	مصنف کتاب	سن وفات ہجری
ا		
۱۔ الاجزاء فی الحدیث	عبدالرحمن بن عمر بن محمد البغدادی المعروف بالنحاس	۴۱۶
۲۔ الاجناس فی الفروع	ابو العباس احمد بن محمد الناطفی الحنفی	۴۴۶
۳۔ الاختیار شرح المختار	عبداللہ بن محمود (بن مودود) الحنفی	۶۸۳
۴۔ الادب المفرد للبخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۵۔ ارشاد الساری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی	۹۲۳
۶۔ ارشاد العقل السلیم	ابو سعود محمد بن محمد العمادی	۹۵۱
۷۔ الارکان الاربع	مولانا عبدالعلی بحر العلوم	۱۲۲۵
۸۔ الاشباہ والنظائر	شیخ زین الدین بن ابراہیم بابن نجیم	۹۷۰
۹۔ اشعۃ اللمعات	شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۱۰۔ اصول البزدوی	علی بن محمد البزدوی	۴۸۲
۱۱۔ الاصلاح للوقایۃ فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۹۴۰
۱۲۔ آکام المرجان فی احکام الجان	قاضی بدرالدین محمد بن عبداللہ الشبلی	۷۶۹
۱۳۔ انفع الوسائل	قاضی برہان الدین ابراہیم بن علی الطرسوسی الحنفی	۷۵۸
۱۴۔ امداد الفتاح	حسن بن عمار الشرنبلالی	۰۶۹
۱۵۔ انوار الائمۃ الشافعیہ	امام یوسف الاردبیلی الشافعی	۷۹۹
۱۶۔ الایضاح للوقایۃ فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۹۴۰
۱۷۔ امالی فی الحدیث	عبدالملک بن محمد بن بشران	۴۳۲
۱۸۔ الایجاز فی الحدیث	احمد بن محمد المعروف بابن السنی	۳۶۴
۱۹۔ القاب الرواۃ	احمد بن عبدالرحمن الشیرازی	۴۰۷

marfat.com

Marfat.com

ب

۲۰ - بدائع الصنائع	علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی	۵۸۷
۲۱ - البدایہ (بدایۃ المبتدی)	علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۲۲ - البحر الرائق	شیخ زین الدین بن ابراہیم بابن نجیم	۹۷۰
۲۳ - البرہان شرح مواہب الرحمان	ابراہیم بن موسیٰ الطرابلسی	۹۲۲
۲۴ - بستان العارفین	فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۲
۲۵ - البسیط فی الفروع	حجۃ الاسلام محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۲۶ - البنایۃ شرح الہدایۃ	امام بدر الدین ابو محمد العینی	۸۵۵

ت

۲۷ - تاج العروس	سید محمد مرتضیٰ الزبیدی	۱۲۰۵
۲۸ - تاریخ ابن عساکر	علی بن الحسن الدمشقی بابن عساکر	۵۷۱
۲۹ - تاریخ البخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۳۰ - التجنیس والمزید	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۳۱ - تحریر الاصول	کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن الہمام	۸۶۱
۳۲ - تحفۃ الفقہاء	امام علاء الدین محمد بن احمد السمرقندی	۵۴۰
۳۳ - تحقیق الحسامی	عبد العزیز بن احمد البخاری	۷۳۰
۳۴ - الترجیح والتصحیح علی القدوری	علامہ قاسم بن قطلوبغا الحنفی	۸۷۹
۳۵ - التعریفات لسید شریف	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۸۱۶
۳۶ - تفسیر ابن جریر (جامع البیان)	محمد بن جریر الطبری	۳۱۰
۳۷ - تفسیر البیضاوی	عبد اللہ بن عمر البیضاوی	۶۹۱
۳۸ - تفسیر الجلالین	علامہ جلال الدین المحلی و جلال الدین السیوطی ۸۶۴ھ	۹۱۱
۳۹ - تفسیر الجمل	سلیمان بن عمر العجیلی الشہیر بالجمل	۱۲۰۴
۴۰ - تفسیر القرطبی	ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی	۶۷۱
۴۱ - التفسیر الکبیر	امام فخر الدین الرازی	۲۶

Marfat.com

۴۲ - التفسیر للنیشاپوری	نظام الدین الحسن بن محمد بن حسین النیشاپوری	۷۲۸
۴۳ - تقریب التقریب	ابو زکریا یحیٰی بن شرف النوادی	۹۱۱
۴۴ - التقریر والتحبیر	محمد بن محمد ابن امیر الحاج الحلبی	۸۷۹
۴۵ - التیسیر للمناوی	عبدالرؤف المناوی	۱۰۳۱
۴۶ - تبیین الحقائق	فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی	۷۴۳
۴۷ - تقریب التہذیب	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۴۸ - تنویر المقباس	ابو طاہر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی	۸۱۷
۴۹ - تنویر الابصار	شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد التمرتاشی	۱۰۰۴
۵۰ - تعظیم الصلوٰۃ	محمد بن نصر المروزی	۲۹۴
۵۱ - تاریخ بغداد	ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی	۴۶۳
۵۲ - التوشیح فی شرح الہدایہ	عمر بن اسحٰق السراج الہندی	۷۷۳

ج

۵۳ - جامع الترمذی	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی	۲۷۹
۵۴ - جامع الرموز	شمس الدین محمد الخراسانی	۹۶۲
۵۵ - الجامع الصحیح للبخاری	امام محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۵۶ - الجامع الصغیر فی الفقہ	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۵۷ - الجامع الصحیح للمسلم	مسلم بن حجاج القشیری	۲۶۱
۵۸ - جامع الفقہ (جوامع الفقہ)	ابو نصر احمد بن محمد العتابی	۵۸۶
۵۹ - جامع الفصولین	شیخ بدر الدین محمود بن اسرائیل با بن قاضی	۸۲۳
۶۰ - الجامع الکبیر	ابی الحسن عبیداللہ بن حسین الکرخی	۳۴۰
۶۱ - جواہر الاخلاطی	برہان الدین ابراہیم بن ابوبکر الاخلاطی	
۶۲ - الجواہر الزکیۃ	احمد بن ترکی بن احمد المالکی	۹۸۹
۶۳ - جواہر الفتاوٰی	رکن الدین ابوبکر بن محمد بن ابی المفاخر	۵۶۵
۶۴ - الجوہرۃ النیرۃ	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد الیمنی	۸۰۰
۶۵ - الجرح والتعدیل فی رجال الحدیث	یحیٰی بن معین البغدادی	۲۳۳
۶۶ - الجامع الصغیر فی الحدیث	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱

marfat.com
Marfat.com

ح

۶۷ - حاشیۃ علی الدرر	محمد بن مصطفی ابو سعید الخادمی	۱۱۷۶
۶۸ - حاشیۃ ابن شلبی علی التبیین	احمد بن محمد الشلبی	۱۰۲۱
۶۹ - حاشیۃ علی الدرر	عبد الحلیم بن محمد الرومی	۱۰۱۳
۷۰ - حاشیۃ علی الدرر لملا خسرو	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	۸۸۵
۷۱ - حاشیۃ علی المقدمۃ العشماویۃ	علامہ سفطی	
۷۲ - الحاشیۃ لسعدی آفندی	سعد اللہ بن عیسٰی الآفندی	۹۴۵
۷۳ - الحدیقۃ الندیۃ شرح طریقۃ محمدیۃ	عبد الغنی النابلسی	۱۱۴۳
۷۴ - الحاوی القدسی	قاضی جمال الدین احمد بن محمد نوح القابسی الحنفی	۶۰۰
۷۵ - حصر المسائل فی الفروع	امام ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی الحنفی	۳۷۲
۷۶ - حلیۃ الاولیاء	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی	۴۳۰
۷۷ - حلیۃ المحلی	محمد بن محمد ابن امیر الحاج	۸۷۹

خ

۷۸ - خزانۃ الروایات	قاضی جکن الحنفی	
۷۹ - خزانۃ الفتاوی	طاہر بن احمد عبد الرشید البخاری	۵۴۲
۸۰ - خزانۃ المفتین	حسین بن محمد السمعانی السمیقانی	۷۴۰ کے بعد
۸۱ - خلاصۃ الدلائل	حسام الدین علی بن احمد المکی الرازی	۵۹۸
۸۲ - خلاصۃ الفتاوی	طاہر بن احمد عبد الرشید البخاری	۵۴۲
۸۳ - خیرات الحسان	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳

د

۸۴ - الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۸۵ - الدرر (درر الحکام)	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	۸۸۵
۸۶ - الدر المختار	علاء الدین الحصکفی	۱۰۸۸
۸۷ - الدر المنثیر	علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن السیوطی	۹۱۱

Marfat.com

ذ

۸۸ - ذخیرۃ العقبیٰ	یوسف بن جنید الجلبی (چلپی)	۹۰۵
۸۹ - ذخیرۃ الفتاویٰ	برہان الدین محمود بن احمد	۶۱۶
۹۰ - ذم الغیبۃ	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱

ر

۹۱ - الرحانیۃ		
۹۲ - رد المحتار	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۹۳ - رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ	ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن الدمشقی	۷۸۱
۹۴ - رغائب القرآن	ابو مروان عبدالملک بن حبیب السلمی (القرطبی)	۲۳۹
۹۵ - رفع الغشاء فی وقت العصر والعشاء	شیخ زین الدین بابن نجیم	۹۷۰
۹۶ - رد علی الجھمیۃ	عثمان بن سعید الدارمی	۲۸۰

ز

۹۷ - زاد الفقہاء	شیخ الاسلام محمد بن احمد الاسبیجابی المتوفی اواخر القرن السادس	
۹۸ - زاد الفقیر	کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الہمام	۸۶۱
۹۹ - زواہر الجواہر	محمد بن محمد التمرتاشی	تقریباً ۱۰۱۶
۱۰۰ - زیادات	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹

س

۱۰۱ - السراج الوہاج	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد الیمنی	۸۰۰
۱۰۲ - السنن لابن ماجۃ	ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجۃ	۲۷۳
۱۰۳ - السنن لابن منصور	سعید بن منصور الخراسانی	۲۷۳
۱۰۴ - السنن لابی داؤد	ابو داؤد سلیمان بن اشعث	۲۷۵
۱۰۵ - السنن للنسائی	ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی	۳۰۳
۱۰۶ - السنن للبیہقی	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸

marfat.com

Marfat.com

۱۰۷ - السنن لدارقطنی	علی بن عمر الدارقطنی	۳۸۵
۱۰۸ - السنن للدارمی	عبد اللہ بن عبد الرحمٰن الدارمی	۲۵۵

ش

۱۰۹ - الشافی	شمس الائمۃ عبد اللہ بن محمود الکردری	
۱۱۰ - شرح الاربعین للنووی	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۱۱۱ - شرح الاربعین للنووی	ابراہیم ابن عطیۃ المالکی	۱۱۰۶
۱۱۲ - شرح الاربعین للنووی	علامہ احمد بن الحجازی	۹۷۸
۱۱۳ - شرح الاشباہ والنظائر	ابراہیم بن حسین بن احمد بن محمد ابن البیری	۱۰۹۹
۱۱۴ - شرح الجامع الصغیر	امام قاضی خان حسین بن منصور	۵۹۲
۱۱۵ - شرح الدرر	شیخ اسمٰعیل بن عبد الغنی النابلسی	۱۰۶۲
۱۱۶ - شرح سفر السعادۃ	شیخ عبد الحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۱۱۷ - شرح السنۃ	حسین بن منصور البغوی	۵۱۶
۱۱۸ - شرح شرعۃ الاسلام	یعقوب بن سیدی علی زادہ	۹۳۱
۱۱۹ - شرح مختصر الطحاوی للاسبیجابی	ابو نصر احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	۴۸۰
۱۲۰ - شرح الغریبین		
۱۲۱ - شرح المسلم للنووی	شیخ ابو زکریا یحیٰی بن شرف النووی	۶۷۶
۱۲۲ - شرح معانی الآثار	ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی	۳۲۱
۱۲۳ - شرح المنظومۃ لابن وہبان	عبد البر بن محمد ابن شحنۃ	۹۲۱
۱۲۴ - شرح المنظومۃ فی رسم المفتی	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۲۵ - شرح المنیۃ الصغیر	شیخ محمد ابراہیم الحلبی	۹۵۶
۱۲۶ - شرح مواہب اللدنیۃ	علامہ محمد بن عبد الباقی الزرقانی	۱۱۲۲
۱۲۷ - شرح مؤطا امام مالک	علامہ محمد بن عبد الباقی الزرقانی	۱۱۲۲
۱۲۸ - شرح المہذب للنووی	شیخ ابو زکریا یحیٰی بن شرف النووی	۶۷۶
۱۲۹ - شرح النقایۃ	مولانا عبد العلی البرجندی	۹۳۲
۱۳۰ - شرح الوقایۃ	صدر الشریعۃ عبید اللہ بن مسعود	۷۴۷

Marfat.com

۱۳۱ - شرح الهدایة	محمد بن محمد ابن شحنة	۸۹۰
۱۳۲ - شرعة الاسلام	امام الاسلام محمد بن ابی بکر	۵۷۳
۱۳۳ - شعب الایمان	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیهقی	۴۵۸
۱۳۴ - شرح الجامع الصغیر	احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	۴۸۰
۱۳۵ - شرح الجامع الصغیر	عمر بن عبد العزیز الحنفی	۵۳۶

ص

۱۳۶ - صحاح الجوهری	اسمٰعیل بن حماد الجوہری	۳۹۳
۱۳۷ - صحیح ابن حبان	محمد بن حبان	۳۵۴
۱۳۸ - صحیح ابن خزیمة	محمد بن اسحاق ابن خزیمة	۳۱۱
۱۳۹ - الصراح	ابوفضل محمد بن عمر بن خالد القرشی	۶۹۰ تقریباً

ط

۱۴۰ - الطحطاوی علی الدر	سید احمد الطحطاوی	۱۳۰۲
۱۴۱ - الطحطاوی علی المراقی	سید احمد الطحطاوی	۱۳۰۲
۱۴۲ - الطریقة المحمدیة	محمد بن بیر علی المعروف بیرکلی	۹۸۱
۱۴۳ - طلبة الطلبة	نجم الدین عمر بن محمد النسفی	۵۳۷

ع

۱۴۴ - عمدة القاری	علامہ بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد العینی	۸۵۵
۱۴۵ - العنایة	اکمل الدین محمد بن محمد البابرتی	۷۸۶
۱۴۶ - عنایة القاضی	شہاب الدین الخفاجی	۱۰۶۹
۱۴۷ - عیون المسائل	ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۸
۱۴۸ - عقود الدریة	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۴۹ - عدة	کمال الدین محمد بن احمد الشهیر بطاشکبری	۱۰۳۰
۱۵۰ -		

marfat.com

Marfat.com

غ

۱۵۱ - غایۃ البیان	شیخ قوام الدین امیر کاتب ابن امیر الاتقانی	۷۵۸
۱۵۲ - غرر الاحکام	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	۸۸۵
۱۵۳ - غریب الحدیث	ابو الحسن علی بن مغیرۃ البغدادی المعروف باثرم	۲۳۲
۱۵۴ - غمز عیون البصائر	احمد بن محمد الحموی المکی	۱۰۹۸
۱۵۵ - غنیۃ ذوالاحکام	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۱۵۶ - غنیۃ المستملی	محمد ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶

ف

۱۵۷ - فتح الباری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۱۵۸ - فتح القدیر	کمال الدین محمد بن عبد الواحد با بن الہمام	۸۶۱
۱۵۹ - فتاوی النسفی	امام نجم الدین النسفی	۵۳۷
۱۶۰ - فتاوی بزازیہ	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۷
۱۶۱ - فتاوی حجہ		
۱۶۲ - فتاوی خیریہ	علامہ خیر الدین بن احمد بن علی الرملی	۱۰۸۱
۱۶۳ - فتاوی سراجیہ	سراج الدین علی بن عثمان الاوشی	۵۷۵
۱۶۴ - فتاوی عطاء بن حمزہ	عطاء بن حمزہ السغدی	
۱۶۵ - فتاوی غیاثیہ	داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	
۱۶۶ - فتاوی قاضی خان	حسن بن منصور قاضی خان	۵۹۲
۱۶۷ - فتاوی ہندیہ	جمعیت علماء اورنگ زیب عالمگیر	
۱۶۸ - فتاوی ظہیریہ	ظہیر الدین ابوبکر محمد بن احمد	۶۱۹
۱۶۹ - فتاوی ولوالجیہ	عبد الرشید بن ابی حنیفہ الولوالجی	۵۴۰
۱۷۰ - فتاوی الکبری	امام صدر الشہید حسام الدین عمر بن عبد العزیز	۵۳۶
۱۷۱ - فقہ الاکبر	الامام الاعظم ابی حنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی	۱۵۰
- فتح المعین	سید محمد ابی السعود الحنفی	

Marfat.com

۱۷۳ - فتح المعین شرح قرۃ العین	زین الدین بن علی بن احمد الشافعی	۹۲۸
۱۷۴ - الفتوحات المکیۃ	محی الدین محمد بن علی ابن عربی	۶۳۸
۱۷۵ - فواتح الرحموت	عبد العلی محمد بن نظام الدین الکندی	۱۲۲۵
۱۷۶ - الفوائد	تمام بن محمد بن عبد اللہ البجلی	۴۱۴
۱۷۷ - فوائد المخبعۃ	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۷۸ - فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	عبد الرؤف المناوی	۱۰۳۱
۱۷۹ - فوائد سمویۃ	اسمٰعیل بن عبد اللہ الملقب بسمویۃ	۲۶۷

ق

۱۸۰ - القاموس	محمد بن یعقوب الفیروزآبادی	۸۱۷
۱۸۱ - قرۃ العین	علامہ زین الدین بن علی الملیباری	۹۲۸
۱۸۲ - القنیۃ	نجم الدین مختار بن محمد الزاہدی	۶۵۸
۱۸۳ - القرآن		

ک

۱۸۴ - الکافی فی الفروع	حاکم شہید محمد بن محمد	۳۳۴
۱۸۵ - الکامل لابن عدی	ابو احمد عبد اللہ بن عدی	۳۶۵
۱۸۶ - الکبریت الاحمر	سید عبد الوہاب الشعرانی	۹۷۳
۱۸۷ - کتاب الآثار	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۱۸۸ - کتاب الآثار	امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری	۱۸۲
۱۸۹ - کتاب الالمام فی آداب دخول الحمام	ابو المحاسن محمد بن علی	
۱۹۰ - کتاب السواک	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ	۴۳۰
۱۹۱ - کتاب الہدیۃ لابن عماد	عبد الرحمٰن بن محمد عماد الدین بن محمد العمادی	۱۰۵۰
۱۹۲ - کتاب الطہور	لابی عبید	
۱۹۳ - کتاب العلل علی ابواب الفقہ	ابو محمد عبد الرحمٰن ابن ابی حاتم محمد الرازی	۳۲۷
۱۹۴ - کتاب الاصل	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۱۹۵ - کتاب الوسوسۃ	ابو بکر بن ابی داؤد	

marfat.com
Marfat.com

۱۹۶	کشف الاسرار	علاء الدین عبدالعزیز بن احمد البخاری	۳۰
۱۹۷	کشف الرمز	علامۃ المقدسی	
۱۹۸	کشف الاستار عن زوائد البزار	امین الدین عبدالوہاب بن وہبان الدمشقی	۷۶۸
۱۹۹	کنز العمال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین	۹٤۵
۲۰۰	الکفایۃ	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی تقریباً	۸۰۰
۲۰۱	کف الرعاع	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۲۰۲	کنز الدقائق	عبداللہ بن احمد بن محمود	۷۱۰
۲۰۳	الکنی للحاکم	ابو عبداللہ الحاکم	۴۰۵
۲۰۴	الکواکب الدراری	شمس الدین محمد بن یوسف الشافعی الکرمانی	۷۸۶
۲۰۵	کتاب الجرح والتعدیل	محمد بن حبان التمیمی	۳۵۴
۲۰۶	کتاب المغازی	یحیٰی بن سعید القطان	۱۹۸
۲۰۷	کتاب الصمت	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱
۲۰۸	کتاب الزہد	عبداللہ بن مبارک	۱۸۰
۲۰۹	الکشاف عن حقائق التنزیل	جاراللہ محمود بن عمر الزمخشری	۵۳۸

ل

۲۱۰	لمعات التنقیح	علامہ شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۲۱۱	لقط المرجان فی اخبار الجان	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن محمد السیوطی	۹۱۱

م

۲۱۲	مبارق الازہار	الشیخ عبداللطیف بن عبدالعزیز ابن الملک	۸۰۱
۲۱۳	مبسوط خواہر زادہ	بکر خواہر زادہ محمد بن حسن البخاری الحنفی	۴۸۳
۲۱۴	مبسوط السرخسی	شمس الائمۃ محمد بن احمد السرخسی	۴۸۳
۲۱۵	مجری الانہر شرح ملتقی الابحر	نور الدین علی الباقانی تقریباً	۹۹۵
۲۱۶	مجمع بحار الانوار	محمد طاہر الصدیقی	۹۸۱
۲۱۷	مجموع النوازل	احمد بن موسیٰ بن عیسیٰ	۵۵۰
۲۱۸	مجمع الانہر	الشیخ عبداللہ بن محمد بن سلیمان المعروف بداماد آفندی	۱۰۷۸

Marfat.com

۲۱۹	المحیط البرہانی	امام برہان الدین محمود بن تاج الدین	۶۱۶
۲۲۰	المحیط الرضوی	رضی الدین محمد بن محمد السرخسی	۶۷۱
۲۲۱	مختارات النوازل	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۲۲۲	مختار الصحاح	محمد بن ابی بکر عبد القادر الرازی	۶۶۰
۲۲۳	المختارۃ فی الحدیث	ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد	۶۴۳
۲۲۴	المختصر	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۲۲۵	مدخل الشرع الشریف	ابن الحاج ابی عبد اللہ محمد بن محمد العبدری	۷۳۷
۲۲۶	مراقی الفلاح بامداد الفتاح شرح نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۲۲۷	مرقات شرح مشکوٰۃ	علی بن سلطان ملا علی قاری	۱۰۱۴
۲۲۸	مرقات الصعود	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۲۲۹	مستخلص الحقائق	ابراہیم بن محمد الحنفی	
۲۳۰	المستدرک للحاکم	ابو عبد اللہ الحاکم	۴۰۵
۲۳۱	المستصفی	حافظ الدین عبد اللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۳۲	مسلم الثبوت	محب اللہ البہاری	۱۱۱۹
۲۳۳	مسند ابی داؤد	سلیمان بن داؤد الطیالسی	۲۰۴
۲۳۴	مسند ابی یعلیٰ	احمد بن علی الموصلی	۳۰۷
۲۳۵	مسند اسحٰق ابن راہویہ	حافظ اسحٰق ابن راہویہ	۲۳۸
۲۳۶	مسند الامام احمد بن حنبل	امام احمد بن محمد بن حنبل	۲۴۱
۲۳۷	مسند البزار	ابوبکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق البزار	۲۹۲
۲۳۸	مسند عبد بن حمید	ابو محمد عبد بن محمد حمید الکشی	۲۹۴
۲۳۹	مسند الفردوس	شہردار بن شیرویہ الدیلمی	۵۵۸
۲۴۰	مصباح المنیر	احمد بن محمد بن علی	۷۷۰
۲۴۱	المصفیٰ	حافظ الدین عبد اللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۴۲	مصنف ابن ابی شیبہ	ابوبکر عبد اللہ بن محمد احمد النسفی	۲۳۵
۲۴۳	مصنف عبد الرزاق	ابوبکر عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی	۲۱۱
۲۴۴	مصباح الدجیٰ	امام حسن بن محمد الصغانی الہندی	۶۵۰

marfat.com
Marfat.com

۲۴۵ - معرفۃ الصحابۃ	ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی	۴۳۰
۲۴۶ - المعجم الاوسط	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۷ - المعجم الصغیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۸ - المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۹ - معراج الدرایۃ	قوام الدین محمد بن محمد البخاری	۷۴۹
۲۵۰ - مشکوٰۃ المصابیح	شیخ ولی الدین العراقی	۷۴۲
۲۵۱ - المغنی فی الاصول	شیخ عمر بن محمد الخبازی الحنفی	۶۹۱
۲۵۲ - المغرب	ابوالفتح ناصر بن عبدالسید المطرزی	۶۱۰
۲۵۳ - مختصر القدوری	ابوالحسین احمد بن محمد القدوری الحنفی	۴۲۸
۲۵۴ - مفاتیح الجنان	یعقوب بن سیدی علی	۹۳۱
۲۵۵ - المفردات للامام راغب	حسین بن محمد بن مفضل الاصفہانی	۵۰۲
۲۵۶ - المقدمۃ العشماویۃ	ابوالعباس عبد الباری العشماوی المالکی	
۲۵۷ - الملتقط (فی فتاوٰی ناصری)	ناصر الدین محمد بن یوسف الحسینی	۵۵۶
۲۵۸ - مجمع الزوائد	نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی	۸۰۷
۲۵۹ - مناقب الکردری	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۷
۲۶۰ - المنتقٰی (فی الحدیث)	عبداللہ بن علی ابن جارود	۳۰۷
۲۶۱ - المنتقٰی فی فروع الحنیفہ	الحاکم الشہید محمد بن محمد بن احمد	۳۳۴
۲۶۲ - منحۃ الخالق	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۲۶۳ - منح الغفار	محمد بن عبد اللہ التمرتاشی	۱۰۰۴
۲۶۴ - ملتقی الابحر	امام ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶
۲۶۵ - منہاج	شیخ ابوزکریا یحیٰی بن شرف النواوی	۶۷۶
۲۶۶ - مجمع البحرین	مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب الحنفی	۶۹۴
۲۶۷ - المبتغٰی	شیخ عیسٰی بن محمد ابن ایناج الحنفی	
۲۶۸ - المبسوط	عبدالعزیز بن احمد الحلوانی	۴۵۶
۲۶۹ - مسند فی الحدیث	الحافظ ابوالفتح نصر بن ابراہیم الہروی	۵۱۰

Marfat.com

۲۷۰ - المسند الکبیر	یعقوب بن شیبۃ السدوسی	۲۶۲
۲۷۱ - منیۃ المصلی	سدید الدین محمد بن محمد الکاشغری	۷۰۵
۲۷۲ - موطا امام مالک	امام مالک بن انس المدنی	۱۷۹
۲۷۳ - موارد الظمآن	نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی	۸۰۷
۲۷۴ - مشکلات	احمد بن مظفر الرازی	۶۴۲
۲۷۵ - مہذب	ابی اسحٰق ابن محمد الشافعی	۴۷۶
۲۷۶ - میزان الشریعۃ الکبریٰ	عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳
۲۷۷ - میزان الاعتدال	محمد بن احمد الذہبی	۷۴۸
۲۷۸ - المستخرج علی الصحیح البخاری	احمد بن موسیٰ ابن مردویہ	۴۱۰
۲۷۹ - مکارم الاخلاق	محمد بن جعفر الخرائطی	۳۲۷

ن

۲۸۰ - النقایۃ مختصر الوقایۃ	عبداللہ بن مسعود	۷۴۵
۲۸۱ - نصب الرایۃ	ابومحمد عبداللہ بن یوسف الحنفی الزیلعی	۷۶۲
۲۸۲ - نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۲۸۳ - النہایۃ	حسام الدین حسین بن علی السغناقی	۷۱۱
۲۸۴ - النہایۃ لابن اثیر	مجد الدین مبارک بن محمد الجزری ابن اثیر	۶۰۶
۲۸۵ - النہر الفائق	عمر بن نجیم المصری	۱۰۰۵
۲۸۶ - نوادر فی الفقہ	ہشام بن عبیداللہ المازنی الحنفی	۲۰۱
۲۸۷ - نور العین	محمد بن احمد المعروف بنشانجی زادہ	۱۰۳۱
۲۸۸ - النوازل فی الفروع	ابواللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی	۳۷۶
۲۸۹ - نوادر الاصول فی معرفۃ اخبار الرسول	ابوعبداللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی	۲۵۵

marfat.com
Marfat.com

و

۲۹۰ - الوافی فی الفروع	عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۹۱ - الوجیز فی الفروع	ابو حامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۲۹۲ - الوقایۃ	محمود بن صدر الشریعۃ	۶۷۳
۲۹۳ - الوسیط فی الفروع	ابی حامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵

ھ

۲۹۴ - الہدایۃ فی شرح البدایۃ	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳

ی

۲۹۵ - الیواقیت والجواہر	سید عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳
۲۹۶ - ینابیع فی معرفۃ الاصول	ابی عبداللہ محمد ابن رمضان الرومی	۷۶۹

Marfat.com

فتاوی رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

۴

رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۔۸
پاکستان (۵۴۰۰۰)

Marfat.com

مَن یُرِدِ اللہُ بِہٖ خَیرًا یُفَقِّھْهُ فِی الدِّین

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

جلد چہارم

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی حنفی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ ——— ۱۳۴۰ھ
۱۸۵۶ء ——— ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن ○ جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور۔ پاکستان (۵۴۰۰۰)
فون نمبر ۲۵۷۳۱۴

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

کتاب ——— فتاوی رضویہ جلد چہارم

تصنیف ——— شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز

ترجمہ عربی عبارات ——— مولانا محمد احمد مصباحی ، مولانا محمد صدیق ہزاروی

پیش لفظ ——— حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

فوائد جلیلہ (ترتیب تبویب) ——— حافظ محمد عبدالستار سعیدی " " " " " " "

تخریج و تصحیح ——— مولانا نذیر احمد سعیدی ، مولانا محمد عمر ہزاروی

باہتمام و سرپرستی ——— مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان

ترتیب فہرست ——— حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

کتابت ——— محمد شریف گل ، کڑیال کلاں (گوجرانوالہ)

پروف ریڈنگ ——— مولانا سردار احمد حسن سعیدی

اشاعت ——— جنوری ۱۹۹۳ء

صفحات ——— ۷۶۰

مطبع ———

ناشر ——— رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

قیمت ——— ۲۵۰ روپے

ملنے کے پتے

○ رضا فاؤنڈیشن ، جامعہ نظامیہ رضویہ ، اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور

۷۶۶۵۷۷۲ ۰۳۰۰/۹۴۱۵۳۰۰

○ مکتبہ اہلسنت جامعہ نظامیہ رضویہ ، اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور

○ ضیاء القرآن پبلیکیشنز ، گنج بخش روڈ ، لاہور

○ شبیر برادرز ، ۴۰ بی ، اردو بازار ، لاہور

Marfat.com

اجمالی فہرست

پیش لفظ ــــــــــ ۵
تیمم کا بیان ــــــــــ ۳۱
موزوں پر مسح کا بیان ــــــــــ ۳۴۵
حیض کا بیان ــــــــــ ۳۴۹
نجاستوں کا بیان ــــــــــ ۳۷۷
استنجاء کا بیان ــــــــــ ۵۷۵
فوائد جلیلہ ــــــــــ ۶۱۱
مآخذ و مراجع ــــــــــ ۷۴۷

فہرست رسائل

○ حسن التعمم ــــــــــ از ۳۱۱ جلد سوم تا ۳۲۰ جلد چہارم
○ قوانین العلماء ــــــــــ ۳۱ تا ۱۸۷
○ الطلبة البديعة ــــــــــ ۱۸۹ تا ۲۸۲
○ مجلى الشمعة ــــــــــ ۲۸۳ تا ۳۲۰
○ سلب الثلب ــــــــــ ۳۹۹ تا ۴۶۴
○ الاحلى من السكر ــــــــــ ۴۷۳ تا ۵۵۳

○

Marfat.com

رموز

محقق : علامہ کمال الدین ابن ہمام صاحب فتح القدیر
ح : علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبی صاحب غنیۃ المستملی
ش : علامہ محمد امین ابن عابدین الشامی صاحب رد المحتار
ط : علامہ سید احمد الطحطاوی صاحب حاشیۃ الدر المختار و حاشیہ مراقی الفلاح
الدر : الدر المختار ، علامہ محمد علاء الدین الحصکفی
الدرر : الدرر شرح الغرر ، ملا خسرو علامہ محمد بن فراموز
بحر : البحر الرائق ، علامہ زین الدین ابن نجیم
ہندیہ : فتاوی عالمگیری ، جماعت علمائے احناف
نہر : النہر الفائق ، سراج الدین عمر بن نجیم
فتح : فتح القدیر ، علامہ کمال الدین ابن ہمام
غنیہ : غنیۃ المستملی ، علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبی
حلیہ : حلیۃ المحلی ، ابن امیر الحاج

○

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

چند سال قبل محسنِ اہلسنت مفتی اعظم پاکستان ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس (اہلسنت) شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی قدس سرہ العزیز کی سرپرستی اور نگرانی میں فتاویٰ رضویہ کی جدید دَور کے تقاضوں کے مطابق اشاعت کا جو عظیم منصوبہ رضا فاؤنڈیشن کے نام سے شروع کیا گیا تھا بفضلہٖ تعالیٰ پُوری آب و تاب کے ساتھ اپنی ارتقائی منازل طے کر رہا ہے، اب تک فتاویٰ رضویہ کی کتاب الطہارۃ (مکمل) چار جلدوں میں زیورِ طباعت سے مزیّن ہو کر منظرِ عام پر آچکی ہے۔ کتاب الطہارت بارہ[12] قدیم مجلدات میں سے جلد اول مکمل اور جلد دوم کے تقریباً ڈیڑھ سو[150] صفحات پر پھیلی ہُوئی تھی۔

فتاویٰ رضویہ، کتاب الطہارۃ پر ایک نظر

عام طور پر فقہ و فتاویٰ کی کتابوں میں کتاب الطہارت کے تحت مندرجہ ذیل ابواب سے متعلق مسائل مندرج ہوتے ہیں: (۱) وضو (۲) نواقضِ وضو (۳) غسل (۴) پانیوں کا بیان (۵) کنوئیں کا بیان (۶) تیمم (۷) مسحِ خفین (۸) حیض (۹) انجاس (۱۰) استنجاء۔

لیکن فتاویٰ رضویہ کا انداز و اسلوب کتبِ فتاویٰ میں منفرد اور ممتاز ہے۔

اس عظیم فقہی و علمی شاہکار میں کتاب الطہارۃ کے تحت مذکورۃ الصدر دس[10] ابواب سے متعلق مسائل کے علاوہ مندرجہ ذیل بیالیس[42] ابواب سے متعلق بھی ضمناً ہزاروں مسائل مذکور ہیں، نماز[1]، احکامِ مسجد[2]، جنائز[3]، زکوٰۃ[4]، روزہ[5]، حج[6]، نکاح[7]، طلاق[8]، عتق[9]، قسم[10]، حدود[11]، سِیَر[12]، شرکت[13]، وقف[14]، بیوع[15]، شہادت[16]، وکالت[17]، دعوٰی[18]، ہبہ[19]، اجارہ[20]، حجر[21]، غصب[22]، قسمت[23]، شکار و ذبیحہ و قربانی[24]، حظر و اباحت[25]، احیاءِ موات[26]، شرب[27]، دیت[28]، مداینات[29]، وصی[30]، فرائض[31]، فوائدِ فقہیہ[32]، رسم المفتی[33]، عقائد[34]، کلام[35]، رَدِّ بدمذہباں[36]، فوائدِ حدیثیہ[37]، اسماء الرجال[38]، فضائل و مناقب[39]، فوائدِ اصولیہ[40]، طبعیات[41]، ہندسہ و ریاضی[42]۔

فتاویٰ رضویہ کی کتاب الطہارۃ ۲۴۶ استفسارات کے جوابات، اقول اور قُلت وغیرہ کے عنوان سے ۱۴۳۶ تحقیقات

Marfat.com

و تدقیقاتِ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ، ۱۹۴۵ معروضات وتطفلات اور ۳۰ رسائل پر مشتمل ہے جن میں سے ایک رسالہ "باب العقائد والکلام" جو جلد اوّل قدیم کے صفحہ ۳۵، تا ۴۹، پر تھا کتاب الطہارۃ سے خارج کردیا گیا ہے جدید ایڈیشن میں اسے عقائد وکلام والی جلد میں شامل کیا جائے گا۔

فتاویٰ رضویہ جلد چہارم

پیشِ نظر جلد، جلدِ اوّل قدیم کے صفحہ ۴۹، رسالہ "قوانین العلماء فی متیمم علم عند زید ماء" سے آخر یعنی صفحہ ۸۴۹ تک اور جلد دوم قدیم کے شروع سے صفحہ ۴۵ یعنی کتاب الطہارۃ کے آخر تک ہے۔ یہ جلد ۱۳۲ سوالوں کے جوابات، اقول اور قلت کے عنوان سے ۴۹۵ تحقیقی نکات، ۴۵ تطفلات ومعروضات اور انتہائی نفیس ودقیق مباحث جلیلہ کے حامل مندرجہ ذیل پانچ عظیم الشان رسائل پر مشتمل ہے؛

(۱) قَوَانِیْنُ الْعُلَمَاءِ فِیْ مُتَیَمِّمٍ عَلِمَ عِنْدَ زَیْدٍ مَاءً۔
اس تیمم کرنے والے کا حکم جس کو علم ہو کر دوسرے کے پاس پانی ہے۔

(۲) اَلطِّلْبَۃُ الْبَدِیْعَۃُ فِیْ قَوْلِ صَدْرِ الشَّرِیْعَۃِ۔
امام صدر الشریعۃ صاحبِ شرح وقایہ کی ایک عبارت پر محققانہ بحث۔

(۳) مُجَلِّی الشَّمْعَۃِ لِجَامِعِ حَدَثٍ وَّ لُمْعَۃٍ۔
جنابت وحدث دونوں کے جمع ہونے کی ۹۸ صورتوں کا بیان۔

(۴) سَلْبُ الثَّلْبِ عَنِ الْقَائِلِیْنَ بِطَھَارَۃِ الْکَلْبِ۔
کُتّے کے نجس ہونے کا بیان۔

(۵) اَلْاَحْلٰی مِنَ السُّکَّرِ لِطَلَبَۃِ سُکَّرِ رُوْسَر۔
جانوروں کی ہڈیوں سے صاف کردہ چینی کا بیان۔

اس جلد میں متعدد ضمنی مسائل کے علاوہ پانچ مستقل ابواب پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے؛

(۱) تیمم (اس کی بحث جلد سوم کے صفحہ ۲۹۰ سے چلی آرہی ہے)
(۲) مسح خفین (موزوں پر مسح کا بیان)
(۳) حیض (حائضہ عورت کے احکام کا بیان)
(۴) اَنجاس (نجاستوں کا بیان)
(۵) استنجاء (استنجاء کرنے کا مشروع طریقہ)

Marfat.com

فوائدِ جلیلہ

فتاویٰ رضویہ جلد اول قدیم کے حاشیہ پر اعلیحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مختلف فقہی ، کلامی ، اخلاقی ، اصلاحی ، معاشرتی اور معاملاتی ابواب سے متعلق متعدد مستقل مسائل ذکر فرمائے جن میں سے بعض کی طرف کتاب کے اندر اشارہ موجود ہوتا ہے اور بعض بالکل مستقل حیثیت میں کتاب سے علاوہ فائدے کے طور پر مذکور ہیں جن کا ذکر فہرست میں ہے لیکن وہ کتاب کے اندر موجود نہیں بلکہ حاشیہ پر موجود ہیں۔ نئی طباعت میں چونکہ صرف متنِ کتاب یا اس سے متعلق حواشی ہی دیئے گئے ہیں حاشیہ پر موجود مستقل مسائل نہیں دیئے گئے لہٰذا ان کی علیحدہ کتابت کروا کے "فوائدِ جلیلہ" کے نام سے مستقل رسالہ کی صورت میں پیشِ نظر جلد کے آخر میں لگا دیئے گئے ہیں جن کی ترتیب و تبویب کا فریضہ حضرت قبلہ مفتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے حکم پر راقم نے سرانجام دیا ہے۔ ان فوائد کی مجموعی تعداد ۱۱۳۸ ہے۔ قارئین کی سہولت کے لیے ہر مسئلہ کے آخر میں پرانی جلد اول مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی کا صفحہ اور فائدہ نمبر بھی درج کر دیا گیا ہے۔ ان فوائد جلیلہ کو نقل کرنے میں مولانا حافظ محمد سلیمان سعیدی اور مولانا محمد یونس نے بھرپور تعاون فرمایا۔

اس جلد میں شامل جلد اول (قدیم) کی عربی عبارات کا ترجمہ بھی محققِ جلیل حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دامت برکاتہم القدسیہ شیخ الادب دار العلوم جامعہ اشرفیہ مبارکپور ہندوستان نے فرمایا جن کا مختصر تعارف جلد سوم کے پیش لفظ میں گزر چکا ہے، جبکہ جلد دوم (قدیم) کے ۱۴۵ صفحات کی عربی عبارات کے ترجمہ کے فرائض فاضلِ شہیر، سابق مشیر وفاقی شرعی عدالت پاکستان حضرت علامہ محمد صدیق ہزاروی مدرس دار العلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور زید مجدہٗ نے سرانجام دیئے ہیں۔ مولانا ہزاروی کا شمار سریع القلم اور کثیر التصانیف فضلاء میں ہوتا ہے اب تک متعدد کتب کے تراجم و تلخیصات کے علاوہ بیسیوں مستقل تصانیف تحریر فرما چکے ہیں۔ اخبارات و رسائل میں آپ کے بہت سے تحقیقی مضامین شائع ہو چکے ہیں اور یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو عمرِ خضر عطا فرمائے اور اُن کی سرپرستی میں فتاویٰ رضویہ شریفہ کو نافعِ عام بنانے کے لیے اس عظیم اشاعتی منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔ آمین !

حافظ محمد عبد الستار سعیدی

ناظمِ تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ / ۷ نومبر ۱۹۹۲ء

Marfat.com

فہرست جلد چہارم

ابواب و مسائل

باب التیمم

تیمم سے نماز پڑھ لینے کے بعد معلوم ہوا کہ دوسرے کے پاس پانی موجود تھا نماز ہوگئی اگر وہ اب پانی دے گا آئندہ کے لیے تیمم ٹوٹے گا۔ ۳۲ ، ۶۷۱

نئو آدمی نماز پڑھ رہے تھے ایک شخص پانی لایا اور خاص ایک سے کہا کہ یہ پانی لے اُسی کی گئی اور اگر وہ امام ہو تو سب کی گئی۔ ۶۷۱

نماز میں کافر کہے کہ پانی لے تو اس کا اعتبار نہیں پوری کر کے پانی مانگے دے دے تو پھیر ہے۔ ۳۳ ، ۶۷۱

اگر کسی وجہ سے معلوم ہو کہ کافر تمسخر سے نہیں کہتا تو نیت توڑنی چاہیے۔ ۳۳ ، ۶۷۱

اگر کسی فاسق مسخرہ پر ظن ہو کہ براہِ تمسخر کہتا ہے تو نیت توڑنے کی اجازت نہیں۔ ۳۳ ، ۶۷۱

نماز میں معلوم ہوا یا یاد آیا کہ دوسرے کے پاس پانی ہے اگر ظن غالب ہو کہ مانگے سے دے دے گا نیت توڑے ورنہ جائز نہیں۔ ۳۴ ، ۶۷۱

تیمم سے نماز پڑھتا تھا نماز میں سراب پر نظر پڑی تو کیا کرے۔ ۳۴ ، ۶۷۱

گمان غالب ہو کہ مانگے سے دے دے گا نیت توڑنا واجب ہے۔ ۳۵ ، ۶۷۲

تیمم سے نماز نماز کامل ہے تیمم طہارت کاملہ ہے ۳۵، ۶۷۲

نماز میں پانی دیکھا اور پوری کر لی اگر دینے میں شک ہو تو مانگنا مستحب ہے اور ظن غالب ہو کہ نہ دے گا تو مستحب بھی نہیں۔ ۳۶ ، ۶۷۲

اگر ظن غالب ہو کہ پانی ایک میل سے کم ہے تو تلاش واجب ہے اور شک ہو تو مستحب ہے ورنہ مستحب بھی نہیں۔ ۳۷ ، ۶۷۲

نماز میں دوسرے کے پاس پانی دیکھا اور ظن غالب ہے

Marfat.com

کہ مانگے سے دے دے گا تو اگرچہ نیت توڑنا واجب ہے لیکن اگر نماز پُوری کر کے مانگا اور اُس نے نہ دیا تو نماز ہو گئی اور تیمم باقی ہے ۔ ۶۷۲ ، ۳۷

ایک شخص نے چند آدمیوں کو پانی مشترکاً ہبہ کیا اور انہوں نے قبضہ کر لیا جب بھی تیمم کسی کا نہ جائے گا ۔ ۶۷۲ ، ۳۹

اگر ان میں صرف ایک کو ہبہ کیا تو بعد قبضہ اُسی کا تیمم جاتا رہا لیکن اگر وہ امام تھا تو نماز سب کی گئی اگرچہ اوروں کا تیمم نہ گیا ۔ ۶۷۲ ، ۴۰

تیمم سے جماعت ہو رہی ہے اور ایک شخص پانی لایا اور کہا یہ میں نے تم سب کو ہبہ کیا، یا امام کے سوا کسی اور کو کہا یہ میں نے تجھے ہبہ کیا، بعد سلام امام نے اُس سے پانی مانگا اُس نے دے دیا سب کی نماز گئی ۔ ۶۷۲ ، ۴۰

شروع نماز سے پہلے دوسرے کے پاس پانی معلوم ہوا اگر غالب گمان ہو کہ مانگے سے دے دے گا تو مانگنا واجب، شک ہے تو مستحب، ورنہ مستحب بھی نہیں ۔ ۶۷۳ ، ۴۲

آبِ طہارت سفر میں مبذول نہیں کہ اُس کے دینے میں بہت تکلف ہوتا ہے ۔ ۶۷۳ ، ۵۸

دس صورتیں جن میں پانی دے دینے کا ظن غالب ہوتا ہے ۔ ۶۷۳ ، ۵۹

جس چیز کے ہوتے ہوئے تیمم نہ ہو سکتا ہو تیمم کی حالت میں جب وہ شے پائی جائے گی اُسے توڑ دے گی ۔ ۶۷۳ ، ۶۹

یہاں واقعی پانی دینے نہ دینے کا اعتبار ہے اسے گمان کچھ ہو ہاں اگر واقع کا حال نہ کھلا تو اُس کے گمان پر مدار ہے ۔ ۶۷۳ ، ۷۲

جنگل میں پانی کا قرب معلوم نہ تھا جاننے والے سے پُوچھا اُس نے نہ بتایا تیمم سے پڑھ لی نماز ہو گئی ۔ ۶۷۳ ، ۷۳

بتانے والا موجود تھا اور اُس نے نہ پُوچھا اور نماز پڑھ لی پھر دریافت کیا اور اُس نے پانی قریب بتایا نماز نہ ہوئی ۔ ۶۷۴ ، ۷۴

اُس نے پُوچھا اور اُس نے سُنا اور کچھ نہ بولا بعد نماز پانی بتایا نماز ہو گئی ۔ ۶۷۴ ، ۷۴

گمان غالب تھا کہ نہ دے گا تیمم سے نماز پڑھ لی اتنے میں اُس کے پاس اور پانی کثیر آ گیا اور دے دیا تو کیا حکم ہے ۔ ۶۷۴

گمان غالب تھا کہ دے دے گا بعد نماز مانگا اُس نے انکار کر دیا اس لیے کہ اتنے میں پانی خرچ ہو کر کم رہ گیا تھا تو کیا حکم ہے ۔ ۶۷۴

پانی پر قدرت جس سے تیمم ناجائز ہو پانچ طرح حاصل ہوتی ہے ۔ ۷۶

کسی کے پاس پانی دیکھا اور دینے کا غالب گمان نہ ہوا بعد نماز مانگا اُس نے کہا خرچ ہو گیا پہلے مانگتے تو دے دیتا اس کا کچھ اعتبار نہیں ۔

پانی جس کے پاس ہے اُس نے غلط حیلہ کر دیا کہ خرچ ہو گیا تو اس کا کچھ اثر نہیں ۔ ۶۷۴ ، ۷۷

پانی دینے کا وعدہ کرنے سے اُسی وقت کے لیے پانی پر قادر سمجھا جائے گا کسی آئندہ وقت پر اُس کا

Marfat.com

اگر نہ ہوگا۔ ٦٧٤، ٧٩

وقت وعدے سے قدرت ثابت ہوگی پہلے سے نہیں۔ ٦٧٤، ٨٠

اول وقت ہے اور پانی ایک میل فاصلہ پر ہے اگرچہ وسط وقت میں وہاں تک پہنچ جانے کا گمان ہو تاخیر واجب نہیں صرف مستحب ہے۔ ٦٧٤، ٨٢

پانی پر قدرت کے معنی۔ ٦٧٥، ٨٤

آخر وقت میں پانی ملنے کی امید کی چودہ[١٤] صورتیں ہیں جن میں حکم ہے کہ وقتِ کراہت آنے تک انتظار مستحب ہے۔ ٦٧٥، ٩٨

جنگل میں معلوم نہیں کہ پانی ایک میل دور ہے یا کم، تیمم کرکے نماز پڑھ لی، ہوگئی، اُس پر تلاش کرنا بھی لازم نہیں جب تک ایک میل سے کم کا ظن نہ ہو۔ ٦٧٦، ١٠٧

معلوم ہے کہ پانی دو میل سے کم ہے وقتِ مستحب میں اُس تک پہنچ جاؤں گا اور یہ معلوم نہیں کہ ایک میل ہے یا اس سے بھی کم جائز ہے کہ تیمم کرکے پڑھ لے پھر اگرچہ ایک میل سے کم ہی نکلے نماز ہوگئی، ہاں اگر یہ ظن غالب تھا کہ ایک میل سے کم ہے اور تلاش نہ کیا اور تیمم سے پڑھ لی نماز نہ ہوئی اگرچہ بعد کو ایک میل یا زیادہ ہی دور ہونا ظاہر ہو۔ ٦٧٦، ١٠٧

یہ وعدہ کہ وقت کے بعد دوں گا کچھ مؤثر نہیں۔

وہ وعدہ جس سے وقت میں پانی ملنے کی امید ہو اگر نماز سے پہلے ہوا مطلقاً مؤثر ہے اگرچہ بعد کو وفا بھی نہ ہو۔ ٦٧٧، ١١٤

وقت میں دینے کا وعدہ اگر بعد نماز ہو تو کیا حکم ہے ٦٧٧، ١١٤

دینے سے دلالۃً انکار کی صورتیں۔ ٦٧٧، ١١٧

اُس نے مانگا اُس نے پانی دوسرے کو دے دیا تو کیا حکم ہے۔ ٦٧٧، ١١٨

مانگے پر چُپ رہنا بھی انکار ہے اگر کوئی قرینہ خلاف پر نہ ہو۔ ٦٧٧، ١١٨

اُس وقت اور مانگنے والے اور سکوت کرنے والے کی حالتوں اور باہمی تعلقات پر نظر ضرور ہے کہ اس سے کبھی ظاہر ہوتا ہے کہ سکوت بربنائے منع نہ تھا۔ ٦٧٧، ١١٩

اُن قرینوں کا بیان جن کے سبب انکار ثابت نہیں ہوتا۔ ١٢٠

پانی مانگنے پر سکوت کی چھ صورتیں اور ان کے احکام کی تفصیل تحقیق مصنف سے۔ ١٢١

پانی دیکھا اور نہ مانگا نہ نماز سے پہلے نہ بعد اور آب وقت نکل جانے کے بعد اس کی حاجت پر اطلاع ہوئی اور پانی لایا تو نماز پھیرنا چاہئے۔ ٦٧٧، ١٢٣

پانی دیکھا اور نہ مانگا اور تیمم سے پڑھی اور وہ دیکھتا رہا اور پانی بعد وقت دیا تو ظاہرًا اب بھی اعادہ نماز چاہئے۔ ٦٧٧، ١٢٣

نماز کے بعد پانی دینے میں ضابطۂ احکام۔ ١٢٥

انکار کے بعد دینا مفید نہیں مگر یہ کہ نماز پوری ہونے سے پہلے دے دے۔ ٦٧٧، ١٢٥

پانی دیا اور استعمال سے منع کردیا تو یہ منع کہاں تک مؤثر ہے اس کی صورتیں تحقیق مصنف سے۔ ١٢٦

پچیس[٢٥] صورتیں جن میں پانی ہوتے ہوئے تیمم کا حکم ہے۔ ١٢٧

Marfat.com

اس کی تحقیق کہ پانی دینے کا ظن غالب ہو تو بے مانگے تیمم سے پڑھ لینے سے نماز ہوگی یا نہیں۔ ١٢٨

جنگل میں جس سے پانی کا حال پوچھا جاتا ہے موجود ہے اور بے پوچھے پڑھ لی تو کیا حکم ہے۔ ١٥٥، ٦٧٨

پانی مانگنے اور دینے نہ دینے کے مسائل میں ١٩ قاعدے تحقیقاتِ مصنف سے۔ ٦٧٨

جنابت کے ساتھ حدث بھی ہے اور نہا نہیں سکتا وضو کر سکتا ہے تو وضو بھی نہ کرے صرف تیمم کافی ہے۔ ١٩٠، ٦٨١

تنگی وقت کے لیے تیمم کی تائید مزید۔ ١٩٠

ایک طہارت میں پانی اور مٹی جمع نہیں ہو سکتے۔ ١٩١، ٦٨١

ہر حدث چھوٹا ہو یا بڑا آتا ہے تو ایک ساتھ، جاتا ہے تو ایک ساتھ، اس میں ٹکڑے نہیں۔ ١٩١، ٦٨١

اکثر اعضائے وضو زخمی ہیں تو صرف تیمم کرے یوں ہی اکثر بدن زخمی ہے تو فقط تیمم کرے۔ ١٩١، ٦٨١

وضو یا غسل میں اگر ناخن بھر جگہ پانی بہنے سے رہ گئی تیمم کرے اُتنا جسم دھونا کافی نہ ہوا مگر جب اتنا پانی ملے کہ اُس ناخن بھر جگہ پر بہنے کو کافی ہو تیمم ٹوٹ جائیگا اسی پر بہانے سے غسل اُتر جائیگا۔ ١٩١، ٦٨١

جنب کے صرف وضو کے قابل پانی تھا اُس نے فقط تیمم کیا اب حدث ہوا تو وضو کرے۔ ١٩٧، ٦٨٢

نہانے میں کچھ جگہ رہ گئی اور پانی نہ رہا تیمم کرے اس کے بعد حدث ہو تو دوسرا تیمم کرے۔ ١٩٩، ٦٨٢

نہانے میں کچھ بدن باقی رہ گیا اور پانی ختم ہو چکا اب جتنا پانی پائے اُس جگہ پر بہالے کہ جنابت کم ہو جائے۔ ٢٠٣، ٦٨٢

نہانے میں اعضائے وضو اور کچھ اور بدن باقی رہ گیا پھر اتنا پانی ملا کہ اُن میں ایک کو کافی ہے تو جس میں چاہے خرچ کرے اور وضو بہتر۔ ٢٠٣، ٦٨٢

جنب نے وضو کر لیا اور پانی نہ رہا تیمم کیا اب جو پانی ملے تو اعضائے وضو دھونے کی اُسے حاجت نہیں بقیہ بدن دھولے غسل اُتر جائیگا۔ جو اعضا پہلے دھولیے ان کی طہارت اسی معنی پر ہو چکی کہ دوبارہ اُن کے دھونے کی حاجت نہیں نہ یہ کہ اُن سے وہ کام جائز ہو جائیں جو جنب کو ناجائز تھے۔ ٢٣١، ٦٨٢

جنب نہایا اور پیٹھ کا کچھ حصہ باقی تھا پھر حدث ہوا دونوں کے لیے ایک تیمم کرے پانی اُن میں سے جس کے لیے کافی ملے گا تیمم اُس کے حق میں ٹوٹ جائے گا دوسرے کے حق میں باقی رہے گا اور اگر ایک کو کافی ہے دونوں نہ ہو سکیں تو جنابت دھوئے اور مذہب راجح میں حدث کا تیمم پھر کرلے۔ ٢٥٨، ٦٨٢

اسی صورت میں اگر جنابت نہ دھوئی بلکہ وضو کر لیا تو جنابت کا تیمم بالاتفاق پھر کرنا ہوگا۔ ٢٦٢، ٦٨٣

جنابت کے لیے غسل و تیمم سے پہلے جو حدث ہوگا وہ غسل یا تیمم اُسے بھی زائل کر دے گا لیکن جنب نے اعضائے وضو دھو لیے اُس کے بعد حدث ہو تو بقیہ بدن دھونے سے اُس کا غسل اُتر جائے گا یہ حدث نہ جائیگا اس کے لیے وضو یا تیمم ضرور ہے۔ ٢٦٦، ٦٨٣

پانی اُتنی ہی جگہ کو پاک کرتا ہے جہاں گزرے اور مٹی چہرہ و دست پر گزر کر سارے بدن کو ٢٦٦، ٦٨٣

Marfat.com

جنب نے اعضائے وضو دھولیے پھر حدث ہوا اور جنابت کے لیے تیمم کیا اب اگر وضو کیلئے پانی نہیں پاتا تو یہ تیمم اُس حدث کو بھی رفع کر دے گا ورنہ نہیں ۲۶۶، ۶۸۳

جنابت کے لیے تیمم کیا پھر حدث ہوا وضو کیا پھر نہانے کا پانی پایا اور نہ نہایا تو جنابت لوٹ آئی مگر اعضائے وضو کی طہارت نہ گئی۔ ۲۶۷، ۶۸۳

صورت مذکورہ میں اگر جنابت لوٹ آنے کے بعد پھر حدث ہُوا اور قابلِ وضو پانی پائے بہر حال وضو کرنا ہوگا۔ ۲۶۸، ۶۸۳

اسی صورت میں اگر قابلِ وضو پانی نہ تھا اور جنابت کے لیے تیمم کیا تو حدث بھی اُٹھ جائیگا مگر صرف اُس وقت تک کہ وضو کے قابل پانی پائے۔ ۲۶۸، ۶۸۴

حدث تابع و مستقل کا بیان اور حدث مستقل کے احکام۔

حدث تابع کے احکام۔ ۲۶۸، ۶۸۴

جنب نے تیمم کیا پھر حدث ہُوا اور اُس کے لیے وضو نہ کیا تھا کہ پانی نہانے کے قابل ملا اور نہ نہایا جس سے جنابت عود کر کے باقی رہی اور پانی چھوڑ کر میل بھر سے زیادہ چلا گیا اور اب پانی صرف وضو کے قابل پایا وضو کی حاجت نہیں۔ ۲۶۸، ۶۸۴

صورت مذکورہ میں عود جنابت کے بعد جتنے حدث ہونگے اُن کے لیے وہی تیمم جنابت کافی ہے، ہاں اگر تیمم یا وضو کے بعد پھر حدث ہو تو وضو لازم ہے۔ ۲۷۰، ۶۸۴

جنب نے تیمم سے نماز پڑھی پھر حدث ہوا اور وضو کر کے موزے پہنے پھر پانی پر گزرا اور بے نہائے ایک میل چلا گیا اور نماز کا وقت آیا وضو کو پانی موجود ہے وضو کی حاجت نہیں جنابت کا تیمم کرے، ہاں اس کے بعد حدث ہو تو وضو کرے اور اُس میں موزے اتار کر پاؤں دھوئے کہ جنب کے لیے موزوں کا مسح نہیں۔ ۲۷۱، ۶۸۴

اس کی تحقیق کہ حدث کبھی جنابت سے پہلے ہوتا ہے کبھی ساتھ کبھی بعد اور اس کی صورتوں کا بیان۔ ۲۷۴

اس کی تحقیق کہ حدث و جنابت جمع ہونے کی دو قسمیں ہیں اور اُن کے احکام کا بیان۔ ۲۷۵

حدث مندرج یعنی تابع جنابت کی بارہ صورتیں ہیں۔

حدث مستقل کہ تابع جنابت نہ ہو اس کی دس صورتیں ہیں۔ ۲۷۶

حدث مستقل ہونے کا ضابطہ کلیہ۔ ۲۷۶

حدث مندرج کوئی حکم نہیں رکھتا اور اُس کی اور حدث مستقل کی تفصیل احکام میں ۱۶ مسئلے افادات مصنف سے۔ ۲۷۷

حدث مستقل کی صورتیں اور اُن کے احکام۔ ۲۸۰

جنب نے وضو کیا پھر حدث ہوا پھر سارا وضو کیا مگر ایک انگلی کی ایک پور چھوڑ دی تو اگرچہ جنابت کے لیے تیمم کرے گا مگر اُس پور کے قابل پانی ملے تو اسے دھونا ضرور ہے تیمم کافی نہ ہوگا۔ ۲۸۰، ۶۸۵

محدث نے اگر صرف ایک ایک بار اعضاء دھونے کے لائق پانی پایا تیمم نہیں کر سکتا اور تیمم تھا اور اتنا پانی ملا ٹوٹ گیا۔ ۲۸۴، ۶۸۵

حدث ہو یا جنابت یا دونوں ایک تیمم اُن میں سے جس کی نیت سے چاہے کر لے کافی ہے۔ ۶۸۵

Marfat.com

سفر میں ہے وضو کی حاجت ہے اور کپڑے پر بقدر مانع نماز کوئی نجاست اور پانی اتنا ہے کہ چاہے وضو کرلے چاہے نجاست دھولے اُس پر لازم ہے کہ نجاست دھوئے اور حدث کے لیے تیمم کرلے۔ ۳۰۹، ۶۸۵

اللہ عزّ وجل کی رحمت کہ محتاج بندے کے ایک ایک پیسے کا لحاظ فرمایا کہ آٹا گوندھنے کو پانی نہ رہے گا تو تیمم کرو دھیلے کا پانی پیسے کو ملتا ہو تو دھیلا زیادہ نہ دو تیمم کرلو۔ ۳۱۷، ۶۸۵

افضل یہ ہے کہ نجاست دھونے کے بعد تیمم کرے اور پہلے کرچکا ہو تو دوبارہ کرلے۔ ۳۱۷، ۶۸۵

اگر جنابت کا بقیہ باقی ہے اور حدث بھی اور پانی ایک ہی کے قابل ملا تو لازم ہے کہ پہلے بقیۂ جنابت دھوئے اس کے بعد حدث کا تیمم کرے اگر پہلے تیمم کرلیا تو پانی اُس دھونے میں خرچ ہوجانے کے بعد دوبارہ تیمم لازم ہے۔ ۳۱۸، ۶۸۶

مسح خفین

موزہ اتارنے سے موزہ کا مسح ٹوٹ جاتا ہے اگر وضو کے بعد حدث نہ ہُوا اور موزہ خود ہی اُتارا یا مسح کی مدت ختم ہونے کے سبب اتارنا ضرور ہوا صرف پاؤں دھولے ہاں اگر بعد وضو حدث ہُوا تھا تو آپ ہی سارا وضو کرے گا۔ ۶۸۵

سُوتی موزوں پر مسح کا حکم۔ ۳۴۵

بُوٹ پر مسح کا حکم۔ ۳۴۷

حیض کا بیان

نماز میں حیض آجانے کا حکم۔ ۶۹

عورت بحالتِ حیض مراقبہ کرسکتی ہے۔ ۱

دس دن سے کم حیض آنے کی صورت میں صحبت کب جائز ہوگی؟ ۲

عورت کے پیٹ یا ران وغیرہ اعضاء پر فراغت حاصل کرنے کا حکم۔ ۳

حیض والی کے ہاتھ کی پکی روٹی اور اس کو اپنے ساتھ کھلانے کا حکم۔ ۵۵

عورت اگر نفاس سے آٹھ دن میں فارغ ہوجائے تو اُس کا حکم۔ ۵۶

بحالتِ حیض ونفاس صحبت کرنے کا کفارہ۔ ۵۶

دربارۂ کفارۂ مذکور مختلف روایات اور اُن کے محامل کا بیان۔ ۵۶

دینار شرعی اور درم شرعی کی مقدار۔ ۶۴

حالتِ حیض میں ضرورت کو پورا کرنا کس طرح جائز ہے۔ ۶۵

بحالتِ جنابت جوابِ سلام کا طریقہ۔ ۶۵

اخبار یا کتاب میں آیت قرآنِ کریم لکھی ہو تو اُس کا چھُونا بے وضو کے لیے جائز ہے یا نہیں؟ ۶۶

معذور کا بیان

بواسیر والے کے احکام ۱

معذور صبح کے وضو سے اشراق کی نماز نہیں پڑھ سکتا۔ ۴

نجاستوں کا بیان

ہاتھی دانت کا استعمال جائز ہے۔ ۷۷

Marfat.com

...میں گر جائے تو اُس کا حکم
اور اس کے پاک کرنے کے دو طریقے
بحالت نجاست پسینہ آئے اور کپڑے تر ہوجائیں
تو کیا پاک ہوں گے یا نہیں۔
...کے پاک ہونے کا بیان۔
...کی نجاست متفق علیہا میں بلکہ موضع
...قطعی میں بھی باعث تخفیف ہوتا ہے۔
...مصری کا پھینک دینا روا نہیں اور اس کے
پاک کرنے کا طریقہ۔
...مصری شکر کا حکم۔
چھپکلی سرکہ میں گر گئی اور زندہ نکال لی گئی تو ایسے
سرکہ کا کیا حکم ہے؟
بہتی چیز ناپاک ہوجائے تو اُس کے پاک کرنے کا طریقہ۔
پڑیا کے رنگے ہوئے کپڑے سے نماز درست ہے
یا نہیں۔
مرغی کی قے پاک ہے یا ناپاک؟
نجس چیز ایک مرتبہ میں پاک ہوجاتی ہے یا نہیں۔
جوتے پر اگر پیشاب پڑ جائے تو اس کے پاک
کرنے کا طریقہ۔
شبہہ سے کوئی چیز ناپاک نہیں ہوتی۔
پکی ہوئی کھچڑی یا چاول یا چونے میں چوہے کی مینگنی
نکلے تو کیا حکم ہے؟
کتے کے نجس العین ہونے اور نہ ہونے کی تحقیق۔
التنبیہ علی البحر والدرر وغیرھا۔
التنبیہ علی رد المحتار۔

	التنبیہ علی ابی السعود۔	۴۲۷
۳۷۸	کتا نجس العین نہیں، یہی راجح ہے اور اس کی وجوہ ترجیح، اول۔	۴۳۱
۳۸۰	دوم، سوم، چہارم۔	۴۳۷، ۴۳۸
۳۸۱	پنجم، ششم، ہفتم۔	۴۴۰، ۴۴۱
	کتے کے نجس العین ہونے کے دلائل کی تضعیف بچند	
۳۸۱	وجوہ۔	۴۴۴
	وجہ اول۔	۴۴۴
۳۸۲	وجہ دوم، سوم۔	۴۴۶
۳۸۲	چہارم۔	۴۴۷
	پنجم۔	۴۵۱
۳۸۳	التنبیہ علی الطیبی و مجمع البحار۔	۴۴۹
۳۸۴	قاعدہ کلیہ کہ کوئی نجاست اپنے معدن میں حکم نجاست نہیں پاتی۔	۴۵۵
۳۸۹	کسی شے پر ابتنا کے دو معنی ہیں۔	۴۵۵
۳۹۰	اس رسالے کا نام سلب الثلب عن القائلین	
۳۹۲	بطہارۃ الکلب۔	۴۶۳
	داد یا پھنسی سے اگر کچھ لہو نکلے تو اس کے پاک کرنے	
۳۹۵	کا طریقہ۔	۴۶۴
۳۹۶	التنبیہ علی رد المحتار۔	۴۷۰
	ہر جانور کی ہڈی کا حکم۔	۴۷۱
۳۹۸	مسواک میں ہاتھی دانت ہڈی ہو تو اس کا حکم۔	۴۷۱
۳۹۹	رعایت خلاف بالاجماع معتبر ہے۔	۴۷۱
۴۲۳	چھت پر گوبر سے لپسائی کی گئی پھر وہ چھت ٹپکی	
۴۲۴	اور پانی کپڑے وغیرہ کسی چیز کو لگا تو اُس کا حکم۔	۴۷۱

Marfat.com

چلنی جو ہڈیوں سے صاف کی جاتی ہے نہ معلوم وہ ہڈیاں کس جانور کی ہوتی ہیں اُس کے حکم کی کامل تفصیل۔ ۴۷۳

مقدمہ اولیٰ کہ بجز خنزیر ہر جانور کی ہڈیاں خواہ ماکول و مذبوح ہو یا غیر ماکول اور نامذبوح پاک ہیں۔ ۴۷۵

مقدمہ ثانیہ کہ شریعت میں طہارت و حلت اصل ہیں کہ اپنے اثبات میں کسی دلیل کی محتاج نہیں اور حرمت و نجاست عارضی ہیں کہ اپنے ثبوت میں محتاج دلیل خاص۔ ۴۷۶

دماء، فروج، مضار میں حرمت اصل ہے۔ ۴۷۶

ظنِ لاحق یقین سابق کے حکم کو رفع نہیں کرتا۔ ۳/۴ سے زائد فقہ اس ضابطے پر مبنی ہے۔ ۴۷۷

مقدمہ ثالثہ کہ احتیاط اباحت جاننے میں ہے کہ وہی اصل متیقن۔ ۴۷۸

مقدمہ رابعہ کہ بازاری افواہ قابل اعتبار اور احکامِ شرع کی مناط و مدار نہیں۔ ۴۷۹

مقدمہ خامسہ کہ حلت حرمت طہارت نجاست احکام دینی ہیں اور احکامِ دینی میں کافر کی خبر محض نامعتبر۔ ۴۸۱

مقدمہ سادسہ کہ کسی شے کا محلِ احتیاط سے دُور ہونا یا کسی قوم کا بے احتیاط ہونا اسے مستلزم نہیں کہ وہ شے مطلقاً ناپاک یا حرام قرار پائے یا اُس قوم کی استعمالی خواہ بنائی ہوئی چیزیں ناپاک یا حرام قرار پائیں۔ ۴۸۲

جس پانی میں بچہ ہاتھ یا پاؤں ڈال دے پاک ہے جب تک نجاست تحقیق نہ ہو۔ ۴۸۶

کفار کے تیار کردہ کھانوں اور ان کی بنائی ہوئی مٹھائیوں کا حکم۔ ۴۸۷

کفار و فساق کے کپڑوں کا حکم۔ ۴۹۰

مقدمہ سابعہ کہ شدت بے احتیاطی باعثِ ظنِ غالب ہے اور ظنِ غالب شرعاً معتبر۔ ۴۹۳

ظنِ غالب کی دو صورتیں۔ پہلی صورت ۴۹۳

شک، ظن، وہم کی تعریفیں اور ان پر ایرادات لطیفہ ۴۹۷

ہر ایک کی بے غبار تعریف رضوی۔ ۴۹۷

ظنِ غالب کی دوسری صورت۔ ۴۹۸

اِس صورت کا حکم۔ ۴۹۸

مجوس کا ذبیحہ حرام ہے دوسرے کھانوں میں حرج نہیں۔ ۵۰۱

فائدہ جلیلہ کہ مکروہ تنزیہی نہ گناہ کبیرہ ہے نہ صغیرہ۔ اُس کا مرتکب اصلاً عتاب کا مستحق نہیں۔ ۵۰۵

مقدمہ ثامنہ کہ کسی شے کی نوع یا صنف میں بوجہ ملاقات نجس یا اختلاط حرام نجاست و حرمت کا تیقن اُس کے ہر فرد سے منع و احتراز کا موجب ہوسکتا ہے جب معلوم ہو کہ یہ ملاقات بروجہ عموم و شمول ہے۔ ۵۰۷

مقدمہ تاسعہ کہ جب بازار میں حلال و حرام مطلقاً یا کسی جنس میں مختلط ہوں اور کوئی علامت فارقہ نہ ملے تو شریعت خریداری سے منع نہیں کرتی۔ ۵۱۱

مقدمہ عاشرہ کہ حق جل مجدہٗ نے ہمیں یہ تکلیف نہ دی کہ ایسی ہی چیزیں استعمال کریں جو نفس الامر میں طاہر و حلال ہوں کہ اس کا یقین ہماری قدرت سے باہر ہے۔ ۵۱۲

بلکہ صرف اس قدر حکم ہے کہ وہ چیز تصرف میں لائیں جو اپنی اصل میں حلال و طیب ہو اور اسے مانع نجاست کا عارض ہونا ہمارے علم میں نہ ہو۔ ۵۱۴

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک حوض پر گزرنا اور ہمراہیوں سے حضرت عمرو بن

Marfat.com

عاشق کا صاحب حوض سے دریافت کرنا کہ اس حوض پر درندے آتے ہیں یا نہیں اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صاحب حوض کو بتلانے سے منع فرمادینے کا واقعہ اور منع کرنے کے وجوہ۔ ۵۱۵

واقعہ مذکورہ میں حوض صغیر تھا یا کبیر۔ ۵۱۶

ایک مجتہد کے لیے جائز نہیں کہ دوسرے مجتہد کو اپنی تقلید پر آمادہ کرے۔ ۵۱۹

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ہارون رشید کی گفتگو دربارۂ موطا شریف۔ ۵۱۹

مجتہد بلکہ عامی کو بھی ظنِ غیر کی تقلید پر مجبور نہ کیا جائیگا اُن امور میں جو مبتلی کی رائے پر مفوض ہوتے ہیں۔ ۵۱۹

شریعت مطہرہ میں مصلحت کی تحصیل سے مفسدہ کا ازالہ مقدم تر ہے۔ مثلاً مسلمان نے دعوت کی الخ ۵۲۵

دو حدیث بابت مدارات خلق۔ ۵۲۷

ضابطۂ کلیہ واجبۃ الحفظ کہ فعل فرائض و ترک محرمات کو رضائے خلق پر مقدم رکھے اور ان امور میں کسی کی مطلقاً پرواہ نہ کرے اور اتیان مستحب و ترک غیر اولیٰ پر مدارات و مراعات قلوب کو اہم جانے اور فتنہ و نفرت و ایذا و وحشت کا باعث ہونے سے بہت بچے۔ ۵۲۸

وضع ضابطۂ کلیہ دریں باب تفرقہ در حکم طعام و شراب۔ ۵۳۵

واضح ہو کہ کسی شے حرام خواہ نجس کے دوسری چیز میں خلط ہونے پر یقین دو قسم ہے، اول شخصی، دوم نوعی۔ پھر نوعی دو قسم ہے، اول اجمالی، دوم کلی۔ ۵۳۵

اور وہ اشیاء بھی جن کا کسی ماکول و مشروب یا اور استعمالی چیزوں میں خلط سنا جانا موجبِ تردد و تشویش و باعثِ سوال و تفتیش ہو۔ دو قسم ہیں، اول ما منہ محذور۔ دوم ما ہو محذور۔ ۵۳۵

خلاصۂ ضابطہ مذکورہ۔ ۵۳۶

الشروع فی الجواب بتوفیق الوہاب۔ ۵۳۷

خبر متواتر کے مخبرین میں جمہور کے نزدیک اسلام شرط نہیں۔ ۵۳۷

تجر کا حکم۔ (انگریزی دوا) ۵۴۲

خاتمہ ۵۴۶

جلب تیسیر قواعدِ مسلّمہ سے ہے۔ ۵۴۷

حدیث انکم فی زمان من ترك منکم عشر ما امر بہ الخ اخرجہ الترمذی وغیرہ۔ ۵۴۸

تنبیہ ۵۵۲

عیسائی کے ہاتھ کی چھوئی ہوئی شیرینی قابلِ استعمال ہے یا نہیں۔ ۵۵۳

نصاریٰ کے مذہب میں خونِ حیض کے سوا کوئی چیز ناپاک نہیں۔ ۵۵۴

عیسائی کی چھوئی ہوئی چیز کا استعمال شرعاً مکروہ ہے۔ ۵۵۴

زید نے عمرو سے کہا کہ تم مٹی کے برتن کو پاک کرکے رکھو تو چا قو مار دوں گا۔ اس کا حکم کیا ہے؟ ۵۵۵

شیر خوار بچہ کا پیشاب پاک ہے یا ناپاک۔ ۵۵۶

اگر جسم پر نجاست لگ جائے اور وہاں ورم ہو تو کیا حکم۔ ۵۵۶

لحاف، توشک وغیرہ روئی دار کپڑے ناپاک ہوجائیں تو پاک کس طرح ہوں گے۔ ۵۵۶

Marfat.com

ناپاک سوت کے پاک کرنے کا طریقہ۔ ۵۵۶
غسل خانے کے چوبچہ کا پانی گھڑے سے نکالنا پھر اُس
گھڑے کو دھوکر استعمال کرنا مکروہ ہے یا نہیں۔ ۵۵۷
ناپاکی دھونے کے بعد تہبند باندھ کر غسل کرے تو
تہبند پاک رہے گا یا نہیں۔ ۵۵۸
جن حلوائیوں کی کڑاہیوں کو کتے چاٹتے ہیں اُن کے
یہاں کی شیرینی یا دودھ لے کر کھانا پینا درست ہے
یا نہیں۔ ۵۵۸
مٹی کے برتن ناپاک ہوجائیں تو اُن کے پاک کرنے
کا طریقہ۔ ۵۵۸
کفار کا استعمال کیا ہوا ڈول چرمی دھوکر مسلمان
استعمال کرسکتا ہے یا نہیں۔ ۵۵۹
بدن پاک کرنے میں کیا ضروری ہے۔ ۵۶۰
اگر کپڑے پر بیلوں کے پیشاب کی چھینٹیں پڑی ہوں
تو نماز ہوگی یا نہیں۔ ۵۶۳
ناپاک گھی کو پاک کرنے کے تین طریقے۔ ۵۶۳
انگلی پر نجاست لگ جائے تو چاٹ کر پاک ہوجائیگی
یا نہیں۔ ۵۶۵
ہنود کے یہاں کی اشیائے تر و خشک کا حکم شرعی۔ ۵۶۵
ناپاک زمین دھوپ سے پاک ہوجائے پھر گیلا پیر
رکھنے سے پیر ناپاک ہوگا یا نہیں۔ ۵۶۶
جس زمین پر بچے پیشاب پاخانہ کرتے ہیں اُس پر
راب گرگئی پھر اس کی شکر بنائی گئی وہ پاک ہے
یا ناپاک۔ ۵۶۷
چوہے کی مینگنی یا اُپلے کی کُرسی کھانے میں نکل آئے
تو کیا حکم ہے؟ ۵۶۷
غسل خانہ کا گھڑا زمین پر رکھ دینے سے ناپاک ہوگا
یا نہیں۔ اور جو شخص اپنے کو مولوی کہلوائے اُس
کا حکم۔ ۵۶۷
کھانے کے پاس کتا کھڑا تھا کسی نے منہ ڈالتے
نہیں دیکھا لیکن کچھ نشانات ہیں الخ تو حکم کیا ہے؟ ۵۶۸
سڑکوں پر چھڑکاؤ کرنے کی غرض سے جو پانی حوضوں
میں جمع کیا جاتا ہے اُس کا کیا حکم ہے۔ ۵۶۸
کفار کی نفرین اور آفرین معتبر نہیں۔ ۵۶۸
خاکروب اگر سقے کی تر مشک چھو دے تو کیا حکم ہے؟ ۵۶۹
جس گھی میں کتا منہ ڈال دے اُس کا حکم۔ ۵۶۹
بھنگی کی چھوئی ہوئی چیز کا حکم۔ ۵۶۹
ہاتھی کے پیے ہوئے پانی کا حکم۔ ۵۷۰
منی مطلقاً ناپاک ہے مگر انبیاءِ کرام کی تخلیق جس
نطفے سے ہوئی وہ اور خود انبیائے کرام کی منی بلکہ
تمام فضلات پاک ہیں۔ ۵۷۰
بیلوں کے پیشاب کی چھینٹوں کا حکم۔ ۵۷۰
نیا کپڑا بغیر دھوئے استعمال کیا جا سکتا ہے
یا نہیں۔ ۵۷۲
دیسی اور ولایتی صابون کا حکم۔ ۵۷۲

باب الاستنجاء

وضو کے بچے ہوئے پانی سے بڑا یا چھوٹا استنجاء
کرنے کا حکم۔ ۵۷۵
بقیۂ وضو کا پینا ستر مرض سے شفاء ہے۔ ۵۷۵

Marfat.com

ایسے شخص کی نماز و امامت کا حکم جو بوجہ عذر بائیں ہاتھ سے استنجا نہ کر سکے۔ ۵۷۶

بعد پیشاب دربارۂ استنجا نبوی عادت اور صحابہ کرام کی عادت کا بیان۔ ۵۷۸

ڈھیلے اور پانی دونوں سے استنجا کرنا افضل ہے۔ ۵۷۹

استنجا کن کن چیزوں سے خشک کرنا چاہیے، اور کن کن سے خشک نہ کیا جائے۔ ۵۷۹

کتاب منیۃ المصلی کی ایک عبارت کا حل۔ ۵۸۰

لفظ مخرج کے معنی لغوی و اصطلاحی کا بیان۔ ۵۸۱

مہلک بیابان کو مفازہ کہنے کی وجہ۔ ۵۸۱

انگوٹھی پر اگر قرآن یا اسمائے معظمین لکھے ہوں تو اُس کو اتار کر بیت الخلا جانا افضل ہے۔ ۵۸۱

بعد پیشاب صرف پانی سے استنجا کرے تو پاجامہ یا تہبند نجس ہوتا ہے یا نہیں اور اُس کی امامت کیسی ہے۔ ۵۸۳

ہڈی سے استنجا کرنے کی ممانعت کا سبب۔ ۵۸۴

قوم جن اور اُن کے جانوروں کی خوراک کا بیان۔ ۵۸۴

کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا حکم اور یہ کہ اس میں چار حرج ہیں۔ ۵۸۵

ایک مرتبہ جماع کرنے کے بعد دوبارہ بغیر غسل آلہ جماع کرنا مکروہ ہے۔ ۵۸۵

اُس اشکال کا دفع رضوی جو صاحب فتح الباری اور صاحب عمدۃ القاری کو حدیث حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہا میں پیش آیا۔ ۵۸۶

چار احادیث صحیحہ اس بارہ میں کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ممنوع، بے ادبی، خلاف سنت ہے۔ ۵۸۷

حدیث حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے آٹھ جواب۔ جس میں وارد کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ و آلہ وسلم کسی گھورے پر تشریف لے گئے اور وہاں کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا۔ ۵۸۹

اوّل جواب یہ کہ منسوخ ہے۔ اس پر علامہ عسقلانی و علامہ عینی کا تعقب اور تعقب کا جواب رضوی۔ ۵۹۰

جواب دوم ۵۹۱

جواب سوم بیان کردہ امام منذری اور اس کی اصلاح رضوی۔ ۵۹۱

علامہ ابہری کا جواب چہارم اور اس کی اصلاح رضوی۔ ۵۹۲

جواب پنجم کی ایضاح پر قدح رضوی۔ ۵۹۴

جواب ششم پر رضوی ناپسندیدگی۔ ۵۹۴

جواب ہفتم پر اعتراض رضوی پھر اس کی اصلاح۔ ۵۹۵

جواب ہشتم ۵۹۶

مذکورہ بالا چار احادیث کو حدیث حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ پر بسہ طرق ترجیح رضوی۔ ۵۹۶

ایک لوٹے پانی سے استنجا اور وضو درست ہے یا نہیں۔ ۵۹۷

دیوبندی عقائد کی کتابیں ہنود کی پوتھیوں سے بدتر ہیں اور فقہائے کرام کا یہ تحریر کرنا کہ "جوز الاستنجا باوراق المنطق" درست نہیں۔ ۵۹۸

بعد پیشاب بحالت کلوخ سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا یا کلوخ کرتے ہوئے کو سلام کرنا کیسا ہے۔ ۵۹۸

مسلمان کو کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہے یا نہیں۔ ۵۹۹

اور بعد فراغت مبرز کو کاغذ سے پاک کرنا جائز ہے یا نہیں۔ ۵۹۹

کاغذ کی تعظیم کا حکم ہے اگرچہ سادہ ہو۔ ۵۹۹

Marfat.com

حروفِ ہجا قرآن ہیں، حضرت ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئے تھے۔ ۶۰۰

پیشاب کے بعد کلوخ لیا اور پانی سے پاک کرنا بھول گیا اور نماز ادا کرلی یا نماز میں یاد آیا تو نماز ہوگئی یا نہیں۔ ۶۰۰

پیشاب کرکے اُسی جلسہ میں صرف پانی سے استنجا کرنا درست ہے یا نہیں یا کلوخ لینا شرط ہے۔ ۶۰۰

استبرا واجب ہے اور اس کی تعریف۔ ۶۰۱

مسجد کے پیشاب خانوں کا رُخ اگر بسوئے مشرق یا مغرب ہو اور اہلِ محلہ باوجود ممانعت علماء بدلنے کی کوشش نہ کریں تو اُن کا کیا حکم ہے نیز اس شخص کی امامت جائز ہے یا نہیں جو ان میں پیشاب وغیرہ کرتا ہو۔ ۶۰۱

جو شخص استنجا خشک کرتا ہو اگر اس کو کوئی شخص سلام کرے تو وہ جواب دے یا نہیں۔ ۶۰۱

صحنِ مسجد کے بارے میں ایک سوال کا جواب ۶۰۲

جاذب یعنی بلاٹنگ سے استنجا کرنے کا حکم۔ ۶۰۳

بڑا یا چھوٹا استنجا محض پانی سے کرنے والے کا حکم۔ ۶۰۴

پاخانہ میں تھوکنے کا حکم۔ ۶۰۴

خطیب کو خطبہ پڑھتے وقت شک ہوا کہ قطرہ اُتر آیا، بعد خطبہ آلۂ تناسل کو چھوا تو تری معلوم نہ ہوئی اور نماز پڑھا دی تو کیا حکم ہے۔ ۶۰۵

حدیث میں وارد کہ شیطان دھوکا دینے کو تھوک دیتا ہے جس سے تری کا شبہ ہوتا ہے۔ ۶۰۵

جب لنگر یا لنگوٹ سے قطرہ بند ہو جاتا ہے تو اُس کا باندھنا واجب ہے۔ ۶۰۶

پختہ اینٹ سے استنجا منع و مکروہ ہے جس ڈھیلے سے چھوٹا استنجا کیا، بعد خشکی دوبارہ اُس سے استنجا کر سکتے ہیں۔ ۶۰۷

ڈھیلے اور پانی سے استنجا کرنے پر قطرہ پیشاب کا ہمیشہ آجاتا ہو تو ایسی صورت میں کیا حکم ہے۔ ۶۰۷

بروقت پیشاب یا پاخانہ رُو بشمال کرنا کیسا ہے۔ ۶۰۷

یہاں سے بیت المقدس اور بغداد شریف کی سمت بھی شمال ہے۔ ۶۰۷

چھوٹی حمائل شریف ٹین کے ڈبے میں رکھ کر کپڑے میں سی کر بچوں کے گلے میں ڈالنے کا حکم۔ ۶۰۸

قرآن چھوٹی تقطیع پر لکھنا، حمائل بنانا شرعاً مکروہ و ناپسند ہے۔ ۶۱۰

Marfat.com

فہرست ضمنی مسائل

باب الوضو

مسح کہ وضو میں ہے اُس سے مراد تری پہنچانا ہے کسی طرح ہو اگرچہ مینہ پڑنے یا غوطہ لگانے سے۔ ۲۲۷ ، ۶۲۲

وضو میں مسح کی جگہ سر دھونا خلافِ سنّت ہے۔ ۲۲۷ ، ۶۲۲

آنکھ سے پانی نکلنا ناقضِ وضو ہے یا نہیں۔ ۳۲۱

فصل فی النواقض

کئی حدث ہوئے وضو کیا وہ سب سے ہے نہ فقط پہلے سے۔ ۲۲۹

حدث اصغر وہی ہے جس سے فقط وضو واجب ہو نہانا نہ ہو۔ ۲۳۵

اسی کی تحقیق کہ ہر موجبِ غسل موجبِ وضو ہے۔ ۲۳۶

تحقیق المصنف ان الحدث المتجزیٔ علی قسمین شامل و مقتصر۔ (مصنف کی تحقیق کہ حدث متجزی دو قسم پر ہے (۱) شامل (۲) مقتصر) ۲۶۵

باب الغسل

چونا کتھا اگر دانتوں پر جم جائے تو بغیر چھڑائے غسل ہوگا یا نہیں۔ ۳۲۳

بعد انزال میں پیشاب کے بعد نہانا چاہیے۔ ۱۹۶ ، ۶۲۴

بعد جماع نہ پیشاب کیا نہ سویا نہ اتنا چلا کہ بقیہ منی نکل جاتا اور نہا لیا اب بقیہ نکلا دوبارہ نہانا ہوگا اگرچہ بے شہوت نکلے۔ ۱۹۶ ، ۶۲۴

ہر منی کہ شہوت سے نکلے اُس سے پہلے مذی ضرور نکلتی ہے۔ ۲۳۴ ، ۶۲۴

اگر حیض و احتلام و جماع و انزال سب جمع ہوں تو سب کو ایک ہی غسل کافی ہے۔ ۲۵۲ ، ۶۲۴

غسل میں نیت کیا ہے اور وہ کیسے ہوتی ہے؟ ۳۲۳

پھوڑے کی جگہ برہنہ غسل کرنے کا حکم۔ ۳۲۳

Marfat.com

بغیر دفق وشہوت احتلام کا حکم۔ ٣٢٢
زانی کے ذبیحہ کا حکم۔ ٣٢٢
اگر کافر اسلام لائے تو غسل کا حکم دیا جائے گا۔ ٣٢٥
غسل خانہ میں ننگے نہانے کا حکم۔ ٣٢٦

پانی کا بیان

کافر کے جھوٹے پانی کا حکم۔ ٣٢٧
دہ در دہ حوض کا حکم جبکہ پانی دہ در دہ نہ ہو۔ ٣٢٨
دہ در دہ حوض میں عمق، طول، عرض کتنا لازم ہے، اور اس کا حکم جاری کا ہے یا نہیں۔ ٣٢٨
ملنہ کے پانی کا حکم۔ ٣٣١
حرام پیسے سے بنوائے گئے حوض کے پانی کا حکم۔ ٣٣٣
مستعمل پانی کے بارے میں امام اعظم علیہ الرحمۃ کا مذہب محقق۔ ٣٣٥
آبِ وضو کے قطرے کپڑے پر گرنے یا مسجد میں گرانے کا حکم۔ ٣٣٦
حُقّہ کے پانی کا حکم۔ ٣٣٧

کنویں کا بیان

کنویں کے احکام۔ ٣٣٩
ناپاک پانی سے وضو یا غسل کیا، تو معلوم ہونے پر کب تک نمازیں دُہرائی جائیں۔ ٣٤٠
آبِ کنواں دہ در دہ کب ہوگا۔ ٣٤٢
کتا اگر کنویں میں گر جائے تو کیا حکم ہے؟ ٣٤٢

مسائل نماز

تیمم والے نے نماز میں پانی پایا نماز ٹوٹ گئی اگرچہ التحیات کے بعد۔ ٣٢، ٢٠٥
ایک سلام پھیرنے کے بعد پانی پایا نماز ہوگئی۔ ٣٢، ٢٠٥
صاحبِ ترتیب کو قضا نماز یاد تھی اور وقت میں گنجائش اور اس نے خلاف حکم وقت کی پڑھی تو اس وقتیہ کو صحیح کہیں گے یا کیا۔ ١٣١
محلِ اقامت میں امام چار رکعت کی نماز دو پڑھ کر چلا گیا اور مقتدیوں کو اُس کا حال نہ معلوم ہوا کہ مقیم ہے یا مسافر اُن کی نماز نہ ہوئی اگرچہ یہ خود مسافر ہوں، ہاں اگر جنگل میں یا منزل پر ایسا ہوا تو ان کی بھی ہوگئی جو مقیم ہے اپنی چار پوری کرلے۔ ٢٠٥
التحقیق ان العلم المذکور بحال الامام شرط الحکم بصحۃ الاقتداء لاشرط نفس الاقتداء۔ ١٢٥ (حاشیہ)

جنائز

جنب یا حائضہ جس پر نہانا لازم تھا اُسی حالت میں مر جائے تو ایک ہی غسلِ میت سب کو ادا کردے گا۔ ٢٥٢

مسائل طلاق

کسی سے کہا تو نے اپنی عورت کو طلاق دی اُس نے

Marfat.com

...ادی طلاق : ہو گئی، اور جھنجلا کر
...سے کہا میں نے طلاق دی، نہ ہوگی۔ ۱۱۹، ۱۲،
...لاق مانگی اس نے نہ مانا اس نے پھر
...نے سختی سے کہا دی، نہ ہوئی، اور نرم
...انا تو ہو گئی۔ ۱۱۹، ۱۲،

... : یہاں سے معلوم ہوا کہ طلاق کے
...ت نازک ہیں ایک حرف کی کمی بیشی درکنار
...لنے سے حکم بدلتا ہے سخت احتیاط درکار ہے۔ ۱۲،

...ل قسم

...کھائی فلاں چیز تجھے دینے سے انکار نہ کروں گا اس
...مانگی، اس نے وعدہ کیا تو کیا حکم ہے۔ ۱۱۴، ۱۳،
...م کھائی کہ فلاں چیز زید کو نہ دوں گا اس نے مانگی
...س نے وعدہ کر لیا قسم نہ ٹوٹے گی جب تک دے نہیں۔ ۱۱۵، ۱۳،
...م کا کفارہ دینے کو اتنا نہیں کہ دس مسکینوں کو کھانا
دے پانچ کو دے سکتا ہے تو صرف تین روزے رکھے۔[۲] ۱۳،
...قسم کھائی کہ نکسیر پھوٹنے سے وضو نہ کرے گا، پھر
پیشاب کیا پھر ناک سے خون نکلا اس نے وضو کیا
حانث ہو جائے گا۔ ۲۲۹، ۱۴،

مسائل بیع

بائع نے بیع میں شرط کر لی کہ تین دن تک مجھے بیع قائم
...رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہے اس مدت تک مبیع
...سی کی ملک رہے گی مشتری کو تصرف جائز نہ ہوگا
شرط انتہا درجہ تین[۳] دن کے لیے جائز ہے زیادہ کے لیے

حرام و مفسد بیع۔ ۱۲۶، ۱۷،
کسی سے کہا اپنا غلام میری طرف سے بعوض ہزار روپے
کے آزاد کر دے، اس نے کر دیا یہ بیع تو ہوئی مگر
اسے نہ ایجاب و قبول درکار نہ بیع کے شرائط۔ ۲۵۷ (حاشیہ)، ۱۷،

مسائل دعوٰی

حاکم نے مدعیٰ علیہ سے حلف کو کہا وہ چپ رہا، یہ
بھی انکار ہے جبکہ گونگا یا بہرا نہ ہو۔ ۱۱۸، ۱۹،
اس صورت میں مستحب ہے کہ قاضی اس سے
تین بار حلف کو کہے اگر سکوت کرے انکار ٹھہرا کر
مدعی کو ڈگری دے دے۔ ۱۱۸، ۱۹،

مسائل ہبہ

عورت سے کہا تو نے مہر بخشا، اس نے کہا بخشا بخشا،
گواہوں نے کہا ہم گواہ ہو جائیں، کہا ہو جاؤ
ہو جاؤ، قرینہ سے معلوم ہوگا کہ اس کا یہ کہنا
واقعی ہے یا طنز سے۔ طنز سے ہے تو نہ بخشا گیا۔[۱۱۹] ۱۹،

مسائل اجارہ

کافر کی خدمت گاری کی نوکری جائز نہیں۔ ۲۸،
قبر پر قرآن مجید پڑھنے کی اجرت جائز نہیں اور
اس کے جواز کا حیلہ۔ ۲۱،

مسائل حظر و اباحت

مسلمان کو جائز نہیں کہ باختیار خود اپنے کو

Marfat.com

ذلت میں ڈالے۔ ۴۷، ۲۸۷

اگر کوئی مسلمان بھوک یا پیاس سے مرتا ہو اُس کی اعانت مسلمانوں پر فرض ہے ایسی حالت میں اگر وہ دوسرے کے پاس کھانا پانی پائے اُس پر مانگنا فرض ہے اور یہ خود مجبور انہ محتاج نہ ہو تو اس پر دینا فرض ہے۔ ۴۸، ۲۸۷

پانی ضائع کرنا حرام ہے۔ ۲۰۰، ۲۸۷

مال ضائع کرنا حرام ہے۔ ۲۰۲، ۲۸۷

فوائد فقہیہ

دلالت بھی مثل صریح ہے مگر جب صریح اس کے خلاف ہو تو معتبر نہیں۔ ۱۲۱

متجانسان لا یختلف مقصودھما اذا اجتمعا تداخلا۔ ۲۵۶

لایفرد التابع بحکم۔ ۲۵۰

بسقوط المتبوع یسقط التابع۔ ۲۵۰

اذا بطل شئ بطل ما فی ضمنه۔ ۲۵۷

تراعی شروط المتضمن بالکسر دون المتضمن۔ ۲۵۷

رسم المفتی

کثیرا ما یشیرون بالمثال الی المراد۔ ۳۳

ربما یقال باطل بمعنی سیبطل۔ ۳۹

کون روایة ظاهرة لا یقتضی بکون خلافها نادرة۔ ۵۳

عادة محیط الاستشهاد علی خلاف فھمیة یخلو فیة ایضاحا۔ ۹۴

المفاهیم توخذ من قیود تذکر فی الحکم لا فی التعلیل الا اذا احل الدلیل۔ ۱۴۸

فقہائے کرام احکام میں اکثر نادر صورتوں کا لحاظ نہیں فرماتے۔ ۱۹۶

الشروح مقدمة علی الفتاوی۔ ۲۰۶

ذکر اکثر المتون المعتمدة فی المذهب۔ ۲۰۸

المنیة لیست من المتون بل عدادها فی الفتاوی۔ ۲۰۸

لیس التنویر من تلك المتون۔ ۲۰۸

الاشباه والنظائر لیست من المتون بل مرتبتها فی الفتاوی او فی الشروح۔ ۲۰۸

الهدایة مع انها شرح معدودة فی المتون۔ ۲۰۸

ذکر کثیر من الشروح المعتمدة۔ ۲۰۹

ذکر بعض ما لا یعتمد۔ ۲۰۹

ذکر کثیر من الفتاوی المعتمدة۔ ۲۰۹

ذکر بعض ما لا یعتمد۔ ۲۱۰

ذکر المعروضات۔ ۲۱۰

ذکر ما قالوا انه لا یعتمد۔ ۲۱۰

قد یطلق لفظ الشیخین علی الصاحبین۔ ۲۱۰

افادات علامیں تکرار مسائل معیوب نہیں۔ ۲۵۱، ۲۹۶،

کل نقل ذیله فی الهندیة بقوله کذا فهو نقل عنه بلفظه وما ذیله بقوله

Marfat.com

هكذا انتقل عنه بالمعنى ۔ ۲۰۷

الامام الحلبی صاحب الحلیة لیس من ارباب الترجیح ۔ ۳۱۶

عقائد

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں پر اُن کی جانوں سے زیادہ اختیار رکھتے ہیں۔ ۴۷ ، ۳۸۷

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں کی جان مال کے مالک ہیں۔

اگر وہ کسی مسلمان سے کچھ طلب فرمائیں وہ معاذ اللہ سوال نہیں بلکہ یقیناً ایسا ہے جیسے مولیٰ اپنے غلام سے اس کی کمائی کا کچھ لے کہ غلام اور اس کی کمائی سب ملکِ مولیٰ ہے ۔ ۴۸ ، ۳۸۷

مسائل کلامیہ

احتمال بلا دلیل لاینافی الیقین بالمعنی الاعم ۔ ۷۰

رَدِّ بد مذہباں

غیر مقلدین کہ تقلیدِ ائمہ چھوڑ کر عمل بالحدیث کے مدعی ہیں دلیل قطعی چھوڑ کر ظنی کی طرف جاتے ہیں اور یہ حرام ہے ۔ ۱۳۲

فوائدِ حدیثیہ

ذکر بعض الصحاح من کتب الحدیث وما لا یعد منها ۔ ۲۱۰

ذکر السنن ۔ ۲۱۰

ذکر بعض تصانیف ائمتنا فی الحدیث وانها لیست بدون السنن بل فوق بعضها ۔ ۲۱۰

ذکر المسانید ۔ ۲۱۱

فوائدِ اصولیہ

صیغة الاخبار اٰکد من الامر ۔ ۳۵

صیغة الاخبار وان کان ظاهرها الوجوب ربما تاتی للندب ۔ ۵۴

الاحتمال اذا لم یکن عن دلیل لم یعارض الظاهر ۔ ۷۰

جب تک دلیل قطعی بآسانی ملے دلیل ظنی پر عمل جائز نہیں ۔ ۱۳۲ ، ۴۴۷

قد تکون مع بمعنی بعد ۔ ۲۲۷

یجوز اجتماع علل شرعیة علی معلول ۲۲۹

اختصاص شیٔ بشیٔ علی وجهین ۔ ۲۴۹

القبلیة لاتقتضی وجود مدخولها ۲۹۲ (حاشیہ)

التخییر لاینافی الوجوب ۔ ۲۹۴

الاساءة دون کراهة التحریم وفوق کراهة التنزیه ۔ ۳۱۴

قد یطلق الاولی علی الواجب بل علی الفرض ۳۱۴

لاغرو فی اطلاق الاساءة علی ترك الواجب ۔ ۳۱۵

قد یطلق الوجوب بمعنی التاکد بل مجرد الثبوت ۔ ۳۱۶

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسالہ

۳۵ ۱۳
قوانین العلماء فی متیمم علم عند زید ماء ۱۳۳۵ھ

علماء کے قوانین اس تیمم کرنے والے کے بارے میں جسے معلوم ہوا کہ زید کے پاس پانی ہے (ت)

شرح تعریف رضوی کے افادۂ پنجم میں ضمناً اس مسئلہ کا ذکر آیا کہ اگر دوسرے کے پاس پانی پایا اور نہ مانگا اور تیمم سے پڑھ لی پھر مانگا اور اُس نے دے دیا تو نماز نہ ہوئی، نہ دیا تو ہوگئی۔ اس مسئلہ کی تفصیل وتحقیق وہاں لکھی کہ بجائے خود ایک رسالہ ہوگئی طول کے سبب اُسے وہاں سے جُدا کیا اور رسالہ کا حوالہ دیا۔ یہ وہ رسالہ ہے وباللہ التوفیق۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ارسل من بحر نداہ ÷ ماء ھداہ ÷ مع مصطفاہ ÷ فاعطانا بلا سؤال ÷ وطھرنا بہ من دنس

تمام تعریف خدا کے لیے جس نے اپنے بحرِ سخا سے، آبِ ہدٰی، اپنے مصطفٰی کے ساتھ بھیجا، تو ہمیں بے مانگے عطا کیا اور اس سے ہمیں گمراہی کے میل سے

ل اقول جو تیمم سے ہو اور جو تیمم کرنا چاہتا ہو تیمم دونوں پر صادق ہے اور ان مسائل میں دونوں کا ذکر ہے پھر علم کہا ماءی نہ کہا کما قالوا کہ علم شرط ہے دیکھنا ضرور نہیں جیسے پانی اُس سے آڑ میں ہے یا یہ اندھا ہے اور اسے علم آیا کہ دوسرے کے پاس پانی ہے اور زید کہا رفیق نہ کہا کما قالوا کہ رفیق ہونا کچھ شرط نہیں ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

Marfat.com

مجمل فہرست رسائل

رسالہ ۱ : قوانین العلماء فی متیمم
عندنہ ید ضاء تیمم کرنے والا نماز میں یا اُس سے
پہلے یا بعد دوسرے کے پانی پر مطلع ہو اس کی تفاصیل احکام
میں بے نظیر تحقیقات مصنّف علماء کے قانون کا
ذکر پھر مصنّف کا اس کے لیے قانون وضع کرنا ۔ ۳۱
اظہارِ حکم کے لیے بارہ" مسائل کی تمہید بے نذید والکلام مع
النہر والشامی والفتح وغیرھم ۔ ۳۲
بحث ھل یجب الطلب اذا علمہ قبل الصلوٰۃ
والکلام مع الغنیۃ والمبسوط وفیہ
مقامات ۔ ۴۲
المقام ۱ : کلمات العلماء ھھنا علی
ثلٰثۃ مسالک والکلام مع النہایۃ والبحر
والشامی والمبسوط وکثیرین والمفصلین
والموجبین والحلیۃ وصدر الشریعۃ ۔ ۵۰
المقام ۲ : ھل الشک ملحق بظن العطاء
والمنع والکلام مع الجوھرۃ بخمسۃ
وجوہ مع صدر الشریعۃ ۔ ۶۲
بحث متی العبرۃ بظن المنع او العطاء
والکلام مع البدائع والحلیۃ ۔ ۷۵
بحث حصول القدرۃ علی الماء بالوعد
وفیہ خمس تنبیہات وتحقیق احکام
لم توجد فی الکتب ۔ ۷۷
اشکال للمصنّف علی مسألۃ الوعد ۔ ۸۲
بحث مسألۃ رجاء الماء آخر الوقت
والکلام مع الامام العینی بخمسۃ
عشر وجہا ومع الامام ملک العلماء
والائمۃ الجلۃ البخاری والکاکی و
الاکمل والکمال ۔ ۸۹
تقسیم المصنّف الوعد الی الابائی و
والرجائی وتحقیق الحکم فیہ ۔ ۱۱۴

Marfat.com

منع ولالۃ میں مصنف کی تحقیق اور وُہ تفصیل کہ کتابوں میں نہ ملے گی۔ ۱۱۷

بحث هل وجوب الطلب بمعنى الاشتراط لصحة التيمم وتحقيق المصنف فيه والكلام مع السادات الازهرى وط وش۔ ۱۲۸

قانون الامام صدر الشريعة والكلام عليه بثلثه وجوه ومع اخى چلپى والرد على الكنكوى۔ ۱۳۳

قانون البحر الرائق والكلام عليه باحد عشر وجها۔ ۱۴۸

قانون العلامة الحلبى والكلام عليه بتسعة وجوه۔ ۱۶۶

القانون الرضوى ۲۶ قسموں کو وش میں جمع کر دینا اور انیس[19] قاعدوں کا بیان۔ ۱۷۱

۱۳۸ قسموں کا بیان اور اُن کے احکام کا احاطہ اور بے شمار قسموں کا اشارہ اور ان کے احکام کا احاطہ۔ ۱۸۵

رسالہ ۲: الطلبة البديعة فى قول صدر الشريعة۔ شروع باب التیمم شرح عقائد میں امام صدر الشریعۃ کی عبارت کہ اِس روز سے آج تک معرکۃ الآرا رہی اُس کی نفیس تحقیق افادات خاصۂ مصنف ہے۔ ۱۸۹

مصنف کا اس مدعا پر سات دلیلیں قائم کرنا کہ جنابت کے ساتھ حدث بھی ہو اور غسل نہ کر سکے وضو کرسکتا ہو تو وضو بھی نہ کرے صرف تیمم کرے والكلام مع البدائع والحلبى والشامى وملك العلماء والكافى والزيلعى والفتح والحلية والبحر والشرنبلالى وچلپى و الطحطاوى والرد على الكنكوهى۔ ۱۹۱

مدعا پر نصوص۔ ۲۱۳

كلام الامام صدر الشريعة واعتراضات النظار عليه۔ ۲۱۹

تاويلات العلماء لكلام صدر الشريعة ۲۲۲

ثنتا عشرة افادة من المصنف لتحقيق المقام والكلام مع البرجندى باربعة وجوه ومع الفاضل قره باغى بثمانية وجوه والاعتراض على غاية الحواشى بسبعة وجوه والرد على الكنكوى بخمسة وعشرين وجها۔ ۲۳۱

انظار شريفة للمصنف ۲۵۲

كشف شبهات بالغة بانظار بازغة۔ ۲۵۸

تحقيق المصنف فى من اجنب فتيمم فاحدث فتوضأ فمر بنهر ولم يغتسل انه اذا وجد وضوء يتوضؤ ويتيمم للجنابة والكلام مع الخانية۔ ۲۶۷

تاويل المصنف كلام صدر الشريعة۔ ۲۷۱

شرح المصنف كلام صدر الشريعة۔ ۲۷۲

رسالہ ۳: مجلى الشمعة لجامع حدث ولمعة جنابت وحدث دونوں جمع ہونے کی ۹۸ صورتیں اور اُن کے احکام میں جلیل تحقیقیں۔ ۲۸۳

مسئلہ کی تین تقسیمیں والكلام مع شرح

Marfat.com

...والہندیة

...ضابطہ کلیہ۔

...ت واضطرابات والکلام مع

...اوی والشامی والغنیة -

...نجاسة الحقیقة والحکمیة

...احدٰہما والکلام مع السراج

...الحلیة وکثیرین -

...قول محمد فیما اذا اجتمع الحدثان

...الاصغر والماء کاف لاحدہما - ۳۱۷

حاصل التحقیق ؛ والحمد

۲۸۴ للرب الرحیم الرفیق ؛ و

۲۸۹ الصلوٰة والسلام علی ہادی

۲۹۶ الطریق ؛ وآلہ وصحبہ

۲۹۷ اولی التوفیق ؛ والحمد للہ

۳۰۰ رب العٰلمین - ۳۱۷

رسالہ ۴ ؛ سلب الثلب عن القائلین

۳۰۱ بطہارة الکلب - کتّے کے طاہر العین یا نجس

العین ہونے کی مفصل بحث۔ ۳۹۹

رسالہ ۵ ؛ الاحلی من السکر لطلبة

۳۰۹ سکر روسر - جانوروں کی ہڈیوں سے حاصل شدہ

چینی کا حکم اور اس کی کامل بحث۔ ۴۷۳

Marfat.com

الضلال ۞ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم ۞ و بارك وشرف و مجد وکرم ۞ علی التوالی والتواتر والاتصال ۞ الی ابد الآباد من ازل الآزال ۞ وعلی اٰلہ وصحبہ خیر صحب واٰل ۞

پاک کیا۔ خدائے برتر ان پر درود وسلام نازل فرمائے اور برکت وشرافت، بزرگی وکرامت بخشے۔ پے بہ پے لگاتار اور پیہم، ابدوں کے ابد تک، ازلوں کے ازل سے۔ اور ان کی آل واصحاب پر جو بہتر آل واصحاب ہیں۔ (ت)

متیمم کہ دوسرے کے پاس پانی پائے یہ مسئلہ بہت معرکۃ الآرا، وطویلۃ الاذیال ہے اکثر کتب میں اس کے بعض جزئیات مذکور ہیں امام صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ پھر محقق ابراہیم حلبی نے غنیہ شرح منیہ میں پھر محقق زین العابدین نے بحرالرائق میں رحمھم اللّٰہ تعالٰی ورحمنا بھم (خدائے برتر ان پر رحمت فرمائے اور ان کی برکت سے ہم پر رحمت فرمائے۔ ت) اس کے لیے قوانین کلیہ وضع فرمانا چاہے کہ جمیع شقوق کو حاوی ہوں۔ فقیر اولاً چند مسائل ذکر کرے جن کا لحاظ ہر ضابطہ میں ضروری ہے وہی اپنے اختلافات پر مادہ ہر ضابطہ ہیں پھر قوانین علما اور مالہا وماعلیہا پھر وہ جو فیض قدیر سے قلبِ فقیر پر فائض ہُوا وللّٰہ الحمد واللّٰہ المستعان وعلیہ التکلان (اور خدا ہی کے لیے ساری حمد ہے اور خدا ہی مستعان ہے اور اسی پر بھروسہ ہے۔ ت)

مسئلہ ا: اگر دُوسرے کے پاس اتنا پانی ہو نا کہ اس کی طہارت کو کافی اور اس کی حاجت سے زائد ہو معلوم نہ تھا اور تیمم کر کے نماز پڑھ لی نماز کے بعد معلوم ہُوا تو نماز پر اس کا کچھ اثر نہیں نماز ہو گئی اگرچہ بعد نماز وہ اسے پانی خود یا اس کے مانگنے سے دے بھی دے۔

لما علمت ان لاقدرۃ الا بالعلم حتی لووضع فی رحلہ ماء ونسیہ وصلی تمت وان تذکر بعد ھا لم یعد کما تقدم مفصلا فی نمرۃ ۱۵۸۔

اس کی وجہ وہی ہے جو بیان ہُوئی کہ بغیر علم واطلاع کے قدرت نہیں۔ یہاں تک کہ اگر اپنے خیمہ میں پانی رکھا اور بھول گیا اور نماز پڑھ لی تو پُوری ہو گئی۔ اگر بعد نماز یاد آیا تو اعادہ نہیں جیسا کہ نمبر ۱۵۸ میں تفصیل سے گزرا۔ (ت)

خانیہ میں ہے:

المصلی بالتیمم اذا وجد الماء بعد الفراغ من الصلاۃ لاتلزمہ الاعادۃ ولو وجد فی خلال الصلاۃ فسدت وکذا[۲] لو وجد عند التشھد قبل السلام وان[۳] وجد بعد

تیمم سے نماز ادا کرنے والے کو جب نماز سے فارغ ہونے کے بعد پانی ملے تو اس پر اعادہ لازم نہیں اور اگر نماز کے درمیان پانی پائے تو نماز فاسد ہو گئی۔ اسی طرح اگر تشہد کے بعد سلام سے پہلے پائے۔ اگر ایک سلام

Marfat.com

فاستعملہ واعادۃ لم تفسد[1] پھیرنے کے بعد پائے تو نماز فاسد نہ ہوئی۔ (ت)

مسئلہ ۱۲: اگر نماز پڑھتے میں اس نے پانی لاکر رکھا کہ یہ لے لے یا مطلق کہا کہ جس کے جی میں آئے اس سے وضو کرے تو تیمم ٹوٹ گیا نماز جاتی رہی اس کا ذکر ضمناً نمبر ۱۶۱ میں گزرا مگر یہاں ایک استثناء نفیس ہے امام فقیہ النفس نے فرمایا اگر وہ کہنے والا نصرانی ہو نیت نہ توڑے کہ اس کے کہنے کا کیا اعتبار شاید مسخرہ پن سے کہتا ہو، ہاں نماز کے بعد اس سے مانگے دے دے تو نماز پھیرے ورنہ ہو گئی۔ خانیہ میں ہے:

المصلی بالتیمم اذا قال لہ نصرانی خذ الماء فانہ یمضی علی صلاتہ ولا یقطع لان کلامہ قد یکون علی وجہ الاستھزاء فلا یقطع بالشک فاذا فرغ من الصلاۃ سألہ ان اعطاہ اعاد الصلاۃ والا فلا[2]

تیمم سے نماز ادا کرنے والے سے جب کوئی نصرانی کہے پانی لے تو نماز پڑھتا رہے قطع نہ کرے اس لیے کہ اس کا کلام بطور استہزاء بھی ہوتا ہے تو شک کی بنیاد پر قطع نہ کرے۔ جب نماز سے فارغ ہو جائے تو اس سے طلب کرے اگر دے دے تو نماز کا اعادہ کرے ورنہ نہیں۔ (ت)

اسی طرح خلاصہ میں زیادات و فتاوٰی رزین سے ہے **اقول** علمائے کرام اکثر بجائے مناط ذکر مظنہ پر اکتفاء فرماتے اور مثال سے مقصود کی راہ دکھاتے ہیں یہاں نہ نصرانی کی تخصیص نہ کافر کی خصوصیت بلکہ مدار ظن استہزا ہے اگر نصرانی یا کوئی کافر اس کا نوکر یا ماتحت یا رعیت یا اس کی شاگردی میں ہے یا اس سے کسی حاجت کی طمع رکھتا یا خوف کرتا ہے تو ان صورتوں میں اس پر گمان استہزا نہ ہوگا نیت توڑنی ہوگی ہاں اگر پھر مانگے پر نہ دے تو تیمم باقی ہے وذلک لظھور القدرۃ علی الماء ظنا مع عدم ما یعارضہ (وہ اس لیے کہ ظنی طور پر پانی پر قدرت ظاہر ہو گئی اور اس کا کوئی معارض موجود نہیں۔ ت) اور اگر کوئی فاسق بیباک تمسخر کا عادی ہے لوگوں سے یونہی کہا کرتا پھر نہیں دیتا ہے تو اس کے کہنے پر نیت توڑنے کی اجازت نہ ہوگی۔

لان ابطال العمل حرام ولم یحصل الظن علی القدرۃ بقول مثلہ من المستھزئین اللئام۔

اس لیے کہ عمل کا باطل کرنا حرام ہے اور اس جیسے کمینے تمسخر کرنے والے کی بات سے قدرت کا ظن حاصل نہ ہوا۔ (ت)

ہاں بعد نماز دے دے تو اعادہ کرنی ہوگی ورنہ نماز بھی ہو گئی اور تیمم بھی باقی واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فیما یجوز لہ التیمم مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۷

[2] فتاوٰی قاضی خان فصل فیما بہ التیمم مطبع نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۰

Marfat.com

مسئلہ ۳[1]: اگراس نے اس سے پانی لینے کو نہ کہا مگر عین نماز میں اسے اس کے پاس کافی پانی ہونے کا علم ہوا **اقول** اگرچہ تذکّر سے کہ پہلے اس کے پاس پانی ہونا معلوم تھا یاد نہ رہا تیمم کرکے نماز شروع کی نماز میں یاد آیا کہ فلاں کے پاس پانی ہے وھذا ظاھر جدا (اور یہ بہت ظاہر ہے۔ ت) تو دو صورتیں ہیں اگر اسے گمان غالب ہو کہ مانگے سے دے دے گا تو نیت توڑے اور مانگے اور اگر گمان غالب ہو کہ نہ دے گا یا کسی طرف غلبۂ ظن نہ ہو شک کی حالت ہو تو نیت توڑنے کی اجازت نہیں ہوسکتی۔ صدر الشریعۃ میں زیادات سے ہے:

المتیمم المسافر اذا رأی مع رجل ماء کثیرا وھو فی الصلاۃ وغلب علی ظنہ انہ لایعطیہ اوشك مضی علی صلاتہ لانہ صح شروعہ فلا یقطع بالشك وان غلب علی ظنہ انہ یعطیہ قطع الصلاۃ وطلب منہ الماء[1]

تیمم والا مسافر حالتِ نماز میں جب کسی کے پاس کثیر پانی دیکھے اور غالب گمان ہو کہ وہ اسے پانی نہ دے گا یا شک ہو تو نماز پڑھتا رہے اس لیے کہ اس کا شروع کرنا صحیح ہے تو شک کی وجہ سے نیت نہ توڑے گا اور اگر غالب گمان ہو کہ پانی دے دے گا تو نماز توڑ دے اور اس سے پانی طلب کرے۔ (ت)

بعینہٖ اسی طرح بدائع وحلیہ میں جامع کرخی سے ہے:

غیرانہ لیس فیہ ذکر ظن العطاء صریحا وانما دل علی القطع فیہ بالمفھوم۔

مگر اس میں دینے کا گمان ہونے والی صورت صراحۃً مذکور نہیں۔ مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں نماز توڑ دینے کا حکم ہے۔ (ت)

بزازیہ میں ہے:

ان علم انہ یعطیہ قطع وان اشکل لا[2]۔

اگر یہ جانتا ہو کہ وہ دے دے گا تو نماز توڑ دے اور اگر اشکال واشتباہ کی صورت ہو تو نہ توڑے (ت)

فتاوٰی امام قاضی خان میں ہے:

المصلی[2] بالتیمم اذا رأی سرابا ان کان

تیمم سے نماز ادا کرتے ہوئے اگر سراب (پانی کی شکل

---

[1] شرح الوقایہ فصل فیما یجوز لہ التیمم مطبع رشیدیہ دہلی ۱/۱۰۱

[2] فتاوٰی بزازیۃ مع عالمگیری فصل الخامس فی التیمم مطبع نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۶

Marfat.com

(بقا) ئه مـاء يباح لـه ان ينصـرف و استوى الظنان لا يحـل لـه قطع الصلاة واخرج من الصـلاة ان ظهر انـه كان ماء يلزمـه الاعادة و الا فلا۔[1]

ہیں ریت) دکھائی دے تو اگر اس کا غالب گمان ہو کہ یہ پانی ہے تو اس کے لیے نماز توڑنا جائز ہے اور اگر دونوں گمان برابر ہوں تو نماز توڑنا جائز نہیں، اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد ظاہر ہو جائے کہ پانی ہی ہے تو اعادہ لازم ہے ورنہ نہیں۔ (ت)

تنبیہ۔ اقول ظاہر[1] عبارات بحالت ظن غالب عطا وجوب قطع ہے،

لان[1] صيغة الاخبار اكد من صيغة الامر ولان[2] ظن العطاء وان لم يقدر على الماء حتى يبطل تيممه لكن اورث شبهة قوية في بقائه فلا يحل المضى عليه حتى يظهر بطلانها ولان[3] الصلاة بالتيمم كاملة عندنا كالصلاة بالوضوء ولذا صح اقتداء المتوضئ بالمتيمم بل جاز بلا كراهة وان كان العكس افضل فهذا القطع ليس[ع] للاكمال بل للابطال و

اس کی چند وجہیں ہیں (۱) اس لیے کہ صیغۂ خبر صیغۂ امر سے زیادہ مؤکد ہے (۲) اس لیے کہ دینے کا اسے گمان ہے تو اتنے سے پانی پر اسے قدرت نہیں حاصل ہوگئی کہ اس کا تیمم باطل ہو جائے لیکن اس گمان سے تیمم باقی رہ جانے میں ایک قوی شبہہ ضرور پیدا ہوگیا تو اس تیمم پر برقرار رہنا حلال نہ ہوگا جب تک کہ اس شبہہ کا بطلان ظاہر نہ ہو جائے (۳) اس لیے کہ ہمارے نزدیک تیمم سے نماز کی ادائیگی کامل ہے جیسے وضو سے نماز کامل ہے اسی لیے یہ درست بلکہ بلا کراہت جائز ہے کہ وضو والا

عـه فان قلت اليس قد قالوا ندب لراجى الماء تأخير الصلاة الى اخر الوقت المستحب ليقع الاداء باكمل الطهارتين **اقول** الاكمل فوق الكامل والقطع انما جاء للاكمال لا للزيادة بعد الكمال قال في البناية على قول

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کیا علما نے یہ نہیں فرمایا کہ پانی ملنے کی امید ہو تو آخر وقت مستحب تک نماز مؤخر کرنا مندوب ہے تاکہ نماز کی ادائیگی دونوں طہارتوں میں سے اس طہارت سے ہو جو زیادہ کامل ہے **اقول** (جواب یہ ہے کہ) زیادہ کامل کا درجہ کامل سے اوپر ہے اور نماز توڑنا کامل کرنے ہی کے لیے ہے کامل ہو جانے کے بعد زیادتی کمال کے لیے نہیں ہے (باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فیما یجوز لہ التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۸

Marfat.com

لیس ثمہ فی المضی علی الصلاۃ ضرر علیہ یزال و مثل القطع لولم یجب لم یجز لقولہ تعالٰی ولا تبطلوا اعمالکم و اللہ سبحٰنہ اعلم۔

تیمم والے کی اقتدا کرے اگرچہ اس کا عکس افضل ہے۔ تو اس گمان کے باعث نماز توڑنا اسے کامل کرنے کے لیے نہیں بلکہ باطل کرنے کے لیے ہے اور وہاں نماز پڑھتے رہنے میں اس کا کوئی نقصان بھی نہیں جسے دُور کرنا ہو۔ اور نماز توڑنا ایسا عمل ہے کہ اگر واجب نہ ہوتا تو اس کا جواز ہی نہ ہوتا اس لیے کہ باری تعالٰی کا فرمان ہے: "اور تم اپنے عملوں کو باطل نہ کرو"۔ اور اللہ تعالٰی خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۴ : یہ حکم نماز کے قطع واتمام کا تھا۔ رہا یہ کہ اس سے پانی مانگنا اس پر واجب ہے یا نہیں **اقول** بحالِ ظن عطا تو وجوب میں شبہہ نہیں کہ اسی کے لیے نیت توڑنے کا حکم ہوا باقی دو حالتوں میں عبارت خلاصہ یہ ہے بیرونِ نماز پانی دیکھ کر مانگنا واجب ہونے نہ ہونے کا اختلاف آئندہ اور اور مسائل لکھ کر فرمایا :

ھذا کلہ قبل الشروع فی الصلاۃ ولو شرع بالتیمم فی السفر فرأی رجلا معہ ماء کثیر ان علم انہ یعطیہ یقطع الصلاۃ وان علم انہ لا یعطیہ یمضی علی صلاتہ وان اشکل یمضی علی صلاتہ ثم یسألہ ان اعطاہ اعاد الصلاۃ وان ابی فصلاتہ تامۃ[1]

یہ سارا حکم نماز شروع کرنے سے پہلے ہے اور اگر سفر میں تیمم سے نماز شروع کر دی پھر کسی کو دیکھا کہ اس کے پاس بہت سا پانی ہے تو اگر یہ جانتا ہو کہ وہ اسے پانی دے دے گا تو نماز توڑ دے۔ اور اگر جانتا ہو کہ نہ دے گا تو نماز پڑھتا رہے اور اگر اشتباہ ہو تو بھی نماز پڑھتا رہے پھر فارغ ہو کر اس سے مانگے اگر دے دے تو نماز کا اعادہ کرے اور انکار کرے تو نماز کامل ہوگئی۔ (ت)

اسی طرح ہندیہ میں محیط سرخسی سے ہے غیر انہ لم یذکر ظن المنع[2] (مگر انہوں نے منع وانکار کا گمان ہونے والی صورت نہ بیان کی۔ ت) اس کا یہ مفاد کہ بحالِ ظن منع سوال کی اصلاً حاجت نہیں اور بحالِ شک نماز

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الھدایۃ باکمل الطہارتین وھو الوضوء وصیغۃ افعل تدل علی ان التیمم طہارۃ کاملۃ ولکن الوضوء اکمل منہا[3] اھ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

ہدایہ کی عبارت "باکمل الطہارتین" (دونوں میں سے اکمل طہارت کے ذریعہ) پر بنایہ کے الفاظ یہ ہیں، وہ وضو ہے اور افعل کا صیغہ بتا رہا ہے کہ تیمم بھی طہارت کاملہ ہے لیکن وضو اس سے زیادہ کامل ہے اھ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الخامس فی التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۳
[2] فتاوٰی ہندیہ آخر فصل اول مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۹
[3] البنایہ فی شرح الہدایۃ باب التیمم المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمہ ۱/۳۲۶

Marfat.com

[illegible] یہ صاف نہ فرمایا کہ مانگنا واجب ہے یا مستحب **اقول** مگر مسئلہ[1] ظن قرب آب میں تصریح ہے کہ [illegible] شک ہو طلب واجب نہیں صرف مستحب ہے، درمختار میں ہے:

[illegible] علی ظنہ قربہ لا یجب بل یندب ان رجا والا لا[1]۔ | اگر قرب آب کا غالب گمان نہ ہو تو طلب واجب نہیں بلکہ مندوب ہے اگر امید رکھتا ہو ورنہ مندوب بھی نہیں (ت)

شرح تعریف رضوی کے افادۂ پنجم میں اور بعض عبارات بھی اس کے مفید گزریں اور جوہرۂ نیرہ میں ہے:

اذا شك یستحب لہ الطلب[2] (شک کی صورت میں طلب مستحب ہے۔ ت) اسی طرح ہندیہ میں سراج وہاج سے ہے، بحر میں بدائع سے ہے:

اذا لم یغلب علی ظنہ قربہ لا یجب بل یستحب اذا کان علی طمع من وجود الماء[3]۔ | قرب آب کا غالب گمان نہ ہو تو طلب واجب نہیں بلکہ مستحب ہے جب کہ پانی موجود ہونے کی اسے کچھ امید ہو۔ (ت)

اس کے بکثرت مؤیدات عنقریب آتے ہیں ان شاء اللہ تعالٰی تو حاصل حکم یہ نکلا کہ بحال ظن عطا مانگنا واجب اور بحال شک مستحب اور بحال ظن منع مستحب بھی نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ[3] ۵: صحیح ومعتمد وظاہر الروایۃ یہ ہے کہ نماز میں بحالِ غلبۂ ظن عطا اگرچہ نیت توڑنے کا حکم ہے مگر فقط اس غلبۂ ظن سے نہ تیمم ٹوٹے نہ نماز جائے یہاں تک کہ اگر پُوری کر لی اور پھر مانگا اور اُس نے نہ دیا تو نماز بھی صحیح اور تیمم بھی باقی کہ ظاہر ہُوا کہ وہ ظن غلط تھا۔ **اقول** یہ حکم خود انھیں عبارات مذکورۂ زیادات وجامع کرخی ومحیط سرخسی وخلاصہ وبزازیہ وصدر الشریعۃ وحلیہ وہندیہ سے ظاہر کہ قطع نماز کو فرمایا اور قطع وہی کی جائے گی کہ ہنوز باقی ہے باطل خود ہی معدوم ہوگئی قطع کیا ہو بحر میں ہے:

اذا کان فی الصلاۃ وغلب علی ظنہ الاعطاء لاتبطل بل اذا اتمہا وسألہ ولم یعطہ تمت صلاتہ لانہ ظہران ظنہ کان خطاء کذا فی شرح الوقایۃ | جب اندرونِ نماز ہو اور اسے غالب گمان ہوا کہ دے دے گا تو اس سے نماز باطل نہیں ہوجاتی بلکہ اس صورت میں جب نماز پُوری کرلے پھر مانگے اور وہ نہ دے تو نماز پُوری ہوگئی اس لیے کہ ظاہر ہوگیا

---

[1] درمختار باب التیمم مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۴
[2] الجوہرۃ النیرۃ " مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۲۸
[3] البحرالرائق مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۱

Marfat.com

فعلم منہ ان ما فی فتح القدیر من بطلانہا بمجرد غلبۃ ظن الاعطاء لیس بظاہر الا ان قاضیخان فی فتاواہ ذکر البطلان فی ہذہ الصورۃ بمجرد الظن عن محمد[1]۔

کہ اس کا گمان غلط تھا۔ ایسا ہی شرح وقایہ میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ محض غلبۂ ظنِ عطا سے بطلانِ نماز کی بات جو فتح القدیر میں ہے وہ ظاہر نہیں مگر قاضی خان نے اس صورت میں محض گمان کی وجہ سے بطلانِ نماز امام محمد سے اپنے فتاوٰی میں نقل فرمایا ہے (ت)

اسی طرح ردالمحتار میں نہر سے ہے:

قال لاتبطل کما جزم بہ الزیلعی وغیرہ فما فی الفتح فیہ نظر نعم فی الخانیۃ عن محمد انہا تبطل بمجرد الظن فمع غلبتہ اولٰی وعلیہ یحمل ما فی الفتح[2] اھ

انہوں نے کہا، نماز باطل نہیں ہوجاتی جیسا کہ اس پر امام زیلعی وغیرہ نے جزم کیا ہے تو فتح القدیر میں جو لکھا ہے وہ محلِ نظر ہے۔ ہاں خانیہ میں امام محمد سے ایک روایت ہے کہ محض گمان سے نماز باطل ہوجاتی ہے تو غلبۂ ظن سے بدرجہ اولٰی باطل ہوجائے گی اور اسی پر محمول ہے وہ جو فتح القدیر میں ہے۔ (ت)

اقول عبارۃ الخانیۃ المسافر اذا شرع فی الصلاۃ بالتیمم ثم جاء انسان معہ ماء فانہ یمضی فی صلاتہ فاذا سلم فسألہ ان منع جازت صلاتہ وان اعطاہ بطلت وعن محمد رحمہ اللہ تعالٰی اذا رأی فی الصلاۃ مع غیرہ ماء وفی غالب ظنہ انہ یعطیہ بطلت صلاتہ[3] اھ

اقول (میں کہتا ہوں) خانیہ کی عبارت یہ ہے: "مسافر جب تیمم سے نماز شروع کرے پھر کوئی آدمی آئے جس کے پاس پانی ہو تو وہ نماز پڑھتا رہے جب سلام پھیرلے تو اس سے پانی مانگے اگر نہ دے تو اس کی نماز ہوگئی اور اگر دے دے تو باطل ہوگئی۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب اندرونِ نماز دوسرے کے پاس پانی دیکھے اور اس کا غالب گمان یہ ہے کہ وہ اسے دے دے گا تو اس کی نماز باطل ہوگئی"

فلیس فیہا عن محمد بطلانہا

اس عبارت کے اندر امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے

---

[1] البحرالرائق باب التیمم مطبع سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۴
[2] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۵
[3] فتاوٰی قاضی خان فصل فیما یجوز لہ التیمم مطبع نول کشور لکھنؤ ۱/۲۷

Marfat.com

...بالمعنى الذي اراد النهر بل [صرح] صريحا بغلبة الظن ولو لم يقيد [فالظن] هو المراد اذ الظن الضعيف ملتحق بالشك كما صرحوا به فكيف تبطل بالشك صلاة صح الشروع فيها بيقين وكأنه لم يراجع الخانية واعتمد قول اخيه ذكر البطلان بمجرد الظن فحمله على تجريد الظن من الغلبة وليس كذلك وانما مراده بمجرد الظن اى قبل ان يسأل فيظهر تحقيق ظنه او خيبته۔

اُس معنی میں مجرد ظن سے بطلان نماز کا ذکر نہیں جو صاحب النہر الفائق نے مراد لیا بلکہ اس میں تو صاف غلبۂ ظن کی قید موجود ہے اور اگر یہ قید نہ ہوتی تو بھی ظن سے غلبۂ ظن ہی مراد ہوتا اس لیے کہ ظنِ ضعیف تو شک میں شامل ہے جیسا کہ علما نے اس کی صراحت فرمائی ہے تو شک سے ایسی نماز کیسے باطل ہو جائے گی جسے شروع کرنا یقینی طور پر درست بھی ہوا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صاحبِ نہر نے خود خانیہ کی مراجعت نہ فرمائی اور اپنے برادر (صاحب بحر) کی عبارت "ذکر البطلان بمجرد الظن" (مجرد ظن سے بطلان کا ذکر کیا ہے) پر اعتماد کرتے ہوئے اس کا معنی یہ لے لیا کہ گمان غلبہ سے خالی ہو حالانکہ ایسا نہیں۔ مجرد ظن سے ان کی مراد یہ ہے کہ محض گمان ہوا۔ یعنی ابھی مانگا نہیں کہ گمان کی درستی و کامیابی یا ناکامی منکشف ہو۔ (ت)

ثمّ اقول ما روی عن محمد رحمه الله تعالى يحتمل تأويلين الاول ان بطلت[1] بمعنى ستبطل كما هو معروف في كلماتهم في غير ما مقام وقد بيناه في رسالتنا فصل القضاء في رسم الافتاء۔ الثاني ان المعنى ان حكم نفس هذه الصورة هو البطلان حتى لو لم يزد على هذا ومضى على صلاته ولم يسأل بعدها حكم ببطلانها سواء اعطاه صاحب الماء بدون سؤال اولا وعبارة الفتح هكذا جماعة[2] من المتيممين وهب لهم صاحب الماء فقبضوه لا ينتقض تيمم احد منهم لانه لا يصيب كلا منهم ما يكفيه على قولهما وعلى قول ابي حنيفة رضي الله

ثم اقول امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے جو روایت آئی ہے اس میں دو تاویلیں ہو سکتی ہیں: اول یہ کہ "باطل ہوئی" کا معنی یہ ہے کہ ابھی باطل ہو جائے گی جیسا کہ ان حضرات کی عبارتوں اور متعدد جگہوں میں یہ معنی معلوم و معروف ہے۔ اور ہم نے اسے اپنے رسالہ "فصل القضاء فی رسم الافتاء" میں بیان کیا ہے۔ دوم یہ کہ خود اس صورت کا حکم یہ ہے کہ نماز باطل ہو گئی یہاں تک کہ اگر اس نے اس سے زیادہ کچھ نہ کیا اور نماز پڑھ لی، بعد میں مانگا بھی نہیں تو اس نماز کے باطل ہونے کا حکم ہو گا خواہ پانی والا بغیر مانگے اسے دے یا نہ دے۔ اور فتح القدیر کی عبارت اس طرح ہے: تیمم والوں کی جماعت ہو رہی ہے انہیں پانی کے مالک نے پانی ہبہ کر دیا جس پر وہ قابض

Marfat.com

تعالٰی عنہم لا تصح ھذہ الھبۃ للشیوع ولو عین الواھب واحدا منہم یبطل تیممہ دونہم حتی لوکان اماما بطلت صلاۃ الکل وکذا لوکان غیر امام الا انہ لما فرغ القوم سألہ الامام فاعطاہ تفسد علی قول الکل لتبین انہ صلی قادرا علی الماء وأعلم انہم فرغوا لوصلی بتیمم فطلع علیہ رجل معہ ماء فان غلب علی ظنہ انہ یعطیہ بطلت قبل السؤال وان غلب ان لا یعطیہ یمضی علی صلاتہ وان اشکل علیہ یمضی ثم یسألہ فان اعطاہ ولو بیعا بثمن المثل ونحوہ اعاد والا فھی تامۃ وکذا لواعطاہ بعد المنع الا انہ یتوضأ ھنا لصلاۃ اخری وعلی ھذا فاطلاق فساد الصلاۃ فی صورۃ سؤال الامام اما ان یکون محمولا علی حالۃ الاشکال او ان عدم الفساد عند غلبۃ ظن عدم الاعطاء مقید بما اذا لم یظہر لہ بعدہ اعطاؤہ[1] اھ وانت تعلم ان ھذہ العبارۃ بعیدۃ عن ذینك التاویلین اما الاول فظاھر واما الثانی فلان مفاد ما حکاہ عندہ ان عند ظن العطاء او المنع لا توقف علی السؤال بل صحت فی ظن المنع وبطلت فی ظن العطاء سأل اولم یسأل انما یتوقف الامر علی السؤال عند الشك والاشکال ولذا فھم

بھی ہوگئے تو ان میں سے کسی کا تیمم نہ ٹوٹے گا اس لیے کہ ہر ایک کو اتنا نہ پہنچے گا جو اس کے لیے کافی ہو یہ حکم بر قول صاحبین ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے قول پر یہ ہبہ ہی شیوع کی وجہ سے صحیح نہیں، اور اگر ہبہ کرنے والے نے ان میں سے کسی ایک کو معین کر دیا تو اس کا تیمم باطل ہو جائے گا باقی لوگوں کا نہیں یہاں تک کہ وہ شخص معین اگر امام تھا تو سب کی نماز باطل ہوگئی۔ اسی طرح اگر غیر امام ہو۔ مگر یہ کہ جب لوگ نماز سے فارغ ہو گئے تو امام نے اس سے پانی مانگا اس نے دے دیا تو سب کے قول پر نماز فاسد ہوگی اس لیے کہ ظاہر ہوگیا کہ اس نے پانی پر قدرت ہوتے ہوئے نماز ادا کی۔ جاننا چاہئے کہ مشائخ نے یہ تفریع فرمائی ہے کہ اگر کسی نے تیمم سے نماز شروع کی پھر اس کے سامنے ایسا شخص نمودار ہوا جس کے پاس پانی ہے تو اگر اس کا غالب گمان یہ ہو کہ وہ پانی دے دے گا تو مانگنے سے پہلے ہی نماز باطل ہوگئی اور اگر غالب گمان یہ ہو کہ نہ دیگا تو نماز پوری کرے اور اگر اشتباہ کی صورت ہو تو نماز پوری کرے پھر اس سے مانگے اگر دے دے خواہ ثمن مثل کے بدلے بیع وغیرہ سے ہی دے تو نماز کا اعادہ کرے ورنہ نماز کامل ہوگئی۔ اسی طرح اگر انکار کرنے کے بعد دے مگر اس صورت میں وہ یہاں کسی دوسری نماز کے لیے وضو کرے گا۔ تو امام کے مانگنے کی صورت میں فساد نماز کو مطلقاً کہنا یا تو حالت اشتباہ پر محمول ہوگا یا اس پر کہ نہ دینے کا غلبۂ ظن ہونے کی صورت میں عدم فساد اس سے مقید ہے کہ ابھی اس کے دینے کا حال ظاہر نہ ہُوا ہو اھ ناظر کو

[1] فتح القدیر باب التیمم مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۱۹

Marfat.com

[illegible] بينه وبين فرع سؤال الامام
[illegible] حكموا فيه ببطلان صلاتهم اذا
[illegible] عطاه وهو باطلاقه يشمل ما اذا كان
الامام ظن فى صلاته عطاء او منعا او
شك فتوقفت الصحة فى ظن المنع ايضا
على ما يتبين من الحال بعد السؤال ولذا
رددالتوفيق بين حملين اما ان يخص الفرع
بصورة الشك فيصح التوقف على السؤال
او يقال ان فى ظن المنع ايضا يزول حكم
الصحة بظهور خطائه بعد الصلاة فهذا
ما فهمه وراه رحمه الله تعالىٰ وهو غير
منسوج على منوال ما روى عن الامام الربانى
رحمه الله تعالىٰ كيف وقد نسبه الى المشايخ
انهم هم الذين فرعوه وانت تعلم ان ما حكاه
عين ما فى الخلاصة سوى ان فيها
ان علم انه يعطيه يقطع الصلاة و وقع
بدله فى الفتح بطلت قبل السؤال وليس
مفادها البطلان بمجرد ظن العطاء ولا الجزم
بالصحة مطلقا فى ظن المنع حتى لا تعادوان
اعطى ولا تخصيص احالة الحكم على
ما يتبين بعد السؤال بصورة الاشكال
بل هو عام يشمل جميع الاشكال كما
يتجلى فى كل ذلك حقيقة الحال
بعون المولى ذى الجلال والظاهر و الله
تعالىٰ اعلم انه رحمه الله تعالىٰ اعتمد

معلوم ہے کہ یہ عبارت صاحب فتح القدیر کی ان دونوں
تاویلوں سے بعید ہے۔ پہلی تاویل کا بعد تو ظاہر ہے
دوسری اس طرح کہ اپنے طور پر انہوں نے جو حکایت
فرمائی اس کا مفاد یہ ہے کہ دیتے یا نہ دینے کا ظن ہونے
کی صورت میں مانگنے پر کچھ موقوف نہیں بلکہ حکم یہ ہے
کہ نہ دینے کا ظن ہو تو نماز صحیح اور دینے کا ظن ہو تو
باطل ہوگئی مانگے یا نہ مانگے۔ صرف شک و اشکال
کی صورت میں مانگنے پر معاملہ موقوف رہتا ہے۔ اس
لیے انہوں نے اس مسئلہ میں اور امام کے مانگنے کے مسئلہ
میں اختلاف سمجھا کیوں کہ اس میں علما نے سبھی کی نماز
باطل ہونے کا حکم کیا ہے جب امام کو مانگنے پر پانی والا
پانی دے دے۔ اور یہ حکم اپنے اطلاق کی وجہ سے
دورانِ نماز امام کے ظن عطا، ظن منع اور شک تمام
صورتوں کو شامل ہے تو ظن منع کی صورت میں بھی مانگنے
کے بعد ظاہر ہونے والے حال پر نماز کی صحت موقوف
رہی اور اسی لیے انہوں نے دو حمل کے درمیان تطبیق
دائر فرمائی کہ یا تو جزئیہ کو صورت شک سے خاص کیا جائے
تو صحتِ نماز مانگنے پر موقوف رہے گی یا یہ کہا جائے
کہ بعد نماز گمان کی خطا ظاہر ہو جانے سے صحتِ نماز کا
حکم ظن منع کی صورت میں بھی ختم ہو جاتا ہے۔ یہ وہ ہے
جو صاحب فتح القدیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے سمجھا اور مراد لیا۔
ان کا یہ سارا کلام امام ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل شدہ
روایت کے طریقہ پر وارد نہیں اور یہ کیسے کہا جا سکتا ہے
جبکہ وہ صاف اس کی نسبت مشائخ کی طرف فرما رہے ہیں
کہ ان ہی حضرات نے یہ تفریع کی ہے۔ یہ بھی معلوم ہے

Marfat.com

ھھنا علی ما فی صدرہ، ولم یراجع کلماتھم ولذا ردد فی التوفیق مع ان الشق الاول لامساغ لہ والاخیر ھو المنصوص علیہا فی کتب المذھب کما سیأتی ان شاء اللہ تعالٰی۔

کہ صاحبِ فتح القدیر نے جو حکایت فرمائی بعینہٖ وہی ہے جو خلاصہ میں تحریر ہوئی۔ فرق یہ ہے کہ خلاصہ میں ہے "اگر جانتا ہو کہ دے دے گا تو نماز توڑ دے"۔ اس کے بدلے فتح القدیر میں یہ ہے کہ "مانگنے سے پہلے ہی نماز باطل ہوگئی۔ حالانکہ اس عبارت کا مفاد یہ نہیں کہ محض ظن عطا سے نماز باطل ہوگئی، نہ ہی ظن منع کی صورت میں مطلقاً صحت نماز کا جزم ہے یہاں تک کہ دے دینے پر بھی اعادۂ نماز نہ ہو، نہ ہی یہ کہ مانگنے کے بعد ظاہر ہونے والی حالت پر حکم کا حوالہ صرف صورت شک کے ساتھ خاص ہے بلکہ یہ حکم عام اور تمام صورتوں کو شامل ہے جیسا کہ اس سلسلہ میں حقیقت حال بعونِ مولائے ذی الجلال روشن ہوگی۔ ظاہر یہ ہے ــــ اور خدائے برتر ہی جاننے والا ہے ــــ کہ صاحبِ فتح القدیر رحمہ اللہ تعالٰی نے یہاں اپنی یادپر اعتماد فرمایا ہے کلمات علما کی مراجعت نہ فرمائی اسی لیے تطبیق میں تردید کی صورت اختیار کی حالاں کہ شق اول کی تو کوئی گنجائش ہی نہیں اور اخیر پر تو کتب مذہب میں نص موجود ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا اگر خدائے برتر نے چاہا۔ (ت)

مسئلہ ۶: اگر شروع نماز سے پہلے دوسرے کے پاس پانی معلوم ہوا تو آیا اس سے مانگنا واجب ہے یا نہیں یہاں اختلاف روایات تاحدِ اضطراب ہے اور وہ کہ مطالعۂ کتب و نظر دلائل سے فقیر کو منقح ہوا یہ کہ یہاں بھی وہی حکم ہے جو مسئلہ ۵ میں گزرا یعنی ظن غالب ہو کہ دے دے گا تو سوال واجب اور بے مانگے تیمم کر کے نماز پڑھنا حلال نہیں ورنہ واجب نہیں اور بلا سوال نماز حلال ہاں بحال شک سوال مستحب مسئلۂ ہر دو ظن میں خود یہی تحقیق و توفیق ہے اور مسئلۂ شک میں یہی قول جمہور و راجح علی التحقیق ہے اس اختلاف روایات کے متعلق بعض عبارات دکھا کر اپنے دونوں دعووں کو دُو مقاموں میں تحقیق کریں و باللہ التوفیق۔ ہدایہ میں ہے:

(ان کان مع رفیقہ ماء طلب منہ قبل ان یتیمم) لعدم المنع غالبا (ولو تیمم قبل الطلب اجزاہ عند ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ) لانہ لایلزمہ الطلب من ملک الغیر وقالا لایجزیہ لان الماء مبذول عادۃ[1]۔

اگر رفیقِ سفر کے پاس پانی ہو تو قبل تیمم اس سے طلب کرے کیونکہ عموماً اس سے انکار نہیں ہوتا۔ اور اگر بغیر مانگے تیمم کر لیا تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہو جائے گا۔ اس لیے کہ دوسرے کی ملک سے مانگنا اس پر لازم نہیں۔ اور صاحبین نے فرمایا تیمم نہ ہوگا اس لیے کہ پانی عموماً خرچ کیا اور دیا جاتا ہے۔ (ت)

---

[1] ہدایہ مع الفتح باب التیمم مطبع نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۵

Marfat.com

غنایہ وبنایہ میں ہے :

ذکر الاختلاف فی الایضاح والتقریب و شرح الاقطع بین ابی حنیفۃ وصاحبیہ کما ذکر فی الکتاب وقال فی المبسوط ان کان مع من فیقہ ماء فعلیہ ان یسألہ الا علی قول الحسن بن زیاد فانہ کان یقول السؤال ذل وفیہ بعض الحرج وما شرع التیمم الا لدفع الحرج[1]۔

ایضاح ، تقریب اورشرح اقطع میں امام ابوحنیفہ اور صاحبین کے درمیان اختلاف ذکر کیا ہے جیسے کتاب میں بیان کیا ہے ۔ اور مبسوط میں فرمایا ، اگر رفیق کے پاس پانی ہو تو اس پر یہ ہے کہ رفیق سے مانگے مگر حسن بن زیاد کے قول پر ایسا نہیں وہ کہتے تھے کہ مانگنا ذلّت کا کام ہے اور اس میں کچھ حرج بھی ہے جبکہ تیمم کی مشروعیت دفع حرج ہی کے لیے ہے ۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے :

القدرۃ علی الماء بملکہ او بملک بدلہ اذا کان یباع او بالاباحۃ اما مع ملک الرفیق فلا لان الملک حاجز فثبت العجز[2]۔

پانی پر قدرت یوں ہوتی ہے کہ خود اس کا مالک ہو یا فروخت ہو رہا ہو تو اس کے بدل کا مالک ہو یا اس کے استعمال کی اباحت ہو ۔ لیکن پانی رفیقِ سفر کی ملک ہو تو ایسا نہیں اس لیے کہ ملک مانع ہے تو عجز ثابت ہوگیا ۔ (ت)

اسی میں نیز ذخیرۂ امام برہان الدین سے بنایہ وغیرہ کتب کثیرہ میں ہے :

عن الجصاص لا خلاف بینھم فمراد ابی حنیفۃ اذا غلب علی ظنہ منعہ ومرادھما اذا ظن عدم المنع لثبوت القدرۃ بالاباحۃ فی الماء لا فی غیرہ عندہ[3]۔

جصاص سے منقول ہے کہ ائمہ میں کوئی اختلاف نہیں ۔ امام ابوحنیفہ کی مراد یہ ہے کہ غالب گمان نہ دینے کا ہو اور صاحبین کی مراد یہ ہے کہ عدم انکار کا گمان ہو اس لیے کہ امام صاحب کے نزدیک پانی میں اباحت سے قدرت ثابت ہو جاتی ہے دوسری چیزوں میں نہیں ۔ (ت)

---

[1] العنایہ مع فتح القدیر باب التیمم ۔ مطبع نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۵

[2] فتح القدیر " " " "

[3] " " " " "

Marfat.com

نہایہ امام سغناقی پھر بنایہ امام علینی و ذخیرۂ اخی چلپی میں ہے :

لم یذکر فی عامة النسخ قول ابی حنیفة رضی اللہ تعالٰی عنہ فی ھذا الموضع بل قیل لا یجوز التیمم قبل الطلب اذا کان غالب ظنه ان یعطیه مطلقا من غیر ذکر الخلاف بین علمائنا الثلثة رضی اللہ تعالٰی عنہم الا فی الایضاح[1] اھ ھذا نقل الذخیرة ولم یذکر فی البنایة قوله الا فی الایضاح وذکر مکانه الاعلی قول الحسن بن زیاد فانه یقول السؤال ذلة وفیه ضرر[2]۔

اکثر نسخوں میں اس جگہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول مذکور نہیں بلکہ یہ کہا گیا کہ مانگے بغیر تیمم جائز نہیں جب کہ غالب گمان یہ ہو کہ دے دے گا۔ یہ ہمارے تینوں علما رضی اللہ تعالٰی عنہم کے درمیان کوئی اختلاف بتائے بغیر مطلقاً مذکور ہے۔ مگر ایضاح میں ذکر خلاف ہے اھ یہ ذخیرہ کی عبارت ہے اور بنایہ میں "الا فی الایضاح" نہیں اس کی جگہ یہ ہے: مگر حسن بن زیاد کے قول پر ایسا نہیں وہ کہتے ہیں کہ مانگنا ذلت ہے اور اس میں ضرر ہے۔ (ت)

نیز عینی میں ہے :

ذکر الزوزنی وغیرہ لو تیمم قبل الطلب اجزأہ عند ابی حنیفة فی روایة الحسن عنه[3]۔

زوزنی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ اگر مانگے بغیر تیمم کر لیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس میں جو حسن نے ان سے روایت کی، تیمم ہو جائے گا۔ (ت)

بحر میں ہے :

اعلم ان ظاھر الروایة عن اصحابنا الثلثة وجوب السؤال من الرفیق کما یفیدہ ما فی المبسوط قال واذا کان مع رفیقه ماء فعلیه ان یسأله الا علی قول الحسن بن زیاد فانه کان یقول السؤال ذل وفیه بعض الحرج وما شرع التیمم الا لدفع الحرج ولکنا نقول ماء الطهارة مبذول

معلوم ہو کہ ہمارے تینوں اصحاب سے ظاہر روایت یہ ہے کہ رفیق سے مانگنا واجب ہے جیسا کہ یہ اس سے مستفاد ہوتا ہے جو مبسوط میں ہے، فرماتے ہیں: جب اس کے رفیق کے پاس پانی ہو تو اس پر یہ ہے کہ رفیق سے مانگے مگر حسن بن زیاد کے قول پر ایسا نہیں اس لیے کہ وہ کہتے تھے کہ مانگنا ذلت ہے اور اس میں کچھ حرج ہے جب کہ تیمم کی مشروعیت دفع حرج

---

[1] ذخیرۃ العقبٰی باب التیمم مطبع الاسلامیہ لاہور ۱/۱۸۰
[2] و [3] عینی شرح الہدایۃ باب التیمم مطبع المکتبۃ الامدادیہ مکہ مکرمہ ۱/۳۴۷

Marfat.com

...ان وليس في سؤال ما يحتاج اليه
...ذلة فقد سأل رسول الله صلى الله تعالى
عليه وسلم بعض حوائجه من غيره اهـ
...اندفع بهذا ما وقع في الهداية وشرح
...الاقطع من الخلاف بين ابي حنيفة وصاحبيه
...انه لايلزمه الطلب وعندهما يلزمه و
...اندفع ما في غاية البيان من ان قول الحسن
حسن وفي الذخيرة نقلا عن الجصّاص
انه لاخلاف بين ابي حنيفة وصاحبيه
...فمراده فيما اذا غلب على ظنه منعه اياه و
مرادهما عند غلبة الظن بعدم المنع و
في المجتبى الغالب عدم الظنة بالماء حتى
لو كان في موضع تجرى الظنة عليه لايجب
الطلب منه[1] اهـ

ہی کے لیے ہوتی ہے: لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ طہارت کا
پانی لوگوں کے درمیان عادۃً لیا دیا جاتا ہے اور
جس چیز کا ضرورت مند ہو اس کے مانگنے میں ذلّت
نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی
اپنی ضرورت کی بعض چیزیں دوسرے سے مانگی ہیں اھ
اس سے وُہ دفع ہوگیا جو ہدایہ اور شرح اقطع میں
امام ابوحنیفہ اور صاحبین کے درمیان اختلاف کا ذکر
واقع ہوا کہ امام صاحب کے نزدیک طلب لازم نہیں اور
صاحبین کے نزدیک لازم ہے اور وہ بھی دفع ہو گیا
جو غایۃ البیان میں ہے کہ حسن کا قول حسن ہے اور
وہ بھی جو ذخیرہ میں جصّاص سے منقول ہے کہ امام
ابوحنیفہ اور صاحبین میں کوئی اختلاف نہیں۔ امام صاحب
کی مراد وہ صورت ہے جب اس کا غالب گمان ہو
کہ اسے نہ دے گا اور صاحبین کی مراد وہ صورت ہے جب غالب گمان ہو کہ انکار نہ کرے گا۔ مجتبیٰ
میں ہے اکثر یہی ہے کہ پانی میں بخل نہیں کیا جاتا یہاں تک کہ اگر کسی ایسی جگہ ہو جہاں پانی میں بخل ہوتا ہے تو اس سے مانگنا واجب نہیں اھ (ت)

قنیہ میں ہے:

اذا تیمم وصلی ولم یسأل فعلی قول ابی حنیفة
رضی الله تعالٰی عنه صلاته صحیحة
في الوجوه کلها ای سواء ظن منحا او منعا او
شك) وقالا لایجزئه والوجه هو التفصیل
کما قال ابو نصر الصفار
انه انما یجب السؤال في
غیر موضع عزة الماء فانه

جب تیمم کرکے نماز پڑھ لے اور طلب نہ کرے تو امام ابوحنیفہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر اس کی نماز تمام صورتوں
میں صحیح ہے (یعنی خواہ دینے کا گمان ہو یا نہ دینے کا
یا شک کی صورت ہو) اور صاحبین فرماتے ہیں: نماز
نہ ہوگی — اور وجہ صواب یہ ہے کہ تفصیل کی جائے،
جیسا کہ ابونصر صفار نے فرمایا کہ مانگنا ایسی ہی جگہ واجب
ہے جہاں پانی کم یاب نہ ہو کیونکہ اسی صورت میں وہ

---

[1] البحر الرائق باب التیمم مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۲

Marfat.com

حینئذ یتحقق ما قالاہ من انہ مبذول والا فکونہ مبذولا عادۃ فی کل موضع ظاھر المنع علی مایشھد بہ کل من عانی الاسفار فینبغی ان یجب الطلب ولا تصح الصلاۃ بدونہ فیما اذا ظن الاعطاء لظھور دلیلھما دون ما اذا ظن عدمہ لکونہ فی موضع عزۃ الماء اھ[1]۔

بات متحقق ہوگی جو صاحبین نے فرمائی کہ پانی لیا دیا جاتا ہے ورنہ ہر جگہ پانی کا عادۃً مبذول ہونا (لیا دیا جانا) کھلے طور پر قابلِ رد و منع ہے جس پر سفروں کی زحمت اٹھانے والا ہر شخص شاہد ہے۔ تو حکم یہ ہونا چاہیے کہ مانگنا واجب ہے اور اس کے بغیر نماز صحیح نہیں اس صورت میں جبکہ دینے کا گمان ہو کیونکہ اس صورت میں صاحبین کی دلیل ظاہر ہے مگر اس صورت میں نہیں جب کہ نہ دینے کا گمان ہو اس لیے کہ یہ پانی کی کمیابی کی جگہ ہوگا اھ (ت)۔

اقول الصفار لم یحدث قولا خلاف اقوالھم بل ھو کالشرح لھا کما فعل الامام الجصاص فلولا حظ ھذا لما احتاج الی الخروج عن اقوال ائمۃ المذھب جمیعا بالتوزیع والتلفیق قال اما اذا شك فی موضع عزۃ الماء او ظن المنع فی غیرہ فالاحتیاط فی قولھما والتوسعۃ فی قولہ لان فی السؤال ذلا وقول من قال لا ذل فی سؤال ما یحتاج الیہ ممنوع اھ[2]۔

اقول صفار نے اقوالِ ائمہ کے برخلاف کوئی نیا قول ایجاد نہ کیا بلکہ یہ ان ہی اقوال کی شرح کی حیثیت رکھتا ہے جیسا کہ امام جصاص نے کیا ہے۔ صاحبِ غنیہ اگر اس کا خیال فرماتے تو انھیں توزیع و تلفیق کرکے ائمہ مذہب کے سارے اقوال سے خروج کی ضرورت نہ پیش آتی وہ لکھتے ہیں: "لیکن جب ایسی جگہ ہو جہاں پانی کمیاب ہو یا ایسی جگہ نہ ہو لیکن انکار کا گمان ہو تو احتیاط صاحبین کے قول میں ہے اور وسعت امام صاحب کے قول میں ہے اس لیے کہ مانگنے میں ایک ذلت ضرور ہے اور یہ بات ہمیں تسلیم نہیں کہ ضرورت کی چیز مانگنے میں کوئی ذلت نہیں" اھ (ت)

اقول فاذن یؤل الامر الی ترجیح قول الامام مطلقا و یذھب اختیار قولھما عند ظن العطاء لان الذل محترز عنہ مطلقا وقد ثبت

اقول تو معاملہ اس پر آجائے گا کہ امام صاحب کے قول کو مطلقاً ترجیح ہے اور ظن عطا کی صورت میں صاحبین کا قول مختار نہ رہ جائیگا اس لیے کہ ذلت مطلقاً پرہیز کیے جانے کے لائق ہے

---

[1] غنیۃ المستملی باب التیمم مطبع سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۹
[2] ایضاً

Marfat.com

وفی الحدیث[1] نہی المؤمن عن ان یذل نفسہ الا ان یقال انما یذل[2] بالسؤال حیث یعز لانہ اذن شیئ مضنون بہ فالمسئول منہ ان منع فہذا اذل ظاہر وان دفع من وتحمل المنۃ ذل حاضر بخلاف موضع لا یعز فیہ فانہم یتباذلون بہ فیہ ولا یتوقع المنع ولا الامتنان فی الدفع وعن ہذا قال فیہ لظہور دلیلہما قال واستدلالہ بانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قد سأل بعض حوائجہ من غیرہ مستدرک لانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان بالمؤمنین اولٰی من انفسہم فلا یقاس غیرہ علیہ لانہ اذا سأل افترض علی المسئول البذل ولا کذلک غیرہ[1] اھ۔

حدیث میں بھی اس بات سے ممانعت آئی ہے کہ مومن اپنے کو ذلت میں ڈالے مگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مانگنے سے ذلت وہاں ہوگی جہاں پانی کمیاب ہو اس لیے کہ ایسی صورت میں پانی ایسی چیز ٹھہرے گا جس میں بخل وانکار ہوتا ہے اب جس سے مانگا گیا اگر نہ دے تو اس میں مانگنے والے کی کھلی ہوئی ذلت ہے، اور اگر دے دے تو اس کا احسان ہوگا اور احسان لینا بروقت ذلت ہے بخلاف ایسی جگہ کے جہاں پانی کم یاب نہ ہو کیونکہ لوگ وہاں آپس میں پانی لیتے دیتے ہوں گے اور انکار ومنع متوقع نہ ہوگا اور دے دینے میں احسان جتانے کی صورت بھی نہ ہوگی۔ اسی لیے صاحب غنیہ نے اس صورت سے متعلق فرمایا کہ اس میں صاحبین کی دلیل ظاہر ہے ۔مزید لکھتے ہیں: "اور اس بات سے استدلال کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] الطبرانی فی المعجم الکبیر عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اعطی الذلۃ من نفسہ طائعا غیر مکرہ فلیس منا[2] ۱۲ منہ غفر لہ (م)

[2] ظہر لی ہذا ثم رأیت العلامۃ الشرنبلالی اشار الی ہذا الفرق کما یأتی انفا فی عبارات القول الثالث ۱۲ منہ غفر لہ (م)

امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو اپنی ذات کو ذلت بخوشی بغیر اکراہ کے دے دے وہ ہم میں سے نہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

یہ کلام میرے ذہن میں آیا تھا پھر میں نے دیکھا کہ علامہ شرنبلالی اس فرق کی طرف اشارہ فرما چکے ہیں جیسا کہ قول سوم کی عبارتوں میں ابھی آئے گا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] غنیۃ المستملی باب التیمم مطبع سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۹

[2] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی ۱۰/۲۴۸ الترغیب والترہیب بحوالہ الطبرانی ۴/۱۷۹

Marfat.com

اپنی ضرورت کی کچھ چیزیں دوسرے سے مانگیں قابلِ استدراک ہے اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ اختیار ہے تو حضور پر کسی اور کا قیاس نہیں ہوسکتا اس لیے کہ وہ جب طلب کریں تو جس سے طلب فرمایا اس پر دینا فرض ہوگیا۔ یہ حال کسی اور کا نہیں اھ (ت)

اقول لیس کمثلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غیرہ فی شیئ من الصفات ومنھا الغیرۃ فھو صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اغیر خلق اللہ واللہ تعالٰی اغیر منہ ومحال من نفس کریمۃ غیراء ان تتعرض لشیئ ممایعد ذلا فثبت ان من سؤال الحاجۃ مالیس بذل والالما وقع منہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولادخل فی ھذا لافتراض البذل وعدمہ وقد یفترض فی حق غیرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایضا کاطعام ذی مخمصۃ فھذا قدینتقع بہ لما فی المبسوط۔

اقول کسی بھی صفت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مثل دوسرا شخص نہیں۔ حضور کی ایک صفت "غیرت" بھی ہے تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خلقِ خدا میں سب سے زیادہ غیرتمند ہیں اور خدائے برتر ان سے بڑھ کر غیرت والا ہے، اور کسی بھی باعزّت طبیعت سے یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی ایسے فعل سے تعرض کرے جو ذلّت شمار ہوتا ہو۔ اس سے ثابت ہُوا کہ ضرورت کی چیز مانگنا کبھی ایسا بھی ہوتا ہے جس کا ذلّت میں شمار نہیں ہوتا ورنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے واقع ہی نہ ہوتا۔ اور اس میں دینا فرض ہونے نہ ہونے کا کوئی دخل نہیں۔ فرض تو کبھی غیر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حق میں بھی ہوجاتا ہے، جیسے بھُوک کی شدّت والے کو کھانا دینا۔ اس گفتگو سے کلام مبسوط کی حمایت میں فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ (ت)

وانا **اقول** انما الجواب فی انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اولی بالمؤمنین من انفسھم علی منزع اٰخر دقیق وھو ان املاکھم املاکہ اذ ھم انفسھم املاکہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولا احتمال لذل فی سؤال المولٰی بعض عبیدہ مما فی یدہ فانہ وما

اور میں کہتا ہُوں اس بات کا جواب کہ "حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مومنوں کے ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہیں" ایک دوسرے دقیق انداز پر ہے۔ وُہ یہ کہ مومنوں کی ملکیتیں خود حضور کی مِلک ہیں اس لیے کہ خود مومنین کی جانیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مِلک ہیں اور اس میں کسی ذلّت کا احتمال نہیں کہ آقا اپنے غلام سے اس کے ہاتھ کی کوئی چیز طلب کرے اس لیے کہ خود غلام اور جو کچھ

Marfat.com

بیدہ لامالک مولاہ فلیس من السؤال فی شیئ بل استخدام فیہذا یتجہ مرامہ و یتضح کلامہ ثم قال لکن عدم وجوب الطلب من الرفیق نسبہ صاحب الھدایۃ و صاحب الایضاح الی ابی حنیفۃ کما تقدم واما شمس الائمۃ فی المبسوط فانہ نسبہ الی الحسن بن زیاد فانہ یقول السؤال ذل وفیہ بعض الحرج وربما یوفق بان الحسن رواہ عن ابی حنیفۃ فی غیر ظاھر الروایۃ واخذ ھو بہ فاعتمد فی المبسوط ظاھر الروایۃ واعتبر صاحب الھدایۃ و الایضاح روایۃ الحسن لکونھا انسب بمذھب ابی حنیفۃ فی عدم اعتبار القدرۃ بالغیر و فی اعتبار العجز للحال واللّٰہ سبحنہ تعالٰی اعلم اھ۔

اس کے ہاتھ میں ہے سب اس کے آقا کی ملکیت ہے تو دراصل یہ مانگنا ہے ہی نہیں بلکہ یہ خدمت لینا ہے۔ اس بیان سے صاحبِ غنیہ کے مقصد کی توجیہ اور ان کے کلام کی توضیح ہو جاتی ہے۔ پھر لکھتے ہیں "لیکن رفیق سے مانگنا واجب نہ ہونے کو صاحبِ ہدایہ اور صاحبِ ایضاح نے امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کیا ہے جیسا کہ پہلے گزرا۔ لیکن شمس الائمہ نے مبسوط میں اسے حسن بن زیاد کی طرف منسوب کیا ہے کہ وہی یہ کہتے ہیں کہ مانگنے میں ذلّت ہے اور اس میں کچھ حرج ہے۔ تطبیق یُوں دی جاسکتی ہے کہ حسن نے اسے امام ابوحنیفہ سے غیر ظاہر الروایۃ میں روایت کیا اور خود حسن نے اسی کو لیا۔ تو مبسوط میں ظاہر الروایۃ پر اعتماد کیا اور صاحبِ ہدایہ و صاحبِ ایضاح نے روایتِ حسن کا اعتبار کیا اس لیے کہ وہ اس بارے میں امام ابوحنیفہ کے مذہب سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے کہ قدرت کا اعتبار دوسرے کے لحاظ سے نہیں ہوتا اور اس بارے میں کہ فی الحال جو عجز ہے اسی کا اعتبار ہے۔ اور خدائے پاک ہی خوب جاننے والا ہے اھ (ت)

اقول ولی فیہ کلام سیأتی (اس میں مجھے کلام ہے جو عنقریب آرہا ہے۔ ت) حلیہ میں ہے:

فی الاختیار[عہ] جاز (ای التیمم قبل الطلب) عند ابی حنیفۃ وعند ابی یوسف لا یجوز ولم یذکر محمدا وانما ذکر ان قیاس قولہ

اختیار میں ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک (مانگنے سے پہلے تیمم) جائز ہے اور امام ابویوسف کے نزدیک جائز نہیں۔ امام محمد کا ذکر نہ کیا صرف یہ ذکر کیا کہ ان کے

عہ ای صاحب الاختیار ۱۲ (یعنی صاحبِ اختیار نے ۱۲۔ ت)

---

[۱] غنیۃ المستملی باب التیمم مطبع سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۹

Marfat.com

ان غلب علی ظنہ انہ یعطیہ لایجوز و الا یجوز[1] اھ

قول کے قیاس کا اقتضایہ ہے کہ اگر اسے غالب گمان ہو کہ دے دے گا تو جائز نہیں ورنہ جائز ہے اھ (ت)

اقول ھکذا اجری القیل والقال؛ ولا حاجۃ الی استکثار الاقوال؛ بل نأتی علی المقامین لفصل المقال؛ بتوفیق ربنا المھیمن المتعال؛

اقول اسی طرح قیل وقال جاری ہے۔ اور زیادہ اقوال لانے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ ہم اپنے برترنگہبان پروردگار کی توفیق سے تفصیل کلام کے لیے اُن دو مقاموں پر آتے ہیں:

المقام الاول تظافرت ھھنا کلمات العلماء علٰی ثلثۃ مسالک:

مقامِ اول: یہاں کلماتِ علما تین مسالک پر کثرت سے وارد ہوئے ہیں:

اولھا لایجب الطلب مطلقا وانہ قول سیدنا الامام خلافا للصاحبین او قول الطرفین خلافا للثانی رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

مسلک اول: مطلقاً مانگنا واجب نہیں۔ اور یہ ہمارے امام صاحب کا قول ہے بخلاف صاحبین۔ یا یہ طرفین کا قول ہے بخلاف امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

وتدخل فی قولی مطلقا من صرح بالاطلاق کما فی جامع الرموز عن التجرید یصح قبل الطلب من الرفیق وان ظن الاعطاء کما قال ابو حنیفۃ خلافا لابی یوسف[2] اھ۔

میرے "مطلقاً" کہنے میں اطلاق کی تصریح کرنے والے اور اس حکم کو بلا قید ذکر کرنے والے سبھی لوگ داخل ہیں۔ اطلاق کی تصریح جیسے جامع الرموز میں تجرید کے حوالہ سے ہے کہ "رفیق سے پانی مانگنے سے پہلے تیمم صحیح ہے اگرچہ دینے کا گمان رکھتا ہو جیسا کہ امام ابو حنیفہ کا قول ہے بخلاف امام ابو یوسف" اھ

ویقرب منہ قول الاختیار السابق حیث اطلق الجواز عند الامام وقابلہ بالتفصیل علی قیاس قول محمد ومثلھا عبارۃ الجوھرۃ الاٰتیۃ ومن

اس سے قریب "اختیار" کی گزشتہ عبارت ہے کہ اس میں امام صاحب کے جواز کو مطلق ذکر کیا ہے اور اس کے مقابلہ میں قول امام محمد کے قیاس پر تفصیل بیان کی ہے اور اسی کے مثل جوہرہ کی عبارت ہے جو آرہی ہے

---

[1] الاختیار لتعلیل المختار باب التیمم دار فراس للنشر والتوزیع، بیروت ۱/۲۲
[2] جامع الرموز باب التیمم مطبع ایران ۱/۵۰

اصلہ الرسالۃ وھم الاکثرون ففی الوقایۃ قبل طلبہ جاز خلافا لھما[1] اھ و فی النقایۃ یصح قبل الطلب[2] اھ و مر عن الہدایۃ تیمم قبل الطلب اجزأہ عند ابی حنیفۃ[3] وفی بدائع ملک العلماء لوکان مع رفیقہ ماء ولم یعلم بہ لایجب الطلب عندنا وان علم بہ ولکن لاثمن لہ فکذلک عند ابی حنیفۃ وقال ابو یوسف علیہ السؤال وجہ قولہ ان الماء مبذول عادۃ ولابی حنیفۃ ان العجز متحقق و القدرۃ موھومۃ لان الماء من اعز الاشیاء فی السفر[4] اھ وفی الخانیۃ لو رأی مع رفیقہ ماء فتیمم قبل ان یسأل وصلی جاز[5] اھ و فی الخلاصۃ وفی الاصل لوکان مع رفیقہ ماء فانہ یسأل قال فی التجرید السؤال لیس بواجب عند ابی حنیفۃ وقال ابو یوسف واجب[6] اھ ولفظ البنایۃ عن التجرید لایجب الطلب من الرفیق عند ابی حنیفۃ و

بلا قید ذکر کرنے والے حضرات زیادہ ہیں۔ وقایہ میں ہے: "مانگنے سے پہلے جائز ہے بخلاف صاحبین۔" نقایہ میں ہے: "قبل طلب صحیح ہے" اھ۔ اور ہدایہ کی عبارت گزر چکی: "مانگنے سے پہلے تیمم کیا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہوگیا۔" بدائع ملک العلماء میں ہے: "اگر اس کے رفیقِ سفر کے پاس پانی تھا اور اسے علم نہ ہُوا تو ہمارے نزدیک مانگنا واجب نہیں اور اگر اسے علم ہُوا لیکن اس کا دام نہیں رکھتا تو بھی امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہی ہے اور امام ابو یوسف کا قول ہے کہ اس پر مانگنا ہے۔ ان کے قول کی وجہ یہ ہے کہ پانی عادۃً دے دیا جاتا ہے اور امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ عجز محقق ہے اور قدرت موہوم ہے اس لیے کہ سفر میں پانی سب سے کم یاب شَے ہے اھ۔ خانیہ میں ہے: "اگر اپنے رفیق کے پاس پانی دیکھا پھر مانگنے سے پہلے تیمم کیا اور نماز پڑھ لی تو جائز ہے" اھ خلاصہ میں ہے: "اصل (مبسوط) میں ہے: اگر رفیق سفر کے پاس پانی ہو تو مانگے گا۔ تجرید میں ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک مانگنا واجب نہیں اور امام ابو یوسف کا

---

[1] شرح الوقایہ باب التیمم مطبع رشیدیہ دہلی ۱/۱۰۱
[2] النقایہ مختصر الوقایہ کتاب الطہارۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی /۶
[3] الہدایۃ مع العینی " المکتبۃ الامدادیہ مکہ مکرمہ ۱/۳۳۷
[4] بدائع الصنائع " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۸
[5] فتاوٰی قاضی خان فصل فیما یجوز لہ التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۶
[6] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الخامس فی التیمم " ۱/۳۲

Marfat.com

محمد خلافا لابی یوسف رحمہم اللہ تعالٰی[1]
اھ وفی ملتقی الابحر ان تیمم قبل الطلب
جاز[2] اھ وفی الاصلاح ویصح قبل طلبہ
من رفیق لہ ماء خلافا لھما[3] اھ قال ش و
بقول الامام جزم فی المجمع والملتقی
والوقایۃ وابن الکمال اھ وقال العلامۃ
الوزیر فی الایضاح ھذا اعلی وفق ما فی
الھدایۃ والایضاح والتقریب وغیرھا
(ای کشرح الاقطع کما تقدم عن العنایۃ و
البنایۃ والبحر قال) وفی التجرید ذکر محمدا
مع ابی حنیفۃ[4] اھ ثم ذکر توفیق الجصاص ثم
کلام المبسوط المار فی عبارۃ العنایۃ و
البحر ثم اعقبہ بکلام البدائع المار۔

قول ہے کہ واجب ہے" اھ تجرید کا حوالہ دیتے ہوئے
بنایہ کے الفاظ یہ ہیں: "رفیق سے مانگنا امام ابوحنیفہ
و امام محمد کے نزدیک واجب نہیں بخلاف امام ابویوسف
رحمہم اللہ تعالٰی اھ۔ ملتقی الابحر میں ہے: "اگر مانگنے
سے پہلے تیمم کرلیا تو ہوگیا" اھ۔ اصلاح میں ہے:
"اپنے کسی رفیق سے پانی مانگنے سے پہلے تیمم کرلینا صحیح ہے
بخلاف صاحبین" اھ۔ علامہ شامی لکھتے ہیں: "امام
صاحب ہی کے قول پر مجمع، ملتقی، وقایہ اور ابن الکمال
کا جزم ہے" اھ علامہ وزیر ایضاح میں رقمطراز ہیں:
"یہ اس کے مطابق ہے جو ہدایہ، ایضاح، تقریب اور
ان کے علاوہ (یعنی جیسے شرح اقطع جیسا کہ عنایہ،
بنایہ اور بحر کے حوالوں سے گزرا) میں ہے۔ اور تجرید
میں امام محمد کو امام ابوحنیفہ کے ساتھ ذکر کیا ہے" اھ
پھر امام جصاص کی تطبیق ذکر کی ہے پھر مبسوط کا کلام جو عنایہ و بحر کی عبارتوں میں گزرا اس کے بعد بدائع کی عبارت لکھی ہے
جو ابھی گزری۔ (ت)

اقول وبھذہ النصوص ظھر ما فی
قول النھایۃ لم یذکر الخلاف الا فی الایضاح
وکذلک یقال للعلامۃ البحر ھؤلاء المتون
والعمائد البدایۃ والوقایۃ والاصلاح والمجمع
والتجرید والایضاح والتقریب و

اقول ان ہی نصوص سے نہایہ کے اس قول
کی خامی ظاہر ہوگئی کہ "صرف ایضاح میں اختلاف کا ذکر
آیا ہے۔ اسی طرح علامہ بحر سے بھی عرض کیا جائے گا
کہ یہ متون وعمائد بدایہ، وقایہ، اصلاح، مجمع،
تجرید، ایضاح، تقریب،

---

[1] عینی شرح الہدایۃ — باب التیمم — مطبع المکتبۃ الامدادیۃ مکہ مکرمہ ۱/۳۳۷
[2] ملتقی الابحر — " — موسسۃ الرسالۃ، بیروت ۱/۳۲
[3] اصلاح ایضاح
[4] رد المحتار — " — " مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۳

Marfat.com

شرح القطع والبدائع والخلاصة والفتح و الاختيار والجوهرة كلهم ناصون بالخلاف بين الامام وصاحبيه والامام الاجل ابوبكر الجصاص يوفق بين قول الامام وصاحبيه وقال في البرهان شرح مواهب الرحمٰن الاظهر قولهما ثم ذكر توفيق الجصاص و ايده بقوله ولهذا لم يحك الكافي خلافا[1] اھ نقله العلامة الشرنبلالي في غنية ذوی الاحکام کیف یرد قولهم جمیعا بمجرد ان في المبسوط لم ینسب الخلاف الا الی الحسن الیس المثبتون وهم عصبة مقدمین علی ناف واحد الیس ان ظاهر الروایة ربما تتعدد فی مسألة واحدة وقولی هذا اولی من توفیق الغنیة الماس فی عبارتها ان هؤلاء اعتبروا الروایة النادرة لکونها انسب بمذهب الامام فاعتبارها لهذا شیئ و جعلها قول الامام ونصب الخلاف بینه و بین صاحبیه فی المذهب شیئ اخر وان اقره فی رد المحتار ومنحة الخالق والله سبحٰنه الموفق۔

شرح قطع، بدائع، خلاصہ، فتح، اختیار، جوہرہ سب کے سب اس پر نص کر رہے ہیں کہ امام اعظم اور صاحبین کے درمیان اختلاف ہے۔ اور امام اجل ابوبکر جصاص امام صاحب اور صاحبین کے قول میں تطبیق دے رہے ہیں۔ اور برہان شرح مواہب الرحمٰن میں فرمایا: زیادہ ظاہر قول صاحبین ہے، پھر جصاص کی تطبیق ذکر کی ہے اور اپنے اس قول سے اس کی تائید کی ہے کہ "اسی لیے "کافی" نے کسی اختلاف کی حکایت نہ کی اھ اسے علامہ شرنبلالی نے غنیۃ ذوی الاحکام میں نقل کیا ۔ ان تمام حضرات کا قول صرف اس وجہ سے کیسے رد کردیا جائے گا کہ "مبسوط" نے محض حسن کی طرف اختلاف کی نسبت کی ہے" ۔ کیا اثبات کرنے والے ۔ جبکہ وہ طاقت ور بھی ہیں ۔ ایک نفی کرنے والے پر مقدم نہیں ؟ ۔ کیا ایسا نہیں کہ بارہا ایک مسئلہ میں ظاہر الروایۃ متعدد بھی ہوتی ہے ۔ میرا یہ قول (تعدد ظاہر الروایۃ) غنیہ کی اس تطبیق سے بہتر ہے جو اس کی عبارت میں گزری کہ "ان حضرات نے روایت نادرہ کا اعتبار کیا اس لیے کہ وہ مذہب امام سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے" ۔ اس وجہ سے اس کا اعتبار کرنا اور چیز ہے ۔ اور اسے امام کا قول قرار دینا اور ان کے اور صاحبین کے درمیان مذہب میں اختلاف قائم کرنا اور چیز ہے ۔ اگرچہ غنیہ کی تطبیق کو علامہ شامی نے بھی رد المحتار اور منحۃ الخالق میں برقرار رکھا ہے ، اور خدائے پاک ہی توفیق بخشنے والا ہے ۔ (ت)

وثانیها یجب مطلقا وانه ظاهر الروایة عن ائمتنا الثلثة رضی الله تعالٰی عنهم وذلك ما مر عن المبسوط

مسلک دوم: مانگنا مطلقاً واجب ہے اور یہ کہ یہ ہمارے تینوں ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ظاہر الروایہ ہے ۔ اور یہی وہ ہے جو مبسوط کے حوالے سے

---

[1] غنیۃ ذوی الاحکام باب التیمم مطبع احمد کامل الکائنۃ فی دار السعادۃ ۱/۳۲

Marfat.com

واعتمدہ تبعالشیخہ فی التنویرفقال قبل طلبہ لایتیمم علی الظاھراہ قال فی الدر ای ظاھرالروایۃ عن اصحابنا لانہ مبذول عادۃ وعلیہ الفتوی[1] اھ۔

گزرا۔ اور تنویر میں اپنے شیخ کا اتباع کرتے ہوئے اسی پر اعتماد کیا تو یہ لکھا کہ "اس سے مانگنے سے پہلے ظاہر کی بنیاد پر تیمم نہیں کرے گا" اھ۔ درمختار میں فرمایا: "ظاہر سے مراد ہمارے اصحاب سے ظاہرالروایہ، اس لیے کہ پانی عادۃً دیا جاتا ہے اور اسی پر فتوٰی ہے" اھ (ت)

اقول ولم ار ھذہ اللفظۃ لغیرہ ولا عزاہ محشوہ لاحد وفی التبیین لوعلم بہ خارج الصلاۃ وصلی بالتیمم قبل الطلب لایجزئہ[2] اھ ثم ذکر روایۃ الحسن ثم توفیق الجصاص وفی جواھر الاخلاطی مع رفیقہ ماء و شرع فی الصلاۃ قبل الطلب لایجوز وقیل یجوز علی قیاس قول الامام خلافا للقاضی[3] اھ۔

اقول: یہ لفظ میں نے کسی اور کے یہاں نہ دیکھا، اور نہ ہی درمختار کے محشی حضرات نے اس پر کسی کا حوالہ دیا۔ تبیین میں ہے: "اگر خارج نماز اسے اس کا علم ہوگیا پھر بھی مانگنے سے پہلے تیمم سے نماز پڑھ لی تو یہ اس کے لیے کفایت نہیں کرسکتا" اھ۔ پھر انھوں نے حسن کی روایت اور جصاص کی تطبیق ذکر کی۔ جواہرالاخلاطی میں ہے: "اس کے رفیق کے پاس پانی ہے اور مانگنے سے پہلے نماز شروع کردی تو جائز نہیں اور کہا گیا کہ قول امام کے قیاس پر جائز ہے بخلاف قاضی کے۔ اھ (ت)

اقول وھنا عبارات اُخر لیست صرائح کما تقدم عن الخلاصۃ عن الاصل انہ یسأل فان الصیغۃ وان کان ظاھرھا الوجوب کثیرا ما تأتی للندب کما لایخفی علی من خدم کلماتھم ویقرب منہ قول القدوری ان کان مع رفیقہ ماء طلب منہ قبل ان یتیمم فان منعہ منہ تیمم[4] اھ والسراجیۃ

اقول: یہاں کچھ اور عبارتیں بھی ہیں جو صریح نہیں جیسے خلاصہ سے بحوالہ اصل گزرا کہ "وہ مانگے گا" اس لیے کہ صیغہ خبر اگرچہ وجوب میں ظاہر ہے لیکن ندب و استحباب کے لیے بھی کثرت سے آتا ہے جیسا کہ کلمات علما کے خدمت گزاروں پر مخفی نہیں۔ اس سے قریب یہ عبارتیں بھی ہیں (۱) اگر اس کے رفیق کے پاس پانی ہو تو تیمم کرنے سے پہلے اس سے

---

[1] درمختار	باب التیمم	مطبع دہلی	۱/۴۴
[2] تبیین الحقائق	" "	مطبع الازہریہ مصر	۱/۴۴
[3] جواہرالاخلاطی	فصل فی التیمم	(قلمی نسخہ)	۱/۱۳
[4] قدوری	باب التیمم	مطبع کان پور	ص ۱۲

Marfat.com

اذا وجد مع من فيقه ماء فانه يسأله فان لم يعطه تيمم وصلّى[1] اھ والکنز يطلبه من من فيقه فان منعه تيمم[2] اھ كيف وقد قال مثله فى الملتقى واعتمد مذهب الامام وھذا نصه ان كان مع من فيقه ماء طلبه وان منعه تيمم وان تيمم قبل الطلب جاز[3]۔

طلب کرے اگر نہ دے تو تیمم کرے" اھ قدوری ۔
(۲) "اپنے رفیق کے پاس پانی پائے تو اس سے مانگے اگر نہ دے تو تیمم کرے اور نماز پڑھے" اھ سراجیہ ۔
(۳) "اپنے رفیق سے پانی طلب کرے اگر نہ دے تو تیمم کرے" اھ کنزالدقائق ۔ یہ صیغہ یہاں وجوب کے لیے کیسے ہو سکتا ہے جب کہ ملتقی میں بھی اسی کے مثل فرمایا پھر بھی ان کا اعتماد مذہب امام پر ہے، ان کی عبارت یہ ہے "اگر اس کے رفیق کے پاس پانی ہو تو اس سے طلب کرے، اگر نہ دے تو تیمم کرے اور اگر مانگنے سے پہلے تیمم کرلیا تو بھی ہوگیا" اھ (ت)

تنبیه قولی ھھنا یجب مطلقا السراد به انهم ذکروها مرسلة ولم یقید وھا بما یأتی فی القول الثالث اذھذا ھو الواقع فی کلام المبسوط واتباعه نعم حمله الامام صدر الشریعة علی صریح التعمیم کما سیأتی فی ذکر قانونه مع تضعیفه ان شاء الله تعالٰی ویقرب منه ما مرعن الغنیة من حمل کل من قولی الامام وصاحبیه علی التعمیم حتی تأتی له التلفیق وقد تقدم انه لیس بتحقیق۔

تنبیہ : میرے "مطلقاً واجب" کہنے سے مراد یہ ہے کہ علما نے اسے مرسل ذکر کیا ہے اور وہ قید نہیں لگائی ہے جو تیسرے قول میں آرہی ہے ۔ اس لیے کہ مبسوط اور اس کے اتباع کے کلام میں یہی صورت واقع ہے (یعنی ارسال ہے تقیید نہیں)۔ ہاں امام صدرالشریعۃ نے اسے صریح تعمیم پر محمول کیا ہے جیسا کہ ان کے قانون کے ذکر میں تضعیف کے ساتھ اس کا ذکر آرہا ہے ان شاء اللہ تعالٰی ۔ اور اسی سے قریب وہ بھی ہے جو غنیہ سے گزرا کہ انہوں نے امام اور صاحبین کے دونوں قولوں کو تعمیم پر رکھا یہاں تک کہ ان کے لیے تلفیق کی گنجائش نکل آئی وہاں گزر چکا کہ یہ تحقیق نہیں ۔ (ت)

وثالثها ادارة الامر علی ظنه فان ظن العطاء وجب الطلب ولم یجز

مسلک سوم : معاملہ اس کے گمان پر دائر رکھنا کہ اگر اسے دینے کا گمان ہو تو مانگنا واجب ہے

---

[1] فتاوی سراجیہ باب التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ص ۱۲
[2] کنزالدقائق مع التبیین " المطبعۃ الازہریہ بولاق مصر ۱/۴۴
[3] ملتقی الابحر مع مجمع الانہر باب التیمم دار احیاء التراث العربی ۱/۴۴

Marfat.com

التیمم قبلہ تقدم فیہ نص النهایة و ستأتی نصوص البحر المحیط والمنیة والخزانة و البرجندی و فی الخانیة و خزانة المفتین رأی مع رفیقہ ماء ان کان غالب ظنہ انہ یعطیہ لایجوزلہ ان یتیمم بل یسألہ[1] اھ و فی الکافی مع رفیقہ ماء وظن انہ ان سألہ اعطاہ لم یجز التیمم و ان کان عندہ انہ لایعطیہ تیمم و ان شك و تیمم وصلی فسأل فاعطی یعید[2] اھ و فی الهندیہ بعد نقلہ وھکذا فی شرح الزیادات للعتابی[3] اھ و فی البرجندی نقل عن القاضی الامام ابی زید رحمہ اللہ تعالٰی انہ یجب الطلب فی موضع لایعز الماء فیہ لافی موضع یعز[4] اھ وفی المنیة وشرح مسکین للکنز وعن ابی نصر الصفار رحمہ اللہ تعالٰی اذا کان فی موضع یعز فیہ الماء فالافضل ان یسأل من رفیقہ و ان لم یسأل اجزأہ فان کان فی موضع لایعز الماء فیہ لایجزئہ قبل الطلب[5] اھ زاد فی المنیة کما فی عمرانات[6] واعتمدہ الشرنبلالی فی متنہ وشرحہ فقال یجب طلبہ ممن ھو معہ

اور اس سے پہلے تیمم جائز نہیں۔ ایسی جگہ سے متعلق نہایہ کی عبارت گزر چکی اور بحر محیط، منیہ، خزانہ اور برجندی کی عبارتیں آرہی ہیں۔ خانیہ اور خزانۃ المفتین میں ہے: "اپنے رفیق کے پاس پانی دیکھا اور گمان کیا کہ اگر اس سے مانگے تو دے دے گا تو تیمم جائز نہیں بلکہ اس سے طلب کرے" اھ اور کافی میں ہے "اگر اس کے رفیق کے پاس پانی ہو اور اسے گمان ہو کہ اگر طلب کرے تو دے دیگا تو تیمم جائز نہیں اور اگر اس کے گمان میں یہ ہو کہ نہیں دیگا تو تیمم کرے اور اگر شک رکھتا ہو اور تیمم کرکے نماز پڑھ لے پھر مانگے اور وُہ دے دے تو اعادہ کرے" اھ ہندیہ میں مذکورۂ بالا عبارت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: "اسی طرح عتابی کی شرح زیادات میں ہے" اھ۔ برجندی میں قاضی امام ابو زید رحمہ اللہ تعالٰی سے نقل ہے کہ "مانگنا ایسی جگہ واجب ہے جہاں پانی کم یاب نہ ہو ایسی جگہ نہیں جہاں کم یاب ہو" اھ۔ منیہ اور شرح مسکین للکنز میں ہے کہ ابو نصر صفار سے ہے کہ جب ایسی جگہ ہو جہاں پانی کم یاب ہو تو بہتر یہ ہے کہ اپنے رفیق سے طلب کرے اور اگر طلب نہ کیا تو یہ اس کو کفایت کرے گا اور اگر وُہ ایسی جگہ ہو جہاں پانی کمیاب نہیں ہوتا تو طلب سے پہلے اسے کفایت نہیں کرے گا اھ منیہ میں یہ اضافہ کیا:

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فیما یجوز لہ التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ١/٢٦
[2] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ الکافی الفصل الاول من التیمم " نورانی کتب خانہ پشاور ١/٢٩
[3] ایضاً
[4] شرح النقایۃ للبرجندی فصل فی التیمم " نولکشور لکھنؤ ١/٤٨
[5] شرح مسکین للکنز علی حاشیۃ فتح المعین باب التیمم " سعید کمپنی کراچی ١/٩٧
[6] منیۃ المصلی ، فصل التیمم مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ، لاہور ٥٠

Marfat.com

لانه مبتذل عادة فلا ذل فی طلبه انکانت فی محل لا تشح به النفوس اھ[1] ومنها العبارات التی قدمنا فی المسألة الثالثة والرابعة عن الزیادات ومحیط السرخسی والخانیة والخلاصة والبزازیة وصدر الشریعة والبحر والھندیة تصریحا وجامع الکرخی والبدائع والحلیة مفھوما من الامر بقطع الصلاۃ عند ظن الاعطاء فانه یوجب الوجوب اذ لولاہ[ف] لما حل القطع ویقابلها اطلاق نص الخانیة وخزانة المفتین شرع بالتیمم ثم جاء انسان معه ماء فانه یمضی فی صلاته اھ[2]

جیسے آبادیوں میں" اھ۔ اور شرنبلالی نے اپنے متن و شرح میں اسی پر اعتماد کرتے ہوئے فرمایا: "اسے اپنے ساتھی سے مانگنا واجب ہے اس لیے کہ پانی عادۃً دیا جاتا ہے تو اسے مانگنے میں کوئی ذلت نہیں اگر ایسی جگہ ہو جہاں پانی کے معاملہ میں طبیعتوں میں بخل نہیں پایا جاتا" اھ ان ہی میں سے وہ عبارتیں بھی ہیں جو پہلے ہم نے تیسرے اور چوتھے مسئلہ میں زیادات، محیط سرخسی، خانیہ، خلاصہ، بزازیہ، صدر الشریعۃ، بحر اور ہندیہ کے حوالوں سے صراحۃً اور جامع کرخی، بدائع اور حلیہ کے حوالوں سے مفہوماً بیان کیں کہ ظنِ عطا کے وقت نماز توڑنے کا حکم ہے، اس لیے کہ یہ حکم مانگنے کا وجوب لازم کرتا ہے کیونکہ اگر وجوب نہ ہوتا تو نماز توڑنا جائز نہ ہوتا۔ ان عبارتوں کے مقابلہ میں خانیہ اور خزانۃ المفتین کی یہ عبارت ہے "تیمم سے نماز شروع کی پھر کوئی آدمی آیا جس کے پاس پانی ہے تو وہ نماز پڑھتا رہے" اھ (ت)

اقول وقد علمت انهم یرمون عن قوس واحدة وهو وجوب الطلب فی مظنة الاعطاء لا غیرها وانما نشأ الخلاف من الاختلاف فی ان الماء هل هو مبذول عادة فی السفر کالحضر اولا فمن قال نعم قال یجب مطلقا ومن قال لا قال لا ومن فصل فصل فلم یبق فی الوصول

اقول: معلوم ہو چکا کہ سبھی حضرات ایک ہی کمان سے تیر چلا رہے ہیں۔ وہ یہ کہ ظنِ عطا کی جگہ مانگنا واجب ہے دوسری جگہ نہیں۔ خلاف صرف اس بارے میں اختلاف سے پیدا ہوا کہ کیا پانی سفر میں بھی حضر کی طرح عادۃً لیا دیا جاتا ہے یا ایسا نہیں؟ — جنھوں نے کہا ہاں، وہ مطلقاً وجوب کے قائل ہوئے۔ اور جنھوں نے کہا نہیں، وہ وجوب کے قائل نہیں اور

ف: کما یستفاد ما قدمنا عن تقریر وجوب القطع فی المسألة الثالثة ۱۲ منه غفرله (م)

ف: جیسا کہ وجوب قطع کی اس تقریر سے مستفاد ہوتا ہے جو ہم نے مسئلہ سوم میں پیش کی ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی مطبعۃ الازہریۃ مصر ص ۷۱

[2] فتاوٰی خانیہ فصل فیما یجوز لہ التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۷

Marfat.com

الی الصواب الا انحلال عقدۃ ھذا المبنی فاما المفصلون فقد اعتمدوا المظان وھی الجادۃ الواضحۃ واما المثبتون فنظروا الی حال الحضر والسفر فی منازل ذات مناھل وماء الشرب واما النافون فالی حال السفر فی منازل قلیلۃ المیاہ وماء الطھر۔

جنھوں نے اس میں تفصیل کی، اس میں بھی تفصیل کی ۔ تو صواب ودرستی تک رسائی کی راہ میں صرف اسی مبنیٰ کی گرہ کشائی حاصل رہی۔ تفصیل کرنے والوں نے ظن کی جگہوں پر اعتماد کیا ۔ یہ صاف راستہ ہے ۔ اور اثبات کرنے والوں نے حضر اور گھاٹ اور پینے کے پانی والی جگہوں میں سفر کی حالت پر نظر کی ۔ اور نفی کرنے والوں نے کم پانی والی اور آبِ طہارت کی قلت والی جگہوں میں سفر کی حالت پر نظر کی ۔ (ت)

وانا **اقول** وباللہ التوفیق انما المبذول عادۃ ماء الشرب لاسیما فی الحضر واما ماء الطھر خصوصا الغسل فکثیر من الناس یضنون بہ فی الحضر علی الاجانب حذار ان ینفد ماعندھم فیتحرجوا الی ان یاتی السقاء او یحتاجوا الی کلفۃ الاستقاء بل ان کان احدھم علی راس رکیۃ وسألہ غریب او عابر سبیل ماعندہ من الماء للغسل بل للوضوء یقول امالك یدان الست علی البئر فکیف بالسفر۔

اور میں **کہتا ہوں** ، اور خدا ہی سے توفیق ہے ۔ جو عادۃً دیا جاتا ہے وہ صرف پینے کا پانی ہے، خصوصاً حضر میں ۔ رہا طہارت خصوصاً غسل کا پانی تو اس میں بہت سے لوگ حضر میں بھی اجنبی لوگوں پر بخل کرتے ہیں اس اندیشہ سے کہ ان کا پانی ختم ہوجائیگا تو انہیں بہشتی کے آنے تک زحمت ومشقت ہوگی یا خود پانی کھینچنے کی زحمت اٹھانے کی ضرورت ہوگی بلکہ اگر کوئی شخص کسی کنویں ہی پر ہو اور اس سے کوئی مسافر یا راہ گیر اس کا پانی غسل بلکہ وضو کے لیے بھی مانگے تو وہ کہے گا کیا تمہارے پاس ہاتھ نہیں؟ کیا تمہارے سامنے کنواں نہیں؟ یہ تو حضر کا حال ہے پھر سفر کا کیا حال ہوگا؟ (ت)

ثم لایحل التیمم الا اذا بعد الماء میلا ونعلم قطعا ان المقیم فی مصرہ یحفظ علی الماء تحفظہ علی الطعام اذا بعد الماء عنہ بھذا القدر فکیف بمن فی السفر فالغالب فیہ ھی الضنۃ وما

پھر یہ دیکھئے کہ تیمم کا جواز کب ہوتا ہے؟ جب پانی ایک میل دُوری پر ہو اور یہ ہمیں قطعاً معلوم ہے کہ جب پانی اس قدر دُور ہوگا تو مقیم اپنے شہر میں پانی کی ویسے ہی حفاظت رکھے گا جیسے کھانے کی حفاظت رکھتا ہے پھر اس کا کیا ہوگا جو سفر میں

Marfat.com

انه مبذول ولا فيه من مظنة الاول خصوص

صور عديدة كان يكون من له الماء ولد

هذا او شقيقه او صديقه او اجيره او

رعيته او يهابه او له فيه طمع يريده او

يعلم هذا ان الرجل غير شحيح ولا

بخيل ولا مناو له وان عنده من الماء ما

يستغنى منه فضل ما يبلغه المنزل وافيا

حاجاته من دون تقصير ولا تقتير او يكون

هذا مريضا مقعدا اشل مثلا وهو على رأس

البئر او يعلم انه كريم النفس يستحيي ان

يرد السائل لا سيما ان كان ممن يؤثرون

على انفسهم ولو كان بهم خصاصة ففي

مثل هذه الصور يصح له الظن الاعطاء

المعتبر في الشرع وهو اكبر الرأي الملتحق

في العمل باليقين دون الظن الضعيف الملحق

بالشك ولا شك ان هذه الصور اقل

بكثير من غيرها فكيف يقال ان ماء

الطهور مبذول عادة بل مظنون به غالبا

نعم لم تبلغ قلة هذه الصور حد ندرة

توجب طرحها عن النظر ونوط الحكم

بالمظنة فوجب ادارة الامر على ظنه وهو

اعلم بنفسه فلا يقيد بموضع فيه الماء عزيز

غزير فلا شك ان الوجه هو التفصيل هذا في

الحكم

ہو؟ — تو سفر میں زیادہ تر بخل ہی ہوگا۔ اور سفر میں

پانی کے مبذول ہونے کی کوئی جگہ نہیں مگر چند گنی چنی صورتوں

میں مثلاً یہ کہ (۱) پانی کا مالک اس کی اولاد سے ہو،

(۲) یا اس کا سگا بھائی ہو (۳)، یا دوست ہو،

(۴)، یا ملازم ہو (۵)، یا رعیت ہو (۶) یا اس سے

ڈرتا ہو (۷)، یا اسے اس سے کوئی طمع ہو جسے وہ

بروئے کار لانا چاہتا ہو (۸)، یا جانتا ہو کہ یہ آدمی

بخیل پست ہمت اور میرا مخالف نہیں اور اس کے پاس

پانی بھی اتنا ہے کہ اگر مجھے اس میں سے دے دے

تو اتنا بچ رہے گا جس سے وہ اپنی ضروریات بغیر کوتاہی

کمی کے پورا کرتا ہوا گھر پہنچ جائے گا (۹)، یا یہ اپاہج

ہو یا مثلاً ہاتھ شل ہو اور وہ کنویں پر ہے (۱۰)، یا جانتا

ہو کہ وہ کریم النفس ہے سائل کو رد کرنے سے حیا رکھتا

ہے خصوصاً جب کہ ان لوگوں میں سے ہو جو اپنے اوپر

دوسرے کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انھیں سخت احتیاج

ہی کیوں نہ ہو۔ تو ایسی صورتوں میں اس کا ظنِ عطا جس کا

شریعت میں اعتبار ہے درست ہوگا اور یہ غالب گمان ہے

جو عمل میں یقین سے ملحق ہے، ضعیف گمان نہیں جو

شک میں شامل ہے بلاشبہہ یہ صورتیں دوسری

صورتوں سے بہت زیادہ قلیل و کمتر ہیں۔ پھر یہ کیسے

کہا جا سکتا ہے کہ آبِ طہارت عادۃً لیا، دیا جاتا ہے۔

بلکہ اس میں تو اکثر بخل ہی ہوتا ہے۔ ہاں ان صورتوں

کی قلت حدِ ندرت تک نہ پہنچی کہ انھیں بالکل نظر انداز

کر دینا اور حکم کو جائے گمان سے متعلق کرنا لازم ہو تو

خود اسی کے گمان پر معاملہ کو دائر رکھنا ضروری ہوا اور وہ خود اپنی حالت زیادہ جانتا ہے تو پانی کے کم یاب

Marfat.com

یا وافر ہونے کی جگہ سے حکم مقیدۃ ہوگا۔ تو اس میں شک نہ رہا کہ وجہ صواب تفصیل ہی ہے جیسا کہ ہم پہلے تفصیلی کلام ہوا۔

اما التوفیق **فاقول** و باللہ التوفیق لاغرو ف اطلاق الحکم بالنظر الی الغالب الکثیر ؛ وکم له فی الفقه من نظیر ؛ فکان سیدنا الامام رضی اللہ تعالیٰ عنه اطلق الحکم بعدم وجوب الطلب ؛ نظرا الی الغالب ؛ ورواہ الحسن کما سمع ؛ وتداولته المتون والعامة کما وقع ؛ وذهب اجتهاد الحسن الی اجرائه علی اطلاقه فقال به وکذٰلك ظن بعض ففسروا الاطلاق بالعموم وقلیل ماهم وروٰاه الصاحبان عن شیخهما وقد عرفا المراد ففسراه وقالا به فمنهم من نظر الاطلاق عن الامام والتفصیل عنهما فنصب بینهم الخلاف وهو مسلك الهدایة وکثیرین ومنهم من نظر المرام وان التفصیل هو المراد بالاطلاق فصرح بالوفاق اولم یؤم الی خلاف وهو مسلك المبسوط والکافی ومن حکی عنهم فی النهایة وهم الاکثرون علی ما فیها ومنهم من نظر الی جانبی اللفظ والمقصود فاثبت الخلاف لفظا ونفاه معنی فذهب الی التوفیق وهو مسلك الامام الجصاص وهو التحقیق الناصع ولذا تری الخانیة مشی علی کلا القولین جازما به غیر مؤم الی الخلاف فی شیٔ من الموضعین کما نقلنا نصوصها فی المسلکین الاول و

رہ گئی تطبیق — تو میں کہتا ہوں — اور خدا ہی سے توفیق ہے — یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ غالب و کثیر پر نظر کرتے ہوئے حکم مطلق بیان کر دیا جائے۔ فقہ میں اس کی بہت سی نظیریں ہیں۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غالب و کثیر پر نظر کرتے ہوئے مانگنے کے عدم وجوب کا حکم مطلق بیان فرما دیا اور حسن نے اسے جیسا سنا روایت کر دیا اور متون و عامۂ کتب نے جیسا وقوع میں آیا ویسا ہی پیش کر دیا۔ اور حسن کا اجتہاد اس طرف گیا کہ اسے اطلاق ہی پر جاری رکھا جائے تو وہ اسی کے قائل ہوئے۔ ایسے ہی کچھ اور حضرات کا بھی گمان ہوا تو انہوں نے اطلاق کی تفسیر عموم سے کر دی۔ اور ایسے حضرات کم ہی ہیں۔ اور صاحبین نے اپنے شیخ سے مراد سمجھ کر اس کی روایت کی تو انہوں نے اس کی تفسیر کر دی اور خود اسی تفسیر کے قائل ہوئے۔ اب بعض حضرات نے امام کے اطلاق اور صاحبین کی تفصیل پر نظر کی اور ان ائمہ کے درمیان اختلاف پیش کر دیا۔ یہ صاحبِ ہدایہ اور بہت سے حضرات کا مسلک ہے۔ اور بعض حضرات نے مقصد پر نظر کی اور یہ دیکھا کہ اطلاق سے بھی مراد تفصیل ہی ہے تو انہوں نے اتفاق کی تصریح کر دی یا کسی خلاف کی جانب اشارہ نہ کیا۔ یہ مبسوط، کافی اور ان حضرات کا مسلک ہے جن سے نہایہ میں حکایت کی اور

[…] خزانة المفتين كما علمت و
[…] على الصواب وبعضهم اولى به من
[…] الا انهم صرحوا بتعميم عدم الوجوب
[…] انهم جميعا على وجوب الطلب في
[…] وأخاف ان يكون هذا في عبارة
[…] المحكية في جامع الرموز من قبل
[…] القهستاني نقل بالمعنى على ما فهم فان
[…] عبارة التحرير التي اثرها امامان جليلان
[…] الخلاصة والبناية كما مرلا اثر فيها لهذا
[…] التعميم والله تعالى بكل شئ عليم ونظيره في جانب
[…] الايجاب متقيم صدر الشريعة وفي الجانبين
[…] متقيم الغنية والله تعالى اعلم۔

یہ لوگ اکثر ہیں جیسا کہ نہایہ میں ہے۔ اور بعض حضرات نے الفاظ اور مقصود دونوں جانب نظر کی تو لفظاً اختلاف ثابت کیا اور معنیً اس کی نفی کی تو وہ تطبیق کی راہ پر گئے۔ یہ امام جصاص کا مسلک ہے اور یہی تحقیق خالص ہے۔ اسی لیے آپ دیکھیں گے کہ خانیہ میں دونوں ہی قول پر جزم کرتے ہُوئے اور دونوں جگہوں میں کسی خلاف کا اشارہ کئے بغیر چلے ہیں جیسا کہ ہم نے اس کی عبارتیں مسلک اول اور مسلک سوم میں نقل کیں ——— اور خزانۃ المفتین میں ان ہی کی پیروی کی، جیسا کہ معلوم ہوا۔ اور یہ سبھی حضرات درستی پر ہیں اور بعض، بعض سے اولیٰ ہیں مگر وہ گنتی کے لوگ جنہوں نے عدم وجوب کی تعمیم کی صراحت کی۔ جبکہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ پانی قریب ہونے کا گمان ہو تو طلب واجب ہے۔ اور میرا اندیشہ یہ ہے کہ یہ بات جامع الرموز میں تجرید کی حکایت کردہ عبارت میں قہستانی کی طرف سے در آئی ہے اس طرح کہ انہوں نے اپنے فہم کے مطابق اسے معنیً نقل کر دیا اس لیے کہ تجرید کی جو عبارت دو بزرگ اماموں نے خلاصہ و بنایہ میں نقل فرمائی ——— جیسا کہ گزری ——— اس میں اس تعمیم کا کوئی نشان، پتا نہیں ——— اور خدائے برتر ہی ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ اسی کی نظیر جانب ایجاب میں صدر الشریعۃ کا طریقہ بھی ہے اور دونوں ہی جانب میں غنیہ کا عمل ——— اور خدائے برتر ہی خُوب جاننے والا ہے۔ (ت)

تنبیہ جعل في الحلية الاقوال اربعة […] فافرز قول الصفار عن القول بالظن […] وانت تعلم انه هو فانما اقام المظنة

تنبیہ: حلیہ میں اقوال چار کر دئے اس طرح کہ صفّار کا قول، قول بالظن سے جُدا شمار کر دیا جبکہ ناظر کو معلوم ہے کہ یہ وہی ہے۔ بس یہ ہے کہ انہوں نے ظن

---

[3] **اقول** سیعلم من احاط بنصوص مرت […] وتاتي ان لكلامهم ههنا وجهتين فمنهم […] من ردد بين نفي و اثبات صريحا نحو ان

اقول: گزشتہ و آئندہ نصوص وعبارات کا احاطہ کرنے والے کو معلوم ہوگا کہ یہاں کلام علما کے دو رُخ ہیں۔ بعض حضرات نے صراحۃً نفی و اثبات کے درمیان

(باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

مقام الظن کما لا یخفی وقد قدمته فی حاشیة نمرة ۱۴۴۔

المقام الثانی

قد تبین انه ان ظن العطاء وجب الطلب او المنع لا بقی الشك فاعتری فیه الشك وجاءت العبارات علی وجهین فی الحاقه باحد

کی جگہ مظنہ رکھا ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔ میں پہلے نمبر ۱۴۴ کے حاشیہ میں بھی اسے بیان کرچکا ہوں۔ (ت)

مقام دوم: یہ واضح ہوچکا کہ اگر دینے کا گمان ہو تو مانگنا واجب ہے اور نہ دینے کا گمان ہو تو واجب نہیں۔ شک کا حکم رہ گیا تو اس میں شک در آیا اور اسے ظن عطا و ظن منع کسی ایک سے ملحق کرنے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ظن العطاء وجب الطلب والا لا کالبحر المحیط والاختیار والمبتغی او مفهوما نحوان ظن العطاء لم یجز التیمم کالنهایة والخانیة وخزانة المفتین والخزانة وغیرهم فافاد والحاق الشك بظن المنع ومنهم من ذکر حکم الظنین واهمل ذکر الشك کالکافی والمنیة والهندیة عن العتابی والزیادات ایضا بتصریح الحلیة وقد بحث فی الحلیة فی هذا القول عن الحاق الشك باحد الظنین جعل الکل محتملا ورجح الالحاق بالمنع ولا یخرج قول الامامین الصفار و ابی زید عن هذا فلا وجه لعده علیحدة الا بالنظر الی تغایر فی اللفظ ۱۲ منه غفر له (م)

تردید کی ہے مثلاً یہ کہ "اگر عطا کا گمان ہو طلب واجب ہے ورنہ نہیں" جیسے بحر، محیط، اختیار اور ملتقی میں ہے۔ یا مفہوماً تردید کی ہے مثلاً یوں کہ "اگر دینے کا گمان ہو تو تیمم جائز نہیں" جیسے نہایہ، خانیہ، خزانۃ المفتین اور خزانہ وغیرہا میں ہے ــــ تو ان حضرات نے شک کو ظن منع سے ملحق کرنے کا افادہ فرمایا ــــ اور بعض حضرات نے دونوں ظن (ظن عطاء ظن منع) کا حکم بیان کردیا اور شک کا ذکر چھوڑ دیا جیسے کافی، منیہ اور ہندیہ میں عتابی سے نقل کرتے ہوئے ہے اور حلیہ کی تصریح کے مطابق زیادات میں بھی ہے۔ اور حلیہ کے اندر اس قول کے تحت شک کو کسی ایک ظن سے لاحق کرنے سے متعلق بحث کی ہے تو محتمل ہر ایک کو رکھا اور منع سے لاحق کرنے کو ترجیح دی اور امام صفار و امام ابوزید کا قول اس سے باہر نہیں تو اسے علیحدہ شمار کرنے کی کوئی وجہ نہیں سوائے اس کے کہ لفظوں کے اختلاف پر نظر ہو ۱۲ منہ غفرلہ۔ (ت)

Marfat.com

...ین

احدها قال صدر الشریعۃ و فی [الز]یادات اذا کان خارج الصلاۃ و لم یطلب [الماء و] تیمم لا یحل لہ الشروع بالشك فان [القد]رۃ والعجز مشکوك فیہما[۱] اھ فعد الحقہ [بظن] العطاء فکما لا یجوز التیمم اذا ظن العطاء [فک]ذلك اذا شك لکن نص فی الحلیۃ ان حکم [ص]ورۃ الشك غیر منصوص علیہ فی الزیادات[۲] [و]ان الذی ذکر فی البحر و جعلہ حاصل الزیادات [و غ]یرھا یخالف ما فی شرح الوقایۃ و عبارتہ [ان] فی الزیادات ان المتیمم المسافر الی اٰخر [م]ا نقلنا فی المسألۃ الثالثۃ وقال فیہا بعد قولہ فلا یقطع بالشك بخلاف ما اذا کان خارج الصلاۃ الی اٰخر ما نقلنا ھھنا فلعل قولہ بخلاف الخ مدرج من عند الامام بین [م]سألتی الزیادات علی ما یقتضیہ کلام الحلیۃ و البحر و لذا لم یعزہ فی الحلیۃ الا الیہ واللہ [ت]عالٰی اعلم ھذا و وقع فی الخادمی حکایۃ ان الحاقہ بظن العطاء مصحح قال فی الدرر[۳] [و]قیل طلبہ جاز التیمم اختارہ فی الھدایۃ وقیل لا اختارہ فی المبسوط اھ فقال الخادمی

متعلق عبارتیں دو طرح آئیں،

اول: صدر الشریعۃ نے فرمایا: "زیادات میں ہے کہ جب بیرونِ نماز ہو اور طلب نہ کرے اور تیمم کرے تو شک کے ساتھ شروع کرنا اس کے لیے جائز نہیں اس لئے کہ قدرت و عجز دونوں میں شک ہے" اھ اس عبارت میں شک کو ظن عطا سے ملحق کیا ہے جیسے ظن عطا کی صورت میں تیمم جائز نہیں۔ اسی طرح شک کی صورت میں — لیکن حلیہ میں تصریح ہے کہ "صورت شک کا حکم زیادات میں منصوص نہیں" اھ اور بحر میں جو ذکر کیا ہے اسے زیادات وغیرہا کا حاصل قرار دیا ہے وہ اس کے برخلاف ہے جو شرح نقایہ میں ہے شرح وقایہ کی عبارت یہ ہے: "زیادات میں ہے کہ تیمم والا مسافر — اس کے آخر تک جو ہم نے مسئلہ سوم میں نقل کیا۔ اس میں "فلا یقطع بالشك — تو شک کی وجہ سے نماز نہ توڑے گا" کے بعد یہ بھی لکھا ہے: "بخلاف اس صورت کے جب بیرونِ نماز ہو — اس کے آخر تک جو ہم نے یہاں نقل کیا — شاید عبارت "بخلاف الخ" امام صدر الشریعۃ کی طرف سے زیادات کے دونوں مسئلوں کے درمیان درج ہوئی ہے جیسا کہ حلیہ اور بحر کے کلام کا اقتضا ہے اسی لیے اسے حلیہ میں ان ہی کی طرف منسوب کیا۔ اور خدائے برتر ہی خوب جاننے والا ہے۔ یہ ذہن نشین رہے۔ خادمی

---

[۱] شرح الوقایہ — باب التیمم — مطبع المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۱۰۱
[۲] حلیۃ
[۳] درر شرح الغرر — باب التیمم — مطبع دار السعادت کامل بیروت ۱/۳۲

Marfat.com

المصحح ان رجا اعطاء کا او شك يعيد والا لا[1] اھ ولم يعزه لاحد ولو اره لمعتمد فالله تعالى اعلم۔

میں حکایۃً یہ آیا ہے کہ شک کو ظن عطا سے لاحق کرنا تصحیح یافتہ ہے۔ دُرر میں فرمایا: "مانگنے سے پہلے تیمم جائز ہے۔ اسی کو ہدایہ میں اختیار کیا۔ اور کہا گیا: جائز نہیں۔ اسی کو مبسوط میں اختیار کیا" اھ اس پر خادمی نے لکھا کہ: "تصحیح یافتہ یہ ہے کہ اگر دینے کی اُمید یا شک ہو تو اعادہ کرے ورنہ نہیں اھ" اور اس پر کسی کا حوالہ نہ دیا۔ نہ ہی میں نے کسی معتمد کے کلام میں اسے پایا، تو خدائے برتر ہی خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

وثانيهما قال فى المبتغى بالغين مع رفيقه ماء ظن انه يعطيه لا يتيمم و الا تيمم[2] اھ فقد الحقه بظن المنع وهو قضية ما فى المنية اذ قال ان كان مع رفيقه ماء لا يجوز له التيمم قبل ان يسأل عنه اذا كان على غالب ظنه انه يعطيه[3] اھ وفى البرجندى عن الخزانة ان كان غالب ظنه انه يعطيه لا يجوز له ان يتيمم قبل الطلب[4] اھ وفى جامع الرموز عن البحر المحيط ان ظنه وجب الطلب والا لا[5] اھ وهذا ما رجحه فى الحلية اذ قال احتمال الحاق الشك بظن المنع[ع] ارجح كما يظهر من توجيه هذا

دوم: مبتغی (غین معجمہ سے) میں فرمایا: "ہم سفر کے پاس پانی ہے اگر گمان ہو کہ وہ دے دے گا تو تیمم نہ کرے ورنہ تیمم کرے"۔ اھ انہوں نے شک کو ظن منع سے لاحق کیا۔ یہی عبارت منیہ کا بھی مقتضی ہے۔ اس میں یہ لکھا ہے: "اگر اس کے رفیق کے پاس پانی ہو تو اس کے لیے اس سے مانگنے سے پہلے تیمم جائز نہیں جب کہ اس کا غالب گمان یہ ہو کہ وہ دے دے گا" اھ برجندی میں خزانہ کے حوالہ سے یہ ہے: "اگر اس کا غالب گمان یہ ہو کہ اسے دے دے گا تو مانگنے سے پہلے اس کے لیے تیمم کرنا جائز نہیں" اھ جامع الرموز میں بحر محیط کے حوالہ سے لکھا ہے: "اگر دینے کا گمان ہو تو مانگنا واجب ہے ورنہ نہیں" اھ۔ یہی وہ ہے جسے

ع وقع فى نسختى الحلية بظن العطاء **اقول** وهو سبق قلم او من خطأ النساخ

حلیہ کے میرے نسخے میں "بظن العطاء" لکھا ہوا ہے **اقول** یہ سبقتِ قلم ہے یا کاتبوں کی خطا (باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] حاشیۃ علی الدرر باب التیمم مطبع عثمانیہ بیروت ص ۲۹
[2] المبتغی
[3] منیۃ المصلی فصل فی التیمم مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۴۹
[4] البرجندی " مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۴۸
[5] جامع الرموز " مکتبہ اسلامیہ ایران ۱/۷۰

Marfat.com

التفصيل وانكان فی شرح الوقایة لصدر الشریعة انه لایحل له الشروع بالشك فان القدرة والعجز مشکوك فیهما اھ ثم ذکر التوجیه بقوله ولایبعد القول بان الاول (ای ادارة الامرعلٰی ظنه) اوجه لان الماء لیس بمبذول للاستعمال غالبا فی الاسفار و خصوصا فی مواضع عزته فالعجز متحقق نظرًا الٰی ذٰلك ولان ملك الغیر حاجز عن التصرف والقدرة موھومة فیصلح التمسك بھٰذ الاصل مبیحا للتیمم مالم یعارضه ما یخرجه عن مقتضاہ وھو ظن دفعه[1] اھ وھو ماخوذ عن الفتح وقد منا نصه قبل المقام الاول وعن البدائع وقد منا نصه فیه۔

حلیہ میں ترجیح دی۔ لکھتے ہیں: "شک کو ظن منع سے لاحق کرنے کا احتمال زیادہ راجح ہے، جیسا کہ اس کی تفصیل کی توجیہ سے ظاہر ہوگا۔ اگرچہ صدرالشریعۃ کی شرح وقایہ میں یہ ہے کہ شک کے ساتھ اس کے لیے نماز شروع کرنا جائز نہیں اس لیے کہ قدرت و عجز میں شک ہے اھ" پھر توجیہ یوں ذکر کی: "یہ کہنا بعید نہ ہوگا کہ اول (یعنی اس کے گمان پر معاملہ کو دائر رکھنا) زیادہ بہتر ہے اس لیے کہ سفروں میں زیادہ تر یہی ہوتا ہے کہ پانی استعمال کے لیے نہیں دیا جاتا خصوصًا ایسی جگہوں میں جہاں پانی کم یاب ہو تو اس بات پر نظر کرتے ہوئے عجز متحقق ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ملک غیر، تصرف سے مانع ہے اور قدرت موہوم ہے۔ تو تیمم کے جواز کے لیے اس قاعدہ سے تمسّک بجا ہے جب تک کہ اس کے معارض کوئی ایسی چیز نہ ہو جو اس کے مقتضٰی سے اسے باہر لائے اور وُہ یہ ہے کہ دینے کا گمان ہو" اھ۔ یہ توجیہ فتح القدیر سے ماخوذ ہے۔ اس کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وانما صوابه بظن المنع فان الحاقه بظن العطاء ھو الذی فی صدر الشریعة لاخلافه ویتضح الامر بما ذکر من التوجیه فانه یثبت الحاقه بظن المنع کما تری ۱۲ منه غفرله۔ (م)

۔صحیح "بظن المنع" ہی ہے کیونکہ ظنِ عطا سے لاحق کرنا یہی تو صدرالشریعۃ کی شرح میں ہے اس کا مقابل نہیں۔ آگے صاحبِ حلیہ نے جو توجیہ ذکر کی ہے اس سے معاملہ واضح ہو جاتا ہے اس لیے کہ اس توجیہ سے شک کو ظنِ منع سے ہی لاحق کرنا ثابت ہوتا ہے جیسا کہ پیش نظر ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] حلیہ

Marfat.com

عبارت مقامِ اول سے قبل ہم نقل کر آئے اور بدائع سے ماخوذ ہے۔ اس کی عبارت ہم نے مقامِ اول میں پیش کی۔(ت)

اقول وھذا ھوالراجح اما **اولا** فلانہ یشھد بہ نظیرہ مسألۃ الطلب غلوۃ فقد نصوا قاطبۃ فیھا انہ ان غلب علی ظنہ قرب الماء وجب الطلب والا لا ففی مختصر الامام القدوری والھدایۃ لیس علی المتیمم اذا لم یغلب علی ظنہ ان بقربہ ماء ان یطلب الماء وان غلب علی ظنہ لم یجز تیممہ حتی یطلبہ[1] اھ وفی الوقایۃ والنقایۃ والاصلاح والکنز والوافی والملتقی والغرر والتنویر ونور الایضاح یجب طلبہ غلوۃ لوظنہ قریبا والا فلا[2] اھ افھموا لنقایۃ وافصح الکل واقرھم الشراح والمحشون قاطبۃ[عہ] وقد منا فی المسألۃ الرابعۃ التنصیص بہ عن البدائع والسراج الوھاج

اقول : اور یہی راجح بھی ہے — **اولاً** اس لیے کہ اس پر اس کی ایک نظیر شاہد ہے۔ وہ بقدر غلوہ (تیر پھینکنے کی دُوری کے برابر) پانی تلاش کرنے کا مسئلہ ہے۔ اس میں سبھی حضرات نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر اسے غالب گمان ہو کہ قریب میں پانی ہے تو تلاش کرنا واجب ہے ورنہ نہیں۔ امام قدوری کی مختصر اور ہدایہ میں ہے "تیمم والے پر پانی تلاش کرنا لازم نہیں جب اس کا غالب گمان یہ نہ ہو کہ اس کے قریب میں پانی ہے۔ اور اگر اس کا غالب گمان یہ ہو تو جب تک تلاش نہ کرلے تیمم جائز نہیں" اھ۔ وقایہ، نقایہ، اصلاح، کنز، وافی، ملتقی، غرر، تنویر اور نور الایضاح میں ہے "غلوہ (تیر پھینکنے پر جہاں تک پہنچے اتنی دوری) کی مقدار پانی تلاش کرنا واجب ہے اگر وہ پانی قریب گمان کرتا ہو ورنہ نہیں" اھ نقایہ نے اسے مفہوماً

عہ غیران فی الجوھرۃ عند ابی حنیفۃ اذا شك وجب علیہ الطلب[3] اھ **اقول** وھو نقل غریب متوغل فی الاغراب لاسیما بلفظۃ عند والظاھر انھا تصحیف عن من عند الناسخ فلعلھا انکانت فروایۃ شاذۃ فاذۃ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (م)

سوا اس کے کہ جوہرہ میں ہے: عند ابی حنیفۃ اذا شك وجب علیہ الطلب (امام ابو حنیفہ کے نزدیک شک کی صورت میں پانی تلاش کرنا اس پر واجب ہے" اھ — **اقول** یہ نقل غریب غرابت میں حد سے متجاوز ہے خصوصاً بلفظ "عند"۔ ظاہر یہ ہے کہ ناقل کے قلم سے یہ "عن" کی تصحیف ہے تو یہ کوئی شاذ سب سے الگ تھلگ روایت ہو گی، اور خدائے برتر ہی خوب جاننے والا ہے ۱۲ منہ غفرلہ۔(ت)

---

[1] قدوری باب التیمم مطبع مجتبائی کانپور صفحہ ۱۲
[2] شرح الوقایہ باب التیمم مطبوعہ مکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۱۰۷
[3] جوہرہ نیرہ باب التیمم مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۲۸، ۲۹

Marfat.com

والجوهرة النيرة والبحر والدر والهندية
ايضا ومثله في ما لا يحصى فقد اطبقوا على
الحاق الشك بظن البعد **واما ثانيا**
فلانه هو المصرح به في
غير ما كتاب جليل فقد
قدمنا نصوص النهاية
والخانية وخزانة المفتين والاختيار
شرح المختار سالفا و ذكرنا نصوص
المبتغى والمنية والبحر المحيط والخزانة
انفا وخلافه لم يعرف الا في شرح
الوقاية۔

بلى نسب الحاق الشك بظن
العطاء في الجوهرة الى الصاحبين على
خلاف قول الامام رضي الله تعالى عنهم
فقال وجوب الطلب قولهما وعند ابي حنيفة
لا يجب لان سؤال ملك الغير ذل عند
المنع وتحمل منة عند الدفع و
عندهما ان غلب على ظنه انه
لا يعطيه لا يجب عليه الطلب ايضا
وان شك وجب وتفريع قول
ابي حنيفة اذا لم يجب الطلب وتيمم
قبله اجزأه[1] وتفريع قولهما في
وجوب الطلب اذا شك وصلى ثم ساله

بتایا اور سب لوگوں نے صراحۃً بیان کیا اور تمام شارحین
محشین نے انہیں برقرار رکھا ____ اور ہم مسئلۂ چہارم
میں بدائع، سراج وہاج، جوہرۂ نیرہ، بحر، درمختار اور
ہندیہ سے بھی اس کی تصریح پیش کر آئے ہیں۔ اور اسی
کے مثل بے شمار کتابوں میں ہے تو شک کو ظنِ بُعد سے
لاحق کرنے پر سب کا اتفاق موجود ہے۔ **ثانیاً** اس لئے
کہ متعدد جلیلہ میں اسی کی تصریح موجود ہے ___ ہم نہایہ،
خانیہ، خزانۃ المفتین اور اختیار شرح مختار کی عبارتیں پہلے
پیش کر چکے اور مبتغی، منیہ، بحر محیط اور خزانہ کی عبارتیں ابھی
بیان کیں ___ اور اس کے خلاف سے کہیں آشنائی نہ ہوئی
مگر شرح وقایہ میں۔

ہاں جوہرہ میں شک کو ظن عطا سے لاحق
کرنے کی نسبت صاحبین کی طرف کی ہے برخلاف قول
امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ اس میں لکھا ہے:
"مانگنا واجب ہے یہ صاحبین کا قول ہے۔ امام ابوحنیفہ
کے نزدیک واجب نہیں اس لیے کہ غیر کی ملک مانگنے
میں ذلت ہے اگر وہ انکار کر دے اور احسان سے زیربار
ہونا ہے اگر وہ دے دے۔ اور صاحبین کے نزدیک
بھی اگر اس کا غالب گمان ہو کہ نہیں دے گا تو مانگنا
واجب نہیں۔ اور شک کی صورت ہو تو واجب ہے
امام ابوحنیفہ کے قول پر تفریع یہ ہے کہ جب طلب واجب
نہ ہو اور قبلِ طلب تیمم کر لے تو ہو گیا۔ اور وجوب
طلب میں قولِ صاحبین پر تفریع یہ ہے کہ جب شک

---

[1] الجوہرۃ النیرۃ شرح قدوری باب التیمم مطبع مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۲۹

Marfat.com

واعطاه وجب علیه الاعادة باتفاقهما وان منعه فعند ابی یوسف صلاتہ جائزة وعند محمد یعید وان غلب علی ظنه انه یمنعه فصلی ثم اعطاه توضأ واعاد وان غلب علی ظنه ان لدفع الیه فصلی ثم سألہ فمنعه اعاد عند محمد وعند ابی یوسف لا اھ۔[1]

کی صورت ہو اور نماز پڑھ لے پھر مانگے اور وہ دے دے تو باتفاق صاحبین اس پر اعادہ واجب ہے اور اگر نہ دے تو امام ابو یوسف کے نزدیک اس کی نماز صحیح ہے۔ اور امام محمد کے نزدیک اسے اعادہ کرنا ہے۔ اور اگر اس کا غالب گمان ہو کہ نہیں دے گا تو اس نے نماز پڑھ لی پھر اس نے دے دیا تو وضو کرے اور نماز لوٹائے۔ اور اگر دینے کا غالب گمان رہا ہو اس وقت اس نے نماز (تیمم سے) پڑھ لی پھر مانگا اس نے نہ دیا تو امام محمد کے نزدیک اسے اعادہ کرنا ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک اعادہ نہیں" اھ (ت)

اقول قوله فی ظن المنع ثم اعطاہ اعاد باتفاقهما وان لم یعط لا بالاجماع وحاصل قول محمد علی ما حکاہ انه ان ظن العطاء او شك اعاد مطلقا اعطی بعد الصلاۃ او منع وان ظن المنع فان اعطی اعاد والا لا ومحصوله انه یشترط لجواز التیمم ظن منع لا یظهر خلافه وحاصل قول ابی یوسف انه ان اعطی اعاد وان منع لا سواء ظن عطاء او منع او شك۔

اقول: ظنِ منع میں ان کی عبارت "پھر اس نے دے دیا تو اعادہ کرے" کا معنٰی یہ ہے کہ باتفاقِ صاحبین اس کا حکم اعادہ ہے اور اگر نہ دیا تو بالاجماع اعادہ نہیں ۔۔۔ اور حکایت جوہرہ کے مطابق قولِ امام محمد کا حاصل یہ ہے کہ اگر اسے عطا کا گمان یا شک ہو تو مطلقاً اعادہ کرنا ہے بعد نماز دے یا نہ دے اور اگر منع کا ظن رہا ہو تو اگر بعد نماز دے دے اعادہ کرے ورنہ نہیں۔ اور اس کا محصول یہ ہے کہ وہ جوازِ تیمم کے لیے ایسے ظنِ منع کی شرط لگاتے ہیں جس کے خلاف بعد میں ظاہر نہ ہو۔ اور امام ابو یوسف کے قول کا حاصل یہ ہے کہ بعد نماز اگر دے دے تو اعادہ کرے اور اگر نہ دے تو نہیں پہلے خواہ دینے کا ظن رہا ہو یا نہ دینے کا، یا شک رہا ہو۔ (ت)

---

[1] الجوہرۃ النیرۃ شرح قدوری باب التیمم مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۲۹

Marfat.com

وفيه اولاً[1] قد كان حكم وجوب الطلب ان لا يجزئ التيمم قبله كما قال في تفريع قول الامام انه لم يجب اجزأه وقدمنا في الافادة الخامسة من شرح الحد الرضوي عن سراجيه وجوهرته انه حيث وجب الطلب و لو يطلب لم يجزوان لم يجد بعد فعلى هذا انما يظهر وجوب الطلب في الشك على ما حكي عن محمد لا على قول ابي يوسف.

الا ان يبنى على التحقيق الذي نبديه بتوفيق الله تعالى ان الوجوب ههنا على غير حد الوجوب ثمه وتكون الثمرة البطلان اذا ظن العطاء او شك ولم يسأل قبل ولا بعد والله تعالى اعلم.

وثانيا[2] لازم هذا المحكي عن محمد بل صريحه كما علمت ان لو رأى في الصلاة وظن العطاء او شك بطلت صلاته من دون توقف على منح او منع بعد لان ما منع[3] وجوده التيمم نقضه حدوثه كما في البدائع والبحر والدر وغيرها وهذه كما علمت رواية نادرة عن محمد وقد اسلفنا البحث عليها وانها

جوہرہ کے بیان پر چند کلام ہے، **اول:** طلب واجب ہونے کا حکم یہ تھا کہ اس سے پہلے تیمم کفایت نہ کرے جیسا کہ قولِ امام کی تفریع میں لکھا کہ "جب طلب واجب نہ ہو تیمم ہو جائے گا"۔ ہم تعریفِ رضوی کی شرح کے افادۂ پنجم میں ان کی سراج اور جوہرہ سے نقل کر آئے ہیں کہ جہاں طلب واجب ہو اور طلب نہ کرے تو تیمم جائز نہیں اگرچہ بعد میں پانی نہ ملے۔ تو اس کے پیشِ نظر صورتِ شک میں وجوبِ طلب صرف اس قول پر ظاہر ہے جو انہوں نے امام محمد سے حکایت کیا امام ابو یوسف کے قول پر ظاہر نہیں۔ مگر یہ کہ اس تحقیق پر بنیاد رکھیں جس کا ہم بتوفیق خدائے برتر اظہار کریں گے کہ یہاں پر وجوب کا وہ معنی نہیں جو وہاں پر ہے۔ اور اس کا ثمرہ یہ ہوگا کہ تیمم باطل ہوگا جب دینے کا گمان یا شک رہا ہو اور پانی نہ پہلے طلب کیا ہو نہ بعد میں ـــــ اور خدائے برتر ہی خوب جاننے والا ہے۔

دوم: امام محمد سے اس حکایت کا لازم بلکہ صریح جیسا کہ معلوم ہوا، یہ ہے کہ اگر نماز کے اندر دیکھا اور دینے کا گمان یا شک ہوا تو بعد میں دینے، نہ دینے پر کچھ موقوف رہے بغیر ابھی اس کی نماز باطل ہو گئی۔ اس لیے کہ جس چیز کی موجودگی تیمم سے مانع ہو اس کا حدوث تیمم کا ناقض ہوگا۔ جیسا کہ بدائع، بحر، درمختار وغیرہا میں ہے ـــــ اور یہ جیسا کہ معلوم ہوا، امام محمد سے ایک نادر روایت ہے اور ہم پہلے اس پر بحث کر چکے ہیں۔ اس روایت میں یا تو تاویل

Marfat.com

مؤولة او مهجورة۔

اقول والتأويل[1] لا يتمشى هنا لتصريحه بعدم الالتفات لما يظهر بعد فلم يبق الا الهجر۔

کی جائے یا یہ روایت مہجور و متروک ہے۔ (ت)

اقول: اور یہاں تاویل نہیں چل سکتی اس لیے کہ وہ صراحت کر رہے ہیں کہ اس کی طرف کچھ التفات نہیں جو بعد میں ظاہر ہو تو یہی رہ گیا کہ یہاں یہ روایت مہجور و متروک ہو۔

وثالثا بل[2] تلك النادرة ايضا بمفهومها ان هذا اذا ظن العطاء لا اذا شك تخالف هذه الحكاية المسوية بين ظن الاعطاء والشك۔

سوم: بلکہ وہ نادر روایت بھی اپنے مفہوم سے ظنِ عطا اور شک میں برابری بتانے والی اس حکایت کی مخالفت کر رہی ہے کہ یہ اس وقت ہے جب عطا کا گمان ہو اس وقت نہیں جب شک ہو۔

ورابعا[3] ينافيه ما مر عن الاختيار من قياس قول محمد المعتبر فيه ظن الاعطاء فقط ويناقضه صريحا ما مر عن النهاية ان المذهب الغير المنقول فيه خلاف بين اصحابنا الثلثة رضى الله تعالى عنهم الا فى الايضاح هو قصر الوجوب على ظن الاعطاء والخلاف الذى فى الايضاح وغيره هو عدم الوجوب عند الامام مطلقا فليس عند احد من الفريقين تسوية ظن العطاء والشك عند محمد ولا عند ابى يوسف فتبصر ولله الحمد۔

چہارم: اس کے منافی وہ بھی ہے جو اختیار کے حوالہ سے قول امام محمد کا قیاس بیان ہوا کہ اس میں صرف ظنِ عطا کا اعتبار ہے۔ اور صراحۃً اس کے مناقض وہ ہے جو نہایہ کے حوالہ سے بیان ہوا کہ مذہب جس میں سوائے ایضاح کے کسی سے بھی ہمارے تینوں اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان کوئی اختلاف منقول نہیں، یہ ہے کہ وجوب طلب صرف ظنِ عطا میں محدود ہے۔ اور ایضاح وغیرہ میں جو خلاف منقول ہے وہ یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک مطلقاً وجوب نہیں — تو فریقین میں سے کسی کے نزدیک بھی ظنِ عطا اور شک کو نہ امام محمد کے نزدیک برابر بتایا گیا نہ امام ابو یوسف کے نزدیک۔ تو اسے نگاہِ بصیرت سے دیکھنا چاہئے۔ اور خدا ہی کے لیے حمد ہے۔ (ت)

واما ثالثا فاقول وبالله التوفيق وهو الحل على وجه التحقيق اذا[4] كان شئ ظاهرا وخلافه محتملا لا عن

ثالثا — فاقول وباللہ التوفیق، (میں کہتا ہوں، اور خدا ہی سے توفیق ہے) اور بطور تحقیق یہی حل بھی ہے۔ جب کوئی چیز ظاہر ہو اور اس کے

Marfat.com

بدلیل لم یعارضہ فلایقع الشك فی ذلك الظاھر لعدم استواء الطرفین فقد نصوا فی علم الکلام ان الاحتمال لاعن دلیل لاینافی الیقین بالمعنی الاعم فکیف ینافی الظن والشك فی العطاء لایکون الا اذا لم یترجح جانبہ بدلیل فیبقی محتملا لاعن دلیل فلا یورث الشك فی العجز المعلوم الظاھر بخلاف ظن العطاء فانہ عن دلیل ولابد فیعارض الظاھر الظاھر ویبقی العجز مشکوکا فلا یتحقق شرط التیمم و ذلك کمن شك فی قرب الماء فان شکہ ھذا لایجعل العجز مشکوکا حتی ساغ لہ التیمم بلا طلب و لم یسغ لمن ظن القرب کما تقدم فظھر بہ الجواب الساطع عن قول صدر الشریعۃ ان القدرۃ والعجز مشکوك فیھما[1] وتبین ان مثل الشك لایعارض ظھور العجز فوجب طرحہ والحاقہ بظن المنع و للہ الحمد ثم بعد بضع لیالی رأیت تصدیق تعلیلی ھذا فی کلام الامام ملك العلماء کما یأتی اواخر المسألۃ الثامنۃ وللہ الحمد۔

خلاف کا احتمال بلا دلیل ہو تو یہ اس ظاہر کے معارض نہ ہوگا تو اس ظاہر میں شک نہ واقع ہوگا اس لیے کہ طرفین برابر نہیں۔ علما نے علم کلام میں تصریح فرمائی ہے کہ "احتمال بلا دلیل یقین بمعنی اعم کے منافی نہیں" تو ظن کے منافی کیسے ہوگا۔ اور عطا میں شک نہ ہوگا مگر اسی وقت جب کہ جانب عطا کو کسی دلیل سے ترجیح حاصل نہ ہوسکے تو جانب عطا محتمل بلا دلیل رہ جائے گی تو اس سے اُس عجز میں شک نہ پیدا ہوگا جس کا ظاہر معلوم ہے بخلاف اس صورت کے جب عطا کا ظن ہو اس لیے کہ یہ ایک دلیل سے ہے اور یہ لازمی امر ہے تو ظاہر، ظاہر کے معارض ہوجائے گا اور عجز مشکوک رہے گا تو تیمم کی شرط متحقق نہ ہوسکے گی —— اور یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی کو پانی کے قریب ہونے کا شک ہو کہ اس کا یہ شک اس کے عجز کو مشکوک نہیں بنا دیتا یہاں تک کہ پانی تلاش کئے بغیر اس کے لیے تیمم روا ہے اور اس کے لیے روا نہیں جسے پانی کے قریب ہونے کا گمان ہو جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ اس تحقیق سے صدر الشریعۃ کے اس کلام کا روشن جواب عیاں ہوگیا کہ "قدرت و عجز دونوں میں شک ہے" —— اور واضح ہوگیا کہ ایسا شک ظہورِ عجز کے معارض نہیں۔ تو اس شک کو نظر انداز کرنا اور ظنِ منع سے لاحق کرنا لازم ہے۔ اور خدا ہی کے لیے حمد ہے —— پھر میں نے چند راتوں کے بعد اپنی اس تعلیل کی تصدیق امام ملک العلما کے کلام میں دیکھی جیسا کہ مسئلہ ہشتم کے اواخر میں آرہا ہے —— اور خدا ہی کے لیے حمد ہے۔ (ت)

---

[1] شرح الوقایہ باب التیمم مکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۱۰۲

Marfat.com

مسئلہ ۷ شرح تعریف رضوی[1] کے افادۂ پنجم میں گزرا کہ یہاں اعتبار واقع کا ہے اگر اسے ظن غالب تھا کہ نہ دے گا (یا شک تھا) اور اس نے تیمم سے پڑھ لی بعدہٗ اس نے پانی دے دیا (بطور خود خواہ) اس کے مانگے سے تو نماز نہ ہوئی[1] اعادہ کرے اور اگر ظن غالب تھا کہ دے دے گا اور (خلافِ حکم کرکے) اس نے نہ مانگا اور تیمم سے پڑھ لی بعد کو مانگا اور اس نے نہ دیا تو نماز ہوگئی[2] شرح وقایہ کی عبارت وہیں گزری اور دیگر عبارات قوانین میں آئیں گی اِن شاء اللہ تعالٰی۔ ہاں اگر اس نے نہ اول مانگا نہ بعد کو کہ منع وعطا کا حال کھلتا۔

اقول نہ ظن عطا کی صورت میں اُس نے پانی خرچ کرلیا یا پھینک دیا نہ شک یا ظن منع کی حالت میں اس نے بعد نماز بے انکار سابق دے دیا تو البتہ اس کے ظن کا اعتبار ہے اگر ظن عطا تھا نماز نہ ہوئی ورنہ ہوگئی،

---

[1] ولدِ عزیز مولوی مصطفٰی رضا خان سلّمہ ذو الجلال ورقاہ الی مدارج الکمال نے یہاں ایک تقیید حسن کا مشورہ دیا کہ صاحب آب کے پاس اس وقت کے بعد نیا پانی اور نہ آگیا ہو ورنہ آبِ کثیر میں سے دے دینا اُس ظن و شک کو کہ قلتِ آب کی حالت میں تھا دفع نہ کرے گا و کان ذلک عند تبییض الرسالۃ للطبع فی ۱۶ من المحرم الحرام ۱۳۳۶ھ و للہ الحمد (اور یہ مشورہ طباعت کے لیے رسالے کی تیاری کے وقت ۱۳۳۶ھ ماہ محرم کی ۱۶ تاریخ کو دیا اور حمد اللہ تعالٰی ہی کے لیے ہے۔ ت)

اقول یہ قید ضرور قابلِ لحاظ ہے اگرچہ کتابوں میں نظر سے نہ گزری کہ علما نے اُسی حالتِ موجودہ پر کلام فرمایا اور یہاں یوں تفصیل مناسب کہ اگر وہ[3] ظنِ منع بربنائے قلتِ آب تھا تو بعد کثرت دینا اس کا تخطیہ نہ کرے گا اور اگر اور وجوہ سے تھا مثلاً صاحبِ آب سے رنجش یا ناشناسائی یا اس کی نسبت گمانِ بخل تو ضرور اس گمان کی غلطی ظاہر ہوگی کما لا یخفی واللہ تعالٰی اعلم فلیراجع ولیحرر ۱۲ منہ (جیسا کہ مخفی نہیں اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے تو اس کی مراجعت اور وضاحت کرلی جائے۔ ت) (م)

[2] آیا اسی مشورۂ ولدِ عزیز کے قیاس پر یہاں بھی کہا جائے کہ اگر یہ نہ دینا اس بنا پر ہو کہ اتنی دیر میں پانی اس کے پاس خرچ ہوکر کم رہ گیا تو یہ منع اس ظنِ عطا کی خطا نہ بتائے گا۔

اقول یہاں دو صورتیں ہیں اگر یہ خرچ ہوجانا اس طور پر ہو کہ اس سے پہلے کسی نے مانگا اسے دے دیا اب کم رہ گیا منع کردیا تو بیشک اس ظن کی خطا ثابت نہ ہوگی ظاہراً اعادہ نماز چاہئے اور اگر خود اس نے اپنی حاجت میں خرچ کیا تو اب نہ دینا اُس ظن کا رد کرے گا کہ اتنا تو اُسے خود درکار رکھا اور جو باقی رہا اُس سے انکار ہے فلیراجع ولیحرر ۱۲ منہ غفر لہ (تو اس کی مراجعت اور وضاحت کرلی جائے۔ ت) (م)

Marfat.com

لانه بظن العطاء کان قادرا فی الظاهر
علی الماء ولم یتبین غلط هذا الظن
فیعمل به لفوت درك الحقیقة۔

حلیہ میں ہے :

فما یکون الملحوظ ظنا لیس غیر عند عدم
الاستکشاف له فاذا وجد وظهر الامر
بخلافه کان الحال علی ما ظهر[1] اھ واستشهد
له بعبارات البدائع والکافی ثم اطال
رحمه الله تعالٰی بابداء سؤال ودفعه
حاصل السؤال قد یکون ظنه مصیبا ویتبدل
رأی صاحب الماء فلا یظهر خطاء ظنه و
حاصل الجواب ان الاصل عدم التبدل و
الظن ربما یخطئ واستشهد فی السؤال
بنصوص فی المذهب انه انکان بحضرته
من یسأله عن الماء فسأله فلم یخبره
فتیمم وصلی ثم اخبره به لا اعادة علیه[2]
اھ ای فلم یکن بالاخبار اللاحق
عالما فی السابق حیث سأله
فلم یخبره فکذا لا یکون
بالعطاء اللاحق قادرا فی السابق
حیث ظن منعه وافاد
الجواب انه فعل ما فی

اس لیے کہ وہ ظنِ عطا کے باعث پانی پر بظاہر قادر
تھا اور اس ظن کی غلطی واضح نہ ہُوئی تو اس کو اسی
پر عمل کرنا ہے کیوں کہ حقیقت تک رسائی فوت ہوگئی۔ (ت)

ظن ہی ملحوظ ہوتا ہے کچھ اور نہیں جبکہ اس ظن کی
حقیقت منکشف نہ کرلی ہو۔ پھر جب تحقیق ہوجائے
اور معاملہ اس ظن کے برخلاف ظاہر ہو تو جو ظاہر
ہوا اسی کے مطابق حال ہوگا اھ اس پر انھوں نے
بدائع اور کافی کی عبارتوں سے شہادت پیش کی ہے
پھر ایک سوال وجواب لاکر طویل گفتگو کی ہے ۔
سوال کا حاصل یہ ہے کہ کبھی ایسا ہوگا کہ اس کا
گمان درست ہو اور پانی والے کی رائے بدل
جائے تو اس کے گمان کی خطا ظاہر نہ ہوگی ——
جواب کا حاصل یہ ہے کہ اصل نہ بدلنا ہے اور
ظن میں کبھی خطا بھی ہوتی ہے —سوال میں کچھ نصوصِ
مذہب سے استشہاد کیا ہے کہ "اگر اس کے پاس
کوئی ایسا ہو جس سے پانی کے بارے میں دریافت
کرسکے تو اس سے دریافت کیا، اس نے نہ بتایا ،
اس نے تیمم کیا اور نماز پڑھ لی ، پھر اس نے بتایا تو اس
پر اعادہ نہیں" اھ —— یعنی بعد میں بتانے سے
وہ سابق میں جبکہ اس سے پوچھا تھا اور اس نے نہ بتایا
واقف نہ ہوگیا تو اسی طرح بعد میں دینے سے وہ سابق

---

[1] حلیہ
[2] حلیہ

Marfat.com

وسعه قبل الفعل فيقع جائزا دفعاللحرج فلا ينقلب غير جائز قال وبعبارة اخرى انه اذا ابى تأكد العجز فلا تعتبر القدرة بعد ذلك ذكره فى الولوالجية ولانه متعنت ولا قول للمتعنت بخلاف ما نحن فيه فانه لم يستفرغ الوسع بالاستكشاف[1] اھ

میں جب کہ اسے نہ دینے کا گمان تھا، قادر نہ ہوگیا۔ اور جواب سے یہ مستفاد ہوا کہ اس نے عمل سے پہلے جو کچھ اس کے بس میں تھا کر لیا تو دفع حرج کے پیش نظر وہ جائز ہی واقع ہوگا پھر ناجائز میں تبدیل نہ ہوگا۔ فرماتے ہیں: بعبارت دیگر ــ "اس نے جب انکار کر دیا تو عجز مؤکد ہو گیا پھر اس کے بعد قدرت ہونے کا اعتبار نہیں۔ اسے ولوالجیہ میں ذکر کیا ہے۔ اور اس لیے کہ وہ تشدد برتنے والا ہے اور ایسے شخص کی بات کا اعتبار نہیں، بخلاف ہمارے زیر بحث صورت کے کہ اس نے دریافت کرنے میں اپنی پوری کوشش صرف نہ کی"۔ اھ (ت)

اقول اغفل السؤال نصوصا فى المذهب ثمه موافقة فى الصورة لما هنا وهى انه ان كان عنده من يسأله فلم يسأله وصلى ثم سأله فاخبره بماء قريب بطلت صلاته كما قدمنا فى نمرة ۱۵۹ عن الحلية عن المحيط ومثله فى البدائع والتبيين والدر وغيرها فعلمه ان هذا ممن يسأل هنا عن حال الماء كظنه العطاء فى هذه المسألة وترك السؤال كمثله فيها والاخبار اللاحق كالعطاء اللاحق فتبطل صلاته كما بطلت ثم هذا۔

اقول وہاں کچھ نصوص مذہب اور تھے جو یہاں والی صورت کے موافق تھے انھیں سوال میں چھوڑ دیا وہ یہ کہ اگر اس کے پاس ایسا شخص ہو جس سے دریافت کر سکے اور دریافت نہ کیا، نماز پڑھ لی پھر اس سے پوچھا۔ اس نے قریب میں پانی بتایا تو اس کی نماز باطل ہوگئی۔ جیسا کہ ہم نے نمبر ۱۵۹ میں محیط سے نقل کردہ حلیہ کی عبارت پیش کی۔ اسی کے مثل بدائع، تبیین، درمختار وغیرہا میں بھی ہے تو اسے یہ علم ہونا کہ یہ شخص ایسا ہے جس سے پانی کے بارے میں یہاں دریافت کیا جا سکتا ہے ایسا ہی ہے جیسے اس مسئلہ میں عطا کا ظن ہے ــ اور سوال نہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے یہاں سوال نہ کرنا ــ اور بعد میں بتانا ایسا ہی ہے جیسے یہاں بعد میں دینا ــ تو یہاں بھی اس کی نماز باطل ہوگئی جیسے وہاں باطل ہوئی۔ (ت)

وقوله اذا ابى اى عن الاخبار **اقول** يشمل ما اذا سأله

صاحب حلیہ کی عبارت "اذا ابی" (جب انکار کرے) یعنی بتانے سے انکار کرے **اقول** یہ اس

---

[1] حلیہ

Marfat.com

مسئولہ وسکت لانہ صادق علیہ قولہم لم یخبرہ وانما عبرۃ عنہ فی الحلیۃ بالاباء لان السکوت عند الحاجۃ اباء عرفا وقد صرحوا بمسألۃ الاباء ھنا ایضا انہ ان سألہ قبل الصلاۃ فابی ثم اعطاہ بعد ھا فقد تمت ولا عبرۃ بالمنح بعد المنع۔

صورت کو بھی شامل ہے جب اس سے سوال کرے اور وہ سُن کر خاموش رہے۔ کیونکہ اس پر علما کا یہ قول صادق ہے کہ "اس نے نہ بتایا" — اسے حلیہ میں انکار سے اس لیے تعبیر کیا کہ ضرورت کے وقت سکوت عرفاً انکار ہی ہے۔ اور علما نے یہاں بھی مسئلہ انکار کی صراحت فرمائی ہے کہ اگر اس نے قبل نماز اس سے مانگا، اس نے انکار کیا پھر بعد نماز اسے دے دیا تو اس کی نماز پُوری ہوگئی۔ اور انکار کے بعد دینے کا کوئی اعتبار نہیں۔ (ت)

وما قال انہ متعنت وقد اخذہ عن البدائع فاقول ھذا[1] غیر متعین ولا ثابت فقد ینسی ثم یتذکر و حال المسلم تحمل علی الصلاح مھما امکن واللہ تعالٰی اعلم قال ثم بعد برھۃ من ظھور ھذا للعبد الضعیف و تسطیرہ رأیت صدر الشریعۃ قد صرح بما ذکرنا من الحکم فی ھاتین المسألتین و بعلتہ فیما لواتم الصلاۃ مع ظن العطاء ثم سألہ فاعطاہ فتواردنا علی ذلک[1] اھ۔

صاحبِ حلیہ نے فرمایا وہ تشدد برتنے والا ہے اسے انہوں نے بدائع سے لیا ہے۔ اس پر مجھے کلام ہے **فاقول** یہ متعین اور ثابت نہیں۔ ہوسکتا ہے اس وقت بھول گیا ہو پھر اسے یاد آیا ہو — جہاں تک ہوسکے مسلمان کی حالت کو صلاح و درستی ہی پر محمول کیا جائیگا۔ اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔ صاحبِ حلیہ لکھتے ہیں: بندۂ ضعیف کے ذہن میں یہ آیا اور اُسے رقم کیا پھر کچھ عرصہ بعد دیکھا کہ صدر الشریعۃ اس کی تصریح کر چکے ہیں جو ہم نے ان دونوں مسئلوں میں حکم بیان کیا اور اس کی علت بھی بتا چکے ہیں اس صورت میں جب کہ ظنِ عطا کے باوجود نماز پُوری کرلی پھر مانگا اور اس نے دے دیا۔ تو اس پر ہمارا ان کا توارد ہوگیا اھ۔ (ت)

اقول ھو[2] سبق قلم بل انما ذکر العلۃ فیما اذا سألہ فابی قال لانہ ظھر ان ظنہ

اقول یہ سبقتِ قلم ہے۔ صدر الشریعۃ نے علت صرف اس صورت میں بیان کی ہے جب اس نے مانگا اور اس نے انکار کردیا۔ فرماتے ہیں: اس لیے

---

[1] حلیہ

کان خطأ[1] اھ وھذا نظیر ما سبق ان الحاق الشك بغلبة الظن للعطاء ارجح وانما صوابہ المنع کما مر۔

کہ ظاہر ہوگیا کہ اس کا گمان غلط تھا اھ (تو عبارت حلیہ میں "ثم سألہ فاعطاہ" کی جگہ "ثم سألہ فابی" ہونا چاہئے) اور یہ اسی کی نظیر ہے جو عبارت حلیہ میں گزرا کہ شک کو "عطا" کے غلبۂ ظن سے لاحق کرنا زیادہ راجح ہے۔ صحیح "منع" ہے جیسا کہ بیان ہوا۔ (ت)

تنبیہ: نماز کے بعد وہ دینا جس سے مطلقاً نماز اعادہ کرنی ہوتی ہے اگرچہ مصلی کو ظن منع ہو کونسا ہے اور وقتِ نماز گزر جانے کے بعد دینا بھی یہ اثر رکھتا ہے یا نہیں، اس کا بیان مسئلۂ نہم میں آتا ہے وباللہ التوفیق۔

مسئلہ ۸: امام محقق علی الاطلاق سے مسئلۂ ششم میں گزرا کہ پانی پر قدرت تین طرح ہوتی ہے:

اوّل: خود اپنی ملک میں ہو۔

اقول: یعنی حاجتِ ضروریہ سے فارغ اور استعمال پر قدرت تو ہر جگہ شرط ہے۔

دوم: اگر بکتا ہے تو قیمت پر قادر ہو۔

اقول: یعنی انھیں وجوہ پر کہ گزریں کہ قیمت مثل سے بہت زیادہ نہ مانگے اور قیمت اس کے پاس حاضر نہیں تو اُدھار دینے پر راضی ہو۔

سوم: اباحت۔

اقول: یہ مصدر مبنی للمفعول ہے یعنی پانی کا مباح ہونا خواہ بااباحتِ اصلیہ جیسے بارش و دریا کا پانی یا کسی کے وقف کیے سے یا بلا وقف عام لوگوں یا کسی خاص قوم کے لیے جن میں یہ داخل ہے مالک نے طہارت کے لیے مباح کیا ہو اگر اسے طہارت درکار ہے یا مالک خاص اس شخص کو مباح کرے۔

ثم اقول: دو صورتیں قدرت کی اور ہیں:

چہارم: ہبہ کہ تملیک بلا عوض ہے بخلاف اباحت کہ شَے ملک مالک ہی پر رہتی ہے اُس کی اجازت سے صرف کی جاتی ہے۔

پنجم: مالک کا وعدہ کرنا کہ میں تجھے پانی دوں گا یہاں تک کہ ائمۂ ثلثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مذہب میں انتظار لازم ہے اگرچہ وقت نکل جائے کہ وعدہ میں ظاہر وفا ہے اور پانی پر قدرت اباحت سے بھی حاصل تو ظاہراً قادر رہے لہذا تیمم جائز نہیں اس کا ذکر نمبر ۹ میں گزرا اور باتباع امام زفر حکم یہ ہے کہ جب وقت جاتا دیکھے تیمم کرکے پڑھ لے جیسا کہ نمبر ۱۹ میں گزرا۔

---

[1] شرح الوقایہ، باب التیمم ۱/۱۰۳

Marfat.com

اب یہاں چند ضروری تنبیہات ہیں:

تنبیہ اوّل: وہ وعدہ کہ پانی نہ رہنے کے بعد ہو معتبر نہیں مثلاً نماز میں اس نے کسی کے پاس پانی دیکھا اور دینے کا ظن غالب نہ ہُوا نماز پُوری کی اس کے بعد مانگا اس نے کہا میرے پاس پانی تھا تو مگر خرچ ہوگیا اگر اُس وقت مانگتے میں ضرور دیتا تو اس وعدہ کا اعتبار نہیں نماز ہو گئی اور اگر نماز سے پہلے دیکھا اور دینے کا ظن غالب نہ ہوا اور تیمم پہلے کرچکا تھا یا اب کرلیا پھر مانگا تو اس نے وہی جواب دیا کہ اب نہ رہا اُس وقت مانگتے تو دے دیتا اس وعدے سے بھی وہ تیمم نہ جائے گا اُسی سے نماز پڑھے یہی اصح ہے کہ نہ رہنے کے بعد وعدہ اس پر دلیل نہیں کہ دے بھی دیتا، شئے موجود ہوتے وقت وعدہ سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ دینا منظور ہے اور نہ رہنے کے بعد نہ دینے والا بھی یہ کیوں کہے کہ میں نہ دیتا بلکہ مفت کرم داشتن ہے کہ ہوتا تو ضرور دیتا، بحرالرائق میں ہے:

فی المجتبی رأی فی صلاتہ ماء فی ید غیرہ ثم ذھب منہ قبل الفراغ فسألہ فقال لوسألتنی لاعطیتك فلا اعادۃ علیہ وان کانت العدۃ قبل الشروع یعید لوقوع الشك فی صحۃ الشروع والاصح انہ لایعید لان العدۃ بعد الذھاب لا تدل علی الاعطاء قبلہ اھ[1]

مجتبیٰ میں ہے: "اپنی نماز کے اندر دوسرے کے ہاتھ میں پانی دیکھا۔ پھر اس کے پاس سے ختم ہوگیا اس سے پہلے کہ فارغ ہو۔ پھر اس سے مانگا۔ تو اس نے کہا، اگر تم نے مجھ سے مانگا ہوتا تو تم کو میں دے دیتا۔ اس صورت میں اس پر اعادہ نہیں۔ اور اگر وعدہ نماز شروع کرنے سے پہلے ہوا تو اعادہ کرے۔ اس لیے کہ صحت شروع میں شک واقع ہوگیا اور اصح یہ ہے کہ اسے اعادہ نہیں کرنا ہے اس لیے کہ ختم ہونے کے بعد وعدہ اس کی دلیل نہیں کہ وُہ پہلے دے دیتا"۔ اھ (ت)

اقول: ھذا الفرع یحتاج لما الشرح وقد تبین مما صورناہ فقولہ ثم ذھب منہ ای الماء من صاحبہ بانفاقہ مثلا قبل الفراغ لھذا من صلاتہ فسألہ بعد صلاتہ فقال نفد ولو سألتنی قبل

اقول: اس جزئیہ کی شرح کرنے کی ضرورت ہے اور ہم نے جس طرح مسئلہ کی صورت پیش کی ہے اس سے واضح ہوجاتا ہے۔ شرح اس طرح ہوگی، قولہ پھر اس کے پاس سے ختم ہوگیا یعنی پانی پانی والے کے پاس سے ختم ہوگیا مثلاً اسے خرچ کر دیا اس سے پہلے کہ فارغ ہو یعنی اس کے اپنی نماز سے فارغ ہونے سے پہلے۔ پھر اس سے مانگا۔ یعنی نماز ادا کرنے کے

---

[1] البحرالرائق باب التیمم مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۲

Marfat.com

لاعطيتك قوله وانكانت العدة قبل الشروع
اقول تصويره بصورتين ذكرناهما انه تيمم
ثم رأى اورأى ثم تيمم ثم سأله بعد
حين فقال انفقت ولوسألت لاعطيت وليس
المراد انه رأى فسأل فاجاب فتيمم لانه
تيمم صحيح قطعا لوقوعه بعد ظهور
العجز عن الماء بخلاف تينك الصورتين
ففيهما قيل ليس له ان يصلى بذلك التيمم
بل يتيمم ثانيا ولوصلى بالاول يعيد لوقوع
الشك فى صحة الشروع به فى الصلاة لانه
ان لم يظهر بوعده القدرة فلا يقعد عن ايراث
الشك فى العجز فوقع الشك فى بقاء التيمم
فلم يصح له الشروع بطهارة مشكوكة بخلاف
ما اذا رأى فى الصلاة لان الشروع صح
باليقين فلا يزول الا بمثله والاصح انه لايعيد
لان العدة بعد الذهاب والنفاد لا تدل
على الاعطاء قبله **اقول** لما قررنا من ان
الشحيح ايضا لايثقل عليه مثل هذا
الوعد فاذا لم يترجح به جانب العطاء كان
وجوده وعدمه سواء فلم يورث شكا فى العجز
كما قدمنا تحقيقه اخر المسألة السادسة
فهذا ما يتعلق بشرحه ولا بأس بالتنبيه
على نكت ـ

بعد مانگا ۔ تو اس نے کہا ختم ہوگیا، اور پہلے اگر تم نے
مجھ سے مانگا ہوتا، تو تم کو میں دے دیتا ۔ قولہ اور
اگر وعدہ نماز شروع کرنے سے پہلے ہوا **اقول** اس کی
تصویر دو صورتوں میں ہے جو ہم نے بیان کیں (۱) اس
نے تیمم کر لیا پھر دیکھا (۲) یا دیکھنے کے بعد تیمم کر لیا پھر اس سے
کچھ دیر بعد مانگا تو اس نے کہا، میں نے خرچ کر دیا اگر
تم نے مانگا ہوتا تو دے دیتا ۔ یہ مراد نہیں کہ اس نے
دیکھتے ہی مانگا، اس نے وہ جواب دیا، اس نے اب
تیمم کیا ۔ اس لیے کہ یہ تیمم تو قطعاً صحیح ہے اس لیے کہ
یہ پانی سے عجز ظاہر ہونے کے بعد ہوا ہے بخلاف اُن
دونوں صورتوں کے کہ ان ہی کے بارے میں یہ کہا گیا
کہ اس کے لیے اس تیمم سے نماز پڑھنا جائز نہیں بلکہ
دوبارہ تیمم کرے گا ۔ اور اگر پہلے تیمم سے نماز پڑھ لی تو
اعادہ کرے اس لیے کہ اس تیمم سے نماز شروع کرنے
کی صحت میں شک واقع ہوگیا ۔ اس کی وجہ یہ ہے
کہ اگر وُہ اپنے وعدہ سے قدرت بروئے ظہور نہ لا سکا
تو کم از کم عجز میں شک پیدا کرنے سے قاصر نہ رہا
اس طرح بقائے تیمم میں شک واقع ہوگیا تو مشکوک
طہارت سے نماز شروع کرنا اس کے لیے جائز نہ ہوا
بخلاف اس صورت کے جب اندرونِ نماز پانی دیکھا
ہو اس لیے کہ شروع بالیقین صحیح ہوا ہے تو اس کا
زوال بھی ویسی ہی چیز سے ہوگا ۔ اور اصح یہ ہے کہ اسے
اعادہ نہیں کرنا ہے اس لیے کہ ختم ہونے کے بعد وعدہ
اس کی دلیل نہیں کہ وُہ پہلے دے دیتا **اقول** اس کی وجہ وُہ ہے جس کی ہم نے تقریر کی کہ بخیل کے لیے بھی ایسا
وعدہ کرنا کوئی مشکل اور گراں نہیں تو جب اس وعدہ سے جانب عطا کو ترجیح نہ ملی تو اس کا ہونا، نہ ہونا

Marfat.com

ہے اس لیے یہ عجز میں کوئی شک نہ لا سکا جیسا کہ ہم مسئلہ ششم کے آخر میں اس کی تحقیق کر چکے ہیں۔ یہ کلام تو (شر)ح سے متعلق تھا، اب کچھ نکات پر تنبیہ کر دی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ (ت)

فاقول اولا کان تسمیتہ (بـ)ـالوعد للمشاکلۃ والا فالوعد (لا) مستقبل۔

وثانیا التصویر بذهاب الماء (صـ)ـریح وفاقا والا فالحکم کذلک (و)لم یذهب واحتال بهذا الجواب (بـ)ـل بالاولی لانه منع اشنع۔

وثالثا لابد عندی من التقیید بعدم ظن العطاء فی الوجهین کما فعلت لان ظن العطاء اذا لم یظهر خلافه یمنع صحة التیمم والصلاة کما مر ویأتی وبهذا الوعد ان لم یظهر وفاقه لم یظهر خلافه ایضا بالاولی فتجب اعادة الصلاة والله تعالٰی اعلم۔

فاقول نکتہ اولیٰ: اسے "وعدہ" کے نام سے ذکر کرنا مشاکلہ کی وجہ سے ہے ورنہ وعدہ تو مستقبل کے لیے ہوتا ہے۔

نکتہ دوم: صورتِ مسئلہ میں جو کہا گیا کہ پانی ختم ہو گیا یہ اتفاقاً ہے۔ ورنہ اگر پانی واقع میں ختم نہ ہُوا اور اس نے یہ جواب دے کر بہانہ کیا تو بھی حکم یہی ہے بلکہ بدرجۂ اولیٰ یہ حکم ہوگا۔ اس لیے کہ یہ بدتر انکار و منع ہے۔

نکتہ سوم: میرے نزدیک دونوں صورتوں میں عدمِ ظنِ عطا کی قید لگانا ضروری ہے جیسا کہ میں نے تصویرِ مسئلہ میں کہا۔ اس لیے کہ جب عطا کا گمان ہو اور اس کے خلاف ظاہر نہ ہو تو یہ تیمم اور نماز کی صحت سے مانع ہے جیسا کہ گزرا اور آئندہ بھی آئیگا۔ اور اس وعدہ نے اس گمان کی اگر موافقت ظاہر نہ ہوئی تو اس کی مخالفت بھی بدرجۂ اولیٰ ظاہر نہ ہوئی اس لیے نماز کا اعادہ واجب ہوگا۔ اور خدائے برتر خُوب جاننے والا ہے۔ (ت)

تنبیہ دوم: اقول وعدہ[2] آب کہ ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے اجماع سے پانی پر قدرت کا موجب سمجھا گیا ظاہراً یہ حکم وقت کے وقت تک ہے کہ کسی موقت حاجت کے لیے ایک وقت میں وعدہ اُسی وقت کا وعدہ سمجھا جاتا ہے نہ یہ کہ کبھی دے دیں گے اگرچہ سال بھر بعد۔ خروجِ وقت پر خلفِ وعدہ سمجھا جائے گا کہ دینے کا کہا تھا اور نہ دیا آئندہ اوقات کے لیے بھی وہ وعدہ اور اُس کے سبب اس کا پانی پر قادر ہونا سمجھا جائے تو مہینہ بھر کامل گزر جائے اور اُسے نماز پڑھنے کی اجازت نہ ہو کہ وعدہ باقی ہے تو قدرت باقی ہے تو تیمم ناجائز ہے اور ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے کہ انتظار کرے اگرچہ وقت نکل جائے تو ہر وقت یہی حکم رہے گا اور

Marfat.com

ہفتوں مہینوں نماز سے معطل رہنے کا حکم ہوگا حاشا یہ شریعتِ مطہرہ کا مسئلہ نہیں ہو سکتا لاجرم وعدہ کا اثر اُس ایک ہی وقت تک رہے گا وبس،

وھذا ظاھر جدا ومن خدم الفقہ یری تأییدہ فی مسائل کثیرۃ من کتاب الطلاق وکتاب الایمان واللہ تعالٰی اعلم۔

اور یہ بہت واضح ہے جسے فقہ کی خدمت نصیب ہوئی اسے کتاب الطلاق اور کتاب الایمان کے بہت سے مسائل میں اس کی تائید نظر آئے گی۔ اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

تنبیہ سوم: اقول ظاہر یہ ہے کہ وعدہ قدرت مقتصرہ ثابت کرے گا یعنی وقت وعدہ سے نہ مستند بوقت علم بہ آب سے وذلک لانہ ھو سبب ثبوتھا فلا تثبت قبلہ کان المسبب لایتقدم السبب (وہ اس لیے کہ یہ وعدہ ہی ثبوت قدرت کا سبب ہے تو قدرت اس سے پہلے ثابت نہ ہوگی، اس لیے کہ مسبَّب، سبب سے مقدم نہیں ہوتا۔ ت) ظاہر ہے کہ وعدہ آئندہ کے لیے ہوتا ہے تو ماضی پر اس کا کیا اثر بلکہ اگر وعدہ اس کے سوال پر ہو تو یہ بھی دلالت نہ کرے گا کہ اس سے پہلے مانگتا تو دے دیتا کہ اب بھی تو مانگے پر نہ دیا نرا وعدہ ہی کیا تو یہ کیونکر مفہوم ہو کہ پہلے دے ہی دیتا بالجملہ وعدہ حقیقۃً عطا نہیں کہ سب احکام عطا نافذ ہوں بلکہ وُہ حقیقۃً عدمِ عطا ہے صرف اس اُمید پر کہ مسلمان کے وعدے میں ظاہر وفا ہے اسے ظاہراً پانی پر قادر مانا گیا ہے،

لما مر فی الظفر لقول زفر عن البحر عن البدائع عن محمد ان الظاھر الوفاء بالوعد فکان قادرا علی الاستعمال ظاھرا[1]۔

اس کی وجہ رسالہ "الظفر لقول زفر" میں بحر کے حوالہ سے بیان ہوئی۔ بحر نے بدائع سے انھوں نے امام محمد سے نقل کیا کہ ظاہر وفائے وعدہ ہے تو وہ ظاہراً استعمال پر قادر ہُوا۔ (ت)

تو پیش از وعدہ نہ قدرت ہوگی نہ مانگے پر وعدے سے یہی ظاہر ہو کہ پہلے مانگتا تو دے دیتا۔

ھذا ما ظھر فلیراجع ولیحرر واللعلم بالحق عند العلی الاکبر۔

یہ وہ ہے جو میرے ذہن میں آیا تو اس کی مراجعت اور وضاحت کر لی جائے۔ اور حق کا علم خدائے برتر و بزرگ ہی کو ہے۔ (ت)

اقول مگر اس میں یہ قوی شک ہے کہ علما نے بعد نماز مانگنے پر پانی دے دینے کو اس پر دلیل ٹھہرایا ہے

---

[1] بدائع الصنائع فصل ما شرائط الرکن فانواع مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۹

Marfat.com

مانگتا جب بھی دے دیتا۔

فتاویٰ فی المسألۃ الاٰتیۃ عن الزیادات و جامع الکرخی والبدائع و الحلیۃ ان البذل بعد الفراغ دلیل البذل قبلہ[1]

جیساکہ اگلے مسئلہ میں زیادات ، جامع کرخی ، بدائع اور حلیہ کے حوالے سے آرہا ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد دے دینا اس کی دلیل ہے کہ پہلے بھی دے دیتا۔ (ت)

تو یُوں ہی کیوں نہ کہا جائے کہ بعد نماز مانگنے پر وعدہ اس کی دلیل ہے کہ پہلے مانگتا جب بھی وعدہ کرلیتا اور وعدہ کو موجب قدرت مانا ہے تو جس طرح بعد کو پانی دے دینے سے قدرت سابقہ ثابت ہوتی کہ پہلے مانگتا مل جاتا تو پانی زیرِ قدرت تھا یونہی بعد کے وعدے سے ثابت ہوگی کہ پہلے مانگتا تو وعدہ ہوجاتا اور وعدہ موجب قدرت تھا قدرت مل جاتی تو پانی زیرِ قدرت تھا اور جب مانگے پر برے وعدے سے یہ حکم ہو تو بے مانگے وعدے سے بدرجہ اولیٰ کہ یہاں تو یہ احتمال ہے کہ جب بے مانگے وعدہ کرلیا عجب نہیں کہ پہلے مانگے پر دے ہی دیتا اگرچہ اس اولویت میں کلام واضح ہے کہ شاید اور کیا عجب مفید نہیں ظہور درکار ہے کلام امام محمد سے ابھی گزرا فکان قادرا ظاھرا تو ظاہراً قادر ہوا۔ ت)

اقول مگر بذل و وعدہ میں فرق بیّن ہے بذل حال سے بذل سابق مظنون ہوا اور بذل قطعاً موجب قدرت ہے تو قدرت مظنون ہُوئی بخلاف وعدہ کہ قدرت کا موجب قطعی نہیں خلف بھی ممکن ہے دینے والے کو کوئی عذر پیش آنا بھی ممکن ہے الا تری ان محمدا انما یقول ان الظاھر الوفاء (یہ دیکھیے امام محمد فرماتے ہیں کہ ظاہر وفائے وعدہ ہے۔ ت) تو وعدہ صرف مورث ظن قدرت ہے اور وعدۂ حال سے سابقہ بھی یقینی نہیں صرف مظنون ہے تو اس وقت کے وعدے سے سابق میں ظنِ قدرت نہ ہوا بلکہ ظنِ ظن ہوا اور ظن ظن شئی ظن شئی نہیں تو سابق کے لیے ظنِ قدرت ثابت نہ ہوا تو عجز ظاہر کا معارض نہ پایا گیا اور تیمم و نماز صحیح رہے اور یہ تقریر اُس صورت کو بھی شامل کہ بعد کو بے مانگے وعدہ کرے کما لا یخفی (جیساکہ مخفی نہیں ۔ ت) بالجملہ مقام مشکل ہے اور ظاہر وُہ ہے جو فقیر نے گزارش کیا واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

ثم اقول بلکہ حقیقتِ امر یہ ہے کہ مسئلۂ وعدہ خود ہی مشکل ہے بلکہ اُس سے بھی صاف تر مسئلۂ رجا اور اُس کا اور مسئلۂ ظن قرب کا فرق اکابر محققین امام اجل عبدالعزیز بخاری اور امام قوام کاکی و امام اکمل بابرتی و امام کمال ابن الہمام وغیرہم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم نے مشکل سمجھا اور لاحل چھوڑ دیا ،

---

[1] بدائع الصنائع فصل ما شرائط الرکن فانواع مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۹

Marfat.com

واللّٰه المسئول لحل کل اشکال ودفع کل اعضال ولاحول ولاقوة الا باللّٰه العلی العظیم المتعال۔

اما مسالة الوعد فلم ازل استشکلها لان الوعد لایورث الا رجاء فی المآل والرجاء فی القابل لایرفع العجز المتحقق فی الحال فکیف یقال انه بمجرد الوعد صار قادرا علی الماء قال فی التبیین راجی الماء یستحب له التاخیر ولایجب لان العدم ثابت حقیقة فلایزول حکمه بالشك[عه] اھ[1] وفی الهدایة وعن ابیحنیفة وابی یوسف رضی اللّٰه تعالٰی عنهما فی غیر روایة الاصول ان التاخیر حتم لان غالب الرأی کالمتحقق وجه الظاهر ان العجز ثابت حقیقة فلا یزول حکمه الا بیقین مثله[2] اھ

عه **اقول** اراد بالشك مایقابل الیقین بدلیل مایتلوه من نص الهدایة وقد قال فی البنایة وفی الشلبیة عن الدرایة کلیهما عن الایضاح المراد بالرجاء غلبة الظن ای یغلب علی ظنه انه یجد الماء فی اخر الوقت[3] اھ ومثله فی البحر وغیره ۱۲ منه غفرله (م)

اور خدا ہی سے ہر اشکال کے حل اور ہر پیچیدگی کے دفعیہ کا سوال ہے۔ اور کوئی طاقت وقوت نہیں مگر بلند باعظمت برتر خدا ہی سے۔ (ت)

مسئلہ وعدہ کو تو میں ہمیشہ مشکل سمجھتا رہا۔ اس لیے کہ وعدہ صرف زمانۂ آئندہ میں امید پیدا کرتا ہے اور مستقبل میں امید حال میں متحقق عجز کو ختم نہیں کرتی پھر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ وہ محض وعدے سے پانی پر قادر ہوگیا۔ تبیین میں ہے: پانی کی امید رکھنے والے کے لیے نماز کو مؤخر کرنا مستحب ہے، واجب نہیں۔ اس لیے کہ پانی کا نہ ہونا حقیقۃً ثابت ہے تو شک سے اس کا حکم زائل نہ ہوگا" اھ۔ ہدایہ میں ہے: امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے غیر روایت اصول میں مروی ہے کہ مؤخر کرنا لازم ہے اس لیے کہ غالب گمان، متحقق کی طرح ہے۔ ظاہر روایت کی وجہ یہ ہے کہ عجز حقیقۃً ثابت ہے تو اس کا حکم ویسے ہی یقین کے بغیر زائل نہ ہوگا" اھ۔

شک سے وہ مراد لیا ہے جو یقین کا مقابل ہو اس کی دلیل ہدایہ کی عبارت ہے جو اس کے بعد آرہی ہے۔ بنایہ میں ہے اور شلبیہ میں درایہ کے حوالہ سے پھر بنایہ و درایہ دونوں ہی ایضاح سے ناقل ہیں کہ امید سے مراد غلبۂ ظن ہے یعنی اس کا غالب گمان یہ ہو کہ آخر وقت میں پانی مل جائے گا اور اسی کے مثل بحر وغیرہ میں ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] تبیین الحقائق، باب التیمم، مطبعۃ امیریہ بولاق مصر ۱/۴۱
[2] الہدایہ " مکتبہ عربیہ کراچی ۱/۳۶
[3] حاشیہ شلبی علی تبیین الحقائق باب التیمم امیریہ بولاق، مصر ۱/۴۱

Marfat.com

…راه فی الحلیة لها ولغیرها والمسألة …لومة دوارة فی المتون والشروح و …فتاوی وهی تعطی قطعا ان رجاء القدرة …المآل لایرفع العجز فی الحال باجماع …حابنا فی روایات الاصول فیجب ان لا …عد قادرا بالوعد وانما یؤمر بالانتظار …ستحبا ان وقع الوعد قبل الصلاة و …وعد بعدها لم یبطل صلاة صحت …قین کما لو حصل له رجاء الوجدان …خر الوقت بعد ما صلی فان مالا …نع التیمم وجوده لایرفعه حدوثه …ین حدث فضلا عما سبق اما الفرق …ن القدرة علی الماء تثبت بالاباحة …جماعا فیجب الانتظار بخلاف غیره کثوب …و دلو فلا تثبت عند الامام فیستحب وعندهما …تم فیجب **فاقول** الوعد لیس اباحة فی …لحال بل ایراث رجائها فی المآل فبون …ین بین قوله اعطیت وقوله ساعطی۔

حلیہ میں اس پر ہدایہ اور دوسری کتاب کا بھی حوالہ دیا ہے۔ اور یہ مسئلہ معلوم و معروف ہے متون، شروح اور فتاوٰی میں کثرت سے گردش کرنے والا ہے، اور اس سے قطعی طور پر یہ پتا چلتا ہے کہ مستقبل میں قدرت کی امید، حال میں پائے جانے والے عجز کو ختم نہیں کرتی۔ اس پر روایات اصول میں ہمارے اصحاب کا اجماع ہے۔ تو ضروری ہے کہ وعدہ کی وجہ سے اسے قادر نہ شمار کیا جائے، صرف استحباباً اُسے انتظار کا حکم دیا جائیگا اگر قبل نماز وعدہ ہُوا، اور اگر بعد نماز وعدہ ہُوا تو یہ ایک ایسی نماز کو باطل نہیں کرسکتا جو بالیقین صحیح ادا ہوئی جیسے اس صورت میں جب کہ ادائے نماز کے بعد آخر وقت میں اسے پانی ملنے کی امید پیدا ہوئی اس لیے کہ جس چیز کی موجودگی تیمم سے مانع نہیں ہوتی اس کا حدوث بوقت حدوث بھی تیمم کو ختم نہیں کرسکتا بوقت سابق ختم کرنا تو درکنار۔ یہ فرق کہ پانی پر قدرت بالاجماع اباحت سے ثابت ہوجاتی ہے تو اس کا انتظار واجب ہے، دوسری چیز جیسے کپڑے اور ڈول کا یہ حال نہیں اس میں امام صاحب کے …زدیک اباحت سے قدرت ثابت نہیں ہوتی تو انتظار صرف مستحب ہے اور صاحبین کے نزدیک اس میں بھی …درت ثابت ہوتی ہے تو انتظار واجب ہے (اس پر مجھے کلام ہے) **فاقول** وعدہ فی الحال اباحت …ہیں بلکہ اس سے صرف آئندہ زمانہ میں امید پیدا ہوتی ہے۔ کسی کے یہ کہنے میں کہ "میں نے دیا" اور یہ کہنے …یں کہ "آئندہ دوں گا" کھلا ہوا فرق ہے۔ (ت)

اما ان الظاهر الوفاء فکان قادرا …لی استعمال الماء ظاهرا **فاقول** …لماء معدوم عنده بعد

اب رہی یہ بات کہ ظاہر وفائے وعدہ ہے تو ظاہراً پانی کے استعمال پر قادر ہوا **فاقول** (تو اس پر میں کہتا ہوں کہ) پانی اس کے نزدیک

Marfat.com

ولا قدرة على المعدوم کیف وقد قال فی البحر فی مسألة من نسی الماء فی رحلہ ھذا لانه لا قدرة بدون العلم لان القادر علی الفعل ھو الذی لو اراد تحصیلہ یتأتی لہ ذلك ولا تکلیف بدون القدرة[1] اھ ومعلوم ان الموعود لہ لیس الامر بیدہ حتی یتأتی لہ تحصیل الوضوء بارادتہ بل ھو بید الواعد فلم تثبت القدرة۔

اب بھی معدوم ہے اور معدوم پر قدرت نہیں ــــ یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ البحرالرائق میں اپنے خیمہ یا کجاوہ میں رکھا ہُوا پانی بھُول جانے والے کے مسئلہ میں یہ لکھا ہے "یہ اس لیے کہ بغیر علم کے قدرت نہیں اس لیے کہ فعل پر قادر وہی ہے کہ اگر اس فعل کو بروئے ثبوت لانا چاہے تو لاسکے اور قدرت کے بغیر کوئی مکلف نہیں ہوتا" اھ یہ معلوم ہے کہ جس سے وعدہ کیا گیا ہے معاملہ اس کے ہاتھ میں نہیں کہ وہ چاہے تو وضو کرلے بلکہ یہ وعدہ کرنے والے کے ہاتھ میں ہے تو قدرت ثابت نہ ہوئی۔ (ت)

فان قلت الیس اذا اعطاہ بعد الصلاة بلا اباء بطلت فقد عد بالعطاء اللاحق قادرا فی السابق وسیأتی التصریح بہ عن الزیادات وجامع الکرخی والبدائع والحلیة انہ ظھر انہ کان قادرا لان البذل بعد الفراغ دلیل البذل قبلہ[2] اھ مع ان الماء کان معدوما عندہ اذ ذاك والمعدوم غیر مقدور فلم لا یجعل قادرا بالوعد وان کان الماء معدوما عندہ بعد بل ھذا اولی لانہ علی شرف الحصول اما ما مضی فلا یمکن ان یجعل غیر الحاصل فیہ حاصلا۔

اگر یہ سوال ہو کہ کیا ایسا نہیں کہ جب بعد نماز اسے بلا انکار دے دے تو نماز باطل ہوگئی اس سے ظاہر ہوا کہ بعد میں دینے سے سابق میں اس کو قادر شمار کیا گیا۔ اس کی تصریح زیادات، جامع کرخی، بدائع اور حلیہ کے حوالوں سے آرہی ہے کہ "ظاہر ہوگیا کہ وہ قادر تھا اس لیے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد دے دینا اس بات کی دلیل ہے کہ پہلے بھی دے دیتا" اھ۔ باوجودیکہ پانی اس وقت اس کے پاس معدوم تھا اور معدوم مقدور نہیں ــــ تو وعدے کی وجہ سے بھی اس کو قادر کیوں نہ قرار دیا جائے اگرچہ اس کے پاس پانی اب بھی معدوم ہے۔ بلکہ یہ بدرجۂ اولٰی ہوگا اس لیے کہ وہ آئندہ حصول کی راہ میں ہے اور جو زمانہ گزر چکا اس میں تو غیر حاصل کو حاصل بنانا ممکن ہی نہیں۔

---

[1] البحرالرائق باب التیمم مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۰
[2] البدائع الصنائع " " " " ۱/۴۹

Marfat.com

اقول و باللہ التوفیق لیست
القدرۃ المانعۃ للتیمم بمعنی
الاستطاعۃ فانھا لا تکون قبل الفعل
وان کان الماء بکفہ بل بمعنی سلامۃ الاسباب
والآلات بحیث لا یبقی شیٔ مما یتوقف علیہ
تحصیل الماء خارجا عن قبضتہ فیکون
قادرا بمعنی ان تحصیلہ بیدہ و یشترط
مع ذلک عدم الحرج فمن بعد الماء عنہ
میلا وھو قادر علی المشی فقد سلمت لہ
الاسباب وعد عاجزا للحرج ثم غالب
الظن کالیقین الا تری ان من ظن قرب الماء
عد قادرا علیہ مع انہ لا یعلمہ حقیقۃ و
الظن ربما یخطی اذا علمت ھذا فمن اُعطی
لاحقا حصل لہ الظن علی العطاء سابقا لو
سأل فثبت ظنا وھو کالثبوت یقینا انہ کان
قادرا اذ ذاک علی تحصیل الماء بالسؤال فکان
قادرا علی الماء لان القدرۃ الحسیۃ
بالعطاء وما کان بینہ وبین العطاء الا
السؤال کما ظھر بالبذل اللاحق بالسؤال وان
کان بدون سؤال فبالاولی وقد کان السؤال
بیدہ و ترکہ عالما بالماء عندہ فکان
کمن یکون علی رأس البئر وفیھا ماء و بیدہ
الدلو والرشاد وھو قادر علی الاستقاء
فترک وتیمم و بالجملۃ ظھر بالبذل
اللاحق انہ لو اراد تحصیلہ سابقا لتاُتی

میں اس کے جواب میں کہوں گا اور خدا
ہی سے توفیق ہے، وُہ قدرت جو تیمم سے مانع ہے بمعنی
استطاعت نہیں۔ اس لیے کہ یہ تو فعل سے پہلے
ہوتی ہی نہیں اگرچہ پانی اس کی ہتھیلی میں ہی کیوں نہ ہو۔
بلکہ یہ قدرت بمعنی سلامتِ اسباب و آلات ہے اِس طرح
کہ جتنی چیزوں پر تحصیلِ آب موقوف ہے ان میں سے کوئی
بھی اس کے قبضہ سے باہر نہ رہ جائے تو وہ قادر ہو گا
اس معنی میں کہ اس کی تحصیل اس کے ہاتھ میں ہے اُس
کے ساتھ یہ شرط بھی ہوگی کہ حرج نہ ہو کیونکہ پانی جس سے
ایک میل دُور ہے اور اسے چلنے کی قدرت بھی ہے تو
اس کے لیے سلامت اسباب تو موجود ہے پھر بھی
حرج کے باعث اسے عاجز شمار کیا گیا۔ یہ بھی ملحوظ رہے
کہ غالب ظن، یقین کی طرح ہے۔ دیکھیے جسے پانی قریب
ہونے کا ظن ہو اسے پانی پر قادر شمار کیا گیا ہے حالانکہ
حقیقۃً اسے پانی کا علم نہیں۔ اور ظن تو بارہا غلط بھی
ہوتا ہے۔ جب یہ سب معلوم ہو گیا تو اب دیکھئے جسے
بعد میں پانی دے دیا گیا اسے یہ گمان حاصل ہوا کہ
اگر مانگتا تو وہ پہلے بھی دے دیتا تو ظناً ثبوت ہوا۔
اور یہ یقیناً ثبوت کی طرح ہے۔ کہ وہ اس وقت
سوال کے ذریعہ تحصیل آب پر قادر تھا۔ تو وہ پانی
پر قادر ہوا اس لیے کہ حسّی قدرت تو دینے ہی سے
ہوتی ہے۔ اور اس کے اور دینے کے درمیان
صرف سوال ہی کا فاصلہ تھا۔ جیسے اس کا قادر ہونا
بعد میں سوال پر دینے سے ظاہر ہوتا ہے اور بغیر
سوال دینا ہو تو بدرجۂ اولیٰ۔ اور سوال اس کے

Marfat.com

له لعدم توقفه الاعلى سؤاله المقدور له وهذا هو معنى القدرة بخلاف الموعود له فان التوقف ههنا على الوفاء وليس الوفاء بيده فقد ظهر الفرق والحمد لله رب العلمین۔

ہاتھ میں تھا جسے اس نے ترک کر دیا جبکہ جانتا تھا کہ اس کے پاس پانی ہے تو یہ اس شخص کی طرح ہوا جو کسی کنوئیں پر ہو جس میں پانی بھی ہے اور اس کے ہاتھ میں ڈول رسّی موجود ہے، پانی کھینچنے پر قدرت بھی ہے مگر اس نے پانی نہ نکالا اور تیمم کر لیا۔ مختصر یہ کہ بعد میں دینے سے ظاہر ہو گیا کہ اگر وہ سابق میں پانی حاصل کرنا چاہتا تو میسر آجاتا کیونکہ وہ صرف اس کے مانگنے پر موقوف تھا اور مانگنا اس کی قدرت میں ضرور تھا۔ یہی قدرت کا معنٰی بھی ہے۔ بخلاف اس شخص کے جس سے پانی کا وعدہ ہوا اس لیے کہ یہاں موقوفی وفا پر ہے اور وفا اس کے ہاتھ میں نہیں۔ اس بیان سے دونوں میں فرق واضح ہو گیا۔ اور ساری خوبیاں سارے جہانوں کے مالک خدا ہی کے لیے ہیں۔ (ت)

فان قلت الیس قد اوجبوا الطلب وابطلوا الصلاة قبله فیما اذا کان فی العمرانات اوقربها مطلقا اوفی الفلاة وقد اخبر بقرب الماء اوظنه بوجه اٰخر من رؤیة خضرة وغیرها کما قدمته فی خامس افادات شرح الحد الرضوی واثرت ثمه عن الحلیة ان العلم بقرب الماء قطعا اوظاهرا ینزله منزلة کون الماء موجودا بحضرته فلا یجوز تیممه کما لایجوز مع وجوده بحضرته[1] اھ فکذلك ههنا وان کان الماء معدوما ینزله ظن الوفاء لانه هو الظاهر من المسلم منزلة الموجود فلا یجوز له التیمم۔

اگر یہ سوال ہو کہ کیا ایسا نہیں کہ فقہانے پانی تلاش کرنا واجب اور اس سے پہلے ادائے نماز کو باطل قرار دیا ہے جب وہ آبادی یا قربِ آبادی میں ہو تو مطلقاً بیابان میں ہو تو اس وقت جب آبتا یا گیا ہو کہ پانی قریب ہے یا کسی دوسرے طریقہ مثلاً ہریالی وغیرہ دیکھ کر اسے گمان ہوا ہو جیسا کہ شرح تعریف رضوی کے افادۂ پنجم میں اس کا بیان ہو چکا ہے اور وہاں حلیہ سے یہ بھی نقل ہوا ہے کہ "پانی قریب ہونے کا قطعاً یا ظاہراً علم ہو جائے تو یہ پانی اس کے پاس موجود ہونے کی منزل میں لا اتارتا ہے تو اسے تیمم کرنا جائز نہیں ہوتا جیسے پاس موجود ہونے کی صورت میں جائز نہیں ہوتا" اھ تو اسی طرح یہاں پانی اگرچہ معدوم ہے ظنِّ وفا ـــــ اس لیے کہ مسلم سے وہی ظاہر ہے ـــــ اسے موجود کی منزل میں لا اتارے گا تو اس کے لیے تیمم جائز نہ ہوگا۔ (ت)

---

[1] حلیہ

اقول ولربی الحمد علی الخبیر سئلت بہ وفی القیاس غلطت بہ فرق عظیم بین المسألتین القرب والعطاء کلاھما مانع من التیمم لحصول القدرۃ بھما فان الشرع المطھر جعل ماکان دون میل کالذی بیدہ والا لجاز لمن بیتہ علی شط البحر التیمم اذالم یجد الماء فی بیتہ کما تقدم فی نمرۃ ۹۱ عن العنایۃ والظن الغالب فی العمل کالعلم ومع علم المانع لامساغ للتیمم بیدان القریب لماکان مقدورا حقیقۃ شرعا فی الحال کما علمت کان ظن القرب ظن انہ مقدور الاٰن وانہ حاصل بحضرتہ فی اعتبار الشرع المطھر وھھنا ظن الوفاء ظن انہ سیحصل مع العلم القطعی بانہ غیر حاصل فی الحال فذلک علم ان المانع موجود وھذا علم انہ سیحدث ان وفی وتوقع حدوث المانع لایمنع التیمم۔

اقول (جواباً میں کہوں گا) اور میرے رب ہی کے لیے حمد ہے — باخبر سے سوال کیا اور قیاس میں غلطی کی۔ دونوں مسئلوں میں عظیم فرق ہے — قربِ آب اور عطائے آب دونوں ہی تیمم سے مانع ہیں کیونکہ دونوں سے قدرت حاصل ہوجاتی ہے۔ اس لیے کہ جو پانی ایک میل سے کم دُوری پر ہو شرعِ مطہر نے اسے اس پانی کی طرح قرار دیا ہے جو ہاتھ میں موجود ہو— ورنہ سمندر کے کنارے جس کا گھر ہو اس کے لیے یہ جائز ہوتا کہ گھر میں پانی نہ پائے تو تیمم کرلے جیسا کہ نمبر ۹۱ میں عنایہ کے حوالہ سے گزرا۔ اور ظنِ غالب حق عمل میں یقین کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور مانع کا یقین ہوتے ہوئے تیمم کی کوئی گنجائش نہیں —مگر یہ ہے کہ آبِ قریب چونکہ ازروئے شرع فی الحال حقیقۃً مقدور ہے جیسا کہ معلوم ہُوا تو قرب کا گمان اس امر کا گمان ہے کہ پانی اس وقت مقدور ہے اور وہ شرعِ مطہر کے اعتبار میں اس کے پاس حاصل ہے —— اور یہاں وفائے وعدہ کا گمان اس بات کا گمان ہے کہ پانی آئندہ حاصل ہوگا۔ ساتھ ہی اس بات کا قطعی علم ہے کہ وہ فی الحال حاصل نہیں۔ تو اس بات کا علم ہے کہ مانع موجود ہے۔ اور یہ اس بات کا کہ مانع پیدا ہوگا اگر اس نے وعدہ وفا کردیا— اور مانع کے پیدا ہونے کی توقع تیمم سے مانع نہیں۔ (ت)

وھذا ما قدمت فی الظفر لقول زفر انہ اذا ادرک الوقت فاراد الصلاۃ لاینھی عنھا ولا ینظر الا الی حالتہ الراھنۃ وقلت قبلہ فیہ ان الطاعۃ بحسب الاستطاعۃ قال ربنا تبارک و

یہی بات میں رسالہ "الظفر لقول زفر" میں بیان کرچکا ہُوں کہ جب وقت ہوگیا اور اس نے نماز ادا کرنی چاہی تو اسے اس سے روکا نہ جائیگا اور صرف اس کی موجودہ حالت دیکھی جائے گی۔ اس سے پہلے اس رسالہ میں مَیں نے لکھا ہے کہ

Marfat.com

تعالیٰ فاتقوا اللّٰہ ما استطعتم[1] ولا ینتظر الا الی الحالۃ الراھنۃ واستشھدت علیہ بمسألۃ الراجی ھذہ ان لیس علیہ التأخیر وبمسألۃ الدر امرۃ الطبیب بالاستلقاء الخ وستأتی عن البنایۃ سبع مسائل ومن زیادتنا سبع اُخر تشھد لھذا ومن ذلک ما مر فی نمرۃ ۹ من مسألۃ عار وُعد ثوبا لہ ان یصلی عاریا ولا ینتظر ھذا ھو مذھب امام المذھب رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ والاٰن رأیت فی الغنیۃ فی مسألۃ الراجی نفسھا (یستحب ان یؤخر) ولو لم یفعل وتیمم وصلی جاز لانہ اداھا بحسب قدرتہ الموجودۃ عند انعقاد سببھا وھو ما اتصل بہ الاداء[2] اھ ثم بنعمۃ ربی ولہ الحمد رأیت بعد قلیل من الحین الامام الاجل ابا البرکات النسفی رحمہ اللّٰہ تعالٰی فی الکافی فرق بعین ما وفقنی ربی من انہ این الحاصل مما سیحصل کما سأذکر نصہ ان شاء اللّٰہ تعالٰی وللّٰہ الحمد فی الاولٰی والاخرٰی ھذا ما کان یتخالج صدری فی مسألۃ الوعد۔

"طاعت، حسبِ استطاعت ہوتی ہے۔ ہمارے رب تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔ تو تم خدا سے ڈرو جتنی تمھیں استطاعت ہو ـــــ اور موجودہ حالت ہی دیکھی جائے گی۔ اس پر میں نے پانی کی امید رکھنے والے کے اس مسئلہ سے استشہاد بھی کیا ہے کہ اس پر نماز مؤخر کرنا لازم نہیں۔ اور درمختار کے اس مسئلہ سے کہ طبیب نے اسے چت لیٹنے کا مشورہ دیا الخ۔ عنقریب بنایہ کے حوالہ سے سات مسائل آرہے ہیں۔ اور ہمارے اضافہ سے سات اور، وہ سب اس پر شاہد ہیں۔ اسی میں سے وہ مسئلہ بھی ہے جو نمبر ۹ میں گزرا کہ کوئی برہنہ بدن ہے جس سے کپڑے کا وعدہ کیا گیا ہے اس کے لیے برہنہ نماز ادا کرنا اور انتظار نہ کرنا' جائز ہے۔ یہی امام مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب ہے۔ اور اب میں نے غنیہ میں خود امید آب والے کا مسئلہ دیکھا جو اس طرح ہے: (تاخیر مستحب ہے) اور اگر نہ کی اور تیمم کرکے نماز پڑھ لی تو جائز ہے اس لیے کہ اس نے اپنی اس قدرت کے مطابق نماز ادا کی جو سبب نماز کے انعقاد کے وقت موجود تھی اور سبب نماز وہ وقت ہے جس سے متصل نماز ادا ہوتی اھ پھر بانعام ربانی ـــــ اور اس کا شکر ہے۔ تھوڑے دنوں بعد میں نے دیکھا کہ امام اجل ابوالبرکات نسفی رحمہ اللہ تعالٰی نے کافی میں بعینہٖ وہی فرق بیان کیا ہے جس کی میرے رب نے مجھے توفیق دی کہ کہاں وُہ جو حاصل ہے اور کہاں وُہ جو آئندہ حاصل ہوگا۔ جیسا کہ ان کی عبارت عنقریب ذکر کروں گا اگر خدائے برتر کی مشیت ہُوئی۔ اور خدا ہی کے لیے حمد ہے دنیا و آخرت میں۔ یہ وُہ باتیں ہیں جو مسئلہ وعدہ سے متعلق میرے دل میں خلجان کررہی تھیں۔ (ت)

[1] القرآن ۶۴/۱۶ [2] غنیۃ المستملی فصل فی التیمم مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۷۴

Marfat.com

وامّا مسألۃ الرّجاء وما عللہابہ فی الھدایہ فاعترضہ الامام الاجل الشیخ عبد العزیز ثم الامام قوام الدین الکاکی ثم الامام اکمل الدین البابرتی ثم الامام المحقق علی الاطلاق بوجہین[1] قال فی الفتح علی عبارۃ الھدایۃ المذکورۃ قولہ[2] لان

اب مسئلۂ امید اور ھدایہ میں بیان شدہ اس کی تعلیل[1] پر کلام کیا جاتا ہے۔ اس پر امام اجل شیخ عبد العزیز، پھر امام قوام الدین کاکی، پھر امام اکمل الدین بابرتی، پھر امام محقق علی الاطلاق نے دو وجہوں سے اعتراض کیا ہے۔ فتح القدیر میں ہدایہ کی مذکورہ عبارت پر یہ کلام ہے: "ان کا قول" اس لیے

---

[1] التعلیل یرد علیہ الوجہان وعلی الحکم الوجہ الاول فقط کما سیأتی ۱۲ منہ غفرلہ (م)

تعلیل پر دونوں وجہوں سے اعتراض ہوتا ہے اور حکم پر صرف وجہ اول سے اعتراض ہوتا ہے جیسا کہ آرہا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[2] قولہ قولہ مبتدء خبرہ یقتضی و قولہ مع انہ منظور فیہ متعلق بقولہ یقتضی **اقول** والمقصود الایراد علی وجہ ظاہر الروایۃ وانما اشرك معہ تعلیل الروایۃ النادرۃ لان النظر الاول یبتنی علی ان ظاہر الروایۃ لم یعتبرہ فہما نظران حاصل الاول کیف قلتم لایزول الا بیقین مثلہ ولم تجعلوا غالب الرأی کالمحقق مع انکم اعتبرتموہ فی مسألتی العمر انات و

ان کی عبارت میں "قولہ" (ان کا قول) مبتدا ہے۔ اس کی خبر ہے "یقتضی" (مقتضی ہے) اور ان کی عبارت "مع انہ منظور فیہ" (باوجودیکہ اس میں کلام ہے) ان کی عبارت "یقتضی" سے متعلق ہے **اقول** مقصد ظاہر الروایۃ کی وجہ پر اعتراض کرنا ہے۔ اس کے ساتھ روایت نادرہ کی تعلیل کو اس لیے شریک کر لیا کہ پہلا اعتراض اس پر مبنی ہے کہ ظاہر الروایہ نے اس کا اعتبار نہ کیا تو یہ دو اعتراض ہوئے۔ پہلے کا حاصل یہ ہے کہ آپ نے

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] امید کی صورت میں روایت نادرہ میں یہ حکم ہے کہ نماز مؤخر کرنا واجب ہے جس کی تعلیل ہدایہ میں یہ ہے کہ "غالب رائے محقق کی طرح ہے" یعنی غلبۂ ظن کو حق عمل میں یقین کی حیثیت حاصل ہے۔ اور ظاہر الروایہ میں اس کا حکم یہ ہے کہ تاخیر صرف مستحب ہے واجب نہیں، ہدایہ میں اس کی تعلیل یہ ہے کہ "عجز حقیقۃً ثابت ہے تو ویسے ہی یقین کے بغیر اس کا حکم زائل نہ ہوگا"۔ مسئلۂ وعید پر کلام کے شروع میں یہ باتیں گزر چکی ہیں ۱۲ محمد احمد مصباحی

Marfat.com

غالب الرأی کالتحقق مع قولہ فی وجہ ظاہر الروایۃ ان العجز ثابت حقیقۃ فلا یزول حکمہ الا بیقین مثلہ انہ منظور فیہ بان التیمم فی العمرانات وفی الفلاۃ اذا اخبر بقرب الماء او غلب علی ظنہ بغیر ذلك لایجوز قبل الطلب اعتبار الغالب الظن کالیقین یقتضی انہ لو تیقن وجود الماء فی اٰخر الوقت لزمہ التاخیر علی ظاہر الروایۃ لکن المصرح بہ خلافہ علی ما تقدم اول الباب انہ اذا کان بینہ وبین الماء میل جاز التیمم من غیر تفصیل وفی الخلاصۃ المسافر اذا کان علی تیقن من وجود الماء او غالب ظنہ علی ذلك فی اٰخر الوقت فتیمم فی اول الوقت وصلی ان کان بینہ و بین الماء مقدار میل جاز وان کان اقل ولکن یخاف الفوت لایتیمم[1] اھ وقد فصلہ اتم تفصیل

کہ غالب رائے، متحقق کی طرح ہے، ظاہر الروایہ کی وجہ میں ان کے اس قول کے ساتھ کہ "عجز حقیقۃً ثابت ہے تو اس کا حکم ویسے ہی یقین کے بغیر زائل نہ ہوگا"۔ باوجودیکہ ایک تو اس میں یہی کلام ہے کہ غالب ظن کو یقین کی طرح ماننے کے باعث پانی تلاش کرنے سے پہلے آبادیوں میں تیمم جائز نہیں اسی طرح بیابانوں میں بھی جبکہ اسے یہ بتایا گیا ہو کہ قریب میں پانی ہے یا کسی اور طرح اسے پانی کا غلبۂ ظن ہوا ہو (دوسرے یہ کہ ان کا وہ قول) اس کا مقتضی ہے کہ اگر اسے یقین ہو کہ آخر وقت میں پانی مل جائے گا تو ظاہر الروایۃ کے مطابق اسے نماز مؤخر کرنا لازم ہے لیکن اس کے برخلاف جیسا کہ اول باب میں گزرا یہ تصریح موجود ہے کہ جب اس کے اور پانی کے درمیان ایک میل کا فاصلہ ہو تو تیمم جائز ہے اس میں کوئی تفصیل نہیں ——— اور خلاصہ میں ہے کہ مسافر کو جب آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین یا غلبۂ ظن ہو پھر بھی وہ اول وقت میں تیمم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الفلاۃ وحاصل الشاق ان قولکم ہذا یقتضی ان لو تیقن وجدان الماء فی اٰخر الوقت لم یجز لہ التیمم لانہ معارض اذن بیقین مثلہ مع ان المصرح بہ خلافہ ۱۲ منہ غفر لہ (م)

کیسے کہا کہ ویسے ہی یقین کے بغیر زائل نہ ہوگا اور آپ نے غالب رائے متحقق کی طرح کیوں نہ قرار دیا جب کہ آبادیوں اور بیابانوں کے دونوں مسئلوں میں آپ نے اس کو مانا ہے ——— اور دوسرے اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ آپ کا یہ قول اس کا مقتضی ہے کہ اگر اسے آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین ہو تو اس کے لیے تیمم جائز نہ ہو کیونکہ ایسی صورت میں ویسا ہی یقین اس کے معارض مل گیا حالاں کہ تصریح اس کے برخلاف موجود ہے۔ (ت)

---

[1] فتح القدیر باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۲۰

Marfat.com

الامام الاجل البخاری ونقل کلامه فی العنایة
والدرایة وهذا لفظ الاکمل قال قوله
لان غالب الرأی کالمتحقق قال الشیخ
عبد العزیز هذا التعلیل مشکل لانه
یقتضی ان یجب التأخیر عند التحقق
فی أخر الوقت مع بعد المسافة فی الروایات
الظاهرة لیصح مقیسا علیه ولیس کذلك
فانه ذکر فی اول الباب ان من کان خارج
المصر یجوز له التیمم اذا کان بینه وبین
الماء میل او اکثر وفی الخلاصة وعامة
النسخ المسافر اذا کان علی تیقن من وجود
الماء فی أخر الوقت او غالب ظنه ذلك جاز
له التیمم اذا کان بینه وبین الماء میل او اکثر
وان کان اقل لا یجوز وان خاف فوت الصلاة
فلو حمل هذا یعنی التعلیل علی ان المراد
ان التیمم لا یجوز فی المتحقق فی غیر روایة
الاصول فالحق به غالب الظن فی هذه
الروایة لم یستقم ایضا لانه علل وجه
ظاهر الروایة بان العجز ثابت حقیقة فلا
یزول حکمه الا بیقین مثله وذلك یقتضی
ان حکم العجز وهو جواز التیمم یزول عند
التیقن بوجود الماء فی ظاهر الروایة و
لیس کذلك علی ما بینا ولو حمل علی ان
هذا فیما اذا کان بینه وبین ذلك الموضع
اقل من میل لم یستقم ایضا لانه لا فرق

کر کے نماز پڑھ لے تو اگر اس کے اور پانی کے درمیان ایک
میل کا فاصلہ ہو تو جائز ہے۔ اور اگر کم ہو لیکن نماز
فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو تیمم نہ کرے" اھ امام اجل
عبد العزیز بخاری نے اس کی بھر پور تفصیل فرمائی ہے
اور ان کا کلام عنایہ اور درایہ میں نقل ہوا ہے ۔ عنایہ
اکمل الدین بابرتی کے الفاظ یہ ہیں ، ان کا قول" اس لیے
کہ غالب رائے محقق کی طرح ہے"۔ اس پر شیخ عبد العزیز
نے فرمایا ، اس تعلیل میں اشکال ہے اس لیے کہ اس کا
اقتضا یہ ہے کہ آخر وقت میں یقین کی صورت میں بُعد
مسافت کے باوجود ظاہر روایات میں مؤخر کرنا
واجب ہو تاکہ وہ مقیس علیہ ہو سکے ـــــ حالاں کہ ایسا
حکم نہیں۔ اس لیے کہ شروع باب میں وہ بتا چکے ہیں کہ
" جو بیرونِ شہر ہو اس کے لیے تیمم جائز ہے جب کہ
اس کے اور پانی کے درمیان ایک میل یا زیادہ کا فاصلہ ہو"
اور خلاصہ وعامہ کتب میں ہے کہ" مسافر کو جب آخر
وقت میں پانی ملنے کا یقین یا غالب گمان ہو تو اس
کے لیے تیمم جائز ہے جب کہ اس کے اور پانی کے درمیان
ایک میل یا زیادہ کا فاصلہ ہو اور اگر اس سے کم فاصلہ
ہو تو تیمم جائز نہیں اگرچہ نماز فوت ہو جانے کا اندیشہ
ہو"۔ تو اگر اس کا یعنی تعلیل کا محمل یہ ہو کہ " مراد
یہ ہے کہ غیر روایتِ اصول میں چونکہ بصورت تحقق بھی
تیمم جائز نہیں اس لیے اس روایت میں غالب ظن
کو بھی اسی سے ملحق کر دیا گیا" تو بھی بات نہیں بنتی۔
اس لیے کہ ظاہر روایت کی انہوں نے علت یہ بتائی
ہے کہ" عجز حقیقۃً" ثابت ہے تو ویسے ہی یقین کے

Marfat.com

فی تعلیل ظاهر الروایة بین غلبة الظن والیقین فیما اذا کانت المسافة اقل من میل فی عدم جواز التیمم کما انه لا فرق بینهما فیما اذا کانت المسافة اکثر من میل فی جواز التیمم وقد صرح فی آخر هذا الباب انه اذا غلب علی ظنه ان بقربه ماء لا یجوز التیمم کما لو تیقن بذلک فعلم انه مشکل بقی وجه آخر وهو ان یحمل هذا علی ما اذا لم یعلم ان المسافة قریبة او بعیدة فلو ثبت انه تیقن بوجود الماء فی آخر الوقت فقد امن الفوات ولما لم یثبت بعد المسافة للتشکیک فیه لم یثبت جواز التیمم فیجب التاخیر اما لو غلب علی ظنه ذلک و کذلک عندهما فی غیر روایة الاصول لان الغالب کالمتحقق وفی ظاهر الروایة لا یجب التاخیر لان العجز ثابت لعدم الماء حقیقة وحکم هذا العجز وهو جواز التیمم لا یزول الا بیقین مثله وهو التیقن بوجود الماء فی آخر الوقت ولم یوجد فلا یجب التاخیر ولکن هذا الوجه لا یخلو عن تمحل و یلزم علیه انه فرق ههنا بین غلبة الظن والیقین فی ظاهر الروایة ولم یفرق بینهما فیما اذا غلب علی ظنه ان بقربه ماء فی عدم جواز التیمم ولا فیما اذا کانت المسافة بعیدة فی جواز التیمم کما بینا قال فالاظهر

بغیر زائل نہ ہوگا"۔ یہ تعلیل اس کی مقتضی ہے کہ ظاہر الروایۃ میں حکمِ عجز — جوازِ تیمم — پانی ملنے کے یقین کے وقت زائل ہو جائے۔ حالاں کہ ایسا نہیں جیسا کہ ہم بتا چکے۔ اور اگر اس کا محمل یہ ہو کہ "یہ اس صورت میں ہے جب اس کے اور اس جگہ کے درمیان ایک میل سے کم فاصلہ ہو" تو بھی بات نہیں بنتی — اس لیے کہ تعلیل ظاہر الروایہ میں ایک میل سے کم فاصلہ ہونے کی صورت میں، تیمم ناجائز ہونے کے معاملہ میں غلبۂ ظن اور یقین کے درمیان کوئی فرق نہیں جیسے کہ ان دونوں کے درمیان ایک میل سے زیادہ مسافت ہونے کی صورت میں تیمم جائز ہونے کے معاملہ میں کوئی فرق نہیں۔ وہ خود اس باب کے آخر میں صراحت کر چکے ہیں کہ جب اسے قریب میں پانی ہونے کا غلبۂ ظن ہو تو تیمم جائز نہیں جیسے اگر اس کا یقین ہو تو تیمم جائز نہیں — معلوم ہوا کہ یہ تعلیل اشکال رکھتی ہے۔ ایک صورت اور رہ گئی وہ یہ کہ اس کا محمل وہ صورت ہو جب اسے یہ معلوم نہ ہو کہ مسافت قریب ہے یا بعید تو اگر یہ ثابت ہو کہ اسے آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین ہے تو نماز کے فوت ہونے سے اس کو بے خوفی حاصل ہو گئی اور شک کی وجہ سے جب بُعدِ مسافت ثابت نہیں تو جواز تیمم بھی ثابت نہیں، تو نماز مؤخر کرنا واجب ہے — لیکن اگر اُس کو اس کا غلبۂ ظن ہو تو بھی غیر روایتِ اصول میں شیخین کے نزدیک یہی حکم ہے اس لیے کہ پانی نہ ہونے کی وجہ سے عجز حقیقۃً ثابت ہے اور اِس عجز کا

Marfat.com

بقاء الاشکال[1] اذ ضمیر قال الی الامام البخاری وقد اقرہ العلامتان الکاکی والبابرتی رحمہم اللہ الجمیع ورحمنا بہم اٰمین۔

حکم ــــ جوازِ تیمم ــــ ویسے ہی یقین کے بغیر زائل نہ ہوگا۔ اور وہ یہ ہے کہ آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین ہو اور یقین نہ پایا گیا تو تاخیر واجب نہیں ــــ لیکن یہ صورت تکلف سے خالی نہیں اور اس پر یہ اعتراض لازم آئے گا کہ ظاہر الروایہ میں انھوں نے یہاں غلبۂ ظن اور یقین کے درمیان فرق کیا اور ان دونوں کے درمیان عدم جوازِ تیمم میں اس صورت میں فرق نہ کیا جب اسے قریب میں پانی ہونے کا غلبۂ ظن ہو نہ ہی جوازِ تیمم میں اُس صورت میں فرق کیا جب مسافت بعیدہ ہو جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ فرمایا: " تو اظہر یہی ہے کہ اشکال باقی ہے" اہ "فرمایا" کی ضمیر امام بخاری کے لیے ہے۔ اس کلام کو علامہ کاکی اور علامہ بابرتی نے بھی برقرار رکھا۔ خدا ان سب حضرات پر رحمت فرمائے اور ان کی برکت سے ہم پر بھی رحمت فرمائے۔ الٰہی! قبول فرما۔ (ت)

واقول انما وجہ الکلام الی ظاھر الروایۃ وتعلیلھا وصرفہ الشیخ اجلالا لھا الی الروایۃ النادرۃ ودلیلھا وجعل لھا اربعۃ محامل ورد الکل وانا ارید تلخیصہ مع الایضاح فقد خفی علی بعض اجلۃ الکبراء۔

واقول کلام کا رخ ظاہر الروایۃ اور اس کی تعلیل کی جانب ہی ہے مگر شیخ نے اس کی عظمت کے پیش نظر رخ روایتِ نادرہ اور اس کی دلیل کی طرف پھیر دیا ہے۔ اور اس کے چار محمل نکالے ساتھ ہی ہر ایک کو رد بھی کر دیا ــــ میں اس کلام کی تلخیص کرنا چاہتا ہوں، ساتھ ہی توضیح بھی، کیونکہ یہ بعض جلیل بزرگوں پر واضح نہ ہو سکا۔ (ت)

فاقول وباللہ التوفیق جعل محملہ **الاول** تقدیر ان وجوب التاخیر عند تیقن الوجدان فی اٰخر الوقت متفق علیہ بین الروایات الظاھرۃ والنادرۃ انما الخلاف عند الظن فقاستہ النادرۃ علی الوفاقیۃ وردہ ببطلان ھذا التقدیر للتنصیص المتواتر علی جواز التیمم اذا بعد الماء میلا۔ **اقول** ای وربما یتیقن فیہ الوجدان فی اٰخر الوقت

فاقول (تو میں کہتا ہوں) اور خدا ہی سے توفیق ہے، **محمل اول**: پہلا محمل اس تقدیر کو قرار دیا کہ آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین ہو تو تاخیر نماز کے وجوب پر ظاہر و نادر سبھی روایات متفق ہیں۔ اختلاف صرف ظن کی صورت میں ہے تو روایتِ نادرہ میں صورتِ ظن کا قیاس اُس صورت پر ہے جو متفق علیہ ہے۔ اور اس کا رد یُوں کیا کہ یہ ماننا ہی غلط ہے (کہ جب بھی آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین ہو تو بالاتفاق تاخیر واجب ہے) اس لیے کہ اس کی متواتر تصریح آئی ہے کہ پانی

---

[1] العنایۃ مع فتح القدیر باب التیمم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۰

فان المیل یقطع بسیرالوسط فی اقل من نصف ساعۃ و وقت الصبح و المغرب اوسع من ضعف ذلک فضلا عن سائر الاوقات۔

ایک میل دُور ہونے کی صورت میں تیمم جائز ہے **اقول** کہنا یہ چاہتے ہیں کہ اس صورت میں بارہا ایسا بھی ہوگا کہ اسے آخر وقت میں پانی مل جانے کا یقین ہے اس لیے کہ ایک میل کا فاصلہ متوسط رفتار سے آدھ گھنٹہ سے کم میں طے ہوجاتا ہے جبکہ فجر و مغرب کا بھی وقت اس کے دوگنا سے زیادہ ہے دیگر اوقات کا تو اور بھی زیادہ ہوگا۔ (ت)

والثانی ان فی کلیھا الاختلاف والحقت النادرۃ احد المختلفین بالاٰخر **اقول** وھو من ابعد المحامل اذ لا یبقی علی ھذا تعلیلا بل ایضاحا لخلافیۃ باخری کعادۃ الامام الربانی محمد فی کتبہ **وردہ** بان جواب الظاھر اذن بالفرق بین الظن فلا یجوز فیہ التیمم و الیقین فیجوز وقد علم بطلانہ **اقول** ویمکن ان یجعل ردا للالحاق فقط وان کان بعیدا کذلک المحمل۔

محمل دوم: دونوں ہی میں اختلاف ہے اور روایت نادرہ نے ایک اختلافی کو دوسرے اختلافی سے لاحق کر دیا **اقول** یہ سب سے بعید تر محمل ہے اس لیے کہ پھر یہ تعلیل نہ رہ جائے گی بلکہ ایک اختلافی مسئلہ کی دوسرے اختلافی مسئلہ سے توضیح ہوگی جیسا کہ امام ربانی محمد بن الحسن کا اپنی تصانیف میں طریقہ ہے۔ اس پر رد یہ ہے کہ پھر ظاہر الروایہ کا جواب یہ ہوگا کہ ظن و یقین میں فرق ہے۔ ظن کی صورت میں تیمم جائز نہیں اور یقین کی صورت میں جائز ہے حالانکہ اس فرق کا بطلان معلوم ہوچکا ہے۔ **اقول** اسے صرف الحاق کا رد بھی قرار دیا جاسکتا ہے اگرچہ یہ بھی اسی محمل کی طرح بعید ہے۔ (ت)

والثالث ان النادرۃ انما توجب التاخیر عند ظن الوجدان فیما اذا کان الفصل اقل من میل **اقول** معناہ ان علم الماء قریبا لا یجوز لہ التیمم ان ظن وجدانہ والا بان ضاق الوقت جاز کما ھو قول زفر **وردہ** بان المذھب انما فرق بالقرب والبعد دون غلبۃ ظن الوجدان والیقین کما یعطیہ ما ذکرہ فی

محمل سوم: پانی ملنے کا گمان ہونے کی صورت میں روایت نادرہ تاخیر نماز کو اس وقت لازم کرتی ہے جب ایک میل سے کم فاصلہ ہو۔ **اقول** اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اسے علم ہو کہ پانی قریب ہے تو اگر اسے یہ گمان ہو کہ وقتِ نماز کے اندر پانی مل جائے گا تو تیمم جائز نہیں اور اگر یہ گمان نہ ہو اس طرح کہ وقت تنگ ہوچکا ہو تو تیمم جائز ہے جیسا کہ یہ امام زفر کا قول ہے۔ اس پر رد یہ ہے کہ مذہب میں صرف

Marfat.com

وجه الظاهر فان كان الفصل ميلا او اكثر جاز مطلقا والا لا مطلقا وبان المذهب بطلان التيمم عند ظن القرب كما صرح به اٰخر هذا الباب فكيف يجيزه مع العلم بالقرب لعدم التيقن بالوجدان وليس معناه ان يظن الوجدان لظنه الماء اقرب من ميل فان كونه اقرب مفروض على هذا المحمل وسيأتي ايضاحه۔

قُرب و بعد کی تفریق سے پانی ملنے کے غلبۂ ظن و یقین میں تفریق نہیں جیسا کہ یہ اس سے معلوم ہو رہا ہے جو ظاہر الروایہ کی وجہ میں ذکر کیا کہ اگر فاصلہ ایک میل یا زیادہ ہو تو مطلقاً تیمم جائز ہے ورنہ مطلقاً جائز نہیں۔ دُوسرا وہ یہ ہے کہ مذہب یہ ہے کہ پانی قریب ہونے کا گمان ہو تو تیمم باطل ہے جیسا کہ اس باب کے آخر میں اس کی تصریح فرماتی ہے پھر قریب ہونے کا علم ہونے کے باوجود اس وجہ سے تیمم کیسے جائز کہہ دیں گے کہ وقت میں پانی ملنے کا یقین نہیں۔ یہ معنی نہیں کہ ایک میل سے کم ہونے کے گمان کی وجہ سے اسے پانی مل جانے کا گمان ہو اس لیے کہ اس محمل میں ایک میل سے کم ہونا تو فرض ہی کیا گیا ہے ــــ اس کی مزید توضیح بھی آرہی ہے۔ (ت)

والرابع ان النادرة فيما اذا جهل الفصل وتقرير دليلها ان للتيمم مبيحا ومانعا اما المبيح فالعلم ببعد المسافة واما المانع فالعلم بانه يجد الماء في اٰخر الوقت والمبيح ههنا غير معلوم بالفرض والمانع لو كان متيقنا لم يجز له التيمم قطعا للامن من الفوات وههنا هو مظنون والمظنون كالمتيقن فلا يجوز ايضا ووجب التاخير وحاصل جواب الظاهر ان للتيمم مصححا ومانعا فالمصحح العجز عن الماء وهو حاصل قطعا لان الماء معدوم حقيقة والمانع العلم بوجدانه في اٰخر الوقت وهو غير متيقن وان كان مظنونا فلا يعارض المتيقن ورده بان فيه تمحلا لتقييد

محمل چہارم: روایت نادرہ اس صورت سے متعلق ہے جب اُسے فاصلہ معلوم نہ ہو۔ اس کی دلیل کی تقریر یہ ہے کہ تیمم کو ایک چیز مباح کرنے والی ہے اور ایک چیز ممنوع کرنے والی ہے۔ مبیح یہ ہے کہ بُعدِ مسافت کا علم ہو۔ مانع یہ ہے کہ اس بات کا علم ہو کہ آخر وقت میں پانی مل جائیگا اور فرض کیا گیا ہے کہ مبیح (یعنی بعدِ مسافت) یہاں نامعلوم ہے۔ اور مانع اگر متیقن ہو تو قطعاً اس کے لیے تیمم جائز نہ ہوگا اس لیے کہ فوت نماز کا اندیشہ نہیں ــــ اور یہاں مانع متیقن نہیں مظنون ہے۔ مظنون بھی متیقن ہی کی طرح ہے تو بھی تیمم کا جواز نہیں اور نماز مؤخر کرنا واجب ہے۔ اور ظاہر الروایۃ کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ ایک چیز تیمم کو صحیح قرار دینے والی ہے اور ایک چیز تیمم کو ممنوع کرنے والی ہے۔ مصحح یہ ہے

Marfat.com

اطلاق الروایات بقید لا اشارت الیه فی کلام احد من الفریقین وھو الجھل بحال المسافۃ قربا وبعدا ولانہ بعید الانفھام من العبارۃ وبانہ یلزم ان ظاھر الروایۃ فرقت ھھنا بین الظن والیقین مع انھا سوت بینھما فی مسألتی القرب والبعد فلا یجوز مع ظن القرب ویجوز مع ظن البعد کالعلم فی الفصلین فبقی الاشکال علی کل حال ھذا توضیح کلامہ رحمہ اللہ تعالٰی وقد علمت ان الکلام علی کل وجہ انما یتوجہ الی تعلیل ظاھر الروایۃ ففیہ الاشکال کما سلکہ الامام الکمال۔ **وذکر** الامام العینی فی البنایۃ کلام العنایۃ ھذا برمتہ[عہ] غیر انہ غیر قول الامام البخاری امالو غلب علی ظنہ ذلک فکذلک عندھما بقولہ امالو غلب علی ظنہ عدم بعد المسافۃ فذلک عندھما[1] فجعل المشار الیہ قرب المسافۃ۔

کہ پانی سے عاجز ہو۔ اور یہ قطعاً حاصل ہے اس لیے کہ پانی حقیقۃً معدوم ہے۔ اور مانع یہ ہے کہ آخر وقت میں پانی ملنے کا علم ہو اور یہ یقینی نہیں اگرچہ مظنون ہے تو یہ متیقن کے معارض نہ ہوگا۔ اس پر رَد یہ ہے کہ اس میں تکلف ہے اس لیے کہ اس میں اطلاق روایات کی ایسی قید سے تقیید ہے جس کا فریقین میں سے کسی کے کلام میں کوئی اشارہ بھی نہیں۔ اور وہ یہ قید ہے کہ مسافت کے قرب و بُعد کی حالت کا پتا نہ ہو۔ اور اس لیے بھی کہ عبارت سے یہ سمجھ میں آنا بہت بعید ہے۔ اس پر دوسرا رَد یہ بھی ہے کہ یہ اعتراض لازم آئیگا کہ ظاہر الروایہ نے یہاں تو ظن و یقین کے درمیان فرق رکھا باوجودیکہ ان دونوں کے درمیان قرب و بُعد کے مسئلوں میں برابری رکھی کہ قُرب کا ظن ہو تو جائز نہیں اور بعد کا ظن ہو تو جائز ہے ویسے ہی جیسے کہ دونوں صورتوں میں علم و یقین کا حکم ہے۔ تو اشکال بہرحال باقی رہا۔ یہ شیخ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالٰی کے کلام کی توضیح ہے۔ اور یہ معلوم ہو چکا کہ ہر وجہ پر کلام ظاہر الروایہ کی تعلیل کی جانب ہی متوجہ ہے کیونکہ اشکال اسی میں ہے۔ جیساکہ اسی راہ پر امام کمال الدین ابن الہمام چلے ہیں۔ امام عینی نے بنایہ میں عنایہ کا یہ کلام مکمل ذکر کیا۔ صرف یہ فرق ہے کہ امام عبدالعزیز بخاری کی عبارت "امالو غلب علی ظنہ ذلک فکذلک عندھما (اگر اسے اس پر غلبۂ ظن ہو تو بھی شیخین کے نزدیک یہی حکم ہے) کو بدل کر یہ لکھ دیا" اما

عہ وجعلہ ملخصہ مع انہ لم یخرم منہ شیئا وکأنہ رحمہ اللہ تعالٰی اراد تلخیصہ ثم بدالہ الاستیفاء ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

اور انھوں نے اسے اس کا ملخص قرار دیا باوجودیکہ اس میں سے کچھ بھی کم نہ کیا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام عینی رحمہ اللہ تعالٰی کا پہلے تلخیص کا ارادہ تھا پھر یہ خیال ہوا کہ پورا کلام ہی بیان کردیں۔ (ت)

---

[1] البنایہ المعروف عینی شرح ہدایہ باب التیمم المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمہ ۱/۳۲۷

Marfat.com

لوغلب علی ظنه عدم بعد المسافة فذلك عندھما" (اگر اسے مسافت بعیدنہ ہونے کا غلبۂ ظن ہو تو بھی شیخین کے یہاں یہی حکم ہے ۔ ت) اس تبدیلی سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے امام بخاری کی عبارت میں لفظ "ذلك" کا اشارہ "قربِ مسافت" کی جانب سمجھا ۔ (ت)

اقول وھو[1] باطل قطعا فان عند ظن القرب یجب التاخیر اجماعا طفحت بذلك کتب المذھب لاانھا روایة نادرة والمذھب خلافھا بل الاشارة الی وجود الماء فی اٰخر الوقت انه ان غلب ھذا علی ظنه فکذلك عندھما کما لایخفی وقد[2] اوضحه بقوله فی جواب الظاھر لایزول الا بیقین مثله وھو التیقن بوجود الماء فی اٰخر الوقت[1] اھ فھذا ھو الذی شرط الظاھر تیقنه علی مایقتضیه تعلیل الھدایة واکتفت النادرة بغلبته علی الظن فکان ھو المشار الیه بقوله ان غلب علی ظنه ذلك فاعلم ذلك ثم قال اعنی الامام العینی وقد ذکر ھذا کله صاحب الدرایة ایضا ناقلا عن شیخه والعجب من الشیخ (یرید الامام البخاری) حیث لم یذکر وجه التخلص منه مع کونه من المحققین الکبار وکذا صاحب الدرایة والاکمل ذکرا ھذا او سکتا علیه فنقول وبالله التوفیق نذکر وجھا ینحل منه ھذا الاشکال وھو انه یعتبر

اقول جبکہ یہ خیال قطعاً باطل ہے اس لیے کہ اگر قربِ مسافت کا گمان ہو تو بالاجماع نماز مؤخر کرنا واجب ہے اس بیان سے کتبِ مذہب بھری ہُوئی ہیں ایسا نہیں کہ یہ کوئی نادر روایت ہے اور اصل مذہب اس کے برخلاف ہے ۔ صحیح یہ ہے کہ "ذٰلك" کا اشارہ وجود الماء فی اٰخر الوقت (آخر وقت میں پانی کی دستیابی) کی طرف ہے کہ اگر اسے اس کا غلبۂ ظن ہو تو بھی شیخین کے نزدیک یہی حکم ہے یہ کچھ پوشیدہ نہیں ۔ اور اسے انہوں نے جواب ظاہر الروایہ کے تحت اپنی اس عبارت میں واضح بھی کر دیا ہے کہ "ویسے ہی یقین کے بغیر زائل نہ ہوگا اور آخر وقت میں پانی کی دستیابی کا یقین ہے" —— یہی وُہ بات ہے جس کا یقین ہونے کی شرط ظاہر الروایہ میں تعلیلِ ہدایہ کے اقتضا کے مطابق پائی گئی —— اور روایت نادرہ میں صرف غلبۂ ظن پر اکتفا ہُوئی تو ان کی عبارت "ان غلب علی ظنه ذلك" (اگر اسے "اس کا" غلبۂ ظن ہو) میں اشارہ اسی کی طرف ہوا ۔ یہ معلوم رہنا چاہئے ۔ پھر امام عینی لکھتے ہیں: "یہ سب صاحبِ درایہ نے بھی اپنے شیخ سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے ۔ اور شیخ یعنی امام بخاری پر تعجب ہے کہ

---

[1] عینی شرح الہدایہ باب التیمم المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمہ ۱/۳۲۷

Marfat.com

رجاء الماء وعدم رجائه باسباب أُخر غير بعد المسافة اوقربها وهو[۱] ان يكون فی السماء غيم رطب وغلب علی ظنه انه يمطر ويقدر علی الماء فی اٰخر الوقت فانه يستحب له التأخير فی ظاهر الرواية ويجب عليه فی غير رواية الاصول كما لو تحقق بوجود الماء او[۲] يكون الماء بعيدا لكن ارسل من يستقی له وغلب علی ظنه حضور من ارسله فی اٰخر الوقت بامارات ظهرت له او[۳] كان الماء فی بئر ولم تكن له اٰلة الاستقاء لكن غلب علی ظنه وجدانه فی اٰخر الوقت او[۴] كان الماء يقرب منه ولم يعلم مكانه وجوّ ثمن يشتری به الماء[۱]

انہوں نے اس اشکال سے چھٹکارے کی صورت نہ بیان کی، حالاں کہ وہ کبار محققین میں شامل ہیں۔ اس طرح صاحب درایہ اور اکمل الدین نے بھی اسے ذکر کیا اور اس پر سکوت ہی اختیار کیا۔ تو اب ہم کہتے ہیں اور خدا ہی سے توفیق ہے ہم ایسی صورت بیان کرتے ہیں جس سے یہ اشکال حل ہو جائے۔ وہ یہ کہ پانی کی امید اور عدم اُمید مسافت کے قُرب و بُعد کے علاوہ کچھ اور اسباب سے بھی ہوتی ہے۔ مثلاً (۱) یہ کہ آسمان میں ابر تر ہو اور اسے غالب گمان ہو کہ بارش ہوگی اور آخر وقت میں وہ پانی پر قادر ہو جائیگا۔ تو اس کے لیے ظاہر الروایہ میں نماز مؤخر کرنا مستحب ہے اور غیر روایتِ اصول میں واجب ہے، جیسے پانی ملنے کے یقین کی صورت میں واجب ہے۔ (۲) پانی دُور ہو لیکن کسی ایسے شخص کو بھیجا ہے جو اس کے لیے پانی بھر لائے اور اسے غالب گمان ہے کہ جسے بھیجا ہے وہ آخر وقت میں حاضر ہو جائیگا۔ اس کی کچھ ایسی علامات ہیں جو اس پر ظاہر ہیں۔ (۳) پانی کنویں کے اندر ہے۔ اس کے پاس پانی نکالنے کا سامان نہیں لیکن غالب گمان ہے کہ آخر وقت میں مل جائے گا۔ (۴) پانی قریب ہی ہے مگر اسے اس کی جگہ معلوم نہیں ـــــ ایسے ثمن کا وجود جس سے پانی خرید ے۔ (ت)

(اقول هكذا فی نسخة الطبع السقيمة وفيه سقطوكات العبارة هكذا ولم يعلم مكانه لايستطيع طلبه فی كل جهة لما به من ضعف ولو علم مكانه لامكنه الذهاب الی جهة معينة وقد ذهب الی جهة مثلا فلم يجده فرجع وهو حسير وغلب علی ظنه

(اقول طباعت کے سقیم نسخہ میں اسی طرح ہے۔ اس میں کچھ چھُوٹ گیا ہے۔ خیال ہے کہ عبارت اس طرح ہوگی" اور اسے اس کی جگہ معلوم نہیں۔ اور چونکہ اسے ضعف لاحق ہے اس لیے ہر طرف تلاش نہیں کرسکتا۔ اگر اسے پانی کی جگہ معلوم ہوتی تو ایک معین سمت جاسکتا تھا ایک طرف (مثلاً) گیا بھی مگر اسے ملا نہیں،

---

[۱] عینی شرح الہدایۃ باب التیمم المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمہ ۱/ ۳۲۸

Marfat.com

انه يلحقه في اٰخر الوقت من يخبره او يأتيه به او[5] كان الماء يباع ولا ثمن عنده ولا غلب على ظنه وجود ثمن يشتري به الماء في اٰخر الوقت او نحو ذلك مما يؤدي هذا المعنى فلتراجع نسخة أخرى قال) او[6] عنده ما يعد للعطش وغلب على ظنه وجود ماء آخر غير مشغول بالحاجة الاصلية او[7] كان الماء عند اللصوص او السباع او من يخاف منه على نفسه او ماله وغلب على ظنه زوال المانع اٰخر الوقت وقس على هذا اسبابا اُخر[1]

تک کروٹ آیا اور اسے غالب گمان ہے کہ آخر وقت میں ایسا شخص آجائیگا جو پانی کی جگہ بتادے یا پانی لے آئے ۔(۵) یا پانی فروخت ہو رہا ہے اور اس کے پاس دام نہیں اور غالب گمان ہے کہ آخر وقت میں ثمن مل جائے گا جس سے پانی خریدے گا" ۔ یا ایسی ہی کچھ اور عبارت جس سے یہ معنی ادا ہوسکے تو کسی دوسرے نسخہ کی مراجعت کرنی چاہئے ___ آگے فرماتے ہیں) (۶) اس کے پاس پیاس دُور کرنے کے لیے پانی رکھا ہُوا ہے اور غالب گمان ہے کہ آخر وقت میں دوسرا پانی مل جائے گا جو حاجتِ اصلیہ سے زائد ہوگا (۷) پانی ایسی جگہ ہے جہاں چور یا درندے ہیں یا ایسا آدمی ہے جس سے اس کو اپنی جان یا مال کے لیے خطرہ ہے اور غالب گمان ہے کہ آخر وقت میں مانع دُور ہو جائے گا۔ اسی پر دُوسرے اسباب کا قیاس کرلو۔(ت)

(**اقول**[8] كان تكون ظلمة يرجو زوالها او وجود فانوس او[9] هو مريض او اشل او مقعد او شيخ كبير الى غير ذلك من عوارض يحتاج بها الى من يوضئه او يستقي له وذهب ولده او خادمه لحاجة ويرجو عوده اٰخر الوقت او[10] تعاوده حمى نافضة ساعة او ساعتين لا يستطيع معها الوضوء او الغسل او الاستقاء ويرجا ذهابها في اواخر الوقت او[11] الماء لغيره وهو غائب في حاجة له ويظن عطاءه وعوده في اٰخر الوقت او[12] لا يجد الجنب او

(**اقول** (۸) مثلاً یہ کہ تاریکی ہو جس کے چھٹ جانے یا کوئی فانوس مل جانے کی امید ہو (۹) بیمار ہے یا ہاتھ شل ہے یا لنجھا ہے یا سن رسیدہ بوڑھا ہے۔ ایسے ہی اور عوارض جن کی وجہ سے اس کو ایسے شخص کی ضرورت ہے جو وضو کرادے یا اس کے لیے پانی نکال دے اور اس کا فرزند یا خدمت گار کسی کام سے گیا ہُوا ہے۔ آخر وقت میں اس کی واپسی کی امید ہے۔ (۱۰) باری سے گھنٹہ دو گھنٹہ جاڑا آتا ہے جس کے ہوتے ہُوئے وضو یا غسل نہیں کرسکتا۔ امید ہے کہ اواخر وقت میں جاتا رہے گا (۱۱) پانی دُوسرے کا ہے وُہ اپنے

---

[1] عینی شرح الہدایہ باب التیمم المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۱/۳۲۸

Marfat.com

المحدثة ستراعن حضار سيغيبون [۱۳] او لا يستطيع الذهاب للاستقاء لاجل مال او ولد ويرجو حضور حافظ [۱۴] او الماء فى المسجد ويرجو الجنب ان وجد فى اٰخر الوقت من يأتيه به فهى سبعة مع سبعة ويؤيد الكل ماهو منصوص صريحا من امام المذهب ان من وعد بدلو اورشاء لا يجب عليه الانتظار وقد مرفى نمرة ۹۰ قال (العينى) والمصنف رحمه الله تعالٰى لم يقيد الرجاء وعدمه ببعد المسافة وقربها بل اطلق فوجب حمله على وجه لا يرد عليه الاشكال وليس فى كلامه اشعار بما قيد الشيخ حتى يرد عليه من الاشكال مالا مخلص له [۱] اھ۔

کسی کام سے غائب ہے۔ گمان ہے کہ آخر وقت میں واپس آجائے گا اور پانی دے دے گا (۱۲) جنب گویا بے وضو عورت کو حاضرین سے آڑ نہیں مل رہی ہے اور آخر وقت میں یہ لوگ چلے جائیں گے (۱۳) مال یا اولاد کی وجہ سے پانی لانے کے لیے جا نہیں سکتا اور امید ہے کہ آخر وقت میں کوئی نگہبان آجائے گا —— (۱۴) پانی مسجد کے اندر ہے اور جنب کو امید ہے کہ آخر وقت میں کوئی لا نے والا مل جائے گا —— اُن سات کے ساتھ یہ مزید سات صورتیں ہیں سبھی کی تائید اس مسئلہ سے ہو رہی ہے جو امام مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صراحۃً منصوص ہے کہ "جس سے ڈول یا رسّی کا وعدہ ہوا اس پر انتظار واجب نہیں۔ یہ مسئلہ نمبر ۹۰ میں گزر چکا۔ آگے علامہ عینی فرماتے ہیں:)

" مصنف رحمہ اللہ تعالٰی نے امید و عدمِ امید کو مسافت کے قُرب و بعد سے مقید نہ کیا بلکہ مطلق رکھا تو اسے ایسی صورت پر محمول کرنا واجب ہے جس پر اشکال نہ وارد ہو۔ شیخ عبدالعزیز نے جو قید لگائی اس کی مصنف کے کلام میں کوئی نشان دہی تو ہے نہیں کہ ان پر وہ اشکال وارد ہو جس سے کوئی راہ خلاص نہ ہو اھ" (ت)

اقول رحم الله الامام البدر۔ ورحمنا به فى كل ورد وصدر۔ قد انتفعنا بما افاد من الفروع فيما قدمنا ان لا نظر الا الى الحالة الراهنة وكفى به شبهة على مسألة الوعد اما مارام من حل الاشكال فيفهمات بيان ذلك انه حيث تكرر ذكر المسافة فى كلام الامام البخارى ذهب وهل العلامة الى

اقول خدا امام بدرالدین عینی پر رحمت فرمائے اور ان کی برکت سے ہم پر بھی ہر حاضری و واپسی میں رحمت فرمائے —— انہوں نے سابقاً جن جزئیات کا افادہ فرمایا اس سے ہمیں یہ فائدہ ملا کہ صرف حالت موجودہ پر نظر کی جائے گی۔ مسئلہ وعد پر شبہہ کے لیے یہی کافی ہے —— اشکال کا حل جو ان کا مقصود تھا وہ تو بہت دُور ہے۔ اس کا

---

[۱] عینی شرح الہدایہ باب التیمم ملک سنز فیصل آباد ۱/۳۲۸

Marfat.com

انما جعل موضوع الخلافية بين الظاهرة والنادرة ما اذا كان الرجاء لاجل قرب المسافة ولذا وضع مكان اسم الاشارة فی کلامه عدم بعد المسافة واذ قد علمت علی هذا التقدیر فلا مخلص من اشکال الامام النحریر کما صرح به اٰخر التحریر فعطف العنان الی ابداء صور یکون فیها الرجاء لا لاجل قرب الماء وظن انها تخلص عن الاشکال ولا صحة لشیئ من ذٰلك

بیان یہ ہے کہ امام بخاری کے کلام میں مسافت کا ذکر بار بار آیا اس سے علامہ عینی کا خیال اس طرف چلا گیا کہ انہوں نے روایت ظاہرہ و نادرہ کے درمیان مسئلہ خلافیہ کا موضوع اس صورت کو قرار دیا ہے جب مسافت کے قُرب کی وجہ سے امید پیدا ہوتی ہو۔ اسی لیے امام بخاری کے کلام میں جو اسم اشارہ تھا اس کی جگہ علامہ عینی نے "عدم بعد المسافۃ" (مسافت کا دُور نہ ہونا) رکھ دیا۔ پھر جب انہیں پتا چلا کہ اس تقدیر پر اس امام ماہر کے اشکال سے چھٹکارا نہیں جیسا کہ خود آخر تحریر میں اس کی تصریح کی ہے تو عنانِ کلام کچھ ایسی صورتیں پیش کرنے کی جانب موڑی جن میں امید، قُربِ آب کی وجہ سے نہ ہو ــــ اور یہ خیال فرمایا کہ یہ صورتیں اس اشکال سے خلاصی عطا کردیں گی ــــ حالاں کہ ان دو خیالوں میں سے ایک بھی صحیح نہیں۔ (ت)

اما الاول اعنی جعل الامام الخلافیة ماذکر۔

پہلا خیال امام موصوف کا امر مذکور کو اختلافی قرار دینا۔

فاقول اولاً ذکر الامام البخاری له اربعة محامل لیس فی شیئ منها ما یعطی ان المراد الرجاء لقرب الماء الا الثالث المفروض فیه القرب فدل ان البواقی لیست علی فرضه فکیف یکون الرجاء لاجل القرب هو المراد مطلقا۔

فاقول (اس پر میں کہتا ہوں) **اولاً** امام بخاری نے اس کے چار محمل بیان کیے ان میں سے کسی میں کوئی ایسی بات نہیں جس سے یہ معلوم ہو کہ قربِ آب کی وجہ سے امید مراد ہے مگر صرف تیسرا محمل جس میں قرب فرض کیا گیا ہے اس سے پتا چلا کہ باقی محملوں میں یہ مفروض نہیں تو کیوں کر صرف امید بوجہ قرب مطلقاً مراد ہوگی۔ (ت)

وثانیاً بل فی الرابع التنصیص علی خلافه حیث فرض الکلام فیما اذا جُهل القرب والبعد ثم جعله علی الرجاء بقوله اما لوغلب علی ظنه ذٰلك الخ والعجب انکم خولتم هذا الذی هو ابین مخالفة لذٰلك الحمل الی غلبة ظن القرب و سبحٰن

ثانیاً بلکہ چوتھے محمل میں تو اس کے برخلاف تصریح موجود ہے اس طرح کہ اس میں کلام اس صورت میں فرض کیا گیا ہے جب قُرب و بُعد کچھ معلوم نہ ہو پھر اس کو امید پر اپنی اس عبارت سے منطبق کیا ہے "اما لوغلب علی ظنه ذٰلك الخ" (لیکن اگر اس کو اِس کا غلبۂ ظن ہو الخ)۔ حیرت ہے

Marfat.com

اللہ اذا غلب علیٰ ظنہ القرب کیف یقال لویعلوان المسافۃ قریبۃ او بعیدۃ فان الظن الغالب علم۔

کہ یہ جو اس محمل کے مخالف ہونے پر سب سے زیادہ روشن وواضح ہے اُسے آپ نے قُرب کے غلبۂ ظن کی جانب پھیر دیا۔ سبحان اللہ! جب اسے قرب کا غلبۂ ظن ہوگا تو یہ کیسے کہا جائیگا کہ اسے علم نہیں کہ مسافت قریب ہے یا بعید۔ ظن غالب تو علم ہے۔ (ت)

فان قیل بل العلم ھنا بمعنی الیقین فرض نفیہ واثبت الظن لتکون خلافیۃ بین النادرۃ المعتبرۃ ایاہ و الظاھرۃ الملغیۃ لہ الشارطۃ للیقین القطعی فالحاصل انہ اذا لم یتیقن القرب و البعد لکن غلب علی ظنہ القرب کان کیقین القرب علی النادرۃ وفرقت الظاھرۃ فجوزت التیمم فی ظن القرب ومنعتہ عند الیقین۔

اگر یہ کہا جائے کہ نہیں یہاں علم بمعنی یقین ہے۔ یقین کی نفی فرض کی ہے اور ظن کا اثبات تاکہ یہ اختلافی مسئلہ ہوسکے روایت نادرہ کے درمیان جو ظن کا اعتبار کرتی ہے اور روایت ظاہرہ کے درمیان جو ظن کو بیکار قرار دیتی ہے اور یقین قطعی کی شرط لگاتی ہے تو حاصل یہ ہُوا کہ جب قُرب و بُعد کا یقین نہ ہو لیکن قُرب کا غالب گمان ہو تو یہ روایتِ نادرہ پر یقینِ قُرب ہی کی طرح ہوگا اور روایتِ ظاہرہ نے دونوں میں فرق رکھا ہے کہ قرب کے ظن کی صورت میں تیمم کو جائز قرار دیا اور یقین کی صورت میں ممنوع رکھا۔ (ت)

اقول ففیم یقول بقی وجہ[عہ] اٰخر فان ھذا ھو المحمل الاول الذی جعل فیہ الیقین وفاقیا والظن خلافیا۔

اقول (میں کہوں گا) پھر کس کے بارے میں وُہ فرما رہے ہیں "بقی وجہ اٰخر" (ایک صورت رہ گئی۔ یہی تو وہ پہلا محمل ہے جس میں یقین کو اتفاقی اور ظن کو اختلافی قرار دیا ہے۔ (ت)

عہ فان قلت فکیف تفرق انت بین المحامل الاولٰی علی فرض بعد المسافۃ کما اشار الیہ فی الاول والفرق بینھما بجعل الیقین وفاقیا او خلافیا و الثالث بفرض قربھا والرابع بفرض انہ لایعلم قربا ولا بعدا ۱۲ منہ غفر لہ (م)

اگر یہ سوال ہُوا کہ پھر ان محملوں میں کیسے فرق کیا جائیگا اقول پہلے دونوں محمل بُعد مسافت کے مفروضہ پر ہیں جیسا کہ محمل اول میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔ اور ان دونوں میں یقین کو اتفاقی اور اختلافی رکھنے سے فرق ہوگا۔ تیسرا محمل قرب مسافت کے مفروضہ پر ہے اور چوتھا محمل یہ فرض کرکے ہے کہ وہ نہ قریب ہونا جانتا ہے نہ دُور ہونا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

Marfat.com

وثالثا بل[ف۱] قد نص في الاول ايضا على خلافه اذ قال يقتضي ان يجب التاخير عند التحقق في اخر الوقت مع بعد المسافة في الروايات الظاهرة الخ فافصح ان الكلام عند بعد المسافة فكيف يكون مبنى الرجاء قربها و ان تنزلنا يكن الكلام مطلقا يشمل القرب والبعد والا لم يكن لقوله مع بعد المسافة مساغ وعلى الكل يبطل ان المراد خصوص الرجاء لاجل القرب ۔

ثالثاً بلکہ محمل اول میں بھی اس کے برخلاف تصریح موجود ہے کہ وہ فرماتے ہیں: "یہ اس کا مقتضی ہے کہ ظاہر روایات پر بُعدِ مسافت کے باوجود آخر وقت میں یقین کی صورت میں تاخیر واجب ہو۔" اس میں صاف بتا دیا کہ بُعدِ مسافت کی صورت میں کلام ہے پھر قربِ مسافت امید کا مبنیٰ کیسے ہوگا؟ اگر ہم تنزّل اختیار کریں تو کلام مطلق ہو کر قُرب و بُعد دونوں کو شامل ہوگا ورنہ ان کے الفاظ "مع بعد المسافۃ" (بُعدِ مسافت کے باوجود) کی کوئی گنجائش نہ نکل سکے گی ـــــ بہرصورت یہ باطل ہے کہ خاص وہی امید مراد ہے جو قربِ مسافت کے باعث ہو۔ (ت)

ورابعا بل[ف۲] الثاني ايضا شاهد على بطلانه فانه قدّر فيه ان النادرة هي التي تمنع التيمم في الظن واليقين و الظاهرة تخالفها فيهما لو كان هذا لاجل قرب المسافة كان المعنى ان الرواية الظاهرة تجيز التيمم وان كان الماء قريبا باليقين وهذا لا يتفوه به عاقل فكيف يجوز لهذا الامام الجليل الذي قد قلتم انه من المحققين الكبار ان يدخله في المحامل ۔

رابعاً بلکہ محمل دوم بھی اس کے بطلان پر شاہد ہے۔ اس لیے کہ اس میں انھوں نے یہ فرض کیا ہے کہ روایتِ نادرہ ہی ظن و یقین دونوں میں مانعِ تیمم ہے اور روایتِ ظاہرہ دونوں میں اس کے برخلاف ہے اگر یہ قُربِ مسافت کی وجہ سے ہوتا تو معنیٰ یہ ہوتا کہ روایتِ ظاہرہ تیمم کو جائز قرار دیتی ہے اگرچہ پانی یقیناً قریب ہو۔ یہ تو کوئی ہوشمند نہیں بول سکتا پھر امام جلیل کے لیے یہ کیسے ممکن ہوگا جن کے بارے میں آپ فرما چکے کہ وہ کبارِ محققین میں سے ہیں یہ کیسے ممکن ہوگا کہ اسے محملوں میں داخل فرمائیں۔ (ت)

وخامسا يا[ف۳] للعجب لم يقنع بجعله محملا بل رده بان ذلك يقتضي ان جواز التيمم يزول عند التيقن وليس

خامساً یا للعجب! اسے محمل بنانے ہی پر قناعت نہ کی بلکہ اس کی تردید اس طرح فرمائی کہ اس کا اقتضا یہ ہے کہ یقین کی صورت میں جوازِ تیمم

Marfat.com

كذلك فقد ادعى ان التيمم جائز مع تيقن القرب وهل ثم شئ افسد منه۔

ختم ہوجائے حالانکہ ایسا نہیں ـــــ یوں کہ انھوں نے یہ دعویٰ کر دیا کہ یقینِ قُرب کے باوجود تیمم جائز ہے ۔ کیا وہاں کوئی چیز فساد میں اس سے بالاتر بھی ہے ؟

وسادسا يحيله[1] على ما بيّن وانما بيّن الجواز عند البعد فكانت الاحالة باطلة محالة ۔

سادسا اس پر حوالہ یہ دے رہے ہیں کہ جیسا کہ بیان ہُوا اور بیان یہ کیا ہے کہ دُوری کی صورت میں جواز ہے تو حوالہ باطل و محال ہوا ۔

وسابعا بل[2] فى الثالث ايضا اشعار الى خلافه فانه جعل موضوع المسألة ما اذا كان الفصل اقل من ميل لا اذا ظنه اقل من ميل والموضوع ماخوذ مفروض مفروغ عنه فكيف يختلف فيه بظن و يقين ويجعل عدمه محتملا على احد الوجهين وقد قال[3] لا فرق فى ظاهر الرواية بين الظن واليقين اذا كانت المسافة اقل من ميل فلو كان المعنى على ظن القرب آل الى انه لا فرق بين الظن واليقين عند الظن وبالجملة جميع محامله وكل كلامه يرد هذا المعنى الذى ذهب اليه وهل العلامة ۔

سابعا بلکہ محمل سوم میں بھی اس کے خلاف کی نشان دہی موجود ہے اس لیے کہ انہوں نے مسئلہ کا موضوع اس صورت کو بنایا ، جب فاصلہ ایک میل سے کم ہو اس صورت کو نہیں جب اس کا گمان ایک میل سے کم کا ہو ـــــ اور موضوع پُوری گفتگو میں ماخوذ و مفروض ہوتا ہے اس پر بحث سے فارغ رہتا ہے پھر اس میں ظن و یقین کا اختلاف کیسے کریں گے اور ایک صورت میں اس کے عدم کو محتمل کیسے بنائیں گے ؟ ـــــ جب کہ یہ فرما چکے ہیں کہ مسافت ایک میل سے کم ہونے کی صورت میں ظاہرالروایہ میں ظن و یقین کے درمیان کوئی فرق نہیں ـــــ تو اگر ظن قرب کی بنیاد پر معنی لیا جائے تو مآل یہ ہوگا کہ ظن کی صورت میں ظن و یقین کے درمیان کوئی فرق نہیں ۔

مختصر یہ کہ امام موصوف کے سبھی محمل اور ان کا پُورا کلام اس معنی کی تردید کر رہا ہے جس کی طرف علامہ کا خیال گیا ۔(ت)

واما الثانى اعنى تزعم المخلص منه على ما ابدى ۔

خیال دوم پیش کردہ صورتوں کے ذریعہ اشکال سے چھٹکارا ۔

فاقول لا[4] ولا نصف مخلص فان الحاصل على هذا ان النادرة توجب التيمّم عند ظن وجدان الماء

فاقول (اس پر میں کہتا ہوں) نہیں آدھا چھٹکارا بھی نہیں ہوتا ۔ اس لیے کہ اس طور پر حاصل یہ ہوا کہ روایت نادرہ قربِ آب کے علاوہ

Marfat.com

آخر الوقت لاحد من الاسباب المذكورة مغايرة لقرب الماء والظاهرة تقول العبرة بغلبة الظن بوجدانه بها انما العبرة لليقين به وهو مورد كلا الايرادين فيما كان فانهم نصوا ان ظن القرب يمنع التيمم فقد اعتبروا الظن ثمه فكيف الغوه هنا ونصوا ان عند بعد الماء ميلا يجوز له التيمم من دون تفصيل مع القطع بانه ربما يتيقن ببلوغه الماء في آخر الوقت فلم يعتبروا اليقين ثمه فكيف اعتبروه هنا فثبت ان سعيه رحمه الله فيما لى هذا لم يرجع الى طائل، وتعجبه من اولئك الجلة الى نفسه الكريمة آئل،

مذکورہ اسباب میں سے کسی ایک کی وجہ سے آخر وقت میں پانی ملنے کا گمان ہونے کی صورت میں تیمم واجب کرتی ہے ــــ اور روایت ظاہرہ یہ بتاتی ہے کہ ان اسباب کی وجہ سے پانی ملنے کے غلبۂ ظن کا کوئی اعتبار نہیں ــــ اعتبار تو صرف اس یقین کا ہے کہ پانی مل جائیگا اس حاصل پر دونوں اعتراض جیسے پہلے وارد ہو رہے تھے اب بھی وارد ہیں (۱)، اس لیے کہ ان حضرات نے نص فرمایا ہے کہ قرب آب کا ظن مانع تیمم ہے تو انہوں نے وہاں ظن کا اعتبار کیا پھر یہاں اسے کیسے بیکار قرار دیا؟ ــــ اور ان حضرات نے تصریح فرمائی ہے کہ پانی ایک میل دُور ہو تو تیمم جائز ہے۔ اس میں کوئی تفریق وتفصیل نہ فرمائی۔ باوجودیکہ یہ قطعی امر ہے کہ بعض اوقات اسے یقین ہوگا کہ وہ آخر وقت میں پانی تک پہنچ جائے گا۔ تو وہاں ان حضرات نے یقین کا اعتبار نہ کیا پھر یہاں کیسے اعتبار کر لیا۔ تو ثابت ہُوا کہ علامہ رحمہ اللہ تعالٰی کی یہ کاوش کچھ سُود مند نہ ہو سکی اور ان بزرگوں پر انھوں نے جس تعجب کا اظہار فرمایا وُہ خود ان کی ذاتِ گرامی پر عائد ہوتا ہے۔ (ت)

ثمّ اقول لعلك قد تفطنت مما القينا عليك ان الايراد الاخير اعني على صورة اليقين بمسألة البعد ميلا انما يرد على ما علل به في الهداية ظاهر الرواية اما نفس المسألة فلا غبار عليها من جهته فان المذهب عدم وجوب التاخير ظانا كان اومستيقنا كما تقدم التصريح به عن الخلاصة بنقل الائمة

ثمّ اقول ہمارے بیان سے ناظرین نے یہ سمجھ لیا ہوگا کہ دوسرا اعتراض یعنی ایک میل دُوری والے مسئلہ سے صورت یقین پر اعتراض صرف اس تعلیل پر وارد ہوتا ہے جو صاحبِ ہدایہ نے ظاہر الروایہ سے متعلق پیش کی۔ لیکن نفسِ مسئلہ پر جانب اعتراض سے کوئی غبار نہیں آتا اس لیے کہ مذہب یہی ہے کہ تاخیر نماز واجب نہیں خواہ اسے ظن ہو یا یقین جیسا کہ اس کی تشریح خلاصہ سے

Marfat.com

البخاری والکاکی والبابرتی والسیواسی وتقریرھم ایاہ نعم الایراد الاول علی صورۃ الظن بمسألة ظن القرب یرد علی التعلیل والمسألة معا للاحتیاج الی الفرق بینھما حیث لم یعتبروا ھھنا الظن بل ولا الیقین وقد منعوا ثمہ لمحض غلبة الظن ولاجل ھذا قلت انھم استشکلوا المسألة والتعلیل معا وان کانوا انما وجھوا الکلام الی التعلیل ھذا۔

گزر چکی۔ خلاصہ کا کلام امام بخاری، امام کاکی، امام بابرتی اور امام سیواسی نے نقل کیا اور اسے برقرار رکھا۔ ہاں پہلا اعتراض جو صورتِ ظن پر ظنِ قرب کے مسئلہ سے وارد ہوتا ہے وہ تعلیل اور مسئلہ دونوں ہی پر وارد ہوتا ہے اس لیے کہ دونوں میں فرق کرنے کی ضرورت ہے کہ یہاں پر کیوں ظن بلکہ یقین کا بھی اعتبار نہ کیا اور وہاں محض غلبۂ ظن کی وجہ سے منع کردیا۔ اسی لیے میں نے کہا کہ حضرات علما نے مسئلہ اور تعلیل دونوں ہی میں اشکال قرار دیا اگرچہ کلام کا رُخ صرف اس تعلیل کی جانب کیا۔ (ت)

ورأیت الامام ملك العلماء قرر المسألة فی البدائع بحیث لایتوجه الیه ھذا الاشکال ورفع الخلاف عن الظاھرة والنادرة فقال قد قال اصحابنا ان المسافر ان کان علی طمع من الماء فی اٰخر الوقت یؤخر التیمم الی اٰخر الوقت وان لم یکن لایؤخر ھکذا روی المعلی عن ابیحنیفة وابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنھما وذکر فی الاصل احب الی ان یؤخر الی اٰخر الوقت ولم یفصل بین ما اذا کان یرجو الماء اولا یرجو وھذا لایوجب اختلاف الروایة بل یجعل روایة المعلی تفسیرا لما اطلقه فی الاصل ولو تیمم اول الوقت وصلی ان کان عالما ان الماء قریب بان کان بینه وبین الماء اقل من میل لم تجز صلاته بلاخلاف لانه واجد للماء وان کان میلا فصاعدا اجازت

میں نے دیکھا کہ امام ملک العلماء نے بدائع میں مسئلہ کی تقریر اس طرح فرمائی ہے کہ اس پر یہ اشکال پیش نہیں آتا۔ اور انہوں نے روایتِ ظاہرہ ونادرہ کا اختلاف بھی دور کردیا ہے" رقمطراز ہیں: "ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ مسافر کو اگر آخر وقت میں پانی کی امید ہو تو تیمم آخر وقت تک مؤخر کرے۔ اور اگر ایسی امید نہ ہو تو مؤخر نہ کرے۔ ایسے ہی معلی نے امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے۔ اور اصل (مبسوط) میں ذکر فرمایا ہے کہ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ یہ ہے کہ آخر وقت تک مؤخر کرے۔ اور پانی کی امید ہونے اور نہ ہونے کا فرق نہ بیان کیا۔ اس سے اختلافِ روایت لازم نہیں آتا بلکہ معلی کی روایت مبسوط کے اطلاق کی تفسیر قرار پاتی ہے۔ اور اگر اوّل وقت میں تیمم کرکے نماز پڑھ لی تو اگر اسے علم تھا کہ پانی قریب ہے اس طرح کہ اس کے اور

Marfat.com

[ف] وان لم یکن عالما بقرب الماء او بعده یجوز صلاته سواء کان یرجو الماء فی اٰخر الوقت اولا سواء کان بعد الطلب او قبله عندنا خلافا للشافعی لما مر ان العدم ثابت ظاھرا واحتمال الوجود احتمال لا دلیل علیه فلا یعارض الظاھر[1] اھ

پانی کے درمیان ایک میل سے کم فاصلہ ہے تو اس کی نماز جائز نہیں۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں اس لئے کہ پانی اس کے لیے دستیاب ہے۔ اور اگر ایک میل یا زیادہ کا فاصلہ ہو تو اس کی نماز ہوگئی — اور اگر اسے پانی کے قُرب و بُعد کا علم نہیں تو اس کی نماز جائز ہے خواہ آخر وقت میں پانی کی امید ہو یا نہ ہو خواہ پانی تلاش کرنے کے بعد ہو یا پہلے ہو۔ یہ حکم امام شافعی کے برخلاف ہمارے نزدیک ہے اس کی وجہ گزرچکی کہ عدم ظاہراً ثابت ہے اور پانی ملنے کا احتمال ایسا احتمال ہے جس پر کوئی دلیل نہیں تو وہ ظاہر کے معارض نہ ہوگا۔" (ت)

اقول لکن[ف۱] للعبد الفقیر توقف فی التعلیل الاخیر فان[ف۲] من علم فی اول وقت الظھر او العشاء مثلا ان الماء من ھنا علی مسافة اقل من میلین او ثلثة امیال وعلم انه یصل الیه فی سعة الوقت ولم یعلم انه علی فصل میل او اقل فصادق علیه انه لا یعلم قرب الماء ولا بعده وھو یرجو الماء لا عن احتمال بلا دلیل بل عن دلیل فیعارض الظاھر ویمنع التیمم ولیس کذلك انما یمنع التیمم ظن ان الماء قریب وھو منه فی شك مریب ھذا۔

اقول لیکن بندۂ محتاج کو تعلیل اخیر میں کچھ توقف ہے — اس لیے کہ مثلاً جسے وقتِ ظہر یا وقتِ عشا کے شروع میں علم ہوا کہ پانی یہاں سے دو میل یا تین میل سے کم مسافت پر ہے اور اسے یہ بھی علم ہے کہ وقت میں وسعت رہتے ہوئے وہاں تک پہنچ جائیگا — اور اسے یہ معلوم نہیں کہ ایک میل کا فاصلہ ہے یا کم تو اس پر یہ صادق ہے کہ پانی کے قُرب و بُعد کا اسے علم نہیں۔ اور اس کو پانی کی امید بلا دلیل احتمال کے باعث نہیں بلکہ دلیل کے باعث ہے تو یہ احتمال ظاہر کے معارض اور تیمم سے مانع ہوجائیگا' حالانکہ ایسا نہیں۔ تیمم سے مانع صرف اس بات کا گمان ہے کہ پانی قریب ہے اور اسی میں تو اسے پریشان کن شک درپیش ہے۔ یہ ذہن نشین رہے۔ (ت)

ولنعم حل الاشکال عن مسئلة الرجاء ما قرره الامام الجلیل ابو البرکات

مسئلۂ امید کے اشکال کا **بہترین حل** وہ ہے جس کی تقریر امام الجلیل ابو البرکات

---

[1] بدائع الصنائع فصل واما بیان وقت التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۴

Marfat.com

رحمه الله تعالى في الكافي حيث عدل عن تعليل الهداية ❊ وعلل بتعليل حسن الى الغاية ❊ اذ قال مسافر غلب على ظنه ان بقربه ماء وجب الطلب ولا يجب بغير غلبة الظن او اخبار لان العدم ثابت حقيقة وظاهرا لفوات الدليل الدال على الوجود من حيث الظاهر اذ الظاهر في المفاوز عدم الماء بخلاف العمرانات فانه لو تيمم قبل الطلب فيها لم يجز لان العدم وان كان ثابتا حقيقة لم يثبت ظاهرا لقيام الدليل عليه وهو العمارة اذ قيامها بالماء وكذا لو غلب على ظنه او اخبره مخبر لان غالب الرأي كالمتحقق في حق وجوب العمل ولهذا وجب العمل باخبار الآحاد والاقيسة والآي المؤولة و والمخصوصة والبينات فان قيل لو كان غالب الرأي كالمتحقق هنا لوجب التاخير فيما اذا غلب على ظنه انه يجد الماء في آخر الوقت قلنا عن ابي حنيفة وابي يوسف رضي الله تعالى عنهما ان التاخير حتم ولان غلبة ظنه ثم انه سيصير بقرب الماء وهذا غلبة ظنه انه بقرب الماء[2] اھ كلامه الشريف وهذا بحمد الله تعالى عين ما ظهر

نسفی رحمہ اللہ تعالٰی نے کافی میں فرمائی۔ انھوں نے ہدایہ کی تعلیل سے ہٹ کر خود ایک انتہائی عمدہ تعلیل پیش کی، فرماتے ہیں، ایک مسافر ہے جس کا غالب گمان یہ ہے کہ اس کے قریب پانی ہے تو تلاش کرنا واجب ہے۔ غلبۂ ظن یا کسی کے بتائے بغیر تلاش واجب نہیں اس لیے کہ پانی نہ ہونا حقیقۃً اور ظاہراً ثابت ہے کیونکہ بظاہر ایسی کوئی دلیل نہیں جو پانی ہونے کا پتا دے اس لیے کہ بیابانوں میں ظاہر پانی کا نہ ہونا ہی ہے۔ آبادیوں کا حال اس کے برخلاف ہے۔ اگر آبادیوں کے اندر پانی تلاش کرنے سے پہلے تیمم کرلے تو جائز نہیں۔ اس لیے کہ نہ ہونا اگرچہ حقیقۃً ثابت ہے مگر ظاہراً ثابت نہیں کیونکہ پانی ہونے کی دلیل —— آبادی —— موجود ہے وجہ یہ ہے کہ آبادیوں کا قیام پانی سے ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر پانی کا غلبۂ ظن ہو یا کوئی مخبر خبر دے (تو بھی پانی تلاش کرنے سے پہلے تیمم جائز نہیں) کیونکہ غالب رائے وجوبِ عمل کے حق میں یقینی ومتحقق کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسی لیے اخبار آحاد، قیاسات، تاویل وتخصیص یافتہ آیات اور بینات وگواہان سے وجوب عمل ثابت ہوجاتا ہے۔ اگر یہ سوال ہو کہ اگر غالب رائے کو یہاں متحقق کی حیثیت حاصل ہوتی تو اس صورت میں نماز کو مؤخر کرنا واجب ہوتا جب اسے اس بات کا غالب

---

[1] کافی

[2] الکفایہ علی الہدایہ مع الفتح القدیر باب التیمم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۵

Marfat.com

العبد الضعیف فیما ذکرت ونحوہ فی الکفایۃ فقد ظہر ان مسألۃ الرجاء لیس المراد فیہا من رجا لاجل القرب فانہ لا یجوز لہ التیمم اجماعا بل من رجا الوصول فی اٰخر الوقت مع بعدہ الاٰن فہذا لیس بظن القرب بل ظن انہ سیقرب فلا یعتبر ولا یعکر علیہ بمسألۃ ظن القرب وقد صرح بکونہا موضوعۃ فی بعد المسافۃ فی غیرما کتاب معتمد ففی الدرایۃ ثم الشلبیۃ ہذا الاستحباب اذا کان بینہ وبین موضع یرجوہ میل او اکثر فان کان اقل لا یجزیہ التیمم وان خاف فوت وقت الصلاۃ[1] اھ ومثلہ فی البحر ونحوہ فی الدرر وفی البنایۃ ہذا اذا کان الماء بعیدا و ان کان قریبا لا یتیمم وان خاف خروج الوقت قال الفقیہ ابو جعفر اجمع اصحابنا الثلثۃ علی ہذا[2] اھ ثم قال اعنی العینی وقیل اذا کان بینہ وبین موضع یرجوہ[3] الی اٰخر ما قدمنا عن الدرایۃ۔

گمان ہوتا کہ آخر وقت میں اسے پانی مل جائے گا۔ تو ہم جواباً کہیں گے کہ یہ امام ابوحنیفہ و امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ایک روایت ہے کہ نماز مؤخر کرنا واجب ہے۔ اور وجہ یہ ہے کہ وہاں اسکا غلبۂ ظن یہ ہے کہ وہ کچھ دیر بعد پانی کے قریب جائیگا اور یہاں اس کا غلبۂ ظن یہ ہے کہ وہ بروقت پانی کے قریب ہے اھ امام نسفی کا مبارک کلام ختم ہوا۔
یہ بحمد اللہ تعالٰی بعینہٖ وہی بات ہے جو بندۂ ضعیف کے ذہن میں آئی جیسا کہ سابقاً ذکر کیا اسی کے ہم معنی کفایہ میں بھی ہے —— تو یہ واضح ہوگیا کہ مسئلہ امید میں یہ مراد نہیں کہ جسے قربِ آب کی وجہ سے امید ہو کیونکہ اس کے لیے بالاجماع تیمم جائز نہیں —— بلکہ جسے امید ہے کہ آخر وقت میں پانی کے پاس پہنچ جائیگا باوجودیکہ اس وقت پانی سے دُور ہے تو اسے قربِ آب کا گمان ہی نہیں بلکہ یہ گمان ہے کہ وہ آئندہ پانی کے قریب ہوجائیگا تو یہ گمان معتبر نہیں اور اس پر ظنِ قرب کے مسئلہ سے کوئی گرد نہیں ڈالی جاسکتی۔ متعدد معتمد کتابوں میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ مسئلۂ اُمید بُعدِ مسافت کی صورت میں رکھا گیا ہے۔ درایہ پھر شلبیہ میں ہے: "یہ استحباب اُس وقت ہے جب اس کے درمیان اور اس جگہ کے درمیان جہاں پانی کی امید ہے ایک میل یا زیادہ کا فاصلہ ہو اگر اس سے کم ہو تو اس کے لیے تیمم جائز نہیں اگرچہ وقتِ نماز نکل جانے کا خطرہ ہو۔" اسی کے مثل بحر میں اور اس کے

---

[1] الشلبی علی الکنز مع تبیین الحقائق باب التیمم مطبعۃ امیریہ مصر ۱/۴۱
[2] البنایہ شرح ہدایہ " ملک سنز فیصل آباد ۱/۳۲۵
[3] البنایہ شرح ہدایہ " مطبعۃ الامداد مکۃ المکرمہ ۱/۳۲۵

Marfat.com

ہم معنی دُرمختار میں ہے ـــ اور بنایہ میں اس طرح ہے "یہ اُس وقت ہے جب پانی دُور ہو۔ اگر قریب ہو تو تیمم نہ کرے اگرچہ اسے وقت نکل جانے کا اندیشہ ہو، فقیہ ابُوجعفر نے فرمایا، اس پر ہمارے تینوں اصحابِ ائمہ کا اجماع ہے" اھ۔ آگے علامہ عینی صاحبِ بنایہ لکھتے ہیں "اور کہا گیا جب اس کے اور اس جگہ کے درمیان جہاں اُسے پانی کی امید ہے ـــ اس کے آخر تک جو ہم نے درایہ کے حوالہ سے پیش کیا۔ (ت)

اقول ولا ادری ما الفرق بینہ وبین ما قال ھذا اذا کان الماء بعیدا الخ حتی جزم بذلک ومرّض ھذا وجعلہ قولا اٰخر مع انہ لاتفاوت الا فی اللفظ۔

اقول پتا نہیں ان کے کلام "یہ اُس وقت ہے جب پانی دُور ہو الخ" اور اس کلام میں فرق کیا ہے کہ اُنھوں نے اُس پر تو جزم کیا اور قیل (کہا گیا) سے اس کی تمریض وتضعیف کی اور ا سے ایک الگ قول بنا دیا جب کہ دونوں میں سوائے الفاظ کے کوئی تفاوت نہیں۔ (ت)

اقول وقد تقدم نص الخلاصۃ وتقریر الائمۃ الجلۃ ان الظن والیقین فی ذلک سواء لایجب علیہ التأخیر وان تیقن بوجدان الماء فی اٰخر الوقت وتلک النادرۃ حیث اوجبت فی الظن فالیقین اولٰی فقد ظھر ان الواقع من المحامل الاربعۃ ھو الثانی وانکان ابعد بالنظر الٰی ظاھر العبارۃ اما قول النادرۃ غالب الرأی کالمتحقق قلنا نعم ولوکان متحققا لم یؤثر لانہ انما تیقن انہ سیقرب لا انہ قریب وبھذا یعوز الاشکال علی تعلیل الھدایۃ لظاھر الروایۃ۔

اقول خلاصہ کی عبارت اور بزرگ ائمہ کی تقریر پہلے گزر چکی کہ ظن ولیقین اس بارے میں یکساں ہیں۔ اس پر نماز مؤخر کرنا واجب نہیں اگرچہ آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین ہو ـــ اور اس روایتِ نادرہ نے جب ظن کی صورت میں واجب کیا تو یقین تو اس سے بڑھا ہُوا ہے۔ اس سے واضح ہُوا کہ امام بخاری کے پیش کردہ چاروں محملوں میں سے واقع محمل دوم ہے اگرچہ ظاہر عبارت کے لحاظ سے بعید تر معلوم ہوتا ہے ـــ اب رہا روایتِ نادرہ سے متعلق یہ قول کہ غالب رائے متحقق کی طرح ہے۔ ہم کہتے ہیں ہاں اور اگر یہ یقینی ومتحقق ہو جب بھی مؤثر نہیں اس لئے کہ اسے صرف اسی بات کا یقین ہُوا کہ آئندہ وہ قریب ہوگا، اس کا نہیں کہ وہ قریب ہے ـــ اسی سے ظاہر الروایہ سے متعلق ہدایہ کی تعلیل پر پیش آنے والا اشکال ختم ہو جاتا ہے۔ (ت)

اقول وایضا یمکن حملہ علی المحمل الرابع فان من جھل

اقول اسے محمل چہارم پر بھی محمول کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے کہ جو مسافت سے

Marfat.com

مسافة جاز له التيمم فى المفاوز وان كان الوصول اليه فى اٰخر الوقت كما قدمناه عن البدائع وذلك لان المانع عن التيمم هو قرب الماء يقينا او ظنا غالبا وقد ... والجواب عن دليل النادرة والاشكالُ على تعليل الهداية كما كان لان ههنا ايضا يباح التيمم وان تيقن الوصول اليه فى اٰخر الوقت كما اسلفنا تقريره تحت عبارة البدائع ثم المذكورة الى ههنا ظهر انحلال الاشكال عن الحكم واستبان الفرق بين مسألتى الرجاء وظن القرب۔

ناواقف ہو اس کے لیے بیابانوں میں تیمم جائز ہے اگرچہ امید رکھتا ہو کہ آخر وقت میں پانی تک پہنچ جائے گا، اسے بدائع کے حوالہ سے ہم ابھی پیش کر آئے —— اس کی وجہ یہ ہے کہ تیمم سے مانع پانی کا قریب ہونا ہے بطور یقین یا بطور ظن غالب اور یہ دونوں ہی امر یہاں مفقود ہیں۔ اور روایت نادرہ کی دلیل کا جواب اور ہدایہ کی تعلیل پر اشکال جیسے پہلے تھا اب بھی رہے گا۔ اس لیے کہ یہاں بھی تیمم اس کے لیے مباح ہے اگرچہ آخر وقت میں پانی تک پہنچے گا اسے یقین ہے جیسا کہ اس کی تقریر ہم بدائع کی مذکورہ عبارت کے تحت تحریر کر آئے —— یہاں تک دو باتیں ہو گئیں ایک تو حکم پر جو اشکال تھا اس کا حل واضح ہو گیا دوسرے مسئلہ امید اور مسئلہ ظن قرب کے درمیان فرق روشن ہو گیا۔ (ت)

اما تعليل الهداية **فاقول** التأويل خير من التعطيل، يمكن ان يؤول بان المراد باليقين هو اليقين الفقهى الشامل لغلبة الظن فليس المقصود التفرقة ههنا بين الظن واليقين لما علمت انهما سواء ههنا على كلتا الروايتين وانما المعنى انكار ان يكون له اثر ههنا وذلك ان العجز ثابت حقيقة شرعا لانعدام الماء حقيقة وظاهرا لعدم الدليل على قربه ان جهل المسافة وقيام الدليل على عدمه ان علم او ظن البعد فلا يزول حكمه الثابت شرعا وهو جواز التيمم الا بيقين

اب رہا تعلیل ہدایہ کا معاملہ **فاقول** (تو میں کہتا ہوں) کسی کلام کی تاویل کرنا اسے لغو و بیکار کرنے سے بہتر ہے —— اس کی یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ یقین سے مراد یقین فقہی ہے جو غلبۂ ظن کو بھی شامل ہوتا ہے کہ یہاں ظن و یقین کے درمیان فرق کرنا مقصود نہیں اس لیے کہ معلوم ہو چکا کہ یہاں دونوں ہی روایتوں پر ظن و یقین یکساں ہیں —— مقصود صرف اس بات کا انکار ہے کہ یہاں وہ یقین کچھ اثر انداز رہا —— وہ اس لیے کہ عجز حقیقۃً ثابت ہے، شرعًا اس لیے کہ پانی حقیقت میں معدوم ہے اور ظاہرًا اس لیے کہ مسافت سے ناآشنائی کی صورت میں پانی کے قریب ہونے پر کوئی دلیل نہیں،

Marfat.com

فقهى مثله بان يحصل له ظن القرب واذليس فليس فانه لاعبرة بظن انه سيقرب ولا باستيقانه وانما هذا هو الحاصل فى رجاء الوصول او تيقنه دون ظن القرب المانع عن التيمم المعارض للعجز الظاهر فهذا تقريره وليس فى العبارة ماينكره فوجب الحمل عليه فقد انحل الاشكال ولله الحمد عن مسألة الرجاء حكما وتعليلا ؛

اور دُوری کا یقین یا ظن غالب ہونے کی صورت میں اس کے عدم پر دلیل موجود ہے — تو اس کا حکم — جوازِ تیمم — جو شرعاً ثابت تھا زائل نہ ہوگا مگر ایسے یقینِ فقہی سے جو اسی کے مثل ہو اس طرح کہ اسے قرب کا ظن ہو جائے اور جب یہ نہیں تو وُہ بھی نہیں (قرب کا ظن نہیں تو حکم عجز کا زوال یعنی عدم جوازِ تیمم بھی نہیں ۱۲ م ۔ الف) اس لیے کہ اسکا یہ گمان کہ وہ آئندہ قریب ہو جائیگا، کوئی اعتبار نہیں، نہ ہی اس کے یقین ہی کا کوئی اعتبار ہے اور پانی تک پہنچنے کی اُمید میں یہی گمان یا یقین پایا جاتا ہے ۔ ہر وقت پانی قریب ہونے کا گمان جو تیمم سے مانع اور عجز ظاہر کا معارض ہے یہ نہیں پایا جاتا — یہ اس تعلیل سے متعلق تاویل کی تقریر ہوئی اور عبارت میں ایسا کوئی لفظ نہیں جو اس تاویل کی تردید کرتا ہو تو کلام کو اسی پر محمول کرنا لازم ہے ۔ خدا ہی کے لئے ساری خوبیاں ہیں اس سے مسئلۂ امید کے حکم اور تعلیل دونوں ہی سے متعلق اشکال حل ہوگیا ۔ (ت)

اقول وتم على مسألة الوعد تفريعا وتاصيلا ؛ فمعلوم قطعا بداهة ان الوعد لا يحصّل وانما يرجّى وقد تقرر فى المذهب ان راجى الماء يجوز له التيمم ولا يجب عليه التأخير وان زعم الأن زاعم ان الوعد محصّل للشئ فى الحال فقد صادم بداهة غير مكذوبة واى وعد مثل وعد الله ورسوله جل وعلا وصلى الله تعالى عليه وسلم وتلك الجنة قد وعدها المتقون افتراهم دخلوها الأن و تنعموا بنعيمها فى الدنيا وحصلوا الحور

اقول اور تفریع و تاصیل کے لحاظ سے مسئلۂ وعدہ یہاں پر تمام ہُوا اس لیے کہ قطعاً بداہۃً معلوم ہے کہ وعدہ پانی حاصل نہیں کرا دیتا ۔ پانی حاصل ہونے کی صرف اُمید پیدا کرتا ہے ۔ اور مذہب میں یہ طے شدہ ہے کہ پانی کی امید رکھنے والے کے لیے تیمم کرلینا جائز ہے اور اس پر نماز مؤخر کرنا واجب نہیں — اب اگر کوئی یہ خیال کرے کہ وعدہ فی الحال شئ کو حاصل کرا دیتا ہے تو وہ ناقابلِ تکذیب بداہت سے تصادم میں مبتلا ہے — خدائے بزرگ و برتر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدے جیسا کون سا وعدہ ہو سکتا ہے ۔ — اور متقیوں سے اس

Marfat.com

والقصور والالبان والخمور والحرير والسرير هذه سفسطة ظاهرة فاذا كان هذا في وعد من يستحيل ان يخلف الميعاد فكيف في مواعيد العباد وبالجملة لم يصل فهمي القاصر الى كنه هذه المسألة ولم ار من تكلم فيها لكشف خافيها غير انه ليس لنا مع نص في المذهب مجال مقال فالمسألة مسلمة قطعا لكونها منصوصا عليها في الاصل كما عزاه له في الخلاصة لكن لا دلالة لها ولا لشئ مما علمتُ من من فروع المذهب وتعليلاتها على كون الوعد يثبت قدرة مستندة بل الذي لاح من الدليل يقضي باقتصارها كما علمت فانا استخير الله تعالٰى فيه وحاش لله لا اقطع القول به ولا اجعله حكما وانما اقول كما قلت هذا ما ظهر فليراجع وليحرر والله سبحٰنه وتعالٰى اعلم وصلى الله تعالٰى على سيدنا ومولٰنا واٰله وصحبه وسلم اٰمين۔

جنت کا وعدہ ہوا ہے تو کیا وہ ابھی جنت میں داخل ہو گئے اور اس کی آسائشوں کی لذت دنیا ہی میں پا گئے اور حور و قصور، شیر و شراب، ریشم و تخت سب ابھی حاصل کر لیے ـــ یہ کھلا ہوا سفسطہ ہے ـــ تو جب اس کے وعدہ کا معاملہ ہے جس سے وعدہ خلافی محال ہے تو بندوں کے وعدوں کا کیا حال ہوگا۔ المختصر میرا فہم قاصر اس مسئلہ کی تہ تک نہ پہنچ سکا ـــ نہ ہی کوئی ایسا نظر آتا جس نے اس مسئلہ کا راز سربستہ کھولنے کے لئے اس میں کلام کیا ہو مگر یہ نص مذہب ہوتے ہوئے ہمیں مجال کلام نہیں۔ مسئلہ تو قطعاً مسلّم ہے کیوں کہ اصل میں اس پر نص موجود ہے جیساکہ خلاصہ نے اس کا حوالہ دیا ـــ لیکن یہ مسئلہ اور مذہب کے جتنے بھی مسائل و جزئیات اور ان کی تعلیلات میرے علم میں آئیں کسی کی کوئی دلالت اس پر نہیں کہ وعدہ سے قدرت مستندہ ثابت ہوتی ہے بلکہ دلیل سے جو کچھ ظاہر ہوا وہ اسی کا مقتضی ہے کہ اس سے قدرت مقتصرہ ثابت ہوگی جیساکہ (تنبیہ سوم کے شروع میں) معلوم ہوا ـــ تو میں خدائے تعالٰی سے اس بارے میں استخارہ کرتا ہوں ـــ اور خدا ہی کے لیے پاکی ہے، میں اس بارے میں قطعی قول نہیں کرتا، نہ ہی اسے کوئی حکم قرار دیتا۔ میں اب بھی وہی کہتا ہوں جو پہلے کہہ چکا کہ یہ وہ ہے کہ جو میرے ذہن میں آیا تو اس کی مراجعت اور تنقیح و تحقیق کی ضرورت ہے ـــ اور خدائے پاک و برتر ہی خوب جاننے والا ہے۔ اور اللہ تعالٰی درود و سلام نازل فرمائے ہمارے آقا و مولٰی اور ان کی آل و اصحاب پر ـــ الٰہی! قبول فرما۔ (ت)

تنبیہ چہارم: اقول ظاہراً وعدہ کہ مثبت قدرت مانا گیا ہے اُس میں شرط ہے کہ یا تو مطلق ہو مثلاً دُوں گا یا وقت حاضر سے مقید مثلاً ابھی دیتا ہوں نہ وہ کہ وقت آئندہ سے مقید ہو مثلاً کل دُوں گا یا

Marfat.com

شام کو لینا یا گھنٹا بھر بعد ملے گا اور وقت میں نصف ہی گھنٹا ہے ایسا وعدہ اصلاً مثبت قدرت نہ ہوگا قبل نماز ہو یا بعد کہ وہ حقیقۃً دو چیزوں سے مرکب ہے وقت حاضر میں منع اور وقت آئندہ کے لیے امید دلانا تو وقت حاضر کے لیے منع ہی ہُوا نہ وعدہ ورنہ لازم ہو کہ اگر وہ کہے دس برس بعد دُوں گا تو دس برس تک اسے نماز سے معطل رہنے کا حکم ہو کما تقدم تقریرہ فی التنبیہ الثانی وھذا ظاھر جدا (جیسا کہ تنبیہ دوم میں اس کی تقریر پیش ہُوئی اور یہ بہت واضح ہے ۔ ت)

بالجملہ ایسا وعدہ بنظر وقت حاضر منع ہے تو اگر پہلے ظن عطا تھا اُس کی خطا ثابت ہوگی اور ظن منع تھا تو اس کی تصدیق ہوگی اور شک تھا تو علم منع سے بدل جائے گا واللہ تعالٰی اعلم اس وعدے کا نام وعدِ ابائی رکھیے اور مطلق یا مقید بوقت حاضر کا نام وعدِ رجائی۔

تنبیہ پنجم : اقول وعدۂ رجائی اگر قبل تمام نماز ہو ضرور مطلقاً مؤثر ہے اگر تیمم سے پہلے ہے تیمم کا مانع ہوگا اور بعد ہے تو اس کا ناقض اور عین نماز میں ہے تو اس کا مبطل اگرچہ وفا ہو یا نہ ہو یعنی وقت گزر جائے اور پانی نہ دے کہ ہمارے ائمہ نے انتظار واجب فرمایا اگرچہ وقت نکل جائے لیکن اگر یہ وعدہ بعد نماز ہو خواہ یُوں کہ اس نے مانگا ہی بعد یا اصلاً نہ مانگا اور اس نے بطورِ خود وعدہ کر لیا یہاں دو صورتیں ہیں اگر وقت کے اندر دے دیا ضرور اعادہ نماز کرے گا۔

فان العطاء فی الوقت مبطل مطلقا ولو بلا وعد وما زادہ الوعد الا تأییدا۔

اس لیے کہ وقت میں دے دینا مطلقاً باطل کر دیتا ہے اگرچہ بلا وعدہ ہو، وعدہ بھی ہوا تو اس کی اور زیادہ تائید ہی ہُوئی ۔ (ت)

فان قلت کیف ولا یخلو الوعد عن منع فی الحال لان حاصلہ لا اعطیك الاٰن بل بعد حین فان من یجیب من فورہ فیم یعد فھذا اعطاء بعد اباء فلا یعتبر۔

اگر یہ سوال ہو کہ یہ کیسے جب کہ وعدہ حال میں منع سے خالی نہیں ہوتا اس لیے کہ اس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ تم کو ابھی نہ دُوں گا کچھ بعد میں دُوں گا، کیونکہ جو فوراً کام کرے وہ وعدہ کس بات کا کرے گا۔ تو یہ انکار کے بعد دینا ہے لہذا اس کا اعتبار نہ ہوگا ۔ (ت)

اقول الوعد لوقت الحاجۃ لا یعد منعا عرفا ولا شرعا فمن حلف لا یمنع زیدا کذا فسألہ زید

اقول (جواباً میں کہوں گا) ضرورت کے وقت دینے کا وعدہ عرفاً منع نہیں شمار ہوگا، نہ ہی شرعاً ۔ اگر کسی نے قسم کھائی زید سے فلاں چیز

Marfat.com

حاجته لا یحنث قطعا وبه ... ان الوعد غیر العطاء ایضا فلو حلف ... علیه لا یحنث بمجرد الوعد ایضا ... فبه بیت فکما لا تثبت له ... احکام المنع ینبغی ان لا تثبت ایضا ... احکام العطاء بل الرجاء کما ذکرنا ولکن العبرة للمنقول وان لم یظهر للعقول۔

کا انکار نہ کروں گا۔ اب زید نے اس سے وہ چیز طلب کی۔ اس نے وعدہ کیا کہ جب ضرورت ہوگی دے دوں گا تو ہرگز اس کی قسم نہ ٹوٹے گی۔ اسی سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ وعدہ اور ہے دینا اور۔ اگر قسم کھائی کہ فلاں چیز اسے نہ دے گا تو صرف وعدہ کرنے سے اس کی قسم نہ ٹوٹے گی۔ وعدہ ایک درمیانی امر ہے تو جیسے اس کے لیے منع کے احکام ثابت نہ ہوں گے ایسے ہی عطا کے احکام بھی نہ ثابت ہوں گے بلکہ رجا کے جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ لیکن اعتبار منقول کا ہے اگرچہ عقلوں پر واضح نہ ہو۔ (ت)

اور اگر وقت میں نہ دیا تو دو صورتیں ہیں یا تو اس کا خُلف ظاہر ہوگا کہ وقت گزر گیا اور قصداً نہ دیا تو یہ وعدہ مؤثر نہ ہوگا۔

لانه لم یعط وما اعطاه الوعد من ظن الاعطاء زال بالاخلاف ولا عبرة بالظن البین خطؤه فان کان قبله یظن عطاء فقد خاب او منعا فقد صدق او یشك فتبدل بعلم المنع۔

اس لیے کہ اس نے دیا نہیں اور وعدہ نے جو ظنِ عطا بخشا تھا وہ وعدہ خلافی سے ختم ہوگیا اور ایسے گمان کا اعتبار نہیں جس کی غلطی واضح ہو۔ اگر پہلے اسے عطا کا گمان تھا تو وہ ناکام ہوا، یا منع کا گمان تھا تو سچ ہوا، یا شک تھا تو وہ منع کے یقین سے بدل گیا۔ (ت)

اور اگر اس کا خُلف ظاہر نہ ہوا، مثلاً وعدہ یوں تھا کہ دو گھڑی بعد آکر لے جانا یہ نہ گیا وقت کے اندر اسے یا اسے کہیں جانے کی ضرورت لاحق ہوئی یوں افتراق ہوگیا اور نہ دے سکا تو اس صورت میں ظاہر یہ ہے واللہ تعالٰی اعلم کہ مطلقاً اعادہ نماز کا حکم ہو۔

فان الحقیقة بقیت فی استتر فدار الامر علی الظن فان کان یظن العطاء فقد تضاعف بالوعد وان کان یظن المنع فقد تضعف بل اضمحل به لان الوعد یورث ظن العطاء قطعا کما قال الامام محمد ان

اس لیے کہ حقیقت تو رُوپوش ہی رہ گئی اس لیے مدارِ امر ظن پر ہوا اب اگر اسے عطا کا گمان تھا تو وہ وعدہ سے اور بڑھ گیا اور اگر منع کا گمان تھا تو وہ اس سے ضعیف بلکہ مضمحل ہوگیا — اس لیے کہ وعدہ بلاشبہہ ظنِ عطا پیدا کرتا ہے، جیسا کہ

Marfat.com

الظاهر الوفاء ولا امكان لتعلق الظن الغالب
بكلا الطرفين فاذا احدث ظن العطاء فقد
زال ظن المنع وكذا الشك لان الرجحان
يبطل التساوي فلم يبق ما تبنى عليه صحة
صلاته والاصل في الماء الاباحة وقد
تبين ان التقصير منه لتركه السؤال لاجل
ظن منع او شك ظهر كونهما في غير المحل
فتعاد الصلاة لتقع البراءة بيقين ؛ فان
الصلاة من اجل ما يحتاط له في الدين ؛
هذا ما ظهر لي والعلم بالحق عند الحق
المبين **وبالجملة** لقد طال الكلام
في هذه المسألة الثامنة ولعمري لم
يخل عن فائدة عائدة بل اشتمل ولوجه
ربي الحمد على غرر درر لم تنتظم ببنان
البيان ؛ ونفائس عرائس لم يطمثهن انس
قبلي ولا جان ؛ وحاصل ما قررنا فيه
ان الوعد الاباتي لا يؤثر مطلقا والرجائي
مؤثر مطلقا الا اذا كان بعد الصلاة و
ظهر خلفه والله سبحنه وتعالى اعلم۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "ظاہر وفا ہے"
اور یہ ممکن نہیں کہ ظنِ غالب کا تعلق دونوں ہی
جانب سے ہو۔ تو جب ظنِ عطا پیدا ہوگا ظنِ منع
ختم ہو جائے گا۔ یہی حال شک کا ہے اس لیے
کہ جب ایک طرف رجحان پیدا ہوگا تو وہ دونوں
جانب کی باہمی مساوات باطل کر دے گا۔ اب
ایسا کوئی امر باقی نہ رہا جس پر اس کی نماز کی صحت
کی بنیاد رکھی جا سکے۔ اور پانی میں اصل اباحت ہے
اور واضح ہو گیا کہ کوتاہی اس کی ہے کہ اس نے
سوال ہی نہ کیا اس ظن سے یا شک کے باعث
جن (دونوں) کا بے جا ہونا عیاں ہو گیا تو نماز کا
اعادہ کرنا ہوگا تا کہ یقینی طور پر عہدہ برآ ہو جائے اس
لیے کہ دین کے جن کاموں میں احتیاط برتی جاتی ہے
ان میں نماز سب سے بزرگ ہے۔ یہ وہ ہے جو میرے
ذہن میں آیا اور حق کا علم حق مبین کو ہے۔ بالجملہ
اس آٹھویں مسئلہ میں کلام طویل ہو گیا مگر نفع بخش
فائدے سے خالی نہ رہا بلکہ ایسے آبدار گوہروں پر
مشتمل ہوا جو کبھی انگشتِ بیان سے پروئے نہ گئے
اور ایسی نفیس و حسین عروسوں پر جنہیں مجھ سے پہلے
نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا نہ کسی جن نے۔ اور ساری حمد میرے رب کی ذات کے لیے ہے۔ اور اس بارے
میں ہم نے جو کچھ ثابت کیا اس کا حاصل یہ ہوا کہ وعدۂ اِبائی مطلقاً بے اثر ہے اور وعدۂ رجائی مطلقاً موثر
ہے مگر جب کہ ادائے نماز کے بعد ہو اور اس کا خلف ظاہر ہو جائے۔ اور خدائے پاک و برتر خوب
جاننے والا ہے (ت)

یہ تمام مباحث وہ ہیں کہ ذہنِ فقیر پر فیضِ قدیر سے القا ہوئے۔ ہزار ہزار حسرت کہ کتب حاضرہ میں
ان میں سے کسی صورت سے اصلاً تعرض نہ پایا یہی حال آئندہ مسئلۂ سکوت کا ہے ناچار دونوں میں

Marfat.com

اہم مباحث کی احتیاج نے منہ دکھایا حاشا احکام میں رائے زنی نہ ہمارا منصب نہ اس پر اعتبار تتبع اسفار و تلاحق انظار اولی الابصار ضرور درکار۔

واللہ المستعان وعلیہ التکلان ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا مولٰنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین اٰمین۔

اور خدا ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے اور اسی پر بھروسہ ہے اور کوئی طاقت وقوت نہیں مگر خدائے برتر وباعظمت ہی سے۔ اور اللہ تعالٰی رحمت نازل فرمائے ہمارے آقا و مولٰی محمد اور ان کی آل واصحاب سب پر الٰہی قبول فرما۔ (ت)

مسئلہ ۹ منع یعنی دینے سے انکار دو قسم ہے ایک صراحۃً کہ صاف کہہ دے نہ دوں گا یا اور الفاظ کہ ان معنے کو مؤدی ہوں۔

اقول منع اباتی کہ ہم نے ابھی تنبیہ چہارم میں ذکر کیا اسی قسم میں ہے کہ وُہ خاص مدلولِ کلام ہے۔ دوسرا دلالۃً یعنی اور کوئی امر کہ منع پر دلالت کرے۔ درمختار میں اس کی مثال استہلاک سے دی یعنی پانی خرچ کرلینا یا پھینک دینا کہ اب دینے کی صلاحیت ہی نہ رہی۔

حیث قال یطلبہ ممن ھو معہ فان منعہ ولو دلالۃ بان استھلکہ تیمم[۱]۔

ان کے الفاظ یہ ہیں: پانی اپنے ساتھی سے طلب کرے گا اگر وہ انکار کرے اگرچہ دلالۃً اس طرح کہ وُہ پانی ختم کرڈالے تو تیمم کرے"۔ (ت)

یُونہی اگر بعض خرچ کر دیا اور باقی طہارت مطلوبہ کو کافی نہ رہا طحطاوی میں ہے:

او استھلک البعض والباقی غیر کاف[۲]۔ یا کچھ ختم کر ڈالا اور جو بچا وہ ناکافی ہے (ت)

اقول مطلوب کی قید ہم نے اس لیے لگائی کہ اگر نہا چکا اور مثلاً پیٹھ پر اتنی جگہ خشک رہی جسے ایک چُلّو پانی درکار ہے تو اگر ایک ہی چُلّو باقی ہے طہارت غسل کو کافی ہے اور اگر پُورا نہانا ہے تو آدھا گھڑا بھی کافی نہیں۔ اور اگر اس نے مانگا اور اس نے اُسے نہ دیا زید کو دے دیا تو یہ بھی حکماً استہلاک اور دلالۃً منع ہوگا یا نہیں۔

اقول لم ارہ واذکر ما ظھر لی

اقول یہ میری نظر سے نہ گزرا، اب

---

[۱] درمختار باب التیمم مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۴

[۲] طحطاوی علی الدر المختار باب التیمم ،، بیروت ۱/۱۳۲

Marfat.com

بتوفیقہ جل وعلا واس جوانیکون صواباً ان شاء اللہ تعالٰی ۔

میں وہ بیان کرتا ہوں جو خدائے بزرگ و برتر کی توفیق سے مجھ پر ظاہر ہوا اور مجھے امید ہے کہ اگر خدائے برتر نے چاہا تو درست ہی ہوگا ۔ (ت)

اگر[ف۱] دوسرے کو اباحۃً دے دیا تو یہ منع ہے کہ صاف معلوم ہوا کہ اسے دینا نہ چاہا اور جسے مباح کیا وہ اسے دے نہیں سکتا کہ وہ اباحت سے مالک نہ ہوا اور اگر اُس کے ہاتھ ہبۂ تامہ بیع کر دیا تو اگرچہ یہ اس خاص شخص کی طرف سے منع ہوا مگر یہ مسئلہ کہ دوسرے کے پاس پانی پایا بدستور متوجہ ہے کہ اب جو اس کا مالک ہوا اگر ظن غالب ہو کہ یہ مانگے سے دے دے گا تو اس سے مانگنا واجب ورنہ نہیں اور اب اس کے عطا و منع میں وہ سب احکام عود کریں گے واللہ تعالٰی اعلم۔

ثم اقول ظاہراً بلکہ ان شاء اللہ المولٰی تعالٰی یقیناً منع[ف۲] دلالۃً کی تیسری صورت سکوت بھی ہے اس نے مانگا اور اس نے صاف انکار تو نہ کیا مگر چُپ رہا تو حاجت کے وقت سکوت سے یہی سمجھا جائیگا کہ دینا منظور نہیں

وقد تقدم قولھم فی من سألہ المتیمم عن الماء فلم یخبرہ وھو یشمل السکوت و قد عبرعنہ فی الحلیۃ بالاباء۔

حضرات علمائے کرام کا کلام اُس سے متعلق گزر چکا جس سے تیمم والے نے پانی کے بارے میں پُوچھا تو اس نے خبر نہ دی یہ صورت سکوت کو بھی شامل ہے اور حلیہ میں اس کی تعبیر انکار سے کی ہے ۔ (ت)

اس[ف۳] کی نظیر سکوت مدعا علیہ ہے جب بطلب مدعی اس پر حلف متوجہ ہوا اور قاضی نے اُس سے حلف طلب کیا وہ چُپ رہا یہ سکوت انکار سمجھا جائیگا جبکہ نہ سننے یا نہ بول سکنے کے باعث نہ ہو ولہٰذا مستحب ہے کہ قاضی اس سے تین بار کہے اگر سکوت کرے حلف سے نکول ٹھہرا کر مدعی کو ڈگری دے دے تنویر الابصار و درمختار میں ہے :

(قضی) القاضی (علیہ بنکولہ مرۃ) حقیقۃً (بقولہ لا احلف او) حکماً کأن (سکت من غیر اٰفۃ) کخرس وطرش فی الصحیح سراج وعرض الیمین ثلثا ثم القضاء احوط[۱] اھ قال ش ای ندباً[۲]۔

قاضی (قسم سے ایک بار انکار کی وجہ سے اس کے خلاف فیصلہ دے دے گا) یہ انکار حقیقۃً ہو (اس طرح کہ وہ کہے میں قسم نہ کھاؤں گا، یا) حکماً ہو مثلاً وہ گونگے پن اور بہرے پن جیسی کسی معذوری (آفت کے بغیر خاموش رہے) یہی صحیح قول ہے

[۱] الدر المختار مع الشامی کتاب الدعوٰی مطبع مصطفی البابی مصر ۴/ ۴۷۱
[۲] رد المحتار " " " " ۴/ ۴۷۲

Marfat.com

سراج ۔ اور تین بار قسم پیش کرنا پھر فیصلہ دینا زیادہ محتاط طریقہ ہے اھ ۔ علامہ شامی نے فرمایا : یعنی استحباباً ۔ (ت)

اقول مگر استعمال[1] قرائن ضرور ہے وہ اُس وقت وحالتِ سائل ومسئول عنہ اور ان کے تعلقات سے اُن پر ظاہر ہوتے ہیں ۔ یہ تو سکوت ہے قول صریح میں استعمال قرائن لازم ہے ایک ہی بات حرف بحرف ایک ہی جملہ اور اُس سے کبھی اقرار مفہوم ہوتا ہے کبھی انکار ۔ زید نے عمرو سے کہا تُو نے اپنی عورت کو طلاق دی اُس نے نرم آواز و دبے لہجے سے کہا میں نے طلاق دی ۔ یہ اقرار ہے طلاق ہوگئی اور اگر اُس نے ترش و گرم ہو کر سخت آواز سے تعجب یا زجر و توبیخ کے لہجے میں کہا میں نے طلاق دی ۔ یہ انکار ہے طلاق نہ ہوئی الفاظ بعینہا وہی ہیں اور حکم اثبات سے نفی تک بدل گیا ۔ یونہی اگر عورت نے کہا مجھے طلاق دے اس نے نہ مانا عورت نے پوچھا دی، اس نے جھڑکنے کے لہجے میں سختی سے کہا دی، طلاق نہ ہوئی ورنہ ہوگئی ۔ فتاوٰے امام قاضی خان میں ہے :

امرأۃ قالت لزوجہا طلقنی فابی فقالت دادی قال دادم ان کان فی قولہ دادم ادنی تثقیل لایقع الطلاق[1] ۔

کسی عورت نے اپنے شوہر سے کہا "مجھے طلاق دے دے" اس نے انکار کیا ۔ پھر عورت نے کہا "تم نے دی" اُس نے کہا "میں نے دی" ۔ اگر شوہر کے قول میں کچھ گرانباری ہو تو طلاق نہ ہوگی ۔ (ت)

یونہی[2] شوہر نے گواہوں کے سامنے عورت سے کہا : اللہ تیرا بھلا کرے تُو نے مجھے مہر بخش دیا ۔ وہ بولی ہاں میں نے بخشا ہاں میں نے بخشا، گواہوں نے کہا کیا ہم گواہ ہو جائیں کہ تُو نے مہر بخش دیا ۔ بولی ہاں گواہ ہو جاؤ ہاں گواہ ہو جاؤ ۔ علما فرماتے ہیں اس کے یہ الفاظ اقرار و انکار دونوں کو محتمل ہیں گواہ اس کی

ع فتاوٰی نسفی پھر فتاوٰی ذخیرہ پھر فتاوٰی ہندیہ میں ۲ بار کی قید نہ لگائی اور گواہوں کے جواب میں عورت کا یہ قول بتایا کہ ہزار آدمی گواہ ہو جاؤ ۔

اقول یہ لفظ معنی طنز کی طرف زیادہ مائل ہے عالمگیری کی عبارت کتاب الہبۃ باب ۱۱ میں یہ ہے :

فی فتاوی النسفی رجل قال لامرأتہ بین یدی ۔ فتاوٰی امام نسفی میں ہے کہ ایک شخص نے

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب الطلاق مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۲/۲۱۲

طرز سے پہچانیں گے کہ تحقیق مقصود ہے یا طنز سے کہہ رہی ہے۔ وجیز امام کردری کتاب النکاح فصل ۱۲ میں ہے،

قال لها عند الشهود جزاك الله تعالٰی خیرا وھبت المھر فقالت[1] آرے بخشیدم مرتین فقال الشھود لھا انشھد علی ھبتك فقالت مرتین[2] آرے گواہ باشید فھذا یحتمل الرد والاجابۃ والشھود یعرفون ذلك ان قالت علی وجه التقریر حملت علی الاجابۃ والا علی الرد[3]۔

بیوی سے گواہوں کے سامنے کہا خدا تجھے جزائے خیر عطا فرمائے تُو نے مجھے مہر بخش دیا، وہ بولی "ہاں میں نے بخش دیا"۔ دو بار کہا۔ اس پر گواہوں نے کہا کیا ہم گواہ ہوجائیں کہ تُو نے بخش دیا۔ وُہ دو بار بولی "ہاں گواہ ہوجاؤ"۔ تو اس میں رَدّ و قبول دونوں کا احتمال ہے۔ گواہان اس کی شناخت کرسکیں گے۔ اگر اس نے بطور اثبات کہا تو قبول پر محمول ہوگا ورنہ رَدّ پر محمول ہوگا۔ (ت)

فلہذا اگر قرینۂ سابقہ[1] یا حاضرہ یا لاحقہ دلالت کرے کہ یہ سکوت بروجہ منع نہ تھا تو حکم انکار میں نہ ٹھہرے گا۔ قرینۂ سابقہ یہ کہ اُس کی عادت معلوم ہے کہ سوال اگرچہ مانے سکوت کرتا اور کام کردیتا ہے تو جب تک نہ دینا متحقق نہ ہو ایسے کا سکوت دلیل منع نہ ہوگا۔ قرینۂ حاضرہ یہ کہ اُس وقت وُہ کسی امرِ عظیم میں مشغول ہے یا وظیفہ پڑھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الشھود غفر الله لك حیث وھبت لی المھر الذی لك علی فقالت آرے بخشیدم فقال الشھود ھل نشھد علی ھبتك فقالت ہزار تن گواہ باشید فقال یعرف الرد والتصدیق فی انشاء کلامھا فیحمل علی ما تعرف کذا فی الذخیرۃ[4] ۱۲ منه غفر له (م)

گواہوں کے سامنے اپنی عورت سے کہا اللہ تیرا بھلا کرے کیا تُو نے مجھ پر لازم اپنا حق مہر بخش دیا؟ تو عورت نے کہا، ہاں میں نے بخش دیا۔ اس پر گواہوں نے کہا کیا ہم گواہ ہوجائیں کہ تُو نے اپنا حق مہر بخش دیا۔ عورت نے کہا ہزار آدمی گواہ ہوجاؤ۔ فرمایا اس صورت میں عورت کے طرزِ کلام سے انکار یا تصدیق کی پہچان ہوگی اس کو اس پر محمول کیا جائے گا جو تم غور کے بعد نتیجہ اخذ کرو ذخیرہ میں ایسے ہی ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] فتاوٰی بزازیہ مع الہندیۃ	الثانی عشر فی المہر	مطبع نورانی کتب خانہ پشاور	۴/۱۳۲
[2] " "	"	"	۴/۱۳۲
[3] " "	"	"	۴/۲۳۳
[4] فتاوٰی ہندیہ	کتاب الہبۃ	باب ۱۱	۴/۴۰۲

Marfat.com

رہا ہے یا پریشان ہے یا کسی بات پر سخت غصہ میں ہے کہ ان حالات کا سکوت دلیل منع نہیں ہوتا۔ قرینہ لاحقہ یہ کہ اُس وقت کی حالت سے تو کچھ ظاہر نہ ہوا مگر تھوڑی دیر بعد وقت کے اندر وُہ پانی لے آیا اگرچہ یہ اتنی دیر میں جلدی کرکے اُس کی نگاہ سے جُدا نماز تیمم سے پڑھ چکا ہو کہ وقت پر دینا صریح اجابت ہے تو منع کہ سکوت سے مفہوم ہوتا تھا صریح کے معارض نہ ہوگا۔ فتاوٰی[۱] امام قاضی خان وغیرہا میں ہے: الصریح یفوق الدلالۃ[۱] (صریح، دلالت سے بڑھا ہوا ہے۔ ت) اور یہ نہ ٹھہرائیں گے کہ وہ سکوت بغرض منع ہی تھا پھر رائے بدل گئی کہ یہ خلاف اصل ہے، حلیہ میں ہے:

فان قلت من الجائز تبدل حال المسئول قلت الاصل عدم التبدل فیجری علیہ مالم یقم الدلیل علی خلافہ و لم یوجد[۲]

اگر یہ کہا جائے کہ ہو سکتا ہے جس سے سوال ہوا اس کی حالت بدل گئی ہو، میں کہوں گا۔ اصل عدم تبدل ہے تو وہ امر اسی پر جاری ہوگا جس کے خلاف پر دلیل تام نہ ہوئی اور نہ پائی گئی۔ (ت)

اقول تفصیل[۲] مقام بتوفیق العلام یہ ہے کہ سکوت کے بعد یا[۱] تو وہ اصلاً نہ دے گا یا[۲] اس نماز کا وقت نکل جانے کے بعد دے گا یا[۳] وقت میں دے گا مگر بعد اس کے کہ یہ تیمم سے پڑھ چکا یُوں کہ اسے تیمم کرتے اُس سے نماز پڑھتے دیکھا اور اُس وقت پانی نہ دیا یا[۴] اُس پر مطلع نہ ہو کر دیا یا[۵] عین نماز میں دے گا یا[۶] نماز سے قبل۔ یہ چھ صورتیں ہیں ان میں پہلی کا حکم تو ظاہر ہے کہ دلالت منع کا کوئی معارض نہ پایا گیا بلکہ اُس کا ثبوت ہوگیا تو نماز و تیمم دونوں صحیح رہے اور اخیر دو بھی قابل بحث نہیں کہ جب ختم نماز سے پہلے پانی مل گیا آپ ہی وضو کرکے پڑھنے کا حکم ہے اور چہارم کا حکم ابھی گزرا کہ اجابت ہے باقی دو صورتیں رہیں دوم و سوم ان میں ظاہر یہی ہے کہ منع پر سکوت کی دلالت مستقر ہوگئی کوئی قرینہ اس کے معارض ہونا درکنار اُس کا مؤید پایا گیا نماز صحیح ہوئی اعادہ نہ ہوگا دوم میں یُوں کہ حاجت ہر وقت متجدد ہوتی ہے جب اس حاجت کا وقت گزار دیا اور مانگے نہ دیا معلوم ہوا کہ اس وقت دینا منظور نہ تھا دوسری حاجت کے وقت دینا نہ اس سوال کی اجابت کرے نہ اس کے وقت قدرت کا اثبات۔ اس وقت عجز ظاہر تھا اور وقتِ حاجت سوال پر سکوت نے ظن منع دیا تھا اسی کی حاجت اس کا سوال اس کا ظن سب وقت حاضر کی نسبت تھے دوسرے وقت دینے نے اس ظن کو غلط نہ کیا بلکہ ثابت و محقق کردیا اور یہاں لاعبرۃ بالظن البین خطؤہ (اس گمان کا اعتبار نہیں جس کی خطا واضح ہو۔ ت)

---

[۱] درمختار کتاب الہبۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲/۱۵۹

[۲] حلیۃ

Marfat.com

صادق نہ آیا ورنہ چاہیے کہ وُہ مہینہ بھر بعد نے تو اس کی یہ ڈیڑھ سو نمازیں سب باطل ہو جائیں کہ بعد وقت جیسا ایک وقت ویسے ہی ہزار یہ حرج ہے اور دفع حرج لازم اور اس کی طرف سے تقصیر نہیں کہ اس کے قابو میں سوال ہی تھا یہ اسے بجا لا چکا محیط و بحر سے ابھی گزرا جازت صلاتہ لا نہ فعل ما علیہ[1] (اس کی نماز ہو گئی اس لیے کہ اس کے ذمہ جو تھا وہ بجا لایا۔ ت) حلیہ سے گزرا :

فعل ما فی وسعہ قبل الفعل فیقع جائزا دفعا للحرج فلا ینقلب غیر جائز[2]

اس کے بس میں جو تھا فعل سے قبل بجا لایا تو دفع حرج کے پیشِ نظر اس کا عمل جائز ہی ادا ہوا تو اب ناجائز میں تبدیل نہ ہوگا۔ (ت)

اور سوم میں یُوں کہ اس دینے سے بھی قدرت مقتصرہ ثابت ہوگی یعنی وقت عطا سے نہ مستندہ یعنی سابق سے کہ مانگنے پہ اُس کا چُپ رہنا اور اسے تیمم کرتے اور نماز تیمم سے شروع کرتے دیکھنا اور اب بھی خاموش رہنا اس کے عجز کو مؤکد کر گیا اب قدرت جدیدہ اُسے نقض نہ کرے گی۔ ولوالجیہ و حلیہ سے گزرا :

انہ اذا ابی تاکد العجز فلا تعتبر القدرۃ بعد ذلک[3]

اس نے جب انکار کر دیا تو عجز مؤکد ہو گیا اب اس کے بعد قدرت ہونے کا اعتبار نہیں۔ (ت)

بدستور اس کے قابو میں سوال تھا اُسے یہ بجا لایا اب اس پر الزام نہیں جیسا کہ ابھی محیط و بحر و حلیہ سے گزرا **اگر کہیے** وہ کہ مانگ کر چلا آیا اور جلدی کرکے اُس کی نگاہ سے جُدا مثلاً اپنے خیمہ میں تیمم سے پڑھ لی اُس کے ذمہ بھی سوال ہی تھا جسے بجا لایا اُس پر کیوں الزام ہے۔

اقول سوال مطلوب بالذات و منتہائے مقصد نہیں کہ سوال کر لیا اور عہدہ برآ ہو گئے جواب کچھ بھی ہو بلکہ وہ بغرض استکشاف حال ہے کہ جواب سے منع و اجابت جو ظاہر ہو اُس پر عمل کیا جائے یہاں عطا بروقت سے اجابت ظاہر ہوئی کما تقدم (جیسا کہ گزرا۔ ت) تو مجرد سوال کر لینا اُسے بری الذمہ نہ کریگا۔

الاترٰی ان الحلیۃ جعلت تاکد العجز عبارۃ اخرٰی عن ھذا المعنی اعنی فعل ما فی وسعہ کما تقدم فی المسألۃ السابعۃ۔

دیکھیے کہ اس معنی ۔ اس کے بس میں جو تھا بجا لایا ۔ کی دُوسری تعبیر حلیہ نے عجز مؤکد ہونے کو قرار دیا جیسا کہ مسئلہ ہفتم میں گزرا۔ (ت)

---

[1] البحرالرائق شرح کنز الدقائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۲
[2] و [3] حلیۃ

Marfat.com

بخلاف صورت دوم وسوم کہ وہاں منع ظاہر ہوا کما تقرر (جیسا کہ گزرا ۔ ت) اور بخلاف اُس صورت کہ جسے پانی کی خبر ہونا گمان کیا اُس سے پُوچھا اُس نے سُنا اور جواب نہ دیا بعد نماز دیا کہ سوال خبر پر جواب نہ دینا بھی ترک اخبار ہے اور سوال شئے پر سکوت بعینہٖ انکار عطا نہیں جس کی وجہ اُوپر گزریں و باللہ التوفیق و اللہ تعالٰی اعلم۔

ثم اقول یہ سب اُس صورت میں تھا کہ اُس نے مانگا اور اُس نے سکوت کیا تھا اور اگر اسے نے دیکھا اور اصلاً نہ مانگا اور اُسے بعد خروج وقت اس کی حاجت پر اطلاع ہُوئی اور پانی لایا اس صورت میں یہ شبہہ مظنون ہے کہ اگر یہ مانگتا ضرور دیتا اور تقصیر اس کی طرف سے ہے کہ سوال نہ کیا تو ایک یا جتنی نمازیں پڑھیں سب کا اعادہ چاہئے، نمبر ۵۹ میں محیط سے گزرا،

لم تجز صلاتہ لانہ کان قادرا علی استعمالہ بواسطۃ السؤال فاذا لم یسألہ جاء التقصیر من قبلہ[1]

اس کی نماز نہ ہُوئی اس لیے کہ وہ مانگ کر اس پانی کو استعمال کرسکتا تھا ۔ نہ مانگا تو کوتاہی اسی کی جانب سے ہُوئی ۔ (ت)

حلیہ سے ابھی گزرا،

فانہ لم یستفرغ الوسع بالاستکشاف[2]

اس لیے کہ اس نے تفتیش کے ذریعہ اپنی پُوری کوشش صرف نہ کی ۔ (ت)

و۲ بلکہ اگر وہ اسے دیکھتا رہا کہ تیمم سے پڑھتا ہے اور باوصف اطلاع پانی نہ دیا یا بعد وقت دیا جب بھی یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ مانگنے پر بھی نہ دیتا تو بلا سوال نہ دینا ظنِ منع کی تحقیق نہیں کرتا منع یہ ہے کہ مانگے سے نہ دے اور بارہا ہوتا ہے کہ لوگ بے مانگے خود پرواہ نہیں کرتے اور مانگا جائے تو دے دیں بلکہ یہاں دُوسرے وقت بے طلب دینے سے یہی پہلو رجحان پاتا ہے کہ مانگتا تو ضرور دیتا بخلاف صورت سکوت کہ یہ سوال کرچکا تھا اور اُس نے اُس وقت نہ دیا تو ظاہر ہُوا کہ دینا منظور نہ تھا زیادات وجامع امام کرخی و بدائع وحلیہ میں ہے:

اذا غلب علی ظنہ انہ لا یعطیہ او شك مضی علی صلاتہ فاذا فرغ سألہ فان اعطاہ توضأ واستقبل الصلاۃ لانہ ظہر

جب اسے غلبۂ ظن ہو کہ نہ دے گا یا شک کی صورت ہو تو اپنی نماز پر برقرار رہے جب فارغ ہوجائے اس سے مانگے ۔ اگر وہ دے دے وضو کرکے

---

[1] محیط

[2] حلیہ

Marfat.com

انه کان قادرا لان البذل بعد الفراغ دلیل البذل قبله وان ابی فصلاته ماضیة لان العجز قد تقرر[1] اھ۔

از سرِ نو نماز ادا کرے۔ کیونکہ ظاہر ہوگیا کہ وہ قادر تھا اس لیے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد دے دینا اس بات کی دلیل ہے کہ اس سے پہلے بھی دے دیتا۔ اور اگر انکار کرے تو اس کی نماز تام ہے اس لیے کہ عاجز ہونا ثابت ہوگیا۔ (ت)

اقول تقررہ ان الاصل فی الماء الاباحة والحظر عارض کما قالوہ فی الحلیة وغیرھا فی دلیل قول الامام اذا وعدہ احد اعطاء الماء یجب الانتظار وان فات الوقت وانما یمنع لحاجة اوشح وقد ظھر انتفاؤھما ببذلہ الاٰن فظھر انہ لو سئل قبل لبذل لان خصوصیة الوقت ملغاة بل تاخر الوقت ادل علی البذل قبلہ اذ لو کان محتاجا الیہ قبل لانفقہ اوبقی محتاجا الیہ الاٰن فاذا کان ھذا فی البذل بعد السؤال وقد ارسلوہ ارسالا ولم یقیدوہ بما اذا لم یرہ یصلی متیمما فالبذل بدون سؤال اولی کما لایخفی واللہ تعالٰی اعلم۔

اقول اس کی تقریر یہ ہے کہ پانی میں اصل اباحت ہے۔ اور منع عارضی چیز ہے۔ جیسا کہ حلیہ وغیرہا نے اسے بیان کیا ہے۔ امام اعظم کے اس قول کے تحت "جب اس سے کوئی پانی دینے کا وعدہ کرے تو انتظار واجب ہے اگرچہ وقت نکل جائے"۔ پانی سے انکار بخل کی وجہ سے ہوتا ہے یا اس لیے کہ خود اسے ضرورت ہے اور اس وقت دے دینے سے دونوں باتوں کا نہ ہونا ظاہر ہوگیا۔ اس سے یہ ظاہر ہوا کہ اگر پہلے بھی اس سے مانگا جاتا تو وہ دے دیتا۔ اس لیے کہ خصوصیتِ وقت ساقط و بیکار ہے۔ بلکہ وقت کا مؤخر کرنا اس سے پہلے دے دینے پر زیادہ دلالت کرتا ہے اس لیے کہ اگر پہلے اسے خود اس کی ضرورت ہوتی تو خرچ کر لیا ہوتا یا اب بھی اس کا ضرورت مند رہتا۔ جب یہ مانگنے کے بعد دینے کا معاملہ ہے اور علما نے اسے ارسالاً ذکر کیا یہ قید نہ لگائی کہ "جب اسے تیمم سے نماز ادا کرتے دیکھا نہ ہو" تو بغیر مانگے دے دینا تو اس سے بڑھا ہوا ہے جیسا کہ واضح ہے ۔۔ اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

اور یہاں دو صورتیں وعدہ کی ہیں ایک یہ کہ نماز سے پہلے اس کے سوال پر خواہ بطور خود اس نے پانی دینے کا وعدہ کیا اور بعد خروجِ وقت دیا یا اُس وقت کہ یہ تیمم کرکے پڑھ چکا تھا خواہ اس نے اسے دیکھا یا نہ دیکھا اس میں کوئی صورت محلِ بحث نہیں کہ وعدہ کو ہمارے علما نے خود ہی موجب قدرت جانا ہے وقت میں اُسے تیمم سے

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی شرائط رکن التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۹

Marfat.com

نماز جائز ہی نہیں خواہ وُہ پانی کبھی دے یا کبھی نہ دے مگر باتباع امام زفر کہ اخیر وقت تیمم سے پڑھے گا اُس کے بعد اعادہ کا حکم ہے۔

دوسرے یہ کہ بعد نماز وعدہ کیا اور بعد خروج وقت دیا، تنبیہ پنجم میں گزرا کہ اس کا نماز پر کچھ اثر ہونا چاہیے بالجملہ[۱] نماز کے بعد وقت کے اندر دینے میں مطلقاً[۲] نماز کا اعادہ ہے مگر یہ کہ نماز سے پہلے یا بعد انکار کرکے دیا یا پہلے سکوت کیا اور اسے تیمم کرتے اور تیمم سے نماز پڑھتے دیکھا اور اُس وقت بھی ساکت رہا بعد نماز دیا کہ یہی عطا بعد منع ہے اور عنقریب آتا ہے کہ وُہ مفید نہیں اور بعد خروج وقت دینا مطلقاً[۳] مبطل نماز نہیں مگر اُس حالت میں کہ اُس نے دیکھا اور اصلاً نہ مانگا اور اُس نے بعد وقت دے دیا یہ تمام مباحث اوّل تا آخر سوائے استہلاک کہ درمختار میں مصرح تھا اس فقیر بارگاہِ رسالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ نے تفقہاً ذکر کیں

فلیراجع ولیحرر فان اصبت فمن ربی ولہ الحمد وان اخطأتُ فمنی ومن الشیطان ؛ واللہ ورسولہ عنہ بریئان ؛ جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ؛ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

تو اس کی مراجعت اور تنقیح کرلی جائے۔ اگر میں نے ٹھیک بیان کیا تو میرے رب کی جانب سے ہے اور اگر میں نے خطا کی تو یہ میری طرف سے اور شیطان کے وساوس سے ہے خدائے بزرگ و برتر اور اس کے رسول انور ــــ ان پر خدائے برتر کی طرف سے سلام و رحمت ہو ــ اس سے بری ہیں ــــ اور خدائے پاک و برتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۰ منع[۴] کے بعد دینا مفید نہیں کما فی الزیادات وصدر الشریعۃ والغنیۃ والبحر یاتی (جیسا کہ زیادات، صدر الشریعۃ، غنیہ اور بحر نے ذکر کیا اور آگے بھی آئے گا۔ ت)

اقول اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر اس نے نماز سے پہلے مانگا اور اُس نے انکار کردیا پھر نماز سے پہلے ہی دے دیا خواہ بطور خود دیا اس کے دوبارہ مانگنے پر خواہ یہ دوبارہ مانگنا تیمم سے پہلے ہو یا بعد ہر حال میں یہ دینا مفید و معتبر ہے کہ اس عطا نے اُس منع کو منسوخ کردیا اگر تیمم کرچکا ہے ٹوٹ گیا وضو کرکے نماز پڑھے اور اگر نماز سے پہلے انکار کیا اور نماز کے بعد دیا آپ یا اس کے مانگے پر تو یہ دینا معتبر نہیں کہ اُس کے انکار کے سبب عجز

عہ۱ مطلقاً مبطل نماز نہ کہا کہ بصورتِ وعدہ یہ پانی دینا مبطل نماز نہ ہوگا کہ وُہ خود ہی باطل تھی ۱۲ منہ غفرلہ (م)

عہ۲ یہ صورت وعدہ کو بھی شامل کہ وہ نماز خود ہی باطل تھی نہ کہ یہ پانی مبطل ۱۲ منہ غفرلہ (م)

Marfat.com

متحقق اور تیمم جائز اور نماز صحیح ہوچکی اور قاعدہ شرعیہ ہے کہ من سعی فی نقض ما تم من جہتہ فسعیہ مردود علیہ (جو ایسے امر کو توڑنے کی کوشش کرے جو اس کی جانب سے مکمل ہوگیا اس کی کوشش اسی پر پلٹ جائے گی۔ ت) جب انکار سابق ہے تو عطائے لاحق قدرت سابقہ کیونکر ثابت کرسکتی ہے ہاں فی الحال قدرت ثابت ہوگی اب دیتے وقت تیمم ٹوٹے گا اور آئندہ کے لیے وضو کرے گا۔ اور اگر نماز سے پہلے انکار کیا اور عین نماز میں کہا لے لے نماز و تیمم دونوں جاتے رہے کہ اگرچہ قدرت سابقہ ثابت نہ ہوئی فی الحال تو ثابت ہُوئی اور وسط نماز میں اگرچہ قعدہ اخیرہ کے بعد سلام سے پہلے متیمم کا پانی پر قادر ہونا نماز و تیمم کو باطل کرتا ہے کما تقدم عن الخانیۃ (جیسا کہ پہلے خانیہ کے حوالے سے گزرا۔ ت)

مسئلہ ۱۱ اقول دینے کے بعد منع مفید ہے اور اس کا فائدہ صرف اس قدر ہے کہ تیمم اگر بوجہ عطا ناجائز ہُوا تھا اب جائز ہوجائے اس سے زیادہ وہ عطا کے کسی اثر کو زائل نہیں کرتا مثلاً تیمم کے بعد اُس نے پانی دیا تیمم ٹوٹ گیا اب منع کرنے سے واپس نہ آئے گا یونہی اگر قبل تمام نماز دیا یا بے سبقت منع بعد نماز وقت دیا نماز جاتی رہی اب منع کرنے سے صحیح نہ ہوجائے گی۔ اور اگر اُس عطا سے تیمم خود ہی ممنوع ہوا تھا جب تو یہ منع کچھ بھی مفید نہ ہوگا کہ اس کا فائدہ اباحت تیمم تھا اور وُہ پہلے سے حاصل ہے پھر اتنا فائدہ بھی اُس وقت ہے جبکہ پانی ابھی خرچ نہ ہُوا اور دینے والے کی ملک پر باقی ہو اور لینے والا اُس میں تصرف سے ممنوع نہ ہو مثلاً پانی بطور اباحت دیا اگر یہ تیمم پہلے کرچکا تھا جاتا رہا ہنوز وضو پُورا نہ کیا تھا کہ اس نے منع کردیا اب اسے پانی کا استعمال جائز نہ رہا یونہی اگر پانی ہبہ کیا تھا اور ابھی اس کا قبضہ نہ ہوا تھا کہ اس نے منع کردیا کہ ہبہ قبل قبضہ ناتمام تھا اور اس کو منع کا اختیار حاصل اور اس صورت میں بھی تیمم اگر پہلے کرچکا تھا زائل کہ مجرد اباحتِ آب بلکہ نرا وعدہ ناقضِ تیمم ہے نہ کہ ہبہ ہاں اگر یہ قبضہ کرچکا تو اب اُس کا منع بیکار ہے کہ اس کی ملک زائل ہوچکی اور بے رضا یا قضا اسے رجوع کا اختیار نہیں بخلاف اس صورت کے کہ پانی اُس کے ہاتھ بیچا اور بائع نے اپنا خیار شرط کیا تھا اور یہ ابھی پانی استعمال نہ کرنے پایا تھا کہ اُس نے بیع فسخ کردی کہ یہاں اُسے اختیار تصرف پہلے ہی سے نہ تھا تیمم سابق باقی رہا کہ بیع میں جب بائع کا خیار شرط ہو مبیع نہ اُس کی ملک سے خارج ہو نہ مشتری کو اُس میں تصرف جائز اگرچہ باذن بائع قبضہ کرچکا ہو۔ ہدایہ میں ارشاد فرمایا:

خیار البائع یمنع خروج المبیع عن ملکہ ولا یملك المشتری التصرف فیہ وان قبضہ باذن البائع[1]	بائع کا خیار اس کی ملک سے مبیع کے نکلنے سے مانع ہے اور اس میں مشتری تصرف کا مالک نہیں اگرچہ بائع کی اجازت سے اس پر قبضہ کرچکا ہو۔ (ت)

---

[1] الہدایہ باب خیار شرط مکتبہ عربیہ کراچی ۳/ ۳۵

Marfat.com

اور جب وہ شرعاً اُس میں تصرف سے ممنوع ہے تو پانی پر قدرت ثابت نہ ہُوئی اور تیمم بحال رہا کما قد منا نمبر ۱۴۲ و ۱۶۱ (جیسا کہ نمبر ۱۴۲ و ۱۶۱ میں ہم نے بیان کیا۔ ت) تو اس منع نے کوئی نیا فائدہ نہ دیا۔ فتح القدیر نواقض تیمم میں ہے :

المراد من القدرة اعم من الشرعیة و الحسیة حتی لو رأی ماء فی حب لا ینتقض تیممه وان تحققت قدرة حسیة لانه انما هو للشرب[1] اھ

قدرت سے مراد وہ ہے جو شرعی و حسّی دونوں کو عام ہو یہاں تک کہ اگر سبیل کا پانی پایا تو اس کا تیمم نہ ٹوٹے گا اگرچہ حسّی قدرت ثابت ہے اس لیے کہ وُہ پانی صرف پینے کے لیے مباح ہوا ہے اھ۔

اقول والمراد ما یجمعهما معاً ای لابد من اجتماع کلا القدرتین کما یستغرق العام الاصولی افرادہ حتی لوکانت احدهما لم تکف وان کان المتبادر من تلك العبارة کفایة احدهما لان العام یتحقق فی ضمن ای خاص کان۔

اقول مراد وُہ ہے جو دونوں قدرتیں جمع کرلے یعنی دونوں ہی قدرتوں کا مجتمع ہونا ضروری ہے جیسے عام اصولی اپنے تمام افراد کا احاطہ کرلیتا ہے یہاں تک کہ اگر صرف ایک قدرت ہو تو کافی نہ ہوگی اگرچہ اس عبارت سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ ایک بھی کافی ہو اس لیے کہ عام کسی بھی خاص کے ضمن میں متحقق ہوجاتا ہے۔ (ت)

فائدہ : پانی پر قدرت ہوتے ہُوئے بوجہ ممانعت شرعیہ حکمِ تیمم کی تین[۳] صورتیں اُوپر گزریں سبیل کا پانی کہ پینے کے لیے ہے۔ وہ پانی کہ کسی کو ہبہ کرکے اُس سے بطور امانت لے لیا وہ پانی کہ ملک فاسد سے اُس کا مالک ہُوا یہ دو امام محقق علی الاطلاق نے ذکر فرمائیں اور تیسری محقق زین نے بحر میں۔ یہ چوتھی فقیر نے اضافہ کی کہ وُہ پانی کہ بشرط خیار بائع خرید کر اُس پر باذن بائع قابض ہوا جب تک خیار رہا کہ بیع تام نہ ہوجائے اُس سے وضو وغیرہ کچھ جائز نہیں۔

اقول اور انھیں پر حصر نہیں گزشتہ نمبروں میں اس کی بہت صورتیں تھیں مثلاً (۱۱) فاسق کا خوف (۳۴) مال امانت پر خوف (۴۷ و ۴۸) کسی مسلمان یا جانور کی پیاس کا خیال (۵۰) نجاست دھونے

---

[۵] مگر اس نے پانی سے عجز کے نمبروں میں اضافہ کیا کہ یہ وہی نمبر ۵۳ ملک غیر ہے۔ (م)

---

[1] فتح القدیر باب التیمم مکتبہ عربیہ کراچی ۱/۱۱۹

Marfat.com

کی ضرورت (۵۲) خاص لوگوں کی طہارت پر وقف اور یہ اُن میں نہیں (۵۳) ملک غیر جس میں یہ صورت چہارم بھی داخل (۵۴) نہانا ہے اور ستر نہیں (۵۵) عورت کو وضو کرنا ہے اور ستر نہیں (۶۳) پانی باہر ہے اور عورت کے پاس چادر نہیں (۸۴) سواری سے اتارنے چڑھانے کو محرم نہیں (۸۶) اُترنے سے زخم کا سیلان نماز میں رہے گا (۸۷) پانی سے طہارت کسی مؤکد کو بے بدل فوت کرے گی (۱۰۱) فاسق کے آجانے کا اندیشہ (۱۴۴) کپڑے بھیگ کر بے ستری ہوگی (۱۴۳) پانی مسجد میں ہے اور یہ جنب (۱۶۰ و ۱۶۱) مزاحمت پدر سے احتراز (۱۶۴ تا ۱۶۶) تنفیہ و انتہ و مرومیت کا تیمم اکیس یہ اور تین وہ کہ نمبر (۵۱ و ۱۴۸ و تنبیہ بعد نمبر ۱۶۱) میں گزریں چوبیس[24] ہوئیں اور پچیسویں[25] یہ صورت کہ جنب نہایا اور بدن کا کچھ حصّہ دھونے سے رہ گیا پانی ختم ہوگیا تیمم کیا پھر حدث ہُوا اس کے لیے تیمم کیا اب اس پر دو واجب ہیں جو حصہ نہانے میں رہ گیا تھا اس کا دھونا اور تیمم جنابت کے بعد حدث ہُوا ہے لہذا اُس کے لیے وضو کرنا اب اس نے پانی پایا جس سے وہ حصّہ دُھل سکتا ہے یا وضو کرے تو وضو ہو سکتا ہے مگر مجموع کے لیے کافی نہیں اسے حکم ہے کہ وہ حصہ دھوئے اور امام ابو یوسف کے نزدیک حدث کا تیمم نہ جائیگا کہ پانی اگرچہ اس کے لیے کافی تھا مگر شرعاً یہ اُس سے وضو نہ کرسکتا تھا کہ اُسے اس باقی حصے میں صرف کرنا واجب تھا۔ یہ مسئلہ ہم نے اپنے رسالہ "الطلبۃ البدیعۃ" کے آخر میں مفصل ذکر کیا ہے وہاں دیکھا جائے وقد رجحنا فیھا قول محمد (اس میں ہم نے امام محمد کے قول کو ترجیح دی ہے۔ ت)

مسئلہ ۱۲ ضروریہ **اقول** یہاں[1] دو مسئلے ہیں ایک یہ کہ پانی قریب ہونے کا ظن غالب ہو تو طلب یعنی تلاش واجب ہے بے تلاش تیمم جائز نہیں دوسرا یہ کہ کسی کے پاس پانی معلوم ہوا اور ظن غالب ہے کہ مانگے سے دے دے گا تو طلب یعنی مانگنا واجب ہے بے مانگے تیمم جائز نہیں۔ پہلے مسئلہ کی نسبت شرح تعریف رضوی کے فائدہ پنجم میں ہم تحقیق کر آئے کہ یہ وجوب بمعنی اشتراط ہے یعنی تلاش کرلینا شرط صحت تیمم ہے بے اس کے تیمم و نماز مطلقاً فی الحال باطل اگرچہ بعد کو یہی ظاہر ہو کہ پانی نہ تھا۔

وقد اخذ بہ السادۃ الجلۃ ابو السعود و ط و ش فی حواشی الکنز والدر علی ما نص علیہ فی المعتمدات ان لو صلی یتیمم و ثمہ من یسألہ ثم اخبرہ بالماء اعاد و الا لا کما فی الدر وقدمنا فی المسألۃ السابعۃ

سید ابو السعود، سید طحطاوی اور سید شامی نے کنز اور درمختار کے حواشی میں اسی کو لیا ہے جیسا کہ معتمد کتابوں میں اس کی تصریح آئی ہے کہ اگر تیمم سے نماز پڑھ لی جب کہ وہاں ایسا کوئی شخص موجود تھا جس سے یہ پانی کے بارے میں پُوچھ سکتا تھا پھر اس نے

---

[1] درمختار باب التیمم مکتبہ مجتبائی دہلی ۱/۴۴

Marfat.com

عنه وله للمحيط والحلية والزيلعى والبدائع ايضا بان فى البحر عن السراج لوتيمّم من غيرطلب وكان الطلب واجبا وصلى ثم طلب فلم يجد وجبت عليه الاعادة[1] اھ ومفاده ان تجب الاعادة هنا وان لم يخبره اھ هذا لفظ ش ومثله فى ط وفتح الله المعين۔

اقول[ف] رحمهم الله تعالٰى ورحمنا بهم اين ههنا وجوب الطلب وكيف يجب وهو لا يدرى ان الماء قريب ام لا فضلا عن غلبة الظن بالقرب انما الواجب ههنا السؤال عمن يظن ان عنده علما بحال الماء و فرق بيّن بين المسألتين فان من ظن القرب فقد ظنه قادرا على الماء فيبطل تيممه مالم يطلب قبل التيمم فيظهر خطؤ ظنه اما من ظن ان عند هذا علما بحال الماء فهو لا يدرى انه ان سأله يخبره بقرب الماء او بعده فلم يكن للقرب حظ من الظن فلم يوجد معارض لعجزه الظاهر فصح تيممه وتمت صلاته الا ان يظهر القرب فتجب الاعادة لان التفريط جاء من قبله بترك السؤال۔

پانی کی خبر دی تو نماز کا اعادہ کرے ورنہ نہیں جیسا کہ درمختار میں ہے اور مسئلہ ہفتم میں ہم اس پر محیط، حلیہ، زیلعی اور بدائع کا بھی حوالہ دے چکے ہیں ان سادات محشین کا ماخذ یہ ہے کہ بحر میں سراج کے حوالہ سے ہے کہ اگر بغیر تلاش کیے تیمم کرلیا جبکہ تلاش واجب تھی اور نماز پڑھ لی پھر تلاش کیا مگر پانی نہ ملا تو بھی اس پر اعادہ واجب ہے اھ یہ شامی کے الفاظ ہیں اور اسی کے مثل حاشیہ طحطاوی اور فتح اللہ المعین بھی ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں)، خدا ان حضرات پر رحمت فرمائے اور ان کی برکت سے ہم پر بھی رحمت فرمائے یہاں پر تلاش کہاں واجب ہے اور کیسے واجب ہوگی جب کہ وہ جانتا ہی نہیں کہ پانی قریب ہے یا نہیں؛ قریب کا غلبۂ ظن ہونا تو دُور کی بات ہے یہاں پر واجب صرف یہ ہے کہ ایسے شخص سے دریافت کرے جس کے بارے میں اس کا یہ گمان ہو کہ وہ پانی کی حالت کچھ جانتا ہوگا ــــ اور ان دونوں مسئلوں میں کھلا ہوا فرق ہے۔ اس لیے کہ جسے قربِ آب کا گمان ہے اسے پانی پر اپنی قدرت کا گمان ہے تو اس کا تیمم باطل ہے جبکہ قبل تیمم تلاش نہ کرلے کہ اس کے گمان کی غلطی ظاہر ہو ــــ لیکن جسے یہ گمان ہو کہ اس شخص کو پانی سے متعلق کچھ آگاہی ہوگی تو اسے یہ پتا نہیں کہ اگر اس شخص سے دریافت کرے تو وہ پانی کا قریب ہونا بتائے گا یا دُور ہونا بتائے گا تو

---

[1] البحر الرائق باب التیمم مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۱

[2] ردالمحتار مصطفی البابی، مصر ۱/۱۸۱

Marfat.com

قرب کا ظن کسی طرح نہ حاصل ہُوا تو یہ اس کے عجز ظاہر کے معارض نہ ہوا اس لیے اس کا تیمم صحیح ہے اور اس کی نماز تام ہے مگر یہ کہ پانی کا قریب ہونا منکشف ہو تو اعادہ لازم ہوگا اس لیے کہ کوتاہی اسی کی جانب سے ہُوئی کہ اس نے دریافت نہ کیا۔ (ت)

کلام دُوسرے مسئلہ میں ہے کہ یہاں بھی وجوب اسی معنی اشتراط پر ہے کہ بحالِ ظنِ عطا اگر بے مانگے تیمم کرلے سرے سے صحیح ہی نہ ہوا اور نماز باطل ہوا اگرچہ بعد کو نہ دینا ہی ظاہر ہو یا ایسا نہیں عجب یہ ہے کہ یہاں عباراتِ جانب مبنیٰ افادۂ اشتراط پر آئیں اور جانب حکم صحت تیمم و نماز پر۔ اُدھر کافی[1] و خانیہ[2] و خزانۃ المفتین[3] و نہایہ[4] و حلبی[5] و خزانہ[6] و برجندی[7] کی عبارتیں جن میں تیمم کی نسبت لا یجوز[1] ہے مثلاً لا یجوز التیمم قبل الطلب[8] (قبل طلب تیمم جائز نہیں۔ ت)۔ اگر معنے نفی حل کو محتمل بھی رکھے جائیں تو امام صفار[9] و قدوری و ہدایہ[10] و تبیین[11] و منیہ[12] و غنیہ[13] و ہروی[14] علی الکنز کے نصوص جن میں صراحۃً لا یجزئہ (کفایت نہیں کرسکتا۔ ت) ہے۔ مثلاً صلی بالتیمم قبل الطلب لا یجزئہ[2] (قبل طلب تیمم سے نماز ادا کرلی تو یہ اسے کفایت نہیں کرسکتا۔ ت) قابلِ تاویل نہیں منیہ نے مسئلۂ اولیٰ سے اس کی تشبیہ امام صفار سے نقل کی کہ لا یجزئہ قبل الطلب کما فی عمرانات[3] (قبل طلب یہ اسے کام نہیں دے سکتا جیسے آبادیوں میں۔ ت) انھیں[15] کے قریب ہے مبسوط[16] و شرح[17] وقایہ و جواہر[18] اخلاطی وغیرہا کی عبارتیں جن میں عدم جواز بہ نسبت نماز ہے کہ ان لم یطلب وصلی لم یجز[4] و لفظ الجواھر شرع فی الصلاۃ قبل الطلب لا یجوز[5] (اگر طلب نہ کیا اور نماز ادا کرلی تو جائز نہیں۔ اور جواہر کے الفاظ یہ ہیں، طلب کرنے سے پہلے نماز شروع کردی تو یہ جائز نہیں۔ ت) بحث علامہ ابراہیم حلبی سے گزرا لا تصح الصلاۃ بدونہ[6] (اس کے بغیر نماز درست نہیں۔ ت) حلیہ[19] میں زیرِ مسئلہ جنب وجد الماء فی المسجد[7] (جنابت والا جسے مسجد میں پانی ملا۔ ت) اسی

---

[1] البرجندی   فصل فی التیمم   مطبع نولکشور بالسرور   ۱/۴۸
[2] المختصر للقدوری   باب التیمم   مکتبہ مجتبائی کانپور   ص ۱۲
[3] منیۃ المصلی   〃   مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور، ص ۵۰
[4] شرح الوقایۃ   〃   مکتبہ رشیدیہ دہلی   ۱/۱۰۱
[5] جواہر اخلاطی (قلمی)   〃 التیمم   ۱۳
[6] غنیۃ المستملی   باب التیمم   سہیل اکیڈمی لاہور   ص ۶۹
[7] حلیہ

Marfat.com

مسئلہ سوال ازدفیق پر تعزلیات میں فرمایا وحیث یجب لا یصح تیممہ الا بعد المنع[1] جہاں مانگنا واجب ہے اس کا تیمم درست نہیں جب تک انکار نہ ہو۔ لازم کہ بے مانگے تیمم ہوگا ہی نہیں تو نماز مطلقاً باطل ہوگی اگرچہ بعد کو ظن عطا کی خطا ظاہر ہوجائے کہ مانگے سے نہ دے۔ ادھر مسئلہ پنجم میں زیادات و جامع[2] کرخی و محیط[3] سرخسی و خلاصہ و وجیز[5] و شرح[6] وقایہ و حلیہ و علمگیریہ و بحر[9] اور مسئلہ ہفتم میں حلیہ و صدر الشریعۃ و غنیہ[عہ۱] و بحر سے روشن ہوا کہ سرے سے بطلانِ نماز کا حکم صحیح نہیں صحیح و معتمد ظاہر الروایۃ یہی ہے کہ صرف غلبۂ ظنِ عطا سے نہ تیمم باطل ہو نہ نماز اگر ظنِ عطا کی خطا ظاہر ہو دونوں صحیح و تام ہیں۔ کتب حاضرہ میں اس صاف تعارض کی طرف کوئی توجہ مبذول نہ ہوئی۔

وانا **اقول** وباللّٰہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) مخلص وہی ہے کہ ہم نے تاویل روایت نادرۂ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی میں ذکر کیا بحال ظن عطا حکم ظاہر و حاضر عدم صحت نماز ہے مگر یہ کہ بعد کو مانگے اور نہ دے[عہ۲] اور بحال شک و ظن منع حکم ظاہر و حاضر صحت ہے مگر یہ کہ بعد کو مانگے سے یا آپ دے دے بالجملہ اول میں فساد اور ثانی میں صحت کا حکم حکم موقوف ہے ظہور خلاف نہ ہو تو رہے گا ورنہ بدل جائے گا جیسے[1] صاحبِ ترتیب کو فائتہ یاد اور وقت میں وسعت ہے اور وقتیہ پڑھ لی اس کے فساد کا حکم دیا جائے گا مگر فساد موقوف اگر قبل قضائے فائتہ چار وقتیہ اور پڑھ لے گا اور سب میں پچھلی کا وقت نکل جائے گا سب صحیح ہوجائیں گی اور اگر اس بیچ میں فائتہ کی قضا کرلے گا تو اُس سے پہلے ایک سے پانچ تک جتنی وقتیہ پڑھی تھیں سب کی فرضیت باطل ہوکر نفل رہ جائیں گے کما مصرح بہ فی محلہ (جیسا کہ اس کے موقع پر اس کی صاف صراحت موجود ہے۔ ت)

رہا فرق کہ پہلے مسئلے میں اُس کے ظن کا اعتبار رہا اگرچہ واقع اُس کے خلاف ہو اور یہاں نہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

اقول قرب پانی شرعاً معتبر ہے تو ظنِ قرب عین ظن قدرت ہے اور ظن ملتحق بیقین تو قدرت معلوم تو تیمم شرعاً معدوم اور معدوم صحیح نہ ہوجائے گا بخلاف ظنِ عطا کہ عجز معلوم اور ظن اس کا ہے کہ اگر مانگوں تو دے دے گا اور قدرت نہ ہوگی مگر بعد عطا تو یہ اس کا ظن نہ ہوا کہ قدرت ہے بلکہ اس کا کہ آئندہ ہوسکتی ہے نظیر ما قدمناہ فی مسألۃ الوعد ووجدنا التصریح بہ فی مسألۃ الرجاء فی الکافی و الکفایۃ (یہ اسی کی نظیر ہے جو مسئلۂ وعدہ میں ہم نے پیش کیا اور جس کی تصریح ہمیں کافی و کفایہ میں مسئلۂ امید کے

عہ۱ یہ عبارات قوانین ہیں جن کا حوالہ مسئلۂ ہفتم میں ہے ۱۲ (م)
عہ۲ اس میں منع کی پانچوں صورتیں داخل ہیں صراحۃً ہو یا حکماً ۱۲ منہ غفرلہ (م)

---

[1] حلیۃ المحلی

Marfat.com

اندر ملی ۔ ت) لہذا یہ ظن مناطِ حکم نہ ہوا مگر جب کہ واقع نہ ظاہر ہو کہ ہنگام فواتِ ذریعۂ علم فقہیات میں ظن معمول بہ ہے، اور ایک توجیہ مع اشارۂ تضعیف افادۂ پنجم صفحہ ۱۶۶ طبع اول میں گزری کہ جب تک علم متیسر ہو ظن پر عمل نہیں۔ فتح القدیر بحثِ استقبال میں ہے:

المصیر الی الدلیل الظنی وترك القاطع مع امکانه لایجوز[1] - دلیل قطعی میسر ہونے کے باوجود اسے چھوڑنا اور دلیل ظنی کو لینا جائز نہیں۔ (ت)

مسئلۂ قُرب و بُعد میں تحصیل علم بے وقت متیسر نہیں لہذا ظن پر مدار رہا اور مسئلۂ عطاو منع میں متیسر لہذا ظن معتبر نہ ہُوا مگر جب کہ ورکِ حقیقت نہ ہو۔

اشرت الی ضعفه بقولی یمکن ان یوجه **اقول** ووجه ضعفه انه یوجب السؤال عند ظن المنع ایضا فیکون ترجیحا للثالث[عہ] من اقوال المسألة السادسة وانما الراجح بل الراجع الیه الکل بالتوفیق هو القول الثالث ان لا وجوب الا عند ظن العطاء -

میں نے "یمکن ان یوجه" (اس کی یہ توجیہ کی جاسکتی ہے) کہہ کر اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا **اقول** اس توجیہ کے ضعف کی وجہ یہ ہے کہ اس سے لازم ہوتا ہے کہ انکار کا ظن غالب ہو جب بھی سوال کرے تو اس سے مسئلۂ ششم کے اقوال میں سے دوسرے قول کی ترجیح ہوگی جب کہ راجح بلکہ بعد تطبیق سبھی اقوال کا مرجع و مآل تیسرا قول ہے کہ صرف ظنِ عطا کی صورت میں سوال واجب ہے۔ (ت)

فان قلت اذن ما الجواب عما مر من منع العمل بالظن مع تیسر تحصیل العلم **اقول** لا تیسر اذا لم یظن العطاء لان السؤال ممن یمنع ذلة شدیدة وهی مظنونة هنا او محتملة علی سواء وقد نهی الشرع المطهر المؤمن عن عرض نفسه للذل -

اگر سوال ہو کہ پھر یہ جو گزرا کہ تحصیل یقین میسّر ہوتے ہُوئے ظن پر عمل جائز نہیں، اس کا کیا جواب ہے؟ **اقول** ظن عطا نہ ہونے کی صورت میں تحصیل یقین میسر و آسان نہیں اس لیے کہ ایسے شخص سے مانگنا جو نہ دے سخت ذلت ہے اور یہاں اس کا یا تو ظن غالب ہے یا احتمالِ مساوی۔ اور شرع مطہر نے مومن کو اس سے روکا ہے کہ وہ اپنی ذات کو معرضِ ذلت میں لائے۔ (ت)

عہ کما تقدم فی المسألة السادسة ۱۲ منه غفرله (م) (جیسا کہ مسئلۂ ششم میں گزرا۔ ۱۲ منہ غفرلہ۔ ت)

[1] فتح القدیر باب شروط الصلوٰۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۳۵

Marfat.com

فان قلت اذن یجب ادارة الامر علی ظنہ فی ظن المنع لتعسر تحصیل العلم فتصح صلاتہ وان اعطی بعد فیترجح مافہمہ المحقق من تفریعاتھم فی الخلاصۃ وغیرھا کما مرفی المسألۃ الخامسۃ **اقول** قد کان الاصل ایجاب السؤال لتیسرہ فی نفسہ و انما رفع عنہ لعارض فاذا ظھرت الحقیقۃ علت عملھا وزال ماکان لعارض وھو اقامۃ الظن مقامھا کما تقدم عن صدر الشریعۃ وھذا ما وعدنا ثمہ من ان للکلام تتمۃ ؛ ھذا کلہ ماظھر للقلبی ؛ والعلم بالحق عند ربی ؛ ان ربی بکل شیئ علیم ؛ وصلی اللہ تعالٰی علی الحبیب الکریم ؛ والہ وصحبہ اولی التکریم ؛ والحمد للہ رب العلمین ؛

اب اگر یہ سوال ہو کہ پھر تو ظن منع کی صورت میں مدار کار اس کے گمان پر رکھنا ضروری ہوگا کیونکہ تحصیلِ یقین دشوار ہے تو اگر وہ بعد میں دے دے جب بھی اس کی نماز صحیح رہے گی تو راجح وہی ہوگا جو خلاصہ وغیرہا کی تفریعات مشائخ سے محقق علی الاطلاق نے سمجھا جس کا ذکر مسئلہ پنجم میں گزرا **اقول** (جواباً میں کہوں گا) اصل تو یہی تھی کہ مانگنا واجب کیا جائے کیونکہ فی نفسہ یہ میسر و آسان ہے اور عارض کی وجہ سے یہ حکم اس سے اٹھالیا گیا پھر جب حقیقت ظاہر ہوجائے تو وہ اپنا کام کرے گی اور ظن کو حقیقت کے قائم مقام رکھنے کا جو حکم عارض کی وجہ سے تھا وہ بھی ختم ہوجائے گا، جیسا کہ صدر الشریعۃ کے حوالے سے بیان ہُوا۔ یہی وُہ ہے جس کا ہم نے وہاں (افادۂ پنجم صفحہ ۶۲ ۶ طبع اول میں) وعدہ کیا تھا کہ اس کلام کا کچھ تکملہ بھی ہے۔ یہ سب وہ ہے جو قلبِ فقیر پر ظاہر ہُوا اور حق کا علم میرے رب کے یہاں ہے۔ بلاشبہہ میرے رب کو ہر چیز کا علم ہے خدائے برتر اپنے حبیب کریم اور ان کی مکرم آل و اصحاب پر درود نازل فرمائے۔ اور سب خوبیاں سارے جہانوں کے مالک خدا ہی کے لیے ہیں۔ (ت)

یہ ہیں وہ مسائل جن کا یہاں لانا منظور تھا۔

ذکرِ قوانین : یہ مسائل بفضلہ تعالٰی ایسی وجہ پر بیان ہوئے کہ فہیم ذی علم ان سے خود وضع قانون بھی کر سکتا ہے اور قوانین موضوعہ کی جانچ بھی، اور یہ کہ خلافیات میں وُہ کس کس قول پر مبنی ہیں اور اقوال منقحہ پر کیا ہونا چاہیے۔ یہ معیار پیش نظر رکھ کر قوانین علما مطالعہ ہوں :

الاول القانون الصدری

الامام صدر الشریعۃ نقل اولا عن المبسوط ان لم یطلب وصلی لم یجز لان

اول — قانون امام صدر الشریعۃ :

امام صدر الشریعۃ نے پہلے مبسوط سے یہ عبارت نقل کی : "اگر اس نے طلب نہ کیا اور نماز ادا کرلی

Marfat.com

الماء مبذول عادة وعن موضع اٰخر منه
عليه ان يسأل الا على قول حسن بن زياد
فان السؤال ذل ونقول ماء الطهارة
مبذول عادة۔

ثم عن الزيادات ما تقدم في المسألة
الثالثة من انه يقطع الصلاة ان
ظن العطاء والا لا وادرج فيه ما مر في
المقام الثاني من وجوب السؤال في الشك
ايضا اذا رأى خارج الصلاة لان العجز
مشكوك۔

قال ثم قال في الزيادات فاذا فرغ
من صلاته فسأله فاعطاه او اعطى بثمن
المثل وهو قادر عليه استأنف الصلاة و
اذا ابى تمت صلاته وكذا اذا ابى ثم اعطى
لكن ينتقض تيممه الاٰن۔

ثم قال رحمه الله تعالى اقول ان
اراد ان تستوعب الاقسام كلها فاعلم
انه اذا رأى الماء خارج الصلاة وصلى
ولم يسأل بعد الصلاة ليظهر العجز
والقدرة فعلى ما ذكر في المبسوط سواء
غلب على ظنه الاعطاء او عدمه او شك
فيهما وهي مسألة المتن۔
واذا رأى في الصلاة ولم

تو جائز نہیں اس لیے کہ پانی عادۃً دے دیا جاتا ہے۔
اور مبسوط ہی کے دوسرے مقام سے یہ عبارت بھی:
اُس پر یہ ہے کہ مانگے مگر حسن بن زیاد کے قول پر یہ
نہیں اس لیے کہ مانگنے میں ذلّت ہے۔ اور ہم یہ
کہتے ہیں کہ طہارت کا پانی عادۃً دے دیا جاتا ہے۔

پھر زیادات سے وُہ کلام نقل کیا جو مسئلہ
سوم میں گزرا کہ "اگر دینے کا گمان ہو تو نماز توڑ دے
ورنہ نہیں"۔ اور اسی میں وہ بات بھی اپنی طرف سے
درج کر دی جو مقام دوم میں گزری کہ "شک کی صورت
میں بھی مانگنا ضروری ہے جب کہ نماز کے باہر دیکھا
ہو اس لیے کہ عجز مشکوک ہے"۔

تحریر فرمایا کہ پھر زیادات میں یہ لکھا ہے:
"پھر جب نماز سے فارغ ہو کر اس سے مانگا اس نے
دے دیا یا ثمن مثل پر دیا اور یہ ثمن مثل پر قادر ہے تو
وہ از سرِ نو نماز پڑھے اور انکار کر دیا تو اس کی نماز پوری
ہو گئی۔ اسی طرح جب انکار کرے پھر (بعد میں)
دے دے لیکن اب اس کا تیمم ٹوٹ جائے گا"۔

پھر صدر الشریعۃ رحمہ اللہ تعالٰی نے تحریر فرمایا:
"میں کہتا ہوں اگر ساری قسموں کا احاطہ منظور ہو تو
معلوم ہو کہ جب اس نے بیرونِ نماز پانی دیکھا اور نماز
پڑھ لی، بعد نماز مانگا بھی نہیں کہ عجز یا قدرت کا
انکشاف ہو تو اس کا حکم وہ ہے جو مبسوط میں ذکر ہوا۔
خواہ اسے دینے کا گمان ہو یا نہ دینے کا یا دونوں میں
شک ہو۔ یہ وہ مسئلہ ہے جو متن میں مذکور ہے۔
اور جب اندرونِ نماز دیکھا اور بعد نماز

[1] شرح الوقایۃ باب التیمم مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۰۱

Marfat.com

يسأل بعدها فكذا وان رأى خارج الصلاة ولم يسأل وصلى ثم سأله فان اعطى بطلت صلاته وان ابى تمت سواء ظن الاعطاء او المنع او شك فيهما وان رأى في الصلاة فكما ذكر في الزيادات لكن يبقى صورتان احدهما انه قطع الصلاة فيما اذا ظن المنع او شك فسأله فان اعطى بطل تيممه وان ابى فهو باق والاخرى انه اذا اتم الصلاة فيما اذا ظن انه يعطى ثم سأل فان اعطى بطل صلاته وان ابى تمت لانه ظهر ان ظنه كان خطاء بخلاف مسألة التحري الى اخر ما تقدم في الافادة الخامسة.

قوله العجز مشكوك) تقدم ما فيه **قوله** (فاذا فرغ من صلاته) **اقول** لم ينقل عبارة الزيادات متسقة فان تعين فيها مرجع فرغ الى من ظن منعا او شك فذاك والا فهو للمصلي مطلقا لا سيما وقد

طلب نہ کیا تو بھی یہی حکم ہے —— اور اگر بیرونِ نماز دیکھا اور طلب نہ کیا، نماز پڑھ لی پھر مانگا تو اب اگر دے دے اس کی نماز باطل ہوگئی اور انکار کردے تو پوری ہوگئی خواہ پہلے اسے عطا کا گمان رہا ہو یا منع کا، یا دونوں میں شک رہا ہو —— اور اگر اندرونِ نماز دیکھا تو حکم وہی ہے جو زیادات میں بیان ہوا۔ لیکن اس میں دو صورتیں رہ جاتی ہیں، ایک یہ کہ اس نے ظنِ منع یا شک کی صورت میں نماز توڑ دی پھر اس سے مانگا اب اگر وہ دے تو اس کا تیمم باطل ہوگیا اور انکار کردے تو باقی ہے۔ دوسری صورت یہ کہ ظنِ عطا کی صورت میں اس نے نماز پوری کرلی پھر مانگا اب اگر وہ دے دے تو اس کی نماز باطل ہوگئی اور انکار کردے تو پوری ہوگئی کیونکہ ظاہر ہوگیا کہ اس کا گمان غلط تھا، بخلاف مسئلہ تحری کے —— اس کے بعد آخر تک وہ بیان کیا ہے جو افادۂ پنجم کے تحت گزرا۔

(۱) عبارت زیادات میں صدر الشریعۃ کے مندرج قول (عجز مشکوک ہے) پر کلام گزر چکا (۲) عبارت زیادات کے یہ الفاظ "پھر جب وہ اپنی نماز سے فارغ ہوجائے" **اقول** صدر الشریعۃ نے زیادات کی عبارت مرتب و مسلسل نہ ذکر کی۔ اس کی عبارت میں اگر "فرغ" (فارغ ہوجائیگی) ضمیر کا مرجع "من ظن منع او شك" (جو نہ دینے کا گمان کرے

لہ شرح الوقایۃ باب التیمم مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۰۲

Marfat.com

وقع بعد قوله وان غلب على ظنه انه يعطيه فيشمل الصورة الاخرى التى ذكر رحمه الله تعالٰى انها متروكة۔

یا اسے شک ہو) متعین ہے تب تو کلام ویسے ہی ہے جیسے صدرالشریعۃ نے کہا ورنہ یہ ضمیر مطلقاً "مصلی" کیلئے ہوگی خصوصاً جبکہ اس کے بعد یہ الفاظ آئے ہیں" اور اگر اسے غالب گمان ہو کہ دے دے گا" ـــــ اس تقدیر پر یہ کلام زیادات اُس صورت دوم کو بھی شامل ہوگا جسے صدرالشریعۃ نے بتایا کہ وہ متروک ہے۔ (ت)

قوله وكذا اذا ابى ثم اعطى) **اقول** الكلام فيما بعد الصلاة لكن البعدية انما تلزم فى العطاء سواء كان الاباء قبل الصلاة كما اذا سأل قبلها فابى فتيمم فصلّى ثم اعطى بسؤاله او بدونه او بعد الصلاة كما اذا علم فيها فاتمها ثم سأله فابى ثم اعطى بسؤاله الاخر او بغيره مضت الصلاة فى الوجهين اما لو كان العطاء قبل تمام الصلوٰة بعد الاباء فانه ينسخ الاباء مطلقا كما قدمنا فى المسألة العاشرة۔

(۳) عبارت زیادات (اسی طرح جب وہ انکار کرے پھر دے دے) **اقول** کلام بعد نماز کے احوال سے متعلق ہے لیکن بعدیت صرف دینے میں لازم ہے۔ انکار خواہ قبل نماز ہو جیسے یہ صورت ہو کہ قبل نماز اس نے مانگا تو اس نے انکار کردیا اب اس نے تیمم کرکے نماز پڑھ لی پھر اس نے مانگنے پر یا بغیر مانگے دے دیا ـــــ یا بعد نماز ہو جیسے یہ صورت ہو کہ اسے اندرون نماز علم ہوا تو اس نے نماز پُوری کر لی پھر اس سے مانگا اس نے انکار کردیا اس کے بعد دوبارہ اس کے مانگنے پر یا بغیر مانگے دے دیا تو دونوں صورتوں میں نماز ہوگئی۔ لیکن اگر بعد انکار دینا نماز پُوری ہونے سے قبل ہوگیا تو یہ دینا انکار سابق کو مطلقاً منسوخ کر دے گا جیسا کہ مسئلہ دہم میں ہم نے بیان کیا۔ (ت)

قوله فعلى ما ذكر فى المبسوط) اى لم تجز صلاته لتركه الطلب و جوز اخى چلپى ان يكون المراد بما فى المبسوط قول الحسن **اقول** انما يسند الى الكتاب ما اعتمده لا ما اورده ورده۔

(۴) صدرالشریعۃ کے الفاظ (تو اس کا حکم وہ ہے جو مبسوط میں ذکر ہوا) ـــــ یعنی اس کی نماز جائز نہ ہوئی کیونکہ اس نے طلب ترک کر دی اخی چلپی نے فرمایا ہے کہ ہوسکتا ہے (ما فی المبسوط ـــــ جو مبسوط میں ہے) سے مراد حسن کا قول ہو۔ **اقول** کتاب کی طرف اسی بات کی نسبت کی جائے گی جس پر اس نے اعتماد کیا نہ وہ جس کو اس نے نقل کرکے اس کی تردید بھی کر دی۔ (ت)

Marfat.com

قولہ وھی مسألۃ المتن) اعتاص ھذا اللفظ علی اخی چلپی فان فی المبسوط عدم الجواز قبل الطلب وانہ باتفاق ائمتنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم وبلفظ المتن قبل طلبہ جاز خلافا لھما فھما مختلفان حکما وروایۃ معًا فکیف یقال ان ما فی المبسوط ھو مسألۃ المتن فاولہ بقولہ معناہ ان الخلاف المطلق ثابت فیھا غایۃ ما فی الباب ان روایۃ المتن علی خلاف روایۃ المبسوط فی بیان الاختلاف اھ ولاجل ھذا اجوز ان یکون المراد بہ قول الحسن کی یحصل الوفاق بینہ وبین حکم المتن **اقول** وکیف یصح لمجرد الاتفاق فی مطلق الاختلاف جعل نقیضین واحدا وانما المعنی ان الصورۃ المذکورۃ فی المبسوط ھی المذکورۃ فی المتن وھی الرؤیۃ خارج الصلاۃ وان اختلفا فیھا حکما وروایۃ۔

(۵) الفاظ صدر الشریعۃ (وھی مسألۃ المتن — یہ وہ مسئلہ ہے جو متن میں مذکور ہے) یہ لفظ اخی چلپی کے لیے پیچیدہ ثابت ہوا اس طرح کہ مبسوط میں ذکر ہے کہ "قبل طلب نماز جائز نہیں" اور یہ بھی کہ اس پر ہمارے تینوں اصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اتفاق ہے — اور متن میں یہ ہے کہ "قبل طلب نماز جائز ہے" اور صاحبین کے نزدیک حکم اس کے برخلاف ہے"۔ تو مبسوط اور متن کے درمیان حکم اور روایت دونوں ہی کا اختلاف موجود ہے۔ پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ "جو مبسوط میں ہے وہی مسئلہ متن ہے۔ اب اخی چلپی نے اس تعبیر کی یوں تاویل فرمائی: "اس کا مطلب ہے کہ اس میں مطلق اختلاف تو یقیناً ثابت ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ بیانِ اختلاف میں متن کی روایت، مبسوط کی روایت کے برخلاف ہے" اھ اسی لیے انہوں نے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ "ماذکر فی المبسوط" (مبسوط میں جو مذکور ہے) سے مراد حسن کا قول ہو تاکہ اس میں اور حکمِ متن میں مطابقت ہو جائے۔ **اقول** محض مطلق اختلاف میں اتفاق کی وجہ سے نقیضین کو ایک قرار دینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ وھی مسألۃ المتن (یہی مسئلہ متن ہے) کا معنٰی یہ ہے کہ جو صورت مبسوط میں مذکور ہے وہی متن میں مذکور ہے — وہ ہے بیرونِ نماز پانی دیکھنا — اگرچہ مبسوط و متن کے درمیان اس بارے میں حکم اور روایت دونوں کا اختلاف ہے۔ (ت)

قولہ فکذا) ای لم تجز صلاتہ سواء ظن منحا او منعا

(۶) لفظ صدر الشریعۃ "فکذا" (تو بھی یہی حکم ہے) یعنی اس کی نماز جائز نہیں خواہ دینے

ؔ ذخیرۃ العقبٰی باب التیمم مکتبہ اسلامیہ لاہور ۱/۱۸۲

Marfat.com

او شك -

قوله وان رأى فى الصلاة) **اقول** اى وسأل بعدها ليفارق المذكور سابقا ولانه المذكور فى الزيادات.

قوله فكما ذكر فى الزيادات **اقول** اى ان اعطاه استأنف وان ابى تمت ولم يقل ههنا فكذا كما قال قبل لان ثمه ذكر اولا ما هو مذكور فى المبسوط فاسنده اليه ثم صورة اخرى يوافقه فى الحكم فاحالها عليه اما ههنا فذكر اولا ما ليس فى الزيادات فاذا اتى على ما فيها اسنده اليها ولم يفهم الكلام من عہ فسره بقوله اى الحكم على التفصيل المذكور وهو انه ان غلب على ظنه الاعطاء قطع الصلاة والا لا[1] اھ فان الكلام فيمن سأل بعد الصلاة وماذا بقى له حتى يقال يقطع او يتم -

کا ظن ہو یا نہ دینے کا یا شک کی صورت ہو ۔ (ت)

(۷) الفاظ صدرالشریعۃ وان رأی فی الصلاۃ (اور اگر اندرونِ نماز دیکھا) **اقول** یعنی اور بعد نماز طلب کیا تاکہ یہ صورت اس سے جُدا ہو جو پہلے ذکر ہوئی اور اس لیے بھی کہ زیادات میں یہی مذکور ہے ۔ (ت)

(۸) الفاظ صدرالشریعۃ (تو حکم وہی ہے جو زیادات میں بیان ہوا) **اقول** یعنی اگر اسے دے دیا تو از سرِ نو نماز پڑھے اور انکار کر دیا تو اس کی نماز پُوری ہوگئی — یہاں پر "فکذا" (تو بھی یہی حکم ہے) نہ کہا جیسے پہلے کہا ۔ وجہ یہ ہے کہ وہاں پر پہلے وُہ ذکر کیا جو مبسوط میں مذکور ہے تو اس کی نسبت اس کی طرف کی ۔ پھر ایک اور صورت ذکر کی جو حکم میں اس کے موافق تھی تو اس کے لیے اوپر والے حکم کا حوالہ دے دیا — لیکن یہاں پر پہلے وُہ ذکر کیا ہے جو زیادات میں نہیں پھر جب اس کے بیان پر آئے جو زیادات میں ہے تو اسے اس کی طرف منسوب کیا ۔ اور بالفاظ ذیل اس کی تفسیر کرنے والے نے سمجھا ہی نہیں "یعنی حکم بر تفصیل مذکور ہے ۔ وُہ یہ کہ اگر اسے غالب گمان دینے کا ہو تو نماز توڑ دے ورنہ نہیں" اھ بات یہ ہے کہ کلام اس کے بارے میں ہو رہا ہے جو نماز کے بعد مانگے ۔ اور (جب وہ نماز پڑھ چکا ہے تو) اس کے لیے باقی کیا رہا کہ "توڑے" یا "مکمل کرے" بولا جا سکے ۔ (ت)

عہ وهو صاحب عمدة الرعاية ۱۲ (م) — (یعنی صاحب عمدۃ الرعایۃ ۱۲ ۔ ت) یعنی مولانا عبدالحی فرنگی محلی م ۱۳۰۴ھ ۔

[1] عمدۃ الرعایۃ حاشیۃ شرح الوقایۃ باب التیمم المکتبۃ الرشیدیہ ۱/۱۰۳

Marfat.com

قولہ لکن تبقی صورتان) **اقول** الاخری ان فرض ترکھا فی الزیادات فلم تترک فی کلامکم لان من رأی فی الصلاۃ فسأل بعدھا یشملھا قطعا والاحالۃ علی الزیادات للحکم لا للتصویر۔

(۹) الفاظ صدر الشریعۃ (لیکن دو صورتیں رہ جاتی ہیں) **اقول** اگر فرض کرلیا جائے کہ دوسری صورت زیادات میں متروک ہے تو آپ کے کلام میں متروک نہیں اس لیے کہ "جس نے اندرونِ نماز دیکھا اور بعد نماز طلب کیا" یہ صورت اس دوسری صورت کو قطعاً شامل ہے۔ رہ گیا زیادات کا حوالہ تو وہ حکم سے متعلق ہے، بیانِ صورت سے متعلق نہیں۔ (ت)

قولہ احدھما) قال اخی چلپی یمکن انفھامھا من قولہ وکذا ان ثم اعطی لانہ صریح فی ان الاعطاء ناقض الاباء متمم فتأمل[1] اھ **اقول** قولہ[2] کذا ای تمت صلاتہ فاین فیہ ان الاعطاء ناقض بل فیہ ان الاعطاء بعد الاباء ھباء نعم لو قال یمکن انفھامھا من قولہ اذا اعطاہ استأنف واذا ابی تمت فانہ صریح الخ لاتجہ ولعلہ سبق قلم من التقصیر قول من[عہ] قال لاذکر لھما فی العبارات السابقۃ صریحا وان کان قول الزیادات وان ابی تمت یدل علی حکمھما باطلاقہ واشارتہ اھ فلم ترک قولہ اذا اعطی استأنف لیدل علی حکم الوجہین فی الصورتین۔

(۱۰) لفظ صدر الشریعۃ "احدھما" (ایک صورت یہ کہ الخ) اخی چلپی نے کہا: "یہ صورت ان کے قول" اور اسی طرح جب انکار کرے پھر دے سے "سے سمجھ میں آسکتی ہے اس لیے کہ وہ اس بارے میں صریح ہے کہ دینا ناقض ہے اور انکار سے نماز تام ہوجاتی ہے فتامل اھ **اقول** ان کا لفظ ہے "کذا" (اس طرح) یعنی اس کی نماز پوری ہوگئی۔ اس میں یہ کہاں ہے کہ دینا ناقض ہے۔ بلکہ اس میں یہ ہے کہ انکار کے بعد دینا فضول ہے —— ہاں اگر یہ کہتے کہ ان کے قول (جب دے دے تو ازسرِنو ادا کرے اور انکار کرے تو نماز پوری ہوگئی) سے یہ دوسری صورت سمجھ میں آسکتی ہے اس لیے کہ وہ اس بارے میں صریح ہے کہ دینا ناقض ہے اور انکار نماز کو تام کردینے والا ہے" —— تو یہ کہنا درست ہوتا۔ شاید یہ سبقتِ قلم ہے۔ یہ کہنے میں تقصیر ہے کہ "ان دونوں صورتوں کا سابقہ عبارتوں میں صراحۃً کوئی ذکر نہیں اگرچہ

عہ وھو صاحب عمدۃ الرعایۃ ۱۲ (م) (قائل صاحب عمدۃ الرعایۃ (مولٰنا عبدالحی فرنگی محلی) ہیں ۱۲۔ ت)

[1] ذخیرۃ العقبٰی باب التیمم مطبع اسلامیہ لاہور ۱/۱۸۲

[2] عمدۃ الرعایۃ حاشیۃ شرح الوقایۃ باب التیمم المکتبۃ الرشیدیہ ۱/۱۰۳

Marfat.com

دلیل المنع۔

سکوت کا ہے اس وجہ سے کہ وہ دلیل انکار ہے۔

لکن اولا بقی ما اذا سأل فلا اعطی ولا ابی بل وعد ثم اخلف فان کان ھذا الوعد قبل الصلاۃ او فیھا بطل تیممہ قطعا وان لم یعطہ ولم یدخل فی قولہ ان لم یسأل او اعطاہ لانہ سأل ولم یعط وکذلک ان وقع بعدھا واختیر بطلانھا مطلقا وان قلنا کما ھو الظاھر واللّٰہ تعالٰی اعلم ان الصلاۃ ماضیۃ ان ظھر خلفہ فھذہ صورۃ تمام الصلاۃ ولم تدخل فی قولہ ان ابی لان من وعد لا یقال انہ منع وابی الا ان یدعی ان الوعد عطاء فتدخل فی الاول ولکن یحتاج الی دلیل واین الدلیل بل الدلیل علٰی خلافہ کما بینا۔

لیکن اولاً وہ صورت رہ گئی جب اس نے مانگا تو اس نے نہ دیا نہ انکار بلکہ وعدہ کیا پھر اس کے خلاف کیا — تو اگر یہ وعدہ نماز سے پہلے یا نماز کے دوران ہوا ہو تو اس کا تیمم قطعاً باطل ہو گیا اگرچہ اسے نہ دیا اور یہ "ان لم یسأل او اعطاہ" (اگر اس نے نہ مانگا یا اس نے دے دیا) کے تحت داخل نہ ہُوا۔ اس لیے کہ اس نے مانگا اور اس نے نہ دیا — اسی طرح اگر یہ وعدہ بعد نماز ہوا۔ اس میں مطلقاً بطلانِ نماز اختیار کیا گیا ہے اگرچہ ہم نے جیسا کہ ظاہر ہے — اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے — یہ کہا کہ نماز ہو گئی اگر وعدہ خلافی ظاہر ہوئی کہ یہ نماز تام ہونے کی صورت ہے اور "ان ابی" (اگر انکار کیا) کے تحت داخل نہیں اس لیے کہ جس نے وعدہ کیا اس کے بارے میں یہ نہ کہا جائے گا کہ اس نے منع و انکار کیا — لیکن اگر یہ دعوٰی کیا جائے کہ وعدہ عطا ہے تو یہ صورت شرطِ اوّل کے تحت داخل ہے۔ لیکن اس دعوٰی پر دلیل کی ضرورت ہے۔ اور دلیل کہاں؟ بلکہ دلیل تو اس کے خلاف پر موجود ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ (ت)

فان قلت بل نختار ان الوعد المخلف اباء فتدخل فی الثانی ولعل ھذا غیر بعید بالنظر الی مآل الامر۔

اگر یہ کہیے کہ ہم یہ اختیار کرتے ہیں کہ وہ وعدہ جس کے خلاف عمل ہو وہ انکار ہی ہے تو یہ صورت شرطِ ثانی کے تحت داخل ہوگی۔ اور یہ مآل کار کے اعتبار سے کچھ بعید بھی نہ ہوگا۔

اقول ان لم یجعل الوعد عطاء لم ینفع وان جعل لم یحتج الیہ وذلک لان الاخلاف ان کان اباء مستندا من حین وعد

اقول (میں کہوں گا) اگر وعدہ کو عطا نہ قرار دیا جائے تو سُود مند نہیں اور اگر عطا قرار دیا جائے تو اس کی ضرورت نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ وعدہ خلافی اگر انکار مستند ہے یعنی وقت وعدہ سے۔

Marfat.com

وردت المسألة الاولی حیث وعد قبل تمام الصلاۃ واخلف فقد اثم مع کونہ اباء وان کان اباء مقتصرا ای من حین اخلف ولم یکن اعطاء حین وقع وردت ایضا لانہ سأل ولم یعط فلم توجد شریطۃ الابطال فلم بطلت فلا محید الا جعل الوعد عطاء بعینہ وھو خلاف المعقول والمدلول واللہ تعالٰی اعلم۔

تو پہلا سوال وارد ہوگا کیوں کہ اس نے قبل تمام نماز وعدہ کیا اور خلاف کیا تو یہ انکار ہونے کے باوجود اثر انداز نہ ہوا (جب کہ صورتِ انکار میں نماز تام ہوتی ہے) اور اگر انکار مقتصر ہو یعنی وقت عدم وفا سے اور جب وعدہ ہوا ہے اس وقت دینا نہ ہو تو بھی پہلا سوال وارد ہوگا۔ اس لیے کہ "اس نے مانگا اور اس نے نہ دیا" تو ابطال کی جو شرط تھی (نہ مانگا یا اس نے دے دیا) وہ نہ پائی گئی پھر نماز کیوں باطل ہوئی تو کوئی مفر نہیں سوا اس کے کہ وہ وعدہ کو بعینہٖ عطا قرار دیں اور یہ معقول ومدلول دونوں کے خلاف ہے۔ (ت)

وثانیا کون ماء الطہارۃ یبذل لا عادۃ فی کل مکان ؛ بطلانہ غنی عن البیان ؛ یعرفہ البلہ والصبیان وشان المبسوط یجل عن ارادتہ فوجب ردہ الی ما وفق بہ الائمۃ الجلۃ ابوبکر الجصاص وابوزید الدبوسی وابونصر الصفار علیہم رحمۃ الغفار ان المراد موضع لا یعز فیہ الماء فاذن کلام المبسوط حیث یظن العطاء فکیف یقال سواء غلب علی ظنہ الاعطاء او عدمہ او شك۔

ثانیا آب طہارت ہر جگہ عادۃً دے دیا جاتا ہے اس کا بطلان بیان سے بے نیاز ہے بے وقوفوں اور بچّوں کو بھی معلوم ہے ___ اور مبسوط کا مقام ایسا معنی مراد لینے سے بلند ہے تو اس کے کلام کو اسی طرف پھیرنا ضروری ہے جس سے امام ابوبکر جصاص، امام ابوزید دبوسی اور امام ابونصر صفار علیہم الرحمۃ نے تطبیق دی کہ مراد ایسی جگہ ہے جہاں پانی کم یاب نہ ہو اب مبسوط کا کلام یہ ہوگا کہ (ایسی جگہ سوال نہ کیا) جہاں پانی دینے کا گمان ہو۔ پھر یہ کیسے کہا جائیگا کہ (عدمِ سوال مبطل ہے) خواہ اسے دینے کا ظن ہو یا نہ دینے کا یا شک کی صورت ہو۔

وثالثا ھل السؤال مطلقا سواء ظن ظنا او شك واجب علیہ غیر مشترط لصحۃ الصلاۃ ام ھو شرطہا علی الثانی کیف صح الشروع فیہا بلا سؤال وکیف جاز المضی فیہا لمن ظن

ثالثا کیا ایسا ہے کہ مانگنا خواہ کوئی گمان ہو یا شک ہو مطلقاً اس پر واجب ہے مگر صحتِ نماز کی شرط نہیں یا اس کی شرط بھی ہے۔ برتقدیرِ ثانی بغیر مانگے اس کا نماز شروع کرنا کیسے صحیح ہوا؟ اور ظن منع یا شک والے کے لیے

Marfat.com

منعا او شك بل وكيف قلتم فيمن يظن العطاء يقطعها وانما القطع لما انعقد وماذا نفع الفرق ههنا بين ظن العطاء وغيره فترك الشرط مبطل مطلقا وكيف امضيتموها اذا سأل بعدها فابى وان كان يظن العطاء فان ما وقع باطلا لفقد شرط من شروط الصحة لا ينقلب جائزا بعد كمن ظن قربه ولم يطلب وصلى بالتيمم ثم طلب فلم يجد بطلت ایضا كما تقدم عن السراج الوهاج والجوهرة۔

اس نماز کی ادائیگی پر برقرار رہنا کیسے جائز ہوا؟ — بلکہ یہ سوال بھی ہے کہ جو عطا کا ظن رکھتا ہو اس کے لیے آپ نے یہ کیوں کہا کہ نماز توڑ دے؟ توڑنا تو اسی کا ہوتا ہے جو بندھ چکا ہو اور جس کا انعقاد ہو گیا ہو — اور یہاں ظن عطا اور اس کے ماسوا میں فرق سے کیا فائدہ؟ شرط کا ترک تو مطلقاً مبطل ہے — اور اس صورت میں آپ نے نماز کو تام قرار دیا جب اس نے بعد نماز طلب کیا اور اس نے انکار کر دیا اگرچہ اسے عطا کا گمان رہا ہو اس پر سوال یہ ہے کہ آپ نے نماز کو تام کیسے قرار دیا؟ جو عمل کسی شرط صحت کے فقدان کی وجہ سے باطل واقع ہوا وہ بعد میں جائز کی صورت میں تبدیل نہیں ہو سکتا۔ جیسے اس کا حال ہے جسے قربِ آب کا ظن تھا اور اس نے پانی تلاش نہ کیا، تیمم سے نماز پڑھ لی پھر تلاش کیا تو نہ پایا جب بھی اس کی نماز باطل ہے جیسا کہ سراج وہاج اور جوہرہ کے حوالہ سے بیان ہوا۔

بل كيف يتأخر عنها سؤال كان شرطا لهاعہ والشرط لا يتأخر عن

بلکہ جو سوال نماز کی شرط تھا وہ نماز سے مؤخر کیسے ہوگا؟ شرط تو مشروط سے مؤخر

عہ فان قلت كيف تقول هذا مع تصريحهم بان علم المقتدی بحال الامام من سفر او اقامة شرط صحة الاقتداء كما في الخانية والبحر والدر وغيرها ثم صرحوا بانه لا يشترط حصوله من الابتداء بل يكفي حصوله بعد الصلاة باخبار الامام مثلا انه

اگر یہ سوال ہو کہ آپ یہ کیسے کہہ رہے ہیں کہ فقہا نے صراحت فرمائی ہے کہ مقتدی کو امام کی حالت سفر و اقامت کا علم ہونا "صحت اقتدا کی شرط ہے" جیسا کہ خانیہ، بحر اور درمختار وغیرہا میں ہے۔ پھر یہ بھی صراحت فرمائی ہے کہ شروع ہی سے یہ علم ہونا شرط نہیں بلکہ بعد نماز (یہ علم ہو جانا بھی کافی ہے مثلاً اس طرح کہ امام (بعد نماز) بتا دے کہ وہ

(باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

الشروط وعلی الاول لم قلتم بطلت صلاته بترك السؤال بعدها وان ظن منعا او شك فترك المرء بعض ما یجب علیه لا یفسد صلاته ما لم یخل ذلك بشیئ من شروط صحتها۔

فان قلت کیف حکمتم ببطلان صلاته اذا ظن العطاء ولم یسأل فما منه الا ترك ما لیس شرطا لصحة الصلاۃ۔

اقول بلی شرط صحۃ الصلاۃ الطهارۃ وشرط طهارته هذه ظهور

نہیں ہوتی۔ برتقدیر اول آپ نے یہ کیوں فرمایا کہ بعد نماز ترک سوال سے اس کی نماز باطل ہوگئی اگرچہ اسے انکار کا گمان ہو یا شک کی صورت ہو۔ ترک واجب سے نماز فاسد نہیں ہو جاتی جب کہ یہ صحت نماز کی کسی شرط میں خلل انداز نہ ہو۔

اگر یہ سوال ہو کہ جب اسے عطا کا ظن ہو اور نہ مانگے تو آپ نے اس کی نماز باطل ہونے کا کیسے حکم کر دیا جبکہ اس نے ایک ایسا ہی کام ترک کیا جو صحت نماز کی شرط نہیں۔

اقول (میں کہوں گا) کیوں نہیں نماز صحیح ہونے کی شرط طہارت ہے اور اس طہارت کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مسافر کما اشیر الیه فی المتون وصرح به فی التوشیح والنهایة والسراج والتاتارخانیة والبحر والدر وغیرها فقد جوزوا تأخر الشرط عن المشروط اقول لیس هکذا بل التحقیق فیه انه شرط الحکم بصحة الاقتداء لا شرط نفسه وهو مراد ما ذکروا من الاشتراط کما افاده فی الفتح واوضحناه فی صلاۃ المسافر من فتاونا وبالله التوفیق ۱۲ منه غفرله (م)

مسافر ہے جیسا کہ متون میں اس صورت کی طرف اشارہ آیا ہے اور توشیح، نہایہ، سراج، تاتارخانیہ، بحر اور درمختار وغیرہا میں اس کی صراحت آئی ہے تو ان حضرات نے مشروط سے شرط کا مؤخر ہونا جائز رکھا اقول (میں جواباً کہوں گا) معاملہ اس طرح نہیں بلکہ اس بارے میں تحقیق یہ ہے کہ وہ علم صحت اقتدا کے حکم کے لیے شرط ہے خود صحت اقتدا کی شرط نہیں۔ علما نے جو شرط ہونا ذکر کیا اس سے یہی مراد ہے جیسا کہ فتح القدیر سے یہ مستفاد ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی کے اندر نمازِ مسافر کے بیان میں اسے واضح کیا ہے اور خدا ہی سے توفیق ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

Marfat.com

العجز وظهور العجز يزول بظن عطاء لم يظهر خلافه فاذا ظن الغطاء حكم بفساد صلاته موقوفا الى ان يظهر خلافه فتصح اولا فتفسد باتا كما بينت اٰخر المسائل فاذا لم يسأل لم يظهر فبت فسادها لا لاشتراط السؤال بل لفقدان ظهور العجز بخلاف ما اذا ظن المنع فانه لم يوجد معارض لظهور العجز وهو ظاهر وكذا اذا شك لكونه احتمالا عن دليل فلا يعارض الظاهر كما حققت اٰخر المسألة السادسة وللّٰه الحمد ۔

شرط یہ ہے کہ اس کا عجز ظاہر ہو۔ اور ظہورِ عجز ایسے ظن عطا سے ختم ہو جاتا ہے جس کے خلاف ظاہر نہ ہو، توجب اسے عطا کا گمان ہو جائے حکم کیا جائے گا کہ اس کی نماز کا فاسد ہونا موقوف رہے گا یہاں تک کہ اس گمان عطا کے خلاف ظاہر ہو تو نماز صحیح ہو جائے گی یا اس کے خلاف ظاہر نہ ہو تو نماز قطعی طور پر فاسد ہو جائے گی جیسا کہ میں نے آخری مسئلہ میں بیان کیا ـــ جب اس نے سوال نہ کیا اس کے ظن عطا کے خلاف ظاہر نہ ہوا تو فسادِ نماز قطعی ہو گیا اس لیے نہیں کہ سوال شرط ہے بلکہ اس لیے کہ ظہورِ عجز مفقود ہے ـــ بخلاف اس صورت کے جب انکار کا ظن ہو اس لیے کہ ظہورِ عجز کا کوئی معارض نہ پایا گیا ـــ یہ تو واضح ہے ـــ اسی طرح جب شک رہا ہو اس لیے کہ یہ احتمال بلا دلیل ہے تو ظاہر کے معارض نہ ہو گا جیسا کہ میں نے مسئلہ ششم کے آخر میں اس کی تحقیق کی ہے ـــ اور خدا ہی کے لیے حمد ہے۔ (ت)

اقول ثم ههنا عدة اسئلة ترد على ظاهر كلام الامام فى النظر الظاهر اجبنا ان نوردها ونردها **الاول** جعلتم الشك فى الاعطاء والمنع شكا فى القدرة والعجز فاذن ظن المنع ظن العجز وقد قلتم ان غلبة الظن اقيم مقام حقيقة القدرة والعجز تيسيرا فاذا ظهر خلافه لم يبق قائما مقامهما فقد افدتم انه اذا لم يظهر خلافه يبقى قائما مقامهما فلم قلتم ان من ظن المنع ولم يسأل بعد ولم يعطه

اقول اب یہ دیکھئے کہ یہاں امام صدر الشریعۃ کے ظاہر کلام پر بادی النظر میں چند اعتراض وارد ہوتے ہیں جنھیں ہم ذکر کر کے ان کی تردید کر دینا چاہتے ہیں۔ **پہلا اعتراض**: عطاء و منع میں شک کو آپ نے قدرت و عجز میں شک قرار دیا ہے اس لحاظ سے ظن منع ظن عجز ہو گا جبکہ آپ نے یہ فرمایا ہے کہ غلبۂ ظن کو آسانی کے لیے قدرت و عجز کی حقیقت و یقین کے قائم مقام رکھا گیا ہے پھر جب اس کے خلاف ظاہر ہو جائے تو وہ حقیقت قدرت و عجز کے قائم مقام نہیں رہ جاتا اس سے یہ مستفاد ہوا کہ جب اس کے خلاف نہ ظاہر ہو تو وہ

Marfat.com

صاحبه بطلت صلاته مع ان عنده ظن العجز ولم يظهر خلافه فيكون قائما مقام حقيقة العجز۔

الثاني رأى الماء وهو يصلي وظن المنع فاتم كما امرتم فلما فرغ وجد صاحبه قد ذهب لايدري مكانه فمتى توجبون عليه السؤال افي صلاته فيجب القطع وقد نهيتموه ام بعدها وقد ذهب وغاب فايجاب السؤال ايجاب المحال فوجب القول بادارة الحكم على ظنه۔

الثالث اذا اوجبتم السؤال بكل حال؛ وان لم يسأل حكمتم مطلقا بالابطال؛ فلا شك ان ظنه معزل عن الحكم عند ترك السؤال؛ واذا سأل ظهرت الحقيقة وانسل الظن عن الحال؛ فمتى اقيم مقامها وماله الا الزوال؛

ان دونوں کے قائم مقام رہتا ہے پھر آپ نے یہ کیسے فرمایا کہ جسے انکار کا گمان ہوا اور اس نے ابھی مانگا نہیں اور پانی والے نے اسے دیا بھی نہیں تو اس کی نماز باطل ہوگئی باوجودیکہ اسے عجز کا گمان ہے اور اس کے خلاف ظاہر بھی نہ ہوا تو وہ حقیقت عجز کے قائم مقام رہے گا۔

دُوسرا اعتراض: اس نے نماز پڑھتے وقت پانی دیکھا اور اسے انکار کا گمان ہُوا تو جیسا کہ آپ نے حکم دیا ہے اس نے نماز پُوری کر لی جب فارغ ہُوا تو دیکھا کہ پانی والا چلا گیا اب کہاں ہے پتا نہیں۔ تو اب اس کے ذمہ آپ مانگنا کب واجب کرتے ہیں اگر نماز کے دوران ہی واجب کرتے ہیں تو نماز توڑنا واجب ہوگا جبکہ اس سے آپ نے منع فرمایا ہے اور اگر بعد نماز واجب کرتے ہیں تو اب وُہ چلا گیا اور غائب ہوگیا ایسی صورت میں اس سے مانگنے کو واجب کرنا ایک امر محال کو واجب کرنا ہے لامحالہ اس کے ظن ہی پر مدار حکم رکھنے کا قائل ہونا پڑے گا۔

تیسرا اعتراض: جب آپ نے ہر حال میں مانگنا واجب کیا اور اگر نہ مانگا تو مطلقاً ابطال کا حکم دیا اب دو ہی صورتیں ہیں سوال یا ترک سوال۔ ترک سوال کی صورت میں تو صاف ظاہر ہے کہ اس کے ظن کا حکم سے کوئی تعلق نہیں ـــ اور سوال کی صورت میں حقیقت خود ہی منکشف ہوجاتی ہے اور ظن میدان سے نکل جاتا ہے تو ظن کو حقیقت کے قائم مقام کب رکھا گیا جبکہ اسکے حصہ میں زوال کے سوا کچھ بھی نہیں۔

Marfat.com

اقول والجواب عن الکل فی حرف واحد ان السؤال واجب مھما امکن فاذا تعذر دار الامر علی الظن، وقولہ فاذا ظھر خلافہ لیس فی الحکم حتی یؤخذ مفھومہ بل فی تعلیل مسألۃ وکان الواقع فیھا ظھور خلافہ فبنی الامر علیہ واللہ تعالٰی اعلم۔

اقول ایک حرف میں سب کا جواب یہ ہے کہ بصورتِ امکان سوال واجب ہے جب یہ متعذر ہو تو حکم کا مدار ظن پر ہے۔ اور صدر الشریعۃ کا قول "فاذا ظھر خلافہ" (تو جب اس کے خلاف ظاہر ہوا) حکم کے تحت نہیں کہ اس کا مفہوم لیا جائے بلکہ وہ ایک مسئلہ کی تعلیل کے تحت ہے اور اس میں واقع یہی تھا کہ اس کے خلاف ظاہر ہوا، تو بنائے کار اسی پر رکھی ——— اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

الثانی القانون البحری

دوم: قانون علامہ صاحب البحر

قال رحمہ اللہ تعالٰی ان المتیمم اذا رأی مع رجل ماء کافیا فلا یخلو اما ان یکون فی الصلاۃ او خارجھا وفی کل منھما اما ان یغلب علی ظنہ الاعطاء او عدمہ اویشك وفی کل منھما اما ان سألہ اولا وفی کل منھما اما ان اعطاہ اولا فھی اربعۃ وعشرون فان کان فی الصلاۃ وغلب علی ظنہ الاعطاء قطع وطلب الماء فان اعطاہ توضأ والا فتیممہ باق فلو اتمھا ثم سألہ فان اعطاہ استأنف وان ابی تمت وکذا اذا ابی ثم اعطی وان غلب علی ظنہ عدم الاعطاء اوشك لایقطع صلاتہ فان قطع وسأل فان اعطاہ توضأ والا فتیممہ باق وان اتم ثم سأل فان اعطاہ بطلت وان ابی تمت

صاحبِ بحر رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: "معلوم ہو کہ تیمم والا جب کسی آدمی کے ساتھ آبِ کافی دیکھے تو دو صورتوں سے خالی نہیں یا تو یہ دیکھنا اندرونِ نماز ہوگا یا بیرونِ نماز ہوگا۔ اور ہر ایک میں یا تو دینے یا نہ دینے کا غلبۂ ظن ہوگا یا شک ہوگا۔ اور ان میں سے ہر ایک میں یا تو اس سے طلب کیا ہوگا یا نہ کیا ہوگا ——— اور ہر ایک میں یا تو اس نے دیا ہوگا یا نہ دیا ہوگا ——— تو یہ چوبیس صورتیں ہوئیں۔ اگر اندرونِ نماز ہو اور دینے کا غلبۂ ظن ہو تو نماز توڑ دے اور پانی طلب کرے۔ اگر دے دے تو وضو کرے ورنہ اس کا تیمم باقی ہے ——— اگر نماز پوری کرلی پھر مانگا تو اگر دے دے از سرِ نو نماز پڑھے اور اگر انکار کردے تو اس کی نماز پوری ہوگئی۔ اسی طرح جب انکار کردے پھر دے دے۔ اور اگر اسے نہ دینے کا غلبۂ ظن ہو یا شک ہو تو نماز

Marfat.com

وان كان خارج الصلاة فان لم يسأل وتيمم وصلى جازت الصلاة على ما في الهداية ولا تجوز على ما في المبسوط فان سأل بعدها فان اعطاه اعاد والا فلا سواء ظن الاعطاء او المنع او شك وان سأل فان اعطاه توضأ وان منعه تيمم وصلى فان اعطاه بعدها لا اعادة عليه وينتقض تيممه ولا يتأتى في هذا القسم الظن او الشك وهذا حاصل ما في الزيادات وغيرها وهذا الضبط من خواص هذا الكتاب[1] اھ وتبعه اخوه وتلميذه المدقق في النهر اقرّه ش واقر۔

نہ توڑے۔ اور اگر توڑ دی اور مانگا تو اگر دے دے وضو کرے ورنہ اس کا تیمم باقی ہے ـــ اور اگر پُوری کر لی پھر مانگا تو اگر دے دے نماز باطل ہوگئی اور اگر انکار کر دے تو تام ہے ـــ اور اگر بیرونِ نماز ہو تو اگر نہ مانگا اور تیمم سے نماز ادا کرلی تو کلامِ ہدایہ کے مطابق نماز ہوگئی اور بیانِ مبسوط کے مطابق نہ ہُوئی ـــ اگر بعد نماز مانگا تو اگر وہ دے دے اعادہ کرے ورنہ نہیں خواہ عطا کا گمان رہا ہو یا منع کا یا شک رہا ہو۔ اور اگر مانگا تو دینے کی صورت میں وضو کرے اور انکار کی صورت میں تیمم کرے اور نماز پڑھے۔ اب اگر بعد نماز دے دے تو اس پر اعادہ نہیں، تیمم ٹوٹ جائے گا۔ اس قسم میں ظن یا شک کی صورت ہی نہیں ـــ یہ سب اس کا حاصل ہے جو زیادات وغیرہا میں ہے۔ اور یہ انداز ضبط اس کتاب کی خصوصیات سے ہے اھ۔ ان کے برادر تلمیذ مدقق نے النہر الفائق میں اسی کی پیروی کی۔ ان سے علامہ شامی نے نقل کیا اور برقرار رکھا۔ (ت)

اقول اولاً بل هي على ما سلك ست وستون تضمن كلامه بيان اربع وخمسين وبقيت عليه اثنتا عشرة وذلك لانه اما ان يراه في الصلاة او قبلها وعلى كل يظن العطاء او المنع او يشك فهي ست وفي كل منها احدى عشرة لانه اما ان يسأل قبل الصلاة او بعدها او لا ولا كيف وقد مر على هذا

اقول ـ اولاً بلکہ یہ ان کی روشِ کلام کے مطابق چھیاسٹھ ۶۶ صورتیں ہیں جن میں سے چوّن ۵۴ صورتوں کا بیان ان کے کلام کے ضمن میں آگیا اور بارہ ۱۲ صورتیں رہ گئیں۔ وہ اس لیے کہ یا تو وہ اندرونِ نماز دیکھے گا یا قبل نماز۔ اور بہر دو صورت یا تو اسے عطا کا ظن ہوگا یا انکار کا، یا شک ہوگا ـــ یہ چھ ۶ صورتیں ہوئیں اور ان میں سے ہر ایک میں گیارہ ۱۱ صورتیں ہیں ـــ اس لیے کہ وُہ یا تو قبل نماز مانگے گا

---

[1] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۴

Marfat.com

القسیم فی قوله قطع وطلب فلواتم ثم سأل و فی قوله قطع و سأل وان اتم ثم سأل و فی قوله فان سأل بعدھا وان سأل ای قبلھا و قال فان لم یسأل ای اصلا (واعنی بالسؤال قبل الصلاۃ قبل تمامھا سواء کان قبل شروعھا اوبقطعھا اذا سراٰہ فیھا) وعلی کل من الا ولین یعطی اولا وعلی الثالث یعطی قبل الصلاۃ او فیھا او بعدھا اولا اصلا فھی ثمان وواحدۃ منھا تصیر اربعا و ھی ما اذا سأل قبلھا فابی فانه اما ان یعید السؤال بعدھا اولا وعلی کل یعطی اولا فصارت احدی عشرۃ فبلغت ستا و ستین وانا اصور لك احدی الا سداس لتقیس علیھا سائرھا بان تضع ظن المنع مقام ظن العطاء ثم الشك فھی ثلاث وثلثون ثم تضع سراٰی قبلھا مکان سراٰی فی الصلاۃ فھی ثلاث وثلثون اخری وھذہ صورته ۔

یا بعد نماز، یا نہ قبل نماز نہ بعد نماز۔ یہ صورتیں کیسے ہونگی جب کہ ان کی روشِ بیان درج ذیل عبارتوں میں اسی تقسیم پر جاری ہے (دیکھئے ان کی عبارت خط کشیدہ الفاظ ۱۲ام۔ الف) (۱) نماز توڑ دے اور پانی طلب کرے اگر نماز پوری کر لی پھر مانگا (۲) توڑ دی اور مانگا ــــ اور اگر پوری کر لی پھر مانگا (۳) اگر بعد نماز مانگا ــــ اور اگر مانگا ــــ یعنی قبل نماز ــــ اور فرمایا: تو اگر نہ مانگا ــــ یعنی بالکل مانگا ہی نہیں (نہ قبل نماز نہ بعد نماز) ــــ میری عبارت میں جو "قبل نماز" آیا ہے اس سے میری مراد ہے "تکمیلِ نماز سے" خواہ یُوں کہ نماز شروع کرنے سے پہلے ہو یا یُوں کہ جب اندرونِ نماز پانی دیکھا نماز توڑ دی ہو (اب سلسلۂ کلام وہیں سے ملایئے ۱۲ام۔ الف) اور ان میں کی پہلی دونوں میں سے ہر تقدیر پر یا تو وُہ دے[۲] گا یا نہ دے گا ــــ اور تیسری تقدیر پر قبل[۱] نماز دے گا، یا اندرونِ[۲] نماز، یا بعد[۳] نماز، یا بالکل[۴] نہ دے گا۔ یہ آٹھ صورتیں ہوئیں ــــ اور ان میں سے ایک وُہ ہے جس کی چار صورتیں بن جائیں گی۔ یہ قبل نماز مانگنے پر انکار والی صورت ہے کیونکہ اس صورت میں یا تو بعد نماز دوبارہ مانگے گا، یا نہ مانگے گا اور ہر تقدیر یا تو وہ دے گا یا نہ دے گا۔ تو گیارہ[۱۱] صورتیں ہو کر چھیاسٹھ[۶۶] کو پہنچ جائیں گی ــــ اب ان میں سے ایک سدس (گیارہ) کی شکل پیش کی جاتی ہے تاکہ بقیہ کو اسی پر قیاس کیا جا سکے اس طرح کہ ظن عطا کی جگہ ظن منع پھر شک رکھ دیں تو یہ تینتیس[۳۳] صورتیں ہو جائیں گی، پھر "اندرونِ نماز دیکھا" کی جگہ "قبل نماز دیکھا" رکھ دیں تو یہ دوسری تینتیس[۳۳] صورتیں ہو جائیں گی۔ نقشہ یہ ہے:

Marfat.com

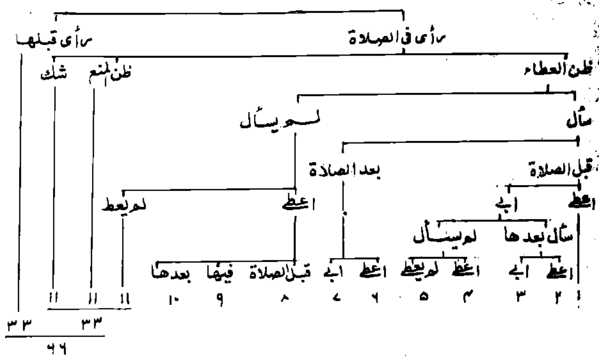
رأى في الصلاة
رأى قبلها
ظن العطاء
ظن المنع
شك
سأل
لم يسأل
قبل الصلاة
بعد الصلاة
اعطى
ابى
اعطى
لم يعط
سأل بعدها
لم يسأل
اعطى
ابى
اعطى
لم يعط
اعطى
ابى
قبل الصلاة
فيها
بعدها
۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰
۱۱ ۱۱ ۱۱
۳۳ ۳۳
۶۶

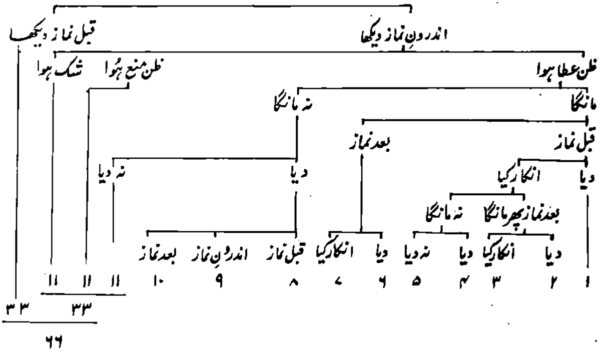
اندرونِ نماز دیکھا
قبل نماز دیکھا
ظن عطا ہوا
ظن منع ہوا
شک ہوا
مانگا
نہ مانگا
قبل نماز
بعد نماز
دیا
نہ دیا
دیا
انکار کیا
بعد نماز پھر مانگا
نہ مانگا
دیا
انکار کیا
دیا
نہ دیا
دیا
انکار کیا
قبل نماز
اندرونِ نماز
بعد نماز
۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰
۱۱ ۱۱ ۱۱
۳۳ ۳۳
۶۶

Marfat.com

ولم یذکر فیما اذا رأی فی الصلاۃ الا السؤال قبلھا او بعدھا فبقی ان لا یسأل اصلا و صاحبہ یعطیہ قبل الصلاۃ او فیھا او بعدھا اولا فھی اربع علی کل من صور الظنین والشك فکانت اثنتی عشرۃ لم یذکرھا۔

علامہ صاحب بحر نے اندرونِ نماز دیکھنے کی تقدیر پر صرف مانگنے کا ذکر کیا ہے قبل نماز ہو یا بعد نماز۔ اور یہ شکل رہ گئی کہ بالکل نہ مانگا اور پانی والے نے اسے قبل نماز[۱] یا اندرونِ نماز[۲] یا بعد نماز دے دیا، یا نہ دیا — تو ظنِ عطا، ظنِ منع اور شک ہر ایک پر یہ چار چار صورتیں ہوکر بارہ[۱۲] ایسی ہوئیں جن کو انہوں نے نہیں ذکر کیا۔ (ت)

فان قلت لا فائدۃ فی التشقیق بعد الاباء قبل الصلاۃ بأنہ سأل بعدھا اولا وعلی کل اعطی اولا فان الحکم لا یختلف وھو صحۃ صلاتہ لان العطاء بعد الاباء غیر مفید کما مر فی المسألۃ العاشرۃ۔

اگر یہ سوال ہو کہ قبل نماز انکار ہوجانے کے بعد یہ شقیں نکالنے میں کوئی فائدہ نہیں کہ بعد نماز اس نے مانگا یا نہ مانگا اور بہر تقدیر اس نے دیا یا نہ دیا۔ اس لیے کہ حکم مختلف نہیں، حکم یہی ہے کہ اس کی نماز صحیح ہے اس لیے کہ انکار کے بعد دینا مفید نہیں جیسا کہ مسئلۂ دہم میں گزرا۔ (ت)

اقول بلی فائدتہ اعطاء ھذا الحکم الا تری الی قولہ فی الضابطۃ فیما اذا رأی فی الصلاۃ وکذا اذا ابی ثم اعطی و فیما اذا رأی خارجہا فان منعہ واعطاہ بعدھا لا اعادۃ[۱] اھ ولذا اخذہ المحقق الحلبی فی شقوق ضابطتہ کما سیأتی ان شاء اللہ تعالٰی وان فرض فالکلام علی مسلکہ رحمہ اللہ تعالٰی وھو لم یعتبر فی الاقسام تمایز الاحکام کما سیأتی وان سلمنا فھی ثمان و اربعون ثمان فی ست کما تری وقد تضمن کلامہ حکم ست وثلثین وترك اثنتی عشرۃ۔

اقول کیوں نہیں۔ یہ حکم دینا ہی اس کا فائدہ ہے — ضابطہ میں صاحب بحر کا کلام دیکھئے، "اندرونِ نماز دیکھنے کے تحت ہے" اور ایسے ہی جب انکار کرکے پھر دے دے" اور بیرونِ نماز دیکھنے کے تحت ہے" تو اگر (اس وقت) نہ دیا اور بعد نماز دے دیا تو اعادہ نہیں" اھ۔ اسی لیے محقق حلبی نے بھی اسے اپنے ضابطہ کی شقوں میں لیا ہے جیسا کہ ان کا کلام ان شاء اللہ تعالٰی آئے گا۔ اور اگر بے فائدہ ہی فرض کرلیا جائے تو یہاں کلام صاحبِ بحر رحمہ اللہ تعالٰی کے مسلک پر ہے اور انہوں نے قسموں کے اندر احکام کے جُداگانہ ہونے کا اعتبار نہیں کیا ہے جیسا کہ اس کا بیان آرہا ہے اور اگر ہم تسلیم ہی کرلیں تو یہ اڑتالیس[۴۸] صورتیں ہیں چھ میں آٹھ۔ ۸×۶ = ۴۸ — جیسا کہ پیشِ نظر ہے اور ان کا کلام صرف چھتیس[۳۶] صورتوں کے حکم پر مشتمل ہے۔ بارہ[۱۲] صورتیں انہوں نے چھوڑ دیں۔ (ت)

---

[۱] البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۴

Marfat.com

وثانیا نقل التوفیق عن الذخیرة عن الجصاص وھو التحقیق فان سالہ مما اذا کان خارج الصلاة ولم یسأل اصلا خلافیة غیر مقطوع فیھا بقول مما لا ینبغی۔

وثالثا قد مشی علیہ فیمن رأی فی الصلاة یقطع ان ظن العطاء والا لا وما مبناہ الا ذلک التوفیق انہ یجب السؤال ان ظن العطاء والا لا کما قدمنا فقد مشی علی التوفیق ثم جعل الکل خلافیة وانما کان الوجہ ان یحیل ھذہ ایضا علی الخلاف او یقطع القول فی تلک ایضا۔

ورابعا قولہ فیما اذا رأی خارجھا فسأل فمنع فتیمم فصلی انہ لا یتأتی فیہ الظن والشک فیہ شک ای شک فان اراد عدم تأتیھما بعد المنع فالمنع لا یختص بھذا القسم و ایضا لا تأتی لھما بعد الاعطاء ایضا بل اولی لانہ تم الامر وفی المنع یحتمل ان یحملہ علی حالة راھنة ویظن بہ عطاء او منعا او یشک فیما بعد ذلک و ان اراد مطلقا و ھو الظاھر من کلامہ فعدم تأتیھما بعد المنع لا یمنع تأتیھما قبلہ و قد جعل الاقسام

ثانیا ذخیرہ کے ذریعہ امام جصاص سے تطبیق نقل کی۔ وہی تحقیق بھی ہے۔ اس کے باوجود بیرونِ نماز رہ کر بالکل نہ مانگنے والی صورت کو کوئی قطعی قول پیش کیے بغیر اختلافی چھوڑ دینا مناسب نہیں۔

ثالثا اسی پر اس کے بارے میں چلے ہیں جو اندرونِ نماز دیکھے تو اگر ظنِ عطا ہو نماز توڑ دے ورنہ نہیں۔ اس کی بنیاد وہی تطبیق ہے کہ مانگنا واجب ہے اگر عطا کا گمان ہو ورنہ نہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا تو یہاں تطبیق پر چلے پھر سب کو خلافی بنا دیا۔ مناسب طریقہ یہی تھا کہ یا تو اسے بھی اختلاف کے حوالے کرتے یا اُس میں بھی قطعی قول کرتے۔

رابعا یہ صورت کہ "بیرونِ نماز دیکھنے پر مانگا تو اس نے نہ دیا پھر تیمم کر کے نماز پڑھ لی"۔ اس کے بارے میں انھوں نے فرمایا کہ "اس قسم میں ظن یا شک کی صورت نہیں" ــــــ یہ کلام بڑے شک واعتراض کا محل ہے ــــ اگر یہ مراد ہے کہ بعد منع ظن یا شک نہیں ہوتا تو منع اسی قسم کے ساتھ خاص نہیں ــ اور دینے کے بعد بھی تو ظن و شک کی صورت نہیں بلکہ بدرجۂ اولیٰ نہیں، اس لیے کہ کام پورا ہوگیا۔ اور منع میں تو یہ احتمال ہے کہ اس منع کو موجودہ حالت پر محمول کرے اور اس کے بعد اس سے دینے یا نہ دینے کا گمان یا شک رکھے۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ مطلقاً ظن یا شک نہیں ہوتا ــ یہی ان کے کلام سے ظاہر بھی ہے۔ تو اس پر یہ کلام ہے کہ بعد منع ظن و شک کی صورت نہ ہونا اس سے مانع نہیں کہ قبل منع ظن یا شک رہا ہو۔ انھوں

Marfat.com

اولاً ستا یکون فی الصلاۃ او خارجہا وعلی کل یظن عطاء او منعا او یشك ثم فصل کلا منہا الی السؤال وعدمہ والعطاء والاباء فکیف یخرج ھذا من الظن والشك وان خرج کیف تصیر اربعا وعشرین۔

نے پہلے چھ قسمیں بنائی ہیں ۔ اس طرح کہ وہ اندرونِ نماز ہوگا یا بیرونِ نماز ۔ اور بہر دو تقدیر یا تو اسے ظن عطا ہوگا یا ظن منع یا شک ہوگا ۔ پھر ان میں سے ہر ایک میں سوال و عدم سوال اور عطا و عدم عطا کی تفصیل ہے ۔ تو یہ قسم ظن و شک سے خارج کیسے ہوگی اور اگر خارج ہو تو چوبیس صورتیں کیسے بنیں گی؟

وخامسا لا تخالف الرؤیۃ فی الصلاۃ و خارجہا فی شیئ من الاحکام و لا اقسام الرؤیۃ فی الصلاۃ فیما بینہا غیر انہ یقطع ان ظن العطاء والا لا فما کان لیدخل فی الشقوق فیطول الامر وکان یجمع جمیع ماقالہ بل مع الزیادۃ واحاطۃ الست المتروکۃ ان یقول من علم مع غیرہ ماء یکفی لطھرہ قبل الصلاۃ او فیہا فان لم یسأل فعلی الخلاف وان سأل فان اعطی توضأ وان کان تیمم انتقض وان کان صلی بطلت وان منع تیمم او لم ینتقض او مضت ولا عبرۃ بالعطاء بعد الاباء فی الوجہین وسواء فی کل ذلك ظن عطاء او منعا او شك غیر انہ ان ظن العطاء قطع الصلاۃ والا لا فھذا نحو ثلث سطورہ بیدان الثلث کثیر۔

خامسا اندرونِ نماز و بیرونِ نماز دیکھنے میں اور اندرونِ نماز دیکھنے کی قسموں میں باہم احکام کا کوئی فرق نہیں سوائے اس کے کہ اگر اسے عطا کا ظن ہو تو نماز توڑ دے ورنہ نہیں ۔ تو ان سب کو شقوں میں داخل کرکے طویل کرنا مناسب نہ تھا ۔ اگر یوں کہتے تو ان کی پوری بات مع اضافے اور متروکہ چھ صورتوں کے احاطے کے سمٹ آتی "جسے کسی کے پاس طہارت کے لیے کفایت کرنے والے پانی کا قبل نماز یا اندرونِ نماز علم ہوا ۔ تو اگر نہ مانگا تو اس صورت میں اختلاف ہے اور اگر مانگا اس نے دے دیا تو وضو کرے اور اگر تیمم تھا تو ٹوٹ گیا اور اگر نماز پڑھ لی تو باطل ہوگئی ۔ اور اگر نہ دیا تو تیمم کرے یا تیمم ٹوٹا ہی نہیں یا نماز بھی ہوگئی ۔ اور دونوں ہی شکلوں میں انکار کے بعد دینے کا کوئی اعتبار نہیں ۔ اور ان سب صورتوں میں خواہ اسے عطا کا گمان ہو یا منع کا، یا شک ہو مگر یہ ہے کہ اگر ظن عطا ہو نماز توڑ دے ورنہ نہیں۔ تو یہ ان کی سطروں کے تہائی کے قریب ہے مگر یہ کہ تہائی زیادہ ہے ۔ (ت)

Marfat.com

وسادسا قوله[1] فی خارج الصلاۃ ان لم یسأل وتیمم وصلی یرید به کما اشرنا الیه ما اذا لم یسأل قبلها ولا بعدها لانه سیذکرهما من بعد فهو مشتمل علی اثنی عشر قسما کما علمت یظن منحا او منعا او یشك وعلی کل یعطیه صاحبه قبل الصلاۃ اوفیها او بعدها اولا اصلا ولا خلاف انکان الا فی ثلاث منها وهی ما اذا لم یعطه اصلا وهذا ایضا بشرط ان لا یوجد الوعد قبل تمام الصلاۃ و الا لمنع و نقض و ابطل ولو اعطی قبل الصلاۃ وجب الوضوء وان کان تیمم انتقض اوفیها وجب الاستئناف بعد التوضی او بعدها بطلت کل ذلك بالاجماع لان القدرۃ علی الماء تحصل باجماع اصحابنا رضی اللہ تعالی عنهم بالاباحۃ فکیف بالعطاء والعطاء عطاء وان لم یکن عن سؤال کما اذا کان عندہ من یسأله فلم یسأل وصلی فاخبرہ مبتدئا او مجیبا اعاد مطلقا کما تقدم وقد[2] احسن الدر اذ قال لوصلی بتیمم وثمه من یسأله ثم اخبرہ بالماء اعاد[1] فلم یقل ثم سأله فاخبرہ لاجرم ان قال فی الجوهرۃ النیرۃ رأی رجلا معه ماء فلم یسأله فصلی ثم اعطاہ بعد فراغه من غیر سؤال توضأ و

سادسا بیرونِ نماز والی صورت کے تحت ان کا قول " اگر نہ مانگا اور تیمم کیا اور نماز پڑھ لی " ـــ اس سے جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا ان کی مراد یہ ہے کہ " نہ قبل نماز مانگا نہ بعد نماز " ـــ اس لیے کہ آگے ان دونوں کو ذکر کر رہے ہیں ـ جیسا کہ معلوم ہوا یہ بارہ[12] قسموں پر مشتمل ہے ، اُسے دینے کا ظن ہوگا یا نہ دینے کا یا شک ہوگا اور بہر تقدیر پانی والا اسے قبل نماز دے گا یا اندرونِ نماز یا بعد نماز ، یا بالکل نہ دے گا ـــ اگر مانا جائے کہ اختلاف ہے تو ان میں سے صرف تین صورتوں میں ہوگا یہ جب کہ بالکل نہ دیا ـــ اور یہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ قبل تکمیل نماز وعدہ نہ پایا جائے ورنہ وہ مانع ، ناقض اور مبطل ہوگا (تیمم سے مانع ہوگا اور اگر تیمم ہے تو اسے توڑ دے گا تیمم سے نماز پڑھ لی تو اسے باطل بھی کر دے گا) اگر قبل نماز دیا تو وضو واجب ہے اور اگر تیمم تھا تو ٹوٹ گیا ـــ اندرون نماز دیا تو وضو کر کے از سر نو پڑھنا ضروری ہے ـــ بعد نماز دیا تو سب بالاجماع باطل ہو گیا اس لیے کہ ہمارے اصحاب رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے کہ اباحت سے پانی پر قدرت ہو جاتی ہے تو عطا سے کیوں نہ ہو گی اور عطا ، عطا ہی ہے اگرچہ بغیر سوال ہو ، جیسے اس صورت میں جب کہ اس کے پاس کوئی ایسا شخص ہو جس سے دریافت کر سکے مگر نہ دریافت کیا اور نماز پڑھ لی پھر اس نے از خود بتایا یا پوچھنے پر بتایا بہر صورت اعادہ کرے جیسا کہ گزرا ـ درمختار نے یہ عمدہ تعبیر کی : " اگر تیمم سے نماز

---

[1] درمختار باب التیمم مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۴

Marfat.com

اعاد وان لم يعط فصلاته تامة[1] اه فجعلها خلافية مطلقا غير سديد فى تسعة من اثنى عشر وان[1] اخذت المتروكات ايضا كما فعلنا ففى ثمانية عشر اى على هذا التقسيم اما على اخذ صور الوعد فكثير جدا كما ياتى۔

پڑھ لی جبکہ وہاں کوئی ایسا تھا جس سے دریافت کرلے پھر اس نے پانی کی خبر دی تو اعادہ کرے"۔ یہ نہ فرمایا کہ "پھر اس نے سوال کیا تو اس نے بتایا"۔ لاجرم جوہرہ نیرہ میں یہ کہا، کسی ایسے شخص کو دیکھا جس کے پاس پانی ہے اس سے طلب نہ کیا۔ نماز پڑھ لی۔ پھر اس کے نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس نے بغیر مانگے دے دیا تو وضو کرکے اعادہ کرے۔ اور اگر نہ دیا تو اس کی نماز تام ہے اھ تو اسے بارہ[12] میں سے نو[9] صورتوں میں مطلقاً خلافی قرار دینا درست نہیں۔ اور اگر متروکات بھی لے لیے جائیں جیسا کہ ہم نے کیا تو اٹھارہ[18] صورتوں میں۔ یعنی اس تقسیم پر ـــــ لیکن وعدہ کی صورتیں بھی لی جائیں تو بہت زیادہ ہوجائیں گی، جیسا کہ ذکر آرہا ہے۔ (ت)

وسابعا ترك[1] صور الوعد والسكوت وفيها مباحث تهم فالاقسام على ما سلك لا اربعة وعشرون ولا ستة وستون بل اربعمائة وستة وعشرون وذلك لانه اما[1] ان يسأل قبل التيمم او[2] بعده قبل الشروع فى الصلاة او[3] فيها بقطعها او[4] بعدها او[5] لا اصلا فهى خمس ولا يكون الاولان الا بالعلم قبل الصلاة والبواقى تحتمل العلم فيها وقبلها فهى ثمانية وعلى كل تقدير يظن منحا او منعا او يشك فهى اربعة وعشرون۔ فريق السؤال منها ثمانية عشر وفريق عدمه ستة والسؤال قبل التيمم او بعده قبل الصلاة ثلاث

سابعا وعدہ اور سکوت کی صورتیں چھوڑ دیں جبکہ اس میں اہم بحثیں ہیں ـــــ تو ان کے طرز پر قسمیں نہ چوبیس[24] ہوں گی نہ چھیاسٹھ[66] بلکہ چار سو چھبیس[426] ہوں گی۔ وہ اس لیے کہ سوال یا تو قبل[1] تیمم ہوگا، یا[2] بعد تیمم قبل شروع نماز، یا[3] اندرون نماز اس طرح کہ نماز توڑ دے، یا[4] بعد نماز یا سوال بالکل نہ ہوگا[5] ـــــ یہ پانچ صورتیں ہوئیں ـــــ پہلی دونوں صورتیں قبل نماز علم کے بغیر نہ ہوں گی اور بقیہ میں احتمال ہے کہ اندرون نماز معلم ہو یا قبل نماز ہو۔ تو یہ آٹھ ہوئیں ـــــ اور بہر تقدیر اسے ظن عطا ہوگا یا ظن منع یا شک ہوگا ـــــ تو یہ چوبیس[24] صورتیں ہوئیں ـــــ ان میں سے اٹھارہ[18] سوال والی ہیں اور چھ[6] عدم سوال والی ـــــ اور ظن عطا و منع اور شک کے

---

[1] الجوہرۃ النیرۃ   باب التیمم   مکتبہ امدادیہ ملتان   ۱/۲۹

Marfat.com

اعتبار الظنین والشك والسؤال فیها او بعدها کل سداسی باضافة کون الرؤیة فی الصلاة او قبلها وصورة عدم السؤال تشمل الوجهین کما ستعرف۔

اعتبار سے سوال قبل تیمم یا بعد تیمم قبل نماز کی تین تین صورتیں ہیں اور نماز کے اندر یا نماز کے بعد سوال کی چھ چھ صورتیں ہیں ___ اس طرح کہ رؤیت اندرون نماز یا قبل نماز ہونے کا اضافہ ہوگا ___ اور عدم سوال والی صورت دونوں شکلوں کو شامل ہے، جیسا کہ معلوم ہوگا۔ (ت)

ثمّ علیٰ کل سؤال اما ان

یعطی من فوره وهو العطاء العاجل او بعد او یسکت او یابی وبعد کل من الثلثة اما ان یعطی وهو العطاء الأجل اولا واذا لم یعط فی الوعد فاما ان یظهر خلفه اولا کما قدمنا فی التنبیه الخامس ففی کل سؤال ثمانیة[عــه] وجوه فاما العطاء العاجل فلا یفارق السؤال فی زمانه والأجل فی غیر الوعد یحتمل ان[۱] یکون قبل التیمم او[۲] بعده قبل الصلاة او[۳] فیها او[۴] بعدها فی الوقت قبل الاطلاع علی تیممه وصلاته او[۵] بعده او[۶] بعد الوقت اما فی الوعد فلا الاوجهین وهما العطاء فی الوقت او بعده لان الوعد یوجب[۱] الانتظار الی خروج الوقت فهما وعد لم یکن له ان یتیمم او یصلی به واعود اذا عرفت هذا

پھر ہر سوال پر یا تو اسے فوراً دیدیگا

اس کا نام عطائے عاجل ہے ___ یا وعدہ یا سکوت یا انکار کرے گا۔ اور ان تینوں میں سے ہر ایک کے بعد یا تو دے دے گا ___ اور یہ عطائے آجل ہے ___ یا نہ دے گا ___ اور جب صورت وعدہ میں نہ دے گا تو یا تو اس کے خلاف ظاہر ہوگا یا نہیں ___ جیسا کہ تنبیہ پنجم میں ہم پہلے بیان کر چکے تو ہر سوال میں آٹھ صورتیں ہوئیں ___ عطائے عاجل تو سوال سے وقت میں جدا نہیں ہوتی ___ اور عطائے آجل غیر وعدہ میں احتمال ہے کہ قبل[۱] تیمم ہو یا بعد[۲] تیمم قبل نماز یا اندرون[۳] نماز یا بعد[۴] نماز اندرون وقت اس کے تیمم و نماز پر اطلاع سے قبل یا بعد[۵] یا وقت کے بعد[۶] ___ لیکن وعدہ میں دو ہی شکلیں ہیں۔ وقت میں یا بعد وقت دینا، اس لیے کہ وعدہ وقت نکلنے تک انتظار واجب کرتا ہے تو جب اس سے

عــه یعطی عاجلا[۱] بعد[۲] فیعطی او لا[۳] یعطی مخلفا او[۴] غیر مخلف یسکت[۵] فیعطی او لا[۶] یابی[۷] فیعطی او لا[۸] ۱۲ منه (م)

(۱) فوراً دے دے (۲) وعدہ کرے پھر دے دے۔ (۳) وعدہ خلافی کرتے ہوئے نہ دے (۴) یا بغیر وعدہ خلافی کے نہ دے (۵) سکوت اختیار کرے پھر دے دے (۶) یا نہ دے (۷) انکار کرے پھر دے دے (۸) یا نہ دے ۱۲ منه (ت)

Marfat.com

فاذا[1] كان السؤال قبل التيمم ساغ الكل فتثنيته صار بتسديس كل عطاء أجل في غير الوعد وتثنيته فيه معا اربعة وجوه عدم العطاء ووجه واحد للعطاء العاجل تسعة[ع] عشر وكونه ثلاثيا سبعة وخمسين[۵۷] واذا[۲] كان بعده قبل الصلاة خرج الاول من ستة العطاء الأجل وهو العطاء قبل التيمم فهو في كل من السكوت والاباء خمسة سادسها عدم العطاء صارت اثنى عشر وللوعد اربعة كما كانت اي يعطى في الوقت او بعده او لا يعطى مخلفا او غير مخلف و واحد هو العطاء العاجل فهي سبعة عشر و بالتثليث احد وخمسون[۵۱] واذا[۳] كان فيها فلا قسام كما بقد سبعة عشر غير ان هذا اسداسي فصارت مائة واثنين[۱۰۲]

وعدہ ہوا تو اسے روا نہیں کہ تیمم کرے یا نماز پڑھے خواہ ابتداءً یا دوبارہ۔ جب یہ معلوم ہوگیا تو دیکھئے جب سوال قبل تیمم ہو تو سب صورتیں ہوسکتی ہیں۔ تو اس کی آٹھ صورتیں ہر عطائے آجل غیر وعدہ کی چھ صورتوں کے ساتھ اور وعدہ کی دو صورتیں عدم عطا کی چار اور عطائے آجل کی ایک صورت کے ساتھ کُل انیس ۱۹ صورتیں ہوئیں اور ثلاثی ہونے کی وجہ سے ستاون ۵۷ ہوئیں۔ اور جب سوال بعد تیمم قبل نماز ہو تو عطائے آجل کی چھ میں سے پہلی شکل نکل جائے گی اور وُہ یہ کہ عطا قبل تیمم ہو اب سکوت و انکار ہر ایک میں پانچ صورتیں ہیں چھٹی شکل عدم عطا ہے تو بارہ صورتیں ہوئیں اور وعدہ کی چار صورتیں رہیں جیسے پہلے تھیں یعنی وقت کے اندر دے یا اس کے بعد یا وعدہ خلافی کرتے ہُوئے نہ دے یا بغیر وعدہ خلافی کے نہ دے اور ایک عطائے عاجل والی صورت ہے

ع۵ لانه في الوعد يعطى في الوقت او بعده او لا يعطى مخلفا او غير مخلف هذه اربعة و في كل من السكوت والاباء لا يعطى او يعطى قبل التيمم او قبل الصلاة او فيها او بعدها في الوقت قبل الاطلاع او بعده او بعد الوقت فهي سبعة في كليهما فاربعة معا اربعة عشر وواحد هو العطاء العاجل صارت تسعة عشر ۱۲ منه غفر له (م)

اس لیے کہ بصورت وعدہ یا تو وقت میں دے دے گا یا بعد وقت دے گا یا وعدہ خلافی کرتے ہوئے یا بغیر وعدہ خلافی کے نہ دے گا۔ یہ چار صورتیں ہوئیں اور سکوت وانکار ہر ایک میں یا تو نہ دے گا یا قبل تیمم دے گا یا قبل نماز یا دورانِ نماز یا بعد نماز وقت میں اطلاع سے قبل یا بعد، یا بعد وقت — تو دونوں میں یہ سات صورتیں ہیں — تو چار صورتیں، ان چودہ صورتوں کے ساتھ اور ایک صورت عطائے عاجل کے ساتھ کُل انیس ۱۹ صورتیں ہُوئیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

Marfat.com

...وكان بعدها خرج من عطايا السكوت
...الإباء الثلثة الأول ففي كل مع عدم العطاء
...أربعة وفي الوعد الاربعة كالرسم فهي اثنا عشر العطاء
...عاجل ههنا وجهان اعطاء بعد ما رآه
...يتيمم ويصلي به او لم يطلع عليه و
...يحتاج الى هذا التقسيم لدفع توهم
...ان لو رآه فسكت دل على المنع فلا ينفع
...العطاء بعده وقد ازحناه في المسألة
...التاسعة فصارت اربعة عشر وبالتسديس
...اربعة وثمانين ففريق السؤال مائتان
...واربعة وتسعون .

تو سترہ[17] صورتیں ہوئیں اور تین میں ضرب دینے سے اکیاون[51] ہوگئیں ۔ اور جب سوال اندرونِ نماز ہو تو اس سے پہلے والے کی طرح یہاں بھی سترہ[17] قسمیں ہوں گی مگر یہ کہ ان میں سے ہر ایک میں چھ صورتیں ہیں تو ایک سَو دو[102] صورتیں ہو گئیں ۔

اور جب بعد نماز ہو تو سکوت و انکار کی عطا والی صورتوں میں سے پہلی تین نکل جائیں گی تو ہر ایک میں عدمِ عطا کے ساتھ چار اور وعدہ میں بدستور چار رہیں گی ۔ یہ بارہ صورتیں ہیں اور عطائے عاجل کی یہاں دو شکلیں ہیں اسے تیمم کرتے اور نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے کے بعد دیا یا اس پر مطلع نہ ہوا۔ اور اس تقسیم کی ضرورت یہ وہم دفع کرنے کے لیے ہے کہ اگر اسے دیکھ کر سکوت کرتا تو یہ دلیل منع ہوتا اس کے بعد دینا کارآمد نہ ہوتا ۔ مسئلہ نہم میں ہم یہ وہم دُور کر آئے ہیں — تو چودہ[14] صورتیں ہوئیں جو چھ میں ضرب دینے سے چوراسی[84] بنیں ۔ اس طرح سوال کی شق میں کُل دو سو چورانوے[294] صورتیں ہوتیں ۔ (ت)

واذا لم يسأل فيعطي من دون وعد او يعد او لا ولا و ههنا نفس هذا العطاء على ستة وجوه العطاء الآجل ثمه الأولان منها ثلاثيان وسائرهن سداسيات كثالث هذه الاقسام اعني لا ولا فكانت ستة وثلثين و الوعد على خمسة وجوه الأولين الثلاثيين وثلثة تليها سداسيات لان الوعد بلا سؤال في وقت آخر لا تعلق له بهذه الصلاة فكانت اربعة وعشرين ثم في كل وعد اربعة كالرسم فهي ستة وتسعون ومع ستة وثلثين المزبورات

اور جب سوال نہ کرے تو وہ یا تو بغیر وعدہ کیے دے دے گا یا وعدہ کرے گا یا نہ دے گا نہ وعدہ کرے گا ۔ یہاں خود یہ عطا وہاں کی عطائے آجل کی چھ[6] صورتوں پر ہے ۔ ان میں سے پہلی دو، ثلاثی ہیں اور باقی سُداسی ہیں جیسے ان اقسام میں سے تیسری، یعنی نہ عطا ہو نہ وعدہ ۔ تو چھتیس[36] صورتیں ہوئیں ۔ اور وعدہ میں پانچ صورتیں ہیں پہلی دو، ثلاثی اور ان کے بعد تین سُداسی ۔ اس لیے کہ دوسرے وقت میں بلا سوال وعدہ کو اِس نماز سے کوئی تعلق نہیں تو یہ چوبیس[24] صورتیں ہوئیں ۔ پھر ہر وعدہ پر بدستور چار[4] صورتیں ۔ یہ چھیانوے[96]

Marfat.com

مائة واثنان وثلثون[١٣٢] فصارت مع صور السؤال
اربعمائة وستة وعشرين[٤٢٦] ۔

اقول واعلم ان الظاهر من كلماتهم نفعنا الله تعالٰی ببركاتهم قصر النظر على الاعطاء والاباء فيهما عبر وافی الزيادات وجامع الامام الكرخی وبدائع ملك العلماء وحلية المحقق وضابطة الامام صدر الشريعة كما سمعت نصوصهم والمحقق الحلبی فی الغنية تارة قال فی التصوير اما ان يعطی اويمنع وتارة قال اما ان يعطی اولا فاذا اتی علی الحكم قال ان سأل فاعطی وان سأل فمنع ولم يذكر الواسطة كما ستسمع نصه ان شاء الله تعالٰی وكذلك المحقق البحر قال فی الشقوق اعطاه اولا وفی بيان الاحكام فی ما اذا رأی فی الصلاة اتی مرتين بالنفی والاثبات ومرتين بان اعطی وان ابی وفی خارج الصلاة مرة كالاول ومرة كالثانی واخوه فی النهر لخص كلامه فعبر فی موضعين عن قوله وان ابی بقوله والا ولذا لم نعدله ضابطة بحيالها فظهر ان مرادهم ههنا بنفی الاعطاء هو الاباء فلا يرد علی البحر

صورتیں ہیں اور مذکورہ چھتیس[٣٦] کے ساتھ مل کر ایک سو بتیس[١٣٢] صورتیں بنتی ہیں پھر سوال کی (۲۹۴) صورتوں کے ساتھ مل کر کل چار سو چھبیس[٤٢٦] صورتیں ہوجاتی ہیں ۔ (ت)

اقول معلوم رہے کہ ان حضرات (خدا ہمیں ان کے برکات سے نفع بخشے) کے کلمات سے ظاہر یہ ہے کہ انھوں نے عطاو انکار پر نظر محدود رکھی ہے ۔ عطاء و اباء سے ہی زیادات، جامع کرخی، بدائع ملک العلماء، حلیۂ محقق، اور ضابطۂ امام صدر الشریعۃ میں تعبیر آئی، جیسا کہ ان کی عبارتیں پیش ہوئیں محقق حلبی نے غنیہ کے اندر بیان صورت میں کبھی کہا اما ان یعطی او یمنع (یا تو دے گا یا منع کرے گا) اور کبھی کہا اما ان یعطی اولا (یا تو دے گا یا نہ دے) —— پھر جب بیان حکم پر آئے تو کہا ان سأل فاعطی وان سأل فمنع (اگر مانگا تو دے دیا، اور اگر مانگا تو منع ہوا) اور کوئی واسطہ ذکر نہ کیا، جیسا کہ ان کی عبارت ان شاء اللہ تعالٰی پیش ہوگی۔ اسی طرح محقق بحر نے شقوں کو بتاتے ہوئے کہا: اعطاہ اولا (اسے دے گا یا نہ دے گا) اور بیان احکام میں اندرونِ نماز دیکھنے کی صورت میں دو بار نفی و اثبات لائے اور دو بار "ان اعطی وان ابی" (اگر دیا، اگر انکار کیا) لائے ۔ اور بیرون نماز دیکھنے کی صورت میں ایک بار بطرز اول اور ایک بار بطرز ثانی ۔ ان کے برادر نے النہر الفائق میں

Marfat.com

وعلى الغنية انهما ذكرا فى التشقيق العطاء وعدمه واقتصر البحر فى نصف الاحكام على العطاء والاباء والغنية لم تذكر غيرهما۔

ان ہی کے کلام کی تلخیص کی ہے تو دو جگہ ان کے قول "وان ابی" (اگر انکار کرے) کی تعبیر "و الا" (ورنہ) سے کی ہے۔ اسی لیے ہم نے ان کا کوئی مستقل ضابطہ نہ شمار کیا۔ تو ظاہر ہوا کہ یہاں نفی عطا سے ان حضرات کی مراد انکار ہے۔ تو بحر اور غنیہ پر یہ اعتراض نہ وارد ہوگا کہ دونوں نے شقوں کے بیان میں عطا و عدم عطا ذکر کیا اور بحر میں نصف احکام کے اندر عطاء و اِباء پر اقتصار کیا ___ اور غنیہ نے عطا و اِباء کے سوا کچھ ذکر ہی نہ کیا۔ (ت)

ولا ان قول البحر مرتين ان اعطاه توضأ والا فتيممه باق وكذا قول النهر ان لم يعطه بقى تيممه صادق بما اذا لم يعط بل وعد ولم يعط بعد الوعد ايضا مثلا مع ان تيممه ينتقض باجماع اصحابنا رضى الله تعالى عنهم اذا علم هذا فمن سبر ظهر له وفورما ترك البحر من الصور واستبان ان جعله عدم السؤال خلافية بين الهداية والمبسوط مطلقا لا يصح فى احد وخمسين من ستة وستين لان اقسام عدم السؤال قبل التثليث والتسديس سبعة وعشرون[1] فى ستة منها[2] ثلاثين وابعة سداسيات عطاء الماء فهى ثلثون وفى اثنى عشر[3] الوعد قبل الصلاة

نہ ہی یہ اعتراض ہوگا کہ دو بار بحر کا یہ کہنا "ان اعطاه توضأ والا فتيممه باق" (اگر دے دے وضو کرے ورنہ اس کا تیمم باقی ہے) اسی طرح نہر کا کہنا ان لم یعطه بقی تیممه (اگر نہ دے تو اس کا تیمم باقی ہے اس صورت میں بھی صادق ہے جب عطا نہ ہو بلکہ وعدہ ہو مثلاً وعدہ ہو اور بعد وعدہ بھی نہ دے باوجودیکہ اس کا تیمم ٹوٹ جائے گا۔ اس پر ہمارے اصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اجماع ہے۔ جب یہ معلوم ہوگیا تو جو جانچ کریگا اس پر منکشف ہوگا کہ بحر نے کتنی زیادہ صورتیں چھوڑ دی ہیں ___ یہ بھی روشن ہوگیا کہ عدمِ سوال کو ہدایہ و مبسوط کے درمیان مطلقاً خلافی ٹھہرانا چھیاسٹھ[66] میں سے اکیاون[51] صورتوں میں صحیح نہیں۔ اس لیے کہ تین اور چھ میں ضرب دینے سے پہلے عدم سوال کی قسمیں ستائیس[27]

---

[1] وهى المرسومة فى التصوير تحت اعطى ۱۲ منه۔ م (یہ وہ صورتیں ہیں جو نقشے میں اعطی (دیا) کے تحت درج ہیں ۱۲ منہ۔ ت)

[2] مرسومتين تحت قبل الصلاة ۱۲ منه۔ م (جو قبل صلاۃ کے تحت درج ہیں ۱۲ منہ۔ ت)

[3] المرسومات تحت وعد من ۷ الى ۱۸۔ م (جو وعد کے تحت ۷ سے ۱۸ تک درج ہیں۔ ت)

Marfat.com

اوفیھا ثمانیة[ع۱] منھا ثلاثیات واربعة سداسیات فھی ثمانیة واربعون فھذہ الثمانیة والسبعون لا یشک احد ان بطلان الصلاۃ فیھا متفق علیہ لا یجری فیھا خلاف الھدایة والمبسوط لان العطاء والوعد السابق علی تمام الصلاۃ کلیھما مانع للتیمم و ناقض لہ ومبطل للصلاۃ بلا خلاف سواء اعطی بعد الوعد فی الوقت او بعدہ اولم یعط مخلفا اوغیر مخلف ومثلھا فی الوعد بعد الصلاۃ صورتا[ع۲] العطاء فی الوقت لانہ مبطل وان لم یکن وعد ولم یزدہ الوعد الا قوة و کذلک صورتا[ع۳] عدم العطاء فیہ اذا لم یظھر خلفہ لان الوعد یورث ظن العطاء ولم یظھر خلافہ وقد فات درک الحقیقة فبنی الامر علی ظنہ فھذہ اربعة کلھن سداسی فکانت اربعة وعشرین و مع السابقات مائة واثنین لکن البحر خص الکلام بما اذا رأی خارج الصلاۃ فانتصفت ولم یبق من السبع والعشرین الا خمس اربع فی الوعد بعد الصلاۃ اذا[ع۴] اعطی بعد الوقت اولم[ع۵] یعط مخلفا والعطاء بعد

ہوتی ہیں ان میں سے چھ صورتیں ۔۔۔ دو ثلاثی اور چار سداسی ۔۔۔ میں پانی دینا ہے تو یہ تمیس صورتیں ہیں، اور بارہ صورتوں میں قبل نماز یا دوران نماز وعدہ ہے ان میں سے آٹھ ثلاثی اور چار سداسی ہیں تو اڑتالیس صورتیں ہوئیں تو کل اٹھتّر صورتیں ایسی ہیں کہ کسی کو شک نہ ہوگا کہ ان میں نماز کا بطلان متفق علیہ ہے جس میں ہدایہ ومبسوط کا اختلاف جاری نہیں اس لئے کہ تکمیل نماز سے پہلے عطا اور وعدہ دونوں ہی تیمم سے مانع اس کے لیے ناقض اور نماز کے لیے مبطل ہیں جس میں کوئی اختلاف نہیں خواہ بعد وعدہ وقت میں دے یا بعد وقت یا وعدہ خلافی کرتے ہوئے یا بلا وعدہ خلافی کے نہ دے ۔۔۔ ان ہی کی مثل وعدہ بعد نماز میں وقت کے اندر دینے کی دو صورتیں ہیں اس لیے کہ دینا باطل کر دیتا ہے اگرچہ وعدہ نہ ہو، اور وعدہ بھی ہے تو اس کی قوت میں اور اضافہ ہی کرے گا ۔۔۔ اسی طرح وقت کے اندر عدم عطا کی دو صورتیں ۔۔۔ جبکہ وعدہ خلافی نہ ظاہر ہو اس لیے کہ وعدہ عطا کا ظن پیدا کر دیتا ہے اور اس کے خلاف ظاہر نہ ہوا اور حقیقت کا ادراک ہاتھ میں نہ رہا تو بنائے کار اس کے ظن پر ہوگی ۔۔۔ تو یہ چار جن میں سب سداسی ہو کر چوبیس ہوئیں سابقہ

ع۱ وھی ۷ الی ۱۴ ۔(م) (یہ ۷ سے ۱۴ تک ہیں ۔ ت)
ع۲ ھما ۱۹ و ۲۳ ۔(م) (یہ ۱۹ و ۲۳ ہیں ۔ ت) ع۳ ھما ۲۲ و ۲۶ (م) (یہ ۲۲ و ۲۶ ہیں ۔ ت)
ع۴ ھما ۲۰ و ۲۴ (م) (یہ ۲۰ و ۲۴ ہیں ۔ ت) ع۵ ھما ۲۱ و ۲۵ (م) (یہ ۲۱ و ۲۵ ہیں ۔ ت)

Marfat.com

الوقت ایضا خلف کما قدمت والخامس لا وعد ولا اعطی فهذه یجری فیها الخلاف علی فرض ابقائه فالمبسوط یقول بطلت لترك السؤال والهدایة صحت لان السؤال غیر واجب[عہ] ولم یوجد عطاء ولا وعد او زال ظن الوعد بالاخلاف ولاجل ان کل هذه الخمس سداسیات هی ثلثون وعلی تشطیر البحر خمسة عشر هذا کله علی استظهاری ان الوعد بعد الصلاة اذا ظهر خلفه لم یؤثر فی صلاة مضت فان لم یسلم لم یبق للخلاف محل غیر صورة واحدة من السبع والعشرین وهی ما اذا لم یعد ولم یعط فیکون الغلط فی ثلثة وستین من ستة وستین وان اکملنا باخذ متروکاته کما فعلنا کان الغلط فی مائة واثنین او مائة وستة وعشرین من مائة واثنین وثلثین وها انا لك اصورها کی یسهل علیك تصورها، وبالله التوفیق۔

کے ساتھ مل کر ایک سو دو[۱۰۲] ہوگئیں لیکن بحر نے خاص اس صورت پر کلام کیا ہے جب بیرونِ نماز دیکھا ہو تو آدھی رہ گئیں ـــــ اور ستائیس[۲۷] میں سے صرف پانچ بچیں چار وعدہ بعد نماز میں جب کہ بعد وقت دیا، یا وعدہ خلافی کرتے ہوئے نہ دیا۔ اور بعد وقت دینا بھی وعدہ خلافی ہی ہے جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا۔ اور پانچویں صورت وہ کہ نہ وعدہ ہو نہ عطا ـــــ یہ وہ صورتیں ہیں جن میں اختلاف جاری ہوگا اگر یہ مانیں کہ اختلاف باقی ہے ـــــ تو مبسوط کا قول ہے کہ ترک سوال کی وجہ سے نماز باطل ہے اور ہدایہ کا قول ہے کہ صحیح ہے اس لیے کہ سوال واجب نہیں اور عطا نہ پائی گئی نہ ہی وعدہ ہوا یا ہوا تو ظن وعدہ، خلف کی وجہ سے زائل ہوگیا۔ چونکہ ان پانچ میں سے ہر ایک سداسی ہے کل تیس[۳۰] صورتیں ہوئیں اور بحر کے آدھے بیان کی وجہ سے پندرہ[۱۵] ہوئیں ـــــ یہ سب اس بنیاد پر ہے کہ میں نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ بعد نماز وعدہ کے خلاف جب ظاہر ہوجائے تو وہ ادا شدہ نماز میں اثر انداز نہ ہوگا۔ اگر میرا یہ خیال تسلیم نہ ہو تو ستائیس[۲۷] میں سے ایک صورت کے سوا کہیں اختلاف نہ رہ جائے گا۔ وہ صورت یہ ہے کہ نہ وعدہ ہو نہ عطا ہو۔ تو چھیاسٹھ[۶۶] میں سے تریسٹھ[۶۳] میں خطا ثابت ہو گی ـــــ اور اگر ان کی متروکات کو لے کر ہم کامل کریں جیسا کہ پہلے ہم نے کیا تو غلطی ایک سو بتیس[۱۳۲] میں سے ایک سو دو[۱۰۲] یا ایک سو چھبیس[۱۲۶] میں ہو گی ـــــ ان صورتوں کا ایک نقشہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ انہیں ذہن نشین کرنے میں سہولت ہو ـــــ اور خدا ہی سے توفیق ہے۔ (ت)

عـــہ وهی ۲۷ ۔ (م) (یہ ۲۷ ہے ۔ ت)

Marfat.com

لم يسأل اصلا وقد رأى في الصلاة او قبلها وظن منحا او منعا او شك

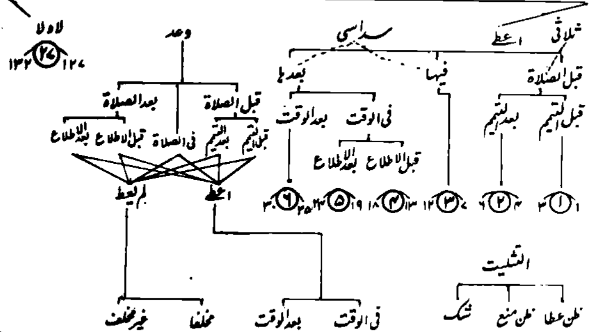

		في الوقت	بعد الوقت	مخلفا	غير مخلف
ثلاثي	قبل التيمم	٣١ (٧) ٣٣	٣٤ (٨) ٣٦	٣٧ (٩) ٣٩	٤٠ (١٠) ٤٢
	بعده قبل الصلاة	٤٣ (١١) ٤٥	٤٦ (١٢) ٤٨	٤٩ (١٣) ٥١	٥٢ (١٤) ٥٤
سداسي	في الصلاة	٥٥ (١٥) ٦٠	٦١ (١٦) ٦٦	٦٧ (١٧) ٧٢	٧٣ (١٨) ٧٨
	بعدها قبل الاطلاع	٧٩ (١٩) ٨٤	٨٥ (٢٠) ٩٠	٩١ (٢١) ٩٦	٩٧ (٢٢) ١٠٢
	بعد الاطلاع	١٠٣ (٢٣) ١٠٨	١٠٩ (٢٤) ١١٤	١١٥ (٢٥) ١٢٠	١٢١ (٢٦) ١٢٦

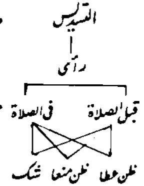

الثلاثيات عشرة ١ و ٢ ومن ٧ الى ١٤ فهي ثلثون

السداسيات سبعة عشر من ٣ الى ٦ ومن ١٥ الى الآخر فهي مائة واثنان

فالمجموع ١٣٢

Marfat.com

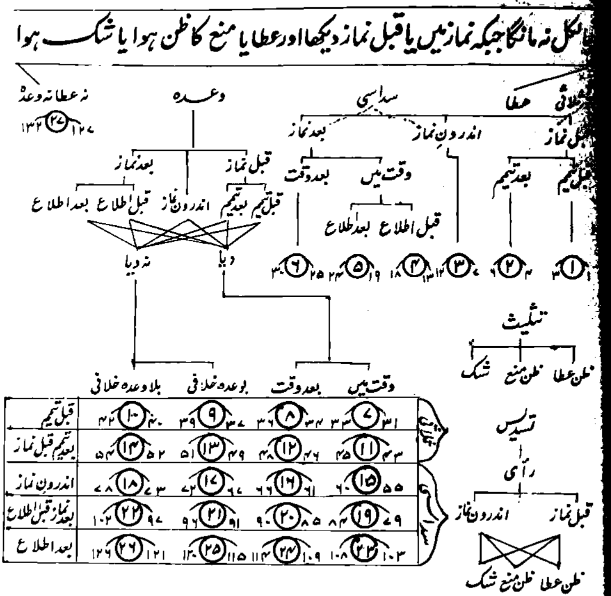

ثلاثیات دس ہیں۔ ۱ و ۲۔ اور ۷ سے ۱۴ تک۔ تو یہ تیس ہیں۔

سداسیات سترہ ہیں۔ ۳ سے ۶ تک اور پندرہ سے آخر تک۔ تو یہ ایک سو دو ہیں۔

کُل ۱۳۲

Marfat.com

الثالث القانون الحلبی

قال رحمه الله تعالی هذا علی وجوه اما ان یغلب علی ظنه الاعطاء او المنع او استویا وعلی کل تقدیر اما ان یسأل او یتیمم ویصلی من غیر سؤال واذا سأل فاما ان یعطی او یمنع واذا منع قبل الصلاة فاما ان یسأل بعدها اولا وعلی کلا التقدیرین یعطی اولا واذا تیمم وصلی فاما ان یسأل بعد الصلاة اولا وعلی کلا التقدیرین یعطی اولا فالاقسام سبعة وعشرون اما ان تیمم وصلی بلا سؤال ثم سأل فاعطی او اعطی بلا سؤال فانه یلزمه الاعادة علی کل تقدیر اما فی ظن الاعطاء فظاهر واما فی غیره فلزوال الشك وظهور خطأ الظن وان سأله فمنع جازت صلاته سواء کان السؤال قبلها او بعدها لانه قد تحقق العجز من الابتداء ولا فائدة فی العطاء بعدها بعد المنع قبلها واما اذا تیمم وصلی من غیر سؤال ولم یسأل بعد لیتبین له الحال فعلی قول ابیحنیفة رضی الله تعالی عنه صلاته صحیحة فی الوجوه کلها وقالا لایجزئه والوجه هو التفصیل فینبغی ان یجب الطلب ولا تصح الصلاة بدونه اذا ظن الاعطاء دون ما اذا ظن عدمه لکونه فی

سوم: قانون محقق ابراہیم حلبی

محقق حلبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس کی چند صورتیں ہیں ۔ یا تو اسے عطا یا منع کا غلبۂ ظن ہوگا یا دونوں میں برابری ہوگی ۔ بہر تقدیر یا تو مانگے گا یا بغیر مانگے تیمم و نماز ادا کرے گا ۔ بصورتِ سوال یا تو عطا ہوگی یا منع ۔ اور منع قبل نماز ہو تو بعد نماز پھر سوال ہوگا یا نہ ہوگا ۔ بہر دو تقدیر وہ دے گا یا نہ دے گا ۔ اور جب تیمم کیا اور نماز پڑھ لی تو بعد نماز سوال کرے گا یا نہیں ۔ بہر دو تقدیر وہ دے گا یا نہیں ۔ تو ستائیس قسمیں ہوئیں ۔ اگر مانگے بغیر تیمم کیا اور نماز پڑھ لی پھر مانگا تو اس نے دے دیا یا مانگے بغیر دے دیا تو بہر تقدیر اس پر اعادہ لازم ہے۔ ظن عطا کی صورت میں تو وجہ ظاہر ہے ۔ اس کے علاوہ میں اس لیے کہ شک زائل ہوگیا اور ظن کی خطا ظاہر ہوگئی ۔ اگر مانگنے پر منع وانکار کیا تو اس کی نماز ہوگئی خواہ مانگنا قبل نماز ہو یا بعد نماز ۔ اس لیے کہ عجز ابتدا سے ہی محقق ہوگیا ۔ اور نماز سے پہلے انکار کے بعد، نماز کے بعد دینے میں کوئی فائدہ نہیں ۔ اور جب بغیر مانگے تیمم کیا اور نماز پڑھ لی ۔ بعد میں بھی نہ مانگا کہ حال منکشف ہو تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر تمام صورتوں میں اس کی نماز صحیح ہے۔ اور صاحبین نے فرمایا: یہ اسے کفایت نہیں کرسکتا۔ اور مناسب طریقہ یہ ہے کہ تفصیل کی جائے ۔ تو ہونا یہ چاہئے کہ طلب واجب ہو اور اس کے بغیر نماز

Marfat.com

موضع عزة الماء اما اذا شك فی موضع عزة الماء او ظن المنع فی غیرہ فالاحتیاط فی قولهما والتوسعة فی قولہ[1] اھ وقد مر بحثه مستوعبا فی المسألة السادسة۔

صحیح نہ ہو جبکہ اسے عطا کا گمان رہا ہو۔ اس صورت میں نہیں جبکہ پانی کی کم یابی کی جگہ ہونے کی وجہ سے اس کو عدمِ عطا کا گمان رہا ہو ـــــ اور جب پانی کی کم یابی کی جگہ شک کی صورت ہو یا دُوسری جگہ منع کا ظن ہو تو احتیاط صاحبین کے قول میں ہے اور وسعت امام صاحب کے قول میں ہے" اھ اس کی بحث مکمل طور پر مسئلہ ششم میں گزر چکی۔ (ت)

اقول اتی علی جمیع ما ذکر فی الشقوق غیرانه ترك حکم ما اذا سأل قبل الصلاۃ فاعطی لظهورہ فانه ان کان قبل التیمم منعه او بعدہ نقضه او فی الصلاۃ ابطلها بل وسواء کان ذلك عطاء عاجلا او اٰجلا بعد وعد او سکوت او اباء کما قدمنا فالمراد بما قبل الصلاۃ قبل اتمامها و لو فیها او قبلها بعد التیمم او قبله وارسل صورۃ ترك السؤال مطلقة عن قید عدم العطاء وجعلها خلافیة قد تدارکه قوله قبلها او اعطی بلا سؤال فعلم ان الکلام هنا فی مالم یسأل ولم یعط و بالجملة هی احسن ضابطة رأیت لولا ان فیها،

اقول پہلے جو شقیں ذکر کیں سبھی کے احکام بیان کر دیئے مگر اس صورت کا حکم چھوڑ دیا جب قبل نماز مانگنے پر اس نے دے دیا۔ اس لیے کہ اس صورت کا حکم ظاہر ہے۔ کیونکہ اگر یہ قبل تیمم ہے تو تیمم سے مانع ہوگا اور اگر بعد تیمم ہے تو اسے توڑ دے گا اور اگر اندرونِ نماز ہے تو اسے باطل کر دے گا خواہ یہ دینا فوراً ہو یا دیر میں، وعدہ کے بعد ہو یا سکوت کے بعد یا انکار کے بعد ـــ جیسا کہ پہلے ہم نے بیان کیا ـــــ تو قبل نماز سے مراد قبل تکمیلِ نماز ہے اگرچہ دورانِ نماز ہو یا قبل نماز ـــــ تیمم کے بعد ہو یا اس سے پہلے ـــــ انھوں نے مطلقاً سوال نہ کرنے کی صورت میں عدم عطا کی قید نہ لگائی اور اسے اختلافی قرار دیا مگر اس سے پہلے اپنی عبارت "او اعطی بلا سؤال" (یا بغیر مانگے دے دیا) سے اس کا تدارک کر دیا جس سے معلوم ہوا کہ یہاں کلام اس صورت میں ہے جب نہ مانگا ہو نہ دیا ہو ـــ بالجملہ یہ سب سے عمدہ ضابطہ ہے جو میری نظر سے گزرا اگر اس میں یہ چند باتیں نہ ہوتیں:

اولاً ترك[1] صور الوعد والسکوت[2]؛ مع ان فیها ما لا یغنی عنه الصموت؛ فلوانهم ذکروها لافادونا وخلصونا عن

اولاً وعدہ اور سکوت کی صورتیں ترک کر دیں جب کہ ان میں وہ کچھ ہے جس سے سکوت کام نہیں دے سکتا ـــ اگر یہ حضرات ان صورتوں کو

[1] غنیۃ المستملی باب التیمم مطبع سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۸

Marfat.com

التردد فی احکامها ولم یحوجوا مثلی الی النظر فیها۔

ذکر کرتے تو ہمیں مستفید فرماتے اور ان کے احکام میں تردد سے نجات دیتے اور مجھ جیسے کو ان میں نظر کی ضرورت نہ ہوتی۔

وثانیا بترکها اشتملت صورة عدم السؤال ماذا وعد ولم یعط ولیست خلافیة اذا وقع الوعد قبل تمام الصلاة بل یمنع وینقض ویبطل اتفاقا سواء ظهر خلفه اولا فهی ستة اربعة[1] منها ثلاثیات واثنان سداسیان لان کلامه لایختص بخارج الصلاة ککلام البحر فهی اربعة وعشرون وکذلك[2] اذا وعد بعدها ولم یظهر خلفه وهما[3] اثنان کلاهما سداسی فسری الغلط الی ستة وثلثین قسما وان لم یسلم استظهاری و جعل الوعد ولوکان بعد مبطلا مطلقا زاد اثنان[4] اعنی اثنی عشر اُخر وشمل الغلط ثمانیة واربعین۔

ثانیا ان صورتوں کو چھوڑ دینے کی وجہ سے عدمِ سوال کی صورت اسے بھی شامل ہے جب وعدہ کیا ہو اور نہ دیا ہو حالانکہ یہ صورت اختلافی نہیں جب کہ وعدہ تکمیل نماز سے پہلے ہوگیا ہو بلکہ یہ بالاتفاق مانع، ناقض اور مبطل ہے خواہ اس کے خلاف ظاہر ہو یا نہ ہو۔ یہ چھ صورتیں ہیں جن میں سے چار ثلاثی اور دو سداسی ہیں اس لیے کہ ان کا کلام، صاحبِ بحر کے کلام کی طرح خارج نماز سے خاص نہیں تو کل چوبیس صورتیں ہوئیں۔ اسی طرح جب بعد نماز وعدہ ہو اور اس کے خلاف نہ ظاہر ہو اور یہ دو صورتیں ہیں دونوں ہی سداسی ہیں تو چھتیس ۳٦ قسموں تک غلطی سرایت کر آئی۔ اور اگر میرا استظہار اور وعدہ کو اگرچہ بعد ہی میں ہو مطلقاً مبطل قرار دینا تسلیم نہ ہو تو دو یعنی بارہ صورتوں کا اور اضافہ ہوگا اور غلطی اڑتالیس صورتوں کو شامل ہوجائے گی۔

وثالثا قوله[5] وان سأل فمنع یشمل کما صرح به السؤال قبل الصلاة

ثالثا ان کا قول "وان سأل فمنع" (اگر مانگنے پر اس نے انکار کیا) جیسا کہ انہوں نے

---

[1] هی ۹ و ۱۰ و ۱۳ و ۱۴ (م) (یہ ۹، ۱۰، ۱۳، ۱۴ ہیں۔ ت)

[2] هما ۱۷ و ۱۸ (م) (یہ ۱۷ اور ۱۸ ہیں۔ ت)

[3] هما ۲۲ و ۲٦ (م) (یہ ۲۲ اور ۲٦ ہیں۔ ت)

[4] هما ۲۱ و ۲۵ (م) (یہ ۲۱ اور ۲۵ ہیں۔ ت)

Marfat.com

بعــد ها فيشمل المنع قبلهـا و
ـد ها فتخصيص المنـع بما قبلها
قوله ولا فائدة الخ لا فـائـدة فيـــه
قـد يوهـــم ان ليس الحكم كـذا
منع بعـد هـا ثم اعطى وليس كـذلك
ماقـدمنـا فى شرح القانون الصـدرى
المسألة العـاشـــرة فالوجه اسقـاط
لفظة قبلها۔

ورابعا لم تكن حاجـة الى
التشقيق بالظنين والتشكيك من اول
الامر لانه انما تمس اليـه الحاجة فيما اذا
لم يسأل ولم يعط ولم يعد وهى خلافية على
فرض الخلاف ۔

وخامسا حط كلامه فى هذا
اعنى الـذى جعـله خلافيـة على انـه
ان ظن العطاء فالمختار مذهب الصاحبين
اى سواء كان الموضع موضع عزة المـاء
او موضع بذله بدليل اطلاقه هنـا
والتفصيـل فى المنع والشك وان ظن
المنع فان كان الموضع موضع العـــزة
فالمختار مذهب الامام وان كان
موضـع البـذل او شك فى موضع العـــزة
فقولهما احوط وقوله اوسع ولا ادرى
لم ترك الشك فى موضع البذل ۔

تصریح کی قبل نماز اور بعد نماز دونوں وقت مانگنے کو شامل ہے تو قبل نماز اور بعد نماز انکار کو بھی شامل ہوگا تو اپنی عبارت "ولا فائدة فى العطاء بعدها بعد المنع قبلها" (بعد نماز دینے میں کوئی فائدہ نہیں اس کے بعد کہ نماز سے پہلے انکار کر دیا ہو) میں منع کو قبل نماز سے خاص کرنے میں کوئی فائدہ نہیں بلکہ اس سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ اگر بعد نماز انکار کیا پھر دے دیا تو یہ حکم نہیں حالانکہ ایسا نہیں جیسا کہ قانون صدر الشریعۃ کی شرح اور مسئلہ دہم میں ہم بیان کر چکے۔ تو مناسب یہی تھا کہ لفظ "قبلها" ساقط کر دیا جاتا۔

رابعا اوّل امر سے ہی دونوں ظن اور شک کی شقیں نکالنے کی کوئی ضرورت نہ تھی اس کی ضرورت تو اس وقت ہوتی ہے جب اِس نے نہ مانگا اور اس نے نہ دیا نہ وعدہ کیا ـــــ اور یہی اختلافی صورت ہے اگر فرض کیا جائے کہ خلاف ہے۔

خامسا جس کو خلافی قرار دیا ہے اس میں اپنا کلام اس پر اتارا کہ اگر اسے ظن عطا ہو تو مختار صاحبین کا مذہب ہے یعنی خواہ وہ جگہ پانی کی کم یابی کی ہو یا پانی دیے جانے کی جگہ ہو اس کی دلیل یہاں اس کو مطلق ذکر کرنا اور منع و شک میں تفصیل کرنا ہے اگر اسے ظن منع ہو اگر وہ جگہ پانی کی کمیابی کی ہو تو مختار امام صاحب کا مذہب ہے اور اگر جگہ پانی خرچ کیے جانے کی ہو یا اسے پانی کی کمیابی کی جگہ میں شک ہو تو صاحبین کے قول میں زیادہ احتیاط ہے اور امام صاحب کے قول میں زیادہ وسعت ہے۔ پتا نہیں بذل کی جگہ شک ہونے کا ذکر کیوں چھوڑ دیا۔ (ت)

Marfat.com

فان قیل الاصل فی الماء الاباحۃ فلا یعتری الشک الا فی محل العزۃ۔

اقول فکیف ظن المنع فی محل البذل فان جاز ذلک لامور خارجۃ فالشک اولیٰ۔

اگر کہا جائے کہ پانی میں اصل اباحت ہے تو شک صرف اسی جگہ ہوگا جہاں پانی کم یاب ہو۔

اقول (میں کہوں گا) پھر بذل (دے دئے جانے) کی جگہ ظن منع کا ذکر کیسے کیا؟ اگر خارجی امور کی بنا پر اس کے ذکر کا جواز تھا تو شک کا بدرجۂ اولیٰ ہوگا۔

وسادسا لم کان الاحوط قولهما عند ظن المنع فی محل البذل لا فی محل العزۃ فقد حققنا فی المسألۃ السادسۃ ان ذکر الموضع ذکر المظنۃ والمناط حقیقۃ ظنہ ولربما یظن العطاء فی محل المنع والمنع فی محل العطاء ظناً صحیحًا صادقاً ناشئا عن دلیل معتمد فان ادیر الامر علی ظنہ کما ھو التحقیق سقط الفرق بحال المحل وکان الاحوط قولهما اذا شک فی محل ما مطلقا لا اذا ظن المنع ولو فی محل البذل وان حکم بالمظنۃ مع قطع النظر عن ظنہ فلم جعلتم المختار قولهما فی ظن العطاء ولو کان فی محل العزۃ۔

سادسا قول صاحبین میں زیادہ احتیاط ظن منع کے وقت صرف کم یابی ہی کی جگہ کیوں ہے؟ ہم نے مسئلہ ششم میں تحقیق کی ہے کہ جگہ کا ذکر ایک جائے گمان کا ذکر ہے ورنہ مدار حقیقت ظن پر ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کبھی منع کی جگہ اسے عطا کا گمان ہو اور عطا کی جگہ منع کا، ایسا صحیح گمان جو کہ معتمد دلیل سے پیدا ہوا ہو۔ تو اگر مدار کار اس کے گمان پر ہو جیسا کہ یہی تحقیق ہے —— تو حالت محل کا فرق ساقط ہو جائیگا اور قول صاحبین میں مطلقاً زیادہ احتیاط ہوگی جبکہ کسی بھی جگہ شک ہو نہ اس وقت جبکہ اسے منع کا ظن ہو اگرچہ بذل کی جگہ۔ اور اگر اس کے ظن سے قطع نظر کرکے مظنہ پر حکم ہے تو آپ نے صاحبین کا قول اس صورت میں مختار کیسے ٹھہرایا جبکہ اسے ظن عطا ہو اگرچہ وہ کم یابی کی جگہ ہو۔

وسابعا ان ارید بالاحوط ما فیہ الخروج عن العھدۃ بیقین کان قولهما احوط مطلقا وان ارید بہ الاقوی دلیلا فکیف یکون احوط عند الشک فقد حققنا اٰخر المسألۃ السادسۃ

سابعا اگر احوط سے مراد وہ ہو جس میں یقینی طور پر عہدہ برآ ہونا ہو تو صاحبین کا قول مطلقاً احوط ہوگا —— اور اگر اس سے مراد وہ ہو جس کی دلیل زیادہ قوی ہے تو وہ شک کے وقت احوط کیسے ہوگا؟ ہم نے تو مسئلۂ ششم کے آخر میں تحقیق کی ہے کہ شک

Marfat.com

الثالث ملحق بظن المنع اى هنا تمت قوانين العلماء مع مالها وعليها الأن أن اذكر ما افاض من فيض القدير على العاجز الفقير فاقول وبالله التوفيق۔

ظن منع سے ملحق ہے۔ یہاں تک قوانین علما مع شرح فوائد وذکر ایرادات تمام ہُوئے۔ اب ہم وہ بیان کرتے ہیں جو فیض قدیر سے عاجز فقیر پر فائض ہُوا۔ **فاقول** (میں کہتا ہوں) اور توفیق اللہ تعالٰے سے ہے۔ (ت)

الرابع القانون الرضوی

العطاء بعد الوقت لا یؤثر فیما مضی

چہارم: قانون رضوی

وقت کے بعد دینا جو نافذ ہوچکا اس میں مؤثر

وانما لم یذکره علی طریق التشقیق قصدا وما للاختصار فان العبارة تطول فیه کأن تقول لا یخلو اما ان یعطی او یعد او یمنع او یسکت اولا شیئ علی الاول اما ان یعطی فی الوقت او بعده فان کان فی الوقت فاما بعد ختم الصلاة عقیب اباء حقیقی او حکمی کان قبل الصلاة او بعدها اولا وان کان بعده فلا یخلو اما ان کان علمه فی الوقت ولم یسأله اولا وعلی الثانی اما ان یعد بعد الصلاة ویظهر خلفه اولا وعلی الثالث یکون المنع قبل فعل کالتیمم والصلاة او بعده وعلی الرابع اما ان یلحقه العطاء

اختصار کے ارادہ سے تشقیق کے طور پر اس کا ذکر نہ ہوا اس لیے کہ اس میں عبارت لمبی ہو جاتی ہے۔ مثلاً یُوں کہا جائے۔ اس سے خالی نہ ہوگا کہ یا تو دے یا وعدہ کرے یا انکار کرے یا خاموش رہے یا کچھ نہ ہو — بر تقدیرِ اوّل یا تو وقت میں دے گا یا اس کے بعد — اگر وقت میں دے تو یا تو ختم نماز کے بعد دے گا اس انکارِ حقیقی یا حکمی کے بعد جو نماز سے پہلے رہا ہو یا نماز کے بعد — یا ایسا نہیں ہوگا — اور اگر وقت کے بعد ہو تو اس سے خالی نہیں کہ یا تو وقت کے اندر علم ہوا اور اس سے نہ مانگا — یا ایسا نہ ہوگا — اور بر تقدیرِ ثانی یا تو بعد نماز وعدہ کرے گا اور اس کا خلف ظاہر ہوگا یا ایسا نہ ہوگا — اور بر تقدیرِ سوم انکار کسی فعل مثلاً تیمم ونماز سے پہلے ہوگا یا اس کے بعد — اور بر تقدیرِ رابع یا تو عطا اسے وقت کے

(باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

الا اذا علم ولم یسأل فیه اصلا وفیه مؤثر مطلقا الا اذا کان بعد الصلاة عقیب اباء سابق اولاحق ولوحکمیا و الوعد کھذا الا اذا[اذا العطاء فی الوقت ۱۲] کان بعد الصلاۃ وظہر خلفه والمنع لا یمنع شیأ ولا یرفع والسکوت منع الا اذا لحقه العطاء فی الوقت قبل ان یراه یتیمم ویصلی وان لم یعط ولم یعد ولم یسأل فان ظن العطاء بطلت و الا تمت۔

نہیں مگر جبکہ علم ہوا اور وقت کے اندر بالکل نہ مانگے اور وقت کے اندر دینا مطلقاً مؤثر ہے مگر جبکہ نماز کے بعد انکار سابق یا لاحق کے بعد ہو خواہ انکار حکمی ہی ہو ـــــ وعدہ بھی اسی (وقت میں دینے) کی طرح ہے مگر جب کہ نماز کے بعد ہو اور اس کے خلاف ظاہر ہو جائے ـــــ اور منع کسی چیز کو رو کنے اور ختم کرنے والا نہیں ـــــ اور سکوت منع ہی ہے مگر جب کہ اسے وقت کے اندر دینا لاحق ہوا اس سے پہلے کہ اسے تیمم کرتے اور نماز پڑھتے دیکھے ـــــ اور اگر نہ دیا نہ وعدہ کیا نہ اس نے مانگا اگر دینے کا ظن رہا ہو نماز باطل ہو گئی ورنہ تام ہے۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فی الوقت قبل ان یتیمم ویصلی[۱۰] اولا[۱۱] وعلی الخامس اما ان یظن العطاء[۱۲] اولا فهی اثنا عشر لا تزید ولا حاجة فهذا ابیات الشقوق ثم یفیض فی بیان الاحکام فیطول الکلام فادمجنا الاقسام فی بیان الاحکام واختصرنا الکلام مع الاستیعاب التام والحمد لله ذی الجلال والاکرام وقد علمت انا لم نقسم قسمین الاحیث یختلفان فی الحکم وحصرنا الاربعمائة والستة والعشرین فی اثنی عشر بل رددناها فی المتن الی عشرة کما تری و لله الحمد ۱۲ منه غفرله (م)

اندر تیمم و نماز کی ادائیگی سے پہلے لاحق ہو گی یا ایسا[۱۰] نہ ہوگا[۱۱] ـــــ اور بر تقدیر خامس یا تو اسے ظن عطا ہوگا یا نہیں[۱۲] ـــــ یہ بارہ[۱۲] صورتیں ہیں زیادہ نہیں۔ اور اس کی حاجت نہیں کیونکہ یہ تو شقوں کا بیان ہے پھر احکام کا بیان چلے گا تو کلام اور دراز ہوگا اس لیے ہم نے اقسام کو بیان احکام ہی میں ملا دیا اور مکمل احاطہ کے باوجود کلام مختصر رکھا ـــــ اور ساری حمد عزت و بزرگی کے مالک خدائے برتر ہی کے لیے ہے ـــــ یہ بھی معلوم ہوا کہ ہم نے دو[۲] قسمیں وہیں کی ہیں جہاں ان دونوں کا حکم مختلف ہو اس طرح چار سو چھبیس[۴۲۶] کو ہم نے بارہ[۱۲] میں محصور کیا بلکہ متن میں بارہ[۱۲] کو بھی دس[۱۰] کی جانب پھیر دیا جیسا کہ پیش نظر ہے۔ اور خدا تعالٰی ہی کے لیے ساری تعریف ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

Marfat.com

وبه تمت الضابطة لجميع صور الاربعمائة والستة والعشرين الباطلة * بيانه انى رددت الاقسام الى عشرة لانه اما ان يعطى اويعد اويسكت اويمنع اولا شئ ولايكون الثالث الا بعد السؤال ولا الخامس الا بدونه و الاولان شاملان لهما فيصلحان للتثنية يكون كل بعد السؤال اوبلا سؤال -

ان ہی الفاظ میں تمام چار سو چھبیس [۴۲۶] منضبط صورتوں کے لیے ضابطہ مکمل ہو گیا ——— **اس کا بیان** یہ ہے کہ میں نے ساری قسموں کو دس صورتوں کی جانب پھیر دیا ہے —— وہ اس لیے کہ یا تو وہ دے [۱] گا یا وعدہ [۲] کرے گا یا سکوت [۳] کرے گا یا منع [۴] کرے گا یا کچھ نہ [۵] کرے گا۔ اور تیسری صورت سوال کے بعد ہی ہو گی ، اور پانچویں بلا سوال ہی ہو گی۔ اور پہلی دونوں، سوال عدم سوال دونوں کو شامل ہیں تو وہ دو دو ہونے کی صلاحیت رکھتی ہیں اس طرح کہ ہر ایک بعد سوال ہو گی یا بلا سوال۔ (ت)

فالعطا [۱] قسم واحد وهو غير الأجل الذى يتأخر عن السؤال بزمان فلابد ان يتقدمه وعد او صمت او منع وهذا مقابل لها فى التقسيم فلا جرم انيكون عاجلا اى على فور السؤال اولا عاجلا ولا أجلا بل بدون سؤال -

تو عطا [۱] ایک قسم ہے ——— اور یہ عطائے آجل نہیں جو زمان میں سوال سے کچھ بعد میں ہوتی ہے تو ضروری ہے کہ اس سے پہلے وعدہ یا خموشی یا انکار ہو۔ اور یہ تقسیم میں ان سب کے مقابل ہے۔ تو ضروری ہے کہ عاجل ہو۔ یعنی سوال ہوتے ہی دینا ہو ——— یا نہ عاجل ہو نہ آجل بلکہ بغیر سوال ہو۔

والوعد [۲] والمراد به الرجائى حال بقاء الماء كما هو المتبادر من اطلاقه ثلثة اقسام لانه اما [۱] قبل تمام الصلاة او بعده [۲] وفى هذا ظهر خلفه اولا [۳] -

وعدہ [۲] ——— اس سے مراد ہے وعد رجائی جو بقائے آب کی حالت میں ہو جیسا کہ اطلاق سے یہی متبادر ہوتا ہے اس کی تین قسمیں ہیں اس لیے کہ یا تو [۱] قبل تکمیل نماز ہو گا یا [۲] بعد تکمیل اور اس میں یا تو اس کا خلف ظاہر ہو گا یا ایسا [۳] نہ ہو گا۔

والسكوت قسمان لانه يعطى [۵] بعده فى الوقت قبل الاطلاع على تيممه وصلاته اولا [۶] -

سکوت کی دو قسمیں ہیں ——— اس لیے کہ وہ بعد [۵] سکوت وقت کے اندر اس کے تیمم و نماز پر اطلاع سے پہلے پانی دے دے گا یا ایسا [۶] نہ ہو گا۔

Marfat.com

والمنع قسمان يعطي قبل تمام الصلاة اولا۔

والخامس قسمان كان يظن العطاء اولا فهي عشرة وكل منحاز عن صاحبه بحكم فما فرقت الا لافتراق الحكم۔

انکار کی بھی دو قسمیں ہیں یا تو قبل تکمیل نماز دے گا یا نہ دے گا۔

پانچویں کی بھی دو قسمیں ہیں۔ اسے ظنِ عطا تھا یا نہیں۔ یہ دس صورتیں ہیں اور ہر صورت دوسری سے حکم میں جُدا ہے کیونکہ حکم الگ ہونے ہی کی وجہ ان کو الگ الگ کیا گیا ہے۔ (ت)

بیان احاطتها الاقسام

(۱) العطاء غير اجل مواقعه ستة قبل التيمم او بعده قبل الصلاة او فيها او بعدها في الوقت قبل الاطلاع المذكور او بعده او بعد الوقت الاولان ثلاثيان بالظن والشك و البواقي سداسيات باضافة الرؤية في الصلاة او قبلها فكانت ثلثين و بتثنية كونه بعد سؤال او بدونه كان ينبغي ان تكون ستين غير ان الستة الاخيرة اعني التي بعد الوقت لا تثنى لان السؤال لصلاة الوقت لا يكون بعد الوقت فتبقى اربعة و خمسين اربعة و عشرون منها بالسؤال وثلثون بلا سؤال۔

اس کا بیان کہ یہ صورتیں ساری قسموں کو محیط ہیں

(۱) عطائے غیر آجل کے مواقع چھ ہیں: (۱) قبل تیمم (۲) بعد تیمم قبل نماز (۳) یا اندرونِ نماز (۴) یا بعد نماز وقت کے اندر، اطلاع مذکور سے پہلے (۵) یا اطلاع مذکور کے بعد (۶) یا وقت کے بعد ــــ پہلی دونوں صورتیں ظنِ عطا و منع اور شک کی وجہ سے ثلاثی ہیں اور نماز کے اندر دیکھنے یا اس سے قبل دیکھنے کے اضافہ کی وجہ سے باقی سب سُداسی ہیں تو تیس ہوئیں۔ اور عطا کے بعد سوال یا بلا سوال ہونے سے ہر ایک کو دو کر کے ساٹھ ہو جانا چاہئے تھا مگر آخری چھ صورتیں یعنی جو وقت کے بعد ہو ــ ڈبل نہیں ہوسکتیں۔ اس لیے کہ نماز وقت کے لیے مانگنا وقت کے بعد نہ ہو گا تو چوّن صورتیں رہ جائیں گی، چوبیس سوال والی اور تیس بلا سوال۔

حكمه

حكمه التاثير اي ان وقع قبل التيمم منعه او بعده نقضه او في الصلاة قطعها او بعدها ابطلها غير ان الابطال فيما اذا سأل في الصلاة مضاف الى السؤال

اس عطا کا حکم یہ ہے کہ (بہرحال) مؤثر ہے۔ یعنی (۱) اگر یہ دینا قبل تیمم ہو تو تیمم سے مانع ہو گا۔ (۲) اگر بعد تیمم ہو تو اسے توڑ دے گا (۳) اگر دورانِ نماز ہو تو اسے قطع کر دے گا (۴) بعد نماز ہو تو اسے باطل کر دے گا۔ مگر یہ کہ اندرون نماز مانگنے کی صورت میں

Marfat.com

بسبق العطاء نقض التيمم ـ

(۲) وعد قبل تمام الصلاة مواقعه الثلثة الاول ثلاثيان ثم سداسي ويحتمل الكل اربعة وجوه لاغير على ما قدمنا تحت قانون البحر يعطي في الوقت او بعده او لا يعطي فيظهر خلفه او لا فهي اربعة وعشرون في الاولين ومثلها في الثالث فكانت ثمانية واربعين في ربعها اعني اثنى عشر العطاء بعد الوقت وهي لا تثنى كما علمت و ستة وثلثون البواقي تثنى فالمجموع اربعة وثمانون ـ

حکمه الآثار الثلثة بالوجه المذكور

(۳) وعد بعد الصلاة فظهر خلفه له وجهان ان لا يعطي اصلا من دون عذر او يعطي بعد الوقت لما قدمنا ان الوعد في حاجة موقتة يتعلق بالوقت خاصة وعلى كل يكون بعد الاطلاع او بدونه والكل سداسي فهي اربعة وعشرون نصفها الاول اعني ما لا اعطاء فيها تثنى فتصير اربعة وعشرين ونصفها الآخر اعني العطاء بعد الوقت لا يثنى لما مر فيكون الكل ستة وثلثين اثنا عشر منها للسؤال ـ

ابدال کی نسبت مانگنے کی جانب ہے تو عطا، کی وجہ سے تیمم ٹوٹتا رہے گا۔

(۲) وعدہ قبل تکمیل نماز — اس کے مواقع وہ پہلے تینوں مواقع ہیں — دو ثلاثی پھر ایک سداسی ہے، اور ہر ایک میں چار صورتوں کا احتمال ہے۔ زیادہ نہیں جیسا کہ قانونِ بحر کے تحت ہم نے پہلے بیان کیا۔

(۱) وقت میں دے دے گا (۲) بعد وقت دے گا۔

(۳) نہ دے گا تو اس کا خلف ظاہر ہوگا (۴) یا نہ ظاہر ہوگا — تو پہلی دونوں میں یہ چوبیس۲۴ ہو گئیں۔ ان ہی کے مثل تیسری میں ہوں گی تو اڑتالیس۴۸ ہوئیں ان کی چوتھائی یعنی بارہ۱۲ میں عطا بعد وقت ہے۔ اور یہ دوگنا نہ ہوں گی جیسا کہ معلوم ہوا، اور باقی چھتیس۳۶ دو۲ دو۲ ہوں گی تو کل چوراسی ہوئیں۔

حکم — وہی تینوں اثرات بطریق مذکور

(۳) وعدہ بعد نماز جس کا خلف ظاہر ہوا۔ اس کی دو۲ صورتیں ہیں (۱) یا تو بالکل نہ دے بغیر کسی عذر کے — (۲) یا وقت کے بعد دے — اس لیے کہ ہم بتا چکے کہ وقتی حاجت کے لیے وعدہ خاص وقت سے متعلق ہوتا ہے — اور بہر دو صورت یا تو بعد اطلاع مذکور ہوگا یا اس کے بغیر — اور ہر صورت سداسی ہے تو چوبیس۲۴ صورتیں ہوئیں، ان میں سے نصف اول — یعنی وہ جن میں عطا نہیں — ڈبل ہو کر چوبیس۲۴ ہو جائیں گی — اور نصف دیگر یعنی عطا بعد وقت والی — ڈبل نہ ہوں گی — وجہ گزر چکی — تو کل چھتیس۳۶ ہو جائیں گی جن میں سے بارہ سوال والی ہیں۔

Marfat.com

حکمه تمت۔

(۴) لم يظهر خلفه له ايضا وجهان يعطى فى الوقت اولا يعطى لنحو وجوه قدمنا فى المسألة الثامنة كأن كان قال له تعالى فى الوقت الفلانى اعطك فلم يذهب هذا او الاقسام ههنا ثمانية واربعون لان التقسيم كما بقه وههنا الفريقان مثنيان۔

حکمه يعيد الصلاة۔

(۵) سكت واعطى فى الوقت قبل الاطلاع حيث ان السكوت يتقدمه السوال فللسوال اربعة مواقع قبل التيمم او الصلاة او فيها او بعدها والعطاء على الاول رباعى كذلك وعلى الثانى ثلاثى باسقاط الاول وعلى الثالث كذلك لانه قطع الصلاة بالسوال ولم ينتقض تيممه فالعطاء اما ان يكون قبل المستانفة او فيها او بعدها وعلى الرابع ماله الا وجه واحد لانه لا يعيد الصلاة بالسكوت والاولان ثلاثيان فسبعتهما احد وعشرون والاخيران سداسيان فاربعتهما اربعة وعشرون و الكل خمسة واربعون۔

حکمه الآثار الثلثة۔

حکم — نماز تام ہے۔

(۴) اس کا خلاف ظاہر نہ ہوا۔ اس کی بھی دو صورتیں ہیں — وقت کے اندر دے دے گا یا نہ دے گا۔ اور اسی قسم کی وجہوں کے باعث جو ہم نے مسئلہ ہشتم میں بیان کیں۔ مثلاً اس سے کہا تھا فلاں وقت آنا تمہیں دوں گا۔ یہ نہ گیا — قسمیں یہاں اڑتالیس ہیں۔ اس لیے کہ تقسیم اس سے پہلے والی کی طرح ہے اور یہاں دونوں ہی فریق ڈبل ہیں۔

حکم — اعادہ نماز ہے۔

(۵) خاموش رہا اور وقت کے اندر قبل اطلاع مذکور دے دیا۔ چونکہ سکوت سے پہلے سوال ہوگا تو سوال کے چار مواقع ہیں (۱) قبل تیمم (۲) قبل نماز (۳) دورانِ نماز (۴) بعد نماز — اور بر تقدیر اول عطا کی بھی ایسے ہی چار چار صورتیں ہیں اور بر تقدیر دوم ثلاثی ہے — باسقاطِ اول — اور بر تقدیر سوم بھی ایسا ہی ہے۔ اس لیے کہ اس نے مانگ کر نماز توڑ دی اور اس کا تیمم ابھی نہ ٹوٹا — تو دینا از سرِ نو پڑھی جانے والی نماز سے پہلے ہوگا یا اس کے اندر یا اس کے بعد — اور بر تقدیر چہارم اس کی صرف ایک صورت ہے اس لیے کہ سکوت کی وجہ سے اس کو نماز کا اعادہ نہیں کرنا ہے — پہلی دونوں ثلاثی ہیں تو ان کی ساتوں مل کر اکیس ہونگی — اور آخر والی دونوں سُداسی ہیں تو ان کی چاروں چوبیس ہوں گی — اور کُل پینتالیس ہوں گی۔

حکم — تینوں اثرات۔

Marfat.com

(٦) سكت ولم يعط فى الوقت قبل الاطلاع
او فى الوقت بعد الاطلاع او بعده
او لا اصلا وفى كلها السؤال على مواقعه
الاربعة فكل من الاولين الثلاثيين
المثلثة وجوه العطاء وعدمه تسعة
وكل من الاخيرين السداسيين
ثمانية عشر فهى اربعة[۵۴] و
خمسون -

حكمه تمت -

(٧) منع فاعطى قبل تمام الصلاة
ولسؤاله ثلثة مواقع غير الاخير وكذا
للعطاء على الاول وعلى الباقيين اثنان
لانه بقطع الصلاة يستأنفها فهى سبعة
وكل فى الاولين ثلاثى فخمستها بخمسة
عشر وقسما الثالث سداسيان باثنى
عشر فهى سبعة و[۲۷]عشرون -

حكمه الأثار الثلثة لاجل
العطاء لا للمنع -

(٨) منع ولم يعط قبله فاما بعدها فى
الوقت قبل الاطلاع او بعده او بعد
الوقت اولا ولسؤاله المواقع الاربعة
ثلاثيان فيضرب اربعة اربعة وعشرون
وسداسيان ثمانية واربعون كلها
اثنان و[۷۲]سبعون -

(٦) خاموش رہا اور وقت کے اندر اطلاع مذکور سے قبل نہ دیا — یا تو وقت[۱] کے اندر بعد اطلاع نہ دیا یا وقت[۲] کے بعد نہ دیا یا بالکل[۳] نہ دیا —— اور ان میں سے ہر ایک میں سوال اپنے چاروں مواقع پر ہے۔
تو پہلی دونوں ثلاثی میں سے ہر ایک عطا و عدم عطا کی تین صورتوں کے ساتھ نو[۹] ہوگی —— اور بعد والی دونوں سُداسی میں سے ہر ایک اٹھارہ[۱۸] ہوگی۔
تو کل چوّن[۵۴] ہوں گی۔

حکم — نماز تام ہے۔

(٧) انکار کیا پھر قبل تکمیلِ نماز دے دیا۔ اس کے سوال کے تین مواقع ہیں آخری چھوڑ کر —— اسی طرح پہلی صورت میں عطا کے مواقع —— اور باقی دو[۲] میں دو[۲] ہیں اس لیے کہ نماز توڑ دینے کی وجہ سے اس کو ازسرِنو ادا کرے گا۔ تو یہ سات ہوئیں۔ اور اولین میں سے ہر ایک ثلاثی ہے تو ان کی پانچوں پندرہ[۱۵] ہونگی اور سوم کی دونوں قسمیں سداسی ہیں تو بارہ[۱۲] ہوں گی۔
کل ستائیس[۲۷] ہوں گی۔

حکم — تینوں اثرات، اس وجہ سے کہ عطا ہوئی، اس وجہ سے نہیں کہ انکار ہوا۔

(٨) انکار کیا اور قبل تکمیل نماز نہ دیا - یہ یا[۱] تو بعد نماز وقت کے اندر قبل اطلاع یا بعد[۲] اطلاع ہوگا، یا بعد وقت[۳] ہوگا یا ایسا[۴] نہ ہوگا —— اس میں سوال کے وہی چاروں مواقع ہیں —— دو ثلاثی تو چار سے ضرب دینے سے چوبیس[۲۴] صورتیں ہوں گی —— اور دو سداسی ہیں تو اڑتالیس[۴۸] ہوں گی۔ کُل بہتّر[۷۲] ہونگی۔

Marfat.com

حکمہ تمت۔

(۹) لم یکن شئ وظن العطاء هو علی وجهین بالرؤیة فی الصلاة او قبلها۔

حکم — نماز تام ہے۔

(۹) کچھ نہ ہوا اور اسے عطا کا گمان تھا۔ نماز کے اندر یا نماز سے قبل دیکھنے کی تقدیر کی وجہ سے اس کی دو صورتیں ہیں۔

حکمہ یعید

(۱۰) لم یکن شئ ولا ظن عطاء هی اربعة بالوجهین مع ظن المنع او الشك۔

حکم — نماز کا اعادہ کرے۔

(۱۰) کچھ نہ ہوا اور اسے ظن عطا بھی نہ تھا۔ دونوں وجہوں کو ظن منع یا شک کے ساتھ ملا کر اس کی چار صورتیں ہوں گی۔

حکمہ تمت۔

وبہ تمت احاطة الاقسام ÷

حکم — نماز تام ہے۔

اسی سے احاطۂ اقسام مع بیانِ احکام مکمل ہوگیا۔

عـہ وهذا جدول الاجمال باعتبار التقسیم الاول الی خمسة اقسام

التقسیم	الصور	[illegible]	[illegible]
عطا	۵۴	۲۴	۳۰
وعد	۱۶۸	۷۲	۹۶
سکوت	۹۹	۹۹	۰
منع	۹۹	۹۹	۰
خامس	۶	۰	۶
الکل	۴۲۶	۲۹۴	۱۳۲

وهذا بعینه ماحصل بالتقسیم الاول تحت قانون البحر فتوافقهما مع شدة تباینهما فی الطریق دلیل الصحة والتحقیق ۱۲ منه غفر له (م)

پانچ اقسام کی طرف تقسیم اول کے اعتبار سے یہ اجمالی نقشہ ہے۔

اقسام	صورتیں	[illegible]	[illegible]
عطا	۵۴	۲۴	۳۰
وعدہ	۱۶۸	۷۲	۹۶
سکوت	۹۹	۹۹	۰
منع	۹۹	۹۹	۰
خامس	۶	۰	۶
میزان	۴۲۶	۲۹۴	۱۳۲

بعینہ یہی قانون بحر کے تحت تقسیم اول سے حاصل ہوا تو طرق میں شدید مباینت کے باوجود دونوں کا باہم موافق ہوجانا صحت وتحقیق کی دلیل ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

Marfat.com

مع بیان الاحکام ۔ والحمد الدائم لولی الانعام ۔ ذی الجلال والاکرام ۔ و افضل الصلاة والسلام علی السید المنعام ۔ وآله الکرام ۔ وصحبه العظام ۔ وامته الی یوم القیام ۔ آمین۔

اور دائمی حمد ہے ولی انعام مالک عزت وبزرگی کیلئے۔ اور افضل درود وسلام بہت انعام فرمانے والے آقا، اور ان کی کریم آل، عظیم اصحاب اور ان کی امت پر روزِ قیامت تک — الٰہی قبول فرما!

تنبیه اتبعناهم فی ترك اقسام الوعد باظهار النفاد والوعد الابائی و المنع بعد العطاء مع ذکرهم العطاء بعد المنع ۔

چند اقسام دیگر پر تنبیہ: درج ذیل قسموں کو ترک کرنے میں ہم نے بھی ان ہی حضرات کی پیروی کی: (۱) پانی ختم ہونے کا اظہار کرکے وعدہ (۲) وعدۂ ابائی (۳) منع بعد عطا — جبکہ ان حضرات نے عطا بعد منع کو ذکر کیا ہے۔

فان قیل لا اثر لهذه لما مر ان الوعد بعد النفاد لا یعتبر والوعد الابائی لا اثر له فی الوقت الحاضر بل فی الوقت الموعود به والمنع بعد العطاء ان اثر فاباحة تیمم منعه العطاء لا غیر کما قدمت فی المسألة العاشرة

اگر کہا جائے کہ اس کا کوئی اثر نہیں اس لیے کہ ختم ہونے کے بعد وعدہ کا اعتبار نہیں اور موجودہ وقت میں وعدۂ ابائی کا کوئی اثر نہیں بلکہ وقت موعود میں ہے — اور دینے کے بعد انکار اگر اثر کرے گا تو یہی کہ وہ تیمم جو عطا سے ممنوع ہوگیا تھا اب مباح ہوجائے گا کچھ اور اثر نہ ہوگا جیسا کہ مسئلہ دہم میں بیان ہوا۔

اقول الیس هذا اثرا والوعد کیفما کان ان لحقه العطاء قبل تمام الصلاة تحصل الآثار الثلثة وان کان حصولها بالعطاء کما بالعطاء قبله بعد المنع وان لم یلحقه جاز تیممه وبقی وتمت الصلوة۔

وقد ذکروا المنع ولا اثر له الا هذا وذکر المنع لا یغنی عنه فانه من الوعد فیشتبه الامر فیه

اقول کیا یہ اثر نہیں۔ اور وعدہ جیسا بھی ہو اگر قبل تکمیل نماز اسے عطا لاحق ہوئی تو تینوں اثرات حاصل ہوں گے اگرچہ یہ عطا سے حاصل ہوں گے جیسا کہ اس سے قبل، منع کے بعد دینے سے — اگر عطا نہ لاحق ہو تو اس کا تیمم جائز وباقی اور نماز تام ہے۔

علما نے انکار کا ذکر کیا ہے اور اس کا سوائے اس کے کوئی اثر نہیں اور انکار کا ذکر کارآمد نہیں اس لیے کہ وہ وعدہ سے (انکار)

Marfat.com

ثم قد ذكروا العطاء بعد الاباء و
خصوه بالعطاء بعد الصلاة وهو
لا اثر له اصلا وانما ذكروه لبيان
خلوه عن الاثر فان اردنا ايرادها
زدنا في الضابطة ان الوعد
باظهار النفاد والوعد الاباء في
كلاهما لا اثر له الا اذا لحقه العطاء
قبل تمام الصلاة ولا يسمع منع بعد
عطاء الا اذا بقي الماء ولم يخرج عن
ملك المعطي فيبيح التيمم ان منعه (عـه)
العطاء واذن تصير اقسام الوعد سبعة
لانه باظهار نفاد الماء او بدونه على
الاول يعطي قبل ختم الصلاة موؤلا [1]
بسهوه مثلا اولا [2] وعلى الثاني اما ان
يعد ابائيا [3] يعطي بعده قبل تمام
الصلاة لان تاجيل وعده لا يمنعه
عن تعجيله اولا [4] واما رجائيا [5] وقع
قبل تمامها او بعده [6] وفي
هذا اظهر خلفه اولا [7].

والمنع ثلثة باضافة

ہے تو معاملہ اس میں مشتبہ ہو جائے گا۔ پھر عطا
بعد انکار کا ذکر کیا ہے اور اسے عطا بعد نماز سے خاص
کیا ہے۔ اس کا بھی کوئی اثر نہیں۔ اس کی بے اثری
بتانے ہی کے لیے علما نے اسے ذکر کیا ہے۔ اگر ہم
اسے بھی لانا چاہیں تو ضابطہ میں یہ اضافہ کر دیں گے
کہ ختم ہونے کا اظہار کر کے وعدہ اور وعدہ ابائی دونوں
بے اثر ہیں مگر جب کہ قبل تکمیل نماز انھیں عطا لاحق ہو۔
اور منع بعد عطا مسموع نہیں مگر جب کہ پانی باقی ہو اور
دینے والے کی ملک سے باہر نہ ہوا ہو تو تیمم کو مباح
کر دے گا اگر عطا اس سے مانع ہو۔ اور اب وعدہ کی
قسمیں سات ہو جائیں گی ـــــ اس لیے کہ وعدہ
پانی ختم ہونے کے اظہار کے ساتھ ہوگا یا اس کے
بغیر ہوگا ـــــ بر تقدیر اول ختم نماز سے پہلے۔ مثلاً
اپنے بھول جانے کا عذر کرتے ہوئے دے دے گا۔
(۲) یا نہیں ـــــ بر تقدیر ثانی (۳) یا تو ایسا وعد
ابائی کرے گا جس کے بعد قبل تکمیل نماز دے دے
اس لیے کہ وعدہ کو مؤجل کرنا اس کی تعجیل سے مانع
نہیں (۴) یا ایسا نہ ہوگا (۵) یا وعدہ رجائی کریگا
جو قبل تکمیل نماز واقع ہو (۶) یا اس کے بعد ہو
اور اس میں اس کا خلف ظاہر ہو (۷) یا ایسا
نہ ہو۔
اور منع کی تین قسمیں ہو جائیں گی اس کا اضافہ

عـه احتراز عن البيع بخيار البائع كما تقدم في المسألة العاشرة ١٢ منه غفرله (م)

بیع بشرط خیار بائع سے احتراز ہے، جیسا کہ مسئلہ دہم میں گزرا ١٢ منہ غفرلہ (ت)

Marfat.com

فاذا كان بعد العطاء مع بقاء الماء و ملكه اما خلوفه وهو الممتع بعد ما نفد او خرج عن ملك المانع فلا يحتاج الى ادخاله فى الاقسام لانه لا يرجى الا من مجنون فتصير جميع الاقسام خمسة عشر۔

اما انواع هذه الخمسة المزيدة

فاقول:

(١) وعد باظهار النفاد و اعطى قبل تمام الصلاة صوره ثمان واربعون۔

حكمه التأثير۔

(٢) وعد كذلك ولم يعط قبل تمامها صوره ١٩٢۔

حكمه تمت ويظهر لك هذا بتاليه لان هذا الوعد لا يخالف الاباى احكاما ولا اقساما اجمالا و لا تفصيلا۔

(٣) وعد ابائيا و اعطى قبل تمام الصلاة مواقعه ثلثة،

(i) قبل التيمم

(ii) او الصلاة

(iii) او فيها

فعلى الاول الثلاثى للعطاء المواقع الثلثة وعلى الثانى الثلاثى اثنان فخمسة فى ثلثة خمسة عشر و بالتثنية

کر دینے کی وجہ سے جو منع بعد عطا پانی اور ملک باقی رہنے کے ساتھ ہو لیکن اس کا خلاف۔ وہ یہ کہ پانی ختم ہونے کے بعد یا مانع کی ملک سے نکل جانے کے بعد منع ہو۔ تو اسے داخل اقسام کرنے کی ضرورت نہیں کہ ایسا منع انکار مجنون کے سوا کسی سے متوقع نہیں — اب کل اقسام پندرہ ہو جائیں گی۔

لیکن ان اضافہ شدہ پانچ کی نوعیں

فاقول (تو میں کہتا ہوں):

(١) ختم ہونا ظاہر کر کے وعدہ کیا اور تکمیل نماز سے پہلے دے دیا۔ اس کی اڑتالیس صورتیں ہیں۔

اس کا حکم مؤثر ہے۔

(٢) اسی طرح وعدہ کیا اور قبل تکمیل نماز نہ دیا۔ اس کی ١٩٢ صورتیں ہیں۔

حکم — نماز تام ہے — یہ اپنے بعد والی دونوں قسموں سے واضح ہو گی اس لیے کہ یہ وعدہ احکام اقسام، اجمال، تفصیل کسی وعدہ ابائی کے برخلاف نہیں۔

(٣) وعدہ ابائی کیا اور قبل تکمیل نماز دے دیا۔ اس کے تین مواقع ہیں:

(i) قبل تیمم

(ii) قبل نماز

(iii) اندرون نماز

تو اوّل ثلاثی میں عطا کے تینوں مواقع ہیں۔ اور دوم ثلاثی میں دو ہیں تو پانچ کو تین میں ضرب دینے سے پندرہ صورتیں ہوں گی اور پندرہ کو دو میں ضرب دینے سے

Marfat.com

ثلثون آما الثالث ففيه وجهان لان الوعد
في الصلاة ان كان بسؤاله فقد لزمه
استئناف الصلاة والامضت لان هذا
الوعد لا ينقض التيمم فعلى الثاني
ما للعطاء الا وجه واحد ان يعطي
قبل تمام هذه الصلاة وعلى الاول
يحتمل ان يعطي قبل شروع الصلاة
المستأنفة اوفيها فصار الثالث وهو
سداسي على ثلثة وجوه بثمانية عشر
ومع الثلثين ثمانية واربعون[۴۸] ۔

حكمه التأثير للوعد فانه منع
بالنظر للوقت بل للعطاء ۔

(۴۱) وعدا بائيا ولم يعط قبل تمامها له
المواقع الخمسة بزيادة ما بعد الصلاة
مطلعا او غير مطلع فان كان قبل التيمم
او الصلاة احتمل اربعة :

(۱) ان يعطي بعد الصلاة في الوقت مع الاطلاع ۔
(۲) او بدونه
(۳) او بعد الوقت
(۴) او لا ۔

وان كان بعد الصلاة قبل الاطلاع
خرج الاول او بعده خرج الثاني لان العطاء
لا يخالف الوعد في هذين فان المراد
الاطلاع حين تيمم وصلى به ليتوهم او
يثبت ان السكوت اذ ذاك دليل المنع

تیس ہوں گی — تقدیر سوم پر دو صورتیں ہیں اس لیے
کہ نماز میں وعدہ اگر اس کے مانگنے پر ہوا تو اس پر
از سر نو نماز پڑھنا لازم ہے ورنہ نافذ و تمام ہو گئی
اس لیے کہ یہ وعدہ تیمم نہیں توڑتا ۔ تو دوسری صورت
میں عطا کی صرف ایک شکل ہو گی وہ یہ کہ قبل تکمیل نماز دے دے
اور پہلی صورت میں احتمال ہے کہ از سر نو پڑھی جانے
والی نماز شروع کرنے سے پہلے دے یا اس نماز کے
اندر ہی دے تو سوم جو شداسی ہے تین شکلوں پر
ہو کر اٹھارہ ہو گئی ۔ تیس کے ساتھ مل کر کل
اڑتالیس[۴۸] ہوئیں ۔

حکم : تاثیر — وعدہ کی وجہ سے نہیں کیونکہ
یہ تو بنظر وقت منع ہے بلکہ عطا کی وجہ سے ۔

(۴۱) وعدا بائی کیا اور قبل تکمیل نماز نہ دیا ۔ نماز کے
بعد مطلع ہو کر یا غیر مطلع ردکر نہ دینے کی صورت کا اضافہ
کر کے اس کے پانچ مواقع ہوں گے — اگر تیمم یا
نماز سے پہلے ہو تو اس میں چار احتمال ہوں گے :

(۱) نماز کے بعد، وقت کے اندر اسے اطلاع دینا ۔
(۲) بغیر اطلاع دینا
(۳) بعد وقت دینا
(۴) ایسا کچھ نہ ہو ۔

اگر بعد نماز قبل اطلاع ہو تو احتمال اول خارج
ہو جائے گا — اور اگر بعد اطلاع ہو تو احتمال دوم
خارج ہو جائے گا ۔ اس لیے کہ ان دونوں میں عطا
خلاف وعدہ نہیں ۔ کیونکہ مراد ہے اس وقت اطلاع
جب تیمم کیا اور اس سے نماز ادا کی تاکہ یہ وہم یا ثبوت

Marfat.com

فان لكل من الاوليين الثلاثيين اثنا عشر ولكل من الاخريين السداسيين ثمانية عشر ففي ستون و بالتثنية مائة وعشرون۔

بقي الثالث الوسطا في انيكون الوعد في الصلاة فان لم يكن عن سؤاله احتمل ان يعطى بعدها في الوقت او بعده اولا وان كان بسؤاله فلاجل الاستئناف احتمل ان يعطى في الوقت بعد المستأنفة مع الاطلاع او بغيره او بعد الوقت اولا فهذه سبعة سداسيات باثنين و اربعين والكل مائة و اثنان وستون۔ ۱۶۲

حكمه تمت وينتقض تيممه الان ان اعطى۔

(۱۵) اعطى ثم منع و ملكه والماء باق هذا العطاء يحتمل انيكون بلا سؤال او بعده عاجلا او بعد وعد او صمت او منع و على كل يكون قبل التيمم او الصلاة او فيها او بعدها بالاطلاع او بدونه او بعد الوقت۔

و بالجملة جميع صور العطاء الأتية في سائر الاقسام الماضية و منها مؤثرات باحد الأثار الثلثة وهي كل القسم الاول اربعة وخمسون و ثلثة اسباع الثاني ستة وثلثون لان العطاء قبل التيمم او الصلاة او فيها وكل في الوقت

ہوسکے کہ اس وقت سکوت دلیل منع ہے۔

اب پہلی دونوں ثلاثی میں سے ہر ایک بارہ، اور بعد والی دونوں سُداسی میں سے ہر ایک اٹھارہ، تو یہ ساٹھ صورتیں ہوئیں اور دو میں ضرب دینے سے ایک سو بیس ہوئیں۔ ۱۲۰

تیسری درمیانی باقی رہ گئی وہ یہ کہ وعدہ نماز میں ہو، تو اگر اس کے سوال پر نہ ہو تو احتمال ہے کہ بنا کے بعد وقت کے اندر یا بعد وقت دے دے یا نہ دے اور اگر اس کے سوال پر ہے تو استیناف نماز کی وجہ سے احتمال پیدا ہوا کہ از سرِ نو پڑھی جانے والی نماز کے بعد وقت میں بحالتِ اطلاع یا بلا اطلاع دے دے، یا بعد وقت دے یا نہ دے۔ یہ سات احتمالات چھ کے سب سُداسی ہیں تو بیالیس ہوئے اور کُل ایک سو باسٹھ ہوئے۔ ۴۲ ۱۶۲

حکم: نماز تام ہے اور تیمم اس وقت ٹوٹ جائیگا اگر دے دے۔

(۱۵) دیا پھر منع کیا اور اس کی ملک اور پانی باقی ہے۔ اس عطا میں احتمال ہے کہ بلا سوال ہو یا بعد سوال فوراً ہو یا وعدہ یا خموشی یا انکار کے بعد ہو ــــ اور بہر تقدیر یا تو دینا قبل تیمم ہوگا یا قبل نماز یا اندرونِ نماز یا بعد نماز بحالتِ اطلاع یا بلا اطلاع یا بعد الوقت۔

بالجملہ آنے والی عطا کی ساری صورتیں گزشتہ ساری اقسام میں ہیں ــــ ان میں سے کچھ تینوں اثرات میں سے کوئی ایک اثر بھی رکھتی ہیں ــــ اور یہ قسم اول کی سبھی ہیں جن کی تعداد چوّن ہے اور ثانی کی ۳/۷ چھتیس ۳۶ ــــ اس لیے کہ عطا تیمم سے پہلے ہوگی یا نماز سے پہلے یا نماز کے اندر، اور ہر ایک وقت کے اندر

Marfat.com

بعد السؤال او بدونه او بعد الوقت فهي ثلثة
في كل والاولان ثلاثيان و الثالث سداسي
ونصف الرابع اربعة وعشرون وكل
الخامس خمسة واربعون والسابع سبعة
وعشرون والثاني عشر ثمانية واربعون مجموعها مأتان
واربعة وثلثون -

ومنها ما لايؤثر لكونه بعد الوقت
وهو ثلث الثالث اثنا عشر وثلث السادس
ثمانية عشر لان فيه وجهين للعطاء
ووجها للعدم ونصف العطاء بعد الوقت
فكان ثلث الكل -

وربع الثامن ثمانية عشر لان
فيه وجها للعدم العطاء وثلثة وجوه
للعطاء منها وجهان لما في الوقت فكان لعدم
الوقت ربع الكل ومن الثالث عشر ثمانية و
اربعون مجموعها ستة وتسعون و مع
المؤثرات ثلثمائة وثلثون فلتحزن فان هذه
لايفارق فيها المنع والعطاء في الموقع
اما في الفريق الثاني فظاهر لان العطاء بعد
الوقت فلايكون المنع الا بعده -

واما في فريق المؤثرات فلان الفرض
منعه قبل الاستعمال فان اعطى قبل
التيمم لايكون له ان يتيمم حتى يقع
المنع بعد التيمم وان اعطاه قبل
الصلاة لايكون له ان يصلي حتى يقع
في الصلاة وقس عليه و

بعد سوال یا بلا سوال یا بعد وقت ـــ تو ہر ایک
میں یہ تین ہیں ـــ اور پہلی دونوں ثلاثی ہیں تیسری
سداسی ہے اور چہارم کی نصف چوبیس[24] اور خامس
کی سبھی پینتالیس[45] اور سابع کی ستائیس[27] اور بارھویں
کی اڑتالیس[48]۔ کل دو سو چونتیس[234] ۔

ان میں سے کچھ غیر مؤثر ہیں کیونکہ بعد وقت ہیں ،
یہ سوم کی تہائی بارہ ہیں اور ششم کی تہائی اٹھارہ ـــ
اس لیے کہ اس میں عطا کی دو شکلیں ہیں اور عدم عطا
کی ایک شکل ہے اور نصف عطا بعد وقت تو کل کی
تہائی ہوئیں ۔

اور ہشتم کی چوتھائی اٹھارہ اس لیے کہ اس
میں عدم عطا کی ایک صورت ، اور عطا کی تین صورتیں
ہیں ۔ دو صورتیں اس کی ہیں جو وقت کے اندر ہو ۔ تو
عدم وقت کے لیے کل کی چوتھائی ہوئی اور تیرھویں سے
اڑتالیس[48] جن کا مجموعہ چھیانوے[96] ہوگا ـــ اور
مؤثرات کے ساتھ تین سو تیس[330] ۔ انھیں جمع کر لیا جائے
کہ ان کے اندر منع و عطا میں موقع کا اختلاف نہیں ۔
فریق ثانی میں تو ظاہر ہے اس لیے کہ عطا بعد وقت
ہے تو منع بھی بعد وقت ہی ہوگا ۔

اور فریق مؤثرات میں اس لیے کہ فرض یہ کیا گیا ہے
کہ استعمال سے پہلے منع کر دیا ہو تو اگر تیمم سے پہلے
دے دیا اسے تیمم کرنا روا نہ ہوگا یہاں تک کہ تیمم کے
بعد منع واقع ہو ـــ اور اگر نماز سے پہلے دے دیا
تو اس کے لیے نماز ادا کرنا روا نہ ہوگا یہاں تک کہ
منع اندرون نماز واقع ہو ـــ اور اسی پر قیاس کر لیا جائے ۔

Marfat.com

منها فی الوقت ولا یؤثر وھی ثلث السادس ثمانیة عشر ونصف الثامن ستة و ثلثون ومن الثالث عشر ثمانیة واربعون مجموعها مائة واثنان ففی ھذہ یمکن الافتراق لانه اذا اعطی فی الوقت ولم یؤثر فله ان لا یستعمل لماء الآن و یدخرہ للوقت الآتی فیصح المنع قبل استعماله بعد الوقت فھذہ تنقسم الی قسمین المنع فی الوقت وبعدہ فتصیر مائتین[٢٠٤] واربعة ومع المخزونات خمسمائة[٥٣٤] واربعة وثلثین ھذہ وجوہ ھذا القسم الخامس عشر۔

حکمه اباحة التیمم الآن ان کان العطاء منعه ولا اثر له علی ما مضی من تیمم او صلاۃ بل ان کان فللعطاء السابق مجموع ھذہ الاقسام الخمسة تسعمائة واربعة وخمسون و مع السابقات الف وثلثمائة وثمانون واللہ تعالٰی اعلم۔

اضافة اخری

اقول ھھنا وجوہ اُخر فان احوال اربعة ،

عطا ، وعد ، سکوت ، منع ۔

وقد ذکروا العطاء بعد المنع وذکرنا فی وجوہ قوانینھم العطاء بعد الوعد وبعد السکوت وزدنا المنع بعد العطاء فمن

اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو وقت میں ہوں اور مؤثر نہ ہوں ـــــ یہ ششم کی تہائی اٹھارہ ہیں اور ہشتم کی نصف چھتیس[٣٦] ، اور تیرھویں سے اڑتالیس۔ کل ایک سو دو[١٠٢] ہیں۔ ان میں افتراق ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ اگر وہ وقت میں دے اور مؤثر نہ ہو تو اسے حق ہے کہ اس وقت پانی استعمال نہ کرے اور وقت آئندہ کے لیے ذخیرہ کر رکھے تو بعد وقت اس کے استعمال سے پہلے منع صحیح ہوگا۔ تو ان کی دو قسمیں ہوں گی منع اندرونِ وقت، منع بعد وقت تو دو سو چار[٢٠٤] ہو جائیں گی اور جمع شدہ کو ملا کر پانچ سو چونتیس[٥٣٤] ہوں گی یہ اس پندرھویں قسم کی صورتیں ہیں۔

حکم ، اس وقت تیمم مباح ہونا اگر عطا اس سے مانع تھی۔ اور گزشتہ تیمم یا نماز پر اس کا کوئی اثر نہیں۔ بلکہ اگر اثر ہوگا تو عطائے سابق کا ہوگا۔ ان پانچوں اقسام کا مجموعہ نو سو چوّن[٩٥٤] ہوا اور سابقہ قسموں کو ملا کر ایک ہزار تین سو اسّی[١٣٨٠] ہوا ـــــ اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔

اضافہ دیگر

اقول یہاں کچھ اور صورتیں ہیں۔ اس لئے کہ حالتیں چار ہیں :

عطا ، وعدہ ، سکوت ، منع ۔

علما نے عطا بعد منع بھی ذکر کیا ہے اور ہم نے ان کے قوانین کی صورتوں کے اندر عطا بعد وعدہ و بعد سکوت بھی ذکر کیا ہے اور منع بعد عطا کا اضافہ کیا ہے۔ تو

Marfat.com

ومن انها الوعد ثم الاباء والاباء ثم الوعد والسكوت ثم الاباء او الوعد فهذه اربعة تركيبات اُخر ثنائيات اما ما فوق الثنائی فلا امکان لاحصائه جل من احصى كل شئ عددا والاسترسال فی بیان تقاسیم هذه الاربعة ایضا مخرج عن القصد ومن عرف تصرفنا فی ابانة الاقسام لم يعسر عليه فلنقتصر على بيان الاحكام الكلية بانين على استظهاراتنا السالفة غير قاطعين القول فيما يتعلق بابحاثنا۔

اسی کے مقابل میں وعدہ پھر انکار، انکار پھر وعدہ، سکوت پھر انکار، یا وعدہ بھی ہیں۔ تو یہ چار دوسری ثنائی ترکیبیں ہوئیں ــــ لیکن ثنائی سے اوپر تو ان کا شمار ممکن نہیں ــــ بزرگ ہے وہ جس نے ہر چیز کا شمار رکھا ہے۔ اب ان چاروں کی تقسیموں کی توضیح میں چلیں تو اعتدال سے باہر ہو جائیں گے۔ توضیح اقسام میں ہمارا تصرف جس نے سمجھ لیا اس کے لیے یہ مشکل نہ ہوگا۔ تو ہم احکام کلیہ کے بیان پر اقتصار کریں بنائے کلام ہمارے سابقہ استظہاروں پر ہوگی مگر جو ہماری ابحاث سے متعلق ہے اس میں ہم قطعی قول نہ کریں گے۔

فاقول [ف۱] اذا وعد ثم ابى فان كان الوعد قبل التيمم واذن لا يكون الاباء ايضا الا قبله لان الوعد حاجز عن التيمم فهذا الاباء يبيح التيمم وان كان الوعد بعد التيمم نقضه فلا يعيده الاباء بل يجيز تجديده وكذا ان كان فی الصلاة قطعها فلا يصلها الاباء بعده وان كان بعدها تمت الصلاة وزال ما كان يخشى عليه من جانب الوعد ان لم يظهر خلفه۔

فاقول (۱) جب وعدہ کرے پھر انکار کر دے تو اگر وعدہ قبل تیمم ہو ــــ اور اس صورت میں انکار بھی قبل تیمم ہی ہوگا۔ اس لیے کہ وعدہ تیمم میں رکاوٹ ڈالتا ہے تو یہ انکار تیمم مباح کر دے گا ــــ اور اگر وعدہ تیمم کے بعد ہو تو اسے توڑ دے گا۔ تو انکار اسے واپس نہ لائیگا بلکہ اس کی تجدید جائز کر دے گا اسی طرح اگر وعدہ نماز کے اندر ہو تو نماز کو توڑ دے گا تو اس کے بعد انکار اسے جوڑ نہ دے گا ــــ اور اگر وعدہ بعد نماز ہو تو نماز تام ہے ــــ اور وہ زائل ہے جس کا وعدہ کی جانب سے خطرہ رہتا ہے کہ اس کے خلاف ظاہر ہو۔

وان [ف۲] ابى ثم وعد فان وقع الوعد قبل تمام الصلاة نسخ الاباء ومنع ونقض وقطع وان وقع بعدها

(۲) اور اگر انکار کرے پھر وعدہ کرے تو اگر وعدہ قبل تکمیل نماز واقع ہوا انکار کو منسوخ کر دے گا اور مانع، ناقض اور قاطع ہوگا۔ اور اگر بعد نماز ہوا

Marfat.com

يؤثر لان العطاء بعد الصلاة لا يضر
اكان بعد المنع فكيف بالوعد۔
(۳) وان سكت ثم ابى فالسكوت كان
نفسه دليل الاباء والأن قد اتى الصريح۔
(۴) وان سكت ثم وعد فان كان السكوت
يحتمل ان يكون لا للاباء كما وصفنا فى
ابحاثه فهذا الوعد جعل ذلك المحتمل
متعينا فيعمل عمله من الأثار الثلثة والا
فصح التيمم وتمت الصلاة والله سبحنه
وتعالىٰ اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم
وصلى الله تعالىٰ على سيدنا ومولٰنا محمد و
اٰله وصحبه وابنه وحزبه وبارك وسلم
الى ابد الأبدين فى كل اٰن وحين
والحمد لله رب العٰلمين

تو مؤثر نہ ہوگا اس لیے کہ بعد نماز عطا مضر نہیں جبکہ بعد منع ہو۔ تو وعدہ کا کیا حال ہوگا۔
(۳) اگر خاموش رہا پھر انکار کیا تو سکوت خود ہی دلیل انکار تھا اور اب تو صریح ہو گیا۔
(۴) اگر خاموش رہا پھر وعدہ کیا تو اگر سکوت میں یہ احتمال ہو کہ انکار کی وجہ سے نہ ہوگا جیسا کہ اس کی بحثوں میں ہم نے بتایا تو یہ وعدہ اس محتمل کو متعین کر دے گا۔ تو اپنا کام کرے گا کہ تینوں اثرات ڈالے گا۔ ورنہ نہیں تو تیمم صحیح اور نماز تام ہوگی۔
اور خدائے پاک و برتر خوب جاننے والا ہے اس مجد بزرگ والے کا علم زیادہ تام اور محکم ہے، اور خدائے برتر کی طرف سے ہمارے آقا و مولیٰ محمد اور ان کی آل، اصحاب، فرزند اور گروہ پر ہمیشہ ہمیشہ، ہر لمحہ و ہر آن درود اور برکت و سلام ہو۔ اور ساری تعریفیں سارے جہانوں کے مالک خدا کے لیے ہیں۔ (ت)

Marfat.com

رسالہ

الطلبة البدیعة فی قول صدر الشریعة ۱۳۳۵

کلام صدر الشریعۃ سے متعلق انوکھا مطلوب (ت)

نمبر ۱۵ میں تھا کہ نہانا ہو اور پانی صرف وضو کے قابل ہے تو فقط تیمم کرے۔ یہاں شرح وقایہ امام صدر الشریعۃ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت نے اس مسئلہ کو معرکۃ الآرا کردیا اُس کے حواشی کے علاوہ اور کتب مثل شرح نقایہ قہستانی درر علامہ مولیٰ خسرو و درمختار وغیرہا میں اُس کی طرف توجہ مبذول ہُوئی اس بحث کو بھی وہاں سے جدا کیا کہ یہ رسالہ ہوا و باللہ التوفیق۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وھو المستعان ٭ الذی شرح صدر الشریعۃ والایمان ٭ بارسال سید الانس والجان ٭ وقایۃ المومنین من النیران ٭ وطھرنا بہ من خبث الکفر وحدث الضلال ٭ ونھانا عن اضاعۃ الماء والمال ٭

ساری خُوبیاں خدا کے لیے — اور وہی ہے جس سے مدد طلب کی جاتی ہے — جس نے جن وانس کے سردار کو نار سے اہل ایمان کو بچانے کے لیے بھیج کر شریعت اور ایمان کا سینہ کھولا۔ اور ان کے ذریعہ ہمیں کُفر کے خُبث اور ضلالت کے حدث سے پاک کیا۔ اور ہمیں پانی اور مال برباد کرنے سے منع فرمایا —

Marfat.com

علیہ وعلیٰ اٰلہ الطیبین ؛ واصحابہ المطیبین المُطیّبین ؛ وتابعیھم باحسان الٰی یوم الدین ؛ صلاۃ اللہ وسلامہ کل اٰن وحین ؛ من ازل الاٰزال الٰی ابد الاٰبدین ؛ اٰمین وعلینا بھم یا ارحم الراحمین ؛

ان پر اور ان کی پاکیزہ آل، پاکیزہ کیے ہوئے پاکیزہ کرنے والے اصحاب، اور روزِ جزا تک بھلائی کے ساتھ ان حضرات کی پیروی کرنے والوں پر خدا کی جانب سے ہر لمحہ وہر آن، ازلوں کے ازل سے، ابدوں کے ابد تک درود وسلام ـــــ قبول فرما ـــــ اور ان کے طفیل ہم پر بھی ـــــ اے سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والے۔ (ت)

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی کی مدد سے ہے۔ت) اگر کوئی شخص جنب ہو اور اس کے ساتھ کوئی ایسا حدث بھی ہو جو وضو واجب کرے مثلاً پیشاب کیا تھا اس کے بعد جماع کیا یا احتلام سے اٹھا پھر پیشاب کیا اور حالت یہ ہو کہ وہ نہا نہ سکے اور وضو کرسکے خواہ یُوں کہ جنگل میں ہے اور پانی صرف وضو کے قابل ہے یا یُوں کہ مریض ہے نہانا مضر ہے وضو سے ضرر نہیں یا یُوں کہ صبح تنگ وقت محتلم اٹھا نہائے تو وقت نکل جائے اور وضو کی گنجائش ہے اس صورت میں قول امام زفر پر فتوٰی ہے کہ محافظت وقت کے لیے تیمم سے پڑھ لے احتیاطاً اس پر عمل کرے پھر برعایت اصل مذہب بعد خروج وقت پانی سے طہارت کرکے اعادہ کرے جس کا بیان ہمارے رسالہ الظفر لقول زفر میں گزرا۔ اور اب بحمدہ تعالٰی اُس کی اور تائید قوی پائی کُتب جلیلہ معتمدہ محیط و ذخیرہ

بنایہ امام عینی میں ہے:

شرع التیمم لدفع الحرج وصیانۃ الوقت عن الفوات[1]

تیمم حرج کے دفعیہ اور وقت کو فوت ہونے سے بچانے کے لیے مشروع ہوا ہے۔(ت)

کفایہ میں ہے:

التیمم شرع لصیانۃ الصلاۃ عن الفوات (الی ان قال) فلما جوز الشرع التیمم لتوھم الفوات لأن یجوز عند تحقق الفوات اولٰی[2]

تیمم اس لیے مشروع ہُوا کہ فوت ہونے سے نماز کی حفاظت ہو (یہاں تک کہ فرمایا) توجب شریعت نے فوت ہونے کے وہم کی وجہ سے تیمم جائز کیا تو فوت ہونے کے تحقق ویقین کے وقت بدرجۂ اولٰی جائز ہوگا۔(ت)

---

[1] البنایہ شرح الہدایہ باب التیمم مطبع ملک سنز، فیصل آباد ۱/۳۲۷

[2] الکفایۃ مع فتح القدیر " " نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۱۶

Marfat.com

رسالہ

الطلبة البديعة فی قول صدر الشریعة[۱۳][۳۵ھ]

کلام صدر الشریعۃ سے متعلق انوکھا مطلوب (ت)

نمبر ۵۱ میں تھا کہ نہانا ہو اور پانی صرف وضو کے قابل ہے تو فقط تیمم کرے۔ یہاں شرح وقایہ امام صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت نے اس مسئلہ کو معرکۃ الآرا کر دیا اُس کے حواشی کے علاوہ اور کتب مثل شرح نقایہ قہستانی درر علامہ مولی خسرو و درمختار وغیرہا میں اُس کی طرف توجہ مبذول ہوئی اس بحث کو بھی وہاں سے جدا کیا کہ یہ رسالہ ہوا و باللہ التوفیق۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وھو المستعان ﴿ الذی شرح صدر الشریعة والایمان ﴿ بارسال سید الانس والجان ﴿ وقایة المومنین من النیران ﴿ وطھرنا بہ عن خبث الکفر وحدث الضلال ﴿ ونھانا عن اضاعة الماء والمال ﴿

ساری خُوبیاں خدا کے لیے ــــ اور وہی ہے جس سے مدد طلب کی جاتی ہے ــــ جس نے جن وانس کے سردار کو نار سے اہلِ ایمان کو بچانے کے لیے بھیج کر شریعت اور ایمان کا سینہ کھولا۔ اور ان کے ذریعہ ہمیں کُفر کے خُبث اور ضلالت کے حدث سے پاک کیا۔ اور ہمیں پانی اور مال برباد کرنے سے منع فرمایا ــــ

Marfat.com

حلیۂ محقق ابن امیر الحاج میں ہے :

اعلم ان الجواب فی ھذہ المسائل یتفرع علی اصل مذھبی وھو ان تلفیق اقامۃ الطھارۃ الواحدۃ بالماء والتراب معاغیر مشروع عند اصحابنا لان الماء اصل والتراب خلف والجمع بین الاصل والبدل فی حکم واحد لانظیر له فی الشرع الاتری ان[1] التکفیر بالمال لایکمل بالصوم ولا بالعکس ولا[2] عدۃ الحائض بالاشھر ولا ذوات الاشھر بالحیض[1]۔

واضح ہو کہ ان مسائل کا جواب ایک مذہبی قاعدہ پر متفرع ہے ۔ وہ یہ کہ ایک ہی طہارت کی ادائیگی بیک وقت پانی اور مٹی دونوں سے خلوط کرنا ہمارے اصحاب کے نزدیک نامشروع ہے ۔ اس لیے کہ پانی اصل ہے اور مٹی نائب ہے ــــ اور ایک حکم کے اندر اصل اور بدل دونوں کو جمع کرنے کی شریعت میں کوئی نظیر نہیں ــــ دیکھئے مال کے ذریعہ کفارہ کی ادائیگی روزے سے پُوری نہیں کی جاتی ۔ اسی طرح برعکس بھی نہیں ــــ یُونہی حیض والی کی عدت مہینوں سے اور مہینوں والی کی عدت حیض سے تکمیل نہیں پاتی ۔(ت)

اختیار شرح مختار پھر خزانۃ المفتین میں ہے :

من به جراحۃ وعلیه الغسل غسل بدنه الاموضعھا ولایتیمم وکذلك اذا کانت فی اعضاء الوضوء لان الجمع بینھما جمع بین البدل والمبدل ولانظیر له فی الشرع[2]۔

جسے زخم ہو اور اس کو غسل کرنا ہے تو وہ جگہ چھوڑ کر اپنے بدن کو دھوئے اور تیمم نہ کرے ۔ اسی طرح جب اعضائے وضو میں جراحت ہو (تو وہ جگہ چھوڑ کر باقی دھوئے) اس لیے کہ دونوں کو جمع کرنا بدل اور مُبدَل کو جمع کرنا ہے اور شریعت میں اس کی کوئی نظیر نہیں۔(ت)

بدائع امام ملک العلماء میں ہے :

لوکان ببعض اعضاء الجنب جراحۃ او جُدری فان کان الغالب ھو السقیم تیمم لان العبرۃ للغالب ولا یغسل الصحیح عندنا خلافا للشافعی لان الجمع بین الغسل و

جنب کے بعض اعضا میں زخم یا چیچک ہو تو اگر اکثر حصہ سقیم ہے تیمم کرے اس لیے کہ اعتبار اکثر کا ہے اور صحیح حصہ کو ہمارے نزدیک دھونا نہیں ہے بخلاف امام شافعی کے ۔ وجہ یہ ہے کہ دھونا اور تیمم دونوں کو

---

[1] حلیہ

[2] اختیار شرح مختار آخر باب التیمم مطبع البابی مصر ۱/۲۳

Marfat.com

ان سب صورتوں میں حکم یہ ہے کہ صرف تیمم کرے اور وضو اگرچہ مضر نہیں اور اس کے قابل پانی بھی موجود اور وقت میں بھی اس کی وسعت ہے اصلاً نہ کرے وہی تیمم کہ جنابت کے لیے کرے گا حدث کے لیے بھی کافی ہو جائیگا۔ کتب مذہب سے اس پر دلائل کثیرہ ہیں:

دلیل اوّل: عامہ معتمدات میں تصریح ہے کہ ہمارے[۱] ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک ایک طہارت میں پانی اور مٹی جمع نہیں ہو سکتے مثلاً محدث کے پاس اتنا پانی ہے کہ ہاتھ منہ دھولے یا جُنب کے پاس اتنا کہ وضو کرلے یا سارا بدن دھوئے مگر چند انگل جگہ رہ جائے تو اُسے حکم ہے کہ صرف تیمم کرے اُن مواضع میں پانی خرچ کرنے کی اصلاً حاجت نہیں کہ جب تک ناخن بھر جگہ باقی رہ جائے گی حدث وجنابت بدستور رہیں گے اُن میں ذرہ بھر بھی کم نہ ہوگا کہ ہر[۲] حدث چھوٹا یا بڑا آتا ہے تو ایک ساتھ اور جاتا ہے تو ایک ساتھ اُس میں حصّے نہیں کہ بعض بدن کو حدث یا جنابت اب لاحق ہو بعض کو پھر یا بعض بدن سے اب دُور ہو جائے اور بعض سے کچھ دیر میں اور جب بعد صرف بھی حدث بدستور تو پانی کا خرچ کیا ضرور۔ یونہی[۳] اگر محدث کے اکثر اعضائے وضو یا جنب کا اکثر بدن مجروح ہو تیمم کریں یہ نہیں کہ جتنا بدن صحیح ہے اتنا دھوئیں اور باقی کے لیے تیمم۔ تبیین الحقائق امام فخر الدین زیلعی میں ہے:

انہ تعالٰی امرنا باحدی الطہارتین علی البدل ولم یامرنا بالجمع بینہما ومن جمع بینہما فقد جمع بین الاصل والبدل فصار مخالفا للنص[۱]

اللہ تعالٰی نے ہمیں بطور بدل دو طہارتوں میں سے ایک کا حکم دیا، دونوں کو جمع کرنے کا حکم نہ دیا۔ جو دونوں کو اکٹھا کرے وہ اصل اور بدل کو یکجا کرکے نص کا مخالف ہوا۔ (ت)

بنایہ امام عینی میں ہے:

انہ عجز عن بعض الاصل فیسقط الاعتداد بہ مع البدل فی حالۃ واحدۃ کمن عجز عن بعض الرقبۃ فی الکفارۃ ولا[۴] یلزم اذا غسل بعض الاعضاء ثم نضب الماء لان ما تقدم یسقط ویصیر مؤدیا للفرض بالتیمم خاصۃ۔[۲]

وہ اصل کے کچھ حصہ سے عاجز ہوگیا ــــ تو بدل کے ساتھ بیک وقت اس کا شمار ساقط ہے جیسے وہ شخص جو کفارہ میں بردہ کے بعض حصہ سے عاجز ہو جائے ــــ اس پر اس صورت سے اعتراض نہ لازم آئے گا جب کچھ اعضا دھو چکا ہو پھر پانی ختم ہوگیا اس لیے کہ جو پہلے ہوا وہ ساقط ہو جائے گا اور وہ خاص تیمم سے فرض ادا کرنے والا ہوگا۔ (ت)

---

[۱] تبیین الحقائق باب التیمم مطبعہ امیریہ مصر ۱/۴۱

[۲] البنایۃ شرح الہدایۃ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ملک سنز فیصل آباد ۱/۳۲۴

Marfat.com

جنب فی مفازۃ معہ من الماء مایکفی لوضوئہ فانہ یتیمم ولا یستعمل الماء[1]۔

کسی بیابان میں جنابت والا ہے جس کے پاس اتنا پانی ہے جو اس کے وضو کے لیے کفایت کرے تو وہ تیمم کرے گا اور پانی استعمال نہیں کرے گا۔ (ت)

نوازل امام اجل فقیہ ابو اللیث پھر خزانۃ المفتین میں ہے :

مسافر اجنب ومعہ مایکفی للوضوء فانہ یتیمم[2]۔

کوئی مسافر جنب ہوا اور اس کے پاس اتنا پانی ہے جو وضو کے لیے کفایت کرے تو وہ تیمم کرے گا۔ (ت)

خلاصہ میں ہے :

فان اجنب المسافر ولم یجد من الماء الاقدر مایتوضأ فانہ یتیمم ولا یتوضأ عندنا[3]۔

اگر مسافر جنب ہوا اور اسے اسی قدر پانی ملا کہ وضو کرے تو ہمارے نزدیک وہ تیمم کرے گا اور وضو نہیں کرے گا۔ (ت)

کافی میں ہے :

جنب معہ ماء کاف للوضوء تیمم ولم یتوضأ وعند الشافعی توضأ ثم تیمم[4]۔

جنب ہے جس کے پاس وضو کے لیے بقدر کفایت پانی ہے وہ تیمم کرے اور وضو نہ کرے اور امام شافعی کے نزدیک وضو کرے پھر تیمم کرے۔ (ت)

حلیہ میں ہے :

انما تنقض رؤیۃ الماء اذا کان یکفی للوضوء ان کان محدثا او الاغتسال ان کان جنبا والا لا وھذا فرع انہ فی الابتداء اذا وجد مالا یکفیہ لا یستعملہ فی بعض محل الطہارۃ بل یترکہ

پانی دیکھنا اسی وقت ناقض ہوتا ہے جبکہ بے وضو تھا تو اتنا پانی ہو جو وضو کے لیے کافی ہو اور جنب تھا تو اتنا جو غسل کے لیے کافی ہو ورنہ ناقض نہیں۔ اور یہ اس کی فرع ہے کہ ابتدا میں جب اسے ناکافی پانی ملے تو اسے محل طہارت کے ایک حصے میں استعمال

---

[1] جواہر الفتاوٰی
[2] خزانۃ المفتین
[3] خلاصۃ الفتاوٰی   الفصل الخامس فی التیمم   نولکشور لکھنؤ   ۱/۳۳
[4] کافی

Marfat.com

التیمم ممتنع الا فی حال وقوع الشك فی طھوریة الماء ولم یوجد[1] اھ کلامه الشریف۔

جمع کرنا ممتنع ہے مگر جبکہ پانی کی طہوریت میں شک ہو اور یہ شک موجود نہیں۔ (ان کا کلام شریف ختم ہوا) (ت)

اقول[ع] بل[1] ولا فیھا لان الصحیح فی الواقع احدھا والاٰخر معدوم شرعا فلا جمع الاصورۃ۔

اقول بلکہ اس حالت میں بھی نہیں اس لیے کہ فی الواقع دونوں میں سے ایک ہی درست ہے اور دوسرا شرعاً معدوم ہے تو جمع کرنا صرف صورۃً ہے۔ (ت)

کنز الدقائق و تنویر الابصار میں ہے:

لایجمع بینھما اھ ای تیمم وغسل[2] درمختار بفتح الغین لیعم الطھارتین[3] ش عن ح۔

دونوں کو جمع نہ کرے گا اھ یعنی تیمم اور غسل (دھونے) کو درمختار — غسل غین کے فتحہ کے ساتھ تاکہ دونوں طہارتوں کو شامل ہوجائے۔ شامی از حلبی۔ (ت)

اقول کل[2] لیس لمتوھم ان یتوھم الجمع بین التیمم والغسل بالضم۔

اقول بلکہ کوئی یہ وہم نہیں کرسکتا کہ تیمم اور غسل (بالضم) جمع ہوگا۔ (ت)

دلیل دوم: صاف مطلق ارشاد ہے کہ جنب کے پاس اگرچہ وضو کے لیے کافی پانی موجود ہو وضو نہ کرے صرف تیمم کرے اور یہ کہ مذہب حنفی کا اس پر اجماع ہے شافعی و حنبلی کو نزاع ہے۔ جواہر الفتاوی امام کرمانی باب رابع میں ہے:

ع ثم رأیته فی ش عن البحر قال لان الفرض یتأدی باحدھما لابھما فجمعنا بینھما بالشك اھ ثم رأیته بعینه فی التبیین ۱۲ منه غفرله (م)

پھر میں نے اسے شامی میں بحر کے حوالہ سے دیکھا فرمایا، اس لیے کہ فرض ایک ہی سے ادا ہوتا ہے دونوں سے نہیں تو شک کی وجہ سے ہم نے دونوں کو جمع کیا اھ پھر بعینہٖ یہی میں نے تبیین میں بھی دیکھا ۱۲ منہ غفرلہ۔ (ت)

---

[1] بدائع الصنائع | شرائط تیمم | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱/۵۱
[2] درمختار | باب التیمم | مجتبائی دہلی | ۱/۴۵
[3] رد المحتار | " | مصطفی البابی مصر | ۱/۱۸۹

Marfat.com

ظاہر ہے کہ جنابت غالباً حدث سے جُدا نہیں ہوتی اگر جماع کیا تو اس سے پہلے مباشرت فاحشہ بھی ہوگی اور احتلام ہوا تو اُس سے پہلے سونا تھا اور مطلقاً انزال بے سبقت خروج مذی نہیں ہوتا یوں ہی بعد ہر انزال بول عادات مستمرہ عامہ سے ہے اور طبّاً بلکہ شرعاً بھی مطلوب کہ منی منفصل بشہوت کا جو بقیہ ہو خارج ہوجائے ورنہ بعد غسل نکلا تو دوبارہ نہانا ہوگا تو ظاہر ہوا کہ عام جنابتیں حدث سابق وحدث لاحق دونوں اپنے ساتھ رکھتی ہیں پھر تمام کتب کی تصریح کہ جنب غسل سے عاجز ہو اور وضو پر قادر جب بھی وضو نہ کرے صرف تیمم کرے دلیل صریح ہے کہ جنابت کا تیمم اُس وقت جتنے بھی حدث موجود ہوں سب کا رافع ہے تو وضو کیا ضرور فقہائے کرام نادر صورت کا اکثر لحاظ نہیں فرماتے جنابت کے ساتھ حدث کا ہونا تو اس درجہ کثیر و غالب ہے کہ مفارقت ہی شاذ و نادر ہے تو اس حالت میں اگر تیمم جنابت کے ساتھ حدث کے لیے وضو بھی درکار ہوتا تو یوں عام حکم معقول تھا کہ جنب اگر غسل نہ کرسکے اور وضو پر قادر ہو تو تیمم کے ساتھ وضو لازم ہے کہ صورت نادرۂ افتراق کا لحاظ نہ فرمایا نہ کہ غالب کو ساقط النظر فرما کر یوں عام حکم دیں بلکہ فی منحۃ الخالق الجنابۃ لا تنفک عن حدث یوجب الوضوء[1] اھ (بلکہ شامی میں ہے: جنابت وضو واجب کرنے والے حدث سے جُدا نہیں ہوتی۔ت)

وھذا ظاھرہ اللزوم اقول ان حمل علی الغالب والا فبلی کمن اجنب ولم یجد الاما یکفی للوضوء فتیمم ثم احدث فتوضأ ثم وجد ما یکفی للغسل فقد عاد جنبا من دون حدث۔

اس عبارت کا ظاہر یہی بتاتا ہے کہ جنابت اور حدث میں لزوم **اقول** اسے اگر اکثر پر محمول کریں تو ٹھیک ہے ورنہ جنابت حدث سے جدا کیوں نہیں ہوتی! اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص جنب ہوا اور اسے اتنا ہی پانی ملا جو وضو کے لیے کفایت کرسکے تو اس نے تیمم کیا پھر اسے حدث ہوا تو وضو کیا پھر اسے اتنا پانی ملا جو غسل کے لیے کافی ہے اب وہ پھر جنب ہوگیا اس کی جنابت حدث سے جُدا ہے۔(ت)

دلیل سوم: تصریح فرماتے ہیں کہ جنب کے پاس وضو کے لیے کافی پانی ہو تو اُس پر وضو اُس حالت میں ہے کہ جنابت کے لیے تیمم کے بعد حدث واقع ہو بہت عبارات آگے آتی ہیں اور نوازل امام فقیہ ابو اللیث پھر خزانۃ المفتین میں ہے:

اذا احدث بعد التیمم ومعہ ما یکفی — جب اس تیمم کے بعد حدث ہو اور اس کے پاس وضو

---

[1] رد المحتار باب ... مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۷

Marfat.com

ویتیمم لاغیر وهذا قول اصحابنا ومالك وغیرہ بل حکاہ البغوی عن اکثر العلماء[1]

نہیں کرے گا بلکہ اسے چھوڑ دے گا اور صرف تیمم کریگا۔ یہ ہمارے اصحاب اور امام مالک وغیرہ کا قول ہے بلکہ بغوی نے اسے اکثر علما سے حکایت کیا ہے۔ (ت)

غنیہ میں ہے :

من علیہ الغسل اذا تیمم ثم وجد ماء لایکفی لغسلہ او المحدث ماء غیر کاف لوضوئہ لاینتقض تیممہ ولو کان معہ ذلك قبل التیمم جاز لہ التیمم بدون استعمالہ خلافا للشافعی واحمد رحمہما اللہ تعالٰی[2]۔

جس کے اوپر غسل فرض ہے جب وُہ تیمم کرلے پھر اسے اتنا پانی ملے جو غسل کے لیے ناکافی ہو یا بے وضو کو اتنا پانی ملے جو وضو کے لیے کافی ہو تو تیمم نہ ٹوٹے گا اور اگر قبل تیمم اتنا پانی ہوتا تو بھی اسے استعمال کیے بغیر اس کے لیے تیمم جائز ہوتا بخلاف امام شافعی و امام احمد رحمہما اللہ تعالٰی کے۔ (ت)

اسی طرح کتب کثیرہ حتّٰی کہ خود شرح وقایہ میں ہے :

اذا کان للجنب ماء یکفی للوضوء لا للغسل یتیمم ولا یجب علیہ التوضی عندنا خلافا للشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ[3]۔

جب جنب کے پاس اتنا پانی ہو جو وضو کے لیے کافی ہو غسل کے لیے نہیں، تو وُہ تیمم کرے اور اس پر وضو ہمارے نزدیک واجب نہیں بخلاف امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے۔ (ت)

اور سب سے اجل و اعظم محرر المذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کا کتاب الاصل میں ارشاد ہے :

اجنب وعندہ ماء یکفی للوضوء تیمم وصلی[4] اھ اثرہ فی الکفایۃ والغنیۃ فصل مسح الخفین تحت قولہ لا یجوز المسح لمن علیہ الغسل[5]۔

جنب ہوا اور اس کے پاس اتنا ہی پانی ہے جو وضو کے لیے کافی ہو تو وہ تیمم کرے اور نماز پڑھے اھ اسے کفایہ اور غنیہ فصل مسح الخفین میں زیر قول "لا یجوز المسح لمن علیہ الغسل" نقل کیا۔ (ت)

---

[1] حلیہ

[2] غنیۃ المستملی باب التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۸۴

[3] شرح الوقایۃ " مکتبہ رشیدیہ دہلی ۹۵/۱

[4] الکفایۃ مع فتح القدیر باب المسح علی الخفین مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱۳۵/۱

[5] ایضاً

Marfat.com

للجنابة اھ۔

اقول رحمہ اللہ تعالٰی فلم یذکر الحدث اصلا فان احتج بارسالہ وجب الوضوء علی جنب لا حدث معہ ووجد وضوء وھو باطل قطعا باجماع الحنفیۃ حتی ظاھر العبارۃ الآتیۃ للامام شارح الوقایۃ بل معناہ قطعا انہ اذا احتاج بعد ذلک للوضوء یتوضؤ ویغسل رجلیہ کما ھو عبارۃ العلامۃ الوزیر فی الایضاح وشیخی زادہ فی مجمع الانھر فی نفس ھذا التصویر اذ قالا من لبس خفیہ علی وضوء ثم اجنب فی مدۃ المسح ینزع خفیہ ویغسل رجلیہ اذا توضأ[2] اھ۔

واذا ابتنی الامر علی حاجۃ الوضوء لم تبق للعبارۃ دلالۃ علی ما توھمت فانا نقول انما یحتاج الیہ اذا احدث بعد تیممہ للجنابۃ والواو فی قولہ ویتیمم لیست للترتیب فالمعنی ثم اجنب فتیمم للجنابۃ ثم احدث ثم

نہیں تو یہ وضو کریگا اور اپنے پیروں کو دھوئے گا، مسح نہیں کریگا اور جنابت کا تیمم کرے گا۔ (ت)

اقول اللہ تعالٰی ان پر رحمت فرمائے۔ انہوں نے حدث کا تو کوئی ذکر ہی نہ کیا۔ اگر ان کے بلا قید ذکر کرنے سے استدلال ہے تو وضو ایسے جنب پر بھی واجب ہوگا جس کے ساتھ کوئی حدث نہیں اور اسے وضو کا پانی مل گیا اور یہ باجماع حنفیہ قطعاً باطل ہے یہاں تک کہ امام شارح وقایہ کی آنے والی عبارت کا ظاہر بھی یہ نہیں بلکہ عنایہ کی عبارتِ بالا کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد جب اسے وضو کی ضرورت ہو تو وضو کریگا اور اپنے پیروں کو دھوئے گا جیسا کہ ایضاح میں علامہ وزیر کی عبارت اور مجمع الانہر میں شیخی زادہ کی عبارت خود اسی صورت مسئلہ کے بیان میں ہے دونوں حضرات فرماتے ہیں "جس نے وضو پر اپنے موزے پہنے پھر مدت مسح میں جنابت لاحق ہوئی تو وقتِ وضو اپنے موزے نکالے اور پیروں کو دھوئے"۔ اھ (ت)

جب بنائے امر وضو کی احتیاج پر ہے تو مذکورہ وہم پر عبارت کی کوئی دلالت ہی نہیں ۔ اس لیے کہ ہم کہتے ہیں اسے اس کی ضرورت اس وقت ہوگی جب جنابت کا تیمم کرنے کے بعد پھر اسے حدث ہو۔ ان کی عبارت "ویتیمم" میں واو ترتیب کا نہیں ۔ تو معنی یہ ہے کہ پھر وہ جنب ہو تو جنابت کا

---

[1] العنایۃ مع فتح القدیر باب التیمم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۳۴

[2] مجمع الانہر باب المسح داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۶

Marfat.com

للوضوء فانه یتوضؤ بہ[1]۔ کے لیے بقدرِ کفایت پانی ہو تو اس سے وضو کریگا۔ (ت)

فتح القدیر و درر الحکام و شرح نقایہ برجندی[عہ] و بحرالرائق حتی کہ خود شرح وقایہ مسح الخفین میں ہے:

واللفظ لہ تیمم للجنابۃ فان احدث بعد ذٰلک توضأ[2]۔ الفاظ شرح وقایہ ہی کے ہیں: جنابت کا تیمم کیا اگر اس کے بعد حدث ہو تو وضو کرے۔ (ت)

یہ تقیید صاف بتا رہی ہے کہ تیمم جنابت سے پہلے جو حدث ہو اس کے لیے وضو نہیں یہی تیمم اُسے بھی رفع کر دیگا بلکہ خود کتاب مبسوط میں ارشاد محرر المذہب بعد بعد عبارت مذکورہ ہے:

فان احدث وعندہ ذٰلک الماء توضأ[3]۔ پھر اگر حدث ہو اور اس کے پاس وُہ پانی موجود ہے تو وضو کرے۔ (ت)

تیمم جنابت کے بعد جو حدث ہُوا اس میں حکم وضو فرمایا۔

فان قلت ماتفعل بما نقل فی العنایۃ ولو بلفظۃ قیل فی مسألۃ الاصل ھذہ اذ قال تحت قول الھدایۃ لایجوز المسح لمن علیہ الغسل قیل صورتہ توضأ ولبس الخف ثم اجنب ثم وجد ماء یکفی للوضوء لا للاغتسال فانہ یتوضأ ویغسل رجلیہ ولا یمسح ویتیمم

اگر سوال ہو اسے کیا کیا جائے جو عنایہ کے اندر اسی مسألہ مبسوط میں نقل ہے اگرچہ "قیل" کے لفظ سے ہے۔ ہدایہ کی عبارت ہے "اس کے لیے مسح جائز نہیں جس کے اوپر غسل ہو" اس کے تحت صاحبِ عنایہ لکھتے ہیں: "کہا گیا اس کی صورت یہ ہے کہ وضو کرکے موزہ پہن لیا پھر جنابت ہوئی پھر اتنا پانی ملا جو وضو کے لیے کفایت کرسکتا ہے غسل کے لیے

عہ ھو فی نسختی البرجندی معزو للنھایۃ لکن فی البحر عن النھایۃ لایتأتی الاغتسال مع وجود الخف ملبوسا اھ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (م)

میرے نسخۂ برجندی میں اس پر نہایہ کا حوالہ ہے لیکن بحر میں نہایہ سے یہ نقل ہے "موزہ ملبوس ہوتے ہوئے غسل نہیں ہوسکتا اھ" اور خدائے بزرگ و برتر خوب جاننے والا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] خزانۃ المفتین

[2] شرح الوقایہ باب التیمم مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۰۸

[3] مبسوط امام محمد 〃 ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۰۷

Marfat.com

الحدث المتأخر[1] سے کفایت نہ کرے گا۔ جیسے اگر جنابت کا غسل کیا پھر اسے حدث ہوا تو اسے وضو کرنا ہے اور غسل سابق، حدث متأخر سے کفایت نہ کرسکے گا۔ (ت)

دلیل پنجم : اُس کی توجیہ میں یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ جنابت کے لیے تیمم کر لینے کے بعد جو حدث ہوا تو اب یہ جنب نہیں کہ جنابت تو تیمم سے زائل ہو چکی نرا محدث ہے اور وضو کے لیے پانی موجود ہے تو وضو لازم ہے صاف اشعار فرمایا کہ اس وقت بھی اگر یہ جنب ہوتا وضو نہ کرتا صرف تیمم؛ جنابت و حدث دونوں کے رفع کو کافی ہوتا ورنہ اس فرمانے کے کیا معنٰے کہ اور یہ جنب نہیں وھذا اظھر من ان یظھر (یہ اس سے زیادہ واضح ہے کہ اس کی وضاحت کی جائے۔ ت)

بدائع ملک العلماء میں ہے:

الجنب اذا وجد من الماء قدر ما یتوضأ به لایجزأه التیمم عندنا لان الغسل اذا لم یفد الجواز کان الاشتغال به سفها مع ان فیه تضییع[1] الماء وانه حرام فصار کمن وجد[2] مایطعم به خمسة مساکین فکفر بالصوم یجوز ولا یؤمر باطعام الخمسة لعدم الفائدة فکذا هذا بل اولی لان هناك لایؤدی الی تضییع المال لحصول الثواب بالتصدق و مع ذلك لم یؤمر به لما قلنا فههنا اولٰی[1] ولو تیمّم الجنب ثم احدث بعد ذلك و معه من الماء قدر مایتوضؤ به فانه یتوضوء به لان هذا محدث ولیس بجنب ومعه من الماء

جنب کو جب اتنا ہی پانی ملے جس سے صرف وضو کرسکے تو ہمارے نزدیک تیمم اسے کافی ہوگا اس لیے کہ دھونے سے جب جواز نماز کا فائدہ نہیں حاصل ہوسکتا تو اس میں مشغولی بے وقوفی ہے۔ ساتھ ہی اس میں پانی کی بربادی بھی ہے اور یقیناً یہ حرام ہے۔ تو اس کا حال اس کی طرح ہوا جسے اسی قدر ملا کہ اس سے پانچ مسکینوں کو کھلا سکے اس لیے اس نے روزوں سے کفارہ ادا کیا تو جائز ہے اور اسے پانچ کو کھلانے کا حکم نہیں دیا جائے گا اس لیے کہ بے فائدہ ہے۔ اسی طرح یہ بھی ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر ہے اس لیے کہ وہاں مال کی بربادی تک معاملہ نہیں پہنچتا کیونکہ صدقہ کرنے کا ثواب مل جائے گا، اس کے باوجود اس کا اسے حکم نہ دیا گیا تو یہاں بدرجۂ اولٰی حکم نہ ہوگا۔ اور اگر جنب نے تیمم کیا پھر اس کے[1]

---

[1] کافی

[2] بدائع الصنائع شرائط تیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۰

Marfat.com

...الماء الخ

تیمم کرے پھر اسے حدث ہو پھر پانی پائے الخ

وانظر عبارۃ الفاضل معین الهروی فی شرح الکنز فی نفس التصویر توضأ و لبس الخف ثم اجنب فتیمم للجنابۃ ثم احدث ثم وجد ماء یکفی للوضوء لا للاغتسال فانه یتوضأ و یغسل رجلیه ولا یمسح و یتیمم للجنابۃ[1] اھ

شرح کنز میں فاضل معین ہروی کی عبارت خود اسی صورت مسئلہ کے بیان میں ملاحظہ ہو: "وضو کیا اور موزہ پہن لیا پھر اسے جنابت ہوئی تو جنابت کا تیمم کیا پھر اسے حدث ہُوا پھر اسے اتنا پانی ملا جو صرف وضو کے لیے کافی ہے غسل کے لیے نہیں تو وہ وضو کرے گا اور اپنے پیروں کو دھوئے گا اور مسح نہیں کرے گا اور جنابت کے لیے تیمم کرے گا" اھ (ت)

فالعبارۃ عین عبارۃ العنایۃ و قد ابرز کل ماقدرہ و رحم اللّٰه اخی چلپی اذ نقل عبارۃ العنایۃ هذہ واسقط منها قوله و یتیمم للجنابۃ و اللّٰه تعالٰی اعلم۔

یہ عبارت بعینہٖ عنایہ کی عبارت ہے اور ہر ایک نے اپنا اندازہ بیان کیا ہے اللہ تعالٰی اخی چلپی پر رحم کرے کیونکہ انہوں نے عنایہ کی یہی عبارت نقل کی ہے اور اس سے اس کا یہ قول "ویتیمم للجنابۃ" ساقط کردیا ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

دلیل چہارم: اُس کی تعلیل فرماتے ہیں کہ تیمم جو پہلے ہوچکا حدث متاخر کو زائل نہ کرے ظاہر ہوا کہ جنابت کے لیے تیمم سے پہلے جو حدث ہوگا تیمم اسے بھی زائل کر دے گا۔ کافی امام جلیل ابوالبرکات نسفی میں ہے:

جنب اغتسل و بقی لمعۃ و فنی ماؤہ یتیمم لبقاء الجنابۃ لانها لا تتجزی زوالا و ثبوتا فان تیمم ثم احدث تیمم للحدث لان تیممه للجنابۃ متقدم علی الحدث فلم یجز عن الحدث المتأخر کما لو اغتسل عن الجنابۃ ثم احدث علیه ان یتوضأ و لم یجز الاغتسال عن

جنب نے غسل کیا کچھ جگہ چمکتی رہ گئی اور اس کا پانی ختم ہوگیا تو جنابت باقی رہنے کی وجہ سے وہ تیمم کرے اس لیے کہ زائل ہونے اور ثابت ہونے کسی معاملہ میں جنابت حصہ حصہ نہیں ہوتی (جاتی ہے تو ایک ساتھ، آتی ہے تو ایک ساتھ) تو اگر اس نے تیمم کیا پھر اسے حدث ہُوا تو حدث کے لیے تیمم کرے اس لیے کہ اس کا تیمم جنابت حدث سے پہلے ہوچکا۔ تو بعد والے حدث

---

[1] شرح الکنز للهروی مع فتح المعین باب مسح الخفین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۱

Marfat.com

وتبعهما الامام الزيلعي في التبيين فقال اذالم يفد كان الاشتغال عبثا وتضييعا للماء في موضع عزته وتضييع المال حرام[1] اھ۔

تبیین میں امام زیلعی نے ان دونوں حضرات کی پیروی کی ہے۔ تو فرمایا: "جب یہ بے فائدہ ہے تو اس میں مشغولی عبث ہے اور ایسی جگہ پانی برباد کرنا جہاں پانی کم یاب ہے اور مال برباد کرنا حرام ہے اھ"

وتبعهم المحقق في الفتح فقال لايفيد اذ لايتجزأ بل الحدث قائم مابقي ادنى لمعة فيبقى مجرد اضاعة مال خصوصا في موضع عزته مع بقاء الحدث كما هو[2] اھ۔

اور محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں ان حضرات کی پیروی کرتے ہوئے فرمایا: "بے فائدہ ہے اس لیے کہ حدث کی تجزی نہیں ہوتی بلکہ جب تک ذرا سا بھی حصہ چھوٹا رہے گا حدث رہے گا تو صرف مال کی بربادی باقی رہ جائے گی خصوصاً ایسی جگہ جہاں پانی کمیاب ہے باوجودیکہ حدث جیسے تھا ویسے ہی باقی رہے گا" اھ (ت)

وتبعه في الحلية والبحر على الفاظه وزادت الحلية وقد صح عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم انه قال وانهى امتي عن اضاعة المال[3] اھ والفقير تبعهم فيما مضى واجدربهم للاتباع۔

اب حلیہ اور بحر نے الفاظ میں بھی ان کی پیروی کی۔ حلیہ نے مزید یہ فرمایا: حالاں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بروایتِ صحیح ثابت ہے کہ فرمایا: "اور میں اپنی اُمت کو مال برباد کرنے سے منع فرماتا ہوں" اھ۔ فقیر نے بھی ماضی میں انہی حضرات کی پیروی کی اور وہ ان کی پیروی کا زیادہ مستحق ہے۔

اقول لكن للعبد الضعيف نظر فيه قوي فانه وان لم يرفع الحدث لعدم تجزيه فلا شك انه يسقط الفرض

اقول لیکن بندۂ ضعیف کو اس میں نظر قوی ہے کیونکہ اس سے حدث غیر متجزی ہونے کے باعث اگرچہ ختم نہیں ہوتا لیکن اس میں شک نہیں کہ جس حصے

---

[1] تبیین الحقائق باب التیمم مطبعہ امیریہ بولاق مصر ۱/۴۱
[2] فتح القدیر " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۱۹
[3] حلیہ

Marfat.com

...حدث ماء يكفيه للوضوء فيتوضؤ[1] | بعد اسے حدث ہوا اور اس کے پاس اتنا پانی ہے جس سے وضو کرلے تو وہ وضو کرے گا کیونکہ یہ بے وضو ہے جنب نہیں ہے اور اس کے پاس اتنا پانی ہے جو وضو کے لیے کافی ہے تو اس سے وضو کرے گا۔ (ت)

یونہی درمختار میں ہے :

تیمم للجنابۃ ثم احدث صار محدثا لاجنبا فیتوضأ[2]۔ | اگر جنابت کا تیمم کیا پھر اسے حدث ہوا تو وہ محدث ہے جنب نہیں اس لیے وضو کریگا۔ (ت)

تیمم کے بعد حدث پر حکم وضو کو اس پر متفرع کیا کہ اب وُہ محدث ہے جنب نہیں یعنی جنب ہوتا تو حدث کے باعث وضو نہ کرتا، لہذا ردالمحتار میں فرمایا :

افادانہ اذا وجد ماء یکفیہ للوضوء فقط انما یتوضأ بہ اذا احدث بعد تیممہ عن الجنابۃ اما لو وجدہ وقت التیمم قبل الحدث لایلزمہ عندنا الوضوء بہ عن الحدث الذی مع الجنابۃ لانہ عبث اذ لابد لہ من التیمم[3] اھ۔ | اس سے یہ افادہ فرمایا کہ جب اسے اتنا پانی ملے جس سے صرف اس کا وضو ہوسکتا ہو تو وہ اس سے وضو کرے گا جبکہ اسے اپنے تیمم جنابت کے بعد حدث ہوا ہو۔ لیکن اگر یہ پانی تیمم ہی کے وقت قبل حدث ملا تو ہمارے نزدیک اسے اس حدث سے جو جنابت کے ساتھ ہے وضو کرنا لازم نہیں کیونکہ عبث ہے اس لیے کہ تیمم اس کے لیے ضروری ہے اھ۔ (ت)

تنبیہ : قول ملک العلماء قدس سرہ فیہ تضییع الماء تبعہ فیہ الامام النسفی فی الکافی فقال لنا انہ اذا لم یطہر عن الجنابۃ باستعمالہ تکون تضییعا[4] اھ۔ | **تنبیہ :** ملک العلماء قدس سرہٗ کا ارشاد "فیہ تضییع الماء" (اس میں پانی برباد کرنا ہے) اس پر امام نسفی نے ان کی پیروی کی ہے —— وہ فرماتے ہیں: "ہماری دلیل یہ ہے کہ اس کے استعمال سے جب وہ جنابت سے پاک نہ ہوا تو یہ برباد کرنا ہی ہے" اھ (ت)

---

[1] بدائع الصنائع شرائط التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۵۰
[2] دُرمختار باب التیمم مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۴۵
[3] ردالمحتار " مکتبہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۸۷
[4] کافی للامام النسفی

Marfat.com

للسنة[1] اھ

ہی ہے تو اعضائے وضو بہتر ہوں گے تاکہ سنت کی ادائیگی ہوجائے"۔ اھ

وبمعناہ فی الھندیۃ عن شرح الزیادات للعتابی فھذا الصرف لیس الا تقلیلا للجنابۃ کما صرح بہ الائمۃ الاسبیجابی و رضی الدین السرخسی وطاھر البخاری وصدر الشریعۃ ومحمد الحلبی وغیرھم والا لزم الجمع بین الوظیفتین فعلم انہ لیس باضاعۃ ولا یوجب حرمۃ ولا شناعۃ۔

اسی کے ہم معنی ہندیہ میں عتابی کی شرح زیادات سے نقل ہے۔ تو یہ صرف کرنا تقلیل جنابت کے لیے جیسا کہ امام اسبیجابی، امام رضی الدین سرخسی، امام طاہر بخاری، امام صدر الشریعۃ، امام محمد حلبی وغیرہم نے اس کی صراحت فرمائی ۔۔۔ ورنہ دونوں عمل (وضو اور تیمم) جمع کرنا لازم آتا ۔۔۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ پانی بہا دکرنا نہیں اور اس سے کوئی حرمت وشناعت لازم نہیں آتی۔ (ت)

اقول بل لا یبعد ان یعد مستحبا لما فیہ من الخروج عن خلاف الامام الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ والخروج عن الخلاف مستحب بلا خلاف مالم یلزم مکروہ مذھبہ وانتفاء الکراھۃ قد علم مما اثرنا من النصوص۔

اقول بلکہ اسے اگر مستحب شمار کیا جائے تو بعید نہ ہوگا کیونکہ اس میں امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اختلاف سے بچنا ہے اور اختلاف سے بچنا جب تک کہ اپنے مذہب کا کوئی مکروہ نہ لازم آئے بلا خلاف مستحب ہے۔ اور کراہت نہ ہونا ان نصوص سے معلوم ہوگیا جو ہم نے نقل کئے۔ (ت)

دلیل ششم تصریحات ہیں کہ آیۂ کریمہ فلم تجدوا ماء میں وہ پانی مراد ہے جس کا استعمال اسے قابلِ نماز کردے اتنا پانی کہ اسے استعمال کیے پر بھی قابلیتِ نماز نہ پیدا ہو (**اقول** یعنی یُوں کہ اتنا پانی جس کے استعمال پر اسے قدرت ہے اور زائد بوجہ فقدان یا ضرر یا تنگیٔ وقت مقدور نہیں تحصیل طہارت کے لیے کافی نہ ہو اس سے زیادہ کی حاجت ہو ورنہ اگر یہ فی نفسہٖ مقدار مطلوب پر ہے اور کوئی اور وجہ مانع تو اس پانی کے مورثِ قابلیت ہونے میں خلل نہیں) نہ ابتداءً مانع تیمم ہے نہ انتہاءً اس کا ناقض اس کا وجود و عدم برابر ہے۔ بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

المراد من الماء المطلق فی الاٰیۃ

آیت میں مائے مطلق سے مراد مقید ہے اور

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ باب التیمم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۹

Marfat.com

يصيبه وكفى به فائدة و يعظم
ـه اذا وجد بعده مايكفى للباقى
د هذا الاستعمال ولو تركه وما
وجد هذا لم يكف۔

وقد قال الامام رضي الدين السرخسي
المحيط فيما اذا اغتسل وبقيت لمعة
وجد ماء لا يكفي لها يغسل شيئا
ن اللمعة ان شاء تقليلا للجنابة[1] اھ

قال في الحلية بعد نقله في مسألة
خرى نظيره مانصه يغسل من اللمعة
يتأتى تقليلا للجنابة اھ[2]

وفي خزانة المفتين عن شرح
الطحاوي للامام الاسبيجابي وان كان
يكفي يغسل مقدار مايكفيه حتى تقل الجنابة ويتيمم[3] اھ

ومثله في الخلاصة وشرح الوقاية
كثير من الكتب بل قد قال في الكافي
فسه جنب على ظهره لمعة ونسي اعضاء
ضوئه وماؤه يكفي احدهما صرفه الى
يهما شاء لان كل واحد نجاسة الجنابة
اعضاء الوضوء اولى اقامة

تک پانی پہنچے گا اس سے فرض ساقط کر دے گا۔ اتنی افادیت کافی ہے۔ اس کی وقعت اس وقت اور بڑھ جائیگی جب اس کے بعد اسے اتنا پانی ملے جو اسے استعمال کرنے کے بعد بقیہ اعضا کے لیے کافی ہو۔ اور اگر اسے چھوڑ کر چلا جائے پھر یہ ملے تو نا کافی ہوگا۔

امام رضی الدین سرخسی نے محیط میں فرمایا ہے:
"اس صورت میں جبکہ غسل کر لیا اور کچھ جگہ چمکتی رہ گئی پھر اتنا پانی ملا جو اس کے لیے کافی نہیں تو اگر چاہے جنابت کم کرنے کے لیے اس جگہ کا کچھ حصہ دھولے۔" اھ

حلیہ کے اندر اسے نقل کرنے کے بعد ویسے ہی ایک دوسرے مسئلہ میں یہ لکھا: "چھوٹی ہوئی جگہ سے جو ہو سکے جنابت کم کرنے کی خاطر دھولے" اھ

خزانۃ المفتین میں امام اسبیجابی کی شرح طحاوی سے نقل ہے: "اگر کافی نہ ہو تو جس قدر کفایت کرے دھولے تاکہ جنابت کم ہو سکے اور تیمم کرے۔" اھ

اسی کے مثل خلاصہ، شرح وقایہ اور بہت سی کتابوں میں ہے — بلکہ خود "کافی" میں لکھا ہے:
"جنب کی پشت پر چھوٹی ہوئی جگہ ہے اور اعضائے وضو دھونا بھول گیا اب جو پانی ہے کسی ایک ہی کے لیے کفایت کر سکتا ہے تو دونوں میں سے جس میں چاہے اسے صرف کرے۔ اس لیے کہ ہر ایک نجاست جنابت

---

[1] محیط رضی الدین السرخسی
[2] حلیہ
[3] خزانۃ المفتین

Marfat.com

ماء فبالضرورة یکون التقدیرات لم تجدوا ماء تغسلون به جمیع ابدانکم جنبا فتیمموا وھذا کما یصدق عند عدم الماء اصلا یصدق عند وجود الماء غیر کاف لذلک فیتعین التیمم فی ھذا کالاول[1]

ماء "(پھر تم پانی نہ پاؤ) سے حکمِ تیم کی طرف ... ہوگیا۔ تو ضروری طور پر تقدیرِ کلام یہ ہوگی ، اگر تم ... پانی نہ پاؤ جس سے اپنا پُورا بدن بحالتِ جنابت دھوسکو تو تیمم کرو۔ اور یہ بات جیسے بالکل پانی نہ ہونے کے وقت صادق ہے ویسے ہے ناکافی پانی ہونے کے وقت بھی صادق ہے تو اوّل کی طرح اس میں بھی تیمم متعین ہے۔ (ت)

کفایہ امام جلال الدین پھر بحر محقق زین العابدین میں ہے ،

واللفظ لہ الاٰیۃ سیقت لبیان الطھارۃ الحکمیۃ فکان التقدیر فلم تجدوا ماء محللا للصلاۃ وباستعمال القلیل لم یثبت شئی من الحل فان الحل حکم والعلۃ غسل الاعضاء کلھا وشئی من الحکم لا یثبت ببعض العلۃ کبعض النصاب فی حق الزکاۃ وبعض الرقبۃ فی حق الکفارۃ کذا ذکر فی کثیر من الشروح۔[2]

الفاظ بحر کے ہیں ، آیت طہارت حکمیہ کے بیان کے لیے آئی ہے ، تو تقدیرِ کلام یہ ہوگی ؛ پھر تم نماز کو حلال کرنے والا پانی نہ پاؤ —— اور قلیل کے استعمال کرنے سے کچھ بھی حلّت ثابت نہ ہوئی ، کیونکہ حلت حکم ہے۔ اور سارے اعضا کو دھونا علّت ہے۔ اور کوئی حکم بعض علّت سے ثابت نہیں ہوتا جیسے حق زکاۃ میں بعض نصاب اور حق کفارہ میں بعض بردہ کا حال ہے۔ اسی طرح بہت سی شروح میں مذکور ہے۔ (ت)

اور ظاہر ہے کہ جنابت کے ساتھ اگرچہ سَو حدث ہوں وضو کرلینا ہرگز اُسے نماز کے قابل نہیں کرسکتا تو جب اسی قدر پانی پر قدرت ہے اُس کا ہونا نہ ہونا یکساں۔ اگر اتنا پانی بھی نہ پاتا کیا کرتا۔ صرف تیمم۔ اب بھی صرف تیمم ہی کرے۔

دلیل ہفتم : شرح وقایہ میں جو خود اپنی اور تمام ائمہ کی تصریحات کے خلاف ایک موہم عبارت واقع ہُوئی جس سے یہ متبادر کہ جنابت کے ساتھ حدث بھی ہو تو وضو کرے اور جنابت کے لیے تیمم عامۂ محشین وکبرائے ناظرین یک زبان اُس کی تاویل کی طرف جُھکے کہ ساتھ سے مراد بعد ہے یعنی جنب نے تیمم کرلیا اس کے بعد حدث ہوا

---

[1] فتح القدیر باب التیمم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۱۹

[2] البحرالرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۳۹

Marfat.com

...التقييد وهو الماء المفيد لاباحة الصلاة ...بالغسل به۔[1]

یہ وہ پانی ہے کہ اگر اس سے دھویا جائے تو جواز نماز کا فائدہ دے۔ (ت)

تبیین الحقائق امام فخر الدین میں ہے:

...الغسل الماموربه هو المبيح للصلاة وما ...يبيحها فوجوده وعدمه سواء۔[2]

جس دھونے کا حکم دے دیا گیا ہے یہ وہ ہے جس سے نماز جائز ہو جائے اور جس سے نماز جائز نہ ہو اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ (ت)

بنایۂ امام بدر محمود میں ہے:

...المحدث او الجنب اذا وجد بعض مایکفیه من الماء لطهارته فعدم وجوب الاستعمال مذهبنا ومذهب مالك واكثر العلماء لان الأية سيقت لبيان الطهارة الحكمية فكان قوله تعالى فلم تجدوا ماءً اي طهوراً محللا للصلاة وبوجود مالايكفي لم يوجد مايحلل۔[3]

بے وضو یا جنب کو جب اپنی طہارت کے لیے کفایت کرنے والے پانی میں سے کچھ ہی ملے تو اس کا استعمال واجب نہیں۔ یہ ہمارا، امام مالک اور اکثر علماء کا مذہب ہے۔ اس لیے کہ آیت کریمہ طہارت حکمیہ کے بیان کے لیے آئی ہے، تو ارشاد باری تعالٰی "فلم تجدوا ماءً" (پھر تم پانی نہ پاؤ) سے مراد ایسا آبِ طہارت ہے جو نماز مباح کر دے اور ناکافی پانی ہونے سے وہ نہ پایا گیا جو نماز حلال کر دے۔ (ت)

فتح محقق حیث اطلق میں مجملاً پھر حلیہ میں موضحاً مفصلاً ہے،

واللفظ لها قلنا المراد بالماء في النص مايكفي لازالة المانع لانه سبحنه امر بغسل جميع البدن في حق الجنب ومعلوم ان ذلك بالماء ثم نقل الى التيمم عند عدمه بقوله عزّ وجل فلم تجدوا

الفاظ حلیہ کے ہیں، ہم کہتے ہیں نص میں پانی سے مراد وہ ہے جو ازالۂ مانع کے لیے کافی ہو اس لیے کہ خدائے پاک نے حق جنب میں پورا بدن دھونے کا حکم فرمایا ہے اور معلوم ہے کہ یہ پانی ہی سے ہوگا۔ پھر پانی نہ ہونے کے وقت ارشاد باری عزّوجلّ فلم تجدوا

---

[1] بدائع الصنائع باب التیمم مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۱
[2] تبیین الحقائق " مکتبہ امیریہ بولاق مصر ۱/۴۱
[3] البنایۃ شرح الہدایۃ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ملک سنز فیصل آباد کراچی ۱/۳۲۳

Marfat.com

اقول وعندی مثل المتون

اقول میرے نزدیک فقہ میں متون،

ع اقول ای کمختصرات الائمۃ الطحاوی والکرخی والقدوری والکنز والوافی والوقایۃ والنقایۃ والاصلاح والمختار ومجمع البحرین ومواھب الرحمٰن والملتقی وامثالھا الموضوعۃ لنقل المذھب لاکامثال المنیۃ فانھا لاتعدو الفتاوی وقد رأیت التنویر یدخل روایات عن القنیۃ مع مصادمھا للمذھب المنصوص علیہ فی کتب محمد کما بینت بعضہ فی کتابی کفل الفقیہ الفاھم فی حکم قرطاس الدراھم وقد جھل بعض ضلال الزمان وھو الگنگوھی فی رسالتہ فی الجماعۃ الثانیۃ اذ جعل الاشباہ من المتون ولم یدر السفیہ ما معنی المتن المراد ھنا وزعم بجھلہ ان کل بیضاء شحمۃ وکل سوداء تمرۃ وھذا کتاب الاشباہ مشحونا بالنقول عن الفتاوی و باٰبحاثہ فما مرتبتہ الافی الفتاوی او فی الشروح ھذا وقد عدوا الھدایۃ من المتون مع انھا شرح بالصورۃ ١٢ منہ غفرلہ (م)

اقول یعنی جیسے مختصر امام طحاوی، مختصر امام کرخی، مختصر امام قدوری، کنز الدقائق، وافی، وقایہ، نقایہ، اصلاح، مختار، مجمع البحرین، مواہب الرحمٰن، ملتقی۔ اور ایسی ہی دُوسری کتابیں جو نقل مذہب کے لیے لکھی گئی ہیں۔ منیہ جیسی کتاب نہیں کہ اس کا درجہ فتاوٰی سے زیادہ نہیں ــــ اور میں نے دیکھا کہ تنویر الابصار میں قنیہ سے نقل شدہ روایات داخل ہیں جب کہ وُہ امام محمد کی کتابوں میں منصوص مذہب سے متصادم ہیں۔ جیسا کہ ان میں سے بعض کا میں نے اپنی کتاب "کفل الفقیہ الفاہم فی حکم قرطاس الدراہم" میں بیان کیا ہے ــــ ایک گمراہِ زمانہ ــــ گنگوہی۔ کی بے خبری دیکھیے کہ جماعت ثانیہ سے متعلق اپنے رسالہ میں "اشباہ" کو متون سے قرار دیا۔ نادان کو یہ پتا نہیں کہ یہاں متن سے کون سا معنی مراد ہے اور اپنی بے خبری سے یہ سمجھ لیا کہ "ہر سفید چیز چربی اور ہر سیاہ چیز کھجور ہے"۔ (یا اردو مثل میں: ہر چمکتی چیز سونا ہے ١٢ ام۔ الف) یہ کتاب الاشباہ فتاوٰی کی نقول وابحاث سے بھری ہوئی ہے تو اس کا درجہ فتاوٰی ہی کا ہے یا شروح کا ــــ یہ ذہن نشین رہے اور علما نے ہدایہ کو متون سے شمار کیا ہے باوجودیکہ وہ صورۃً شرح ہے ١٢ منہ غفرلہ (ت)

Marfat.com

پانی قابل وضو حاضر ہے تو اب وضو کرنے کہ گزشتہ تیمم بعد کے حدث میں کام نہیں دے سکتا جیسے نہالینے کے بعد حدث ہوتا تو وضو کرنا لازم تھا نہ یہ کہ جنابت کا تیمم رفع حدث سابق کو کافی نہیں تیمم کے ساتھ وضو بھی کرنا پڑے کہ یہ اشبہ مذہب کے خلاف اور اس کا بطلان ظاہر وصاف ۔ خلاصہ یہ کہ طہارت وحدث میں جو متأخر ہے سابق کو رفع کر دیتا ہے تو جنابت کے ساتھ اگر ہزار حدث ہوں جب تیمم کرے گا سب رفع ہو جائیں گے لہذا واجب کہ عبارت شرح وقایہ کو حدث بعد تیمم پر حمل کریں ۔ علما کا تاویل پر ہجوم روشن دلیل ہے کہ حکم وُہ نہیں جو اُس کے ظاہر سے مفہوم و لہذا جس نے تاویل نہ پائی اعتراض کر دیا بہر حال اس کا ظاہر کسی نے مسلّم نہ رکھا ۔

اللھم الا الفاضل القرہ باغی فی حاشیتہ علی شرح الوقایۃ کما سیأتی ان شاء اللہ تعالٰی ۔

ہاں مگر فاضل قرہ باغی نے شرح وقایہ پر اپنے حاشیہ میں ـــــ جیسا کہ ان کا کلام ان شاء اللہ تعالٰی آئے گا ۔ (ت)

اقول والعجب من علامۃ الوزیر سکت عنہ فی الایضاح مع شدۃ ولوعہ بالاعتراض علی الامامین الشارح والماتن رحمہم اللہ الجمیع حتی تجاوز الی المؤاخذات اللفظیۃ وسمی متنہ الفقھی الاصلاح والاصولی تغییر التنقیح غیر انہ لاینسب الی ساکت قول اما اثبات الھندیۃ کلام شرح الوقایۃ ھذا بالتقریر فمع قطع النظر عن ان غالب الفتاوی المنسوجۃ علی ھذا المنوال جل ھمتھا الجمع والتلفیق ولذا رجحت علیھا الشروح الباحثۃ بالتنقیح والتحقیق ۔

اقول تعجب ہے کہ علامہ وزیر اس پر ایضاح میں خاموش رہے جبکہ امامین شارح و ماتن پر اعتراض سے ان کو بہت زیادہ دلچسپی ہے ـــــ خدا سب پر رحمت فرمائے ـــــ یہاں تک کہ لفظی گرفتوں تک تجاوز کر گئے اور اپنے فقہی متن کا نام "اصلاح" اور اصولی متن کا نام "تغییر التنقیح" رکھا مگر (یہاں وہ ساکت رہے تو) ساکت کی طرف تو کوئی قول منسوب نہیں کیا جا سکتا ۔ ہندیہ نے شرح وقایہ کا یہ کلام ایک تقریر سے ثابت کیا ہے ۔ یُوں تو اس انداز پر جمع شدہ زیادہ تر فتاوٰی کا بڑا مقصد جمع و تلفیق ہوتا ہے ۔ اسی لیے تنقیح و تحقیق سے بحث کرنے والی شروح کو ایسے فتاوٰی پر ترجیح حاصل ہے ۔ (ت)

Marfat.com

مثل[1] الصحاح[2] و السنن[3] — جو حدیث میں صحاح ، سنن

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وجامع الصغار والتاتارخانیة والھندیة و امثالھا ومنھا المنیة کما ذکرت لاکالقنیة[ف1] و الرحمانیة وخزانة الروایات و مجمع البرکات وبرھانه امّاالمعروضات[ف2] فما بنی منھا علی التنقیر والتنقید والتنقیح فھی عندی فی مرتبة الشروح کالفتاوی الخیریة والعقود الدریة للعلامة شامی واطمع ان یسلك ربی بمنه وکرمه فتاوای ھذہ فی سلکھا فللارض من کأس الکرام نصیب اما فتاوی[ف3] الطوری والمحقق ابن نجیم فقدقیل انه لایعتمد علیھا واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منه غفرله (م)

اور ایسی ہی کتابیں — ان ہی فتاوٰی میں منیہ بھی ہے جیسا کہ میں نے ذکر کیا — قنیہ، رحمانیہ، خزانۃ الروایات، مجمع البرکات، اور ان کی برہان جیسی کتابیں نہیں۔ لیکن معروضات تو ان میں جو چھان بین اور تنقید و تنقیح پر مبنی ہوں وہ میرے نزدیک شروح کے درجہ میں ہیں جیسے فتاوٰی خیریہ اور علامہ شامی کی العقود الدریہ — اور مجھے امید ہے کہ میرا رب اپنے احسان وکرم سے میرے ان فتاوی کو بھی ان ہی کی سلک میں منسلک فرمائے گا کہ اہل کرم کے جام سے زمین کو بھی حصہ مل جاتا ہے۔ رہے فتاوٰی طوری اور فتاوٰی محقق ابن نجیم تو ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ قابل اعتماد نہیں — اور خدائے برتر ہی خوب جاننے والا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عہ۱ الثلثة بالثلثة علی الولاء ۱۲ منه غفرله (م)

تینوں تینوں کے مقابل پے بہ پے ہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت) (یعنی سب سے معتبر صحاح پھر سنن پھر مسانید، اسی طرح متون پھر شروح پھر فتاوٰی۔ م الف)

عہ۲ کصحاح[ف] الشیخین والمنتقی وابن السکن والمختارۃ وعندی منھا موطا مالك ویتلوھا ابن حبان لاکالمستدرك ۱۲ منه غفرله (م)

جیسے صحاح شیخین و منتقی و ابن السکن و مختارہ — اور میرے نزدیک ان ہی میں مؤطا امام مالک بھی ہے اور انہی سے متصل صحیح ابن حبان بھی — مستدرک جیسی کتب نہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عہ۳ کسنن ابی[ف] داؤد والنسائی والترمذی وفی مرتبتھا مسند الرویانی و مثلھا بل فوق[ف]

جیسے ابو داؤد، نسائی اور ترمذی کی سنن۔ ان ہی کے درجہ میں مسند رویانی بھی ہے اور ان ہی کے مثل بلکہ ان میں

(باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

عہ اقول کشروح کتب الاصول الجامعین والاصل والزیادات والسیرین للائمۃ وشروح المختصرات المذکورۃ المبنیۃ علی التحقیق ومبسوط الامام السرخسی وبدائع ملک العلماء والتبیین والفتح والعنایۃ والبنایۃ وغایۃ البیان والدرایۃ والکفایۃ والنہایۃ والحلیۃ والغنیۃ والبحر والنہر والدرر والدر وجامع المضمرات والجوہرۃ النیرۃ والایضاح وامثالہا وقد دخل فیہا عندی حواشی المحققین مثل غنیۃ الشرنبلالی وحواشی الخیر الرملی ورد المحتار ومنحۃ الخالق واشباہہا لاکالمجتبی وجامع الرموز وابی المکارم ونظرائہا بل ولاکالسراج الوہاج ومسکین ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اقول جیسے کتبِ اصول کی شرحیں جوائمہ نے لکھیں (کتبِ اصول یہ ہیں: جامع کبیر، جامع صغیر، مبسوط، زیادات، سیرِکبیر، سیرِ صغیر) اور (حاشیۂ بالا میں) مذکورہ مختصرات کی شرحیں جو تحقیق پر مبنی ہوں — اور مبسوط امام سرخسی، بدائع ملک العلماء، تبیین الحقائق، فتح القدیر، عنایہ، بنایہ، غایۃ البیان، درایہ، کفایہ، نہایہ، حلیہ، غنیہ، البحر الرائق، النہر الفائق، درر احکام، دُرِّ مختار، جامع المضمرات، جوہرۂ نیّرہ، ایضاح۔ اور ایسی ہی دیگر کتابیں — میرے نزدیک ان ہی میں محققین کے حواشی بھی داخل ہیں جیسے غنیۂ شرنبلالی، حواشی خیرالدین رملی، رد المحتار، منحۃ الخالق، اور ایسے ہی حواشی — مجتبٰی، جامع الرموز، شرح ابی المکارم جیسی کتابیں نہیں — بلکہ سراج وہاج اور شرح مسکین بھی نہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عہ اقول مثل الخانیۃ والخلاصۃ والبزازیۃ وخزانۃ المفتین وجواہر الفتاوی والمحیطات والذخیرۃ والواقعات للناطفی وللصدر الشہید ونوازل الفقیہ ومجموع النوازل والولوالجیۃ والظہیریۃ والعمدۃ والکبری والصغری وتتمۃ الفتاوٰے والصیرفیۃ وفصول العمادی وفصول الاستروشنی

اقول جیسے خانیہ، خلاصہ، بزازیہ، خزانۃ المفتین، جواہر الفتاوی، محیطات (محیط نام کی متعدد کتابیں ہیں) ذخیرہ، واقعاتِ ناطفی، واقعات صدر شہید، نوازل فقیہ، مجموع النوازل، ولوالجیہ، ظہیریہ، عمدہ، کبرٰی، صغرٰی، تتمۃ الفتاوٰی، صیرفیہ، فصول عمادی، فصول استروشنی، جامع صغار، تاتارخانیہ، ہندیہ —

(باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

التوضی ولابد للحکم بالاحتیاج الیھما من روایة صریحة[1]۔

اس بارے میں تردد ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ وہ جب جنابت کا تیمم کرلے تو وضو کی کوئی ضرورت نہیں، دونوں ہی کی ضرورت ہونے کا حکم کرنے کے لیے کوئی صریح روایت ہونا ضروری ہے۔ (ت)

اقول [ف1] فاضل شارح کو تردد ہوا اور وضو کی حاجت نہ ہونے کو ظاہر رکھا اور جانب خلاف کسی روایت صریحہ کا انتظار کیا حالانکہ یہ محلِ جزم ہے اور روایاتِ صریحہ اس طرف موجود کما عرفت وتعرف اِن شاء اللہ تعالٰی (جیسا کہ معلوم ہوا اور بمشیت خدائے برتر آئندہ بھی معلوم ہوگا۔ ت) اسی کے قریب حاشیۂ درمختار میں سید علامہ احمد طحطاوی کا قول ہے:

فی صدر الشریعة اذا کان مع الجنابة حدث یوجب الوضوء یجب علیه الوضوء ای اذا وجد الحدث بعد التیمم للجنابة کما نص علیه القھستانی وظاھر ھذا انه اذا وجد حین التیمم المذکور ماء یکفی للوضوء لایتوضؤ به للاستغناء بھذا التیمم عنه وانما یستعمله اذا وجد الحدث بعد ذلك وھو صریح عبارة القھستانی[2] اھ فنقل عنه مایأتی اٰنفا۔

شرح صدر الشریعۃ میں ہے "جب جنابت کے ساتھ کوئی ایسا حدث ہو جو وضو واجب کرتا ہے تو اس پر وضو واجب ہے" ــــ یعنی جب تیمم جنابت کے بعد حدث پایا گیا ہو جیسا کہ اس پر قہستانی نے نص کیا ہے ــــ اس کا ظاہر یہ ہے کہ جب تیمم مذکور کے وقت وضو کے لیے کفایت کرجانے والا پانی ملے تو اس سے وضو نہیں کریگا کیونکہ اِس تیمم کی وجہ سے اُس وضو سے بے نیازی ہے وُہ پانی اسی وقت استعمال کریگا جب اس کے بعد حدث پایا جائے۔ یہی قہستانی کی صریح عبارت ہے" اور اس کے بعد قہستانی کی وہ عبارت نقل کی جو ابھی آرہی ہے۔ (ت)

اقول لم یصل [ف2] فھمی الی مرجعله ظاھر نص القھستانی ثم صریح عبارته وھو [ف3] صریحھا لاشك ثم [ف4] انما عاقه عن الجزم به قصر نسبته علی القھستانی وماھو له بل

اقول انھوں نے پہلے اسے نص قہستانی کا ظاہر کہا پھر اس کی صریح عبارت کہا اس میں کیا رمز ہے میرے فہم کی رسائی وہاں تک نہ ہوئی۔ یقیناً یہ قہستانی کی صریح عبارت ہے۔ اس پر جزم سے ان کے لیے یہی چیز مانع ہوئی کہ اس کی نسبت

[1] شرح النقایة للبرجندی ــ فصل فی التیمم ــ مطبع نولکشور ــ ۱/۴۴

[2] طحطاوی علی الدرالمختار ــ باب التیمم ــ مطبوعہ بیروت ــ ۱/۱۳۴

Marfat.com

المسانید فی الحدیث انما یشعر باعتمادہ علی ما یتقرر من مرادہ لا بخصوص العمل علی ظاھر مفادہ واللہ اعلم بنیات عبادہ۔

اور مسانید کا حال ہے۔ مگر اس سے قطع نظر تقریر ہندیہ سے یہی پتا چلتا ہے کہ اس کا اعتماد اس مراد پر ہے جو اس تقریر سے ثابت ہوتی ہے خاص اس کے ظاہر مفاد پر عمل معتمد نہیں ـــــ اور خدا ہی اپنے بندوں کی نیتیں خوب جانتا ہے۔ (ت)

شرح نقایہ علامہ برجندی میں بعد نقل کلام شرح وقایہ وبحث وجواب جس کا ذکر ان شاء اللہ تعالٰی آگے آتا ہے حکم مذکور پر انکار کر دیا،

بحث قال اجنب ولم یوجد ناقض الوضوء ھل یجب التیمم والتوضی جمیعا اذا احدث ومعہ ماء یکفی للوضوء فقط فیہ تردد والظاھر انہ اذا تیمم للجنابۃ لاحاجۃ الی

ان کے الفاظ یہ ہیں: جنابت ہوئی اور کوئی ناقضِ وضو نہ پایا گیا تو کیا اس پر تیمم اور وضو دونوں ہی واجب ہوں گے جبکہ اسے حدث ہوا ہو اور اس کے پاس اتنا ہی پانی ہے جو صرف وضو کے لیے کفایت کرسکے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بعضھا شرح معانی الاٰثار للطحاوی وکتاب الاٰثار لمحمد والحجج لعیسی بن ابان عن محمد وکتاب الخراج لابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہم جمیعا ۱۲ منہ غفرلہ (م)

علٰہ اجلہا مسند الامام احمد ومن ھذہ الدرجۃ المصنفان ومعاجیم الطبرانی لا کمسند الفردوس وامثالہ ولیس مسند بھذا المعنی بل ھو تخریج احادیث الفردوس ومن احب تمامہ فلینظر رسالتی مدارج طبقات الحدیث ۱۲ منہ غفرلہ (م)

بعض سے بالاتر امام طحاوی کی شرح معانی الآثار، امام محمد کی کتاب الآثار، امام محمد سے روایت شدہ حجج عیسٰی بن ابان اور امام ابو یوسف کی کتاب الخراج ہے۔ اللہ تعالٰی سب سے راضی ہو۔ (ت)

ان میں سب سے بزرگ تر مسند امام احمد ہے اور اسی درجہ میں دونوں مصنف (مصنف عبدالرزاق و مصنف ابن ابی شیبہ) اور طبرانی کی معجم کبیر و صغیر و اوسط بھی ہیں۔ مسند الفردوس اور اس جیسی کتابیں نہیں۔ وہ اس معنی میں مسند ہے بھی نہیں۔ بلکہ اس میں احادیث فردوس کی تخریج ہے۔ اس سے متعلق پوری بحث کا جسے شوق ہو وہ میرا رسالہ "مدارج طبقات الحدیث" ملاحظہ کرے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

Marfat.com

صرفه الیه الا اذا تیمم للجنابة ثم وقع منه حدث موجب للوضوء فانه یجب علیه الوضوء حینئذ لانه قدر علی ماء کاف له[1]

وضو کے لیے۔ تو وہ تیمم کرے اور اس پر اس پانی کو بعض اعضاء کے لیے صرف کرنا واجب نہیں مگر جب جنابت کا تیمم کرے پھر اس سے کوئی ایسا حدث ہو جو وضو واجب کرتا ہے تو اب اس پر وضو واجب ہے اس لیے کہ وہ وضو کے لیے کافی پانی پر قادر ہے۔(ت)

صاف ارشاد ہے کہ جنب کو حدث کے لیے وضو صرف اسی وقت ہے کہ جنابت کا تیمم کر چکنے کے بعد حدث ہو اُس سے پہلے جتنے بھی حدث تھے اُن کے لیے وضو کی اصلاً حاجت نہیں۔

اقول یعنی دونوں حالتوں میں جنب مذکور پر حدث کے لیے وضو نہیں۔ جب تک تیمم نہ کیا تھا جنب تھا اور حدث کے لیے وضو کا حکم نہ تھا اب کہ تیمم کرلیا پھر حدث ہوا اور اس پر حکم وضو آیا اس وقت وہ جنب نہیں کہ جنابت کے لیے تیمم کر چکا اور وہ وقوعِ حدثِ اصغر سے نہیں ٹوٹ سکتا عبارت مذکورۂ شرح طحاوی کا تتمہ ہے

ولم یجب علیه التیمم لانه بالتیمم خرج عن الجنابة الی ان یجد ماء کافیا للغسل[2]

(اور اس پر تیمم واجب نہیں کیونکہ وہ تیمم کرکے جنابت سے نکل چکا ہے یہاں تک کہ غسل کے لیے کافی پانی پائے۔ت)

نص سوم[ع] : فتاوٰی امام اجل فقیہ النفس فخر الملۃ والدین قاضی خان میں ہے :

جنب تیمم للظهر وصلی ثم احدث فحضرته العصر ومعه ماء یکفی للوضوء فانه یتوضؤ لان الجنابة

کسی جنب نے ظہر کے لیے تیمم کیا اور نماز پڑھی پھر اسے حدث ہُوا تو نمازِ عصر کا وقت آیا اور اس کے پاس اتنا پانی ہے جو وضو کے لیے کافی ہو تو وہ وضو کرے گا

ع ردالمحتار کی عبارت کہ دلیل پنجم میں گزری کہ جس جنب کو صرف وضو کے قابل پانی ملے اس پر وضو فقط اس وقت ہے کہ تیمم جنابت کے بعد حدث ہو اگر اس تیمم سے پہلے حدث تھا تو اس کے لیے وضو عبث ہے ، گویا نص چہارم ہے کہ نصوص ائمہ واکابر ہی اس کے مآخذ ہیں ۱۲ منہ غفرلہ۔

(م)

---

[1] جامع الرموز باب التیمم مطبعہ کریمیہ قزان ایران ۱/۶۴

[2] السعایۃ شرح الوقایۃ " سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۴۹۱

Marfat.com

للامام الجليل الاسبیجابی۔ | قہستانی تک محدود ہے حالانکہ یہ قہستانی کا کلام نہیں بلکہ امام جلیل اسبیجابی کا ہے۔ (ت)

یہ ساٹھ دلائل ہیں اور بحمد اللہ تعالٰی روشن و کامل ہیں، اب صریح تر نصوص جزئیہ لیجئے وباللہ التوفیق۔

نص اول : محقق علامہ محمد بن فراموز درر الحکام میں فرماتے ہیں :

لوان رجلا انتبہ من النوم محتلما وکان لہ ماء یکفی للوضوء لا للغسل تیمم ولم یجب علیہ الوضوء عندنا خلافا للشافعی[1]	اگر کوئی شخص احتلام کی حالت میں نیند سے بیدار ہو اور اس کے پاس اتنا پانی ہے جو صرف وضو کیلئے کافی ہے غسل کے لیے نہیں تو وہ تیمم کرے گا ہمارے نزدیک ــ بخلاف امام شافعی کے ــ اس پر وضو واجب نہیں۔ (ت)

صریح تصریح ہے کہ سوتے سے مُحتلم اٹھا جنابت وحدث دونوں تھے اور وضو کے قابل پانی موجود، وضو نہ کرے صرف تیمم کرے اور یہ کہ جنب کو حدث کے لیے وضو کا حکم دینا ہمارا مذہب نہیں امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب ہے۔

نص دوم : شرح مختصر امام اجل طحاوی للامام علی الاسبیجابی وغیرہ پھر جامع الرموز پھر طحطاوی علی الدر پھر ردالمحتار میں ہے :

الجنب اذا کان لہ ماء یکفی لبعض اعضائہ اوالمحدث[ع] للوضوء تیمم ولم یجب علیہ	جنب کے پاس جب اتنا ہی پانی ہو جو اس کے بعض اعضاء کے لیے کفایت کرسکے۔ یا محدث کو،

ع ھکذا ھو فی جامع الرموز وعنہ فی ردالمحتار ووقع فی نسخۃ ط المصریۃ طبع المیری بدون لفظ المحدث وھو یشبہ التکرار فما اعضاء الوضوء الا بعض اعضاء الجنب ۱۲ منہ غفرلہ (م)	یہ لفظ اسی طرح جامع الرموز میں ہے اور اس سے ردالمحتار میں بھی ایسے ہی نقل ہے اور طحطاوی کے مصری نسخہ طبع میری میں لفظ "محدث" کے بغیر ہے اور اس سے تکرار سی معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ اعضائے وضو جنب کے بعض اعضا ہی تو ہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] درر الحکام لمولٰی خسرو باب التیمم المکتبۃ الکاملیہ بیروت ۱/۲۹

Marfat.com

لانہ لما مر بماء یکفی للاغتسال عاد جنبا فھذا جنب معہ ماء لا یکفی للاغتسال فیتیمم[1]

کیونکہ جب وہ غسل کے لیے کافی پانی پر گزرا تو پھر جنب ہوگیا۔ اب یہ ایسا جنب ہے جس کے پاس غسل کے لیے ناکافی پانی ہے تو اسے تیمم کرنا ہے۔ (ت)

کیسا روشن نص ہے کہ جنب جسے غسل کو پانی نہ ملے اور وضو کے قابل موجود ہو اُسے اگر تیمم جنابت کے بعد حدث ہو جب تو وضو کرے اور تیمم سے پہلے ہو تو صرف تیمم کرے وضو نہ کرے۔

اقول واستنادی بما ذکرہ رحمہ اللہ تعالٰی من اصول الاحکام فی التعلیلات والا فدخول ھذا الفرع فی ھذا الاصل فیہ کلام قوی للعبد الضعیف غفرلہ المولی اللطیف کما ستعرفہ فی الافادات ان شاء واھب العطیات۔

اقول میرا استناد ان اصول احکام سے ہے جو امام فقیہ النفس رحمہ اللہ تعالٰی نے تعلیلات کے تحت ذکر کیے۔ ورنہ اس جزئیہ کے اس اصل کے اندر داخل ہونے میں بندۂ ضعیف کو ــــ مولائے لطیف اسے مغفرت سے نوازے ــــ پر زور کلام ہے جیسا کہ اگر عطاؤں سے نوازنے والے رب نے چاہا تو افادات کے تحت معلوم ہوگا۔ (ت)

بالجملہ سات روشن دلائل اور تین نصوص جلائل تلک عشرۃ کاملۃ (وہ پورے دس ہیں۔ ت) سے بحمدہ عزوجل حکم آشکار ہوگیا۔

وللہ الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ کما یحب ربنا ویرضی، وصلی اللہ تعالٰی علی اصفی مصطفی، وارضی مرتضی، والہ وصحبہ الی یوم القضاء، اٰمین۔

اور خدا ہی کے لیے حمد ہے کثیر، پاکیزہ، برکت والی حمد جیسی ہمارا رب چاہے اور پسند فرمائے۔ اور خدائے برتر کی طرف سے درود ہو سب سے زیادہ پسندیدہ ذات گرامی پر اور ان کی آل و اصحاب پر فیصلہ کے دن تک۔ الٰہی قبول فرما!

رہا امام صدر الشریعۃ کا کلام اور اُس میں تاویلات علمائے کرام ہم اولاً کلام پیشینیاں پیش کریں۔ پھر وہ جو قلب فقیر پر فیض قدیر سے فائض ہوا ہدیۂ انظار انصاف کیش۔

قال الامام الھمام اعلی اللہ تعالٰی مقامہ فی

امام بلند ہمت صدر الشریعۃ ــــ خدائے برتر دار السلام میں انھیں مقام بلند عطا فرمائے اُو

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں باب التیمم مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۳۰

Marfat.com

قد قالت بالتیمم فاذا احدث بعد التیمم و معه ماء یکفی للوضوء فانه یتوضؤ به فان توضأ للعصر وصلی ثم مر بماء وعلم به ولم یغتسل حتی حضرته المغرب وقد احدث او لم یحدث و معه ماء قدر ما یتوضؤ به فانه یتیمم[ع] ولا یتوضؤ به

کیونکہ جنابت تو تیم سے دُور ہوگئی ۔ پھر جب بعد تیمم اسے حدث ہُوا اور اس کے پاس اتنا پانی بھی ہے جو وضو کے لیے کافی ہو تو وہ اس سے وضو کرے گا ۔ تو اگر عصر کے لیے وضو کیا اور نماز پڑھی پھر پانی کے پاس سے گزرا اور اس سے باخبر بھی ہُوا مگر غسل نہ کیا ، یہاں تک کہ مغرب کا وقت آگیا اور اسے حدث بھی ہوا یا حدث نہ ہُوا ۔ اتنا پانی بھی اس کے پاس ہے جس سے وضو کرسکے تو اسے تیمم کرنا ہے وضو نہیں کرنا ہے

ع فقیر کے پاس خانیہ کے چار نسخے ہیں ایک مطبع العلوم کا مطبوعہ ۱۲۷۲ھ ہجریہ اس کی جلد اول نہیں ۔ دوسرا مطبوعہ کلکتہ ۱۸۳۵ء جسے چوراسی برس ہُوئے ۔ تیسرا مطبوعہ مصر ۱۳۱۰ھ کہ ہامش ہندیہ پر ہے ۔ چوتھا مطبع مصطفائی ۱۳۱۰ھ جس کے ہامش پر سراجیہ ہے ۔ عجب کہ ان سب میں ومعہ ماء قدر ما یتوضؤ بہ کے بعد الفاظ حکم ساقط ہیں اس کے بعد لانہ لما مر تعلیل ہے عجب نہیں کہ مصری و مصطفائی دونوں نسخے اسی نسخہ کلکتہ سے نقل ہوتے ہوں جس میں عبارت چھُوٹ گئی اگرچہ خود فحوائے عبارت نیز ملاحظہ ارشاد امام محمد کتاب الاصل سے کہ بعونہٖ تعالیٰ افادات میں آتا ہے الفاظ ساقطہ ظاہر تھے کہ فانہ یتیمم ولا یتوضؤ بہ ہوں گے کاتب کی نظر ایک لا یتوضؤ بہ سے دوسرے کی طرف منتقل ہوگئی بحمدہٖ تعالیٰ نسخ قدیمہ سے اس کی تصدیق ہوگئی ۔ چند سال ہوئے فقیر کے پاس ایک پُرانا قلمی نسخہ لکھنؤ سے آیا تھا اس میں بعینہٖ عبارت یونہی تھی جس طرح فقیر نے خیال کی ومعہ من الماء قدر ما یتوضؤ بہ فانہ یتیمم ولا یتوضؤ بہ لانہ لما مر الخ اس کے بعد ولد عزیز ذو العلم والتمیز فاضل بہار مولوی محمد ظفر الدین وفقہ اللہ تعالیٰ لحمایۃ الدین ٭ ونکایۃ المفسدین ٭ وجعلہ کاسمہ ظفر الدین ٭ نے اپنے زمانۂ مدرسی مدرسۂ شمس الہدٰی بانکی پور میں عظیم آباد کے مشہور کتب خانۂ خدا بخش خاں سے ایک بہت قدیم قلمی نسخے مکتوبہ ۹۰۰ھ ہجریہ سے جسے لکھے ہوئے ۴۳۵ برس ہُوئے یہ مسئلہ نقل کرکے بھیجا اس میں بھی یہی صحیح عبارت ہے ومعہ ماء قدر ما یتوضؤ بہ فانہ یتیمم ولا یتوضؤ بہ لانہ لما مر الخ ۔ دوسری نقل ایک نسخہ مکتوبہ ۹۲۷ھ سے بھیجی جسے ۴۰۸ برس ہُوئے اُس میں یوں ہے ومعہ ماء قدر ما یتوضؤ بہ فانہ یتیمم لانہ لما مر الخ اس کا بھی حاصل وہی ہے کما لا یخفی ۱۲ منہ غفر لہ (م)

Marfat.com

ویمکن ان یصور ذلك علی قول محمد بان یجامع الرجل المتوضئ امرأة ولم ینزل فانه قد اجنب ولم ینتقض[عه۱] وضوؤه فان المباشرة الفاحشة غیر ناقضة عنده ولم یوجد[عه۲] شئ اٰخر من نواقض الوضوء۔

وعلی قول الشیخین[عه۳] رضی الله تعالٰی عنهم بان یستمنی بالید ثم یأخذ رأس الذکر حتی لا یخرج المنی فقد[عه۴] اجنب و

وضو باقی ہے۔

اس کی صورت امام محمد کے قول پر یہ بھی پیش کی جا سکتی ہے کہ باوضو مرد عورت سے مجامعت کرے اور انزال نہ ہو تو وہ جنابت زدہ ہو گیا اور اس کا وضو نہ ٹوٹا کیونکہ ان کے نزدیک مباشرت فاحشہ ناقض وضو نہیں ۔۔۔ اور نواقض وضو میں کوئی دوسری چیز بھی نہ پائی گئی۔

اور شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے قول پر یہ صورت ہو سکتی ہے کہ ہاتھ سے منی نکالے پھر ذکر کا سرا پکڑ لے تاکہ منی باہر نہ آئے تو وہ جنب ہو گیا اور ناقض وضو

عه۱ **اقول** قد علمت المعنی فاحتفظ ولا تزل ۱۲ منه غفر له (م)

عه۲ **اقول** ای ما هو حدث اصغر اذ لا یقال نواقض الوضوء الا علیها فههنا افصح عن المراد ۱۲ منه غفر له (م)

عه۳ **اقول** هذا[۱] سهو وانما هو قول الطرفین واطلاق الشیخین علیهما بعید وان[۲] جاء فی بعض المواضع علی الصاحبین کما بینته فی کتابی فصل القضاء ۱۲ منه غفر له (م)

عه۴ **اقول** ای[۳] اذا اخرج المنی لان الخروج شرط بالاجماع انما النزاع فی اشتراط الشهوة عند الخروج او کفایتها عند الانفصال به قالا وبالاول ابو یوسف فاحتمال ارادة خلافه ظن ما لا یلیق بالعلماء ۱۲ منه غفر له (م)

اقول ناظر کو مراد معلوم ہو گئی تو نگہداشت چاہئے اور لغزش سے پرہیز ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

اقول یعنی اس چیز سے جو حدث اصغر ہو کیونکہ نواقض وضو کا اطلاق اسی پر ہوتا ہے تو یہاں اپنی مراد واضح کر دی ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

اقول یہ سہو ہے۔ وہ طرفین کا قول ہے اور ان پر اطلاق شیخین بعید ہے اگرچہ بعض مقامات میں صاحبین کے لیے شیخین کا اطلاق ہے جیسا کہ میں نے اپنی کتاب "فصل القضاء" میں بیان کیا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

اقول یعنی جب منی باہر آ جائے اس لیے کہ باہر آنا بالاجماع شرط ہے نزاع صرف اس میں ہے کہ شہوت یعنی باہر آنے کے وقت ہونا شرط ہے یا بس اپنے مقر سے منی کے انفصال کے وقت (شہوت) ہونا کافی ہے۔ دوم کے قائل طرفین ہیں اور اول کے قائل امام ابو یوسف ہیں۔ تو یہ احتمال کہ اس کے خلاف مراد لے لیا ہو ایسا ظن ہے جو علما کے لائق نہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

Marfat.com

الاسلام و ورحمنا به وبسائر الائمة الکرام فی کل حال ومقام و مدی اللیالی و الایام و اول باب التیمم من شرحه للوقایة اذا کان الجنب مایکفی للوضوء لا للغسل یتیمم ولا یجب علیه التوضی عندنا خلافا للشافعی اما اذا کان مع الجنابة حدث یوجب الوضوء یجب علیه الوضوء فالتیمم للجنابة بالاتفاق واذا کان للمحدث ماء یکفی لغسل بعض اعضائه فالخلاف ثابت ایضا اھ

ہم پران کی برکت سے اور دیگر ائمہ کرام کی برکت سے ہر حال ومقام میں جب تک گردش شب وروز ہے ہمیشہ رحمت فرمائے ۔۔۔ شرح وقایہ اول باب التیمم میں فرماتے ہیں "جب جنابت والے کے پاس اتنا پانی ہو جو وضو کے لیے کفایت کرے غسل کے لیے نہیں تو وہ تیمم کرے ہمارے نزدیک بخلاف امام شافعی کے۔ اس پر وضو کرنا واجب نہیں ۔۔۔ لیکن جب جنابت کے ساتھ کوئی ایسا حدث ہو جو وضو واجب کرتا ہے تو اس پر وضو واجب ہے ۔۔۔ تو جنابت کے لیے تیمم بالاتفاق ہے۔ اور جب محدث کے پاس اتنا ہی پانی ہو جو صرف اس کے بعض اعضا کے دھونے میں کفایت کرسکے تو اس صورت میں بھی اختلاف ثابت ہے۔" (ت)

واعترضوہ بخمسة وجوہ:

الاول قال البرجندی فی شرح النقایة بعد نقل کلام الصدر الامام ھو مشعر بانه قد تکون جنابة مع وجود الوضوء ولا یخفی ان الجنابة تحصل بخروج المنی او بغیبة الحشفة وخروج الخارج من الذکر وغیبة الحشفة ناقضان للوضوء۔

و الجواب ان الجنب اذا تیمم واحدث ثم توضأ ومربماء کاف للاغتسال ولم یغتسل ثم بعد عن الماء فانه صار جنبا ومع ذلك وضوؤہ باق[عہ]

ناظرین نے اس پر پانچ طرح **اعتراض** کیا ہے:

اول: برجندی نے شرح نقایہ میں، امام صدر الشریعۃ کا کلام نقل کرنے کے بعد لکھا، یہ کلام اس کا پتا دیتا ہے کہ کبھی وضو رہتے ہوئے بھی جنابت ہوتی ہے حالانکہ مخفی نہیں کہ جنابت منی کے نکلنے یا حشفہ کے غائب ہونے سے ہوتی ہے۔ اور ذکر سے نکلنے والی چیز کا باہر آنا اور حشفہ کا غائب ہونا دونوں ہی ناقضِ وضو ہیں۔

جواب یہ ہے کہ جنب جب تیمم کرلے اور بے وضو ہو کر پھر وضو کرے اور غسل کے لیے کافی پانی پر گزرے مگر غسل نہ کرے پھر پانی سے دور ہو جائے تو وہ جنابت والا ہوگیا۔ اس کے باوجود اس کا

عہ **اقول** ای لم یعد حدثه علی وزان ما قدمنا ۱۲ منه غفرله (م)

اقول یعنی دوبارہ اسے حدث نہ ہوا، اسی انداز پر جو ہم نے پہلے بیان کیا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

لہ شرح الوقایہ باب التیمم مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱/۹۵

Marfat.com

للتناقض ايضا بوجه حسن صحيح ۔

ونقل ههنا فى السعاية مايمكن ان يؤخذ منه تقريرا اٰخر للتناقض غير مبتن على الاشكال الاول وهو انه اذا لم يكن معها حدث فكيف يوجب الشافعى هناك الوضوء[1] اه فيؤخذ منه ان الحدث الاصغر وان لم يلزم الاكبر ولكن كلام الصدر الامام فى الصورة الاولى ايضا فى جنابة معها حدث بدليل ايجاب الشافعى الوضوء فجاء التناقض ۔

والثالث ان قوله فالتيمم للجنابة بالفاء ان كان تفريعا فلا محصل له لان كون التيمم للجنابة غير مفرع على وجوب الوضوء وان كان تعليلا ورد عليه ان فى الصورة السابقة ايضا التيمم للجنابة فيلزم ان يجب الوضوء هناك ايضا[2] ۔

والرابع ان كون التيمم للجنابة بالاتفاق مشترك بين الصورتين لا اختصاص له بهذه الصورة[3] اه نقلهما اللكنوى ۔

والخامس مخالفته لما تقرر فى المذهب كما بيناه بالدلائل والنصوص

سے اشکال پنجم کے تحت آرہا ہے ۔ وہ جواب بھی عمدہ وصحیح طرز پر تناقض دفع کر دیتا ہے ۔

یہاں سعایہ میں وہ نقل کیا جس سے تناقض کی ایک دوسری تقریر اخذ کی جا سکتی ہے جو اشکال اول پر مبنی نہ ہو ۔ وہ یہ کہ جب جنابت کے ساتھ حدث نہ ہو تو وہاں امام شافعی وضو کیسے واجب کریں گے اھ اس سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ حدث اصغر اگرچہ حدث اکبر کو لازم نہیں لیکن صدر الشریعۃ کا کلام پہلی صورت میں بھی ایسی ہی جنابت کے بارے میں ہے جس کے ساتھ حدث بھی ہو اس دلیل سے کہ اس میں امام شافعی وضو واجب کرتے ہیں ۔ تو تناقض ہوگا ۔

سوم: ان کی عبارت " فالتیمم للجنابۃ (تو تیمم جنابت کے لیے ہے) میں " فا " اگر تفریع کیلئے ہے تو اس کا کوئی حاصل نہیں اس لیے کہ تیمم جنابت کے لیے ہونا وجوب وضو پر متفرع نہیں ـــــ اور اگر تعلیل کے لیے ہے تو یہ اعتراض ہوگا کہ سابقہ صورت میں بھی تیمم جنابت ہی کے سبب ہے تو لازم آئے کہ وہاں بھی وضو واجب ہو ۔

چہارم: بالاتفاق جنابت کے لیے تیمم ہونا دونوں صورتوں میں مشترک ہے اسی صورت سے خاص نہیں ۔ یہ دونوں اعتراض مولانا فرنگی محلی نے نقل کیے ۔

پنجم: یہ اس کے مخالف ہے جو مذہب میں مقرر وثابت ہے جیسا کہ دس دلائل ونصوص

---

[1] و [2] و [3] السعاية باب التيمم

Marfat.com

ثم يوجد ناقض الوضوء اھ۔

واعترضه عصري وهو اللكنوي في سعايته بما تلخيصه انه في صورة المباشرة الفاحشة ان لم يولج لم يجنب وان اولج فقد انتقض وضوؤه لان دخول الحشفة ناقض للغسل والوضوء جميعا وكذا في صورة الاستمناء ان خرج المني فقد انتقض وضوؤه وان لم تحصل الجنابة وان لم يخرج فلا جنابة ولاحدث اھ[1] هذا حاصل ما اطال به في نحو ثلثة امثال عبارتنا هذه۔

والثاني التناقض وقررها ش بما يبتني على الاول فجوابه جوابه و ذلك قوله في رد المحتار قول صدر الشريعة مشكل لان الجنابة لا تنفك عن حدث يوجب الوضوء و قد قال اولا يجب عليه التيمم لا الوضوء فقوله ثانيا يجب عليه الوضوء تناقض اھ[3] ثم ذكر الجواب الاتي عن القهستاني في الاشكال الخامس فانه دافع

فرمایا گیا اھ (ت) (برجندی کی عبارت ختم ہوگئی)

اس پر ایک معاصر عالم ــــ مولوی عبدالحی لکھنوی فرنگی محلی ــــ نے اپنی سعایہ (حاشیۂ شرح وقایہ) میں اعتراض کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے "مباشرت فاحشہ کی صورت میں اگر ایلاج نہ کیا تو جنب نہ ہُوا۔ اور ایلاج کیا تو اس کا وضو ٹوٹ گیا اس لیے کہ دخولِ حشفہ غسل ووضو دونوں ہی کا ناقض ہے ــــ اسی طرح منی نکالنے کی صورت میں اگر منی باہر آئی تو اس کا وضو ٹوٹ گیا اگرچہ جنابت نہ ہوئی اور اگر منی باہر نہ آئی تو نہ جنابت ہے نہ حدث اھ" یہ اس کا حاصل ہے جو انہوں نے ہماری اس عبارت سے تین گنا میں پھیلا کر لکھا ہے۔ (ت)

دوم: تناقض۔ شامی نے اس کی تقریر ایسے کلام سے کی ہے جو اشکال اول ہی پر مبنی ہے تو جو اُس کا جواب ہے اِس کا جواب ہے رد المحتار میں ان کا یہ کلام ہے: "صدر الشریعۃ کے قول میں اشکال ہے اس لیے کہ جنابت وضو واجب کرنے والے حدث سے جُدا نہیں ہوتی اور پہلے فرما چکے ہیں کہ اس پر تیمم واجب ہے "وضو نہیں" تو پھر اس کے بعد یہ کہنا کہ اس پر وضو واجب "ہے" دونوں میں تناقض ہے" اھ۔ پھر اس کا وہ جواب ذکر کیا جو قہستانی کے حوالہ

---

[1] شرح النقایۃ للبرجندی فصل فی التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۴۴
[2] السعایۃ باب التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۴۹۱
[3] رد المحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۷

Marfat.com

الحکم بوجوب الوضوء الی الحدث بعد التیمم للجنابة غیران لهم فیه مسلکین ،

کہ "وجوب وضو کا حکم اس حدث کی طرف ناظر ہے جو تیمم جنابت کے بعد ہو" ـــــ مگر اس بارے میں ان کے دو مسلک ہیں ،

احدھما تقدیر المضاف[عـه] ای

طریق اوّل : (۱) اما اذا کان مع الجنابة

عـه قال فی السعایة فی غایة الحواشی قوله یجب جزاء اما وکلمة کان تامة وتقدیر الکلام اما اذا وجد مع تیمم الجنابة حدث یوجب الوضوء فیجب الوضوء اتفاقا یعنی احدث بالتیمم للجنابة مع وجود الماء الکافی للوضوء فیجب الوضوء مع انه تیمم الجنب اتفاقا بخلاف الصورة المسطورة فان فیها بعد تیمم الجنابة لا یجب الوضوء فقوله بالاتفاق متعلق بقوله یجب وقوله فالتیمم الفاء للتفریع ای فثبت التیمم للجنابة مع وجوب الوضوء فانه ذکر فی الجامع عن شرح الطحاوی وغیره انه لا یجب للجنب صرف الماء الی بعض الاعضاء او للحدث الا اذا تیمم للجنابة ثم وقع منه حدث یوجب الوضوء لانه یجب علیه الوضوء ح لانه قدر علی ماء کاف له ولم یجب التیمم لانه بالتیمم خرج عن الجنابة الی ان یجد

سعایہ میں لکھا ہے ، غایۃ الحواشی میں ہے ، لفظ "یجب" "اما" کی جزا ہے اور کان تامہ ہے تقدیر کلام یہ ہوگی لیکن جب تیمم جنابت کے ساتھ کوئی حدث پایا جائے تو بالاتفاق وضو واجب ہے ـــــ یعنی تیمم جنابت کے ساتھ ، وضو کے لیے کافی پانی ہوتے ہوتے وہ محدث ہوا تو وضو واجب ہے باوجودیکہ یہ جنب کا تیمم ہے اتفاقاً ـــــ بخلاف صورت مسطورہ کے ، کہ اس میں تیمم جنابت کے بعد وضو واجب نہیں ـــــ تو لفظ "بالاتفاق" لفظ "یجب" سے متعلق ہے اور فالتیمم میں فا تفریع کے لیے ہے یعنی ـــــ تو وجوب وضو کے ساتھ ، جنابت کے لیے تیمم ثابت ہوا ۔ کیونکہ جامع میں شرح طحاوی وغیرہ سے ذکر کیا ہے کہ جنب کے لیے بعض اعضاء میں پانی صرف کرنا یا حدث کے لیے صرف کرنا واجب نہیں مگر جب جنابت کا تیمم کر لے پھر اس سے کوئی ایسا حدث ہو جو وضو واجب کرتا ہے تو اب اس پر وضو واجب ہوگا اس لیے کہ وہ اتنے پانی پر قادر ہے جو وضو کے لیے کافی ہے ـــــ اور تیمم واجب نہیں اس لیے کہ وہ تیمم کر کے جنابت سے نکل چکا ہے یہاں تک کہ

(باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

مشتبہ ان الحدث مع الجنابة لایوجب الوضوء اصلا اذا لم یجد ماء یکفی للغسل الیہ اشار البرجندی بقولہ متصل العبارۃ المذکورۃ انفا۔

لکن الکلام فی انہ ھل یجب فی الصورتین عہ التوضی اذا احدث فیہ تردد والظاھر لا ولا بد للحکم بالاحتیاج من روایۃ صریحۃ اھ۔

کما قدمنا عنہ تلو الدلائل وذکرنا انہ لو کان فی نظرہ اذ ذاک نصوص المذہب لما قنع بالتردد والاستظہار۔

وھذا ھو اعظم الایرادات وھو الذی احوج العلماء الی تاویل کلامہ رحمہ اللہ تعالی۔

ومحط کلامھم جمیعا راجع

ہم نے اسے بیان کیا۔ مذہب میں یہ ہے کہ جنابت کے ساتھ حدث بالکل موجبِ وضو نہیں جب اتنا پانی دستیاب نہ ہو جو غسل کے لیے کافی ہو — اسی کی طرف برجندی نے ابھی ذکر شدہ عبارت سے متصل اپنے درج ذیل کلام سے اشارہ کیا ہے:

"لیکن کلام اس میں ہے کہ کیا دونوں صورتوں میں وضو کرنا واجب ہے جب حدث ہوا ہو۔ اس بارے میں تردّد ہے اور ظاہر نفی ہے۔ احتیاجِ وضو کا حکم کرنے کیلئے کوئی صریح روایت ہونا ضروری ہے"۔ اھ

جیسا کہ دلائل کے بعد ان سے ہم نے یہ عبارت نقل کی اور بتایا کہ اگر اس وقت ان کی نظر میں مذہب کے نصوص ہوتے تو وہ تردّد و استظہار پر قناعت نہ کرتے۔

یہی سب سے بڑا اعتراض ہے اسی کی وجہ سے حضرات علما کو صدر الشریعۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی تاویل کرنے کی ضرورت پیش آئی۔

اور ان سب حضرات کی تاویلات کا مآل یہ ہے

عہ ای الاخریین ولعمری لقد اصاب فی تخصیص الکلام بھما وعزل الصورۃ الاولی لان فیھا لا شک فی وجوب الوضوء اذا احدث کما سیأتی تحقیقہ فی الافادۃ ۱۱ بعونہ تعالی ۱۲ منہ غفرلہ (م)

یعنی بعد والی دونوں صورتوں میں۔ اور ان دونوں سے کلام خاص کرکے اور پہلی صورت کو الگ کرکے یقیناً انہوں نے صحیح کیا اس لیے کہ پہلی صورت میں حدث ہونے کے وقت وجوبِ وضو میں شک نہیں جیسا کہ اس کی تحقیق بعونہٖ تعالیٰ افادہ ۱۱ میں آرہی ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

سلہ شرح النقایۃ للبرجندی فصل فی التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۴۴

Marfat.com

قبل التیمم فانه[علـه] یکون له وللجنابة معاً کما افید فی شرح الطحاوی وغیرہ ھذا تھذیب مانقلته السعایة[1] عن غایة الحواشی واعتمدته وان ناقشته[علـه] فی زوائد ومن طالع عبارتھا و

اُس صورت کے جب حدث تیمم سے قبل پایا جائے کہ یہ حدث اورجنابت دونوں کے لیے ہوگا۔ جیسا کہ شرح طحاوی وغیرہ میں اس کا افادہ ہوا ہے۔ یہ اس کی اصلاح وتنقیح ہے جو سعایہ میں غایۃ الحواشی سے نقل کیا اور اس پر اعتماد کیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

قوله مع وجوب الوضوء وفیه الفرق بین الصورتین فتبقی الجملة بحذفه ناقصة مختلة وحذفت قوله[ف۱] اتفاقا لانه خلاف المقصود وفی نفسه مردود، کما ستعلم بعون الودود ۱۲ منه غفرله (م)

مقصود اسی لفظ سے ادا ہوگا جو صدر الشریعۃ نے حذف کیا یعنی "مع وجوب الوضوء" اور اسی سے دونوں صورتوں کے درمیان فرق ہوسکے گا تو اسے حذف کردینے سے جملہ ناقص اور مختل ہوجائیگا ـــــ اور غایۃ الحواشی کا لفظ " اتفاقاً " میں نے حذف کردیا اس لیے کہ خلافِ مقصود ہے اور بجائے خود بھی نامقبول ہے جیسا کہ بعونِ الٰہی معلوم ہوگا ۱۲ منہ (ت)

علـه زدته اذ به تمام التقریب علی الوجه الذی وصفنا ۱۲ منه غفرله (م)

میں نے اسے بڑھادیا کیونکہ اس سے تقریب تام ہوتی ہے اس طور پر جو ہم نے بیان کیا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

علـه نازعه فی کون کان تامة بانه لادخل له فی المقصود ویمکن کونها ناقصة وفی کون الفاء للتفریع وقال الاظهر علی ھذا ان تکون تعلیلیة یعنی لان التیمم للجنابة والحدث طار (ای طارئ) فلا یکفی له[1] اھ ملخصا مھذبا اقول[ف۲] یحتاج الی ذکر الخصوص کما فعلنا والا فکون التیمم للجنابة لایمنع کونه للحدث ألا انیکون الحدث طارئا فاذن ذکر فی التعلیل مالادخل له وطوی ماھو التعلیل وکیف کان لیس

اس سے کان کے تامہ ہونے میں نزاع کیا کہ اس کا مقصد میں کچھ دخل نہیں ناقصہ بھی ہوسکتا ہے۔ اور فا کے برائے تفریع ہونے میں نزاع کیا اور کہا اس طور پر ظاہر تر یہ ہے کہ تعلیلیہ ہو یعنی اس لیے کہ تیمم جنابت کا اور حدث طاری ہے تو اس کیلئے کافی نہیں اھ انکی عبارت تلخیص اور اصلاح وتنقیح کے ساتھ ختم ہوئی اقول انہیں خصوص کے ذکر کی ضرورت ہے جیسا کہ ہم نے کیا ورنہ تیمم کا جنابت کے لیے ہونا اس سے مانع نہیں کہ حدث کے لیے بھی ہو مگر یہ کہ حدث (بعد تیمم) طاری ہو ... تو تعلیل میں وہ ذکر کیا جسے کوئی دخل نہیں اور اسے چھوڑ دیا

(باقی برصفحہ آئندہ)

[1] السعایہ حاشیہ شرح وقایہ باب التیمم سہیل اکیڈمی، لاہور ۱/۴۹۱

Marfat.com

جبه مع تيمم الجنابة حدث يجب نبغي الوضوء بالاتفاق فيبقى هذا التيمم للجنابة خاصةً بخلاف ما اذا وجد الحدث

حدث" (یعنی جنابت سے پہلے) مضاف مقدر ماننا یعنی جب تیمم جنابت کے ساتھ کوئی حدث پایا جائے تو بالاتفاق وضو واجب ہے تو یہ تیمم خاص جنابت کیلئے رہ جائیگا بخلاف

حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ماء الكافي للغسل انتهى فاندفع السؤال المشهور ان الجنابة تستلزم الحدث فكيف يصح قوله اذا كان مع الجنابة حدث ومن تفسيره فالتيمم للجنابة واجب بعد الوضوء فما تيم مرائحة المقصود[1] اهـ ۱۲ منه غفر له (م)

غسل کے لیے کافی پانی اسے ملے۔ انتہی ـــ تو وہ مشہور اعتراض دفع ہوگیا کہ جنابت حدث کو مستلزم ہوتی ہے۔ پھر صدر الشریعۃ کا قول "اذا کان مع الجنابة حدث" (جب جنابت کے ساتھ کوئی حدث ہو) کیسے صحیح ہوگا۔ اور جس کی تفسیر کی "فالتیمم للجنابة واجب بعد الوضوء" (تو جنابت کے لیے تیمم وضو کے بعد واجب ہے) اسے مقصد کی بو بھی نہ ملی اھ ـــ عبارتِ سعایہ ختم ہوئی۔ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

لہ اشار الی ما قاله في غاية الحواشي ان كان في قول الشارح تامة ۱۲ منه غفرله (م)

اس کی طرف اشارہ ہے جو غایۃ الحواشی میں لکھا کہ شارح کی عبارت میں "کان" تامہ ہے ۱۲ منہ غفرلہ۔ (ت) (تو اذا کان کی تفسیر "اذا وجد" (جب پایا جائے) سے کی گئی۔ ۱۲ م الف)

لہ اشار الی ما قاله ان بالاتفاق متعلق يجب ۱۲ منه غفر له (م)

اس کی طرف اشارہ ہے جو اس میں لکھا ہے کہ "بالاتفاق" یجب سے متعلق ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

لہ اشار الی ما قاله ان الفاء في قوله فالتيمم للتفريع ۱۲ منه غفر له (م)

اس کی طرف اشارہ ہے کہ فالتیمم میں ف برائے تفریع ہے جیسا کہ اس میں لکھا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

لہ زدت خاصةً[2] اذ به يتم المقصود وتركت ما سلكه ان المراد ثبت التيمم للجنابة مع وجوب الوضوء لان[3] المقصود اذن فيما حذفه

(القصور ۱۲)

میں نے "خاصۃ" بڑھا دیا کیونکہ اسی سے مقصد پورا ہوتا ہے ـــ اور اس میں جو طریقہ اختیار کیا کہ "یہ مراد ہے کہ وجوب وضو کے ساتھ جنابت کا تیمم ثابت ہے" میں نے اسے بدل دیا، کیونکہ اس طور پر

(باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

قال العلامة الشرنبلالی فی الغنیة یعنی فالتیمم باق لرفع الجنابة[1] وقال تلمیذہ الفاضل اخی چلپی فی ذخیرة العقبٰی۔

قولہ مع الجنابة حدث یوجب الوضوء (یعنی اذا اغتسل الجنب و بقی فی عضو من[a1] اعضائہ لمعة و فنی الماء فتیمم للجنابة ثم احدث حدثا یوجب الوضوء ولم[a2] یتیمم للحدث فوجد مایکفی

علامہ شرنبلالی نے غنیہ میں فرمایا یعنی " تو تیمم جنابت دور کرنے کے لیے باقی ہے" اور ان کے تلمیذ فاضل اخی چلپی نے ذخیرۃ العقبٰی میں لکھا:

قولہ "مع الجنابة حدث یوجب الوضوء" (جنابت کے ساتھ کوئی ایسا حدث ہے جو وضو واجب کرتا ہے) یعنی جب غسل کرلے اور اس کے کسی عضو میں کچھ جگہ چھُوٹ جائے اور پانی ختم ہو جائے تو جنابت کے لیے تیمم کرلے پھر اسے کوئی ایسا حدث ہو جو وضو واجب کرتا ہے اور اس حدث کے لیے اس نے تیمم نہ کیا پھر

[a1] اعترضہ فی السعایة بان تقریرہ یحکم بکون مع بمعنی بعد واذا حمل علیہ فتصویرہ سہل لا یحتاج الی حدیث اللمعة اھ[2] اقول فی[b1] الاعتراض علی التصویر کالمناقشة فی المثال فانہ لا یضر بالمقصود ۱۲ منہ غفرلہ (م)

سعایہ میں اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس تقریر کا حکم یہ ہے کہ مع بمعنی بعد ہو اور جب اس پر محمول کرلیا جائے تو اس کی تصویر آسان ہے۔ حدیث لمعہ (چھوٹی ہوئی جگہ کی بات) درمیان میں لانے کی ضرورت ہی نہیں اھ اقول کسی مسئلہ کی صورت نکالنے پر اعتراض ایسا ہی ہے جیسے مثال میں مناقشہ کہ یہ مقصود کے لیے مضر نہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[a2] اقول ھذہ[b2] زیادة ضائعة فلو تیمم للحدث لکان الحکم کذا وانما زادہ مراعاة للتصویر الذی ذکرفیہ الشارح الامام اٰخر الباب مانقل عنہ وھو ایضا[b3] غیر محوج فان الشارح ذکر ایضا ما اذا تیمم للجنابة

اقول یہ بیکار کا اضافہ ہے ــــ اگر وہ حدث کے لیے تیمم کرلے جب بھی حکم یہی ہوگا ــــ اسے انہوں نے اس تصویر کی رعایت میں بڑھا دیا جس میں یہ منقولہ جملہ شارح امام نے آخر باب میں ذکر فرمایا ہے حالانکہ اضافہ کی ضرورت نہیں کیونکہ شارح نے یہ ذکر کیا ہے لیکن

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] غنیہ ذوی الاحکام باب التیمم مکتبہ احمد کامل الکائنۃ فی دار السعادۃ مصر ۱/۲۹

[2] السعایہ حاشیہ شرح وقایہ باب التیمم سہیل اکیڈمی، لاہور ۱/۴۹۱

Marfat.com

وابين بينهما وبين الفاظنا عرف كيف لخصنا ما اطال به وقربناه ونقحناه وهذبناه ۔

اگرچہ کچھ زوائد میں اس سے مناقشہ بھی کیا — عبارت سعایہ کا مطالعہ اور اس کا اور ہمارے الفاظ کا موازنہ کرنے والے کو معلوم ہوگا کہ اس میں جو طویل کلام تھا ہم نے اس کی کیسی تلخیص کر دی اور فہم کے قریب بھی کر دیا ۔ الفاظ کی تنقیح و تہذیب بھی ہوگئی ۔ (ت)

والاٰخر حمل مع بمعنی بعد وهو المسلك المشهور۔

طریق دوم : مع کو بعد کے معنی میں قرار دینا ۔ یہ مشہور طریقہ ہے ۔

قال المحقق مولٰی خسرو فی الدرر بعد عبارته التی قد منا فی النصوص اما اذا کان مع الجنابة حدث یوجب الوضوء بان احدث بعد التیمم فیجب علیه الوضوء فالتیمم للجنابة بالاتفاق اھ[1]۔

محقق مولٰی خسرو نے درر الحکام میں — اس عبارت کے بعد جو ہم نے نصوص میں پیش کی — فرمایا : "لیکن جب جنابت کے ساتھ کوئی ایسا حدث ہو جو وضو واجب کرتا ہے اس طرح کہ تیمم کے بعد محدث ہوا تو اس پر وضو واجب ہے ۔ تو اس پر وضو واجب ہے ۔ تو تیمم بالاتفاق جنابت کے لیے ہے" اھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الاکلامافی امرزائد ومن سلك مسلكا صحیحا لایقال ان کلامه مخدوش کما قاله فی عمدة الرعایة وان اختار فی امرزائد ظاهر امکان الاظهر وکون بحث کان بمعزل عن المقصود بالکلیة اظهر من ان یظهر ثم کونها تامة هو الظاهر المتبادر وذکره المحشی بیانا للواقع کعادتهم لالتوقف الجواب علیه فلیس فیما نقل من عبارته دلالة علیه ۱۲ منه غفر له (م)

جو واقعۃً تعلیل ہے — خیر جو بھی ہو یہ ایک زائد معاملہ میں ہی کلام ہے — اور جو کسی صحیح روش پر چلا ہو اس کے لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا کلام مخدوش ہے جیسا کہ عمدۃ الرعایہ میں کہا اگرچہ اس امر زائد میں وہاں ظاہر تر کی جگہ ظاہر اختیار کیا ہے ۔ اور کان کی بحث کا مقصود سے بالکل الگ ہونا بالکل محتاج بیان نہیں — پھر اس کا تامہ ہونا بھی ظاہر متبادر ہے ۔ محشی نے بیان واقع کے طور پر اسے ذکر کر دیا ہے جیسا کہ ان حضرات کی عادت ہے اس لیے نہیں ذکر کیا ہے کہ جواب اسی پر موقوف ہے منقولہ عبارت میں اس پر کوئی دلالت بھی نہیں ۱۲ منہ غفرلہ ۔ (ت)

---

[1] درر الحکام مولٰی خسرو باب التیمم مکتبہ احمد کامل الکائنۃ فی دار السعادۃ مصر ۱/۲۹

Marfat.com

فانه یتیمم ولا یجب علیه الوضوء فیکون تیممه کافیا لرفع الحدث الاکبر والاصغر مع انه یصدق علیه انه وجد به حدث یوجب الوضوء بعد الجنابة فیلزم بمقتضی عبارة الشارح ان یجب علیه الوضوء قال فالاولی ان یقال مع بمعنی بعد والمضاف محذوف ای بعد تیمم الجنابة او یقال مع علی معناه والمضاف محذوف ای مع تیمم الجنابة اھ ملخصاً

طریق پر اعتراض کیا کہ اگر اسے جنابت ہو پھر حدث ہو۔ اس کے بعد اسے اتنا ہی پانی ملے جو صرف وضو کے لیے کفایت کر سکے تو وہ تیمم کرے گا اور اس پر وضو واجب نہیں۔ اس کا تیمم حدثِ اکبر و اصغر دونوں کو رفع کرنے کے لیے کافی ہوگا ـــــ باوجودیکہ اس کے متعلق یہ صادق ہے کہ اس کے ساتھ جنابت کے بعد ایسا حدث پایا گیا جو وضو واجب کرتا ہے تو بمقتضائے عبارت شارح لازم آئیگا کہ اس پر وضو واجب ہو۔ کہا، تو اولیٰ یہ کہنا ہے کہ مع بمعنی بعد ہے اور مضاف محذوف ہے یعنی "مع تیمم الجنابة" اھ (ت)

هذا وعندی حاشیة علی شرح الوقایة للفاضل محمد القرة باغی اتمها سنة تسعمائة وثلثین ای بعد خمس وعشرین سنة من وفاة اخی چلپی قال قلت تاریخه ثم تسویدی وهی کتابة یوسف بن حسن بن عبد الله سنة تسعمائة وسبع وسبعین نقل فیها کلام اخی چلپی بلفظة قال بعض المحشین ثم قال اقول لا یخفی ان هذا التصویر تکلف بعید الاخذ من هذه العبارة علا ان الشارح سیصرح هذه المسألة بقوله وان کفی للوضوء لا للمعة فتیممه باق وعلیه الوضوء فیحمل هذه العبارة علی ما ذکره

یہ سب ہوا ۔ اور میرے پاس شرح وقایہ پر فاضل محمد قرہ باغی کا ایک حاشیہ ہے جسے انہوں نے ۹۳۰ھ میں مکمل کیا، یعنی اخی چلپی کی وفات کے پچیس سال بعد۔ اور اس کی تاریخ تکمیل کے لیے ثم تسویدی کہا ہے اور یہ ۹۷۷ھ میں یوسف بن حسن بن عبداللہ کا کتابت کیا ہوا ہے ـــــ اس میں اخی چلپی کا کلام "قال بعض المحشین" کے لفظ سے نقل کیا ہے پھر لکھا ہے: "میں کہتا ہوں مخفی نہیں کہ یہ صورت نکالنے میں تکلف ہے اور اس عبارت سے اسے اخذ کرنا بعید ہے علاوہ ازیں شارح عنقریب اس مسئلہ کی تصریح اس عبارت میں کریں گے: "اور اگر وضو کے لیے کافی ہے چھوٹی ہوئی جگہ کے لیے نہیں تو اس کا تیمم باقی ہے اور اسے وضو کرنا ہے" ـــــ اب اگر

ل‍ه السعایة باب التیمم مطبع سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۴۹۱

Marfat.com

للعضو لا اللمعة فتيممه باق وعليه الوضوء اھ[1]

وقال الشمس القهستانی فی شرح النقایة بعد ما نقلنا عنه فی النصوص وھذا صورة ما قال المصنف واما اذا کان مع الجنابة حدث یوجب الوضوء یجب علیه الوضوء فالتیمم للجنابة بالاتفاق فان مع فیه بمعنی بعد کما قالوا فی قوله تعالٰی ان مع العسر یسرا وبه ینحل ما فی ھذا المقام من الاشکال المشهور[2] اھ وتبعه المدقق العلائی فی الدر واقرہ محشوہ واعترض ھذا المسلك فی السعایة بانه لو اجنب ثم احدث فوجد ما یکفی للوضوء فقط

اسے اتنا پانی ملا جو وضو کے لیے کافی ہے، اس چھُوٹی ہوئی جگہ کے لیے نہیں، تو اس کا تیمم باقی ہے اور اسے وضو کرنا ہے اھ (ت)

شمس قہستانی نے شرح نقایہ میں کہا — اس عبارت کے بعد جو ہم نے نصوص میں ان سے نقل کی : "اور یہی اس کی صورت ہے جو مصنف نے کہا" لیکن جب جنابت کے ساتھ کوئی ایسا حدث ہو جو وضو واجب کرتا ہے اس پر وضو لازم ہے تو تیمم جنابت کیلئے ہے بالاتفاق"۔ کیونکہ اس میں "مع" بعد کے معنی میں ہے جیسا کہ علما نے ارشادِ باری تعالٰی "ان مع العسر یسراً" (بیشک دشواری کے ساتھ آسانی ہے) میں کہا ہے۔ اسی سے وہ مشہور اشکال حل ہوجاتا ہے جو اس مقام پر پیش آتا ہے اھ مدقق علائی نے درمختار میں اس کا اتباع کیا اور اسے محشین نے بھی برقرار رکھا۔ سعایہ میں اس

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ثم احدث فتیمم للحدث وقال فکذا فی الوجوہ المذکورۃ ومن وجوہ المشار الیها قوله وان کفی لاحدھما بعینه غسله ویبقی التیمم فی حق الاخر ۱۲ منه غفرله (م)

جنابت کا تیمم کیا۔ پھر حدث ہوا تو حدث کا تیمم کیا۔ اور آگے فرمایا مذکورہ صورتوں میں بھی ایسا ہے، جن صورتوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے ان میں یہ بھی ہے کہ اگر ان میں سے بعینہٖ کسی ایک پر کفایت کرنے والا ہو تو اسے دھوئے اور دوسرے کے حق میں تیمم باقی رہے گا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] ذخیرۃ العقبٰی باب التیمم مطبع اسلامیہ لاہور ۱/۱۶۷
[2] جامع الرموز 〃 مطبعہ کریمیہ قزان ایران ۱/۶۴

Marfat.com

فهذا كل ما رأيت لهم من القال والقيل ، والنقض والتاويل ، والانكار عــه والتعويل ، واعلم ان السعاية ليست عندي وانما ارسل الي بعض اصحابي من لكهنؤ نقل نحو ورقة منها متعلقة بهذا المقام على طلبي لكي ارى ما عنده فيه عسى ان نقل عن كتاب ما فيه غناء فقد كان جمع من الكتب اكثر مما عندي فلما طالعته لم اره فاز بطائل ، ولا جاز بنائل ، وانما جمع القال والقيل ، وتكلم على زوائد بفارغ عن التحصيل ، اوباغاليط واباطيل ، ولم يهتد لكثير من الابحاث الرائقة ، والانظار الفائقة ، واذا اتى على المقصود جرح الصحيح ، واعتمد الجريح ، كما ستعرف كل ذلك ان شاء الله المستعان ، والان آن ان نفيض في تحقيق المرام بتوفيق المنان ،

اقول وبالله الاستعانة ومنه الفيض والاعانة ، الكلام ههنا في ثمانية مواضع (۱) دفع النقوض و(۲) تقرير معنى الكلام على مسلك التأويل والتعويل اعني اجراءه و(۳) بيان معنى قوله

یہ وہ سب قیل وقال، تاویل اعتراض، اور انکار واعتماد ہے جو میری نظر سے گزرا۔ معلوم رہے کہ سعایہ میرے پاس نہیں میرے ایک دوست نے اس مقام سے متعلق اس کے تقریباً ایک ورق کی نقل میرے پاس بھیجی جو میں نے اس خیال سے طلب کی تھی کہ اس مقام سے متعلق محشی صاحب سعایہ نے جو کچھ تحریر کیا ہے وہ دیکھ سکوں۔ ہوسکتا ہے اس میں کسی کتاب سے کوئی اطمینان بخش بات نقل کی ہو۔ کیونکہ ان کے پاس میرے یہاں سے زیادہ کتابوں کا ذخیرہ تھا۔ مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ انھیں کوئی کام کی بات نہ ملی اور کوئی مفید کلام نہ لاسکے بس قیل وقال جمع کردیا۔ اور کچھ زائد باتوں پر ایسا کلام کیا ہے جو افادیت سے خالی یا باطل وغلط ہے۔ اور اس مقام سے متعلق بہت سی دلکش بحثوں اور بلند فکروں تک ان کی رسائی نہ ہوئی، اور مقصود پر آئے تو صحیح کو مجروح اور مجروح کو معتمد بنادیا۔ جیسا کہ یہ سب ان شاء اللہ معلوم ہوگا — اب وقت آیا کہ بہ توفیق رب منان تحقیق مطلوب کا آغاز کریں۔

اقول (میں کہتا ہوں) اور خدا ہی سے مدد طلبی ہے اور اسی کی جانب سے فیض ومدد ہے — یہاں پر کلام آٹھ مقامات میں ہے: (۱) اعتراضات کا جواب (۲) معنی کلام کی تقریر مسلک تاویل پر بھی اور مسلک اعتماد پر بھی یعنی ظاہر پر جاری رکھتے ہوئے بھی (۳) کلام شارح

عــه الانكار للعلامة البرجندي والتعويل للفاضل القره باغي والنقوض خمسة . (م)

انکار علامہ برجندی نے کیا، اعتماد فاضل قرہ باغی نے اور اعتراضات پانچ ہیں۔ (ت)

Marfat.com

القائل يلزم التكرار ولعله انما ارتكبه زعما بان الحدثين لا يجتمعان فى شخص ابتداء ولا شك انهما يجتمعان لكن يكفى عنهما تيمم واحد اذا لم يوجد الماء الكافى للوضوء واما اذا وجد فلابد من الوضوء ثم التيمم للجنابة والمذكور فى الكتاب هو هذا المعنى والعجب منه انه لم يلتفت الى هذا المعنى مع ان عبارة الشارح بُعيد هذا صريح باجتماع الحدثين ابتداءً حيث قال لو كان به حدثان كالجنابة وحدث يوجب الوضوء ينبغى ان ينوى عنهما لا يقال ان الجنابة لما اوجب غسل بعض الاجزاء الذى هو عبارة عن الوضوء فلا فائدة لاعتبار الحدث الذى يوجب الوضوء مع الجنابة لانا نقول بعد تسليم جميع المقدمات يجوز اجتماع العلل الشرعية على معلول واحد شرعى كما صرح به صاحب التلويح فقال لو حلف ان لا يتوضأ من الرعاف فبال ثم رعف فتوضأ حنث وله نظائر فى الشرع اھ کلام القرہ باغی[1] ببعض اختصار۔

اس عبارت کو اس پر محمول کیا جائے جو قائل نے ذکر کیا تو تکرار لازم آئیگی۔ اور اس نے اس تاویل کا ارتکاب شاید اس خیال سے کیا ہے کہ کسی شخص میں دونوں حدث ابتداءً جمع نہیں ہوتے حالانکہ بلاشبہہ دونوں جمع ہوتے ہیں، لیکن دونوں کی طرف سے ایک ہی تیمم کافی ہے جب کہ وضو کے لیے آب کافی دستیاب نہ ہو اور دستیاب ہو تو وضو پھر جنابت کا تیمم ضروری ہے۔ کتاب میں یہی بات مذکور ہے۔ قائل پر تعجب ہے کہ اس معنی کی طرف التفات نہ کیا حالانکہ اس کے کچھ ہی بعد شارح کی عبارت اس بارے میں صریح ہے کہ دونوں حدث ابتداءً جمع ہوتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا ہے "اگر اسے دو حدث ہوں جیسے جنابت اور کوئی ایسا حدث جو وضو واجب کرتا ہے تو اسے چاہیے کہ دونوں سے تیمم کی نیت کرے۔" اگر یہ کہا جائے کہ جنابت سے جب ان بعض اجزاء کا دھونا واجب ہوا جو وضو سے عبارت ہے تو جنابت کے ساتھ وضو واجب کرنے والے حدث کا اعتبار کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ـــــ تو ہم کہیں گے اگر اعتراض کے تمام مقدمات تسلیم کرلیے جائیں تو بھی جواب یہ ہے کہ ایک معلول شرعی پر چند علل شرعیہ کا اجتماع ہوسکتا ہے جیسا کہ صاحبِ تلویح نے اس کی صراحت کرتے ہوئے لکھا ہے، اگر قسم کھائی کہ نکسیر سے وضو نہ کرے گا پھر اس نے پیشاب کیا اس کے بعد نکسیر ٹوٹی پھر اس نے وضو کیا تو اس کی قسم ٹوٹ گئی۔ اور شریعت میں اس کی بہت سی نظیریں ہیں"۔ فاضل قرہ باغی کا کلام کچھ اختصار کے ساتھ ختم ہوا۔ (ت)

[1] تعلیق علی شرح الوقایۃ للقرہ باغی

بالاعضاء متجزئ فاذارأى ماء الغسل لم تعد الجنابة الافيما وراء تلك الاعضاء۔

جب اسے غسل کے لیے پانی ملے تو اس پر اور اعضاء کا دھونا لازم نہیں ـــــ اس کو وجہ افادہ ۱۲

عـہ قال العلامة الحلبی فی الغنیة من مسح الخفین اجنب وتیمم فاحدث وتوضأ ومر بعد ذلك علی ماء یکفی للاغتسال فلم یغتسل فالرجل (ای بکسر الراء) بعد غسلها اذ ذاك لاتعود جنابتها برؤیة الماء ولا یلزم غسلها مرة اخری لاجل تلك الجنابة اھ[1] ونقله فی المنحة واقروا انما خص القدم بالذکر لان الکلام فی نزع الخف وغسل الرجل وسائر اعضاء الوضوء کمثلها و فی البدائع[2] ینقض المسح نزع الخفین لانه سری الحدث السابق الی القدمین ثم ان کان محدثا یتوضأ بکماله وان لم یکن محدثا یغسل قدمیه لاغیر وللشافعی فی قول یستقبل الوضوء وجهه ان الحدث حل ببعض اعضائه و الحدث لایتجزء فیتعدی الی الباقی ولنا ان الحدث السابق هو الذی حل بقدمیه و قد غسل بعده سائر الاعضاء و بقیت القدمان فقط فلا یجب علیه الاغسلهما اھ[2] ملتقطا

۱۲ منه غفرله (م)

علامہ حلبی نے غنیہ میں مسح خفین کے تحت لکھا ہے: "کسی کو جنابت لاحق ہوئی اور تیمم کیا پھر اسے حدث ہوا اور وضو کیا۔ اس کے بعد اتنے پانی پر گزرا جو غسل کے لیے کافی ہے مگر غسل نہ کیا ـــــ تو پیر جب پہلے اس وقت دھولیا تھا اب پانی دیکھنے سے اس میں جنابت عود نہ کرے گی اور اس جنابت کی وجہ سے اسے دوبارہ دھونا لازم نہ ہوگا اھ" ـــــ یہ کلام علامہ شامی نے بھی منحۃ الخالق میں نقل کیا اور برقرار رکھا ـــــ خاص قدم ہی کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ کلام موزہ نکالنے اور پیر دھونے کے بارے میں ہے ـــــ (اسی سے دیگر اعضائے وضو کا حکم بھی معلوم ہوجاتا ہے کیوں کہ) دیگر اعضائے وضو بھی قدم ہی کے مثل ہیں ـــــ بدائع میں ہے: "موزوں کو نکالنا مسح کو توڑ دیتا ہے اس لیے کہ سابقہ حدث قدموں تک سرایت کر آیا پھر اگر وہ محدث تھا تو پورا وضو کرے اور اگر محدث نہ تھا تو صرف قدموں کو دھوئے کچھ اور نہیں۔ اور امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ ازسرنو وضو کرے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حدث اس کے بعض اعضاء میں حلول کر آیا اور حدث کی تجزی نہیں ہوتی تو باقی اعضاء کی طرف بھی تجاوز کر جائے گا ہماری دلیل یہ ہے کہ حدث سابق وہی ہے جو اس کے قدموں پر آیا دیگر اعضاء کو تو اس حدث کے بعد دھو چکا ہے صرف دونوں قدم رہ گئے تھے تو اسے ان دونوں کو ہی دھونا واجب ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] غنیۃ المستملی فصل فی المسح علی الخفین سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۰۹، ۱۰۸

[2] بدائع الصنائع نواقض المسح ـ ایم ایم سعید کمپنی، کراچی ۱/۱۲

Marfat.com

فالتیمم للجنابۃ وانّ قولہ بالاتفاق متعلق بھذا ام بقولہ یجب علیہ الوضوء وانّ الفاء فی قولہ فالتیمم للتفریع ام للتعلیل وبیان الحسن والقبیح والباطل والصحیح من مسالک التاویل وانہ ھل ثم شبھات تردعلی المرام وما کشفھا و حلھا بتوفیق العلام وھل للکلام تاویل اخر خیر مما ذکر واظھر وھا انا اعطیک بحول اللہ تعالٰی افادات تحیط بکل ذلک وتسلک بک ان شاء اللہ تعالٰی احسن المسالک وما توفیقی الّا باللہ خیر مالک

"فالتیمم للجنابۃ" (تو تیمم جنابت کے لیے ہے) کا معنی (۴) ان کا قول "بالاتفاق" اسی سے متعلق ہے یا ان کی عبارت "یجب علیہ الوضوء" سے متعلق ہے (۵) فالتیمم میں "ف" برائے تفریع ہے یا برائے تعلیل (۶) تاویل کے طریقوں میں سے حسن وقبیح اور باطل وصحیح کا بیان (۷) کیا یہاں کچھ اعتراضات بھی ہیں جو مقصود پر وارد ہوتے ہیں۔ پھر خدائے علام کی توفیق سے ان کا حل اور جواب کیا ہے؟ (۸) کلام کی جن تاویلوں کا ذکر اور اظہار ہوا کیا ان سے بہتر کوئی دوسری تاویل بھی ہے؟ اب میں بعون اللہ تعالٰی کچھ افادات پیش کرتا ہوں جو ان سارے مقامات و مباحث کا احاطہ کرتے ہوئے ان شاء اللہ تعالٰی ناظرین کو بہترین راہ پر گامزن کریں گے۔ اور مجھے توفیق نہیں مگر خدائے برتر ہی سے جو بہتر مالک ومنعم ہے۔ (ت)

الافادۃ ۱: کفی بحمدہ عزوجل لحل الاشکال الاول ماقدمت من تصویر جنب تیمّم فاحدث فتوضأ فمر علی ماء کاف لغسلہ وقد ذکرہ البرجندی ایضا[1] **اقول** فھذا جنب لیس معہ حدث یوجب الوضوء لان الوضوء طرأ علی اعضاء الوضوء فطھرھا مطلقا الی ان یطرأ حدث اٰخر اصغرا واکبر حتی انہ اذا وجد ماء للغسل لم یکن علیہ غسل ھذہ الاعضاء لما سیأتی فی الافادۃ الحادیۃ عشرۃ ان الحدث الحال

افادہ ۱: بحمد خدائے غالب وبزرگ اشکال اوّل کے حل کے لیے وہی تصویرِ مسئلہ کافی ہے جو میں نے پہلے پیش کی کہ کسی جنابت والے نے تیمم کیا پھر اسے حدث ہوا تو اس نے وضو کیا پھر وہ اتنے پانی کے پاس گزرا جو اس کے غسل کے لیے کافی ہے۔ اسے علامہ برجندی نے بھی ذکر کیا ہے۔ **اقول** تو یہ ایسا جنب ہے جس کے ساتھ کوئی ایسا حدث نہیں جو وضو واجب کرتا ہو۔ اس لیے کہ عملِ وضو اعضائے وضو پر طاری ہوا تو انہیں مطلقاً پاک کردیا جب تک کہ کوئی دُوسرا حدث اصغر یا اکبر طاری ہو۔ یہاں تک کہ

---

[1] شرح النقایہ للبرجندی باب التیمم مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۴۴

Marfat.com

المکلف لا باعضائه وھوتلبسه بنجاسة حکمیة فانه لایزول مالو یطھر بدنه کله کما قدمنا فی الطرس المعدل وھذا معنی قولھم ان الحدث لایتجزأ۔

مکلف کے اعضا نہیں بلکہ اس کی ذات سے لگا ہوا ہے۔ وہ تو نجاست حکمیہ سے اس کے تلبس و آلودگی کا نام ہے۔ یہ حدث اُس وقت تک دُور نہ ہوگا جب تک اس کا پُورا بدن پاک نہ ہوجائے، جیسا کہ ہم "الطرس المعدل" میں اسے بیان کرچکے ہیں۔ حضرات علماء کے قول "حدث متجزی نہیں ہوتا" کا یہی معنی ہے۔ (ت)

اما تصویر البرجندی علی قول محمد **فاقول** یبتنی علی ان ینتشر فیولج فینزع فیفتر کل ھذا قبل ان یمذی والا لم یفارق الاکبر الاصغر وھووان ندر محتمل ویکفی للتصویر الاحتمال۔

برجندی نے امام محمد کے قول پر جو صورت مسئلہ پیش کی (**فاقول**) اس پر میں کہتا ہوں یہ اس پر مبنی ہے کہ انتشار ہو پھر داخل کرکے نکال لے اس کے بعد سست پڑے۔ یہ سب مذی آنے سے قبل ہو ورنہ حدثِ اکبر حدثِ اصغر سے جُدا نہ پایا جاسکے گا۔ یہ صورت اگرچہ نادر ہے مگر محتمل ہے اور صورت مسئلہ بتانے کے لیے احتمال کافی ہے۔ (ت)

وردّ اللکنوی علیه **مردود** بما یأتی اما تصویرہ الاخیر علی قول الشیخین ای الطرفین وقوله فیه لم یوجد ناقض الوضوء **فاقول** بلٰی اذ الامناء لا یخلو عن امذاء سواء کان عند الاستمناء اوالامناء ولذا استشکل الامام شمس الائمة الحلوانی طھارة المنی بالفرك لان کل فحل یمذی ثم یمنی واجاب بانه مغلوب بالمنی مستھلك فیه فیجعل تبعا قال المحقق فی الفتح وھذا ظاھر فانه اذا کان الواقع انه لایمنی حتی یمذی وقد طھرہ الشرع بالفرك یابسا یلزم انه اعتبر ذلك للضرورة اھ[1]۔

اس پر مولوی عبدالحی فرنگی محلی نے جو رُد کیا ہے وہ خود غلط ہے۔ اس کی تردید آرہی ہے لیکن شیخین ——— یعنی طرفین ——— کے قول پر تصویر مسئلہ اور اس میں یہ کہنا کہ ناقض وضو نہ پایا گیا **فاقول** (تو اس پر میں کہتا ہوں) کیوں نہیں۔ منی نکلنا بغیر مذی نکلنے کے نہیں ہوتا خواہ نکالنے کے وقت ہو یا خود سے نکلنے کے وقت۔ اسی لیے امام شمس الائمہ حلوانی نے رگڑنے سے منی کی طہارت ہونے کو مشکل سمجھا اس لیے کہ ہر نر کو پہلے مذی آتی ہے پھر منی آتی ہے۔ اور اشکال کا جواب یہ دیا کہ مذی منی سے مغلوب اس میں مستہلک ہوتی ہے اس لیے اسی کے تابع قرار دے دی جاتی ہے۔ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا: "یہ ظاہر ہے اس لیے کہ جب واقعہ یہ ہے کہ بغیر مذی کے منی نہیں آتی اور شرع نے خشک ہونے کی حالت میں رگڑنے سے اس کو پاک قرار دیا تو لازم ہے کہ

[1] فتح القدیر، لتطہیر الانجاس، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۷۴

فهذا جنب متوضئ بلا مراء۔

میں آرہی ہے کہ اعضاء میں حلول کرنے والے حدث کی تجزی ہوتی ہے تو جب اس نے غسل کا پانی دیکھا جنابت اُن اعضا کے ماسوا میں ہی عود کرے گی۔ ان اعضا میں نہیں ۔۔ تو یہ بلاشبہہ ایسا جنب ہے جو باوضو ہے۔ (ت)

وان اعتراك شبهة فيه فاعتبره بجنب واجد الماء فان المسنون له ان يقدم الوضوء، ولا شك انه ما دام في بدنه لمعة لم يصبها الماء يبقى جنبا فهو حينئذ هو متوضئ جنب وليس عليه الا افاضة الماء على سائر جسده فاذا فعل فقد طهر ولا يعيد الوضوء اجماعا فالجنابة الحالة بما وراء اعضاء الوضوء اذ لم تناف الوضوء حينئذ بل الوضوء هو الذی نفاها من تلك الاعضاء فكيف ينقض عودها في غير الاعضاء اذ ما لا يمنع وجوده الطهارة بدء لن ينقضها حدوثه بقاء وهذا اظهر من ان يظهر۔

اگر اس میں کوئی شبہہ دراندازہو تو اس کا قیاس اس جنب پر کیجئے جسے پانی دستیاب ہے۔ اس کے لیے مسنون یہی ہے کہ پہلے وضو کرے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جب تک اس کے بدن پر کوئی ایسی جگہ رہ جائے گی جس پر پانی نہ گزرا ہو، تو وُہ جنب باقی رہے گا۔ تو جس وقت، وُہ باوضو ہے اس وقت بھی جنابت والا ہے اور اس کے ذمہ یہی کام ہے کہ بقیہ سارے جسم پر پانی بہالے۔ یہ کام کرلیا تو وہ بالکل پاک ہوگیا۔ اب بالاجماع اس کو دوبارہ وضو نہیں کرنا ہے۔ تو اعضائے وضو کے ماسوا میں حلول کرنے والی جنابت جب اس وقت وضو کے منافی نہ ہُوئی ۔۔۔ بلکہ وضو ہی نے تو اس جنابت کو ان اعضا سے دُور کیا ۔۔۔ تو دیگر اعضا میں اس جنابت کا عود کرنا اس وضو کا ناقض کیسے ہوگا؟ جس چیز کا وجود ابتدائً مانع طہارت نہیں ہرگز اس کا حدوث بقاءً ناقضِ طہارت نہیں۔ یہ معنی اتنا روشن و واضح ہے کہ اظہار و بیان سے بے نیاز ہے۔

ونعنی بالمتوضئ طهارة اعضاء وضوئه ونزاهتها عن الحدثين لا المتوضئ الذی تجوز له الصلاة فان ذلك بزوال الحدث القائم بنفس

اور باوضو سے ہماری مراد یہ ہے کہ اس کے اعضائے وضو پاک اور حدثِ اکبر و اصغر سے خالی ہیں۔ وُہ باوضو مراد نہیں جس کے لیے نماز جائز ہو یہ بات تو اس حدث کے دُور ہونے سے حاصل ہوگی جو

Marfat.com

لم یوجد ناقض الوضوء (ناقض وضو نہ پایا گیا) کا یہی معنیٰ ہے۔ جیسا کہ اس کی طرف ہم نے حاشیہ میں اشارہ کیا۔ (ت)

وثانیا[۱] اللزوم باطل بما صورنا آنفا من جنب توضأ وقد سلمه الرجل اذخص الصورتین الاخیرتین بالاعتراض ولم یمس الصورۃ الاولی فان کان یعلم ان فیھا جنابۃ ولاحدث فلم ھذہ الایرادات وادعاء اللزوم وان کان لایعلمه فلم ترکھا من الایراد فقد عاد فیھا ایضا الحدث الاکبر وھو ینقض الغسل والوضوء کلیھما۔

ثانیاً اصغر کا لازم اکبر ہونا اس صورت سے باطل ہے جو ابھی ہم نے اوپر بیان کی۔ جنب نے وضو کیا۔ اور مولانا لکھنوی نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے اس لیے کہ انہوں نے صرف اخیر دو صورتوں پر اعتراض کیا اور پہلی صورت کو ہاتھ نہ لگایا۔ اگر جانتے تھے کہ اس صورت میں جنابت ہے حدث نہیں تو یہ اعتراضات اور لزوم کا دعوٰی کیوں؟ اور اگر اسے نہیں جانتے تھے تو اس پر اعتراض کیوں ترک کیا اس میں بھی تو حدث اکبر لوٹ آیا ہے اور وہ غسل و وضو دونوں توڑ دیتا ہے۔

وثالثا[۲] لایخفی ما فی قوله وان لم تحصل الجنابۃ فان الکلام علی قول الطرفین۔

ثالثاً ان کے قول "اگرچہ جنابت نہ حاصل ہوئی" کی خامی پوشیدہ نہیں۔ اس لیے کہ کلام طرفین کے قول پر ہے۔

ورابعا[۳] ای محل لھذہ الوصلیۃ فما کان مقصود البرجندی ان الحدث لایوجد بلا جنابۃ بل ان الجنابۃ قد توجد ولاحدث فکان الرد علیه باثبات الحدث فی صورۃ جنابۃ یصورھا البرجندی للانفکاک لافی صورۃ عدم الجنابۃ حتی یقال قد وجد الحدث وان لم تحصل جنابۃ۔

رابعاً اس وصلیہ (اگرچہ) کا کون سا موقع ہے۔ برجندی کا مقصود یہ نہ تھا کہ حدث بلا جنابت نہیں پایا جاتا بلکہ یہ تھا کہ کبھی جنابت بلا حدث ہوتی ہے۔ تو اس کا رَد یُوں ہوتا کہ برجندی انفکاک ثابت کرنے کے لیے جو صورتِ جنابت پیش کر رہے ہیں اس میں حدث بھی ثابت کیا جاتا، نہ کہ عدمِ جنابت کی صورت میں حدث کا اثبات ہو اور کہا جائے "حدث پالیا گیا اگرچہ جنابت نہ حاصل ہوئی۔" (ت)

تنبیه[۴] ۔ اقول لربما یقول قائل لیس لموجب غسل قط ان یوجب الوضوء فضلا عن اللزوم و ذلك لان من

تنبیہ ۔ اقول شاید کوئی یہ کہے کہ کوئی بھی موجبِ غسل کبھی وضو واجب نہیں کرسکتا اور یہ تو دُور کی بات ہے کہ ہر موجبِ غسل موجبِ وضو بھی ہے

Marfat.com

وت کی وجہ سے اس کا اعتبار کیا؟ (ت)

اما رد الکنوی علیه فاقول

دا من بعید * وقول من لم یصل الی المقصود * رسخ بباله کما اشار الیه فی مسألة المباشرۃ مرتین وافصح عنه قبله فی عمدة الرعاية ان الحدث الاصغر لازم للاکبر فان کل ماینتقض به الغسل ینتقض به الوضوء[1] اھ

وهو اولًا بعد عن فهم المرام * وخروج عما فیه الکلام * فان البحث فی انفکاك الاکبر عن الاصغر ای هل توجد جنابة بلا حدث اصغر وکل احد یعلم ان الاصغر لایقال الا علی ما یوجب الوضوء فقط فهو مأخوذ بشرط لا فیباین الاکبر صدقا کیف ولا ملحظ لوصفه بالاصغریة الاهذا ولو کان لابشرط شیئ لصح ان یقال ان الجنابة وانقطاع الحیض والنفاس حدث اصغر ولا یقبله الا ذو جهل اکبر فاذا تباینا صدقا استحال ان یوجد بنفس وجوده بل لابد له من وجود ما یوجبه عینا فهذا معنی قوله لم یوجد ناقض الوضوء کما اشرنا الی ذلك علی الهامش۔

اب رہی مولانا لکھنوی کی تردید۔ فاقول دُور کی پکار ہے اور اس کی بات جو خوشہ تک نہ پہنچ سکا ان کے دل میں یہ راسخ ہو گیا ــــ جیسا کہ مسئلہ مباشرت میں دو بار اشارہ کیا اور اس سے پہلے واضح طور سے کہا اور عمدۃ الرعایۃ میں لکھا کہ حدثِ اصغر، حدثِ اکبر کے لیے لازم ہے کیونکہ ہر وہ چیز جس سے غسل ٹوٹتا ہے اس سے وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے اھ۔

اوّلًا یہ فہم مقصد سے دُوری اور جس بارے میں کلام ہے اس سے علیحدگی ہے کیونکہ بحث حدثِ اکبر کے حدث اصغر سے جدا ہونے میں ہے۔ یعنی کیا کوئی جنابت حدث اصغر کے بغیر پائی جاتی ہے؟ اور ہر ایک جانتا ہے کہ اصغر اسی کو کہا جاتا ہے جو صرف وضو واجب کرے۔ تو یہ شرطِ نفی کے ساتھ (بشرط لا) لیا گیا ہے (یعنی وضو واجب کرے غسل نہ واجب کرے ۱۲ م الف) تو صدق میں اکبر کے مباین ہوگا، کیوں نہ ہو جبکہ اصغریت سے اس کے اتصاف کے لحاظ کی صورت یہی ہے۔ اور یہ اگر لابشرط شیئ ہوتا تو یہ کہنا صحیح ہوتا کہ جنابت اور انقطاعِ حیض ونفاس حدث اصغر ہیں اور اسے کوئی جہل اکبر والا ہی قبول کرسکتا ہے۔ تو جب دونوں صدق میں ایک دوسرے کے مباین ہیں تو محال ہے کہ اصغر کا وجود اکبر ہی کے وجود سے ہو جائے بلکہ اس کے لیے اس کا وجود ضروری ہے جو معین طور پر اسے لازم کرے تو برجندی کے قول

---

[1] عمدۃ الرعایۃ مع شرح الوقایۃ باب التیمم المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۹۵

ما خوذ بشرط لا شئ فلا یلزم الحدث الاکبر هکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق۔

الافادۃ ۲: لا شك ان ظاهر الکلام وجوب الوضوء علی جنب معه حدث اذا وجد مایکفی للوضوء فقط وهذا هو مسلك المتویل الذی سلکه القرۃ باغی ولا شك ان المراد حینئذ بالصورۃ الاولی التی حکم فیها بعدم وجوب الوضوء عندنا خلافا للامام المطلبی رضی اللہ تعالٰی عنه جنابة لاحدث معها کما صورناه وعلی هذا یکون معنی الکلام ان من له حدث واحد اصغر او اکبر وجد ماء لا یکفی لطهره لا یستعمله عندنا خلافا للشافعی وهذا قوله حتی اذا کان للجنب وقوله واذا کان للمحدث اما اذا اجتمع الحدثان وکفی الماء لاحدهما وجب صرفه الیه فان کان یکفی للوضوء یجب علیه الوضوء وهذا قوله اما اذا کان الخ ولا شك ان التناقض یندفع بهذا الوجه بابین وجه۔

لیا گیا ہے تو وہ لازم حدث اکبر نہیں۔ یوں ہی تحقیق ہونی چاہئے ——— اور خدا ہی مالک توفیق ہے۔ (ت)

افادہ ۲: اس میں شک نہیں کہ صدر الشریعہ کا ظاہر کلام یہی ہے کہ وُہ جنب جس کے ساتھ کوئی حدث بھی ہے اس پر وضو کرنا واجب ہے جبکہ اسے اتنا ہی پانی ملے جو صرف وضو کے لیے کفایت کر سکے ——— یہی وُہ مسلک اعتماد ہے جو فاضل قرہ باغی نے اختیار کیا۔ اب پہلی صورت جس میں ہمارے نزدیک امام شافعی مطلبی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے برخلاف عدم وجوب وضو کا حکم کیا ہے بلا شبہہ اس سے مراد وہ صورت جنابت ہوگی جس کے ساتھ کوئی حدث نہ ہو جیسا کہ ہم نے اس کی شکل پیش کی ہے۔ اب معنی کلام یہ ہو جائیگا کہ جسے ایک ہی حدث ہے اصغر یا اکبر اس نے اتنا پانی پایا جو اس کی طہارت کے لئے ناکافی ہے تو ہمارے نزدیک وہ اس پانی کو استعمال نہ کرے گا، بخلاف امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کے ——— یہ بات ان کی اس عبارت میں ہے: "اذا کان للجنب ماء یکفی للوضوء لا للغسل ولا یجب علیه التوضی عندنا خلافا للشافعی" ——— اور اس عبارت میں بھی: "واذا کان للمحدث ماء یکفی لغسل بعض اعضائه فالخلاف ثابت ایضا" (یعنی جب جنب کے پاس اتنا پانی ہو جو وضو کا کام دے سکے غسل کا نہیں تو وہ تیمم کرے اور اس پر ہمارے نزدیک بخلاف امام شافعی کے وضو کرنا واجب نہیں ——— اور جب محدث کے پاس اتنا پانی ہو جس سے بعض ہی اعضا کو دھو سکے اس صورت میں بھی خلاف ثابت ہے) لیکن جب دونوں حدث جمع ہو جائیں اور پانی ایک ہی کے لیے کفایت کرتا ہو تو اس میں اسے صرف کرنا ضروری ہے۔ اگر وضو کیلئے کفایت کر رہا ہے تو اس پر وضو واجب ہے ——— یہ بات صدر الشریعہ کی اس عبارت میں ہے: "اما اذا کان مع

سبب یہ ہے کہ ارکانِ وضو میں مسح بھی ہے ۔ موجبِ غسل مسح واجب نہیں کرتا اور جو جز واجب نہ کرے وہ کُل بھی واجب نہ کرے گا ۔

الوضوء المسح ولا یوجبه موجب الغسل وما لا یوجب الجزء لا یوجب الکل ۔

اس کا حل وہ ہے جو میں بیان کرتا ہوں (اقول) وضو میں جو مسح واجب ہے اس کا معنی ہے تری پہنچانا اگرچہ پانی بہانے ہی کے ضمن میں ہو ۔ اس کا معنی وہ نہیں جو پانی بہانے کے مباین ہو ورنہ یہ (فرض ۔ مسح) سر کو دھونے، بارش پہنچنے، اور غوطہ کھانے سے ادا نہ ہوتا ۔ اور یہ قطعاً باطل ہے ۔ فتح القدیر، حلیہ اور بحر وغیرہا میں ہے "ذریعہ و آلہ صرف محل تک پہنچانے کے لیے مقصود ہے ۔ تو اگر مقدار فرض پر بارش کا پانی پہنچ جائے کافی ہے"۔

وحله کما اقول معنی المسح الواجب فی الوضوء اصابة بلة ولو فی ضمن اسالة لا مباینها والا لما تأدی بغسل الراس واصابة المطر والانغماس وهو باطل قطعا قال فی الفتح والحلیة والبحر وغیرها الاٰلة لم تقصد الا للایصال الی المحل فاذا اصابه من المطر قدر الفرض اجزأ[1] اھ

محیط اور ہندیہ میں ہے "جب چہرے کے ساتھ سر بھی دھولے تو مسح کی ضرورت نہیں لیکن یہ مکروہ ہے اس لیے کہ جو حکم ہوا ہے اس کے برخلاف ہے"۔ اھ

وفی المحیط والهندیة اذا غسل الرأس مع الوجه اجزأه عن المسح ولکن یکره لانه خلاف ما امر به[2] اھ

اب اس میں شک نہیں کہ موجبِ غسل پانی بہانا واجب کرکے سر کو تری پہنچانا واجب کر دیتا ہے تو اس نے تمام ہی اجزائے وضو واجب کر دیے ۔ بالجملہ مسح سر لابشرط شیئ لیا گیا ہے تو وہ دھونے سے بھی ادا ہو جائیگا اور حدث اصغر بشرط لا شیئ

ولا شك ان موجب الغسل یوجب اصابة الرأس ببلة بالاسالة فقد اوجب جمیع اجزاء الوضوء وبالجملة مسح الرأس ماخوذ لابشرط شیئ فیتأدی بالغسل والحدث الاصغر

---

[1] البحر الرائق فرائض الوضوء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴
[2] فتاوٰی ہندیة 〃 نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۶

Marfat.com

بلا فصل ای اما اذا ولی الحدث تمام التیمم فیستفاد منه تأخر الحدث منه فبعد هذه التکلفات یؤل الامر الی ما سلك الجمهور ان مع بمعنی بعد فاین هذا مما اختاروه والعجب ان مؤلف السعایة رد علیهم ما سلکوه مع ماله من قرب عتید ، وتبع هذا علی تلك التجشمات مع مالها من بعد بعید ۔

وثالثا یرد علیه بعد تلك التمحلات انه لم قید باتصال الحدث بتمام التیمم فانه ان تأخر عنه ولو طویلا کان الحکم هکذا قطعا۔

ورابعا علی اللکنوی خاصة انه لم یقتصر علیه بل زاد فی الطنبور نغمة وفی الشطرنج بغلة فجوز علی حذف المضاف ان یکون مع بمعناه فهدم لزوم البعدیة التی فیها کان التجاء اسا۔

الا ان یضاف له تکلف ثالث ان المراد بالمعیة البعدیة المتصلة وبالبعدیة البعدیة المنفصلة فیکون المعنی علی الاول اما اذا لحق التیمم حدث من فور تمامه وعلی الثانی اما اذا لحقه حدث

ایک دوسرے سے ملا ہوا ہوتا ۔ اب معنی یہ ہوگا "لیکن جب حدث تیمم مکمل ہونے کے متصلاً بعد ہو" ــــ اس سے حدث کا متأخر ہونا مستفاد ہوگا ــــ اتنے سارے تکلفات کے بعد مآل کار وہی ہوگا جو جمہور نے اختیار کیا کہ "مع" بمعنے بعد ہے ــــ تو کہاں یہ اور کہاں وہ جو انہوں نے اختیار کیا ــــ تعجب ہے کہ مؤلف سعایہ نے مسلک جمہور کی تو تردید کی جبکہ وہ عبارت سے بہت قریب تھا ۔ اور اس مسلک کا اتنے سارے تکلفات کے باوجود اتباع کیا جبکہ یہ سب بہت بعید ہیں ۔

ثالثاً : ان سارے تکلفات کے بعد بھی اس پر یہ اعتراض وارد ہوگا کہ تکمیل تیمم سے حدث کے متصل ہونے کی قید کیوں ؟ اگر حدث اس سے بہت زیادہ بعد میں ہو جب بھی تو حکم قطعاً او یقینی یہی ہے ۔

رابعاً : مولانا لکھنوی پر خاص طور سے یہ اعتراض بھی ہوگا کہ انہوں نے اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ طنبور میں ایک نغمہ اور شطرنج میں ایک بغلہ اور بڑھایا کہ حذف مضاف کے ساتھ یہ بھی جائز رکھا کہ "مع" اپنے معنی ہی میں رہے ۔ اس طرح انھوں نے اس بعدیت کے لزوم کو بالکل ہی ڈھا دیا جس میں کچھ جائے پناہ تھی ۔

مگر یہ کہ اس کے لیے ایک تیسرا تکلف بھی بڑھا لیا جائے کہ معیت سے مراد بعدیت متصلہ، یا بعدیت سے مراد بعدیت منفصلہ ــــ برتقدیر اول معنی یہ ہوگا ، لیکن جب تیمم کو کوئی حدث اس کے تام ہوتے ہی لاحق ہو ــــ اور برتقدیر ثانی یہ معنی

Marfat.com

جنابة حدث یوجب الوضوء یجب علیه الوضوء (جب جنابت کے ساتھ کوئی ایسا حدث بھی ہو جو وضو واجب کرتا ہے تو اس پر وضو واجب ہے) اس میں شک نہیں کہ اس توجیہ سے بھی تناقض بہت روشن و واضح طور پر دُور ہو جاتا ہے۔ (ت)

وما نقله اللکنوی من الرد علیه ان کیف اوجب الشافعی الوضوء بلا حدث. فاقول هو رضی الله تعالٰی عنه یوجب استعمال القدر المقدور مطلقا سواء کان محدثا او جنبا معه حدث اولا فاذا قدر الجنب علی الوضوء وجب وان لم یکن محدثا.

اس پر مولانا لکھنوی نے جو رَد نقل کیا کہ "امام شافعی نے بغیر حدث کے وضو کیسے واجب کر دیا؟" تو اس پر میں کہتا ہوں (فاقول) امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ مطلقاً صرف یہ واجب کرتے ہیں کہ جس قدر پانی استعمال کرنے کی قدرت ہو اتنا استعمال کرے۔ خواہ محدث ہو — یا ایسا جنب جس کے ساتھ حدث ہو — یا ایسا جس کے ساتھ حدث نہ ہو۔ توجب جنابت والے کو وضو کی قدرت ہو اس پر وضو واجب ہوگا اگرچہ وہ محدث نہ ہو۔ (ت)

الافادة ۳: اما تاویل سلکه فی غایة الحواشی وتبعه اللکنوی.

افادہ ۳: وہ تاویل جو غایۃ الحواشی میں اختیار کی اور مولانا لکھنوی نے جس کی پیروی کی اب اس پر کلام کیا جاتا ہے۔

فاقول اولا [۲] لا شك انه ابعد تاویل؛ ولو ساغ مثل الحذف بلا دلیل؛ لاستقام کثیر من الاباطیل؛

فاقول۔ اوّلا: اس میں شک نہیں کہ یہ سب سے بعید تاویل ہے۔ اگر بغیر کسی دلیل کے حذف جیسی چیز روا ہو تو بہت سی اباطیل درست ہو جائیں گی۔

وثانیا [۳] الحدث المقارن للتیمم یبطله فلا یبقی له ولا للجنابة فکیف قال فالتیمم للجنابة فلم ینفعه تقدیر المضاف.

ثانیا: وہ حدث جو تیمم کے مقارن ہو اسے باطل کر دے گا اب یہ نہ حدث کا رہ جائے گا نہ جنابت کا — پھر یہ کیسے کہا: "فالتیمم للجنابة" (تو تیمم جنابت کا ہے) تو مضاف مقدر ماننا کام نہ آیا۔

الا ان یراد بالتیمم کونه متیمما ولا یکون متیمما الا اذا تم التیمم ویراد بالمعیة اتصال الزمانین المتعاقبین

مگر یہ کہ تیمم سے مراد لیا جائے اس کا متیمم ہونا۔ اور وہ متیمم اسی وقت ہوگا جب تیمم پورا ہو جائے۔ اور معیّت سے مراد ہو یکے بعد دیگرے دو وقتوں کا

Marfat.com

تاویل الجماعة وانه لاصحة لمزعومات غاية الحواشی والسعاية الا اذا ارجعت اليه۔

تو حدث کا تیمم سے متأخر ہونا خود اس لفظ ہی سے مستفاد ہے ۔۔۔ اسی طرح علما کے کلمات سمجھے جاتے ہیں۔ اور خدا ہی کے لیے حمد ہے۔ تو واضح ہوا کہ درست تاویلات میں سب سے بہتر تاویل، جماعت کی اختیار کردہ تاویل ہے اور یہ بھی واضح ہوا کہ غایۃ الحواشی اور سعایہ کے مزعومات میں کوئی درستی وصحت نہیں مگر اسی وقت جبکہ وہ تاویل جماعت کی طرف راجع ہوں۔ (ت)

الافادة ۵ اذا علمت ان لا محيد الا البعدية فالمراد بالصورة الاولى ما اذا لم يكن معها حدث اوكان قبل التيمم فمعنى الكلام ان الجنب الفاقد الغسل فی کلا الوجهين ان وجد وضوء لا يتوضؤ بل يتيمم خلافا للشافعی اما اذا كان حدثٌ بعد ما تيمم لها فحينئذ يجب عليه الوضوء وهذا كلام صحيح عين ما مر عن شرح الطحاوی للامام الاسبيجابی وغيره وبه انحلت الشبهة الخامسة ومعها شبهة التناقض ايضا باصح وجه واحسنه۔

افادہ ۵: جب یہ معلوم ہُوا کہ چارہ کار بعدیت ہی ہے۔ صورت اولیٰ سے مراد وُہ ہے جب جنابت کے ساتھ کوئی حدث نہ ہو یا تیمم سے پہلے ہو۔ تو معنی کلام یہ ہُوا کہ جنب جسے ان دونوں صورتوں میں آبِ غسل دستیاب نہیں اگر اسے آبِ وضو مل جائے تو وضو نہیں کرے گا بلکہ تیمم کرے گا' بخلاف امام شافعی کے ۔۔۔ لیکن جب کوئی حدث جنابت کا تیمم کرلینے کے بعد ہو تو اب اس پر وضو واجب ہے۔ یہ درست کلام ہے ٹھیک یہی بات امام اسبیجابی کی شرح طحاوی وغیرہ کے حوالہ سے گزری ۔۔۔ اسی سے پانچواں شبہہ حل ہوگیا اور اس کے ساتھ شبہۂ تناقض بھی اصح واحسن طریقہ پر حل ہوگیا۔ (ت)

الافادة ۶ قوله فالتيمم للجنابة لا شك ان اللام فيه للعهد ای التيمم المذكور الصادر من جنب معه وضوء لان فرض المسألة فيه او بدل عن المضاف اليه ای تيمم الجنب المذكور فمن البديهی بطلان كونه للاستغراق او الطبيعة وكذا اخذ المضاف اليه مطلق الجنب فانه ان اريد التخصيص ای تيمّم كل جنب

افادہ ۶: ان کی عبارت "فالتیمم للجنابة" میں لام بلاشبہہ لام عہد ہے یعنی تیمم مذکور جو ایسے جنب سے عمل میں آیا جس کے پاس آبِ وضو ہے۔ اس لیے کہ مسئلہ اسی کے بارے میں فرض کیا گیا ہے ۔۔۔ یا یہ لام مضاف الیہ کے عوض ہے یعنی جنب مذکور کا تیمم ۔۔۔ جب واقعہ یہ ہے تو بدیہی بات ہے کہ اس کا لام استغراق یا لام طبیعت و ماہیت ہونا باطل ہے۔ اسی طرح

Marfat.com

تاخرعنه بزمان وانت تعلم ان كلا القيدين ضائع۔

الافادة ۴ : مادندن به اللكنوى على الجماعة وتلخيصه ان بعدية الحدث عن الجنابة حاصلة اذا تأخر حدوثه عنها قبل التيمم فأل الاشكال كما كان يريد به انهم اخطؤا فى ترك ما ارتكبه هو وغاية الحواشى من تقدير المضاف فان البعدية عن الجنابة لاتغنى مالم يكن بعد التيمم۔

فاقول بل هو الذى اخطأ وارتكب فى كلامهم ايضا تقدير مضاف تسوية للرد عليهم وذلك ان البعدية زمانية ولا يجتمع فيها القبل مع البعد والجنابة باقية مالم ترتفع بغسل اوتيمم فان حدث حدث قبله فقد اجتمع مع الجنابة فلم يكن بعدها بل معها نعم كان بعد حدوثها وما قالوه بل المعترض هو الذى اضاف هذا المضاف الى كلامهم فثبت ان الحدث لا يكون بعد الجنابة الا اذا حدث بعد زوالها وهو ههنا بالتيمم فتأخره عن التيمم مفاد نفس اللفظ هكذا تفهم كلمات العلماء ولله الحمد فظهر ان احسن التاويلات

ہوگا، لیکن جب اسے کوئی ایسا حدث لاحق ہو جو وقت میں اس سے کچھ متأخر ہو ـــــ ناظر پر یہ بھی واضح ہے کہ دونوں ہی قیدیں بیکار ہیں۔ (ت)

افادہ ۴ : فاضل لکھنوی نے جماعت پر جو بے جا رد کیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حدث کا بعد جنابت ہونا اس صورت میں بھی حاصل ہے جب حدث جنابت کے بعد، تیمم سے پہلے پیدا ہو تو اشکال بدستور لوٹ آئے گا۔ مقصد یہ ہے کہ مضاف مقدر ماننے کا عمل جس کا انہوں نے اور غایۃ الحواشی نے ارتکاب کیا جمہور نے اسے چھوڑ کر غلطی کی اس لیے کہ حدث کا بعد جنابت ہونا کچھ کارآمد نہیں جب تک کہ بعد تیمم نہ ہو۔

اقول بلکہ انہوں نے ہی خطا کی اور کلام جمہور میں بھی ایک زائد بات ماننے کا ارتکاب کیا تاکہ ان کی تردید کی راہ ہموار ہو سکے ـــ وہ یہ کہ بعدیت زمانی ہے جس میں قبل، بعد کے ساتھ مجتمع نہیں ہوتا۔ اور جنابت باقی ہے جب تک غسل یا تیمم سے دُور نہ ہو۔ تو اگر اس سے پہلے کوئی حدث پیدا ہوا تو وہ جنابت کے ساتھ جمع ہوگیا اس طرح اس کے بعد نہ ہوا بلکہ ساتھ ہُوا۔ ہاں اس کے حدوث کے بعد ہوا ـــ حالانکہ جمہور نے یہ نہ کہا بلکہ خود معترض ہی نے یہ مزید ان کے کلام میں زیادہ کردیا ـــــ تو ثابت یہ ہوا کہ حدث بعد جنابت اُسی وقت ہوگا جب جنابت ختم ہونے کے بعد ہو۔ اور یہاں جنابت کا ختم ہونا تیمم سے ہے۔

Marfat.com

جنبا اومحدثا لانه یحمل قوله عزوجل فلم تجدوا ماءً على الاستغراق مع الاطلاق فكيف يوافقنا فی شیٔ من الصور علی کون تیمم جنب له بعض الماء للجنابة بل باطل عنده لفقد شرطه وهو عدم الماء مطلقا والباطل لایکون لشیٔ اللّٰھم الا علی مسلك التعویل وجعل الفاء للتفریع وفرض التیمم بعد الوضوء لوقوعه ح عند نفاذ الماء ولامساغ له علی مسلك التاویل لان فیه التیمم قبل الحدث فکیف یکون بعد الوضوء وکذا علی مسلك التعویل واخذ الفاء للتعلیل اذ لامعنی لقولك یجب الوضوء لان التیمم ان وقع بعدہ یکون للجنابة بالاتفاق ومسلك التعویل نفسه من الاباطیل فلا صحة لتعلقه بما یلیه وبه[1] استبان قلة فهم الذی[عه] زعم ان قوله بالاتفاق متعلق بوجوب الوضوء او بکون التیمم للجنابة[1] اه فخیر بین الصحیح والباطل وقد[2] اضطرب کلامه فیه فاقر فی سعایته تعیین تعلقه بیجب وقال فی عمدته فی تقریر الایراد الرابع ان فی الصورة السابقة ایضا التیمم للجنابة اتفاقا[2] اه فجعله متعلقا

امام شافعی کے نزدیک تیمم سے مطلقًا مانع ہے خواہ تیمم کرنے والا جنب ہو یا محدث ہو ــــ وجہ یہ ہے کہ وہ ارشاد باری عزوجل "فلم تجدوا ماءً" (پھر تم کوئی پانی نہ پاؤ) کو استغراق مع اطلاق پر محمول کرتے ہیں تو وہ ہمارے ساتھ کسی بھی صورت میں اس پر کیسے اتفاق کر سکتے ہیں کہ وہ جنب جس کے پاس کچھ پانی موجود ہے اس کا تیمم جنابت کے لیے ہوگا ــــ بلکہ ان کے نزدیک ایسے جنب کا تیمم ہی باطل ہے کیونکہ تیمم کی شرط ــــ مطلقًا پانی نہ ہونا ــــ ہی مفقود ہے اور جو باطل ہو وہ کسی چیز کے لیے نہیں ہو سکتا ــــ ہاں اگر مسلک اعتماد لیا جائے اور ف کو تفریع کیلئے قرار دیا جائے اور فرض کیا جائے کہ تیمم بعد وضو ہے تو معنی مذکور صحیح ہو سکتا ہے اس لیے کہ اس صورت میں تیمم اس وقت ہوگا جب پانی ختم ہو چکا ہو ــــ اور مسلک تاویل پر معنی مذکور کی کوئی گنجائش نہیں اس لیے کہ اس میں تیمم قبل حدث ہوگا تو بعد وضو کیسے ہو سکے گا اسی طرح جب مسلک اعتماد مان کر فا برائے تعلیل قرار دیں تو بھی معنی بالا صحیح نہیں بن سکتا۔ کیوں کہ اس تقدیر پر کلام یہ ٹھہرے گا کہ "وضو کرنا واجب ہے اس لیے کہ تیمم اگر اس کے بعد ہوگا تو بالاتفاق جنابت کے لیے ہوگا" ــــ یہ کلام ہی بے معنی ہے اور مسلک

عـه هو صاحب عمدة الرعاية اللكنوی ۱۲ (صاحبِ عمدۃ الرعایۃ فاضل لکھنوی ۱۲ ــ ت)

لـه و ٢ـه عمدۃ الرعایۃ مع شرح الوقایۃ باب التیمم المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۹۵

Marfat.com

انما یکون للجنابة لاغیر فبطلانه ظاهر حتی علی مسلك التعویل فان جنبا معه حدث ولا ماء یکون تیممه للحدثین قطعا الا تری الی قول شرح الوقایة نفسه اذا کان به حدثان حدث یوجب الغسل کالجنابة وحدث یوجب الوضوء یکفی تیمم واحد عنهما[1] اھ وان لم یرد کانت المقدمة القائلة ان کل جنب یتیمم للجنابة خالیة عن الافادة لانه معلوم لکل احد ولا یصلح تعلیلا ولا تفریعا وبه استبان ان اللام فی قوله للجنابة لام التخصیص فکان المعنی ان تیمم الجنب المذکور للجنابة خاصة۔

مضاف الیہ مطلق جنب لینا بھی باطل ہے۔ اس لیے کہ اگر تخصیص مراد ہو —— یعنی ہر جنب کا تیمم صرف جنابت کے لیے ہوتا ہے اور کسی چیز کے لیے نہیں۔ تو اس کا بطلان ظاہر ہے یہاں تک کہ مسلک اعتماد پر بھی۔ کیونکہ وہ جنب جس کے ساتھ کوئی حدث بھی ہو اور پانی نہ ہو اس کا تیمم یقیناً دونوں ہی حدث کیلئے ہوگا —— خود شرح وقایہ کی یہ عبارت دیکھئے: "جب اسے دو حدث ہوں، ایک حدث غسل واجب کرتا ہے، جیسے جنابت —— اور ایک حدث وضو واجب کرتا ہے تو ایک ہی تیمم دونوں سے کافی ہے" اھ —— اور اگر تخصیص نہ مراد ہو تو یہ مقدمہ کہ "ہر جنب جنابت کا تیمم کرے گا" غیر مفید ہوجائے گا کیونکہ یہ تو سبھی کو معلوم ہے —— اور نہ تعلیل بن سکے گی نہ تفریع۔ اسی سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ "للجنابة" میں لام، لام تخصیص ہے تو معنٰی یہ ہوگا کہ جنب مذکور کا تیمم خاص جنابت کے لیے ہے۔ (ت)

الافادة ۷: تعلق قوله بالاتفاق بکون التیمم للجنابة هو الظاهر المتبادر من العبارة لانه انما یفهم عائدا الی الجملة المذیلة به۔

اقول لکن لا صحة له اصلا لان فرض المسألة فی جنب له ماء یکفی للوضوء ووجود ماء ما مطلقا وان قل وان لم یکف للوضوء ایضا مانع للتیمم مطلقا عند الامام المطلبی سواء کان المتیمم

افادہ ۷: لفظ "بالاتفاق" کا تعلق تیمم کے جنابت کے لیے ہونے سے ہی ظاہر اور عبارت سے متبادر ہے اس لیے کہ سمجھ میں یہی آتا ہے کہ جس جملہ کے ذیل میں یہ لفظ رکھا گیا ہے اسی کی طرف راجع ہے۔

اقول لیکن یہ بالکل درست نہیں —— اس لیے کہ مسئلہ اس جنب کے بارے میں فرض کیا گیا ہے جس کے پاس وضو کے لیے آب کافی موجود ہے —— اور مطلقاً کسی بھی پانی کا موجود ہونا —— اگرچہ کم ہی ہو، اگرچہ وضو کے لیے بھی کافی نہ ہو ——

---

[1] شرح الوقایہ باب التیمم المکتبۃ الرشیدیۃ دہلی ۱/۹۹

Marfat.com

التیمم عن الحدث الاصغر وعن الاکبر حقیقتهما ومعناهما وصورتهما ومقصودهما واحد فلا یتخیل منع الاندراج ولانه یلزم علی الامر بتیممین متوالیین ما یشبه العبث لانه اذا تیمم اولا لاستباحة الصلاۃ استباحها به فایجاب الثانی عبث لا فائدة فیه[1] اھ هذا فی الابتداء وان ارید البقاء ای ان بعد وجدانه یبقی للجنابة بالاتفاق فباطل اذ یبطل عنده رأسا بوجدان ماء ما مطلقا لفقدان شرطه واما علی مسلك التاویل والصورة الاخیرة فیه الحدث بعد التیمم فان ارید بقاء کما افصح به الشرنبلالی فظاهر البطلان کما مر انفا غیر انه رحمه الله تعالٰی لم یذیله بالاتفاق فسلم بخلاف ذلك[عه] الذی قال فالتیمم باق اتفاقا فانه وقع فی خطأ مظلم؛ وان ارید ابتداءً فنعم هو متفق علیه کونه اذ ذاك للجنابة خاصة لعدم الحدث حینئذ لکن لفظة بالاتفاق تقع عبثا وموهمة غلط اما الاول فلانه اذ ابطل عنده بالوجدان فما فائدة وفاقه الباقی؟ واما الاخیر فلان

تیمم کافی ہے۔ اور یہ روشن و واضح ہے اس لیے کہ تیمم حدثِ اصغر اور تیمم حدثِ اکبر دونوں کی حقیقت دونوں کا معنی، دونوں کی صورت اور دونوں کا مقصود ایک ہی ہے تو یہ خیال نہیں ہونا چاہئے کہ ایک دوسرے میں مندرج نہیں ہوسکتا۔ اور ایک دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اگر پے در پے دو تیمم کا حکم دیا جائے تو ایک بیکار و عبث سا کام کرنا لازم آئے گا۔۔۔ کیونکہ جب اس نے پہلی بار اباحتِ نماز حاصل کرنے کے لیے تیمم کرلیا تو اس سے جوازِ نماز حاصل کرلیا پھر دوسرا تیمم واجب کرنا عبث ہے جس میں کوئی فائدہ نہیں" اھ۔ یہ حکم ابتدا کا ہوا۔ اگر بقا مراد ہو یعنی پانی کی دستیابی کے بعد تیمم بالاتفاق جنابت کے لیے باقی رہے گا تو یہ باطل ہے۔ کیونکہ امام شافعی کے نزدیک کسی بھی آبِ مطلق کی دستیابی کے وقت تیمم سرے سے باطل ہے کیونکہ ان کے طور پر اس کی شرط (عدم ماءِ مطلق) ہی مفقود ہے ۔۔۔ اب رہا مسلکِ تاویل ۔۔ (بصورت مفروضۂ بالا اس مسلک کی بنیاد پر بھی بات نہ بنے گی جس کی تفصیل یہ ہے ۱۲ م (الف) اس میں صورت اخیرہ یہ ہے کہ حدث تیمم کے بعد ہو تو اگر بقاء مراد ہو جیسا کہ شرنبلالی نے اسے غیر مبہم طور پر کہا تو اس کا بطلان ظاہر ہے جس کی

عـه هو اللکنوی المذکور ۱۲ (فاضل لکھنوی مذکور ۱۲ ۔ ت)

---

[1] فتاوٰی کبرٰی لابن حجر مکی باب التیمم مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۷۰

Marfat.com

تخییر ثم ذکر ھذا التخییر ثم قال متصلا او یقال معناہ فالتیمم ثابت او باق للجنابۃ اتفاقا اھ فعاد الی الباطل الصریح ولا یدری ما معنی او عطفا علی التخییر فان ھذا داخل فیہ الا ان یرید انہ مخیر بین الحق والباطل او لا تخییر بل علی الباطل عینا۔ ھذا۔

اعتماد خود باطل ہے تو جس عبارت کے بعد یہ لفظ ہے اس سے اس کا تعلق کسی طرح درست نہیں۔ اسی سے اس کی کم فہمی بھی عیاں ہوگئی، جس کا یہ خیال ہے کہ "لفظ بالاتفاق یا تو وجوب وضو سے متعلق ہے یا تیمم کجنابت کے لیے ہونے سے متعلق ہے" اھ یہ کہہ کر صحیح اور باطل کے درمیان تخییر کی راہ اختیار کی۔ اور اس بارے میں قائل مذکور کا کلام اضطراب و انتشار کا حامل ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ (۱) سعایہ میں تو یہ صورت متعین رکھی کہ اس کا تعلق "یجب" (وجوب وضو) سے ہے (۲) اور عمدۃ الرعایہ میں اعتراض چہارم کی تقریر میں یہ لکھا کہ "سابقہ صورت میں بھی تیمم جنابت کے لیے ہے اتفاقاً"۔۔۔۔ اس میں اس لفظ کو اسی عبارت سے متعلق قرار دیا جس سے یہ متصل ہے (۳) پھر یہی تخییر والی بات ذکر کی (۴) پھر اسی سے متصل یہ لکھ دیا کہ "یا یہ کہا جائے کہ اس کا معنٰی یہ ہے کہ پس تیمم جنابت کیلئے ثابت یا باقی ہے اتفاقاً اھ۔۔۔ اس عبارت میں پھر باطل صریح کی طرف عود کیا۔۔۔۔ قائل کو یہ پتا نہیں کہ تخییر پر عطف کرکے "او" کہنے کا کیا معنٰی ہوگا؟ یہ بھی تو اس میں داخل ہے۔ مگر یہ مقصد ہوسکتا ہے کہ حق اور باطل دونوں کے درمیان تخییر دی جائے یا تخییر بالکل نہ ہو بلکہ ٹھیک باطل ہی متعین ہو۔۔۔۔ یہ ذہن نشین رہے۔ (ت)

واقول بل لو کان فرض المسألۃ وجدان الماء بعد التیمم لم یستقم الکلام ایضا اما علی مسلک التعویل فظاھر لان الصورۃ الاخیرۃ فیہ اجتماع الحدثین فاذا وجد او عدم الماء وتیمم کان عنھما بالوفاق لا عن الجنابۃ خاصۃ عند احد من الفریقین اما مذھبنا فمعلوم واما مذھب السادۃ الشافعیۃ فقال الامام ابن حجر المکی الشافعی فی فتاواہ الکبرٰی من علیہ جنابۃ وحدث اصغر یکفیہ لھما تیمم واحد وھذا واضح جلی لان

واقول اگر مسئلہ کی صورتِ مفروضہ یہ ہوتی کہ تیمم کے بعد پانی پا جائے تو بھی بات نہ بنتی۔ مسلک اعتماد پر تو ظاہر ہے۔ اس لیے کہ اس میں صورت اخیرہ یہ ہے کہ دونوں حدث جمع ہوں ۔۔۔۔ تو وہ پانی پائے اور تیمم کرے یا نہ پائے اور تیمم کرے بہر تقدیر تیمم دونوں ہی حدث سے ہوگا۔ کسی بھی فریق کے نزدیک خاص جنابت سے نہ ہوگا۔ اس بارے میں ہمارا مذہب تو معلوم ہی ہے۔ حضرات شافعیہ کا مذہب ملاحظہ ہو۔ امام ابن حجر مکی شافعی اپنے فتاوٰی کبرٰی میں رقم طراز ہیں: "جس پر جنابت اور حدث اصغر دونوں ہیں اسے دونوں کے لیے ایک ہی

[1] عمدۃ الرعایۃ مع شرح الوقایۃ باب التیمم المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۹۵

Marfat.com

مع انه تیمم للجنب اتفاقاً[1]۔

انہوں نے اپنی عبارت میں یہ کہا: "مع انه تیمم للجنب اتفاقاً" تو وضو واجب ہے باوجودیکہ یہ جنب کا تیمم ہے اتفاقاً۔

وثالثاً بطلان الایراد الرابع المنقول فی السعایة مع التقریرات کون التیمم للجنابة بالاتفاق مشترك بین الصورتین فانه لیس لشیئ اصلا عند الامام الشافعی فی کلا الوجهین۔

ثالثاً چوتھا اعتراض جو سعایہ میں اس تقریر کے ساتھ منقول ہے کہ "تیمم کا بالاتفاق جنابت کے لیے ہونا دونوں ہی صورتوں میں مشترک ہے" (یہ اعتراض وتقریر) باطل ہے اس لیے کہ دونوں صورتوں میں یہ تیمم امام شافعی کے نزدیک کسی چیز کے لیے نہیں۔

فان استعفی عن لفظة بالاتفاق واقتصر علی ان کونه للجنابة مشترك بین الصورتین لا اختصاص له بهذه الصورة اندرج فی الایراد السابق علیه وسیأتیك الجواب عنه بعونه تعالٰی۔

اب اگر لفظ "بالاتفاق" سے دستبردار ہو کر صرف یہ کہیں کہ "تیمم کا جنابت کے لیے ہونا دونوں ہی صورتوں میں مشترک ہے اسی صورت کے ساتھ اسے کوئی اختصاص نہیں" ــــ تو یہ بات اسی اعتراض میں شامل ہو جائے گی جو اس سے پہلے ان پر کیا۔ اور بعونہ تعالٰی اس کا جواب عنقریب سامنے آرہا ہے۔ (ت)

الافادة ۸ نختار ان الفاء للتفریع کما مشی علیه العلامة الشرنبلالی وغایة الحواشی وقول السعایة[2] لا محصل له لان کون هذا التیمم للجنابة خاصة لم ینشأ الا من وجوب الوضوء للحدث اذ لو لم یجب لکان التیمم لهما معا لاستحالة ان تجوز صلاة مع الحدث فلا بد ان یعتبر التیمم المذکور رافعا له او دافعا

افادہ ۸: ہم یہ اختیار کرتے ہیں کہ ف تفریع کے لیے ہے جیسا کہ اسی راہ پر علامہ شرنبلالی اور غایۃ الحواشی کی روش ہے۔ اور سعایہ کا اسے لاحاصل بتانا خود لاحاصل ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اس تیمم کا خاص جنابت کے لیے ہونا اسی امر سے پیدا ہوا کہ حدث کے لیے وضو واجب ہے اس لیے کہ اگر یہ وجوب نہ ہوتا تو تیمم حدث وجنابت دونوں ہی کے لیے ہوتا کیونکہ حدث کے ساتھ کسی نماز کا جواز محال ہے ــــ تو یہ ماننا ضروری ہے

---

[1] السعایة باب التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۴۹۰

Marfat.com

كما فى الصورة الاخيرة لاسيما بمقابلة الاختلاف المذكور فى الاولى يفيد عدم الاتفاق فى الاولى وليس كذلك لان فى الاولى ان لم يكن حدث كان للجنابة وحدها بالاتفاق وانكان كان لهما بالوفاق انما الاختلاف ثمه فى بقاء التيمم عندنا وانتقاضه عنده بوجدان ماء غيركاف وبالجملة قوله بالاتفاق يجب صرفه الى قوله يجب كما فعل فى غاية الحواشى نعما فعل۔

وجہ ابھی بیان ہُوئی —— ہاں علامہ شرنبلالی نے یہ صورت لکھ کر اس کے بعد "بالاتفاق" نہ کہا اس لیے وُہ سلامت رہے بخلاف اس قائل کے جس نے یہ لکھ دیا کہ "تیمم باقی ہے اتفاقاً" وہ تو تاریک خطا میں پڑگیا۔ اور اگر ابتداءً مراد ہو تو وہاں یہ متفق علیہ ہے کہ وہ تیمم اس صورت میں خاص جنابت کے لیے ہوگا کیونکہ اس صورت میں حدث ہے ہی نہیں —— لیکن اس تقدیر پر لفظ "بالاتفاق" عبث اور ایک غلطی کا وہم پیدا کرنے والا ٹھہرے گا —عبث اس لیے کہ جب یہ تیمم امام شافعی کے نزدیک پانی کی دستیابی کی وجہ سے باطل ہے تو ان کے اس اختلاف آمیز اتفاق سے فائدہ کیا ؟ —— ابہام غلط اس لیے کہ یہ لفظ صورتِ اخیرہ میں —خصوصاً صورتِ اولیٰ میں ذکر شدہ اختلاف کے مقابل ذکر کرنے سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ صورتِ اُولیٰ میں اتفاق نہیں — حالانکہ معاملہ ایسا نہیں۔ اس لیے کہ پہلی صورت میں بھی اگر حدث نہ ہو تو تیمم صرف جنابت ہی کے لیے ہوگا بالاتفاق —— اور اگر حدث بھی ہو تو دونوں ہی کے لیے ہوگا بلا اختلاف —— وہاں اختلاف صرف اس بارے میں ہے کہ ہمارے نزدیک تیمم باقی رہے گا اور ان کے نزدیک غیر کافی پانی کی دستیابی سے ٹوٹ جائے گا۔ بالجملہ لفظ "بالاتفاق" کو ان کے قول "یجب" (وجوب وضو) کی جانب پھیرنا لازم ہے جیسا کہ غایۃ الحواشی میں کیا اور خوب کیا۔(ت)

اقول وبه ظهر **اولاً** انه كان الانسب للدرر تقديم قوله بالاتفاق على قوله فالتيمم لانه بصدد ايضاح كلام الصدر الامام وان يزيح عنه الاوهام۔

اقول اس سے چند باتیں اور واضح ہوگئیں **اولاً** دررالحکام میں لفظ "بالاتفاق" کو لفظ "فالتیمم" سے پہلے رکھنا انسب تھا کیوں کہ صاحبِ درر اپنی اس عبارت سے صدرالشریعۃ کے کلام کو واضح کرنا اور اس سے اوہام دُور کرنا چاہتے ہیں۔

وثانیاً ان صاحب غاية الحواشى مع تصريحه بتعلقه بيجب لم يحسن فى ضمه مع الجملة التالية ايضا اذقال

ثانیاً "یجب" سے لفظ مذکور کے تعلق کی صراحت کرنے کے باوجود صاحب غایۃ الحواشی نے بھی اس لفظ کو بعد والے جملہ سے ملا کر اچھا نہ کیا

Marfat.com

الافادة ١٠ تبين الجواب الصواب

بحمد الجليل؛ عن الاسئلة الخمسة كلها على مسلك التاويل؛ وعن غير الخامس على مسلك التعويل، وظهران اقواها السؤال الاخير الجنيل؛ وهو الذى دعا العلماء الى الانكار او التاويل، وان السؤال الاول ليس باشكال؛ بل سريع الانحلال، وكذا الثانى كشفه رخيص؛ ان لم يمزج بالخامس العويص؛ اما الثالث والرابع الذان أتت بهما السعاية؛ فانهما واهيان الى الغاية، وبقاء الخامس على مسلك التعويل هو الذى نادى عليه بالرحيل؛ لمصادمته الدلائل القاهرة، والنصوص الزاهرة؛ ولم ار من يختاره ويرتضيه الا القره باغى فى الحاشية ولم يأت اصلا بشئ يغنيه، **فقوله** تكلف بعيد الاخذ من العبارة۔

اقول نعم لما زاد چلپى من حديث اللمعة ارجاعاله الى ما يأتى عن الشارح والافليس فيه الا اخذ مع بمعنى بعد و ليس فيه بُعد فقد وقع فى الكتاب العزيز۔

قوله يلزم التكرار۔

افادہ ۱۰: بحمد رب جلیل مسلک تاو[یل]

پر پانچوں اعتراضات کا جواب اور مسلک اعتماد پر [...] پنجم کے سوا باقی سب کا جواب واضح ہوگیا ــــــ اور یہ بھی ظاہر ہُوا کہ سب سے قوی اعتراض پانچواں [...] یہی علما کے لیے انکار و تاویل کا باعث بنا۔ اور پہلا [...] اعتراض کوئی مشکل نہیں بلکہ بہت جلد حل ہوجاتا ہے [...] اسی طرح دوسرے کا جواب بھی آسان ہے اگر پانچو[یں] مشکل سوال کے ساتھ اس کو نہ ملایا جائے ــــــ رہا [...] تیسرا اور چوتھا جن کو سعایہ نے پیش کیا تو یہ انتہائی کمزور [...] ہیں ــــــ مسلک اعتماد پر پانچویں اعتراض کا باقی رہ جانا [...] یہی وُہ امر ہے جو اس کے لیے کوچ کا اعلان کر رہا ہے کیونکہ وُہ قاہر دلائل اور روشن نصوص سے متصادم ہے۔ میں نے قرہ باغی محشی کے سوا کسی ایسے کو نہ دیکھا جس نے اس مسلک کو اختیار و پسند کیا ہو۔ اور قرہ باغی قطعاً کوئی کام کی بات نہ لاسکے۔ (اب ان کے خیال اور عبارت کا تھوڑا تجزیہ ملاحظہ ہو ۱۲م الف)

قول قرہ باغی: چلپی کا کلام سراسر تکلف ہے عبارت سے یہ معنی ماخوذ ہونا بہت بعید ہے۔ (ت)

اقول ہاں اس لیے کہ انھوں نے حضرت شارح کے کلام آئندہ کی طرف راجع کرنے کی غرض سے لمعہ کی بات بڑھا دی ورنہ اس تاویل میں اس کے سوا کچھ نہیں کہ مع کو بعد کے معنی میں لیا ہے اور اس میں کوئی بُعد نہیں یہ تو قرآن عزیز میں بھی ہوا ہے (فان مع العسر یسرا)۔

قول قرہ باغی: تکرار لازم آتی ہے۔

Marfat.com

الثالث الاخير ليس له في الشرع نظير فاستلزام محال محالا غير محال۔

کہ تیمم مذکور اسے رفع کرنے والا ہے یا دفع کرنے والا ہے ــــ اگر اخیر ہو تو شرع میں اس کی کوئی نظیر نہیں تو ایک محال کا دوسرے محال کو مستلزم ہونا کوئی محال نہیں۔ (ت)

الافادة ۹ نختار انها للتعليل وزعم السعاية اشتراك العلة مردود اما علی مسلك التاويل مع اجتماع الحدثين في الصورة الاولی فظاهر لان التيمم طرأ عليهما فرفعهما معا فكيف يختص بالجنابة واما عليه مع انفراد الجنابة في الصورة الاولی وعلی مسلك التعويل فاختصاص شئ بشئ تارة يكون لانحصار الوجود فيه واخری لتفرده به من بين مشاركاته في الوجود ومعلوم بداهة ان هذا هو المراد هنا فانه اذا وجد حدث ولم يقع التيمم الا عن الجنابة لم يغن عن الحدث ووجب الوضوء بخلاف ما اذا لم يكن حدث فلا شئ يجب وهذا الوجه من الاختصاص غير مشترك فظهر ان الفاء تحتمل الوجهين فقصر الشرنبلالي وغاية الحواشي علی احدهما وقع وفاقا لا داعي اليه بل التعليل هو الاظهر لان ظاهر فان كون التيمم لخصوص الجنابة غير مقصود هنا بالافادة والله تعالی اعلم۔

افادہ ۹: ہم یہ اختیار کرتے ہیں کہ فا تعلیل کے لیے ہے اور سعایہ کا یہ خیال کہ "علت مشترک ہے" غلط ہے یہ مسلک تاویل پر جبکہ پہلی صورت میں دونوں حدث جمع ہوں ظاہر ہے اس لئے کہ تیمم نے دونوں حدثوں پر طاری ہو کر دونوں ہی کو رفع کیا تو وہ جنابت کے ساتھ خاص کیسے ہوگا؟ ــــ اور مسلک تاویل پر جب کہ پہلی صورت میں جنابت بلا حدث ہو اور مسلک اعتماد پر وجہ یہ ہے کہ ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ خاص ہونا کبھی اس لیے ہوتا ہے کہ اس کا وجود اسی میں منحصر ہے اور کبھی اس لیے ہوتا ہے کہ یہ اس کے مشارکات فی الوجود کے درمیان اسی کے ساتھ متفرد ہے۔ اور بداہۃً معلوم ہے کہ یہاں پر یہی مراد ہے اس لیے کہ جب کوئی حدث پایا جائے اور تیمم صرف جنابت کا واقع ہو تو حدث کا کچھ کام نہ کرسکا اور وضو واجب ہوا بخلاف اس صورت کے جبکہ کوئی حدث پایا جائے اور تیمم صرف جنابت کا واقع ہو تو حدث کا کچھ کام نہ کرسکا اور وضو واجب ہوا بخلاف اس صورت کے جبکہ کوئی حدث موجود ہی نہ ہو پھر کس چیز کے لیے وضو واجب ہوگا۔ یہ وجہ اختصاص مشترک نہیں۔ اس بیان سے ظاہر ہوا کہ فا میں تفریع وتعلیل دونوں ہی احتمال جاری ہیں۔ تو شرنبلالی اور غایۃ الحواشی کا صرف ایک ہی کو ذکر کرنا محض اتفاقاً واقع ہوا اس کا کوئی داعی نہیں ہے بلکہ احتمال تعلیل ہی زیادہ ظاہر وروشن ہے۔ اس لئے یہاں یہ بتانا مقصود نہیں کہ تیمم خاص جنابت ہی کے لیے ہے۔ اور خدائے برتر ہی خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

Marfat.com

فعله لان ذاالحدثين لا يتوضؤ اذالم يكف الماء لغسله۔

نے وہ تاویل اس لیے اختیار کی جبکہ غسل کے لیے پانی ناکافی ہونے کی صورت میں دونوں حدث والے کو وضو نہیں کرنا ہے۔

قوله اما اذا وجد فلابد من الوضوء ثم التيمم للجنابة۔

قول قرہ باغی، لیکن جب وضو کے لیے بقدر کفایت پانی مل جائے تو وضو کرنا ضروری ہے پھر جنابت کے لیے تیمم کرنا ہے۔ (ت)

اقول هذا[1] هو مذهب الشافعي لا سيما بلفظة ثم فان فيه ايجاب اعدام الماء وان قل قبل التيمم ولا يقول به حنفي قط۔

اقول یہی امام شافعی کا مذہب ہے خصوصاً لفظ ثمّ (پھر) کے ساتھ۔ کیونکہ اس میں یہ واجب کرنا ہے کہ پانی اگرچہ کم ہی ہو تیمم سے پہلے اسے ختم کرلینا ہے۔ کوئی حنفی کبھی اس کا قائل نہ ہوگا۔

قوله والعجب منه انه لم يلتفت۔

قول قرہ باغی، تعجب ہے کہ انہوں نے اس طرف التفات نہ کیا۔ (ت)

اقول مبنى[2] على ما تصور ولا متصور

اقول قرہ باغی نے خود جو تصور کیا اسی پر اس کی بنیاد ہے حقیقت میں وہ متصور ہی نہیں۔

قوله بعد تسليم جميع المقدمات

قول محشی مذکور، تمام مقدمات تسلیم کر لینے کے بعد۔

اقول ما تلك[3] المنوع المطويات فان المقدمات عند الحنفية من البديهيات۔

اقول وہ منع کیا ہیں جو آپ نے تہ کر دئے۔ حنفیہ کے نزدیک تو سارے مقدمات بدیہیات سے ہیں۔

قوله يجوز اجتماع العلل الشرعية على معلول واحد۔

قوله ایک معلول پر متعدد علل شرعیہ کا اجتماع ہوسکتا ہے۔

اقول كما[4] لا يمتنع اجتماع علل على معلول كذلك لا يمتنع ارتفاع علل برافع واحد كالتي[5] انقطع حيضها ثم احتلمت ثم التقى الختانان ثم انزلت فقد اجتمعت

اقول جیسے ایک معلول پر چند علتوں کا اجتماع ممتنع نہیں ایسے ہی ایک رافع سے چند علتوں کا ارتفاع بھی ممتنع نہیں۔ جیسے وہ عورت جس کا حیض منقطع ہوا پھر اسے احتلام ہوا پھر التقائے ختانین ہوا

Marfat.com

اقول اولاً فکان ماذا اذا ذکر ضابطة تشمل فروعا ثم بعد حین اورد فرعا منها لتبیین حکم بعد تکرارا اذا لم یقبح مع تقدم ذکرہ فی الضابطة کیف یقبح ولم یذکر بعد۔

اقول۔ اولاً تکرار لازم آتی ہے تو کیا ہوگا۔ جب کوئی ایسا ضابطہ بیان کیا جائے جو بہت سی جزئیات کو شامل ہو پھر کچھ آگے کسی حکم کو واضح کرنے کے لیے ان میں سے کوئی جزئیہ لایا جائے تو اسے تکرار شمار کیا جائے گا؟ — جب یہ ضابطہ کے تحت پہلے مذکور ہونے کے باوجود بُرا نہیں تو یہ کیسے قبیح ہوگا جبکہ مسئلہ ابھی تک بیان نہ ہوا۔ (ت)

وثانیا لو تتبعت ماوقع لهم و للشارح الامام من تکرر الافادات لاعیاك طلبها۔

ثانیاً اگر اس کی تلاش اور چھان بین ہو کہ حضرات علما اور خود شارح امام سے افادات کی تکرار کس قدر ہوتی ہے تو تھک کر بیٹھ جانا پڑے گا

قولہ ولعله انما ارتکبه نزعا الخ۔

قول قرہ باغی: شاید چلپی نے یہ سمجھ کر اس تکلف کا ارتکاب کیا ہے کہ دونوں قدر کسی شخص میں ابتداءً جمع نہیں ہوتے۔ (ت)

اقول من این لکم هذا وانما

اقول آپ کو یہ کہاں سے پتا چلا — اخول

عــه وهذا سید الائمة محرر المذهب محمد رضی الله تعالٰی عنه قد کرر المسائل فی کتبه قال الامام شمس الائمة السرخسی رحمه الله تعالٰی فی المبسوط فرغ نفسه لتصنیف ما فرعه ابو حنیفة رضی الله تعالٰی عنه محمد بن الحسن الشیبانی رحمه الله تعالٰی فانه جمع المبسوط لترغیب المتعلمین والتیسیر علیهم ببسط الالفاظ وتکرار المسائل فی الکتب لیحفظوها شاؤا او ابوا[1] ۱۲ منه غفر له۔ (م)

اور یہ ہیں ائمہ کے سردار محرر المذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کہ آپ نے مسائل کو اپنی کتب میں تکرار کے ساتھ بیان کیا ہے۔ امام شمس الائمہ اپنی مبسوط میں فرماتے ہیں کہ محمد بن الحسن الشیبانی رحمہ اللہ تعالٰی نے فروعاتِ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لیے خود کو وقف کر رکھا تھا پس انہوں نے متعلمین کے شوق اور آسانی کو ملحوظ رکھتے ہوئے کتاب مبسوط کو جمع فرمایا جس میں الفاظ کو وسعت اور مسائل کو تکرار کے ساتھ بیان کیا تاکہ متعلمین جنہیں چاہیں محفوظ کرلیں یا جنہیں نہ چاہیں نہ کریں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] المبسوط للسرخسی / خطبۃ الکتاب دار المعرفۃ، بیروت ۱/۳

Marfat.com

فکیف یصیر الی البدل وبالجملۃ شرط التیمم العجز عن الماء وقد عجز فی الحدث الاکبر دون الاصغر فکان التیمم مجزئا عن ذلک لا عن ھذا فافترق الحدثان بقاء وارتفاعا۔

حکم ہوا۔ اس کی بجا آوری کرنے والا نہ ہوگا جبکہ حدث اصغر سے متعلق اسے حکم ہوا۔ اس لیے کہ اس میں یہ اصل پر قادر ہے تو بدل کی طرف کیسے منتقل ہو سکتا ہے؟ مختصر یہ کہ تیمم کی شرط پانی سے عاجز ہونا ہے اور اس کا عجز حدثِ اکبر میں تو ہے حدثِ اصغر میں نہیں تو تیمم صرف اس سے کفایت کرنے والا ہوگا اِس سے نہ ہوگا ـــــ اس طرح دونوں حدث بقا اور ارتفاع میں جُدا جُدا ہوجائیں گے (ایک ختم ہوگا ایک باقی رہ جائے گا) (ت)

اقول ھذا لو کان کل منھما مستبدا بحیالہ ولیس کذلک فلیس الحدث الا اعتبارا شرعیا لاٰثار معلومۃ کمنع الصلاۃ وقد انطوی الاکبر علی جمیع اٰثار الاصغر فکلما منعہ الاصغر منعہ الاکبر بالاولی ولا عکس وارتفاع شیئ یوجب زوال جمیع اٰثارہ وقد سلمتم ارتفاع الاکبر بھذا التیمم فیجب ارتفاع کل اٰثارہ ومنھا منع الصلاۃ فلزم اباحتھا ولا تباح قط مع حدث فثبت ان ھذا التیمم رفع کل حدث طرأ علیہ۔

اقول یہ اس وقت ہوتا جب دونوں حدثوں میں سے ہر ایک کو مستقل حیثیت حاصل ہوتی اور ایسا نہیں۔ اس لیے کہ حدث کچھ معلوم آثار جیسے منع نماز وغیرہ کے شرعی اعتبار ہی کا نام ہے اور حدث اکبر حدث اصغر کے تمام اثرات پر مشتمل ہے تو اصغر جس سے مانع ہوگا اس سے اکبر بدرجۂ اولٰی مانع ہوگا اس کے برعکس نہیں۔ اور کسی چیز کا ختم ہوجانا اسے لازم کرتا ہے کہ اس کے جتنے بھی اثرات ہوں سبھی زائل ہوجائیں ـــ آپ کو تسلیم ہے کہ اس تیمم سے حدث اکبر مرتفع ہوگیا تو ضروری ہے کہ اس کے سارے اثرات بھی اُٹھ جائیں ان ہی میں منع نماز بھی ہے تو لازم ہوگا کہ نماز مباح ہو۔ اور نماز کسی حدث کے ساتھ کبھی مباح نہیں ہوتی۔ تو ثابت ہوا کہ اس تیمم نے ہر وہ حدث دُور کردیا جو اس پر طاری ہُوا۔ (ت)

فان قلت ارتفاع شیئ انما یوجب زوال اٰثارہ من حیث ھی اٰثارہ ولا ینافیہ بقاء بعضھا لمؤثر اٰخر کمن توضأ وفی فخذہ نجاسۃ مانعۃ فلا شک ان قد صح وضوءہ وزال الحدث الذی کان

اگر یہ سوال ہو کہ کسی چیز کا مرتفع ہونا اس کے اثرات دُور ہونے کو واجب کرتا ہے تو اسی حیثیت سے کہ وہ اس چیز کے اثرات ہیں۔ اب ان میں کچھ اثرات کسی دوسرے مؤثر کی وجہ سے باقی رہ جائیں تو یہ اُس کے منافی نہیں۔ مثلاً کسی نے وضو کیا

Marfat.com

علیهما بہ حال وترفع جمیعا بغسل او تیمم واحد فاذا کان لہ حدثان اصغر واکبر ولم یجد ماء للغسل فلا بد لہ ان یتیمم وتیممہ لکونہ عن جنابۃ مطھر لجمیع البدن ومن البدن اعضاء الوضوء فقد طھرھا ورفع الحدثین کما اذا اغتسل فلیس ھذا التیمم الا قائما مقام الغسل فکما یرتفعان بہ فکذا بنائبہ ولو یعرف من الشرع تیمم یطرؤ علی حدثین فیرفع احدھما ویذر الأخر والا لزم لہ اما تیمم اٰخر وھو باطل حتی عند الشافعیۃ کما قدمنا او الماء وھو الجمع بین البدل والمبدل الباطل باجماع الحنفیۃ فبلج الحق والحمد للہ رب العلمین۔

(قربت ہوئی) پھر انزال ہوا اس پر چار علتوں کا اجتماع ہوا اور ایک ہی غسل یا تیمم سے چاروں مرتفع ہوجائینگی۔ توجب کسی کو دو حدث ہوں ایک اصغر ایک اکبر۔ اور اسے غسل کے لیے پانی نہ ملے تو ضروری ہے کہ تیمم کرے۔ اس کا تیمم چونکہ جنابت سے ہوگا اس لیے تمام بدن کو پاک کردے گا۔ اعضائے وضو بھی بدن ہی کا حصّہ ہیں تو انہیں بھی تیمم نے پاک کردیا اور اکبر واصغر دونوں حدث رفع کردئے۔ جیسے غسل کی صورت میں ہوتا ہے اور یہ تیمم غسل ہی کے قائم مقام ہے تو جیسے غسل سے دونوں حدث مرتفع ہوجاتے ہیں ویسے ہی اس کے نائب سے بھی مرتفع ہوجائیں گے شریعت میں ایسے کسی تیمم کا نشان نہیں ملتا جو دو حدثوں پر طاری ہو مگر ایک کو ختم کرے دوسرے کو چھوڑ دے۔ اگر ایسا ہوتا تو اس پر یا تو ایک دوسرا تیمم بھی لازم ہوتا ـــ اور یہ باطل ہے یہاں تک کہ شافعیہ کے نزدیک بھی، جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ـــ یا پانی (استعمال کرنا) بھی لازم ہوتا! ـــ اور یہ بدل اور اصل دونوں کو جمع کرنا ہے جو باجماع حنفیہ باطل ہے ـــ تو حق روشن ہوگیا ـــ اور ساری خوبیاں سارے جہانوں کے مالک خدا کے لیے ہیں۔ (ت)

فان قلت القیاس علی الغسل مع فارق وذلک لان ذا الحدثین اذا اغتسل فقد اتی بما امر بہ فی کل من الحدثین وھو اسالۃ الماء علی تلک الاعضاء وکذلک اذا تیمم فاقد الماء اما اذا وجد وضوءا فبالتیمم انما یکون اٰتیا بما امر بہ للحدث الاکبر لا بما امر بہ للاصغر لانہ قادر فیہ علی الاصل

اگر سوال ہو کہ غسل پر قیاس، مع الفارق ہے ـــ اس لیے کہ دونوں حدث والے نے جب غسل کیا تو وہ سب بجا لایا جس کا دونوں حدثوں میں سے ہر ایک میں اسے حکم دیا گیا ـــ وہ ہے ان اعضا پر پانی بہانا (جو غسل سے پورا ہوگیا) یہی حال اس وقت ہے جب پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمم کیا۔ لیکن جب آبِ وضو موجود ہو تو تیمم سے صرف اس کی بجا آوری کرنے والا ہوگا جس کا حدثِ اکبر سے متعلق اسے

Marfat.com

انہ لیس عبثا ولا اضاعۃ ولا الاشتغال بہ سفھا ولیس کما قالوا من بقاء الحدث کما ھو بل زال احدھا۔

تو اعضائے وضو سے لگی ہُوئی مائیت زائل کرنے کے لیے اسے وضو نہیں کرنا ہے اس لیے کہ وہاں تو صرف نجاست کبرٰی ہے اور یہ متجزّی نہیں، برخلاف پہلی صورت کے۔ اسی سے یہ بھی عیاں ہُوا کہ دونوں بدل جمع کرنا نہیں بلکہ دو چیزوں پر دونوں کو تقسیم کرنا ہے۔ جیسے وہ شخص جو پانی نجس کے دھونے میں صرف کرے اور حدث کے لیے تیمم کرے۔ بلکہ جیسے وُہ جو ایک قسم کے کفارے میں کھانا کھلائے اور دوسری کے کفارے میں روزہ رکھے۔ اور اسی سے یہ بھی منکشف ہوگیا کہ یہ نہ عبث ہے نہ پانی کی بربادی ہے نہ اس میں مشغولی کوئی نادانی و بے وقوفی —— اور لوگوں نے جو کہا کہ حدث جیسے تھا ویسے ہی رہ گیا۔ یہ بات بھی نہیں بلکہ ایک حدث زائل ہوگیا۔ (ت)

اقول ما امتنہ من کلام لولا ان فیہ ذھولا عن حدیث منع الاستبداد[عہ] فانک جعلتھما شیئین مستقلین عند الاجتماع مع ان المتقرر فی الشرع ان المتجانسین اذا اجتمعا ولم یختلف مقصودھما تداخلا وقد اعترفت بہ فی التی وصفت

اقول کیا ہی متین کلام ہے اگر اس میں منع استقلال کی بات سے ذہول نہ ہوتا۔ آپ نے دونوں کو بوقتِ اجتماع دو مستقل چیز بنا دیا جبکہ شریعت میں مقرر و ثابت یہ ہے کہ دو ہم جنس جب یکجا ہوں اور ان کا مقصود مختلف نہ ہو تو ایک دوسرے میں داخل ہوجائیں گے۔ آپ نے اس کا اعتراف

عہ ذکرہ علی سبیل الجدل ای لا نسلم ان الحدث الاصغر عند اجتماعہ بالاکبر یستبد فی امر الطھارۃ بحکم لم لا یندمج فیہ فیطھر بطھارتہ ولا یکون الحکم الا للاکبر وذلک لان من یحکم بوجوب الوضوء لہ مدع فیکفینا المنع وعلیہ الدلیل والا فامر الاندماج متیقن لا شبھۃ فیہ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اسے بطور جدل ذکر کیا ہے یعنی ہم نہیں مانتے کہ حدث اصغر حدثِ اکبر کے ساتھ یکجائی کی صورت میں طہارت سے متعلق کوئی مستقل حکم رکھتا ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو کہ اکبر میں داخل ہو کر اس کی طہارت سے یہ بھی طہارت پائے اور حکم صرف اکبر کو حاصل ہو —— یہ طرزِ کلام اس لیے کہ جو شخص اس کے لیے وجوبِ وضو کا حکم کرتا ہے وُہ مدعی ہے تو ہمارے لیے منع کافی ہے اور اس کے ذمہ دلیل ہے ورنہ اصغر کے اکبر میں دخول و انضمام کا معاملہ تو یقینی ہے جس میں کوئی شُبہ نہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

Marfat.com

قوله مع ان المنع لاجل النجاسة
ماله كذا هنا هما حدثان قام احدهما
باعضاء الوضوء والأخر عم ظاهر البدن
ففيها مانعيتان وفي سائر الجسد مانعية
واحدة فاذا تيمم وهو واجد لماء الوضوء
زالت من اعضاء الوضوء المانعية الكبرى
لصحة مزيلها بوجود شرطه وهو العجز
عن الماء الكافي للغسل وبقيت الصغرى لان
المزيل لاصحة له بالنسبة اليها لفقد
شرطه بالقدرة على الماء الكافي للوضوء وبه
ظهر انه ليس كالتي وصفت انها حاضت
واحتلمت و جومعت وامنت وكفاها غسل
وتيمم واحد وكذا من احدث مرارا
يكفيه وضوء واحد وذلك لان المزيل ليس
فاقد الشرط بالنظر الى شئ منها فازالها
جميعا بخلاف ما نحن فيه وبه اتضح
الفرق بين هذا وبين من ليس له
الا الجنابة فانه ان وجد وضوء لايتوضؤ
لان الة المانعية القائمة باعضاء الوضوء
فانها ليست الا الكبرى وهي لا تتجزى
بخلاف الصورة الاولى وبه تبين ان
ليس فيه الجمع بين البدلين بل توزيعهما
على شيأين كمن صرف الماء الى غسل
نجس وتيمم للحدث بل كمن اطعم
عن يمين وصام عن اخرى وبه استبان

اور اس کی ران پر اتنی نجاست ہے جو جوازِ نماز سے مانع ہے۔ تو اس میں شک نہیں کہ اس کا وضو صحیح ہے اور اس کی جانب سے جو رکاوٹ تھی وہ دُور ہوگئی باوجودیکہ نجاست کی وجہ سے رکاوٹ اب بھی برقرار ہے اسی طرح یہاں دو حدث ہیں ایک تو اعضائے وضو پر لگا ہوا ہے دوسرا پورے ظاہر بدن کو شامل ہے تو اعضاءِ وضو کے اندر دو مانعتیں ہیں اور باقی سارے جسم میں ایک مانعت (مانعیت) ہے جب آبِ وضو موجود ہونے کی حالت میں اس نے تیمم کیا تو اعضاءِ وضو سے مانعیت کبریٰ دُور ہوگئی کیونکہ اسے دُور کرنیوالا امر اپنی شرط۔ غسل کیلئے کفایت کرنیوالے پانی سے عجز۔ کے پائے جانے کی وجہ سے صحیح و درست ہے۔
——— اور مانعیت صغریٰ رہ گئی کیونکہ اس کی بہ نسبت جو دُور کرنے والا امر تھا وہ صحیح و درست نہیں اس لیے کہ اس کی شرط مفقود ہے کیوں کہ وضو کے لیے کافی پانی پر قدرت موجود ہے۔ اسی سے یہ بھی ظاہر ہُوا کہ اس کا معاملہ اس عورت کی طرح نہیں جس کی حالت بیان ہُوئی کہ اس میں انقطاعِ حیض، احتلام، جماع، انزال چار اسباب جمع ہوئے اور ایک ہی غسل یا تیمم کافی ہوگیا۔ اسی طرح وہ شخص جسے بار بار حدث ہُوا ہو اسے ایک ہی وضو کافی ہے اس لیے کہ ان میں کی بہ نسبت جو دُور کرنے والا امر ہے وہ فقدانِ شرط کا شکار نہیں اس لیے اس نے سبھی کو دُور کر دیا ——— بخلاف اس صورت کے جو ہمارے زیرِ بحث ہے ——— اسی سے اِس شخص میں (جسے دونوں حدث ہیں) اور اس میں جسے صرف جنابت ہے واضح فرق ہوگیا کہ وہ اگر آبِ وضو پائے

Marfat.com

ماقدمنا من دلالاتهم وتصریحاتهم والله المستعان وبالله التوفیق والله تعالٰی اعلم۔

شرطوں کی رعایت کی جاتی ہے۔ یہ سب شرعی قواعد ہیں۔ دیکھئے کہ مذی رگڑنے کے ذریعہ نہ کپڑے سے پاک ہوتی ہے نہ بدن سے — اور وہی منی کے ساتھ ہو تو اس کا کوئی حکم ظاہر نہیں ہوتا رگڑنے سے پاک ہو جاتی ہے۔ اسی سے تو اردو علل کا جواب بھی ظاہر ہے — یہ وہ ہے جو کچھ اذہان کو صیقل کرنے کے لیے خاطر کا فیضان ہُوا۔ اور حکم سے متعلق تو ہمارے لیے وہ دلالت و تصریحات کافی ہیں جو حضرات فقہا سے ہم نے پیش کیں۔ اور خدا ہی مستعان ہے اور خدائے بزرگ و برتر ہی خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

الافادة ۱۱

الاٰن حصحص الحق وکشف قناعة وظهر ان المسلك مسلك التاویل والتاویل تاویل الجماعة بید ان ههنا شبهات خطرت فخشیت ان تعتری قاصرا مثلی فیحتاج الی الجواب فاحببت الاسعاف بایرادها وابانة سقوطها وفسادها وبالله التوفیق۔

افادہ ۱۱: اب حق صاف ظاہر ہو گیا اور اپنے چہرے سے پردہ ہٹا دیا اور واضح ہو گیا کہ مسلک وہی مسلک تاویل ہے اور تاویل وہی تاویل جماعت ہے۔ لیکن یہاں دل میں چند شبہات گزرے تو اندیشہ ہوا کہ ایسے ہی کسی قاصر کو در پیش ہوں تو اسے جواب کی ضرورت ہوگی تو میں نے چاہا کہ ان شبہات کو لا کر اور ان کے سقوط و فساد کو واضح کر کے اس کی حاجت روائی کردوں اور اللہ ہی سے توفیق ہے (ت)

الشبهة الاولٰی

ان الامام صدر الشریعة یقول اغتسل الجنب ولم یصل الماء لمعة ظهره وفنی الماء واحدث حدثا یوجب الوضوء فتیمم لهما ثم وجد من الماء ما یکفیهما بطل تیممه فی حق کل منهما وان لم یکف لاحدهما بقی فی حقهما وان کفی لاحدهما بعینه غسله ویبقی التیمم فی حق الاٰخر وان کفی لکل منفرد اغسل اللمعة الخ[1] فالصورة الثالثة

شبہہ ۱: امام صدر الشریعۃ فرماتے ہیں "جنب نے غسل کیا پانی اس کی پیٹھ کی ایک جگہ تک نہ پہنچا اور ختم ہو گیا۔ اور کوئی ایسا حدث ہوا جو وضو واجب کرتا ہے تو اس نے دونوں کے لیے تیمم کیا پھر اسے اتنا پانی مل گیا جو دونوں کے لیے کافی ہو تو اس کا تیمم دونوں میں سے ہر ایک کے حق میں باطل ہو گیا۔ اور اگر کسی ایک کے لیے ناکافی ہو تو دونوں کے حق میں باقی رہے گا۔ اور اگر معین طور پر ایک کے لیے کافی ہو تو اسے دھوئے اور

[1] شرح الوقایة باب التیمم المکتبة الرشیدیة دہلی ۱/۱۰۴

وفيمن احدث مرارا كان هنالك التداخل مع المساواة فان الكل في مرتبة واحدة فكيف واحدهما اكبر واقوى ومن كل وجه يتضمن الاخرى فالمحل جزء من المحل والمطهر بعض من المطهر والمقصود شقص من المقصود فكيف لا يلزم اندماج الصغرى في الكبرى وان يكون الحكم لها في امر الطهارة لا للصغرى فان التابع لا يفرد بحكم ويسقط اذا سقط المتبوع والشئ اذا بطل بطل ما في ضمنه والمتضمَّن[عـه] بالفتح لا تراعى له شروطه بل شروط متضمنه كل ذلك من القواعد الشرعية الا ترى ان المذى لا يطهر عن ثوب ولا بدن بفرك ولا يظهر له حكم مع المنى فيطهر به ويظهر به الجواب عن توارد العلل هذا ما سمح به الجنان + تشحيذ الاذهان و حسبنا في الحكم

بھی گیا ہے اس عورت کے بارے میں جس کی حالت بیان ہوئی ہے اور اس شخص کے بارے میں جسے چند بار حدث ہوا ہو۔ وہاں باوجود مساوات کے تداخل ہوگیا۔ مساوات اس لیے کہ وہ سب ایک ہی درجہ میں ہیں۔ پھر اس وقت کیوں نہ ہوگا جبکہ ایک اکبر و اقوی اور ہر جہت سے دوسرے کو متضمن بھی ہو ۔ دیکھئے کہ ایک کا محل طہارت دوسرے کے محلِ طہارت کا جُز ہے۔ اور مطہر، مطہر کا بعض ہے اور مقصود، مقصود کا حصّہ ہے۔ تو کیسے لازم نہ ہوگا کہ صغرٰی، کبرٰی میں داخل ہوجائے اور امر طہارت میں حکم اسی کبرٰی کو حاصل ہو صغرٰی کو نہیں۔ اس لیے کہ تابع کا کوئی الگ حکم نہیں ہوتا۔ اور متبوع ساقط ہو تو وہ بھی ساقط ہوجاتا ہے ـــــ اور شئے جب باطل ہوتی ہے تو وہ بھی باطل ہوجاتا ہے جو اس کے ضمن میں ہو۔ اور متضمَّن (بالفتح) کے لیے اس کی شرطوں کی رعایت نہیں ہوتی بلکہ اس کے متضمِّن کی

عـه كما في اعتق عبدك عني بالف لما كان البيع فيه ضمنيا لم يشترط فيه الايجاب والقبول لعدم اشتراطهما في العتق ولا يثبت فيه خيار الرؤية والعيب لا يشترط كونه مقدور التسليم ش عن الرحمتي اوائل النكاح ١٢ منه غفر له (م)

جیسے اعتق عبدك عنی بالف (اپنا غلام میری طرف سے ہزار روپے میں آزاد کردو) اس میں چونکہ بیع ضمنی ہے اس لیے اس بیع میں ایجاب و قبول کی شرط نہ ہوئی کیونکہ آزادی میں ان دونوں کی شرط نہیں اور اس میں خیار رؤیت اور خیار عیب بھی ثابت نہیں ہوتا اور نہ یہ شرط ہے کہ مولٰی وہ غلام اس کے قبضے میں دینے پر قادر ہو شامی عن الرحمتی، اوائل النکاح ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

Marfat.com

مستحق الصرف اليها والمستحق لحاجة اهم كالمعدوم كما سيأتي عن الكافي ان شاء الله تعالى في الرسالة التالية وهذا يفيد اتفاق الصاحبين رضي الله تعالى عنهما على وجوب الوضوء لجنب احدث قبل التيمم لها مع ان المقرر فيما مر انه لا وضوء عليه الا اذا احدث بعد ما تيمم۔

حکم میں اگرچہ ان کے برخلاف ہیں مگر اس لیے نہیں کہ وہ فی نفسہ وضو واجب نہیں کہتے، بلکہ کسی عارض کی وجہ سے۔ اور وہ یہ ہے کہ جنابت کا معاملہ زیادہ سخت ہے تو پانی اسی کا مستحق ہوا کہ جنابت میں صرف ہو اور جو کسی اہم حاجت کا مستحق ہو چکا ہو وہ کالمعدوم ہے۔ جیسا کہ اگلے رسالہ میں ان شاء اللہ تعالیٰ کافی کے حوالہ سے آرہا ہے ۔۔۔ اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ صاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اس جنب کے لیے وجوب وضو پر اتفاق ہے جو جنابت کا تیمم کرنے سے پہلے محدث ہوا ۔۔۔ باوجودیکہ ماسبق میں ثابت و مقرر یہ ہے کہ اس پر وضو نہیں مگر اس صورت میں جبکہ تیمم کر لینے کے بعد اس سے حدث ہو۔

ولعلك تقول اولاً اين هذا من ذاك فانه كان ثمه واجد الماء الوضوء قبل التيمم للجنابة فكان ايجاب الوضوء ايجابه على جنب لا يجد غسلا وهو خلاف المذهب اما ههنا فانما وجده بعد ما تيمم لها والفرض انه لا يكفي للمعة فكان تيممه لها بحاله فلم يَعُد جنبا وبالقدرة على الوضوء انتقض تيممه في حق الحدث لانه لا يكون طهارة الا الى وجدان الماء فاذا وُجد فقد عاد محدثا والمحدث غير جنب اذا وجد وَضوء فلا شك في وجوب الوضوء عليه الا ترى الى ما قدمت في الدليل الخامس عن البدائع[1] يتوضؤ به لان هذا محدث وليس بجنب وعن الدر صار محدثا لا جنبا

اس پر چند باتیں کہی جا سکتی ہیں **اولاً** کہاں یہ کہاں وہ! وہاں اسے تیمم جنابت سے پہلے آب وضو دستیاب تھا تو وہاں وضو واجب کرنا ایسے جنب پر وضو واجب کرنا تھا جسے غسل کا پانی دستیاب نہیں اور یہ خلاف مذہب ہے لیکن یہاں اسے جنابت کا تیمم کر لینے کے بعد پانی ملا ہے اور فرض یہ کیا گیا ہے کہ وہ پانی لُمعہ کے لیے کافی نہیں اس لیے اس کا تیمم جنابت برقرار ہے تو دوبارہ وہ جنابت والا نہ ہُوا۔ اور وضو پر قدرت کی وجہ سے حق حدث میں اس کا تیمم ٹوٹ گیا کیونکہ تیمم پانی کی دستیابی تک ہی طہارت ہوتا ہے جب وہ دستیاب ہو گیا یہ مفقود ہو گیا۔ تو وہ پھر محدث ہو گیا۔ اور محدث غیر جنب کو جب وضو کا پانی مل جائے تو اس پر وضو واجب ہونے میں کوئی شک نہیں وہ عبارت دیکھئے جو دلیل پنجم میں بدائع کے حوالہ پیش ہُوئی، اس سے وضو کرے گا کیونکہ یہ محدث ہے

۱؎ بدائع الصنائع شرائط رکن التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۱

Marfat.com

تشمل ما اذا کفی للوضوء دون اللمعة وقد حکم فیه ببطلان تیممه فی حق الحدث و ایجاب الوضوء والظاهر ان هذا انما یستقیم علی ما قدم اول الباب من وجوب الوضوء علی ذی حدثین وجد وضوء فانه فرض فیه الحدث قبل التیمم ثم اوجب الوضوء للحدث فاذن یکون التاویل توجیها للقول بما لا یرضی به قائله۔

دوسرے کے حق میں تیمم باقی رہے گا اور اگر تنہا ہر ایک کے لیے کافی ہو تو لُمعہ (غسل میں چھوٹی ہوئی جگہ) دھوئے الخ۔ تو تیسری صورت اسے بھی شامل ہے جب پانی وضو کے لیے کافی ہو لُمعہ کے لیے کافی نہ ہو۔ اور اس صورت میں یہ حکم کیا ہے کہ حق حدث میں اس کا تیمم باطل ہو جائیگا اور وضو کرنا واجب ہوگا۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ اسی بنیاد پر راست آسکے گا جسے اول باب میں بتایا کہ ایسا دو حدث والا جس کے پاس وضو کا پانی موجود ہے. اس پر وضو واجب ہے کہ اس میں حدث تیمم سے پہلے ہونا فرض کیا ہے پھر حدث کے لیے وضو واجب کیا ــــ اس کے پیشِ نظر تاویل مذکور کسی کے کلام کی ایسی توجیہ ہوگی جس سے خود صاحب کلام راضی نہ ہو۔ (ت)

بل یسری الشك الی الحکم المنقح فان صدر الشریعة غیر متفرد به ھذا الامام الجلیل الاقدم ابو البرکات النسفی قائلا فی الکافی جنب علی بدنه لمعة احدث قبل ان یتیمم تیمم لھما واحدا فان وجد ما یکفی لاحدھما غیر عین صرفه الی اللمعة ولیعید التیمم للحدث عند محمد[1] اھ فما منشؤ اعادة تیمم الحدث الا ایجاب الوضوء له مع کونه قبل تیمم الجنابة و ابو یوسف وان خالفه فی الاعادة فلا لانه لایوجب الوضوء فی نفسه بل لعارض و ذلك ان امر الجنابة اغلظ فکان الماء

بلکہ یہ شک منقح حکم تک سرایت کر آئیگا اس لیے کہ صدر الشریعۃ اس میں متفرد نہیں ــ یہ ان سے مقدم امام جلیل ابو البرکات نسفی ہیں جو کافی میں رقمطراز ہیں "ایسا جنب ہے جس کے بدن پر لمعہ ہے اسے قبل تیمم حدث ہوا تو دونوں ہی کے لیے ایک تیمم کرے۔ اب اگر اسے اتنا پانی مل جائے جو غیر معین طور پر دونوں میں سے کسی ایک کے لیے کافی ہو تو اسے لمعہ میں صرف کرے، اور امام محمد کے نزدیک حدث کے لیے تیمم کا اعادہ کرے" اھ تو تیمم حدث کے اعادہ کا منشا اس کے سوا نہیں کہ حدث کے سبب وضو واجب ہے باوجودیکہ حدث تیمم جنابت سے پہلے ہے اور امام ابو یوسف اعادہ کے

---

[1] کافی

Marfat.com

فرض انتقاض تیممه فی حق الحدث برؤیة الماء وفیه النظر کیف ولو نقضه بقاء لمنعه ابتداء ومنعه ابتداء هو عین ما فی صدر الباب خلاف ما علیه النصوص والدلائل اما الملازمة فقد قال الامام ملک العلماء فی البدائع[1] الغراء الاصل فیه ان کل ما منع وجوده التیمم نقض وجوده التیمم وما لا فلا اھ و مثله فی البحر والتنویر والدر وغیرها من الاسفار الغراء کل ما لا یمنع ابتداء لا ینقض بقاء وینعکس بعکس النقیض الی قولنا کل ما ینقض بقاء یمنع ابتداء فثبت المطلوب و به علم ان الخامس ابین بطلانا وافصح بالبناء علی ذلک الحکم المحذور۔

کی بنیاد اسی مفروضہ پر ہے کہ پانی دیکھنے سے اس کا تیمم حق حدث میں ٹوٹ جاتا ہے اور یہی محلِ نظر ہے ۔ یہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟ اگر یہ بقاءً ناقضِ تیمم ہوتا تو ابتداءً مانعِ تیمم بھی ہوتا ـــــ اور ابتداءً مانعِ تیمم ہونا یہی تو وُہ بات ہے جو شروع باب میں نصوص و دلائل کے برخلاف وارد ہوتی ہے ۔ ملازمہ (بقاءً ناقض ہونے کو ابتداءً مانع ہونا لازم ہے) کا ثبوت یہ ہے کہ امام ملک العلماء نے بدائع شریف میں رقم فرمایا ہے کہ "اس بارے میں اصل یہ ہے کہ ہروُہ چیز جس کا وجود تیمم سے مانع ہے اس کا وجود تیمم کا ناقض بھی ہے اور جو مانع نہیں وہ ناقض بھی نہیں" اھ ۔ اسی کے مثل البحرالرائق، تنویرالابصار، درمختار وغیرہا مشہور کتابوں میں بھی ہے۔ یعنی ہروُہ جو ابتداءً مانع نہیں وُہ بقاءً ناقض نہیں ـــــ اس کا عکس نقیض یہ ہوگا "ہروُہ جو بقاءً ناقض ہے وُہ ابتداءً مانع ہے" ـــــ تو مطلوب ثابت ہوگیا۔ اسی سے معلوم ہُوا کہ خامس کا بطلان زیادہ روشن ہے اور اس حکم محذور پر مبنی ہونے میں یہ زیادہ واضح ہے۔ (ت)

الشبهة الثانية نسوا فیمن

بقیت لہ لمعة واحدث بعد التیمم لها کما صور فی اکثر الکتب وکذا ان احدث قبله کما صور بالوجهین فی بعضها ثم وجد الماء قبل التیمم للحدث انه ان کفی للمعة دون الوضوء غسلها وتیمم للحدث وکذا ان کفی لکل منهما لا علی التعیین لان الجنابة اغلظ فان خالف وتوضأ اعاد التیمم للمعة باتفاق

شبہہ ۲: وہ شخص جس کا کچھ حصہ نہانے میں دھونے سے رہ گیا اور جنابت کا تیمم کرنے کے بعد اسے حدث ہوا ـــــ جیسا کہ اکثر کتابوں میں یہ صورت مسئلہ بیان کی ہے ـــ یوں ہی اگر تیمم کرنے سے پہلے اسے حدث ہوا ـــــ جیسا کہ بعض کتابوں میں دونوں ہی صورت بیان کی ہے ـــــ پھر اس شخص کو حدث کا تیمم کرنے سے پہلے پانی مل گیا اس کے بارے میں علما نے صراحت فرمائی ہے کہ اگر وُہ پانی وضو کے لیے نہیں بلکہ

---

[1] بدائع الصنائع باب نواقض التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۷

Marfat.com

تیتوضو۔[1]

وثانیًا لم یکن علیہ وضوء لبقاء الحدث کما ھو لوجود الجنابۃ ولاتزول بالوضوء اما الاٰن فقد زالت بالتیمم۔

وثالثا لم یکن ماؤہ مبیحا للصلاۃ لاجل الجنابۃ والاٰن یبیح۔

ورابعا کان فیہ الجمع بین البدلین فی طہارۃ واحدۃ والاٰن قد تمت الطہارۃ الاولی بالتیمم بلاماء وبعود الحدث بالقدرۃ علی الماء دون الجنابۃ تتم ھذہ بالماء بلا تراب۔

وخامسا قد علم دوار فی المتون وسائر کتب المذھب ان حدوث قدرۃ علی الماء کحدوث حدث فی نقض التیمم ولا شک ان لو تیمم لھما ثم احدث فعلیہ الوضوء فکذا اذا قدر علی ماء الوضوء فانی الابتناء علی ما صدر عن الصدر فی صدر الباب۔

اقول بل فان مبنی کل ذلک علی

اور جنب نہیں ہے"۔ اور درمختار کے حوالہ سے یہ "محدث ہُوا جنابت والا نہیں تو اسے وضو کرنا ہے"۔

ثانیاً اس پر وضو اس لیے نہیں تھا کہ جنابت موجود ہونے کی وجہ سے حدث ویسے ہی باقی رہتا اور جنابت وضو سے دُور نہ ہوتی لیکن اس وقت تو جنابت تیمم سے دُور ہوچکی ہے۔

ثالثاً اُس کا پانی جنابت کی وجہ سے نماز مباح کرنے والا نہ تھا اور اِس وقت مباح کرنے والا ہے۔

رابعاً اُس میں ایک طہارت کے اندر دونوں بدل جمع کرنا ہوتا۔ اور اس وقت پہلی طہارت بغیر پانی کے تیمم کے ذریعہ پوری ہوچکی ہے اور پانی پر قادر ہونے سے حدث بلا جنابت لوٹ آنے کی وجہ سے یہ طہارت بغیر مٹی کے پانی سے پُوری ہوگی۔

خامساً متون اور دیگر کتب مذہب میں یہ مسئلہ متداول طور پر معروف ہے کہ تیمم توڑنے کے معاملہ میں پانی پر قدرت پیدا ہونا ایسے ہی ہے جیسے حدث پیدا ہونا۔ اور اس میں شک نہیں کہ اگر وہ دونوں ہی کے لیے تیمم کرلیتا پھر اسے حدث ہوتا تو اس پر وضو واجب ہوتا تو یہی حکم اس وقت بھی ہوگا جب آبِ وضو پر اسے قدرت مل جائے۔ تو یہ حکم اس پر کہاں مبنی رہا جو شروع باب میں صدر الشریعۃ کے حوالہ سے صادر ہوا۔

اقول (میں کہتا ہُوں) کیوں نہیں ان سب

---

[1] الدرالمختار مع الشامی   باب التیمم   مصطفی البابی مصر   ١/١٨٦

Marfat.com

للجنابة فالجواب واضح لانہ اذن مستبد قطعا لایصلح للاندراج لارتفاع الجنابة بالتیمم فکیف یندرج الموجود فی المرفوع ولھذا اجمعت الامة انہ اذا احدث بعد تطھیر الجنابة بالغسل او بالتیمم ووجد وضوء یجب علیہ الوضوء فاذا لم یندرج فیھا لم یکن الجمع بین البدلین فی طھارۃ واحدۃ بل طھارتین کمن اجنب ولم یجد غسلا فتیمم فاحدث ووجد وضوء فتوضأ ولا یرد ذوالحدثین لاجل الاندراج فیکون جمعا فی طھارۃ واحدۃ وکذلک المراد بالاباحۃ الاباحۃ من جھۃ ازالۃ مانعیۃ لاقاھا وان بقی المنع من جھۃ اخری کما سبق فی من توضأ وعلی فخذہ نجس مانع ولا یرد ذوالحدثین فلیس بہ مانعیتان ووضوؤہ یزیل احدھما وان بقیت الاخری بل مانعیۃ واحدۃ لاندراج الصغری فی الکبری فاذا لم یکف للکبری لم یکن محللا للصلاۃ اصلا ولوکان یکفی للصغری۔

شبہات کو لیجئے۔ اگر ان میں حدث تیمم جنابت کے بعد تھا تو جواب واضح ہے کہ اس صورت میں وہ یقیناً مستقل ہے۔ جنابت میں شامل و مندرج ہونے کے قابل نہیں کیونکہ جنابت تو تیمم سے ختم ہو چکی ہے تو موجود معدوم میں کیسے شامل ہوگا۔ اسی لیے اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ جب غسل یا تیمم سے تطہیرِ جنابت کے بعد حدث ہو اور آبِ وضو دستیاب ہو تو اس پر وضو واجب ہے۔ جب حدث جنابت میں شامل نہ ہُوا تو دونوں بدل کو ایک طہارت میں جمع کرنا نہ ہوا بلکہ دو طہارتوں میں ہوا جیسے وہ شخص جسے جنابت لاحق ہُوئی اور غسل کا پانی نہ پایا تو تیمم کیا پھر اسے حدث ہوا اور وضو کا پانی پایا تو وضو کیا ــــ اس پر دونوں حدث والے سے اعتراض نہیں ہوسکتا کیونکہ اس کا ایک حدث دوسرے میں شامل ہے تو وہاں ایک ہی طہارت میں دونوں بدل جمع کرنا لازم آئے گا ــــ اسی طرح اباحت سے مراد وُہ اباحت ہے جو اس مانعیت کے ازالہ کی جہت سے ہو جس سے پانی کا اتصال ہوا اگرچہ دوسری جہت سے ممانعت باقی ہو جیسا کہ اس کے بارے میں گزرا جس نے وضو کیا اور اس کی ران پر کوئی مانع نجس موجود ہے۔ اس پر بھی دونوں حدث والے سے اعتراض نہیں ہوسکتا کیونکہ اس کا حال ایسا نہیں کہ اس میں دو مانعیت (ممانعت) ہوں اور وضو ایک کو دور کرد ے اگرچہ دوسری باقی رہ جائے۔ بلکہ اس میں ایک ہی مانعیت ہے کیونکہ صغرٰی کبرٰی میں شامل ہوگئی ہے تو پانی جب کبرٰی کے لیے ناکافی ہو ــــ قطعاً نماز کو مباح کرنے والا نہ ہوسکے گا اگرچہ صغرٰی کے لیے کافی ہو۔ (ت)

واما ان کان الحدث فیھما قبل التیمم کما فی الشبھۃ الاولٰی **فاقول** الجواب عنھما جمیعا فی حرف واحد ان شاء اللہ العزیز

لیکن ان دونوں صورتوں میں اگر حدث تیمم سے پہلے ہو، جیسا کہ شبہہ اولٰی میں ذکر ہے، تو میں کہتا ہُوں اس کا جواب ایک حرف میں ہے

Marfat.com

الروایات وشتّان النصوص فالذی فی هذه الصور الثلاث لیس الا تلفیق الطهارتین و الجمع بین البدلین حیث تطهر فی وقت واحد بالماء والتراب معا وکون الماء للجنابة و التراب للحدث لا یمنع الجمع والا فلم منعتم الاحدثین وجد وضوء عن الوضوء فان تمه ایضا لم یجتمعا علی شیئ واحد بل کان التراب للجنابة والماء للحدث۔

صرف چھوٹی ہوئی جگہ کے لیے کافی ہے تو اسے دھولے اور حدث کے لیے تیمم کرے ـــــ یُوں ہی اگر دونوں میں سے ہر ایک کے لیے بلاتعیین کافی ہو تو بھی اسی جگہ کو دھوئے اس لیے کہ جنابت زیادہ سخت ہے۔ اگر اس نے اس کے برخلاف کیا اور پانی وضو میں صرف کیا تو چھُوٹی ہوئی جگہ کے لیے اسے باتفاق روایت دوبارہ تیمم کرنا ہے ـــــ نصوص عنقریب آرہے ہیں۔ ان تینوں صورتوں میں دونوں طہارتوں کو خلط کرنا اور دونوں بدل کو جمع کرنا ہی تو ہے۔ اس طرح کہ بیک وقت اس نے پانی اور مٹی دونوں سے طہارت حاصل کی ـــــ اور پانی کا جنابت کے لیے، مٹی کا حدث کے لیے ہونا جمع سے مانع نہیں۔ اگر یہ بات نہیں تو دو حدث والے کو جسے آبِ وضو دستیاب ہے آپ نے وضو سے کیوں روکا (وجہ فرق کیا ہے) وہاں بھی تو دونوں بدل ایک شئ پر مجتمع نہ ہوئے بلکہ مٹی جنابت کے لیے ہے اور پانی حدث کے لیے ہے۔ (ت)

الشبهة الثالثة نصا قاطعة فی صورتی کفایة الماء للمعة وحدها او لکل منفردا بوجوب استعماله فی اللمعة و انتقاض تیممه لها وانه یتیمم للحدث ومعلوم قطعا ان هذا الماء لم یکن محللا للصلاة فی الصورتین لبقاء الحدث والاحتیاج له الی التیمم فکان یجب ان لا ینتقض تیممه لها لما مر من نصوص الائمة الجهابذة فی الدلیل السادس ان المراد فی الکریمة هو الماء الذی اذا استعمل اباح الصلاة و هذا لیس به هذا تقریر الشبهات۔

شبہہ ۳: جب پانی صرف لمعہ کیلئے کفایت کرے یا جب تنہا ہر ایک کیلئے کفایت کرے دونوں صورتوں میں علمانے صراحت فرمائی ہے کہ پانی لمعہ میں استعمال کرنا واجب ہے۔ اس کا تیمم جنابت ٹوٹ جائے گا اور حدث کے لیے وہ تیمم کرے گا۔ یہ بھی قطعاً معلوم ہے کہ دونوں صورتوں میں یہ پانی نماز مباح کرنیوالا نہ تھا کیونکہ حدث باقی ہے اور اس کے لیے تیمم کی ضرورت ہے۔ تو ضروری کہ اس کا تیمم جنابت نہ ٹوٹے اس لیے کہ دلیل سادس میں ائمہ ماہرین کی تصریحات گزر چکی ہیں کہ آیت کریمہ میں وہ پانی مراد ہے جو استعمال کیا جائے تو نماز مباح ہوجاتے گی اور یہ وہ پانی نہیں۔ یہ شبہات کی تقریر ہے۔ (ت)

واقول فی الجواب بتوفیق الوهاب

اما الاخریان انکان الحدث فیهما بعد التیمم

جوابِ شبہات: جوابِ شبہات میں بتوفیقِ خدائے وہاب میں کہتا ہوں ـــــ آخری دونوں

Marfat.com

یصل الماء لمعۃ ظھرہ[1] خص الظھر بالذکر لیفید ان الکبری فی غیر محل الصغری فلا یصح الاندراج الاتری[ف1] ان ذا الجنابۃ الشاملۃ و الحدث اذا اغتسل کفاہ عن الوضوء و ان لم یجد ماء لغسلہ فتیمم کفاہ ایضا اما صاحب المقتصرۃ فی غیر اعضاء الوضوء والحدث کمن اغتسل وبقیت ظھرہ مثلا ثم احدث فھذا اذا غسل ظھرہ تم غسلہ وخرج عن الجنابۃ لکن لایکفیہ غسلہ ظھرہ عن الوضوء بل یجب علیہ ان یتوضأ اویتیمم للحدث ان لم یجد لہ الماء وما ھو الا لعدم اندراج الصغری فی تلک المقتصرۃ الکبری۔

حدث ہو ___ اور اس کی یہی شکل ہوگی کہ جنب ضو کرے یا اس کے اعضائے وضو پر پانی گزر جائے اور دیگر اعضا میں لمعہ رہ جائے پھر اسے حدث ہو تو اعضائے وضو پر حدث عارض ہو جائیگا ایسی صورت میں اندراج کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ (اصغر و اکبر کے) محل الگ الگ ہیں۔ اس کی طرف مندرج کے تحت میں نے اپنے ان الفاظ سے اشارہ کیا کہ۔ "محل، محل کا جز ہے۔ اور مطہر، مطہر کا بعض ہے" اور یہاں پر علما کی یہی مراد ہے۔ جیسا کہ صدر الشریعۃ کے یہ الفاظ بتا رہے ہیں:" اور پانی اس کی پشت کے لمعہ (چھوٹی ہوئی جگہ) تک نہ پہنچا ___ خاص طور سے پشت کو اس لیے ذکر فرمایا کہ یہ افادہ ہوسکے کہ کبری غیر محلِ صغری میں ہے اس لیے اندراج نہ ہوسکے گا۔

دیکھئے جنابت شاملہ اور حدث دونوں رکھنے والا جب غسل کرے تو یہی غسل وضو سے بھی کفایت کر جاتا ہے اور اگر غسل کے لیے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کرے تو یہ بھی کافی ہوتا ہے ___ مگر وہ جو غیر اعضائے وضو میں جنابت مقتصرہ اور (اعضائے وضو میں) حدث رکھتا ہے ___ مثلاً وہ جس نے غسل کیا اور اس کی پیٹھ باقی رہ گئی پھر اسے حدث ہوا ___ تو یہ جب اپنی پیٹھ دھولے اس کا غسل مکمل ہوگیا اور وہ جنابت سے نکل گیا۔ لیکن اس کا اپنی پیٹھ دھولینا وضو سے کفایت نہیں کرسکتا۔ بلکہ اس پر واجب ہے کہ وضو کرے یا اگر پانی نہ ملے تو حدث کے لیے تیمم کرے۔ یہ اسی لیے ہے کہ نجاست معنوی اس نجاست کبری مقتصرہ میں مندرج نہیں۔ (ت)

فان قلت ھذا فی الماء فانہ[ف2] ایضا مطھر مقتصر علی مایصیب بخلاف التیمم فانہ یعم جمیع البدن کالغسل۔

اگر سوال ہو کہ یہ تو پانی میں ہے کہ وہ بھی جس حصہ تک پہنچتا ہے اس کے لیے مطہر مقتصر ہے۔ مگر تیمم کا یہ حال نہیں کیونکہ وہ غسل کی طرح پورے بدن کو ہمہ گیر اور عام ہے۔

اقول نعم یعم البدن لکن عملہ[ف3] فی

اقول ہاں بدن کو عام اور ہمہ گیر ہے لیکن

---

[1] شرح الوقایۃ باب التیمم مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۰۴

Marfat.com

الماجد الماجد ۔ وقد لوحنا اليه فى الافادة العاشرة وذلك ان الحدث له معنيان كما قدمنا فى الطرس المعدل احدهما نجاسة حكمية تحل سطوح الاعضاء الظاهرة التى يلحقها حكم التطهير حلول سريان والسطح ممتد منقسم طولا وعرضا فبا نقسامها تنقسم النجاسة الحالة بها وعن هذا يسقط الفرض عما اصابه الماء مع بقاء النجاسة فى الباقى و الأخر وصف للمكلف وهو تلبسه بها فيبقى مادام ذرة منها وهذا هو الحدث الذى لا يتجزى و اذ كان الاول متجزئا ينقسم الى قسمين شامل ومقتصر فالشمول فى الجنابة ما لم يمس ماء والاقتصار اذا غسل بعض البدن فان النجاسة الحكمية تزول من المغسول وتبقى فى غيره و الحدث الاصغر لا يعتبر فى غير الاعضاء الاربعة فان كانت الكبرى شاملة وجب الاندراج لعمومها تلك الاعضاء ايضا وان كانت مقتصرة لم يلزم كأن تكون الجنابة فى غيرهن وفيهن الحدث ولا يكون الا بان يتوضأ الجنب اويمر الماء على اعضاء وضوئه وتبقى لمعة فى غيرهن ثم يحدث فيعتريهن الحدث و لا وجه للاندراج لتباين المحل والى هذا اشرت بقولى فى المندرج المحل جزء من المحل والمطهر بعض من المطهر وهذا هو مرادهم ههنا كما دل عليه قول الامام صدر الشريعة و لم

اگر خدائے غالب غنی بزرگ نے چاہا ۔ اس جواب کی طرف ہم افادۂ دہم میں اشارہ بھی کر چکے ہیں ۔ وہ یہ ہے کہ حدث کے دو معنی ہیں، جیسا کہ ہم نے الطرس المعدل میں بیان کیا — ایک نجاستِ حکمیہ جو اعضا کی اُن ظاہری سطحوں میں حلول سریانی کئے ہوتی ہے جنہیں حکم تطہیر لاحق ہوتا ہے —— اور سطح ایک پھیلی ہوتی، طول و عرض میں منقسم چیز ہے ۔ تو سطحوں کے منقسم ہونے سے ان میں حلول کرنے والی نجاست بھی منقسم ہو جاتی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ جس حصّہ کو پانی پہنچتا ہے اس سے فرض ساقط ہو جاتا ہے اور بقیہ حصّہ میں نجاست باقی رہتی ہے ۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ حدث مکلف کی ایک صفت ہے اور وہ یہ ہے کہ مکلف نجاستِ حکمیہ سے متلبّس ہے تو جب تک اس نجاست کا ایک ذرّہ بھی باقی ہے یہ حدث باقی رہے گا ۔ یہی وہ حدث ہے جو غیر متجزی و غیر منقسم ہے ۔ اور اوّل چونکہ متجزی ہے اس کی دو قسمیں ہونگی، شامل اور مقتصر ۔ جنابت میں شمول اس وقت ہے جب پانی مَس نہ ہوا ہو ۔ اور اقتصار اس صورت میں ہے جب بدن کا کوئی حصّہ دُھل گیا ہو اس لیے کہ دھوئے ہوئے حصّہ سے نجاستِ حکمیہ زائل ہو جاتی ہے اور دوسرے حصّہ میں باقی رہتی ہے —— اور حدث اصغر کا چاروں اعضا کے علاوہ میں اعتبار ہی نہیں تو اگر نجاست کبریٰ شاملہ ہے تو اندراج لازم ہے کیونکہ وہ ان اعضا میں بھی عام ہے اور اگر مقتصرہ ہے تو اندراج لازم نہیں ۔ مثلاً یہ صورت ہو کہ جنابت اعضائے اربعہ کے علاوہ میں ہو اور ان اعضا میں

Marfat.com

وقدر عـ علی الاغتسال فلم یغتسل عاد جنبا
غیر محدث بالحدث الاصغر لان الجنابة انما
تعود فیما لم یصبه الماء من اعضائه و
بوضوئه السابق مر الماء علی اعضاء
الوضوء فلا تعود الیها جنابة الا بسبب جدید
کما بینا فی الافادة الاولی ونقلنا التنصیص
به عن الغنیة والبدائع فهذا (و۱) ان حدث
ولو قبل التیمم للجنابة العائدة ووجد وضوء
وجب علیه الوضوء قطعا لان هذا حدث
طرء علی طهر فینقضه ولا یکفیه تیممه الان
لانه لجنابة مقتصرة فی غیر اعضاء الوضوء
فلم یندرج الحدث فیه وبقی مستقلا بحیاله
نعم یرتفع (و۲) بتیممه للجنابة العائدة ان
لو کان عاجزا عن الوضوء ایضا لان التیمم وان
کان لجنابة قدر ظفر لعم البدن فاذا وجد شرطه و
هو العجز عن الماء فی اعضاء الوضوء ایضا طهرها ایضا
اما وهو قادر علی الوضوء فلا لفقد الشرط و (و۳) بالجملة اذا
استقل الحدثان فالتیمم لهما وان کان واحدا بالصورة
تیممان معنی ینظر فی کل منهما الی شرطه فحیث تحقق
یصح فی حقه وحیث لا لا بخلاف
تیمم (۴) جنب ذی حدث مندرج فانه تیمم

عـ قال الامام فقیه النفس علم به
اقول والمراد القدرة فان العلم لا یستلزم
القدرة والقدرة تستلزم العلم ۱۲ منه
غفرله - (م)

پاس سے گزرا اور غسل پر قادر ہوا مگر اس نے غ
نہ کیا تو وہ پھر جنب ہوگیا لیکن محدث بہ حدث ا
نہ ہوا —— اس لیے کہ جنابت ان ہی اعضا
میں عود کرے گی جنہیں پانی نہ پہنچا اور اعضائے
پر اس کے وضوئے سابق کی وجہ سے پانی گز
تو ان پر جنابت بغیر کسی سبب جدید کے عود نہ کر
جیسا کہ ہم نے افادۂ اولیٰ میں بیان کیا۔ اور اس
کی تصریح غنیہ اور بدائع سے نقل کی —— پھر اس
کو اگر حدث ہو۔ اگرچہ لوٹ آنے والی جنابت ک
تیمم کرنے سے پہلے ہو —— اور وہ آب وضو پاسکے
اس پر وضو قطعاً واجب ہے۔ اس لیے کہ یہ ایس
حدث ہے جو طہارت پر طاری ہوا تو اسے توڑ دے
اور اس وقت اس کا تیمم کرنا اسے کفایت نہیں کر
اس لیے کہ وہ اس جنابت کے لیے ہے جو غیر اعضا
میں مقتصر ہے تو حدث اس میں مندرج نہ ہوا اور ا
مستقل رہ گیا —— ہاں اس کا حدث لوٹ
آنے والی جنابت کا تیمم کرنے سے اٹھ جائے گا ا
وہ وضو سے بھی عاجز ہو۔ کیونکہ تیمم اگرچہ ناخن برا
جنابت کے لیے ہو لیکن تمام بدن کو عام ہوتا ہے
توجب اس کی شرط —— اعضائے وضو میں بھی

امام فقیہ النفس نے فرمایا: دریا کا اسے علم
اقول مراد قدرت ہے اس لیے کہ علم ہونا قدرت
کو مستلزم نہیں اور قادر ہونا علم کو مستلزم
۱۲ منہ غفرلہ۔ (ت)

Marfat.com

ث هوالرفع لاتغییره عن صفته حتی
ل الذی من غیر مندرج اویا لعکس بل
فعه علی ماهوعلیه من الحال ان
رجا فمندرجا او مستبدا فمستبدا فاذا
سل وبقیت لمعة فی ظهره ثم احدث فتیمم
ان الهما مغیّین الی وجدان الماء وهذه
ة عمومه لاان یدرج نجاسة حکیة قائمة
عضاء الاربعة فی نجاسة اخری قائمة
ظهر فتبقی کل منهما تنتظر الماء الکافی لها
یاله فاذا وجد وضوءً وجب علیه الوضوء
ووجده قبل هذا التیمم لمنعه التیمم
دث لان کل ناقض بقاء مانع ابتداء ویکون
ماء محللا للصلاة بالنظر الی هذا المستقل
لمستبد الغیر المنظور فیه الی الاٰخر ولم یجتمع الماء
التراب علی طهارة بل توزعا علی طهارتین
مستقلتین فانحلت الشبهات جمیعا والحمد
لله رب العٰلمین وصلی الله تعالٰی علٰی سیدنا و
مولٰنا محمد و اٰله وصحبه اجمعین۔

حدث میں اس کا عمل یہی ہے کہ اسے دُور کر دے یہ نہیں کہ اس کی صفت بدل ڈالے اس طرح کہ مندرج کو غیر مندرج بنادے یا اس کے برعکس۔ بلکہ صرف اتنا کرے گا کہ حدث جس حالت وصفت پر ہے اسی حال پر اسے رفع کر دے گا۔ مندرج ہے تو بحالت اندراج، مستقل ہے تو بحالت استقلال —— اب دیکھیے جب اس نے غسل کیا اور اس کی پشت میں لمعہ باقی رہ گیا پھر اسے حدث ہوا، اب اس نے حدث و جنابت دونوں کے لیے تیمم کیا تو یہ تیمم دونوں کو پانی کی دستیابی تک کے لیے دُور کر دے گا —— یہی اس کے عموم اور ہمہ گیری کا ثمرہ ہے —— یہ نہیں کہ ایک نجاست حکمیہ جو اعضائے اربعہ میں ہے اسے دوسری نجاست حکمیہ میں —— جو پشت میں ہے —— مندرج کر دے۔ اس لیے دونوں نجاستوں میں سے ہر ایک اپنے اپنے لیے مستقل طور پر ماء کافی کے انتظار میں رہے گی جس وقت اسے وضو کا پانی مل جائے اس پر وضو واجب ہو جائے گا —— اور اگر اس تیمم سے پہلے اسے وضو کا پانی ملتا تو وہ حدث کا تیمم کرنے سے مانع ہوتا اس لیے کہ ہر وہ جو بقاءً ناقض ہے ابتداءً مانع ہے —— اور پانی اس مستقل مستبد کے لحاظ سے جس میں دوسرے کی جانب نظر نہیں نماز کو مباح کرنے والا ہے —— اور ایک طہارت پر پانی اور مٹی کا اجتماع نہ ہوا بلکہ دونوں دو مستقل طہارتوں پر متفرق اور جُدا جُدا ہیں —— تمام شبہات حل ہو گئے اور ساری تعریف خدائے رب العٰلمین کے لیے ہے۔ اور اللہ تعالٰی کی طرف سے ہمارے آقا و مولٰی محمد اور ان کی آل و اصحاب سب پر درود ہو۔ (ت)

اقول ومن ههنا ظهر ولله الحمد ان من اجنب فتیمم فاحدث فتوضأ فمر بنهر

اقول یہیں سے بحمدہ تعالٰی یہ بھی ظاہر ہوا کہ جسے جنابت ہوئی تو اس نے تیمم کیا پھر اسے حدث ہوا تو اس نے وضو کیا پھر کسی دریا کے

Marfat.com

الوضوء نعم لوتيمم ثم احدث ولم يتوضأ ثم مربماء و جاوزه فهذا وان وجد وضوء لاوضوء عليه سواء احدث اولم يحدث لان الحدث بعد ما كان مستقلا صار مندرجا لعود الجنابة الى اعضاء الوضوء وكذا كل حدث يحدث بعد ما لم يحدث بعد رفع الجنابة العائدة عن اعضاء الوضوء بعضا اوكلا بماء او تراب فظهرت ما وقع فى مسألة الجنب المذكورة فى الخانية الشريفة من قوله احدث اولم يحدث سبق قلم من الامام الاجل فقيه النفس رحمه الله تعالى رحمة واسعة ورحمنا به فى الدنيا و الأخرة أمين ولاغرو فلكل جواد كبوة و لكل صارم نبوة ولا عصمة الا لكلام الالوهية ثم النبوة والمسألة قد ذكرها محرر المذهب محمد رضى الله تعالى عنه فى كتاب الاصل لم يذكر فيه احدث اولم يحدث و هكذا اثره فى الخلاصة اذ قال رجل تيمم للجنابة وصلى ثم احدث ومعه من الماء قدر ما يتوضؤ به لصلاة يتوضؤ به لصلاة اخرى فان توضأ به ولبس خفيه ثم مر بالماء ولم يغتسل حتى صار عادما الماء ثم حضرت الصلاة و معه من الماء قدر ما يتوضؤ به فانه يتيمم ولا يتوضؤ فان تيمم ثم حضرت الصلاة الاخرى وقد سبقه الحدث فانه يتوضؤ به و ينزع خفيه وان لم يكن مر بماء قبل

میں بطور سوال لائے اور انھیں عدم استقلال کے جا[...] دفع کیا وہ اب پھر وارد ہوں گی اور ان میں سے کوئی [...] ہوسکتی ہے نہ ٹل سکتی ہے۔ خدا کی رحمت ہو فاضل بر[...] ــ اور تمام علماء ـــ پر کہ فاضل موصوف نے بغیر [...] کے جنابت پائے جانے کی تین صورتیں پیش کیں جو [...] پہلی صورت یہی ہے ـــ اور جب عدم وجوب و[...] کے بارے میں اپنی رائے کے اظہار پر آئے تو صرف [...] بعد والی دونوں صورتوں سے متعلق کلام کیا اور اسے [...] معرضِ کلام سے بالکل الگ رکھا جیسا کہ دلائل کے آ[...] میں ہم نے ان کا کلام نقل کیا اور اس کا تکملہ اشکال [...] میں ہے کیونکہ اس سے متعلق وجوب وضو میں کوئی [...] نہیں ـــ ہاں اگر تیمم کرلیا پھر اسے حدث ہوا [...] وضو نہ کیا پھر (نہانے کے قابل) پانی کے پاس [...] گزرا، اور اسے چھوڑ کر آگے چلا گیا ـــ تو اس [...] شخص کے پاس اگرچہ آبِ وضو موجود ہے مگر اس [...] پر وضو نہیں خواہ اسے حدث ہو یا نہ ہو ـــ اس لیے کہ اس کا حدث پہلے اگرچہ مستقل تھا مگر ا[...] اعضائے وضو میں جنابت لوٹ آنے کی وجہ سے من[...] ہوگیا۔ اسی طرح عود جنابت کے بعد جو بھی حدث ہو [...] (سب مندرج ہو جائے گا) بشرطیکہ عود کرنے [...] جنابت کو پانی یا مٹی کے ذریعہ اعضائے وضو سے کلاً یا بعض[...] رفع کرنے کے بعد وہ حدث نہ پیدا ہوا ہو (کہ ایس[...] حدث مندرج نہ ہوگا)۔ اس سے ظاہر ہوا کہ جنب [...] مذکورہ مسئلہ میں خانیہ شریف میں واقع یہ عبارت "احدث اولم یحدث" (اسے حدث ہو یا نہ ہو) امام اجل فقیہ النفس کی سبقت قلم سے صادر ہوئی [...]

Marfat.com

صورۃ ومعنی لاجل الاندراج وھھنا
ندراج الا ترى الى ماقدمنا عن الكافى
ن من ايجاب الوضوء عليه اذا وجدماء
باله باتفاق الامامين وان قال الامام
ى بسقوط حكم الوضوء عنه لعارض وسيجئ
الرسالة التالية ان الاصح قول محمد و
ه عين الجزئية المطلوبة فانه جنب ذو لمعة
دا حدث قبل التيمم لها فوجب الوضوء
يه وكذلك هو مفاد المنية على نسخة
تن كما قدمنا وكذلك نص عليه فى شرح
قاية كما تقدم وقد اقره المحشون والناظرون
م يستشكله احد كما استشكلوا جميعا قوله
صدر الباب وماهو الا لان ماههنا فى
دث مستقل فلا يحوم حول ايجاب الوضوء
يه شبهة ولا ارتياب وهھنا تعود
ميع الابحاث التى اوردناها فى الافادة
عاشرة على طريقة السؤال ودفعناها بعدم
ستقلال فترد الان ولا مرد لشئ
نها ولا زوال ورحم الله الفاضل البرجندى
العلماء جميعا اذ صور وجود الجنابة من دون
حدث بثلاث صور اولها هذه ولما اتى على
ستظهار عدم وجوب الوضوء خص الكلام
الاخريين وجعل هذه بمعزل عنه كما نقلنا
لامه اخر الدلائل وتتمته فى الاشكال
خامس لان هذه لا يرتاب فيها وجوب

پانی سے عجز ——— پائی جائے تو انھیں بھی پاک کرے گا۔ مگر وضو پر قدرت کی حالت میں پاک نہ کرے گا اس لیے کہ شرط مفقود ہے ——— خلاصہ یہ کہ جب دونوں حدث مستقل ہوں تو ان کے لیے تیمم اگرچہ صورۃً ایک ہو معنیً دو تیمم ہوتے ہیں ہر ایک میں اس کی شرط پر نظر کی جائیگی جہاں جس کی شرط متحقق ہو اس کے حق میں وہ تیمم صحیح ہوگا جہاں شرط نہ متحقق ہو صحیح نہیں ہوگا۔ مگر حدث مندرج والے جنب کا تیمم اس کے برخلاف ہے اس لیے کہ اندراج کی وجہ سے وہ صورۃً بھی ایک تیمم ہے اور معنیً بھی ——— اور یہاں اندراج نہیں ——— وہی عبارت دیکھ لیجئے جو ابھی ہم نے کافی کے حوالہ سے پیش کی ہے کہ باتفاق امام اعظم و امام محمد علیہما الرحمۃ اس پر وضو کے لیے کافی پانی کی دستیابی کی صورت میں وضو واجب ہے اگرچہ امام ثانی (ابو یوسف) کا قول ہے کہ اس سے وضو کا حکم عارضہ کے سبب ساقط ہو جائیگا اور آنیوالے رسالہ میں یہ بات آرہی ہے کہ اصح قول امام محمد کا ہے، اور یہ بعینہٖ ہمارا مطلوب جزئیہ ہے اس لیے کہ وہ لمعۃ الا جنب ہے جسے تیمم جنابت سے پہلے حدث بھی لاحق ہو تو اس پر وضو واجب ہو گیا۔ اسی طرح شرح وقایہ میں بھی اس کی تصریح ہے جیسا کہ گزرا۔ اسے محشین اور ناظرین نے برقرار بھی رکھا اور کسی نے اس میں اشکال نہ محسوس کیا جیسے شروع باب میں ان کے قول میں سبھی حضرات نے اشکال سمجھا ——— اس کی وجہ یہی ہے کہ وہاں جو کلام ہے وہ حدث مستقل کے بارے میں ہے تو اس میں ایجاب وضو کے گرد کسی شک وشبہہ کا گزر نہیں۔ اور یہاں وہ ساری بحثیں آجاتی ہیں جنہیں ہم افادۂ دہم

Marfat.com

البجنابة فی محل اکبر من اعضاء الوضوء و حینئذ لا شك انه اذا وجد وضوء یجب علیه الوضوء بالاتفاق لان تیممه یکون للجنابة خاصة ولا یرفع الحدث لکونه مستبدا بالحکم والماء کاف له والحمد لله حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیه ۔ وصلی الله تعالٰی علی سیدنا ومولٰنا **محمد** واٰله و ذویه ؕ اٰمین۔

پورے محلِ حدث کو شامل نہ ہو ـــــ اس کی صورت یہی ہوگی کہ جنابت کے بعد کُلّاً یا بعضاً وضو کرے پھر اسے حدث ہو جیسا کہ پہلے ذکر ہوا۔ اور فرض یہ کیا گیا ہے کہ پانی حدث ہی کے لیے کفایت کر رہا ہے جنابت کے لیے نہیں۔ تو ضروری ہے کہ جنابت اعضائے وضو سے زیادہ بڑے حصے میں ہو ـــــ جب یہ صورت ہو تو بلاشبہہ آبِ وضو ملنے کے وقت اس پر بالاتفاق وضو واجب ہوگا اس لیے کہ اس کا تیمم خاص جنابت کے لیے ہوگا اور حدث رفع نہ کرے گا کیونکہ حدث تو اپنا مستقل حکم رکھتا ہے۔ اور اس کے لیے بقدرِ کفایت پانی موجود ہے ـــــ اور ساری حمد خدا کے لیے ہے کثیر پاکیزہ بابرکت حمد ـــــ اور خدائے برتر کی طرف سے ہمارے آقا و مولٰی محمد اور ان کی آل اور ان کے سبھی لوگوں پر درود ہو۔ الٰہی! قبول فرما۔ (ت)

فظهر ان معنی کلام الامام ان المحدث علی ثلثة انواع الاول من به جنابة وحدها سواء لم یکن معها حدث اصلا کما مر تصویره او کان وهو مغمور مستهلك فیها کجنب لم یمس ماء او غسل بدنه ما عدا اعضاء الوضوء او غسل غیرها وغیر حصة اخری ثم احدث فی الکل قبل ان یتطهر لها والثانی من به جنابة معها حدث کجنب توضأ او غسل بعض اعضاء وضوئه فقط او مع غیرها من سائر البدن کلا او بعضا ثم احدث قبل التیمم لها او فعل ذلك وفقد الماء وتیمم لها ثم احدث ثم مر بماء یکفی لها فلم یغتسل والثالث من به حدث وحده وهو ظاهر وهذه احکامها اما القسم الاول

اس سے ظاہر ہوا کہ امام صدر الشریعۃ کے کلام کا معنی یہ ہے کہ محدث کی تین قسمیں ہیں:

اوّل وُہ جسے صرف جنابت ہے خواہ اس کے ساتھ کوئی حدث بالکل نہ ہو۔ جیسا کہ اس کی صورت کا بیان گزرا ـ یا حدث ہو تو وہ جنابت ہی میں مختفی و مستہلک ہو جیسے وُہ جنب جس نے پانی مَس نہ کیا۔ یا اعضائے وضو کے ماسوا بدن دھو لیا ـ یا اعضائے وضو اور کسی دوسرے حصّہ کو چھوڑ کر باقی سب دھو لیا۔ پھر ان سبھی صورتوں میں جنابت سے پاکی حاصل کرنے سے پہلے اسے حدث ہوا۔

دوم وُہ جسے ایسی جنابت ہے جس کے ساتھ کوئی حدث بھی ہے۔ جیسے وہ جنب جس نے وضو کر لیا ـ یا صرف بعض اعضائے وضو دھو لیے ـــــ یا بعض اعضائے وضو باقی بدن میں سے کل یا بعض

Marfat.com

لك مبنى على خفيه الكل فى الاصل[1] اھ ھذا ما عندى والعلم بالحق عند ربى انه بكل شیئ علیم ۔

خدائے برتر انہیں اپنی وسیع رحمت سے نوازے اور ان کی برکت سے دُنیا و آخرت میں ہم پر بھی رحم فرمائے۔ یہ کوئی حیرت انگیز امر نہیں کیونکہ ہر اسپِ خوش رفتار کو ٹھوکر بھی لگتی ہے اور ہر شمشیر برّاں کو نا موافقت سے بھی دو چار ہونا پڑتا ہے ۔عصمت تو صرف کلامِ الوہیت پھر کلامِ نبوت کو ہے ـــــ یہ مسئلہ محرر مذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کتاب الاصل (مبسوط شریف) میں بیان کیا ہے۔اس میں" احدث اولم یحدث " ذکر نہ فرمایا۔خلاصہ میں ان کی عبارت اسی طرح نقل فرمائی ہے جو درج ذیل ہے : " ایک شخص نے جنابت کا تیمم کیا اور نماز ادا کی پھر اسے حدث ہوا اور اس کے پاس اتنا پانی ہے جس سے وضو کرسکتا ہے تو اس سے دوسری نماز کے لیے وضو کرے گا ۔ اگر اس سے وضو کرلیا اور موزے پہن لیے پھر پانی کے پاس سے گزرا اور غسل نہ کیا یہاں تک کہ پانی اس کے لیے معدوم ہوگیا پھر نماز کا وقت آگیا اب اس کے پاس بقدرِ وضو پانی ہے تو وہ تیمم کرے گا اور وضو نہیں کرے گا ۔ اگر اس نے تیمم کرلیا پھر دوسری نماز کا وقت اس حالت میں آیا کہ اسے حدث لاحق ہو چکا تو اس پانی سے وُہ وضو کرے گا اور اپنے موزے اتارے گا ـــــ اور اگر اس سے پہلے وُہ پانی سے نہ گزرا تھا تو اپنے موزوں پر مسح کرے ـــــ یہ سب اصل (مبسوط) میں ہے اھ یہ وہ ہے جو میرے نزدیک ہے ۔اور حق کا علم میرے رب کے یہاں ہے ،یقیناً وُہ ہر شَے کا علم رکھتا ہے ۔ (ت)

الافادہ ۱۲ تقریری ھذا فتح و للّٰہ الحمد بابا اٰخر للتاویل **فاقول** مع علی معناھا و لانتصرف فی شیئ من الالفاظ ونقول الجنابۃ اذا شلت لم یظھر معھا حدث بل اندمج فیھا واستُھلك کالمذی فی المنی فی حکم الطھارۃ فمعیتھما لا تکون الا باستقلالھما وذلك فی جنابۃ مقتصرۃ لاتشتمل محل الحدث طرا ولا یکون الا بان یتوضأ بعد الجنابۃ کلا او بعضا ثم یحدث کما تقدم والفرض ان الماء یکفی للحدث لا للجنابۃ فیجب ان تکون

افادہ ۱۲ : میری اس تقریر نے بحمدہٖ تعالٰی[1] تاویل کا ایک اور دروازہ کھولا **فاقول** (تو میں کہتا ہوں) عبارت شرح وقایہ میں مع اپنے معنی پر ہے اور ہم کسی لفظ میں تصرف نہیں کرتے ۔ہم کہتے ہیں جنابت جب شاملہ ہو اس کے ساتھ کوئی حدث ظاہر نہ ہوگا بلکہ اسی میں مل جائیگا اور غائب و مستہلک ہوجائے گا جیسے حکمِ طہارت میں منی کے اندر مذی کے غیاب و استہلاک کا حال ہے ۔ تو حدث و جنابت دونوں ایک ساتھ اسی وقت ہوں گے جب دونوں مستقل ہوں ۔ یہ اس جنابت مقتصرہ میں ہوگا جو

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی تحت من المتیمین مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۸

Marfat.com

فالخلاف) بیننا وبین الشافعی رضی اللہ تعالٰی
عنہ (ثابت ایضا[1]) فی وجوب صرف ذلك الماء
وعدمہ وھذا کما تری بحمد اللہ تعالٰی
احق باسم الشرح من اسم التاویل اذ لیس
فیہ صرف لفظ عن معناہ اصلا وانا اجعلہ
ھدیۃ لروح الامام صدر الشریعۃ ؛ جعلہ
اللہ تعالٰی لاصلاح احوالی ومغفرۃ ذنوبی
ذریعۃ ؛ انہ ھو الرؤف الرحیم ؛ ربنا تقبل
منا انك انت السمیع العلیم ؛ والحمد للہ
حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ ؛ وصلی اللہ
تعالٰی علی سیدنا ومولٰنا **محمد** واٰلہ
وذویہ ؛ اٰمین۔

حکم رکھتا ہو۔ اور فرض یہ کیا گیا ہے کہ وہ پانی اتنا
جنابت سے نکال نہیں سکتا تو اس کا ہونا نہ ہونا برابر
ہے (بخلاف امام شافعی کے) رضی اللہ تعالٰی عنہ
اس کی وجہ معلوم ہو چکی (لیکن) قسم دوم (جُنُب جس
کے ساتھ کوئی ایسا حدث ہو جو وضو واجب کرتا ہے
جبکہ حدث اپنا مستقل حکم رکھتا ہو، (تو اس پر
وضو واجب ہے) قطعاً۔ کیونکہ اس کا حدث مستقل ہے
اور اسے اتنے پانی پر قدرت بھی ہے جو اس حدث
کو دُور کرنے کے لیے کافی ہے۔ اور اس کے لیے تیمم
کفایت نہیں کرسکتا اس لیے (کہ تیمم) جو وہ کر رہا ہے
صرف (جنابت کے لیے ہے) کیونکہ حدث اس میں
مندرج نہیں۔ تو وضو لازم ہے (بالاتفاق)۔ رہی
قسم سوم (جب محدث) جو صرف حدث والا ہے (کے پاس اتنا پانی ہو جو اس کے بعض اعضاء کے دھونے کے لیے
کفایت کرے تو بھی اختلاف) ہمارے اور امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے درمیان (ثابت ہے) اس بارے
میں کہ اس پانی کو صرف کرنا واجب ہے یا نہیں۔ [ان کے نزدیک ہے ہمارے نزدیک نہیں ۱۲ م الف) یہ توضیح
جیسا کہ ناظرین کے سامنے ہے تاویل سے زیادہ شرح کا نام دیے جانے کی مستحق ہے۔ کیونکہ اس میں کسی لفظ کو
اس کے معنی سے پھیرنا بالکل نہیں ۔۔۔ میں اسے امام صدر الشریعۃ کی روح پاک کے لیے ہدیہ کرتا ہوں۔ انہیں
خدائے برتر میرے احوال کی اصلاح اور میرے گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ بنائے۔ اور خدا ہی کے لیے حمد ہے کثیر
پاکیزہ بابرکت حمد ۔۔۔ اور خدائے برتر کی طرف سے ہمارے آقا و مولٰی **محمد**، ان کی آل اور ان کے سبھی
لوگوں پر درود ہو۔ الٰہی قبول فرما۔ (ت)

خلاصۂ تحقیقات ان چند مسائل سے واضح **تنبیہ** ان مسائل میں ہم جہاں جنابت کا لفظ لکھیں گے
اُس سے مراد حدث اکبر ہے یعنی جس سے نہانا واجب ہوتا ہے خواہ جنابت ہو یا انقطاع حیض و نفاس اور لفظ
حدث سے خاص حدث اصغر مراد ہے یعنی جس سے صرف وضو واجب ہوتا ہے **اقول** و باللہ التوفیق
مسئلہ (۱) جنابت باقی ہونے کی حالت میں جب حدث پایا جائے (خواہ جنابت سے پہلے کا ہو

[1] ماخوذ من شرح الوقایۃ باب التیمم المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۹۵

Marfat.com

(فان الجنب) المتفرد بالجنابة بدليل المقابلة (ما يكفى للوضوء لا للغسل) اى ازالة الجنابة الشاملة كما فى الصورة الاولى او غيرها كما فى الاخيرتين فانه (يتيمم لا يجب عليه الوضوء عندنا) اذ لا حدث معه يستقل بحكم والفرض انه لا يخرجه عن جنابته فكان وجوده وعدمه سواء (خلافا للشافعى) رضى الله تعالىٰ عنه لما علمت و(اما) القسم الثانى (اذا كان مع الجنابة حدث يوجب الوضوء) مستبدا بالحكم (فانه يجب عليه الوضوء) قطعا لان حدثه مستقل وقد قدر على ما يكفى لازالته ولا يكفيه التيمم (فا[عه]ن) (التيمم الذى يفعله انما يكون (للجنابة) خاصة لعدم الاندراج فيلزم الوضوء (بالاتفاق و) اما القسم الثالث (اذا كان للمحدث) المتفرد بالحدث (ما يكفى لغسل بعض اعضائه

کے ساتھ دھو لیے پھر جنابت کا تیمم کرنے سے پہلے اسے حدث ہوا — یا اتنا اس نے کیا اور پانی ختم ہوگیا اور جنابت کا تیمم کیا پھر اسے حدث ہوا پھر اتنے پانی کے پاس سے گزرا جو جنابت کے لیے کافی تھا مگر اس نے غسل نہ کیا۔

سوم وہ جسے صرف حدث ہو — یہ ظاہر ہے۔ اور تینوں قسموں کے احکام یہ ہیں۔ لیکن قسم اول (جب جنب کے پاس) وہ جسے صرف جنابت ہو اس قید کی دلیل یہ ہے کہ مقابلہ میں ایسا جنب مذکور ہے جس کے ساتھ حدث بھی ہے (اتنا پانی ہو جو وضو کے لیے کافی ہو غسل کے لیے نہیں) یعنی جنابت شاملہ دور کرنے کے لیے نہیں جیسا کہ پہلی صورت میں ہے۔ یا غیر جنابت شاملہ کے لیے نہیں جیسا کہ بعد والی دونوں صورتوں میں ہے۔ (تو وہ تیمم کرے گا اور ہمارے نزدیک اس پر وضو واجب نہیں) اس لیے کہ اس کے ساتھ کوئی ایسا حدث نہیں جو مستقل

عه هذا على التعليل وان جعلنا الفاء للتفريع امكن تعلق قوله بالاتفاق بما يليه على تقدير تأخر التيمم عن الوضوء فيكون المعنى (يجب عليه الوضوء) فاذا توضأ (فالتيمم) الذى يفعله بعد يبقى (للجنابة بالاتفاق) لارتفاع الحدث بالوضوء ونفاد الماء بعده ولكن الاول هو الاولى كما لا يخفى ۱۲ منه غفر له (م)

یہ اس تقدیر پر ہے کہ ف برائے تعلیل ہے۔ اور اگر فاء برائے تفریع مانیں تو ان کے قول بالاتفاق کا تعلق اسی عبارت سے ہوگا جس سے یہ متصل ہے اس تقدیر پر کہ تیمم وضو کے بعد ہو تو معنی یہ ہوگا (اس پر وضو واجب ہے) تو جب وہ وضو کرلے (تو تیمم) جسے وہ بعد میں ہی کرے گا (بالاتفاق جنابت کیلئے) باقی رہے گا کیونکہ حدث وضو سے رفع ہوگیا اور اس کے بعد پانی بھی ختم ہوگیا لیکن اول اولیٰ ہے جیسا کہ مخفی نہیں ۱۲ منہ غفر لہ (ت)

Marfat.com

ہی سے ہوگا اور دھونا جنابت کو بھی زائل کر دے گا۔ ہاں باقی چھ میں حدث و جنابت کا تقدم و تاخر دونوں ممکن
لہٰذا ہم نے اُن میں جنب محدث کہا کہ ہر صورت کو محتمل رہے وباللہ التوفیق۔

دوم: حدث کُل یا بعض محل جنابت سے جُدا ہوا سے حدث مستقل یا مستبد کہیے۔ اُس کی دس صورتیں
ہیں کہ حدث کُل یا بعض اعضائے وضو جتنی جگہ میں ہو جنابت اُس جگہ کے بعض میں ہو یا اعضائے وضو میں اصلاً نہ ہو
یہ بھی چار شکلیں ہوئیں مگر دو پہلی بدستور ثلاثی ہیں اور دو پچھلی کہ اعضائے وضو میں اصلاً نہ ہو ثنائی کہ باقی بدن کے
بعض یا کُل کے سوا بالکل نہ ہونے کا احتمال نہیں کہ کلام اجتماع جنابت و حدث میں ہے لہٰذا یہ دس ہی صورتیں
رہیں، مثلاً:

(۱) جنب[1] نے صرف بعض اعضائے وضو یا[2] اُن کے ساتھ باقی کل یا[3] بعض بدن دھو لیا پھر حدث ہوا کہ یہ کُل
اعضائے وضو میں ہے۔

(۲) جنب[4] نے صرف پورا وضو کیا یا[5] باقی بدن کا بھی ایک حصہ دھویا پھر حدث ہوا۔

(۳) جنب[6] نے فقط ہاتھ یا[7] غیر اعضائے وضو کا کُل یا[8] بعض بھی دھویا پھر حدث ہُوا اور پاؤں دھوئے کہ
پاؤں سے جنابت و حدث دونوں زائل ہو گئے اور حدث باقی تین[3] اعضا میں ہے اور جنابت اُن میں سے صرف دو
میں کہ بعد جنابت ہاتھ دھو چکا ہے۔

(۴) جنب[9] نے فقط وضو یا[10] باقی بدن کا بھی بعض دھویا پھر حدث ہُوا اور بعض اعضائے وضو دھوئے۔

اقول یہاں[2] کلیہ یہ ہے کہ جنابت کے بعد جو عضو وضو دُھل چکا اُس میں حدث مستقل ہے خواہ جمیع اعضائے وضو
ہوں کہ اس وقت پورا حدث مستقل ہوگا جیسے ۴ - ۵ - ۹ - ۱۰ میں یا بعض اس وقت یہی ٹکڑا مستقل ہوگا
جو اس بعض میں ہے باقی بدستور تابع جنابت رہے گا جیسا باقی ۶ میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تنبیہ اقول استقلال[3] حدث نہیں ہوتا مگر جبکہ حدث جنابت کے بعد ہو کہ یہاں یہ درکار کہ جنابت محل
حدث میں اصلاً نہ ہو یا ہو تو اُس کے بعض میں ہو اگر حدث پہلے ہو تو یہ ناممکن ہے کہ جنابت لاحقہ کُل یا بعض محل
حدث سے بے دھوئے نہ اُٹھے گی اور دھونا حدث سابق کو بھی زائل کر دے گا۔

ثم اقول تفصیل مقام یہ ہے کہ یہاں چونتیس[34] احتمال عقلی ہیں کہ حدث[1] اگر کُل اعضائے وضو میں ہے
تو جنابت کُل یا[2] بعض میں ہو یا[3] ان میں کہیں نہیں اور[4] اگر حدث بعض میں ہے تو جنابت کُل اعضائے وضو یا[5] اُسی
حدث والے حصے کے کُل یا بعض یا بعض دیگر کے کُل یا بعض یا بعض اول کے کُل اور دیگر کے بعض یا بالعکس یا
دونوں بعضوں کے بعض یا[12] کسی میں نہیں۔ یہ بارہ[12] شکلیں ہوئیں جن میں سوم و دوازدہم بوجہ مذکور ثنائی ہیں اور
باقی دس ثلاثی۔ ان میں بارہ[12] صورتیں کہ جنابت بعض دیگر کے کُل یا بعض میں ہو خواہ تنہا یا بعض حدثی کے بعض

Marfat.com

گرا تھا اور نہانے کی حاجت پائی بلکہ یہ صورت ہر انزال میں ہے کہ اُس سے پہلے خروج مذی ہے یُوں ہی
غیبوبت حشفہ سے پہلے مباشرت فاحشہ یا اُس سے بعد کا جیسے جماع کے بعد پیشاب کیا یا اس کے ساتھ کا جیسے
جنابت کے لیے تیمم کیا پھر حدث ہوا وضو کیا پھر پیشاب کو بیٹھا اور اس کا پہلا قطرہ نکلنے کے ساتھ قابلِ غسل پانی
پر قادر ہونے کا علم ہوا یا عورت کو پہلی ہی بار دس۱ دن د۲و منٹ خون آیا تو جس وقت دس۱ رات دن کے گھنٹے
منٹ ختم ہوئے وہی وقت اس کے انقطاع حیض اور اس پر وجوب غسل کا تھا اور ساتھ ہی ہنوز جریانِ خون باقی
ہے اب یہ استحاضہ اور حدثِ اصغر ہے اگرچہ یہاں معیت بمعنی اتصال حقیقی ہے کہ ایک آن کا بھی فاصلہ نہیں
بلکہ ایک ہی آن فصل مشترک ہے کہ اس پر حیض ختم اور اُسی سے استحاضہ شروع) بالجملہ جب حدث و جنابت
ایک وقت میں جمع ہوں اگرچہ اُن کے حدوث میں تقدم تاخر معیت کچھ بھی ہو اس کی د۲و قسمیں ہیں :

اوّل : کُل یا بعض اعضائے وضو جتنی جگہ حدث ہے جنابت اُس سب جگہ کو محیط ہو حدث کا کوئی حصہ
محلِ جنابت سے باہر نہ ہو عام ازیں کہ جنابت بھی صرف اتنی ہی جگہ ہو یا اُس کے علاوہ اور بھی ہم نے اس کا نام حدث
مندرج یا مندمج رکھا اس کی بار۱۲ہ صورتیں ہیں کہ اگر حدث۱ کُل اعضائے وضو میں ہے تو جنابت بھی کُل میں ہے یا۲
حدث بعض میں ہے تو جنابت کُل یا۳ اعضائے وضو سے اُس بعض یا۴ اُس کے ساتھ بعض باقی کے بھی ایک حصہ
میں ہے یہ چا۴ر شکلیں ہُوئیں اور ہر شکل پر ممکن کہ جنابت صرف یہیں ہو یا اس کے ساتھ باقی بدن کے بعض یا کُل
میں بھی تو بار۱۲ہ ہوگئیں مثلاً :

(۱) جنب۱ محدث نے وضو نہ کیا باقی کُل بدن دھو لیا کہ حدث و جنابت صرف کُل اعضائے وضو میں ہیں یا۲
باقی بعض بدن دھویا کہ حدث کُل اعضائے وضو اور جنابت اُن کے ساتھ باقی بدن کے بھی بعض میں ہے یا۳ اصلاً
پانی نہ چُھوا کہ حدث اُسی کُل اور جنابت سارے بدن میں ہے ۔

(۲) محدث۴ نے بعض اعضائے وضو دھو لئے کہ حدث بعض میں رہا پھر بلا حدث جنابت ہُوئی جس کی تصویر اوپر
گزری اب یہ جنابت کُل اعضائے وضو میں ہے اور وہی صورتیں ہیں کہ باقی بدن کُل یا بعض۵ دھو لیا یا۶ کچھ نہیں ۔

(۳) جنب۷ محدث نے بعض اعضائے وضو دھو لیے اور باقی بدن کُل یا۸ بعض یا۹ کچھ نہیں ۔

(۴) محدث۱۰ نے مثلاً دو عضو وضو دھو لیے پھر جنابت بے حدث ہوئی اور اُن د۲و میں کا ایک ہی دھویا کہ حدث
د۲و عضو باقی میں ہے اور جنابت اُن د۲و اور اُن کے سوا تیسرے میں بھی اور باقی بدن کُل یا۱۱ بعض دھویا یا۱۲ کچھ نہیں ۔

تنبیہ اقول اندراج۲ حدث کی چھ صورتیں جن میں جنابت اعضائے وضو میں محل حدث سے
زائد میں ہے یعنی ۴ - ۵ - ۶ - ۱۰ - ۱۱ - ۱۲ اُسی حالت میں ممکن ہیں کہ جنابت حدث کے بعد ہو کہ یہاں یہ درکار
کہ اعضائے وضو میں بعض جگہ حدث نہ ہو اور جنابت ہو اگر حدث متاخر ہوا تو اس بعض سے اس کا ارتفاع دھونے

Marfat.com

اگر اُس کے لیے پانی یا وقت نہیں اور حدث کہ دوم میں وضو باقیوں میں تکمیل چاہتا اُس کے لیے پانی اور وقت کافی موجود ہیں اور یہ اُسی وقت ہوگا کہ مطلوب جنابت مطلوب حدث سے زیادت معتد بہا رکھتا ہو جب تو ان چھ کا وہی حکم ہے کہ وضو و تکمیل کی حاجت نہیں تیمم کرے۔

ولا یلزم فیہا ولا فی الصورتین ۹ و ۱۲ تلفیق الطہارۃ من ماء وتراب بل یسقط ما تقدم ویکون مؤدیا بالتیمم فقط کما قدمنا عن الامام العینی فی الدلیل الاول۔

ان میں اور صورت ۹ - ۱۲ میں طہارت کو پانی اور مٹی سے خلط کرنا لازم نہیں آتا بلکہ پہلے جو ہو چکا ساقط ہو جائیگا اور وہ صرف تیمم سے ادا کرنے والا ہوگا، جیسا کہ دلیل اول میں امام عینی کے حوالے سے ہم نے پیش کیا۔ (ت)

مسئلہ ۷: ان چھ صور میں مطلوب جنابت سے عجز بوجہ ضرر ہونا ظاہر اً صورت چہارم و دہم میں متوقع نہیں کہ اس میں سے ایک حصہ پہلے بوجہ حدث دھو چکا تھا اور باقی کو دھونے پر قدرت اب مفروض ہے کہ مطلوب حدث کے لیے پانی پایا اور اُس کے دھونے پر قادر ہے تو عجز کہیں نہ ہوا لہذا ضرور ہے کہ صورت چہارم میں پورا وضو اور دہم میں جس قدر مطلوب جنابت ہے بجالائے یہاں اگرچہ وضو یا تکمیل وضو کا حکم ہوا مگر نہ حدث بلکہ جنابت کے لیے۔ اور اگر فرض کیجئے کہ اتنی دیر میں اُس حصۂ اعضائے وضو میں ضرر پیدا ہو گیا جتنا مطلوب جنابت میں مطلوب حدث سے زائد ہے تو تیمم کی اجازت اب بھی نہیں ہو سکتی کہ یہ حصہ سارے بدن کے لحاظ سے بہت کم ہے اور غسل میں جب محل ضرر غیر محل ضرر سے کم ہو یہ جائز نہیں کہ غیر محل ضرر کو دھوئے اور باقی کے لیے تیمم کرے فانہ ھو التلفیق الممنوع ولا امکان لسقوط ما تقدم لعدم قیام التیمم مقامہ لفقد شرطہ العجز (کیونکہ یہی تلفیق ممنوع ہے اور سابق کے ساقط ہونے کا امکان نہیں اس لیے کہ تیمم اپنی شرط ــــ عجز ــــ کے فقدان کی وجہ سے اس کے قائم مقام نہیں۔ ت) بلکہ محل ضرر پر مسح کرے باقی دھوئے۔ یہی حکم یہاں ہے بہرحال حدث کے لیے وضو یا تکمیل یہاں بھی نہیں۔

مسئلہ ۸: باقی چار صورتوں ۲ - ۵ - ۸ - ۱۱ میں کہ تین کے فصل متوالی سے ہیں نظر کی جائے کہ جتنا بدن دھو چکا اور باقی میں سے جتنے کے دھونے پر قدرت ہے یہ مجموعہ زائد ہے یا اس کے علاوہ اب جو جنابت کے لیے دھونا ہے وُہ زیادہ ہے بر تقدیر اول محل ضرر پر مسح کرے اور جو باقی رہ جائے اسے دھوئے اور بر تقدیر دوم تیمم۔ وضو و تکمیل بوجہ حدث یہاں بھی نہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اعضائے وضو کل یا بعض جس قدر حدث میں نہ دھوئے گئے کہ ان کا نام مطلوب حدث ہے اتنے پر قدرت تو مانی ہوئی ہے کما تقدم (جیسا کہ گزرا۔ ت) اور جتنا بدن بعد جنابت دُھل چکا اُس کا کام بھی فارغ ہو گیا اس مجموعہ کا

Marfat.com

ساقط کہ ۷ و ۸ و ۱۰ و ۱۱ ہیں اور ہر ایک ثلاثی محال ہیں کہ ان سب صورتوں کا حاصل یہ ہوا کہ اعضائے وضو دوسرا حصّہ جیسے بعض دیگر کہا تھا حدث سے بالکل خالی ہے اور اُس کے کُل یا بعض میں جنابت ہے اور حصّہ کے کُل میں حدث ہے اور اس میں جنابت اصلاً نہیں یا بعض میں ہے اب اگر جنابت پہلے ہے س کے بعد حدث ہوا تو دوسرا حصّہ بے پُورا دھوئے حدث سے کیونکر خالی ہو سکتا ہے اور جب دھویا جائے گا نابت کو بھی رفع کر دیگا اُس کے کُل یا بعض میں کیسے رہ سکتی ہے اور حدث پہلے ہے اُس کے بعد جنابت حدث ہُوئی تو پہلے حصے کا جب تک کُل یا بعض نہ دھویا گیا اس سے جنابت کیونکر اُٹھی اور اگر دھویا گیا تو کُل یا بعض سے حدث بھی دُھل گیا اُس کے کُل میں کیسے رہ سکتا ہے اور اگر حدث و جنابت ساتھ ہوں تو دونوں استحالے یں لہٰذا ان ۳۴ میں سے ۲۲ ہی رہیں ۱۲ مندرج۔ ا۔ مستقل۔

مسئلہ ۲ : حدث مندرج کوئی حکم جُداگانہ نہیں رکھتا جنابت کے اندر مستہلک و مستغرق ہو جاتا ہے جیسے منی میں مذی۔ اس کی بارہ[12] صورتوں سے ا و ۷ جن میں جنابت و حدث باہم منطبق ہیں ایک دوسرے سے ہر نہیں یہ تو حاجت بیان سے مستغنی ہیں کہ پانی پہلی صورت میں وضو یا ساتویں میں تکمیل وضو کو کافی ملا تو ضرور ستعمال کرے گا اُسی میں جنابت و حدث دونوں زائل ہو جائیں گے۔ نہ ملا نہ کرے گا دونوں رہیں گے، ہاں باقی دس صورتوں میں اندراج کا اثر ان احکام سے ظاہر ہو گا۔

مسئلہ ۳ : صورت سوم میں کہ پُورا نہانا درکار ہے اور کُل اعضائے وضو میں حدث ہے جو وضوئے کامل چاہتا اگر نہانے پر قادر نہ ہو کہ پانی اتنا نہیں یا نہانا مضر ہے یا نہائے تو نماز کا وقت جاتا ہے اور وضو کے لیے کافی پانی موجود ہے اور اس سے ضرر بھی نہیں اور وقت میں بھی اُس کے گنجائش ہے با اینہمہ وضو نہ کرے صرف تیمم کافی ہے کہ یہ حدث کوئی حکم مستقل نہیں رکھتا۔

مسئلہ ۴ : یُوں ہی صورت ۶ میں کہ غسل کامل درکار ہے اور حدث صرف بعض اعضائے وضو میں کہ فقط تکمیل وضو چاہتا۔ ممکن ہے کہ اُس کے لیے ایک ہی چُلّو درکار ہوتا اگر اتنے پانی پر قادر ہو جب بھی استعمال نہ کرے صرف تیمم پر قانع ہو۔

مسئلہ ۵ : یُوں ہی صورت ۹ و ۱۲ میں کہ حدث اگر چاہتا تو تکمیل وضو لیکن جنابت اعضائے وضو کا ایک حصّہ اور اُن کے علاوہ سارا بدن دھونا مانگتی ہے اگر اُنھیں وجوہ سے اس پر قدرت نہ ہو اور تکمیل وضو کو پانی حاضر او راُس پر قادر جب بھی صرف تیمم کرے۔ غرض تضاعیف[3] کی چاروں صُورتیں ایک حکم رکھتی ہیں۔

مسئلہ ۶ : باقی ۶ صورتوں ۲ - ۴ - ۵ - ۸ - ۱۰ - ۱۱ میں جنابت کے لیے جتنا دھونا درکار ہے

Marfat.com

تنبیہ : یہ نسبتیں اُسی تقدیر پر ہیں کہ حصّہ مقدور کے علاوہ باقی تمام حصّے میں ضرر ہو ورنہ اُس میں بھی جتنے میں ضرر نہیں شاملِ مقدور ہوگا۔

تنبیہ : جتنے حصہ میں فی نفسہٖ ضرر نہ ہو مگر اس کے دھونے سے پانی وہاں تک پہنچنا لازم ہو جس میں ضرر ہے تو وہ بھی غیر مقدور ہے کما نصوا علیہ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (جیسا کہ علما نے اس کی تصریح کی ہے اور خدائے پاک وبرتر خوب جاننے والا ہے۔ ت)

مسئلہ ۱۲ : جس طرح ابتدا میں اس حدث کے قابل پانی موجود ہونا تیمم کو مانع نہیں یوں ہی اگر پانی اصلاً نہ تھا اور تیمم کر لیا کہ جنابت وحدث دونوں کو رفع کر گیا اب پانی اتنا ملا کہ اُس حدث کو کافی ہے جب بھی اُس کے استعمال کی حاجت نہیں یہ تیمم حدث کے حق میں بھی نہ ٹوٹے گا کہ حدث کا کوئی حکم نہ تھا تیمم جنابت کا تھا اور اُس کے قابل پانی نہیں بفضلہٖ عزوجل یہ تمام احکام ومسائل وتفصیلات جلائل اس فتاوٰی کے خصائص سے ہیں اس کے غیر میں نہ ملیں گے۔

ذکرنا ھا تفقھا ونرجو من ربنا اصابۃ الصواب والحمد للہ العزیز الوھاب وصلی اللہ تعالٰی علی السید الاواب والہٖ وصحبہ وامتہ الی یوم الحساب

ہم نے تفقّہا بیان کیے اور ہمیں اپنے رب سے امید ہے کہ صواب و درستی کو ہم نے پا لیا اور تمام تعریف عزّت والے بہت عطا فرمانے والے خدا کے لیے ہے۔ اور خدائے برتر کی طرف سے درود ہو بہت رجوع لانے والے آقا، ان کی آل، ان کے اصحاب اور ان کی امت پر روزِ حساب تک۔ (ت)

مسئلہ ۱۳ : حدث[1] مستقل مستقبل ہے اس کے لیے تیمم میں خاص اُس پانی سے عجز دیکھا جائیگا جو اس کے لیے کافی ہو مطلب جنابت سے عجز اُس کے لیے تیمم جائز نہ کرے گا مثلاً استقلال[2] کی صورت نہم میں جنب نے وضو کیا پھر حدث ہوا پھر سارا وضو کیا مگر ایک انگلی کی ایک پور چھوڑ دی کہ اب جنابت کے لیے اتنا پانی درکار ہے جو اعضائے وضو کے علاوہ جمیع بدن کو کافی ہو اور حدث کے لیے صرف اس پور کو۔ اب اس نے اگر صرف اتنا پانی پایا کہ اس پور کو دھو سکے تو یہ خیال نہ کرے کہ اُس سارے بدن کے لیے تو تیمم کرنا ہے ایک پور دھونا کیا ضرور ایسا کرے گا تو تیمم کافی نہ ہوگا نماز نہ ہوگی بلکہ ضرور ہے کہ اس پور کو دھو لے کہ حدث مستقل سے فارغ ہو جائے جنابت کے لیے تیمم کرے۔

مسئلہ ۱۴ : اگر جنابت وحدث مستقل کسی کے قابل پانی نہ پایا اور تیمم کیا کہ دونوں کے لیے ایک ہی کافی ہوا یہ تیمم اگرچہ صورۃً ایک ہے معنیً دو ہیں ایک تیمم جنابت کے لیے دوسرا اُس حدث کے واسطے۔ ہر ایک

Marfat.com

[illegible] اور مطلوب حدث کے علاوہ جتنا مطلوب جنابت یعنی اُس میں دھونا اب درکار ہے اُسے دوسرا [illegible] کیجیے ان میں کمی بیشی کی نسبت دیکھی جائے صورت دوم میں تمام اعضائے وضو اور بعض باقی بدن مطلوب جنابت [illegible] یہ فریق دیگر ہوا اور تمام اعضائے وضو مطلوب حدث تھا اور بعض دیگر باقی بدن دُھل چکا یہ فریق اوّل [illegible] اعضائے وضو دونوں فریقوں میں مشترک ہیں ساقط کرکے باقی بدن کے دونوں حصوں میں نسبت [illegible] جائے جو دُھل چکا وہ زیادہ ہے تو وضو کرے نہ حدث بلکہ جنابت کے لیے اور باقی بدن سے جتنا نہ دُھلا تھا [illegible] پر مسح کرے اور اگر جتنا نہ دُھلا تھا وہ زیادہ ہے تو تیمم۔

مسئلہ ۹: یونہی صورت ہشتم میں بعض اعضائے وضو تو جنابت و حدث دونوں سے دُھل چکے تھے اور بعض کہ باقی تھے مطلوب حدث و مطلوب جنابت دونوں میں مشترک تھے لہذا باقی ہی بدن کے دونوں حصۂ مغسول و غیر مغسول میں نسبت ملحوظ ہوگی مغسول زیادہ ہے تو تکمیل وضو کرے نہ حدث بلکہ جنابت کے لیے اور باقی مطلوب جنابت پر مسح اور غیر مغسول زیادہ ہے تو تیمم۔

مسئلہ ۱۰: صورت پنجم میں مطلوب حدث بعض اعضائے وضو ہیں اور مطلوب جنابت میں کُل تو وہ اعضائے وضو کہ حدث میں نہ دُھلے تھے بوجہ اشتراک ساقط ہوئے اور جتنے دُھل چکے تھے مقدور میں شامل ہوں گے تو مغسول حدث اور باقی بدن سے مغسول سابق یہ دونوں ایک فریق ہوئے اور باقی بدن کا غیر مغسول دوسرا فریق اگر فریق اول زائد ہے وضو کرے نہ حدث بلکہ جنابت کے لیے اور باقی مطلوب جنابت پر مسح اور اگر دوم زائد ہے تیمم۔ ہاں اگر اتنی دیر میں مغسول حدث میں ضرر پیدا ہوگیا تو یہ فریق دوم میں شامل ہوگا اب اگر پہلا فریق زائد ہو تو اعضائے وضو سے جس قدر حدث میں نہ دُھلے تھے اب دھوئے بغرض جنابت نہ بوجہ حدث اور جتنے دُھل چکے تھے اُن پر اور باقی بدن کے غیر مغسول پر مسح۔ اور دوسرا فریق زیادہ ہو تو تیمم۔

مسئلہ ۱۱: صورت ۱۱ میں مطلوب حدث کہ بعض اعضائے وضو ہیں مع زیادت داخل مطلوب جنابت ہیں تو مطلوب حدث مشترک ہوکر ساقط ہوا اور مغسول حدث بدستور شامل مقدور تو وہ اور باقی بدن کا مغسول پہلا فریق ہے اور غیر مغسول دوسرا اگر فریق اول ازید ہے جتنے اعضائے وضو جنابت میں نہ دُھلے اُنھیں جنابت کے لیے دھوئے اور باقی بدن کے غیر مغسول پر مسح اور فریق دوم زیادہ ہے تو تیمم مگر یہ کہ مغسول حدث کا جتنا ٹکڑا جنابت میں نہ دُھلا اُس میں ضرر تازہ پیدا ہوا تو وہ بھی فریق دوم میں شامل ہوگا اگر فریق اول زیادہ ہو اس ٹکڑے اور باقی بدن کے غیر مغسول پر مسح کرے اور مطلوب حدث بغرض جنابت دھوئے ورنہ تیمم۔

Marfat.com

الی الطریق الامم ، وابنه وحزبه و
امته و بارك وسلم ، ابد الاٰبدین ،
والحمد للہ رب العٰلمین ،

ہیں اور ان کے فرزند، ان کے گروہ اور ان کی امت
پر اور برکت وسلام سے بھی نوازے ہمیشہ ہمیشہ،
اور تمام تعریف سارے جہانوں کے مالک خدا
کے لیے ہے۔ (ت)

Marfat.com

بعد اسی شرط کا پابند رہے گا اگر اتنا پانی پایا کہ حدث کو کافی ہے اور جنابت کو کافی نہیں حدث کے حق میں تیمم ٹوٹ جائے گا اسے وضو کرنا لازم ہوگا بخلاف صورت مسئلہ ۱۲ کہ اُس میں تیمم صورۃً و معنیً ہر طرح ایک تھا تو حدث کے لیے کافی پانی سے نہ جائے گا جب تک جنابت کو کافی نہ ہو۔

مسئلہ ۱۵: جنابت کی تطہیر اگرچہ تیمم سے ہُوئی ہو یا پانی سے کوئی حصہ نہ دھویا ہو اُس کے بعد جو حدث ہوگا تمام و کمال مطلقاً مستقل رہے گا کہ جنابت رفع ہو چکی معدوم میں موجود کا اندراج کیا معنے مثلاً کسی مریض کو نہانا ضرر ہے وضو مضر نہیں اُسے جنابت ہُوئی اور حدث بھی اسے فقط تیمم کا حکم تھا تیمم کر لیا اب پھر حدث ہوا اور وہ یہ خیال کرے کہ مجھے تو حدث کے لیے بھی تیمم ہی کافی ہُوا تھا اب بھی تیمم کرلوں یہ نہیں ہو سکتا کہ جنابت کے لیے تو تیمم کر چکا وُہ حدث سے نہ ٹوٹے گا جب تک دوبارہ جنابت نہ ہو اب اگر یہ تیمم جنابت کے لیے کرتا ہے لغو ہے اور اگر حدث کے لیے کرتا ہے تو وضو پر تو وہ قادر ہے اس کے لیے تیمم کیسے کر سکتا ہے لاجرم وضو لازم ہے۔

مسئلہ ۱۶: ہاں اگر جنب نے پانی نہ پا کر تیمم کیا پھر حدث ہُوا پھر قابلِ جنابت پانی پایا اور استعمال نہ کیا کہ تیمم ٹوٹ گیا اور جنابت عود کر آئی اب یہ صورت اجتماع جنابت و حدث کی ہوگی اور دونوں کہاں کہاں ہیں اس کے لحاظ سے وہی صور اندراج و استقلال جاری ہوں گی جو ان میں سے پائی جائے مثلاً جنابت کے لئے صرف تیمم کیا تھا پھر حدث ہُوا پھر جنابت پلٹی تو اب یہ سارے بدن میں ہے جس میں اعضائے وضو بھی داخل لہٰذا حدث کہ مستقل تھا اب مندرج ہوگیا اور فقط قابلِ وضو پانی کا استعمال اُسے ضرور نہ ہوگا اور اگر بعد جنابت وضو کر لیا تھا پھر پانی نہ رہا تیمم کیا پھر حدث ہُوا پھر جنابت پلٹی تو اب یہ حدث مستقل ہی رہے گا کہ اعضائے وضو میں جنابت نہ رہی اور پلٹے گی اُتنی ہی جتنی باقی رہی تھی وقس علیہ (اور اسی پر قیاس کیا جائے۔ ت) یوں ہی اگر اس عود جنابت کے بعد حدث ہُوا تو اُنھیں تفاصیل و احکام پر رہے گا اگر بعد جنابت وعود اعضائے وضو سے دونوں وقت کچھ نہ دھویا تھا حدث بتمامہ مندرج ہو جائے گا اور اگر پہلے یا اب وضو کر لیا تھا اس کے بعد حدث ہوا بالکلیہ مستقل رہے گا اور اگر بعض اعضائے وضو دھو لئے تھے تو اس قدر میں مستقل باقی میں مندرج۔

واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم، و علمہ جل مجدہ اتم و احکم، وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی سیّدنا و مولٰینا محمد النبی الکریم الاکرم، الحبیب الرؤف الارأف الرحیم الارحم، وعلٰی اٰلہ وصحبہ سادۃ الامم، قادتنا

اور خدائے پاک و برتر خوب جاننے والا ہے اور اس کا علم بہت تام اور محکم ہے اس کا مجد جلیل ہے۔ اور خدائے برتر درود نازل فرمائے ہمارے آقا و مولٰی محمد نبی کریم اکرم، حبیب مہربان، مہربان تر، رحیم ارحم پر اور ان کی آل و اصحاب سرداران اقوام پر جو راہِ راست کی جانب ہماری قیادت کرنے والے

Marfat.com

صرف کرے یا بقیۂ جنابت کے دھونے میں پایا گیا۔ یہ مسئلۂ لُمعہ ہے لُمعہ بالضم یہاں وہ حصّۂ بدن ہے جو بعد جنابت سیلانِ آب سے رَہ گیا۔

اقول یہاں تین تقسیمیں ہیں :

تقسیم اوّل بلحاظ محل لمعہ۔ اُس میں سات احتمال ہیں :

(۱) وہ لُمعہ خود یہی اعضائے وضو ہوں انھیں کو غسل میں نہ دھویا تھا پھر حدث بھی ہوا، اور یہ صورت وہ ہے کہ کلی اور ناک میں پانی پہنچانا ہو چکا ہو ورنہ صرف اُن اعضا میں جنابت نہ ہو گی جن کا وضو میں دھونا فرض ہے جس پر پانی کی کفایت و عدم کفایت کا مدار ہے کہ یہاں کافی سے وہی مراد ہے جو ادائے فرض کر دے ولہذا محدث[1] اگر اتنا پانی پائے کہ مُنہ ہاتھ پاؤں ایک ایک بار دھولے نہ تثلیث کو کافی ہو نہ مضمضہ و استنشاق کو تو اُس پر وضو فرض ہے تیمم جائز نہیں اور بعد تیمم اتنا پانی پائے تو تیمم ٹوٹ جائے گا۔

(۲) لُمعہ تمام اعضائے وضو مع زیادت ہوں کہ وضو بھی نہ کیا اور باقی بدن کا بھی بعض حصہ نہ دھویا تھا اگرچہ اسی قدر کہ مضمضہ و استنشاق نہ کیا تھا۔

(۳) لمعہ صرف بعض اعضائے وضو ہو یعنی ان کے سوا تمام بدن مع دہان و بینی اور ان میں سے بعض دھولیے تھے بعض باقی۔

(۴) لمعہ بعض اعضائے وضو مع بعض باقی بدن ہو مثلاً نصف وضو کیا اور باقی نصف بدن دھویا یا مثلاً صرف منہ دھونا اور مضمضہ باقی تھا۔

(۵) لُمعہ بعض وضو مع جمیع باقی بدن ہو کہ صرف اعضائے وضو سے کچھ دھوئے۔

(۶) لمعہ اعضائے وضو سے جُدا بعض باقی بدن ہو اگرچہ اسی قدر کہ پُورا نہایا اور مضمضہ و استنشاق نہ کیا۔

(۷) لمعہ جمیع باقی بدن ہو کہ صرف وضو بے مضمضہ و استنشاق کیا۔

تقسیم دوم بنظرِ ترتیب حدث و تیمم و وجدان آب۔ علمانے کچھ مفصّل کچھ مجمل ان شقوق کی طرف توجہ فرمائی کہ تیمم جنابت کے بعد حدث ہوا یا پہلے اور بعد ہوا تو اُس کے لیے تیمم کے بعد پانی ملا یا پہلے **اقول** یہاں چار چیزیں ہیں :

(i) تیمم جنابت

(ii) حدث

(iii) تیمم حدث

(iv) وجدان آب

Marfat.com

رسالہ

۳۶ مُجلّی الشمعۃ لجامعٍ حدثٍ ولمعۃ ۱۳

(حدث اور لمعہ رکھنے والے سے متعلق شمع افروز)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی جلّی الشمعۃ ٭ شمعۃ الاسلام باوفی لمعۃ ٭ حمدا بریًا عن الریاء والسمعۃ ٭ اذ اظھر انوار من عیّد الجمعۃ ٭ وفتح بنورہ بصر المؤمن و سمعہ ٭ واتم بظھورہ قلع کل ضلال و قمعہ ٭ صلی اللہ تعالٰی علیہ و بارک وسلم ابدا صلاۃ وسلاما و برکات تعم ذویہ وتجمع جمعہ ٭ اٰمین۔

تمام حمد خدا کے لیے جس نے شمع فروزاں کی، شمع اسلام کو بھرپور تابندگی کے ساتھ جلوہ گر کیا، ایسی حمد جو ریا و سمعہ سے پاک ہو اس لیے کہ اس نے اس ذات کے انوار ظاہر کیے جس نے جمعہ کو عید بنایا اور جس کے نور سے مومن کی بصارت و سماعت کھولی، اور اس کے ظہور سے ہر گمرہی کا قلع قمع تمام کیا اس ذات پر خدائے برتر کی طرف سے درود اور برکت و سلام ہو، ایسا درود و سلام اور ایسی برکتیں جو حضور کے سبھی لوگوں کو عام اور ان کی پوری جماعت کو ہمہ گیر ہو۔ الٰہی قبول فرما۔ (ت)

رسالۃ الطلبۃ البدیعہ میں مسئلہ لُمعہ کا ذکر آیا اور اُس میں تفاصیل کثیرہ ہیں کہ کتابوں میں نہ ملیں گی اُن کے بیان میں یہ سطور ہیں و باللہ التوفیق (اور یہ اللہ تعالٰی کی توفیق سے ہے۔ ت) جنب نے بدن کا کچھ حصّہ دھویا کچھ باقی رہا کہ پانی نہ رہا پھر حدث ہوا کہ موجب وضو ہے اب جو پانی ملے اُسے وضو و رفع حدث میں

Marfat.com

قابل تو اُسے کس طرف صرف کرے باقی صورتکمیل اقسام کے لیے ہیں یہ سوال وہیں عائد ہوگا جہاں حدث مستقل ہو کہ حدث مندرج اپنا کوئی حکم ہی نہیں رکھتا نہ وہ اپنے لیے پانی کا طالب، اور ہم رسالہ الطلبۃ البدیعہ میں واضح کر چکے کہ جنب کا حدث مستقل نہ ہوگا مگر جبکہ کُل یا بعض اعضائے وضو سے پانی یا مٹی سے جنابت کے زوال کلی یا عہ موقت کے بعد حادث ہوا اور حدث جب حادث ہوگا کُل اعضائے وضو پر طاری ہوگا تو وہ صورت جس پر اس مسئلہ لمعہ میں کلام ہے اقسام مسطورۂ رسالۂ مذکورہ سے صورتِ اولیٰ کے اقسام پر ہے جس میں حدث کُل اعضائے وضو میں تھا اُس کی آٹھ قسمیں تھیں جنابت کُل یا بعض اعضائے وضو میں تنہا یا مع بعض یا کل باقی بدن ہو یا اعضائے وضو میں اصلا نہ ہو صرف بعض یا کُل باقی بدن میں ہو ان میں سے قسم سوم کہ جنابت کُل اعضائے وضو مع جمیع باقی بدن میں ہو یہاں نہیں کہ کلام لمعہ میں ہے یہ لمعہ نہ ہوا سارے بدن میں جنابت ہوئی باقی سات یہی سات ہیں جو ابھی تقسیم اوّل میں مذکور ہوئیں۔ یہ ان چار انواع تقسیم دوم سے مل کر اٹھائیس ۲۸ ہوتیں مگر ان میں چار وہ ہیں جن میں حدث اصلاً مستقل نہیں یعنی تقسیم اول کی دو قسم پیشین جن میں جنابت جمیع اعضائے وضو میں ہے تقسیم دوم کی دو نوع اوّل سے مل کر جن میں حدث تیمم جنابت سے پہلے ہے لہٰذا یہ چار اس مسئلہ میں ملحوظ نہیں۔ **اقول** اور ان کا حکم ظاہر پانی لمعہ کے لیے کافی دیکھا جائے گا اگر ہے اُس کا دھونا واجب اُس کے ساتھ حدث خود ہی دُھل جائے گا ولہٰذا پہلی صورت میں کہ جنابت صرف کُل اعضائے وضو میں تھی وضو کے قابل پانی پانے سے وضو واجب ہوگا نہ حدث بلکہ جنابت کے لیے، اور اگر پانی لمعہ کو کافی نہیں تو استعمال اصلاً ضروری نہیں اگرچہ وضو کے لیے کافی ہو ہاں تقلیل لمعہ کے لیے اسے استعمال کرے گا جس میں اختیار رہے گا کہ خواہ وضو کرے خواہ باقی بدن میں جو لمعہ ہے اُسے دھولے خواہ بعض وہ اور بعض اعضائے وضو دھولے اور اگر پانی اُن میں ہر ایک کے بعد بچے تو چاہے باقی بدن کا لمعہ دھوئے اور کچھ اعضائے وضو یا وضو پورا کرے اور کچھ لمعہ دھوئے ہاں دونوں صورتوں میں وضو اولیٰ ہے کہ ادائے سنّت ہے کما تقدم عن الکافی وشرح الزیادات للعتابی فی الطلبۃ البدیعۃ (جیسا کہ کافی اور عتابی کی شرح زیادات کے حوالے سے الطلبۃ البدیعۃ میں گزرا۔ ت) باقی رہیں چوبیس ۲۴ اُن میں اٹھارہ ۱۸ کا حدث مطلقاً مستقل ہے یعنی تقسیم اول کی ساتوں قسمیں تقسیم دوم کی اخیرین سے مل کر کہ چودہ ۱۴ ہوئیں اس لیے کہ حدث بعد تیمم ہمیشہ مستقل ہوتا ہے نیز تقسیم اوّل کی دو قسم اخیر دوم کی اولین سے مل کر چار ہوئیں اس لیے کہ یہاں جنابت خود ہی اعضائے وضو میں نہیں تو حدث اگرچہ اُس کے

عہ بعد جنابت اگر پورا وضو کر لیا کل اعضائے وضو سے جنابت کا زوال کلی ہوگیا اور بعض دُھلے تو بعض سے اور اگر صرف تیمم کیا تو کُل اعضا سے وقت وجدان آب تک زوال ہوا ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

Marfat.com

ان کے اختلاف ترتیب میں عقلی احتمال چوبیس ہیں لیکن یہاں چند نکتے ہیں کہ اُن میں سے بہت کو کم کردیں گے ۔

اولاً وجدانِ آب کے بعد فرضِ صورت کا مرتبہ نہیں بلکہ بیانِ حکم کا کہ پانی پایا تو کیا کرے ،

ولہذا لما ذکر الامام الاسبیجابی فی شرح الطحاوی ما اذا وجد الماء بعد التیمم للجنابة لم یزد علی انہ ان کفاہ غسل والا فتیممہ باق[1] ۔

اسی لیے جب امام اسبیجابی نے شرح طحاوی میں تیمم جنابت کے بعد پانی ملنے کی صورت بیان کی تو اس سے زیادہ نہ کہا کہ "وہ پانی اگر کافی ہو تو غسل کرے ورنہ اس کا تیمم باقی ہے ۔ (ت)

تو چوبیس میں وہ چھ جن کی ابتدا میں وجدانِ آب ہے صرف ایک رہی کہ جنب نے ابھی نہ تیمم کیا تھا نہ حدث ہوا کہ پانی پایا یُوں ہی باقی ۱۸ میں جہاں وجدانِ آب وسط میں آئے تصویر اس پر ختم کر دی جائے کہ رباعی کی جگہ ثلاثی یا ثنائی رہ جائے ۔

ثانیاً مذہب صحیح[1] و معتمد پر نیت تیمم میں تعیین حدث و جنابت لغو ہے تو باقی ۱۸ میں وہ چھ جن کی ابتدا میں تیمم جنابت ہے اور وہ چھ جن کے آغاز میں تیمم حدث ہے متحد ہیں اور اگر تعیین ہی کیجئے تو تیمم حدث پیش از حدث باطل ہے یُوں بھی یہ چھ نکل جائیں گے ۔

ثالثاً جس ترتیب میں دونوں تیمم متصل واقع ہوں ایک واجب الحذف ہے کہ تیمم بعد تیمم لغو ہے یوں ان ۱۸ سے پانچ رہ جائیں گی اور اس ایک سے مل کر ۶ ۔ ایک یہ کہ بعد جنابت پانی پا لیا ابھی تیمم و حدث کچھ نہ ہوا تھا دوسری یہ کہ تیمم جنابت کے بعد پایا ابھی حدث نہ تھا یہ دو یہاں قابلِ لحاظ نہیں کہ اُن میں حدث و جنابت کا اجتماع ہی نہیں ۔ اور اُن کا حکم خود ظاہر، پہلی میں اگر پانی غسل کو کافی ہے غسل کرے ورنہ تیمم دُوسری میں اگر پانی کافی ہے تیمم ٹوٹ گیا نہائے ورنہ نہیں، باقی چار یہ ہیں :

(۱) حدث کے بعد پانی پایا ابھی تیمم نہ کیا تھا، یہ دوم متروک کی طرح ثنائی ہے یعنی اُن چار چیزوں سے اس میں دو ہیں ۔

(۲) حدث ہُوا پھر تیمم کیا پھر پانی پایا ۔

(۳) تیمم کیا پھر حدث ہوا پھر پانی پایا یہ دونوں ثلاثی ہیں ۔

(۴) تیمم کیا پھر حدث ہوا پھر تیمم کیا پھر پانی پایا یہ رباعی ہے ۔

ثم اقول مسئلہ لمعہ میں معظم مقصود یہ بتانا ہے کہ حدث و جنابت دونوں جمع ہوں اور پانی ایک کو

---

[1] شرح الطحاوی للاسبیجابی

Marfat.com

غیر ان عبارته ابعد العبارات عن احاطة
الاقسام لتخصیصه الکلام بلمعة فی
الظهر فقد اختار القسم السادس من
الاقسام السبعة عینا وبالجملة الظاهر
المتبادر من کلامهم رحمهم الله تعالٰی
ورحمنا بهم قصر الکلام علی القسمین
الاخیرین الذین فیهما الحدث خارج
اعضاء الوضوء والله تعالٰی اعلم بمراد
عباده۔

تعبیر فرمایا ۔۔۔ سوا اس کے کہ لمعۂ پشت سے
خاص کر دینے کی وجہ سے ان کی عبارت احاطۂ اق
کے معاملہ میں سب سے زیادہ بعید ہے ۔ پھر انھ
نے ساتوں اقسام میں سے قسم ششم خاص طور
اختیار کی بالجملہ کلماتِ علماء سے ظاہر متبادر یہی ہے کہ
ان اخیر دو قسموں میں محدود ہے جن میں حدث اع
وضو کے باہر ہے ۔ خدا ان حضرات پر رحمت فرمائے
اور ان کی برکت سے ہم پر رحم فرمائے اور خدائے
کو اپنے بندوں کی مراد خوب معلوم ہے ۔ (ت)

ثمّ اقول تقسیم اوّل کی ہر قسم میں یہ پانچوں صنفیں نہ ہوسکیں گی ۔

قسم اوّل میں صرف دو ہوں گی کہ پانی وضو کو کافی ہے یا نہیں کہ وضو و لمعہ متحد ہیں تو پہلی[عہ] تین صنفیں ایک ہیں اور چہارم ناممکن ۔ لہذا قسم اوّل[۲] کر دو نوع آخر سے دو تھی ان دو صنفوں سے چار ہو

قسم دوم میں تین کہ صرف وضو کو کافی ہو یا مجموع کو کہ لمعہ ہے یا کسی کو نہیں یہاں دوم و چہارم محال تو یہ قسم دو نوع آخر پھر ان تین صنفوں سے چھ ہوئی ۔

قسم سوم میں دو نوع آخر کے ساتھ پورا حدث مستقل ہے تو کامل وضو کا طالب لہذا یہاں بھی تین ہی صنفیں ہوں گی صرف لمعہ کو کافی ہو یا مجموع کو کہ وضو ہے یا کسی کو نہیں ۔ یہاں اول و چہارم محال او دو نوع اول کے ساتھ بعض حدث مستقل ہے تو اپنے ہی قابل پانی چاہے گا اور اب پانچوں صنفیں ہوں گی کہ یہاں اعضائے وضو دو حصے ہو گئے ایک میں جنابت ہے جو بعد جنابت نہ دھویا تھا دوسرے میں حدث مستقل اب ہوسکتا ہے کہ پانی صرف اس حدث کو کافی ہو جبکہ یہ حصہ چھوٹا ہو یا صرف جنابت کو جبکہ وہ حصہ کم ہو اور دونوں صورتوں میں پانی بڑے کے قابل نہیں یا پورے وضو کو کافی ہو کہ مجموعہ ہے یا ہر حصے کو جدا جدا جبکہ و

عہ یا یوں کہیے کہ پہلی دو بھی ناممکن صرف سوم و پنجم ہیں ۔ ظاہر ہے کہ مجموع کو کافی ہونے کے یہ معنی کہ اُس سے دونوں ادا ہوسکیں یہ یہاں حاصل ہے ۱۲ منہ غفرلہ (م)

عہ۲ یہ اختلاف تعبیر ملحوظ رہے کہ قسم سے مراد تقسیم اوّل کے اقسام ہیں اور نوع سے تقسیم دوم کے اور صنف سے تقسیم سوم کے ۱۲ منہ غفرلہ (م)

Marfat.com

پہلے ہی مستقل ہوگا۔ باقی چھ یعنی تقسیم اول کی ۳۔۴۔۵ تقسیم دوم کی ۱۔۲ سے مل کر ان میں پورا حدث مستقل نہیں بلکہ اُتنے ہی حصّہ اعضائے وضو کا جو بعد جنابت دُھل چکے تھے ان ۱۰ میں حدث پورے وضو کا پانی چاہیے گا اور ان چھ میں صرف اُتنا جو اس حصّہ کو دھوئے جس میں یہ مستقل ہے۔ یہ یاد رکھیے کہ آگے کام دے گا۔

تقسیم سوم پانی کہ پایا کس مقدار کا تھا اس میں علما نے پانچ اصناف فرمائیں:

(۱) صرف وضو کو کافی

(۲) صرف لمعہ کو کافی

(۳) مجموع کو کافی

(۴) ہر ایک کو جدا جدا کافی کہ چاہے وضو کرلے یا لُمعہ دھولے دونوں نہ ہوسکیں۔

(۵) اصلاً کافی نہیں اکثر کتب مثل شرح طحاوی[1] و خزانۃ المفتین[2] و منیہ[3] و حلیہ[4] و شرح[5] وقایہ و ردالمحتار[6] میں وضو و لمعہ سے تعبیر فرمائی۔

وانا اقول تعبیر[1] حدث و جنابت سے جس طرح خلاصہ میں فرمائی اس سے اولٰی ہے اور حق[2] تعبیر تقیید حدث بمستقل ورنہ اطلاق حدث سے کل حدث متبادر، اور ہم ابھی ثابت کرچکے کہ یہاں چھ صورتوں میں حدث کا صرف ایک پارہ مستقل ہوتا ہے اُس کے لیے وضو کو کافی پانی درکار نہیں بلکہ صرف اُتنے ٹکڑے کو۔

والکافی[3] والھندیۃ وان عبرا بالحدث و اللمعۃ فقد قالا لو صرفہ الی الوضوء جاز اتفاقا[1] وقال فی الکافی فی الاٰخر ثم وجد ما یکفی لاحدھما ای لبقیۃ بدنہ اولمواضع وضوئہ[2] اھ وقال فی السراج الوھاج ومنحۃ الخالق فی مسألۃ اللمعۃ لو توضأ بذلک الماء لم یجز[3] اھ وصدر[4] الشریعۃ و ان عبر فی موضعین بالحدث والجنابۃ

اور کافی و ہندیہ میں اگرچہ حدث و لمعہ سے تعبیر کی پھر بھی یہ فرمایا "اسے اگر وضو میں صرف کیا تو بالاتفاق جائز ہے"۔ اور کافی کے اندر آخر میں فرمایا "پھر اتنا پانی پایا جو دونوں میں سے ایک کے لیے کافی ہے یعنی بقیہ بدن کے لیے یا مواضع وضو کے لیے" اھ۔ سراج وہاج اور منحۃ الخالق میں لمعہ کے مسئلہ میں فرمایا "اگر اس پانی سے وضو کیا تو جائز نہیں" اھ اور صدر الشریعۃ نے اگرچہ دو جگہ حدث و جنابت سے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ ما ینقض التیمم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۹

[2] کافی

[3] منحۃ الخالق مع البحر باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۳۹

Marfat.com

ولایکفی للوضوء وانکان یکفی للوضوء لا للمعۃ یتوضأ ویتیمم[عہ۱] لاجل اللمعۃ وانکان الماء یکفی لاحدھا علی الانفراد فانہ یغسل اللمعۃ ویتیمم للحدث اھ[۱]
خلاصہ اغتسل وبقی لمعۃ یتیمم فان وجد الماء غسل اللمعۃ ولا یتیمم فان[عہ۲] احدث قبل غسل اللمعۃ ثم وجد الماء ان کفی لھما یصرفہ الیھما وانکان لایکفی لواحد منھما یتیمم للحدث وتیممہ للجنابۃ باق ویستعمل ذلک الماء فی اللمعۃ لتقلیل الجنابۃ

اور وضو کے لیے کفایت نہ کرتا ہو۔ اور اگر وضو کے لیے کفایت کرے لمعہ کے لیے نہیں تو وضو کرے اور لمعہ کی وجہ سے تیمم کرے۔ اور اگر پانی تنہا کسی ایک کے لیے کافی ہو تو لمعہ دھوئے اور حدث کے لیے تیمم کرے۔
خلاصہ غسل کیا اور لمعہ رہ گیا تو تیمم کرے پھر اگر پانی مل جائے تو لمعہ دھوئے اور تیمم نہ کرے۔ اگر لمعہ دھونے سے پہلے اسے حدث ہو پھر اسے پانی ملے اگر دونوں کے لیے کافی ہو تو دونوں میں صرف کرے اور اگر دونوں میں سے کسی کے لیے کافی نہ ہو تو حدث کے لیے تیمم کرے اور اس کا تیمم جنابت باقی ہے۔ وہ پانی تقلیل جنابت کے لیے لمعہ میں استعمال کرے گا۔

عہ۱ قولہ ویتیمم لاجل اللمعۃ ساقط من نسخۃ شرح علیھا الشارحان المحققان فانصرف الکلام الی ما وجد الماء بعد التیمم للمعۃ وھو ثابت فی نسخۃ المتن فوجب انیکون الکلام فی وجدان الماء قبل التیمم لھما ولزم ان یکون المراد اللمعۃ فی غیر اعضاء الوضوء کالصورۃ الاولی فی شرح الوقایۃ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

عہ۲ قولہ احدث ای بعد التیمم للمعۃ بدلیل قولہ یتیمم للحدث وتیممہ للجنابۃ باق ۱۲ منہ غفرلہ (م)

لفظ "ویتیمم لاجل اللمعۃ" (اور لمعہ کی وجہ سے تیمم کرے) اس نسخہ سے ساقط ہے جس پر دونوں محقق شارحوں نے شرح کی ہے تو کلام لمعہ کا تیمم کرنے کے بعد پانی پانے والی صورت کی طرف راجع ہوگیا ــــ اور یہ لفظ متن کے نسخہ میں ثابت ہے تو ضروری ہے کہ دونوں کا تیمم کرنے سے پہلے پانی ملنے کی صورت میں کلام ہو۔ اور لازم ہے کہ وہ لمعہ مراد ہو جو اعضائے وضو کے علاوہ میں ہو جیسے شرح وقایہ کی صورت اولٰی ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

"اسے حدث ہو" ــــ یعنی لمعہ کا تیمم کرنے کے بعد جس پر یہ عبارت دلالت کر رہی ہے: "تو حدث کے لیے تیمم کرے اور اس کا تیمم جنابت باقی ہے"۔ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[۱] منیۃ المصلی فصل فی التیمم مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۶۰

Marfat.com

دونوں برابر ہوں یا کم وبیش اور پانی بڑے کو کافی ہے نہ مجموع کو یا[۵] کسی کو کافی نہیں جبکہ دونوں برابر ہوں یا پانی چھوٹے سے بھی کم تو دس[۱۰] یہ چھ وہ سولہ ہوئیں۔

قسم چہارم چاروں نوعوں کے ساتھ پانچ ہے کہ مطلوب حدث کل وضو ہو جیسے دو نوع آخر کے ساتھ یا بعض وضو جیسے دو نوع اول کے ساتھ بہر تقدیر اُسے مطلوب جنابت سے کہ بعض وضو و بعض باقی بدن ہے کمی بیشی مساوات ہر نسبت ممکن۔ بیشی یوں کہ جنابت میں رُو و پشت سے دو دو انگل جگہ رہی تھی ظاہر ہے کہ اعضائے ثلٰثہ کو اس سے بہت زائد پانی درکار ہوگا وقس علیہ تو یہ قسم بیس[۲۰] ہوئے۔

قسم پنجم ہر نوع کے ساتھ چار رہی ہے کہ تنہا جمیع باقی بدن کل محلِ وضو سے زائد ہے تو یہاں صنفِ دوم ناممکن ہے اور یہ قسم سولہ[۱۶]۔

قسم ششم میں بہرحال پانچوں ہونا ظاہر کہ اعضائے وضو کو بعض باقی بدن سے ہر نسبت متصور، تو یہ بھی بیس[۲۰] ہے۔

قسم ہفتم میں صنف دوم محال اور مثل پنجم سولہ[۱۶]۔ لہٰذا مسئلۂ لمعہ میں سب صورتیں **اٹھانوے**[۹۸] ہوئیں، کتب اکابر میں بہت کم کا بیان ہے اگرچہ ظاہر تبادر اقتصار بدو قسم آخر پر رکھیں جب تو بہت کم رہیں گی حتی کہ سب سے زیادہ تفصیل والی کتاب شرح وقایہ میں ۹۸ میں سے صرف پندرہ[۱۵] ورنہ احاطہ بہرحال نہیں ہوسکتا کہ اصناف ہی کا احاطہ نہ فرمایا صور درکنار تفصیل مسئلہ اس وقت دس[۱۰] کتابوں سے پیش نظر شرح[۱] مختصر الطحاوی للامام الاسبیجابی پھر خزانۃ[۲] المفتین، خلاصہ[۳]، کافی[۴] پھر ہندیہ[۵]، منیہ[۶]، حلیہ[۷] پھر ردالمحتار[۸] سراج[۹] وہاج، صدر[۱۰] الشریعۃ۔ سراج سے منحۃ الخالق نے کچھ نقل کرکے باقی کا اُس پر حوالہ کر دیا اور البحرالرائق نے زیر قول مصنّف لبعدہ میلا ضمناً صرف ایک صورت کی طرف اشعار فرمایا۔ منیہ نے صرف نوعِ اول لی اور اس میں بھی تین ہی صنفیں۔ خلاصہ نے نوع سوم پر اقتصار فرمایا۔ کافی و ہندیہ نے نوعِ چہارم میں پانچوں اصناف اور دوم و سوم میں صرف صنف چہارم۔ شرح طحاوی و خزانۃ المفتین و حلیہ و ردالمحتار نے دو نوع اخیر میں پانچوں صنف۔ شرح وقایہ نے نوع دوم کا بھی اضافہ فرمایا مگر کلام کو تصریحاً صرف قسم ششم سے خاص فرما دیا۔ عبارات یہ ہیں:

منیہ جنب اغتسل وبقی لمعۃ ولیس معہ ماء تیمم للمعۃ وان وجد ماء بعد ما احدث یغسل اللمعۃ ویتیمم للحدث اذا کان الماء یکفی للمعۃ

منیہ کسی جنب نے غسل کیا، لمعہ رہ گیا اور اس کے پاس پانی نہیں تو لمعہ کے لیے تیمم کرے اور اگر حدث ہونے کے بعد پانی پا جائے تو لمعہ دھوئے اور حدث کے لیے تیمم کرے جبکہ پانی لمعہ کے لیے کفایت کرتا ہو

Marfat.com

علی بدنہ لمعۃ احدث قبل ان یتیمم تیمم لہما واحدا فان وجد ما یکفی لاحدھما غیر عین صرفہ الی اللمعۃ ویعید التیمم للحدث عند محمد[1] جنب معہ ماء کاف للوضوء تیمم ولو یتوضأ فان توضأ[1] وتیمم لجنابتہ فاحدث تیمم لحدثہ فان وجد ماء یکفی لاحدھما صرفہ الی الجنابۃ ویعید تیممہ للحدث عند محمد[2] اھ **حلیہ وردالمحتار** الواجد للماء بعد ما تیمم للجنابۃ ثم احدث بعد ذلک علی وجہین احدھما ان یجد الماء قبل ان[2] یتیمم للحدث فالماء اما ان یکون کافیا للمعۃ والوضوء فیغسلہا ویتوضأ

پہلے (حدث کا ـــــ جیسا کہ ہندیہ میں ہے) تیمم کرلیا تو امام محمد کے نزدیک جائز نہیں اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے۔ اور اگر ان میں سے کسی کے لیے کافی نہ ہو تو دونوں کا تیمم باقی ہے۔ کوئی جنب جس کے بدن پر لمعہ ہے اُسے تیمم سے پہلے حدث ہوا تو دونوں کے لیے ایک ہی تیمم کرے پھر اگر اتنا پانی ملے جو غیر معین طور پر کسی ایک کے لیے کافی ہو تو اُسے لمعہ میں صرف کرے اور امام محمد کے نزدیک حدث کے تیمم کا اعادہ کرے ـــــ کسی جنب کے پاس وضو کے لیے بقدر کفایت پانی ہے تو وہ تیمم کرے اور وضو نہ کرے پھر اگر اس نے وضو کرلیا اور جنابت کا تیمم کیا پھر اسے حدث ہوا تو اپنے حدث کا تیمم کرے ـــــ اب اگر

---

[1] **اقول** ای عبثا عند ھذا الامام ومن معہ او مقللا للجنابۃ عند الاکثرین او خارجا عن الخلاف کما بحثتہ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اقول یعنی اس امام اور ان کے موافق حضرات کے مذہب پر عبث و بے فائدہ طور پر وضو کرلیا۔ یا اکثر حضرات کے نزدیک تقلیل جنابت کے لیے وضو کرلیا یا اختلاف سے نکلنے کے لیے وضو کیا، جیسا کہ میں نے بحث کی ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[2] **اقول** القبلیۃ لا تقتضی وجود مدخولہا قال تعالی قل لوکان البحر مدادا لکلمٰت ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمٰت ربی فالمعنی

اقول قبلیت اپنے مدخول کے وجود کی مقتضی نہیں۔ ارشادِ باری تعالٰی ہے: "تم فرمادو اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لیے روشنائی ہوجائے تو سمندر ختم ہوجائے اس سے قبل کہ میرے رب کی باتیں ختم ہوں" ـــــ

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ ما ینقض التیمم پشاور ۱/۲۹
[2] کافی

Marfat.com

فان کفی لاحدھا دون الاٰخر صرف الیہ وان کفی لکل علی الانفراد یغسل اللمعۃ ویتیمم للحدث اھ[1] **کافی و ھندیہ** جنب اغتسل وبقی لمعۃ یتیمم فان تیمم ثم احدث تیمم للحدث فان تیمم[عہ1] (ای للحدث) فوجد ماء یکفیھما صرفہ الیھما وان کفی معینا صرفہ الیہ والتیمم للاٰخر باق وان کفی واحدا غیر عین صرفہ الی اللمعۃ واعاد تیممہ للحدث عند محمد وعند ابی یوسف لا یعید فان[عہ2] لم یکن تیمم للحدث قبل وجود ھذا الماء فتیمم (ای للحدث کما فی الھندیۃ) قبل غسل اللمعۃ لم یجز عند محمد وعند ابی یوسف یجوز وان لم یکف[عہ3] واحدا بقی تیممھا جنب

اگر ایک کے لیے کافی ہو دُوسرے کے لیے نہیں تو اسی میں اسے صرف کرے ـــ اور اگر تنہا ہر ایک کے لیے کافی ہو تو لمعہ کو دھوئے اور حدث کے لیے تیمم کرے اھ۔ **کافی و ہندیہ** کسی جنب نے غسل کیا اور لمعہ رہ گیا تو تیمم کرے۔ اگر تیمم کرلیا پھر حدث ہوا تو حدث کا تیمم کرے۔ پھر اگر ـــ حدث کا ـــ تیمم کرلینے کے بعد اتنا پانی ملا جو دونوں کو کافی ہو تو دونوں میں صرف کرے۔ اور اگر کسی ایک معین کے لیے کافی ہو تو اسی میں صرف کرے اور دوسرے کا تیمم باقی ہے۔ اور اگر کسی ایک کے لیے غیر معین طور پر کافی ہو تو اسے لمعہ میں صرف کرے اور اپنے تیمم حدث کا اعادہ کرے امام محمد کے نزدیک ـــ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اعادہ نہیں ـــ اگر یہ پانی ملنے سے پہلے حدث کا تیمم نہ کیا تھا تو لمعہ دھونے سے

عہ1 ای تیمم للمعۃ ثم احدث فتیمم لہ ثم وجد الماء ۱۲ منہ غفر لہ (م)

یعنی لمعہ کی وجہ سے تیمم کیا پھر اسے حدث ہوا تو اس کا تیمم کیا پھر اسے حدث ہوا تو اس کا تیمم کیا پھر اسے پانی ملا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عہ2 ای تیمم للمعۃ ثم احدث فوجد الماء قبل ان یتیمم لہ وھو یکفی لاحدھما غیر معین فان غسل اللمعۃ ثم تیمم للحدث جاز بالاتفاق وان عکس ففیہ خلاف ۱۲ منہ غفر لہ (م)

یعنی لمعہ کی وجہ سے تیمم کیا پھر اسے حدث ہوا تو اس کا تیمم کرنے سے پہلے پانی ملا جو دونوں میں سے ایک کے لیے غیر معین طور پر کافی ہے۔ تو اگر لمعہ دھولیا پھر حدث کا تیمم کیا تو بالاتفاق جائز ہے اور اگر برعکس کیا تو اس میں اختلاف ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عہ3 رجع الی الکلام السابق اکمالا للتخمیس ۱۲ منہ غفر لہ (م)

پانچویں صورت کی تکمیل کے لیے کلام سابق کی جانب رجوع کیا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی الموضوع فی الفلوات مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۳

Marfat.com

لبقاء اللمعة ولو احدث قبل التیمم یتیمم تیمما واحدا للمعة والحدث جمیعا کما اذا احدث مرارا لا یجب علیه اکثر من وضوء واحد ولو احدث بعد التیمم ثم وجد الماء (عـ۱) فهو علی خمسة اوجه اذا کفاهما جمیعا یغسل اللمعة ویتوضؤ للحدث وان کان لا یکفیهما (عـ۲) یغسل مقدار ما یکفیه حتی تقل الجنابة ویتیمم ولو کفی للمعة (عـ۳) یغسل اللمعة ویتیمم للحدث ولو کفی للوضوء دون اللمعة یتوضأ ولا یغتسل اللمعة وهو کالجنب اذا تیمم ثم احدث ثم وجد الماء یکفیه للوضوء یتوضؤ به ولو کفی لکل علی الانفراد لا جمیعا یغسل اللمعة لان الجنابة اغلظ ثم یتیمم للحدث ولو بدأ بالتیمم ثم غسل اللمعة لا یجوز علیه ان یتیمم بعد الغسل وفی النوادر ان علیه (عـ۴)

صورت یہ کہ حدث کا تیمم کرنے کے بعد پانی ملے۔ الخ اس میں بھی سابق کی طرح پانچ صورتیں ذکر کیں۔"

شرح طحاوی و خزانۃ المفتین مسافر کو جنابت لاحق ہوئی تو اس نے غسل کیا پھر اسے معلوم ہوا کہ لمعہ رہ گیا تو وہ تیمم کرے اس لیے کہ لمعہ باقی رہ جانے کی وجہ سے وہ جنابت سے باہر نہ ہوا ــــ اور اگر قبل تیمم اسے حدث ہوا تو لمعہ اور حدث دونوں کے لیے ایک ہی تیمم کرے ـــ جیسے بار بار حدث ہو تو اس پر ایک وضو سے زیادہ واجب نہیں۔ اور اگر بعد تیمم اسے حدث ہوا پھر پانی ملا تو اس کی پانچ صورتیں ہیں: (۱) جب دونوں کو پانی کافی ہو تو لمعہ دھوئے اور حدث کے لیے وضو کرے (۲) اور اگر دونوں کے لیے غیر کافی ہو تو جس حصہ تک کفایت کرے دھولے تاکہ جنابت کم ہو اور تیمم کرے (۳) اگر لمعہ کے لیے کافی ہو تو لمعہ دھوئے اور حدث کا تیمم کرے (۴) اگر وضو کے لیے کافی ہو لمعہ کے لیے نہیں تو وضو کرے اور لمعہ نہ دھوئے اور وہ اس جنب کی طرح ہے جو تیمم کرے

عـ۱ ای قبل ان یتیمم للحدث لان الوجدان بعده یأتی بعده ۱۲ منه غفر له (م).

عـ۲ ای شیأ منهما ۱۲ منه غفر له (م)

عـ۳ ای دون الوضوء ۱۲ منه غفر له (م)

عـ۴ **اقول** ای له ولك ان تقول وان التخییر لا ینافی الوجوب کما فی کفارة الیمین ۱۲ منه غفر له (م)

یعنی حدث کا تیمم کرنے سے پہلے ـــ اس لیے کہ اس کے بعد ملنے کا ذکر آگے آرہا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

یعنی دونوں میں سے کسی کے لیے کافی نہ ہو ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

یعنی وضو کے لیے کافی نہ ہو ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

اقول یعنی اسے اختیار ہے۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ تخییر منافی وجوب نہیں جیسے کفارۂ یمین میں۔ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

Marfat.com

اما غیر کاف لاحدھما فیتیمم للحدث
واما کافیا للمعة دون الوضوء فیصرفه
الی اللمعة ویتیمم للحدث واما کافیا
للوضوء دون اللمعة فیتوضأ ولا یغسل
اللمعة ولا یتیمم لها واما کافیا لاحدھما
غیر عین فیغسل اللمعة ویتیمم للحدث
الوجه الثانی ان یجد الماء بعد ان
یتیمم للحدث الخ فیه ذکر الخمسة علی
نحو ما مر **شرح طحاوی** و
خزانة المفتین المسافر اجنب
فاغتسل ثم علم انه بقی لمعة فانه
یتیمم لانه لم یخرج عن الجنابة

اتنا پانی ملا جو دونوں میں سے کسی ایک کے لیے کافی ہے
تو اسے جنابت میں صرف کرے اور امام محمد کے نزدیک
تیمم حدث کا اعادہ کرے" **حلیہ و ردالمحتار**
وہ جسے تیمم جنابت کے بعد پانی ملے پھر اس کے بعد اسے
حدث ہو اس کی دو صورتیں ہیں — ایک یہ کہ حدث
کا تیمم کرنے سے پہلے پانی ملے — تو پانی اگر لمعہ اور وضو
دونوں کے لیے کافی ہو تو لمعہ کو دھوئے اور وضو کرے
اور اگر پانی کسی ایک کے لیے ناکافی ہو تو حدث کا تیمم
کرے۔ اگر لمعہ کے لیے کافی ہو وضو کیلئے نہیں تو پانی لمعہ کیلئے
صرف کرے حدث کیلئے تیمم کرے، اور اگر وضو کے لیے کافی ہو لمعہ
کے لیے نہیں تو وضو کرے اور لمعہ کو نہ دھوئے، نہ ہی اس کیلئے
تیمم کرے — اور اگر غیر معین طور پر کسی ایک کے لیے کافی
ہو تو لمعہ کو دھوئے اور حدث کا تیمم کرے — دُوسری

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تیمم للجنابة ثم احدث ثم وجد الماء من
دون ان یتیمم قبله للحدث والا فالتیمم
بعده للحدث لیس فیما اذا کفی لهما معا
او للوضوء خاصة وقس علیه قول الخلاصة
احدث قبل غسل اللمعة بل وقول شرح
الطحاوی الآتی وجد الماء بعد ما تیمم قبل
الحدث فان وجود الحدث بعده غیر
ملحوظ فیه وان کان لابد منه عاش
اومات علی قول ان الموت حدث کما هو
الراجح عندنا ۱۲ منه غفر له (م)

تو معنی یہ ہوا کہ جنابت کا تیمم کیا پھر اسے حدث ہوا پھر
پانی پایا بغیر اس کے کہ اس سے پہلے حدث کا تیمم
کیا ہو۔ ورنہ اس کے بعد حدث کا تیمم اس صورت میں
نہیں جب دونوں ہی کے لیے پانی کافی ہو یا صرف
وضو کے لیے کافی ہو۔ اسی پر خلاصہ کی عبارت "لمعہ
دھونے سے پہلے حدث ہُوا" کا قیاس کیا جائے —
بلکہ شرح طحاوی کی آنے والی اس عبارت کا بھی
"اسے پانی ملا اس کے بعد کہ تیمم کر چکا حدث سے پہلے"
کیونکہ اس کے بعد حدث کا وجود ملحوظ نہیں — اگرچہ
اس سے مفر نہیں جئے یا مرے اس قول پر موت حدث
ہے جیسا کہ ہمارے نزدیک راجح بھی ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

؎ ردالمحتار باب التیمم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۸۷

Marfat.com

قیاس قول محمد یتیمم[۱] اھ **شرح وقایۃ** اغتسل الجنب ولم یصل الماء لمعۃ ظھرہ وفنی الماء واحدث حدثا یوجب الوضوء فتیمم لھما ثم وجد من الماء ما یکفیھما بطل تیممہ فی حق کل واحد منھما وان لم یکف لاحدھما بقی فی حقھما وان کفی لاحدھما بعینہ غسلہ ویبقی التیمم فی حق الاٰخر وان کفی لکل منفرداً غسل اللمعۃ ھذا اذا تیمم للحدثین واحدا اما اذا تیمم للجنابۃ ثم احدث فتیمم للحدث ثم وجد الماء فکذا فی الوجوہ المذکورۃ وان تیمم للجنابۃ ثم احدث ولم یتیمم للحدث فوجد الماء[۲] الخ وفیہ ذکر الخمسۃ نحوما مر۔

اگر دونوں کے لیے غیر کافی ہو تو جہاں تک کفایت کرے دھو لے اور اس کا تیمم برقرار ہے ــــ اور اگر لمعہ کے لیے کافی ہو وضو کے لیے نہیں تو لمعہ دھوئے اور تیمم برقرار ہے ــــ اور اگر وضو کے لیے کافی ہو لمعہ کے لیے نہیں تو وضو کرے ــــ اور اگر تنہا کسی ایک کے لیے کافی ہو تو لمعہ دھوئے اور اس کا تیمم برقرار ہے ــــ اور امام محمد کے قول کے قیاس پر تیمم کرے" اھ۔ **شرح وقایہ** جنب نے غسل کیا اور پانی اس کی پیٹھ کے لمعہ تک نہ پہنچا اور پانی ختم ہو گیا اور اسے وضو واجب کرنے والا کوئی حدث ہُوا تو اس نے دونوں کا تیمم کیا پھر اسے اتنا پانی مل گیا جو دونوں کے لیے کافی ہو تو اس کا تیمم دونوں میں سے ہر ایک کے حق میں باطل ہو گیا ــــ اور اگر کسی کے لیے کافی نہ ہو تو دونوں کے حق میں باقی رہا ــــ اور اگر معین طور پر ایک کے لیے کافی ہو تو اسے دھوئے اور دوسرے کے حق میں تیمم باقی رہے گا ــــ اور اگر تنہا ہر ایک کے لیے کافی ہو تو لمعہ دھوئے ــــ یہ اس صورت میں ہے جب دونوں حدثوں کے لیے ایک ہی تیمم کیا ہو ــــ لیکن جب جنابت کا تیمم کر لیا پھر حدث ہوا تو حدث کا تیمم کیا پھر پانی ملا تو مذکورہ صورتوں میں حکم وہی ہے اور اگر جنابت کا تیمم کر لیا پھر حدث ہوا اور حدث کا تیمم نہ کیا پھر پانی ملا ــــ الخ ــــ اس میں بھی پانچ صورتیں اسی طرح ذکر کی ہیں جو گزریں۔

توضیحاتِ مصنّف : فقیر غفرلہ المولی القدیر چاہتا ہے کہ بتوفیق الٰہی عزّوجل جملہ اٹھانوے[۹۸] صور مع احکام مبین کرے اُن کے لیے یہ تصویر رکھیں کہ اقسام سبعہ پیشانی پر ہوں اور ہر پیشانی کے تحت میں

---

[۱] شرح الطحاوی للاسبیجابی و خزانۃ المفتین

[۲] شرح الوقایۃ ما ینقض التیمم المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/ ۱۰۴

Marfat.com

ان يتيمم بايهما شاء ولو[1] وجد الماء بعد ما تيمم للمعة قبل الحدث فهو على وجهين ان كفاه يغسله وان لم يكفه يغسل قدر ما يكفيه و يتيمم على حاله ولو[2] وجد بعد ما احدث و تيمم للحدث فهو على خمسة اوجه على ما ذكرنا ان كفاهما صرف اليهما و ان لم يكفهما غسل اللمعة مقدار ما يكفيه و تيممه على حاله و ان كفى للمعة لا للوضوء يغسل اللمعة والتيمم على حاله و ان كفى للوضوء دون اللمعة يتوضؤ و ان كفى لاحدهما على الانفراد يغسل اللمعة و تيممه على حاله و على

پھر اسے حدث ہو پھر پانی ملے جو وضو کے لیے کافی ہو تو اس سے وضو کرے گا (۵) اور اگر تنہا ہر ایک کے لیے کافی ہو، دونوں کے لیے نہیں، تو لمعہ دھوئے اس لیے کہ جنابت زیادہ سخت ہے پھر حدث کے لیے تیمم کرے ـــ اور اگر پہلے تیمم کیا پھر لمعہ دھویا تو جائز نہیں۔ اور اس پر یہ ہے کہ دھونے کے بعد تیمم کرے ـــ اور نوادر میں ہے کہ اس پر یہ ہے کہ دونوں میں جس سے چاہے ابتدا کرے۔ اور اگر لمعہ کے لیے تیمم کرنے کے بعد حدث سے پہلے پانی پایا تو اس کی دو صورتیں ہیں اگر اسے کافی ہو دھوئے اور اگر کافی نہ ہو تو جہاں تک کفایت کرے دھولے اور اس کا تیمم برقرار ہے ـــ اور اگر حدث ہونے اور حدث کا تیمم کرنے کے بعد پایا تو اس کی پانچ صورتیں ہیں اسی طرح جو ہم نے بیان کیں۔ اگر دونوں کو کفایت کرے تو دونوں میں صرف کرے ـــ اور

---

[1] ای تیمم لہا ثم وجد الماء ولم یحدث بعد ۱۲ منہ غفرلہ (م)

[2] اقول ای اجنب فتیمم للمعۃ ثم احدث فتیمم لہ ثم وجد الماء لان الوجوہ کلہا مسوقۃ فیما اذا بقی لمعۃ فتیمم لہا ولقولہ وتیمم للحدث فعلوان التیمم للمعۃ مفروغ عنہ والا لقال تیمم لہما وقد اتضح لک بکلام الحلیۃ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

[1] یعنی لمعہ کی وجہ سے تیمم کیا پھر اسے پانی ملا اور ابھی اسے حدث نہیں ہوا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[2] اقول یعنی اسے جنابت ہوئی تو لمعہ کا تیمم کیا پھر حدث ہوا تو حدث کا تیمم کیا پھر پانی ملا ـــ اس لیے کہ تمام صورتیں اس میں جاری کی جا رہی ہیں جب لمعہ رہ گیا ہو پھر اس کا تیمم کر لیا ہو ـــ اور ان کے قول وتیمم للحدث (اور حدث کا تیمم کیا) سے بھی یہ معنی متعین ہوتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ لمعہ کے تیمم سے کلام الگ ہے اور اس سے بحث نہیں ورنہ یوں کہتے تیمم لہما (دونوں کا تیمم کر لیا) اور حلیہ کی عبارت سے یہ معنی واضح ہو چکا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

Marfat.com

(۸) دونوں کے لیے ایک تیمم کرے اور لمعہ کی تقلیل استحباباً نہ وجوباً یعنی ناکافی پانی جنابت کی جتنی جگہ کو دھو سکے بہتر یہ کہ دھولے کہ جنابت کم ہو جائے اور آئندہ تھوڑا پانی بھی کفایت کرے۔ ص ۱۵ و ۳۱ و ۵۰ و ۶۷ و ۸۶۔

ح ت و (۹) لمعہ کے حق میں تیمم ٹوٹ گیا حدث کے حق میں باقی ہے لمعہ دھوئے۔ ص ۱۶ و ۳۲ و ۶۸

(۱۰) حدث کے حق میں تیمم ٹوٹ گیا لمعہ کے حق میں باقی ہے قدر مستقل کو دھوئے۔ ص ۱۷ و ۳۳ و ۵۲۔

(۱۱) تیمم حدث کے لیے نہ رہا لمعہ کے لیے ہے وضو کرے۔ ص ۶۹ و ۸۸۔

(۱۲) تیمم دونوں کے حق میں ٹوٹ گیا پورا وضو کرے طہارت ہو گئی۔ ص ۱۸۔

(۱۳) تیمم دونوں کے حق میں ٹوٹ گیا وضو کرے اور باقی جگہ دھوئے طاہر ہو گیا۔ ص ۳۴ و ۷۰۔

(۱۴) تیمم دونوں کے حق میں ٹوٹ گیا پورا نہائے۔ ص ۵۳ و ۸۹۔

(۱۵) تیمم دونوں کے حق میں ٹوٹ گیا پہلے لمعہ دھوئے اس کے بعد حدث کا تیمم کرے۔ ص ۱۹ و ۳۵ و ۵۱ و ۷۱ و ۸۷۔

(۱۶) تیمم دونوں کے حق میں باقی ہے لمعہ کی تقلیل کرے۔ ص ۲۰ و ۳۶ و ۵۴ و ۷۲ و ۹۰۔

ت ح و (۱۷) تیمم گیا وضو کرے طہارت ہو گئی۔ ص ۱ و ۲۲۔

(۱۸) تیمم نہ رہا وضو کرے اور باقی جگہ دھوئے طاہر ہو گیا۔ ص ۵ و ۳۹ و ۷۵۔

(۱۹) تیمم ٹوٹ گیا لمعہ دھوئے اور حدث کا تیمم کرے۔ ص ۲۱ و ۳۷ و ۷۳۔

(۲۰) تیمم باقی ہے حدث کے لیے وضو کرے ص ۶ و ۳۸ و ۵۶ و ۷۴ و ۹۲۔

(۲۱) تیمم نہ رہا پورا نہائے ص ۵۷ و ۹۳۔

(۲۲) تیمم نہ رہا پہلے لمعہ دھوئے پھر حدث کا تیمم کرے ص ۴ و ۵۵ و ۷۶ و ۹۱۔

(۲۳) تیمم باقی ہے حدث کے لیے تیمم کرے اور لمعہ کی تقلیل۔ ص ۲ و ۷ و ۲۳ و ۴۱ و ۵۸ و ۷۷ و ۹۴۔

ت ح م و (۲۴) دونوں تیمم ٹوٹ گئے وضو کرے طہارت ہو گئی۔ ص ۳ و ۲۵۔

(۲۵) دونوں تیمم گئے وضو کرے اور باقی جگہ دھوئے طاہر ہو گیا۔ ص ۸ و ۴۴ و ۸۰۔

(۲۶) لمعہ کا تیمم گیا حدث کا باقی ہے لمعہ دھوئے۔ ص ۲۴ و ۴۲ و ۷۸۔

ع۵ باقی جگہ کے یہ معنے کہ اعضائے وضو کے سوا اور بدن میں جہاں جنابت تھی ۱۲ منہ غفرلہ (م)

Marfat.com

...اروں ذومیں ان رموز حروف میں لکھیں ،

ت تیمم جنابت

ح حدث

م تیمم حدث

و وجدانِ آب

تو ح و کا مطلب یہ ہوا کہ جنابت کا ابھی تیمم نہ کیا تھا کہ حدث ہُوا اور اب بھی تیمم نہ کیا تھا کہ پانی پایا اور ت ح و یہ کہ جنابت کے بعد تیمم کیا پھر حدث ہوا پھر پانی ملا وقس علیہ پھران میں ہرایک کو اُتنے اصناف پہ منقسم کریں جتنی اس میں محتمل ہیں یہاں لمعہ دوضو وہردو وہریک و ہیچ سے پانی کی کفایت مقصود ہے کہ لمعہ کو کافی ہے یا وضو کو یا دونوں کو یا ہرایک کو یا کسی کو نہیں اور جہاں پُورا حدث مستقل نہیں وہاں بجائے وضو قدر مستقل لکھا ہے یعنی اُتنا پانی ملا جو صرف اُن اعضا کو کافی ہے جن میں حدث مستقل ہے یعنی اعضائے وضو کا جتنا حصہ جنابت کے بعد دھولیا تھا پھر حدث ہوا یوں یہ تمام صورتیں مفصل ہوگئیں اب احکام کی باری آئی وہ بہت جگہ مشترک ہیں ایک ایک پانچ پانچ یا کم وبیش صورتوں کے لیے ہے لہذا تکرار سے بچنے کو اول اُن احکام کی فہرست نمبر شمار کے ساتھ لکھیں پھر جدول صور میں ہرصورت کے نیچے لفظ حکم لکھ کر جو حکم ہو اُس کا نمبر تحریر کردیں کہ اُس کے ذریعہ سے جس صورت کا حکم چاہیں فہرست میں دیکھ لیں و باللہ التوفیق ۔

فہرست احکام : مناسب ہو کہ ہر نوع کے حکم علیحدہ لکھیں کہ مراجعت میں اور بھی سہولت ہو

ح و (۱) لمعہ دھوئے اور حدث کے لیے تیمم کرے اُس کے دھونے سے پہلے خواہ بعد اور بعد ہونا بہتر ہے کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا خلاف نہ رہے۔ صورت ۱۱ و ۲۷ و ۶۳ ۔

(۲) قدر مستقل کو دھوئے اور لمعہ کا تیمم کرے ص ۱۲ و ۲۸ و ۴۸ ۔

(۳) وضو کرے اور لمعہ کا تیمم ۔ ص ۴۶ و ۸۴ ۔

(۴) پورا وضو کرے طہارت ہوگئی ۔ ص ۱۳ ۔

(۵) وضو کرے اور باقی جگہ[عہ] دھوئے طاہر ہوگیا ۔ ص ۲۹ و ۶۵ ۔

(۶) پُورا نہائے ۔ ص ۴۹ و ۸۵ ۔

(۷) پہلے لمعہ دھوئے پھر حدث کا تیمم کرے اگر پہلے تیمم کرلے گا لمعہ دھونے کے بعد پھر کرنا ہوگا۔ ص ۱۴ و ۳۰ و ۴۷ و ۶۶ و ۸۳ ۔

عہ باقی جگہ کے یہ معنے کہ اعضائے وضو کے علاوہ اور بدن میں جہاں جنابت تھی ۱۲ منہ غفرلہ (م)

Marfat.com

(۵) صرف اعضائے وضو کا کچھ حصہ دھویا تھا :

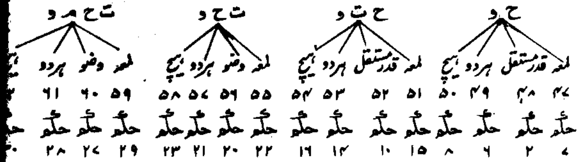

(۶) غیر اعضائے وضو سے کچھ باقی تھا

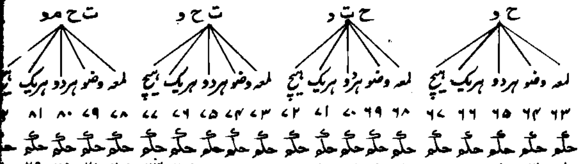

(۷) سوائے وضو سب باقی تھا

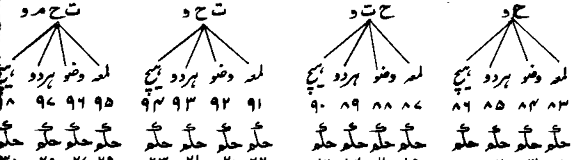

مصنّف کا ضابطہ کلیہ : ثمّ اقول علمائے کرام نفعنا اللہ تعالیٰ ببرکاتہم فی الدارین نے تقسیم وتفصیل بغرض تفہیم وتسہیل اختیار فرمائی جو بحمدہٖ تعالیٰ اپنے منتہائے کمال کو پہنچی اب ہم بغرض ضبط وربط قلت انتشار انھیں کے کلمات شریفہ کے استفادہ سے ضابطہ کلیہ لکھیں کہ جملہ اقسام واحکام کو حاوی ہو جنب کہ بعد جنابت ہنوز پورا نہ نہایا مگر بعض یا کُل اعضائے وضو کی تطہیر پانی سے یا تیمم کرچکا اُس کے بعد حد

Marfat.com

(۲۷) حدث کا تیمم گیا لمعہ کا باقی ہے وضو کرے۔ ص ۹ و ۴۳ و ۶۰ و ۷۹ و ۹۶۔

(۲۸) دونوں تیمم گئے پورا نہائے۔ ص ۶۱ و ۹۷۔

(۲۹) دونوں تیمم گئے پہلے لمعہ دھوئے اس کے بعد حدث کا تیمم کرے۔ ص ۴۵ و ۵۹ و ۸۱ و ۹۵۔

(۳۰) دونوں تیمم باقی ہیں لمعہ کی تقلیل کرے۔ ص ۴ و ۱۰ و ۲۲ و ۴۶ و ۶۲ و ۸۲ و ۹۸ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

(۱) جنب نہا لیا صرف وضو باقی تھا پھر حدث ہوا (۲) وضو اور کچھ اور حصہ بدن باقی تھا

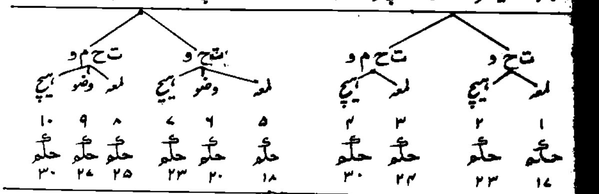

(۳) صرف اعضائے وضو کا کچھ حصہ باقی تھا

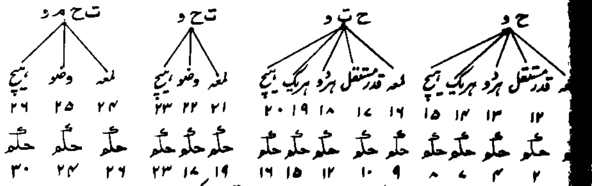

(۴) کچھ اعضائے وضو کا حصہ باقی تھا کچھ اور

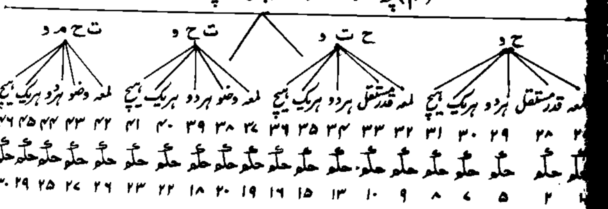

Marfat.com

ورنہ جس پانی کے پانے نے پہلا تیمم توڑ دیا اس کا موجود رہنا دوسرا تیمم باطل کرے گا۔ منشاءِ اختلاف تمام صور
میں ایک ہے کہ آیا یہ پانی جوازالہ حدث مستقل کے بھی قابل ہے اگرچہ اس سے لمعہ ہی دھونے کا حکم ہے اس
ملنے سے حدث کے لیے پانی پر قدرت ثابت ہوئی یا نہیں جنھوں نے خیال فرمایا کہ ہوئی حکم دیا کہ جب تک یہ پانی
نہ ہولے حدث کا تیمم نہ کرے اور اگر پہلے کر چکا ہے ٹوٹ گیا کہ پانی پر قدرت تیمم گزشتہ کی ناقض اور آئندہ کی
ہے اور جنہوں نے لحاظ فرمایا کہ اگرچہ پانی اس کے بھی قابل پایا مگر وہ بحکم شرع دوسری حاجت کی طرف مصروف
لہٰذا اس سے ازالہ حدث پر قدرت نہ ہوئی انھوں نے حکم دیا کہ یہ پانی نہ اگلے تیمم حدث کو توڑے گا نہ اس کے ہو
حدث کے لیے تیمم ممنوع ہوگا۔

اقول ایک اختلاف تو یہ اصل مسئلے میں تھا **ثانیاً** ان روایتوں کی طرز نقل بھی مختلف آئی بعض[عہ۱] میں
کہ ایک روایت یہ ہے ایک وہ جس سے اُن کی مساوات ظاہر اور یہ نہ کھلا کہ روایات ظاہرہ ہیں یا نادرہ۔ بعض[عہ۲]
میں یوں کہ دوم روایت نوادر ہے جس سے ظاہر کہ اول ظاہر الروایۃ ہے۔ بعض[عہ۳] میں یوں کہ اول روایت زیاد
ہے اور دوم روایت اصل۔ اصل و زیادات دونوں کتب ظاہر الروایۃ سے ہیں **اقول** اور یہی کہ دو
روایتیں ظاہر الروایۃ ہیں کہ مثبت نافی پر مقدم ہے نافی کو اس وقت روایت اصل خیال میں نہ تھی اور نوا
یاد لہٰذا اسے روایت نادرہ فرمایا اور جب حسب تصریح ثقات وہ کتاب الاصل میں موجود تو ضرور ظاہر الروایۃ
بلکہ اولٰی سے بھی اولٰی کہ اصل زیادات پر مرجح ہے **ثالثاً** قائلین کرام کی طرف اس کی نسبت بھی مختلف طو
آئی بعض[عہ۴] نے بلفظ ضعف فرمایا کہ کہا گیا کہ اول قول محمد دوم قول ابو یوسف ہے بعض[عہ۵] نے جزماً انھیں ا

عہ۱ سراج وہاج منحۃ الخالق شرح وقایہ ردالمحتار مع ان فی اصلہ الحلیۃ تسمیۃ الاصل والزیادا
(باوجود اس کے اس کی اصل حلیہ میں اصل اور زیادات کا نام ذکر کیا ہے۔ ت)

عہ۲ شرح طحاوی خزانۃ المفتین ۱۲ (م)

عہ۳ شرح وقایہ حلیہ بحر ۱۲ (م)

عہ۴ محیط رضوی سراج منحہ وغیرہ ۱۲ (م)

عہ۵ کافی حلیہ غنیہ ہندیہ ردالمحتار مع نقل الحلیۃ ایاہ عن المحیط وغیرہ بلفظۃ قیل ۱۲ (م
(اس کے باوجود حلیہ نے اس کو محیط وغیرہ سے لفظ "قیل" سے نقل کیا ہے۔ ت)

Marfat.com

کر دو صورت اخیرہ میں بتمامہ مستقل ہے اور صورت اولیٰ میں صرف اتنا کہ حقیقۃً مغسولہ اعضائے وضو میں ہے اس صورت میں پانی کہ پایا اگر بقیہ جنابت وحدث مستقل دونوں میں سے صرف ایک کو کافی ہے اس میں صرف کرے اس کے لیے اگر پہلے تیمم کر چکا تھا ٹوٹ گیا اور دوسرے کے لیے نہ کیا تھا تو اب کرے صرف آب سے پہلے خواہ بعد بعد اولیٰ ہے اور کر چکا تھا تو باقی رہا اور دونوں کے لیے ایک ہی تیمم کیا تھا تو اول کے حق میں ٹوٹ گیا ثانی کے حق باقی رہا اور اگر پانی دونوں کو معاً کافی ہے تو دونوں کا وہ حکم ہے جو اول کا تھا بجالائے طہارت ہوگئی اور اگر کسی باقی نہیں تو دونوں کا وہ حکم ہے جو ثانی کا تھا اگر کسی کے لیے تیمم نہ کیا تھا اب دونوں کے لیے ایک تیمم کرے اور کر لیا تھا باقی رہا بہر حال لمعہ کی تغسیل کرے کہ مستحب ہے اور اگر ہر ایک کو جدا جدا کافی ہے تو لمعہ میں صرف کرے تیمم ان میں جس کا یا دونوں کے لیے ایک یا جدا جدا جیسا بھی کر چکا تھا کسی کے حق میں باقی نہ رہا پانی نہ رہنے کے بعد حدث لیے تیمم کرے پہلے کر لے گا تو بعد صرف پھر کرنا ہوگا یہی اصح ہے جس کی تفصیل و تحقیق اس تنبیہ آئندہ میں آتی ہے یا اللہ التوفیق (اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ۔ ت) اور اگر اس نے برخلاف حکم اُسے حدث میں صرف کر لیا رث تو زائل ہوگیا مگر جنابت کے لیے تیمم بالاجماع لازم ہوا اگرچہ پہلے کر بھی چکا ہو یہ ہے قول جامع ونافع ؛

باذن الجامع النافع ؛ عزجلاله ؛ وعم نواله ؛	باذن جامع نافع، اس کی بزرگی غالب اور اس کی عطا و بخشش عام ہے ۔ اور تمام تعریف اللہ
الحمد لله رب العٰلمین ؛ وصلی الله تعالٰی وسلم و بارك علی سیدنا و مولٰنا محمد و اٰله وصحبه اجمعین ؛ ابد الاٰبدین اٰمین ؛	کے لیے جو تمام جہانوں کا مالک ہے ۔ اور خدائے برتر درود و سلام اور برکت نازل فرمائے ہمارے آقا و مولیٰ محمد اور ان کی آل و اصحاب سب پر ہمیشہ ہمیشہ الٰہی! قبول فرما ۔ (ت)

تنبیہ : اس جدول کے ۸ انمبروں میں یعنی ۱۴ - ۱۹ - ۳۰ - ۳۵ - ۴۷ - ۵۱ - ۶۶ - ۷۱ - ۸۳ - ۸۸ دس یہ اور ۴۰ - ۴۵ - ۵۵ - ۵۹ - ۷۶ - ۸۱ - ۹۱ - ۹۵ آٹھ یہ ان میں اختلاف روایات ہے ان اٹھارہ میں پانی لمعہ وحدث مستقل ہر ایک کے لیے جدا جدا کافی ہے کہ اُن میں جس ایک کو چاہے دھولے دونوں کے قابل نہیں ان میں اتنا حکم تو بالاتفاق ہے کہ اس سے لمعہ دھوئے حدث میں صرف نہ کرے کہ جنابت غلیظ تر ہے ۔ اس میں اختلاف ہوا کہ پہلی دس صورتوں میں جو حدث کے لیے تیمم کرے گا آیا یہ ضرور ہے کہ اول لمعہ دھوئے جب پانی نہ رہے اُس وقت حدث کے لیے تیمم کرے یا پہلے پیچھے ہر طرح کر سکتا ہے دونوں روایتیں ہیں اور پچھلی آٹھ میں کہ حدث کا تیمم پہلے کر چکا تھا اس پانی کے ملنے سے ٹوٹا یا نہیں دونوں قول ہیں پھر جن کے نزدیک نہ ٹوٹا جب تو اس پر تیمم کا اعادہ ہی نہیں اور جن کے نزدیک ٹوٹ گیا وہ لازم کرتے ہیں کہ پہلے لمعہ دھو کر تیمم کا اعادہ کرے

Marfat.com

فی روایة لایجوز ویعید التیمم وفی روایة له ان یبدأ بایهما شاء قیل الاولٰی قول محمد والثانیة قول ابی یوسف[1] اھ وتقدم عن **شرح الطحاوی و خزانة المفتین** فیما اذا لم یکن تیمم قبل وجدان الماء لو بدأ بالتیمم ثم غسل اللمعة لایجوز وفی النوادر یبدأ بایهما شاء ثم قالا فیما اذا سبق تیممه یغسل اللمعة و تیممه علی حاله وعلی قیاس قول محمد یتیمم[2] اھ۔

اقول ولا فرق بین الصورتین لاتحاد المبنی کما علمت فقد مشی اولا علی قول محمد وجعل الثانی روایة النوادر ومشی ثانیا علی قول ابی یوسف وجعل الاول قیاس قول محمد وفی **المنیة** وعلیه ان یبتدئ بغسل اللمعة ثم یتیمم[3] اھ فقد مشی علی قول محمد وفی **الدر المختار** (ناقضه قدرة ماء کاف لطهره فضل عن حاجته) کعطش وعجن وغسل نجس و

روایت میں اسے اختیار ہے ، دونوں میں سے جس کو چاہے پہلے کرے ، کہا گیا کہ روایت اولٰی امام محمد کا قول ہے اور روایت ثانیہ امام ابو یوسف کا قول ہے" اھ شرح طحاوی اور خزانۃ المفتین سے گزرا اس صورت میں جبکہ پانی ملنے سے پہلے تیمم نہ کیا ہو اگر پہلے تیمم کیا پھر لمعہ دھویا تو جائز نہیں۔ اور نوادر میں ہے کہ دونوں میں سے جسے چاہے پہلے کرے —— پھر اس صورت میں جب اس کا تیمم پہلے ہوچکا ہو لکھا کہ" لمعہ دھوئے اور اس کا تیمم برقرار ہے۔ اور برقیاس قول محمد تیمم کرے" اھ (ت)

اقول دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں کیونکہ مبنٰی میں اتحاد ہے جیسا کہ معلوم ہوا۔ تو پہلے امام محمد کے قول پر چلے اور ثانی کو روایت نوادر قرار دیا۔ اور ثانیاً امام ابو یوسف کے قول پر چلے اور اوّل کو امام محمد کے قول کا قیاس قرار دیا۔ اور منیہ میں ہے" اس پر یہ ہے کہ پہلے لمعہ دھوئے پھر تیمم کرے"۔ اور اس میں امام محمد کے قول پر چلے ہیں۔ در مختار میں ہے: "(ناقض تیمم اتنے پانی پر قدرت ہے جو اس کی طہارت کے لیے کافی اس کی حاجت سے زائد ہو) حاجت جیسے پیاس، آٹا گوندھنا، نجس اور

---

[1] منحۃ الخالق مع البحر باب التیمم مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۳۹

[2] شرح الطحاوی للاسبیجابی و خزانۃ المفتین

[3] منیۃ المصلی باب التیمم مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۶۰

Marfat.com

قول بتایا بعض[۱] نے اول کو فرمایا قیاس قول محمد ہے یعنی تصریحاً اُن سے مروی نہیں اُن کے قول کا قیاس چاہتا ہے کہ حکم یہ ہو **اقول** اور ہے یہی کہ اول قول محمد اور دوم قول ابو یوسف ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کہ نقل ثقات موجب اثبات ہے **رابعاً** اختیار بھی مختلف رہا بعض نے اُس[۲] پر جزم فرمایا بعض نے اِس پر بعض نے دونوں ذکر کرکے چھوڑ دیے **خامساً** تصحیح میں بھی اختلاف پڑا بعض[۳] نے اسے اصح کہا بعض نے اسے ظاہراً اوجہ **سادساً** اُس منشأ اختلاف کی تقریر بھی مختلف آئی بعض[۴] نے یوں فرمایا کہ اگرچہ یہ پانی لمعہ میں صرف کرنا بالاتفاق واجب ہے مگر امام محمد کے نزدیک یہ وجوب اُس سے ازالۂ حدث پر قدرت کا مانع نہیں کہ کرے تو بالاجماع صحیح تو ہو گا اور امام ابو یوسف کے نزدیک مانع ہے کہ جب شرع اس سے ازالۂ حدث کی اُسے اجازت نہیں دیتی تو قدرتِ شرعیہ کب ہوئی اور بعض[۵] نے یوں تقریر کی کہ نہیں بلکہ وجوب ہی میں اختلاف ہے امام محمد کے نزدیک اسے لمعہ کی طرف صرف کرنا واجب نہیں صرف اولٰی ہے لہذا ازالۂ حدث پر قدرت ثابت اور امام ابو یوسف کے نزدیک واجب ہے اور واجب کی مخالفت شرعاً ممنوع و محظور لہذا حدث میں صرف غیر مقدور۔ اب ہم عبارات کرام ذکر کریں جن سے ان بیانات کا انکشاف ہو۔

فی **السراج الوھاج ثم منحۃ الخالق** اذا احدث بعد التیمم ثم وجد مایکفی لکل واحد منھما علی الانفراد غسل بہ اللمعۃ لان الجنابۃ اغلظ ثم یتیمم للحدث ولو بدأ بالتیمم ثم غسلھا

سراج وہاج پھر **منحۃ الخالق** میں ہے: "جب تیمم کے بعد حدث ہو پھر اتنا پانی پائے جو تنہا ہر ایک کے لیے کافی ہو تو اُس سے لمعہ دھوئے اس لیے کہ جنابت زیادہ سخت ہے پھر حدث کا تیمم کرے۔ اور اگر پہلے تیمم کیا پھر لمعہ دھویا تو ایک روایت میں ہے کہ جائز نہیں اور وہ تیمم کا اعادہ کرے گا ایک

---

[۱] شرح طحاوی خزانۃ المفتین ۱۲ (م)

[۲] حلیہ نیز بدائع و محیط رضوی بہ دلالۃ النص کما ستعرف (م) (اسی پر دلالۃ النص ہے جیسا کہ عنقریب جان لوگے ت)

[۳] درمختار و محشیان ۱۲ (م)

[۴] سراج وہاج منحہ ۱۲ (م)

[۵] ہندیہ ونقل عن شرح الزیادات للعتابی ۱۲ (م) (اور عتابی کی شرح زیادات سے نقل کیا گیا ہے۔ ت)

[۶] حلیہ رد المحتار واومی الیہ فی شرح الوقایۃ واعتمدہ البحر تبعا للحلبی ۱۲ (م) (شرح وقایہ میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے اور بحر نے حلبی کی اتباع میں اسی پر اعتماد کیا ہے ۱۲۔ ت)

[۷] کافی ۱۲ [۸] غنیہ ۱۲

Marfat.com

اوجہ[1] اھ وعبرعنه فی ردالمحتار بقوله لاینقض تیمم الحدث عندابی یوسف و عند محمد ینقض ویظهر ان الاول اوجه اھ ثم قال فیمالم یتیمم قبل الوجدان فی روایة یلزمه غسلها قبل التیمم للحدث وفی روایة یخیر اھ ملخصا من الحلیة اھ[2] وفی شرح الوقایة واذاغسل اللمعة هل یعید التیمم روایتان وان تیمم اولا ثم غسل اللمعة ففی اعادة التیمم روایتان ایضا وان صرف الی الحدث انتقض تیممه فی حق اللمعة باتفاق الروایتین اھ ثم قال فیما اذا لم یتیمم للحدث قبل ان کفی کل واحد منفردا یصرفه الی اللمعة و تیمم للحدث فان توضأ به جاز و یعید التیمم ولو بدأ بالتیمم للحدث هل یعید التیمم ففی روایة الزیادات یعید وفی روایة الاصل لا ثم انما تثبت القدرة اذا لم یکن مصروفا الی جهة اهم حتی اذا کان علی بدنه او ثوبه نجاسة یصرفه الی النجاسة اھ[3] وهو کما تری یشیر الی ترجیح روایة الاصل وفی الهندیة صرفه الی اللمعة واعاد تیممه للحدث

کہ جو زیادات میں ہے وہ امام محمد کا قول ہے اور جو اصل میں ہے وہ امام ابو یوسف کا قول ہے ۔ اھ حلیہ میں یہ بھی ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ امام ابو یوسف کا قول زیادہ مناسب ہے اھ ۔ ردالمحتار میں اس کی تعبیر ان الفاظ میں کی ہے : "تیمم حدث امام ابو یوسف کے نزدیک نہ ٹوٹے گا اور امام محمد کے نزدیک ٹوٹ جائے گا اور ظاہر یہ ہے کہ اول اوجہ ہے اھ ۔ پھر اس صورت کے متعلق جبکہ پانی ملنے سے پہلے تیمم نہ کیا ہو لکھا ہے : "ایک روایت میں اس پر تیمم حدث سے پہلے لمعہ دھونا لازم ہے اور ایک روایت میں اسے اختیار ہے" اھ ۔ ملخصاً من الحلیہ اھ ۔ شرح وقایہ میں ہے : "جب لمعہ دھو لیا تو کیا تیمم کا اعادہ کرے گا ؟ — دو روایتیں ہیں — اور اگر پہلے تیمم کر لیا پھر لمعہ دھویا تو بھی اعادۂ تیمم میں دو روایتیں ہیں ۔ اور اگر حدث میں صرف کریں تو حق لمعہ میں اس کا تیمم باتفاق روایتین ٹوٹ گیا" ۔ اھ پھر اس صورت سے متعلق جبکہ حدث کا تیمم پہلے نہ کیا ہو لکھا ہے : "اگر تنہا ہر ایک کے لیے کافی ہو تو اسے لمعہ میں صرف کرے گا اور حدث کا تیمم کرنے گا پھر اگر اس سے وضو کر لیا تو جائز ہے اور تیمم کا اعادہ کرنا ہے — اور اگر حدث کا تیمم پہلے کیا تو کیا تیمم لوٹائے گا ؟ — روایت زیادات میں ہے کہ لوٹائے گا — اور روایت اصل میں ہے کہ نہیں لوٹائے گا — پھر

---

[1] حلیہ
[2] ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۸۷
[3] شرح الوقایۃ " مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۱۰۴، ۱۰۵

Marfat.com

لمعة جنابة لان المشغول بالحاجة کالمعدوم[1] اھ فقد مشی علی قول ابی یوسف واقرہ محشوہ وفی الحلیة ھل علیہ ان یبتدئ بغسل اللمعة حتی لو تیمم للحدث ثم غسل اللمعة اعاد التیمم للحدث ففی روایة الزیادات نعم وعلیھا اقتصر المصنف ووجھھا انہ یصیر عادما للماء فیجزئہ التیمم وفی روایة الاصل لا بل بایھما بدأ جاز لان الماء صار مستحق الصرف الی اللمعة فصار معدوما حکما کالماء المستحق للعطش قال رضی الدین فی المحیط وکذا غیرہ قیل ما فی الزیادات قول محمد وما فی الاصل قول ابی یوسف اھ وفیھا یظھر ان قول ابی یوسف

لمعۂ جنابت دھونا ـــ اس لیے کہ جو حاجت میں مشغول ہے وہ معدوم کی طرح ہے" اھ ـــ اس میں امام ابو یوسف کے قول پر چلے اور درمختار کے محشی حضرات نے اسے برقرار رکھا۔ حلیہ میں ہے: کیا اس پر یہ لازم ہے کہ پہلے لمعہ دھوئے یہاں تک کہ اگر حدث کا تیمم کرلیا پھر لمعہ دھویا تو اسے تیمم حدث کا اعادہ کرنا ہے؟ ـــ روایتِ زیادات میں اس کا جواب اثبات میں ہے اور اسی پر مصنّف نے اکتفا کی ـــ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فقدانِ آب والا ہوجاتا ہے تو اس کا تیمم کفایت کرجاتا ہے۔ اور روایتِ اصل میں اس کا جواب نفی میں ہے بلکہ وُہ دونوں میں سے جو بھی پہلے کرلے جائز ہے اس لیے کہ پانی لمعہ میں صرف کا مستحق ہوگیا تو وہ حکماً معدوم ہوگیا جیسے وُہ پانی جو پیاس کا مستحق ہوگیا ہو۔ رضی الدین نے محیط میں اور ایسے ہی انکے علاوہ نے بھی فرمایا ہے: کہا گیا ہے

ع۵ قال العلامة ش ای لو اغتسل وبقیت لمعة فتیمم ثم احدث فتیمم ثم وجد ماء یکفیھا فقط فانہ یغسلھا بہ ولا یبطل تیممہ للحدث[2] اھ اقول سبحٰن اللہ اذا لم یکف للوضوء کان عدم انتقاض تیممہ لعدم الکفایة لا للشغل بالحاجة والشارح بصدد بیان المشغول فالوجہ ان مرادہ کما صرحت بہ الاحکام ما اذا کفی لکل علی البدلیة ۱۲ منہ غفر لہ (م)

علامہ شامی نے فرمایا: "یعنی اگر غسل کیا اور کوئی لمعہ رہ گیا پھر تیمم کیا پھر اسے حدث ہُوا تو تیمم کیا پھر اتنا پانی ملا جو صرف لمعہ کے لیے کافی ہے تو اسے اس پانی سے دھوئے گا اور اس کا تیمم حدث باطل نہ ہوگا" اھ ـــ **اقول** سبحان اللہ جب وضو کے لیے کافی نہ ہوا تو اس کے تیمم کا نہ ٹوٹنا عدمِ کفایت کی وجہ سے ہوا حاجت میں مشغول کی وجہ سے نہیں ـــ اور شارح اس پانی کو بتانا چاہتے ہیں جو حاجت میں مشغول ہو۔ تو وجہ صحیح یہ ہے کہ ان کی مراد حسبِ تصریح احکام وہ صورت ہے جب پانی بطور بدلیت ہر ایک کے لیے کافی ہو ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] درمختار باب التیمم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۴۵

[2] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۲

Marfat.com

عند محمد لقدرته على الماء ووجوب صرفه الى الجنابة لاينافی قدرته علی صرفه الى الحدث ولهذا لوصرفه الى الوضوء جاز وتيمم لجنابته اتفاقا و عند ابی یوسف لا يعيد لانه مستحق الصرف الى اللمعة والمستحق بجهة كالمعدوم فان لم يكن تيمم للحدث[1] الخ وقد سبق ۔

کافی میں ہے:"اگر غیر معین طور پر ایک کے لیے کافی ہو تو اسے لمعہ میں صرف کرے کیونکہ وہ اہم ہے اور امام محمد کے نزدیک تیمم حدث کا اعادہ ہے کیونکہ وہ پانی پر قادر ہو گیا تھا ـــــ اور جنابت میں اسے صرف کرنے کا وجوب حدث میں صرف کرنے پر قدرت کے منافی نہیں۔ اسی لیے اگر اسے وضو میں صرف کرلیا تو جائز ہے اور اسے جنابت کا تیمم کرنا ہے بالاتفاق۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک (تیمم حدث کا) اعادہ نہیں اس لیے کہ وہ پانی لمعہ میں صرف کیے جانے کا مستحق ہو چکا تھا اور جو کسی جانب کا مستحق ہو معدوم کی طرح ہے۔ تو اگر اس نے حدث کا تیمم نہ کیا تھا الخ ـــــ یہ کلام گزر چکا۔ (ت)

اقول اخر دليل ابی یوسف فافاد ترجيحه وصرح فی تعليل محمد بوجوب صرفه الى اللمعة وانه لاينافی قدرته على الوضوء وفی **الغنية** (عليه ان يبدأ بغسل اللمعة) ليصير عادما للماء فی حق الحدث ولا يجوز تيممه للحدث قبله عند محمد لان صرف ذلك الماء الى اللمعة دون الحدث ليس بواجب عنده بل على سبيل الاولوية فوجوده يمنع التيمم للحدث وعند ابی یوسف صرفه الى اللمعة واجب فهو كالمعدوم بالنسبة الى الحدث فيجوز التيمم له قبل غسل اللمعة و لوكان تيمم بعد ما احدث

اقول امام ابو یوسف کی دلیل مؤخر کرکے اس کی ترجیح کا افادہ کیا اور امام محمد کی تعلیل میں اس بات کی تصریح فرمائی کہ لمعہ میں اسے صرف کرنا واجب ہے اور یہ وضو پر قدرت کے منافی نہیں۔ غنیہ میں ہے (اس پر یہ ہے کہ پہلے لمعہ دھوئے) تاکہ حق حدث میں پانی نہ رکھنے والا ہو جائے۔ امام محمد کے نزدیک اس سے پہلے اس کا تیمم حدث جائز نہیں، کیونکہ ان کے نزدیک اس پانی کو حدث چھوڑ کر لمعہ میں صرف کرنا واجب نہیں بلکہ بطور اولٰی کے ہے، تو اس کا وجود تیمم حدث سے مانع ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک اسے لمعہ میں صرف کرنا واجب ہے تو وہ حدث کی بہ نسبت کالمعدوم ہے اس لیے لمعہ دھونے سے پہلے حدث کا تیمم جائز ہے ـــــ اور اگر حدث ہونے کے

---

[1] کافی

عند محمد وعند ابی یوسف لاو لوصرفہ الی الوضوء جاز وتیمم لجنابتہ اتفاقا فان لم یکن تیمم للحدث قبل وجود ھذا الماء فتیمم قبل غسل اللمعۃ لم یجز عند محمد وعند ابی یوسف یجوز والاول اصح ھکذا فی الکافی اھ[1]۔

قدرت اس وقت ثابت ہوتی ہے جب زیادہ اہم جانب میں مصروف نہ ہو۔ یہاں تک کہ اگر اس کے بدن یا کپڑے پر کوئی نجاست ہو تو اسے نجاست کی جانب صرف کرے گا" اھ ـــ یہ کلام روایتِ اصل کی ترجیح کی جانب اشارہ کر رہا ہے جیسا کہ سامنے ہے۔ ہندیہ میں ہے، اسے لمعہ میں صرف کرے اور تیمم حدث کا اعادہ کرے امام محمد کے نزدیک ـــ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اعادہ نہیں ـــ اور اگر اسے وضو میں صرف کرلیا جائے تو جائز ہے اور اسے جنابت کا تیمم کرنا ہے بالاتفاق اگر یہ پانی ملنے سے پہلے حدث کا تیمم نہیں کیا تھا اب لمعہ دھونے سے پہلے تیمم کیا تو امام محمد کے نزدیک جائز نہیں ـــ اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے ـــ اور اول اصح ہے ـــ اسی طرح کافی میں ہے" اھ۔ (ت)

اقول قولہ والاول اصح لیس ف نسختی الکافی والعبارۃ غیر منقولۃ کما ھی فی الکافی کما یظھر بالمقابلۃ وقد نبہ علیہ بقولہ ھکذا فی الکافی کما ذکر فی خطبۃ الکتاب اصطلاحہ فی کذا وھکذا نعم ذکر بعض العصریین ان فی شرح الزیادات للعتابی انہ الاصح (وھو اللکنوی ۱۲) ولم یذکرا لواسطۃ فی النقل فان صح ھذا فلعلہ تزید فی الھندیۃ من ثمہ او من غیرہ او لعلہ ساقط من نسختی الکافی وعلی کل فالھندیۃ ثقۃ فی النقل واللہ تعالٰی اعلم وفی الکافی ان کفی واحدا غیر عین صرفہ الی اللمعۃ لانہ اھم واعاد تیممہ للحدث

اقول والاول اصح (اور اول اصح ہے) کافی کے میرے نسخہ میں نہیں ـــ اور عبارت جیسے کافی میں ہے ویسے منقول نہیں جیسا کہ مقابلہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے ـــ اس پر اپنے الفاظ "ھکذا فی الکافی" سے تنبیہ بھی کردی ہے جیسا کہ خطبۂ کتاب میں لفظ کذا اور ھکذا سے متعلق اپنی اصطلاح بتائی ہے ہاں بعض معاصرین (فاضل لکھنوی ۱۲) نے ذکر کیا ہے کہ عتابی کی شرح زیادات میں ہے کہ "وہی اصح ہے" واسطۂ نقل نہ بتایا۔ اگر یہ صحیح ہے تو شاید ہندیہ میں وہیں سے یا اور کسی کتاب سے یہ اضافہ کردیا گیا ہے یا ہوسکتا ہے یہ لفظ میرے نسخۂ کافی میں چھوٹ گیا ہو۔ بہرحال ہندیہ نقل میں ثقہ ہے، اور خدائے برتر ہی خوب جاننے والا ہے ـــ

---

[1] فتاوٰی ہندیہ فصل فیما ینقض التیمم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۹

Marfat.com

المحیط الرضوی ثم الهندیة لوتیمم اولا ثم غسل النجاسة یعید التیمم لانه تیمم وهو قادر علی ما یتوضؤ به اھ ورأیتنی کتبت علیه سابقا مانصه۔

کپڑے سے نجاست دھوئے پھر تیمم کرے اور اگر پہلے تیمم کر لیا تو یہ کفایت نہیں کر سکتا اس لیے کہ وہ اتنے پانی پر قادر ہے کہ اگر اس سے وضو کرے تو اس کی نماز ہو جائے ؎ اور محیط رضوی پھر ہندیہ میں ہے: "اگر پہلے تیمم کیا پھر نجاست دھوئی تو تیمم کا اعادہ کرے اس لیے کہ اس نے اس حالت میں تیمم کیا جب کہ وہ اتنے پانی پر قادر تھا جس سے وضو کرے"۔ اھ اس پر میں نے زمانۂ سابق میں اپنی لکھی ہوئی یہ عبارت دیکھی:

اقول هذا علی قول محمد اما علی قول ابی یوسف فلا لکونه مشغولا بحاجة فکان کالمعد لعطش وبه جزم فی الدر المختار اھ ثم رأیت بعده بزمان نظر فیه المحقق الحلبی فی الحلیة کما نظر الفقیر ولله الحمد فقال بعد نقل ما فی البدائع والمحیط قال العبد الضعیف غفر الله تعالٰی له فیه نظر بل الظاهر الحکم بجواز التیمم تقدم علی غسل الثوب اوتأخر لانه مستحق الصرف الی الثوب علی ما قالوا والمستحق الصرف الی جهة منعدم حکما بالنسبة الی غیرها کما فی مسألة اللمعة مع الحدث قبل التیمم له اذا کان الماء کافیا لاحدهما فبدأ بالتیمم للحدث قبل غسلها کما هو روایة الاصل وکما فی مسألة خوف

اقول یہ حکم امام محمد کے قول پر ہے لیکن امام ابو یوسف کے قول پر اعادہ نہیں اس لیے کہ وہ پانی حاجت میں مشغول تھا تو اس پانی کی طرح ہوا جو پیاس کے لیے رکھا ہوا ہو۔ اسی پر درمختار میں جزم کیا ہے" اھ۔ پھر اس کے کچھ عرصہ کے بعد میں نے دیکھا کہ اس پر محقق حلبی نے حلیہ میں بھی ویسے ہی کلام کیا ہے جیسے فقیر نے کلام کیا —— اور خدا ہی کے لیے حمد ہے —— انہوں نے بدائع اور محیط کی عبارتیں نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: بندۂ ضعیف کہتا ہے —— خدائے برتر اس کی مغفرت فرمائے —— یہ محلِ نظر ہے —— بلکہ ظاہر جوازِ تیمم کا حکم ہے۔ کپڑا دھونے سے پہلے تیمم ہو یا اس کے بعد ہو۔ اس لیے کہ حسبِ ارشادِ علماء وہ پانی کپڑے میں صرف کیے جانے کا مستحق ہے اور جو کسی ایک جانب صرف کیے جانے کا مستحق ہو چکا ہو وہ دوسری جانب کی بہ نسبت حکماً معدوم ہے جیسے حدث کے ساتھ لمعہ کے مسئلہ میں اس سے پہلے کہ

؎ فتاوٰی ہندیہ فصل بیان ما ینقض التیمم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۹

؎ بدائع الصنائع کتاب الاحسان ایم ایم سعید کمپنی، کراچی ۱۳۰/۵

Marfat.com

لاجل الحدث ثم وجد ماء یکفی لاحدھا ینتقض تیممه عند محمد لاعند ابی یوسف بناء علی ما تقدم[1] اھ ثم ھھنا مسألة اخری من ھذا القبیل مشی فیھا الامام ملک العلماء والامام رضی الدین السرخسی علی وجوب تأخیر التیمم فظاھر قیاسه المشی علی قول محمد ھنا فی البدائع بعد ذکر القدرة علی الماء الکافی وعلی ھذا الاصل مسائل فی الزیادات مسافر[2] محدث علی ثوبه نجاسة اکثر من قدر الدرھم ومعه ما یکفی لاحدھا غسل به الثوب وتیمم للحدث عند عامة العلماء لان الصرف الی النجاسة یجعله مصلیا بطھارتین حقیقیة وحکمیة فکان اولی من الصلاة بطھارة واحدة ویجب ان یغسل ثوبه من النجاسة ثم یتیمم ولو بدأ بالتیمم لایجزیه لانه قدر علی ماء لو توضأ به تجوز صلاته اھ وفی

عه اقول کانه زاده ایضاحا والا فلا حاجة الیه لانه لو احدث ثم تیمم لھا لکان له ایضا ولا یختلف الحکم ۱۲ منه غفر له (م)

بعد حدث کے لیے تیمم کرلیا تھا پھر اتنا پانی ملا جو کسی ایک کے لیے کافی ہو تو اس کا تیمم امام محمد کے نزدیک ٹوٹ جائیگا، امام ابو یوسف کے نزدیک نہ ٹوٹے گا ــــ اسی بنیاد پر جو پہلے بیان ہوئی اھ ـ پھر یہاں اسی قبیل کا ایک اور مسئلہ ہے جس میں امام ملک العلماء اور امام رضی الدین سرخسی کی روش اس پر ہے کہ تیمم مؤخر کرنا واجب ہے تو اس کا ظاہر قیاس یہ ہے کہ یہاں امام محمد کے قول پر چلے ہیں۔ بدائع میں آب کافی پر قدرت کا ذکر کرنے کے بعد ہے: "اس اصل کے تحت زیادات میں چند مسائل ہیں ــــ کوئی حدث والا مسافر ہے جس کے کپڑے پر قدر درہم سے زیادہ نجاست ہے اور اس کے پاس اتنا پانی ہے جو دونوں میں سے کسی ایک کیلیے کافی ہے تو اس سے کپڑا دھوئے اور حدث کے لیے تیمم کرے۔ عامۂ علما کے نزدیک اس لیے کہ نجاست میں صرف کرنا اسے حقیقی و حکمی دو طہارتوں سے نماز ادا کرنے والا بنا دے گا تو یہ ایک طہارت سے نماز ادا کرنے سے بہتر ہے اور واجب ہے کہ

اقول معلوم ہوتا ہے کہ اسے انہوں نے بطور توضیح بڑھادیا ہے ورنہ اس کی ضرورت نہیں اس لیے کہ اگر اسے حدث ہوا پھر اس نے جنابت کا تیمم کیا تو وہ حدث کے لیے بھی ہو جائے گا اور حکم مختلف نہ ہوگا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] غنیۃ المستملی باب التیمم مطبع سہیل اکیڈمی لاہور ص ۸۶
[2] بدائع الصنائع فصل فی بیان ما ینقض التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۷

Marfat.com

وقد نقل الخلاف فی مسألة اللمعة ابدی بینھما فارقا به تثبت العلامة الشامی فی دفع نظر الحلیة والبحر فقال فی منحة الخالق ذکر فی السراج لو بدأ بالتیمم ثم غسل النجاسة اعاد التیمم اجماعا بخلاف المسألة الاولی ای مسألة اللمعة علی قول ابی یوسف لانه تیمم ھنا وھو قادر علی ماء لوتوضأ به جاز وھناك ای فی مسألة اللمعة لوتوضأ بذلك الماء لم یجز لانه عاد جنبا برؤیة الماء اھ وبه یندفع النظر فتدبر[1] اھ واوردہ ایضا فی رد المحتار فقال وھو فرق حسن دقیق فتدبرہ[2] اھ۔

اجماع تو در کنار —— پھر جب سراج میں یہاں اجماع ذکر کیا اور اس سے پہلے مسئلہ لمعہ میں اختلاف نقل کیا تو ان دونوں کے درمیان ایک وجہ فرق بھی ظاہر کی جس سے علامہ شامی نے حلیہ و بحر کا کلام دفع کرنے میں تمسّک کیا۔ منحۃ الخالق میں لکھتے ہیں: "سراج میں ذکر کیا ہے کہ اگر پہلے تیمم کرلیا پھر نجاست دھوئی تو اسے اجماعاً تیمم کا اعادہ کرنا ہے —— بخلاف پہلے مسئلہ کے —— یعنی مسئلہ لمعہ کے برخلاف، امام ابو یوسف کے قول پر —— اس لیے کہ یہاں اس نے اس حالت میں تیمم کیا کہ وہ ایسے پانی پر قادر تھا جس سے اگر وضو کرتا تو جائز ہوتا —— اور وہاں یعنی مسئلہ لمعہ میں اگر اس پانی سے وضو کرتا تو جائز نہ ہوتا —— اس لیے کہ پانی دیکھنے کی وجہ سے وہ پھر جنب ہوگیا" اھ —— اور اسی سے وہ کلام دفع ہوجاتا ہے۔ فتدبر (تو غور کرنا چاہیے) اھ —— سراج کا کلام رد المحتار میں بھی ذکر کرکے فرمایا ہے: "وھو فرق حسن دقیق فتدبرہ (اور یہ ایک عمدہ دقیق فرق ہے جس میں تدبر کرنا چاہیے)" اھ (ت)

اقول وبالله التوفیق له محملان۔

اقول (میں کہتا ہوں) اور توفیق خدا ہی سے ہے اس کے دو محمل ہیں:

الاوّل الجواز بمعنی الصحة کما تعطیه عبارة ملك العلماء حیث نسب الجواز الی الصلاة وفیه۔

اوّل: جواز بمعنی صحت ہو —— جیسا کہ ملک العلماء کی عبارت سے مستفاد ہوتا ہے اس طرح کہ انھوں نے جواز کی نسبت نماز کی طرف کی ہے۔ اب اس میں کلام ہے

اوّلا ان مجرد صحة الوضوء به لایثبت القدرة ولا ینفی العجز

اوّلاً محض اتنا کہ اس سے وضو درست ہے نہ قدرت کا اثبات کرتا ہے نہ عجز کی نفی کرتا ہے۔

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۳۹
[2] رد المحتار باب التیمم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۷

Marfat.com

مطلقا و نحوه نعم تیمشی ذلك علی روایة الزیادات[1] اھ وتبعه فی البحر الرائق علی الفاظه وزاد بعده ولهذا قال فی شرح الوقایة وانما تثبت القدرة اذا لم یکن مصروفا الی جهة اھم[2] اھ لکن جزم فی السراج ان وجوب تاخیر التیمم فی مسألة النجاسة مجمع علیه بخلاف مسألة اللمعة فاذن لایکون جزم البدائع والمحیط فیها بوجوب التاخیر دلیل المشی علی قول محمد فی اللمعة.

حدث کا تیمم کیا ہو۔ جب پانی دونوں میں سے کسی ایک کے لیے کافی ہو تو لمعہ دھونے سے پہلے تیمم حدث سے ابتدا کی ہو۔ جیسا کہ اصل کی روایت ہے ـــــ اور جیسا کہ خوفِ تشنگی وغیرہ کے مسئلہ میں ہے ـــــ ہاں وہ حکم روایت زیادات پر چل سکتا ہے اھ ـــــ اور البحر الرائق میں ان ہی کے الفاظ کے ساتھ ان کا اتباع کیا ہے۔ اور اس کے بعد مزید یہ لکھا ہے: "اسی لیے شرح وقایہ میں فرمایا: اور قدرت اسی وقت ثابت ہوتی ہے جب اس سے زیادہ اہم جانب میں مصروف نہ ہو" اھ لیکن سراج میں یہ خیال کیا ہے کہ مسئلہ نجاست میں تیمم مؤخر کرنے کا وجوب متفق علیہ اور اجماعی ہے بخلاف مسئلہ لمعہ کے ـــــ اس کے پیش نظر مسئلہ نجاست میں وجوب تاخیر پر بدائع و محیط کا جزم مسئلہ لمعہ میں امام محمد کے قول پر مشی کی دلیل نہ ہوگا۔ (ت)

اقول لکن قد اسمعناك نص الامام صدر الشریعة انفا انما تثبت القدرة اذا لم یکن مصروفا الی نجاسة[3] ونص الدر المختار المشغول بحاجة غسل نجس کالمعدوم[4] فاین الاجماع وقد جزما به کأنه لاخلاف فیه فضلا عن الاجماع علی خلافه ثم اذ قد ذکر الاجماع ههنا

اقول لیکن امام صدر الشریعہ کی عبارت ہم ابھی پیش کر چکے کہ "قدرت اسی وقت ثابت ہوتی ہے جب نجاست کی جانب مصروف نہ ہو" ـــــ اور دُرمختار کی یہ عبارت کہ "جو کسی نجس کو دھونے کی ضرورت میں مشغول ہے معدوم کی طرح ہے" ـــــ تو اجماع کہاں؟ جب کہ ان دونوں نے اس پر یُوں جزم کیا ہے جیسے اس میں کوئی خلاف ہی نہیں اس کے خلاف پر

---

[1] البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۳۹

[2] ایضاً

[3] شرح الوقایة باب التیمم المکتبة الرشیدیہ دہلی ۱/۱۰۵

[4] الدر المختار " مجتبائی دہلی ۱/۴۵

Marfat.com

بالماء والحكمية بالتراب كما قال ملك العلماء ولم يكن للماء خلف في الحقيقية فاذا صرفه الى الحكمية التي كان يجد له خلفا فيها فقد ازمع و اجمع على ان يصلي في نجس مانع مع القدرة على ازالته فكيف يحل هذا اما الاجزاء فلانه عاجز عن الماء عند ايقاع الصلاة و انما النظر فيه الى الحالة الراهنة۔

سے اور حکمیہ کو مٹی سے ۔ جیسا کہ ملک العلماء نے فرمایا ہے اور نجاست حقیقیہ میں پانی کا کوئی بدل اور نائب نہیں ۔ تو جب اس نے پانی کو حکمیہ میں صرف کیا جس میں پانی کا ایک بدل اسے دستیاب تھا تو اس نے اس بات کا پختہ ارادہ اور عزم محکم کرلیا کہ نجس مانع کے ازالہ پر قدرت کے باوجود اُس نجس مانع کے ساتھ نماز ادا کرے گا تو یہ حلال کیسے ہوگا؟ ۔ رہا کفایت کرجانا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز کی ادائیگی کے وقت وہ پانی سے عاجز ہے ۔ اور اس بارے میں صرف حالت موجودہ پر نظر کی جاتی ہے ۔ (ت)

فان قلت بل يدل على الحل قول ملك العلماء فكان اولى من الصلاة بطهارة واحدة[1] وقول الخانية والخلاصة والحلية والبحر لو توضأ وصلى في الثوب النجس جاز ويكون مسيئا[2] اھ فان الاساءة دون كراهة التحريم۔

اگر یہ سوال ہو کہ ملک العلماء کی یہ عبارت حلت پر دلالت کررہی ہے: "تو ایک طہارت سے نماز کی ادائیگی سے اولیٰ ہے"۔ اور خانیہ، خلاصہ، حلیہ اور بحر کی یہ عبارت: "اگر وضو کرلیا اور نجس کپڑے میں نماز ادا کی تو جائز ہے اور اساءت والا (بُرا کرنے والا) ہوگا" اھ اس لیے کہ اساءت کا درجہ کراہت تحریم سے نیچے ہے۔

اقول تعليل ملك العلماء ادل دليل كما علمت على ان لفظة الاولى[ع] فيه مثلها في قول التجنيس والمزيد ان

اقول ملک العلماء کی تعلیل سب سے بڑی دلیل ہے جیسا کہ ناظر کو معلوم ہے ۔ مگر یہ ہے کہ جیسے اس میں لفظ "اَولیٰ" ہے ویسے ہی تجنیس اور مزید کی اس عبارت میں ہے "بیشک

ع بل في نفس البدائع من كتاب الاستحسان الامتناع من المباح اولى من ارتكاب المحظور[3] ١٢ منه غفرله (م)

بلکہ خود بدائع کتاب الاستحسان میں یہ عبارت ہے: "مباح سے باز رہنا ممنوع کے ارتکاب سے اولیٰ ہے" ١٢ منہ غفرلہ (ت)

---

١ بدائع الصنائع فصل بیان ما ینقض التیمم مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ١/٥٧

٢ البحر الرائق باب التیمم " " " ١/١٣٩

Marfat.com

الا ترى ان المريض او البعيد ميلا
او تحمل الحرج وتوضأ به لصح
وجازت صلاته به بل الشغل بحاجة
اهم ايضا من وجوه العجز
كالمدخر لعطش او عجن مع جواز
صلاته به قطعا ان
فعل ۔

وثانيا على السراج خاصة
اذن يطيح الفرق فالصحة و
جواز الصلاة حاصل قطعا في
مسألة اللمعة ايضا الا ترى الى ما تقدم
عن الهندية والكافي وشرح الوقاية
لو صرفه الى الوضوء جاز زاد
الاولان اتفاقا وعوده جنبا لا يمنعه
عن التوضي للحدث لان هذه الجنابة مقتصرة
والحدث غير مندمج فيها ۔

الثاني بمعنى الحل اي لو توضأ
به في مسألة النجاسة حل بخلاف
مسألة اللمعة لانه عاد جنبا فوجب صرفه
الى الجنابة ۔

اقول وفيه

اولا لانسلم الحل في النجاسة
فان فيه اختيار الصلاة مع
نجاسة حقيقية عمدا لانه كان
قادرا على ان يزيل النجاستين الحقيقية

دیکھئے بیمار یا ایک میل دُوری والے نے اگر مشقت اٹھائی اور پانی سے وضو کیا تو وضو صحیح ہے اور اس سے نماز جائز ہے ـــــ بلکہ زیادہ اہم ضرورت میں پانی کا مشغول ہونا بھی عجز کی صورتوں میں سے ہے جیسے وُہ پانی جو پیاس کے لیے یا آٹا گوندھنے کیلئے جمع کر رکھا ہو باوجودیکہ اگر اس سے وضو کرے تو اس کی نماز قطعاً جائز ہے ۔

ثانیاً خاص سراج پر یہ کلام ہے کہ ایسا ہے تو فرق ضائع کردینا چاہیئے کیونکہ صحت اور جوازِ نماز تو قطعاً مسئلہ لمعہ میں بھی حاصل ہے ۔ وہ دیکھئے جو ہندیہ، کافی اور شرح وقایہ کے حوالہ سے گزرا کہ اگر اس پانی کو وضو میں صرف کرلیا تو جائز ہے ۔ ہندیہ و کافی نے اتفاقاً (بالاتفاق) کا اضافہ کیا ۔ اور اس کا پھر جنب ہوجانا حدث کا وضو کرنے سے مانع نہیں اس لیے کہ یہ جنابت مقتصرہ ہے اور حدث اس میں مندرج نہیں ۔

دوم ، جواز بمعنی حلت ہو ـــــ یعنی مسئلہ نجاست میں اگر اس پانی سے وضو کرلیا تو حلال ہے بخلاف مسئلہ لمعہ کے ـــ اس لیے کہ پھر جنب ہوگیا تو اسے جنابت میں صرف کرنا واجب ہے ۔

اقول اس میں بھی کلام ہے ۔

اولاً ہم نہیں مانتے کہ مسئلہ نجاست میں حلت ہے کیونکہ اس میں نجاست حقیقیہ کے ساتھ نماز کی ادائیگی کو قصداً اختیار کرنا ہے اس لیے کہ اسے قدرت تھی کہ دونوں نجاستیں دُور کرے حقیقیہ کو پانی

Marfat.com

وبالجملة ظهر بحمد الله تعالٰی ان النظر لامرّ له وان الاظهر فی مسألة النجاسة ما استظهرہ فی الحلیة والبحر وجزم به فی شرح الوقایة والدرالمختار۔

زیادہ سخت ہے اسے مٹی سے نہیں پانی ہی سے زائل کرنا واجب ہے! ــــ بالجملہ بحمدہ تعالٰی ظاہر ہوگیا کہ اس کلام کو کوئی بات رَد کرنے والی نہیں اور مسئلۂ نجاست میں اظہر وہی ہے جو حلیہ اور بحر میں ظاہر کیا گیا اور جس پر شرحِ وقایہ اور درمختار میں جزم ہے۔

اقول وبه ترجح ولله الحمد ماسلکه المحقق الحلبی صاحب الغنیة فی تقریر منشأ الخلاف[1] فان القول بجواز الصرف الی الوضوء مع اولویة الصرف الی اللمعة هو الذی یقتضیه الدلیل وعلی تسلیم وجوب الصرف الیها ترد مسائل کثیرة ثبت فیها العجز عن الماء لاجل المنع الشرعی کما بیناها فی رسالة قوانین العلماء وقد[2] یکون الوجوب فی کلام الکافی من باب قولك حقك واجب علیّ فظهر ان الاظهر فی هذه خلاف ما استظهرہ فی الحلیة فالراجح فیه قول محمد وقد ذیل بالاصح وهو تصحیح صریح وصاحب[3] الحلیة رحمه الله تعالٰی لیس من اصحاب الترجیح۔

اقول اسی سے بحمدہ تعالٰی اسے بھی ترجیح حاصل ہوگئی جس پر محقق حلبی منشأ خلاف کی تقریر میں گئے اس لیے کہ مقتضائے دلیل یہی قول ہے کہ لمعہ میں صرف کرنے کے اولٰی ہونے کے ساتھ وضو میں اسے صرف کا جواز ہے ــــ اور لمعہ میں صرف کا وجوب مان لینے پر ان بہت سے مسائل سے اعتراض ہوگا جن میں کسی شرعی ممانعت کی وجہ سے پانی سے عجز ثابت ہے جیسا کہ انہیں ہم نے رسالہ "قوانین العلماء" میں بیان کیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کافی کی عبارت میں "وجوب" حقك واجب علیّ" (تمہارا حق میرے اوپر واجب ہے یعنی بقوت ثابت ہے) کے باب سے ہو۔ اس سے یہ بھی واضح ہُوا کہ اس بارے میں اظہر اس کے برخلاف ہے جو حلیہ میں ظاہر کیا۔ تو اس میں راجح امام محمد کا قول ہے" اور اس کے آخر میں "اصح" بھی لکھ دیا ــــ یہ صریح تصحیح ہے جب کہ صاحبِ حلیہ ــــ ان پر خدا کی رحمت ہو اصحابِ ترجیح سے نہیں ہیں۔ (ت)

فان قلت کونه مستحق الصرف الٰی حاجة اهم لایختص بالوجوب الاتری ان المعد لعجن منه مع ان العجن غیر واجب۔

اگر سوال ہو پانی کا زیادہ اہم ضرورت میں صَرف کئے جانے کا مستحق ہونا وجوب ہی سے خاص نہیں، دیکھئے آٹا گوندھنے کے لیے رکھا ہوا پانی اسی باب سے ہے باوجودیکہ آٹا گوندھنا واجب نہیں۔

Marfat.com

اة فرض العين اولى قال الشامى
ثبت انه فرض كان خلافه
ا اھ من صدر الجهاد واطلاق
على من ترك واجبا غير نادر
م ان قال فى الغنية لو ازال
الماء الحدث وبقى الثوب نجسا
قد ترك الطهارة الحقيقية مع
ته عليها بغير عذر فيكون اثما
تصح صلاته لثبوت العجز بعد
الماء اھ وهذا عين ما فهمت
اداه بلفظ اوجز واحسن رحمه الله
ى والعلماء جميعا۔

فرض عین کی رعایت "اولیٰ" ہے ـــــ اس پر شامی نے فرمایا : توجب یہ ثابت ہوا کہ وہ فرض ہے تو اس کا خلاف حرام ہوا، اھ از شروع کتاب الجہاد ـــــ اور واجب ترک کرنے والے پر لفظ "مُسِیٔ" (برُا کرنے والا) کا اطلاق کوئی نادر بات نہیں۔ لاجرم غنیہ میں لکھا ہے : " اگر اس پانی سے حدث دُور کیا اور کپڑا نجس رہ گیا تو وہ طہارت حقیقیہ پر قادر ہونے کے باوجود بلا عذر اس کا تارک ہوا تو گنہ گار ہوگا لیکن اس کی نماز صحیح ہو جائے گی کیوں کہ پانی ختم ہو جانے کے بعد عجز ثابت ہوگیا" اھ ـــــ یہ بعینہ وہ ہے جو میں نے سمجھا ـــــ اور انہوں نے اسے زیادہ مختصر اور بہتر الفاظ میں ادا کیا ـــــ ان پر اور تمام علما پر خدا کی رحمت ہو۔

وثانیا اذن ینقلب الفرق فحیث
له صرف الماء الی الوضوء وابقاء
اسة المانعة بلا مزیل لأن یحل
رفه الی الوضوء مع ازالة الجنابة
مم کالاولی وای مدخل فیه لکون
بة اغلظ فان الکل ینتقی اما بالماء
لتراب وای دلیل علی انه تجب
لة الاغلظ بالماء دون التراب

ثانیا ایسا ہے تو فرق پلٹ جائے گا۔ جب اس کے لیے یہ جائز ہے کہ پانی وضو میں صرف کر دے اور بغیر کسی زائل کرنے والی چیز کے نجاست مانعہ کو باقی رکھے تو اس کے لیے جنابت کو تیمم سے زائل کرنے کے ساتھ پانی کو وضو میں صرف کرلینا بدرجۂ اولیٰ جائز و حلال ہوگا ـــــ اور اس میں نجاست کے زیادہ سخت ہونے کا کیا دخل ؛ ـــــ سبھی تو دور ہو جا رہا ہے یا پانی سے یا مٹی سے ـــــ اس پر کیا دلیل ہے کہ جو

والمحتار	کتاب الجہاد	مصطفی البابی مصر	۳/ ۲۴۱	
نیة المستملی	فصل فی التیمم	سہیل اکیڈمی لاہور	ص ۸۶	

Marfat.com

خلاف علما سے بچنا ہے اور اسی لیے اگر پہلے کرچکا ہے نجاست دھونے کے بعد دوبارہ تیمم کرلینا انسب واحوط
اور اگر جنابت کا لمعہ باقی ہے اور حدث بھی ہوا اور وہ لمعہ غیر مواضع وضو میں ہے یا کچھ مواضع وضو کے ایک حصے
کچھ دوسرے عضو میں اور پانی اتنا ملا کہ دونوں میں جس ایک کو چاہے دھولے دونوں نہیں ہوسکتے تو اُس
لمعہ دھونے میں صَرف کرے اور حدث کے لیے لازم کہ جب پانی خرچ ہولے اس کے بعد تیمم کرے اگرچہ پہلے
کرچکا ہو کہ وہ منتقض ہوگیا ظاہر ہے کہ تیمم بعد کو کرنے یا بعد کو دوبارہ کرلینے میں نہ کچھ خرچ ہے نہ کچھ حرج۔
قول امام محمد کی صریح تصحیح نہ بھی ہوتی خلاف ائمہ سے خروج کے لیے اسی پر عمل مناسب ومندوب ہوتا نہ کہ ا
طرف صراحۃً لفظ اصح موجود اور یہی دلیل کی رُو سے ظاہر تر اور اسی میں احتیاط اور امر نماز میں احتیاط باعث
فلاح وصلاح۔

اصلح اللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی بالنامع سائر اخواننا فی الدین، وجعلنا جمیعا من المفلحین وحشرنا فی زمرۃ الصلحین، تحت لواء سید المرسلین، صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلیھم وعلٰی اٰلہ واٰلھم وحزبہ وحزبھم اجمعین، ابد الاٰبدین، والحمد للّٰہ رب العٰلمین، وصلی اللّٰہ تعالٰی علی المصطفٰی واٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ، وعلینا بھم ولھم وفیھم ومعھم اٰمین، یا ارحم الرحمین واللّٰہ تعالٰی اعلم، وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

خدائے پاک برتر ہمارا حال ہمارے تمام دینی بھ
کے ساتھ درست فرمائے اور ہم سب کو فلاح
میں سے بنائے اور ہمیں صالحین کے زمرے
سید المرسلین کے جھنڈے تلے جمع فرمائے۔ خدا
کا درود ہو حضور پر اور رسولوں پر اور حضور کی
اور رسولوں کی آل اور حضور کی جماعت اور رس
کی جماعت سب پر ــ ہمیشہ ہمیشہ ــ اور تما
خدا کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا مالک ہے
اور اللہ تعالٰی رحمت فرمائے سرکار مصطفٰی، ا
آل، ان کے اصحاب، ان کے فرزند، ان کے
پر اور ہم پر ان کے طفیل، ان کے سبب، ان
اور ان کے ساتھ ــ قبول فرمائے سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والے ــ اور خدا ئے ب
خوب جاننے والا ہے اور اس کا علم بہت تام اور محکم ہے اس کا مجد جلیل ہے۔ (ت)

الحمد للہ کتاب مستطاب **حسن التعمم لبیان حد التیمم** مسودۂ فقیر
اٹھارہ جز سے زائد میں باحسن وجوہ تمام ہوئی جس میں صدہا وہ ابحاث جلیلہ ہیں کہ قطعاً طاقتِ فقیر
بد رجہا وراء ہیں مگر فیض قدیر عاجز فقیر سے وہ کام لے لیتا ہے جسے دیکھ کر انصاف والی نگاہیں کہ حس
پاک ہوں ناخواستہ کہہ اٹھیں ع :

Marfat.com

اقول ذلك تخفیف من ربکم
…مۃ یراعی حاجات عبادہ بالنقیر
…طمیر فجاز التیمم اذا کان یبیع
…من عندہ بفلس وقیمتہ ثمہ نصف
…وجاز لبعد میل وان کان فی جہۃ
…بہ وھو یسیر الیہ لحاجۃ نفسہ
…منع لحق الشرع فلا یتحقق الا بالوجوب
…لا یجب شرعا لا یمنع ترکہ شرعا
…الفرق والحمد للہ رب العٰلمین
…ا مشیت فی الجدول علی قول محمد لانہ
…یل بالتصحیح الصریح ولانہ الاظہر
…حیث الدلیل ولانہ الاحوط فی الدین
…ان قول ابی یوسف ایضا لہ قوۃ لانہ
…ابی یوسف ولانہ فی الاصل وقد
…ظہر اوجہیتہ فی الحلیۃ واومی الی
…یحہ فی شرح الوقایۃ واخر دلیلہ فی
…فی غیر انہم اعتمدوا حرفا واحدا و
…ستحقاق الصرف وقد علمت جوابہ و
…الحمد۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہ تمہارے رب کی جانب سے آسانی اور رحمت ہے — وہ نقیر و قطمیر (کھجور کی چھال اور گٹھلی کے چھلکے) میں اپنے بندوں کی حاجتوں کی رعایت فرماتا ہے — یہی وجہ ہے کہ اس صورت میں تیمم جائز ہوگیا جب پانی والا ایک پیسے میں پانی بیچ رہا ہے اور وہاں اس کی قیمت آدھا پیسہ ہے۔ اور ایک میل پانی دُور ہو تو تیمم جائز ہوگیا اگرچہ وہ اس کے راستے ہی کی سمت میں ہو۔ اور اس طرف وہ اپنی ضرورت کے لیے جا بھی رہا ہے — لیکن حق شرع کی وجہ سے ممانعت تو یہ بغیر وجوب کے متحقق نہ ہوگی اس لیے کہ شرعاً جو واجب نہیں اس کا ترک شرعاً ممنوع نہیں — اس سے فرق واضح ہوگیا، اور تمام حمد خدا کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا مالک ہے — اسی لیے میں نقشہ میں امام محمد کے قول پر چلا ہُوں اس لیے کہ اس پر صریح تصحیح کا نشان دیا گیا ہے اور اس لیے کہ دلیل کے اعتبار سے وہی اظہر ہے اور اس لیے کہ دین میں وہی احوط ہے۔ اگرچہ امام ابویوسف کے قول میں بھی قوت ہے اس لیے کہ وہ امام ابویوسف کا قول ہے اور اس لیے کہ وہ "اصل" میں ہے اور حلیہ میں اس کے اوجہ ہونے
…ہر بتایا، اور شرح وقایہ میں اس کی ترجیح کی طرف اشارہ کیا اور کافی میں اس کی دلیل مؤخر رکھی — مگر ان
…حضرات کا معتمد ایک ہی حرف ہے اور وہ ہے استحقاق صرف — اور اس کا جواب معلوم ہوچکا —
…ہی کے لیے حمد ہے۔ (ت)

بالجملہ حاصل تحقیق یہ ہوا کہ اگر کپڑے یا بدن پر کوئی نجاست حقیقیہ مانعہ ہے اور وضو نہیں اور پانی اتنا ملا
…ہے نجاست دھولے چاہے وضو کرلے دونوں نہیں ہوسکتے تو واجب ہے کہ اُس سے نجاست ہی دھوئے
…ف کرے گا گنہگار ہوگا حدث کے لیے تیمم کرے خواہ نجاست دھونے سے پہلے یا بعد اور بعد اولٰی ہے کہ

Marfat.com

أمين والحمدلله رب العلمين ؛ سبحنك فرزند، ان کے گروہ سب پر۔ الٰہی قبول فرما۔
اللهم وبحمدك اشهد ان لا اله اور تمام تعریف اللہ کے لیے جو تمام جہانوں کا مالک
الا انت استغفرك واتوب اليك ۵ ہے۔ پاک ہے تجھے اے اللہ ساتھ ہی تیری
حمد بھی۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں اور تیری طرف
رجوع کرتا ہوں۔ (ت)

Marfat.com

کم ترك الاول للاخــــر

(اگلے پچھلوں کے لیے کتنا چھوڑ گئے ۔ ت)

یکتہ مسائل جلیلہ معرکۃ الآرا بحمدہ تعالٰی کیسی خوبی وخوش اسلوبی سے طے ہوئے وللہ الحمد (اور خدا ہی کے لیے حمد ہے : ت) کتاب میں اصل مضمون کے علاوہ آٹھ رسائل ہیں :

(۱) سمح الندری فیما یورث العجز عن الماء ۱۳۳۵ ۔

رکھ وقت طبع حاشیہ پر اُس کا نام لکھنا رہ گیا۔

(۲) الظفر لقول زفر ۱۳۳۵ ۔

(۳) المطر السعید علی نبت جنس الصعید ۱۳۳۵ ۔

(۴) الجد السدید فی نفی الاستعمال عن الصعید ۱۳۳۵ ۔

یہ چار ضمنیہ ہیں ۔

(۵) باب العقائد والکلام ۱۳۳۵ ۔

(۶) قوانین العلماء فی متیمم علم عند زید ماء ۱۳۳۵ ۔

(۷) الطلبۃ البدیعۃ فی قول صدر الشریعۃ ۱۳۳۵ ۔

(۸) مجلی الشمعۃ لجامع حدث ولمعۃ ۱۳۳۵ ۔

یہ چار طحقہ ہیں سوال وشروع جواب ۱۳۲۵ھ میں ہے لہذا نام کتاب میں یہی عدد ہیں پھر بحمدہ تعالٰی اس مقام کے طبع کے وقت کہ اوائل ماہ رمضان مبارک ۱۳۳۵ھ سے ہے یہ رسائل اور ان کے ساتھ اور مضامین کثیرہ اضافہ ہوئے مجموع کی تصنیف بحمدہ تعالٰی ساڑھے پانچ مہینے میں ہے جن میں دو دن کم تین مہینے علالت شدیدہ ونقاہت مدیدہ کے ہیں جس کا بقیہ اب تک ہے لہذا رسالہ اخیرہ اوائل ۱۳۳۶ھ میں آیا جیسا کہ اس کے نام نے ظاہر کیا بہرحال جو کچھ ہے میری قدرت سے ورا اور محض فضل میرے رب کریم پھر میرے نبی رؤف رحیم کا ہے جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۔

وللہ الحمد حمد الشاکرین ، وصلی اللہ تعالٰی علی خیر خلقہ محمد و اٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین ،

اور خدا ہی کے لیے حمد ہے شکر گزاروں کی حمد ۔ اور اللہ تعالٰی کا درود ہو اس کی مخلوق میں سب سے بہتر محمد اور ان کی آل ، ان کے اصحاب ، ان کے

عــہ یہ رسالہ (طبع جدید میں) جلد سوم کے صفحہ ۴۱۱ سے ۴۴۰ تک ہے ۔

Marfat.com

الجواب

(۱) غسل میں نیت سنت ہے، اگر نہ کی غسل جب بھی ہوجائے گا اور اُس کی نیت یہ ہے کہ ناپاکی دُور ہوجانے اور نماز جائز ہونے کی نیت کرتا ہوں۔

(۲) برہنہ غسل کرنے سے بھی غسل ہوجاتا ہے اور اس میں کچھ حرج نہیں اگر مکان پردے کا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۸ مولوی عبدالحفیظ صاحب طالب علم مدرسہ منظر اسلام ۳- ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص کو احتلام لغیر شہوت و دفق کے ہو یا کسی مرض کی وجہ سے، جیسے جریان وغیرہ، کیونکہ اس میں بھی بلاشہوت ودفق کے ہوتا ہے ان دُو صورتوں میں غسل محتلم پر واجب ہوگا یا نہیں؟ یا یہ بھی وہی حکم رکھتا ہے جو کہ ذی دفق وشہوت سے خارج ہوتا ہے۔

الجواب

جاگتے میں جو منی بغیر دفق وشہوت کے نکلے اس سے وضو واجب ہوتا ہے غسل نہیں مگر احتلام کی نسبت اس کو کیا خبر کہ بغیر دفق وشہوت ہے احتیاطاً غسل کرے گا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۹ از جنوبی افریقہ مقام بھوٹا بھوٹی برٹش پاسوٹولینڈ مسئولہ حاجی اسمٰعیل میاں بن حاجی امیر میاں کاٹھیاواری۔

حضور نے فرمایا ہے کہ زانی کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز ہے۔ اس پر زید کہتا ہے کہ کیسے جائز ہو، زانی پہ غسل چالیس روز تک نہیں اُترتا ہے۔ کیا زید کا قول سچا ہے اور زانی کا غسل اُترتا ہے یا نہیں؟

الجواب

زید نے محض غلط کہا زانی کے ظاہر بدن کی طہارت اول ہی بار نہانے سے فوراً ہوجائے گی ہاں قلب کی طہارت توبہ سے ہوگی اس میں چالیس دن کی حد باندھنی غلط ہے چالیس برس توبہ نہ کرے تو چالیس برس طہارت باطن نہ ہوگی۔ اور غسل نہ اُترنے کو ذبیحہ ناجائز ہونے سے کیا علاقہ! طہارت شرط ذبح نہیں، جنب کے ہاتھ کا ذبیحہ بھی درست ہے بلکہ وُہ جن کا غسل فی الواقع کبھی نہیں اُترتا یعنی کافران کتابی ان کے ہاتھ کا ذبیحہ سب کتابوں بلکہ خود قرآن عظیم میں حلال فرمایا ہے:

طعام الذین اوتوا الکتب حل لکم[1] کتابیوں کے ہاتھ کا ذبیحہ تمہارے لیے حلال ہے۔

---

[1] القرآن ۵/۵

Marfat.com

نحمدہٗ و نصلّی علٰی رسولہ الکریم

ذیل باب الوضوء

مسئلہ ۱۱۵ از میرٹھ محلہ خیر نگر دروازہ مرسلہ مولوی محمد حسین صاحب تاجر طلسمی پریس ۱۸ شوال ۱۳۳۸ھ
شیخ بشیر الدین صاحب رئیس لال کورتی میرٹھ کی ایک آنکھ میں سے خفیف خفیف پانی اس طرح نکلتا ہے کہ تھوڑی دیر میں ذرا ذرا نمی محسوس ہوتی ہے اور رومال سے صاف کرنے پر قریباً ایک چاول کے برابر کپڑا نم معلوم ہوتا ہے نمی کے الکس کی وجہ سے بار بار صاف کرنا ہوتا ہے۔ کبھی وہ نمی جلد جلد محسوس ہوتی ہے اور کبھی دیر دیر میں صاف کرنے کی ضرورت ہوتی ہے فجر میں بہت وقت اس طرح گزر جاتا ہے کہ صاف نہیں کیا جاتا ہے جب بھی سیلانی کیفیت پیدا نہیں ہوتی بلکہ نمی بصورت کیچڑ معمولی طور پر معلوم ہوتی ہے۔ کبھی یہ نہیں ہوا کہ اگر کسی کام کی وجہ سے بھول گئے ہوں دیر تک صاف نہ کیا ہو تو بھی سیلانی حالت رہتی ہے۔

اس کی بابت ایک بڑے ڈاکٹر کی رائے یہ ہے کہ دماغ سے جو پانی آتا ہے بلغمی کی راہ نکلتا ہے وہ یہی ہے، چونکہ بلغمی میں جانے کا راستہ بند ہوگیا ہے اس واسطے آنکھ کے کوئے سے نمی کا الکس معلوم ہوتا ہے بعض کا خیال یہ ہے کہ سر میں کہیں کسی موقع پر کچھ ناسوری کیفیت ہے وہ جگہ یہ پانی پیدا کرتی ہے۔ ایسی حالت میں وضو ہر وقت تازہ ہونا چاہئے بعض کا خیال ہے کہ جب تک سیلانی کیفیت نہ ہو تازہ وضو لازم نہیں۔ اُن کو اس وجہ سے تکدر رہتا ہے اور محض احتیاط کی وجہ سے کہ بعض مقامات میں وضو کرنا دشوار ہوتا ہے اُنھوں نے اپنی آمد و رفت کم

Marfat.com

اس سے ظاہر ہوا کہ بعض مشایخ کا یہ کہنا کہ اسلام لانے کے بعد غسل کرنا مستحب ہے۔ اس شخص کے بارے میں ہے جو جنبی نہ ہو اھ مثلاً بلوغ سے پہلے اسلام لے آیا (مختصراً)۔ (ت)

ہاں یہ اور بات ہے کہ بحالِ جنابت بلاضرورت ذبح نہ چاہیے کہ ذبح عبادتِ الٰہی ہے جس سے خاص اُس کی تعظیم چاہی جاتی ہے پھر اُس میں تسمیہ و تکبیر ذکرِ الٰہی ہے تو بعد طہارت اولٰی ہے اگرچہ مخالفت اب بھی نہیں۔ دُرِمختار میں ہے:

لایکرہ النظر الی القراٰن لجنب کما لا تکرہ ادعیۃ ای تحریما و الا فالوضوء لمطلق الذکر مندوب و ترکہ خلاف الاولٰی واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

جنبی کے لیے دُعائیں پڑھنے کی طرح قرآن پاک کو دیکھنا بھی مکروہ نہیں اور اس سے مکروہ تحریمہ مراد ہے ورنہ مطلق ذکر کے لیے وضو کرنا مستحب ہے اور اس کا چھوڑنا خلافِ اَولٰی ہے۔ اور اللہ تعالٰے بہتر جانتا ہے (ت)

مسئلہ ۱۲۰ **سوال دوم** اگر زید غسل خانہ میں غسل جنابت یا احتلام کا کرتا ہے اور وضو کر کے تہبند نکال کر غسل کرے تو غسل اُترتا ہے یا نہیں، غسل خانہ اوپر سے بند ہو یا کھلا، دونوں صورتوں میں کیا حکم ہے؟

الجواب

سارے بدن پر پانی بہنے سے غسل اترتا ہے جس میں حلق تک مُنہ اور ہڈی کے کناروں تک اندر سے ناک کا بانسا بھی داخل ہے اس کے بعد جیسے بھی ہو غسل اُتر جائے گا، ہاں کُھلے غسل خانے میں ننگا نہ ہونا بہتر ہے اور اگر وہاں قریب بلند مکان ہوں جس سے احتمال ہو کہ کسی کی نظر پڑے گی تو وہاں تہبند رکھنے کی تاکید ہے۔ وہ احتمال نظر جتنا قوی ہوگا اُتنی ہی یہ تاکید بڑھتی جائے گی یہاں تک کہ اگر نظر پڑنے کا ظن غالب ہوگا تہبند رکھنا واجب ہوگا اور وہاں برہنہ نہانا گناہ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] دُرمختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۳

Marfat.com

ذیل باب الغسل

مسئلہ ۱۱۶ ازسرونج مسئولہ عبدالرشید خان صاحب ۱۹محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

برس یا چھ ماہ عرصہ سے زید حالتِ جنابت میں ہے جب اسے ضرورت غسل کی ہوئی اس نے غسل نہ کیا اور کوئی وجہ اُسے غسل سے روکنے والی بھی نہیں ہے اور اُسی حالتِ جنابت میں وہ پان کھاتا رہا تو چونا کتھا حالتِ ناپاکی میں زید کے دانتوں پر جم گیا ——— اب زید نے غسل کیا اور غرغرہ کیا مگر پانی زید کے دانتوں پر اور دانتوں کی جڑوں میں نہ پہنچا کیونکہ دانتوں پر اور دانتوں کی جڑوں میں تو چونا کتھا جما ہوا ہے۔ ایسی حالت میں غسل زید کا جائز ہوا یا ناجائز، اور اگر ناجائز ہوا تو کیا تدبیر کرنی چاہیے؟ بینوا توجروا (بیان کرو اور اجر پاؤ۔ت)

الجواب

اگر وہ جگہ جہاں چونا جم گیا ہے جنابت کے بعد کسی طرح کلی کرنے یا پانی پینے سے نہ دُھل گئی تھی اور وہ چونا ایسا جم گیا ہے کہ اس کا چھڑانا باعثِ ضرر و ایذا ہے تو معاف ہے غرغرہ کافی ہوگا اور اگر بے ضرر چھڑا سکتا ہے تو چھڑانا واجب ہے بغیر چھڑائے غسل نہ ہوگا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۷ ازمانیا والہ ڈاک خانہ قاسم پور ضلع بجنور مرسلہ سید کفایت علی صاحب

۵۔ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) غسل کی نیت کرنی چاہیے یا نہیں، اور کیا نیت ہے اُس کی یا غسل جنابت یا احتلام کا ہو اگر اس نے نیت نہیں کی غسل ہوا یا نہیں؟

(۲) غسل کرنے والا بند مکان میں غسل کر رہا ہے اور زیادہ تر اُس مکان میں تاریکی نہیں ہے اور فرض اپنے دیکھ رہا ہے اور کپڑا نہیں باندھا ہے غسل ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان کرو اور اجر پاؤ۔ت)

Marfat.com

وضو جائز نہ رہے گا مگر یہ کہ وہ پانی تھوڑا ہو اور اُسے اچھے پانی میں کہ اس سے زائد ہے ملا دیا جائے پھر بھی کافر کے جھوٹے سے احتراز چاہئے۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاك وما یسوء الاذن[1] (جس بات کا سُننا (شرعاً) ناگوار ہو اس سے بچو۔ت)

ہاں اگر اس کے سوا اور پانی نہ ملے اور اس کا نجس یا مستعمل ہونا ثابت نہ ہو تو بضرورت آپ ہی اُس سے وضو کرنا ہوگا ایسے مسائل یوں اطلاق کے طور پر بیان کرنا مسلمانوں کی خیر خواہی نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۲ از ڈاک خانہ راموچکما کول ضلع چاٹگانگ مدرسہ عزیزیہ مرسلہ سید محمد مفیض الرحمن صاحب ۹۔ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

جو حوض دہ در دہ یا اس سے بڑا ہو مگر موسم گرما میں خشک ہونے کے باعث پانی دہ در دہ سے کم ہوگیا اب اگر حوض میں کوئی نجاست گر جائے بشرطیکہ اوصاف ثلٰثہ میں سے کوئی وصف متغیر نہ ہو وہ پانی پاک ہوگا یا ناپاک؟

الجواب

حوض اگرچہ ہزار در ہزار ہو جبکہ اس وقت اُس میں پانی دہ در دہ سے کم ہے ایک ذرہ نجاست اسے ناپاک کردے گا اگرچہ کوئی وصف نہ بدلے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۳ موضع بیتھو ڈاک خانہ وضلع گیا مسئولہ جناب الطاف اشرف صاحب ۳۔ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

(۱) دہ در دہ کے عمق و عرض و طول کا کس قدر ہونا لازم ہے۔

(۲) دہ در دہ حکم جاری کا رکھتا ہے یا نہیں اور رکھتا ہے تو کس وجہ کر اور نہیں رکھتا ہے تو کس وجہ کر۔

(۳) اس موضع کے جانب غرب ایک گڈھی ہے جس کو لوگ پوکھر کہا کرتے ہیں متصل بستی کے پیش دروازہ ایک شخص کے واقع ہے جس کا نقشہ حسب ذیل ہے گڈھی کے جانب شرق ایک چھوٹا نالہ ہے

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابی الغادیۃ المکتبۃ الاسلامی بیروت ۴/۷۶

Marfat.com

اور کفار کا کبھی غسل نہ اُترنا اس لیے کہ غسل کا ایک فرض تمام دہن کے پُرزے پُرزے کا حلق تک دُھل جانا ہے، دوسرا فرض ناک کے دونوں نتھنوں میں پُورے نرم بانسے تک پانی چڑھنا اول اگرچہ ان سے ادا ہوجاتا ہو جبکہ بے تمیزی سے مُنہ بھر کر پانی پئیں مگر دوم کے لیے پانی سُونگھ کر چڑھانا درکار ہے جسے وہ قطعاً نہیں کرتے بلکہ آج لاکھوں جاہل مسلمان اس سے غافل ہیں جس کے سبب اُن کا غسل نا درست اور نمازیں باطل ہیں نہ کہ کفار۔

امام ابن امیر الحاج حلبی حلیہ میں فرماتے ہیں:

فی المحیط نص محمد فی السیر الکبیر فقال وینبغی للکافر اذا اسلم ان یغتسل غسل الجنابة لان المشرکین لا یغتسلون من الجنابة ولا یدرون کیفیة الغسل اھ و فی الذخیرة من المشرکین من لا یدری الاغتسال من الجنابة ومنهم من یدری کقریش فانهم توارثوا ذلك من اسمٰعیل علیه الصلٰوة والسلام الا انهم لایدرون کیفیته لا یتمضمضون ولا یستنشقون وهما فرضان الا تری ان فرضیة المضمضة والاستنشاق خفیت علی کثیر من العلماء فکیف علی الکفار فحال الکفار علی ما اشار الیه فی الکتاب اما ان لا یغتسلوا من الجنابة او یغتسلون ولکن لا یدرون کیفیته و ای ذلك کان یؤمرون بالاغتسال بعد الاسلام لبقاء الجنابة وبه تبین ان ما ذکر بعض مشایخنا ان الغسل بعد الاسلام مستحب فذلك فیمن لم یکن اجنب اھ مختصراً[1]۔

محیط میں ہے "امام محمد رحمہ اللہ نے سیر کبیر میں تصریح فرمائی ہے کہ کافر جب اسلام قبول کرے تو اُسے غسلِ جنابت کرنا چاہیے کیونکہ مشرکین جنابت کا غسل نہیں کرتے اور نہ ہی غسل کا طریقہ جانتے ہیں" (انتہی)۔ اور ذخیرہ میں ہے کہ بعض مشرک غسلِ جنابت کا علم نہیں رکھتے اور بعض جیسے کفارِ قریش جانتے ہیں کیونکہ وہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے نسلاً بعد نسلٍ ایسا کرتے آئے ہیں لیکن وہ اس کا طریقہ نہیں جانتے وہ نہ کُلی کرتے ہیں نہ ناک میں پانی چڑھاتے ہیں حالانکہ یہ دونوں باتیں فرض ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ کُلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے کی فرضیت بہت سے اہلِ علم پر مخفی ہے تو کفار پر اس کے پوشیدہ رہنے کا کیا حال ہوگا لہذا کفار کا وہی حال ہے جس کی طرف انہوں نے (امام محمد رحمہ اللہ نے) کتاب (سیر کبیر) میں اشارہ فرمایا کہ یا تو وہ غسلِ جنابت کرتے ہی نہیں یا غسل تو کرتے ہیں لیکن اس کا طریقہ نہیں جانتے۔ جو بھی بات ہو بہرحال اسلام لانے کے بعد ان کو غسل کرنے کا حکم دیا جائیگا کیونکہ جنابت باقی ہے

[1] حلیہ

Marfat.com

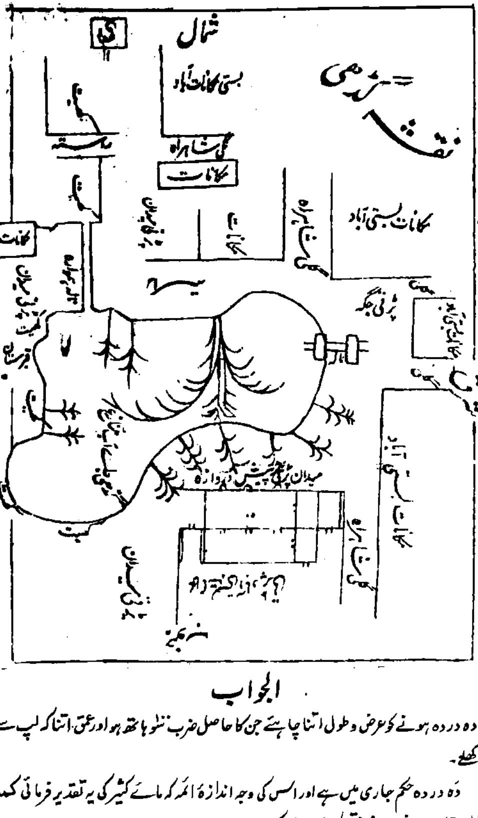

الجواب

(۱) دہ در دہ ہونے کو عرض و طول اتنا چاہئے جن کا حاصل ضرب سَو ہاتھ ہو اور عمق اتنا کہ لپ سے پانی لیں تو زمین نہ کھلے۔

(۲) دَہ در دہ حکم جاری میں ہے اور اس کی وجہ اندازۂ ائمہ کرامِ کثیر کی یہ تقدیر فرمائی کما بیّنّاہ فی فتاوٰنا (جیسے ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ ت)

Marfat.com

ذیل باب المیاہ

مسئلہ ۱۲۱ از پولول مولول ڈاک خانہ ہیروں ضلع دربھنگہ بلگرام چرن مرسلہ عبدالحکیم صاحب
۲۱ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

ان اطراف کے مولوی کہتے ہیں کہ ہندوؤں کے جھوٹے پانی سے وضو درست ہے۔ اس پر ہم کو شک ہے اس شک کو رفع کیجئے۔

الجواب

ہندو تو ہندو بے وضو مسلمان بھی مثلاً جس کٹورے یا بادیے سے منہ لگا کر پیئے گا اُس پانی سے

Marfat.com

کر دیتا ہے۔ت) اور اب یہ پانی کبھی ناپاک نہ ہوگا اگرچہ گڑھی کے اندر کتنی ہی نجاستیں ہوں اور اُوپر سے کتنی ہی نجاستیں ڈالی یا دھوئی جائیں جب تک خاص نجاست کی وجہ سے اُس کا کوئی وصف بدلنا معلوم نہ ہو خواہ گڑھی سے باہر اُبل کر بہے یا اُسی میں رُکا رہے۔

اور اگر گڑھی میں داخل ہوتے وقت اس میں نجاست مرئیہ تھی یا اس کا کوئی وصف نجاست سے بدلا ہُوا تھا یا دَہ در دَہ کی مساحت میں پھیلنے سے پہلے گڑھی کے اندر کسی نجاست سے ملا تو یہ پانی ناپاک ہے اس قسم کا پانی جتنا بھی آتا جائے گا سب ناپاک ہوگا اگرچہ اس سے ساری گڑھی بھر جائے مگر یہ کہ گڑھی میں پہلے سے دَہ در دَہ پاک پانی ہو کہ اب یہ بھی اس سے مل کر پاک ہوتا جائیگا جب تک نجاست تبدیل وصف نہ کرے یا یہ ہو کہ مثلاً بارش کا پانی پاک اس پر آکر اُسے بہا دے اُبال کر گڑھی سے باہر نکال دے تو پاک ہوجائیگا اور پھر ٹھہر کر بھی پاک ہی رہے گا اگرچہ نالہ وغیرہ سے اُس میں نجاستیں آکر شامل ہوں جب تک نجاست اُس کا کوئی وصف نہ بدل دے اور اگر گڑھی میں مثلاً دو طرف سے بارش کا بہاؤ آیا ایک جانب دہ در دہ کی مساحت سے پہلے ہی نجاستیں تھیں یا خود اس بہتے پانی میں نجاست مرئیہ موجود تھی کہ گڑھی میں داخل ہو کر ناپاک ہوگیا اور دوسری جانب کا پانی کوئی نجاست مرئیہ بہا کر نہ لایا تھا اور گڑھی کے اندر بھی دہ در دہ ہونے سے پہلے کسی نجاست سے نہ ملا کر پاک رہا اب یہ دونوں پانی مل گئے تو ناپاک طرف کا پانی بھی پاک ہوگیا لانہ فی حکم الجاری (کیونکہ وُہ جاری پانی کے حکم میں ہے۔ت) اس طرح پاک و ناپاک پانی مل کر گڑھی بھرے تو سب پاک ہے اور نہ بھرے تو سب پاک ہے جب تک نجاست تبدیل وصف نہ کرے۔

(۴ و ۸) یہ گڑھی دہ در دہ سے بہت زائد ہے کہ اُسے تنو ہی ہاتھ درکار ہے اور یہ ہزاروں ہاتھ ہے

(۵) دہ در دہ کا رنگ یا بُو یا ذائقہ اگر نجاست ملنے کے سبب بدل جائے تو ضرور ناپاک ہوجائے گا اور پاک چیزوں کے سڑنے یا بہت دن گزرنے سے تینوں وصف بدل جائیں تو کچھ حرج نہیں اور تحقیق نہ ہو کہ یہ تغیر کس وجہ سے ہے تو حکم جواز ہے، درمختار میں ہے:

ینجس بتغیر احد اوصافه من لون او طعم او ریح ینجس لا لو تغیر بطول مکث و لو شك فالاصل الطهارة و یجوز بماء خالطه طاهر جامد کاشنان و زعفران

نجاست ملنے سے پانی کے رنگ، ذائقہ اور بُو میں سے کسی ایک صفت کے بدلنے سے پانی ناپاک ہوجاتا ہے زیادہ ٹھہرنے کی وجہ سے تبدیل ہو تو ناپاک نہیں ہوتا کیونکہ طہارت اصل ہے اور اس پانی سے وضو جائز ہے جس میں کوئی ٹھوس

ؔ ردالمحتار باب المیاہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۰

Marfat.com

معروف پل سے ہے ——— یہ نالہ ہمیشہ خشک رہتا ہے جب زمانہ برسات کا ہوتا ہے تو ہمیشہ جب آب باراں ہوتا ہے تو اس نالہ سے تمامی بستی کا پانی ہر اقسام کا ناطاہر گڈھی مذکور میں گرا کرتا ہے اور زمانہ خشکی میں جب یہ گڈھی خشک ہوتی ہے تو لوگ کمینہ اس میں بول و براز کیا کرتے ہیں اور اس گڈھی کے کنارے میں ہر چہار جانب ہمیشہ بول و براز ہوا کرتا ہے اور جب اس میں پانی رہتا ہے تو دھوبی کپڑا بھی دھوتا ہے اور کمینایان آب دست بھی کیا کرتے ہیں اور کمینایان کی عورتیں کپڑے ناطاہر ہر اقسام کے دھوتی ہیں اور گندی و ناطاہر چیزیں بھی اُس میں لوگ پھینکا کرتے ہیں۔

اور زمانہ میں شاید باید کمتر خصوصاً زمانہ برسات میں جب پانی بے حساب زیادہ برستا ہے تب گوشہ سے اُس گڈھی کے ہموارہ نالی سے کھیتوں میں ہو کر پانی نکلتا ہے جب گڈھی کے کناروں تک برابر پانی رہتا ہے تو پانی نکلنے سے محفوظ رہتا ہے اور جب کبھی اُس گڈھی میں پانی کم ہو جاتا ہے اور جب کچھ پانی اندازکا برستا ہے تو اُس حالت میں تمامی بستی کا پانی ناطاہر بذریعہ نالہ مذکورہ و بذریعہ گلیاں اور ہر چہار جانب کی غلاظت بذریعہ آب باراں کے گر کر مل جاتے ہیں اور کسی طرف سے اُس گڈھی کا پانی نہیں نکلتا ہے اس گڈھی کا پانی قابل استعمال کے ہے یا نہیں اور ہے تو کس وجہ کر اور نہیں ہے تو کس وجہ کر۔

(۴) یہ گڈھی دہ در دہ میں شمار کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔

(۵) دہ در دہ میں شرائط رنگ و بُو و ذائقہ کا ہے یا نہیں۔ ہے تو کس وجہ کر اور نہیں ہے تو کس وجہ کر۔

(۶) دہ در دہ کے عمق و عرض و طول میں بھی اختلاف ہے یا نہیں۔ اگر مختلف فیہ ہے تو جمہور کی رائے کس روایت پر ہے۔

(۷) مسئلہ اکراہ طبعی اس گڈھی کے پانی پر محمول ہو گا یا نہیں۔

(۸) جس کا آب جانب جنوب ساٹھ ہاتھ و جانب شمال ساٹھ ہاتھ و جانب شرق پچاس ہاتھ و جانب غرب ۱۰۰ ہاتھ و عمق اختلافیہ درمیان گڈھی تیرا تا پانی بعض جگہ کمر تک بعض جگہ کمر سے کم۔

(نقشہ گڈھی اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

Marfat.com

مفتیٰ بہ قول ہے ہم نے اپنے فتاوٰی میں اسے مفصل بیان کیا ہے۔ ت) اور اگر بالفرض عقد و نقد اُس شرائین حرام پر جمع ہوئے ہوں مثلاً وہ زرحرام دکھا کر کہا اس کے بدلے فلاں چیز دے اُس نے دے دی اس نے زرحرام ثمن میں دے دیا تو اگرچہ اب وہ خریدی ہوئی شے خبیث ہُوئی مگر کیا معین کرسکتا ہے کہ وہ اینٹ یا مسالا کون سا ہے مجہول حالت میں حکم ممانعت نہیں ہوسکتا۔ امام محمد فرماتے ہیں:

به ناخذ مالم نعرف شیئاً حراما بعینه هندیة[1] عن الذخیرة۔

ہم اسی بات کو اختیار کریں گے جب تک کسی معین چیز کا حرام ہونا معلوم نہ ہو اسے فتاوٰی ہندیہ میں ذخیرہ سے نقل کیا گیا۔ (ت)

ہاں اگر اکثر چنائی ایسی ہی خبیث اشیا سے ہو تو اس سے وضو نہ کرنا مناسب ہے لان للاکثر حکم الکل[2] فی ھذا عند قوم (کیونکہ بعض لوگوں کے نزدیک ایسی صورت میں اکثر کُل کے حکم میں ہوتا ہے۔ت) اگرچہ اس کے پانی میں کوئی نقص نہیں، نہ اس سے وضو صحیح و بے خلل ہونے میں کوئی نقص اگرچہ کل حوض کی تعمیر زرحرام سے ہو لان الکراھة لمجاور (کیونکہ کراہت، اس سے ملنے والی چیز کے باعث ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۵ از باسنی متصل ناگور مارواڑ مرسلہ امیر احمد صاحب ۹۔ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کا دہ در دہ حوض طول مکث و کثیر الاستعمالی کی وجہ سے بدبُو کرجائے اور رنگ میں تغیر آجائے تو وضو کرنا درست ہے یا نہیں۔ ایک مولوی صاحب ماءِ مستعمل غیر مطہر قرار دے کر پیشاب کے برابر فرمارہے ہیں اور یہ بھی فرمارہے ہیں کہ ہمارے امام صاحب کے نزدیک ماءِ مستعمل نجس بہ نجاست غلیظہ ہے لہذا نجس ہے تو کیا وہ دہ در دہ حوض کا پانی مستعمل قرار دیا جاسکتا ہے مولٰنا عبدالحی صاحب لکھنوی مرحوم فتاوٰے عالمگیری و فتاوٰے قاضی خان کا حوالہ دیتے ہوئے اپنے فتاوٰی میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایسے پانی سے وضو بنانا درست ہے یجوز التوضی فی الحوض الکبیر المنتن اذا لم یعلم نجاسته[3] (بڑے بدبودار حوض سے وضو کرنا جائز ہے جب تک نجاست کا علم نہ ہو۔ ت) اسے مولوی صاحب موصوف تسلیم نہیں کرتے۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی عشر فی الھدایا الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲
[2] تبیین الحقائق باب مسح علی الخفین المطبعة الکبرٰی الامیریہ مصر ۱/۵۰
[3] فتاوٰی ہندیہ الفصل الاول من باب المیاہ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۱۸

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے :

ذکر بعض المحشین عن شیخ الاسلام العلامۃ سعد الدین الدیری فی رسالتہ القول الراقی انہ حقق فیہا ما اختارہ اصحاب المتون من اعتبار العشر واورد نحو مائۃ نقل ناطقۃ بالصواب ولایخفی ان الذین افتوا بالعشر کصاحب الہدایۃ وقاضی خان وغیرہما من اھل الترجیح ھم اعلم بالمذھب منا فعلینا اتباعھم[1] الخ۔

بعض حاشیہ نگاروں نے شیخ الاسلام علامہ سعد الدین دیری سے نقل کیا، انہوں نے اپنے رسالہ "القول الراقی فی حکم الفساقی" میں دہ در دہ کے اعتبار میں اصحاب متون کی مختارات کو صحیح ثابت کرتے ہوئے (اس کی تائید میں) تقریباً ایک سو صحیح اقوال نقل کیے ہیں۔ مخفی نہ رہے کہ متاخرین مثلاً صاحب ہدایہ اور قاضیخان نے جو (ہر طرف سے) دس گز کا) فتوٰی دیا تو وہ لوگ اہل ترجیح میں سے ہیں مذہب کا علم ہم سے زیادہ رکھتے ہیں لہذا ہم پر ان کی اتباع ضروری ہے الخ (ت)

(۳) مینہ کا پانی جب تک بہہ رہا ہے اگرچہ اُس میں نجس پانی یا اور نجاستیں ملیں ناپاک نہ ہوگا جب تک اس کا رنگ یا مزہ یا بُو نجاست کے سبب نہ بدلے فان الماء طھور لا ینجسہ شیئ مالم یتغیر احد اوصافہ[2] (بے شک پانی پاک ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی جب تک اس کا کوئی وصف نجاست کی وجہ سے نہ بدلے۔ت) تو بارش کا پانی جب تک بہتا ہُوا اس گڑھی کے کناروں تک آیا اور اس کا کوئی وصف نجاست نے نہ بدلا پاک ہے اگرچہ اس میں ناپاک نالیوں کے پانی وغیرہ شامل ہوں اگرچہ گڑھی کے کنارے پر نجاستیں پڑی ہوں۔

ایک حالت تو یہ تھی، دُوسری حالت اُس پانی کے گڑھی میں داخل ہونے کی ہے اس وقت اگر اس میں کوئی نجاست مرئیہ نہیں صرف ناپاک نالیوں کے پانی اس کے ساتھ بہہ کر آئے ہیں اور اُن سے اس کا کوئی وصف نہ بدلا اور دَہ در دَہ کی مساحت میں پھیلنے تک گڑھی کے اندر بھی کسی نجاست سے نہ ملا اگرچہ آگے بڑھ کر نجاستوں سے ملے تو اندر بھی یہ پانی پاک ہی رہے گا وُہ ناپاک پانی جو اُس کے ساتھ بہہ کر آئے تھے اُن کو بھی اس نے پاک کردیا فان الماء الجاری یطھر بعضہ بعضا[3] (جاری پانی کا بعض (اس کے) دوسرے بعض کو پاک

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۱

[2] " " " ۱/۱۳۳

[3] " " " ۱/۱۴۰

Marfat.com

فبالاجزاء فان المطلق اکثر من النصف جاز التطہیر بالکل والا لا[1]۔

پانی تو غلبہ کا اعتبار اجزاء کے اعتبار سے ہوگا اگر مطلق پانی نصف سے زیادہ ہے تو تمام پانی سے طہارت حاصل کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔ (ت)

بالجملہ حوض مذکور سے وضو بلاشبہہ جائز ہے اور معترض کا قول غلط و ناقابل التفات۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۶ از پوربندر کاٹھیاوار میٹھی مسجد مرسلہ سید غلام محمد صاحب ۱۱۔ شوال ۱۳۳۷ھ

امام العلماء المحققین مقدام الفضلاء المدققین جامع شریعت وطریقت حکیم امت مولٰنا و مرشدنا و مخدومنا مولوی حاجی قاری شاہ احمد رضا خاں صاحب متع اللہ المسلمین بطول بقائہم۔

بعد تسلیم قدویت ترمیم معروض رائے شریف و ذہن لطیف ہو کہ ایک حوض دہ در دہ ہے عرض و طول میں لیکن حوض کے اوپر کو پتھر لگانے سے مُنہ حوض کا کم از دہ در دہ ہوگیا ہے اس صورت میں حوض پانی سے پُورا بھر دیا جاتا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس حوض میں وضو نہیں ہوتا اس لیے کہ دہ در دہ کی حد سے پانی تجاوز کر جاتا ہے اور پانی بھی ہلتا نہیں ہے، اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ وضو ہو جاتا ہے اس لیے یہاں پر لوگوں میں سخت فساد واقع ہے۔ سو حضرت مسئلہ کا خلاصہ کر کے تحریر فرمائیں تاکہ اس پر عمل کیا جاوے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ،

اگر پانی پتھر سے نیچا ہے تو وہ دہ در دہ ہے نجاست سے بھی ناپاک نہ ہوگا جب تک اُس سے مزہ یا رنگ یا بُو نہ بدلے اور پانی اُس حد سے اونچا ہو کر پتھر سے گھر جائے اور پتھر کے بیچ میں مساحت دہ در دہ سے کم ہے تو اب دہ در دہ نہ رہا ایک خفیف قطرہ نجاست سے ساری سطح ناپاک ہو جائے گی ہاں وضو کے لیے ہاتھ ڈال کر پانی لینے سے مستعمل نہ ہوگا بے وضو پاؤں ڈال دینے سے مستعمل ہو جائیگا قابلِ وضو نہ رہے گا وضو کا مستعمل پانی اُس میں گرنے سے مستعمل نہ ہوگا جب تک مستعمل غیر مستعمل سے زیادہ یا مساوی نہ ہو جائے اسکے پاک کر دینے کو یہ کافی ہے کہ اوپر کا حصہ پانی کا نکال دیں یہاں تک کہ صرف پتھر کے نیچے نیچے پانی رہ جائے جہاں سے دہ در دہ ہے وہ سب پاک ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۷ از مدرسہ منظر اسلام بریلی مسئولہ مولوی عبداللہ بہاری ۳۔ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے، وضو کے پانی کے قطرے کپڑے یا کسی چیز پر گریں گے

---

[1] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۴

Marfat.com

فاکہۃ وورق شجر وان غیر کل اوصافہ[۱]۔ پاک چیز مثلاً اُشنان، زعفران، پھل اور درختوں کے پتّے مل جائیں اگرچہ وہ اس کے تمام اوصاف بدل دے۔ (ت)

(۶) دَہ دَردہ کے عرض وطول میں کچھ اختلاف نہیں ہوسکتا کہ اس کا مفاد ہی سَو ہاتھ ہے، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ عرض وطول دس دس ہاتھ ہونا ضرور یا صرف حاصل ضرب سَو ہاتھ ہونا کافی مثلاً ۲۵ ہاتھ طول ۴ ہاتھ عرض یا ۵۰ ہاتھ طول ۲ ہاتھ عرض اور یہی صحیح ہے اور عمق میں صحیح ومعتمد یہی ہے کہ پانی لینے سے زمین کھلے ہمارے فتاوے میں اس مسئلہ میں خاص ایک رسالہ ہے ہبۃ الحبیر فی عمق ماء کثیر [۱۳۳۴ھ] جسے تحقیق بازغ وتنقیح بالغ دیکھنی ہو اس کی طرف رجوع کرے۔

(۷) کراہت طبعی کوئی مسئلہ شرعی نہیں، ہاں کوئی محل شک ہو تو احتیاط مناسب ہے اور یہ بھی نہ ہو کہ شرعاً جس کی طہارت ثابت ہو اُسے اپنی اوہام پرستی سے ناپاک سمجھے یا اس کے استعمال کرنے والوں پر طعن کرے۔ حکم وہی ہے جو اللہ ورسول کا ہے اور حکم نہیں مگر اللہ ورسول کے لیے جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۴ از بلند شہر بالائے کوٹ محلہ قاضی واڑہ مرسلہ محمد عبدالسلام صاحب ۳۰ رمضان ۱۳۳۷ھ

یہاں جامع مسجد میں ایک حوض وضو کے لیے تعمیر ہوا اس کے بنانے میں جو خرچ ہوا اس کی کیفیت یہ ہے کہ کچھ روپیہ تو اہلِ محلہ سے لیا گیا اور اس کے علاوہ مبلغ عـ۱ـه روپیہ مرغ بازی کی شرط کے بھی اسی حوض میں خرچ ہوئے اور کچھ روپیہ جو برادری میں کسی آدمی پر ایک مقدمہ میں ڈنڈا لاگیا تھا وہ بھی اس حوض میں صرف ہوا۔ آیا اس حوض کے پانی سے وضو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اس سے وضو جائز ہے اول تو حرام روپیہ حوض میں خود نہ لگایا گیا بلکہ اُس کے عوض اینٹ یا مسالا خریدا یا راج مزدوروں کی اُجرت میں دیا ہوگا بصورتِ اجرت تو ظاہر ہے کہ اُس خبیث مال کو حوض سے تعلق نہ ہوا اور بصورت خریداری یہاں عام خریداریاں یوں ہوتی ہیں کہ اتنے کی فلاں چیز دے دو اُس نے دی اس کے قبضے میں آگئی بیع تمام ہوگئی اس کے بعد قیمت دی جاتی ہے تو عقد ونقد زرِ حرام میں جمع نہ ہوا تو خریدی شے میں خباثت نہ آئی کما ھو قول الامام الکرخی المفتی بہ علی ما فصلناہ فی فتاونا (جیسا کہ امام کرخی رحمہ اللہ تعالٰی کا

---

[۱] درمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۵

Marfat.com

الجواب

طول مکث سے بدبو لانا پانی کو نجس نہیں کرسکتا اگرچہ کوڑا بھرا ہو، تنویر وغیرہ متون میں ہے :

ینجس بتغیر احد اوصافہ بنجس لا لو تغیر بمکث[1]	نجاست ملنے سے کوئی وصف بدل جائے تو پانی ناپاک ہوجاتا ہے زیادہ دیر ٹھہرنے سے بدلے تو ناپاک نہیں ہوتا۔ (ت)

درمختار میں ہے :

فلو علم نتنہ بنجاسۃ لم یجز ولو شك فالاصل الطہارۃ[2]	اگر نجاست کی وجہ سے پانی کے بدبودار ہونے کا یقین ہو تو وضو جائز نہیں اور اگر شک ہو تو اصل چیز طہارت ہے (لہذا جائز ہوگا)۔ (ت)

وہ دردہ حوض قلیل نجاست سے بھی ناپاک نہیں ہوتا نہ کہ مائے مستعمل سے مائے مستعمل صحیح ومعتمد ومفتی بہ مذہب میں ناپاک نہیں طاہر غیر مطہر ہے یہی ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب معتمد ہے۔ تنویر الابصار میں ہے :

وھو طاھر لیس بطھور[3]	اور وہ پاک ہے پاک کرنے والا نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

رواہ محمد عن الامام وھذہ الروایۃ ھی المشھورۃ عنہ واختارھا المحققون قالوا علیہا الفتوٰی[4]	اسے امام محمد رحمہ اللہ نے امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی سے روایت کیا ہے اور ان سے مشہور روایت یہی ہے اور محققین نے اسے اختیار کیا ہے اور فرمایا اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

مائے مستعمل اگر غیر مستعمل سے زائد یا برابر ہوجائے تو مجموع سے وضو ناجائز ہوگا اور مستعمل کم ہے تو وضو جائز۔ درمختار میں ہے :

غلبۃ المخالط لو مماثلا کمستعمل	اگر (پانی میں) ملنے والی چیز اسی جیسی ہو جیسے مستعمل

---

[1] درمختار مع التنویر باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۵

[2] ایضاً

[3] ایضاً ۱/۳۶

[4] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۷

Marfat.com

(۵) وہ لوگ جو بلا تشریح دریافت کیے ہوئے ہماوشما کے کہنے سے کنویں کو پاک کرادیں یا کردیں اور پاک بھی ایسا کہ حکم پانی ٹوٹنے کا رکھتا ہو اور ٹوٹا نہ ہو ایسی نجاست جو کہ ساٹھ ڈول نکالنے سے پاک ہوسکتی ہے اور ہماوشما کے کہنے سے جنہوں نے کہ نجاست کو دیکھا بھی نہ ہو بیس ڈول نکلوادئے اور پانی کے استعمال کا حکم دے دیا کہ اب کنواں پاک ہوگیا۔ اُن کے واسطے کیا حکم ہے۔

(۶) اگر ناپاک پانی سے وضو یا غسل کرکے نماز پڑھی اور بعد کو ناپاکی کا حال معلوم ہوا تو نماز کب تک کی واپس دہرانا چاہئے۔

الجواب

(۱) کُل پانی نکالا جائے یہاں تک کہ آدھا ڈول نہ ڈوبے اور اگر وہ کنواں نہ ٹوٹتا ہو تو اس کے پانی کا اندازہ کرلیں کہ اتنے ڈول ہے اُس قدر نکال لیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) اس کا جواب اُوپر گزرا کہ جب آدھے ڈول سے کم بھرنے لگے تو پانی ٹوٹ گیا، واللہ اعلم۔

(۳) چڑیا چوہا مثلاً کنویں میں مرکر رہ گیا اور مٹی میں دب گیا کہ پانی نکالنے سے نہیں نکل سکتا تو پانی توڑ کر نکالیں اور اگر پانی کسی طرح نہ ٹوٹ سکے تو وہ کنواں اتنی مدت چھوڑدیں کہ ظن غالب ہوجائے کہ وہ جانور اب گل کر مٹی ہوگیا ہوگا اور اس کا اندازہ چھ مہینے کیا گیا ہے باقی مٹی نکالنے کی کوئی حاجت کنواں پاک کرنے میں نہیں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۴) جتنا پانی توڑنے سے باقی رہ گیا ہو مثلاً فرض کرو کہ اگر سَو یا دوسَو ڈول اور نکالے جاتے تو آدھی بالٹی سے کم بھرتی مگر اس وقت اتنے ڈول نکالنا بوجہ مذکور مصلحت نہیں تو آج چھوڑدیں کل یا دو چار روز میں جب پانی زیادہ ہوجائے وہ باقی کے سَو دوسَو ڈول نکال دیں کنواں پاک ہوگیا لان الولاء غیر شرط (کیونکہ مسلسل نکالنا شرط نہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

(۵) ایسے لوگ گنہگار ہیں اور شرعاً مستحق تعزیر جس کا اختیار سلطانِ اسلام کو ہوتا اب اتنا ہونا چاہئے کہ اگر وہ توبہ نہ کریں تو مسلمان اُن سے میل جول ترک کردیں کہ انہوں نے شریعت میں بے جا دخل دیا اور مسلمانوں کو نجاست پلائی اور اُن کی نمازیں اور بدن اور کپڑے خراب کیے، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۶) جب سے اُس ناپاک پانی سے وضو کرکے نماز پڑھی ہو اور اس کے بعد پاک پانی سے طہارت کرکے پاک کپڑوں سے نماز نہ پڑھی ہو مثلاً ناپاک پانی سے وضو کیا اور اس کے بعد پانی پاک کرلیا گیا اور اُس پاک پانی سے کسی دن اس طرح نہایا کہ سر سے پاؤں تک تین بار پانی بہہ گیا اس کے بعد پاک پانی سے وضو کرتا رہا اور کسی دن سر دھویا اور کپڑے بدلے تو اس کے بعد سے جو نمازیں پڑھیں وہ نہ پھیری جائیں گی اور

Marfat.com

...نا پاک ہو جائے گا اور اگر جماعت ختم ہونے پر ہے اس صورت میں وہ بلا ہاتھ پاؤں پونچھے شریکِ جماعت ہو گیا تو جو قطرے اس کی ریش وغیرہ سے گریں گے اُس سے رحمت کے فرشتے پیدا ہوں گے۔ حضور کا اس بارے میں کیا ارشاد ہے، بینوا توجروا۔

الجواب

اُن قطروں سے کپڑا ناپاک نہیں ہوتا، مگر مسجد میں اُن کا گرانا جائز نہیں بدن اتنا پونچھ کر کہ قطرے نہ گریں مسجد میں داخل ہو اور ان قطروں سے رحمت کے فرشتے بننا مجھے معلوم نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۸ از شہر گیا محلہ نذر گنج مسئولہ شمس الدین احمد اللہ خاں ۸۔ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حقّہ کے پانی سے وضو جائز رکھا گیا ہے وہ کون حالت اور کس وقت پر؟

الجواب

جب آبِ مطلق اصلاً نہ ملے تو یہ پانی بھی آبِ مطلق ہے اس کے ہوتے ہوئے تیمم ہرگز صحیح نہیں اور اُس تیمم سے نماز باطل۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

Marfat.com

مسئلہ ۱۳۷ از شہر کہنہ بریلی محلہ گھیر جعفر خاں پنجابی ٹولہ مسئولہ جناب محمود علی خاں صاحب رضوی ۸ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کنواں ہے جس میں پانی اس قدر ہے کہ ایک حوض دہ در دہ اُس کے پانی سے بذریعہ چرسے کے بھر دیا جاتا ہے مگر پانی اُس کا نہیں ٹوٹتا اُس کنویں میں گلہری گر کر مر گئی اور سڑ کر پھٹ گئی ایسی حالت میں کس قدر پانی نکالا جائے کہ کنواں پاک ہوجاوے۔

الجواب

اگر کنواں آپ دہ در دہ ہو یعنی اس کا قطر پانچ گز دس گرہ ایک اُنگل ہو جب تو ناپاک نہ ہوگا اور اس سے کم ہے تو ذرا سی نجاست سے اُس کا کل پانی ناپاک ہو جائے گا اگرچہ کثرت عمق یا زیادت آمد آب کے سبب اُس سے دس حوض دہ در دہ بھر سکیں۔ اس صورت میں اُس میں جتنے ڈول پانی ہو وہ ناپ کر نکال دیا جائے پاک ہو جائے گا خواہ دفعۃً نکالیں یا کئی روز میں اور خواہ نکالنے سے اس کا پانی ٹوٹ جائے یا اصلاً نہ گھٹے ہر صورت میں اُتنے ڈول نکالنے سے پاک ہو جائیگا اور وہ جو آج کل بعض بے علم لوگ ایسے کنویں سے ۳۰۰ یا ۳۶۰ ڈول نکالنا کافی بتاتے ہیں غلط ہے۔

ناپنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ رسّی میں پتھر باندھ کر آہستہ آہستہ چھوڑیں، خم نہ پڑے جب تہ کو پہنچ جائے نکال کر ناپیں کہ اتنے ہاتھ پانی ہے پھر جلد جلد سَو ڈول کھینچ کر ایسے ہی ناپیں جتنا پانی گھٹا اس سے حساب لگالیں مثلاً بیس ہاتھ پانی ناپ میں آیا اور سَو ڈول نکالنے سے ایک ہاتھ گھٹا تو ۱۹۰۰ ڈول اور نکالیں یا دو معتبر شخص کہ پانی میں نگاہ رکھتے ہوں اندازہ کر کے بتا دیں کہ اس میں اتنے ڈول پانی ہے ہزار دو ہزار جتنے بتائیں اُس قدر نکال دیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۸ از رامہ تحصیل گوجر خاں ڈاکخانہ جاتلی ضلع راولپنڈی مرسلہ قاضی تاج محمود صاحب ۱۰ شوال ۱۳۳۸ھ

اگر سگ کنویں میں گر پڑے اور اس کے مُنہ کے پانی میں داخل ہونے کی ثبوت نہیں ملتی پانی کا کیا حکم ہے۔

الجواب

زیادہ احتیاط یہ ہے کہ کُل پانی نکالیں کہ بہت مشائخ کے نزدیک وہ نجس العین ہے مگر صحیح و معتمد یہ کہ اُس کا حکم باقی سباع کے مثل ہے کہ صرف لعاب ناپاک ہے تو اگر منہ پانی میں نہ پہنچا صرف بیس ڈول تطییب قلب کے لیے کافی ہیں، دُرمختار میں ہے:

لو اخرج حیا ولیس بنجس العین ولا بہ حدث او خبث لم ینزح شئ الا ان

اگر زندہ نکالا گیا اور وہ نہ تو نجس عین ہے اور نہ ہی کوئی نجاست لگی ہوئی ہے تو کچھ بھی نہیں نکالا جائیگا

Marfat.com

فصل فی البئر

مسئلہ ۱۲۹ تا ۱۳۴ از شہر کہنہ محلہ سہسوانی ٹولہ مرسلہ محمد ادریس خاں ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۹ھ

(۱) ایک چاہ میں ایک چوہا نکلا جس کے نصف دھڑ کے نیچے کی کھال گل کر پانی ہی میں رہ گئی تھی لیکن بیٹ نہیں پھٹا تھا تو اب کنواں کس طرح پاک ہو۔

(۲) یہ بھی تشریح فرمائیے کہ پانی کا ٹوٹنا کسے کہتے ہیں یعنی کتنا پانی کنویں میں رہ جائے تو چھوڑ دینا چاہئے۔

(۳) اگر کسی وجہ سے کنویں کے پاک کرنے کی غرض سے مٹی نکالنے کا حکم ہو تو مٹی کس قدر نکالنا چاہئے۔

(۴) اگر کنواں پاکی کے شرائط پورے کرنے کے اندر بیٹھنے یا شق ہونے لگے تو اُس کا بیٹھنا یا شق ہونا پاکی کا مانع ہوسکتا ہے یا نہیں۔ مثلاً ایک کنواں پانی ٹوٹنے کا حکم رکھتا ہے اور اُس کنویں میں دو آدمی کے قد پانی ہے اور پانی نکالتے نکالتے زیادہ سے زیادہ گھٹنوں تک اور کم سے کم اتنا کہ بالٹی خوب ڈوب جاتی ہے بلکہ اس کے اُوپر بھی پانی چھ سات اُنگل رہتا ہے بدیں وجوہات اسے چھوڑ دیا گیا (کہ آدمی پانی نکالتے نکالتے تھک گئے یا کنواں شق ہونے لگا یا بیٹھنے لگا تو خیال کیا کہ اس کو پھر کون بنوائے گا یہ تو بیکار ہُوا جاتا ہے) تو کنواں پاک ہُوا یا نہیں؟

Marfat.com

کپڑے نہ بدلے یا سر نہ دھویا اور اُس پاک پانی سے وضو کرتا رہا تو سب نمازیں پھیری جائیں گی اگرچہ پسینے چھوگئے ہوں کہ بعد کے وضوؤں سے اگرچہ منہ ہاتھ پاک ہوگئے مگر وہ ناپاک پانی جو مسح میں سر کو لگا تھا وہ ہزار بار کے مسح سے بھی پاک نہ ہوگا جب تک دھویا نہ جائے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۵ از شہر بریلی محلہ خواجہ قطب مرسلہ منشی رضا علی صاحب ۲ ۔ رمضان المبارک، ۳۳ھ

کیا ارشاد ہے علمائے دین کا اس مسئلہ میں کہ ٹھیلے کی رسّی جس میں ایک کپڑا لپیٹا ہوا تھا اور جو بیل کے پیٹنے کے نیچے باندھی جاتی ہے کنوئیں میں ڈالی گئی جس نے کپڑا رسّی پر لپیٹا تھا اس کا بیان ہے کہ کپڑا پاک لپیٹا تھا۔ لوگوں کا شبہ ہے کہ بیل کے گوبر یا پیشاب کی چھینٹیں شاید پڑی ہوں ایسی صورت میں کنواں پاک رہا یا ناپاک ہوا۔ اگر ناپاک ہُوا تو کس قدر پانی نکالنا چاہئے۔

الجواب

کنواں پاک ہے اصلاً کچھ نکالنے کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۶ از شہر بریلی محلہ خواجہ قطب مسئولہ مسعود علی ۲۔ رمضان المبارک، ۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ٹھیلے میں بیل کے جوتنے کے لیے بیل کے سینہ بند اور گردن میں ایک رسّی بندھی ہُوئی تھی اور اس کے سینے اور گردن کی خراش بچانے کے واسطے ایک بے نمازی عورت کا میلا دوپٹا رسّی پر لپیٹا ہُوا جو کہ ایک عرصہ دراز تک استعمال میں آچکا ہے اس حالت میں ظن ہے کہ رسّی اور کپڑا گوبر اور پیشاب کی آلودگی سے یا اُس خون اور رطوبت سے جو بیل یا پہیّے کی رگڑ سے کھال چھلنے کے بعد نکلتا ہے نہیں بچا ہوگا وہ کنوئیں میں گر گیا اس حالت میں کنواں پاک ہے یا نجس۔

الجواب

بے نمازی عورت کا میلا دوپٹا ہونے سے اس کی ناپاکی لازم نہیں نہ عرصہ دراز تک استعمال سے نہ سینے کی رسّی کو گوبر اور پیشاب سے علاقہ، رہا کھال چھل کر خون نکلنا یہ ثبوت طلب ہے نکلا ہوگا کافی نہیں یہ معلوم وثابت وتحقیق ہونا لازم کہ واقعی خون وغیرہ نجس رطوبت نکل کر اس کپڑے میں لگی تھی اس تحقیق کے بعد ضرور کنواں ناپاک مانا جائے گا اور کل پانی نکالنے کا حکم ہوگا ورنہ وہم و شک پر نجاست نہیں ہوسکتی ایسا ہی زیادہ شک ہو تو بیس ڈول نکال دیں جن سے مقصود نہ کنواں بلکہ اپنے دل کا شک سے پاک کرنا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

Marfat.com

یعنی ٹخنوں تک چمڑا منڈھے ہوئے نہ منعل یعنی تلا چمڑے کا لگا ہوا نہ ثخین یعنی ایسے دبیز و محکم کہ تنہا انھیں کو پہن کر قطع مسافت کریں تو شق نہ ہو جائیں اور ساق پر اپنے دبیز ہونے کے سبب بے بندش کے رُکے رہیں ڈھلک نہ آئیں اور اُن پر پانی پڑے تو روک لیں فوراً پاؤں کی طرف چھن نہ جائے جو پاتا ہے ان تینوں وصف مجلد منعل ثخین سے خالی ہوں اُن پر مسح بالاتفاق ناجائز ہے۔ ہاں اگر اُن پر چمڑا منڈھ لیں یا چمڑے کا تلا لگالیں تو بالاتفاق یا شاید کہیں اُس طرح کے دبیز بنائے جائیں تو صاحبین کے نزدیک مسح جائز ہوگا اور اسی پر فتوٰی ہے۔

فی المنیۃ والغنیۃ (المسح علی الجوارب لایجوز عند ابی حنیفۃ الا ان یکونا مجلدین) ای استوعب الجلد مایستر القدم الی الکعب (او منعلین) ای جعل الجلد علی مایلی الارض منہما خاصۃ کالنعل للرجل (وقالا یجوز اذا کانا ثخینین لایشفان) فان الجورب اذا کان بحیث لایجاوز الماء منہ الی القدم فہو بمنزلۃ الادیم والصرم فی عدم جذب الماء الی نفسہ الا بعد لبث او دلك بخلاف الرقیق فانہ یجذب الماء و ینفذہ الی الرجل فی الحال[1]

منیہ اور غنیہ میں ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جرابوں پر مسح جائز نہیں مگر یہ کہ چمڑے کی ہوں (یعنی اس تمام جگہ کو گھیر لیں جو قدم کو ٹخنوں تک ڈھانپتی ہے (یا منعل ہوں (یعنی جرابوں کا جو حصّہ زمین سے ملتا ہے صرف وہ چمڑے کا ہو' جیسے پاؤں کی جوتی ہوتی ہے (اور صاحبین نے فرمایا اگر (جرابیں) ایسی دبیز ہوں کہ نہ کھلتی ہوں تو مسح جائز ہے کیونکہ اگر جراب اس طرح کی ہو کہ پانی قدم تک تجاوز نہ کرے تو وہ جذب کرنے کے حق میں چمڑے اور چمڑا چڑھاتے ہوئے موزے کی طرح ہے مگر کچھ دیر ٹھہرنے یا رگڑنے سے پانی جذب کرے تو کوئی حرج نہیں بخلاف پتلی جراب کے، کہ وہ پانی کو جذب کرکے فوراً پاؤں تک پہنچاتی ہے۔ (ت)

(وعلیہ) ای علی قول ابی یوسف و محمد (الفتوی والثخین ان یستمسك علی الساق من غیر ان یشد بشیئ) ھکذا فسرہ کلھم وینبغی ان یقید بما اذا لم یکن ضیقا فانا نشاھد مایکون فیہ ضیق یستمسك علی الساق من غیر شد والحد

(وعلیہ) یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے قول پر (فتوٰی ہے' اور ثخین وہ ہے کہ کسی چیز سے باندھے بغیر پنڈلی پر ٹھہر جائے) تمام فقہا نے اس کی یونہی وضاحت کی ہے لیکن مناسب ہے کہ اس کے ساتھ تنگ نہ ہونے کی قید لگائی جائے کیونکہ ہمارے مشاہدے میں ہے کہ جو جراب تنگ ہو

---

[1] غنیۃ المستملی فصل فی المسح علی الخفین مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۲۰

Marfat.com

خل فمه الماء فیعتبر بسورہ فان نجسا نزح الکل والا لا ھو الصحیح[1]

مگر یہ کہ اس کا منہ پانی تک پہنچ جائے تو اس وقت اس کے جھوٹے کا اعتبار کیا جائے گا، اگر ناپاک ہے تو تمام پانی نکالا جائے ورنہ نہیں۔ یہی صحیح ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ لم ینزح شیئ ای وجوبا لما فی الخانیۃ وقعت شاۃ وخرجت حیۃ ینزح عشرون دلوا لتسکین القلب لا للتطہیر[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

اس (صاحب دُرمختار) کے قول "لم ینزح شیئ" (کچھ بھی نہ نکالا جائے) سے مراد یہ ہے کہ نکالنا واجب نہیں جیسا کہ خانیہ میں ہے کہ اگر بکری گر جائے اور زندہ نکل آئے تو اطمینانِ قلب کے لیے بیس ڈول نکالے جائیں، پاک کرنے کے لیے نہیں۔ (ت) واللہ تعالٰی علم

مسئلہ ۱۳۹ از ضلع فریدپور موضع قنل نگر مرسلہ عبدالغنی صاحب ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بہشتی بے نمازی جو چھوٹا استنجا پانی سے نہیں کرتے معمولی طور پر غسل کرکے یعنی ایک ڈول پانی سر پر ڈال کر کنوئیں میں غوطہ لگایا تھا اور استعمالی کپڑا بھی نہیں بدلا تھا اس کنوئیں کا کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب

اگر چھوٹا استنجا ڈھیلے سے کرلیا ہو اور بدن یا کپڑے پر کوئی نجاست ہونا تحقیق نہ ہو تو بیس ڈول نکالیں ورنہ کل پانی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] درمختار فصل فی البئر مطبوعہ مجتبائی دہلی ۳۹/۱

[2] ردالمحتار " مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱۵۶/۱

Marfat.com

مسح کرنا درست ہے (عالمگیری) تو فرمائیے کہ بوٹ پر مسح کرنا درست ہے یعنی مسح کرنا چاہئے یا نہیں اور نماز اس سے درست ہے یا کیا؟

الجواب

درست ہے معراج الدرایہ پھر بحرالرائق پھر ردالمحتار میں ہے:

یجوز علی الجاروق المشقوق علی ظهر القدم وله ازرار یشدها علیه تسده لانه کغیر المشقوق وان ظهر من ظهر القدم شئ فهو کخروق الخف[1] والله تعالٰی اعلم۔

ایسے موزے پر مسح جائز ہے جو قدم کے اوپر سے کھلا ہو اور اسے بٹن لگا کر بند کیا گیا ہو تو وہ بند کی طرح ہے اور اگر قدم کی پیٹھ سے کچھ حصہ ننگا ہو تو وہ پھٹے ہوئے موزے کی طرح ہے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب المسح علی الخفین مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۹۲

Marfat.com

باب المسح علی الخفین

مسئلہ ۳۰۴ از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ ملا یعقوب علی خاں

۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سُوتی موزہ پر مسح جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

سُوتی یا اُونی موزے جیسے ہمارے بلاد میں رائج ان پر مسح کسی کے نزدیک درست نہیں کہ نہ وہ مجلد ہیں

Marfat.com

کہ ایں وقت بخیال میرسد آنست کہ نماز اگرچہ نفل باشد بشروع واجب گردد و اگر قبل از اتمام فسادے رونماید قضا لازم آید اما ایں حکم شروع قصدی ست پس اگر کسے مثلاً نماز ظہر گزاردہ فراموش کردو باز عقدش بربست پیش از فراغ بیادش آمد ہمچناں بشکست قضا برو لازم نیست کہ ایں شروع بربنائے ظن غلط بود ہمچناں چوں زن را حیض رسید پیدا شد کہ نماز ایں وقت برو واجب نبود و ظن وجوبے کہ بربنائش آغاز کردہ بود غلط برآمد زیرا کہ نزد ما اعتبار مرا آخر وقت راست کما نصوا علیہ پس قضا لازم نیاید بخلاف نفل کہ شروع دروے نہ بظن وجوب بود و نہ عروض حیض در آخر وقت مانع تنفل در اول ست پس شروع درش صحیح بود چوں فاسد شد قضا واجب آمد - واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اس کا سبب جو اس وقت خیال میں آرہا ہے یہ ہے کہ نماز اگرچہ نفل ہو شروع کرنے سے واجب ہو جاتی اگر تکمیل سے پہلے کوئی فساد ظاہر ہو تو قضا لازم ہو لیکن یہ حکم اس نماز کا ہے جسے قصداً شروع کیا ہو لہٰذا اگر کوئی شخص نمازِ ظہر ادا کرکے بھُول گیا ہو پھر اس کی نیت کرلی لیکن فارغ ہونے سے پہلے یاد آگیا اور اسی حالت میں نماز توڑ دی تو اس پر قضا لازم نہیں ہوگی کیونکہ یہ شروع کرنا غلط گمان کی بنیاد پر تھا۔ اسی طرح جب عورت کو حیض آیا تو اس وقت کی نماز اس پر فرض نہ تھی اس نے فرض خیال کرتے ہوئے شروع کردی تھی تو یہ خیال غلط ثابت ہوا کیونکہ ہمارے نزدیک آخر وقت کا اعتبار ہے جیسے فقہائے کرام نے بیان فرمایا قضا لازم نہیں ہوگی بخلاف نفل کے کہ وہ نہ تو واجب سمجھ کر شروع کئے اور نہ ہی آخر وقت میں حیض کا شروع نفل پڑھنے سے مانع ہے لہٰذا نوافل کا شروع کرنا صحیح تھا جب فاسد ہوگئے تو قضا واجب ہوگئی۔ اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے اور اس بزرگ و برتر ذات کا علم سب سے زیادہ مکمل اور مستحکم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۴۳ ۴ صفر مظفر ۱۳۱۲ھ

ایک مسمّاۃ کو بوجہ عارضہ چند سال سے حبس طمث تھا بالکل ادرار مسدود تھا اگرچہ مقتضائے عمر نہ تھا پھر جب دوا ہوتی باعانت دوا اجرائے دم ہوا ہے ایسی حالت میں نماز ترک کی جائے یا ادا کی جائے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جب تک دم آئے نماز ترک کی جائے، ہاں اگر دس روز کامل سے آگے بڑھے تو غسل کرکے پڑھنا شروع کریں اور وُہ پچھلا طمث جس کے بعد احتباس ہوگیا تھا اگر دس دن آیا تھا تو خیر ورنہ جب یہ دن دس سے بڑھے تو وُہ جتنا دس سے کم تھا اُتنے دنوں کی نماز قضا کی جائے مثلاً وُہ چھ روز کا تھا تو چار دن کی نماز قضا کریں اور چھ تو چھ کی وعلی ہذا القیاس واللہ تعالٰی اعلم۔

Marfat.com

جذب الماء اقرب وبما يمكن فيه ... الشئ اصوب۔

وہ باندھے بغیر بھی پنڈلی پر ٹھہر جاتی ہے۔ موزے کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ پانی کو جذب نہ کرے اس کے ساتھ لگاتار چلنا ممکن ہو، حق کے زیادہ قریب اور بہترین تعریف ہے۔ (ت)

وقد ذكر نجم الدين الزاهدی عن شمس الائمة الحلوانی ان الجوارب من الغزل والشعر ماكان رقيقا منها لا يجوز المسح عليه اتفاقا الا ان يكون مجلدا او منعلا وما كان ثخينا منها فان لم يكن مجلدا او منعلا ففيه خلاف وماكان فلا خلاف فيه اھ ملتقطا[۱]۔

نجم الدین زاہدی نے شمس الائمہ حلوانی سے نقل کرتے ہوئے ذکر کیا کہ اُون اور بالوں سے بنی ہوئی جرابیں پتلی ہوں تو بالاتفاق ان پر مسح جائز نہیں جب تک وہ مجلّد یا منعل نہ ہوں اور اگر وہ دبیز ہوں تو ان میں سے جو مجلّد اور منعل نہ ہوں ان پر مسح کرنے میں اختلاف ہے جبکہ مجلّد اور منعل میں کوئی اختلاف نہیں، انتہی انتخاباً۔ (ت)

قلت وههنا وهم عرض للمولى الفاضل اخی يوسف چلپی فی حاشية شرح الوقاية فلا عليك منه بعد ما سمعت نص امام الشان شمس الائمة وكذلك نص فی الخلاصة بما يكفی لازاحته كما حققه فی الغنية وذكر طرفا منه فی رد المحتار فراجعها ان شئت والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

فاضل اخی یوسف چلپی کو حاشیہ شرح وقایہ کے اس مقام پر ایک وہم[۲] ہوا۔ لہٰذا امام الشان شمس الائمہ کی تصریح سننے کے بعد اب تمہیں وہ قول اختیار نہیں کرنا چاہیے، اسی طرح خلاصہ میں بھی تصریح ہے جو اس کے ازالہ کے لیے کافی ہے جیسا کہ غنیہ میں اس کی تحقیق کی ہے اور کچھ بحث ردالمحتار میں بھی مذکور ہے اگر چاہو تو وہاں رجوع کرو۔ اور اللہ سبحانہ وتعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۴۱: مقام کہنہ دہانہ ضلع رنڈیڈنسی گوالیار مسئولہ منشی نور محمد سوداگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ بُوٹ جن سے ٹخنہ ڈھک جاتا ہے یعنی بُوٹ کہ پلٹن والے پہنتے ہیں وہ بُوٹ کیا چمڑے کے موزے کا حکم رکھتا ہے یا نہیں۔ چونکہ چمڑے کے موزے پر

---

[۱] غنیۃ المستملی فصل فی المسح علی الخفین مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۲۱

[۲] چلپی نے فرمایا اگر وہ ثخین نہ ہو تو نیچے چمڑا چڑھا ہونے کے باوجود مسح جائز نہیں۔
(ذخیرۃ العقبٰی ص ۵۲)

Marfat.com

صحبت کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جو حیض اپنی پُوری مدّت یعنی دس دن کامل سے کم میں ختم ہو جائے اس میں دو صورتیں ہیں یا تو عورت کی عادت سے بھی کم میں ختم ہوا یعنی اس سے پہلے مہینے میں جتنے دنوں آیا تھا اُتنے دن بھی ابھی نہ گزرے اور خُون بند ہو گیا جب تو اس سے صحبت ابھی جائز نہیں اگرچہ نہا لے اور اگر عادت سے کم نہیں مثلاً پہلے مہینے سات دن آیا تھا اب بھی سات یا آٹھ روز آکر ختم ہُوا یا یہ پہلا ہی حیض ہے جو اس عورت کو آیا اور دس دن سے کم میں ختم ہُوا تو اُس سے صحبت جائز ہونے کے لیے دو باتوں سے ایک بات ضرور ہے یا (۱) تو عورت نہا لے اور اگر بوجہ مرض یا پانی نہ ہونے کے تیمم کرنا ہو تو تیمم کر کے نماز بھی پڑھ لے خالی تیمم کافی نہیں یا (۲) طہارت نہ کرے تو اتنا ہو کہ اس پر کوئی نماز فرض ہو جائے یعنی نمازِ پنجگانہ سے کسی نماز کا وقت گزر جائے جس میں کم سے کم اس نے اتنا وقت پایا ہو جس میں نہا کر سر سے پاؤں تک ایک چادر اوڑھ کر تکبیر تحریمہ کہہ سکتی تھی اس صورت میں بے طہارت کے بھی اُس سے صحبت جائز ہو جائے گی ورنہ نہیں ، مگر یہ کہ عورت کتابیہ یہودیہ یا نصرانیہ ہو تو اُس سے مطلقاً بے نہائے صحبت جائز ہے جبکہ انقطاعِ حیض ایامِ عادت سے کم میں نہ ہوا ہو۔

فی الدر المختار یحل وطؤھا اذا انقطع حیضھا لاکثرہ بلا غسل وجوبا بل ندبا وان انقطع لاقلہ فان لدون عادتھا لم یحل (الوطؤ وان اغتسلت لان العود فی العادۃ غالب بحر) وان لعادتھا فان کتابیۃ حل فی الحال (لانہ لا اغتسال علیھا لعدم المطالب) والا لا یحل حتی تغتسل او تتیمم بشرطہ (ھو فقد الماء بہ والصلٰوۃ بہ علی الصحیح کما یعلم من النھر وغیرہ وبھذا اظھر ان المراد التیمم الکامل المبیح للصلاۃ مع الصلاۃ بہ ایضا) او یمضی علیھا زمن یسع الغسل ولبس الثیاب والتحریمۃ

درمختار میں ہے ، اگر عورت کا حیض ، زیادہ دنوں کے بعد ختم ہو تو اس کے ساتھ غسل واجب بلکہ مستحب غسل سے بھی پہلے وطی کرنا جائز ہے اور اگر کم از کم مدت میں ختم ہو تو (دیکھیں گے) ، اگر عادت سے کم میں ختم ہو تو جماع جائز نہیں اگرچہ غسل کر لے کیونکہ عادت کی طرف لوٹنا غالب ہے (بحر الرائق) اگر عادت کے مطابق ختم ہوا تو کتابیہ ہونے کی صورت میں اسی وقت وطی حلال ہو جائیگی کیونکہ اس پر غسل واجب نہیں اس لیے کہ اس سے (غسل کا) مطالبہ کرنے والی چیز (یعنی اسلام) نہیں۔ اگر وہ کتابیہ نہیں تو جب تک غسل یا شرائطِ تیمم پائے جانے کی صورت میں تیمم نہ کرے اس سے جماع جائز نہیں - صحیح قول کے مطابق (اس کے لیے تیمم کی) شرط یہ ہے کہ پانی نہ ہونا اور اس کے ساتھ نماز پڑھنا ہے جیسا کہ

Marfat.com

باب الحیض

مسئلہ ۱۴۲ ازوطن مرسلہ نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب ۲- رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی ہذہ المسئلہ در رسالہ طہارت کبرٰی نوشتہ است زنے نماز میگزارد ہم دراثنائے صلاۃ حائضہ شد نماز قطع کند پس اگر نماز فرض بود بعد طہارت قضایش واجب نبود و اگر نفل بود قضا واجب آید۔ بینوا توجروا۔

اللہ تعالٰی آپ کو اپنی رحمت سے نوازے، اس مسئلہ میں آپ کی کیا رائے ہے، رسالہ "طہارتِ کبرٰی" میں لکھا ہے: "کوئی عورت نماز پڑھ رہی ہو اور نماز کے دوران اسے حیض آجائے تو وہ نماز توڑ دے پھر اگر وہ فرض نماز ہے تو حصولِ طہارت کے بعد اس کی قضا واجب نہ ہوگی اور اگر نفل نماز ہو تو واجب ہوگی۔ بیان کریں اجر پائیں۔ (ت)

الجواب

دریں رسالہ اگرچہ بسیار جا خطا سرزدہ ست اما ایں مسئلہ درست نوشتہ است فمثلہ فی البحر والدر وغیرھما من الاسفار الغر وحیث انجہ

اس رسالے میں اگرچہ بہت جگہ غلطی واقع ہوئی ہے تاہم یہ مسئلہ صحیح لکھا گیا ہے اسی کی مثل البحرالرائق، درمختار اور ان کے علاوہ عمدہ کتب میں منقول ہے،

Marfat.com

فی الدر المختار یمنع حل قربان ما تحت ازار یعنی ما بین سرۃ ورکبۃ ولو بلا شھوۃ وحل ماعداہ مطلقا اھ[1] وفی رد المحتار نقل فی الحقائق عن التحفۃ والخانیۃ یجتنب الرجل من الحائض ما تحت الازار عند الامام وقال محمد الجماع فقط ثم اختلفوا فی تفسیر قول الامام قیل لایباح الاستمتاع من النظر وغیرہ بما دون السرۃ الی الرکبۃ ویباح ماوراءہ وقیل یباح مع الازار اھ ولایخفی ان الاول صریح فی عدم حل النظر الی ماتحت الازار والثانی قریب منہ ولیس بعد النقل الا الرجوع الیہ[2] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

دُرمختار میں ہے "ازار کے نیچے یعنی ناف اور گھٹنے کے درمیان کا قُرب جائز نہیں اگرچہ بلاشہوت ہو اور اس کے علاوہ مطلقاً جائز ہے[1]۔" اور ردالمحتار میں ہے: "حقائق میں تحفہ اور خانیہ سے نقل کیا گیا کہ اُمام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک مرد کو حائضہ عورت کی ازار کے نیچے سے اجتناب کرنا چاہیے۔" امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "فقط جماع سے پرہیز کرے۔" پھر امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی وضاحت میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔ کہا گیا ہے کہ ناف سے گھٹنوں تک دیکھنے اور اس کے ساتھ نفع حاصل کرنا بھی جائز نہیں اس کے ماسوا جائز ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ازار کے ساتھ جائز ہے (انتہی) مخفی نہ رہے کہ پہلا قول ازار کے نیچے (جسم) کی طرف دیکھنے کی حرمت میں واضح ہے اور دوسرا اس کے قریب ہے اور نقل کے بعد گنجائش نہیں اسی کی طرف رجوع ہوتا ہے (انتہی) (یعنی قیاس نہیں کیا جاتا) واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۴۷ از شہر کہنہ ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نفاس کی اکثر مدت چالیس روز ہے کمتر کی حد نہیں اگر نفاس کا پانی ہشت روز میں بند ہوا اور نماز اور روزہ اور وطی کے بعد پانی پھر آیا اس میں کیا حکم ہے؟

الجواب

پانی کوئی چیز نہیں وہ تو رطوبت ہے نفاس میں خون ہوتا ہے چالیس دن کے اندر جب خون عود کرے شروع ولادت سے ختم خون تک سب دن نفاس ہی کے گنے جائیں گے جو دن بیچ میں خالی رہ گئے وہ بھی نفاس ہی میں شمار ہوں گے مثلاً ولادت کے بعد دو منٹ تک خون آکر بند ہوگیا عورت بگمان طہارت غسل کرکے نماز

---

[1] درمختار باب الحیض " مجتبائی دہلی ۱/۵۱

[2] ردالمحتار باب الحیض مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۱۴

Marfat.com

مسئلہ ۱۴۴ از جالندھر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی احمد جان صاحب مرسلہ محمد احمد خاں صاحب ۲۔ شوال ۱۳۱۴ھ۔

عورت حالتِ حیض اور نفاس میں مراقبہ جیسا کہ طریقۂ نقشبندیہ میں دستور ہے کرسکتی ہے یا نہیں اور اسی حالت میں بیٹھ کر مرشد سے توجہ لے سکتی ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتاب مع عبارت ارقام فرمائیں۔

الجواب

ہاں اُم المومنین صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتی ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یذکر اللہ علی کل احیانہ[1] رواہ الامام احمد و مسلم و ابوداؤد والترمذی و ابن ماجۃ۔

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ تعالٰی کا ذکر فرماتے تھے"۔ اس (حدیث) کو امام احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان المؤمن لا ینجس[2] رواہ الستۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

"مومن ناپاک نہیں ہوتا" اسے چھ ائمہ حدیث (اصحابِ صحاح ستّہ) نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

دُرمختار میں ہے:

لاباس لحائض وجنب بقراءۃ ادعیۃ ومسہا وحملہا[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

حائضہ اور جنبی کے لیے دُعاؤں کے پڑھنے، انہیں ہاتھ لگانے اور اٹھانے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۴۵ از علی گڑھ ۵۔ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

سوال اوّل: ایک عورت کو آٹھ دن سے کم حیض ہوتا ہے سپیدی آجانے کے بعد بے نہائے اس سے

---

[1] سنن ابوداؤد باب فی الرجل یذکر اللہ علٰی غیر طہور مطبع مجتبائی پاکستان ۱/۴

[2] جامع ترمذی باب ماجاء فی مصافحۃ الجنب " " " ۱/۱۷

[3] درمختار باب الحیض " " " ۱/۵۱

Marfat.com

مرجائے تو اس کے لیے ایک ہی غسل کافی ہے کما نص علیہ علماؤنا وبہ قال جمہور الائمۃ (جیسا کہ ہمارے علماء نے اس کی تصریح فرمائی ہے اور جمہور ائمہ کا بھی یہی قول ہے۔ ت) حیض کم از کم تین رات دن کامل ہے اور زیادہ سے زیادہ دس رات دن کامل۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۹ ۹۔ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت لڑکا جنے اور نفاس سے آٹھ دن میں فارغ ہوگئی اب اُس کے واسطے روزے نماز کا کیا حکم ہے اور چُوڑی وغیرہ چاندی یا کانچ کی یا وہ چارپائی یا مکان پاک رہا یا ناپاک یا چالیس دن کی میعاد لگائی جائے گی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ جو عوام جاہلوں عورتوں میں مشہور ہے کہ جب تک چلّہ نہ ہوجائے زچہ پاک نہیں ہوتی محض غلط ہے خون بند ہونے کے بعد ناحق ناپاک رہ کر نماز روزے چھوڑ کر سخت کبیرہ گناہ میں گرفتار ہوتی ہیں مردوں پر فرض ہے کہ انہیں اس سے باز رکھیں نفاس کی زیادہ حد کے لیے چالیس دن رکھے گئے ہیں نہ یہ کہ چالیس دن سے کم کا ہوتا ہی نہ ہو اس کے کم کے لیے کوئی حد نہیں اگر بچہ جننے کے بعد صرف ایک منٹ خون آیا اور بند ہوگیا عورت اُسی وقت پاک ہوگئی نہائے اور نماز پڑھے اور روزے رکھے۔ اگر چالیس دن کے اندر اُسے خون عود نہ کرے گا تو نماز روزے سب صحیح رہیں گے۔ چُوڑیاں، چارپائی، مکان سب پاک ہیں فقط وہی چیز ناپاک ہوگی جسے خون لگ جائے گا بغیر اس کے ان چیزوں کو ناپاک سمجھ لینا ہندوؤں کا مسئلہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۰ از فرخ آباد شمس الدین احمد شنبہ ۱۸۔ شوال ۱۳۳۴ھ

کوئی شخص اپنی بی بی سے حیض یا نفاس کی حالت میں صحبت کرے تو اُس کا کفارہ کیا ہے؟

الجواب

اگر ابتدائے حیض میں ہے تو ایک دینار، اور ختم پر ہے تو نصف دینار، اور دینار دس درم کا ہوتا ہے اور دس درہم دو روپے تیرہ آنے کچھ کوڑیاں کم۔ سُنن دارمی و ابو داؤد و ترمذی و ابن ماجہ[ع] میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا وقع الرجل باھلہ وھی حائض فلیتصدق — جب آدمی اپنی عورت سے حالتِ حیض میں صحبت کرے

ع عزاہ فی المشکوٰۃ للاربعۃ وانما الذی رأیت للنسائی ما یاتی ۱۲ منہ (م)

مشکوٰۃ المصابیح میں اسے چاروں سنن کی طرف منسوب کیا ہے اور وہ جو میں نے نسائی کے لیے دیکھی ہے وہ ہے جو اس کے بعد آرہی ہے ۱۲ منہ (ت)

Marfat.com

ينقص من آخر الوقت لتعليلهم بوجوبها في ذمتها حتى لو طهرت في وقت العيد لا بد ان يمضي وقت الظهر كما في السراج[1] اھ مزيدا من رد المحتار[2] واقول كتبت على قوله ولبس الثياب ما نصه اي المبيحة للصلاة ولو رداء واحدا يسترها من قرنها الى قدمها لان المقصود كون الصلاة دينا عليها وذلك يحصل بهذا القدر ولذا استظهر العلامة الحلبي في الغسل ان المراد قدر الفرض وهو ظاهر[3] والله تعالى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم۔

نہر (نہر الفائق) وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے۔ اس سے ظاہر ہُوا کہ تیمم کامل مراد ہے جس سے نہ صرف یہ کہ نماز پڑھنا جائز ہوجائے بلکہ اس کے ساتھ نماز بھی پڑھ لے) یا اتنا وقت گزر جائے جس میں غسل کرکے کپڑے پہننے اور تحریمہ کی گنجائش ہو کیونکہ انہوں نے اسی بات کو عورت کے ذمہ (نماز) واجب ہونے کی علت قرار دیا ہے حتی کہ اگر عید کے وقت پاک ہوجائے تو اس پر وقتِ ظہر گزرنا ضروری ہے جیسا کہ سراج میں ہے (انتہی) یہ ردالمحتار سے اضافہ کے ساتھ ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ میں نے اس (دُرمختار) کے قول "ولبس الثیاب" پر لکھا ہے کہ اس سے وہ کپڑے مراد ہیں جن کے ساتھ نماز جائز ہوجاتی ہے اگرچہ ایک چادر ہو جو سر سے قدموں تک اسے ڈھانپ لے کیونکہ مقصد تو نماز کا اس کے ذمہ فرض ہونا ہے اور یہ اس مقدار سے حاصل ہوجاتا ہے اسی لیے علامہ حلبی نے غسل کے بارے میں بتایا کہ اس سے فرض کا اندازہ مراد ہے اور یہی ظاہر ہے واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

سوال دوم: ایامِ حیض میں اپنی عورت سے ران یا پیٹ پر یا کسی اور مقام پر فراغت حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

پیٹ پر جائز اور ران پر ناجائز۔ کلیہ یہ ہے کہ حالتِ حیض و نفاس میں زیرِ ناف سے زانو تک عورت کے بدن سے بلاکسی ایسے حائل کے جس کے سبب جسمِ عورت کی گرمی اس کے جسم کو نہ پہنچے تمتع جائز نہیں یہاں تک کہ اتنے ٹکڑے بدن پر شہوت سے نظر بھی جائز نہیں اور اتنے ٹکڑے کا چھُونا بلاشہوت بھی جائز نہیں اور اس سے اوپر نیچے کے بدن سے مطلقاً ہر قسم کا تمتع جائز یہاں تک کہ سحق ذکر کرکے انزال کرنا۔

---

[1] دُرمختار — باب الحیض — مطبوعہ مجتبائی دہلی — ۱/۵۱

[2] ردالمحتار — " — " مصطفی البابی مصر — ۱/۲۱۵

[3] جدالممتار علی ردالمحتار — باب الحیض — المجمع الاسلامی مبارک پور ہندوستان — ۱/۱۶۴

Marfat.com

دینار[1] ایک اشرفی صدقہ کر اور نہ ہو سکے تو آدھی ۔

درمختار میں ہے :

یندب تصدقه بدینار اونصفه و مصرفه کزکاة وھل علی المرأة تصدق قال فی الضیاء الظاھر لا[2]۔

ایک دینار یا نصف دینار صدقہ دینا مستحب ہے اس کا مصرف وہی ہے جو زکاۃ کا ہے۔ اور کیا عورت کو بھی صدقہ دینا واجب ہے؟ تو ضیاء (الضیاء المعنوی شرح مقدمۃ الغزنوی) میں فرمایا: ظاہر بات یہ ہے کہ اس پر (واجب) نہیں۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے :

یتصدق بدینار او بنصفه استحبابا و قیل بدینار ان کان اول الحیض وبنصفه ان وطی فی اخرہ کان قائله رأی انه لا معنی للتخییر بین القلیل والکثیر فی النوع الواحد[3] اھ

اقول لاعزا فی التخییر بین الفاضل و الافضل فیکون المعنی یتصدق بنصف دینار و ھذا ادنی ما یندب الیه کفارة لما وقع فیه فان اکمل دینارا فاجود و ایضا قد یکون الترديد باعتبار الیسر ای بدینار ان تیسر والا فبنصفه وقد روی فی الحدیث کما مر لکن الاظھر کما قال القاری فی المرقاة ان قائله اخذ التفصیل من الحدیث الاٰتی عن ابن عباس[4] اھ

ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرنا مستحب ہے اور کہا گیا کہ اگر حیض کا آغاز تھا تو ایک دینار، اور آخری دنوں میں وطی کی تو نصف دینار دے، گویا اس قائل کی رائے میں ایک ہی نوع میں قلیل و کثیر کے درمیان اختیار کا کوئی مطلب نہیں اھ۔

اقول فاضل اور افضل کے درمیان اختیار دینا قابلِ تعجب نہیں لہذا مطلب یہ ہوگا کہ نصف دینار صدقہ کرے اور یہ اس کے جرم کا کم از کم مستحب کفارہ ہے اگر پُورا دینار دے تو نہایت عمدہ ہے نیز کبھی اختیار میسر آنے والی چیز کے اعتبار سے بھی ہوتا ہے یعنی اگر میسّر ہو تو ایک دینار اور اگر میسر نہ ہو تو نصف دینار دے اور یہ بات حدیث میں مروی ہے جیسا کہ گزر چکا۔ لیکن زیادہ ظاہر بات وُہ ہے جو حضرت ملّا علی قاری

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ مطبوعہ بیروت ۱/۳۶۳
[2] درمختار باب الحیض مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۲
[3] فتح القدیر باب الحیض مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۴۷
[4] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الحیض مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۱۰۰

Marfat.com

دونا وغیرہ کرتی رہی چالیس دن پورے ہونے میں ابھی دو منٹ باقی تھے پھر خون آگیا تو یہ سارا چلہ نفاس میں ٹھہرے گا نمازیں بیکار گئیں فرض یا واجب روزے یا ان کی قضا نمازیں جتنی پڑھی ہوں انھیں پھر پھیرے۔

فی رد المحتار ان من اصل الامام ان الدم اذا کان فی الاربعین فالطھر المتخلل لایفصل طال او قصر حتی لورأت ساعۃ دما واربعین الا ساعتین طھرا ثم ساعۃ دما کان الاربعون کلھا نفاسا وعلیہ الفتوٰی کذا فی الخلاصۃ[1] نھر، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

ردالمحتار میں ہے: "امام اعظم رحمہ اللہ کے ہاں ضابطہ یہ ہے کہ جب خون چالیس دنوں میں ہو تو طہر متخلل فاصل نہیں ہوگا وقت زیادہ ہو یا کم۔ حتی کہ اگر عورت نے ایک ساعت خون دیکھا پھر دو ساعتیں کم چالیس دن پاک رہی پھر ایک ساعت خون دیکھا تو پورے چالیس دن نفاس کے شمار ہوں گے اور اسی پر فتوٰی ہے۔ خلاصہ میں اسی طرح ہے نہر، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۱۴۸ ۸ ذی القعدہ ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حیض والی عورت کی روٹی پکی ہوئی کھانا جائز ہے یا نہ، اور اپنے ساتھ اس کو روٹی کھلانا جائز ہے یا نہ، اور اس عرصہ میں اگر مر جائے تو اس کا کیا حکم ہے، حیض کے کَے دن ہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا بھی جائز، اُسے اپنے ساتھ کھلانا بھی جائز۔ ان باتوں سے احتراز یہود و مجوس کا مسئلہ ہے۔

وقد کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یدنی راسہ الکریم لام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا وھی فی بیتھا وھو صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم معتکف فی المسجد لتغسلہ فتقول انا حائض فیقول حیضتك لیست فی یدك[2]۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنا سرِ مبارک دھلوانے کے لیے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے قریب کرتے تھے اس وقت آپ گھر میں ہوتیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں معتکف ہوتے ام المومنین عرض کرتیں، میں حائضہ ہوں۔ آپ فرماتے: حیض تمہارے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب الحیض مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۱۹

[2] جامع ترمذی باب ماجاء فی الحائض تتناول الشیئ من المسجد مطبع مجتبائی لاہور ۱/ ۱۹

Marfat.com

فقول ابن حجر وسنده حسن غیر مستحسن[1] اھ اقول لایضر عندنا الارسال ولا الاعضال وقد یأتی الراوی بالسند تاما وقد یحذف فلا اضطراب وکذا الرفع والوقف ثم الوصل والرفع زیادة ثقة فتقبل کما حققه المحقق فی الفتح فی غیر ما موضع قال القاری قال میرك هذا بیان اضطراب الاسناد اما الاضطراب فی متنه فروی بدینار او نصف دینار علی الشك وروی یتصدق بدینار فان لم یجد فبنصف دینار وروی التفرقة بین ان یصیبها فی اقبال الدم او فی انقطاع الدم وروی یتصدق بخمس دینار وروی بنصف دینار وروی اذا کان دما احمر فدینار وان کان دما اصفر فنصف دینار[2] اھ اقول قد علمت کل هذه الروایات وتخاریجها الا روایة الخمس وهو للدارمی وابن راهویه وحسنه خاتم الحفاظ عن عبد الحمید بن زید بن الخطاب قال کان لعمر بن الخطاب

ارسال اور اعضال[3] کے اعتبار سے اضطراب ہے۔ سید جمال الدین نے تخریج سے اسی طرح نقل کیا ہے پس ابن حجر (عسقلانی) کا اس کی سند کو حسن قرار دینا غیر مستحسن ہے اھ۔ اقول ہمارے نزدیک ارسال و اعضال سے کوئی فرق نہیں پڑتا راوی کبھی پوری سند لاتا ہے اور کبھی حذف کر دیتا ہے لہذا کوئی اضطراب نہیں رفع اور وقف کا بھی یہی حال ہے پھر رفع اور وصل (راوی کے) اضافہ ثقاہت کے لیے ہیں لہذا اسے قبول کیا جائے جسے محقق نے فتح القدیر کے کئی مقامات پر اس کی تحقیق کی ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں میرک نے کہا ہے کہ یہ اضطراب سند کا بیان ہے لیکن متن کا اضطراب یہ ہے کہ ایک روایت میں ایک دینار اور نصف دینار کا بطور شک ذکر کیا گیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ ایک دینار صدقہ کرے اور اگر نہ پائے تو وہ نصف دینار صدقہ دے تیسری روایت کے مطابق خون آنے اور نہ آنے کے دنوں میں جماع کرنے کا فرق ہے جبکہ چوتھی روایت میں ہے دینار کا پانچواں حصہ صدقہ کرے۔ پانچویں روایت میں ہے وہ نصف دینار صدقہ کرے۔ اور چھٹی روایت میں ہے اگر خون سرخ ہو تو ایک دینار دے اور زرد ہو تو نصف دینار دے اھ اقول ان تمام روایات

---

[1] مرقات شرح مشکوٰة الفصل الثانی من باب الحیض مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۱۰۱

[2] ایضاً

[3] تابعی سے اوپر کا راوی ساقط ہو تو یہ ارسال ہے اور حدیث کی سند سے دو یا زاید راویوں کا سقوط اعضال کہلاتا ہے ۱۲ ہزاروی

Marfat.com

نصف دینار[۱] تو چاہیے کہ نصف دینار صدقہ دے۔

سنن نسائی و ابن ماجہ میں انہیں سے ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یتصدق بدینار او نصف دینار[۲] ایک یا نصف دینار تصدق کرے ورواہ الدارمی فجعل الترديد من شك الراوی حيث قال يتصدق بدينار او نصف دينار شك الحكم[۳] (اسے امام دارمی نے روایت کیا اور تردید کو راوی کا شک قرار دیا کہ اس نے کہا ایک دینار صدقہ کرے یا نصف دینار، حکم (راوی کو) شک ہُوا۔ت)

مسند احمد و دارمی و ترمذی میں انھیں سے ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا کان دما احمر فدینار واذا کان دما اصفر فنصف دینار[۴] جب سُرخ خون ہو تو ایک دینار اور زرد ہو تو آدھا۔

طبرانی نے معجم کبیر اور حاکم نے بافادۂ تصحیح انھیں سے یوں روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

من اتی امرأته فی حیضها فلیتصدق بدینار ومن اتاها وقد ادبر الدم عنها و لم تغتسل فنصف دینار[۵] جس نے اپنی عورت سے حیض میں صحبت کی وہ ایک اشرفی تصدق کرے اور اگر خون بند ہوچکا اور ابھی نہائی نہ تھی تو آدھی۔

مسند میں انھیں سے یوں ہے: تصدق بدینار فان لم تجد دینار فنصف

ع وعزاه ایضا فی الجامع الکبیر لابی داود و النسائی لم اره لهما۔ جامع کبیر میں ہے اس کو بھی ابوداؤد اور نسائی کی طرف منسوب کیا ہے میں نے تحدیث ان دونوں میں نہیں دیکھی۔

---

[۱] جامع الترمذی باب ما جاء فی کراہیۃ اتیان الحائض مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۹

[۲] سنن ابن ماجہ باب کفارۃ من اتی حائضا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۷

[۳] سُنن الدارمی باب من قال علیہ الکفارۃ مدینہ منورہ حجاز ۱/۲۰۳

[۴] جامع الترمذی باب ما جاء فی الکفارۃ فی ذلک مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۰

[۵] المعجم الکبیر للطبرانی عن عبداللہ بن عباس حدیث نمبر ۱۲۱۳۴ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/۴۰۲

Marfat.com

الخمس من الاضطراب ثم **اقول** الاصوب ان او للتنويع كما بينته الروايات الثلاث الاخيرة لكن العجب انه جعلها للشك ثم ادخله فى الاضطراب و كيف يسرى الاضطراب الى المتن بشك بعض الرواة فى بعض الالفاظ هذا لايقول به احد **ثم** قد بقى عليه من الروايات خمسا دينار فروى ابوداود مرسلا عن الحكم بترك المقسم وابن عباس وفيه فامره ان يتصدق بخمسى دينار[1] بصيغة التثنية فى نسخه الثلاث فعلى طريقته تمت سبعا **اقول** وليس هذا الاضطرابا قادحا فانه ما لا يمكن جمعه كما افاده المحققان العسقلانى و ابن الهمام والجمع ههنا ميسور فالخمس والخمسان لمن وقع فيه خطأ كما هى واقعة الفاروق رضى الله تعالى عنه والنصف والنصفان على من تعمد كما يشير اليه لفظ من اتى والتوزيع باعتبار

تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے نصف دینار صدقہ کرو۔ **اقول** واقعہ کا متعدد ہونا (سمجھ سے) بعید ہے پس ترجیح کی طرف رجوع کیا جائے اگر اس (نصف دینار والی روایت) کی سند قوی ہو تو خمس (پانچویں حصے) والی روایت اضطراب سے نکل جائے گی **ثم اقول** لفظ "او" تقسیم نوع کے لیے ہے جیسے آخری تین روایات سے واضح ہے لیکن تعجب کی بات ہے کہ انہوں نے اسے شک کے لیے قرار دے کر اضطراب میں داخل کیا (لیکن) بعض راویوں کے بعض الفاظ میں شک سے متن میں اضطراب کیسے ہوگا، اس بات کا کوئی بھی قائل نہیں۔ اس کے بعد روایات میں سے دینار کے دو خمس والی روایت باقی رہ گئی امام ابوداؤد نے حکم[2] سے مرسلاً روایت کرتے ہوئے مقسم اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر چھوڑ دیا۔ اس روایت میں ہے "پس آپ نے دو خمس دینار صدقہ کرنے کا حکم فرمایا ان (امام ابوداؤد) کے تین نسخوں[3] میں تثنیہ کے صیغے سے مروی ہے پس ان کے طریقے پر سات روایات پوری ہوگئیں۔ **اقول** یہ اضطراب نقصان دہ نہیں کیونکہ نقصان اس صورت میں ہوتا ہے جب روایات کے درمیان موافقت ممکن نہ ہو جیسے دو محققین علامہ عسقلانی اور ابن ہمام رحمہما اللہ نے بتایا لیکن یہاں روایات کے درمیان مطابقت ممکن ہے لہٰذا

---

[1] سنن ابی داؤد باب فی اتیان الحائض مطبوعہ مجتبائی لاہور پاکستان ۱/۳۵

[2] سنن ابی داؤد میں یہ روایت امام ابوداؤد، امام اوزاعی سے مرسلاً روایت کرتے ہیں حکم سے نہیں واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ ہزاروی

[3] سنن ابی داؤد کے تین نسخے ہیں (۱) نسخہ لؤلؤی (۲) نسخہ ابن داسہ (۳) نسخہ ابن الاعرابی ۱۲ ہزاروی

Marfat.com

ما مر من التفصيل بلون الدم
انه يكون في بدئه احمر فاذا
قارب الانقطاع يصفر اقول و
به ظهر ضعف ما وقع في البحر
وتبعه ش من جعل العبارتين
قولين اذ قال قيل ان كان
في اول الحيض فدينار او اخره
فنصفه وقيل دينار لو اسود و
نصفه لو اصفر اھ[1] قال في
البحر ويدل له ما رواه
ابوداود والحاكم وصححه[2] فذكر
اللفظ الثالث الذي عزوناه
لاحمد والترمذي ولم اره
لابي داود والله تعالیٰ اعلم
هذا وقال القاري قال المنذري
قد وقع اضطراب في
هذا الحديث متنا واسنادا
رفعا ووقفا وارسالا
واعضالا كذا نقله السيد
جمال الدين عن التخريج

رحمہ اللہ نے بیان فرمائی کہ اس کے قائل نے حضرت
ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے جو آگے
(مرقات میں) آرہی ہے تفصیل حاصل کی ہے (انتہی)
یعنی خون کے رنگ کے اعتبار سے جو تفصیل گزری ہے
کیونکہ وہ شروع میں سُرخ ہوتا ہے اور ختم ہونے
کے قریب زرد ہوجاتا ہے **اقول** اسی سے اس
بات کی کمزوری ظاہر ہوگئی جو البحر الرائق میں ہے اور
امام شامی نے بھی اس کی اتباع کرتے ہوئے دو
عبارتوں کو دو قول قرار دیا جب انھوں نے کہا کہ کہا گیا
ہے اگر حیض کے شروع میں (جماع کیا) تو ایک دینار
اور آخر میں ہو تو نصف دینار ہوگا۔ اور ایک قول
یہ ہے کہ اگر سیاہ رنگ ہو تو ایک دینار اور زرد
رنگ ہو تو نصف دینار ہوگا۔ البحر الرائق میں فرمایا اس
بات پر امام ابوداؤد اور حاکم کی روایت دلالت کرتی
ہے جسے انہوں نے صحیح قرار دیا ہے اور لفظ ثالث
(سُرخ رنگ) ذکر کیا جسے ہم نے امام احمد اور ترمذی
کے حوالے سے نقل کیا ہے لیکن میں نے اسے ابوداؤد
میں نہیں دیکھا واللہ تعالیٰ اعلم۔ اس (تقریر) کو اپنایئے۔
حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا: منذری نے کہا ہے
کہ اس حدیث میں متن، سند، رفع، وقف،

---

[1] ردالمحتار باب الحیض مصطفیٰ البابی مصر ١/٢١٨
[2] البحر الرائق باب الحیض مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ١/١٩٧

ع امام اہل السنت علیہ الرحمۃ کا مطلب یہ ہے کہ حیض کی ابتدا میں خون کا رنگ سیاہ ہوتا ہے اور آخر میں زرد، لہٰذا آغازِ حیض اور سیاہ رنگ ایک ہی بات ہے جبکہ اختتامِ حیض اور زرد رنگ بھی ایک ہی چیز ہے گویا ایک ہی قول کو صاحب البحر الرائق اور شامی نے دو قول قرار دیا ١٢ ہزاروی

Marfat.com

شروع میں وہ زمانہ جماع سے قریب ہوتا ہے، لہذا اس ضمن میں معذور نہیں سمجھا جائے گا بخلاف اختتامِ حیض کے لہذا اس وقت کفارہ میں تخفیف ہوگی۔ **اقول** جب یہ بات اقرب ہے تو اس (مقدار) کا تعبدی ہونا کیسے اظہر ہوگا اس میں شک نہیں کہ یہ محض ظاہری نزاع ہے اور وہ اس وقت تک عبادت نہیں بن سکتا جب تک عقل کا دروازہ بند نہ کیا جائے (ت) واللہ تعالٰی اعلم

بالجملہ حاصل جمع احادیث یہ ٹھہرا کہ جس سے نادانستہ ایسا واقع ہوا اگر آخر حیض میں تھا اور اسی میں حکماً وہ صورت داخل کہ خون دس دن سے کم میں منقطع ہوا اور عورت نے ابھی غسل نہ کیا نہ کوئی نماز اس پر دَین ہوئی) وہ ایک خُمس دینار کفارہ دے اور اگر شباب حیض میں تھا تو دو خمس اور جس نے دانستہ ایسا کیا اگر آخر حیض میں تھا نصف دینار دے اور اوّل میں تو ایک دینار، ہاں ایک کی طاقت نہ ہو تو نصف ہی دے۔ یہ سب حکم استحبابی ہے واجب نہیں مگر استغفار۔

اقول دینار شرعی دس درم ہے تو خُمس دینار کی جگہ دو درم، دو خُمس پر چار، نصف پر پانچ، کل پر دس ہوئے، اور درم شرعی اس انگریزی روپے سے $\frac{7}{25}$ ہے تو ایک درم یہاں کے چار آنے $5\frac{19}{25}$ پائی ہوا اور دس درم دو روپے پونے تیرہ آنے $\frac{3}{5}$ پائی، مگر عجب نہیں کہ یہاں سونا دینا ہی انسب ہو کر ہر جگہ دینار ہی کے حصے فرمائے گئے۔ دینار ساڑھے چار ماشے ہے اور اس کا خمس سات رتی اور رتی کا پانچواں حصہ واللہ تعالٰی اعلم یہ سب دربارۂ حیض تھا اور اس پر نفاس واقع القیاس مرقاۃ میں زیر روایت ثالثہ اذا کان دما احمر (جب حیض کا خون سرخ ہو۔ ت) ہے ای الحیض وقیس بہ النفاس[1] اھ (یعنی حیض کا خون سُرخ ہو اور اسی پر نفاس کو قیاس کیا جائے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۱ از قصبہ میراں پور کٹرہ ضلع شاہجہان پور مرسلہ محمد صدیق بیگ

۲۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد کب تک عورت ناپاک رہتی ہے کتنے یوم کے بعد غسل کر کے نماز پڑھے؟

الجواب

بچّہ پیدا ہونے کے بعد جب تک خون آئے ناپاک رہے گی جس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس روز کامل ہے اور کم کی کوئی حد نہیں، اگر یا دو منٹ آکر بند ہوگیا اور چالیس روز تک پھر نہ آیا تو اُسی پاؤ منٹ

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الحیض مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۱۰۱

Marfat.com

...رأة تكره الجماع فكان اذا اراد
...ن يأتيها اعتلت عليه بالحيض
...فوقع عليها فاذا هي صادقة
...اتى النبي صلى الله تعالى
عليه وسلم فامره ان يتصدق
بخمس دينار[1] اھ ووقع في
كنز العمال ومنتخبه فامره
ان يتصدق بخمسين دينارا[2] ولا اراه
الا تصحيفا والله تعالى اعلم
وذكر فيه عازيا للحارث في
مسنده ورامزا لابن ماجة
ولم اره له عن عمر رضي الله
تعالى عنه انه اتى جارية
له فقالت اني حائض فوقع
بها فوجدها حائضا فاتى
النبي صلى الله تعالى عليه
وسلم فذكر ذلك له
فقال يغفر الله لك يا ابا حفص
تصدق بنصف دينار[3] اقول
ويبعد تعدد الواقعة فيرجع
الى الترجيح فان كان
هذا اقوى سندا اخرج

کی تخریج معلوم ہو چکی البتہ دینار کے پانچویں حصے والی روایت امام دارمی
اور ابن راہویہ نے نقل کی ہے اور خاتم الحفاظ
(علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ) نے اسے حسن قرار
دیا ہے وہ حضرت عبدالحمید بن زید بن خطاب رضی اللہ
عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب
رضی اللہ عنہ کی ایک لونڈی، جماع کو ناپسند کرتی تھی
آپ جب بھی اس کے پاس جانے کا ارادہ فرماتے وہ
حیض کا بہانہ پیش کر دیتی۔ ایک مرتبہ آپ نے اس سے
جماع کیا تو (واقعی) وہ سچی تھی، آپ بارگاہِ نبوی میں
حاضر ہوئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
دینار کا پانچواں حصہ صدقہ کرنے کا حکم دیا اھ ——
کنز العمال اور اس کے انتخاب میں ہے کہ آپ نے
ان کو پچاس دینار صدقہ کرنے کا حکم دیا —— میرے
خیال کے مطابق ان کو پڑھنے میں غلطی لگی ہے، واللہ
تعالیٰ اعلم۔ اس میں حارث کی طرف منسوب کرتے ہوئے
کہ انھوں نے اپنی مسند میں لکھا اور ابن ماجہ کی طرف
اشارہ کرتے ہوئے ذکر کیا لیکن میں نے اس میں وہ روایت
نہیں پائی وہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی ایک
لونڈی کے پاس تشریف لے گئے اس نے کہا میں
حائضہ ہوں آپ نے اس سے جماع کیا تو اسے حائضہ
پایا پھر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں
حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا، اے ابوحفص! اللہ

---

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ — الفصل الثانی من باب الحیض — مکتبہ امدادیہ ملتان — ۲/۱۰۱
[2] کنز العمال — محظورۃ المباشرۃ حدیث ۴۵۸۸۸ — مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت — ۱۶/۵۶۵
[3] " " " حدیث نمبر ۴۵۸۸۹ " " — ۱۶/۵۶۶

Marfat.com

الجواب

دل میں بایںمعنیٰ کہ نرے تصور میں بے حرکت زبان تردون قرآن مجید بھی پڑھ سکتا ہے اور زبان سے قرآن بحالتِ جنابت جائز نہیں اگرچہ آہستہ ہو، اور درود شریف پڑھ سکتا ہے مگر کلی کے بعد چاہئے اور جواب سلام دے سکتا ہے اور بہتر یہ کہ بعد تیمم ہو کما فعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جیساکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیا۔ ت)

تنویر میں ہے:

لایکرہ النظر الیہ (ای القراٰن) لجنب وحائض ونفساء کادعیۃ[1]۔

جنبی، حائضہ اور نفاس والی عورت کے لیے دعا کی طرح قرآن پاک کی طرف دیکھنا بھی مکروہ نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

نص فی الھدایۃ علی استحباب الوضوء لذکر اللہ تعالٰی[2]۔

ہدایہ میں اللہ تعالٰی کے ذکر کے لیے وضو کے مستحب ہونے پر تصریح کی ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

ترك المستحب لایوجب الکراھۃ[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مستحب کو چھوڑنے سے کراہت ثابت نہیں ہوتی واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۵۵ از پچم گاؤں ضلع پترہ ملک بنگال مرسلہ سید عبدالاغفر ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی اردو کتاب یا اخبار میں چند آیاتِ قرآن بھی شامل ہوں تو اُس کو بلاوضو چھُونا یا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

کتاب یا اخبار جس جگہ آیت لکھی ہے خاص اُس جگہ کو بلا وضو ہاتھ لگانا جائز نہیں اُسی طرف ہاتھ لگایا جائے جس طرف آیت لکھی ہے خواہ اس کی پشت پر دونوں ناجائز ہیں باقی ورق کے چھُونے میں حرج نہیں اور پڑھنا بے وضو جائز ہے۔ نہانے کی حاجت ہو تو حرام ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] دُرمختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۳
[2] ردالمحتار 〃 〃 مصطفی البابی مصر ۱/۱۲۸
[3] ایضاً

Marfat.com

الدم واولہ کمافی الروایۃ الثالثۃ
الرابعۃ وفی اولہ ایضا باعتبار
الجدو الفاقد کمافی الروایۃ
الخامسۃ وھذا جمع جلی واضح
وللہ الحمد والتخفیف عن المخطئ ظاھر
ومن اتی فی اخر الدم فزعم
علامۃ فرشتۃ ان الصفرۃ مترددۃ
بین الحمرۃ والبیاض فبالنظر الی
الثانی لایجب شیئ وبالنظر الی الاول
یجب الکل فینصف[1] اھ **اقول** وفیہ
ما لایخفی فان الصفرۃ حیض قطعا لاتردد
فیہ ثم التعبیر بالوجوب خلاف المذھب
واستظھر القاری انہ تعبد محض لامدخل
للعقل فیہ قال والاقرب ما قیل فیہ
ان الحکمۃ فی اختلاف الکفارۃ بالاقبال
والادبار انہ فی اولہ قریب عھد
بالجماع فلم یعذر فیہ بخلافہ فی
اخرہ فخفف فیہ[2] اھ **اقول** اذا کان
ھذا اقرب فکیف یکون کونہ تعبدا
اظھر ولاشك انہ نزع ظاھر ولایصار
الی التعبد مالم ینسد باب العقل و
اللہ تعالٰی اعلم۔

خُمس (⅕) اور دو خمس (⅖) کا حکم اس شخص کے لیے ہوگا جس نے غلطی سے جماع کیا' جیسے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے، نصف اور پُورا دینار اس شخص پر ہوگا جس نے جان بُوجھ کر ایسا کیا جیسے لفظ "من اتی" (جو شخص عورت کے پاس جائے) سے اشارہ ہوتا ہے اور تقسیم خون کے آغاز و اختتام کے اعتبار سے بھی ہے جیسا کہ تیسری اور چوتھی روایت میں ہے اور شروع میں دینار پلنے والے اور نہ پلنے والے کے اعتبار سے ہے جیسا کہ پانچویں روایت میں ہے یہ جمع نہایت روشن اور واضح ہے اور اللہ تعالٰی ہی کے لیے حمد و ستائش ہے مخطی سے تخفیف کا ہونا تو ظاہر اور جو مرد حیض کے آخری ایام میں جماع کرے تو اسکے بارے میں علّامہ فرشتہ کا خیال ہے کہ زرد رنگ سُرخی اور سفیدی کے درمیان میں ہے لہذا دوسرے (سفید رنگ) کا اعتبار کرتے ہوئے کچھ بھی واجب نہیں ہوتا اور پہلے (سُرخ رنگ) کے اعتبار سے پُورا دینار واجب ہوتا ہے لہذا (زرد رنگ میں) نصف کر دیا جائے گا اھ

اقول اس قول کی خرابی واضح ہے کیونکہ زرد رنگ قطعاً حیض ہے جس میں کوئی شک نہیں پھر وجوب سے تعبیر کرنا خلافِ مذہب ہے۔ مُلّا علی قاری رحمہ اللہ نے واضح طور پر فرمایا کہ یہ محض ایک تعبدی حکم ہے عقل کا اس میں کوئی دخل نہیں انہوں نے فرمایا اس سلسلے میں جو کچھ کہا گیا ہے اس میں اقرب بات یہ ہے کہ حیض کے آغاز و اختتام میں کفارہ کے اختلاف میں یہ حکمت ہے کہ

---

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الحیض مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۱۰۱

[2] ایضاً

الجواب

الحمد لله وحده اذا كان احتشاؤه يردمابه كما وصف فی السؤال فقد خرج عن حد العذر والتحق بالاصحاء يتوضؤ لكل حدث ويغسل كل نجس ويؤم كل نفس ولا يعذر فی ترك الاحتشاء بل هو فريضة عليه كفريضة الصلاة قال فی الدر يجب رد عذره او تقليله بقدر قدرته ولو بصلاته مؤمئا و برده لا يبقى ذا عذر[1] اھ ومثله فی البحر وغيره والمسألة ظاهرة و فی الزبر دائرة اما تعسرہ فی العجلة الدخانية فضلا عن تعذره فلا يظهر له وجه فان من سافر يحمل معه زاده لا يثقل عليه القطن ان زاده وان كان يزعم انه يخرج بصدمات الحركة فليطوله وليسفله وليربط العضو الی فوق وذكر العلامة الشامی فی رد المحتار ان من كان بطئ الاستبراء فليفتل نحو ورقة مثل الشعيرة ويحتشی بها فی الاحليل فانها تتشرب ما بقی من اثر الرطوبة التی يخاف خروجها و ينبغی ان يغيب فی المحل لئلا تذهب الرطوبة الی طرفها الخارج و

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو یکتا ہے ۔ اگر [illegible] رُوئی رکھنے سے اس کے قطرے ٹپکنے بند ہو جاتے ہیں جیسا کہ سوال میں بیان کیا تو وہ عذر کی حد سے نکل گیا اور صحیح افراد کے ساتھ شامل ہوگا ۔ ہر حدث (اصغر) کے بعد وضو کرے جہاں نجاست لگی ہو اسے دھوئے اور ہر ایک کی امامت کرا سکتا ہے اس سے رُوئی نہ رکھنے کا عذر قبول نہ ہوگا بلکہ نماز کی طرح روئی رکھنا بھی اس پر فرض ہے ۔ دُرِمختار میں ہے "حسبِ طاقت عذر کو دُور کرنا یا کم کرنا واجب ہے اگرچہ اشارے کے ساتھ نماز پڑھنے کے ذریعے ہو اور اس کو دُور کرنے کے بعد وہ معذور نہیں رہے گا اھ البحرالرائق وغیرہ میں بھی اسی طرح ہے مسئلہ ظاہر ہے اور (تمام) کتب میں موجود ہے بھاپ سے چلنے والی گاڑی میں مشکل پیش آنے نہ کہ متعذر ہونے کی بظاہر کوئی وجہ نہیں کیونکہ جو آدمی سفر کرتے ہوئے زادِ راہ لے جاتا ہے وہ اگر اس میں رُوئی کا اضافہ کرلے تو کوئی بوجھ نہیں پڑتا ۔ اور اگر اس کا خیال یہ ہے کہ گاڑی کی بار بار حرکت سے رُوئی نکل جائیگی تو وہ اسے لمبا کر کے نیچے کی طرف کرے اور اوپر کی طرف سے عضو کو باندھ دے ۔ علّامہ شامی نے ردالمحتار میں ذکر کیا ہے کہ جس شخص کو تاخیر سے طہارت حاصل ہوتی ہو وہ جَو کے دانے برابر (روئی وغیرہ کا) پتا وغیرہ بٹ کر اسے

---

[1] درمختار فروع من باب الحیض مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۳

Marfat.com

بعد پاک ہوگئی نہا کر نماز پڑھے اور اگر چالیس روز کامل تک آیا یا اُس سے کم، تو جس وقت بند ہوا اُس وقت پاک ہوئی۔ بیس تیس چالیس جتنے دن ہوں اور اگر چالیس دن سے زیادہ آیا تو اس سے پہلے ولادت میں جتنے دن آیا تھا اُتنا نفاس ہے اُس کے بعد پاک ہوگئی باقی استحاضہ ہے اُس کی نمازیں کہ قضا ہوئی ہوں ادا کرے۔ اور اگر پہلی ہی ولادت ہے تو چالیس دن کامل تک نفاس تھا باقی جو آگے بڑھا استحاضہ ہے اُس میں نہا کر نمازیں پڑھے روزے رکھے خون اگر پورے چالیس دن پر بند ہو تو نہا لے اور نماز پڑھے اور اس سے کم پر بند ہو تو اس سے پہلی ولادت پر جتنے دن آیا تھا اُتنے دن پورے کر کے بند ہوا تو ابھی نہا کر نماز پڑھ سکتی ہے مگر بہتر یہ کہ نماز کے اخیر وقت مستحب تک انتظار کرے اور اگر عادت سابقہ سے کم پر بند ہوگیا تو واجب ہے اخیر وقت مستحب تک انتظار کر کے نہائے اور نماز پڑھے پھر اگر چالیس دن کے اندر آگیا تو پھر چھوڑ دے پھر بند ہو جائے تو اُسی طرح کرے یہاں تک کہ چالیس دن پورے ہوں وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۲ از جنوبی افریقہ مقام بھوٹا بھوٹی برٹش باسوٹولینڈ مسئولہ حاجی اسمٰعیل میاں بن حاجی امیر میاں کاٹھیاواری

زید اگر ایامِ حیض میں عورت کی ران یا شکم پر آلت کو مس کر کے انزال کرے تو جائز ہے یا نہیں اور زید کو شہوت کا زور ہے اور ڈر یہ ہو کہ کہیں زنا میں نہ پھنس جاؤں۔

الجواب

پیٹ پر جائز ہے ران پر ناجائز کہ حالتِ حیض و نفاس میں ناف کے نیچے سے زانو تک اپنی عورت کے بدن سے تمتع نہیں کر سکتا کما فی المتون وغیرھا (جیسا کہ (کتب) متون وغیرہ میں ہے۔ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۵۳ **سوال دوم** نکاح پڑھتے وقت عورت کو پانچ کلمے پڑھاتے ہیں اب وہ عورت حیض کی حالت میں ہے تو وہ پانچ کلمے اپنی زبان سے پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

حالتِ حیض میں صرف قرآن عظیم کی تلاوت ممنوع ہے کلمے پانچوں پڑھ سکتی ہے کہ اگرچہ اُن میں بعض کلماتِ قرآن ہیں مگر ذکر و ثنا ہیں اور کلمہ پڑھنے میں نیتِ ذکر ہی ہے نہ نیتِ تلاوت، تو جواز یقینی ہے۔ کما صرحوا بہ قاطبۃ (جیسا کہ تمام فقہائے اس کی تصریح کی ہے۔ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۵۴ **سوال سوم** عمرو پر غسل جنابت یا احتلام کا ہے اور زید سامنے ملا اور سلام کہا تو اُس کو جواب دے یا نہیں، اور اگر اپنے دل میں کوئی کلامِ الٰہی یا درود شریف پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟

Marfat.com

ہیں نکلتے ہیں اور ان کا خروج بعد زوال تقریباً ایک بجے سے لے کر نصف شب تک عارض رہتا ہے اس درمیان میں ہر ہر نماز کے واسطے ایک ایک وضو کافی ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب

اگر اخیر شب میں بالکل انقطاع ہوجاتا ہے کہ ایک قطرہ بھی طلوع شمس تک نہیں نکلتا جب تو یہ شخص روزانہ صحیح ہوجاتا ہے ہر روز اسے وہی تدبیر چاہیے جو اس قسم کے امراض میں پہلے دن کی جاتی ہے یعنی جبکہ شروع مرض بعد زوال ہوتا ہے ظہر میں آخر وقت تک انتظار کرے کہ شاید منقطع ہوجائے اگر منقطع ہوجائے فبہا ورنہ اخیر وقت وضو کرکے نماز پڑھ لے پھر اگر عصر میں مرض منقطع ہوجائے نماز باوضوئے صحیح پڑھ لینے کی مہلت ملے تو ظہر کی نماز کا بھی اعادہ کرے اور اگر عصر میں فرصت نہ پائے تو ظہر وعصر کی بھی صحیح ہوگئیں اور مغرب وعشا میں صرف وضوئے تازہ کافی ہے بشرطیکہ ایک ایک بار بھی خروج ہوتا رہے پھر جب صبح کا سارا وقت خروج سے خالی گزرے گا وہ حکم معذوری زائل ہوگا اور وقت ظہر یا جس وقت عارضہ عود کرے پھر وہی روز اول کا حساب کرنا پڑے گا اور اگر وقت صبح میں بھی انقطاع کلی نہیں ہوتا خروج ہوتا رہتا ہے اگرچہ ایک ہی بار تو وہی پہلے دن کا امتحان اسے کافی ہے اگر ایک وقت کامل کبھی ایسا گزر چکا ہے کہ شروع وقت سے آخر تک وضو کرکے فرض پڑھ لینے کی مہلت نہ ملی تو وہ معذور ہے جب تک ہر وقت میں کم سے کم ایک بار بھی عارضہ ہوتا رہے گا صرف پانچ وقت وضوئے تازہ کافی ہوگا۔

فی ردالمحتار لو عرض بعد دخول وقت فرض انتظر الی اٰخرہ فان لم ینقطع یتوضأ ویصلی ثم ان انقطع فی اثناء الوقت الثانی یعید تلک الصلوۃ وان استوعب الوقت الثانی لا یعید لثبوت العذر حینئذ من وقت العروض اھ برکویۃ ونحوہ فی الزیلعی والظہیریۃ[1] الخ وباقی المسائل معروفۃ متونا وشروحا واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

ردالمحتار میں ہے اگر فرض نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد عذر پیش آیا تو آخر وقت تک انتظار کرے اگر منقطع نہ ہو تو وضو کرکے نماز پڑھ لے پھر اگر دوسرے وقت میں ختم ہوجائے تو اس (پہلی) نماز کو لوٹائے اور اگر دوسرے وقت کو گھیرے تو نہ لوٹائے کیونکہ اس وقت عذر ثابت ہوگیا جس کی ابتدا پیش آنے کے وقت سے ہوگی اھ برکویہ، زیلعی اور ظہیریہ میں بھی اسی طرح ہے الخ اور باقی مسائل متون اور شروح کے اعتبار سے معروف ہیں، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار باب الحیض مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۲۳

Marfat.com

فصل فی المعذور

مسئلہ ۱۵۶ از لکھنؤ محلہ محمود نگر مطبع مصطفائی مرسلہ مولوی ضیاءُ الدین صاحب ۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ

ماتقولون ایہا السادۃ العلماء فی من لا یستطیع ان یصلی صلاۃ واحدۃ الا بوضع القطن فی الاحلیل لما بہ من سلس البول وجریانہ فی کل وقت بحیث یبتل رأس احلیلہ ویتنجس ازارہ ھل ھو معذور عند الشرع و یجری علیہ احکام المعذوریت من الوضوء فی کل وقت واداء الصلٰوۃ بذلک الثوب وعدم صلوحہ لامامۃ الناس و غیرھا من الاحکام ام لا وکیف یصلی فی الاسفار سیما اذا کان علی الوابور البری ای المرکب الدخانی الذی یجری فی کثیر من بلادنا فان فی وضع القطن ھناک فی الاحلیل تعذرا ای تعذر بینوا ھذا و فصلوا بما لا مزید علیہ من الکتاب والسنۃ واقاویل السلف واستحقوا الثواب الجزیل من اللہ سبحٰنہ وتعالٰی فی غد ان شاء اللہ تعالٰی۔

اے رہبری کرنے والے علمائے کرام! آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو آلۂ تناسل کے سوراخ میں رُوئی رکھے بغیر ایک نماز بھی نہیں پڑھ سکتا کیونکہ وُہ سلسل البول کا مریض ہے اور اس کا پیشاب ہروقت اس طرح جاری رہتا ہے کہ عضوِ مخصوص کے سوراخ کا سر تر رہتا ہے اور اس کی ازار ناپاک رہتی ہے کیا وہ شرعی طور پر معذور ہے اور اس پر معذور کے احکام جاری ہوں گے کہ وُہ ہر وقت کے لیے وضو کرے اور وہ اس ناپاک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھ سکے نیز وہ لوگوں کی امامت کرانے اور اس طرح کے دیگر کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، یا وہ معذور نہیں ہے۔ وہ سفر میں نماز کیسے پڑھے خصوصاً جب بھاپ سے چلنے والی گاڑی پر ہو جو ہمارے اکثر شہروں میں چلتی ہیں کیونکہ وہاں سوراخِ ذکر میں رُوئی رکھنے میں کوئی نہ کوئی مشکل درپیش ہوتی ہے —— قرآن وسنّت اور اقوالِ سلف سے اس طرح تفصیل سے بیان فرمائیں کہ مزید گنجائش نہ رہے اور کل (بروزِ قیامت) اللہ سبحانہٗ وتعالٰی کی طرف سے عظیم ثواب کے مستحق ہوں، اِن شاء اللہ تعالٰی۔ (ت)

Marfat.com

پہلی اور تیسری صورت میں اسے امامت کی بھی اجازت ہے اور دُوسری صورت میں اگر معذور کی حد کو نہ پہنچا تو بے طہارت کاملہ تو اس کی اپنی نماز بھی نہ ہوگی اُس پر فرض ہوگا کہ جب سیلان ہو وضو کرے اور جب کپڑا ناپاک ہو بدلے یا دھوئے۔

ہاں اگر کبھی اسے یہ تجربہ ہو لیا کہ ایک وقت کامل شروع سے آخر تک گزر گیا کہ اُسے وضو کرکے فرض پڑھنے کی مہلت نہ ملی تو اب دُو صورتیں ہیں اگر اس حالت کے بعد تمام کے پانچوں وقتوں میں یہ عارضہ برابر ہوتا رہا اگرچہ ہر وقت میں ایک ایک بار، تو معذور ہے، اس کی اپنی نماز ہوجائے گی مگر امامت نہیں کرسکتا مگر ایسے شخص کی جو اسی عذر میں مبتلا ہو اور اگر ایسا نہیں بلکہ اس کے بعد کوئی وقت کامل ایسا گزرا کہ وُہ عارضہ بالکل نہ ہوا تو حکم معذور جاتا رہا پھر اگر شروع ہو تو دوبارہ معذور ہونے کے لیے وہی درکار ہوگا کہ ایک وقت کامل شروع سے آخر تک گزر جائے جس میں اُسے طہارت کرکے فرض کی مہلت نہ ملے و لہٰذا وہ اوقات جن میں وہ لنگوٹ نہیں بدلتا اگر پُوری طہارت کے ساتھ گزر جاتے ہیں تو اُن میں تو اُس کی اپنی نماز بھی صحیح ہے اور امامت بھی صحیح فرائض ہوں خواہ تراویح مگر صحیح کو جو پھر عارضہ کا آغاز ہوگا ابھی معذور نہ ٹھہرے گا ہر بار عارضہ آنے پر وضو کرنا اور کپڑا ناپاک ہونے پر دھونا یا بدلنا پڑے گا جب تک وہی تجربہ ایک وقت کامل میں نہ ہوجائے کل کا تجربہ آج کے لیے کافی نہ ہوگا۔

ردالمحتار میں ہے:

قال فی الفتح معناه اذا کان بحیث لولا الربط سال لان القمیص لوتردد علی الجرح فابتل لاینجس مالم یکن کذلک لانه لیس بحدث اھ ای و ان فحش کما فی المنیة۔[1]

فتح القدیر میں فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اس صورت میں ہو کہ باندھنے کے بغیر جاری ہوجاتا ہو کیونکہ اگر قمیص زخم سے ٹکرا کر تر ہوجائے تو اس وقت ناپاک نہ ہوگی جب تک وہ (زخم) اس صورت میں نہ ہو (یعنی جاری ہونے کی صورت میں ناپاک ہوگی) کیونکہ وہ (جاری ہونے والا) حدث نہیں اگرچہ زیادہ ہو جیسا کہ منیہ میں ہے۔

اُسی میں ہے:

فی البزازیة اذا قدر ذو جرح علی منع دم بربط لزم وکان کالاصحاء۔[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

بزازیہ میں ہے اگر زخمی (زخم کو) باندھنے کے ذریعے خون روکنے پر قادر ہو تو اس پر (باندھنا) لازم ہے اور وہ شخص غیر معذور لوگوں کی طرح ہوجائے گا واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار مطلب نواقض الوضوء مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۰۳

[2] تقریرات الرافعی علی حاشیۃ ابن عابدین قبیل باب الانجاس مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۲۵

Marfat.com

الخروج من خلاف الشافعی وقد جرب ذلك فوجد انفع من ربط المحل لكن الربط اولى اذا كان صائما لئلا يفسد صومه على قول الامام الشافعی رحمه الله تعالى اهـ۔

عضو مخصوص کے سوراخ میں ڈالے وہ رطوبت کے باقیماندہ اثر کو جن کے نکلنے کا ڈر ہے جذب کرلے گا اور چاہیے کہ آگے اندر غائب کرے تاکہ رطوبت اس کی باہر والی جانب نہ نکلے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے مسلک کے خلاف عمل کرنے سے بھی بچ جائے گا۔ اس کا متعدد بار تجربہ کیا گیا اور اسے باندھنے سے زیادہ نافع پایا لیکن جب روزہ دار ہو تو باندھنا زیادہ بہتر ہے تاکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے قول پر (بھی) اس کا روزہ نہ ٹوٹے اھ

اقول لكن مجرد الربط لا يسد الخلة لصاحب السلس فهو يجب عليه الاحتشاء كما ذكرنا ولا مراعاة للخلاف فی اتيان الواجبات وعندی احسن من وضع المفتول ان يأخذ ورقة لها صلابة مع نعومة كورقة التمر الهندی فيطويه طيا ويحتشی به بحيث يكون وسطه داخلا ويبقى طرفاه عند راس الاحليل فانه اجدی واحری لسد المجری فان خشی الخروج ربط المحل الى فوق كما وصفنا والله تعالى اعلم۔

اقول (میں کہتا ہوں) سلسل البول والے کے لیے محض باندھنا سوراخ کو بند نہیں کرتا اس میں (روئی وغیرہ) داخل کرنا واجب ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور واجب کی ادائیگی میں اختلاف (سے بچنے) کی رعایت نہیں کی جاتی اور میرے نزدیک بٹی ہوئی چیز رکھنا نہایت اچھا ہے وہ یوں کہ ایک پتا جو سخت ہونے کے ساتھ کچھ نرم بھی ہو جیسے ہندی کھجور کا پتا ہوتا ہے، لیا جائے اور خوب لپیٹ کر سوراخ میں اس طرح داخل کرے کہ اس کا درمیانی حصہ داخل ہو جائے اور کنارے آلہ تناسل کے کنارے کے پاس رہ جائیں۔ جریان کو بند کرنے کے لیے یہ طریقہ نہایت نافع اور زیادہ مناسب ہے اگر نکلنے کا ڈر ہو تو اوپر سے اس جگہ کو باندھ دے، جیسا کہ ہم نے طریقہ بیان کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۵۷ مسئولہ مولوی مودود الحسن سہسوانی ۲۲۔ رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ

زید کو اس قسم کا عارضہ ہے کہ دو دو تین تین منٹ کے بعد دُبر سے ایک قسم کے جانور جن کو چُنّے کہتے

ل؎ ردالمحتار فصل الاستنجاء مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۵۳

Marfat.com

مسئلہ ۱۶۱ و ۱۶۲ از شہر محلہ بہاری پور مسئولہ نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب ۲۸ ذی القعدہ ۱۳۳۰ھ

(۱) معذور صبح کے وضو سے اشراق کی نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔

(۲) معذور نے ایسے آخر وقت میں نماز شروع کی کہ دوسرے وقت میں تمام ہوئی مثلاً ظہر کی عصر میں یا عصر کی مغرب میں تو نماز ہوگئی یا اس کو پھر قضا پڑھے درصورت ثانیہ جب ایسا وقت آخر ہوگیا کہ نماز دوسرے وقت میں جاکر ختم ہوگی تو نماز پڑھ کر پھر اس کی قضا پڑھے یا نہ پڑھے جب تک وقت دوسرا نہ ہوجائے کہ پہلے نماز اول پڑھے پھر دوسری۔

الجواب

(۱) نہیں کہ خروج وقت ناقض وضوئے معذور ہے ہاں اشراق کے وضو سے آخر ظہر تک نمازیں فرض و نفل پڑھ سکتا ہے کہ دخولِ وقت ناقضِ وضو نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) نماز بالاجماع باطل ہوگئی کہ خروجِ وقت و دخولِ وقت دونوں پائے گئے تو خلال نماز میں وضو جاتا رہا۔ ہاں اگر بعد قعدۂ اخیرہ کے قبل سلام وقت جاتا رہے تو صاحبین کے نزدیک نماز ہوجائے گی اور امام کے نزدیک نہیں کمافی المسائل الاثنا عشریۃ (جیساکہ بارہ مسائل والی صورت میں ہے۔ ت) اگر وقت قلیل رہ گیا اور خلال نماز میں خروج وقت کا اندیشہ ہے واجبات پر اقتصار کرے مثلاً ثنا و تعوذ و درود و دعا ترک کرے رکوع و سجود میں صرف ایک بار سبحٰنک کہے اور اگر واجبات کی بھی گنجائش نہیں تو بجائے فاتحہ صرف ایک آیت پڑھے غرض فرائض پر قناعت کرے اور خروج وقت مشکوک ہوجائے تو شک سے نہ وقت خارج مانا جائے گا نہ وضو ساقط لان الیقین لایزول بالشك (اس لیے کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔ ت) ہاں اگر اقتصار علی الفرائض پر بھی خروج وقت بالیقین ہوجائیگا تو اگر کسی امام کے نزدیک نماز ہوسکے گی اُس کے اتباع سے پڑھ لے فان الاداء الجائز عند البعض اولی من الترك کما فی الدر[1] (بلاشبہ ایسی ادائیگی جو بعض کے نزدیک جائز ہو، چھوڑنے کی نسبت اولٰی ہے جیساکہ دُرمختار میں ہے۔ ت) پھر قضا پڑھے اس وقت مذاہب دیگر کی طرف مراجعت کی مہلت نہ ملی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۲ مسئولہ منشی حفیظ الدین صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ خیر المعاد ضلع رہتک ۲۶ محرم ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص بعارضہ بواسیر سخت مبتلا ہے

---

[1] درمختار کتاب الصلوۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۶۱

Marfat.com

مسئلہ ۱۵۸ و ۱۵۹ از نجیب آباد مرسلہ حافظ محمد ایاز صاحب ۲۶ جمادی الاخری ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیانِ شرح متین مسائل ذیل میں موجب حکم قرآن مجید و حدیث شریف ارشاد فرمایئے اللہ تعالیٰ اجرِ عظیم عطا فرمائے ایک شخص کو عرصہ سے مرض بواسیر تھا اب صرف اس قدر باقی ہے کہ مسّوں میں ہر وقت چپک سا رہتا ہے اور رطوبت رہتی ہے جس کے باعث سے طہارت کُلّی حاصل نہیں ہے لہذا بوجہ اس کے وہ شخص ہر وقت پاجامے کے اندر لنگوٹ رکھتا ہے اور عملدرآمد اس کا اس صورت سے رہتا ہے کہ اول وقت صبح طہارت پانی سے کرکے لنگوٹ پاک باندھا اس کے بعد وضو کیا اور نماز پڑھی یعنی اتنی دیر بھی اگر لنگوٹ نہ باندھا جائے تو پاجامہ ناپاک ہوجائے بعد ازاں ظہر کے وقت پاخانہ گیا اور لنگوٹ کھول دیا بعد انفراغ طہارت وغیرہ کے لنگوٹ دوسرا پاک باندھ لیا اور وضو کرکے نماز پڑھ لی ازاں بعد عصر کے وقت بھی اسی طرح لنگوٹ بدلا گیا۔ اب مغرب وعشا کے وقت پاخانہ وغیرہ کی ضرورت ہوئی نہ لنگوٹ کھولنے کی ضرورت پڑی اُسی لنگوٹ سے جو عصر کے وقت باندھا تھا نمازِ مغرب وعشا خواہ وضو خواہ تیمم سے ادا کرے۔

تو اب ان صورتہائے مذکورہ بالا میں پانچوں نمازیں اس شخص کی پورے طور پر ادا ہوگئیں یا نہیں اور حالاتِ مذکورہ پر نماز پڑھنا اور نماز کافی ہونا درست ہے یا نہیں؟

(۲) ایسا شخص جس کا بیان اُوپر گزرا جبکہ اُس کی نماز کامل متصور ہو تو ایسی حالت میں جب کوئی شخص امامت کے لائق نہ ہو یعنی مسجد میں سب لوگ جاہل ہوں تو یہ شخص مذکور امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟ اور رمضان المبارک میں نمازِ تراویح پڑھا سکتا ہے یا نہیں اس وجہ سے کہ حافظ ہے۔ عنداللہ ارشاد کافی کہ جس سے اس عاجز معذور و مجبور کی تسلی ہوجائے ارقام فرمادیجئے۔

الجواب

(۱) اگر وہ چپک صرف نم ہوتی ہے جس میں قوتِ سیلان نہیں کپڑا الگ کرا اُسے چھڑا لاتا ہے اگرچہ باربار مختلف جگہ مس ہونے سے قدر درہم سے زائد آلودہ ہوجاتا ہو تو اُس سے نہ وضو جائے گا نہ کپڑا ناپاک ہوگا۔

(۲) اور اگر وہ رطوبت سیلان کرتی ہے اور لنگوٹ کے سبب غایت یہ کہ پاجامہ اُس کے تلوّث سے محفوظ اور اُس کا سیلان لنگوٹ تک محدود رہے تو اس صورت میں ضرور جتنی بار بہہ کر خروج کرے گی فی نفسہ حدث و ناقضِ وضو ہے اور لنگوٹ اگر قدر درم سے زائد بھر جائے تو بلاشبہ ناپاک ہے اور پاجامہ کا پاک ہونا اس کی پاکی کو کافی نہیں۔

(۳) ہاں اگر لنگوٹ باندھنا اس کے سیلان ہی کو منع کردیتا ہے تو ضرور اُس پر فرض ہے کہ لنگوٹ باندھے اور جب تک سیلان سے مانع ہوگا نہ وضو جائے گا نہ کپڑا ناپاک ہوگا۔

Marfat.com

مسئلہ ۱۹۰ از قصبہ نجیب آباد ضلع بجنور مرسلہ حافظ محمد ایاز صاحب ۲۰ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ جو شخص معذور ہے کہ پاخانہ کی جگہ سے اس کے کچھ چیک سا ہر وقت آتا ہے تو اس کے واسطے حضور نے معذور کا حکم فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ وہ شخص ہر نماز کے واسطے تازہ وضو کرے اور جو پانی غلیظ درہم سے کم ہو اور وہ بہتا بھی نہ ہو تو اُس سے وضو بھی نہیں ٹوٹتا، صورتِ اول میں جو ہر نماز کے واسطے تازہ وضو کی ضرورت ہے اُس وضو کو اگر قبل از وقت کرلیا۔ مثلاً جمعہ کی نماز کے واسطے بارہ بجے وضو کر کے مسجد کو چلا گیا تو اس وضو سے نمازِ جمعہ ادا ہوگی یا نہیں اور یا نمازِ مغرب کے واسطے ایک گھنٹہ دن سے وضو کرلیا تو اس سے نمازِ مغرب ادا ہوگی یا نہیں یا مثلاً نمازِ تہجد کے وقت جسم وغیرہ دھو کر صاف تہبند یعنی لنگوٹ پاجامہ کے اندر باندھ لیا اور وضو کر کے نماز تہجد و قرآن شریف وغیرہ وغیرہ صبح کی نماز تک پڑھتا رہا جب نماز کا وقت ہوا دو رکعت سنت صبح کی پڑھ کر مسجد میں جاکر فرض باجماعت ادا کیا اور از ان بعد طلوعِ آفتاب تک وہاں بیٹھا رہا بعد طلوع نمازِ اشراق سے فارغ ہو کر مکان کو آیا۔

تو اب اُس تہجد کے وضو سے یہ سب نمازیں اس کی ہوگئیں یا بعد نماز تہجد کے صبح کی نماز کے واسطے مکرر وضو کرنا چاہیے اور اُس کے بعد اشراق کے واسطے صبح کی نماز کا وضو کافی ہوگیا یا اشراق کے واسطے پھر جدید وضو کرے۔

اور دوسری صورت کہ جو غلاظت درہم سے کم ہو اور بہتی نہ ہو بلکہ لنگوٹ سے بار بار پونچھ جائے اس کے واسطے وضو و نماز کا کیا حکم ہے عند اللہ و عند الرسول مع دلائل ارشاد فرمائیے ورنہ اسی فکر میں یہ عاجز ہمیشہ رہے گا اللہ تعالیٰ آپ کو اجرِ عظیم و ثوابِ جمیل عطا فرمائے۔

الجواب

مسئلہ کو پھر دیکھیے نہ بہنے کی صورت میں درم سے کم زائد کی کوئی تخصیص نہ تھی اگر بہنے کے قابل نہیں بلکہ کپڑا لگ کر چھڑا لاتا ہے تو نہ وہ معذور ہوا نہ وضو گیا نہ کپڑا ناپاک ہوا اگرچہ درم سے زائد بھر جائے اور اگر بہنے کے قابل ہے تو اس صورت میں معذور بتایا تھا اور اس میں بھی درم سے کم و زائد کی کوئی قید نہیں ہاں اس صورت میں کپڑا ناپاک ہونے کے لیے درم سے زائد بھرنے کی شرط ہے معذور کا وضو ہمارے نزدیک خروج وقت سے جاتا ہے دخول سے نہیں تو تہجد کے وضو سے صبح نہیں پڑھ سکتا کہ وقتِ عشا خارج ہوگیا صبح کے وضو سے اشراق نہیں پڑھ سکتا کہ وقت صبح خارج ہوگیا اشراق کے وضو سے ظہر و جمعہ پڑھ سکتا ہے کہ اس بیچ میں کسی فرض نماز کا وقت خارج نہ ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

Marfat.com

عن قتادہ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یمتشط بمشط من عاج[1]۔

بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم عاج کا کنگھا کرتے تھے۔ (ت)

مراقی الفلاح میں ہے:

انہ (یعنی الفیل) کسائر السباع فی الاصح[2] الخ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

اصح قول کے مطابق ہاتھی باقی درندوں کی طرح ہے واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۶۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چوہا راب کے گھڑے میں گر کر مرگیا پھولا پھٹا نہ تھا نکال دیا۔ یہ راب پاک یا ناپاک، اور طریقہ تطہیر کیا ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر وہ راب جمی ہوئی ہے جب تو چوہے کی گرد کی تھوڑی راب نکال دیں باقی سب پاک ہے۔

فقد عدفی الدرالمختار وغیرہ التقویر من المطھرات[3] قال العلامۃ الشامی ای تقویر نحو سمن جامد من جوانب النجاسۃ وخرج بالجامد المائع وھو ماینضم بعضہ الی بعض فانہ ینجس کلہ مالم یبلغ القدر الکثیر اھ فتح[4] اھ ملخصا۔

دُرمختار وغیرہ میں کھُرچ کر نکالنے کو پاک کرنے والی چیزوں میں شمار کیا گیا ہے۔ علامہ شامی نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ نجاست کے اطراف میں جما ہوا (مثلاً) گھی کھُرچنا، لفظ "جامد" سے مائع نکل گیا یعنی جو ایک دوسرے سے ملا ہوا ہو وہ تمام کا تمام ناپاک ہے جب تک کثیر کی حد کو نہ پہنچے اھ — فتح القدیر، انتہی (خلاصہ)۔ (ت)

اور اگر پتلی تھی تو سب ناپاک ہوگئی اور اس کے پاک کرنے کے دو طریقے ہیں، ایک یہ کہ جس قدر راب ہو

---

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی باب المنع من الادھان فی عظام الفیلۃ مطبوعہ دارصادر بیروت ۱/۲۶

[2] مراقی الفلاح علی حاشیۃ الطحطاوی فصل یطھر جلد المیتۃ نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۸۹

[3] درمختار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۴

[4] ردالمحتار " مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۳۱

Marfat.com

اور اس کی یہ حالت ہے کہ شب و روز تمام مسّے مقعد سے باہر نکلے ہوئے رہتے ہیں اور ان میں سے ہر وقت رطوبت جاری رہتی ہے اور پاجامہ یا تہبند کو لگتی رہتی ہے اس سے بچاؤ اُس شخص کو غیر ممکن ہے کسی صورت سے وُہ اپنا کپڑا نہیں بچا سکتا۔ اگر نیچے لنگوٹ رکھتا ہے تو وُہ بھی زیادہ دیر میں تر ہو کر پارچہ تہبند یا پاجامہ کو ناپاک کرتا ہے ہاں بعد فراغ اجابت طہارت تو وہ بخوبی باقاعدہ کرلیتا ہے رطوبت مسّوں سے کپڑا اس کا کسی صورت سے پاک نہیں رہ سکتا پس ایسا شخص بغیر پاک کیے کپڑے کے ویسی حالت میں نماز ادا کرے تو یہ نماز اس کی جائز ہے یا نہیں بموجب شرع شریف کے ہدایت فرماؤ کہ اللہ تعالٰی اس کی جزا دینے والا ہے۔

الجواب

مسّوں سے اگر رطوبت بہہ کر نہ نکلے بلکہ ان کی سطح بالا پر تری ہو کہ کپڑا لگ کر چھڑالائے جب تو اُس سے کپڑا ناپاک نہ ہوگا بے تکلف نماز پڑھے اور اس تقدیر پر اُس کے نکلنے سے وضو بھی نہ جائے گا لان مالیس بحدث لیس بنجس (کیونکہ جو چیز حدث نہیں وہ ناپاک بھی نہیں۔ ت) ہاں جبکہ بہہ کر نکلتی ہے تو وضو کی بھی ناقض ہے اور درم بھر سے زائد جگہ میں ہو تو کپڑا بھی نجس کرے گی جبکہ وہ ہر وقت نکلتی ہے تو اُسے حکم معذور ہے پانچ وقت تازہ وضو کرے۔ رہا کپڑا اگر سمجھتا ہے کہ پاک کپڑا بدل کر فرض پڑھے گا تو اُس کے ایک درم سے زائد بھرنے سے پیشتر فرض ادا کرلے گا جب تو اُس پر لازم ہے کہ ہر وقت پاک کپڑا بدلے اور اگر جانتا ہے کہ فرض پڑھنے کی مہلت نہ ملے گی اور کپڑا پھر اُتنا ہی ناپاک ہوجائیگا تو اُسے معافی ہے اُسی کپڑے سے پڑھے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا[1] (اللہ تعالٰی کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن ۲/۲۸۶

Marfat.com

ناپاک ہوجائیگی لہذا بہتر یوں ہے کہ پاک کی دھار پہلے چھوڑیں بعدہٗ اس میں ناپاک کی دھار ملائیں اور ناپاک ہاتھ پہلے روک لیں بعدہٗ پاک کا ہاتھ روکیں اس میں اگر ناپاک راب گھڑے میں باقی رہ جائے اور پاک ختم ہوجائے دوبارہ پاک گھڑے میں دیگچہ سے بھرلیں اور باقیماندہ کے ساتھ جاری کردیں کہ دیگچہ میں جتنی پہنچ چکی ہے پاک ہولی ہے اور یہ طریقے کچھ راب ہی سے خاص نہیں ہر بہتی چیز اپنی جنس سے ملا کر یونہی پاک کرسکتے ہیں دودھ سے دودھ، تیل سے تیل، سرکہ سے سرکہ، رس سے رس وعلیٰ ہذا القیاس۔

فی القہستانی المائع کالماء والدبس وغیرھما طہارتہ باجرائہ مع جنسہ مختلطا بہ کما روی عن محمد کما فی التمرتاشی واما بالخلط مع الماء[۱] الخ۔

قہستانی میں ہے مائع' جیسے پانی اور شیرہ وغیرہ کو اس کی جنس سے ملاکر دھار چھوڑنے سے پاک ہوجاتا ہے جیسا کہ امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے، تمرتاشی میں ایسے ہی ہے، اور یا پانی کے ساتھ ملاکر پاک کیا جائے الخ۔ (ت)

اس مسئلہ کی تحقیق تام ردالمحتار میں ہے۔ من شاء فلیرجع الیہ[۲] (جو تحقیق حاصل کرنا چاہے وہ ردالمحتار کی طرف رجوع کرے الخ۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حالتِ جنابت میں اگر پسینہ آئے اور کپڑے تر ہوجائیں تو نجس ہوجائیں گے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

نہیں جنب کا پسینہ مثل اس کے لعابِ دہن کے پاک ہے۔

فی الدرالمختار سؤر الآدمی مطلقا ولو جنبا اوکافرا طاھر وحکم العرق کسؤر[۳]ہ ملخصا واللہ تعالیٰ اعلم۔

درمختار میں ہے "آدمی کا جھوٹا مطلقاً پاک ہے چاہے جنبی ہو یا کافر ہو، اور پسینے کا حکم جھوٹے جیسا ہے (انتہی) ملخصاً واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

---

[۱] جامع الرموز | فصل یطہر الشئی الخ | مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران | ۱/۹۵
[۲] ردالمحتار | باب المیاہ | مطبوعہ مجتبائی دہلی | ۱/۱۲۴
[۳] درمختار | باب المیاہ | " " " | ۱/۴۰

Marfat.com

بابُ الانجاس

(نجاستوں کا بیان)

مسئلہ ۱۶۴ ازمارہرہ مطہرہ باغ پختہ مرسلہ جناب سید محمد ابراہیم صاحب ۱۳ رجب ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہاتھی دانت کا استعمال کرنا کیسا ہے اگر سُرمہ دانی دندان فیل کی ہو یا چوب دستی پر نصب کیا جائے تو رکھنا ان کا جائز ہے یا نہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جائز ہے۔

اخرج البیہقی عن بقیۃ عن عمرو بن خالد بیہقی نے بقیہ سے عمرو بن خالد سے قتادہ سے انس

Marfat.com

(جیسا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اپنے رسالہ الاحلی من السکر لطلبۃ سکر روسر میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت)

اور جہاں مصری ناپاک ہوجائے تو اس کا پھینک دینا روا نہیں کہ اضاعتِ مال ہے اور اضاعتِ مال حرام بلکہ اگر اُس کے بڑے بڑے ٹکڑے ڈلدار ہیں جن پر سے کُھرچ کر نجاست کو دُور کرسکتے ہیں جب تو یوں ہی کریں کہ یہ طریقہ بھی تطہیر کے لیے کافی ہے۔ کما نصوا علیہ فی مسئلۃ تقویر السمن کما فی الدر المختار وغیرہ من اسفار الکبار (جیسا کہ فقہائے کرام نے گھی کُھرچنے کے مسئلہ میں بیان فرمایا جس طرح درمختار وغیرہ میں اکابر کی کتب سے منقول ہے۔ ت)

اور اگر ریزے ہیں جن پر سے کُھرچنا میسر نہیں یا نجاست جگر میں پڑگئی کہ کُھرچنے سے نہ جائے گی تو مصری کو قوام کریں کہ خوب رقیق وسیال ہوجائے اور اس کے ساتھ ہی دوسری مصری پاک بھی قوام کریں کہ وہ بھی اسی حالت پر آئے اب فوراً بحالِ رقت وسیلان ہی یہ پاک مصری اُس ناپاک کے برتن میں ڈالتے جائیں یہاں تک کہ بھر کر اُبلنے لگے اور قدرے بہہ جائے سب پاک ہوگئی یا دونوں مصریوں پاک وناپاک کی دھار ملا کر تیسرے خالی برتن میں چھوڑیں کہ ناپاک مصری کی بوند نہ اس پاک سے پہلے اُس برتن میں پہنچے نہ بعد بلکہ ہوا ہی میں دونوں کی دھار ایک ہوکر برتن میں گرے سب پاک ہوجائے گی کما بیناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۸ ایضاً

روسر کی شکر جیسی شاہجہان پور میں بنتی ہے اور اُس کی نسبت مشہور ہے کہ ہڈی کی راکھ سے صاف کی جاتی ہے کھانا جائز یا ناجائز۔ بینوا توجروا۔

الجواب

حلال ہے جب تک تحقیق نہ ہو کہ اس خاص شکر میں جو ہمارے سامنے رکھی ہے کوئی نجس یا حرام چیز ملی ہے محررِ مذہب سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

بہ ناخذ مالم نعرف شیئاً حراما بعینہ[1] (ہم اسے اختیار کریں گے جب تک ہمیں کسی چیز بالذات حرام ہونا معلوم نہ ہو۔ (ت))

فقیر نے اس شکر کی تحقیق میں بحمد اللہ تعالیٰ ایک کافی ووافی رسالہ مسمّٰی بنام تاریخی الاحلی من السکر لطلبۃ سکر روسر ۱۳۰۳ھ" لکھا جس میں نہ صرف اس شکر بلکہ اس قسم کی تمام چیزوں اور انگریزی دواؤں شربتوں

---

[1] فتاوٰی عالمگیری الباب الثانی فی الہدایا والضیافات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

Marfat.com

اتنا ہی پانی اُس میں ملاکر جوش دیں یہاں تک کہ پانی جل جائے، تین بار ایسا ہی کریں مگر اس میں دقت ہے اور عجب نہیں کہ راب خراب ہوجائے۔

قال العلامة خسرو فی الدرر لوتنجس العسل فتطهیرہ ان یصب فیہ ماء بقدرہ فیغلی حتی یعود الی مکانہ ھکذا ثلث مرات[1] اھ ملخصا و فی رد المحتار عن شرح الشیخ اسمٰعیل عن جامع الفتاوی ھذا عند ابی یوسف خلافا لمحمد و ھو اوسع و علیہ الفتوی[2] اھ۔

علامہ خسرو نے الدرر میں فرمایا: اگر شہد ناپاک ہوجائے تو اسے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس میں اتنا ہی پانی ڈال کر جوش دیا جائے یہاں تک کہ صرف شہد رہ جائے تین بار اسی طرح کیا جائے (انتہی تلخیص۔ اور رد المحتار میں شرح شیخ اسمٰعیل سے ہے انہوں نے جامع الفتاوٰی سے نقل کیا کہ یہ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ہے امام محمد رحمہ اللہ کا اس میں اختلاف ہے، لیکن اس میں زیادہ وسعت ہے اور اسی پر فتوٰی ہے اھ (ت)

اور تحقیق یہ ہے کہ پانی ملاکر جوش دینا کچھ شرط نہیں اصل مقصود یہ ہے کہ پانی کے اجزاء اس شے کے اجزاء سے خوب خلط ہوکر پانی تین بار جُدا ہوجائے یہ بات اگر صرف پانی ملاکر حرکت دینے سے حاصل ہو جائے کافی ہے۔

کما صرح بہ فی مجمع الروایۃ و شرح القدوری و حققہ العلامۃ الخیر الرملی فی فتاواہ و ایدہ العلامۃ الشامی فی رد المحتار[3] فراجعہ۔

جیسا کہ مجمع الروایۃ اور شرح قدوری میں اس کی تصریح کی گئی ہے، علامہ رملی نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق فرمائی اور علامہ شامی نے رد المحتار میں اس کی تائید کی ہے پس اس کی طرف رجوع کرو۔ (ت)

دُوسرا طریقہ سہل و عمدہ یہ ہے کہ اُس میں ویسی ہی پتلی راب ڈالتے رہیں یہاں تک کہ بھر کر اُبلنا شروع ہو اور اُبل کر ہاتھ دو ہاتھ بہہ جائے سارا گھڑا پاک ہوجائے گا یا دُوسرے گھڑے میں پاک راب لیں اور دونوں کو بلندی پر رکھیں نیچے خالی دیگچہ رکھ لیں اُوپر سے دونوں گھڑوں کی دھاریں ملاکر چھوڑیں کہ ہوا میں دونوں مل کر ایک دھار ہوکر دیگچہ میں پہنچیں ساری راب پاک ہوجائے گی، یوں راب ضائع بھی نہ جائے گی مگر اس میں احتیاط یہ ہے کہ ناپاک راب کی کوئی بُوند دیگچہ میں پاک راب سے نہ پہلے پہنچے نہ بعد، ورنہ وہ پاک بھی

---

[1] درر الحکام شرح غرر الاحکام باب تطہیر الانجاس مطبوعہ دار السعادۃ بیروت ۱/۴۵
[2] رد المحتار مطلب فی تطہیر الدھن والعسل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۴۵

Marfat.com

جب زمین پر کچھ دُور بہ جائے موقوف کریں سارا گھڑا صاف و نظیف ہوجائے گا۔ اور انسب یہ کہ اس قدر ڈالیں جس میں سرکہ گھڑے سے اُبل کر بقدر دو ڈیڑھ ہاتھ طول کے بہہ جائے۔

دوم یہ کہ ایک گھڑا طیب محفوظ سرکہ کا لے کر دونوں سبوچے کسی بلندی مثلاً پلنگ پر رکھیں اور اُن کی محاذات میں کوئی بڑا دیگچہ کشادہ منہ کا نیچے رکھا ہو دونوں گھڑوں کو ایک ساتھ اس طرح جھکائیں کہ اُن کی دھاریں دیگچے تک پہنچنے سے پہلے ہوا میں باہم مل جائیں اور دیگچے میں ایک دھار ہو کر گریں یوں جس قدر سرکہ دیگچے میں پہنچے گا سب پاک و نظیف بلا کراہت ہوجائیگا مگر اس میں یہ خیال رکھیں کہ مکروہ یا نجس سرکہ کا کوئی جز بغیر دوسرے سرکہ سے ملے ہوئے دیگچے میں نہ پہنچے مثلاً جھکاتے وقت دوسرا سرکہ ابھی نہ گرا تھا کہ اس کی دھار اول گئی یا دُوسرا گھڑا ختم ہوگیا اس میں کا سرکہ باقی تھا وہ بعد کو ڈال دیا گیا یا کسی وقت ایسا ہوا کہ دونوں کی دھار الگ الگ ہو کر گری یہ صورتیں نہ ہونے پائیں بلکہ اس سرکہ کا ہر جز دیگچے میں دوسرے سرکہ کی دھار سے ہوا میں مل ہی کر پہنچے۔ یہ دونوں نفیس طریقے بغور سمجھ کر ہمیشہ محفوظ رکھے جائیں کہ وہ نہ صرف ازالۂ کراہت بلکہ ازالۂ نجاست میں بھی بکار آمد ہیں۔

دودھ، پانی، سرکہ، تیل، رقیق گھی اور ایسی ہی ہر بہتی چیز جو ناپاک ہوجائے دودھ ہو تو پاک دودھ اور پانی ہو تو پاک پانی، وعلٰی ہذا القیاس ہر شے اپنی ہی جنس کے ساتھ ملا کر بطور مذکور بہادیں یا دھاریں ملا کر برتن میں لے لیں سب پاک ہوجائے گا اور دوسرا طریقہ پہلے سے بھی افضل و اعلٰی ہے کہ اس میں اس شے کا کوئی جز ضائع نہیں جاتا۔

درمختار میں ہے:

المختار طہارۃ المتنجس بمجرد جریانہ[1] — مختار یہ ہے کہ ناپاک چیز کو محض جاری کر کے پاک کیا جائے۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

وان قل الخارج[2] — اگرچہ نکلنے والا کم ہو۔ (ت)

علّامہ عبدالبر ابن الشحنہ نے فرمایا:

لانہ صار جاریا حقیقۃ وبخروج بعضہ — کیونکہ وہ حقیقتاً جاری ہوگیا اور بعض کے نکلنے سے

---

[1] درمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۶

[2] البحرالرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۸۰

ردالمحتار مطلب یطہر الحوض بمجرد الجریان مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۳۰

Marfat.com

مسئلہ ۱۶۷ از کلکتہ فوجداری بالاخانہ ۳۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب

۳۰ ربیع الاول شریف ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مصری ایک سُرخ رنگ کے کاغذ میں جس کی نسبت قوی گمان ہے کہ پڑیا کے رنگ میں رنگا گیا ہو بندھی تھی اُس کی سُرخی فی الجملہ مصری میں آگئی تو وہ مصری کھائی جائے یا نہیں اور نہ کھائیں تو پھینک دیں یا کیا کریں بینوا توجروا۔

الجواب

پڑیا کی نجاست پر فتوٰی دئے جانے میں فقیر کو کلام کثیر ہے ملخص اُس کا یہ کہ پڑیا میں اسپرٹ کا ملنا اگر بطریقہ شرعی ثابت بھی ہو تو اس میں شک نہیں کہ ہندیوں کو اس کی رنگت میں ابتلائے عام ہے اور عموم بلوے نجاست متفق علیہا میں باعث تخفیف۔

حتی فی موضع النص القطعی کمافی ترشش البول قدر رؤس الابر کما حققہ المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر[1]۔

حتی کہ نص قطعی کی جگہ میں جیسا کہ سوئی کے سرے برابر پیشاب کے چھینٹے (باعث تخفیف ہیں) جیسا کہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں تحقیق فرمائی ہے۔ (ت)

نہ کہ محلِ اختلاف میں جو زمانۂ صحابہ سے عہد مجتہدین تک برابر اختلافی چلا آیا نہ کہ جہاں صاحبِ مذہب حضرت امام اعظم و امام ابو یوسف کا اصل مذہب طہارت ہو اور وہی امام ثالث امام محمد سے بھی ایک روایت اور اُسی کو امام طحاوی وغیرہ ائمہ ترجیح و تصحیح نے مختار و مرجح رکھا ہو نہ کہ ایسی حالت میں جہاں اُس مصلحت کو بھی دخل نہ ہو جو متأخرین اہلِ فتوٰی کو اصل مذہب سے عدول اور روایت اخرٰی امام محمد کے قبول پر باعث ہوئی نہ کہ جب مصلحت اُلٹی اس کے ترک اور اصل مذہب پر افتا کی موجب ہو تو ایسی جگہ بلا وجہ بلکہ برخلاف وجہ مذہب مہذب صاحب مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ترک کرکے مسلمانوں کو ضیق وحرج میں ڈالنا اور عامۂ مومنین و مومنات جمیع دیار و اقطار ہندیہ کی نمازیں معاذ اللہ باطل اور انہیں آثم و مصر علی الکبیرہ (گناہ گار اور گناہِ کبیرہ پر اصرار کرنے والا۔ ت) قرار دینا روشِ فقہی سے یکسر دُور پڑتا ہے وباللہ التوفیق۔

پھر اس کاغذ میں تو یقین بھی نہیں کہ پڑیا ہی سے رنگا گیا ہو اور صرف گمان اگرچہ قوی ہو جب تک اس درجۂ قوت و شوکت کو نہ پہنچے کہ دوسرا احتمال اُس کے حضور محض مضمحل و مہجور ہو جائے ہرگز اصل طہارت کا معارض نہیں ہوسکتا کما حققت ذلک بتوفیق اللہ تعالٰی فی رسالتی الاحلی من السکر لطلبۃ سکر روسر

---

[1] فتح القدیر باب الانجاس مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۸۳

Marfat.com

خزانہ میں ہے:

اناءان ماء احدھما طاھر والاٰخر نجس فصبا من مکان عال فاختلطا فی الھواء ثم نزلا طھر کلہ[1]۔

دو برتن جن میں سے ایک کا پانی پاک ہو اور دوسرے کا ناپاک ہو بلند جگہ سے ان کا پانی گرایا جائے پھر فضا میں ان کا پانی مل کر گرے تو تمام پانی پاک ہو جائے گا۔ (ت)

ان مسائل کی تحقیق کامل حاشیۂ علامہ فاضل شامی قدس سرہ السامی میں ہے

من شاء فلیرجع الیھا **قلت** واذا کانت النجاسۃ تزول بھذا فزوال الکراھۃ من باب اولی فانھا انما کانت فی سؤر السواکن لتوھم النجاسۃ کما حققہ المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر فمزیل المعلوم احق واحری بازالۃ الموھوم واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

جو چاہے اس کی طرف رجوع کرے **قلت** جب اس طریقے سے نجاست زائل ہو جاتی ہے تو کراہت کا زوال بطریق اولٰی ہوگا وہ گھروں میں رہنے والے جانوروں کے جھوٹے میں نجاست کے وہم سے ہوتی ہے جیسے محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں تحقیق فرمائی ہے پس جو چیز معلوم نجاست کو زائل کرتی ہے وہ موہوم نجاست کو زائل کرنے کا زیادہ حق رکھتی ہے اور زیادہ مناسب ہے۔ اللہ سبحٰنہ وتعالٰی خوب جانتا ہے اور اس ذات بزرگ و برتر کا علم زیادہ کامل اور مضبوط ہے (ت)

مسئلہ ۱۷۰ از اندور صدر بازار چھاؤنی بانسری صاحب قریب مکان بابو دین دیال مرسلہ میاں عبدالقادر صاحب یکم رجب ۱۳۰۸ھ

چہ می فرمایند علمائے ذوی الاقتدار ومفتیان ورع شعار دریں مسئلہ کہ مردے میگوید کہ ماکیان مذبوحہ را بدون برآوردن پرو چاک شکمش در آب گرم انداختہ برون برآوردہ پر ہائے برکندہ پز انند پس بعدم چاک شکم او کہ آلایش بطنی اندرونش بود مردار گردیدہ ازیں باعث تشکیک است درحلت وحرمت آں جانور مذبوحہ صورت ایں مسئلہ چگونہ است بیان فرمایند

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اور متقی مفتیانِ کرام اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ ذبح کی ہوئی مرغیوں کے پر اکھیڑنے اور پیٹ چاک کیے بغیر ان کو گرم پانی میں ڈالتے ہیں پھر باہر نکال کر پر اکھاڑ کر پکاتے ہیں چونکہ پیٹ چاک کرنے کی وجہ سے پیٹ کی آلائش اندر ہی رہتی ہے لہٰذا وہ مردار ہوگیا۔ بنابریں اس مذبوحہ جانور کے حلال و حرام ہونے میں شک پیدا ہوگیا

---

[1] ردالمحتار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۱۷

Marfat.com

ہونے کا حکم منع کردیا اس باب میں بفضلہ تعالیٰ وہ نفیس ضوابط لکھے جن سے ہر جزئیہ کا حکم بنہایت انجلا منکشف ہوسکے۔
من شاء فلیرجع الیہا (جو چاہے اس کی طرف رجوع کرے۔ت) واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۹ از راے پور ڈاک خانہ ہنڈون راج سوائی جے پور مرسلہ سید محمد نوازش علی صاحب
۱۰ شعبان ۱۳۰۵ھ

بعد سلام سنۃ الاسلام کے عرض یہ ہے کہ ایک سبوچہ سرکہ میں چھپکلی گر پڑی اور قریب چار پانچ منٹ کے سرکہ میں پڑی رہی بعدازاں اسے زندہ نکال لیا کہ بھاگ گئی ایسی صورت میں اُس سرکہ کو کھانا چاہیے یا نہیں، اور حرام ہے یا مکروہ، اور اگر سرکے میں مرجائے تو کیا حکم ہے، اور وہ سرکہ کس طرح پاک ہوسکتا ہے۔ جواب سے سرفرازی بخشیے فقط۔

الجواب

جبکہ وُہ زندہ نکل آئی سرکہ پاک ہے۔

فی الدرالمختار لواخرج حیاولیس بنجس العین ولابہ حدث او خبث لم ینزح شیئ الا ان ید خل فمہ الماء فیعتبر بسؤرہ[1]

درمختار میں ہے اگر اسے زندہ نکالا گیا تو وہ نہ تو نجس عین ہے اور نہ ہی اس پر پاخانہ یا نجاست لگی ہوئی ہے تو کچھ بھی نہ نکالا جائے مگر یہ کہ اس کا منہ پانی تک پہنچ جائے پس (اس وقت، اس کے جھوٹے کا اعتبار کیا جائیگا۔ (ت)

پھر اگر اس کا مُنہ سرکہ میں نہ ڈوبا بلکہ تیرتی ہی رہی تو اس سرکہ کا کھانا مکروہ تک نہیں اور ڈوب گیا تو غنی کے لیے کراہت تنزیہی ہے فقیر کے لیے اس قدر بھی نہیں۔

فی الدرالمختار سؤر سواکن البیوت طاھر للضرورۃ مکروہ تنزیھا ان وجد غیرہ والالم یکرہ اصلا کاکلہ لفقیراھ ملخصا[2]۔

درمختار میں ہے گھروں میں رہنے والے جانوروں کا جھوٹا ضرورت کے تحت پاک ہے اس کے سوا موجود ہو تو مکروہ تنزیہی ہے ورنہ بالکل مکروہ نہیں جیسے فقیر کے لیے اس کا کھانا (مکروہ نہیں) اھ ملخصا (ت)

ہاں اگر مرجائے تو سرکہ ناپاک ہوگیا پس زندہ رہنے کی حالت میں اگر غنی ازالہ کراہت اور سرکہ کا اپنے حق میں ستھرا نظیف ہوجانا چاہے یا مرجانے کی صورت میں پاک کریں تو اس کے دو طریقے ہیں، ایک یہ کہ دوسرا سرکہ صاف محفوظ کسی لوٹے میں لے کر اس گھڑے میں ڈالتے جائیں یہاں تک کہ یہ مُنہ تک بھر کر اُبل جائے اور باہر نکلنا شروع ہو

---

[1] درمختار فصل فی البئر مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۹
[2] ایضاً ص ۴۰

Marfat.com

امام محقق علی الاطلاق سیدی کمال الملۃ والدین محمد بن الہمام قدسنا اللہ تعالٰی بسرہ الکریم در فتح القدیر فرماید:

لو القیت دجاجۃ حالۃ الغلیان فی الماء قبل ان یشق بطنہا لتنتف او کرش قبل الغسل لا یطھر ابدا لکن علی قول ابی یوسف یجب ان یطھر علی قانون ما تقدم فی اللحم۔

قلت وھو سبحٰنہ اعلم ھو معلل بتشربہا النجاسۃ المتخللۃ فی اللحم بواسطۃ الغلیان وعلی ھذا اشتھر ان اللحم السمیط بمصر نجس لا یطھر لکن العلۃ المذکورۃ لا تثبت حتی یصل الماء الی حد الغلیان ویمکث فیہ اللحم بعد ذلک زمانا یقع فی مثلہ التشرب و الدخول فی باطن اللحم وکل من الامرین غیر متحقق فی السمیط الواقع حیث لا یصل الماء الی حد الغلیان ولا یترك فیہ الا مقدار ما تصل الحرارۃ الی سطح الجلد فتنحل مسام السطح عن الصوف بل ذلك الترك یمنع من جودۃ انقلاع الشعر فالاولی فی السمیط ان یطھر بالغسل ثلثا لتنجس سطح الجلد بذلك الماء فانھم لا یتحرسون فیہ عن المنجس وقد قال شرف الائمۃ

محقق علی الاطلاق، دین وملت میں کامل سیدی امام محمد بن ہمام، اللہ تعالٰی ان کی ذات والا صفات سے ہمیں برکت عطا فرمائے، فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

اگر تم مرغی کے پیٹ کو چاک کرتے سے پہلے اسے دھوئے بغیر پَر اُکھاڑنے کے لیے اُبلتے ہوئے پانی میں ڈال دو تو وہ کبھی بھی پاک نہ ہوگی البتہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر گوشت کے بارے میں جو قانون گزر چکا ہے اس کا پاک ہونا ثابت ہے۔(ت)

قلت وہو سبحنہ اعلم اس مذکورہ بالا قول کی علت یہ ہے کہ پانی کے جوش کے باعث وہ نجاست گوشت کے اندر جذب ہو جاتی ہے، اسی بنیاد پر مشہور ہے کہ مصر میں سمیط (بکری کا بچہ جس کے بال صاف کرکے اسے بھون لیا جائے) کا گوشت ناپاک شمار ہوتا ہے وہ پاک نہیں ہوتا، لیکن یہ علت اس وقت تک ثابت نہیں ہوتی جب تک پانی جوش کی حد کو نہ پہنچ جائے اور اس کے بعد اس میں گوشت اتنی دیر تک نہ ٹھہرا رہے جس سے پانی گوشت کے اندر داخل ہو کر جذب ہو جائے۔ اور سمیط میں یہ دونوں باتیں نہیں پائی جاتیں کیونکہ نہ تو پانی جوش کی حد کو پہنچتا ہے اور نہ ہی اسے اس میں اتنی دیر چھوڑا جاتا ہے کہ حرارت جلد کی سطح کے نیچے پہنچ جائے اور بالوں کے نیچے مساموں میں داخل ہو جائے بلکہ اس کو اس قدر (پانی میں) چھوڑنا اچھی طرح بال اکھاڑنے سے بھی مانع ہے پس سمیط کے بارے میں بہترین بات یہ ہے کہ چونکہ اس نجس پانی سے جلد کا ظاہر ناپاک ہو گیا لہٰذا تین بار

Marfat.com

...الشك فی بقاء النجاسة فلا تبقی مع الشك۔[1]

نجاست کے باقی رہنے میں شک ہے، تو شک کے ساتھ نجاست باقی نہیں رہے گی۔ (ت)

بدائع میں ہے:

وعلی هذا حوض الحمام او الاواني اذا تنجس۔[2]

حمام کا حوض اور برتن ناپاک ہو جائیں تو ان کا بھی یہی حکم ہے۔ (ت)

شرح تنویر میں ہے:

...وكذا سائر المائعات كالماء فی الاصح۔[3]

اصح قول کے مطابق تمام مائع چیزوں کا حکم پانی کی طرح ہے۔ (ت)

شرح نقایہ میں ہے:

المائع كالماء والدبس وغيرهما طهارته اما باجرائه مع جنسه مختلطا به كما روی عن محمد كما فی التمرتاشی الخ۔[4]

مائع (بہنے والی چیز) پانی اور شیرے وغیرہ کی طہارت اس کی جنس کے ساتھ ملا کر جاری کرنے سے ہوتی ہے، جیسا کہ امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے جیسے تمرتاشی میں ہے۔ (ت)

رد المحتار میں ہے:

هذا صريح بانه يطهر بالاجراء نعم علی ما قدمناه عن الخلاصة من تخصيص الجريان بان يكون اكثر من ذراع او ذراعين يتقيد بذلك هنا لكنه مخالف لاطلاقهم من طهارة الحوض بمجرد الجريان۔[5]

یہ اس بارے میں واضح ہے کہ وہ جاری کرنے سے پاک ہو جاتا ہے۔ ہاں جو کچھ ہم نے اس سے پہلے خلاصہ سے نقل کیا ہے کہ جریان ایک یا دو ہاتھوں سے زیادہ بلند ہونے کے ساتھ خاص ہے۔ یہ قید وہاں تو صحیح ہے لیکن حوض کے بارے میں ان کے اطلاق کے خلاف ہے کیونکہ وہ محض جاری ہونے سے پاک ہو جاتا ہے۔ (ت)

---

[1] رد المحتار — مطلب یطہر الحوض بمجرد الجریان — مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۳۰

[2] بدائع الصنائع — فصل فی بیان ما یقع بہ التطہیر — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۸۷

[3] درمختار — باب المیاہ — مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۵

[4] جامع الرموز — فصل یطہر الشیئ الخ — مکتبہ اسلامیہ قاموس گنبد ایران ۱/۹۵

[5] رد المحتار — مطلب فی الحاق نحو القصعۃ بالحوض — مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۳۱

Marfat.com

الجواب

بادامی رنگ کی پُڑیا میں تو کوئی مضائقہ نہیں اور رنگت کی پُڑیا سے ورع کے لیے بچنا اولیٰ ہے پھر بھی اس سے نماز نہ ہونے پر فتوٰی دینا آج کل سخت حرج کا باعث ہے۔

والحرج مدفوع بالنص وعموم البلوٰی من موجبات التخفیف لاسیما فی مسائل الطہارۃ والنجاسۃ۔

نص سے ثابت ہے کہ حرج دُور کیا گیا اور عموم بلوٰی اسبابِ تخفیف سے ہے خصوصاً مسائلِ طہارت اور نجاست میں۔(ت)

لہٰذا اس مسئلہ میں مذہب حضرت امام اعظم و امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے عدول کی کوئی وجہ نہیں ہمارے ان اماموں کے مذہب پر پُڑیا کی رنگت سے نماز بلاشبہہ جائز ہے۔ فقیر اس زمانے میں اسی پر فتوٰی دینا پسند کرتا ہے۔

وقد ذکرنا علی ھذہ المسئلۃ کلاما اکثر من ھذا فی فتاوٰنا وسنحقق الامر بما لا مزید علیہ ان ساعد التوفیق من اللہ سبحٰنہ و تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم۔

ہم نے اپنے فتاوٰی میں اسی مسئلہ پر اس سے بھی زیادہ بحث کی ہے اور اللہ تعالٰی کی طرف سے توفیق معاون ہُوئی تو ہم اس سلسلے میں ایسی تحقیق کریں گے جس کے بعد مزید گنجائش نہیں رہے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۱۷۲ مرسلہ مرزا باقی بیگ صاحب رام پوری ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرغی کی قے پاک ہے یا ناپاک، اور جس شے کی بیٹ پلید ہے کیا اس کی قے بھی پلید ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ہر جانور کی قے اس کی بیٹ کا حکم رکھتی ہے یعنی جس کی بیٹ پاک ہے جیسے چڑیا یا کبوتر، اس کی قے بھی پاک ہے۔ اور جس کی نجاست خفیفہ ہے جیسے باز یا کوّا، اُس کی قے بھی نجاست خفیفہ۔ اور جس کی نجاست غلیظہ ہے جیسے بط یا مرغی، اس کی قے بھی نجاست غلیظہ۔ اور قے سے مراد وہ کھانا پانی وغیرہ ہے جو پوٹے سے باہر نکلے کہ جس جانور کی بیٹ ناپاک ہے اسکا پوٹا معدن نجاسات ہے پوٹے سے جو چیز باہر آئے گی خود نجس ہوگی یا نجس سے مل کر آئے گی بہرحال مثل بیٹ نجاست رکھے گی خفیفہ میں خفیفہ، غلیظہ میں غلیظہ بخلاف اُس چیز کے جو ابھی پوٹے تک نہ پہنچی تھی کہ نکل آئی۔ مثلاً مُرغی نے پانی پیا ابھی گلے ہی میں تھا کہ اُچھو لگا اور نکل گیا

Marfat.com

بسند عبارت کتب علماء رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

اس مسئلہ کی کیا صورت ہوگی۔ علمائے کرام رحمہم اللہ کی کتابوں سے حوالہ دیتے ہوئے بیان فرمائیں۔ (ت)

الجواب

پیداست کہ مراد اینان از نیکار یختن ماکیان دریں آب نمی باشد بلکہ ہمیں ایصال حرارتے بظاہر جلدش تا مواضع بیخہائے پر سست و نرم شود و برکندن نیز آسان گردد ایںقدر را تیز گرم آبی کہ بحد جوش و غلیان رسیدہ باشد ضرور نیست نہ درنگ بسیارے کہ باعث نفوذ آب وجز آں در اجزائے باطنۂ لحم باشد بلکہ اگر ایں چنیں کنند مقصود ایشاں را زیاں دارد پس ہمیں قدر کہ در آب فاترے نہادند یا در جوشش آب مہلت بسیارے ندادند نجاست باجزائے گوشت سرایت نمی کند ہمیں بسطوح ظاہرہ میرسد لہٰذا دریں صورت حکم مردار زنہار نتواں داد طہارت و حلت او را ہمیں بسند ست کہ لحم راسہ بار بہ آب شویند و فشرند و بکار برند۔

ظاہر ہے کہ ان لوگوں کے اس عمل کا مقصد مرغیوں کو اس پانی میں پکانا نہیں ہے بلکہ یہی ان کی ظاہری جلد کو حرارت پہنچانا ہے تاکہ پر کی جڑوں والی جگہ ڈھیلی اور نرم پڑجائے اور پروں کا اکھاڑنا آسان ہوجائے اس کام کے لیے اتنے گرم پانی کا ہونا ضروری نہیں جو جوش کی حالت کو پہنچ چکا ہو نہ ہی زیادہ ٹھہرنا جو پانی اور اس کے اجزا کا گوشت کے اندرونی اجزاء میں سرایت کرنے کا باعث بنے بلکہ اگر وہ ایسا کریں تو اُن کے مقصد میں نقصان ہوگا۔ پس اتنے کام سے کہ نیم گرم پانی میں رکھیں یا اُبلتے ہُوئے پانی میں زیادہ دیر نہ رکھیں نجاست، گوشت کے اجزاء میں سرایت نہیں کرتی محض ظاہری سطح تک پہنچتی ہے لہٰذا اس صورت میں ہرگز مردار ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا اور اس کے پاک و حلال ہونے کے لیے یہی کافی سند ہے کہ گوشت کو تین بار پانی سے دھوئیں اور نچوڑیں اور کام میں لائیں۔ (ت)

آرے اگر ماکیان بحالت غلیان و فوران آب آں مقدار در آب مکث کردکہ نجاست باطن بسبب جوشش و درنگ در قعر و عمق لحم نفوذ نمود آنگاہ بر قول مفتی بہ حکم مردار پیدا کند کہ بہیچ حیلہ او را طاہر و حلال نتواں ساخت۔

البتہ اگر مرغیوں کو اُبلتے ہُوئے پانی میں اتنا وقت رکھیں کہ پانی کے جوش اور اس میں ٹھہرنے کی وجہ سے اندر کی نجاست گوشت کی گہرائیوں میں سرایت کرجائے تو اس وقت مفتٰی بہ قول کے مطابق وہ مردار ہوجائیں گی، کیونکہ اسے کسی طریقے سے بھی پاک اور حلال نہیں کیا جاسکتا۔ (ت)

Marfat.com

وقد علم من له ادنی فهم وجه الاستنباط فی المسألتین واعلم انا بنینا الکلام علی ظاهر الروایۃ المصحح المرجح الواضح الوجہ القوی الدلیل الواجب التعویل وان کان ھھنا فی بعض الصور کلام للکمال اجبنا عنہ[ع] علی ھامشہ والحمد للہ حمدا کثیرا واللہ تعالٰی اعلم۔

جس شخص کو ادنٰی سمجھ بھی حاصل ہے وہ دونوں مسئلوں میں استنباط کی وجہ جان سکتا ہے جان لو کر ہمارے کلام کی بنیاد ظاہر روایت ہے جس کی تصحیح کی گئی اسے ترجیح دی گئی وہ نہایت واضح ہے اس کی دلیل قوی ہے اور اس پر اعتماد واجب ہے۔ اگرچہ اس جگہ بعض صورتوں میں کمال نے کلام کیا ہے جس کا جواب ہم نے اس کے حاشیے پر دیا ہے۔ اللہ تعالٰی کے لیے بہت زیادہ حمد ہے اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔(ت)

مسئلہ ۱۷۳ مرسلہ مرزا باقی بیگ صاحب رام پوری ۲۰۔ ذیقعدہ ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نجس چیز ایک مرتبہ میں پاک ہوگی بغیر مبالغہ کے نہیں بینوا توجروا

الجواب

نجاست اگر مرئیہ ہو یعنی خشک ہونے کے بعد بھی نظر آئے تو اُس کی تطہیر میں عدد اصلاً شرط نہیں بلکہ زوال عین درکار ہے خواہ ایک بار میں ہو جائے یا دس بار میں مگر بقائے اثر بقائے عین پر دلیل تو زوال اثر مثل رنگ و بو ضرور لیکن وہ اثر جس کا زوال دشوار ہو معاف کیا جائے گا، صابون یا گرم پانی وغیرہ سے چھڑانے کی حاجت نہیں۔

درمختار میں ہے:

یطھر محل نجاسۃ مرئیۃ بعد جفاف بزوال عینھا واثرھا ولو بمرۃ اوبما فوق ثلث فی الاصح ولایضر بقاء اثر کلون وریح لازم فلا یکلف فی ازالتہ الی ماء حار اوصابون ونحوہ اھ ملخصا[1]۔

اصح قول کے مطابق نظر آنے والی نجاست کی جگہ سے عینِ نجاست اور اس کا اثر دُور کردیا جائے، خواہ ایک مرتبہ سے یا تین سے بھی زیادہ مرتبہ سے دور ہو تو خشک ہونے کے بعد پاک ہوجاتی ہے، اور ایسا اثر جو اس کے لیے لازم ہوچکا ہے (یعنی دور نہیں ہوتا) مثلاً رنگ اور بُو، تو اسے گرم پانی یا صابن وغیرہ کے ساتھ دُور کرنے کی تکلیف نہیں دی جائے گی اھ ملخصا (ت)

ع وقد تقدم فی المسألۃ العاشرۃ باب الوضوء (م) اسکا جواب باب الوضوء کے دسویں مسئلہ میں گزرچکا ہے (ت)

---

[1] درمختار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۶

Marfat.com

بهذان الدجاجة والكرش والسميط مثلها[1] اھ وقال قدس سرہ قبل ذلك ناقلا عن التجنيس طبخت الحنطة فی الخمر قال ابو يوسف تطبخ ثلثا بالماء وتجفف كل مرة وكذا اللحم وقال ابو حنيفة لا تطهر ابدا وبه يفتى اھ قال والكل عند محمد لا تطهر ابدا[2]

دھونے سے پاک ہو جائے گا کیونکہ وہ لوگ ناپاک کرنے والی چیز سے پرہیز نہیں کرتے۔ شرف الائمہ نے مرغی اور کرش (جگالی کرنے والے جانوروں کی اوجھڑی) کے بارے میں یہی بات فرمائی اور سمیط ان دونوں کی مثل ہے الخ صاحبِ فتح القدیر قدس سرہٗ نے اسے پہلے تجنیس سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ گندم، شراب میں پکائی گئی اس کے بارے میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں اسے تین بار پانی میں پکایا جائے اور ہر بار خشک کیا جائے۔ گوشت کا بھی یہی حکم ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ کبھی پاک نہیں ہوگی اور اسی پر فتوٰی ہے اھ اور فرمایا یہ سب کچھ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک پاک نہیں ہوتا۔ (ت)

وازینجا بوضوح پیوست کہ ہر کہ ایں کار خواہد اولٰے واحوط در حقش آنست کہ اولاً ماکیان راشکم چاک و از امعا پاک کند و خون مسفوح کہ بمحل ذبح منجمد مے شود شوید پس ازاں بہر آبے کہ خواہد نہد تا از نجس شدن لحم ایمن ماند سید علامہ احمد طحطاوی در حاشیہ در مختار فرمودہ فالاولی قبل وضعها فی الماء المسخن ان يخرج ما فی جوفها ويغسل محل الذبح وما عليه من دم مسفوح تجمد[3] اھ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

یہاں سے ظاہر ہوا کہ جو شخص یہ کام کرنا چاہے اس کے لیے بہتر اور زیادہ محتاط یہ ہے کہ پہلے مرغی کا پیٹ چاک کرکے اسے آنتوں سے پاک کرے اور بہنے والے خون کو جو گردن وغیرہ پر جم جاتا ہے دھولے اس کے بعد جس پانی میں چاہے رکھے تاکہ گوشت کے ناپاک ہونے سے مطمئن ہو۔ علامہ احمد طحطاوی نے در مختار کے حاشیہ میں فرمایا بہتر یہ ہے کہ گرم پانی میں رکھنے سے پہلے جو کچھ اس کے پیٹ میں ہے نکال لیا جائے اور ذبح کے مقام سے جما ہوا خون مسفوح دھو لیا جائے اھ۔ (ت)

مسئلہ ۱۷۱ از شہر کہنہ ۴ ذیقعدہ ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پڑیا کے رنگے ہوئے کپڑے سے نماز درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

[1] فتح القدیر آخر باب الانجاس وتطہیرها مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۸۹

[2] " " " " ۱/۱۸۵

[3] طحطاوی حاشیہ در مختار آخر باب الانجاس دار المعرفۃ بیروت لبنان ۱/۱۶۴

Marfat.com

دُرِمختار میں ہے :

يطهر محل غير مرئية بغلبة ظن غاسل لو مكلفا و الا فمستعمل طهارة محلها بلاعدد به يفتى وقدر لموسوس بغسل وعصر ثلثا فيما ينعصر مبالغا بحيث لا يقطر وبتثليث جفاف فی غیر منعصر[1] اھ ملخصا۔

جس جگہ نجاست دکھائی نہ دیتی ہو اگر دھونے والے کو غالب گمان حاصل ہوجائے تو پاک ہوجاتی ہے ورنہ اس جگہ کی طہارت کے لیے گنتی کے بغیر پانی استعمال کیا جائے اسی پر فتوی ہے اور وسوسہ والے کے لیے جس چیز کو نچوڑنا ممکن ہے اسے تین بار دھونا اور یوں نچوڑنا کہ اب قطرے نہ گریں اور جس چیز کو نچوڑنا ممکن نہیں اس کو تین بار خشک کرنا مقرر ہے۔ اھ ملخصا (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قوله بلاعدد به يفتى، كذا فى المنية و ظاهره انه لو غلب على ظنه زوالها بمرة اجزأه وبه صرح الامام الكرخى فى مختصره واختاره الامام الاسبيجابى وفى غاية البيان ان التقدير بالثلث ظاهر الرواية وفى السراج اعتبار غلبة الظن مختار العراقيين والتقدير بالثلث مختار البخاريين والظاهر الاول ان لم يكن موسوسا وان كان موسوسا فالثانى اھ بحر قال فى النهر وهو توفيق حسن اھ وعليه جرى صاحب المختار فانه اعتبر غلبة الظن الا فى الموسوس وهو ما مشى عليه المصنف واستحسنه فى الحلية وقال وقد مشى الجم الغفير عليه فى الاستنجاء۔

اس (صاحبِ درمختار) کا قول "بلاعدد" (گنتی شرط نہیں) پر فتوٰی ہے، منیہ میں بھی اسی طرح ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر ایک مرتبہ دھونے سے نجاست کے زائل ہونے کا غالب گمان ہوجائے تو یہی کافی ہے۔ امام کرخی نے اپنی مختصر میں اسی کی تصریح فرمائی اور امام اسبیجابی نے بھی اسے ہی اختیار کیا اور غایۃ البیان میں ہے کہ تین بار کا مقرر کرنا ظاہر روایت ہے۔ سراج میں ہے کہ عراقیوں کے نزدیک غلبۂ ظن کا اعتبار مختار ہے جبکہ تین بار کا اندازہ بخارا والوں کا مختار ہے۔ اور پہلا ظاہر ہے اگر وسوسے والا نہ ہو، اگر وسوسہ کرنے والا ہو تو دوسری بات ظاہر ہے۔ (بحرالرائق انتہی) نہرالفائق میں فرمایا کہ یہ اچھی تطبیق ہے اھ۔ صاحبِ مختار نے بھی یہی راستہ اختیار کیا کہ انہوں نے وسوسہ نہ کرنے والوں کے بارے میں اسی کا اعتبار کیا ہے مگر وسوسہ کرنے والے کے بارے میں ان کا وہی موقف جس پر مصنف (صاحبِ دُرمختار) چلے ہیں اور حلیہ نے بھی اسی کو مستحسن قرار دیا ہے اور فرمایا استنجاء کے بارے میں جمِ غفیر کا یہی مسلک ہے (ت)

اقول وهذا مبنى على تحقق الخلاف

اقول میں (علامہ شامی) کہتا ہوں اس کی

---

[1] درمختار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۶

Marfat.com

پانی بیٹ کا حکم نہ رکھے گا لانہ ما استحال الی نجاسۃ ولا لاقی محلھا (کیونکہ اس نے نجاست میں حلول نہیں کیا اور نہ ہی نجاست کی جگہ سے ملا - ت) بلکہ اسے سؤر یعنی جُھوٹے کا حکم دیا جائے گا کہ اُس کے منہ سے مل کر آیا ہے اُس جانور کا جُوٹھا نجاست غلیظہ یا خفیفہ یا مشکوک یا مکروہ یا طاہر جیسا ہوگا ویسا ہی اس چیز کو حکم دیا جائے گا جو معدہ تک پہنچنے سے پہلے باہر آئی جو مُرغی چھوٹی پھرے اُس کا جھوٹا مکروہ ہے یہ پانی بھی مکروہ ہوگا اور پوٹے میں پہنچ کر آتا تو نجاست غلیظہ ہوتا۔

اقول اتقن ھذا التحقیق النفیس فلعلك لا تجدہ مصرحا بہ فی متداولات الاسفار وانما استنبطناہ بحمد اللہ من کلمات العلماء استنباطاً واضحاً کالصبح حین الاسفار۔

اقول اس نفیس تحقیق کو محفوظ کر لو شاید تم اسے بڑی کتب میں بھی بالتصریح نہ پاؤ بحمد اللہ تعالٰی ہم نے اسے علماء کرام کے کلام سے روز روشن کی طرح واضح استنباط کیا ہے۔ (ت)

دُرمختار میں ہے:

مرارۃ کل حیوان کبولہ وجرتہ کزبلہ[1] ہر جانور کا پتّا اس کے پیشاب کی طرح اور اس کی جگالی گوبر کے حکم میں ہے۔ (ت)

کتاب التجنیس والمزید میں ہے:

لانہ واراہ جوفہ[2] (کیونکہ اس نے اسے پیٹ میں چھپایا - ت)

درمختار میں ہے:

ینقضہ قیئ ملأفاہ من مرۃ او طعام او ماء اذا وصل الی معدتہ وان لم یستقر وھو نجس مغلظ ولو من صبی ساعۃ ارتضاعہ وھو الصحیح لمخالطۃ النجاسۃ ولو ھو فی المریئ فلا نقض اتفاقاً[3] اھ ملخصا۔

صفرا نیز کھانے یا پانی کی قے منہ بھر وضو کو توڑ دیتی ہے جب وہ معدے تک پہنچے اگرچہ وہاں نہ ٹھہرے اور وہ نجاست غلیظہ ہے اگرچہ دُودھ پیتے بچے کی ہو اور یہی صحیح ہے کیونکہ وُہ نجاست سے مل جاتی ہے اور اگر وہ نرخرے میں رہے تو بالاتفاق وضو نہیں ٹوٹے گا اھ ملخصا۔ (ت)

---

[1] درمختار باب الاستنجاء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۵۷/۱
[2] ردالمحتار " " " ۲۳۳/۱
[3] درمختار نواقض الوضوء " " ۲۵/۱

Marfat.com

فی الدر المختار ویطھر خف و نحوہ کنعل تنجس بذی جرم ھو کل ما یری بعد الجفاف ولو من غیرھا کخمر وبول اصابہ تراب بہ یفتی بدلك یزول بہ اثرھا والا جرم لھا فیغسل انتھی[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے موزہ اور ایسا کوئی جوتا دُور کرتا ہے اگر جسم والی نجاست سے ناپاک ہوجائیں اور جسم والی نجاست ہے جو خشک ہونے کے بعد دکھائی دیتی ہے اگرچہ (یہ جسم نجاست کے) غیر سے ہو جیسے شراب او پیشاب جس پر مٹی پڑ گئی، تو یہ ایسے رگڑنے سے پاک ہوجائیں گے جس سے اثر زائل ہوجائے اسی پر فتوٰی ہے اور جس نجاست کا جسم نہ ہو اسے دھویا جائے گا اھ۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۷۵ ازکلکتہ دھرم تلا نمبر۶ مرسلہ جناب میرزا غلام قادر بیگ صاحب ۸ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گدّا رُوئی کا جس میں نجس ہونے کا شبہہ قوی ہے نیچے بچھا ہے اور اس پر پاک رضائی اوڑھی ہے، بارش سے چھت ٹپکی رضائی اور گدّا خوب تر ہوگیا رضائی پیروں کے تلے بھی دبی تھی یعنی گدّے سے ملحق تھی اس صورت میں رضائی کی نسبت کیا حکم ہے بیّنوا توجروا۔

الجواب

شبہہ سے کوئی چیز ناپاک نہیں ہوتی کہ اصل طہارت ہے والیقین لایزول بالشك (یقین، شک سے دُور نہیں ہوتا۔ ت) ہاں ظن غالب کہ بربنائے دلیل صحیح ہو فقہیات میں ملحق بیقین ہے نہ بربنائے توہمات عامہ پس اگر گدّے میں کسی نجاست کا ہونا معلوم تھا اور یہ بھی معلوم ہو کہ رضائی گدّے کے خاص موضع نجاست سے ملصق تھی اور گدّے میں خاص اُس جگہ تری بھی اتنی تھی کہ چھوٹ کر رضائی کو لگے یا رضائی کے موضع اتصال میں اس قدر رطوبت تھی کہ چھوٹ کر گدّے کے محلِ نجاست کو تر کرے غرض یہ کہ موضع نجاست پر رطوبت خواہ وہیں کی خواہ دوسری چیز مجاور کی پہنچی ہوئی اس قدر ہو جس کے باعث نجاست ایک کپڑے سے دوسرے تک تجاوز کرسکے (اور اس تجاوز کے یہ معنی کہ کچھ اجزائے رطوبت نجسہ اُس سے متصل ہوکر اس میں آجائیں نہ صرف وہ جسے سیل یا ٹھنڈک کہتے ہیں کہ حکم فقہ میں یہ انفصال اجزا نہیں صرف انتقال کیفیت ہے اور وہ موجب نجاست نہیں اور اس قابلیت تجاوز کی تقدیر رطوبت کا اس قدر ہونا ہے جسے نچوڑے سے بوند ٹپکے کہ ایسے ہی رطوبت کے

---

[1] دُرمختار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۳

Marfat.com

اور غیر مرئیہ کہ سُوکھنے کے بعد نہ دکھائی دے اس میں علمائے کے دو قول ہیں ایک قول پر غلبۂ ظن کا اعتبار ہے یعنی جب گمان غالب ہوجائے کہ اب نجاست نکل گئی پاک ہوگیا اگرچہ یہ غلبۂ ظن ایک ہی بار میں حاصل ہو یا زائد میں ۔ اور دوسرے قول پر تثلیث یعنی تین بار دھونا شرط ہے ہر بار اتنا نچوڑیں کہ بوند نہ ٹپکے اور نچوڑنے کی چیز نہ ہو تو ہر بار خشک ہونے کے بعد دوبارہ دھوئیں اس قول پر اگر یُوں تثلیث نہ کرے گا طہارت نہ ہوگی ۔ ایک جماعت علمائے نے فرمایا یہ طریقہ خاص اہلِ وسواس کے لیے ہے جسے وسوسہ نہ ہو وہ اسی غلبۂ ظن پر عمل کرے ، ان علما کا قصد یہ ہے کہ دونوں قولوں کو ہر دو حالت وسوسہ و عدمِ وسوسہ پر تقسیم کرکے نزاع اُٹھادیں ۔

اقول الا ان هذا التطبيق لا يكاد يلائم ظاهر اطلاق عامة المتون فان الموسوسين فى الناس اقل قليل بالنسبة الى غيرهم واطلاق الحكم المختص بالغالب الكثير غير بعيد ولا مستنكر بخلاف عكسه كما لا يخفى ۔

اقول مگر یہ تطبیق عام متون کے ظاہر اطلاق کے مناسب معلوم نہیں ہوتی کیونکہ وسوسے والے لوگ دوسروں کی نسبت بہت کم ہیں اور حکم کا اطلاق جو غالب اکثریت سے مختص ہے وہ (عقل سے) نہ تو بعید ہے اور نہ ہی غیر معروف ، بخلاف اس کے عکس کے جیسا کہ مخفی نہیں ۔ (ت)

دُوسری جماعتِ ائمہ نے فرمایا قول ثانی قول اول کی تحدید و تقدیر ہے یعنی یہ غلبۂ ظن غالباً تین بار میں حاصل ہوتا ہے ۔

اى وانما العبرة للغالب وعليه تبتنى الاحكام ويقطع النظر عن القليل النادر۔

یعنی اعتبار غالب کا ہوتا ہے اور احکام کی بنیاد بھی یہی ہے ، قلیل و کمیاب سے صرفِ نظر کیا جاتا ہے ۔ (ت)

اس تقدیر پر دونوں قول قولِ ثانی کی طرف عود کر آئیں گے ہدایہ و کافی و درر و غنیہ و تنویر وغیرہا میں اسی طرف میل فرمایا اور بیشک وُہ بہت قرینِ قیاس ہے ــــــ بالجملہ دونوں قول نہایت باقوت ہیں اور دونوں کو ظاہر الروایۃ کہا گیا اور دونوں طرف تصحیح و ترجیح ۔

اقول مگر قول ثانی عامہ متون میں مذکور اور غالباً اُسی میں احتیاط زیادہ اور اُس میں انضباط ازید اور آج کل اگر بعض لوگ موسوس ہیں تو بہتیرے مُداہن و بے پروا ہیں انھیں ایک ایسے غیر منضبط بات بتانے میں اُن کی بے پرواہی کی مطلق العنانی ہے لہٰذا قول ثانی ہی پر عمل انسب و الیق ہے اور ہدایہ و کافی کی توفیق حسن پر تو قول ثانی کے سوا دوسرا قول ہی نہیں ۔ بہرحال ایک بار دھونے سے جبکہ زوالِ نجاست کا ظن غالب نہ ہو اور غالباً بلا مبالغہ سرسری طور پر ایک دفعہ دھونے میں ایسا ہی ہوگا تو اس صورت میں بالاتفاق طہارت حاصل نہ ہوگی ۔

Marfat.com

لکن لوبظہراثربلل الارض فی رجلہ فصلی جازت صلاتہ وانکان بلل الماء فی رجلہ کثیراحتی ابتل وجہ الارض وصارطینا ثم اصاب الطین رجلہ لاتجوز صلاتہ[1] الخ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اور اسی (ردالمحتار) میں خانیہ سے نقل کیا ہے کہ کوئی شخص پاؤں دھوکر جُوتے کے بغیر ناپاک زمین پر چلا اور اس کے پاؤں کی رطوبت سے زمین تر ہوگئی اور زمین پر نشان لگ گیا لیکن زمین کی رطوبت اس کے پاؤں میں ظاہر نہیں ہوئی اب اس نے نماز پڑھی تو اس کی نماز جائز ہے اور اگر پاؤں میں پانی کی رطوبت زیادہ تھی حتی کہ زمین کا ظاہر تر ہوگیا اور پاؤں میں لگ گیا تو اس کی نماز جائز نہیں الخ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۱۷۶ ازکلکتہ دھرم تلانمبر۶ مرسلہ جناب مرزاغلام قادر بیگ صاحب ۹ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر پکی ہوئی کھچڑی یا چاول میں چُونے میں چوہے کی مینگنی نکلے تو کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب

چُوہے کی مینگنی اگر چاول کھچڑی روٹی وغیرہ کھانے کی چیزوں میں نکلے تو اسے پھینک کر وہ اشیا کھالی جائیں بشرطیکہ اس کا رنگ یا بُو یا مزہ ان میں نہ آگیا ہو اور اگر چُونے میں نکلے اور وہ جُونا جما ہوا ہے تو اس کے قریب کا پھینک کر باقی کھالیں اور بہتا ہوا ہے تو اس سب سے احتراز کریں واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] ردالمحتار مسائل شتّٰی مصطفی البابی مصر ۵/۵۱۸

ان القول بغلبة الظن غير القول بالثلث فی الحلية وھوالحق واستشھد لہ بما الحاوی القدسی والمحیط۔

بنیاد (دونوں باتوں میں) ثبوتِ اختلاف پر ہے یعنی جب غلبۂ ظن کا قول تین کے قول کا غیر ہو حلیہ میں فرمایا یہی حق ہے اور انہوں نے اس پر حاوی قدسی اور محیط کے کلام سے شہادت پیش کی ہے۔ (ت)

اقول وھو خلاف ما فی الکافی مما یقتضی انھما قول واحد وعلیہ مشی فی شرح المنیۃ فقال فعلم بھذا ان المذھب اعتبار غلبۃ الظن وانھا مقدرۃ بالثلث لحصولہا بھا فی الغالب قطعاً للوسوسۃ وانہ من اقامۃ السبب الظاھر مقام المسبب الذی فی الاطلاع علی حقیقتہ عسر کالسفر مقام المشقۃ اھ وھو مقتضی کلام الہدایۃ وغیرھا واقتصر علیہ فی الامداد وھو ظاھر المتون حیث صرحوا بالثلث اھ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اقول (میں (علامہ شامی) کہتا ہوں) یہ (اختلاف) اس کے خلاف ہے جو کافی میں ہے اور اس کا مقتضٰی یہ ہے کہ دونوں ایک ہی قول ہیں۔ شرح منیہ میں یہی راستہ اختیار کیا گیا ہے انہوں نے فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ مذہب میں غلبۂ ظن کا اعتبار ہے اور وہ تین بار کا اندازہ ہے کیونکہ غالب یہی ہے تین بار دھونے سے طہارت حاصل ہوجاتی ہے اور وسوسہ ختم ہوجاتا ہے اور یہ کہ سبب ظاہر کو اس مسبب کے قائم مقام رکھنا ہے جس کی حقیقت پر اطلاع مشکل ہے جیسے سفر مشقت کے قائم مقام ہے اھ ہدایہ وغیرہ کے کلام کا مقتضٰی بھی یہی ہے اور الامداد میں بھی اسی پر اختصار کیا گیا ہے۔ ظاہر متون بھی یہی ہیں کیونکہ انہوں نے تین کی تصریح کی ہے اھ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

مسئلہ ۱۷۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جُوتے پر پیشاب پڑ گیا اور اس پر خاک جم کر تندار ہوگیا تو رگڑنے سے پاک ہوجائے گا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جُوتے پر اگر پیشاب پڑ گیا اور اس پر خاک جم گئی تو ایسے ملنے سے جس سے اُس کا اثر زائل ہوجائے پاک ہوجائے گا ورنہ بغیر دھونے کے پاک نہ ہوگا۔

لہ ردالمحتار باب الانجاس مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۴۲

Marfat.com

وان قتلن قال وان قتلن الحدیث۔ (اس کا کیا حکم ہے؟) آپ نے فرمایا: "جو کُتّے تمہارے لیے روک رکھیں اسے کھاؤ۔" میں نے عرض کیا "اگرچہ وہ اسے ہلاک کردیں؟" فرمایا: "اگرچہ وہ اسے ہلاک کردیں" الحدیث (ت)

اوراحادیث الاذن فی اقتناء کلب ماشیۃ وصید وزرع وغنم (جانوروں کی حفاظت، شکار، کھیتی اور بکریوں کی حفاظت کے لیے کتا رکھنے کی اجازت کے بارے میں احادیث۔ ت) کہ از انجملہ ایک یہ حدیث عبداللہ بن مغفل ہے:

قال انی لممن یرفع اغصان الشجرۃ عن وجہ رسول اللہ وھو یخطب فقال لولا ان الکلاب امۃ من الامم لامرت بقتلھا فاقتلوا کل اسود بھیم و ما من اھل بیت یرتبطون کلبًا الا نقص من عملھم کل یوم قیراط الا کلب صید اوکلب حرث اوکلب غنم۔[2]

آپ فرماتے ہیں میں ان لوگوں میں سے ہوں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کے آگے سے ٹہنیاں اٹھا رہے تھے جب آپ خطبہ ارشاد فرمارہے تھے، آپ نے فرمایا: اگر کتّے ایک مخلوق نہ ہوتے تو میں ان کو قتل کرنے کا حکم دیتا پس سیاہ کتّے کو ماردو، اور جو لوگ گھروں میں کتا رکھتے ہیں ان کے عمل سے روزانہ ایک قیراط کم ہوتا ہے مگر شکار کا کُتّا، کھیتی کی حفاظت اور بکریوں کی حفاظت کے لیے کُتّا (اس سے مستثنیٰ ہے)۔ (ت)

واحادیث الترخیص فی ثمن کلب الصید (شکاری کتے کی حصولِ قیمت کے بارے میں آپ کی اجازت سے متعلق احادیث۔ ت) کہ از انجملہ ایک وہ حدیث ہے جس کو ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں ہیثم سے وہ عکرمہ سے وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں:

قال رخص رسول اللہ فی ثمن کلب الصید۔[3]

فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شکاری کتے کی قیمت لینے کی اجازت فرمائی ہے (ت)

وحدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما:

کانت الکلاب تقبل وتدبر فی عھد رسول اللہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں

---

[1] جامع الترمذی باب ما یؤکل من صید الکلب مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۷۷
[2] ؍؍ باب من امسک کلبًا ما ینقص من اجرہ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/ ۱۸۰
[3] مسند امام اعظم ابوحنیفہ کتاب البیوع نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۹

Marfat.com

…کی وقت تجاوز ہوتے ہیں)

…جب تینوں شرطیں ثابت ہوں تو البتہ رضائی کے اُتنے موضع پر تجاوزِ نجاست کا حکم دیا جائے گا پھر اگر وہ … قدر معتبر فی الشرع مثلاً ایک درہم سے زائد ہو تو رضائی ناپاک ٹھہرے گی اور اُسے اوڑھ کر نماز ناجائز ہوگی … معفو رہے گی اگرچہ ایک درم کی قدر میں کراہت تحریمی اور کم میں صرف تنزیہی ہوگی اور اگر ان تینوں شرطیں … کی ہوئی تو رضائی سرے سے اپنی طہارت پر باقی اور سراپا پاک ہے۔ مثلاً گدّے کی نجاست مشکوک تھی … سب ناپاک نہ تھا اور رضائی کا خاص موضع نجاست سے ملنا معلوم نہیں یا محل نجاست کی رطوبت خود اپنی … رضائی سے حاصل کی ہوئی قابلِ تجاوز نہ تھی یہ سب صورتیں طہارت مطلقہ تامہ کے ہیں۔

هذا هو التحقيق الذی عولنا علیه لظهور وجهه ولکونه احوط وان کان الکلام فی المسئلة طویل الذیل ذکر بعضه فی ردالمحتار اٰخر الانجاس واٰخر الکتاب وفیه عن البرهان ولایخفی منه انه لایتیقن بانه مجرد نداوة الا اذا کان النجس المرطب هو الذی لایتقاطر بعصره اذ یمکن ان یصیب الثوب الجاف قدر کثیر من النجاسة ولا ینبع منه شیئ بعصره کما هو مشاهد عند البدایة بغسله[1] اھ وفیه عن الامام الزیلعی لانه اذا لم یتقاطر منه بالعصر لاینفصل منه شیئ وانما یبتل ما یجاوره بالنداوة و بذلك لایتنجس[2] الخ وفیه عن الخانیة اذا غسل رجله فمشی علی ارض نجسة بغیر مکعب فابتل الارض من بلل رجله واسود وجه الارض

یہی وُہ تحقیق ہے جس پر ہم نے اعتماد کیا کیونکہ اس کا سبب ظاہر ہے اور اس میں زیادہ احتیاط ہے اگرچہ اس مسئلہ میں کلام کا دامن نہایت طویل ہے جس میں سے کچھ ردالمحتار میں باب الانجاس اور کتاب ردالمحتار کے آخر میں مذکور ہے۔ اور اس میں البرہان سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ اس بات میں کوئی خفا نہیں کہ اس کے محض رطوبت ہونے کا یقین نہیں کیا جا سکتا مگر جب کہ تر نجاست کے نچوڑنے سے قطرے نہ نکلیں کیونکہ ممکن ہے کہ خشک کپڑے کو بہت سی نجاست لگے اور نچوڑنے سے اس سے کچھ نہ نکلے جیسا کہ اسے دھونے کا آغاز کرتے وقت مشاہدہ ہوتا ہے الخ۔ اسی (ردالمحتار) میں امام زیلعی سے نقل کیا کہ جب نچوڑنے سے قطرے نہ نکلیں تو اس سے کچھ بھی جُدا نہ ہوگا اور اس سے ملنے والی چیز محض مجاورت (ملنے) سے تر ہوگی اور اس سے وُہ ناپاک نہیں ہوتی

---

[1] ردالمحتار باب الانجاس مصطفی البابی مصر ۱/۲۵۵

[2] " مسائل شتّی " ۵/۵۱۷

Marfat.com

وھوظاھر المتون بحر و مقتضی عموم الادلۃ فتح[1]۔
یہی ظاہر ہوتا ہے البحرالرائق۔ عام دلائل کا مقتضٰی یہی ہے، فتح القدیر (ت)

اورپانچواں یہ جو عالمگیری میں ہے :

والصحیح ان الکلب لیس بنجس العین[2]۔
صحیح یہ ہے کہ کتا نجسِ عین نہیں۔ (ت)

اورچھٹا یہ جو عنایہ میں ہے :

الاصح ان الکلب لیس بنجس العین[3]۔
اصح بات یہ ہے کہ کتا نجس عین نہیں۔ (ت)

اورساتواں یہ جو غایۃ البیان میں ہے :

فی نجاسۃ عینہ اختلاف المشایخ و الاصح انہ لیس بنجس العین[4]۔
اس کے نجسِ عین ہونے میں مشائخ کا اختلاف ہے زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ نجسِ عین نہیں۔ (ت)

اورآٹھواں یہ جو مراقی الفلاح میں ہے :

یطھر جلد الکلب لانہ لیس بنجس العین علی الصحیح[5]۔
کتے کا چمڑا پاک ہوجاتا ہے کیونکہ صحیح قول کے مطابق وہ نجسِ عین نہیں۔ (ت)

اورنواں یہ جو نہرالفائق میں ہے :

یطھر جلد الکلب ایضا بناء علی ما علیہ الفتوی من طھارۃ عینہ وان رجح بعضھم النجاسۃ[6]۔
کتے کا چمڑا بھی پاک ہوجاتا ہے اور اس کی بنیاد وہ مفتٰی بہ قول ہے کہ یہ ذاتی طور پر پاک ہے اگرچہ بعض فقہاء نے اس کے ناپاک ہونے کو ترجیح دی ہے۔ (ت)

اوردسواں یہ جو شامی میں ہے :

فمعنی القول بطھارۃ عینہ طھارۃ ذاتہ
اس کے طاہر عین ہونے کے قول کا مطلب یہ ہے کہ یہ جب تک

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۳۹
[2] فتاوٰی عالمگیری الفصل الاول من الباب الثالث مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۹
[3] العنایۃ مع فتح القدیر قبیل فصل فی البئر مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۸۲
[4] السعایۃ فی کشف ما فی شرح الوقایۃ / من احکام الدباغۃ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۴۰۸
[5] مراقی الفلاح مع الطحطاوی فصل یطھر جلد المیتۃ نورمحمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۹۰
[6] السعایۃ فی کشف ما فی شرح الوقایۃ من احکام الدباغۃ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۴۰۹

Marfat.com

رسالہ

سلب الثلب عن القائلین بطہارۃ الکلب ۱۳۱۲ھ

کتے کی طہارتِ عین کے قائلین سے عیب دُور کرنے کا بیان

مسئلہ ۱۷۷ ازبنارس محلہ پتر کنڈہ مرسلہ مولوی عبدالحمید صاحب ۸ - رجب ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ابقاہم اللہ تعالٰی الٰی یوم الدین اس میں کہ زید تو مستنداً بقولہ تعالٰی ویسئلونك ماذا احل لھم[1]، الآیۃ (اور وہ آپ سے پوچھتے ہیں ان کے لیے کیا حلال ہے۔ ت) ومتمسکا باحادیث الامر باکل صید قتلہ الکلب المعلم المرسل ولم یاکل منہ (اور ان احادیث کو دلیل بناتے ہوئے جن میں ایسے شکار کے کھانے کا حکم ہے جسے سکھائے ہوئے اور چھوڑے ہوئے کتے نے شکار کیا لیکن اس سے کچھ نہیں کھایا۔ ت) کہ ازانجملہ ایک یہ حدیث عدی بن حاتم ہے:

قال قلت یارسول اللہ انا نرسل الکلاب المعلمۃ قال کل ما امسکن علیك قلت

فرماتے ہیں میں نے عرض کیا "یارسول اللہ! ہم سکھائے ہوئے کتوں کو (شکار پر) چھوڑتے ہیں

---

[1] القرآن ۵/۴

Marfat.com

عموم ایما اھاب طھارۃ عینہ ولم یعارضہ مایوجب نجاستہا فوجب حقیۃ عدم نجاستہا۔[1]

(جو بھی چمڑا) کا عموم طہارتِ عین کا مقتضی ہے اور اس کے مقابلے میں نجاست کو واجب کرنے والی کوئی دلیل موجود نہیں لہذا ضروری ہوا کہ اس کا نجس نہ ہونا حق ہوا۔ (ت)

کہتا ہے کہ کُتّا طاہر العین ہے اور کہتا ہے کہ آیت میں تو وجہ دلالت کی یہ ہے کہ یہ آیت بلاضرورت کتّے سے ازروئے اصطیاد کے جوازِ انتفاع پر بلکہ بجز کھانے کے اور اُس سے سب طرح کے فائدے اُٹھانے کے جواز پر دلالت کرتی ہے، قرطبی نے کہا ہے:

وقد ذکر بعض من صنف فی احکام القرآن ان الاٰیۃ تدل علی ان الاباحۃ تناولت ماعلمنا الجوارح وھو ینتظم الکلب وسائر جوارح الطیر و ذلک یوجب اباحۃ سائر وجوہ الانتفاع فدل علی جواز بیع الکلب و الجوارح والانتفاع بھا بسائر وجوہ المنافع الاماخصہ الدلیل وھو الاکل من الجوارح ای الکواسب من الکلاب و سباع الطیر۔[2]

احکامِ قرآن کے بعض مصنفین نے ذکر کیا ہے کہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اباحت ان تمام شکاری جانوروں کو شامل ہے جن کو ہم سکھائیں اور اس میں کتّا اور تمام شکاری پرندے بھی شامل ہیں اور یہ (جواز) انتفاع کے تمام طریقوں کی اباحت کو واجب کرتا ہے پس یہ کتّے اور (دیگر) شکاری جانوروں کو بیچنے اور ان سے ہر طرح کا نفع حاصل کرنے پر دلالت کرتا ہے مگر جس کو دلیل نے خاص کرلیا ہو، اور وہ شکاری جانوروں یعنی کسب کرنے والے کتّوں اور درندوں کو کھانا ہے (اور یہ جائز نہیں)۔ (ت)

اور کسی چیز سے بلاضرورت انتفاع کا جائز ہونا اُس چیز کے عدمِ نجاست کی علامت ہے تو اس نے اُس کے عدمِ نجاست پر بھی دلالت کی کما ھو ظاھر (جیسا کہ وہ ظاہر ہے۔ ت)

اور حدیث ابن عمر میں یہ کہ موسم گرمی میں اکثر اوقات کتّے کیچڑ میں بھرے ہُوئے پانی میں بھیگے ہُوئے مسجد میں آتے جاتے ہوں گے اور کیچڑ پانی مسجد میں گرتا ٹپکتا ہوگا تو جبکہ باوجود اس کے رَش بھی نہ ثابت ہوا تو ان کے اجسام اور اعیان کے عدمِ نجاست ثابت ہُوئی۔

---

[1] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۸۳

[2] الجامع لاحکام القرآن زیرِ آیہ وما علمتم من الجوارح الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۶/۶۶

Marfat.com

فلم یکونوا یرشون شیأمن ذلک[1] کتے (ادھراُدھر) آتے جاتے تھے لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس سے (یعنی کتوں کے ان کے ساتھ چھُونے سے) کچھ بھی نہیں دھوتے تھے۔ (ت)

وحدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما:

قال علیہ الصلاۃ والسلام ایما اھاب دبغ فقد طھر[2] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس چمڑے کو رنگ لیا جائے وہ پاک ہوجاتا ہے۔ (ت)

ومستدلا باقوال علمائنا الحنفیۃ (اور ہمارے علماء حنفیہ کے اقوال سے استدلال کرتے ہوئے۔ ت) کہ ازانجملہ ایک یہ ہے کہ جو عامہ کتب فقہ میں ہے:

کل اھاب اذا دبغ فقد طھر الاجلد الخنزیر والآدمی[3] خنزیر اور آدمی کے چمڑے کے علاوہ ہر چمڑا دباغت سے پاک ہوجاتا ہے۔ (ت)

اور دُوسرا یہ جو ہدایہ میں ہے:

ولیس الکلب بنجس العین[4] اور کتا نجس عین نہیں۔ (ت)

اور تیسرا یہ جو تنویر الابصار اور اس کی شرح درمختار میں ہے:

اعلم انہ لیس الکلب بنجس العین عند الامام وعلیہ الفتوی وان رجح بعضھم النجاسۃ کما بسطہ ابن الشحنۃ[5] جان لو! امام اعظم کے نزدیک کتا نجسِ عین نہیں۔ اور اسی پر فتوی ہے، اگرچہ بعض فقہاء نے اس کے نجس ہونے کو ترجیح دی ہے جیساکہ ابن الشحنہ نے اسے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ (ت)

اور چوتھا یہ جو ردالمحتار میں ہے:

وھو (ای عدم کون الکلب نجس العین) الصحیح والاقرب الی الصواب بدائع و اور وہ (یعنی کُتے کا نجس العین نہ ہونا ہی) صحیح اور درستگی کے زیادہ قریب ہے، بدائع۔ متون سے

---

[1] صحیح البخاری باب اذا شرب الکلب فی الاناء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۹
[2] جامع الترمذی باب جاء فی جلود المیتۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۰۶
[3] منیۃ المصلی فصل فی النجاسۃ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۰۸
[4] ہدایہ قبیل فصل فی البئر المکتبۃ العربیہ، کراچی ۱/۲۴
[5] درمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۸

Marfat.com

اور دوسرا یہ جو ابوالمکارم کی شرح نقایہ میں ہے :

فی فتاوی قاضی خان مایدل علی ان الکلب نجس العین و فی موضع آخر مایدل علی انہ لیس کذلک وسمعت ان الروایۃ الصحیحۃ عندنا ھو الاول۔[1]

فتاوی قاضی خان میں ایسی بات ہے جو کتے کے نجس عین ہونے پر دلالت کرتی ہے اور (اسی میں) دوسری جگہ وہ بات ہے جس میں ایسا نہ ہونے پر دلالت ہے اور میں نے سنا کہ ہمارے نزدیک صحیح روایت، پہلی ہے (یعنی نجسِ عین)۔ (ت)

اور تیسرا یہ جو شرح وقایہ وغیرہ بعض کتبِ فقہ میں ہے :

اذا سد کلب عرض النھر و یجری الماء فوقہ ان کان مایلاقی الکلب اقل مما لایلاقیہ یجوز الوضوء فی الاسفل والا لا۔[2]

اگر کتا نہر کی چوڑائی بند کرے اور پانی اس کے اوپر سے جاری ہو تو اگر کتے سے ملا ہوا پانی اس سے کم ہے جو اس (کے جسم) سے ملا ہوا نہیں ہے تو (نہر کی) نچلی جانب سے وضو کرنا جائز ہے ورنہ نہیں (ت)

کہتا ہے کہ کتا نجس العین ہے اور زید عمرو کے ان دلائل میں سے احادیث امر بقتل کلاب اور احادیث عدم دخول ملائکہ اور احادیث امر بغسل اناء کا تو جواب یہ دیتا ہے کہ ان سب حدیثوں کے نجاست کلب پر دلالت کرنے میں ضُعف ہے۔ احادیث امر بقتل کلاب کے دلالت کرنے میں تو اس وجہ سے کہ یہ امر ان کی نجاست کے سبب سے نہ تھا بلکہ ملائکہ کے اُس گھر میں جس میں کتا ہو نہ داخل ہونے کی وجہ سے تھا جیسا کہ امر مذکور ہی کی احادیث سے مفہوم ہوتا ہے اور اگر ہم تسلیم بھی کرلیں تو اس کا نسخ وارد ہو چکا ہے اور احادیث عدم دخول ملائکہ کے دلالت کرنے میں اس وجہ سے کہ امتناع ملائکہ کا باعث کلب کی نجاست ہی نہیں متعین ہو سکتی بلکہ ممکن ہے کہ کوئی اور امر ہو۔

قال العلامۃ الدمیری فی حیٰوۃ الحیوان قال العلماء سبب امتناعھم من البیت الذی فیہ الکلب کثرۃ اکلہ النجاسات و بعض الکلاب یسمی شیطانا والملائکۃ

علامہ دمیری نے حیوۃ الحیوان میں فرمایا کہ علماء فرماتے ہیں جس گھر میں کتا ہو اس میں فرشتوں کے نہ آنے کا باعث کتوں کا بکثرت نجاست کھانا ہے، اور بعض کتوں کو تو شیطان کہا جاتا ہے اور فرشتے شیطان

---

[1] شرح النقایۃ لابی المکارم
[2] شرح الوقایۃ بیان مایجوز بہ الوضوء المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۸۴

Marfat.com

مادام حیا وطہارۃ جلدہ بالدباغ و الذکاۃ وطہارۃ مالاتحلہ الحیوۃ من اجزائہ کغیرہ من السباع۔[1]

زندہ ہے ذاتی طور پر پاک ہے۔ اس کا چمڑا دباغت یا ذبح (شرعی) کے ساتھ پاک ہوجاتا ہے نیز اس کے جن اجزاء میں زندگی سرایت نہیں کرتی دوسرے درندوں کی طرح وُہ بھی پاک ہیں۔ (ت)

اور گیارھواں یہ جو سعایہ میں ہے:

قلت لم یتضح لی الی الاٰن دلیل علی کونہ نجس العین ودلائل المثبتین کلھا مخدوشۃ۔[2]

میں کہتا ہُوں اب تک مجھے اس کے نجس عین ہونے پر کوئی واضح دلیل نہیں ملی، نجس ثابت کرنے والوں کے تمام دلائل کمزور ہیں۔ (ت)

اور بارھواں وہ جو مولوی عبدالحی لکھنوی نے تعلیق ممجد میں بعد ذکر ان حدیثوں کے جو کہ طہارت اُہُب پر دباغت سے مطلقاً دلالت کرتی ہیں کہا ہے:

وبھذہ الاحادیث ونظائرھا ذھب الجمہور الی الطہارۃ بالدباغۃ مطلقا الا انھم استثنوا من ذلک جلد الانسان لکرامتہ وجلد الخنزیر لنجاسۃ عینہ واستثنی ایضا جلد الکلب من ذھب الی کونہ نجس العین وھو قول جمع من الحنفیۃ وغیرھم ولم یدل علیہ دلیل قوی بعد۔[3]

ان احادیث اور ان کی مثل پر بنیاد رکھتے ہوئے جمہور فقہاء نے دباغت کے ذریعے مطلقاً طہارت کی راہ اختیار کی ہے مگر انہوں نے اس سے انسان کے چمڑے کو اس کی عزّت کی بنیاد پر اور خنزیر کے چمڑے کو اس کے نجس عین ہونے کی وجہ سے مستثنٰی قرار دیا ہے اور جو لوگ کتّے کو نجسِ عین سمجھتے ہیں انہوں نے اس کو بھی مستثنٰی کیا ہے احناف کی ایک جماعت اور ان کے علاوہ فقہاء کرام کا یہی قول ہے۔ لیکن ابھی تک اس پر کوئی مضبوط دلیل نہیں پائی گئی۔ (ت)

اور تیرھواں یہ جو فتح القدیر میں ہے:

اختلف المشایخ فی التصحیح والذی یقتضیہ

تصحیح میں علما کا اختلاف ہے اور "ایما اھاب"

---

[1] ردالمحتار قبیل فصل فی البئر مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۳۹

[2] السعایۃ فی کشف ما فی شرح الوقایۃ من احکام الدباغۃ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۲۰۹

[3] تعلیق ممجد لعبدالحی اللکھنوی

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان فی دار کو کلبا قالوا فان فی دارھم سنورا فقال النبی السنور سبع[1]۔

کے گھر تشریف لاتے ہیں اور ہمارے گھر تشریف نہیں لاتے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس لیے کہ تمہارے گھر کتا ہے۔ انہوں نے عرض کیا تو ان (فلاں کے گھر) بلی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلی ایک درندہ ہے۔ (ت)

کے ساتھ پایا تو اول تو اصح اس کا وقف ہے اور دوسرے اسناد اس کی قوی نہیں۔

قال الحافظ ابن حجر فی التلخیص بعد ذکر الحدیث قال ابن ابی حاتم فی العلل سألت ابازرعۃ عنہ فقال لم یرفعہ ابو نعیم وھو اصح وعیسٰی لیس بالقوی قال العقیلی لایتابعہ علی ھذا الحدیث الامن ھو مثلہ او دونہ وقال ابن حبان خرج عیسی عن حد الاحتجاج ولما ذکرہ الحاکم قال ھذا الحدیث صحیح تفرد بہ عیسی عن ابی زرعۃ وھو صدوق لم یجرح قط ھکذا قال وقد ضعفہ ابو حاتم و ابو داود وغیرھما وقال ابن الجوزی لایصح[2] انتھی ملخصا۔

حافظ ابن حجر (عسقلانی) نے تلخیص میں یہ حدیث ذکر کرنے کے بعد فرمایا ابن ابی حاتم نے علل میں فرمایا کہ میں نے اس حدیث کے بارے میں ابوزرعہ سے پُوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ابونعیم نے اسے مرفوع ذکر نہیں کیا اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ اور عیسٰی (راوی) قوی نہیں۔ عقیلی نے فرمایا اس حدیث میں ان کی متابعت وہی کرے گا جو اس کی مثل یا اس سے کم (درجہ میں) ہو۔ ابن حبان نے کہا عیسٰی حجت کی حد سے نکل گیا (یعنی اس کی بات کو دلیل نہیں بنا سکتے) اور حاکم نے اس حدیث کا ذکر کرتے ہوئے کہا یہ حدیث صحیح ہے اس کو ابوزرعہ سے روایت کرنے میں عیسٰی متفرد ہیں اور وہ سچے ہیں ان پر کبھی جرح نہیں ہوئی، انہوں نے اسی طرح کہا (لیکن) ابوحاتم اور ابوداؤد کے علاوہ دوسروں نے اسے ضعیف قرار دیا، اور ابن جوزی نے کہا یہ صحیح نہیں انتہی ملخصا (ت)

اور تیسرے برتقدیر اس کے رفع اور اس کے اسناد کی صحت کے اس کو اس لفظ سے نجاست کلب

عہ ھذا احد رواۃ ھذا الحدیث[12] (م)

اس حدیث کے راویوں میں سے ایک یہ ہیں۔ (ت)

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲/ ۳۲۷

[2] التلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر باب بیان النجاسات المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ۱/ ۲۵

Marfat.com

اور احادیث اذن فی اقتناء الکلب (کتا رکھنے کی اجازت سے متعلق احادیث ۔ ت) کی دلالت کی نسبت مولوی عبدالحی نے سعایہ میں کہا ہے :

نعم لها دلالة علی طهارة جسمه وعدم تنجس عینه البتة فان الاذن فی اقتنائه دال علی انه لیس ینجس العین[1] ۔

ہاں اس کے جسم کے پاک ہونے اور نجس عین نہ ہونے پر یقیناً دلیل ہے کیونکہ اسے رکھنے کی اجازت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ نجس عین نہیں ۔ (ت)

اور باقی حدیثوں میں وجہ دلالت کی ظاہر ہے اور عمرو استدلالاً باحادیث الامر بقتل الکلاب (کتوں کو ہلاک کرنے کے حکم سے متعلق احادیث سے استدلال کرتے ہوئے ۔ ت) وآحادیث عدم دخول الملٰئکة بیتا فیه کلب (جس گھر میں کتا ہو اس میں فرشتوں کے داخل نہ ہونے کے بارے میں احادیث ۔ ت) وآحادیث الامر بغسل الاناء من ولوغ الکلب سبعا او ثمانیا او ثلثا و اہراق ما فضل من شربه (کتے کے چاٹنے سے برتن کو سات یا آٹھ یا تین بار دھونے اور اس کے پینے سے جو بچ جائے اسے بہا دینے کے بارے میں احادیث ۔ ت)

وحدیث ابی ہریرة رضی اللہ عنہ :

ان النبی دعی الی دار قوم فاجاب ودعی الی دار اٰخرین فلم یجب فقیل له فی ذٰلك فقال ان فی دار فلان کلبا فقیل له وان فی دار فلان هرة فقال الهرة لیست بنجسة انما هی من الطوافین علیکم والطوافات[2] ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک قوم نے دعوت دی، آپ نے قبول کر لی ۔ اور آپ کو دوسروں کے گھر میں بلایا گیا تو آپ نے قبول نہ کیا، اس بارے میں آپ سے عرض کیا گیا ۔ آپ نے فرمایا کہ فلاں کے گھر میں کتا ہے ۔ عرض کیا گیا اور فلاں کے گھر میں بلی ہے ۔ آپ نے ارشاد فرمایا : بلی ناپاک نہیں اور وہ تمہارے پاس آنے جانے والے (غلاموں) اور آنے جانے والی (لونڈیوں) کی طرح ہے ۔ (ت)

وتمسکا باقوال بعض علمائنا الحنفیة کہ از انجملہ ایک یہ ہے جو مبسوط میں ہے :

الصحیح من المذهب عندنا ان الکلب نجس[3] ۔

ہمارے نزدیک صحیح مذہب یہ ہے کہ کتا ناپاک ہے ۔ (ت)

---

[1] السعایة فی کشف ما فی شرح الوقایة احکام الاسآر سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۴۴۶

[2] التلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر باب بیان النجاسات المکتبة الاثریہ سانگلہ ہل ۱/۲۵

[3] المبسوط للسرخسی سؤر ما لا یوکل لحمہ مطبوعہ دار المعرفت بیروت ۱/۴۸

Marfat.com

والقدوری ومن فی ھذہ الطبقۃ وقد کثر اعتماد المتأخرین علی الوقایۃ لبرھان الشریعۃ وکنزالدقائق لابی البرکات و المختار لابی الفضل ومجمع البحرین لمظفر الدین ومختصرالقدوری لاحمد بن محمد وذلك لما علموا من جلالۃ مولفیھا والتزامھم ایراد مسائل معتمد علیھا واشھرھا ذکرا واقولھا اعتماد الوقایۃ والکنز ومختصرالقدوری وھی المراد بقولھم المتون الثلثۃ۔

میں شامل ہیں متاخرین کا برہان الشریعۃ کی وقایہ، ابوالبرکات کی کنزالدقائق اور ابوالفضل کی المختار، مظفرالدین کی مجمع البحرین اور احمد بن محمد کی مختصرالقدوری پر بہت زیادہ اعتماد ہے اور یہ اس لیے کہ انہیں ان کتب کے مولفین کی جلالت علمی نیز قابل اعتماد مسائل ذکر کرنے کے التزام کا علم تھا۔ ان میں سے ذکر کے اعتبار سے زیادہ مشہور اور قول کے اعتبار سے زیادہ معتمد علیہ وقایہ، کنزالدقائق اور مختصرالقدوری ہے اور فقہاء کرام کے قول متون سے یہی "تین متون" مراد ہیں۔ (ت)

تو ان سب میں علی الخصوص ان متون ثلثہ میں بجز اس کے طاہرالعین ہونے کے اور کچھ نہیں ہے وللہ الحمد۔ اور اس کا جو کہ شرح وقایہ وغیرہ میں ہے یہ کہ اس قول میں کلب سے مراد کلب میت ہے۔ حسن چلپی نے ذخیرۃ العقبی میں کہا ہے:

قولہ واذا سد کلب ای میت[1]

قولہ اور جب کتا (نہر کی چوڑائی) بند کرے، یعنی مردہ (کتا)۔ (ت)

اور ایسا ہی سعایہ اور رعایہ میں بھی ہے اور شرح وقایہ کے اردو ترجمہ میں ہے کہ اگر مرا ہوا کتا رواں ندی میں پڑا ہو تو دونوں میں صحیح قول کس کا ہے اور برتقدیر زید کے قول کے صحیح ہونے کے اُس کے استدلال اور جواب بھی صحیح ہیں یا نہیں اور نیز اس میں کہ برتقدیر کلب کی طہارت عین کی صحت کے یہ جو ردالمحتار میں نقلاً عن البدائع ہے

قال مشایخنا من صلی وفی کمہ جرو تجوز صلاتہ وقیدہ الفقیہ ابوجعفر الھندوانی بکونہ مشدود الفم[2]۔

ہمارے مشائخ نے فرمایا جس نے اس حال میں نماز پڑھی کہ اس کی آستین میں کتے کا بچہ تھا تو اس کی نماز جائز ہے فقیہ ابوجعفر ہندوانی نے قید لگائی ہے کہ اس کا منہ باندھا ہوا ہو۔ (ت)

اور نیز یہ جو اس میں نقلاً عن المحیط ہے:

---

[1] ذخیرۃ العقبٰی فی شرح صدرالشریعۃ کتاب الطہارۃ مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۳۴

[2] ردالمحتار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۳۹

Marfat.com

ضد الشیاطین و لقبح رائحة الکلب و الملئکة تکرہ الرائحة الخبیثة و لا نہا منھی عن اتخاذھا فعوقب متخذھا بحرمانہ دخول الملئکة بیتہ[1]

کی ضد ہیں، نیز کتا بدبودار ہوتا ہے اور فرشتے بدبُو کو پسند نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ کتا رکھنے سے منع کیا گیا پس اسے رکھنے والے کو یوں سزا دی گئی کہ اس کے گھر میں فرشتوں کا داخلہ نہیں ہوتا۔(ت)

اور نظیر اس کی وہ حدیث ہے جس کو امام مالک اور بخاری اور مسلم نے حضرت عائشہ سے مرفوعاً اخراج کیا ہے کہ جس گھر میں تصویریں ہوتی ہیں اس میں فرشتے نہیں داخل ہوتے اور نیز وہ حدیث ہے جس کو امام مالک اور احمد اور ترمذی اور ابن حبان نے ابوسعید سے مرفوعاً اخراج کیا ہے کہ جس گھر میں تماثیل یا صورت ہوتی ہیں اس میں فرشتے نہیں آتے اور نیز وہ حدیث جس کو بغوی اور طبرانی اور ابونعیم نے معرفہ میں اور ابن قانع نے سوط بن غزی سے مرفوعاً اخراج کیا ہے کہ ملائکہ اس قافلہ کے ساتھ نہیں ہوتے جس میں گھنٹا ہوتا ہے اور نیز وہ حدیث ہے جس کو طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً اخراج کیا ہے کہ ملائکہ جنب اور متضمخ بخلوق[2] پر اُن کے غسل کرنے تک حاضر نہیں ہوتے اور نیز وہ حدیث ہے جس کو احمد اور ابوداؤد نے عمار سے مرفوعاً اخراج کیا ہے کہ ملائکہ جنازہ کافر پر خیر سے اور متضمخ بزعفران اور جنب پر نہیں حاضر ہوتے تو جیسا کہ ان حدیثوں سے نجاست تصویر اور جنازہ کافر اور متضمخ بزعفران وغیر ذلک پر استدلال کرنا غیر ممکن ہے ایسا ہی احادیث عدم دخول ملائکہ سے نجاست کلب پر تمسک کرنا ناجائز اور احادیث امر بغسل اناء کے دلالت کرنے میں تو ضعف کا ہونا ظاہر ہے، ہاں نجاست لعابِ کلب پر یہ حدیثیں البتہ دال ہیں نہ اُس کے عین کی نجاست پر۔ اور حدیث ابی ہریرہ کا جواب اوّلاً تو یہ دیتا ہے کہ مولنا الہداد جونپوری نے حاشیہ ہدایہ میں اور دمیری نے حیوۃ الحیوان میں نقل کیا ہے اور کہا ہے یعنی دمیری نے کہ اس حدیث کو امام احمد اور دارقطنی اور حاکم اور بیہقی نے حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے لیکن میں نے جو سنن دارقطنی اور مستدرک حاکم کی طرف مراجعت کی تو میں نے ان دونوں میں اس حدیث کو اس لفظ سے نہیں پایا بلکہ لفظ

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یاتی دار قوم من الانصار و دونھم دار فیشق ذلک علیھم فقالوا یا رسول اللہ تاتی دار فلان و لا تاتی دارنا فقال

رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چند انصار کے گھروں میں تشریف لاتے تھے ان میں سے نیچے کی جانب ایک گھر تھا ان پر یہ بات گراں گزری تو انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ فلاں

---

[1] حیوۃ الحیوان الکبرٰی زیر لفظ الکلب مصطفی البابی حلبی مصر ۲/۲۹۰

[2] خلوق (ایک خاص قسم کی خوشبو) لگانے والا۔

Marfat.com

الخبیث من الطیب بنور الھدی وعلٰی اٰلہ الاطائب وصحبہ الطاھر وبارک وسلم دائما ابدا قال احد کلاب الباب النبوی احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البریلوی غفر اللہ لہ وحقق املہ اٰمین قول زید اصح وارجح واحق بالقبول واوفق بالمنقول والمعقول ہے۔

جس نے نورِ ہدایت کے ساتھ ناپاک کو پاک سے جُدا کردیا آپ کی پاکیزہ آل اور پاک صحابہ کرام پر اللہ تعالٰی کی رحمت، برکت اور سلامتی ہمیشہ ہمیشہ نازل ہو۔ سگِ بابِ نبوی احمد رضا محمدی، سُنّی، حنفی، قادری، بریلوی، اللہ تعالٰی اس کی بخشش کرے اور اس کی امید کو ثابت و سچ کرے (آمین) نے کہا کہ زید کا قول زیادہ صحیح، راجح اور قبولیت کا زیادہ حق رکھتا ہے نیز معقول و منقول کے زیادہ موافق ہے (ت)

اور اس کے اکثر دلائل وجوابات صحیح ونجیح وقابل قبول فی الواقع ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مذہب میں یہ جانور سائر سباع کے مانند ہے کہ لعاب نجس اور عین طاہر، یہی مذہب ہے صحیح واصح ومعتمد ومؤید بدلائل قرآن وحدیث ومختار وماخوذ للفتوٰی عند جمہور مشائخ القدیم والحدیث ہے۔ کلام زید میں بقدر کفایت اس کی تفصیل مذکور اور مسئلہ خود کثیر الدور ومعروف ومشہور لہٰذا اداءِ حق الجواب وکشف الصواب جمیع ابحاث متقدمہ حدیث وفقہ وترجیح وتزییف میں اضافہ چند فائدۂ زائدہ منظور

اما الحدیث فنذکر ما ذکرا صحابنا ثم نورد تحقیق الروایۃ ثم نشیر الی تنقیح الدرایۃ

رہی حدیث تو ہم وہی ذکر کرینگے جو ہمارے اصحاب نے ذکر کیا پھر روایت کی تحقیق لائیں گے اسکے بعد درایت کی درستگی بیان کرینگے۔

آثار عدیدہ میں مروی کہ کلب مملوک کے قاتل پر ضمان لازم اور سگ شکاری کو عورت کا مہر مقرر کرسکتے ہیں۔

قال العلامۃ علی القاری علیہ رحمۃ الباری فی المرقاۃ کتاب البیوع باب الکسب تحت حدیث ابی مسعود الانصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی عن ثمن الکلب ما نصہ ھو محمول عندنا علی ما کان فی زمنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حین امر بقتلہ وکان الانتفاع بہ یومئذ محرما ثم رخص فی الانتفاع بہ حتی روی انہ قضی فی کلب صید قتلہ رجل

علامہ ملا علی قاری ان پر اللہ تعالٰی کی رحمت ہو۔ نے مرقاۃ کے کتاب البیوع، باب الکسب میں حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث کہ "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت وصول کرنے سے منع فرمایا" کے تحت فرمایا" جو کچھ انہوں نے ذکر کیا وہ ہمارے نزدیک اس پر محمول ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا جب آپ نے انہیں مار دینے کا حکم دیا اور ان دنوں اس سے نفع حاصل کرنا حرام تھا پھر اس سے انتفاع کی اجازت دے دی

Marfat.com

ہرگز دلالت نہیں۔ ہاں بلّی کے شل کُتّے کے شیطان نہ ہونے پر البتہ اس کو دلالت ہے جیسا کہ بعض شارحین نے کہا ہے اور ثانیاً یہ کہ برتقدیر اس کے اُس لفظ کے ساتھ موجود ہونے اور اس کے رفع اور اس کے اسناد کی صحت کے نہیں ثابت ہوگی اس سے مگر نجاست اضافیہ یعنی کتّے کا بہ نسبت بلّی کے نجس ہونا نہ حقیقیہ کما لا یخفی علی من لہ طبع سلیم و ذھن مستقیم (جیسا کہ اس شخص پر مخفی نہیں جس کی فطرت سلیم اور ذہن ٹھیک ہے۔ت) اور وہ مسلّم ہے بیشک بہ نسبت بلّی کے کتا نجس ہے کیونکہ اس کا گوشت اور خون اور لعاب اور سور اور عرق ہمارے نزدیک نجس ہے بخلاف بلّی کے، اور بحث اس کی نجاست عین سے ہے تو حدیث کو اس پر دلالت نہیں فتدبر۔ اور اقوالِ فقہا میں سے اُن دونوں قولوں کا تو جو مبسوط اور شرح نقایہ میں ہیں جواب یہ دیتا ہے کہ اول تو ان دونوں قولوں میں کلب کی نجاست کی نسبت لفظ صحیح بولا ہے اور اُن اقوال میں جو میرے دلائل سے ہیں اس کے طاہر العین ہونے کی نسبت لفظ اقرب الی الصواب اور لفظ اصح کہا ہے وقد صرحوا بان لفظ الاصح اٰکد من الصحیح فیتبع الاٰکد کما صرح بہ فی ردالمحتار[1] (فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ لفظ "اصح" لفظ "صحیح" سے زیادہ مؤکد ہے پس جس میں زیادہ تاکید ہے اس کی اتباع کی جائے جیسا کہ ردالمحتار میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔ت)

اور دوم اگر ہم مساوات لفظ تصحیح کو بھی مان لیں تو فتوی تو اس کے طاہر العین ہونے پر ہے فیؤخذ بما علیہ الفتوی دون غیرہ (پس اسے اختیار کیا جائے جس پر فتوی ہے نہ کہ اس کے غیر کو۔ت)

اور سوم اگر ہم اختلاف فتوی کو بھی تسلیم کریں تو تب بھی بموجب قاعدہ اذا اختلف التصحیح و الفتوی فالعمل بما فی المتون اولی[2] (جب تصحیح اور فتوی میں اختلاف ہو تو جو کچھ متون میں ہے اس پر عمل کرنا اولٰی ہے۔ت) کے عمل ما فی المتون ہی پر کیا جائے گا۔

والمراد بالمتون لیس جمیع المتون بل المختصرات التی الفہا حذاق الائمۃ وکبار الفقہاء المعروفین بالعلم والزھد والفقہ و الثقۃ فی الروایۃ کابی جعفر الطحاوی والکرخی والحاکم والشہید

متون سے مراد تمام متون نہیں بلکہ وہ مختصر کتب ہیں جن کو ماہر ائمہ اور فقہاء کبیر جو علم، زہد، فقہ اور روایت میں ثقاہت کے ساتھ مشہور ہیں، نے تالیف کیا جیسے ابو جعفر طحاوی، کرخی، حاکم، شہید، قدوری اور وہ لوگ جو اخص طبقے

---

[1] الدر المختار علی حاشیۃ ردالمحتار مطلب اذا تعارض التصحیح مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۰

[2] ردالمحتار مطلب اذا تعارض التصحیح " " " ۱/۴۹

Marfat.com

وضمان متلفیها ما اتلفوا منها کغیرھا و قد روی فی ذلک عمن بعد النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیہ وسلم حدثنا یونس ثنا ابن وھب قال سمعت ابن جریج یحدث عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ عبداللہ بن عمرو انہ قضی فی کلب صید قتلہ رجل باربعین درھما وقضی فی کلب ماشیۃ بکبش اھ ثم اسند عن ابن شھاب الزھری انہ قال اذا قتل الکلب المعلم فانہ یقوم قیمتہ فیغرمہ الذی قتلہ ثم عن محمد بن یحیی بن حبان الانصاری قال کان یقال یجعل فی الکلب الضاری اذا قتل اربعون درھما[1] اھ وفی عمدۃ القاری للعلامۃ البدر محمود العینی عن عثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ اجاز الکلب الضاری فی المھر وجعل علی قاتلہ عشرین من الابل[2] ذکرہ ابوعمر فی التمہید۔

جو کچھ ضائع کیا گیا، ضائع کرنے والے پر اس کا تاوان ہوگی جیسا کہ دوسرے جانوروں میں ہوتا ہے (یہ مطلب نہیں کہ خود اس کا کھانا حلال ہوگیا) اس سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بعد والوں (صحابہ کرام و تابعین) سے بھی روایات مروی ہیں۔ ہم (امام طحاوی) سے یونس نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں ہم سے ابن وہب نے بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں نے ابن جریج سے سنا وہ عمرو بن شعیب سے وہ اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا (عبداللہ بن عمرو) سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شکاری کتے کو کسی نے ہلاک کر دیا تو انہوں نے اس کے بدلے میں چالیس درہم کا فیصلہ فرمایا اور جانوروں کی حفاظت کرنے والے کتے کے بارے میں ایک مینڈھے کا فیصلہ کیا اھ —— پھر (امام طحاوی نے) ابن شہاب زہری کا قول نقل کیا انھوں نے فرمایا: جب معلّم کتا ہلاک کیا جائے تو اس کی قیمت معین کرکے قاتل تاوان ادا کرے —— پھر محمد بن یحیٰی بن حبان کا قول نقل کیا فرماتے ہیں کہا جاتا تھا کہ جب کوئی شخص شکاری کتے کو ہلاک کرے تو اس کے بدلے میں چالیس درہم مقرر کئے جائیں اھ —— علامہ بدرالدین عینی محمود کی عمدۃ القاری میں ہے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے مہر میں شکاری کتا دینا جائز قرار دیا ہے اور اس کے قاتل پر بیس اونٹ تاوان رکھا ہے، اسے ابوعمر نے تمہید میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

ان احادیث سے کلب کا مال متقوم ہونا ثابت اور ظاہر کہ نجس العین مال متقوم نہیں تو واجب کہ طاہر العین ہو ولذا جعل التضمین فی الدر مبنیا علی القول اسی لیے دُرمختار میں اس کی ضمان مقرر کرنے کے لیے

---

[1] شرح معانی الآثار باب ثمن الکلب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۵۱
[2] عمدۃ القاری شرح البخاری 〃 ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۱۲/ ۵۹

Marfat.com

اصلی ومعہ جرو کلب او ما لایجوز الوضوء بسورہ قیل لم یجز والاصح انکان فمہ مفتوحا لم یجز لان لعابہ یسیل فی کمہ فینجس لو اکثر من قدر الدرھم ولو کان مشدودا بحیث لا یصل لعابہ الی ثوبہ جاز لان ظاھر کل حیوان طاھر ولا یتنجس الا بالموت ونجاسۃ باطنہ فی معدنہا فلا یظھر حکمہا کنجاسۃ باطن المصلی۔[1]

کسی نے نماز پڑھی اور اس کے پاس کتے کا بچّہ یا وُہ چیز تھی جس کے جُھوٹے سے وضو جائز نہیں، تو کہا گیا (نماز) جائز نہیں، یقیناً زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اگر اس کا منہ کُھلا ہُوا ہو تو جائز نہیں کیونکہ اس کا لعاب آستین میں بہہ کر اسے ناپاک کردے گا جبکہ وہ ایک درہم سے زیادہ ہو، اور اگر اس کا منہ اس طرح باندھا ہوا ہو کہ اس کا لعاب نمازی کے کپڑے تک نہ پہنچے تو نماز جائز ہے کیونکہ ہر حیوان کا ظاہر پاک ہے اور وہ مرنے کے بغیر ناپاک نہیں ہوتا، اندرونی نجاست اپنے اصل مقام پر ہے لہذا نمازی کے پیٹ کی نجاست کی طرح اس کا حکم بھی ظاہر نہ ہوگا۔ (ت)

اور نیز یہ جو اُس میں نقلاً عن الحلیۃ ہے :

والاشبہ اطلاق الجواز عدامن سیلان القدر المانع قبل الفراغ من الصلاۃ۔[2]

زیادہ مناسب بات یہ ہے کہ مطلقاً جائز ہے جبکہ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے پہلے اس قدر (لعاب) جاری ہونے سے بے خوف ہو جو مانع طہارت ہے۔ (ت)

بوجہ اس کے اُس پر یعنی کلب کی طہارت عین پر مبنی ہونے کے بدلیل المبنی علی الصحیح صحیح (جس کی بنیاد صحیح پر ہو وُہ صحیح ہوتا ہے۔ ت) کے صحیح ہوگا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی اعطی کل شیئ خلقہ ثم ھدی فکان اصل کل شیئ طاھرا اذ من القدوس الطاھر بدا وصلی اللہ تعالٰی علی السید الطیب الطاھر الذی میز

تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے ہیں جس نے ہر چیز کو اسکے لائق صورت دی پھر اسے ہدایت دی، پس ہر چیز کی اصل پاک ہے کیونکہ وہ پاکیزہ طاہر ذات کی طرف سے ظاہر ہُوئی، طیّب و طاہر سردار پر

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۹

[2] ایضاً

Marfat.com

مایوجب نجاستھا فوجب احقیۃ تصحیح عدم نجاستھا[1] الخ۔
ہے اور ایسی کوئی چیز معارض نہیں جو اس کی نجاست واجب کرتی ہو لہذا اس کی طہارت کا زیادہ حق ہونا ثابت ہوا۔ (ت)

علامہ سید ابوسعود ازہری نے فتح اللہ المعین[14] میں فرمایا:

قولہ وکل اھاب مقتضی ھذہ الکلیۃ طھارۃ جلد الکلب بالدباغ بناء علی ماھو المفتی بہ من انہ لیس بنجس العین[2]۔
اس کا قول "وکل اھاب" (اور ہر چمڑا) ایک ایسا کلیہ ہے جس کے مطابق کتّے کا چمڑا بھی دباغت کے ذریعے پاک ہوجاتا ہے اس کی بنیاد وہ مفتی بہ قول ہے کہ یہ نجس عین نہیں ہے۔ (ت)

اسی میں حکم قیل بیان کرکے فرمایا:

وکذا الکلب ایضا علی ماعلیہ الفتوی من طھارۃ عینہ وان رجح بعضھم النجاسۃ[3]۔
کُتّے کا بھی یہی حکم ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی طہارتِ ذاتی پر فتوٰی ہے اگرچہ ان (فقہاءِ کرام) میں سے بعض نے نجاست کو ترجیح دی ہے۔ (ت)

امام ابوالبرکات عبداللہ محمود نسفی کافی[15] شرح وافی میں فرماتے ہیں:

الکلب لیس بنجس العین لانہ ینتفع بہ حراسۃ واصطیادا فکان کالفھد فیطھر بالدباغ[4]۔
کتا نجس عین نہیں ہے کیونکہ حفاظت اور شکار کے لیے اس سے نفع حاصل کیا جاتا ہے لہذا وہ چیتے کی طرح ہے پس دباغت سے پاک ہوجائے گا۔ (ت)

اسی طرح مستخلص الحقائق[16] میں ہے۔

امام زیلعی تبیین الحقائق[17] پھر علامہ شرنبلالی غنیہ میں فرماتے ہیں:

فی الکلب روایتان بناء علی انہ نجس العین اولا والصحیح انہ لایفسد مالم ید خل
اس بنیاد پر کہ کتا نجس عین ہے یا نہیں اس کے بارے میں دو روایتیں ہیں صحیح یہ ہے کہ (پانی وغیرہ) خراب

---

[1] فتح القدیر باب ماء الذی یجوز بہ الوضوء الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۸۳
[2] فتح اللہ المعین کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۱
[3] ایضاً
[4] کافی شرح وافی

Marfat.com

...بعين درهما وقضى في كلب ماشية بكبش ذكره ابن الملك[1] اهـ.

یہاں تک مروی ہے کہ ایک شخص نے شکاری کتا ہلاک کردیا تو آپ نے (اس کے خلاف) چالیس درہم کے ... فیصلہ فرمایا اور جانوروں کی حفاظت کے لیے رکھے گئے کتے کے سلسلے میں ایک مینڈھا دینے کا فیصلہ فرمایا ... ابن الملک نے ذکر کیا اھ (ت)

اقول ظاهره عزو ذلك الى رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم وقد صرح به في الاسرار والنهاية وذخيرة العقبٰى[2] وغيرها من الشروح والاسفار فقالوا ان عبدالله بن عمرو بن العاص رضي الله عنهما روى عن رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم انه قضى في كلب باربعين درهما ولكن ظني ان المعروف[عه] وقفه فلعل قضى في الموضعين على البناء للمفعول قال الامام الاجل ابوجعفر في شرح معاني الآثار نزول هذه الاٰية بعد تحريم الكلاب وان هذه الاٰية اعادت الجوارح المكلبين الى صيرتها حلالا واذا صارت كذلك كانت في سائر الاشياء التي هي حلال في حل امساكها واباحة اثمانها

اقول بظاہر یہ، رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے اور اسرار، نہایہ، ذخیرۃ العقبٰی وغیرہ شروح اور بڑی بڑی کتب میں اس کی تصریح کرتے ہوئے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آپ نے کُتّے کے سلسلے میں چالیس درہم کا فیصلہ فرمایا لیکن میرے خیال میں اس کا موقوف ہونا معروف ہے شاید دونوں جگہوں میں "قُضِیَ" مبنی للمفعول ہے ــ امام اجل ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ نے شرح معانی الآثار میں فرمایا کہ اس آیت کا نزول کتّوں کو حرام قرار دینے کے بعد ہوا اور اس آیت نے سکھائے ہوئے شکاری کتوں کو دوبارہ حلت کی طرف لوٹا دیا یعنی ان کا روکا ہوا (شکار) حلال ہوگا، ان کی قیمت لینا جائز ہوگی اور ان میں سے

عه بعد كتابتي لهذا المحل رأيت المحقق حيث اطلق ذكر الحديث في الفتح عن الاسرار ثم قال هذا لايعرف الاموقوفا الخ ولله الحمد ١٢ منه

اس جگہ کی کتابت کے بعد میں نے دیکھا کہ محقق علی الاطلاق نے اس حدیث کو فتح القدیر میں اسرار سے ذکر کیا ہے پھر فرمایا یہ حدیث نہیں پہچانی جاتی مگر موقوفاً الخ وللہ الحمد ۱۲ منہ (ت)

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب الکسب وطلب الحلال مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۶/ ۳۸

[2] ذخیرۃ العقبٰی علی شرح الوقایۃ مسائل شتی من البیع مطبع منشی نولکشور کانپور ۳/ ۴۰۰

Marfat.com

هو قول الامام رضی اللہ تعالٰی عنہ وعند ھما نجس العین کالخنزیر والفتوٰی علٰی قول الامام وان رجح قولھما کما فی الدر عن ابن الشحنۃ۔[1]

امام اعظم رحمہ اللہ کا یہی قول ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک یہ خنزیر کی طرح نجس عین ہے، فتوٰی امام اعظم رحمہ اللہ کے قول پر ہے اگرچہ صاحبین کے قول کو ترجیح دی گئی ہے جیسا کہ درمختار میں ابن الشحنۃ سے منقول ہے۔ (ت)

[21] علامہ محقق محمد محمد ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں،

کون الکلب لیس بنجس العین ھو الراجح۔

کتّے کے نجس عین نہ ہونے کو ترجیح حاصل ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے،

قد سلف مرارا انہ القول الراجح۔[2]

بارہا گزر چکا ہے کہ اسی قول کو ترجیح ہے۔ (ت)

[22] یہی قول امام صدر شہید کا مختار ہے،

کما فی الطحطاوی علی الدر وفی الحلیۃ عن الذخیرۃ عن شرح الطحاوی ان الکلب لیس بنجس العین[3] وھو اختیار الصدر الشہید۔

جیسا کہ درمختار کی شرح طحطاوی میں اور حلیہ میں ذخیرہ کے حوالے سے شرح طحاوی سے منقول ہے کہ کتّا نجسِ عین نہیں ہے۔ صدر الشہید کا مختار قول بھی یہی ہے۔ (ت)

[23] اُسی میں تحفۃ الفقہاء امام علاء الدین سمرقندی و [24] محیط امام رضی الدین و [25] بدائع امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی رحمہم اللہ تعالٰی سے ہے،

الصحیح انہ لیس بنجس العین۔[4]

صحیح بات یہ ہے کہ کتّا نجس عین نہیں ہے۔ (ت)

اسی میں ہے،

وفی موضع آخر من البدائع وھذا اقرب القولین الی الصواب انتھی ومشٰی علیہ غیر واحد من المشایخ۔[5]

بدائع میں دوسرے مقام پر ہے کہ یہ قول صحت کے زیادہ قریب ہے اھ اکثر مشائخ نے یہی راہ اختیار کی ہے۔ (ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی فصل فی مسائل الآبار نور محمد کارخانہ کراچی ص ۲۱

[2] حلیہ ابن امیر الحاج

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب المیاہ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۱۴

[4] بدائع الصنائع فصل فی طہارۃ الحقیقیۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی ۱/۶۳

[5] " " " فصل اما بیان المقدار الذی الخ " " " ۱/۶۴

Marfat.com

طہارۃ حیث قال لیس الکلب بنجس العین عند الامام وعلیہ الفتوٰی فیباع ویؤجر ویضمن[1] الخ قال الشامی ھذہ الفروع بعضھا ذکرت احکامھا فی الکتب ھکذا و بعضھا بالعکس والتوفیق بالتخریج علی القولین کما بسطہ فی البحر[2] الخ۔

طہارت کے قول کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ جب انہوں نے فرمایا کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک کُتا نجس عین نہیں ہے۔ اور اسی پر فتوٰی ہے لہذا اسے بیچا جا سکتا ہے اُجرت پر دیا جا سکتا ہے اور اس کی ضمان بھی (واجب) ہوگی الخ علامہ شامی نے فرمایا، ان فروع میں سے بعض کے احکام، کتب میں اس طرح ذکر کیے گئے ہیں اور بعض کے بالعکس، اور ان کے درمیان مطابقت دونوں پر تخریج کی صورت میں ہوسکتی ہے جیسا کہ البحر الرائق میں اس کو تفصیل سے بیان کیا ہے الخ

اقول وانتظر ما نذکرہ فی جواز التیمم وفتش تعرف۔

اقول جو کچھ ہم بیع کے جواز میں ذکر کریں گے اس کا انتظار کرو اور جستجو کرو گے جان لوگے (ت)

واما الفقہ فنقول نقول کثیرۃ شہیرۃ شائعۃ فی کتب المذھب متونا وشروحا وفتاوٰی۔

رہا فقہ کے بارے، تو ہم کہتے ہیں کتب مذہب میں چاہے وہ متون شروح ہوں یا فتاوٰی، ان میں اس مسئلہ کا بکثرت ذکر ہے۔ (ت)

مختصر[1] قدوری و ہدایہ[2] و وقایہ[3] و نقایہ[4] و مختار[5] و کنز[6] و وافی[7] و اصلاح[8] و نور الایضاح[9] و ملتقی[10] و تنویر[11] وغیرہا عامہ متون میں تصریح صریح ہے کہ:

کل اھاب دبغ فقد طھر الا جلد الخنزیر و الآدمی[3]۔

خنزیر اور آدمی کے چمڑے کے علاوہ جس چمڑے کو بھی دباغت دی جائے وہ پاک ہوجاتا ہے (ت)

اس کلیہ سے صرف یہی دو استثنا فرماتے ہیں استثنائے کلب کا اصلاً پتا نہیں دیتے و لہذا اعلامر زین العلما نے البحر الرائق[12] پھر علامہ حسن شرنبلالی نے غنیہ[13] ذوی الاحکام میں تبعاً للمحقق علی الاطلاق فی الفتح فرمایا:

الذی یقتضیہ عموم ما فی المتون کالقدوری والمختار والکنز طہارۃ عینہ ولم یعارضہ

متون مثلاً مختصر القدوری، المختار اور کنز الدقائق کا عموم اسی بات کا مقتضی ہے کہ اس (کتے) کا عین پاک

---

[1] درمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۸

[2] ردالمحتار " ۱/۱۳۹

[3] المختصر للقدوری کتاب الطہارۃ مطبوعہ مجیدی کانپور ص ۷

Marfat.com

سے ہے:

جلدہ یطھر بالدباغ عندنا۔[1]

ہمارے نزدیک اس کا (کتے کا) چمڑا دباغت سے پاک ہوجاتا ہے۔(ت)

اُسی میں نصاب[33] سے ہے:

انکان الجرو مشدود الفم تجوز اھ یعنی صلاۃ حاملہ۔[2]

اگر کتے کے بچے کا منہ باندھا ہوا ہو تو (نماز) جائز ہے اھ یعنی اُسے اٹھانے والے کی نماز جائز ہے۔(ت)

مجموعہ[34] علامہ القروی میں ہے:

سنہ لیس بنجس[3] (اس کا دانت ناپاک نہیں ہے۔ت)

اسی میں بحوالہ[35] قنیہ امام اجل ابونصر دبوسی[36] سے ہے:

طین الشارع ومواطئ الکلاب فیہ طاھر الا اذا رأی عین النجاسۃ قال وھو الصحیح من حیث الروایۃ وقریب المنصوص عن اصحابنا۔[4]

راستے کا کیچڑ اور اس میں کتوں کی گزرگاہ پاک ہے مگر جب اس میں عینِ نجاست دیکھے۔ فرمایا روایت کے اعتبار سے یہی صحیح ہے اور ہمارے اصحاب کی تصریح کے قریب ہے۔(ت)

اسی طرح طریقہ[37] محمدیہ میں مجمع الفتاوی[38] سے ہے۔ خلاصہ[39] میں ہے:

لو صلی فی عنقہ قلادۃ فیھا من کلب او ذئب تجوز صلاتہ۔[5]

اگر کسی آدمی نے نماز پڑھی اور اس کی گردن میں ایک ہار تھا جس میں کتے یا بھیڑیئے سے کوئی چیز تھی (مثلاً بال وغیرہ) تو اس کی نماز جائز ہے (ت)

اسی طرح اس مذہب مہذب کی تصحیح و ترجیح اور اس پر جزم و اعتماد و بناو تفریع شراح ہدایہ مثل

---

[1] فتاوی بزازیہ علی حاشیۃ فتاوی ہندیہ السادس فی ازالۃ الحقیقیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۲۱

[2] " " " " السابع فی النجس " " "

[3] فتاوی القرویہ کتاب الطہارۃ دارالاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ۱/۴

[4] " " " " " " "

[5] خلاصۃ الفتاوی الفصل السابع مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۴۴

Marfat.com

الا انه لیس بنجس العین[1]۔

نہیں کرتا جب تک منہ نہ ڈالے کیونکہ وہ نجس عین نہیں ہے۔ (ت)

ملتقی الابحر اور اس کی شرح مجمع الانہر[18] میں ہے،

(کل اھاب دبغ فقد طھر الا جلد الادمی لکرامتہ والخنزیر لنجاستہ عینہ) واختلف فی جلد الکلب والصحیح انہ یطھر[2]۔

(ہر چمڑا جسے دباغت دی جائے پاک ہوجاتا ہے مگر آدمی کا چمڑا اُس کی عزّت اور خنزیر کا چمڑا اس کے نجس عین ہونے کی وجہ سے پاک نہیں ہوتا) کتے کے چمڑے میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ پاک ہوجاتا ہے۔ (ت)

نقایہ اور اُس کی شرح جامع الرموز[19] میں ہے،

(کل اھاب دبغ طھر الا جلد الخنزیر والادمی) فی الاکتفاء رمز الی ان الکلب یطھر بہ خلافا للصاحبین ففی کونہ نجس العین خلاف کما فی الزاھدی والاول الصحیح کما فی التحفۃ[3]۔

(جس چمڑے کو دباغت دی جائے پاک ہوجاتا ہے سوائے خنزیر اور آدمی کے چمڑے کے) (ان دونوں پر) اکتفاء کرنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دباغت سے کتے کا چمڑا پاک ہوجاتا ہے اس میں صاحبین کا اختلاف ہے جیسا کہ زاہدی میں ہے۔ پہلا قول صحیح ہے جیسا کہ تحفہ میں ہے۔ (ت)

نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں ہے،

تنزح (بوقوع خنزیر ولو خرج حیا ولم یصب فمہ الماء) لنجاسۃ عینہ (و) تنزح (بموت کلب) قید بموتہ فیھا لانہ غیر نجس العین علی الصحیح[4]۔

خنزیر کے گرنے سے سارا پانی نکالا جائے اگرچہ زندہ نکلے اور اس کا منہ پانی تک نہ پہنچا ہو کیونکہ وہ نجس عین ہے، اور کتے کے مرنے سے تمام پانی نکالا جائے، اس کے ساتھ موت کی قید اس لیے لگائی ہے کہ صحیح قول کے مطابق یہ نجس عین نہیں ہے۔ (ت)

علامہ احمد مصری[20] اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں،

---

[1] غنیہ ذوی الاحکام برحاشیہ الدرر الحکام مطبعۃ احمد کامل الکائنۃ فی دار السعادۃ ۱/۲۷

[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل فی ابحاث الماء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۲

[3] جامع الرموز کتاب الطہارۃ المکتبۃ الاسلامیۃ گنبد قاموس ایران ۱/۵۴

[4] مراقی الفلاح علی حاشیۃ الطحطاوی فصل فی مسائل الآبار نور محمد کارخانہ کراچی ص ۲۱

Marfat.com

اُسی میں ہے :

ذکر السراج الھندی فی شرح الھدایۃ معزیا الی التجرید ان الکلب لو اتلفہ انسان ضمنہ ویجوز بیعہ وتملیکہ و فی عمدۃ المفتی لو استأجر الکلب یجوز[1]۔

السراج الہندی نے ہدایہ کی شرح میں تجرید کی طرف منسوب کرتے ہوئے ذکر کیا کہ اگر کوئی شخص کسی کتے کو مارڈے تو ضامن ہوگا اور اس کا بیچنا اور اس کا مالک بنانا جائز ہے۔ عمدۃ المفتی میں ہے کتا اجرت پر لینا جائز ہے۔ (ت)

اس کے حاشیہ منحۃ الخالق میں نہر الفائق سے ہے[48] :

القول بطہارۃ عینہ ھو الاصح[2] اھ ملخصا۔

اس کے طاہر عین ہونے کا قول ہی زیادہ صحیح ہے اھ تلخیص

مرقاۃ[49] میں زیر حدیث اذا دبغ الاھاب فقد طہر (جب چمڑے کو دباغت دی جائے تو وہ پاک ہوجاتا ہے۔ ت)
علامہ ابن ملک[50] سے نقل فرمایا :

ھذا بعمومہ حجۃ علی الشافعی فی قولہ جلد الکلب لا یطھر بالدباغ واستثنی من عمومہ الاٰدمی تکریما لہ و الخنزیر لنجاسۃ عینہ[3]۔

یہ (حدیث) اپنے عموم کے ساتھ امام شافعی رحمہ اللہ کے اس قول میں کہ کتے کا چمڑا دباغت سے پاک نہیں ہوتا ان کے خلاف حجت ہے اسکے عموم کی وجہ سے آدمی کو اس کی عزت و احترام کے پیش نظر اور خنزیر کو اس کے نجس عین ہونے کی وجہ سے مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ (ت)

یہ پچاس ہیں ان میں اگرچہ ضمناً ہدایہ و دُرمختار و اتقانی و مراقی و نہر کا بھی ذکر آیا مگر یہ کلام زید میں معدود ہوچکی تھیں لہذا انہیں شمار نہ کیا۔

وانما لم نعد السراج الوھاج لانہ وان نقل عن الذخیرۃ ما مر لکنہ ذکر ان جلد الکلب نجس وشعرہ طاھر ھو المختار[4] اھ وھذا قول ثالث ذکرہ الولوالجی وغیرہ واعتمدہ الفقیہ

ہم سراج وہاج کو شمار نہیں کرتے کیونکہ اگرچہ اس نے ذخیرہ سے نقل کیا جیسا کہ گزر گیا لیکن اس نے ذکر کیا کہ کتے کا چمڑا ناپاک اور اس کے بال پاک ہیں۔ یہی مختار ہے اھ۔ یہ تیسرا قول ہے جسے ولوالجی وغیرہ نے ذکر کیا اور

---

[1] البحر الرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۳
[2] منحۃ الخالق علی البحر " " " " ۱/۱۰۲
[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ فصل اول من باب تطہیر النجاسات مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۷۰
[4] البحر الرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۲

Marfat.com

علامہ ابراہیم حلبی غنیہ شرح منیہ[26] میں فرماتے ہیں :

الذی تقتضیہ الدرایۃ عدم نجاسۃ عینہ لما قال صاحب الہدایۃ و لعدم الدلیل علی نجاسۃ العین والاصل عدمہا والدلیل الدال علی نجاسۃ سؤرہ لایقتضی نجاسۃ عینہ[1]۔

درایت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا عین ناپاک نہیں جیسا کہ صاحبِ ہدایہ نے فرمایا نیز اس کے نجس ہوتے پر کوئی دلیل نہیں اور اصل چیز عدم ہے اور وہ دلیل جو اس کے جھوٹے کے ناپاک ہونے پر دلالت کرتی ہے وہ اس کے نجس عین ہونے کی مقتضی نہیں ہے۔ (ت)

صغیری[27] میں فرمایا :

جرو الکلب اذا جلس علیہ بنفسہ فعلی الروایۃ الصحیحۃ ینبغی ان تجوز صلاتہ لانہ غیر حامل للنجاسۃ[2] اھ ملخصا۔

اگر اس (نمازی) پر کتے کا بچہ خود بخود بیٹھ جائے تو صحیح روایت کے مطابق مناسب ہے کہ اس کی نماز جائز ہو کیونکہ وہ نجاست اٹھائے ہوئے نہیں ہے اھ ملخصا (ت)

علامہ شرنبلالی تیسیر المقاصد شرح نظم الفرائد[28] میں فرماتے ہیں :

الکلب لیس نجس العین فی الاصح[3]۔

اصح قول کے مطابق کتا نجسِ عین نہیں ہے۔ (ت)

حاشیۂ طحطاویہ علی الدر میں ہے :

علی القول بان الکلب لیس بنجس العین لاینجسہ اذا لم یصل فمہ الماء وھو الاصح[5]۔

اس قول کی بنیاد پر کہ کتا نجسِ عین نہیں ہے وہ پانی (وغیرہ) کو ناپاک نہیں کرے گا جب تک اس کا منہ پانی تک نہ پہنچے، یہی زیادہ صحیح ہے۔ (ت)

اُسی میں کتاب التجنیس[30] والمزید للامام برہان الدین الفرغانی سے ہے، انہ الاصح[5] (یہی زیادہ صحیح ہے۔ ت) بزازیہ میں اسی سے یوں ہے، ھو الصحیح[6] (وہی صحیح ہے۔ ت) نیز وجیز میں جامع صغیر[32]

---

[1] غنیۃ المستملی فصل فی البئر مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۵۹

[2] صغیری شرح منیۃ المصلی فصل فی الآسار مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۱۰۷

[3] تیسیر المقاصد شرح نظم الفرائد

[4] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر باب المیاہ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۱۷

[5] " " " " " " ۱/۱۱۴

[6] فتاوی بزازیہ علی حاشیہ فتاوی ہندیۃ السادس فی ازالۃ الحقیقیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۲۱

Marfat.com

نجاسة عينه تقتضي نجاسة جميع اجزائه ولعل ما في السراج محمول على ما اذا كان ميتا لكن ينافيه ما مرعن الولوالجية نعم قال في المنح وفي ظاهر الرواية اطلق ولم يفصل اي انه لو انتفض من الماء فاصاب ثوب انسان افسده سواء كان البلل وصل الى جلده اولا وهذا يقتضي نجاسة شعره فتأمل[1] اھ

درمختار کی عبارت یہ ہے کہ "اس کے گوشت کے ناپاک اور بالوں کے پاک ہونے میں کوئی اختلاف نہیں" اھ سید علامہ (ابن عابدین) نے رد المحتار میں فرمایا سراج کی عبارت سے معلوم ہوا ہے کہ اس کی ذاتی نجاست کے قائلین کا اس کے بالوں کی طہارت میں اختلاف ہے اور مختار، طہارت ہے اور اسی پر ذکر اتفاق کی بنیاد ہے۔ لیکن یہ مشکل ہے کیونکہ اس کا نجس عین ہونا تمام اجزا کی نجاست کا تقاضا کرتا ہے اور شاید جو کچھ سراج میں ہے وہ اس کے مُردہ ہونے کی صورت پر محمول ہو لیکن جو کچھ ولوالجیہ سے گزرا ہے وہ اس کے منافی ہے ہاں المنح میں فرمایا" اور ظاہر روایت میں مطلقاً ہے تفصیل سے بیان نہیں کیا یعنی اگر وہ پانی سے نکل کر اپنے آپ کو جھاڑے اور پانی انسان کے کپڑے کو لگ جائے تو اسے ناپاک کر دے گا برابر ہے رطوبت اس کے چمڑے تک پہنچے یا نہ، اور یہ بات اس کے بالوں کی نجاست کا تقاضا کرتی ہے پس غور کرو اھ۔ (ت)

اقول فيه بحث من وجوه۔

الاول ضمير هو المختار في عبارة السراج كما يحتمل رجوعه الى كل من نجاسة الجلد وطهارة الشعر كذلك الى الكل اعني المجموع من حيث هو مجموع فيكون المعنى ان قول القائل بان جلده نجس وشعره طاهر هو المختار دون قول من يقول بطهارة الجميع وح يكون التصحيح ناظرا الى هذا القول الثالث ولا يفهم خلافا بين قائلي النجاسة

اقول اس میں کئی وجوہ سے بحث ہے:

اول سراج کی عبارت میں "ھو المختار" کی "ھو" ضمیر جیسے "نجاسۃ الجلد" اور "طہارۃ الشعر" میں سے ہر ایک کی طرف رجوع کا احتمال رکھتی ہے اسی طرح وہ کل یعنی مجموعے کی طرف اس حیثیت سے کہ وہ دونوں کا مجموعہ ہے لوٹنے کا احتمال بھی رکھتی ہے۔ پس معنی یہ ہوگا کہ قائل کا قول "اس کا چمڑا ناپاک اور بال پاک ہیں" یہی مختار ہے نہ اس کا قول جو دونوں کی طہارت کا قائل ہے اور اس وقت تصحیح اس تیسرے قول کی طرف

---

[1] رد المحتار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۹

Marfat.com

علامہ[۳۸] قوام الدین کاکی وعلامہ[۳۹] سغناقی صاحب نہایہ وغیرہما وعقد[۴۰] الفوائد شرح نظم الفرائد للعلامۃ ابن الشحنۃ وامام اسبیجابی[۴۱] شارح مختصر طحاوی و ذخیرۃ[۴۲] وتوشیح[۴۳] شرح الہدایہ للعلامۃ السراج الہندی وتجرید[۴۴] وعمدۃ[۴۵] المفتی وغیرہا سے ثابت

بحرالرائق میں ہے :

صحح فی الهداية طهارة عينه وتبعه شارحوها كالاتقانی والكاكی والسغناقی[۱]۔

ہدایہ میں اس کی ذاتی طہارت کو صحیح قرار دیا گیا ہے اور اس کے شارحین جیسے اتقانی، کاکی اور سغناقی نے بھی اسی کی پیروی کی ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے ،

وقد صرح فی عقد الفوائد شرح منظومة ابن وهبان بان الفتوى على طهارة عينه[۲]۔

ابن وہبان کی منظوم شرح عقد الفوائد میں تصریح کی گئی ہے کہ فتوٰی اس کی ذاتی طہارت پر ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے :

قال القاضی الاسبيجابی واما الكلب يحتمل الذكاة والدباغة فی ظاهر الرواية خلافا لما روی الحسن[۳]۔

قاضی اسبیجابی نے کہا ظاہر روایت کے مطابق کتّا ذبح اور دباغت کا احتمال رکھتا ہے یہ حسن کی روایت کے خلاف ہے (ت)

اُسی میں ہے :

ذكر فی السراج الوهاج معزيا الى الذخيرة اسنان الكلب طاهرة واسنان الأدمی نجسة لان الكلب يقع عليه الذكاة بخلاف الخنزير والأدمی اه ولا يخفی ان هذا كله على القول بطهارة عينه لانه علله بكونه يطهر بالذكاة[۴]۔

السراج الوہاج میں، ذخیرہ کے حوالے سے ذکر کیا گیا کہ کتّے کے دانت پاک ہیں اور آدمی کے دانت ناپاک ہیں کیونکہ کتّے کو ذبح کیا جا سکتا ہے نہ کہ خنزیر اور آدمی کو اھ مخفی نہیں کہ یہ تمام باتیں اس کی ذاتی طہارت کے قول کی بنیاد پر ہیں کیوں کہ انہوں نے اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ وُہ ذبح کے ساتھ پاک ہوجاتا ہے۔ (ت)

---

[۱] البحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۱
[۲] " " " " " "
[۳] " " " " " ۱/۱۰۲
[۴] " " " " " ۱/۱۰۳

Marfat.com

ھو رحمہ اللہ تعالٰی ولا یعکر علیہ بمنافاتہ لما ذکر الولوالجی کما لا یخفی فانہ وان نافاہ فقد وافق لاصح الارجح ولیس السراج ھھنا فی بیان کلام الولوالجی حتی یجب التوافق بینھما۔

کے قول کی طرف اشارہ نہیں ہوگا جیسا کہ انہوں (صاحب بحر) نے بتایا اور نہ ہی ان پر یہ الزام ہوگا کہ یہ ولوالجی کے کلام کے منافی ہے جیسا کہ مخفی نہیں کیونکہ وہ اگر اس کے منافی ہو تب بھی یہ اس کے موافق ہے جسے ترجیح دے کر اصح قرار دیا گیا ہے اور سراج یہاں ولوالجی کے کلام کے درپے نہیں کہ ان دونوں کے درمیان موافقت واجب ہو۔

الرابع ھب ان نجاسۃ العین تقتضی نجاسۃ جمیع الاجزاء لکن لقائل ان یقول لا بدع فی استثناء الشعر الا تری ان الخنزیر نجس العین باتفاق مذھب اصحابنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم ومع ذلک محمد یقول بطہارۃ شعرہ ففی الخلاصۃ من الفصل السابع من کتاب الطہارۃ شعر الخنزیر اذا وقع فی البئر علی الخلاف عند محمد لا ینجس لان حل الانتفاع یدل علی طہارتہ وعند ابی یوسف ینجس لانہ نجس العین ویجوز الخرز بہ للضرورۃ[1] اھ وفی الغرر لمولی خسرو شعر المیتۃ طاھر وکذا شعر الخنزیر عند محمد قال فی الدرر لضرورۃ استعمالہ فلا ینجس الماء بوقوعہ فیہ وعند ابی یوسف نجس فینجس الماء[2] اھ

چہارم عین نجاست کا تمام اجزاء کی نجاست کا مقتضی ہونا مسلم ہے لیکن قائل کہہ سکتا ہے کہ بالوں کا استثناء کوئی نئی بات نہیں، کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہمارے تینوں اصحاب (احناف) رضی اللہ عنہم خنزیر کے نجس عین ہونے پر متفق ہیں لیکن اس کے باوجود امام محمد رحمہ اللہ اس کے بالوں کی طہارت کے قائل ہیں، خلاصہ میں طہارت کی ساتویں فصل میں ہے کہ خنزیر کے بال کنوئیں میں گر جائیں تو اس میں اختلاف ہے امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک پانی ناپاک نہیں ہوگا کیونکہ انتفاع کا جائز ہونا اسکی طہارت پر دلالت کرتا ہے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ناپاک ہوجائے گا کیونکہ وہ نجس عین ہے اور اور اس کے ساتھ سلائی کرنا ضرورت کے تحت جائز ہے اھ مولٰی خسرو کی غرر میں ہے کہ مردار کے بال پاک ہیں۔ اسی طرح امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک خنزیر کے بال بھی پاک ہیں الدرر میں "ضرورتِ استعمال کے لیے" فرمایا۔ پس اس کے

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی فصل سابع من کتاب الطہارۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۴۴

[2] درر شرح غرر قبیل فصل بئر مطبعۃ احمد کامل الکائنۃ فی دار سعادۃ ۱/۲۴

ابو اللیث فی فتاواہ وحکاہ فی العیون عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی ان الکلب اذا دخل الماء فانتفض فاصاب ثوبا افسدہ ولو اصابہ مطر لالان فی الاول اصاب الماء جلدہ وجلدہ نجس وفی الثانی شعرہ وشعرہ طاہر[1] لیس فیہ ان القائلین بنجاسۃ العین متفقون علی طہارۃ الشعر کما ظنہ البحر حیث قال بعد ذکر طہرہ لایخفی ان ھذا علی القول بنجاسۃ عینہ ویستفاد منہ ان الشعر طاہر علی القول بنجاسۃ عینہ لما ذکر فی السراج الوہاج[2] الخ ثم قال بعد کلام طویل علم مما قررناہ انہ لایدخل فی قول من قال بنجاسۃ عین الکلب الشعر بخلاف قولہم بنجاسۃ عین الخنزیر[3] الخ و تبعہ الشرنبلالی ثم الدر ثم ابو السعود و ھذا نظم الدر لاخلاف فی نجاسۃ لحمہ وطہارۃ شعرہ[4] اھ قال السید العلامۃ فی رد المحتار یفہم من عبارۃ السراج ان القائلین بنجاسۃ عینہ اختلفوا فی طہارۃ شعرہ والمختار الطہارۃ وعلیہ یبتنی ذکر الاتفاق لکن ھذا مشکل لان

فقیہ ابو اللیث نے اپنے فتاوٰی میں اس پر اعتماد کیا اور عیون میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ کتا جب پانی میں داخل ہو کر اپنے آپ کو جھاڑے اور اس سے کپڑے پر چھینٹے پڑ جائیں تو کپڑے کو ناپاک کر دے گا اور اگر اسے بارش پہنچے تو کپڑا خراب نہیں ہوگا، کیونکہ پہلی صورت میں پانی اس کے چمڑے کو پہنچا اور اس کا چمڑا ناپاک ہے جبکہ دوسری صورت میں پانی اس کے بالوں کو پہنچا اور اس کے بال پاک ہیں۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس کے نجس عین ہونے کا قول کرنے والے بالوں کی طہارت پر متفق ہیں جیسا کہ صاحبِ بحر الرائق نے گمان کیا جب اس کی طہارت کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا مخفی نہ رہے کہ یہ بات، اس کے نجس عین ہونے کے قول پر مبنی ہے اور اس سے مستفاد ہے کہ نجاست ذاتی کا قول کرنے کی صورت میں بھی بال پاک ہیں، جیسا کہ سراج وہاج میں ذکر کیا گیا الخ ۔ پھر طویل کلام کے بعد فرمایا اس چیز سے جس کو ہم نے ثابت کیا، معلوم ہوا کہ جو شخص کتے کے نجس عین ہونے کا قائل ہے اس کے قول میں بال داخل نہیں بخلاف ان کے اس قول کے کہ خنزیر نجس عین ہے (یعنی اس کے بال بھی ناپاک ہیں) الخ شرنبلالی پھر دُرِمختار اور ابو السعود نے اس کی اتباع کی

---

[1] درر شرح غرر قبیل فصل بئر مطبعۃ احمد کامل الکائنۃ فی دارسعادۃ ۱/۲۴
[2] البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۲
[3] البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۳
[4] درمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۸

Marfat.com

يظهر ما في الدرر من المنافاة حيث علل طهارته عند محمد بضرورة الاستعمال ثم فرع عليه ان الماء لا ينجس بوقوعه فيه[1] اھ۔

نے اس کے استعمال کا جواز ضرورت پر منحصر نہیں کیا الدرر نے جو ضرورت کو اس کی تعلیل قرار دیا ہے ابو نے اس کو بھی رد کر دیا کہ اگر ایسا ہوتا تو وہ کہتے ا کے گرنے سے تھوڑا پانی ناپاک ہو جاتا ہے کیونکہ ضرو معدوم ہے حالانکہ ایسا نہیں نیز نہر میں ان کا صریح قول کہ اختلاف کا اثر اس صورت میں ہی ظاہر ہوگا جب نماز پڑھے اور اس کے پاس ایک درہم سے زیادہ خنزیر کے بال ہوں یا وہ تھوڑے پانی میں گریں اس طرح تعلیل کا انکار کرتا ہے اور جو کچھ ہم نے ثابت کیا وہ الدرر میں پائی جانے والی منافات کو ظاہر کرتا ہے جب نے امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک ضرورتِ استعمال کو اسکی طہارت قرار دیا پھر اس پر تفریعاً کہا کہ اس کے گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا اھ (ت)

اقول ولعلك اذا تأملت فيما القينا عليك علمت ان هذا كله فى غير محله وحاشا محمدا ان يبيح الانتفاع به بلا ضرورة مع قول الله تعالٰى فانه رجس وانما الامر ما بينا انه اباح للضرورة ومن ضرورة الاباحة سقوط النجاسة واذ اسقطت جازت الصلاة ولم يفسد الماء، فمحمد اعتبر مان الضرورة ولم يعتبر خصوص محلها و ابو يوسف اعتبر الامرين جميعا و هو الصحيح لاجرم نص فى البرهان شرح مواهب الرحمٰن ان رخص محمد الانتفاع بشعره لثبوت الضرورة عنده فى ذلك و منعاه لعدم تحققها لقيام غيره مقامه[2] اھ

اقول شاید جب تو اس پر غور کرے جو ہم نے تمہارے سامنے پیش کیا تو جان لے کہ یہ سب کچھ اپنے محل پر نہیں ہے ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا کہ امام محمد رحمہ اللہ بلا ضرورت اس سے انتفاع جائز قرار دیں حالانکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے "پس بیشک یہ ناپاک ہے" بات وہی ہے جو ہم نے بیان کی کہ آپ نے ضرورت کے تحت جائز قرار دیا اباحت سے نجاست کا ساقط ہو جانا لازم ہے جب نجاست ساقط ہوگئی تو نماز جائز ہوگی اور پانی خراب نہ ہوا، پس امام محمد رحمہ اللہ نے وقتِ ضرورت کا اعتبار کیا ہے محلِ مخصوص کا نہیں کیا، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے دونوں باتوں کے مجموعہ کا اعتبار کیا ہے، اور یہی صحیح ہے۔ یقیناً برہان شرح

---

[1] فتح المعین کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۰
[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل یطہر جلد المیتۃ کارخانہ تجارت کراچی ص ۹۰

Marfat.com

فی طہارۃ الشعر۔

الثانی ظاھر کلامی البحر والدر لا یدخل ولا خلاف لکونھما نکرۃ او فی معناھا داخلین تحت النفی ناطق بنفی الخلاف اصلا وآب عن البناء علی روایۃ دون اخری ولا حاجۃ الیہ علی ما قررنا عبارۃ السراج کما تری۔

الثالث لا غرو فی حمل الکلب علی المیت الغیر المذکی والجلد علی غیر المدبوغ فلربما تترک امثال القیود اعتمادا علی معرفتھا فی مواضعھا ولذا لما قال فی المنیۃ وفی البقالی قطعۃ جلد کلب التزق بجراحۃ فی الرأس یعید ما صلی بہ[۱] اھ فسرہ العلامۃ الشارح ابرھیم الحلبی ھکذا جلد کلب ای غیر مدبوغ ولا مذکی یعید ما صلی بہ ای بذلک الجلد اذا کان اکثر من قدر الدرھم وحدہ او بانضمام نجاسۃ اخری وھذا ظاھر[۲] اھ وح لا ملمح لکلام السراج الی قول نجاسۃ العین کما افاد

متوجہ ہوگی اور نجاست (کتے کے نجس عین ہونے) کے قائلین کے درمیان بالوں کی طہارت میں اختلاف نہیں سمجھا جائے گا۔

دوم البحر الرائق اور در مختار کا ظاہر کلام "لا یدخل" اور "لا خلاف" نکرہ یا اس کے حکم میں ہیں جو نفی کے تحت داخل ہو کر اختلاف کی بالکل نفی کرتا ہے اور اس بات سے انکار کرتا ہے کہ یہ ایک روایت پر مبنی ہو دوسرے پر نہ ہو اور اس کی حاجت بھی نہیں جیسا کہ ہم نے سراج کی عبارت سے ثابت کیا جس طرح تم دیکھ رہے ہو۔

سوم کتے سے مراد غیر مذبوح اور چمڑے سے بغیر دباغت چمڑا مراد لینا تعجب خیز بات نہیں کیونکہ بعض اوقات امثال قیود کو ان کے مقام میں حصول معرفت پر اعتماد کرتے ہوئے چھوڑ دیا جاتا ہے اسی لئے جب منیہ نے کہا کہ بقالی میں ہے کتے کے چمڑے کا ٹکڑا سر میں زخم کے ساتھ چمٹ گیا تو پڑھی گئی نماز لوٹائے اھ علامہ شارح ابراہیم حلبی نے اس کی وضاحت یوں کی کہ اسی طرح کتے کا چمڑا یعنی جسے دباغت نہ دی گئی ہو اور نہ اس (کتے) کو ذبح کیا گیا اس چمڑے کے ساتھ جو نماز پڑھی ہے اسے لوٹائے جبکہ وہ تنہا (چمڑا) ایک درہم سے زائد ہو یا اس کے ساتھ دوسری نجاست ملی ہوئی ہو اور یہ ظاہر ہے اھ اس وقت سراج کے کلام میں نجاست عین

۱؎ منیۃ المصلی فصل الآسار مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۱۵۸
۲؎ غنیۃ المستملی فصل فی الآسار مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۹۱

Marfat.com

الکل علی التحریم والتنجیس کما افادہ العلامۃ المقدسی وتبعہ العلامۃ نوح افندی و من بعدہ وھو الذی نعتقد فی دین اللہ سبحٰنہ و تعالٰی و بہ ظھر الجواب عن ھذا البحث بان لاضرورۃ فی شعر الکلب فعلی قائل النجاسۃ العمل بقضیتھا ثم رأیت البرجندی صرح بہ حیث قال انا قد ذکرنا ان الکلب نجس العین عند بعضھم فینبغی ان یکون شعرہ نجسا عندھم اذ لا ضرورۃ فی استعمالہ[1] اھ

الدرر کے دو قولوں کے درمیان منافات ہے نیز ضرورت کے زائل ہونے کی صورت میں اس کی حرمت اور نجاست پر سب کا اتفاق ہے جیسا کہ علامہ مقدسی (کے کلام سے اس بات کا فائدہ حاصل ہوا اور علامہ نوح آفندی اور ان کے بعد والوں نے ان کی اتباع کی اور دین خداوندی میں ہم بھی اسی بات کا اعتقاد رکھتے ہیں اور اسی کے ساتھ اس بحث کا جواب بھی ظاہر ہوا کہ کتے کے بالوں کی ضرورت نہیں پڑتی پس نجاست کے قائل کو اس کے فیصلہ پر عمل کرنا ہوگا، پھر میں نے برجندی میں اس کی تصریح دیکھی جب انہوں نے فرمایا کہ ہم نے بعض کے نزدیک کتے کے نجس عین ہونے کا ذکر کیا ہے پس مناسب یہ ہے کہ ان کے نزدیک اس کے بال بھی ناپاک ہوں کیونکہ اس کے استعمال کی ضرورت نہیں اھ (ت)

الخامس ماعزاہ للمنح مذکور ایضا فی الخانیۃ واعتمدہ واشار الی ضعف التفصیل حیث قال ما نصہ الکلب اذا خرج من الماء وانتفض فاصاب ثوب انسان افسدہ قیل ان کان ذلک من ماء المطر لا یفسدہ الا اذا اصاب المطر جلدہ و فی ظاھر الروایۃ اطلق و لم یفصل[2] اھ وقد صرح فی خزانۃ المفتین برمز ق لقاضی خان ان شعر الخنزیر او الکلب اذا وقع فی الماء یفسدہ لانہ نجس العین[3] لکن لقائل ان یقول

پنجم جو کچھ انہوں نے منح کی طرف منسوب کیا ہے وہ خانیہ میں بھی مذکور ہے انہوں نے اس پر اعتماد کیا اور تفصیل کے ضعف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "کتا جب پانی سے نکل کر اپنے آپ کو جھاڑے اور وہ کسی انسان کے کپڑے کو لگ جائے تو اسے ناپاک کر دے گا کہا گیا کہ اگر یہ بارش کے پانی سے ہو تو اسے ناپاک نہیں کریگا، مگر جب کہ بارش اس کے چمڑے تک پہنچ جائے اور ظاہر روایت میں اطلاق ہے تفصیل نہیں ہے اھ اور خزانۃ المفتین میں "ق" کے ساتھ قاضی خان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان سے

---

[1] شرح النقایہ للبرجندی کتاب الطہارۃ نولکشور لکھنؤ ۱/۴۸

[2] فتاوٰی قاضی خان فصل فی النجاسۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۱۱

[3] " " " فصل فی ما یقع فی البئر " " " ۱/۶

Marfat.com

اقول حاصل التعلیل ان الضرورة اوجبت اباحة استعماله ثم اذا ثبتت الاباحة ثبتت الطهارة لان الشیئ اذا ثبت ثبت بلوازمه وجواب ابی یوسف رحمه الله تعالٰی ان ما ثبت بالضرورة تقدر بقدرها وانت تعلم انه ابین البرهان فلا جرم ان صححه فی البدائع ورجحه فی الاختیار وجعله فی الدر هو المذهب وبما قررنا کلام الدر بان الجواب عما اورد علیه السید العلامة ابو السعود الازهری فی حاشیة الکنز حیث زعم ان محمدا اباح الانتفاع به مطلقا ولو من دون ضرورة وجعله مقتضی قول النهر طهره محمد وعلیه ابتنی رد قول من قال انه فی زماننا استغنی عنه فینبغی ان لا یجوز استعماله عند الکل لانعدام الضرورة قائلا فیه نظر لان محمدا لم یقصر جواز استعماله علی الضرورة ورد علی الدر تعلیله بالضرورة بان لو کان کذلک لقال ان الماء القلیل ینجس بوقوعه فیه لعدم الضرورة ولیس کذلک ولان صریح قوله فی النهر واثر الخلاف یظهر فیما لو صلی و معه من شعر الخنزیر ما یزید علی الدرهم اووقع فی الماء القلیل اباه وبما قررناه

گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک وہ نجس ہے پس پانی بھی ناپاک ہوجائیگا۔(ت)

اقول اس علت کا ماحصل یہ ہے کہ ضرورت نے اس کے استعمال کی اباحت ثابت کر دی پھر جب اباحت ثابت ہوگئی تو طہارت بھی ثابت ہوگئی تو طہارت بھی ثابت ہوگئی کیوں کہ جو چیز بھی ثابت ہوتی ہے وہ اپنے تمام لوازم کے ساتھ ثابت ہوتی ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا جواب یہ ہے کہ جو چیز ضرورت کے تحت ثابت ہوتی ہے اس کا اندازہ ضرورت کے حساب سے لگایا جاتا ہے اور تم جانتے ہو کہ اس کی دلیل واضح ہے لہذا بدائع میں اسے صحیح قرار دیا، الاختیار میں اسے ترجیح دی اور درمختار میں اسی کو مذہب قرار دیا اور جس طرح ہم نے درمختار کا کلام بیان کیا اس سے اس اعتراض کا جواب واضح ہوگیا جو ان پر سید علامہ ابو السعود الازہری نے حاشیہ کنز میں نقل کیا جب یہ خیال کیا کہ امام محمد رحمہ اللہ نے اس سے مطلق انتفاع جائز قرار دیا ہے اگرچہ بغیر ضرورت ہو اور نہر الفائق کے قول (امام محمد نے اسے پاک قرار دیا) کو ابو السعود الازہری نے اسی کا مقتضی قرار دیا اور اسی پر ان کے قول کے رَد کی بنا ہے جو کہتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں اس کی ضرورت نہیں لہذا چاہئے کہ سب کے نزدیک اس کا استعمال جائز نہ ہو کیونکہ ضرورت ہی نہیں رہتی —— ابو السعود نے "فیہ نظر" کہہ کر اس پر اعتراض کیا کیونکہ امام محمد رحمہ اللہ

Marfat.com

حلیہ میں ہے :

مشی علیہ فی الحاوی القدسی[1]

حاوی قدسی میں یہی راہ اختیار کی ہے (ت)

اسی میں ہے :

فی النھایۃ وغیرھا عن المحیط الکلب اذا وقع فی الماء فاخرج حیا ان اصاب فمہ یجب نزح جمیع الماء وان لم یصب فمہ الماء فعلی قولھما یجب نزح جمیع الماء وعلی قول ابی حنیفۃ لاباس وقال ھذا اشارۃ الی ان عین الکلب لیس بنجس[2]

نہایہ وغیرہ میں محیط سے نقل کیا کہ کتا جب پانی میں گر جائے اور زندہ نکال لیا جائے اگر اس کا منہ پانی تک پہنچا ہے تو تمام پانی نکالا جائے، اور اگر منہ پانی تک نہیں پہنچا تو صاحبین کے قول پر تمام پانی نکالا جائے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کوئی حرج نہیں اور فرمایا کہ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ کتا نجس عین نہیں (ت)

اسی طرح تجرید القدوری میں[3] ہے کما نقلہ عنہ ایضا فی الحلیۃ (جیسے کہ انہوں نے اسے حلیہ میں بھی ان سے نقل کیا ۔ ت)

بحر الرائق میں ہے :

قال فی القنیۃ رامزا لمجد الائمۃ وقد اختلف فی نجاسۃ الکلب والذی صح عندی من الروایات فی النوادر والامالی انہ نجس العین عندھما وعند ابی حنیفۃ لیس بنجس العین[4]

قنیہ میں مجد الائمہ کے حوالے سے بتایا کہ کتے کے نجس ہونے میں اختلاف ہے اور نوادر و امالی کی روایات میں جو کچھ میرے نزدیک صحیح ثابت ہوا ہے کہ صاحبین کے نزدیک نجس عین ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نجس عین نہیں ہے ۔ (ت)

اور کچھ روایتیں امام محمد سے بھی اس کے موافق آئیں :

فی الحلیۃ عن الخانیۃ عن الناطفی انہ اذا صلی

حلیہ میں بحوالہ خانیہ ناطفی سے نقل کیا ہے کہ جب کسی نے

---

[1] حلیہ شرح منیۃ المصلی

[2] ایضاً

[3] تجرید القدوری

[4] البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۲

Marfat.com

الوکی میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ کا اس کے بالوں سے انتفاع کی اجازت دینا ضرورت کی بنیاد پر ہے جو اس سلسلے میں ان کے ہاں ثابت ہوئی اور شیخین نے منع کیا کیونکہ ان کے نزدیک ثابت نہیں کیونکہ دوسری چیز اس کے قائم مقام ہے اھ (ت)

لنقله ط فی حاشیة المراقی وقال فی الغنیة شعر الخنزیر لما ابیح الانتفاع به لضرورة قال محمد انه لو وقع فی الماء لا ینجسه[1] اھ وقال العلامة عبد العلی البرجندی فی شرح النقایة اطلاق الشعر یدل علی ان شعر الخنزیر ایضا طاهر لا یفسد الماء ولا یضر حمله فی الصلاة وهو قول محمد وذلك لضرورة حاجة الناس الی استعماله فی الخرز وعند ابی یوسف نجس لان الخنزیر نجس العین کذا فی الحصر واما عظم الخنزیر فنجس اتفاقا لانه لا ضرورة فی استعماله کما فی الشعر[2] اھ۔

اسے امام طحطاوی نے مراقی الفلاح کے حاشیہ میں نقل کیا اور غنیہ میں فرمایا کہ جب ضرورت کے تحت خنزیر کے بالوں سے سلائی کے لیے نفع حاصل کرنا جائز قرار دیا گیا تو امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا اگر وہ پانی میں گر جائیں تو اسے ناپاک نہیں کریں گے اھ علامہ عبد العلی برجندی نے شرح نقایہ میں فرمایا "مطلق بالوں کا ذکر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خنزیر کا بال بھی پاک ہے لہٰذا وہ پانی کو خراب کرتا ہے اور نہ ہی نماز میں اس کا اٹھانا نقصان دہ ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ کا یہی قول ہے اور یہ اس لیے کہ لوگوں کو سلائی کے لیے اس کے استعمال کی ضرورت پیش آتی ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ناپاک ہے کیونکہ خنزیر نجس عین ہے، جیسا کہ حصر میں ہے لیکن خنزیر کی ہڈی بالاتفاق ناپاک ہے کیونکہ بالوں کی طرح ہڈی کے استعمال کی ضرورت پیش نہیں آتی اھ (ت)

فانظر کیف نصوا جمیعا ان تطهیر محمد مبتن علی الضرورة فظهر سقوط کل ما ذکر هذا السید العلامة رحمه الله تعالی واستبان ان لا حجة له فی قول النهر ولا منافاة بین قولی الدرر وان عندنا وال الضرورة یجب وفاق

پس دیکھو کس طرح تمام (فقہاء) نے بیان فرمایا کہ امام محمد رحمہ اللہ کا اسے پاک قرار دینا ضرورت کی بنیاد پر ہے پس جو کچھ اس سید علامہ (ابو السعود) رحمہ اللہ نے ذکر کیا اس کا ساقط ہونا ظاہر ہوا۔ اور واضح ہوا کہ نہر کے قول میں ان کے لیے کوئی حجت نہیں اور نہ ہی

---

[1] غنیة المستملی شرح منیة المصلی فصل فی الانجاس سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۴۶

[2] شرح النقایة للبرجندی کتاب الطہارة نولکشور لکھنؤ ۳۸/۱

Marfat.com

ما نصہ۔

اقول کیف تکون اتفاقیۃ مع ان المنقول من الثانی المشہور عن الثالث نجاسۃ عین الکلب وقد صححہ جماعۃ وان کان الاصح المعتمد المفتی بہ ھی الطہارۃ[1] اھ نعم ھو صحیح بالنسبۃ الی ماعدا الکلب من السباع المذکورۃ وامثالہا۔

حاشیے پر لکھا ہے جس کی عبارت یہ ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہ کیسے اتفاقی ہو سکتا ہے جبکہ امام ثانی سے منقول اور ثالث سے مشہور ہے کہ کتا نجس العین ہے، ایک جماعت نے اس کی تصحیح کی اگرچہ زیادہ صحیح معتمد اور مفتی بہ، طہارت ہی ہے اھ ہاں یہ کتے کے علاوہ دیگر مذکورہ بالا درندوں اور ان کی امثال کی طرف نسبت کرتے ہوئے صحیح ہے۔ (ت)

بلکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی سے بھی بعض فروع اسی طرف جاتی ہیں۔

وقد قرأنا علیک عن الانقروی عن الزاھدی عن الدبوسی فی مواطئ الکلاب فی الطین ان طہارتہا ھی الروایۃ الصحیحۃ وقریب المنصوص عن اصحابنا وھذہ کتب المذھب طافحۃ بتصریح جواز بیع الکلب وحل ثمنہ وانما ذکروا الخلف فی بیع العقور فعن محمد جوازہ وعن ابی یوسف منعہ واطلاق الاصل یؤید الاول وعلیہ مشی القدوری وغیرہ وصحح شمس الائمۃ الثانی فقال انما لایجوز بیع الکلب العقور الذی لایقبل التعلیم وقال ھذا ھو الصحیح من المذھب[2] کما نقلہ فی الفتح لاجرم ان قال حافظ الحدیث والمذھب الامام الطحاوی فی شرح معانی الاٰثار بعد ما حقق حل اثمان

ہم نے بواسطہ انقروی اور زاہدی، دبوسی سے نقل کرتے ہوئے کیچڑ میں کتوں کی گزرگاہ کے بارے میں تمہیں بتایا ہے کہ اس کا پاک ہونا ہی صحیح روایت ہے اور ہمارے اصحاب سے منصوص روایات کے قریب ہے اور یہ کتبِ مذاہب کتے کی خرید وفروخت کے جواز اور اس کی قیمت حلال ہونے سے متعلق تصریح سے بھری پڑی ہیں البتہ کاٹنے والے کتے کے بارے میں ان کا اختلاف ہے۔ پس امام محمد رحمہ اللہ سے اس کا جواز اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے عدمِ جواز منقول ہے۔ اصل (مبسوط) کا اطلاق پہلی بات کی تائید کرتا ہے، قدوری وغیرہ نے یہی راہ اختیار کی ہے جبکہ شمس الائمہ نے دوسری بات کو صحیح قرار دیا ہے انہوں نے فرمایا کاٹنے والا کتا جو تعلیم کو قبول نہیں کرتا اس کی خرید وفروخت جائز نہیں اور فرمایا کہ صحیح مذہب یہی ہے جیسا کہ فتح القدیر میں اسے نقل کیا ہے یقیناً حدیث و مذہب کے

---

[1] البحر الرائق ، کتاب الطہارۃ ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ، ۱/۱۰۱

[2] فتح القدیر ، مسائل منثورہ من باب البیع ، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ، ۶/۳۴۵

Marfat.com

التيمم حكاية الوفاق على الرواية المختارة للسراج فلا وجه للرد عليه برواية اخرى ثم لوذكر ماذكرنا عن الخانية وبين ان الترجيح قد اختلف وان التنجيس ظاهر الرواية فوجب اجتنابه وسقط الحكم بالوفاق معتمدا على اختيار السراج لكان وجيها وبعد اللتيا واللتى فحكاية الوفاق مدخولة لاشك لاجرم ان صرح فى متن الغرر بالتثليث فقال والكلب نجس العين وقيل لا وقيل جلده نجس وشعره طاهر[1] اھ۔

نقل کیا کہ خنزیر یا کُتّے کے بال پانی میں گر جائیں تو اُسے خراب کر دیتے ہیں کیونکہ وہ نجس عین ہے لیکن کوئی قائل کہہ سکتا ہے کہ جب تم نے سراج کی مختار روایت پر حکایتِ اتفاق کی بنیا د رکھی ہے تو دوسری روایت کے ساتھ اسے رَد کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے ہاں اگر وہ اس بات کا ذکر کرتے جو ہم نے خانیہ سے (نقل کرتے ہوئے) ذکر کی ہے اور بیان کرتے کہ ترجیح مختلف ہے اور ظاہر روایت کے مطابق اسے ناپاک قرار دیا ہے لہذا اسے اختیار کرنا واجب ہے اور سراج کے اختیار کے مطابق جس اتفاق کا حکم دیا گیا ہے وہ ساقط ہے تو اس بات کا کوئی وقار ہوتا، مختصر اور طویل گفتگو کے بعد اتفاق کی بات محلِ نظر ہوگئی۔ بلاشک وشبہہ غرر کے متن میں تثلیث کی تصریح کرتے ہوئے کہا "اور کتا نجس عین ہے کہا گیا کہ نہیں ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ اس کا چمڑا ناپاک ہے بال پاک ہیں۔ اھ (ت)

واما الترجیح فاقول بوجوہ

ترجیح: میں اس سلسلے میں کئی طرح سے گفتگو کروں گا،

اولاً یہی قول امام ہے کما قدمه السائل عن الدرالمختار وقد مناه عن القهستانی والطحطاوی۔

اول: یہی قول امام ہے جیسا کہ سائل نے اس سے پہلے درمختار سے نقل کیا ہے، اور ہم نے قہستانی اور طحطاوی سے (نقل کرتے ہوئے) اس سے پہلے بیان کیا ہے (ت)

نظم الفرائد میں ہے:[2]

وعند هما عين الكلاب نجاسة وطاهرة قال الامام المطهر[2]

اور ان دونوں (صاحبین) کے نزدیک کتے کا عین ناپاک ہے، اور امام پاک (ابوحنیفہ رحمہ اللہ) نے فرمایا پاک ہے۔ (ت)

---

[1] دررشرح غرر قبیل فصل بر ّدون عشر الخ مطبعۃ احمد الکامل الکائنۃ فی دار سعادۃ ۱/۲۴

[2] نظم الفرائد

Marfat.com

عامة الكتب نعم يجوز الانتفاع بنجس العين على سبيل الاستهلاك وهذا هو الثابت فی السرقین[1] کما افاده فی النهایة ونقله فی البحر قلت نعم هذا یصلح دلیلا لاصل المدعی اعنی الطهارة اما جعله وجها لتخصیص جواز البیع بقول الطهارة فکلا کیف وحل الانتفاع بالکلب بطریق الاصطیاد مجمع علیه قطعا لما نطق به النص الکریم فمبنی جواز البیع ثابت عند الکل وان انکر الصاحبان مبنی المبنی اعنی الطهارة کما انکر الشافعی فرع المبنی اعنی جواز البیع فافهم۔

خنزیر نجس عین ہے تو کسی طرح اس سے انتفاع جائز نہیں۔ عام کتب میں اس کی یہی علّت بیان کی ہے ہاں نجس عین کو ہلاک کرکے اس سے نفع حاصل کرنا جائز ہے۔ یہی بات گوبر میں بھی ثابت ہے، جیسا کہ نہایہ میں اس بات کا فائدہ دیا اور اسے البحرالرائق نے نقل کیا۔ میں کہتا ہوں ہاں یہ اصل مدعی یعنی طہارت کی دلیل بن سکتی ہے لیکن اسے طہارت کے قول پر جوازِ بیع کی تخصیص کے لیے سبب قرار دینا ہرگز صحیح نہیں اور یہ کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ کتّے سے شکار کے طریقے پر نفع حاصل کرنا جائز ہے اور یہ قطعی طور پر متفق علیہا مسئلہ ہے کیونکہ اس کو قرآن کریم نے بیان کیا ہے پس جوازِ بیع کی بنیاد سب کے نزدیک ثابت ہے اگرچہ صاحبین اس بنیاد کی بنیاد یعنی طہارت کا انکار کرتے ہیں۔ جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس بنیاد کی فرع یعنی جوازِ بیع کا انکار کیا ہے۔ پس اسے سمجھو۔ (ت)

اور معلوم ومقرر ہے کہ کلام الامام امام الکلام علما فرماتے ہیں قول امام پر افتا لازم ہے اگرچہ صاحبین خلاف پر ہوں نہ کہ جب صاحبین سے بھی روایات اُن کے موافق آئی ہوں۔

اللھم الا الضرورة اوضعف دلیل وقد علم انتفاؤھما ھھنا۔

اے اللہ! مگر ضرورت یا ضعفِ دلیل کی وجہ سے، اور یقیناً یہاں ان دونوں کا نہ ہونا معلوم ہے (ت)

بحرالرائق وفتاوٰی خیریہ وحاشیہ طحطاویہ علی الدر المختار وردالمحتار میں ہے،

واللفظ للعلامة الرملی المقرر ایضا عندنا انه لا یفتی ولا یعمل الا بقول الامام الاعظم ولا یعدل عنه الی قولهما او قول احدهما او غیرهما الا لضرورة من ضعف دلیل او تعامل بخلافه کمسألة المزارعة

اور الفاظ علامہ رملی کے ہیں ہمارے نزدیک بھی ثابت ہے کہ صرف امام اعظم رحمہ اللہ کے قول پر فتوٰی دیا جائے گا اور عمل کیا جائیگا اس سے صاحبین یا ان میں ایک یا کسی دوسرے کے قول کی طرف بغیر ضرورت متوجہ نہیں ہوں گے ضرورت جیسے کمزور دلیل یا اس کے خلاف

---

[1] البحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۱

Marfat.com

…جلد کلب او ذئب قد ذبح جازت …لوته[1]

مذبوح کتّے یا بھیڑیے کی کھال پر نماز پڑھی تو اس کی نماز جائز ہے۔ (ت)

…الرائق میں عقد الفوائد سے ہے:

…یخفی ان ھذہ الروایۃ تفید طہارۃ …ینہ عند محمد الخ۔

مخفی نہیں کہ یہ روایت امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی ذاتی طہارت کا فائدہ دیتی ہے (ت)

…منیہ میں ہے:

…روی عن محمد امرأۃ صلت وفی عنقھا …قلادۃ علیھا سن اسد او ثعلب او کلب جازت …صلاتھا اھ قال شارحھا العلامۃ ابرھیم …کون الروایۃ عن محمد لاینافی کونھا اتفاقیۃ …ففی الفتاوی ذکرھا مطلقا والدلیل یدل …علیہ اھ

حضرت امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے ایک عورت نے گلے میں ایسا ہار ڈال کر نماز پڑھی جس میں شیر، لومڑی یا کتے کے دانت (جڑے ہوئے) تھے تو اس کی نماز جائز ہے اھ اس کے شارح ابراہیم نے فرمایا اس روایت کا امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہونا اس کے اتفاقی ہونے کے منافی نہیں فتاوٰی میں اسے مطلقاً ذکر کیا گیا ہے اور دلیل بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔ (ت)

اقول نعم اطلقھا فی الخانیۃ و …الخلاصۃ والولوالجیۃ وغیرھا وقد اسمعناك …نص الخلاصۃ وھو بعینہ لفظ الخانیۃ والولوالجی …عزاھا لہ فی الحلیۃ لکن الاطلاق …لایدل علی الاتفاق فربما یطلق المطلق …مایختارہ وان کانت ھناك خلافات عدیدۃ …وس أیتنی کتبت علی ھامشہ

اقول ہاں خانیہ، خلاصہ اور ولوالجیہ وغیرہ نے اس کو مطلق ذکر کیا ہے ہم نے تمہیں خلاصہ کی عبارت سنائی تھی خانیہ کے الفاظ بھی بعینہٖ یہی ہیں اور حلیہ میں اسے ولوالجی کی طرف منسوب کیا گیا ہے لیکن اطلاق، اتفاق پر دلالت نہیں کرتا ایسا اوقات اپنے مختار کو مطلق قرار دیا جاتا ہے اگرچہ وہاں متعدد اختلافات ہوتے ہیں میرا خیال ہے کہ میں نے اس کے

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] البحر الرائق	کتاب الطہارۃ	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/۱۰۲
[3] منیۃ المصلی	فصل فی النجاسۃ	مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور	ص ۱۱۰
[4] غنیۃ المستملی	؍؍	؍؍ سہیل اکیڈمی لاہور	ص ۱۵۵

Marfat.com

تعالیٰ۔ اور حلیہ میں فرمایا کہ زیادہ روایات اس کے نجس عین نہ ہونے پر ہیں۔ (ت)

اور ثابت و مشہور ہے کہ معمول بہ وہی قول اکثر و جمہور ہے۔

فی رد المحتار قد صرحوا بان العمل بما علیہ الاکثر[1] اھ وفی العقود الدریۃ عن شرح الاشباہ للبیری لایجوز لاحد الاخذ بہ لان المقرر عند المشایخ انہ متی اختلف فی مسألۃ فالعبرۃ بما قالہ الاکثر[2]

ردالمحتار میں ہے فقہائے کرام نے تصریح کی ہے کہ عمل اکثر کے اقوال پر ہوگا اھ بیری کی شرح اشباہ کے حوالے سے العقود الدریہ میں ہے کہ اسے اختیار کرنا کسی کے لیے جائز نہیں کیونکہ مشائخ کے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ جب کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو اکثر کے قول کا اعتبار ہوگا۔ (ت)

ثالثاً یہی موافق احکام قرآن وحدیث ہے

کما علمت وتعلم وقد قال فی الغنیۃ قبیل واجبات الصلاۃ لاینبغی ان یعدل عن الدرایۃ اذا وافقتہا روایۃ[3] اھ ومثلہ فی رد المحتار۔

جیسا کہ تُو نے جانا اور تجھے معلوم ہوجائے گا۔ اور غنیہ میں واجبات نماز سے کچھ پہلے فرمایا کہ جب روایت، درایت کے موافق ہوجائے تو اس سے رُوگردانی کرنا مناسب نہیں اھ ردالمحتار میں بھی اسی کی مثل ہے (ت)

رابعاً یہی من حیث الدلیل اقوٰی ہے بلکہ قول تنجیس پر دلیل اصلاً ظاہر نہیں۔

وقد سمعت قول الغنیۃ لعدم الدلیل علی نجاسۃ العین[4] اھ وقد اعترف بذلك الائمۃ الشافعیۃ قال فی البحر ولقد انصف النووی حیث قال فی شرح المہذب واحتج اصحابنا باحادیث لادلالۃ فیہا فترکتہا لانی التزمت فی خطبۃ الکتاب الاعراض عن الدلائل

تو نے غنیہ کا قول سنا ہے کہ نجاست عین پر کوئی دلیل نہیں۔ اھ شافعی ائمہ نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے۔ بحرالرائق میں فرمایا امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مہذب میں یہ کہہ کر انصاف سے کام لیا کہ ہمارے اصحاب نے ایسی احادیث کو دلیل بنایا جن میں کوئی دلالت نہیں پس میں نے ان کو چھوڑ دیا کیونکہ میں نے خطبۂ کتاب

---

[1] ردالمحتار فصل فی البئر مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۶۶

[2] العقود الدریۃ قدائد تتعلق باداب المفتی (حاجی عبدالغفار وپسران ارگ بازار قندھار افغانستان) ۱/۳

[3] غنیۃ المستملی قبیل واجبات الصلوٰۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۹۵

[4] ؍؍ ؍؍ فصل فی البئر ؍؍ ؍؍ ؍؍ ص ۱۵۹

Marfat.com

الكلب هذا قول ابي حنيفة و ابي يوسف و محمد رحمة الله تعالٰى عليهم اجمعين اھ[1] وقال في البحر اما بيعه وتمليكه فهو جائز هكذا نقلوا و اطلقوا لكن ينبغي ان يكون هذا على القول بطهارة عينه اما على القول بالنجاسة فهو كالخنزير فبيعه باطل في حق المسلمين كالخنزير الخ[2] فينعدم من ذلك وفاقهم جميعا على قضية الطهارة من جراء تلك الروايات ـ

حافظ امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں کتے کی قیمت کے حلال ہونے کے بارے میں تحقیق فرمانے کے بعد فرمایا امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالٰی تمام کا یہی قول ہے اھ بحرالرائق میں فرمایا کہ اس (کتے) کی بیع اور تملیک جائز ہے۔ اسی طرح فقہاء کرام نے نقل کیا اور مطلقاً بیان کیا لیکن مناسب ہے کہ یہ بات اس کی عینی طہارت کے قول پر ہو لیکن نجاست کے قول پر وہ خنزیر جیسا ہوگا، لہذا مسلمانوں کے حق میں خنزیر کی طرح اس کی خرید وفروخت بھی باطل ہے الخ پس ان روایات کے پیشِ نظر ان سب کا طہارت کے فیصلے پر اتفاق معلوم ہوگا۔ (ت)

اقول لكن افاد في الفتح منع توقف جواز البيع على طهارة العين وانما يعتمد جوازه جواز الانتفاع الا ترى ان السرقين و البعر لما جاز الانتفاع بهما جاز بيعهما وقد قال في الهداية مجيبا عن استدلال الشافعي على حرمة بيع الكلب بانه نجس العين ولا نسلم نجاسة العين ولو سلم فيحرم التناول دون البيع اھ[3] فان عد قائلا ان حل الانتفاع ايضا يعتمد طهارة العين فان الخنزير لما كان نجس العين لم يجز الانتفاع به بوجه من الوجوه بذلك علله في

اقول لیکن فتح القدیر سے اس بات کا فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ جواز بیع، طہارت عین پر موقوف نہیں بلکہ بیع کا جواز، جواز انتفاع پر مبنی ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ گوبر اور مینگنی سے جب نفع حاصل کرنا جائز ہے تو ان کی خرید وفروخت بھی جائز ہے۔ کتے کی بیع حرام ہونے پر امام شافعی رحمہ اللہ کے استدلال کہ وہ نجس عین ہونے کی وجہ سے حرام ہے، کا جواب دیتے ہوئے ہدایہ میں فرمایا ہم نجاست عین تسلیم نہیں کرتے اور اگر تسلیم کر بھی لیا جائے تو اس کا کھانا حرام ہے، خرید وفروخت حرام نہیں اھ اگر تم یہ کہتے ہوئے اعتراض کرو کہ انتفاع کا جائز ہونا بھی تو طہارتِ عین پر مبنی ہے کیونکہ جب

---

[1] شرح معانی الآثار باب ثمن الکلب مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۵۰
[2] البحر الرائق کتاب الطہارۃ " " " " ۱/ ۱۰۳
[3] الہدایۃ مسائل منثورہ من کتاب البیوع مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۲/ ۱۰۳

Marfat.com

ابوجعفر الطحاوی فی شرح معانی الآثار۔

پھر روک رکھنا جائز نہ تھا پس اس (فعل) کے منسوخ ہونے سے یہ بھی منسوخ ہوگیا جیساکہ امام ابوجعفر طحاوی نے شرح معانی الآثار میں اس کی تحقیق فرمائی ہے۔ (ت)

خامساً اگر دلائل میں تعارض بھی ہو تو مرجع اصل ہے

کما نصوا علیہ فی الاصول وتشبثوا بہ فی مسائل الاسرار بالتأمین وترک رفع الیدین وغیرھما۔

جیسا انہوں نے اسے اصول میں بیان کیا اور آہستہ آمین کہنے اور ترکِ رفع یدین جیسے مسائل میں اس کو اختیار کیا۔ (ت)

اور اصل تمام اشیا میں طہارت ہے

حتی الخنزیر فانہ من المنی والمنی من الدم والدم من الغذاء والغذاء من العناصر والعناصر طاھرۃ حتی لولم یرد الشرع بتنجیس عینہ بقی علی اصلہ فی المیزان الاصل فی الاشیاء الطھارۃ وانما النجاسۃ عارضۃ فانھا صادرۃ عن تکوین اللہ تعالٰی القدوس الطاھر[1] الخ وفی الطریقۃ والحدیقۃ ص ان الطھارۃ فی الاشیاء اصل ش لان اللہ تعالٰی لم یخلق شیئًا نجسا من اصل خلقتہ ص وش انما ص النجاسۃ عارضۃ ش فاصل البول ماء طاھر وکذلک الدم والمنی والخمر عصیر طاھر ثم عرضت النجاسۃ[2] اھ ملخصا ولذا قال فی الغنیۃ ھٰھنا والاصل عدمھا[3] ای عدم النجاسۃ کما مر۔

حتی کہ خنزیر بھی، کیونکہ وہ منی سے ہے، منی خون سے، خون غذا سے اور غذا عناصر سے اور عناصر پاک ہیں حتی کہ اگر شریعت اسے نجسِ عین قرار نہ دیتی تو وہ اپنی اصل پر باقی رہتا۔ میزان میں ہے اشیاء میں اصل طہارت ہے اور نجاست لاحق ہوتی ہے یعنی اللہ تعالٰی پاک وطاہر کے حکم سے صادر ہوتی ہے الخ۔ الطریقۃ المحمدیہ اور الحدیقۃ الندیہ میں ہے (متن) اشیاء میں اصل طہارت ہے (شرح) کیونکہ اللہ تعالٰی نے اصلِ تخلیق میں کسی چیز کو نجس پیدا نہیں کیا (متن) نجاست عارضی ہے (شرح) پس پیشاب کا اصل پاک پانی ہے، اسی طرح خون، منی اور شراب پاک رس ہے پھر نجاست لاحق ہوئی اھ ملخصا اسی لیے غنیہ میں اس مقام پر فرمایا اور اصل عدمِ نجاست ہے جیسا کہ گزر گیا۔ (ت)

---

[1] المیزان الکبرٰی باب النجاسۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۱۴

[2] الحدیقۃ الندیۃ النوع الرابع تمام انواع الاربعۃ فی بیان اختلاف الفقہا فی امر الطہارۃ والنجاسۃ الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۶۱۳

[3] غنیۃ المستملی فصل فی البئر مطبوعہ سہیل اکیڈمی۔ لاہور ص ۱۵۹

Marfat.com

وان صرح المشایخ بان الفتوی علی قولهما لانه صاحب المذهب والامام المقدم ؎

اذا قالت حذام فصدقوها
فان القول ما قالت حذام[1]

تعامل کا پایا جانا جیسا کہ مسئلۂ زراعت میں ہے اگرچہ مشائخ تصریح کریں کہ فتوٰی صاحبین کے قول پر ہے کیونکہ آپ (امام اعظم رحمہ اللہ) صاحبِ مذہب اور امام متقدم ہیں ؎

جب حذام کوئی بات کہے تو اس کی
تصدیق کرو کیونکہ بات تو وہی ہے جو
حذام نے کہی۔

امام برہان الدین فرغانی صاحبِ ہدایہ تجنیس میں فرماتے ہیں:

الواجب عندی ان یفتی بقول ابی حنیفة علی کل حال[2]

میرے نزدیک واجب ہے کہ ہر حال میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول پر فتوٰی دیا جائے۔ (ت)

اسی طرح اور کتب سے ثابت وقد ذکرناہ فی کتاب النکاح من فتاوٰنا (ہم نے اسے اپنے فتاوٰی کی کتاب النکاح میں ذکر کیا ہے۔ ت) تو واجب ہوا کہ طہارت عین ہی پر فتوے دیں اور اسی کو معمول و مقبول رکھیں۔

ثانیاً یہی قول اکثر ہے

کما یظهر لمن یطالع نقولنا فی التطهیر مع ما ترکنا من الکثیر البثیر و یراجع نقول التنجس یجدها لا تبلغ نصف ذلك ولا ثلثه وان شرط مع ذلك عدم الاضطراب فلا یبقی فی یده الا اقل قلیل کما ستقف علیه ان شاء اللّٰه تعالٰی وقد قال فی الحلیة الکثیر علی انه لیس بنجس العین[3]

جیسا کہ اس شخص کے لیے ظاہر ہے جو تطہیر کے بارے میں ہمارے نقول کا مطالعہ کرے باوجود کہ ہم نے بہت کچھ چھوڑ دیا ہے اور اس کے نجس ہونے کے بارے میں نقول کی طرف رجوع کرے تو انہیں ان (نقولِ تطہیر) کا نصف بلکہ تہائی بھی نہیں پائے گا۔ اور اس کے ساتھ عدمِ اضطراب کی شرط رکھی جائے تو اس کے ہاتھ میں بہت کم رہ جائیں گی جیسا کہ تو عنقریب اس پر مطلع ہوگا ان شاء اللہ

---

[1] فتاوٰی خیریہ مطلب لا یفتی بغیر قول ابی حنیفہ و ان صححہ المشائخ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲/۳۳
[2] التجنیس والمزید
[3] التعلیق الجلی حاشیہ منیۃ المصلی فصل فی البئر مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۱۵

Marfat.com

اُسی کی کتاب الصید میں ہے :

بھذا یتبین انہ لیس بنجس العین[1] اس سے واضح ہُوا کہ یہ نجس عین نہیں۔(ت)

جس فتاوٰی ولوالجیہ میں مسئلہ تنجس ثوب با نتفاض قلب بیان کیا۔

قال فی البحر ولا یخفی ان ھذا علی القول بنجاسۃ عینہ[2] بحرالرائق میں فرمایا مخفی نہ رہے کہ یہ بات (کتے کے جھاڑنے سے کپڑے کا ناپاک ہونا) اس کے نجس عین ہونے کا قائل ہونے کی بنیاد پر ہے (ت)

اُسی میں مثل تجنیس مسئلہ جواز صلاۃ مع قلادہ اسنان کلب بیان فرمایا۔

قال فی البحر ولا یخفی ان ھذا کلہ علی القول بطھارۃ عینہ[3] بحرالرائق میں فرمایا مخفی نہ رہے یہ سب کچھ اس کا عین پاک ہونے کی بنیاد پر ہے۔(ت)

جس ایضاح میں عبارت مبسوط شیخ الاسلام فی روایۃ لایطھر وھوالظاھر من المذھب (ایک روایت میں ہے پاک نہیں ہوتا اور یہی ظاہر مذہب ہے ۔ ت) نقل کرکے خود اپنے متن اصلاح کے قول الا جلد الخنزیر والاٰدمی (مگر خنزیر اور آدمی کی کھال ۔ ت) پر اعتراض فرمایا الحصر المذکور علی خلاف الظاھر (حصرِ مذکور، ظاہر کے خلاف ہے ۔ ت) اُسی کی کتاب البیوع میں فرمایا :

صح بیع الکلب خلافا للشافعی لانہ نجس العین عندہ لا عندنا لانہ ینتفع بہ[5] ۔ کتے کی خرید و فروخت صحیح ہے اس میں امام شافعی کا اختلاف ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ نجسِ عین ہے ہمارے نزدیک نہیں کیونکہ اس سے نفع حاصل کیا جاتا ہے ۔(ت)

جن درر وغرر میں وہ فرمایا تھا کہ الکلب نجس العین[6] الخ (کتا نجسِ عین ہے الخ ۔ ت) اُنھی کی بیوع میں ہے :

صح بیع کل ذی ناب کالکلب لانہ مال کتے کی طرح ہر دانت والے جانور کی خرید و فروخت

---

[1] المبسوط للسرخسی کتاب الصید مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱۱/۲۳۵
[2] البحرالرائق کتاب الطہارۃ ” ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۲
[3] ” ” ” ” ” ” ۱/۱۰۳
[4] ایضاح واصلاح
[5] دررالحکام فی شرح غررالاحکام فرض الغسل مطبوعہ کامل الکائنہ فی دارالسعادۃ ۱/۲۴

Marfat.com

العیۃ اھ[1] وقال الامام العارف الشعرانی الشافعی فی میزان الشریعۃ الکبری سمعت سیدی علیا الخواص رحمہ اللہ تعالٰی یقول لیس لنا دلیل علی نجاسۃ عین الکلب الا ما نھی عنہ الشارع من بیعہ او اکل ثمنہ[2] اھ

میں اس بات کا التزام کیا ہے کہ کمزور دلائل سے اعراض کروں گا اھ امام عارف شعرانی شافعی رحمہ اللہ نے میزان الشریعۃ الکبری میں فرمایا کہ میں نے سیدی علی الخواص رحمہ اللہ سے سنا آپ فرماتے تھے ہمارے پاس کتے کے نجس عین ہونے پر اس کے سوا کوئی دلیل نہیں کہ شارع علیہ السلام نے اس کی خرید و فروخت اور اس کی قیمت کھانے سے منع فرمایا اھ (ت)

اقول ای ولایتم ایضا فان الشارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قد نھی عن بیع اشیاء وانما نھاوھی طاھرۃ العین وفاقا اخرج الائمۃ احمد والستۃ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ ورسولہ حرم بیع الخمر والمیتۃ والخنزیر والاصنام[3] ولاحمد ومسلم والاربعۃ والطحاوی والحاکم عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی عن ثمن الکلب والسنور[4] علی ان علماءنا قد بینوا ان ذلک کان حین کان الامر بقتل الکلاب ولم یکن یحل لاحد امساک شیئ منھا فنسخ بنسخہ[5] کما حققہ الامام

اقول یہ دلیل بھی تام نہیں کیونکہ شارع صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض چیزوں کی خرید و فروخت اور ان کی قیمت لینے سے منع فرمایا حالانکہ ان کا عین بالاتفاق پاک ہے امام احمد اور اصحاب صحاح ستّہ نے بواسطہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالٰی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی خرید و فروخت سے منع فرمایا۔ احمد، مسلم، اصحاب اربعہ، طحاوی اور حاکم رحمہم اللہ انہی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے اور بلّی کی قیمت لینے سے منع فرمایا۔ علاوہ ازیں ہمارے علما فرماتے ہیں کہ یہ اس وقت تھا جب کتے کو قتل کرنے کا حکم تھا اور کسی کے لیے اس میں سے

---

[1] البحرالرائق کتاب الطہارت مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۶
[2] المیزان الکبری باب النجاسۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۱۴
[3] صحیح البخاری باب بیع المیتۃ والاصنام مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۹۸
[4] شرح معانی الآثار باب ثمن الکلب مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۵۱
[5] ایضاً ۲/۲۴۸

Marfat.com

بلکہ صاف واضح فرما دیا کہ اس کی نجاست عین کے یہ معنے ہیں کہ اس کا مادہ ہی نجاسات ہیں لہذا اس کا بدن مذہباً ناپاک ہوتا ہے۔

حیث قال ینزح کل الماء اذا وقع فیھا کلب او خنزیر مات او لم یمت اصاب الماء فم الواقع او لم یصب اما الخنزیر فلان عینہ نجس والکلب کذلک ولھذا لو ابتل الکلب وانتفض فاصاب ثوبا اکثر من قدر الدرھم افسدہ لان مأواہ النجاسات وسائر السباع بمنزلۃ الکلب[1] اھ ملخصا۔

جہاں فرمایا کہ جب اس میں کتا یا خنزیر گر جائیں تو تمام پانی نکالا جانا چاہیے وہ مریں یا نہ، اور گرنے والے کا منہ پانی کو پہنچے یا نہ۔ خنزیر اس لیے کہ وہ نجس عین ہے اور کتا بھی اسی طرح ہے، اس لیے اگر کتا تر ہو جائے اور اپنے آپ کو جھاڑے اور یہ (پانی) درہم سے زیادہ کپڑے کو پہنچے تو اسے ناپاک کر دے گا کیونکہ اس کا ٹھکانا نجاستیں ہیں اور تمام درندے کتے کی طرح ہیں اھ تلخیص (ت)

اور اسی باب سے عامہ کتب مذہب کا اتفاق کہ کلیہ کل اھاب دبغ طاھر (ہر وہ چمڑا جسے دباغت دی جائے پاک ہو جاتا ہے۔ ت) سے سوا خنزیر کے کسی جانور کا استثناء نہیں فرماتے، فقیر کی نظر سے نہ گزرا کہ کسی کتاب میں یہاں والکلب بھی فرمایا ہو اگرچہ دوسری جگہ طہارت جلد کلب میں خلاف نقل کریں وباللہ التوفیق۔

واما التزییف فاقول اولا (رہا اس کا کھوٹا پن! تو میں کہتا ہوں، **اولاً**۔ ت) امر بالقتل سے تحریم پر استدلال تو ایک طریق ہے مگر نجاست عین پر اس سے احتجاج محض باطل وصحیح احادیث میں سانپ بچھو چیل کوے چوہے چھپکلی گرگٹ وغیرہا اشیائے کثیرہ کے قتل کا حکم ہے یہاں تک کہ احرام میں حتی کہ حرم میں پھر کیا یہ سب اشیا نجس العین ہوں گی۔

ھذا لم یقل بہ احد اخرج الائمۃ مالک واحمد والبخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ عن ابن عمر والبخاری ومسلم والنسائی والترمذی وابن ماجۃ عن ام المؤمنین الصدیقۃ وابوداؤد بسند

اس کا کوئی بھی قائل نہیں امام ملک، احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ (رحمہم اللہ تعالٰی) نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ نے ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، ابوداؤد

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فی ما یقع فی البئر مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۵

Marfat.com

سادساً اسی میں تیسیر ہے

فیماعلی من ابتلی باقتنائہ لصید او زرع او ماشیۃ والتیسیر محبوب فی نظر الشارع یرید اللّٰہ بکم الیسر ولایرید بکم العسر[1] وقال صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان الدین یسر الحدیث[2] رواہ البخاری والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ وقال صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم یسروا ولا تعسروا[3] رواہ احمد والشیخان والنسائی عن انس بن مالک رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔

خصوصاً جو شخص شکار، کھیتی باڑی یا جانوروں کی حفاظت کے لیے اس کے رکھنے پر مجبور ہو اور شارع کی نظر میں آسانی محبوب ہے (ارشادِ خداوندی ہے) اللہ تعالٰی تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لیے تنگی نہیں چاہتا۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک دین آسان ہے" (الحدیث) اسے امام بخاری اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آسانی پیدا کرو اور تنگی پیدا نہ کرو" اس حدیث کو امام احمد، بخاری و مسلم اور نسائی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

سابعاً بہت قائلان تنجیس کے اقوال خود مضطرب ہیں کہیں نجاست عین پر حکم فرماتے کہیں طہارت عین کا پتا دیتے بلکہ صاف تصریح کرتے ہیں جس مبسوط شمس الائمہ سرخسی کے مسائل الآسار میں ہے:

الصحیح من المذھب عندنا ان عین الکلب نجس[4]

ہمارے نزدیک صحیح مذہب یہ ہے کہ کتے کا عین نجس ہے۔ (ت)

اُسی کے باب الحدث میں ہے:

جلد الکلب یطھر عندنا بالدباغ خلافاً للحسن والشافعی لان عینہ نجس عندھما ولکنا نقول الانتفاع بہ مباح حالۃ الاختیار فلو کان عینہ نجساً لما ابیح الانتفاع بہ[5]۔

ہمارے نزدیک کتے کا چمڑا دباغت سے پاک ہوجاتا ہے امام حسن اور امام شافعی رحمہما اللہ کا اس میں اختلاف ہے کیونکہ ان کے نزدیک اس کا عین ناپاک ہے لیکن ہم کہتے ہیں حالتِ اختیار میں اس سے نفع حاصل کرنا جائز ہے پس اگر اس کا عین ناپاک ہوتا تو اس سے نفع حاصل کرنا جائز نہ ہوتا۔ (ت)

---

[1] القرآن ۲/۱۸۵

[2] صحیح البخاری باب الدین یسر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰

[3] صحیح البخاری باب امر الوالی اذا وجہ امیرین الی موضع الخ 〃 〃 〃 ۲/۱۰۶۳

[4] المبسوط للسرخسی سؤر مالایؤکل لحمہ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۴۸

[5] 〃 〃 جلد المیتۃ واحکامہ 〃 〃 〃 ۱/۲۰۲

Marfat.com

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اقتلوا الاسودین فی الصلاۃ الحیۃ والعقرب[1] وایضا ھذا عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اقتلوا الوزغ ولو فی جوف الکعبۃ[2] احمد عن ابن مسعود بسند صحیح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من قتل حیۃ فکانما قتل رجلا مشرکا قد حل دمہ[3] احمد وابن حبان بسند صحیح عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من قتل حیۃ فلہ سبع حسنات ومن قتل وزغا فلہ حسنۃ[4]۔

سانپوں کو مارو، جو شخص ان کی طرف سے حملے کا خوف رکھے وہ ہم میں سے نہیں۔ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن حبان اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی نے کبیر میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ (آپ نے فرمایا) نماز میں دو سیاہ جانوروں سانپ اور بچھو کو ہلاک کرو، نیز انھوں نے ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا گرگٹ کو قتل کرو اگرچہ کعبہ شریف کے اندر ہو۔ امام احمد نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا "جو شخص سانپ کو مارے گویا اس نے ایسے مشرک مرد کو قتل کیا جس کا خون (بہانا) حلال ہو چکا تھا۔ امام احمد اور ابن حبان نے صحیح سند کے ساتھ انہی کی روایت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا آپ نے فرمایا "جس نے سانپ کو قتل کیا اس نے سات نیکیاں پائیں جس نے گرگٹ کو ہلاک کیا اس کے لیے ایک نیکی ہے۔" (ت)

ثانیاً رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لا تقربھم الملئکۃ الجنب والسکران والمتضمخ بالخلوق[5] رواہ البزار باسناد صحیح عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

تین آدمیوں کے قریب (رحمت کے) فرشتے نہیں جاتے جنبی، نشے والا اور خلوق (ایک قسم کی خوشبو) لگانے والا۔ بزار نے اسے صحیح سند کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

اس حدیث میں مست نشہ کو بھی فرمایا کہ ملائکہ اس کے پاس نہیں آتے، کیا مدہوش نجس العین ہے۔

---

[1] سنن ابی داؤد باب العمل فی الصلوٰۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۳۳

[2] المعجم الکبیر حدیث ۱۱۴۹۵ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/۲۰۲

[3] مسند الامام احمد بن حنبل عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۳۹۵

[4] " " " " " " ۱/۴۲۰

[5] مجمع الزوائد باب ماجاء فی الخمر ومن یشربہا مطبوعہ دارالکتاب بیروت ۵/۷۲

Marfat.com

...الا الخنزیر لانه نجس العین[1] اھ ملخصا

جائز ہے کیونکہ وہ مال متقوم ہے سوائے خنزیر کے، کیونکہ وہ نجس عین ہے اھ ملخصا (ت)

...خزانۃ المفتین میں ہے عینہا نجس (اس کا عین ناپاک ہے۔ت) اُسی میں ہے: سنه لیس ...[2] (اس کا دانت ناپاک نہیں ہے۔ت)

...خانیہ میں مسائل متقدمہ شعر و انتقاض فرمائے اور فرمایا:

...مشی کلب علی ثلج یصیر الثلج نجسا وکذا ...ین والردغة اھ ملخصا[3]

کتا برف پر چلے تو برف ناپاک ہوجائے گی، اسی طرح مٹی اور گارا بھی اھ ملخصا (ت)

...تک کہ حلیہ و غنیہ و بحرالرائق میں واقع ہوا،

...لفظ للبحر اختار قاضی خان فی الفتاوی نجاسة ...ینه وفرع علیها فروعا اھ[4]

الفاظ بحرالرائق کے ہیں کہ قاضی خان نے اپنے فتاوٰی میں اس کے نجس عین ہونے کو اختیار کیا اور اس کو کئی مسائل کی بنیاد بنایا اھ (ت)

...خانیہ میں فرمایا: سنه غیر نجس (اس کا دانت ناپاک نہیں ہے۔ت) اور فرمایا:

...صلی وفی عنقه قلادة فیها سن کلب او ذئب ...جوز صلاته[5]

اگر کوئی شخص نماز پڑھے اور اس کے گلے میں ایسا ہار ہو جس میں کُتے یا بھیڑیے کے دانت ہوں، تو اس کی نماز جائز ہے (ت)

...ور فرمایا:

...ن کان فی کمه ثعلب او جرو کلب لا تجوز صلاته ...لان سؤره نجس لا یجوز به التوضؤ[6]

اگر اس کی آستین میں لومڑی یا کُتے کا بچہ ہو تو اس کی نماز جائز نہیں کیونکہ اس کا جھوٹا ناپاک ہے تو اس سے وضو کرنا جائز نہیں (ت)۔

---

[1] درر الحکام فی شرح غرر الاحکام کتاب البیوع مسائل شتی مطبوعہ کامل الکائنہ فی دار السعادۃ ۲/۱۹۸

[2] خزانۃ المفتین

[3] فتاوٰی قاضی خان فصل فی النجاسۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۱۱

[4] البحرالرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۱

[5] فتاوٰی قاضی خان فصل فی النجاسۃ ״ نولکشور لکھنؤ ۱/۱۰

[6] ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ۱/۱۱

Marfat.com

عن ام المؤمنين الصديقة رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

رضی اللہ عنہ سے نیز ابوداؤد اور دارقطنی نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا (ت)

مگر یہ حدیث ابی ہریرہ کا تتمہ نہیں نہ اس میں مقابلہ کلب ہے کہ اس میں نفی نجاست سے اُس میں اثبات ہو حدیث ابی ہریرہ جس کے طریق مطول میں ذکر قصہ ومقابلہ بالکلب ہے اُس کا تتمہ یا طرق مختصرہ کی تمام حدیث احمد و اسحٰق بن راہویہ و ابوبکر بن ابی شیبہ و دارقطنی وحاکم وعقیلی سب کے یہاں اُسی قدر ہے کہ

الهر یا السنور سبع فرواه الاربعة الاول من طریق وکیع عن سعید بن المسیّب عن ابی زرعة عن ابی هریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الهر سبعٌ و رواه الدارقطنی من جهة محمد بن ربیعة عن سعید عن ابی زرعة وهو مطولا بالقصة والحاکم من حدیث عیسٰی بن المسیّب ثنا ابوزرعة عن ابی هریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم السنور سبعٌ وقال العقیلی فی ترجمة عیسٰی بن المسیّب من کتاب الضعفاء حدثنا محمد بن زکریا البلخی نا محمد بن ابان و محمد بن الصباح قالا ثنا وکیع نا عیسٰی بن المسیب عن ابی زرعة عن ابی هریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی

(الهر یا السنور فرمایا) بلی درندہ ہے پہلے چار نے اسے وکیع سے انہوں نے حضرت سعید بن مسیّب سے، انہوں نے ابوزرعہ سے اور انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلی درندہ ہے۔ دارقطنی نے محمد بن ربیعہ سے انہوں نے حضرت سعید سے انہوں نے حضرت ابوزرعہ سے روایت کیا، اس کا قصہ طویل ہے، حاکم نے عیسٰی بن مسیّب کی روایت سے نقل کیا وہ فرماتے ہیں ہم سے ابوزرعہ نے بیان کیا انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بلی درندہ ہے"۔ عقیلی نے کتاب الضعفاء میں عیسٰی بن مسیّب کا ترجمہ (تعارف) نقل کرتے ہوئے کہا ہم سے محمد بن زکریا بلخی نے بیان کیا ان سے محمد بن ابان اور محمد بن صباح نے بیان کیا وہ دونوں فرماتے ہیں ہم سے وکیع نے' وہ فرماتے ہیں ہم سے عیسٰی بن مسیّب نے بواسطہ ابوزرعہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ رسول اللہ

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ من قال لایجزئ ولغسل منہ الاناء مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۳۲

[2] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۳۲۷

Marfat.com

عن ابی هریرة و احمد باسناد حسن
ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهم کلهم
النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم خمس
من الدواب لیس علی المحرم فی قتلهن
جناح الغراب والحدأة والعقرب والفارة
والکلب العقور[1] وفی حدیث ابن عباس خمس
کلهن فاسقة یقتلهن المحرم ویقتلن فی
الحرم وعد الحیة بدل الحدأة[2] وفی احدی
روایات الصدیقة الحیة مکان العقرب[3]
احمد والشیخان وابوداود والترمذی
وابن ماجة عن ابن عمر عن النبی صلی
الله تعالیٰ علیه وسلم اقتلوا الحیات اقتلوا
ذا الطفیتین والابتر الحدیث[4] ابوداود والنسائی
عن ابن مسعود والطبرانی فی الکبیر
عن جریر بن عبد الله البجلی وعن عثمان
بن ابی العاص بسند صحیح عن النبی صلی
الله تعالیٰ علیه وسلم اقتلوا الحیات
کلهن فمن خاف ثأرهن[5] فلیس منا
ابوداود والترمذی والنسائی وابن حبان
والحاکم عن ابی هریرة والطبرانی فی الکبیر

نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور احمد نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ان سب نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ مُحرِم پر پانچ جانوروں کو قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں، کوّا، چیل، بچھو، چوہا اور کاٹ کھانے والا کتّا۔ حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے پانچ جانور تمام کے تمام فاسق ہیں مُحرِم ان کو قتل کرے، اور انہیں حرم میں بھی قتل کیا جائے، انہوں نے چیل کی جگہ سانپ کو شمار کیا ہے۔ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں بچھو کی جگہ سانپ کا ذکر ہے۔ امام احمد، شیخان (بخاری ومسلم)، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ تعالیٰ، حضرت عبداللہ ابن عمر کے واسطے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا، سانپوں کو قتل کرو گرگل کے پتّوں جیسے نشانات والے سانپ اور دُم کٹے سانپ کو قتل کرو (الحدیث) ابوداؤد اور نسائی نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی نے کبیر میں حضرت جریر بن عبداللہ بجلی اور حضرت عثمان ابن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا آپ نے فرمایا تمام

---

١ صحیح البخاری باب ما یقتل المحرم من الدواب مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۴۶
٢ مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ " دارالفکر بیروت ۱/۲۵۷
٣ سنن ابن ماجہ ما یقتل المحرم مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۳۰
٤ سنن ابی داود باب قتل الحیات " آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۵۶
٥ " " " " " " مجتبائی پاکستان لاہور ۲/۳۵۶

Marfat.com

فکلاومن ادعی فعلیہ الدلیل ولعل تعلیل هذا احسن من تعلیل الطیبی بان الکلب شیطان[1] کما نقلہ فی مجمع بحار الانوار واقرہ فان ذلك انما ورد فیما نعلمہ فی الکلب الاسود کما فی حدیث قطع الصلاۃ عند احمد والستۃ الا البخاری عن عبد اللہ بن الصامت عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ وفیہ فانہ یقطع صلاتہ المرأۃ والحمار والکلب الاسود قلت یا اباذر ما بال الکلب الاسود من الکلب الاحمر من الکلب الاصفر قال یا ابن اخی سألت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما سألتنی فقال الکلب الاسود شیطان[2] ولاحمد عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الکلب الاسود البھیم الشیطان[3] وقد دل السؤال والجواب ان القید ملحوظ وان غیر الاسود عن ذلك محفوظ۔

فان قلت ما یدریك لعل الکلب الذی کان فی بیتھم کان اسود

دعوٰی کرے اس کے ذمہ دلیل ہے اور شاید یہ تعلیل، طیبی کی تعلیل کہ کتا شیطان ہے سے اچھی ہے جیسا کہ انہوں نے مجمع بحار الانوار میں نقل کرکے اسے برقرار رکھا۔ ہمارے علم کے مطابق یہ بات سیاہ کتے کے بارے میں آئی ہے جیسا کہ نماز ٹوٹنے سے متعلق حدیث میں ہے جسے امام احمد نے اور بخاری کے سوا اصحاب ستہ کے دیگر ائمہ نے بواسطہ حضرت عبد اللہ بن صامت، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اس میں ہے کہ آدمی کی نماز عورت، گدھے اور سیاہ کتے کے گزرنے سے ٹوٹ جاتی ہے"، میں نے عرض کیا اے ابوذر سیاہ کتے کی کیا خصوصیت ہے جو سرخ اور زرد کو حاصل نہیں۔ انہوں نے فرمایا: اے بھتیجے! میں نے اس کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہاری طرح سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا "سیاہ کتا شیطان ہے"۔ امام احمد، حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سے وہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں آپ نے فرمایا: "نہایت سیاہ کتا شیطان ہے"۔ سوال وجواب اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ (رنگ کی) قید ملحوظ ہے اور غیر سیاہ کتا اس (حکم) سے محفوظ ہے۔ (ت)

اگر تم کہو کہ تمہیں کیا معلوم شاید وہ کتا جو ان کے گھروں میں تھا سیاہ رنگ کا ہو؛ میں کہتا ہوں تمہیں

---

[1] مرقات المفاتیح باب السترۃ فصل اول مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۲۲۵

[2] الصحیح لمسلم باب سترۃ المصلی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹۷

[3] مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا دار الفکر بیروت ۶/۱۵۷

Marfat.com

ثالثاً ولوغ کلب سے غسل اناء بلکہ مبالغۃً تسبیع وتثمین وتتریب کو بھی تنجیس عین سے اصلاً علاقہ نہ ہونا اجلٰی بدیہیات سے ہے۔

وقد اغرب الشوکانی فی نیل الاوطار فجعله حجۃً تماعما انه اذاکان لعابه نجسا وھو عرق فمه ففمه نجس ویستلزم نجاسۃ سائر بدنه وذلك لان لعابه جزء من فمه وفمه اشرف مافیه فبقیۃ بدنه اولٰی[1]۔

شوکانی نے نیل الاوطار میں عجیب بات کرتے ہوئے اسے حجت قرار دیا ہے ان کا خیال ہے کہ جب اس کا لعاب ناپاک ہے اور وہ منہ کا پسینہ ہے تو اس کا منہ بھی ناپاک ہوگا اور یہ تمام بدن کی نجاست کو مستلزم ہے یہ اس لیے کہ اس کا لعاب اس کے منہ کا ایک جزء ہے اور منہ اس کے جسم کا اشرف حصہ ہے، پس باقی بدن تو بدرجۂ اولٰی ناپاک ہوگا۔ اھ (ت)

اقول ھذاکما تری یساوی ھزلا ویتساوك ھزلا فان کون اللعاب جزء الفم ممالا یتفوه به صبی عاقل فضلا عن فاضل ثم ھوانما یتولد من داخل لامن الجلد فانما یدل علی نجاسۃ اللحم دون العین ثم لوتم لدل علی نجاسۃ عین کل ماسؤره نجس وھو باطل۔

اقول یہ بات جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو مذاق کے برابر ہے اور کمزوری کے باعث متزلزل ہے کیونکہ لعاب کا منہ کا جزء ہونا کسی عقلمند بچّے کا قول بھی نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ ایک فاضل یہ کہے، پھر یہ (لعاب) اندر سے پیدا ہوتا ہے جلد سے نہیں، اور یہ گوشت کی نجاست پر دلالت کرتا ہے عین کے نجس ہونے پر نہیں، پھر اگر ان کی بات صحیح بھی ہو تو یہ ہر اس چیز کے عین نجس ہونے پر دلالت کرے گی جس کا جھوٹا ناپاک ہے حالانکہ یہ باطل ہے۔ (ت)

رابعاً حدیث انھا لیست بنجس انھا من الطوافین علیکم والطوافات[2] (یہ ناپاک نہیں کیونکہ تمہارے پاس چکر لگانے والوں اور آنے جانے والیوں میں سے ہے۔ ت) حدیث حسن صحیح ہے

اخرجه الائمۃ مالك واحمد والاربعۃ وابن حبان والحاکم وابن خزیمۃ وابن مندۃ فی صحاحھم عن ابی قتادۃ وابوداود والدارقطنی

ائمۂ حدیث امام مالک، احمد، ائمہ اربعہ (بخاری، مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ) ابن حبان، حاکم، ابن خزیمہ اور ابن مندہ نے اپنی صحاح میں حضرت ابو قتادہ

---

[1] نیل الاوطار باب آسار البھائم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷
[2] سنن ابی داؤد باب سور الھرۃ ؍؍ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۰

Marfat.com

رجله موضع رجل کلب فی الثلج او الطین ونظائرھذہ مبنی علی روایۃ نجاسۃ عین الکلب ولیست بالمختارۃ[1]

کتے نے پاؤں رکھا وہاں پاؤں رکھا جائے تو ناپاک ہے، اور اس قسم کی دُوسری باتیں کتے کے نجس عین ہونے پر مبنی ہیں اور یہ بات مختار نہیں (ت)

حلیہ میں فرمایا:

الکثیرعلی انہ لیس نجس العین وعلی ھذا فیکون الصحیح عند الکثیرانہ لا ینزح اذااخرج ولم یصب الماء فمہ کما ھومعزو الی ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ[2]

بہت سے فقہا کے نزدیک یہ نجس عین نہیں لہذا اس بنیاد پر زیادہ لوگوں کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ جب کتا (پانی سے) نکالا جائے اور اس کا منہ پانی تک نہ پہنچا ہو تو (کنویں سے) پانی نہیں نکالا جائے گا، یہ بات امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف منسوب ہے۔ (ت)

پس عندالتحقیق اُس کے بال بھی پاک، کھال بھی پاک، ذبح و دباغت باعث تطہیر جلد علی القول المتفق علیہ عندنا واللحم ایضاعلی اضعف التصحیحین (اس قول کے مطابق جو ہمارے نزدیک متفق علیہ ہے اور دو تصحیحوں سے کمزور تر تصحیح کے مطابق گوشت بھی پاک ہے۔ ت) زندہ و مردہ، مذبوح و غیر مذبوح ہر حالت میں دانت پاک، ناخن پاک، اگر کنویں میں گرا اور زندہ نکل آیا اور بدن پر کوئی نجاست معلوم نہ تھی نہ لعاب پانی کو پہنچا تو پانی پاک، تطییباً للقلب صرف بیس ڈول نکالے جائیں۔ کیچڑ وغیرہ پر چلا ہے اور وہیں آدمی برہنہ پا چلے تو پاؤں نجس نہ ہوں گے۔ پانی میں بھیگا ہوا چٹائی پر لیٹے یا بدن جھاڑے اور اس کی چھینٹوں سے کپڑا وغیرہ تر ہو جائے ناپاک نہ ہوگا جب تک بدن پر نجاست نہ ہو۔ ان تمام فروع میں تو اصلاً کلام نہیں،

ووقع فی الدرلیس نجس العین وعلیہ الفتوی فیباع ویؤجر ویضمن ولا یفسد الثوب بعضہ مالم یرریقہ ولاصلاۃ حاملہ ولوکبیرا وشرط الحلوانی شد فمہ[3] اھ ملخصا۔

درمختار میں ہے کہ نجس عین نہیں ہے اور اسی پر فتوٰی ہے پس اسے بیچا جا سکتا ہے، اجرت پر دیا جا سکتا ہے اور (ہلاکت کی صورت میں) اس کا تاوان لازم ہوگا اور اس کے کاٹنے سے کپڑا ناپاک نہیں ہوگا جب تک لعاب دکھائی نہ دے اسے اٹھا کر نماز پڑھنے والے کی نماز نہیں ٹوٹے گی اگرچہ بڑا ہو۔ حلوانی کے نزدیک اس کا منہ بندھا ہونا شرط ہے اھ تلخیص (ت)

---

[1] فتح القدیر آخر باب الانجاس مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر سندھ ۱/۱۸۶
[2] التعلیق المجلی حاشیۃ منیۃ المصلی فصل فی البئر مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۱۵
[3] درمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی بھارت ۱/۳۸

Marfat.com

وسلم وذکر الهرة وقال هی سبع[1] اھ
فلعل العلامة الدمیری شُبّه علیه
فانتقل ذهنه فی تتمة هذا الحدیث
الی ذاك هذا فی لفظ الهرة و
قد ذکره علی الصواب فی لفظ
السنور فقال روی الحاکم عن
ابی هریرة رضی الله تعالی عنه
قال کان النبی صلی الله تعالی علیه
وسلم یأتی دار قوم من الانصار
فساق الحدیث الی قوله فقال السنور سبع[2] اھ
فان قلت ربما یتحصل لنا المقصود بهذا
اللفظ ایضا فان الحدیث قد علل
زیارة اهل بیت عند هم هرٌّ دون الذین
عندهم کلب بانها سبع فدل علی ان الکلب
اخبث من السبع وقد تقرر عندنا نجاسة
اسآر سائر السباع فلو کانت هی ایضا قصاری
الامر فی الکلاب غیر متعدیة من اللعاب
علی الاهاب لم یکن لهذا التعلیل معنی
قلت نعم یدل علی زیادة شیئ فی
الکلب علی سائر السباع ولکن ما فیه
من عدم دخول الملئکة بیتا هو فیه اما
خصوص الفرق بنجاسة العین

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پھر انہوں نے بلّی کا ذکر
کرتے ہوئے فرمایا "یہ درندہ ہے" اھ شاید علامہ
دمیری کو شبہہ ہوگیا اور ان کا ذہن اس حدیث
کے تتمہ پر اس بات کی طرف منتقل ہوگیا۔ یہ تو لفظ
"ھرۃ" میں ہے لیکن انہوں نے لفظ "سنور" کو صحیح قرار
دیتے ہوئے ذکر کیا، فرماتے ہیں حاکم نے حضرت ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم قوم انصار کے گھر تشریف لاتے تھے پھر وہ حدیث
بیان کرتے ہوئے یہاں تک پہنچے، آپ نے فرمایا بلّی
درندہ ہے اھ اگر تم کہو کہ کبھی ہمیں اس لفظ سے بھی مقصود
حاصل ہوجاتا ہے کیونکہ جن کے ہاں بلّی ہو وہاں جانا
صحیح ہے جہاں کتا ہو وہاں نہیں۔ حدیث شریف
میں اس کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ ایک
درندہ ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کتا درندوں سے
بھی زیادہ خبیث ہے۔ اور ہمارے نزدیک تمام درندوں
کے پس خوردہ کی نجاست ثابت ہوچکی ہے۔ پس اگر
کتے کے بارے میں بھی صرف اتنی ہی بات ہو اور وہ
لعاب سے چمڑے کی طرف متعدی نہ ہو تو اس تعلیل کا
کوئی مطلب نہ ہوگا (قلت) ہاں کتے میں باقی درندوں سے
زائد چیز پر دلالت موجود ہے وہ یہ کہ کتے کے بارے میں ہے جس گھر
میں یہ ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے ـــ لیکن نجاست عین
کے ساتھ خصوصی فرق ہرگز نہیں، جو

---

[1] کتاب الضعفاء الکبیر فی ترجمہ عیسٰی بن المسیب مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۳۸۷
[2] حیاۃ الحیوان تحت لفظ السنور مطبوعہ مصطفی البابی الحلبی مصر ۱/ ۵۷۶

Marfat.com

الاصحیحا وھذا کما تری من اجلی البدیھات۔

جیسا کہ تم دیکھتے ہو نہایت واضح باتوں میں سے ہے۔ (ت)

غنیہ میں ہے :

(ان صلی ومعہ سنور تجوز) صلاتہ مطلقا ان جلس بنفسہ واذا لم یکن علی ظاھرہ نجاسۃ مانعۃ ان حملہ اما ان کان علیہ نجاسۃ مانعۃ اذ ذاک فلا تجوز صلاتہ کما لو حمل صبیا لایستمسک بنفسہ وفی ثیابہ او بدنہ نجاسۃ مانعۃ لانہ حینئذ ھو الحامل للنجاسۃ بخلاف المستمسک فان المصلی لیس حاملا للنجاسۃ التی علیہ (بخلاف الکلب) اذا حملہ المصلی حیث لا تجوز صلاتہ لانہ حامل للنجاسۃ التی ھی لعابہ اما اذا جلس علیہ بنفسہ فعلی روایۃ انہ نجس العین کذلک لانہ حاملہ وھو نجاسۃ واما علی الروایۃ الصحیحۃ فینبغی ان تجوز صلاتہ لانہ غیر حامل للنجاسۃ کما فی الھرۃ ونحوھا علی ماسبق[1] اھ ملخصا۔

اگر کسی نے نماز پڑھی اور اس کے پاس بلی تھی اس کی نماز مطلقاً جائز ہے اگر وہ خود بخود بیٹھی ہو، اور اگر اس نے اسے اٹھایا ہو تو اس صورت میں اس کے ظاہر پر اتنی نجاست نہ ہو جو مانع ہو (نماز جائز ہوگی) لیکن جب اس پر مانع کی حد تک نجاست ہو اس وقت نماز جائز نہیں جیسا کہ اگر اس نے بچہ اٹھایا ہو جو خود بخود ٹھہر نہیں سکتا اور اس کے کپڑوں یا بدن پر اتنی نجاست ہے جو نماز سے مانع ہے کیونکہ اس وقت وہ خود نجاست اٹھانے والا ہوگا بخلاف اس کے جو خود بخود ٹھہر سکتا ہے اس صورت میں نمازی اپنے اوپر پائی جانے والی نجاست کو اٹھانے والا شمار نہیں ہوگا (بخلاف کتے کے) جب اسے اٹھایا ہو تو نماز جائز نہ ہوگی کیونکہ وہ اس کی نجاست یعنی لعاب کو اٹھائے ہوئے ہے۔ لیکن جب وہ خود بخود بیٹھ جائے تو اس روایت کی بنیاد پر کہ وہ نجس عین ہے اسی طرح ہے کیونکہ وہ اسے اٹھائے ہوئے ہے اور وہ نجاست ہے لیکن صحیح روایت کے مطابق مناسب ہے کہ اس کی نماز صحیح ہو کیونکہ وہ نجاست کو اٹھائے ہوئے نہیں، جیسا کہ بلی وغیرہ کے بارے میں گزر چکا ہے۔ (ت)

اور اگر خود مصلی ہی نے اسے لے کر نماز پڑھی یا نماز میں اٹھا لیا تو قول طہارت عین ہی پر اس صورت میں دو قول ہیں۔

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الآسآر مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۹۱

Marfat.com

ثم مايدريك لعله كان احمر او اصفر وبالجملة فالحديث اقتصر في معرض التعليل على وصف الكلبية فلوكان العلة خصوص اللون لصرح به او اتى بلام العهد هذا ثم ان في الحديث تاويلا أخر افاده ايضا الطيبي فقال هواستفهام انكار اھ فعلى هذا يكون المعنى اثبات السبعية للكلب ونفيها عن الهر فيضلم الاستدلال من اصله **اقول** لكن الحديث في بعض طرقه بلفظ ان السنور سبع كما في الميزان فافهم عـــہ

کیا معلوم، شاید وُہ سرخ یا زرد رنگ کا ہو۔ بہرحال حدیث شریف میں صرف اس کا کتّا ہونا ہی دلیل بنے گا۔ اگر کوئی خصوصی رنگ علّت ہوتا تو اس کی تصریح فرماتے یا لامِ عہد لاتے، اسے اپنائیے، پھر حدیث میں ایک اور تاویل بھی ہے جس کا فائدہ بھی طیبی سے حاصل ہوا، انہوں نے فرمایا یہ استفہام انکاری ہے اھ پس اس بنیاد پر معنٰی یہ ہوگا کہ کتے کے لیے درندگی ثابت کرنا اور بلّی سے اس کی نفی کرنا ہے، لہٰذا استدلال سرے سے ہی ختم ہوجائیگا **اقول** لیکن حدیث کے بعض طرق میں یہ الفاظ ہیں "ان السنور سبع" جیسا کہ میزان میں ہے۔ پس سمجھ لو۔ (ت)

خامساً عبارت شرح وقایہ سے استدلال عجیب ہے حالانکہ اسی کی بیوع میں یہاں تک تصریح ہے

م صح بيع الكلب والفهد والسباع علمت اولا **ش** هذا عندنا وعند ابي يوسف رحمه الله تعالٰى لا يجوز بيع الكلب العقور وعند الشافعي رحمه الله تعالٰى لا يجوز بيع الكلب اصلا بناء على انه نجس العين عنده ؎

(متن) کتے، بھیڑیے اور درندوں کی بیع جائز ہے، انہیں سکھایا جائے یا نہ۔ (شرح) یہ ہمارے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک کاٹنے والے کتے کی بیع جائز نہیں جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک کتے کی بیع بالکل جائز نہیں، کیوں کہ وہ ان کے نزدیک نجس عین ہے۔ (ت)

بالجملہ قول اصح وارجح بلکہ ماخوذ ومعمول ومفتی بہ وہی طہارت عین ہے تو جتنے امور بربنائے نجاست عین مانے جاتے ہیں سب خلاف معتمد ومخالف قول مختار ورشید ہیں لاجرم فتح میں فرمایا:

ماذكر في الفتاوى من التنجس من وضع

فتاوٰی میں جو مذکور ہے کہ برف یا کیچڑ میں جہاں

عـــہ يشير الى ان ليس بنص في عدم حذف الهمزة ۱۲ (م)

اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ لفظ "ان" ہمزہ کے حذف نہ ہونے میں نص نہیں۔ (ت)

؎ مجمع بحار الانوار ؎ شرح الوقایہ، مسائل شتی مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۴۴

ذکر کریں گے۔ ت) غالباً لعاب کلاب منہ کھلا ہونے کی حالت میں میلان کرتا اور بندش سے رکتا مظنون ہے لہٰذا شد وفتح سے تعبیر کی گئی ومثله كثير الوقوع من الفقهاء كما لايخفى على من تتبع (اور اس کی مثل فقہاء سے کثیر الوقوع ہے جیسا کہ تلاش کرنے والے پر مخفی نہیں۔ ت) غرض اختلاف لفظی ہے نہ معنوی وبهذا يندفع التهافت المظنون في كلمات البحر والدر والطحطاوي وبالله التوفيق (بحرالرائق، درمختار اور طحطاوی کے کلمات میں جس تکرار کا گمان تھا اس سے وہ دور ہوگیا۔ اور اللہ تعالٰی ہی توفیق عطا کرنے والا ہے۔ ت) بہرحال ان سب ائمہ وعلماء نے نجاستِ لعاب کا اعتبار نہ فرمایا جب تک منہ سے باہر سیلان نہ کرے اس مسلک پر بلاشبہہ یہ فرع بھی صرف اسی طہارت عین کلب پر مبتنی اور جب وہ مفتی بہ تو یہ بھی اس طریقہ پر یقیناً مفتی بہ۔

في البحر عن البدائع انه (اي طهارة عين الكلب) اقرب القولين الى الصواب ولذلك قال مشايخنا فيمن صلى وفي كمه جرو انه تجوز صلاته وقيد الفقيه ابو جعفر الهندواني الجواز بكونه مشدود الفم اھ[1] وفي البحر ايضا اذا صلى وهو حامل جروا صغيرا لاتصح صلاته على القول بنجاسته مطلقا وتصح على القول بطهارته اما مطلقا او بكونه مشدود الفم كما قدمناه عن البدائع اھ[2] وفي حاشية المراقي انه ليس بنجس العين وعليه الفتوى واثر الخلاف يظهر فيما لو صلى وفي كمه جرو صغير جازت على الاول لا الثاني وشرط الهندواني كونه مشدود

بحرالرائق میں بدائع سے منقول ہے کہ یہ (کتے کا طاہر عین ہونا) دو قولوں میں سے صحت کے زیادہ قریب قول ہے۔ اس لیے ہمارے مشایخ نے فرمایا کہ جس آدمی کی آستین میں کتے کا بچہ ہو اس کی نماز جائز ہے اور فقیہ ابوجعفر ہندوانی کے نزدیک جواز کے لیے اس کے منہ کا باندھا ہونا شرط ہے اھ۔ بحرالرائق میں ہی ہے کہ جب کسی آدمی نے اس حالت میں نماز پڑھی کہ اس نے کتے کا چھوٹا سا بچہ اٹھا رکھا تھا تو اس قول پر کہ وہ نجس ہے نماز مطلقاً صحیح نہیں ہوگی اور طہارت کے قول کی بنیاد پر یا تو مطلقاً صحیح ہوگی یا اس صورت میں کہ اس کا منہ باندھا ہوا ہو، جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے بدائع سے نقل کیا اھ مراقی الفلاح کے حاشیہ میں ہے کہ وہ نجس عین نہیں اور اسی پر فتوٰی ہے۔ اور اختلاف کا اثر اس

---

[1] البحرالرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۱
[2] " " " " " " ۱/۱۰۲

Marfat.com

الخ. **اقول** اما البیع فقد تقدم الکلام
علیه وھو الکلام فی الاجارۃ فانہا ایضا
انتقد حل الانتفاع واما عدم فساد
الثوب مالم یبتل بلعابه فقد اقرہ علی
هذا التفریع محشیه العلامۃ الشامی و
العبد الضعیف لایحصله فانه ماش علی
قول التنجیس ایضا قطعا لان الرجس
لایعدی النجاسۃ الابلل ونجاسۃ ریقه
لاخلف فیها فی المذھب فعدم النجاسۃ
بسن یابس والتنجس بشفۃ رطبۃ کلاھما
متفق علیه لاجرم ان قال البحر فی
البحر لا یخفی ان ھذہ المسألۃ علی القولین[1]
الخ ثم رأیت العلامۃ الطحطاوی نبه علیه
معترفا ایضا من البحر واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

اقول جہاں تک خرید وفروخت کا تعلق ہے
تو اس پر کلام گزر چکا ہے اور اجارہ کے بارے میں بھی
وہی حکم ہے کیونکہ اس کی بنیاد بھی تو انتفاع کا حلال
ہونا ہے، لیکن کپڑے کا خراب نہ ہونا جب تک لعاب سے
تر نہ ہو، اس پر اس کے محشی علامہ شامی نے اس تفریع
کو برقرار رکھا ہے۔ یہ بندۂ ضعیف اسے نہیں مانتا
کیونکہ وہ اس کے قطعی نجس ہونے کا بھی قائل ہے اور
نجاست، رطوبت کے بغیر آگے متجاوز نہیں ہوتی اور
تھوک کے نجس ہونے میں مذہب میں کوئی اختلاف نہیں
پس خشک دانت کے ساتھ ناپاک نہ ہونا اور تر ہونٹ
کے ساتھ ناپاک ہوجانا دونوں باتوں پر اتفاق ہے
صاحبِ بحر نے بحر الرائق میں فرمایا مخفی نہ رہے کہ
یہ مسئلہ دو قولوں کی بنیاد پر ہے الخ پھر میں نے دیکھا
کہ علامہ طحطاوی نے بحر سے اس کا اعتراف کرتے
ہوئے اس پر تنبیہ کی ہے واللہ سبحٰنہ وتعالٰی (ت)

باقی رہی وہ فرع کہ اس کے حامل کی نماز ہوگی یا نہیں اگر کتا خود آکر مصلی پر بیٹھ جائے جب تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں صحت نماز خاص اسی مذہب صحیح یعنی طہارت عین ہی پر مبتنی ہے قول نجاست پر نماز نہ ہوگی کہ اگرچہ کتا خود آکر بیٹھا مگر وہ عین نجاست ہے تو مصلی حامل نجاست ہوا اور قول طہارت پر ہوجائے گی کہ اب نجس ہے تو لعاب اور لعاب محمول کلب ہے نہ محمول مصلی اور حمل بالواسطہ یہاں معتبر نہیں جیسے ہوشیار بچہ جس کے جسم وثوب یقیناً ناپاک ہوں خود آکر مصلی پر بیٹھ جائے نماز جائز ہے اگرچہ ختم نماز تک بیٹھا رہے کہ اس صورت میں مصلی خود حاملِ نجاست نہیں اور جبکہ مذہب مفتی بہ طہارت عین ہے تو اس صورت میں جوازِ نماز کہی قطعاً مفتی بہ۔

فان مالا یبتنی الا علی الصحیح لا یکون

جس چیز کی بنیاد صحیح ہو وہ بھی صحیح ہوتی ہے اور یہ

---

[1] البحر الرائق کتاب الطہارت مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۳

Marfat.com

الی ثوبه جاز لان ظاھر کل حیوان طاھر ولا یتنجس الا بالموت و نجاسة باطنه فی معدنھا فلا یظھر حکمھا کنجاسة باطن المصلی انتھی[1] و الاشبه ان ھذا التفصیل فی کلب من شانه غلبة سیلان لعابه بحیث یبلغ ما یسیل منه قبل فراغ حامله ما یمنع صحة الصلاة وان شد فوہ یمنع ذلك منه ومالیس کذلك فالا شبه فیه اطلاق الجواز کما ھو ظاھر ما فی البدائع عن مشایخنا اھ[2]۔

پھر اسے برقرار رکھا اور اس کی تائید کی ۔ اور حلیہ میں رضی الدین کی محیط سے منقول ہے کہ ایک شخص نے نماز پڑھی اور اس کے ساتھ کتے کا بچہ یا وہ چیز تھی جس کے جھوٹے سے وضو کرنا جائز نہیں، کہا گیا ہے کہ نماز جائز نہیں لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اگر اس کا منہ کھلا ہوا ہو تو جائز نہیں کیونکہ اس کا لعاب آستین میں بہتا رہے گا اور وہ لعاب سے تر ہو کر ناپاک ہو جائے گی لہذا ایک درہم سے زیادہ ہونے کی صورت میں نماز کے جواز کو روکے گی اور اگر اس کا منہ اس طرح باندھا ہوا ہو کہ اس کا لعاب کپڑے تک نہ پہنچے تو نماز جائز ہے کیونکہ ہر حیوان کا ظاہر پاک ہے اور وہ موت کے بغیر ناپاک نہیں ہوتا جب کہ اندر کی نجاست اپنے مرکز میں ہے ۔ پس نمازی کے اندر کی نجاست کی مثل اس کا حکم بھی ظاہر نہ ہوگا ۔ انتہی زیادہ مناسب بات یہ ہے کہ یہ تفصیل اس کتے کے بارے میں ہے جس کا لعاب اکثر جاری رہتا ہے کیونکہ اس کا لعاب جب اس صورت میں ہو کہ جو کچھ جاری ہو اوہ اُٹھانے والے کے فارغ ہونے سے پہلے اس حد تک پہنچ جائے جو نماز کے صحیح ہونے سے مانع ہے اگرچہ اس کا منہ بند کیا جائے تو یہ نماز سے مانع ہوگا اور جو ایسا نہ ہو اس میں مطلقاً جواز (کا قول) زیادہ مناسب ہے جیسا کہ ہمارے مشایخ کے اُس قول سے ظاہر ہے جو بدائع میں ہے ۔ (ت)

مسلک دوم: جن کی نظر اس طرف گئی کہ لعاب سطح دہن میں پیدا نہیں ہوتا بلکہ باطن گوشت سے متولد ہو کر دہن میں آتا ہے تو منہ سے باہر نکلنے نہ نکلنے کو کچھ دخل نہ رہا کہ اپنے اصل موضع سے منتقل ہو چکا تو اگرچہ بیرونِ دہن آئے حکمِ نجاست پا لیا جیسے خُون کہ اندر سے نکل کر دہن و زبان کی سطوح پر آجائے پس صورت مذکور میں دہنِ کلب وغیرہ سباع بہائم کے اندر ہی لعاب کا ہونا حملِ نجاست کا موجب ہے، انہوں نے مطلقاً فساد نماز کا حکم دیا خانیہ و خلاصہ و بزازیہ و ہندیہ و ذخیرہ و ملتقی و حلیہ و غنیہ میں اسی

---

[1] التعلیق المجلی مع منیۃ المصلی مسائل ازالۃ النجاسۃ الحقیقۃ مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۵۸
[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

Marfat.com

اقول والسر فیہ ان الابتناء علی شیئ لہ وجہان احدھما ان لایبتنی الا علیہ والاٰخر ان یکون ھو احد ما یبتنی علیہ فالمبنی علی الصحیح بالمعنی الاول صحیح قطعا و بالمعنی الاٰخر لایجب ان یکون صحیحا لجواز ان یکون البعض الاٰخر مما یبتنی علیہ غیر صحیح فلا یکون المبتنی صحیحا بسببہ وعن ھذا نقول ان صحۃ الفروع تستلزم صحۃ الاصل ولا عکس لان الاصل لازم اعم فثبوتہ غیر قاض بثبوت ملزومہ۔

اقول اس میں راز یہ ہے کہ کسی چیز پر بنیاد رکھنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اس کے علاوہ دوسری چیز پر بنیاد نہ ہو، اور دوسرا یہ کہ جن باتوں پر بنیاد رکھی گئی ہے، یہ ان میں سے ایک ہے پہلے معنی کے اعتبار سے جو چیز صحیح پر مبنی ہوگی وہ قطعی طور پر صحیح ہوگی، اور دوسرے معنی کے اعتبار سے اس کا صحیح ہونا واجب نہیں کیونکہ جائز ہے کہ دوسرا البعض جس پر اس کی بنیاد ہے وہ غیر صحیح ہو لہٰذا اس کے سبب (فرع کی صحت) سے بنیاد کا صحیح ہونا لازم نہ ہوگا اسی بنیاد پر ہم کہتے ہیں کہ فرع کی صحت اصل کے صحیح ہونے کو مستلزم ہے لیکن اس کا عکس نہیں کیونکہ اصل لازم اعم ہے پس اس کے ثبوت سے ملزوم کا ثبوت ضروری نہیں (ت)

اس قول پر اگرچہ عین کلب نجس نہیں مگر لعاب تو بالاتفاق نجس ہے اور اصل کلی یہ ہے کہ کوئی نجاست اپنے معدن میں حکم نجاست نہیں پاتی ورنہ نماز محال ہو کہ خود بدن متصل خون وغیرہ سے کبھی خالی نہیں اب نظر علماء دو مسلک پر مختلف ہوئی:

مسلک اول: جن کی نظر میں لعاب جب تک منہ سے باہر نہ نکلے اپنے معدن میں ہے انہوں نے حکم صحت پایا تو مطلقاً جیسا کہ امام ملک العلماء نے بدائع میں اختیار فرمایا اور اپنے مشایخ کرام سے نقل کیا اور اسی پر حلیہ میں اور بحرالرائق و درمختار کے کتاب الطہارت میں اور حلبی و شامی نے حواشی در اور طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں جزم فرمایا یا اس شرط کے ساتھ کہ اس کا منہ بندھا ہو ورنہ نماز نہ ہوگی یہ امام فقیہ ابوجعفر ہندوانی کا ارشاد ہے۔ محیط رضوی و نصاب و ابوالسعود وغیرہا اور بحر و در کی شروط الصلاۃ میں اسی پر اعتماد اور اسی طرف علامہ طحطاوی نے حاشیہ در میں میل کیا اور نظر فقہی میں تحقیق وہی ہے کہ بندش شرط نہیں قبل از فراغ نماز لعاب بقدر مانع جواز کے سیلان پر بنا ہے نہ بہے تو نماز ہوجائے گی اگرچہ منہ کھلا رہے، ورنہ نہیں، اگرچہ بندھا ہو۔

اقول بلکہ حق یہ کہ شرط **بندش** کا مقصود بھی یہی ہے کما یفیدہ ما نذکر عن المحیط وغیرہ من تعلیل التقیید (جیسا کہ وہ بات یعنی تقیید کی علت اس کا فائدہ دے گی جسے ہم محیط وغیرہ سے

Marfat.com

بخلاف جرو الكلب[1] اھ وفی الغنیة لایقال النجاسة التی فی محلها غیر معتبرة ولا یعطی لها حکم النجاسة لانا نقول سلمنا ولکن اللعاب قد انتقل عن محله الذی تولد فیه واتصل بالفم الذی له حکم الظاھر بالنظر الی مایخرج من الباطن فاعتبر نجاسة وقد تنجس بها لسانه وسائر فمه فکان مانعا اھ[2] ملخصا۔

نے اس سے پہلے ان سے نقل کی ہے یعنی منہ باندھنے اور کھلا چھوڑنے کی تفصیل اس کتے کے بارے میں ہے جو اس شان کا ہو اور مطلق جواز اس کے غیر میں ہے انہوں نے تحقیق کے بعد فرمایا اس وقت ظاہر ہوتا ہے کہ مذکورہ قاعدے میں نظر ہے پس اس سے آگاہی حاصل کرو (انتہی) منیہ میں ہے کہ اگر کسی نے نماز پڑھی اور اس کے پاس بلی یا سانپ ہو تو نماز جائز ہوگی بخلاف کتے کے بچے کے انتہی غنیہ میں ہے یہ نہ کہا جائے کہ جو نجاست اپنے محل میں ہے غیر معتبر ہے اور اس کو نجاست کا حکم نہیں دیا جائیگا کیونکہ ہم کہتے ہیں ہم نے مان لیا لیکن لعاب اپنے اس مقام سے جہاں وہ پیدا ہوا منتقل ہو کر منہ سے مل جاتا ہے جسے باطن سے باہر آنے والی چیز کی طرف نظر کرتے ہوئے ظاہر کا حکم دیا جاتا ہے لہذا اس کی نجاست کا اعتبار ہوگا اور اس سے اس کی زبان اور تمام منہ ناپاک ہوگیا پس وہ مانع ہوگا انتہی تلخیص (ت)

اس مسلک پر یہ فرع صرف طہارت عین پر مبنی نہیں بلکہ اس کے ساتھ صحت صلاۃ کے لیے طہارت لعاب بھی درکار اور وہ کلب وغیرہ سباع بہائم میں مفقود، لہذا صحتِ نماز بھی مفقود اگرچہ طاہر العین ہی ہو ایسی جگہ المبنی علی صحیح صحیح نہیں یہ تو اختلافِ علما تھا ترجیح دیکھیے تو وہ مسلک اول ہی کی طرف ہے محیط رضوی و بحرالرائق و دُرمختار وغیرہا میں صراحۃً اُس کی تصحیح بلفظ اصح اور حلیہ میں بلفظ اشبہ مذکور۔

کما مر وقد صرح العلامة الفقیه خیر الدین الرملی فی فتاواه الخیریة لنفع البریة من کتاب الطلاق بما نصه وانت علی علم بانه بعد التنصیص علی اصحیته لا یعدل عنه الی غیره[3] اھ وفیها من کتاب الصلح حیث

جیسا کہ گزرا علامہ فقیہ خیر الدین رملی نے اپنے فتاوی الخیریہ لنفع البریہ کی کتاب الطلاق میں اسے صراحۃً بیان کیا اور تم جانتے ہو کہ اس کے اصح ہونے پر تنصیص کے بعد غیر کی طرف عدول نہیں کیا جاتا انتہی اور اسی کی کتاب الصلح میں ہے کہ جب اصح ثابت

---

[1] منیۃ المصلی فصل الاسآر مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامع نظامیہ لاہور ص ۱۵۸

[2] غنیۃ المستملی " مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۹۱

[3] فتاوی خیریۃ کتاب الطلاق مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳۹/۱

منصا وفی البزازیۃ عن النصاب
الجرو مشدود الفم یجوز اھ ٢
شروط الصلاۃ للدرر والبحر وفتح
المعین واللفظ للدرر ما یتحرک بحرکۃ
یعد حاملا لہ کصبی علیہ نجس ان لم
یستمسک بنفسہ منع والا لا کجنب وکلب
شد فمہ فی الاصح اھ ٣ وفی حاشیتہ للعلامۃ
قولہ ان شد فمہ لو قال وکلب ان لم
یسل منہ ما یمنع الصلاۃ لکان اولی لانہ
لو علم عدم السیلان اوسال منہ دون
المانع لا یبطل الصلاۃ وان لم یشد فمہ
حلبی وفیہ تأمل اھ ٤ ونقل العلامۃ الشامی
ما افادہ الحلبی فاقرہ وایدہ وفی الحلیۃ
فی محیط رضی الدین رجل صلی ومعہ
جرو کلب وما لا یجوز ان یتوضأ بسؤرہ
قیل لم یجز والاصح انہ ان کان فمہ مفتوحا
لم یجز لان لعابہ یسیل فی کمہ فیصیر
مبتلا بلعابہ فیتنجس کمہ فیمنع جواز
الصلاۃ ان کان اکثر من قدر الدرھم فان
کان فمہ مشدودا بحیث لا یصل لعابہ

صورت میں ظاہر ہوگا جب وُہ اس حال میں نماز پڑھے کہ اس کی آستین میں کتے کا چھوٹا بچہ ہو، پہلے قول کے مطابق نماز جائز ہوگی دوسرے کے مطابق نہیں۔ اور ہندوانی نے منہ بندھا ہونا شرط رکھی ہے اھ تلخیص۔ بزازیہ میں نصاب سے نقل کیا ہے کہ اگر کتے کے بچے کا منہ باندھا ہوا ہو تو نماز جائز ہے اھ۔ نماز کی شرائط میں درمختار، بحر الرائق اور فتح اللہ المعین میں ہے الفاظ درمختار کے ہیں کہ جو اس کی حرکت سے حرکت کرے یا اسے اٹھانے والا شمار ہو جیسے بچہ کہ اس پر نجاست ہو اگر وُہ خود بخود نہ ٹھہر سکے تو منع کیا جائے گا ورنہ نہیں جیسے جنبی اور کتا، اگر اس کا منہ باندھا ہو۔ یہ اصح قول کے مطابق ہے اھ اور اس کے حاشیہ میں علامہ (طحطاوی) نے فرمایا "یہ کہنے کی بجائے کہ اگر اس کا منہ باندھا ہوا ہو" وُہ فرماتے، اور کتے کے منہ سے اگر وُہ چیز نہ نکلے جو نماز کو روکتی ہے" تو یہ بات زیادہ بہتر ہوتی کیونکہ جاری نہ ہونا معلوم ہو یا اس سے اتنا جاری ہو جو مانع نہیں ہے تو نماز باطل نہ ہو گی اگرچہ منہ باندھا ہوا نہ ہو۔ (حلبی) اور کہا اس میں غور کرو اھ علامہ شامی نے وہ بات نقل کی جس کا فائدہ حلبی سے حاصل ہوا

---

١ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل یطہر جلد المیتۃ : نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ٨٨
٢ فتاوٰی بزازیۃ مع الفتاوی الہندیۃ السابع فی النجس نورانی کتب خانہ پشاور ٤/٢١
٣ الدرالمختار باب شروط الصلاۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ١/٦٥
٤ حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب شروط الصلوٰۃ " دارالمعرفۃ بیروت ١/١٩٠

Marfat.com

الاول فذا سمعت واما الأخر فلان المحل الذی لا یحکم فیه بنجاسة النجاسة انما هو معدنها لا ما اصابته ومعدن تلك الرطوبات هی الرحم دون جلد السخلة کما لا یخفی و الفرع ماش علی قول الامام بطهارة رطوبة الرحم فقد حققنا فیما علقنا علی رد المحتار ان الفرج فی قولهم رطوبة الفرج طاهرة عنده لا عندهما بالمعنی الشامل للفرج الخارج والفرج الداخل والرحم جمیعا ومایری من التعارض فی الفروع فللتفریع علی القولین۔

لعاب کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ بلکہ میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ اس کا اپنے محل میں نہ ہونا اور بکری کے بچے کی رطوبت کا اپنے محل میں ثابت ہونا دونوں باتیں سہو ہیں۔ پہلی بات اس بنیاد پر جو تم نے سُنی اور دوسری بات اس لیے کہ وہ محل اس کا معدن ہے جس میں (پائی جانے والی) نجاست پر نجاست کا حکم نہیں لگے گا، نہ وہ جو اس کو پہنچے۔ اور ان رطوبات کا معدن رحم ہے، نہ بچّے کی جلد۔ جیسا کہ مخفی نہیں اور فرع، امام اعظم رحمہ اللہ کے قول کہ رحم کی رطوبت پاک ہے، پر جاری ہوتی ہے ہم نے ردالمحتار کی تعلیق میں اس مسئلہ کی تحقیق کی ہے کہ فرج انکے قول "فرج کی رطوبت، امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک پاک ہے صاحبین کے نزدیک نہیں" میں عام معنی کے اعتبار سے فرج خارج، فرج داخل اور رحم سب کو شامل ہے۔ اور وہ جو فروع میں تعارض دکھائی دیتا ہے تو یہ دو قولوں پر تفریع کی بنیاد پر ہے۔ (ت)

پس ثابت ہوا کہ ان دونوں مسئلہ اصل و فرع میں کلام زید عین اصابت سے ناشی اور قول صحیح رجیح وصح وانجح پر ماشی ہے هكذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق (تحقیق اسی طرح چاہیے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق دینے والا ہے۔ ت)

تنبیہ نبیہ: ہر عاقل ذی علم جانتا ہے کہ جواز بمعنی صحت و بمعنی اباحت خصوصاً اباحت بالمعنی الاخص الغیر الشامل لکراہۃ التنزیہ اعنی تساوی الطرفین (خصوصاً اباحت اخص معنی کے اعتبار سے جو کراہت تنزیہی کو شامل نہیں یعنی دونوں طرفوں کے برابر ہونے میں۔ ت) میں زمین آسمان کا فرق ہے اول ہرگز مستلزم ثانی نہیں بہت افعال کہ مکروہ تنزیہی بلکہ تحریمی بلکہ حرام ہیں منافی صحت نماز نہیں ہوتے تو نماز اُن افعال کے ساتھ جائز یعنی صحیح ومسقط فرض مکروہ فعل جائز و مباح بالمعنے المذکور نہ ہوگا بلکہ حرام یا گناہ یا ناپسند علمائے کرام اہل مسلک کہ حمل کلب وغیرہ سباع سوائے خنزیر کے ساتھ نماز جائز بتاتے ہیں جواز بمعنی صحت میں کلام فرما رہے ہیں یعنی جانوروں کا پاس ہونا نہ طہارت وغیرہ کسی شرط نماز کا نافی نہ کسی رُکن و فرض نماز کا منافی تو نماز فاسد نہ ہوگی فرض اُتر جائے گا معاذ اللہ یہ نہیں فرماتے کہ بے ضرورت شرعیہ ایسا فعل مکروہ وناپسند نہیں حاشا کلب تو کلب

Marfat.com

لزوم فرمایا۔

فى الاسبع الاول اللفظ متقارب والمعنى
واحد والسياق للوجيز صلى ومعه حيوان
يجوز التوضى بسؤره كالفارة يجوز
واساء وان كان سؤره نجسا كجرو كلب
لا يجوز وفى النصاب ان كان الجرو
مشدود الفم يجوز اھ وفى الحلية عن
الذخيرة عن المنتقى عن محمد صلى
ومعه حية او سنور او فارة اجزاه وقد
اساء وان كان ثعلب او جرو كلب لم تجز
صلاته وذكر فى جنس هذه المسائل اصلا
فقال كل ما يجوز التوضى بسؤره تجوز الصلاة
معه وما لا يجوز الوضوء بسؤره لا تجوز
الصلاة معه[2] انتهى قال فى الحلية بعد
نقله ولكن لا يعرى عن تامل وسنوضحه
الخ والموعود به هو ما قدمنا عنها من
ان الاشبه التفصيل بالشد والفتح فى
كلب شانه كذا واطلاق الجواز فى غيره
قال بعد تحقيقه وحينئذ فيظهر ان فى
كلية الاصل المذكور نظرا فتنبه له[3] اھ
وفى المنية ان صلى ومعه سنور او حية يجوز

پہلی چار (کتب) میں الفاظ تقریباً ایک جیسے ہیں اور
معنےٰ بھی، اور وجیز (بزازیہ) کے الفاظ یوں ہی
کسی آدمی نے نماز پڑھی اور اس کے پاس ایسا
زندہ حیوان تھا جس کے جھوٹے سے وضو جائز ہے
مثلاً چوہا، تو نماز جائز ہوگی لیکن گناہ گار ہوگا اور
اگر اس کا جھوٹا ناپاک ہو جیسے کتے کا بچہ، تو
نماز ناجائز نہیں ہوگی۔ اور نصاب میں ہے اگر
کتے کے بچے کا منہ بندھا ہوا ہو تو جائز ہوگی انتہی
حلیہ میں بحوالہ ذخیرہ، منتقی سے امام محمد رحمہ اللہ کا قول
نقل کیا کہ کسی شخص نے نماز پڑھی اور اس کے پاس
سانپ یا بلی یا چوہا تھا تو نماز جائز ہے۔ لیکن اس
نے گناہ کیا۔ اور اگر لومڑی یا کتے کا بچہ ہو تو
نماز جائز نہ ہوگی اور اس قسم کے مسائل کے بارے
میں قاعدہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "جب اس کے
جھوٹے سے وضو جائز ہو تو اس کے ساتھ نماز
بھی جائز ہوگی اور جس کے جھوٹے سے وضو جائز
نہ ہو اس کے ساتھ نماز جائز نہ ہوگی انتہی، اسے
نقل کرنے کے بعد حلیہ میں فرمایا لیکن یہ غور وفکر سے
خالی نہیں اور ہم عنقریب اس کی وضاحت کریں گے
الخ، جس بات کا وعدہ کیا گیا ہے یہ وہی ہے جو ہم

---

[1] فتاوٰی بزازیہ مع الفتاوی الہندیۃ السابع فی النجس نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۲۱
[2] حلیۃ المحلی
[3] حلیۃ المحلی

Marfat.com

بیان ۔ ت) تمام ہوا۔

و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین والافضل الصلاۃ والسلام علی سید المرسلین سیدنا و مولٰنا محمد و اٰلہ وصحبہ اجمعین۔

اور ہماری آخری پکار یہ ہے کہ تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے اور صلاۃ وسلام تمام رسولوں کے سردار، ہمارے سردار اور مولٰی حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے تمام آل واصحاب پر ہو۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۷۸ از کلکتہ دھرم تلا نمبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۲ شعبان ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میری بغل میں داد یا پھنسی کسی قسم کی ہوگئی ہے اُس میں کُھجل ہوتی ہے جس وقت کھجلاتا ہوں تو کچھ لہو سا نکل آتا ہے اُس جگہ کا پاک کرنا سیلان آب تو بغیر سارے بدن زیرین کے ہو نہیں سکتا لہٰذا اسی موضع کو تین مرتبہ کپڑا پانی میں تر کرکے اپنے فہم کے موافق پاک کرلیتا ہوں اور کپڑا ہر مرتبہ میں دوسرا لیتا ہوں کہ اوّل کو پاک کرنا ذرا دشوار ہوتا ہے اور یہی صورت جناب مولوی سعادت حسین صاحب مدرس مدرسہ عالیہ نے بتائی اگر آپ اپنی رائے سے مطلع فرمائیں گے تو اِن شاء اللہ تعالٰی اطمینان کُلی ہوجائے گا، بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہ مسئلہ اگرچہ ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم میں مختلف فیہ اور مشایخ فتوٰی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم میں معرکۃ الآرا رہا ہے مگر فقیر غفراللہ تعالٰی اسی پر فتوٰی دیتا ہے کہ بدن سے نجاست دُور کرنے میں دھونا یعنی پانی وغیرہ بہانا شرط نہیں بلکہ اگر پاک کپڑا پانی میں بھگو کر اس قدر پونچھیں کہ نجاست مرئیہ ہے تو اس کا اثر نہ رہے مگر اُتنا جس کا ازالہ شاق ہو اور غیر مرئیہ ہے تو ظن غالب ہوجائے کہ اب باقی نہ رہی اور ہر بار کپڑا تازہ لیں یا اُسی کو پاک کرلیا کریں تو بدن پاک ہوجائیگا اگرچہ ایک قطرہ پانی کا نہ بہے یہ مذہب ہمارے امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ہے اور یہاں امام محمد بھی اُن کے موافق ہیں اور بہت اکابر ائمہ فتوٰے نے اسے اختیار فرمایا اور عامہ کتب معتبرہ مذہب میں بہت فروع اسی پر مبتنی ہیں تو اس پر بے دغدغہ عمل کیا جاسکتا ہے مثلاً انگلی پر کچھ نجاست لگ گئی تھی اسے خبر نہ تھی کسی وجہ سے انگلی تین بار چاٹ لی یہاں تک کہ اُس کا اثر

Marfat.com

ت الاصح لایعدل عنہ[1] ہوجائے تو اس سے عدول نہیں کیا جاتا۔ (ت)

معہذا اکثر وہ کتابیں جن میں مسلک اول اختیار فرمایا شروح ہیں اور مسلک دوم پر اکثر محشی کرنے والے فتاوی اور شروح فتاوے پر مرجح ہیں۔ کما نصوا علیہ فی مواضع لاتحصی کثرۃ (جیساکہ انہوں نے بیشمار مقامات پر اس بات کی تصریح فرمائی ہے۔ ت) تو ثابت ہُوا کہ مذہب ارجح پر اس فرع کو بھی مثل فروع سابقہ طہارت عین ہی پر ابتنا ہے اور ایسی جگہ بلاشبہہ المبنی علی صحیح صحیح صحیح (جو چیز صحیح پر مبنی ہوتی ہے وہ صحیح ہوتی ہے۔ ت)

اما تدقیق الغنیۃ **فاقول** و باللہ التوفیق سلمنا ان الریق لایتولد فی الفم لکن لاشك ان معدنہ ھو الفم حتی انہ لایسمی ریقا مالم یطلع فی الفم و بہ فارق الدم ولایجب لکون شئ معدن شئ تولدہ فیہ الا تری ان العروق معادن الدم لاشك معاانہ لایتولد فیھا بل فی الکبد ثم یسری الیھا ویجری فیھا وقد رأینا کم فی مسئلۃ ان السخلۃ اذا وقعت من امھا رطبۃ فی الماء لاتفسدہ عللتموھا بقولکم وھذا لان الرطوبۃ التی علیھا لیست بنجسۃ لکونھا فی محلھا[2] اھ فاذا کانت رطوبۃ رحم امھا علی جلدھا فی محلھا فما ظنکم بالریق فی الفم بل التحقیق عندی ان نفی الکون فی المحل عن ھذا واثباتہ لرطوبۃ السخلۃ کلاھما سہوا ما

میں غنیہ کی تدقیق کے بارے میں، اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہُوں، ہم نے مان لیا کہ لعاب منہ میں پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ اس کا معدن منہ ہی ہے حتی کہ جب تک وہ منہ میں ظاہر نہ ہو اس کو لعاب نہیں کہا جاتا اور اس سے خون (کا حکم) الگ ہوگیا، اور کسی چیز کے کسی کے لیے معدن ہونے سے لازم نہیں آتا کہ وہ اس میں پیدا بھی ہو کیا تم نہیں دیکھتے کہ خون کا معدن رگیں ہیں اس میں کوئی شک نہیں لیکن اس کے باوجود وہ وہاں پیدا نہیں ہوتا بلکہ وہ جگر میں پیدا ہوتا ہے پھر ان کی طرف چلتا اور رگوں میں جاری ہوتا ہے۔ ہم نے تمہیں دکھایا کہ بکری کا تر بچہ جو اپنی ماں سے پیدا ہوکر پانی میں گرا پانی خراب نہیں ہوا تم نے اسکی علت یُوں بیان کی کہ اس پر جو رطوبت ہے وہ ناپاک نہیں کیونکہ وہ اپنے محل میں ہے اھ پس جب بچے کی جلد پر اس کی ماں کے رحم کی رطوبت اپنے محل میں ہے تو منہ میں پائے جانے والے

---

[1] فتاوی خیریۃ کتاب الصلح مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲/۱۰۴
[2] غنیۃ المستملی فصل فی الانجاس ر سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۵۰

Marfat.com

قےؔ ہوئی اور اتنی دیر کے بعد کہ آمد و رفت لعاب نے اس کا اثر کھو دیا نماز پڑھی نماز ہوگئی۔

فی المنیۃ والحلیۃ[۱] وکذا باللحس اذا اصاب الخمر یدہ فلحسہ بریقہ ثلاث مراۃ یطھر کما یطھر فمہ بریقہ[۱] ش فی الفتاوی الخانیۃ اذا قاء ملأ الفم ینبغی ان یغسل فاہ فان توضأ ولم یغسل فاہ حتی صلی جازت صلاتہ لانہ یطھر بالبزاق فی قول ابی حنیفۃ وابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنھما وکذا اذا شرب الخمر ثم صلی بعد زمان وکذا اذا اصاب بعض اعضائہ نجاسۃ فطھرھا بلسانہ حتی ذھب اثرھا وکذا السکین اذا تنجس فلحسہ بلسانہ اومسحہ بریقہ وکذا الصبی اذا قاء علی ثدی الام ثم مص الثدی مرارا یطھر انتھی وکذا فی غیرھا والذی تقتضیہ القواعد المذھبیۃ من تحریر الکلام فی ھذا المقام انہ اذا اصاب بعض اعضائہ نجاسۃ حقیقیۃ فان کانت مرئیۃ ولحسھا ھو اوغیرہ حتی ذھب عینھا واثرھا ان کان لایشق زوالہ یطھر و ان کانت غیر مرئیۃ فتطھر باللحس ثلاث مرات کما ذکرہ المصنف فی ھذہ المسألۃ اوحتی یغلب علی الظن زوالھا وسیصرح المصنف ان الفتوی علیہ[۲]۔

منیہ اور حلیہ میں ہے ماتن نے فرمایا اور اسی طرح چاٹنے کے ساتھ (پاک ہوجاتا ہے) جب کسی آدمی کے ہاتھ کو شراب لگ گئی پس اس نے اپنے لعاب کے ساتھ تین بار چاٹا تو پاک ہوجائیگا جیسے اس کا منہ تھوک کے ساتھ پاک ہوجاتا ہے اس پر شارح نے فرمایا فتاوٰی خانیہ میں ہے جب کسی نے منہ بھر کر قے کی تو چاہیے کہ اپنا منہ دھولے اگر اس نے وضو کیا لیکن کُلی نہیں کی یہاں تک کہ نماز پڑھ لی تو اسکی نماز جائز ہوجائیگی کیونکہ وہ امام اعظم اور امام ابو یوسف رضی اللہ عنہما کے نزدیک تھوک سے پاک ہوجاتا ہے۔ اس طرح جب شراب پی پھر کچھ دیر بعد نماز پڑھی یوں ہی جب اس کے بعض اعضا پر نجاست لگی اور اس نے اس کو اپنی زبان سے پاک کردیا یہاں تک کہ اس کا اثر چلا گیا اسی طرح جب چُھری ناپاک ہوگئی پھر اس نے اسے زبان سے چاٹا یا تھوک سے صاف کیا یوں ہی جب بچے نے ماں کے پستان پر قے کی پھر کئی بار پستان کو چُوسا تو وہ پاک ہوجائے گا انتہی۔ دوسری کتب میں بھی اسی طرح ہے۔ قواعدِ مذہبیہ اس مقام پر جس کلام کے تحریر کے متقاضی ہیں وہ یہ ہیں کہ جب کسی عضو پر نجاستِ حقیقی لگ جائے تو اگر وہ دکھائی دینے والی ہے اور اس نے یا کسی دوسرے نے اس کو چاٹ لیا یہاں تک کہ اصل نجاست اور اس کا اثر زائل ہوگیا۔ اگر اس کو دُور کرنے میں مشقت نہ ہو تو پاک ہوجائے گا اور

---

[۱] منیۃ المصلی فصل فی الاسآر مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۱۴۷

[۲] حلیہ

Marfat.com

اُن جانوروں کی نسبت جن کا نہ صرف بدن بلکہ لعاب بھی پاک ہے صاف تصریح فرماتے ہیں کہ نماز میں انہیں اُٹھائے ہونا بُرا ہے جو ایسا کرے گا بُرا کرے گا خانیہ و خلاصہ و بزازیہ و ہندیہ و ذخیرہ و منتقٰی کی عبارتیں محرر مذہب سیدنا امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا ارشاد سُن چکے کہ یجوز واساء اجزأہ وقد اساء (جائز ہے لیکن برا کیا، اسے کفایت کرتا ہے لیکن وہ گناہ گار ہوا۔ ت) نماز تو ہو گئی مگر اُس نے بُرا کیا تو جب پاک بدن پاک دہن جانوروں کی نسبت یہ ارشاد ہے ناپاک دہن جانوروں کو لینا کس قدر سخت ناپسند رکھیں گے بلکہ جانور کا کیا ذکر بے ضرورت لڑکوں بچّوں کا اٹھانا بھی مکروہ بتاتے ہیں۔ درمختار میں ہے : یکرہ حمل الطفل[1] (بچّے کو اٹھانا مکروہ ہے۔ ت) یہاں تک کہ بے ضرورت تلوار باندھنا بھی مکروہ رکھتے ہیں جبکہ اس کی حرکت سے دل بٹے۔ نور الایضاح و مراقی الفلاح میں ہے :

لایکرہ تقلد المصلی بسیف و نحوہ اذا لم یشتغل بحرکتہ وان شغلہ کرہ فی غیر حالۃ قتال[2]۔

نمازی کا تلوار وغیرہ باندھنا مکروہ نہیں جب اس کی حرکت سے مشغول نہ ہو اگر وہ مشغول رکھے تو حالتِ جنگ کے سوا مکروہ ہے۔ (ت)

تو ان کی نسبت یہ گمان کرنا کہ وہ اس فعل کو پسند رکھتے یا ناپسند نہیں جانتے ہیں محض بدگمانی و بدزبانی ہے۔ بحمد اللہ تعالٰی اس تقریر سے روشن ہو گیا کہ غیر مقلد صاحبوں کا اس مسئلہ کو مطاعن ائمہ عظام حنفیہ کرام خصھم اللہ تعالٰی باللطف العام وعمھم بالجود والانعام (اللہ تعالٰی انھیں عمومی لطف و کرم کے ساتھ خاص فرمائے اور انھیں عام جود و انعام عطا فرمائے۔ ت) میں شمار کرنا محض سفاہت و بے عقلی ہے حضرات صاحبین اور اُن کے موافقین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کے نزدیک تو کتّا نجس العین ہے اور طاہر ماننے والوں سے بھی ایک جماعت عظیمہ اہل مسلک ثانی مطلقاً اس صورت میں نماز فاسد بتاتے ہیں، رہے قائلین طہارت سے اہلِ مسلک اول وہ بھی اسادت و کراہت کی تصریح فرماتے ہیں اُن کا مطلب صرف اس قدر کہ اگر کسی شخص نے کسی ضرورت و حاجت خواہ اپنی نادانی و جہالت سے ایسا کیا تو نماز باطل نہ ہو گی اس میں معاذ اللہ کیا جائے طعن ہے ہاں اگر فرماتے کہ ایسا کرنا چاہئے یا کرے تو کچھ ناپسندیدہ نہیں تو ایک بات تھی مگر حاشا وہ اس تہمت سے پاک و منزہ ہیں وللہ الحمد، الحمد للہ کہ یہ جواب ۲۶ رجب مرجب ۱۳۱۴ھ ہجریہ قدسیہ روز جان افروز دوشنبہ کو تمام اور بلحاظ تاریخ سلب الثلب عن القائلین بطھارۃ الکلب[13] (کتّے کی طہارت عین کے قائلین سے عیب دور کرنے کا

---

۱۳ بسبب مکابرہ بعض اہل بدعت و تحریر بعض دیگر فتاوٰے ضروریہ بارہ روز تک یہ جواب نہ لکھا گیا ۱۲ (م)

[1] درمختار باب ما یفسد الصلوٰۃ و ما یکرہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۹۳

[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فیما لایکرہ للمصلی ″ نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۲۰۲

Marfat.com

انہ یجوز اذا کان متقاطرا والولوالجی حیث قال ولو اصاب بعض اعضائہ نجاسۃ فبل یدہ ثلثا ومسحہا علی ذلک الموضع ان کانت البلۃ من یدہ متقاطرۃ جاز والا فلا لانہ یکون غسلا انتھی فقیاس ھذا انہ لا یجوز عند ابی یوسف ازالۃ النجاسۃ المذکورۃ فی الفروع الماضیۃ بالبزاق حتی یکون متقاطرا بحیث تسمی الازالۃ غسلا واللہ تعالٰی سبحٰنہ اعلم[1] اھ ما افادوا جاد علیہ رحمۃ الملک الجواد وفی ردالمحتار یقی مما یطھر بالمسح موضع الحجامۃ ففی الظھیریۃ اذا مسحھا بثلاث خرق رطبات لطاف اجزأہ عن الغسل واقرہ فی الفتح وقاس علیہ ما حول محل الفصد اذا تلطخ ویخاف من الاسالۃ السریان الی الثقب قال فی البحر وھو یقتضی تقیید مسئلۃ المحاجم بما اذا خاف من الاسالۃ ضررا والمنقول مطلق اھ اقول وقد نقل فی القنیۃ عن نجم الائمۃ الاکتفاء فیھا بالمسح مرۃ واحدۃ اذا زال بھا الدم لکن فی الخانیۃ لومسح موضع الحجامۃ بثلاث خرق مبلولۃ یجوز ان کان الماء متقاطرا اھ والظاھر ان ھذا مبنی علی قول ابی یوسف فی المسئلۃ بلزوم الغسل کما نقلہ عنہ فی

جائز ہے جبکہ قطرے گریں اور ولوالجی سے نقل کیا انہوں نے فرمایا اگرکسی عضو پر نجاست لگ جائے پھر وہ اپنے ہاتھ کو تین بار ترکرکے اس جگہ پر ملے تو اگر اس کے ہاتھ کی رطوبت متقاطر ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں کیونکہ یہ دھونا ہوجائے گا (انتہی) اس کا قیاس یہ ہے کہ گزشتہ فروع میں جس نجاست کا ذکر کیا گیا ہے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کو لعاب سے دور کرنا اس وقت جائز ہے جب لعاب قطروں کی طرح گرے کیونکہ اس ازالے کو دھونا قرار دیا گیا ہے اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے (انتہی) ان پر سخی بادشاہ کی رحمت ہو۔ انہوں نے کیا ہی اچھا فائدہ پہنچایا۔ ردالمحتار میں ہے کہ جو چیزیں پونچھنے سے صاف ہوجاتی ہیں ان میں سے حجامت کی جگہ باقی رہ گئی۔ ظہیریہ میں ہے جب تین تر اور نرم ٹکڑوں سے پونچھا تو دھونے کے قائم مقام ہوگا۔ فتح القدیر میں بھی اس کو برقرار رکھا ہے پچھنے کی جگہ کے اردگرد کو بھی اس پر قیاس کیا ہے جب وہ آلودہ ہوجائے اور پانی بہانے سے سوراخ میں جانے کا ڈر ہو۔ بحر میں فرمایا اس کا تقاضا ہے کہ حجامت کی جگہوں کے مسئلے کو اس بات سے مقید کیا جائے کہ جب پانی بہانے سے ضرر کا خوف ہے، اور جو کچھ منقول ہے وہ مطلق ہے (انتہی) قنیہ میں نجم الائمہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ پونچھنے پر اکتفا اس وقت ہوگا جب اس سے خون نکلنا بند ہوجائے۔ لیکن خانیہ میں ہے کہ حجامت کی جگہ کو تین تر ٹکڑوں کے ساتھ پونچھا تو جائز

---

[1] حلیہ

Marfat.com

جاتا رہا انگلی پاک ہوگئی۔ عورت کے سرِ پستان پر ناپاکی تھی بچّے نے دُودھ پیا یہاں تک کہ اثرِ نجاست زائل ہوا پستان پاک ہوگئی،

فی الدر المختار والبحر وغیرھا تطھر اصبع و ثدی تنجس بلحس ثلثا[1]۔

درمختار اور بحرالرائق وغیرہ میں ہے ناپاک انگلی اور پستان تین مرتبہ چاٹنے سے پاک ہوجاتی ہے (ت)

شراب پی، اس کے بعد اپنے لب تین بار چاٹ لئے اور لعاب دہن میں پیدا ہوکر بار بار نگل لیا یہاں تک کہ اثرِ خمر نہ رہا منہ پاک ہوگیا۔

یونہی بلّی نے چوہا کھا کر زبان سے اپنا منہ صاف کرلیا اور دیر گزری کہ دہن بوجہ لعاب صاف ہوگیا اُس کے بعد پانی پیا، پانی ناپاک نہ ہوگا۔

فی التنویر سؤر شارب خمر فور شربھا وھرۃ فور اکل فارۃ نجس[2] فی رد المحتار عن الحلیۃ بخلاف ما اذا مکث ساعۃ ابتلع ریقہ ثلث مرات بعد لحس شفتیہ بلسانہ وریقہ ثم شرب فانہ لاینجس لابد ان یکون المراد اذا لم یکن فی بزاقہ اثر الخمر من طعم اوریح[3] اھ وفیہ عنھا فی مسألۃ الھرۃ فان مکثت ساعۃ و لحست فمھا فمکروہ عندھما ولاینجس عندھما وقال محمد ینجس لان النجاسۃ لاتزول عندہ الابالماء[4] الخ۔

تنویر میں ہے شرابی کے شراب پینے کے فوراً بعد کا جھوٹا اور بلّی کے چُوہا کھانے کے فوراً بعد کا جھوٹا ناپاک ہے۔ ردالمحتار میں حلیہ سے منقول ہے کہ بخلاف اس کے جب ایک ساعت ٹھہر جائے اور زبان اور لعاب کے ساتھ ہونٹوں کو چاٹنے کے بعد اپنا لعاب تین بار نگل لے پھر (پانی وغیرہ) پئے تو وہ ناپاک نہیں ہوگا۔ اس سے یہ بات مراد لینا ضروری ہے کہ جب اس کے لعاب میں شراب کے ذائقہ یا بُو کا اثر نہ ہو اھ اور اسی (ردالمحتار) میں اسی (حلیہ) سے بلّی کے مسئلے میں ہے کہ اگر وہ ایک ساعت ٹھہرے اور اپنا منہ چاٹ لے تو مکروہ ہے (منیہ) شیخین کے نزدیک ناپاک نہیں ہوگا اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ناپاک ہوجائے گا کیونکہ ان کے نزدیک پانی کے بغیر نجاست زائل نہیں ہوتی۔ (ت)

۱؎ درمختار	باب الانجاس	مطبوعہ مجتبائی دہلی	۱/۵۳
۲؎ ″	فصل فی البئر	″	۱/۴۰
۳؎ ردالمحتار	″	مطبوعہ مصطفی البابی مصر	۱/۱۶۳
۴؎ ″	″	″ ″	۱/۱۶۴

Marfat.com

مائع طاہر سے ہو دھو کر خواہ پونچھ کر کہ اثر نہ رہے مطلقاً کافی وموجبِ طہارت ہے پھر اگر یہ ازالہ بذریعہ آب ہو جیسے صورتِ سوال میں کہ پانی سے بھیگے کپڑے سے بدن پونچھا گیا تو امام محمد بھی طہارت مانیں گے اور اگر پانی کی تری کپڑے میں اس قدر تھی کہ ہر بار قطرے بدن پر سے ٹپکے تو جمیع ائمہ مذہب حصولِ تطہیر پر اتفاق فرمائیں گے۔

هذا هو التحرير البالغ بتوفيق الله تعالٰى و به تبين ان تقييد الفتح مسألة الفصد بخوف الضرر ميل منه الى مذهب الثانى او ارشاد الى الاحوط والافعلى مذهب صاحب المذهب لاحاجة اليه ولذا قال فى البحران المنقول مطلق وبه تبين ان تخصيص العلامة الشامى تطهير المسح بموضع الحجامة جمود على تصوير وقع فى مسألة والا فهو لا يوافق شيأ من المذاهب لاسيما مذهب صاحب المذهب كما علمت وقد اسمعناك من النصوص ما فيه غنية ولله الحمد۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی کی توفیق سے یہی تحریر (مقصد تک) پہنچنے والی ہے اس سے ظاہر ہوا کہ پچھنے لگوانے کے مسئلے میں فتح القدیر کا خوفِ ضرر کی قید لگانا ان کا دوسرے مذہب کی طرف میلان ہے یا زیادہ محتاط کی طرف رہنمائی کرنا ہے ورنہ صاحبِ مذہب کے مذہب پر اس کی حاجت نہیں اسی لیے بحر الرائق میں فرمایا کہ منقول مطلق ہے اور اسی سے واضح ہُوا کہ علامہ شامی کا مسح کے ساتھ پاک کرنے کو حجامت کی جگہ سے خاص کرنا صرف اسی صورت سے متعلق ہے جو اس مسئلے میں واقع ہوتی ورنہ وہ کسی مذہب بالخصوص صاحبِ مذہب کے مذہب کے موافق نہیں جیسا کہ تم نے جان لیا اور ہم نے تمہیں بے پروا کر دینے والی نصوص سنا دیں، وللہ الحمد واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۷۹ غرہ شعبان ۱۳۱۲ھ

حضورِ اقدس! پرسوں کوتے کی بیٹ پانی میں پڑی تھی کمترین نے اُسی پانی سے استنجا کیا اور جسم جس جگہ سے ناپاک تھا وہ بھی پاک کیا بعد کو وضو کے لیے جو پانی لینے کو جانا ہُوا تو مٹکے میں بیٹ پڑی دیکھی پیٹ اور پسلیوں پر بھی پانی بہایا تھا اور تولیہ سے پونچھا تھا مگر بالکل جسم خشک نہ ہوا تھا کسی قدر نمی پسلیوں اور پیٹ پر لگی تھی اُسی حالت میں صدری رُوئی کی پہن لی اور مٹی بھی لگا لیے اب یہ نہیں معلوم کہ پوروں سے صدری بھیگی یا نہیں بعد چند منٹ کے دیکھا تو صدری پر کہیں پانی لگا ہوا نظر نہ آیا اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب

صدری پاک ہے صرف ایسی نم جو کپڑے کو تر نہ کر سکے ناپاک نہیں کرتی فقط سیل آجانے کا کچھ اعتبار نہیں

Marfat.com

اگر نجاست دکھائی نہیں دیتی تو تین بار چاٹنے سے پاک ہو جاتی ہے جیسا کہ مصنف نے اس مسئلہ میں ذکر کیا ہے یا کہ اس وقت جبکہ اس کے زوال کا غالب گمان ہو جائے عنقریب مصنف اس کی تصریح کریں گے کہ فتوٰی اسی پر ہے (ت)

پچھنے لگائے اور موضع خون کو بھیگے ہوئے پاکیزہ کپڑے کے تین ٹکڑوں سے پونچھ دیا پاک ہو گیا یہ صورت مسئولہ کا خاص جزئیہ ہے کہ محیط رضوی و فتاوٰی ذخیرہ و تتمۃ الفتاوٰی و فتاوٰی ظہیریہ و حلیہ وغیرہا میں اس کی تصریح ہے ۔

فی الحلیۃ بعد ما تقدم انفا اعلم بانھم صرحوا کما فی الخلاصۃ وکما یشیر الیہ ما نقلنا انفا من الخانیۃ بان الحکم بالطہارۃ فی ھذہ الفروع تفریع علی ان الطھارۃ للبدن من النجاسۃ الحقیقیۃ یکون بغیر الماء من المائعات الطاھرات وقد عرفت انہ قول ابی حنیفۃ وابی یوسف علی اختلاف عن ابی یوسف فی ذلک غیر ان فی محیط الشیخ رضی الدین ولو مسح موضع المحجمۃ بثلاث خرقات رطبات نظائف اجزأہ من الغسل لانہ عمل عمل الغسل وقال ابو یوسف لایجزئہ حتی یغسلہ انتھی وعن الاول فی الذخیرۃ وتتمۃ الفتاوی الصغری الی ان الحاکم قال انہ روی عن ابی حفص عن محمد بن الحسن رحمہ اللہ تعالٰی ومشی علی الثانی قاضی خان بعد ان حکاہ عن الفقیہ ابی جعفر حیث قال اذا کان علی بدنہ نجاسۃ فمسحہا بخرقۃ مبلولۃ ثلاث مرات حکی عن الفقیہ ابی جعفر انہ قال یطھر اذا کان الماء متقاطرا علی بدنہ ثم قال بعد ذلک ولو مسح موضع الحجامۃ بثلاثۃ خرق مبلولۃ قدمر قبل ھذا

حلیہ میں اس کے بعد جو ابھی گزرا ہے "جان لو کہ فقہائے کرام نے تصریح کی ہے جیسا کہ خلاصہ میں ہے اور جیسا کہ اس کی طرف وہ بات اشارہ کرتی ہے جسے ہم نے ابھی خانیہ سے نقل کیا ہے کہ ان فروع میں طہارت کا حکم، اس بات پر تفریع ہے کہ نجاست حقیقیہ سے بدن کی طہارت پانی کے علاوہ دیگر پاک بہنے والی چیزوں سے ہو جاتی ہے اور تم معلوم کر چکے ہو کہ یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول ہے لیکن امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا کچھ اختلاف بھی ہے۔ شیخ رضی الدین کی محیط میں ہے اگر حجامت کی جگہ کو کپڑے کے تین باریک تر ٹکڑوں سے صاف کیا تو دھونے کے قائم مقام ہے کیونکہ اس نے غسل کا عمل کیا امام ابو یوسف فرماتے ہیں دھونے کے بغیر کفایت نہ ہوگی (انتہی) اور پہلے کے بارے میں ذخیرہ اور فتاوٰی صغرٰی کے تمہ میں ہے، یہاں تک کہ حاکم نے کہا یہ ابوحفص سے اور وہ محمد بن حسن سے روایت کرتے ہیں اور دوسرے کو قاضی خان نے فقیہ ابوجعفر سے حکایت کرنے کے بعد اختیار کیا جب کہا "اگر اس کے بدن پر نجاست ہو پس وہ اسے کپڑے کے تر ٹکڑے کے ساتھ تین بار صاف کرے تو فقیہ ابوجعفر سے منقول ہے کہ پاک ہو جائیگا بشرطیکہ اس کے بدن پر پانی کے قطرے گریں اس کے بعد فرمایا اگر تین تر ٹکڑوں کو حجامت کی جگہ پھیرا تو پہلے گزر چکا کہ یہ

Marfat.com

مضائقہ نہیں مگر غالباً اول ہی بارش میں اس کی امید کم ہے۔ اور اگر گوبر باقی تھا اور ٹپکتے ہوئے پانی میں اس کا رنگ یا بُو تھی تو بے شک ناپاک ہے اور اگر رنگ و بُو کچھ نہ تھا تو اگر یہ پانی اُس حالت میں ٹپکا کہ بارش ہنوز ہو رہی ہے اور مینہ کا پانی رواں تھا تو ناپاک نہیں اور مینہ برس چکا تھا اُس کے بعد ٹپکا تو ناپاک ہے والمسألة فی الھندیة وغیرھا واللہ تعالٰی اعلم (یہ مسئلہ فتاوٰی ہندیہ وغیرہ میں ہے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ ت)

Marfat.com

...عن المحیط[1] الخ ۔ بشرطیکہ پانی کے قطرے گریں (انتہی) اور ظاہر یہ ہے کہ یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے اس قول پر مبنی ہے کہ دھونا ضروری ہے جیسا کہ آپ سے حلیہ میں محیط کے حوالے سے نقل کیا۔ (ت)

ان عبارات سے واضح ہوا کہ تطہیر نجاست حقیقیہ میں شیخین مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک پانی شرط نہیں مگر امام محمد مثل نجاست حکمیہ یہاں بھی مائے مطلق ضرور جانتے ہیں ولہذا لعابِ دہن کے پانچوں مسائل گزشتہ میں خلاف فرماتے ہیں اور طرفین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک تطہیر بدن میں تقاطر بھی شرط نہیں صرف زوالِ نجاست درکار ہے جس طرح ہو۔

وعلیہ تبتنی المسائل المذکورۃ وعلیہ مشی فی الذخیرۃ والتتمۃ والظھیریۃ والمحیط الرضوی وغیرھا۔

اور مسائل مذکورہ اسی پر مبنی ہیں اور ذخیرۃ، تتمہ، ظہیریۃ اور محیط رضوی وغیرہ میں یہی راہ اختیار کی ہے۔ (ت)

مگر امام ابو یوسف مثل نجاست حکمیہ یہاں بھی اسالہ لازم مانتے ہیں۔

وھوالذی مشی علیہ فی الخانیۃ والولوالجیۃ واختارہ الفقیہ ابوجعفر والیہ یمیل کلام الفتح ویرد علیہ وفاقہ الامام فی مسائل البزاق الا ان یحمل علی کون البزاق کثیرا یسمی مرورہ سیلانا کما تقدم عن الحلیۃ۔

خانیہ اور ولوالجیہ نے یہی راستہ اختیار کیا۔ فقیہ ابو جعفر نے اسے پسند کیا۔ فتح القدیر کا کلام بھی اسی طرف مائل ہے لیکن تھوک کے مسائل میں ان کا امام اعظم رحمہ اللہ سے موافق ہونے پر اعتراض وارد ہوتا ہے مگر یہ کہ اسے تھوک کے زیادہ ہونے پر محمول کیا جائے جس کے گزرنے کو جاری ہونا کہا جاسکے جیسا کہ حلیہ سے گزرا۔ (ت)

اقول وقد لایساعدہ التعبیر باللحس والاطلاقات اویقال ان امرار الریق باللسان بمنزلۃ الصب کما ابداہ عذرا عنہ فی الغنیۃ۔

اقول چاٹنے یا مطلق تھوک کی صورت میں یہ تعبیر اس کی موافقت نہیں کرتی یا کہا جائے کہ لعاب کو زبان کے ساتھ گزارنا بہانے کی طرح ہے جیسا کہ غنیہ میں ان سے عذر پیش کرتے ہوئے ظاہر کیا ہے (ت)

اقول وفیہ نظر ظاھر فالظاھر ان وفاقہ ھھنا لاجل الضرورۃ کما مشی علیہ فی الغنیۃ اولا واللہ تعالٰی اعلم۔

اقول یہ بھی واضح طور پر قابلِ اعتراض ہے ظاہر یہ ہے کہ ان کا یہاں (امام صاحب کی) موافقت کرنا ضرورت کے تحت ہے جیسا کہ غنیہ کے شروع میں انہوں نے یہ راہ اختیار کی ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

توحاصلِ مذہب امامِ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ یہ قرار پایا کہ بدن سے ازالہ نجاستِ حقیقیہ پانی لعاب دہن خواہ کسی

---

[1] ردالمحتار باب الانجاس مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۲۷

Marfat.com

شکرک ربنا الذواحلی ؛ من کل مایلذو یستحلی ؛ والصلاۃ والسلام ؛ علی سید الانام ؛ اعظم یعسوب لنحل الاسلام ؛ عذاب الریق حلوالکلام ؛ منبع شہد یزیل السقام ؛ و اٰلہ وصحبہ العظام الفخام ؛ ما اشتفی بالعسل مریض سقیم ؛ واحب الحلو مسلم سلیم ؛ اٰمین ؛

سنا اور جو اعطا فرمائی ۔ اے ہمارے رب ! ہر ا چیز پر تیرا شکر نہایت لذیذ شیریں ہے جس سے اور مٹھاس حاصل کی جاتی ہے اور درود وسلام مخ کے سردار پر جو اسلام کے درخت خرما کے لیے شہد مکھی سے بہتر حیثیت رکھتے ہیں جن کا لعاب میٹھا کلام شیریں ہے شہد کا منبع ہیں، جو بیماریوں کو دُو کر دیتا ہے ، اور آپ کے باعظمت اور عظیم المرتبت آل و اصحاب پر جب تک شہد سے بیمار کو شفاء اور بے عیب مسلمان میٹھی چیز کو پسند کرے ، آمین ۔ (ت)

امابعد اس مسئلہ سے سوال متکرر آیا اور آرائے عصر کو مضطرب پایا اور حاجت ناس اس طرف ماس اور دفع ہواجس نہایت ضرور اور کشف وساوس اہم امور لہٰذا مناسب کہ بحول الواہب اس تازہ فرع کی تحقیق وتنقیح اور حکم شرع کی توضیح وتصریح اس نہج نجیح وطرز رجیح کے ساتھ عمل میں آئے کہ نہ صرف اسی مسئلہ تازہ بلکہ اس قسم کی تمام جزئیات بے اندازہ کا حکم واضح وآشکار ہوجائے افقر الفقرا عبدالمصطفٰی احمد رضا محمدی حنفی قادری برکاتی بریلوی عاملہ المولی القوی بلطفہ الحفی الخفی الوفی وغفرلہ وللمومنین واحسن الیہ والیہم اجمعین (نہایت طاقت والا مولا اسے اپنی کامل اور غیبی مہربانی سے نوازے ، اسے اور تمام مومنوں کو بخش دے اس سے اور تمام مسلمانوں سے اچھا سلوک کرے ۔ ت) اس بارہ میں یہ مختصر فتوی لکھتا اور الاحلٰی من السکر لطلبۃ سکر روسو[عہ] ۱۳۰۳ھ (شکر روسر کے طالب کیلیے یہ رسالہ

عہ من لطائف ھذا الاسم مطابقتہ للمسمی من جھۃ ان الرسالۃ کما حکمت علی ھذا السکر بحکمین الحل فی صورۃ والحرمۃ فی اخری کذلک لھذا الاسم وجھان الی کلا الحکمین فالمعنی علی الحل انھا احلی لھم من السکر لتسویغھا لھم ما تشتھیہ انفسھم مع ازالۃ الوساوس و دفع الطعن وعلی الحرمۃ انھا وان منعتھم عن سکر فلم تحرمھم الحلاوۃ فان تحقیق حکم الشرع لذۃ القلب وتناول المشتھیات لذۃ النفس و الاولی اھم واعلی فھذہ الرسالۃ احلی لھم من السکر الذی حرم علیھم ۱۲ منہ ۔ (م)

اس رسالے کے نام میں یہ خوبی ہے کہ یہ اسم بامسمّی ہے کیونکہ جس طرح رسالہ نے اس شکر کے بارے ایک لحاظ سے حلال اور ایک لحاظ سے حرام دو حکم بیان کئے ہیں اسی طرح نام میں بھی دونوں کا لحاظ ہے ۔ حلت کے لحاظ سے عوام کیلئے یہ شکر سے زیادہ میٹھا ہے کیونکہ اس نے شبہات اور اعتراضات کو ختم کرکے عوام کے لیے شکر کو مرغوب بنادیا ہے اور حرمت کے لحاظ سے اس نے عوام کو اگرچہ شکر سے منع کر دیا ہے تاہم ان کو لذتِ ایمانی سے محروم نہیں کیا کیونکہ ان کو شرعی مسئلہ کی تحقیق دے کر قلبی لذت دی ہے جبکہ مرغوب غذا سے صرف لذتِ نفس حاصل ہوتی ہے ۔ پہلی چیز یعنی قلبی لذت اہم اور اعلیٰ ہے اس لیے شکر کو حرام کرنیوالا یہ رسالہ عوام کے لئے شکر سے زیادہ میٹھا ہے ۱۲ منہ (ت)

Marfat.com

...ہے وہ پانی ہو جس سے استنجا کیا بدن دھویا پاک تھا کہ اس کے بعد بیٹ پڑی دیکھی ممکن ہے کہ پانی لینے کے بعد پڑی ہو، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۰ از گلگٹ مرسلہ سردار امیر خان ملازم کپتان اسٹوٹ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہڈی مردار جانور کی پاک ہے یا ناپاک ہے کیونکہ سینگ تو ہر جانور کا پاک ہے اگر مسواک میں ہڈی ہاتھی دانت کی ہو تو کیسی ہے بینوا توجروا۔

الجواب

ہڈی ہر جانور کی پاک ہے حلال ہو یا حرام، مذبوح ہو یا مردار جبکہ اس پر بدن میتہ کی کوئی رطوبت نہ ہو سوا سوئر کے کہ اس کی ہر چیز ناپاک ہے مسواک میں ہاتھی دانت کی ہڈی ہو تو کچھ حرج نہیں ہاں اس کا ترک بہتر ہے۔

لمحل خلاف محمد فانه قائل بنجاسة عينه[1] کالخنزیر کما فی فتح القدیر ورد المحتار وغیرھما ورعایۃ الخلاف مستحبۃ بالاجماع۔

کیونکہ اس جگہ امام محمد رحمہ اللہ کا اختلاف ہے۔ آپ خنزیر کی طرح اس کے بھی نجس عین ہونے کے قائل ہیں جیسے فتح القدیر اور ردالمحتار وغیرہ میں ہے اور اختلاف کی رعایت کرنا بالاجماع مستحب ہے (ت)

دُرمختار میں ہے:

شعر المیتۃ غیر الخنزیر وعظمہا طاھر[2] اھ ملخصا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

خنزیر کے علاوہ مردار کے بال اور ہڈیاں پاک ہیں انتہی تلخیص۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے (ت)

مسئلہ ۱۸۱ ۹ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ

جناب مولانا صاحب دام برکاتہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آدابِ غلامانہ بجالا کر ملتمس ہوں چھت پر گوبری کی گئی اور پہلی مرتبہ کی بارش میں وہ چھت ٹپکی اس ٹپکے ہوئے پانی پر ناپاکی کا حکم ہے یا نہیں بینوا توجروا، زیادہ حد ادب، کمترین احمد حسین عرف منجھلا عفی عنہ۔

الجواب

گرامی برادر! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اگر گوبر بالکل دُھل گیا اس کے بعد کا پانی ٹپکا تو کچھ

---

[1] ردالمحتار مطلب فی احکام الدباغۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۳۷

[2] درمختار کتاب الطہارۃ " ۱/۳۸

Marfat.com

فی الحاشیۃ الشامیۃ اذا کان جلد حیوان میت ماکول اللحم لایجوز اکلہ وھو الصحیح لقولہ تعالٰی حرمت علیکم المیتۃ وھذا جزء منھا وقال[عہ۱] علیہ الصلاۃ والسلام انما یحرم من المیتۃ اکلھا اما اذا کان جلد ما لا یوکل فانہ لایجوز اکلہ اجماعا بحر عن السراج[۱] اھ ملخصا وفیھا تحت قولہ والمسک طاھر حلال زاد قولہ حلال لانہ لایلزم من الطھارۃ الحل کما فی التراب منح[۲] اھ وفی الغنیۃ شرح المنیۃ عن القنیۃ حیوان البحر طاھر وان لم یؤکل حتی خنزا البحر ولو کان میتۃ[۳] اھ۔

حاشیہ شامیہ میں ہے جب ایسے مردار حیوان کا چمڑا ہو جس کا گوشت کھایا جاتا ہے تو اس کا کھانا جائز نہیں اور یہی صحیح ہے کیونکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے تم پر مردار حرام کیا گیا ہے اور یہ اس کا جز ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مردار سے صرف اس کا کھانا حرام ہوتا ہے۔" اور اگر ایسے جانور کا چمڑا ہو جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا تو بالاجماع اس کا کھانا جائز نہیں البحرالرائق نے سراج سے نقل کیا (انتہی) تلخیص۔ اور اسی میں ہے "مشک (کستوری) پاک حلال ہے" کے تحت حلال کا لفظ زیادہ کیا کیونکہ طہارت سے حلال ہونا لازم نہیں آتا ہے جیسا کہ مٹی میں ہے (منح) اھ۔ اور غنیہ شرح منیہ میں قنیہ سے نقل کیا ہے کہ دریائی جانور پاک ہیں اگرچہ انہیں کھایا نہ جاتا ہو۔ یہاں تک کہ دریائی خنزیر بھی، اگرچہ مردار ہو اھ۔ (ت)

مقدمہ ثانیہ

شریعتِ مطہرہ میں طہارت وحلّت[عہ۲] اصل ہیں اور ان کا ثبوت خود حاصل کہ اپنے اثبات میں کسی دلیل کا محتاج نہیں اور حرمت ونجاست عارضی کہ ان کے ثبوت کو دلیل خاص درکار اور محض شکوک وظنون سے اُن کا اثبات ناممکن کہ

عہ۱ اقول اخرجہ احمد والبخاری ومسلم و ابوداؤد والنسائی والترمذی بالفاظ متقاربۃ کلھم عن ابن عباس وابن ماجۃ عن ام المومنین میمونۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم ۱۲ منہ (م)

اقول، اس کو احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی سب نے متقارب الفاظ سے ابن عباس سے اور ابن ماجہ نے ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ۱۲ منہ (ت)

عہ۲ یعنی سوا بعض اشیاء کے جن میں حرمت اصل ہے جیسے دماء وفروج ومضار ۱۲ منہ (ت)

---

۱ ردالمحتار	مطلب فی احکام الدباغۃ	مطبوعہ مجتبائی دہلی	۱/ ۱۳۶
۲ "	"	"	۱/ ۱۳۹
۳ غنیۃ المستملی	قبیل سترالعورۃ	سہیل اکیڈمی لاہور	ص ۲۰۸

Marfat.com

الاحلی من السکر لطلبۃ سکر روسر ۱۳

(یہ رسالہ شکر روسر کے طالب (حکم شرعی) کے لئے شکر سے زیادہ میٹھا ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

نواب گنج بارہ بنکی مرسلہ شیخ عبدالجلیل پنجابی ماہ ذیقعدہ ۱۳۰۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روسر کی شکر کہ ہڈیوں سے صاف کی جاتی ہے اور صاف کرنے والوں کو کچھ احتیاط اس کی نہیں کہ وہ ہڈیاں پاک ہوں یا ناپاک، حلال جانور کی ہوں یا مردار کی، اور سنا گیا کہ اس میں شراب بھی پڑتی ہے اسی طرح کل کی برف اور کل کی وہ چیزیں جن میں شراب کا لگاؤ سنا جاتا ہے شرعاً کیا حکم رکھتی ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

فتوٰی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسم المولی وشکر: لمن حمد العلی الاکبر: جس نے بلند و بالا ذات کی تعریف کی، مولا تعالٰی نے اسے

Marfat.com

او غیر ذلك مما لیس بنجس العین فذلك الشیئ طاھر فی حق الوضوء وحل الاکل و سائر التصرفات وکذا اذا غلب الظن علی نجاستہ الخ اھ ملتقطا[1]۔

جو نجس عین نہیں ہے شک پیدا ہو تو وہ چیز وضو کے حق میں پاک ہے اور اس کا کھانا بھی جائز، نیز دیگر تصرفات میں استعمال بھی جائز، اسی طرح جب اس کی نجاست کا غالب گمان ہو (یقین نہ ہو تو بھی پاک ہے الخ اھ ملتقطا)

وفی الاشباہ والنظائر شك فی وجود النجس فالاصل بقاء الطھارۃ[2] الخ

اور الاشباہ والنظائر میں ہے وجود نجاست میں شک ہو تو اصل طہارت باقی رہتی ہے الخ

وفی الحدیقۃ لاحرمۃ الامع العلم لامع الشك والظن لان الاصل فی الاشیاء الحل[3] الخ

اور حدیقہ میں ہے حرمت، علم (یقین) کے ساتھ ہے شک اور گمان کے ساتھ نہیں کیونکہ اشیاء کی اصل حلّت ہے الخ

وفی غمز العیون للعلامۃ السید الحموی تحت قاعدۃ الیقین لایزول بالشك قیل ھذہ القاعدۃ تدخل فی جمیع ابواب الفقہ و المسائل المخرجۃ علیھا تبلغ ثلثۃ ارباع الفقہ[4] واکثر۔

علامہ سید حموی کی غمز العیون میں ایک قاعدہ "یقین، شک سے زائل نہیں ہوتا" کے تحت کہا گیا کہ یہ قاعدہ فقہ کے تمام ابواب میں داخل ہے اور اس کے تحت نکالے جانے والے مسائل، فقہ کی تین چوتھائی بلکہ اس سے زیادہ تک پہنچتے ہیں (ت)

مقدمۂ ثالثہ

احتیاط اس میں نہیں کہ بے تحقیق بالغ وثبوت کامل کسی شے کو حرام و مکروہ کہہ کر شریعت مطہرہ پر افترا کیجئے بلکہ احتیاط اباحت ماننے میں ہے کہ وہی اصل متیقن اور بے حاجت مُبین خود مُبیّن سیدی عبدالغنی بن سیدی اسمٰعیل قدس سرہما الجلیل فرماتے ہیں:

لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ تعالٰی باثبات

احتیاط اس بات میں نہیں کہ حرمت یا کراہت جن کے لیے

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ بیان اختلاف الفقہا فی امر الطہارۃ والنجاسۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۱۱-۷۱۰

[2] الاشباہ والنظائر القاعدۃ الثالثۃ من الفن الاول مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۸۷

[3] الحدیقۃ الندیۃ بیان اختلاف الفقہا فی امر الطہارۃ والنجاسۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۱۱-۷۱۰

[4] غمز العیون مع الاشباہ والنظائر القاعدۃ الثالثۃ من الفن الاول مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۸۵

Marfat.com

…یلا مطلب ہے۔ت) —————— اس کا تاریخی نام رکھتا ہے وباللہ التوفیق والوصول
…التحقیق (اللہ تعالٰی ہی کی طرف سے توفیق کا حصول اور تحقیق کی بلندیوں تک پہنچانا ہے۔ت) پیش از جواب
…مے موضح صواب وَ اسأل الرشاد مَن الملك الجواد (فیاض بادشاہ سے رہنمائی کا سوال کرتا ہوں۔ت)

مقدمۂ اولٰے

ہڈیاں ہر جانور یہاں تک کہ غیر ماکول و نا مذبوح کی بھی مطلقاً پاک ہیں جب تک ان پر ناپاک دسومت (چکنائی ۱۲) …سوا خنزیر کے کہ نجس العین ہے اور اس کا ہر جزوِ بدن ایسا ناپاک کہ اصلاً صلاحیتِ طہارت نہیں رکھتا، اور …مت میں قید ناپا کی اس غرض سے ہے کہ مثلاً جو جانور خون سائل نہیں رکھتے اُن کی ہڈیاں بہرحال پاک ہیں اگرچہ …مت آمیز ہوں کہ ان کی دسومت بوجہ عدم اختلاط دم خود پاک ہے تو اس کی آمیزش سے استخوان کیونکر ناپاک …سکتے ہیں۔

…تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار شعر …المیتة غیر الخنزیر وعظمها وعصبها وحافرها …قرنها الخالیة عن الدسومة[۱] (قید للجمیع …کما فی القهستانی فخرج الشعر المنتوف وما بعده …ما کان فیه دسومة[۲]) ودم سمك طاهر[۳] انتهت …ملخصة۔

تنویر الابصار، درمختار اور ردالمحتار میں ہے "خنزیر کے علاوہ ہر مردار کے بال، ہڈی، پٹھے، کُھر اور سینگ جو چربی سے خالی ہوں (یہ قید سب کے ساتھ ہے جیسا کہ قہستانی میں ہے۔ پس اکھاڑے ہُوئے بال اور جو کچھ اس کے بعد ہے اگر اس میں چربی ہو تو وہ اس حکم سے خارج ہیں) اور مچھلی کا خُون پاک ہے، انتہت تلخیص (ت)

…حلال وجائز الاکل صرف جانور ماکول اللحم مذکی یعنی مذبوح بذبح شرعی کی ہڈیاں ہیں حرام جانور اور ایسے ہی جو بے[ع] ذکاۃ …شرعی مرجائے یا کاٹ جائے بجمیع اجزائہ حرام ہے اگرچہ طاہر ہو کہ طہارت مستلزم حلت نہیں جیسے سنکھیا بقدر مضرت اور …انسان کا دودھ بعد عمر رضاعت اور مچھلی کے سوا جانوران دریائی کا گوشت وغیر ذلک کہ سب پاک ہیں اور باوجود پاکی حرام۔

…ع یعنی بشرطیکہ محتاج ذکاۃ ہو نہ سمک وجراد کہ ان کا استثنا معلوم ومعروف ۱۲ منہ (م)

---

۱ در مختار	باب المیاہ	مطبوعہ مجتبائی دہلی	۱/۳۸
۲ ردالمحتار	"	"	۱/۱۳۸
۳ درمختار	"	"	۱/۳۸

Marfat.com

عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ واخرج الطبرانی بسند صحیح عن ابن مسعود عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امس خیر من الیوم والیوم خیر من غد وکذلک حتی تقوم الساعۃ۔[1]

محمد بن اسمٰعیل (بخاری)، ترمذی اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کیا ہے۔ اور طبرانی نے بسند صحیح حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے انہوں نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی، آپ نے فرمایا: "کل گزرا ہوا آج سے بہتر تھا اور آج کا دن آنے والے کل سے بہتر ہے، تاقیامت اسی طرح ہوگا۔" (ت)

حدیث موقوف میں ہے شیطان آدمی کی شکل بن کر لوگوں میں جھوٹی بات مشہور کردیتا ہے سننے والا اوروں سے بیان کرتا اور کہتا ہے مجھ سے ایک شخص نے ذکر کیا جس کی صورت پہچانتا ہوں نام نہیں جانتا۔

مسلم فی مقدمۃ الصحیح عن عامر بن عبدۃ قال قال عبداللہ ان الشیطٰن لیتمثّل فی صورۃ الرجل فیأتی القوم فیحدثھم بالحدیث من الکذب فیتفرقون فیقول الرجل منھم سمعت رجلا اعرف وجھہ ولا ادری ما اسمہ یحدث۔[2]

امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں جناب عامر بن عبدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، شیطان آدمی کی شکل میں ایک قوم کے پاس آتا ہے اور ان سے جھوٹی بات بیان کرتا ہے پھر وہ منتشر ہوجاتے ہیں تو ان میں سے ایک آدمی کہتا ہے میں نے ایک آدمی کو بیان کرتے ہوئے سنا میں اس کو چہرے سے پہچانتا ہوں لیکن اس کا نام نہیں جانتا۔ (ت)

علما فرماتے ہیں افواہی خبر اگرچہ تمام شہر بیان کرے سننے کے قابل نہیں نہ کہ اس سے کوئی حکم ثابت کیا جائے۔

الفاضل المصطفی الرحمتی فی صوم حاشیۃ الدر المختار لا مجرد الشیوع من غیر علم بمن اشاعہ کما قد تشیع اخبار یتحدث بھا سائر اھل البلدۃ ولا یعلم من اشاعھا کما ورد عــہ ان فی اٰخر الزمان یجلس الشیطٰن بین الجماعۃ فیتکلم

دُرِمختار کے حاشیہ (ردالمحتار) میں (استفاضہ کے معنی کے بارے میں) فاضل مصطفٰی رحمتی کا قول منقول ہے کہ محض خبر پھیلنا کہ شائع کرنے والے کا علم نہ ہو (استفاضہ نہیں ہے) جیسے بعض بے بنیاد خبریں لوگوں کی زبان پر عام ہوجاتی ہیں لیکن شائع کرنے والے کا علم نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث شریف

عــہ قد مرمنا تخریجہ آنفا ۱۲ منہ (م) (ہماری طرف سے ابھی اس کی تخریج گزرچکی ہے۔ ت)

---

[1] مجمع الزوائد باب فیما مضی من الزمان الخ مطبوعہ دارالکتاب بیروت ۷/ ۲۸۶

[2] مقدمۃ الصحیح لمسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

Marfat.com

بالیقین وعلت بروجہ اصالت جو یقین تھا اُس کا زوال بھی اس کے مثل یقین ہی سے متصور نہ ظن لاحق یقین سابق کے حکم کو رفع نہیں کرتا یہ شرع شریف کا ضابطۂ عظیمہ ہے جس پر ہزارہا احکام متفرع، یہاں تک کہ کہتے ہیں تین چوتھائی فقہ سے زائد اسی پر مبتنی اور فی الواقع جس نے اس قاعدہ کو سمجھ لیا وہ صدہا وساوس ہائلہ و فتنہ پردازی اوہام باطلہ و دست اندازی ظنون عاطلہ سے امان میں رہا حدیث صحیح میں ہے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث[1] رواہ الائمۃ مالک والبخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ اسے ائمہ حدیث امام مالک، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اور یہ نفیس ضابطہ نہ صرف اسی قسم کے مسائل میں بلکہ ہزارہا جگہ کام دیتا ہے جب کسی کو کسی شے پر منع و انکار کرتے اور اُسے حرام یا مکروہ یا ناجائز کہتے سنو جان لو کہ بار ثبوت اُس کے ذمہ ہے جب تک دلیل واضح شرعی سے ثابت نہ کرے اُس کا دعوٰی اُسی پر مردود اور جائز و مباح کہنے والا بالکل بیکدوش کہ اس کے لیے تمسک باصل موجود، علماء فرماتے ہیں یہ قاعدہ نصوص علیہ احادیث نبویہ علٰی صاحبہا افضل الصلاۃ والتحیۃ و تصریحات جلیلہ حنفیہ و شافعیہ وغیرہم عامہ علماء و ائمہ سے ثابت یہاں تک کہ کسی عالم کا اس میں خلاف نظر نہیں آتا۔

فی الطریقۃ المحمدیۃ وشرحہا الحدیقۃ الندیۃ للعلامۃ عبد الغنی النابلسی قدس سرہ القدسی الاصل فی الاشیاء الطہارۃ لقولہ سبحٰنہ و تعالٰی ھوالذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا والیقین لایزول بالشك والظن بل یزول بیقین مثلہ وھذا اصل مقرر فی الشرع منصوص علیہ فی الاحادیث مصرح بہ فی کتب الفقہاء من الحنفیۃ والشافعیۃ وغیرھم ولم ار فیہ مخالفا من احد من العلماء اصلا فاذا شك اوظن فی طہارۃ ماء او طعام

علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی کی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں لکھا ہے ، اشیا کی اصل طہارت ہے، کیونکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: "اللہ نے زمین میں جو کچھ ہے تمہارے لیے پیدا فرمایا" اور یقین، شک اور گمان کے ساتھ زائل نہیں ہوتا بلکہ اپنے جیسے یقین کے ساتھ یقین زائل ہوتا ہے۔ یہ قاعدہ شریعت میں مقرر ہے احادیث میں اس کی تصریح ہے اور حنفی، شافعی اور دیگر فقہا کی کتب میں واضح طور پر مذکور ہے میں نے اس میں علما کا اختلاف بالکل نہیں پایا لہذا جب پانی، کھانے یا اس کے علاوہ کسی دوسری چیز کی طہارت میں

---

[1] بخاری شریف باب ما ینہی عن التحاسد والتدابر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۹۶/۲

Marfat.com

دُرمختار میں ہے :

شرط العدالة فی الدیانات کالخبر عن نجاسة الماء فیتیمم ولا یتوضأ ان اخبر بھا مسلم عدل منزجر عما یعتقد حرمتہ ویتحری فی خبر الفاسق والمستور اھ ملخصا[1] وفی العلمگیریة عن الکافی لا یقبل قول المستور فی الدیانات فی ظاھر الروایات وھو الصحیح[2] اھ وفی ردالمحتار عن الھدایة الفاسق متھم والکافر لا یلتزم الحکم فلیس لہ ان یلزم المسلم[3]۔

دیانات (عبادات سے متعلق خبر) میں عدالت شرط ہے جیسے پانی کے ناپاک ہونے کے بارے میں اگر کوئی مسلمان جو حرام امور سے باز رہنے والا ہو، خبر دے تو تیمم کرے اور وضو نہ کرے۔ اور فاسق و مستور الحال کی خبر کے بارے میں غور و فکر کرے انتہی تلخیص۔ اور عالمگیریہ میں کافی سے نقل کیا کہ ظاہر روایات کے مطابق دیانات میں مستور الحال کا قول قبول نہ کیا جائے یہی صحیح ہے اھ اور ردالمحتار میں ہدایہ سے نقل کیا ہے کہ فاسق تہمت زدہ ہے اور کافر حکم کا خود التزام نہیں کرتا پس اسے مسلمان پر لازم کرنے کا حق نہیں۔ اھ (ت)

ہاں فاسق و مستور میں اتنا ہے کہ اُن کی خبر سُن کر تحری واجب اگر دل پر اُن کا صدق جمے تو لحاظ کرے جب تک دلیل اقوٰی معارض نہ ہو اور کافر میں اس کی بھی حاجت نہیں مثلاً پانی رکھا ہو کافر کہے ناپاک ہے تو مسلمان کو روا کہ اُس سے وضو کرلے یا گوشت خریدا ہو کافر کہے اس میں لحم خنزیر ملا ہے مسلمان کو اُس کا کھانا حلال اگرچہ اس کا صدق ہی غالب ہو اگرچہ اُس کی یہ بات دل پر کچھ جمتی ہُوئی ہو کہ جو خدا کو جھٹلاتا ہے اُس سے بڑھ کر جھوٹا کون پھر ایسے کی بات محض واہیات[عہ] البتہ احتیاط کرے تو بہتر وہ بھی وہاں جب کچھ حرج نہ ہو۔

فی فتاوی الامام قاضی خان ان کان المخبر بنجاسة الماء رجلا من اھل الذمة لا یقبل قولہ فان وقع فی قلبہ انہ صادق فی ھذا الوجہ قال

فتاوٰے امام قاضی خان میں ہے اگر پانی کے ناپاک ہونے کی خبر دینے والا ذمی (کافر) ہو تو اس کی بات قبول نہ کی جائے اگر اس کے دل میں واقع ہو کہ وہ اس

عہ کچھ اس لیے کہ مجرد خبر کافر کا بے ملاحظہ امور دیگر جو اس کے مؤیدات و قرائن ہوں قلب مومن پر ٹھیک ٹھیک جمنا کالمحال ہے ۱۲ منہ (م)

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحة مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲/۲۳۷

[2] فتاوٰی ھندیہ کتاب الکراھیة مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۰۹

[3] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵/۲۴۳

Marfat.com

...وقفة او الكراهة الذين لابد لهما من دليل بل في القول بالاباحة التي هي الاصل و ...توقف النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ...مع انه هو المشرع في تحريم الخمر ام الخبائث حتى نزل عليه النص القطعي[1] اھ و آثره ابن عابدين في الاشربة مقررا۔

دلیل کی ضرورت ہے، کو ثابت کرنے کے ذریعے اللہ تعالٰی پر افترا باندھا جائے بلکہ اباحت کے قول میں احتیاط ہے کیونکہ اباحت اصل ہے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شارع ہونے کے باوجود، تمام خباثتوں کی جڑ شراب کو حرام قرار دینے میں اس وقت تک توقف کیا جب تک آپ پر نص قطعی نازل نہیں ہوئی اھ ابن عابدین نے مشروبات کے باب میں اسے ثابت رکھتے ہوئے ترجیح دی ہے۔ (ت)

مقدمۂ رابعہ

بازاری افواہ قابل اعتبار اور احکام شرع کی مناط و مدار نہیں ہوسکتی بہت خبریں بے سروپا ایسی مشتہر ہوجاتی ہیں جن کی کچھ اصل نہیں یا ہے تو ہزار تفاوت اکثر دیکھا ہے ایک خبر نے شہر میں شہرت پائی اور قائلوں سے تحقیق کیا تو یہی جواب ملا کہ سنا ہے نہ کوئی اپنا دیکھا بیان کرے نہ اُس کی سند کا پتا چلے کہ اصل قائل کون تھا جس سے سُن کر شدہ شدہ اس اشتہار کی نوبت آئی یا ثابت ہُوا تو یہ کہ فلاں کا فریا فاسق منتہائے اسناد تھا پھر معلوم و مشاہد کہ جس قدر سلسلہ بڑھتا جاتا ہے خبر میں نئے نئے شگوفے نکلتے آتے ہیں زید سے ایک واقعہ سُنئے کہ مجھ سے عمرو نے کہا تھا عمرو سے پُوچھیے تو وہ کچھ اور بیان کرے گا اور بکر کا نام لے گا۔ بکر سے دریافت ہوا تو اور تفاوت نکلا علیٰ ہذا القیاس الخ

وماهذا الا لما اخبر الصادق المصدوق صلى الله تعالى عليه وسلم من فشو الكذب بعد قرون الخير لاسيما هذا الزمان الا بعد الاخر وقد قال صلى الله تعالى عليه وسلم لا يأتي عليكم زمان الا الذي بعده شر منه حتى تلقوا ربكم[2] اخرجه احمد و محمد بن اسمعيل والترمذي والنسائي

اور یہ بات حضور علیہ السلام کی اس خبر کی بنیاد پر ہے جو آپ نے بھلائی کے زمانوں کے بعد جھوٹ کے عام ہونے سے متعلق دی ہے بالخصوص اس نہایت ہی بعید اور پچھلے زمانہ میں ــــ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تم پر جو آئندہ زمانہ آئے گا بد سے بدتر ہوگا یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملاقات کرو"۔ اسے امام احمد،

---

[1] رد المحتار کتاب الاشربۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵/۳۲۶

[2] بخاری شریف باب لایأتی زمان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۰۴۷

Marfat.com

دوسرے مقدمہ میں ذکر کیا ہے۔ ت) اور توضیح الزام مسائل شرع سے اس کے چند نظائر بھی معرض بیان میں آئیں مناسب کہ اس میں ایک تو ایضاح قاعدہ دوسرے اکثار فائدہ تیسرے علاج وساوس و اللہ تعالٰی الموفق۔

(۱) دیکھو کیا کم ہے ان کنوؤں کی بے احتیاطی جن سے کفار فجار جہال گنوار نادان بچے بے تمیز عورتیں سب طرح کے لوگ پانی بھرتے ہیں پھر شرع مطہر اُن کی طہارت کا حکم دیتی اور شرب و وضو روا فرماتی ہے جب تک نجاست معلوم نہ ہو۔

فی التتارخانیۃ ثم ردالمحتار من شك فی انائہ اوثوبہ اوبدنہ اصابتہ نجاسۃ اولا فھو طاھر مالم یستیقن وکذا الاٰبار والحیاض والجباب الموضوعۃ فی الطرقات ویستقی منھا الصغار و الکبار والمسلمون والکفار[1] اھ **اقول** و ھذا امر مستمر من لدن الصدر الاول الی زماننا ھذا لایعیبہ عائب ولاینکرہ منکر فکان اجماعًا۔

تتارخانیہ پھر ردالمحتار میں ہے جس کو اپنے برتن، کپڑے یا بدن میں شک ہو کہ اسے نجاست پہنچی ہے یا نہیں تو جب تک (نجاست لگنے کا) یقین نہ ہو وہ پاک ہے اسی طرح کنویں، حوض اور راستوں میں رکھے ہوئے مٹکے جن سے چھوٹے اور بڑے، مسلمان اور کفار (سب پیتے ہیں (پاک ہیں) اھ **اقول** یہ بات پہلے دور سے ہمارے زمانے تک جاری ہے کوئی عیب لگانے والا اسے عیب نہیں لگاتا اور نہ کوئی منکر اس کا انکار کرتا ہے پس اجماع ہوا۔ (ت)

(۲) خیال کرو اس سے زیادہ ظنون وخیالات ہیں اُن جوتوں کے بارہ میں جنہیں گلی کوچوں ہر قسم کی جگہوں میں پہنے پھرے پھر علما فرماتے ہیں جُوتا کنویں سے نکلے اور اس پر کوئی نجاست ظاہر نہ ہو کنواں طاہر اگرچہ تطییبًا للقلب (دل کی تسلی کے لیے) دس بیس[عـہ] ڈول تجویز کیے گئے

فی الطریقۃ والحدیقۃ عن التاتارخانیۃ سئل الامام الخجندی عن رکیۃ وھی البئر وجد فیھا

طریقہ محمدیہ اور حدیقہ ندیہ میں تتارخانیہ سے منقول ہے امام خجندی سے رکیہ کے بارے میں پُوچھا گیا اور یہ ایک

عـہ الاول مصرح بہ بعض الکتب والثانی لضابطۃ وضعھا محمد نظرا الی ان العشرین اقل ماورد کما فی الخانیۃ و ھذا ھو الاولی بالاخذ واللہ اعلم ۱۲ منہ (م)

پہلے کی تصریح بعض کتب میں موجود ہے اور دوسرا اس ضابطہ کی بنا پر جسے امام محمد رحمہ اللہ نے وضع کیا ہے اس کی رعایت کرتے ہوئے کہ احادیث میں وارد شدہ اقوال میں تعداد کے اعتبار سے سب سے کم بیس کا قول ہے جیسا کہ خانیہ میں ہے یہ وہ ہے جس پر عمل کرنا اولٰی ہے واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۱۱

Marfat.com

...فیتحدثون بها ویقولون لا ندری من قالها فمثل ھذا لاینبغی ان یسمع فضلا عن ان یثبت به حکم[1] اھ ملخصا۔

میں وارد ہے کہ آخری زمانے میں شیطان ایک جماعت کے درمیان بیٹھ کر کچھ باتیں کرے گا تو وہ اسے بیان کریں گے اور کہیں گے ہم اس کے قائل کو نہیں جانتے پس اس قسم کی بات کو سننا بھی مناسب نہیں چہ جائیکہ اس سے کوئی حکم ثابت کیا جائے اھ ملخصا (ت)

سیدی محمد امین الدین شامی رحمہ اللہ تعالٰی اسے نقل کرکے فرماتے ہیں،

قلت وھو کلام حسن ویشیر الیه قول الذخیرۃ اذا استفاض وتحقق فان التحقق لایوجد بمجرد الشیوع[2] اھ۔

میں کہتا ہوں یہ اچھا کلام ہے اور ذخیرہ کا قول کہ جب اس سے یقین کا فائدہ حاصل ہو اور وہ ثابت ہوجائے کیونکہ مجرد شائع ہونے سے اس کا تحقق نہیں ہوتا" اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ (ت)

مقدمۂ خامسہ

حلت حرمت طہارت نجاست احکام دینیہ ہیں ان میں کافر کی خبر محض[عـــه] نامعتبر۔

قال اللہ تعالٰی لن یجعل اللہ للکفرین علی المومنین سبیلا[3]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ تعالٰی ہرگز مسلمانوں پر کافروں کو راہ نہ دے گا۔ (ت)

بلکہ مسلمان فاسق بلکہ مستور الحال کی خبر بھی واجب القبول نہیں چہ جائے کافر۔

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا[4] الاٰیة۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو اس کی تحقیق کرو الآیۃ (ت)

عـــه یعنی جب ضمن معاملات میں نہ ہو مثلاً کافر گوشت لایا اور کہا مسلمان سے خریدا ہے بات اُس کی مقبول اور گوشت حلال اور جو کہا مجوسی کا ذبیحہ ہے قول اُس کا ماخوذ اور لحم حرام وکم من شئ یثبت ضمنا ولا یثبت قصدا ۱۲ منہ (بہت سی چیزیں ضمناً ثابت ہوتی ہیں اور قصداً ثابت نہیں ہوتیں۔ ت)

---

[1] و [2] ردالمحتار کتاب الصوم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۰۲

[3] القرآن ۴/ ۱۴۱

[4] القرآن ۴۹/ ۶

Marfat.com

قلت وقد افرزت فی هذه المسئلة وتحقیق الحکم فیها کراسة لطیفة تحتوی بعون الملك القوی علی فرائد لطیفة وفوائد شریفة سمیتها جمال الاجمال لتوقیف حکم الصلاة فی النعال حاصل ما حققت فیها ان الصلاة فی الحذاء الجدید والنظیف المصون عن مواضع الدنس ومواقع الریبة تجوز بلا کراھة ولا بأس وکذا النعل الهندیة اذا لم تکن صلبة ضیقة تمنع افتراش اصابع القدم والاعتماد علیها بل قد یقال باستحبابه واما غیر ذلك فیمنع منه ومن المشی بها فی المساجد وان کانت رخصة فی الصدر الاول فکم من حکم یختلف باختلاف الزمان والله تعالٰی اعلم۔

میں کہتا ہوں، میں نے اس مسئلہ اور اس کے حکم کی تحقیق میں ایک لطیف کتابچہ لکھا ہے جو طاقت والے بادشاہ کی مدد سے عمدہ موتیوں اور عظیم فوائد پر مشتمل ہے۔ میں نے اس کا نام جمال الاجمال لتوقیف حکم الصلٰوۃ فی النعال (جوتوں سمیت نماز پڑھنے کے حکم کی واقفیت کا عمدہ اجمالی بیان۔ت) رکھا ہے۔ میں نے اس میں جو تحقیق کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نئے اور پاک جوتے میں جو نجاست کی جگہوں اور شک وشبہ کے مقامات سے محفوظ ہو، بلا کراہت نماز پڑھنا جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہندوستانی جوتے کا بھی یہی حکم ہے جب کہ وہ ایسا سخت اور تنگ نہ ہو جو انگلیاں بچھانے اور ان پر ٹیک لگانے میں رکاوٹ ہو، بلکہ اس کے مستحب ہونے کا قول بھی کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ جوتے میں نماز پڑھنے اور اس کے ساتھ مساجد میں چلنے سے بھی منع کیا جائے گا اگرچہ پہلے دور میں اس کی اجازت تھی کچھ احکام اختلافِ زمانہ سے بدل جاتے ہیں واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۳) غور کرو کیا کچھ گمان میں بچوں کے جسم وجامہ میں کہ وہ احتیاط کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے پھر فقہا حکم دیتے ہیں جس پانی میں بچہ ہاتھ یا پاؤں ڈال دے پاک ہے جب تک نجاست تحقیق نہ ہو۔

فی المتن والشرح المذکورین کذلك حکم الماء الذی ادخل الصبی یدہ فیه لان الصبیان لا یتوقون النجاسة لکن لا یحکم بها بالشك والظن حتی لو ظهرت عین النجاسة او اثرها حکم بالنجاسة اھ ملخصا[1]۔

مذکورہ متن وشرح (طریقہ وحدیقہ) میں ہے" اسی طرح اس پانی کا حکم ہے جس میں بچے نے ہاتھ داخل کیا کیونکہ بچے نجاست سے اجتناب نہیں کرتے لیکن شک اور گمان کی بنیاد پر اس کا حکم نہیں دیا جائیگا البتہ عینِ نجاست یا اس کا اثر ظاہر ہو جائے تو نجاست کا حکم دیا جائیگا اھ ملخصا (ت)

(۴) لحاظ کرو کس درجہ مجال وسیع ہے روغن کتان میں جس سے صابون بنتا ہے اس کی کلسیاں کھلی رکھی رہتی ہیں اور چوہا

۱؎ الحدیقۃ الندیہ النوع الرابع فی بیان اختلاف الفقہاء الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۱۱۰

Marfat.com

الخباب احب الی ان یرق الماء ثم یتیمم ولو توضأ به وصلی جازت صلاته[1] اھ

بات میں سچا ہے تو کتاب میں فرمایا، مجھے زیادہ پسند ہے کہ پانی بہا دے اور تیمم کرے اور اگر اس کے ساتھ وضو کرکے نماز پڑھی تو بھی جائز ہے (ت)

وفی الھندیۃ عن التاتارخانیۃ رجل اشتری لحما فلما قبضہ فاخبرہ مسلم ثقۃ انہ خالطہ لحم الخنزیر لم یسعہ ان یاکلہ اھ[2]۔

اور فتاوٰی ہندیہ میں تاتارخانیہ سے نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے گوشت خریدا جب اس پر قبضہ کرلیا تو انہیں کسی صالح مسلمان نے خبر دی کہ اس میں خنزیر کا گوشت ملا ہوا ہے تو اس کے لیے کھانے کی گنجائش نہیں اھ (ت)

قلت ومفھوم المخالفۃ معتبر فی الکتب کما صرح بہ الائمۃ والعلماء وفی ردالمحتار عن الذخیرۃ انہ فی الفاسق یجب التحری وفی الذمی یستحب اھ[3]۔

میں کہتا ہوں کتب میں مفہوم مخالف کا اعتبار کیا گیا ہے جیسا کہ ائمہ وعلماء نے اس کی تصریح کی، ردالمحتار میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ فاسق کے سلسلے میں سوچ وچار ضروری ہے اور ذمی کے بارے میں مستحب ہے اھ (ت)

وفی شرح التنویر عن شرح النقایۃ والخلاصۃ والخانیۃ اما الکافر اذا غلب صدقہ علی کذبہ فاراقۃ احب[4] اھ

اور شرح تنویر میں شرح نقایہ، خلاصہ اور خانیہ سے منقول ہے کہ کافر کا سچ جب اس کے جھوٹ پر غالب ہو تب بھی اس (پانی) کا بہا دینا زیادہ پسندیدہ ہے اھ (ت)

مقدمۂ سادسہ

کسی شے کا محل احتیاط سے دور یا کسی قوم کا بے احتیاط وشعور اور پروائے نجاست وحرمت سے مہجور ہونا اسے مستلزم نہیں کہ وہ شے یا اُس قوم کی استعمالی خواہ بنائی ہوئی چیزیں مطلقاً ناپاک یا حرام وممنوع قرار پائیں کہ اس سے اگر یقین ہُوا تو اُن کی بے احتیاطی پر اور بے احتیاطی مقتضی ورع وتورع دائم نہیں پھر نفس شے میں سوا ظنون وخیالات کے کیا باقی رہا جنہیں امثال مقام میں شرع مطہر لحاظ سے ساقط فرما چکی کما ذکرنا فی المقدمۃ الثانیۃ (جیسا کہ ہم نے

---

[1] فتاوٰی قاضی خان	فصل فیما یقبل قول الواحد	مطبوعہ نولکشور لکھنؤ	۴/ ۷۸۷
[2] فتاوٰی ہندیۃ	کتاب الکراہیۃ	مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور	۵/ ۳۰۹
[3] ردالمحتار	کتاب الحظر والاباحۃ	مطبوعہ مصطفی البابی مصر	۵/ ۲۴۲
[4] درمختار	"	" مجتبائی دہلی	۲/ ۲۳۷

Marfat.com

یھودیا دعا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الی خبز شعیر واھالۃ سنخۃ فاجابہ[1]۔ کہ ایک یہودی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جَو کی روٹی اور پرانے تیل کی دعوت دی آپ نے قبول فرمائی۔ (ت)

(۶) نگاہ کرو مشرکوں کے برتن کون نہیں جانتا جیسے ہوتے ہیں وہ انہی ظروف میں شرابیں پیئیں سؤر پکیں جھٹکے کے تاپاک گوشت کھائیں، پھر شرع فرماتی ہے جب تک علم نجاست نہ ہو حکم طہارت ہے۔

فی الحدیقۃ اوعیۃ الیھود والنصارٰی والمجوس لا تخلوعن نجاسۃ لکن لا یحکم بھا بالاحتمال والشک[2] اھ ملخصا۔ حدیقہ میں ہے یہودیوں، عیسائیوں اور مجوسیوں کے برتن اکثر پاک نہیں ہوتے لیکن محض احتمال اور شک کی بنا پر اس کا حکم نہیں دیا جائیگا اھ تلخیص (ت)

یہاں تک کہ خود صحابہ کرام حضور سید العٰلمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے غنیمت کے برتن بے تکلف استعمال کرتے اور حضور منع نہ فرماتے۔

احمد فی المسند وابوداود فی السنن عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کنا نغزو مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فنصیب من آنیۃ المشرکین واسقیتھم ونستمتع بھا فلا یعیب ذلک علینا[3] قال المحقق النابلسی ای ننتفع بالاٰنیۃ والاسقیۃ من غیر غسلھا فلا یعیب علینا فضلا عن نھیہ وھو دلیل الطھارۃ وجواز الاستعمال[4] اھ ملخصا۔ امام احمد نے مسند میں اور امام ابوداود نے سنن میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں جاتے تو ہمیں مشرکین کے برتن اور مشکیزے ملتے اور ان سے ہم فائدہ حاصل کرتے اور حضور علیہ السلام اس بات کو ہمارے لیے معیوب نہ جانتے۔ محقق نابلسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی ہم ان برتنوں اور مشکیزوں کو بغیر دھوئے استعمال کرتے تو آپ ہمارے لیے معیوب نہ سمجھتے، روکنا تو الگ بات ہے۔ یہ طہارت اور جوازِ استعمال کی دلیل ہے اھ تلخیص۔ (ت)

اقول بل قد صح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم التوضؤ من مزادۃ مشرکۃ میں کہتا ہوں، بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشرکہ عورت کے توشہ دان سے وضو کرنا صحیح طور پر ثابت ہے

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ دار المعرفۃ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۲۷۰

[2] الحدیقۃ الندیۃ بیان اختلاف الفقہاء فی امر الطہارۃ والنجاسۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۱۱

[3] سنن ابی داؤد باب فی استعمال آنیۃ اہل الکتاب مطبوعہ آفتاب عالم پریس، لاہور ۲/ ۱۸۰

[4] الحدیقۃ الندیۃ بیان اختلاف الفقہاء فی امر الطہارۃ والنجاسۃ الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۱۲

Marfat.com

…ای نعل تلبس ویمشی بها صاحبها فی الطرقات لایدری متی وقع فیها ولیس علیه اثر النجاسة ہل یحکم بنجاسة الماء قال لا[1] اھ ملخصا

اقول بل قد صح عن النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم واصحابه الصلوة فی النعال التی کانوا یمشون بها فی الطرقات[2] کما فی حدیث خلع النعال عند احمد وابی داود وجمع المحدثین عن ابی سعید الخدری رضی اللّٰه تعالٰی عنه[3] واخرج الائمة احمد والشیخان والترمذی والنسائی عن سعید بن یزید سألت انسًا اکان النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم یصلی فی نعلیه[4] قال نعم و اخرج ابوداود والحاکم وابن حبان والبیهقی باسناد صحیح والطبرانی فی الکبیر علی نزاع فی صحته عن شداد بن اوس والبزار بسند ضعیف عن انس مرفوعًا وھذا حدیث الاول خالفوا الیہود (وفی روایة والنصارٰی) فانهم لایصلون فی نعالهم ولاخفافهم[5] وقد کثرت الاحادیث القولیة والفعلیة فی ھذا المعنی مرفوعات وموقوفات۔

کنواں ہے کہ اس میں موزہ یعنی جُوتا پایا گیا جس کو پہننے والا پہن کر راستوں پر چلتا ہے اسے معلوم نہیں کہ اس میں کب گرا اور اس پر نجاست کا نشان بھی نہیں تو کیا پانی کے ناپاک ہونے کا حکم دیا جائیگا؟ انہوں نے فرمایا: نہیں اھ تلخیص۔ **اقول** بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ان جوتوں میں جن کے ساتھ وہ راستوں میں چلتے تھے، نماز پڑھنا صحیح طور پر ثابت ہے جیسا کہ جُوتا اُتارنے والی حدیث میں ہے جسے امام احمد، ابوداؤد اور محدثین کی ایک جماعت نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کیا ہے۔ اور امام احمد، بخاری و مسلم، ترمذی اور نسائی نے حضرت سعید بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کی وہ فرماتے ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پُوچھا کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نعلین مبارک میں نماز پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں۔ اور ابوداؤد، حاکم، ابن حبان اور بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ اور طبرانی نے کبیر میں ایسی سند کے ساتھ جس کی صحت میں نزاع ہے شداد بن اوس سے اور بزار نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا روایت کیا اور یہ پہلی حدیث ہے کہ یہودیوں کی مخالفت کرو (ایک روایت میں ہے اور نصارٰی کی بھی) کیونکہ وہ اپنے جُوتوں اور موزوں میں نماز نہیں پڑھتے —— اس مفہوم میں قولی، فعلی، مرفوع اور موقوف احادیث بکثرت پائی جاتی ہیں۔ (ت)

---

[1] الحدیقۃ الندیہ — الصنف الثانی من الصنفین الخ — مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد — ۲/ ۶۲۴

[2] مسند احمد بن حنبل — عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ — ” دارالفکر بیروت — ۳/ ۹۲

[3] صحیح البخاری — باب الصلوٰۃ فی النعال — ” قدیمی کتب خانہ کراچی — ۱/ ۵۶

[4] سنن ابی داؤد — ” — ” آفتاب عالم پریس لاہور — ۱/ ۹۵

Marfat.com

سیرۃ الاولین استغراق جمیع الھم فی تطہیر القلوب والتساھل ای عدم[1] المبالاۃ فی تطہیر الظاھر وعدم[2] الاکتراث بتنظیف البدن والثیاب والاماکن من النجاسات حتی ان عمر مع علو منصبه توضأ بماء فی جرۃ نصرانیۃ مع علمه بان النصارٰی لایتحامون النجاسۃ وعادتھم انھم یضعون الخمر فی الجرار[1] اھ ملخصا۔

وضو فرمایا اھ ــــ طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح میں "امام محمد غزالی رحمہ اللہ نے احیاء العلوم میں فرمایا: پہلے لوگوں کی سیرت یہ ہے کہ ان کے تمام فکر وغم کا محور دلوں کی تطہیر ہوتی تھی جبکہ ظاہر کو پاک کرنے میں سستی کرتے اور بدن، کپڑوں اور جگہوں کی پاکیزگی حاصل کرنے کی زیادہ پروا نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ آپ نے باوجود بلند منصب پر فائز ہونے کے ایک عیسائی عورت کے گھڑے سے وضو کیا حالانکہ آپ جانتے تھے کہ عیسائی نجاست سے پرہیز نہیں کرتے اور ان کی عادت ہے کہ وہ گھڑوں میں شراب رکھتے ہیں اھ تلخیص (ت)۔

(۷) تامل کرو کس قدر معدن بے احتیاطی بلکہ مخزن ہرگونہ گندگی ہیں کفار خصوصاً ان کے شراب نوش کے کپڑے علی الخصوص پاجامے کہ وہ ہرگز استنجے کا لحاظ رکھیں نہ شراب پیشاب وغیرہما نجاسات سے احتراز کریں پھر علماء حکم دیتے ہیں کہ وہ پاک ہیں اور مسلمان بے دھوئے پہن کر نماز پڑھ لے تو صحیح وجائز جب تک تلوث واضح نہ ہو۔

فی الدرالمختار ثیاب الفسقۃ واھل الذمۃ طاھرۃ[2] اھ وفی الحدیقۃ سراویل الکفرۃ من الیھود والنصارٰی والمجوس یغلب علی الظن نجاستہ لانھم لایستنجون من غیران یأخذ القلب بذلك فتصح الصلاۃ فیه لان الاصل الیقین بالطھارۃ[3] اھ ملخصا۔

درمختار میں ہے فاسق اور ذمی لوگوں کے کپڑے پاک ہیں اھ اور حدیقہ میں ہے یہودیوں، عیسائیوں، مجوسیوں وغیرہ کفار کی شلوار غالب گمان کے مطابق ناپاک ہے کیونکہ وہ استنجاء نہیں کرتے لیکن جب یہ بات دل میں نہ بیٹھے تو اس کے ساتھ نماز صحیح ہے کیونکہ اصل چیز طہارت کا یقین ہے اھ تلخیص (ت)

عہ۱ اقول الاولی لفظاً ومعنًی تبدیل العدم بالقلۃ ۱۲ منه (م)

عہ۲ ای قلته ای ترك التعمق فیه ۱۲ منه (م)

میں کہتا ہوں لفظی اور معنوی اعتبار سے بہتری "عدم" کو "قلت" سے تبدیل کر دینے میں ہے ۱۲ منہ (ت)

یعنی کم پرواہ کرتے یعنی پاکیزگی میں کوشش کو ترک کرتے تھے۔ (ت)

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ — الدقۃ فی امر الطہارۃ والنجاستہ — مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۵۸

[2] درمختار — فصل الاستنجاء — ؍؍ مجتبائی دہلی ۱/ ۵۷

[3] الحدیقۃ الندیۃ — بیان اختلاف الفقہاء فی امر الطہارۃ والنجاستہ — مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۷۱۱

Marfat.com

دودھ تاور بھینس کی پڑے پیتا اور اکثر اُس میں گر بھی جاتا ہے پھر ائمہ ارشاد کرتے ہیں ہم اس بنا پر روغن کو ناپاک نہیں کہہ سکتے کہ یہ فقط ظن ہے کیا معلوم کہ خواہی نخواہی ایسا ہُوا ہی۔

فیهما عن التاتارخانية عن المحيط البرهانی قد وقع عند بعض الناس ان الصابون نجس لانه يتخذ من دهن الكتان ودهن الكتان نجس لان اوعيته تكون مفتوحة الرأس عادة و الفارة تقصد شربها وتقع فيها غالبا ولكنا معشر الحنفية لانفتی بنجاسة الصابون ولانفتی بنجاسة الدهن لان وقوع الفارة مظنون ولا نجاسة بالظن[1] اھ ملخصا۔

ان دونوں (طریقہ وحدیقہ) میں بحوالہ تتارخانیہ، محیط برہانی سے منقول ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک صابن ناپاک ہے کیونکہ وہ کتان کے تیل سے بنایا جاتا ہے اور اور کتان کا تیل ناپاک ہے کیونکہ اس کے برتن عام طور پر کُھلے منہ ہوتے ہیں اور چُوہے اس کو پینا چاہتے ہیں اور اکثر اس میں گر پڑتے ہیں لیکن ہم گروہ احناف صابن کے ناپاک ہونے کا فتوٰی نہیں دیتے کیونکہ تیل کی نجاست پر ہمارا فتوٰی نہیں ہے اس لیے کہ چُوہے کا گرنا محض گمان ہے اور گمان سے نجاست ثابت نہیں ہوتی اھ تلخیص (ت)

(۵) نظر کرو کتنی روی حالت ہے اُن کھانوں اور مٹھائیوں کی جو کفار و ہنود بناتے ہیں کیا ہمیں اُن کی سخت بے احتیاطیوں پر یقین نہیں کیا ہم نہیں کہہ سکتے کہ اُن کی کوئی چیز گوبر وغیرہ نجاسات سے خالی نہیں کیا ہمیں نہیں معلوم کہ اُن کے نزدیک گائے بھینس کا گوبر اور بچھیا کا پیشاب نظیف طاہر بلکہ طہور مطہر بلکہ نہایت مبارک و مقدس ہے کہ جب طہارت و نظافت میں اہتمام تمام منظور رکھتے ہیں تو ان سے زائد فضیلت کسی شے سے حاصل نہیں جانتے پھر علما اُن چیزوں کا کھانا جائز رکھتے ہیں۔

فی رد المحتار عن التاتارخانية طاهر ما يتخذه اهل الشرك او الجهلة من المسلمين كالسمن والخبز والاطعمة والثياب[2] اھ ملخصا

ردالمحتار میں تتارخانیہ سے منقول ہے کہ جو چیز مشرکین اور جاہل مسلمان بناتے ہیں مثلاً گھی، روٹی، کھانے اور کپڑے وغیرہ وہ پاک ہیں اھ ملخصا (ت)

بلکہ خود حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بکمال رافت و رحمت و تواضع ولینت و تالیف و استمالت کفار کی دعوت قبول فرمائی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

الامام احمد عن انس رضی الله تعالٰی عنه ان

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے

---

[1] الحدیقۃ الندیہ الصنف الثانی من الصنفین فیما ورد عن ائمتنا الحنفیۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۷۵
[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۱۱

Marfat.com

اقول لولاھیبۃ العلامۃ المحقق علی الاطلاق مقارب الاجتہاد صاحب الفتح رضی اللہ تعالٰی عنہ لقلت ان ھذا الاحتمال انما یمشی فی السوائم اوفی بعضہا اما العلوفۃ فلاتخفی احوالہا علی مقتنیہا غالبًا والحکم عام فلا بدمن توجیہ اٰخر ویظہر[ع] لی واللہ تعالٰی اعلم ان ھذا الاشتمال انما ھو ظاھر یغلب علی الظن من غیر ان یبلغ درجۃ الیقین لان البول لاینزل علی الافخاذ والقرب غیرقاض بالتلوث دائما وھی ربما تتفاج وتخفض حین الاھراق فلم یحصل العلم بالنجاسۃ و الی ھذا یشیر اٰخر کلام المحقق حیث یقول وقیل ینزح من الشاۃ کلہ والقواعد تنبوعنہ مالم یعلم یقینا تنجسہا[۱] اھ نعم الظہور المفضی الی غلبۃ الظن یقضی باستحباب التنزہ و ھذا لاشک فیہ قد استحبوا فی ھذہ المسئلۃ نزح عشرین[۲] دلوا کما نص علیہ فی الخانیۃ فافہم واللہ تعالٰی اعلم اھ ماعلقتہ علی الہامش۔

اقول اگر محقق علی الاطلاق اور منصب اجتہاد کا قُرب رکھنے والے صاحبِ فتح القدیر کی ہیبت کا خیال نہ ہوتا تو میں کہتا کہ یہ احتمال سال بھر چرنے والے تمام یا بعض جانوروں کے بارے میں ہے جہاں تک گھر میں چارہ کھانے والے جانوروں کا تعلق ہے تو عام طور پر مالک سے ان کا حال پوشیدہ نہیں ہوتا اور حکم عام ہے لہٰذا کسی دوسری توجیہ کی ضرورت ہے مجھ پر یہ بات ظاہر ہوئی اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ پیشاب کا رانوں سے لگا ہونا ظاہر اً غلبۂ ظن ہے درجۂ یقین کو نہیں پہنچتا کیوں کہ پیشاب رانوں پر نہیں اترتا اور قرب ہمیشہ ملوث ہونے کا فیصلہ نہیں کرتا اور بعض جانور ٹانگیں پھیلا کر اور جھک کر پیشاب کرتے ہیں اور اس طرح وہ اسے بہادیتے ہیں لہٰذا نجاست کا یقین حاصل نہ ہوا۔ کلام محقق کا آخری حصہ بھی اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے جب انہوں نے فرمایا کہا گیا ہے کہ بکری (کے گرنے) سے پورا پانی نکالا جائے حالانکہ قواعد اس کی نفی کرتے ہیں جب تک اس کے ناپاک ہونے کا یقین نہ ہو اھ۔ ہاں ایسا ظہور جو غلبۂ ظن تک پہنچائے

ع ثم ان المولٰی سبحٰنہ وتعالٰی فتح وجہا اٰخر شافیا کافیا ابلج ازھر کما قدمناہ فی فصل البیر والحمد للہ اللطیف الخبیر فراجعہ فانہ مھم کبیر ۱۲ منہ غفرلہ (م)

پھر مولٰی سبحٰنہ نے ایک دوسری وجہ ظاہر فرمائی جو شافی و کافی، واضح اور روشن ہے جیسا کہ ہم نے اسے فصل فی البئر میں پہلے ذکر کیا ہے اور سب خوبیاں اللہ لطیف و خبیر کے لئے ہیں پس اس کی طرف رجوع کرو کہ یہ ایک بڑا معاملہ ہے۔ (ت)

---

[۱] فتح القدیر فصل فی البئر مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۹۲

[۲] فتاوٰی قاضی خان فصل مایقع فی البئر مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۵

Marfat.com

وعن امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ من جرۃ نصرانیۃ مع علمہ بان النصارٰی لایتوقون الانجاس بل لانجس عندھم الا دم الحیض کما فی مدخل الامام ابن الحاج، والشیخان فی حدیث طویل عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن جمیع الصحابۃ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واصحابہ توضؤا من مزادۃ امرأۃ مشرکۃ[1]، الشافعی و عبدالرزاق وغیرھما عن سفین بن عیینۃ عن زید بن اسلم عن ابیہ ان عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ توضأ من ماء فی جرۃ النصرانیۃ[2]۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک نصرانی عورت کے گھڑے سے وضو کیا حالانکہ آپ کو معلوم تھا کہ عیسائی نجاست سے اجتناب نہیں کرتے بلکہ ان کے نزدیک خونِ حیض کے علاوہ کوئی چیز ناپاک نہیں، جیسا کہ امام ابن الحاج کی مدخل میں ہے۔ امام بخاری و مسلم نے ایک طویل روایت میں حضرت عمران بن حصین اور تمام صحابہ کرام سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام نے ایک مشرکہ عورت کے توشہ دان سے وضو کیا۔ امام شافعی اور عبدالرزاق وغیرہ نے سفیان بن عیینہ سے انہوں نے زید بن اسلم سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک نصرانی عورت کے گھڑے کے پانی سے وضو فرمایا۔ (ت)

قلت وقد علقہ عـــہ خ فقال توضأ عمر بالحمیم ومن بیت نصرانیۃ[3] اھ فی الطریقۃ وشرحھا وقال الامام الغزالی فی الاحیاء

میں کہتا ہوں، امام بخاری رحمہ اللہ نے تعلیقاً روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گرم پانی سے اور ایک عیسائی عورت کے گھر سے.

عـــہ **اقول** واذ قد علمت ان البخاری انما اوردہ معضلا فاطلاق العزو الیہ کما وقع عن الشاہ ولی اللہ الدھلوی فی ازالۃ الخفاء فیہ خفاء کما لا یخفی ۱۲ منہ (م)

اقول جب یہ معلوم ہوگیا کہ امام بخاری نے اسے معضلاً ذکر کیا تو مطلقاً تعلیق کی طرف منسوب کرنے (جیسا کہ شاہ ولی اللہ دہلوی سے ازالۃ الخفاء میں واقع ہوا ہے) میں خفاء (غلطی) ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔ (ت)

---

[1] الطریقۃ المحمدیۃ الباب الثالث مطبوعہ مطبع اسلام اسٹیم پریس لاہور ۲/ ۳۰۹

[2] " " " " " ۲/ ۳۳۴

[3] صحیح البخاری باب وضوء الرجل مع امرأتہ وفضل وضوء المرأۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۲

Marfat.com

ذلك وهي ان اليقين جزم القلب مع الاستناد الى الدليل القطعي والاعتقاد جزم القلب من غير استناد الى الدليل القطعي كاعتقاد العامي والظن تجويز امرين احدهما اقوى من الأخر والوهم تجويز امرين احدهما اضعف من الأخر والشك تجويز امرين لامزية لاحدهما على الأخر انتهى[1] اھ ملخصا۔

لیکن اس میں کچھ اضافہ بھی ہے وہ یہ ہے کہ یقین، دل کی پختگی کو کہتے ہیں جبکہ اس میں دلیل قطعی کی سند بھی ہو اعتقاد، دل کی پختگی ہے لیکن کسی دلیل قطعی کی طرف اضافت نہیں ہوتی جیسے عام آدمی کا اعتقاد۔ ظن، دو باتوں کا یوں جائز قرار دینا کہ ان میں سے ایک دوسری کی نسبت زیادہ قوی ہو۔ وہم، دو باتوں کا (اس طرح) جائز قرار دینا کہ ان میں سے ایک، دوسری کی نسبت ضعیف ہو۔ اور شک، دو باتوں کا یوں جائز قرار دینا کہ ان میں سے ایک کو دوسری پر کوئی فوقیت حاصل نہ ہو اھ ملخصا۔

اقول وبالله التوفيق انما يتعلق غرضنا من هذه العبارة بما ذكر السيد الفاضل رحمه الله تعالٰى من التفرقة بين الظن وغالب الظن واما بقية كلام فماش على المعهود من العلماء الكرام من عدم التعمق في الالفاظ عند اتضاح المرام ولابأس ان اذكره اشباعاً للفائدة وان كان اجنبيا عن المقام (قوله رحمه الله تعالٰى استواء طرفي الشئ **اقول** تفسير بالاعم فانه يشمل المعقول والمحسوس كاستواء طرفي حوض مربع مثلا ولو زيد عند العقل لما نفع ايضا لان المربع كما يستوي طرفاه في الخارج فكذا في الذهن بل لو قيل استواء

میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں جو کچھ سید فاضل رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے ان کی عبارت سے ہماری غرض ظن اور ظنِ غالب کے درمیان تفریق ہے جہاں تک باقی کلام کا تعلق ہے تو وہ اسی پر جاری ہے جو علماءِ کرام کے درمیان معروف ہے کہ مقصد واضح ہونے کے بعد الفاظ میں غور و فکر نہیں کیا جاتا اور اگر میں فائدے میں سیری حاصل کرنے کے لیے ذکر کروں تو کوئی حرج نہیں اگرچہ یہ بحث اس مقام میں اجنبی ہے۔ ان کے قول "کسی چیز کی دونوں طرفوں کے برابر ہونے" کے بارے میں میں کہتا ہوں کہ یہ اعم کے ساتھ تفسیر ہے کیونکہ یہ معقول اور محسوس کو شامل ہے جیسے مربع حوض کی دونوں طرفوں کا برابر ہونا، اگر وہ "عند العقل" کی قید کا اضافہ کرتے تو بھی نفع نہ دیتا کیونکہ مربع کی دونوں اطراف جس طرح خارج میں برابر ہوتی ہیں ذہن میں بھی اسی طرح ہوتی ہیں، اور اگر "استواء

[1] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر الفن الاول من القاعدۃ الثانیہ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۸۲

بلکہ عہد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے آج تک مسلمین میں متوارث کہ لباس غنیمت میں نماز پڑھتے ہیں اور ظنون وساوس کو دخل نہیں دیتے۔

فی الحلیۃ التوارث جار فیما بین المسلمین فی الصلوۃ بالثیاب المغنومۃ من الکفرۃ قبل الغسل اھ[1]

حلیہ میں ہے کہ کفار سے مال غنیمت میں حاصل ہونے والے کپڑوں کو دھونے سے پہلے ان میں نماز پڑھنا مسلمانوں میں نسل در نسل سے چلا آرہا ہے اھ (ت)

یہ ساٹھ نظیریں ہیں اور اگر استقصا ہو تو کتاب ضخیم لکھنا ہو توجہ کیا ہے وہی جو ہم اوپر ذکر کر آئے کہ طہارت و حلت اصل و متیقن اور ازالہ یقین کو یقین ہی متعین۔

ولہٰذا عادت علمائے دین یوں ہے کہ حکم بطہارت کے لیے ادنیٰ احتمال کافی سمجھتے ہیں اور اس کا عکس ہرگز معہود نہیں کہ محض خیالات پر حکم نجاست لگادیں۔ دیکھو گائے بکری اور ان کے امثال اگر کنویں میں گر کر زندہ نکل آئیں قطعاً حکم طہارت ہے حالانکہ کون کہہ سکتا ہے کہ اُن کی رانیں پیشاب کی چھینٹوں سے پاک ہوتی ہیں مگر علما فرماتے ہیں محتمل کہ اس سے پہلے کسی آب کثیر میں اُتری ہوں اور اُن کا جسم دُھل کر صاف ہوگیا ہو۔

فی حاشیۃ ابن عابدین افندی رحمہ اللہ تعالٰی قال فی البحر وقیدنا بالعلم لانھم قالوا فی البقر ونحوہ یخرج حیا لا یجب نزح شیئ وان کان الظاہر اشتمال بولھا علی افخاذھا لکن یحتمل طہارتہا بان سقطت عقب دخولہا ماء کثیرا مع ان الاصل الطہارۃ اھ ومثلہ فی الفتح[2] اھ یقول العبد الضعیف غفر اللہ تعالٰی لہ علقت ھھنا علی ھامش رد المحتار مانصہ۔

حاشیہ ابن عابدین آفندی میں ہے "البحر الرائق میں فرمایا ہم نے اسے علم (یقین) کے ساتھ مقید کیا ہے کیونکہ انہوں نے گائے اور اس کی مثل جو (کنویں سے) زندہ نکلیں، کے بارے میں کہا ہے کہ کسی چیز کا نکالنا واجب نہیں اگرچہ ظاہر یہ ہے کہ اُن کی رانوں پر پیشاب لگا ہوتا ہے لیکن اس بات کا احتمال ہے کہ اس کے زیادہ پانی میں داخل ہونے کے بعد نجاست دُھل گئی ہو اور وہ پاک ہوگئی ہو علاوہ ازیں طہارت اصل ہے اھ اور اسی طرح فتح القدیر میں ہے اھ بندۂ ضعیف، اللہ تعالٰی اس کی بخشش فرمائے، کہتا ہے کہ میں نے اس مقام پر ردالمحتار کے حاشیے پر کچھ تحریر کیا ہے جس کی عبارت یہ ہے (ت)۔

---

[1] حلیۃ المحلی

[2] ردالمحتار فصل فی البئر مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۴۲

Marfat.com

اقول یصدق علی الواجب وکذا الکلام فی الامور الغیر الشرعیة علی ان الظن اعم من غالب الظن ولا شك فی صحة اطلاق الاول علی الأخر والمراد بالمقابلة بینهما کما ذکر ان هذا القسم یختص بهذا الاسم (قوله وان لم یترجح فهو وهم) **اقول** عدم الترجح یشمل الاستواء ثم الاحسن ترتیب الظن والوهم معاً علی شئ واحد وهو ترجح احد الجانبین اذ لاینفك کل منهما عن صاحبه وجودا فهما متلازمان تحققا وان تباینا صدقا فکان الاسلوان یقول فان ترجح احدهما علی الأخر فالراجح مظنون ویخص بالغالب ان طرح الأخر والمرجوح موهوم (قوله مع زیادة علی ذلك) **اقول** ظاهره انه اتی بجمیع ما مروزاد مع انه زاد شیئاً ونقص أخر اعنی التفرقة بین الظن وغالبه (قوله والاعتقاد جزم القلب) **اقول** المعروف شمول الاعتقاد للظن عن هذا تسمعهم یعرفون الظن بالاعتقاد الراجح کما نص علیه فی شرح

کے بارے میں میں کہتا ہوں کہ یہ واجب پر بھی صادق آتا ہے اسی طرح غیر شرعی امور میں بھی کلام ہو سکتا ہے علاوہ ازیں ظن، ظنِ غالب سے عام ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ پہلے کا دوسرے پر اطلاق صحیح ہے اور ان دونوں میں مقابلہ سے مراد جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے اس قسم کا اس نام کے ساتھ خاص ہونا ہے۔ ان کے قول "وان لم یترجح فهو وهم" (اگر ایک جانب راجح نہ ہو تو وہم ہے) کے بارے میں کہتا ہوں کہ راجح نہ ہونا برابری کو شامل ہے پھر احسن بات یہ ہے کہ ظن اور وہم اکٹھے ایک چیز پر مرتب ہوتے ہیں اور وہ دو جانبوں میں سے ایک کا راجح ہونا ہے کیونکہ وجودی طور پر ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی سے جدا نہیں ہوتا پس تحقیق کے اعتبار سے وہ ایک دوسرے کو لازم ہیں اگرچہ صدق کے اعتبار سے جدا جدا ہوں، لہٰذا زیادہ محفوظ بات یہ تھی کہ فرماتے "اگر ان میں سے ایک، دوسرے پر راجح ہو تو وہ ظن ہوگا پھر اگر دوسری جانب کو چھوڑ دیا گیا تو غالب کے ساتھ مختص ہوگا (ظن غالب ہوگا) اور جسے ترجیح حاصل نہیں ہوئی وہ موہوم ہوگا۔ ان کے قول "مع زیادة علی ذلك" (اس پر کچھ اضافے کے ساتھ) کے بارے میں میں کہتا ہوں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ، گزشتہ تمام عبارت کچھ اضافے کے ساتھ لائے ہیں حالانکہ انہوں نے کچھ اضافہ کیا اور کچھ یعنی ظن اور غالب ظن کے درمیان فرق کا بیان کم کر دیا۔ ان کے قول "والاعتقاد جزم القلب" (دل کی پختگی کو اعتقاد کہا جاتا ہے) کے بارے میں میں کہتا ہوں معروف یہ ہے کہ اعتقاد،

Marfat.com

لکن لایعکر به علی ما ارد نا اثباته ھھنـا من ان المعھود من العلماء ابداء الاحتمال للحکم بالطھارۃ دون العکس فان ھذا حاصل بعد کما لیس یخاف علی ذی فھم۔

پاک کرنا مستحب قرار دیتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں فقہاء کرام نے اس مسئلے میں بیس ڈول نکالنا مستحب کہا ہے جیسا کہ خانیہ میں اسے بیان کیا۔ پس سمجھ لو، اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے اھ یہ وہ ہے جو میں حاشیے پر تعلیق کی ہے لیکن اس کے ساتھ اس بات پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے جو ہم یہاں ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ یہ کہ علماء سے معروف ہے کہ احتمال حکم طہارت کو ظاہر کرنے کے لیے لایا جاتا ہے نہ کہ اس کا عکس۔ اور یہ (طہارت) ابھی تک حاصل ہے جیسا کہ کسی بھی ذی فہم پر مخفی نہیں۔ (ت)

مقدمہ سابعہ

شدت بے احتیاطی جس کے باعث اکثر احوال میں نجاست وآلودگی کا غلبہ و قوع و کثرت شیوع ہو بیشک باعثِ غلبۂ ظن اور ظن غالب شرعاً معتبر اور فقہ میں مبنائے احکام، مگر اس کی دو صورتیں ہیں:

ایک تو یہ کہ جانب راجح پر قلب کو اس درجہ وثوق و اعتماد ہو کہ دوسری طرف کو بالکل نظر سے ساقط کردے اور محض ناقابل التفات سمجھے گویا اُس کا عدم و وجود یکساں ہُوا ایسا ظن غالب فقہ میں ملحق بیقین ہے کہ ہر جگہ کار یقین دے گا اور اپنے خلاف یقین سابق کا پُورا مزاحم و رافع ہوگا اور غالباً اصطلاحِ علماء میں غالب ظن و اکبر رای اسی پر اطلاق کرتے ہیں۔

فی غمز العیون والبصائر شرح الاشباہ والنظائر الشك لغۃ مطلق التردد و فی اصطلاح الاصول استواء طرفی الشیئ وھو الوقوف بین الشیئین بحیث لایمیل القلب الی احدھما فان ترجح احدھما ولم یطرح الأخر فھو ظن فان طرحہ فھو غالب الظن وھو بمنزلۃ الیقین وان لم یترجح فھو وھم۔

الاشباہ والنظائر کی شرح غمز العیون والبصائر میں ہے "شک، لغت میں مطلق تردّد کو کہتے ہیں اور اصولِ فقہ کی اصطلاح میں کسی چیز کی دونوں طرفوں کا برابر ہونا اور دو چیزوں کے درمیان یُوں ٹھہر جانا کہ دل، ان میں سے ایک کی طرف بھی مائل نہ ہو اگر ان میں سے ایک کو ترجیح حاصل ہو جائے اور دوسری کو چھوڑا نہ جائے تو وہ ظن ہے اگر دوسری کو چھوڑ دیا جائے تو یہ ظنِ غالب ہے جو یقین کے درجہ میں ہے اور اگر کسی جانب ترجیح نہ ملے تو وہم ہے (ت)

ولبعض متأخری اصولیین عبارۃ اخری اوجز مما ذکرناہ مع زیادۃ علی

بعض متاخرین اصولیوں کے نزدیک ایک دوسری عبارت ہے جو ہماری مذکورہ عبارت سے زیادہ مختصر ہے

Marfat.com

لافرق بين تفسيری الظن و الوهم فتجويز امرين احدهما اقوى هو بعينه تجويز امرين احدهما اضعف (قوله والشك الخ) اقول يشمل الاباحة والتخيير و بالجملة فلا يخلو شیٔ من التفاسير الثمانية المذكورة للشك والوهم والظن من الشكوك فالاوضح الاخصر فی حدها ما اقول اذا لم تجزم فی حكم بايجاب ولا سلب فان استويا عندك فهو الشك و الا فالمرجوح موهوم و الراجح مظنون فان بلغ الرجحان بحيث طرح القلب الجانب الأخر فهو غالب الظن و اكبر الرأی والله تعالٰی اعلم ولنرجع الی ماكنا فيه۔

زیادہ ضعیف ہے دوسری بات یہ ہے کہ ظن اور وہم کی تفسیروں میں کوئی فرق نہیں پس (ایسی) دو باتوں کو جائز قرار دینا جن میں سے ایک زیادہ قوی ہو بعینہٖ ایسی دو باتوں کو جائز قرار دینا ہے جن میں سے ایک زیادہ ضعیف ہو اُن کے قول "والشک" (اور شک۔ آخر تک) کے بارے میں کہتا ہوں کہ یہ اباحت و تخییر کو شامل ہے حاصل کلام یہ ہے کہ شک، وہم اور ظن کے بارے میں مذکورہ آٹھ تفاسیر شکوک سے خالی نہیں لہٰذا ان کی تعریف میں نہایت واضح اور بہت مختصر بات وُہ ہے جو میں کہتا ہُوں (یعنی) جب ایجاب و سلب کے حکم میں تمہیں کوئی قطعی بات حاصل نہ ہو تو اگر تمہارے نزدیک وہ دونوں برابر ہیں تو یہ شک ہے ورنہ جو مرجوح ہے وہ موہوم اور راجح مظنون ہوگا۔ اور اگر ترجیح اس حد کو پہنچ جائے کہ دل دوسری جانب کو چھوڑ جائے تو وُہ غالب گمان اور بڑی رائے ہے۔

اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے اور ہمیں اسی کی طرف لوٹنا چاہیے جس میں ہم تھے۔ (ت)

دُوسرے یہ کہ ہنوز جانب راجح پر دل ٹھیک ٹھیک نہ جمے اور جانب مرجوح کو محض مضمحل نہ سمجھے بلکہ اُدھر بھی ذہن جائے اگرچہ بضعف و قلت یہ صورت نہ یقین کا کام دے نہ یقین خلاف کا معارضہ کرے بلکہ مرتبۂ شک و تردّد ہی میں سمجھی جاتی ہے کلماتِ علما میں کبھی اسے بھی ظنِ غالب کہتے ہیں اگرچہ حقیقتہً یہ مجرد ظن ہے نہ غلبۂ ظن۔

فی الحديقة الندية غالب الظن اذا لم يأخذ به القلب فهو بمنزلة الشك واليقين لايزول بالشك اھ[1] وفی شرح المواقف الظن هو المعبر عنه بغلبة الظن لان الرجحان ماخوذ فی حقيقته فان ماهيته هو

حدیقۂ ندیہ میں ہے کہ جب ظن غالب کو دل قبول نہ کرے تو وُہ شک کی طرح ہے۔ اور یقین، شک کے ساتھ زائل نہیں ہوتا اھ اور شرح مواقف میں ہے ظن ہی کو غلبۂ ظن کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے کیونکہ اس کی حقیقت میں ترجیح پائی جاتی ہے اس لیے کہ اس کی

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ بیان اختلاف الفقہاء فی امر الطہارۃ والنجاسۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۷۱۱

Marfat.com

قوله لم يتم ايضا الصدق على
المذكور في مرتبة المعلوم سواء
حصول الاشياء بانفسها كما لحج به
من اتباع الفلاسفة او باشباحها كما
الحق ولبقاء الطرفين على العموم و
المقصود الايجاب والسلب ولبقاء الاستواء
الاطلاق وانما المراد في ميل القلب
من جهة الحكم لامن جهة اخرى
كملاءمة غرض وغيره (قوله و
هو الوقوف الخ) **اقول** هذا
كذلك فيعم مثلا وقوف السالك
بين طريقين الى بلد لا يميل
قلبه الى احدهما وغير ذلك
(قوله فان ترجح احدهما الخ)
اقول يشمل المستحب مثلا
فعله مترجح على تركه
مع ان الترك غير مطروح ويجري
في الامور العادية والطبعية
وغير ذلك فربما يعرض
للانسان شيئان في الطعام
واللباس والدواء والنكاح
وغيرها وهو اميل وارغب
الى احدهما منه الى
الاخر من دون ان يطرح الاخر
قوله فان طرحه الخ)

طرفی المعقول" (معقول کی دونوں طرفوں کا برابر) کی قید لگائی جائے تو بھی تعریف کامل نہ ہوگی کیونکہ مرتبۂ معلوم میں یہ حوض مذکور صادق آتی ہے چاہے ہم ذات کے ساتھ اشیاء کے حصول کا قول کریں جیسا کہ اکثر متبعین فلاسفہ نے اسے اختیار کیا یا مشابۂ ذات کے ساتھ اشیاء کے حصول کا قول کریں جیسا کہ یہی حق ہے یہ تعریف اس لیے بھی تام نہیں ہوتی کہ دونوں اطراف عموم پر باقی رہتی ہیں حالانکہ مقصود تو ایجاب اور سلب ہے نیز ان کا برابر ہونا مطلق ہے اس سے بھی تعریف کامل نہیں حالانکہ میلانِ قلب میں حکم کا اعتبار مراد ہے کوئی دوسری وجہ مثلاً کسی غرض کا پایا جانا وغیرہ مراد نہیں ہے۔ ان کا قول "وھو الوقوف" (اور وہ ٹھہرنا ہے) میں کہتا ہوں یہ بھی عام ہے مثلاً اس کو بھی شامل ہو سکتا ہے جو کسی شہر کی طرف جانے والے دو راستوں کے درمیان کھڑا ہو اور اس کا دل کسی ایک کی طرف بھی مائل نہ ہو، اس کے علاوہ بھی (مراد ہو سکتا ہے) ان کے قول "فان ترجح احدھما" (اگر ان میں سے ایک راجح ہو جائے) کے بارے میں میں کہتا ہوں مثال کے طور پر یہ مستحب کو بھی شامل ہے کیونکہ اس کا کرنا چھوڑنے پر ترجیح رکھتا ہے باوجودیکہ ترک بھی کیا جاتا ہے اور یہ طبعی و عادی امور اور اس کے علاوہ میں بھی جاری ہوتا ہے۔ بعض اوقات انسان کے سامنے دو چیزیں ہوتی ہیں اشیاء خوردنی و لباس دوا و نکاح وغیرہ میں۔ وہ ان میں سے ایک کی طرف دوسرے کی نسبت زیادہ میلان رکھتا ہے لیکن دوسری کو چھوڑنا بھی نہیں چاہتا۔ ان کے قول "فان طرحہ" (اگر وہ اسے چھوڑ دے)

Marfat.com

فيها قبل الغسل ثلاث مرات و ذلك
مقدار ما يغلب على ظنه انها طهرت
لو كانت متحققة النجاسة دفعا للوسواس
اعتبار الظاهر من حال تلك الاواني كما
كره التوضي بسؤر الدجاجة المخلاة
لانها لا تتوقى عن النجاسة في الغالب
والظاهر المتبادر للافهام لعدم تميزها
وعدم تحاشيها عن استعمال ذلك
وكما كره التوضي بماء قليل ادخل الصبي
يده فيه لانه لا يتوقى من النجاسة
في الظاهر المتبادر والغالب الكثير المعتاد و
كما كره الصلاة في سراويل المشركين
اعتبار الظاهر فانهم لا يستنجون
اذا بالوا وتغوطوا وكان الظاهر من
سراويلهم النجاسة ومع هذا اي كون
الغالب الظاهر من حال اوانيهم النجاسة
لو اكل او شرب فيها قبل الغسل جاز ولا يكون
أكلا ولا شاربا حراما لان الطهارة
اصل لان الله تعالى لم يخلق شيئاً
نجسا من اصل خلقته وانما النجاسة
عارضة فاصل البول ماء طاهر وكذلك
الدم والمني والخمر عصير طاهر ثم
عرضت النجاسة فيجري على الاصل حتى
يعلم بحدوث العارض وما يقول الانسان بان
الظاهر الغالب في الاشياء المذكورة النجاسة قلنا نعم

استعمال مکروہ ہے اور یہ مقدار وہ ہے کہ اگر ان برتنوں پر
نجاست لگی ہوئی ہو تو اس سے اس کے پاک ہونے کا غالب
گمان حاصل ہو جائے اس طرح ان برتنوں کے ظاہری
حالت سے پیدا ہونے والا وسوسہ دُور ہو جائے گا
جیسا کہ گلیوں میں پھرنے والی مُرغی کے جُھوٹے سے
وضو مکروہ ہے کیونکہ عام طور پر وُہ نجاست سے نہیں بچتی
اور ذہنوں میں ظاہر و متبادر بات یہ ہے کہ وُہ (اس نجاست)
کے استعمال میں نہ تمیز کرتی ہے اور نہ ہی اس سے بچتی
ہے ۔ اور جیسا کہ اس قلیل پانی سے وضو کرنا مکروہ ہے
جس میں بچے نے اپنے ہاتھ ڈالا کیونکہ ظاہر اور متبادر
اور غالب نیز عام عادت یہ ہے کہ وہ نجاست سے نہیں
بچتا۔ اور جیسے ظاہر کا اعتبار کرتے ہوئے مشرکین کی شلواروں
میں نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ وہ پیشاب اور قضائے حاجت
کے بعد استنجاء نہیں کرتے اور ان کی شلواروں کا ظاہری
حال ناپاکی ہے اور اس کے باوجود یعنی ان کے برتنوں کے بارے
میں ظاہر و غالب یہی ہے کہ وُہ ناپاک ہیں ، اگر
دھونے سے پہلے ان میں کھایا یا پیا تو جائز ہے ، اور
کھانا پینا حرام نہ ہوگا کیونکہ طہارت اصل ہے اس لیے
کہ اللہ تعالیٰ نے حقیقت میں کسی چیز کو ناپاک پیدا نہیں کیا
نجاست (بعد میں) لاحق ہوتی ہے پس پیشاب کی
اصل پاک پانی ہے اسی طرح خون، منی اور شراب پاک
رس ہے پھر ان کو نجاست لاحق ہوئی پس حکم اصل پر جاری
ہوگی جو ثابت ہے یہاں تک کہ عارض کے پیدا ہونے
کا علم ہو جائے ۔ اور اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ ظاہراً مذکورہ اشیاء
میں گمان نجاست ہے ہم کہتے ہیں ہاں لیکن طہارت

Marfat.com

المواقف من المقصد الاول من المرصد الخامس من الموقف الاول اللّٰهم الا ان يصطلح على تخصيص بالجازم قلت وقد يشهد له قولهم ان الاٰحاد لا تفيد الاعتقاد فافهم (قوله من غير استناد الخ) اقول الله اعلم بما افاد من قصر الاعتقاد على التقليد اما نحن قد رأينا ان علم الاصول يقال له علم العقائد ورُبما نسمع الائمة يقولون نعتقد كذا الدليل كذا واعتقدناكذا البرهان كذا وهذا الامام الاعظم رحمه الله تعالٰی يقول فی صدر الفقه الاکبر اصل التوحيد وما يصح الاعتقاد عليه[1] الخ افترٰی ان المعنی مايصح الجزم به من دون استناد الی قاطع (قوله والظن تجويز امرين الخ) اقول يشمل تجويز العزيمة و الرخصة والعزيمة اقوی (قوله والوهم الخ) اقول اولاً يشمل تجويز الرخصة و العزيمة والرخصة اضعف وثانيا

ظن کو بھی شامل ہے اسی لیے تم ان سے سُنو گے کہ وہ ظن کی تعریف، اعتقاد راجح کے ساتھ کرتے ہیں جیسا کہ شرح مواقف کے موقف اول میں مرصد خامس کے مقصد اول میں اس کی تصریح ہے البتہ یہ کہ وہ جازم کی تخصیص کے ساتھ اپنی اصطلاح بنالیں۔ میں کہتا ہوں اس پر ان (مصطلحین) کا قول کہ خبرِ واحد اعتقاد کا فائدہ نہیں دیتی، شہادت ہے، سمجھ لو۔ ان کے قول "من غیر استناد" (کسی نسبت و اضافت کے بغیر) کے متعلق میں کہتا ہوں اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے کہ انہوں نے اعتقاد کو تقلید پر بند کر دیا ہم نے تو دیکھا ہے کہ علمِ اصول کو علم العقائد کہا جاتا ہے اور کبھی کبھی ہم ائمہ کرام کو کہتے ہوئے سنتے ہیں کہ ہم فلاں دلیل کی بنیاد پر یہ اعتقاد رکھتے ہیں اور فلاں برہان کی بنیاد پر ہمارا یہ عقیدہ ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فقہ اکبر کے شروع میں فرماتے ہیں اصل توحید اور ہے جس کا اعتقاد رکھنا صحیح ہے (آخر تک) کیا تمہارے خیال میں اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی قطعی دلیل کی طرف نسبت کیے بغیر جس پر جزم صحیح ہو؟ ان کے قول "والظن تجویز امرین" الخ (دو باتوں کو جائز قرار دینا ظن ہے) کے بارے میں میں کہتا ہوں کہ یہ عزیمت اور رخصت کے جواز کو بھی شامل ہے حالانکہ عزیمت زیادہ قوی ہوتی ہے۔ ان کے قول "والوھم الخ" (اور وہم الخ) کے متعلق میں کہتا ہوں پہلی بات یہ ہے کہ یہ رخصت و عزیمت کو جائز قرار دینے پر مشتمل ہے حالانکہ رخصت

---

[1] فقہ اکبر شروع کتاب مطبوعہ ملک سراج الدین اینڈ سنز لاہور ص ۲

Marfat.com

والنجاسة عارضة وقد وقع الشك فی العارض ولا ترتفع الطھارۃ الثابتۃ بقضیۃ الاصل وما یقول القائل ان الظاھر ھو النجاسۃ قلنا نعم ولکن الطھارۃ کانت ثابتۃ بیقین و الیقین لایزول بالشک والظن الا بیقین الایری انہ اذا اصاب عضو انسان اوثوبہ مقدار فاحش من سؤر الدجاجۃ المخلاۃ او الماء القلیل الذی ادخل الصبی یدہ اورجلہ فیہ وصلی مع ذلک جازت صلاتہ و اذا صلی فی سراویل المشرکین جازت ایضا لانا قد تیقنا الطھارۃ و شککنا فی النجاسۃ فلم تثبت بالشک کذا ھنا فی طعام المجوس وقدورھم لاتثبت النجاسۃ بالشک وان کان الاحتیاط عدم ذلک فی نظیرہ ولا نقول بھذا فی واقعۃ الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم لاحتمال معارضۃ ھذا الاحتیاط امرا اٰخر کالحاجۃ الی الطعام فی ذلک الوقت اوبیان الجواز للقاصر لانھم من اھل القدوۃ کما قال علیہ الصلٰوۃ و السلام علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی انتھی ما نقلہ عن الذخیرۃ[1] اھ ما نقلتہ عنھما بتلخیص و

اور نجاست لاحق ہونے والی ہے اور لاحق ہونے والی میں شک واقع ہُوا جس سے وہ طہارت جو اصل سے ثابت ہے، ختم نہیں ہوگی۔ اور وہ جو کچھ کہنے والا کہتا ہے کہ ظاہر، نجاست ہی ہے ہم کہتے ہیں ہاں لیکن طہارت یقین کے ساتھ ثابت ہوتی تھی اور یقین، شک اور گمان کے ساتھ زائل نہیں ہوتا وہ صرف یقین سے دُور ہوتا ہے۔ کیا نہیں دیکھا گیا کہ جب کسی انسان کے عضو یا کپڑے کو گلیوں میں پھرنے والی مُرغی کا جُھوٹا زیادہ مقدار میں پہنچ جائے یا قلیل پانی جس میں بچّے نے اپنا ہاتھ یا پاؤں ڈالا اور وہ اس کے ساتھ نماز پڑھے تو نماز جائز ہو گی اور جب مشرکین کی شلوار میں نماز ادا کرے تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ ہمیں طہارت کا یقین اور نجاست میں شک ہے پس وُہ شک کے ساتھ ثابت نہ ہوگی جس طرح یہاں مجوسی کے کھانے اور ہنڈیوں میں شک سے نجاست ثابت نہ ہوتی اگرچہ اس کی مثل میں احتیاط عدمِ طہارت ہی ہے اور صحابہ کرام کے واقعہ میں ہم یہ بات نہیں کہتے کیونکہ اس احتیاط کے مقابل ایک دوسرا معاملہ ہے جیسے اس وقت کھانے کی حاجت یا مجبور انسان کے لیے بیانِ جواز، کیونکہ وُہ لوگ ان لوگوں میں سے تھے جن کی اقتدار کی جاتی ہے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر میری اور میرے بعد خلفاء راشدین کی سنّت کی پیروی لازم ہے۔ اھ جو کچھ ذخیرہ سے نقل کیا ہے وہ مکمل ہوگیا۔ جو کچھ میں نے ان دونوں سے تلخیص اور

---

[1] الحدیقۃ الندیہ والنوع الرابع فی اختلاف الفقہاء مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۷۱۱

Marfat.com

او الاعتقاد الراجح فكانه قيل اوغلبة الاعتقاد التى هى الظن وفائدة العدول الى هذه العبارة هى التنبيه على ان الغلبة اى الرجحان ماخوذ فى ماهيته[1] اھ۔

ماہیت اعتقاد راجح ہی ہے گویا کہا گیا "یا غلبۂ اعتقاد جو ظن ہے" اور اس عبارت کی طرف رُخ کرنے کا فائدہ اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ اس کی ماہیت میں غلبہ یعنی ترجیح کے معنٰی پائے جاتے ہیں اھ (ت)

ہاں اس قسم کا اتنا لحاظ کرتے ہیں کہ احتیاط کو بہتر و افضل جانتے ہیں نہ کہ اُس پر عمل واجب و متحتم ہوجائے دیکھو کافروں کے پاجامے مشرکوں کے برتن اُن کے پکائے کھانے بچّوں کے ہاتھ پاؤں وغیر ذٰلک وہ مقامات جہاں اس قدر غلبہ و کثرت و فور و شدت سے نجاست کا جوش کہ اکثر اوقات و غالب احوال تلوث و تنجس جس کے سبب اگر طہارت کی طرف ایک بار ذہن جاتا ہے تو نجاست کی جانب دس بیس دفعہ مگر از انجا کہ ہنوز ان میں کسی چیز کو بے دیکھے تحقیق طور پر ناپاک نہیں کہہ سکتے اور قلب قبول کرتا ہے کہ شاید پاک ہوں لہٰذا علما نے تصریح کی کہ اس پانی سے وضو اور اُس کھانے کا تناول اور اُن برتنوں کا استعمال اور ان کپڑوں میں نماز صحیح و جائز اور فاعل زنہار آثم و مستحق عقاب نہیں اور اُس غلبۂ ظن کا یہی جواب عطا فرمایا کہ اکثر احوال یُوں سہی پر تحقیق و تیقن تو نہیں پھر اصل طہارت کا حکم کیونکر مرتفع ہو البتّہ باعتبار غلبہ و ظہور احتراز افضل و بہتر اور فعل مکروہ تنزیہی یعنی مناسب نہیں کہ بے ضرورت ارتکاب کرے اور کیا تو کچھ حرج بھی نہیں۔

فى الطريقة المحمدية وشرحها لكن هنا اى فى غلبة الظن من غيرات يأخذ به القلب يستحب الاحتراز عنه ويكره تنزيها استعماله كسراويل الكفرة وسؤر الدجاجة المخلاة والماء الذى ادخل الصبى يده فيه واوانى المشركين وقال فى الذخيرة يكره الاكل والشرب فى اوانى المشركين قبل الغسل لان الغالب الظاهر من حالهم النجاسة فانهم يستحلون شرب الخمر واكل الميتة ولحم الخنزير ويشربون ذلك وياكلون فى قصاعهم واوانيهم فيكره للمسلمين الاكل والشرب

طریقۂ محمدیہ اور اس کی شرح میں ہے "لیکن یہاں پر یعنی غلبۂ ظن میں، کہ اُسے دل قبول نہ کرتا ہو اس سے احتراز مستحب ہے اور اس کا استعمال مکروہ تنزیہی ہے جیسے کفار کی شلوار یا جامے، گلیوں میں پھرنے والی مرغی کا جھُوٹا، وہ پانی جس میں بچّے نے اپنا ہاتھ داخل کیا اور مشرکین کے برتن، ذخیرہ میں فرمایا "مشرکین کے برتن دھونے سے پہلے ان میں کھانا پینا مکروہ ہے کیونکہ ان کے برتن بظاہر غالباً نجس ہیں وہ شراب نوشی، مردار خوری اور خنزیر کے گوشت کو حلال جانتے، اسے کھاتے پیتے اور اپنے پیالوں اور دوسرے برتنوں میں استعمال کرتے ہیں پس ان کو تین بار دھونے سے پہلے مسلمانوں کو ان کا

---

[1] شرح المواقف المرصد الخامس مقصد ثانی قم ایران ۱/۴۹۸/۴۹۹

Marfat.com

فقال انقوها غسلا واطبخوا فیها[1] وعند احمد عن ابن عمر ان ابا ثعلبة رضی الله تعالٰی عنهم سأل رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم افتنا فی اٰنیة المجوس اذا اضطررنا الیها قال اذا اضطررتم الیها فاغسلوها بالماء واطبخوا فیها[2] فاذا ثبت الامر فقد ثبت الغسل وان لم ینقل بخصوصه اذ ما کانوا لیخالفوا امر رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ولا یأتمروا به ابدا هذا ومن نظر فی الدلائل التی اسلفنا ایقن ان الامر فی هذا الحدیث للندب والنهی للتنزیه والله تعالٰی اعلم۔

ہانڈیوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ان کو دھو کر پاک کرلو اور ان میں پکاؤ۔ امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: ہمیں مجوسیوں کے برتنوں کے بارے میں حکم بتائیے جب ہم ان کے استعمال پر مجبور ہوں۔ آپ نے فرمایا: جب تم ان کے استعمال پر مجبور ہو تو ان کو پانی سے دھو کر ان میں پکاؤ۔ جب حکم ثابت ہوا تو عملاً دھونا بھی ثابت ہو گیا اگرچہ وہ خاص طور پر منقول نہیں کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہ تو نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرتے تھے اور نہ ہمیشہ ہمیشہ بجا لاتے۔ اسے اختیار کیجئے۔ اور جو شخص ہمارے گزشتہ دلائل پر غور کرے گا اسے اس بات کا یقین ہو جائیگا کہ امر، استحباب کے لیے ہے اور نہی تنزیہ کے لیے، اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

وفی نصاب الاحتساب بعد نقل ما فی الذخیرة بالاختصار قال العبد اصلحه الله تعالٰی وما ابتلینا من شراء السمن والخل واللبن والجبن وسائر المائعات من الهنود علی هذا الاحتمال تلویث اوانیهم وان نساءهم لا یتوقین عن السرقین وکذا یأکلون لحم ما قتلوه

نصاب الاحتساب میں ذخیرہ کی بحث بالاختصار نقل کرنے کے بعد فرمایا بندہ عرض کرتا ہے اللہ تعالٰی اس کی اصلاح کرے اور جو ہم گھی، سرکہ، دودھ، پنیر اور دیگر مائع چیزیں ہندوؤں سے خریدنے کے سلسلے میں مبتلا ہیں حالانکہ ان کے برتنوں کے (نجاست سے) ملوث ہونے کا احتمال ہے ان کی عورتیں گوبر سے اجتناب نہیں کرتیں اور اسی طرح وہ اپنے مقتول کا گوشت

---

[1] ترمذی شریف باب جاء فی الاکل فی اٰنیة الکفار آفتاب عالم پریس مطبع مجتبائی لاہور ۲/۲
[2] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۱۸۴

Marfat.com

لكن الطهارة ثابتة بيقين واليقين لايزول الا بيقين مثله انتهى ثم قال في الذخيرة ولا باس بطعام اليهود والنصارى كله من غير استثناء طعام دون طعام اذا كان مباحا من الذبائح وغيرها لقوله تعالى وطعام الذين اوتوا الكتب حل لكم من غير تفصيل في الأية بين الذبيحة وغيرها و بين اهل الحرب وغير اهل الحرب وبين بني اسرائيل كنصارى العرب ولا بأس بطعام المجوس كله الا الذبيحة وقال في الذخيرة في موضع أخر روى عن ابن سيرين رحمه الله تعالى ان اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كانوا يظهرون ويغلبون على المشركين ويأكلون ويشربون في اوانيهم ولم ينقل انهم كانوا يغسلونها وروى عن اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لما هجموا على باب كسرى وجدوا في مطبخه قدورا فيها الوان الاطعمة فسألوا عنها فقيل لهم انها مرقة فاكلوا وبعثوا بشئ من ذلك الى عمر رضي الله تعالى عنه فتناول عمر رضي الله تعالى عنه من ذلك الطعام وتناول اصحابه اى بقية الصحابة رضي الله تعالى عنهم منه ايضا فالصحابة رضي الله تعالى عنهم اكلوا من الطعام الذي طبخوا اى المجوس لان الاصل حل الاكل ولا تثبت الحرمة بالظن و طبخوا اى الصحابة رضي الله تعالى عنهم في قدورهم قبل الغسل والدليل له ان الطهارة اصل

یقین سے ثابت ہے اور یقین یقینِ کامل کے ساتھ زائل ہوتا ہے اھ پھر ذخیرہ میں فرمایا: "یہود و نصاریٰ کے تمام کھانوں میں بغیر استثناء کوئی حرج نہیں کہ یہ کھانا ہو وہ نہ ہو جبکہ مباح ہو ذبیحہ ہو یا اس کے سوا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور اہلِ کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے" آیت کریمہ میں ذبیحہ اور غیر ذبیحہ، اہلِ حرب، غیر اہلِ حرب اور بنی اسرائیل جیسا کہ عرب کے عیسائی کے درمیان کوئی تفصیل نہیں ہے اور مجوسیوں کے ذبیحہ کے علاوہ تمام کھانوں میں کوئی حرج نہیں ۔۔۔ ذخیرہ میں ایک دوسرے مقام پر ابن سیرین رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حملہ کرکے مشرکین پر غالب آتے تو ان کے برتنوں میں کھاتے پیتے تھے اور یہ بات منقول نہیں کہ وہ ان کو دھو کر استعمال کرتے تھے نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ کسریٰ کے دروازے پر جمع ہوئے تو ان کے باورچی خانہ میں ہانڈیاں پائیں جن میں طرح طرح کے کھانے تھے انہوں نے ان کے بارے میں پوچھا تو بتایا گیا کہ یہ شوربہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسے کھایا اور کچھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور باقی صحابہ کرام نے بھی اس سے تناول فرمایا پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کھانے سے کھایا جس کو مجوسیوں نے پکایا تھا کیونکہ اصل میں اس کا کھانا حلال ہے اور گمان سے حرمت ثابت نہیں ہوتی نیز صحابہ کرام نے ان کی ہانڈیوں کو دھونے سے پہلے ان میں پکایا، اس بات کی دلیل یہ ہے کہ طہارت اصل ہے

Marfat.com

من دون عزم وفيه من الصلاة الظاهر
انه اراد بالمباح ما لا يمنع فلا ينافی كراهة
التنزيه[1] اھ وفی شرح الطوالع من بحث العصمة
ترك الاولی ليس بذنب فالاولی وما يقابله
يشتركان فی اباحة الفعل[2] اھ **اقول** والمعنی
ما ذكرنا اعنی الرخصة وعدم التشديد المعبر
عنه بنفی البأس وانت تعلم ان لو كان اثما
لما جامع الاباحة اذ لا شیئ من الاثم بمباح
ولكان مما يمنع فان كل اثم ولو صغيرة
محظور ولما جاز التعبير عنه بلا بأس به
اذ ما من اثم الا وفيه بأس ولما ساغ
الجزم بنفی العقاب عليه فقد ثبت فی العقائد
تجويز العقاب علی الصغائر نعم قد افصح
العلماء ان كل مكروه تحريما من الصغائر[3]
كما فی صلاة رد المحتار عن البحر
صاحب البحر فی بعض رسائله وهو المستفاد
من كلمات غيره فی هذا المقام وقد زلت قدم
بعض[ع] المشاهير من ابناء العصر فزعم ان
المكروه تنزيها صغيرة فاذا اصر يكون

قصداً نہ ہو۔ اور اسی میں نماز کی بحث میں ہے ظاہر
یہ ہے کہ مباح سے مراد وہ ہے جو منع نہ ہو پس وہ
کراہت تنزیہی کے منافی نہ ہوگا اھ شرح الطوالع
کی بحث عصمۃ میں ہے کہ اولیٰ کا چھوڑنا گناہ نہیں پس
اولیٰ اور اس کا مقابل فعل کے مباح ہونے میں برابر
ہیں اھ **اقول** جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس کا مطلب
رخصت اور عدمِ تشدید ہے جس کو "لا باس بہ" سے
تعبیر کیا گیا ہے اور تو جانتا ہے کہ اگر وہ گناہ ہوتا تو مباح
کے ساتھ جمع نہ ہوتا کیونکہ کوئی گناہ مباح نہیں اور وہ
ان میں سے ہوتا جو ممنوع ہیں کیونکہ ہر گناہ چاہے وہ
چھوٹا ہی ہو ممنوع ہے اور "لا باس بہ" کے ساتھ اس
کی تعبیر نہ ہوتی کیونکہ ہر گناہ میں حرج ہے اور وہ عذاب
کی نفی کا جزم نہ کرتے کیونکہ عقائد میں صغیرہ گناہوں پر
عذاب کا جائز ہونا ثابت ہے۔ ہاں علماء نے واضح
کیا ہے کہ ہر مکروہِ تحریمہ صغائر سے ہے جیسا کہ ردالمحتار
میں نماز کے ذکر میں بحرالرائق سے نقل کیا صاحبِ بحرالرائق
نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے اس مقام پر دوسروں
کے کلمات سے بھی اسی بات کا فائدہ حاصل ہوتا ہے
بعض علماءِ عصر میں سے بعض مشہور حضرات (مثلاً

ع: یعنی المولوی عبدالحی اللکنوی فی رسالتہ فی شرب الدخان ۱۲ منہ (م)

یعنی مولوی عبدالحی لکھنوی سے اپنے رسالہ فی شرب الدخان میں لغزش ہوئی۔ (ت)

[1] ردالمحتار آخر باب الاشربۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵/۳۲۷
[2] شرح الطوالع
[3] ردالمحتار مطلب المکروہ تحریما من الصغائر مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۵۶

Marfat.com

الفاظ ولعلھو کما تری کلام نفیس یفید النفائس ویبید الوساوس والله الحافظ من شر الدسائس۔

اقول ومماینبغی التنبیہ لہ ان قولہ فیما مرانہ لم ینقل عن الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم انھم کانوا یغسلون اوانی الغنائم وقصاعھا کانہ ارادبہ الادامۃ والالتزام والا فقد صح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الامربغسلھا احمدوالشیخان وابوداؤد والترمذی وغیرھم عن ابی ثعلبۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قلت یارسول اللہ انا بارض قوم اھل کتاب افناکل فی اٰنیتھم قال ان وجدتم غیرھا فلا تأکلوا فیھا وان لم تجدوا فاغسلوھا وکلوا فیھا[1] وفی لفظ ابی داؤد انھم یأکلون لحم الخنزیر ویشربون الخمر فکیف نصنع باٰنیتھم وقدورھم[2] الحدیث وفی احدی روایتی ابی عیسٰی سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن قدورالمجوس

انتخاب کے طریقے پر نقل کیا ہے وہ جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو نفیس کلام ہے جو عمدہ باتوں کا فائدہ دیتا اور وسوسوں کو دُور کرتا ہے اور اللہ تعالٰی ہی سازشوں کے شر سے حفاظت فرمانے والا ہے۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں) یہاں اس بات پر آگاہی مناسب ہے کہ ان کے گزشتہ قول یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں کہ وہ غنیمتوں کے برتن اور پیالے دھوتے تھے، سے ان کی مراد یہ ہے کہ وہ ہمیشہ نہیں دھوتے تھے اور نہ اس کا التزام کرتے تھے ورنہ صحیح حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے دھونے کا حکم ثابت ہے۔ اس حدیث کو امام احمد، امام بخاری ومسلم، ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ نے حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم اہل کتاب کے علاقے میں رہتے ہیں تو کیا ہم ان کے برتنوں میں کھا سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اگر تم ان کے علاوہ برتن پاؤ تو ان میں نہ کھاؤ اور اگر نہ پاؤ تو ان کو دھوکر ان میں کھالو۔ ابوداؤد کے الفاظ میں ہے کہ وہ خنزیر کا گوشت کھاتے اور شراب پیتے ہیں تو ہم ان کے برتنوں اور ہانڈیوں کے ساتھ کیا کریں (الحدیث) ابوعیسٰی کی دو روایتوں میں سے ایک میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مجوسیوں کی

---

[1] بخاری شریف کتاب الذبائح باب صید القوس مطبوعہ قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی ۲/ ۸۲۳

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابی ثعلبہ رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۴/ ۱۹۴

Marfat.com

البدائع قالوا فی الدیباج الذی ینسجه اھل فارس لا تجوز الصلٰوۃ فیه لانھم یستعملون فیه البول عند النسج ویزعمون انه یزید فی تزیینه ثم لایغسلونه فان الغسل یفسده[1] الخ

استعمال کرتے ہیں اھ اور علیہ میں بدائع سے منقول ہے انہوں نے کہا اہل فارس جو دیباج بُنتے ہیں اُس میں نماز نہیں کیونکہ وُہ بُنتے وقت اُس میں پیشاب استعمال کرتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ اس سے اس کی زینت میں اضافہ ہوتا ہے پھر وُہ اسے دھوتے نہیں کیونکہ دھونے سے وہ خراب ہوجاتا ہے الخ (ت)

اور اگر ایسا نہیں بلکہ صرف اتنا محقق کہ ایسا بھی ہوتا ہے نہ کہ خاص ناپاک و حرام میں کوئی خصوصیت ہے جو باعث قصداً اُس کا التزام کرتے ہیں تو اس بناپر ہرگز ہرگز حکمِ تحریم وتجنیس علی الاطلاق روا نہیں اور یہاں وہ احتمالات قطعاً مسموع ہوں گے کہ جب عموم نہیں تو جس فرد کا ہم استعمال چاہتے ہیں ممکن کہ افرادِ محفوظہ سے ہو اصل متیقن طہارت وحلت تو شکوک وظنون ناقابلِ عبرت۔ دیکھو کیا ہم کو مطعوم وملبوس وظروفِ کفار کی نسبت یقینِ کامل نہیں کہ بے شُبہہ اُن میں ناپاک بھی ہیں پھر اس یقین نے کیا کام دیا اور اُن اشیاء کا استعمال مطلق حرام کیوں نہ ہُوا تو وجہ وہی ہے کہ اُن کے طعام ولباس وظروف پر عموم نجاست معلوم نہیں اور جب اُن میں طاہر بھی ہیں اگرچہ کم ہوں تو کیا معلوم کہ جس فرد کا ہم استعمال چاہتے ہیں اُن میں سے نہیں۔

فی الاحیاء الغالب الذی لا یستند الی علامۃ تتعلق بعین ما فیه النظر مطرح اھ[2]۔

احیاء العلوم میں ہے وُہ غالب چھوڑ دیا جائے جو کسی ایسی علامت کی طرف منسوب نہ ہو جس کا اس معین چیز کے ساتھ تعلق ہے جس میں غور کیا جارہا ہے اھ (ت)

واضح تر سُنیے مجمع الفتاوٰی وغیرہ میں تصریح کی کہ ہمارے ملک میں جو کھالیں پکائی جاتی ہیں نہ اُن کے گلوں سے خُون دھوئیں نہ پکانے میں نجاستوں سے بچیں پھر ویسے ہی ناپاک زمینوں پر ڈال دیتے ہیں اور بعد کو دھوتے بھی نہیں (دیکھو توع کی نسبت کس درجہ وضاحت وصراحت کے ساتھ وقوع نجاست بیان فرمایا) بااینہمہ حکم ناطق دیا کہ وہ بے دغدغہ پاک ہیں ان کے خشک و تر سے موزے بناؤ کتابوں کی جلدیں بناؤ پانی پینے کو مشک ڈول بناؤ کچھ مضائقہ نہیں۔

فی الطریقۃ عنه وفیھا فی الغنیۃ وغیرھا عن القنیۃ الجلود التی تدبغ فی بلادنا ولا یغسل مذبحھا ولا تتوقی النجاسات

الطریقۃ المحمدیہ میں اس (مجموعۃ الفتاوٰی) سے منقول ہے اور اسی میں ہے کہ غنیہ وغیرہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ ہمارے شہروں میں جن چمڑوں کو دباغت

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی بیان مقدار ما یصیر به المحل نجسًا الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۸۱
[2] احیاء علوم الدین المثار الثانی للشبهة مطبوعه المشهد الحسینی قاہرہ ۲/۱۰۶

Marfat.com

ذلك ميتة فالاباحة فتوى والتحرز تقوى اھ[1]
ملخصا **اقول** واراد بالاباحة ما لا اثم فيه
وبالتقوى الورعة فافهم۔

فائدة جليلة يقول العبد الضعيف
لطف به المولى اللطيف اعلم ان هذا الذى
جزمنا به وعولنا عليه فيما مر من ان
المكروه تنزيها ليس من الاثم فى
شئ لا كبيرة ولا صغيرة ولا يستحق العبد
به معاقبة ما لا كثيرة ولا يسيرة هو
الحق الناصع الذى لا محيد منه وبه صرح
غير واحد من العلماء ففى حظر رد المحتار
تحت قوله اما المكروه كراهة تنزيه فالى الحل
اقرب اتفاقا بمعنى انه لا يعاقب فاعله اصلا لكن
يثاب تاركه ادنى ثواب تلويح[2] اھ۔

اقول والى الحل اقرب يعنى الاباحة
والا فالحل المقابل للحرمة ثابت لا شك
وفيه اخر الاشربة عن العلامة ابى السعود
المكروه تنزيها يجامع الاباحة[3] اھ

اقول يعنى الاساغة وعدم الحظر و
نفى الحرج وسلب الحجر والا فاستواء
الطرفين يباين ترجح احد الجانبين ولو

کھاتے ہیں اور یہ مردار ہوتا ہے پس فتوٰی کے اعتبار سے
وہ مباح ہے لیکن تقوٰی یہ ہے کہ اجتناب کرے اھ ملخصا

اقول اباحت سے مراد وہ ہے جس میں گناہ نہ ہو
اور تقوٰی سے مراد شبہات سے بچنا ہے پس سمجھ لو۔ (ت)

عظیم فائدہ: بندۂ ضعیف، اس پر
لطف وکرم کا مالک رحم فرمائے، کہتا ہے جان لو جو کچھ
پہلے گزرچکا ہے اور اس پر ہم نے جزم اور بھروسا کیا
وہ یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی پر صغیرہ، کبیرہ کوئی گناہ نہیں
اور اس سے بندہ کسی قسم کی سزا کا مستحق نہیں ہوتا نہ زیادہ
کا اور نہ ہی کم کا، یہی واضح حق ہے جس سے علیحدگی اختیار
نہیں کی جاسکتی اور متعدد علمائے اس کی تصریح کی ہے
ردالمحتار کے باب الحظر میں اما المکروہ کراھۃ تنزیہ
کے تحت ہے کہ بالاتفاق حلت کے زیادہ قریب ہے یعنی
اس کے مرتکب کو بالکل عذاب نہیں ہوگا۔ لیکن تارک کو
کچھ نہ کچھ ثواب ملے گا، تلویح اھ۔ (ت)

اقول حلت کے زیادہ قریب ہونے سے
مراد اباحت ہے ورنہ وہ حلت جو حرمت کے مقابلے
میں ہے ثابت ہے اس میں کوئی شک نہیں، اور
اس میں اشربہ کے آخر میں علامہ ابوالسعود سے نقل کیا ہے
کہ مکروہ تنزیہی اباحت کے ساتھ جمع ہوتی ہے اھ (ت)

اقول اس سے جائز، غیر ممنوع، حرج کی نفی
اور رکاوٹ کا سلب مراد ہے ورنہ دونوں طرفوں کا برابر
ہونا ایک جانب کی ترجیح کے خلاف ہے اگرچہ

---

[1] نصاب الاحتساب
[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵/۲۱۴
[3] ردالمحتار کتاب الاشربۃ ۵/۳۲۷

Marfat.com

بیقین (بان غسلہا لہ اوغسلت عندہ اھ نابلسی) یجوز التوضی بھذا الماء وان علم ان یدہ نجسۃ بیقین (بان رأی علیہا عین النجاسۃ اواثرہا اھ حدیقۃ) لا یجوز التوضی بہ وان کان لا یعلم انہ طاھرا ونجس فالمستحب ان یتوضأ بغیرہ لان الصبی لا یتوقی عن النجاسات عادۃ ومع ھذا لو توضأ بہ اجزأہ اھ[1]۔

ہاتھ پاک تھا یعنی اس نے خود اسے دھویا یا اس کے سامنے دھویا گیا اھ نابلسی تو اس پانی سے وضو جائز ہے اگر یقین کے ساتھ معلوم ہو کہ وہ ناپاک ہے (مثلاً اس پر عین نجاست یا اس کا نشان دیکھا اھ حدیقہ) تو اس سے وضو جائز نہیں اور اگر معلوم نہ ہو کہ وہ پاک ہے یا ناپاک، تو مستحب ہے کہ اس کے غیر سے وضو کرے کیونکہ بچہ عام طور پر نجاستوں سے پرہیز نہیں کرتا اور باوجود اگر اس کے ساتھ وضو کرے تو کافی ہوگا۔

خاص ضابطہ کی تصریح لیجئے سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں،

بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ وھو قول ابی حنیفۃ واصحابہ اھ نقلہ الامام الاجل ظہیر الدین فی فتاواہ وغیرہ فی غیرھا۔

ہم اسی کو اختیار کریں گے جب تک ہمیں بعینہٖ کسی چیز کے حرام ہونے کا علم نہ ہو جائے امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب (شاگردوں) رحمہم اللہ کا یہی قول ہے اھ امام اجل ظہیر الدین نے اپنے فتاوٰی میں اور دوسروں نے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

حدیقہ میں ہے:

الحرمۃ بالیقین والعلم وھو لم یتیقن ولم یعلم ان عین ما اخذہ حرام ولا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا[3]۔

حرمت، یقین اور علم کے ساتھ ہوتی ہے اور وہ نہیں جانتا اور نہ اسے یقین ہے کہ جو کچھ اس نے لیا ہے وہ بعینہٖ حرام ہے اور اللہ تعالٰی کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا اھ (ت)

اقول وھذا وان کان فی مسئلۃ الجوائز فلیس الحرام للغصب بدون الحرام

اقول یہ اگرچہ تحائف کے مسئلہ میں ہے پس اجتناب کا حکم صرف اس صورت میں حرام ہونے والا نجاست کی بنیاد پر حرام ہونے والی

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ اختلاف الفقہاء فی امر الطہارۃ والنجاسۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۱۲ـ

[2] فتاوٰی ہندیہ باب فی الہدایا والضیافات مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۲ـ

[3] الحدیقۃ الندیۃ الفصل الثانی من الفصول الثلاثۃ فی بیان حکم التسع الخ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۱ـ

Marfat.com

[عل]ما نص عليه فى رسالة له و قد [بي]نا الكلام على هذا الامر فى رسالة [ف]ى والله الموفق۔

مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ) سے لغزش ہُوئی۔ اور انہوں نے گمان کیا کہ مکروہ تنزیہی صغیرہ گناہ ہے جو بار بار کرنے سے گناہ کبیرہ بن جاتا ہے جیسا کہ انہوں نے [ا]پنے رسالے (شرب الدخان) میں لکھا ہے ہم نے ایک دوسرے رسالے میں اس مقصد پر پُورا کلام کیا ہے۔ [او]ر اللہ تعالٰی ہی توفیق دینے والا ہے۔ (ت)

مقدمہ ثامنہ

کسی شے کی نوع وصنف میں بوجہ ملاقات نجس یا اختلاط حرام نجاست وحرمت کا تیقن اُس کے ہر فرد سے [م]نع و احتراز کا موجب اُسی وقت ہوسکتا ہے جب معلوم ومحقق ہو کہ یہ ملاقات و اختلاط بر وجہ عموم وشمول ہے مثلاً جس شے [ک]ی نسبت ثابت ہو کہ اس میں شراب یا شحم خنزیر پڑتی ہے اور بنانے والوں کو اس کا التزام ہے تو اس کا استعمال کلیۃً [نا]جائز وحرام ہے اور وہاں اس احتمال کو گنجائش نہ دیں گے کہ ہم نے یہ فرد خاص مثلاً خود بنتے ہوئے نہ دیکھی نہ خاص [ا]س کی نسبت معتبر خبر پائی ممکن کہ اس میں نہ ڈالی گئی ہو کہ جب علی العموم التزام معلوم تو یہ احتمال اُسی قبیل سے ہے جسے [ق]لب قابلِ قبول والتفات نہیں جانتا اور بالکل متضائل ومضمحل مانتا ہے اور ہم پہلے کہہ چکے کہ ایسا احتمال کچھ کارآمد نہیں [ت]و وہ ظن غالب کو مساوات یقین سے نازل کرے تو اصل طہارت کا یقین اس غلبۂ ظن سے ذاہب وزائل ہوگیا مگر [ی]ہ کہ اس فرد خاص کی محفوظی کسی ایسے ہی یقین سے واضح ہوجائے تو البتہ اس کے جواز کا حکم دیا جائے گا ولہٰذا علماء نے فرمایا دیبائے فارسی ناپاک اور اُس سے نماز محض ناجائز کہ وہ اس کی چمک بھڑک زیادہ کرنے کو پیشاب کا خلط کرتے ہیں اور پھر دھوتے یُوں نہیں کہ رنگ کٹ جائے گا۔

فى الدر المختار دیباج اھل فارس نجس لجعلھم فیہ البول لبریقہ[1] اھ و فى الحلیۃ عن

دُرمختار میں ہے کہ اہل فارس کا دیباج (ریشمی کپڑا) ناپاک ہے کیونکہ وہ اس میں چمک پیدا کرنے کے لیے پیشاب

ع ثم الفنافیہ بتوفیق اللہ تعالٰی رسالۃ مستقلۃ سمیناھا جمل مجلیہ ان المکروہ تنزیھا لیس بمعصیۃ ۱۲ منہ (م)

اللہ تعالٰی کی توفیق سے پھر ہم نے اس مسئلہ کے بارے ایک مستقل رسالہ لکھا جس کا نام جمل مجلیہ ان المکروہ تنزیہا لیس بمعصیۃ رکھا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] درمختار فصل الاستنجاء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۷

Marfat.com

مقدمۂ عاشرہ

حضرت حق جل وعلا نے ہمیں یہ تکلیف نہ دی کہ ایسی ہی چیز کو استعمال کریں جو واقع ونفس الامر میں طاہر وحلال ہو کہ اس کا علم ہمارے حیطۂ قدرت سے وراء ہے۔

قال اللہ تعالٰی لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا۔[1] ارشادِ باری تعالٰی ہے "اللہ تعالٰی کسی نفس کو اسکی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا" (ت)

نہ یہ تکلیف فرمائی کہ صرف وہی شے برتیں جسے ہم اپنے علم ویقین کی رُو سے طیب وطاہر جانتے ہیں کہ اس میں حرج عظیم اور حرج مدفوع بالنص۔

قال تعالٰی ما جعل علیکم فی الدین من حرج[2] وقال تعالٰی یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر۔[3] اللہ تعالٰی نے فرمایا: "دین کے سلسلے میں تمہیں کسی حرج میں نہیں ڈالا"۔ اور فرمایا: "اللہ تعالٰی تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے اور تنگی نہیں چاہتا"۔ (ت)

اے عزیز! یہ دین بحمد اللہ آسانی وسماحت کے ساتھ آیا جو اسے اس کے طور پر لے گا اس کے لیے ہمیشہ رفق ونرمی ہے اور جو تعمق وتشدد کو راہ دے گا یہ دین اُس کے لیے سخت ہوتا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہی تھک رہے گا اور اپنی سخت گیری کی آپ ندامت اٹھائے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الدین یسر ولن یشاد الدین احد الا غلبہ فسددوا وقاربوا وابشروا[3] الحدیث اخرجہ البخاری والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وصدرہ عند البیھقی فی شعب الایمان بلفظ الدین یسر ولن یغالب الدین احد الا غلبہ[4] واخرج احمد والنسائی وابن ماجۃ والحاکم باسناد صحیح عن ابن عباس رضی اللہ

بے شک دین آسان ہے اور ہرگز کوئی شخص دین میں سختی نہ کرے گا مگر وہ اس پر غالب آجائے گا پس ٹھیک ٹھیک چلو، قریب ہوجاؤ اور خوشخبری دو (الحدیث)، اسے بخاری اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، اور بیہقی شعب الایمان میں ان الفاظ کے ساتھ لائے ہیں "دین آسان ہے اور کوئی شخص دین پر غالب آنے کی کوشش نہیں کرتا مگر وہ (دین) اس پر غالب آجاتا ہے"

---

[1] القرآن ۲/۲۸۶ [2] القرآن ۲۲/۷۸ [3] القرآن ۲/۱۸۵

[3] صحیح البخاری باب الدین یُسر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰

[4] شعب الایمان القصد فی العبادۃ حدیث ۳۸۸۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/۴۰۱

Marfat.com

...بعد تمام الدبغ فهى طاهرة ... يلقونها على الارض النجسة ... من الخفاف منها و غلاف الكتب ... الحرب والدلاء رطبا و يابسا اھ

دی جاتی ہے اور ان کے مذبح کو دھویا نہیں جاتا اور نہ ہی دباغت کے دوران نجاستوں سے اجتناب کیا جاتا ہے بلکہ وُہ اسے ناپاک زمین پر ڈالتے ہیں اور دباغت مکمل ہونے کے بعد بھی نہیں دھوتے تو وہ پاک ہیں ...جوتا بنانا، کتابوں کی جلدیں، مشکیں اور ڈول بنانا جائز ہے چاہے تر ہوں یا خشک اھ (ت)

پس ایسی صورت میں ائمہ نے یہی حکم عطا فرمایا کہ ہر فرد خاص کو ملاحظہ کریں گے اور نوع کی نسبت جو اجمالی یقین ہو اسے ...م افراد میں ساری نہ مانیں گے مثلاً کفار خصوصاً اہلِ حرب کو ہم یقیناً جانتے ہیں کہ انہیں پروائے نجاسات نہیں اور ...ک وہ جیسی چیز پاتے ہیں استعمال میں لاتے ہیں پھر وُہ پوستین کہ دارالحرب سے پک کر آئے علما فرماتے ہیں اسے ...ا چاہیے کہ اس کا پکنا نجس چیز سے تحقیق ہو تو بے دھوئے نماز ناجائز اور طاہر سے ثابت ہو تو قطعاً جائز اور شک رہے تو ...ونا افضل نہ کہ استعمال گناہ وممنوع ٹھہرے۔

...الدر المختار ما یخرج من دار الحرب ...ستجاب ان علم دبغه بطاهر فطاهر او بنجس ...س وان شك فغسله افضل اھ و مثله ...المنية وغيرها[2]

درمختار میں ہے جو کچھ دارالحرب سے نکلے جیسے سنجاب اگر معلوم ہو کہ پاک چیز کے ساتھ اس کی دباغت ہُوئی ہے تو پاک ہے اور ناپاک کے ساتھ ہوئی ہے تو ناپاک ہے اگر شک ہو تو دھونا افضل ہے اھ منیہ وغیرہ میں اس کی مثل ہے۔ (ت)

یُونہی خود منقح مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں بچّہ جب پانی میں اپنا ہاتھ یا پاؤں ڈال دے تو ...اص اُس بچّہ کے ہاتھ پاؤں دیکھیں اگر ڈالتے وقت نجاست ثابت ہو تو ناپاک اور پاکی ظاہر ہو تو طاہر اور کچھ نہ کھلے ...صرف مستحب ہے کہ اور پانی استعمال کریں اور اگر اسی سے وضو کرکے نماز پڑھ لے تاہم بے شبہہ جائز۔

...السيرة الاحمدية للعلامة محمد الرومى ...فندى عن التاتارخانية عن اصل الامام محمد ...رحمه الله تعالٰى الصبى اذا ادخل يده فى كوز ...ماء او رجله فان علم ان يده طاهرة

محمد رومی آفندی کی کتاب سیرت احمدیہ میں تتارخانیہ کے حوالے سے امام محمد رحمہ اللہ کی اصل (مبسوط) سے منقول ہے کہ جب بچّہ اپنا ہاتھ یا پاؤں پانی کے کُوزے (لوٹے وغیرہ) میں ڈالے اگر یقین کے ساتھ معلوم ہوا کہ اس کا

---

[1] الطریقۃ المحمدیۃ مع الحدیقۃ الندیۃ الصنف الثانی من الصنفین الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۸۲

[2] دُرمختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸

Marfat.com

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والتعمق فی الدین فان اللہ قد جعلہ سھلا الحدیث۔

ابو القاسم بن بشران نے اپنی امالی میں امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا، آپ نے فرمایا: دین کی گہرائی (باریکیوں) میں جانے سے پرہیز کرو اللہ تعالٰی نے اسے آسان بنایا ہے۔ الحدیث (ت)

۔ بلکہ صرف اس قدر حکم ہے کہ وہ چیز تصرف میں لائیں جو اپنی اصل میں حلال وطیب ہو اور اُسے مانع نجاست کا عارض ہونا ہمارے علم میں نہ ہو لہذا جب تک خاص اس شے میں جسے استعمال کرنا چاہتا ہے کوئی منشا قویہ حظر و ممانعت کا نہ پایا جائے تفتیش وتحقیقات کی بھی حاجت نہیں مسلمان کو روا کہ اصل حل و طہارت پر عمل کرے اور یمکن ویحتمل وشاید ولعل کو جگہ نہ دے۔

فی الحدیقۃ لاحرمۃ الا مع العلم لان الاصل الحل ولا یلزمہ السؤال عن شیئ حتی یطلع علی حرمتہ ویتحقق بھا فیحرم علیہ[۲] اھ ملخصا وفیھا عن جامع الفتاوی لایلزم السؤال عن طھارۃ الحوض مالم یغلب علی ظنہ نجاستہ وبمجرد الظن لایمتنع من التوضی لان الاصل فی الاشیاء الطہارۃ[۳] اھ۔

حدیقہ میں ہے علم کے بغیر حرمت نہیں کیونکہ اصل حلت ہے اور انسان پر لازم نہیں کہ وہ کسی چیز کے بارے میں سوال کرے حتی کہ اس کی حرمت پر مطلع ہوجائے اور یوں وُہ اس کی تحقیق کرکے اب اپنے اوپر حرام کرلے، حدیقہ ملخصا اور اسی میں جامع الفتاوٰی سے منقول ہے جب تک اس کو نجاست کا غالب گمان نہ ہوجائے حوض کی طہارت کے بارے میں سوال نہ کرے اور محض گمان کی بنیاد پر وضو کرنے سے نہ رو کے کیونکہ اشیاء میں اصل طہارت ہے۔ (ت)

بلکہ خود حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی مسلمان کے یہاں جائے اور وہ اسے اپنے کھانے میں سے کھلائے تو کھالے اور کچھ نہ پُوچھے اور اپنے پینے کی چیز سے پلائے تو پی لے اور کچھ دریافت نہ کرے۔

اخرج الحاکم فی المستدرک والطبرانی فی الاوسط والبیھقی فی الشعب باسناد لاباس بہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن

حاکم نے مستدرک، طبرانی نے اوسط میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں ایسی سند کے ساتھ جس میں کوئی حرج نہیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

---

[۱] الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۲۹۳۳ مطبوعہ دارالمعرفت بیروت ۳/۱۲۴
[۲] الحدیقۃ الندیۃ بیان حکم التورع والتوقی من طعام اہل الوظائف مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۷۲۸
[۳] الحدیقۃ الندیۃ الصنف الثانی من الصنفین فیما ورد عن ائمتنا الحنفیۃ " " " " ۲/۶۶۹

Marfat.com

نجاسۃ فی حکم الاجتناب کما لایخفی۔ حکم نہیں ہے جیسا کہ مخفی نہیں (ت)

بالجملہ ایسی صورت میں حکم کلی یہی ہے کہ نوع کی نسبت بغیر کلی یقین منع کلی کا موجب نہیں بلکہ خصوص افراد کا لحاظ کریں گے واللہ تعالٰی اعلم۔

مقدمہ تاسعہ

جب بازار میں حلال وحرام مطلقاً یا کسی جنس خاص میں مختلط ہوں اور کوئی ممیز وعلامت فارقہ نہ ملے تو شریعت مطہرہ خریداری سے اجتناب کا حکم نہیں دیتی کہ آخر ان میں حلال بھی ہے تو ہر شَے میں احتمالِ حلت قائم اور رخصت واباحت کو اسی قدر کافی، یہ دعوٰی بھی ہماری تقریرات سابقہ سے واضح اور خود ملاذ مذہب ابوعبداللہ شیبانی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مبسوط میں کہ کتب ظاہرالروایۃ سے ہے اُس پر نص فرمایا۔

فی الاشباہ عن الاصل اذا اختلط الحلال بالحرام فی البلد فانہ یجوز الشراء والاخذ الا ان تقوم دلالۃ علی انہ من الحرام[1] و فی الحمویۃ کون الغالب فی السوق الحرام لایستلزم کون المشتری حراما لجواز کونہ من الحلال المغلوب والاصل الحل[2] اھ۔

اشباہ میں اصل (مبسوط) سے نقل کیا گیا ہے کہ جب شہر میں حلال وحرام مخلوط ہوجائے تو اس کا خریدنا اور لینا جائز ہے مگر یہ کہ اس کے حرام ہونے پر کوئی دلالت قائم ہوجائے اھ اور حمویہ میں ہے بازار میں حرام کے بکثرت پائے جانے سے لازم نہیں آتا کہ جو کچھ خریدا ہے وہ بھی حرام ہو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ یہ چیز حلال مغلوب سے ہو اور اصل بات حلت ہے اھ (ت م)

تنبیہ اقول وباللہ التوفیق (اور اللہ تعالٰی کی توفیق سے میں کہتا ہوں[ع]) یہ احتمال حل پر عمل کا قاعدہ نظر بفروع فقہیہ اُس صورت سے مخصوص ہے کہ وہ سب اشیا جن میں وجود حرام کا تیقن اور اُن میں سے ہر فرد کے تناول میں تناول حرام کا احتمال ہے اس تناول کرنے والے کی ملک میں نہ ہوں ورنہ اُن میں سے کسی کا استعمال جائز نہ ہوگا مگر تین صورتوں سے ایک یہ کہ وجہ حرمت جب صالح ازالہ ہو تو اُن میں کسی سے اُسے زائل کردیا جائے کہ اب بقائے مانع میں شک ہوگیا اور یقین مجہول المحل جس کا محل خاص بالتعین معلوم نہ ہو ایسے شک سے زائل ہوجاتا ہے مثلاً چادر کا ایک گوشہ یقیناً ناپاک تھا اور تعین یاد نہ رہے کوئی سا کونا دھولے پاکی کا حکم دیں گے۔

ع تنبیہ بعد کو اضافہ فرمائی تھی مگر نامکمل رہی ۱۲ (م)

---

[1] الاشباہ والنظائر القاعدۃ الثانیۃ من الفن الاول مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۱۴۸

[2] حمویۃ المعروف غمز العیون مع الاشباہ ,, ,, ,, ,, ,, ,, ,, ص ۱۴۸

Marfat.com

السباع فقال عمربن الخطاب یاصاحب الحوض لا تخبرنا فانا نرد علی السباع وترد علینا[1] قال سیدی عبد الغنی ولعله کان حوضاً صغیرا والالما سأل اھ ملخصاً[2] وقال تحت قوله لاتخبرنا ای ولوکنت تعلم انه ترد السباع لانا نحن لا نعلم ذلک فالماء طاهر عندنا فلو استعملناہ لاستعملنا ماء طاهرا[ع] ولا یکلف اللہ نفسا الا وسعها[3] اھ

رضی اللہ عنہ نے پوچھا، اے حوض والے! کیا تیرے حوض پر درندے بھی آتے ہیں؟ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے صاحبِ حوض! ہمیں نہ بتا، کیونکہ ہم درندوں کے پاس اور وہ ہمارے ہاں آتے جاتے ہیں۔ سیدی عبد الغنی رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: شاید وہ چھوٹا حوض تھا ورنہ وہ نہ پُوچھتے، انتہی تلخیص۔ وہ "لاتخبرنا" (ہمیں نہ بتانا) کے تحت فرماتے ہیں یعنی اگرچہ تو جانتا ہے کہ درندے آتے ہیں، کیونکہ ہم اس بات کو نہیں جانتے، پس ہمارے نزدیک پانی پاک ہے پس اگر ہم اسے استعمال کریں گے تو پاک پانی استعمال کریں گے۔ اور ہر نفس کو اللہ تعالٰی اس کی طاقت کے مطابق تکلیف دیتا ہے۔ (ت)

یقول العبد الضعیف غفرله القوی اللطیف جل وعلا قد حمل المولی الفاضل رحمه اللہ تعالٰی هذا الحدیث کما تری علی ماقدمنا من ان المطلوب عدم العلم بالنجاسة لا العلم بعدم النجاسة ولیس علینا ان نبحث فان الشیئ وان کان متنجسا فی الواقع فانه طاهر لنا مالم نعلم بذلک ولذا حمل الحوض علی حوض صغیر یحمل الخبث وقد سبقه الی هذا الحمل علامة عصره سیدی زین بن نجیم المصری رحمه اللہ تعالٰی

بندۂ ضعیف" قوی و مہربان اور بلند و بالا ذات باری اس کی بخشش فرمائے" کہتا ہے کہ فاضل مولانا نے اس حدیث کو جیسا کہ تم دیکھتے ہو اس بات پر محمول کیا ہے جس کو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے یعنی مطلوب، نجاست کا علم نہ ہونا ہے نہ کہ عدمِ نجاست کا علم ہونا ہے اور ہم پر لازم نہیں کہ ہم بحث کریں کیونکہ کوئی چیز اگرچہ فی الواقع ناپاک بھی ہو تو ہمارے نزدیک پاک ہوگی جب تک ہمیں اس (کے نجس ہونے) کا علم نہ ہو۔ اسی لیے حوض کو چھوٹے حوض پر محمول کیا گیا ہے جو نجس ہوجاتا ہے۔ اپنے زمانے کے علامہ سیدی زین بن نجیم مصری رحمہ اللہ تعالٰی نے البحرالرائق

ع: ای فی حقنا وان کان علی خلاف ذلک فی الواقع ۱۲ منه (م)

ع: یعنی ہمارے حق میں پاک ہے اگرچہ وہ حقیقۃً اس کے خلاف ہو ۱۲ منہ (ت)

---

[1] الموطا امام مالک الطہور للوضوء مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۷

[2] الحدیقۃ الندیۃ الصنف الاول فیما ورد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۵۶

[3] " " " " " " " " "

Marfat.com

عنهما عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم
اياكم والغلو في الدين فانما هلك من كان
قبلكم بالغلو في الدين[1] واخرج احمد برجال
الصحيح والبيهقي في الشعب وابن سعد في
الطبقات عن ابن الادرع رضي الله تعالى
عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم
وسلم انكم لن تدركوا هذا الامر بالمغالبة[2]
واخرج احمد في المسند والبخاري في الادب
المفرد والطبراني في الكبير بسند حسن
عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما عن النبي
صلى الله تعالى عليه وسلم احب الدين الى
الله الحنيفية السمحة[3] واخرج ايضا هؤلاء فيها
بسند جيد عن محجن بن ادرع الاسلمي
والطبراني ايضا في الكبير عن عمران بن
حصين وفي الاوسط وابن عدي والضياء وابن
عبد البر في العلم عن انس رضي الله
تعالى عنهم عن النبي صلى الله تعالى
عليه وسلم خير دينكم ايسره[4] واخرج
ابو القاسم بن بشران في اماليه عن امير
المؤمنين عمر رضي الله تعالى عنه عن النبي

امام احمد، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا "دین میں زیادتی کرنے سے بچو تم سے پہلے لوگ دین میں زیادتی کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔" امام احمد نے صحیح راویوں کے ساتھ، بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن سعد نے طبقات میں حضرت ابن الادرع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم اس دین کو مغالبہ کے ساتھ ہرگز نہیں پا سکتے"۔ (یعنی جو حکم ملے اس پر عمل کرو خود مباح امور کو واجب قرار نہ دو) امام احمد نے اپنی مسند میں امام بخاری نے الادب المفرد میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں سند حسن کے ساتھ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ دین کامل وابستگی اور نرمی اختیار کرنا ہے" نیز انہوں نے اپنی کتب میں عمدہ سند کے ساتھ حضرت محجن بن ادرع اسلمی سے اور طبرانی نے کبیر میں عمران بن حصین سے اور اوسط میں نیز ابن عدی، ضیاء اور ابن عبد البر نے علم کے بیان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہارا بہترین دین وہ ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو"۔

---

[1] سنن نسائی باب التقاط الحصی مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۴۸
[2] مسند امام احمد حدیث ابن الادرع رضی اللہ عنہ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/۳۳۷
[3] بخاری شریف باب الدین یسر " قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰
[4] مسند امام احمد بن حنبل حدیث محجن بن الادرع رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۴/۳۳۸

Marfat.com

الی السؤال[۱] اھ ای وما کان عمر ولیخفی علیہ حکم الماء الکثیر ولا کان من الموسوسین فسؤالہ ادل دلیل علی ان الماء کان قلیلا یحمل الخبث و قد کان فی فلاۃ فکان مظنۃ ورود السباع فعن ھذا انشأ السؤال ورده عمر بطرح الاحتمال ولیتنبہ ان نقلہ الاجماع انما ھو ناظر الی الماء الکثیر مع قطع النظر عن خصوص التفسیر لا الی مقدار العشر بالتخصیص کما لا یخفی ھذا تقریر کلامہ علی حسب مرامہ۔

وُہ بالاجماع اسی وقت ناپاک ہوتا ہے جب اس میں نجاست کا اثر ظاہر ہو اور اثر کا ظاہر ہونا حس کے ساتھ پہچانا جاتا ہے پس وہ سوال کا محتاج نہ ہوگا اھ یعنی حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی کی یہ شان نہ تھی کہ آپ پر زیادہ پانی کا حکم مخفی رہتا اور نہ ہی آپ وسوسہ کرنے والوں میں سے تھے لہٰذا آپ کا سوال اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ پانی تھوڑا تھا جو ناپاک ہو جاتا ہے اور وُہ جنگل میں تھا لہٰذا وہاں درندوں کے آنے کا گمان ہو سکتا تھا اسی بنیاد پر سوال پیدا ہوا جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ترکِ احتمال کے ساتھ رَد کر دیا۔ آگاہ رہنا چاہئے کہ ان کا اجماع نقل کرنا خاص تفسیر سے قطع نظر محض زیادہ پانی کی بنیاد پر تھا دس کی مقدار سے تخصیص کرتے ہوئے نہیں جیسا کہ مخفی نہیں یہ ان کے مقصد کے مطابق ان کے کلام کی تقریر ہے۔ (ت)

اقول ویظھر لی ان ھٰھنا مجال سؤال بوجھین۔

اما **اولا** فلما قد القینا علیك ان الاجماع انما ھو علی ان الکثیر لا یتنجس الا بتغیر اما تحدید الکثیر ففیہ نزاع شھیر واختلاف کبیر فی الکتب سطیر فرب کثیر عند قوم قلیل عند اٰخرین وبالعکس واذ الامر کما وصفنا لك فما یدریك لعل الماء کان قلیلا عند عمرو فبحث وکثیرا عند عمر فما اکترث والامر اظھر علی قول

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) مجھ پر یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہاں دو طرح سے سوال ہو سکتا ہے

اوّل: جب ہم نے تمہیں بتایا کہ اجماع اس بات پر ہے کہ کثیر پانی تبدیلی کے بغیر ناپاک نہیں ہوتا لیکن کثیر کی حد بندی میں اختلاف مشہور ہے اور بہت بڑا اختلاف کتب میں تحریر ہے اکثر ایک چیز کسی قوم کے نزدیک کثیر ہوتی ہے اور دوسروں کے نزدیک قلیل ــــ اور کبھی اس کے خلاف ہوتا ہے اور جب معاملہ ایسا ہو جیسا کہ ہم نے بیان کیا تو تمہیں کیا خبر کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک پانی تھوڑا ہو لہٰذا انہوں نے

---

[۱] الحدیقۃ الندیۃ فیما ورد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۶۵۶

Marfat.com

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا دخل احدکم علی اخیہ المسلم فاطعمہ من طعامہ فلیأکل ولا یسأل عنہ وان سقاہ من شرابہ فلیشرب ولا یسأل عنہ۔[۱]

کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنے مسلمان بھائی کے پاس جائے اور وہ اسے اپنے کھانے سے کھلائے تو کھالے اور اس کے بارے میں سوال نہ کرے اور اگر وہ اپنے مشروب سے پلائے تو پی لے اور اس کے بارے میں کچھ نہ پوچھے۔ (ت)

امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ ایک حوض پر گزرے عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ ساتھ تھے حوض والے سے پوچھنے لگے کیا تیرے حوض میں درندے بھی پانی پیتے ہیں؟ امیر المومنین نے فرمایا: اے حوض والے! ہمیں نہ بتا،

مالک فی مؤطاہ عن یحیٰی بن عبد الرحمٰن ان عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ خرج فی رکب فیہم عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ حتی وردوا حوضا فقال عمرو یاصاحب الحوض ھل ترد حوضک

امام مالک رحمہ اللہ نے اپنے مؤطا میں حضرت یحیٰی بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سواروں کے ایک دستہ میں تشریف لائے ان میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بھی تھے ایک حوض پر پہنچے تو حضرت عمرو بن عاص

علہ ویروی مثل ذلک عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال خرج رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی بعض اسفارہ فسار لیلا فمروا علی رجل عند مقراۃ[علہ] لہ فقال عمر یا صاحب المقراۃ اولغت السباع اللیلۃ فی مقراتک فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا صاحب المقراۃ لاتخبرہ ھذا مکلف لہا ما حملت فی بطونہا ولنا ما بقی شراب وطہور[۲] ۱۲ منہ۔

اسی طرح کی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے وہ حدیث مروی ہے جو ابن عمر نے روایت کی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے بعض سفروں میں تشریف لے گئے ایک دفعہ رات کو سفر شروع کیا تو ایک ایسے شخص پر گزر ہوا جس کے پاس اس کا اپنا تالاب تھا تو حضرت عمر نے کہا اے تالاب والے! کیا رات کو تیرے تالاب سے درندوں نے پانی پیا ہے؟ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے تالاب والے! اسے اس بات کی خبر نہ دو یہ مکلف ہے جو ان کے پیٹوں میں ہے وہ ان کے لیے ہے اور جو باقی ہے وہ ہمارے پینے اور طہارت کیلئے ہے۔ (ت)

علہ المقراۃ بالکسر مجتمع الماء ۱۲ (م)

"المقراۃ" کسر کے ساتھ وہ جگہ جہاں بارش کا پانی جمع ہو۔ (ت)

---

[۱] شعب الایمان باب فی المطاعم حدیث ۵۸۰۱ مطبوعہ دارالکتب علمیہ بیروت لبنان ۵/ ۶۷

[۱] المستدرک کتاب الاطعمہ ۴/ ۱۲۶ [۲] سنن الدارقطنی کتاب الطہارۃ ۱/ ۲۶

Marfat.com

عمر لا تخبرنا لا ينبغي حمله على ان الماء كثير عندي وان كان قليلا عندك فبرأيي فاعمل ولا تسأل بل المعنى على هذا ايضاً هو المنع عن اتباع الظنون اي ان الماء وان تستقله لكن لست على يقين من نجاسته فانصرف الكلام الى ما اردنا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول "لا تخبرنا" (ہمیں خبر نہ دینا) کو اس بات پر محمول کرنا مناسب نہیں کہ میرے نزدیک پانی زیادہ ہے اگرچہ تمہارے نزدیک تھوڑا بھی ہو تب بھی تم میری رائے پر عمل کرو اور سوال نہ کرو، بلکہ اس بنیاد پر بھی مفہوم یہ ہوگا کہ گمان کی اتباع سے روکا گیا مطلب یہ کہ اگرچہ تم پانی کو تھوڑا سمجھتے ہو لیکن تمہیں اس کی نجاست کا یقین نہیں پس ان کے کلام کو اس کی طرف پھیر لیا جائے جو ہماری مراد ہے۔

واما ثانياً فلانا لا نسلم ان الكثير لا يحتاج فيه الى السؤال فلربما يتن او يتغير لونه فيحتمل انه لطول المكث او حلول الخبث فيتحقق منا و للسؤال فعلم ان القليل و الكثير سواء في حاجة السؤال لكشف الحال عند المظنة و الاحتمال بيد ان الكثير لا تعتريه المظنة الا لامر حسي اعني تغير احد الاوصاف بخلاف القليل و بهذا القدر لا يستند العلم الى مجرد الحس لان الذي يدرك بالحس لا يكفي لتبيين الامر و زوال اللبس كما لا يخفى۔

دوم: ہم نہیں مانتے کہ زیادہ پانی کے بارے میں سوال کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ بعض اوقات وہ بدبودار ہو جاتا ہے یا اس کا رنگ بدل جاتا ہے۔ پس اس بات کا احتمال ہے کہ زیادہ دیر ٹھہرنے یا نجاست داخل ہونے کے باعث ایسا ہوا ہو لہذا اس کا مقام سوال ہونا ثابت ہو گیا۔ پس معلوم ہوا کہ جب گمان و احتمال والی صورت ہو تو کشفِ حال کے لیے سوال کی ضرورت میں قلیل و کثیر برابر ہیں۔ علاوہ ازیں کثیر میں (نجاست کا) گمان محض امر حسی کی بنیاد پر ہوتا ہے یعنی اس کا کوئی وصف بدلتا ہے بخلاف قلیل کے۔ اور محض اتنی سی بات سے علم، مجرد حس کی طرف منسوب نہیں ہوگا کیونکہ حس کے ساتھ جس چیز کا ادراک ہوتا ہے وہ بات کو واضح کرنے اور شک کو دور کرنے کے لیے کافی نہیں جیسا کہ مخفی نہیں۔

وافاض الله الجواب عنه بان هذا مضر يعود نفعا محضاً فلئن قلتم به في قصة الحديث فقد تركتم عنه فان قلت لا مساغ لهذا في

فیضانِ الٰہی: اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب کا فیضان عطا فرمایا اگرچہ یہ ضرر ہے اللہ تعالیٰ اسے نفع بخش فرمائے کہ اگر تم اس حدیث کے ضمن یہ بات کرتے ہو اگر تو کہے کہ حدیث کے اس واقعہ سے (باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

البحر حيث قال (فروع) فى الخلاصة معزيا
الى الاصل يتوضؤ من الحوض الذى
يخاف فيه قذر ولا يتيقنه ولا يجب
ان يسأل اذ الحاجة اليه عند
عدم الدليل والاصل دليل يطلق
الاستعمال وقال عمر رضى الله تعالى
عنه الخ فذكرا الحديث المذكور بمعناه
وانت تعلم ان كلامه انما هو فى الحوض
الصغير كما لا يخفى وقد استشهد بالحديث
على عدم وجوب السؤال والتفتيش عنه
وان خشى التنجس بناء على اصالة
الطهارة فالعبد الضعيف تمسك به فى
هذا المقام تبعًا لهما لكن الحديث ذو وجوه
وشجون فقد قيل يعنى ان الماء كثير
فلا يحتمل التنجس بولوغ السباع و
عليه درج الشيخ المحقق الدهلوى
رحمه الله تعالى فى شرح المشكوٰة و يكدره
سؤال عمرو بن العاص رضى الله تعالى عنه
كما اشار اليه على القارى وقال العارف
النابلسى لو كان كثيرا مقدار
العشر لما سأل لانه لا يتنجس الا بظهور
اثر النجاسة فيه اجماعا و
ظهور الاثر يعرف بالحس فلا يحتاج

میں اس حمل کی طرف سبقت کی ہے جب انہوں نے فرمایا
(فروع) خلاصہ میں مبسوط کی طرف نسبت کرتے ہوئے فرمایا
کہ اس حوض سے وضو کرسکتا ہے جس کے گندہ ہونے کا
گمان ہو لیکن اس کا یقین نہ ہو اور اس پر سوال کرنا
واجب نہیں کیونکہ اس کی ضرورت دلیل نہ ہونے کی صورت
میں ہوتی ہے اور اصل (طہارت) دلیل ہے جو استعمال کا
اطلاق کرتی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا
(آخر تک) انہوں نے حدیث مذکور کو معنوی طور پر ذکر کیا
اور تم جانتے ہو کہ ان کا کلام چھوٹے حوض کے بارے میں
ہے جیسا کہ مخفی نہیں اور انہوں نے حدیث شریف سے
شہادت پیش کی ہے کہ اس کے بارے میں پوچھنا اور تفتیش
کرنا واجب نہیں اگرچہ اس کے ناپاک ہونے کا اندیشہ ہو
کیونکہ طہارت اصل ہے۔ پس اس ضعیف بندے
نے اس مقام پر ان دونوں کی اتباع میں اسی بات کو
اختیار کیا لیکن حدیث کی کئی وجوہ اور مفاہیم ہیں کہا گیا ہے
اس سے مراد یہ ہے کہ پانی زیادہ ہے تو درندوں کے منہ ڈالنے
سے ناپاک نہیں ہوگا۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ
نے مشکوٰۃ شریف کی شرح میں یہی بات درج فرمائی لیکن
حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا سوال اس بات کو
مکدر کردیتا ہے جیسا کہ اس کی طرف حضرت ملا علی قاری
رحمہ اللہ نے اشارہ فرمایا۔ عارف نابلسی رحمہ اللہ نے
فرمایا اگر وہ زیادہ دہ در دہ کی مقدار ہوتا تو آپ اس کی
نجاست کا سوال نہ فرماتے کیونکہ اس صورت میں

ا‌ البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸۶/۱

Marfat.com

اقول وقد یلمح الیه علی مافیه قوله فی الحدیث فانا نرد علی السباع وترد علینا[1] وقوله کما زاد رزین عن بعض الرواة وانی سمعت رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم یقول لها مااخذت فی بطونها و ما بقی فهو لنا طهور[2] وما اخرج الامام الشافعی عن عمر بن دینار ان عمر بن الخطاب رضی الله تعالٰی عنه ورد حوض مجنّة فقیل انما ولغ الکلب آنفا فقال انما ولغ بلسانه فشرب وتوضأ[3]۔

اقول حدیث شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ کہ "ہم درندوں کے پاس جاتے اور وہ ہمارے پاس آتے ہیں" میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے، نیز رزین نے بعض راویوں سے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول زائد نقل کیا ہے کہ میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا: "جو کچھ ان جانوروں نے اپنے پیٹوں میں لے لیا وہ ان کے لیے ہے اور جو باقی رہ گیا ہے وہ ہمارے لیے پاک ہے۔ اسی طرح جو امام شافعی رحمہ اللہ نے عمر بن دینار رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مجنّہ کے حوض پر تشریف لے گئے تو کہا گیا ابھی یہاں کتے نے منہ مارا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: اس نے اپنی زبان سے چاٹا ہے۔ پھر آپ نے اس سے پیا اور وضو فرمایا۔ اس میں بھی اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔ (ت)

ویکدر هذا والذی قبله جمیعا انکم ملتم بالکلام الی خلاف مایتبادر منه فان ظاهر النهی کراهة الاخبار وما ذاك الاخشیة ان لو اخبر لزمه التحرج فاراد التوسیع باستصحاب الطهارة مالم یعلم ولو کان الامر کما ذکرتم من کثرة الماء او طهارة السؤر لما ضر اخبارہ شیئا فعلی ما ینهاه عنه بل کان حق الکلام

یہ اور اس سے پہلے کی تمام بحث سے یہ بات مکدر ہو جاتی ہے کیونکہ تمہارے کلام کا میلان اس بات کے خلاف ہے جو واضح طور پر ذہن میں آتی ہے کیونکہ نہی سے ظاہر ہوتا ہے کہ خبر دینا مکروہ ہے اور یہ اس ڈر کی بنیاد پر ہے کہ اگر خبر دے گا تو حرج میں پڑنا لازم آئے گا لہذا ان کی مراد یہ تھی کہ جب تک علم نہ ہو حصولِ طہارت میں وسعت ہونی چاہیے۔ اور اگر وہ بات ہوتی جس کا تم نے ذکر کیا کہ پانی زیادہ تھا یا وہ جھوٹے کو پاک سمجھتے تھے تو اس صورت میں ان کا خبر دینا نقصان دہ نہ ہوتا پس انہوں نے کس

---

[1] المؤطا امام مالک الطہور للوضوء مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۷
[2] مشکوٰۃ المصابیح باب احکام المیاہ " مجتبائی دہلی ص ۵۱
[3] مصنف عبدالرزاق حدیث ۲۴۹ باب الماء تردہ الکلاب والسباع مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۷۶

Marfat.com

اصحابنا ان الكثير في حق كل ما يستكثره.

ويترآى لي في الجواب عنه ان المجتهد ليس له ان يحمل المجتهد الآخر على تقليد نفسه ويصده عن العمل بمذهبه ولذا انكر عالم المدينة على هارون الرشيد اذ استأذنه ان يعلق الموطا على الكعبة ويحمل الناس على ما فيه فقال لا تفعل فان اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اختلفوا في الفروع وتفرقوا في البلدان وكل مصيب ابو نعيم عنه في الحلية وعلى المنصور اذهم ان يبعث بكتبه الى الامصار ويأمر المسلمين ان لا يتعدوها فقال لا تفعل هذا فان الناس قد سبقت اليهم الاقاويل وسمعوا احاديث ورووا روايات واخذ كل قوم بما سبق اليهم ودانوا به فدع الناس وما اختار كل اهل بلد منهم لانفسهم ابن سعد عنه في الطبقات فكذا لا يجبر مجتهد بل عامي على تقليد ظن الغير فيما يفوض الى رأي المبتلى كما نص عليه في البحر وغيره فعلى هذا قول

بحث کی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک زیادہ ہو لہٰذا انہوں نے اس کی پرواہ نہ کی۔ ہمارے اصحاب کے قول پر بات ظاہر ہے کہ ہر ایک کے حق میں وہی کثیر ہے جس کو وہ کثیر سمجھے۔

اس کا جواب مجھ پر یوں ظاہر ہوا کہ کسی مجتہد کو حق نہیں پہنچتا کہ کسی دوسرے مجتہد کو اپنی تقلید کی ترغیب دے اور اسے اس کے اپنے مذہب پر عمل کرنے سے روکے یہی وجہ ہے کہ مدینہ کے عالم نے ہارون الرشید کی بات ماننے سے انکار کر دیا جب اس نے مؤطا کو کعبۃ اللہ کی دیوار پر لٹکانے اور لوگوں کو اس پر عمل کی ترغیب دینے کی اجازت طلب کی۔ عالم نے فرمایا: ایسا نہ کرو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ نے فروع میں اختلاف کیا اور مختلف شہروں میں پھیل گئے اور ہر ایک حق پر ہے۔ یہ بات حلیہ میں ابو نعیم سے مروی ہے۔ اور جب منصور نے مختلف شہروں میں انکی کتابیں بھیجنے اور مسلمانوں کو حکم دینے کا ارادہ کیا کہ وہ ان سے تجاوز نہ کریں، تو اس کا انکار کرتے ہوئے عالم مدینہ نے فرمایا "ایسا مت کرو لوگوں تک باتیں پہنچ چکی ہیں انہوں نے احادیث سُنی ہیں روایات نقل کی ہیں اور جس قوم تک جو پہنچا انہوں نے اسے اختیار کر کے اس پر عمل پیرا ہو گئے پس لوگوں کو اسی چیز پر چھوڑ دیجئے جو ہر شہر والوں نے اپنے لیے اختیار کر لی" اسے ابن سعد نے طبقات میں نقل کیا۔ اسی طرح کسی مجتہد اور کسی عامی کو بھی اس چیز میں جو مبتلا کی رائے پر چھوڑی گئی ہے دوسرے کے گمان کی تقلید پر مجبور نہ کیا جائے جیسا کہ بحر الرائق وغیرہ میں بیان کیا ہے۔ اس بنیاد پر

Marfat.com

ماحملت فی بطونها لان ماء الله مباح علی کل ذات کبد حراء ولنا ماغیر طهور لعدم التیقن بعروض المحذور فآل الکلام الی ماوصفنالك من ان الیقین الاجمالی بعروض النجاسة لنوع لا یقضی بتنجس کل فرد منه وبالجملة فالحدیث ذو وجوه والاوجه ماذکرنا فصح الاستدلال علی عدم وجوب السؤال لاجل ظن او احتمال وکان اول قدوة لنافیه امامنا محمد رضی الله تعالٰی عنه۔

لکن یرتاب فیه بان النهی عن الاخبار علی هذا یکون نهیا عن مناصحة المسلمین وصونهم عن تعاطی المنکر فی الدین فان من علم ان فی ثوب المصلی نجاسة مثلا وهو لا یدری وجب علیه اخباره بذلك ان ظن قبوله لان فعله علی خلاف امر الله سبحٰنه وتعالٰی فی نفسه وان ارتفع الاثم لعدم العلم۔

والجواب عنه کما افاد العارف النابلسی ان عمر بن الخطاب رضی الله تعالٰی عنه لا یعلم ان صاحب الحوض یعلم ان السباع ترده حتی یکون قوله ذلك کفا و منعا من الامر بالمعروف والنهی عن المنکر ومن النصیحة فی الدین غایته انه اراد

علم نہ ہو، پس جو ان جانوروں نے اپنے پیٹوں میں لے لیا وہ ان کے لیے ہے، کیونکہ اللہ تعالٰی کا پانی ہر گرم جگر والی چیز کے لیے مباح ہے اور جو کچھ باقی ہے وہ ہمارے لیے پاک ہے کیونکہ ناپاک چیز کے گرنے کا ہمیں علم نہیں۔ پس ہم نے جو کچھ کہا اس کا نتیجہ یہ ہے کہ کسی نوع کے ناپاک ہونے کا اجمالی یقین اس کے ہر فرد کی نجاست کا تقاضا نہیں کرتا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ حدیث (کا مفہوم) کئی وجوہ پر مشتمل ہے لیکن زیادہ مناسب وہ ہے جو ہم نے ذکر کیا، پس ظن یا احتمال کی وجہ سے سوال واجب نہ ہونے پر استدلال صحیح ہے اور اس میں ہمارے پہلے مقتدا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں (ت)

لیکن یہاں شک پیدا ہوتا ہے کہ اس بنیاد پر خبر دینے سے روکنا دین کے سلسلے میں مسلمانوں کی خیر خواہی اور برائی میں مشغول ہونے سے ان کی حفاظت سے روکنا ہو کیونکہ جو شخص جانتا ہے کہ نمازی کے کپڑے پر نجاست لگی ہوئی ہے اور اسے (نمازی کو) معلوم نہیں تو اس پر واجب ہے کہ اسے خبر کرے اگر اس کی قبولیت کا گمان ہو کیونکہ حقیقت میں اس کا یہ فعل اللہ تعالٰی کے حکم کے خلاف ہے اگرچہ عدم علم کی وجہ سے گناہ گار نہ ہوا۔

اس کا **جواب** یہ ہے جیسا کہ عارف نابلسی رحمہ اللہ سے مستفاد ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو معلوم نہ تھا کہ حوض والے کو اس پر درندوں کے آنے جانے کا علم ہے جس کی وجہ سے آپ کا وہ قول "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" اور دین میں خیر خواہی سے باز رکھنا اور رکاوٹ بنتا ہو نتیجہ یہ ہوا کہ آپ نے پانی کی طہارت کے سلسلے میں

Marfat.com

ماقصدتم واعترفتم بما نريد اذكان مدار سؤال عمر رح هو احتمال الخبث ومبنى جواب عمر هو اتباع الاصل وذلك ماكنا نبغ وانما كنتم تذهبون بالحديث الى ان الماء كثير لا يحمل الخبث فلا تخبرنا اى اخبارك وعدمه سواء وعلى هذا التقرير يصير الكثير نظير اليسير كما اعترفتم فلم تغن عنكم كثرتكم شيئاً و الله الموفق هذا۔

تو تم نے اپنا مقصود چھوڑ کر ہماری مراد کا اعتراف کرلیا کیونکہ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوال کا دارومدار، نجاست کو برداشت کرنے پر ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جواب کی بنیاد، اصل کی اتباع ہے اور ہم اسی کی تلاش میں ہیں۔ حدیث کی روشنی میں تمہارا موقف یہ ہے کہ (چونکہ) زیادہ پانی نجاست سے ناپاک نہیں ہوتا لہذا تو ہمیں خبر نہ دے یعنی تیرا خبر دینا اور نہ دینا دونوں برابر ہیں اس تقریر کی بنیاد پر زیادہ، تھوڑے کی مثل ہوجائے گا جیسا کہ تم نے اعتراف کیا۔ پس تمہاری کثرت نے تم کو کوئی فائدہ نہ دیا۔ اور اللہ تعالیٰ ہی اس کی توفیق دینے والا ہے۔ (ت)

وقيل[عه] بل ذهب عمر رضي الله تعالى عنه الى طهارة سؤر السباع كما تقوله الائمة الثلثة على خلاف بينهم فى الكلب والخنزير فقوله لا تخبرنا اى سواء علينا اخبرتنا اولم تخبرنا فانا نطهر ما تفضل السباع۔

اور کہا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ درندوں کے جھوٹے کو پاک سمجھتے ہیں جیسا کہ ائمہ ثلاثہ کتے اور خنزیر کے (جھوٹے کے) بارے میں اس کے قائل ہیں اگرچہ ان میں کچھ اختلاف بھی ہے پس ان کا قول کہ "ہمیں خبر نہ دینا" کا مطلب یہ ہے کہ خبر دو یا نہ دو ہمارے لیے برابر ہے کیونکہ ہم درندوں کے جھوٹے کو پاک سمجھتے ہیں (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

قصة الحديث اصلا اذ الماء الكثير لا يتغير بمجرد ولوغ السباع وشرب الماء **قلت** بلى فان لفظ الحديث هل ترد لا هل تلغ ويمكن ان ترد جماعات منهن وتقع فى الماء و تبول فيه وتقضى الحاجة فتغلب النجاسة على بعض اوصاف الماء ۱۲ منه (م)

اس کا جواز ہرگز ثابت نہیں ہوتا کیونکہ کثیر پانی محض درندوں کے چاٹنے اور پینے سے متغیر نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں ہاں کیونکہ حدیث کا لفظ "ھل ترد" ہے "ھل تلغ" نہیں اور ممکن ہے کہ درندوں کے کئی گروہ پانی پر وارد ہوتے ہوں اور پانی میں جاکر بول وبراز کرتے ہوں تو پانی کے بعض اوصاف پر نجاست غالب آجائے۔ (ت)

عه معطوف على قيل السابق ۱۲ منه (م)

پہلے گزرے ہوئے قیل پر معطوف ہے ۱۲ منہ (ت)

Marfat.com

ہاں اس میں شک نہیں کہ شبہہ کی جگہ تفتیش وسوال بہتر ہے جب اس پر کوئی فائدہ مترتب سمجھے،

فی البحرالرائق عن السراج الھندی عن الفقیہ ابی اللیث ان عدم وجوب السؤال من طریق الحکم وان سأل کان احوط لدینہ الخ۔

البحرالرائق میں سراج ہندی سے منقول ہے انھوں نے فقیہ ابوالیث سے نقل کیا کہ سوال کا واجب نہ ہونا شرعی حکم کے طریقے پر ہے اور اگر سوال کرے تو یہ دینی لحاظ سے زیادہ محتاط ہونا ہے الخ (ت)

اور یہ بھی اسی وقت تک ہے جب اس احتیاط وورع میں کسی امراہم وآکد کا خلاف نہ لازم آئے کہ شرع مطہر میں مصلحت کی تحصیل سے مفسدہ کا ازالہ مقدم تر ہے مثلاً مسلمان نے دعوت کی یہ اس کے مال وطعام کی تحقیقات کررہے ہیں کہاں سے لایا، کیونکر پیدا کیا، حلال ہے یا حرام، کوئی نجاست تو اس میں نہیں ملی ہے کہ بیشک یہ باتیں وحشت دینے والی ہیں اور مسلمان پر بدگمانی کرکے ایسی تحقیقات میں اُسے ایذا دینا ہے خصوصاً اگر وہ شخص شرعاً معظم ومحترم ہو، جیسے عالم دین یا سچا مرشد یا ماں باپ یا استاذ یا ذی عزت مسلمان سردار قوم تو اس نے اور بے جا کیا ایک تو بدگمانی دوسرے موحش باتیں تیسرے بزرگوں کا ترک ادب، اور یہ گمان نہ کرے کہ خفیہ تحقیقات کرلوں گا حاشا وکلا اگر اسے خبر پہنچی اور نہ پہنچنا تعجب ہے کہ آج کل بہت لوگ پرچہ نویس ہیں تو اس میں تنہا بر رو پوچھنے سے زیادہ رنج کی صورت ہے کما ھو مجرب معلوم (جیسا کہ تجربہ سے معلوم ہے۔ ت) نہ یہ خیال کرے کہ احباب کے ساتھ ایسا برتاؤ برتوں گا"یہہات" اجا کو رنج دینا کب روا ہے۔ اور یہ گمان کہ شاید ایذا نہ پائے ہم کہتے ہیں شاید ایذا پائے اگر ایسا ہی شاید پر عمل ہے تو اس کے مال وطعام کی حلت وطہارت میں شاید پر کیوں نہیں عمل کرتا۔ معہذا اگر ایذا نہ بھی ہوئی اور اُس نے براہِ بے تکلفی بتا دیا تو ایک مسلمان کی پردہ دری ہوئی کہ شرعاً ناجائز۔ غرض ایسے مقامات میں ورع واحتیاط کی دو ہی صورتیں ہیں یا تو اس طور پر بچ جائے کہ اُسے اجتناب ودامن کشی پر اطلاع نہ ہو یا سوال وتحقیق کرے تو اُن امور میں جن کی تفتیش موجب ایذا نہیں ہوتی مثلاً کسی کا جوتا پہنے ہے وضو کرکے اُس میں پاؤں رکھنا چاہتا ہے دریافت کرلے کہ پاؤں تر ہیں یوں ہی پہن لوں وعلٰی ہذا القیاس یا کوئی فاسق بیباک مجاہر معلن اس درجہ وقاحت وبیحیائی کو پہنچا ہُوا ہو کہ اُسے نہ بتا دینے میں باک ہو نہ دریافت سے صدمہ گزرے نہ اُس سے کوئی فتنہ متوقع ہو نہ اظہار ظاہر میں پردہ دری ہو تو عندالتحقیق اُس سے تفتیش میں بھی حرج نہیں ورنہ ہرگز بنام ورع واحتیاط مسلمانوں کی نفرت وحشت یا اُن کی رسوائی وفضیحت یا تجسس عیوب ومعصیت کا باعث نہ ہو کہ یہ سب امور ناجائز ہیں اور شکوک وشبہات میں ورع نہ برتنا ناجائز نہیں عجب کہ امر جائز سے بچنے کے لیے چند ناروا باتوں کا ارتکاب کرے یہ بھی شیطان کا ایک دھوکا ہے کہ اسے محتاط بننے کے پردے میں محض غیر محتاط کردیا اے عزیز! مدارات خلق والفت وموانست

Marfat.com

ان یقول لعمر وماذا ترید بالاستخبار الماء کثیر ولولقت او سؤرها طاهر فـما فعلت الی ھذا اشار محمد رحمہ اللہ تعالٰی حیث قال بعد روایۃ الحدیث فی مؤطاہ اذا کان الحوض عظیما ان حرکت منہ ناحیۃ لم تتحرک بہ الناحیۃ الاخری لم یفسد ذلک الماء ماولغ فیہ من سبع ولاماوقع فیہ من قذر الا ان یغلب علی ریح اوطعم فاذا کان حوضا صغیرا ان حرکت (ای اولون ہا) منہ ناحیۃ تحرکت الناحیۃ الاخری فولغ فیہ السباع اووقع فیہ القذر لایتوضؤ منہ اَلَا یُریٰ ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ کرہ ان یخبرہ ونھاہ عن ذلک و ھذا کلہ قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی اھ۔

بنا پر اس سے منع فرمایا بلکہ اس وقت حق کلام یہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے فرماتے خبر حاصل کرنے سے تمہارا کیا مقصد ہے پانی زیادہ ہے اگرچہ اس میں (درندہ) منہ ڈالے یا ان کا جھوٹا ہو پاک ہے پس تم کیا کرو گے امام محمد رحمہ اللہ نے بھی اسی کی طرف اشارہ کیا ہے جب انہوں نے اپنے مؤطا میں یہ حدیث روایت کرنے کے بعد فرمایا جب حوض اتنا بڑا ہو کہ اس کی ایک جانب کو حرکت دی جائے تو دوسری جانب حرکت نہ کرے تو اس میں درندے کے پانی پینے یا نجاست گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا مگر یہ کہ اس کی بُو اور ذائقہ پر غالب آجائے اور اگر حوض اتنا چھوٹا ہو کہ اسکی ایک طرف کو حرکت دینے سے دوسری جانب متحرک ہو اور اس میں سے درندے نے پانی پیا یا نجاست پڑ گئی تو اس سے وضو نہ کیا جائے۔ کیا نہیں دیکھا گیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ناپسند کیا کہ وہ ان کو خبر دے اور اس سے منع فرما دیا یہ تمام حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک ہے۔ (ت)

اقول فعلی ھذا معنی قولہ فانا نرد الخ وکذا استشھادہ بارشاد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان ثبت انا نعلم ان المیاہ قلما تسلم عن ورود السباع لکن لم نؤمر بالبحث ولا بالتکلف وامرنا بالاتکال علی اصل الطہارۃ مالم نعلم بعروض النجاسۃ فلھا

اقول اس بنیاد پر ان کے قول "ہم درندوں کے پاس جاتے اور وہ ہمارے ہاں آتے ہیں" اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے انکے استدلال، بشرطیکہ وہ ثابت ہو، کا مفہوم یہ ہوگا کہ ہم جانتے ہیں کہ پانی درندوں کی آمد و رفت سے بہت کم محفوظ ہوتے ہیں لیکن ہمیں بحث اور تکلف کا حکم نہیں دیا گیا ہمیں اصل طہارت پر بھروسا کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک نجاست کے واقع ہونے کا

---

[1] الموطا الامام محمد باب الوضوء مما یشرب منہ السباع وتلغ فیہ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع آرام باغ کراچی ص ۶۶

Marfat.com

وابوداود والنسائی عن علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق[1] احمد الامام ومحمد الحاکم عن عمران والحکم بن عمرو الغفاری رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

وہ (لوگ) انہیں راضی کریں اگرچہ ایمان دار ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں فرمانبرداری صرف نیک امور میں ہے" اس حدیث کو امام بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں" اسے امام احمد اور محمد حاکم نے حضرت عمران اور حکم بن عمرو غفاری رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ (ت)

پس ان امور میں **ضابطہ کلیہ واجبۃ الحفظ** یہ ہے کہ فعل فرائض وترک محرمات کو ارضائے خلق پر مقدم رکھے اور ان امور میں کسی کی مطلقاً پروا نہ کرے اور اتیان مستحب وترک غیراولٰی پر مدارات خلق ومراعات قلوب کو اہم جانے اور فتنہ ونفرت وایذاء ووحشت کا باعث ہونے سے بہت بچے۔ اسی طرح جو عادات ورسوم خلق میں جاری ہوں اور شرع مطہر سے اُن کی حُرمت وشناعت نہ ثابت ہو اُن میں اپنے ترفع وتنزہ کے لیے خلاف وجُدائی نہ کرے کہ یہ سب امور ایتلاف ومؤانست کے معارض اور مراد ومحبوب شارع کے مناقض ہیں ہاں ہاں ہوشیار وگوش دار کہ یہ وہ نکتہ جمیلہ وحکمت جلیلہ وکوچہ سلامت وجادہ کرامت ہے جس سے بہت زاہدان خشک واہل تکشف غافل وجاہل ہوتے ہیں، وہ اپنے زعم میں محتاط ودین پرور بنتے ہیں اور فی الواقع مغز حکمت ومقصود شریعت سے دور پڑتے ہیں خبردار ومحکم گیر یہ چند سطروں میں علم غزیر وباللہ التوفیق والیہ المصیر (یہ سب اللہ تعالٰی کی توفیق سے ہے اور اسی کی طرف رجوع کرنا ہے۔ ت)

قال الامام حجۃ الاسلام حکیم الامۃ کاشف الغمۃ ابوحامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی رضی اللہ تعالٰی عنہ فی الاحیاء المبارک اقول لیس لہ ان یسألہ بل ان کان یتورع فلیتلطف فی الترک وان کان لابد لہ فیأکل بغیر سوال اذا السوال ایذاء

حجۃ الاسلام، حکیم الامۃ، کاشف الغمہ امام ابوحامد محمد بن محمد بن محمد غزالی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے احیاء العلوم شریف میں فرمایا: "میں کہتا ہوں (جس کو دعوت دی گئی) اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ اُس (داعی) سے سوال کرے بلکہ اگر تقوٰی اختیار کرنا چاہتا ہے تو نرمی کے ساتھ چھوڑ دے اور اگر (دعوت میں) جانا ضروری ہو تو پُوچھے بغیر کھائے کیونکہ سوال

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن علی مطبوعہ دار المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۲۹

Marfat.com

رضی اللہ تعالٰی عنہ نفی الوسواس فی طھارۃ الماء والنھی عن کثرۃ السؤال فی الامور المبنیۃ علی الیقین فی ان الاصل فی الماء الطھارۃ[1] اھ۔

قلت وحاصلہ ان المحذور ای کون النھی نھیا عن النھی عن المنکر مبنی علی العلم بکونہ منکرا وھو مبتن علی العلم بالتنجس واذ لیس ھذا فلیس ذالک فلیس ذلک ولم یکن ان صاحب الحوض ھم بالاخبار فنھاہ عمر حتی یکون نھیا بعد الظن بانہ یعلم شیئا وانما سأل عمرو ولا یدری ماعند المسئول عنہ فاراد سد باب الظنون والتنبیہ علی انا لم نؤمر بذلک ولو فتحنا مثل ھذا الباب علی وجوھنا لوقعنا فی الحرج والحرج مدفوع بالنص فتأمل حق التأمل ولا تظنن ان الامر دائر بین مصلحۃ التوسیع ومفسدۃ النھی عن النھی عن المنکر بل بین دفع مفسدۃ الوسوسۃ والتعمق والمفسدۃ التی ذکرتُ وتلک حاضرۃ متیقنۃ وھذہ محتملۃ متوھمۃ فترجح الاول فافھم واللہ تعالٰی اعلم۔

وسوسوں کی نفی فرمائی اور جو امور یقین پر مبنی ہیں ان کے بارے میں کثرتِ سوال سے منع فرمایا کیونکہ پانی میں اصل طہارت ہے اھ۔ (ت)

قلت اس کا حاصل یہ ہے کہ ممنوع یعنی نہی عن المنکر سے روکنے کی ممانعت اس پر مبنی ہے کہ اس کے منکر ہونے کا علم ہو اور وہ اس پر مبنی ہے کہ اس کے نجس ہونے کا علم ہو پس جب یہ بات (اس کا ناپاک ہونا) نہیں تو وہ (یعنی اس کے منکر ہونے کا علم نہیں) لہذا نہی عن المنکر سے روکنے کی ممانعت بھی پائی گئی اور یہ بات بھی نہیں کہ حوض کا مالک خبر دینے کا ارادہ کرچکا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روک دیا تاکہ اس ظن کے بعد کہ وہ کچھ جانتا تھا یہ نفی کہلائے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے سوال کیا اور ان کو معلوم نہ تھا کہ مسئول عنہ کے پاس اس کا کیا جواب ہے، تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خیالات وگمان کا دروازہ بند کرنے کا ارادہ کیا اور اس بات پر تنبیہ فرمائی کہ ہمیں اس بات کا حکم نہیں دیا گیا اور اگر ہم اپنے سامنے اس قسم کا دروازہ کھول دیں تو حرج میں پڑجائیں گے اور شرعی طور پر حرج دُور کیا گیا ہے، پس غور کرو جیسے غور کرنے کا حق ہے۔ اور یہ خیال نہ کرو کہ یہ معاملہ توسیع کی مصلحت اور نہی عن المنکر سے روکنے کی خرابی کے درمیان دائر ہے بلکہ وسوسہ اور بہت گہرائی میں جانے کے فساد کو دُور کرنے اور اس فساد کے درمیان دائر ہے جس کا میں نے ذکر کیا اور وہ موجود یقینی ہے جبکہ اس میں احتمال اور وہم ہے پس پہلے کو ترجیح حاصل ہوگی۔ سمجھ لو، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ الصنف الثانی من الصنفین فیما ورد عن ائمتنا الحنفیۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۶۵۶

Marfat.com

تعالیٰ عنهم و من نرادعلیهم فی الورع فهوضال مبتدع ولیس بمتبع[1] اھ ملخصا۔

و فیه قال الحارث المحاسبی رحمه الله تعالیٰ لوکان له صدیق اواخ وهو یأمن غضبه لوسأله فلاینبغی ان یسأله لاجل الورع لانه ربما یبدو له ما کان مستور عنه فیکون قد حمله علی هتك الستر ثم یؤدی ذٰلك الی البغضاء وان رابه منه شیئ ایضا لم یسأله ویظن به انه یطعمه من الطیب ویجنبه الخبیث فان کان لایطمئن قلبه الیه فلیحترز متلطفا ولا یهتك ستره بالسؤال لانی لم ار احدا من العلماء فعله[2] اھ ملخصا۔

و فی الطریقة والحدیقة مالایدرك کله و هو الاحتراز عن الشبهات کلها فی جمیع المعاملات لایترك کله فالاولی والاحوط الاحتراز مما فیه امارة ظاهرة للحرمة وهی الشبهة القویة وممن له شهرة تامة بالظلم والغصب اوالسرقة

شخص پرہیزگاری کے سلسلے میں ان سے آگے بڑھنے کی کوشش کرے وہ گمراہ اور بدعتی ہے، مطیع نہیں ہے، تلخیص۔

اور اسی سلسلے میں حضرت حارث محاسبی رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر کسی شخص کا دوست یا بھائی ہو اور سوال کرنے میں اس کی ناراضگی کا ڈر نہ ہو تو بھی پرہیزگاری کے حصول کے لیے سوال کرنا مناسب نہیں کیونکہ بعض اوقات اس کے سامنے وہ بات ظاہر ہوجاتی ہے جو اس سے پوشیدہ رکھی گئی ہے پس وہ اسے پردہ دری پر برانگیختہ کرے گی پھر دشمنی تک پہنچائے گی اور اگر اسے اس میں کچھ شک ہو تب بھی سوال نہ کرے بلکہ اس کے بارے میں یہی گمان رکھے کہ وہ اسے پاکیزہ چیزیں کھلاتا اور خبیث چیزوں سے دُور رکھتا ہے اگر اس پر اس کا دل مطمئن نہ ہو تو نہایت نرم طریقے سے کنارہ کش ہوجائے لیکن سوال کرکے اس کی پردہ دری نہ کرے، کیونکہ میں نے کسی عالم کو ایسا کرتے نہیں دیکھا، تلخیص۔

اور الطریقۃ المحمدیہ اور الحدیقۃ الندیہ میں ہے جس چیز کو مکمل طور پر نہ پایا جاسکے اور وہ تمام معاملات میں ہر قسم کے شبہے سے بچنا ہے تو سب کو نہ چھوڑا جائے پس زیادہ بہتر اور مناسب یہ ہے کہ ان چیزوں سے احتراز کیا جائے جن میں حرمت کی نشانی واضح ہے اور وہ قوی شبہہ ہے اور اسی طرح اس سے بھی اجتناب کیا جائے جو ظلم، غصب، چوری، خیانت اور دھوکا دہی وغیرہ

---

[1] احیاء العلوم الباب الثالث فی البحث والسؤال المثار الاول مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۲/۱۱۹

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ المثار الثانی ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/۱۲۴

Marfat.com

اہم امور سے ہے۔

عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعثت بمداراۃ الناس[1] الطبرانی فی الکبیر عن جابر و قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رأس العقل بعد الایمان باللہ التحبب الی الناس[2] الطبرانی فی الاوسط عن علی و البزار فی المسند عن ابی ھریرۃ و الشیرازی فی الالقاب عن انس والبیھقی فی الشعب عنھم جمیعا رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی ہے، فرمایا: "مجھے لوگوں سے خاطرمدارات کے لیے بھیجا گیا ہے"۔ اسے طبرانی نے کبیر میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالٰی پرایمان لانے کے بعد کمال عقل انسانوں سے محبت کرنا ہے"۔ اس کو طبرانی نے اوسط میں حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ اور بزار نے مسند میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور شیرازی نے القاب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور بیہقی نے شعب الایمان میں ان تمام سے روایت کیا رضی اللہ تعالٰی عنہم (ت)

مگر جب تک نہ دین میں مداہنت نہ اُس کے لیے کسی گناہِ شرعی میں ابتلا ہو۔

قال اللہ تعالٰی لا یخافون فی اللہ لومۃ لائم[3] و قال تعالٰی لا تأخذکم بھما رأفۃ فی دین اللہ[4] و قال تعالٰی واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مؤمنین[5] و قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ انما الطاعۃ فی المعروف[6] الشیخان و

اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے: "وہ اللہ تعالٰی کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے"۔ اور ارشادِ خداوندی ہے: "ان دونوں (زانی اور زانیہ) کے بارے میں تمہیں دینِ خداوندی میں نرمی نہیں کرنی چاہئے"۔ ارشادِ باری تعالٰی ہے: "اور اللہ تعالٰی اور اس کا رسول اس بات کا زیادہ حق رکھتے ہیں کہ

---

[1] شعب الایمان فصل فی الحلم والتودۃ الخ حدیث ۸۴۷۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۶/۳۵۱
[2] " " " " " " حدیث ۸۴۴۷ " " " " ۶/۳۴۴
[3] القرآن ۵/۵۴
[4] القرآن ۲۴/۲
[5] القرآن ۹/۶۲
[6] صحیح البخاری کتاب اخبار الآحاد مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۰۷۸

Marfat.com

اقول وھو کما تری صریح اوکالصریح فی ترك السؤال ولوکان اکثر مالہ من الحرام فانہ ذکر المشھورین بالسرقۃ وقطع الطریق والغصب والربٰو ولم یفصل مطلقا اما الامام حجۃ الاسلام فجنح عند کثرۃ الحرام الی ایجاب السؤال وقال انما اوجبنا السؤال اذا تحقق ان اکثر مالہ حرام و عند ذلك لایبالی بغضب مثلہ بل یجب ایذاء الظالم باکثر من ذلك والغالب ان مثل ھذا لا یغضب من السؤال[1] اھ

قلت ومبنی ذلك تحریمہ الاکل عند من غالب مالہ حرام فیدخل فی القسم الاول الذی ذکرنا انہ لا یبالی فیہ بسخط احد ولا لومۃ لائم وھذا وجہ عند مشایخنا وبہ افتی الفقیہ السمرقندی وغیرہ وصححہ فی الذخیرۃ والصحیح المختار فی المذھب المعول علیہ المفتی بہ اطلاق الرخصۃ مالم یعرف شیأ حراما بعینہ وھو مذھب ابراھیم النخعی وابی حنیفۃ و اصحابہ قال محمد وبہ ناخذ فانی یعارض فتوی ابی اللیث فتوی ابی حنیفۃ و تصحیح الذخیرۃ ترجیح محمد وابو حنیفۃ ھو الامام

اقول یہ ترکِ سوال میں صریح یا قریبِ صری
ہے جیسا کہ دیکھ رہے ہو اور اگر اس کا زیادہ مال حرا
(کی کمائی) سے ہو تو وہ چوری، ڈاکے، غصب اور س
میں مشہور لوگوں کا ذکر کرے لیکن تفصیل میں مطلقاً نہ جا
امام حجۃ الاسلام کا میلان حرام مال زیادہ ہونے کی صورت
وجوبِ سوال کی طرف ہے انھوں نے فرمایا ہم نے اس صورت
سوال کرنا واجب قرار دیا ہے جب ثابت ہو جائے ک
اس کا زیادہ مال حرام ہے اس حالت میں اس کے غصہ
وغیرہ کی پروا نہ کی جائے بلکہ ظالم کو اس سے بھی زیادہ ای
پہنچانا واجب ہے اور غالب یہ ہے کہ اس قسم کا آد
ایسے سوال پر غصہ نہیں کرتا اھ (ت)

قلت اس کی بنیاد یہ ہے کہ جس کا اکثر مال
حرام ہو اس کے ہاں کھانا حرام ہے، یہ پہلی قسم میں داخل
ہوگا جس کا ہم نے ذکر کیا کہ اس سلسلے میں کسی کی ناراضگی
کی پروا نہ کرے اور نہ ہی کسی ملامت کرنے والے کی
ملامت سے ڈرے ہمارے مشایخ کے نزدیک یہ زیادہ
مناسب ہے فقیہ سمرقندی وغیرہ نے اسی پر فتوٰی دیا ہے
ذخیرہ میں اسے صحیح قرار دیا اور قابلِ اعتماد مذہب اور مفتی بہ
قول میں صحیح اور مختار بات مطلق رخصت ہے جب تک کسی
معین چیز کا حرام ہونا معلوم نہ ہو ابراہیم نخعی، امام ابوحنیفہ
اور آپ کے اصحاب کا یہی مذہب ہے۔ امام محمد فرماتے
ہیں ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں پس ابواللیث کا فتوٰ
امام ابوحنیفہ کے فتوٰی کا اور تصحیح ذخیرہ امام محمد کی ترجیح
کا معارض کیسے ہوگا حالانکہ امام ابوحنیفہ جو امام اعظم ہیں

[1] احیاء العلوم الباب الثالث فی البحث والسؤال الثار الثانی مطبعۃ المشہد الحسینی القاہرۃ ۲/۱۲۲

وهتك ستر وايحاش وهو حرام بلا شك فان قلت لعله لا يتأذى فاقول لعله يتأذى فانت تسأل حذرا من "لعل" فان قنعت بلعل فلعل ماله حلول والغالب على الناس الاستيحاش بالتفتيش ولا يجوز له ان يسأل عن غيره من حيث يدري هو به فان الايذاء في ذلك اكثر وان سأل من حيث لا يدري هو ففيه اساءة ظن وهتك ستر وفيه تجسس و فيه تسبيب للغيبة وان لم يكن ذلك صريحا وكل ذلك منهى عنه في آية واحدة وكم من زاهد جاهل يوحش القلوب في التفتيش ويتكلم بالكلام الخشن المؤذي وانما يحسن الشيطان ذلك عنده طلبًا للشهرة باكل الحلال ولو كان باعثه محض الدين لكان خوفه على قلب مسلم ان يتأذى اشد من خوفه على بطنه ان يدخله ما لا يدري وهو غير مؤاخذ بما لا يدري اذا لم يكن ثم علامة توجب الاجتناب فليعلم ان طريق الورع الترك دون التجسس واذا لم يكن بد من الاكل فالورع الاكل واحسان الظن هذا هو المألوف من الصحابة رضي الله

کرنے میں ایذا رسانی، پردہ دری اور وحشت پیدا کرنا ہے اور یہ بلاشبہ حرام ہے۔ اگر تم کہو کہ شاید اسے ایذا نہ پہنچے تو میں کہوں گا شاید اسے تکلیف پہنچے اور تم لفظ "لعل" (شاید) سے بچنے کے لیے سوال کرتے ہو اگر تم "لعل" پر قناعت کرتے تو اچھا تھا کیونکہ ممکن ہے اس کا مال حلال ہو (یعنی اس کو حرام نہ سمجھتے) اور غالب بات یہ ہے کہ تفتیش سے لوگوں کو وحشت ہوتی ہے اور جب وہ جانتا ہو تو اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ دوسرے سے سوال کرے کیونکہ اس میں ایذا رسانی زیادہ ہے اور اگر یوں پوچھتا ہے کہ اُسے معلوم نہیں تو اس میں بدگمانی اور پردہ دری ہے نیز اس میں تجسس ہے جو غیبت کا باعث بنتا ہے اگرچہ یہ صریح نہ ہو اور یہ تمام باتیں ایک آیت (سورہ حجرات آیت ۱۲) میں ممنوع قرار دی گئی ہیں اور کتنے ہی جاہل زاہد ہیں جو تفتیش کے ذریعے دلوں میں وحشت پیدا کرتے ہیں اور نہایت سخت اور ایذا رساں کلام استعمال کرتے ہیں درحقیقت شیطان اس کی نظروں میں اسے اچھا قرار دیتا ہے تاکہ وہ حلال خور مشہور ہو، اور اگر اس کا باعث محض دین ہو تو پھر مسلمان کے دل کو اذیت پہنچانے کا خوف ایسی چیز کو پیٹ میں داخل کرنے کے خوف سے زیادہ ہے جس کے بارے میں وہ نہیں جانتا کیونکہ جس بات کو وہ نہیں جانتا اس پر مواخذہ نہیں ہوگا۔ جب وہاں ایسی علامت نہ ہو جس کی وجہ سے اجتناب لازم ہوتا ہے تو جان لو پرہیزگاری ترکِ سوال میں ہے تجسس میں نہیں اور اگر کھانا ضروری ہو تو کھانے اور اچھا گمان کرنے میں پرہیزگاری ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہی طریقہ پسند ہے، اور جو

Marfat.com

او الخیانة او التزویر او نحوها من الربو والمکس فی الاموال وقطع الطریق مما یمکن الاحتراز عنه من غیر ترك ما فعله اولٰی منه ای من ترکه او فعل ما ترکه کذلك ای اولٰی من فعله وھذا احتراز عما اذا ترتب علی اجتنابه عن اموال من ذکروا ترك الاحترام لھم اذا کانوا ممایجب احترامھم او ینبغی له کالسلاطین والحکام وقضاة الشرع والابوین والاستاذ والمعلم[عه۱] والکبیر فی السن وشیخ المحلة والصدیق ولا ینبغی بل لا یجوز اساءة الظن بھم ومتی ادی ذلك الی شئ من ھذا لم یکن الاولٰی ولا الاحتیاط الاحتراز عن تلك الشبھات لما یعارضھا من ترك الاحترام او اساءة الظن بمن یجب او ینبغی احترامه ولا یحسن[عه۲] اساءة الظن به وھذا من اصعب الامور یرید المستحب فیقع فی الحرام[۱] اھ ملخصا۔

مثلاً سود کھانے، مالی نقصان پہنچانے اور ڈاکہ زنی میں مشہور ہو یہ وہ چیزیں ہیں کہ اولیٰ کو چھوڑے بغیر بھی ان سے اجتناب ممکن ہے مراد یہ ہے کہ اس پر عمل اسے چھوڑنے سے اولیٰ ہے اسی طرح جس چیز کا چھوڑنا اسے بجا لانے سے بہتر ہے اسے کئے بغیر بھی ان چیزوں سے اجتناب ہو سکتا ہے۔ یہ بات کہ جن لوگوں کا ذکر کیا گیا ان کے مال سے بچنے کی بنا پر ان کے احترام کو چھوڑنا لازم آتا ہے یہ اس بات سے احتراز ہے کہ جب وہ ایسے لوگ ہوں جن کا احترام واجب یا مناسب ہے جیسے بادشاہ، حکام، قاضیِ شرع، ماں باپ، استاذ، معلم، عمر رسیدہ محلہ کے بزرگ اور دوست تو ان کے بارے میں بدگمانی نامناسب بلکہ ناجائز ہے اور جب یہ بات (ان کی دعوت سے احتراز) ایسی بات کی طرف پہنچائے تو ان شبہات سے بچنا نہ تو اولیٰ ہے اور نہ ہی زیادہ محتاط، کیونکہ اس صورت میں ان لوگوں کا احترام چھوڑنا پڑتا ہے اور ان کے بارے میں بدگمانی پیدا ہوتی ہے جن کا احترام واجب یا مناسب ہے اور ان کے بارے میں بدگمانی (جائز) نہیں یہ نہایت مشکل کام ہے وہ مستحب کا ارادہ کرتے کرتے حرام میں پڑ جائے گا، تلخیص (ت)

عه۱ ای ولو لحرفة من الحرف کما ذکره العارف النابلسی بنفسه فی بعض المواضع من ھذا الشرح ۱۲ منه (م)

عه۲ ای لا یجوز کما سبق ۱۲ (م)

یعنی پیشوں میں سے اگرچہ وہ کسی بھی پیشے کا معلم ہو جیسا کہ خود عارف نابلسی نے اسی شرح کے بعض مواضع پر اس کا ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

یعنی لا یجوز (ناجائز ہے) جیسا کہ گزرا ۱۲ (ت)

---

[۱] الحدیقۃ الندیۃ بیان حکم التورع والتوقی من طعام اہل الوظائف مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۴۷۰

Marfat.com

دوسرے ما ہو محذور یعنی وہ کہ حرام مطلق یا نجس محض ہیں جن کا کوئی فرد حلال و طاہر نہیں جیسے شراب بجمیع اقسامھا علی مذھب محمد الماخوذ للفتوی (اپنی تمام اقسام کے ساتھ، امام محمد رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق اسی پر فتوی ہے۔ت) یہاں باعث احتراز و تنزہ خود اس شے کی نفس حالت ہے نہ بنانے والوں کی جرأت و جسارت یہاں تک کہ ابتداءً اہل کارخانہ کی وثاقت و عدالت معلوم ہونا اس مقام پر علاج اندیشہ نہ ہوگی بلکہ یہ سُن کر ان کی وثاقت و احتیاط میں شک آسکتا ہے۔ اسی وجہ سے ان دو صورتوں میں ہنگام نظر و تنقیح حکم بوجوہ فرق واقع ہوتا ہے۔

صورت اولیٰ میں مجرد اس شے مثلاً استخواں کے پڑنے پر تیقن عام ازاں کہ شخصی ہو یا نوعی اجمالی ہو یا کلی خواہی نخواہی اس جزئی یا نوع میں مخالطت حرام یا نجس کا یقین نہیں دلاتا۔ ممکن کہ صرف افراد طیبہ و مباحہ استعمال میں آئے ہوں۔ اسی طرح خاص افراد محرمہ و نجسہ کے استعمال پر یقین نوعی اجمالی بھی علی الاطلاق تحریم و تنجیس کا مورث نہیں کہ ہر جزئی خاص میں استعمال فرد طاہر و حلال کا احتمال قائم و لہذا افراد قسمین کا بازار میں اختلاط مانع اشترا و تناول نہیں کہ کسی معین پر حکم بالجزم نہیں کرسکتے کما حققنا کل ذٰلك فی المقدمة الثامنة والتاسعة (جیسا کہ ہم نے آٹھویں اور نویں مقدمہ میں ان تمام باتوں کی تحقیق کی ہے۔ت) بخلاف **صورت ثانیہ** کہ وہاں صرف اس کے پڑنے کا یقین شخصی خواہ نوعی کلی اس جزئی خاص یا تمام نوع کی تنجیس و تحریم میں بس ہے جس کے بعد کچھ کلام باقی نہیں رہتا اور وہ احتمالات کہ بوجہ تنوع افراد صورت اولیٰ میں متحقق ہوتے تھے یہاں قطعاً منقطع کما لا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت) اسی طرح صورت اولیٰ میں اگر بالخصوص افراد حرام و ناپاک ہی پڑنے کا ایسا ہی یقین یعنی شخصی یا نوعی کلی ہو تو اس کا بھی یہی حکم کہ اس تقدیر پر صورت اولیٰ صورت ثانیہ کی طرف رجوع کر آئی۔

لانتفاء التنوع فی الافراد فان الیقین تعلق بخصوص الافراد المحرمة والنجسة وھی لاتتنوع الی محذور وغیر محذور۔	کیونکہ افراد میں تنوع کی نفی ہے پس یقین خاص حرام و ناپاک افراد سے متعلق ہوگا اور وہ ممنوع و غیر ممنوع میں تقسیم نہیں ہوتا۔(ت)

البتہ یقین نوعی اجمالی یہاں بھی بکار آمد نہیں کہ جب علی وجہ العموم والالتزام تیقن نہیں تو ہر فرد کی محفوظی محتمل جب تک کسی جزئی خاص کا حال تحقیق نہ ہو کہ اس وقت یہ یقین یقین شخصی کی طرف رجوع کر جائے گا وھو مانع کما ذکرنا (جیسا کہ ہم نے ذکر کیا وہ مانع ہے۔ت)

بالجملہ خلاصۂ ضابطہ یہ ہے کہ ما منہ محذور میں ہر قسم کا یقین بکار آمد نہیں جب تک وہ ما ہو محذور کی طرف رجوع نہ کرے اور ما ہو محذور میں ہر قسم کا یقین کافی مگر صرف نوعی اجمالی کہ ساقط و غیر مثبت ممانعت ہے جب تک یقین شخصی کی طرف مائل نہ ہو یہ نفیس ضابطہ قابل حفظ ہے کہ شاید اس رسالۂ عجالہ کے سوا دوسری جگہ نہ ملے اگرچہ جو کچھ ہے کلمات علماء سے مستنبط اور انہی کی کفش برداری کا تصدق والحمدللہ رب العٰلمین۔

Marfat.com

الاعظم ومحمد هو المحرر للمذهب فلذا اطلق العلامة البركلى القول وتبعناه فى ذلك لكن يظهر لى ان التورع محمود فى نفسه وقد مدح فى احاديث متواترة المعنى فصلنا جملة منها فى كتابنا المبارك ان شاء الله تعالىٰ مطلع القمرين فى ابانة سبقة العمرين" وانما يترك حيث يترك لاجل عارضة اقوى مالى اقول يترك كلا لا يترك ولكن ح يكون الورع فى ترك ما يظنه المتكشف ورعاً فحيث لا توجد العوارض كالايذاء وهتك الستر واثارة الفتنة كما وصفنا لك من شان ذالك الجرئ المجاهر فلا معنى لترك الورعة ح مع وجود المقتضى وعدم المانع فلذا ذهبنا الى استثنائه والله الموفق هذا وفى عين العلم والاسرار بالمساعدة فيما لم ينه عنه وصار معتادا فى عصرهم حسن وان كان بدعة[۱] اداعى حسنة اوفى العادات كما يفيده التقييد بما لم ينه عنه ومثله فى الاحياء والله تعالىٰ اعلم۔

اور امام محمد ان کے مذہب کو تحریر کرنے والے ہیں اسی لیے علامہ برکلی کا قول مطلق ہے اور ہم نے اس سلسلے میں اس کی اتباع کی لیکن مجھ پر ظاہر ہوا کہ ذاتی طور پر پرہیزگاری قابلِ تعریف ہے احادیث متواتر المعنی میں اس کی تعریف آئی ہے ہم ان میں سے کچھ (احادیث) اپنی مبارک کتاب "مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین" میں تفصیل سے نقل کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ، جہاں چھوڑا جاتا ہے وہاں کسی نہایت مضبوط عارضہ کی وجہ سے چھوڑا جاتا ہے، مجھے کیا ہے کہ میں کہوں کہ چھوڑا جائے، ہرگز نہیں چھوڑا نہ جائے لیکن اس وقت پرہیزگاری اس چیز کو چھوڑنے میں ہوگی جس کو حقیقتِ حال معلوم کرنے والا پرہیزگاری خیال کرتا ہے پس جہاں ایذار رسانی، پردہ دری اور فتنہ پروری جیسے عوارض نہیں پائے جائیں گے جیسا کہ ہم نے تمہارے لیے اس جرأت مند اعلانیہ روکنے والے کی شان بیان کی وہاں پرہیزگاری چھوڑنے کا کوئی مطلب نہیں کیونکہ وہاں اسے (پوچھ گچھ) کا مقتضٰی بھی موجود ہے اور کوئی مانع بھی نہیں اسی لیے ہم نے اس کے استثنار کا راستہ اپنایا ہے واللہ الموفق ہذا۔ اور "عین العلم والاسرار بالمساعدۃ" میں ہے کہ جس چیز سے روکا نہیں گیا اور وہ ان کے زمانے میں عادت بن گئی ہو وہ اچھی چیز ہے اگرچہ وہ بدعت حسنہ ہی ہو یا وہ عادات ہوں جیسا کہ "اس سے نہ روکا گیا ہو" کی قید سے فائدہ حاصل ہوتا ہے احیاء العلوم میں بھی اسی کی مثل ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۱] عین العلم باب فی الصمت وآفۃ اللسان مطبوعہ مطبع اسلامیہ لاہور ص ۲۰۶

Marfat.com

التواتر عند الجمھور خلافا للامام فخر الاسلام علٰی ما اشتھر مع ان کلامه قدس سرہٗ ایضا غیر نص فی الاشتراط کما افادہ المولی بحر العلوم فی الفواتح واللہ اعلم۔

بھی نہیں البتہ اس میں امام فخر الاسلام کا اختلاف ہے جیسا کہ مشہور ہے لیکن اس کے باوجود ان کا کلام بھی شرط رکھنے میں صریح نہیں جیسا کہ بحر العلوم نے فواتح میں اس بات کا فائدہ دیا واللہ تعالٰی اعلم (ت)

اسی طرح اگر نہائے سند مسلمان عادل اگرچہ ایک ہی ہو جب بھی احتراز واجب اور برف حرام و نجس۔

فان فی الدیانات لایشترط العدد و یقبل خبر الواحد العدل بلا تردد۔

کیونکہ دیانتوں میں گنتی شرط نہیں اور ایک عادل آدمی کی خبر کسی تردد کے بغیر قبول کی جاتی ہے (ت)

مگر یہ ضرور ہے کہ وہ خود اپنے معاینہ سے خبر دے ورنہ سُنی سنائی کہنے میں اُس کا قول خود اُس کا قول نہیں یہاں تک کہ جب اکابر علما نے دیبائے فارسی کی نسبت لکھا اس میں پیشاب پڑتا ہے۔ امام علامہ ملک العلماء ابوبکر بن مسعود کاشانی قدس سرہ الربانی وغیرہ ائمہ نے فرمایا، اگر یہ بات بتحقیق ہو جائے تو اُس سے نماز ناجائز ہوگی تو کیا وجہ کہ اُن علماء کا خود مشاہدہ نہ تھا لہٰذا ہنوز معاملہ تحقیق طلب رہا۔

فی البدائع ثم الحلیۃ بعد ذکر ما نقلنا عنھما فی المقدمۃ الثامنۃ فان صح انھم یفعلون ذلک فلا شک انه لاتجوز الصلاۃ معه[2] اھ و فی ردالمحتار علی ما اثرنا عن الدرالمختار ثم ان کان کذلک لاشک انه نجس تاترخانیۃ[3] اھ

بدائع پھر حلیہ میں اس کے بعد جس کو ہم نے ان دونوں سے آٹھویں مقدمہ میں نقل کیا ہے کہا ہے کہ "اگر صحیح طور پر ثابت ہو جائے کہ وہ ایسا کرتے ہیں تو اس میں شک نہیں کہ اس کے ساتھ نماز جائز نہیں (انتہی) اور ردالمحتار میں اس بات پر جو ہم نے وہاں درمختار سے نقل کی ہے، یہ ہے کہ اگر اسی طرح ہے تو اس کے نجس ہونے میں کوئی شک نہیں، تاترخانیہ (ت)

اسی طرح تواتر کے بھی یہ معنی کہ اس قدر جماعت کثیر خاص اپنے معاینہ سے بیان کرے نہ یہ کہ کہنے والے تو ہزاروں ہیں مگر جس سے پوچھیے سُنا سنایا بیان کرتا ہے کہ اس صورت میں اگر اصل مخبر کا پتا نہیں تو وہی افواہ بازاری ہے ورنہ

---

[1] فواتح الرحموت بحث العلم بالتواتر مطبوعہ المطبعۃ الامیریہ بولاق مصر ۲/۱۱۸
[2] بدائع الصنائع فصل فی بیان مقدار مایصیر بہ المحل نجسا الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۸۱
[3] ردالمحتار قبیل کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۵۷

Marfat.com

تمت المقدمات
(مقدمات پورے ہو گئے ۔ ت)

وضع ضابطۂ کلیہ دریں باب تفرقہ در حکم عظام و شراب
اس باب میں ضابطۂ کلیہ کا بیان اور شراب اور ہڈیوں کے حکم میں فرق کا بیان

اقول وباللہ التوفیق

واضح ہو کہ کسی شے حرام خواہ نجس کے دوسری چیز میں خلط ہونے پر یقین دو قسم ہے :

(۱) شخصی یعنی ایک فرد خاص کی نسبت یقین مثلاً آنکھوں سے دیکھا کہ اس کنویں میں نجاست گری ہے ۔ اور

(۲) نوعی یعنی مطلق نوع[عہ] کی نسبت یقین ۔ اور اس کی پھر دو قسمیں ہیں :

ایک اجمالی یعنی اس قدر ثابت کہ اس نوع میں اختلاط واقع ہوتا ہے نہ یہ کہ علی العموم اس کے ہر فرد کی نسبت علم ہو جیسے کفار کے برتن ، کپڑے ، کنویں ۔

دوسرا کلی یعنی نوع کی نسبت بروجہ شمول و عموم و دوام و التزام اس معنی کا ثبوت ہو مثلاً تحقیق پائے کہ فلاں نجس یا حرام چیز اس ترکیب کا جزء خاص ہے کہ جب بناتے ہیں اسے شریک کرتے ہیں اور یہ وہیں ہوگا کہ بنانے والوں کو بالخصوص اس کے ڈالنے سے کوئی غرض خاص مقصود ہو ورنہ بلاوجہ التزام متیقن نہیں ہو سکتا جیسے پانی وغیرہ کسی شے کو ہڈیوں سے صاف کریں کہ تصفیہ میں ناپاک یا حرام استخواں کی کوئی خصوصیت نہیں جو مقصود اُن سے حاصل پاک و حلال ہڈیوں سے بھی قطعاً متیسر کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں ۔ ت)

اور وہ اشیاء بھی جن کا کسی ماکول ومشروب یا اور استعمالی چیزوں میں خلط سنا جانا موجب تردد وتشویش وباعث سوال وتفتیش ہو دو قسم ہیں :

ایک مامنہ محذور یعنی وہ جن میں ہر قسم کے افراد موجود بعض اُن میں حرام و نجس بھی ہیں اور بعض حلال و طاہر جیسے عظام یہاں منشاء توہم صرف اُن لوگوں کا بیباک و نامحتاط ہونا ہے جن کے اہتمام سے وہ چیز بنتی ہے کہ جب ان اشیاء میں حرام ونجس بھی موجود اور اُن کو پرواہ واحتیاط مفقود تو کیا خبر کہ یہاں کس قسم کی چیز ڈالی گئی ہے اسی لیے جب وہ کارخانہ ثقہ مسلمانوں کے تعلق ہو تو خاطر پر اصلاً تردد نہ آئے گا اور صدور محذور کی طرف ذہن سبقت نہ جائے گا ۔

عہ اراد بالنوع مالیس بشخص بدلیل المقابلۃ فیعم الصنف والجنس ۱۲ منہ (م)

نوع سے مراد وہ ہے جو شخصی نہ ہو کیونکہ یہاں نوعی شخصی کے مقابل ہے تو یہ نوع اور جنس دونوں کو عام ہوگی ۱۲ منہ (ت)

Marfat.com

مقدمہ ۸ کی صدر تقریر) یہاں تک کہ ایسی شے کا دوا میں بھی استعمال ناروا مگر جب اُس کے سوا دوا نہ ہو اور یقین کامل ہو کہ اس سے قطعاً شفا ہو جائے گی جیسے بحالتِ اضطرار پیاسے کو شراب پینا یا بھوکے کو گوشت مردار کھانا شرع مطہر نے جائز فرمایا کہ اُس سے پیاس اور اس سے بھوک کا جانا یقینی ہے نہ مجرد قول اطباء کہ ہرگز موجب یقین نہیں بارہا اطباء نسخے تجویز کرتے اور اُن کے موافق آنے پر اعتماد کُلی رکھتے ہیں پھر ہزار دفعہ کا تجربہ ہے کہ ہرگز ٹھیک نہیں اُترتے بلکہ کبھی بجائے نفع مضرت کرتے ہیں اور قرابادین کی بالاخوانیاں کون نہیں جانتا یہاں تک کہ اکذب من قرابادین الاطباء (فلاں) اطباء کی قرابادین (دواؤں کی ڈکشنری) سے زیادہ جھوٹا ہے۔ ت) مثل ہوگئی علی الخصوص اس بارہ میں ڈاکٹروں کا قول تو بدرجۂ اولیٰ ناقابل قبول نہیں کہ نہ انہیں دین اسلام کے حلال و حرام کا غم و اہتمام نہ اس ملک والوں کی معرفت مزاج و طرق علاج و تدقیق علل و تحقیق علامات میں حذاقت کامل و مہارت تام۔

وهذا الذی اخترناه فی مسئلة التداوی بالمحرم هو الصواب الواضح الذی به یحصل التوفیق وارتضاه ائمة النقد و التحقیق قال فی ردالمحتار **قوله** اختلف فی التداوی بالمحرم ففی النهایة عن الذخیرة یجوز ان علم فیه شفاء ولم یعلم دواء اٰخر وفی الخانیة فی معنی قوله علیه الصلاة والسلام ان الله لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم کما رواه البخاری ان ما فیه شفاء لاباس به کما یحل الخمر للعطشان فی الضرورة وکذا اختاره صاحب الهدایة فی التجنیس اھ من البحر۔

حرام چیز کے ساتھ علاج کے مسئلہ میں ہم نے اس بات کو اختیار کیا ہے یہی بہتر اور واضح ہے جس کے ساتھ توفیق حاصل ہوتی ہے تنقید و تحقیق کے ائمہ نے بھی اسے پسند کیا ہے۔ ردالمحتار میں فرمایا: اس (دُرمختار) کا قول کہ حرام چیز سے علاج کرنے میں اختلاف ہے تو نہایہ میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ جائز ہے بشرطیکہ اسے اس میں شفاء کا علم ہو اور کسی دوسری دوا کا علم نہ ہو۔ اور خانیہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی:
"اللہ تعالٰی نے اس چیز میں تمہارے لیے شفا نہیں رکھی جسے تم پر حرام قرار دیا" جیسا کہ اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے، کا مفہوم بیان کرتے ہوئے کہا کہ جس چیز میں شفاء ہو اس (کے استعمال) میں حرج نہیں جیسا کہ ضرورت کے وقت پیاسے کے لیے شراب حلال ہے، صاحبِ ہدایہ نے تجنیس میں اسے پسند کیا ہے اھ (بحرالرائق)۔

وافاد سیدی عبدالغنی انه لایظهر الاختلاف فی کلامهم لاتفاقهم

اور سیدی عبدالغنی (نابلسی) رحمہ اللہ نے بتایا کہ ان (فقہاء) کے کلام میں اختلاف ظاہر نہیں ہے

الشروع فی الجواب بتوفیق الوہاب

(وہاب (اللہ تعالٰی) کی توفیق سے جواب کا آغاز ہے۔ ت)

کل کی برف میں شراب ملنے کی خبر قابلِ غور و واجب النظر اب مقدمۂ ہم و ۵ کی تقریریں پیش نگاہ رکھ کر لحاظ درکار اگر یہ اخبار افواہ بازار یا منتہائے سند بعض مشرکین و کفار تو بالکل مردود و محض بے اعتبار ہاں صورت اخیرہ میں اگر ان کا صدق دل مانے تو احتیاط بہتر تاہم گناہ نہیں اور اتنا بھی نہ ہو تو اصلاً پرواہ نہیں اور اگر فساق بداعمال یا مستور نامعلوم الحال کی خبر تو شہادت قلب کی طرف رجوع معتبر اگر دل اس امر میں اُن کے کذب کی طرف جھکے تو کچھ باک نہیں مگر احتراز افضل کہ آخر مسلمان ہیں عجب کیا کہ سچ کہتے ہوں خصوصاً مستور کہ اُس کی عدالت معلوم نہیں تو فسق بھی تو ثابت نہیں اور اگر قلب اُن کے صدق پر گواہی دے تو بیشک احتراز چاہئے کہ ایسے مقام پر تحری حجتِ شرعیہ ہے اگرچہ وہ خبر بنفسہٖ حجت نہ تھی مگر یہاں ممانعت کا درجہ حرمتِ قطعیہ تک تجاوز نہ کرے گا۔

لان التحری محتمل للخطاء کما فی الھدایۃ والظنون ربما تکذب کما فی الحدیث۔	کیونکہ سوچ و بچار میں خطاء کا بھی احتمال ہوتا ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے اور گمان بعض اوقات جھوٹے ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے (ت)

اور وُہ بھی اُسی کے حق میں جس کا دل اُن کے صدق کی طرف جائے۔

فان شہادۃ قلبك لیست حجۃ الا علیك وذٰلك فی القاطع کالوجدان فکیف بالظنون۔	کیونکہ تمہارے دل کی گواہی تو تمہارے خلاف ہی جائیگی اور وہ قطعی چیز وجدان کی طرح ہے تو گمان کی صورت میں کیا کیفیت ہوگی (ت)

پس اگر دوسرے کے دل پر اُن کا کذب جمے اُس کے حق میں وہی پہلا حکم ہے کہ احتراز بہتر ورنہ اجازت۔

فی صلاۃ ردالمحتار استفید مما ذکرانہ ... بعد العجز عن الادلۃ المارۃ علیہ ان یتحری ولا یقلد مثلہ لان المجتہد لا یقلد مجتہدا[1] الخ	ردالمحتار میں نماز کی بحث میں ہے مذکورہ کلام سے مستفید ہوا کہ گزشتہ دلائل سے عجز کے بعد اس پر لازم ہے کہ غور و فکر کرے اور اپنے جیسے کی تقلید نہ کرے کیونکہ مجتہد، مجتہد کی تقلید نہیں کرتا الخ (ت)

ہاں اگر اس قدر جماعت کثیر کی خبر ہو جن کا کذب پر اتفاق عقل تجویز نہ کرے تو بیشک علی الاطلاق حرمت قطعی کا حکم دیا جائیگا اور اس کے سوا کسی امر پر لحاظ نہ کیا جائے گا اگرچہ وُہ سب مخبر فساق و فجار بلکہ مشرکین و کفار ہوں۔

فان العدالۃ بل والاسلام ایضا لا یشترط فی	کیونکہ جمہور کے نزدیک تواتر میں عدالت بلکہ اسلام کی شرط

---

[1] ردالحتار مطلب فی حکم التقلید والرجوع عنہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۱

Marfat.com

نعم رأيته فى اشربة الجامع الصحيح باب شرب الحلواء والعسل عن ابن مسعود رضى الله تعالٰى عنه من قوله تعليقاً[1] فليتنبه والله تعالٰی اعلم۔

ہاں میں نے اسے صحیح بخاری کتاب الاشربہ کے باب "شرب الحلواء والعسل" میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے تعلیقاً مروی دیکھا ہے، مطابق روایت کیا ہے، پس اس پر آگاہ ہوجاؤ، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

اور اگر ایسی خبر سے ثبوت نہیں تو غایت درجہ اس قدر کہ بحکم تورع و اجتناب شبہات احتراز کرے مگر تحریم و تنجیس کا حکم بے دلیل شرعی ہرگز روا نہیں قدرے بیان اس کا آگے گزرا اور ان شاء اللہ تعالٰی خاتمہ رسالہ میں ہم پھر اس طرف عود کریں گے والعود احمد (اور عود زیادہ بہتر ہے۔ ت) یہ تو اصل حکم فقہی ہے اور واقع پر نظر کیجئے تو اس خبر کی کچھ حقیقت پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی نہ اُس پانی میں جسے منجمد کرتے ہیں شراب ملانے کی کوئی وجہ معلوم ہوتی ہے تو برف پر حکم جواز ہی ہے واللہ تعالٰی اعلم بالصواب (اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ ت) ہاں انگریزی دواؤں میں جتنی دوائیں رقیق ہوتی ہیں جنھیں ٹنچر کہتے ہیں اُن سب میں یقیناً شراب ہوتی ہے وہ سب حرام بھی ہیں اور ناپاک بھی، نہ اُن کا کھانا حلال نہ بدن پر لگانا جائز، نہ خریدنا حلال نہ بیچنا جائز۔

كما حققناه فى فتاوٰنا ان اسپرٹ هو روح النبيذ خمر قطعا بل من اخبث الخمور فهى حرام ورجس نجس نجاسة غليظة كالبول وما استروح به بعض الجهلة المتسمين بالعلم من كبراء اراكين الندوة المخذولة فمن اخبث القول نسأل الله العصمة فى كل حركة وكلمة۔

جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں ثابت کیا ہے کہ اسپرٹ، نبیذ کی روح اور قطعی طور پر شراب ہے بلکہ یہ سب سے زیادہ خبیث شراب ہے پس یہ پیشاب کی طرح حرام ہے ناپاک ہے اور نجاست غلیظہ ہے ندوہ کے ذلیل ورسوا اراکین نے جو جاہل ہونے کے باوجود اپنے آپ کو عالم کہلاتے ہیں جس بات سے راحت حاصل کی وہ نہایت خبیث قول ہے ہم بارگاہِ خداوندی میں ہر حرکت اور قول کی حفاظت کا سوال کرتے ہیں۔ (ت)

مسلمان اسے خوب سمجھ لیں اور ڈاکٹری علاج میں ان ناپاکیوں نجاستوں سے بچیں خصوصاً سخت آفت اس وقت ہے کہ ان علاجوں میں قضا آجائے اور مسلمان اس حالت میں مرے کہ معاذاللہ اس کے پیٹ میں شراب ہو والعیاذ باللہ رب العلمین (دو جہانوں کا پروردگار اللہ بچائے۔ ت) اسی طرح **بیشک** اس شکر کا ہڈیوں سے صاف کیا جانا ایسا یقینی جس کے انکار کی گنجائش نہیں مگر **اوّلاً** غور واجب کہ اس تصفیہ میں ہڈیوں پر شکر کا

---

[1] صحیح البخاری باب شرب الحلواء والعسل قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۴۰/۲

Marfat.com

نجاست خبر اُس مخبر پر رہے گی اور ناقلین درمیان سے ساقط ہو جائیں گے صرف نظر اُس اصل کے حال پر اقتصار کرے گی یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کا ہے کہ اکثر اس قسم کی خبریں عوام یا کم علموں کے نزدیک متواترات سے ملتبس ہو جاتی ہیں حالانکہ عند التحقیق تواتر کی بو نہیں۔

قال المولی الناصح سیدی عبد الغنی قدس سرہ فی مبحث اٰفۃ الرقص من شرح الطریقۃ اما خبر التواتر من الناس بعضهم بعضا بذلک[عـہ] فهو ممنوع لاستناد الکل فیه الی الظن والتوهم والتخمین واستفادۃ الخبر من بعضهم لبعض بحیث لو سألت کل واحد منهم عن رؤیۃ ذلک ومعاینته لقال لم اعاینه وانما سمعت ومن قال عاینته تستکشف عن حاله فتراہ مستندا الی ظنون وامارات وهمیۃ وعلامات ظنیۃ وربما اذ تأملت وتفحصت وجدت خبر ذلک التواتر الذی تزعمه کله مستندا فی الاصل الی خبر واحد او اثنین[۱] الی اٰخر ما اطال واطاب رحمه اللّٰه تعالٰی۔

نصیحت کرنے والے ہمارے سردار مولانا عبد الغنی قدس سرہٗ نے الطریقۃ المحمدیہ کی شرح میں رقص کی مصیبت ذکر کرتے ہُوئے فرمایا لوگوں کی اس بارے خبر کو متواتر قرار دینا غلط ہے کیونکہ یہ تمام ظن، وہم اور اندازے کی طرف منسوب ہیں، اور یہی حال اس خبر کے مستفید ہونے کا ہے کہ اگر تم ان میں سے ہر ایک سے اس کے دیکھنے کے بارے میں پُوچھو تو کہے گا میں نے اسے نہیں دیکھا میں نے تو سنا ہے۔ اور جو کہے کہ میں نے دیکھا ہے اس کا حال معلوم کرو تو دیکھو گے کہ وہ محض گمان، وہمی نشانیوں اور ظنی علامتوں کی طرف نسبت کرے گا اور جب تم غور و فکر اور چھان بین کرو گے تو جسے تم تواتر سمجھتے ہو اس کو ایک یا دو شخصوں کی طرف منسوب پاؤ گے۔ آخر تک جو آپ نے طویل بحث کی ہے۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ (ت)

الحاصل جب خبر معتبر شرعی سے ثابت ہو جائے کہ شراب اس ترکیب کا جز ہے تو برف کی حرمت و نجاست میں کلام نہیں اور علی العموم اُس کے تمام افراد ممنوع و محذور اور یہ احتمال کہ شاید اس فرد خاص میں نہ پڑی ہو محض مہمل و مہجور کہ یہ ما ہو محذور میں یقین نوعی کلی ہے اور ایسی جگہ یہ احتمالات یک لخت مضمحل و غیر کافی (دیکھو ضابطہ کلیہ کی تحریر اور

[عـہ] ای بما ذکر من معائب المتصوفۃ المدعین له بالکذب اذا اخبر بذلک عن رجل معین ۱۲ منه (م)

یعنی تصوف کے جھُوٹے دعویدار حضرات کے مذکورہ عیوب (رقص وغیرہ) کی جب کسی شخص کے بارے خبر دی جائے ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] الحدیقۃ الندیۃ الصنف التاسع فی آفات البدن الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۵۲۱

Marfat.com

پائی جاتی ہیں جن کے اختلاط سے شے حرام یا نجس ہوجائے مگر نہ سب ہڈیاں ایسی ہی ہیں بلکہ حلال وطاہر بھی بکثرت تو بنانے کو خواہی نخواہی التزام کرخاص ایسے ہی طریقہ سے صاف کریں جو موجب تحریم وتنجیس ہو نہ کچھ ناپاک یا حرام ہڈیوں میں کو خصوصیت کہ انہیں تصفیہ میں زیادہ دخل ہو جس کے سبب وہ لوگ انھیں کو اختیار کریں اور جب ایسا نہیں تو صرف **اس قدر** پر یقین حاصل ہوا کہ ہڈیوں سے صاف کرتے ہیں کیا ممکن نہیں کہ وہ ہڈیاں طاہر وحلال ہوں دیکھو اگر آدمی کو جنگل میں ایک چھوٹا سا گڑھا پانی سے بھرا ملے اور اس کے کنارے پر اقدامِ وحوش کا پتا چلے اور پانی بھی جانور کے پینے سے کنارہ پر گرا دیکھے بلکہ فرض کیجئے کہ جانور بھی جاتا ہوا نظر پڑے مگر بوجہ بُعد یا ظلمتِ شب پہچان میں نہ آئے تو اس سے خواہی نخواہی یہ ٹھہرالینا کہ کوئی درندہ یا خاص خنزیر ہی تھا اور پانی کو ناپاک جان کر اس سے احتراز کرنا ہرگز حکم شرع نہیں بلکہ وسوسہ ہے۔ مانا کہ جنگل میں سباع وخنزیر بھی ہیں، مانا کہ وہ بھی انھیں پانیوں سے پیتے ہیں مانا کہ یہ جانور جو جاتے دیکھا ممکن کہ سوئر ہو مگر کیا ممکن نہیں کہ کوئی ماکول اللحم جانور ہو۔

قال فی الحدیقۃ بعد نقل ماقدمنا عنہا عن جامع الفتاوٰی اول المقدمۃ العاشرۃ من ان بمجرد الظن لایمنع التوضئ الخ لکن نقل (مقولہ قال ۱۲) قبل ذٰلك قال (یعنی صاحب المجمع ۱۲) ولورأی اقدام الوحوش عند الماء القلیل لایتوضؤ بہ انتھی وینبغی تقیید ذٰلك بما اذا غلب علی ظنہ انہا اقدام الوحوش والا فیحتمل انہا اقدام ماکول اللحم فلا یحکم بالنجاسۃ بالشك ویقید ایضا بانہ رأی رشاش الماء حول ذٰلك الماء القلیل ونحو ذٰلك من القرائن الدالۃ علی ان الوحوش شربت منہ والا فلا نجاسۃ بالشك[1] اھ۔

ہم نے دسویں مقدمہ کے شروع میں بحوالہ حدیقۃ الندیۃ جامع الفتاوٰی سے نقل کیا کہ محض گمان وضو میں رکاوٹ نہیں بنتا الخ اسے نقل کرنے کے بعد صاحب حدیقہ فرماتے ہیں لیکن صاحب المجمع نے اس سے پہلے نقل کیا کہ کوئی شخص تھوڑے پانی کے پاس درندوں کے قدم دیکھے تو اس سے وضو نہ کرے انتہی، اسے اس بات سے مقید کرنا مناسب ہے کہ جب اسے غالب گمان ہو کہ یہ درندوں کے قدم ہیں ورنہ یہ بھی احتمال ہوگا کہ ان جانوروں کے قدم ہوں جن کا گوشت کھایا جاتا ہے لہذا شک کی بنیاد پر نجاست کا حکم نہیں لگایا جائیگا اور یہ قید بھی ہونی چاہئے کہ جب وہ اس قلیل پانی کے گرد پانی کے چھینٹے دیکھے اور اس طرح کے دوسرے قرائن جو اس بات پر دلالت کرتے ہوں کہ درندوں نے اس سے پیا ہے ورنہ محض شک کی بنیاد پر نجاست ثابت نہ ہوگی اھ (ت)

قلت فقد سبقہ بھذا الحمل

قلت اس بات پر (کہ پانی تھوڑا ہو) محمول

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ الصنف الثانی من الصنفین فیما ورد عن ائمۃ الحنفیۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۶۶۹

على الجواز للضرورة واشتراط صاحب النهاية العلم لاينافيه اشتراط من بعده الشفاء ولذا قال والدي في شرح الدرر ان قوله لا للتداوي محمول على المظنون والا فجوازه باليقيني اتفاق كما صرح به في المصفى اھ۔

کیونکہ ضرورت کے تحت جواز پر سب کا اتفاق ہے۔ اور صاحبِ نہایہ نے جو علم کی شرط لگائی ہے بعد والوں کا شفاء کی قید لگانا اس کے منافی نہیں اسی لیے میرے والد ماجد نے الدرر کی شرح میں فرمایا کہ اس کا قول "نہ دوائی کے لیے" حالتِ ظن پر محمول ہے ورنہ یقینی صورت میں اس کا جواز متفق علیہ ہے، جیسا کہ المصفی میں اس کی تصریح ہے انتہی۔

اقول وهو ظاهر موافق لما مر في الاستدلال لقول الامام لكن قد علمت ان قول الاطباء لا يحصل به العلم والظاهر ان التجربة يحصل بها غلبة الظن دون اليقين الا ان يريدوا بالعلم غلبة الظن وهو شائع في كلامهم تأمل[1] اھ ما في ردالمحتار مع بعض اختصار۔

میں کہتا ہوں یہ ظاہر ہے اور امام صاحب کے قول کا جو استدلال گزر چکا ہے اس کے موافق ہے لیکن تم جانتے ہو کہ اطباء کے قول سے علم حاصل نہیں ہوتا اور ظاہر ہے کہ تجربہ سے محض غالب گمان حاصل ہوتا ہے یقین نہیں مگر یہ کہ وہ علم سے غالب گمان مراد لیں اور یہ بات ان کے کلام میں عام ہے اس پر غور کرو اھ اختصاراً از ردالمحتار۔ (ت)

اقول اما ماذكر من امر التجارب فللعبد الضعيف ههنا تنقيح شريف واريد ان احقق المسئلة في بعض رسائلي ان يسر المولى سبحنه وتعالى واما عزوه الحديث للبخاري فلم اره في البحر ولا في الخانية وانما رواه الطبراني في المعجم الكبير بسند صحيح[عہ] على اصول الحنفية

اقول وہ جو تجربات کا ذکر کیا گیا ہے اس کے بارے میں یہاں بندۂ ضعیف کی قابلِ قدر تنقیح ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اپنے بعض رسائل میں مسئلہ کی تحقیق کروں اگر اللہ تعالٰی اسے میرے لیے آسان کردے۔ باقی انہوں نے جو حدیث امام بخاری کی طرف منسوب کی ہے میں نے اسے بحرالرائق اور خانیہ میں نہیں دیکھا۔ اسے طبرانی نے معجم کبیر میں صحیح سند کے ساتھ حنفی قواعد کے

عہ قاله لان رجاله رجال الصحيح على ما فيه من انقطاع ۱۲ منه (م)

یہ اس لیے کہا کہ اس حدیث کے سب راوی ثقہ و معتمد صحیح کے راوی ہیں اس بنا پر کہ اس میں انقطاع ہے ۱۲ منہ (ت)

[1] ردالمحتار مطلب في التداوي بالمحرم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۵۴

Marfat.com

ہاں بے شک جو شخص اپنی آنکھ سے دیکھ لے کہ خاص مردار یا حرام ہڈیاں لی گئیں اور اس کے سامنے شکر میں اس طور پر ملادی گئیں کہ اب جُدا نہیں ہوسکتیں یا بچشم خود معاینہ کرے کہ بالخصوص ناپاک استخواں لائے گئے اور اس کے رُوبرو اس میں بے حالت جریان شامل ہُوئے اور وہی رس منعقد ہوکر شکر بنا تو بالخصوص یہی شکر جو اس کے پیش نظر یُوں بنی اس پر حرام جس کا کھانا جائز نہ کھلانا جائز نہ لینا جائز نہ دینا جائز۔ **یُوں ہیں** جس خاص شکر کی نسبت خبر معتبر شرعی سے جس کا بیان مقدمہ ۵ میں گزرا ایسا برتاؤ درجۂ ثبوت کو پہنچے اور معتمد بیان کرنے والا کہے میں پہچانتا ہُوں یہ خاص وہی شکر ہے جس میں ایسا عمل کیا گیا تو اس کا استعمال بھی روا نہ رہے گا بغیر ان صورتوں کے ہرگز ممانعت نہیں **اور اگر** اس نے خود دیکھا یا معتبر سے سنا مگر جب بازار میں شکر بکنے آئی مخلوط ہوگئی اور کچھ تمیز نہ رہی تو پھر حکم جواز ہے اور خریداری و استعمال میں مضائقہ نہیں جب تک کسی خاص شکر پر پھر دلیل شرعی قائم نہ ہو (دیکھئے مقدمہ ۹) یہ ہے حکم شرع اور حکم نہیں مگر شرع کے لیے، صلی اللہ تعالٰی علیٰ اصاحبہ وبارک وسلم آمین !

خاتمہ رزقنا اللہ حسنہا آمین

بحمد اللہ تعالٰی ہم نے اس شکر کے بارے میں ہرصورت پر وہ واضح وبیّن کلام کیا کہ کسی پہلو پر حکم شرع مخفی نہ رہا اب اہل اسلام نظر کریں اگر یہاں اُن صورتوں میں سے کوئی شکل موجود جن پر ہم نے حکم حرمت ونجاست دیا تو وہی حکم ہے ورنہ مجرد ظنون واوہام کی پابندی محض تشدد و ناواقفی نہ بے تحقیق کسی شے کو حرام وممنوع کہہ دینے میں کچھ احتیاط بلکہ احتیاط اباحت ہی ماننے میں ہے جب تک دلیل خلاف واضح نہ ہو (دیکھو مقدمہ ۳) ہم یقین کرتے ہیں کہ ان خیالات وتصورات کا دروازہ کھولا جائے گا تو مبتدیوں پر دائرہ نہایت تنگ ہوجائے گا ایک روسر کی شکر کیا ہزارہا چیزیں چھوڑنی پڑیں گی گھوسیوں کا گھی، تیلیوں کا تیل، حلوائیوں کا دُودھ، ہر قسم کی مٹھائی، کافر عطاروں کا عرق شربت کیا بلا ہے اور اُن کی طہارت پر بے تمسک باصل کونسا بینۂ قاطعہ ملا ہے اس دائرہ کی توسیع میں امت پر تضییق اور ہزاروں مسلمانوں کی تاثیم وتفسیق جسے شرع مطہر کمال یسر وسماحت سے ہرگز گوارا نہیں فرماتی صلی اللہ تعالٰی علیٰ صاحبہ وبارک وسلم۔

فی الحاشیۃ الشامیۃ فیہ حرج عظیم لانہ یلزم منہ تاثیم الامۃ[1] اھ و فیماھو ارفق باھل ھذا الزمان

حاشیہ شامی میں ہے کہ اس میں بہت بڑا حرج ہے کیونکہ اس میں اُمت کی طرف گناہ کی نسبت لازم آتی ہے اھ اور اسی میں ہے کہ اس میں موجودہ زمانے

---

[1] رد المحتار مطلب فیمن وطیء من زفت الیہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۶/۴

Marfat.com

رت مرور وعبور ہوتا ہے بغیر اس کے کہ اُن کے کچھ اجزا شکر میں رہ جاتے ہوں جس طرح پانی کو کوئلوں اور ہڈیوں سے
چھان کر کے صاف کرتے ہیں کہ برتن میں نتھرا پانی شفاف آجاتا ہے اور انکشت واستخوان کا کوئی جُز اس میں شریک نہیں
ہونے پاتا جب تو اس شکر کی حلت کو صرف اُن ہڈیوں کی طہارت درکار ہے اگرچہ حلال و ماکول نہ ہوں۔

کما لایخفی علی عاقل و ذٰلک لانہ لم یختلط بالحرام فیتمحض فی الاکل والمرور علی طاھر او حرام ما لایورث منعًا۔ جیسا کہ یہ کسی بھی عقلمند پر مخفی نہیں اور یہ اس لیے کہ اس میں حرام کی آمیزش نہیں پس اس کا کھانا واضح ہے اور پاک چیز پر گرنے سے اگرچہ وہ حرام ہو ممانعت لازم نہیں آتی (ت)

اور دو صورت مرور ظاہر یہی ہے کہ منافذ کو تنگ کرتے اور بطور تقاطر رس کو عبور دیتے ہوں کہ ازالہ کثافت
ظاہراً ایسی صورت ہڈیوں پر صرف بہاؤ میں نکل جانا غالباً باعثِ تصفیہ نہ ہوگا تو اس تقدیر پر در صورت نجاست
استخوان نجاست عصیر و حرمت شکر میں شک نہیں ورنہ بلا ریب طیب و حلال۔ اور اگر اجزائے استخوان پیس کر رس میں
تے اور وہ مخلوط وغیر متمیز ہو کر اس میں رہ جاتے ہیں تو حلتِ شکر کو ان ہڈیوں کی حلت بھی ضرور صرف طہارت کفایت نہ کرے گی
اگر غیر ماکول یا مردار کے استخوان ہُوئے تو اس تقدیر پر شکر کے ساتھ اُن کے اجزا بھی کھانے میں آئیں گے للاختلاط
وعدم الامتیاز (اختلاط اور عدمِ امتیاز کی وجہ سے۔ ت) اور ان کا کھانا گو طاہر ہوں حرام، تو شکر بھی حرام
ہوجائے گی فی الدر المختار وغیرہ من الاسفار لو تفتت فیہ نحو ضفدع جاز الوضوء بہ لا شربہ
لحرمۃ لحمہ[1] (درمختار وغیرہ بڑی کتب میں ہے اگر اس (پانی) میں مینڈک وغیرہ گھُول جائیں تو اس سے وضو جائز
ہوگا لیکن اس کا پینا جائز نہ ہوگا کیونکہ اس کا گوشت حرام ہے۔ ت) دوسری جس شکر کا حال تحقیقاً معلوم ہو کہ یہ
بالخصوص کیونکر بنی ہے اُس کے تفاصیل احکام ہماری اس تقریر سے ظاہر اور استخوان کی طہارت نجاست حلت
حرمت کا حکم پہلے معلوم ہوچکا (دیکھو مقدمہ ۱)۔

ثانیًا کیف ما کان ان خیالات پر مطلق شکر دوسر کو نجس و حرام کہہ دینا صحیح نہیں بلکہ مقام اطلاق میں طہارت و
حلت ہی پر فتوٰی دیا جائیگا تاوقتیکہ کسی صورت کا خاص حال تحقیق نہ ہو کہ اس قدر سے تمام افراد کی نجاست و حرمت پر
یقین نہیں صرف ظنون و خیالات ہیں جنہیں شرع اعتبار نہیں فرماتی (دیکھو مقدمہ ۲)

مانا کہ بنانے والے بے احتیاط ہیں مانا کہ اُنھیں نجس و طاہر و حرام و حلال کی پرواہ نہیں مانا کہ ہڈیوں میں وہ بھی

یعنی اگر ہڈیاں ناپاک نہ ہوں یا رس اپنے بہاؤ میں اُن پر گزر جاتا ہو ۱۲ منہ (م)

---

[1] درمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۵

Marfat.com

وثمانین سنة من الهجرة وبلغ التاریخ الیوم الی الف وثلث وتسعین سنة من الهجرة ولاخفاء ان الفساد والتغیر یزید ان بزیادة الزمان لبعدہ عن عهد النبوة[1] اھ ملخصا وفی العٰلمگیریة عن جواهر الفتاوی عن بعض مشایخه علیك بترك الحرام المحض فی هذا الزمان فانك لاتجد شیئا لاشبهة فیه[2] اھ۔

سے دُوری کی وجہ سے جُوں جُوں زمانہ ... و تغیر میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے اھ ملخصاً ... عالمگیری میں بحوالہ جواہر الفتاوٰی بعض مشائخ ... کیا گیا ہے کہ اس زمانے میں تم پر محض حرام کا چھوڑنا ... ہے کیونکہ آج تم کوئی ایسی چیز نہیں پاؤ گے جس میں ... نہ ہو۔ (ت)

سبحٰن اللہ جبکہ چھٹی صدی بلکہ اُس سے پہلے سے ائمہ دین یُوں ارشاد فرماتے آئے تو ہم پسماندوں کو ... چودھویں صدی میں کیا اُمید ہے فاناللہ وانا الیہ راجعون ایسی ہی وجوہ ہیں کہ حدیث میں آیا :

انکم فی زمان من ترك منکم عشر ما امر به هلك ثم یاتی زمان من عمل منهم بعشر ما امر به نجا[3] اخرجه الترمذی وغیرہ عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم۔

تم (اے صحابہ کرام) اس زمانے میں ہو کہ تم میں سے ... اس چیز کا دسواں حصہ بھی چھوڑ دے جس کا اسے ... دیا گیا ہے تو ہلاک ہوگا پھر ایک زمانہ آئے گا کہ ... جو آدمی اس چیز کے دسویں حصے پر بھی عمل کرے گا ... اسے حکم دیا گیا ہے تو وہ نجات پائے گا۔ ترمذی ... ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، انہوں نے نبی کریم ... تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔ (ت)

ہاں جو شخص بحکم

قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم کیف وقد قیل اخرجه[4] خ وغیرہ عن عقبة بن الحارث النوفلی وقوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم

رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد جسے امام ... بخاری وغیرہ نے عقبہ بن حارث نوفلی سے روایت کیا کہ یہ کیسے ... ہوسکتا ہے (کہ تو اس سے مباشرت کرے) جبکہ کہا گیا ہے (تو اس کا بھائی ...

---

[1] الحدیقة الندیة الفصل الثانی من الفصول الثلاثة مطبع نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۰...

[2] فتاوٰی ہندیة کتاب الکراہیة باب ۲۵ فی البیع الخ نورانی کتب خانہ، پشاور ۵/ ۳۶۴

[3] جامع الترمذی ابواب الفتن ، امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۵۱...

[4] صحیح البخاری باب الرحلة فی المسئلة النازلة ، قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹...

Marfat.com

البحر فالبحر حیث قال وفی المبتغی بالغین المعجمۃ وبرؤیۃ اثر اقدام الوحوش عند الماء القلیل لا یتوضؤ بہ سبع مر بالرکیۃ و غلب علی ظنہ شربہ منہا تنجس و الا فلا اھ و ینبغی ان یحمل الاول علی ما اذا غلب علی ظنہ ان الوحوش شربت منہ بدلیل الفرع الثانی والا فمجرد الشك لایمنع الوضوء بہ بدلیل ما قدمنا نقلہ عن الاصل[عہ] الخ۔

کرنے میں بحرالرائق کے مصنف نے ان سے سبقت کرتے ہوئے بحر میں کہا المبتغی میں ہے کہ تھوڑے پانی کے پاس درندوں کے قدموں کے نشانات دیکھے تو اس سے وضو نہ کرے۔ ایک درندہ کنوئیں کے پاس سے گزرا، اگر غالب گمان ہو کہ اس نے اس سے پیا ہے تو وہ ناپاک ہوجائے گا ورنہ نہیں اھ اور مناسب ہے کہ پہلے کو اس بات پر محمول کیا جائے کہ جب اسے گمان غالب ہو کہ درندوں نے اس سے پیا ہے کیونکہ اس (مفہوم) پر فرع ثانی (درندے کا گزرنا) دلیل ہے ورنہ محض شک اس کے ساتھ وضو کو منع نہیں کرتا اس کی دلیل وہ ہے جسے ہم (صاحب بحرالرائق) نے اس سے پہلے اصل (مبسوط) سے نقل کیا ہے الخ (کہ اس حوض سے وضو کیا جاسکتا ہے جس میں نجاست گرنے کا خوف ہو لیکن یقین نہ ہو)۔ (ت)

یا اتنا یقین ہوا کہ وُہ بے پروا ہیں پھر نفس شکر میں سوا ظنون کے کیا حاصل اس سے بدرجہا زیادہ ہیں وہ بے احتیاطیاں اور خیالات جو بعض مسائل سابقۃ الذکر میں متحقق (دیکھو مقدمہ ۶) بلکہ جہاں بوجہ غلبہ و کثرت و وفور و شدت بے احتیاطی غلبہ ظن غیر ملتحق بالیقین حاصل ہو وہاں بھی علما تنجیس و تحریم کا حکم نہیں دیتے صرف کراہت تنزیہی فرماتے ہیں (دیکھو مقدمہ ۷) پھر مانحن فیہ میں تو اس حالت کا وجود بھی محل نظر کون کہہ سکتا ہے کہ اکثر ناپاک و حرام ہڈیاں ہی ڈالتے ہوں گے اور طیب و طاہر شاذ و نادر۔

یا اتنا یقین ہُوا کہ وہ اپنی بے پرواہی کو وقوع میں لاتے اور ہر طرح کی ہڈیاں ڈالتے ہی ہیں پھر یہ تو نہیں کہ دائماً صرف وہی طریقہ برتتے ہیں جو نجس و حرام کرے اور جب یوں بھی ہے اور یُوں بھی تو ہر شکر میں احتمال محفوظی تو ہرگز حکم نجاست و حرمت نہیں دے سکتے (دیکھو مقدمہ ۸) بلکہ جب تک کسی جگہ کوئی وجہ وجیہ ریب و شبہہ کی نہ پائی جائے تحقیقات کی بھی حاجت نہیں بلکہ جہاں تحقیق پر کوئی فتنہ یا ایذائے اہل ایمان یا ترک ادب بزرگان یا پردہ دری مسلمان یا اور کوئی محذور سمجھے وہاں تو ہرگز ان خیالات و ظنون کی پابندی نہ کرے (دیکھو مقدمہ ۱۰)

[عہ] ھو ما قدمناہ عنہ عن الخلاصۃ عن الاصل اول المقدمۃ العاشرۃ ۱۲ منہ (م)

یہ وُہ ہے جو ہم نے دسویں مقدمہ کے شروع میں اصل سے خلاصہ سے البحرالرائق سے بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] البحرالرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۸۷

Marfat.com

عجب اس سے کہ ورع کا قصد کرے اور محرمات قطعیہ میں پڑے یہ صرف تشدد و قمعی کا نتیجہ ہے اور واقعی دین سنّت صراطِ مستقیم ہے ان میں جس طرح تفریط سے آدمی مداھن ہو جاتا ہے یونہی افراط سے اس قسم کے آفات میں ابتلا پاتا ہے لم یجعل لہ عوجا (دونوں مذموم - بھلا عوام بیچاروں کی کیا شکایت آجکل بہت جہال منتسب بنام علم وکمال یہی روش چلتے ہیں مکروہات بلکہ مباحات بلکہ مستحبات جنھیں بزعم خود ممنوع سمجھ لیں اُن سے تحذیر و تنفیر کو کیا کچھ نہیں لکھ دیتے حتی کہ نوبت تا بہ اطلاق شرک وکفر پہنچانے میں باک نہیں رکھتے - پھر یہ نہیں کہ شاید ایک آدھ جگہ قلم سے نکل جائے تو دس جگہ اس کا تدارک عمل میں آئے - نہیں نہیں بلکہ اُسے طرح طرح سے جمائیں، الٹی سیدھی دلیلیں لائیں - پھر جب مؤاخذہ کیجئے تو ہوا خواہ لغو اسے عذر گناہ بدتر از گناہ تاویل کریں کہ بنظر تخویف و ترہیب تشدد مقصود ہے - سبحن اللہ اچھا تشدد ہے کہ اُن سے زیادہ بدتر گناہوں کا خود ارتکاب کر بیٹھے کیا نہیں جانتے کہ مسلمان کو کافر و مشرک بتانا بلکہ براہِ اصرار اُسے عقیدہ ٹھہرانا کتنا شدید و عظیم اور دین حنیف سہل لطیف سمح نظیف میں یہ سخت گیری کیسی بدعت شنیع و وخیم ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ،

"آسانی کرو اور دقت میں نہ ڈالو اور خوشخبری دو اور نفرت نہ دلاؤ۔"

احمد والبخاری ومسلم والنسائی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً یسروا ولا تعسروا و بشروا ولا تنفروا[1] و لمسلم و ابی داؤد عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا بعث احداً من اصحابہ فی بعض امرہ قال بشروا ولا تنفروا ویسروا ولا تعسروا[2]۔

امام احمد، بخاری، مسلم اور نسائی رحمہم اللہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، آسانی پیدا کرو، تنگی نہ کرو، خوشخبری دو، نفرت پیدا نہ کرو۔ امام مسلم اور ابوداؤد رحمہما اللہ حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی صحابی کو کسی کام کے لیے بھیجتے تو فرماتے خوشخبری دو، متنفر نہ کرو، آسانی پیدا کرو، تنگی میں نہ ڈالو۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم تم آسانی کرنے والے بھیجے گئے ہو نہ دشواری میں ڈالنے والے۔

احمد والستۃ ماخلا مسلما عن ابی ھریرۃ

امام احمد اور اصحاب صحاح ستہ ماسوائے امام مسلم کے

---

[1] صحیح البخاری باب ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولہم بالموعظۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶
[2] الصحیح لمسلم باب تامیر الامام الامراء الخ " " " " ۲/۸۲

Marfat.com

لئلا یقعوا فی الفسق والعصیان[1] اھ و قد قالت العلماء من کل مذھب کلما ضاق امر اتسع[2] ومن القواعد المسلمۃ المشقۃ تجلب التیسیر[3]۔

لوگوں کے لیے زیادہ نرمی ہے تاکہ وُہ نافرمانی اور گناہ میں نہ پڑیں اھ ہر مذہب کے علماء فرماتے ہیں جب کوئی معاملہ سختی کا باعث ہو تو اس میں وُسعت آجاتی ہے اور مسلّمہ قواعد سے ہے کہ مشقت آسانی کو لاتی ہے۔ (ت)

علماء تصریح فرماتے ہیں ہمارا زمانہ اتقائے شبہات کا نہیں غنیمت ہے کہ آدمی آنکھوں دیکھے حرام سے بچے۔

فی فتاوی الامام قاضی خان قالوا لیس زماننا زمان اجتناب الشبھات وانما علی المسلم ان یتقی الحرام المعاین[4] اھ و فی تجنیس الامام برھان الدین عن ابی بکر بن ابراہیم لیس ھذا زمان الشبھات ان الحرام اغنانا یعنی ان اجتنبت الحرام کفاک[5] اھ ملخصًا وعنھما فی الاشباہ نحو ذلک وفی الطریقۃ وشرحھا بعد النقل عن الامامین المعاصرین رحمھما اللہ تعالٰی زمانھما ای زمان قاضی خان وصاحب الھدایۃ رحمھما اللہ تعالٰی قبل ستمائۃ سنۃ من الھجرۃ النبویۃ وقد بلغ التاریخ الیوم ای فی زمان المصنف لھذا الکتاب رحمہ اللہ تعالٰی تسعمائۃ

فتاوٰی قاضی خان میں ہے فقہاء فرماتے ہیں ہمارا زمانہ شبہات سے اجتناب کا زمانہ نہیں مسلمان پر لازم ہے کہ آنکھوں دیکھے حرام سے بچے اھ امام برہان الدین کی تجنیس میں ابوبکر بن ابراہیم سے منقول ہے کہ یہ شبہات کا زمانہ نہیں ہے بیشک حرام نے ہمیں مستغنی کردیا یعنی اگر تو حرام سے بچے تو کافی ہے اھ (تلخیص) اور ان دونوں سے الاشباہ میں اسی کی مثل ہے الطریقۃ المحمدیہ اور اس کی شرح میں دو معاصر ائمہ رحمہما اللہ سے نقل کرنے کے بعد فرمایا ان دونوں یعنی قاضی خان اور صاحبِ ہدایہ کا زمانہ سن ہجری کے اعتبار سے چھ سو سال پہلے کا ہے اور آج اس مصنف کے زمانے میں ۹۸۰ھ ہوگئی ہے اور آج (شرح لکھتے وقت) ۱۰۹۳ھ ہے اور یہ بات مخفی نہیں کہ عہدِ نبوت

---

[1] ردالمحتار فصل فی اللبس مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۳۵۳
[2] الاشباہ والنظائر الفن الاول، القاعدۃ الرابعۃ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۱۷
[3] " " " " " " " " ۱/۱۰۵
[4] فتاوٰی قاضی خان الحظر والاباحۃ نولکشور، لکھنؤ ۴/۷۷۰
[5] غمز عیون البصائر مع الاشباہ کتاب الحظر والاباحۃ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۰۸

Marfat.com

احتیاط کا نام بدنام کرکے عوام مومنین پر طعن کرے نہ اپنے نفس ذلیل مہین رذیل کے لیے اُن پر ترفع و تعلی روا رکھے۔

وباللّٰہ التوفیق ٭ والعیاذ من المداھنۃ و التضییق ٭ وھو سبحانہ وتعالٰی اعلم ٭ وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم ٭ واعلم ان لنا فی الکلام ٭ علی ھذا المرام ٭ بتوفیق المولٰی سبحانہ وتعالٰی مباحث اخرٰی ٭ ادق واعلٰی لکنہا دقیقۃ المنزع ٭ عمیقۃ المشرع ٭ عویصۃ المنال ٭ طویلۃ الاذیال وقد قضینا الوطر عن ابانۃ الصواب وتحقیق الجواب ٭ فکفینا امرھا ۔ فطوینا ذکرھا ۔ فہاک جوابا قل ودل ۔ بفضل الملک عزوجل ۔ فان لم یصبہا وابل فطل[1] ۔ ومعلوم ان ماقل وکفٰی ۔ خیر مما کثر والھٰی[2] ۔ قالہ المصطفٰی علیہ افضل الثنا ۔ رواہ ابویعلٰی ۔ والضیاء المقدسی ۔ عن ابی سعید الخدری رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ وعن کل ولی اٰمین ۔

اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے، مداہنت اور تنگی پیدا کرنے سے اس کی پناہ چاہتا ہوں، اور اس پاک اور بلند ذات کا علم زیادہ ہے اس کی ذات بلند اور اس کا علم نہایت مکمل اور مضبوط و محکم ہے **جان لو** اپنے مولٰی سبحانہ وتعالٰی کی توفیق سے اس مقصد پر ہمارے پاس کچھ اور مباحث بھی ہیں جو نہایت باریک اور اعلٰی ہیں لیکن ان کا حصول نہایت باریک بینی کا کام ہے اور ان کا منبع نہایت گہرائی میں ہے ان کو پانا دشوار ہے اور ان کا دامن نہایت طویل ہے۔ ہم نے راہ حق کے اظہار اور جواب کی تحقیق میں مقصود حاصل کرلیا ہے ہم نے اس معاملہ میں اسی پر اکتفا کیا اور اس کا ذکر ختم کردیا کہ جواب عزت و بزرگی والے بادشاہ کے فضل سے قلیل لیکن زیادہ راہنمائی کرنیوالا ہے اگر تیز بارش نہ بھی پہنچے تو اوس کافی ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ جو بات مختصر اور کفایت کرنے والی ہو وہ زیادہ اور غافل کرنے والی سے بہتر ہے حضرت محمد مصطفٰی علیہ افضل الثناء نے یہی بات فرمائی، اسے ابویعلٰی اور ضیاء مقدسی نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا اللہ تعالٰی ان سے اور ہر ولی سے راضی ہو۔ آمین (ت)

تنبیہ: فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے ان مقدمات عشرہ میں جو مسائل و دلائل تقریر کیے جو انھیں اچھی طرح سمجھ لیا ہے اس قسم کے تمام جزئیات مثلاً بسکٹ، نان پاؤ رنگت کی پڑیوں، یورپ کے آئے ہوئے دودھ، مکھن، صابون، مٹھائیوں وغیرہا کا حکم خود جان سکتا ہے۔ غرض ہر جگہ کیفیت خبر و حالت مخبر و حاصل واقعہ و طریقہ مداخلت حرام ونجس و تفرقہ ظن ویقین و مدارج ظنون و ملاحظہ ضابطہ کلیہ و مسالک ورع و مدارات خلق وغیرہا امور مذکورہ کی تنقیح و مراعات کرلیں پھر ان شاء اللہ تعالٰی کوئی جزئیہ ایسا نہ نکلے گا جس کا حکم تقاریر

---

[1] القرآن ۲/ ۲۶۵

[2] مسند ابی یعلی عن مسند ابی سعید الخدری حدیث ۱۰۴۸ مطبوعہ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت ۲/ ۱۷

Marfat.com

اتقی الشبہات فقد استبرأ لدینہ وعرضہ[1] اخرجۃ الستۃ عن النعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص شبہات سے بچا اس نے اپنا دین اور عزت بچالی"۔ اس حدیث کو اصحاب صحاح ستہ نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے (ت)

نا چاہیے اور اُن امور کا کہ ہم مقدمۂ دہم میں ذکر کر آئے لحاظ رکھے بہتر و افضل اور نہایت محمود عمل مگر اس کے ورع کا صرف اسی کے نفس پر ہے نہ کہ اس کے سبب اصل شے کو ممنوع کہنے لگے یا جو مسلمان اُسے استعمال کرتے ہوں اُن ن واعتراض کرے اُنھیں اپنی نظر میں حقیر سمجھے اس سے تو اس ورع کا ترک ہزار درجہ بہتر تھا کہ شرع پر افترا اور مسلمانوں کی تشنیع وتحقیر سے تو محفوظ رہتا۔

ال اللہ تبارک وتعالٰی لا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلل وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[2] و وقال جل مجدہ لا تلمزوا انفسکم[3] ای لا یعیب بعضکم بعضاً واللمز ھو الطعن باللسان[4] ولابی داؤد وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کل المسلم علی المسلم حرام مالہ وعرضہ ودمہ حسب امرئ من الشران یحتقر اخاہ المسلم۔[5]

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: "اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام کہ اللہ پر جھوٹ باندھو، بیشک جو اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا" اور اللہ بزرگ وبرتر نے فرمایا اپنے آپ پر طعن نہ کرو یعنی ایک دوسرے پر طعن نہ کرو۔ زبان سے طعنہ زنی کو "اللمز" کہتے ہیں۔ ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا آپ نے فرمایا: "مسلمان کا مال، عزت اور جان دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ کسی انسان کے بُرا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری باب فضل من استبرأ لدینہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۳
[2] القرآن ۱۶/۱۱۶
[3] القرآن ۴۹/۱۱
[4] تعلیقات جدیدۃ من التفاسیر المعتبرۃ لحل الجلالین مع الجلالین مطبوعہ اصح المطابع دہلی ۲/۴۲۸
[5] سنن ابن ماجہ باب حرمۃ دم المؤمن ومالہ ؍ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۹۰

Marfat.com

الجواب

نصارٰی کے مذہب میں خونِ حیض کے سوا شراب پیشاب پاخانہ غرض کوئی بلا اصلاً ناپاک نہیں وہ ان چیزوں سے بچنے پرہیز اور اپنی ساختہ تہذیب کے خلاف سمجھتے ہیں تو اُن کا ظاہر حال نجاسات سے متلوث ہی رہتا ہے۔

امام ابن الحاج مکی مدخل میں فرماتے ہیں :

یتعین علی من له امران یقیم من الاسواق من یشتغل بھذا السبب (یرید بیع الاشربة الدوائیة کشراب العناب وشراب البنفسج وغیر ذلك) من اھل الکتاب لان النصارٰی عندھم ابوالھم طاھرۃ ولا یتدیّنون بترك نجاسة الادم الحیض فقط فالشراب الماخوذ من النصارٰی الغالب علیه انه متنجس[1]۔

صاحبِ اختیار کا فرض ہے کہ وہ ان اہلِ کتاب کو بازاروں سے اٹھا دے جو اس کام میں مشغول ہیں یعنی دوائیوں پر مبنی مشروبات جیسے عناب اور بنفشہ وغیرہ کا شربت بیچتے ہیں کیونکہ عیسائی اپنے پیشاب کو پاک سمجھتے ہیں اور وہ خونِ حیض کے علاوہ کسی نجاست کو چھوڑنے کا عقیدہ نہیں رکھتے۔ لہٰذا عیسائیوں سے حاصل کردہ مشروب غالب گمان کے مطابق ناپاک ہوتا ہے۔ (ت)

استفسارات رد نصارٰی کے سترھویں استفسار میں ہے مسلمان لوگ بول و براز اور خون سے آلودہ رہنے کو عقلاً بھی نامستحسن جانتے ہیں اور عیسائی لوگ اس بات پر اُنھیں ہنسا کرتے ہیں تو ان کی چھوئی ہوئی تر چیزوں کا استعمال شرعاً مطلقاً مکروہ و ناپسند جیسے بھیگے ہوئے پان اگرچہ مسلمان ہی کے پانی سے بھیگے ہوں کما حققنا ذلك فی کتابنا الاحلی من السکر لطلبة سکر روسر (جیسا کہ ہم نے اسے اپنی کتاب "الاحلی من السکر لطلبة سکر روسر" میں تحقیق سے بیان کیا ہے۔ ت) اور اس کے سوا یہاں ایک دقیقہ انیقہ اور ہے جو اس کراہت کے نزد خشک دونوں کو شامل اور اشد و کامل کرتا ہے شرع مطہر میں جس طرح گناہ سے بچنا فرض ہے یونہی مواضع تہمت سے احتراز ضرور ہے اور بلا وجہ شرعی اپنے اوپر دروازۂ طعن کھولنا ناجائز اور مسلمانوں کو اپنی غیبت و بدگوئی میں مبتلا کرنے کے اسباب کا ارتکاب ممنوع اور انھیں اپنے سے نفرت دلانا قبیح و شنیع۔ احادیث و اقوالِ ائمۂ دین سے اس پر صدہا دلائل ہیں وقد ذکرنا بعضھا فی کتاب الحظر من فتاوٰنا وفی غیرہ من تصانیفنا منھا الحدیث الصحیح بشروا ولا تنفروا[2] (ہم نے اپنے فتاوٰی کی "کتاب الحظر" اور دوسری تصانیف میں اس کا کچھ حصہ ذکر کیا ہے اس سے ایک صحیح حدیث یہ ہے، خوشخبری دو متنفر نہ کرو۔ ت) وحدیث ایاك وما یعتذر

---

[1] المدخل فصل فی ذکر الشراب الذی یستعمله المریض مطبوعہ دار الکتاب العربیۃ بیروت ۴/۱۵۴

[2] صحیح البخاری، باب ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶

Marfat.com

رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین۔[1]

(رحمہم اللہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: تمھیں آسانی پیدا کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہے تنگی میں ڈالنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: "ہلاک ہوئے غلو و تشدد والے۔"

احمد و مسلم و ابوداؤد عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم هلك المتنطعون۔[2]

امام احمد، مسلم اور ابوداؤد رحمہم اللہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: گفتگو میں شدت اختیار کرنے والے ہلاک ہوئے۔ (ت)

اور وارد ہوا فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم میں نرم شریعت ہر باطل سے کنارہ کرنے والی لے کر بھیجا گیا جو میرے طریقے کا خلاف کرے میرے گروہ سے نہیں۔

الخطیب فی التاریخ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعثت بالحنیفیة السمحة ومن خالف سنتی فلیس منی[3] الی غیر ذلك من احادیث یطول ذکرها والتی ذکرنا کافیة وافیة نسأل اللہ سبحانه العفو والعافیة آمین۔

خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے آسانی اور ہر باطل سے جُدا شریعت کے ساتھ بھیجا گیا ہے اور جس نے میری سنّت کی مخالفت کی وُہ مجھ سے نہیں۔ اس کے علاوہ احادیث ہیں جن کا ذکر باعثِ طوالت ہے جو کچھ ہم نے ذکر کیا وہ کافی و وافی ہے ہم اللہ تعالٰی سے عفو و عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ (ت)

فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے آج تک اس شکّر کی صورت دیکھی نہ کبھی اپنے یہاں منگائی نہ آگے منگائے جانے کا قصد، مگر بایں ہمہ ہرگز ممانعت نہیں مانتا نہ جو مسلمان استعمال کریں انہیں آثم خواہ بیباک جانتا ہے نہ تورع

---

[1] صحیح البخاری باب صب الماء علی البول فی المسجد — مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۵/۱

[2] سنن ابی داؤد باب فی لزوم السنة — ر آفتاب عالم پریس لاہور ۲۰۹/۲

[3] تاریخ بغداد حدیث نمبر ۳۶۷۸ — ر دار الکتب العربیہ بیروت ۲۰۹/۷

Marfat.com

فی ردالمحتار فی البحر وغیرہ لایعتبر نفوذ المقدار الی الوجہ الاٰخر لو الثوب واحدا بخلاف ما اذاکان ذا طاقین کدرہم متنجس الوجہین[1] اھ الخ واللہ تعالٰی اعلم۔

ردالمحتار اور بحرالرائق وغیرہ میں ہے کہ مقدار کا دوسری طرف سرایت کرنا معتبر نہ ہوگا اگر کپڑا ایک ہو، بخلاف اس کے جب دو تہوں والا ہو جس طرح درہم کہ دونوں طرفیں ناپاک ہوں اھ الخ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۸۶ ازبزریہ عنایت گنج بریلی شہر کہنہ ۲۶ صفر ۱۳۱۸ھ

شیرخوار بچے کا پیشاب پاک یا ناپاک ؟

الجواب

آدمی کا بچہ اگرچہ ایک دن کا ہو اُس کا پیشاب ناپاک ہے اگرچہ لڑکا ہو والمسألۃ دوارۃ متونا وشروحا (یہ مسئلہ متن وشرح کی کتب میں اکثر پایا جاتا ہے ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۷ از اٹاوہ کچہری کلکٹری مکان منشی عنایت اللہ ۱۲ شعبان ۱۳۱۸ھ

جسم پر اگر کوئی نجاست بالتحقیق لگ چکی ہو اور وہاں ورم ہو مثلاً شکم پر ہو یا رانوں تک ورم پہنچا ہو تو نجاست دھوئیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر پانی بہانا ضرر کرے تو کسی عرق مثلاً عرق مکوہ وغیرہ سے گنگنا کرکے دھوئے نجاست حقیقی ان چیزوں سے بھی پاک ہوجاتی ہے، ہاں نہانے یا وضو میں پانی کے سوا دوسری چیز کام نہیں دیتی اور اگر ان سے بھی ضرر ہو تو کپڑا پانی یا عرق میں خوب بھگو کر اس سے موضع نجاست کو ملے دوبارہ دوسرا کپڑا سہ بارہ تیسرا بھگو کر ملے طہارت ہوجائے گی اور اگر یہ بھی نقصان دے تو جب تک حالت ضرر کی رہے ویسے ہی نماز پڑھے، معاف ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۸ از فراشی محلہ ۷ رجب ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لحاف توشک وغیرہ رُوئی دار کپڑے ناپاک ہوجائیں تو وہ مع روئی کے دُھل کر پاک ہوسکتے ہیں یا روئی علیحدہ ہو کر کپڑا الگ اور روئی الگ دھونے سے پاک ہوگا اور اگر روئی کا سُوت کات لیا جائے تو وہ سُوت بغیر اس کے کہ دری وغیرہ بنوائی جائے دھونے سے پاک ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

[1] ردالمحتار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۱۱

Marfat.com

سابقہ سے واضح نہ ہو جائے۔

واللہ سبحانہ الموفق والمعین ۔ و بہ نستعین فی کل حین ۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی سید المرسلین وخاتم النبیین ۔ محمد و اٰلہ وصحبہ اجمعین وعلینا معھم برحمتک یاارحم الراحمین ۔ اٰمین اٰمین اٰلہ الحق اٰمین ۔ استراح القلم من تحریرہ فی ثلثۃ ایام من اواخر ذی القعدۃ المحرم ۔ اٰخرھا یوم السبت السادس والعشرون من ذالک الشھر المکرم ۔ ستۃ ثلث بعد الالف وثلثمائۃ ۱۳۰۳ھ من ھجرۃ حضرۃ سید العالم ۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلی اٰلہ وصحبہ وبارک وسلم ۔ مع اشتغال البال برد اھل الضلال وشیون اُخر ۔ والحمد للہ العلی الاکبر ۔ مالذ الملح وحُبّ الشکر ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔ وعلمہ اتم ۔ وحکمہ احکم۔

اللہ سبحٰنہ وتعالیٰ ہی توفیق دینے والا اور مدد کرنے والا ہے اور ہر وقت ہم اسی سے مدد مانگتے ہیں۔ رسولوں کے سردار اور آخری نبی حضرت محمد مصطفٰے اور آپ کے تمام آل واصحاب پر رحمت ہو، اور ان کے ساتھ ہم پر بھی اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے تیری رحمت کے ساتھ ۔ یا اللہ! ہماری دعا قبول فرما، یا اللہ! ہماری دعا قبول فرما، اے سچے معبود! ہماری دعا قبول فرما ۔ حرمت والے ذیقعدہ کے آخر میں تین دن کے اندر قلم اس کی تحریر سے فارغ ہوگیا ۔ ۲۶ ذی القعدہ ۱۳۰۳ھ بروز ہفتہ آخری دن تھا ۔ باوجودیکہ میں گمراہ لوگوں کے رد اور دوسرے امور میں قلبی طور پر مشغول تھا، اللہ بزرگ وبرتر کے لیے حمد ہے ۔ (ت)

مسئلہ ۱۸۳ از نینی تال متصل سوکھاتال مرسلہ حافظ محمد ابراہیم خاں محرر پیشی ڈائریکٹر کرنیل صیب ریاست گوالیار ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۱۵ھ

حضرت مخدومی دامت برکاتہم بعد آداب خادمانہ التماس خدمت اطہر کہ مسئلہ مندرجہ ذیل سے جلد غلام کو سرفراز فرمائیں، عیسائی کے ہاتھ کی چھوئی ہوئی شیرینی قابل استعمال ہے یا نہیں۔ مثلاً زید عیسائی ہے اور بکر مسلمان ہے زید نے بازار سے مٹھائی لی اور بکر کو قبل اپنے کھانے کے احتیاط کے ساتھ دے دی تو بکر استعمال کرسکتا ہے یا نہیں ۔ بکر مسلمان اپنے یہاں سے کتھا چونا زید کو دے دیتا ہے اور جب ضرورت ہوتی ہے تو بکر اپنے یہاں سے پانی وغیرہ اُس کتھے چونے میں ڈال دیتا ہے اور اپنے ہی یہاں کے پانی سے بکر پان وغیرہ بھگو دیتا ہے بلکہ زید خود احتیاط رکھتا ہے کہ جب ضرورت ہوتی ہے تو پانی بکر کے یہاں سے اُس میں استعمال کے واسطے منگوا لیتا ہے اس حالت میں بکر پان زید کے ہاتھ کا استعمال کرسکتا ہے یا نہیں؟

Marfat.com

ولا تنفروا[1] واللہ تعالٰی اعلم۔ اور متنفر نہ کرو۔(ت)

مسئلہ ۱۹۰ احمد یار خاں موضع نصریا نجابت خاں ضلع وتحصیل بریلی

علمائے دین اتباع شرع متین کیا فرماتے ہیں مسئلہ ہذا میں جنبی شخص پیشتر ہاتھ دھو کر ناف سے نیچے تا پاک دھولے بعدہٗ تہبند پاک باندھ کر میدان میں مسنون غسل ادا کرے تو اس حالت میں وہ تہبند پاک رہے گا یا ناپاک اور غسل سے وہ آدمی پاک ہوگیا یا ناپاک رہا اور اُس پانی کی چھینٹ دیگر شخص کے واسطے پاک ہے یا ناپاک؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

تہبند پاک رہے گا غسل کا پانی پاک ہے اُس کی چھینٹ سے کوئی ناپاکی نہ آئے گی رہا غسل ادا ہوجانا اگر تہبند ایسا ہے کہ پانی اس کے نیچے کے تمام بدن پر بھی ذرہ ذرہ پر بہ جائے گا تو غسل ادا ہوجائیگا ورنہ نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۱ از ضلع گوڑگانوہ مقام ریواڑی متصل تحصیل حکیم جلال الدین بروز سہ شنبہ بتاریخ ۱۴ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ۔

حلوائیوں کی کڑاہیوں کو کتّے چاٹتے ہیں اُنہی کڑاہیوں میں وہ شیرینی بناتے ہیں اور دُودھ گرم کرتے ہیں اُن کے یہاں کی شیرینی یا دُودھ لے کر کھانا پینا درست ہے یا کہ نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

طہارت ونجاست ظاہری میں شرع مطہر کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ احتمال سے نجاست ثابت نہیں ہوتی جس خاص شے کی نجاست معلوم ہو وہی خاص نجس وحرام ہے وبس۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں:

بہ نأخذ مالم نعرف شیأ حراما بعینہ[2]۔ ہم اسی کو اختیار کریں گے جب تک ہمیں کسی خاص چیز کے حرام ہونے کا علم نہ ہو۔(ت)

مسئلہ کی تمامتر تحقیق وتفصیل ہمارے رسالہ الاحلی من السکر میں ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۲ از کوٹ ضلع بجنور محلہ کوٹرہ مسئولہ امتیاز حسین صاحب ۱۷ شعبان ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ اگر مٹی کے برتن مثل پیالے وکونڈے وغیرہ میں نجاست غلیظہ مثل پاخانہ وپیشاب لگ جائے اور اُس کو پانی سے دھو کر پاک کریں اور دھوپ میں خشک کردیں اسی طرح

---

[1] ابوداؤد شریف باب فی کراہیۃ المراء مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۰۹
[2] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی عشر فی الہدایا والضیافات مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۲

Marfat.com

منہ[1] (جس بات سے عذر پیش کرنا پڑے اس سے بچو۔ ت) وحدیث ایاك و ما یسوء الاذن[2] (جو بات کان کو اچھی نہ لگے اس سے بچو۔ ت) وحدیث من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلا یقفن مواقف التھم الی غیر ذلك من النصوص[3] (جو شخص اللہ تعالٰی اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے وُہ تہمتوں کی جگہ پر کھڑا نہ ہوا سکے علاوہ دیگر نصوص ہیں۔ ت) تو اپنا کتھا چونہ دینا اپنے پانی سے پان بھگونا ساری احتیاط کرنا مگر پان عیسائی کے ہاتھ کا ہونا اس میں سوا اس کے کیا نفع ہے کہ مسلمان نفرت کھائیں بدنام کریں متہم جانیں غیبت میں پڑیں اسی طرح جب اُس کے یہاں کی شیرینی ان مفاسد کا دروازہ کھولتی ہو تو اُس سے بھی احتراز شرعاً درکار واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۴ ۲۹ صفر ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمرو سے کہا کہ تم مٹی کے برتن کو اب پاک کرکے رکھو تو میں تمہارے چاقو مار دوں، اب زید کے لئے کیا حکم ہے بموجب شرع شریف کے، بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورت مذکورہ میں زید نے تین[3] گناہ کئے، مسلمان کو ناحق تہدید، مال کو ضائع رکھنے کی تاکید، مسئلہ شرعیہ پر انکار شدید۔ زید پر لازم ہے کہ توبہ کرے اور عمرو سے بھی اپنا قصور معاف کرائے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۵ از پیلی بھیت قاضی محلہ مرسلہ قاضی ممتاز حسین صاحب ممتاز ۲۰ رمضان ۱۳۱۷ھ

اگر کپڑا بقدر درم کے یا اس سے کم پیشاب سے پلید ہوگیا اور پھر وہ کپڑا تہہ توڑ کر سب میں اثر پلیدی سرایت کرگیا تو وہ کپڑا پاک رہے گا یا نہیں۔

الجواب

جب کپڑے کو نجاست پہنچے اور ایک تہہ سے دوسری تہہ تک سرایت کرے تو ہر تہہ کی نجاست جدا شمار میں آئیگی اگر سب مل کر قدر درم سے زائد ہو نماز فاسد ہو خواہ وہ تہیں ایک ہی کپڑے کی ہوں جیسے دوہرے لباس یا چند کپڑے تہہ بتہہ بدن پر ہوں جیسے شعار و دثار۔

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین بیان ذم الحرص والطمع مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۸/۱۶۰

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ " " " ۴/۸۶

مجمع الزوائد باب فیما یجتنب من الکلام مطبوعہ دار الکتاب بیروت لبنان ۸/۹۵

[3] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب ادراک الفریضہ " کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۴۹

Marfat.com

الجواب

دھونے صاف کرلینے کے بعد کوئی شبہہ نہیں رہتا، استعمال بلا شبہہ جائز ہے۔ صحیحین و مسند امام احمد و سنن ابی داؤد و جامع ترمذی شریف میں ابو ثعلبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

واللفظ للترمذی قال سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن قدور المجوس فقال انقوھا غسلا واطبخوا فیھا[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

الفاظ امام ترمذی کے ہیں فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مجوسیوں کی ہانڈیوں کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا انہیں دھو کر پاک کرلو اور ان میں پکاؤ۔ (ت)

مسئلہ ۱۹۴ تا ۱۹۷ از لکھنؤ چوبداری محلہ متصل کوٹھی قدیم عینک سازان مکان نمبر ۱۰۳ مرسلہ حضرت سید محمد میاں صاحب مارہروی ۵ محرم ۱۳۳۳ھ

(۱) کپڑے یا بدن پر کوئی حصہ نجس ہوگیا اُس پر پانی پہلی مرتبہ ڈالا پھر ہاتھ سے اس کے قطرے پونچھ ڈالے، اسی طرح تین مرتبہ پانی ڈالا اور اُسی ہاتھ سے جس سے پہلی مرتبہ قطرے پونچھے تھے اُس کو دھوئے بغیر قطرے پُونچھے تو آیا یہ عضو مغسول اور وہ ہاتھ دونوں پاک ہوجائیں گے بحالیکہ عضو مغسول کو وہ ہاتھ لگا ہے جس نے پہلی اور دوسری تیسری مرتبہ کے غسالہ کو پونچھا تھا اور خود الگ پانی سے دھویا نہ گیا تھا۔

(۲) اگر اس ترکیب سے پاکی نہ ہوسکے تو کیا کیا جائے؟

(۳) بدن کو دھو کر جھٹک دیا سب قطرے گر گئے ہاں وُہ رہ گئے جو بال کی جڑ میں ہیں یا بہت ہی باریک ہیں جھٹکنے سے بھی نہیں گرتے تو ایسی صورت میں عضو تین بار دھوڈالے پاک ہوجائیگا یا نہیں، اگر نہیں تو کیا کرے، خاص کر اُس صورت میں جب دونوں ہاتھ نجس ہوں۔

(۴) بدن پاک کرنے میں ہر بار کے دھونے میں تقاطر جاتا رہنا ضرور ہے یا مطلقاً ہر قطرہ کا خواہ وُہ چھوٹا ہی ہو اور پونچھنے سے صرف بدن پر پھیل کر رہ جاتا ہو اس کا بھی دُور کرنا یعنی وہی پھیلادینا ضرور ہے۔

الجواب

بدن پاک کرنے میں نہ چھوٹے قطرے صاف کرکے دوبارہ دھونا ضرور نہ انقطاع تقاطر کا انتظار درکار بلکہ قطرات و تقاطر درکنار دھار کا موقوف ہونا لازم نہیں نجاست اگر مرئیہ ہو جب تو اُس کے عین کا زوال مطلوب اگرچہ ایک ہی بار میں ہوجائے اور غیر مرئیہ ہے تو زوال کا غلبۂ ظن جس کی تقدیر تثلیث سے کی گئی جہاں عصر شرط ہے اور وہ متعذر ہو

---

[1] جامع ترمذی باب ماجاء فی آلاکل فی آنیۃ الکفار مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۲

Marfat.com

الجواب

جو کپڑے نچوڑنے میں آسکیں جیسے ہلکی توشک رضائی وغیرہ وہ یوں ہی دھونے سے پاک ہوجائیں گے ورنہ بہتے دریا میں رکھیں یا اُن پر پانی بہائیں یہاں تک کہ نجاست باقی نہ رہنے پر ظن حاصل ہو یا تین بار دھوئیں اور ہر بار اتنا وقفہ کریں کہ پہلا پانی نکل جائے۔

فی الدر المختار یطھر محل غیر مرئیۃ بغلبۃ ظن غاسل طھارۃ محلھا بلا عدد بہ یفتی وقدر ذٰلک لموسوس بغسل وعصر ثلثا فیما ینعصر وتثلیث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غیرہ مما یتشرب النجاسۃ وھذا کلہ اذا غسل فی اجانۃ اما لو غسل فی غدیر او صب علیہ ماء کثیرا وجری علیہ الماء طھر مطلقا بلا شرط عصر وتجفیف وتکرار غمس ھو المختار[1] اھ باختصار۔

درمختار میں ہے (نجاست) نہ دکھائی دینے والی جگہ دھونے والے کے غالب گمان کے ساتھ کہ اب جگہ پاک ہوگئی کسی خاص تعداد کے بغیر بھی پاک ہوجاتی ہے اور اسی پر فتوٰی ہے اگر وسوسہ کرنے والا ہو تو تین بار دھو کر ہر بار نچوڑے جبکہ وہ ایسی چیز ہو جو نچوڑی جاسکتی ہے اگر نچوڑی نہ جاسکتی ہو تین بار خشک کرلیا جائے یعنی جو نجاست اس کے اندر جذب ہوئی اس کے قطرے ختم ہوجائیں یہ تمام باتیں اس صورت میں ہیں جب ٹب وغیرہ میں دھوئے اگر بڑے تالاب میں دھوئے یا اس پر بہت سا پانی ڈالے یا اس پر پانی جاری کرے تو نچوڑنے یا خشک کرنے اور بار بار غوطہ دینے کی شرط کے بغیر مطلقًا پاک ہوجائے گی یہی مختار ہے اھ تلخیص (ت)

ناپاک روئی کا سُوت دھونے سے بخوبی پاک ہوسکتا ہے بلکہ دری بنا کر پاک کرنے سے سُوت کی تطہیر آسان ہے کہ وہ نچوڑنے میں سہل آسکتا ہے کما لا یخفی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۹ ازشہر کہنہ ۲۷ رجب ۱۳۲۰ھ

غسل خانہ کے چہ بچّہ کا پانی گھڑے سے نکالنا اور پھر اس کو دھوکر استعمال میں لانا مکروہ ہے یا نہیں؟

الجواب

مکروہ نہیں مگر بے ضرورت پینے یا وضو یا کھانا پکانے کے گھڑے سے یہ کام نہ لیا جائے۔

لان الطباع تتنفر عن ھذا وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بشروا

کیونکہ طبیعتیں اس سے نفرت کرتی ہیں اور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: خوشخبری دو

---

[1] درمختار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۶

Marfat.com

والجفاف لیس بشرط فیہ وقد صرح بہ فی النوازل وفی الذخیرۃ مایوافقہ[1] اھ واقرہ فی البحر۔

اور خشک کرنے (دونوں) میں سے کوئی بات شرط نہیں نوازل میں اس کی تصریح ہے، ذخیرہ میں اس کے موافق ہے اھ بحرالرائق میں اس کو برقرار رکھا ہے۔ (ت)

رہا سوال اول یہ تو ظاہر ہوگیا کہ ہر بار قطرات کا پونچھنا فضول تھا بلکہ بلاوجہ ہاتھ ناپاک کرلینا مگر جبکہ اس نے ایسا کیا، مثلاً پاؤں پر نجاست تھی سیدھے ہاتھ میں لوٹا لے کر اُس پر ایک بار پانی بہایا اور جو قطرات باقی رہے بائیں ہاتھ سے پونچھ لیے تو یہ ہاتھ ناپاک ہوگیا مگر ایسی نجاست سے کہ دو بار دھونے سے پاک ہوجائے گی اس لیے کہ ایک بار دھل چکی اب پاؤں پر دو بار پانی ڈالنا تھا دوسری بار کے بعد ایک ہی بار ڈالنا تھا لیکن اس نے دو بارہ دھو کر نجس ہاتھ سے پھر اس کے قطرے پونچھے تو اب پاؤں کو وہ نجاست لگ گئی جو دو بار دھونے کی محتاج ہے تو پاؤں کو پھر دو بار دھونے کی ضرورت ہوگئی اور ہاتھ بدستور اُسی نجاست سے نجس رہا اُس میں تخفیف نہ ہوئی کہ اُس پر سیلان آب نہ ہوا اب پاؤں پر سہ بارہ کا پانی دو بارہ کے حکم میں ہے کہ اس کے بعد ایک بار اور دھونے کی حاجت ہے لیکن اس نے اس کے بعد بھی وہی نجس ہاتھ اس کے قطرات صاف کرنے میں استعمال کیا تو اب پھر پاؤں کو دو بار دھونے کی ضرورت ہوگئی وھکذا (اور اسی طرح ہے۔ ت) لہذا اُسے لازم کہ پاؤں پر دو بار پانی بہائے اور قطرات نہ پونچھے اور وہ ہاتھ جدا دو بار دھولے۔ ردالمحتار میں ہے:

قال فی الامداد والمیاہ الثلثۃ متفاوتۃ فی النجاسۃ فالاولی یطھر مااصابتہ بالغسل ثلثا والثانیۃ بالثنتین والثالثۃ بواحدۃ وکذا الاوانی الثلثۃ التی غسل فیھا واحدۃ بعد واحدۃ وقیل یطھر الاناء الثالث بمجرد الاراقۃ والثانی بواحدۃ والاول بثنتین[2] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

"الامداد" میں فرمایا نجاست میں تینوں پانی الگ الگ حکم رکھتے ہیں پہلا پانی جس چیز کو لگ جائے وہ تین بار دھونے سے پاک ہے۔ دُوسرا پانی جسے پہنچے وہ دو بار، اور تیسرے پانی جسے پہنچے ایک بار دھونے سے پاک ہوجاتی ہے۔ اسی طرح وُہ تینوں برتن جو یکے بعد دیگرے اس میں دھوئے گئے۔ اور کہا گیا ہے تیسرا برتن محض پانی بہانے سے پاک ہوجائیگا دوسرا ایک بار دھونے سے اور پہلا دو بار دھونے سے پاک ہوگا اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۲۱
[2] ردالمحتار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۲۲

Marfat.com

تین مرتبہ پاک کر لیا جائے تو وہ عند الشرع پاک قابل استعمال رہا یا نجس ہے۔

الجواب

ہاں پاک ہو گیا مٹی کا برتن چکنا استعمالی جس کے مسام بند ہو گئے ہوں جیسے ہانڈی، وہ تو تانبے کے برتن کی طرح صرف تین بار دھو ڈالنے سے پاک ہو جاتا ہے اور جو ایسا نہ ہو جیسے پانی کے گھڑے وغیرہ اُن کو ایک بار دھو کر چھوڑ دیں کہ پھر بوند نہ ٹپکے اور تری نہ رہے دوبارہ دھوئیں اور اسی طرح چھوڑ دیں سہ بارہ ایسا ہی کریں پاک ہو جائیگا چینی کا برتن جس میں بال ہو وہ بھی یُوں ہی خشک کر کے تین بار دھویا جائے گا اور ثابت ہو تو صرف تین بار دھو دینا کافی ہے مگر نجاست اگر جرم دار ہے تو اس کا جرم چھڑا دینا بہر حال لازم ہے خشک کرنے کے یہ معنی ہیں کہ اتنی تری رہے کہ ہاتھ لگانے سے ہاتھ بھیگ جائے خالی نم یا سیل کا رہنا مضائقہ نہیں نہ اس کے لیے دھوپ یا سایہ شرط درمختار میں ہے:

وقدر بتثلیث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غیر منعصر مما یتشرب النجاسة والا فبقلعها[1] کما مر۔

تین بار خشک کرنا مقرر کیا ہے یعنی جو چیز نچوڑی نہ جا سکتی ہو اور نجاست کو جذب کرلے اس کے قطرے ختم ہو جائیں ورنہ اس کی نجاست کو دُور کیا جائے، جیسا کہ گزرا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله انقطاع تقاطر زاد القهستانی و ذهاب النداوة وفی التاترخانیة حد التجفیف ان یصیر بحال لا تبتل منه الید ولا یشترط صیرورته یابسا جدا[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اس (درمختار) کے قول "انقطاع تقاطر" میں قہستانی نے اضافہ کیا ہے کہ رطوبت ختم ہو جائے۔ تاتارخانیہ میں ہے خشک کرنے کی حد یہ ہے کہ اب اس سے ہاتھ تر نہ ہو بالکل خشک ہونا شرط نہیں (ت)

مسئلہ ۱۹۳ مسئولہ مولوی سلیم اللہ صاحب جنرل سیکریٹری انجمن نعمانیہ لاہور ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ کفار کا استعمال کیا ہوا چرس یا ڈول چرمی مشتہ چرمی دھو کر اور صاف کر کے مسلمان استعمال کر سکتا ہے۔

---

[1] درمختار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۶

[2] ردالمحتار " " " ۱/۲۲۱

Marfat.com

شرط لتطهير الدهن الغليان مع كثرة النقل فی المسألة والتتبع لها الا ان يراد به التحريك مجازا فقد صرح فی مجمع الرواية وشرح القدوری انه يصب عليه مثله ماء ويحرك فتأمل اھ او يحمل على ما اذا جمد الدهن بعد تنجسه ثم رأيت الشارح صرح بذلك فی الخزائن فقال والدهن السائل يلقى فيه الماء والجامد يغلى به حتى يعلو الخ۔[1]

کتب میں مذکور ہے اور ظاہر ہے کہ یہ لکھنے والے کی طرف سے اضافہ ہے کیونکہ ہم نے تیل کو پاک کرنے کیلئے جوش دینے کی شرط نہیں دیکھی حالانکہ یہ مسئلہ بہت زیادہ منقول ہے اور اس کی چھان بین بھی بہت زیادہ کی گئی البتہ یہ کہ اس "جوش دینے" سے مجازاً حرکت دینا مراد لیا جائے، مجمع الروایۃ اور شرح قدوری میں اس کی تصریح کی گئی کہ اس پر اُتنا ہی پانی ڈالا جائے اور حرکت دی جائے، پس غور کرو اھ یا اسے اس صورت پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے کہ جب وہ ناپاک ہونے کے بعد جم جائے۔ پھر میں نے دیکھا کہ شارح نے الخزائن میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا بہنے والے تیل میں پانی ڈالا جائے اور جمے ہوئے کو جوش دیا جائے یہاں تک کہ وہ اُوپر آجائے الخ (ت)

دوم ناپاک گھی جس برتن میں ہے اگر جمنے کی طرف مائل ہوگیا ہو آگ پر پگھلا لیں اور ویسا ہی پگھلا ہوا پاک گھی اُس برتن میں ڈالتے جائیں یہاں تک کہ گھی سے بھر کر اُبل جائے سب گھی پاک ہوجائیگا۔ جامع الرموز میں ہے،

المائع کالماء والدبس وغيرهما طهارته باجرائه مع جنسه مختلطاً به۔[2]

بہنے والی چیز جیسے پانی اور شیرہ وغیرہ کو اس کے ہم جنس کے ساتھ ملا کر جاری کیا جائے تو پاک ہوجاتی ہے۔ (ت)

سوم دوسرا گھی پاک لیں اور مثلاً تخت پر بیٹھ کر نیچے ایک خالی برتن رکھیں اور پرنالے کی مثل کسی چیز میں وہ پاک گھی ڈالیں اُس کے بعد یہ ناپاک گھی اُسی پرنالے میں ڈالیں یوں کہ دونوں کی دھاریں ایک ہوکر پرنالے سے برتن میں گریں اسی طرح پاک و ناپاک دونوں گھی ملا کر ڈالیں یہاں تک کہ سب ناپاک گھی پاک گھی سے ایک دھار ہوکر برتن میں پہنچ جائے سب پاک ہوگیا، خزانہ میں ہے،

اناءان ماء احدهما طاهر والاٰخر نجس فصبا من مكان عال فاختلطا فی الهواء

دو برتنوں میں سے ایک کا پانی پاک اور دوسرے کا ناپاک ہو تو ان کو بلند مقام سے گرایا جائے اور وہ

---

[1] ردالمحتار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲۲

[2] جامع الرموز فصل یطہر الشیئ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۹۵

Marfat.com

جیسے مٹی کا گھڑا یا منتصر ہو جیسے بھاری قالین دری توشک لحاف وہاں انقطاع تقاطر یا زہاب تری کو قائم مقام عصر رکھا ہے بدن میں عصر ہی درکار نہیں کہ ان کی حاجت ہو صرف تین بار پانی بہ جانا چاہیے اگرچہ پہلی دھار ابھی حصّۂ زیریں پر باقی ہے مثلاً ساق پر نجاست غیر مرئیہ تھی اوپر سے پانی ایک بار بہایا وہ ابھی ایڑی سے بہ رہا ہے دوبارہ اوپر سے پھر بہایا ابھی اس کا سیلان نیچے باقی تھا سہ بارہ پھر بہایا جب یہ پانی اُتر گیا تطہیر ہو گئی بلکہ ایک مذہب پر تو انقطاع تقاطر کا انتظار جائز نہیں اگر انتظار کرے گا طہارت نہ ہوگی کہ ان کے نزدیک تطہیر بدن میں عصر کی جگہ توالی غسلات یعنی تینوں غسل پے در پے ہونا ضرور ہے مذہب ارجح میں اگرچہ اس کی بھی ضرورت نہیں مگر خلاف سے بچنے کے لیے اس کی رعایت ضرور مناسب ہے اس تقریر سے تین سوال اخیر کا جواب ہوگیا۔ درمختار میں ہے،

یطھر محل نجاسة مرئية بقلعها ای زوال عینها و اثرها ولو بمرة او بما فوق ثلث فی الاصح ولا یضر بقاء اثر کلازم ومحل غیر مرئیة بغلبة ظن غاسل طھارة محلھا بلا عدد به یفتی وقدر بغسل و عصر ثلثا فیما ینعصر مبالغا بحیث لا یقطر وبتثلیث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غیر منعصر مما یتشرب النجاسة و الا فبقلعها[1]۔

اصح مذہب کے مطابق نظر آنے والی نجاست کی جگہ عین نجاست اور اس کے اثر کو دُور کرنے سے پاک ہوجاتی ہے اگرچہ ایک مرتبہ سے ہو یا تین بار سے زیادہ یہ اصح مذہب ہے۔ اس سے لازم ہونے والے (نہ دُور ہونے والے) اثر کا باقی رہنا کچھ نقصان دہ نہیں اور جہاں نجاست نظر نہ آتی ہو اگر دھونے والے کو اس جگہ کے پاک ہونے کا غالب گمان حاصل ہوجائے تو پاک ہوجائیگی۔ اس میں گنتی شرط نہیں اور اسی پر فتوٰی ہے۔ جس چیز کو نچوڑا جا سکتا ہے وہ تین بار دھونے اور خوب نچوڑنے کے ساتھ کہ اب کوئی قطرہ باقی نہ ہو، پاک ہوجاتی ہے۔ اور جس کا نچوڑنا ممکن ہو اور اس میں نجاست جذب ہوتی ہو وہ تین بار خشک کرنے یعنی قطرات کے ختم ہونے سے پاک ہوجاتی ہے ورنہ اسے زائل کیا جائے (ت)۔

ردالمحتار میں ہے،

بتثلیث جفاف ای جفاف کل غسلة من الغسلات الثلاث وھذا شرط فی غیر البدن ونحوہ اما فیه فیقوم مقامه توالی الغسل ثلثا قال فی الحلیة والاظھر ان کلا من التوالی

تین بار خشک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر بار دھونے کے بعد خشک کیا جائے یہ شرط غیر بدن وغیرہ میں ہے بدن میں تین بار مسلسل دھونا اس کے قائم مقام ہوگا حلیہ میں فرمایا اظہر بات یہ ہے کہ اس میں تسلسل اور

---

[1] درمختار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۶

Marfat.com

اگر ملوث بہ نجاست ہیں نجس ہیں ورنہ نہیں تمام کتب فقہ متون وشروح وفتاوے اس کی تصریحات سے مالامال ہیں ان کے یہاں کا گوشت توضرور حرام ہے مگر اس حالت میں کہ مسلمان نے اللہ عزوجل کے لیے ذبح کیا اور بنانے پکانے لانے کے وقت مسلمانوں کی نگاہ سے غائب نہ ہوا کوئی نہ کوئی مسلمان اسے دیکھتا رہا تو اس وقت حلال ہے ورنہ حرام اور باقی اشیا جن میں نجاست یا حرمت محقق وثابت ہو نجس وحرام ہیں ورنہ طاہر وحلال کہ اصل اشیا میں طہارت وحلت ہے قال تعالٰی :

خلق لکم مافی الارض جمیعا[1] ۔ زمین میں جو کچھ ہے وہ سب تمہارے فائدے کے لیے پیدا فرمایا ۔ (ت)

جب تک کسی عارض سے اس اصل کا زوال ثابت نہ ہو حکم اصل ہی کے لیے رہے گا ۔ محرر المذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں :

بہ ناخذ مالم نعرف شیأ حراما بعینہ[2] ۔ ہم اسی پر عمل کرینگے جب تک کسی معین چیز کے حرام ہونے کا علم نہ ہو جائے (ت)

مگر اس میں شک نہیں کہ ہنود بلکہ تمام کفار اکثر ملوث بہ نجاست رہتے ہیں بلکہ اکثر نجاستیں اُن کے نزدیک پاک ہیں بلکہ بعض نجاستیں ہنود کے خیال میں پاک کنندہ ہیں تو جہاں تک دشواری نہ ہو اُن سے بچنا اولٰی ہے غرض فتوٰی جواز اور تقوٰی احتراز روافض کا خیال ضلال ہے اور اس مسئلہ میں حضرت مجدد کا کوئی خیال مجھے اس وقت یاد نہیں ۔ واللہ تعالٰی اعلم ۔

مسئلہ ۲۰۲ از ڈاکخانہ راموچکما کول ضلع چٹا گانگ مدرسہ عزیزیہ مرسلہ سید محمد مفیض الرحمان صاحب ۹ ۔ جمادی الاخرہ ۱۳۳۶ھ ۔

جو زمین ناپاک دھوپ کی وجہ سے پاک ہوگئی ہو اب اُس زمین پر اگر کوئی گیلا پیر رکھ دے اور مٹی لگ جائے تو کیا پیر ناپاک ہوگا ؟

الجواب

جب زمین کو زوال اثر کے بعد حکم طہارت دے دیا گیا اب وہ پانی پڑنے سے ناپاک نہ ہوگی تر پاؤں اس پر رکھ دینے سے ناپاک نہ ہوگا ، واللہ تعالٰی اعلم ۔

---

[1] القرآن ۲ / ۲۹

[2] فتاوٰی عالمگیری الباب الثانی عشر فی الہدایا والضیافات مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵ / ۳۴۲

Marfat.com

مسئلہ ۱۹۸ ازسرنیا ضلع بریلی مسئولہ امیر علی صاحب رضوی ۱۶ شوال ۱۳۲۲ھ

اگر کپڑوں پر بیلوں کے پیشاب گوبر وغیرہ کی چھینٹیں پڑی ہیں اور کپڑے بدلنے کی فرصت نہیں ہے نماز ایسی حالت میں ہوگی یا نہیں؟

الجواب

اگر چھینٹیں چہارم کپڑے سے کم پر پڑی ہیں نماز ہو جائے گی ورنہ نہیں اور کھیت کے کام سے فرصت نہ ہونے کا کچھ اعتبار نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۹ ازموضع بھوٹا بھوتی بسوٹولانڈ ملک افریقہ مرسلہ حاجی اسمٰعیل میاں صاحب صدیقی حنفی قادری ابن امیر میاں ۲۳ صفر ۱۳۳۶ھ

گھی گرم تھا اس میں مرغی کا بچہ گرا اور فوراً مر گیا یہ گھی کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

گھی ناپاک ہوگیا، بے پاک کیے اس کا کھانا حرام ہے۔ پاک کرنے کے تین طریقے ہیں،

ایک یہ کہ اُتنا ہی پانی اس میں ملا کر جنبش دیتے ہیں یہاں تک کہ سب گھی اُوپر آجائے اُسے اتارلیں۔

اور دُوسرا پانی اُسی قدر ملا کر یُونہی کریں۔

پھر اتار کر تیسرے پانی سے اُسی طرح دھوئیں۔ اور اگر گھی سرد ہو کر جم گیا ہو تو تینوں بار اُس کے برابر پانی ملا کر جوش دیں یہاں تک کہ گھی اوپر آجائے اتارلیں۔

اقول جوش دینے کی پہلی ہی بار حاجت ہے پھر تو گھی رقیق ہو جائے گا اور پانی ملا کر جنبش دینا کفایت کریگا۔

ردالمحتار میں ہے،

قال فی الدرر لو تنجس الدھن یصب علیہ الماء فیغلی فیعلو الدھن الماء فیرفع بشیئ ھکذا ثلاث مرات اھ وھذا عند ابی یوسف خلافاً لمحمد وھو اوسع وعلیہ الفتوی کما فی شرح الشیخ اسمٰعیل عن جامع الفتاوی وقال فی الفتاوی الخیریۃ لفظۃ فیغلی ذکرت فی بعض الکتب والظاھر انھا من زیادۃ الناسخ فانا لم نر من

الدرر میں فرمایا اگر تیل ناپاک ہو جائے تو اس پر پانی ڈال کر جوش دیا جائے اس طرح تیل پانی پر غالب آکر کچھ اُوپر آجائے گا۔ یُوں ہی تین بار کیا جائے اھ یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ہے امام محمد رحمہ اللہ کا اس میں اختلاف ہے، اس میں زیادہ وسعت ہے اور اسی پر فتوٰی ہے جیسے شرح شیخ اسمٰعیل میں جامع الفتاوٰی سے منقول ہے۔ اور فتاوٰی خیریہ میں فرمایا "فیغلی" (جوش دیا جائے) کا لفظ بعض

Marfat.com

مسئلہ ۲۰۶ ازبریلی محلہ گندا نالہ مسئولہ محمد جان صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کھانا پلنگ پر کسی برتن میں رکھا تھا اور قریب ہی ایک کُتّے کو کھڑا دیکھا کسی نے منہ ڈالتے نہیں دیکھا البتہ کچھ نشانات کھانے کے گرنے کے اور برتن میں بھی اُس طرف جس طرف کُتّا کھڑا تھا کچھ جگہ خالی دیکھی اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب

جبکہ اُس طرف برتن خالی ہونے اور کھانا گرنے کی اور کوئی وجہ ظاہر نہ ہو اور کُتّا موجود ہے تو ضرور اُس نے کھایا اور کھانا ناپاک ہوگیا اگر تر مثل شیرہ وشوربا ہے تو سب اور خشک مثل برنج ہے تو جہاں مُنہ لگا ہے وہاں سے اُتار کر پھینک دیں باقی پاک ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۷ ازبریلی شہر کہنہ مسئولہ سیّد گوہر علی حسین صاحب قائم مقام معتمد انجمن خادم المسلمین بریلی ۴ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سڑکوں پر چھڑکاؤ کرنے کی غرض سے پانی حوضوں میں بھرا جاتا ہے اور اُس میں اکثر ہاتھ مُنہ اور کپڑے وغیرہ دھوئے جاتے ہیں چھڑکاؤ کرنے والے بہشتی اُنہی حوضوں سے پانی لے کر اور مشکوں میں بھر کر چھڑکاؤ کرتے ہیں اور بعدہٗ مشکوں کو ایک دفعہ پانی سے دھو کر اہلِ محلہ کے یہاں پانی بھرتے ہیں آیا پانی خورد ونوش میں استعمال کرنے کے قابل ہے اور پاک ہے واضح رائے عالی رہے کہ غیر مسلم بھی بہشتیوں کی ان حرکات پر نفرین کرتے ہیں۔

الجواب

صورتِ مسئولہ میں حکم جواز ہے جب تک کسی خاص حالت میں نجاست ثابت نہ ہو۔

نص علیه فی کتب المذهب قاطبة ومن احسن من بینه مصنف الطریقة المحمدیة وشارحها قدس سرهما وقد فصلناه فی الاحلی من السکر۔

کتب مذہب میں اس کی تصریح موجود ہے طریقہ محمدیہ کے مصنف اور شارح نے اسے بہت ہی اچھا بیان کیا، ہم نے "الاحلی من السکر" میں اسے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے (ت)

کفار کی نفرین و آفرین کچھ ملحوظ نہیں حلوائیوں کی کڑاہیاں جن کو شب بھر کُتّے چاٹیں صبح وہ اپنے ملون انجاس پانی سے دھوئیں اور سال بھر کے باندھے ہُوئے انگوچھے سے پُوچھیں جس میں تقریبًا چھٹانک بھر پیشاب ہوگا یہ کچھ قابلِ نفرین نہیں اور ان کا دُودھ مٹھائی طیّب اور وہ پانی نجس۔ شریعت ایسے مہمل فرق نہیں فرماتی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

Marfat.com

الخ لاطہر علہ۔ فضا میں مل کر اُتریں تو تمام پانی پاک ہوجائے گا (ت)

پہلے طریقہ میں پانی سے گھی کو تین بار دھونے میں گھی خراب ہونے کا اندیشہ ہے اور دوسرے طریقہ میں اُبل کر تھوڑا گھی ضائع جائے گا۔ تیسرا طریقہ بالکل صاف ہے مگر اس میں احتیاط بہت درکار ہے کہ برتن میں ناپاک گھی کی کوئی بوند نہ پاک گھی سے پہلے نہ بعد کو گرے نہ پرنالے میں بہاتے وقت اُس کی کوئی چھینٹ اُڑ کر پاک گھی سے جدا برتن میں گرے ورنہ جتنا برتن میں پہنچا یا اب پہنچے گا سب ناپاک ہوجائے گا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۰ از کٹک بخشی بازار متصل مسجد مولوی صاحب مرسلہ داور علی خاں صاحب سہاوری ۸۔ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

اُنگلی پر نجاست لگ جائے اور اُسے چاٹ لیا جائے تو اُنگلی پاک ہوجائے اور مُنہ بھی پاک رہے۔

الجواب

اُنگلی کی نجاست چاٹ کر پاک کرنا کسی سخت گندی ناپاک رُوح کا کام ہے اور اسے جائز جاننا شریعت پر افترا و اتہام اور تحلیل حرام اور قاطع اسلام ہے اور یہ کہنا محض جُھوٹ ہے کہ منہ بھی پاک رہے گا نجاست چاٹنے سے قطعاً ناپاک ہوجائیگا اگرچہ بار بار وہ نجس ناپاک تھوک یہاں تک نگلنے سے کہ اثر نجاست کا مُنہ سے دُھل کر سب پیٹ میں چلا جائے پاک ہوجائیگا مگر اس چاٹنے نگلنے کو وہی جائز رکھے گا جو نجس کھانے والا ہے۔

الخبیثٰت للخبیثین والخبیثون للخبیثٰت والطیبٰت للطیبین والطیبون للطیبٰت اولٰئك مبرّؤن مما یقولون[۲] واللہ تعالٰی اعلم

ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لیے، اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لیے۔ پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے۔ وہ ان باتوں سے پاک ہیں جو لوگ کہتے ہیں (ت)

مسئلہ ۲۰۱ از بنگلور بازار مرسلہ قاضی عبدالغفار صاحب مورخہ ۱۱ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

ہنود سے اشیاء خوردنی جیسے دُودھ دہی گھی ترکاری شیرینی وغیرہ تر یا خشک کا استعمال اہل سنت کے نزدیک درست ہے یا حرام، اور آیۂ انما المشرکون نجس[۳] (بے شک مشرکین نجس ہیں۔ ت) سے اہل تشیع کا اشیاء مذکورہ میں کیا خیال ہے اور مجدد صاحب کا اس امر میں کیا فتوٰی ہے؟

الجواب

آیۂ کریمہ انما المشرکون نجس اُن کے نجاست قلب و نجاست دین کے بارے میں ہے اجسام

---

[۱] ردالمحتار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۲۱۷

[۲] القرآن ۲۴/ ۲۶ [۳] القرآن ۹/ ۲۸

Marfat.com

مسئلہ ۲۱۱ از رام پور مرسلہ جناب گل احمد صاحب افغان خراسانی ۱۹ شوال المکرم ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنے ہاتھی کو قریب کنوئیں کے نہلاتا ہے اور اس کی چھینٹیں کنوئیں کے اندر جاتی ہیں اور جس ڈول میں ہاتھی پانی پیتا ہے وہی بار بار کنوئیں میں ڈالتا ہے ایسی صورت میں کنوئیں کا کیا حکم ہے اس کے پانی کا استعمال غسل وضو کھانے پینے میں کرنا درست ہے یا نہیں اور اگر اس سے وضو یا غسل کیا ہو تو نمازوں کا اعادہ کیا جائیگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ہاتھی کے بدن کی چھینٹیں اگرچہ مذہب راجح میں ناپاک نہیں مگر اس کا پیا ہوا پانی اور وہ ڈول جس میں پانی پیا یقیناً ناپاک ہیں جب وہی ڈول کنوئیں میں ڈالا سب پانی ناپاک ہو گیا اس کا استعمال وضو غسل وخورد و نوش میں حرام ہے اور وضو غسل کیا تو بدن اور کپڑے پاک کیے جائیں اور نمازیں پھیری جائیں اور ہاتھی والے کو اس حرام حرکت سے باز رکھا جائے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۲ مسئولہ ننھے خاں کانکر ٹولہ شہر کہنہ ۱۴ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں جو کہ نطفہ آدمی کی پیدائش کا قرار پاتا ہے وہ پاک ہے یا ناپاک؟

الجواب

منی مطلق ناپاک ہی ہے سوا اُن پاک نطفوں کے جن سے تخلیق حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہوئی اور خود انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نطفے کہ ان کا پیشاب بھی پاک ہے یونہی تمام فضلات واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۳ از بلدانہ برار لبسوہ اسٹیشن متعلق ملکہ پور مدرسہ اسلامیہ مسئولہ سراج الدین صاحب ۱۳ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بیل گاڑی ہانکنے والا جس کے پاس ایک کرتا اور ایک ہی پاجامہ ہے یہی پیشہ ہے گاڑی کے کرائے سے شکم سیری کرتا ہے بیلوں کو ہانکنے کے وقت بیلوں کے پیشاب وگوبر کی چھینٹ دُم بیل کے ہلانے سے سب جگہ لگی بڑے بڑے داغ کپڑوں پر آئے دھونے کی فرصت نہیں ملی اس حالت میں نماز پنجگانہ ادا کرنے کی شرع شریف میں کیا تعلیم ہے، بیّنوا توجروا۔

الجواب

بیلوں کا گوبر پیشاب نجاست خفیفہ ہے جب تک چہارم کپڑا نہ بھر جائے یا متفرق اتنی پڑی ہوں کہ جمع کرنے سے چہارم کپڑے کی مقدار ہو جائے کپڑے کو نجاست کا حکم نہ دیں گے اور اس سے نماز جائز ہوگی اور بالفرض اگر اس سے

Marfat.com

مسئلہ ۲۰۳ و ۲۰۴ از شہر کہنہ ۱۲۔ رمضان ۱۳۳۶ھ

(۱) بچے زمین پر پیشاب پاخانہ کرتے تھے اس پر راب گر گئی وہ سب اٹھا کر آڑے میں اس کی کھانچی پڑی کھا جر کے سوار پڑا اب وہ کچی شکر پاک ہوئی یا پکا کر پاک یا کس طرح پاک ہو؟

(۲) کرسی یا چوہے کی مینگنی کھانے میں نکل آئے تو کیا کیا جائے؟

الجواب

(۱) جب بچے زمین پر پاخانہ پھرتے ہیں وہ اٹھا دیا جاتا ہے زمین کھرچ دی جاتی ہے، پیشاب کرتے ہیں وہ خشک ہو جاتا ہے اس کا اثر زائل ہو جاتا ہے زمین پاک ہو جاتی ہے شبہہ اور وہم پالنا منع ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) کرسی تر کھانے جیسے شوربے کو ناپاک کر دے گی اور جس میں ایسی تری نہ ہو جیسے چاول، اگر پک جانے کے بعد گری تو اس کے پاس کے دانے جدا کر دیے جائیں اور اگر جس وقت پانی تھا اس وقت گری تو سب ناپاک ہے جانور کو کھلا دے۔ اور مینگنی اگر بکری کی ہے تو اس کا یہی حکم ہے اور چوہے کی ہے اور ناج مثلاً روٹی یا دلیے یا دال پلاؤ کھچڑی میں نکلی تو معاف ہے جبکہ اتنی نہ ہو کر اس کا مزہ کھانے میں آگیا ہو اور اگر شوربے دار سالن میں نکلی تو اسے نہ کھانا چاہیے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰۵ از ضلع بلیا مسئولہ سید محمد رضا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے غسل خانہ مسجد میں غسل کیا گھڑا پانی کا اتفاقاً ایک منٹ زمین پر رکھ دیا اب وہ گھڑے کا پیندا تین مرتبہ آب طاہر سے غوطہ دینے سے پاک و طاہر ہوا قابل استعمال کے ہو گیا یا نہیں اگر پاک ہو گیا تو کیوں قیمت اس کی مثل ہنود کے اس شخص گھڑا زمین پر رکھنے والے سے طلب کی جاتی ہے کیا وہ غوطہ دینے سے پاک نہیں ہوا نجس کا نجس رہا اگر ایسا رہا تو متابعت ہنود کی کی گئی اور دوسرا امر یہ ہے کہ اگر کوئی جاہل شخص اپنے تئیں مولوی کہلائے تو شرع میں اس کے لیے کیا حکم ہے صور تہائے مذکورہ بالا میں صاف صاف جواب مزین بدستخط و مہر مرحمت ہو۔

الجواب

فقط تین غوطے دینے سے پاک نہیں ہو سکتا نہ زمین پر رکھ دینا ناپاک کرے جب تک زمین کی ناپاکی قابل سرایت بوجہ تری سبو یا زمین ثابت نہ ہو نہ قیمت مانگنے کی ضرورت بلکہ ناپاک ہوا ہو تو اس سے پاک کرایا جائے جو نہ صرف غوطے بلکہ تین بار دھونے اور ہر بار خشک کرنے سے ہوگا۔ لوگ مولوی کہیں تو اس پر الزام نہیں، ہاں وہ خود کہے کہ مجھے مولوی کہو تو الزام ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

Marfat.com

مسئلہ ۲۱۴ از نگینہ ضلع بجنور محلہ شیخ کی سرائے تکیہ مہاران مسئولہ حافظ بشیر احمد صاحب ۱۰ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ کورا کپڑا بازار کا خریدا ہوا دیسی ہو یا انگریزی جبکہ قیمت دے کر خریدا گیا ہو وہ بلا دھوئے ہوئے پہننا جائز ہے اور نماز اس پر درست ہے' دوسرا کہتا ہے بغیر دھوئے نماز جائز نہیں کہ اس کے طاہر ہونے کا یقین نہیں، کس کا قول صحیح ہے بینوا توجروا۔

الجواب

طاہر ہونے پر یقین کی اصلاً حاجت نہیں آدمی جو کپڑے پہنے سوتا ہے جاگنے پر کیا یقین ہے کہ انہیں کوئی نجاست نہ پہنچی۔ کپڑے کے استعمال اور اس سے نماز پڑھنے کے لیے صرف اتنا درکار ہے کہ اس کا نجس ہونا معلوم نہ ہو دیسی یا انگریزی جتنے کپڑے خریدے جائیں یا بے خریدے ملیں جب تک اُن کی نجاست معلوم نہ ہو پاک ہیں۔ یہ خیال بے اصل ہے کہ قیمت دینے سے پاک ہوں گے، وہو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۵ از موضع خورد مئو ڈاکخانہ بدوسرائے ضلع بارہ بنکی مرسلہ صفدر علی صاحب ۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صابون دیسی یا ولایتی مروجہ کا استعمال زندہ اور مُردہ کے لیے جائز ہے یا ناجائز۔ قطعی فیصلہ ہونا چاہیے۔

الجواب

مسلمان کا بنایا ہوا صابون جائز ہے اور ہندو یا مجوسی یا نصرانی کا بنایا ہُوا صابون جس میں چربی پڑتی ہو اگرچہ گائے یا بکری کی، ناپاک وحرام ہے دیسی ہو یا ولایتی اور جس میں چربی نہ ہو جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۶ مرسلہ حاجی اسمٰعیل بن حاجی امیر میاں قادری کاٹھیاواڑی از جنوبی افریقہ بمقام جھوٹا بھوتی برٹش باسوٹولینڈ۔

اگر تیل یا گھی گرم ہو یا سرد اُس میں حرام جانور مثلاً چُوہا، بلّی یا کتّا یا خنزیر وغیرہ جانور اندر مرگیا یا جُھوٹا کر گیا اب وُہ گھی و تیل وغیرہ کیسے پاک ہوگا اور وہ کھانا درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب

گھی اگر رقیق پتلا ہے تو اُس کے پاک کرنے کا طریقہ مسئلہ پنجم[ع] میں گزرا اور اگر جما ہوا ہے تو اُس جانور یا اُس کے

[ع] حاجی اسمٰعیل میاں صاحب کے ایک سو گیارہ سوالات میں سے سوال پنجم کے جواب میں وہ طریقہ ذکر فرمایا کہ اس کتاب کے صفحہ ۵۶۳ پر مسئلہ ۱۹۹ میں مذکور ہے ۱۲ (م)

Marfat.com

مسئلہ ۲۰۸ ازشہر بریلی بہاری پور مدرسہ نارمل اسکول مسئولہ خالق داد خان صاحب ۱۶۔ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک خاکروب نے ایک سقہ کی ترمشک چھُودی ہے اس صورت میں وُہ مشک پاک رہی یا ناپاک۔ اور اگر ناپاک ہے توکسی طرح سے وہ پاک ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب

تین بار اُس جگہ پر پانی بہادیں تطییبا للقلب (دل کے اطمینان کے لیے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۹ از پیلی بھیت محلہ بھورے خاں مرسلہ سید محمد معین صاحب ۵ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ روغن زرد رقیق دیگچی میں کوٹھری کے اندر رکھا تھا، کتا اندر گیا اور جاکر کتّے نے دیگچی کھول کر کھایا ہوگا فوراً کوٹھری میں جاکر کتّے کو ہٹایا تو اس کے منہ سے گھی گرتا نظر آیا مگر کھاتے ہُوئے نہیں دیکھا آیا وُہ گھی قابل کھانے کے رہا یا نہیں اور رہا تو کس صورت میں۔

الجواب

گھی ناپاک ہوگیا، اگر رقیق ہے تو سب اور جما ہُوا ہے تو جہاں سے کھایا وہ جگہ ناپاک ہُوئی باقی پاک رہا، یہ جو جاہلوں میں مشہور ہے کہ اس صورت میں ناپاک نہ ہوگا کہ آنکھ سے تو نہ دیکھا محض جہالت ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۰ از سسونہ ڈاکخانہ شیش گڈھ ضلع بریلی مرسلہ علی جان خاں ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک خاکروب نے کھیلیں دکاندار سے خریدیں اور اپنے کپڑے میں لے لیں بعد کو کسی حجت پر کھیلوں کے ڈھیر پر لوٹ دیں اب وہ کھیلیں پاک ہیں یا ناپاک، علاوہ اس کے شیرینی لڈو پیڑہ جلیبی اگر خاکروب ہاتھ میں یا کپڑے میں لے لے تو وہ پاک رہی یا ناپاک؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر اس کے ہاتھ میں نجاست ہو اور ہاتھ یا جو چیز اُس نے لی تر ہو تو وُہ شے ناپاک ہوجائے گی اور خشک چیز خشک ہاتھ یا کپڑے میں لینے سے ناپاک نہ ہوگی مگر بھنگی کی چھُوئی ہُوئی چیز سے لوگ تنفر کرتے ہیں لہذا اُس سے بچنا چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: بشروا ولا تنفروا[1] (خوش کرو متنفر نہ کرو۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] صحیح البخاری باب ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولھم من المواعظ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶

Marfat.com

زائد بھی دھبے ہوں اور دھونے سے سچی معذوری یعنی حرج شدید ہو تو نماز جائز ہے۔

فقد طھرہ محمد عہ آخذ البلوی کما فی الدر المختار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

امام محمد رحمہ اللہ نے عموم بلوٰی کے پیش نظر اسے پاک قرار دیا ہے جیسا کہ دُرمختار میں ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۱۳ از شہر گیا محلہ نذرگنج مسئولہ شمس الدین و احمد اللہ خاں صاحبان شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سُور اور کتا اور ہاتھی کس وجہِ خاص سے نجس کیے گئے ہیں، مدلل بدلائل آیاتِ قرآن مجید۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جس وجہِ خاص سے تم طاہر کیے گئے ہو، واللہ تعالٰی اعلم

عہ مسخہ الناسخ وصوابہ اخراً ای فی اٰخر امرہ حین دخل الری مع الخلیفۃ ورأی بلوی الناس من امتلاء الطرق والخانات وقاس المشایخ علی قولہ ھذا طین بخاری فتح و اختارہ مجدد المائۃ الحاضرۃ سیّدی و والدی اعلٰحضرت قدس سرہ دفعا للحرج عن القلاحین ومن حذ احذوھم ھذا ولذا اختار ھٰہنا فی الخثی قولھما انھا مخففۃ واستظھرہ فی الشرنبلالیۃ وعزاہ الی مواھب الرحمٰن لکن فی النکت للعلامۃ قاسم ان قول الامام بالتغلیظ رجحہ فی المبسوط وغیرہ ولذا جری علیہ اصحاب المتون اھ ۱۲

الفقیر حامد رضا القادری الرضوی البریلوی

کاتب نے اس کو مسخ کر دیا ہے، اس کا درست بیان آخر میں یعنی آپ کے آخری حکم میں ہے جب آپ خلیفہ کے ساتھ رَیّ میں داخل ہوئے اور راستوں اور دکانوں کے گوبر سے بھرے ہونے کی وجہ سے لوگوں کو ابتلاءِ عام میں دیکھا اور مشائخ نے امام محمد کے اسی قول پر بخاری کی مٹی کو قیاس کیا ہے فتح اور مجددِ مائۃ حاضرہ میرے آقا و والد اعلٰی حضرت قدس سرہ نے کسانوں اور ان جیسا کام کرنے والوں سے حرج کو دور کرنے کے لیے اسی کو اختیار فرمایا ہے اسے محفوظ کرلو، اسی لیے یہاں مینگنی کے بارے میں شیخین کا قول اختیار فرمایا، شرنبلالیہ میں اسی کو ظاہر فرمایا ہے اور اس کو مواہب الرحمٰن کی طرف منسوب کیا ہے۔ لیکن علامہ قاسم کی نکت میں یہ ہے کہ امام کا قول نجاستِ غلیظہ کے ساتھ ہے مبسوط وغیرہ میں اسی کو ترجیح دی ہے اسی لیے اصحابِ متون نے اسے اختیار فرمایا ہے اھ ۱۲ (ت)

لہ درمختار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۵

Marfat.com

درمختار میں ہے، کماء ماء زمزم[1] (آبِ زمزم کی طرح ۔ ت)

جامع ترمذی میں سیدنا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے مروی کہ انہوں نے کھڑے ہو کر بقیۂ وضو پیا پھر فرمایا:

احببت ان اریکم کیف کان طھور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2]۔ میں نے چاہا کہ تمہیں دکھا دُوں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا طریقۂ وضو کیونکر تھا۔

ردالمحتار میں ہے:

ماء زمزم شفاء وکذا فضل الوضوء وفی شرح ھدیۃ ابن العماد لسیدی عبد الغنی النابلسی ومما جربتہ انی اذا اصابنی مرض اقصد الاستشفاء بشرب فضل الوضوء فحصل لی الشفاء وھذا دابی اعتمادا علی قول الصادق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی ھذا الطب النبوی الصحیح[3] اھ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم بالصواب۔

آبِ زمزم شفا ہے اور اسی طرح وضو کا بچا ہوا پانی بھی۔ ہدیۃ ابن العماد کی شرح میں علامہ عبد الغنی نابلسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے تجربہ کیا ہے کہ جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وضو کے بقیہ پانی سے شفا حاصل کرنے کا ارادہ کرتا ہوں پس مجھے شفا حاصل ہوجاتی ہے نبی صادق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس صحیح طب نبوی میں پائے جانیوالے ارشاد گرامی پر اعتماد کرتے ہوئے میں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے اھ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم بالصواب (ت)

مسئلہ ۲۱۸ حاجی اللہ یار خاں صاحب ۲۲ رمضان مبارک ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مصلی کے بائیں ہاتھ میں ایسی چوٹ لگ گئی ہے کہ حرکت نہیں کرسکتا پانی سے استنجا کرنے سے معذور ہے البتہ دہنے ہاتھ سے ڈھیلوں سے صاف کرسکتا ہے ایسا شخص نماز پڑھ سکتا ہے اور امامت اس کی جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

دہنے ہاتھ سے استنجا اگرچہ ممنوع وگناہ ہے صحیح حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نہی فرمائی کما اخرجہ احمد والشیخان عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ (جیسا کہ امام احمد اور شیخان (امام بخاری ومسلم) رحمہم اللہ تعالٰی نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے ۔ ت) مگر جب عذر ہے تو کچھ مواخذہ نہیں فان الضرورات تبیح المحظورات (ضرورتیں ممنوعات کو جائز کر دیتی ہیں ۔ ت) درمختار

---

[1] درمختار مع التنویر باب مستحبات الوضوء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۳

[2] جامع الترمذی باب وضوء النبی صلی اللہ علیہ وسلم کیف کان مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۸

[3] ردالمحتار مطلب فی مباحث الشرب قائما ؍؍ مجتبائی دہلی ۱/۸۸

Marfat.com

منہ گھنے کی جگہ سے تھوڑا سا گھی کھرچ کر پھینک دیں باقی پاک ہے، احمد و ابوداؤد ابوہریرہ اور دارمی عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

اذا وقعت الفارۃ فی السمن فان کان جامدا فالقوھا وما حولہا۔[1] اگر جمے ہوئے گھی میں چوہا گر جائے تو چوہا اور اس کے آس پاس کا گھی نکال کر پھینک دو۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] سنن ابی داؤد شریف باب فی الفارۃ تقع فی السمن مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۸۱

Marfat.com

نہیں کرسکتا کما لا یخفی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (جیسا کہ مخفی نہیں، اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ ت)

مسئلہ ۲۱۹ ۴ جمادی الاخری ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اور اصحابوں نے پیشاب کے بعد اکثر مرتبہ استنجا پانی سے کیا یا ڈھیلوں سے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی عادت اس باب میں مختلف تھی امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ اکثر مٹی سے استنجا فرماتے اور حذیفہ رضی اللہ عنہ پانی سے۔ کشف الغمہ میں ہے:

کان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ یبول کثیرا ثم یمسح بالتراب او الحائط ثم یقول ھکذا اعلمنا و لم یبلغنا انہ کان یغسلہ بالماء بعد وکان حذیفۃ لایجمع بین الماء والحجر اذا بال وکذلک عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما فکانا یغسلان بالماء فقط[1]۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ بہت زیادہ پیشاب کرتے پھر مٹی یا دیوار سے خشک کرتے اس کے بعد فرماتے "ہمیں اسی طرح معلوم ہے"۔ اور ہم تک یہ بات نہیں پہنچی کہ اس کے بعد وہ پانی کے ساتھ دھوتے ہوں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ پیشاب کرتے تو پانی اور پتھر کو جمع نہیں کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی طریقہ تھا یہ دونوں صرف پانی سے دھوتے تھے۔ (ت)

اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے دونوں صورتیں ثابت ہیں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے روایت کی کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پیشاب کے بعد پانی سے استنجا فرماتے۔

احمد والترمذی وصححہ والنسائی عنہا رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت مرن ازواجکن ان یغسلوا اثر الغائط والبول فان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یفعلہ[2]۔

امام احمد، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اپنے خاوندوں کو کہو کہ وہ قضائے حاجت اور پیشاب کا اثر پانی سے دھوڈالیں کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھی یُونہی کرتے تھے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (ت)

اور وہی (عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) روایت فرماتی ہیں کہ ایک بار حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پیشاب فرمایا امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ پانی لے کر کھڑے ہوئے۔ فرمایا: کیا ہے؟ عرض کی:

[1] کشف الغمہ فصل فی کیفیۃ الاستنجاء مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۱/۴۸
[2] جامع الترمذی باب الاستنجاء بالماء ؍؍ کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۵

Marfat.com

بابُ الاِسْتِنْجَاء

(یہ باب استنجا کے بیان میں ہے)

مسئلہ ۲۱۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے لوٹے سے وضو کیا اس میں پانی بچ رہا، اُس بچے ہُوئے پانی سے چھوٹا بڑا استنجا یا وضو کرنا کیسا ہے اور اُسے پھینک دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

پھینک دینا تو تضییعِ مال ہے کہ شرع میں قطعاً ممنوع اور وضو کرنا بیشک جائز، مگر یہ کہ اُس میں مائے مستعمل اس قدر گر گیا ہو کہ غیر مستعمل پر غالب ہوگیا۔ رہا استنجا، جواز میں تو اُس کے بھی شُبہہ نہیں، نہ کسی کتاب میں اُس کی ممانعت نظرِ فقیر سے گزری۔ ہاں اس قدر ہے کہ بقیۂ وضو کے لیے شرعاً عظمت و احترام ہے اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت کہ حضور نے وضو فرما کر بقیۂ آب کو کھڑے ہو کر نوش فرمایا اور ایک حدیث میں روایت کیا گیا کہ اس کا پینا ستّر مرض سے شفا ہے۔ تو وہ ان امور میں آبِ زمزم سے مشابہت رکھتا ہے ایسے پانی سے استنجا مناسب نہیں۔ تنویر کے آدابِ وضو میں ہے:

وان یشرب بعدہ من فضل وضوئہ مستقبل القبلۃ قائماً۔[1]

وضو کے بعد وضو کا پسماندہ (پانی) قبلہ رُخ کھڑے ہوکر پئے۔ (ت)

---

[1] درمختار مع تنویرالابصار باب مستحبات الوضوء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۳

Marfat.com

پتھر مٹی ہو یا پرانا کپڑا زمین ہو یا دیوار سب برابر ہے ہاں ہڈی یا کوئلہ یا پکی اینٹ یا ٹھیکری یا چُونا نہ ہو، درمختار میں ہے:

(الاستنجاء سنة مؤكدة بنحو حجر) مما هو عين طاهرة قالعة لا قيمة لها كمدر (ومنق وكره بعظم وروث و آجر وخزف وزجاج وفحم) وحق غير وكل ماينتفع به[1]

پتھر جیسی چیز کے ساتھ استنجا سنتِ مؤکدہ ہے وہ چیز جو پاک ہو نجاست کو دُور کرنے والی ہو اور قیمتی نہ ہو جیسا کہ صاف کرنے والا ڈھیلا ہڈی، گوبر، پکی اینٹ ٹھیکری، گچ اور کوئلے کے ساتھ استنجا مکروہ ہے نیز غیر کی ملکیت اور نفع بخش چیز کے ساتھ بھی مکروہ ہے (ت)

نورالایضاح میں ہے:

یکرہ الاستنجاء بجص[2] اھ ملخصین۔

چُونے کے ساتھ استنجا مکروہ ہے اھ تلخیص (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال فی البدائع السنة هو الاستنجاء بالاشياء الطاهرة من الاحجار والامدار والتراب و الخرق البوالی اھ ومثله الجدار الاجدار غيره كالوقف و نحوه وللمستاجر الاستنجاء بالحائط ولو الدار مسبلة[3] اھ ملخصا۔ واللہ تعالٰی اعلم

بدائع میں فرمایا پاک چیز مثلاً پتھروں، ڈھیلوں، مٹی، پرانے کپڑے کے ٹکڑوں سے استنجا کرنا سنت ہے اھ دیوار بھی اسی طرح ہے لیکن کسی دوسرے کی دیوار نہ ہو مثلاً وقف شدہ وغیرہ۔ کرایہ دار دیوار سے استنجا کرسکتا ہے اگرچہ دیوار تر ہو۔ اھ تلخیص (ت)

مسئلہ ۲۲۱

۲۷ صفر از کھنڈوا ضلع نماڑ ملک متوسط مرسلہ مولوی اللہ یار خاں صاحب از مکان منشی حبیب اللہ تحصیلدار

باحسن آداب زانوئے ادب تہ کردہ بعرض مستفیضان باریابان حضور فیض معمور میرساند در ینولا ضرورتے درمسئلہ کتاب منیۃ المصلی واقع ست لہذا بخدمت فیض درجت عالی منقبت محی مراسم شریعت ماحی لوازم بدعت مظہر حسنات ملت بیضا مصدر برکات شریعت غرا

عمدہ آداب کے ساتھ زانوئے ادب تہ کرتے ہوئے آنحضور کے فیوض و برکات سے مستفیض ہونے والے حضرات کی ایک عرض جو اس علاقے میں منیۃ المصلی کے ایک مسئلہ کے سلسلے میں ہے فیضدرجت، عالی مرتبت، شریعت کے رسوم کو زندہ کرنے والے، بدعت کے لوازم کو

---

[1] درمختار فصل الاستنجاء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۶
[2] نورالایضاح فصل فی الاستنجاء ” علیمی کتب خانہ لاہور ص ۶
[3] ردالمحتار فصل الاستنجاء ” مجتبائی دہلی ۱/۲۲۴

Marfat.com

میں ہے :

کرہ تحریما بیمین ولاعذر بیسارہ[1] اھ ملخصا۔ بائیں ہاتھ میں کوئی عذر نہ ہو تو دائیں ہاتھ سے (استنجا) مکروہ تحریمہ ہے اھ ملخصا (ت)

اور نجاست جب مخرج بول و براز سے مقدار درہم سے زیادہ تجاوز نہ کرے تو ڈھیلے کافی ہوتے ہیں اُن کے بعد پانی لینا فقط سنّت ہے درمختار میں ہے :

الغسل بالماء بعد الحجر سنۃ[2] اھ ملخصا۔ پتھر (استعمال کرنے) کے بعد پانی سے دھونا سنّت ہے اھ ملخصا (ت)

یہ سنت بھی اگرچہ باقی سننِ مؤکدہ کے مثل ہے جس کا ترک بیشک باعث کراہت،

علی ماحققہ المحقق علی الاطلاق فی الفتح وتبعہ تلمیذہ المحقق ابن امیر الحاج فی الحلیۃ۔ جیسا کہ محقق علی الاطلاق رحمہ اللہ نے فتح القدیر میں اور ان کی اتباع میں ان کے شاگرد محقق ابن امیر الحاج نے حلیہ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ (ت)

مگر حالتِ عذر ہمیشہ مستثنیٰ ہوتی ہے اور ترک سنت صحتِ نماز میں خلل انداز نہیں پس صورت مستفسرہ میں بلاتامل نہ اُس شخص کی اپنی نماز میں حرج نہ امامت میں نقصان البتہ اگر نجاست مخرج کے علاوہ قدر درم سے زیادہ ہو تو اُس وقت پانی سے دھوئے بغیر طہارت نہیں ہوتی۔ درمختار میں ہے :

یجب ای غسلہ ان جاوز المخرج نجس مانع ویعتبر القدر المانع للصلاۃ فیما وراء موضع الاستنجاء[3]۔ اگر (طہارت سے) مانع نجاست مخرج سے تجاوز کر جائے تو اس کا دھونا واجب اور نماز سے مانع نجاست کے اندازے کا اعتبار اس نجاست سے ہوگا جو جائے استنجا کے علاوہ ہے۔ (ت)

ایسی حالت میں اگر پانی پر کسی طرح کسی ہاتھ سے قدرت نہ پائے تو اُس کی اپنی نماز ہوجائے گی، درمختار میں ہے : لوشلتا سقط اصلاً[4] (اگر دونوں ہاتھ شل ہوجائیں تو طہارت بالکل ساقط ہوجائیگی۔ ت) مگر امامت

---

[1] درمختار	فصل الاستنجاء	مطبوعہ مجتبائی دہلی	۱/۵۶
[2] "	"	"	۱/۵۶
[3] "	"	"	۱/۵۶
[4] "	"	"	۱/۵۶

Marfat.com

مثل نام الٰہی یا نام قرآن عظیم یا اسمائے انبیا یا ملک کہ علیہم الصلاۃ والثنا نوشتہ است او ماموراست کہ چوں بخلا رود خاتم از دست کشیدہ بیرون نہد افضل ہمین ست و اگر خوف ضیاع باشد در جیب اندازد یا بچیزے دگر بپوشد کہ اینہم رواست اگرچہ بے ضرورت احتراز ازو اولیٰ ست اگر از ینہا ہیچ نکرد و ہمچناں درخلا رفت مکروہ باشد علامہ ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ در غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی زیر ہمیں عبارت مذکور[1] فرماید یکرہ دخول المخرج ای الخلاء وفی اصبعہ خاتم فیہ شئ من القراٰن او من اسمائہ تعالٰی لما فیہ من ترك التعظیم وقیل لا یکرہ ان جعل فصہ الی باطن الکف ولوکان مافیہ شئ من القراٰن اومن اسمائہ تعالٰی فی جیبہ لاباس بہ وکذا لوکان ملفوفا فی شئ والتحرز اولٰی در مراقی الفلاح ست یکرہ دخول الخلاء ومعہ شئ مکتوب فیہ اسم اللہ او قراٰن[2] علامہ طحطاوی در حاشیہ ش فرمود لما روی ابوداؤد والترمذی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا دخل الخلاء نزع

نہیں مخرج ہے اسے سمجھو یا بالجملہ دخول مخرج کا معنی پاخانہ میں جانا ہے اور حاصل مسئلہ یہ ہے کہ جس کے ہاتھ میں ایسی انگوٹھی ہو جس پر قرآن پاک میں سے کچھ (کلمات) یا متبرک نام جیسے اللہ تعالٰی کا اسم مبارک یا قرآن حکیم کا نام یا اسمائے انبیاء و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والثناء (لکھے) ہوں تو اسے حکم ہے کہ جب وہ بیت الخلاء میں جائے تو اپنے ہاتھ سے انگوٹھی نکال کر باہر رکھ لے بہتر یہی ہے اور اس کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو جیب میں ڈال لے یا کسی دوسری چیز میں لپیٹ لے کہ یہ بھی جائز ہے اگرچہ بے ضرورت اس سے بچنا بہتر ہے اگر ان صورتوں میں کوئی بھی بجا نہ لائے اور یوں ہی بیت الخلاء میں چلا جائے تو ایسا کرنا مکروہ ہے علامہ ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی میں اسی عبارت مذکور کے تحت فرمایا مخرج یعنی بیت الخلاء میں داخل ہونا مکروہ ہے جب اسکی انگلی میں ایسی انگوٹھی ہو جس پر قرآن میں سے کچھ (کلمات) یا اللہ تعالٰی کا کوئی اسم مبارک (لکھا ہوا) ہو کیونکہ اس میں ترک تعظیم ہے اور کہا گیا ہے کہ اگر اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف کرے تو مکروہ نہیں اور اگر اسکی جیب میں کوئی ایسی چیز (کاپی وغیرہ) ہو جس میں قرآن پاک کا کچھ حصہ اللہ تعالٰی کا اسم گرامی ہو تو کوئی حرج نہیں اسی طرح اگر کسی لفافے میں بند ہو تو بھی حرج نہیں لیکن بچنا زیادہ بہتر ہے مراقی الفلاح میں ہے جب آدمی کے پاس کوئی ایسی چیز ہو جس میں اللہ تعالٰی کا نام مبارک یا قرآن پاک کی کوئی آیت لکھی ہو تو اس کے لیے بیت الخلاء میں داخل ہونا مکروہ ہے۔ علامہ طحطاوی نے

---

[1] غنیۃ المستملی سنن الغسل مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۰
[2] مراقی الفلاح فصل فی الاستنجاء مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۰

Marfat.com

استنجے کے لیے پانی ۔ فرمایا: مجھ پر واجب نہیں کیا گیا کہ ہر پیشاب کے بعد پانی سے طہارت کروں۔

ابوداود و ابن ماجة بسند حسن عن ام المؤمنین عائشة رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت بال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقام عمر خلفه بكوز من ماء فقال ماهذا یاعمر فقال ماء تتوضؤ به قال ما امرت کلما بلت ان اتوضا ولوفعلت لکانت سنة۔[1]

امام ابوداود اور ابن ماجہ رحمہما اللہ نے سندِ حسن کے ساتھ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے پانی کا لوٹا لے کر کھڑے ہوگئے، حضور علیہ السلام نے فرمایا: اے عمر! یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یہ پانی ہے آپ اس سے وضو فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: مجھے اس بات کا حکم نہیں دیا گیا کہ جب بھی پیشاب کروں تو وضو کروں، اگر ایسا کروں تو سنّت بن جائے گا۔ (ت)

حلیہ میں ہے :

المراد بالوضوء ھنا الاستنجاء بالماء کما ذکرہ النووی۔[2]

یہاں وضو سے استنجا کرنا مراد ہے جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے (ت)

اور مسئلہ یہ ہے کہ ڈھیلے اور پانی دونوں سے استنجا جائز ہے جس سے کرے گا کافی ہوگا اور افضل یہ ہے کہ دونوں کو جمع کرے فی الھندیة عن التبیین الافضل ان یجمع بینھما[3] (فتاوٰی عالمگیری میں التبیین سے منقول ہے کہ دونوں کو جمع کرنا افضل ہے ۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم (اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے اور اس بزرگ و برتر ذات کا علم مکمل ومحکم ہے ۔ ت)

مسئلہ ۲۲۰ از گلگت مرسلہ سردار امیر خاں ملازم کپتان اسٹوٹ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں اگر کسی جگہ پرانا کپڑا یا مٹی کا ڈھیلا یا ریت نہ ہو تو وہاں پتھر سے استنجا سکھانا کیسا ہے اور اگر تھوڑی دُور پر ہر شے موجود ہے اور یہ کوتاہی کر گیا اور پتھر سے سکھایا تو کیسا ہے بینوا توجروا۔

الجواب

استنجا خشک کرنے میں ہر بے قیمت بیکار پاک چیز کہ رطوبت کو جذب کرکے موضع کو صاف کردے ڈھیلا ہو یا

---

[1] سُنن ابوداوٗد شریف کتاب الطہارۃ ، باب فی الاستبراء مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۷

[2] حلیہ (مذکورہ کتاب دستیاب نہ ہوسکی)

[3] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثالث فی الاستنجاء " نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۸

Marfat.com

پھر تنہا کلوخ صرف پانی پر قناعت سے کپڑا نجس نہیں ہوتا، نماز و امامت میں کوئی حرج نہیں والمسائل فی الحلیۃ و ردّ المحتار وغیرھما (مسائل حلیہ اور ردالمحتار وغیرہ میں ہیں۔ ت) پانی خصوصاً سرد اکثر امزجہ میں بوجہ تکثیف ضرور انسداد قطور پر معین ہوتا ہے۔ حدیث میں خروج مذی پر غسلِ مذاکیر کے حکم کو علماء نے اسی حکمت پر محمول کیا ہے کما افادہ الامام الطحاوی فی شرح معانی الاثار (جیسا کہ امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں بتایا۔ ت) اور بحال برودتِ مثانہ نزولِ قطرہ کا اور مؤید ہوتا ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۳ ۲ رجب مرجب ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہڈی سے استنجا کس وجہ سے ناجائز ہے اور یہ جو کہتے ہیں کہ وہ خوراک جِن کی ہے اس کی اصل ہے یا نہیں اور اگر خوراک جِن کی ہے تو اُن کے کفاروں کی ہے یا مسلمانوں کی بھی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

قوم جِن کے وفد جو بارگاہِ اقدس حضور پُرنور سیّد العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور اپنے اور اپنے جانوروں کے لیے خوراک طلب کی اُن سے ارشاد ہُوا:

لکم کل عظم ذکر اسم اللہ یقع فی اید یکم اوفر ما یکون لحما و کل بعرۃ علف لدوابکم[1]۔

تمہارے لیے ہر ہڈی ہے جس پر اللہ عزوجل کا نام پاک لیا جائے یعنی حلال مذکّی جانور کی ہڈی ہو وہ تمہارے ہاتھ میں اُس حال پر ہوگی جیسی اُس وقت تھی جب اُس پر گوشت پورا اور کامل تھا (یعنی گوشت چھڑائی ہُوئی ہڈی تمھیں مع گوشت ملے گی) اور ہر مینگنی تمہارے چوپایوں کے لیے چارہ ہے۔ (م)

پھر انسانوں سے ارشاد فرمایا:

فلا تستنجوا بھما فانھما طعام اخوانکم[2]۔

ہڈی اور مینگنی سے استنجا نہ کرو کہ وہ تمہارے بھائیوں کی خوراک ہے۔ (م)

رواہ مسلم فی صحیحہ عن ابی مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اسے امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے۔ (ت)

---

[1] الصحیح لمسلم باب الجہر بالقرآۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۴

[2] ایضاً

Marfat.com

جناب مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب ادام اللہ فیضھم و ظلھم
بعد اتمام استفتا مع عبارت یکرہ دخول المخرج لمن
فی اصبعہ خاتم فیہ شئ من القراٰن لما فیہ
من ترك التعظیم[1] ارسال می نمایند معنی دخول المخرج
بتصریح ترجمۂ اردو ارشاد فرمایند کہ چہ مراد مؤلف ست و
معنی لغوی و اصطلاحی صیغۂ مخرج درینجا چیست۔ بینوا
توجروا۔

مثلنے والے روشن ملّت کی اچھائیوں کو ظاہر کرنے والے چمکتی ہوئی شریعت کی برکات کے منبع حضرت مولانا محمد احمد رضا خان اللہ تعالٰی ان کے فیوض، سایۂ عاطفت اور برکات کو ہمیشہ باقی رکھے، کے حضور عبارت کے ساتھ استفتا پیش کرتے ہیں، عبارت یہ ہے "جس آدمی کے ہاتھ میں ایسی انگوٹھی ہو جس میں قرآن پاک سے کچھ لکھا ہو اس کا مخرج میں داخل ہونا مکروہ ہے کیونکہ اس میں تعظیم کو چھوڑنا ہے"۔ جواباً وضاحت کے ساتھ اردو زبان میں دخولِ مخرج کا معنٰی لکھیں اور بتائیں کہ مؤلف کی کیا مراد ہے اور اس جگہ لفظ 'مخرج' کا لغوی اور اصطلاحی معنٰی کیا ہے، بیان فرمائیں اجر پائیں۔ (ت)

الجواب

مولانا المکرم اکرمکم اللہ تعالٰی وکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مخرج جائے خروج و اینجا مراد بیت الخلاست کہ محل خروج خارج ست خارج بول وبراز را نامند چنانکہ در ردالمحتار در آداب استنجا فرمود ویدفن الخارج[2] وحلق موئے دُبر را تعلیل نمود کیلا یتعلق بہ شئ من الخارج و تواند کہ خلا را مخرج گفتن ازاں عالم باشد کہ بیابان مہلکہ را مفازہ یعنی جائے فوز و نجات خوانند زیرا کہ دخول خلا محض بضرورت ست و داخل در عین دخول برقصد تعجیل خروج پس گویا او مدخل نیست مخرج ست فافہم بالجملہ معنی دخول المخرج پاخانے میں جانا وحاصل مسئلہ آنکہ ہر کہ در دست او خاتمی ست کہ بروچیزے از قرآن یا از اسمائے معظمہ

مولانا المکرم، اللہ تعالٰی آپ کو عزت بخشے، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، "مخرج" نکلنے کی جگہ کو کہتے ہیں یہاں بیت الخلا مراد ہے کہ نجاست خارج کرنے کی جگہ ہے بول وبراز کو خارج کہتے ہیں جیساکہ ردالمحتار کے آدابِ استنجاء میں فرمایا "اور خارج (پیشاب و پاخانہ) کو (زمین میں) دبا دے"۔ اور دُبر کے بال مونڈنے کی علّت یہ بیان کی کہ ان کے ساتھ خارج (پیشاب و پاخانہ) نہ لگ جائے اور ممکن ہے کہ خلا کو مخرج کہنا یوں ہو جیسے بیابانِ مہلکہ کو مفازہ یعنی جائے فوز وفلاح کہتے ہیں کیونکہ دخولِ خلا محض ضرورت کے پیشِ نظر ہوتا ہے۔ اور داخل ہونے والا دخول کے وقت فوراً نکلنے کے ارادے پر ہوتا ہے تو گویا وہ مدخل

---

[1] منیۃ المصلی قبیل فصل فی التیمم مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۴۵

[2] ردالمحتار آداب استنجاء ؍؍ مجتبائی دہلی ۱/۲۳۰

Marfat.com

دوم: ان چھینٹوں کے باعث عذابِ قبر کا استحقاق اپنے سر لینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تنزھوا من البول فان عامة عذاب القبر منه[1]۔ — پیشاب سے بہت بچو کہ اکثر عذابِ قبر اسی سے ہے (م)

رواہ الدارقطنی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صالح وللحاکم بلفظ استنزھوا وقال صحیح علی شرطھما[2]۔ — اسے دارقطنی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند صحیح روایت کیا۔ حاکم لفظ "استنزھو" لائے ہیں اور فرمایا کہ یہ ان (بخاری و مسلم) کی شرط پر صحیح ہے۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دو شخصوں پر عذابِ قبر ہوتے دیکھا، فرمایا:

کان احدھما لا یستتر من بولہ وکان الاٰخر یمشی بالنمیمة[3]۔ — ان میں ایک تو اپنے پیشاب سے آڑ نہ کرتا تھا اور دوسرا چغلخوری کرتا۔ (م)

رواہ الستة عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ — اسے چھ محدثین (اصحابِ صحاح ستہ) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے (ت)

سوم: رہگزر پر ہو یا جہاں لوگ موجود ہوں تو باعثِ بے پردگی ہوگا بیٹھنے میں رانوں اور زانوؤں کی آڑ ہو جاتی ہے او کھڑے ہونے میں بالکل بے ستری اور یہ باعثِ لعنتِ الٰہی ہے۔ حدیث میں ہے:

لعن اللہ الناظر والمنظور الیہ[4]۔ — جو دیکھے اس پر بھی لعنت اور دکھائے اس پر بھی لعنت۔ (م)

ھکذا فی حفظی ولا یحضرنی الاٰن من خرجه واللہ تعالٰی اعلم۔ — میرے ذہن میں اسی طرح ہے لیکن اس وقت مجھے یاد نہیں کہ اس کی تخریج کس نے کی ہے۔ اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے۔ (ت)

چہارم: یہ نصارٰی سے تشبّہ اور ان کی سنتِ مذمومہ میں اُن کا اتباع ہے آج کل جن کو یہاں یہ شوق جاگا ہے اس کی یہی علت اور یہ موجبِ عذاب و عقوبت ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

لا تتبعوا خطوٰت الشیطٰن[5]۔ — شیطان کے قدموں پر نہ چلو۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من تشبه بقوم فھو منھم[6]۔ — جو شخص جس قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں سے ہے۔ (ت)

---

[1] الدارقطنی — باب نجاسۃ البول — مطبوعہ دار المحاسن للطباعۃ قاہرہ — ۱/۱۲۷

[2] نصب الرایۃ — کتاب الطہارۃ حدیث ۴۳ — المکتبۃ الاسلامیہ بیروت — ۱/۱۲۸

[3] ترمذی شریف — باب التشدید فی البول — " کتب خانہ رشیدیہ امین کمپنی دہلی — ۱/۱۱

[4] مشکوٰۃ شریف — باب النظر الی المخطوبۃ — " مجتبائی دہلی — ص ۲۷۰

[5] القرآن الکریم ۲/۱۶۸

[6] مسند امام احمد بن حنبل — حدیث ابن عمر — " المکتب الاسلامی بیروت لبنان — ۲/۵۰

Marfat.com

اتمه ای لان نقشہ محمد رسول اللہ[۱] اھ
ت بل رواہ الاربعۃ و ابن حبان و
حاکم وبعض اسانیدہ صحیح ثم قال اعنی
الطحطاوی قال الطیبی فیہ دلیل علی وجوب
تنحیۃ المستنجی اسم اللہ تعالٰی و اسم
رسولہ والقراٰن اھ وقال الابھری و
کذا سائر الرسل وقال ابن حجر استفید
منہ انہ یندب لمن یرید التبرز ان ینحی کل ما
علیہ معظم من اسم اللہ تعالٰی اونبی او ملک
فان خالف کرہ لترک التعظیم اھ وھوالموافق
لمذھبنا کما فی شرح المشکوٰۃ[۲] در درمختار ست
رقیۃ فی غلاف متجاف لم یکرہ دخول الخلاء
بہ والاحتراز افضل[۳] واللہ تعالٰی اعلم۔

اس کے حاشیہ میں فرمایا کیونکہ امام ابوداؤد اور ترمذی رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں جاتے وقت انگوٹھی اتار لیتے کیونکہ اس میں "محمد رسول اللہ" منقش تھا اھ میں کہتا ہوں بلکہ اسے چاروں محدثین (امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ابن ماجہ رحمہم اللہ) ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کی بعض سندیں صحیح ہیں۔ پھر امام طحطاوی نے فرمایا: طیبی نے کہا ہے کہ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ استنجا کرنے والا اللہ تعالٰی اور رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اسم گرامی نیز قرآن پاک کو الگ کرے اھ اور ابہری نے کہا اسی طرح باقی تمام رسولوں کے نام الگ کرے۔ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ قضائے حاجت کا ارادہ کرنیوالے کے لیے مستحب ہے کہ ہر وہ چیز الگ کرے جس میں کوئی قابل تعظیم بات مثلاً اللہ تعالٰی، کسی نبی یا فرشتے کا نام ہو ــــــ اگر اس کے خلاف کرے گا تو ترکِ تعظیم کی وجہ سے مکروہ ہوگا اھ یہی بات ہمارے مذہب کے موافق ہے جیسا کہ شرح مشکوٰۃ میں ہے۔ درمختار میں ہے غلاف میں لپیٹے ہوئے تعویذ کے ساتھ بیت الخلاء میں داخل ہونا مکروہ نہیں لیکن بچنا افضل ہے، اور اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۲۲ از پٹنہ مرسلہ ابوالمساکین مولوی ضیاء الدین صاحب ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندوستان کے اکثر شہروں میں مثل لکھنؤ و پٹنہ عظیم آباد اکثر لوگ بعد فراغت بول کلوخ سے استنجا نہیں کرتے بلکہ صرف پانی پر اکتفا کرتے ہیں آیا اُن کا پائجامہ یا تہبند نجس ہوتا ہے یا نہیں اور ایسے شخص کی امامت میں کوئی خرابی لازم آتی ہے یا نہیں اور بعض آدمیوں کا بیان ہے کہ پانی لینے سے قطرہ رک جاتا ہے یہ صرف اُن کا خیال ہی خیال ہے یا واقعی امر ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

کلوخ و آب میں جمع افضل ہے نفسِ سنت ہر ایک سے ادا ہو جاتی ہے سب سے اولٰی جمع ہے پھر تنہا آب

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی مع مراقی الفلاح فصل فی الاستنجاء مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۰

[۳] درمختار حکم مس المصحف والکتب الشرعیۃ مجتبائی دہلی ۱/۳۴

Marfat.com

تعالیٰ عنه وهو من کبار الصحابة اھ و ذلك انها رضی اللہ تعالیٰ عنہا انما ولدت بعد نزول القرآن بخمس سنین فکیف یحمل علی ما رأت من فعله صلی اللہ علیه وسلم فی البیوت وانما تقوله عن توقیف وبه یترجح ان حدیث حذیفة رضی اللہ تعالیٰ عنه کان لعذر والاعذار مستثناة عقلا و شرعا ثم اذا ثبتت هذه سنته صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم مختلیا فی بیته الکریم تثبت دلالة فی الخارج فان خارج البیوت احوج الی الستر والتزام الادب قال العینی وایضا یمکن ان یکون قول عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا ما بال قائما یعنی فی منزله و لا اطلاع لها علی ما فی الخارج اھ۔

یا دیکھا اور وُہ جلیل القدر صحابۂ کرام میں سے تھے اھ نیز ام المومنین نزولِ قرآن کے پانچ سال بعد پیدا ہوئیں لہٰذا اسے کیسے اس پر محمول کیا جاتے جو ام المومنین نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل گھروں میں دیکھا آپ تو بتلانے سے بیان فرمارہی ہیں (یعنی یہ حدیث موقوف ہے) اس سے اس بات کو ترجیح حاصل ہوگئی کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت ایک عذر کی بنیاد ہے اور عذر عقلی اور شرعی طور پر مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ پھر جب آپ کی یہ سنّت خانہ اقدس کی خلوت میں ثابت ہوگئی تو بطورِ دلالت باہر بھی ثابت ہوگئی کیونکہ گھروں سے باہر ستر اور آداب کا خیال رکھنے کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے امام عینی فرماتے ہیں نیز ممکن ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول "کہ آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب نہیں فرمایا" سے مراد یہ ہو کہ آپ نے گھر میں کھڑے ہو کر پیشاب نہیں فرمایا آپ کو باہر کے بارے میں اطلاع نہیں تھی اھ (ت)

اقول ماهو الا الاول وقد علمت رده فلا ادری ما معنی قوله وایضا۔

اقول: بات تو وہی پہلی ہے اور تمہیں اس کا رد معلوم ہوچکا ہے پس مجھے معلوم نہیں کہ ان کے قول "ایضاً" کا کیا مطلب ہے۔ (ت)

حدیث دوم: بزار اپنی مسند میں بسندِ صحیح بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلاث من الجفاء ان یبول الرجل قائما او یمسح جبهته قبل ان یفرغ من صلاته

تین باتیں جفا و بے ادبی سے ہیں یہ کہ آدمی کھڑے ہو کر پیشاب کرے یا نماز میں اپنی پیشانی سے (مثلاً

---

[1] عمدۃ القاری باب البول قائماً وقاعداً مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۳/۱۵۳

[2] " " " " " " "

Marfat.com

مسئلہ ۲۲۴ مسئولہ سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب از سرکار مارہرہ شریف ۳ شعبان معظم ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رشید احمد گنگوہی کا ایک مرید کہتا ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں کوئی کراہت نہیں وہ حدیث سے ثابت ہے اس باب میں جو حکم ہو حدیث و فقہ سے بیان فرمائیں واجرکم علی اللہ تعالٰی (تمہارے لیے اس کا اجر اللہ تعالٰی کے ذمۂ کرم پر ہے۔ ت)

الجواب

اوّل کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں چار حرج ہیں :

اوّل : بدن اور کپڑوں پر چھینٹیں پڑنا جسم ولباس بلا ضرورت شرعیہ ناپاک کرنا اور یہ حرام ہے بحر الرائق میں بدائع سے ہے :

اما تنجیس الطاھر فحرام[1] اھ ذکرہ فی بحث الماء المستعمل۔

پاک چیز کو ناپاک کرنا حرام ہے اھ اسے مستعمل پانی کی بحث میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

مافی شرح المنیۃ فی الانجاس من ان التلوث بالنجاسۃ مکروہ فالظاھر حملہ علی ما اذا کان بلا عذر والوطء عذر[2]۔

شرح منیۃ المصلی میں انجاس کی بحث میں ہے کہ نجاست سے ملوث ہونا مکروہ ہے ظاہر یہ ہے کہ اسے غیر عذر کی صورت پر محمول کیا جائے گا اور وطی عذر ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے :

افتی بعض الشافعیۃ بحرمۃ جماع من تنجس ذکرہ قبل غسلہ الا اذا کان بہ سلس فیحل کوطء المستحاضۃ مع الجریان ویظھر انہ عندنا کذلک لما فیہ من التضمخ بالنجاسۃ بلا ضرورۃ لامکان غسلہ بخلاف وطء المستحاضۃ ووطء السلس تأمل[3]۔

بعض شوافع نے فتوٰی دیا ہے کہ جس آدمی کا آلۂ تناسل ناپاک ہو اس کے لیے اسے دھونے سے پہلے جماع کرنا حرام ہے مگر یہ کہ سلسل البول کا مریض ہو تو جائز ہے جیسے مستحاضہ سے خون جاری ہونے کے باوجود جماع کرنا جائز ہے ظاہر یہ ہے کہ ہمارے نزدیک بھی اسی طرح ہے کیونکہ اس میں بلا ضرورت نجاست سے ملوث ہونا ہے اس لیے کہ دھونا ممکن ہے بخلاف مستحاضہ اور سلسل البول والے کی وطی کرنے کے۔ غور کرو۔ (ت)

---

[1] البحر الرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۴

[2] ردالمحتار مطلب الفرق بین الفرض العملی والقطعی والواجب مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۹۸

[3] ردالمحتار فی حکم وطء المستحاضۃ ومن بذکرہ نجاسۃ 〃 〃 〃 ۱/۱۹۸

Marfat.com

اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سباطۃ قوم فبال قائماً[1]۔ رواہ الشیخان۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک گھورے پر تشریف لے گئے اور وہاں کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا۔ (رواہ الشیخان) (ت)

ائمہ کرام علمائے اعلام نے اس سے بہت جواب دیے :

اول : یہ حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے منسوخ ہے۔ یہ امام ابوعوانہ نے اپنی صحیح اور ابن شاہین نے کتاب السنۃ میں اختیار کیا،

وتعقبھما العسقلانی والعینی فقالا الصواب انہ غیر منسوخ زاد العینی لان کلا من عائشۃ وحذیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما اخبر بما شاھدہ[2] اھ۔

امام عسقلانی اور عینی نے ان دونوں کا تعاقب کرتے ہُوئے فرمایا: صحیح بات یہ ہے کہ یہ غیر منسوخ ہے کیونکہ حضرت عائشہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما دونوں نے جو کچھ دیکھا اس کی خبر دی اھ (ت)

اقول معلوم ان حدیث حذیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ لم یکن فی اٰخر عمرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقد رأتہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا واطلعت علی افعالہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الی یوم لحوق اللہ عزوجل وانما یؤخذ بالاٰخر فالاٰخر من افعالہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فکون کل اخبر بما شاھد لایمنع النسخ اذا علمنا ان احدی المشاھدتین متأخرۃ مستمرۃ والحاوی علی حکم النسخ ماصح من قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ من الجفاء[3]

اقول : یہ بات معلوم ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آخری دَور کی نہیں جبکہ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا نے آپ کو وصال تک دیکھا اور آپ کے افعال مبارکہ پر مطلع رہیں اور آخری عمل کو اپنایا جاتا ہے لہذا آپ کے بھی آخری فعل پر عمل ہوگا۔ بنا بریں ہر ایک کا اپنے مشاہدے کے مطابق خبر دینا نسخ کو منع نہیں کرتا جب ہمیں معلوم ہوجائے کہ دو مشاہدوں میں سے ایک متاخر بھی ہے اور جاری بھی اور حکمِ نسخ پر آپ کا وُہ قول حاوی ہوگا جو صحیح طور پر ثابت ہے کہ یہ ظلم ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام

---

[1] جامع البخاری باب البول قائماً وقاعداً مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۵

[2] عمدۃ القاری " " " ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۳/۱۳۵

[3] " " " " " " " "

Marfat.com

اس حرکت سے نہی اور اس کے بے ادبی وجفا وخلافِ سنّتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہونے میں احادیث صحیحہ معتمدہ وارد ہیں۔

حدیث اوّل : امام احمد وترمذی ونسائی وابن حبان صحیح میں اُمّ المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی :

من حدثکم ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یبول قائما فلا تصدقوہ ما کان یبول الا قاعدا[1]۔

جو تم سے کہے کہ حضور اقدس اطہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوکر پیشاب فرماتے اُسے سچا نہ جاننا حضور پیشاب نہ فرماتے تھے مگر بیٹھ کر۔ (م)

امام ترمذی فرماتے ہیں :

حدیث عائشۃ احسن شیئ فی ھذا الباب واصح[2]۔

جتنی حدیثیں اس مسئلہ میں آئیں ان سب سے یہ حدیث بہتر و صحیح تر ہے۔ (م)

یہی حدیث صحیح ابوعوانہ ومستدرک حاکم میں ان لفظوں سے ہے :

مابال قائما منذ انزل علیہ القراٰن[3]۔

جب سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قرآن مجید اُترا کبھی کھڑے ہوکر پیشاب نہ فرمایا۔ (م)

اقول وبہ اندفع ماوقع للامامین الشھاب ابن حجر العسقلانی فی فتح الباری والبدر محمود العینی فی عمدۃ القاری حیث قالا واللفظ للعینی الجواب عن حدیث عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا انہ مستند الی علمہا فیحمل علی ماوقع منہ فی البیوت واما فی غیر البیوت فلا تطلع ھی علیہ وقد حفظہ حذیفۃ رضی اللہ

اقول : اس سے وہ شُبہہ دُور ہوگیا جو دو اماموں الشہاب ابن حجر عسقلانی کو فتح الباری میں اور البدر محمود عینی کو عمدۃ القاری میں پیش آیا کہ انہوں نے فرمایا (الفاظ عینی کے ہیں) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ ان کی معلومات سے منسوب ہے پس لے اس صورت پر محمول کیا جائیگا جو آپ سے گھروں میں وقوع پذیر ہوئیں۔ لیکن گھروں کے علاوہ پر ام المومنین مطلع نہیں ہوئیں اسے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے

---

[1] جامع الترمذی شریف باب النہی عن البول قائماً مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۴

[2] ایضاً

[3] المستدرک للحاکم البول قائماً وقاعداً مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۱۸۱

Marfat.com

بالنجاسة اھ[1] فهذا ما ذكرت وهو الصواب فی الجواب ۔

آپ نے ایسا اس لیے کیا کہ تمام جگہ نجاست سے بھری ہونے کی وجہ سے آپ کو بیٹھنے کی جگہ نہ ملی اھ پس یہ ہے جو کچھ میں نے ذکر کیا اور جواب میں یہی بہتر ہے (ت)

چہارم وہاں ڈھال ایسا تھا کہ بیٹھنے کا موقع نہ تھا اسے ابہری وغیرہ نے نقل کیا۔

قال العینی قال بعضهم لانه صلی الله علیه وسلم لم یجد مکانا للقعود لکون الطرف الذی یلیه من السباطة عالیا مرتفعا[2] اھ وقال القاری فی المرقاة قال الابهری قیل کان مایقابله من السباطة عالیا ومن خلفه منحدرا مستفلا لو جلس مستقبل السباطة سقط الی خلفه ولو جلس مستدبرا لها بدا عورته للناس[3] وقال بعد اسطر قیل فعل ذلك لانه ان استدبر للسباطة تبدو العورة للمارة وان استقبلها خیف ان یقع علی ظهره مع احتمال ارتداد البول الیه[3] اھ ۔

عینی نے فرمایا بعض نے کہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھنے کے لیے جگہ نہ پائی کیونکہ جس طرف آپ تھے ادھر سے ڈھیر بلند تھا اھ حضرت ملّا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقات میں فرمایا ابہری فرماتے ہیں کہا گیا ہے کہ آپ کے سامنے کی طرف ڈھیر بلند تھا اور پچھلی جانب جھکا ہوا پست تھا اگر آپ ڈھیر کی طرف منہ کرکے بیٹھتے تو پیچھے کی طرف گر پڑتے اور ادھر پیٹھ کرکے بیٹھتے تو لوگوں کے سامنے ستر ننگا ہوتا اھ چند سطروں کے بعد فرمایا کہا گیا ہے آپ نے ایسا اس لیے کیا کہ اگر ڈھیر کی طرف پیٹھ کرتے تو گزرنے والوں کے سامنے ستر ننگا ہوتا اور اگر منہ ادھر کرتے تو پیٹھ کے بل گرنے کا ڈر تھا اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کی جانب پیشاب کے لوٹنے کا احتمال بھی تھا (ت)

اقول اولا فی هذه الزیادة ما علمت ان القائم اجدر به ۔

اقول اول ان تمام اضافوں سے معلوم ہوا کہ کھڑا ہونا زیادہ مناسب تھا۔

وثانیا لو کان ما یستقبله صلی الله تعالی علیه وسلم منها عالیا مرتفعا لم یکن ان یختاره لهذا لارتداد البول ح قطعا بل الصواب فیه

دوم اگر اس جانب جدھر آپ کا چہرہ مبارکہ تھا بلند جگہ ہوتی تو پیشاب کے لوٹنے کی وجہ سے آپ اسے قطعاً اختیار نہ فرماتے بلکہ اس میں بہتر بات وہی ہے جو

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب آداب الخلاء فصل ثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۳۶۳
[2] عمدۃ القاری باب البول قائماً وقاعداً مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۳/۱۳۶
[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب آداب الخلاء فصل ثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۳۶۳

Marfat.com

او ینفخ فی سجودہ[1]۔ مٹی یا پسینہ) پونچھے یا سجدہ کرتے وقت (زمین پر مثلاً غبار صاف کرنے کو) پھونکے۔ (م)

تیسیر میں ہے: رجالہ رجال الصحیح[2] (اس حدیث کے سب راوی ثقہ معتمد صحیح کے راوی ہیں۔ م)

عمدۃ القاری میں ہے: رواہ البزار بسند صحیح[3] (اسے بزار نے بسند صحیح روایت کیا۔ م) قال وقال الترمذی حدیث بریدۃ فی ھذا غیر محفوظ وقول الترمذی یردہ[4] (اور کہا کہ امام ترمذی نے فرمایا: اس سلسلے میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت غیر محفوظ ہے۔ اور امام ترمذی کا قول اس کے ساتھ رَد کیا جاتا ہے۔ ت)

حدیث سوم: ترمذی[عه1] و ابن ماجہ و بیہقی امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی،

قال رأنی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابول قائما فقال یا عمر لاتبل قائما فما بلت قائما بعد[5]۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجھے کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا تو فرمایا: "اے عمر! کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرو۔" اس دن سے میں نے کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہ کیا۔ (م)

حدیث چہارم: ابن[عه2] ماجہ و بیہقی جابر رضی اللہ عنہ سے راوی،

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یبول الرجل قائما[6]۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔ (م)

امام خاتم الحفاظ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ رہی حدیث حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ:

عه1: اقتصر فی عمدۃ القاری علی عزوہ للبیہقی وھو مما لاینبغی ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م) عمدۃ القاری میں اس حدیث کو بیہقی کی طرف منسوب کرنے پر اقتصار کیا ہے حالانکہ ایسا کرنا مناسب نہیں۔ (ت)

عه2: کذا اقتصر ھھنا علی عزوہ للبیہقی ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م) اسی طرح یہاں بھی اس حدیث کو بیہقی کی طرف منسوب کرنے پر اقتصار کیا ہے۔ (ت)

---

[1] کشف الاستار عن زوائد البزار باب ما نھی عنہ فی الصلٰوۃ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۲۶۶

[2] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر زیر حدیث مذکور " دار المعرفۃ بیروت ۳/۲۹۳

[3] و [4] عمدۃ القاری باب البول قائما وقاعدا الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۳/۱۳۵

[5] جامع الترمذی باب النھی عن البول قائما " کتب خانہ رشیدیہ امین کمپنی دہلی ۱/۴

[6] سنن ابن ماجہ باب فی البول قائما وقاعدا " قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۲۷

Marfat.com

پنجم: اُس وقت پشتِ مبارک میں درد تھا اور عرب کے نزدیک یہ فعل اس سے استشفا ہے۔ یہ جواب امام شافعی وامام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہما کا ہے۔ چالیس طبیبوں کا اتفاق ہے کہ حمام میں ایسا کرنا ستّر مرض کی دوا ہے،

ذکرہ القاری عن زین العرب عن حجۃ الاسلام قال العینی قال الشافعی لما سأله حفص الفرد عن الفائدۃ فی بوله قائما العرب تستشفی لوجع الصلب بالبول قائما فنری انه کان به اذ ذاك[1] اھ و فی فتح الباری روی عن الشافعی و احمد فذکر نحوہ قال العینی قلت یوضح ذلك حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه المذکور انفا[2] اھ۔

ملا علی قاری نے زین العرب سے انہوں نے حجۃ الاسلام سے یہ ذکر کیا۔ امام عینی فرماتے ہیں امام شافعی سے جب حفص فرد نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا فائدہ پُوچھا تو انہوں نے جواباً فرمایا عربی لوگ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے پیٹھ کے درد کا علاج کرتے ہیں پس ہمارا خیال ہے حضور علیہ السلام کو اس وقت یہی تکلیف تھی اھ اور فتح الباری میں امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ سے اسی طرح مذکور ہے امام عینی فرماتے ہیں میں کہتا ہوں ابھی گزرنے والی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت اس کی وضاحت کرتی ہے اھ (ت)

اقول لاادری ماھذا فاین فعل شیئ للاستشفاء من مرض قصدا غیر مضطر الیه من فعله مع عدم الاختیار لاجل الاضطرار۔

اقول میں نہیں جانتا کہ یہ کیا ہے آپ کا کسی عمل کو کسی مجبوری کے بغیر قصداً بیماری سے شفا کے لیے اختیار کرنا اس کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتا ہے کہ آپ نے اضطرار کے باوجود اسے اختیار نہ کیا (ت)

ششم: زعم المازری فی کتاب العلم فعل ذلك لانھا حالۃ یؤمن فیھا خروج الحدث من السبیل الاٰخر بخلاف القعود و منه قول عمر رضی اللہ تعالٰی عنه البول قائما احصن للدبر[3] اھ نقله فی العمدۃ زاد العسقلانی ففعل ذلك لکونه قریبا

ششم: مازری نے کتاب العلم میں یہ خیال ظاہر کیا کہ آپ کا یہ عمل اس لیے تھا کہ اس صورت میں دوسرے راستے سے حدث (ہوا وغیرہ) نکلنے کا خوف نہیں ہوتا بخلاف بیٹھنے کے۔ اسی سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول بھی ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا دُبر کو محفوظ رکھتا ہے اھ اسے العمدۃ میں نقل کیا امام عسقلانی

---

[1] و [2] و [3] عمدۃ القاری باب البول قائماً وقاعداً مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۳/۱۳۶

وقدکان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابعد الناس عنہ۔ لوگوں سے بڑھ کر اس سے پرہیز کرتے تھے (ت)

دوم: اُس وقت زانوئے مبارک میں زخم تھا بیٹھ نہ سکتے تھے۔ یہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہوا، حاکم و دارقطنی وبیہقی اُن سے راوی،

انا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بال قائما من جرح کان بمابضہ[1] لکن ضعفہ ھذان وابن عساکر فی غرائب مالک وتبعھم الذہبی فقال منکر۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس زخم کی وجہ سے جو زانو کے اندرونی طرف تھا کھڑے ہوکر پیشاب فرمایا۔ لیکن ان دونوں (دارقطنی اور بیہقی) اور ابن عساکر نے غرائب مالک میں اسے ضعیف قرار دیا اور ذہبی نے بھی ان کی اتباع کرتے ہوئے فرمایا یہ منکر ہے۔ (ت)

سوم: وہاں نجاسات کے سبب بیٹھنے کی جگہ نہ تھی امام عبدالعظیم زکی الدین منذری نے اس کی ترجیح کی۔

قال العینی قال المنذری لعلہ کانت فی السباطۃ نجاسات رطبۃ وھی رخوۃ فخشی ان یتطایر علیہ قال العینی قیل فیہ نظر لان القائم اجدر بھذہ الخشیۃ من القاعد وقال الطحاوی لکون ذلک سھلا ینحدر فیہ البول فلا یرتد علی البائل اھ[2]

عینی نے کہا منذری کہتے ہیں شاید ڈھیر میں تر نجاستیں تھیں اور وہ نرم تھیں اور آپ کو ملوث ہونے کا ڈر ہوا۔ امام عینی فرماتے ہیں کہا گیا ہے کہ یہ بات محلِ نظر ہے کیونکہ کھڑا ہونے والا بیٹھنے والے کی نسبت اس ڈر کے زیادہ لائق ہے۔ امام طحاوی فرماتے ہیں زمین کے نرم ہونے کی وجہ سے پیشاب اس میں اُتر جاتا ہے اور پیشاب کرنے والے کی طرف نہیں لوٹتا اھ (ت)

اقول انما اتجہ ھذا علی المنذری لزیادتہ خشیۃ التطایر ولو قال کما قلت لسلم فقد تکون مجمع نجاسات رطبۃ لایوجد معھا موضع جلوس ثم رأیت فی المرقاۃ قال قال السید جمال الدین قیل فعل ذلک لانہ لم یجد مکانا للقعود لامتلاء الموضع

اقول امام منذری اس تاویل کی طرف اس لیے متوجہ ہوئے کہ انہوں نے چھینٹے اُڑ کر لگنے کا زیادہ ڈر محسوس کیا اور وہ ہمارے والی بات کہتے تو وہ اعتراض سے بچ جاتے کیونکہ جہاں تر نجاستیں جمع ہوں وہاں بعض اوقات بیٹھنے کی جگہ نہیں ہوتی پھر میں نے مرقاۃ میں دیکھا صاحبِ مرقاۃ فرماتے ہیں سید جمال الدین نے فرمایا کہا گیا ہے

---

[1] المستدرک علی الصحیحین البول قائماً او قاعداً مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۱/ ۱۸۲
السنن الکبرٰی للبیہقی باب البول قائما 〃 دار صادر بیروت ۱/ ۱۰۱

[2] عمدۃ القاری باب البول قائماً وقاعداً 〃 ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۳/ ۱۳۶

Marfat.com

ہشتم قال ابوالقاسم عبد الله بن احمد بن محمود البلخی فی کتابہ المسمی بقبول الاخبار و معرفۃ الرجال حدیث حذیفۃ ھذا فاحش منکر لانراہ الا من قبل بعض الزنادقۃ قال الامام العینی بعد نقلہ ھذا کلام سوء لایساوی سماعہ وھو فی غایۃ الصحۃ[1] اھ و وقع للقاری عقب ذکر حدیث الحذیفۃ وانہ متفق علیہ قال الشیخ لو صح ھذا الحدیث لکان فیہ غنی عن جمیع ما تقدم لکن ضعفہ الدارقطنی والبیھقی والاظھر انہ فعل ذلک لبیان الجواز نقلہ الابھری[2] اھ۔

ہشتم: ابوالقاسم عبداللہ بن احمد بن محمود بلخی نے اپنی کتاب مسمّٰی "قبول الاخبار و معرفۃ الرجال" میں فرمایا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت قبیح منکر ہے یہ بعض زندیق بیان کرتے ہیں امام عینی اسے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں یہ بُرا کلام ہے اسے سننا صحیح نہیں جبکہ حدیث بالکل صحیح ہے اھ حضرت ملّا علی قاری روایتِ حذیفہ ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں یہ متفق علیہ ہے۔ شیخ فرماتے ہیں اگر یہ حدیث صحیح ثابت ہو تو اس میں پہلے بیان سے بے نیازی ہوگی۔ لیکن دارقطنی اور بیہقی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ آپ نے بیانِ جواز کے لیے ایسا کیا، اسے ابہری نے نقل کیا اھ (ت)

اقول الشیخ ھو الامام ابن حجر العسقلانی وانما قال ھذا فی حدیث ابی ھریرۃ السابق فلا ادری ممن وقع ھذا التخلیط من الابھری او من القاری۔

اقول شیخ سے مراد امام ابنِ حجر عسقلانی ہیں اور انہوں نے یہ بات حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی گزشتہ حدیث کے بارے میں کہی ہے، پس میں نہیں جانتا کہ یہ گڑبڑ کس سے واقع ہوئی، ابہری سے یا ملّا علی قاری سے۔ (ت)

اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں) نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ایک بار یہ فعل وارد ہُوا اور صحیح حدیث سے ثابت کہ روزِ نزولِ قرآن کریم سے آخر عمر اقدس تک عادتِ کریمہ ہمیشہ بیٹھ ہی کر پیشاب فرمانے کی تھی اور صحیح حدیث سے ثابت ہُوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو جفا و بے ادبی فرمایا اور متعدد احادیث میں اس سے نہی و ممانعت آئی تو واجب کہ ممنوع ہو اور انھیں احادیث کو اُن پر ترجیح بوجوہ ہو:

اولاً وہ ایک بار کا واقعۂ حال ہے کہ صدگونہ احتمال ہے۔

---

[1] عمدۃ القاری باب البول قائماً وقاعداً مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۳/ ۱۳۶

[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب آداب الخلاء فصل ثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/ ۳۶۳

Marfat.com

ماقال ابن حبان کما نقل عنہ فی فتح الباری انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یجد مکانا یصلح للقعود فقام لکون الطرف الذی یلیہ من السباطۃ کان عالیا فامن ان یرتد الیہ شیئ من بولہ[1] اھ فجعل ما قام علیہ عالیا وما یقابلہ منحدرا وجعلہ سبب الامن من ارتداد البول فانقلب الامر علی من نقل عنہ الابہری فجعل ما قام علیہ منحدرا وما یقابلہ عالیا وجعلہ سبب خوف السقوط فی القعود مع انہ کذلک فی القیام الا نادرا۔

فان قلت ھذا یرد علی ابن حبان ایضا اذ لا یظھر الفرق فی مثلہ بین القیام والقعود لان الصبب اذا کان بحیث لا یستقر علیہ القاعد فکذا القائم۔

اقول بل قد تکون کھیأۃ مثلث لہ حرف دقیق یستقر علیہ القائم اذا وضع علیہ وسط قدمیہ لاعتدال الثقل فی الجانبین بخلاف القاعد فانہ لا مستقر علیہ الا لقدمیہ و ساقیہ وثقل سائر جسمہ لا حامل لہ۔

ابن حبان نے کہی ہے جیسا کہ فتح الباری میں ان سے نقل کیا گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بیٹھنے کے لیے مناسب جگہ نہ پائی تو کھڑے ہوئے کیونکہ آپ کے سامنے سے ڈھیر بلند تھا پس آپ پیشاب لوٹنے کے خطرہ سے بے خوف ہو گئے اھ پس انہوں نے کھڑے ہونے کی جگہ کو بلند قرار دیا اور سامنے کی جگہ کو پست قرار دیا اور اسے پیشاب کے لوٹنے سے امن کا باعث خیال کیا تو معاملہ اس شخص کے خلاف ہو گیا جس سے ابہری نے نقل کیا کیونکہ اس نے کھڑے ہونے کی جگہ کو پست اور مقابل کی جگہ کو بلند قرار دیا اور اسے بیٹھنے کی صورت میں گرنے کے ڈر کا باعث قرار دیا حالانکہ اکثر کھڑے ہونے کی صورت میں بھی اسی طرح ہوتا ہے۔

اگر تم کہو کہ یہ اعتراض ابن حبان پر بھی ہوتا ہے کیونکہ ایسی صورت میں کھڑے ہونے اور بیٹھنے میں فرق ظاہر نہیں ہوتا کیونکہ جب نشیبی جگہ ایسی صورت میں ہو کہ وہاں بیٹھنے والا نہ ٹھہر سکے تو کھڑا ہونے والا بھی اسی طرح ہوگا۔

اقول (میں کہتا ہوں) ہاں کبھی وُہ تکونی شکل میں ہوتی ہے اس کے کنارے باریک ہوتے ہیں اگر کھڑا ہونے والا اس پر قدم کا درمیانہ حصہ رکھے تو وہ ٹھہر سکتا ہے کیونکہ دونوں طرف بوجھ برابر ہوتا ہے بخلاف بیٹھنے والے کے، کیونکہ اس کے لیے تو صرف پاؤں اور پنڈلیوں کے ٹھہرنے کی جگہ ہے جبکہ باقی جسم کے بوجھ کو اٹھانے والی کوئی چیز نہیں (ت)

---

[1] فتح الباری باب البول عند سباطۃ قوم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۴۳

Marfat.com

سنت ہے اور ایک چلّو پانی مسحِ سر کو چاہئے۔ یہ سب باتیں بلا افراط و تفریط جتنے پانی میں ادا ہو جائیں اُسی قدر درکار ہے لوٹے دو لوٹے کی کوئی تخصیص نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۶ از ضلع ناگپور ڈاکخانہ محلہ نیا بازار حافظ محمد اکبر بروز شنبہ ۲۴ رجب ۱۳۳۴ھ

چہ میفرمایند علمائے دینِ متین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دریں مسئلہ کہ بیعت کردن یعنی مرید شدن بدست اشرفعلی دیوبندی بہ کاغذات جائز ست یا نہ۔ اور ان کے رسالوں پر علانیہ عمل کریں یا استنجا کرکے پھینک ڈالیں بقول فقہا کے یجوز الاستنجاء باوراق المنطق (منطق کے مکتوب اوراق سے استنجا جائز ہے) اور یہ رسالے منطق سے بھی زیادہ خراب ہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اشرفعلی کے ہاتھ پر بیعت حرام قطعی ہے بالمشافہہ ہو خواہ بذریعہ تحریر بلکہ بیعت درکنار علمائے حرمین طیبین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے:

من شك فی عذابه وکفرہ فقد کفر۔ جو اس کے اقوال پر مطلع ہو کر اُس کے کفر میں شک کرے وہ خود کافر۔

اشرفعلی اور تمام دیوبندی عقیدے والوں کی کتابیں کتب منطق بلکہ ہنود کی پوتھیوں سے بدتر ہیں کہ انھیں دیکھ کر مسلمان کے بگڑنے کی اتنی توقع نہیں جو ان کتابوں سے ہے آن کا دیکھنا بیشک حرام ہے مگروہ کہ ان کے ورقوں سے استنجا کیا جائے یہ زیادتی ہے اور بعض فقہا کا وہ لکھ دینا مقبول نہیں حروف کی تعلیم لازم ہے نہ کہ اُنکی کتابیں کہ ان کی کتابوں میں قال اللہ وقال الرسول بھی ہے جس سے وہ عوام کو دھوکا دیتے ہیں ایک امام کا بعض نوجوانوں پر گزر ہوا جنھوں نے نشانہ پر ابوجہل کا نام لکھ کر لگایا اور اس پر تیر اندازی کر رہے تھے امام نے انہیں منع فرمایا جب اُدھر سے واپس تشریف لائے ملاحظہ فرمایا کہ اُنہوں نے نامِ ابوجہل کے حروف متفرق کر دیے اب ان پر تیر لگا رہے ہیں فرمایا میں نے تمہیں نامِ ابوجہل کی تعظیم کو نہ کہا تھا بلکہ حروف کی تعظیم کو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۷ و ۲۲۸ مسئولہ معرفت آدم جی سیٹھ مقیم بر در دولت اعلیحضرت قبلہ۔ شنبہ یکم شعبان ۱۳۳۴ھ

(۱) عورت بعد پیشاب کلوخ لے یا صرف پانی سے استنجا کرے۔

(۲) بعد پیشاب حالت کلوخ میں سلام کرنا یا سلام کا جواب یا کلوخ کرتے ہوئے کو سلام کرنا کیسا ہے؟

الجواب

(۱) دونوں کا جمع کرنا افضل ہے اور اس کے حق میں کلوخ سے کپڑا بہتر ہے۔

Marfat.com

من الدنیا[1] اھ

نے اضافہ کیا کہ آپ نے یہ اس لیے کیا کہ آپ گھروں کے زیادہ قریب تھے اھ۔(ت)

اقول وانا استبشع مثل ھذہ التعلیلات فی افعالہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقد عصمہ اللہ تعالٰی من کل مایستھجن۔

اقول نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے افعال مبارکہ کی ایسی توجیہات کو میں نہایت بدذوقی سمجھتا ہوں اللہ تعالٰی نے آپ کو ہر اس چیز سے محفوظ فرمایا جسے قبیح سمجھا جاتا ہے(ت)

ہفتم قال العینی تکلموا فی سبب بولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قائما فقال القاضی عیاض انما فعل لشغلہ بامور المسلمین فلعلہ طال علیہ المجلس حتی حصرہ البول ولم یمکن التباعد کعادتہ واراد السباطۃ لدمثھا واقام حذیفۃ لیسترہ عن الناس[2] اھ

ہفتم: (محدثین نے) نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کے بارے میں گفتگو کی ہے قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا آپ نے ایسا اس لیے کیا کہ آپ مسلمانوں کے کاموں میں مشغول تھے اور ممکن ہے مجلس طویل ہوگئی حتی کہ پیشاب نے آپ کو روک دیا اور عادت کے مطابق آپ کے لیے دُور جانا ممکن نہ ہوا اور آپ نے (کوڑے کرکٹ کے) ڈھیر کا ارادہ فرمایا کیونکہ وہ جگہ نرم تھی اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو کھڑا کیا تاکہ لوگوں سے پردہ ہو اھ (ت)

اقول ای مساس لھذا بسببیۃ الفعل قائما انما ھو وجہ لترکہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الابعاد المعتاد لہ وفی ھذا ذکرہ فی فتح الباری فھذا یحتاج فی تسدیدہ الی ان یضم الیہ ما ذکرالمازری والا بطل کما یحتاج ماذکر المازری فی تایید ہ الی ان یضم الیہ ھذا کما فعل ابن حجر والاضعف۔

اقول: یہ بات کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کا سبب کیسے بن گئی یہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عادت کے مطابق دُور جانے کو چھوڑنے کی وجہ ہے۔ اسے انہوں نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے پس یہ اپنی مضبوطی کے لیے اس بات کا محتاج ہے کہ جو کچھ مازری نے ذکر کیا اسے بھی اس کے ساتھ ملایا جائے ورنہ یہ باطل ہوجائیگا جیسا کہ مازری کا ذکر کردہ قول اپنی تائید کیلیے اس کے ملانے کا محتاج ہے جیسا کہ ابن حجر نے کیا ورنہ وہ کمزور رہ جائے گا۔(ت)

---

[1] فتح الباری باب البول عند سباطۃ قوم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۴۳
[2] عمدۃ القاری باب البول قائماً وقاعداً ؍؍ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۳/۱۳۶

Marfat.com

تعظیمہ من ادب الدین و نقلوا عند نا ان للحروف حرمۃ ولو مقطعۃ و ذکر بعض القراء ان حروف الھجاء قرآن انزلت علی ھود علیہ الصلوۃ والسلام[1]۔

نہیں اسی طرح کاغذ، صاف اور قیمتی ہونے کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے، نیز وہ قابلِ احترام ہے کیونکہ وہ کتابتِ علم کا آلہ ہے اسی لیے تتارخانیہ میں اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ اس کی تعظیم آدابِ دین سے ہے (فقہاء کرام) نے نقل کیا ہے کہ ہمارے نزدیک حروف کی عزّت ہے اگرچہ وہ کٹے ہوئے ہوں بعض قراء نے فرمایا کہ حروفِ تہجی بھی قرآن ہیں جو حضرت ہُود علیہ السلام پر نازل ہوئے۔ (ت)

اور ریل کا عذر صرف زید ہی کو لاحق ہوتا ہے اور مسلمانوں کو کیوں نہیں ہوتا، کیا ڈھیلے یا پرانا کپڑا نہیں رکھ سکتے، ہاں سنّتِ نصارٰی کا اتباع منظور ہو تو یہ قلب کا مرض ہے دوا چاہیے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۱ از قصبہ واساواڑ ضلع کاٹھیاواڑ مرسلہ سید احمد صاحب پیش امام ۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

ایک شخص نے بعد پیشاب کلوخ لیا اور استنجا کرنا بھول گیا بعد اس کے نماز ادا کرلی یا ادائیگی نماز یا بعد نماز یاد آیا کہ میں استنجا بھول گیا، نماز ہوگئی یا اعادہ کرنا چاہیے۔

الجواب

اگر پیشاب روپے بھر سے زیادہ جگہ میں نہ پھیلا تھا تو صرف ڈھیلا طہارت کے لیے کافی ہے نماز ہوگئی اور اگر روپے بھر سے زائد جگہ میں پھیل گیا تھا تو ڈھیلے سے طہارت نہیں ہوسکتی پانی سے دھونا فرض ہے اگر نماز میں یاد آئے فوراً جُدا ہوجائے اور استنجا کرے اور مستحب یہ ہے کہ اس کے بعد وضو بھی پھر کرے اور نماز پھر پڑھے اور اگر نماز کے بعد یاد آیا تو اب استنجا کرکے دوبارہ پڑھے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۲ از موضع چپڑا ڈاکخانہ باسی ضلع پورنیہ مرسلہ کلیم الدین ۲۵ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

پیشاب کرکے اُسی جلسہ میں بغیر کلوخ کے استنجا کرنا صرف پانی سے درست ہے یا نہیں؟ یا کلوخ سے لینا شرط ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بغیر کلوخ کے صرف پانی سے استنجا اُسی جلسہ میں کرتے تھے ہم لوگوں کے واسطے کیوں ناجائز ہوگا؟

الجواب

ناجائز نہیں ہے صرف افضل ہے کہ ڈھیلے کے بعد پانی ہو اور بغیر ڈھیلے کے اُسی جلسہ میں ہو تو اقویا کے لیے جن کو قطرہ آنے کا اندیشہ نہ ہو یا جن کو قطرہ حرارت سے آتا اور پانی سے بند ہوجاتا ہو ان کے لیے کوئی حرج نہیں ورنہ

---

[1] ردالمحتار فصل الاستنجا مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۲۷

Marfat.com

ثانیاً فعل وقول میں جب تعارض ہو قول واجب العمل ہے کہ فعل احتمال خصوص وغیرہ رکھتا ہے۔

ثالثاً مبیح وحاظر جب متعارض ہوں حاظر مقدم ہے۔

ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں۔ ت) نفسِ حدیث حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان مقلدانِ نصرانیت پر رَد ہے وہاں کافی بلندی تھی اور نیچے ڈھال اور زمین گھورے کے سبب نرم کہ کسی طرح چھینٹ آنے کا احتمال نہ تھا سامنے دیوار تھی اور گھورا فنائے دار میں تھا نہ کہ گزرگاہ پس پشت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو کھڑا کرلیا تھا اس طرف کا بھی پردہ فرمایا اس حالت میں پُشتِ اقدس پر بھی نظر پڑنا پسند نہ آیا ان احتیاطوں کے ساتھ تمام عمر مبارک میں ایک بار ایسا منقول ہُوا، کیا یہ نئی روشنی کے مدعی ایسی ہی صورت کے قائل ہیں سبحان اللہ کہاں یہ اور کہاں ان بے ادبوں کے نامہذب افعال اور اُن پر معاذاللہ حدیث سے استدلال لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ع

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر

(پاک لوگوں کے کام کو اپنے اوپر قیاس نہ کرو)

؎ او گمان بردہ کہ من کردم چو او

فرق راکے بیند آں استیزہ جو

(اس نے گمان کیا کہ میں نے اس جیسا عمل کیا، وہ بڑائی ڈھونڈنے والا فرق کب دیکھ سکتا ہے)

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۵ از موضع منصور پور متصل ڈاک خانہ قصبہ شیش گڈھ تحصیل بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ محمد شاہ خان ۳۰ محرم ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لوٹا پانی سے استنجا و وضو درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر یہ مطلب ہے کہ استنجا کے بچے ہُوئے پانی سے وضو کیا جائے یا نہیں، تو جواب یہ ہے کہ حرج نہیں اور اگر یہ مطلب ہے کہ اتنے تھوڑے پانی میں استنجا و وضو دونوں کرلینا تو جواب یہ ہے کہ استنجا میں تطہیر شرط ہے اتنا دھونا کہ بدن پر سے چکنائی جاتی رہے اور وضو میں بُن مُو سے ٹھوڑی کے نیچے اور ایک کان سے دوسرے کان تک سارے منہ اور ناخنوں سے کہنیوں کے اوپر تک دونوں ہاتھ اور گٹّوں تک دونوں پاؤں ایک ایک بار دھونا فرض ہے اور تین تین بار سنّت یُوں کہ اتنے جسم کے ایک ایک ذرّہ پر پانی بہتا ہوا گزرے اگر کوئی ذرّہ پانی بہنے سے رہ جائے گا اگرچہ بھیگا ہاتھ اُس پر گزر جائے تو وضو نہ ہوگا نماز نہ ہوگی اور اگر تین بار کامل ہر ہر ذرّہ پر نہ بہا تو سُنّت ادا نہ ہوگی اور ابتدائے وضو میں تین بار کلائیوں تک ہاتھ دھونا تین بار سارا دہن حلق کی جڑ تک دھونا تین بار ساری ناک میں اوپر تک پانی چڑھانا

Marfat.com

است کہ چوں ذکر او می شپلد بر سرآں بول برآید ومی ایستد
رواں نمی گردد اگر نمی شپلد بر سرآں بول نمودار نشود آیا
دریں صورت وضو اس شکستہ شود یا نہ اگر دریں حالت
وضو بشکند آیا صاحب عذر شود یا نہ یا حکم است
کہ او نہ شپلد و نہ وسواس کند ہر گاہ کہ بول آید
وضو بکند ہر چہ گنجد بفرمایند اگر ایں عادت بود او وضو
نمی کرد نماز ہا خواندہ است آیا جملہ نماز باز گرداند
یا معاف ست بباعث حرج بسیار ازیں سوال
بے ادبی معاف فرمایند۔

عادت ہے جب اس کا آلۂ تناسل حرکت میں آتا ہے
تو پیشاب اس کے (آلۂ تناسل) کے سر کے اوپر
آکر ٹھہر جاتا ہے جاری نہیں ہوتا اور اگر حرکت نہ کرے
تو اس کے اوپر پیشاب ظاہر نہیں ہوتا کیا اس صورت
میں اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں، اگر اس حالت
میں وضو ٹوٹ جائے تو کیا وہ معذور شمار ہوگا یا نہ ؟
یا اسے نہ اچھلنے والے کا حکم دیا جائے اور کسی قسم کا
وسوسہ نہ کرے جب پیشاب نکلے تو وضو کرے
جو کچھ آنجناب فرمائیں۔ اور اگر اس کی یہ عادت تھی
اور وہ وضو کیے بغیر نمازیں پڑھتا رہا تو کیا تمام نمازیں لوٹائے یا زیادہ حرج کے باعث معاف ہے۔ سوال کرنے
پر بے ادبی سے معاف فرمائیں۔ (ت)

الجواب

کمیز تا آنکہ برلب عضو بر نیاید وضو بجائے
خود ست نماز ہا کہ ایں چناں گزاردہ ست بے خلل
ست فشردن عضو پس از بول سنت بیش نیست اگر
میداند کہ ہر بار کہ می فشرد چیزے بر می آید و منقطع
نمی شود و اگر نفشرد بر نیاید آنگاہ او را فشردن
بکار نیست ہمچناں وضو کردہ نماز گزارد و وسوسہ را
بدل راہ ندہد واللہ تعالٰی اعلم۔

پیشاب جب تک عضو کے کنارے پر نہ آئے
وضو قائم ہے جو نمازیں اس حال میں پڑھی ہیں ان
میں کوئی خرابی نہیں۔ پیشاب کے بعد عضو کو جھاڑنا
صرف سنت ہے اس سے زیادہ (فرض یا واجب)
نہیں، اگر سمجھتا ہو کہ جب بھی جھاڑے گا کچھ نہ کچھ
باہر آئے گا اور پیشاب ختم نہیں ہوگا اور اگر نہیں
جھاڑے گا تو نہیں آئے گا تو اس صورت میں جھاڑنے
کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح وضو کرکے نماز پڑھے اور دل میں کسی قسم کے وسوسہ کو جگہ نہ دے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳۶ ازشہر بریلی (دار العلوم) منظر الاسلام مسئولہ مولوی حشمت علی صاحب طالب علم دار العلوم مذکور
۹ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کا صحن اس طرح پر ہے کہ نصف حوض کے داہنے بائیں
صحن مسجد ہے اور نصف کے ارد گرد صرف زمین مقام الف میں اس کے سیڑھیاں ہیں زید کو مرض ہے کہ اگر ڈھیلا
لے کر فوراً علی الاتصال پانی سے استنجا پاک کرے تو قطرہ آجاتا ہے اب وہ استنجا کرتا ہوا آیا ہے پانی حوض

Marfat.com

(۴) نہ اُس پر سلام کیا جائے نہ وہ سلام کرے اور نہ جواب دے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۹ ازمقام بھوٹا بھوٹی بسوٹولانڈ ملک افریقہ مرسلہ حاجی اسمٰعیل میاں صاحب حنفی قادری ابن امیر میاں ۲۳ صفر ۱۳۳۲ھ

مسلمان کو کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہے یا نہیں۔ زید کہتا ہے بلند مکان پر جائز ہے۔

الجواب

کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ اور سنّتِ نصارٰی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ،

من الجفاء ان یبول الرجل قائما[1] بے ادبی و بدتہذیبی ہے یہ کہ آدمی کھڑے ہو کر پیشاب کرے۔ رواہ البزار بسند صحیح عن بریدۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے بزار نے بسند صحیح حضرت بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت) اس کی پوری تحقیق مع ازالۂ اوہام ہمارے فتاوٰی میں ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

سوال۲۳ دوم بعد فراغت جائے ضرور کے کاغذ سے استنجا پاک کرنا جائز ہے یا نہیں۔ زید کہتا ہے ریل گاڑی میں درست ہے۔

الجواب

کاغذ سے استنجا کرنا مکروہ و ممنوع و سنّتِ نصارٰی ہے کاغذ کی تعظیم کا حکم ہے اگرچہ سادہ ہو، اور لکھا ہوا ہو تو بدرجۂ اولٰی۔ دُرمختار میں ہے کرہ تحریما بشیئ محترم[2] (کسی قابلِ احترام چیز کے ساتھ (استنجا) مکروہ تحریمی ہے۔ ت) ردالمحتار میں ہے،

یدخل فیہ الورق قال فی السراج قیل انہ ورق الکتابۃ وقیل ورق الشجر وایھما کان فانہ مکروہ اھ واقرہ فی البحر وغیرہ والعلۃ فی ورق الشجر کونہ علفا للدواب اونعومتہ فیکون ملوثا غیر مزیل وکذا ورق الکتابۃ لصقالتہ وتقومہ ولہ احترام ایضا لکونہ اٰلۃ لکتابۃ العلم ولذا عللہ فی التاترخانیۃ بان

اس میں کاغذ بھی داخل ہے سراج میں فرمایا کہا گیا ہے کہ وُہ کتابت کا ورق (کاغذ) ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے درخت کا ورق (پتّا) مراد ہے جو بھی ہو مکروہ ہے اھ بحرالرائق وغیرہ میں بھی اسے برقرار رکھا گیا ہے درخت کے پتّے (مکروہ ہونے کی) علت اس کا جانوروں کے لیے چارہ ہونا یا اس کی نرمی ہے پس یہ ملوث کرنے والا ہے (نجاست کو) دُور کرنیوالا

---

[1] کشف الاستار عن زوائد البزار باب مانہی عنہ فی الصلوٰۃ حدیث ۵۴۷ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۲۶۶

[2] درمختار فصل الاستنجاء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۶

Marfat.com

جوازه بالخرق البوالی[1] تقریر یہ ہوا کہ اگر کاغذ تحریر کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اور نجاست کو زائل کرنے والا ہو اور قیمتی بھی نہ ہو تو اسکے استعمال میں کوئی کراہت نہیں جیسا کہ اس سے پہلے ہم نے پرانے کپڑے کے ٹکڑوں سے استنجاء کا جواز بیان کیا ہے۔ (ت)

پیشاب کے لیے خالی پانی بھی کافی ہے اگر کوئی عذر نہ ہو۔ ردالمحتار میں ہے:

الجمع بین الماء والحجر افضل ویلیه فی الفضل الاقتصار علی الماء ویلیه الاقتصار علی الحجر وتحصل السنة بالکل وان تفاوت الفضل کما افادہ فی الامداد وغیرہ[2]۔

پانی اور پتھر کو جمع کرنا افضل ہے صرف پانی پر اکتفاء کرنے میں بھی فضیلت ہے اور صرف پتھروں سے استنجاء کرنا بھی باعثِ فضیلت ہے ہر ایک سے سنت پر عمل ہو جاتا ہے اگرچہ فضیلت میں فرق ہے جیسا کہ الامداد وغیرہ میں بیان کیا ہے (ت)

پرانا کپڑا بھی کافی ہے، زمین یا دیوار سے صاف کر دینا بھی کافی ہے وفیه عن امیر المؤمنین الفاروق الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنه (اس سلسلے میں حضرت امیرالمؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث مروی ہے۔ ت) ہاں کوئی صورت میسر نہ ہو تو جاذب سے بھی طہارت ہو جائے گی جبکہ نجاست کو درہم بھر سے زیادہ جگہ میں پھیلائے بغیر جذب کرلے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۸ از شہر کہنہ مسئولہ محمد ظہور صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ استنجا چھوٹا خواہ بڑا باوجود دستیاب ہونے مٹی کے ڈھیلے کے محض پانی سے کرنے والے کی نسبت کیا حکم ہے؟

الجواب

خلاف افضل ہے خصوصاً بڑا استنجاء۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۹ از بیکانیر مارواڑ محلہ مہاوتان مرسلہ قاضی قمرالدین صاحب ۹ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پاخانہ میں تھوکنا کیسا ہے کیا اس کی ممانعت ہے کہ وہاں نہ تھوکے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

ہاں پاخانے میں تھوکنے کی ممانعت ہے کہ مسلمان کا منہ قرآن عظیم کا راستہ ہے وہ اس سے ذکرِ الٰہی

[1] ردالمحتار فصل الاستنجاء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۲۷
[2] ″ ″ ″ ۱/۲۲۶

ناجائز ہے کہ استبرا واجب ہے یعنی وہ فعل کرنا کہ اطمینان ہوجائے کہ اب قطرہ نہ آئے گا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳۳ از کاٹھیاواڑ گونڈل مرسلہ سیٹھ عبدالستار صاحب قادری برکاتی رضوی

۹ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

یہاں مسجد جامع میں پیشاب خانے اس طرح بنے ہوئے ہیں کہ استنجے کے وقت آدمی کا رُخ مشرق اور پُشت مغرب کی طرف ہوتی ہے یہ کیسا ہے باوجود چند علماء کے منع کرنے کے بھی اہل محلہ بے پروائی کرکے ایسے پیشاب خانے بدلنے کی کوشش نہیں کرتے ان کے حق میں کیا حکم ہے، نیز اس شخص کے لیے جو ہمیشہ ان پیشاب خانوں میں مشرق کی طرف منہ اور مغرب کی طرف پشت کرکے پیشاب وغیرہ کرتا ہو اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

پیشاب کے وقت مُنہ نہ قبلہ کو ہونا جائز ہے نہ پشت، جو لوگ ایسا کریں خطا کار ہیں متہمین مسجد یا اہل محلہ پر واجب ہے کہ اُن کا رُخ جنوباً شمالاً کریں اور جب تک ایسا نہ ہو پیشاب کرنے والوں پر لازم ہے کہ رُخ بدل کر بیٹھیں ممکن ہے کہ جو لوگ واقف ہوں وُہ ایسا ہی کرتے ہوں مسلمان پر نیک گمان چاہئے صرف اتنی وجہ سے اُن کی امامت ناجائز نہیں کہی جاسکتی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳۴ مسئولہ شاہ محمد از دارالعلوم منظر اسلام

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

زید در وقت خشک کردن استنجا بر عمرو سلام علیک گفت آیا عمرو کہ استنجا خشک میکند جواب سلام زید را بدہد یا نہ و اگر دہد چہ گناہ ست و اگر گناہ ست دلیل چیست۔

زید نے استنجا خشک کرتے وقت عمرو کو سلام کیا، کیا عمرو، جو استنجا خشک کر رہا ہے زید کے سلام کا جواب دے یا نہ؟ اگر دے تو کیا گناہ ہے اور اگر گناہ ہے تو اس کی دلیل کیا ہے؟ (ت)

الجواب

او ہمچنان ست کہ بہ کسے ہنگام کمیز انداختنش سلام کنی کہ خشک کردن نمود مگر بسبب بقائے قطرات بول واللہ تعالیٰ اعلم۔

وہ ایسے ہی ہے جیسے کہ تم کسی کو پیشاب کرنے وقت سلام کہو کیونکہ خشک کرنا اسی وقت ہوتا ہے جب پیشاب کے قطرے باقی ہوں۔ (ت)

مسئلہ ۲۳۵ از چوہر کوٹ بارکھان ملک بلوچستان مرسلہ قادر بخش صاحب

۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ شخصے را عادت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی

Marfat.com

استاذ الاستاذ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں "شیطان کے وسوسے پر عمل نہ کرو اگر وہ زیادہ پریشان کرے تو اس سے کہے میں بے وضو ہی پڑھوں گا تیری نہ سنوں گا، یوں وہ خبیث باز آتا ہے اور اس کی سنو تو اور زیادہ پریشان کرتا ہے"۔ ہاں اگر یہ حالت ہوتی کہ قطرے اُترنے کا ظن غالب ہو گیا تھا اور وضو نہ رہنے پر یقین فقہی ہو چکا تھا پھر دانستہ نماز پڑھا دی تو ضرور نماز نہ ہوتی اور سخت سے سخت گناہ کبیرہ ہوتا اور عذاب شدید عظیم کا استحقاق ہوتا اور تمام مقتدیوں کو اطلاع دینی فرض ہوتی زبانی یا خط بھیج کر۔ اور جو غیر معروف رہے اُن کے لیے متعدد مجمعوں جماعتوں میں اعلان کرنا ہوتا کہ فلاں جمعہ کی نماز باطل تھی ظہر کی قضا پڑھو۔ لیکن مسلمان سے اس کی توقع بہت بعید ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۱ از بلند شہر قریب جامع مسجد مرسلہ رحمت اللہ صاحب ۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک امام صاحب کو یہ عارضہ ہے کہ دو تین مہینے جبکہ سردی پڑتی ہے تو اُن کو سردی سے قطرہ آجاتا ہے اور خصوصاً استنجا پاک کرکے اور دوسرے کپڑے سے خشک کرکے بھی یہی گمان رہتا ہے کہ قطرہ آگیا اور جب دیکھتے ہیں تو قطرہ نہیں اور کبھی کبھی آ بھی جاتا ہے اور امام صاحب کو نماز میں بھی اکثر یہ گمان گزر جاتا ہے کہ قطرہ آگیا اور نہیں آتا تو وہ اگر نیچے ایک پاک تہمد نماز پڑھنے پڑھانے کے وقت یا پاک لنگر و لنگوٹ رکھیں تو نماز ہوگی یا نہیں اور حقیقت میں اس طرح قطرہ بھی نہیں آتا ہے اور اطمینان بھی رہتا ہے کیونکہ گرمائی رہتی ہے اور گرمائی سے واقعی قطرہ بھی نہیں آتا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جبکہ لنگر یا لنگوٹ سے قطرہ بند ہو جاتا ہے تو ان کا باندھنا واجب ہے۔ بحر میں ہے،

متی قدر علی رد السیلان برباط او حشو وجب ردہ[1]	جب (کپڑا وغیرہ) باندھنے یا کوئی زائد چیز رکھنے کے ذریعے جریان کو روکنے پر قادر ہو تو روکنا واجب ہے(ت)

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۴۲ از سہسوان ضلع بدایوں مسئولہ سید پرورش علی صاحب یکم ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پیشاب کرکے رفع کراہت کے واسطے اُس پر چند بار پانی بہا کر اُسی وقت اُسی جگہ صرف پانی سے استنجا کیا ہے؟

الجواب

زمین اگر پختہ یا سخت ہو جس پر تین بار پانی بہا دینے سے ظن غالب ہو کہ نجاست کو بہالے گیا تو اُسی وقت وہیں

---

[1] البحر الرائق باب الحیض مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی پاکستان ۱/۲۱۶

Marfat.com

...ت بچا ہوگیا ہے اور ادھر اُدھر لوٹوں میں وضو کا بچا ہُوا پانی رکھا ہے وہ مقام ب سے فصیل فصیل مقام الف
...ب ہاتھ میں ڈھیلا لیے (درحالیکہ رضائی یا چادر وغیرہ اوڑھے ہو) جا کر پانی لاسکتا ہے یا نہیں۔

نقشہ یہ ہے

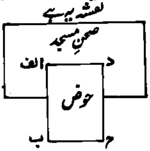

الجواب

جبکہ حوض کی فصیل ہی پر گیا اور چادر اوڑھے ہے صحنِ مسجد میں قدم نہ رکھا، یُوں جا کر پانی لے آیا اور غسل خانہ میں استنجا کیا تو اصلاً کسی قسم کا حرج نہیں حوض و فصیل حوض مسجد سے خارج ہے ولہٰذا اس پر وضو و اذان بلا کراہت جائز ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۷ از رنگون مرسلہ سیٹھ عبدالستار ابن اسمٰعیل صاحب رضوی ۸ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد استنجا لیے پیشاب کرنے کے بجائے کلوخ کے وقت ضرورت جاذب (انگریزی ساخت کا بلاٹنگ) کا استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

کاغذ سے استنجا سنّتِ نصارٰی ہے اور شرعاً منع ہے جبکہ قابلِ کتابت یا قیمتی ہو۔ اور ایسا نہ بھی ہو تو بلاضرورت سنّتِ نصرانی سے بچنا ضرور ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

کرہ تحریما بشیئ محترم یدخل فیہ الورق قیل انہ ورق الکتابۃ وقیل ورق الشجر وایھما کان فانہ مکروہ اھ وورق الکتابۃ لہ احترام لکونہ اٰلۃ لکتابۃ العلم ولذا علله فی التاترخانیۃ بان تعظیمہ من ادب الدین واذا کانت العلۃ کونہ اٰلۃ للکتابۃ یوخذ منھا عدم الکراھۃ فیما لا یصلح لھا اذا کان قالعا للنجاسۃ غیر متقوم کما قدمنا من

کسی قابلِ احترام چیز کے ساتھ استنجا کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اس میں ورق بھی داخل ہے کہا گیا ہے کہ اس سے لکھنے کا کاغذ مراد ہے اور کسی نے کہا اس سے مراد درخت کا پتّا ہے، ان میں سے جو بھی ہو مکروہ ہے اھ۔ کتابت کا کاغذ اس لیے قابلِ عزّت ہے کہ وہ کتابتِ علم کا آلہ ہے اسی لیے تتارخانیہ میں اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ اس کی تعظیم آدابِ دین سے ہے اور جب اس کی علت یہ ہو کہ وہ آلہ کتابت ہے تو اس کا

Marfat.com

(۳) دربارۂ استقبال شمال عوام بلکہ دانستہ حضرات چہ میگوئیاں کرتے ہیں کہ بیت المقدس انبیاء علیہم السلام کا قبلہ خصوصاً سرورِ انبیاء سرتاجِ اصفیاء روحی فداہ کا قبلہ بھی بیت المقدس ہی تھا اور وہ واقع بہ شمال ہے اور روضۂ شیخ سید عبدالقادر گیلانی قدس سرہ العزیز بھی بسوئے شمال ہے لہٰذا استقبالِ شمال میں کمال درجہ کی بے ادبی ہے تو کیا یہ ہر دو مقاماتِ اقدس واقع بہ شمال ہیں اور استقبالِ شمال میں کوئی ممانعت شرع میں پائی جاتی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) پاخانہ پیشاب کے وقت قبلۂ معظمہ کا استقبال و استدبار دونوں ناجائز ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) شمال جنوب کی کوئی تخصیص نہیں قبلہ کو نہ مُنہ ہو نہ پیٹھ پھر جس طرف بھی بیٹھے جائز ہے واللہ تعالیٰ۔

(۳) نہ بیت المقدس یہاں سے ٹھیک شمال کو ہے نہ بغداد شریف، بلکہ دونوں یہاں سے جانبِ مغرب ہی ہیں اگرچہ شمال کو قدرے جُھکے ہوئے اور شریعت پر زیادت کی اجازت نہیں اور اگر اُن لوگوں کا کہنا فرض کرلیا جائے کہ وہ جانبِ شمال ہی ہیں تو فقط استقبال ہی بے ادبی نہیں بلکہ استدبار بھی۔ اب مشرق یا مغرب کو منہ کرنا تو یوں منع ہوا کہ کعبہ معظمہ کو منہ یا پیٹھ ہوگی اور جنوب و شمال کو یوں منع ہُوا کہ بیت المقدس یا بغداد شریف کو رُو یا پشت ہوگی تو قضائے حاجت کے وقت کسی طرف منہ کرنے کی اجازت نہ رہی۔ یہ کیونکر ممکن۔ ہر جہت کا حکم اُس کے دونوں پہلوؤں میں ۴۵، ۴۵ درجے تک رہتا ہے جس طرح نماز میں استقبالِ قبلہ، تو تمام آفاق کا احاطہ ہوگیا اور قضائے حاجت کی کوئی صورت نہ رہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۶ از ادھ نگلہ ڈاکخانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ مسئولہ جناب محمد صادق علی خان صاحب

رمضان ۱۳۳۰ھ

بچّوں کے گلے میں بچّوں کے ماں باپ بچّوں کی حفاظت کے لیے چھوٹی حمائل شریف ٹین کے تعویذ میں اور اُوپر اُس کے کپڑا یاک چڑھا کر ڈالتے ہیں غرض بہت احتیاط سے یہ کام ہوتا ہے یا فقط ایک دو آیت، بچے پاخانے میں جاتے ہیں طرح طرح کی بے ادبیاں ظہور میں آتی ہیں یہ کام شرع میں جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

تعویذ موم جامہ وغیرہ کرکے غلاف جُداگانہ میں رکھ کر بچّوں کے گلے میں ڈالنا جائز ہے اگرچہ اُس میں بعض آیاتِ قرآنیہ ہوں اور اس احتیاط کے ساتھ پاخانے میں لے جانا بھی جائز ہے، ہاں افضل احتراز ہے، درمختار میں ہے:

رقیۃ فی غلاف متجاف لم یکرہ دخول — غلاف میں لپٹے ہوئے تعویذ کے ساتھ بیت الخلاء

Marfat.com

کھاتا ہے تو اس کا لعاب ناپاک جگہ پڑانا بیجا ہے، ردالمحتار میں ہے،

لا یبزق فی البول[1] اھ قلت والدلیل اعم کما علمت ۔ پیشاب میں نہ تھوکا جائے اھ میں کہتا ہوں اور دلیل عام ہے جیسا کہ تم جانتے ہو (ت)

البتہ وہاں کی دیوار وغیرہ جہاں نجاست نہ ہو اس پر تھوکنے میں حرج نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۹ از بنارس محلہ اودھوپورہ مرسلہ محمد بشیر الدین بن محمد قاسم صاحب ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خطیب کو خطبہ پڑھتے وقت شک معلوم ہوا کہ مجھ کو قطرہ اُتر آیا بعد خطبہ اس نے آلۂ تناسل کو ہاتھ سے چھُوا تو کچھ تری معلوم نہ ہوئی تو اس نے وضو نہ کیا اور اس شک کی حالت میں نمازِ جمعہ پڑھا دی چونکہ اُس کو شک تھا کیونکہ ایسا واقعہ اس سے قبل کئی مرتبہ اس کو ہوچکا تھا مگر اور مرتبہ وضو کرلیتا تھا اس مرتبہ اُس نے وضو نہ کیا تو بعد نمازِ جمعہ جب اکثر لوگ چلے گئے تو اس نے آلۂ تناسل کو دیکھا تو اوپر سے کچھ تری معلوم نہ ہوئی تو اُس نے دُودھ دوہنے کی طرح دوہا تو ذرا سی تری معلوم ہُوئی تو اب لوگوں کی نماز ہُوئی یا نہیں اگر نہیں ہوئی تو اس میں کیا کرنا چاہئے یہ بھی نہیں معلوم کہ نمازِ جمعہ میں کتنے لوگ اور کہاں کہاں کے آدمی تھے خطیب بہت گھبرایا ہے اور اُس کی نجات کی کیا صورت ہوسکتی ہے کہ خدا کے پاس رہائی ہو اور شریعتِ مطہرہ کیا حکم اس میں دیتی ہے، بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مذکورہ میں نہ وضو گیا نہ نماز میں خلل آیا نہ کسی کو اطلاع دینے کی حاجت نہ وسوسہ پر عمل کی اجازت۔ حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ شیطان دھوکا دینے کے لیے تھوک دیتا ہے جس سے تری کا شبہہ ہوتا ہے۔ جب ہاتھ سے دیکھ لیا تری نہ تھی پھر دغدغہ کا کیا محل رہا، بعد نماز دیر کے بعد جب اکثر لوگ چلے گئے اگر دیکھنے سے تری نظر بھی آئی تو اس سے ختم شدہ نماز پر کچھ اثر نہیں سکتا فان الحادث یضاف لا قرب اوقاتہ (نوپید (نجاست) کو قریب وقت کی طرف منسوب کیا جائے گا۔ ت) نہ کہ اس وقت نیز تری نہ پائی دودھ کی طرح دوہنے سے اگر کچھ نکلی تو وہ یقیناً ابھی نکلی اب اس وقت وضو گیا نہ کہ پہلے سے جاتا رہا۔ امام عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ شاگرد جلیل سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب حالت ایسے یقین کی ہو کہ تم قسم کھا کر کہہ سکو کہ وضو نہ رہا اُس وقت سے اعتبار کیا جائے گا اور جب تک شک ہو جس پر قسم نہ کھا سکو وضو برقرار ہے امام اجل ابراہیم نخعی

---

[1] ردالمحتار مطلب فی الفرق بین الاستبراء والاستنقاء والاستنجاء مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۵۴

Marfat.com

کان المتقدمون یکرھون شد المصاحف و اتخاذ الشد لھا لئلا یکون فی صورۃ المنع فاشبہ الغلق علی باب المسجد[1]۔

متقدمین، قرآن پاک کو (کسی چیز میں) بند کردینے اور انہیں بند کرنے کا طریقہ اختیار کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے تاکہ (اس سے) روکنے کی صورت نہ پیدا ہو تو اس طرح وہ مسجد کا دروازہ بند کرنے کے مشابہ ہوجائیگا (ت)

ثالثاً قرآن عظیم چھوٹی تقطیع پر لکھنا حمائل بنانا شرعاً مکروہ و ناپسند ہے، امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک شخص کے پاس قرآن مجید باریک لکھا ہوا دیکھا اسے مکروہ رکھا اور اس شخص کو مارا اور فرمایا: عظموا کتاب اللہ[2] کتاب اللہ کی عظمت کرو۔ رواہ ابوعبید فی فضائل القرآن (ابوعبید نے اسے فضائلِ قرآن میں روایت کیا۔ ت)

امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم مصحف کو چھوٹا بنانا مکروہ رکھتے[3] رواہ عنہ عبدالرزاق فی مصنفہ وبمعناہ ابوعبید فی فضائلہ (عبدالرزاق نے اسے اپنے مصنّف میں روایت کیا اور ابوعبید نے فضائل میں اس کا مفہوم نقل کیا ہے۔ ت)

اسی طرح ابراہیم نخعی نے اسے مکروہ فرمایا[4] رواہ ابن ابی داود فی المصاحف (ابن ابی داؤد نے اسے مصاحف میں بیان کیا۔ ت)

درمختار میں ہے: یکرہ تصغیر مصحف[5] (قرآن پاک کو چھوٹی تقطیع میں لانا مکروہ ہے۔ ت)

ردالمحتار میں ہے: ای تصغیر حجمہ[6] (یعنی اس کا حجم چھوٹا کرنا۔ ت)

تو اس قدر چھوٹا بنانا کہ معاذ اللہ ایک کھلونا اور تماشہ ہو کس طرح مقبول ہوسکتا ہے اور وہ جری لوگ یہ فعل مردود انہیں تعویذوں کی خاطر کرتے ہیں اگر مسلمان ان کو تعویذ نہ بنائیں تو کیوں خریدیں اور نہ خریدیں تو وہ کیوں اسے چھاپیں تو ان کا تعویذ بنانا ان کے اُس فعل کا باعث ہے اور اُس کے ترک میں اُس کا انسداد تو اس کا تعویذ بنانا ضرور مستحق الترک ہے اس دلیل کی تفصیل جلیل ہمارے رسالہ الکشف الشافیا فی حکم فونوجرافیا میں ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] تبیین الحقائق فصل کرہ استقبال القبلۃ بالفرج الخ مطبوعہ بولاق مصر ۱/۱۶۸

[2]

[3]

[4]

[5] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲/۲۴۵

[6] ردالمحتار ″ ″ ″ ۵/۲۴۷

Marfat.com

پانی سے استنجا کرنے میں حرج نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۳ از مقام لبسوہ اسٹیشن تعلق ملکاپور ضلع بلڈانہ برار مدرسہ اسلامی لبسوہ اسٹیشن
مسئولہ سراج الدین ۱۳ رمضان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ چکنی مٹی سے کپڑے خراب ہونے کے سبب اینٹ پختہ سے استنجا صاف کرنا، بعد اینٹ کے ٹکڑے جس سے استنجا صاف کیا گیا وہ کسی صورت سے پاک ہو کر پھر استنجا صاف کرنے کے کام میں آسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

پختہ اینٹ سے استنجا منع و مکروہ ہے اور اُس میں اندیشہ مرض بھی ہے جس ڈھیلے وغیرہ سے چھوٹا استنجا کیا گیا ہو بعد خشکی دوبارہ کام میں لا سکتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۴ از مدرسہ منظر اسلام بریلی مسئولہ مولوی عبداللہ بہاری ۳ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ڈھیلے اور پانی سے استنجا کرنے پر قطرہ پیشاب کا ہمیشہ آجاتا ہے ایسی صورت میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر پانی سے استنجا کرنے پر قطرہ آتا ہے تو صرف ڈھیلے سے استنجا کرے اگر پیشاب روپے بھر سے زائد جگہ میں نہ پھیلا ہو تو ڈھیلے ہی سے پاک ہو جائے گا اور اگر ڈھیلے سے استنجے پر قطرہ آتا ہے اور پانی سے بند ہو جاتا ہے تو پانی سے استنجا ضرور ہے اور اگر دونوں طرح آتا ہے تو انتظار کرنا اور وہ تدبیریں بجالانا جن سے قطرہ رکے واجب ہے اور اگر کسی طرح نہ رُکے اور ایک نماز کا وقت اول سے آخر تک گزر جائے کہ وضو کر کے فرض پڑھنے کی مہلت نہ پائے تو وہ معذور ہے جب تک نماز کے ہر وقت میں کم از کم ایک بار آتا رہے گا اُسے وضو تازہ کر لینا کافی ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۵ تا ۲۴۷ از کاٹھیاواڑ مسئولہ حسین ولد قاسم مہتمم مدرسہ اسلامیہ باٹوہ شب۔
۱۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) کیا استقبال و استدبار قبلہ بوقت پیشاب پائخانہ جائز ہے۔

(۲) کیا استقبال و استدبار جنوب و شمال بوقت پیشاب و پاخانہ مرخص ہے اگر مرخص ہے تو استقبال بسوئے شمال افضل ہے یا بجنوب۔

Marfat.com

الخلاء بہ والاحتراز افضل[1] | میں داخل ہونا مکروہ نہیں البتہ بچنا افضل ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے :

الظاهر ان المراد بها ما یسمونه الأن بالهیکل والحمائل المشتمل علی الأیات القرأنیة فاذا کان غلافه منفصلا عنہ کالمشمع ونحوہ جاز دخول الخلاء بہ ومسہ وحملہ للجنب[2]۔ | ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد وہ چیز ہے جسے آج کل ہیکل یا حمائل کہتے ہیں اور وہ آیاتِ قرآنیہ پر مشتمل ہوتی ہے جب اس کا غلاف الگ ہو جیسے موم جامہ وغیرہ تو اس کے ساتھ بھی بیت الخلا میں داخل ہونا جائز ہے ، نیز جنبی آدمی کا اسے ہاتھ لگانا اور اٹھانا بھی جائز ہے (ت)

بے ادبیوں کی احتیاط کی جائے پھر یہ امر مانع انتفاع نہیں کہ پہنانے والوں کی نیت تبرک ہے ۔

وانما الاعمال بالنیات[3] وقد کتب امیر المؤمنین عمر رضی الله تعالٰی عنه علی افخاذ ابل الصدقة حبیس فی سبیل الله ۔ | اعمال (کے ثواب) کا دارومدار نیتوں پر ہے ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اونٹوں کی رانوں پر لکھا " اللہ کی راہ میں روکا ہوا " (ت)

اس مقصد کی تفصیل ہمارے رسالہ الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن میں ہے مگر تعویذ پر قرآن عظیم مصحف کریم کا قیاس نہیں ہو سکتا۔

اوّلاً قرآن مجید اگرچہ دس غلافوں میں ہو پاخانے میں لے جانا بلاشبہہ مسلمانوں کی نگاہ میں شنیع اور اُن کے عرف میں بے ادبی ٹھہرے گا اور ادب و توہین کا مدار عرف پر ہے تعویذ کہ بعض آیات پر مشتمل ہو وہ آیات ضرور قرآن عظیم ہیں مگر اُسے تعویذ کہیں گے نہ قرآن ، جیسے کتاب نحو کہ امثلۂ قواعد میں آیاتِ قرآنیہ پر مشتمل ، اُس کے لیے کتاب نحو ہی کا حکم ہوگا نہ کہ مصحف شریف کا۔ مصحف شریف دار الحرب میں لے جانا منع ہے اور کتاب لے جانے سے کسی نے منع نہ کیا مصحف کے پٹھے کو بے وضو چھونا حرام اور اُس کتاب کے ورق کو بھی چھونا جائز۔

ثانیاً اُس کا ٹین میں رکھ کر بند کر دینا یا موم جامے یا کپڑے ہی کے غلاف میں سی دینا یہ خود خلافِ شرع ہے کہ اُس کی تلاوت سے منع ہے ائمہ سلف تو غلافِ مصحف شریف میں بند لگانے کو مکروہ جانتے تھے کہ بند باندھنا بظاہر منع کی صورت ہوگا تو یوں ٹین وغیرہ میں رکھ کر ہمیشہ کے لیے سی دینا کہ حقیقۃً منع ہے کس درجہ مکروہ و مورد شنع ہے ۔ تبیین الحقائق میں فرمایا :

---

[1] دُرمختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۳۴

[2] ردالمحتار مطلب یطلق الدعاء علی ما یشتمل الثناء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۱۳۱

[3] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲

Marfat.com

	برسی اور چوتھائی کو نم پہنچ گئی مسحِ سر کا فرض اُتر گیا۔	۲	۱۵
۶	مسئلہ: پاؤں کے دھونے پر اجماع ہے ایک جماعت قلیلہ کے سوا کسی نے پاؤں کے مسح کا قول نہیں کیا۔ تحقیق یہ ہے کہ اس جماعت قلیلہ نے اپنے مؤقف سے رجوع کر لیا۔	۱	۱۶
۷	مسئلہ: اگر لب خُوب زور سے بند کر کے وضو کیا اور کُلی نہ کی وضو نہ ہوگا۔	۲	۱۷
۸	مسئلہ: بھنوئیں، مونچھیں، بچی کے بال چھدرے ہوں تو ان کا اور ان کے نیچے کی کھال سب کا دھونا وضوء میں فرض ہے۔	۳	۱۷
۹	مسئلہ: وضوء میں کنپٹیوں پر بھی پانی بہانا فرض ہے۔	۱	۱۸
۱۰	مسئلہ: سر کے نیچے جو بال لٹکتے ہیں اُن کا مسح کافی نہیں۔	۳	۱۸
۱۱	مسئلہ: ٹوپی یا دوپٹا اگر ایسا ہو کہ اس پر سے نم سر کے چوتھائی حصہ پر یقیناً پہنچ جائے تو کافی ہے ورنہ نہیں۔	۴	۱۸
۱۲	مسئلہ ضروریہ: مُنہ ہاتھ پاؤں کے ذرّے ذرّے پر پانی بہنا فرض ہے۔ فقط بھیگا ہاتھ پہنچا فرض نہیں کم از کم ہر پُرزے پر سے دو قطرے بہیں۔	۱	۱۹
۱۳	مسئلہ: تحقیق جلیل کہ مواضع ضرورت میں جس طرح بے اطلاع مٹی گارے کا لگا رہ جانا مانع وضو و غسل نہیں یونہی سخت چیزوں مثلاً آٹے وغیرہ کا بھی۔	۳	۱۹
۱۴	مسئلہ: وضوء و غسل میں ایسا واجب کوئی نہیں جس کے نہ کرنے سے گنہگار ہو مگر طہارت ادا ہو جائے۔	۳	۲۰
۱۵	مسئلہ: ہمارے مذہب میں بسم اللہ سے وضو کی ابتداء صرف سنّت ہے واجب نہیں اگرچہ امام ابن الہمام کا خیال وجوب کی طرف گیا۔	۴	۲۰
۱۶	مسئلہ: مسواک کا طول بالشت بھر سے زیادہ نہ چاہیے۔	۲	۲۴
۱۷	مسئلہ: وضو کا پانی روزِ قیامت نیکیوں کے پلّے میں رکھا جائیگا۔	۱	۲۵
۱۸	مسئلہ: وضو یا غسل میں پانی سے ہاتھ نہ جھٹکنا بہتر ہے مگر منع نہیں اور اس بارے میں جو حدیث آئی ہے کہ وہ شیطان کا پنکھا ہے ضعیف ہے۔	۴	۲۷
۱۹	مسئلہ: پانی سے استنجے کے بعد کپڑے سے خوب صاف کر لینا مستحب ہے کپڑا نہ ہو تو بار بار بائیں ہاتھ سے یہاں تک کہ خشک ہو جائے۔	۵	۲۹

Marfat.com

فتاویٰ رضویہ جلد اول (قدیم) کے حاشیہ پر "ف" کے تحت مبسوط فقہی مسائل

فوائدِ جلیلہ

ترتیب وتبویب

مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی
ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاهور

Marfat.com

	دوسرا بے ریش یا چند بال۔ ایک کے سر پر بڑے بڑے بال انبوہ دوسرے کا سر مُنڈا ہوا ان سب کے لیے ایک مقدار کیونکر ممکن بلکہ شخص واحد کے لیے فصلوں اور شہروں اور عمر و مزاج کے تبدل سے مقدار بدل جاتی ہے۔ برسات میں بدن میں تری ہوتی ہے۔ پانی جلد دوڑتا ہے، جاڑے میں خشکی ہوتی ہے وعلیٰ ہذا القیاس۔	۴	۱۶۱
۲۹	**مسئلہ**: انگوٹھی ڈھیلی ہو تو وضو میں اسے پھرا کر پانی ڈالنا سنّت ہے اور تنگ ہو کہ بے جنبش دیے پانی نہ پہنچے تو فرض۔ یہی حکم بالی وغیرہ کا ہے۔	۴	۱۷۲
۳۰	**مسئلہ**: وضو میں منہ پر زور سے چھپا کا مارنا مکروہ ہے، بلکہ کسی عضو پر اس زور سے نہ ڈالے کہ چھینٹیں اُڑ کر بدن یا کپڑوں پر جائیں۔	۵	۱۷۲
۳۱	**مسئلہ**: اعضاء کا مَل مَل کر دھونا وضو اور غسل دونوں میں سنّت ہے۔	۶	۱۷۲
۳۲	**مسئلہ**: اعضاء وضو دھونے میں حدِ شرعی سے اتنی خفیف تحریر بڑھانا جس سے حدِ شرعی تک استیعاب میں شبہہ نہ رہے واجب ہے۔	۷	۱۷۲
۳۳	**مسئلہ**: وضو میں ہاتھ اور یونہی پاؤں بائیں سے پہلے دَہنا دھونا یعنی سیدھے سے ابتداء کرنا سنّت ہے، اگرچہ بہت کتب میں اسے مستحب لکھا۔	۱۲	۱۷۲
۳۴	**مسئلہ**: جہاں اور اعضاء میں ترتیب سنت ہے کہ پہلے منہ دھوئے پھر ہاتھ پھر سر کا مسح پھر پاؤں دھونا یونہی مضمضہ و استنشاق میں بھی یعنی سنّت ہے کہ پہلے کلی کرے اس کے بعد ناک میں پانی ڈالے۔	۱۳	۱۷۲
۳۵	**مسئلہ**: وضو میں کلی یا ناک میں پانی ڈالنے کا ترک مکروہ ہے اور اس کی عادت ڈالے تو گنہ گار ہوگا۔ یہ مسئلہ وہ لوگ خوب یاد رکھیں جو کُلیاں ایسی نہیں کرتے کہ حلق تک ہر چیز کو دھوئیں اور وہ کہ پانی جن کی ناک کو چُھو جاتا ہے سُونگھ کر اُوپر نہیں چڑھاتے یہ سب لوگ گنہ گار ہیں اور غسل میں تو ایسا نہ ہو تو سرے سے نہ غسل ہوگا نہ نماز۔	۱	۱۷۴
۳۶	**مسئلہ**: وضو میں نیت نہ کرنے کی عادت سے گنہ گار ہوگا اس میں نیت سنّت مؤکدہ ہے۔	۱	۱۷۷
۳۷	**مسئلہ**: طہارت میں ہر عضو کا پُورا تین بار دھونا سنتِ مؤکدہ ہے، ترک کی عادت سے گنہ گار ہوگا۔	۲	۱۷۷
۳۸	**مسئلہ**: پانی ڈالنے کی گنتی معتبر نہیں جتنا دھونے کا حکم ہے اس پر پورا پانی		

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتابُ الطّھارۃ

باب الوضوء

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۱	مسئلہ : وضو میں آنکھیں زور سے نہ بند کرے مگر وضو ہو جائے گا	۴	۱۲
۲	مسئلہ : عورت کے ہاتھ پاؤں پر مہندی کا جرم لگا رہ گیا اور خبر نہ ہوئی تو وضوء و غسل ہو جائے گا۔ ہاں جب اطلاع ہو چھڑا کر وہاں پانی بہا دے۔	۱	۱۴
۳	مسئلہ : سُرمہ آنکھ کے کوئے یا پلک میں رہ گیا اور اطلاع نہ ہُوئی تو ظاہراً حرج نہیں اور بعد نماز کوئے میں محسوس ہوا تو اصلاً پاک نہیں۔	۲	۱۴
۴	مسئلہ : کاتب کے ناخن پر روشنائی کا جرم لگا رہ گیا اور خبر نہ ہوئی تو ظاہراً حرج نہیں۔	۳	۱۴
۵	مسئلہ : وضو و غسل میں پانی پہنچنا فرض ہے اگرچہ اپنے فعل سے نہ ہو مثلاً پھوہار		

Marfat.com

	اوپر تک ڈالے اُدھر سے اِدھر کو نہ لائیں۔	۴	۲۱۰
۴۸	مسئلہ: سنّت ہے کہ وضو کے بعد رومالی پر چھینٹا دے لے۔	۲	۲۱۲
۴۹	مسئلہ: دستہ دار لوٹا ہو تو مستحب یہ ہے کہ پانی ڈالتے وقت اس کا دستہ تھامے اس کے مُنہ پر ہاتھ نہ رکھے۔	۲	۲۱۴
۵۰	مسئلہ: مستحب ہے کہ وضو سے پہلے لوٹے کا دستہ تین بار دھولے۔	۳	۲۱۴
۵۱	مسئلہ: مستحب ہے کہ وضو مٹی کے برتن سے کرے۔	۴	۲۱۴
۵۲	مسئلہ: مُنہ دھونے میں نہ گالوں پر ڈالے نہ ناک پر نہ زور سے پیشانی پر، یہ سب افعال جُہّال کے ہیں بلکہ بآہستگی بالائے پیشانی سے ڈالے کہ ٹھوڑی سے نیچے تک بہتا آئے۔	۱	۲۱۹
۵۳	مسئلہ ضروریہ: خود پانی کا تمام عضو پر بہنا ضرور ہے اگر ہاتھ یا پاؤں کے نیچے پر پانی ڈالا کُہنیوں گٹّوں تک نہ پہنچا تھا کہ بیچ میں ہاتھ لگا کر آخر عضو تک پھیر دیا تو وضو نہ ہوگا کہ یہ بہانا نہ ہُوا بلکہ چُپڑنا ہوا۔	۲	۲۱۹
۵۴	مسئلہ: کھانے سے پہلے کلائیوں تک ہاتھ تین بار دھونا، تین کُلیاں کرنا سنت ہے اگرچہ وضو ہو۔		
۵۵	مسئلہ: وضو میں منہ سے گرتا ہُوا پانی مثلاً کلائی پر لیا اور بہالیا اس سے وضو نہ ہوگا اور غسل میں مثلاً سر کا پانی پاؤں تک جہاں جہاں گزرے گا پاک کرتا جائیگا وہاں نئے پانی کی ضرورت نہیں۔	۲	۲۳۹
۵۶	مسئلہ: آدمی وضو کرنے بیٹھا پھر کسی مانع کے سبب تمام نہ کر سکا تو جتنے افعال کیے اُن پر ثواب پائیگا اگرچہ وضو نہ ہوا۔	۴	۲۴۸
۵۷	مسئلہ: جس نے خود ہی قصد کیا کہ آدھا وضو کرے گا وہ ان افعال پر ثواب نہ پائیگا۔	۵	۲۴۸
۵۸	مسئلہ: یُونہی جو وضو کرنے بیٹھا اور بلاعذر ناقص چھوڑ دیا وہ بھی جتنے افعال بجا لایا اُن پر مستحقِ ثواب نہ ہونا چاہیے۔	۶	۲۴۸
۵۹	مسئلہ: سارے سر کا مسح سنّت ہے اور اس کا جو یہ طریقہ بعض نے رکھا ہے کہ ہر ہاتھ کی تین انگلیاں سر کے اگلے حصّے پر رکھے انگوٹھا اور کلمہ کی انگلی اور ہتھیلی نہ لگائے اُن چھ انگلیوں کو آگے سے گُدّی تک وسطِ سر پر لے جائے اور ہتھیلیوں سے سر کی کروٹوں		

Marfat.com

٢٠	مسئلہ: جس کپڑے سے استنجے کا پانی خشک کرے اس سے باقی اعضاء نہ پونچھے۔	٦	٢٩
٢١	مسئلہ: یہ یاد ہے کہ بیت الخلاء میں گیا اور قضاءِ حاجت کے لیے بیٹھا تھا مگر یہ یاد نہیں کہ پیشاب وغیرہ کچھ ہوا یا نہیں تو یہی ٹھہرائیں گے کہ ہوا تھا وضو لازم ہے۔	٥	١٣٢
٢٢	مسئلہ: وضو کے لیے پانی لے کر بیٹھنا یاد ہے مگر وضو کرنا یاد نہیں تو یہی قرار دیں گے کہ وضو کر لیا۔	٦	١٣٢
٢٣	مسئلہ: جس عورت کے دونوں مسلک پردہ پھٹ کر ایک ہو گئے اسے جو ریح آئے احتیاطاً وضو کرے اگرچہ احتمال ہے کہ یہ ریح فرج سے آئی ہو۔	٧	١٣٢
٢٤	مسئلہ: وضو کی ابتداء میں جو دونوں ہاتھ کلائیوں تک تین بار دھوئے جاتے ہیں سنت یہ ہے کہ منہ دھونے کے بعد جو ہاتھ دھوئے اس میں پھر دونوں کف دست کو شامل کر لے سر ناخن سے کہنیوں کے اوپر تک تین بار دھوئے۔	٥	١٤٥
٢٥	مسئلہ: بدن پر کوئی نجاست ہو مثلاً تر خارش ہے یا زخم یا پھوڑا یا پیشاب کے بعد بے استنجا سو رہا کہ پسینہ آکر تری پہنچنے کا احتمال ہے جب تو گٹوں تک ہاتھ پہلے دھونا سنتِ مؤکدہ ہے اگرچہ سویا نہ ہو جبکہ ہاتھ کا اس نجاست پر پہنچنا محتمل ہو اور اگر بدن پر نجاست نہیں تو ان کا دھونا سنت ہے مگر مؤکدہ نہیں اگرچہ سو کر اٹھا ہو یونہی اگر نجاست ہے اور اس پر ہاتھ نہ پہنچنا معلوم ہے یعنی جاگ رہا اور یاد ہے کہ ہاتھ وہاں نہ پہنچے تو اس صورت میں بھی سنتِ مؤکدہ نہیں، ہاں سنت مطلقاً ہے	١	١٤٦
٢٦	مسئلہ: مسواک موجود ہو تو انگلی سے دانت مانجنا ادائے سنت وحصول ثواب کے لیے کافی نہیں، ہاں مسواک نہ ہو تو انگلی یا کھرکھرا کپڑا ادائے سنت کر دے گا اور عورتوں کے لیے مسواک موجود ہو جب بھی مسی کافی ہے۔	٢	١٤٨
٢٧	مسئلہ: مسواک دھو کر کی جائے اور کر کے دھو لیں اور کم از کم تین تین بار تین پانیوں سے ہو۔	١	١٥٥
٢٨	مسئلہ: سب کے لیے غسل و وضو میں پانی کی ایک مقدار جس طرح عوام میں مشہور ہے محض باطل ہے، ایک شخص دیو قامت ہے ایک نہایت نحیف و دبلا پتلا، ایک بہت دراز قد ہے دوسرا کمال ٹھنگنا، ایک بدن نرم و نازک و تر ہے دوسرا خشک کھرا، ایک کے تمام اعضاء پر بال ہیں دوسرے کا بدن صاف، ایک کی داڑھی بڑی اور گھنی		

Marfat.com

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
	ہی نہ ہوگا۔	۱۰	۱۲
۶۹	**مسئلہ:** عورت نے جس پانی سے وضو وغیرہ کوئی طہارت کی اس سے بچے ہوئے پانی سے طہارت مکروہ ہے۔	۵	۱۲
۷۰	**مسئلہ:** وضو میں مستحب ہے کہ اگر آفتابہ دستہ دار ہو دستہ تین پانیوں سے دھولے اور اعضا دھوتے وقت دستہ پر ہاتھ رکھے آفتابہ کے سر پر نہیں۔	۳	۵۵
۷۱	**مسئلہ:** اگر سر پر تیل وغیرہ کوئی رقیق بے جرم دوا لگی ہے تو اسی پر مسح جائز ہے۔ اور اگر جرم دار ہے تو اس سے بچا کر چہارم سر کا مسح کرے اس پر مسح جائز نہ ہوگا۔	۱	۴۳
۷۲	**مسئلہ:** گدھے کے جھوٹے پانی کے سوا اور پانی نہ ملے تو اس سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی ضرور کرے ورنہ نماز نہ ہوگی۔	۴	۴۴
۷۳	**مسئلہ:** وضو کرنے بیٹھا چلّو میں پانی لیا اس کے بعد حدث واقع ہوا، یہ چلّو ہاتھ دھونے میں صرف کرسکتا ہے۔	۲	۶
۷۴	**مسئلہ:** وضو میں منہ دھولیا پھر لپ میں پانی کلائیاں دھونے کو لیا کہ حدث واقع ہوگیا منہ کی طہارت جاتی رہی مگر اس پانی کو کلائیاں دھونے میں استعمال کرسکتا ہے	۵	۶
۷۵	**مسئلہ:** ہاتھ دھولیے پھر پانی منہ دھونے کو لپ میں لیا کہ حدث ہوگیا یہ پانی منہ دھونے میں صرف ہوسکنا نہ چاہیے۔	۷	۶
۷۶	**مسئلہ:** غسل یعنی دھونا اور مسح یعنی بھیگا ہاتھ پھیرنا جمع ہوسکتے ہیں کہ جس عضو کا دھونا مضر ہو مسح کرے اوروں کو دھوئے بلکہ ایک ہی عضو میں جتنے ٹکڑے کو پانی ضرر دیتا ہو اُتنے پر مسح کرے باقی کو دھوئے۔	۴	۴۷
۷۷	**مسئلہ:** پاؤں دھونا اور مسح موزہ جمع نہیں ہوسکتے یہ جائز نہیں کہ ایک پاؤں دھوئے اور ایک میں موزہ پر مسح کرے۔	۵	۴۷
۷۸	**مسئلہ:** دھونا اور پٹی کا مسح جمع ہوسکتے ہیں مثلاً ایک ہاتھ یا پاؤں پر پٹی بندھی ہے اس کا مسح کریں اور دُوسرا دھوئیں یا ایک ہی عضو میں جہاں تک پٹی ہے اس پر مسح باقی کا غسل۔	۶	۴۷
۷۹	**مسئلہ:** سردی وغیرہ سے اعضا پھٹ گئے دھو سکے دھوئے ٹھنڈا پانی نقصان کرے تو گرم پانی اگر کرسکتا ہو کرنا واجب، اگر گرم سے بھی نقصان ہو تو		

Marfat.com

	بہ جانا معتبر ہے مثلاً ہاتھ پر ایک بار پانی ڈالا کر تہائی کلائی پر بہا باقی پر بھیگا ہاتھ پھرا دوبارہ دوسری تہائی دُھلی سہ بارہ تیسری، تو یہ ایک ہی بار دھونا ہُوا ہر بار پورے ہاتھ پر کہنی سمیت پانی ذرہ ذرہ پر بہتا تو تین بار ہوتا۔ اس طرح دھونے کی عادت سے گنہگار ہوگا اور اگر سَو بار پانی ڈالا اور ایک ہی جگہ بہا کچھ حصے پر کسی دفعہ نہ بہا اگرچہ بھیگا ہاتھ پھرا تو وضو ہی نہ ہوگا۔	۳	۱۷۷
۳۹	**مسئلہ**: اگر پانی کم ہو یا سردی سخت ہو یا اور کسی ضرورت کے لیے پانی درکار ہے۔ اس وجہ سے اعضاء ایک ایک بار دھوئے تو مضائقہ نہیں۔	۴	۱۷۷
۴۰	**مسئلہ**: بعض نے فرمایا کہ وضو پر وضو اسی وقت مستحب ہے کہ پہلے وضو سے کوئی نماز یا سجدۂ تلاوت وغیرہ کوئی فعل جس کے لیے باوضو ہونے کا حکم ہے ادا کر چکا ہو بغیر اس کے تجدید وضو مکروہ ہے۔ بعض نے فرمایا ایک بار تجدید تو بغیر اس کے بھی مستحب ہے ہاں ایک سے زیادہ بے اس کے مکروہ ہے اور مصنف کی تحقیق کہ ہمارے ائمہ کا کلام اور نیز احادیث خیر الانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام مطلقاً تجدید وضو کو مستحب فرماتی ہیں، اور ان قیدوں کا کوئی ثبوت ظاہر نہیں۔	۱	۱۸۵
۴۱	**مسئلہ**: ہر وقت باوضو رہنا مستحب ہے اور اس کے فضائل۔	۴	۱۸۵
۴۲	**مسئلہ**: وضوئے مستحب بے نیت ادا نہ ہوگا۔	۵	۱۸۷
۴۳	**مسئلہ**: بعض نے فرمایا ایک جلسہ میں دو بار وضو مکروہ ہے۔ بعض نے فرمایا دو بار تک مستحب اس سے زائد مکروہ ہے اور مصنف کی تحقیق کہ احادیث و کلمات ائمہ مطلق ہیں اور ان تحدیدوں کا ثبوت ظاہر نہیں۔	۳	۱۸۹
۴۴	**مسئلہ**: وضو میں جلدی نہ چاہیے بلکہ درنگ و احتیاط کے ساتھ کرے عوام میں جو مشہور ہے کہ وضو جوانوں کا سا، نماز بوڑھوں کی سی۔ یہ وضو کے بارے میں غلط ہے۔	۵	۲۰۸
۴۵	**مسئلہ**: مستحب ہے کہ اعضاء دھونے سے پہلے بھیگا ہاتھ پھیر لے خصوصاً جاڑے میں۔	۱	۲۰۹
۴۶	**مسئلہ**: ہر عضو دھو کر اس پر ہاتھ پھیر دینا چاہیے کہ پانی کی بُوندیں ٹپکنا موقوف ہو جائیں تاکہ بدن یا کپڑے پر نہ ٹپکیں۔	۳	۲۰۹
۴۷	**مسئلہ**: سنّت یہ ہے کہ پانی ہاتھ پاؤں کے ناخن کی طرف سے کہنیوں اور گٹّوں کے		

Marfat.com

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
۸۸	مسئلہ: مسح کہ وضو میں ہے، اُس سے مراد تری پہنچانا ہے کسی طرح ہو۔ اگر سر دھولیا یا غوطہ لگایا یا مینہ سر پر پڑا مسح ادا ہوگیا۔	۴	۱۶
۸۹	مسئلہ: وضو میں مسح کی جگہ سر دھونا مکروہ خلافِ سُنّت ہے اگرچہ فرضِ مسح ادا ہوجائیگا۔	۵	۱۶

فصل فی النواقض

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
۱	مسئلہ: وضو کرتے وقت ناقضِ وضو واقع ہو تو نئے سرے سے وضو کرے۔	۱	۳۱
۲	مسئلہ: پانی چُلّو میں لیا اور ابھی استعمال نہ کیا تھا کہ حدث واقع ہوا بعض کے نزدیک اس پانی کو وضو میں استعمال کرسکتا ہے اور مصنّف کی تحقیق کہ یہ خلاف صحیح ہے وہ چُلّو وضو میں کام نہیں دے سکتا۔	۲	۳۲
۳	مسئلہ: زکام کتنا ہی ہے وضو نہیں جاتا۔	۱	۳۴
۴	مسئلہ: بلغم کی قے کتنی ہی کثیر ہو وضو نہیں جائیگا۔	۲	۳۴
۵	مسئلہ: آنکھیں دُکھنے یا ڈھلکے میں جو آنسو بہے یا آنکھ، کان، چھاتی، ناف وغیرہ سے دانے ناسور خواہ کسی مرض کے سبب پانی بہے وضو جاتا رہے گا۔	۴	۳۴
۶	مسئلہ: یہ کلیہ ہے کہ جو رطوبت بدن سے بہے اگر نجس نہیں تو ناقضِ وضو بھی نہیں۔	۷	۳۵
۷	مسئلہ: شراب کی قے بھی اگر منہ بھر کر نہ ہو ناقضِ وضو نہیں۔	۳	۳۶
۸	مسئلہ: تحقیق یہ ہے کہ درد اور مرض سے جو کچھ بہے اُس وقت ناقض ہے کہ اُس میں آمیزش خون وغیرہ نجاسات کا احتمال ہو۔	۲	۳۷
۹	مسئلہ: ناف سے زرد پانی بہ کر نکلے وضو جاتا رہے۔	۳	۳۷
۱۰	مسئلہ: دانے کا پانی اگرچہ صاف سُتھرا ہو صحیح یہ کہ وہ بھی ناپاک اور ناقضِ وضو ہے۔	۴	۳۷
۱۱	مسئلہ: اندھے کی آنکھ سے جو پانی بہے ناپاک و ناقضِ وضو ہے۔	۵	۳۷
۱۲	مسئلہ: تحقیق یہ ہے کہ درد یا علّت سے جو رطوبت بہے اس میں صرف احتمال خون وریم ہونا ہی وجوبِ وضو کو کافی ہے اگرچہ فتح و حلیہ میں استحباب مانا۔	۱	۳۸

Marfat.com

پر مسح کرے اور کانوں کے پچھلے حصے کو انگوٹھوں اور اگلے کو انگشتانِ شہادت کے پیٹ
اور گردن کے پچھلے حصہ کو انگلیوں کی پشت سے مسح کرے۔ اس طریقہ کی کچھ حاجت نہیں
اس میں تکلفات ہیں اور وہ بھی بلاوجہ بلکہ سارے ہاتھ سر کے آگے سے گُدّی تک کھینچ
لے جائے یُوں کہ سر کے اگلے حصے میں وسطِ سر پر دونوں طرف انگلیاں رکھے اور سر کی کروٹوں
پر ہتھیلیاں۔ اس میں سر کا استیعاب ہو جائیگا۔ ۴ ۲۵۸

٦٠ **مسئلہ:** ایک انگلی سر پر رکھ کر کھینچ دی جائے کہ چہارم سر کی قدر تک پہنچ گئی مسح
نہ ہوگا۔ ۵ ۲۵۸

٦١ **مسئلہ:** یُوں ہی ۲ دو انگلیوں سے بھی مسح نہ ہوگا۔ ہاں تین انگلیاں رکھ کر اتنی کھینچے
کہ چہارم سر کی مقدار ہو جائے تو مسح ہو جائیگا۔ ۱ ۲۵۹

٦٢ **مسئلہ:** تین انگلیوں کے پُورے سر کو لگائے اور اس قدر کھینچے کہ چہارم سر کی
مقدار ہو گئی تو مسح نہ ہوگا یعنی جبکہ تری چہارم سر تک پہنچنے سے پہلے فنا ہو گئی ہو۔ ۲ ۲۵۹

٦٣ **مسئلہ:** انگلیوں کے پورے سر پر رکھ کر کھینچے یہاں تک کہ چہارم سر کی مقدار تک پہنچ
گئے۔ اگر اخیر تک پوروں سے پانی ٹپکتا رہا تو بالاتفاق مسح ہو گیا اور اگر بیچ میں تقاطر
فنا ہو گیا جب بھی صحیح یہ ہے کہ مسح ہو جائے گا یعنی جبکہ تری اخیر تک رہی ہو اگرچہ
بوندیں ٹپکنا موقوف ہو گیا ہو۔ ۳ ۲۵۹

٦٤ **مسئلہ:** اگر سر پر مینہ کی بُوندیں اتنی گریں کہ چہارم سر بھیگ گیا مسح ہو گیا اگرچہ اس
شخص نے نہ ہاتھ لگایا نہ قصد کیا۔ ٦ ۲۵۹

٦٥ **مسئلہ:** مسح کے لیے ہاتھ کی ضرورت نہیں، اگر لکڑی بھگو کر سر پر پھیر دی کہ
چہارم سر تر ہو گیا مسح ہو گیا۔ ۱ ۲٦۰

٦٦ **مسئلہ:** اگر ایک انگلی بھگو کر سر پر رکھے اور دوبارہ بھگو کر سر کی دوسری جگہ اور اس
طرح مکرر کیا یہاں تک کہ چہارم سر کو تری پہنچ گئی مسح ہو گیا۔ ۵ ۲٦۰

٦٧ **مسئلہ:** اوس میں سر برہنہ بیٹھا اور اس سے چہارم سر کے قدر بھیگ گیا مسح
ہو گیا۔ ۳ ۴۱۰

٦٨ **مسئلہ:** اتنے گرم یا اتنے سرد پانی سے وضو مکروہ ہے جو بدن پر اچھی طرح
نہ ڈالا جائے، تکمیلِ سنّت نہ کرنے دے اور اگر کوئی فرض پورا کرنے سے مانع ہوا تو وضو

Marfat.com

	کے بعد بار بار ایسا ہی ہوا وضو نہ جائے گا اور کپڑا پاک رہا۔ ہاں اگر ایک ہی جلسے میں اتنا ابھرا اور پونچھ لیا اور چھوڑ دیتے تو تب مل کر ڈھلک جاتا تو وضو نہ رہا اور وہ ناپاک ہے	۷	۴۱
۲۶	مسئلہ : خون ابھرا اور اس پر مٹی ڈال دی پھر ابھرا پھر ڈالی وضو نہ رہا جبکہ ایک جلسے میں اتنا ابھرا کہ مل کر بہ جاتا۔	۱	۴۲
۲۷	مسئلہ : ایک جلسے میں متفرق طور پر جتنا خون ابھرا یہ جمع ہو کر بہ جاتا ہے یا نہیں اس کا مدار اندازے پر ہے۔	۲	۴۲
۲۸	مسئلہ : ناپاک سرمہ لگایا اور کوئی نجاست آنکھ کے ڈھیلے کو پہنچی اس کا دھونا معاف ہے	۳	۴۲
۲۹	مسئلہ : خون یا پیپ آنکھ میں بہا مگر آنکھ سے باہر نہ گیا تو وضو نہ جائے گا اسے کپڑے سے پونچھ کر پانی میں ڈال دیں تو ناپاک نہ ہوگا۔	۴	۴۲
۳۰	مسئلہ : ناک کے سخت بانسے میں خون بہا اور نرم حصے میں نہ آیا تو مشہور تر یہ ہے کہ وضو نہ جائیگا۔	۵	۴۲
۳۱	مسئلہ : زخم پر پٹی بندھی ہے اس میں خون وغیرہ لگ گیا اگر اس قابل تھا کہ بندش نہ ہوتی تو بہ جاتا تو وضو گیا ورنہ نہیں، نہ پٹی ناپاک۔	۶	۴۲
۳۲	مسئلہ : قطرہ اتر آیا یا خون وغیرہ ذکر کے اندر بہا جب تک اس کے سوراخ سے باہر نہ آئے وضو نہ جائیگا، اور پیشاب کا صرف سوراخ کے منہ پر چمکنا کافی ہے۔	۱	۴۳
۳۳	مسئلہ : فقط اتنی بات کہ مثلاً ناک یا دانت سے انگلی پر خون لگ آیا دوبارہ دیکھا پھر اثر پایا وضو جانے کو کافی نہیں جب تک اس میں خود بہنے کی قوت مظنون نہ ہو۔	۲	۴۳
۳۴	مسئلہ : قے اگر منہ بھر کر ہو ناقضِ وضو ہے پھر اگر چند بار میں تھوڑی آئے کہ سب ملانے سے منہ بھر کر ہو جائے تو اگر ایک ہی متلی سے آئی ہے وضو جاتا رہےگا اگرچہ مختلف جلسوں میں آئی ہو اور اگر متلی تھم گئی تھی اور پھر دوسری متلی سے اور آئی تو ملائی نہ جائیگی اگرچہ ایک ہی مجلس میں آئی ہو۔	۳	۴۶
۳۵	مسئلہ : فرج داخل میں خونِ حیض وغیرہ کوئی نجاست اتر آئے جب تک اس کے منہ سے تجاوز کر کے فرج خارج میں نہ آئے گی غسل یا وضو کچھ واجب نہ ہوگا۔	۲	۵۴
۳۶	مسئلہ : نجاست اگر مخرج کی اندرونی سطح تک آجائے وضو نہ جائے گا جب تک کنارے پر ظاہر نہ ہو۔	۳	۵۵

Marfat.com

مسح کرے اگر مسح بھی نقصان دے تو اس پر جو پٹی بندھی یا دوا کا ضماد ہے اُس پر پانی
بہائے، یہ بھی ضرر دے تو اس پٹی یا ضماد پوُرے پر مسح کرے اس سے نقصان ہو تو
چھوڑ دے، معاف ہے۔ ٤ ٦٤٨

۸ مسئلہ: ناخن ٹوٹ گیا اس پر دوا مرہم گوند پتے کا پوست بندھا ہے اگر خود
ناخن کا دھونا یا مسح کرنا مضر ہو یا وہ تو مضر نہیں مگر دوا کا چھڑانا مضر ہے تو دوا پر
پانی بہائے اس سے ضرر ہو تو دوا پر مسح کرے، اس سے نقصان ہے تو معاف۔ ٦ ٦٤٨

۸ مسئلہ: پانی بیکار صرف کرنا یا پھینک دینا حرام ہے۔ ١ ٦٤٩

۸ مسئلہ: کافر وضو کرے یا نہا کر اسلام لایا اور اس وضو یا غسل کے بعد حدث
نہ ہوا اُسی وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے۔ ٣ ٦٦٢

۸ مسئلہ: سر اور موزوں کے مسح میں بھی ایک بار مسح کرے تو اکثر کف سے ہونا
شرط ہے مگر اگر ایک انگلی بار بار تر کرکے سر یا موزوں کے مختلف مواضع پر لگائی کہ اکثر
کی مقدار کو پہنچ گئی مسح ہو گیا۔ ٢ ٧٢٢

۸ مسئلہ: وضو میں مسح سر کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ اپنی ساری ہتھیلیاں انگلیوں کے سرے
تک تر کرے (لوگ جو فقط انگلیاں بھگو لیتے ہیں، نہ چاہیے) پھر دونوں انگوٹھے اور کلمے
کی انگلیاں اور ہتھیلیاں جُدا رکھ کر باقی تین تین انگلیاں پوُری (نہ فقط پورے جس طرح
جاہل کرتے ہیں) پیشانی پر رکھ کر آخر سر تک (ہاتھ جما کر) پھیرے (نہ جس طرح جاہل
چھچلتے ہوئے ہاتھ لے جاتے ہیں کہ کہیں لگے کہیں نہیں) پھر سر کی دونوں کروٹیں دونوں
ہتھیلیوں سے مسح کرے اور کانوں کا پچھلا حصّہ دونوں انگوٹھوں کے پیٹ سے مسح کرے
اور اگلا حصہ کلمے کی انگلیوں کے پیٹ سے اور ہتھیلیوں کی پشت گردن پر پھیرے۔ ٥ ٧٢٩

۸ مسئلہ: اگر سر کے مسح میں انگلیوں کی تری ختم ہو گئی کانوں کے مسح کو نئی تری
لینی ہوگی۔ ١ ٧٣٠

۸ مسئلہ: مسح سر میں ادائے سنّت کو یہ بھی کافی ہے کہ انگلیاں سر کے اگلے حصّے
پر رکھے اور ہتھیلیاں سر کی کروٹوں پر اور ہاتھ جما کر گُدّی تک کھینچتا لے جائے۔ ٢ ٧٣٠

۸ مسئلہ: وضو کیا لوٹے میں پانی بچ رہا وہ دوسرے وضو میں کام آسکتا ہے،
لوگ جو اسے پھینک دیتے ہیں یہ حرام ہے۔

Marfat.com

	ہوجاتا ہے اور بار بار وضو اور کپڑوں کی تطہیر موجب ضیق کثیر ہے کہ معذوری کی حد تک پہنچا اس کے لیے اس پر عمل میں بہت آسانی ہے۔	۳	۶۲
۴۳	مسئلہ: گھٹنے یا اور ستر کھلنے یا اپنا یا پرایا ستر دیکھنے سے وضو نہیں جاتا۔	۱	۶۶
۴۴	مسئلہ: دوڑنے یا کودنے سے وضو نہیں جاتا۔	۳	۶۷
۴۵	مسئلہ: کتنی ہی بلندی پر سے گر پڑے وضو نہ جائیگا مگر یہ کہ خون وغیرہ کچھ خارج ہو یا بے ہوش ہوجائے۔	۴	۶۷
۴۶	مسئلہ: جب تک ہوش باقی ہیں طبیعت کسی قدر کسی کام میں مشغول ہو وضو نہ جائیگا جیسے کتاب کا مطالعہ یا دِ الٰہی کا مراقبہ۔	۵	۶۷
۴۷	مسئلہ: بوجھ اٹھانے یا گر پڑنے یا کسی وجہ سے منی بے شہوت اپنے محل سے جُدا ہوکر نکل گئی وضو واجب ہوگا غسل نہیں۔	۷	۶۷
۴۸	مسئلہ: پُھڑیا بالکل اچھی ہوگئی اور اس کا مردہ پوست باقی ہے جس میں اوپر منہ اور اندر خلا ہے، نہانے میں اس میں پانی بھر گیا پھر دبا کر نکال دیا وضو نہ جائے گا نہ وُہ پانی ناپاک ہوا۔	۸	۶۷
۴۹	مسئلہ: پُھڑیا میں اگر ابھی خون وغیرہ رطوبت باقی ہے نہانے کا پانی اس میں بھرا اور بہہ کر نکلا وضو جاتا رہے گا کہ وُہ پانی نجس ہوگیا۔	۲	۶۸
۵۰	مسئلہ: پانی پیا اور معدے میں اتر گیا اور معاً قے ہوکر ویسا ہی صاف نتھرا پانی نکل گیا وضو جاتا رہا جبکہ منہ بھر کر ہو اور وہ پانی بھی ناپاک ہے۔	۳	۶۸
۵۱	مسئلہ: اگر معاذ اللہ کیڑے قے ہوئے یا سانپ، وضو نہ جائے گا اگرچہ منہ بھر کر ہو۔	۶	۶۸
۵۲	مسئلہ: کُرسی مُونڈھے پر پاؤں لٹکائے بیٹھا تھا سو گیا وضو نہ گیا مگر یورپین ساخت کی کرسی جس کی وسط نشست گاہ میں ایک بڑا سوراخ رکھتے ہیں اس پر سونے سے جاتا رہے گا۔	۳	۷۱
۵۳	مسئلہ: گھوڑے پر زین ہے اس کی سواری میں سو گیا وضو نہ جائے گا اگرچہ ڈھال میں اترتا ہو۔	۴	۷۱
۵۴	مسئلہ: ننگی پیٹھ پر سوار ہے اور سو گیا تو اگر راستہ ہموار یا چڑھائی ہے		

Marfat.com

۱۳	مسئلہ: ودانے سے جو صاف ستھرا پانی نکلے متعدد روایات میں پاک ہے اور اس سے وضو نہیں جاتا۔ پھیلی والوں کو اس میں بہت وسعت ہے بحالِ ضرورت اس پر عمل کرسکتے ہیں اگرچہ قولِ صحیح اس کے خلاف ہے۔	۲	۳۹
۱۴	مسئلہ: بدن سے نارو کا ڈورا نکلنے سے وضو نہ جائے گا۔	۳	۳۹
۱۵	مسئلہ: نارو سے رطوبت بہے تو وضو جاتا رہے گا اگرچہ صاف سفید پانی ہو۔	۴	۳۹
۱۶	مسئلہ: بحران کے پسینہ سے وضو نہیں جاتا۔	۵	۳۹
۱۷	مسئلہ: جسے ناک سے خون جاتا ہو اُسی حالت میں اُسے زکام ہو اور ریزش سرخی لیے نکلے اگرچہ اُس وقت خون بہنا معلوم نہیں ہوا اُس کی یہ ریزش بھی ناقضِ وضو ہے۔	۱	۴۰
۱۸	مسئلہ: مصنف کی تحقیق کہ جو چیز عادتاً بدن سے بہا کرتی ہو اور اُس سے وضو نجاتا ہو، جیسے آنسو، پسینہ، دودھ، بلغم، ناک کی ریزش وہ اگرچہ کتنی ہی کثرت سے نکلے ناقضِ وضو نہیں اگرچہ اس کی یہ کثرت بجائے خود ایک مرض گنی جاتی ہو	۳	۴۰
۱۹	مسئلہ: خون چھنکا انگلی سے چھوا اور اس پر داغ آگیا یا خلال یا مسواک یا دانت مانجھتے وقت انگلی میں لگ آیا یا کوئی چیز دانت سے کاٹی اور اس پر خون کا اثر پایا یا ناک انگلی سے صاف کی اس پر سُرخی آگئی وہ خون آپ جگہ سے ہٹنے کے قابل نہ تھا وضو نہ جائیگا اور وُہ خون بھی پاک ہے۔	۱	۴۱
۲۰	مسئلہ: خون یا ریم آبلے کے اندر سے بہ کر آبلے کے مُنہ تک آکر رہ جائے تو وضو نہ جائے گا۔	۲	۴۱
۲۱	مسئلہ: خارش وغیرہ کے دانوں پر خالی چپک ہے کپڑا اس سے بار بار لگ کر بہت جگہ میں بھر گیا ناپاک نہ ہوا نہ وضو گیا۔	۳	۴۱
۲۲	مسئلہ: یہی حکم چھنکے ہوئے خون کا ہے کہ نہ اُس سے کپڑا نجس ہو نہ وضو ساقط۔	۴	۴۱
۲۳	مسئلہ: خون یا ریم بہنے کے قابل ہو مگر کپڑے میں لگ کر بہنے نہ پائے وضو جاتا رہے گا اور درم بھر سے زائد ہو تو کپڑا بھی نجس ہو جائے گا۔	۵	۴۱
۲۴	مسئلہ: سُوئی چُبھ کر خواہ کسی طرح خون کی بُوند اُبھری اور بولا سا ہو کر رہ گئی ڈھلکی نہیں، تو فتوٰی اس پر ہے کہ وہ پاک ہے وضو نہ جائے گا۔	۶	۴۱
۲۵	مسئلہ: خون یا ریم اُبھرا اور ڈھلکنے کے قابل نہ تھا اُسے کپڑوں سے پونچھ لیا دیر دیر		

Marfat.com

۶۳	مسئلہ: بیٹھے بیٹھے نیند کے جھونکے لینے سے وضو نہیں جاتا اگرچہ کبھی ایک سرین اُٹھ جاتا ہو۔	۶	۷۲
۶۴	مسئلہ: جھوم کر گر پڑا اگر معاً آنکھ کھل گئی وضو نہ گیا۔	۷	۷۲
۶۵	مسئلہ: ان دسوں صورتوں میں جن سے وضو جاتا ہے یہی قید ہے کہ انھیں صورتوں پر سونا پایا جائے ورنہ اگر سویا اس صورت پر کہ وضو نہ جاتا اور نیند میں اس شکل پر آگیا جس میں جاتا ہے مگر معاً شکل پیدا ہوتے ہی بلا وقفہ جاگ اٹھا وضو نہ جائے گا۔	۸	۷۲
۶۶	مسئلہ: نیند خود ناقضِ وضو نہیں بلکہ اس وجہ سے کہ سوتے میں خروجِ ریح کا ظن غالب ہے۔	۳	۹۰
۶۷	مسئلہ: جنون سے وضو جاتا رہتا ہے۔	۲	۹۲
۶۸	مسئلہ: نمازِ جنازہ کے سوا اور نماز میں بالغ آدمی جاگتے میں ایسا ہنسے کہ اوروں تک ہنسی کی آواز پہنچی تو وضو بھی جاتا رہے گا۔	۳	۹۲
۶۹	مسئلہ: بوہرا ہو جانا یعنی دماغ میں معاذ اللہ خلل پیدا ہونے سے فاسد ہو جائے آدمی کبھی عاقلوں کی سی باتیں کرے کبھی پاگلوں کی سی مجنون کی طرح لوگوں کو مارتا گالیاں دیتا نہ ہو تو اس حالت کے پیدا ہونے سے وضو نہیں جاتا۔	۵	۹۲
۷۰	مسئلہ: غش و بیہوشی سے وضو جاتا ہے مگر یہ خود ناقض وضو نہیں بلکہ اُسی ظن خروجِ ریح وغیرہ کے سبب۔		
۷۱	مسئلہ: جسے ریح کا عارضہ حد معذوری تک ہو اس کا وضو سونے سے جانا چاہیے۔	۸	۹۳
۷۲	مسئلہ: سوتے میں دونوں سرین زمین پر جمے ہوں تو وضو نہیں جاتا مگر اعادۂ وضو مستحب جب بھی ہے۔	۲	۱۹۲
۷۳	مسئلہ: بغل کھجانے سے وضو مستحب ہے جبکہ اس میں بدبو ہو۔	۳	۱۹۲
۷۴	مسئلہ: جذامی یا برص والے سے مس کرنے میں بھی جدید وضو مستحب ہے۔	۴	۱۹۲
۷۵	مسئلہ: صلیب جسے نصاریٰ پوجتے ہیں اور ہنود کے بُت وغیرہ کے چھونے سے بھی نیا وضو چاہیے۔	۵	۱۹۲
۷۶	مسئلہ: جن باتوں سے اعادۂ وضو مستحب ہے جب وہ وضو کرنے میں واقع ہوں		

Marfat.com

۳۷ **مسئلہ:** جونک یا بڑی کلّی بدن کو لپٹی اگر اتنا خُون چُوس لیا کہ خود نکلتا تو بہہ جاتا تو
وضو جاتا رہے گا اور تھوڑا چُوسا چھوٹی کلّی تھی تو وضو نہ جائے گا۔ یُونہی کھٹمل یا مچھر کے
کاٹنے سے وضو نہیں جاتا۔ ۱ ۵۶

۳۸ **مسئلہ:** ورم زیادہ جگہ میں پھیلا ہوا ہے اور اُسے مسح بھی نقصان کرتا ہے اور
وہ اوپر سے پھوٹا اور خون یا پیپ ورم پر بہا صحیح بدن کی طرف بڑھا تو بعض کتب میں فرمایا
وضو نہ گیا۔ اور مصنف کی تحقیق یہ ہے کہ جاتا رہے گا، اور اگر اس ورم کو غسل یا مسح کر سکتے
ہو تو بالاتفاق ناقض وضو ہوگا۔ ۳ ۵۷

۳۹ **مسئلہ:** زخم اگرچہ جسم کے اندر دُور تک پھیلا ہو اور صرف منہ ظاہر ہے تو اس کے
گہراؤ میں خُون وغیرہ بہتے رہیں کچھ حرج نہیں جب منہ پر آکر ڈھلکے گا وضو جاتا رہے گا
اگرچہ زخم کی سطح سے آگے نہ بڑھے۔ ۵ ۶۱

۴۰ **مسئلہ:** زخم اگر ظاہر جسم ہی پر دُور تک پھیلا ہوا ہے مگر ایک خط یا ڈورے کی
طرح دراز و باریک ہے کہ اُس کی اندرونی سطح باہر سے نظر نہیں آتی تو ظاہر یہ ہے کہ
اس کا حکم بھی اُسی محض اندرونی زخم کی طرح ہوگا کہ خون اندر دورہ کرے تو مضائقہ نہیں اور
اُس کے کناروں تک آجائے تو مضائقہ نہیں جب تک ڈھلکے نہیں اور اگر اس کے
بالائی کنارے تک اُبل کر بدن کی جلد پر ڈھلکا تو وضو نہ رہے گا اگرچہ زخم کی حد سے آگے
نہ بڑھے۔ ۱ ۶۲

۴۱ **مسئلہ:** کھلا ہُوا چوڑا گھاؤ جس کی اندرونی سطح باہر سے دکھائی دے۔ ظاہر یہ ہے
کہ جب تک اچھا نہ ہو باطن بدن کے حکم میں ہے اگر اس کے اندر خُون وغیرہ اُبلے کہ
اُس کے کناروں تک آجائے یا صرف اس کے بالائی حصّے پر اُبل کر اُس کے اندر اندر رہے
باہر نہ نکلے تو وضو نہ جائیگا نہ وہ خُون ناپاک ہو کہ ہنوز اپنے مقام ہی میں دورہ کر رہا ہے۔ ۲ ۶۲

۴۲ **مسئلہ:** صاحبِ ہدایہ نے ایک کتاب میں فرمایا کہ خُون جو تھوڑا تھوڑا نکلے کہ کسی
دفعہ کا نکلا ہُوا بہنے کے قابل نہ ہو اگرچہ جمع کرنے سے کتنا ہی ہو جائے اصلاً ناقضِ وضو
نہیں اگرچہ ایک ہی مجلس میں نکلے یہ قول خلافِ مشہور و مخالفِ جمہور ہے۔ بے ضرورت اس
پر عمل جائز نہیں ہاں جو ایسے زخم یا آبلوں میں مبتلا ہو جس سے اکثر وقت خُون یا ریم قلیل
نکلتا رہتا ہے کہ ایک بار کا نکلا ہوا بہنے کے قابل نہیں ہوتا مگر جلسۂ واحدہ کا جمع کرے سے

Marfat.com

۸۷	مسئلہ : مصنف کی تحقیق کہ مسلمان کی موت حدث ہے نجاست نہیں وللہ الحمد۔	۲۵	۶۱۱
۸۸	مسئلہ : حدثِ اصغر وہی ہے جس سے فقط وضو واجب ہو نہانا نہ ہو۔	۵	۸۱۵
۸۹	مسئلہ : اس کی تحقیق کہ ہر موجبِ غسل موجبِ وضو ہے۔	۳	۸۱۶

باب الغسل

۱	مسئلہ : عورت کو غسل میں گندھی چوٹی کھولنی ضرور نہیں بالوں کی جڑیں بھیگ جانا کافی ہے، ہاں چوٹی اتنی سخت گندھی ہو کہ جڑوں تک پانی نہ پہنچے گا تو کھولنا ضرور ہے	۱	۱۵
۲	مسئلہ : اگر اعضا نہ پونچھنے سے ضرر ثابت ہو تو پونچھنا واجب تک ہو سکتا ہے۔	۴	۲۶
۳	مسئلہ : غسل کا پانی بھی نیکیوں کے پلّے میں رکھا جانا ظاہر ہے۔	۳	۲۹
۴	مسئلہ : غسل میں عورت کو مستحب ہے کہ فرج داخل کے اندر انگلی ڈال کر دھو لے ہاں واجب نہیں بغیر اس کے غسل اُتر جائے گا۔	۱	۵۵
۵	مسئلہ : دانتوں کی جڑ یا کھڑکی میں سخت چیز جمی ہو تو چھڑا کر کلی کرنا لازم ورنہ غسل نہ اُترے گا۔	۱	۹۵
۶	مسئلہ : چُونا یا مسی کی ریخیں جن کے چھڑانے میں ضرر ہو معاف ہیں	۲	۹۵
۷	مسئلہ : وضو و غسل میں غرغرہ سنّت ہے مگر روزہ دار کو مکروہ۔	۳	۹۵
۸	مسئلہ : منہ کے ہر ذرہ پر حلق تک پانی بہنا اور دونوں نتھنوں میں ناک کی ہڈی شروع ہونے تک پانی چڑھنا غسل میں فرض اور وضو میں سنّتِ مؤکدہ ہے۔	۴	۹۵
۹	مسئلہ : ناک میں کوئی کثافت جمی ہو تو پہلے اس کا چھڑا لینا غسل میں فرض اور وضو میں سنت ہے۔	۱	۹۶
۱۰	مسئلہ : وضو و غسل میں سنّت ہے کہ ناک کی جڑ تک پانی چڑھائے مگر روزہ دار اس سے بچے ہاں تمام نرم بانسے تک چڑھانا اسے بھی ضروری ہے۔	۲	۹۶
۱۱	مسئلہ : مواضع احتیاط میں پانی پہنچنے کا ظنِ غالب کافی ہے یعنی دل کو اطمینان ہو کہ ضرور پہنچ گیا مگر یہ اطمینان نہ بے پرواہوں کا کافی ہے جو دیدہ و دانستہ بے احتیاطی کر رہے ہیں نہ وہمی وسوسہ زدہ کا اطمینان ضرور جسے آنکھوں دیکھ کر بھی یقین آنا مشکل بلکہ		

Marfat.com

	وضو نہ جائے گا اُتار ہے تو جاتا رہے گا۔	۵	۷۱
۵۵	مسئلہ: اگر دیوار وغیرہ سے تکیہ لگایا ہے اور اتنا غافل سو گیا کہ وہ شے ہٹالی جائے تو گر پڑے گا فتویٰ اس پر ہے کہ یُوں بھی وضو نہ جائے گا جب کہ دونوں سرین خوب جمی ہوں۔	۶	۷۱
۵۶	مسئلہ: قیام، قعود، رکوع، سجود نماز کی کیسی ہی حالت پر سو جائے اگرچہ غیر نماز میں اس ہیأت پر ہو وضو نہ جائیگا مگر قعود میں وہی شرط جو کہ دونوں سرین جمے ہوں اور سجود کی شکل وُہ ہو جو مردوں کے لیے سنّت ہے کہ بازو پہلو سے جدا ہوں اور پیٹ رانوں سے الگ۔	۷	۷۱
۵۷	مسئلہ: ظاہراً کاٹھی کا حکم بھی ننگی پیٹھ کی طرح ہے اور یورپین ساخت کی کاٹھی جس کے بیچ میں سوراخ ہوتا ہے اس پر سونے سے مطلقاً وضو جاتا رہے گا۔	۹	۷۱
۵۸	مسئلہ: خاص نماز کے سجدے میں بھی اگر اس وضع پر سویا کہ کلائیاں زمین پر بچھی ہیں پیٹ رانوں سے لگا ہے پنڈلیاں زمین سے ملی ہیں جیسے عورتوں کا سجدہ ہوتا ہے تو وضو جاتا رہے گا اسے یوں بھی تعبیر کر سکتے ہیں کہ عورت سجدے میں سوئے تو وضو ساقط اور مرد سوئے تو باقی۔	۱۰	۷۱
۵۹	مسئلہ: گرم تنور کے کنارے اس میں پاؤں لٹکائے بیٹھ کر سو گیا تو مناسب ہے کہ وضو کرے۔	۱	۷۲
۶۰	مسئلہ: بیمار لیٹ کر نماز پڑھتا تھا نیند آ گئی وضو نہ رہا۔	۳	۷۲
۶۱	مسئلہ: نماز میں سونے کا کلیہ یہ ہے کہ اگر ان دس صورتوں پر سویا جن میں وضو نہیں جاتا تو نہ وضو جائے نہ نماز فاسد ہو، ہاں اگر رکن بالکل سوتے میں ادا کیا اس کا اعتبار نہ ہوگا اس کا اعادہ ضرور ہے اور جو جاگتے میں شروع کیا اور اس رکن میں نیند آ گئی اس کا جاگتے کا حصہ معتبر رہے گا اگر وہ بقدر ادائے رکن تھا کافی ہے ان احکام میں قصداً سونا اور بلا قصد سو جانا برابر ہے۔ اور اگر ان دس صورتوں پر سویا جن میں وضو جاتا رہتا ہے تو وضو تو گیا ہی پھر اگر قصداً سویا تو نماز بھی فاسد ہو گی ورنہ وضو کرے جہاں سویا وہاں سے باقی نماز ادا کر سکتا ہے۔	۴	۷۲
۶۲	مسئلہ: اُونگھنے سے وضو نہیں جاتا جبکہ ہوشیاری کا حصہ غالب ہو۔	۵	۷۲

Marfat.com

غسل بالاتفاق واجب نہ ہوگا کہ نکلنا ضرور شرط ہے۔ ۱۱۹ ۶

۲۱ **مسئلہ**: جماع یا احتلام پر سونے چلنے پھرنے یا پیشاب کرنے کے بعد جو اور منی بلاشہوت
نکلے اس سے غسل نہ ہوگا۔ اور چلنے کی بعض نے چالیس قدم تعداد بتائی اور صحیح یہ ہونا چاہئے
کہ جب اتنا چل لیا جس سے اطمینان ہو گیا کہ پہلی منی کا بقیہ ہوتا تو نکل چکتا اس کے بعد
بلاشہوت نکلی تو غسل نہیں۔ ۱۲۱ ۱

۲۲ **مسئلہ**: پیشاب کے بعد مرد پر استبراء واجب ہے یعنی وہ افعال کرنا جس سے اطمینان
ہو جائے کہ قطرات نکل چکے اب نہ آئیں گے مثلاً کھنکارنا یا ٹہلنا یا ران پر ران رکھ کر عضو
کو دبانا وغیرہ ذلک۔ اس میں ٹہلنے کی مقدار بعض نے چالیس قدم رکھی بعض نے یہ کہ چالیس
برس کی عمر تک اسی قدر اور زیادہ پر فی برس ایک قدم اور صحیح یہ کہ جہاں تک میں اطمینان
حاصل ہو خواہ چالیس سے کم یا زائد۔ ۱۲۲ ۱

۲۳ **مسئلہ**: وہ جو مسئلہ گزرا کہ پیشاب کے بعد منی اُترے تو غسل نہیں اس میں یہ شرط
ہے کہ اس وقت شہوت نہ ہو ورنہ یہ جدید انزال ہوگا۔ ۱۲۲ ۳

۲۴ **مسئلہ**: زوج کی منی اگر عورت کی فرج سے نکلے تو اس پر وضو واجب ہوگا اس کے
سبب غسل نہ ہوگا۔ ۱۲۳ ۵

۲۵ **مسئلہ**: چوٹ لگنے یا گرنے یا بوجھ اٹھانے سے منی بے شہوت نکل جائے تو غسل نہ ہوگا ۱۲۵ ۲
صرف وضو لازم ہوگا۔

۲۶ **مسئلہ**: عورت کو اگر احتلام یاد ہو اور جاگ کر تری نہ پائے تو مرد کی طرح اس پر بھی
غسل نہیں یہی مذہب ہے اور اسی پر فتویٰ مگر بعض مشائخ کرام فرماتے ہیں اگر خواب میں
انزال ہونے کی لذت یاد ہو تو غسل واجب ہے بعض فرماتے ہیں کہ اس وقت چت
لیٹی ہو تو غسل واجب۔ لہٰذا ان صورتوں میں بہتر یہ ہے کہ نہا لے۔ ۱۲۵ ۶

۲۷ **مسئلہ**: عورت کی ران پر جماع کیا اور منی اس کی فرج میں چلی گئی یا کنواری کی
فرج میں جماع کیا اور اس کی بکارت زائل نہ ہوئی تو ان دونوں صورتوں میں عورت
پر غسل نہ ہوگا، نہ اس کا انزال ثابت ہوا نہ اس کی فرج داخل میں حشفہ غائب ہوا
ورنہ بکارت جاتی رہتی، ہاں ان جماعوں سے اگر عورت کو حمل رہ گیا تو اب اس پر
اسی جماع سے غسل واجب ہونے کا حکم دیں گے اور آج تک جتنی نمازیں قبل غسل

Marfat.com

	تو مستحب ہے کہ پھر سرے سے وضو شروع کرے۔	۱	۱۹۳
۷۷	مسئلہ : علماء کا اختلاف ہے کہ نواقضِ وضو میں بھی نجاست حکمیہ جنابت کی طرح تمام بدن میں سرایت کرتی ہے۔ شرع نے تخفیف کے لیے صرف وضو سے اس کا ازالہ مقرر فرمایا یا یہ نجاست فقط اعضاءِ وضو ہی میں ہوتی ہے راجح تر یہی قول دوم ہے۔ (مصنف کی اس مسئلہ میں تحقیق و تنقیح فتاوٰی رضویہ میں ملاحظہ فرمائیں)	۵	۲۵۴
۷۸	مسئلہ : راجح یہی ہے کہ حدثِ اصغر صرف چار اعضاء میں ہوتا ہے نہ یہ کہ ہو تو سارے بدن میں اور تخفیف کے لیے شرع نے صرف چار عضووں کی طہارت کو کُل بدن کی تطہیر فرما دیا جیسے جنابت کا تیمم کہ حدث سارے بدن میں ہے اور صرف منہ اور ہاتھوں کے مسح سے سب بدن پاک ہو سکتا ہے وضو میں ایسا نہیں ولہٰذا اگر کوئی شخص وضو کی جگہ غسل کا التزام کرے عزیمت و باعثِ ثواب نہ ہوگا بلکہ بدعت و مورثِ مواخذہ و عتاب۔	۲	۲۵۷
۷۹	مسئلہ : نمازِ جنازہ میں اگرچہ قہقہہ سے ہنسے وضو نہیں جاتا۔	۴	۲۵۷
۸۰	مسئلہ : دانتوں میں سے خون نکلا اگر سرخ ہے وضو جاتا رہا اور آبِ دہن کے خلط سے زرد ہے تو نہیں۔	۱	۵۲۲
۸۱	مسئلہ : نجاست کا اپنی قوت سے بہہ کر نکلنا ناقضِ وضو ہے اگرچہ اس کے ساتھ اور پاک رطوبت اس سے زائد مخلوط ہو۔	۱	۵۲۳
۸۲	مسئلہ : رقیق خون کی قے کی مطلقاً وضو جاتا رہے گا سر سے آیا ہو خواہ جوف سے، قلیل ہو یا کثیر۔	۲	۵۲۳
۸۳	مسئلہ : قے میں بستہ خون جوف سے آیا اگر منہ بھر کر ہو ناقضِ وضو ہے ورنہ نہیں	۳	۵۲۳
۸۴	مسئلہ : بلغم کی قے سے وضو نہیں جاتا خواہ کتنا ہی کثیر ہو۔	۴	۵۲۳
۸۵	مسئلہ : آمیزشِ آبِ دہن قلیل و کثیر یعنی رنگ کی زردی سرخی کا فرق اس خون میں ہے کہ خود منہ کے کسی حصے سے آئے وہ خون کہ سینے یا معدہ سے قے میں آئے امام زیلعی کی تحقیق میں مطلقاً ناقضِ وضو ہے اگرچہ منہ میں آکر آمیزشِ آبِ دہن سے زرد ہو جائے۔	۵	۵۲۳
۸۶	مسئلہ : ورزش کرنے سے وضو نہیں جاتا جب تک کوئی ناقضِ وضو نہ صادر ہو۔	۱	۵۸۳

Marfat.com

نہ نکلنے دی جب شہوت جاتی رہی اس وقت چھوڑا کہ منی جو شہوت کے ساتھ اتری تھی
بلا شہوت باہر ہوئی اس صورت میں مذہب یہ ہے کہ غسل فرض ہوگیا کہ منی کا شہوت
کے ساتھ اُترنا ہی وجوبِ غسل کو کافی ہے اگرچہ نکلتے وقت شہوت نہ رہے مگر امام ابو یوسف
اس صورت میں غسل واجب نہیں مانتے اگر مہمان کو ندامت ہو کہ اس وقت نہاؤں گا
تو میری طرف بدگمانی ہوگی تو مذہب امام ابو یوسف پر عمل کرکے نماز پڑھ لے پھر موقع
نکل جانے پر نہا کر پھیرے۔ ۱۳۰ ۱

۳۸ **مسئلہ**: عورت کو سر دھونا نقصان کرے گلے سے نہائے اور سارے سر پر
مسح کرے۔ ۴۷ ۱

۳۹ **مسئلہ**: وضو یا غسل میں جس عضو کے دھونے کا حکم ہے اگر دھونا مضر ہو تو
اس کا مسح دھونے کے قائم ہے۔ ۴۷ ۳

۴۰ **مسئلہ**: ہر انزال میں پیشاب کرنے کے بعد نہانا چاہیے کہ منی کا بقیہ خارج
ہوجائے۔ ۰۶ ۱

۴۱ **مسئلہ**: اگر بعد جماع نہ پیشاب کیا نہ سویا نہ اتنا چلا پھرا کہ بقیہ منی نکل جاتا اور
نہالیا اس کے بعد اسی منی کا بقیہ خارج ہوا جو بشہوت پشت سے جدا ہوئی اور بعض
نکل کر حسبِ عادت بعض باقی رہ گئی تھی تو دوبارہ نہانا لازم ہوگا۔ ۰۶ ۲

۴۲ **مسئلہ**: منی اپنے محل یعنی مرد کی پشت یا عورت کے سینے سے جدا ہوتے وقت
شہوت ضرور ہے اس وقت اگر شہوت نہ تھی غسل واجب نہ ہوگا مثلاً بھاری بوجھ اٹھانے
سے اتر آئی یا معاذ اللہ عارضہ جریان میں۔ ہاں جب شہوت سے جدا ہوئی ہو تو
سوراخ سے نکلتے وقت شہوت اگر نہ بھی ہو غسل واجب ہوجائے گا غرض انفصال محل
کے وقت شہوت شرط ہے خروج کے وقت ضرور نہیں مگر بہرحال وجوبِ غسل کے لیے
خروج ضرور شرط ہے اگر شہوت سے اُتری اور نہ نکلی تو جب تک نہ نکلے گی غسل واجب
نہ ہوگا۔ ۱۲ ۳

۴۳ **ف**: ہر منی کہ شہوت سے نکلے اس سے پہلے مذی ضرور نکلتی ہے۔ ۱۵ ۳

۴۴ **مسئلہ**: عورت کا حیض ختم ہوا اور ابھی نہائی نہ تھی کہ سوتے میں احتلام ہوا
دوبارہ غسل آیا۔ سوتے سے اُٹھی ہی تھی کہ شوہر نے جماع کیا قدر حشفہ غائب ہوتے ہی

Marfat.com

	متدین محتاط کا اطمینان چاہیے ۔	١	٩٩
١٢	**مسئلہ** : ہلتا ہوا دانت چاندی کے تار سے باندھنا یا مسالے سے جمانا جائز ہے اور اس وقت غسل میں اس تار یا مسالے کے نیچے پانی نہ بہنا معاف ہونا چاہیے ۔	٣	٩٩
١٣	**مسئلہ** : ناپاک سرمہ آنکھوں میں لگا لیا آنکھیں اندر سے دھونے کا حکم نہیں ۔	١	١٠٠
١٤	**مسئلہ** : جب بدن کے بعض حصے پر پانی ضرر دیتا ہو بعض پر نہیں تو اکثر کا اعتبار ہے	١	١٠١
١٥	**مسئلہ** : بیماری وغیرہ سے غش آگیا یا معاذ اللہ نشہ سے بیہوش ہوا اس کے بعد جو ہوش آیا تو اپنے کپڑے یا بدن پر مذی پائی تو اس پر سوا وضو کے غسل نہ ہوگا اس کا حکم سوتے سے جاگ کر مذی دیکھنے کے مثل نہیں کہ وہاں غسل واجب ہوتا ہے ۔	١	١٠٩
١٦	**مسئلہ** : انزال ہوا اور نہا لیا اس کے بعد پھر منی نکلی دوبارہ نہانا واجب ہوگا اگرچہ اس بار بے شہوت نکلی ہو مگر یہ کہ پیشاب کر چکا یا سو لیا یا زیادہ چل لیا اس کے بعد منی بے شہوت نکلی تو غسل کا اعادہ نہیں ۔	٤	١١٨
١٧	**مسئلہ** : نماز میں احتلام ہوا اور منی باہر نہ آئی کہ نماز تمام کر لی اس کے بعد اُتری تو غسل واجب ہوگا مگر نماز ہو گئی کہ اس وقت تک جنب نہ ہوا تھا ۔	٥	١١٨
١٨	**مسئلہ** : رات کو احتلام ہوا جاگا تو تری نہ پائی وضو کر کے نماز پڑھ لی اس کے بعد منی باہر آئی تو غسل اب واجب ہوا اور نماز صحیح ہو گئی ۔	٦	١١٨
١٩	**مسئلہ** : جاگا احتلام خوب یاد ہے مگر تری نہیں پھر مذی نکلی غسل نہ ہوگا	١	١١٩
٢٠	**مسئلہ** : منی کو اپنے محل یعنی مرد کی پشت، عورت کے سینہ سے جُدا ہوتے وقت شہوت چاہیے پھر اگرچہ بلا شہوت نکلے غسل واجب ہوگا مثلاً احتلام ہو یا نظر یا فکر یا کسی اور طریق سوائے ادخال کے منی بشہوت اُتری اس نے عضو کو مضبوط تھام لیا کہ نہ نکلنے دی یہاں تک کہ شہوت جاتی رہی یا بعض لوگ سانس اوپر چڑھا کر اُترتی ہوئی منی کو روک لیتے ہیں یا بعض میں ضعفِ شہوت کے سبب منی خیال بدل لینے یا کروٹ لینے یا اُٹھ بیٹھنے یا پشت پر پانی کا چھینٹا دے لینے سے رُک جاتی ہے غرض کسی طرح شہوت کے وقت اترتی ہوئی منی کو روک لیا یا خود رُک گئی اور پھر جب شہوت جاتی رہی نکلی تو امام اعظم و امام محمد کے نزدیک غسل واجب ہو جائے گا کہ اترتے وقت شہوت تھی اگرچہ نکلتے وقت نہ تھی اور امام ابو یوسف کے نزدیک نہ ہوگا کہ ان کے نزدیک نکلتے وقت بھی شہوت شرط ہے ہاں جب تک نکلے گی نہیں		

Marfat.com

۹	مسئلہ: لگن میں وضو کرکے یہ مستعمل پانی گھڑے بھر پانی میں ملا دیا سب قابلِ وضو ہوگیا کہ مستعمل وغیر مستعمل پانی کے ملنے میں زائد کا اعتبار ہے	۱	۲۳۸
۱۰	مسئلہ: آبِ مطلق کے سوا دُودھ گلاب کیوڑے وغیرہا کسی چیز سے وضو و غسل نہیں ہوسکتا۔	۱	۲۴۰
۱۱	مسئلہ: وضو یا غسل کا پانی مسجد میں ڈالنا چھڑکنا حرام ہے اور گلاب سے وضو کیا تو وضو نہ ہوا اور وُہ گلاب مسجد میں چھڑک سکتے ہیں۔	۲	۲۴۰
۱۲	مسئلہ: باوضو نے ماں باپ کے کپڑے یا ان کے کھانے کے لیے پھل یا مسجد کا فرش ثواب کے لیے دھویا پانی مستعمل نہ ہوگا اگرچہ یہ افعال قربت کے ہیں۔	۴	۲۴۱
۱۳	مسئلہ: جس پانی سے قربت مطلوبہ شرعًا کی اقامت کی جاتی ہے وہ انسان کے گناہ دھوتا ہے گناہوں کی نجاست حکمیہ اس کی طرف منتقل ہوتی ہے لہذا مستعمل ہوجاتا ہے۔	۲	۲۴۲
۱۴	مسئلہ: اس کی ترجیح کہ مستعمل ہونے کے لیے صرف بدن سے جدا ہونا کافی ہے کہیں استقرار شرط نہیں۔	۴	۲۴۲
۱۵	مسئلہ: گرمی کے سبب عبادت یا مطالعہ کتاب میں دل نہیں جمتا اس نیت سے ٹھنڈک پہنچنے کو نہایا یا ہاتھ منہ دھوئے تو قربت ضرور ہے مگر پانی مستعمل نہ ہوگا اگر باوضو تھا۔	۲	۲۴۴
۱۶	مسئلہ: بدن ستھرا رکھنا میل دُور کرنا شرع میں مطلوب ہے کہ اسلام کی بِنا ستھرائی پر ہے۔ اس نیت سے باوضو نے بدن دھویا تو قربت بے شک ہے مگر پانی مستعمل نہ ہوا۔	۴	۲۴۴
۱۷	مسئلہ: جمعہ یا عیدین یا عرفہ یا احرام وغیرہا کہ جو غسل سنت ومستحب ہیں صرف آبِ مطلق سے ادا ہوں گے گلاب کیوڑے سے ادا نہ ہوں گے۔	۵	۲۴۴
۱۸	مسئلہ: بے وضو نابالغ کا ہاتھ پانی میں ڈوب جانے سے پانی خراب نہیں ہوتا اس سے وضو روا ہے۔ ہاں نجاست کا شک ہو تو بہتر یہ ہے کہ اس سے وضو نہ کرے۔	۵	۲۴۷
۱۹	مسئلہ: باطنِ چشم دھونے سے پانی مستعمل نہ ہوگا اگرچہ جنب دھوئے۔	۱	۲۵۷
۲۰	مسئلہ: مصنف کی تحقیق کہ مسح سے بھی پانی مستعمل ہوجاتا ہے۔ اور اس میں		

Marfat.com

	پڑھی ہیں سبب پھیرے کہ حمل رہ جانے سے ثابت ہُوا کہ عورت کو خود بھی انزال ہوگیا تھا ورنہ حمل نہ رہتا۔	۸	۱۳۰
۲۸	**مسئلہ:** بچہ بالکل صاف پیدا ہوا جس کے ساتھ خون کا اصلاً نشان نہیں، نہ بعد کو خون آیا پھر بھی زچہ پر احتیاطاً غسل واجب ہے۔	۸	۱۳۲
۲۹	**مسئلہ:** جائز ہے کہ زن و شوہر دونوں ایک برتن سے ایک ساتھ غسلِ جنابت کریں اگرچہ باہم ستر نہ ہوا اور اس وقت متعلق ضرورتِ غسل بات بھی کر سکتے ہیں مثلاً ایک سبقت کرے تو دُوسرا کہے میرے لیے پانی رہنے دو۔	۱	۱۴۱
۳۰	**مسئلہ:** مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وضو و غسل میں پانی کی کوئی مقدار خاص لازم نہیں۔	۱	۱۵۷
۳۱	**مسئلہ:** غسل میں ایک صاع سے زیادہ خرچ کرنا افضل ہے جب تک حدِ اسراف بے سبب یا وسوسہ کی حالت نہ ہو۔	۲	۱۵۷
۳۲	عورت کے بال گندھے ہوں اور تین بار سر پر پانی بہانے سے تثلیث میں شبہہ رہے تو پانچ بار بہا سکتی ہے۔	۳	۱۹۵
۳۳	**مسئلہ:** میّت کو نہلا کر غسل کرنا مستحب ہے۔	۴	۲۳۸
۳۴	**مسئلہ:** جتنی جگہ کا وضو یا غسل میں دھونا فرض ہے جب تک اس کا ایک ایک ذرّہ نہ دُھلے دھوئے ہُوئے عضو بھی باوضو یا بے جنابت نہ ٹھہریں گے مثلاً پاؤں میں ایک ذرّہ دھونے سے باقی ہے اور ہاتھ منہ خوب دھو لیے ہیں تو ابھی قرآن مجید نہ ہاتھ سے چھو سکتا ہے نہ آستین یا دامن سے نہ جو جنب تھا ابھی تلاوت کر سکتا ہے جب تک پاؤں کا بھی وہ ذرّہ نہ دھو لے۔	۴	۲۴۶
۳۵	**مسئلہ:** نابالغ نہ کبھی بے وضو ہو نہ جنب۔ انہیں وضو و غسل کا حکم عادت ڈالنے اور ادب سکھانے کے لیے ہے ورنہ کسی حدث سے ان کا وضو نہیں جاتا نہ جماع سے ان پر غسل فرض ہو۔	۳	۲۴۷
۳۶	**مسئلہ:** ہنود وغیرہم کفار جس طرح نہاتے ہیں اس سے غسلِ جنابت نہیں اترتا اسلام لائیں تو قواعدِ غسل سکھا کر تصحیحِ غسل لازم ہے ورنہ ان کی نماز نہ ہوگی۔	۱	۳۲۱
۳۷	**مسئلہ:** کوئی شخص کہیں مہمان گیا صاحبِ خانہ کی عورتیں بھی اسی مکان میں ہیں رات کو اسے نہانے کی حاجت ہونے کو تھی کہ اس نے عضو کو مضبوط تھام لیا اور منی		

Marfat.com

کوئی میں ہاتھ ڈال کر کٹورا نکال لیا تو پانی مستعمل نہ ہوا اگرچہ کہنی یا بغل تک ہاتھ داخل
کرنا پڑا ہو کہ جو بضرورت ہے معاف ہے۔ ۲ ۲۶۵

۳۲ مسئلہ: ٹھنڈک لینے کو ہاتھ یا ایک پورا ہی بے دھلا ڈالے گا تو پانی وضو کے قابل
نہ رہے گا کہ یہ بے ضرورت ہے۔ ۳ ۲۶۵

۳۳ مسئلہ: کنویں میں ڈول گر گیا اس کے نکالنے کو آدمی بے نہائے گھسا پانی خراب
نہ ہوگا جبکہ اس کے بدن یا کپڑے پر کوئی نجاست حقیقیہ نہ ہو نہ رفع حدث کی نیت کرے۔ ۱ ۲۶۶

۳۴ مسئلہ: اگر غسل اتارنے کی نیت سے کنویں میں غوطہ لگایا پانی بالاتفاق مستعمل
ہو جائے گا۔ ۲ ۲۶۶

۳۵ مسئلہ: باوضو آدمی کنویں میں مثلاً ڈول نکالنے کو گھسا اور وہاں باقصد قربت
نہانے کی نیت کر لی پانی مستعمل ہو گیا۔ ۱ ۲۶۷

۳۶ مسئلہ: مسئلۃ البئر جحط میں بکثرت اختلافات ہیں اور قول منقح و معتمد یہ ہے کہ
اگر جنب یا بے وضو کنویں میں گھسے تو اس کے جتنے بدن پر پانی گزرا وہ تو پاک ہو گیا
رہا کنویں کا پانی اگر بے ضرورت گھسا تو مستعمل ہو گیا ورنہ نہیں۔ اور کنویں سے گرا ہوا ڈول
نکالنے کی ضرورت امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک معتبر نہیں تو پانی مستعمل ہو جائے گا۔ ۲ ۲۶۷

۳۷ مسئلہ: حیض یا نفاس والی کا ابھی خون منقطع نہ ہوا تو وہ مثل طاہر ہے کہ
ہنوز اس پر حکم غسل نہیں اگر ٹھنڈک لینے کو کنویں میں گھسے پانی مستعمل نہ ہوگا بخلاف
بعد انقطاع کہ اب اس پر حکم غسل متوجہ ہے تو اگر بے ضرورت کنویں میں جائے گی پانی مستعمل
ہو جائے گا۔ ۳ ۲۶۷

۳۸ مسئلہ: جنب نے دس کنووں میں نہانے کے لیے غوطہ لگایا پہلے تین کا پانی
مستعمل ہو گیا کہ تین بار تک پانی ڈالنا سنت ہے چوتھے کنویں سے آخر تک حکم استعمال
نہ ہوگا مگر اس حالت میں کہ بقصد قربت نہانے کی نیت کرے یا تیسرے کنویں سے
نکلنے کے بعد حدث واقع ہو جائے، رہا جنب اس کے جتنے بدن پر پانی پہنچا اتنا پاک ہو گیا
یہاں تک کہ اگر غوطے میں تمام بدن پر پانی گزر گیا اور کلی کر لی ناک میں پانی پہنچا دیا غسل اتر گیا ۴ ۲۶۷

۳۹ مسئلہ: جو احکام جنب کے دس کنووں میں نہانے کے گزرے ہیں وہی احکام محدث
کے لیے ہیں جبکہ مثلاً دس کنووں میں اپنے اعضاء وضو کے لیے دھوئے۔ ۵ ۲۶۷

Marfat.com

تیسری بار وجوبِ غسل ہوا آخر جماع میں عورت کو انزال ہوا اب چوتھی بار وجوب ہوا۔ یونہی اگر نہا لے سے پہلے احتلام و جماع و انزال کتنی ہی بار واقع ہوں کہ سَو بار یا ہزار بار وجوبِ غسل ہو سب کے لیے ایک ہی نہانا کافی ہوگا۔ اور اگر اسی حالت میں قبل غسل مرجائے تو ایک غسل میت سب کو کفایت۔ ۵ ۸۲۱

باب المیاہ

۱ مسئلہ: پانی چُلّو میں لیا اور ابھی استعمال نہ کیا تھا کہ حدث واقع ہوا بعض کے نزدیک اس پانی کو وضو میں استعمال کرسکتا ہے اور مصنف کی تحقیق کہ یہ خلافِ صحیح ہے وہ چلّو وضو میں کام نہیں دے سکتا۔ ۲ ۳۲

۲ مسئلہ: صحیح یہ ہے کہ جس بدن پر حدث ہو پانی کا اسے چھُو کر اس سے جُدا ہونا ہی اس کے مستعمل کردینے کو بس ہے خود صاحب حدث کا پانی ڈالنا یا اس کی نیت یا اس بدن سے جُدا ہو کر دوسرے بدن یا کپڑے یا زمین پر ٹھہر جانا کچھ شرط نہیں۔ ۴ ۳۲

۳ مسئلہ: وضو سے جو پانی برتن میں بچ رہا اس سے وضو جائز ہے۔ ۱ ۲۳۴

۴ مسئلہ: وضو یا غسل میں اگر کسی عضو کا پانی دھار بندھ کر برتن میں گرا برتن کا پانی قابلِ طہارت رہے گا، ہاں اگر اتنا گرا کہ برتن کے پانی سے زائد ہو گیا تو اس سے وضو غسل نہ ہوسکے گا۔ ۲ ۲۳۴

۵ مسئلہ: ساڑھے سات گز مربع حوض میں کسی بچّہ نے پیشاب کر دیا ناپاک نہ ہوگا۔ ۱ ۲۳۶

۶ مسئلہ: حوض دَہ در دَہ نجاست سے اصلاً ناپاک نہیں ہوتا جب تک خاص نجاست کے سبب اس کا رنگ یا مزہ یا بُو بدل نہ جائے۔ ۲ ۲۳۶

۷ مسئلہ: وضو نہیں اور پانی کوٹی وغیرہ میں ہے جسے جھکا نہیں سکتا تو کٹورے وغیرہ سے لے کر ہاتھ دھوئے یا کسی باوضو یا نابالغ بچّہ سے نکلوائے اور یہ بھی مہیا نہ ہو تو چلّو سے لے کر ہاتھ دھولے پانی اس ضرورت کے سبب مستعمل نہ ہوگا بے ضرورت ہوتا تو مستعمل ہو جاتا۔ ۳ ۲۳۷

۸ مسئلہ: جنب یا بے وضو کا اگر وہ عضو جس کی ابھی طہارت نہ کی ذرہ بھر بھی اگر مٹکے بھر پانی میں ڈوب جائیگا تو مذہب اصح میں پانی قابلِ طہارت نہ رہے گا۔ ۴ ۲۳۷

Marfat.com

	جہاں بالائی سطح دہ دردہ سے کم ہے تو مستعمل بھی ہوجائے گا اور نجاست سے ناپاک بھی یعنی اوپر کا حصہ جہاں تک دہ در دہ سے کم ہے نیچے کا حصہ پاک رہے گا یہی اصح ہے ہندیہ عن المحیط۔	۴	۹۰
۴۹	مسئلہ : یہ فقہی چیستان ہے کہ کون سا پانی ہے کہ جب تک کثیر ہے اس میں نہانے سے مستعمل ہوجائے گا اور نجاست پڑنے سے ناپاک، لیکن جب گھٹ جائے تو اب نہ مستعمل ہو نہ نجس۔	۵	۹۰
۵۰	مسئلہ : صحیح یہی ہے کہ پانی کا دہ در دہ مربع ہونا کچھ ضروری نہیں صرف سو ہاتھ کی مساحت میں ہونا درکار ہے اگر سو ہاتھ طول ایک ہاتھ عرض یا دو سو ہاتھ طول ایک بالشت عرض ہے تو وہ بھی دہ در دہ ہے۔ اور اس بارہ میں مصنف کی تحقیقات۔	۶	۹۰
۵۱	مسئلہ : بڑے حوض یا تالاب یا دریا سے ایک چھوٹے حوض کی شاخ نکالی جس کا احاطہ اس کے احاطہ سے جُدا ہے بظاہر یہ جدا پانی نہ سمجھا جائے گا کہ سب پانی ملا ہوا ہے، تو خود یہ حوض اگرچہ دہ در دہ نہ ہو نجاست سے ناپاک نہ ہونا چاہئے بے وضو اعضاء اس میں ڈالنے سے مستعمل نہ ہو کہ اسی بڑے پانی کا ٹکڑا ہے، مگر خانیہ میں اس کے خلاف ہے۔	۱	۹۳
۵۲	مسئلہ : ایک چھوٹے حوض میں پانی ایک طرف سے آتا دوسری طرف سے نکل جاتا ہے۔ وہ مطلقاً آب جاری ہے اگرچہ اتنا چوڑا ہو کہ پانی اس میں پھیلنے کے لیے رُکتا ہوا نکلے فوراً نکلا چلا نہ جائے بہرحال نجاست سے ناپاک نہ ہوگا۔	۲	۹۳
۵۳	مسئلہ : دہ دردہ سے کم ایک چشمہ میں سوتے ہیں اور اس کے ڈھال کی طرف نالی ہے پانی ہر وقت سوتوں سے اُبلتا اور نالی سے نکلتا ہے۔ تو یہ چشمہ جاری کے حکم میں ہے نجاست سے ناپاک نہ ہوگا یہی صحیح ہے اور خاص جہاں سے پانی کا نکاس ہے وہ تو بالاتفاق جاری ہے۔	۳	۹۳
۵۴	مسئلہ : کنویں میں وضو یا غسل کا پانی کتنا ہی ڈال دیا جائے اگر اس میں کچھ نجاست نہ ہو کنواں پاک تو رہے گا ہی مستعمل بھی نہ ہوگا۔ جب تک مستعمل پانی کنویں کے پانی سے مقدار میں زیادہ نہ ہو اور اس سے ایک ڈول نکالنے کی بھی حاجت نہیں۔	۲	۰۱
۵۵	مسئلہ : بے وضو یا جنب کنویں میں گھسے پانی مستعمل ہوجائے گا اس کے مطہر		

Marfat.com

	اوہام کا ازالہ ۔	٥	٢٥٧
٢١	**مسئلہ:** بے وضو شخص نے پانی کے برتن میں اپنا سر داخل کیا یہاں تک کہ چہارم سر کو پانی لگ گیا مسح ادا ہو گیا اور برتن کا پانی مستعمل نہ ہوا۔	٦	٢٥٧
٢٢	**مسئلہ:** نابالغ کا پاک ہاتھ یا بدن کا کوئی جزء اگرچہ بے وضو ہو پانی میں ڈالنے سے قابلِ وضو رہے گا۔	١	٢٦١
٢٣	**مسئلہ:** میت کے بدن سے قبلِ غسل جو پانی اگرچہ بے قصدِ غسل مس کرے قابلِ وضو نہ رہے گا۔	٢	٢٦٢
٢٤	**مسئلہ:** حیض ونفاس ابھی ختم نہ ہوا اس حالت میں عورت کا ہاتھ پانی میں پڑنے سے بدستور قابلِ وضو رہے گا۔	٢	٢٦٣
٢٥	**مسئلہ:** بضرورت ہاتھ ڈالنے سے پانی مستعمل نہیں ہوتا۔ ہاں ضرورت سے زائد مستعمل کر دے گا۔	٣	٢٦٣
٢٦	**مسئلہ:** ہاتھ ڈالا ضرورت سے پھر پانی ہی میں دھونے کی نیت کر لی مستعمل ہو گیا۔	٤	٢٦٣
٢٧	**مسئلہ:** جس طرح سارا ہاتھ پڑنے سے پانی مستعمل ہوتا ہے یوں ہی ناخن یا کوئی حصہ۔	٥	٢٦٣
٢٨	**مسئلہ:** مستعمل پانی پاک ہے اس سے کپڑا دھو سکتے ہیں مگر اس سے وضو نہیں ہو سکتا اور اس کا پینا یا اس سے آٹا گوندھنا مکروہ ہے۔	٢	٢٦٤
٢٩	**مسئلہ:** چالیس ائمہ وکتب کے نصوص سے اس مسئلہ کا اثبات کہ دَہ در دَہ سے کم پانی میں بےضرورت کسی ایسے عضو کا پڑ جانا جس پر نجاستِ حکمیہ ہو یعنی وضو یا غسل میں اس کے دھونے کا حکم ہو اور ابھی نہ دھویا اس سبب پانی کو مستعمل و ناقابلِ وضو کر دیتا ہے۔	٣	٢٦٤
٣٠	**مسئلہ:** جنب یا بے وضو کا پاؤں لگن میں پڑ گیا پانی مستعمل ہو گیا۔ یوں ہی اگر لگن میں بضرورت چلو میں پانی لینا تھا کہ اور کوئی برتن پاس نہ تھا اور اسے جتنا ہاتھ چلو لینے کیلئے داخل کرنا ہوتا اس سے زائد لگن میں ڈال دیا پانی طہارت کے قابل نہ رہا۔	١	٢٦٥
٣١	**مسئلہ:** پانی کی کوئی میں کٹورا گر کر ڈوب گیا اور کوئی برتن موجود نہیں، نہ کہیں اور پانی ہے کہ اس سے ہاتھ دھو کر کوئی میں ڈالے اس ضرورت سے بے وضو یا جنب نے		

Marfat.com

۶۵ مسئلہ: ان صورتوں میں مستعمل یا ناپاک ہوگا تو صرف وہی گھاٹ یا برف ہٹایا ہُوا ٹکڑا جس میں استعمال یا وقوعِ نجاست ہُوا برابر کا دوسرا گھاٹ یا برابر سے برف ہٹا کر جو پانی لیں طاہر مطہر ہے۔ ۳ ۳۴۱

۶۶ مسئلہ: بڑے حوض سے ایک چھوٹے حوض کی شاخ نکالی تو یہ حوض جدا سمجھا جائیگا نجاست اور استعمال سے ناپاک و نامطہر ہوجائے گا ظاہراً اس کی بنا بھی اسی اشتراط پر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۴ ۳۴۱

۶۷ مسئلہ: نہر یا تالاب یا حوض کلاں میں جو باہر نکلا ہوا کنج ڈھائی ہاتھ سے کم چوڑا ہو مستقل حوض نہ شمار کیا جائیگا اسی کبیر کا تابع رہے گا، ہاں ڈھائی ہاتھ چوڑا مستقل ہے ۱۰ ۳۴۲

۶۸ مسئلہ: پانی دہ در دہ جگہ میں پھیلا ہوا ہے کہ نجاست پڑنے سے ناپاک نہ ہوا یہی پانی نجاست پڑنے کے بعد اگر سمٹ کر تھوڑی جگہ میں ہوجائے جب بھی پاک ہی رہے گا بشرطیکہ نجاست باقی نہ رہی ورنہ اب ناپاک ہوجائے گا۔ مثلاً دہ در دہ حوض میں پانی نکال دینے کو ایک نالی ہے حوض میں مردہ چوہا گر گیا ناپاک نہ ہوا کہ آب کثیر ہے اب وہ نالی کھول دی اور حوض کے برابر ایک کنواں ہے پانی نکل کر کنویں میں جمع ہوگیا اگر چوہا نکال کر پھینک دیا یا پانی کے ساتھ کنویں میں نہ آیا کنواں پاک ہے اور چوہا بھی کنویں میں آگیا تو اب ناپاک ہوگیا۔ ۱ ۳۴۳

۶۹ مسئلہ: کنویں میں نجاست گری برابر دہ در دہ حوض ہے پانی کھینچ کر حوض میں ڈال دیا کہ دہ در دہ جگہ میں پھیل گیا اس سے پاک نہ ہوجائے گا اگرچہ نجاست نکال کر پھینک دی ہو۔ ۲ ۳۴۳

۷۰ مسئلہ: بڑے تالاب میں نجاست پڑی کہ ناپاک نہ ہُوا اب وہ کثرتِ خرچ یا شدّتِ گرما سے سُوکھ کر کتنا ہی کم رہ جائے ناپاک نہ ہوگا اگر نجاست ہنوز باقی نہیں۔ ۱ ۳۴۴

۷۱ مسئلہ: بڑے تالاب کی تلی میں پانی ہے نجاست پڑی کہ ناپاک ہوگیا۔ اب چاہے نجاست نکال کر لبالب بھر بھی دیں عام کتبِ متداولہ کے حکم سے ناپاک ہی رہے گا جب تک چھلک کر اُبل نہ جائے۔ ۲ ۳۴۴

۷۲ مسئلہ: کلیہ یہ ہے کہ پانی کی کثرت و قلت نجاست سے ملتے وقت دیکھی جاتی ہے

Marfat.com

۴۰	**مسئلہ**: دہ در دہ پانی کی سب جوانب یکساں ہیں۔ نجاست نظر آنے والی پڑی ہو جب بھی خاص اس طرف سے بھی وضو جائز ہے۔	۱	۲۶۸
۴۱	**مسئلہ**: عورت کے پئے ہوئے یا اس کے وضو یا غسل سے بچے ہوئے پانی سے مرد کو یوں ہی مرد کے بقیہ سے عورت کو وضو و غسل جائز ہے۔	۱	۲۷۰
۴۲	**مسئلہ**: تحقیق یہ ہے کہ ہمارے سب ائمہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک آبِ مستعمل پاک ہے اور حدث سے پاک کرنے والا نہیں۔	۱	۲۷۳
۴۳	**مسئلہ**: تحقیق یہ بھی ہے کہ دہ در دہ پانی کا کوئی حصہ نجاست گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا اگرچہ خاص اس کے پاس کا، اگرچہ نجاست نظر آنے کی ہو۔	۳	۲۸۱
۴۴	**مسئلہ**: تالاب یا جھیل دہ در دہ ہے مگر اس میں نرکل یا کھیتی یا اور قسم کی اشیاء اُگی ہیں اگرچہ قریب قریب ہوں پانی کثیر ہی مانا جائیگا اور ان کے اگنے کی جگہ مستثنیٰ ہو کر دہ در دہ سے کم نہ قرار پائے گا۔	۱	۲۸۶
۴۵	**مسئلہ**: حوض دہ در دہ ہے اور پانی پر کاہی جمی ہوئی ہے وضو میں پاؤں اس کے اندر ڈال کر دھوئے اگر کاہی اتنی سخت ہے کہ پانی کو ہلانے سے جنبش نہ کرے گی تو وضو نہ ہوگا اور اگر ایسی نہیں تو ہو جائے گا۔	۲	۲۸۹
۴۶	**مسئلہ**: برف سے دہ در دہ حوض کا پانی جم گیا اگر ابھی نرم ہے کہ جنبش دینے سے پھٹ جاتا ہے تو اعضاء وضو اس کے اندر ڈال کر دھونا جائز ہے وضو ہو جائے گا اور اگر سخت ٹکڑے ٹکڑے ہیں کہ ہلانے سے نہیں ٹوٹتے تو اعضاء اس کے اندر ڈال کر دھونے سے وضو نہ ہوگا اتنا پانی برف کے ٹکڑوں میں گھرا ہوا اس کے اندر عضو بے وضو ڈالا مستعمل ہو جائے گا، ہاں برتن پانی نکالنے کو نہیں چلّو لینے کو ہاتھ ڈالا تو یہ معاف ہے۔	۳	۲۸۶
۴۷	**مسئلہ**: حوض اوپر سے دہ در دہ ہے اور نیچے سے کم تو جب تک بھرا ہے نہ اس میں نہانے یا اعضاء وضو ڈالنے سے مستعمل ہوگا نہ نجاست پڑنے سے ناپاک اور جب پانی صرف نیچے اتنی جگہ رہ جائے یا اوّل سے اتنا ہی بھرا ہو جہاں دہ در دہ سے کم ہے، تو وضو سے مستعمل ہو جائے گا اور نجس سے ناپاک۔	۳	۲۹۰
۴۸	**مسئلہ**: اگر حوض نیچے دہ در دہ اور اوپر کم ہے تو جب تک پانی نیچا دہ در دہ کی جگہ تک ہے نہ نجاست سے ناپاک ہوگا نہ وضو و غسل سے مستعمل اور اگر پورا بھر دیا		

Marfat.com

ابلنا تھمے گا اور دہ در دہ نہیں تو اب اگر نجاست پڑی یا پہلی ہی نجاست باقی ہو تو نجس
ہو جائے گا۔ ۳۴۶ ۴

۸۱ **مسئلہ** : اس ابال میں برتن اور اندر کا پانی وغیرہ تو پاک ہو ہی گیا اُبل کر جب باہر نکلا
وہ بھی پاک ہے جو کچھ بہتی چیز ہو دودھ یا گرم کیا ہوا گھی یا تیل وغیرہ اور اگر پانی ہے تو فقط پاک نہیں
مطہر بھی ہے۔ اس سے وضو ہو سکتا ہے۔ ۳۴۷ ۱

۸۲ **مسئلہ** : ڈول اگر اندر سے ناپاک ہو جائے اور اسے پانی بھر کر ابال دیں پاک ہو گیا
لیکن اگر باہر سے ناپاک ہے تو صرف ابال کافی نہ ہو گا جب تک بہتا ہُوا پانی خاص موضع
نجس پر اتنی کثرت سے نہ گزرے کہ نجاست نہ رہنے کا ظن غالب ہو جائے اور اگر باہر سے
تلا ناپاک ہو تو اُبال سے پاک نہ ہو گا کہ وہاں پانی نہ پہنچے گا۔ یہی حکم ہر برتن کا ہے۔ ۳۴۷ ۲

۸۳ **مسئلہ** : اُبالنے میں پانی جس طرف سے داخل ہوا اسی طرف لوٹ آیا تو کافی
نہ ہو گا۔ ۳۴۷ ۳

۸۴ **مسئلہ** : برتن اگر جھکا ہوا ناہموار زمین پر رکھا ہے یا اُوپر سے پانی ڈالا کہ دوسری
جُھکی ہُوئی جانب سے نکل گیا پاک ہو گیا، اور اگر جُھکی ہُوئی جانب میں پانی ڈالا کہ ادھر ہی
کو لوٹ آیا تو پاک نہ ہو گا۔ ۳۴۸ ۶

۸۵ **مسئلہ** : کسی محل کے بذنت میں پانی کی حرکت اس کے حق میں جریان نہیں جب تک
باہر سے داخل ہو کر اسے اُبال نہ دے لیکن اس کے جوف میں اگر چھوٹا ظرف رکھا ہو
اور وہ بھر کر اُبل گیا وہ پاک ہو جائیگا اگرچہ بڑا ظرف بھرے بھی نہیں۔ ۳۴۸ ۷

۸۶ **مسئلہ** : اگر نجاست غیر مرئیہ تھی یا مرئیہ نکال دی اس کے بعد ابالا تو مطلقاً پاک
ہو گیا اور اگر مرئیہ باقی رکھی اور اُبالا تو جب تک اُبل رہا ہے پاک ہے ابال تھمتے ہی پھر
ناپاک ہو جائے گا۔ ۳۴۸ ۸

۸۷ **مسئلہ** : اسی کی تحقیق کہ پانی جاری یا دہ در دہ کا کوئی حصہ کیسی ہی نجاست اس میں واقع ہو
ناپاک نہ ہو گا جب تک اس سے رنگ یا مزہ یا بُو نہ بدلے یہاں تک کہ جہاں نجاست
مرئیہ پڑی ہے اس کا متصل حصہ بھی پاک ہے۔ اگرچہ اکثر یا کل پانی اس نجاست پر
ہو کر گزرے اسی پر فتویٰ ہے اور دوسرا قول اگرچہ بہت کتب میں ہے معتمد نہیں۔ ۳۴۹ ۱

۸۸ **مسئلہ** : جاری پانی کے اوصاف نجاست سے بدل گئے کہ ناپاک ہو گیا پھر نجاست

Marfat.com

	کھنے کو بیس ڈول نکالے جائیں۔	۱	۳۰۸
۵۶	مسئلہ: عرب شریف میں بڑے بڑے حوض جنگل میں بنائے جاتے ہیں جو بارش کے پانی سے بھرتے اور خرچ کے لیے خزانہ رہتے ہیں ان کے حکم کی تحقیق کہ وہ کنویں کے حکم میں نہیں نجاست پڑے تو کنویں کی طرح کچھ ڈول نکالنا کافی نہ ہوگا مگر بحالت حرج۔	۲	۳۰۸
۵۷	مسئلہ: کوئی اگرچہ کتنی بڑی ہو اگرچہ آدھی زمین میں گڑی ہو کنویں کے حکم میں نہیں ہوسکتی ناپاک پانی بے دُھلا بے ضرورت پڑنے پر اسے پاک یا مطہر کرنے کے لیے کچھ ڈول کافی نہ ہوں گے بلکہ اس کا یہی طریقہ ہے کہ اچھے اچھے پانی سے لبریز کرکے ابال دیں۔	۵	۳۰۸
۵۸	مسئلہ: پانی میں نرکل یا کھیتی اگرچہ قریب قریب ہو اس کی مساحت کو دہ در دہ سے کم نہ کریں گے۔	۱	۳۱۵
۵۹	مسئلہ: آبِ کثیر میں خود عین نجاست کا رنگ یا بُو یا مزہ آجائے تو ناپاک ہوگا نجاست سے جو چیز ناپاک ہوتی جیسے گلاب یا سرکہ یا زعفران اس کے رنگ بُو مزے کا اعتبار نہیں۔	۱	۳۲۰
۶۰	مسئلہ: حوض اگر مثلث متساوی الاضلاع ہو سو ہاتھ مساحت ہونے کے لیے اس کی ہر ضلع ۱/۵ ۱۵ ہونی چاہیے۔	۴	۳۲۸
۶۱	مسئلہ: دوسرے قول پر حوض مثلث متساوی الاضلاع کے دہ در دہ ہونے کے لیے ہر ضلع ۱/۲ ۲۱ ہاتھ ۳/۴ گرہ ہونا چاہیے۔	۱	۳۲۹
۶۲	مسئلہ: شراب خور کی مونچھیں بڑی ہوں ان کو شراب لگ گئی جب تک مونچھیں پاک نہ ہوجائیں جو پانی پیئے گا پانی اور برتن دونوں ناپاک ہوجائیں گے۔	۶	۳۳۲
۶۳	مسئلہ: نہر کے کنارے پانی لینے وضو کرنے کو تختہ بندی کرکے گھاٹ بنائے اگر وہ حصہ کہ تختوں نے گھیرا دہ در دہ ہے یا نہر کا پانی تختوں سے نیچے ہے جب تو ظاہر ہے کہ ہر طرح آبِ کثیر ہے اور اگر پانی تختوں سے آکر مل گیا اور یہ حصہ دہ در دہ سے کم ہے تو یہ جدا حوض مانا جائے گا اور نجاست سے نجس اور استعمال سے مستعمل ہوجائے گا ظاہراً یہ اشتراط ہر دو امتداد طول وعرض پر مبنی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔	۱	۳۴۱
۶۴	مسئلہ: بڑے تالاب کا پانی برف سے جم گیا ایک جگہ سے برف توڑ کر کچھ کھول لیا اس کا بھی حکم اسی گھاٹ کی طرح ہے۔	۲	۳۴۱

Marfat.com

	پڑی کرنا پاک ہوگیا پھر بارش کے پانی نے اسے بھر دیا اس میں بھی وہی صورتیں ہیں اگر یہ پاک پانی تالاب کے اندر دہ دردہ ہونے کے بعد اس نجس پانی سے ملا تو سب پاک ہے ورنہ سب ناپاک جب تک اُبل نہ جائے اور دوسرے قول پر مطلقاً سب پاک ہے	۳	۳۵۱
۹۶	مسئلہ: کپڑے یا بدن کی نجاست کہ تین بار دھونے سے پاک ہوئی یہ تینوں پانی ناپاک ہیں۔	۴	۳۵۱
۹۷	مسئلہ: نجاست دھونے میں جب تک پانی کپڑے یا بدن میں دورہ کر رہا ہے پاک ہے جب جدا ہوگا اس وقت ناپاک کہا جائیگا۔	۵	۳۵۱
۹۸	مسئلہ: کپڑا اگر طشت میں تین پانیوں سے دھوئیں، بہتر یہ ہے کہ طشت میں پہلے کپڑا رکھیں اوپر سے پانی ڈالیں اگر عکس کیا تو امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک طہارت نہ ہوگی۔	۶	۳۵۱
۹۹	مسئلہ: صحیح یہ ہے کہ کپڑے اور بدن کا ایک حکم ہے ہاتھ پاؤں ناپاک ہے طشت کے پانی میں ڈالا اور وہ بدل کر دوبارہ ڈالا پھر سہ بارہ تو پاک ہوگیا۔	۷	۳۵۱
۱۰۰	مسئلہ: طشت میں ناپاک کپڑا اور اس کے دھونے کو پانی ہے یہ پانی جب تک کپڑے سے جُدا نہ ہو ناپاک نہ کہا جائیگا مگر ظاہر آیہ اسی کپڑے کے حق میں ہے دوسرا کپڑا اگر اس پانی میں پڑ جائے گا اور روپے بھر سے زیادہ بھر جائے گا بظاہر ناپاک ہوجانا چاہیئے۔	۱	۳۵۲
۱۰۱	مسئلہ: استنجا کرنے کے لیے لوٹے سے ہاتھ پر دھار ڈالی یہ دھار جب تک ہاتھ پر نہ پہنچی آب جاری ہے اس حالت میں اگر پیشاب کی چھینٹ اس دھار پر پڑ جائے گی ناپاک نہ ہوگی۔	۲	۳۵۲
۱۰۲	مسئلہ: جاری یا کثیر پانی پر نجاست وارد ہونے سے باقی رہتی ہے ہاں ان میں اثر نہیں کرتی۔	۱	۳۵۳
۱۰۳	مسئلہ: جاری پانی نجاست غیر مرئیہ پر وارد ہو تو اسے بالکل فنا و معدوم کر دے گا۔	۲	۳۵۳
۱۰۴	مسئلہ: زمین پر نجاست غیر مرئیہ تھی یا مرئیہ بالکل جُدا کر دی گئی اب موضع نجاست پر پانی ڈالا کہ اس ساری جگہ پر گزرتا ہوا ہاتھ بھر آگے بہہ گیا زمین بھی پاک ہوگئی اور یہ بہایا ہوا پانی بھی پاک ہے، لیکن زمین پر نجاست کا اثر باقی رہے تو پاک نہ ہوگی۔		

Marfat.com

	اگراس وقت کثیر تھا تو گھٹ یا سمٹ کر بھی ناپاک نہ ہوگا جبکہ نجاست اس وقت باقی نہ ہو اور اگراس وقت قلیل تھا تو بڑھ یا پھیل کر بھی پاک نہ ہوگا جب تک پاک سے مل کر جاری نہ ہو۔	۳	۳۴۴
۷۳	مسئلہ : ہر بہتی چیز اپنی جنس طاہر یا پاک پانی کے ساتھ مل کر بہنے سے پاک ہوجاتی ہے	۱	۳۴۵
۷۴	مسئلہ : اس بہنے میں طول عرض عمق کچھ شرط نہیں چھوٹی سی تھالی میں بھی ابالنے سے پاک ہوجائے گی۔	۲	۳۴۵
۷۵	مسئلہ : اس بہنے میں تین شرطیں ہیں ایک طرف سے پانی یا اسی ناپاک شدہ چیز مثلاً دُودھ یا تیل کی طاہر جنس اس ظرف میں داخل ہونا دوسری طرف سے اس کے بعض کا بہنا اور یہ دخول وخروج آخر میں ایک ساتھ ہونا۔	۳	۳۴۵
۷۶	مسئلہ : حوض یا کٹورے میں جو ناپاک پانی تہہ میں ہے اور پاک سے بھرا جب تک لبالب بھر جائے گا سب ناپاک ہوتا جائے گا۔ جب بھر کر اُبلے گا وُہ پانی اور محل سب پاک ہوجائیگا۔	۴	۳۴۵
۷۷	مسئلہ : حمام کے حوض میں نل سے پانی آرہا ہے اور ادھر لوگ برابر اس میں سے پانی لے رہے ہیں کہ پانی کی جنبش تھمنے نہیں پاتی اس حالت میں وُہ نجاست سے ناپاک نہ ہوگا کہ جاری ہے۔ ہاں جنبش تھمنے کے بعد نجاست پڑی یا پہلی نجاست باقی رہی تو اب ناپاک ہوجائے گا۔	۱	۳۴۶
۷۸	مسئلہ : وضو کا حوض جس میں نالی سے پانی آرہا ہو اور دُوسری طرف کوئی نہا رہا ہو یا لوگ وضو کر رہے ہیں کہ پانی کا ہلنا موقوف نہیں ہوتا اس حالت میں نجاست سے ناپاک نہ ہوگا پانی تھم گیا اور نجاست پڑی یا رہی تو اب نجس ہوگا۔	۲	۳۴۶
۷۹	مسئلہ : کنویں میں سوت سے پانی آرہا ہے اور اوپر سے چرخ یا ڈول سے لیا جا رہا ہے کہ پانی ٹھہرنے نہیں پاتا اس حالت میں نجاست سے ناپاک نہ ہوگا۔ ہاں تھمنے پر نجاست رہی تو ناپاک ہوجائیگا۔	۳	۳۴۶
۸۰	مسئلہ : اس بہنے میں کہ اُبلنا شرط ہے اس کے لیے کوئی مقدار معین ضروری نہیں کہ اتنی دُور بہہ کر جائے، نہیں بلکہ اُبلتے ہی پاک ہوجائے گا کہ جاری ہوگیا۔ ہاں جب تک اُبلتا رہے گا جریان کا حکم باقی رہے گا۔ کسی نجاست سے ناپاک نہ ہوگا۔ جب		

Marfat.com

	جاتا ہے وہ بیچ کے فاصلے میں جاری ہے اس کے اندر وضو سے مستعمل نہ ہوگا۔	۵	۳۵۹
۱۱۳	**مسئلہ**: ان حوضوں میں مسافت کچھ نہیں ایک سے نکلتے ہی دوسرے میں پانی داخل ہو جاتا ہے اس حالت میں اس میں وضو کرنے سے مستعمل ہو جائے گا۔	۱	۳۶۰
۱۱۴	**مسئلہ**: ناپاک پانی خود کتنا ہی جاری ہو جائے پاک نہ ہوگا جب تک پاک کے ساتھ مل کر نہ بہے۔	۱	۳۶۲
۱۱۵	**مسئلہ**: اس کی مزید تحقیق کہ سوت والے کنویں کا پانی جب تک پانی لینے کی حرکت سے ہل رہا ہے جاری ہے۔	۴	۳۶۲
۱۱۶	**مسئلہ**: خلاصہ یہ کہ جریان تین قسم ہے جو مائع فضا میں بہہ رہا ہو اس میں صرف اسی قدر کافی جو تعریفِ جریان میں ہم نے بیان کیا دوسرا جو کسی محل کے جوف میں ہو اس کے جریان کو اس محل سے باہر نکلنا ضرور تیسرا ملحق بالجاری اس میں یہ بھی لازم کہ پانی کی جنبش مستمر رہے۔	۲	۳۶۳
۱۱۷	**مسئلہ**: مینہ کا پانی جب تک چھت یا زمین پر بہہ رہا یا پرنالے سے گر رہا ہے جاری ہے	۴	۳۶۵
۱۱۸	**مسئلہ**: چھت پر کتنی ہی نجاستیں پڑی ہوں یا عین پرنالے میں ہوں اور مینہ کا پانی کہ چھت پر سے بہتا اس پرنالے سے گزرتا اترا ناپاک نہ ہوگا جب تک نجاست سے اس کے رنگ یا مزے یا بُو میں فرق نہ آئے۔ یہی صحیح اور معتمد ہے۔	۵	۳۶۵
۱۱۹	**مسئلہ**: مینہ برس رہا ہے اور چھت پر نجاستیں ہیں اور چھت ٹپکی تو یہ پانی پاک ہے جب تک بارش ہو رہی ہو اور اس ٹپکے ہوئے پانی کے رنگ مزے بُو میں فرق نہ آیا۔	۱	۳۶۶
۱۲۰	**مسئلہ**: بارش تھمنے کے بعد جو پانی ٹپکا اور چھت پر وہاں نجاست ہے یہ پانی ناپاک ہے اگرچہ اس کا کوئی وصف نہ بدلا ہو۔	۲	۳۶۶
۱۲۱	**مسئلہ**: نجس پانی پر پاک پانی کا گزرنا اسے پاک نہ کر دے گا جب تک نجس پانی پاک پانی کے ساتھ مل کر بہہ نہ جائے۔	۳	۳۶۶
۱۲۲	**مسئلہ**: آبِ واحد کی کثرت وقلت میں صرف رُوئے آب کا اعتبار ہے۔	۲	۳۶۸
۱۲۳	**مسئلہ**: بڑے تالاب کا بالائی پانی برف سے جم گیا۔ ایک جگہ برف توڑ کر سوراخ کیا گیا پانی اس میں سے نکل کر برف کے اوپر دہ در دہ جگہ میں پھیل گیا۔ اگر اس پانی کا اتنا دَل ہے کہ ہاتھ سے اٹھائیں تو نیچے کا برف نہ کھل جائے تو اس کے اندر اعضاء ڈال کر وضو		

Marfat.com

	تہ نشین ہوکر پانی صاف ہوگیا، اوصاف کا تغیر جاتا رہا خود پاک ہوگیا۔	۲	۳۴۹
۸۹	**مسئلہ**: نہر کا سارا پیٹ ناپاک ہے اور اوپر پانی جاری ہے جب تک اس کا کوئی وصف نہ بدلے پانی پاک رہے گا اگرچہ پانی اتنا کم ہوکر تہہ کی نجاستیں نظر آتی ہوں۔	۳	۳۴۹
۹۰	**مسئلہ**: دہ در دہ پانی کہ جاری نہیں اگر نجاست سے اس کے اوصاف بدل گئے پھر مثلاً نجاست تہہ نشین ہوکر خود ہی سنبھل گئے تو یہ بھی مثل جاری کے پاک ہوجانا چاہیئے مگر سیّدی عبدالغنی نے اس کے خلاف فرمایا۔	۱	۳۵۰
۹۱	**مسئلہ**: پانی جب نکلتا چلا جاتا ہے تو عرض میں اس کا پھیلنا مانع جریان نہیں اسی پر فتوٰی ہے۔	۲	۳۵۰
۹۲	**مسئلہ**: جھنور کا پانی بھی آب جاری ہے اگرچہ چکّر کھاکر نکلتا ہے۔	۳	۳۵۰
۹۳	**مسئلہ**: گرمیوں میں بڑا تالاب خشک ہوگیا اس میں جانوروں نے گوبر کئے۔ آدمیوں نے پاخانے پھرے برسات میں پانی آیا اور اسے بھر دیا اگر یہ آنے والا پانی جس طرف سے تالاب میں داخل ہوا وہاں دہ در دہ کی مساحت تک جگہ صاف تھی کوئی نجاست نہ تھی پانی دہ در دہ ہونے کے بعد نجاستوں سے ملا پھر چاہے آخر تک نجاستیں ہوں سارا تالاب پاک رہے گا جب تک نجاست سے متغیر نہ ہو اور اگر اس جانب اتنی جگہ نہیں پانی دہ در دہ ہونے سے پہلے نجاست سے ملا تو اب سارا تالاب ناپاک ہوگیا۔ اگرچہ اس کے بعد صد در صد ہوجائے۔ اور اگر برف سے اس کا کچھ حصّہ جم جائے تو وہ بھی ناپاک ہوگا۔ ہاں اگر آنے والا پانی اسے بھر کر ابال دے تو سب پاک ہوجائے گا۔ اکثر کتب معتمدہ میں یہی ہے۔ اور ایک قولِ بعض یہ بھی ہے کہ بڑا تالاب ہر طرح مطلقاً پاک رہے گا اگرچہ پانی تالاب میں داخل ہوتے ہی نجاستوں سے ملا اور بھر کر نہ اُبلا اس کا بیان تجدید النظر میں آتا ہے۔	۴	۳۵۰
۹۴	**مسئلہ**: تالابچہ سے یا ہر اس کے لب پر کتنی ہی نجاستیں ہوں پانی کہ بہتا ہوا اوپر گزرنے کے بعد تالاب میں داخل ہوگا صحیح مذہب میں مطلقاً پاک رہے گا جب تک متغیر نہ ہوجائے۔ اور اگر تالاب کے اندر کنارے پر یا دہ در دہ سے پہلے نجاستیں ہیں اور ان پر یہ پانی گزرا تو جمہور کے نزدیک سارا تالاب ناپاک ہوگیا۔	۱	۳۵۱
۹۵	**مسئلہ**: بڑے تالاب کا پانی خرچ یا خشک ہوکر تھوڑا رہ گیا اور اب اس میں نجاست		

Marfat.com

۱۳۵	**مسئلہ:** پرایا پانی بے اجازت لے لیا اگرچہ زبردستی یا چرا کر اس سے وضو ہو جائے مگر حرام ہے۔	۳	۲۱۶
۱۳۶	**مسئلہ:** کسی کے مملوک کنویں سے اس کی ممانعت پر بھی پانی بھر لیا اس کا استعمال جائز ہے۔	۴	۲۱۶
۱۳۷	**مسئلہ:** جس پانی میں مائے مستعمل کی دھار پہنچی یا واضح قطرے گرے اس سے وضو نہ کرنا بہتر۔	۲	۲۴۰
۱۳۸	**مسئلہ:** پانی میں ریت کیچڑ مل جائے تو جب تک رقیق رہے اس سے وضو جائز ہے **اقول** مگر بلا ضرورت کیچڑ ملے ہوئے سے وضو کرنا منع ہے کہ مثلہ یعنی صورت بگاڑنا ہے اور یہ شرعاً حرام ہے۔	۳	۲۴۰
۱۳۹	**مسئلہ:** حوض میں پتے گر کر پانی کا رنگ اتنا بدل گیا کہ چلو میں اٹھاتے سے بھی سبزی معلوم ہوتی ہے تو صحیح مذہب میں اب بھی اس سے وضو جائز ہے مگر بوجہ خلاف مناسب نہیں۔	۱	۲۴۲
۱۴۰	**مسئلہ:** گھوڑے کا جھوٹا پانی قابلِ وضو ہے۔	۱	۲۴۶
۱۴۱	**مسئلہ:** یوں ہی گائے بھینس بکری وغیرہا حلال جانوروں کا جھوٹا جبکہ اس وقت ان کے منہ کی نجاست معلوم نہ ہو۔	۲	۲۴۶
۱۴۲	**مسئلہ:** بعض نے کہا ان کے نر کا جھوٹا ناپاک ہے اور صحیح یہ کہ وہ بھی پاک ہے جب تک نجاست معلوم نہ ہو۔	۳	۲۴۶
۱۴۳	**مسئلہ:** اگر دیکھا کہ بیل وغیرہ نے مادہ کا پیشاب سونگھا یا بکرے نے آلۂ تناسل مذی وغیرہ نکلتے میں چوسا اور قبل منہ پاک ہو جانے کے پانی میں ڈال دیا تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔	۳	۲۴۷
۱۴۴	**مسئلہ:** جس پانی میں کوئی بدبودار چیز مل جائے اس سے وضو مکروہ ہے خصوصاً اگر اس کی بدبو نماز میں باقی رہے کہ مکروہ تحریمی ہوگی۔	۵	۲۴۷
۱۴۵	**مسئلہ:** صرف نبیذ تمر پائے تو مستحب کہ اس سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی کرلے کہ بالاتفاق طہارت ہو جائے اور اگر صرف تیمم کیا جب بھی حرج نہیں۔	۴	۲۵۰
۱۴۶	**مسئلہ:** مسواک کرنے کے بعد اسے دھو کر رکھنا سنّت ہے نہ پانی قابلِ وضو		

Marfat.com

یونہی اگر پانی کا وصف اس سے بدلا تو ناپاک ہو جائیگا۔ ۳ ۳۵۳

۱۰۵ مسئلہ: پانی یا دُودھ یا تپایا ہوا گھی یا تیل کوئی بہتی چیز ناپاک ہو جائے تو دوسرے برتن میں پانی یا اسی شے کی جنس طاہر لے کر تیسرے برتن میں اس طرح گرائیں کہ پاک ناپاک دونوں دھاریں ہوا میں ایک ہو کر اس میں پہنچیں ناپاک کی کوئی بوند جدا نہ گرے تو سب پاک ہو جائیگا۔ ۴ ۳۵۳

۱۰۶ مسئلہ: اسی صورت میں اگر پاک و ناپاک ملا کر مثلاً کسی پکّی چھت پر بہائیں کہ دونوں ایک ہو کر بہیں تو سب پاک ہو گیا۔ ۵ ۳۵۳

۱۰۷ مسئلہ: بہتا پانی گوبر وغیرہ نجاستوں پر گزرا اور وہ اس میں مخلوط ہو کر بے نشان محض ہو گئیں۔ اب یہ پانی اگر دہ در دہ سے کم جگہ میں بھی ٹھہرے گا ناپاک نہ ہوگا کہ نجاست غیر مرئیہ ہو گئی، اور ایسی نجاست پر پانی کا جریان اسے فنا کر دیتا ہے۔ ۶ ۳۵۳

۱۰۸ مسئلہ: قلیل پانی میں نجاست مرئیہ تھی طول مدت سے مٹی کی طرف مستحیل ہو گئی اس کے بعد اس پانی کو بہایا پاک ہو گیا۔ ۷ ۳۵۳

۱۰۹ مسئلہ: سفر میں پانی کی کمی ہے چاہا یہ کہ پاس جو پانی ہے اس سے وضو کر لے اور پھر قابلِ وضو رہے اس کی تدبیر یہ ہے کہ اگر وسیع پرنالہ پاس ہے جس کے اندر اعضاء ڈال کر وضو ہو سکتا ہے اسے اونچا رکھ کر اس میں پانی ڈلوائے اور دوسرے کنارے کے نیچے کوئی خالی برتن رکھ دے جب پانی اس پرنالے میں جاری ہو اس کے اندر اعضاء ڈال کر وضو کرے۔ یہ بہتا پانی جو اس برتن میں جمع ہوگا پھر وضو اور پینے کے قابل رہے گا۔ ۴ ۳۵۸

۱۱۰ مسئلہ: نہر کا اوپر سے بینڈھا باندھ دیا گیا، نیچے پانی بدستور جاری ہے اب بھی نجاست سے ناپاک نہ ہوگا۔ ۱ ۳۵۹

۱۱۱ مسئلہ: حوض صغیر سے ایک نہر کھود کر اس میں پانی بہایا اور اس بہتے کے اندر وضو کیا پانی مستعمل نہ ہوگا یہاں تک کہ اگر کسی گڑھے میں جمع ہو تو دوبارہ اس سے وضو ہو سکتا ہے یونہی اس گڑھے سے نہر کھود کر کوئی وضو کرے تو سہ بارہ ہو سکتا ہے اسی طرح جہاں تک ہو۔ ۴ ۳۵۹

۱۱۲ مسئلہ: دو چھوٹے حوض کچھ فاصلے سے ہیں ایک سے پانی نکل کر دوسرے میں

Marfat.com

۱۵۳	مسئلہ : پانی کی رقت بعض بہتی چیزوں کے ملنے سے بھی جاتی رہتی ہے جیسے اتنا شہد کہ اُسے دَلدار کر دے۔	۱	۹۹
۱۵۴	مسئلہ : تصریحاتِ متواترہ کہ پانی میں کسی شے کا پکانا اسی وقت اسے آبِ مطلق نہ رکھے گا جب وُہ ٹھنڈا ہو کر گاڑھا ہو جانے کے قابل ہو جائے۔	۲	۰۳
۱۵۵	مسئلہ : دیگچہ بھر پانی میں چھٹانک بھر گوشت ڈال کر پکایا تو پانی قابلِ وضو رہے گا۔	۳	۰۸
۱۵۶	مسئلہ : جو چیز پانی میں پکائی جائے اگر پانی اس سے بالفعل گاڑھا ہو جائے کہ بہانے میں پُورا نہ پھیلے دَل باقی رہے تو مطلقاً قابلِ وضو نہ رہا اگرچہ اس چیز سے مقصود صابون وغیرہ کی طرح زیادت نظافت ہی ہو اور اگر بالفعل گاڑھا نہ ہُوا تو اس سے وضو مطلقاً جائز ہے جبکہ وہ شے مثل صابون وغیرہ زیادت نظافت کے لیے ہو اور اگر وہ چیز ایسی نہیں اور پانی اس قابل ہو گیا کہ ٹھنڈا ہو کر دلدار ہو جائے گا اگرچہ بالفعل نہیں تو اس سے وضو مطلقاً ناجائز ہے۔ اور اگر پانی اس قابل نہ ہوا تو اگر پک کر دوسری شئی مقصود دیگر کے لیے ہو گئی تو اس سے وضو روا نہیں ورنہ ہے۔	۴	۰۸
۱۵۷	مسئلہ : مشک بھرتے وقت پانی کہ ڈول سے نکل کر مشک میں جا رہا ہے جب تک دہانۂ مشک میں داخل نہ ہو جاری ہے۔ اس بیچ میں اگر کسی نجاست سے ملے گا ناپاک نہ ہو گا۔	۲	۵۵
۱۵۸	مسئلہ : گائے بکری کسی پاک جانور کا بچّہ پیدا ہوتے ہی اسی تری کی حالت میں جو وقتِ پیدائش اس کے بدن پر ہوتی ہے کنویں یا لگن میں گر جائے اور زندہ نکل آئے پانی پاک رہے گا۔	۱	۲۳
۱۵۹	مسئلہ : لنگے والی عورت اگر کنویں سے پانی بھرے پانی کی طہارت میں فرق نہ آئیگا جب تک معلوم و ثابت نہ ہو کہ اس کے بدن سے کوئی ناپاک بُوند ٹپک کر پانی میں پہنچی۔	۱	۶۴
۱۶۰	مسئلہ : خچر جس کی ماں گھوڑی ہو گھوڑے کے حکم میں ہے اس کا جُھوٹا پاک ہے اور کھانا مکروہ ہے حرام نہیں۔	۲	۴۴
۱۶۱	مسئلہ : محدث جسے صرف حاجتِ وضو ہے اگر پانی کے برتن میں اپنا سر ڈالے گا مسح ہو جائے گا اور پانی مستعمل نہ ہو گا۔ مگر بے دھوئے انگلی یا ناخن کا کنارہ بھی		

Marfat.com

	جائز ہے ورنہ نہیں۔	۱	۳۶۹
۱۲۴	مسئلہ: جاری پانی میں جس طرح عرض شرط نہیں عمق بھی کچھ ضرور نہیں	۲	۳۷۵
۱۲۵	مسئلہ: مصنّف کی تحقیق اور توفیق کہ فی نفسہٖ آبِ کثیر کے لیے کچھ عمق درکار نہیں صرف اتنا ہو کہ سو ہاتھ کی مساحت میں زمین کہیں کھلی نہ ہو، ہاں پانی لیتے وقت کثیر رہنے کے لیے ضرور اتنا عمق درکار کہ اس لینے سے زمین نہ کھل جائے۔	۱	۳۷۸
۱۲۶	مسئلہ: مینہ جاری پانی ہے جنب کلی کرکے ناک میں نرم بانسے کی حد تک پانی چڑھا کر مینہ میں ننگا کھڑا ہو کر پانی اس کے سب بدن پر پھر جائے غسل ہو جائے گا۔	۱	۳۷۹
۱۲۷	مسئلہ: مصنف کی تحقیق میں نہ چلّو کی خصوصیت چاہیے نہ لپ کی، بلکہ جس طرح پانی لیا گیا اس سے زمین نہ کھلی ہو چلّو تھا یا لپ یا برتن۔	۳	۳۷۹
۱۲۸	مسئلہ: مصنف کی تحقیق میں اتنا دَل صرف وہیں درکار ہونا چاہیے جہاں سے پانی لیں اگرچہ باقی مساحت میں جَو ہی بھر ہو۔	۴	۳۷۹
۱۲۹	مسئلہ: پانی اگر اتنا کثیر ہے کہ ہاتھ خواہ برتن سے پانی اٹھانے پر اگرچہ زمین کھل گئی مگر ہر طرف کا ٹکڑا مساحت میں سَو ہاتھ رہا تو ایسا کھلنا کچھ مضر نہیں۔	۱	۳۸۰
۱۳۰	مسئلہ: پانی اٹھانے سے زمین کھل کر ٹکڑے دہ در دہ نہ رہے تو اگر اس میں پہلے سے کوئی نجاست موجود تھی زمین کھلتے ہی ناپاک ہو جائے گا اور اس کے بعد پھر پانی کا مل جانا فائدہ نہ دے گا یوں ہی اگر بے ضرورت بے دُھلا ہاتھ ڈالا زمین کھلتے ہی پانی مستعمل ہو جائیگا۔ یُوں ہی اگر جس وقت زمین کھلی اسے حدث واقع ہوا مستعمل ہو جائیگا اور یہ صورتیں نہ ہوں تو طاہر مطہر رہے گا۔	۲	۳۸۰
۱۳۱	مسئلہ: اولیٰ یہ ہے کہ مرد کے بچے پانی سے عورت بھی طہارت نہ کرے۔	۹	۴۱۴
۱۳۲	مسئلہ: جس پانی میں بچّے نے ہاتھ پاؤں ڈال دیا اس سے وضو جائز ہے جب تک نجاست پر یقین نہ ہو۔ ہاں بچنا اولیٰ ہے جب تک طہارت پر یقین نہ ہو۔	۲	۴۱۵
۱۳۳	مسئلہ: حوض کے پانی میں بدبو آتی ہو اس سے وضو جائز ہے جب تک نجاست معلوم نہ ہو۔	۵	۴۱۵
۱۳۴	مسئلہ: معاذ اللہ جس زمین پر غضب اترا اس کے پانی کا کسی طرح استعمال اس کی مٹی سے تیمم سب مکروہ ہے مگر زمینِ ثمود میں ناقہ صالح علیہ السلام کا کنواں۔	۶	۴۱۵

Marfat.com

کنوؤں کے لیے تھا یہاں اس پر عمل نہیں ہو سکتا۔ ۱ ۳

۱۰ مسئلہ: مینگنی گوبر لید خشک یا تر ثابت یا ریزہ ریزہ کنویں میں گر جائے اگر قلیل ہو جسے دیکھنے والا کم کہے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا شہر میں ہو خواہ گاؤں میں کنویں پر ڈھکنا ہو یا نہ ہو، ہاں کثیر ہو تو سب پانی نکالا جائے گا۔ ۵ ۳

۱۱ مسئلہ: یہ حکم ضرورت کے لیے ہے جہاں ضرورت ہو مثلاً گوبر کا سنا ہوا گھڑا کوئی شخص کنویں میں ڈال دے تو کنواں ناپاک ہو جائے گا جبکہ اس میں ابتلائے عام نہ ہو، ہاں اگر عام کنواں ہے جس کی بندش نہیں ہو سکتی اور کفار اور گنوار بھرنے اور اکثر گوبر کے سنے گھڑے ڈالتے ہیں تو یہ بھی محلِ ضرورت و حرج میں آگیا جبکہ اور کنواں وہاں نہ ہو ورنہ گندوں کا کنواں گندوں پر چھوڑیں۔ ۶ ۳

۱۲ مسئلہ: کنویں کے پاس نجاست کا چہ بچہ ہے اگر نجاست اس سے کنویں تک سرایت کرے کہ کنویں میں اس کا اثر رنگ یا مزہ یا بو ظاہر ہو تو کنواں ناپاک ہو جائیگا اگرچہ وہ چہ بچہ کتنے ہی فاصلہ پر ہو۔ ۱ ۴

۱۳ مسئلہ: کل پانی خواہ کچھ ڈول جتنے نکالنے کا حکم ہو ایک ساتھ نکالنا ضرور نہیں اگر بتدریج نکالیں جب بھی کافی ہے مثلاً بیس ڈول کا حکم ہو ایک ایک ڈول روز نکالیں تو بیس دن میں پاک ہو جائیگا کل پانی نکالنے کا حکم ہے اور اس میں نجاست نکلنے کے وقت تین ہزار ڈول پانی تھا سو سو ڈول روز نکالے تو مہینہ بھر میں پاک ہو جائے گا۔ ۱ ۵

بابُ التیمّم

۱ مسئلہ: تیمم کی ضرب کی اور ابھی منہ یا ہاتھ پر نہ ملنے پایا تھا کہ حدث واقع ہوا تو از سرِ نو ضرب کرے۔ ۱ ۲

۲ مسئلہ: اگر تیمم میں دو انگلیوں سے مسح کیا تیمم نہ ہوگا اس میں تین انگلیاں ضرور ہیں۔ ۴ ۹

۳ مسئلہ: ایک یا دو انگلیوں سے تیمم کیا اور بار بار انہیں مٹی پر لگا کر بدن پر پھیرا جب بھی تیمم نہ ہوگا۔ ۴ ۱۰

۴ مسئلہ: اگر خاک میں بنیتِ تیمم لوٹا اور غبار منہ اور دونوں ہاتھوں کو بالاستیعاب

Marfat.com

نمبر	مضمون	سطر	صفحہ
	رہے گا مگر اس سے وضو مکروہ ہے۔	۱	۴۵۵
۱۴۷	**مسئلہ:** مسواک کرنے سے پہلے بھی اسے دھولینا سنت ہے۔ اس پانی سے وضو مکروہ بھی نہیں اگر مسواک نئی یا پہلے دُھلی ہوئی ہے۔	۲	۴۵۵
۱۴۸	**مسئلہ:** دفعِ نظر کے لیے حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ جس کی نظر لگی اس کے اعضائے وضو وغیرہ دھوکر وہ پانی چشم زدہ کے سر پر ڈالا جائے اور اُسے حکم ہے کہ جب اُس سے دھونے کو کہا جائے انکار نہ کرے۔	۴	۴۵۵
۱۴۹	**مسئلہ:** حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے آثار شریفہ مثل جُبّۂ اقدس ونعل مبارک کا غسالہ شفا و برکت قابل وضو اور معطی طہارت ہے مگر پاؤں پر نہ ڈالا جائے۔	۱	۴۵۶
۱۵۰	**مسئلہ:** ائمہ نے دربارہ نبیذ تمر اقوال اور روایات امام میں نہایت نفیس تطبیق فرمائی ہے کہ ایک بار سوال اس صورت سے تھا کہ چھوہارے ڈالے اور ہنوز پانی نبیذ نہ ہوا اگرچہ خفیف حلاوت اور رنگت آگئی۔ فرمایا اس سے وضو جائز ہے دوسرا سوال اس صورت سے ہوا کہ پانی نبیذ ہوگیا فرمایا وضو جائز نہیں اور پانی نہ ملے تو تیمم کرے۔ تیسرا سوال اس صورت سے تھا کہ نبیذ ہونے نہ ہونے میں شک یا تردد ہے نہ تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ نبیذ ہوگیا نہ یہ کہ نہ ہوا، فرمایا اس سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی کہ اگر ہنوز نبیذ نہ ہوا تو اس سے طہارت ہوجائے گی اور ہوگیا تو تیمم سے امام سے اس اختلاف کی نظیر وہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے سوال بوسۂ صائم میں ابھی آتی ہے۔	۴	۴۸۴
۱۵۱	**مسئلہ:** پانی میں اگر ستو وغیرہ کوئی چیز ڈالی جائے کہ تہ نشین ہوجائے اور نتھرا پانی رہے یا کچھ خفیف آمیزش کے ساتھ جو مانع رقت نہ ہو نہ وہ کوئی چیز دگر ہوجائے تو اس سے وضو میں حرج نہیں۔	۱	۴۹۸
۱۵۲	**فائدہ:** معنی رقت کے انضباط کا شعر کہ اشعار تعریف مائے مطلق میں ضم کیا جائے ؎ رقت آں داں کہ سیلاں ہمہ یک سطح شود خالی از جرم اگر مانع او ناید پیش	۲	۴۹۸

Marfat.com

۱۴	مسئلہ : تیمم کے لیے ہاتھ جنسِ ارض پر رکھے تو سنت یہ ہے کہ ہاتھ اس پر سے آگے بڑھائے پھر اپنی طرف لائے۔	۴	۵۹۳
۱۵	مسئلہ : جائز ہے کہ دوسرے سے کہے کہ مجھے تیمم کرادے وہ اپنے ہاتھ جنسِ زمین پر مار کر اسکے منہ اور ہاتھوں پر مسح کرے اس صورت میں اس کہنے والے کی نیت شرط ہو گی جس سے کہا اس کی نیت کا اعتبار نہیں۔	۱	۵۹۴
۱۶	مسئلہ : آندھی چلی غبار چہرے اور ہاتھوں پر غبار پڑ گیا۔ اگر تیمم کی نیت سے اس غبار پڑے ہونے کی حالت میں چہرے اور ہاتھوں پر ہاتھ پھیرے تیمم ہو جائے گا ورنہ نہیں۔	۲	۵۹۴
۱۷	مسئلہ : آندھی کے سامنے کھڑا ہوا کہ غبار آ کر پڑے یا دیوار ڈھائی کہ غبار منہ اور ہاتھوں پر پڑا جب تک تیمم کی نیت سے اس پر ہاتھ نہ پھیرے تیمم نہ ہو گا۔	۱	۵۹۵
۱۸	مسئلہ : جھاڑو دی یا گیہوں تولے غبار اڑ کر منہ اور ہاتھوں پر پڑا وہی حکم ہے کہ تیمم کی نیت سے اس پر ہاتھ پھیرے تیمم ہو جائے گا ورنہ نہیں۔	۲	۵۹۵
۱۹	مسئلہ : تیمم کی نیت سے خاک پر لوٹا اگر خاک چہرہ و ہر دو دست کو پہنچ گئی تیمم ہو گیا ورنہ نہیں۔	۳	۵۹۵
۲۰	مسئلہ : کسی غبار کی جگہ اپنا منہ اور دونوں ہاتھ تیمم کی نیت سے داخل کیے کہ وہ غبار سارے منہ اور کہنیوں سے اوپر تک ہاتھوں کو محیط ہو گیا تیمم ہو گیا۔	۴	۵۹۵
۲۱	مسئلہ : دیوار گری اس سے گرد اٹھی جو اس کے بدن کو محیط ہوئی اس نے اس غبار بلند میں اپنے منہ اور ہاتھوں کو تیمم کی نیت سے جنبش دی تیمم ہو گیا۔	۵	۵۹۵
۲۲	مسئلہ : اپنے منہ اور ہاتھوں پر خاک یا ریت گرائی کہ سارے منہ اور ہاتھوں کے سب کروٹوں کو چھو گیا تیمم نہ ہوا، ہاں اگر گرد اس کے اعضاء پر ابھی موجود ہے اور اس حالت میں منہ اور ہاتھوں پر تیمم کی نیت سے ہاتھ پھیرے تو تیمم ہو گا۔	۶	۵۹۵
۲۳	مسئلہ : منہ اور ہاتھوں پر گرد گرائی اور اس کا غبار ان اعضاء کے گرد اڑ رہا ہے اس حالت میں اس غبار بلند میں بنیت تیمم ہاتھ منہ کو جنبش دی تیمم ہو گیا۔	۷	۵۹۵
۲۴	مسئلہ : جہاں غبار اُڑ رہا ہے راہ چلتا اس کے اندر ہو کر گزرا اگر اس حالت میں کہ گرد اعضاء پر بلند ہے اور اعضاء کو بنیتِ تیمم جنبش دی تیمم ہو جائیگا ورنہ نہیں۔	۸	۵۹۵

Marfat.com

	دہ در دہ سے کم پانی کو لگ جائیگا سارا پانی مستعمل ہوجائیگا۔ یوُں ہی اگر جنب یا حائض بعد انقطاعِ حیض اگر اپنا سر بلکہ ایک بال ہی پانی سے چھُودیں سب مستعمل ہوجائے گا۔	۲	۴۲۶
۱۶۲	مسئلہ: پٹّی جس پر بوجہ مرض مسح کرنا ہے یا پاؤں کا موزہ اگر بجائے مسح پانی میں ڈال دے مسح ادا ہوجائیگا اور پانی مستعمل نہ ہوگا۔	۳	۴۲۶

فصل فی البئر

۱	مسئلہ: کنواں ناپاک ہوگیا اس کا گولا زمین سے اونچا ہے اور پانی یہاں تک بھرا ہے یا بھر دیا گیا ہے یہاں ایک سوراخ کرکے کچھ نکال دیا سب پاک ہوگیا اگرچہ کل پانی نکالنے کا حکم ہو۔	۷	۳۶۲
۲	مسئلہ: حوض یا گھڑے سے گھرا کنواں جب اوپر تک بھر کر پاک پانی سے بہادیا جائے تہ تک سب پاک ہوجائے گا۔	۱	۳۶۸
۳	مسئلہ: جس کنویں سے عورتیں بچّے گنوار پانی بھریں ناپاک نہیں۔	۸	۴۱۴
۴	مسئلہ: گھڑا وغیرہ جو برتن زمین پر رکھا جاتا ہو کنویں میں ڈالنے سے ناپاک نہ ہوگا جب تک نجاست معلوم نہ ہو۔	۹	۴۱۴
۵	مسئلہ: لوٹا کہ پاخانے کو لے جاتے اور موضع نجاست سے الگ رکھتے ہیں کنویں میں اس کے ڈالنے سے بھی ناپاک نہ ہوگا جب تک نجاست معلوم نہ ہو۔	۱۰	۴۱۴
۶	مسئلہ: ہندو وغیرہ کافروں کے کنویں کا پانی اور ان کے برتن ناپاک نہ کہے جائینگے جب تک نجاست کا علم نہ ہو مگر کراہت ضرور ہے، یونہی ان کے کپڑے۔	۱۱	۴۱۴
۷	مسئلہ: بچّے کے نہالچے کا ٹکڑا کنویں میں گر گیا بے علمِ نجاست ناپاک نہ ہوگا۔ ہاں مکروہ ہے بیس ڈول نکال لیں۔	۳	۴۱۵
۸	مسئلہ: یہی حکم استعمالی جُوتے کا ہے (یعنی بے علمِ نجاست ناپاک نہ ہوگا احتیاطاً بیس ڈول نکالیں گے)	۴	۴۱۵
۹	مسئلہ: جب کل پانی نکالنے کا حکم ہو نجاست نکلنے کے وقت کنویں میں جتنا پانی ہے سب نکالا جائے گا اگرچہ دس ہزار ڈول ہو، دو سو ڈول کا تخمینہ بغداد شریف کے		

Marfat.com

لپٹی ہوئی ہوان سے اوپر اس کا کثیر دَل نہ ہو جیسے گرد ہوا سے اُڑکر آئی یا اس نے خود
اڑائی، مثلاً دیوار ڈھائی یا جھاڑو دی یا گیہوں تولے یا کپڑے وغیرہ پر ہاتھ مارا یا اُسے
جھاڑا بہرحال اب گرد بیٹھ گئی یا اپنے اعضاء پر اس طرح چھڑکی کہ اُڑی نہیں اعضاء پر
گر کر ٹھہر گئی یا اُڑی تو اب بیٹھ گئی اس سے تیمم یوں ہی ممکن ہے کہ بنیت تیمم اپنے ان
گرد آلود چہرہ و دست پر ہاتھ پھیرے دوسرے یہ کہ اعضاء کے اوپر اس کا کثیر
دَل ہو مثلاً کوئی شخص کسی خوف سے ریتے کے اندر رہا ہو یا گرد اُڑ کر آتی ہو یا خود اُڑاتی
اور وہ ابھی ٹھہری نہیں اعضاء کے گرد اڑ رہی ہے بلند ہے تو اس ریتے یا غبار میں
اگر اپنے منہ اور ہاتھوں کو بنیت تیمم جنبش دے گا تیمم ہو جائے گا۔ ٥ ٦٠١

٣٠ **مسئلہ:** کہیں بگولے وغیرہ سے غبار اڑ رہا ہے بنیت تیمم اس کے اندر چلا گیا
کہ غبار اس کے چہرہ و دست کو محیط ہوا تیمم ہو گیا۔ اور اگر تیمم کی نیت سے نہ گیا تھا یا
غبار آندھی وغیرہ سے خود اڑ کر آیا ہے تو جب تک بلند ہے منہ اور ہاتھوں کو بنیت
تیمم اس میں جنبش دینا ہی تیمم ہو جانے کو بس ہے اور اگر اعضاء پر بیٹھ گیا تو اب بنیت تیمم
اس پر ہاتھ پھیرنا ضرور ہے۔ ١ ٦٠٣

٣١ **مسئلہ:** مصنف کی تحقیق کہ اگر جنس زمین پر ہاتھ مارتے وقت تیمم کی نیت ہونا
شرط ہے اس وقت نیت نہ تھی تو بعد کو نیت کر لینا کافی نہ ہوگا۔ ٤ ٦٠٣

٣٢ **مسئلہ:** جس طرح وضو میں ہر عضو کو تین تین بار دھونا سنت ہے تیمم میں تکرار
سنت نہیں بلکہ ایک ایک بار منہ اور ہاتھوں کا مسح سنت ہے۔ ٦ ٦٠٣

٣٣ **مسئلہ:** جنسِ زمین پر بنیت تیمم ہاتھ مارنے ہی سے اتنے ہاتھوں کی طہارت
ہو جاتی ہے ہاتھوں پر مسح کرنے میں اتنے ٹکڑے مثلاً ہتھیلیاں خالی چھوڑ دے کہ
ان کا ایک بار مسح ہو گیا۔ ٧ ٦٠٣

٣٤ **مسئلہ:** سنت ہے کہ جنسِ زمین پر ضرب ہتھیلیوں سے ہو نہ صرف پُشتِ دست ١ ٦٠٤

٣٥ **مسئلہ:** جتنے منہ اور ہاتھوں کا وضو میں دھونا فرض ہے تیمم میں اتنوں کا مسح
فرض ہے اگر ان میں سے کوئی ذرہ مسح سے رہ جائے تیمم نہ ہوگا ولہٰذا اگر صرف کفِ دست
زمین پر مارے اور مسح کرنے میں پُشتِ دست پر ہاتھ نہ پھیرا تیمم نہ ہوا۔ ٢ ٦٠٤

٣٦ **مسئلہ:** اگر ضرب میں پُشتِ دست بھی جنسِ ارض پر مارے اس کا بھی مسح

Marfat.com

	پہنچ گیا تیمم ہوگیا۔	۶	۲۶۰
۵	**مسئلہ:** سفر میں وضو کا پانی گھٹ گیا، حُقّہ کے پانی سے وہ کمی پُوری ہوسکتی ہے اس کی تکمیل فرض ہے اور تیمم کی اجازت نہیں ہوسکتی۔	۲	۳۳۴
۶	**مسئلہ:** سفر میں اگر صحیح اندیشہ ہو کہ پانی جو ساتھ ہے اس سے وضو یا غسل کرے تو آپ یا دوسرا مسلمان یا اپنا خواہ اس کا جانور یہاں تک کہ وُہ کتّا جس کا پالنا جائز ہے پیاسا رہ جائے گا یا آٹا گوندھنے یا اتنی نجاست پاک کرنے کو جس سے نماز جائز ہوجائے پانی نہ ملے گا تو ان سب صورتوں میں تیمم کرے۔	۴	۴۲۰
۷	**مسئلہ:** اگر وضو یا غسل کا پانی جانور کے لیے کسی ظرف میں محفوظ رکھ سکتا ہے تو جانور کی پیاس کے خیال سے تیمم جائز نہیں۔	۵	۴۲۰
۸	**مسئلہ:** کسی کافر ذمی مطیع الاسلام کی پیاس کے لیے بھی یہی حکم ہونا چاہئے کہ تیمم کرے اور پانی اس کے لیے بچائے، ہاں کافر حربی کی پیاس کے لیے تیمم کی اجازت نہیں۔	۳	۴۲۱
۹	**مسئلہ:** نمازِ جنازہ قائم ہوئی بعض کا وضو نہیں پانی موجود ہے لہٰذا تندرست ہیں مگر وضو کریں تو نماز جنازہ فوت ہو تیمم کرکے شامل ہوسکتے ہیں مگر اس تیمم سے نہ دوسری نماز پڑھ سکتے ہیں نہ قرآن مجید چُھو سکتے ہیں۔	۲	۵۸۲
۱۰	**مسئلہ:** مریض نے جس کو وضو مضر ہے یا تندرست نے جہاں پانی نہیں نمازِ جنازہ کے لیے تیمم کیا اس تیمم سے ہر نماز پڑھ سکتا ہے جب تک پانی پر قدرت نہ ہو۔	۳	۵۸۲
۱۱	**مسئلہ:** زمین پر نجاست پڑکر خشک ہوگئی کہ اس کا رنگ و بُو وغیرہ کوئی اثر اصلاً نہ رہا نماز کے حق میں پاک ہوگئی مگر اس سے تیمم نہیں ہوسکتا جب تک دھوکر پاک نہ کرلی جائے۔	۸	۵۸۷
۱۲	**مسئلہ:** ہاتھ جو تیمم کے ارادے سے زمین یا دیوار یا پتّھر غرض جنسِ زمین سے کسی شے پر مارے جاتے ہیں بحکم الٰہی یہ ہاتھ ہی خود جنسِ زمین کے حکم میں ہوجاتے ہیں کہ منہ اور ہاتھوں کا ان سے مسح وہی کام دیتا ہے جو جنسِ ارض سے مسح۔	۳	۵۹۱
۱۳	**مسئلہ:** ہتھیلیاں کہ نیّت کے ساتھ جنسِ زمین سے ملائی گئیں ان کے بعد جنسِ زمین کی اصلاً حاجت نہیں رہتی بلکہ حکم ہے کہ ہتھیلیاں زمین پر مار کر جھاڑ لیں کہ جو گرد و غبار لگا بھی ہو جھڑ جائے نرے صاف ہاتھ منہ اور ہاتھوں پر پھیرے جائیں	۴	۵۹۱

Marfat.com

	ضرب باطل ہوگئی اس سے مسح نہیں کرسکتا پھر ضرب کرے۔	۵	۶۰۵
۴۶	**مسئلہ:** زید نے عمرو سے کہا مجھے تیمم کرادے عمرو نے جنسِ ارض پر ہاتھ مارے اس کے بعد زید کو حدث ہوگیا علامہ حدادی کی بحث میں یہ ضرب بیکار ہوگئی اور مصنف کی تحقیق میں بیکار نہ ہوئی۔	۲	۶۰۷
۴۷	**مسئلہ:** زید نے عمرو سے کہا مجھے تیمم کرادے عمرو نے جنسِ ارض پر ہاتھ مارے اس کے بعد عمرو کو حدث ہوگیا علامہ بحر کی بحث میں یہ ضرب بکار آمد ہے اور مصنف کی تحقیق میں بیکار ہوگئی، پھر ضرب کرے۔	۵	۶۰۷
۴۸	**فائدہ:** مصنف کی تحقیق مفرد اور نزاعِ ہزار سالہ کا فیصلہ کہ دونوں ضربیں تیمم معہود کے لیے رُکن ہیں غیر معہود کے لیے نہیں۔	۸	۶۰۷
۴۹	**مسئلہ:** تیمم کی ضربوں سے صرف اس قدر مراد ہے کہ ہاتھوں سے جنسِ ارض کو مَس کرنا کچھ سختی سے مارنا ضرور نہیں، ہاں اولیٰ ہے۔	۴	۶۰۸
۵۰	**مسئلہ:** اگر خود اپنے شہر میں پانی میل بھر دُور ہو تیمم کرسکتا ہے۔	۱ الف	۶۱۲
۵۱	**مسئلہ:** اگر مسافر کو امید ہو کہ آگے چل کر پانی مل جائے گا تو مستحب ہے کہ اتنی تاخیر کرے کہ وقتِ کراہت نہ آجائے اور اگر بلا انتظار ابھی تیمم سے پڑھ لے جب بھی جائز ہے جبکہ پانی میل بھر دُور ہو۔	۲ الف	۶۱۲
۵۲	**مسئلہ:** سفر میں پانی اگر اتنی قیمت کو ملے جتنی قیمت اس جگہ اس وقت بازار کا بھاؤ ہے اور اتنی قیمت حاجتِ ضروریہ سے زائد اس کے پاس ہے تو خریدنا واجب اور تیمم ناجائز اگرچہ ایک مشکیزہ ایک روپے کو ہو جیسے موسم حج میں بعض مواقع پر ہوجاتا ہے۔	۱	۶۱۳
۵۳	**مسئلہ:** اگر قیمت پاس نہیں دوسری جگہ ہے اور بیچنے والا ادھار دینے پر راضی ہو جب بھی خریدنا واجب۔	۲	۶۱۳
۵۴	**مسئلہ:** اگر یہ قیمت نہیں رکھتا اور کوئی شخص قرض دینے کا کہتا ہے کہ مجھ سے دام قرض لے کر پانی خرید لے تو لینا واجب نہیں۔	۳	۶۱۳
۵۵	**مسئلہ:** وضو یا غسل میں پانی سے نقصان کا نرا اندیشہ کافی نہیں، نہ کسی ڈاکٹر یا فاسق یا ناقص طبیب کا کہنا کافی، بلکہ تین دلائل شرعیہ سے ایک کا ہونا ضرور		

Marfat.com

۲۵ مسئلہ: تیمم میں شرط یہ ہے کہ یہ شخص وہ فعل کرے جو بذاتِ خود اس کے اعضا اور
جنسِ زمین کے اتصال کا باعث ہو بالواسطہ باعث ہونا معتبر نہیں جیسے آندھی کے سامنے
کھڑا ہو جانا کہ یوں غبار آکر اعضا پر پڑے گا۔ اس کا فعل بذاتہٖ موجبِ اتصال نہ ہوا۔ ۱ ۵۹۵

۲۶ مسئلہ: غبار سے تیمم کا ایک طریقہ یہ ہے کہ مثلاً جس کپڑے پر گرد ہو اس پر ہاتھ
مارے یا اُسے جھاڑے کہ اس کا غبار اُٹھے اب اپنی ہتھیلیاں ہوا میں اس غبار کے نیچے
رکھے کہ گرد ہتھیلیوں پر پڑے اس غبار سے منہ کا مسح کرے پھر اگر وہی غبار ابھی ہوا میں
باقی ہو دوبارہ ہتھیلیاں اس کے نیچے کرے جب غبار ان پر پڑے اس گرد سے ہاتھوں کا
مسح کرے اور اگر وہ غبار ہوا میں نہ رہا کپڑا دوبارہ جھاڑے کہ پھر اسی طرح غبار پیدا ہو
اور طریق مذکور بجالائے۔ ۲ ۵۹۶

۲۷ مسئلہ: گرد اگر کسی ناپاک کپڑے وغیرہ پر اس حالت میں پڑی کہ وہ تر تھا تو اس غبار
سے تیمم جائز نہیں، ہاں ناپاک چیز خشک ہو جانے کے بعد اس پر غبار پڑا تو اس سے
تیمم روا۔ ۳ ۵۹۶

۲۸ مسئلہ: جس کے ہاتھ شل ہوں وہ ہاتھوں کو زمین پر رگڑے اور منہ کو دیوار پر،
یوں بقدرِ امکان بجالائے جتنا حصہ ہاتھ یا منہ کا جنسِ ارض پر مسح سے باقی رہ جائے
معاف کیا جائے گا اسی قدر سے اس کا تیمم صحیح ہو جائے گا۔

اقول یعنی جبکہ کوئی دوسرا ایسا نہ ملے کہ تیمم کرا دے اگرچہ اُجرت لے کر، جبکہ
یہ اُجرت دے سکتا ہو واللہ تعالٰی اعلم۔ ۴ ۵۹۶

۲۹ مسئلہ: مصنف کی تحقیق کہ تیمم کی چار صورتیں ہیں اگر جنسِ زمین اپنے چہرہ و
دست سے دُور ہو تو دو طریقے ہیں ایک یہ کہ اس سے اپنی ہتھیلیاں مس کرکے اپنے
چہرہ و ہر دو دست پر پھیرے۔ یہی طریقہ ماثور و مشہور ہے دوسرے یہ کہ یا تو اس جنسِ ارض
کو اپنے اعضا پر پھیرے مثلاً پتھر کا کوئی ٹکڑا اٹھا کر یا اپنے اعضا کو اس سے ملے خواہ
اُوپر سے جیسے لیٹے کا منہ دیوار اور ہاتھ زمین پر ملنا یا کسی شخص کا بنیتِ تیمم خاک پر لوٹنا جس
سے خاک سارے منہ اور کہنیوں کے اُوپر تک ہاتھوں کو چھو جائے خواہ اندر سے یوں کہ
اپنے اعضا کو خاک یا ریتے یا غبار کے اندر بنیتِ تیمم داخل کرے۔ اور اگر جنسِ زمین دونوں
عضووں سے متصل ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ صرف اس کے عضووں سے

Marfat.com

اگر جانے کہ نیت توڑ کر وضو کرکے وقت میں نماز پالوں گا تو تیمم جاتا رہا وضو کرکے پڑھے اور
اگر جانے کہ اب وضو کا وقت نہیں تو تیمم باقی ہے نیت نہ توڑے نماز پوری کرے بعد کو
وضو کرکے پھیرے۔ ۶۳۰ ۲

۶۳ مسئلہ: پانی نہ ہونے کے سبب تیمم کیا تھا پھر ایسا بیمار ہو گیا کہ وضو نقصان
کرے گا اور پانی پایا تو دوبارہ بیماری کا تیمم کرے کہ وہ تیمم کہ پانی نہ ہوتے کا تھا
جاتا رہا۔ ۶۳۱ ۱

۶۴ مسئلہ: پانی نہ ہونے کے سبب تیمم کیا تھا اب پانی تو ملا مگر اس پر دشمن یا درندہ
وغیرہ ہے جس کے سبب پانی لے نہیں سکتا پہلا تیمم نہ ٹوٹے گا۔ ۶۳۱ ۳

۶۵ مسئلہ: تیمم کے لیے پانی معدوم ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اس کے پاس نہ ہو اور
اس تک پہنچنے میں حرج و ضرر ہو۔ ۶۳۱ ۵

۶۶ مسئلہ: پانی اگر آنکھوں کے سامنے موجود ہے مگر اس تک پہنچ نہیں سکتا، تو
وُہ پانی معدوم ہی ٹھہرے گا۔ ۶۳۱ ۶

۶۷ مسئلہ: اقول اگر پانی سے عجز کا سبب تو نہ بدلے مگر سبب کا مسبب
بدل جائے تو اس سے پہلا تیمم نہ ٹوٹے گا، مثلاً پانی پر دشمن تھا جس سے جان کا
اندیشہ۔ وُہ جانے نہ پایا تھا کہ چور آگیا جس سے مال کا اندیشہ تو اس کے آتے ہی دشمن
چلا گیا تو وُہ تیمم جو خوفِ دشمن سے کیا تھا باقی رہے گا۔ ۶۳۲ ۱

۶۸ مسئلہ: جاڑے میں وضو کرنے سے سردی بہت معلوم ہو گی اس کی تکلیف ہو گی
مگر کسی مرض کا اندیشہ نہیں تو تیمم کی اجازت نہیں۔ ۶۳۲ ۵

۶۹ مسئلہ: نہانے کی حاجت میں اگر پانی گرم کر سکتا ہے یا حمام کی اجرت حاجتِ
اصلیہ سے زائد موجود ہے تو سردی کے خوف سے تیمم کی اجازت نہیں۔ ۶۳۳ ۷

۷۰ مسئلہ: جو تیمم کہ مسجد سے نکلنے کے لیے کیا اس سے تلاوتِ قرآن مجید حلال
نہیں ہو سکتی۔ ۶۳۴ ۲

۷۱ مسئلہ: اگر بوجہ عذر باہر نہ جا سکے اب نماز کے لیے ضرور تیمم کرنا ہوگا۔ مگر وہ تیمم کہ مسجد
میں ٹھہرنے کے لیے کیا تھا کافی نہ ہوگا نماز یا تلاوت کے لیے دوبارہ تیمم کرنا ہوگا مسجد کی
زمین خواہ دیوار سے اور اب وہ شرطیں جلدی کیں اس میں نہ ہوں گی جو ہم نے نکلنے کے تیمم

Marfat.com

	ہوجائے گا دوبارہ انھیں مسح نہ کیا جائے گا۔	٣	٦٠٤
٣٧	مسئلہ: مصنف کی تحقیق کہ جب ہتھیلیاں تیمم کے لیے جنسِ ارض پر رکھیں اب دوبارہ ان پر ہاتھ پھیرنا مکروہ ہے۔	٤	٦٠٤
٣٨	مسئلہ: جس طرح باوضو کو دوبارہ وضو کرنا ثواب ہے تیمم ہوتے ہوئے دوبارہ تیمم کرنا کچھ ثواب نہیں بلکہ عبث اور مکروہ ہے۔	٥	٦٠٤
٣٩	مسئلہ: تیمم میں کسی عضو پر مکرر مسح کرنا بالاجماع مکروہ ہے یعنی ضرب جدید اور ضربِ واحد سے بھی عبث ہے **اقول** مگر جبکہ استیعاب میں شبہہ ہو۔	٦	٦٠٤
٤٠	مسئلہ: تیمم میں ہاتھوں کے مسح کا بہتر طریقہ ذخیرہ و کافی میں یہ فرمایا کہ بائیں ہتھیلی اپنے داہنے پشتِ دست پر رکھے اور انگوٹھا اور کلمے کی انگلی چھوڑ کر باقی تین انگلیوں سے کلائی کی پشت پر کہنیوں کے اُوپر تک مسح کرے نیچے سے پھر ان دو انگلیوں سے کلائی کے پیٹ کا مسح کرے اوپر سے نیچے اترتا ہوا، پھر یوں ہی بائیں ہاتھ پر کرے۔	٧	٦٠٤
٤١	مسئلہ: تحفہ، بدائع و زاد الفقہاء و محیط سرخسی و محیط رضوی میں اس کا بہتر طریقہ یہ فرمایا کہ بائیں ہاتھ کی چاروں انگلیوں سے داہنے ہاتھ کی پشت انگلیوں کے سروں سے کہنیوں کے اوپر تک مسح کرے، پھر اپنے بائیں ہتھیلی سے داہنی کلائی کے پیٹ کا کہنیوں کے اُوپر سے ہتھیلی کے شروع تک مسح کرے اور بائیں انگوٹھے کا پیٹ داہنے انگوٹھے کی پشت پر پھیرے، پھر یونہی بائیں ہاتھ پر کرے۔	٨	٦٠٤
٤٢	مسئلہ: سنت یہ ہے کہ جنس ارض پر کفِ دست و پشتِ دست دونوں سے ضرب کرے، پہلے ہتھیلیاں رکھے پھر ان کی پیٹھ۔	٩	٦٠٤
٤٣	مسئلہ: اگر ہاتھ جنسِ ارض پر مارنے سے کچھ مٹی گرد غبار ہاتھ میں لگ جائے تو سنت ہے کہ ملنے سے پہلے انھیں جھاڑے جتنی بار جھاڑنے میں ہاتھ صاف ہوجائیں۔	٢	٦٠٥
٤٤	مسئلہ: زمین پر بے نیت تیمم ہاتھ رکھے تھے اور ان میں اتنی مٹی لگ گئی کہ تیمم کو کافی ہو اب تیمم کی نیت کی تو انھی ہاتھوں کو مل سکتا ہے۔ اس بار ضرب کی حاجت نہیں۔	٤	٦٠٥
٤٥	مسئلہ: مصنف کی تحقیق کہ اگر جنسِ زمین پر ہاتھ مارنے کے بعد حدث ہوگیا وہ		

Marfat.com

٧٦ **مسئلہ** : وضو میں اگر سر کا مسح نقصان کرتا ہو واجب ہے کہ سر پر پٹی باندھ کر اس کے
اتنے ٹکڑے پر بھیگا ہاتھ پھیرے جو چہارم سر پر واقع ہے اگر اس سے بھی نقصان ہو تو
مسح بالکل چھوڑ دے معاف ہے تیمم کی اجازت نہیں اور غسل میں سر کا دھونا ضرر
دیتا ہو تو سارے سر پر ایک ایک بال پر اوّل سے آخر تک مسح کرے۔ مسح بھی ضرر دے
تو محلِ نقصان پر پٹی باندھ کر اس سب پر پانی بہائے۔ اس سے بھی نقصان ہو تو اس
سب پر بھیگا ہاتھ پھیرے۔ اس سے بھی ضرر ہو تو گلے سے نہالے سر بالکل چھوڑ دے
معاف ہے تیمم روا نہیں۔ ١ ٦٤٦

٧٧ **مسئلہ** : سر میں مرض ہے دھونا مضر ہے اور گلے سے نہانے میں بخارات جو اٹھ کر
جائیں گے صحیح تجربے یا طبیب حاذق مسلم مستور کے کہنے سے ضرر دیں گے تو گلے سے
بھی نہ نہائے تیمم کرے۔ ٨ ٦٤٧

٧٨ **مسئلہ** : اگر پانی معلوم تھا اور یہ سمجھا کہ خرچ ہو گیا، تیمم سے نماز پڑھ لی، بعد کو معلوم
ہوا کہ پانی باقی تھا بالاتفاق نماز نہیں ہوئی وضو کرکے پھر پڑھے اگرچہ قضا۔ ٢ ٦٥٠

٧٩ **مسئلہ** : پانی اگر بیٹے کی ملک پر ہے اور اس حد تک پہنچنے سے پہلے باپ نے
کہہ دیا تھا کہ وہ پانی میں لوں گا جب تو بیٹے کا اگر اس وقت تیمم ہے اس پانی پر پہنچنے
سے بھی نہ ٹوٹے گا کہ باپ کی ممانعت کے سبب اس پر قدرت نہیں اور اگر باپ نے
ایسا نہ کہہ دیا تھا تو پانی پر پہنچ کر بیٹے کا تیمم جاتا رہے گا اب اگر باپ اس پانی کو
لے گا بیٹے کو دوبارہ تیمم کرنا ہوگا۔ ٣ ٦٥٣

٨٠ **مسئلہ** : جنگل میں جنب وحائض ومحدث ومیت ہیں مباح پانی ملا کہ ایک کو
کافی ہے بہتر یہ ہے کہ جنب اس سے نہالے باقیوں کے لیے تیمم۔ ٤ ٦٥٤

٨١ **مسئلہ** : اگر یہ پانی ان میں سے کسی ایک کی ملک ہے جب تو ظاہر وہی مستحق ہے
اور اگر اس میں سب کی شرکت ہے تو مناسب یہ ہے کہ سب اپنے حصے میت کو
دے دیں اسے نہلا دیں اور آپ تیمم کریں کہ اس کا حصہ یہ اپنے صرف میں نہیں لا سکتے
(**اقول** اگرچہ ان میں کوئی میت کا وارث بالحصر ہو کہ پانی ابھی خود میت کو درکار رہے
اور اس کی حاجات غسل وکفن ودفن توریث کیا دیون پر بھی مقدم ہیں) اور یہ اپنا حصہ
اسے دے سکتے ہیں **اقول** اس لیے کہ محدث بھی نہیں ہوتا مگر بالغ، ہاں اگر

Marfat.com

	یا تو ظاہر واضح روشن علامت یا صحیح تجربہ یا طبیب حاذق مسلمان غیر فاسق کا بیان	٤	٦١٣
٥٦	مسئلہ : کیسی ہی سخت سردی ہو اس کے سبب وضو کی جگہ تندرست کو تیمم جائز نہیں مگر جبکہ انھیں تین دلائل شرعیہ میں کسی دلیل سے ثابت ہو کہ وضو کیا تو بیمار ہو جائے گا۔	٥	٦١٣
٥٧	مسئلہ : اگر پانی پر دشمن ہے اور وہ وضو و غسل کو منع کرتا اور ضرر رسانی کی دھمکی دیتا ہے جس پر وہ قادر ہے جب تو تیمم سے پڑھ لے اور پھر وضو سے اعادہ کرے اور اگر وہاں دشمن کے موجود ہونے سے خود اسے خوف و اندیشہ ہے اس کی طرف سے ممانعت نہیں تو تیمم کرے اور اعادہ نہیں۔	١	٦١٦
٥٨	مسئلہ : اگر مرد یا عورت کو نہانا ہے اور وہاں کچھ مرد خواہ عورتیں اور بھی ہیں یا عورت کو وضو کرنا ہے اور وہاں نامحرم مرد ہیں اگر آڑ ممکن ہو غسل و وضو لازم ہے تیمم کرنا جائز نہیں اور اگر آڑ ناممکن ہو تو دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ آڑ نہیں کرنے دیتے کہ اسے قید کر رکھا ہے یا آڑ کرنے میں ضرر رسانی سے دھمکاتے ہیں اس صورت میں تیمم کرے اور بعد کو اعادہ نہیں۔ دوسرے یہ کہ خود ہی آڑ پر قادر نہیں مثلاً بوجہ مرض یا اس لیے کہ وہاں آڑ کی جگہ ہی نہیں جیسے کشتی تو اس صورت میں یہ ان سے کہے کہ پیٹھ پھیر لیں یا آنکھیں بند کر لیں۔ اگر وہ مان لیں غسل و وضو کرے اور نہ مانیں تو تیمم کرے اور ظاہر یہ ہے کہ اس صورت میں بھی اعادہ کا حکم ہو۔	٣	٦١٦
٥٩	مسئلہ : جو تیمم تنگیِ وقت کے لیے کیا ہو اس سے دوسری عبادت کہ بے طہارت جائز نہیں کہ یہ اس ضرورت کے لیے تھا جہاں ضرورت نہیں اس کے لیے وہ تیمم بھی باطل۔	٣	٦١٨
٦٠	مسئلہ : ہبہ مالک کر دینے کو کہتے ہیں اور اباحت یہ کہ ملک تو اپنی ہی رکھی مگر اسے برتنے خرچ کرنے کی اجازت دی مالک کر دینے سے ہر چیز پر قدرت حاصل ہو سکتی ہے لیکن مباح کرنے سے پانی کے سوا کسی چیز پر قدرت نہ سمجھی جائے گی۔	٤	٦٢٠
٦١	مسئلہ : اباحت درکنار فقط اتنا وعدہ کہ میں تجھے پانی دوں گا ظاہراً پانی پر قادر کرتا ہے کہ ظاہر وفاء وعدہ ہے۔	٥	٦٢٠
٦٢	مسئلہ : کسی نے اسے وضو کے لیے پانی دینے کا وعدہ کیا یہ منتظر رہا جب دیکھا کہ اب انتظار میں وقت جائے گا نماز تیمم سے شروع کر دی اتنے میں وہ پانی لے آیا		

Marfat.com

	جائز نہیں اگر کرے گا لغو محض ہوگا۔	۳	۶۵۹
۸۹	مسئلہ: جہاں پانی نامعلوم ہونے کے سبب تیمم کی اجازت تھی وہاں شرط ہے کہ وہ جگہ نہ آبادی ہو نہ آبادی کے قریب یعنی میل بھر سے کم فاصلے پر نہ وہاں ظاہر علامتیں ایسی ہوں جن سے پانی کا قرب معلوم ہو جیسے ہری دوب یا پرندوں چرندوں کا ہجوم یا کسی ثقہ کا کہنا کہ پانی یہاں میل سے کم پر موجود ہے ان باتوں کے ہوتے ہوئے پانی بے تلاش کیے تیمم کرے گا تو باطل ہوگا نماز نہ ہوگی اگرچہ بعد کو یہی ظاہر ہو کہ واقع میں پانی وہاں سے قریب نہ تھا۔ ہاں جہاں یہ چاروں باتیں نہ ہوں اور پانی بے تلاش کیے تیمم سے نماز پڑھ لی نماز ہوگئی اگرچہ بعد کو ظاہر ہو کہ پانی وہیں موجود تھا۔	۴	۶۵۹
۹۰	مسئلہ: جنگل میں جہاں مظنۂ آب ہے پانی صرف اس حد تک طلب کرنا واجب ہے جس میں نہ اسے ضرر ہو نہ انتظار میں اس کے رفیقوں کو۔	۱	۶۶۲
۹۱	مسئلہ: جہاں پانی نہیں کافر نے اسلام لانے کے لیے تیمم کیا پھر مسلمان ہوا اس تیمم سے نماز نہیں پڑھ سکتا نہ کوئی ایسا فعل کر سکتا ہے جس کے لیے طہارت ضروری ہو بلکہ اس کے لیے بعد اسلام پھر تیمم کرے۔	۴	۶۶۲
۹۲	مسئلہ: پانی نہ ہونے کی حالت میں جواز تیمم کے لیے دو میں سے ایک شرط ہے یا تو مطلق تطہیر و رفع حدث کہ یہ نیت تو عام و تام ہے یا مطلقاً کسی عبادت کی نیت اگرچہ نہ مقصودہ ہو نہ مشروطہ۔	۲	۶۶۴
۹۳	مسئلہ: پانی ہوتے ہوئے صرف اسی عبادت مؤکدہ کے لیے تیمم جائز ہے جو پانی سے طہارت کرنے میں بلا بدل فوت ہوتی ہو۔	۳	۶۶۴
۹۴	مسئلہ: بے وضو شخص جسے نہانا نہیں مسجد میں ذکر الٰہی کے لیے بیٹھنا چاہتا ہے اور پانی نہیں بہتر ہے کہ تیمم کرے مگر اس تیمم سے نماز نہ ہوگی۔	۴	۶۶۴
۹۵	مسئلہ: مسجد میں سونا کوئی عبادت نہیں اس کے لیے تیمم محض لغو و باطل ہے اگرچہ پانی پر قدرت نہ ہو، ہاں اگر جنب کسی خوف کی ضرورت سے مسجد میں ٹھہرنا چاہے اور پانی نہ پائے تیمم کرے کہ یہ تیمم بنیت تطہیر بغرض قرار فی المسجد ہوگا۔ ولہذا اس سے نماز جائز نہ ہوگی کہ قرار فی المسجد کوئی عبادت مقصودہ نہیں۔	۵	۶۶۴
۹۶	مسئلہ: پانی ہوتے ہوئے مس مصحف یا تلاوت کے لیے تیمم کیا تو لغو و باطل ہوگا		

Marfat.com

میں بیان کیں۔ ۶۳۷ ۳

۷۲ **مسئلہ:** نہانے کی حاجت ہے اور حوض دہ در دہ سے کم اور کوئی برتن پانی لینے کو نہیں حوض کے اندر جا کر نہائے تو تمام پانی قلیل ہونے کے سبب خراب و مستعمل ہو جائیگا اگر وہ پانی وقف ہے یا مالک کی اجازت نہیں تو اس میں نہانا ناجائز ہے تیمم کرے اور اگر مالک کی اجازت ہے یا پانی خود اس کی ملک ہے یا جنگل کا مباح پانی ہے تو نہانا لازم اور تیمم ناجائز۔ ۶۴۱ ۱

۷۳ **مسئلہ:** پانی موجود ہو صرف پر ہر طرح قدرت ہو لیکن طہارت میں اسے خرچ کرنے سے شرع مطہر کی ممانعت ہو تو یہ بھی عجز کی صورت اور تیمم کی اجازت ہے جیسے راہ میں پینے کی سبیل کہ اس سے وضو جائز نہیں یا پانی کسی کو ہبہ کر دیا اب اگرچہ اس کی رضا یا حاکم کے جبر سے واپس لے سکتا ہے مگر دی ہوئی چیز واپس لینا گناہ ہے اس لیے عجز ثابت ہے۔ ۶۴۳ ۱

۷۴ **مسئلہ:** اگر گدھے کا جھوٹا پانی یا وہ نبیذ موجود ہے جس کے نبیذ ہو جانے یا ابھی پانی رہنے میں شبہہ ہے اور ان صورتوں میں حکم یہ ہے کہ ان پانیوں سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی اور بہتر یہ ہے کہ پہلے وضو کرے بہرحال اس وضو میں نیت شرط ہے جیسے اور وضو بے نیت بھی ہو جاتے ہیں کہ پانی اعضاء وضو پر بہہ جائے اگرچہ اس کا ارادہ وضو کرنے کا نہ ہو بلکہ اصلاً ارادہ نہ ہو جیسے مینہ میں بھیگ گیا یا دریا میں غوطہ لگایا یا کسی نے زبردستی اعضاء پر پانی بہا دیا ہر طرح وضو ہو گیا۔ ان دو پانیوں میں ایسا نہیں بلکہ خاص نیتِ طہارت کے ساتھ وضو کرنا لازم ہے۔ ۶۴۴ ۱

۷۵ **مسئلہ:** یہ جو حکم ہے کہ وضو کے اکثر یا نصف اعضاء میں زخم ہو تو تیمم کرے اور یہاں گنتی میں اکثر مراد ہے اس گنتی میں سر بھی داخل ہے **اقول** مگر اور اعضا میں تو محلِ وضو سے کسی جگہ کوئی زخم یا دانہ ہونا کافی ہے۔ سر میں ضرور ہے کہ تین چہارم سے زیادہ مجروح ہو کہ عضو وضو صرف رُبع سر ہے تو جب تک چہارم سر محفوظ ہے سر مجروح نہ ٹھہریگا جس طرح ہاتھ، اگر کہنیوں سے اُوپر بغلوں تک یا پاؤں گٹوں سے اوپر رانوں تک مجروح ہوں تو مجروح نہ ٹھہریں گے کہ محل وضو سالم ہے۔ نیز لازم ہے کہ اسے مسح ضرر کرے
اگر دھونا مضر ہو تو وضو میں سر مطلقاً صحیح ہے کہ وضو میں اس کا دھونا نہیں۔ ۶۴۵ ۱

Marfat.com

۱۰۷	مسئلہ : کھرنجے اور سڑک اور سادہ زمین پر بھی اس حالت میں تیمم جائز ہے کہ ان پر لید گوبر پیشاب کوئی نجاست نہ پڑی ہو یا پڑی اور زور کا مینہ برسا کہ پاک کر گیا یا دھوکر پاک کر لی ۔	۱	۶۹۷
۱۰۸	ف : ناہموار پتھر دیوار زمین وغیرہا جنسِ ارض جس پر ضرب سے ہتھیلی کی پوری سطح اس سے نہ لگے اس پر ضرور ہے کہ ہاتھ آگے پیچھے اس طرح پھریں کہ پُورے کفِ دست یا اس کے اکثر حصّے کو اُس سے مس ہو جائے ورنہ تیمم صحیح نہ ہوگا ۔	۱	۶۹۸
۱۰۹	مسئلہ : اگر پُورے کف دست کا جنس ارض سے مس ہو گیا جب تو اس کے اکثر سے چہرہ و ہر دو دست کا مسح کافی ہے اور اگر اکثر کف کا مسح ہوا تو لازم ہے کہ یہی اکثر یا اس کا اتنا حصّہ جس پر اکثر کف صادق آئے چہرہ و دست کا مسح کرے ورنہ تیمم نہ ہوگا ۔	۲	۶۹۸
۱۱۰	مسئلہ : اگر ضرب میں پُوری ہتھیلیاں جنسِ ارض سے مس نہ کریں تو واجب ہے کہ ہتھیلیوں کی باقی جگہ پر بھی ہاتھ پھیرے اور اگر باقی حصہ متعین نہیں تو کلائیوں کے ساتھ ساری ہتھیلیوں پر ہاتھ پھیرے ورنہ تیمم نہ ہوگا ۔	۳	۶۹۸
۱۱۱	مسئلہ : کہربا پتھر نہیں اس پر تیمم نہیں ہو سکتا ۔	۱	۷۰۱
۱۱۲	مسئلہ : سنگِ بصری پتھر نہیں اس پر تیمم نہیں ہو سکتا ۔	۳	۷۰۱
۱۱۳	مسئلہ : اگر کیچڑ کے سوا تیمم کو کچھ نہ ملے تو اگر وقت میں وسعت ہے کپڑا یا اپنا پاؤں مثلاً اس سے سان لے جب خشک ہو جائے تو اس سے تیمم کرے ۔	۵	۷۰۴
۱۱۴	مسئلہ : کیچڑ سکھا کر تیمم کا حکم اس وقت ہے کہ وقت میں گنجائش ہو ورنہ گیلے ہی سے تیمم واجب ۔	۱	۷۰۵
۱۱۵	مسئلہ : بضرورت کیچڑ سے تیمم کرے تو واجب ہے کہ دونوں ہتھیلیاں خُوب ملے کہ کیچڑ چھُوٹ جائے اور خشکی آجائے ہاں وقت میں اس کی بھی گنجائش نہ ہو تو یونہی تیمم کر کے پڑھے ۔	۲	۷۰۵
۱۱۶	مسئلہ : وقت میں گنجائش ہو تو وہ ترکیب کہ کیچڑ خشک کر کے تیمم کی بتائی گئی صرف مستحب نہیں بلکہ واجب ہے ۔	۳	۷۰۵
۱۱۷	مسئلہ : اگر مٹی میں گوبر ملا تھا اور مٹّی غالب اور اس قدر دیر تک جلایا کہ گوبر بالکل		

Marfat.com

نابالغ محدث فرض کیا جائے تو وہ جرم میت واحیار سب کو تیمم ہوگا کہ حصہ نابالغ بھی دوسرے
پر صرف نہیں ہو سکتا۔

۸۲ مسئلہ: جنب و حائض و محدث تیمم سے تھے مباح پانی اتنا ملا کہ ایک ہی کو کافی
ہو سب کا تیمم ٹوٹ گیا، جب مثلاً بوجہ اولویت جنب اس سے نہا لے اس کے بعد
باقی دوبارہ تیمم کریں۔ ۱ ۶۵۴

۸۳ مسئلہ: مباح پانی اگرچہ کتنا ہی قلیل ہو جتنوں کو ملے گا سب جدا جدا اس پر
قادر سمجھے جائیں گے مثلاً سو آدمی تیمم سے تھے بعض کا تیمم غسل کا تھا بعض کا وضو کا بعض
کو نہانے میں مثلاً پیٹھ پر اتنی جگہ پانی بہنے سے رہ گئی تھی جسے ایک چلّو پانی بس ہوتا بعض
کو وضو میں بائیں پاؤں کا اتنا ہی حصہ دھونے سے رہ گیا تھا۔ مثلاً ساٹھ ایسے تھے
اور چالیس وہ جن کو وضو غسل کے لیے پانی ملا ہی نہ تھا اب ایک چلّو پانی مباح پایا
ان چالیس کا تیمم باقی ہے۔ ان ساٹھ کا ٹوٹ گیا جب اُن میں سے ایک اسے استعمال
کرے ۵۹ پھر تیمم کریں۔ ۲ ۶۵۴

۸۴ مسئلہ: کچھ لوگ تیمم سے ہیں ایک شخص وضو کے قابل پانی اپنی مِلک سے لایا اور کہا
تم میں جو چاہے اس سے وضو کر لے یا کہا یہ پانی اس کے لیے ہے جو خواہش کرے
جتنوں کا تیمم وضو کا تھا سب کا ٹوٹ گیا جتنوں کا غسل کا تھا باقی رہا۔ ۳ ۶۵۴

۸۵ مسئلہ: باپ جس پانی کو لینا چاہے بیٹے کو اس کی مزاحمت نہیں پہنچتی یہ
صورت بھی بیٹے کے لیے عجز کی ہوگی۔ ۴ ۶۵۴

۸۶ مسئلہ: ایک پانی چند شخصوں کی مِلک فاسد تھا انہوں نے بخوشی اپنے
میں ایک کو اس کے صرف کی اجازت دے دی اور یہ اُس کے وضو یا غسل
کو کافی ہے اور وہ تیمم سے ہے تیمم نہ جائیگا اس اجازت سے پانی پر قدرت
نہ ثابت ہوگی کہ وہ مِلک خبیث ہے اور اس میں تصرف شرعاً ممنوع۔ ۵ ۶۵۴

۸۷ مسئلہ: تیمم والے کے پیچھے پانی سے طہارت والا نماز پڑھ سکتا ہے
مگر افضل عکس ہے۔ جبکہ وہ لائقِ امامت ہو۔ ۷ ۶۵۴

۸۸ مسئلہ: پانی موجود اور استعمال پر قدرت ہو تو سوا اُس عبادت فرض
یا واجب یا سنّتِ مؤکدہ کے جو بلا عوض فوت ہو باقی کسی شَے کے لیے تیمم

Marfat.com

	تیمم نہ ہوگا۔	۴	۷۲۲
۱۲۹	**مسئلہ:** کاغذ کپڑا کوئی چیز جنسِ ارض پر پھیری کہ اُس میں مٹی خُوب بھر گئی اب اسے بہ نیّتِ تیمم چہرہ و دست پر پھیرا کہ سارے محلِ تیمم پر خود مٹی لگ گئی تیمم ہوگیا۔	۵	۷۲۲
۱۳۰	**مسئلہ:** اگر دستانے پہنے ہُوئے جنسِ ارض پر ہاتھ مار کر چہرہ و دست پر پھیرا تیمم ہوجانا چاہیے جس طرح میّت کو تیمم کرانے میں ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر تیمم کرانا نمبر ۱۶۴ تا ۱۶۶ میں گزرا۔	۷	۷۲۲
۱۳۱	**مسئلہ:** ہتھیلیوں پر کوئی لیپ لگا ہے اور وہ خشک ہوگیا اور اُس کا چھُڑانا مضر ہے اسی حالت میں ہتھیلیاں جنسِ ارض پر مار کر تیمم کرے۔	۲	۷۲۳
۱۳۲	**مسئلہ:** ہتھیلی ایک ضرب سے ایک ہی عضو کو مسح کرسکتی ہے خواہ منہ ہو یا داہنا ہاتھ یا بایاں دو عضوؤں کو ایک ہتھیلی کی ضربِ واحد کافی نہیں۔	۳	۷۲۳
۱۳۳	**مسئلہ:** میّت یا مریض کو تیمم کرایا پہلی ضرب سے دو ہتھیلیاں اس کے چہرے پر پھیریں، دوسری سے دونوں ہتھیلیوں سے اس کے ایک ہاتھ کو مسح کیا اب دوسرے ہاتھ کے لیے جدید ضرب ضرور ہے یہ صورت وہ ہے کہ تیمم دو ضربوں سے نہیں ہوسکتا۔	۴	۷۲۳
۱۳۴	**مسئلہ:** تیمم میں ترتیب شرط نہیں چاہے پہلے ہاتھوں کا مسح کرے یا منہ کا، ہر طرح تیمم ہوجائے گا۔	۵	۷۲۳
۱۳۵	**مسئلہ:** تیمم معہود میں ترتیب سنّت ہے۔	۷	۷۲۳
۱۳۶	**مسئلہ:** تیمم میں چہرہ و ہر دو دست جہاں تک وضو میں دھونا فرض ہیں ان میں ایک رونگٹے کی نوک بھی اگر تیمم معہود میں ہاتھ پھیرنے یا غیر معہود میں جنسِ ارض پہنچنے سے رہ جائے گی تیمم نہ ہوگا۔	۱	۷۲۴
۱۳۷	**مسئلہ:** لازم ہے کہ انگوٹھی چھلّے انگلیوں کلائیوں کے ہر گہنے کو اتار کر تیمم کیا جائے یا انھیں ہٹا ہٹا کر مسح کریں۔	۲	۷۲۴
۱۳۸	**مسئلہ:** آدمی نے جہاں سے تیمم کیا اگر ہزار بار وہیں سے تیمم کرے یا جہاں سے ایک شخص نے تیمم کیا اگر ہزاروں آدمی خاص اسی جگہ سے تیمم کریں کچھ حرج نہیں کہ جنسِ ارض تیمم سے مستعمل نہیں ہوتی۔	۱	۷۲۵
۱۳۹	**مسئلہ:** تیمم کرنے والوں کے مُنہ اور ہاتھوں کو جو مٹی تیمم میں لگ کر چھُوٹی اگر		

Marfat.com

	نہ اس سے مصحف شریف کا چھونا حلال ہوسکے گا نہ جنب کو تلاوت ۔	۶	۶۶۴
۹۷	مسئلہ : پانی ہوتے صرف تنگیٔ وقت کے باعث تہجد یا چاشت یا چاند گہن کی نماز کے لیے تیمم لغو و باطل ہے اس سے یہ نمازیں جائز نہ ہوسکیں گی ۔	۷	۶۶۴
۹۸	مسئلہ : پانی ہوتے ہوئے زیارتِ قبور یا عیادتِ مریض یا سونے کیلیے تیمم باطل ہے	۸	۶۶۴
۹۹	مسئلہ : صرف اتنی نیت کہ تیمم کرتا ہوں صحتِ تیمم کو کافی نہیں ۔	۱	۶۶۶
۱۰۰	مسئلہ : حدث و جنابت میں تمیز کی نیت کچھ ضرور نہیں محل کافی ہے ۔	۲	۶۶۶
۱۰۱	مسئلہ : جنب اگر وضو کی نیت سے تیمم کرے جب بھی صحیح ہے تو اگر وضو کا تیمم غسل کی نیت سے کرے تو بدرجۂ اولیٰ ۔	۳	۶۶۶
۱۰۲	مسئلہ : دفنِ میت مسلم بھی منجملہ عباداتِ الٰہی ہے باوضو ہونا چاہیے پانی نہ ملے تو تیمم کرے ۔	۴	۶۶۶
۱۰۳	مسئلہ : تیمم وضو غسل ہر طہارت غیر معذور کے لیے اُس وقت ہونے کا محل ہے جب وہ چیزیں کہ طہارت کی منافی ہیں جیسے حیض و نفاس، حدث و خون وغیرہ منقطع ہولیں حدث باقی ہونے کی حالت میں طہارت فضول و لغو ہے ۔	۵	۶۶۶
۱۰۴	مسئلہ : دسوں نیتوں میں سے پچھلی دو نیتوں سے جو تیمم کیا جاتا ہے اس سے بھی نجاستِ حکمیہ دُور ہوتی ہے مگر نہ مطلقاً بلکہ خاص اس شے کے حق میں جس کی نیت سے تیمم کیا مثلاً پانی نہ ہونے کی حالت میں دخولِ مسجد یا مسِ مصحف یا زیارتِ قبور یا عیادتِ مریض یا دفنِ میت یا سلام یا جوابِ سلام کے لیے تیمم کیا ان چیزوں کے حق میں طہارت حاصل ہوگئی یُوں ہی اگر پانی موجود ہونے کی حالت میں نمازِ جنازہ یا عید یا سلام یا جوابِ سلام وغیرہا ان چودہ اشیاء کے لیے تیمم کیا جن کا ذکر نمبر ۸۷ میں گزرا تو اُن اشیا کے لیے طہارت ہوگئی ۔ تنبیہ : یہاں سے ظاہر ہوا کہ تعریفِ تیمم میں جو ہم نے نجاستِ مرئیہ دُور کرنے کے لیے کہا اس سے عام مراد ہے کہ مطلقاً دُور کرنا ہو یا خاص اس شے کے حق میں جس کے لیے تیمم کر رہا ہے ۔	۴	۶۶۷
۱۰۵	مسئلہ : جس چیز میں اجزائے ارضیہ و غیرِ ارضیہ کا خلط ہو اس میں اگر اجزائے ارضیہ غالب ہیں جنسِ ارض سے ہے ورنہ نہیں ۔	۲	۶۸۵
۱۰۶	ف : پسے ہوئے سُرمہ سے بے ضرورت تیمم منع ہے اگرچہ صحیح ہوجائے گا ۔	۱	۶۹۲

Marfat.com

۱۵۱	**مسئلہ** : جب گمان غالب ہو کہ مانگے سے دے دے گا تو نیت توڑنا واجب ہے	۲	۷۵۱
۱۵۲	**مسئلہ** : تیمم سے نماز نماز کامل ہے، تیمم بھی ہمارے نزدیک طہارت کاملہ ہے	۴	۷۵۱
۱۵۳	**مسئلہ** : وضو والے کو تیمم والے کی اقتدا میں اصلاً کراہت نہیں اگرچہ عکس افضل ہے۔ **اقول** یعنی جبکہ تیمم والا اعلم و افضل و احق بالامامۃ ہو۔	۵	۷۵۱
۱۵۴	**مسئلہ** : جب ظن غالب ہو کہ مانگے سے دے دے گا تو مانگنا واجب ہے اور شک ہو تو مستحب اور ظن غالب ہو کہ نہ دے گا تو مستحب بھی نہیں۔	۶	۷۵۱
۱۵۵	**مسئلہ** : اگر ظن غالب ہو کہ پانی یہاں کہیں قریب ایک میل سے کم فاصلے پر ہے تو تلاش کرنا واجب ہے اور شک ہو تو مستحب ورنہ مستحب بھی نہیں۔	۷	۷۵۱
۱۵۶	**مسئلہ** : نماز میں پانی دوسرے کے پاس معلوم ہوا اور ظن غالب ہوا کہ مانگے سے دے دے گا تو اگرچہ نیت توڑ کر مانگنا واجب ہے مگر فقط اس غلبۂ ظن سے نہ تیمم ٹوٹے نہ نماز جائے یہاں تک کہ اگر اس نے خلاف حکم کر کے نماز پوری کر لی پھر مانگا اور اس نے نہ دیا تو نماز ہو گئی اور تیمم باقی ہے۔	۸	۷۵۱
۱۵۷	**مسئلہ** : ایک جماعت تیمم سے ہے ایک شخص پانی لایا اور کہا یہ میں نے تم سب کو ہبہ کیا انھوں نے اس پر قبضہ کر لیا تیمم کسی کا نہ گیا **اقول** یعنی اگر وہ پانی سب کو کافی نہ ہو مثلاً دس شخص ہیں اور پانی صرف نو کو کافی، تو بالاتفاق اور اگر سب کو کافی بلکہ کافی سے بھی زائد ہے تو امام رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی ان کا تیمم نہ ٹوٹے گا صاحبین کے نزدیک ٹوٹ جائے گا، اور فتوٰی قولِ امام پر ہے۔	۳	۷۵۲
۱۵۸	**مسئلہ** : اگر ان میں ایک شخص کو ہبہ کیا تو بعد قبضہ صرف اسی کا تیمم گیا اوروں کا باقی ہے، اور اگر جماعت ہو رہی ہے اور امام کو ہبہ کیا تو نماز سب کی گئی اگرچہ اوروں کا تیمم نہ گیا۔ **اقول** اور اگر چند کو ہبہ کیا اور اُتنوں کے لیے پانی کافی تھا تو صاحبین کے نزدیک بشرطِ قبضہ اُتنوں کا تیمم جاتا رہا اور امام کے نزدیک سب کا باقی ہے مگر وہ جس کا حصہ تقسیم کر کے جدا قبضہ دے۔	۴	۷۵۲
۱۵۹	**مسئلہ** : تیمم سے جماعت ہو رہی ہے اور ایک شخص پانی لایا اور کہا یہ میں نے تم سب کو ہبہ کیا، یا امام کے سوا کسی اور کو کہا یہ میں نے تجھے ہبہ کیا بعد سلام امام نے اُس سے پانی مانگا اس نے دے دیا سب کی نماز گئی۔	۵	۷۵۲

Marfat.com

	فنا ہوگیا یا کچھ اجزاء اس کی راکھ کے رہے تو مٹی سے مغلوب رہے اس صورت میں اُس مٹی پر تیمم جائز ہوگا۔	۳	۷۰۷
۱۱۸	**مسئلہ**: یہ حکم کہ تیمم غیر جنس ارض پر اس وقت روا ہے جب اس پر ہاتھ پھیرے سے انگلیوں کا نشان بنے صرف مسئلہ غبار میں ہے جو غیر جنس ارض پر پڑا ہو ورنہ اگر اس پر مثلاً مٹی کا باریک لیس خشک ہو جس پر ہاتھ پھیرے نشان نہ بنے گا اس پر جواز تیمم میں شبہہ نہیں۔	۵	۷۱۴
۱۱۹	**مسئلہ**: تیمم کی شرط یہ ہے کہ جس چیز پر تیمم کرے نہ اس وقت اس کی ناپاکی معلوم ہو نہ بعد کو ثابت ہو	۱	۷۱۹
۱۲۰	**مسئلہ**: جو جگہ یا چیز مظنۂ نجاست ہے جیسے بیت الخلاء کی زمین اُس پر تیمم نہیں ہوسکتا اگرچہ اس وقت اس کی نجاست اس کے علم میں نہ ہو۔	۲	۷۱۹
۱۲۱	**مسئلہ**: کسی شے پر تیمم کیا بعد کو کسی مسلمان ثقہ عادل نے خبر دی کہ وہ شے نجس تھی یا کسی مستور یا فاسق نے خبر دی اور اس کے دل پر اس کا صدق جما تو وہ تیمم صحیح نہ ہوا اس سے نماز پڑھی ہو تو پھیرے اور دل پر نہ جما تو اس کا لحاظ ضرور نہیں اور اگر کسی کافر نے خبر دی اگرچہ کلمہ گو ہو تو وہ مطلقاً مردود ہے۔	۱	۷۲۰
۱۲۲	**مسئلہ**: جس چیز پر تیمم کیا نہ وہ مظنۂ نجاست تھی نہ بعد کو اس کا نجس ہونا ثابت ہوا تیمم صحیح ہوگیا اگرچہ واقع میں وہ نجس تھی۔	۲	۷۲۰
۱۲۳	**مسئلہ**: دوسرے سے اپنا تیمم کرانا بلا ضرورت مکروہ ہے۔	۴	۷۲۰
۱۲۴	**مسئلہ**: ضرور ہے کہ دوسرا اس کے حکم سے اسے تیمم کرائے اگرچہ وہ حکم صراحۃً نہ ہو دلالۃً ہو جس کی تفصیل آتی ہے۔	۵	۷۲۰
۱۲۵	**مسئلہ**: جس وقت وہ دوسرا ضرب کرے ضرور ہے کہ یہ حکم دینے والا اس وقت نیت کرے اس دوسرے کی نیت کافی نہ ہوگی۔	۶	۷۲۰
۱۲۶	**مسئلہ**: اگر تیمم میں حصولِ طہارت یا رفعِ حدث یا جوازِ نماز کی نیت نہ کی بلکہ صرف اتنی کہ میں تیمم کرتا ہوں یا میں نے تیمم کی نیت کی تو تیمم نہ ہوگا۔	۴	۷۲۱
۱۲۷	**مسئلہ**: تیمم معہود میں اکثر کف سے چہرے اور ہاتھوں کو مسح کرنا لازم ہے اگر ایک یا دو انگلیوں سے مسح کیا اگرچہ انہیں بار بار ضرب کرکے سارے چہرے و دست کا استیعاب کرلیا تیمم نہ ہوگا۔	۱	۷۲۲
۱۲۸	**مسئلہ**: تیمم معہود میں خاص ہاتھ کی ضرب اور اس سے چہرہ و دست کا مسح شرط ہے اگر لکڑی یا کپڑے یا کاغذ کو جنس ارض پر مس کرکے منہ اور ہاتھوں پر پھیرے گا		

Marfat.com

١٦٦	مسئلہ : بتانے والا موجود تھا اور اس نے نہ پُوچھا اور نماز پڑھ لی، پھر دریافت کیا اور اُس نے پانی قریب بتایا نماز نہ ہُوئی۔	٣	٧٦٣
١٦٧	مسئلہ : اُس نے پُوچھا اور اُس نے سُنا اور کچھ نہ بولا بعد نماز بتایا نماز ہوگئی۔	۴	٧٦٣
١٦٨	مسئلہ : گمان غالب تھا کہ نہ دے گا تیمم سے پڑھ لی اُتنے میں اُس کے پاس اور پانی کثیر آگیا اور دے دیا اگر وُہ نہ دینے کا گمان بر بنائے قلت آب تھا تو بعد کثرت دینے سے اُس کی غلطی ثابت نہ ہونی چاہیئے اور اگر اور وجوہ مثل رنجش وغیرہ کی بنا پر تھا تو اُس کی غلطی ضرور ثابت ہوئی نماز پھیرے۔	۵	٧٦٣
١٦٩	مسئلہ : گمان غالب تھا کہ دے دے گا بعد نماز مانگا اُس نے انکار کر دیا یا اس لیے کہ اُتنے میں پانی خرچ ہوکر کم رہ گیا تھا اگر یہ خرچ خود اس نے اپنی حاجت میں کیا تو ظاہراً اس گمان کی غلطی ثابت ہوئی اعادہ نماز کی حاجت نہیں اور اگر دوسرے کو دے دیا تو اُس ظن کی خطا ثابت ہُوئی نماز کا اعادہ چاہیے۔	٦	٧٦٣
١٧٠	مسئلہ : نماز میں کسی کے پاس پانی دیکھا اور دینے کا گمان غالب نہ ہُوا نماز کے بعد مانگا اُس نے کہا پانی خرچ ہوگیا پہلے مانگتے تو میں دے دیتا اس کہنے کا اعتبار نہیں نماز ہوگئی۔	۴	٧٦۴
١٧١	مسئلہ : نماز سے پہلے پانی دیکھا اور دینے کا گمان غالب نہ ہُوا تیمم کر لیا یا پہلے کرچکا تھا کچھ دیر بعد مانگا اُس نے وہی جواب دیا کہ ہوچکا پہلے مانگتے تو مجھے دینے میں عذر نہ ہوتا اس کہنے سے بھی تیمم نہ جائے گا اُسی تیمم سے نماز پڑھے۔	۵	٧٦۴
١٧٢	مسئلہ : پانی اس کے پاس تھا اور اُس نے غلط حیلہ کر دیا کہ نہ رہا پہلے مانگتے تو دے دیتا تو اس کا بھی نماز پر کچھ اثر نہیں، نہ تیمم جائے اگرچہ معلوم ہی ہو جائے کہ اُس نے جھُوٹ حیلہ کیا۔	١	٧٦۵
١٧٣	مسئلہ : پانی دینے کا وعدہ کرنے سے اُسی وقت تک کے لیے پانی پر قادر سمجھا جائے گا کسی آئندہ وقت پر اُس کا اثر نہ ہوگا۔	٢	٧٦۵
١٧۴	مسئلہ : ظاہراً وعدے سے قدرت وقت وعدہ سے ثابت ہوگی پہلے سے نہیں۔	١	٧٦٦
١٧۵	مسئلہ : اوّل وقت ہے اور پانی ایک میل ہے اور اُمید واثق ہے کہ اوسط		

Marfat.com

	جمع کرنے سے اتنی ہو جائے کہ اس پر ضرب ہوسکتی ہے تو اس پر بھی ہزاروں بار تیمم ہوسکتا ہے کہ جنسِ ارض کتنی ہی استعمال کی جائے کسی طرح مستعمل نہیں ہوتی۔	۴	۷۲۶
۱۴۰	مسئلہ: ایک عضو کو ایک ہی ضرب سے مسح کرے عضو واحد کے لیے متعدد ضربیں بالاجماع مکروہ ہیں۔	۴	۷۲۹
۱۴۱	مسئلہ: کسی دیوار پر تیمم دیوار میں کوئی تصرف نہیں۔	۴	۷۳۴
۱۴۲	مسئلہ: تیمم سے نماز پڑھ لینے کے بعد معلوم ہوا کہ دوسرے کے پاس پانی موجود تھا، نماز ہوگئی اگر وہ اب پانی دے گا آئندہ کے لیے تیمم ٹوٹے گا۔	۱	۷۵۰
۱۴۳	مسئلہ: نماز میں پانی پایا تیمم ٹوٹ گیا نماز جاتی رہی اگرچہ التحیات کے بعد سلام سے پہلے پائے۔	۲	۷۵۰
۱۴۴	مسئلہ: ایک سلام پھیرنے کے بعد پانی پایا تماز ہوگئی۔	۳	۷۵۰
۱۴۵	مسئلہ: سو آدمی تیمم سے نماز پڑھ رہے ہیں ایک شخص پانی لایا اور خاص ایک سے کہا کہ یہ پانی لے تو اسی کی گئی اور ان کی ہوگئی۔ ہاں اگر وہ امام ہے تو سب کی گئی اور اگر یوں کہا کہ جس کے جی میں آئے یہ پانی لے تو سب کی گئی۔	۴	۷۵۰
۱۴۶	مسئلہ: اگر کافر کہے تو اس کا اعتبار نہیں نماز پڑھ کر پانی مانگے دے دے تو نماز پھیرے ورنہ ہوگئی۔	۵	۷۵۰
۱۴۷	مسئلہ: اگر کسی وجہ سے کسی کافر کی نسبت معلوم ہو کہ یہ تمسخر سے نہیں کہتا تو نیت توڑنی چاہیے۔	۷	۷۵۰
۱۴۸	مسئلہ: اگر کسی فاسق مسخرہ پر ظن ہو کہ یہ براہِ تمسخر کہتا ہے نیت توڑنے کی اجازت نہیں۔	۸	۷۵۰
۱۴۹	مسئلہ: نماز میں معلوم ہوا یا یاد آیا کہ دوسرے کے پاس پانی ہے اگر ظن غالب ہو کہ مانگے سے دے دے گا نیت توڑے ورنہ جائز نہیں۔	۹	۷۵۰
۱۵۰	مسئلہ: نماز پڑھتے میں سراب پر نظر پڑی اگر گمان غالب ہوا کہ یہ پانی ہے نیت توڑے اگر دیکھے کہ پانی نہیں تیمم باقی ہے نماز پھر پڑھے اور اگر پانی ہونے کا گمان غالب نہ ہو نیت توڑنا جائز نہیں بعد نماز دیکھے اگر پانی ہے نماز پھیرے ورنہ نماز ہوگئی اور تیمم باقی ہے۔	۱	۷۵۱

Marfat.com

(۶) پانی موجود ہے مگر پینے کے لیے رکھا ہے وضو کر لیا تو پینے کو نہ رہے گا اور ظن غالب ہے کہ آخر میں اور فاضل پانی مل جائے گا۔

(۷) پانی پر رہزن یا دشمن یا درندہ ہے اور گمان غالب ہے کہ جلد چلا جائے گا۔

(۸) سخت اندھیری ہے پانی تک راہ نہ سُوجھے گی اور ظن غالب ہے کہ آخر وقت میں اُجالا ہو جائے گا یا روشنی کا سامان مل جائے گا۔

(۹) مریض یا لُنجھا یا لُولا ہے یا ہاتھ شل ہیں یا نہایت بُوڑھا ہے غرض کوئی عارضہ ایسا ہے کہ خود پانی بھرنے یا وضو کرنے پر قادر نہیں اور اپنے بیٹے یا نوکر کو کسی کام کے لئے بھیجا ہے اور گمان غالب ہے کہ ایسے وقت واپس آئے گا کہ پانی بھر کر مجھے وضو کرا دے اور میں نماز پڑھ لُوں۔

(۱۰) باری سے جاڑا آتا ہے اور ہمیشہ گھنٹا دو گھنٹے رہ کر اُتر جاتا ہے اس وقت پانی بھرنے، وضو کرنے یا نہانے پر قادر ہو جائے گا ابھی نہیں۔

(۱۱) دوسرے کے پاس پانی موجود ہے وہ کہیں کام کو گیا ہُوا ہے اور امید ہے کہ مانگے سے دے دے گا اور ظن غالب ہے کہ آخر وقت میں واپس آئیگا۔

(۱۲) نہانا یا عورت کو وضو کرنا ہے لوگ موجود ہیں آڑ نہیں اور گمان غالب ہے کہ چلے جائیں گے اور وقت مل جائے گا۔

(۱۳) مال یا بچّہ پاس ہے اسے چھوڑ کر پانی لینے جا نہیں سکتا اور ظن غالب ہے کہ آخر وقت میں کوئی رفیق آجائے گا جو اس کی حفاظت کرے یا پانی لا دے۔

(۱۴) پانی مسجد میں ہے اور اسے نہانا ہے اور گمان غالب ہے کہ تھوڑی دیر میں کوئی ایسا مل جائے گا کہ پانی لا دے مستحب ہے کہ انتظار کرے اور اگر انتظار نہ کیا اور تیمم کر کے پانی مسجد میں سے لے آیا اور نہا لیا کچھ مضائقہ نہیں۔ ۳ ۷۷۲

۱۷۷ **مسئلہ:** جنگل میں ہے اور معلوم نہیں کہ پانی ایک میل دُور ہے یا کم اور تیمم کر کے نماز پڑھ لی نماز ہو گئی خواہ آخر وقت میں پانی ملنے کی امید ہو یا نہ ہو اُس پر تلاش کرنا بھی لازم نہیں جب تک ایک میل سے کم ہونے کا ظن نہ ہو۔ ۱ ۷۷۵

۱۷۸ **مسئلہ:** معلوم ہے کہ پانی دو میل سے کم ہے وقتِ مستحب میں اُس تک پہنچ جاؤں گا اور یہ معلوم نہیں کہ ایک میل ہے یا اس سے بھی کم جائز ہے کہ تیمم کر کے پڑھ لے

Marfat.com

۱۶۰ **مسئلہ:** شروع نماز سے پہلے اگر دوسرے کے پاس پانی معلوم ہوا اگر غالب
گمان ہے کہ مانگے سے دے دے گا مانگنا واجب ہے بے مانگے تیمم سے نماز پڑھنا
منع ہے۔ اور اگر شک ہو تو مانگنا مستحب ہے ورنہ مستحب بھی نہیں۔ ۵ | ۷۵۳

۱۶۱ **ف:** یہ جو کہا جاتا ہے کہ پانی عادۃً مبذول ہے یعنی اُس کے دینے میں کسی کو
تکلیف نہیں ہوتی پینے کے پانی میں ہے خصوصاً جائے اقامت میں طہارت خصوصاً
غسل کا پانی سفر میں مبذول نہیں بلکہ اس کے دینے میں بہت اشیائے سے زیادہ
تکلف ہوتا ہے۔ ۱ | ۷۵۸

۱۶۲ **ف:** دس صورتیں جن میں پانی دے دینے کا ظن غالب ہوتا ہے کہ جس کے پاس
پانی ہے اس کی اولاد ہو یا سگا بھائی یا دوست یا نوکر یا رعیت یا اس سے ڈرتا
یا کچھ طمع رکھتا ہو یا اسے معلوم ہو کہ یہ شخص نہ تو بخیل ہے نہ پست خیال نہ میرا مخالف
اور اس کے پاس اتنا پانی ہے کہ مجھے دے کر منزل تک پہنچنے تک اس کی حاجتوں
کے لیے کافی پانی بچ رہے گا یا یہ بیمار لنجا یا ہاتھ شل ہو اور وہ کنوئیں پر کھڑا ہے یا
اسے معلوم ہے کہ وہ کریم النفس ہے سوال رَد کرتے شرماتا ہے۔ ۱ | ۷۵۹

۱۶۳ **مسئلہ:** جس چیز کے ہوتے ہوئے تیمم نہ ہو سکتا ہو تیمم کی حالت میں جب وُہ
شَے پائی جائے گی اسے توڑ دے گی۔ ۲ | ۷۶۲

۱۶۴ **مسئلہ:** یہاں اصل اعتبار واقع کا ہے اگر اسے گمان ہو کہ نہ دے گا اور
بے مانگے تیمم سے پڑھ لی بعد نماز اس نے خود یا اس کے مانگے سے دے دیا نماز نہ ہوئی
وضو کر کے پھر پڑھے اور اگر گمان تھا کہ دے دے گا اور بے مانگے تیمم سے پڑھ لی پھر
مانگا اور اس نے نہ دیا تو نماز ہو گئی تیمم باقی رہا۔ ہاں اگر اصلاً نہ مانگا نہ اس نے
آپ دیا نہ اور طرح حال کھلا تو گمان پر حکم رہے گا اگر دینے کا گمان تھا اور نہ مانگا
نماز نہ ہُوئی ورنہ ہو گئی۔ ۱ | ۷۶۳

۱۶۵ **مسئلہ:** جنگل میں ہے اسے پانی کا حال معلوم نہیں کہ دُور ہے یا نزدیک، اور
وہاں کوئی ایسا موجود ہے جس کی نسبت پانی کا حال جاننا مظنون ہو اُس سے پُوچھا
اُس نے نہ بتایا اس نے تیمم سے پڑھ لی اس کے بعد اُس نے بتایا نماز ہو گئی آئندہ
نماز کے لیے وضو کرے۔ ۲ | ۷۶۳

Marfat.com

پہلے دے دے تو تیمم و نماز جاتے رہیں گے۔ ۷۸۳ ۱

۱۸۹ **مسئلہ :** جنگل میں جس سے پانی کا حال پوچھا جاتا کہ موجود تھا اور بے پوچھے تیمم سے
پڑھ لی اس کے بعد اس نے پانی میل بھر سے کم دور بتایا نماز نہ ہوئی خواہ اس کے پوچھنے
پر بتائے یا آپ ہی۔ ۷۹۳ ۵

۱۹۰ **قاعدہ ۱ :** اگر اس نے اسے بے مانگے پانی دیا اگرچہ وقت کے بعد
یا اس کے مانگے پر نہ وعدہ کیا نہ منع نہ سکوت بلکہ فوراً پانی دے دیا خواہ تیمم سے پہلے
یا اس کے بعد نماز سے پہلے یا عین نماز میں یا نماز کے بعد خواہ قبل سوال اسے تیمم سے
پڑھتے دیکھا اور خاموش رہا یا نہ دیکھا بہرحال اسے گمان غالب اس کے دیتے یا
نہ دینے کا تھا یا شک تھا عام ازیں کہ یہ نماز میں اس کے پاس پانی ہونے پر مطلع ہوا یا
پہلے ان سب صورتوں میں وہ دینا مؤثر ہے یعنی تیمم سے پہلے دیا تو تیمم جائز نہیں اور
تیمم کر چکا تھا تو ٹوٹ گیا اور عین نماز میں دیا یا بعد تو نماز و تیمم دونوں گئے بہرکیف وضو
کرکے اس نماز کو پڑھے۔ ۷۹۹ ۱

۱۹۱ **قاعدہ ۲ :** تیمم سے پہلے یا بعد نماز سے پہلے یا عین نماز میں اسی وقت میں پانی
دینے کا وعدہ کیا تو یہ بھی بمعنے مذکور مطلقاً مؤثر ہے یعنی تیمم کا ناقض و مانع اور نماز میں
ہو تو اس کا قاطع عام ازیں کہ اس نے پانی نماز میں دیکھا یا اس سے پہلے اور اس نے
خود وعدہ کیا یا اس کے مانگنے پر اور بعد کو وقت میں دے یا بعد وقت یا اصلاً نہ دے
خواہ کسی عذر سے یا بالقصد وعدہ خلافی سے اور عام ازیں کہ اس وعدے سے پہلے
اسے دینے یا نہ دینے کا ظن ہو یا نہ ہو بہرحال مؤثر ہے۔ ۷۹۹ ۲

۱۹۲ **قاعدہ ۳ :** یہ تیمم سے نماز پڑھ چکا اس کے بعد اس نے وعدہ کیا کہ پانی وقت
میں دے گا اور پھر بلا عذر نہ دیا یا دیا تو وقت گزر جانے پر دیا اس صورت میں نماز
ہوگئی خواہ یہ وعدہ اس نے خود کیا ہو یا بعد نماز اس کے سوال پر اور اس پانی پر
اطلاع اسے نماز میں ہوئی ہو یا پہلے عام ازیں کہ اس نے اسے نماز مذکور تیمم سے پڑھتے
دیکھا ہو یا نہیں اور اسے پیش از وعدہ کوئی ظن ہو یا شک۔ ۷۹۹ ۳

۱۹۳ **قاعدہ ۴ :** اس کے نماز پڑھ لینے کے بعد وعدہ کیا اور وقت میں دے دیا یا
نہ دینا کسی وجہ سے ہوا نہ وعدہ خلافی سے اس میں مطلقاً نماز کا اعادہ کرنا ہوگا

Marfat.com

وقت میں وہاں تک پہنچ جائے گا جب بھی اس پر تاخیر واجب نہیں جائز ہے کہ ابھی تیمم سے پڑھ لے۔ ہاں تاخیر مستحب ہے جبکہ جانے کہ پانی ملنے اور طہارت کرنے میں وقت مکروہ نہ آجائے گا۔ ۱ ۶۶۷

۱۶۵ مسئلہ : پانی پر قدرت کہ مانع تیمم ہے اور تیمم کے بعد حاصل ہو تو مبطل تیمم ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ پانی اگرچہ حاضر نہ ہو اُس کا حاصل کرنا بلا حرج اس کے اختیار میں ہو کہ چاہے تو حاصل کرلے اور اس تحصیل میں اسے کوئی حرج لاحق نہ ہو جیسے پانی ایک میل سے کم دور ہو اور یہ چل سکتا ہے اور نہ راہ میں جان یا مال کا کوئی خطرہ ہے نہ پانی پر اور اگر وہ کنویں میں ہے تو رسی ڈول موجود ہے اور کوئی مرض بھی نہیں کہ پانی مضر ہو تو یہ پانی پر قدرت ہے اگرچہ یہاں سے ستّرہ سو گز دُور ہو۔ ۱ ۶۶۸

۱۶۶ مسئلہ : آخر وقت میں پانی ملنے کی امید کی چودہ صورتیں جن میں حکم ہے کہ وقت کراہت نہ آنے تک انتظار مستحب ہے اور اسے اختیار ہے کہ انتظار نہ کرے اور ابھی تیمم سے پڑھ لے

(۱) سیاہ گھٹا اُٹھی اور امید غالب ہے کہ تھوڑی دیر میں پانی ہی پانی ہو جائے گا۔

(۲) پانی میل بھر سے دُور ہے کسی کو لینے بھیجا ہے اور غالب ظن ہے کہ وقتِ مستحب کے اندر لے آئے گا اب بھی انتظار ضرور نہیں۔

اقول لیکن اگر ظن غالب ہے کہ وہ پانی لے کر روانہ ہو گیا اور اب میل بھر سے کم فاصلے پر ہے تو انتظار واجب ہے تیمم سے نماز نہ ہو گی۔ ہاں اگر دیکھے کہ وقت جاتا ہے تو تیمم کرکے پڑھ لے پھر پھیرے۔

(۳) کنواں موجود ہے رسی یا ڈول نہیں، نہ کوئی ایسی چیز کہ ان کا کام دے سکے مگر غالب گمان ہے کہ آخر وقت میں رسی ڈول مل جائے گا۔

(۴) معلوم ہے کہ پانی یہاں کہیں قریب ہے یعنی میل بھر سے کم فاصلے پر مگر اسے جگہ معلوم نہیں چاروں طرف تلاش کرنے کا حکم ہے اور یہ بوجہ ضعف چار طرف جانے آنے پر قادر نہیں وہ ایک طرف گیا اور نہ پایا واپس آیا اور تھک گیا اور گمان غالب ہے کہ آخر وقت میں کوئی ایسا آجائے گا جو پانی لا دے یا جگہ بتا دے۔

(۵) پانی قیمت مثل کو بک رہا ہے دام پاس نہیں وہ ادھار دیتا نہیں اور گمان غالب ہے کہ آخر وقت میں دام مل جائیں گے۔

Marfat.com

پھیرسے کبھی مطلع ہوا اور کوئی ظن یا شک کیا۔ ۱ ۸۰۱

۲۰۱ **قاعدہ ۱۲** : یہی کہا اور پانی اصلاً نہ دیا یا بعد وقت خواہ وقت میں یا بعد نماز۔
نماز پر مطلع ہو کر یا بے اطلاع دیا انھیں تعمیموں پر مطلقاً مؤثر نہیں نماز ہو گئی ہاں
پانی دے دے تو آئندہ کے لیے وضو کرے۔ ۲ ۸۰۱

۲۰۲ **قاعدہ ۱۳** : وعدہ وقت کے بعد دینے کا کیا مگر وقت میں نماز ختم ہونے سے پہلے
دے دیا تو حکم مثل قاعدۂ ۱۱ ہے۔ ۳ ۸۰۱

۲۰۳ **قاعدہ ۱۴** : اسی قسم کے وعدہ میں پانی ختم نماز سے پہلے نہ دیا تو حکم و تفصیل مثل قاعدہ ۱۲ ہے۔ ۴ ۸۰۱

۲۰۴ **قاعدہ ۱۵** : پانی ابھی خرچ نہ ہوا اور دینے والے کی ملک پر باقی ہے کہ اس نے
منع کر دیا اس میں صدہا صورتیں ہیں بہرحال حکم یہی ہے کہ اب اس کا استعمال ناجائز ہو گیا تیمم کرے۔ ۱ ۸۰۲

۲۰۵ **قاعدہ ۱۶** : وعدہ کر کے انکار کر دیا اگر وعدہ تیمم سے پہلے تھا جس کے باعث تیمم ناجائز ہو گیا تھا اب
انکار کر دینے سے جائز ہو گیا اور اگر تیمم کے بعد وعدہ تھا تو تیمم ٹوٹ گیا انکار اسے جوڑ نہ دے گا دوبارہ تیمم
کرے یوں ہی اگر عین نماز میں وعدہ کیا نماز و تیمم دونوں گئے انکار انہیں پھیر نہ لائے گا پھر تیمم کر کے نماز پھیرے
اور اگر وعدہ بعد نماز تھا نماز پوری ہو گئی اور اس انکار نے اس کے پورا ہو جانے کو اور مضبوط کر دیا۔ ۱ ۸۰۳

۲۰۶ **قاعدہ ۱۷** : پانی مانگنے پر انکار کر دیا تھا اسکے بعد اب وعدہ کر لیا کہ وقت میں دے دے گا اگر یہ وعدہ
تیمم سے پہلے ہے تو تیمم ناجائز ہو گیا اور تیمم کے بعد ہے تو ٹوٹ گیا اور عین نماز میں ہے تو نماز و
تیمم دونوں گئے بہرحال آخر وقت تک انتظار کرے اگر پانی مل جائے تو وضو کر کے نماز
پڑھے نہ ملے اور وقت جاتا دیکھے تو تیمم کر کے پڑھ لے پھر پھیر لے اور اگر بعد انکار
یہ وعدہ نماز پڑھ لینے کے بعد کیا تو نماز ہو گئی اس پر اس کا کچھ اثر نہیں۔ ۲ ۸۰۳

۲۰۷ **قاعدہ ۱۸** : مانگنے پر خاموش ہو رہا پھر انکار کر دیا نماز و تیمم سب جائز ہیں
انکار بعد نماز کیا ہو خواہ پہلے۔

۲۰۸ **قاعدہ ۱۹** : سوال پر سکوت کے بعد وقت میں دینے کا وعدہ کر لیا اگر یہ وعدہ
تیمم سے پہلے یا اس کے بعد نماز سے پہلے یا عین نماز میں ہے یا نماز کے بعد
مگر اس حال میں کہ اسے تیمم سے نماز پڑھتے نہ دیکھا تو ان صورتوں میں یہ وعدہ
مؤثر ہے تیمم کا ناقض یا مانع اور نماز کا مبطل یا قاطع اور اگر تیمم سے نماز پڑھنے پر مطلع ہو
جب بھی ساکت رہا اس کے بعد وعدہ کیا تو نماز ہو گئی۔ ۴ ۸۰۳

Marfat.com

	پھر اگرچہ ایک میل سے کم ہی نکلے نماز ہوگئی۔ ہاں اگر یہ ظن غالب تھا کہ ایک میل سے کم ہے اور تلاش نہ کیا اور تیمم سے پڑھ لی نماز نہ ہوئی اگرچہ بعد کو ایک میل یا زیادہ ہی دُور ہونا ظاہر ہو۔	۳	۷۷۵
۱۷۹	مسئلہ: یہ وعدہ کہ وقت کے بعد دُوں گا کچھ مؤثر نہیں۔	۱	۷۷۷
۱۸۰	مسئلہ: وہ وعدہ جس سے وقت میں پانی ملنے کی امید ہو اگر نماز سے پہلے ہوا مطلقاً مؤثر ہے اگرچہ بعد کو وفا بھی نہ ہو۔	۲	۷۷۷
۱۸۱	مسئلہ: وقت میں دینے کا وعدہ اگر بعد نماز ہو پھر وقت کے اندر ہی دے دے ضرور نماز پھیرنی ہوگی اور اگر وقت میں کسی عذر سے نہ دے جب بھی پھیرنی ہوگی اور بلا عذر نہ دے تو ظاہراً پھیرنے کی حاجت نہیں۔	۱	۷۷۸
۱۸۲	مسئلہ: دینے سے انکار کبھی صراحۃً ہوتا ہے مثلاً نہ دُوں گا کبھی دلالۃً مثلاً اس نے مانگا اس نے پانی اپنے خرچ میں کرلیا یا پھینک دیا اگرچہ اتنا باقی رہا کہ اس کی طہارت کو کافی نہیں۔	۱	۷۷۹
۱۸۳	مسئلہ: اگر اس نے مانگا اور اس نے پانی دوسرے کو بطور اباحت دے دیا مالک نہ کیا تو یہ بھی دینے سے انکار ہے اور اگر دوسرے کو مالک کر دیا تو اگرچہ اس کی طرف سے انکار ہوگیا مگر اب وہ دوسرا پانی کا مالک ہے وہی مسائل اس کی طرف متوجہ ہوں گے کہ اس کے مانگنے سے اس کا دے دینا مظنون ہے تو مانگنا واجب وغیر ذلک۔	۲	۷۷۹
۱۸۴	مسئلہ: مانگے پر چپ رہنا بھی انکار ہے اگر کوئی قرینہ اس کے خلاف نہ ہو۔	۳	۷۷۹
۱۸۵	مسئلہ: اُس وقت اور مانگنے والے اور سکوت کرنے والے کی حالتوں اور باہمی تعلقات پر نظر ضرور ہے کہ اس سے کبھی ظاہر ہوتا ہے کہ سکوت بربنائے منع نہ تھا۔	۶	۷۷۹
۱۸۶	مسئلہ: پانی دیکھا اور نہ مانگا نہ نماز سے پہلے نہ بعد اور اُسے وقت نکل جانے کے بعد اس کی حاجت پر اطلاع ہوئی اور پانی لایا تو نماز نہیں پھیرنا چاہیے۔	۱	۷۸۱
۱۸۷	مسئلہ: اُس نے پانی دیکھا اور نہ مانگا اور تیمم سے پڑھی اور وہ دیکھتا رہا اور پانی بعد وقت دیا تو ظاہراً اب بھی اعادہ نماز چاہیے۔	۱	۷۸۲
۱۸۸	مسئلہ: دینے سے انکار کر کے دینا کچھ مفید نہیں مگر یہ کہ نماز پُوری ہونے سے		

Marfat.com

	دے سکتا۔		
٢١٦	مسئلہ: نہانے میں کچھ جگہ رہ گئی اور پانی نہ رہا تیمم کرے اس کے بعد اگر حدث ہو تو اس کے لیے دُوسرا تیمم کرے جیسے نہانے کے بعد حدث واقع ہو تو پھر وضو کرنا لازم ہوتا ہے۔	١	٨٠٧
٢١٧	مسئلہ: نہایا اور مثلاً پیٹھ باقی رہ گئی اور پانی ختم ہو چکا اب اتنا پانی پایا کہ نصف پیٹھ دھولے تو مناسب ہے کہ دھولے کہ جنابت جتنی کم ہو بہتر ہے آئندہ تھوڑا ہی پانی کافی ہو جائے گا۔	٣	٨٠٨
٢١٨	مسئلہ: نہانے میں مثلاً پیٹھ کا حصہ اور اعضائے وضو باقی رہ گئے تیمم کر لیا اب اتنا پانی ملا کہ چاہے پیٹھ دھولے چاہے وضو کرلے تو اسے اختیار ہے جس میں چاہے صرف کرے اور بہتر یہ کہ وضو کرے کہ اس میں سنّت و فرض دونوں کی ادا ہے۔	٤	٨٠٨
٢١٩	مسئلہ: اگر جنب وضو کرلے اتنے اعضاء کی طہارت ہو جائے گی جب تک دوبارہ کوئی حدث نہ ہو اب اگر پانی ملے جب بھی ان اعضاء کا دھونا ضرور نہ ہوگا صرف باقی بدن دھونے سے جنابت زائل ہو جائے گی ان کی طہارت اسی معنی پر ہے نہ یہ کہ ان اعضاء سے وہ کام جائز ہو جائیں جو جنب کو ناجائز تھے اس وضو سے قرآن مجید نہیں چھو سکتا اگرچہ ہاتھ دُھل گئے قرآن مجید پڑھ نہیں سکتا اگرچہ زبان دُھل گئی مسجد میں قدم نہیں رکھ سکتا اگرچہ پاؤں دُھل گئے یہ سب باتیں تو اُسی وقت جائز ہوں گی جب پُورا غسل کرلے ایک رونگٹا بھی دھونے سے رہ جائے گا تو ان میں سے کچھ نہیں کر سکتا۔	٣	٨١٤
٢٢٠	مسئلہ: جنب نہایا اور پیٹھ کا کچھ حصہ باقی تھا کہ پانی نہ رہا اب حدث ہوا دونوں کے لیے ایک ہی تیمم کرے اس کے بعد اگر پانی اتنا ملا کہ وضو اور اس کا بقیہ دونوں کو کافی ہے تو یہ تیمم دونوں کے حق میں ٹوٹ جائے گا وضو بھی کرے اور بقیہ بھی دھوئے اور کسی کو کافی نہ ہو تو تیمم دونوں کے حق میں باقی ہے اور خاص ایک کو کافی ہے تو اسی کے حق میں تیمم ٹوٹا اس میں پانی صرف کرے دوسرے کے حق میں تیمم باقی ہے اور اگر ان میں ہر ایک کو کافی ہو مگر دونوں نہ ہو سکیں تو جنابت کا بقیہ دھوئے اور امام محمد کے نزدیک حدث کا تیمم دوبارہ کرے۔	٦	٨٢٢
٢٢١	مسئلہ: جس چیز کا ہونا تیمم سے مانع ہو اگر بعد تیمم پائی جائے گی تیمم ٹوٹ جائے گا		

Marfat.com

صورِ مذکورہ قاعدہ سوم سے کوئی بھی صورت واقع ہو۔ ۴ ۷۹۹

۱۹۴ **قاعدہ ۵:** اس نے مانگا وہ چپ رہا مگر وقت میں پانی دے دیا اور اسے
تیمم سے نماز پڑھتے دیکھ کر خاموش نہ رہا تھا تو یہ دینا بھی مطلقاً مؤثر ہے یعنی تیمم کا
ناقض یا مانع یا نماز کا مبطل یا قاطع خواہ اس کا مانگنا اور اس کا دینا تیمم سے پہلے
ہو یا اس کے بعد نماز سے پہلے یا عین نماز میں یا نماز کے بعد بھی بعد وقت نماز میں عام
ازیں کہ اسے نماز میں پانی پر اطلاع ہوئی ہو یا پہلے اور دینے نہ دینے کا ظن ہو یا شک ۱ ۸۰۰

۱۹۵ **قاعدہ ۶:** اس کے مانگنے پر چپ رہا اور پھر پانی اصلاً نہ دیا یا وقت کے بعد
دیا یا اسے تیمم سے نماز پڑھتے دیکھا اور بعد نماز وقت ہی میں دیا عام ازیں کہ اسے
نماز میں اطلاع ہوئی ہو یا پہلے اور تیمم سے پہلے مانگا یا بعد نماز سے پہلے یا نماز میں
یا بعد اور کوئی ظن تھا یا شک، بہرحال نماز پوری ہوگئی اعادہ کی حاجت نہیں۔ ۲ ۸۰۰

۱۹۶ **قاعدہ ۷:** مانگنے پر انکار کر دیا مگر نماز ختم ہونے سے پہلے دے دیا یہ دینا مطلقاً
بعینہٖ مذکور قاعدہ دوم مؤثر ہے وضو کر کے یہ نماز پڑھنی یا پھیرنی ہوگی خواہ یہ مانگنا اور
دینا تیمم سے پہلے یا اس کے بعد نماز سے پہلے یا عین نماز میں ہو اور اطلاع نماز میں
ہوئی ہو یا پہلے اور دینے نہ دینے کا ظن ہوا ہو یا شک۔ ۳ ۸۰۰

۱۹۷ **قاعدہ ۸:** اُس نے تیمم یا نماز سے پہلے یا نماز میں یا اُس کے بعد مانگا اور
اس نے انکار کر کے اصلاً نہ دیا یا وقت گزرنے پر دیا یا وقت ہی میں مگر نماز کے
بعد دیا خواہ تیمم سے نماز پڑھتے دیکھا یا نہیں بہرحال نماز ہوگئی خواہ اطلاع کبھی
ہُوئی اور ظن ہُوا یا شک۔ ۴ ۸۰۰

۱۹۸ **قاعدہ ۹:** نہ اس نے مانگا نہ اس نے وقت میں دیا نہ بعد مگر نماز میں خواہ
اُس سے پہلے پانی پر مطلع ہو کر اسے ظن غالب ہوا تھا کہ مانگے سے دے دے گا
نماز نہ ہُوئی پھر پڑھے۔ ۵ ۸۰۰

۱۹۹ **قاعدہ ۱۰:** صورتِ مذکورہ میں اسے دینے کا گمان نہ ہوا بلکہ نہ دینے کا ظن
غالب یا شک تھا تو نماز ہوگئی۔ ۶ ۸۰۰

۲۰۰ **قاعدہ ۱۱:** خود یا اس کے مانگنے پر کہا پانی ختم ہو چکا پہلے کہتے تو دے دیتا
پھر نماز ختم ہونے سے پہلے دے دیا یہ بدستور مؤثر ہے وضو کر کے نماز پڑھے یا

Marfat.com

دوبارہ تیمم جنابت سے پہلے یا بعد اور وضو کے قابل پانی پائے بہرحال وضو کرنا ہوگا یہ تیمم
جنابت اس حدث کو زائل نہ کرے گا کہ یہ حدث محل جدا میں ہے تابع جنابت نہیں۔ ۲ ۲۲۶

۲۲۹ مسئلہ: اس صورت میں اگر وضو کے قابل بھی نہ ملے اور جنابت کے لیے تیمم کرے حدث
بھی اٹھ جائے گا مگر اسی وقت تک کہ وضو کے قابل پانی نہ ملے اگر ملے گا اور جنابت دھونے
کے قابل نہ ہوگا تو وضو کرنا ہوگا جنابت کے حق میں تیمم باقی رہے گا۔ ۳ ۲۲۶

۲۳۰ مسئلہ: جب حدث کا کوئی ذرہ محل جنابت سے جدا ہو تو وہ حدث مستقل ہے جنابت کا
تابع نہیں جس کے قابل پانی موجود ہوگا اسے دھونا لازم ہوگا دوسرے کے قابل نہ ہوا
تو اس کے لیے تیمم کرے گا اور اگر کسی کے قابل نہیں تو دونوں کے لیے ایک تیمم کافی تو
ہوگا مگر یہ تیمم ظاہراً ایک اور بلحاظ معنیٰ دو تیمم ہوں گے ایک جنابت کا ایک حدث کا ان
میں جس کے قابل پانی پائے گا اس کے حق میں ٹوٹ جائے گا دوسرے کے قابل نہ ہوا
تو اس کے حق میں باقی رہے گا۔ ۴ ۲۲۶

۲۳۱ مسئلہ: جنابت جبکہ تمام موضع حدث کو شامل ہو وہ حدث تابع جنابت ہے اس
کے لیے کوئی مستقل حکم نہیں اگر پانی غسل کو کافی نہیں اور وضو کو کافی ہے جب بھی
وضو کی حاجت نہیں صرف تیمم کافی ہے اور تیمم کے بعد صرف وضو کے قابل پانی ملا
جب بھی تیمم نہ جائے گا نہ وضو ضرور ہوگا۔ ۵ ۲۲۶

۲۳۲ مسئلہ: جنب نے تیمم کیا پھر حدث ہوا اور اس کے لیے وضو نہ کیا تھا کہ پانی نہانے
کے قابل ملا اور نہ نہایا جس سے جنابت عود کر کے باقی رہی اور پانی چھوڑ کر میل بھر سے
زیادہ چلا گیا اور اب پانی صرف وضو کے قابل پایا وضو کی حاجت نہیں۔ ۶ ۲۲۶

۲۳۳ مسئلہ: صورت مذکورہ میں بعد عود جنابت بھی کتنے حدث ہوں سب کو وہی تیمم جنابت
رفع کردے گا وضو کی حاجت نہ ہوگی۔ ہاں اگر جنابت عود کرنے کے بعد تیمم یا وضو
کر لیا اور پھر حدث ہوا تو وضو لازم ہوگا۔ ۱ ۲۲۷

۲۳۴ مسئلہ: جنب نے تیمم سے پہلے نماز پڑھ لی پھر حدث ہوا اور وضو کے لائق پانی ہے
آئندہ نماز کے لیے وضو کرے اب اگر اس نے وضو کر کے موزے پہن لیے پھر پانی
پر گزرا اور بے نہائے چھوڑ کر ایک میل یا زیادہ چلا گیا کہ پھر بے آب ہوگیا اب نماز کا
وقت آیا اور وضو کو پانی موجود ہے وضو کی حاجت نہیں جنابت کے لیے تیمم کرے اس

Marfat.com

۲۰۹ مسئلہ : جسے نہانے کی حاجت ہو اور اس کے ساتھ کوئی حدث موجبِ وضو بھی ہو
مثلاً سو یا پھر احتلام ہوا یا انزال کے بعد پیشاب کیا اور حالت یہ ہو کہ نہا نہیں سکتا اور
وضو کر سکتا ہے مگر پانی صرف وضو کے لائق موجود ہے یا نہانا مضر ہے وضو میں ضرر
نہیں یا صبح کو اتنے تنگ وقت میں اُٹھا کہ فقط وضو کر کے نماز مل جائے گی نہانے سے
نہ ملے گی توان سب صورتوں میں حکم ہے کہ وضو اصلاً نہ کرے صرف تیمم کرے وہی جنابت
وحدث دونوں کے لیے کافی ہو جائے گا۔ ۱ ۸۰۴
۲۱۰ مسئلہ : تنگیِ وقت کے لیے تیمم کہ مذہب امام زفر ہے معتمد کتابوں سے اس کی تائید مزید۔ ۲ ۸۰۴
۲۱۱ مسئلہ : ایک طہارت میں پانی اور مٹی جمع نہیں ہو سکتے مثلاً وضو کی حاجت ہے اور
پانی اتنا ہے کہ سارا وضو ایک ایک بار ہو جائے گا ایک پاؤں کا حصّہ بچ رہے گا تو
کچھ نہ دھوئے صرف تیمم کرے یونہی نہانے کی حاجت میں پانی فقط وضو کے قابل ہو وضو
نہ کرے یا سارا بدن دھو لینے کے قابل ہو مگر چند انگل جگہ باقی رہ جائے گی جب بھی
کچھ نہ دھوئے صرف تیمم کرے۔ ۳ ۸۰۴
۲۱۲ مسئلہ : ہر حدث چھوٹا ہو یا بڑا، آتا ہے تو ایک ساتھ جاتا ہے تو ایک ساتھ،
اس میں ٹکڑے نہیں۔ ۴ ۸۰۴
۲۱۳ مسئلہ : اکثر اعضائے وضو زخمی ہیں صرف تیمم کرے یونہی نہانے میں اکثر بدن پر پانی
نہیں ڈال سکتا تو جتنے پر ڈال سکتا ہے اُس پر بھی نہ ڈالے فقط تیمم کرے۔ ۵ ۸۰۴
۲۱۴ مسئلہ : وضو کیا یا نہایا اور کچھ جگہ باقی رہ گئی اور پانی ختم ہو چکا تیمم کرے یہ تیمم ہی
اس کی طہارت ہو گا جتنا بدن دھویا تھا بیکار ہو گیا۔ **اقول** یعنی اس سے رفع
حدث نہ ہوا نماز جائز نہ ہوئی ورنہ جتنے بدن پر پانی گزر گیا اُس پر سے فرض ضرور
ساقط ہو گیا یہاں تک کہ اگر مثلاً نہانے میں ایک بالشت جگہ بچ رہی تھی اور
تیمم کیا اب جو اتنا پانی ملے گا کہ اس بالشت بھر جگہ پر بہہ سکے تیمم ٹوٹ جائے گا اور
جب وہاں اُسے بہا لے گا اُسی قدر سے پورا غسل اُتر جائے گا یوں ہی وضو میں اگر
اس دھونے کے بعد حدثِ جدید نہ ہوا ہو۔ ۶ ۸۰۴
۲۱۵ مسئلہ : جنب کے پاس صرف وضو کے قابل پانی تھا اور اس نے حسب الحکم فقط
تیمم کر لیا اب کوئی حدث واقع ہوا تو وضو کرے اگلا تیمم بعد کے حدث میں کام نہیں

Marfat.com

۲۴۲ مسئلہ: وضو کرنا ہے اور جنابت کا کچھ حصہ باقی ہے وہ بھی دھونا ہے اور پانی ایک ہی کے
قابل ہے جنابت کا حصہ دھوئے اور لازم ہے کہ حدث کے لیے تیمم اس کے بعد
کرے پہلے کر لیا تو جائز نہ ہوگا پانی خرچ ہونے کے بعد دوبارہ کرے۔ ۲

مسح الخفین

۱ مسئلہ: مسح موزہ کے عوض موزہ پہنے ہوئے پاؤں برتن میں ڈال دیا کہ پشت موزہ
کو پانی پاؤں کی تین چھنگلیا کی قدر پہنچ گیا یا جس کے ہاتھ وغیرہ پر پٹی بندھی ہے اس
نے ہاتھ برتن میں ڈال کر پٹی کو تر کر لیا اور اس کے سوا کوئی حصہ ہاتھ کا جس کا دھونا
۲ ہنوز اس پر لازم تھا داخل نہ ہوا تو مسح ادا ہو گیا اور برتن کا پانی مستعمل نہ ہوا۔ ۸

۲ مسئلہ: دھونے کی بچی ہوئی تری سے مسح ہو سکتا ہے اور مسح کی بچی ہوئی سے
نہیں ہو سکتا تو اگر سر کا مسح کیا اور اسی کی باقیماندہ تری سے موزہ پر مسح کر لیا مسح نہ ہوا
۳ اور اگر عضو دھونے کے بعد جو تری ہاتھ میں رہی اس سے کیا تو ہو گیا۔ ۸

۳ مسئلہ: مسح موزہ سے پاؤں دھونا افضل ہے مگر مسح نہ کرنے پر اس پر خارجی
۱ ہونے کا گمان ہوتا ہو کہ وہ مسح جائز نہیں جانتے تو مسح ہی افضل ہے۔

۴ مسئلہ: شبنم سے تر گھاس میں چلنے سے موزوں کا مسح ادا ہو جائے گا جبکہ
۴ اس مقدار تک بھیگ جائے جو مسح موزہ میں درکار ہے۔

۵ مسئلہ: غسل میں موزوں کا مسح جائز نہیں بلکہ موزے اتار کر پاؤں دھونا
۱ فرض ہے۔

۶ مسئلہ: موزہ اتارنے سے موزے کا مسح ٹوٹ جاتا ہے اگر وضو کے بعد حدث
نہ ہوا اور موزہ خود ہی اتارا یا مسح کی مدت ختم ہونے کے سبب اتارنا ضرور ہوا صرف
۸ پاؤں دھولے، ہاں اگر بعد وضو حدث ہوا تھا تو آپ ہی سارا وضو کرے گا۔

حیض و جنب

۱ مسئلہ: زنِ حائضہ کو مستحب ہے کہ بعد فراغ حیض جب غسل کرے ایک
۳ پرانے کپڑے سے فرج داخل کے اندر سے خون کا اثر صاف کر لے۔

Marfat.com

اور جس کا ہونا تیمم سے مانع نہ ہو اگر بعد تیمم پائی جائے گی ناقض بھی نہ ہوگی ۔ ۸۲۳ ۱

۲۲۲ مسئلہ : جس چیز کے پائے جانے سے تیمم ٹوٹ جاتا ہے اگر تیمم کے وقت وہ موجود تھی تیمم صحیح نہ ہوگا اور جس سے تیمم نہیں ٹوٹتا وہ اگر وقتِ تیمم ہو منع نہ کرے گی ۔ ۸۲۴ ۱

۲۲۳ مسئلہ : نہانے میں پیٹھ کا حصّہ رہ گیا پھر حدث ہوا اور تیمم کیا اب پانی اتنا ملا کہ ان میں جسے چاہے دھوئے دونوں کو کافی نہیں اس صورت میں اسے حکم تھا کہ جنابت کا بقیہ دھولے اگر اس نے ان کا خلاف کر کے وضو کر لیا تو وہ تیمم جنابت کے حق میں بھی بالاتفاق ٹوٹ گیا دوبارہ تیمم کرے ۔ ۸۲۴ ۲

۲۲۴ مسئلہ : جنب نے ابھی کوئی عضو نہ دھویا نہ تیمم کیا کہ حدث ہُوا اب نہائے خواہ تیمم کرے ہر ایک سے جنابت و حدث دونوں زائل ہو جائیں گے لیکن اگر جنب اعضائے وضو دھو چکا اور باقی کل یا بعض بدن میں جنابت باقی ہے اس کے بعد حدث ہوا اب جتنا بدن جنابت میں دھونے سے رہ گیا تھا اتنا ہی دھونے سے غسل اُتر جائے گا مگر حدث نہ زائل ہوگا اس کے لیے وضو کرے یا پانی نہ رہے تو تیمم ۔ ۸۲۵ ۳

۲۲۵ مسئلہ : پانی مطہر مقتصر ہے یعنی جتنی جگہ گزرے گا اسی قدر کو پاک کرے گا مگر مٹی مطہر شامل ہے کہ تیمم میں ہاتھ صرف چہرہ و ہر دو دست پر گزرنے سے سارا بدن پاک ہو جاتا ہے ۔ ۸۲۵ ۴

۲۲۶ مسئلہ : مٹی اگرچہ مطہر شامل ہے مگر جب جنابت کے ساتھ مستقل حدث موجود ہو جس کے محل کو جنابت محیط نہیں تو ان میں تیمم اسی کے لیے مطہر ہوگا جس میں اس کی شرط یعنی پانی سے عجز متحقق ہو ورنہ نہیں مثلاً جنب نے وضو کر لیا باقی بدن کُل یا بعض باقی رہا پھر حدث ہُوا اب جنابت کے لیے تیمم کیا اگر وضو کے قابل بھی پانی نہیں تو تیمم سے جنابت و حدث دونوں اُتر جائیں گے اور اگر وضو کے لائق پانی موجود ہے بقیۂ جنابت کے لائق نہیں تو تیمم صرف جنابت کو زائل کرے گا حدث کے لیے وضو کرنا لازم ہوگا کہ یہ حدث محلِ جنابت سے جُدا ہے لہٰذا اس کا تابع نہیں ہو سکتا ۔ ۸۲۵ ۵

۲۲۷ مسئلہ : جنابت کے لیے تیمم کیا پھر حدث ہوا وضو کیا پھر نہانے کا پانی پایا اور نہ نہایا تو جنابت لوٹ آئی مگر اعضائے وضو کی طہارت نہ گئی ۔ ۸۲۶ ۱

۲۲۸ مسئلہ : صورتِ مذکورہ میں جنابت لوٹ آنے کے بعد اگر اسے پھر حدث ہو خواہ

Marfat.com

نہ لکھے جس میں آیاتِ قرآنیہ ہوں۔ ٩ ٣٣

١٥ مسئلہ : حیض ونفاس والی کو مستحب ہے کہ جب تک یہ حالت رہے وضو
کرکے نماز کے اوقات پر تسبیح و تہلیل درود شریف پڑھ لیا کرے تہجد کی عادت
ہو تو اس وقت بھی۔ ٢ ٣٨

انجاس

١ مسئلہ : نجاست کہ تین پانیوں سے دھوئی جاتی ہے۔ پہلا پانی جس چیز کو
لگے وہ تین بار دھونے سے پاک ہوگی اور دُوسرا پانی لگے تو دو بار اور تیسرا تو
ایک ہی بار دھونے سے پاک ہوجائے گی۔ ١ ٣٣

٢ مسئلہ : ناپاک بُوندیں برتن کے اُوپر گریں اور اندر پانی ہے یا اندر ہی بوند گری
مگر جہاں پانی تھا اس جگہ سے اُوپر گری تو پانی ناپاک نہ ہوگا جب تک ٹھہرے ہوئے
ہونے کی حالت میں اندر کی بوند پر نہ گزرے۔ ٢ ٣٣

٣ مسئلہ : سوتے میں جو رال بہے اگرچہ پیٹ سے آتے اگرچہ بدبُودار ہو پاک ہے۔ ١ ٣٥

٤ مسئلہ : بدن مکلف سے جو چیز نکلے اور وضو نہ جائے وہ ناپاک نہیں مگر یہ ضرور
نہیں کہ جو ناپاک نہ ہو اس سے وضو نہ جائے۔ ٤ ٣٥

٥ مسئلہ : صحیح یہ ہے کہ ریح جو انسان سے خارج ہوتی ہے پاک ہے۔ ٥ ٣٥

٦ مسئلہ : صحیح یہ ہے کہ آب منی پاک ہے۔ ٦ ٣٥

٧ مسئلہ : خُون پیشاب وغیرہ فضلات جب تک بدن سے باہر نہ نکلیں ناپاک نہیں ٢ ٣٦

٨ مسئلہ : میّت کے منہ سے جو پانی نکلتا ہے ناپاک ہے۔ ٤ ٣٦

٩ مسئلہ : نجس چیز دوبارہ نجس ہوسکتی ہے ولہذا اگر شراب پیشاب میں پڑجائے
پھر سرکہ ہوجائے پاک نہ ہوگی۔ ٥ ٣٦

١٠ مسئلہ : بچّے نے دُودھ پیا اور معدے تک پہنچا ہی تھا کہ فوراً ڈال دیا وہ
دُودھ نجس ہے جب کہ مُنہ بھر کر ہو روپے بھر جگہ سے زیادہ جس چیز پر لگ جائیگا
ناپاک کر دے گا۔ ٤ ٦٨

١١ مسئلہ : پانی پیا اور ابھی سینے ہی تک پہنچا تھا کہ اوچھو سے نکل گیا وہ ناپاک نہیں

Marfat.com

تیمم کے بعد اگر حدث ہو تو وضو کرے اور اب موزوں پر مسح نہیں کر سکتا، موزے اتار کر پاؤں
دھوئے اس لیے کہ اسے جنابت لاحق ہے اور جنابت میں موزوں کا مسح نہیں ہاں اگر
اس بیچ میں پانی پر نہ گزرا جس سے جنابت عود کرتی تو مسح موزہ جائز ہے جب تک اس
کی مدت باقی ہو۔ ٣ ٨٢٧

٢٢٥ مسئلہ: جنب نے وضو کیا پھر حدث ہوا پھر سارا وضو کیا مگر ایک انگلی کی ایک پور
چھوڑ دی تو اگرچہ جنابت کے لیے تیمم کرے گا مگر اس پور کے قابل پانی ملے تو اسے
دھونا ضرور ہے تیمم کافی نہ ہوگا۔ ٢ ٨٣٣

٢٢٦ مسئلہ: جنب کو حدث بھی ہو اور نہانا مضر ہو وضو مضر نہ ہو تو صرف تیمم کافی ہے لیکن
اگر تیمم کر لیا پھر حدث ہوا تو وضو ضرور ہوگا۔ ٣ ٨٣٣

٢٢٧ مسئلہ: محدث اگر اتنا پانی پائے کہ منہ ہاتھ پاؤں ایک ایک بار دھو لے اور سر کا
مسح کر لے نہ تین تین بار دھو سکے گا نہ کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کو بچے گا تو اسے
تیمم جائز نہیں ہو سکتا اسی قدر کرے وضو ہو گیا اور اگر تیمم سے تھا اور اتنا پانی پایا تیمم
جاتا رہا۔ ١ ٨٣٤

٢٢٨ مسئلہ: حدث ہو یا جنابت یا دونوں ایک تیمم ان میں سے جس کی نیت سے چاہے
کرلے کافی ہے کچھ تخصیص ضرور نہیں کہ حدثِ اصغر رفع کرتا ہو یا اکبر۔ ١ ٨٣٥

٢٢٩ مسئلہ: سفر میں ہے وضو کی حاجت اور کپڑے پر بقدر مانع نماز کوئی نجاست ہے اور
پانی اتنا ہے کہ چاہے وضو کر لے چاہے نجاست دھو لے، اس پر لازم ہے کہ نجاست
دھوئے اور حدث کے لیے تیمم کرے۔ ١ ٨٣٦

٢٤٠ مسئلہ: اللہ عزوجل کی رحمت کہ محتاج بندے کے ایک ایک پیسے کا لحاظ فرمایا
آٹا گوندھنے تک کا لحاظ فرمایا کہ آٹا گوندھنے کو پانی نہ رہے گا تو تیمم کر لو ڈھیلے کا
پانی پیسے کو ملتا ہو تو دھیلا زیادہ نہ دو تیمم کر لو۔ ٧ ٨٣٨

٢٤١ مسئلہ: وضو کرنا ہے اور نجاست دھونا اور پانی ایک ہی کو کافی ہے تو نجاست
دھوئے اور حدث کے لیے تیمم کا اختیار ہے چاہے نجاست دھونے سے پہلے کرلے
مگر زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ بعد کو کرے اور اگر پہلے کر چکا ہے تو بعد کو
پھر کرلے۔ ١ ٨٣٩

Marfat.com

ناپاک ہوجائے گا۔ لیکن جب جم جائے اوپر سے دھو ڈالیں پاک ہوجائے گا۔ ۳۶۷

۲۱ **مسئلہ:** نجاست دھونے میں ضرور ہے کہ دھونے والا پانی زائل ہوجائے اور نجاست
کے زوال کا ظن غالب ہوجائے جسے غیر مرئیہ میں تین بار دھونے سے مقدر کیا ہے۔ ۲ ۳۶۷

۲۲ **مسئلہ:** ریشم کا کیڑا اور اس کا پانی اور اس کی بیٹ بھی پاک ہے۔ ۳ ۴۱۱

۲۳ **مسئلہ:** نجاست سے جو کیڑا پیدا ہوتا ہے خود پاک ہے قلبِ ماہیت سے
نجاست نہ رہی ہاں اس کے بدن پر جو نجاست کا اثر ہے اس سے ناپاک ہے
یہاں تک کہ اگر اسے دھو دیں پھر پانی میں گرے حرج نہ کرے گا اور بقدر درم کپڑے
سے زیادہ اگر کپڑے میں بندھے ہوئے نماز پڑھے مضائقہ نہیں۔ ۴ ۴۱۱

۲۴ **مسئلہ:** دائیں چلانے میں بیل پیشاب گوبر کردیں اناج کا حصہ کچھ ضرور ناپاک ہوجاتا
ہے مگر تمیز نہ رہی محل مجہول ہوگیا اب اگر وہ اناج بٹ گیا دونوں حصے پاک ہوگئے یا اس
میں سے کچھ کسی کو ہبہ کردیا یا فقیر کو دے دیا جب بھی دونوں جانب طہارت کا حکم ہے
جو حصہ نکل گیا اس کے لیے پاک ہے اور جو باقی رہا اس کے لیے پاک ہے۔ ۳ ۴۳۸

۲۵ **مسئلہ:** کپڑا ناپاک ہوگیا اور جگہ یاد نہ رہی کہیں سے پاک کرلیا جائے پاک
ہوجائیگا، ہاں اگر بعد کو یاد آیا کہ ناپاکی دوسری طرف تھی تو پھر پاک کرنا ہوگا اور جو
نمازیں پڑھی ہیں پھیری جائیں گی۔ ۴ ۴۳۸

۲۶ **مسئلہ:** ریشم کا کیڑا اور اس کا تخم اور بیٹ اور کیڑا کہ زخم وغیرہ نجاستوں سے
پیدا ہو سب پاک ہیں۔ ۱ ۴۴۵

۲۷ **مسئلہ:** جو جانور بہتا خون نہ رکھتا ہو پانی اس کے مرجانے سے ناپاک نہ ہوگا
اگرچہ ریزہ ریزہ ہوجائے، ہاں جب اس کے اجزا جدا کرنا ممکن نہ رہے گا
تو اسے پینا یا اس کا شوربا بنانا حرام ہوجائیگا صرف دو جانوروں میں یہ بھی حلال
رہے گا ٹیری اور وہ مچھلی کہ خود مرکر نہ اترا آئی ہو۔ ۲ ۴۴۵

۲۸ **مسئلہ:** جانور کا منہ ناپاک ہوگیا تھا اس نے چار برتنوں میں منہ ڈالا، پہلے
تین ناپاک ہوگئے چوتھا پاک رہا۔ ۴ ۴۴۷

۲۹ **مسئلہ:** گوشت کا خون کہ رگوں کا خون نکل جانے کے بعد خود گوشت میں باقی
رہتا ہے پاک ہے اور حلال جانور ہو تو حلال بھی ہے۔ ۶ ۴۴۷

Marfat.com

۲	**مسئلہ** : جو آیت بلکہ پوری سورت خالص دعا و ثنا ہو جنب و حائض بے نیتِ قرآن صرف دعا و ثنا کی نیت سے اسے پڑھ سکتے ہیں جیسے الحمد و آیۃ الکرسی۔	۴	۲۲۲
۳	**مسئلہ** : کسی آیت کا اتنا ٹکڑا کہ ایک چھوٹی آیت کے برابر ہو بہ نیتِ قرآن پڑھنا جنب و حائض کو بالاتفاق ممنوع ہے۔	۱	۲۲۳
۴	**مسئلہ** : صحیح یہ ہے کہ بہ نیتِ قرآن ایک حرف کی بھی جنب و حائض کو اجازت نہیں۔	۴	۲۲۳
۵	**مسئلہ** : تعلیم کی نیت سے قرآن مجید قرآن ہی رہے گا صرف اتنی نیت جنب و حائض کو کافی نہیں۔	۳	۲۲۶
۶	**مسئلہ** : جنب کو وہ آیاتِ ثنا بہ نیتِ ثنا بھی پڑھنا حرام ہے جن میں رب عزوجل نے اپنے لیے متکلم کی ضمیریں ذکر فرمائیں۔	۱	۲۳۲
۷	**مسئلہ** : جن آیات دعا و ثنا کے اول میں قل ہے ان میں جنب یہ لفظ چھوڑ کر بہ نیتِ دعا پڑھے ورنہ جائز نہیں۔	۲	۲۳۲
۸	**مسئلہ** : اسے حروفِ مقطعات والی دعا کی اجازت نہیں۔	۳	۲۳۲
۹	**مسئلہ** : جن آیات میں خالص دعا و ثنا نہیں انھیں جنب یا حائض بہ نیتِ عمل بھی نہیں پڑھ سکتے۔	۵	۲۳۲
۱۰	**مسئلہ** : صرف عمل میں لانے کی نیت سے جنب و حائض خالص آیاتِ دعا و ثنا بھی نہیں پڑھ سکتے۔	۶	۲۳۲
۱۱	**مسئلہ** : دم کرنے کے لیے بھی جنب وہی خالص آیات دعا و ثنا بے نیتِ قرآن خاص بہ نیتِ دعا و ثنا ہی پڑھ سکتا ہے۔	۷	۲۳۲
۱۲	**مسئلہ** : فقط شفا لینے کی نیت قرآن مجید کو قرآنیت سے خارج نہیں کرسکتی۔	۱	۲۳۳
۱۳	**مسئلہ** : لکھے ہوئے قرآن کو جنب اپنی نیت سے نہیں بدل سکتا مثلاً سورۂ فاتحہ تنہا کہیں لکھی ہے اس میں یہ نیت کرلے کہ یہ ایک دعا ہے اور اسے ہاتھ لگائے یہ جائز نہیں۔	۵	۲۳۳
۱۴	**مسئلہ** : آیاتِ دعا و ثنا کو بہ نیتِ دعا و ثنا پڑھنے کی اجازت ہے لکھنے کی اجازت نہ ہونی چاہیے اگرچہ دعا ہی کی نیت کرے تو جنب وہ تعویذ کسی نیت سے		

Marfat.com

	ذی جِرم کے ایک۔	۱	۴۹۱
۳۶	**مسئلہ:** موزے یا جُوتے میں کوئی جِرم دار نجاست مثل لید گوبر کے لگ جائے یا پیشاب وغیرہ رقیق نجاست مٹی یا ریت سے جِرم دار ہو جائے تو اتنا رگڑ دینے سے کہ اس کا اثر زائل ہو جائے طہارت ہو جائیگی و لہذا جُوتے کے تلے کہ موضع نجاست پر گزر کر پاک زمین یا ریتے پر چلے اور مٹی یا ریت اس سے مل کر سُوکھ کر جھڑ گئے جُوتا پاک ہوگیا۔	۲	۴۹۱
۳۷	**مسئلہ:** موزے یا جُوتے پر اوپر کی جانب پیشاب کی چھینٹیں پڑیں کہ وہاں ریتا مٹی نہ پہنچایا۔ تلا پیشاب سے ناپاک ہُوا اور بغیر مٹی وغیرہ سے دَلدار ہوئے سُوکھ گیا تو اب بے دھوئے طہارت نہ ہو گی۔	۱	۴۹۲
۳۸	**مسئلہ:** ذی جِرم وہ ہے کہ سُوکھنے کے بعد اس کا اُبھرا ہوا دَل باقی رہے اور بے جِرم وہ کہ بالکل پھیل جائے دَل اصلاً نہ رہے خشک ہونے پر اُبھار نظر نہ آئے اگرچہ رنگ باقی رہے۔	۲	۴۹۲
۳۹	**مسئلہ:** شریعت کا قاعدہ کلیہ ہے کہ دربارۂ نجاست شک وظن کا اعتبار نہیں اور اس کی مفید مثالیں۔	۱	۵۵۵
۴۰	**مسئلہ:** رِحم کی رطوبت پاک ہے۔	۲	۵۶۳
۴۱	**مسئلہ:** شہید کا خُون جب تک اُس پر ہے پاک ہے اگر اسے اٹھا کر نماز پڑھی صحیح ہے، ہاں اگر اس سے جُدا ہو کر مصلّی کے بدن یا کپڑے کو درم بھر سے زائد لگ جائے نماز نہ ہو گی کہ شہید سے جُدا ہونے کے بعد اُسے حکمِ نجاست دیا جاتا ہے۔	۵	۵۶۳
۴۲	**مسئلہ:** زمین پر پیشاب پڑ کر خشک ہوگیا اثر نہ رہا پاک ہوگئی اس پر نماز پڑھ سکتے ہیں مگر تیمم نہیں ہو سکتا۔	۲	۵۷۵
۴۳	**مسئلہ:** گائے بکری گھوڑے وغیرہ جانوروں کے بدن پر جو پیشاب کہتے میں چھینٹیں پڑتی ہیں یا دھار پڑے بہر حال خشک ہو کر ان کا بدن پاک ہو جاتا ہے۔	۱	۵۷۶
۴۴	**مسئلہ:** جُوتے میں کوئی جِرم دار نجاست لگے اور چلنے میں ریت مٹی سے خشک ہو کر جھڑ جائے جوتا پاک ہو جائے گا۔	۲	۵۷۶
۴۵	**مسئلہ:** گائے بکری گھوڑے وغیرہ جانوروں کے بدن پر جو لید گوبر مینگنیاں		

Marfat.com

	نہ اس سے وضو جائے یُوں ہی دُودھ ۔	٥	٦٨
١٢	مسئلہ: ہر جاندار کا پتّا اس کے پیشاب کے حکم میں ہے مثلاً آدمی کے پتّے نجاستِ غلیظہ ہیں، گھوڑے گائے کے نجاستِ خفیفہ ۔	٧	٦٨
١٣	مسئلہ: ہر جانور کی جگالی اس کے گوبر مینگنی کے حکم میں ہے مثلاً اونٹ گائے بھینس بکری کی نجاستِ خفیفہ اور جلّالہ کی غلیظہ ۔	٨	٦٨
١٤	مسئلہ: سُوئی کی نوک کے برابر باریک باریک بُندکیاں نجس پانی یا پیشاب کی کپڑے یا بدن پر پڑگئیں معاف رہیں گی اگرچہ جمع کرنے سے روپے بھر سے زائد جگہ میں ہوجائیں مگر پانی پہنچا اور نہ بہایا یا غیر جاری پانی میں وُہ کپڑا اگر گیا تو نجس ہوجائیگا اور اب اس کی نجاست سے کپڑا بھی ناپاک ٹھہرے گا ۔	٦	١٣٥
١٥	مسئلہ: جمے ہُوئے گھی میں چُوہا مرجائے اسے نکال کر آس پاس سے تھوڑا گھی پھینک دیں جہاں تک اس کی نجاست سرایت کرنے کا ظن ہو باقی پاک ہے ۔	٢	٢٧٧
١٦	مسئلہ: ناپاک کپڑے میں پاک کپڑا لپیٹا یا پاک میں ناپاک اور اس ناپاک میں صرف سیل باقی تھی وہ سیل پاک میں بھی آجائے تو اس سے ناپاک نہ ہوگا، ہاں تری آجائے تو ناپاک ہوجائے گا۔	٢	٢٧٨
١٧	مسئلہ: چُونا اگر ناپاک مٹی میں بجھایا گیا ہو تو یہ صورت نجاست غیر مرئیہ کی ہے اگرچہ چُونا مرئی ہے ۔	٢	٣٢٠
١٨	مسئلہ: شیرۂ انگور نچوڑتا اور وُہ بہہ رہا ہے کہ خون وغیرہ کی چھینٹ اس میں پڑگئی جس کا اثر ظاہر نہ ہُوا شیرہ پاک وحلال رہے گا ۔	٥	٣٦٠
١٩	مسئلہ: بہتی چیز ناپاک ہوکر جم گئی دھونے سے پاک ہوجائے گی **اقول** ظاہراً یہ اس شے میں ہو کہ جمنے کے بعد پھر سیلان کی طرف اس کا اعادہ دشوار ہو ورنہ جاڑے میں تایا ہُوا گھی ناپاک ہو کر جم گیا اس کا ٹکڑا لے کر اُوپر سے پانی بہائیں یا ناپاک پانی سے برف جماکر دھولیں اور اندر تک پاک ہوجائے یہ محلِ تامل ومحتاجِ تصریح ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۔	٤	٣٦٦
٢٠	مسئلہ: بکری کا شیرخوار بچّہ مرگیا اس کے پیٹ میں جو دُودھ ہے پاک رہے گا اس کی موت سے ناپاک نہ ہوگا۔ یہی صحیح مذہبِ امام ہے اور صاحبین کے نزدیک		

Marfat.com

۵۳	**مسئلہ:** جو چیزیں کہ بے دھوئے پاک ہوجانے کا حکم دیا ہے جیسے خشک ہونے سے زمین جھاڑنے سے منی رگڑنے سے جوتا، دباغت سے کھال پونچھنے سے چھری ان میں اختلاف ہے کہ پانی پڑنے سے ناپاک ہوں گی یا نہیں اور صحیح سب میں یہ ہے کہ ناپاک نہ ہوں گی۔	۸	۵۸۸
۵۴	**مسئلہ:** تحقیق یہی ہے کہ خشک ہونے سے زمین جھاڑنے سے منی رگڑنے سے جوتا دباغت سے کھال اگرچہ ایسی پاک ہوجاتی ہیں کہ پانی پڑنے سے بھی نجاست عود نہیں کرتی مگر یہ حقیقۃً کمال طہارت و زوال جملہ اجزائے نجاست نہیں بلکہ خفیف اجزاء باقی رہتے ہیں جو پانی کے حق میں بھی معاف ہیں۔	۱	۵۸۹
۵۵	**مسئلہ:** موت سے بدن میت میں نجاست حقیقیہ پیدا ہوتی ہے اور بعض کے نزدیک حکمیہ۔ زیادہ قرین قیاس وہ ہے اور زیادہ مناسب یہ۔	۱	۶۱۱
۵۶	**ف:** معاصی ومکروہات کا ارتکاب بھی ایک طرح کی نجاست حکمیہ لاتا ہے اگرچہ ان سے وضو نہیں جاتا۔	۵	۶۱۱
۵۷	**مسئلہ:** غسل سے پہلے اگر میت کا کوئی عضو آبِ قلیل میں پڑ جائے تو احتیاطاً پانی غیر طاہر کہا جائے گا۔	۱۷	۶۱۲
۵۸	**مسئلہ:** کافر کا مردہ یقیناً نجس خبیث ناپاک نجاست عین ہے لاکھ دریاؤں سے نہلائیں پاک نہیں ہوسکتا ع ہرچہ شوئی پلید تر باشد اس کا رونگٹا بھی اگر دہ دردہ سے کم پانی میں پڑ جائے گا پیشاب کی طرح سب کو نجس کردے گا۔	۱۸	۶۱۲
۵۹	**مسئلہ:** نجاست تین بار خوب دھولی اور کپڑا ہر بار پورا نچوڑ لیا مگر نجاست کا دھبا یا بو یا نجس شدہ تیل کی چکنائی نہیں جاتی تو یہ معاف ہے کپڑا پاک ہوگیا اور صابون یا گرم پانی سے دھونے یا کھٹائی وغیرہ لگانے کی ضرورت نہیں۔	۶	۶۳۲
۶۰	**مسئلہ:** نجاست حکمیہ نجاست حقیقیہ سے سخت تر ہے نجاست حقیقیہ اگر غلیظ ہو تو درم بھر اور خفیفہ ہو تو ربع ثوب سے کم معاف ہے اور حکمیہ کا ذرہ بھی معاف نہیں۔	۱	۶۴۸

Marfat.com

۲۰	**مسئلہ** : دودھ گھی تیل روغنِ زیتون سے دھونا نجاست کو پاک نہیں کرتا۔	۳	۴۸۶
۲۱	**مسئلہ** : سرکہ یا چنے یا باقلا کا پانی جبکہ گاڑھا نہ ہوگیا ہو نجاست کو پاک کر دے گا **اقول** مگر بلاضرورت ایسی اشیائے سے دھونا جائز نہیں کہ مال ضائع کرنا ہے اور چنے وغیرہ میں رزق کی بے ادبی بھی' زرقانی علی المواہب میں روایت میں ہے کہ ہر دانے پر قلمِ قدرت سے اتنی عبارت لکھی ہوتی ہے : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ھذا رزق فلان بن فلان۔ بسم اللہ شریف کے بعد یہ دانہ فلاں بن فلاں کا رزق ہے۔ وہ دانہ اس کے سوا کسی دوسرے کے پیٹ میں نہیں جا سکتا۔ فقیر کہتا ہے بہت دانے ایسے ہوتے ہوں گے کہ آٹا پس کر اس کے کچھ اجزاء ایک روٹی میں گئے کہ زید نے کھائی کچھ دوسری میں کہ عمرو نے، تو ایسے دانے کے اس حصے پر زید کا نام مع ولدیت لکھا ہوگا اور اس حصے پر عمرو کا' یوں ہی اگر وہ دانہ چار شخصوں میں منقسم ہوا تو چاروں حصوں پر چاروں نام درج ہوں گے اور بعض دانے یونہی ضائع ہو جاتے ہیں ان پر کسی کا نام نہ ہوگا۔ فسبحٰن اللہ القدیر علیٰ ما یشاء عز جلالہ وعم نوالہ ۱۲ غفرلہ وحفظہ ربہ تبارک وتعالیٰ۔	۴	۴۸۶
۲۲	**مسئلہ** : دلدار نجاست غلیظہ میں ساڑھے چار ماشے وزن معتبر ہے کہ اس سے زائد میں نماز باطل ہوگی اس کا دھونا فرض ہے اور اس قدر میں مکروہِ تحریمی اور دھونا واجب اور کم میں اسارت اور دھونا سنت، اور رقیق میں روپے بھر کی مساحت کا اعتبار ہے کہ اتنی جگہ میں پھیلی ہوئی نہ ہو اور زائد مساوی وکم میں وہی احکام۔	۲	۴۸۷
۲۳	**مسئلہ** : ناپاک تیل کپڑے پر پڑا اس وقت روپے بھر نہ تھا پھر پھیل کر زیادہ ہوگیا تو صحیح تر یہ ہے کہ مانعِ جوازِ نماز ہوگا یہاں تک کہ اگر دو رکعتیں پڑھیں اس وقت تک اتنا نہ پھیلا وہ نماز ہوگئی معاً دو رکعتیں اور پڑھیں اور ان میں سلام سے پہلے پھیل کر روپے بھر سے زیادہ ہوگیا یہ نماز نہ ہوئی۔	۳	۴۸۷
۲۴	**مسئلہ** : رقت اور سیلان اور جامد ہونے کی اصل حقیقت میں مصنف کی تحقیق کہ اس فتاوٰی کے سوا کہیں نہ ملے گی۔	۴	۴۸۷
۲۵	**ف** : عرفِ فقہاء میں رقیق و بے جرم کے ایک معنی ہیں اور کثیف وغلیظ وثخین و		

Marfat.com

اس موضع سے کچھ آگے بڑھی تھی تو اتنی جگہ ڈھیلے سے پاک نہ ہوگی صرف خشک ہوجائیگی
استنجا کا پانی ناپاک ہوجائیگا اور اگر درم بھر سے زیادہ اس موضع سے جدا پھیلی تھی اور
بغیر پانی سے پاک کیے نماز پڑھے نماز نہ ہوگی اور پورے درم بھر لگی تھی تو نماز پھیرنی واجب
ہوگی اور اس سے کم تھی تو پھیرنا بہتر ہے۔ ١ ٥٦٥

مسائل نماز

١ مسئلہ: صرف ایک جبہ پہن کر نماز پڑھی جس سے رکوع وسجود وغیرہ کسی حالت میں
زانو کا کوئی حصہ بھی ظاہر نہیں ہوتا کچھ حرج نہیں۔ ٣ ٦٦

٢ مسئلہ: ایسے جبے کا گریبان اتنا وسیع ہے کہ اس کے اندر سے اپنے ستر تک
نظر جا پڑی کچھ حرج نہیں، ہاں قصداً دیکھنا مکروہ ہے نماز یا وضو فاسد جب بھی
نہ ہوں گے۔ ٤ ٦٦

٣ مسئلہ: عورت کو طلاق رجعی دی تھی یہ نماز پڑھ رہا تھا اتفاقاً عورت کی فرج داخل
پر نظر بشہوت جا پڑی رجعت ہوگئی اور نماز و وضو میں کچھ خلل نہیں، ہاں قصداً ایسا کرے
تو کراہت ہے۔ ٥ ٦٦

٤ مسئلہ: مرد نماز میں تھا عورت نے اس کا بوسہ لیا اس سے مرد کو خواہش
پیدا ہوئی نماز جاتی رہی اگرچہ یہ اس کا اپنا فعل نہ تھا اور عورت نماز پڑھتی ہو مرد
بوسہ لے عورت کو خواہش پیدا ہو عورت کی نماز نہ جائے گی۔ ١ ٦٧

٥ مسئلہ: نماز میں اگر بیگانہ عورت کی شرمگاہ پر نظر جا پڑی جب بھی نماز و وضو
میں خلل نہیں مگر عورت کی مائیں بیٹیاں اس پر حرام ہوجائیں گی جبکہ فرج داخل
پر نظر بشہوت پڑی ہو اور اگر قصداً ایسا کرے تو سخت گناہ ہے مگر نماز و وضو جب بھی
باطل نہ ہوں گے۔ ٢ ٦٧

٦ مسئلہ: نماز میں منہ کی کمال صفائی کا لحاظ لازم ہے ورنہ فرشتوں کو سخت
ایذا ہوتی ہے۔ ٢ ١٥٦

٧ مسئلہ: خالی پاجامہ سے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ ٢ ١٥٨

٨ مسئلہ: نماز میں اگر کن انکھیوں سے بے گردن پھیرے اِدھر اُدھر دیکھے تو

Marfat.com

	لگ جاتی ہیں جب سُوکھ کر لیٹنے، لوٹنے، بدن کھجانے سے جھڑ کر صاف ہو جائیں ان کا بدن پاک ہو جاتا ہے۔	۳	۵۷۶
۴۶	**مسئلہ:** مثلاً گھوڑے کو نہلایا اُس کی چھینٹیں اس کے کپڑوں یا بدن پر پڑیں کچھ حرج نہیں جب تک نجاست ثابت نہ ہو۔	۴	۵۷۶
۴۷	**مسئلہ:** گھوڑے کا پسینہ پاک ہے جب تک تحقیق نہ ہو کہ اس کے بدن پر خاص اس جگہ نجاست ہے۔	۵	۵۷۶
۴۸	**مسئلہ:** سوار نے گھوڑا پانی میں اُتارا اس نے بھیگی دُم ہلائی جس کی چھینٹیں اس کے بدن اور کپڑوں پر آئیں کچھ مضائقہ نہیں جب تک تحقیق نہ ہو کہ اس وقت اس کی دُم ناپاک تھی اور اُتنے پانی پر گزرنے سے پہلے جس سے پاک ہو جاتی اس کی چھینٹیں آئیں۔	۶	۵۷۶
۴۹	**مسئلہ:** بکری کا بچہ اس وقت پیدا ہوا کہ ابھی اس کا بدن رطوبتِ رحم سے گیلا ہے گود میں اٹھا کر نماز پڑھی کچھ حرج نہیں اور اگر پانی میں گر گیا پانی ناپاک نہ ہوگا کہ فرج کی رطوبت پاک ہے اور خشک ہونے کے بعد اسے اٹھا کر نماز پڑھی یا پانی میں گرا تو بالاتفاق کچھ حرج نہیں کہ صاحبین کے نزدیک اگرچہ رحم کی رطوبت ناپاک تھی خشک ہونے سے اس کا بدن پاک ہوگیا۔	۷	۵۷۶
۵۰	**مسئلہ:** زمین خشک ہونے سے نجاست سے بالکل صاف نہیں ہو جاتی خفیف نجاست باقی رہتی ہے جو غیر تیمم مثل نماز وغیرہ میں عفو ہے۔	۱	۵۷۸
۵۱	**مسئلہ:** کسی شے کا کسی شخص یا شے کے حق میں نجس ہونا اس کے یہ معنی ہیں کہ بوجہ نجاست اس شخص کے لیے یا اُس شے میں جائز الاستعمال نہیں اور اس کے حق میں پاک ہونا یہ کہ ایسی نجاست نہ رہی کہ اس کو یا اُس میں استعمال ناروا ہو اگرچہ واقع میں کچھ نجاست باقی ہو۔	۲	۵۷۸
۵۲	**مسئلہ:** نجاست غیر مرئیہ مثل پیشاب وغیرہ میں تین بار دھونے اور ہر بار اتنا نچوڑنے کا حکم ہے کہ بُوند نہ ٹپکے اب اگر ایک کپڑا زید نے نچوڑا کہ اس کے نچوڑنے سے اب اس میں سے بُوند نہ ٹپک سکی لیکن عمرو کہ زید سے زیادہ قوی ہے۔ اگر نچوڑتا تو ابھی اور ٹپکتی اس صورت میں وہ کپڑا زید کے حق میں پاک ہوگیا اسے پہن کر نماز پڑھ سکتا ہے مگر عمرو کے حق میں ناپاک ہے اسے جائز نہیں۔	۳	۵۷۸

Marfat.com

۱۸	مسئلہ: نمازی اگر اپنے امام کے سوا کسی کو قرآن مجید میں لقمہ دے گا نماز جاتی رہے گی۔	۵	۲۲۶
۱۹	مسئلہ: نمازی نماز میں ہے اس وقت کسی نے کہا فلاں آیت یا سورت پڑھ، اس نے اس کا کہنا ماننے کی نیت سے پڑھی نماز جاتی رہے گی۔	۶	۲۲۶
۲۰	مسئلہ: نماز میں سورۃ فاتحہ یا سورت پڑھی اور قراءت کی نیت نہ کی دعا وثنا کی نیت کی جب بھی نماز ہوجائیگی۔	۵	۲۲۷
۲۱	مسئلہ: نماز میں اگر کسی آیت یا ذکر الٰہی سے کسی شخص کو خطاب یا بات کا جواب چاہے گا مثلاً بقصد جواب خوشی کی خبر پر الحمدللہ، رنج کی خبر پر انا للہ وانا الیہ راجعون کہا نماز جاتی رہے گی، ہاں اگر کسی نے پکارا اسے یہ جتانے کے لیے کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں سبحٰن اللہ یا لا الٰہ الا اللہ وغیرہ کہا نماز نہ جائے گی۔	۳	۲۳۰
۲۲	مسئلہ: ناپاک زمین پر پاک جوتا یا موزے پہن کر کھڑا ہو اور نماز پڑھے نماز نہ ہوگی، ہاں جوتے اتار کر ان پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہو تو ہوجائے گی۔	۶	۲۵۵
۲۳	مسئلہ: دربارۂ وقت عشاء، جو قولِ صاحبین پر بعض نے فتویٰ دیا علامہ نوح نے فرمایا اس پر اعتماد جائز نہیں۔	۹	۳۹۸
۲۴	مسئلہ: نماز میں بائیں طرف کا سلام پھیرنا بھول گیا جب تک قبلہ سے نہ پھرا ہو کہہ لے۔	۷	۴۰۳
۲۵	مسئلہ: دو نمازیں ایک وقت میں ملا کر پڑھنا حرام و گناہِ کبیرہ ہے۔	۱	۵۸۲
۲۶	مسئلہ: جب جانے کہ اب سویا تو نماز جاتی رہے گی اس وقت سونا حلال نہیں مگر جبکہ کسی جگا دینے والے پر اعتماد ہو۔	۳	۵۸۴
۲۷	مسئلہ: ایسے وقت میں سویا کہ عادۃً وقت میں آنکھ کھل جاتی اور اتفاقاً نہ کھلی تو گنہگار نہیں۔	۴	۵۸۴
۲۸	مسئلہ: پیش از غسل اگر کسی مُردے کو اُٹھا کر نماز پڑھی احتیاطاً فسادِ نماز کا حکم دیا جائے گا۔	۱۶	۶۱۱
۲۹	مسئلہ: جو پولیس کے خوف سے چھپا بیٹھا ہو اُس پر سے جمعہ و جماعت ساقط ہیں۔	۲ب	۶۱۲

Marfat.com

۶۱	**مسئلہ:** گوبر وغیرہ نجاسات جب جل کر بالکل راکھ ہو جائیں جس میں اصلاً جان نہ رہے تو وہ راکھ پاک ہے۔ **تنبیہ ضروری** **اقول** جب تک آگ سے راکھ نہ ہوئی ضرور اس میں جان باقی ہے اُس وقت تک وہ ہرگز پاک نہیں بعض جاہلانِ بدایوں کو دیکھا گیا کہ ایک پیالی میں اُپلے کی آگ پر لوبان ڈال کر مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم کی قبر پر رکھی اوّل تو معاذ اللہ قبر اور آگ اور وہ بھی اُپلے کی نجس ناپاک۔ غنیمت ہے کہ منع کئے سے اُٹھالی۔ ۱۲ محی الدین عفا عنہ	۵	۷۰۶
۶۲	**مسئلہ:** جانور کے بدن کو جو نجاست لگی سوکھ کر صاف ہو کر پاک ہو جاتی ہے۔	۲	۴۴۷

استنجاء

۱	**مسئلہ:** بڑے استنجاء میں سنت یہ ہے کہ خوب پاؤں پھیلا کر بیٹھے اور سانس سے نیچے کو زور دے کہ جتنا حصہ مخرج کا ظاہر ہو سکے ظاہر ہو کر سب نجاست دُھل جائے۔	۴	۵۵
۲	**مسئلہ:** یہ مسنون طریقہ کہ بڑے استنجاء میں مذکور ہوا روزہ دار کے لیے نہیں وہ ایسا نہ کرے۔	۵	۵۵
۳	**مسئلہ:** بڑا استنجاء ڈھیلوں سے کر کے وضو کر لیا اب یاد آیا کہ پانی سے نہ کیا تھا اگر پانی سے استنجاء اُس مسنون طریقہ پر پاؤں پھیلا کر سانس کا زور نیچے کو دے کر کرے گا وضو جاتا رہے گا اور ویسے ہی کر لے گا تو ہمارے نزدیک نہ جائے گا۔	۶	۵۵
۴	**مسئلہ:** استنجاء سے پہلے تین بار دونوں ہاتھ کلائیوں تک دھونا سنت ہے اگرچہ سوتے سے نہ اُٹھا ہو، ہاں سوتے سے اُٹھا اور بدن پر کوئی نجاست بھی تو زیادہ تاکید یہاں تک کہ سنتِ مؤکدہ ہے۔	۴	۱۴۵
۵	**مسئلہ:** استنجاء کرنے کے لیے خاص پانی شرط نہیں ہر چیز پاک کہ نجاست کا ازالہ کرے کافی ہے۔	۱	۳۱۶
۶	**مسئلہ:** ڈھیلے سے استنجاء پوری طہارت ہے جبکہ نجاست روپے بھر سے زیادہ نہ پھیلی ہو۔	۵	۲۰۸
۷	**مسئلہ:** اگر نجاست موضع بول و براز سے آگے نہ بڑھی ہو تو ڈھیلا لینے سے پاک ہو جاتی ہے اس کے بعد جو پانی سے استنجاء کریں وہ پانی ناپاک نہ ہوگا ہاں اگر		

Marfat.com

۴۲	مسئلہ: صبح کی سُنتیں قضا ہوجائیں تو بلندیِ آفتاب کے بعد ضحوۂ کبریٰ سے پہلے تک ان کی قضا صرف مستحب ہے۔	۵	۶۱۹
۴۳	مسئلہ: مصنف کی تحقیق کہ مستحب نماز کا وقت جاتا ہو تو اس کے لیے تیمم روا نہیں۔	۱	۶۲۰
۴۴	مسئلہ: چاند گہن کی نماز صرف مستحب ہے اور سورج گہن کی سنّتِ مؤکدہ قریب بواجب۔	۲	۶۲۱
۴۵	مسئلہ: سورج گہن کی نماز میں مناسب یہ ہے کہ عیدگاہ میں پڑھیں یا مسجدِ جمعہ میں۔	۳	۶۲۲
۴۶	مسئلہ: معاذ اللہ جو بات ہولناک ہو جیسے سخت آندھی، کڑک، زلزلہ، مینہ یا برف لگاتار برسے جانا دن کو اندھیری رات کو خوفناک روشنی ان سب میں مستحب ہے کہ مسلمان نفل نماز سے اپنے رب کی طرف رجوع کریں۔	۷	۶۲۲
۴۷	مسئلہ: شہر سے باہر سواری پر نماز نفل اشارے سے جائز ہے مگر چڑھنا اترنا ممکن اور پانی میل بھر سے کم دُور ہو تو تیمم کی اجازت نہیں۔	۱	۶۲۳
۴۸	مسئلہ: اگر پانی سے طہارت کرکے وقت میں فرض پا سکتا ہے سنتیں یا وتر نہ ہوسکیں گے تو تیمم کی اجازت نہیں پانی سے طہارت کرکے تنہا فرض پڑھ لے وتروں کی قضا پڑھے سنتیں گئیں۔	۳	۶۲۳
۴۹	مسئلہ: مسافر ایسی جگہ ہے کہ ساری زمین بھیگی ہُوئی اور ناپاک ہے کہیں نماز پڑھنے کی جگہ نہیں اگر جلدی کرکے وہاں سے نکل سکتا اور پاک زمین نماز کیلیے پا سکتا ہو تو ایسا ہی کرے اور اگر دیکھے کہ جب تک وقت جاتا رہے گا تو وہیں اشارے سے پڑھ لے اور اُس نماز کا پھیرنا بھی ضرور نہیں۔	۳	۶۲۴
۵۰	مسئلہ: سفر قلیل یا کثیر کا فرق تین مسئلوں میں ہے قصر نماز و افطار صوم و مسح موزہ۔ باقی پانی میل بھر دُور ہونے کے لیے تیمم یا آبادی سے باہر سواری پر نفل پڑھنے میں کچھ مدتِ سفر درکار نہیں اپنے شہر سے باہر سیر و شکار یا کسی کام کو گیا ہو جب بھی یہ اجازتیں ہیں۔	۴	۶۲۶
۵۱	مسئلہ: چند آدمی برہنہ ہیں ان کے پاس سترِ عورت کے لائق صرف ایک کپڑا ہے کہ ایک اُسے باندھ کر پڑھ لیتا ہے تو دوسرے کو دیتا ہے ان میں جو یہ جانے کہ مجھ		

Marfat.com

	مکروہ نہیں، ہاں بے حاجت ہو تو خلافِ اولیٰ ہے۔	۵	۱۷۱
۹	**مسئلہ:** تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع یدین سنّتِ مؤکدہ ہے ترک کی عادت سے گنہگار ہوگا ورنہ مکروہ ضرور ہے۔	۷	۱۷۲
۱۰	**مسئلہ:** نماز میں مٹی سے بچانے کے لیے دامن اٹھانا مکروہ ہے۔	۲	۲۰۲
۱۱	**مسئلہ:** نماز میں منہ پر پسینہ ایسا آیا کہ ایذا دیتا اور دل بٹتا ہے تو اس کا پونچھنا مکروہ نہیں ورنہ مکروہ تنزیہی ہے۔	۳	۲۰۲
۱۲	**مسئلہ:** گرمی کے موسم میں دامن یا پاجامہ سرین سے مل کر ان کی صورت ظاہر کرتا ہے اس سے بچنے کے لیے کپڑا دہنے بائیں نماز میں جھٹک دینا مکروہ نہیں بلکہ مطلوب ہے اور بلاحاجت کراہت۔	۴	۲۰۲
۱۳	**مسئلہ:** نمازی کو ہر وہ عمل کہ نماز میں مفید ہو جائز وغیر مکروہ ہے اور ہر وہ عمل جس کا فائدہ نماز کی طرف عائد نہ ہو کم از کم مکروہ وخلافِ اولیٰ ہے۔	۶	۲۰۲
۱۴	**مسئلہ:** سجدہ میں ماتھے پر لگی ہوئی مٹی اگر ایذا دے مثلاً اس میں باریک کنکریاں ہوں یا کثیر ہو کہ آنکھوں پلکوں پر جھڑتی ہے جب تو مطلقاً اسے پونچھنے میں حرج نہیں اور نہ اخیر التحیات کے ختم سے پہلے مکروہ ہے اور اس کے بعد سلام سے پہلے حرج نہیں اور سلام کے بعد اسے صاف کر دینا تو مستحب ہے بلکہ اگر ریا کا خیال ہو کہ لوگ ٹیکا دیکھ کر نمازی سمجھیں جب تو اس کا باقی رکھنا حرام ہوگا۔	۷	۲۰۲
۱۵	**مسئلہ:** اگر کپڑا بیش قیمت ہے جیسے ریشمیں تانے کا مرد کے لیے یا خالص ریشمی عورت کے لیے اور نماز خالی زمین پر پڑھ رہا ہے اور مٹی گیلی ہے کہ کپڑا نہ بچائے تو کیچڑ سے خراب ہوگا اور دھونے سے بگڑ جائے گا تو ایسی حالت میں بچانے کی اجازت ہونی چاہیے واللہ تعالیٰ اعلم۔	۱	۲۰۳
۱۶	**مسئلہ:** مستحب ہے کہ سجدہ میں سر خاک پر بلا حائل ہو۔	۹	۲۰۳
۱۷	**مسئلہ:** شیطان کے تھوک اور پھونک سے نماز میں قطرے اور ریح کا شبہہ ہو جاتا ہے حکم ہے کہ جب تک ایسا یقین نہ ہو جس پر قسم کھا سکے اس پر لحاظ نہ کرے شیطان کے کہ تیرا وضو جاتا رہا تو دل میں جواب دے لے کہ خبیث تو جھوٹا ہے اور اپنی نماز میں مشغول رہے۔	۱	۲۱۲

Marfat.com

پُوری التحیات پڑھی جائے فرض ہے تو جب اس فرض کو ادا کرے گا تو اُسی کے ساتھ
یہ واجب بھی ادا ہو سکے گا تو اس کا ترک جائز نہیں۔ ۸ ۶۲۸

۵۹ **مسئلہ**: ٹھنڈے وقت نہانے سے مرض کی زیادت یا بیمار پڑ جانے کا صحیح اندیشہ
ظن غالب تجربے یا طبیب مسلم حاذق غیر فاسق کے بیان سے ہے اور دن چڑھے نہائے
تو نقصان نہ ہوگا اب یہ صبح کو جنب اٹھا تیمم سے نماز پڑھے اور اعادہ نہیں۔ ۳ ۶۲۹

۶۰ **مسئلہ**: پانی پر دشمن یا چور یا درندہ یا سانپ یا آگ لگی ہوئی ہے تیمم سے پڑھ لے
اُن کے چلے جانے یا آگ بُجھ جانے کا انتظار فرض نہیں، ہاں جلد زوال کی امید ہو
تو اخیر وقت مستحب تک انتظار مستحب ہے بہرحال اعادہ کی حاجت نہیں۔ ۴ ۶۲۹

۶۱ **ف**: آدمی جب وقت پر نماز کا ارادہ کرے منع نہ کیا جائے گا اور اس وقت جس
طرح قادر ہے اسی قدر کا حکم دیا جائیگا اگرچہ دیر کے بعد اُس سے بہتر حالت ملنے کا
گمان ہو، ہاں اگر وقت مستحب کے اندر بہتر حالت ہو جانے کی امید ہو تو انتظار
بہتر ہے۔ ۵ ۶۲۹

۶۲ **مسئلہ**: ننگے سے کسی نے کپڑا دینے کا وعدہ کیا آخر وقت مستحب تک انتظار کرکے
یُوں ہی پڑھ لے اور پھیرنے کی حاجت نہیں۔ ۲ ۶۳۰

۶۳ **مسئلہ**: اگر رات اتنی اندھیری ہے کہ مسجد تک راستہ نظر نہیں آتا یا صبح
کو سیاہ بدلی محیط ہونے سے یا کسی وقت سیاہ آندھی چل چکنے سے ایسی تاریکی
ہے تو یہ جماعت میں حاضر نہ ہونے کا عذر ہے۔

اقول یُوں ہی یہ صورت اخیرہ ترکِ جمعہ کے لیے عذر ہے لکونہ فی
معنی الاعمی وانما لم یذکروہ فیھا لان الغالب وجود مثل
الظلمۃ باللیل دون النھار (کیونکہ وہ نابینا کے حکم میں ہے اور علماء
نے اس صورت کو اس لیے ذکر نہیں کیا کہ اس طرح کی تاریکی عموماً رات کے وقت
پائی جاتی ہے دن کو نہیں۔ ت) ۲ ۶۳۲

۶۴ **مسئلہ**: اگر کھڑے ہونے سے مرض بڑھے یا دیر میں اچھا ہو یا درد شدید ناقابلِ تحمل
ہو تو بیٹھ کر نماز کی اجازت ہوگی خالی تکلیف ہونا عذر نہیں۔ ۴ ۶۳۲

۶۵ **مسئلہ**: چراغ یا لالٹین مہیا ہو جسے مسجد تک لے جا سکے یا مہیا کرنے میں وقت

Marfat.com

۳۰	**مسئلہ:** بوڑھا ضعیف شخص گھوڑے یا اونٹ پر سوار ہے اور خود اترنے چڑھنے پر قادر نہیں اور کوئی مدد دینے والا نہیں یا وہ اجرت مانگتا ہے اور یہ دے نہیں سکتا یا اجرت مثل سے زیادہ مانگتا ہے یا نقد چاہتا ہے اور یہاں اس کے پاس نہیں ان سب صورتوں میں سواری ہی پر نماز پڑھے۔	۱	۶۱۷
۳۱	**مسئلہ:** عورت سواری پر ہے اور چڑھانے اتارنے کو نہ شوہر نہ محرم سواری ہی پر نماز پڑھے۔ حج میں شقدف نشین عورتوں کو یہ صورت اکثر پیش آتی ہے یہ بھی ایک مصلحت شرع ہے جس کے لیے اس نے بغیر محرم کے عورت پر سفر حرام فرمایا۔	۲	۶۱۷
۳۲	**مسئلہ:** سفر میں گھوڑا بدرکاب ہے اتر کر چڑھنے نہ دے گا اسی پر نماز پڑھے۔	۶	۶۱۷
۳۳	**مسئلہ:** اترنے چڑھنے میں مرض بڑھے گا سواری ہی پر نماز پڑھے	۱	۶۱۸
۳۴	**مسئلہ:** کھڑا ہو تو زخم بہے یا قطرہ آئے بیٹھ کر نماز پڑھنی لازم ہے۔	۲	۶۱۸
۳۵	**مسئلہ:** فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ ہاں اگر جمعہ شہر میں ایک ہی جگہ ہوتا ہے اور اس کا امام فاسق ہے تو بمجبوری اس کے پیچھے پڑھے کہ دوسری جگہ جمعہ نہ مل سکے گا اور اگر جمعہ متعدد جگہ ہوتا ہو تو اسے بھی فاسق کے پیچھے پڑھنا منع۔ **اقول** مگر اس صورت میں کہ صالحین کی امامت سے جمعہ پہلے ہو چکا اب دوسری جگہ نہ ملے گا یا اسے بوجہ مرض وغیرہ اور جگہ جانے کی طاقت نہیں۔	۶	۶۱۸
۳۶	**مسئلہ:** عیدین کی نماز ہر امام کے پیچھے نہیں ہو سکتی بلکہ اس میں بھی مثل جمعہ لازم کہ امام خود سلطان اسلام یا اس کا نائب یا ماذون ہو اور ان میں کوئی نہ ہو تو بمجبوری جسے مسلمانوں نے امام جمعہ مقرر کیا ہو۔	۷	۶۱۸
۳۷	**مسئلہ:** سورج گہن میں بھی صرف امام معین جمعہ امامت کر سکتا ہے۔	۸	۶۱۸
۳۸	**مسئلہ:** سورج گہن میں جماعت ضروری نہیں صرف مستحب ہے جبکہ امام جمعہ حاضر ہو۔ یہ بھی جائز کہ ہر شخص اپنے گھر یا مسجد میں تنہا پڑھے۔	۹	۶۱۸
۳۹	**مسئلہ:** گہن چھوٹ جائے تو اس کے بعد گہن کی نماز نہیں۔	۱۱	۶۱۸
۴۰	**مسئلہ:** ظہر یا جمعہ کی پہلی سنتیں اگر قیام جماعت کے سبب نہ پڑھ سکا تو جب تک وقت باقی ہے ان کی قضا کا حکم ہے بعد وقت نہ ہو سکے گی۔	۱۲	۶۱۸
۴۱	**مسئلہ:** نماز تہجد مستحب ہے۔	۴	۶۱۹

Marfat.com

ہولناک آندھی زلزلہ بجلیاں تڑپ کر گرنا کثرت کا اَولا بشدت کیچڑ اندھن یہ سب
چیزیں جمعہ و جماعت میں عذر ہیں۔ ۱ | ۶۳۴

۷۰ مسئلہ: جو مسجد تک نہ جا سکے جیسے لنجھا اپاہج یا وہ مفلوج مریض نقیہ بوڑھا
کہ چل نہیں سکتے اندھا کہ اٹکل نہیں رکھتا رات کو رتوندوالا یا درد کمر وغیرہ کے باعث
چلنے سے معذور، ان لوگوں پر جمعہ و جماعت واجب نہیں۔ ۲ | ۶۳۶

۷۱ مسئلہ: پانی کسی کے پاس معلوم ہوا اور نہ مانگا تیمم سے نماز پڑھ لی اب مانگا
تو اگر اُس نے دے دیا نماز جاتی رہی اگرچہ پہلے اسے یہی ظن تھا کہ نہ دے گا اور اگر
نہ دیا نماز ہو گئی اگرچہ اسے یہ گمان تھا کہ دے دے گا۔ ۵ | ۶۶۱

۷۲ مسئلہ: جنگل میں ہے اور کوئی سمتِ قبلہ بتانے والا نہیں تحرّی کرے یعنی جس
طرف دل جمے کہ ادھر قبلہ ہوگا اُس طرف پڑھے اگر بعد پڑھنے کے معلوم ہو کہ جہت
غلط تھی کچھ مضائقہ نہیں نماز ہو گئی۔ ۶ | ۶۶۱

۷۳ مسئلہ: اُس حالت میں اگر جس طرف دل جمتا تھا اُس کے خلاف طرف میں نماز پڑھی
نماز باطل ہوئی اگرچہ بعد کو تحقیق ہو جائے کہ قبلہ اسی طرف ٹھیک تھا جدھر اس نے پڑھی
کہ اس کا قبلہ وہی ہے جس طرف دل جمے۔ ۷ | ۶۶۱

۷۴ مسئلہ: جو ایسی جگہ ہو جہاں نہ پانی نہ پاک مٹی وہ نمازوں کے وقت نماز کی صورت
ادا کرے حقیقۃً نماز کی نیت نہ ہو پھر قدرت پانے پر ان نمازوں کی قضا پڑھے۔ ۳ | ۷۰۲

۷۵ مسئلہ: صاحبِ ترتیب کو قضا نماز یاد ہے اور وقت میں اتنی گنجائش ہے کہ
اسے پڑھ کر وقت کی پڑھتا باوجود اس کے اُس نے خلاف حکم کر کے وقت کی پڑھ لی
اُس نماز کو ابھی نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ نہ ہوئی نہ یہ کہ ہو گئی بلکہ دیکھیں گے اگر اسی طرح
قضا شدہ کے پڑھنے سے پہلے چار نمازیں وقت کی اور پڑھ لے گا اور اُن میں پچھلی
کا وقت ختم ہو جائے گا تو حکم دیں گے کہ یہ سب نمازیں ہو گئیں اور اگر اس بیچ
میں اُس قضا شدہ کو پڑھ لے گا تو اُس کے پڑھنے سے پہلے ایک سے پانچ تک
جتنے وقت کی پڑھی تھیں سب کی قضا پھرنی ہو گی وہ نمازیں نری نفل رہ گئیں۔ ۱ | ۷۸۶

۷۶ مسئلہ: جو شخص محلِ اقامت یعنی شہر یا گاؤں میں چار رکعتی نماز پڑھائے اور
دو پر سلام پھیر دے تو ضرور ہے کہ مقتدی کو امام کا حال معلوم ہو کہ مسافر ہے یا مقیم

Marfat.com

تک باری اس وقت پہنچے گی کہ وقت جاتا رہے گا وہ اخیر وقت کے قریب انتظار کرکے یونہی پڑھ لے پھر پھیرے۔ ۳ ۶۲۷

۵۲ مسئلہ: کشتی یا ریل یا کسی تنگ مکان میں لوگ جمع ہیں کہ کھڑے ہوکر نماز کی گنجائش نہیں جب وقت جاتا دیکھے بیٹھ کر پڑھ لے پھر پھیرے۔ ۴ ۶۲۷

۵۳ مسئلہ: کپڑا ناپاک ہے اور اس کے سوا ستر عورت کے قابل پاک کپڑا نہیں اور پانی دھونے کو موجود ہے مگر جتنی دیر میں اسے پاک کرے وقت جاتا رہے گا یوں ہی پڑھ لے پھر پھیرے۔ ۵ ۶۲۷

۵۴ مسئلہ: مریض اس وقت کھڑے ہوکر نہیں پڑھ سکتا مگر ظن غالب ہے کہ کچھ دیر کے بعد قیام پر قادر ہوجائے گا لیکن انتظار میں وقت جاتا ہے بیٹھ کر پڑھ لے اور اعادہ کی حاجت نہیں۔ ۶ ۶۲۷

۵۵ مسئلہ: مریض اس وقت وضو یا غسل سے عاجز ہے مگر جانتا ہے کہ وقت نکل جانے کے بعد قادر ہوجائے گا۔ مثلاً صبح کو نہانے کی حاجت ہے ٹھنڈے وقت میں اسے پانی سے ضرر ہوتا ہے دن چڑھے نقصان نہ ہوگا تو وقت میں تیمم سے پڑھ لے اور اعادہ نہیں۔ ۷ ۶۲۷

۵۶ مسئلہ: کپڑے والے نے برہنہ سے کہا کہ میں نماز پڑھ لوں تو تجھے کپڑا دے دونگا آخر وقت کے قریب تک انتظار کرکے یوں ہی پڑھ لے اور اعادہ نہیں۔ ۸ ۶۲۷

۵۷ مسئلہ: آنکھ بنوائی طبیب نے جنبش سے منع کیا اشارے سے نماز پڑھے اور اعادہ نہیں۔ ۳ ۶۲۸

۵۸ مسئلہ: اگر نماز صبح یا جمعہ یا عیدین میں وقت اتنا تنگ ہو کہ نماز میں سنتیں مثلاً رکوع سجدہ کی تسبیحیں تین تین بار سبحانک اللّٰھم اعوذ درود و دعا بجالانے سے وقت نکل جائیگا تو صرف واجبات پر قناعت کرے اور اگر واجبات مثلاً قرأت فاتحہ و سورت کے قابل بھی وقت نہیں تو صرف فرض یعنی ایک آیت پر اقتصار کرے بعد کو نماز پھیرے۔

اقول یہاں ترک التحیات کی صورت نہ نکلے گی کہ یہ چاروں نمازیں دو رکعتی ہیں اور قعدہ اخیرہ میں اگرچہ التحیات پڑھنی واجب نہیں مگر اتنی دیر بیٹھنا جس میں

Marfat.com

۹	**مسئلہ**: مسجد میں غسل کرنا حرام ہے مگر تین صورتوں میں ایک تو یہ کہ بانیِ مسجد نے مسجد کر دینے سے پہلے وہاں کوئی جگہ غسل کے لیے بنا دی ہو تو اس میں نہا سکتا ہے، دوسرے کسی ایسے بڑے برتن میں کہ سب پانی اسی کے اندر گرے کوئی چھینٹ اڑ کر مسجد میں نہ جائے، تیسرے لحاف توشک وغیرہ بہت بھاری روئی کے کپڑے بچھا کر اُن پر اس طرح نہانا کہ نہ کوئی چھینٹ باہر جائے نہ پانی کپڑوں کو توڑ کر مسجد کی زمین تک پہنچے	۱	۶۳۹
۱۰	**مسئلہ**: جمعہ کے دن خطبہ سُن رہا تھا کہ وضو جاتا رہا اگر نکلنے کا راستہ پائے تو نکل جائے اور وضو کر کے پھر حاضر ہو اور اگر راستہ نہ ملے تو لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے جانے کی اجازت نہیں اگر مسجد میں پانی ملے اور کوئی کپڑا ایسا ہو کہ پانی جذب کر لے گا اور اُس سے چھن کر مسجد میں کوئی بُوند نہ جائے گی تو اسے بچھا کر وضو کرے۔	۲	۶۳۹
۱۱	**مسئلہ**: مسجد میں وضو بھی حرام ہے اور اس کے جواز کی بھی وہی تین صورتیں ہیں جو غسل میں گزریں۔	۳	۶۳۹
۱۲	**مسئلہ**: بحر الرائق وغیرہ میں برتن میں وضو کرنے کی صرف معتکف کو اجازت دی غیر معتکف نہیں کر سکتا۔ مصنف کے نزدیک اس کی تحقیق یہ ہے کہ برتن اگر ایسا چھوٹا ہو کہ چھینٹیں ضرور مسجد میں پڑیں گی جب تو معتکف کو بھی اجازت نہیں ہو سکتی اور اگر اتنا بڑا ہے کہ یقیناً کوئی چھینٹ باہر نہیں جا سکتی تو غیر معتکف کو بھی اجازت ہے اور اگر حالت ایسی ہے کہ چھینٹ باہر نہ جانے کا ظن غالب ہے تو معتکف کو جائز غیر معتکف نہ کرے۔	۴	۶۳۹
۱۳	**مسئلہ**: مسجد کو ہر گھن کی چیز سے بچانا واجب ہے اگرچہ پاک ہو جیسے لعابِ دہن آبِ بینی آبِ وضو۔ **تنبیہ**: بعض لوگ کہ وضو کے بعد اپنے منہ اور ہاتھوں سے پانی پونچھ کر مسجد میں ہاتھ جھاڑتے ہیں محض حرام اور ناجائز ہے۔	۵	۷۳۳
۱۴	**مسئلہ**: گرد و غبار وغیرہ کہ ہوا باہر سے لا کر مسجد میں ڈالے اجزائے مسجد سے نہ ہو جائے گا۔ اسے صاف کرنے کا حکم ہے۔	۱	۷۳۴
۱۵	**مسئلہ**: مسجد کی زمین پر جو گرد پھیلی ہے اس سے یا مسجد کی دیوار یا ستون خشتی خواہ چوبی سے کیچڑ پونچھنا اگرچہ پاک کیچڑ ہو ممنوع و ناجائز ہے۔	۲	۷۳۴

Marfat.com

نہیں مثلاً تیل اور دیا سلائی موجود ہے تو کیسی ہی اندھیری ہو ترکِ جماعت کے لیے عذر
نہیں ہوسکتی۔ ۲ ۶۳۳

٦٦ مسئلہ: جس کے پاس روشنی کا سامان نہیں مثلاً ایک ہی چراغ ہے اور گھر میں
اہل وعیال ہیں کہ یہ مسجد میں لے جائے تو وہ کاموں سے معطل رہ جائیں یا بچے اندھیرے
میں ڈریں یا عورت اکیلی ہے اُسے خوف آئے تو ایسی حالت میں وہ سخت اندھیری کہ
مسجد تک راستہ نہ سوجھے ترکِ جماعت کے لیے عذر ہے۔ ۳ ۶۳۳

٦٧ مسئلہ: اندھیری میں مسجد کو جانا بڑی فضیلت رکھتا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم فرماتے ہیں: "جو اندھیریوں میں حاضریِ مسجد کے عادی ہیں انھیں بشارت
دو روزِ قیامت کامل نور کی۔" ۴ ۶۳۳

٦٨ مسئلہ: شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جماعت کی اس درجہ تاکید فرمائی
ہے کہ ایک نابینا خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے عرض کی کہ یا رسول اللہ! میرے
پاس کوئی ایسا نہیں کہ مجھے ہاتھ پکڑ کر مسجد میں لے آیا کرے مجھے گھر میں نماز پڑھ لینے
کی اجازت عطا ہو۔ اجازت فرمائی جب وہ چلے پھر بلایا اور ارشاد فرمایا: اذان
کی آواز تمھیں پہنچتی ہے؟ عرض کی: ہاں۔ فرمایا: تو حاضر ہو۔ عبداللہ ابن مکتوم رضی اللہ
تعالیٰ عنہما کہ یہ بھی آنکھوں سے معذور تھے حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ!
مدینہ طیبہ میں سانپ بچھو بھیڑیے بہت ہیں، کیا مجھے اجازت ہے کہ نماز گھر میں
پڑھ لیا کروں۔ فرمایا: کیا تمھیں حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کی آواز پہنچتی ہے؟
عرض کی: ہاں۔ فرمایا: تو حاضر ہو۔ نابینا کہ اٹکل نہ رکھتا ہو نہ کوئی لے جانے والا ہو
خصوصاً جب سانپ بھیڑیوں کا اندیشہ ہو تو ضرور رخصت ہے مگر حضور نے انھیں
افضل پر عمل کرنے کی ہدایت فرمائی کہ لوگ سبق سیکھ لیں جو بلا عذر گھر میں پڑھتے اور مسجد
میں حاضر نہ ہوکر ضلالت و گمراہی میں پڑتے ہیں کہ ان ترکتم سنۃ نبیکم لضللتم
وفی ابی داؤد لکفرتم والعیاذ باللہ تعالیٰ (اگر تم اپنے نبی کی سنت چھوڑ دو گے
تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ اور سنن ابی داؤد میں ہے تو کافر ہو جاؤ گے۔ والعیاذ باللہ
تعالیٰ۔ ت) ۵ ۶۳۳

٦٩ مسئلہ: تڑاقے کی دھوپ ناقابلِ برداشت اور ایسی ہی شدت کی ٹھٹھریا

Marfat.com

۸	مسئلہ: نمازِ جنازہ جب ولی پڑھ لے دوبارہ نہیں ہوسکتی سورج گہن کی نماز سو بار ہوسکتی ہے۔	۱۰	۶۱۸
۹	مسئلہ: خود اپنی کنیز شرعی کہ اُمِ ولد تھی یعنی اس کے نطفے سے اس کے اولاد ہوئی جسے اس نے اپنی اولاد تسلیم کیا اس کی موت کے بعد اس کا ہاتھ نہیں چھوسکتی کہ وہ مرتے ہی آزاد و اجنبیہ ہوگئی۔	۵	۶۵۹
۱۰	مسئلہ: میت نے اگر کچھ مال نہ چھوڑا تو زندگی میں جس پر اس کا نفقہ واجب تھا اُس کا کفن دفن بھی اُسی پر واجب ہے۔		
۱۱	مسئلہ: عورت اگرچہ کتنا ہی مال چھوڑے اس کا کفن اس کے شوہر پر واجب ہے	۹	۶۵۹
۱۲	مسئلہ: اگر میت کے نہ مال ہے نہ کوئی ایسا جس پر اس کا نفقہ واجب تھا تو اُس کا کفن دفن بیت المال سے واجب ہے۔ اگر بیت المال نہ ہو جیسے یہاں تو جن مسلمانوں کو اطلاع ہو ان پر واجب ہے خواہ ایک شخص کرے یا چندہ سے، اگر کوئی نہ کرے گا تو جن جن کو خبر تھی سب سخت گنہگار رہیں گے۔	۱۰	۶۵۹
۱۳	مسئلہ: میت کو جب تک غسل نہ دے لیں اگر اس کا سارا بدن کپڑے سے ڈھکا ہوا نہ ہو تو اس کے پاس قرآن مجید کی تلاوت عام مشائخ کے نزدیک منع ہے۔ اگر تلاوت چاہیں تو اس کا سارا جسم چادر سے ڈھانک دیں۔	۱	۶۶۳
۱۴	مسئلہ: زیارتِ قبور و عیادتِ مریض بھی عباداتِ الٰہی ہیں ان کا باوضو ہونا مستحب ہے پانی پر قادر نہ ہو تو تیمم کرے اگرچہ اس تیمم سے نماز نہ ہوگی۔	۹	۶۶۳
۱۵	مسئلہ: دفنِ میتِ مسلم بھی منجملہ عباداتِ الٰہی ہے باوضو ہونا چاہیے، پانی نہ ملے تو تیمم کرے۔	۴	۶۶۶
۱۶	مسئلہ: اگر وضو کرتا نمازِ جنازہ ہوچکتی اس ضرورت سے تیمم کرکے پڑھی کہ اتنے میں اور جنازہ آگیا اور اس میں اتنی مہلت تھی کہ وضو کرلیتا مگر یہ نہ کیا اور اب اتنی مہلت نہ رہی تو اس کے لیے دوبارہ تیمم کرے پہلا جاتا رہا۔	۲	۶۶۷

Marfat.com

نمبر	مسئلہ	جلد	صفحہ
	خواہ مقتدی خود مقیم ہو یا مسافر۔ اگر امام نے نہ نماز سے پہلے اپنا مسافر ہونا بتایا نہ بعد کو اور چلا گیا اور اس کا حال سفر و اقامت معلوم نہ ہوا تو مقتدیوں کی نماز نہ ہوگی پھر پڑھیں۔ ہاں اگر جنگل میں یا منزل پر دو پڑھ کر چلا گیا تو ان کی نماز بھی ہو جائیگی یہی سمجھا جائیگا کہ مسافر تھا۔	۳	۷۹۰
۷۷	مسئلہ: تیمم والے نے نماز میں پانی پایا نماز ٹوٹ گئی اگرچہ التحیات کے بعد۔	۲	۷۵۰
۷۸	مسئلہ: ایک سلام پھیرنے کے بعد پانی پایا نماز ہوگئی۔	۳	۷۵۰
۷۹	مسئلہ: محلِ اقامت میں امام چار رکعت کی نماز دو پڑھ کر چلا گیا اور مقتدیوں کو اس کا حال معلوم نہ ہوا کہ مقیم ہے یا مسافر ان کی نماز نہ ہوئی اگرچہ یہ خود مسافر ہوں، ہاں اگر جنگل میں یا منزل پر ایسا ہوا تو ان کی بھی ہوگئی جو مقیم ہے اپنی چار پوری کرلے۔	۳	۷۹۰

احکامِ مسجد

نمبر	مسئلہ	جلد	صفحہ
۱	مسئلہ: مسجد میں مسواک نہ کرنی چاہیے، مسجد میں کلی کرنا حرام ہے مگر یہ کہ کسی برتن میں ہو یا بانیِ مسجد نے وقتِ بنائے مسجد اس میں کوئی جگہ خاص اس کام کے لیے بنا دی ہو ورنہ اجازت نہیں۔	۴	۱۵۲
۲	مسئلہ: منہ میں بدبو ہو تو جب تک صاف نہ کرلیں مسجد میں جانا یا نماز پڑھنا منع ہے۔	۳	۱۵۵
۳	مسئلہ: جب تک بدن یا کپڑے میں کوئی بو باقی ہو مسجد میں جانا حرام جماعت میں شریک ہونا منع	۱	۳۳۴
۴	مسئلہ: جو مسجد ویران ہو اور اس کی آبادی کی کوئی صورت نہ ہو اور اس کے آلات کی حفاظت نہ ہو سکے تو اب فتویٰ اس پر ہے کہ اس کے کڑی تختے وغیرہ دوسری مسجد میں دیے جا سکتے ہیں۔	۱	۳۹۳
۵	مسئلہ: غیر معتکف کو مسجد میں سونا منع ہے۔	۳	۶۳۶
۶	مسئلہ: جس طرح ناپاکی کی حالت میں مسجد میں ٹھہرنا حرام ہے یونہی مسجد میں گزرنا چلنا بھی حرام ہے۔	۱	۶۳۷
	مسئلہ: جنب کو اپنا جنب ہونا یاد نہ رہا مسجد میں جانا چاہا ایک قدم رکھا تھا کہ یاد آگیا فوراً وہ قدم باہر کرلے یہاں تیمم کا انتظار نہ کرے۔	۴	۶۳۷
	مسئلہ: ایک شخص کے مکان کا دروازہ مسجد میں ہے کہ آتے جاتے مسجد میں گزرنا پڑتا ہے اور نہ دوسری طرف دروازہ پھیر سکتا ہے نہ اور مکان رہنے کو پاتا ہے اسے بھی بحالِ جنابت مسجد میں گزرنا جائز نہیں اگر پانی نہ پائے تو آنے جانے کے لیے تیمم ضرور ہے۔	۳	۶۳۸

Marfat.com

چبایا تو نہیں اگرچہ آبِ دہن کے ساتھ اُتر جائے ، ہاں اس صورت میں اگر حلق میں اُس کا
مزہ محسوس ہو تو روزہ جاتا رہے گا۔ ۱۰ | ۵۲۳

۸ **مسئلہ:** روزے میں بھُول کر جماع میں مشغول ہوا پھر یاد آیا ، یا رات سے
مشغول ہُوا اور اسی اثنا میں صبح صادق چمک آئی اگر یاد آتے ہی یا صبح ہوتے ہی معاً
فوراً جُدا ہوگیا تو روزہ ہو جائیگا اگرچہ جُدا ہونے کے بعد انزال بھی ہو جائے اور اگر
یاد آنے یا صبح چمکنے پر ایک لحظہ بھی توقف کیا تو روزہ گیا اسے پورا کرے اور قضا رکھے ۳ | ۶۴۰

مسائلِ حج

۱ **مسئلہ:** حج میں جو کنکریاں ماری جاتی ہیں وہ بھی گناہ دھوتی اور اس نجاست
حکمیہ سے ملوّث ہوجاتی ہیں لہذا ماری ہوتی کنکری دوبارہ استعمال کرنا مکروہ ہے
اور اگر ضرورت ہو تو تین بار دھولے بلکہ مطلقاً کنکریاں دھو ہی کر کام میں لانا مستحب
ہے کہ شاید کوئی نجاست حکمیہ یا حقیقیہ ہو۔ ۳ | ۲۴۲

۲ **مسئلہ:** اگر احرام میں زعفران ملا ہوا پانی مثلاً نہانے میں استعمال کیا اگر
زعفران قلیل ہے غسل ہوگیا اور کفارہ نہ آئے گا ورنہ غسل نہ ہوگا اور کفارہ دے گا۔ ۴ | ۵۲۷

۳ **مسئلہ:** کھانے میں کیسی ہی خوشبو پکی ہو احرام میں اس کے کھانے میں حرج
نہیں جرمانہ کچھ نہ آئے گا اور بغیر پکائے پڑی ہو اور خوشبُو کے اجزا غالب ہوں
تو قربانی لازم آئے گی اور کھانے کے اجزا غالب ہوں تو کچھ نہیں ، ہاں خوشبو
آتی ہے تو مکروہ ہے۔ ۶ | ۵۲۷

۴ **مسئلہ:** کھانے کے سوا اور کسی طرح جو چیزیں بدن میں استعمال کی جاتی ہیں
جیسے بٹنا صابون وغیرہ ، اس میں اگر خوشبو اس قدر کثیر ہو کہ دیکھنے اسے خوشبو
کہے تو احرام میں اس کے استعمال سے قربانی دینی ہوگی ورنہ صدقہ۔ ۷ | ۵۲۷

۵ **مسئلہ:** خوشبو اگر پینے کی چیز میں پڑی ہو اگر وہ خوشبُو سے غالب ہے احرام
میں پینے سے قربانی واجب ہوگی ورنہ صدقہ مگر یہ کہ بار ہا پیئے تو اب بھی قربانی۔

۶ **مسئلہ:** کھانے خواہ پینے کی چیز میں زعفران پکتے میں ملائیں تو اس کے کھانے پینے
میں محرم پر کچھ نہیں اور بے پکائے تو قربانی یعنی جبکہ زعفران غالب ہو۔ ۲ | ۵۲۸

Marfat.com

۱۶	مسئلہ : مسجد سے گرد جھاڑ کر کسی گوشہ میں جمع کر دی ہے اس سے کیچڑ کے سنے پاؤں پونچھنے میں حرج نہیں ۔	۳	۷۳۴
۱۷	مسئلہ : مسجد میں نمازیوں کے لیے چراغ روشن ہے اُس سے کتاب دیکھنا پڑھنا پڑھانا سب روا ہے اور اگر نمازی نماز پڑھ گئے جب بھی تہائی رات تک اس سے کام لے سکتا ہے کہ اتنے وقت تک مسجد ہی کے لیے چراغ روشن رہنا ہوگا اس کے بعد جائز نہیں کہ مسجد کا تیل بتی اپنے کام میں صرف کرنا ہوگا **اقول** یہ وہاں کہ اس سے زیادہ وقت تک مسجد میں روشنی کی عادت نہ ہو اور اگر ساری رات روشنی رہتی ہے جیسے تینوں مسجد کریم میں، تو رات بھر اس کی روشنی سے فائدہ لے سکتا ہے ۔	۵	۷۳۴

جنائز

۱	مسئلہ : میت کے سب بدن پر پانی کسی طرح گزر جائے وہ پاک ہو جائے گا اور اس پر نمازِ جنازہ جائز لیکن زندوں پر جو اسے غسل دینا فرض ہے وہ بے ان کے بالقصد فعل کے نہ اُترے گا اس لیے اگر مردہ دریا میں ملے لازم ہے کہ اسے بقصد غسل جنبش دے لیں کہ ان پر سے فرض ساقط ہو ۔	۲	۲۶۲
۲	مسئلہ : غسلِ میت سکھانے کے لیے مُردہ کو نہلایا اور اسے غسل دینے کی نیت نہ کی وہ بھی پاک ہو گیا اور زندوں پر سے بھی فرض اُتر گیا کہ فعل بالقصد کافی ہے، ہاں بے نیت ثواب نہ ملے گا ۔	۳	۲۶۲
۳	مسئلہ : میت کے سر و ریش کو خطمی سے دھوئیں ورنہ پاک صابون سے ۔	۱	۲۴۸
۴	مسئلہ : پانی نہ ہو یا کوئی ایسا نہ ہو جسے میت کا نہلانا شرعاً جائز ہو تو اُسے بھی تیمم کرائیں ۔	۱	۶۰۹
۵	مسئلہ : جب میت کو تیمم کرایا جائے تیمم کرانے والے کی نیت شرط ہے بلا نیت نہ ہوگا ۔	۸	۶۱۱
۶	مسئلہ : میت کا غسل ایک بار فرض ہے اور تین بار پانی بہانا سنت ۔	۹	۶۱۱
۷	مسئلہ : نمازِ جنازہ تکبیروں پر ختم ہو جاتی ہے اس کے بعد نہیں مل سکتا اگرچہ ابھی سلام نہ ہُوا ہو ۔	۵	۶۱۸

Marfat.com

اپنے نکاح میں لایا نکاح ہوگیا **اقول** یعنی جبکہ یہ اس کا کفو ہو یعنی مذہب
یا چال چلن یا پیشے کسی بات میں ایسا کم نہ ہو کہ اس سے اس کا نکاح ہونا عرفاً
معیوب سمجھا جائے۔ ۸ ۷۲۰

۹ **مسئلہ**: زید سے کہا نہ سنا عمرو نے بطور خود اس کا نکاح ہندہ سے کر دیا نکاح
صحیح ہوگیا مگر اجازتِ زید پر موقوف رہا اگر جائز کر دیا خواہ صراحۃً مثلاً میں اس نکاح پر
راضی ہوا یا دلالۃً مثلاً کسی نے مبارک باد دی اُسے قبول کیا یا منکوحہ کو کچھ حصہ مہر کا
بھیجا تو جائز ہوگیا، رد کر دیا تو باطل۔ ۳ ۷۲۱

مسائلِ طلاق

۱ **مسئلہ**: اب فتویٰ اس پر ہے کہ مسلمان عورت معاذ اللہ مرتد ہو کر بھی نکاح سے
نہیں نکل سکتی وہ بدستور اپنے شوہر مسلمان کے نکاح میں ہے مسلمان ہو کر یا بلا اسلام
دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی۔ ۴ ۳۹

۲ **مسئلہ**: کسی سے کہا تُو نے اپنی عورت کو طلاق دی اس نے دبے لہجے سے کہا میں نے
طلاق دی طلاق ہوگئی اور جھنجھلا کر جھڑکنے کی آواز سے کہا میں نے طلاق دی، نہ ہوگی۔ ۱ ۷۸۰

۳ **مسئلہ**: عورت نے طلاق مانگی اس نے نہ مانا اُس نے پھر کہا دی اس نے سختی
سے کہا دی، نہ ہوئی، اور نرم آواز سے کہا تو ہوگئی۔ ۲ ۷۸۰

تنبیہ: یہاں سے معلوم ہوا کہ طلاق کے مسائل بہت نازک ہیں ایک حرف کی کمی بیشی درکنار
لہجہ کے بدلنے سے حکم بدلتا ہے سخت احتیاط درکار ہے۔

مسائلِ عتق

۱ **مسئلہ**: زید کی چار بیبیاں اور دس یا زیادہ غلام ہیں اس نے کہا میں ان میں
سے ایک کو طلاق دوں تو میرا ایک غلام آزاد ہے اور دو کو تو دو، تین کو تو تین، چار کو
تو چار۔ پھر چاروں کو طلاق دے دی ایک ساتھ خواہ کسی طرح، ہر طرح سے دس غلام
آزاد ہوئے کہ ۱ + ۲ + ۳ + ۴ = ۱۰ ۶ ۵۱۲

مسائلِ قسم

۱ **مسئلہ**: قسم کھائی کہ آج وقتِ ظہر سے پہلے کوئی نماز پڑھے گا دس بجے کوئی جنازہ

Marfat.com

۱۷	**مسئلہ** : ایک جنازہ تیمم سے پڑھا تھا کہ دوسرے کی نماز تیار ہوگئی دونوں نمازوں کے بیچ میں وضو کر لینے کی مہلت نہ تھی تو پہلا ہی تیمم باقی ہے اسی سے دوسرا جنازہ بھی پڑھے۔	۳	۶۶۷

مسائل زکوٰۃ

۱	**مسئلہ** : جس کے عزیز محتاج ہوں اسے منع ہے کہ انھیں چھوڑ کر غیروں کو اپنے صدقات دے حدیث میں فرمایا ایسے کا صدقہ قبول نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کی طرف نظر نہ فرمائے گا۔	۳	۱۸۲

مسائل روزہ

۱	**مسئلہ** : رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ روزہ دار اپنی عورت کا بوسہ لے ایک بار اجازت فرمائی اور ایک بار منع۔ دیکھیں تو جن کو اجازت فرمائی وہ بوڑھے تھے اور جن کو منع فرمایا جوان۔	۶	۴۸۴
۲	**مسئلہ** : دانتوں سے خون نکلا روزہ میں اسے نکل گیا اگر خون کا مزہ حلق میں محسوس ہو روزہ جاتا رہا ورنہ نہیں۔	۲	۵۲۲
۳	**مسئلہ** : کلی کے بعد جو خفیف تری منہ میں رہ جاتی ہے کہ تنہا حلق میں جانے کے قابل نہ ہو اگر لعابِ دہن کے ساتھ چلی جائے روزہ میں خلل نہ آئے گا۔	۶	۵۲۳
۴	**مسئلہ** : منہ میں کھانے یا پان کا ایسا ہلکا اثر رہ جائے کہ آپ حلق میں اترنے کے قابل نہ ہو اگر لعابِ دہن کے ساتھ اُتر جائے گا روزہ نہ جائیگا۔	۷	۵۲۳
۵	**مسئلہ** : کھانے وغیرہ کے اس اثر کی قلت وکثرت کی معیار امام محقق علی الاطلاق کی تحقیق میں یہ ہے کہ اگر اُترتے وقت حلق میں اُس کا مزہ محسوس ہوا تو کثیر ہے روزہ جاتا رہے گا ورنہ نہیں۔	۸	۵۲۳
۶	**مسئلہ** : جو چیز آپ حلق میں اُتر سکے کثیر و ناقضِ صوم ہے اور جو آبِ دہن کے ساتھ اس کی مدد سے اُتر جائے خود اُترنے کے قابل نہ ہو قلیل ہے روزہ نہ جائے گا۔	۹	۵۲۳
۷	**مسئلہ** : تل کا ایک دانہ روزہ دار نے قصداً نگلا روزہ جاتا رہا اور اگر منہ میں رکھ کر		

Marfat.com

	بعض لوگ نکل گئے یا نکال دئے گئے یا ناجائز طور پر قتل ہی کر دئے تو اب باقیوں کا قتل جائز ہے کہ ذمی کا باقی رہنا مشکوک ہوگیا۔	۵	۴۳۸
۳	**مسئلہ**: عالم دین سُنّی صحیح العقیدہ کی توہین کفر ہے۔	۱	۵۷۰

مسائل شرکت

۱	**مسئلہ**: باپ کے بعد سب بھائی ترکہ میں کام کرتے رہے اور مال بڑھا تو وہ سب کا برابر ہے اگرچہ بعض نے کام کم کیا ہو بعض نے زیادہ، بعض نے تدبیریں اچھی بتائی ہوں جن سے نفع ہُوا بعض نے نہیں۔	۷	۴۲۸
۲	**مسئلہ**: بیٹا باپ کے کام میں اسے مدد دیتا ہے دونوں کے کام سے اموال پیدا ہوئے تمام اموال کا مالک صرف باپ ہے باپ فقط مددگار سمجھا جائیگا یونہی اگر زن وشو میں کام مرد کا ہے اور عورت مدد دیتی ہے مال میں حصہ دار نہ ٹھہرے گی۔	۸	۴۲۸
۳	**مسئلہ**: مباح چیز کے حاصل کرنے میں اگر بیٹے نے باپ کے ساتھ کام کیا تو مددگار نہ ٹھہرے گا بلکہ جو کچھ یہ مال حاصل کرے گا اُس کا یہی مالک ہوگا اگرچہ اُس کا کھانا پینا باپ ہی کے ذمّے ہو۔	۱۰	۴۲۸
۴	**مسئلہ**: مباح لکڑی آدھی کاٹ کر چھوڑ دی دوسرے نے کاٹ کر جُدا کی یا کوئی مُباح پیڑ جڑ سے اُکھیڑنے کے لیے دو نے مل کر زور کیا یہاں تک کہ وہ کمزور ہو کر ایک کی طاقت سے اُکھڑ آنے کے قابل ہوگیا اب ان میں ایک الگ ہوگیا دوسرے نے اُکھیڑا ان صورتوں میں اس لکڑی اور پیڑ کا تنہا یہ دُوسرا ہی مالک ہوگا پہلے کا حصہ نہ ہوگا پھر اگر دونوں نے شرکت چاہی تھی تو پہلا اپنے اتنے کام کی مزدوری پائے گا اور اگر اس نے صرف اسے مدد دی تھی تو اُجرت بھی نہیں۔	۱۲	۴۲۸
۵	**مسئلہ**: کنوئیں سے پانی ایک نے بھرا ابھی پانی باہر نہ نکالا تھا کہ دوسرے نے ڈول لے کر کنوئیں سے باہر نکال لیا اس پانی کا مالک بھرنے والا نہ ہوگا بلکہ یہ باہر نکالنے والا۔	۱۳	۴۲۸
۶	**مسئلہ**: ایک نے شکار کو اُبھارا اور گھیر کر لایا دوسرے نے پکڑ لیا یہ دوسرا مالک ہوگا نہ پہلا۔	۱۴	۴۲۸

Marfat.com

۷	مسئلہ: کسی نے فقیر سے کہا میں نے تجھے اپنا مال حج کے لیے مباح کیا یعنی تجھے اجازت دی کہ تو صرف حج کے لائق میرا روپیہ لے کر حج کر آ اس سے حج اس پر واجب نہ ہوگا نہ اُسے اس اباحت کا قبول ضرور۔	۳	۶۳۰

مسائلِ نکاح

۱	مسئلہ: جب دُلھن کو بیاہ کر لائیں مستحب ہے کہ اس کے پاؤں دھو کر مکان کے چاروں گوشوں میں چھڑکیں اس سے برکت ہوتی ہے۔	۵	۴۵۵
۲	مسئلہ: عورت کا دُودھ دوا میں ملا کر شیر خوار بچّہ کو دیا امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر دُودھ کا مزہ یا رنگ باقی تھا حرمتِ رضاعت ثابت ہوگئی اور اگر دوا کے سبب دونوں جلتے رہے تھے تو حُرمت نہ ہوگی اور امام محمد کے نزدیک اگر دوا اسے اس قدر بدل دے کہ دُودھ نہ رہے بچّے کی غذا نہ ہوسکے تو حرمت نہ ہوگی ورنہ ہوگی اگرچہ رنگ، مزہ، بُو سب بدل جائیں۔ اور یہی راجح ہے۔	۳	۵۲۲
۳	مسئلہ: حرمتِ رضاعت کے لیے بچّے کا پستان سے پینا ہی ضرور نہیں بلکہ جس طرح مُنہ یا ناک کے ذریعہ سے دُودھ اس کے جوف میں پہنچ گیا حرمت لائیگا۔	۴	۵۲۲
۴	مسئلہ: کھانے میں عورت کا دُودھ ملایا وہ کھانا شیر خوار بچہ کو کھلایا حرمتِ رضاعت مطلقاً ثابت نہ ہوگی۔	۱	۵۲۴
۵	مسئلہ: نماز کا وقت اتنا ہے کہ بیوی سے صحبت کے بعد نہا کر وقت نہ ملےگا تو صحبت جائز نہیں۔	۱	۵۸۴
۶	مسئلہ: بہت صورتوں میں زوجہ سے صحبت حرام ہوتی ہے۔	۲	۵۸۴
۷	مسئلہ: نکاح یُوں کیا کہ مَیں تجھے ایک مہینے یا ایک سال یا دو سَو برس کے لیے نکاح میں لایا نکاح نہ ہُوا اور اگر نکاح خالص طور پر کیا اور دل میں یہ ارادہ ہے کہ ایک مہینے یا ایک دن یا منٹ ہی بھر بعد چھوڑ دُوں گا تو جائز ہوا۔	۲	۶۴۳
۸	مسئلہ: عورت کے جب باپ، دادا، جوان بھائی، بھتیجا اور چچا نہ ہوں تو چچا کا بیٹا اس کا ولی ہے اگر اس نے اس سے کہا میں تجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہُوں اور وہ چُپ رہی اُس نے دو گواہوں کے سامنے کہہ دیا کہ میں اُسے		

Marfat.com

۷	مسئلہ: رواج ہو تو گائے بھینس بکری یُوں وقف ہو سکتی ہے کہ دودھ دہی مکھن گھی محتاجوں کو دیا جایا کرے۔	۷	۴۱۸
۸	مسئلہ: جنازہ کے لیے چارپائی چادر، پڑھنے کے لیے قرآن مجید، مطالعہ کے لیے کتابوں کا وقف جائز ہے۔	۸	۴۱۸
۹	مسئلہ: پل اور سقائے کا وقف صحیح ہے۔	۹	۴۱۸
۱۰	مسئلہ: جائداد غیر منقولہ کے ساتھ اس کے توابع منقولات بغیر رواج بھی وقف ہو سکتے ہیں مثلاً زمین کے ساتھ ہل بیل۔	۱۰	۴۱۸
۱۱	مسئلہ: پانی کسی طرح وقف نہیں ہو سکتا۔	۱	۴۱۹
۱۲	مسئلہ: وقف خود کسی کی مِلک نہیں ہو سکتا، ہاں وقف کا محاصل موقوف علیہم کو دیئے جانے کے بعد ان کی ملک ہو جائیگا اور وقف علی الاولاد میں پھل وغیرہ ظاہر ہوتے ہی حسبِ حصص ان کی مِلک ہو جائیں گے اگر قبل تقسیم ان میں کوئی مر جائے اس کا حصہ اس کے وارثوں کو پہنچے گا۔	۴	۴۱۹
۱۳	مسئلہ: مساجد، مدارس، وقفی سقایوں، حوضوں میں جو پانی زرِ وقف سے بھرا گیا وہ حکمِ وقف میں ہے اس کا کوئی مالک نہیں اور واقف نے جس غرض کے لیے رکھا ہے اس کے غیر میں صرف نہیں ہو سکتا۔	۵	۴۱۹
۱۴	مسئلہ: آدمی اپنی مِلک سے جو سبیل لگائے اس کا پانی اسی کی ملک رہتا ہے ہاں لوگوں کو اس کا صرف کرنا مباح ہے وُہ بھی اسی طور پر جو مالک نے رکھا یا اس کی اجازت سے دُوسرے کام میں۔	۶	۴۱۹
۱۵	مسئلہ: مسجد کے حوض یا سقائے جو نمازیانِ مسجد کے وضو کو بھرے جاتے ہیں ان کا پانی گھروں میں لے جانا حرام ہے اگرچہ وضو کو مگر باجازت مالک اگر کسی نے اپنی مِلک سے بھروائے یا اول روز سے اجازت واقف ہو اگر زرِ وقف سے بھرے گئے۔	۷	۴۱۹
۱۶	مسئلہ: جاڑے میں مسجد کے سقائے گرم کیے جاتے ہیں بعض لوگ پانی گھر کو لے جاتے ہیں یہ بلا اجازت مذکورہ حرام ہے بہت احتیاط چاہیئے۔	۱	۴۲۰
۱۷	مسئلہ: پینے کی سبیل سے اگر عورتوں کے پینے کو گھروں میں لے جانے کی اجازت		

Marfat.com

	آیا اس کی نماز پڑھی قسم پوری نہ ہوئی دو رکعت نفل پڑھنے سے پوری ہو گی ، یوں ہی اگر گھس پڑا اور اس کی نماز پڑھی تو پوری ہو گئی ۔	۱	۴۸۱
۲	مسئلہ : گوشت کھانے کی قسم مچھلی کھانے سے نہ ٹوٹے گی ۔	۱	۴۸۲
۳	مسئلہ : قسم کھائی پانی نہ پیئے گا پھر وہ پانی پیا جس میں زعفران مل گیا ہے اگر خلط قلیل ہے کہ رنگنے کے قابل نہ ہوا قسم ٹوٹ گئی ورنہ نہیں ۔	۳	۵۲۷
۴	مسئلہ : قسم کھائی کہ فلاں چیز تجھے دینے سے انکار نہ کروں گا اس نے مانگی اس نے وعدہ کیا تو قسم نہ ٹوٹی جبکہ وہ وعدہ ایسے وقت کے لیے نہ ہو جس تک اس کی حاجت فوت ہو جائے گی ۔	۲	۷۷۸
۵	مسئلہ : قسم کھائی کہ فلاں چیز زید کو نہ دوں گا اس نے مانگی اس پر وعدہ کر لیا قسم نہ ٹوٹے گی جب تک دے نہیں ۔	۳	۷۷۸
۶	مسئلہ : قسم کا کفارہ دینے کو اتنا نہیں کہ دس مسکینوں کو کھانا دے پانچ مسکینوں کو دے سکتا ہے صرف تین روزے رکھے نصف کھانا دینے کی کچھ ضرورت نہیں۔	۳	۸۰۷
۷	مسئلہ : قسم کھائی کہ نکسیر پھوٹنے سے وضو نہ کرے گا پھر اس نے پیشاب کیا اس کے بعد ناک سے خون بہا اور وضو کیا قسم ٹوٹ گئی یہ وضو نکسیر سے بھی ٹھہرے گا اگرچہ وضو ابتداءً پیشاب سے ٹوٹ چکا تھا۔	۲	۸۱۴

مسائلِ حدود

۱	مسئلہ : شراب میں پانی یا پانی میں شراب ملا کر پی حرام مطلقاً ہے ۔ مگر اگر پانی مقدار میں زیادہ ہے حد نہ لگے گی مگر یہ کہ نشہ آجائے ۔	۱۱	۵۲۳

مسائلِ سیر

۱	مسئلہ : جتنے لوگ کلمۂ اسلام پڑھتے اور پھر ضروریاتِ دین سے کسی شے کا انکار کرتے ہیں ان کا حکم مثل کافر حربی ہے کہ وہ مرتد ہیں ۔	۵	۴۲۱
۲	مسئلہ : لشکرِ اسلام نے کسی قلعۂ کفار کا محاصرہ کیا اور معلوم ہے کہ اس میں کوئی کافر ذمی بھی ہے اس قلعہ والوں کا قتل حرام ہے کہ قتل ذمی کا اندیشہ ہے ہاں اس میں سے		

Marfat.com

میں پائی گئی ہے نہ اصالۃً۔ ۷ ۸۲۲

مسائل شہادت

۱ مسئلہ: تنہا پاجامہ پہنے راہ میں نکلنے والا ساقط العدالۃ مردود الشہادۃ ہے۔ ۳ ۱۵۸

مسائل وکالت

۱ مسئلہ: کسی کو سو روپے دیئے کہ گھوڑا مجھے خرید دے کسی خاص گھوڑے کے لیے نہ کہا وکیل نے ایک گھوڑا سو روپے کو خریدا اور عقد میں مؤکل کا نام نہ لیا کہ اس کے لیے خریدا نہ زر مؤکل پر عقد وارد کیا کہ اس مال کے بدلے خریدا نہ قیمت میں خاص وہ روپے دیے یا مؤکل نے روپے دیے ہی نہ تھے اس صورت میں اگر وکیل اقرار نہ کرے کہ یہ گھوڑا میں نے مؤکل کے لیے خریدا ہے تو گھوڑا وکیل ہی کی مِلک ٹھہرے گا مؤکل کو اس پر دعویٰ نہیں پہنچتا اور عنداللہ نیت کا اعتبار ہے اگر اس کے لیے خریدا اس کا ہے اگرچہ بعد کو منکر ہو جائے۔ ۴ ۴۲۶

۲ مسئلہ: کسی کو غیر معین چیز خریدنے کا وکیل کیا مثلاً ایک تھان زربفت کا لے آؤ اگر اس نے عقد مؤکل کی طرف اضافت کیا کہ فلاں کے ہاتھ بیع کر دے اس نے کہا میں نے فلاں کے ہاتھ بیع کی جب تو ظاہر ہے کہ مؤکل مالک ہوگا اور اگر مطلق خریدا تو اگر مال مؤکل کی طرف عقد اضافت کیا کہ اس روپے کے بدلے دے دے تو مؤکل مالک ہے اور اپنے مال کی طرف تو خود مالک ہے اور کسی خاص مال کی طرف اضافت بھی نہ کی تو نیت پر مدار ہے اپنی نیت سے خریدا تو خود مالک ہے اور مؤکل کی نیت سے تو وہ، اور خرید کے وقت نیت بھی کچھ نہ تھی نیت میں اختلاف پڑا مثلاً کہتا ہے میں نے اپنے لیے خریدا مؤکل کہتا ہے میرے لیے خریدا یا بالعکس تو قیمت میں جس کا مال دیا وہی مالک ٹھہرے گا۔ ۱ ۴۳۲

۳ مسئلہ: پانی مول لینے کے لیے وکیل کیا وکیل نے زعفران ملا ہوا پانی خریدا اگر ہنوز اسے پانی ہی کہا جائیگا مؤکل کا ٹھہرے گا اور رنگ کہلائے گا تو مؤکل پر لازم نہ ہوگا وکیل اپنے لیے خریدنے والا ٹھہرے گا۔ ۵ ۵۲۷

Marfat.com

۷	مسئلہ: مباح لکڑی ایک نے کاٹی دوسرے نے اکٹھی کی یا اس نے کاٹ کر اکٹھی کر دی تھی یہ اٹھا کر لایا دونوں صورتوں میں لکڑی کا مالک پہلا شخص ہوگا اور یہ دوسرا مزدوری پائیگا اگر بطور اعانت نہ تھا۔	۱	۴۲۹
۸	مسئلہ: سفر یا حضر میں دو رفیق اپنا مال ملالیں اور مل کر کھائیں تو اس میں حرج نہیں اگرچہ ایک زیادہ کھائیگا دوسرا کم۔	۳	۴۳۰

مسائلِ وقف

۱	مسئلہ: وقف کا پانی جس لیے واقف نے معین کیا اس کے غیر میں صرف کرنا حرام ہے حتّٰی کہ خود واقف کو۔	۷	۴۱۷
۲	مسئلہ: وقفی مدارس کا پانی مثلِ وقف ہے اگر وضو کے لیے ہے تو عضو پر تین بار ڈالنا جائز ہے چوتھی بار حرام، جبکہ دو یا تین میں شبہہ ہوا اور واقع میں تین بار ڈال چکا تھا تو دفعِ شبہہ کو ایک بار اور ڈالنا جائز ہے۔	۱	۴۱۸
۳	مسئلہ: جو سبیل کسی نے وضو کے لیے لگائی ہو تو اس سے پینا جائز ہے جبکہ وہ پانی کسی کی ملک ہو اور اگر واقف کا پانی ہے تو ضرور ہے کہ وقتِ وقف واقف نے پینے کی بھی نیت کی ہو یا اس وقت اسے معلوم ہو کہ سبیلِ وضو کا پانی لوگ عادۃً پیا بھی کرتے ہیں ورنہ پینا جائز نہ ہوگا۔	۲	۴۱۸
۴	مسئلہ: اشیائے منقولہ بغیر جائداد غیر منقولہ وہی وقف ہو سکتی ہیں جن کے وقف کرنے کا رواج ہو۔	۴	۴۱۸
۵	مسئلہ: اگر رواج ہو تو روپے اشرفی نوٹ بھی وقف ہو سکتے ہیں یوں کہ محتاجوں کو تجارت کے لیے دیئے جائیں کہ ان سے فائدہ اٹھائیں پھر صرف اصل یا نفعِ تجارت میں شرکت قرار پائی ہے تو مع نفع ان سے لے کر اور محتاجوں کو دیں یوں ہی الٹ پھیر کرتے رہیں۔	۵	۴۱۸
۶	مسئلہ: رواج ہو تو مثلاً اتنے من گیہوں یوں وقف ہو سکتے ہیں کہ حاجت مند کو بیج کے لیے قرض دیئے جائیں اس کی پیداوار سے اتنے گیہوں لے کر اور کو بیج کے لیے دیئے جائیں یوں ہی کرتے رہیں۔	۶	۴۱۸

Marfat.com

دو یار کہا ہاں ہو جاؤ۔ قرینہ وحالت سے معلوم ہوگا کہ اُس کا یہ کہنا واقعی ہے یا طنزاً ۳ ۷۸۰

مسائل اجارہ

۱ مسئلہ : جس اجیر کا وقت مول لیا مثلاً اتنے ماہوار پر خدمت گار وہ اجیر خاص کہلاتا ہے وہ اس وقت میں دوسرے کا کام نہیں کرسکتا اور اس کی تنخواہ کام پر موقوف نہیں اگر اس نے وقت دیا اور اسے کام نہ ملا خالی بیٹھا رہا تنخواہ پائے گا اور اگر اسے جو کام بتایا تھا اس نے کیا اور کسی نے آکر بگاڑ دیا جب بھی اسے تنخواہ ملے گی اور اس کے کام کرنے میں جو چیز ٹوٹے بگڑے اس پر اس کا تاوان نہیں۔ ۱ ۴۲۴

۲ مسئلہ : کسی کو مثلاً ایک دن یا دس دن کے لیے نوکر رکھا کہ جنگل کی مباح چیز مثلاً لکڑی پھول پھل پتے پالا پانی وغیرہ اس کے لیے جمع کرکے لائے یہ جائز ہے جو اجرت اس کی ٹھہری اسے ملے گی اور شے کا مالک یہ نوکر رکھنے والا ہوگا۔ ۲ ۴۲۴

۳ مسئلہ : اگر وقت مقرر نہ کیا بلکہ چیز معیّن کی مثلاً یہ لکڑی تو اجارہ فاسد ہے دونوں گنہگار ہوں گے اور اجیر اجرت مقررہ سے اس قدر پائے گا جو معمولی نرخ سے زیادہ نہ ہو وہ شے اب بھی اسی نوکر رکھنے والے کی مِلک ہوگی۔ ۳ ۴۲۴

۴ مسئلہ : اگر وہ لکڑی اس نوکر رکھنے والے کی مِلک ہے اور اس کے لیے وقت مقرر نہ کیا بلکہ لکڑی معیّن کر دی جیسے لکڑی چیرنے والوں کے ساتھ معمول ہے تو یہ جائز ہے اور اجیر اُجرت مقررہ پائے گا۔ ۴ ۴۲۴

۵ مسئلہ : کسی سے کہا کہ اس شیر یا بھیڑیے کو قتل کرو تجھے ایک روپیہ دوں گا اور وہ جانور چھوٹا ہوا ہے بند نہیں تو یہ اجارہ فاسد ہے ایسا کام اگر ایک روپے یا زیادہ کے قابل ہے تو اسے ایک ہی روپیہ ملے گا اور کم کے قابل ہے تو کم اور وہ شکار اس اجیر کرنے والے کی مِلک ہوگا۔ ۱ ۴۲۵

۶ مسئلہ : اگر کسی کو شکار کرنے یا کاتنے یا مقدمہ لڑانے یا اپنے دین کا تقاضا کرنے یا قبضہ کرنے پر اجیر کیا اور وقت بیان کیا کہ ایک دن یا ایک مہینہ مثلاً تو اجارہ صحیح ہے جب اُجرت مقرر کی دی جائے گی ورنہ فاسد ہے اجرت مثل و اجرت مقررہ میں جو کم ہوگا وہ دیا جائے گا یہ مسئلہ ضرور حفظ کرنے کا ہے کہ آج کل وکیلوں کا تقرر بلا تعیینِ مدت

Marfat.com

	ہے تو جائز ہے۔	۲	۴۲۰
۱۸	مسئلہ: سبیل اگر خاص راہگیروں کے لیے ہے اس میں سے گھروں کو لے جانا حرام ہے بلکہ اگر خاص ایک قسم کے راہگیروں کے لیے ہے تو صرف انھیں کے لیے جائز ہے جیسے بعض جاہل لوگ عشرۂ محرم خاص ہمراہیان تعزیہ کے لیے شربت کرتے ہیں دوسرے اس میں سے بے اجازت نہیں پی سکتے بلکہ اگر خاص ایک تعزیہ والوں کے لیے کیا تو دوسرے تعزیہ والوں کو پینا جائز نہیں اگرچہ تعزیہ خود بدعت و ناجائز ہے۔	۳	۴۲۰

مسائلِ بیع

۱	مسئلہ: بیع تعاطی سے جائز ہے کہ بائع و مشتری زبان سے کچھ نہ کہیں یہ چیز لے لے وہ ثمن لے لے مثلاً روٹی کا عام بھاؤ ایک پیسہ ہے زید عمرو کی دکان پر آیا چار پیسے اس کے سامنے رکھے اور چار روٹیاں لے لیں عمرو نے کچھ نہ کہا بیع ہو گئی۔	۱	۷۲۱
۲	مسئلہ: زید کی نیت سے کوئی چیز خریدنا زید کو اس کا مالک نہیں کرتا یہ خریدنے والا ہی مالک ہوگا جب زید کو دے گا اس وقت زید کی ملک ہوگی اور اگر چاہے نہ دے تو اس پر کچھ الزام نہیں ہاں اگر عقد بیع میں زید کی طرف اضافت ہو مثلاً مشتری کہے یہ چیز زید کے ہاتھ بیع کر دے بائع کہے میں نے بیچی مشتری کہے میں نے زید کے واسطے قبول کی یا بائع کہے میں نے زید کے ہاتھ بیچی مشتری کہے میں نے قبول کی تو البتہ یہ بیع زید کے لیے ہوگی اگر وہ جائز رکھے گا چیز کا مالک وہی ہوگا نہ جائز رکھے گا تو بیع رد ہو جائے گی۔	۲	۷۲۱
۳	مسئلہ: اگر کوئی چیز بیچے اور بائع زیادہ سے زیادہ تین دن تک کے لیے اپنا اختیار شرط کرے کہ چاہوں تو اس مدت میں بیع قائم رکھوں یا نہ رکھوں اس صورت میں مدتِ مذکورہ تک مبیع ملک بائع ہی پر رہے گی اور مشتری کو اس میں تصرف جائز نہ ہوگا اگرچہ بائع نے مبیع اس کے قبضے میں دے دی ہو۔	۳	۷۸۳
۴	مسئلہ: کسی نے کہا میری طرف سے اپنا غلام اتنے روپوں کے بدلے آزاد کر دے اس نے کر دیا اس بیع میں نہ ایجاب و قبول کی حاجت ہے نہ یہ ضرور ہے کہ مولیٰ وہ غلام اس کے قبضے میں دینے پر قادر ہو نہ یہ اُسے کسی عیب کے سبب یا اس بنا پر کہ میں نے بے دیکھے خریدا تھا واپس کر سکتا ہے کہ یہاں بیع آزاد کر دینے کے ضمن		

Marfat.com

مفت دے سکتا ہے نہ کوئی چیز بازار کے بھاؤ سے ایسی کمی پر بیچ سکتا ہے جیسے صریح
غبن کہیں، نہ اس کے ولی کو اس کے مال میں ان دونوں صورتوں کا اصلاً اختیار۔ ۴ ۴۲۳

۴ **مسئلہ:** معتوہ یعنی بوہرے کی تعریف اور یہ کہ اس کا اور سمجھ وال بچے کا ایک حکم
ہے اس کا بھرایانی بھی وہی حکم رکھتا ہے جو نابالغ کا۔ یوں ہی اس کی ہر ملک مثل ملک
نابالغ ہے۔ یہاں تک کہ اس پر نماز فرض نہیں پڑھے گا تو نفل ہوگی۔ عاقل بالغ
فرض وواجب وتراویح بلکہ نفل میں بھی اس کی اقتدا نہیں کرسکتا۔ ۵ ۴۳۴

۵ **مسئلہ:** جو تصرف خالص نفع ہے جیسے ہبہ قبول کرنا وہ صبی عاقل بے اذن
ولی کرسکتا ہے اور جس میں نفع ونقصان دونوں کا احتمال ہو جیسے خرید وفروخت وہ
ولی کی اجازت سے کرسکتا ہے اور جو محض ضرر ہے جیسے عورت کو طلاق دینا غلام
آزاد کرنا کسی کو کچھ مال بخش دینا یہ نہ خود کرسکتا ہے نہ ولی اجازت دے سکتا ہے۔ ۸ ۴۳۷

مسائل غصب

۱ **مسئلہ:** گمان ہوا کہ فلاں چیز باپ کے پاس زید کی امانت تھی اس گمان پہ
زید کے وارثوں کو دے دی پھر معلوم ہوا کہ وہ اس کے باپ ہی کی تھی ان سے واپس
لے گا اور اگر وہ خرچ کرچکے تاوان لے گا۔ ۳ ۴۲۳

۲ **مسئلہ:** حساب کتاب میں غلطی سے گمان ہوا کہ زید کے سو روپے مجھ پہ
آتے ہیں پھر ظاہر ہوا کہ حساب برابر ہوچکا تھا وہ روپے اس سے واپس لے گا۔ ۴ ۴۲۳

۳ **مسئلہ:** پانی میں اختلاف ہے کہ مثلی ہے یا قیمی، مثلاً اگر کسی کا مشک بھر
پانی کسی نے خرچ لیا یا پھینک دیا ——— تو اس مشک بھر پانی اسے
دینا ہوگا یا اس کی قیمت اور مصنف کی تطبیق کہ پانی بایں معنی مثلی ہے کہ اس کے
حصوں کی یکساں حالت ہوتی ہے ایک گھڑے سے دو لوٹوں میں پانی لو تو دونوں
پانی ایک سے ہوں گے جیسے سیر بھر گیہوں کے دو حصے کرو تو ایک دوسرے کے مثل
ہوگا اسی کو مثلی کہتے ہیں اور اسے بایں معنی قیمی کہا گیا ہے کہ وہ ماپا یا تولا نہیں
جاتا۔ ۴ ۴۳۹

Marfat.com

مسائلِ دعوٰی

۱ مسئلہ : مدعی کے پاس گواہ نہ تھے مدعا علیہ کا حلف چاہا حاکم نے اُس سے حلف کو کہا وہ چپ رہا یہ سکوت بھی انکار ہے جبکہ گونگا یا بہرا نہ ہو۔ | ۴ | ۷۷۹

۲ مسئلہ : اس صورت میں مستحب ہے کہ قاضی اس سے تین بار حلف کو کہے اگر سکوت کرے انکار ٹھہرا کر مدعی کو ڈگری دے دے۔ | ۵ | ۷۷۹

مسائلِ ہبہ

۱ مسئلہ : کھانے پینے کی چیز جو بچوں کا نام کر کے بھیجتے ہیں اس میں سے ماں باپ کھا سکتے ہیں کہ اصل مقصود ماں باپ کو بھیجنا ہوتا ہے اور چیز تھوڑی سمجھ کر بچوں کا نام لیا جاتا ہے۔ | ۲ | ۴۲۹

۲ مسئلہ : اگر معلوم ہو کہ دینے والے نے واقعی بچے ہی کو دی ہے ماں باپ کو دینا مقصود نہیں تو ماں باپ کو اس میں سے کھانا حرام ہے مگر یہ کہ محتاج ہوں۔ | ۴ | ۴۲۹

۳ مسئلہ : مال جس میں تصرف اس کا مالک کسی شخص یا جماعت کو مباح کر دے جیسے سبیل کا پانی یا دعوت کا کھانا یا جس نے کہہ دیا ہو کہ میرے باغ کے پھل جو چاہے کھائے وہ مال تصرف کے وقت بھی مالک ہی کی ملک ہوتا ہے لینے والوں کی ملک نہیں ہو جاتا ولہذا مہمان کو جائز نہیں کہ جو کھانا اس کے سامنے رکھا گیا یا اس کے کھانے سے بچ رہا اس میں سے بے اجازت مالک کسی فقیر کو کوئی ٹکڑا دے، ہاں اجازت دلالۃً بھی کافی ہے جب یقیناً معلوم ہو کہ اتنا تصرف وہ روا رکھے گا اسے ناگوار نہ ہوگا۔ | ۳ | ۴۳۵

۴ مسئلہ : ولی نے جو چیز بچے کو کھانے پینے کے لیے اپنے مال سے دی اور اسے مالک نہ کر دیا اس میں سے ولی کو جائز ہے کہ دوسرے کو دے دے اور اگر نابالغ ہی کے مال سے تھی یا اسے دے کر مالک کر دیا تو اب کسی کو نہیں دے سکتا۔ | ۱ | ۴۳۸

۵ مسئلہ : دی ہوئی چیز پھیر لینا گناہ ہے اگرچہ موہوب لہ خوشی سے پھیر دے۔ | ۵ | ۶۴۳

۶ مسئلہ : شوہر نے گواہوں کے سامنے عورت سے کہا اللہ تیرا بھلا کرے کہ تُو نے مہر بخش دیا اس نے دو بار کہا ہاں بخش دیا۔ گواہوں نے کہا ہم گواہ ہو جائیں اُس نے

Marfat.com

۹	مسئلہ: طلوعِ صبح صادق سے طلوعِ شمس تک دنیوی کلام مطلقاً مکروہ ہے۔	۲	۱۹۶
۱۰	مسئلہ: نمازِ عشاء پڑھنے کے بعد بے حاجت دنیوی باتوں میں اشتغال مکروہ ہے۔	۳	۱۹۷
۱۱	ف: لعب و لہو و ہزل و لغو و باطل و عبث متقارب المعنیٰ ہیں۔	۵	۲۰۰
۱۲	مسئلہ: عبادت و محنت دینیہ کے بعد دفعِ کلال و ملال و حصولِ تازگی و راحت کے لیے احیاناً کسی امرِ مباح میں مشغولی جیسے جائز اشعارِ عاشقانہ کا پڑھنا سننا شرعاً مباح بلکہ مطلوب ہے۔	۱	۲۰۱
۱۳	مسئلہ: صلۂ رحم اور اپنے اقربا کی مواسات عمدہ حسنات سے ہے مگر اگر نیت لوجہ اللہ نہ ہو بلکہ مثلاً خون کی شرکت امورِ طبعی محبت کا تقاضا، تو اس سے عنداللہ کچھ فائدہ نہیں۔	۲	۲۰۱
۱۴	مسئلہ: نماز میں انگلی چٹکانا گناہ و ناجائز ہے یوں ہی اگر نماز کے انتظار میں بیٹھا ہے یا نماز کے لیے جا رہا ہے اور ان کے سوا اگر حاجت ہو مثلاً انگلیوں میں بخارات کے سبب کسل پیدا ہوا تو خالص اباحت ہے اور بے حاجت خلافِ اولیٰ و ترکِ ادب ہے۔	۱	۲۰۵
۱۵	مسئلہ: یہی سب احکام اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنے کے ہیں۔	۲	۲۰۵
۱۶	مسئلہ: ہاتھ پاؤں سینہ پشت پہ بال ہوں تو نورہ سے دور کرنا بہتر ہے اور موئے زیرِ ناف پر بھی استعمالِ نورہ آیا ہے۔	۳	۲۱۰
۱۷	ف: تنبیہ ضروری بہت ضروری: آریوں پادریوں وغیرہم کے لکچر ندائیں سننے کو جانے سے قرآن عظیم سخت ممانعت فرماتا ہے۔	۶	۲۱۴
۱۸	مسئلہ: بلاضرورت پاک چیز کو ناپاک کرنا حرام ہے۔	۱	۲۲۱
۱۹	مسئلہ: بے وضو آیت کو چھونا تو خود ہی حرام ہے اگرچہ آیت کسی اور کتاب میں لکھی ہو مگر قرآن مجید کے سادہ حاشیہ بلکہ پٹھوں بلکہ چولی کا بھی چھونا حرام ہے ہاں جزدان میں ہو تو جزدان کو ہاتھ لگا سکتا ہے۔	۱	۲۲۲

Marfat.com

	ہوتا ہے سوا ان کے جن کا ہر پیشی پر محنتانہ قرار پاتا ہے ۔	۷	۴۲۵
۷	مسئلہ: نان بائی سے کہا میں نے تجھے آج کے دن کے لیے اس پر اجیر کیا کہ یہ آٹا ایک روپے اجرت پر لگا دے یہ اجارہ فاسد ہے کہ اس میں عمل اور وقت دونوں پر عقد اجارہ وارد کیا ۔	۸	۴۲۵
۸	مسئلہ: اگر نان بائی سے یوں کہا کہ میں نے تجھے یہ آٹا پکانے کے لیے ایک روپے پر اجیر کیا اس شرط پر کہ آج ہی پکا دے یا یوں کہا جیسا یہاں معمول ہے کہ یہ آٹا آج پکا دے ایک روپیہ دوں گا تو یہ جائز ہے کہ اجارہ فقط عمل پر ہوا ۔	۱	۴۲۶
۹	مسئلہ: جسے کسی چیز مباح کے لانے پر اجیر کیا اور نہ وقت اجارہ مقرر کیا نہ وہ شے معین کی تو اس مباح کو اگر اپنی نیت سے لے گا خود مالک ہوگا مستاجر کی نیت سے لے گا تو وہ مالک ہوگا اور اگر کوئی نیت نہ تھی یا نیت میں اختلاف پڑا یہ کہتا ہے میں نے اپنے لیے لی مستاجر کہتا ہے میرے لیے لی تو جس کے برتن میں لی اس کے لیے ہوگی ۔	۲	۴۳۱
۱۰	مسئلہ: شرع میں دلالت بھی مثل صریح ہے مگر جب صریح اس کے خلاف ہو تو دلالت معتبر نہیں مثلاً قبر پر قرآن مجید پڑھنے کی اجرت لینی منع ہے لوگ جو مقرر کرتے ہیں اور اجرت کا نام درمیان میں نہیں آتا بعد کو لیتے دیتے ہیں یہ بھی اجرت ہی ہے کہ عادۃً معلوم ہے کہ وہ لینے ہی کو پڑھتے ہیں اور یہ پڑھنے ہی پر دیتے ہیں، ہاں اگر صاف کہہ دیں کہ دیا کچھ نہ جائیگا پھر دیں تو حرج نہیں کہ تصریحاً نفی اس عادت کی دلالت پر مقدم ہے ۔	۵	۷۸۰

مسائلِ حجر

۱	مسئلہ: غلام کو تجارت کا اذن دیا تو جو دعوت تاجروں کا دستور ہے غلام بھی اس مال سے کر سکتا ہے ۔	۱	۴۳۰
۲	مسئلہ: سمجھ وال بچہ اگر ماذون ہے یعنی اس کے ولی شرعی نے اسے خرید و فروخت کی اجازت دے دی ہے اس کا پانی یا اسی قسم کی اور چیز جو اس کی ملک ہو پورے داموں کو اس سے خرید سکتے ہیں ۔	۳	۴۳۳
۳	مسئلہ: نابالغ اگرچہ قریب بلوغ ہو وہ اپنی ملک سے ایک گھونٹ پانی نہ کسی کو		

Marfat.com

۳۴	ف : بےکسی صحیح وجائز حاجتِ شرعی کے سمندر میں سوار ہونا نہ چاہیے کہ اس کے نیچے آگ ہے۔	۱	۴۰۹
۳۵	مسئلہ : ہنود و نصاریٰ کے برتن اگر خریدے یا کسی طرح ملے ان میں بغیر پاک کیے کھانا پینا مکروہ ہے۔	۱	۴۱۵
۳۶	مسئلہ : ائمہ فرماتے ہیں اگر جنگل میں ایک کتا ایک حربی کافر پیاس سے مرے جاتے ہوں اور مسلمان کے پاس ایک کی پیاس کے قابل پانی ہے کتے کو پلائے اور حربی کو نہ دے۔	۴	۴۲۱
۳۷	مسئلہ : سوال جو بے ضرورتِ شرعیہ حرام ہے کچھ مال ہی مانگنے پر موقوف نہیں بلکہ اجنبی سے کسی کام یا خدمت کو کہنا بھی سوال میں داخل ہے خصوصاً دوسرے کے نابالغ بچے یا کنیز و غلام سے **اقول** یونہی کسی کے نوکر سے کام لینا جبکہ باہم انبساط و بے تکلفی اس حد تک نہ ہو۔	۹	۴۳۷
۳۸	مسئلہ : رافضی کے یہاں کچھ کھانا پینا ہرگز نہ چاہیے۔	۲	۵۷۴
۳۹	مسئلہ : جوابِ سلام میں دیر جائز نہیں۔	۱	۶۱۹
۴۰	مسئلہ : سلام شروع ملاقات کے وقت ہے دیر کے بعد یا کچھ کلام کر کے خلافِ سنّت ہے۔	۲	۶۱۹
۴۱	مسئلہ : بچے نے جب تک بات نہ کی ہو اُسے مرد و عورت سب بے پردہ نہلا سکتے ہیں یہی وُہ عمر ہے جس تک سترِ عورت کی اصلاً حاجت نہیں۔	۲	۶۵۶
۴۲	مسئلہ : بدن یا بال دیکھنے یا چھُونے میں جو حکم زندے کا تھا وہی مُردے کا ہے **اقول** بلکہ بعض جگہ زائد کہ شوہر حیات میں مس کر سکتا ہے اور بعد موت اس کے بدن کو اصلاً ہاتھ نہیں لگا سکتا۔	۴	۶۵۶
۴۳	مسئلہ : دوسرے کی کنیز شرعی کا حکم مثل اپنی محرم عورت کے ہے کہ پیٹ پیٹھ اور ناف سے زانو کے نیچے تک دیکھنا جائز نہیں اس کے سوا میں جائز ہے بلکہ خوفِ فتنہ نہ ہو یا حاجتِ شرعیہ ہو تو چھُونا بھی۔	۱	۶۵۸
۴۴	مسئلہ : اجنبی آزاد عورت کے مُنہ کی صرف ٹکلی جس میں کان یا گلے یا بالوں کا کوئی ذرہ داخل نہیں اور ہتھیلیاں اور تلوے دیکھنا اگرچہ حرام نہیں، ہاں مکروہِ تحریمی ہے کہ ترک واجب ہے		

Marfat.com

مسائلِ قسمت

۱	مسئلہ : روپیہ اشرفی غلہ جو چیزیں مثلی ہیں ان میں سے بالغ وارث بطور خود اپنا حصّہ نابالغوں کے حصے سے جُدا کر سکتے ہیں اور یہ تقسیم مقبول رہے گی اگر نابالغوں کا حصّہ ان کے لیے سلامت رہے اگر وُہ تلف ہو جائے تو تقسیم کالعدم ہو کر یہ ٹھہرائیں گے کہ جو جاتا رہا وہ بالغ نابالغ سب کے حصّوں میں سے گیا باقی میں سے نابالغوں کو حصّہ دیا جائیگا۔	۲	۴۳۹
۲	مسئلہ : یہی حکم ایسی چیزوں میں شریک حاضر و غائب کا ہے جو شریک موجود ہے اپنا حصّہ بطور خود لے سکتا ہے اور یہ تقسیم صحیح رہے گی اگر شریک غائب کا حصہ اس کے لیے سلامت رہے ورنہ جو گیا دونوں کا تھا اور جو باقی رہا دونوں کا ہے۔	۳	۴۳۹

مسائل حظر و اباحت

۱	مسئلہ : اپنے دامن یا آنچل سے بدن پونچھنا شرعاً منع نہیں مگر دامن سے ہاتھ منہ پُونچھنے سے اہلِ تجربہ منع فرماتے ہیں کہ اس سے بھُول پیدا ہوتی ہے۔	۱	۳۰
۲	مسئلہ : کھانے کے بعد کاغذ سے ہاتھ پُونچھنا نہ چاہیے۔	۳	۳۰
۳	مسئلہ : کھانے کے بعد اپنے عمامہ وغیرہ لباس سے ہاتھ پونچھنا منع ہے مصنف کے نزدیک یہ ممانعت اس وقت ہے کہ ابھی ہاتھ نہ دھوئے ہوں یا دھونے کے بعد بھی چکنائی یا بُو باقی ہو جس سے کپڑا خراب ہو۔	۴	۳۰
۴	مسئلہ : تنہا پاجامہ پہنے راہ میں نکلنے والا ساقط العدالۃ مردود الشہادۃ ہے	۳	۱۵۸
۵	مسئلہ : جس انگشتری پر کوئی متبرک نام لکھا ہو وقتِ استنجا اس کا اتار لینا بہت ضرور ہے۔	۸	۱۷۱
۶	مسئلہ : مطلقاً حروف کی تعظیم چاہیے خواہ کچھ لکھا ہو۔	۹	۱۷۱
۷	مسئلہ : جس انگشتری پر کچھ لکھا ہو اسے پہن کر بیت الخلا میں جانا مکروہ ہے۔	۱	۱۷۲
۸	مسئلہ : تعویذ اگر غلاف میں ہو تو اسے پہن کر بیت الخلا میں جانا مکروہ نہیں پھر بھی اس سے بچنا افضل ہے۔	۲	۱۷۲

Marfat.com

۵۳	مسئلہ : جہاد میں حربی کافروں کے ساتھ بھی مثلہ کرنا یعنی قتل کے بعد ناک، کان کاٹنا حرام ہے۔ ہاں عین قتال میں جہاں بھی ضرب ہو جو کچھ بھی قطع کیا جائے کمال اجر ہے۔	۳	۷۰۴
۵۴	مسئلہ ضروریہ : بعض نوجوان جو آپس میں کیچڑ سے کھیلتے ہیں ایک دوسرے کے منہ پر کیچڑ ملتے ہیں یا ہنسی سے کسی کے سوتے میں اس کے منہ پر کالک لگاتے ہیں یہ سب حرام ہے۔	۴	۷۰۴
۵۵	مسئلہ : جس طرح بے وضو کو قرآن مجید کے حرفوں کو چھونا حرام ہے یونہی اس کے حاشیہ کی سادہ بیاض کو، یونہی اس کی جلد کو، یونہی چولی کو جو پٹھوں پر چڑھی ہوئی ہے، ہاں جزدان یا مقوے میں ہو تو ان کا چھونا جائز ہے۔	۱	۷۲۳
۵۶	مسئلہ : مسلمان کو جائز نہیں کہ باختیارِ خود اپنے نفس کو ذلت میں ڈالے مثلاً خدمت گاری کافر کی نوکری حدیث میں اس سے منع فرمایا۔	۳	۷۵۵
۵۷	مسئلہ : اگر کوئی مسلمان بھوک یا پیاس سے مرتا ہو اس کی اعانت مسلمانوں پر فرض ہے۔ ایسی حالت میں اگر وہ دوسرے کے پاس کھانا پانی پائے اس پر مانگنا فرض ہے اور یہ خود مجبورانہ محتاج نہ ہو تو اس پر دینا فرض ہے۔	۸	۷۵۵
۵۸	مسئلہ : پانی ضائع کرنا حرام ہے۔	۲	۸۰۷
۵۹	مسئلہ : مال ضائع کرنا حرام ہے۔	۱	۸۰۸

مسائل احیاء موات

۱	مسئلہ : خودرو گھاس مالک کی ملک نہیں ہوتی جو کاٹ لے اسی کی ہے مگر اگر زمین جوتی اسے پانی دیا کہ گھاس اُگے تو اب یہ گھاس اس کی ملک ہوگی دوسرا بے اس کی اجازت کے نہیں لے سکتا۔	۱	۴۱۷
۲	مسئلہ : مباح چیز جیسے دریاؤں کا پانی جنگل کا خودرو پھل پھول ان پر جس کا ہاتھ پہلے پہنچ جائے اور قبضہ کرلے وہی مالک ہو جاتا ہے اس تفصیل پر جو آگے مذکور ہے۔	۲	۴۲۲
۳	مسئلہ : کسی مباح چیز کے لانے کے لیے دوسرے کو اپنا نائب یا وکیل یا خادم		

Marfat.com

۲۰	مسئلہ: قرآن مجید کا خالی ترجمہ اگرچہ جُدا لکھا ہو اسے بھی بے وضو چھونا منع ہے	۲	۲۲۲
۲۱	مسئلہ: کتب تفسیر و حدیث و فقہ میں جہاں آیت لکھی ہو خاص اس جگہ بے وضو ہاتھ لگانا حرام ہے باقی عبارت میں افضل یہ ہے کہ باوضو ہو۔	۳	۲۲۲
۲۲	فائدہ ضروریہ: تلاوتِ قرآن یا قرأتِ حدیث کے سوا اپنی طرف سے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام خواہ کسی نبی کو معصیت کی طرف منسوب کرنا حرام ہے۔	۷	۲۳۳
۲۳	مسئلہ: کھانا کھا کر برتن کو چاٹ کر صاف کرنا مسنون ہے۔	۱	۲۴۳
۲۴	مسئلہ: بے وضو اپنے سینہ سے بھی مصحف شریف کو مَس نہیں کر سکتا۔	۳	۲۵۵
۲۵	مسئلہ: بے وضو کی گردن پر لمبی چادر کا ایک کونا پڑا ہوا ہے اور وہ اس کے دوسرے کونے کو ہاتھ پر رکھ کر مصحف شریف چھُونا چاہے اگر چادر اتنی لمبی ہے کہ اس شخص کے اُٹھنے بیٹھنے سے اس دوسرے گوشہ تک حرکت نہ پہنچے گی تو جائز ہے ورنہ نہیں۔	۴	۲۵۵
۲۶	مسئلہ: پانی میں پیشاب کرنا مطلقاً مکروہ ہے اگرچہ دریا میں ہو۔	۳	۲۷۶
۲۷	مسئلہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نصرانی کے یہاں کا کھانا کھانے سے ممانعت فرمائی۔	۱	۳۲۲
۲۸	مسئلہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جہاں تک بنے نصاریٰ کے برتنوں سے دُور رہو اور برتن نہ ملیں تو پہلے انھیں دھو کر پاک کر لو اس کے بعد استعمال میں لاؤ۔	۴	۳۳۲
۲۹	مسئلہ: تہمت کی جگہ کھڑے ہونے سے حدیث میں ممانعت ہے۔	۲	۳۳۳
۳۰	مسئلہ: بکثرت حدیثیں اس بارے میں کہ بلاوجہ شرعی وہ بات نہ کی جائے جو سننے سے بُری معلوم ہو عذر کی حاجت پڑے مسلمانوں کو نفرت دلائے۔	۳	۳۳۳
۳۱	مسئلہ: بلاوجہ شرعی وہ بات کرنی مکروہ ہے جس سے اس کی غیبت کا دروازہ کھُلے۔	۴	۳۳۳
۳۲	مسئلہ: یہاں نصاریٰ کے کھانے پینے سے بہ نسبت ہنود کے بہت زیادہ بچنے کا حکم ہے۔	۵	۳۳۳
۳۳	مسئلہ: رات ہو یا دن عورت جوان ہو یا بُوڑھی جمعہ ہو یا عید یا جماعت پنجگانہ یا مجلسِ وعظ مطلقاً عورتوں کا جانا منع ہے۔	۲	۳۸۶

Marfat.com

	میں ڈال دیا اب بے اس کی اجازت کے نہیں لے سکتا۔	۴	۴۳۴
۶	مسئلہ: بوہرے کے بھرے ہُوئے پانی سے جو اس کی ملک ہو بے حالتِ احتیاج اس کے ماں باپ کو انتفاع میں بھی دقت ہے۔	۹	۴۳۴
۷	مسئلہ بنایت مشکلہ: بہت معتمد کتابوں میں ہے کہ اگر نابالغ نے حوض یا کنویں سے پانی لے کر کچھ حصہ اس میں ڈال دیا اب اس حوض یا کنویں کا پانی سب پر حرام ہو گیا۔	۱	۴۳۵
۸	مسئلہ: نابالغ کا مملوک پانی اگر اس کے گھر سے لاکر بھی کوئی شخص کنویں یا مباح حوض میں ڈال دے گا اس کا استعمال بھی اسی طرح حرام ہو جائے گا۔	۴	۴۳۵
۹	مسئلہ: یہ پانی اس نابالغ کے والدین بشرط احتیاج بالاتفاق استعمال کر سکتے ہیں اور ایک روایت پر بلا احتیاج بھی۔	۵	۴۳۵
۱۰	مسئلہ: نابالغ کی ملک کا یہ پانی کہ کنویں یا مباح حوض میں مل گیا کسی طرح کتنے ہی داموں کو خریدا بھی نہیں جا سکتا نہ اس کی بیع سے نہ اس کے ولی کی۔	۱	۴۳۶
۱۱	مسئلہ: نابالغ کی ملک کا پانی اگر کسی کے مملوک پانی میں مل جائے گا مثلاً گھڑے وغیرہ میں تو اس پانی کا استعمال بھی یونہی حرام ہو جائے گا حتی کہ اس کے مالک کو۔	۲	۴۳۶
۱۲	مسئلہ: کچھ پانی وغیرہ کی خصوصیت نہیں نابالغ کی ملک کی کوئی چیز جب دوسری چیز میں اس طرح مل جائے گی کہ تمیز ناممکن ہو مثلاً کسی کے دودھ میں نابالغ کا پانی یا پانی میں عرق یا گیہوں میں گیہوں یا چاول میں چاول جب بھی یہی حکم ہے کہ وہ چیز خود مالک پر بھی حرام ہو گئی۔	۳	۴۳۶
۱۳	مسئلہ: کسی کے غلام یا کنیز شرعی نے جو پانی کنویں یا مباح حوض سے بھرا وہ مالک عاقل بالغ کی اجازت سے جائز ہو سکتا ہے اب اجازت دے یا غائب ہے اور اسے خبر پہنچے اس وقت اجازت دے اور اگر اس کا مالک نابالغ یا معتوہ ہے تو عاقل یا بالغ ہونے کے بعد اس کی اجازت درکار ہے۔	۶	۴۳۶
۱۴	مسئلہ: یہ احکام ٹھہرے ہُوئے پانی میں ہیں اگرچہ دہ در دہ یا زائد ہو جاری پانی میں اگر نابالغ کی ملک کا پانی مل جائے تو اس کا استعمال ناجائز نہ ہو گا۔	۹	۴۳۶
۱۵	مسئلہ: جس پانی میں نابالغ کا پانی مل گیا اسے جس طرح صرف میں نہیں لا سکتے		

Marfat.com

	مگر اُس کے اُن مواضع کا بھی چھُونا مطلقاً حرام ہے ولہٰذا شیخ کو حرام ہے کہ اجنبی عورت کا ہاتھ پکڑ کر بیعت لے۔	۲	۶۵۸
۴۵	**مسئلہ**: دوسرے کی کنیز شرعی اگر اس کے سر میں تیل ڈالے یا ہاتھ پاؤں دبائے یا نہلانے میں اس کا پیٹ پیٹھ ملے جائز ہے جبکہ نیت بد نہ ہو۔	۳	۶۵۸
۴۶	**مسئلہ ضروریہ اشد ضروریہ**: آزاد عورت کو حرام ہے کہ کسی نامحرم مرد کے بدن کو ہاتھ لگائے اگرچہ ہاتھ یا پاؤں کو، اور مرد پر حرام ہے کہ اسے اِس کی اجازت دے، یہاں سے مشائخِ زمانہ سبق لیں کہ اجنبی جوان مریدات اور وُہ خود بھی ضعیف نہیں پھر یہ ان کے قدم لیتیں اُن کے ہاتھوں کو بوسہ دیتیں آنکھوں سے لگاتی ہیں اُن پر فرض ہے کہ اُنھیں ان حرکات سے بشدّت روکیں یُوں ہی بعض لوگ نہانے میں نائن یا اصیل سے ہاتھ پاؤں یا پیٹھ ملواتے ہیں یہ بھی حرام ہے اور احتراز فرض ولا حول ولا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔ البتہ اگر عورت بہت ضعیفہ بڑھیا ہے کہ محلِ فتنہ نہیں یا یہ بہت ضعیف بُوڑھا ہے اور طرفین سے کسی جانب احتمالِ فساد نہیں تو مصافحہ کی اجازت ہے۔ **اقول** تو یوں ہی اس کے پاؤں چھُونے سے اُس عورت کو ممانعت نہ کی جائے گی اور اسی قیاس پر پیٹھ ملنا جبکہ ہر طرح فتنہ سے امن ہو واللہ تعالٰی اعلم۔	۴	۶۵۸
۴۷	**مسئلہ**: جہاں کوئی نجاست پڑی ہو تلاوت مکروہ ہے۔	۲	۶۶۳
۴۸	**مسئلہ**: اگر کوئی جنب یا حیض یا نفاس والی عورت پاس موجود ہو تو قرآنِ عظیم کی تلاوت میں کوئی حرج نہیں بلکہ اگر اپنی عورت حائضہ یا نفسا کی گود میں سر رکھے لیٹا ہو اُس وقت بھی تلاوت کر سکتا ہے۔	۳	۶۶۳
۴۹	**مسئلہ**: کپڑے میں بانے کا اعتبار ہوتا ہے تانے کا لحاظ نہیں، بانا اگر ریشم ہو مرد کو ناجائز ہے اگرچہ تانا سُوت ہو۔ اور بانا سُوت ہے تو جائز اگرچہ تانا ریشم ہو۔	۲	۶۷۹
۵۰	**مسئلہ**: مٹی کھانا حرام ہے یعنی زیادہ کہ مضر ہے خاکِ شفا شریف سے تبرکاً قدرے چکھ لینا جائز ہے جیسے پان میں چُونا، کما فی نصاب الاحتساب۔	۳	۶۹۶
۵۱	**مسئلہ**: سیپ کا چُونا حرام ہے جس پان پر وُہ چُونا لگا ہو اس کا کھانا حرام ہے۔	۲	۷۰۱
۵۲	**مسئلہ**: بلا ضرورتِ دوا منہ پر کوئی ایسی چیز سانا جس سے صورت بگڑے ناجائز ہے۔	۲	۷۰۴

Marfat.com

کسی وجہ سے ہوئے اور اسے اس سے روپیہ ملنے کی امید نہیں تو سَو روپے کی مقدار
تک اس کا جو مال ملے لے سکتا ہے آجکل اس پر فتویٰ دیا گیا ہے مگر پتے ول سے
بازار کے بھاؤ سے سو ہی روپے کا مال ہو زیادہ ایک پیسہ کا ہو تو حرام درحرام ہے۔ ۲ ۳۹۳

۲ مسئلہ : مدیون پر ڈگری ہوئی اس کا مال ادائے دین میں لیا جائے گا مگر
پہننے کے ضروری کپڑے نہیں لیے جا سکتے۔ ۷ ۶۵۹

مسائل وصی

۱ مسئلہ : ماں باپ محتاج ہوں تو اپنے بچے کا مال بقدرِ حاجت بلا قیمت لے سکتے
ہیں اور غنی ہیں لیکن اس وقت اپنے مال پر ہاتھ نہیں پہنچا مثلاً سفر میں ہیں اور بچہ
کا مال موجود ہے تو بقیمت لے کر خرچ کر سکتے ہیں جب اپنا مال ملے قیمت ادا کریں۔ ۱ ۴۲۷

۲ مسئلہ : باپ کو اختیار ہے کہ اپنے نابالغ بچہ کو استاد کی خدمت کے لیے دے
کر یہ مفت اس کا کام کاج جو اس کے قابل ہے کرے اور وہ اسے تعلیم کرے اگرچہ
کسی جائز پیشہ ہی کی۔ ۱ ۴۲۸

۳ مسئلہ : باپ اور دادا اور ان کے وصی کو اختیار ہے کہ نابالغ سے اسے ادب
دینے اور کام کی عادت ڈالنے کے لیے اس کے لائق کی خدمت لیں۔ ۲ ۴۲۸

۴ مسئلہ : ماں نے اپنا مال اپنے یتیم بچہ کے ساتھ ملا لیا اور دونوں ساتھ کھاتے
ہیں، اگر ماں کے حصہ میں معتدبہ زیادت آتی ہے تو یہ اسے جائز نہیں۔ ۴ ۴۳۰

۵ مسئلہ : نابالغ یتیم کما کر ماں کو دیتا ہے ماں اس پر خرچ کرتی ہے اس میں
سے ایک دو لقمے کھا سکتی ہے۔ ۱ ۴۳۱

۶ مسئلہ : دوسرے کے بچے سے سہل معمولی کام لینا مثلاً محلہ میں سے فلاں کو
بلا لایا یہ بات کہہ آ اس قدر میں حرج نہیں۔ ۲ ۴۳۱

۷ مسئلہ : جس سے جتنی بے تکلفی ہو اس کے مال میں تصرف کرنا اس کے غلام یا
نوکر سے آتنا کام لینا بے اس کے پوچھے بھی جائز ہے جہاں تک معلوم ہو کہ وہ روا
رکھے گا اسے ناگوار نہ گزرے گا۔ ۱ ۴۳۳

۸ مسئلہ : استادوں کو اختیار ہے کہ باپ دادا یا انکے وصی کی اجازت سے اپنے شاگرد بچوں سے معمولی کام
خدمت لیں، جہاں تک عام دستور ہو اور اس میں بچہ کو ضرر نہ ہو مگر نہ ان کا بھرا ہوا پانی لے سکتے ہیں نہ ان سے
بھروا کر استعمال کر سکتے ہیں۔ ۵ ۴۳۳

Marfat.com

	یا مددگار بنانا صحیح نہیں جیسے وکیل کیا جب وہ قبضہ کریگا وہی مالک ہوجائیگا۔	۴	۴۲۲
۴	مسئلہ: کسی سے بلا اجرت کہا جنگل سے میرے لیے لکڑیاں یا پتّے وغیرہ لے آؤ یا مثلاً ہرن یا مچھلیاں شکار کرلاؤ اس نے کیا لکڑیوں پتّوں شکار کا خود ہی مالک ہوا یوں ہی جنگل میں جو برف آسمان سے گرا وہ منگوایا تو اٹھانے والا ہی مالک ہوگا۔	۱	۴۲۳
۵	مسئلہ: مباح چیزوں کی تحصیل، جیسے غیر مملوک جنگل سے گھاس لکڑی شکار یا دریا یا نہر کنویں سے پانی لینا اس میں شرکت نہیں ہوسکتی کہ ایک کرے اور دونوں کی ملک ہو بلکہ جو جتنی چیز لے گا وہی تنہا اس کا مالک ہوگا اور جو چیز دونوں نے مل کر حاصل کی مثلاً ایک لکڑی دونوں نے کاٹی تو دونوں اس کے مالک ہوں گے اور اگر ایک نے قبضہ کیا اور دوسرا مددگار تھا تو چیز قابض کی ہوگی اور مددگار کو مزدوری ملے گی جو کچھ ایسے کام پر ملتی ہو	۶	۴۲۸
۶	مسئلہ: جو سرکاری زمین میں باذن سلطان کنواں کھودے اس کے گرد چالیس چالیس ہاتھ تک دوسرے کو کنواں کھودنے کی اجازت نہ ہوگی۔	۴	۵۷۳

مسائل شرب

۱	مسئلہ: کنویں کا پانی کنویں کے مالک کا نہیں خالص مِلک خدا ہے۔	۵	۴۱۶
۲	مسئلہ: مینہ کا پانی جس کے برتن میں خود بھر جائے برتن والا اس کا مالک نہ ہوگا جو لے لے اسی کا ہے۔ ہاں اس کا برتن بے اس کی اجازت استعمال نہیں کرسکتا۔	۲	۴۱۷
۳	مسئلہ: اگر کسی نے برتن اسی غرض سے رکھا کہ اس میں مینہ کا پانی آئے تو اس پانی کا وہی مالک ہوگا دُوسرا بے اس کی اجازت کے نہیں لے سکتا۔	۳	۴۱۷
۴	مسئلہ ضروریہ: بہشتیوں کے نیچے اکثر کنوؤں پر پانی بھرتے اور لوگ ان سے پینے یا وضو کو پانی لیتے ہیں یہ حرام ہے۔	۲	۴۳۴
۵	مسئلہ: سقا جب تک کسی کے برتن میں نہ ڈال دے پانی کا خود مالک ہے اگر زید کے گھر لے جانے کو مشک بھری اور اس کے برتنوں تک لے گیا اس وقت بھی اسے اختیار ہے کہ وہاں نہ ڈالے دوسری جگہ لے جائے یا جو چاہے کرے، ہاں جب اس کے برتن		

Marfat.com

۴ **ف** : محدث جب مطلق ہو تو اس سے مراد بے وضو ہوتا ہے نہ وہ جس پر غسل ہے۔ | ۲ | ۲۵۵

۵ **مسئلہ** : امانت وہبہ وصدقہ وشرکت ومضاربت وغصب میں روپے اشرفی جو دیئے گئے وہی متعین ہوتے ہیں مثلاً سو روپے زید کے پاس امانت رکھے زید کو حرام ہے کہ ان روپوں کو دوسرے سو روپوں سے بدلے یا کسی کی اشرفی چھینی خاص وہی اشرفی اسے پھیر کر دینا فرض ہے دوسری بدل کر نہیں دے سکتا اگرچہ بعینہٖ وہی سکہ وہی حالت ہو۔ | ۳ | ۴۱۹

۶ **مسئلہ** : مسائل فقہ میں ظن اگر غالب ہو مثل یقین ہے ورنہ مثل وہم نامعتبر۔ | ۷ | ۴۲۱

۷ **ف** : استار ایک تولہ ۸ ماشے دو رتی ہے اور رطل ۳۲ تولے ۹ ماشے۔ | ۳ | ۵۶۰

۸ **مسئلہ** : شریعتِ مطہرہ جو رخصتیں عطا فرماتی ہے مثلاً مسافر روزہ قضا کر سکتا ہے چار رکعتیں فرض کی دو پڑھے گا پانی میل بھر دور ہو تو نمازی تیمم کرے اُن میں مطیع عاصی سب شریک ہوتے ہیں اگر کسی نے کسی ناجائز کام کے لیے سفر کیا ہو وہ بھی قصر کرے گا اور روزہ قضا کر سکے گا اور جو معاذ اللہ زنا سے جنب ہوا اور پانی نہ پایا تیمم کرے گا۔ | ۶ | ۶۲۶

۹ **مسئلہ** : ہمیشہ یاد رہے کہ احکامِ الٰہیہ بجالانے میں قلیل مشقت کبھی عذر نہیں ہو سکتی مشقتِ شدید عذر ہے۔ | ۳ | ۶۳۲

۱۰ **مسئلہ** : ثواب کی بات میں دوسرے کو اپنے اوپر ترجیح دینی کہ اس کے کرنے کے لیے آپ چھوڑنی یہ نہ چاہئے **اقول** مگر محلِ ادب میں کہ یہاں اُسے ترجیح دینا ہی بڑی قربت ہے جیسے نمازِ جنازہ میں حکم ہے کہ باپ کو مقدم کرے اگرچہ بیٹے کا حق ہے بدائع میں ہے: منع عن التقدم لئلا یستخف بابیه فلم تسقط ولایته بالتقدیم۔ | ۵ | ۶۵۵

۱۱ **مسئلہ** : عبادت کی چار قسمیں ہیں مقصودہ مشروطہ بطہارت۔ مقصودہ غیر مشروطہ۔ مشروطہ غیر مقصودہ۔ غیر مقصودہ وغیر مشروطہ اور اُن کی مثالیں۔ | ۹ | ۶۶۴

۱۲ **مسئلہ** : اختلاف ائمہ سے حتی الامکان بچنا مستحب ہے جب تک اپنے مذہب کا کوئی مکروہ نہ لازم آئے مثلاً باوضو نے اپنے عضوِ مخصوص کو کھجانے میں ہاتھ لگایا ہمارے نزدیک وضو نہ گیا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جاتا رہا تو مستحب ہے کہ وضو کرلے لیکن اگر وضو کرکے وہیں بیٹھا ہے اور کھجایا تو وہیں دوبارہ وضو نہ کرے کہ

Marfat.com

	یوں ہی پھینک بھی نہیں سکتے اُبال بھی نہیں سکتے **اقول** مگر جبکہ کنواں ناپاک ہو جائے اس وقت کل یا بعض جتنے ڈول نکالنے کا حکم ہو بظاہر اس کی اجازت ہونی چاہئے فان القصد فیہ الی الاصلاح دون الافساد الا تری اذا کان حوضاً مملوکا لصغیر فیہ ماؤہ فتنجس فانہ یطھر بالاجراء ولا یترک فاسداً علی الصبی فلیتأمل (کیونکہ اس میں مقصود پانی کی اصلاح ہے پانی کا فساد مقصود نہیں۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ جب حوض بچے کی ملکیت ہو اور اس میں پانی ہو پھر نجس ہو جائے تو پانی جاری کرکے اسے پاک کیا جاتا ہے اور فاسد پانی کو بچے کے لیے نہیں چھوڑا جاتا، غور کرو۔ت) اور اسلم یہ ہے کہ اس نابالغ کی ملک کا اگر کوئی جانور ہو جتنا پانی اس نے ڈالا تھا اس جانور کو پلا دیں یا اس کی کوئی عمارت بنتی ہو اس کے گارے میں ڈال دیں یہ ڈول بھی محسوب رکھیں جو باقی رہے کنوئیں سے اور نکال لیں ھذا ما عندی واللہ اعلم (یہ وہ ہے جو مجھ پر ظاہر ہوا اور اللہ تعالٰی زیادہ بہتر جاننے والا ہے۔ت)	۲	۴۳۷
۱۶	مسئلہ: اگر بلینہ یا سیل نے اسے ابال دیا تو بلا دقت جواز ہوگیا۔	۳	۴۳۷
۱۷	مسئلہ: الحمد للہ مشکل کی سہل آسانی حوض یا کنوئیں میں نابالغ نے جتنا پانی ڈالا ہے اتنا یا اس سے زائد بھر کر اسے دے دیں باقی کا استعمال جائز ہوگیا۔	۱	۴۳۹
۱۸	مسئلہ: یہاں جواز کے لیے پانی کا جریان نہ مطلقاً کافی نہ ہمیشہ ضرور بلکہ اتنا پانی نکل جانا چاہئے جتنا نابالغ نے ڈالا تھا۔	۶	۴۳۹

مسائل دیت

۱	مسئلہ: ہاتھ میں انگلیاں اصل ہیں ولہذا اگر کسی کی انگلیاں کاٹ دیں پورے ہاتھ کی دیت لازم آئے گی۔	۵	۲۵۹

مسائل مداینات

۱	مسئلہ: جس کے کسی پر مثلاً سَو روپے آتے ہوں کہ اس نے دبا لیے یا اور		

Marfat.com

اکابر اصحاب امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم کے اقوال پر عمل ہو۔ ۶

۱۰ فائدہ: مکروہِ تحریمی کو حرام کہہ سکتے ہیں۔ ۳

۱۱ فائدہ: ایک ہی چیز میں اختلافِ سوال سے مفتی کا فتویٰ مختلف ہو جاتا ہے اسی چیز کو پوچھیں
کہے گا جائز، اسی کو پوچھیں کہے گا ناجائز، اختلافِ احوال سے یہ اختلاف پیدا
ہوتا ہے۔ ۳

۱۲ فائدہ: کسی مسئلہ میں کوئی امامِ معتمد جو قید زیادہ فرمائے اور اوروں سے اُس کا خلاف
ثابت نہ ہو واجب القبول ہے **اقول** صورتیں چار ہیں دوسروں کے یہاں اس
کی نفی اثبات کچھ نہیں یہی وہ صورت مذکور ہے بعض دیگر نے خلاف کیا اور ترجیح اسے
ہے جب بھی حکم وہی ہے اور ترجیح اسے ہے تو بالعکس اور کسی کو ترجیح نہ دی گئی تو
حسبِ دستور احوط یا ایسر یا اوفق ملحوظ و منظور۔ ۱

۱۳ فائدہ: تقیید شراح اطلاق متون کی مخالفت نہیں بلکہ بیان مراد ہے۔ ۲

۱۴ فائدہ: افاداتِ علماء میں تکرارِ مسائل معیوب نہیں امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتب
میں مسائل مکرر ذکر فرمائے کہ لوگوں کو خواہی نخواہی حفظ ہو جائیں۔ ۹

عقائد

۱ **فائدہ جلیلہ**: ہر نیک کام سے گناہ دُھلتے ہیں مگر جو چیز قربت میں صرف
کی گئی اس کی طرف گناہوں کی نجاست حکمیہ منتقل ہونا صرف اس چیز میں ہے جسے
بالخصوص شرع مطہر نے اس قربت کی اقامت کو معین فرمایا ہو جیسے وضو و غسل
میں پانی یا زکوٰۃ میں مال۔ یہ حکم مطلق ہو تو نیکی الٹی بدی ہو جائے مثلاً پانی پلانا فرد
کارِ ثواب ہے اب جو پانی پلانے کے لیے لیا اگر گناہوں کی نجاست اس میں آجائے
تو پانی ناپاک یا خراب ہو جائے تو نجس یا مکروہ پانی پینے کو دینا ٹھہرے اور یہ نیکی
نہیں بدی ہے یہاں سے ظاہر ہوا کہ وہابیہ مخذولین کا زکوٰۃ پر قیاس کر کے
نیازِ اولیاء کے کھانے کو معاذ اللہ بلفظِ خباثت تعبیر کرنا کہ صدقہ کی وجہ سے اس میں
خباثت آ گئی جیسا کہ وہابیہ کی براہینِ قاطعہ وغیرہا میں ہے یہ محض ان خبیثوں کی
خباثت و حماقت ہے نیازِ اولیاء سے کھانا متبرک ہو جاتا ہے ہاں خبیثوں کے لیے

Marfat.com

۹ مسئلہ: استاد جسے بچّے سے خدمت لینے کا اختیار ہے یہ کر سکتا ہے کہ بچّے
سے پانی بھرنے کو کہے جبکہ وہ ہوشیار ہو اور اس برتن مثلاً ڈول یا گھڑے کو بھر کر کنویں سے
نکالنے کی طاقت رکھتا ہو جب وُہ اسے بھر کر کنویں تک لائے اس وقت استاد اس کے
ہاتھ سے لے کر کنویں سے باہر خود نکال لے یا کسی بالغ شاگرد وغیرہ سے نکلوالے اب اس
پانی کا استعمال جائز ہوگا۔ ۱ ۴۳۴

۱۰ مسئلہ: ماں باپ دادا دادی اپنے بچّے سے کام لے سکتے ہیں یا تویُوں کہ محتاج
ہیں یا نوکر رکھنے کی طاقت نہیں یا بچّے کو ادب دینے کام سکھانے کی عادت ڈالنے کیلئے ۱۰ ۴۳۷

مسائلِ فرائض

۱۱ مسئلہ: غسل کفن دفن کی حاجت تقسیم ترکہ بلکہ ادائے دیون پر بھی مقدم ہے جب تک
اس سے فارغ نہ ہولے کوئی قرض خواہ بھی کچھ نہ پائے گا، نہ کوئی وصیّت نافذ کی جائیگی
نہ کسی وارث کو کچھ دیا جائے گا۔ ۶ ۶۵۹

مسائلِ فقہیّہ

۱ مسئلہ: زیادہ احتیاط یہ ہے کہ صدقۂ فطر و فدیۂ روزہ و نماز و کفارۂ قسم وغیرہ
میں نیم صاع گیہوں جَو کے پیمانے سے دیے جائیں یعنی جس برتن میں ایک سو چوالیس
روپے بھر جَو ٹھیک ہموار سطح سے آجائیں کہ نہ اُونچے رہیں نہ نیچے اس برتن بھر کر
گیہوں کو ایک صدقہ سمجھا جائے ہم نے تجربہ کیا پیمانۂ نیم صاع جَو میں بریلی کے سیر سے کہ
سَو روپے بھر کا ہے اٹھنّی بھر اُوپر پونے دو سیر گیہوں آتے ہیں فی کس اتنے دیے جائیں۔ ۱ ۱۴۴

۲ مسئلہ: تنہا وضو کا مسنون پانی رامپوری سیر سے کہ چھیانوے[۹۶] روپے بھر کا ہے
تقریباً آدھ پاؤ اوپر سیر بھر ہے اور باقی غسل کا ساڑھے چار سیر کے قریب مجموع غسل کا
چھٹانک اوپر ساڑھے پانسیر سے کچھ زیادہ۔ ۱ ۴۵

۳ مسئلہ: حکم حکمت کے لیے ہوتا ہے مگر حکمت پر اس کا مدار نہیں رہتا بندہ کو
حکم کا اتباع چاہیے حکمت جو اسے معلوم ہے موجود ہو یا نہیں، جیسے سفر میں دُو رکعت
کی تخفیف اس حکمت کے لیے ہے کہ سفر مشقت ہے اور مشقّت
طالب آسانی۔ پھر اگر بادشاہِ وقت کو سفر میں کوئی مشقت نہ پہنچے بلکہ سیر و شکار سے
اور زیادہ راحت و فرحت ہو جب بھی قصر ہی کرے گا کہ اسے حکم سے کام ہے نہ کہ
حکمت سے۔ ۶ ۲۴۴

Marfat.com

۷ مسئلہ : انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حالِ حیات وحالِ وفات میں ہمیشہ ہر وقت
طیب وطاہر ہیں۔ ۲

۸ مسئلۂ عقائد : انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی موت یعنی اُن کے اجسام طیبہ سے
ارواحِ طاہرہ کا جُدا ہونا صرف ایک آن کے لیے ہوتا ہے پھر ویسے ہی زندہ ہو جاتے ہیں
جیسے حیاتِ ظاہری میں تھے جسم و رُوح سے معاً و لہٰذا ان کا ترکہ نہیں بٹتا نہ ان کے
بعد ان کی ازواج سے نکاح جائز۔ ۳ ۱

۹ مسئلہ : انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مُردہ کہنا حرام بلکہ بطور توہین ہو تو صریح
کفر ہے اللہ عزّوجل نے شہید کو مُردہ کہنے سے منع فرمایا۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام
کی حیات اُن سے بدرجہا زائد ہے شہید کی حیات احکامِ دنیا میں نہیں
اُس کا ترکہ بٹے گا اس کی بی بی عدّت کے بعد نکاح کر سکے گی بخلاف انبیائے کرام
علیہم الصلاۃ والسلام۔ ۴ ۱

۱۰ مسئلہ : تمام کافر اگرچہ بظاہر کلمہ گو نماز گزار ہوں جیسے وہابیہ وغیرہم یہ سب اللہ
عزّوجل سے محض جاہل ہیں جو اللہ ہے اسے جانتے نہیں اور جسے اپنے زعم میں اللہ کہہ
رہے ہیں وہ اللہ نہیں۔ ۵ ۲

۱۱ مسلمانوں کے سوا اللہ تعالیٰ کو کوئی نہیں جانتا کلمہ گو مرتد اگرچہ نمازیں پڑھیں قال اللہ تعالیٰ
قال الرسول کہیں اللہ عزّوجل کو ہرگز نہیں جانتے۔ ۳ ۵

۱۲ مسئلہ : جمیع صفاتِ کمال اللہ عزّوجل کے لیے لازم ذات ہیں اور جملہ عیوب و
نقائص کذب جہل وغیرہ وغیرہ سب اس پر محال بالذات ہیں کہ اصلاً کسی طرح
امکان نہیں رکھتے وہابی کہ ان کو ممکن کہتا ہے گمراہ بددین ہے۔ ۲ ۶

۱۳ عقیدہ : رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں پر ان کی جانوں سے زیادہ
اختیار رکھتے ہیں۔ ۴ ۵۵

۱۴ عقیدہ : رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں کے جان و مال کے مالک ہیں
اگر وہ کسی مسلمان سے کچھ طلب فرمائیں وہ معاذ اللہ سوال نہیں بلکہ یقیناً ایسا ہے جیسے
مولیٰ اپنے غلام سے اس کی کمائی کا کچھ حصہ لے کہ غلام اور اس کی کمائی سب مولیٰ
کی ملک ہے اسی لیے صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی ھل انا و مالی الا لک

Marfat.com

۱	ہے مجلس بدلے دوبارہ وضو مکروہ ہے بلکہ مجلس بدل کر وضو کرنا چاہیئے۔	۵	۸۰۸

رسم المفتی

۱	**فائدہ ضروریہ:** خلافِ مذہب بحثیں اگرچہ امام ابن الہمام کی ہوں مقبول نہیں جبکہ خلاف اختلافِ زمانہ سے ناشئی نہ ہو۔	۲	۲۱
۲	**ف:** کتب شروحِ حدیث میں جو مسئلہ کتبِ فقہ کے خلاف ہو معتبر نہیں۔	۳	۱۸۸
۳	**ف:** شئی اگرچہ مطلق ذکر کی جائے اپنے اسباب و شروط واحکام و آثار پر خود ہی دلالت کرے گی۔	۷	۱۹۰
۴	**ف:** شرعی کے دو معنی ہیں مقبول فی الشرع و مطلوب فی الشرع۔	۱	۲۰۲
۵	**ف:** چھ باتیں ہیں جن کے سبب قولِ امام بدل جاتا ہے لہذا قولِ ظاہر کے خلاف عمل ہوتا ہے اور وہ چھ باتیں ضرورت، دفعِ حرج، عرف، تعامل، دینی ضروری مصلحت کی تحصیل، کسی فساد موجود یا مظنون بظنِ غالب کا ازالہ ان سب میں بھی حقیقۃً قولِ امام ہی پر عمل ہے۔	۳	۳۸۵
۶	**ف:** انھیں وجوہ سے صحیح و مؤکد احادیث کا خلاف کیا جاتا ہے اور وہ خلاف نہیں ہوتا جیسے عورتوں کا جماعت و جمعہ و عیدین میں حاضر ہونا کہ زمانۂ رسالت میں حکم تھا اور اب مطلقاً منع ہے۔	۱	۳۸۶
۷	**ف:** علامہ شامی فرماتے ہیں، ہم نے صرف تقلیدِ امام اعظم اپنے اوپر لازم کی ہے نہ کسی اور کی ولہذا ہمارا مذہب حنفی کہا جاتا ہے، نہ یوسفی وغیرہ امام ابو یوسف وغیرہ کی نسبت سے۔	۷	۳۸۸
۸	**ف:** امام سے مسائل منقول ہیں دلائل مشائخ نے استنباط کیے ہیں ان کا ضعف اگر ثابت بھی ہو تو قولِ امام کا ضعف لازم آنا درکنار دلیلِ امام کا بھی ضعف ثابت نہیں ہوتا ممکن ہے کہ امام نے اور دلیل سے فرمایا ہو۔	۲	۳۸۹
۹	**مسئلہ:** جب کسی مسئلہ میں امام کا قول نہ ملے امام ابو یوسف کے قول پر عمل ہو ان کے بعد امام محمد پھر امام زفر پھر امام حسن بن زیاد وغیرہم مثل امام عبداللہ بن مبارک و امام اسد بن عمرو و امام زاہد ولیث بن سعد و امام عارف داؤد طائی وغیرہم		

Marfat.com

پر مشرک کا لفظ گھڑتے ہیں وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون (اور اب
جاننا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ ت)

فوائدِ حدیثیہ

۱ ترجمہ اصل عبارت: حدیثِ ضعیف سے استحباب ثابت ہوتا ہے نہ کہ سنیت۔ ۱
۲ فائدہ: حدیثِ ضعیف استحباب و اباحت میں بالاجماع مقبول ہے۔ ۱

فضائل و مناقب

۱ مسئلہ: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا وضو سونے سے نہیں جاتا۔ ۱
۲ فائدہ: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی آنکھیں سوتی ہیں دل کبھی نہیں سوتا۔ ۲
۳ فائدہ: ملک العلماء بحر العلوم مولانا عبد العلی نے فرمایا اگر کہا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم کی وراثت سے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بھی یہ مرتبہ
حاصل تھا کہ حضور کا وضو سونے سے نہ جاتا آنکھیں سوتیں دل بیدار رہتا۔ اور ایسے
ہی اور اکابر اولیاء جو اس مرتبہ تک پہنچے ہوں اگرچہ حضور غوث اعظم کے مراتب تک
نہیں پہنچ سکتے تو یہ کہنا حق سے بعید نہ ہوگا اور مصنف کا حدیث سے اس کی تائید کرنا۔ ۴
۴ مسئلہ: نیند کے سوا باقی اور نواقض سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا وضو
جاتا ہے یا نہیں، اس میں اختلاف ہے علامہ قہستانی وغیرہ نے فرمایا انبیاء علیہم الصلوٰۃ
والسلام کا وضو کسی طرح نہ جاتا، اور مصنف کی تحقیق کہ نواقض حکمیہ مثل خواب وغشی سے نہ جاتا
اور نواقض حقیقیہ مثل بول وغیرہ سے ان کی عظمت شان کے سبب جاتا رہتا۔ ۱
۵ ف: بعض نواقض وضو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے یوں ناقض نہیں کہ ان کا
وقوع ہی ان سے محال ہے جیسے جنون یا نماز میں قہقہہ۔ ۴
۶ ف: غشی بھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جسم ظاہر پہ طاری ہو سکتی ہے دل مبارک
اس حالت میں بھی بیدار و خبردار رہتا۔ ۳
۷ مسئلہ: حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فضلات شریفہ مثل پیشاب وغیرہ
سب طیب طاہر تھے جن کا کھانا پینا ہمیں حلال و باعث شفا و سعادت مگر حضور کی

Marfat.com

	خباثت ہے کما قال اللہ تعالیٰ : الخبیثٰت للخبیثین والخبیثون للخبیثٰت و الطیبٰت للطیبین والطیبون للطیبٰت اولٰئك مبرؤن مما یقولون ۔ (گندیاں گندوں کے لیے ہیں اور گندے گندیوں کے لیے اور ستھریاں ستھروں کے لیے ہیں اور ستھرے ستھریوں کے لیے، ستھرے اور ستھریاں ان گندوں کی باتوں سے پاک ہیں) والحمدللہ ۱۲ ۔	۷	۲۴۴
۲	مسئلہ : ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ فاعل مختار ہے جو کچھ ہوتا ہے اسی کے ارادہ سے ہوتا ہے اس کے ارادہ کے سوا عالم میں کوئی شئ موثر حقیقی نہیں، نہ آگ جلاتی ہے نہ پانی بجھاتا ہے بلکہ اسی کے ارادہ سے جلنا بجھنا پیدا ہوتا ہے اس نے اپنی حکمتِ بالغہ کے مطابق اسباب و مسببات میں ربط فرما دیا ہے کہ وہ بھی اسی کے ارادہ کا ہر وقت محتاج ہے وہ چاہے تو چیز پانی سے جل جائے آگ سے بجھ جائے آنکھیں سُنیں کان دیکھیں وغیر ذلک ۔ چاہے تو اسباب کو معطل کردے لاکھ سبب موجود ہوں اور مسبّب نہ ہوسکے چاہے تو اسباب کو معزول فرما دے کوئی سبب نہ ہو اور مسبّب موجود ہوجائے اعلم ان اللہ علٰی کل شئ قدیر ۔ (جان لو بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ۔ ت)	۱	۴۹۰
۳	فائدہ : جہنم کی آگ سخت اندھیری کی طرح کالی تاریک اندھیری ہے اس کی لپیٹ میں اصلاً روشنی نہیں ۔	۳	۵۵۰
۴	مسئلہ : مسلمان جو جانور نیاز اولیا کے لیے ذبح کرتے ہیں حلال ہے اور ان پر یہ بدگمانی کہ وہ معاذ اللہ غیر خدا کی عبادت چاہتے ہیں سخت حرام ۔	۱	۵۵۸
۵	مسئلہ : اگر کوئی جاہل ایسی ملعون نیت کرے بھی اور ذابح تکبیر کہہ کر ذبح کرے جانور حلال ہے کہ یہاں ذابح کی نیت کا اعتبار ہے اور اُسے حرام کہنا قرآن عظیم کے خلاف ہے ۔	۲	۵۵۸
۶	مسئلہ : اگر کوئی مرتد یا مشرک بُت پرست کوئی جانور ذبح کرے تو اُس ذبح سے اس کی کھال پاک ہوجانے میں دونوں قول با قوت ہیں اور احتیاط اس میں ہے کہ ناپاک سمجھیں ۔	۳	۵۵۸

Marfat.com

۱۷	مسئلہ: زمزم شریف سے غسل و وضو بلا کراہت جائز ہے اور ڈھیلے کے بعد استنجا مکروہ اور نجاست دھونا گناہ۔	۱	۴۰۸
۱۸	**فائدہ جلیلہ**: ہر خیر ہر نعمت ہر مراد ہر دولت دین میں دنیا میں آخرت میں روزِ اول سے آج تک آج سے ابد الآباد تک جسے ملی یا ملتی ہے حضورِ اقدس سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ اقدس سے ملی اور ملتی ہے معطی حقیقی اللہ عزّ وجل ہے اور اس کی تمام نعمتوں کے بانٹنے والے صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، دوسرے سے کوئی نعمت کوئی مراد کسی کو کبھی ملی نہ ملے۔	۳	۵۳۵
۱۹	فائدہ: اللہ اکبر کاشانۂ نبوت میں دو دو مہینے آگ روشن نہ ہوتی صرف خرمے اور پانی پر اہلبیت طہارت کی گزر رہتی۔	۹	۵۵۰
۲۰	**مسئلہ**: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی چیز سے شرف نہ پایا بلکہ جو چیز حضور کی طرف منسوب ہوگئی اسے شرف مل گیا۔	۳	۵۵۲
۲۱	**مسئلہ**: اللہ عزّ وجل نے غیر افضل اشیا کو بھی اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق فرماتا ہے تاکہ ان اشیا کو فضل حاصل ہو لہٰذا ولادتِ اقدس ماہِ ربیع الاول شریف میں ہوئی نہ ماہِ مبارک رمضان میں اور روزِ جان افروز دوشنبہ ہوئی نہ روزِ مبارک جمعہ اور مکان مولدِ اقدس میں ہوئی نہ کعبہ معظمہ میں۔	۴	۵۵۲
۲۲	**دلائل افضلیتِ کوثر**: (۱) آخرت میں وہی افضل ہے جو عند اللہ افضل ہے اور جو عند اللہ افضل ہے فی نفسہٖ افضل ہے اور جو فی نفسہٖ افضل ہے جہاں ہو افضل ہے تو جو آخرت میں افضل ہے وہی دنیا میں افضل ہے اور شک نہیں کہ آخرت میں کوثر افضل ہے تو اب بھی کوثر زمزم سے افضل ہے۔ (۲) زمزم دنیا کا پانی ہے اور کوثر آخرت کا۔ اور اللہ عزّ وجل فرماتا ہے بے شک آخرت درجوں میں بڑی ہے اور فضیلت میں زائد۔ (۳) کوثر کا پانی جنّت سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: کوثر میں جنّت سے دو پرنالے گر رہے ہیں ایک سونے کا ایک چاندی کا۔ اور فرماتے ہیں: سُن لو اللہ کا مال بیش بہا ہے، سن لو اللہ کا مال جنّت ہے۔ (۴) کوثر کا پانی اُمتِ مرحومہ کے لیے زیادہ نافع ہے ایک قطرہ جس کے حلق میں جائے گا		

Marfat.com

یا رسول اللہ میں اور میرا مال کس کے ہیں حضور ہی کے ہیں یا رسول اللہ! ۱۰ ۷۵۵

ردّ بد مذہباں

۱ فائدہ: امام محقق علی الاطلاق نے باوصف مرتبہ اجتہاد مسئلہ جہر آمین میں مخالفتِ مذہب
کی جرأت نہ کی اور فرمایا مجھے کچھ اختیار ہوتا تو میں ان دونوں قولوں میں اتفاق کراتا کہ
نہ زور سے ہو نہ بالکل آہستہ۔

مسلمانو انصاف! ان اکابر کی تو یہ کیفیت اور جاہلان بے تمیز کہ اکابر کا
کلام بھی نہ سمجھ سکیں وہ امام کے مقابلہ کو طیار۔ ۷ ۳۹۸

۲ مسئلہ: تقلیدِ شخصی واجب ہے اور یہ بات کہ جس مسئلہ میں جس مذہب پر چاہو
عمل کرو باطل ہے اکابر ائمہ نے اس کے باطل ہونے کی تصریح فرمائی اس کے سبب
غیر مقلدو ہابیوں کا دین میں ایک بڑا فتنہ پیدا ہوا۔ ۱ ۴۰۱

۳ ترجمہ فائدہ جلیلہ: بعض علماء بحث کی جگہ لکھ تو گئے ہیں کہ آدمی جس قول پر چاہے
عمل کرے مگر یہ بحث ہی تک کہنے کی بات ہے دل ان کے بھی اسے پسند نہیں کرتے
بلکہ بُرا جانتے ہیں جابجا جس کسی مسئلہ میں بیقیدی عوام کا اندیشہ سمجھتے ہیں صاف
فرمادیتے ہیں کہ اسے عوام پر ظاہر نہ کیا جائے کہ وہ مذہب کے گرانے پر جرأت نہ کریں پھر
یہی علماء عمر بھر اپنے کو حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کہتے کہلاتے رہے کبھی مذہب سے
بیقیدی نہ برتی عمریں اپنے اپنے مذہب کی تائید میں صرف کیں اور اس میں بڑے بڑے
دفتر تصنیف ہوئے اور تمام علمائے اُمت نے اس پر اجماع کیا بلکہ اپنے اپنے مذہب
کی تائید میں مناظرہ تو زمانہ صحابہ کرام سے چلا آتا ہے اگر مذہب کوئی چیز نہ ہوتا اور آدمی
کو عمل کے لیے سب برابر ہوتے تو یہ سب کچھ مناظرے اور ہزار ہا کتابیں اور ائمہ و اکابر
کی عمروں کی کارروائیاں سب لغو و فضول میں وقت و عمر و مال برباد کرنا ہوتا اس سے
بدتر کون سی شناعت ہے۔ ۲ ۴۰۱

۴ فائدہ: نصارٰی صراحۃً تثلیث کے قائل ہیں مگر تاویل کے ساتھ لہٰذا شرع مطہر نے انھیں
مشرک نہ ٹھہرایا اور ان کے اور مشرکوں کے احکام میں فرق فرمایا مگر وہابیہ اللہ و رسول
سے آگے بڑھتے اور پوری توحید لا الٰہ الا اللہ ماننے والے مسلمانوں کے لیے بات بات

Marfat.com

	مذہب کی رعایت مستحب ہے ۔	۳	۳۱۴
۱۰	**مسئلہ** : مستحب کا ترک مکروہ نہیں ۔	۴	۳۱۴
۱۱	**مسئلہ** : جو یقین کسی مجہول محل میں ہو شک سے زائل ہو جاتا ہے ۔	۲	۳۳۸
۱۲	**مسئلہ** : ائمہ متقدمین کے عرف میں حرام کو بھی مکروہ کہتے ہیں ۔	۴	۲۴۵
۱۳	**مسئلہ** : فرض عین فرض کفایہ سے قوی تر ہے ۔	۴	۶۵۵
۱۴	**مسئلہ** : جو بات شرعاً واقع پر مبنی ہو اور یہ علم واقع حاصل کر سکتا ہو اس وقت گمان وظن پر عمل کرنا جائز نہیں ۔		
۱۵	**فائدہ** : قرآن کریم کی سنت کریمہ ہے کہ بعض جگہ کلیہ کو اکثریہ سے تعبیر فرماتا ہے ۔	۱	۳۳۷
۱۶	**فائدہ** : جیسے کبھی کل سے اکثر مراد ہوتا ہے یونہی اکثر سے کل ۔	۲	۳۳۷
۱۷	**فائدہ** : کبھی قلت بولتے ہیں اور مراد عدم ۔	۳	۳۳۷
۱۸	**مسئلہ** : جب تک دلیل قطعی بآسانی ملے دلیل ظنی پر عمل جائز نہیں ۔ **اقول** اسی لیے غیر مجتہد پر ائمہ مجتہدین کی تقلید فرض اور اسے چھوڑ کر عمل بالحدیث حرام ہے کہ یہ حدیث کو نہ سمجھے گا نہ اس کے راجح مرجوح ناسخ منسوخ صحت اسناد صحت متن صحت فقہی پر مطلع ہو سکے گا تو اسے حکم الٰہی پر ظن بھی نہیں مل سکتا اپنے وہم کو ظن سمجھ لینا دوسری بات ہے اور امام کے قول پر عمل کیا تو قطعاً حکم الٰہی بجالایا کہ فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو ، تو قطع ویقین کو چھوڑ کر شک و وہم میں پھنسنا حرام ہے ۔	۲	۸۶
۱۹	**فائدہ** : فقہائے کرام احکام میں نادر صورتوں کا اکثر لحاظ نہیں فرماتے ۔	۳	۰۶
۲۰	**مسئلہ** : قسم کھائی کہ نکسیر پھوٹنے سے وضو نہ کریگا پھر اس نے پیشاب کیا اس کے بعد ناک سے خون بہا اور وضو کیا قسم ٹوٹ گئی یہ وضو نکسیر سے بھی ٹھہرے گا اگرچہ وضو ابتداءً پیشاب سے ٹوٹ چکا تھا ۔	۲	۱۴

طبعیات

۱	**فائدہ** : رنگتیں تاریکی میں بھی موجود رہتی ہیں نہ جیسے فلاسفہ وابن سینا کا زعم ہے کہ اندھیرے میں رنگ معدوم ہو جاتا ہے جب روشنی ہو پھر موجود ہو جاتا ہے ۔	۲	۵۰
۲	**فائدہ** : ضعیف الترکیب جسم منطبع بالنار نہیں ہو سکتا ۔	۳	۸۰

Marfat.com

	عظمت شان کے سبب حضور کے حکم میں حکم نجاست رکھتے۔	۵	۹۳
۸	فائدہ: حدیثوں میں جو ارشاد ہوا کہ وضو میں ہر عضو کے پانی کے ساتھ اس کے گناہ نکلتے ہیں اہلِ کشف اسے آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔	۱	۲۴۵
۹	فائدہ: ائمہ شافعیہ فرماتے ہیں کہ مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مدارک ایسے دقیق ہیں جن کو اکابر اولیاء ہی پہچانتے ہیں۔	۲	۲۴۵
۱۰	فائدہ: اولیاء فرماتے ہیں کہ امام اعظم و امام ابو یوسف سرداران اہلِ کشف و مشاہدہ ہیں۔	۳	۲۴۵
۱۱	مسئلہ: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو بلکہ غسلِ جنابت کا بھی پانی ہمارے حق میں طاہر مطہر ہے، اسی طرح تمام انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام۔	۳	۲۵۴
۱۲	فائدہ جلیلہ: اجلّہ اکابر ائمہ دین معاصرانِ امام اعظم وغیرہم رضی اللہ عنہ وعنہم کی تصریحات کہ امام ابوحنیفہ کے علم و عقل کو اوروں کا علم و عقل نہیں پہنچا جس نے ان کا خلاف کیا ان کے مدارک تک نارسائی سے کیا۔	۵	۳۸۹
۱۳	فائدہ: استاذ المحدثین امام اعمش شاگرد حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ و استاد امامِ اعظم نے امام سے کہا اے گروہ فقہاء تم طبیب ہو اور ہم محدثین عطار، اور اے ابوحنیفہ تم نے تو دونوں کنارے لیے۔	۶	۳۸۹
۱۴	فائدہ: امام اجل سفیان ثوری نے ہمارے امام سے کہا آپ کو وہ علم کھلتا ہے جس سے ہم سب غافل ہوتے ہیں، اور فرمایا ابوحنیفہ کا خلاف کرنے والا اس کا محتاج ہے کہ ان سے مرتبہ میں بڑا اور علم میں زیادہ ہو اور ایسا ہونا دُور ہے۔	۷	۳۸۹
۱۵	فائدہ: امام شافعی نے فرمایا تمام جہان میں کسی کی عقل ابوحنیفہ کی مثل نہیں۔ امام علی بن عاصم نے کہا: اگر ابوحنیفہ کی عقل تمام رُوئے زمین کے نصف آدمیوں کی عقلوں سے تولی جائے تو امام ابوحنیفہ کی عقل غالب آئے۔ امام بکر بن جیش نے کہا: اگر ان کی عقل کا تمام اہلِ زمانہ کی مجموع عقلوں کے ساتھ وزن کریں تو ایک ابوحنیفہ کی عقل ان تمام ائمہ و اکابر و مجتہدین و محدثین و عارفین سب کی عقل پر غالب آئے۔	۸	۳۸۹
۱۶	فائدہ: امام شعرانی شافعی اپنے پیرومرشد حضرت سیدی علی خواص شافعی سے راوی کہ امام ابوحنیفہ کے مدارک اتنے دقیق ہیں کہ اکابر اولیاء کے کشف کے سوا کسی کے علم کی وہاں تک رسائی معلوم نہیں ہوتی۔	۱	۳۹۰

Marfat.com

کا لکھا ہوا اپنی طرف نسبت کیا بہرحال اُسے اپنا معجزہ[۱] قرار دیا اور قرآن عظیم کے مثل بتایا کہ
جیسے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآن معجزہ ملا تھا مجھے یہ قصیدہ معجزہ ملا ہے۔
قال اخذہ اللہ اخذ عزیز مقتدر ؎

وکان کلام معجزاٰیۃ لہ

کذلک لی قول علی الکل یبھر

اس کی بنا قوافی بے تاسیس پر ہے مطلع یہ ہے:

ایا ارض مدقد دفاک مدمر واردک ضلیل واغراک موغر

اس[۲] کے قوافی میں جابجا قوافی موسسہ لایا ہے مثلاً:

ع غبار عظامی قد سفتہا صراصر

ع لدینا معین لا یحاکیہ اٰخر

ع والقی من سب الی الخناجر

ع فہل بعدہ نحو الظنون تبادر

ع فطوبی لقوم طاوعولی و اٰثروا

ع وانکان عیسی اومن الرسل اٰخر

اور اس کی کیا شکایت ابلیس[۳] نے مرزا کو مسخرہ بنا کر اُسی قصیدہ میں ۱۶۹ نمبر کا یہ شعر
القا کیا ؎

ولا تحسب الدنیا کناطف ناطف

اتدری بلیل مسرۃ کیف تصبح

یہ بھی تمیز نہ ہوئی کہ روی ر ہے یا ح اور اس کی بھی کیا شکایت قصیدے[۴] سے بھر میں
کم کوئی شعر یا مصرع وزن میں ٹھیک ہوگا اکثر اس بے بہرے کے لیے بے بحرے ہیں
۱ ۲۲۷ ہزاراں ہزار لعنت قہار ایسے اعجاز او رملعون دعاوی دراز پر

تمت بالخیر و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ

رب العٰلمین۔

Marfat.com

	ابدالآباد تک کبھی پیاسا نہ ہوگا نہ کبھی اس کے چہرے پر سیاہی آئے۔ (۵) اللہ عزوجل نے عطائے کوثر سے اپنے حبیب افضل الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر احسانِ عظیم رکھا کہ انا اعطینٰک الکوثر بیشک ہم نے کہ عظمت والے ہیں تم کو کہ بے مثل و یکتا ہو کوثر عطا فرمایا۔ اسی طرف اِنّا میں ضمیر جمع اور اعطینٰک میں کاف مفرد کا اشارہ ہے تو کوثر کی عظمت کا کیا اندازہ ہوسکتا ہے اللہ عزوجل ہم فقرائے بے قدر کو بھی اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کفِ کرم سے اُس میں سے پینا نصیب فرمائے، آمین!	۶	۵۵۲
۲۳	فائدہ: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم تمام جہان کے لیے نعمتِ الٰہیہ ہیں۔	۵	۷۳۷

فوائد اصولیہ

۱	مسئلہ: سنتِ مؤکدہ کے ترک عادت سے گنہگار و مستحقِ عذاب ہوتا ہے۔	۵	۹۵
۲	فائدہ: حتی الامکان اختلافِ علماء سے بچنا مستحب ہے جب تک اس کی رعایت میں اپنے مذہب کا مکروہ نہ لازم آئے۔	۱	۹۸
۳	فائدہ: سنتِ ہُدیٰ سنتِ مؤکدہ کا نام ہے اور سنتِ زائدہ سنتِ غیر مؤکدہ کا۔	۲	۱۷۴
۴	مسئلہ: سنتِ مؤکدہ کا ترک ایک آدھ بار مورثِ عتاب ہے مگر گناہ نہیں، ہاں ترک کی عادت کرے تو گنہگار ہوگا اور اس بارے میں دفعِ اوہام و توفیقِ اقوالِ علمائے کرام۔	۲	۱۷۶
۵	فائدہ: اگرچہ فقہاء خاص مکروہ تنزیہی یا تنزیہی و تحریمی دونوں سے عام پر اطلاقِ کراہت فرماتے ہیں مگر اصل یہی ہے کہ اس کے مطلق سے مراد کراہت تحریمی ہے جب تک دلیل سے اس کا خلاف نہ ثابت ہو۔	۲	۱۷۸
۶	فائدہ: مکروہِ تنزیہی لغۃً شرعاً منہی عنہ نہیں اگرچہ نحویوں کے طور پر اس میں صیغۂ نہی ہو۔	۲	۱۷۹
۷	مسئلہ: اسراف کہ ناجائز و گناہ ہے صرف دو صورتوں میں ہوتا ہے ایک یہ کہ کسی گناہ میں صرف و استعمال کریں دوسرے بیکار محض مال ضائع کریں۔	۱	۱۸۴
۸	فائدہ: مستحب سنت کی تکمیل ہے سنت واجب کی واجب فرض کی فرض ایمان کی۔	۴	۱۸۷
۹	مسئلہ: جب تک اپنے مذہب کا کوئی مکروہ لازم نہ آئے اور اماموں کے		

Marfat.com

ب

۲۰	بدائع الصنائع	علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی
۲۱	البدایۃ (بدایۃ المبتدی)	علی بن ابی بکر المرغینانی
۲۲	البحر الرائق	شیخ زین الدین بن ابراہیم با بن نجیم
۲۳	البرہان شرح مواہب الرحمان	ابراہیم بن موسیٰ الطرابلسی
۲۴	بستان العارفین	فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی
۲۵	البسیط فی الفروع	حجۃ الاسلام محمد بن محمد الغزالی
۲۶	البنایۃ شرح الہدایۃ	امام بدر الدین ابو محمد العینی

ت

۲۷	تاج العروس	سید محمد مرتضیٰ الزبیدی
۲۸	تاریخ ابن عساکر	علی بن الحسن الدمشقی با بن عساکر
۲۹	تاریخ البخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری
۳۰	التجنیس والمزید	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی
۳۱	تحریر الاصول	کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن الہمام
۳۲	تحفۃ الفقہاء	امام علاء الدین محمد بن احمد السمرقندی
۳۳	تحقیق الحسامی	عبد العزیز بن احمد البخاری
۳۴	الترجیح والتصحیح علی القدوری	علامہ قاسم بن قطلو بغا الحنفی
۳۵	التعریفات لسید شریف	سید شریف علی بن محمد الجرجانی
۳۶	تفسیر ابن جریر (جامع البیان)	محمد بن جریر الطبری
۳۷	تفسیر البیضاوی	عبد اللہ بن عمر البیضاوی
۳۸	تفسیر الجلالین	علامہ جلال الدین المحلی و جلال الدین السیوطی
۳۹	تفسیر الجمل	سلیمان بن عمر العجیلی الشہیر بالجمل
۴۰	تفسیر القرطبی	ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی
۴۱	التفسیر الکبیر	امام فخر الدین الرازی

Marfat.com

۳	فائدہ: الیش ذوبان دو طرح ہیں ایک گڑ گھل کر دوسرے بے گھلے آثار اصلیہ نار میں یہی ہے	۱	۶۸۲
۴	فائدہ: اجزائے ارضیہ بلا واسطہ بھی آگ ہو جاتے ہیں	۴	۶۸۵
۵	فائدہ: کان کی ہر چیز گندھک پارے کے نکاح کی اولاد ہے گندھک نر ہے اور پارہ مادہ	۱	۶۹۰

متفرقات

۱	فائدہ: بچے کے لیے بھی اس کے قابل گناہ ہیں اُسے جو تکلیف پہنچتی ہے اُنھیں گناہوں کا عوض ہے۔	۶	۶۱۲
۲	فائدہ: کوئی جانور ذبح نہیں کیا جاتا، کوئی پیڑ کاٹا نہیں جاتا، کوئی پتّا نہیں گرتا مگر جبکہ تسبیح الٰہی میں غفلت کرتا ہے۔	۷	۶۱۲
۳	فائدہ: ابرک کی نسبت تحقیق کہ وہ بھی پتھر ہے، چُونے کا پتھر بھی ایک قسم کی ابرک ہے۔	۴	۶۹۸
۴	فائدہ: تحقیق اطلاق رصاص اور یہ کہ وہ رانگ اور سیسے دونوں کو کہتے ہیں، ہاں ابیض کہیں تو خاص رانگ مراد ہے اور اسود تو خاص سیسا رانگ کا خاص نام قلعی و قصدیر ہے اور سیسے کا اُسرب۔	۱	۶۹۹
۵	فائدہ: اجساد سبعہ یا فلزات سبعہ یا معادن سبعہ یا منطرقات سبعہ یعنی ساتوں دھاتیں یہ ہیں: سونا، چاندی، تانبا، لوہا، سیسا، رانگ، جست اسی جست کو روئے توتیا، روح توتیا خارصینی کہتے ہیں پیتل ان میں نہیں کہ مصنوع چیز ہے تانبا اور جست ملا کر بناتے ہیں۔	۱	۷۰۰
۶	فائدہ: زاج پھٹکری نہیں۔	۲	۷۰۰
۷	فائدہ: اس کی تحقیق کہ مونگا پتھر ہے۔	۳	۷۱۱
۸	فائدہ: کھجور کا درخت ایک حصہ جانداری و حیوانیت کا رکھتا ہے جس طرح مونگا ایک حصہ شجریت کا۔	۵	۷۱۱
۹	فائدہ: بے تاسیس قافیہ دلیل و تاسیس والے قافیوں کے ساتھ لانا جیسے بسمل و قاتل فارسی میں معیوب نہیں اور اردو میں بھی بے تکلف رائج ہے لیکن نظم عربی میں اصلاً جائز نہیں طوسی معیار میں بیان مذہب عرب میں کہتا ہے اعتبار تاسیس در ہمہ قصیدہ و در ہر شعر کہ بریک قافیہ بود واجب باشد قادیانی مرتد نے جو ایک قصیدہ لکھا یا نور الدین		

Marfat.com

ح

۶۷ - حاشیۃ علی الدرر	محمد بن مصطفٰے ابوسعید الخادمی	۱۷۶
۶۸ - حاشیۃ ابن شلبی علی التبیین	احمد بن محمد الشلبی	۱۰۲۱
۶۹ - حاشیۃ علی الدرر	عبدالحلیم بن محمد الرومی	۰۱۳
۷۰ - حاشیۃ علی الدرر لملاخسرو	قاضی محمد بن فراموز ملاخسرو	۸۸۵
۷۱ - حاشیۃ علی المقدمۃ العشماویۃ	علامہ سفلی	
۷۲ - الحاشیۃ لسعدی آفندی	سعداللہ بن عیسٰی الآفندی	۹۴۵
۷۳ - الحدیقۃ الندیۃ شرح طریقہ محمدیۃ	عبدالغنی النابلسی	۱۱۴۳
۷۴ - الحاوی القدسی	قاضی جمال الدین احمد بن محمد نوح القابسی الحنفی	۶۰۰
۷۵ - حصر المسائل فی الفروع	امام ابواللیث نصر بن محمد السمرقندی الحنفی	۳۷۲
۷۶ - حلیۃ الاولیاء	ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی	۴۳۰
۷۷ - حلیۃ المجلی	محمد بن محمد ابن امیر الحاج	۸۷۹

خ

۷۸ - خزانۃ الروایات	قاضی جکن الحنفی	
۷۹ - خزانۃ الفتاوٰی	طاہر بن احمد عبدالرشید البخاری	۵۴۲
۸۰ - خزانۃ المفتین	حسین بن محمد السمعانی السمیقانی	۷۴۰ کے بعد
۸۱ - خلاصۃ الدلائل	حسام الدین علی بن احمد المکی الرازی	۵۹۸
۸۲ - خلاصۃ الفتاوٰی	طاہر بن احمد عبدالرشید البخاری	۵۴۲
۸۳ - خیرات الحسان	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳

د

۸۴ - الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۸۵ - الدرر (درر الحکام)	قاضی محمد بن فراموز ملاخسرو	۸۸۵
۸۶ - الدر المختار	علاء الدین الحصکفی	۱۰۸۸
۸۷ - الدر المنثور	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی	۹۱۱

Marfat.com

مآخذ و مراجع

نام کتاب	مصنف کتاب	سن وفات ہجری
ا		
۱۔ الاجزاء فی الحدیث	عبدالرحمٰن بن عمر بن محمد البغدادی المعروف بالنحاس	۴۱۶
۲۔ الاجناس فی الفروع	ابوالعباس احمد بن محمد الناطفی الحنفی	۴۴۶
۳۔ الاختیار شرح المختار	عبداللہ بن محمود (بن مودود) الحنفی	۶۸۳
۴۔ الادب المفرد للبخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۵۔ ارشاد الساری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی	۹۲۳
۶۔ ارشاد العقل السلیم	ابوسعود محمد بن محمد العمادی	۹۵۱
۷۔ الارکان الاربع	مولانا عبدالعلی بحر العلومؒ	۱۲۲۵
۸۔ الاشباہ والنظائر	شیخ زین الدین بن ابراہیم بابن نجیم	۹۷۰
۹۔ اشعۃ اللمعات	شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۱۰۔ اصول البزدوی	علی بن محمد البزدوی	۴۸۲
۱۱۔ الاصلاح للوقایۃ فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۹۴۰
۱۲۔ آکام المرجان فی احکام الجان	قاضی بدر الدین محمد بن عبداللہ الشبلی	۷۶۹
۱۳۔ انفع الوسائل	قاضی برہان الدین ابراہیم بن علی الطرسوسی الحنفی	۷۵۸
۱۴۔ امداد الفتاح	حسن بن عمار الشرنبلالی	۱۰۶۹
۱۵۔ انوار الائمۃ الشافعیہ	امام یوسف الاردبیلی الشافعی	۷۹۹
۱۶۔ الایضاح للوقایۃ فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۹۴۰
۱۷۔ امالی فی الحدیث	عبدالملک بن محمد بن بشران	۴۳۲
۱۸۔ الایجاز فی الحدیث	احمد بن محمد المعروف بابن السنی	۳۶۴
۱۹۔ القاب الرواۃ	احمد بن عبدالرحمٰن الشیرازی	۴۰۷

Marfat.com

۱۰۷ ۔ السنن لدارقطنی	علی بن عمر الدارقطنی	۳۸۵
۱۰۸ ۔ السنن للدارمی	عبداللہ بن عبدالرحمن الدارمی	۲۵۵

ش

۱۰۹ ۔ الشافی	شمس الائمۃ عبداللہ بن محمود الکردری	
۱۱۰ ۔ شرح الاربعین للنووی	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۱۱۱ ۔ شرح الاربعین للنووی	ابراہیم ابن عطیۃ المالکی	۱۱۰۶
۱۱۲ ۔ شرح الاربعین للنووی	علامہ احمد بن الحجازی	۹۷۸
۱۱۳ ۔ شرح الاشباہ والنظائر	ابراہیم بن حسین بن احمد بن محمد ابن البیری	۱۰۹۹
۱۱۴ ۔ شرح الجامع الصغیر	امام قاضی خان حسین بن منصور	۵۹۲
۱۱۵ ۔ شرح الدرر	شیخ اسمٰعیل بن عبدالغنی النابلسی	۱۰۹۲
۱۱۶ ۔ شرح سفر السعادۃ	شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۱۱۷ ۔ شرح السنۃ	حسین بن منصور البغوی	۵۱۶
۱۱۸ ۔ شرح شرعۃ الاسلام	یعقوب بن سیدی علی زادہ	۹۳۱
۱۱۹ ۔ شرح مختصر الطحاوی للاسبیجابی	ابونصر احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	۴۸۰
۱۲۰ ۔ شرح القریبین		
۱۲۱ ۔ شرح المسلم للنووی	شیخ ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی	۶.۷۶
۱۲۲ ۔ شرح معانی الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی	۳۲۱
۱۲۳ ۔ شرح المنظومۃ لابن وہبان	عبدالبر بن محمد ابن شحنۃ	۹۲۱
۱۲۴ ۔ شرح المنظومۃ فی رسم المفتی	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۲۵ ۔ شرح المنیۃ الصغیر	شیخ محمد ابراہیم الحلبی	۹۵۶
۱۲۶ ۔ شرح مواہب اللدنیۃ	علامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی	۱۱۲۲
۱۲۷ ۔ شرح مؤطا امام مالک	علامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی	۱۱۲۲
۱۲۸ ۔ شرح المہذب للنووی	شیخ ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی	۶۷۶
۱۲۹ ۔ شرح النقایۃ	مولانا عبدالعلی البرجندی	۹۳۲
۱۳۰ ۔ شرح الوقایۃ	صدر الشریعۃ عبیداللہ بن مسعود	۷۴۷

Marfat.com

۴۲ - التفسیر للنیشاپوری	نظام الدین الحسن بن محمد حسین النیشاپوری	۷۲۸
۴۳ - تقریب القریب	ابوزکریا یحییٰ بن شرف النواوی	۹۱۱
۴۴ - التقریر والتحبیر	محمد بن محمد ابن امیر الحاج الحلبی	۸۷۹
۴۵ - التیسیر للمناوی	عبدالرؤف المناوی	۱۰۳۱
۴۶ - تبیین الحقائق	فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی	۷۴۳
۴۷ - تقریب التہذیب	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۴۸ - تنویر المقباس	ابوطاہر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی	۸۱۷
۴۹ - تنویر الابصار	شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد التمرتاشی	۱۰۰۴
۵۰ - تعظیم الصلوٰۃ	محمد بن نصر المروزی	۲۹۴
۵۱ - تاریخ بغداد	ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی	۴۶۳
۵۲ - التوشیح فی شرح الہدایۃ	عمر بن اسحٰق السراج الہندی	۷۷۳

ج

۵۳ - جامع الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی	۲۷۹
۵۴ - جامع الرموز	شمس الدین محمد الخراسانی	۹۶۲
۵۵ - الجامع الصحیح للبخاری	امام محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۵۶ - الجامع الصغیر فی الفقہ	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۵۷ - الجامع الصحیح للمسلم	مسلم بن حجاج القشیری	۲۶۱
۵۸ - جامع الفقہ (جوامع الفقہ)	ابونصر احمد بن محمد العتابی	۵۸۶
۵۹ - جامع الفصولین	شیخ بدرالدین محمود بن اسرائیل بابن قاضی	۸۲۳
۶۰ - الجامع الکبیر	ابی الحسن عبیداللہ بن حسین الکرخی	۳۴۰
۶۱ - جواہر الاخلاطی	برہان الدین ابراہیم بن ابوبکر الاخلاطی	
۶۲ - الجواہر الزکیۃ	احمد بن ترکی بن احمد المالکی	۹۸۹
۶۳ - جواہر الفتاویٰ	رکن الدین ابوبکر بن محمد بن ابی المفاخر	۵۶۵
۶۴ - الجوہرۃ النیرۃ	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد الیمنی	۸۰۰
۶۵ - الجرح والتعدیل فی رجال الحدیث	یحییٰ بن معین البغدادی	۲۳۳
۶۶ - الجامع الصغیر فی الحدیث	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱

Marfat.com

غ

۱۵۱ - غایۃ البیان	شیخ قوام الدین امیر کاتب ابن امیر الاتقانی	۷۵۸
۱۵۲ - غرر الاحکام	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	۸۸۵
۱۵۳ - غریب الحدیث	ابوالحسن علی بن مغیرۃ البغدادی المعروف باثرم	۲۳۰
۱۵۴ - غمز عیون البصائر	احمد بن محمد الحموی المکی	۱۰۹۸
۱۵۵ - غنیۃ ذوالاحکام	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۱۵۶ - غنیۃ المستملی	محمد ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶

ف

۱۵۷ - فتح الباری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۱۵۸ - فتح القدیر	کمال الدین محمد بن عبدالواحد بابن الہمام	۸۶۱
۱۵۹ - فتاوی النسفی	امام نجم الدین النسفی	۵۳۷
۱۶۰ - فتاوی بزازیۃ	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۷
۱۶۱ - فتاوی حجہ		
۱۶۲ - فتاوی خیریۃ	علامہ خیر الدین بن احمد بن علی الرملی	۱۰۸۱
۱۶۳ - فتاوی سراجیۃ	سراج الدین علی بن عثمان الاوشی	۵۷۵
۱۶۴ - فتاوی عطاء بن حمزہ	عطاء بن حمزہ السغدی	
۱۶۵ - فتاوی غیاثیہ	داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	
۱۶۶ - فتاوی قاضی خان	حسن بن منصور قاضی خان	۵۹۲
۱۶۷ - فتاوی ہندیہ	جمعیت علماء اورنگ زیب عالمگیر	
۱۶۸ - فتاوی ظہیریۃ	ظہیر الدین ابوبکر محمد بن احمد	۶۱۹
۱۶۹ - فتاوی ولوالجیۃ	عبدالرشید بن ابی حنیفۃ الولوالجی	۵۴۰
۱۷۰ - فتاوی الکبری	امام صدر الشہید حسام الدین عمر بن عبدالعزیز	۵۳۶
۱۷۱ - فقہ الاکبر	الامام الاعظم ابی حنیفۃ نعمان بن ثابت الکوفی	۱۵۰
۱۷۲ - فتح المعین	سید محمد ابی السعود الحنفی	

Marfat.com

ذ

۸۸ - ذخیرۃ العقبیٰ	یوسف بن جنید الجلبی (چلپی)	۹۰۵
۸۹ - ذخیرۃ الفتاوی	برہان الدین محمود بن احمد	۶۱۶
۹۰ - ذم الغیبۃ	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱

ر

۹۱ - الرحمانیۃ		
۹۲ - رد المحتار	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۹۳ - رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ	ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمن الدمشقی	۷۸۱
۹۴ - رغائب القرآن	ابومروان عبدالملک بن حبیب السلمی (القرطبی)	۲۳۹
۹۵ - رفع الغشاء فی وقت العصر والعشاء	شیخ زین الدین بابن نجیم	۹۷۰
۹۶ - رد علی الجہمیۃ	عثمان بن سعید الدارمی	۲۸۰

ز

۹۷ - زاد الفقہاء	شیخ الاسلام محمد بن احمد الاسبیجابی	المتوفی اواخر القرن السادس
۹۸ - زاد الفقیر	کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الہمام	۸۶۱
۹۹ - زواہر الجواہر	محمد بن محمد التمرتاشی	تقریباً ۱۰۱۶
۱۰۰ - زیادات	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹

س

۱۰۱ - السراج الوہاج	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد الیمنی	۸۰۰
۱۰۲ - السنن لابن ماجۃ	ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجۃ	۲۷۳
۱۰۳ - السنن لابن منصور	سعید بن منصور الخراسانی	۲۷۳
۱۰۴ - السنن لابی داؤد	ابوداؤد سلیمان بن اشعث	۲۷۵
۱۰۵ - السنن للنسائی	ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی	۳۰۳
۱۰۶ - السنن للبیہقی	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸

Marfat.com

		سنہ
۱۹۶ ۔ کشف الاسرار	علاء الدین عبدالعزیز بن احمد البخاری	
۱۹۷ ۔ کشف الرمز	علامۃ المقدسی	
۱۹۸ ۔ کشف الاستار عن زوائد البزار	امین الدین عبدالوہاب بن وہبان الدمشقی	۷۶۸
۱۹۹ ۔ کنز العمال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین	۹۷۵
۲۰۰ ۔ الکفایۃ	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی تقریباً	۸۰۰
۲۰۱ ۔ کف الرعاع	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۲۰۲ ۔ کنز الدقائق	عبداللہ بن احمد بن محمود	۷۱۰
۲۰۳ ۔ الکنی للحاکم	ابوعبداللہ الحاکم	۴۰۵
۲۰۴ ۔ الکواکب الدراری	شمس الدین محمد بن یوسف الشافعی الکرمانی	۷۸۶
۲۰۵ ۔ کتاب الجرح والتعدیل	محمد بن حبان التمیمی	۳۵۴
۲۰۶ ۔ کتاب المغازی	یحییٰ بن سعید القطان	۱۹۸
۲۰۷ ۔ کتاب الصمت	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱
۲۰۸ ۔ کتاب الزہد	عبداللہ بن مبارک	۱۸۰
۲۰۹ ۔ الکشاف عن حقائق التنزیل	جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری	۵۳۸

ل

۲۱۰ ۔ لمعات التنقیح	علامہ شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۲۱۱ ۔ لقط المرجان فی اخبار الجان	علامہ جلال الدین عبدالرحمن بن محمد السیوطی	۹۱۱

م

۲۱۲ ۔ مبارق الازہار	الشیخ عبداللطیف بن عبدالعزیز ابن الملک	۸۰۱
۲۱۳ ۔ مبسوط خواہرزادہ	بکر خواہرزادہ محمد بن حسن البخاری الحنفی	۴۸۳
۲۱۴ ۔ مبسوط السرخسی	شمس الائمۃ محمد بن احمد السرخسی	۴۸۲
۲۱۵ ۔ مجری الانہر شرح ملتقی الابحر	نور الدین علی الباقانی تقریباً	۹۹۵
۲۱۶ ۔ مجمع بحار الانوار	محمد طاہر الصدیقی	۹۸۱
۲۱۷ ۔ مجموع النوازل	احمد بن موسیٰ بن عیسیٰ	۵۵۰
۲۱۸ ۔ مجمع الانہر	الشیخ عبداللہ بن محمد بن سلیمان المعروف بداماد آفندی	۱۰۷۸

Marfat.com

۱۳۱ ۔ شرح الہدایة	محمد بن محمد ابن شحنة	۸۹۰
۱۳۲ ۔ شرعة الاسلام	امام الاسلام محمد بن ابی بکر	۵۷۳
۱۳۳ ۔ شعب الایمان	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸
۱۳۴ ۔ شرح الجامع الصغیر	احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	۴۸۰
۱۳۵ ۔ شرح الجامع الصغیر	عمر بن عبد العزیز الحنفی	۵۳۶

ص

۱۳۶ ۔ صحاح الجوہری	اسمٰعیل بن حماد الجوہری	۳۹۳
۱۳۷ ۔ صحیح ابن حبان	محمد بن حبان	۳۵۴
۱۳۸ ۔ صحیح ابن خزیمة	محمد بن اسحاق ابن خزیمة	۳۱۱
۱۳۹ ۔ الصراح	ابوفضل محمد بن عمر بن خالد القرشی	تقریباً ۶۹۰

ط

۱۴۰ ۔ الطحطاوی علی الدر	سید احمد الطحطاوی	۱۳۰۲
۱۴۱ ۔ الطحطاوی علی المراقی	سید احمد الطحطاوی	۱۳۰۲
۱۴۲ ۔ الطریقة المحمدیة	محمد بن پیر علی المعروف ببرکلی	۹۸۱
۱۴۳ ۔ طلبة الطلبة	نجم الدین عمر بن محمد النسفی	۵۳۷

ع

۱۴۴ ۔ عمدة القاری	علامہ بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد العینی	۸۵۵
۱۴۵ ۔ العنایة	اکمل الدین محمد بن محمد البابرتی	۷۸۶
۱۴۶ ۔ عنایة القاضی	شہاب الدین الخفاجی	۱۰۶۹
۱۴۷ ۔ عیون المسائل	ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۸
۱۴۸ ۔ عقود الدریة	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۴۹ ۔ عدة	کمال الدین محمد بن احمد الشہیر بطاشکبری	۱۰۳۰
۱۵۰ ۔		

Marfat.com

۲۴۵	معرفۃ الصحابۃ	ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی	۴۳۰
۲۴۶	المعجم الاوسط	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۷	المعجم الصغیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۸	المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۹	معراج الدرایۃ	قوام الدین محمد بن محمد البخاری	۷۴۹
۲۵۰	مشکوٰۃ المصابیح	شیخ ولی الدین العراقی	۷۴۲
۲۵۱	المغنی فی الاصول	شیخ عمر بن محمد الخبازی الحنفی	۶۹۱
۲۵۲	المغرب	ابوالفتح ناصر بن عبدالسید المطرزی	۶۱۰
۲۵۳	مختصر القدوری	ابوالحسین احمد بن محمد القدوری الحنفی	۴۲۸
۲۵۴	مفاتیح الجنان	یعقوب بن سیدی علی	۹۳۱
۲۵۵	المفردات للامام راغب	حسین بن محمد بن مفضل الاصفہانی	۵۰۲
۲۵۶	المقدمۃ العشماویۃ	ابوالعباس عبد الباری العشماوی المالکی	
۲۵۷	الملتقط (فی فتاوی ناصری)	ناصر الدین محمد بن یوسف الحسینی	۵۵۶
۲۵۸	مجمع الزوائد	نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی	۸۰۷
۲۵۹	مناقب الکردری	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۷
۲۶۰	المنتقیٰ (فی الحدیث)	عبداللہ بن علی ابن جارود	۳۰۷
۲۶۱	المنتقیٰ فی فروع الحنیفۃ	الحاکم الشہیر محمد بن محمد بن احمد	۳۳۴
۲۶۲	منحۃ الخالق	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۲۶۳	منح الغفار	محمد بن عبداللہ التمرتاشی	۱۰۰۴
۲۶۴	ملتقی الابحر	امام ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶
۲۶۵	منہاج	شیخ ابوزکریا یحیی بن شرف النواوی	۶۷۶
۲۶۶	مجمع البحرین	مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب الحنفی	۶۹۴
۲۶۷	المبتغیٰ	شیخ عیسی بن محمد ابن ایناج الحنفی	
۲۶۸	المبسوط	عبدالعزیز بن احمد الحلوانی	۴۵۶
۲۶۹	مسند فی الحدیث	الحافظ ابوالفتح نصر بن ابراہیم الہروی	۵۱۰

Marfat.com

۱۷۳ - فتح المعین شرح قرۃ العین	زین الدین بن علی بن احمد الشافعی	۹۲۸
۱۷۴ - الفتوحات المکیۃ	محی الدین محمد بن علی ابن عربی	۶۳۸
۱۷۵ - فواتح الرحموت	عبدالعلی محمد بن نظام الدین الکندی	۱۲۲۵
۱۷۶ - الفوائد	تمام بن محمد بن عبداللہ البجلی	۴۱۴
۱۷۷ - فوائد المختصۃ	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۷۸ - فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	عبدالرؤف المناوی	۱۰۳۱
۱۷۹ - فوائد سمویۃ	اسمٰعیل بن عبداللہ الملقب بسمویۃ	۲۶۷

ق

۱۸۰ - القاموس	محمد بن یعقوب الفیروزآبادی	۸۱۷
۱۸۱ - قرۃ العین	علامہ زین الدین بن علی الملیباری	۹۲۸
۱۸۲ - القنیۃ	نجم الدین مختار بن محمد الزاہدی	۶۵۸
۱۸۳ - القرآن		

ک

۱۸۴ - الکافی فی الفروع	حاکم شہید محمد بن محمد	۳۳۴
۱۸۵ - الکامل لابن عدی	ابواحمد عبداللہ بن عدی	۳۶۵
۱۸۶ - الکبریت الاحمر	سید عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳
۱۸۷ - کتاب الآثار	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۱۸۸ - کتاب الآثار	امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری	۱۸۲
۱۸۹ - کتاب الالمام فی آداب دخول الحمام	ابوالمحاسن محمد بن علی	
۱۹۰ - کتاب السواک	ابونعیم احمد بن عبداللہ	۴۳۰
۱۹۱ - کتاب الہدیۃ لابن عماد	عبدالرحمٰن بن محمد عماد الدین بن محمد العمادی	۱۰۵۰
۱۹۲ - کتاب الطہور	لابی عبید	
۱۹۳ - کتاب العلل علی ابواب الفقہ	ابومحمد عبدالرحمٰن ابن ابی حاتم محمد الرازی	۳۲۷
۱۹۴ - کتاب الاصل	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۱۹۵ - کتاب الوسوسۃ	ابوبکر بن ابی داؤد	

Marfat.com

و

۲۹۰- الوافی فی الفروع	عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۹۱- الوجیز فی الفروع	ابوحامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۲۹۲- الوقایۃ	محمود بن صدر الشریعۃ	۶۷۳
۲۹۳- الوسیط فی الفروع	ابی حامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵

ھ

۲۹۴- الھدایۃ فی شرح البدایۃ	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳

ی

۲۹۵- الیواقیت والجواہر	سید عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳
۲۹۶- ینابیع فی معرفۃ الاصول	ابی عبداللہ محمد ابن رمضان الرومی	۷۶۹

Marfat.com

۲۱۹ - المحیط البرہانی	امام برہان الدین محمود بن تاج الدین	۶۱۶
۲۲۰ - المحیط الرضوی	رضی الدین محمد بن محمد السرخسی	۶۷۱
۲۲۱ - مختارات النوازل	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۲۲۲ - مختار الصحاح	محمد بن ابی بکر عبد القادر الرازی	۶۶۰
۲۲۳ - المختارۃ فی الحدیث	ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد	۶۴۳
۲۲۴ - المختصر	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۲۲۵ - مدخل الشرع الشریف	ابن الحاج ابی عبد اللہ محمد بن محمد العبدری	۷۳۷
۲۲۶ - مراقی الفلاح بامداد الفتاح شرح نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۲۲۷ - مرقات شرح مشکوٰۃ	علی بن سلطان ملا علی قاری	۱۰۱۴
۲۲۸ - مرقات الصعود	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۲۲۹ - مستخلص الحقائق	ابراہیم بن محمد الحنفی	
۲۳۰ - المستدرک للحاکم	ابو عبد اللہ الحاکم	۴۰۵
۲۳۱ - المستصفی	حافظ الدین عبد اللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۳۲ - مسلم الثبوت	محب اللہ البہاری	۱۱۱۹
۲۳۳ - مسند ابی داؤد	سلیمان بن داؤد الطیالسی	۲۰۴
۲۳۴ - مسند ابی یعلیٰ	احمد بن علی الموصلی	۳۰۷
۲۳۵ - مسند اسحٰق ابن راہویہ	حافظ اسحٰق ابن راہویہ	۲۳۸
۲۳۶ - مسند الامام احمد بن حنبل	امام احمد بن محمد بن حنبل	۲۴۱
۲۳۷ - مسند البزار	ابوبکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق البزار	۲۹۲
۲۳۸ - مسند عبد بن حمید	ابو محمد عبد بن محمد حمید الکشی	۲۹۴
۲۳۹ - مسند الفردوس	شہردار بن شیرویہ الدیلمی	۵۵۸
۲۴۰ - مصباح المنیر	احمد بن محمد بن علی	۷۷۰
۲۴۱ - المصفّٰی	حافظ الدین عبد اللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۴۲ - مصنف ابن ابی شیبۃ	ابوبکر عبد اللہ بن محمد احمد النسفی	۲۳۵
۲۴۳ - مصنف عبد الرزاق	ابوبکر عبد الرزاق [illegible]	

Marfat.com

۲۷۰ - المسند الکبیر	یعقوب بن شیبۃ السدوسی	۲۶۲
۲۷۱ - منیۃ المصلی	سدید الدین محمد بن محمد الکاشغری	۷۰۵
۲۷۲ - موطا امام مالک	امام مالک بن انس المدنی	۱۷۹
۲۷۳ - موارد الظمآن	نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی	۸۰۷
۲۷۴ - مشکلات	احمد بن مظفر الرازی	۶۳۲
۲۷۵ - مہذب	ابی اسحٰق ابن محمد الشافعی	۴۷۶
۲۷۶ - میزان الشریعۃ الکبریٰ	عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳
۲۷۷ - میزان الاعتدال	محمد بن احمد الذہبی	۷۴۸
۲۷۸ - المستخرج علی الصحیح البخاری	احمد بن موسیٰ ابن مردویۃ	۴۱۰
۲۷۹ - مکارم الاخلاق	محمد بن جعفر الخرائطی	۳۲۷

ن

۲۸۰ - النقایۃ مختصر الوقایۃ	عبداللہ بن مسعود	۷۴۵
۲۸۱ - نصب الرایۃ	ابو محمد عبداللہ بن یوسف الحنفی الزیلعی	۷۶۲
۲۸۲ - نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۲۸۳ - النہایۃ	حسام الدین حسین بن علی السغناقی	۷۱۱
۲۸۴ - النہایۃ لابن اثیر	مجد الدین مبارک بن محمد الجزری ابن اثیر	۶۰۶
۲۸۵ - النہر الفائق	عمر بن نجیم المصری	۱۰۰۵
۲۸۶ - نوادر فی الفقہ	ہشام بن عبیداللہ المازنی الحنفی	۲۰۱
۲۸۷ - نور العین	محمد بن احمد المعروف بنشانجی زادہ	۱۰۳۱
۲۸۸ - النوازل فی الفروع	ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی	۳۷۶
۲۸۹ - نوادر الاصول فی معرفۃ اخبار الرسول	ابو عبداللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی	۲۵۵

Marfat.com

Marfat.com

فتاوٰی رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

جلد پنجم

رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور
پاکستان (۵۴۰۰۰)

اجمالی فہرست

پیش لفظ ——— ۵
کتاب الصلوٰۃ ——— ۴۳
باب الاوقات ——— ۱۲۱
اماکن الصلوٰۃ ——— ۳۴۳
باب الاذان والاقامۃ ——— ۳۶۱
مآخذ و مراجع ——— ۶۷۹

فہرست رسائل

- جمان التاج ——— ۷۵
- حاجز البحرین ——— ۱۵۹
- منیر العین ——— ۴۲۹
- ضمنی رسالہ الہاد الکاف فی حکم الضعاف ——— ۴۷۷ تا ۵۳۷
- نہج السلامۃ ——— ۶۲۹
- ایذان الاجر ——— ۶۵۳

marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب	ـــــــ فتاوٰی رضویہ جلد پنجم
تصنیف	ـــــــ شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز
ترجمہ عربی عبارات	ـــــــ (۱) حضرت علامہ صاحبزادہ قاضی عبدالدائم دائم ، ہری پور ہزارہ (۲) حضرت علامہ مفتی محمد خاں قادری ، لاہور
پیش لفظ	ـــــــ حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ ، لاہور
تخریج و تصحیح	ـــــــ (۱) مولانا نذیر احمد سعیدی (۲) مولانا محمد عمر ہزاروی
باہتمام و سرپرستی	ـــــــ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان
ترتیب فہرست	ـــــــ حافظ محمد عبدالستار سعیدی
کتابت	ـــــــ محمد شریف گل کڑیال کلاں (گوجرانوالا)
پروف ریڈنگ	ـــــــ مولانا سردار احمد حسن سعیدی
پیسٹنگ	ـــــــ مولانا محمد یٰسین قادری شطاری
صفحات	ـــــــ ۶۹۲
اشاعت	ـــــــ ربیع الاول ۱۴۱۴ھ / ستمبر ۱۹۹۳ء
مطبع	ـــــــ یوسف عمر پرنٹرز B12 اندرون بھاٹی گیٹ لاہور
ناشر	ـــــــ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور
قیمت	ـــــــ ۲۵۰ روپے

ملنے کا پتا

- مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ ، اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور
- مکتبہ تنظیم المدارس جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور

marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ! اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خزائنِ علمیہ و ذخائرِ فقہیہ کو جدید منصۂ شہود پر لانے کے لئے مخدوم اہلسنت حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی زیر سرپرستی "رضا فاؤنڈیشن" کے نام سے جو ادارہ چند سال قبل قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی سے منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو تدریجاً طے کرتے ہوئے سرعت رفتاری سے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے۔

کتاب الطہارۃ مکمل چار خوبصورت مجلدات میں آپ تک پہنچ چکی۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نظرِ عنایت و فیضان سے پانچویں جلد پیشِ خدمت ہے۔ اس جلد میں باب الاذان والاقامۃ تک عربی و فارسی عبارات کا اردو ترجمہ معروف قلمکار، ادیب شہیر، پیر طریقت حضرت علامہ صاحبزادہ قاضی عبدالدائم دائم مدیر ماہنامہ جامِ عرفان و مہتمم دار العلوم ربانیہ صدریہ ہری پور ہزارہ اور باقی تمام عبارات کا ترجمہ فاضل جلیل حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری دامت برکاتہم العالیہ ڈائریکٹر جامعہ اسلامیہ سمن آباد لاہور نے کیا ہے۔ مفتی صاحب متعدد کتابوں کے مصنف و مترجم ہیں۔

یہ جلد آغاز کتاب الصلوٰۃ سے لے کر فتاویٰ رضویہ جلد ثانی قدیم کے اخیر تک پر مشتمل ہے اور اس میں ۱۴۰ سوالوں کے علاوہ مندرجہ ذیل مستقل عنوانات کو مبحث بنایا گیا ہے:

(۱) کتاب الصلوٰۃ

(۲) باب الاوقات

(۳) اماکن الصلوٰۃ (نماز کن جگہوں میں جائز ہے)

(۴) باب الاذان والاقامۃ

marfat.com

Marfat.com

فہرست مضامین

کتاب الصلوٰۃ ۴۳

نمازِ پنجگانہ میں کون سی نماز سب سے پہلے کس نبی نے پڑھی، اور انبیائے سابقین اور اُن کی اُمتوں پر بھی نمازِ پنجگانہ فرض تھی یا یہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کی اُمت کے ساتھ مخصوص ہیں ۴۳

نمازِ پنجگانہ کے اُمتِ مرحومہ کے ساتھ مخصوص ہونے کے دلائل اور ان پر رضوی ایرادات۔ ۴۶

توراتِ شریف میں پانچوں نمازوں کے عظیم فضائل۔ ۵۲

حدیث بخاری اعتم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لیلۃ بالعشاء الخ کے تین محمل۔ ۵۸

امام ابن عائشہ عیشی نہ صحابی ہیں نہ تابعی، نہ تبع سے اُن کا سنِ وفات۔ ۶۲

پانچوں نمازوں کا اجتماع ہمارے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ مخصوص ہونا باعتماد علماءِ کرام مانا جائے گا۔ ۶۴

کتاب اللہ کا حفظ اُممِ سابقہ ... علیہم الصلوٰۃ والسلام تھا۔ ۶۷

کونسی نماز کس نبی نے پہلے پڑھی، اس میں چار قول ہیں۔ ۶۷

ایک حکایت جو لطیف کلام پر مشتمل ہے۔ ۶۸

قولِ چہارم کی ترجیح رضوی۔ ۷۰

حضرت یونس بنیامین بن یعقوب کی اولاد سے ہیں اور سلیمان علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تھے۔ ۷۲

اسی طرح حضرت عزیر علیہ السلام۔ ۷۲

رسالہ جمان التاج فی بیان الصلوٰۃ قبل المعراج کہ قبلِ معراج سرورِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کس طرح نماز ادا فرماتے تھے۔ ۷۵

نمازِ پنجگانہ سے پیشتر مسلمان چاشت اور عصر کی نماز پڑھتے تھے۔ ۸۲

ایمان کے بعد پہلی شریعت نماز ہے۔ ۸۳

قبلِ معراج رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم ... کے اوّل حصہ میں پڑھی، اور

marfat.com

Marfat.com

علاوہ ازیں پیشِ نظر جلد میں ابحاثِ نفیسہ و نکاتِ لطیفہ پر مشتمل پانچ گرانقدر رسائل بھی شامل ہیں جن کو دیکھنے سے امام احمد رضا بریلوی کی محدثانہ شان پورے جوبن اور کامل عروج پر دکھائی دیتی ہے۔ اس جلد میں شامل رسائل کے نام یہ ہیں:

(۱) جمان التاج فی بیان الصلٰوۃ قبل المعراج ۱۳۱۹ھ
معراج سے پہلے نبی کریم علیہ الصلٰوۃ والتسلیم کے نماز پڑھنے کا طریقہ

(۲) حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلٰوتین ۱۳۱۳ھ
دو نمازیں اکٹھی پڑھنے کا شرعی حکم ۔ اھداالکاف اور نوٹ متعلق معیار الحق

(۳) منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین ۱۳۰۱ھ
اذان میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام نامی سُن کر انگوٹھے چُومنے کا مدلّل بیان

(۴) نہج السلامۃ فی حکم تقبیل الابھامین فی الاقامۃ ۱۳۳۳ھ
اقامت میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی سُن کر انگوٹھے چُومنے کا مدلّل بیان اور منکرین کا رد

(۵) ایذان الاجر فی اذان القبر ۱۳۰۷ھ
دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان کے جواز پر نادر تحقیق

۱۰ ربیع الاول ۱۴۱۴ھ
۶ ستمبر ۱۹۹۳ء

حافظ محمد عبدالستار سعیدی
ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ، لاہور

نوٹ:۔ اس جلد میں شامل رسالہ حاجز البحرین میں متعدد مقامات پر معیار الحق کی عبارات نقل کی گئی ہیں۔ ان عبارات کی تلاش کے لیے معیار الحق مطبوعہ مکتبہ نذیریہ کا نسخہ پیش رہا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ نسخہ مذکورہ میں اعلحضرت کی نقل کردہ عبارتوں میں تحریف کی گئی ہے۔ ان کی صرف ایک مقام کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ اسی جلد کے صہ ۲۲۶ پہ عبارت "صلی الظہر والعصر شود کب" میں والعصر کا لفظ کاٹ لیا ہے۔ معیار الحق نسخہ مذکورہ کا صہ ۲۷۹ ملاحظہ ہو۔

marfat.com

Marfat.com

بے نمازی کی نماز جنازہ کا حکم۔ ١٢٠

باب الاوقات

وقتِ زوال جس تک نیت روزۂ نفل ہونا چاہیے کیا ہے۔ ١٢١

نہار شرعی اور نہار عرفی کا فرق۔ ١٢٢

نصف النہار شرعی معلوم کرنے کا طریقہ ١٢٢

نہار نجومی ١٢٣

وقتِ زوال جس میں نماز ممنوع ہے کیا ہے۔ ١٢٦

یہ وقت زیادہ سے زیادہ ہمارے بلاد میں ٤٨ منٹ تک پہنچتا ہے۔ ١٣٠

یہ ثابت نہیں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دربارۂ وقتِ عصر قولِ مثلین سے رجوع فرمالیا بلکہ قولِ یک مثل ہی مرجوع عنہ ہے اور قولِ مثلین احوط، اصح اور از روئے دلیل راجح ہے۔ ١٣٢

اس قول پر دلیلِ جلیل صحیح بخاری شریف کی حدیث باب الاذان للمسافر میں ہے۔ ١٣٣

جو کچھ خلاف ظاہر الروایۃ ہے مرجوع عنہ ہے۔ ١٣٤

قولِ یک مثل پر قولِ مثلین کی وجہ ترجیح۔ ١٣٥

نمازِ عصر کا وقتِ مستحب اور مکروہ کیا ہے۔ ١٣٦

بابت نماز عصر مولائے مشکل کشا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عمل۔ ١٣٦

کرۂ بخار جس کو عالم نسیم اور عالم لیل و نہار بھی کہتے ہیں وہ ہر طرف سطح زمین سے ٤٥ میل اور قول اواخر پر ٥٢ میل اونچا ہے۔ ١٣٧

طلوع سے بیس منٹ تک ہر نماز مکروہ ہے اور جب غروب میں بیس منٹ رہیں تو آج کی عصر کے سوا ہر نماز ممنوع ہے۔ ١٣٨

جن نمازوں میں تاخیر مستحب ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وقت مستحب کے نصف آخر میں پڑھیں۔ ١٣٨

ان بلاد میں سال بھر کے اندر پورے وقتِ عصر کی مقدار۔ ١٣٨

فرض و سنت پڑھنا اولیٰ کس وقت میں ہے۔

غروبِ شمس کی تحقیقِ رضوی۔ ١٤٠

دربارۂ نمازِ عصر ایک وہابی خیاط کا اعتراض اور اس کا جواب۔ ١٤٨

مجہول العین راوی کی روایت محققین کے نزدیک مقبول ہے۔ ١٥٠

رضوی تحقیق کہ ان بلاد میں وقتِ عشاء غروب سے کتنی دیر بعد شروع ہوتا ہے۔ ١٥١

وقتِ ظہر، عصر، مغرب، عشاء، فجر کب تک رہتا ہے۔ ١٥٣

جون و جولائی و اگست میں ظہر کا وقت مستحب کے بجے سے شروع ہوتا ہے۔ ١٥٣

تاخیر مستحب کے معنی۔ ١٥٣

فلکیوں کی تقسیم فصول اور ہمارے یہاں کی تقسیم فصول۔ ١٥٤

اوقات بعض تحویلات کا نقشہ۔ ١٥٥

بازار، سرائے، اسٹیشن کی مسجد اور جامع مسجد میں دربارۂ اذان و اقامت افضل کیا ہے۔ ١٥٦

marfat.com

Marfat.com

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آخر حصہ میں، اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منگل کے دن۔ ۸۵
نماز قبل معراج میں طہارت ثوب، وضو۔ ۸۵
استقبال قبلہ، تکبیر تحریمہ، قیام۔ ۸۵
قرأت، رکوع تھا مگر اس میں اختلاف ہے۔ ۸۶
اور سجود، جماعت، جہر بھی تھا۔ ۸۷
حدیث کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ۹۲
سعید بن خثیم ہلالی منکر الحدیث ہیں۔ ۹۳
مولانا محمد رضا علی صاحب کا فتویٰ اُس اشتہار کے متعلق جو سالانہ چھپا کرتا ہے کہ شیخ عبداللہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں فرمایا الخ ۹۷
اس فتویٰ کی تصدیق رضوی۔ ۹۹
ضروریات دین کے سوا کسی شے کا انکار کفر نہیں اگرچہ ثابت بالقواطع ہو۔ ۱۰۱
خلافت خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا منکر کافر نہیں حالانکہ اُس کی حقانیت قطعیات سے ثابت ہے۔ ۱۰۱
تکذیب صفت قلب ہے مگر قول کی طرح بعض فعل بھی اُس پر علامت ہوتے ہیں۔ علامت ہونے ہی کی بنا پر حکم کفر دیا جاتا ہے۔ ۱۰۱
تارک نماز کی تکفیر قدمائے اہلسنت کا مسلک ہے مگر جمہور کے نزدیک کافر نہیں، یہی مذہب ائمہ اربعہ کا مجمع علیہ ہے۔ ۱۰۲
محتمل کو محکم کی طرف رد کرنا طریقہ معروفہ ہے۔ ۱۰۶
تارک نماز کے اسلام پر بعض دلائل۔ ۱۰۶
خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ ۱۰۷
ہم میں اور مشرکوں میں نماز فارق ہے۔ ۱۰۹
جس نے قصداً نماز ترک کی اُس نے اپنی ماں سے بیت اللہ میں ستر بار زنا کیا - یہ روایت میری نظر سے نہیں گزری۔ ۱۱۰
ایک درم سود کہ آدمی دانستہ کھالے اللہ تعالیٰ کے نزدیک حطیم کعبہ میں ۳۶ بار زنا کرنے سے سخت تر ہے۔ ۱۱۰
ایک وقت کی نماز قصداً بلا عذر شرعی دیدہ و دانستہ قضا کرنے سے فاسق ہو جاتا ہے۔ ۱۱۰
مالی جرمانہ جائز نہیں کہ منسوخ ہو چکا ہے۔ ۱۱۱
ترک نماز پر مالی جرمانہ جائز نہیں۔ ۱۱۱
طلبہ اگر نماز ترک کریں تو اُن کا وظیفہ وضع ہو سکتا ہے، نیز دوسری صورتوں کا بیان۔ ۱۱۲
جہاز، ریل، کشتی، بجرے پر نماز پڑھنے کا حکم۔ ۱۱۳
اشیائے مسکرہ پی کر نماز کی ادائیگی کا حکم۔ ۱۱۴
دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے۔ ۱۱۵
نماز کے واسطے سوتے آدمی کو جگانے کا حکم۔ ۱۱۵
غیر مشروع افعال کے ارتکاب پر برادری کی کون کون سی سزائیں جائز نہیں۔ ۱۱۶
اگر تمہارے ذریعہ ایک شخص کو ہدایت ہو جائے تو یہ روئے زمین کی بادشاہت سے بہتر ہے۔ ۱۱۷
امر بالمعروف نہی عن المنکر کے بارے میں اگر کوئی یہ کہے کہ اس میں رکھا ہی کیا ہے تو اس کو تجدید اسلام اور تجدید نکاح کرنا چاہیے۔ ۱۱۷

marfat.com
Marfat.com

کہا گیا۔ ۱۸۰

لطیفہ ششم و ہفتم و ہشتم ۱۸۱

مقامِ ملل مدینہ طیبہ سے کتنے میل ہے۔ ۱۸۲

چند اوہام یا کچھ خطائیں محدث سے صادر ہونا
نہ اُسے ضعیف کرے نہ اس کی حدیث کو مردود۔ ۱۸۴

امام سفیان بن عیینہ نے زہری سے روایت میں بیس
سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی، پھر اُن کے ثقہ
حجت ہونے پر اجماع ہے۔ ۱۸۴

لطیفہ نہم ۱۸۴

افادہ ثانیہ کہ احادیث جمع میں جمع صوری کے ارادے
پر پانچ قرائن ہیں۔ ۱۸۶

افادہ ثالثہ ۱۸۸

افادہ رابعہ کہ وہ احادیث جن میں مطلق جمع بین
الصلوتین وارد ہے سب کی سب جمع صوری پر
محمول ہیں۔ بطور تمثیل گیارہ حدیثوں کا بیان۔ ۱۹۶

پہلی حدیث۔ ۱۹۶

دوسری تیسری، چوتھی حدیث۔ ۱۹۷

پانچویں تا گیارھویں حدیث۔ ۱۹۹

فصل دوم ابطال دلائل جمع تقدیم۔ ۲۰۳

پیشوائے غیر مقلدین کی پیش کردہ حدیث اول
بابت جمع بین الصلوتین ۲۰۴

خالد بن قاسم مدائنی متروک بالاجماع ہے۔ ۲۰۶

حدیث معلول کے لئے ضعف راوی ضروری نہیں ۲۰۶

ابن حزم غیر مقلد خبیث اللسان نے سیدنا ابو الطفیل
صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقدوح و مجروح بتایا۔ ۲۰۶

اسی ابن حزم نے باجے حلال کرنے کے لئے
صحیح بخاری شریف کی صحیح و متصل حدیث کو بزعم
تعلیق رد کیا۔ ۲۰۶

پیشوائے غیر مقلدین کی پیش کردہ حدیث دوم
اور اس کے بیان کردہ مفہوم پر بارہ وجوہ
سے رد۔ ۲۱۰

(فا) کے لئے ترتیب ذکری کافی ہے۔ ۲۱۱

اور عدمِ مہلت ہر جگہ اُس کے لئے لازم ہوتی ہے ۲۱۱

حدیث مروی بالمعنی کے (فا) اور (و) وغیرہما
سے استدلال صحیح نہیں۔ ۲۱۱

افاضہ اولیٰ کہ جمع تقدیم میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔ ۲۱۲

لطیفہ دل رُبا ۲۱۵

افاضہ ثانیہ کہ جمع بین الصلوتین کے بارے میں
احمد و شافعی، عبد الرزاق و بیہقی رضی اللہ تعالیٰ
عنہم کی روایت کردہ حدیث ضعیف ہے۔ ۲۱۵

اُس کے راوی حسین بن عبد اللہ ضعیف ہیں۔ ۲۱۶

اور امام شافعی علیہ الرحمۃ کی روایت میں ابراہیم
ابن ابی یحییٰ رافضی قدری معتزلی جہمی متروک واقع
ہے اور اس کے ضعف پر اجماع ہے۔ ۲۱۸

افاضہ ثالثہ کہ حدیث دارقطنی بھی ضعیف ہے۔ ۲۲۰

افاضہ رابعہ بابت حدیث انس رضی اللہ
تعالیٰ عنہ۔ ۲۲۱

امام اسحٰق بن راہویہ کا حافظہ وفات سے
چند ماہ پیشتر متغیر ہو گیا تھا۔ ۲۲۲

شبابہ بن سوار مبتدع تھا۔ ۲۲۴

marfat.com

Marfat.com

مسجد محلہ میں جماعت ثانیہ کے لئے اعادہ اذان منع ہے، تکبیر میں حرج نہیں۔ ۱۵۶

سفر میں جمع بین الصلوٰتین جائز ہے یا نہیں رسالہ حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلوتین۔ ۱۵۹

جمع بین الصلوٰتین دو قسم پر ہے، اول جمع فعلی جس کو جمع صوری بھی کہتے ہیں اُس کے معنیٰ مراد، اور یہ بعذر سفر و مرض جائز ہے۔ ۱۶۰

کتاب الحجج تالیف امام فقیہ محدث عیسٰی ابن ابان ہے جو امام محمد کے شاگرد تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ ۱۶۱

جمع صوری بضرورت شدت بارش بھی جائز ہے۔ ۱۶۲

دوم جمع وقتی جس کو جمع حقیقی بھی کہتے ہیں اور اس کے معنی مراد۔ ۱۶۲

جمع حقیقی کی دو صورت: اول جمع تقدیم، دوم جمع تاخیر۔ ۱۶۲

فصل اول جمع صوری کے اثبات میں غیر مقلدین کے پیشوا مولوی نذیر حسین دہلوی کا صحیح وصریح حدیثوں سے انکار جو جمع صوری میں وارد ہیں۔ ۱۶۳

حدیث اول اثبات جمع صوری میں۔ ۱۶۷

نافع اور عبد اللہ بن واقد دونوں شاگرد عبد اللہ بن عمر ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ۱۶۷

صفیہ بنت ابی عبیدہ زوجۂ ابن عمر، مختار کذاب کی بہن تھیں، ان کے صحابیہ ہونے میں اختلاف ہے ان کے والد ماجد صحابی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۱۶۸ (حاشیہ)

حدیث دوم اور سوم۔ ۱۷۲

حدیث چہارم و پنجم۔ ۱۷۳

افادۂ اولیٰ کہ غیر مقلدین کے پیشوا نے مذکور کا محمد بن فضیل کو ضعیف کہنا باطل ہے وُہ بخاری ومسلم کے رجال سے ہیں۔ ۱۷۴

لطیفہ اول ۱۷۴

محاورات سلف واصطلاح محدثین میں تشیع اور رفض کے درمیان فرق ہے۔ متاخرین شیعہ روافض کو کہتے ہیں۔ ۱۷۵

بخاری ومسلم کے تیس سے زیادہ وُہ راوی ہیں جن کو اصطلاح قدماء پر بلفظ تشیع ذکر کیا جاتا ہے اور اُن کے اسماء۔ ۱۷۶

لطیفہ دوم وسوم ۱۷۶

بشر بن بکر ثقہ ہیں اور رجال بخاری سے۔ ۱۷۷

فلان لیغرب اور فلان غریب الحدیث میں فرق ہے۔ ۱۷۷ (حاشیہ)

لطیفہ چہارم ۱۷۸

پیشوائے غیر مقلدین کی تحریف کہ ولید بن مسلم کو ولید بن قاسم بنا لیا اول رجال صحیح مسلم سے امام ثقہ ہیں اور دوم قدرے متکلم فیہ۔ ۱۷۸

صحیح بخاری ومسلم کے وُہ رجال جن کے متعلق صدوق یخطی کہا گیا۔ ۱۷۹ (حاشیہ)

لطیفہ پنجم، عطاف ثقہ ہیں۔ ۱۸۰

ذہبی اور صدوق یہم میں فرق ہے۔ ۱۸۰

صحیحین کے وہ رجال جن کے متعلق صدوق یہم

marfat.com

Marfat.com

لطیفہ نہم و دہم ۲۶۳

فائدہ عائدہ بابت حدیث سنن ابی داود جس سے آج تک اصلاً تعرض نہ ہوا، نہ استناداً نہ جواباً۔ ۲۶۴

اس حدیث کے رواۃ میں یحییٰ بن محمد جاری متکلم فیہ ہیں۔ ۲۶۵

طریق دوم میں مومل بن اہاب صدوق لہ اوہام۔ ۲۶۵

نعیم بن حماد قابلِ احتجاج نہیں۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مطاعن میں جھوٹی حکایتیں وضع کرتا تھا۔ جامع صحیح میں اس کی روایت مقرونہ ہے نہ بطور حجیت۔ ۲۶۶

ابو الزبیر مدلس ہیں اور مدلس کا عنعنہ مقبول نہیں لیکن ان سے اگر لیث بن سعد روایت کریں تو مقبول۔ ذکر وجہ فی المیزان۔ ۲۶۶

مکہ معظمہ اور مقامِ سرف کے درمیان دس میل فاصلہ بتانے والا کون ہے۔ ۲۶۷

مدینہ طیبہ سے ذو الحلیفہ کے فاصلے میں اختلاف کثیر۔ ۲۶۷

مدینہ منورہ سے مقام ذات الجیش کے فاصلے میں اختلافِ کثیر۔ ۲۶۸

مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے دو کم دو سو میل ہے۔ ۲۶۸

حوالی مکہ معظمہ میں وقتِ مغرب کم و بیش ڈیڑھ گھنٹہ ہوتا ہے۔ ۲۶۸

فصلِ چہارم نصوص نفی جمع و ہدایت التزام اوقات میں۔ ۲۶۹

قسم اول نصوص عامہ جو سات آیات اور بتیس (۳۲) حدیثوں پر مشتمل۔ ۲۷۰

آیات ۲۷۰

احادیث چند نوع ہیں۔ نوع اول احادیث، محافظتِ وقت اور اُس کی ترغیب اور اُس کے ترک سے ترہیب میں۔ ۲۷۴

حدیث کہ جو تین چیزوں کی محافظت کرے وہ سچا ولی ہے۔ ۲۷۸

نوعِ اخیر حدیث امامت جبریل علیہ السلام۔ ۲۷۸

نوعِ آخر حدیث سائل۔ ۲۷۹

نوعِ آخر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیشگوئی کہ کچھ لوگ وقت گزار کر نماز پڑھیں گے۔ ۲۸۰

نوعِ آخر کہ جب ایک نماز کا وقت آیا دوسری کا جاتا رہا۔ ۲۸۱

تنبیہ ۲۸۳

لطیفہ ۲۸۴

لطیفہ ۲۸۷

قسم دوم نصوص خاصہ جن میں بالخصوص جمع بین الصلوتین کی نفی ہے۔ ۲۸۹

صیغہ مجہول غالباً مشیر بضعف ہوتا ہے۔ ۲۹۱

مرسل حدیث ہمارے اور جمہور کے نزدیک حجت ہے۔ ۲۹۲

لطیفہ ۲۹۳

مفہوم مخالف حنفیہ کے نزدیک عبارات شارع غیر متعلقہ بعقوبات میں معتبر نہیں۔ کلام صحابہ و من بعدہم میں معتبر ہے۔ ۲۹۳

marfat.com

Marfat.com

لطیفہ ۲۲۶
لفظ (جمیعاً) اجتماع فی الحکم پر دلالت کرتا ہے نہ اجتماع فی الوقت پر۔ ۲۲۶
فصل سوم تضعیف دلائل جمع تاخیر۔ ۲۲۷
جمع تاخیر میں پیش کردہ حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر کلام۔ ۲۲۸
اُس کا جواب اول۔ ۲۳۲
قصہ صفیہ زوجہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایک ہی بار واقع ہوا تھا۔ ۲۳۳
قرب وقت کو اس نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ ۲۳۴
قرآن وحدیث سے اس کی مثالوں میں دو آیت اور بارہ حدیثیں۔ ۲۳۴
قرب وقت کو نام وقت سے تعبیر درکنار صراحۃً ان لفظوں سے بھی تعبیر کرلیتے ہیں کہ دوسرے نماز کے وقت میں نماز پڑھی۔ ۲۴۰
جواب دوم ۲۴۳
فحمۃ عشاء سرِ شام کے دھندلکے کو کہتے ہیں۔ ۲۴۳
عبداللہ بن ابی نجیح لیسار کی مدلس ہیں۔ ۲۴۵
جمہور محدثین کے مذہب مختار پہ مدلس کا عنعنہ مردود ہے۔ ۲۴۵
جواب سوم ۲۴۵
عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مذہب میں وقت مغرب شفق احمر تک ہے اور احناف کے نزدیک شفق ابیض تک، یہی روایۃً صحیح
اور درایۃً راجح۔ اور اجلہ صحابہ اور اکابر تابعین اور اجلائے تبع تابعین اور ائمہ لغت اور بعض کبرائے شافعیہ سے بھی منقول ہے۔ ۲۴۵
حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بابت جمع بین الصلوتین۔ ۲۴۶
اُس کا جواب ۲۴۸
حدیث سائل بروایت نسائی عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب اول۔ ۲۵۲
جواب ثانی ۲۵۲
نماز کے اول وآخر وقت حقیقی اور سحری کے آخر وقت حقیقی کا علم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تھا اور آپ کے طفیل میں اجلہ حذاق صحابہ کو جس پر احادیث دال ہیں۔ ۲۵۳
حدیث اول تا سوم ۲۵۴
حدیث چہارم تا ہفتم ۲۵۵
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دین میں خطا سے معصوم تھے۔ ۲۵۶
حدیث ہشتم ونہم ۲۵۷
لطیفہ اول ۲۵۸
ٹیلوں کا سایہ اکثر وقت ظہر گزرنے کے بعد ہوتا ہے۔ ۲۵۸
لطیفہ دوم ۲۵۹
لطیفہ سوم وچہارم ۲۶۰
لطیفہ پنجم وششم وہفتم وہشتم ۲۶۰

marfat.com
Marfat.com

ڈھلنا معلوم ہو سکتا ہے۔ ۳۲۳
مسلمان کا فعل حتی الامکان محلِ حسن پر محمول کرنا
واجب ہے۔ ۳۲۴
طلوعِ آفتاب کے کتنی دیر کے بعد نماز قضا پڑھنے کا
حکم ہے۔ ۳۲۴
ظہر کی سنتیں پڑھے بغیر امامت کر سکتا ہے یا نہیں۔ ۳۲۴
نمازِ مغرب اور اذانِ عشا میں کس قدر فاصلہ درکار ہے۔ ۳۲۵
فرائض داخلِ نماز کی فرضیت ہر نماز میں یکساں ہے
یا صرف نمازِ فرض میں اُن کی فرضیت ہے۔ ۳۲۶
نہارِ عرفی و شرعی میں کیا فرق ہے۔ ۳۲۷
نہارِ عرفی ہمیشہ نہارِ نجومی سے زیادہ ہوتی ہے ۳۲۷
زوال میں صحیح دُھوپ گھڑی کا اعتبار ہے۔ ۳۲۸
ان بلاد میں فجر کا وقت کم از کم ایک گھنٹہ انیس منٹ
ہوتا ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ پینتیس منٹ ۳۲۹
اوقاتِ جماعت مقرر کرنا چاہیے یا نہیں۔ ۳۲۹
پانچ شخصوں کی وجہ سے جماعت میں تاخیر کرنا چاہیے۔ ۳۲۹
آفتاب نکلتے اور ڈوبتے اور ٹھیک دوپہر کے
وقت نماز ناجائز ہے اور تلاوت مکروہ۔ ۳۳۰
بعد عصر و فجر سجدہ کرنا یا قضا پڑھنا کیسا ہے۔ ۳۳۰
سجدۂ شکر بعد نمازِ فجر و عصر مطلقاً مکروہ ہے۔ ۳۳۰
فجر کے وقت مستحب کی مقدار۔ ۳۳۱
جمعہ اور ظہر کا ایک ہی وقت ہے جس کی کم از کم اور
زیادہ سے زیادہ مقدار بریلی میں۔ ۳۳۲
بریلی میں بموسم گرما اور سرما غروب کا وقت۔ ۳۳۲
بحالتِ سفر بھی جمع بین الصلوتین جائز نہیں

گناہِ کبیرہ ہے۔ ۳۳۲
تبدیلِ طول بلد سے اوقات میں تقدّم و تاخّر
ہو جاتا ہے۔ ۳۳۴
مدراس کا عرض تیرہ درجے پانچ دقیقے ہے اور
بنگلور کا بارہ درجے انسٹھ دقیقے یا بارہ درجے
پچپن دقیقے اور بریلی کا اٹھائیس درجے اکیس
دقیقے۔ ۳۳۴
وقتِ فجر کی ابتدا و انتہا، اور سوائے یوم النحر
نمازِ فجر خوب روشنی میں پڑھنا سنّت ہے۔ ۳۳۴
اور اذان بھی صبح خوب روشن ہونے پر دی جائے۔ ۳۳۵
حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ
کے لئے استیذان معاف تھا۔ ۳۳۶
نمازِ فجر کے بعد اشراق تک ذکرِ الٰہی میں بیٹھا رہنا
مستحب ہے۔ ۳۳۶
حدِ اسفار کیا ہے۔ ۳۳۶
عورت کے لئے مطلقاً تغلیس افضل ہے۔ ۳۳۸
گرمیوں میں نمازِ ظہر کا وقت مستحب کب ہوتا ہے۔ ۳۳۹
حدیث کان قدر صلٰوۃ رسول اللہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الظہر فی الصیف
ثلثۃ اقدام الی خمسۃ اقدام کا مطلب۔ ۳۴۰
فصل فی اماکن الصلٰوۃ ۳۴۲
اگر زمین تر اور ناپاک ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں
جس کو بچھا کر نماز ادا کرے اور وقت جا رہا ہو
تو کیسے نماز پڑھے۔ ۳۴۳

marfat.com

Marfat.com

لطیفہ ۲۹۴

فائدہ ۲۹۷

حضرت بحرالعلوم کا ارشاد، ہمارے ائمہ حنفیہ کی نظر کیسی دقیق ہے کہ اُن سے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہوتا۔ ۳۰۰

احادیث مرویہ بالمعنی مختلف طور پر روایت کی جاتی ہیں، کوئی پوری، کوئی ایک ٹکڑا، کوئی دُوسرا، جمع طرق سے پُوری بات کا پتا چلتا ہے۔ ۳۰۱

اسی واسطے امام ابو حاتم رازی معاصرِ امام بخاری فرماتے ہیں کہ ہم جب تک حدیث کو ساٹھ وجہ سے نہ لکھتے اُس کی حقیقت نہ پہچانتے۔ ۳۰۱

لطیفہ ۳۰۲

خالد بن مخلد صحاح ستہ کے رجال سے ہیں اور امام بخاری کے استاد۔ ۳۰۲

ضعیف، متشیع، صاحب افراد، متروک الحدیث میں فرق ہے۔ متشیع اور صاحبِ افراد ہونا اصلاً موجبِ ضعف نہیں۔ ۳۰۲

ضعیف اور متروک میں زمین و آسمان کا فرق ہے کہ ضعیف کی حدیث معتبر ومکتوب اور متابعات وشواہد میں مقبول بخلاف متروک۔ ۳۰۳

بخاری ومسلم کے بعض ضعیف رجال کا شمار۔ ۳۰۴ (حاشیہ)

امام اعمش کا اسم مبارک سلیمان ہے۔ ۳۰۶

جب بصری من عبد اللہ کہیں تو عبد اللہ بن عمرو بن عاص مفہوم ہوتے ہیں، دُوسرا کہیں تو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ۳۰۶

جب سوید کہیں حدثنا عبد اللہ تو ابن المبارک مفہوم ہوتے ہیں اور جب بندار کہیں عن محمد عن شعبۃ تو غندر مراد ہوں گے۔ ۳۰۶

حدیث نسائی شریف کی سند میں واقع خالد امام اجل خالد بن حارث بصری ہیں خالد بن مخلد نہیں۔ ۳۰۷

خلاصۃ الکلام ۳۰۹

عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عمر اور انس سے افقہ ہیں رضی اللہ تعالےٰ عنہم۔ ۳۱۱

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے بعض فضائل۔ ۳۱۱

بعد خلفائے اربعہ امام اعظم کے نزدیک ان کی روایت وقول کو سب صحابہ کے قول پر ترجیح ہوتی ہے اور ہمارے ائمہ کے نزدیک وہ بعد خلفائے اربعہ تمام صحابہ سے افقہ ہیں۔ ۳۱۱

ضحوۂ کبریٰ نکالنے کا طریقہ کیا ہے؟ ۳۱۴

ایک شخص نماز فجر میں تھا، کسی نے کہا آفتاب نکل آیا تو وہ کیا کرے۔ ۳۱۹

فجر وظہر کا آخر وقت مکروہ نہیں۔ باقی تین کا مکروہ ہے۔ ۳۲۰

میرٹھ میں پُورے وقت مغرب کی مقدار۔ ۳۲۱

نصف النہار اور سایۂ اصلی معلوم کرنے کے دُو طریقے۔ ۳۲۲

مسجد کی شرقی دیوار سے دوپہر اور دوپہر کا

marfat.com

Marfat.com

حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ سفر میں اذان دی تھی۔ ٣٧٤

نمازِ جنازہ کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے ہے، اور اُن کی نمازِ جنازہ ملائکہ نے پڑھی تھی۔ ٣٧٥

حضرت ابوبکر کی نماز جنازہ حضرت عمر نے اور حضرت عمر کی ابن عمر نے اور حضرت علی کی حضرت حسن نے اور حضرت حسن کی حضرت حسین نے پڑھائی تھی رضی اللہ عنہم ٣٧٥

نمازِ جنازہ کی مشروعیت مدینہ منورہ میں ہوئی۔

حضرت خدیجہ کبریٰ کی وفات تک نمازِ جنازہ مشروع نہ ہوئی تھی۔ ٣٧٦

حضرت اسعد بن زرارہ کی وفات ہجرت کے نویں مہینے شوال میں ہوئی، صحابہ میں سب سے پہلے بعد ہجرت انتقال فرمایا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے ان پر نمازِ جنازہ پڑھی۔ ٣٧٦

فاسق کی اذان کا حکم۔ ٣٧٦

خطیب کے سامنے کی اذان بھی بلند آواز سے کہی جائے ورنہ سنت ادا نہ ہوگی۔ ٣٧٨

نماز کے لئے جگانے کا حکم۔ ٣٧٨

اذان کے بعد انتظار مسنون کی حد۔ ٣٧٩

بروقتِ اقامت امام ومقتدی کو شروع سے کھڑا ہونا مکروہ ہے اور اس کی تفصیل۔ ٣٨٠

اذان واقامت میں دونوں حی علی الصلوٰۃ دائیں طرف منہ پھیر کر کے اور دونوں حی علی الفلاح بائیں طرف۔ یہی صحیح ہے۔ ٣٨٣

سنت ہے کہ سلطانِ اسلام اور عالمِ دین کی خدمت میں بعد اذان دوبارہ مؤذن اطلاع کے لئے حاضر ہو۔ ٣٨٤

صلوٰۃ پکارنا کیسا ہے اور کس نے یہ طریقہ جاری کیا۔ ٣٨٤

اقامت سے پیشتر مقیم کا باآوازِ بلند درود شریف پڑھنا کیسا ہے۔ ٣٨٦

ختمِ سحری کی اطلاع کے لئے صبح صادق سے دس پانچ منٹ پیشتر صبح کی اذان دینا کیسا ہے۔ ٣٨٦

الصلوٰۃ سنۃ قبل الجمعۃ الصلوٰۃ یرحمکم اللہ پکارنے کا حکم۔ ٣٨٧

یوم جمعہ اذانِ اول کے بعد صلاۃ پکارنا جائز ہے یا نہیں۔ ٣٨٧

مسئلہ تثویب میں دیوبندی خیانتیں۔ ٣٩١

پہلی، دوسری، تیسری خیانت۔ ٣٩٢

چوتھی، پانچویں، چھٹی، ساتویں خیانت۔ ٣٩٣

آٹھویں، نویں، دسویں خیانت۔ ٣٩٤

گیارھویں خیانت جو سب سے اخبث ہے کہ اعلیحضرت کے والد ماجد اور جدِ امجد اور پیر ومرشد اور حضور غوث پاک کے نام سے کتابیں تراش لیں، اُن کے مطبع گھڑ لئے، صفحے دل سے بنالئے، عبارتیں خود ساختہ لکھ دیں۔ ٣٩٥

اذان ہوچکی کسی شخص نے لاعلمی سے دوبارہ شروع

marfat.com

Marfat.com

بے ضرورت سوالات ممنوع ہیں۔ ۲۴۳

مرگھٹ کی زمین میں مسجد بنانے کا حکم۔ ۲۴۴

جس مکان میں شراب پی جائے وہاں نماز پڑھنا کیسا ہے، اور کسی شخص کی چارپائی کے برابر جانماز بچھا کر نماز پڑھنا کیسا ہے۔ ۲۴۵

دوسرے کے کھیت یا بنجر اور ٹانڈ پر نماز پڑھنے کا حکم۔ ۲۴۶

چارپائی پر نماز پڑھنے کا حکم۔ یہ بات کہ چارپائی پر نماز پڑھنے سے اگلی امتوں میں کچھ مسخ ہوگئے غلط ہے۔ ۲۴۶

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی مخالف عبارات کے متعلق ایک سوال اور اس کا جواب۔ ۲۴۷

قبر پر نماز مطلقاً مکروہ ہے اور قبر کی طرف پڑھنے میں تفصیل ہے۔ ۲۴۹

موضع سجود کی حد۔ ۲۴۹

مزاراتِ بزرگانِ دین کے دائیں یا بائیں نماز پڑھنا موجبِ برکت ہے۔ ۲۵۱

اسمٰعیل علیہ السلام کی قبر شریف میزاب کے نیچے ہے۔ ۲۵۱

حجرِ اسود اور زمزم شریف کے درمیان ستر انبیاء علیہم السلام کی قبور ہیں۔ ۲۵۳

تعلیق بخاری میں "عند قبر" بمعنے "الی قبر" ہے۔ ۲۵۶

مقبرہ میں نماز پڑھنے کے حکم کی تفصیل۔ ۲۵۸

علامہ طحطاوی کے کلام حاشیہ مراقی الفلاح کا محمل۔ ۲۵۸

باب الاذان والاقامۃ ۳۶۱

تثویب کے معنی اور اُس کا حکم۔ ۳۶۱

مسجد کے اندر اذان دینے کا حکم۔ ۳۶۳

صیغۂ لا یفعل سے متبادر کراہت تحریم ہوتی ہے جیسے یفعل مفید وجوب ہوتا ہے۔ ۳۶۴

امام کے انتظار میں تاخیرِ نماز کا حکم۔ ۳۶۴

اگر فجر کے فرض پڑھ لئے اور سنتیں رہ گئیں تو ان کو کب پڑھ سکتا ہے۔ ۳۶۵

مؤذن کی اجازت کے بغیر دوسرا شخص اقامت کہہ سکتا ہے یا نہیں۔ ۳۶۶

خطیب کے سامنے کی اذان کا جواب دینا چاہیئے یا نہیں، اور جب دو خطبوں کے درمیان خطیب بیٹھے تو مقتدیوں کو دعا کرنا چاہیئے یا نہیں، جواب یا دعا دل سے کرسکتا ہے یا نہیں۔ ۳۶۸

خطیب جوابِ اذان اور دعا کرسکتا ہے۔ ۳۶۹

بارش کے لئے، دفعِ وبا کے لئے، بعد دفنِ میت اذان دینا درست ہے یا نہیں۔ ۳۷۰

اذان مسجد کے دائیں طرف کہی جائے یا بائیں طرف۔ ۳۷۰

اقامت کس طرف کہی جائے۔ ۳۷۱

بارش طلب کرنے کے لئے مسجد میں اذان دینا کیسا ہے اور یہ طریقہ کہ امام یٰسٓ پڑھے اور ہر مبین پر اذان کہی جائے کیسا ہے۔ ۳۷۲

بے وضو اذان دینا کیسا ہے۔ ۳۷۳

marfat.com

Marfat.com

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا جو اذان میں یہ سن کر دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگائے اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی۔ یہ دوسرا طریقہ۔ ۴۳۳

امام مجد مصری نے فرمایا کہ جو اذان میں یہ سن کر کلمہ کی انگلی اور انگوٹھا ملائے اور انہیں بوسہ دے کر آنکھوں سے لگائے اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی یہ تیسرا طریقہ ہے۔ ۴۳۴

خواجہ شمس الدین بخاری نے حدیث بیان کی اس میں انگوٹھوں کے ناخن چومنا مذکور ہے اور یہ بشارت کہ اندھا نہ ہوگا۔ ۴۳۵

افادہ اول کہ حدیث صحیح نہ ہونے کے یہ معنی نہیں کہ غلط ہے۔ ۴۳۶

حدیث حسن احکام حلال و حرام میں حجت ہوتی ہے ۴۳۷

کتب صحاح ستہ میں مذکورہ تمام احادیث صحیح نہیں۔ تسمیہ بصحاح تغلیباً ہے۔ ۴۳۹

حدیث کے آٹھ مراتب اور ان کے احکام۔ صحیح، صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ، حسن لغیرہ سب محتج بہا ہیں۔ ۴۴۰

پنجم حدیث ضعیف بضعف قریب کی قسم صالح متابعات و شواہد میں کام آتی ہے اور جابر سے قوت پاکر صحیح لغیرہ ہوجاتی ہے اور احکام میں قابل احتجاج۔ ۴۴۰

ششم ضعیف بضعف قوی قابل احتجاج نہیں صرف فضائل میں معتبر ہے۔ ۴۴۰

ہفتم حدیث مطروح حکماً موضوع ہوتی ہے۔ ۴۴۰

ہشتم موضوع یہ بالاجماع نہ قابل انجبار نہ فضائل وغیرہ کسی باب میں لائق اعتبار۔ ۴۴۰

حدیث کے صحیح نہ ہونے اور موضوع ہونے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ۴۴۰

صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔ ۴۴۱

ابن جوزی نے جس جس حدیث کو غیر صحیح کہا اس کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔ ۴۴۱

لفظ "لا یثبت" سے یہ ثابت کہ حدیث صحیح نہیں کیونکہ اصطلاح میں "ثابت" صحیح حدیث کو کہتے ہیں۔ ۴۴۲

حدیث کہ خربوزہ کھانے سے پیشتر پیٹ کو دھودیتا ہے اور بیماری کو دور کردیتا ہے۔ ۴۴۲

تنبیہ ۴۴۳

افادہ دوم کہ جہالت راوی سے حدیث پر کیا اثر پڑتا ہے۔ ۴۴۳

مجہول کے اقسام اور ان کے احکام۔ اول قسم مستور اس قسم کے راوی مسلم شریف میں بکثرت ہیں۔ قسم دوم مجہول العین۔ اور قسم سوم مجہول الحال۔ ۴۴۳

افادہ سوم کہ سند کا منقطع ہونا مستلزم وضع نہیں۔ ۴۴۸

حدیث منقطع کا حکم۔ ۴۴۸

افادہ چہارم کہ حدیث مضطرب بلکہ منکر بلکہ مدرج بھی موضوع نہیں۔ ۴۵۰

حدیث میں ہے کہ لباس صوف اختیار کرو تو

marfat.com

Marfat.com

کردی، درمیان میں معلوم ہوا تو کیا کرے۔ ۳۹۶
اقامت کہاں کہی جائے۔ ۳۹۷
جمعہ کی اذان ثانی کے متعلق چند سوالات۔ ۳۹۷
مردہ سنت زندہ کرنے کے متعلق احادیث۔ ۳۹۷
زمانۂ اقدس میں مسجد نبوی کے صرف تین دروازے تھے مشرق و مغرب و شمال میں۔ ۴۰۵
اگر حکم شرع پر عمل کرنے سے فساد پیدا ہوتا ہو تو اس کے حکم کی تفصیل۔ ۴۰۶
محراب مسجد کس کو کہتے ہیں اور بین الساریتین کس کو۔ ۴۰۸
کون کون جگہ خارج مسجد ہے۔ ۴۰۹
ہشام ابن عبدالملک مروانی نے اذانِ عثمانی کو منارۂ مسجد پر دلوانا شروع کیا تھا، نہ اذان ثانی کو اندرونِ مسجد۔ ۴۰۹
اسی ہشام نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سُولی دلوائی اور برسوں سُولی پر رکھا جس سے عجیب کرامت کا ظہور ہوا۔ ۴۱۰
صیغۂ نفی صیغۂ نہی سے زیادہ مؤکد ہوتا ہے۔ ۴۱۲
لفظِ خبر وجوب پر دلالت کرتا ہے ۴۱۳
حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں کیا کہنا چاہیے۔ ۴۱۳
بروقت حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح اقامت میں بھی دائیں بائیں منہ پھیرے یا نہیں۔ ۴۱۳
عبارات فقہائے کرام میں علامات (مت) اور (شم) اور (قع) اور (ضح) سے کیا مراد ہوتی ہے۔ ۴۱۴
اذان و اقامت میں انگوٹھے نہ چومنے والے کا حکم کیا ہے۔ ۴۱۴
انگوٹھے چوم کر کیا پڑھے۔ ۴۱۵
قبل نمازِ عید الصلوٰۃ یرحمکم اللہ الصلوٰۃ پکارنے کا کیا حکم ہے۔ ۴۱۵
تنبیہ علیٰ ما وقع فی اشعۃ اللمعات من الزیادۃ فی الروایۃ۔ ۴۱۷
بعد خطبہ امام کو اختیار ہے کہ بیٹھ جائے اور حی علی الفلاح پر کھڑا ہو یا کھڑے کھڑے تکبیر سُنے۔ ۴۱۸
مسجد میں بلا اذان جماعت کرنا کیسا ہے۔ ۴۱۹
اذان سنت ہے یا واجب، اسی طرح اقامت۔ ۴۲۰
امام مصلے پر نہ ہو تو تکبیر کہنا جائز ہے یا ناجائز۔ ۴۲۰
حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے میں حکمت کیا ہے ۴۲۱
وہابی کی اذان کا جواب دیا جائے گا یا نہیں ۴۲۱
اور اُس کی اذان کا اعادہ کیا جائے گا یا نہیں ۴۲۱
فاسق مؤذن کی اذان کا حکم۔ ۴۲۲
مسافر کو ترکِ اذان کی اجازت اور اقامت کا ترک مکروہ۔ ۴۲۶
رسالہ منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین۔ ۴۲۹
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان میں اشہد ان محمداً رسول اللہ سُن کر انگشتِ شہادت کے پورے چوم کر آنکھوں سے لگائے۔ یہ پہلا طریقہ ہوا۔ ۴۳۲

marfat.com

Marfat.com

افادۂ پانزدہم کہ اہلِ علم کے عمل کر لینے سے حدیث ضعیف قوی ہوجاتی ہے۔ ۴۷۵

میّت کو کلمہ شریف کا ثواب پہنچانے سے عذاب دُور ہوجانے کا واقعہ۔ ۴۷۶

افادۂ شانزدہم کہ حدیث سے ثبوت ہونے میں مطالب تین قسم ہیں۔ اوّل اعتقادات۔ ۴۷۷

عقائد میں حدیث احاد اگرچہ صحیح ہو کافی نہیں۔ ۴۷۷

دوّم احکام جن میں حدیثِ ضعیف کافی نہیں ہوتی۔ ۴۷۸

تیسرے فضائل ومناقب جن میں باتفاقِ علماء حدیثِ ضعیف مقبول وکافی ہے۔ ۴۷۸

بلکہ فضائل اعمال میں حدیث منکر بھی مقبول ہے۔ ۴۷۸

نبوی ارشاد "اگر کسی کو حدیث پہنچی کہ فلاں عمل پر ایسا ثواب ملے گا اور اس نے اُس عمل کو کیا تو ثواب پائے گا اگرچہ واقع میں وہ میری حدیث نہ ہو" ۴۷۹

کبرائے وہابیہ بھی اس مسئلہ میں اہلِ حق کے ساتھ ہیں کہ حدیثِ ضعیف پر فضائل اعمال میں عمل جائز ہے۔ ۴۸۱

افادۂ ہفدہم کہ فضائلِ اعمال میں حدیثِ ضعیف پر عمل مستحب ہے۔ ۴۸۱

افادۂ ہیجدہم کہ خود احادیث حکم فرماتی ہیں کہ ایسی جگہ حدیثِ ضعیف پر عمل کیا جائے۔ ۴۸۶

حدیث انا عند ظن عبدی بی کس کس کتاب میں ہے۔ ۴۸۸

اس حدیث کی بعض روایات میں کچھ الفاظ زائد ہیں۔ ۴۸۹

افادۂ نوزدہم عقل بھی گواہ ہے کہ ایسی جگہ حدیثِ ضعیف مقبول ہے۔ ۴۸۹

احادیثِ اولیاءِ کرام کے متعلق نفیس فائدہ۔ ۴۹۱

حدیث اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم میں اگرچہ محدثین کو کلام ہے مگر وہ اہلِ کشف کے نزدیک صحیح ہے۔ ۴۹۱

امام سیوطی پچھتر بار بیداری میں نبوی زیارت سے مشرف ہوتے۔ ۴۹۳

افادۂ بستم کہ حدیثِ ضعیف احکام میں بھی مقبول ہے جبکہ محلِ احتیاط ہو۔ ۴۹۴

فائدہ نفیسہ بدھ کے دن بدن سے خون لینے کے بارے میں۔ ۴۹۸

فائدہ جلیلہ ہفتہ کے دن خون لینے کے بارے میں۔ ۴۹۹

بدھ کے دن ناخن نہ تراشنے کے بارے میں حدیث۔ ۴۹۹

افادۂ بست ویکم کہ حدیثِ ضعیف پر عمل کے لئے خاص اُس فعل میں حدیث صحیح کا آنا ضرور نہیں۔ ۵۰۱

تحقیق مقام وازاحۃ اوھام عمل بالحدیث اور قبول الحدیث میں فرق ہے یا نہیں۔ ۵۰۴

المحاکمۃ بین الفاضل العلامۃ الخفاجی والمحقق الدوانی رحمہما اللہ تعالٰی۔ ۵۰۵

معروضۃ علی کلام الدوانی۔ ۵۰۷

marfat.com

Marfat.com

قلوب میں ایمان کی مٹھاس محسوس ہوگی۔ ۴۵۱

افادۂ پنجم کہ جس حدیث میں راوی بالکل مبہم ہو وہ بھی موضوع نہیں۔ ۴۵۱

تعددِ طُرق سے مبہم کا جبر نقصان ہو جاتا ہے۔ ۴۵۲

حدیث مبہم دوسری حدیث کے لیے مقوی ہو سکتی ہے۔ ۴۵۲

افادۂ ششم کہ ضعفِ راویان کے باعث حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم و جزاف ہے۔ ۴۵۲

افادۂ ہفتم ایسا غافل کہ حدیث میں دوسرے کی تلقین قبول کرے، اُس کی حدیث بھی موضوع نہیں۔ ۴۵۴

اسبابِ طعن دس ہیں بایں ترتیب۔ ۴۵۴

افادۂ ہشتم کہ منکر الحدیث کی حدیث بھی موضوع نہیں۔ ۴۵۵

افادۂ نہم کہ متروک کی حدیث بھی موضوع نہیں۔ ۴۵۶

حدیث چلۂ صوفیاءِ کرام ۴۵۹

حدیث کہ جو شام کو صلی اللہ تعالیٰ علیٰ نوح وعلیہ السلام پڑھ لے تو اس شب بچھو نہ کاٹے گا۔ ۴۵۹ (حاشیہ)

افادۂ دہم کہ موضوعیتِ حدیث کیونکر ثابت ہوتی ہے۔ ۴۵۹

تذییل

حدیث کہ جب مسلمان کی عمر چالیس برس کی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ جنون و جذام اور برص کو اس سے پھیر دیتا ہے الخ ۴۶۰

فضائلِ امیر المومنین و اہل بیت طاہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں روافض نے تقریباً تین لاکھ حدیثیں وضع کیں۔ ۴۶۱

علی بن عروہ دمشقی حدیث وضع کرتا تھا۔ ۴۶۲

ابو عقال ہلال بن زید انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موضوعات روایت کرتا تھا۔ ۴۶۲

ابن تیمیہ کی بکواس۔ ۴۶۵

افادۂ یازدہم کہ بارہا موضوع یا ضعیف کہنا صرف ایک سند کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ اصل حدیث کے اعتبار سے۔ ۴۶۸

انّ امرتی لا تدفع ید لامس کے معنی راجح حاشیہ ۱ میں۔ ۴۷۰ (حاشیہ)

نتیجۃ الافادات ۴۷۲

افادۂ دوازدہم کہ تعددِ طُرق سے ضعیف حدیث قوت پاتی بلکہ حسن ہو جاتی ہے۔ ۴۷۲

افادۂ سیزدہم کہ حدیث مجہول و حدیث مبہم تعددِ طُرق سے حسن ہو جاتی ہے اور وہ جابر و منجبر ہونے کے صالح ہیں۔ ۴۷۴

حدیث کہ جس کے تین بچے پیدا ہوئے اور کسی کا نام محمد نہ رکھا تو یہ اُس کی جہالت ہے۔ ۴۷۴

افادۂ چہاردہم کہ حصولِ قوت کو صرف دو سندوں سے آنا کافی ہے۔ ۴۷۵

"خط" علامت خطیب فی التاریخ ہے۔ ۴۷۵

عمرو بن واقد متروک ہیں۔ ۴۷۵

ضحاک بن حجرہ ضعیف ہیں۔ ۴۷۵

marfat.com

Marfat.com

رسالہ مدارج طبقات الحدیث میں ذکر کردہ فوائد نفیسہ عظیمہ اربعہ کا حاشیہ میں شمار۔ ۵۴۸ (حاشیہ)

افادۂ بست وپنجم کہ کتب موضوعات میں کسی حدیث کا ذکر مطلقاً ضعف کا بھی مستلزم نہیں، کتب موضوعات کی قسم دوم۔ ۵۴۸

ابن جوزی نے صحاح ستہ اور مسند امام احمد کی چوراسی حدیثوں کو موضوع کہا۔ ۵۴۸

کتب موضوعات کی دوسری قسم۔ ۵۴۸

شوکانی کی کتاب (فوائد مجموعہ) قسم دوم سے ہے۔ ۵۴۹

تنبیہ ۵۵۰

لطیفہ ۵۵۰

مقاصد حسنہ امام سخاوی مختص بموضوعات نہیں، یہ شوکانی کی کم فہمی ہے۔ ۵۵۰

نتیجۃ الافادات ۵۵۱

افادۂ بست وششم کہ ایسی جگہ اگر سند کسی قابل نہ ہو تو صرف تجربہ سند کافی۔ ۵۵۱

افادۂ بست وہفتم کہ بالفرض اگر کتب حدیث میں اصلاً پتا نہ ہوتا تاہم ایسی حدیث کا بعض کلمات علماء میں بلا سند مذکور ہونا کافی ہے۔ ۵۵۵

فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے عہد میں کتنے شہر فتح ہوئے اور کتنی مسجدیں تعمیر ہوئیں اور کتنے منبر بنائے گئے۔ ۵۶۰

افادۂ بست وہشتم کہ حدیث اگر موضوع بھی ہو تاہم فعل کی ممانعت لازم نہیں۔ ۵۶۱

خرقہ پوشی صوفیائے کرام وسماع حسن بصری امام علیہ رحمۃ المنعام۔ ۵۶۲

تنبیہ ۵۶۳

خوشبو سونگھ کر درود شریف پڑھنا نبوی آثار دیکھنے کے وقت درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔ ۵۶۵

وضو کی دعائیں حدیث سے ثابت نہیں رضوی تحقیق ۵۶۸

عمل بموضوع اور عمل بما فی الموضوع میں فرق عظیم ہے۔ ۵۷۱

افادۂ بست ونہم کہ اعمال مشائخ محتاج سند نہیں، اعمال میں تصرف و ایجاد مشائخ کو ہمیشہ گنجائش ہے۔ ۵۷۱

چند کرامات کسی ولی سے منفک نہیں ہوتیں الا ماشاء اللہ۔ ۵۷۲

افادۂ سیم کہ ہم تو استحباب ہی کہتے ہیں، طرفہ یہ کہ وہابیہ جدیدہ کے طور پر تقبیل ابہامین خاص سنت ہے۔ ۵۷۴

قبول ضعاف میں گنگوہی صاحب کی فاحشہ خطائیں۔ ۵۷۴

گنگوہی صاحب نے انجانے میں آدھی وہابیت ذبح کر ڈالی۔ ۵۷۷

گنگوہی صاحب نے اباحت، استحباب، کراہت تنزیہ یہ احکام شرعیہ بالکل مٹا دیئے۔ ۵۷۸

کراہت تنزیہ ضلالت نہیں۔ ۵۷۸ (حاشیہ)

مولوی گنگوہی اور مولوی اسمعیل کی خانہ جنگی۔ ۵۷۸

marfat.com

Marfat.com

ابن عباس بن سہل رجال امام بخاری سے ضعیف ہیں ان کی روایت بخاری شریف میں موجود ہے۔ ۵۱۰
مسلم شریف میں بھی ضعفاء کی روایتیں ہیں۔ ۵۱۱
بخاری شریف میں ضعفاء کی روایات دربارۂ متابعات وشواہد موجود ہیں۔ ۵۱۲
عامۂ مسانید، معاجم، سنن، جوامع، اجزاء ہر نوع احادیث پر مشتمل ہیں۔ ۵۱۴
امام ابوداؤد کے کلام "صالح" کے دو معنی ہیں۔
سنن ابوداؤد شریف کا موضوع صرف احکام ہیں ۵۱۶
مسند امام احمد رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں ضعیف احادیث ہیں۔ ۵۱۶
دارقطنی احادیث ضعیفہ شاذہ، معللہ سے پُر ہے۔ ۵۱۸
افادہ بست ودوم کہ ایسے اعمال کے جواز یا استحباب پر ضعیف سے سند لانا۔ دربارۂ احکام اُسے حجت بنانا نہیں۔ ۵۲۱
دماء، فروج، مضار، خبائث کے سوا تمام اشیاء میں اباحت اصل ہے۔ ۵۲۲
افادہ بست وسوم کہ ایسے مواقع میں ہر حدیث غیر موضوع کام دے سکتی ہے۔ ۵۲۴
کلبی شدید الضعف ہے۔ ۵۲۵
امام واقدی کی توثیق راجح ہے۔ ۵۲۶
چاند گہوارہ میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم سے باتیں کرتا، حضور کو بہلاتا، جدھر اشارہ فرماتے اسی طرف جھک جاتا تھا۔ ۵۲۸
مرغ سفید کا رکھنا اچھا ہے۔ ۵۲۹
حدیث شدید الضعف کی تعریف۔ ۵۲۹
علامہ لکھنوی قدس سرہ سے ظفر الامانی میں تدریب اور القول البدیع سے نقل میں لغزش ہوئی۔ ۵۳۰
بحث قبول شدید الضعف۔ ۵۳۱
فائدہ جلیلہ فی احکام انواع الضعیف و انجبار ضعفها۔ ۵۳۳
افادہ بست وچہارم کہ حدیث کا کتب طبقۂ رابعہ سے ہونا خواہی نخواہی مستلزم مطلق ضعف ہی نہیں چہ جائیکہ ضعف شدید۔ ۵۳۸
قول شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ بابت احادیث کتب رابعہ کے معنی۔ ۵۳۸
طبقۂ ثانیہ وثالثہ ورابعہ کی بعض کتابوں کے اسماء۔ ۵۳۸
رموز کتب احادیث۔ ۵۴۰
دردِ گردہ کا بہترین علاج جس میں کچھ خرچ نہ ہو۔ ۵۴۲
تفسیر ابن جریر کتب طبقۂ رابعہ سے ہے۔ ۵۴۳ (حاشیہ)
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عجیب فضیلت۔ ۵۴۴
امام بخاری علیہ رحمۃ الباری کو ایک لاکھ صحیح احادیث یاد تھیں اور بخاری میں کل چار ہزار بلکہ اس سے بھی کم ہیں۔ ۵۴۶

marfat.com
Marfat.com

محمد طاہر فتنی میں ذکر مستلزم گمان وضع نہیں۔ ٦١٧

خاتمہ۔ مجمع البحار سے بعض احادیث پر نقل احکام اور حاشیہ میں اُس پر نفیس کلام۔ ٦١٧

حدیث طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم حسن ہے جس کو رسالہ النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب میں بیان فرمایا۔ ٦١٨ (حاشیہ)

حدیث بابت آبِ زمزم حسن یا صحیح ہے۔ ٦١٩

حدیث یکون فی اٰخر الزمان خلیفۃ لا یفضل علیہ ابوبکر ولا عمر مؤول ہے۔ ٦٢٠

فائدہ دوازدھم حدیث بے سند مذکور علماء کے قبول میں نفیس وجلیل احقاق اور اوہام قاصرین زمانہ کا ابطال و ازہاق۔ ٦٢١

محدثین کی اصطلاح میں جس حدیث کو مرسل اور منقطع اور معلق اور معضل کہتے ہیں فقہا اور اصولیین کی اصطلاح میں ان سب کو مرسل کہا جاتا ہے۔ ٦٢١

قول امام سفیان ثوری "الاسناد سلاح المؤمن الخ" دربارۂ عقائد و احکام ہے۔ ٦٢٤

اسی طرح دیگر اقوال بابت سند۔ ٦٢٤

رسالہ نہج السلامۃ فی حکم تقبیل الابہامین فی الاقامۃ۔ ٦٢٩

تھانوی صاحب کا جواب ٦٣٠

تھانوی صاحب کے جواب مذکور کی خامیوں کا شمار۔ ٦٣٤

مفہوم کتب حجت ہے اگرچہ مفہوم لقب ہو۔ ٦٣٤

نقل مجہول نامقبول ہے۔ عام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تقلید ہمارے امام اعظم علیہ الرحمۃ کا مذہب ہے۔ ٦٣٥

لا اصل لہا" مقتضی کراہت نہیں۔ ٦٤١

مطلق اپنے اطلاق پر رہتا ہے مگر جبکہ دلیل تقیید قائم ہو۔ ٦٥٠

رسالہ ایذان الاجر فی اذان القبر۔ ٦٥٣

دلیل اول ٦٥٤

دلیل دوم ٦٥٦

دلیل سوم و چہارم ٦٥٧ - ٦٥٨

دلیل پنجم ٦٥٩

دلیل ششم ٦٦٠

دلیل ہفتم ٦٦٢

دلیل ہشتم ٦٦٣

دلیل نہم ٦٦٣

آداب دعا سے ہے کہ پہلے کوئی عمل صالح کرے ٦٦٤

دلیل دہم ٦٦٥

دلیل یازدہم ٦٦٦

دلیل دوازدہم ٦٦٧

دلیل سیزدہم ٦٦٨

فرضوں کے بعد سب اعمال سے زیادہ اچھا عمل مسلمان کو خوش کرنا ہے۔ ٦٦٨

دلیل چہاردہم ٦٦٩

دلیل پانزدہم ٦٧٠

تنبیہات جلیلہ ٦٧٢

marfat.com

Marfat.com

تحکم اخیر و خلاصہ تحریر ۵۷۹
خاتمہ فوائد منثورہ میں ۵۷۹
فائدہ اول کہ تفضیل وافضلیت میں فرق ہے ۵۸۰
دربارۂ تفضیل حدیث ضعیف مقبول نہیں۔ ۵۸۰
مسئلہ افضلیت باب عقائد سے ہے۔ ۵۸۱
فائدہ دوم کہ مشاجرت صحابہ میں تواریخ وسیر
کی موحش حکایتیں قطعاً مردود ہیں۔ ۵۸۲
کسی مسلمان کی جانب بدون تحقیق کبیرہ گناہ کی
نسبت حرام ہے۔ ۵۸۲
جیش اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تخلف کے بارے
میں یہ جملہ "ولعن اللہ من تخلف عنہ"
افترا ہے۔ ۵۸۵
فائدہ سوم اظہر یہی ہے کہ تفرد کذاب بھی
مستلزم موضوعیت نہیں۔ ۵۸۶
ہمارے نزدیک ابن اسحٰق صاحب مغازی کی
توثیق راجح ہے۔ ۵۹۲ (حاشیہ)
تنبیہ متعلق افادہ (۲۵) کہ کتاب موضوعات میں
ذکر حدیث مؤلف کے نزدیک مستلزم موضوعیت نہیں۔ ۵۹۴
کتاب تنزیہ الشریعۃ کی عبارت سے ایک
نفیس فائدہ حاصل۔ ۵۹۴
فائدہ چہارم کہ مجہول العین کا قبول ہی مذہب
محققین ہے۔ ۵۹۵
تنبیہ کہ غالباً مطلق مجہول سے مراد مجہول العین
ہوتا ہے۔ ۵۹۵
فائدہ پنجم متعلق افادہ (۲۱) کہ قبول ضعیف
کے لئے ورود صحیح کی حاجت نہیں۔ ۵۹۵
حدیث احیاء ابوین کریمین کہ باوصف ضعف
علماء نے احادیث صحاح کا ناسخ قرار دیا ہے اگرچہ
ہم قائل نسخ نہیں۔ ۵۹۵
تنبیہ ضروری: وہابیہ کے ایک کید پر آگاہ کرنا۔ ۵۹۶
فائدہ ششم کہ حدیث ضعیف بعض احکام
میں بھی مقبول۔ ۵۹۷
تنبیہ کہ فضائل اعمال سے مراد اعمال حسنہ
ہیں، نہ صرف ثواب اعمال۔ ۶۰۰
فائدہ ہفتم کہ حدیث ضعیف سے سنیت
بھی ثابت ہوسکتی ہے یا نہیں۔ ۶۰۰
فائدہ ہشتم کہ وضع یا ضعف کا حکم کبھی
بلحاظ سند خاص ہوتا ہے نہ بلحاظ اصل حدیث۔ ۶۰۱
لطیفہ جلیلہ صنیفہ کہ جان وہابیت پر
لاکھوں من کا پہاڑ۔ ۶۰۳
فائدہ نہم وہ محدثین جو غیر ثقہ سے روایت
کرتے ہیں۔ ۶۰۶
ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس سے
روایت فرمالیں اس کی ثقاہت ثابت
ہوگی۔ ۶۱۲
تنبیہ اخذ میں قلت مبالات زمانہ تابعین
سے پیدا ہوئی۔ ۶۱۲
فائدہ دہم احادیث طبقۂ رابعہ
کے متعلق۔ ۶۱۵
فائدہ یازدہم تذکرۃ الموضوعات

marfat.com

Marfat.com

فہرست ضمنی مسائل

وضو

نماز قبل معراج میں طہارتِ ثوب۔ وضو۔ ۸۵

جنائز

خودکشی کرنے والے کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔ ۱۰۷

بے نمازی کی نمازِ جنازہ کا حکم۔ ۱۲۰

نمازِ جنازہ کی ابتدار حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے ہے، اور ان کی نمازِ جنازہ ملائکہ نے پڑھی تھی۔ ۳۷۵

حضرت ابوبکر کی نمازِ جنازہ حضرت عمر نے اور حضرت عمر کی ابنِ عمر نے اور حضرت علی کی حضرت حسن نے اور حضرت حسن کی حضرت حسین نے پڑھائی تھی رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ ۲۷۵

نمازِ جنازہ کی مشروعیت مدینہ منورہ میں ہوئی۔ ۳۷۵

حضرت خدیجہ کبریٰ کی وفات تک نمازِ جنازہ مشروع نہ ہوئی تھی۔ حضرت اسعد بن زرارہ کی وفات ہجرت کے نویں مہینے شوال میں ہوئی صحابہ میں سب سے پہلے بعد ہجرت انتقال فرمایا، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے سب سے پہلے ان پر نمازِ جنازہ پڑھی۔ ۳۷۶

حظر و اباحت

ایک درم سود کہ آدمی دانستہ کھائے اللہ تعالٰی کے نزدیک حطیم کعبہ میں ۳۶ بار زنا کرنے سے سخت تر ہے۔ ۱۱۰

ترکِ نماز پر مالی جرمانہ جائز نہیں۔ ۱۱۱

طلبہ اگر نماز ترک کریں تو ان کا وظیفہ وضع ہوسکتا ہے، نیز دوسری صورتوں کا بیان۔ ۱۱۲

اشیائے مسکرہ پی کر نماز کی ادائیگی کا حکم۔ ۱۱۴

نماز کے واسطے سوتے آدمی کو جگانے کا حکم۔ ۱۱۵

غیر مشروع افعال کے ارتکاب پر برادری کی کون کونسی سزائیں جائز نہیں۔ ۱۱۶

احادیث محافظتِ وقت اور اسکی ترغیب اور اس کے ترک سے ترہیب میں۔ ۲۷۴

[illegible] ں کی محافظت کرے وہ

marfat.com

Marfat.com

تنبیہ دوم کہ ایک فعل میں بہت سی نیات ہو سکتی ہیں اور سب پر ثواب۔ ۶۶۳

تنبیہ سوم ۶۶۶

تنبیہ چہارم شبہ منکر کی اصل کلی جو اُن مسائل کو حل کر دیتی ہے جن میں دیابندی اختلاف کرتے ہیں اور بوجہ جہل لوگوں کو بہکاتے ہیں۔ ۶۶۶

marfat.com
Marfat.com

منع ہے، تکبیر میں حرج نہیں۔ ۱۵۶
سفر میں جمع بین الصلوٰتین جائز ہے یا نہیں۔ ۱۵۹
جمع بین الصلوٰتین دو قسم پر ہے، اول جمع فعلی جس کو جمع صوری بھی کہتے ہیں اُس کے معنیٰ مراد، اور یہ بعذر سفر و مرض جائز ہے۔ ۱۶۰
جمع صوری بضرورتِ شدتِ بارش بھی جائز ہے۔ ۱۶۲
دوم جمع وقتی جس کو جمع حقیقی بھی کہتے ہیں اور اس کے معنیٰ مراد۔ ۱۶۲
جمع حقیقی کی دو صورت: اول جمع تقدیم، دوم جمع تاخیر۔ ۱۶۲
قربِ وقت کو اس وقت سے تعبیر کرتے ہیں۔ ۲۳۴
قرآن و حدیث سے اس کی مثالوں میں دو آیت اور بارہ [12] حدیثیں۔ ۲۳۴
قربِ وقت کو نام وقت سے تعبیر درکنار صراحۃً ان لفظوں سے بھی تعبیر کرلیتے ہیں کہ دوسرے نماز کے وقت میں نماز پڑھی۔ ۲۴۰
فحمۂ عشاء سرِ شام کے دھندلکے کو کہتے ہیں ۲۴۳
نصف النہار اور سایۂ اصلی معلوم کرنے کے دو طریقے ۳۲۳
مسجد کی شرقی دیوار سے دوپہر اور دوپہر کا ڈھلنا معلوم ہوسکتا ہے۔ ۳۲۳
فرائض داخلِ نماز کی فرضیت ہر نماز میں یکساں ہے یا صرف نمازِ فرض میں اُن کی فرضیت ہے۔ ۳۲۶
نہارِ عرفی و شرعی میں کیا فرق ہے۔ ۳۲۷
نہارِ عرفی ہمیشہ نہارِ نجومی سے زیادہ ہوتی ہے ۳۲۷
زوال میں صحیح دھوپ گھڑی کا اعتبار ہے۔ ۳۲۸
صیغۂ لایفعل سے متبادر کراہت تحریم ہوتی ہے جیسے یفعل مفید وجوب ہوتا ہے۔ ۳۶۴
امام کے انتظار میں تاخیرِ نماز کا حکم۔ ۳۶۴
اگر فجر کے فرض پڑھ لئے اور سنتیں رہ گئیں تو اُن کو کب پڑھ سکتا ہے۔ ۳۶۵
عباراتِ فقہائے کرام میں علامات (مت) اور (شم) اور (قم) اور (صح) سے کیا مراد ہوتی ہے۔ ۴۱۴
تنبیہ کہ فضائل اعمال سے مراد اعمالِ حسنہ ہیں، نہ صرف ثوابِ اعمال۔ ۶۰۰

رسم المفتی

دما، فروج، مضار، خبائث کے سوا تمام اشیاء میں اباحت ہے۔ ۵۲۲
کراہت تنزیہ ضلالت نہیں۔ ۵۷۸ (حاشیہ)
"لا اصل لہا" مقتضیِ کراہت نہیں۔ ۶۲۱
تنبیہ دوم کہ ایک فعل میں بہت سی نیات ہوسکتی ہیں اور سب پر ثواب۔ ۶۷۳

عقائد و کلام

کتاب اللہ کا حفظ اُمم سابقہ میں خاصۂ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام تھا۔ ۶۷
ایمان کے بعد پہلی شریعت نماز ہے۔ ۸۳
مولانا محمد رضا علی صاحب کا فتویٰ اُس اشتہار کے متعلق جو سالانہ چھپا کرتا ہے کہ شیخ عبد اللہ

marfat.com

Marfat.com

سچا ولی ہے۔ ۲۷۸

بے ضرورت سوالات ممنوع ہیں۔ ۳۴۳

مرگھٹ کی زمین میں مسجد بنانے کا حکم۔ ۳۴۴

چارپائی پر نماز پڑھنے کا حکم۔ یہ بات کہ چارپائی پر نماز پڑھنے سے اگلی اُمتوں میں کچھ مسخ ہو گئے غلط ہے۔ ۳۴۶

قبر پر نماز مطلقاً مکروہ ہے اور قبر کی طرف پڑھنے میں تفصیل ہے۔ ۳۴۹

نماز کے لئے جگانے کا حکم۔ ۳۷۸

صلوٰۃ پکارنا کیسا ہے اور کس نے یہ طریقہ جاری کیا۔ ۳۸۴

الصلوٰۃ سنۃ قبل الجمعۃ الصلوٰۃ رحمکم اللہ پکارنے کا حکم۔ ۳۸۷

حدیث کہ خربوزہ کھانے سے پیشتر پیٹ کو دھو دیتا ہے اور بیماری کو دُور کر دیتا ہے۔ ۴۴۲

حدیث میں ہے کہ لباسِ صُوف اختیار کرو تو قلوب میں ایمان کی مٹھاس محسوس ہو گی۔ ۴۵۱

فائدہ نفیسہ بدھ کے دن بدن سے خون لینے کے بارے میں۔ ۴۹۸

فائدہ جلیلہ ہفتہ کے دن خون لینے کے بارے میں۔ ۴۹۹

بدھ کے دن ناخن تراشنے کے بارے میں حدیث۔ ۴۹۹

مرغ سفید کا رکھنا اچھا ہے۔ ۵۲۹

خرقہ پوشی صوفیاء کرام و سماعِ حسن بصری رحمہ اللہ۔ ۵۶۲

آدابِ دُعا سے ہے کہ پہلے کوئی عملِ صالح کرے۔ ۶۶۴

فرضوں کے بعد سب اعمال سے زیادہ اچھا عمل مسلمان کو خوش کرنا ہے۔ ۶۶۸

طب

دردِ گردہ کا بہترین علاج جس میں کچھ خرچ نہ ہو۔ ۵۴۲

توقیت

تبدیل طول بلد سے اوقات میں تقدم و تاخر ہو جاتا ہے۔ ۳۲۴

مدراس کا عرض تیرہ درجے پانچ دقیقے ہے اور بنگلور کا بارہ درجے اُنسٹھ دقیقے یا بارہ درجے پچپن دقیقے اور بریلی کا اٹھائیس درجے اکیس دقیقے۔ ۳۲۴

فوائد فقہیہ

مالی جرمانہ جائز نہیں کہ منسوخ ہو چکا ہے۔ ۱۱۱

نہار شرعی اور نہار عرفی کا فرق۔ ۱۲۲

نصف النہار شرعی معلوم کرنے کا طریقہ۔ ۱۲۲

نہار نجومی ۱۲۳

طلوع سے بیس منٹ تک ہر نماز مکروہ ہے اور جب غروب میں بیس منٹ رہیں تو آج کی عصر کے سوا ہر نماز ممنوع ہے۔ ۱۳۸

جن نمازوں میں تاخیر مستحب ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وقت مستحب کے نصف آخر میں پڑھیں ۱۳۸

ان بلاد میں سال بھر کے اندر پورے وقت عصر کی مقدار۔ ۱۳۸

رضوی تحقیق کہ ان بلاد میں وقتِ عشاء غروب سے کتنی دیر بعد شروع ہوتا ہے ۱۵۱

مسجد محلہ میں جماعت ثانیہ کے لئے اعادہ اذان

marfat.com

Marfat.com

مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے دو کم دو سو میل ہے ۔ ۲۶۸

حوالیِ مکہ معظمہ میں وقتِ مغرب کم و بیش ڈیڑھ گھنٹہ ہوتا ہے ۔ ۲۶۸

اسمٰعیل علیہ السلام کی قبر شریف میزاب کے نیچے ہے ۳۵۱

حجرِ اسود اور زمزم شریف کے درمیان ستّر انبیاء علیہم السلام کی قبور ہیں ۔ ۳۵۳

زمانۂ اقدس میں مسجد نبوی کے صرف تین دروازے تھے مشرق، مغرب اور شمال میں ۔ ۴۰۵

ہشام ابن عبد الملک مروانی نے اذانِ عثمانی کو منارۂ مسجد پر دلوانا شروع کیا تھا، نہ اذانِ ثانی کو اندرونِ مسجد ۔ ۴۰۹

اسی ہشام نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ کو سُولی دلوائی اور برسوں سُولی پر رکھا جس سے عجیب کرامت کا ظہور ہوا ۔ ۴۱۰

تفسیر ابن جریر طبقہ رابعہ سے ہے (درحاشیہ) ۵۴۳

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں کتنے شہر فتح ہوئے اور کتنی مسجدیں تعمیر ہوئیں اور کتنے منبر بنائے گئے ۔ ۵۶۰

فائدہ دوم کہ مشاجرت صحابہ میں تواریخ و سیر کی موحش حکایتیں قطعاً مردود ہیں ۔ ۵۸۲

ردِّ بدمذہباں

دربارۂ نمازِ عصر ایک وہابی خیاط کا اعتراض اور اُس کا جواب ۔ ۱۴۸

مسئلہ تثویب میں دیوبندی خیانتیں ۔ ۳۹۱

پہلی، دوسری، تیسری خیانت ۔ ۳۹۲

چوتھی، پانچویں، چھٹی، ساتویں خیانت ۔ ۳۹۴

آٹھویں، نویں، دسویں خیانت ۔ ۳۹۴

گیارھویں خیانت جو سب سے اخبث ہے کہ اعلیٰحضرت کے والد ماجد اور جدِ امجد اور پیر و مرشد اور حضور غوث پاک کے نام سے کتابیں تراش لیں، اُن کے مطبعے گھڑ لئے، صفحے دل سے بنا لئے، عبارتیں خود ساختہ لکھ دیں ۔ ۳۹۵

افادہ سیم کہ ہم تو استحباب ہی کہتے ہیں، طرفہ یہ کہ وہابیہ جدیدہ کے طور پر تقبیلِ ابہامین خاص سنّت ہے ۔ ۵۷۴

قبولِ ضعاف میں گنگوہی صاحب کی فاحش خطائیں ۔ ۵۷۴

گنگوہی صاحب نے انجانے میں آدھی وہابیت ذبح کر ڈالی ۔ ۵۷۷

گنگوہی صاحب نے اباحت، استحباب، کراہت تنزیہ بین احکام شرعیہ بالکل مٹا دئے ۔ ۵۷۸

تھانوی صاحب کے جواب مذکور کی خامیوں کا شمار ۔ ۶۲۴

حدیث و اصولِ حدیث

حدیث بخاری اعتم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیلۃ بالعشاء الخ کے تین محمل ۔ ۵۸

marfat.com

Marfat.com

سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں فرمایا الخ ۹۷
اس فتوی کی تصدیق رضوی۔ ۹۹
ضروریاتِ دین کے سوا کسی شے کا انکار کفر نہیں اگرچہ ثابت بالقواطع ہو۔ ۱۰۱
خلافت خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا منکر کافر نہیں حالانکہ اُس کی حقانیت قطعیات سے ثابت ہے۔ ۱۰۱
تکذیب صفت قلب ہے مگر قول کی طرح بعض فعل بھی اُس پر علامت ہوتے ہیں۔ علامت ہونے کی بنا پر حکمِ کفر دیا جاتا ہے۔ ۱۰۱
تارکِ نماز کی تکفیر قدمائے اہلسنّت کا مسلک ہے مگر جمہور کے نزدیک کافر نہیں، یہی مذہب ائمہ اربعہ کا مجمع علیہ ہے۔ ۱۰۲
تارکِ نماز کے اسلام پر بعض دلائل۔ ۱۰۶
ہم میں اور مشرکوں میں نماز فارق ہے۔ ۱۰۹
ایک وقت کی نماز قصداً بلاعذرِ شرعی دیدہ و دانستہ قضا کرنے سے فاسق ہوجاتا ہے۔ ۱۱۰
اگر تمہارے ذریعہ ایک شخص کو ہدایت ہوجائے تو یہ رُوئے زمین کی بادشاہت سے بہتر ہے۔ ۱۱۷
امر بالمعروف نہی عن المنکر کے بارے میں اگر کوئی یہ کہے کہ اس میں رکھا ہی کیا ہے تو اس کو تجدید اسلام اور تجدید نکاح کرنا چاہیے۔ ۱۱۷
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دین میں خطا سے معصوم تھے۔ ۲۵۶
اگر حکم شرع پر عمل کرنے سے فساد پیدا ہوتا ہو
تو اس کے حکم کی تفصیل۔ ۴۰۶
چند کرامات کسی ولی سے منفک نہیں ہوتیں الا ماشاء اللہ ۵۷۲
مسئلہ افضلیت بابِ عقائد سے ہے۔ ۵۸۱
کسی مسلمان کی جانب بدون تحقیق کبیرہ گناہ کی نسبت حرام ہے۔ ۵۸۲
تنبیہ ضروری، وہابیہ کے ایک کید پر آگاہ کرنا۔ ۵۹۶
لطیفہ جلیلہ منیفہ کہ جانِ وہابیت پر لاکھ من کا پہاڑ۔ ۶۰۳

تاریخ و تذکرہ

حضرت یونس بنیامین بن یعقوب کی اولاد ہیں اور سلیمان علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تھے۔ ۷۲
اسی طرح حضرت عزیر علیہ السلام۔ ۷۲
دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے۔ ۱۱۵
کتاب الحجج تالیف امام فقیہ محدث عیسیٰ ابن ابان ہے جو امام محمد کے شاگرد تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ ۱۶۱
مقامِ ملل مدینہ طیبہ سے کتنے میل ہے۔ ۱۸۲
مکہ معظمہ اور مقامِ سرف کے درمیان دس میل فاصلہ بتانے والا کون ہے۔ ۲۶۷
مدینہ طیبہ سے ذو الحلیفہ کے فاصلے میں اختلافِ کثیر۔ ۲۶۷
مدینہ منورہ سے مقام ذات الجیش کے فاصلے میں اختلافِ کثیر۔ ۲۶۸

marfat.com
Marfat.com

اُس کا جوابِ اوّل۔ ۲۴۲

قصہ صفیہ زوجہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر ایک ہی بار واقع ہُوا تھا۔ ۲۴۳

جمہور محدثین کے مذہبِ مختار پر مدلس کا عنعنہ مردود ہے۔ ۲۴۵

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مذہب میں وقتِ مغرب شفقِ احمر تک ہے اور احناف کے نزدیک شفقِ ابیض تک، یہی روایۃً صحیح اور درایۃً راجح، اور اجلّہ صحابہ اور اکابر تابعین اور اجلائے تبع تابعین اور ائمۂ لغت اور بعض کبرائے شافعیہ سے بھی منقول ہے۔ ۲۴۵

حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بابت جمع بین الصلوتین ۲۴۶

اس کا جواب ۲۴۸

حدیثِ سائل بروایت نسائی عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب اول۔ ۲۵۲

جواب ثانی ۲۵۲

نماز کے اول و آخر وقت حقیقی اور سحری کے آخر وقت حقیقی کا علم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تھا اور آپ کے طفیل میں اجلّہ حذاق صحابہ کو جس پر احادیث دال ہیں۔ ۲۵۳

حدیث اول تا سوم ۲۵۳

حدیث چہارم تا ہفتم ۲۵۵

حدیث ہشتم و نہم ۲۵۷

فائدہ عائدہ بابت حدیث سنن ابی داود جس سے آج تک اصلاً تعرض نہ ہوا، نہ استناداً نہ جواباً۔ ۲۶۴

قسم اول نصوص عامہ جو سات آیات اور تیئیس حدیثوں پر مشتمل۔ ۲۶۰

احادیث چند نوع ہیں۔ نوع اول احادیث محافظتِ وقت اور اس کی ترغیب اور اس کے ترک سے ترہیب میں۔ ۲۷۴

نوعِ اخیر حدیث امامتِ جبریل علیہ السلام۔ ۲۷۸

نوعِ آخر حدیث سائل۔ ۲۷۹

نوعِ آخر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشگوئی کہ کچھ لوگ وقت گزار کر نماز پڑھیں گے۔ ۲۸۰

نوعِ آخر کہ جب ایک نماز کا وقت آیا تو دوسری کا جاتا رہا۔ ۲۸۱

قسم دوم نصوص خاصہ جن میں بالخصوص جمع بین الصلوتین کی نفی ہے۔ ۲۸۹

مرسل حدیث ہمارے اور جمہور کے نزدیک حجت ہے۔ ۲۹۲

احادیث مرویہ بالمعنی مختلف طور پر روایت کی جاتی ہیں، کوئی پوری، کوئی ایک ٹکڑا، کوئی دوسرا، جمع طرق سے پوری بات کا پتا چلتا ہے۔ ۳۰۱

اسی واسطے امام ابوحاتم رازی معاصر امام بخاری فرماتے ہیں کہ ہم جب تک حدیث کو ساٹھ وجہ سے نہ لکھتے اس کی حقیقت کو نہ پہچانتے۔ ۳۰۱

ضعیف، متشیع، صاحب افراد، متروک الحدیث میں فرق ہے۔ متشیع اور صاحبِ افراد ہونا اصلاً موجب ضعف نہیں۔ ۳۰۲

ضعیف اور متروک میں زمین و آسمان کا فرق ہے

marfat.com

Marfat.com

جس نے قصداً نماز ترک کی اُس نے اپنی ماں سے بیت اللہ میں ستر بار زنا کیا۔ یہ روایت میری نظر سے نہیں گزری۔ ١١٠

مجہول العین راوی کی روایت محققین کے نزدیک مقبول ہے۔ ١٥٠

فصل اول جمع صوری کے اثبات میں غیر مقلدین کے پیشوا مولوی نذیر حسین دہلوی کا صحیح وصریح حدیثوں سے انکار جو جمع صوری میں وارد ہیں۔ ١٦٣

حدیثِ اوّل اثباتِ جمع صوری میں۔ ١٦٧

حدیث دوم اور سوم۔ ١٧٢

احادیث چہارم وپنجم۔ ١٧٣

محاوراتِ سلف واصطلاحِ محدثین میں تشیع اور رفض کے درمیان فرق ہے۔ متاخرین شیعہ روافض کو کہتے ہیں۔ ١٧٥

فلان یغرب اور فلان غریب الحدیث میں فرق ہے۔ ٧٧ (حاشیہ)

چند اوہام یا کچھ خطائیں محدث سے صادر ہونا نہ اُسے ضعیف کرے نہ اس کی حدیث کو مردود۔ ١٨٤

امام سفیان بن عیینہ نے زہری سے روایت میں بیس سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی، پھر ان کے ثقہ حجت ہونے پر اجماع ہے۔ ١٨٤

افادہ ثانیہ کہ احادیث جمع میں جمع صوری کے ارادے پر پانچ قرائن ہیں۔ ١٨٦

افادہ رابعہ کہ وہ احادیث جن میں مطلق جمع بین الصلوٰتین وارد ہے سب کی سب جمع صوری پر محمول ہیں بطور تمثیل گیارہ حدیثوں کا بیان۔ ١٩٦

پہلی حدیث ١٩٦

دوسری، تیسری، چوتھی حدیث۔ ١٩٧

پانچویں تا گیارھویں حدیث۔ ١٩٩

فصل دوم ابطال دلائل جمع تقدیم۔ ٢٠٣

پیشوائے غیر مقلدین کی پیش کردہ حدیث اوّل بابت جمع بین الصلوٰتین۔ ٢٠٤

حدیث معلول کے لئے ضعفِ راوی ضروری نہیں۔ ٢٠٦

پیشوائے غیر مقلدین کی پیش کردہ حدیث دوم اور اس کے بیان کردہ مفہوم پر بارہ وجوہ سے رد۔ ٢١٠

افاضۂ اولیٰ کہ جمع تقدیم میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔ ٢١٢

افاضۂ ثانیہ کہ جمع بین الصلوٰتین کے بارے میں احمد وشافعی، عبدالرزاق وبیہقی رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی روایت کردہ حدیث ضعیف ہے۔ ٢١٥

اُس کے راوی حسین بن عبداللہ ضعیف ہیں ٢١٦

افاضۂ ثالثہ کہ حدیثِ دارقطنی بھی ضعیف ہے۔ ٢٢٠

افاضۂ رابعہ بابت حدیثِ انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ ٢٢١

جمع تاخیر میں پیش کردہ حدیثِ ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر کلام۔ ٢٢٨

marfat.com

Marfat.com

موضوع نہیں۔ ۴۵۴
اسبابِ طعن دس ہیں بایں ترتیب۔ ۴۵۴
افادۂ ہشتم کہ منکر الحدیث کی حدیث بھی موضوع نہیں۔ ۴۵۵
افادۂ نہم کہ متروک کی حدیث بھی موضوع نہیں۔ ۴۵۶
حدیث چلّۂ صوفیائے کرام ۴۵۹
حدیث کہ جو شام کو صلی اللہ تعالیٰ علیٰ نوح وعلیہ السلام پڑھ لے تو اس شب بچھو نہ کاٹے گا۔ ۴۵۹ (حاشیہ)
افادۂ دہم کہ موضوعیتِ حدیث کیونکر ثابت ہوتی ہے۔ ۴۵۹
حدیث کہ جب مسلمان کی عمر چالیس برس کی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ جنون وجذام اور برص کو اس سے پھیر دیتا ہے الخ ۴۶۰
فضائلِ امیر المومنین واہلِ بیت طاہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں روافض نے تقریباً تین لاکھ حدیثیں وضع کیں۔ ۴۶۱
افادۂ یازدہم کہ بارہا موضوع یا ضعیف کہنا صرف ایک سند کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ اصل حدیث کے اعتبار سے۔ ۴۶۸
ان امرتی لاتدفع ید لامس کے معنی راجح حاشیہ ۲ میں۔ ۴۷۰ (حاشیہ)
نتیجۃ الافادات
افادۂ دوازدہم کہ تعددِ طرق سے ضعیف حدیث قوت پاتی ہے بلکہ حسن ہوجاتی ہے۔ ۴۷۲
افادۂ سیزدہم کہ حدیث مجہول وحدیثِ مبہم تعددِ طرق سے حسن ہوجاتی ہے اور وہ جابر منجبر ہونے کے صالح ہیں۔ ۴۷۴
حدیث کہ جس کے تین بچے پیدا ہوئے اور کسی کا نام محمد نہ رکھا تو یہ اس کی جہالت ہے۔ ۴۷۴
افادۂ چہاردہم کہ حصولِ قوت کو صرف دو سندوں سے آنا کافی ہے۔ ۴۷۵
افادۂ پانزدہم کہ اہلِ علم کے عمل کر لینے سے حدیث ضعیف قوی ہوجاتی ہے۔ ۴۷۵
افادۂ شانزدہم کہ حدیث سے ثبوت ہونے میں مطالب تین قسم ہیں، اول اعتقادات۔ ۴۷۷
عقائد میں حدیث احاد اگرچہ صحیح ہو کافی نہیں ۴۷۷
دوم احکام جن میں حدیثِ ضعیف کافی نہیں ہوتی۔ ۴۷۸
تیسرے فضائل ومناقب جن میں باتفاقِ علماء حدیثِ ضعیف مقبول وکافی ہے۔ ۴۷۸
بلکہ فضائلِ اعمال میں حدیثِ منکر بھی مقبول ہے۔ ۴۷۸
نبوی ارشاد اگر کسی کو حدیث پہنچی کہ فلاں عمل پر ایسا ثواب ملے گا اور اس نے اس عمل کو کیا تو ثواب پائے گا اگرچہ واقع میں وہ میری حدیث نہ ہو ۴۷۹
کبرائے وہابیہ بھی اس مسئلہ میں اہلِ حق کے ساتھ ہیں کہ حدیثِ ضعیف پر فضائلِ اعمال میں عمل جائز ہے۔ ۴۸۱
افادہ ہفدہم کہ فضائلِ اعمال میں حدیثِ ضعیف پر عمل مستحب ہے۔ ۴۸۱
افادۂ ہیجدہم کہ خود احادیث حکم فرماتی ہیں کہ ایسی جگہ حدیثِ ضعیف پر عمل کیا جائے۔ ۴۸۶

marfat.com
Marfat.com

کہ ضعیف کی حدیث معتبر و مکتوب اور متابعات و شواہد میں مقبول بخلاف متروک۔ ۳۰۳

حدیث کان قدر صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الظہر فی الصیف ثلٰثۃ اقدام الیٰ خمسۃ اقدام کا مطلب۔ ۳۴۰

افادۂ اول کہ حدیث صحیح نہ ہونے کے یہ معنی نہیں کہ غلط ہے۔ ۴۳۶

حدیث حسن احکام حلال وحرام میں حجت ہوتی ہے۔ ۴۳۷

کتب صحاح ستہ میں مذکورہ تمام احادیث صحیح نہیں، تسمیہ بصحاح تغلیباً ہے۔ ۴۳۹

حدیث کے آٹھ مراتب اور ان کے احکام۔ ۴۴۰

صحیح، صحیح لغیرہٖ، حسن لذاتہٖ، حسن لغیرہٖ سب محتج بہا ہیں۔ ۴۴۰

پنجم حدیث ضعیف بضعف قریب کی قسم صالح متابعات و شواہد میں کام آتی ہے اور جابر سے قوت پاکر صحیح لغیرہٖ ہوجاتی ہے اور احکام میں قابلِ احتجاج۔ ۴۴۰

ششم ضعیف بضعفِ قوی قابلِ احتجاج نہیں، صرف فضائل میں معتبر ہے۔ ۴۴۰

ہفتم حدیث مطروح حکماً موضوع ہوتی ہے۔ ۴۴۰

ہشتم موضوع یہ بالاجماع نہ قابلِ انجبار نہ فضائل وغیرہ کسی باب میں لائقِ اعتبار۔ ۴۴۰

حدیث کے صحیح نہ ہونے اور موضوع ہونے میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ ۴۴۰

صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔ ۴۴۱

ابن جوزی نے جس جس حدیث کو غیر صحیح کہا اُس کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔ ۴۴۱

لفظ "لایثبت" سے یہ ثابت کہ یہ حدیث صحیح نہیں کیونکہ اصطلاح میں "ثابت" صحیح حدیث کو کہتے ہیں۔ ۴۴۲

افادۂ دوم کہ جہالتِ راوی سے حدیث پر کیا اثر پڑتا ہے۔ ۴۴۳

مجہول کے اقسام اور ان کے احکام۔ اول قسم مستور اس قسم کے راوی مسلم شریف میں بکثرت ہیں۔ قسم دوم مجہول العین۔ اور قسم سوم مجہول الحال۔ ۴۴۳

افادۂ سوم کہ سند کا منقطع ہونا مستلزم وضع نہیں۔ ۴۴۸

حدیثِ منقطع کا حکم ۴۴۸

افادۂ چہارم کہ حدیث مضطرب بلکہ منکر بلکہ مندرج بھی موضوع نہیں۔ ۴۵۰

افادۂ پنجم کہ جس حدیث میں راوی بالکل مبہم ہو وہ بھی موضوع نہیں۔ ۴۵۱

تعددِ طُرق سے مبہم کا جبر نقصان ہوجاتا ہے۔ ۴۵۲

حدیث مبہم دوسری حدیث کے لئے مقوی ہوسکتی ہے۔ ۴۵۲

افادۂ ششم کہ ضعفِ راویان کے باعث حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم وجزاف ہے۔ ۴۵۳

افادۂ ہفتم ایسا غافل کہ حدیث میں دوسرے کی تلقین قبول کرے، اُس کی حدیث بھی

marfat.com

Marfat.com

بلکہ اس سے بھی کم ہیں۔ ۵۴۶

رسالہ مدارج طبقات الحدیث میں ذکر کردہ فوائد نفیسہ عظیمہ اربعہ کا حاشیہ میں شمار۔ ۵۴۸ (حاشیہ)

افادہ بست و پنجم کہ کتب موضوعات میں کسی حدیث کا ذکر مطلقاً ضعف کا بھی مستلزم نہیں، کتب موضوعات کی قسم دوم۔ ۵۴۸

ابن جوزی نے صحاح ستہ اور مسند امام احمد کی چوراسی حدیثوں کو موضوع کہا۔ ۵۴۸

کتب موضوعات کی دوسری قسم۔ ۵۴۸

شوکانی کی کتاب (فوائد مجموعہ) قسم دوم سے ہے۔ ۵۴۹

مقاصد حسنہ امام سخاوی مختص بموضوعات نہیں، یہ شوکانی کی کم فہمی ہے۔ ۵۵۰

نتیجۃ الافادات

افادہ بست و ششم کہ ایسی جگہ اگر سند کسی قابل نہ ہو تو صرف تجربہ سند کافی۔ ۵۵۱

افادہ بست و ہفتم کہ بالفرض اگر کتب حدیث میں اصلاً پتا نہ ہوتا تاہم ایسی حدیث کا بعض کلمات علماء میں بلا سند مذکور ہونا کافی ہے۔ ۵۵۵

افادہ بست و ہشتم کہ حدیث اگر موضوع بھی ہو تاہم فعل کی ممانعت لازم نہیں۔ ۵۶۱

وضو کی دعائیں حدیث سے ثابت نہیں۔ ۵۶۸

عمل بموضوع اور عمل بما فی الموضوع میں فرق عظیم ہے۔ ۵۷۱

افادہ بست و نہم کہ اعمال مشائخ محتاج سند نہیں، اعمال میں تصرف وایجاد مشائخ کو ہمیشہ گنجائش ہے۔ ۵۷۱

دربارۂ تفضیل حدیث ضعیف مقبول نہیں۔ ۵۸۰

جیش اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تخلف کے بارے میں یہ جملہ "ولعن اللہ من تخلف عنه" افتراء ہے۔ ۵۸۵

فائدہ سوم اظہر یہی ہے کہ تفرد کذاب بھی مستلزم موضوعیت نہیں۔ ۵۸۶

ہمارے نزدیک ابن اسحٰق صاحب مغازی کی توثیق راجح ہے۔ ۵۹۲ (حاشیہ)

تنبیہ متعلق افادہ (۲۵) کہ کتاب موضوعات میں ذکر حدیث مؤلف کے نزدیک مستلزم موضوعیت نہیں۔ ۵۹۴

کتاب تنزیہ الشریعۃ کی عبارت سے ایک نفیس فائدہ حاصل۔ ۵۹۴

فائدہ چہارم کہ مجہول العین کا قبول ہی مذہب محققین ہے۔ ۵۹۵

تنبیہ کہ غالباً مطلق مجہول سے مراد مجہول العین ہوتا ہے۔ ۵۹۵

فائدہ پنجم متعلق افادہ (۲۱) کہ قبول ضعیف کے لئے ورود صحیح کی حاجت نہیں۔ ۵۹۵

حدیث احیاء ابوین کریمین کو باوصف ضعف علماء نے احادیث صحاح کا ناسخ قرار دیا ہے اگرچہ یہ قابل نسخ نہیں۔ ۵۹۵

فائدہ ششم کہ حدیث ضعیف بعض احکام

marfat.com

Marfat.com

حدیث انا عند ظن عبدی بی کس کس کتاب میں ہے۔ ۴۸۸

اس حدیث کی بعض روایات میں کچھ الفاظ زائد ہیں۔ ۴۸۹

افادۂ نوزدہم عقل بھی گواہ ہے کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف مقبول ہے۔ ۴۸۹

احادیث اولیاء کرام کے متعلق نفیس فائدہ۔ ۴۹۱

حدیث اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم میں اگرچہ محدثین کو کلام ہے مگر وہ اہل کشف کے نزدیک صحیح ہے۔ ۴۹۱

افادۂ بستم کہ حدیث ضعیف احکام میں بھی مقبول ہے جبکہ محل احتیاط ہو۔ ۴۹۴

افادۂ بست ویکم کہ حدیث ضعیف پر عمل کے لئے خاص اُس فعل میں حدیث صحیح کا آنا ضرور نہیں۔ ۵۰۱

تحقیق مقام وان اباحۃ ادھا م عمل بالحدیث اور قبول الحدیث میں فرق ہے یا نہیں۔ ۵۰۴

مسلم شریف میں بھی ضعفاء کی روایتیں ہیں۔ ۵۱۱

بخاری شریف میں ضعفاء کی روایات دربارۂ متابعات وشواہد موجود ہیں۔ ۵۱۲

عامۂ مسانید، معاجیم، سنن، جوامع، اجزاء ہر نوع احادیث پر مشتمل ہیں۔ ۵۱۴

امام ابوداؤد کے کلام "صالح" کے دو معنی ہیں۔ ۵۱۴

سنن ابوداؤد شریف کا موضوع صرف احکام ہیں۔ ۵۱۶

مسند امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ضعیف احادیث ہیں۔ ۵۱۶

دارقطنی احادیث ضعیفہ، شاذہ، معللہ سے پُر ہے۔ ۵۱۸

افادۂ بست ودوم کہ ایسے اعمال کے جواز یا استحباب پر ضعیف سے سند لانا، دربارۂ احکام اُسے حجت بنانا نہیں۔ ۵۲۱

افادۂ بست وسوم کہ ایسے مواقع میں ہر حدیث غیر موضوع کام دے سکتی ہے۔ ۵۲۴

حدیث شدید الضعف کی تعریف۔ ۵۲۹

علامہ لکھنوی قدس سرہٗ سے ظفر الامانی میں تدریب اور القول البدیع سے نقل میں لغزش ہوئی۔ ۵۳۰

بحث قبول شدید الضعف۔ ۵۳۱

فائدہ جلیلہ فی احکام انواع الضعیف و انجبار ضعفھا۔ ۵۳۳

افادۂ بست وچہارم کہ حدیث کا کتب رابعہ سے ہونا خواہی نخواہی مستلزم مطلق ضعف ہی نہیں چہ جائیکہ ضعف شدید۔ ۵۳۸

قول شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ بابت احادیث کتب رابعہ کے معنی۔ ۵۳۸

طبقہ ثانیہ وثالثہ ورابعہ کی بعض کتابوں کے اسماء۔ ۵۳۸

رموز کتب احادیث۔ ۵۴۰

امام بخاری علیہ رحمۃ الباری کو ایک لاکھ صحیح احادیث یاد تھیں اور بخاری میں کل چار ہزار

marfat.com

Marfat.com

بشر بن بکر ثقہ ہیں اور رجال بخاری سے۔ ۱۷۷
پیشوائے غیر مقلدین کی تحریف کہ ولید بن مسلم کو ولید بن قاسم بنالیا اول رجال صحیح مسلم سے امام ثقہ ہیں اور دوم قدرے متکلم فیہ۔ ۱۷۸
صحیح بخاری و مسلم کے وہ رجال جن کے متعلق صدوق یخطئ کہا گیا۔ ۱۷۹ (حاشیہ)
لطیفہ بنجم، علاف ثقہ ہیں۔ ۱۸۰
وہمی اور صدوق یہم میں فرق ہے۔ ۱۸۰
صحیحین کے وہ رجال جن کے متعلق صدوق یہم کہا گیا۔ ۱۸۰
خالد بن قاسم مدائنی متروک بالاجماع ہے۔ ۲۰۶
ابن حزم غیر مقلد خبیث اللسان نے سیدنا ابوالطفیل صحابی کو مقدوح و مجروح بتایا۔ ۲۰۶
اسی ابن حزم نے باجے حلال کرنے کے لئے صحیح بخاری شریف کی صحیح و متصل حدیث کو بزعم تعلیق رد کیا۔ ۲۰۶
امام شافعی علیہ الرحمۃ کی روایت میں ابراہیم ابن ابی یحییٰ رافضی قدری معتزلی جہمی متروک واقع ہے اور اس کے ضعف پر اجماع ہے۔ ۲۱۸
امام اسحٰق بن راہویہ کا حافظہ وفات سے چند ماہ پیشتر متغیر ہوگیا تھا۔ ۲۲۲
شبابہ بن سوار مبتدع تھا۔
عبداللہ بن ابی نجیح یسار مکی مدلس ہیں۔ ۲۴۵
یحییٰ بن محمد جاری متکلم فیہ ہیں۔ ۲۶۵
طریق دوم میں مومل بن اہاب صدوق لہ اوہام۔ ۲۶۵

نعیم بن حماد قابل احتجاج نہیں۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مطاعن میں جھوٹی حکایتیں وضع کرتا تھا۔ جامع صحیح میں اس کی روایت مقرونہ ہے نہ بطور حجیت۔ ۲۶۶
ابو الزبیر مدلس ہیں اور مدلس کا عنعنہ قبول نہیں لیکن ان سے اگر لیث بن سعد روایت کریں تو مقبول۔ ذکروجہہ فی المیزان۔ ۲۶۶
خالد بن مخلد صحاح ستہ کے رجال سے ہیں اور امام بخاری کے استاد۔ ۳۰۳
بخاری و مسلم کے بعض ضعیف رجال کا شمار۔ ۳۰۴ (حاشیہ)
امام اعمش کا اسم مبارک سلیمان ہے۔ ۳۰۶
جب بصری عبداللہ کہیں تو عبداللہ بن عمرو بن عاص مفہوم ہوتے ہیں، دوسرا کہیں تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہم۔ ۳۰۶
جب سوید کہیں حدثنا عبداللہ تو ابن المبارک مفہوم ہوتے ہیں اور جب بندار کہیں عن محمد عن شعبۃ تو غندر مراد ہونگے۔ ۳۰۶
حدیث نسائی شریف کی سند میں واقع خالد امام اجل خالد بن حارث بصری ہیں خالد بن مخلد نہیں۔ ۳۰۷
علی بن عروہ دمشقی حدیث وضع کرتا تھا۔ ۴۶۲
ابو عقال ہلال بن زید انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موضوعات روایت کرتا تھا۔ ۴۶۲
ابن تیمیہ کی بکواس۔ ۴۶۵
"خط" علامت خطیب فی التاریخ ہے۔ ۴۶۵

marfat.com

Marfat.com

میں بھی مقبول ۔ ۵۹۷

فائدہ ہفتم کہ حدیث ضعیف سے سنیت بھی ثابت ہو سکتی ہے یا نہیں ۔ ۶۰۰

فائدہ ہشتم کہ وضع یا ضعف کا حکم کبھی بلحاظِ سند خاص ہوتا ہے نہ بلحاظ اصل حدیث ۔ ۶۰۱

فائدہ نہم وہ محدثین جو غیر ثقہ سے روایت کرتے ہیں ۔ ۶۰۶

ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس سے روایت فرمالیں اس کی ثقاہت ثابت ہوگی ۔ ۶۱۲

تنبیہ اخذ میں قلت مبالات زمانہ تابعین سے پیدا ہوئی ۔ ۶۱۲

فائدہ دہم احادیث طبقہ رابعہ کے متعلق ۔ ۶۱۵

فائدہ یازدہم تذکرۃ الموضوعات محمد طاہر فتنی میں ذکر مستلزم گمان وضع نہیں ۔ ۶۱۶

خاتمہ مجمع البحار سے بعض احادیث پر نقل احکام اور حاشیہ میں اس پر نفیس کلام ۔ ۶۱۷

حدیث طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم حسن ہے، جس کو رسالہ النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب میں بیان فرمایا ۔ ۶۱۸ (حاشیہ)

حدیث بابت آب زمزم حسن یا صحیح ہے ۔ ۶۱۹

حدیث یکون فی آخر الزمان خلیفۃ لا یفضل علیہ ابوبکر و لا عمر

متروک ہے ۔ ۶۲۰

افادہ دوازدہم حدیث بے سند مذکور علماء کے قبول میں نفیس وجلیل احقاق اور اوہام قاصرین زمانہ کا ابطال وازہاق ۔ ۶۲۱

محدثین کی اصطلاح میں جس حدیث کو مرسل اور منقطع اور معلق اور معضل کہتے ہیں فقہاء اور اصولیین کی اصطلاح میں ان سب کو مرسل کہا جاتا ہے ۔ ۶۲۱

اسماء الرجال

امام ابن عائشہ عیشی نہ صحابی ہیں نہ تابعی، نہ تبع سے ان کا سنِ وفات ۔ ۹۲

سعید بن خثیم ہلالی منکر الحدیث ہیں ۔ ۹۳

نافع اور عبداللہ بن واقد دونوں شاگرد عبداللہ بن عمر ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۔ ۱۶۷

صفیہ بنت ابی عبیدہ زوجۂ ابن عمر، مختار کذاب کی بہن تھیں، ان کے صحابیہ ہونے میں اختلاف ہے، ان کے والد ماجد صحابی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۔ ۱۶۸ (حاشیہ)

افادہ اولیٰ کہ غیر مقلدین کے پیشوائے مذکور کا محمد بن فضیل کو ضعیف کہنا باطل ہے وہ بخاری و مسلم کے رجال سے ہیں ۔ ۱۷۴

بخاری و مسلم کے تیس سے زیادہ وہ راوی ہیں جن کو اصطلاحِ قدماء پر بلفظِ تشیع ذکر کیا جاتا ہے اور اُن کے اسماء ۔ ۱۷۶

marfat.com

Marfat.com

مفہوم کتب حجت ہے اگرچہ مفہوم لقب ہو۔ ۶۳۴

نقل مجہول نامقبول ہے۔ عام صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی تقلید ہمارے امام اعظم علیہ الرحمۃ کا مذہب ہے۔ ۶۳۵

مطلق اپنے اطلاق پر رہتا ہے مگر جبکہ دلیل تقیید قائم ہو۔ ۶۵۰

تنبیہ چہارم شرع مطہر کی اصل کلی جو ان مسائل کو حل کر دیتی ہے جن میں دیوبندی اختلاف کرتے ہیں اور بوجہ جہل لوگوں کو بہکاتے ہیں۔ ۶۷۶

طبیعیات

کرۂ بخار جس کو عالم نسیم اور عالم لیل و نہار بھی کہتے ہیں وہ ہر طرف سطح زمین سے ۴۵ میل اور قول اوائل پر ۵۲ میل اونچا ہے۔ ۱۲۷

ہندسہ وریاضی

فلکیوں کی تقسیم فصول اور ہمارے یہاں کی تقسیم فصول۔ ۱۵۴

اوقات بعض تحویلات کا نقشہ۔ ۱۵۵

متفرقات

ضحوۂ کبرٰی نکالنے کا طریقہ کیا ہے؟ ۳۱۴

میرٹھ میں پورے وقت مغرب کی مقدار۔ ۳۲۱

بریلی میں بموسم گرما اور سرما غروب کا وقت۔ ۳۳۲

خاتمہ فوائد منثورہ میں۔ ۵۷۹

فائدہ اول کہ فضیلت وافضلیت میں فرق ہے۔ ۵۸۰

* * *

marfat.com

Marfat.com

عمرو بن واقد متروک ہیں۔ ۴۷۵

ضحاک بن حجرۃ ضعیف ہیں۔ ۴۷۵

ابن عباس بن سہل رجال امام بخاری سے ضعیف ہیں ان کی روایت بخاری شریف میں موجود ہے۔ ۵۱۰

کلبی شدید الضعف ہے۔ ۵۲۵

امام واقدی کی توثیق راجح ہے۔ ۵۲۶

فضائل و مناقب

توریت شریف میں پانچوں نمازوں کے عظیم فضائل۔ ۵۲

حضرت بحر العلوم کا ارشاد، ہمارے ائمہ حنفیہ کی نظر کیسی دقیق ہے کہ ان سے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں ہوتا۔ ۳۰۰

عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر اور انس سے افقہ ہیں رضی اللہ تعالےٰ عنہم۔ ۳۱۱

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے استیذان معاف تھا۔ ۳۳۶

مردہ سنت زندہ کرنے کے متعلق احادیث۔ ۳۹۷

امام سیوطی پچہتر بار بیداری میں نبوی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ۴۹۳

چاند گوارہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرتا، حضور کو بہلاتا، جدھر اشارہ فرماتے اسی طرف جھک جاتا تھا۔ ۵۲۸

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی عجیب فضیلت۔ ۵۴۴

خوشبو سونگھ کر درود شریف پڑھنا نبوی آثار دیکھنے کے وقت درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔ ۵۶۵

فوائد اصولیہ

محتمل کو محکم کی طرف رد کرنا طریقہ معروفہ ہے۔ ۱۰۶

جو کچھ خلاف ظاہر الروایۃ ہے مرجوع عنہ ہے۔ ۱۳۴

قول یک مثل پر قول مثلین کی وجوہ ترجیح۔ ۱۳۵

(فا) کے لئے ترتیب ذکری کافی ہے۔ ۲۱۱

اور عدم مہلت ہر جگہ اس کے لئے لائق ہوتی ہے۔ ۲۱۱

حدیث مروی بالمعنی کے (فا)، اور (و) وغیرہما سے استدلال صحیح نہیں۔ ۲۱۱

لفظ (جمیعا) اجتماع فی الحکم پر دلالت کرتاہے نہ اجتماع فی الوقت پر۔ ۲۲۶

صیغہ مجہول غالباً مشیر بضعف ہوتا ہے۔ ۲۹۱

مفہوم مخالف حنفیہ کے نزدیک عبارات شارع غیر متعلقہ بعقوبات میں معتبر نہیں۔ کلام صحابہ ومن بعدہم میں معتبر ہے۔ ۲۹۳

مسلمان کا فعل حتی الامکان محل حسن پر محمول کرنا واجب ہے۔ ۲۲۴

صیغہ نفی صیغہ نہی سے زیادہ مؤکد ہوتا ہے۔ ۳۱۲

لفظ خبر وجوب پر دلالت کرتا ہے حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں کیا کہنا چاہئے۔ ۳۱۳

المحاکمۃ بین الفاضل العلامۃ الخفاجی والمحقق الدوانی رحمہما اللہ تعالیٰ۔ ۵۰۵

معترضۃ علی کلام الدوانی۔ ۵۰۷

marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الصلوٰۃ

مسئلہ (۲۴۹) از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ ملا یعقوب علی خاں ۵ ا جمادی الاولیٰ ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز پنجگانہ میں کون سی نماز سب سے پہلے کس نبی نے پڑھی ہے اور اگلے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اور اُن کی امتوں پر بھی یہی نماز پنجگانہ فرض تھی یا یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ہمارا خاصہ ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

الحمد للہ وحدہ، والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ، وعلیٰ اٰلہ وصحبہ المکرمین عندہ۔

اللہ ہی کے لیے تعریف ہے جو اکیلا ہے اور صلاۃ وسلام اس ہستی پر جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور اس کے آل و اصحاب پر جو اس کے ہاں بہت مکرم ہیں۔ (ت)

نماز پنجگانہ اللہ عزوجل کی وہ نعمت عظمیٰ ہے کہ اس نے اپنے کرم عظیم سے خاص ہم کو عطا فرمائی ہم سے پہلے کسی امت کو

marfat.com

Marfat.com

الا لهذه الامة، وانما فرض علی بنی اسرائیل صلاتان فقط، کما فی الحدیث[1]

جمع کی گئی ہیں۔ بنی اسرائیل پر تو صرف دو نمازیں فرض تھیں، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ (ت)

لمعات شیخ محقق دہلوی و شرح مشکوٰۃ امام ابن حجر مکی میں ہے: مجموع هذه الخمس من خصوصیاتنا[2] (ان پانچ نمازوں کا مجموعہ ہماری خصوصیات میں سے ہے۔ ت) اشعۃ اللمعات میں ہے: مجموع خمس اوقات مخصوص ایں اُمت ست[3] (پانچ اوقات کا مجموعہ اس امت کی خصوصیت ہے۔ ت) تیسیر و سراج المنیر شروح جامع صغیر میں زیرِ حدیث وصلوا خمسکم (اور پڑھو اپنی پانچ نمازیں۔ ت) لکھا: اضافها الیهم لانها لم تجتمع لغیرهم[4] (اپنی کہہ کر) پانچ نمازوں کو امت کی طرف اس لیے منسوب کیا ہے کہ کسی اور اُمت کے لیے یُوں جمع نہیں کی گئیں۔ ت) بلکہ یہ معنٰی خود ارشادِ حضور پُر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت۔ ابن ابی شیبہ مصنف اور ابوداؤد و بیہقی سنن میں بسندِ حسن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

ع فان قلت الم تذکر لقوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم اتقوا الله وصلوا خمسکم[5] فانه حدیث صحیح رواه الترمذی وحسنه وصححه و ابن حبان والحاکم عن ابی امامة الباهلی رضی الله تعالٰی عنه ولقد احتجوا به علی الاختصاص قال العلامة الزرقانی حجة ذلك قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم اتقوا الله وصلوا خمسکم فاضافتها الیهم لعطی ذلك[6] اه وقد نقلت کلام العزیزی والمناوی فما معنی هذا الترقی

فان قلت (اگر یہ اعتراض ہو کہ) کیا تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد عالی یاد نہیں رہا اتقوا اللہ وصلوا خمسکم (اللہ سے ڈرو اور اپنی پانچ نمازیں ادا کرو) کیونکہ یہ حدیث صحیح ہے امام ترمذی نے اسے روایت کرکے حسن و صحیح قرار دیا۔ ابن حبان اور حاکم نے ابوامامہ باہلی سے روایت کیا اور علماء نے اس سے اختصاص پر استدلال کیا ہے۔ علامہ زرقانی کہتے ہیں اس کی دلیل یہ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: اللہ سے ڈرو اور اپنی پانچ نمازیں ادا کرو۔ نماز کی اضافت اس امت کی طرف کرنا، اس خصوصیت کا فائدہ دیتی ہے۔ میں نے عزیزی اور مناوی کا کلام نقل کردیا ہے تو اس ترقی کا کیا معنٰی۔

---

[1] شرح الزرقانی علی المواهب فی المقصد الخامس تخصیصه علیه السلام بخصائص المعراج والاسراء مطبوعہ المطبعة العامرہ مصر ۱/۱۴۱

[2] لمعات التنقیح الفصل الثانی کتاب الصلوٰۃ باب المواقیت مکتبۃ المعارف العلمیۃ لاہور ۲/۲۳۱

[3] اشعۃ اللمعات " " " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۸۶

[4] السراج المنیر شرح جامع صغیر تحت حدیث "اتقوا اللہ وصلوا خمسکم" مطبوعہ مطبعہ ازہریہ مصر ۱/۳۰۷

[5]، [6] شرح الزرقانی، [illegible] مطبعہ عامرہ مصر ۶/۲۲۴ و ۲۲۵

marfat.com

Marfat.com

نہ ملی، بنی اسرائیل پر دو ہی وقت کی فرض تھی وہ بھی صرف چار رکعتیں دو صبح دو شام، وہ بھی ان سے نہ نبھی۔ سنن نسائی شریف میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم حدیث معراج مبارک میں ارشاد فرماتے ہیں

ثم ردت الی خمس صلوات، قال، فارجع الی ربك فاسأله التخفیف فانه فرض علی بنی اسرائیل صلاتین فما قاموا بهما[1] یعنی پھر پچاس نمازوں کی پانچ رہیں موسٰی علیہ الصلاۃ والسلام نے عرض کی کہ حضور پھر جائیں اور اپنے رب سے تخفیف چاہیں کہ اس نے بنی اسرائیل پر دو نمازیں فرض فرمائی تھیں وہ انھیں بھی بجا نہ لائے۔

علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

ورد ان بنی اسرائیل کلفوا برکعتین بالغداۃ ورکعتین بالعشی۔ قیل، ورکعتین عند الزوال، فما قاموا بما کلفوا به[2]۔

روایت ہے کہ بنی اسرائیل کو دو رکعتیں صبح اور دو رکعتیں رات کو پڑھنے کا مکلف بنایا گیا تھا۔ بعض نے کہا ہے کہ دو رکعتیں زوال کی بھی تھیں مگر وہ اس پر کاربند نہ رہ سکے۔ (ت)

اور امتوں کا حال خدا جانے مگر اتنا ضرور ہے کہ یہ پانچوں اُن میں کسی کو نہ ملیں علماء نے بے خلاف اس کی تصریح فرمائی، مواہب شریف بیان خصائص امت مرحومہ میں لکھا:

ومنها مجموع الصلوات الخمس، ولم تجمع لاحد غیرهم[3]۔

اور ان خصوصیات میں سے پانچ نمازوں کا مجموعہ بھی ہے کیونکہ اُمتِ مسلمہ کے علاوہ کسی اور اُمت کے لیے پانچ نمازیں جمع نہیں کی گئیں۔ (ت)

شرح زرقانی مقصد معراج مقدس میں زیر حدیث مذکور نسائی لکھا:

هذا هو الصواب، وما وقع فی البیضاوی انه فرض علیهم خمسون صلاۃ فی الیوم واللیلۃ، فقال السیوطی، هذا غلط، ولم یفرض علی بنی اسرائیل خمسون صلاۃ قط بل ولا خمس صلاۃ، ولم تجمع الخمس

یہی درست ہے اور جو بیضاوی میں ہے کہ بنی اسرائیل پر دن رات میں پچاس نمازیں فرض کی گئی تھیں، تو سیوطی نے کہا کہ یہ غلط ہے، ان پر پچاس نمازیں کبھی بھی فرض نہیں کی گئی تھیں بلکہ ان پر تو پانچ نمازیں بھی فرض نہیں تھیں، پانچ صرف اس امت کیلیے

---

[1] سنن النسائی کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۸۰

[2] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الخامس فی المعراج والاسراء مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر ۶/۱۴۲

[3] المواہب اللدنیہ المقصد الرابع [illegible] المکتب الاسلامی بیروت ۲/۱۱۷

marfat.com

Marfat.com

امام محمد محمد ابن امیر الحاج حلبی حلیہ میں بعض علماء سے ناقل هذه الصلوات تفرقت فی الانبیاء وجمعت فی هذه الامۃ (یہ نمازیں باقی انبیاء کو متفرق طور پر عطا کی گئیں اس اُمت کے لیے جمع کر دی گئیں ۔ت)
علامہ زرقانی شرح مواہب میں لکھتے ہیں، لم تجتمع لاحد غیرھم من الانبیاء والامم[2] (اس امت کے علاوہ باقی انبیاء اور اُمتوں میں سے کسی کے لیے یہ نمازیں جمع نہیں کی گئیں۔ ت) اُسی میں ہے :

ولا یعارضه قول جبریل فی حدیث المواقیت حین صلی الخمس بالنبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم، هذا وقتك ووقت الانبیاء من قبلك ، لان المراد ، کما قال الرافعی ، انه وقتهم اجمالا، وان اختص کل منهم بوقت[3]۔

اور اس کے معارض نہیں ہے جبریل کا یہ کہنا کہ یہ آپ کا وقت ہے اور آپ سے پہلے انبیاء کا بھی ۔حدیث مواقیت کے مطابق جبریل نے یہ بات اُس وقت کہی تھی جب انہوں نے رسول اللہ کو پانچ نمازیں پڑھائی تھیں ـــــ عدمِ تعارض کی وجہ یہ ہے کہ یہ اوقات دیگر انبیاء کو اجمالی طور پر ملے تھے ، انفرادی طور پر تو ہر نبی کو ان میں سے کچھ وقت دیے گئے تھے ۔(ت)

لمعات وشرح ابن حجر مکی میں ہے :

واللفظ للاول ، قوله هذا وقت الانبیاء من قبلك ، یدل بظاهره علی ان الصلوات الخمس کانت واجبة علی الانبیاء علیهم الصلاۃ والسلام ، والمراد التوزیع بالنسبة الی غیر العشاء ، اذ مجموع هذه الخمس من خصوصیاتنا ، واما بالنسبة الیهم فکان

اور لفظ لمعات کے ہیں ـــ جبریل کا یہ کہنا کہ یہ آپ کا وقت ہے اور پہلے انبیاء کا بھی ، بظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ پانچ نمازیں پہلے انبیاء پر واجب تھیں لیکن یہاں مراد یہ ہے کہ عشاء کے علاوہ باقی نمازیں دیگر انبیاء پر تقسیم کی گئی تھیں کیونکہ پانچ نمازوں کا مجموعہ ہماری خصوصیات میں سے ہے ۔ باقی انبیاء کو تو عشاء

عــه رواه ابوداؤد والترمذی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهما وستاتی تخریجاته ۱۲ منه (م)

اسے ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے اس کی تخریجات آگے آرہی ہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
[2] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الرابع خصائص امتہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر ۵/ ۴۲۴
[3] " " " " " " " " ۵/ ۴۲۵

marfat.com

Marfat.com

نے نمازِ عشا کی نسبت فرمایا :

اعتموا بھذہ الصلوٰۃ فانکم فضلتم بھا علی سائر الامم ولم تصلھا امۃ قبلکم[1]

اس نماز کو دیر کرکے پڑھو کہ تم اس سے تمام امتوں پر فضیلت دیئے گئے ہو تم سے پہلے کسی اُمت نے یہ نماز نہ پڑھی۔ (ت)

پر ظاہر کہ جب نمازِ عشا ہمارے لیے خاص ہے تو پانچوں کا مجموعہ بھی ہمارے سوا کسی اُمت کو نہ ملا۔ رہا ہمارے نبی سید الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم کے سوا کسی نبی کو یہ پانچوں نہ ملنا، علماء اس کی بھی تصریح فرماتے ہیں امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبرٰی میں ایک باب وضع فرمایا :

باب اختصاصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بمجموع الصلوات الخمس ولم تجمع لاحد[2]

یعنی وہ باب جس میں بیان کیا گیا ہے کہ پانچ نمازوں کے مجموعے کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختص ہیں اور آپ سے پہلے کسی نبی کے لیے پانچ نمازیں جمع نہیں کی گئیں۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اقول بلی ولکن لی کو نہ حجۃ فی المقام مقال فان امر الاضافات اوسع من ھذا تقول ربکم ونبیکم بل فی آخر نفس الحدیث تدخلوا جنۃ ربکم وزاد فی روایۃ وعند الخلعی وحجوا بیت ربکم وایضا یجوز التخصیص باعتبار اھل الزمان وایضا قد ثبت خصوصنا فیھا بوجوہ کما یاتی فلا یدل علی خصوص نفس الخمس ولو بالجمع واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (م)

اقول (میں کہتا ہوں) کیوں نہیں، لیکن اس حدیث کو اختصاص پر دلیل بنانے میں مجھے اعتراض ہے کیونکہ اضافتوں کا معاملہ اس سے زیادہ وسیع ہے۔ تم کہتے ہو رَبُّکُمْ وَنَبِیُّکُمْ (تمہارا رب اور تمہارا نبی) بلکہ اس حدیث کے آخر میں ہے تدخلوا جنۃ ربکم (اپنے رب کی جنت میں داخل ہوجاؤ گے) اور خلعی کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے وحجوا بیت ربکم (اور اپنے رب کے گھر کا حج کرو۔ ان مثالوں میں اضافت موجود ہے مگر اختصاص نہیں کیونکہ رب صرف مخاطبین کا نہیں سارے جہان کا ہے) نیز خصوصیت باعتبار اہلِ زمانہ کے بھی ہوسکتی ہے علاوہ ازیں ہماری خصوصیت دیگر وجوہ کی بناء پر ثابت ہے جیسا کہ آرہا ہے پس اس حدیث سے ان پانچوں نمازوں کی خصوصیت اجتماعی طور پر بھی ثابت نہیں ہوتی واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (ت)

---

[1] سنن ابی داؤد باب وقت العشاء الاخرۃ مطبوعہ مجتبائی لاہور پاکستان آفتاب عالم پریس ۱/۶۱

[2] الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بمجموع الصلوات الخمس الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۲۰۴

marfat.com

Marfat.com

قلت، وذلك لانه كان محل الاكرام الخاص فينبغي اختصاص الخمس ايضا به صلى الله تعالٰی علیه وسلم كالباقين۔

قال في نسيم الرياض (فاعطى رسول الله صلى الله تعالٰی علیه وسلم ثلثا) من الفضائل المخصوصة به صلى الله تعالٰی علیه وسلم اھ[1]۔

اقول: لك ان تقول بعد تسليم لزوم الخصوص في كل عطاء يعطى في مقام الاختصاص، لايلزم الخصوص من كل وجه، فقد كانت الصلاة فريضة على الانبياء صلوات الله تعالٰی وسلامه عليهم وفي كل دين الٰهی، كما قال تعالٰی في سيدنا اسمٰعيل على ابنه الكريم وعليه الصلاة والتسليم، وكان يامر اهله بالصلٰوة والزكٰوة وكان عند ربه مرضيا[2]۔ وقال عزوجل عن عبده عيسٰی عليه الصلاة والسلام، واوصاني بالصلٰوة والزكٰوة مادمت حيا[3]۔ وفي الحديث عن النبي صلى الله تعالٰی علیه وسلم لاخير في دين لاصلٰوة فيه[4] وقد كانت اوقات صلاتهم هي هذه الاوقات، لقول جبريل عليه الصلاة والسلام هذا وقتك ووقت الانبياء من قبلك[5]۔

میں کہتا ہوں، ظاہر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ موقعہ اکرام خاص کا تھا اس لیے پانچ نمازیں بھی آپ کے لئے خاص ہونی چاہئیں جس طرح باقی دو چیزیں آپ کے لئے خاص ہیں۔ نسیم الریاض میں ہے (پس دی گئیں رسول اللہ کو تین چیزیں) یعنی اُن فضائل میں سے جو آپ کے ساتھ مخصوص ہیں اھ (ت)

میں کہتا ہوں تم اس کے جواب میں کہہ سکتے ہو کہ اگر یہ بات مان بھی لی جائے کہ اختصاص کے موقعہ پر جو چیزیں دی جائیں ان میں ہر ایک کا خاص ہونا ضروری ہے۔ تاہم ہر لحاظ سے خاص ہونا تو کوئی ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ نمازیں تمام انبیاء پر اور ہر دینِ الٰہی میں فرض تھیں جس طرح اللہ تعالٰی سیدنا اسمٰعیل ــــ ان کے کریم بیٹے پر اور ان پر صلٰوۃ وسلام ہو ــــ کے بارے میں فرماتا ہے "وہ حکم دیا کرتا تھا اپنے اہلِ خانہ کو نماز اور زکٰوۃ کا" اور اپنے رب کے ہاں پسندیدہ تھا" اور اللہ عزوجل نے اپنے بندے عیسٰی علیہ السلام کا یہ قول بیان کیا ہے" اور حکم دیا ہے مجھے اللہ تعالٰی نے نماز اور زکٰوۃ کا، جب تک میں زندہ رہوں" اور حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اس دین میں کوئی خیر نہیں ہے جس میں نماز نہ ہو اور پہلے انبیاء کے اوقاتِ نماز وہی تھے جو ہمارے ہیں کیونکہ جبریل نے کہا ہے کہ یہ وقت ہے

[1] نسیم الریاض شرح الشفاء فصل فی تعظیم صلی اللہ علیہ وسلم بما تضمنہ کرامۃ الاسراء مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان ۲/۲۵۶
[2] القرآن سورہ مریم ۱۹ آیت ۵۵۔ [3] القرآن سورہ مریم ۱۹ آیت ۳۱۔
[4] سنن ابی داؤد باب ماجاء فی خبر الطائف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/
نوٹ: جو حدیث مجھے ملی ہے اس میں ... واللہ تعالٰی اعلم نذیر احمد سعیدی
[5] مشکوۃ المصابیح ...

marfat.com

Marfat.com

ماعدا العشاء متفرقا فیھم، کما جاء فی الاخبار۔[1]

کے علاوہ باقی نمازیں متفرق طور پر ملی تھیں، جیسا کہ روایات میں آیا ہے۔ (ت)

علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

الصلوات الخمس لم تجتمع لغیرہ ولغیر امتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، ولا لنبی قبلہ، فانما الانبیاء قبلہ کانت لھم صلاۃ موافقۃ لبعض ھذہ، دون مجموعھا۔[2]

پانچ نمازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت کے علاوہ کسی اُمت کے لیے جمع نہیں کی گئیں، نہ آپ سے پہلے کسی نبی کے لیے۔ پہلے انبیاء کو جو نمازیں ملی تھیں تو ان میں سے ہر نبی کی نماز ان اوقات میں سے کسی ایک وقت کے ساتھ مطابقت رکھتی تھی، مجموعی طور پر پانچ نمازیں اُن میں سے کسی کو بھی نہیں دی گئی تھیں۔ (ت)

اقول مگر فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے کوئی دلیل صحیح صریح اس پر نہ پائی

وکل ما ذکروہ فلا یفید المدعی، او معارض بما ھو اصح واقوی، کما فصلنا ذلک فی تحریر مستقل لنا فی ھذا المقال، کتبناہ بتوفیق اللہ تعالٰی بعد ورود ھذا السؤال، ملخصہ انھم احتجوا علی ذلک باحادیث واٰثار، **منھا** حدیث صحیح مسلم عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فی خبر الاسراء، فاعطی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثلثا، اعطی الصلوات الخمس، واعطی خواتیم سورۃ البقرۃ، وغفر لمن لم یشرک باللہ من امتہ شیئا المقحمات فانہ ظاھر فی اختصاصھا بہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[3]

یہ سب باتیں جو علماء نے ذکر کی ہیں اثباتِ مدعٰی کے لیے مفید نہیں ہیں، یا زیادہ صحیح اور قوی روایات سے معارض ہیں یہ بات ہم نے اس موضوع پر اپنی ایک مستقل تحریر میں مفصل طور پر بیان کی ہے جو اس سوال کے آنے پر لکھی گئی تھی۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ علماء نے پانچ نمازوں کے مجموعے کا اس امت کے ساتھ مختص ہونے پر چند احادیث و آثار سے استدلال کیا ہے۔ ان میں ایک حدیث صحیح مسلم کی ہے جو واقعہ معراج کے بارے میں عبد اللہ ابن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ کو تین چیزیں عطا کی گئیں، پانچ نمازیں، سورۂ بقر کی آخری آیتیں اور آپ کی امت کے ہر اس شخص کی مغفرت جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے اس حدیث سے ظاہر ہے کہ پانچ نمازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے خاص ہیں۔ (ت)

---

[1] لمعات التنقیح مواقیت الصلوٰۃ الفصل الثانی مطبوعہ مکتبہ معارف علمیہ لاہور ۲/۲۳۱

[2] نسیم الریاض شرح الشفاء فصل فی تعظیم صلی اللہ علیہ وسلم بما تضمنہ کرامۃ الاسراء مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۲/۲۵۷

[3] الصحیح لمسلم باب فی قول اللہ تعالٰی ولقد راٰہ نزلۃ اخرٰی | مطبوعہ قدیمی کتب خانہ لاہور ۱/۹۷

marfat.com

Marfat.com

عزوجل لنبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حین ذکر ما اعطی الانبیاء السابقین علیہم الصلاۃ والتسلیم من الفضائل، اعطیتک ثمانیۃ اسھم، الاسلام[1] والھجرۃ[2] والجھاد[3] والصلاۃ والصدقۃ وصوم رمضان والامر بالمعروف والنھی عن المنکر۔ قال الزرقانی (والصلاۃ) ای مجموع الصلوات الخمس (والصدقۃ) الزکاۃ (وصوم رمضان) وفیہ حجۃ لاحد القولین فی اختصاصہ بالامۃ المحمدیۃ الخ[1]۔

تمام رُوئے زمین کو مسجد اور پاکی کا ذریعہ بنایا ہے، یا یہ کہیں گے کہ اللہ تعالٰی نے ہمیں اس شرف کے ساتھ مختص کیا ہے کہ اپنے مقرر کردہ فرائض اپنی جگہ پر رکھے اور بندوں سے تخفیف بھی کردی، اب پڑھی پانچ جاتی ہیں اور ثواب کے اعتبار سے پچاس ہو جاتی ہیں، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہم پر اللہ تعالٰی کا انعام ہے۔ اور ان ہی میں سے وہ حدیث ہے جو ابن جریر، بزاز اور ابویعلٰی نے ابوہریرہ سے اور بیہقی نے ابوہریرہ اور ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے۔ اس حدیث میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فضائل کا ذکر کیا جو اللہ تعالٰی نے انبیائے سابقین کو عطا فرمائے تھے تو اللہ عزوجل نے اپنے خاص نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ میں نے آپ کو آٹھ حصے عطا کئے ہیں: (۱) اسلام (۲) ہجرت (۳) جہاد (۴) نماز (۵) صدقہ (۶) رمضان کے روزے (۷) امر بالمعروف (۸) نہی عن المنکر۔ زرقانی نے (اس کی شرح کرتے ہوئے) کہا (اور نماز) یعنی پانچ نمازوں کا مجموعہ۔ (اور صدقہ) یعنی زکوٰۃ اور (رمضان کے روزے) اس میں دلیل ہے دو میں سے ایک قول کے لیے یعنی اس قول کے لئے کہ رمضان امتِ محمدیہ کے ساتھ خاص ہے الخ (ت)

قلت: ای وقد ذکر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لکل نبی ما خص بہ من الکرامات، فالمحل قاض بان یجاب بما خص بہ من جلائل الفضائل۔ **اقول**: نعم، لابد للخصوص من وجہ، اما مطلقا فلا، فقد کان الجھاد فی الامم السابقۃ قال تعالٰی وکاین من نبی قاتل معہ ربیون کثیر[2] الآیۃ

میں نے کہا (دلیل اس بنا پر ہے کہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نبی کی وہ عظمت ذکر کی تھی جو اس کے ساتھ مختص تھی۔ تو موقعہ کا تقاضا یہی تھا کہ جواباً ایسے عظیم فضائل کا بیان کیا جاتا جو صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مخصوص تھے۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) ہاں، خصوصیت کے لئے کوئی وجہ ضرور ہونی چاہئے ورنہ (مذکورہ آٹھ چیزیں) مطلقاً اس اُمت کے ساتھ خاص نہیں ہیں

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب، المقصد الخامس فی المعراج والاسراء مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر ۶/ ۱۲۰-۱۲۱
[2] القرآن ۳/ ۱۴۶

marfat.com

Marfat.com

وصرف الفرض الی اجتماع الخمس قد یأباہ ظاھر اللفظ، اذ لوارید ھذا لقال اعطی الصلوات خمسا، اواعطی خمس صلوات۔ ومع ذلک اذا صرف الی وصف فحینئذ نقول بموجبہ، فالخمس علی ھذہ الصفۃ لم تکن لاحد قبلنا، فان اللہ تعالٰی خصنا بالاذان والاقامۃ والبسملۃ والتامین[1] الذی ماحسدتنا الیھود علی شیئ ماحسدتنا علیہ وعلی السلام، وجعلنا نصف کما تصف الملئکۃ عند ربھا، وجعل لنا الارض مسجدا وطھورا۔ ونقول: خصصنا بان امضی فریضتہ وخفف عن عبادہ، فھی خمس، وھی خمسون، تفضلا من ربنا تبارک وتعالٰی ببرکۃ نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

و منھا[2] حدیث ابن جریر والبزار وابی یعلی عن ابی ھریرۃ والبیھقی عنہ وعن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنھما، فیہ قولہ

آپ کا اور آپ سے پہلے انبیاء کا۔ اور عبداللہ ابن مسعود کے قول اعطی الصلوٰۃ الخمس کا یہ مطلب نکالنا کہ آپ کو اجتماعی طور پر پانچ نمازیں عطا کی گئیں، حدیث کے ظاہری الفاظ کے خلاف ہے۔ کیونکہ اگر یہ مراد ہوتی تو عبداللہ ابن مسعود یوں کہتے اعطی الصلوٰۃ خمسا یا یہ کہتے اعطی خمس صلوات[2] (جبکہ انہوں نے اعطی الصلوت الخمس کہا ہے) بایں ہمہ اگر فرضیت کو کسی وصف کے ساتھ مقیّد کرنا ہی ہے تو اس کے مطابق ہم یہ کہیں گے کہ جس طرح کی پانچ نمازیں ہم پر فرض کی گئی ہیں اس طرح ہم سے پہلے کسی پر فرض نہیں کی گئیں کیونکہ اللہ تعالٰی نے ہمیں اذان، اقامت، بسم اللہ اور آمین کہنے کے ساتھ مختص کیا ہے جبکہ آمین اور سلام میں جتنا یہودی ہمارے ساتھ حسد کرتے تھے اتنا کسی اور چیز میں نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح ہم صفیں بناتے ہیں جس طرح ملائکہ اپنے رب کے رُوبرو صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالٰی نے ہمارے لئے

عہ رواہ البخاری فی الادب المفرد وابن ماجۃ بسند صحیح عن ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنھا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ غفرلہ

اسے امام بخاری نے الادب المفرد اور ابن ماجہ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ام المومنین کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کیا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] الادب المفرد، باب فضل السلام، حدیث ۹۸۸ مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ص ۲۵۶

[2] اعطی الصلوت خمسا، اعطی خمس صلوت، اعطی الصلوت الخمس، ان جملوں کے مفہوم میں جو فرق ہے اس کو اُردو ترجمے میں واضح کرنا ممکن نہیں ہے، مختصراً آپ یہ سمجھ لیں کہ پہلی دو عبارتیں پانچ کی تخصیص کا تقاضا کرتی ہیں یعنی پانچ نمازیں آپ کے ساتھ خاص ہیں۔۔۔ تخصیص کا تقاضا نہیں کرتی۔ (دائم)

marfat.com

Marfat.com

عنه قال، قرأت فی بعض ما انزل الله تعالٰی
علی موسٰی علیه الصلٰوة والسلام یا موسٰی!
رکعتان یصلیهما احمد وامته، وهی صلاة
الغداة، من یصلیهما غفرت له ما اصاب
من الذنوب من لیله ویومه ذلك ویکون
فی ذمتی۔ یا موسٰی! اربع رکعات یصلیها احمد
وامته، وهی صلاة الظهر، اعطیهم باول
رکعة منها المغفرة، وبالثانیة اثقل میزانهم،
وبالثالثة اوکل علیهم الملٰئکة یسبحون و
یستغفرون لهم، وبالرابعة افتح لهم ابواب
السماء ویشرفن علیهم الحور العین۔ یا
موسٰی! اربع رکعات یصلیها احمد وامته،
وهی صلاة العصر، فلا یبقی ملك فی السمٰوات
والارض الا استغفر لهم، ومن استغفر له
الملٰئکة لم اعذبه۔ یا موسٰی! ثلاث رکعات
یصلیها احمد وامته حین تغرب الشمس،
افتح لهم ابواب السماء۔ لا یسألون من حاجة
الا قضیتها لهم۔ یا موسٰی! اربع رکعات
یصلیها احمد وامته حین یغیب الشفق،
هی خیر لهم من الدنیا وما فیها یخرجون
من ذنوبهم کیوم ولدتهم امهم۔ یا موسٰی!
یتوضأ احمد وامته کما امرتهم، اعطیتهم
بکل قطرة تقطر من الماء جنة عرضها کعرض
السماء والارض۔ یا موسٰی! یصوم احمد و
امته شهرا فی کل سنة، وهو شهر رمضان،

اے موسٰی! فجر کی دو رکعتیں احمد اور اس کی اُمت
ادا کرے گی جو انہیں پڑھے گا اُس دن رات کے سارے
گناہ اُس کے بخش دُوں گا اور وہ میرے ذمہ میں ہوگا۔
اے موسٰی! ظہر کی چار رکعتیں احمد اور اس
کی اُمت پڑھے گی انہیں پہلی رکعت کے عوض
بخش دُوں گا اور دوسری کے بدلے ان کا پلہ بھاری
کر دوں گا اور تیسری کے لیے فرشتے موکل کروں گا کہ تسبیح
کریں گے اور ان کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہیں گے
اور چوتھی کے بدلے اُن کے لیے آسمان کے دروازے
کشادہ کر دُوں گا، بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں اُن
پر مشتاقانہ نظر ڈالیں گی۔ اے موسٰی! عصر کی چار
رکعتیں احمد اور ان کی اُمت ادا کرے گی تو ہفت
آسمان و زمین میں کوئی فرشتہ باقی نہ بچے گا سب
ہی ان کی مغفرت چاہیں گے اور ملائکہ جس کی مغفرت
چاہیں میں اسے ہرگز عذاب نہ دُوں گا۔ اے موسٰی!
مغرب کی تین رکعت ہیں انہیں احمد اور اس کی
اُمت پڑھے گی آسمان کے سارے دروازے ان
کے لیے کھول دُوں گا، جس حاجت کا سوال کرینگے اسے پورا ہی
کر دوں گا۔ اے موسٰی! شفق ڈوب جانے کے وقت یعنی
عشاء کی چار رکعتیں ہیں پڑھیں گے انھیں احمد اور ان کی
اُمت، وہ دنیا و ما فیہا سے اُن کے لیے بہتر ہیں، وہ انھیں
گناہوں سے ایسا نکال دیں گی جیسے اپنی ماؤں کے
پیٹ سے پیدا ہُوئے۔ اے موسٰی! وضو کرے گا احمد اور اسکی
اُمت جیسا کہ میرا حکم ہے میں انھیں عطا فرماؤں گا ہر قطرے
کے عوض کہ آسمان سے ٹپکے ایک جنت جس کا عرض آسمان و

marfat.com

Marfat.com

الی قولہ، والامر بالمعروف والنہی عن المنکر، ویستحیل نفیہما عن الانبیاء السابقین، علیہم الصلاۃ والسلام، فما کانوا یبعثون الا لہذا۔ وقد انجی اللہ تعالیٰ قوما کانوا ینہون اصحاب السبت معذرۃ الی ربہم ولعلہم یرجعون، ولم تزل الصدقۃ فی الامم، وتقدم قولہ تعالیٰ وکان یامر اھلہ بالصلوٰۃ والزکوٰۃ[1] فانما المراد لم یعطوا علی صفۃ اعطی نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، احلت لہ الغنائم ولم تحل لاحد قبلہ، والصدقۃ تؤخذ من اغنیائنا وترد علی فقرائنا، وامرنا بالمعروف ونہینا عن المنکر یاعلی وجوہہ وھو الجہاد، وامر الجہاد فی شرعنا اقوی منہ فی سائر الشرائع۔ قالہ الرازی عن القفال۔ فکذلک خصصنا فی الصلاۃ باشیاء لم یعطہن احد قبلنا، وللہ الحمد۔

کیونکہ جہاد پہلی اُمتوں میں بھی تھا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "کتنے ہی نبی تھے کہ ان کے ساتھ مل کر بہت سے اللہ والوں نے لڑائی کی"۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو حدیث میں مذکور اس قول کی طرف "اور اچھائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا" حالانکہ ان کاموں کا انتفاء سابقین میں نہ پایا جانا محال ہے کیونکہ وُہ تو بھیجے ہی انہی کاموں کے لئے جاتے تھے اور (اسی نہی عن المنکر کی وجہ سے) اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو نجات دے دی تھی جو اصحابِ سبت کو شکار کرنے سے منع کرتے تھے تاکہ اپنے رب کے رُوبرو اپنا عذر پیش کر سکیں اور اس لئے کہ اس طرح شائد اصحاب سبت غلط کام سے باز آجائیں۔ صدقہ و زکوٰۃ کا حکم اُمتوں میں ہمیشہ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قول گزر چکا ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے۔ تو درحقیقت مراد یہ ہے کہ (مذکورہ آٹھ چیزیں) اس طرح باقی انبیاء کو نہیں دیں جس طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئیں، مثلاً جہاد میں حاصل ہونے والی غنیمت رسول اللہ کے لئے حلال کردی گئی، حالانکہ اس سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں کی گئی تھی۔ اسی طرح صدقہ ہمارے اغنیاء سے لیا جاتا ہے اور فقراء کو دیا جاتا ہے، حالانکہ اس سے پہلے اس کو آگ جلا دیا کرتی تھی۔ یونہی ہمارا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اعلیٰ درجے کا ہے یعنی جہاد کے ذریعے سے۔ کیونکہ جہاد کا معاملہ ہماری شریعت میں بنسبت باقی شریعتوں کے زیادہ قوی ہے۔ یہ بات رازی نے قفال سے نقل کی ہے۔ بعینہٖ اسی طرح ہمیں نماز میں بھی بعض اشیاء کے ساتھ خاص کیا گیا ہے جو ہم سے پہلے کسی کو عطا نہیں کی گئیں (یعنی اذان، اقامت وغیرہ) (وللہ الحمد)۔

ومنہا ما نقل الامام الفقیہ ابو اللیث السمرقندی رحمہ اللہ تعالیٰ فی تنبیہ الغافلین عن کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ

امام فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا میں نے توریت مقدس کے کسی مقام میں پڑھا

[1] القرآن ۱۹/۵۵

marfat.com

Marfat.com

علیہ وسلم، وقد ذکر فیہا الوضوء ، وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، ھذا وضوئی و وضوء الانبیاء من قبلی[1]، فیکن المقصود بالذکر عطاؤھم ما رتب علیہا من الفضائل۔

ہر نماز کے ساتھ یہ آیا ہوا ہے کہ اس کو احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اُمت ادا کرے گی، نیز اس روایت میں وضو کا بھی ذکر ہے حالانکہ وضو کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ میرا وضو ہے اور مجھ سے پہلے انبیاء کا۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو ان چیزوں کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ ان کے مذکورہ فضائل صرف امتِ محمدیہ کو عطا کئے جائیں گے۔ (ت)

ومنہا اثر الامام العیشی، مروی الامام الطحاوی[2]، وسیأتی الکلام علیہ۔ ونحوہ ما ذکر فی الحلیۃ عن بعضھم، قال ،ھذہ الصلوات تفرقت فی الانبیاء علیہم الصلاۃ والسلام وجمعت فی ھذہ الامۃ ، فذکر الفجر لاٰدم والظھر لابرٰھیم والعصر لسلیمٰن والمغرب لعیسٰی علیہم الصلاۃ والسلام. ثم قال : واما العشاء فخصصت بہا ھذہ الامۃ[3] اھ۔

اور ان میں سے امام عیشی کا وُہ اثر ہے جسے امام طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس پر کلام عنقریب آرہا ہے، اسی اثر کے مطابق ہے وہ جو حلیہ میں بعض علماء سے مذکور ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ یہ نمازیں باقی انبیاء علیہم السلام کو متفرق طور پر ملی تھیں اور اس امت کے لیے جمع کر دی گئی ہیں۔ انہوں نے مزید ذکر کیا ہے کہ فجر آدم علیہ السلام کے لئے تھی، ظہر ابراہیم علیہ السلام کے لیے، عصر سلیمان علیہ السلام کے لیے، اور مغرب عیسٰی علیہ السلام کے لیے۔ پھر انہوں نے کہا کہ جہاں تک عشاء کا تعلق ہے تو اس کے ساتھ یہ اُمت مخصوص کی گئی ہے اھ (ت)

اقول: توجیہ الاستدلال انہ و ان ذکر اختصاص ھذہ الامۃ ، لکن لم یقل من بین سائر الامم ، ولم یذکر ان نبیا صلاھا ، کما ذکر فی سائرھا،

میں کہتا ہوں: (بعض علماء کی اس عبارت سے) استدلال کی توجیہ یہ ہے کہ انہوں نے اگرچہ ذکر تو اتنا ہی کیا ہے کہ نمازِ عشاء اس امت کے ساتھ مخصوص کی گئی ہے لیکن چونکہ یہ نہیں کہا کہ "باقی اُمتوں میں سے"

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح باب سنن الوضوء فصل ثالث مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۴۷

[2] شرح معانی الآثار باب الصلوٰۃ الوسطٰی ای الصلوٰۃ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۲۰

[3] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الرابع فیما فضل اللہ بہ مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر ۵/۴۲۴

marfat.com

Marfat.com

اعطیهم بصیام کل یوم مدینة فی الجنة ، و
اعطیهم بکل خیر یعملون فیه من التطوع اجر
فریضة ، واجعل فیه لیلة القدر ، من
استغفر منهم فیها مرة واحدة نادما صادقا
من قلبه ، ان مات من لیلة او شهره اعطیته اجر
ثلثین شهیدا ، یاموسٰی ان فی امة محمد رجالا
یقومون علی کل شرف یشهدون بشهادة ان
لا اله الا الله ، فجزاؤهم بذلك جزاء
الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام ، ورحمتی
علیهم واجبة ، وغضبی بعید منهم ،
ولا احجب باب التوبة عن واحد منهم
ما داموا یشهدون ان لا اله الا الله [1] اھ ۔

زمین کی چوڑائی کے برابر ہوگا۔ اے موسٰی! ایک مہینے کے
ہر سال روزے رکھے گا احمد اور اس کی اُمت اور وہ
ماہِ رمضان ہے میں عطا فرماؤں گا اسکے ہر دن کے روزے
کے عوض جنت میں ایک شہر اور عطا کروں گا اس میں نفل کے
بدلے فرض کا ثواب اور اس میں لیلۃ القدر کروں گا جو
اس مہینے میں شرمساری وصدق سے ایک بار استغفار کریگا
اگر اسی شب یا اس مہینے بھر میں مرگیا اسے تیس ۳۰ شہیدوں
کا ثواب عطا فرماؤں گا۔ اے موسٰی! امتِ محمدیہ صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم میں کچھ ایسے مرد ہیں کہ ہر شرف پر قائم ہیں
لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دیتے ہیں تو ان کی جزا اس کے
عوض انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا ثواب ہے اور میری
رحمت ان پر واجب اور میرا غضب ان سے دور اور
ان میں سے کسی پر بابِ توبہ بند نہ کروں گا جب تک وہ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دیتے رہیں گے اھ (فقیر محمد حامد رضا غفرلہ)

سردناها تماما ، جالما فیها من النفائس ،
رزقنا الله تعالٰی الحظ الاوفی منها بمنه
وکرمه ، وجاه حبیبه قاسم نعمه صلی
الله تعالٰی علیه وسلم ، آمین ۔

اس روایت میں ذکر کئے گئے نفیس انعامات سے محبت
کی بنا پر ہم نے اس کو بتمام بیان کردیا ہے، اللہ تعالٰی
اپنے احسان وکرم سے اور نعمتیں تقسیم کرنے والے
اپنے محبوب کی عزت کے صدقے ہمیں ان انعامات
کا مل حصہ نصیب فرمائے۔ آمین! (ت)

اقول : ان تم الاحتجاج به علی
الاختصاص ، دل علی خصوص کل من
الخمس ، لا کل الخمس ، فانه قال فی
کل ، یصلیها احمد وامته صلی الله تعالٰی

میں کہتا ہوں ، اگر اس روایت سے اختصاص
پر استدلال مکمل مان لیا جائے تو یہ اس پر دلالت کریگا
کہ پانچ میں سے ہر ایک نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
خاص ہے ، نہ کہ پانچ کا مجموعہ ، کیونکہ اس روایت میں

---

[1] تنبیہ الغافلین باب فضل امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۲۰۴

marfat.com
Marfat.com

تحت قول العیشی الاٰتی، اول من صلی العشاء الاٰخرۃ نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، مانصہ، وعورض بما فی شرح المسند (ای للامام الرافعی الشافعی) ان العشاء لیونس علیہ الصلٰوۃ والسلام اھ۔ ثم استدرک بقولہ، لکن یؤید خبر الطحاوی (ای اثر العیشی) حدیث معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ اھ[1]۔

کہ عنقریب علامہ عیشی کا جو قول آرہا ہے کہ پچھلی عشاء سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہے اس کے ذیل میں علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ اس قول کا معارضہ کیا گیا ہے اس روایت سے جو مسند کی شرح میں ہے (یہ شرح امام رافعی شافعی کی ہے) کہ عشاء یونس علیہ السلام کے لیے تھی اھ۔ پھر علامہ زرقانی نے اس پر استدراک کرتے ہوئے کہا ہے: "لیکن طحاوی کی خبر (یعنی عیشی کے اثر) کی تائید کرتی ہے حضرت معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث۔ (ت)

اقول: لیت شعری، من این جاء التأیید، ولا تعرض فیہ بذکر الانبیاء علیھم الصلٰوۃ والسلام؟ قال، فقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، فضلتم بھا، یعارض روایۃ ان العشاء لیونس علیہ الصلٰوۃ والسلام[2]۔

میں کہتا ہوں کاش میری سمجھ میں آسکے کہ تائید کس طرح کرتی ہے جبکہ حدیث معاذ میں انبیاء کا سرے سے کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔ زرقانی نے مزید کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اس کے ذریعے سے تم کو فضیلت دی گئی ہے، معارض ہے اس روایت سے کہ عشاء یونس علیہ الصلٰوۃ والسلام کیلئے تھی (ت)

اقول: انما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فضلتم بھا علی سائر الامم، وای تعارض بین النفی عنھم والثبوت لبعض الانبیاء علیھم الصلٰوۃ والسلام۔

میں کہتا ہوں: نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا ہے کہ اس کے ذریعے تم کو باقی امتوں پر فضیلت دی گئی ہے اگر باقی امتوں کے لیے یہ نماز ثابت نہ ہو (جیسا کہ حدیث معاذ کا تقاضا ہے) اور بعض انبیاء کے لیے ثابت ہو (جیسا کہ شرح مسند میں ہے) تو اس میں کیا تعارض ہے؟ (ت)

ومنھا قال الامام السیوطی فی

اور ان میں سے ہے کہ امام سیوطی نے

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب خصائص امتہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر ۵/۴۲۵

[2] ۵/۴۲۶

"marfat.com"

Marfat.com

فالظاھر التخصیص بھذہ الامۃ مطلقا، اعنی بالنظر الی الامم والانبیاء جمیعا، وقد بدأ الکلام ایضا بذکر الانبیاء علیھم الصلاۃ والسلام وھذہ الامۃ فھو المتبادر ھھنا ایضا، لاقصر المقابلۃ علی الامم دون الانبیاء علیھم الصلاۃ والسلام۔

نہ ہی یہ ذکر کیا ہے کہ یہ نماز کسی اور نبی نے بھی پڑھی تھی جیسا کہ باقی نمازوں میں یہ بیان کیا ہے تو اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا کہ یہ اُمت مطلقاً اس نماز کے ساتھ مخصوص ہے بنسبت باقی اُمتوں کے بھی اور انبیاء کے بھی (یعنی یہ نماز اس سے پہلے نہ کسی اُمت نے پڑھی نہ کسی نبی نے) نیز اس عبارت کی ابتداء میں اس امت کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کا بھی ذکر ہے تو یہاں بھی ظاہر یہی ہے (کہ اس امت کا عشاء کے ساتھ اختصاص بنسبت باقی انبیاء کے بھی ہے) یہ نہیں کہ صرف اُمتوں کی بنسبت ہو اور انبیاء کی بنسبت نہ ہو۔ (ت)

اقول: ویغنی عن الکلام علیہ ما یأتی فی کلام ابن عائشۃ رحمہ اللہ تعالٰی۔

میں کہتا ہوں اس پر جرح کے لیے وہ بحث کافی ہے جو عنقریب ابن عائشہ رحمہ اللہ تعالٰی کے کلام میں آرہی ہے۔

ومنھا حدیث سیدنا معاذ الصحیح المار فی العشاء، انکم فضلتم بھا علی سائر الامم[1]، احتج بہ الامام الجلیل الجلال السیوطی رحمہ اللہ تعالٰی فی الخصائص الکبری علی کون العشاء لم یصلھا احد قبلہ[2] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اور ان میں سے حضرت معاذ کی صحیح حدیث ہے جو گزر چکی ہے، اس میں عشاء کے بارے میں ہے کہ تمہیں اس کے ذریعے تمام اُمتوں پر فضیلت دی گئی ہے۔ اس حدیث سے امام جلیل جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر استدلال کیا ہے کہ عشاء کی نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نے نہیں پڑھی۔ (ت)

اقول: سبحٰن من لایزل المقابلۃ ھھنا بیننا وبین سائر الامم، فکیف دل علی انتفائھا عن سائر الانبیاء سوی نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیھم وسلم، واعجب منہ ان ذکر العلامۃ الزرقانی

میں کہتا ہوں، پاک ہے وہ ذات جس سے لغزش نہیں ہوتی۔ اس حدیث میں تقابل ہمارے اور باقی اُمتوں کے درمیان ہے۔ اس سے یہ کس طرح ثابت ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور نبی نے بھی نہیں پڑھی۔ اور اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے

---

[1] الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بمجموع الصلوات الخمس مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۲۰۴
[2] " " " " " " " " " "

marfat.com
Marfat.com

تعالیٰ علیہ وعلی الانبیاء وبارك وسلم، بل لا تصریح فیہ بنفی ان صلاھا احد ممن قبلنا من سائر الامم؛ بل ولا نفی ان صلاھا اللیلۃ احد سوانا؛ انما فیہ نفی صلاۃ غیرنا تلك الساعۃ، فیجوز ان یکون اناس صلوا عاجلین، فانما نفی الانتظار لا نفس الصلاۃ۔ ومثلہ ما للبخاری ومسلم عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما، لیس احد من اھل الارض، زاد مسلم، اللیلۃ، ینتظر الصلاۃ غیرکم۔[1] ولھما عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنھا، وفیہ، ما ینتظرھا احد من اھل الارض غیرکم۔[2] بل اخرجہ احمد والبخاری ومسلم والنسائی وابن ماجۃ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وفیہ قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، قد صلی الناس وناموا، وانکم فی صلاۃ ما انتظرتموھا۔[3] ونحوہ لاحمد وابی داود والنسائی و ابن ماجۃ من حدیث ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ فھذا وجہ۔ والثانی ان یکون المراد نفی ان یصلیھا غیرنا من اھل الزمان مطلقا، ویؤیدہ ما للبخاری

علیہ وسلم سے پہلے کسی نبی نے نہیں پڑھی، بلکہ اس میں تو یہ بھی نہیں کہ ہمارے علاوہ سابقہ اُمتوں میں سے کسی نے نہیں پڑھی، بلکہ اس میں یہ بھی نہیں کہ آج رات ہمارے سوا کسی نے نہیں پڑھی، اس روایت میں تو صرف اتنا ہے کہ ہمارے سوا کسی نے اس وقت نہیں پڑھی۔ ہوسکتا ہے باقی لوگوں نے اس سے پہلے پڑھ لی ہو۔ اسی کے مطابق بخاری ومسلم کی وہ روایت ہے جو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ زمین پر بسنے والوں میں تمہارے سوا کوئی نہیں ہے جو ـــــ مسلم نے "آج رات" کا اضافہ کیا ہے ـــــ نماز کا انتظار کر رہا ہو۔ اور بخاری ومسلم نے ام المومنین رضی اللہ عنہا سے یُوں روایت کی ہے کہ زمین پر بسنے والوں میں سے تمہارے سوا کوئی نہیں جو اس نماز کا انتظار کر رہا ہو، بلکہ احمد، بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے جو روایت بیان کی ہے اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی ہے کہ لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے اور سو چکے ہیں اور تم جب تک نماز کا انتظار کرتے ہو نماز میں ہی ہوتے ہو۔ اسی طرح کی روایت احمد، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی کی ہے۔ یہ تو ایک توجیہ ہوئی (کہ تخصیص "اس وقت" کے اعتبار سے ہے)۔ دُوسری توجیہ یہ ہے کہ تخصیص اس زمانے کے تمام لوگوں کے اعتبار سے ہے۔ اور حدیث کی

---

[1] صحیح مسلم باب وقت العشاء وتاخیرہا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۲۹
[2] " " " "
[3] " " " "

marfat.com
Marfat.com

الباب المزبور، اخرج البخاری عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ، قال، اعتم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لیلۃ بالعشاء حتی ابہار اللیل، ثم خرج فصلی، فلما قضی صلاتہ قال لمن حضرہ، ابشروا من نعمۃ اللہ علیکم انہ لیس احد من الناس یصلی ھذہ الساعۃ غیرکم۔ اوقال ماصلی ھذہ الساعۃ احد غیرکم[1]۔ اھ **قلت**، واخرجہ مسلم ایضاً[2]۔

اسی باب مذکور میں کہا ہے کہ بخاری نے ابوموسٰی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشار کی نماز کے لیے اتنا اندھیرا کیا کہ رات اچھی طرح تاریک ہوگئی پھر آپ باہر تشریف لائے اور نماز پڑھی، نماز سے فارغ ہوئے تو حاضرین سے مخاطب ہوکر فرمایا: "تمہیں بشارت ہو کہ اللہ تعالٰی کی تم پر یہ نعمت ہے کہ تمہارے سوا اور کوئی نہیں ہے جو اس وقت نماز پڑھ رہا ہو" - یا آپ نے یوں فرمایا: "تمہارے سوا اور کوئی نہیں ہے جس نے اس وقت نماز پڑھی ہو"۔ اھ میں نے کہا، یہ روایت مسلم نے بھی بیان کی ہے۔ (ت)

ومنہا قال رحمہ اللہ تعالٰی، واخرج احمد والنسائی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ، قال، اخر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صلاۃ العشاء، ثم خرج الی المسجد فاذا الناس ینتظرون الصلاۃ، فقال، اما انہ لیس من اھل ھذہ الادیان احد یذکر اللہ تعالٰی ھذہ الساعۃ غیرکم[3]۔ اھ

اور ان میں سے ہے کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ احمد اور نسائی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عشاء میں تاخیر کی، پھر مسجد میں تشریف لائے تو لوگ نماز کا انتظار کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: "سنو! موجودہ ادیان کے پیروکاروں میں سے تمہارے سوا کوئی بھی نہیں ہے جو اس وقت اللہ تعالٰے کو یاد کر رہا ہو" اھ (ت)

اقول، وانت تعلم ان لیس فی شئی منہا ما یدل علی مدعاہ، من ان العشاء لم یصلہا نبی قبل نبینا صلی اللہ

میں کہتا ہوں، تم جانتے ہی ہو کہ ان حدیثوں میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جو امام سیوطی کے اس مدعٰی کے لیے دلیل بن سکے کہ عشار کی نماز نبی صلی اللہ

---

[1] الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بمجموع الصلوات الخمس مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۲۰۴

[2] صحیح مسلم باب وقت العشاء وتاخیرہا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۲۹

[3] الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بمجموع الصلوات الخمس مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۲۰۴

marfat.com

Marfat.com

فقد اخرج ابن سعد ان ابراھیم و اسمعیل اتیا منی فصلیا بھا الظھر والعصر والمغرب والعشاء والصبح[1]

ابن سعد نے تخریج کی ہے کہ ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام منیٰ کو آئے تو وہاں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور صبح کی نمازیں پڑھیں۔ (ت)

اگر اس حدیث کی سند صحیح یا حسن ہو جب تو قول تخصیص ضعیف ہو ہی جائے گا ورنہ قیام دلیل کی حاجت ضرور،

فان الخصائص لا تثبت الا بنص صحیح کما نصوا علیہ قاطبۃ، منھم خاتم الحفاظ فی فتح الباری، والقسطلانی فی المواھب، و الزرقانی فی شرحہ، وغیرھم فی غیرھا۔

کیونکہ خصوصیات، نص صحیح کے بغیر ثابت نہیں ہوتیں، جیسا کہ سب نے تصریح کی ہے۔ مثال کے طور پر خاتم الحفاظ نے فتح الباری میں، قسطلانی نے مواہب میں، زرقانی نے اس کی شرح میں اور دیگر علماء نے دوسری کتابوں میں۔ (ت)

ہاں اگر یہ کسی صحیح حدیث صریح بے معارض سے ثابت ہو جائے کہ عشاء جس طرح ہمارے سوا کسی امت نے نہ پڑھی ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سوا کسی نبی نے بھی نہ پڑھی تو بیشک اختصاص مجموعہ پنجگانہ بھی ثابت ہو جائیگا بعض علماء نے اس کی بھی تصریح فرمائی، امام جلال الدین سیوطی نے باب مذکور خصائص میں بعد عبارت مسطورہ فرمایا:

وبانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اول من صلی العشاء ولم یصلھا نبی قبلہ[2]

اور اس وجہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھی اور آپ سے پہلے کسی نبی نے نہیں پڑھی۔ (ت)

امام ابن حجر مکی و شیخ محقق کے اقوال گزرے کہ انبیائے سابقین میں نمازیں منقسم ہونے سے عشاء کو استثناء کیا **اقول** مگر فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے اس پر بھی کوئی دلیل نہ پائی سوا اس اثر مقطوع کے کہ امام اجل ابوجعفر طحاوی نے شرح معانی الآثار میں امام عبیداللہ بن محمد ابن عائشہ سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا:

اول من صلی العشاء الاخرۃ نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[3]

سب سے پہلے عشاء ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پڑھی۔

وکل ما تمسکوا بہ سوی ذلک، اعنی الاحادیث الثلثۃ الاخیرۃ فلا مساس لہ بما ھنا للہ

اور آخری تین حدیثوں کے علاوہ علماء نے جن روایتوں سے استدلال کیا ہے تو ان کا زیر بحث مسئلے سے

---

[1] شرح الزرقانی المواہب بحوالہ ابن سعد المقصد الرابع خصائص امتہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر ۵/۴۲۶

[2] الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بمجموع الصلوات الخمس مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۲۰۴

[3] شرح معانی الآثار باب الصلوٰۃ الوسطٰی مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۲۰

marfat.com

Marfat.com

والنسائی عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا۔ ولا تصلی یومئذ الا بالمدینة[1]، فان الیہود کانوا بخیبر والشام وغیرھما اکثر مما کانوا بالمدینة الکریمة، فلوکانت عندھم تصلیت بغیرھا ایضا۔

مراد یہ ہے کہ اس زمانے کے لوگوں میں سے تمہارے سوا ایسے لوگ کہیں نہیں پائے جاتے جو عشاء کی نماز پڑھتے ہوں اس روایت کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو بخاری ونسائی نے ام المومنین رضی اللہ عنہا سے بیان کی ہے کہ ان دنوں یہ نماز صرف مدینے میں پڑھی جاتی تھی۔ اگر یہودی یہ نماز پڑھتے ہوتے تو مدینہ کی بنسبت خیبر اور شام وغیرہ میں یہودیوں کی تعداد زیادہ تھی تو چاہئے تھا کہ ان مقامات میں بھی یہ نماز پڑھی جاتی (حالانکہ مدینہ کے سوا کہیں نہیں پڑھی جاتی تھی) (ت)

اقول: ولا تخالف بین الوجہین، فان الکافر لا صلاة له، فانما اثبت صلی اللہ علیہ وسلم لھم الصورة اذقال، صلی الناس وناموا، وام المؤمنین نفت المعنی۔

میں کہتا ہوں، دونوں توجیہوں میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ کافر (اگر صورۃً نماز پڑھے بھی تو حقیقۃً اس) کی نماز نہیں ہوتی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے اور سو چکے ہیں، صوری نماز کے لحاظ سے ہے جبکہ ام المومنین حقیقی نماز کی نفی کر رہی ہیں (ت)

والثالث ان المراد لم تفرض علی غیرنا فلا ینتظرھا ولا یصلیھا احد غیرنا، لا من اھل الزمان ولا من امم مضت، وھو الذی صرح به فی حدیث معاذ رضی اللہ تعالٰی عنه۔ فھذا قصوی ما یستفاد منه، ولیس له ملحظ اصلا الی نفیھا عن سائر الانبیاء علیھم الصلاة والسلام۔

تیسری توجیہ یہ ہے کہ تخصیص باعتبار فرضیت کے ہے، چونکہ یہ نماز ہمارے علاوہ کسی پر فرض نہیں کی گئی، نہ موجودہ زمانے کے لوگوں پر، نہ سابقہ امتوں پر، اس لیے ہمارے سوا اس کا کوئی انتظار بھی نہیں کرتا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اسی کی تصریح کی گئی ہے اور زیادہ سے زیادہ یہی کچھ اس سے اخذ کیا جا سکتا ہے۔ رہا باقی انبیاء سے اس نماز کی نفی کرنا تو اس کی طرف اس حدیث میں کوئی اشارہ تک نہیں ہے۔ (ت)

بعض احادیث میں صاف تصریح آئی کہ حضرت ابراہیم واسمٰعیل علیہما الصلاۃ والتسلیم نے منٰی میں پانچوں نمازیں پڑھیں،

---

[1] سنن النسائی کتاب المواقیت مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/ ۶۳

marfat.com

Marfat.com

بلکہ بعض روایات واحادیث میں حضرت یونس وحضرت موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہما الصلاۃ والسلام کا نمازِ عشاء پڑھنا صراحۃً منقول کما سیأتی ذکرہ (جیسا کہ اس کا ذکر آرہا ہے۔ ت) اور حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما الصلاۃ والسلام کا پڑھنا اوپر گزرا بلکہ امام ابواللیث سمرقندی تنبیہ الغافلین میں بروایت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ناقل کہ حضور سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

واما صلاۃ العتمۃ فانہا الصلاۃ التی صلاھا[عہ] المرسلون قبلی[1]۔

نمازِ عشاء وہ نماز ہے کہ مجھ سے پہلے پیغمبروں نے پڑھی۔ (ت)

صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ علیہ وعلیہم اجمعین۔ لاجرم امام قاضی ناصرالدین بیضاوی شرح مصابیح میں فرماتے ہیں:

ان العشاء کانت تصلیہا الرسل نافلۃ لہم و لم تکتب علی اممہم کالتہجد وجب علی نبینا دوننا[1]۔

پہلے رسول عشاء کی نماز اضافی طور پر پڑھتے تھے مگر ان کی اُمتوں پر فرض نہیں تھی، جس طرح تہجد کی نماز ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھی مگر ہم پر واجب نہیں ہے۔ (ت)

اسی طرح علامہ زرقانی امام ہروی وغیرہ سے ناقل:

اذ قال بعد ما قدمنا عنہ، من معارضۃ اثر العیشی بخبر الرافعی، ثم الاستدراک بحدیث معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مانصہ "وجمع الھروی وغیرہ بان المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اول من صلاھا مؤخرالھا

زرقانی سے ہم پہلے نقل کرچکے ہیں کہ انھوں نے عیشی کے اثر کو رافعی کی خبر سے معارض قرار دیا ہے۔ پھر اس پر حدیثِ معاذ رضی اللہ عنہ سے استدراک کیا ہے۔ اس کے بعد انھوں نے کہا ہے کہ ہروی وغیرہ نے اس طرح تطبیق کی ہے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے عشاء کو

عہ ھکذا ھو مثبت فی نسختی التنبیہ فاللہ تعالیٰ اعلم ولتراجع النسخ ۱۲ منہ (م)

میرے پاس موجود تنبیہ الغافلین کے نسخہ میں عبارت اسی طرح ہے اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے دوسرے نسخوں کو دیکھ لینا چاہیے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] تنبیہ الغافلین باب فضل امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ص ۴۰۳
[2] شرح الزرقانی علی المواہب ... صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ المطبعۃ العامرۃ مصر ۵/۲۲۶

marfat.com
Marfat.com

کما علمت۔ کچھ تعلق نہیں ہے، جیسا کہ تم جان چکے ہو۔ (ت)

یہ امام ابن عائشہ عیشی نہ صحابی ہیں نہ تابعی نہ تبع سے بلکہ طبقۂ عاشرہ میں اتباعِ تبع تابعین سے ہیں ۲۲۸ھ میں انتقال فرمایا کما فی الحلیۃ والتقریب[1] وغیرھما (جیسا کہ حلیہ اور تقریب وغیرہ میں ہے۔ت)

اور خود حضور اقدس سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وہ حدیث صحیح کہ جبریل امین علیہ الصلٰوۃ والسلام نے دو روز حضور کی امامت کی ایک دن پانچوں نمازیں اول وقت، دوسرے دن آخر وقت پڑھیں، پھر حضور پُرنور صلوات اللہ تعالٰی وتسلیماتہ علیہ سے عرض کی:

هذا وقت الانبياء من قبلك[2]۔ یہی وقت حضور سے پہلے انبیاء کے تھے۔

رواہ ابوداود وسکت علیہ، والترمذی وحسنہ، واحمد وابن خزیمۃ والدارقطنی والحاکم، وصححہ ابن عبد البر وابوبکر بن العربی۔

اس کو ابوداؤد نے بیان کرکے سکوت اختیار کیا ہے۔ ترمذی نے اس کو حسن قرار دیا ہے۔ احمد، ابن خزیمہ، دارقطنی اور حاکم نے بھی اس کو ذکر کیا ہے۔ ابن عبدالبر اور ابوبکر بن عربی نے اس کو صحیح کہا ہے۔ (ت)

اس کے صاف معارض ہے کہ اُس سے روشن طور پر مستفاد کہ یہ پانچوں وقت اگلے انبیاء کے تھے اگرچہ متفرق ہوں نہ مجموع۔ کسی وقت کے استثناء کی اُس میں بُو بھی نہیں نہ ایسا استثناء بے دلیل مساوی قابلِ احتمال۔

اقول: والعجب من ابن حجر، كيف يقول بالتوزيع ثم يستثنى العشاء، فانى يصح التوزيع للجميع۔

اور ابن حجر پر حیرت ہے کہ وہ ایک طرف تو سب نمازوں کی تقسیم کے قائل ہیں۔ پھر ان سے عشاء کی استثناء بھی کرتے ہیں، تو سب کی تقسیم کیسے ہوئی؟ (ت)

ظاہراً اسی لیے شیخ محقق قدس سرہٗ نے اشعۃ اللمعات میں اُس سے رجوع فرماکر ترک کیا حیث قال (چنانچہ وہ کہتے ہیں۔ت):

ایں وقت نماز پیغمبراں ست کہ پیش از تو بودہ اند کہ ہرکدام از ایشاں بعضے اوقات داشتند اگرچہ مجموع اوقات مخصوص ایں امت است[3] فافہم انتہی۔

یہ وقت ان پیغمبروں کی نماز کے ہیں جو آپ سے پہلے گزرے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کو، ان میں سے بعض اوقات ملے تھے، اگرچہ پانچ کا مجموعہ اس امت کے ساتھ خاص ہے۔ اسکو سمجھو۔ (ت)

---

[1] تقریب التہذیب — مطبوعہ دارنشر کتب اسلامیہ گوجرانوالہ ص ۲۲۶

[2] سُنن ابی داؤد — اول کتاب الصلوٰۃ — مطبوعہ آفتاب عالم پریس، لاہور ۱/۵۶

[3] اشعۃ اللمعات — کتاب الصلوٰۃ باب المواقیت الفصل الثانی — مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۸۷

marfat.com

Marfat.com

وثانیا کیفما کان، ھذا حامل الوحی الامین علیہ الصلوٰۃ والسلام صلی الخمس یومین، فعجل مرۃ واخر اخری، ثم قال، ھذا وقت الانبیاء من قبلک[1]، فمن این ان اول من اخرھا نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم؟ قال، ویدل لذلک ای لما ادعی من الجمع بل یصرح بہ قولہ اثر الطحاوی نفسہ، العشاء الاٰخرۃ[2] اھ۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ جو صورت بھی ہو، بہرحال حامل وحی جبریل امین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دُو دن پانچ پانچ نمازیں پڑھائیں، پہلے دن ہر وقت کے بالکل ابتدائی حصّے میں اور دوسرے دن ہر وقت کے انتہائی حصّے میں، پھر کہا کہ یہ آپ سے پہلے انبیاء کا بھی وقت ہے (پھر یہ بات کیسے درست ہوسکتی ہے کہ رسول اللہ عشاء کو تہائی رات تک مؤخر کرنے سے مختص تھے) زرقانی نے کہا کہ اس پر (یعنی اس تطبیق پر کہ تہائی رات تک مؤخر کرنا مراد ہے) دلالت کرتی ہے بلکہ صراحت کرتی ہے، یہ چیز کہ طحاوی نے خود اپنے اثر میں العشاء الآخرۃ (آخری عشاء) ترکیب استعمال کی ہے (اس سے معلوم ہوا کہ عشاء کا آخری حصہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے مختص ہے)۔ (ت)

اقول: یا سبحٰن اللہ! بل لا دلالۃ فیہ اصلا، فضلا عن التصریح، فان العشاء الاٰخرۃ ھی العشاء مطلقا دون التی اخرت۔ تسمی الاٰخرۃ نظرا الی العشاء الاولی وھی المغرب، علیہ تظافر محاورات الحدیث۔ وفصل القول ما لاحمد ومسلم والنسائی عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یؤخر العشاء الاٰخرۃ[3]۔ واعظم منہ ما للترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی

میں کہتا ہُوں: اے سبحان اللہ! صراحت تو کیا، یہ ترکیب اس پر دلالت بھی نہیں کرتی کیونکہ "عشاء آخرۃ" مطلق عشاء کو کہتے ہیں نہ کہ اس عشاء کو جو مؤخر کی گئی ہو۔ اس کو آخرہ اس بناء پر کہتے ہیں کہ عشاء اولٰی مغرب کو کہتے ہیں۔ اس پر حدیث کے بہت سے محاورات شاہد ہیں۔ اور احمد، مسلم، نسائی کی یہ روایت تو اس میں قولِ فیصل کا درجہ رکھتی ہے کہ جابر بن سمرہ فرماتے ہیں: "رسول اللہ آخری عشاء کو مؤخر کیا کرتے تھے"۔ اس سے بھی زیادہ اصح وُہ روایت ہے جو ترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے

---

[1] سنن ابی داؤد اول کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی لاہور پاکستان ١/٥٦

[2] شرح الزرقانی علی المواہب ومنہا مجموع الصلوات الخمس مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر ٥/٢٢٦

[3] سنن نسائی کتاب المواقیت [illegible] سلفیہ لاہور ١/٦٣

marfat.com

Marfat.com

الی ثلث اللیل أو نحوہ، اما الرسل فکانوا یصلونھا عند اول مغیب الشفق ۱ھ وغرضنا فیما سلموا من ثبوت العشاء لغیر نبینا من الانبیاء علیہ وعلیہم الصلاۃ والثناء۔ اما ما حاول من الجمع، **فاقول اولا**: ان کان المراد الجمع بین حدیث فضلتم بھا و روایۃ ان العشاء لیونس علیہ الصلوۃ والسلام، کما یدل علیہ ذکرہ بعد ما قال ان قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فضلتم بھا یعارض روایۃ ان العشاء لیونس، فقد علمت ان لا تعارض بینھما حتی یحتاج الی الجمع۔ او بین الروایۃ واثر العیشی، کما یدل علیہ زیادہ لفظ "نفسہ" بعد لفظ اثر الطحاوی فیما یاتی، فما ابعدہ جمعا، فان الاثر صریح فی نفی المطلق دون المقید بالتاخیر فانہ فی سیاق بیان من صلی الصلوات غیر معترض لاقسام الاوقات، فذکر لکل من الاربع من صلاھا، وقال فی العشاء: اول من صلاھا نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، فاین ھذا مما تریدون!

تہائی رات یا اس کے لگ بھگ تک مؤخر کرکے پڑھا ہے۔ جبکہ پہلے گزر جانے والے رسول شفق غائب ہونے کے ساتھ ہی عشاء پڑھ لیا کرتے تھے اور اس نقل سے ہماری غرض صرف یہ بتانا ہے کہ ہروی وغیرہ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ باقی انبیاء کے لیے بھی عشاء تسلیم کرلی ہے، رہی ان کی تطبیق، تو میں کہتا ہوں کہ اس پر پہلا اعتراض یہ ہے کہ یہ تطبیق اگر اُن روایتوں کے درمیان ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ عشاء کے ذریعے تمہیں فضیلت دی گئی ہے۔ اور دوسری میں ہے کہ عشاء یونس علیہ السلام کے لیے تھی، جیسا کہ سباق سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ تطبیق زرقانی نے مذکورہ دو روایتوں کے بعد بیان کی ہے ___ تو (یہ تطبیق فضول ہے کیونکہ) تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ ان دو روایتوں میں تعارض ہی نہیں ہے کہ تطبیق کی ضرورت پڑے۔ اگر یہ تطبیق روایت اور عیشی کے اثر کے درمیان ہے ___ جیسا کہ طحاوی کے عنقریب آنے والے اثر میں طحاوی کے ساتھ "نفسہ" کا لفظ بڑھانے سے ظاہر ہوتا ہے ___ تو یہ فہم سے بہت بعید تطبیق ہے کیونکہ اثر میں صراحتاً مطلق عشاء کی نفی ہے نہ کہ (تہائی رات تک) تاخیر سے مقید عشاء کی، کیونکہ اثر کے سیاق کا مقصد یہ بتانا ہے کہ یہ نمازیں کس کس نبی نے پڑھی تھیں، قطع نظر اس سے کہ پہلے وقت میں پڑھی تھیں یا مؤخر کرکے، چنانچہ اثر میں چار نمازوں کے بارے میں بیان کیا ہے کہ انہیں ہمارے نبی کے علاوہ باقی انبیاء نے بھی پڑھا ہے۔ کہاں یہ بات اور کہاں وہ جو تم لوگ چاہتے ہو (کہ مراد تہائی رات تک مؤخر کرکے پڑھنا ہے)۔ (ت)

۱ھ شرح المواہب اللدنیہ ومنہا مجموع الصلوات الخمس المطبعۃ العامرہ مصر ۵/ ۴۲۶

marfat.com
Marfat.com

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام پر یہ تخصیص واختصاص نہ ہو اس تقدیر پر یہی حدیث معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دلالۃً اس دعوے کی بھی مثبت ہو گی۔

اما حدیث السیدین ابراھیم واسمٰعیل، علی ابنھما الکریم ثم علیھم الصلاۃ والتسلیم، فلعلہ لم یثبت اذ لو ثبت لما رأینا تظافر کلماتھم علی خلافہ، علی انی **اقول**: الاختصاص بجھۃ الافتراض، اما ھما صلی اللہ تعالیٰ علی ابنھما ثم علیھما وبارک وسلم، فصلیا بمنی ما کتب اللہ تعالیٰ علیھما وتنفلا فی بقیۃ الاوقات۔ فمن قبل وقوعھا فی ھذہ الاوقات، عبر عنھا باسماء ھذہ الصلوات، واللہ تعالیٰ اعلم بالخفیات۔ ھذا غایۃ ما عندی فی توجیہ المرام۔

رہی دو سرداروں یعنی ابراہیم و اسمٰعیل — ان کے کریم بیٹے پر پھر ان دونوں پر صلوٰۃ و سلام ہو — والی حدیث، تو شاید وہ پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچی کیونکہ اگر ثابت ہوتی تو اتنی کثرت سے علماء کے اقوال اس کے خلاف نہ ہوتے — علاوہ ازیں میں کہتا ہوں کہ خصوصیت فرضیت کے اعتبار سے ہے (یعنی پانچ نمازیں فرض صرف رسول اللہ پر ہوئیں) ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام پر اُن میں سے جو فرض ہوں گی وہ انہوں نے بطور فرض مِنیٰ میں پڑھی ہوں گی اور باقی اوقات میں نفل ادا کیے ہوں گے، لیکن وہ نفل چونکہ واقع انہی پانچ اوقات میں ہوئے تھے اس لیے ان کی تعبیر نمازوں کے ناموں سے کر دی گئی۔ اور اللہ ہی پوشیدہ باتوں کو بہتر جاننے والا ہے۔ اس مقصد کی زیادہ سے زیادہ توجیہات میرے خیال میں یہی ہو سکتی ہے۔

اقول مگر استبعاد مذکور کا جواب واضح ہے کچھ عجب نہیں کہ مولیٰ عزوجل بعض نعمتیں بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائے اگلی اُمتوں میں نبی کے سوا کسی کو نہ ملتی ہوں مگر اس امت مرحومہ کے لیے اُنہیں عام فرما دے جیسے کتاب اللہ کا حافظ ہونا کہ اُمم سابقہ میں خاصۂ انبیاء علیہم الصلاۃ والثناء تھا اس اُمت کے لیے رب عزوجل نے قرآن کریم حفظ کے لیے آسان فرما دیا کہ دس دس برس کے بچے حافظ ہوتے ہیں اور ہمارے مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فضل ظاہر ہے کہ اُن کی اُمت کو وہ ملا جو صرف انبیاء کو ملا کرتا تھا علیہ وعلیہم افضل الصلاۃ والثناء۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔ باقی رہا سوال کا دوسرا جز کہ کون سی نماز کس نبی نے پہلے پڑھی، اس میں چار قول ہیں،

اول: قول امام عبید اللہ بن عائشہ ممدوح کہ جب آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی توبہ وقت فجر قبول ہوئی انہوں نے دو رکعتیں پڑھیں وہ نماز صبح ہوئی۔ اور اسحٰق علیہ الصلاۃ والسلام کا فدیہ وقت ظہر آیا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چار پڑھیں وہ ظہر مقرر ہوئی۔ عزیر علیہ السلام سو برس کے بعد عصر کے وقت زندہ کیے گئے انھوں نے چار پڑھیں وہ عصر ہوئی۔ داود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ وقت مغرب قبول ہوئی چار رکعتیں پڑھنے کھڑے ہوئے تھک کر تیسری

marfat.com

Marfat.com

عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ان اول وقت العشاء الاخرة حين يغيب الافق۔[1] فالمقطوع به ان لا اثر لهذه الدلالة في الكلام، ولو اراده لقال "اول من اخر العشاء" وهذا ظاهر جدا۔

نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آخری عشاء کا وقت شفق غائب ہونے سے شروع ہوتا ہے"۔ بہرحال اس کلام میں "عشاء آخرہ" کا تاخیرِ عشاء پر دلالت کرنا قطعی طور پر بے نشان ہے اگر یہ مراد ہوتی تو اثر کے الفاظ یہ ہوتے "سب سے پہلے جس نے عشاء مؤخر کی" اور یہ بہت ہی ظاہر ہے۔ (ت)

بالجملہ اس قدر بلاشبہہ ثابت کہ نمازِ عشاء ہم سے پہلے کسی اُمت نے نہ پڑھی نہ کسی کو پانچوں نمازیں ملیں اور انبیائے سابقین علیہم الصلوۃ والسلام کے بارے میں ظاہراً راجح یہی ہے کہ عشاء ان میں بھی بعض نے پڑھی تو اثر مذکور امام طحاوی سے اجتماعِ خمس کو تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام میں ہمارے حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے خاص ثابت کرنا جس کا مدار اسی نفی عشاء عن سائر الانبیاء علیہم الصلوۃ والثناء پر تھا تام التقریب نہیں کہ جب ہر نماز کسی نہ کسی نبی سے ثابت تو ممکن کہ بعض انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام نے کبھی یا ہمیشہ پانچوں بھی پڑھی ہوں اگرچہ کسی اُمت نے نہ پڑھیں یہاں تک کہ مغرب کی اولیت سیدنا عیسٰی علیہ الصلاۃ والسلام ہی کے لیے مانیے جیسا کہ قول دوم و سوم میں آتا ہے جب بھی وہ احتمال مندفع نہیں ممکن کہ سیدنا عیسٰی علیہ الصلوۃ والسلام ہی نے پانچوں پڑھی ہوں اور اس میں حکمت یہ ہو کہ وہ دنیا کی نظرِ ظاہر میں بھی صاحبِ صلوات خمس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اُمتی ہو کر زمین پر تشریف لانے والے ہیں اگرچہ حقیقۃً تمام انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام ہمارے حضور نبی الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم کے اُمتی ہیں انھیں نبوت دی ہی اس وقت ہے جب انھیں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اُمتی بنالیا ہے جس پر قرآن عظیم ناطق اور ہمارے رسالہ تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین میں اس کی تفصیل فائق وللہ الحمد۔ غرض یہاں دو مطلب تھے ایک یہ کہ اجتماعِ خمس ہمارے سوا کسی اُمت کو نہ ملا یہ حدیث معاذ رضی اللہ عنہ میں تو ارشادِ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت دوسرے یہ کہ پانچوں نمازوں کا اجتماع انبیاء میں بھی صرف ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے یہ باعتماد علمائے کرام مانا جائے گا اگرچہ ہم اس پر دلیل نہ پائیں کہ آخر کلماتِ علماء کا اطباق و اتفاق بے چیزے نیست ہمارا دلیل نہ پانا دلیل نہ ہونے پر دلیل نہیں۔

اقول شاید نظرِ علماء اس طرف ہو کہ جب حدیث صحیح سے ثابت کہ اللہ عزوجل نے اس نعمت جلیلہ وفضیلت جلیلہ سے اس اُمتِ مرحومہ کو تمام اُمم پر تفضیل دی اور قطعاً ہمارے جس قدر فضل ہیں سب ہمارے آقا و مولٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اور صدقہ میں ہیں تو مستبعد ہے کہ ہم تو اس خصوص نعمت سے سب اُمتوں پر فضیلت پائیں اور ہمارے مولٰی

[1] جامع الترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ما جاء فی مواقیت الصلوٰۃ مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ امین کمپنی دہلی ۱/۲۲

marfat.com
Marfat.com

دے جیسی اُنھیں ذبحِ ولد پر قدرت دی اور ہمیں بھی غم سے نجات دے اور یہود و نصاریٰ کو ہمارا فدیہ کرکے نار سے ہمیں بچائے اور ہم سے بھی راضی ہو۔

نمازِ عصر سب سے پہلے یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پڑھی کہ اس وقت مولیٰ تعالیٰ نے انھیں چار[ا] ظلمتوں سے نجات دی: ظلمتِ لغزش، ظلمتِ غم، ظلمتِ دریا، ظلمتِ شکمِ ماہی۔ یہ اُن کے نفل تھے ہم پر فرض ہُوئی کہ ہمیں مولیٰ تعالیٰ ظلمتِ گناہ و ظلمتِ قبر و ظلمتِ قیامت و ظلمتِ دوزخ سے پناہ دے۔

مغرب سب سے پہلے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پڑھی[۲]، پہلی اپنے سے نفیِ الوہیت دوسری اپنی ماں سے نفیِ الوہیت تیسری اللہ عزوجل کے لیے اثباتِ الوہیت کے لیے۔ یہ ان کے نفل ہم پر فرض ہُوئے کہ روزِ قیامت ہم پر حساب آسان ہو، نار سے نجات ہو، اُس بڑی گھبراہٹ سے پناہ ہو۔ **اقول** اور مقام سے مناسب تر

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)

کما رضی عنہ اھ[ا] **اقول**: و ما ذکرت احسن من ستۃ وجوہ لا تخفی علی المتامل ۱۲ منہ غفرلہ (م)

ابراہیم علیہ السلام کو بیٹا ذبح کرنے کی توفیق بخشی اور ہمیں بھی غم سے نجات دی جیسے ان کو دی تھی اور (یہود و نصاریٰ کو جہنم میں) ہمارا فدیہ بنایا جس طرح ان کے لیے (جنتی دُنبے کو اسمٰعیل علیہ السلام کا) فدیہ بنایا اور ہم سے بھی اللہ تعالیٰ راضی ہوا جیسے کہ ان سے ہوا اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) ان الفاظ کی بنسبت میری ذکر کردہ عبارت چھ وجوہ سے زیادہ عمدہ ہے اور یہ وجوہ سوچنے والے پر مخفی نہیں ہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عہ الذی فی الکتاب وظلمۃ اللیل[ا] **اقول** ان کانت تذھب بالنھار فقد ذھبت قبل العصر والا فلا اثرلھا ولذا ابدلتھا ۱۲ منہ غفرلہ (م)

کتاب میں (ظلمتِ غم کی بجائے) "ظلمتِ لیل" مذکور ہے۔ میں کہتا ہوں اگر ظلمتِ لیل مراد ہو تو نہار کی وجہ سے ظلمتِ لیل ختم ہوجاتی ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ رات کا اندھیرا وقت عصر سے پہلے ہی ختم ہوچکا ورنہ لازم آئیگا کہ نہار کا کوئی اثر ہی نہ ہو اسی لئے میں نے اس کو ظلمتِ غم سے بدلا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عہ۲ الذی فی الکتاب اول من صلی المغرب تطوعا شکرا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام حین خاطبہ اللہ تعالیٰ بقولہ أانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰھین من دون اللہ وکان ذلک بعد غروب الشمس[ا] الخ **اقول** المعروف ان ھذا الخطاب یوم الحساب الا تری الی قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم ۱۲ منہ غفرلہ (م)

کتاب میں یُوں ہے کہ سب سے پہلے مغرب کی نماز بطور شکرانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پڑھی جب ان کو اللہ تعالیٰ نے یوں مخاطب کیا تھا کہ کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود بنالو؟ اور یہ خطاب غروبِ شمس کے بعد ہوا تھا۔ میں کہتا ہُوں مشہور تو یہ ہے کہ یہ خطاب بروزِ حساب ہوگا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس کے جواب میں عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول مذکور ہے کہ جب تُو نے مجھے پُورے طور پر اٹھالیا تو تُو ہی ان کا نگہبان تھا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

ا؎ و ۲؎ و ۳؎ ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ

marfat.com

Marfat.com

پڑھیں گے، مغرب کی تین ہی رہیں۔ اور عشاء سب سے پہلے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی۔

رواہ کما ذکرنا الامام الطحاوی قال، حدثنا القاسم بن جعفر قال سمعت بحر بن الحکم الکیسانی قال سمعت اباعبدالرحمٰن بن محمد ابن عائشۃ یقول، فذکرہ[1]۔

جس طرح ہم نے ذکر کیا ہے اسی کے مطابق اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے کہ قاسم ابن جعفر نے بحر ابن حکم کیسانی سے، اس نے ابو عبدالرحمٰن عبداللہ ابن محمد ابن عائشہ سے سُنا ــــ اس کے بعد سابقہ روایت بیان کی ہے۔ (ت)

دوم قول امام ابوالفضل کہ سب سے پہلے فجر کی دو رکعتیں حضرت آدم، ظہر کی چار رکعتیں حضرت ابراہیم، عصر حضرت یونس، مغرب حضرت عیسٰی، عشاء حضرت موسٰی علیہم الصلوٰۃ والسلام نے پڑھی۔ ذکرہ الامام الزندوستی فی روضتہ قال سألت اباالفضل فذکرہ (اس کو امام زندوستی نے اپنی روضہ میں ابوالفضل کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔ کہا میں نے ابوالفضل سے پُوچھا تو انہوں نے یہ ذکر کیا۔ ت) یہ حکایت ایک لطیف کلام پر مشتمل ہے لہٰذا اُس کا خلاصہ لکھیں امام زندوستی فرماتے ہیں میں نے امام ابوالفضل سے پوچھا صبح کی دو رکعتیں ظہر و عصر و عشاء کی چار مغرب کی تین کیوں ہوئیں۔ فرمایا حکم۔ میں نے کہا مجھے اور بھی افادہ کیجئے۔ کہا ہر نماز ایک نبی نے پڑھی ہے، آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب جنت سے زمین پر تشریف لائے دنیا آنکھوں میں تاریک تھی اور ادھر رات کی اندھیری آئی، انھوں نے رات کہاں دیکھی تھی بہت خائف ہُوئے، جب صبح چمکی دو رکعتیں شکرِ الٰہی کی پڑھیں، ایک اس کا شکر کہ تاریکی شب سے نجات ملی دوسرا اس کا کہ دن کی روشنی پائی انھوں نے نفل پڑھی تھیں ہم پر فرض کی گئیں کہ ہم سے گناہوں کی تاریکی دُور ہو اور طاعت کا نُور حاصل۔ زوال کے بعد سب سے پہلے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چار رکعت پڑھیں جبکہ اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فدیہ اُترا ہے پہلی اس کے شکر میں کہ بیٹے کا غم دُور ہوا دوسری فدیہ آنے کے سبب، تیسری رضائے مولٰی سبحٰنہ، وتعالٰی کا شکر، چوتھی اس کے شکر میں کہ اللہ عزوجل کے حکم پر اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے گردن رکھ دی، یہ ان کے نفل تھے ہم پر فرض ہُوئیں کہ مولٰی تعالٰی ہمیں قتلِ نفس پر قدرت

عہ لفظ الکتاب فامرنا بذلک لانہ تعالٰی وفقنا علی ابلیس کما وفقہ لذبح الولد وانجانا من الغم کما انجاہ وفدانا من النار کما فداہ ورضی عنا

کتاب (یعنی روضہ) کی عبارت یوں ہے: "تو ہمیں ظہر کی چار رکعتوں کا حکم دیا گیا کیونکہ ہمیں بھی اللہ تعالٰی نے شیطان کے مقابلے کی توفیق عطا فرمائی جس طرح (باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] شرح معانی الآثار [illegible] کراچی ۱/۱۲۰

Marfat.com

الا و انسان من اٰل داود قائم یصلّی[1] اھ۔

توراۃ اور دن کی گھڑیوں میں کوئی ایسی گھڑی نہیں ہوتی تھی جس میں آلِ داؤد کا کوئی فرد نماز نہ پڑھ رہا ہو۔ (ت)

معہذا اُن سب اقوال میں کہیں کہیں گرفت ضرور ہے اوّل نے صاف تصریح کی کہ عشار انبیائے سابقین علیہم الصلاۃ والتسلیم میں کسی نے نہ پڑھی اور سوم کا بھی یہی مفاد کہ صدر کلام میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کیا ہے اور اُمتوں سے موازنہ مقصود نہیں کما قدمنا (جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے ت) تو یہ اطلاق تخصیص اپنے عموم پر ہے جس طرح اشعہ وغیرہا کی عبارتوں میں تھا نہ بلحاظ اُمم۔ اور ہم اوپر بیان کر چکے کہ یہ ظاہر دلائل کے خلاف و قول مرجوح ہے۔ اوّل و دوم نے عصر کو عزیر و یونس علیہما الصلاۃ والسلام کی طرف نسبت کیا حالانکہ حضرت سلیمٰن علیہ الصلاۃ والسلام کا عصر پڑھنا روشن ثبوت سے ثابت۔ قال تعالیٰ،

ووھبنا لداؤد سلیمٰن نعم العبد انہ اواب[2]○ اذ عرض علیہ بالعشی الصفنٰت الجیاد[3]○ فقال انی احببت حب الخیر عن ذکر ربی حتی توارت بالحجاب[4]○

اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا وہ بہت اچھا بندہ ہے اللہ کی طرف رجوع کرنے والا۔ جب اس کے سامنے اصیل اور عمدہ گھوڑے پیش کیے گئے تو اس نے کہا کہ مجھے اچھی چیز کی محبّت نے اپنے رب کی یاد سے غافل کر دیا۔ (ت)

علماء فرماتے ہیں یہ نماز نمازِ عصر تھی، جلالین میں ہے،

عن ذکر ربی ای صلاۃ العصر[5]۔ (اپنے رب کی یاد سے مراد نمازِ عصر ہے۔ ت)

مدارک میں ہے،

غفل عن العصر وکانت فرضا فاغتم[6]۔

عصر سے غافل ہو گئے تھے اور وہ ان پر فرض تھی اس لیے غمزدہ ہو گئے۔ (ت)

اور سلیمٰن علیہ الصلاۃ والسلام کا زمانہ یونس و عزیر علیہم الصلاۃ والسلام سے مقدم ہے تو اولیت صلاۃ عصر ان دونوں صاحبوں کے لیے کیونکر ہو سکتی ہے۔ نسیم الریاض میں زیرِ حدیث ماینبغی لاحد ان یقول انا خیر من یونس بن متی

---

[1] معالم التنزیل مع الخازن زیر آیۃ "وقلیل من عبادی الشکور" مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۵ / ۲۸۵
[2] القرآن ۳۸ / ۳۰ [3] القرآن ۳۸ / ۳۱ [4] القرآن ۳۸ / ۳۲
[5] تفسیر جلالین زیر آیت مذکور مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۸۰
[6] تفسیر النسفی المعروف تفسیر مدارک التنزیل زیر آیت مذکورہ مطبوعہ دار الکتاب العربی البیروت ۴ / ۴۱

marfat.com

Marfat.com

یہ تھا کہ یوں فرماتے کہ ہم اپنی خودی اور فخرِ آباء سے باہر آکر اللہ عزوجل کے لیے خاص متواضع ہوں۔

سب سے پہلے عشاء موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پڑھی جب مدائن سے چل کر راستہ بھول گئے۔ بی بی کا غم، اولاد کی فکر، بھائی پر اندیشہ، فرعون سے خوف، جب وادیِ ایمن میں رات کے وقت مولیٰ تعالیٰ نے اِن سب فکروں سے انھیں نجات بخشی، چار نفل شکرانے کے پڑھے ہم پر فرض ہوئی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی راہ دکھائے ہمارے بھی کام بنائے ہمیں اپنے محبوبوں سے ملائے دشمنوں پر فتح دے آمین!

سوم قول بعض علماء کہ فجر آدم، ظہر ابراہیم، عصر سلیمان، مغرب عیسیٰ علیہم الصلاۃ والسلام نے پڑھی اور عشاء خاص اس اُمت کو ملی کما تقدم عن الحلیۃ (جیسا کہ حلیہ کے حوالے سے گزرا ہے۔ت)

چہارم وُہ حدیث کہ امام اجل رافعی نے شرح مسند میں ذکر فرمائی کہ صبح آدم، ظہر داؤد، عصر سلیمان، مغرب یعقوب، عشاء یونس علیہم الصلاۃ والسلام سے ہے ذکرہ عنہ الزرقانی فی شرح المواھب والحلبی تماما فی الحلیۃ قال واورد فی ذٰلک خبرا[1] (اس کو زرقانی نے شرح مواہب میں رافعی کے حوالے سے بیان کیا ہے اور حلبی نے حلیہ میں تفصیل سے ذکر کیا ہے، حلبی نے کہا کہ رافعی نے اس سلسلے میں ایک روایت پیش کی ہے۔ت) غرض نماز صبح میں چاروں متفق ہیں باقی چار میں اختلاف۔

اقول فقیر کی نظر میں ظاہراً قولِ اخیر کو سب پر ترجیح کہ اوّل تو وُہ حدیث ہے لا اقل اثر صحابی یا تابعی سہی اقوال علمائے مابعد پر ہر طرح مقدم رہے گی خصوصاً ایسے امر میں جس میں رائے وقیاس کو دخل نہیں۔

بل اقول عسٰی ان یکون ماذکر الامام ابوالفضل بمعزل عما نحن فیہ، فانہ انما ذکر التطوعات، والکلام فی المکتوبات، لا ایقاع نفل فی ھذہ الاوقات، فانہ ثابت فی جمیع الساعات۔ فی المعالم عن جعفر بن سلیمٰن قال سمعت ثابتا یقول، کان داؤد نبی اللہ علیہ الصلاۃ والسلام قد جزأ ساعات اللیل والنھار علی اھلہ، فلم تکن تاتی ساعۃ من ساعات اللیل والنھار

لیکن میں کہتا ہوں، ایسے لگتا ہے کہ امام ابوالفضل نے جو کچھ کہا ہے وہ زیرِ بحث مسئلے سے غیر متعلق ہے کیونکہ انہوں نے نوافل کا ذکر کیا ہے جبکہ بحث فرائض سے ہو رہی ہے۔ ان اوقات میں نوافل ادا کرنا بحث سے خارج ہے کیونکہ نوافل تو ان اوقات کے علاوہ بھی ہر وقت ادا کیے جا سکتے ہیں۔ معالم میں جعفر ابن سلیمٰن سے منقول ہے کہ میں نے ثابت کو کہتے سنا ہے کہ اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام نے رات اور دن کی گھڑیوں کو اپنے اہلِ خانہ پر نماز کے لیے تقسیم کر رکھا تھا

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com

Marfat.com

اُسی میں ہے :

یعملون لہ مایشاء من محاریب کان مما عملوا لہ بیت المقدس، ابتدأہ داود علیہ الصلوۃ و السلام، فلما توفاہ اللہ تعالٰی استخلف سلیمٰن علیہ الصلوۃ والسلام، فبنی المسجد بالرخام والجواھر واللاٰلیٔ والیواقیت، فلم یزل بیت المقدس علی ما بناہ سلیمٰن علیہ الصلوۃ والسلام، حتی غزاہ بخت نصر، فخرب المدینۃ ونقض المسجد[1] اھ ملتقطا۔

(بنانا تھا اس کے لیے جو وُہ چاہتا تھا یعنی محراب وغیرہ) جنوں نے جو کچھ ان کے لیے بنایا ان میں ایک بیت المقدس بھی تھی جس کی ابتداء داؤد علیہ السلام نے کی تھی، ان کی وفات کے بعد سلیمان علیہ السلام ان کے جانشین ہوئے تو انہوں نے مسجد کو سنگ رخام، ہیرں، موتیوں اور یاقوتوں سے بنوایا، یہ مسجد مدتوں اسی طرح برقرار رہی جس طرح سلیمان علیہ السلام نے بنوائی تھی تا آنکہ بخت نصر اس پر حملہ آور ہوا، اس نے شہر برباد کردیا اور مسجد گرادی اھ ملتقطا (ت)

بخلاف قول چہارم کہ اس کی کسی بات پر اعتراض نہیں تو ظاہراً وہی مرجح و قرین قیاس اور حقیقتِ حال کا علم مولٰی سبحٰنہ کے پاس واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم۔

---

[1] معالم التنزیل مع الخازن. آیت یعملون لہ مایشاء الخ کے تحت مصطفی البابی، مصر ۲۸۴-۲۸۵

marfat.com

Marfat.com

(کسی کے لیے یہ کہنا روا نہیں ہے کہ میں یونس ابن متی سے افضل ہوں۔ ت) ہے۔

هو من ولد بنيامين بن يعقوب عليهم الصلاة والسلام، وكان بعد سليمٰن عليه الصلاة والسلام[1] اھ وفيه في فصل حكم عقد قلب النبي صلى الله تعالٰى عليه وسلم، يونس صلى الله تعالٰى عليه وسلم، كما في مرأة الزمان، كان بعد سليمٰن نبي الله، عليه الصلاة والسلام[2]۔

یونس، بنیامین ابن یعقوب علیہم السلام کی اولاد میں سے تھے اور سلیمان علیہ السلام کے بعد تھے اھ نسیم الریاض ہی کی اس فصل میں، جس کا عنوان ہے حکم عقد قلب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، مرأة الزمان کے حوالے سے مذکور ہے کہ یونس علیہ السلام اللہ کے نبی سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام کے بعد تھے۔ (ت)

یہ تو یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت تصریح تھی اور حضرت عزیر کا سیدنا سلیمان علیہما الصلاۃ والسلام کے بعد ہونا خود ظاہر کہ اُن کا واقعۂ موت وحیات کہ قرآن عظیم میں مذکور بعد اس کے ہوا کہ بخت نصر بیت المقدس کو ویران کرگیا تھا اور احادیث سے ثابت کہ بیت المقدس کی بناء داؤد علیہ الصلاۃ والسلام نے شروع اور سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام نے ختم فرمائی تو سلیمان وعزیر علیہما الصلاۃ والسلام میں صدہا سال کا فاصلہ تھا، معالم التنزیل میں ہے:

قال الذي قال ان المار كان عزيرا: ان بختنصر لما خرب بيت المقدس واقدم سبي بني اسرائيل ببابل، كان فيهم عزير ودانيال وسبعة الاف من اهل بيت داود عليهم الصلاة والسلام، فلما نجا عزير من بابل ارتحل على حمار له[3]۔ الخ

جس نے کہا ہے کہ گزرنے والے عزیر تھے، اس نے بیان کیا ہے کہ بخت نصر نے جب بیت المقدس کو برباد کردیا اور بنی اسرائیل کو قید کرکے بابل لے آیا تو ان میں عزیر اور دانیال کے علاوہ داؤد علیہم السلام کے خاندان سے تعلق رکھنے والے سات ہزار افراد بھی تھے۔ پھر جب اللہ تعالٰی نے عزیر کو نجات دی اور وہ اپنے گدھے پر سوار ہو کر سفر کے لیے نکلے۔ الخ (ت)

---

[1] نسیم الریاض شرح الشفاء فصل فی حکم عقد قلب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۴/ ۲۳

[2] " " " " " "

[3] تفسیر معالم التنزیل زیر آیت اوکالذی مر علی قریۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۷۷

marfat.com

Marfat.com

جمان التاج فی بیان الصلاۃ قبل المعراج ۱۳۱۶ھ

(تاج کے موتی، معراج سے پہلے نماز کے بیان میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۲۵ از ریاست رام پور بزریہ ملاظریف گھیر عبدالرحمٰن خاں مرحوم مرسلۂ عبدالرؤف خاں ۲۷ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ
بگرامی خدمت فیض درجت جناب مولٰنا بحرالعلوم صاحب زادکرمہٗ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد نبوت قبل شب معراج جو دو وقتوں میں نماز پڑھتے تھے وہ کس طور پر ادا فرماتے تھے۔ بینوا توجروا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفٰی ۞ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی ۞ لاسیما علی صاحب المعراج

اللہ ہی کی حمد ہے اور وہ کافی ہے اور سلام ہو اس کے منتخب بندوں پر، مصطفٰے پر اور ان کے آل و اصحاب

ل تفسیر معالم التنزیل زیر آیت مذکورہ مطبعہ مصطفٰے البابی مصر ۵/ ۸۵ - ۲۸۴

marfat.com

Marfat.com

من قیام اللیل ماذکرہ فی اول سورۃ المزمل ثم نسخہ بمافی آخرھا ثم نسخہ بایجاب الخ بایجاب الصلوٰۃ والخمس لیلۃ الاسراء بمکۃ۔[1] اھ مافی المواھب

وفی شرحھا للعلامۃ الزرقانی من المقصد التاسع، ذھب جماعۃ الی انہ لم تکن قبل الاسراء صلاۃ مفروضۃ الا ماوقع الامر بہ من صلاۃ اللیل بلا تحدید۔ وذھب الحربی الی ان الصلاۃ کانت مفروضۃ، رکعتین بالغداۃ ورکعتین بالعشی۔ وردہ جماعۃ من اھل العلم[2] اھ

وفیھما من المقصد الخامس فی الاسراء، عند ذکر صلاتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالانبیاء ببیت المقدس، (قد اختلف فی ھذہ الصلاۃ) ھل ھی الشرعیۃ المعروفۃ او اللغویۃ؟ وصوب الاول لان النص یحمل علی حقیقۃ الشرعیۃ، مالم یتعذر۔ وعلی ھذا اختلف (ھل ھی فرض) ویدل علیہ کما قال النعمانی حدیث انس عند ابی حاتم المتقدم قریبا للمصنف۔ (او نفل؟ واذا قلنا انھا فرض، فای صلاۃ ھی؟ قال بعضھم الاقرب انھا الصبح،

نے قیام لیل فرض کر دیا جس کا سورۂ مزمل کی ابتداء میں ذکر ہے پھر اس کو منسوخ کر دیا اس حکم سے جو سورۂ مزمل کے آخر میں ہے، پھر اس کو بھی منسوخ کر دیا اور اس کے بجائے مکہ مکرمہ میں معراج کی رات کو پانچ نمازیں فرض کر دیں۔ اھ مواہب کی عبارت ختم ہوئی۔ (ت)

اور مواہب کی شرح میں علامہ زرقانی نے نویں مقصد میں لکھا ہے کہ ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ معراج سے پہلے کوئی نماز فرض نہیں تھی، صرف رات کو نماز پڑھنے کا حکم تھا مگر اس کی کوئی مقدار مقرر نہیں تھی۔ اور حربی کی رائے یہ ہے کہ نماز معراج سے پہلے بھی فرض تھی۔ دو رکعتیں صبح کو اور دو رکعتیں رات کو۔ لیکن حربی کی رائے کو اہل علم کی ایک جماعت نے رد کیا ہے (ت)

اور مواہب و زرقانی کے پانچویں مقصد میں جو کہ معراج کے بیان میں ہے ___ جہاں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا باقی انبیاء کو نماز پڑھانا مذکور ہے، وہاں لکھا ہے (اس نماز میں اختلاف پایا جاتا ہے) کہ آیا اس کی مشروعیت وہی معروف مشروعیت ہے یا لغوی مشروعیت مراد ہے؟ پہلا قول درست قرار دیا گیا ہے کیونکہ جہاں تک ممکن ہو نص کو اپنی شرعی حقیقت پر محمل کیا جاتا ہے۔ مشروعیت معروفہ مراد لینے کے بعد اس میں اختلاف ہے (کہ کیا یہ فرض ہے) اور جیسا کہ نعمانی نے کہا ہے ___ اس پر انس کی وہ حدیث دلالت کرتی ہے جو ابن ابی حاتم کے ہاں پائی جاتی ہے اور

---

[1] المواہب اللدنیہ مقصد اول، اول امر الصلوٰۃ، المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۱۱، ۲۱۲

[2] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد التاسع فی عبادتہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبعۃ عامرہ مصر ۷/۳۲۳

marfat.com

Marfat.com

المصطفٰی واٰلہ وصحبہ المقیمین الصلٰوۃ و العدل والوفاء ۔ پر جنہوں نے نماز کو اور عدل و وفا کو قائم کیا ۔ (ت)

الجواب

پیش از اسراء دو وقت یعنی قبل طلوعِ شمس وقبل غروب کے نمازیں مقرر ہونے میں علماء کو خلاف ہے اور راجح یہ ہے کہ اس سے پہلے صرف قیامِ لیل کی فرضیت باقی پر کوئی دلیل صریح قائم نہیں ۔

فی الدرالمختار اول کتاب الصلٰوۃ الصلٰوۃ فرضت فی الاسراء ، وکانت قبلہ صلاتین ، قبل طلوع الشمس وقبل غروبھا ۔ شمنی[1] اھ ۔

درمختار کی کتاب الصلٰوۃ کے آغاز میں ہے کہ نماز (باقاعدہ طور پر) معراج میں فرض ہوئی تھی ، اس سے پہلے صرف دو نمازیں تھیں ، ایک طلوع سے پہلے دوسری غروب سے پہلے ۔ شمنی اھ (ت)

وفی المواھب ، من المقصد الاول ، قبیل ذکر اول من امن ، قال مقاتل ، کانت الصلٰوۃ اول فرضھا رکعتین بالغداۃ ورکعتین بالعشی ، لقولہ تعالٰی وسبح بحمد ربک بالعشی والابکار ۔ قال فی فتح الباری ، کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قبل الاسراء یصلی قطعًا ، وکذلک اصحابہ ؛ ولکن اختلف ھل افترض قبل الخمس شیئ من الصلاۃ امرلا ؟ فقیل ان الفرض کان صلاۃ قبل طلوع الشمس و قبل غروبھا ۔ والحجۃ فیہ قولہ تعالٰی وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبھا انتہی[2] ۔

اور مواہب کی فصل اوّل میں جہاں اولین ایمان لانے والوں کا ذکر ہے ، اس سے تھوڑا پہلے مذکور ہے کہ مقاتل نے کہا ہے کہ ابتداء میں نماز کی صرف دو رکعتیں صبح کو اور دو رکعتیں رات کو فرض تھیں کیونکہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے اور تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ رات کو اور سویرے ۔ فتح الباری میں کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے پہلے نماز تو یقیناً پڑھتے تھے اور اسی طرح آپ کے صحابہ بھی پڑھتے تھے ، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ پانچ نمازیں فرض ہونے سے پہلے کوئی نماز فرض بھی تھی یا نہیں ! تو کہا گیا ہے کہ ایک نماز طلوع سے اور ایک غروب سے پہلے فرض تھی اور اس پر دلیل اللہ تعالٰی کا یہ فرمان ہے : اور تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ طلوعِ شمس سے پہلے اور غروبِ شمس سے پہلے ۔ (ت)

وقال النووی : اول ماوجب الانذار والدعاء الی التوحید ، ثم فرض اللہ تعالٰی

اور نووی نے کہا ہے کہ سب سے پہلے ڈر سنانا اور توحید کی طرف بلانا فرض کیا گیا ، پھر اللہ تعالٰی

---

[1] درمختار کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۸

[2] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالٰی لہ علیہ وسلم مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر ۱/۲۶۳

marfat.com

Marfat.com

سعید بن جبیر وان کان ربما یفید الاستثناء من کلیتہ علی ما اقول قولہ جل ذکرہ، کل قد علم صلوتہ وتسبیحہ[1]، وقولہ تعالٰی فلولا انہ کان من المسبحین ○ للبث فی بطنہ الی یوم یبعثون[2]○ فان الظاہر ان المراد بہ ماذکر عنہ ربہ عزوجل بقولہ فنادی فی الظلمٰت ان لا الٰہ الا انت سبحٰنک انی کنت من الظٰلمین[3]○ بہ فسرہ سعید بن جبیر، ارشد تلامذۃ ابن عباس، الراوی عنہ تلک الکلیۃ۔ وقد قال الحسن البصری، کما فی المعالم: ماکانت لہ صلاۃ فی بطن الحوت؛ ولکنہ قدم عملا صالحا[4]۔ اھ بید ان ابن عباس ھھنا ایضا مشی علی اصلہ فقال رضی اللہ تعالٰی عنہ، من المسبحین، من المصلین[5]۔ ویکون المعنی حینئذ ما قال الضحاک، انہ شکر اللہ تعالٰی لہ طاعتہ القدیمۃ[6]، کما فی المعالم ایضا۔ فعلی ھذا الحمل واخذ الامر للوجوب، تدل الاٰیۃ باٰخرھا علی فرضیۃ اکثر من

میں تسبیح سے ہر جگہ نماز مراد ہے۔ ابن عباس کا یہ قول فریابی نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے۔ اگرچہ ابن عباس کے اس کلیے سے استثناء کا فائدہ دیتی ہیں وہ آیات جو میں بیان کر رہا ہوں، اللہ جل ذکرہ فرماتا ہے، "ہر (پرندہ) اپنی نماز اور تسبیح کو جانتا ہے"۔ اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے: "اگر وہ (یونس) تسبیح کہنے والوں میں سے نہ ہوتا تو یوم بعث تک مچھلی کے پیٹ میں رہتا" کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ اس تسبیح سے مراد وہی تسبیح ہے جو اللہ تعالٰی نے یونس علیہ السلام سے یوں حکایت کی ہے "پس پکارا اس نے اندھیروں میں کہ کوئی معبود نہیں تیرے سوا تو پاک ہے بیشک میں ظلم کرنے والوں میں تھا" سعید ابن جبیر جو کہ ابن عباس کے بہترین شاگردوں میں سے ہیں اور ان سے منقول مذکورہ بالا کلیہ کے راوی ہیں انہوں نے یہی تفسیر بیان کی ہے۔ حسن بصری نے کہا ہے کہ انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں نماز نہیں پڑھی تھی بلکہ اس سے پہلے ایک صالح عمل تھا۔ اھ البتہ ابن عباس یہاں بھی اپنے اصول پر رواں رہے ہیں اور تسبیح کہنے والوں میں سے ہونے کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ نماز پڑھنے والوں میں سے ہونا۔ اس صورت میں — جیسا کہ ضحاک نے کہا ہے — اس آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالٰی نے یونس علیہ السلام کو اس اطاعت

---

[1] القرآن سورہ النور ۲۴ آیت ۴۱
[2] القرآن سورہ الصٰفٰت ۳۷ آیت ۱۴۳
[3] " سورۃ الانبیاء ۲۱ " ۱۴۴
[4] معالم التنزیل مع تفسیر الخازن زیر آیت فلولا انہ کان من المسبحین (تفسیر سورہ صافات) مصطفٰی البابی مصر ۶/ ۳۷
[5]
[6] معالم التنزیل مع الخازن زیر آیت فلولا انہ کان من المسبحین مطبعۃ المطبعۃ العامرہ مصر ۶/ ۳۷

marfat.com

Marfat.com

ویحتمل ان تکون العشاء) والاحتمالات، کما قال الشامی، لیسا بشیئ، سواء قلنا صلی بهم قبل العروج اوبعده لان اول صلاة صلاها النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من الخمس مطلقا الظهر بمکة باتفاق - ومن حمل الاولیة علی مکة فعلیه الدلیل - قال، والذی یظهر انها کانت من النفل المطلق، او کانت من الصلاة المفروضة علیه صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قبل لیلة الاسراء - وفی فتاوی النووی مایؤید الثانی اھ[1] باختصار۔

تھوڑا سا پہلے مصنف نے بھی ذکر کی ہے (یا نفل ہے؟ اگر ہم کہیں کہ فرض ہے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سی نماز ہے؟ بعض نے کہا ہے کہ اقرب یہ ہے کہ وُہ صبح کی نماز ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ عشاء کی نماز ہو) اور دونوں احتمال —— جیسا کہ شامی نے کہا ہے —— کوئی حیثیت نہیں رکھتے، خواہ ہم یہ کہیں کہ یہ نماز آسمانوں پر جانے سے پہلے پڑھائی تھی یا بعد میں، کیونکہ پانچ نمازوں میں مطلقاً پہلی نماز جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی تھی وُہ بالاتفاق ظہر کی نماز تھی جو آپ نے مکہ مکرمہ میں ادا فرمائی تھی، اور جو شخص اس روایت کو مکہ کے ساتھ مختص کرے تو اس پر دلیل لازم ہے۔ شامی نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ کوئی نفلی نماز تھی یا ان نمازوں میں سے تھی جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر شبِ معراج سے پہلے فرض تھیں اور فتاوٰی نووی سے دوسری شق کی تائید ہوتی ہے۔ (ت)

اقول: وفی الاستدلال بقوله عز اسمه وسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل غروبها[2] نظر، فان تتمة الاٰية ومن اٰناء اللیل فسبح واطراف النهار لعلك ترضٰی[3]، فان حمل التسبیح علی الصلاة لقول ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهما کل تسبیح فی القراٰن صلاة اخرجه الفریابی عن

میں کہتا ہُوں، اللہ عزاسمہٗ کے اس فرمان سے استدلال کرنا کہ تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب سے پہلے، محلِ نظر ہے کیونکہ آیت مکمل اس طرح ہوتی ہے" اور رات کے اوقات میں بھی تسبیح کہو اور دن کے اطراف میں بھی تاکہ تم راضی ہو جاؤ"۔ اب اگر تسبیح سے مراد نماز لی جائے کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ قرآن

[1] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الخامس فی المعراج والاسراء مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر ۶/۶۳
[2] القرآن سورۃ طٰہٰ ۲۰ آیت ۱۳۰
[3] " " "
[4]

marfat.com
Marfat.com

فسرها ترجمان القرآن رضی اللہ تعالٰی عنہ بالصلوات الخمس[1]، کما فی المعالم۔ وقد یستدل بما روی ابن ابی حاتم فی تفسیرہ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ فی حدیث الاسراء واتیانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیت المقدس "لم البث الا یسیرا حتی اجتمع ناس کثیر، ثم اذن مؤذن واقیمت الصلٰوۃ" قال، فقمنا صفوفا ننتظر من یؤمنا فاخذ جبریل علیہ الصلٰوۃ والسلام بیدی فقدّمنی فصلیت بھم، فلما انصرفت، قال لی جبریل، اتدری من صلی خلفك؟ قلت، لا، قال، صلی خلفك کل نبی بعثہ اللہ[2]۔ وھو الحدیث المشار الیہ فی کلام الزرقانی عن الامام النعمانی۔

کس طرح استدلال کیا جاسکتا ہے کہ معراج سے پہلے بھی نماز فرض تھی (جبکہ اس وقت تک وُہ سورۃ نازل ہی نہیں ہوئی تھی)، اسی لیے ترجمان القرآن رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر پانچ نمازوں سے کی ہے۔ جیسا کہ معالم میں ہے۔ اور کبھی استدلال کیا جاتا ہے اس حدیث سے جو ابن ابی حاتم نے انس رضی اللہ عنہ سے واقعۂ معراج اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیت المقدس میں آنے کے بارے میں روایت کی ہے (اس میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا) ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ بہت سے لوگ جمع ہوگئے۔ پھر ایک مؤذن نے اذان دی اور نماز کے لیے اقامت کہی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم سب صفیں باندھ کر اس انتظار میں کھڑے ہوگئے کہ ہمارا امام کون بنتا ہے، تو جبریل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آگے کردیا، چنانچہ میں نے سب کو نماز پڑھائی، جب میں نے سلام پھیرا تو جبریل نے مجھ سے کہا: "کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے پیچھے کن لوگوں نے نماز پڑھی ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ جبریل نے کہا کہ آپ کے پیچھے ہر اس نبی نے نماز پڑھی ہے جسے اللہ تعالٰی نے مبعوث فرمایا ہے۔ یہی وہ حدیث ہے جس کی طرف زرقانی کے کلام میں نعمانی کے حوالے سے اشارہ کیا گیا ہے (ت)

اقول: ولعل مطمح نظر المستدل وقوع الاذان والاقامۃ فانھما من خصائص الفرائض **اولًا**، فلان الاذان والاقامۃ المعروفین ماشرعا الا بالمدینۃ، والاسراء قبل الھجرۃ ولذا قال الزرقانی فی تفسیر الحدیث، اذن مؤذن، ای اعلم بطلب الصلاۃ، فاقیمت الصلوۃ، ای تھیؤا لھا وشرعوا فیھا، فلا یرد ان الاذان والاقامۃ انما

میں کہتا ہوں کہ شاید دلیل پیش کرنے والے کا مطمح نظر یہ ہو کہ اس نماز میں اذان واقامت ہوئی تھی اور یہ فرائض کے ساتھ خاص ہیں، لیکن اس پر اعتراض ظاہر ہے۔ اولًا اس لیے کہ معروف اذان واقامت تو مدینہ میں شروع ہوئی تھی، جبکہ معراج ہجرت سے پہلے ہُوا تھا۔ اسی لیے زرقانی نے اس حدیث کی شرح کرتے ہُوئے "ایک مؤذن نے اذان کہی" کے یہ معنی

---

[1] معالم التنزیل مع تفسیر الخازن زیر آیت فلولا انہ کان من المسبحین مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۶/ ۹۸

[2] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الخامس فی المعراج [illegible] مطبعۃ العامرہ مصر ۶/ ۶۲

marfat.com

Marfat.com

صلاتین) الا ان یقال ، لم یقصد الحصر ، بدلیل ان قیام اللیل کان فریضة من قبل قطعا ؛ ولکن یبقی قوله تعالیٰ و اطراف النهار؛ وحمله علی المذکورتین یستلزم التکرار ۔

(اور نماز وغیرہ) کے صلے میں نجات دی تھی جو وہ مچھلی کے پیٹ میں جانے سے پہلے کرتے رہے تھے ۔ معالم میں بھی اسی طرح ہے ۔ بہرحال اگر "فسبح بحمد ربک" میں تسبیح سے مراد نماز لی جائے اور امر کو وجوب کے لیے قرار دیا جائے تو آیت کا آخری حصہ دو سے زیادہ نمازوں کے فرض ہونے پر دلالت کرے گا ۔ اس کا یہ جواب تو دیا جا سکتا ہے کہ دو میں حصر مقصود نہیں ہے کیونکہ رات کی نماز بھی بالیقین پہلے سے فرض تھی ، لیکن اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان " اور دن کے اطراف میں " بغیر کسی مفہوم کے رہ جاتا ہے کیونکہ اگر اس سے مراد طلوع سے پہلے اور غروب سے پہلے والی دو نمازیں لی جائیں تو تکرار لازم آئے گی (کیونکہ ان کا ذکر آیت کی ابتداء میں ہو چکا ہے) ۔ (ت)

اما استدلال مقاتل بقوله تعالیٰ و سبح بحمد ربک بالعشی والابکار[1] ، **فاقول :** اضعف ، واضعف ؛ بل لیس بشیٔ اصلا ، فان الاٰیة من سورة حم المؤمن ، وقد تأخر نزولها عن سورة بنی اسرائیل النازلة بخبر الاسراء ، بزمان طویل ، فقد روی ابن الضریس فی فضائل القراٰن عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما ، فی حدیث ترتیب نزول السور ، قال : کان اول ما نزل من القراٰن اقرأ باسم ربک ، ثم ن ، فذکر الحدیث الی ان قال ؛ ثم بنی اسرائیل ، ثم یونس ، ثم هود ، ثم یوسف ، ثم الحجر ، ثم الانعام ، ثم الصٰفٰت ، ثم لقمان ، ثم سبا ، ثم الزمر ، ثم حم المؤمن[2] ۔ الحدیث ۔ فکیف یستدل بها علی ایجاب صلاة قبل الاسراء ؟ لاجرم ان

رہا مقاتل کا استدلال اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے " اور تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ رات کو اور صبح سویرے " ۔ تو میں کہتا ہوں کہ بہت ضعیف ہے اور بہت ہی ضعیف ہے ، بلکہ سرے سے بیکار ہے ، کیونکہ یہ آیت سورہ حم مومن کی ہے اور اس کا نزول سورہ بنی اسرائیل سے ، جس میں معراج کا ذکر ہے طویل زمانے کے بعد ہوا ہے ۔ چنانچہ ابن ضریس نے فضائل قرآن میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سورتیں نازل ہونے کی ترتیب اس طرح بیان کی ہے کہ ابن عباس نے کہا ہے کہ " قرآن میں سب سے پہلے سورہ اقرأ باسم ربک نازل ہوئی پھر نٓ ۔ ابن ضریس نے یہ روایت پوری بیان کی ہے یہاں تک کہ کہا ہے پھر بنی اسرائیل ، پھر یونس ، پھر ہود ، پھر یوسف ، پھر حجر ، پھر انعام ، پھر صٰفّٰت ، پھر لقمان ، پھر سبا ، پھر زمر ، پھر حم مومن ___ آخر تک ۔ تو پھر حم مومن کی آیت سے

[1] القرآن سورہ مؤمن ۴۰ آیت ۵۵

[2] فضائل القرآن لابن [illegible]

marfat.com

Marfat.com

رواہ ابن سعد وغیرہ عن عزیزۃ بنت ابی تجراۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا ذکرہ فی ترجمتہا من الاصابۃ۔

اس کو ابن سعد وغیرہ نے عزیزہ بنت تجراۃ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ یہ بات اصابہ میں عزیزہ رضی اللہ عنہا کے حالات میں مذکور ہے۔ (ت)

احادیث اس باب میں بکثرت ہیں اور ان کی جمع وتلفیق کی حاجت نہیں بلکہ نماز شروع روز شریف سے مقرر ومشروع ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اوّل بار جس وقت وحی اُتری اور نبوتِ کریمہ ظاہر ہُوئی اُسی وقت حضور نے بہ تعلیم جبریلِ امین علیہ الصلاۃ والتسلیم نماز پڑھی اور اُسی دن بہ تعلیمِ اقدس حضرت اُمّ المومنین خدیجۃ الکبرٰی رضی اللہ تعالٰی عنہا نے پڑھی، دُوسرے دن امیر المومنین علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنی نے حضور کے ساتھ پڑھی کہ ابھی سورۂ مزمل نازل بھی نہ ہوئی تھی تو ایمان کے بعد پہلی شریعت نماز ہے۔

فقد اخرج احمد وابن ماجۃ والحارث فی مسندہ وغیرھم عن اسامۃ بن زید عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہما ان جبریل اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، فی اول ما اوحی الیہ، فاراہ الوضوء والصلاۃ، فلما فرغ من الوضوء اخذ غرفۃ من ماء فنضح بہا فرجہٗ[1]۔ وفی سیرۃ ابن اسحٰق، وسیرۃ ابن ھشام، والمواھب اللدنیۃ من المقصد الاول، وکتاب الخمیس، وافضل القری لقراء ام القری، للامام ابن حجر المکی، ثم حاشیۃ الکنز للعلامۃ السید ابی السعود الازھری، ثم حاشیۃ الدر للعلامۃ السید احمد الطحطاوی، وھذا لفظ القسطلانی، مزیدا من الزرقانی (قد روی) مرّضہ لان لہ طرقا لاتخلو من مقال؛ لکنہا متعددۃ یحصل باجتماعہا

تخریج کی ہے احمد اور ابن ماجہ نے اور حارث نے اپنی مسند میں اور دیگر محدثین نے اسامہ ابن زید سے۔ وہ اپنے والد سے راوی ہیں کہ وحی کے آغاز میں ایک مرتبہ جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو وضو اور نماز کا طریقہ بتایا، جب وضوء سے فارغ ہُوئے تو چُلّو بھر پانی لیا اور اپنے فرج پر چھڑکا۔ سیرت ابنِ اسحٰق میں، سیرت ابنِ ہشام میں، مواہب لدنیہ کے کتاب الخمس میں، ابن حجر مکی کی افضل القری لقراء ام القرٰی میں، سید ابوالسعود ازہری کے حاشیہ کنز میں، سید احمد طحطاوی کے حاشیہ درمختار میں مذکور ہے ــــ اور الفاظ قسطلانی کے ہیں جن میں اس کی شرح زرقانی سے اضافہ کیا گیا ہے ــــ (روایت کی گئی ہے) بصیغۂ مجہول اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ اس کے جتنے طریقے بھی ہیں وہ اعتراض سے خالی نہیں ہیں۔ لیکن چونکہ متعدد ہیں اس لیے ان کے اجتماع سے قوت

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل حدیث زید بن حارثہ رضی اللہ تعالٰی عنہ دار الفکر بیروت ۴/ ۱۶۱

marfat.com

Marfat.com

شرعا بالمدینۃ والاسراء کان بمکۃ اھ[1] ماثانیاً فلان تخصیصھما بالفرائض انما عرف بعد ماشرعا للامۃ، اماقبل ذٰلک فای دلیل علیہ؟ واما ثالثاً، وھوالقاطع، فلان الاسراء انما کان باللیل، وقد علمنا ان صلاۃ اللیل کانت فریضۃ قبل فرض الخمس، فمایدریک لعلھا ھی۔ وبہ یظھر الجواب عما عسی ان یتعلق بہ متعلق، مما روی مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی حدیث الاسراء "وحانت الصلاۃ فاممتھم"[2]۔

بیان کیے ہیں کہ اس نے نماز کے لیے طلب کیے جانے سے ان کو آگاہ کیا" اور نماز کے لیے اقامت کہی گئی" کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ اس کے لیے تیار ہوگئے اور اس میں شروع ہوگئے، اس لیے یہ اعتراض نہیں پیدا ہوگا کہ اذان و اقامت تو مدینہ میں شروع ہوئی تھیں اور معراج مکہ میں ہُوا تھا۔ ثانیاً، اس لیے کہ اذان واقامت کا فرائض کے ساتھ مخصوص ہونا تو اُمّت کے لیے ان کے مشروع ہونے کے بعد معلوم ہوا ہے۔ مشروعیت سے پہلے تخصیص پر کون سی دلیل ہے؟ ثالثاً، اس لیے ــــ اور یہ اعتراض استدلال کی جڑ کاٹنے والا ہے ــــ کہ معراج رات کو ہوئی تھی اور یہ ہم جان چکے ہیں کہ رات کی نماز، پانچ نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے بھی فرض تھی، تو کیا پتا، ہوسکتا ہے یہ وہی رات کی نماز ہو! اسی سے اس کا جواب بھی ظاہر ہوجاتا ہے جس کو ہوسکتا ہے کوئی مستدل بطور دلیل پیش کرے یعنی مسلم کی وہ روایت جو ابوہریرہ سے حدیثِ معراج میں مروی ہے (کہ رسول اللہ نے فرمایا) اور نماز کا وقت ہوگیا تو میں نے انہیں نماز پڑھائی۔ (ت)

تاہم اس قدر یقیناً معلوم کہ معراج مبارک سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نمازیں پڑھتے۔ نمازِ شب کی فرضیت تو خود سورۂ مزمل شریف سے ثابت اور اس کے سوا اور اوقات میں بھی نماز پڑھنا وارد عام ازینکہ فرض ہو یا نفل، حدیث میں ہے:

کان المسلمون قبل ان تفرض الصلوات الخمس یصلون الضحٰی والعصر، فکان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واصحابہ اذا صلوا اٰخر النھار، تفرقوا فی الشعاب فصلوھا فرادی[3]۔

فرضیت پنجگانہ سے پہلے مسلمان چاشت اور عصر پڑھا کرتے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و صحابہ کرام جب آخر روز کی نماز پڑھتے گھاٹیوں میں متفرق ہوکر تنہا پڑھتے۔

---

[1] شرح الزرقانی علی المواھب المقصد الخامس فی المعراج والاسراء مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر ۶/۵۷
[2] الصحیح لمسلم باب الاسراء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۹۶
[3] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حدیث ۳۳ ترجمہ عفیف الکندی مطبوعہ دار صادر بیروت لبنان ۴/۳۶۴

marfat.com

Marfat.com

وسلم، اول یوم الاثنین، وصلت خدیجة اٰخرہ، وصلی علی یوم الثلثاء[1] — آپ کو پڑھائی تھی) ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ خدیجہ سب سے پہلے نماز پڑھنے والی ہیں (تو یہ نماز کی پہلی فرضیت تھی) یعنی اس کا اندازہ تھا (دو رکعتیں) اھ اس روایت کا باقی حصہ عنقریب آئے گا۔ اور طبرانی نے ابورافع رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سوموار کے ابتدائی حصے میں پہلی نماز پڑھی، خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سوموار کے آخری حصے میں اور علی رضی اللہ عنہ نے منگل کے دن۔ (ت)

بالجملہ یہ سوال ضرور متوجہ ہے کہ معراج سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز کس طرح پڑھتے تھے،

اقول ملاحظہ آیات واحادیث سے ظاہر کہ وُہ نماز اسی انداز کی تھی اُس میں **طہارتِ ثوب** بھی تھی قال تعالٰی فی سورۃ المدثر، وثیابك فطهر[2] (اللہ تعالٰی نے سورہ مدثر میں فرمایا ہے "اور اپنے کپڑوں کو پاک کرو"۔ ت) **وضو** بھی تھا کما تقدم اٰنفا (جیسا کہ ابھی گزرا ہے۔ ت) **استقبالِ قبلہ** بھی تھا،

کما مر من حدیث ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا، وروی ابن اسحٰق فی سیرتہ قال: حدثنی عبداللہ ابن نجیح المکی عن اصحابہ، عطاء ومجاھد وعمن روی ذلك، فساق حدیث اسلام عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ، وفیہ، فجعلت امشی رویدا ورسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قائم یصلی یقرؤ القراٰن، حتی قمت فی قبلتہ مستقبلہ، ما بینی وبینہ الا ثیاب الکعبۃ۔ قال، فلما سمعت القراٰن رق لہ قلبی[3]۔ الحدیث۔

جیسا کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی حدیث گزری ہے۔ اور ابن اسحٰق نے اپنی سیرت میں روایت کی ہے کہ حدیث بیان کی مجھ سے عبداللہ ابن نجیح مکی نے اپنے ساتھیوں عطا اور مجاہد سے اور کچھ لوگوں سے جنہوں نے یہ روایت بیان کی ہے۔ اس کے بعد ابن اسحٰق نے عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ ذکر کیا ہے اس میں ہے کہ (عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں آہستہ آہستہ چلتا جارہا تھا اور رسول اللہ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور قرآن کی تلاوت کر رہے تھے یہاں تک کہ میں آپ کے سامنے آپ کی طرف رُخ کرکے کھڑا ہوگیا، میرے اور آپ کے درمیان کعبے کے غلاف کے سوا کوئی حائل نہیں تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں نے قرآن سُنا تو میرا دل اس کے لیے نرم ہوگیا۔ الحدیث (ت)

---

[1] المعجم الکبیر للطبرانی عن عبیداللہ ابن ابی رافع حدیث ۹۵۲ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱/۳۲۰
[2] القرآن سورہ المدثر ۷۴ آیت ۴
[3] سیرت ابن اسحٰق

marfat.com
Marfat.com

القوة (ان جبريل بدا له صلى الله تعالى عليه
وسلم) وهو باعلى مكة، كما عند ابن اسحٰق، اى
بجبل الحراء، كما فى الخميس (فى احسن
صورة واطيب رائحة فقال، يا محمد! ان
الله يقرئك السلام ويقول لك، انت رسولى
الى الجن والانس فادعهم الى قول لا اله الا
الله، ثم ضرب برجله الارض فنبعت عين
ماء فتوضأ منها جبريل) زاد ابن اسحٰق، ورسول
الله ينظر اليه، ليريه كيف الطهور الى الصلاة
(ثم امره ان يتوضأ، وقام جبريل يصلى،
وامره ان يصلى معه) زاد فى رواية ابى نعيم
عن عائشة رضى الله تعالى عنها، فصلى ركعتين
نحو الكعبة (فعلمه الوضوء والصلاة، ثم عرج
الى السماء ورجع رسول الله صلى الله تعالى
عليه وسلم، لا يمر بحجر ولا مدر ولا
شجر الا وهو يقول: السلام عليك يا رسول الله!
حتى اتى خديجة، فاخبرها، فغشى عليها
من الفرح، ثم امرها فتوضأت، وصلى
بها كما صلى به جبرئيل) زاد فى رواية،
وكانت اول من صلى (فكان ذلك اول فرضها)
اى تقديرها ركعتين [1] اھ وله تمام سيأتى.
واخرج الطبرانى عن ابى رافع رضى الله تعالى
عنه، قال، صلى النبى صلى الله تعالى عليه

حاصل ہو جاتی ہے (کہ جبریل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے سامنے آئے) جبکہ آپ مکہ کے بالائی حصہ میں تھے
—— جیسا کہ سیرت ابن اسحٰق میں ہے، یعنی کوہ حرا پر تھے
—— جیسا کہ خمیس میں ہے (اچھی صورۃ اور عمدہ خوشبو
میں اور کہا "اے محمد! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے
اور فرماتا ہے کہ آپ انسانوں اور جنوں کی طرف میرے
رسول ہیں اس لئے انہیں دعوت دیں کہ وہ لا الٰہ الا اللہ
کہیں، پھر جبریل نے اپنا پاؤں زمین پہ مارا تو پانی کا چشمہ
ابل پڑا اور جبریل نے اس سے وضو کیا) ابن اسحٰق نے اضافہ
کیا ہے کہ "اور رسول اللہ اس کی طرف دیکھ رہے تھے تاکہ
رسول اللہ کو نماز کے لیے طہارت کا طریقہ بتائے (پھر
آپ سے کہا کہ آپ بھی وضو کریں۔ پھر جبریل نماز پڑھنے
لگے اور رسول اللہ کو کہا کہ آپ بھی میرے ساتھ پڑھیں)
ابو نعیم نے حضرت عائشہ سے جو روایت کی ہے اس
میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جبریل نے قبلہ رخ ہو کر دو رکعتیں
پڑھیں (چنانچہ وضو اور نماز سکھانے کے بعد جبریل تو
آسمان پر چلے گئے اور رسول اللہ گھر کی طرف واپس ہوئے
تو راستے میں جس پتھر، ڈھیلے یا درخت کے پاس سے
آپ گزرتے وہ کہتا "السلام علیک یا رسول اللہ"
یہاں تک کہ آپ خدیجہ کے پاس آئے اور ان سے سارا
ماجرا بیان کیا تو انہیں فرطِ مسرت سے غشی آگئی۔ پھر
رسول اللہ نے انھیں بھی وضو کرنے کا حکم دیا اور رسول اللہ
نے ان کو بھی اسی طرح نماز پڑھائی جس طرح جبریل نے

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام مطبعہ المطبعۃ العامرہ مصر ۱/۲۴۳

marfat.com
Marfat.com

ركعات او ركعتين ، منها ما تقدم انفا من حديث ابى نعيم فصلى ركعتين ، و من حديث غيره فكان ذٰلك اول فرضها ركعتين، وانما سميت ركعة للركوع ۔

بیان ہے، ان میں بکثرت رکعات یا دو رکعتوں کا ذکر ہے ان میں سے ایک تو وہی ہے جو ابھی ابو نعیم کے حوالے سے گزری تھی کہ نماز پڑھی دو رکعتیں ۔ اور ابو نعیم کے علاوہ ایک دوسرے محدث کی روایت کہ ابتدا میں صرف دو رکعتیں فرض تھیں ۔ اور رکعت کی وجہ تسمیہ ہی یہ ہے کہ اس میں رکوع پایا جاتا ہے ۔ ت)

سجود بھی تھا،

كما فى حديث ايذاء ابى جهل وغيره من الكفرة، لعنهم الله تعالى ، حين صلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عند الكعبة ، فرمقوا سجوده ، فالقوا عليه ما القوا به فى قليب بدر ملعونين ـ والحمد لله رب العٰلمين ـ والحديث معروف فى الصحيحين و غيرهما عن ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه ، وفيه من قول الكفار "يجئ به ثم يمهله حتى اذا سجد وضع بين كتفيه ؛ قال : فانبعث اشقاهم فلما سجد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وضعه بين كتفيه، وثبت النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ساجدًا ـ الحديث ـ وقد قال تعالىٰ فى سورة اقرأ ، واسجد واقترب ٥

جیسا کہ اس حدیث میں ہے جس میں ابو جہل اور دیگر کفار لعنہم اللہ کی ایذا رسانی کا ذکر ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے تو کفار نے اُن کے سجدے پر نگاہ رکھی اور آپ پر وُہ کچھ ڈال دیا (یعنی اوجھڑیاں وغیرہ) جس کے بدلے میں بدر کے کنویں میں ملعون کرکے پھینک دیے گئے ۔ اور یہ حدیث صحیحین وغیرہ میں عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے معروف ہے اور اس میں ہے کہ کوئی جاکر اوجھڑیاں لائے پھر محمد کو اتنی مہلت دے کہ وہ سجدے میں چلا جائے، اس وقت اس کے شانوں کے درمیان اوجھڑیاں رکھ دے ۔ راوی کہتا ہے کہ ان میں سے جو بہت بدبخت تھا وہ اس کام کے لیے تیار ہوگیا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں گئے تو اس نے اوجھڑیاں آپ کے شانوں کے درمیان رکھ دیں اور آپ سجدے میں پڑے رہے ۔ الحدیث ۔ اور اللہ تعالیٰ نے سورۃ اقرأ میں فرمایا ہے : "اور سجدہ کرو اور قرب حاصل کرو۔" (ت)

ؔ صحیح البخاری باب المرأۃ تطرح علی المصلی شیئا من الاذٰی مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷۴

marfat.com

Marfat.com

تکبیر تحریمہ بھی تھی قال تعالیٰ: وربك فكبر[1] (اور اپنے رب کی تکبیر کہو۔ ت) وقال عزاسمه فی سورة الاعلی النازلة قدما: وذكر اسم ربه فصلی[2] (اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ اعلیٰ میں جو پہلے نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہے کہا ہے "اور یاد کیا اپنے رب کے نام کو پھر نماز پڑھی"۔ ت) قیام بھی تھا، قال تعالیٰ:

یاایها المزمل قم الیل[3] الی الآیات الی قوله جل ذکره ان ربك یعلم انك تقوم ادنی من ثلثی اليل ونصفه وثلثه وطائفة من الذین معك[4]۔

اے اوڑھنے والے! رات کو قیام کیا کرو" اور اس سے بعد کی آیتیں، اس آیت تک "بے شک تیرا رب جانتا ہے کہ تو کبھی دو تہائی رات سے کم قیام کرتا ہے کبھی نصف رات اور کبھی ایک تہائی رات۔ اور ان لوگوں کی ایک جماعت بھی جو تیرے ساتھ ہے۔ (ت)

قرأت بھی تھی۔

قال تعالیٰ فی سورة المزمل فاقرؤا ما تیسر من القرآن[5] وقال الزرقانی تحت ما تقدم من قول مقاتل رکعتین بالغداة ورکعتین بالعشی، یحتمل انه کان یقرؤ فیهما بما اتاه من سورة اقرء، حتی نزلت الفاتحة[6]۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ مزمل میں فرمایا ہے: "پس پڑھو جتنا قرآن میسر ہوسکے"۔ اور مقاتل کا جو قول پہلے گزرا ہے کہ دو رکعتیں صبح کی اور دو رکعتیں رات کی فرض تھیں، اس کے تحت زرقانی نے کہا ہے "ممکن ہے کہ نزولِ فاتحہ سے پہلے رسول اللہ ان رکعتوں میں سورۂ اقرأ کی وہ آیات پڑھتے ہوں جو نازل ہوچکی تھیں۔ (ت)

رکوع بھی تھا،

علی خلف فیه، کما سیأتی، وقد تظافرت الاحادیث الحاکیة عما قبل الاسراء بصلوٰة

لیکن اس میں اختلاف ہے جو عنقریب آرہا ہے۔ اور جن احادیث میں معراج سے پہلے نماز پڑھنے کا

---

[1] القرآن سورۂ مدثر ۷۴ آیت ۳
[2] القرآن سورۃ الاعلیٰ ۸۷ آیت ۱۵
[3] القرآن سورۂ مزمل ۷۳ آیت ۱
[4] القرآن ۷۳/۲۰
[5] " " "/"
[6] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالیٰ لہ علیہ الصلوٰۃ والسلام المطبعۃ العامرۃ مصر ۱/۲۴۴

marfat.com

Marfat.com

عليه وسلم في صلاة الفجر، كما تقدم، ومرّ
حديث ابن اسحٰق في اسلام امير المؤمنين
عمر رضي الله تعالىٰ عنه، وروى ابن سنجر في
مسنده عنه رضي الله تعالىٰ عنه "خرجت اتعرض
رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قبل ان
اسلم، فوجدته قد سبقني الى المسجد،
فقمت خلفه، فاستفتح سورة الحاقة،
فجعلتُ اتعجب من تأليف القرآن، فقلت:
هو شاعر كما قالت قريش، فقرأ انه لقول رسول
كريم ○ وما هو بقول شاعر قليلا ما تؤمنون ○
فقلت: كاهن، علم ما في نفسي، فقرأ ولا
بقول كاهن قليلا ما تذكرون ○ الى آخر السورة،
فوقع الاسلام في قلبي كل موقع"[1] **اقول**: لكن
ذكر ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما في
حديثه المذكور نزول الحاقة بعد بني اسرائيل
بسبع وعشرين سورة، وجعلها من اواخر
ما نزل بمكة، ولا يظهر الجمع بان بعضها
نزل قديما فسمعه عمر قبل ان يسلم
وتأخر نزول الباقي، واعتبر ابن عباس
بالاكثر، فان امير المؤمنين يقول في
هٰذا الحديث، ان صح، فاستفتح سورة
الحاقة، ويذكر الآيات من اواخرها،
ثم يقول الى آخر السورة، فالله

رہنمائی کرتا ہے" اور جنات نے رسول اللہ کی یہ قرآت
نمازِ فجر میں سنی تھی، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور
ابن اسحٰق کی روایت بھی گزر چکی ہے جو امیر المومنین عمر
رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بارے میں ہے۔ اور
ابن اسحٰق نے اپنے مسند میں عمر رضی اللہ عنہ سے روایت
کی کہ وہ فرماتے ہیں "اسلام لانے سے پہلے ایک دن
میں رسول اللہ کا سامنا کرنے کے لیے گھر سے نکلا تو
آپ اُس وقت مسجد کو جا چکے تھے میں جا کر ان کے
پیچھے کھڑا ہو گیا، انہوں نے سورۃ الحاقہ شروع کی تو
میں قرآن کی تالیف و ترتیب پر حیران رہ گیا اور میں نے
دل میں کہا کہ یہ شخص شاعر ہے، اُسی وقت آپ نے یہ
آیت پڑھی" اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے تم بہت کم
ایمان لاتے ہو" میں نے سوچا کہ یہ کاہن ہے کہ اس کو
میرے دل کی بات معلوم ہو گئی، اُسی وقت آپ نے
یہ آیت پڑھی "نہ یہ کسی کاہن کا قول تم بہت کم نصیحت
حاصل کرتے ہو ـــ سورۃ کے آخر تک ـــ چنانچہ
اسلام میرے دل میں پوری طرح گھر گیا۔ **اقول** (میں
کہتا ہوں)، لیکن ابن عباس نے اپنی مذکورہ روایت
میں بیان کیا ہے کہ سورۃ الحاقہ کا نزول اس وقت
ہوا جب سورۂ بنی اسرائیل کے بعد ستائیس سورتیں
نازل ہو چکی تھیں اور ابن عباس نے الحاقہ کو ان سورتوں
میں شمار کیا ہے جو مکہ کے آخری دور میں نازل ہوئی تھیں
(پھر حضرت عمر نے الحاقہ کی آیات اسلام لانے سے پہلے

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب مقصد اول اسلام عمر فاروق مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر ۱/۳۲۲

marfat.com
Marfat.com

جماعت بھی تھی،

کما تقدم من حدیث البعث، ولفظه عن ابن اسحٰق، ثم قام به جبرئیل فصلی به، وصلی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بصلاته، (الی ان قال فی خدیجة) صلے بها رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم کما صلی به جبرئیل، فصلت بصلاته[1] - اھ وقد قال تعالٰی وطائفة من الذین معك[2] واخرج الشیخان عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهما فی حدیث مجیٔ الجن الیه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اول البعث، انهم اتوه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وهو یصلی باصحابه صلاة الفجر[3]، قال الزرقانی المراد بالفجر الرکعتان اللتان کان یصلیها قبل طلوع الشمس[4] الخ

جیسا کہ بعث والی حدیث گزری ہے اور اس کے الفاظ ابن اسحٰق کے ہاں اس طرح ہیں "پھر جبریل آپ کے ساتھ کھڑے ہوئے اور آپ کو نماز پڑھائی اور رسول اللہ نے جبریل کی نماز کے مطابق نماز پڑھی (یہاں تک کہ خدیجہ کے بارے میں کہا ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نماز پڑھائی جس طرح جبریل نے رسول اللہ کو پڑھائی تھی چنانچہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مطابق نماز پڑھی۔ اھ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: "اور ایک جماعت ان لوگوں کی جو تمہارے ساتھ ہے" بخاری ومسلم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی روایت کی ہے جس میں ابتداءِ وحی کے دوران رسول اللہ کے پاس جنّات کے آنے کا ذکر ہے۔ اس میں ہے کہ جب جنّات آپ کے پاس آئے اس وقت آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح کی نماز پڑھ رہے تھے۔ زرقانی نے کہا ہے کہ فجر کی نماز سے مراد وہ دو رکعتیں ہیں جو طلوعِ آفتاب سے پہلے پڑھا کرتے تھے الخ۔ (ت)

جہر بھی تھا،

قال تعالٰی قل اوحی الی انه استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قراٰنا عجبا یهدی الی الرشد فاٰمنا به[5]، وقد کانوا سمعوه صلی اللہ تعالٰی

اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے "کہو وحی کی گئی ہے میری جانب کہ جنوں کی ایک جماعت نے کان لگا کر سُنا تو کہا ہم نے ایک عجیب قرآن سُنا ہے جو ہدایت کی طرف

---

[1] سیرت ابن اسحٰق

[2] القرآن ۷۳/۲۰

[3] صحیح البخاری زیرِ آیت قل اوحی الی الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۳۲

[4] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الاول ذکر الجن مطبوعہ المطبعۃ العامرۃ مصر ۱/۲۲۹

[5] القرآن ۷۲/۱-۲

marfat.com

Marfat.com

یصلیہا[1] قبل۔ | اسی طرح مشروع قرار دے دیا جس طرح آپ پہلے سے پڑھتے تھے۔ (ت)

قبل اس سے ظاہر یہ کہ پیش از معراج دو رکعتیں اسی طرح کی تھیں جیسی اب ہیں مگر بعض علماء فرماتے ہیں معراج سے پہلے رکوع اصلاً نہ تھا نہ اس شریعت میں نہ اگلے شرائع میں رکوع ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کی اُمتِ مرحومہ کے خصائص سے ہے کہ بعد اسرا عطا ہُوا بلکہ معراج مبارک کی صبح کو جو پہلی نمازِ ظہر پڑھی گئی اُس تک رکوع نہ تھا اُس کے بعد عصر میں اُس کا حکم آیا اور حضور و صحابہ نے ادا فرمایا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم مسند بزار و معجم اوسط طبرانی میں امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی حدیث اس معنی کو مفید امام جلال الدین سیوطی خصائص کبریٰ میں فرماتے ہیں،

باب اختصاصه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بالرکوع فی الصلاۃ۔ ذکر جماعة من المفسرین فی قوله تعالٰی وارکعوا مع الراکعین، ان مشروعیة الرکوع فی الصلاۃ خاص بهذه الملة، وانه لارکوع فی صلاۃ بنی اسرائیل؛ ولذا امرهم بالرکوع مع امة محمد صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم، قلت، وقد یستدل له بما اخرجه البزار والطبرانی فی الاوسط عن علی رضی اللہ تعالٰی عنه، قال، اول صلاۃ رکعنا فیها صلٰوۃ العصر فقلت یارسول اللہ ماھذا؟ قال بهذا امرت۔ ووجه الاستدلال انه صلی قبل ذلك صلاۃ الظهر، وصلی قبل فرض الصلوات الخمس قیام اللیل وغیر ذلك، فکون الصلاۃ السابقة بلارکوع قرینة لخلو صلاۃ الامم السابقة منه[2] اھ۔

باب، اس بیان میں کہ رسول اللہ نماز میں رکوع کے ساتھ مختص ہیں۔ مفسرین کی ایک جماعت نے اللہ تعالیٰ کے فرمان "اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ نماز میں رکوع کا ہونا اس اُمت کے ساتھ خاص ہے، اور بنی اسرائیل کی نماز میں رکوع نہیں تھا، اسی لیے ان کو حکم دیا گیا ہے کہ اُمتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رکوع کریں۔ اور اس پر دلیل پیش کی جاتی ہے کہ بزار نے اور طبرانی نے اوسط میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے کہ پہلی نماز جس میں ہم نے رکوع کیا وہ عصر کی نماز تھی، تو ہم نے کہا "یارسول اللہ! یہ کیا ہے؟" تو آپ نے فرمایا: "مجھے اسی طرح حکم دیا گیا ہے"۔ استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ رسول اللہ نے اس سے پہلے ظہر کی نماز پڑھی تھی، اور پانچ نمازوں کی فرضیت سے پہلے قیام لیل بھی کرتے تھے، کچھ اور نوافل بھی پڑھتے تھے، تو ان تمام نمازوں میں رکوع کا نہ ہونا اس بات کا قرینہ ہے کہ پہلی اُمتوں کی نمازوں میں رکوع نہ تھا اھ (ت)

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب مراتب الوحی مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر ۱/۲۷۳-۲۷۴

[2] الخصائص الکبریٰ باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بالرکوع مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۲۰۵

marfat.com

Marfat.com

تعالیٰ اعلم، بل قال مجاھد فی قولہ تعالٰی فاصدع بما تؤمر ھو الجھر بالقرآن[1]۔ حکاہ فی المواھب من المقصد الاول، قال، قالوا وکان ذٰلک بعد ثلث سنین من النبوۃ، قال الزرقانی، تبرأ منہ لجزم الحافظ فی سیرتہ بان نزول الاٰیۃ کان فی السنۃ الثالثۃ[2]۔

کس طرح سُن لی تھیں، جبکہ وہ نبوت کے چھٹے سال میں ایمان لائے تھے اور اس وقت یہ سورت نازل ہی نہیں ہُوئی تھی) اور یہ تطبیق کرنا غیر ظاہر ہے کہ ہوسکتا ہے اس کا کچھ حصہ پہلے نازل ہوا ہو اور حضرت عمر نے اس کو سُن لیا ہو اور باقیماندہ زیادہ تر حصّہ بعد میں نازل ہوا ہو اور حضرت ابن عباس نے اکثر باقیماندہ حصے کے نزول کو ملحوظ رکھا ہو۔ غیر ظاہر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر (اسلامِ عمر والی) یہ حدیث صحیح ہے تو اس میں عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں "پس شروع کی رسول اللہ نے سورۃ الحاقۃ، پھر سورۃ کے آخری حصّے کی چند آیات ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں "سورت کے آخر تک" (یعنی اس روایت کا تقاضا تو یہ ہے کہ یہ سورت شروع سے آخر تک اس وقت نازل ہوچکی تھی پھر مندرجہ بالا تطبیق کیسے ظاہر ہوسکتی ہے؟) پس اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ بلکہ مجاہد نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا "(اے نبی!) جس چیز کا تمہیں حکم دیا جارہا ہے اس کا اعلان کرو"۔ اس سے مراد قرآن کو جہراً پڑھنا ہے۔ یہ بات مواہب کے مقصدِ اول میں مذکور ہے۔ صاحبِ مواہب نے کہا، "کہتے ہیں کہ یہ آیت نبوت کے تین سال گزرنے کے بعد نازل ہُوئی"۔ اس کی شرح میں زرقانی نے کہا ہے کہ ("کہتے ہیں" کہہ کر) ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ حافظ نے اپنی سیرت میں یقین ظاہر کیا ہے کہ یہ آیت نبوت کے تیسرے سال کے دوران نازل ہُوئی تھی۔ (ت)

بالجملہ جہاں تک نظر کی جاتی ہے نمازِ سابق اصول وارکان میں اسی نمازِ مستقر کے موافق نظر آتی ہے بلکہ حدیث مذکور بلفظ مواہب میں بعد فکان ذٰلک اول فرضھا رکعتین (ابتدا میں نماز کی دو رکعتیں فرض ہُوئی تھیں۔ ت) کے فرمایا،

ثم ان اللّٰہ تعالٰی اقرھا فی السفر کذٰلک واتمھا فی الحضر[3]۔

پھر اللہ تعالیٰ نے سفر میں دو رکعتیں برقرار رکھیں اور حضر میں (چار) مکمل کردیں۔ (ت)

شرح زرقانی میں ہے،

اقرھا ای شرعھا علٰی ھیأۃ ما کان

"برقرار رکھیں" کا مطلب یہ ہے کہ ان دو رکعتوں کو

---

[1] المواہب اللدنیہ الجہر بالدعوۃ، المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۲۲ و ۲۲۳

[2] شرح الزرقانی علی المواہب مراتب الوحی از مقصد اول مطبعہ العامرہ مصر ۱/۲۸۷

[3] المواہب اللدنیہ اول امر الصلوٰۃ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۱۱

marfat.com

Marfat.com

جاء غلام فقام عن يمينه ، ثم لم يلبث الا يسيرا حتى جاءت امرأة فقامت خلفهما، فركع الشاب فركع الغلام والمرأة ، فرفع الشاب فرفع الغلام والمرأة ، فسجد الشاب فسجد الغلام والمرأة ، فقلت ، يا عباس ! امر عظيم ، فقال ، امر عظيم ، تدري من هذا الشاب ؟ هذا محمد بن عبد الله ، ابن اخي ، تدري من هذا الغلام ؟ هذا علي ابن اخي ، تدري من هذه المرأة ؟ هذه خديجة بنت خويلد ، زوجته ۔ ان ابن اخي هذا حدثني ان ربه ، رب السموٰت و الارض ، امره بهذا الدين ۔ ولم يسلم معه غير هؤلاء الثلثة[1] ۔ فيه سعيد بن خثيم الهلالي ، قال الازدي منكر الحديث عن اسد بن عبد الله العسري[ع] ۔ قال البخاري؛

تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ایک خاتون آئیں اور دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئیں ، جوان نے رکوع کیا تو لڑکے اور خاتون نے بھی رکوع کیا ، وہ جوان رکوع سے کھڑے ہوئے تو وہ دونوں بھی کھڑے ہو گئے ، جوان سجدے میں گئے تو وہ دونوں بھی سجدے میں چلے گئے ۔ میں نے کہا " اے عباس ! یہ تو کوئی بڑا معاملہ ہے " ۔ عباس نے کہا ؛ ہاں ، بڑا معاملہ ہے ، جانتے ہو یہ جوان کون ہے ؟ یہ میرا بھتیجا محمد بن عبداللہ ہے ۔ جانتے ہو یہ لڑکا کون ہے ؟ یہ علی ہے میرا بھتیجا ۔ جانتے ہو یہ خاتون کون ہے ؟ یہ خدیجہ بنت خویلد ہے ، جوان کی بیوی ۔ میرے اس بھتیجے نے مجھے بتایا ہے کہ اس کے رب نے ، جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے ، اس کو اس دین کا حکم دیا ہے اور ابھی ان تین کے علاوہ کسی نے اس دین سے اتفاق نہیں کیا ہے ۔ اس میں ابن خثیم ہلالی ہے ۔ ازدی نے کہا ہے کہ سعید ، اسد ابن عبداللہ العسری سے منکر روایتیں بیان کرتا ہے ــــــ بخاری نے کہا ؛

ع هكذا في الاصل بخط الناسخ وكتب عليه بعض المصححين لعله العنبري **اقول** الصحيح القسري والعسري ليس بشئ عثرنا عليه قط في الانساب وهو اسد بن عبد الله بن يزيد بن البجلي اخو خالد القسري بفتح القاف وسكون المهملة في حديثه لين

اصل کتاب میں کاتب کا لکھا ہوا اسی طرح ہے ، بعض تصحیح کرنے والوں نے لکھا ہے کہ شاید العنبری ہو **اقول** (میں کہتا ہوں) میرے نزدیک یہ لفظ القسری ہے العسری کوئی لفظ نہیں ۔ انساب میں ہم اس پر اصلاً مطلع نہ ہو سکے ، یہ اسد بن عبداللہ بن یزید بن البجلی خالد القسری کے بھائی ہیں قاف پر زبر اور سین

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] الکامل فی ضعفاء الرجال ترجمۃ ... المکتبۃ الاثریۃ شیخوپورہ ۱/۴۱۰

marfat.com

Marfat.com

شرح زرقانی مقصد خامس میں ہے:

الرکوع من خصائص الامۃ، وما صلاہ المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قبل الاسراء لارکوع فیہ؛ وکذا ظہر عقب الاسراء، واول صلاۃ برکوع، العصر بعدھا۔[1]

رکوع اس اُمت کی خصوصیات میں سے ہے اور مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے پہلے جو نمازیں پڑھا کرتے تھے ان میں رکوع نہ تھا، اسی طرح معراج کے بعد جو ظہر پڑھی (اس میں بھی رکوع نہ تھا) اس ظہر کے بعد آپ نے جو عصر پڑھی تو وہ پہلی نماز تھی جس میں رکوع کیا گیا۔ (ت)

اقول یہ حدیث طبرانی اگر صحیح یا حسن ہے تو اسناد صحیح و حسن ہے ورنہ اس کا صریح معارض حدیث عفیف کندی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے موجود کہ وہ زمانہ جاہلیت میں مکہ معظمہ میں آئے کعبہ کے سامنے بیٹھے تھے دن خوب چڑھ گیا تھا کہ ایک جوان تشریف لائے اور آسمان کو دیکھ کر رُوبکعبہ کھڑے ہوگئے ذرا دیر میں ایک لڑکے تشریف لائے وہ اُن کے دہنے ہاتھ پر قائم ہُوئے تھوڑی دیر میں ایک بی بی تشریف لائیں وہ پیچھے کھڑی ہُوئیں پھر جوان نے رکوع فرمایا تو یہ دونوں رکوع میں گئے پھر جوان نے سرمبارک اُٹھایا تو ان دونوں نے اُٹھایا جوان سجدے میں گئے تو یہ دونوں بھی گئے انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے حال پُوچھا کہا یہ جوان میرے بھتیجے محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ لڑکے میرے بھتیجے علی اور یہ بی بی خدیجۃ الکبرٰی ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہما، میرے یہ بھتیجے کہتے ہیں کہ آسمان زمین کے مالک نے انہیں اس دین کا حکم دیا ہے اور اُن کے ساتھ ابھی یہی دو مسلمان ہُوئے ہیں۔

اخرج ابن عدی فی الکامل وابن عساکر فی التاریخ عن عفیف الکندی رضی اللہ تعالٰی عنہ، قال، جئت فی الجاھلیۃ الی مکۃ، وانا ارید ان ابتاع لاھلی من ثیابھا وعطرھا، فاتیت العباس، وکان رجلا تاجرا، فانی عندہ جالس انظر الی الکعبۃ، وقد کلفت الشمس وارتفعت فی السماء فذھبت اذ اقبل شاب فنظر الی السماء ثم قام مستقبل الکعبۃ، فلم البث الا یسیرا حتی

ابن عدی نے کامل میں اور ابن عساکر نے تاریخ میں عفیف کندی رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں زمانہ جاہلیت میں مکہ مکرمہ آیا، میں مکہ کے کپڑے اور عطر خریدنا چاہتا تھا اس لیے عباس کے پاس آیا کیونکہ وہ تجارت کیا کرتے تھے ابھی میں ان کے پاس بیٹھا ہُوا تھا اور سُورج خوب روشن تھا اور آسمان پر بلند ہوچکا تھا کہ اچانک ایک نوجوان آئے اور آسمان کی طرف دیکھا پھر قبلہ رُو ہوکر کھڑے ہوگئے، تھوڑی دیر کے بعد ایک لڑکے آئے اور جوان کے دائیں طرف کھڑے ہوگئے

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الخامس فی المعراج والاسراء مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر ۶/ ۵۷

marfat.com
Marfat.com

بل للجمع[1]۔ تھا اور واؤ ترتیب کے لیے نہیں ہے بلکہ جمع کیلئے ہے (ت)

اقول یہاں اگرچہ تاویل رکوع بخشوع ممکن مگر حدیث شب معراج:

ثم دخلت المسجد فعرفت النبیین مابین قائم وراکع وساجد[2] رواہ الحسن بن عرفۃ وابونعیم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

پھر میں مسجد میں داخل ہوا تو میں نے نبیوں کو جانا کہ کچھ قیام میں ہیں کچھ رکوع میں اور کچھ سجود میں۔ اس کو حسن ابن عرفہ اور ابونعیم نے ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

جس میں تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب مسجد اقصٰی میں تشریف فرما ہوئے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ملاحظہ فرمایا کوئی قیام میں ہے کوئی رکوع میں کوئی سجود میں نص مفسر غیر قابل التاویل ہے۔

فانہ یفید التقسیم، ولا یجوز ان یکون الخشوع قسیما للقیام والسجود۔ فاندفع ما ذکر العلامۃ الزرقانی ھٰھنا حیث قال تحت قولہ مابین قائم وراکع، ای خاشع کخشوع الراکع، فلا یرد ان الرکوع من خصائص الامۃ[3] الٰی اخرما قدمنا نقلہ ورأیتنی، کتبت علٰی ھامشہ، ماحاصلہ ان فیہ مثل ماقدمنا عن الزرقانی نفسہ ان النص یحمل علٰی حقیقتہ الشرعیۃ مھما امکن، وقد امکن، واختصاص ھذہ الامۃ من بین الامم، لاینفی صدور الرکوع من الانبیاء علیھم الصلاۃ والسلام، لاسیما بعد الوفاۃ؛ لاسیما بعد ماظھرت شریعۃ نبی الانبیاء صلی اللہ

کیونکہ یہ تقسیم کا فائدہ دیتا ہے اور یہ نہیں ہو سکتا کہ خشوع، قیام اور سجود کے بالمقابل ایک قسم ہو۔ اس سے مسترد ہوگئی وہ بات جو علامہ زرقانی نے یہاں ذکر کی ہے۔ انہوں نے "کچھ قیام میں، کچھ رکوع میں" کی شرح کرتے ہوئے کہا ہے "یعنی اس طرح خشوع کرنے والے جس طرح رکوع کرنے والا کرتا ہے" اب یہ اعتراض پیدا نہیں ہوگا کہ رکوع اس امت کی خصوصیات سے ہے.... آخر تک، جیسا کہ ہم پہلے زرقانی سے نقل کر چکے ہیں۔ اور مجھے یاد آرہا ہے کہ میں نے اس کے حاشیہ پر جو لکھا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اس میں بھی وہی خامی ہے جو ہم زرقانی ہی سے نقل کر چکے ہیں کہ نص جہاں تک ہو سکے اپنی شرعی حقیقت پر حمل کی جائے گی، اور (یہاں شرعی حقیقت

---

[1] تفسیر معالم التنزیل تفسیر سورۂ آل عمران مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۴۷

[2] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الخامس فی المعراج والاسراء مطبوعہ مطبعۃ العامرۃ مصر ۶/۵۶

[3] " " " " " " ۶/۵۷

marfat.com

Marfat.com

لایتابع علی حدیثہ ۔ اس کی حدیث پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ (ت)

اور دعوی اختصاص امت پر آیہ کریمہ وظن داود انما فتنٰہ فاستغفر ربہ وخر راکعا واناب[1] (اور داود نے گمان کیا کہ ہم نے اسے آزمایا ہے تو اس نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی اور رکوع میں گر گیا اور انابت اختیار کی۔ ت) کے ورود میں اگر تامل بھی ہو فان کثیرا منھم فسروا ھھنا الرکوع بالسجود وان قال الحسین بن الفضل ان معناہ خربعد ما کان راکعا ای سجد (کیونکہ بہت سے علماء نے یہاں رکوع سے سجود مراد لیا ہے، اگرچہ حسین ابن فضل نے کہا ہے کہ "گر گیا" کا معنی یہ ہے کہ رکوع کے بعد گر گیا یعنی سجدے میں چلا گیا۔ ت) تو آیہ کریمہ یٰمریم اقنتی لربك واسجدی وارکعی مع الراکعین[2] (اے مریم! عاجزی اختیار کرو اپنے رب کے رُوبرو اور سجدہ کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ ت) ظاہرۃ الورود ہے۔ معالم میں ہے:

انما قدم السجود علی الرکوع لانہ کذلك کان فی شریعتھم، وقیل، بل کان الرکوع قبل السجود فی الشرائع کلھا، ولیس الواو للترتیب

کہا گیا ہے کہ یہاں سجدے کا ذکر رکوع سے پہلے اس لئے ہے کہ ان کی شریعت میں اسی طرح تھا اور بعض نے کہا ہے کہ رکوع تمام شریعتوں میں سجدے سے پہلے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

من الخامسۃ مات سنۃ مائۃ وعشرین روی عن ابیہ وعن یحیی بن عفیف وروی عنہ سعید بن خیثم و سلم بن قتیبۃ و سلیمان بن صالح سلمویہ وکان امیرا علی خراسان جوادا ممدحا قال البخاری یتابع فی حدیثہ کذا فی التقریب و تہذیب التہذیب ۱۲ فقیر محمد حامد رضا قادری غفرلہ

پدجزم ہے اس کی حدیث میں کمزوری ہے پانچویں طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں ایک سو بیس ہجری (۱۲۰) میں ان کا وصال ہوا انہوں نے اپنے والد اور یحیٰی بن عفیف الکندی سے روایت کی ہے اور ان سے سعید بن خیثم و سلم بن قتیبہ اور سلیمان بن صالح سلمویہ نے روایت کی ہے یہ خراسان کے امیر تھے بڑے سخی اور لائق تعریف تھے۔ بخاری کہتے ہیں کہ ان کی حدیث میں متابعت کی گئی جیسا کہ التقریب و التہذیب میں ہے ۱۲ فقیر محمد حامد رضا قادری غفرلہ (ت)

---

[1] القرآن ۳۸/ ۲۴

[2] القرآن سورۃ آل عمران آیت ۴۳

marfat.com

Marfat.com

بارك وسلم۔

قیام کرنے والوں کے لیے اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لیے۔ اور یہ دعوٰی کرنا کہ رکوع کرنے والوں سے مراد صرف امتِ محمدیہ ہے واضح طور پر بعید ہے صلی اللہ علی الحبیب وآلہٖ وامتہٖ وبارک وسلم۔ (ت)

بالجملہ مدارکار صحت حدیث مذکور طبرانی وبزار پر ہے اگر وہ صحیح ہے تو ثابت ہوگا کہ معراج شریف سے پہلے کی نمازیں بلکہ ایک نماز بعد کی بھی بے رکوع تھی ورنہ ظاہر احادیث یہی ہے کہ نماز سابق ولاحق باہم یکساں و متوافق ہیں۔

ھذا کلہ ماظھرلی، والعلم بالحق عند ربی، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم، وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

یہ سب کچھ میرے لیے ظاہر ہوا ہے اور حق کا علم میرے رب کو ہے، اللہ سبحٰنہ وتعالٰی بہتر علم رکھنے والا ہے اور اسی کا علم زیادہ تام اور محکم ہے۔ (ت)

مسئلہ (۲۵۱) از بنارس محلہ کتاپورہ۔ مرسلہ مولوی حاجی محمد رضا علی صاحب ماہ رمضان ۱۳۰۸ھ

سوال

خلاصہ فتوائے مولوی صاحب موصوف کہ بطلب تصدیق نزد فقیر فرستادند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک اشتہار جو چھاپا گیا ہے اُس میں لکھا ہے کہ شیخ عبداللہ نامی بماہ ربیع الاول ۱۳۰۷ھ شب جمعہ روضۂ مبارک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر بیٹھے تھے اُن کو پیغمبر خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انکو میں باتیں کیں جب آنکھ کھلی سب مضمون اشتہار کا غذ پر لکھا قبر شریف پر دھرا تھا اور بہت باتیں اُس میں مکتوب ہیں درباب اس اشتہار کے کیا ارشاد ہے۔ بینوا ایھا العلماء رحمکم اللہ۔

الجواب وھو العلیم

کہتا ہے فقیر محمد رضا علی البنارسی الحنفی اس میں جو علامات قیامت لکھے ہیں بے شک علامات صغرٰی سب اس زمانہ میں موجود ہیں اور اسلام میں ضعف خصوصاً ہندوستان میں اللہ تعالٰی سب مسلمانوں کو اور فقیر کو توبہ نصیب کرے مگر اشتہار میں جو لکھا ہے کہ شیخ عبداللہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خواب یا اونگھ

marfat.com

Marfat.com

تعالیٰ علیہ وعلیھم وسلم و نسخت شرائعھم عن اٰخرھا۔ وقرانہ بقیام وسجود ادل دلیل علی ان المراد الرکوع الشرعی۔ و کیف یحمل علی اللغوی وھو الخشوع، مع انہ قسم بینھم القیام والرکوع والسجود، اَفَتَری قائمھم وساجدھم غیر خاشع؛ اھ ماکتبت علیہ۔

مراد لینا) ممکن ہے۔ اور باقی امتوں میں سے اس امت کا رکوع کے ساتھ خاص ہونا۔ اس بات کے منافی نہیں ہے کہ انبیاء سے رکوع کا صدور ہوتا رہا ہے، خصوصًا ان انبیاء کے وصال کے بعد، خصوصًا نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ظاہر ہونے اور باقی انبیاء کی شریعتیں یکسر منسوخ ہونے کے بعد۔ اور حدیث میں رکوع کا قیام اور سجود کے ساتھ مذکور ہونا' واضح دلیل ہے کہ یہاں شرعی رکوع مراد ہے۔ لغوی رکوع یعنی خشوع مراد ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ انبیاء کے لیے تین قسم کی عبادات مذکور ہیں یعنی قیام، رکوع اور سجود۔ کیا تمہارے خیال میں جو انبیاء قائم یا ساجد تھے وہ خشوع کرنے والے نہیں تھے؟ میں نے جو کچھ حاشیہ میں لکھا تھا وہ ختم ہوا۔ (ت)

ثم اقول: الحدیث ان دل علی خلو صلاۃ بنی اسرائیل عن الرکوع، کان ادل علی خلو صلاۃ الامۃ الابرھیمیۃ عنہ، فان ملتنا ھذہ ھی الملۃ الابرھیمیۃ، مع ان اللہ تعالیٰ یقول وعھدنا الی ابرھیم واسمٰعیل ان طھرا بیتی للطائفین و العاکفین والرکع السجود[1] وقال تعالیٰ واذ بوأنا لابرھیم مکان البیت ان لا تشرک بی شیئا وطھر بیتی للطائفین والقائمین والرکع السجود[2]۔ وادعاء ان المراد بالرکع الامۃ المحمدیۃ خاصۃ واضح البعد۔ صلی اللہ تعالیٰ علی الحبیب واٰلہ وامتہ و

پھر میں کہتا ہوں کہ (حضرت علی والی) حدیث اگر اس پر دال ہے کہ بنی اسرائیل کی نمازیں رکوع سے خالی تھیں تو ملتِ ابراہیمیہ کی نمازوں کے رکوع سے خالی ہونے پر بطریقِ اولیٰ دال ہوگی کیونکہ ہماری ملت تو ملتِ ابراہیمی ہی ہے باوجودیکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اور عہد کیا ہم نے ابراہیم واسمٰعیل کی طرف کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لیے، اعتکاف کرنے والوں کے لیے اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھو۔" اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" اور جب ٹھکانا بنادیا ہم نے ابراہیم کے لیے بیت اللہ کی جگہ کو کہ نہ شریک ٹھہراؤ میرے ساتھ کسی کو اور میرے گھر کو پاک رکھو طواف کرنے والوں کے لیے،

---

[1] القرآن سورہ البقرۃ ۲/ آیت ۱۲۵
[2] القرآن سورہ الحج ۲۲/ آیت ۲۶

marfat.com

Marfat.com

وميزان الشعرانی ورحمة الامة فی اختلاف الائمة وشرح الشيخ عبد الحق للمشكوٰة وغيرها من الكتب المعتبرات۔

امام شعرانی کی میزان میں، رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ میں، شیخ عبد الحق کی شرح مشکوٰۃ میں اور دوسری معتبر کتابوں میں اسی طرح مذکور ہے۔ (ت)

اور نماز جنازہ تارک الصلاۃ پر چاہیے۔ قال اللہ تعالیٰ، ولا تصل علیٰ احد منهم مات ابدا[1] (اور نہ نماز پڑھئے ان میں سے کسی ایک پر جو مر جائے، کبھی بھی۔) اس آیت میں منع صلاۃ اوپر کافر کے ہے نہ مومن کے اور تارک الصلوٰۃ کو قبرستان مسلمانوں میں دفن کرنا چاہئے کذا فی شرح المشكوٰة لعبد الحق الدهلوی وتكميل الايمان (عبد الحق دہلوی کی شرح مشکوٰۃ میں اور تکمیل الایمان میں اسی طرح ہے)، اور تارک الصلاۃ نجس نہیں اس کے ساتھ بیٹھ کر دوسرے برتن میں کھانے میں کیا قباحت ہے، اور عیادت تارک الصلاۃ کی کیسے ممنوع ہوگی جبکہ ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عیادت یہودی کی ہے خصوصاً واسطے تالیف قلوب کے بلا شک جائز ہے کذا فی الحدیث وتحقيق هذه المسئلة فی المشكوٰة[2] والصحاح الستة وشروحها (حدیث میں اسی طرح ہے، اور اس مسئلہ کی تحقیق صحاح ستہ اور ان کی شروح میں ہے) بالجملہ نزدیک فقیر کے کل وصیت نامہ پر لوگ عمل کریں اور اللہ سے ڈریں مگر جو مسائل مخالف فقہ اور نصوص قطعیہ کے ہیں اس پر ہرگز عمل نہ کریں ورنہ ثواب کے عوض میں عذاب ہاتھ آوے گا،

ربنا افتح بيننا وبين قومنا بالحق وانت خير الفاتحين اهدنا الصراط المستقيم الی اٰخر السورة۔ ۲۰ شعبان ۱۳۰۸ھ

اے ہمارے رب! ہمارے درمیان اور ہماری قوم کے درمیان حق کا فیصلہ فرمادے۔ تو بہترین فیصلہ فرمانے والا ہے، ہدایت دے ہمیں سیدھے راستے کی آخر سورۃ تک۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال الفقير عبد المصطفٰی احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البركاتی البريلوی غفر الله تعالیٰ له ولاسلافه وبارك فيه

کہتا ہے فقیر عبد المصطفٰے احمد رضا محمدی، سُنّی، حنفی، قادری، بریلوی، اللہ تعالیٰ اس کو اور اس کے اسلاف کو بخشے اور اس کو اور اس کے

---

[1] القرآن سورہ التوبہ ۹ آیت ۸۴
[2] مشکوٰۃ المصابیح باب عیادۃ المریض الفصل الاول مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۱۳۴

marfat.com

Marfat.com

میں فرمایا علماء کتب معتبرہ میں لکھتے ہیں اگر کوئی کہے ہم سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں ایسا فرمایا اگر قائل فاسق ہے تو بلا شک کاذب ہے اور متقی ہے تو دیکھیں گے کہ یہ حکم جو یہ شخص پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرتا ہے اگر برابر ہے قرآن وحدیث اور نصوص قطعیہ شرعیہ اور فقہ کے تو یہ قول بھی واجب الاذعان اور واجب الاتباع ہے اور اگر مخالف ہے ہرگز معتبر اور واجب الاتباع نہیں کیونکہ جو کلمہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیداری میں صحابہ کرام سے فرمایا اور متواتر منقول ہے اُسی کا اعتبار کریں گے مخالف کو اضغاث احلام شمار کریں گے ورنہ تعارض آپ کے کلام میں لازم آئے گا۔

كذا ذكره الملا علی قاری فی المقدمة السالمة فی خوف الخاتمة وفی الحرز الثمین والعارف بن ابی جمرة الاندلسی المالکی فی بهجة النفوس شرح مختصر صحیح البخاری والشهاب احمد الخفاجی الحنفی فی نسیم الریاض وغیرهم فی کتبهم۔

اسی طرح ذکر کیا ہے ملا علی قاری نے "المقدمۃ السالمۃ فی خوف الخاتمۃ" اور "الحرز الثمین" میں۔ اور عارف ابن ابی جمرہ اندلسی نے "بہجۃ النفوس" میں جو کہ مختصر صحیح بخاری کی شرح ہے اور شہاب احمد خفاجی حنفی نے "نسیم الریاض" میں، اور دیگر علماء نے اپنی کتابوں میں۔ (ت)

اور بھی فرمایا اللہ تعالیٰ نے الیوم اکملت لکم دینکم[1] (آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کردیا ہے) کلام الٰہی اور کلام رسالت پناہی بعد اکمال کے اب منسوخ نہیں ہوسکتا الغرض کذب اس اشتہار کا کئی طور سے معلوم ہوتا ہے واللہ العلیم الخبیر (اور اللہ علم اور خبر والا ہے) اُس میں لکھا ہے تارک الصلاۃ پر نمازِ جنازہ نہ پڑھیں، غسل نہ دیں، قبرستانِ اہلِ اسلام میں نہ دفن کریں، اُس کے ساتھ کھانا نہ کھائیں، عیادت نہ کریں۔ یہ سب مسائل خلافِ قرآن اور حدیث اور فقہ کے ہیں خلاف اہلِ سنّت کے ہیں، خوارج سے ملتے ہوئے ہیں، ہمارے مذہب اہلِ سنّت میں ترکِ نماز گناہِ کبیرہ ہے اور ترکِ فرض اور ارتکابِ کبیرہ سے آدمی کافر نہیں ہوسکتا، ہاں کبیرہ کو کبیرہ نہ جانے تو بلا شک کافر ہے منکر نصوصِ قطعیہ کا بلا شک کافر ہے، اور کلمہ گو کو غسل نہ دینا، نمازِ جنازہ نہ پڑھنا مقابرِ اہلِ اسلام میں دفن نہ کرنا نہایت مذموم اور بڑے فساد اور بڑی اہانت کی بات ہے۔ اور تارک الصلاۃ کے کفر و اسلام کا بحث درمیان ائمہ اربعہ کے معلوم ہے ہمارے امام اعظم تارک الصلاۃ کو کافر نہیں کہتے فاسق کہتے ہیں اور اس کو ادلہ شرعیہ سے ثابت کرتے ہیں اور مراد کفر سے تعذیب مثل کفار کے ہے۔

كذا فی شرح الفقه الاکبر[2] للملا علی قاری

ملا علی قاری کی شرح فقہ اکبر میں۔

---

[1] القرآن سورۃ المائدۃ ۵ آیت ۳

[2] شرح الفقہ الاکبر للملا علی قاری [illegible] البابی مصر ص ۷۷

marfat.com

Marfat.com

نہ فاسق کا بیان یقینی الکذب بلکہ ضابطہ مطلقاً یہی ہے جو مذکور ہوا پھر کافۂ اہلسنت وجماعت کا اجماع قطعی ہے کہ مرتکب کبیرہ کافر نہیں۔

قال اللہ عزوجل و ان طائفتٰن من المؤمنین اقتتلوا[1] — اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے " اور اگر مؤمنوں کی دو جماعتیں لڑ پڑیں "۔ (ت)

وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وان زنی وان سرق علی رغم انف ابی ذر[2] — اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے " اگرچہ زنا کرے، اگرچہ چوری کرے، خواہ ابوذر کی ناک خاک آلود ہو جائے "۔ (ت)

وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شفاعتی لاھل الکبائر من امتی[3] — اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا " میری شفاعت میری اُمت کے ان لوگوں کیلئے ہے جو کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہوں "۔ (ت)

بلکہ مذہب معتمد ومحقق میں استحلال بھی علی الاطلاق کفر نہیں جب تک زنا یا شربِ خمر یا ترک صلاۃ کی طرح اس کی حرمت ضروریاتِ دین سے نہ ہو غرض ضروریات کے سوا کسی شے کا انکار کفر نہیں اگرچہ ثابت بالقواطع ہو کہ عند التحقیق آدمی کو اسلام سے خارج نہیں کرتا مگر انکار اُس کا جس کی تصدیق نے اُسے دائرۂ اسلام میں داخل کیا تھا اور وہ نہیں مگر ضروریاتِ دین کما حققہ العلماء المحققون من الائمۃ المتکلمین (جیسا کہ ائمہ متکلمین کے محقق علماء نے تحقیق کی ہے۔ ت) ولہذا خلافت خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا منکر مذہب تحقیق میں کافر نہیں حالانکہ اُس کی حقانیت بالیقین قطعیات سے ثابت وقد فصل القول فی ذلک سیدنا العلامۃ الوالد رضی اللہ تعالٰی عنہ فی بعض فتاوٰیہ (اس موضوع پر سیدنا علامہ والد ماجد رضی اللہ عنہ نے اپنے بعض فتاوٰی میں مفصل گفتگو کی ہے۔ ت) بالجملہ اس قدر پر تو اجماع اہل سنّت ہے کہ ارتکاب کبیرہ کفر نہیں بااینہمہ تارک الصلاۃ کا کفر واسلام سے ہمارے ائمہ کرام میں مختلف فیہ **اقول** وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) اگرچہ کفر تکذیب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی بعض ما جاء بہ من عند ربہ جل وعلا کا نام ہے اور تکذیب صفت قلب مگر جس طرح

---

[1] القرآن سورۃ الحجرات ۴۹ آیت ۹
[2] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان الفصل الاول مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۱۴
[3] مسند احمد بن حنبل از مسند انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ دار الفکر بیروت ۳/۲۱۳

marfat.com

Marfat.com

وفی اخلافہ ۔ آمین ! اخلاف کو برکت عطا فرمائے ۔ آمین !

حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہونا اگرچہ بلاشبہہ حق ہوتا ہے یہ خواب کبھی اضغاث احلام سے نہیں ہوتی ۔ حضور پُرنور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ فرماتے ہیں :

من رأنی فی المنام فقد رأنی فان الشیطان لایتمثل بی[1] ۔ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اُس نے مجھی کو دیکھا کہ شیطان میری مثال بن کر نہیں آسکتا ۔ (م)

رواہ احمد والبخاری والترمذی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ اس کو احمد، بخاری اور ترمذی نے انس ابن مالک سے روایت کیا ہے ۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم :

من رأنی فقد رأی الحق فان الشیطان لایتریأبی[2] ۔ جس نے مجھے دیکھا اُس نے حق دیکھا کہ شیطان میری وضع نہ بنائے گا ۔ (م)

رواہ احمد والشیخان عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والاحادیث فی ھذا المعنی متواترۃ ۔ اس کو احمد اور بخاری ومسلم نے ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے، اور اس مفہوم کی احادیث متواتر ہیں ۔ (ت)

مگر ازانجا کہ حالتِ خواب میں ہوش وحواس عالم بیداری کی طرح ضبط وتیقظ پر نہیں ہوتے ، لہذا خواب میں جو ارشاد سُنے مثل سماع بیداری مورث یقین نہیں ہوتا اس کا ضابطہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جو ارشادات بیداری میں ثابت ہوچکے اُن پر عرض کریں اگر اُن سے مخالف نہیں فبہا سواد وجد مطابقۃ الصریح اولا (خواہ صراحۃً مطابقت ہو یا نہ ۔ ت) ایسی حالت میں اس کا ارشاد ماننا چاہئے اور مخالف ہے تو یقین کریں گے کہ صاحبِ خواب کے سُننے میں فرق ہوا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حق فرمایا اور بوجہ تکدر حواس کہ اثرِ خواب ہے اُس کے سُننے میں غلط آیا جیسے ایک شخص نے خواب دیکھا کہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُسے میکشی کا حکم دیتے ہیں ۔ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا حضور نے میکشی سے نہی فرمائی تیرے سُننے میں اُلٹی آئی ، اس امر میں فاسق ومتقی برابر ہیں، نہ متقی کا سماع واجب الصحۃ

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من رأنی فی المنام الخ مطبوعہ مجتبائی لاہور ۲/ ۵۲

[2] صحیح البخاری باب من رای النبی فی المنام مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۳۶

marfat.com

Marfat.com

وہ بیشک کافر ہوگیا۔ م) رواہ محمد بن نصر المروزی و ابوعمر بن عبد البر۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں، من ترک الصلاۃ فلا دین لہ[1] (جس نے نماز ترک کی وہ بے دین ہے۔ م) رواہ المروزی۔

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں، من لم یصل فھو کافر[2] (بے نماز کافر ہے۔م) رواہ ابوعمر۔

ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں، لا ایمان لمن لا صلاۃ لہ[3] (بے نماز کے لیے ایمان نہیں۔م) رواہ ابن عبد البر۔

ایضاً امام اسحٰق فرماتے ہیں:

صح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان تارک الصلاۃ کافر وکذلک کان رأی اھل العلم من لدن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان تارک الصلاۃ عمدا من غیر عذر حتی یذھب وقتھا کافر[4]

سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بصحت ثابت ہوا کہ حضور نے تارک الصلاۃ کو کافر فرمایا اور زمانۂ اقدس سے علما کی یہی رائے ہے کہ جو شخص قصداً بے عذر نماز ترک کرے یہاں تک کہ وقت نکل جائے وہ کافر ہے۔ (م)

اسی طرح امام ابو ایوب سختیانی سے مروی ہوا کہ ترک الصلاۃ کفر لا یختلف فیہ[5] (ترکِ نماز بے خلاف کفر ہے۔م)

ابن حزم کہتا ہے:

قد جاء عن عمر وعبد الرحمٰن بن عوف ومعاذ بن جبل وابی ھریرۃ وغیرھم من الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم ان من ترک صلاۃ فرض

امیر المومنین عمر فاروق اعظم وحضرت عبد الرحمٰن بن عوف احد العشرۃ المبشرہ وحضرت معاذ بن جبل امام العلماء وحضرت ابوہریرہ حافظ الصحابہ وغیرہم اصحاب سید المرسلین

---

[1] الترغیب والترہیب من ترک الصلوٰۃ لعمد مطبوعہ مصطفٰے البابی مصر ۱/ ۳۸۵
[2] " " " " " " " "
[3] " " " " " " " ۱/ ۳۸۶
[4] " " " " " " " "
[5] " " " " " " "

marfat.com

Marfat.com

اقوال مکفرہ اس تکذیب پر علامت ہوتے اور اُن کی بنا پر حکمِ کفر دیا جاتا ہے یوں ہی بعض افعال بھی اُس کی امارت اور حکمِ تکفیر کے باعث ہوتے ہیں۔

کالقاء المصحف فی القاذورات والسجود للصنم وقتل النبی والزنا بحضرتہ وکشف العورۃ عند الاذان وقراءۃ القراٰن علی جھۃ الاستخفاف وکل ما دل علی الاستھزاء بالشرع او الازدراء بہ۔

جیسا کہ قرآن کریم کو گندگی میں پھینکنا، بُت کے لیے سجدہ کرنا، نبی کو قتل کرنا، اس کے رُوبرو زنا کرنا، اذان سُن کر شرمگاہ کو ننگا کرنا، قرآن کو تحقیر کے انداز میں پڑھنا، اس کے علاوہ ہر وہ عمل جو شریعت کے ساتھ استہزاء واہانت پر دلالت کرے۔ (ت)

یہ حکم اُس اجماع کا منافی نہیں ہوسکتا کہ نفس فعل من حیث ہو مبنائے تکفیر نہیں بلکہ من حیث کونہ علما علی الجحود الباطنی والتکذیب القلبی، والعیاذ باللہ تعالٰی منہ (اس لحاظ سے کہ یہ باطنی انکار اور قلبی تکذیب کی علامت ہے والعیاذ باللہ۔ ت) صدرِ اول میں ترک نماز یعنے کف بھی کہ حقیقۃً فعل من الافعال ہے اسی قبیل سے گنا جاتا۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں،

کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا یرون شیئا من الاعمال ترکہ کفرا غیر الصلٰوۃ۔

اصحابِ مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم نماز کے سوا کسی عمل کے ترک کو کفر نہ جانتے۔ (م)

رواہ الترمذی والحاکم وقال صحیح علی شرطھما وروی الترمذی عن عبد اللہ بن شقیق العضلی مثلہ۔

اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حاکم نے بھی، اور کہا ہے کہ یہ بخاری ومسلم کی شرط کے مطابق ہے، اور ترمذی نے عبداللہ ابن شقیق عضلی سے بھی ایسی ہی روایت کی ہے۔ (ت)

ولہٰذا بہت صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین تارک الصلاۃ کو کافر کہتے سیدنا امیر المومنین علی مرتضٰی مشکل کشا کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

من لم یصل فھو کافر (جو نماز نہ پڑھے وہ کافر ہے۔ م) رواہ ابن ابی شیبۃ والبخاری فی التاریخ۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: من ترك الصلاۃ فقد کفر[3] (جس نے نماز چھوڑی

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الصلاۃ الفصل الثالث مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۵۹
[2] الترغیب والترہیب، [illegible] ۱/۳۸۶ [3] ایضاً

marfat.com

Marfat.com

بالجملہ اس قول کو مذاہبِ اہلسنت سے کسی طرح خارج نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ ایک جمِ غفیر قدمائے اہلسنت صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مذہب ہے اور بلاشبہہ وہ اُس وقت و حالت کے لحاظ سے ایک بڑا قوی مذہب تھا صدرِ اول کے بعد جب اسلام میں ضعف آیا اور بعض عوام کے قلب میں سُستی و کسل نے جگہ پائی، نماز میں کامل چُستی و مستعدی کہ صدرِ اول میں مطلقاً ہر مسلمان کا شعار دائم تھی اب بعض لوگوں سے چھُوٹ چلی وہ امارت مطلقہ و علامت فارقہ ہونے کی حالت نہ رہی لہٰذا جمہور ائمہ نے اُسی اصل اجماعی مؤید بدلائل قاہرہ آیات متکاثرہ واحادیث متواترہ پر عمل واجب جانا کہ مرتکبِ کبیرہ کافر نہیں یہی مذہب ہمارے ائمہ حنفیہ و ائمہ شافعیہ و ائمہ مالکیہ اور ایک جماعت ائمہ حنبلیہ وغیرہم جماہیر علمائے دین و ائمہ معتمدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے کہ اگرچہ تارکِ نماز کو سخت فاجر جانتے ہیں مگر دائرۂ اسلام سے خارج نہیں کہتے اور یہی ایک روایت حضرت امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہے اس کی رُو سے یہ مذہب مہذب حضرات ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مجمع علیہ ہے، حلیہ میں فرمایا:

ذهب الجمهور، منهم اصحابنا ومالك والشافعي واحمد في رواية، الى انه لا يكفر۔ ثم اختلفوا في انه هل يقتل بهذا الترك؟ فقال الائمة الثلاثة، نعم، ثم هل يكون حداً اوكفراً؟ فالمشهور من مذهب مالك، وبه قال الشافعي، انه حد۔ وكذا عند احمد في هٰذه الرواية الموافقة للجمهور في عدم الكفر[1]۔

جمہور، جن میں ہمارے علماء بھی شامل ہیں اور مالک و شافعی اور ایک روایت کے مطابق احمد بھی، کی رائے یہ ہے کہ اس کو کافر نہیں کہا جائیگا۔ پھر ان میں اختلاف ہے کہ نماز چھوڑنے کی وجہ سے اس کو قتل کیا جائے گا یا نہیں؟ تو تین اماموں نے کہا ہے کہ ہاں (قتل کیا جائے گا) پھر یہ قتل بطور حد ہوگا یا کفر کی وجہ سے؟ تو مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ بطورِ حد ہوگا۔ شافعی بھی اسی کے قائل ہیں اور احمد بھی، اپنی اس روایت کے مطابق جو جمہور کے مواقف ہے، یعنی عدمِ کفر والی روایت۔ (ت)

اور اس طرف بحمداللہ نصوص شرعیہ سے وہ دلائل ہیں جن میں اصلاً تاویل کو گنجائش نہیں بخلاف دلائل مذہب اول کہ اپنے نظائر کثیرہ کی طرح استحلال و استخفاف و جحود و کفران و فعل مثل فعل کفار وغیرہا تاویلات کو اچھی طرح جگہ دے رہے ہیں یعنی فرضیتِ نماز کا انکار کرے یا اُسے ہلکا اور بے قدر جانے یا اُس کا ترک

---

[1] حلیۃ المحلی

marfat.com

Marfat.com

واحد متعمدا حتی یخرج وقتہا فہو کافر مرتد، ولا یعلم لھؤلاء مخالف[1]

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین سے وارد ہوا کہ جو شخص ایک نمازِ فرض قصداً چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کا وقت نکل جائے وہ کافر مرتد ہے۔ ابن حزم کہتا ہے اس حکم میں ان صحابہ کا خلاف کسی صحابی سے معلوم نہیں۔ م اِنتہی

اور یہی مذہب حکم بن عتیبہ و ابوداؤد طیالسی و ابوبکر بن ابی شیبہ و زہیر بن حرب اور ائمہ اربعہ سے حضرت سیف السنۃ امام احمد بن حنبل اور ہمارے ائمہ حنفیہ سے امام عبداللہ بن مبارک تلمیذ حضرت امام اعظم اور ہمارے امام کے استاذ الاستاذ امام ابراہیم نخعی وغیرہم ائمہ دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے۔

ذکر کل ذلک الامام الحافظ زکی الدین عبدالعظیم المنذری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

یہ سب امام حافظ زکی الدین عبدالعظیم منذری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ذکر کیا ہے۔ (ت)

اور اسی کو جمہور ائمہ حنبلیہ نے مختار و مرجح رکھا، امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں:

عند احمد فی الروایۃ المکفرۃ انہ یقتل کفرا، وھی المختارۃ عند جمھور اصحابہ، علی ماذکرہ ابن ھبیرۃ[2]۔

امام احمد اپنی تکفیر والی روایت کے مطابق اس بات کے قائل ہیں کہ اس کو کفر کی وجہ سے قتل کیا جائے گا۔ یہی روایت ان کے اکثر اصحاب کے نزدیک مختار ہے جیسا کہ ابن ہبیرہ نے بیان کیا ہے۔ (ت)

اور بیشک بہت ظواہر نصوص شرعیہ آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ اس مذہب کی مؤید،

کما فصل جملۃ منھا خاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد فی الکتاب المستطاب الکلام الاوضح فی تفسیر الم نشرح، وفی سرور القلوب فی ذکر المحبوب، وفی جواھر البیان فی اسرار الارکان وغیرھا من تصانیفہ النقیۃ العلیۃ الرفیعۃ الشان، اعلی اللہ تعالیٰ درجاتہ فی غرفات الجنان، اٰمین!

جیسا کہ ان میں سے کچھ کو تفصیل سے بیان کیا ہے، خاتم المحققین سیدنا والد ماجد نے اپنی عمدہ کتاب الکلام الاوضح فی تفسیر الم نشرح میں، اور سرور القلوب فی ذکر المحبوب میں، اور جواھر البیان فی اسرار الارکان میں اور اپنی دیگر ستھری، بلند مرتبہ عالی شان کتابوں میں۔ اللہ تعالیٰ جنت کے بالاخانوں میں ان کے درجے بلند فرمائے، آمین!

---

[1] الترغیب والترہیب من ترک الصلوٰۃ لعمد مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۹۳
[2] حلیۃ المحلی

marfat.com
Marfat.com

شیأً فظلم العبد نفسه فیما بینه وبین ربه، من صوم یوم ترکه او صلاۃ ترکها، فان اللہ تعالٰی یغفر ذلك ان شاء متجاوز، واما الدیوان الذی لایترك اللہ منه شیأً فمظالم العباد، بینهم القصاص لامحالة۔

وہ بندے کا اپنی جان پر ظلم کرنا ہے اپنے اور اپنے رب کے معاملہ میں مثلاً کسی دن کا روزہ ترک کیا یا کوئی نماز چھوڑ دی کہ اللہ تعالٰی چاہے تو اُسے معاف کرے گا اور درگزر فرمائے گا، اور وہ دفتر جس میں سے کچھ نہ چھوڑے گا وہ حقوق العباد ہیں اُس کا حکم یہ ہے ضرور بدلہ ہونا ہے۔ (م)

رواہ الامام احمد والحاکم عن ام المؤمنین الصدیقة رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

اسے امام احمد اور حاکم نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا(ت)

بالجملہ وہ فاسق ہے اور سخت فاسق مگر کافر نہیں وہ شرعاً سخت سزاؤں کا مستحق ہے ائمہ ثلثہ مالک و شافعی واحمد رضی اللہ تعالٰی عنہم فرماتے ہیں اُسے قتل کیا جائے۔ ہمارے ائمہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم کے نزدیک فاسق فاجر مرتکب کبیرہ ہے اُسے دائم الحبس کریں یہاں تک کہ توبہ کرے یا قید میں مرجائے امام محبوبی وغیرہ مشایخ حنفیہ فرماتے ہیں کہ اتنا ماریں کہ خون بہادیں پھر قید کریں یہ تعزیرات یہاں جاری نہیں لہذا اُس کے ساتھ کھانا پینا میل جول سلام کلام وغیرہ معاملات ہی ترک کریں کہ یونہی زجر ہو اسی طرح بنظر زجر ترک عیادت میں مضائقہ نہیں یہودی کی عیادت فرمانی بنظرِ تالیف وہدایت تھی یہاں اُس کی عیادت نہ کرنی بنظر زجر ہے، دونوں مقاصد شرعیہ ہیں۔ رہی نماز جنازہ وہ اگرچہ ہر مسلمان غیر ساعی فی الارض بالفساد کے لیے فرض ہے۔

وھذا منه، کقاتل نفسه، بل اولٰی فان قتل نفسه اشد من قتل مؤمن غیرہ، و قتل المؤمن اکبر عند اللہ من ترك الصلوۃ۔ وقد قال فی الدر: من قتل نفسه، ولو عمدا، یغسل ویصلی علیه، به یفتی، وان کان اعظم وزراً من قاتل غیرہ[2]، قال فی

اور یہ انہی میں سے ہے جس طرح خودکشی کرنے والا۔ بلکہ بطریق اَولٰی، کیونکہ خودکشی کرنا دوسرے مومن کو قتل کرنے سے زیادہ شدید جرم ہے اور مومن کو قتل کرنا نماز چھوڑنے سے بڑا گناہ ہے۔ اور درمختار میں کہا ہے کہ جو اپنے آپ کو قتل کرے، خواہ جان بوجھ کر ہی، اس کو غسل دیا جائے گا اور نماز پڑھی جائے گی'

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا — مطبوعہ دارالفکر بیروت — ۶/۲۴۰

[2] درمختار — باب صلوۃ الجنازہ — مطبوعہ مجتبائی دہلی — ۱/۱۲۲

marfat.com

Marfat.com

حلال سمجھے تو کافر ہے یا یہ کہ ترکِ نماز سخت کفرانِ نعمت و ناشکری ہے۔

کما قال سیدنا سلیمٰن علیہ الصلاۃ والسلام لیبلونی ءاشکرام اکفر[1]

جیسا کہ سیدنا سلیمٰن علیہ السلام نے فرمایا "تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکرگزار بنتا ہوں یا ناشکرا"

یا یہ کہ اُس نے کافروں کا ساکام کیا،

الی غیر ذلک مما عرف فی موضعہ - ومن الجادۃ المعروفۃ رد المحتمل الی المحکم، لاعکسہ، کمالا یخفی، فیجب القول بالاسلام۔

اس کے علاوہ اور بھی توجیہات ہیں جن کی تفصیل ان کے مقام پر ملے گی، اور معروف راستہ یہی ہے کہ محتمل کو محکم کی طرف لوٹایا جائے، نہ کہ اس کا اُلٹ، جیسا کہ ظاہر ہے، اس لیے اسلام کا ہی قول کرنا پڑیگا۔(ت)

ادھر کے بعض دلائل حلیہ وغیرہا میں ذکر فرمائے از انجملہ حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

خمس صلوات کتبھن اللہ علی العباد (پانچ نمازیں خدا نے بندوں پر فرض کیں) الٰی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من لم یأت بھن فلیس لہ عند اللہ عھد انشاء عذبہ وانشاء ادخلہ الجنۃ[2] (جو انھیں نہ پڑھے اس کے لیے خدا کے پاس کوئی عہد نہیں اگر چاہے تو اُسے عذاب فرمائے اور چاہے تو جنت میں داخل کرے) رواہ الامام مالک وابوداود والنسائی وابن حبان فی صحیحہ (اسے امام مالک، ابوداؤد، نسائی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔ ت) یہ حدیث اُس کے اسلام پر نص قاطع ہے کہ اگر معاذ اللہ کافر ہوتا تو اس کے کہنے کا کوئی موقع نہ تھا۔ دوسری حدیث میں ہے حضور اکرم سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الدواوین ثلثۃ، فدیوان لا یغفر اللہ منہ شیئاً، ودیوان لایعبؤ اللہ بہ شیئاً، ودیوان لایترک اللہ منہ شیئاً، فاما الدیوان الذی لایغفر اللہ منہ شیئاً فالاشراک باللہ، واما الدیوان الذی لایعبؤ اللہ بہ

دفتر تین[3] ہیں، ایک دفتر میں سے اللہ تعالٰی کچھ نہ بخشے گا اور ایک دفتر کی اللہ عزوجل کو کچھ پرواہ نہیں اور ایک دفتر میں سے اللہ تبارک وتعالٰی کچھ نہ چھوڑے گا، وہ دفتر جس میں سے اللہ عزوجل کچھ نہ بخشے گا دفترِ کفر ہے اور وہ جس کی اللہ سبحنہ وتعالٰی کو کچھ پرواہ نہیں

---

[1] القرآن سورہ النمل ٢٧ آیت ٤٠

[2] سنن النسائی باب المحافظۃ علی الصلوات الخمس نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ١/٨٠

marfat.com

Marfat.com

الجواب

بلاشبہہ حدیث میں آیا ہے کہ ہم میں اور مشرکوں میں فرق نماز کا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جو نماز کا تارک ہے وہ مشرکوں کے فعل میں اُن کا شریک ہے پھر اگر دل سے بھی نماز کو فرض نہ جانے یا ہلکا سمجھے جب تو سچا مشرک پورا کافر ہے ورنہ اُس کا یہ کام کافروں مشرکوں کا سا ہے اگرچہ وہ حقیقۃً کافر مشرک نہ ٹھہرے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۵۳) از جُوناگڑھ سرکل مدار المہام مرسلہ مولوی امیر الدین صاحب ۲۰ رجب ۱۳۱۶ھ

ایک واعظ برسرِ مجلس بیان کرتا ہے کہ جس شخص نے ایک وقت کی نماز قصداً ترک کی اس نے ستر مرتبہ بیت اللہ میں اپنی ماں سے زنا کیا، مستفتی خوب جانتا ہے کہ بے نمازی سے بُرا اللہ کے نزدیک کوئی نہیں اور شرع شریف میں اس کے لیے وعید بھی سخت آئی ہے مگر دریافت طلب یہ امر ہے کہ الفاظ مذکورہ کتاب وسنّت واختلافِ ائمہ سے ثابت ہیں یا نہیں، برتقدیر ثبوت نہ ہونے کے قائل کی نسبت شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

معاذ اللہ کسی وقت کی نماز قصداً ترک کرنا سخت کبیرہ شدیدہ وجریمہ عظیمہ ہے جس پر سخت ہولناک جانگزا وعیدیں قرآنِ عظیم واحادیث صحیحہ میں وارد، مگر بدمذہب اگرچہ کیسا ہی نمازی ہو اللہ عزوجل کے نزدیک سنی بے نماز سے بدرجہا بُرا ہے کہ فسقِ عقیدہ فسقِ عمل سے سخت تر ہے اور صرف گناہانِ جوارح میں کلام کیجئے تو مسلمان کو عمداً ناحق قتل کرنا ترکِ نماز سے سخت تر ہے اُس پر اگر احادیث میں حکم کفر ہے اس پر خود قرآن عظیم میں حکم خلود فی النار ہے[1]، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واعظ نے جو مضمون بیان کیا اس کے قریب قریب دربارۂ سُود خوار احادیث مرفوعہ حضرت ابوہریرہ وحضرت اسود زہری خال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وحضرت براء بن عازب وحضرت عبداللہ بن سلام وحضرت عبداللہ بن مسعود وحضرت عبداللہ بن عباس وآثار موقوفہ حضرت امیر المومنین عثمان غنی وحضرت عبداللہ بن مسعود وحضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالٰی عنہم میں ابن ماجہ وابن ابی الدنیا وابن جریر و بیہقی وابن مندہ وابو نعیم وطبرانی وحاکم وابنِ عساکر وبغوی وعبدالرزاق کے یہاں مروی وقد ذکرناھا بتخاریجہا فی کتاب البیوع من فتاونا (اس کو ہم نے تمام تخریجوں کے ساتھ اپنے فتاوٰی کی کتاب البیوع میں بیان کیا ہے۔ ت) مگر ان میں سے کسی میں بیت اللہ کا ذکر نہیں، البتہ ایک حدیث صحیح میں حطیم کعبہ کا ذکر ہے کہ ظناً زمین کعبہ ہے نہ یقیناً، اُس میں ماں کا لفظ نہیں۔ امام احمد وطبرانی عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے

---

[1] القرآن ۴/۹۳

marfat.com

Marfat.com

ردالمحتار، بہ یفتی، لانہ فاسق غیر ساع فی الارض بالفساد، وان کان باغیا علی نفسہ، کسائر فساق المسلمین۔ زیلعی۔[1]

اسی پر فتوٰی ہے، اگرچہ اس کا گناہ دوسرے کو قتل کرنے والے سے بڑا ہے۔ شامی میں ہے کہ اسی پر فتوٰی ہے کیونکہ یہ فاسق تو ہے مگر زمین میں فساد پھیلانے والا نہیں، اگرچہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے، جس طرح باقی فاسق مسلمان۔ زیلعی۔ (ت)

مگر فرض عین نہیں فرض کفایہ ہے پس اگر علما و فضلا باقتدائے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی المدیون وفی قاتل نفسہ بغرض زجر و تنبیہ نماز جنازہ بے نماز سے خود جُدا رہیں کوئی حرج نہیں، ہاں یہ نہیں ہوسکتا کہ اصلاً کوئی نہ پڑھے یوں سب آثم و گنہگار رہیں گے، مسلمان اگرچہ فاسق ہو اُس کے جنازہ کی نماز فرض ہے الا من استثنی ولیس ھذا منھم (مگر جو مستثنٰی ہیں، اور یہ ان میں سے نہیں ہے۔ ت) نماز پڑھنا اس پر فرض تھا اور جنازہ کی نماز ہم پر فرض ہے اگر اُس نے اپنا فرض ترک کیا ہم اپنا فرض کیونکر چھوڑ سکتے ہیں، درمختار میں ہے:

ھی فرض علی کل مسلم مات، خلا اربعۃ، بغاۃ، وقطاع طریق اذا قتلوا فی الحرب، ومکابر فی مصر لیلا، وخناق خنق غیر مرۃ۔[2]

نماز جنازہ ہر مسلمان کی فرض ہے، جبکہ وہ مرجائے۔ سوائے چار آدمیوں کے، باغی، ڈاکو جبکہ لڑائی میں مارے جائیں، رات کو شہر میں غنڈہ گردی کرنیوالا اور گلا گھونٹنے والا جس نے کئی مرتبہ یہ کارروائی کی ہو۔ (ت)

اسی طرح غسل دینا، مقابر مسلمین میں دفن کرنا اماتنا اللہ تعالٰی علی الاسلام الصادق، انہ رؤف رحیم، اٰمین۔ وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔ اٰمین۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۵۲) ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ ہجریہ مقدسہ۔

جناب مولوی صاحب دام اقبالکم۔ بعد سلام علیک کے ملتمس ہُوں کہ اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ جس نے نماز کو چھوڑا اُس میں اور مشرک میں کچھ فرق نہیں، تو عرض یہ ہے کہ اگر یہ بات سچ ہے تو اکثر لوگ بے نماز ہیں کیا وہ سب لوگ شرک میں داخل ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ جو کچھ آیت وحدیث کا اس بارہ میں حکم ہو تحریر فرمائیے تاکہ معلوم ہو۔ بینوا توجروا۔

---

[1] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنازۃ مطبوعہ مجتبائی مصر ۱/ ۶۴۳

[2] درمختار باب صلوٰۃ الجنازۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۲

marfat.com

Marfat.com

نماز پڑھوانی زینہ دوزخ کا ہے اس بارہ میں حکم شریعت کیا ہے بینوا توجروا۔

الجواب

حقہ پانی نہ دینے کی تجویز ٹھیک ہے اور مالی جرمانہ جائز نہیں۔ لانہ شیئ کان ونسخ کما بینہ الامام ابوجعفر الطحاوی رحمہ اللہ تعالٰی (کیونکہ یہ چیز پہلے تھی لیکن بعد میں منسوخ ہوگئی تھی جیسا کہ امام ابوجعفر الطحاوی رحمہ اللہ تعالٰی نے بیان کیا ہے۔ ت) مگر زید کا وہ کلمہ بہت بُرا اور سخت بیجا ہے فان المصادرۃ المالیۃ تجوز عند الامام الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ (کیونکہ مالی جرمانہ امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک جائز ہے۔ ت) نماز پڑھوانا زینہ دوزخ نہیں بلکہ نہ پڑھنا۔ زید توبہ کرے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۵۶) از علی گڑھ کالج کمرہ نمبر۶ مرسلہ محمد عبدالمجید خاں یوسف زئی سرسید کورٹ ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین درمیان اس مسئلہ کے کہ ایک مسلمانوں کے مدرسہ میں جہاں انگریزی تعلیم ہوتی ہے پنجگانہ نماز کی سخت تاکید ہے مسجد میں بعد ہر نماز کے ہر طالب علم کی حاضری ایک رجسٹر میں درج ہوتی ہے اور جو غیر حاضر پائے جاتے ہیں اُن پر جرمانہ ہوتا ہے اس تشریح کے ساتھ کہ فجر، ظہر، عصر اور عشا کی غیر حاضری میں فی نماز دو پیسے فی کس جرمانہ اور مغرب کی غیر حاضری میں فی کس ۲/ جرمانہ ہوگا، آیا یہ طریقہ نماز کی حاضری لینے اور جرمانہ کرنے کا کہاں تک ازروئے شرع جائز ہے اس لحاظ سے کہ طالب علم خصوصاً انگریزی کے نماز کی طرف شاید بوجہ اثر نئی روشنی کے رجوع نہ ہوں لہذا ضرورۃً اس قسم کی کارروائی مناسب ہے اور ایسا کیا جاسکنے میں چنداں حرج نہیں ہے آیا یوں صحیح ہے۔ فقط

الجواب

تعزیر بالمال منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل جائز نہیں۔ درمختار میں ہے:

لاباخذ مال فی المذہب بحر[1]۔ مال لینے کا جرمانہ مذہب کی رُو سے جائز نہیں ہے بحر (ت)

اُسی میں ہے:

وفی المجتبٰی انہ کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ[2]۔ اور مجتبٰی میں ہے کہ ابتدائے اسلام میں تھا، پھر منسوخ کردیا گیا۔ (ت)

ردالمحتار میں بحر سے ہے:

---

[1] درمختار باب التعزیر مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۳۲۶

[2] " " " " "

marfat.com

Marfat.com

بسندِ صحیح راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

درھم ربا یاکلہ الرجل، وھو یعلم، اشد عند اللہ من ستۃ وثلثین زنیۃ فی الحطیم[1]۔ ایک درم سُود کا کہ آدمی دانستہ کھائے اللہ تعالٰی کے نزدیک حطیمِ کعبہ میں چھتیس بار زنا کرنے سے سخت تر ہے۔ (م)

اور دربارۂ ترکِ نماز اگرچہ اس سے سخت تر مذمت ارشاد ہوئی یہاں تک کہ احادیثِ مرفوعہ حضرت جابر بن عبداللہ و حضرت بریدہ اسلمی و حضرت عبادہ بن صامت و حضرت ثوبان و حضرت ابوہریرہ و حضرت عبداللہ بن عمرو حضرت انس بن مالک و حضرت عبداللہ بن عباس و آثار موقوفہ حضرت امیر المومنین علی مرتضٰی و حضرت عبداللہ بن عباس و حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت جابر بن عبداللہ و حضرت ابودرداء وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم میں احمد و مسلم و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ و ابن حبان و حاکم و طبرانی و محمد بن نصر مروزی و ہروی و بزار و ابویعلٰی و ابوبکر بن ابی شیبہ و تاریخ بخاری و ابن عبدالبر وغیرہم کے یہاں ترکِ نماز پر صراحۃً حکم کفر و بے دینی مروی کما فصلہ الامام المنذری فی الترغیب (جیسا کہ امام منذری نے ترغیب میں پوری تفصیل بیان کی ہے۔ت) مگر اس بارہ میں وہ الفاظ کہ واعظ نے ذکر کیے اصلاً نظر سے نہ گزرے، واعظ سے سند مانگی جائے اگر سندِ معتبر پیش نہ کرسکے تو بے ثبوت ایسے ادعا جہل فاضح ہیں اور گناہ واضح والعیاذ باللہ رب العٰلمین واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۵۴) از غازی پور محلہ میاں پورہ مرسلہ منشی علی بخش صاحب محرر دفتر ججی غازی پور

۱۷ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک وقت کی نماز قضا کرنے سے بھی آدمی فاسق کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

ہاں جو ایک وقت کی نماز بھی قصداً بلا عذرِ شرعی دیدہ و دانستہ قضا کرے فاسق و مرتکب کبیرہ و مستحق جہنم ہے والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۵۵) از پیلی بھیت مدرسۃ الحدیث ۸ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

بکر نے ایک عالم کے فرمانے سے مسلمانوں کے رُوبرو یہ تجویز پیش کی کہ جو شخص نماز نہ پڑھے اُس کو حقہ پانی نہ دیا جائے اور جتنے وقت کی نماز نہ پڑھے ایک پیسہ جرمانہ ہونا چاہئے۔ زید نے اس کا یہ جواب دیا کہ اس طور کی

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل حدیث عبداللہ بن حنظلہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۵/ ۲۲۵

marfat.com

Marfat.com

قاضیخان فی فتاواہ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ جیسا کہ امام قاضیخان نے اپنے فتاوٰی میں افادہ کیا ہے۔ (ت)

مسئلہ (۲۵۶) از بشارت گنج مرسلہ فتح محمد صاحب ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ آیا جہاز پر یا چلتی ریل گاڑی میں نماز کی بابت کیا حکم ہے اگر سنّت و فرض و نفل ادا کیے جائیں تو ہوتے ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

چلتے جہاز خواہ لنگر کیے ہوئے ہو اور کنارے سے میلوں دُور ہو اُس پر نماز جائز ہے اور ناؤ اگر کنارے پر ٹھہری ہے اور جہاز کی طرح زمین پر نہیں بلکہ پانی پر ہے اور یہ اُتر کر کنارے پر نماز پڑھ سکتا ہے تو ٹھہری ہُوئی ناؤ میں بھی فرض اور وتر اور صبح کی سُنّتیں نہ ہوسکیں گے اور چلتی ہوئی میں بدرجۂ اولیٰ نہ ہوں گے جیسے سیر دریا کے بجرے کنارے کنارے جاتے ہیں اور انہیں روک کر زمین پر نماز پڑھ سکتے ہیں اور اگر اُتر کر کنارے پر نماز نہ پڑھ سکنا اپنی ذاتی معذوری سے ہے تو ہر نماز ہو جائے گی اور اگر کسی کی ممانعت کے سبب سے ہے تو پڑھ لے اور پھر پھیرے یہی حکم ریل کا ہے ٹھہری ہُوئی ریل میں سب نمازیں جائز ہیں اور چلتی ہوئی میں سنّتِ صبح کے سوا سب سنّت و نفل جائز ہیں مگر فرض و وتر یا صبح کی سنتیں نہیں ہوسکتیں اہتمام کرے کہ ٹھہری میں پڑھے اور دیکھے کہ وقت جاتا ہے پڑھ لے اور جب ٹھہرے پھر پھیرے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵۷ تا ۲۵۹ از گوری ڈاج نہ رائے پور ضلع مظفر پور مرسلہ عبدالجبار صاحب ۳۰ رجب ۱۳۳۶ھ

زید بیکر اشیاءِ مسکرہ حالت حواس خمسہ و طہارت جسم و جامہ و عدم موجودگی بدبو کے مسجد میں نماز ادا کرتا ہے پس ان صورتوں میں نماز مقبول ہُوئی یا نہیں و حکم سکر کہاں تک مذہب امام ابوحنیفہ میں ہے۔

(۲) ایک شخص نے چار پیالے تاڑی پی اُسے نشہ نہیں ہُوا اور بدبُو بھی باقی نہیں نماز ادا کی ہوئی یا نہیں۔

(۳) نمازِ ظالم و رِبٰوخوار مقبول ہے یا نہیں؟ معاصیِ رِبٰوخوار و شراب خوار میں کس قدر فرق ہے و نماز جنازہ رِبٰوخوار، شراب خوار و ظالم مومنین کی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

طبرانی نے بسند حسن سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

marfat.com

Marfat.com

وافاد فی البزازیۃ، ان معنی التعزیر باخذ المال، علی القول بہ، امساك شیئ من مالہ عنہ مدۃ لینزجر، ثم یعیدہ الحاکم الیہ، لا ان یاخذہ الحاکم لنفسہ اولبیت المال، کمایتوھمہ الظلمۃ، اذ لایجوز لاحد من المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی[1]۔

اور بزازیہ میں افادہ کیا ہے کہ مالی تعزیر کا قول اگر اختیار کیا بھی جائے تو اس کا صرف اتنا ہی مطلب ہے کہ اس کا مال کچھ مدت کے لیے روک لینا تاکہ وہ باز آجائے، اس کے بعد حاکم اس کا مال لوٹا دے، نہ یہ کہ حاکم اپنے لیے لے لے یا بیت المال کے لیے، جیسا کہ ظالم لوگ سمجھتے ہیں، کیونکہ شرعی سبب کے بغیر کسی کا مال لینا مسلمان کے لیے روا نہیں ہے (ت)

ہاں وہ طلبہ جن کو وظیفہ دیا جاتا ہے اُن کے وظیفہ سے وضع کرلینا جائز ہے فانہ لیس اخذ شیئ من ملکھم بل امتناع تملیك شیئ منھم (کیونکہ یہ ان کی ملکیت سے کوئی چیز لینا نہیں ہے بلکہ اس چیز کو ان کے ملک میں جانے سے روکنا ہے۔ ت) ——————— یا جو طلبہ فیس نہیں دیتے جس روز جماعت میں حاضر نہ ہوں دوسرے روز ان سے کہا جائے کل تم نے جماعت قضا کی آج بعینہٖ اتنی فیس دیجئے تم کو سبق نہ دیا جائیگا اور جو ماہوار فیس دیتے ہیں اس مہینے تو اُن سے کچھ نہیں کہا جاسکتا، دوسرے مہینے کے شروع پر اُن سے کہا جائے کہ گزشتہ مہینے میں تم نے اتنی جماعتیں قضا کیں آئندہ مہینے تمھیں تعلیم نہ دی جائے گی جب تک اس قدر زائد فیس نہ داخل کرو وذلك لان الاجارۃ تنعقد شیئا فشیئا (اور یہ اس لیے کہ اجارہ بتدریج منعقد ہوتا ہے۔ ت) یا یہ صورت ممکن ہے کہ ہر مہینے کے شروع میں طلبہ کو کوئی خفیف قیمت کی چیز مثلاً قلم یا تھوڑی سی روشنائی یا کاغذ تقسیم کیا جائے اور یہ تقسیم بطور بیع ہو اُس قیمت کو جو انتہائی جرمانہ قضائے جماعت کا اُن کے ذمے ہوسکے مثلاً یہ قلم سات روپے کو ہم نے تمھارے ہاتھ بیع کیا اور اُن سے کہہ دیا جائے کہ یہ بیع قطعی ہے اس میں کوئی شرط نہیں ہم اس سے جدا ایک وعدہ احسانی تم سے کرتے ہیں کہ اگر تم نے اس مہینے میں بلا عذر صحیح شرعی کوئی جماعت قضا نہ کی تو سرماہ پر یہ زرثمن تمام وکمال تمھیں معاف کردیں گے اس صورت میں بھی قضائے جماعت کی حالت میں وہ ثمن کل یا بعض اُن سے وصول کرلینا جائز ہوگا۔

ولایلزم فساد البیع بالشرط المعھود القائم مقام الملفوظ، لتقدم التصریح بنفیہ، والصریح یفوق الدلالۃ[2]، کما افادہ الامام

اور شرط معہود سے، جو کہ ملفوظ کے قائم مقام ہو، بیع کا فاسد ہونا لازم نہیں آتا، کیونکہ پہلے اس کی صراحۃً نفی ہوچکی ہے اور صراحت کو دلالت پر ترجیح حاصل ہے

---

[1] ردالمحتار باب التعزیر مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱۹۵/۳
[2] درمختار [illegible] ۲۰۲/۱

marfat.com

Marfat.com

لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[1] (باطل طریقہ سے ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۶۰) مدرسہ اہلسنت منظر اسلام بریلی مسئولہ مولوی محمد افضل صاحب کابلی ۱۲ صفر ۱۳۳۷ھ

شخص یک نماز را از وقت تاخیر کند یعنی سستی کند و ادا نیز کند قضائے ہفتاد ہزار سال در دوزخ بماند این مسئلہ صحیح است یا نہ۔

کوئی شخص اگر ایک نماز میں وقت سے تاخیر کرے یعنی سستی کرے، اگرچہ بعد میں ادا کرلے تو اس کو دوزخ میں اتنا رہنا پڑے گا کہ ستر ہزار سالوں کی نماز اس دوران قضا کی جاسکے۔ کیا یہ مسئلہ صحیح ہے یا نہیں؟ (ت)

الجواب

تاخیر آنچناں کہ بلا عذر شرعی از وقت برآرد و قضا کند بلاشبہہ حرام و فسق و کبیرہ است عذاب و مغفرتش مفوض بمشیت است و ہیچ مسلمان بیش از عمر دنیا کہ ہفت ہزار سال ست در دوزخ نماند، واللہ تعالٰی اعلم۔

عذر شرعی کے بغیر اتنی تاخیر کہ وقت چلا جائے اور قضا کرنی پڑے، بے شک حرام، فسق اور کبیرہ گناہ ہے۔ اس کو عذاب دینا یا بخش دینا اللہ کی مشیت کے سپرد ہے اور کوئی مسلمان دوزخ میں دنیا کی عمر یعنی سات ہزار سال سے زیادہ نہیں رہے گا۔ (ت)

مسئلہ (۲۶۱) حافظ نجم الدین صاحب گندہ نالہ شہر بانس بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز کے واسطے سوتے آدمی کو جگا دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

ضرور ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۶۲) از فتح گڑھ محلہ سنگت ضلع فرخ آباد مسئولہ شہاب الدین صاحب ۱۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ یہاں چند پنچایتی قومیں بتعداد کثیر بلحاظ اپنے اپنے گروہ کے تعداد کے آباد ہیں اور ہر ایک جمعیت وہی مشہور نظام اپنی برادری کا رکھتی ہے جو قریب قریب ہر ایک مقام پر ایسی جمعیتوں میں رائج ہیں یعنی کسی سے کوئی امر خلاف پیش آنے پر جو متعلق برادری ہو اپنے چودھری کے نوٹس میں لاکر بصورت اجتماعی اس درجہ سزا کا استحقاق واقتدار رکھتی ہے کہ کلام وسلام اور طعام نیز ہر ایک تعلق دُنیوی اُس اختلاف کرنے والے شخص سے ترک کرکے اس کو ہی نہیں بلکہ جو اس کا ہمنوا یا جو ہم خیال ہو تاوقتیکہ بعد ادائگی

---

[1] القرآن سورہ البقرہ ۲ آیت ۱۸۸

marfat.com

Marfat.com

من شرب مسکرا ماکان لم تقبل لہ صلاۃ اربعین یوماً[1]۔ جو کوئی نشہ کی چیز پئے چالیس دن اس کی نماز قبول نہ ہو۔ (م)

مگر وعیدات سب مقید بمشیت ہیں ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء[2] (اس سے (یعنی شرک سے) کم تر گناہ، جس کے چاہے بخش دے۔ ت)

صورت مذکورہ میں صحتِ نماز وادائے فرض میں شبہہ نہیں رہا قبول محلِ عدل میں اس کی شرط عظیم ہے انما یتقبل اللہ من المتقین[3] (اللہ تعالٰی متقین ہی سے قبول کرتا ہے۔ ت) اور مقام فضل حدث عن البحر بما شئت ولا حرج (سمندر کے جود وسخا کے بارے میں جو چاہو بیان کرو، اس میں کوئی حرج نہیں۔ ت) ہے، یہاں رب العزۃ نے حدیہ مقرر فرمائی ہے حتی تعلموا ما تقولون[4] (یہاں تک کہ تم جان لو جو کچھ کہہ رہے ہو۔ ت) جب حالت یہ ہو اور شرائط مجتمع، تو زید سے عدمِ قبول پر جزم جہل وجرأت علی اللہ ہے جیسے عمرو غیر شارب سے قبول پر اتقولون علی اللہ ما لا تعلمون[5] (کیا تم اللہ پر افترا کرتے ہو جو تم نہیں جانتے۔ ت) ہاں اجمالاً یوں کہہ سکتے ہیں کہ شارب کی نماز چالیس دن قبول نہیں، جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہوا، خاص زید پر حکم باطل ہی ہے جیسے الا لعنۃ اللہ علی الظلمین[6] (گواہ رہو کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ ت) یوں کہنا جائز کہ ظالم ملعون ہیں اور یہ کہنا حرام کہ زید پر لعنت۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جوابِ سوالِ دوم: نماز بلاشبہہ ہوگئی استجماع شرائط وارتفاع موانع کے بعد جواز پر دلیل طلب کرنا جہالت ہے، جو کہے نہ ہوئی وہ دلیل دے۔ یہ جہل ومکابرہ وہابیہ کا شیوہ ہے کہ قائلِ جواز سے دلیل طلب کریں اور حرام کہنے کے لیے دلیل کی حاجت نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

جوابِ سوالِ سوم: قبولِ نماز کا جواب جوابِ اوّل اور فرضیت[عہ1] نماز جوابِ سوم[عہ2] سے واضح ربا وشراب دونوں حرام وگناہِ کبیرہ ہیں خمر اُم الخبائث ہے کہ اسے پی کر جو بھی ہو تھوڑا ہے تو ربا میں حق العبد بھی ہے ——

عہ1: یعنی اس کے جنازہ کی نماز کی فرضیت ۱۲ (م)

عہ2: یہ سائل کے سوال کے اعتبار سے سوم ہے جو ذبائح میں منقول ہوا ہے۔ (م)

---

[1] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۶۶۲۷ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۷/ ۱۵۴

[2] القرآن، سورہ النساء ۴، آیت ۴۸

[3] القرآن، سورہ المائدہ ۵، آیت ۲۷

[4] القرآن، سورہ النساء ۴، آیت ۴۳

[5] القرآن، سورہ الاعراف ۷، آیت ۲۸

[6] القرآن، سورہ ھود ۱۱، آیت ۱۸

marfat.com

Marfat.com

کرے وہ کیسا ہے۔

الجواب

پہلے لوگوں کے لیے ان کی نیت نیک پر اجر عظیم ہے، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لان یھدی اللہ بک رجلا خیرلک مما طلعت علیہ الشمس وغربت۔[1] اللہ تعالٰی ایک شخص کو تیرے ذریعہ سے ہدایت فرمادے تو یہ تیرے لیے تمام رُوئے زمین کی سلطنت ملنے سے بہتر ہے۔ (م)

ہدایت کو جانے کے لیے آتے جاتے جتنے قدم ان کے پڑیں ہر قدم پر دس نیکیاں ہیں، قال اللہ تعالٰی:

نکتب ماقدموا واثارھم۔[2] ہم لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا اور جو نشان پیچھے چھوڑ گئے (م)

اور جو بغیر سواری نہ جا سکتا ہو اُس کا سواری مانگنا کچھ جرم نہیں، یوں ہی خرچ راہ بھی لے سکتا ہے مگر یہ کہنا کہ تم کیوں کوشش کرتے ہو شیطانی قول ہے امر بالمعروف نہی عن المنکر فرض ہے فرض سے روکنا شیطانی کام ہے۔ بنی اسرائیل میں جنہوں نے مچھلی کا شکار کیا تھا وہ بھی بندر کردیے گئے اور جنہوں نے انہیں نصیحت کرنے کو منع کیا تھا کہ لم تعظون قوما اللہ مھلکھم او معذبھم عذابا شدیدا[3] (کیوں ایسوں کو نصیحت کرتے ہو جنھیں اللہ ہلاک کرے گا یا سخت عذاب دے گا۔م) یہ بھی تباہ ہوئے اور نصیحت کرنے والوں نے نجات پائی، اور یہ کہنا کہ "اس میں رکھا ہی کیا ہے" سب سے سخت کلمہ ہے، اس کہنے والے کو تجدید اسلام و تجدید نکاح چاہیے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۶۵) ازبریلی محلہ ملوک پور مسئولہ شفیق احمد خان صاحب ۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انجمن کا یہ پاس کردہ قانون کہ جو مسجد میں ایک وقت کی نماز کو نہ آوے اور نہ آنے کا کوئی قابلِ اطمینان عذر بھی نہ ہو تو اس کو مسجد میں ایک لوٹا رکھنا پڑے گا۔ یہ حکم شرعی سے ناجائز تو نہیں ہے؟

الجواب

اگر وہ شخص اپنی خوشی سے ہر غیر حاضری کے جرمانہ میں سَو لوٹے یا سَو روپے دے تو بہت اچھا ہے اور اُن روپوں کو مسجد میں صرف کیا جائے لیکن جبراً ایک لوٹا یا ایک کوڑی نہیں لے سکتا۔ فان المصادرۃ بالمال منسوخ

---

[1] جامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۷۲۱۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۵/۲۵۹

[2] القرآن سورہ یٰس ۳۶ آیت ۱۲

[3] القرآن سورہ الاعراف ۷ آیت ۱۶۴

marfat.com

Marfat.com

تاوان مقررشدہ قومی آئندہ کے لیے قابلِ قبول ضمانت نہ پیش کرے یہی زندگی جو حیات کی بدترین نمونہ ہے گزارنے پر مجبور ہوگا، پس جو پنچایتیں ایسا احسن نظام امورات دنیوی میں رکھتی ہوں کیا ازروئے شرع شریف متعلق احکامات دینی بالخصوص صوم وصلوٰۃ بعض افراد اپنے اپنے گروہ کو محض موجودہ حالت اسلام سے جو نکبت وادبار کا روح فرسا دور ہے متاثر ہوکر (یہ امر منجانب اللہ ہے کہ ایک وقت میں ہر جمعیت کی بعض خداترس ہستیوں کو ایسا خیال پیدا ہوا) اگر انھیں قدیمی قواعد وضوابط برادری سے کام لے کر اپنے وابستگان کو پابند صوم وصلوٰۃ و نیز اور کھلے ہوئے نازیبا طرز سے جو سراسر خلافِ اسلام ہی نہیں بلکہ تضحیک کا باعث ہیں۔ مثلاً شراب خواری وجوا وتاش اور داڑھی منڈوانا حسبِ تعلیم فرقان حمید وفرمودۂ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم درست کرنے کا مضطرب کن رجحان ہو تو ان کو یہ اختیارات مرقومہ بالا قدیمہ کا استعمال جبکہ امورات دنیوی میں ہمیشہ سے ہر طرح حاصل ہوگیا حسب تعلیم اسلام اپنے افراد کو حقیقی وسچا مسلمان بنانے میں جائز ہوگا و نیز بے نمازی کے جنازے کی نماز پڑھی جائے یا نہ؟ اور حکم تہدیدی اس میں کیا ہے؟

الجواب

جو تنبیہ وتہدید وتادیب وتشدید اپنے امور دُنیویہ میں کرتے ہیں امور دینیہ میں بدرجۂ اولیٰ ضروری ہے اگر دنیا کے طالب اور دین سے غافل ہیں اس وجہ سے اس کے تارک اور اُس کے عامل ہیں کیا اچھا ہو کہ اللہ تعالیٰ اُن میں بیداری پیدا کرے اور اپنی دنیا سے بڑھ کر دین کا انتظام کریں، جو امور تادیبی اوپر مذکور ہوئے سب جائز ہیں، مگر مالی جرمانہ لینا حرام۔ مسلمان کے جنازہ کی نماز فرض ہے اگرچہ وہ نماز نہ پڑھتا ہو، اس میں حکم تہدیدی صرف اتنا ہے کہ علماء وصلحا جن کے پڑھنے سے اُمیدِ برکت ہوتی ہے بے نماز کا جنازہ خود نہ پڑھیں عوام سے پڑھوادیں۔ لیکن یہ کہ کوئی نہ پڑھے اور اُسے بے نماز دفن کردیں یہ جائز نہیں، ایسا کریں گے تو جتنوں کو اطلاع ہوگی سب گنہگار رہوں گے عالم ہوں خواہ جاہل، اور اُس کی قبر پر نماز پڑھنی واجب ہوگی جب تک اُس کا بدن سلامت رہنا مظنون ہو، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۲۶۴و۲۶۳) محمد رضا خاں محلہ ریڑی ٹولہ از انجمن خادم الساجدین مورخہ ۱۶ محرم ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وہادیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ کچھ غریب مسلمان انجمن خادم الساجدین کے بغرضِ تبلیغ صلوٰۃ شہر سے باہر مواضعات میں ایسی جگہ پر پیدل اور دھوپ اور پیاس کی تکلیف اور بلا کسی نفع ذاتی کے فی سبیل اللہ آدھی رات سے اُٹھ کر گئے اور دوسرے دن واپس آئے، بعض لوگ ان میں بھوکے پیاسے بھی شامل تھے تقریباً ایک سو مسلمان مستعد نماز ہوگئے، اُن کے واسطے کیا اجر ہے تاکہ آگے کو ہمت بڑھے۔

(۲) ایک شخص انجمن سے باہر کا سوال کرتا ہے یکہ میں چلو اور اُن سے کرایہ لو، کُل خرچہ کھانے پینے کا لو، اور اس میں رکھا ہی کیا ہے کوئی اپنے لیے نماز پڑھے گا تم کیوں کوشش کررہے ہو، وہ شخص کیسا ہے اور جو لوگوں کو ہمت شکستہ

marfat.com

Marfat.com

کی نسبت کیا حکم ہے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب کریم تارک صلاۃ کی تکفیر میں سکوت ہے یا تارک صلاۃ اپنے دامنِ رحمت میں لے کر کفر سے بچاتے ہیں۔ جب زید پر اعتراض ہو کہ مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تارکِ صلاۃ کافر نہیں تم امام برحق پر فتویٰ لگاؤ۔ اُس نے جواب دیا کہ میرے باپ کا یہ حکم نہیں، نہ اس سے میری مراد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکار سے علیحدہ چلنا تھا بلکہ زجراً کہا تو اس کہنے والے پر کیا حکم ہوگا؟ اور اگر کوئی حنفی جبکہ امام برحق کا حکم تارکِ صلاۃ پر تکفیر کا نہ ہو یہ عقیدہ رکھے کہ تارکِ صلاۃ عمداً کافر ہے اور اس عقیدہ کو ظنی جانے تو اُس پر کیا حکم ہے۔ جنھوں نے زید کے اس قول پر یوں تعریضاً ایک دوسرے صاحب سے کہا لیجئے اب تو کفر کے فتوے لگائے جاتے ہیں مسلمانوں کو کافر کہا جاتا ہے ایسوں کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بلاشبہہ صدہا صحابۂ کرام و تابعین عظام و مجتہدین اعلام و ائمۂ اسلام علیہم الرضوان کا یہی مذہب ہے کہ قصداً تارکِ صلاۃ کافر ہے اور یہی متعدد صحیح حدیثوں میں منصوص اور خود قرآن کریم سے مستفاد:

واقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین[1] نماز قائم کرو اور کافروں سے نہ ہو جاؤ۔ (م)

زمانۂ سلف صالح خصوصاً صدر اول کے مناسب یہی حکم تھا اُس زمانہ میں ترکِ نماز علامتِ کفر تھا کہ واقع نہ ہوتا تھا مگر کافر سے، جیسے اب زنار باندھنا یا قشقہ لگانا علامت کفر ہے۔ جب وُہ زمانۂ خیر گزر گیا اور لوگوں میں تہاون آیا وُہ علامت ہونا جاتا رہا اور اصل حکم نے عود کیا کہ ترکِ نماز فی نفسہٖ کفر نہیں جب تک اُسے ہلکا یا حلال نہ جانے یا فرضیتِ نماز سے منکر نہ ہو، یہی مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔

حنفی کہ ظنی طور پر اس کے خلاف کا معتقد ہو خاطی ضرور ہے کہ اب یہ حکم خلافِ تحقیق و نامنصور ہے مگر وہ اس کے سبب نہ معاذ اللہ گمراہ ٹھہرے گا نہ حنفیت سے خارج کہ مسئلہ فقہی نہیں اور اکابر صحابہ و ائمہ کے موافق ہے۔

اور معترضین کا کہنا کہ تم امام برحق پر فتویٰ لگاؤ، محض جہالت اور شانِ امام میں گستاخی ہے۔ کیا صدہا صحابہ و ائمہ کا وہ فتویٰ معاذ اللہ حضرات امام پر لگتا ہے۔ عمداً تارکِ صلاۃ پر لگتا ہے نہ کہ اُسے کافر نہ جاننے پر۔

معترضین اگر خوفِ خدا کرتے تو انہیں اس کی شکایت نہ ہوتی کہ کفر کے فتوے لگنے لگے بلکہ اس کا خوف ہوتا کہ صدہا صحابہ و ائمہ اُن کے کفر پر فتوے دے رہے ہیں۔ کیا محال ہے کہ عند اللہ اُنہی کا فتویٰ حق ہو، مسائل اختلافیہ ائمہ میں حق دائر ہوتا ہے کسی کو یقیناً خطا پر نہیں کہہ سکتے۔

---

[1] القرآن سورہ الروم ۳۰ آیت ۳۱

marfat.com

Marfat.com

والعمل بالمنسوخ حرام (کیونکہ مالی جرمانہ منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل کرنا حرام ہے) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۶۶) سید عرفان علی صاحب رکن انجمن خادم الساجدین رہپُرا ٹولہ بریلی ۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جبکہ عشرہ محرم میں نماز کا انتظام منجانب انجمن کیا گیا تھا تو اب اس موقع پر کہ محمد علی و شوکت علی بریلی میں آرہے ہیں اور ۶ بجے سے ۱۰ بجے تک شہر میں گشت کریں گے اور پھر جوبلی باغ میں تقریر کریں گے پبلک عام کثیر التعداد اُن کے جلوس میں جوبلی باغ میں ہوگی اور اس اثنا میں نمازِ عصر و نمازِ مغرب و نمازِ عشا کا وقت ہوگا پس ایسی حالت میں منجانب انجمن مسلمانوں کو تنبیہ کرنا اور ان کو نماز کے واسطے آمادہ کرنا کوئی نقص شرعی تو نہیں پیدا کرتا ہے، اور نماز کی ترغیب ایسے مواقع پر دلانا موجب ثوابِ دارین ہے یا نہیں؟

الجواب

نماز کی ترغیب ہر وقت و ہر حال میں ہونی چاہیے اگرچہ ناچ کی مجلس ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۶۷) از شہر (بریلی) محلہ سوداگران مسئولہ مولوی محمد رضا خان صاحب عرف ننھے میاں صاحب ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے چند شخصوں کو طرح طرح خوشامدانہ انداز پیار محبت کے طریقے سے نماز باجماعت کی تاکید کی اُن لوگوں کو جب اُس پر کاربند نہ پایا بلکہ اُن میں سے ایک شخص نے دو مرتبہ ترکِ نماز کا اقرار زید کے سامنے کیا عشاء کی جبکہ صلاۃ ہوچکی زید انھیں لوگوں کے پاس بیٹھا تھا سب سے نماز کے واسطے کہا ایک شخص نے جواب دیا ہم ابھی آتے ہیں کوئی بیماری یا مجبوری نہ تھی جس نے کہا تھا ہم ابھی آتے ہیں وہ نہ آیا بعد فجر اس سے پوچھا عشا کی نماز کہاں پڑھی؟ جواب دیا کہ میں نماز کے معاملہ میں جھوٹ نہ بولوں گا میں نے نہیں پڑھی۔ صبح کی نماز کے لیے اکثر زید ان سب صاحبوں کو جگایا کرتا بعض آتے اور بعض ہوشیار ہو کر اطمینان دلا کر پھر سو جاتے ان میں سے ایک شخص ایک یا دو مرتبہ پاخانے گیا فارغ ہو کر پھر سو رہا ایسا چند بار کا زید کا عینی مشاہدہ ہے ایک شہادت زید کو ملی کہ ہوا خوری کو وقتِ مغرب اُن صاحبوں کا پورا مجمع جنگل میں گیا، یہ شاہد بھی ساتھ تھا، شاہد کے سوا سب نے ہنسی مذاق میں نماز کھودی ان کی متعدد مرتبہ ایسی حرکات دیکھ کر سمجھایا کہ تم لوگ اپنے وطن عزیز و اقربا کو چھوڑ کر ہادی بننے کو آئے ہو ہرگز وہ شخص ہادی نہیں ہوسکتا جس کے دل میں عشقِ رسالت نہ ہو اور نماز سب سے زیادہ حضور کو محبوب۔ نماز پڑھو یہ تمہارے ساتھ ہر جگہ بھلائی کرے گی۔ جب اس پر بھی کاربند نہ ہوئے تو زید نے اُن سے اُنھوں نے زید سے ترک کلام کر دیا پھر ایک مرتبہ زید نے کہا کہ من ترك الصلاۃ متعمدا فقد کفر[1] کے تم مرتکب ہو اور یہ تین سو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مذہب ہے تم نماز کی توہین کرتے ہو اللہ تمہاری نماز جنازہ نہ ہونے دے میرے عقیدہ میں بالارادہ ترک کرنے والا کافر ہے اس پر زید

---

[1] الجامع الصغیر مع فیض القدیر ... حدیث ... ۶/۱۰۲

marfat.com
Marfat.com

باب الاوقات

نماز کے وقتوں کا بیان

مسئلہ (۲۶۹) مرسلہ حاجی اللہ یار خان صاحب ۱۱ رجب ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روزۂ نفل میں جو نیت کو قبل زوال کے کرنے کو لکھا ہے اور زوال کے وقت جو نماز مکروہ ہے تو اس وقت سے کیا مراد ہے اور بڑھ سے بڑھ یہ وقت کس قدر ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ سوال مع جواب مولوی گنگوہی صاحب پیش ہوا اس میں تین مسئلے ہیں، دو کا گنگوہی صاحب نے جواب ہی نہ دیا اور ایک کا کہ دیا محض غلط کہ نہ دینا اُس سے ہزار جگہ بہتر تھا وہ مسائل یہ ہیں،

مسئلہ اولیٰ: باب صیام میں وقت زوال جس تک نیت روزۂ نفل ہو جانا چاہئے کیا ہے؟

اقول: فی الواقع روزۂ ماہ مبارک و نذر معین و روزۂ نفل جبکہ ادا ہو نہ قضا تو مذہب صحیح یہی ہے کہ ان کی نیت نصف النہار شرعی سے پہلے ہو جانی چاہئے جسے ضحوۂ کبریٰ کہتے ہیں اُس کے بعد بلکہ خاص ضحوۂ کبریٰ کے وقت بھی نیت کافی نہیں، درمختار میں ہے:

یصح اداء صوم رمضان والنذر المعین — رمضان کے روزے، نذر معین کے روزے اور

marfat.com

Marfat.com

غرض معترضین پر فرض ہے کہ توبہ کریں نماز کے پابند ہوں فتوائے صدہا صحابہ و ائمہ سے ڈریں اور آج اگر وہ نقد وقت نہ ہو تو سوء خاتمہ سے خوف کریں۔ زید نے اگر یہ الفاظ زجراً کہے حرج نہیں، محلِ زجر میں ایسا استعمال ہر قرن و طبقہ کے ائمہ و علماء بلکہ خود سرکار رسالت علیہ الصلاۃ والتحیۃ سے بکثرت ثابت ہے اور اگر اعتقادِ تکفیر رکھتا ہے تو اس سے باز آئے قولِ صحیح امام اعظم اختیار کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۶۸) از انجمن اسلامیہ قصبہ سانگود ریاست کوٹہ راجپوتانہ ۲۴ ربیع الاول شریف ۱۳۲۵ھ

یہاں ایک مولوی صاحب آئے اور یہ بیان کیا کہ بے نمازی کے ہمراہ کھانا کھانا اور اس کی نماز جنازہ پڑھنا نیز وہ بیمار ہو جائے تو اس کے گھر جانا بہت بڑا ثواب ہے، بعضے علماء اس سے اجتناب اور اس پر کفر اور قید کا فتوی دیتے ہیں محض غلطی پر ہیں۔

الجواب

بے نماز کو ہمارے امام نے کافر نہ کہا مگر بہت صحابۂ کرام و تابعین عظام و ائمۂ اعلام نے اُس کی تکفیر کی اور خود صحیح حدیث میں ارشاد:

من ترك الصلاة متعمدا فقد كفر جهارا[1] جس نے قصداً نماز ترک کی وہ علانیہ کافر ہوگیا (م)

جو ائمہ اُس کی تکفیر کرتے ہیں اُن کے نزدیک اُس کی عیادت کو جانا بھی ناجائز ہوگا اُس کے جنازہ کی نماز بھی ناجائز ہوگی ہمارے امام کہ تکفیر نہیں فرماتے اُن کے نزدیک بھی اُسے ضرب شدید و قید مدید کا حکم ہے جس کا اختیار سلطانِ اسلام کو ہے اور کسی کی عیادت کو جانا واجب نہیں، بہ نظر زجر اگر بے نمازی کی عیادت کو نہ جائیں تو کوئی الزام نہیں۔ ہاں جبکہ ہمارے نزدیک وہ کافر نہیں، فقط فاسق فاجر مرتکب کبائر ہے تو اُس کے جنازہ کی نماز ضرور ہے پھر بھی علماء و پیشوایانِ قوم اگر اوروں کی عبرت کے لیے اُس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور بعض عوام سے پڑھوا دیں تو یہی مستحسن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۸۵۸۷ مطبوعہ دارالمعرفۃ، البیروت ۶/۱۰۲
معجم اوسط، حدیث نمبر ۳۳۷۲، مکتبۃ المعارف ریاض۔ ۴/۲۱۱

marfat.com

Marfat.com

آفاق مائلہ نہ کہ ہمارے بلاد جن میں سائل ومجیب کا کلام ہے جن کے مدارات کا دائرہ معدل النہار سے میل میل کلی پر بھی کئی درجے افزوں ہے کہ کما بیش عرض الحہ الحہ رکھتے ہیں بریلی جس کا عرض الحہ الحہ ہے یہاں نہار نجومی کہ افق حقیقی پر جانب انطباق مرکز شمس سے جانب غرب انطباق تک ہے روز انقلاب صیفی پونے چودہ گھنٹے سے زائد ۱۳ گھنٹے ۴۸ منٹ تک پہنچتا ہے اور روز انقلاب شتوی سوا دس ساعت سے بھی کم ۱۰ گھنٹے ۱۲ منٹ کا ہوتا ہے اور مقدار فجر یعنی طلوع فجر سے طلوع نجومی شمس تک اواخر جوزا و اوائل سرطان میں پونے دو گھنٹے کے قریب یعنی تقریباً ایک گھنٹہ ۳۹ منٹ اور نزدیکی اعتدالین میں سوا گھنٹے سے کچھ زائد یعنی تخمیناً ایک گھنٹا ۲۲ منٹ تو نہار شرعی ہمیشہ ایک مقدار پر کیونکر رہ سکتا ہے نہ نہار اس کا تفاوت ایسا قلیل ہے جسے بے مقدار و ناقابل اعتبار سمجھ کر ہمیشہ کے لیے ایک اندازہ مقرر کر دیجئے بلکہ اس کی کمی بیشی سوا پہر کامل تک پہنچتی ہے انقلاب اول میں تخمیناً یہ ل یعنی ساڑھے پندرہ گھنٹے کا نہار شرعی ہوتا ہے کہ پانچ پہر سے بھی زائد ہوا کجا ساڑھے چار پہر اور انقلاب ثانی میں تقریباً ماعہ یعنی پونے بارہ گھنٹے کا کہ چار پہر سے بھی کم ہوا کہاں ساڑھے چار پہر پونے بارہ اور ساڑھے پندرہ کا تفاوت وہی سوا پہر کامل ہوا یا نہیں پھر ایسی شدید التفاوت چیز میں ایک مقدار کا تخمینہ کر دینا کس قدر غلط و باعث مغالطہ مسلمین ہوگا مثلاً جب عوام نے یہ اندازہ جان لیا کہ ساڑھے چار پہر کا نہار شرعی ہوتا ہے اس کے اکثر حصے میں نیت ہو جانی چاہئے یعنی غروب آفتاب تک اس کے نصف سے زیادہ باقی ہو اور اس کا نصف سوا دو پہر یعنی پونے سات گھنٹے تو اس حکم کا حاصل یہ ہوا کہ اگر شام تک ۶¾ گھنٹے سے کچھ بھی زیادہ وقت باقی ہے جب تو روزے کی نیت صحیح ہو جائے گی اور ۶¾ یا اس سے کم ہیں تو ہرگز صحیح نہ ہو گی اب ملاحظہ کیجئے جب آفتاب تحویل سرطان پر آیا اور ۷ بجے ڈوبا یعنی وقت حقیقی سے تقریباً ڈیڑھ منٹ سات پر تو حقیقی بارہ بجے کے چند منٹ بعد بھی یہ بات صادق ہے کہ شام تک ۶ گھنٹے ۵۴ منٹ سے زیادہ وقت ہے تو لازم کہ اس دن دوپہر ڈھلے پر بھی نیت روزہ ہو جائے حالانکہ یہ بالاجماع باطل ہے بلکہ اس دن حقیقی سوا گیارہ بجے سے چند منٹ پہلے بھی نیت جائز نہیں کہ ۱۱ بج کر ۱۱ منٹ پر نصف النہار شرعی ہو چکا اور جب آفتاب تحویل جدی پر آیا اور سوا پانچ سے کچھ کم یعنی وقت حقیقی سے تقریباً ۵ بج کر ۱۰ منٹ پر ڈوبا تو لازم کہ اس دن ساڑھے دس بجے بھی نیت جائز نہ ہو کہ اب شام تک ۶¾ گھنٹے باقی نہیں حالانکہ اس دن ۱۱ کے بعد یعنی حقیقی وقت سے ۱۱ بج کر ۱۹ منٹ تک بھی نیت جائز ہے کہ نصف النہار شرعی اب ہوگا پس ثابت ہوا کہ ۴½ پہر کا تخمینہ محض غلط و باعث تغلیط اور بنائے کار اسی حساب پر واجب جو ہم بیان کر آئے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

رہا لفظ زوال کہ عبارت امام اجل ابو الحسن قدوری رحمہ اللہ تعالیٰ میں واقع عند التحقیق اس سے دوپہر ڈھلے ہی کا وقت مراد ہے اس روایت پر نصف النہار عرفی تک ان روزوں کی نیت جائز ہے مگر مختار و معتمد وہی روایت سابقہ ہے کہ نصف النہار شرعی سے پہلے نیت [illegible] وقایہ وشرح وقایہ وعنایہ و

marfat.com

Marfat.com

والنفل بنیتہ من اللیل الی الضحوۃ الکبرٰی، لابعدھا ولاعندھا، اعتبارًا الاکثر الیوم[1]۔

نفلی روزے کی ادا صحیح ہے اگر رات سے ضحوۂ کبرٰی تک نیت کرلی جائے، ضحوۂ کبرٰی کے بعد یا اس کے دوران نیت کرنے سے روزہ نہیں ہوگا کیونکہ دن کے بیشتر حصے کا اعتبار ہے۔ (ت)

اور نہار شرعی طلوعِ فجرِ صادق سے غروب مرئی کل قرص شمس تک ہے، ردالمحتار میں ہے:

الیوم الشرعی من طلوع الفجر الی الغروب[2]

شرعی دن، طلوعِ فجر سے غروب تک ہے۔ (ت)

یہ ہمیشہ نہار عرفی سے کہ طلوعِ مرئی کنارۂ بالائی شمس سے غروب مرئی کل جرم شمس تک ہے بمقدار مدت فجر زیادہ ہوتا ہے یعنی جس جگہ، جس فصل جس مہینے بلکہ جس دن میں طلوعِ فجر سے طلوعِ شمس بمعنی مذکور تک جتنی مدت ہوگی اُس دن کا نہار شرعی اس کے نہارِ عرفی سے اُسی قدر بڑا ہوگا اور ظاہر ہے کہ جب دو بڑی چھوٹی چیزوں میں صرف ابتدا مختلف اور انتہا متفق ہو تو اکبر کا نصف اصغر کے نصف سے بقدر نصف زیادت کے پہلے ہوگا لہٰذا ہمیشہ نصف النہار شرعی نصف النہار عرفی حقیقی یعنی نصف النہار دائرہ ہندیہ سے بقدر نصف مقدار فجر کے پیشتر ہوتا ہے، ردالمحتار میں ہے:

اعلم، ان کل قطر نصف نہارہ قبل زوالہ بنصف حصۃ فجرہ[3]۔

جان لو کہ ہر علاقے کا نصف النہار، بقدر نصفِ حصّہ فجر، زوال سے پہلے ہوتا ہے۔ (ت)

پس یہی حساب ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہئے آج کی فجر دریافت کرلی کہ کس مقدار کی ہُوئی اُس کی تنصیف میں جتنے منٹ سکنڈ آئے ٹھیک دوپہر یعنی کیلی کا سایہ دھوپ گھڑی میں خط نصف النہار پر منطبق ہونے سے پیشتر اُتنے ہی منٹ سکنڈ لیے وہی وقت حقیقی نصف النہار شرعی کا ہوا اُس سے پہلے نیت روزے کی ہوجانی چاہئے اور پُر ظاہر کہ نہ نہار عرفی دائمًا ایک حالت پر رہے نہ مقدار فجر دوامًا یکساں ہو بلکہ دونوں ہر روز گھٹتے بڑھتے رہتے ہیں یہاں تک کہ افق مستوی میں بھی کہ بوجہ میل[عہ] و تزاید و تناقص میل تفاوت طوالع و مطالع ضروری ہے تو کہ

عہ نصف میل باعثِ اختلاف طوالع یا مطالع ہے اور اس کا تزاید و تناقص باعثِ اختلاف طوالع فی المطالع کما لایخفی علٰی ذی درایۃ ۱۲ (جیسا کہ ذی فہم پر مخفی نہیں۔ ت) (م)

---

[1] درمختار کتاب الصوم مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۴۶
[2] ردالمحتار " " " ۲/۸۰
[3] " " " " ۲/۸۵

marfat.com

Marfat.com

القدوری الی الزوال، والاول اصح[1]

مختصر قدوری میں ہے کہ زوال تک صحیح ہے، لیکن پہلا قول صحیح ہے۔ (ت)

کافی للامام النسفی میں ہے:

ذکر فی المختصر، وبینه وبین الزوال، و فی الجامع الصغیر، قبل نصف النھار، وھو الصحیح[2]

مختصر میں مذکور ہے "اس کے اور زوال کے درمیان" اور جامع صغیر میں ہے "نصف نہار سے پہلے" اور یہ صحیح ہے الخ (ت)

تبیین الحقائق میں ہے:

قال فی المختصر (یعنی الکنز) الی ما قبل نصف النھار، وھو المذکور فی الجامع الصغیر، وذکر القدوری ما بینه وبین الزوال، و الصحیح الاول[3]

کما مختصر میں (یعنی کنز میں) "نصف نہار سے پہلے تک"۔ یہی جامع صغیر میں بھی مذکور ہے۔ اور قدوری نے کہا ہے "اس کے اور زوال کے درمیان" اور صحیح پہلا قول ہے۔ (ت)

برجندی میں ہے:

اشار القدوری انه تجوز النیة فیما بین الصبح والزوال، وفی الھدایة الاول[4]

قدوری نے اشارہ کیا ہے کہ نیت صبح اور زوال کے درمیان صحیح ہے۔ اور ہدایہ میں ہے کہ پہلا قول اصح ہے۔ (ت)

جواہر الاخلاطی میں ہے:

اجزائه النیة ما بینه وبین الزوال اوقبل انتصاف النھار، وھو الاصح[5]

اس کے لیے نیت کافی ہے، اگر صبح اور زوال کے درمیان کرے، یا نصف نہار سے پہلے، اور یہ اصح ہے (ت)

اور نص قاطع وہ ہے کہ تاتارخانیہ میں محیط سے نقل فرمایا:

یظھر ثمرة الاختلاف فیما اذا نوی عند

اختلاف کا نتیجہ تب ظاہر ہوگا جب زوال کے قریب

---

[1] شرح الوقایۃ، کتاب الصوم، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱/۳۰۶
[2] کافی شرح وافی
[3] تبیین الحقائق، کتاب الصوم، المطبعۃ الکبرٰی الامیریۃ مصر ۱/۳۱۵
[4] شرح النقایہ للبرجندی ″ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۱۱
[5] جواہر الاخلاطی ″ قلمی نسخہ غیر مطبوعہ ۱/۴۸

marfat.com
Marfat.com

جواہر الاخلاطی وشرح نقایہ برجندی وشرح علامہ اسمٰعیل ومتن نور الایضاح میں اسی کو اصح کہا اور شرح جامع صغیر للامام السرخسی وکافی شرح وافی وشرح کنز للزیلعی ومتن اصلاح میں اسی کو صحیح بتایا اور نقایہ وکنز وملتقی وتنویر و در و اشباہ وغیرہا عامہ معتمدات میں اسی پر جزم کیا اور یہی من حیث الدلیل اقوی تو اسی پر عمل وفتوٰی اس سوال کا جواب اسی قدر ہے باقی اُس روایت کو غلط کہنا ائمہ کے ساتھ گنگوہی صاحب کا سوءِ ادب ہے کہ قدوری ومجمع و فتاوٰی خانیہ وفتاوٰی خلاصہ وشرح طحاوی وخزانۃ المفتین وغیرہا معتبرات میں کہ اجلہ متون وشروح وفتاوٰے مذہب سے ہیں اُسی پر جزم واعتماد کیا۔

اما المجمع فنقل عنہ فی ردالمحتار واما شرح الطحاوی فرمزلہ فی خزانۃ المفتین، واما الاربعۃ البواقی فرأیت فیہا بعینی۔

مجمع سے ردالمحتار نے نقل کیا ہے، شرح طحاوی کی طرف خزانۃ المفتین میں اشارہ کیا گیا ہے اور باقی چاروں میں، مَیں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ (ت)

بلکہ خود محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کتاب الصوم میں وہی قول زوال ارشاد کیا،

کما نص علیہ الامام شمس الائمۃ السرخسی فی شرح الجامع الصغیر، ورأیت النقل عنہ فی الایضاح شرح الاصلاح للعلامۃ ابن کمال الوزیر۔

جیسا کہ شمس الائمہ سرخسی نے جامع صغیر کی شرح میں کہا ہے اور علامہ ابن کمال وزیر کی ایضاح شرح اصلاح میں، میں نے اس کی نقل دیکھی ہے۔ (ت)

تو ایسی جگہ ارسال زبان نازیبا وزیان اور زوال سے زوال نہار شرعی مراد لے کر قصد توفیق بھی خلاف تحقیق کہ عامہ ائمہ یہاں ابقائے خلاف کرتے ہیں اور خود ایک جانب کو اصح وصحیح کہنے کا یہی مفاد عبارت ہدایہ یُوں ہے:

قال فی المختصر (یعنی القدوری) ما بینہ وبین الزوال، وفی الجامع الصغیر قبل نصف النہار وھو الاصح[1] الخ۔

کہا مختصر میں (یعنی قدوری میں) "اس کے اور زوال کے درمیان"۔ اور جامع صغیر میں ہے "نصف النہار سے پہلے" اور یہ اصح ہے الخ (ت)

شرح وقایہ میں ہے:

فی الجامع الصغیر بنیۃ قبل نصف النہار ای قبل نصف النہار الشرعی، وفی مختصر

جامع الصغیر میں ہے "اگر نصف نہار سے پہلے نیت کرے" یعنی نصف نہار شرعی سے پہلے، اور

---

[1] الہدایۃ کتاب الصوم مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۱۹۲

marfat.com
Marfat.com

پہنچا اور سایہ اپنی مقدار اصلی پر آکر اُس کے بعد جانب مشرق پلٹتا اور گھٹنے کی انتہا ہو کر پھر بڑھنا شروع ہو جاتا ہے یہ قول ائمہ ماوراء النہر کی طرف منسوب یا نہار شرعی کا نصف مراد ہے جسے ضحوۂ کبریٰ کہتے ہیں۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ نہار عرفی طلوع کنارۂ شمس سے غروب کل قرص شمس تک ہے۔

والمراد بالطلوع، المبتنی علیہ احکام الشرع، تجاوز اول حاجب الشمس فی جھۃ الشرق عن دائرۃ الافق الحسی بالمعنی الاعم، المسمّٰی فی کلام البعض بالافق الترسی، بحرکۃ الکل، و بالغروب تجاوز کل قرصھا فی جھۃ الغرب عن الدائرۃ المذکورۃ بالحرکۃ المزبورۃ، فوضح امتیاز النھار العرفی عن النھار النجومی، فانہ من انطباق مرکز الشمس علی دائرۃ الافق الحقیقی من قبل المشرق، الی انطباقہ علیھا فی جھۃ المغرب، فان اتحد الافقان یکون العرفی اکبر من النجومی، بقدر ما یطلع نصف کرۃ الشمس و یغرب النصف، وان انحط الترسی من الحقیقی، وھو الاکثر،

جس طلوع پر شرعی احکام مبنی ہیں، اس سے مراد یہ ہے کہ شرقی جانب جو دائرۂ افقِ حسی ہے —— اُفقِ حسی کا عام معنیٰ مراد ہے جس کو بعض نے اُفقِ ترسی کا نام دیا ہے —— اس دائرے سے، پورے سورج کی حرکت کے ساتھ، سورج کا پہلا کنارہ گزر جائے۔ اور غروب سے مراد یہ ہے کہ سورج کی پوری ٹکیہ، اسی دائرے سے، اسی حرکت کے ساتھ، غربی جانب سے گزر جائے۔ اس سے نہار عرفی اور نہار نجومی کا امتیاز بھی واضح ہو گیا، کیونکہ نہار نجومی شروع اس وقت ہوتی ہے جب شرقی جانب سورج کا مرکز، افق حقیقی کے دائرے پر منطبق ہو جائے، اور ختم اس وقت ہوتی ہے جب غربی جانب سورج کا مرکز افق حقیقی کے دائرے پر منطبق ہو جائے۔ اب اگر دونوں افق (حقیقی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اصل تعدیل الایام بلدی پر جاری کی جائیں اور اگر دوسرے مقام کے وقت پر اجرا ہو جیسے ہندوستان میں وقت مدراس کو اختلاف طول سے یہ دن متبدل ہو جائیں گے، مثلاً بریلی جس کا وقت مدراس سے ۳ منٹ ۱۹ سکنڈ زائد ہے یہاں تقریبی مساوات یعنی جیبی گھڑی کے ۱۲ بجے پر ٹھیک دوپہر ہونا ان چار تاریخوں پر ہوگا ۴ و ۲۵ مئی و ۱۱ ستمبر و ۱۰ دسمبر ۱۲ منہ —— یہ بھی اس وقت تک تھا اب کہ جولائی ۱۹۰۵ء سے مدراس ٹائم منسوخ اور وسط ہند کے وقت پر گھڑیاں جاری کی گئی ہیں یعنی جہاں طول ۸۲ درجے ہے جس کے ۵۔ گھنٹے ہوئے، اس اختلاف نے بریلی میں صرف دو ہی دن مساوات کے رکھے ۸ر اکتوبر اور ۲۸ نومبر، اور کمی کی مقدار یعنی جیبی گھڑی کے ۱۲ بجے سے نصف النہار حقیقی کا پہلے ہونا صرف ۴ منٹ رہ گئی، اور زیادت یعنی جیبی ۱۲ بجے کے بعد کو ہونا ۲۶ منٹ تک پہنچ گئی ۱۲ منہ (م)

marfat.com

Marfat.com

قرب الزوال[1]۔ نیت کرے اھ (ت)

اقول بلکہ بعد اس عنایت کے بھی توفیق[علہ] نہ ہوئی کہ عین وقت انتصاف پر بھی مابینہ وبین الزوال وقبل الزوال وقرب الزوال صادق حالانکہ مذہب صحیح پر خاص وقت ضحوۂ کبرٰی بھی نیت کافی نہیں کما قدمنا عن الدر وغیرہ (جس طرح ہم نے در وغیرہ سے پہلے نقل کیا ہے) پھر اس تکلیف بے حاصل سے کیا حاصل۔ غرض نہ تغلیط مقبول نہ توفیق معقول بلکہ جواب وہی ہے جو فقیر نے ذکر کیا وباللہ التوفیق وافاضۃ التحقیق واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلۂ ثانیہ: وقت زوال جس میں نماز ممنوع کیا وقت ہے۔

اقول گنگوہی صاحب نے اس سوال کا جواب نہ دیا پیشتر بھی فقیر سے یہ سوال ہوا تھا بقدر ضرورت جواب لکھا گیا یہاں اس کی نقل پر اقتصار ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زوال کا وقت جس میں نماز ناجائز ہے کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

زوال تو سُورج ڈھلنے کو کہتے ہیں یہ وقت وہ ہے کہ ممانعت کا وقت نکل گیا اور جواز کا آیا کما صرح بہ فی البحر[2] عن الحلیۃ (جیسا کہ بحرالرائق میں حلیہ سے اسکی تصریح کی گئی ہے) تو وقت ممانعت کو زوال کہنا صریح مسامحت ہے اور بغایت تاویل مجاز مجاورت بلکہ اسے وقت استوا کہنا چاہیے یعنی نصف النہار کا وقت، اب علما کو اختلاف ہے کہ اس سے نہار عرفی کا نصف حقیقی[عہ۲] مراد ہے یعنی دوپہر جس وقت مرکز آفتاب بالائے افق دائرۂ نصف النہار پر

علہ نعم لو اول بالمنتصف کان توفیقا وان لم یکن تحقیقا ۱۲ منہ (م)

ہاں اگر (اس قول کی) تاویل نصف النہار کے ساتھ کر دی جاتی تو ان میں تطبیق ہوجاتی اگرچہ اس میں بھی تسامح ہے۔ (ت)

عہ۲ احتراز ہے نصف النہار عرفی سے کہ ۱۲ بجے کے وقت کو کہتے ہیں، ہر سال میں چار دن یعنی ۱۵ اپریل، ۱۴ جون، ۳۱ اگست، ۲۴ دسمبر کے سوا ہمیشہ نصف النہار حقیقی سے آگے پیچھے ہوتا ہے جس کا تقدم تاخر تقریباً پاؤ گھنٹے تک پہنچتا ہے یعنی زیادت میں تقریباً ۱۴ منٹ اور کمی میں ۱۶، پھر یہ بھی اُس وقت ہے کہ گھڑیاں (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] الفتاوی التاتارخانیۃ الفصل الثالث فی النیۃ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۳۵۷

[2] البحرالرائق کتاب ا...

marfat.com

Marfat.com

اُسی میں ہے :

وفی القنیۃ ، واختلف فی وقت الکراھۃ عند الزوال ، فقیل من نصف النھار الی الزوال ، لروایۃ ابی سعید رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ نھی عن الصلاۃ نصف النھار حتی تزول الشمس ، قال رکن الدین الصباغی ، وما احسن ھذا ، لان النھی عن الصلاۃ فیہ یعتمد تصورھا فیہ[1] اھ ما فی الشامی ، وھذا کما تری من الفاظ الافتاء۔

اور قنیہ میں ہے کہ زوال کے قریب مکروہ وقت کی مقدار میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ نصف النہار سے زوال تک ہے، کیونکہ ابوسعید رضی اللہ تعالٰی عنہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ آپ نے نصف النہار سے زوال تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے، رکن الدین صباغی نے کہا ہے کہ یہ کتنا ہی اچھا استدلال ہے کیونکہ اس وقت میں نماز سے منع کرنے کی ضرورت تب ہی پڑسکتی ہے جب یہ وقت کم از کم اتنا ضرور ہو کہ اس میں نماز پڑھی جاسکے، شامی کی عبارت ختم ہوئی۔ اور جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو، یہ افتاء کے الفاظ ہیں۔ (ت)

اقول ویؤیدہ ما فی الشامی عن الطحطاوی عن ابی السعود عن الحموی عن البرجندی عن الملتقط ، فی باب الکسوف ، انھا اذا انکسفت بعد العصر او نصف النھار دعوا ولم یصلوا[2] ، ای لکراھۃ النفل فی الوقتین ، ووجہ التأیید ظاھر لیس بخاف ۔

اقول (میں کہتا ہوں) : اسی کا مؤید ہے وہ جو شامی میں ہے۔ شامی نے طحطاوی سے، اس نے ابوالسعود سے، اس نے حموی سے، اس نے برجندی سے، اس نے ملتقط سے باب الکسوف میں نقل کیا ہے کہ اگر سورج گرہن عصر کے بعد یا نصف النہار کے وقت لگے تو لوگ دعا کریں گے اور نماز نہیں پڑھیں گے، یعنی اس وجہ سے کہ ان دو وقتوں میں نفل پڑھنا مکروہ ہے، تائید کی وجہ ظاہر ہے، مخفی نہیں۔ (ت)

غرض جب علماء میں اختلاف ہے اور ایک امام اجل نے اس قول کو ترجیح دی اور اُس کے خلاف ترجیح منقول نہ ہُوئی تو احتیاط اسی پر عمل کرنے میں ہے۔

---

[1] ردالمحتار مطلب یشترط العلم بدخول الوقت مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۷۳

[2] " " باب الکسوف ۱/ ۶۲۲

marfat.com

Marfat.com

لاسیما من جہۃ دقائق الانکسار الافقی، فزیادۃ العرفی ازید۔ نعم، ان وقع فوقہ بقدر نصف قطر الشمس مع دقائق الانکسار یستوی النہاران، او ازید من ذلک فیفضل النجوی، کما لایخفی۔ وھذہ فائدۃ سنحت للقلم حین التحریر فاحببنا ایرادھا۔

اور ترسی) متحد ہوں تو نہار عرفی، نہار نجومی سے اتنی بڑی ہوگی جتنی دیر میں سورج کا آدھا کُرہ طلوع ہوتا ہے اور آدھا غروب ہوتا ہے۔ اور اگر ترسی، حقیقی سے نیچے ہو، جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے ــــ خصوصاً جب افقی انکسار کے دقیقوں کو ملحوظ رکھا جائے ــــ تو نہار عرفی اور زیادہ بڑھ جائے گی۔ ہاں، اگر ترسی، حقیقی سے، سورج کے نصف قطر جتنا اوپر ہو اور انکسار کے دقیقے بھی ملحوظ ہوں تو نہار عرفی اور نہار نجومی برابر ہو جائیں گی۔ اور اگر سورج کے نصف قطر کی مقدار سے زیادہ اُوپر ہو تو نہار نجومی بڑھ جائے گی، جیسا کہ مخفی نہیں ہے ــــ یہ فائدہ لکھتے وقت قلم کے لیے ظاہر ہوا تو ہم نے اس کو ذکر کرنا مناسب سمجھا۔ (ت)

اور نہار شرعی طلوع فجر صادق سے غروب کل آفتاب تک ہے تو اس کا نصف ہمیشہ اُس کے نصف سے پہلے ہوگا، مثلاً فرض کیجئے آج تحویل حمل کا دن ہے آفتاب بریلی اور اُس کے قریب مواضع میں جیب گھڑی کے ۶ بج کر ۲ منٹ پر چمکا اور ۶ بج کر ۱۴ منٹ پر ڈوبا ۴ بج کر ۴۷ منٹ پر صبح ہوئی تو اس دن نہار شرعی ۱۳ گھنٹے ۲۷ منٹ کا ہے جس کا آدھا ۶ گھنٹے ۴۳ منٹ ہوا اُسے ۴ گھنٹے ۴۸ منٹ پر بڑھایا تو ۱۱ گھنٹے ۳۱ منٹ کا وقت آیا اور نصف النہار شرعی وقت استوائے حقیقی سے ۴۰ منٹ پیشتر ہوا لاتسع وعشرین کما یتوھم فافھم واعرف ان کنت تفھم (نہ کہ انیس منٹ، جیسا کہ وہم کیا جاتا ہے۔ اس کو سمجھو اور جانو، اگر سمجھ رکھتے ہو۔ ت) اسی کو ضحوہ کبرٰی کہتے ہیں اسی وقت تک آنے تک کچھ کھایا پیا نہ ہو تو روزے کی نیت جائز ہے، اس دوسرے قول پر اس وقت سے نصف النہار عرفی یعنی استوائے حقیقی تک کہ تحویل حمل کے دن ۱۲ بج کر ۱۱ منٹ پر ہوگا، سارا وقت کراہت کا ہے جس میں نماز ناجائز وممنوع اور پڑی ہر کو یہ مقدار اختلافِ موسم سے گھٹتی بڑھتی رہے گی یہ قول ائمہ خوارزم کی طرف نسبت کیا گیا اور امام رکن الدین صباغی نے اسی پر فتوٰی دیا، ردالمحتار میں ہے:

عزا القہستانی القول بان المراد انتصاف النہار العرفی ای ائمۃ ماوراء النہر وبان المراد انتصاف النہار الشرعی وھو الضحوۃ الکبرٰی الی الزوال الی ائمۃ خوارزم[1]

قہستانی میں اس قول کو ائمہ ماوراء النہر کی طرف منسوب کیا ہے کہ مراد عُرفی نہار کا نصف ہونا ہے، اور اس قول کو ائمہ خوارزم کی طرف منسوب کیا ہے کہ مراد شرعی نہار کا نصف ہوتا ہے یعنی ضحوہ کبرٰی زوال تک۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار مطلب لشرط العلم بدخول الوقت مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۷۳

marfat.com

Marfat.com

بعد طلوع کرآتا ہے اسی طرح ہر جگہ فرق پائیے گا یہ امر ضرور قابلِ لحاظ ہے یہیں سے وُہ عقدہ کھل گیا کہ ہم نے مسئلہ ثانیہ کے جواب میں نصف النہار شرعی اا پر ۳۱ منٹ آکر لکھا اور پھر اس سے استوائے حقیقی تک ۴ منٹ کا فاصلہ رکھا حالانکہ اا پر ۳۱ کے بعد ۱۲ بجنے تک صرف ۲۹ منٹ کا فصل ہے تو وجہ یہ کہ اُس مسئلہ میں انھیں رواجی مدراسی گھنٹوں کا حساب لیا تھا و لہٰذا طلوعِ شمس حمل ۶ پر ۲ منٹ آکر مانا۔ یہ ہے ان مسائل کا اجمالی تخمینی جواب اور تفصیل و تحقیق مفضی تطویل و اطناب۔

وفیما ذکرنا کفایۃ لاولی الالباب وصلی اللّٰہ تعالٰی علی المولی الاواب سیدنا محمد و الاٰل والاصحاب واللّٰہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

اور جو ہم نے ذکر کیا ہے وہ عقلمندوں کے لیے کافی ہے، اور درود بھیجے اللہ تعالٰی بہت رجوع کرنے والے آقا سیدنا محمد پر اور ان کی آل و اصحاب پر۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔ (ت)

مسئلہ (۲۷۲) از حیدر آباد دکن قریب دروازہ دبیر پورہ مدرسہ محمدیہ مرسلہ مولوی عبدالخالق صاحب اعظم گڈھی ۱۲ جمادی الاخرٰی ۱۳۱۷ھ

حضرت مولٰنا العلام والحبر القمقام حامی السنۃ قامع البدعۃ بقیۃ السلف حجۃ الخلف مولانا الحاج المولوی احمد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ واضح رائے عالی متعالی ہو کہ ان دنوں یہاں کے علما بلکہ چار پانچ علمائے ہند مثل حضرت مولانا مولوی لطف اللہ صاحب علی گڈھی و جناب مولوی محمد منصور علی خان صاحب مراد آبادی و جناب مولوی محمد یعقوب صاحب اعظم گڈھی وغیرہم نے مثلین سوی الزوال کا فتوٰی دیا بعدہٗ مولوی عبدالوہاب صاحب بہاری صدر مدرس مدرسہ نظامیہ نے سب علماء کے فتوے کو رَد کر دیا اور لکھا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی قول مثلین سے رجوع کرکے قول صاحبین کی طرف آگئے ہیں اب التماس ہے کہ آپ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں۔ خادم الطلبہ محمد عبدالخالق

الجواب

مولانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، قول سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ وہی مثلین بعد فیئ الزوال ہے اور وہی احوط و وہی اصح وہی من حیث الدلیل ارجح اسی پر اجماع و اطباق جملہ متون متین وہی مختار و مرضی جمہور محققین شارحین اُسی پر افتاے اکثر کبرا سے ائمہ مفتین امام کا اس سے رجوع فرمانا ثابت نہیں اجماع متون مذہب موضوعہ لنقل المذہب کے حضور بعض حکایات شاذہ خاملہ غیر محفوظہ قابلِ لحاظ کب ہوئیں بلکہ قول یک مثل ہے مرجوع عنہ ہے۔

لما صرح بہ فی البحر والخیریۃ ورد المحتار کیونکہ بحر، خیریہ اور ردالمحتار وغیرہ میں تصریح ہے کہ

marfat.com

Marfat.com

حتی یتبین خلافه **اقول** والمسئلة بعد
تحتاج الی زیادة تحقیق وتحریر، وللعبد
الضعیف ههنا ابحاث ستورد ها ان شاء
اللہ تعالٰی فی غیر ھذا التحریر، واللہ تعالٰی
اعلم۔ انتھی ماکتبت فی الجواب۔ واللہ
سبحٰنہ اعلم بالصواب۔[۱]

یہاں تک کہ اس کا خلاف ظاہر ہو جائے **اقول**
(میں کہتا ہوں) ابھی مسئلہ مزید تحقیق وتحریر کا محتاج
ہے اور عبدِ ضعیف کی، یہاں کچھ بحثیں ہیں جنہیں عنقریب
ہم کسی اور تحریر میں پیش کریں گے، واللہ تعالٰی اعلم،
جو کچھ میں نے جواب میں لکھا ہے وہ ختم ہوا۔ واللہ
سبحٰنہ اعلم بالصواب۔ (ت)

مسئلہ ثالثہ(۲۷): بڑھتے بڑھتے یہ وقت کس قدر ہے؟

اقول گنگوہی صاحب نے اس سوال کا جواب بھی قلم انداز کر دیا، اس کا جواب اجمالی یہ ہے کہ ہمارے بلاد میں انتہا درجہ یہ وقت ۴۸ منٹ تک پہنچتا ہے جبکہ آفتاب انقلاب صیفی میں ہوتا ہے یعنی ۲۲ جون کو ٹھیک دوپہر سے اتنے منٹ پیشتر نصف النہار شرعی ہو جاتا ہے اور تحویلِ حمل ومیزان یعنی ۲۱ مارچ و ۲۳ ستمبر کو ۳۹ منٹ پہلے ہوتا ہے نہ اس سے گھٹے نہ اس سے بڑھے باقی ایام میں انھیں کے بیچ میں دورہ کرتا ہے وتفصیل ذلک یطول جدا (اور اس کی تفصیل بہت طویل ہے۔ ت) اور ٹھیک دوپہر سے یہ مراد کہ جب دائرۂ ہندیہ میں ظل ثانی خط الزوال پر پورا منطبق ہو یہی نہار عرفی کا گویاعہ نصف حقیقی ہے اسی کو استوائے حقیقی کہئے اس وقت آفتاب بیچ آسمان میں ہونا سمجھئے احکام شرعیہ میں اسی وقت کا اعتبار ہے نصف النہار شرعی سے اسی وقت تک نماز مکروہ ہے اس کے بعد پھر وقت ممانعت نہیں رہتا اس وقت بارہ بجے فرض کیجئے اور اس سے گھنٹہ بھر پہلے گیارہ وعلٰی ہذا القیاس ان گھڑی گھنٹوں کے بارہ کا حکم زوال ونصف النہار وشروع وقت ظہر میں اصلاً اعتبار نہیں اگرچہ نہایت صحیح ہوں کہ نظر عوام میں ان کا کمال صحت توپ سے مطابقت اور توپ قطع نظر اس سے کہ اکثر غلط چلتی ہے فقیر نے گیارہ منٹ تک کی غلطی اس میں مشاہدہ کی ہے اگر پوری صحیح بھی چلے تو خود اس حساب پر نہیں چلتی، فقیر نے بارہا بچشمِ خود مشاہدہ کیا ہے کہ دوپہر کی توپ صحیح چلی ہے اور اس وقت آفتاب مرأی العین میں صاف پلٹ چکا ہے یا ابھی وسط آسمان پر بھی نہ آیا ولہذا تحویل حوت کا شمس کہ بحساب دائرۂ ہندیہ مع حصۂ انکسار افقی ہمارے شہر میں ۵ بج کر ۳۹ منٹ پر ڈوبنا چاہئے توپ کے اعتبار سے قریب ۶ بجے بلکہ ۵ بج کر ۵۶ منٹ پر ڈوبتا ہے تحویلِ قوس کا مہر کہ بحساب مذکور دائرہ ۶ بج کر ۴۲ منٹ پر چمکنا چاہئے توپ کے گھنٹوں پر ۶ سے ۳۱ منٹ

عہ اس گویا اور کہیے اور سمجھیے کی وجہ عالم ہیأت پر مخفی نہیں اور یہ بھی وہ جان سکتا ہے کہ یہ وقت وقت استوائے حقیقی تحقیقی کس صورت میں ہوگا ۱۲ منہ (م)

marfat.com

Marfat.com

نص علیہ فی خطبۃ الخانیۃ (جیسا کہ خانیہ کے خطبہ میں یہ بات صراحۃً مذکور ہے۔ ت) اور وہی قول معتمد ہوتا ہے کما فی الطحطاوی والشامی (جیسا کہ شامی اور طحطاوی میں ہے۔ ت) یونہی[4] امام طاہر بخاری نے خلاصہ میں اسے تقدیم دی۔ امام[5] اجل برہان الدین صاحبِ ہدایہ نے ہدایہ اور امام[6] اجل ابوالبرکات نسفی نے کافی اور امام[7] زیلعی نے تبیین الحقائق میں اسی کی دلیل مرجح رکھی، امام[8] اجل محبوبی نے اسی کو اختیار فرمایا۔ امام[9] صدر الشریعۃ نے اسی پر اعتماد کیا وہ چند متاخرین اعنی مصنفین برہان وفیض و درمختار ان اکابر میں ایک کی بھی جلالتِ شان کو نہیں پہنچتے۔ فتاوٰی[10] غیاثیہ وجواہر[11] اخلاطی میں فرمایا، ھوالمختار (یہی مختار ہے) علامہ[12] قاسم نے تصحیح قدوری میں اسی کی تحقیق کی، امام[13] سمعانی نے خزانۃ المفتین میں اسی پر اقتصار فرمایا قول خلاف کا نام بھی نہ لیا، امام[14] محمود عینی نے اسی کی تائید فرمائی، ملتقی[15] الابحر میں اسی کو مقدم رکھا اور وہ اسی کو تقدیم دیتے ہیں جو ارجح ہو کما ذکر فی خطبتہ (جیسا کہ اس کے خطبے میں ذکر کیا گیا ہے۔ ت) اور وہی مختار للفتوٰی ہوتا ہے کما فی شرحہ[1] مجمع الانھر (جیسا کہ اس کی شرح مجمع الانہر میں ہے۔ ت) مراقی[16] الفلاح میں ہے ھوالصحیح وعلیہ جل المشایخ والمتون[2] (یہی صحیح ہے اور اسی پر بزرگ مشایخ ومتون مذہب ہیں) طحطاوی[17] علی المراقی میں ہے صححہ جمھور اھل المذھب[3] (جمہور ائمہ مذہب نے اسی کی تصحیح فرمائی) نقایہ[18] میں روایت خلاف کی تضعیف فرمائی شرح[19] المجمع للمصنف میں ہے انہ المذھب واختارہ اصحاب المتون وارتضاہ الشارحون[4] (مذہب یہی ہے اور اسی کو اصحابِ متون نے اختیار فرمایا اور اسی کو شارحین نے مرضی و پسندیدہ رکھا) ینابیع[20] وعالمگیری[21] میں ہے ھوالصحیح[5] (یہی صحیح ہے) جامع[22] الرموز میں اسی کو مفتٰی بہ بتایا، السراج[23] المنیر میں ہے علی قولہ الفتوٰی[6] (امام ہی کے قول پر فتوٰی ہے) بحر[24] الرائق پھر رد[25] المحتار میں ہے قول امام سے عدول کی اجازت نہیں اس مذہب مہذب پر دلیل جلیل صحیح بخاری شریف کی حدیث باب الاذان للمسافر[7] میں ہے کہ ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا ہم ایک سفر میں نبی صلی اللہ

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر خطبۃ کتاب مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۷

[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۹۴

[3] " " " " " "

[4] البحرالرائق بحوالہ شرح المجمع کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۴۵

[5] الفتاوی الہندیۃ الباب الاول فی المواقیت مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۱

[6] السراج المنیر

[7] صحیح البخاری باب الاذان للمسافر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۷

marfat.com

Marfat.com

وغیرھا ان کل ماخرج عن ظاھر الروایۃ فھو مرجوع عنہ[1]۔ ھذا ولکل وجھۃ ھو مولیھا فاستبقوا الخیرات[2]۔ وفقنا اللہ تعالٰی لھا و تقبلھا منا بالکرم واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

جو قول ظاہر الروایۃ کے خلاف ہو اس سے رجوع کیا جاچکا ہوتا ہے۔ اور ہر ایک کی ایک سمت ہے جس کی جانب وہ منہ کرتا ہے تو نیکیوں میں سبقت لے جانے کی کوشش کرو۔ اللہ تعالٰی ہمیں نیکیوں کی توفیق دے اور اپنے کرم سے انھیں قبول فرمائے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم، وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ (۲۷۳) ازکلکتہ فوجداری بالاخانہ نمبر ۳۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب

۱۸ جمادی الآخرہ ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں کلکتہ میں آج کل آفتاب ۶ ½ بجے طلوع ہوتا ہے اور پونے چھ بجے غروب اور نمازِ عصر پونے چار بجے ادا کی جاتی ہے کہ اُس وقت سایہ سوائے سایہ اصلی کے دو مثل کسی طرح نہیں ہوتا اس صورت میں نماز مذہب مفتی بہ کے موافق ہوتی یا نہیں اور ایسی حالت میں جماعت میں شریک ہونا چاہئے یا جماعت کا ترک اختیار کیا جائے صرف حکم چاہتا ہوں مجھے دلائل کی ضرورت نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک جب تک سایہ ظل اصلی کے علاوہ دو مثل نہ ہوجائے وقتِ عصر نہیں آتا اور صاحبین کے نزدیک ایک ہی مثل کے بعد آجاتا ہے اگرچہ بعض کتب فتاوٰی وغیرہا تصانیف بعض متاخرین مثل برہان طرابلسی وفیض کرکی و درمختار میں قول صاحبین کو مرجح بتایا مگر قولِ امام ہی احوط واصح اور از روئے دلیل ارجح ہے، عموماً متون مذہب قولِ امام پر جزم کیے ہیں اور عامہ اجلہ شارحین نے اُسے مرضی ومختار رکھا اور اکابر ائمہ ترجیح وافتا بلکہ جمہور پیشوایانِ مذہب نے اُسی کی تصحیح کی، امام ملک العلماء ابوبکر مسعود نے بدائع اور امام سرخسی نے محیط میں فرمایا: ھو الصحیح[3] (یہی صحیح ہے)۔ امام اجل قاضیخان نے اسی کو تقدیم دی اور وہ اسی کو تقدیم دیتے ہیں جو اظہر من حیث الدرایۃ اور اشہر من حیث الروایۃ ہو[4] کما

---

[1] ردالمحتار مطلب فی حدیث اختلاف امتی رحمۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۰

[2] القرآن سورہ البقرۃ ۲ آیت ۱۴۸

[3] البحرالرائق بحوالۃ البدائع کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ۱/۲۴۵

[4] فتاوٰی قاضی خان مقدمۃ الکتاب مطبوعہ نولکشور لکھنؤ انڈیا ۱/۲

marfat.com

Marfat.com

وغیرھما (جیسا کہ بحر اور خیریہ وغیرہ میں ہے۔ ت) تو یہ مذہب مہذب بوجوہ کثیرہ مذہب صاحبین پر مرجح ہوا۔

اولاً یہی مذہب امام ہے اور مذہب امام اعظم پر عمل واجب جب تک کوئی ضرورت اس کے خلاف پر باعث نہ ہو۔

ثانیاً اسی پر متون مذہب ہیں اور متون کے حضور اور کتابیں مقبول نہیں ہوتیں۔

ثالثاً اسی پر عامہ شروح ہیں اور شروح فتاوی پر مقدم۔

رابعاً اجلہ اکابر ائمہ تصحیح وفتوی مثل امام قاضی خاں و امام برہان الدین صاحب ہدایہ و امام ملک العلماء مسعود کاشانی صاحب بدائع وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ نے اسی کی ترجیح و تصحیح فرمائی اور جلالت شان مصححین باعث ترجیح ہے۔

خامساً جمہور مشایخ مذہب نے اس کی تصحیح و ترجیح کی اور عمل اسی پر چاہیے جس طرف اکثر مشایخ ہوں۔

سادساً اسی میں احتیاط ہے کہ مثل ثانی میں عصر پڑھی تو ایک مذہب جلیل پر فرض ذمہ سے ساقط نہ ہوا پڑھی بے پڑھی برابر رہی اور بعد مثل ثانی پڑھی تو بالاتفاق صحیح و کامل ادا ہوئی۔

سابعاً رہیں حدیثیں بعض صاحبوں نے گمان یہ کیا کہ احادیث مذہب صاحبین میں نص ہیں بخلاف مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حالانکہ حق یہ ہے کہ صحاح احادیث دونوں جانب موجود ہرگز کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ مذہب صاحبین پر کوئی حدیث صحیح صریح سالم عن المعارض ناطق ہے جسے دعوی ہو پیش کرے اور بامداد روح پرفتوح حضرت سیدنا الامام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس فقیر سے جواب لے ان شاء اللہ تعالیٰ یا تو ثابت ہو جائے گا کہ وہ حدیث جس سے مخالف نے استناد کیا صحیح نہ تھی یا صحیح تھی تو مذہب صاحبین میں صریح نہ تھی یا یہ بھی سہی تو اس کا معارض صحیح موجود ہے اور فقیر ان شاء اللہ تعالیٰ ثابت کر دے گا کہ اس تعارض میں احادیث مذہب صاحبین کو منسوخ ماننا ہی مقتضائے اصول ہے اور اگر نہ مانیں تاہم تعارض قائم ہو کر تساقط ہوگا اور پھر وہی مذہب امام رنگ ثبوت پائے گا کہ جب بوجہ تعارض مثل ثانی میں شک واقع ہوا کہ یہ وقت ظہر ہے یا وقت عصر اور اس سے پہلے وقت ظہر بالیقین ثابت تھا تو شک کے سبب خارج نہ ہوگا اور وقت عصر بالیقین نہ تھا تو شک کے سبب داخل نہ ہوگا والحمد للہ رب العلمین۔ بالجملہ عند التحقیق مثل ثانی میں عصر ادا ہی نہ ہوگی بلکہ فرض ذمہ پر باقی رہے گا ورنہ علی التنزل اس وقت نماز مکروہ ہونے میں تو شک نہیں کہ جب بعض کتب فقہ میں اس وقت نماز ظہر میں کراہت گمان کی صرف اس خیال سے کہ صاحبین کے نزدیک وقت قضا ہو گیا حالانکہ فرض ظہر بالاجماع ساقط ہو جائے گا اگرچہ قضا ہی سہی تو اس وقت نماز عصر لاجرم سخت کراہت رکھے گی کہ امام کے نزدیک ہنوز وقت ہی نہ آیا تو فرض ہی سر سے ساقط نہ ہوگا ادھر خلاف صاحبین تھا یہاں خلاف امام ہے تو ... خلاف تھا اور صحت اجماعی ادھر

marfat.com

Marfat.com

تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب اقدس تھے مؤذن نے اذانِ ظہر دینی چاہی، فرمایا، ابرد (وقت ٹھنڈا کر) دیر کے بعد پھر مؤذن نے اذان دینی چاہی، فرمایا، ابرد (وقت ٹھنڈا کر) دیر کے بعد مؤذن نے سہ بارہ اذان کا ارادہ کیا، فرمایا، ابرد (وقت ٹھنڈا کر) اور یونہی تاخیر کا حکم فرماتے رہے حتی ساوی الظل التلول (یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہوگیا) اُس وقت اذان کی اجازت فرمائی اور ارشاد فرمایا "گرمی کی شدت جہنم کی سانس سے ہے تو جب گرمی سخت ہو ظہر ٹھنڈے وقت پڑھو" مشاہدہ شاہد اور قواعد علم ہیأت گواہ اور خود ائمہ شافعیہ کی تصریحات ہیں کہ دوپہر کو ٹیلوں کا سایہ ہوتا ہی نہیں معدوم محض ہوتا ہے خصوصاً اقلیم ثانی میں جس میں حرمین طیبین اور اُن کے بلاد ہیں۔ امام نووی، شافعی و امام قسطلانی شافعی نے فرمایا، ٹیلے زمین پر نصب کی ہوئی اشیاء کی مانند نہیں بلکہ زمین پر بچھے ہوتے ہیں تو زوال کے بہت زمانے کے بعد اُن کا سایہ شروع ہوتا ہے جب ظہر کا اکثر وقت گزر جاتا ہے، ظاہر ہے کہ جب آغاز اُس وقت ہوگا تو ٹیلوں کے برابر ہرگز نہ پہنچے گا مگر مثل ثانی کے بھی اخیر حصہ میں اُس وقت تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذان نہ دینے دی تو نماز تو یقیناً اور بھی بعد ہوئی تو بلاشبہہ مثل ثانی بھی وقت ظہر ہوا اور اس حدیث کو ارادہ جمع بین الصلاتین پر حمل کرنا خود اسی حدیث کے الفاظ سے باطل ہے حضور یہاں ابراد کا اظہار فرمارہے ہیں کہ نماز اپنے وقت کے ٹھنڈے حصے میں پڑھی جائے نہ یہ کہ وقت نکال دینے کے بعد دوسری نماز کے وقت میں ادا کی جائے، حضور یہاں حکم عام ارشاد فرمارہے ہیں کہ جب گرمی سخت ہو یوں ہی وقت ٹھنڈا کرو یہ نہیں فرماتے کہ جب مسافر ہو تو ظہر کو عصر سے ملاکر پڑھو اور یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ حدیث امامت جبریل جس کے بھروسے پر برہان و درمختار نے مثل اول اختیار کیا اصلاً حجت نہیں ہوسکتی کہ وہ دنیا میں سب سے پہلی حدیث اوقات ہے نماز شب اسرا میں فرض ہوئی اور اسی کے دن میں وقتِ ظہر کو آکر جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام نے بیان اوقات کے لیے امامت کی تو جو حدیث اُس کے خلاف ہے اُس کے بعد اور اُس کی ناسخ ہے اور قول دو مثل سے امام کا رجوع فرمانا ہرگز صحیح نہیں بلکہ اُس کا خلاف ثابت ہے کہ تمام متونِ مذہب وہی نقل فرمارہے ہیں اور متون ہی نقل مذہب کے لیے موضوع ہیں امام محمد نے کتاب الاصل یعنی مبسوط میں کہ کتب ظاہر الروایۃ سے ہے وہی قول امام لکھا نہایہ میں ہے امام سے وہی ظاہر الروایہ ہے غایۃ البیان میں ہے یہی امام کا مذہب مشہور و ماخوذ ہے۔ محیط میں ہے قول امام سے یہی صحیح ہے۔ ینابیع میں ہے امام سے یہی روایت صحیح ہے۔ شرح مجمع میں ہے مذہب امام یہی ہے کل ذلک فی البحر[1] (یہ سب بحر میں ہے۔ ت) تو بعض نقول خاملہ مرجوحہ کی بنا پر زعم رجوع محض ناموجہ ہے بلکہ قول ایک مثل ہی ہے رجوع ثابت ہے کہ وہ خلاف ظاہر الروایۃ ہے اور جو کچھ خلاف ظاہر الروایۃ ہے مرجوع عنہ ہے کما فی البحر و الخیریۃ

---

[1] البحر الرائق کتاب الصلوٰۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۴۵

marfat.com

Marfat.com

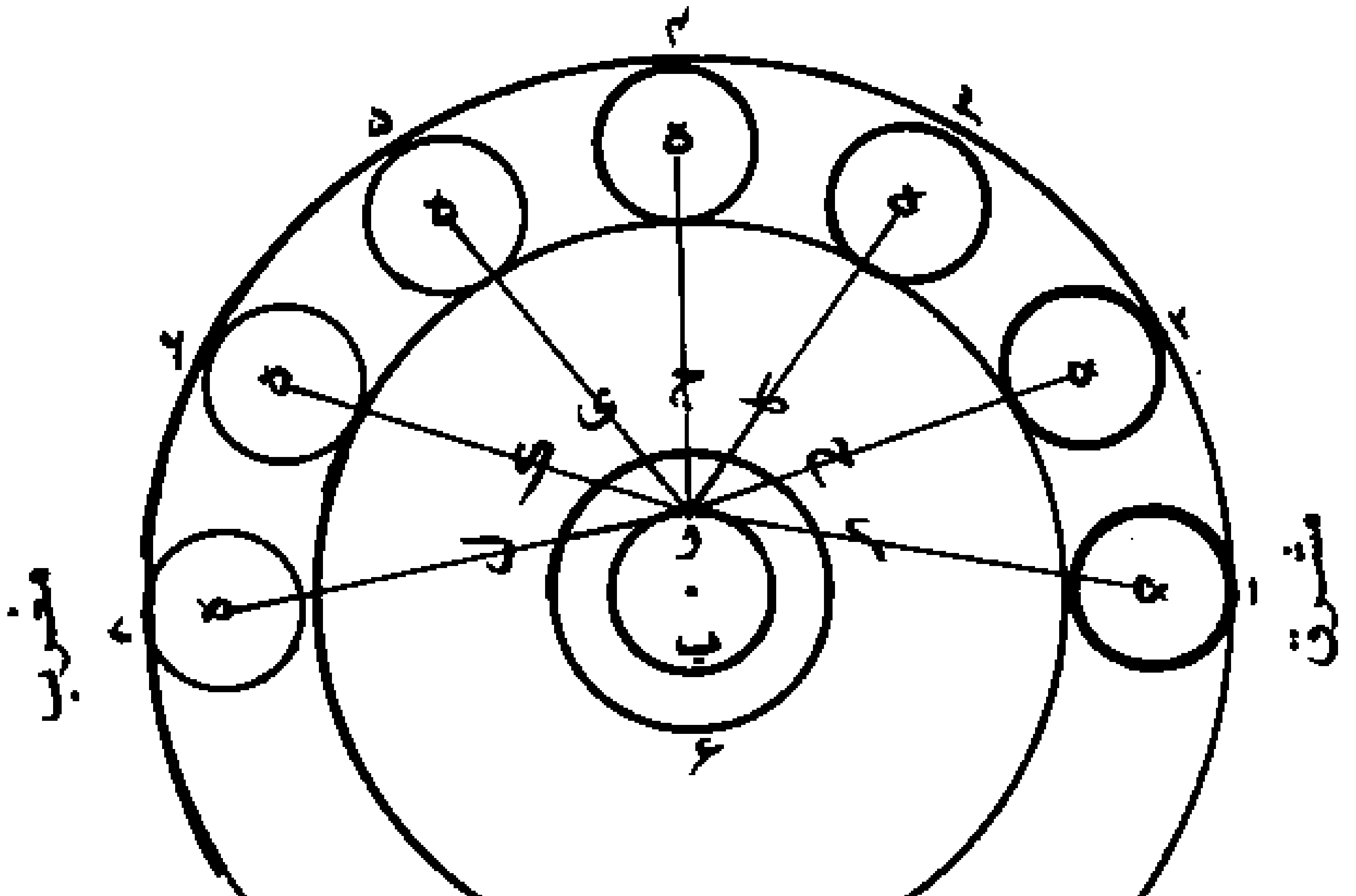

ناظر ہے یعنی سطح زمین
کی وُہ جگہ جہاں دیکھنے
والا شخص کھڑا ہے
ح ء ح زمین کے سب
طرف کرہ بخار ہے
جسے عالم نسیم و عالم
لیل و نہار بھی کہتے
ہیں اور یہ ہر طرف
سطح زمین سے ۵۰ میل
یا قول اوائل پر ۵۲ میل
اونچا ہے اس کی ہوا
اوپر کی ہوا سے کثیف تر

ہے تو آفتاب اور نگاہ میں اس کا جتنا زائد حصہ حاصل ہوگا اتنا ہی نور کم نظر آئے گا اور نگاہ زیادہ ٹھہرے گی ۵ مرکز شمس ہے ء ۵ ہر طرف وُہ خط ہے جو نگاہ ناظر سے شمس پر گزرتا ہے پہلے نمبر پر آفتاب افقِ شرقی سے طلوع میں ہے اور دوسرے تیسرے نمبر پر چڑھتا ہوا ساتویں نمبر پر افق غربی پر غروب کے پاس پہنچا ظاہر ہے کہ جب آفتاب پہلے نمبر پر ہے تو خط ء ہ کا حصّہ ء س کرہ بخار میں گزرا اور دوسرے پر ء ح تیسرے پر ء ط چوتھے پر ء ح، اور اقلیدس سے ثابت ہے کہ ان میں ء س سب سے بڑا ہے اور آفتاب جتنا اونچا ہوتا جاتا ہے ء ح ء ط وغیرہ چھوٹے ہوتے جاتے ہیں کہ یہاں تک کہ نصف النہار پر خط ء ح سب سے چھوٹا رہ جاتا ہے ہم نے اپنے محاسبات ہندسیہ میں ثابت کیا ہے کہ خط ء ح یعنی دوپہر کے وقت کا خط پانسو اٹھانوے ۵۹۸ میل سے بھی زائد ہے پھر جب آفتاب ڈھلکتا ہے وہ خطوط اسی نسبت پر بڑے ہوتے جاتے ہیں ء ی برابر ء ط کے پڑتا ہے اور ء ک برابر ء ح کے اور ء ل برابر ء س کے ہے یہاں سے واضح ہوگیا کہ یہ قدرتی دائمی سبب ہے جس کے باعث آفتاب جب نصف النہار پر ہوتا ہے اپنی انتہائی تیزی پر ہوتا ہے اور اُس سے پہلے اور بعد دونوں پہلوؤں پر جتنا افق سے قریب تر ہوتا ہے اُس کی شعاع دھیمی ہوتی ہے یہاں تک کہ شرق و غرب میں ایک حد کے قرب پر اصلاً نگاہ کو خیرہ نہیں کرتی مشرق میں جب تک اس حد سے آفتاب نکل کر اونچا نہ ہو جائے اُس وقت تک نماز منع اور وقت کراہت کا ہے اور مغرب میں جب آفتاب اس حد کے اندر آجائے اُس وقت سے غروب تک نماز منع اور وقت کراہت کا ہے، تو اس بیان سے سبب بھی ظاہر ہوگیا اور

marfat.com

Marfat.com

نفسِ صحت وبطلان ہی میں نزاع ہے جب وہاں کراہت زعم کی گئی تو یہ کس درجہ شدید مکروہ ہونا چاہیے اور یہ تو بے شمار کتبِ ائمہ میں تصریح ہے کہ اس وقت عصر کا پڑھنا بے احتیاطی ہے پس محتاط فی الدین کو لازم کہ اگر جانے کہ مجھے مثل ثانی کے بعد جماعت مل سکتی ہے اگرچہ ایک ہی آدمی کے ساتھ تو اس جماعتِ باطلہ یا کم از کم مکروہ بہ کراہت شدیدہ میں شریک نہ ہو بلکہ وقت اجماعی پر اپنی جماعت صحیحہ نظیفہ ادا کرے اور اگر جانے کہ پھر میرے ساتھ کوئی نہ ملے گا تو بتقلید صاحبین شریک جماعت ہو جائے اور تحصیل صحت متفق علیہا و رفع کراہت کے لیے مثل ثانی کے بعد پھر اپنی تنہا ادا کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ (۲۰۴) شعبان ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عصر کا وقت مستحب و وقت مکروہ کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نمازِ عصر میں ابر کے دن تو جلدی چاہیے، نہ اتنی کہ وقت سے پیشتر ہو جائے۔ باقی ہمیشہ اس میں تاخیر مستحب ہے۔ اسی واسطے اس کا نام عصر رکھا گیا لانھا تعصر (یعنی وہ نچوڑ کے وقت پڑھی جاتی ہے) حاکم و دار قطنی نے زیاد بن عبداللہ نخعی سے روایت کی ہم امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے ساتھ مسجد جامع میں بیٹھے تھے مؤذن نے آکر عرض کی یا امیر المومنین! نماز۔ امیر المومنین نے فرمایا بیٹھو۔ وہ بیٹھ گیا۔ دیر کے بعد پھر حاضر ہوا اور نماز کے لیے عرض کی۔ امیر المومنین نے فرمایا ھذا الکلب یعلمنا السنۃ (یہ کتا ہمیں سنت سکھاتا ہے) پھر اٹھ کر ہمیں نمازِ عصر پڑھائی۔ جب ہم نماز پڑھ کر وہاں آئے جہاں مسجد میں پہلے بیٹھے تھے فجثونا للرکب لنزول الشمس للغروب نتراءاھا[1] (ہم زانوؤں پر کھڑے ہو کر سورج کو دیکھنے لگے کہ وہ غروب کے لیے نیچے اتر گیا تھا)۔ یعنی دیواریں اس زمانے میں نیچی نیچی ہوتیں آفتاب ڈھلک گیا تھا بیٹھے سے نظر نہ آیا دیوار کے نیچے اتر چکا تھا گھٹنوں پر کھڑے ہونے سے نظر آیا، مگر ہرگز ہرگز اتنی تاخیر جائز نہیں کہ آفتاب کا قرص متغیر ہو جائے اس پر بے تکلف نگاہ ٹھہرنے لگے یعنی جبکہ غبار کثیر یا ابر رقیق وغیرہ حائل نہ ہو کہ ایسے حائل کے سبب تو ٹھیک دوپہر کے آفتاب پر نگاہ بے تکلف جمتی ہے اس کا اعتبار نہیں بلکہ صاف شفاف مطلع میں اس قدرتی دائمی حیلولت کرۂ بخار کے سبب کہ افق کے قرب میں نگاہ کو اس کا کثیر حصہ طے کرنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے طلوع و غروب کے قرب آفتاب پر نگاہ بے تکلف جمتی ہے جب اس سے اونچا ہوتا اور کرۂ بخار کا قلیل حصہ حائل رہ جاتا ہے شعاعیں زیادہ ظاہر ہوتیں اور نگاہ جمنے سے مانع آتی ہیں اور یہ حالت مشرق و مغرب دونوں میں یکساں ہے جس کا حال اس شکل سے عیاں ہے ا ب کرۂ زمین ہے ء موضع

---

[1] سنن الدار قطنی باب ذکر بیان المواقیت الخ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۱/۲۵۱

marfat.com

Marfat.com

بھی کچھ زائد ایک گھنٹہ ۲۰ منٹ باقی ہوتا ہے اور یہ سال میں سب سے چھوٹا وقتِ عصر ہے کہ اس سے کم ان بلاد میں کبھی نہیں ہوتا، اسی حساب سے جس دن جتنا وقت عصر ہو اس کے آخر سے ۲۰ منٹ وقت مکروہ کے نکال کر باقی کے دو حصے کریں حصہ اول چھوڑ کر حصۂ دوم سے وقت مستحب ہے اور حصہ اول میں بھی اصلاً کراہت نہیں، ہاں اتنی تعجیل کہ دو مثل پورے ہونے میں شک ہو ضرور سخت خلاف احتیاط ہے اُس سے بچنا چاہئے کہ اگر وہم و خدشہ ہے تو کراہت ہے اور اگر واقعی شک ہے تو امام کے طور پر ہوگی ہی نہیں یونہی اتنی تاخیر نہ چاہئے کہ وقت کراہت آنے کا اندیشہ ہو جائے اور اس سے پہلے پہلے اصلاً کسی قسم کی کراہت کا نام و نشان نہیں، نہ وہ اللہ و رسول کے نزدیک کاہل ہے یہ محض غلط و باطل ہے جب شرع مطہر اُس وقت کو مستحب فرمارہی ہے تو کیا وقت مستحب میں ادا کرنا مکروہ اور فاعل کاہلی کے ساتھ منسوب ہو سکتا ہے یہ نری نادانی ہے پھر اگر اس نے احتیاط کی اور نماز میں تطویل کی کہ وقت کراہت وسط نماز میں آگیا جب بھی اس پر اعتراض نہیں، نہ کہ وقت کراہت آنے سے پہلے ختم کردے اور اعتراض ہو، درمختار میں ہے :

لو شرع فیہ قبل التغیر فمدہ الیہ لایکرہ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

سورج میں تغیر آنے سے پہلے نماز شروع کی پھر تغیر تک لمبی کردی تو مکروہ نہیں ہوگی واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷۵ و ۲۷۶ شوال ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِن مسائل میں :

(۱) فرض و سنت ہر دو کا اولٰی وقت کیا ہے ؟

(۲) امسال وقت صلٰوۃ عید الفطر انتہا درجہ کب تک تھا جس نے بعد ساڑھے گیارہ بجے نماز پڑھی اس کی نماز ہوئی یا نہیں ؟

الجواب

(۱) سنت قبلیہ میں اولٰی اول وقت ہے بشرطیکہ فرض و سنت کے درمیان کلام یا کوئی فعل منافی نماز نہ کرے اور سنت بعدیہ میں مستحب فرضوں سے اتصال ہے مگر یہ کہ مکان پر آکر پڑھے تو فصل میں حرج نہیں لیکن اجنبی افعال سے فصل نہ چاہیے یہ فصل سنت قبلیہ و بعدیہ دونوں کے ثواب کو ساقط اور انھیں طریقۂ مسنونہ سے خارج کرتا ہے اور فرض فجر و عصر و عشاء میں مطلقاً اور ظہر میں بموسم گرما تاخیر مستحب ہے اور مغرب میں تعجیل۔ تاخیر کے یہ معنی کہ وقت غیر مکروہ کے دو حصے کرکے پہلا نصف چھوڑ دیں دوسرے نصف میں نماز پڑھیں کما نص

[1] درمختار کتاب الصلٰوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۶۱

marfat.com

Marfat.com

یہ بھی کھل گیا کہ مشرق ومغرب دونوں جانب میں یہ وقت برابر ہے نہ یہ کہ مشرق کی طرف، تو یہ وقت پندرہ بیس منٹ رہے جو تقریباً ایک نیزہ بلندی کی مقدار ہے اور مغرب میں ڈیڑھ دو گھنٹے ہو جائے جو اُس سے کئی نیزے زائد ہے تجربہ سے یہ وقت تقریباً بیس منٹ ثابت ہُوا ہے تو جب سے آفتاب کی کرن چمکے اُس وقت سے بیس منٹ گزرنے تک نماز ناجائز اور وقت کراہت ہوا اور ادھر جب غروب کو بیس منٹ رہیں وقت کراہت آجائے گا، اور آج کی عصر کے سوا ہر نماز منع ہو جائے گی۔ ہاں یہ جو بعض کا خیال ہے کہ آفتاب متغیر ہونے سے مراد دھوپ کا میلا ہونا ہے یہ ہرگز صحیح نہیں، جاڑے کے موسم میں تو آفتاب ڈھلنے کے تھوڑی ہی دیر بعد کہ ابھی سایہ ایک مثل بھی نہیں پہنچا اور بالاجماع وقت ظہر باقی ہوتا ہے یقیناً آفتاب بہت متغیر ہو جاتا ہے اور بیّن طور پر دھوپ میں زردی پیدا ہو جاتی ہے تو چاہئے کہ عصر کا وقت آنے سے پہلے ہی وقت کراہت آجائے اور نماز بے کراہت مل ہی نہ سکے اور یہ صریح باطل و محال ہے۔ ابوالسعود علی الکنز اور طحطاوی علی الدر میں ہے:

المراد ان یذھب الضوء فلا یحصل للبصر بہ حیرۃ ولا عبرۃ لتغیر الضوء لان تغیر الضوء یحصل بعد الزوال[1]

یعنی تغیر آفتاب سے مراد یہ ہے کہ اُس کی روشنی جاتی رہے تو نگاہ کو اس سے خیرگی حاصل نہ ہو اور دھوپ کا تغیر کچھ معتبر نہیں کہ یہ تو زوال کے بعد ہو جاتا ہے (ت)

بالجملہ سخن تحقیق وہ ہے جو ائمہ نے کتاب الاسرار و بحرالرائق وغیرہما میں تصریح فرمائی کہ جس نماز میں تاخیر مستحب ہے جیسے فجر و عصر وغیرہما، وہاں تاخیر کے یہ معنی ہیں کہ وقت کے دو حصّے کریں نصف اول چھوڑ کر نصف آخر میں پڑھیں اور ظاہر یہ ہے کہ یہاں وقت سے مراد وقتِ مستحب ہے کہ وقتِ مستحب کے نصف آخر میں پڑھیں، جب یہ قاعدہ معلوم ہو گیا اب تعیینِ وقت کے لیے مثل ثانی کے وقت کا تخمینہ لکھیں جس سے ظہر و عصر کا اندازہ ہو سکے وہ یہ کہ ۲۱ مارچ تحویل حمل اور ۲۳-۲۴ ستمبر تحویل میزان میں ختم مثل ثانی یعنی شروع وقت عصر حنفی سے آفتاب کے غروب شرعی تک ان بلاد میں ایک گھنٹا ۴۱ منٹ باقی ہوتے ہیں اور ۲۰-۲۱ اپریل تحویل ثور اور ۲۳-۲۴ اگست تحویل سنبلہ کو ایک گھنٹا ۵۰ منٹ ہوتے ہیں اور ۲۱-۲۲ مئی تحویل جوزا اور ۲۳ جولائی تحویل اسد کو دو گھنٹا ایک منٹ اور ۲۲ جون تحویل سرطان کو دو گھنٹے ۶ منٹ، اور یہ سال میں سب سے بڑا وقت عصر ہے کہ اس سے زیادہ ان بلاد میں کبھی نہیں ہوتا اور ۲۴ اکتوبر تحویل عقرب اور ۱۹ فروری تحویل حوت کو ایک گھنٹا ۳۶ منٹ اور ۲۲-۲۳ نومبر تحویل قوس سے ۲۲ دسمبر تحویل جدی اور پھر ۲۰-۲۱ جنوری تحویل دلو تک دو مہینے برابر بلکہ اس سے

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دارالمعرفت بیروت ۱/۱۷۸

marfat.com

Marfat.com

میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ت) کے مطالعہ رفیعہ سے اس مطلب کی شعاعیں صاف چمک رہی ہیں رات یعنی سایۂ زمین کی سیاہی کو حکیم قدیر عز جلالہٗ دن میں داخل فرماتا ہے ہنوز دن باقی ہے کہ سیاہی اٹھائی اور دن کو سواد مذکور میں لاتا ہے ابھی ظلمتِ شبینہ موجود ہے کہ عروس خاور نے نقاب اٹھائی،

فان ایلاج شیٔ فی شیٔ یقتضی وجودھما، لا ان یعدم احدھما فیعقبہ الاٰخر، واللیل والنہار بمعنی الملوین متضادان لا یجتمعان، فلابد من التجوز۔ ومن اقرب وجوھہ ما ذکر العبد، من حمل اللیل علی السواد، فیبقی النہار علی حقیقتہ و یظھر الایلاج من دون کلفۃ، ولا یتجاوز التجوز قدر الحاجۃ۔ و یمکن العکس ایضا، بان یحمل النہار علی الاشعۃ الشمسیۃ واللیل علی حقیقتہ، فیکون اشارۃ الی ظھور نور الشمس فی الافق الشرقی واللیل باق بعد، کما فی الصبح الاول۔ وان ارید اللیل العرفی فاظھر واکمل۔ والی حصول اللیل مع بقاء الضوء الشمسی فی الافق الغربی من الشفقین الاحمر والابیض و ان کان الامام الفخر الرازی رحمہ اللہ تعالٰی لا یرضی ان یجعل تلک الانوار من الشمس حتی الصبح الصادق ایضا، کما اطال الکلام فیہ فی سورۃ الانعام، تحت قولہ عزوجل فالق الاصباح[1] ولیس الامر کما ظن، واغتر بقولہ العلامۃ الزرقانی فظن ان

کیونکہ ایک چیز دوسری میں تبھی داخل کی جاسکتی ہے جب دونوں موجود ہوں، نہ کہ ایک ختم ہوجائے اور اس کے بعد دوسری آئے۔ اور لیل ونہار بمعنی رات دن، آپس میں متضاد ہیں، اکٹھے نہیں ہوسکتے، تو مجازی معنی مراد لینا ضروری ہے۔ اور اس کا اقرب طریقہ وہی ہے جو بندے نے بیان کیا ہے کہ لیل سے مراد تاریکی لی جائے اور نہار اپنے حقیقی معنی میں ہو۔ اس طرح داخل کرنے کا مفہوم بغیر کسی تکلف کے ظاہر ہوجائے گا اور مجاز کی طرف ضرورت سے زیادہ نہیں جانا پڑے گا۔ اور اس کا عکس بھی ممکن ہے، یعنی نہار سے مراد سورج کی شعاعیں لی جائیں اور لیل اپنے حقیقی معنی میں ہو۔ اس صورت میں آیت کے اندر اشارہ ہوگا کہ مشرقی افق میں سورج کی روشنی نمودار ہوجاتی ہے اور رات ابھی باقی ہوتی ہے جیسا کہ صبح کاذب کے وقت ہوتا ہے۔ اور اگر لیل سے مراد لیل عرفی لی جائے تو یہ مفہوم مزید واضح اور کامل ہوجاتا ہے۔ نیز اس آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہوگا کہ مغربی افق میں شفق احمر اور ابیض کے دوران سورج کی روشنی باقی ہوتی ہے، اس کے باوجود رات ہوجاتی ہے اگرچہ امام فخر الرازی ان روشنیوں کو، حتی کہ صبح صادق کی روشنی کو بھی

[1] التفسیر الکبیر زیر آیت فالق الاصباح مطبوعہ [illegible] ۱۳/۹۵

marfat.com

Marfat.com

علیہ فی البحرالرائق وغیرہ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) مذہب اصح پر اس کی نماز نہ ہوئی وقت اس کے قریب قریب ختم ہوچکا تھا مگر ایسی جگہ علما آسانی پر نظر فرماتے ہیں ہمارے علما کا دوسرا قول یہ ہے کہ وقت عید زوال تک ہے اس تقدیر پر جس نے بارہ بج کر چھ منٹ تک بھی سلام پھیر دیا اس کی نماز ہوگئی کہ اس دن بارہ بج کر ساڑھے چھ منٹ پر زوال ہوا تھا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۲۷۷) از سندیلہ مرسلہ بعض علما بتوسط مولٰنا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی۔

دوم ربیع الاول شریف ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز مغرب کا وقت افق شرقی کی جڑ سے سیاہی نمودار ہوتے ہی معاً ہوجاتا ہے یا جب سیاہی بلند ہوجاتی ہے اُس وقت آفتاب ڈوبتا ہے بر تقدیر ثانی وہ بلندی کتنے گز ہوتی ہے اور آبادیوں میں سیاہی شرق سے نظر آنے پر نماز کا وقت سمجھا جائے گا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اقول وباللہ التوفیق (اللہ تعالٰی کی مدد سے کہتا ہوں۔ ت) افق شرقی سے سیاہی کا طلوع قرص شمس کے شرعی غروب سے بہت پہلے ہوتا ہے سیاہی کئی گز بلند ہوجاتی ہے اُس وقت آفتاب ڈوبتا ہے جس طرح قرص شمسی کے شرعی طلوع سے سیاہی غربی کا غروب بہت بعد ہوتا ہے آفتاب مرتفع ہوجاتا ہے اُس وقت تک سواد مرئی رہتا ہے اس پر عیان وبیان وبرہان سب شاہد عدل ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، لیس الخبر کالمعاینۃ[1] (خبر مشاہدہ کی طرح نہیں۔ ت) جسے شک ہو طلوع وغروب کے وقت جنگل میں جا کر جہاں سے دونوں جانب افق صاف نظر آئیں مشاہدہ کرے جو کچھ مذکور ہُوا آنکھوں سے مشاہدہ ہوجائے گا الحمد للہ عجائب قرآن منتہی نہیں۔

كما فی حديث الترمذی عن امير المؤمنين علی عن النبی صلی الله تعالٰی عليه وسلم لا تنقضی عجائبه[2]۔

جیسا کہ ترمذی کی حدیث میں امیر المومنین علی، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ قرآن کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوتے۔ (ت)

ایک ذرا غور سے نظر کیجئے تو آیہ کریمہ تولج الیل فی النھار وتولج النھار فی الیل[3] (تُو، رات کو دن

---

[1] الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۷۵۴۷ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۵/ ۳۵۷

[2] جامع الترمذی ماجاء فی فضل القرآن مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۱۴

[3] القرآن الکریم

marfat.com

Marfat.com

ھھنا وغربت الشمس فقد افطر الصائم[1] اور سورج پُورا ڈوب جائے تو روزہ دار کا روزہ پُورا ہوچکا۔ (ت)

لیل سے مراد سیاہی ہے اور نہار سے مقصود ضوء فان الاقبال من ھھنا والادبار من ھھنا انما یکون لھما (کیونکہ تاریکی اور روشنی ہی اِدھر سے آتی ہیں اور اُدھر جاتی ہیں۔ ت) تیسیر میں ہے،

اذا اقبل اللیل، یعنی ظلمتہ، وادبر النہار، ای ضوؤہ[2] جب کہ رات آئے، یعنی اس کی تاریکی، اور دن واپس جائے، یعنی اس کی روشنی۔ ت

عالم ماکان ومایکون صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تینوں لفظ اُسی ترتیب سے ارشاد فرمائے جس ترتیب سے واقع ہوتے ہیں، پہلے سیاہی اُٹھتی ہے اُس وقت تک اگر اُفق صاف اور غبار و بخار سے پاک ہو آفتاب کی چمک باقی رہتی بلکہ قلل جبال واعالی اغصان شجر پر عکس ڈالتی ہے پھر جب قرص چھپنے پر آیا تکاثف اجزاء افقیہ وکثرت بعد عن الابصار و طول مرور شعاع البصر فی ثخن کرۃ البخار کے باعث روشنی بالکل محتجب ہوجاتی ہے مگر ہنوز قدرے قرص بالائے افقِ مرئی شرعی باقی ہے اس کے بعد آفتاب ڈوبتا اور وقت افطار و نماز آتا ہے اس صاف و نفیس و بے تکلف معنی پر بحمداللہ تعالٰی انتظام کلام اُسی اعلٰی جلالت پر جلوہ فرما ہے جو صاحب جوامع الکلم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا شانِ رفیع بلاغت بے مثل کو شایاں و بجا ہے کلماتِ علمائے کرام بھی ان نفیس معنی کے ایما سے خالی نہ رہے امام ابن حجر مکی شرح مشکوٰۃ المصابیح میں اسی حدیث کے نیچے فرماتے ہیں،

ای وقد یقبل اللیل ولا تکون غربت حقیقۃ، فلابد من حقیقۃ الغروب[3] یعنی کبھی رات آجاتی ہے اور ابھی حقیقۃً غروب نہیں ہوا ہوتا، اس لیے حقیقی غروب ضروری ہے (ت)

حفنی علی الجامع الصغیر میں ہے،

قولہ، وغربت الشمس، لم یکتف بما قبلہ عن ذلک، اشارۃ الی انہ قد یوجد اقبال الظلمۃ وادبار الضوء ولم یوجد غروب الشمس[4] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان "اور سورج ڈوب جائے" آپ نے سیاہی کے آنے اور روشنی کے جانے پر اکتفا نہیں کیا اور غروب کی تصریح فرمائی کیونکہ کبھی سیاہی آجاتی ہے اور روشنی چلی جاتی ہے مگر غروب آفتاب نہیں ہوتا۔ (ت)

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء اذا اقبل اللیل مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۱/۸۸

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث مذکور کے تحت، مکتبہ امام شافعی ریاض سعودیہ ۱/۷۶

[3] مرقات المفاتیح بحوالہ ابن حجر باب من کتاب الصوم فصل اول۔ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان ۴/۲۵۲

[4] الحفنی علی الجامع الصغیر مع السراج المنیر زیرِ حدیث اذا اقبل اللیل الخ مطبوعہ المطبعۃ الازہریۃ مصر ۱/۹۷

marfat.com

Marfat.com

هذا مذهب منقول، فنسبه لاهل السنة،
مع انه ليس الامن توسعات الامام في البحث
والكلام ولم يستدل له الا ببحث عقلي،
لا تام ولا جلي۔ ومن البديهي عند كل احد ان
الشفق والصبح اختان، وما امرهما الا واحد۔
وقد اخرج ابن ابي شيبة عن العوام بن حوشب
قال، قلت لمجاهد، ما الشفق؟ قال، ان
الشفق من الشمس[1]۔ ذكره في الدر المنثور،
تحت قوله تعالیٰ فلا اقسم بالشفق، بل في
التفسير الكبير تحت الكريمة، اتفق العلماء
على انه اسم للاثر الباقي من الشمس في الافق
بعد غروبها[2]۔ اما دليله العقلي فقد رده
العبد الضعيف بكلام لطيف ذكرته على هامشه۔
وبالله التوفيق۔

سورج کی روشنی ماننے پر بھی راضی نہیں ہیں، جیسا کہ
سورۂ انعام کی تفسیر میں اللہ تعالیٰ کے فرمان "فالق
الاصباح" کے تحت انہوں نے اس موضوع پر لمبی
گفتگو کی ہے، حالانکہ معاملہ اس طرح نہیں ہے
جس طرح انہوں نے سمجھا ہے۔ ان کی گفتگو سے علامہ
زرقانی کو دھوکہ ہوا اور انہوں نے رازی کی رائے کو
مذہب منقول سمجھ کر اہل سنت کی طرف منسوب کر دیا حالانکہ
یہ ان توسعات میں سے ہے جو امام رازی بحث اور کلام
میں اختیار کرتے رہتے ہیں۔ امام رازی نے اس پر کوئی
دلیل بھی پیش نہیں کی صرف ایک عقلی بحث کی ہے، جو
نہ تام ہے نہ واضح۔ اور یہ تو سب کے لیے بدیہی ہے کہ
شفق اور صبح دونوں بہنیں ہیں اور ان کا معاملہ ایک جیسا
ہے۔ اور ابن ابی شیبہ نے عوام ابن حوشب سے
تخریج کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے مجاہد سے پوچھا:
"شفق کیا ہے؟" انہوں نے جواب دیا "شفق سورج سے ہے"۔ یہ روایت درمنثور میں اللہ تعالیٰ کے فرمان
"فلا اقسم بالشفق" کے تحت مذکور ہے۔ بلکہ تفسیر کبیر میں اسی آیت کے تحت لکھا ہے کہ علما کا اتفاق ہے کہ شفق
سورج کے اس اثر کو کہتے ہیں جو غروب آفتاب کے بعد افق پر باقی رہتا ہے۔ رہی امام رازی کی عقلی دلیل، تو اس کو
عبد ضعیف نے ایک لطیف کلام کے ساتھ رد کر دیا ہے، جو تفسیر کبیر کے حاشیے پر مرقوم ہے، وباللہ التوفیق۔ (ت)

قرآن عظیم کا نائب کریم کلام صاحب جوامع الکلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن
ابی داؤد وجامع ترمذی ومسند امام احمد میں امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا اقبل الليل من ههنا وادبر النهار من — جب ادھر سے رات آئے اور ادھر سے دن پیٹھ دکھائے

---

[1] الدر المنثور زیر آیۃ فلا اقسم بالشفق مطبوعہ مکتبۃ آیۃ اللہ العظمی قم، ایران ۵/۳۳۰

[2] التفسیر الکبیر مطبوعہ مطبعۃ بہیۃ مصریہ مصر ۳۱/۱۰۹

marfat.com

Marfat.com

بعض قرص غروب کو باقی ہوتا ہے کہ ضیا بھی معدوم ہو جاتی ہے لہٰذا و غربت الشمس (اور سورج ڈوب جائے۔ت) زائد فرمایا کہ کوئی غروب بعض قرص کو کافی نہ سمجھ لے پُر ظاہر کہ اگر یہ اقبال و ادبار اُسی وقت ہوتے جب پُورا قرص ڈوب لیتا تو اس احتمال وظن کا کیا محل تھا ذکر غروب سے استغنا بدستور باقی رہتا اور جواب محض مہمل جاتا تو صاف ثابت ہوا کہ سیاہی اٹھنا اور شعاع چھپنا دونوں غروب شمس سے پہلے ہو لیتے علامہ علی قاری نے بھی اس کلام طیب طیبی کو تحقیق بتایا اور حُسنِ قبول سے تلقی فرمایا،

حیث قال بعد نقله، وقال بعض العلماء، انما ذکر ھذین لیبین ان غروبها عن العیون لایکفی لانها قد تغیب ولا تکون غربت حقیقة، فلا بد من اقبال اللیل[1] اھ. ثم رده بقوله، فیه ان القید الثانی مستغن عنه حینئذ، وانما کان یتم کلامهم لو کان غربت مقدما[2] اھ ای انما کان یحتاج اذ ذاك الی دفع ذلك الوهم بذکر اقبال اللیل، اما اذا ذکرا ولا ماهو القاطع للوهم فای حاجة بعده الی ذکر الغروب الموهم؟ ثم قال: فیرجع الحکم الی ما حققه الطیبی[3] اھ فقد رجع الی ما یفید تحقیق کلام الامام ابن حجر کما علمت، غیر ان المولی الفاضل رحمه الله تعالٰی شدید الایلاع بالرد علیه فی شرحیه للمشکوٰة والشمائل، حتی فی الواضحات الجلائل، مع انه من تلامذته، رحمة

چنانچہ علی قاری نے طیبی کا کلام نقل کرنے کے بعد کہا ہے "بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ نے اقبال لیل اور ادبار نہار کا اس لیے ذکر کیا ہے تاکہ واضح کر دیں کہ سورج کا آنکھوں سے غروب ہو جانا کافی نہیں ہے، کیونکہ کبھی آنکھوں سے تو غائب ہو جاتا ہے مگر حقیقۃً ڈوبا نہیں ہوتا"۔ پھر علی قاری نے اس کو یہ کہہ کر رد کیا ہے کہ اس پر یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اس صورت میں دُوسری قید (یعنی وغربت الشمس) کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ علماء کی یہ بات تو تب تام ہو سکتی تھی جب "غربت" (اقبال و ادبار سے) پہلے مذکور ہوتا۔ علی قاری کا مطلب یہ ہے کہ اس صورت میں تو یہ کہا جا سکتا تھا کہ چونکہ آنکھوں سے غائب ہونا کافی نہیں ہے اس لیے اس توہم کو دُور کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں اقبال لیل کا ذکر کیا ہے مگر جب توہم کو قطع کرنے والی چیز (یعنی اقبال لیل) کا ذکر پہلے ہی ہو چکا تھا، تو پھر اس کے بعد توہم پیدا کرنیوالی

---

[1] مرقات المفاتیح باب من کتاب الصوم الفصل الاول مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/۲۵۲
[2] " " " " " "
[3] " " " " " "

marfat.com
Marfat.com

اور اگر حدیث میں لیل و نہار معنی حقیقی پر رکھئے تو اگرچہ اتنا ضرور ہے کہ مجاز مرسل کی جگہ مجاز عقلی ہوگا۔

لما علمت ان اسناد الاقبال والادبار من ھھنا وھھنا لیس الیھما علی الحقیقۃ۔

کیونکہ تم جان چکے ہو کہ اِدھر سے اُدھر آنے جانے کی نسبت لیل و نہار کی طرف حقیقۃً نہیں ہے۔ (ت)

مگر اب تینوں الفاظ کریمہ کے جمع ہونے سے سوال متوجہ ہوگا شک نہیں کہ اس معنی پر امور ثلٰثہ متلازم ہیں اور ایک کا ذکر باقی سے مغنی،

وھذا ما قالہ الامام النووی فی المنھاج، قال العلماء، کل واحد من ھذہ الثلٰثۃ یتضمن الاٰخرین ویلازمھما۔[1]

یہ وہی بات ہے جو امام نووی نے منہاج میں کہی ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ ان تینوں میں سے ہر ایک، باقی دو کو یا تو متضمن ہوتا ہے یا ان کے ساتھ لازم ہوتا ہے۔ (ت)

اس کی اطیب توجیہ وہ ہے کہ علامہ طیبی نے شرح مشکوٰۃ میں افادہ کی کہ

انما قال وغربت الشمس، مع الاستغناء عنہ لبیان کمال الغروب، کیلا یظن انہ اذا غرب بعض الشمس جاز الافطار۔[2]

آپ نے فرمایا "اور سورج ڈوب جائے" حالانکہ بظاہر اس کی ضرورت نہیں تھی، تاکہ مکمل غروب کا بیان ہوجائے اور کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ سورج کا کچھ حصہ غروب ہونے سے افطار جائز ہوجاتا ہے۔ (ت)

علامہ مناوی وغیرہ نے بھی اُن کی تبعیت کی۔ تیسیر شرح جامع صغیر میں ہے:

وزاد (وغربت الشمس) مع ان ما قبلہ کاف اشارۃ الی اشتراط تحقق کمال الغروب۔[3]

آپ نے فرمایا "اور سورج ڈوب جائے" فرمایا حالانکہ پہلے الفاظ کافی تھے، اس میں اشارہ ہے کہ کامل غروب کا پایا جانا شرط ہے۔ (ت)

اقول: یہ توجیہ وجیہ صراحۃً ہمارے مدعائے مذکور کی طرف ناظر ہے نظر غائر میں بروجہ جلی اور قلت تدبر
میں من طرف خفی یعنی اگرچہ لیل و نہار حقیقی مراد ہونے پر ذکر غروب کی حاجت نہ ۔۔۔ ے گی کہ سُورج ڈوب چکے گا مگر
سواد و ضیا پر اُن کا حمل بعید نہیں خصوصاً جبکہ اقبال من ھھنا و ادبار من ھ ۔۔۔ ظاہر ہیں تو اگر اس قدر
پر قناعت فرمائی جاتی احتمال تھا کہ مجرد اقبال سواد و ادبار ضیا پر وقت افطا ۔۔۔ ر اقبال لیل درکنار ہنوز

---

[1] شرح مسلم للنووی مع صحیح مسلم زیر حدیث اذا اقبل اللیل الخ ۔۔۔ کراچی ١/٣٥١

[2] شرح الطیبی باب فی مسائل متفرقۃ الفصل اول ادارۃ القرآن کراچی ٤/١٥١

[3] التیسیر شرح جامع الصغیر حدیث مذکور کے تحت مکتبۃ ۔۔۔ سعودیہ ١/٧٦

ھھنا اس پر قرینہ نص ۔۔۔ سمجھ لیا جاتا حالانکہ

marfat.com

Marfat.com

الاقد سقط القرص۔[1] | جب سورج کی ٹکیہ غائب ہوچکی ہوتی ہے۔ (ت)

وقول جامع الرموز :

ای وقت غیبة جرم الشمس کله اذ اظهر الغروب والا فالی وقت اقبال الظلمة من المشرق، کما فی التحفة۔[2] | یعنی افطار اس وقت کرے جب سورج کی پُوری ٹکیہ غائب ہوجائے، اگر غروب اس کے لیے ظاہر ہو، ورنہ جب مشرق کی جانب تاریکی آجائے (تو افطار کرلے) جیسا کہ تحفہ میں ہے۔ (ت)

وامثال ذلک کہ صراحۃً انھیں مواضع سے متعلق ہیں جہاں افق ظاہر اور رؤیت مقدور نہ ہو ایسے ہی عدم تمکن پر محمول ورنہ جب باجماعِ اُمت اور خود انھیں علماء اور اُن کے امثال کی تصریحاتِ قطعیہ سے مدارِ حکم غروب جمیع جرم شمس ہے اور اصل اُفق سے ارتفاعِ سواد بشہادتِ مشاہدہ قبل غروب حاصل تو مجرد اقبال پر ادارتِ حکم کیونکر معقول اور حدیثِ مؤطا :

مالك عن ابن شهاب عن حمید بن عبد الرحمٰن ان عمر بن الخطاب وعثمٰن بن عفان رضی الله تعالٰی عنهما کانا یصلیان المغرب حین ینظر الی اللیل الاسود قبل ان یفطرا، ثم یفطران بعد الصلاۃ، وذلك فی رمضان۔[3] | مالک، ابنِ شہاب سے، وہ حمید ابن عبدالرحمٰن سے راوی ہیں کہ عمر ابن خطاب اور عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہما رمضان میں اس وقت مغرب کی نماز پڑھا کرتے تھے جب افطار سے پہلے سیاہ رات کو دیکھ لیتے تھے، پھر نماز کے بعد افطار کیا کرتے تھے۔ (ت)

تو اُن عبارات سے بھی قریب تر ہے۔ شہر اور شہر کا بھی وسط اور وہ بھی نخلستان اور ملک کوہستان، پھر امامین جلیلین رضی اللہ تعالٰی عنہما کا حُسنِ احتیاط خود عبارتِ حدیث سے ظاہر کہ حین ینظران الی اللیل الاسود مجرد ذکر لیل یعنی سواد پر قناعت نہ کی بلکہ تاکیداً صفتِ اسود بڑھائی یعنی جب سیاہ سیاہی گہری ظلمت دیکھ لیتے اُس وقت نماز پڑھتے، حدیثِ صحیحین اذا رأیتم اللیل قد اقبل من ھھنا فقد افطر الصائم[4] (جب تم رات کو دیکھو کہ اِدھر سے آگئی ہے تو روزہ دار افطار کرلے۔ ت) میں اقبال لیل پر اقتصار بعض رواۃ کا اقتصار ہے کہ بکثرت معہود خود اسی حدیث کی دوسری روایت میں صرف اذا غابت الشمس من ھھنا فقد افطر الصائم۔[5]

---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری باب الصوم فی السفر والافطار مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۱۱/ ۴۳

[2] جامع الرموز للقہستانی کتاب الصلٰوۃ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۱۱۳

[3] مؤطا الامام مالک ماجاء فی تعجیل الفطر مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۲۲۸

[4] الصحیح لمسلم باب بیان وقت انقضاء الصوم الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۵۱

[5]

marfat.com

Marfat.com

اللہ تعالٰی علیھما وعلی سائر العلماء الکرام۔ —— چیز (یعنی غروب) کو لانے کی کیا ضرورت تھی؛ پھر علی قاری نے کہا ہے کہ آخر کار بات ادھر ہی لوٹ جاتی ہے جس کی تحقیق طیبی نے کی ہے۔ اس طرح علی قاری اسی قاعدے کی طرف لوٹ آئے جو امام ابن حجر کے کلام کی تحقیق سے حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ تم جان چکے ہو۔ لیکن علی قاری مشکوٰۃ اور شمائل کی دونوں شرحوں میں ابن حجر کی ہر بات کی تردید کرنے سے خصوصی شغف رکھتے ہیں، حتی کہ انتہائی واضح باتوں میں بھی (ابن حجر کی تردید کردیتے ہیں) حالانکہ وہ ابن حجر کے شاگردوں میں سے ہیں۔ اللہ تعالٰی ان دونوں پر اور تمام علماء کرام پر رحمت نازل فرمائے۔ (ت)

ہاں شہروں باغوں خصوصاً نخلستان وکوہستان کی آبادیوں جنگلوں میں جہاں اُفق نظروں سے دُور ہوتا ہے، غالباً یہ شرق سے اُٹھتی ہُوئی تاریکی خوب بلند ہوکر نظر آتی ہے اور یہ وقت خاص غروب کا ہوتا ہے بلکہ بہت جگہ اس سے بھی پہلے غروب ہوچکتا ہے کلمات علماء مثل قول امام ابوزکریا،

قال بعد مانقلنا سابقا، وانما جمع بینھما لانہ قد یکون فی واد ونحوہ بحیث لایشاھد غروب الشمس فیعتمد اقبال الظلام وادبار الضیاء[1]۔

ابوزکریا نے، بعد اس کے جو ہم پہلے نقل کر آئے ہیں، کہا ہے کہ اقبالِ لیل اور غروب کی جمع اس لیے کیا ہے کہ کبھی روزہ دار کسی وادی وغیرہ میں ہوتا ہے جہاں غروب کا مشاہدہ نہیں ہوسکتا تو تاریکی کے آنے اور روشنی کے جانے پر اعتماد کرنا پڑتا ہے (ت)

وقول امام قاضی عیاض فی شرح صحیح مسلم،

قد لایتفق مشاھدۃ عین الغروب ویشاھد ھجوم الظلمۃ حتی یتیقن الغروب بذلک، فیحل الافطار[2]۔

کبھی غروب کا مشاہدہ کرنے کا اتفاق نہیں ہوتا لیکن تاریکی چھا جانے کا مشاہدہ ہوجاتا ہے جس سے غروب ہونے کا یقین ہوجاتا ہے، تو اس وقت افطار جائز ہے۔ (ت)

وقول امام عینی فی عمدۃ،

ثم بین مایعتبرہ من لم یتمکن من رؤیۃ جرم الشمس، وھو اقبال الظلمۃ من المشرق، فانھا لاتقبل منہ

پھر اس چیز کو بیان کیا جس کو وُہ آدمی بھی جان لیتا ہے جس کے لیے سورج کی ٹکیہ کو دیکھنا ممکن نہ ہو، یعنی مشرق کی جانب تاریکی کا آجانا، کیونکہ وہ تب ہی آتی ہے

---

[1] شرح مسلم للنووی مع صحیح مسلم حدیث اقبل اللیل مطبوعہ قدیمی کتب خانہ ۱/۳۵۱
[2] شرح صحیح مسلم للامام قاضی عیاض

marfat.com

Marfat.com

بغوی کی روایت یوں ہے :

عن مصعب بن سعد عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہما انہ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن الذین ھم فی صلٰوتھم ساھون، قال : اضاعۃ الوقت[1]۔

مصعب بن سعد سے انکے والد رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا : اس سے مراد وقت کھونا ہے ۔ (ت)

کھونا ہے۔ یعنیہٖ یہی معنی ابن جریر نے عبداللہ بن عباس اور ابن ابی حاتم نے مسروق اور عبدالرزاق و ابن المنذر نے بطریق مالک بن دینار امام حسن بصری رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیے روایت اخیرہ یوں ہے کہ ابوالعالیہ نے کہا ساھون وہ لوگ ہیں جنھیں یاد نہ رہے کہ رکعتیں دو[2] پڑھیں یا تین[3]۔ اس پر امام حسن نے فرمایا : ھو الذی یسھو عن میقاتھا حتی تفوت (ہائیں وہ وہ ہیں جو اُس کے وقت سے غافل رہیں یہاں تک کہ وقت نکل جائے۔م) فقیر کے یہاں بحمداللہ نماز تنگ وقت نہیں ہوتی بلکہ مطابق مذہب حنفی ہوتی ہے، عوام بیچارے اپنی ناواقفی سے غلط سمجھے ہیں، مذہب حنفی میں سوا مغرب اور جاڑوں کی ظہر کے سب نمازوں میں تاخیر افضل ہے اُس حد تک کہ وقتِ کراہت نہ آنے پائے اور وہ عصر میں اُس وقت آتا ہے جب قرصِ آفتاب پر بے تکلف نگاہ جمنے لگے اور تجربے سے ثابت کہ یہ بیس منٹ دن رہے ہوتا ہے اس سے پہلے پہلے جو نماز عصر اُس کے وقت کا نصف اول گزار کر نصف آخر میں ہو وہ وقت مستحب ہے مثلاً آج کل تقریباً سات بجے غروب ہے اور قریب پانچ کے عصر کا وقت ہوجاتا ہے تو وقت مستحب یہ ہے کہ پانچ بج کر پچاس منٹ سے چھ بج کر چالیس منٹ تک نمازِ عصر پڑھیں اور عشا میں وقتِ کراہت آدھی رات کے بعد ہے یہ حالتیں بحمداللہ تعالٰی میرے یہاں نہیں مجھے پابندی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے احکام کی ہے نہ جاہلوں کے خیالات واوہام کی دارقطنی سنن اور حاکم صحیح مستدرک میں بطریق عباس بن ذریح ، زیاد بن عبداللہ نخعی سے راوی :

قال کنا جلوسا مع علی رضی اللہ تعالٰی عنہ فی المسجد الاعظم فجاء المؤذن فقال، یاامیرالمؤمنین ! فقال ، اجلس ، فجلس ثم عاد فقال لہ ذلک ، فقال رضی اللہ تعالٰی

ہم کوفہ کی جامع مسجد میں مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کے پاس بیٹھے تھے، مؤذن آیا اور عرض کی، یاامیرالمومنین (یعنی نمازِ عصر کو تشریف لے چلیے) امیرالمومنین نے فرمایا ، بیٹھ ۔ وہ بیٹھ گیا ۔ پھر دوبارہ حاضر ہوا اور

[1] تفسیر البغوی مع تفسیر الخازن زیرآیۃ الذین ھم عن صلٰوتھم ساھون مطبوعہ مکتبہ المصطفی البابی مصر ۷/۲۹۹

marfat.com

Marfat.com

(جب اِدھر سے سورج غائب ہوجائے تو روزہ دار افطار کرلے۔ت) ہے، تیسری میں اذا غابت الشمس من ھھنا وجاء اللیل من ھھنا فقد افطر الصائم[1] (جب اِدھر سے سورج غائب ہوجائے اور اُدھر سے رات آجائے تو روزہ دار افطار کرلے۔ت) ہے کلاھما فی صحیح مسلم وغیرہ (دونوں صحیح مسلم اور دیگر کتابوں میں ہیں۔ت) اور اگر نہ بھی ہوتا تو بعد ارادہ دلیل حقیقی اصلاً مفید متوہم نہ رہتی اور علی التنزیل یہ بھی نہ سہی تو اُنھیں مواضع سے متعلق سمجھی جاتی بالجملہ خلاف پر اصلاً کوئی لفظ ایسا بھی نہیں جسے صریح مفسر کہتے نہ کہ ایسا جس کے سبب مشاہدات وحسیات کو باطل کر دیجئے کہ اُن کے ابطال میں معاذ اللہ ابطال شرائع ہے تلقی کتاب ورؤیت معجزات آخر بذریعہ حاسہ سمع وبصر ہی ہوں گے فقیر غفر اللہ لہ نے اس مطلب پر برہان ہندسی قائم کی ہے اگرچہ بعد بیان سابق کسی دلیل عقلی کی حاجت نہیں مگر اُس سے زیادت تایید وتشیید کے علاوہ یہ مقدار معلوم ہوگی کہ غروب شمس سے کتنے پہلے سیاہی چمک آئیگی نیز اُس سے مقدار بلندی سیاہی وقت غروب کے حساب میں بھی مدد ملے گی جسے اُس پر اطلاع منظور ہو فقیر کی کتاب "زیج الاوقات للصوم والصلوات" کی طرف رجوع کرے وباللہ التوفیق واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۷۸) از شہر کہنہ مسئولہ خیاط وہابی ۲۹ ربیع الآخر شریف

تنگ وقت نماز ادا کرنے والے کو اللہ تعالٰی ویل فرماتا ہے اور آپ خود تنگ وقت ادا فرماتے ہیں اس کی تفصیل بیان فرمائیے گا۔

الجواب

تنگ وقت نماز ادا کرنے پر قرآن عظیم میں ویل کہیں نہ فرمایا ساھون کے لیے ویل آیا ہے جو وقت کھو کر نماز پڑھتے ہیں حدیث میں اس آیت کی یہی تفسیر فرمائی ہے بزار وابویعلی وابن جریر وابن المنذر وابن حاتم اور طبرانی اور ابن مردویہ تفسیر اور بیہقی سنن ومحی السنہ بغوی معالم میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال سألت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن قول اللہ تعالٰی الذین ھم عن صلوتھم ساھون، قال ھم الذین یؤخرون الصلاۃ عن وقتھا[2]

میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پوچھا وہ کون لوگ ہیں جنہیں اللہ عزوجل قرآن عظیم میں فرماتا ہے "خرابی ہے اُن نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں"۔ فرمایا وہ لوگ جو نماز وقت گزار کر پڑھیں۔

---

[1] الصحیح لمسلم باب بیان وقت انقضاء الصوم الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۵۱

[2] السنن الکبرٰی للبیہقی باب الترغیب فی حفظ الصلوٰۃ الخ مطبوعہ دار صادر بیروت ۲/۲۱۴

marfat.com

Marfat.com

نترائ الشمس مخافۃ ان تکون قد طلعت[1] خوف سے کہ کہیں طلوع نہ کر آیا ہو۔

مناقب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ للامام حافظ الدین الکردری میں ہے :

ذکر الامام الدیلمی عن زھیر بن کیسان قال صلیت مع الرصافی العصر ثم انطلقت مسجد الامام فاخر العصر حتی خفت فوات الوقت ثم انطلقت الی مسجد سفیٰن فاذا ھو لم یصل العصر فقلت رحم اللہ اباحنیفۃ ما اخرھا مثل اخر سفیٰن[2]

یعنی امام دیلمی نے زہیر بن کیسان سے روایت کی کہ میں رصافی کے ساتھ نماز عصر پڑھ کر مسجد امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ میں گیا امام نے عصر میں اتنی تاخیر فرمائی کہ مجھے خوف ہوا کہ وقت جاتا رہے گا پھر میں مسجد امام سفیٰن ثوری رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف گیا تو کیا دیکھوں کہ انھوں نے ابھی نماز پڑھی بھی نہیں میں نے کہا اللہ ابوحنیفہ پر رحمت فرمائے انہوں نے تو اتنی تاخیر کی بھی نہیں جتنی سفیٰن نے۔

فقیر کے یہاں سوا گھنٹا دن رہے اذانِ عصر ہوتی ہے اور گھنٹا بھر دن رہے نماز ہوتی ہے اور پون گھنٹا دن رہے سے پہلے ہو چکتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۹: ازریاست رام پور متصل تالاب کنڈا محلہ میاں نگاناں مکان جناب سید غلام چشتی صاحب مرسلہ جناب مولٰنا مولوی محمد یحیٰی صاحب ۱۲ صفر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قطع نظر شفق سُرخ وسپید کے باتفاق علمائے حنفیہ بعد غروب آفتاب کے ایک گھنٹے بیس منٹ کے بعد ہمیشہ وقت عشاء کا آجاتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

عشائے متفق علیہ کا وقت ہمیشہ ایک گھنٹہ بیس منٹ بعد ہوجانے کا جبروتی حکم کہ بعض بے علموں نے محض جزافاً لکھ دیا اور گنگوہ و دیوبند کے جاہل و ناواقف مُلّاؤں نے اُس کی تصدیق و توثیق کی۔ بریلی، بدایوں، رامپور، شاہجہان پور، مرادآباد، بجنور، بلندشہر، پیلی بھیت، دہلی، میرٹھ، سہارنپور، دیوبند، گنگوہ وغیرہا بلادِ شمالیہ بلکہ عامہ مواضع و اضلاع ممالک مغربی و شمالی و اودھ و پنجاب و بنگال و وسط ہند و راجپوتانہ غرض معظم آبادی ہندوستان میں محض غلط و باطل اور حلیہ صدق و صواب سے عاری و عاطل ہے ہمارے بلاد اور اُن کے قریب العرض شہروں میں عشا کا اجماعی وقت غروب شرعی شمس کے ایک گھنٹا اُنیس منٹ بعد سے ایک گھنٹا

---

[1] شرح معانی الآثار باب الوقت الذی یصلی فیہ الفجر ای وقت ھو مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۲۳

[2] مناقب امام اعظم ابوحنیفہ للکردری الفصل الثانی فی اصول بنی علیہ مذہب مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ۱/۱۵۲

marfat.com

Marfat.com

عنه، هذا الکلب یعلمنا السنة، فقام علی فصلی بنا العصر، ثم انصرفنا، فرجعنا الی المکان الذی کانا فیه جلوسا، فجثونا للرکب لنزول الشمس للغروب نتراٰھا۔[1]

وہی عرض کی۔ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا: یہ کتا ہمیں سنّت سکھاتا ہے۔ بعدہٗ مولا علی کھڑے ہوئے اور ہمیں عصر پڑھائی پھر ہم نماز کا سلام پھیر کر مسجد میں جہاں بیٹھے تھے وہیں آئے تو گھٹنوں کے بل کھڑے ہوکر سورج کو دیکھنے لگے اس لیے کہ وہ ڈوبنے کو اُتر گیا تھا۔

حاکم نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے

اما ان زیاد المریروعنه غیر العباس[2]، قاله الدارقطنی، فاقول: عباس ثقة، و غایته جہالة عین، فلا تضر عندنا، لاسیما فی اکابر التابعین۔ قال فی المسلّم، لا جرح بان له راویا فقط وھو مجہول العین باصطلاح[3]۔ قال فی الفواتح، وقیل لا یقبل عند المحدثین، وھو تحکم[4]۔

رہی یہ بات کہ زیاد سے سوائے عباس کے کسی نے روایت نہیں کی، جیسا کہ دارقطنی نے کہا ہے تو میں کہتا ہوں: عباس ثقہ ہے، زیادہ سے زیادہ اس میں "جہالت عین" پائی جاتی ہے اور یہ ہمارے نزدیک مضر نہیں ہے، خصوصاً اکابر تابعین میں۔ مسلّم میں ہے کہ یہ کوئی جرح نہیں ہے کہ فلاں سے ایک ہی راوی ہے اور وہ اصطلاحی طور پر "مجہول العین" ہے، فواتح میں ہے کہ بعض نے کہا کہ ایسا راوی قابل قبول نہیں ہے، لیکن یہ بے دلیل بات ہے۔ (ت)

اگر یہ مولیٰ علی کا صرف اپنا فعل ہوتا جب بھی حجت شرعی تھا نہ کہ وہ اسے صراحۃً سنّت بتا رہے ہیں اور مؤذن پر جو جلدی کا تقاضا کرتا تھا ایسا شدید غضب فرما رہے ہیں، اسی کی مثل امیر المؤمنین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے نماز صبح میں مروی امام طحاوی بطریق داود بن یزید الاودی عن ابیہ روایت فرماتے ہیں:

قال کان علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنه یصلی بنا الفجر ونحن

مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ہمیں نماز صبح پڑھایا کرتے اور ہم سورج کی طرف دیکھا کرتے تھے اس

---

[1] سنن الدارقطنی باب ذکر بیان المواقیت الخ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۱/۲۵۱

[2] " " " " " " "

[3] مسلّم الثبوت مع شرح فواتح الرحموت مسئلہ مجہول الحال الخ مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/۱۴۹

[4] فواتح الرحموت شرح مسلّم الثبوت مسئلہ مجہول الحال الخ " " " ۲/۱۴۹

marfat.com

Marfat.com

حاصل یہ کہ سال کے دو تہائی حصے میں اُن کیراوذباب سب کے روزے نذرِ جہل بے حساب اور اُن کی سحری کے ختم بلکہ کبھی شروع سے بھی پہلے جلوۂ صبح صادق بے حجاب۔ نسأل اللّٰہ العفو والعافیۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ (۲۸۰) از اترولی ضلع علی گڑھ مدرسۂ اسلامیہ مرسلۂ حافظ عبدالکریم صاحب مدرس ۸ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وقت ظہر کا عصر کا مغرب وعشا وفجر کا کب تک رہتا ہے خصوص مغرب کا وقت کب تک رہتا ہے؟

الجواب

وقت ظہر کا اُس وقت تک رہتا ہے کہ سایہ سوا سایۂ اصلی کے جو اُس روز ٹھیک دوپہر کو پڑا ہو دو مثل ہوجائے اور عصر کا وقت غروبِ آفتاب تک یعنی جب سورج کی کوئی کرن بالائے اُفق نہ رہے اور اُس کا وقت مستحب جب تک ہے کہ آفتاب کے قرص پر نظر اچھی طرح نہ جمے جب بغیر کسی عارض بخار یا غبار وغیرہ کے نگاہ قرص آفتاب پر جمنے لگی وقتِ کراہت آگیا اور یہ وقت فقیر کے تجربہ سے اُس وقت آتا ہے جب سورج ڈوبنے میں بیس منٹ رہ جاتے ہیں مغرب کا وقت سپیدی ڈوبنے تک ہے یعنی چوڑی سپیدی کہ جنوباً شمالاً پھیلی ہوتی اور بعد سُرخی غائب ہونے کے تادیر باقی رہتی ہے جب وہ نہ رہی وقتِ مغرب گیا اور عشا آئی دراز سپیدی کہ صبح کاذب کی طرح شرقاً غرباً ہوتی ہے معتبر نہیں اور یہ وقت ان شہروں میں کم سے کم ایک گھنٹا اٹھارہ منٹ بعد غروبِ آفتاب ہوتا ہے آخر مارچ و آخر ستمبر میں، اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹا ۳۵ منٹ ہوتا ہے آخر جون میں، اور موسم سرما میں بڑھ سے بڑھ ایک گھنٹا چوبیس منٹ ہوتا ہے آخر دسمبر میں، اور اس کا وقت مستحب جب تک ہے کہ ستارے خوب ظاہر نہ ہوجائیں، اتنی دیر کرنی کہ چھوٹے چھوٹے ستارے بھی چمک آئیں مکروہ ہے۔ عشا کا وقت طلوعِ فجر صادق تک ہے اور وقتِ مستحب آدھی رات سے پہلے پہلے۔ یہ تمام اوقات درجاتِ شمس و درجاتِ عرض البلاد کے اختلاف سے مختلف ہوتے رہتے ہیں ان کے لیے ایک وقتِ معین بتانا ممکن نہیں۔ مغرب کو سائل نے بالخصوص دریافت کیا تھا اُس کے لیے وہ قریب تخمینہ کہ ان شہروں میں ہے گزارش ہوا یہی تخمینہ مقدار صبح صادق کا ہے۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۲۸۱) از رانی کھیت

ماہ جون وجولائی واگست میں نماز ظہر کا وقتِ مستحب کَے بجے سے شروع ہوتا ہے اور کَے بجے تک رہتا ہے؟

الجواب

بحکمِ حدیث وفقہ ایامِ گرما میں تاخیرِ ظہر مستحب ومسنون ہے اور تاخیر کے یہ معنی کہ وقت کے دو حصے

marfat.com

Marfat.com

پینتیس[۳۵] منٹ بعد تک ہوتا ہے پھر جس قدر شمال کو جائیے وقت بڑھتا جائے گا یہاں تک کہ اقصائے شمالی ہند میں تحویل سرطان کے آس پاس بعد غروب شمس پونے دو گھنٹے سے بھی زائد ایک گھنٹا اڑتالیس[۴۸] منٹ تک پہنچتا ہے ، دو منٹ کم آدھے گھنٹے کی غلطی ہے کہ شفق احمر و ابیض میں اختلاف ائمہ بھی اُس کی جھونک نہیں اٹھا سکتا ہم اپنے بلاد میں سب سے جلد آنے والی عشا کہ حوالی اعتدالین یعنی ۲۱ مارچ و ۲۴ ستمبر کے اردگرد ہوتی ہے اور سب سے دیر میں آنے والی عشا کہ تحویل سرطان ۲۲ جون پر ہوتی ہے حساب ہندسی سے پیش کریں جس سے واضح ہو جائے گا کہ اُن بے علم مفتیوں نے شرع الٰہی پر جاہلانہ حکم لگا دینے میں کس قدر جرأت کی **تحویل حمل** غروب نجومی و نا انکسار افقی تقریباً قہ تعدیل الایام زائد نح فرق طول شرقی مدراس قح مجموع و یہ یعنی ۲۱ مارچ کو یہاں غروب شمس تقریباً سوا چھ بجے ہے **العشاء** (جیب غایۃ الانخفاض سح لر مثل تمام العرض لعدم المیل = نت مرمح نح) = (جیب انخفاض الوقت نح = نح لب الرم) = لد مد مو یح ÷ (جیب اوسط = جیب تمام العرض لعدم المیل = نت قہ مرمد منحطا) = لح نہ لب سہم قوس سط الوح فضل الدائر × ر = یۃ لرمہ تمام الی ب رت الب نہ + (تعدیل الایام و فرق طول زائدین = ما) رت لح یہ یعنی اُس تاریخ سات بج کر سوا ستائیس منٹ پر وقت عشا آیا اس میں سے سوا چھ گھنٹے تفریق کیے تو ایک گھنٹا سوا اٹھارہ منٹ رہے **تحویل سرطان** غروب نجومی و ت مدنح انکسار قہ تعدیل الایام و فرق طول زائدین قہ مجموع رتح یعنی ۲۲ جون کو یہاں غروب شمس سات بج کر تین منٹ پر ہے **وبروجہ ادق** تمام العرض سالر۔ میل اعظم الح الر = لح ی غایۃ الانحطاط جیبہ آح لر الو نصف قطر قہ مو + انکسار معدل لب نا = مح لر انحطاط الوقت جیبہ قہ۔ مدلہ تفاضل الجیبین لو نح مس نا جیب تمام المیل سولح = نہ س م ر × جیب تمام العرض نت مرمح منحط = نح الہ لح لح جیب اوسط پس تفاضل جیبین ÷ جیب اوسط منحط = مدنح طمہ سہم قوس عہ الدلو یہ فضل الدائر × ہر = ت الح تمام و ت نح الب + تعدیل الایام الب + فصل شرقی قح ما = رح ہ یوں بھی وہی سات پر تین منٹ آئے۔

العشاء آح لر الو ۔ نح لب الرم ۔ نح لب طمو ÷ قح الہ لح لح = الحہ ز سو سہم قوس تا نح و فضل الدائر × قہ = یۃ الرلب تمام رح لب الح + الب + قح ما = ت لر ما یعنی اُس تاریخ ۸ بج کر سوا سینتیس منٹ پر عشا ہوتی تفریق وقت غروب کرنے پر ایک گھنٹے چونتیس منٹ سے قدرے زائد وقت ہوا بعینہٖ یہی مقداریں وقت صبح کی ہیں ہاں ہمارے بلاد میں صرف بقدر ثلث سال بھر یعنی تقریباً نصف دلو سے نصف حمل اور نصف سنبلہ سے نصف عقرب تک یہ اوقات ایک گھنٹا بیس منٹ کے قریب قریب رہتے ہیں باقی تمام سال میں اُس سے زائد تو دہلی، رامپور، میرٹھ، مظفر نگر، دیوبند، گنگوہ، سہارن پور میں کہ سب بریلی سے شمال کو ہیں اور باہم ہر پچھلا پہلے سے زیادہ شمالی ہے ہمیشہ ایک گھنٹا بیس منٹ کیونکر معقول ہے اگرچہ مفتیان جاہل و مخطیان غافل اپنی بیخودی سے تصدیقیں کریں شہادتیں دیں اُس کو اپنے بے بصر بے خبر عمائد کا معمول یہ بتائیں وہ بھی نہ فقط عشا بلکہ وقت صبح میں بھی جس کا

marfat.com

Marfat.com

اوقات بعض تحویلات کا نقشہ

تاریخ شمسی	تحویل برج	طلوع شمس		شروع وقت ظہر		وقت مستحب ابتدائے فرض ظہر		شروع وقت عصر حنفی		غروب شمس	
		گھنٹا	منٹ	گھنٹا	منٹ	گھنٹا	منٹ	گھنٹا	منٹ	گھنٹا	منٹ
۲۱ر اپریل	ثور	۵	۴۱	۱۲	۱۱	۲	۳۱	۴	۵۱	۶	۴۴
۲۲ر مئی	جوزا	۵	۱۶	۱۲	۰۸	۲	۳۴	۴	۵۹	۷	۱
۲۲ر جون	سرطان	۵	۱۲	۱۲	۰۱۳	۲	۴۰	۵	۷	۷	۱۵
۲۲ر جولائی	اسد	۵	۲۶	۱۲	۰۱۸	۲	۴۴	۵	۹	۷	۱۱
۲۴ر اگست	سنبلہ	۵	۴۴	۱۲	۰۱۴	۲	۳۴	۴	۵۴	۶	۴۵

بعض عوام کو اپنی ناواقفی سے وقت ظہر پانچ بجے تک رہنے کا بھی تعجب ہوتا ہے نہ کہ پانچ سے بھی کچھ منٹ زائد تک لہذا ایام خمسہ میں سب سے بڑا وقت کہ ۲۴ جولائی کا آیا ہم اس کی برہان ہندسی ذکر کردیں کہ آج کل بہت مدعیان علم بھی فن توقیت سے محض ناواقف ہیں اُنھیں اطمینان ہو کہ یہ بیانات جزافی نہیں تحقیقی ہیں جو نہ جانتا ہو جاننے والوں کا اتباع کرے، اور جو نہ خود جانے نہ جاننے والوں کی مانے اس کا مرض لاعلاج ہے **البرھان**

تحویل مفروض بوقت مطلوب راس الاسد بہت ساعۃ درجۂ سابقۃ بہ قمے الحہ سـ × وقت تخمینی رت مطلو = مآ لا ما ث تقویم نصف النہار حقیقی تحہ الطاہم الطمیلک سـ ہا ا + تمام العرض سحہ الـ + نصف قطریۃ مو = فـ مطلو تمامہ ۵ی مدبعد سمتی حقیقی حاجی وقت ظہیرہ تحویلش بمرئی ۵ی ہ ۵ نہ ظلش ط ما امانہ ظل وقت عصر حنفی ع ط ما اما قوسہ شہ سـ لـ الـ + نصف قطر = سـہ الرنط الـ بعد سمتی حقیقی مرکزی وقت مطلوب نہ عرض البلد الط لح ۔ میل راس الاسد حـ ط لحز = ۔ الحہ الوح + بعد سمتی = عد نوالہ الہ نصفہ لہ الحہ سـ مح جیبہ ۱۵۲۶ ۴ ۸ ۷ ر ۹ وبعد سمتی ۔ نصف مذکور = الحہ نطمولط جیبہ ۱۵۵۶۴ ر ۶ ۷ ر ۹ قاطع عرض ۰۶۰۸۷۶۶ ر ۰ قاطع میل ۰۲۷۴۵۶۰ ر ۰ جمیع الاربعہ ۲۲ ۰ ۵۴۴ ر ۹ تقویسش درجدول وقت ۶ ر ۹ گ ۵ ۴ + فصل طول وسط الھند ۱۲ + تعدیل الایام ۱۶ ۶ = ۶ ر ۴۳ ۸ ۵ یعنی پانچ بج کر آٹھ منٹ ۴۳ سکنڈ پر وقت ظہر ختم ہوا واللہ تعالیٰ اعلم۔

marfat.com

Marfat.com

کیے جائیں نصف اوّل چھوڑ کر نصف ثانی میں پڑھیں کما افادہ فی البحرالرائق عن الاسرار وغیرہ (جیساکہ بحرالرائق میں اسرار وغیرہ سے اس کا افادہ کیا ہے) اور صیف یعنی ایام گرما سے مراد زمان اشتداد گرمی ہے۔ خلاصہ و بحر وغیرہما میں ہے:

الشتاء مااشتد فیہ البرد علی الدوام، والصیف مایشتد فیہ الحر علی الدوام۔[2]

شتاء اس موسم کو کہتے ہیں جس میں مستقل طور پر شدید سردی رہے اور صیف اس موسم کو کہتے ہیں جس میں ہر وقت سخت گرمی رہے (ت)

اور یہ باختلاف بلاد مختلف ہوتا ہے فلکیوں کی تقسیم کہ تحویل حمل سے آخر جوزا تک ربیع، آخر سنبلہ تک صیف، آخر قوس تک خریف، آخر حوت تک شتا ہے اُن کے بلاد کے موافق ہوگی، ہمارے بلاد میں ہر فصل ایک برج پہلے شروع ہوجاتی ہے مثلاً جاڑا تحویل جدی یعنی ۲۲ دسمبر سے شروع نہیں ہوتا بلکہ دسمبر کا سارا مہینہ اور اواخر نومبر یقیناً اشتداد سرما کا وقت ہے، یونہی درختوں مشاہدہ شہادت دیتا ہے کہ اواخر فروری تحویل حوت سے بہار شروع ہوجاتی ہے اور بیشک جون کا پورا مہینہ اور اواخر مئی شدت گرما کا وقت ہے تو ہمارے یہاں تقسیم فصول یوں ہے حوت حمل ثور بہار، جوزا سرطان اسد گرمی، سنبلہ میزان عقرب خریف، قوس جدی دلو جاڑا، تو زمانہ استحباب تاخیر ظہر ۲۲ مئی سے ۲۴ اگست تک ہے اوقات نماز کا آغاز و انجام ہر روز بدلتا ہے ایک وقت معین کی تعیین ناممکن ہے لہٰذا ہم صرف ایام تحویلات ثور تا سنبلہ کا حساب بیان کریں کہ اُس سے ایام مابین کا تقریبی قیاس کرسکیں اور زیادت افادت کے لیے ان ایام کا طلوع وغروب بھی لکھ دیں کہ اگرچہ مئی جون گزر گئے جولائی اگست باقی ہیں صحیح گھڑی سے مقابلہ کرسکتے ہیں اگر دھوپ گھڑی موجود ہو تو جس وقت اس میں کیلی کا سایہ خط نصف النہار پر منطبق ہو جیبی گھڑی میں وہ وقت کردیں جو خانہ شروع وقت ظہر میں ہم نے لکھا ہے یہ گھڑی نہایت کافی وجہ پر صحیح ہوگی ورنہ شام کے چار بجے جو مدراس سے تار آتا ہے جس وقت وہ سولہ کا گھنٹا بتائے گھڑی میں فوراً چار بجائیں ورنہ ریل تار کی گھڑیوں بلکہ توپ کا بھی کچھ اعتبار نہیں میں نے توپ میں گیارہ منٹ تک کی غلطی مشاہدہ کی ہے اور تین چار منٹ کی غلطی تو صدہا بار پائی ہے ہم اس نقشہ میں ریلوے کا وقت دیں گے اور ازانجا کہ یہ تقریب سالہا سال تک کام دے سکنڈوں کی تدقیق نہ کریں گے رانی کھیت کے لیے جس کا عرض شمالی ۲۹ درجے ۳۰ دقیقے اور طول شرقی ۹، درجے ۲۸ دقیقے ہے۔

---

[1] البحرالرائق کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۴۷

[2] " " " " " ۱/ ۲۴۸

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ (۲۸۴ و ۲۸۵) از موضع سرنیاں ضلع بریلی مسئولہ امیر علی صاحب رضوی ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں بعض اشخاص ذی علم اور مولوی سوال کرتے ہیں کہ آپ کے اعلیٰحضرت مولٰنا مولوی حاجی مفتی قاری صاحب کیوں نماز جمعہ وقت کھو کر پڑھتے ہیں وقت قطعی نہیں رہتا ہے اور دیگر نمازیں بھی اخیر وقت پڑھتے ہیں، سائل نے اس کے جواب میں یوں کہا کہ وقت کھونا نہیں ہے بلکہ درمیان وقت جمعہ ادا ہوتا ہے اور کُل نمازیں بھی درمیان وقت میں پڑھتے ہیں کیونکہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ طریق ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درمیان وقت میں پڑھتے تھے کیونکہ جبریل علیہ السلام نے پہلے روز اوّل وقت اور دوسرے روز اخیر وقت پڑھا اور کہا کہ وقت ان دونوں نمازوں کے درمیان ہے اس پر وُہ لوگ جواب دیتے ہیں کہ اکثر ہم لوگ دُور دُور تک سیر کو گئے ہیں بمبئی، مکّہ شریف، مدینہ شریف اور ہندوستان کے کل شہروں میں مولوی اول وقت ادا کرتے ہیں کیا وہ حنفی مذہب نہیں ہیں دیگر دیہات میں مولوی جمعہ کی نماز جائز کرتے ہیں اور اعلیٰحضرت منع کرتے ہیں حنفی مذہب سے خلاف ہے ہر قسم کے سوال کرتے ہیں خیر ان کا لکھنا مناسب نہ جانا حضور جو کچھ تحریر فرماویں جواب دیا جائے گا۔

الجواب

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وکذٰلک جعلنا لکل نبی عدوا شیٰطین الانس و الجن یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غرورا[1]۔

یونہی ہم نے ہر نبی کے دشمن کر دیے آدمیوں اور جن میں کے شیطان کہ اُن میں ایک دوسرے کے دل میں جھُوٹی بات ڈالتا ہے دھوکے کی۔

جب انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کے ساتھ یہ برتاؤ رہا تو اُن کے ادنیٰ غلام کیوں اپنے آقایان کرام کے ترکہ سے محروم رہیں، جائے ہزاراں ہزار شکر ہے کہ ہم سے نالائقوں کو اُن کریموں کے ترکہ سے حصّہ ملے، اللہ عزوجل فرماتا ہے: واعرض عن الجٰھلین[2] (جاہلوں سے منہ پھیرلو) اور فرماتا ہے جاہلوں کے جواب میں یُوں کہو: لانبتغی الجٰھلین[3]ہ (جاہلوں کے مُنہ لگنا ہم نہیں چاہتے) ترکہ وُہ حضرات کہ جاہل بھی ہوں اور کذاب بھی اور مفتری بے حجاب بھی اور معاند متعصب مآب بھی، ایسوں کے لیے یہ مناسب ہے کہ نذھم فی طغیانھم

---

[1] القرآن سورہ الانعام ۶ آیت ۱۱۲

[2] القرآن سورہ الاعراف ۷ آیت ۱۹۹

[3] القرآن سورہ القصص ۲۸ آیت ۵۵

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ (۲۸۲ و ۲۸۳) از شہر۔ سنہری مسجد مسئولہ مولوی عبدالرشید صاحب یکے از طلبائے مدرسہ اہل سنت و جماعت بریلی ۲ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد نالہ میں ظہر کی نماز وقت ۲½ پر باجماعت ہوتی ہے اور عصر کی نماز ۴½ پر باجماعت ہوتی ہے یہ وقت نماز کے ایام سرما میں تنگ سمجھے جائیں گے یا کچھ کمی بیشی ان اوقات میں کی جائے۔ بعض صاحب فرماتے ہیں کہ ظہر ۲ بجے اور عصر ۴ بجے ہونی چاہئے ان دو وقتوں میں اول کی پابندی کی جائے یا ثانی کی۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ بازار کی مسجد میں ہر جماعت یعنی ایک ہی وقت کی کئی جماعت کے واسطے تکبیر اور اذان ہر مرتبہ پڑھی جائے یا صرف جماعت اول ہی میں اور محلّہ کی مسجد میں جماعت ثانی میں تکبیر اور اذان ہونی چاہئے یا نہیں اور بازاری مسجد میں ہر جماعت اولیٰ کا ثواب ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر یہ صحیح وقت ہوں تو کسی موسم میں ظہر اور عصر کے لیے تنگ وقت نہیں سب میں جلد وقت مغرب نومبر کے آخر اور دسمبر کی ابتدائی تاریخوں میں ہوتا ہے جب ریلوے وقت سے آفتاب سوا پانچ بجے ڈوبتا ہے اور کراہت کا وقت غروب سے صرف بیس منٹ پہلے ہے تو چار بج کر پچپن منٹ پر وقتِ کراہت آجائے گا نماز اگر ٹھیک ساڑھے چار بجے شروع ہوئی تو غایت درجہ دس بارہ منٹ میں ختم ہوجائے گی جب بھی وقت کراہت سے تقریباً پاؤ گھنٹے پہلے ہوچکے گی، ہاں اُن دنوں میں پونے پانچ بجے شروع جماعت میں خطرہ ہے کہ اگر جماعت ۸ منٹ میں ادا کی اور شروع میں پونے پانچ بجے سے دو تین منٹ بھی دیر ہوگئی تو سلام سے پہلے وقتِ کراہت آجائے گا اتنی تاخیر وہ کرے جسے وقت صحیح معلوم ہوں اور تصحیح ساعات جانتا ہو کہ عصر میں جتنی تاخیر ہو افضل ہے جبکہ وقتِ کراہت سے پہلے پہلے ختم ہوجائے، پھر جو وقت مقرر ہوتا ہے اکثر چند منٹ اس سے تاخیر بھی ہوجاتی ہے اور گھڑی کبھی چند منٹ سست ہوجاتی ہے ومن رتع حول الحمی اوشك ان یقع فیہ (اور جو چراگاہ کے ارد گرد چرے، تو ہوسکتا ہے کہ اس میں گھس پڑے۔ ت) لہٰذا اُن ایام میں عام کو عصر سوا چار بجے مناسب تر ہے اور گھڑی کی تحقیق صحیح ہو تو ایام سرما میں ساڑھے چار بجے شروع نماز میں اصلاً حرج نہیں۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے بازار کی مسجد میں کہ اہلِ بازار کے لیے بنی اسی طرح سرا اور اسٹیشن کی مسجد اور مسجد جامع ان سب میں افضل یہی ہے کہ جو گروہ آئے نئی اذان نئی اقامت سے جماعت کرے وہ سب جماعت اولیٰ ہوں گی اور مسجدِ محلّہ میں جماعت ثانیہ کے لیے اعادہ اذان منع ہے تکبیر میں حرج نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

marfat.com

Marfat.com

رسالہ

حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین ۱۳۱۳ھ

دو دریاؤں کو ملنے سے روکنے والا، دو نمازوں کو جمع کرنے سے بچانے والا

مسئلہ (۲۸۶) از بریلی محلہ قراولان یکم رجب ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سفر کے عذر سے جس میں قصر لازم آتا ہے دو نمازوں کا جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل الصلاۃ علی المؤمنین کتابا موقوتا، وامرھم ان یحافظوا علیھا فیحفظوھا ارکانا وشروطا ووقوتا، مرج البحرین یلتقیان، بینھما برزخ لایبغیان، وافضل الصلوات، واکمل التحیات علی من عین الاوقات وبین العلامات، وحرم علی امتہ اضاعۃ الصلوات، وعلٰی اٰلہ الکرام، وصحبہ العظام، ومجتھدی شرعہ الغر الفخام، لاسیما

marfat.com

Marfat.com

یعمھون[1] (ہم انھیں چھوڑ دیتے ہیں کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں) ان تمام مسائل کے روشن بیان ہمارے فتاوٰی میں موجود ہیں مگر متعصب معاند کو علم دینا بے سُود اور کذب وافترا کا علاج مفقود، سائل ان کو ذی علم مولوی کہتا ہے اور جو باتیں اُن کی بیان کیں وُہ تو ایسے جاہلوں کی ہیں جن کو کسی عالم کی صحبت بھی نصیب نہ ہوئی۔ سائل کو ہدایت کی جاتی ہے کہ کسی کی ایسی بیہودہ باتیں پیش نہ کیا کرے، واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن ۶/۱۱۰

marfat.com
Marfat.com

والعشاء فی اول وقتها[1]۔ | اور عشاء اوّل وقت میں۔(ت)

اقول تاخیر مغرب کا تو یہ خاص جزئیہ ہے اور اسی طرح تاخیر ظہر کہ عصر سے مل جائے بلکہ یہ بدرجۂ اولٰی کہ ظہر میں تو کوئی وقت کراہت نہیں[2] کما صرح به فی البحر الرائق وحققناه فیما علقناه علی ردّ المحتار (جیسا کہ بحرالرائق میں تصریح ہے اور ردالمحتار کے حاشیے پر ہم نے اس کی تحقیق کی ہے۔ت) بخلاف مغرب کہ اُس کی اتنی تاخیر بے عذر مکروہ شدید ہے[3] کما فی البحر والدر وغیرهما، ونطقت بکراهة ذلك احادیث (جیسا کہ بحر اور در وغیرہ میں ہے، اور اس کی کراہت پر کئی احادیث ناطق ہیں۔ت) پھر جزئیہ ظہرین بھی کتاب الحجۃ میں نظر فقیر سے گزرا اس کتاب جلی الخطاب رفیع النصاب میں کلام کلام امام ہمام محرر المذہب سیدنا محمد بن الحسن تلمیذ سید الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ اور تالیف امام فقیہ محدث عیسٰی بن ابان تلمیذ امام محمد ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین فرماتے ہیں:

قال ابوحنیفة رضی الله تعالٰی عنه، الجمع بین الصلاتین فی السفر فی الظهر والعصر، والمغرب والعشاء سواء، یؤخر الظهر الٰی اٰخر وقتها ثم یصلی ویعجل العصر فی اول وقتها فیصلی فی اول وقتها، وکذلك المغرب والعشاء یؤخر المغرب الٰی اٰخر وقتها فیصلی قبل ان یغیب الشفق وذلك اٰخر وقتها، ویصلی العشاء فی اول وقتها حین یغیب الشفق، فهذا الجمع بینهما[4]۔

امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ سفر میں دو نمازوں کا جمع کرنا، خواہ ظہر اور عصر ہوں یا مغرب اور عشاء ہوں، یکساں ہے۔ یعنی ظہر کو آخر وقت مؤخر کرکے پڑھے اور عصر میں تعجیل کرکے اس کو اول وقت میں پڑھ لے اسی طرح مغرب اور عشاء میں مغرب کو اتنا مؤخر کرے کہ اس کے آخری وقت میں، یعنی شفق غائب ہونے سے تھوڑا پہلے پڑھے اور عشاء میں جلدی کرکے اس کو اول میں پڑھ لے، یعنی شفق غائب ہونے کے ساتھ ہی، یہ طریقہ ہے ان کو جمع کرنے کا۔(ت)

اُسی میں ہے:

قال ابوحنیفة رحمه الله تعالٰی، من اراد | ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص بارش،

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۶۱

[2] البحرالرائق کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۴۹

[3] الدر المختار 〃 مجتبائی دہلی ۱/۶۱

[4] کتاب الحجۃ باب جمع الصلاۃ فی السفر مطبوعہ دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۱/۱۶۴

marfat.com
Marfat.com

الامام الاقدم، والھمام الاعظم، امام الائمۃ، مالک الازمۃ، کاشف الغمۃ، سراج الامۃ، نائل علم الشرع الحنفی من اوج الثریا، ناشر علم الدین الحنیفی نشرا جلیا، نصر اللہ اتباعہ ورضی اتباعہ متبوعا تابعیا، وعلینا معھم، یا ارحم الراحمین، الی یوم الدین۔

اللہ عزوجل نے اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کے ارشادات سے نماز فرض کا ایک خاص وقت جداگانہ مقرر فرمایا ہے کہ نہ اُس سے پہلے نماز کی صحت نہ اس کے بعد تاخیر کی اجازت، ظہرین عرفہ وعشائین مزدلفہ کے سوا دو نمازوں کا قصداً ایک وقت میں جمع کرنا سفراً حضراً ہرگز کسی طرح جائز نہیں۔ قرآن عظیم واحادیث صحاح سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس کی ممانعت پر شاہد عدل ہیں۔ یہی مذہب ہے حضرت ناطق بالحق والصواب موافق الرائے بالوحی والکتاب امیر المومنین عمر فاروق اعظم وحضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص احد العشرۃ المبشرۃ وحضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود من اجل فقہاء الصحابۃ البررۃ وحضرت سیدنا وابن سیدنا عبد اللہ بن عمر فاروق وحضرت سیدتنا ام المومنین صدیقہ بنت الصدیق اعاظم صحابہ کرام وخلیفہ راشد امیر المومنین عمر بن عبد العزیز و امام سالم بن عبد اللہ بن عمر وامام علقمہ بن قیس وامام اسود بن یزید نخعی وامام حسن بصری وامام ابن سیرین وامام ابراہیم نخعی وامام مکحول شامی وامام جابر بن زید وامام عمرو بن دینار وامام حماد بن ابی سلیمان وامام اجل ابوحنیفہ اجلہ ائمہ تابعین وامام سفیان ثوری وامام لیث بن سعد وامام قاضی الشرق والغرب ابو یوسف وامام ابو عبد اللہ محمد الشیبانی وامام زفر بن الہذیل وامام حسن بن زیاد وامام دار الہجرۃ عالم المدینہ مالک بن انس فی روایۃ ابن قاسم اکابر تبع تابعین وامام عبد الرحمٰن بن قاسم عتقی تلمیذ امام مالک وامام عیسیٰ بن ابان وامام ابو جعفر احمد بن سلامہ مصری وغیرہم ائمہ دین کا، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

تحقیق مقام یہ ہے کہ جمع بین الصلاتین یعنی دو نمازیں ملا کر پڑھنا دو قسم ہے،

جمع فعلی جسے جمع صوری بھی کہتے ہیں کہ واقع میں ہر نماز اپنے وقت میں واقع مگر ادا میں مل جائیں جیسے ظہر اپنے آخر وقت میں پڑھی کہ اس کے ختم پر وقت عصر آگیا اب فوراً عصر اول وقت پڑھ لی، ہوئیں تو دونوں اپنے اپنے وقت اور فعلاً وصورۃً مل گئیں۔ اسی طرح مغرب میں دیر کی یہاں تک کہ شفق ڈوبنے پر آئی اُس وقت پڑھی ادھر فارغ ہوئے کہ شفق ڈوب گئی عشاء کا وقت ہوگیا وہ پڑھ لی ایسا ملانا بعذر مرض وضرورت سفر بلاشبہ جائز ہے۔ ہمارے علمائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اس کی رخصت دیتے ہیں۔ ردالمحتار میں ہے،

للمسافر والمریض تاخیر المغرب للجمع بینھا وبین العشاء فعلا، کما فی الحلیۃ وغیرھا، ای ان تصلی فی اٰخر وقتھا	مسافر اور مریض مغرب میں تاخیر کرسکتے ہیں تاکہ اُسکو اور عشاء کو فعلاً اکٹھا کرلیں، جیسا کہ حلیہ وغیرہ میں ہے، یعنی مغرب آخری وقت میں پڑھی جائے

marfat.com

Marfat.com

محض باطل و ناکارہ جائے گی جب اُس کا وقت آئیگا فرض ہوگی نہ پڑھے گی ذمے پر رہے گی اور جمع تاخیر کرے گا تو گنہ گار ہوگا عمداً نماز قضا کر دینے والا ٹھہرے گا اگرچہ دوسرے وقت میں پڑھنے سے فرض سر سے اُتر جائے گا۔ یہ تفصیل مذہب مہذب ہے اور اسی پر دلائل قرآن و حدیث ناطق بلکہ توقیت صلاۃ کا مسئلہ متفق علیہا ہے، ہر مسلمان جانتا ہے کہ نماز کو دانستہ قضا کر دینا بلاشبہہ حرام تو جس طرح صبح یا عشا قصداً نہ پڑھنی کہ ظہر یا فجر کے وقت پڑھ لیں گے حرام قطعی ہے یوں ہی ظہر یا مغرب عمداً نہ پڑھنی کہ عصر یا عشا کے وقت ادا کر لیں گے حرام ہونا لازم اور وقت سے پہلے تو حرمت درکنار نماز ہی بیکار جیسے کوئی آدھی رات سے صبح کی نماز یا پہر دن چڑھے سے ظہر پڑھ رکھے قطعاً نہ ہوگی، یُونہی جو ظہر کے وقت عصر یا مغرب کے وقت عشا رنبٹا لے اس کا بھی نہ ہونا واجب، احادیث میں کہ حضور پُرنور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ سے جمع منقول اُس میں صراحۃً وہی جمع صوری مذکور یا مجمل و محتمل اُسی صریح مفصل پر محمول، جمع حقیقی کے باب میں اصلاً کوئی حدیث صحیح صریح مفسر وارد نہیں جمع تقدیم تو اس قابل بھی نہیں کہ اُس پر کسی حدیث صحیح کا نام لیا جائے جمع تاخیر میں احادیث کثیرہ کے خلاف دو حدیثیں ایسی آئی ہیں جن سے بادی النظر میں دھوکا ہو مگر عند التحقیق جب احادیث متنوعہ کو جمع کرکے نظرِ انصاف کی جائے فوراً حق ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ بھی وجوباً یا امکاناً اُسی جمع صوری کی خبر دے رہی ہیں غرض جمع وقتی پر شرع مطہر سے کوئی دلیل واجب القبول اصلاً قائم نہیں بلکہ بکثرت صحیح حدیثیں اور قرآن عظیم کی متعدد آیتیں اور اصول شرع کی واضح دلیلیں اُس کی نفی پر حجت مبین، یہ اجمال کلام و دلائل مذہب ہے۔ لہٰذا یہ مختصر کلم چار فصل پر منقسم،

فصل ۱ میں جمع صوری کا اثبات جمیل،

فصل ۲ میں شبہات جمع تقدیم کا ابطال جلیل،

فصل ۳ میں جمع تاخیر کی تضعیف واضح البینات،

فصل ۴ میں دلائل نفی جمع و ہدایت التزام اوقات۔

اس مسئلے میں ہمارے زمانے کے امام لامذہبیاں مجتہد نامقلداں مخترع طرز نوی مبتدع آزادروی میاں نذیر حسین صاحب دہلوی ہداہ اللہ الی الصراط السوی نے کتاب عجب العجاب معیار الحق کے آخر میں اپنی چلتی حد بھر کا کلام مشبع کیا مباحث مسئلہ میں اگلے پچھلے مالکیوں شافعیوں وغیرہم کا اُلٹا پلٹا اُلجھا سُلجھا جیسا کلام حنفیہ کے خلاف جہاں کہیں ملا سب جمع کر لیا اور کھلے خزانے احادیثِ صحاح کو رَد فرمانے رواۃ صحیحین کو مردود بتانے بخاری و مسلم کی صدہا حدیثوں کو واہیات بتانے محدثی کا بھرم عمل بالحدیث کا دھرم دن دہاڑے دھڑی دھڑی کرکے لٹانے میں رنگ رنگ سے اپنی نئی ابکار افکار کو جلوہ دیا تو بعون قدیر اُس تحریر عدیم التحریر جائز ہر غث و یابس و نقیر و قطمیر کے رد میں تمام مساعی نو و کہن کا جواب اور طاجی کے ادعا [illegible] علی الحدیث [illegible] کے ردِ نہانی سے کشف حجاب

ان یجمع بین الصلاتین بمطر او سفر اوغیرہ ، فلیؤخر الاولی منہما حتی تکون فی اٰخر وقتہا ، ولیعجل الثانیۃ حتی یصلیہا فی اول وقتہا فیجمع بینہما ، فتکون کل واحدۃ منہما فی وقتہا[1] الخ ۔

سفر یا کسی اور وجہ سے دو نمازوں کو جمع کرنا چاہے تو اس کو چاہئے کہ پہلی کو آخر وقت تک مؤخر کردے اور دوسری میں جلدی کرکے اول وقت میں ادا کرے اس طرح دونوں کو جمع کرلے، تاہم ہوگی ہر نماز اپنے وقت میں الخ (ت)

اس کلام برکت نظام امام کرام رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم سے ظاہر ہوا کہ جواز جمع صوری صرف مرض وسفر پر مقصور نہیں بضرورت شدت بارش بھی اجازت ہے مثلاً ظہر کے وقت مینہ برستا ہو تو انتظار کرکے آخر وقت حاضر مسجد ہوں جماعت ظہر ادا کریں اور وقت عصر پر تیقن ہوتے ہی جماعت عصر کرلیں کہ شاید شدت مطر بڑھ جائے اور حضور مسجد سے مانع آئے، مطر شدید میں تنہا گھر پڑھ لینے کی بھی اجازت ہے تو اُس صورت میں تو دونوں نمازوں کے لیے جماعت ومسجد کی محافظت ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

دوسری قسم **جمع وقتی** ہے جسے جمع حقیقی بھی کہتے ہیں۔ **اقول** یعنی بمعنی مصطلح قائلان جمع کہ جو معنی جمع اُن کا مذہب ہے وہ حقیقۃً اسی صورت میں ہے ورنہ جمع اپنے اصل معنے پر دونوں جگہ حقیقی ہے کما لایخفی، اور اسی لحاظ سے جمع فعلی کو صوری کہتے ہیں ورنہ حقیقۃً فرائض میں یہ جمع بھی جمع صوری ہی ہے اُن میں تداخل محال تو جب ملیں گے صورۃً ملیں گے اور معنیً جدا فافہم فانہ نفیس جدا (اس کو سمجھو کیونکہ یہ بہت نفیس ہے۔ ت) اس جمع کے یہ معنی ہیں کہ ایک نماز دوسری کے وقت میں پڑھی جائے جس کی دو صورتیں ہیں:

جمع تقدیم کہ وقت کی نماز مثلاً ظہر یا مغرب پڑھ کر اُس کے ساتھ ہی متصلاً بلافصل پچھلے وقت کی نماز مثلاً عصر یا عشاء پیشگی پڑھ لیں، اور **جمع تاخیر** کہ پہلی نماز مثلاً ظہر یا مغرب کو باوصف قدرت واختیار قصداً اٹھا رکھیں کہ جب اس کا وقت نکل جائے گا پچھلی نماز مثلاً عصر یا عشاء کے وقت میں پڑھ کر اس کے بعد متصلاً خواہ منفصلاً اُس وقت کی نماز ادا کریں گے، یہ دونوں صورتیں بحالت اختیار صرف حجاج کو صرف حج میں صرف عصر عرفہ و مغرب مزدلفہ میں جائز ہیں اول میں جمع تقدیم اور دوم میں جمع تاخیر عام ازیں کہ وہ مسافر ہوں یا خاص ساکنان مکہ و منٰی وغیرہما مواضع قریبہ کہ وہ بوجہ نسک ہے نہ بوجہ سفر اور بحالت اضطرار وعدم قدرت سفر حضر یا ظہر عصر وغیرہا کسی شے کی تخصیص نہیں جتنی نمازوں تک مشغولی جہاد یا شدت مرض یا غشی وغیرہا کے سبب قدرت نہ ملے ناچار سب مؤخر رہیں گی اور وقت قدرت بحالت عدم سقوط ادا کی جائیں گی جس طرح حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے غزوۂ خندق میں ظہر وعصر ومغرب وعشا کے وقت پڑھیں ان کے سوا کبھی کسی شخص کو کسی حالت میں کسی صورت جمع وقتی کی اصلاً اجازت نہیں اگر جمع تقدیم کرے گا نماز اخیر

[1] کتاب الحجۃ باب الجمع بین الصلاتین دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۱/۱۵۹

marfat.com
Marfat.com

الفضلاء الحقانیین حامی السنن السنیہ ماحی الفتن الدنیہ بقیۃ السلف المصلحین حجۃ الخلف المفلحین آیۃ من آیات رب العلمین معجزۃ من معجزات سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وبارک وسلم اجمعین ذی التصنیفات الرائقۃ والتحقیقات الفائقۃ والتدقیقات الشائقۃ تاج المحققین سراج المدققین اکمل الفقہاء المحدثین حضرت سیدنا الواجد امجد الاماجد اطیب الاطائب مولانا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی قدس اللہ سرہٗ وعمم برہٗ وتمم نورہٗ واعظم اجرہٗ واکرم نزلہٗ وانعم منزلہٗ ولاحرمنا سعدہٗ ولم یفتنا بعدہٗ ہے۔ والحمد للہ دہر الداہرین ہاں ہاں یہ ادنٰی خاکبوسی آستان رفیع غلمان منیع بندگان بارگاہ عرفان پناہ اقدس حضرت آقائے نعمت دریائے رحمت اعرف العرفاء الکرام مرجع الاولیاء العظام السحاب الہامر بفیض القادر والعباب الزاخر بالفضل الباہر ذوالقرب الزاہر والعلو الظاہر والنسب الطاہر ملحق الاصاغر بالاجلۃ الاکابر معدن البرکات مخزن الحسنات من آل محمد سید الکائنات علیہ وعلیہم افضل الصلوات وارث النجدات من حمزۃ الحمزات القمر المستبین بالنور المبین من شمس الدین ابی الفضل العظیم والشرف الکریم سیدنا ومولٰینا وملجانا وماوانا شیخی ومرشدی کنزی وذخری لیومی وغدی اعلحضرت سیدنا السید الشاہ آل رسول الاحمدی فاطمی حسینی قادری برکاتی واسطی بلگرامی مارہری رضی اللہ تعالٰی عنہ واجل واعظم قربہ منہ واشرق علینا من نورہ التام وافاض علینا من بحرہ الطام وجعلنا من خدمہ فی دار السلام بفضل رحمتہ علیہ وعلٰی آبائہ الکرام والحمد للہ ابد الآبدین ؎

عہدما بالب شیریں دہناں بست خدا ؎

ماہمہ بندہ وایں قوم خداوندانند

(خدا نے شیریں دہنوں کے لبوں سے ہمارا عہد باندھ دیا ہے، ہم سب بندے ہیں اور یہ لوگ ہمارے آقا ہیں۔ ت)

خیر کہنا یہ تھا کہ یہاں بھی ان شاء اللہ تعالٰی یہی طریقہ رعایت پائے گا ولہذا ایک آدھ بحث کہ بقدر کافی طے کر دی گئی اس سے تعرض اطناب سمجھا جائے گا کہ مقصود اظہار احقاق ہے نہ اکثار اوراق۔ ان چار فصل میں ملاجی کے ادعائی بول یکسر برعکس ہیں سارا بحث سے سب قابل نکس ہیں جا بجا ثابت کو ناثابت ناثابت کو ثابت ساکت کو ناطق ناطق کو ساکت ضعیف کو صحیح صحیح کو ضعیف تحریف کو توجیہ توجیہ کو تحریف مؤول کو مفسر مفسر کو مؤول محتمل کو صریح صریح کو محتمل کہا اول تا آخر کوئی دقیقہ تحکم ومکابرہ وتعصب مدابرہ کا نام عہ نہ رہا یہاں بعونہٖ تعالٰی عزمجدہٗ ہر فصل میں قول فصل وحق اصل بدلائل قاہرہ وبیانات باہرہ ظاہر کیجئے کہ اگر زبان انصاف سالم وصاف

عہ لاسیما اذا کان فی لا توتضیہ لوھن او ضعف نعلم فیہ ۱۲ (م) (حاشیہ کی اس عبارت سے غالباً اعلحضرت کی اپنی عبارت گزشتہ صفحہ ۱۶۴ کی طرف اشارہ ہے، فقیر حقیر غفرلہ المولی القدیر کو اپنی تصانیف مناظرہ بلکہ اکثر ان کے ماورا میں بھی حتی الوسع اپنے ہی فائضات قلب کے جلوے دکھاتے

marfat.com

Marfat.com

بعض علمائے عصر و عظمائے وقت غفر اللہ تعالیٰ لنا ولہ دستگر فی انتصار نا للحق سعینا وسعیہ نے ملاجی پر تعقبات کثیرہ بسیطہ[1] کیے مگر ان شاء اللہ العزیز الکریم ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، یہ افاضات تازہ چیزے دیگر ہوا گئے جنھیں دیکھ کر ہر منصف حق پسند بے ساختہ پکار اُٹھے کہ ع

کم ترک الاول للاخر

(بہت سی چیزیں پہلوں نے پچھلوں کے لیے چھوڑ دی ہیں۔ت)

فقیر حقیر غفرلہ المولی القدیر کو اپنی تمام تصانیف مناظرہ بلکہ اکثر اُن کے ماورا میں بھی جن کا عدد بعونہٖ تعالیٰ اس[2] وقت تک ایک سو چالیس سے متجاوز ہے ہمیشہ التزام رہا ہے کہ محل خاص نقل واستناد کے سوا محض جمع وتلفیق کلمات سابقین سے کم کام لیا جائے، حتی الوسع بحول وقوت ربانی اپنے ہی فائضات قلب کو جلوہ دیا جائے ع

کہ حلوا چو یکبار خوردند و بس

اگر اقامت دلائل یا ازاحت اقوال مخالف میں وہ امور مذکور بھی ہوتے ہیں کہ اور متکلمین فی المسئلہ ذکر کر گئے تو غالباً وُہ وہی واضحات متبادرہ الی الفہم ہیں کہ ذہن بے اعانت دیگرے اُن کی طرف سبقت کرے۔ اتفاقاً ان میں سابق و لاحق دونوں کا استحقاق یکساں مگر از انجا کہ کلمات متقدمہ میں اُن کا ذکر نظر سے گزرا اپنی طرف نسبت نہیں کیا جاتا پھر ان میں بھی بعونہٖ تعالیٰ تلخیص وتہذیب وترصیف وتقریب وحذف زوائد وزیادت فوائد سے جدت جگہ پائے گی اور کچھ نہ ہو تو ان شاء اللہ تعالیٰ طرز بیان ہی احلی واوقع فی القلب نظر آئے گی اس وقت تو یہ اپنا بیان ہے جس سے بحمد اللہ تعالیٰ تحدیث بنعمۃ اللہ عزوجل مقصود والحمد للہ الغفور الودود، اہل حسد جس معنے پر چاہیں محمول کریں مگر ارباب انصاف اگر تصانیف فقیر کو موازنہ فرمائیں گے بعونہٖ تعالیٰ عیان موافق بیان پائیں گے بایں ہمہ اس اعتراف سے چارہ نہیں کہ الفضل للمتقدم (پہل کرنے والے کو فضیلت حاصل ہوتی ہے) خصوصاً علمائے سلف رضی اللہ تعالیٰ عنہا بارامہم وحشرنا فی زمرۃ خدامہم کہ جو کچھ ہے انھیں کی خدمت کلمات برکت آیات کا نتیجہ اور انھیں کی بارگاہ دولت کا حصہ رسد بٹتا ہوا صدقہ ع

اے باد صبا اینہمہ آوردہ تست

ہاں ہاں یہ کفش برداری خدام درگاہ فضائل پناہ اعلٰحضرت عظیم البرکت اعلم العلماء الربانیین افضل

---

[1] یعنی جناب مستطاب حامی السنن ماحی الفتن مولنا مولوی حافظ الحاج محمد ارشاد حسین صاحب رامپوری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ۔

[2] یہ اُس وقت تھا کہ ۱۳۱۹ھ ہے بحمد اللہ تعالیٰ عدد تصانیف ایک سو نوے [۱۹۰] سے متجاوز ہے ۱۲ اور اب تو بحمدہ تعالیٰ اگر احصا کیا جائے تو پانسو سے متجاوز ہو گا

marfat.com

Marfat.com

حدیث ۱: جلیل و عظیم حدیث سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ اُس جناب سے مشہور و مستفیض ہے جسے امام بخاری و ابوداؤد و نسائی نے اپنی صحاح اور امام عیسیٰ بن ابان نے کتاب الحج علیٰ اہل مدینہ اور امام طحاوی نے شرح معانی الآثار اور ذہلی نے زہریات اور اسمٰعیل نے مستخرج صحیح بخاری میں بطرق عدیدہ کثیرہ روایت کیا،

فالبخاری والاسمعیلی والذھلی من طریق اللیث بن سعد عن یونس عن الزھری، والنسائی من طریقی یزید بن زریع والنضر بن شمیل عن کثیر بن قاروندا کلاھما عن سالم - والنسائی عن قتیبۃ والطحاوی عن ابی عامر العقدی والفقیہ فی الحجج ثلثتھم عن العطاف، وابوداؤد عن فضیل بن غزوان، وعن عبداللہ بن العلاء، وایضاھو عیسٰی والنسائی عن الولید والطحاوی عن بشر بن بکر، ھؤلاء الثلثۃ عن ابن جابر، والطحاوی عن اسامۃ بن زید، خمستھم اعنی العطاف وفضیلا وابن العلاء وجابر واسامۃ عن **نافع** - وابوداؤد عن **عبداللہ** بن واقد - والطحاوی عن **اسمٰعیل** بن عبدالرحمٰن - اربعتھم عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما۔

بخاری، اسمٰعیل اور ذہلی نے لیث ابن سعد کے طریقے سے یونس سے، اس نے زہری سے روایت کی ہے۔ اور نسائی نے یزید ابن زریع اور نضر ابن شمیل کے دو طریقوں سے کثیر ابن قاروندا سے روایت کی ہے۔ دونوں (زہری اور کثیر) سالم سے راوی ہیں۔ نسائی نے قتیبہ سے، طحاوی نے ابو عامر عقدی سے اور فقیہ نے حجج میں یہ تینوں عطاف سے روایت کرتے ہیں۔ اور ابوداؤد نے فضیل ابن غزوان سے اور عبداللہ ابن علاء سے روایت کی ہے۔ اور ابوداؤد نے ہی عیسٰی سے، نسائی نے ولید سے، طحاوی نے بشر ابن بکر سے، یہ تینوں (عیسٰی، ولید، بشر) جابر سے روایت کرتے ہیں۔ اور طحاوی نے اسامہ ابن زید سے روایت کی ہے۔ یہ پانچوں یعنی عطاف، فضیل، عبداللہ، جابر اور اسامہ نافع سے راوی ہیں، نیز ابوداؤد عبداللہ ابن واقد سے راوی ہیں اور طحاوی اسمٰعیل ابن عبدالرحمٰن سے راوی ہیں۔ چاروں (سالم، نافع، عبداللہ ابن واقد، اسمٰعیل) عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے (ناقل ہیں) (ت)

فقیر غفراللہ تعالیٰ نے جس طرح یہاں جمع و تلخیص طرق کی اکمال الحجہ و ایضاح المحجہ کے لیے اُن کے اکثر نصوص و الفاظ بھی وارد کرے و باللہ التوفیق، سنن ابوداود میں بسند صحیح ہے،

حدثنا محمد بن عبید المحاربی نا محمد بن فضیل عن ابیہ عن نافع و عبداللہ بن واقد ان مؤذن ابن عمر

یعنی نافع و عبداللہ بن واقد دونوں تلامذۂ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مؤذن نے نماز کا تقاضا کیا، فرمایا چلو

marfat.com

Marfat.com

ہو تو مخالف منکر مدعی مُصر کو بھی معترف و مقر لیجئے

وما ذلك على الله بعزیز، ان ذلك على الله یسیر، ان الله علیٰ کل شیٔ قدیر۔ اور یہ اللہ کے لیے مشکل نہیں ہے، یہ اللہ پر آسان ہے، اللہ ہر شئ پر قادر ہے۔ (ت)

یہ معارک جلیلہ تو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں رسالہ آپ کے پیش نظر ہے ملاحظہ کیجئے داد انصاف دیجئے ع

فی طلعۃ الشمس ما یغنیك عن خبر

(سورج طلوع ہو جائے تو اس کی اطلاع دینے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ت)

اس کے سوا نفس مسئلہ میں ملاجی نے اپنے موافق کہیں چودہ[۱۴] کہیں پندرہ[۱۵] صحابیوں سے روایات آنا بیان کیا اور خود ہی اُسے بگاڑ کر کمی کی طرف پلٹے اور چار سے زیادہ ظاہر نہ کرسکے اُن میں بھی عندالانصاف اگر کچھ لگتی ہُوئی بات ہے تو صرف ایک سے۔ میں بعونہٖ تعالیٰ اپنے موافق روایات تئیس[۲۳] صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لاؤں گا، ملاجی صرف چار حدیثیں پیش خویش اپنے مفید دکھا سکے جن میں حقیقۃً کوئی بھی ان کے مفید نہیں اور آیت کا تو اُن کی طرف نام بھی نہیں، میں بحول اللہ تعالیٰ اُن سے دُونی آیتیں اور دس گنی حدیثیں اپنی طرف دکھاؤں گا، میں یہ بھی روشن کردوں گا کہ حنفیہ کرام پر غیر مقلدوں کی طعنہ زنی ایسی پوچ ولچر بے بنیاد ہوتی ہے، میں یہ بھی بتادوں گا کہ ان صاحبوں کے عمل بالحدیث کی حقیقت اتنی ہے، میں یہ بھی دکھادوں گا کہ ملاجی صاحب جو آج کل مجتہد العصر اور تمام طائفہ کے استاد مانے گئے ہیں اُن کی حدیث دانی ایک متوسط طالب علم سے بھی گرے درجہ کی ہے کل ذلك بعون الملك العزیز القریب المجیب وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب وھذا اوان الشروع فی المقصود متوکلا علی واھب الفیض والجود والحمد للہ العلی الودود والصلاۃ والسلام علی احمد محمود محمد وآلہ الکرام السعود امین۔

فصل اول طلوع فجر نوری بہ اثبات جمع صوری

حضور پُرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جمع صوری کا ثبوت اصلاً محل کلام نہیں اور وہی مذہب مہذب ائمہ حنفیہ ہے اس میں صاف صریح جلیل وصحیح احادیث مروی مگر ملاجی تو انکار آفتاب کے عادی[۱] بکمال شوخ چشمی بے نقط سُنادی کہ کوئی حدیث صحیح ایسی نہیں جس سے ثابت ہو کہ آنحضرت[عـــہ] جمع صوری سفر میں کیا کرتے تھے بہت اچھا ذرا نگاہ رُوبرُو۔

عـــہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وکرم ۱۲ منہ (م)

[۱] معیار الحق مسئلہ جمع بین الصلوٰتین مکتبہ نذیریہ لاہور ص ۴۰۱

marfat.com

Marfat.com

اتٍ فقال: ان صفية بنت ابي عبيد
لما بها، فانظران تدركها۔ فخرج مسرعا،
ومعه رجل من قريش يسايره، وغابت
الشمس فلم يصل الصلاة، وكان عهدي
به وهو يحافظ على الصلاة، فلما ابطأ،
قلت: الصلاة يرحمك الله، فالتفت إلي و
مضى، حتى اذا كان في اخر الشفق نزل فصلى
المغرب، ثم اقام العشاء وقد توارى الشفق
فصلى بنا، ثم اقبل علينا، فقال: ان
رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان
اذا عجل به السير صنع هكذا[1]

آپ انھیں زندہ پائیں۔ یہ سن کر بسرعت چلے اور ان کے ساتھ
ایک مرد قریشی تھا سورج ڈوب گیا اور نماز نہ پڑھی اور
میں نے ہمیشہ ان کی عادت یہی پائی تھی کہ نماز کی محافظت
فرماتے تھے جب دیر لگائی میں نے کہا نماز خدا آپ پر رحم
فرمائے میری طرف پھر کر دیکھا اور آگے روانہ ہوئے
جب شفق کا اخیر حصہ رہا اتر کر مغرب پڑھی پھر عشا کی
تکبیر اس حال میں کہی کہ شفق ڈوب چکی اس وقت عشا
پڑھی پھر ہماری طرف منہ کرکے کہا رسول اللہ صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم کو جب سفر میں جلدی ہوتی ایسا
ہی کرتے۔ (م)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

هي، ففي عمدة القاري، ادركت النبي صلى الله تعالى
عليه وسلم وسمعت منه۔ اھ وفي ارشاد الساري،
الصحابية الثقفية اخت المختار، وكانت من
العابدات۔ اھ لكن قال الحافظ في التقريب:
قيل لها ادراك، وانكره الدارقطني، وقال
العجلي: ثقة فهي من الثانية۔ اھ وحقق
في الاصابة نفي السماع واثبات الادراك ظنا،
فراجعه۔ وقد حدثت عن ازواج النبي صلى الله تعالى
عليه وعليهن وسلم ۱۲ منه (م)

صفیہ کے بارے میں عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا تھا۔ اور ارشاد الساری میں ہے
کہ یہ بنی ثقیف سے تعلق رکھنے والی صحابیہ تھیں اور مختار کی
بہن تھیں، عبادت گزار خواتین میں سے تھیں۔ لیکن حافظ
نے تقریب میں لکھا ہے کہ بعض نے کہا ہے کہ صفیہ نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا تھا لیکن دارقطنی نے اس کا انکار
کیا ہے اور عجلی نے کہا ہے کہ ثقہ تھیں۔ اس لحاظ سے یہ طبقہ
ثانیہ میں سے ہوں گی (یعنی تابعیات سے) اصابہ میں
ثابت کیا ہے کہ صفیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام تو
نہیں سنا البتہ ہو سکتا ہے کہ آپ کا زمانہ پایا ہو۔ اس سلسلے میں اصابہ کی طرف رجوع کرو۔ صفیہ نے ازواجِ مطہرات سے احادیث
بیان کی ہیں۔ (ت)

---

[1] سنن نسائی الوقت الذی یجمع فیہ المسافر الخ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۹۹

marfat.com

Marfat.com

قال : الصلاة ، قال ، سر ، حتی اذا کان قبل غیوب الشفق نزل ۔ فصلی المغرب ، ثم انتظر حتی غاب الشفق فصلی العشاء ، ثم قال : ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان اذا عجل بہ امر صنع مثل الذی صنعت ۔ فسار فی ذلک الیوم واللیلۃ مسیرۃ ثلث[1]

یہاں تک کہ شفق ڈوبنے سے پہلے اُتر کر مغرب پڑھی پھر انتظار فرمایا یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی اُس وقت عشا پڑھی پھر فرمایا: حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی جلدی ہوتی تو ایسا ہی کرتے جیسا میں نے کیا ۔ ابن عمر نے اس دن رات میں تین رات دن کی راہ قطع کی (م)

ابوداود نے فرمایا ،

رواہ ابن جابر عن نافع نحو ھذا باسنادہ

اسکو ابن جابر نے نافع سے اسی طرح روایت کیا ہے مع اسناد کے ۔

حدثنا ابراھیم بن موسٰی الرازی انا عیسٰی ابن جابر بھذا المعنی ورواہ عبداللہ بن العلاء عن نافع ، قال ، حتی اذا کان عند ذھاب الشفق نزل فجمع بینھما[2]

حدیث بیان کی ہم سے ابراہیم ابن موسٰی رازی نے، اس نے کہا کہ خبر دی ہمیں عیسٰی ابن جابر نے اس مفہوم کے ساتھ اور روایت کیا ہے اسکو عبداللہ ابن علاء نے نافع سے کہ انہوں نے کہا : جب شفق ڈوبنے کے نزدیک ہوئی اتر کر دونوں نمازیں جمع کیں ۔ (ت)

نسائی کی روایت بسند صحیح یوں ہے :

اخبرنا محمود بن خالد ثنا الولید ثنا ابن جابر ثنی نافع قال : خرجت مع عبداللہ بن عمر فی سفر ، یرید ارضا لہ ، فاتاہ

یعنی نافع فرماتے ہیں عبداللہ بن عمر اپنی ایک زمین کو تشریف لیے جاتے تھے کسی نے آکر کہا آپ کی زوجہ صفیہ بنت ابی عبید اپنے حال میں مشغول ہیں شاید ہی

ع ھی اخت مختار الکذاب المشہور ، وابوھا ابو عبید رضی اللہ تعالٰی عنہ من الصحابۃ ، استشھد فی خلافۃ امیر المؤمنین ، اما

صفیہ ، مشہور مختار کذاب کی بہن تھیں ۔ ان کے والد ابو عبیدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ صحابہ میں سے تھے ، امیر المومنین کی خلافت کے دوران شہید ہوگئے تھے ۔

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] سنن ابی داود باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ اصح المطابع کراچی ۱/۱۷۱
[2] سنن ابی داود " " " " " " " " "

marfat.com
Marfat.com

جلدی ہوتی) یہ طرق حدیث نافع عن عبداللہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے تھے، اور صحیح بخاری ابواب التقصیر باب ہل یؤذن اویقیم اذا جمع بین المغرب والعشاء میں یوں ہے: حدثنا ابوالیمان قال اخبرنا شعیب عن الزھری قال اخبرنی سالم عن عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال، رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا اعجلہ السیر فی السفر یؤخر صلٰوۃ المغرب حتی یجمع بینہا وبین العشاء۔ قال سالم، وکان عبداللہ یفعلہ اذا اعجلہ السیر، ویقیم المغرب فیصلیہا ثلثا ثم یسلم، ثم قلما یلبث حتی یقیم العشاء فیصلیہا رکعتین[1] الحدیث۔ اُسی کے باب یصلی المغرب ثلثا فی السفر میں بطریق مذکور وکان عبداللہ یفعلہ اذا اعجلہ السیر تک روایت کر کے فرمایا[2] وزاد اللیث قال حدثنی یونس عن ابن شہاب قال سالم کان ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما یجمع بین المغرب والعشاء بالمزدلفۃ۔ قال سالم، واخر ابن عمر المغرب، وکان استصرخ علی امرأتہ صفیۃ بنت ابی عبید، فقلت لہ، الصلٰوۃ، فقال، سر، فقلت لہ الصلٰوۃ، فقال، سر، حتی سار میلین او ثلثۃ، ثم نزل فصلی، ثم قال، ھکذا رأیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا اعجلہ السیر یؤخر المغرب فیصلیہا ثلثا ثم یسلم، ثم قلما یلبث حتی یقیم العشاء فیصلیہا رکعتین[3] الحدیث (ان دونوں روایتوں کا حاصل یہ کہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما ایامِ حج میں ذی الحجہ کی دسویں رات مزدلفہ میں مغرب وعشا جمع کر کے پڑھتے اور جب اپنی بی بی کی خبر گیری کو تشریف لے گئے تھے تو یوں کیا کہ مغرب کو آخر کیا، میں نے کہا نماز، فرمایا چلو، میں نے پھر کہا نماز۔ فرمایا چلو، دو تین میل چل کر اُترے اور نماز پڑھی، پھر فرمایا میں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب سفر میں جلدی ہوتی ایسا ہی کرتے، مغرب اخیر کر کے تین رکعت پڑھتے پھر سلام پھیر کر تھوڑی دیر انتظار فرماتے پھر عشا کی اقامت فرما کر دو رکعت پڑھتے) نسائی کے یہاں یوں ہے: اخبرنی محمد بن عبداللہ بن بزیع حدثنا یزید بن زریع حدثنا کثیر بن قاروندا قال، سألت سالم بن عبداللہ عن صلٰوۃ ابیہ فی السفر وسألناہ ھل کان یجمع بین شیئ من صلاتہ فی سفرہ؟ فذکر ان صفیۃ بنت ابی عبید کانت تحتہ فکتبت الیہ، وھو فی زراعۃ لہ، انی فی اٰخر یوم من ایام الدنیا واول یوم من

---

[1] جامع صحیح البخاری باب ہل یؤذن اویقیم الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۴۹

[2] جامع صحیح البخاری باب یصلی المغرب ثلثا فی السفر " " " ۱/ ۱۴۸

[3] " " " " " " " " " " " ۱/ ۱۴۸

marfat.com

Marfat.com

اسی طرح امام طحاوی نے روایت کی فقال حدثنا ربیع المؤذن ثنا بشر بن بکر ثنی ابن جابر ثنی نافع[1] فذکرہ نیز نسائی نے بسند حسن بطریق اخبرنا قتیبۃ بن سعید حدثنا العطاف[2] اور ابوجعفر نے بطریق حدثنا یزید بن سنان ثنا ابو عامر العقدی ثنا العطاف بن خالد المخزومی[3] اور امام فقیہ نے حجج میں بلاواسطہ روایت کی کہ اخبرنا عطاف بن خالد المخزومی المدینی قال اخبرنا نافع قال اقبلنا مع ابن عمر من مکۃ، حتی اذا کان ببعض الطریق استصرخ علی زوجتہ، فقیل لہ انہا فی الموت، فاسرع السیر، وکان اذا نودی بالمغرب نزل مکانہ فصلی، فلما کان تلک اللیلۃ نودی بالمغرب فسار حتی امسینا فظننا انہ نسی، فقلنا : الصلاۃ، فسار حتی اذا کان الشفق قرب ان یغیب نزل فصلی المغرب، وغاب الشفق فصلی العشاء، ثم اقبل علینا فقال : ھکذا کنا نصنع مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا جدبنا السیر (یعنی امام نافع فرماتے ہیں راہِ مکہ میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے جب شفق ڈوبنے کے قریب ہوئی اتر کر مغرب پڑھی اور شفق ڈوب گئی اب عشاء پڑھی پھر ہماری طرف منہ کرکے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے تھے جب چلنے میں کوشش ہوتی تھی) امام عیسٰی بن ابان نے اسے روایت کرکے فرمایا : وھکذا قال ابوحنیفۃ فی الجمع بین الصلاتین ان یصلی الاولی منہما فی اٰخر وقتہا، والاخری فی اول وقتہا، کما فعل عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما، ورواہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[4] (یعنی دو نمازیں جمع کرنے میں یہی طریقہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب ہے کہ پہلی کو اس کے آخر وقت اور پچھلی کو اس کے اول وقت میں پڑھے جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے خود کیا اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت فرمایا) نیز امام طحاوی نے اور طریق سے یوں روایت کی، حدثنا محمد ثنا الحمانی ثنا عبداللہ بن المبارک عن اسامۃ بن زید اخبرنی نافع، وفیہ حتی اذا کان عند غیبوبۃ الشفق فجمع بینہما وقال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یصنع ھکذا اذا جدبہ السیر[5] (یعنی جب شفق ڈوبنے کے نزدیک ہوئی اتر کر دونوں نمازیں جمع کیں اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں ہی کرتے دیکھا جب حضور کو سفر میں

---

[1] شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلوتین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۲

[2] سنن النسائی الوقت الذی یجمع فیہ المسافر بین المغرب والعشاء مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۷۰

[3] شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلاتین الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۳

[4] کتاب الحجۃ باب الجمع الصلوٰۃ فی السفر دارالمعارف نعمانیہ لاہور ۱/۱۷۴، ۱۷۵

[5] شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلوتین الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۲

marfat.com

Marfat.com

ابی رباح ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی قالت کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی السفر یؤخر الظھر ویقدم العصر، ویؤخر المغرب ویقدم العشاء[1] ۔ (حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سفر میں ظہر کو دیر فرماتے عصر کو اول وقت پڑھتے مغرب کی تاخیر فرماتے عشاء کو اول وقت پڑھتے)

حدیث ۳: ابوداؤد اپنی سنن باب متی یتم المسافر اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں بسند حسن جید متصل حضرت عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب وہ اپنے والد ماجد محمد بن عمر بن علی وہ اپنے والد ماجد عمر بن علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے روایت کرتے ہیں: ان علیاً کان اذا سافر سار بعد ما تغرب الشمس حتی تکاد ان تظلم، ثم ینزل فیصلی المغرب، ثم یدعو بعشائہ فیتعشی، ثم یصلی العشاء، ثم یرتحل۔ ویقول: ھکذا کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یصنع[2] ۔ (یعنی امیر المومنین مولی المسلمین علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنٰی جب سفر فرماتے سورج ڈوبے پر چلتے رہتے یہاں تک کہ قریب ہوتا کہ تاریکی ہوجائے پھر اتر کر مغرب پڑھتے پھر کھانا منگا کر تناول فرماتے پھر عشاء پڑھ کر کوچ کرتے اور کہتے اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیا کرتے تھے) امام عینی نے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کی سند کو فرمایا: لا باس بہ (اس میں کوئی نقص نہیں)۔

حدیث ۴: طحاوی بطریق ابی خیثمہ عن عاصم الاحول عن ابی عثمٰن راوی قال وفدت انا وسعد بن مالک ونحن نبادر للحج، فکنا نجمع بین الظھر والعصر، نقدم من ھذہ ونؤخر من ھذہ، ونجمع بین المغرب والعشاء، نقدم من ھذہ ونؤخر من ھذہ، حتی قدمنا مکۃ[3] (یعنی میں اور حضرت سعد بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ حج کی جلدی میں مکہ معظمہ تک ظہر و عصر اور مغرب و عشا کو یوں جمع کرتے گئے کہ ظہر و مغرب دیر کرکے پڑھتے اور عصر و عشا جلد)

حدیث ۵: نیز امام ممدوح عبدالرحمٰن بن یزید سے راوی صحبت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فی حجۃ فکان یؤخر الظھر ویعجل العصر، ویؤخر المغرب ویعجل العشاء، ویسفر بصلاۃ الغداۃ[4] (میں حج میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہمراہ رکاب تھا ظہر میں دیر فرماتے

---

[1] شرح معانی الآثار باب الجمع بین صلاتین الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۳

[2] سنن ابی داؤد باب متی یتم المسافر مطبوعہ مجتبائی لاہور پاکستان ۱/۱۷۳

[3] شرح معانی الآثار باب الجمع بین صلاتین الخ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۴

[4] " " " "

marfat.com

Marfat.com

الاخرة، فرکب فاسرع السیر الیها، حتی اذا حانت صلاۃ الظھر قال لہ المؤذن، الصلاۃ یا ابا عبد الرحمٰن! فلم یلتفت، حتی اذا کان بین الصلاتین نزل، فقال: اقم، فاذا سلمت فاقم، فصلی ثم رکب حتی اذا غابت الشمس، قال لہ المؤذن: الصلاۃ، فقال: کفعلک فی صلاۃ الظھر والعصر، ثم سار حتی اذا اشتبکت النجوم نزل، ثم قال المؤذن، اقم، فاذا سلمت فاقم، فصلی ثم انصرف فالتفت الینا فقال، قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا حضر احدکم الامر الذی یخاف فوتہ فلیصل ھذہ الصلاۃ۔

(خلاصہ یہ کہ جب صفیہ کا خط پہنچا کہ اب میرا دمِ واپسیں ہے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما شتابان چلے نماز کیلئے ایسے وقت اُترے کہ ظہر کا وقت جانے کو تھا اور عصر کا وقت آنے کو، اُس وقت ظہر پڑھ کر عصر پڑھی اور مغرب کے لیے اُس وقت اُترے جب تارے خُوب کھل آئے تھے (جس وقت تک بلاعذر مغرب میں دیر لگانی مکروہ ہے، اُسے پڑھ کر عشاء پڑھی اور کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں کسی کو ایسی ضرورت پیش آئے جس کے فوت کا اندیشہ ہو تو اس طرح نماز پڑھے) نیز اسی حدیث میں دوسرے طریق سے یُوں زائد کیا: اخبرنا عبدۃ بن عبد الرحیم ثنا ابن شمیل ثنا کثیر بن قاروندا قال سألنا سالم بن عبد اللہ عن الصلاۃ فی السفر، فقلنا اکان عبد اللہ یجمع بین شیئ من الصلاۃ فی السفر؟ فقال لا الا بجمع[2] (یعنی ہم نے سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے سوال کیا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سفر میں کسی نماز کو دُوسری کے ساتھ جمع فرماتے تھے کہا نہ سوا مزدلفہ کے) (جہاں کا ملانا سب کے نزدیک بالاتفاق ہے) پھر وہی حدیث بیان کی کہ اُس سفر میں اس طریق سے نمازیں پڑھی تھیں۔ اس حدیث جلیل کے اتنے طرق کثیرہ ہیں جن سے آفتاب کی طرح روشن کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے سفر میں بحالِ شتاب وضرورت جمع صوری فرمائی ہے اور یہی ہمارے ائمہ کرام کا مذہب ہے۔

حدیث ۲: امام اجل احمد بن حنبل مسند اور ابو بکر بن ابی شیبہ استاذ بخاری ومسلم مصنف میں بسند حسن بطریق اپنے شیخ وکیع بن الجراح کے اور امام طحاوی معانی الآثار میں بطریق حدثنا فھد ثنا الحسن بن البشیر ثنا المعافی بن عمران کلاھما عن مغیرہ بن زیاد الموصلی عن عطاء بن

---

[1] سنن النسائی الوقت الذی یجمع فیہ المسافر الخ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۹۸

[2] " " " " " " " " " " ۱/ ۹۹

marfat.com

Marfat.com

اصطلاح محدثین میں تشیع ورفض میں کتنا فرق ہے زبان متاخرین میں شیعہ روافض کو کہتے ہیں خذلہم اللہ تعالٰی جمیعا بلکہ آج کل کے بیہودہ مہذبین روافض کو رافضی کہنا خلافِ تہذیب جانتے اور انھیں شیعہ ہی کے لقب سے یاد کرنا ضروری مانتے ہیں خود مُلّاجی کے خیال میں اپنی مُلّائی کے باعث یہی تازہ محاورہ تھا یا عوام کو دھوکا دینے کے لیے متشیع کو رافضی بنایا حالانکہ سلف میں جو تمام خلفائے کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے ساتھ حُسنِ عقیدت رکھتا اور حضرت امیرالمومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کو اُن میں افضل جانتا شیعی کہا جاتا بلکہ جو صرف امیرالمومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ پر تفضیل دیتا اُسے بھی شیعی کہتے حالانکہ یہ مسلک بعض علمائے اہلسنّت کا تھا اسی بناء پر متعدد ائمہ کوفہ کو شیعہ کہا گیا بلکہ کبھی محض غلبۂ محبت اہل بیت کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو شیعیت سے تعبیر کرتے حالانکہ یہ محض سنیت ہے امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں خود انھیں محمد بن فضیل کی نسبت تصریح کی کہ ان کا تشیع صرف موالات تھا و بس۔

حیث قال، محمد بن فضیل بن غزوان، المحدث الحافظ، کان من علماء ھذا الشان، وثقہ یحیٰی بن مَعین، و قال احمد: حسن الحدیث، شیعی۔ قلت، کان متوالیا فقط۔ [1]

چنانچہ ذہبی نے کہا ہے کہ محمد ابن غزوان' جو کہ محدث اور حافظ ہے، حدیث کے علماء میں سے تھا یحیٰی ابن معین نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے اور احمد نے کہا ہے کہ اچھی حدیثیں بیان کرتا ہے مگر شیعہ ہے۔ میں نے کہا "صرف اہلِ بیت سے محبت رکھتا تھا"۔ (ت)

رابعاً ذرا رواۃ صحیحین دیکھ کر شیعی کو رافضی بنا کر تضعیف کی ہوتی، کیا بخاری ومسلم سے بھی

ع‍ کما صرحوا بہ و تدل علیہ محاوراتھم، منھا ما فی المیزان فی ترجمۃ الحاکم بعد ما حکی القول برفضہ، اللہ یحب الانصاف، ما الرجل برافضی بل شیعی فقط اھ ۱۲ منہ (م)

جیسا کہ علماء نے تصریح کی ہے اور ان کے محاورات سے بھی واضح ہے۔ مثلاً میزان میں حاکم کے حالات میں کسی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ رافضی تھا۔ اس کے بعد کہا ہے "اللہ انصاف کو پسند کرتا ہے، یہ آدمی رافضی نہیں ہے، صرف شیعہ ہے"۔ (ت)

---

[1] تذکرۃ الحفاظ فی ترجمۃ محمد بن فضیل مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۱/۲۹۰

marfat.com

Marfat.com

اورعصر میں تعجیل مغرب میں تاخیر کرتے عشاء میں جلدی اور صبح روشن کرکے پڑھتے) امام ممدوح ان احادیث کو روایت کرکے فرماتے ہیں :

وجمیع ما ذھبنا الیہ من کیفیۃ الجمع بین الصلاتین قول ابی حنیفۃ وابی یوسف و محمد رحمھم اللّٰہ تعالٰی۔[1]

نمازیں جمع کرنے کا یہ طریقہ جو ہم نے اس باب میں اختیار فرمایا یہ سب امام اعظم و امام ابو یوسف و امام محمد کا مذہب ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم (م)

الحمدللہ جمع صوری کا طریقہ حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و حضرت مولٰی علی و عبداللہ بن مسعود و سعد بن مالک و عبداللہ بن عمر وغیرہم صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روشن وجہ پر ثابت ہوا اور امام لامذہبان کا وہ جبروتی ادعا کہ اس میں کوئی حدیث صحیح نہیں، اور اس سے بڑھ کر یہ بانگ بے معنی کہ یہ روایات جن سے جمع صوری کرنی ابن عمر کی واضح ہوتا ہے سب واہیات اور مردود اور شاذ اور منا کیر ہیں اور بشدت حیا یہ خاص تحود[2] افترا کہ ابن عمر نے اس کیفیت سے ہر گز نمازیں جمع نہیں کیں جیسا کہ ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے[2] اپنی سزائے کردار کو پہنچا اب ایضاح مرام و ازاحت اوہام کو چند افادات کا استماع کیجئے۔

افادۂ اولٰی : لامذہب ملّا کو جب کہ انکار جمع صوری میں چاند پر خاک اڑانی تھی اور احادیث مذکورہ صحاح مشہورہ میں موجود و متداول تو بے رد صحاح چارہ کار کیا تھا لہٰذا بایں پیرانہ سالی حضرت کے رقص جمل ملاحظہ ہوں :

لطیفہ ۱ : ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث جلیل و عظیم کے پہلے طریق صحیح مروی سنن ابی داؤد کو محمد بن فضیل کے سبب ضعیف کیا۔

اقول اوّلاً : یہ بھی شرم نہ آئی کہ یہ محمد بن فضیل صحیح بخاری و صحیح مسلم کے رجال سے ہے۔

ثانیاً : امام ابن معین جیسے شخص نے ابن فضیل کو ثقہ امام احمد نے حسن الحدیث، امام نسائی نے لاباس بہ (اس میں کوئی نقص نہیں ۔ ت) کہا، امام احمد نے اُس سے روایت کی اور وہ جسے ثقہ نہیں جانتے اُس سے روایت نہیں فرماتے میزان میں اصلاً کوئی جرح مفسر اُس کے حق میں ذکر نہ کی۔

ثالثاً : یہ بکٹ چراغی قابل تماشا کہ ابن فضیل کے منسوب برفض ہونے کا دعوٰی کیا اور ثبوت میں عبارت تقریب رمی بالتشیع ملاجی کو بایں سالخوردی و دعوٰی محدثی آج تک اتنی خبر نہیں کہ محاورات سلف

---

[1] شرح معانی الآثار باب الجمع بین صلاتین الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۱۴

[2] معیار الحق مسئلہ پنجم جمع بین الصلوتین مکتبہ نذیریہ لاہور ص ۳۹۶

marfat.com
Marfat.com

ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف قالہ الحافظ فی التقریب۔

اقول اوّلاً: ذرا شرم کی ہوتی کہ یہ بشر بن بکر رجال صحیح بخاری سے ہیں صحیح حدیثیں رد کرنے بیٹھے تو اب بخاری بھی بالائے طاق ہے۔

ثانیاً: اس صریح خیانت کو دیکھئے کہ تقریب میں صاف صاف بشر کو ثقہ فرمایا[1] تھا وہ ہضم کر گئے۔

ثالثاً: محدث جی! تقریب میں ثقۃ یغرب[2] ہے، کسی ذی علم سے سیکھو کہ فلاں یغرب اور فلاں غریب الحدیث میں کتنا فرق ہے۔

رابعاً: اغراب کی یہ تفسیر کہ ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف۔ محدث جی! غریب و منکر کا فرق کسی طالب علم سے پڑھو۔

خامساً: باوصف ثقہ ہونے کے مجرد اغراب باعث رد ہو تو صحیحین سے ہاتھ دھولیجئے، یہ اپنی مبلغ علم تقریب ہی دیکھیے کہ بخاری و مسلم کے رجال میں کتنوں[ع] کی نسبت یہی لفظ کہا ہے اور وہاں یہ بشر خود ہی جو رجال بخاری سے ہیں۔

سادساً: ذرا میزان تو دیکھئے کہ اما بشر بن بکر التنیسی فصدوق ثقۃ لا طعن فیہ[3] (یعنی بشر بن بکر تنیسی خوب راست گو ثقہ ہیں جن میں اصلاً کسی وجہ سے طعن نہیں) کیوں شرمائے تو نہ ہوگے ایسی ہی اندھیری ڈال کر جاہلوں کو بہکا دیا کرتے ہو کہ حنفیہ کی حدیثیں ضعیف ہیں ع

شرم بادت از خدا و از رسول

ع مثلاً ابراھیم بن طھمان، بشر بن خالد، ابراھیم بن سوید بن حبان، بشر بن سلمان، حسن بن احمد بن ابی شبیب، محمد بن عبد الرحمٰن بن حکیم وغیرھم کہ سب ثقہ یغرب ہیں۔ احمد بن صباح حکام بن مسلم وغیرھما ثقۃ لہ غرائب خصوصاً ازھر بن جمیل، خالد بن قیس، ابراھیم بن اسحٰق وغیرھم کہ صدوق یغرب یہ تینوں بشر بن بکر سے بھی گئے درجے کے ہوئے کہ ثقہ سے اتر کر طرف صدوق ہیں ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

---

[1] تقریب التہذیب ترجمہ بشر بن بکر التنیسی مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالا ص ۴۴

[2] " " " " " " "

[3] میزان الاعتدال فی ترجمۃ بشر " " " " لبنان ۱/۳۱۴

marfat.com

Marfat.com

ہاتھ دھونا ہے ان کے رواۃ میں تیس سے زیادہ ایسے لوگ ہیں جنہیں اصطلاح قدما پر بلفظ تشیع ذکر کیا جاتا یہاں تک کہ تدریب میں حاکم سے نقل کیا کتاب مسلم ملاٰن من الشیعۃ[1] (مسلم کی کتاب شیعوں سے بھری ہوئی ہے۔ ت) دُور کیوں جائیے خود یہی ابن فضیل کہ واقع کے شیعی صرف بمعنی محب اہل بیت کرام اور آپ کے زعم میں معاذ اللہ رافضی صحیحین کے راوی ہیں۔

خامساً اُس کے ساتھ ہی حدیث کی متابعتیں دو ثقات عدول ابن جابر و عبداللہ بن العلاء سے ابوداؤد نے ذکر کردیں اور سنن نسائی وغیرہ میں بھی موجود تھیں پھر ابن فضیل پر مدار کب رہا ولکن الجہلۃ لا یعلمون (لیکن جاہل جانتے نہیں ہیں۔ ت) اور یہ تو ادنیٰ نزاکت ہے کہ تقریب میں ابن فضیل کی نسبت صدوق عارف لکھا تھا ملاجی نے نقل میں عارف اُڑا دیا کہ جو کلمہ مدح کم ہو وہی سہی۔

لطیفہ ۲: طرفہ تماشا کہ متابعت ابن جابر جو امام داؤد نے ذکر کی آپ اسے یُوں کہہ کر ٹال گئے کہ وہ تعلیق ہے اور تعلیق حجت نہیں اب کون کہے کہ کسی سے آنکھیں قرض ہی لے کر دیکھیے کہ ابوداؤد نے رواہ ابن جابر عن نافع کہہ کر اُسے یُوں ہی معلق چھوڑ دیا یا وہیں حدثنا ابرھیم بن موسٰی الرازی انا عیسٰی عن ابن جابر[2] فرما کر موصول کردیا ہے ولکن النجدیۃ لا یبصرون

لطیفہ ۳: امام طحاوی کی حدیث بطریق ابن جابر عن نافع پر بشر بن بکر سے طعن کیا کہ وہ غریب الحدیث ہے

عہ مثلاً ابان بن تغلب، اسمٰعیل بن ابان وراق، اسمٰعیل بن زکریا، اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن سُدی صدوق یہم، بکیر بن عبداللہ، جریر بن عبدالحمید، جعفر بن سلیمٰن، حسن بن صالح، خالد بن مخلد قطوانی، ربیع بن انس صدوق لہ اوھام، زاذان کندی، سعید بن فیروز، سعید بن عمرو ہمدانی، عباد بن یعقوب رواجنی، عباد بن عوام کلابی، عبداللہ بن عمر مشکدانہ، عبداللہ بن عیسٰی کوفی، عبدالرزاق صاحب مصنف، عبدالملک بن اعین، عبیداللہ بن موسٰی، عدی بن ثابت، علی بن الجعد، علی بن ھاشم بن البرید، فضل بن دکین ابونعیم، فضیل بن مرزوق، فطر بن خلیفہ، مالک بن اسمٰعیل نہدی، محمد بن اسحٰق صاحب مغازی، محمد بن جحادہ اور یہی محمد بن فضیل، ھشام بن سعد، یحیٰی بن الجزار وغیرہم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

---

[1] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی روایۃ المبتدع مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۳۲۵

[2] سنن ابوداؤد باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۷۱

ت۔ معیار الحق

marfat.com

Marfat.com

تم نے جانا کہ آپ کے کید پر کوئی آگاہ نہ ہوگا ذرا بتایئے تو کہ آپ نے ولید کا ولید بن قاسم کس دلیل سے متعین کرلیا، کیا اس طبقہ میں اس نام کا رواۃ نسائی میں کوئی اور نہ تھا اگر اب عاجز آ کر ہم سے پوچھنا ہو کہ تم نے ولید بن مسلم کیسے جانا اول تو بقانون مناظرہ جب آپ غاصب منصب ہیں ہم سے سوال کا محل نہیں اور استفادۃً پوچھو تو پہلے اپنی جزاف کا صاف صاف اعتراف کر و پھر شاگردی کیجئے تو ایک یہی کیا بعونہٖ تعالیٰ بہت کچھ سکھادیں وہ قواعد بتادیں جس سے اسمائے مشترکہ میں اکثر جگہ تعیین نکال سکو۔

ثانیا: بفرض غلط ابن قاسم ہی سہی پھر وہ بھی کب مستحق رد ہیں امام احمد نے اُن کی توثیق فرمائی، اُن سے روایت کی، محدثین کو حکم دیا کہ اُن سے حدیث لکھو۔ ابن عدی نے کہا: اذا روی عن ثقة فلا باس بہٖ[1] (وہ جب کسی ثقہ سے روایت کریں تو اُن میں کوئی عیب نہیں) اور ابن جابر کا ثقہ ہونا خود ظاہر۔

ثالثا: ذرا رواۃ صحیح بخاری و مسلم پر نظر ڈالے ہوئے کہ اُن میں کتنوں کی نسبت تقریب میں یہی صدوق

عہ مثلاً اسمٰعیل بن مجالد، اشھل بن حاتم، بشر بن عبیس، حارث بن عبید، حبیب بن ابی حبیب، حجاج بن ابی زینب، حسان بن ابرھیم، حسان بن حسان بصری، حسان بن عبداللہ کندی، حسن بن بشر بن سلم، حسن بن ذکوان ورمی بالقدر، خالد بن خداش، خالد بن عبدالرحمٰن السلمی، شریک بن عبداللہ بن ابی نمر، عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار، عبدالمجید بن عبدالعزیز، مسکین بن بکیر، معقل بن عبیداللہ وغیرھم ان سب پر وہی حکم صدوق یخطئ لگایا ہے خلیفۃ بن خیاط، عبداللہ بن عمر نمیری، عبدالرحمٰن بن حرملہ اسلمی، عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبید، یحیٰی بن ابی اسحٰق حضرمی وغیرھم صدوق ربما اخطأ ہیں، اب زیادہ کی بعض مثالیں لیجئے حجاج بن ارطاۃ صدوق کثیر الخطاء والتدلیس، شریک بن عبداللہ نخعی صدوق یخطئ کثیرا تغیر حفظہ، صالح بن رستم المزنی صدوق کثیر الخطاء، عبداللہ بن صالح صدوق کثیر الغلط ثبت فی کتابہ و کانت فیہ غفلۃ، فلیح بن سلیمان صدوق کثیر الخطاء، مطر الوراق صدوق کثیر الخطاء وحدیثہ عن عطاء ضعیف، نعیم بن حماد صدوق یخطئ کثیرا ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

---

[1] الکامل لابن عدی فی ترجمۃ ولید ابن قاسم مطبوعۃ المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل ۷/۲۵۴۵

marfat.com

Marfat.com

لطیفہ ۳۴: طریق ابن جابر سے سنن نسائی کی حدیث کو ولید بن قاسم سے رَد کیا کہ روایت میں اُس سے خطا ہوتی تھی کما تقریب میں صدوق یخطئ۔

اقول اولاً: مسلمانو! اس تحریفِ شدید کو دیکھنا اسنادِ نسائی میں یہاں نام ولید غیر منسوب واقع تھا کہ اخبرنا محمود بن خالد ثنا الولید ثنا ابن جابر ثنا نافع الحدیث[1]۔ ملا جی کو چالاکی کا موقع ملا کہ تقریب میں اسی طبقہ کا ایک شخص رواۃ نسائی سے کہ نام کا ولید اور قدرے متکلم فیہ ہے چھانٹ کر اپنے دل سے ولید بن قاسم تراش لیا حالانکہ یہ ولید بن قاسم نہیں ولید بن مسلم ہیں رجال صحیح مسلم وائمہ ثقات حفاظ اعلام سے اسی تقریب میں ان کے ثقہ ہونے کی شہادت موجود، ہاں تدلیس کرتے ہیں مگر بحمد اللہ اُس کا احتمال یہاں مفقود کہ وہ صراحۃً "حدثنا ابن جابر قال حدثنی نافع" فرما رہے ہیں۔ میزان میں ہے:

الولید بن مسلم ابو العباس الدمشقی، احد الاعلام وعالم اھل الشام۔ لہ مصنفات حسنۃ، قال احمد: ما رأیت فی الشامیین اعقل منہ۔ وقال ابن المدینی: عندہ علم کثیر۔ قال ابو مسہر: الولید مدلس، قلت: اذا قال الولید، عن ابن جریج اوعن الاوزاعی، فلیس بمعتمد لانہ یدلس عن کذابین، فاذا قال: حدثنا فھو حجۃ[2] اھ ملخصاً۔

ولید ابن مسلم ابو العباس دمشقی۔ بلند مرتبہ لوگوں میں سے ایک، شام کا عالم، اس کی تصنیفات عمدہ ہیں۔ احمد نے کہا ہے کہ میں نے شامیوں میں اس سے زیادہ عقل مند آدمی نہیں دیکھا۔ ابن مدینی نے کہا کہ اس کے پاس بہت علم ہے۔ ابو مسہر نے کہا ہے کہ ولید مدلس ہے۔ میں نے کہا: جب ولید عن ابن جریج یا عن الاوزاعی کہے تو قابلِ اعتماد نہیں ہے لیکن جب حدثنا کہے تو مستند ہے اھ ملخصاً۔ (ت)

مُلّا جی! ؎

در بساط نکتہ داناں خود فروشی شرط نیست
یا سخن دانستہ گو اے مرد عاقل یا خموش

(نکتہ دانوں کی مجلس میں اپنے آپ کو بیچ دینا ضروری نہیں ہے اے مرد عاقل!
یا تو سوچ سمجھ کر بات کر یا خاموش رہ)

---

[1] سنن النسائی   الوقت الذی یجمع فیہ المسافر   مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی   ۱/۹۹

[2] میزان الاعتدال فی ترجمۃ ولید بن مسلم ۹۴۰۵   " دار المعرفت بیروت   ۴/۳۴۷ - ۳۴۸

marfat.com

Marfat.com

لطیفہ ۶: آپ کے امتحان علم کو پُوچھا جاتا ہے کہ روایت طحاوی حدثنا فهد ثنا الحمانی ثنا ابن المبارك عن اسامة بن زيد اخبرنی نافع میں آپ نے کہاں سے معین کرلیا کہ یہ اُسامہ بن زید عدوی مدنی ضعیف الحافظہ ہے، اسی طبقہ سے اسامہ بن زید لیثی مدنی بھی تو ہے کہ رجال صحیح مسلم و سُنن اربعہ و تعلیقات بخاری سے ہے جسے یحیٰی بن معین نے کہا، ثقہ[1] ہے۔ ثقہ صالح ہے ثقہ حجت ہے دونوں ایک طبقہ ایک شہر ایک نام کے ہیں اور دونوں نافع کے شاگرد، پھر منشاء تعیین کیا ہے اور آپ کو تو شاید اس سوال میں بھی وقت پڑے کہ کہاں سے مان لیا کہ یہ حمانی حافظ کبیر یحیٰی بن عبدالحمید صاحب مسند ہے جس کی جرح آپ نے نقل کی اور امام یحیٰی بن معین وغیرہ کا ثقہ اور ابن عدی کا ارجوانه لاباس[2] به (مجھے امید ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ت) اور ابن نمیر کا هو اكبر من هؤلاء كلهم، فاكتب عنه (وہ ان سب سے بڑا ہے، اس لیے میں اس سے حدیث لکھتا ہوں۔ ت) کہنا چھوڑ دیا اسی طبقہ تاسعہ سے اُس کا والد عبدالحمید بن عبدالرحمٰن بھی تو ہے کہ رجال صحیحین سے ہے اور دونوں حمانی کہلائے جاتے ہیں کما فی التقریب۔

لطیفہ ۷: روایات نسائی بطریق کثیر بن قاروندا عن سالم عن ابیہ میں جھُوٹ کو بھی کچھ گنجائش نہ ملی تو اُسے یُوں کہہ کر ٹالا[ف] کہ وُہ شاذ ہے اس لیے کہ مخالف ہے روایات شیخین وغیرہما کے وہ ارجح ہیں سب سے بالاتفاق اور مقدم ہوتی ہیں سب پر جب کہ موافقت اور نسخ نہ بن سکے۔

اقول اوّلاً: شیخین کا نام کس مُنہ سے لیتے اور اُن کی احادیث کو ارجح کہتے ہو یہ وہی شیخین تو ہیں جو محمد بن فضیل سے حدیثیں لاتے ہیں جسے تمہارے نزدیک رافضی کہا گیا اور حدیثوں کا پلٹ دینے والا اور موقوف کو مرفوع کردینے کا عادی تھا۔

ثانیاً ثالثاً رابعاً: یہ وہی شیخین تو ہیں جن کے یہاں سب کے خلاف حدیثیں لانے والے حدیثوں میں خطا کرنے والے وہمی کئی درجن بھرے ہُوئے ہیں۔

خامساً: مخالفت شیخین کا دعوٰی محض باطل ہے جیسا کہ بعونہ تعالٰی عنقریب ظاہر ہوتا ہے۔

لطیفہ ۸: اس حدیث جلیل صحیح کے رَد میں مُلّاجی نے جو جو چالاکیاں بیباکیاں برتیں اُن کا پردہ تو فاش ہوچکا جا بجا ثقات کو مجروح فرمایا، رواۃ بخاری و مسلم کو مردود ٹھہرایا، حدیث موصول کو معلق بنایا، متابعات سے آنکھیں بند کرلیں، نقل عبارت میں خیانتیں کیں، معانی میں تحریف کی راہیں لیں، راوی کو کچھ سے کچھ

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ اسامہ بن زید اللیثی ۷۰۵ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۷۴

[2] میزان الاعتدال ترجمہ یحیٰی بن عبدالحمید الحمانی ۹۵۶۰ " " ۴/۳۹۲

ف، معیار الحق ص ۳۹

marfat.com

Marfat.com

یخطی بلکہ اس سے زائد کہا ہے کیا قسم کھائے بیٹھے ہو کہ صحیحین کا رد ہی کرو گے!

رابعاً صحیح بخاری میں حسان بن حسان بصری سے روایت کی تقریب میں انھیں صدوق یخطی[1]

پھر حسان بن حسان واسطی کی نسبت لکھا خلطہ ابن مندۃ بالذی قبلہ فوھم، وھذا ضعیف[2]

(ابن مندہ نے اسے پہلے کے ساتھ ملا دیا ہے یہ اس کی غلطی ہے کیونکہ یہ ضعیف ہے۔ ت) دیکھو صاف بتا دیا کہ

جسے صدوق یخطی کہا وہ ضعیف نہیں، مُلاجی اپنی جہالت سے مردود و واہیات گا رہے ہیں۔

لطیفہ ۵: حدیث صحیح نسائی وطحاوی وعیسٰی بن ابان بطریق عطاف عن نافع کو عطاف سے معلول کیا

کہ وُہ وہمی ہے کہا تقریب میں صدوق یھم۔ف

اقول اوّلاً: عطاف کو امام احمد وامام ابن معین نے ثقہ کہا وکفی بھما قدوۃ میزان میں ان کی

نسبت کوئی جرح مفسّر منقول نہیں۔

ثانیاً: کسی سے پڑھو کہ وہمی اور صدوق یھم میں کتنا فرق ہے۔

ثالثاً: صحیحین سے عداوت کہاں تک بڑھے گی تقریب ملاحظہ ہو کہ آپ کے وہم کے ایسے وہمی[ع] ان

میں کس قدر ہیں۔

رابعاً: بالفرض یہ سب رواۃ مطعون ہی سہی مگر جب بالیقین اُن میں کوئی بھی درجۂ سقوط میں نہیں

تو تعددِ طرق سے پھر حدیث حجت تامہ ہے ولکن الوھابیۃ قوم یجھلون (لیکن وہابی

جاہل لوگ ہیں۔ ت)

ع مثل ابرٰھیم بن یوسف بن اسحاق، اسامہ بن زید اللیثی، اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن السدی، ایمن بن نابل، جابر بن عمرو، جبر بن نوف، حاتم بن اسمٰعیل، حرب بن ابی العالیہ، حرمی بن عمارہ، حزم بن ابی حزم، حسن بن الصباح، حسن بن فرات، حمید بن زیاد، ربیعہ بن کلثوم، عبداللہ بن عبداللہ بن اویس وغیرہم سب صدوق یھم ہیں احوص بن جواب، حمزہ بن حبیب زیات امام قراءت، معاذ بن ہشام، عاصم بن علی بن عاصم وغیرہم سب صدوق ربما وھم بلکہ عطا بن ابی مسلم صدوق یھم کثیرا ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

---

[1] تقریب التہذیب فی ترجمہ ابن حسان الواسطی مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالا ص ۶۸

[2] " " " " " " " "

ف معیار الحق

marfat.com

Marfat.com

کماحکاہ الزرقانی (جیساکہ زرقانی نے بیان کیا ہے۔ت) ابن وضاح نے کہا بائیس۲۲ میل کما نقلہ ابن رشیق عن ابن وضاح[1] (جیساکہ ابن رشیق نے ابن وضاح سے نقل کیا ہے۔ت) بلکہ بعض نسخ موطا میں خود امام مالک سے اسی کی تصریح قال مالک وبینھما اثنان وعشرون میلا (مالک نے کہا ہے کہ دونوں کے درمیان بائیس۲۲ میل کا فاصلہ ہے۔ت) وہ ستر۷۰ ہی میل سہی آپ کے طور پر کوئی رات کے نو دس بجے تک عصر کا وقت رہا ہوگا کہ جمعہ پڑھنے سے آٹھ نو گھنٹے بعد امیر المومنین نے عصر ادا کی کہ مدینہ طیبہ اور اس کے حوالی میں جن کا عرض الٰہ سے زائد نہیں مقدار نہار روز تحویل سرطان بھی صرف ۱۳ لح ہے کما لا یخفی علی من یعلم استخراج طول النھار من عرض البلاد (جیساکہ اس شخص پر مخفی نہیں ہے جو عرض بلاد سے دن کی لمبائی کا استخراج کرسکتا ہو۔ت)

ثالثاً اقول: اسی لیے خود آخر حدیث بخاری میں مذکور تھا کہ مغرب کے بعد کچھ دیر انتظار کرکے عشا پڑھی اگر خود عشا ہی کے وقت میں مغرب پڑھتے تو ایسی جلدی واضطراب شدید کی حالت میں اب عشا کے لیے انتظار کس بات کا تھا یہ ٹکڑا حدیث کا ہضم کرگیا کہ بھرم کھلتا۔

رابعاً اقول: آپ تو اسی بحث میں فرما چکے کہ تعلیقات حجت نہیں صحیح بخاری میں یہ ٹکڑا جو آپ اپنی سند بنا کر نقل کررہے ہیں تعلیقاً ہی مذکور تھا اصل حدیث بطریق حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب عن الزھری ذکر کی جس میں آپ کے اس مطلب کا کچھ پتا نہ تھا اس کے بعد یہ ٹکڑا تعلیقاً بڑھایا کہ وزاد اللیث قال حدثنی یونس عن ابن شھاب، اب تعلیق کیوں حجت ہوگئی، وہاں تو آخر حدیث کو ہضم کیا تھا یہاں اول کلام تناول فرمایا کہ اپنا عیب نہ ظاہر ہو۔

خامساً اقول: آپ تو راوی کو اس کے وہم وخطا بلکہ صرف اغراب پر رَد فرماتے ہیں اگرچہ رجال بخاری ومسلم سے ہو، اب یہ تعلیق کیونکر مقبول ہوگئی اس میں زہری سے راوی یونس بن یزید ہیں جنھیں اسی تقریب میں فرمایا:

ثقۃ الا ان فی روایتہ عن الزھری وھما قلیلا وفی غیرا لزھری خطأ[2]۔	ہیں تو ثقہ مگر زہری سے ان کی روایت میں کچھ وہم ہے اور غیر زہری سے روایت میں خطا۔

اثرم نے کہا: ضعف احمد امر یونس (امام احمد نے یونس کا کام ضعیف بتایا) امام ابن سعد

---

[1] شرح الزرقانی علی الموطا لامام مالک زیر حدیث مذکور مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۱/۲۶

[2] تقریب التھذیب حرف الیاء مطبع فاروقی دہلی ص ۲۸۷

marfat.com

Marfat.com

بنالیا، مشترک کو جزافاً معین کردیا، جہاں کچھ نہ بن پڑا مخالفتِ شیخین کا ادعا کیا۔ اب خود حدیث صحیح بخاری شریف کو کیا کریں رجال بخاری کو رَد کردینا اور بات تھی کہ عوام کو اُن کی کیا خبر، مگر خود حدیث بخاری کا نام لے کر رَد کرنے میں سخت مشکل پیش نظر، لہٰذا یہ چال چلے کہ لاؤ اسے بزورِ زبان و زورِ بہتان اپنے موافق بنالیجئے اس لیے حدیث مذکور باب لِم یؤذن اولیقیم کا ایک ٹکڑا جس میں دو تین میل چل کر مغرب پڑھنے کا ذکر تھا اپنے ثبوت کی احادیث میں نقل کرکے فرمایا یہ بات ادنےٰ عاقل بھی جانتا ہے کہ بعد دخول وقت مغرب کے دو تین کوس مسافت چلیں تو اتنے میں شفق غائب ہوجاتی ہے اور وقت عشا کا داخل ہوجاتا ہے۔

اوّلاً: میل کا کوس بنایا کہ کچھ دیر بڑھے دو میل کا تو سوا ہی کوس ہوا، اور تین ہی لیجئے جب بھی دو کوس پُورے نہیں پڑتے۔

ثانیاً اقول: فریب عوام کو چالاکی یہ کی کہ حدیث کا ترجمہ نہ کیا دو تین کوس مسافت چلیں لکھ دیا کہ جاہل سمجھیں غروب کے بعد پیادہ تین کوس چلے ہوں ترجمہ کرتے تو کھلتا کہ سوار تھے اور کیسی سخت جلدی کی حالت میں تھے ہم نے حدیث ابوداؤد سے نقل کیا کہ انھوں نے اُس دن ۶۰ منزل فرمایا تو صرف میل بھر یا اُس سے بھی کم چلنے کی دیر رہ گئی اگر پیادہ ہی چلئے تو اتنی دیر میں ہرگز وقت عشاء نہیں آتا تو حدیث سے مغرب کا وقت مغرب ہی میں پڑھنا پیدا تھا جسے صاف کایا پلٹ کردیا مکہ معظمہ اور اُس کے حوالی میں جن کا عرض مابین کا آٹھ ہے غروب شمس سے انحطاط ۱۸ تک ہر موسم میں ایک ساعت فلکیہ سے زیادہ وقت رہتا ہے اور پھر مدینہ طیبہ کی طرف جتنے بڑھیے وقت بڑھتا جائے گا کما لایخفی علی العارف بالہیأۃ (جیسا کہ علم ہیئت جاننے والے پر ظاہر ہے۔ ت) تو غروب سے گھنٹے بھر بعد بھی نماز مغرب وقت میں ممکن، آپ کے نزدیک جبکہ دو میل چلنے میں عشاء آجاتی ہے تو لازم کہ اتنی مسافت میں ایک گھنٹے سے زیادہ صرف ہونا واجب ہو، اور امام مالک مؤطا میں روایت فرماتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین عثمٰن غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ مدینہ طیبہ میں نماز جمعہ سے فارغ ہوکر سوار ہوئے اور موضع ملل میں عصر کے لیے اُترے

مالك عن عمرو بن یحیی المازنی عن ابن ابی سلیط ان عثمٰن بن عفان صلی الجمعۃ بالمدینۃ وصلی العصر بملل۔[1]

مالک، عمرو بن یحیٰی المازنی سے، وہ ابن سلیط سے راوی کہ عثمان ابن عفان نے جمعہ مدینہ میں پڑھا اور عصر ملل میں۔ (ت)

ملل مدینہ طیبہ سے سترہ میل ہے کما فی النہایۃ[2] (جیسا کہ نہایہ میں ہے۔ ت) لبعض نے کہا اٹھارہ میل

---

[1] مؤطا امام مالک وقوت الصلوٰۃ، وقت الجمعۃ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۶

[2] النہایۃ لابن اثیر المیم مع اللام لفظ ملل مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیہ ریاض ۴/۳۶۲

ف۔ معیار الحق

marfat.com

Marfat.com

اوھام (سچا ہے ، اس کے اوہام ہیں ت) کہا ہے۔

رابعاً : مغیرہ رجال سنن اربعہ سے ہے امام ابن معین و امام نسائی دونوں صاحبوں نے باآں تشدد شدید فرمایا : لیس بہ باس (اس میں کوئی بُرائی نہیں) زاد یحیٰی لہ حدیث واحد منکر (اس کی صرف ایک حدیث منکر ہے) لاجرم وکیع نے ثقہ ، ابوداؤد نے صالح ، ابن عدی نے عندی لا باس بہ[1] (میرے نزدیک اس میں کوئی نقص نہیں ہے ۔ ت) کہا تو اس کی حدیث حسن ہونے میں کلام نہیں اگرچہ درجہ صحاح پر بالغ نہ ہو جس کے سبب نسائی نے لیس بالقوی (اس درجے کا قوی نہیں ہے ۔ ت) ابو احمد حاکم نے لیس بالمتین عندھم[2] (اس درجے کا متین نہیں ہے ان کے نزدیک ۔ ت) کہا لا انہ لیس بقوی لیس بمتین و شتان ما بین العبارتین (نہ یہ کہ سرے سے قوی اور متین نہیں ہے ، ان دو عبارتوں میں بہت فرق ہے ۔ ت) حافظ نے ثقہ سے درجہ صدوق میں رکھا اس قسم کے رجال اسانید صحیحین میں صدہا ہیں ۔

لطیفہ ۱۰ : حدیث مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم مروی سنن ابی داؤد کے رد کو طرفہ تماشا کیا مسند ابی داؤد میں یوں تھا :

قال اخبرنی عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب عن ابیہ عن جدہ ان علیا کان اذا سافر الحدیث[3]

جس کا صاف صریح حاصل یہ تھا کہ عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی اپنے والد محمد سے راوی ہیں اور وہ ان کے دادا یعنی اپنے والد عمر سے کہ ان کے والد ماجد مولیٰ علی نے جمع صوری خود بھی کی اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

رباح بن ابی معروف ، ربیع بن انس ورمی بالتشیع ، ربیع بن یحیٰی ، ربیعہ بن عثمان ، زکریا بن یحیٰی بن عمر ، سعید بن زید بن درھم ، سعید بن عبدالرحمٰن جمحی ، شجاع بن الولید ، مسلمہ بن علقمہ ، مصعب بن المقدام ، معاویہ بن صالح ، معاویہ بن ھشام ، ھشام بن حجیر ، ھشام بن سعد ورمی بالتشیع اور ان کے سوا اور کہ سب صدوق لہ اوھام ہیں احمد بن ابی الطیب وغیرہ صدوق لہ اغلاط ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

---

[1] و [2] میزان الاعتدال ترجمہ مغیرہ بن زیاد موصلی ۸۷۰۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۴/۱۶۰

[3] سنن ابی داؤد باب جمع المسافر مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۷۳

marfat.com

Marfat.com

نے کہا: لیس بحجة (یونس قابلِ احتجاج نہیں) امام وکیع بن الجراح نے کہا: سیئ الحفظ (یونس کا حافظہ بُرا ہے) یوں ہی امام احمد نے ان کی کئی حدیثوں کو منکر بتایا کل ذلك فی المیزان[1] (یہ سب میزان میں ہے۔ت)

تنبیہ: یہ ہم نے آپ کا ظلم وتعصب ثابت کرنے کو آپ کی طرح کلام کیا ورنہ ہمارے نزدیک نہ تعلیق مطلقاً مردود نہ یونس ساقط نہ وہم وخطا جب تک فاحش نہ ہوں موجب رد نہ یہ حدیث بخاری اصلاً تمہارے موافق بلکہ صراحۃً ہمارے مؤید وباللہ التوفیق چند اوہام یا کچھ خطائیں محدث سے صادر ہونا نہ اُسے ضعیف کردیتا ہے نہ اُس کی حدیث کو مردود نہ وہ کتنے ہیں جو بالکل پاک صاف گزر گئے ہیں، یہ ہیں تمام محدثین کے امام الائمہ سفیٰن بن عیینہ جنہوں نے زہری سے روایت میں بیس سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں مجھ میں اور علی بن مدینی میں مذاکرہ ہُوا کہ زہری سے روایت میں ثابت تر کون ہے، علی نے کہا سفیٰن بن عیینہ، میں نے کہا امام مالک کہ ان کی خطا سفیٰن کی خطاؤں سے کم ہے قریب بیس حدیثوں کے ہیں جن میں سفیٰن نے خطا کی پھر میں نے اٹھارہ گِنا دیں اور اُن سے کہا آپ مالک کی خطائیں بتائیں وہ دو تین حدیثیں لائے پھر جو میں نے خیال کیا تو سفیٰن نے بیس سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی ہے[2] ذکرہ فی المیزان (اسے میزان میں ذکر کیا گیا ہے۔ت) باایں ہمہ امام سفیٰن کے ثقہ ثبت حجت ہونے پر علمائے اُمت کا اجماع ہے۔

لطیفہ ۹: مُلّا جی کی یہ ساری کارگزاریاں حیاداریاں حدیث صحیح عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے متعلق تھیں حدیث ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا مروی امام طحاوی ونیز امام احمد وابن ابی شیبہ استاذان بخاری ومسلم کے رَد کو پھر وہی معمولی شگوفہ چھوڑا[ف] کہ ایک راوی اس کا مغیرہ بن زیاد موصلی ہے اور یہ مجروح ہے کہ وہی تھا قالہ الحافظ فی التقریب۔

اقول اوّلاً: تقریب میں صدوق کہا تھا وہ صندوق میں رہا۔

ثانیاً: وہی اپنی وہی نزاکت کہ لہ اوہام کو وہمی کہنا سمجھ لیا۔

ثالثاً: وہی صحیحین سے پُرانی عداوت تقریب دُور نہیں دیکھئے تو کتنے رجالِ بخاری ومسلم کو یہی صدوق لہ

عہ صدوق یھم وصدوق ربما وھم کی بکثرت مثالیں اوپر گزر چکیں مگر باتباع لفظ خاص امثلہ سُنیئے احمد بن بشیر، حسن بن خلف، خالد بن یزید بن زیاد، (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] میزان الاعتدال حرف الیاء ۹۹۲۴ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۴/۴۸۴

[2] میزان الاعتدال ترجمہ سفیان بن عیینہ ۳۳۲۷ ۲/۱۷۰

ف معیار الحق ص

marfat.com

Marfat.com

حضور پرُنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی گنا حالانکہ اُن کا بھی مذہب وہی منع جمع ہے ان دونوں صحابی جلیل الشان کا یہ مذہب ہونا خود امام شافعی المذہب امام ابوالعزیز یوسف بن رافع اسدی حلبی شہیر بابن شداد متوفی ۶۳۱ھ نے کتاب دلائل الاحکام میں ذکر فرمایا،

کما فی عمدۃ القاری للامام البدر العینی عن التلویح شرح الجامع الصحیح للامام علاء الدین المغلطائی عن دلائل الاحکام لابن شداد۔

جیسے کہ امام بدرالدین عینی نے تلویح سے نقل کیا جو کہ امام علاء الدین المغلطائی کی کتاب الجامع الصحیح کی شرح ہے اور انہوں نے ابن شداد کی (کتاب) دلائل الاحکام سے نقل کیا ہے۔ (ت)

تو مراد وہی جمع صوری ہوگی جیسا کہ خود اُن کے فعل سے مروی ہوا کما تقدم فی الحدیث الرابع (جیسا کہ حدیث ۴ میں گزرا۔ ت)

(۴) **اقول** بہت زور شور سے جمع کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما گنے جاتے ہیں وسیأتی بعض روایاتہ فی الحدیث الاول والباقی فی الفصل الثالث ان شاء اللہ تعالیٰ (عنقریب حدیث اول کے تحت ان سے بعض مرویات کا ذکر آئیگا اور بقیہ کا ذکر فصل ثالث میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ت) حالانکہ وُہ خود فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مغرب وعشا کو سفر میں ایک بار کے سوا کبھی جمع نہ فرمایا کما سیأتی فی اٰخر الفصل الرابع ان شاء اللہ تعالیٰ (جیسا کہ چوتھی فصل کے آخر میں آرہا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ت) ظاہر ہے کہ وُہ بار حجۃ الوداع کی شب مزدلفہ تھی تو ضرور وہی جمع صوری منظور جیسا کہ اُن کی روایاتِ صحیحہ نے واضح کردیا جس کا بسط حدیث اول میں گزرا۔

(۵) **اقول** لطف یہ کہ ان عبداللہ بن عمر سے قصہ صفیہ بنت ابی عبید میں عشائین کا جمع جو مروی ہوا اُس کے جمع حقیقی ہونے پر بہت زور دیا جاتا ہے حالانکہ خود اُن کے صاحبزادے سالم کہ اُس شب بھی اُن کے ہمراہ تھے صراحۃً فرماچکے کہ حضرت عبداللہ نے مزدلفہ کے سوا کبھی جمع نہ کی جیسا کہ حدیث نسائی سے گزرا اور سالم کا اُس رات ساتھ ہونا وہیں حدیث بخاری سے ظاہر ہوچکا قلت لہ: الصلاۃ، قال: سِرْ[1]۔ الحدیث (میں نے ان سے نماز کے متعلق عرض کیا تو انہوں نے فرمایا: سفر جاری رکھو۔ الحدیث۔ ت) تو قطعاً یقیناً جمع صوری ہی مراد ہے لاجرم روایات مفسرہ نے تصریح فرمادی یہ نکتہ یاد رکھنے کا ہے کہ بعونہٖ تعالیٰ بہت سے خیالات مخالفین کا علاج کافی ہوگا۔

---

[1] صحیح البخاری باب یصلی المغرب ثلثا فی السفر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۴۸

marfat.com

Marfat.com

سے بھی روایت فرمائی۔

ابیہ اور جدہ دونوں ضمیریں عبداللہ کی طرف تھیں حضرت نے بزورِ زبان ایک ضمیر عبداللہ دوسری محمد کی طرف قرار دے کر یہ معنے ٹھہرائے کہ عبداللہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ محمد سے اور وہ محمد اپنے دادا علی سے۔

اور اب اس پر اعتراض جڑ دیا کہ محمد کو اپنے دادا علی سے ملاقات نہیں تو مرسل ہوئی اور مرسل حجت نہیں۔ قطع نظر اس سے کہ مرسل ہمارے اور جمہور ائمہ کے نزدیک حجت ہے ایمان سے کہنا کہ ان ڈھٹائیوں سے صحیح و ثابت حدیثوں کو رَد کرنا کون سی دیانت ہے، میں کہتا ہوں آپ نے ناحق اتنی محنت بھی کی اور حدیث متصل کو صرف مرسل بنایا حیا و دیانت کی ایک ادنیٰ جھلک میں بھی باطل و موضوع ہوئی جاتی تھی اور بات بھی مدلل ہوتی کہ ضمیر اقرب کی طرف پھرتی ہے اور ابیہ سے اقرب ابوطالب اور جدہ سے اقرب ابیہ تو معنی یوں کیے ہوتے کہ عبداللہ نے روایت کی ابوطالب کے باپ حضرت عبدالمطلب سے اور عبدالمطلب نے اپنے دادا عبدمناف سے کہ مولا علی نے جمع صوری کی اب ارسال بھی دیکھئے کتنا بڑھ گیا کہ مولا علی کے پرپوتے مولا علی کے دادا سے روایت کریں اور حدیث صراحۃً موضوع بھی ہوگئی کہ کہاں عبدالمطلب و عبدمناف اور کہاں مولیٰ علی سے روایت حدیث مفید احناف ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مسلمانو! دیکھا یہ عمل بالحدیث کا جھوٹا دعوٰی کرنے والے جب صحیح حدیثوں کے رد کرنے پر آتے ہیں تو ایسی ایسی بددیانتیوں بے غیرتیوں بیباکیوں چالاکیوں سے صحیح بخاری کو بھی پس پشت ڈال کر ایک ہانک بولتے ہیں کہ سب واہیات اور مردود ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

افادہ ثانیہ: احادیث و طرق پر نظرِ انصاف فرمایئے تو ارادۂ جمع صوری پر متعدد قرائن پایئے مثلاً:

(۱) یہ کہ احادیث جمع بین الصلاتین کے راویوں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کما سیأتی فی الحدیث التاسع من الافادۃ الرابعۃ (جیسا کہ افادۂ رابعہ کی نویں حدیث میں آرہا ہے۔ت) حالانکہ یہی عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے عرفات و مزدلفہ کے سوا کبھی نہ دیکھا کہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو نمازیں جمع فرمائی ہوں کما سیأتی تحقیقہ فی الفصل الرابع ان شاء اللہ تعالیٰ (اس کی تحقیق اِن شاء اللہ تعالیٰ چوتھی فصل میں آئے گی۔ت) تو ضرور ہے کہ روایت جمع سے جمع صوری مراد ہو۔

(۲) **اقول** خود حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی جمع کرنا مروی ہوا حالانکہ ان کا مذہب معلوم کہ جمع حقیقی کو مناسک حج کے سوا ناجائز جانتے۔

(۳) **اقول** مُلّاجی نے اُن پندرہ صحابیوں میں جن کی نسبت دعوٰی کیا کہ انھوں نے جمع بین الصلاتین

ف معیار [illegible]

marfat.com

Marfat.com

تم پر آسانی چاہتا ہے تنگی نہیں چاہتا۔ ت) تو ہر وقت کے اول و آخر شرعی کا پہچاننا خواص و عوام سب کو آسان خصوصاً سفر میں جہاں اُفق سامنے اور صاف میدان جو نہ سیکھے یا توجہ نہ کرے الزام اُس پر ہے نہ شرع مطہر پر، ہاں فصل مشترک حقیقی کہ آنِ واحد وجزء لایتجزی ہے اُس کا علم بے طرق مخصوصۂ انبیاء و اولیاء عامۂ بشر کی طاقت سے وراء ہے مگر نہ اس کے ادراک کی تکلیف نہ اس پر جمع صوری کی توقیف۔

ثانیاً اقول اول و آخر کا پہچاننا تو شاید تم بھی فرض جانتے ہو کہ تقدیم و تاخیر بے عذر بالاجماع مبطل وحرام ہے کیا اللہ عزوجل نے امر محال کی تکلیف دی لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا[1] (اللہ تعالٰی کسی کو اس بات کا حکم نہیں دیتا جو اس کی طاقت میں نہ ہو۔ ت) فافہم۔

ثالثاً اقول تحقیق تام یہ ہے کہ اوقات متصلہ میں عامہ کے لیے پانچ حالتیں ہیں: وقتِ اوّل پر یقین، اُس پر ظن، دونوں میں شک، آخر کا ظن، اُس کا یقین، فقہیات میں ظن ملتحق بیقین ہے اور یقین شک سے زائل نہیں ہوتا تو بین الوقتین حکماً بھی اصلاً فاصل نہیں مسئلۂ تسحر و مسئلۂ صلاۃ الفجر فی آخر الوقت وغیرہما میں تصریحاتِ علما دیکھیے۔

رابعاً اقول کس نے کہا کہ جمع صوری میں وصل حقیقی بے فصل آنی لازم ہے حدیث مذکور ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما بروایت صحیح بخاری وحدیث امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم بروایت ابی داود دیکھیے مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رحمت پر نثار حضور نے عوام ہی کے ارشاد کو یہ طرز ملحوظ رکھی کہ مغرب آخر شفق میں پڑھ کر قدرے انتظار فرمایا پھر عشا پڑھی یا بین الصلاتین کھانا ملاحظہ فرمایا اور لطف الٰہی یہ کہ تمام احادیث جمع میں اگر منقول ہے تو حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فعل۔ اُس کے ساتھ اُمت کو بھی ارشاد کہ جسے ضرورت ہو ایسا ہی کرلے اسی حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما میں ہے جس میں بروایت صحیح بخاری ثابت کہ دو نمازوں کے بیچ میں قدرے انتظار فرمایا تو آپ کے جہل کا خود رخصت عطا فرمانے والے رؤف رحیم خبیر علیم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لحاظ کرلیا تھا مگر افسوس کہ اب بھی آپ کو شکایت اور رحمت کا نام معاذ اللہ مصیبت ہے ہر عاقل جانتا ہے کہ مسافر کو بار بار اُترنے چڑھنے وضو نماز کا جُدا جُدا سامان کرنے سے یہ بہت آسان ہے کہ ایک بار اُتر کر دفعۃً دونوں نمازوں سے فارغ ہو لے اول قریب آخر پڑھے اور ایک لطیف انتظار کے بعد آخر اپنے اول میں اس کا انکار صریح مکابرہ ہے ہاں یہ کہیے کہ وقت گزار کر پڑھنے کی اجازت ملے تو اور آسانی ہے۔

---

[1] القرآن ۲/ ۲۸۶

marfat.com

Marfat.com

(۶) رواۃ جمع میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما بھی ہیں کما یأتی فی الحدیث الثامن (جیساکہ دوسری حدیث میں آرہا ہے۔ت) اور ان کی حدیث إن شاء اللہ آخر رسالہ میں آئے گی کہ دوسری نماز کا وقت آنے سے پہلی فوت ہوجاتی ہے۔

(۷) یُوں ہی حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ راوی جمع ہیں کما یجیئ فی الحدیث الخامس (جیساکہ پانچویں حدیث میں آئے گا۔ت) اور ان کی حدیث بھی بمشیۃ اللہ تعالٰی آنے والی ہے کہ نماز میں تفریط یہ ہے کہ دُوسری کا وقت آنے تک پہلی کی تاخیر کرے افادھذین الامام الطحاوی فی شرح معانی الاٰثار (یہ دونوں فائدے امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں بیان کئے۔ت)

افادۂ ثالثہ: اب کہ ملاجی نے پیٹ بھر کر رَدِ احادیث سے فراغت پائی عقل پر عنایت کی باری آئی فرماتے ہیں: ف

جمع صوری سفر میں از راہ عقل کے بھی واہی ہے کہ جمع رخصت ہے اور جمع صوری مصیبت کہ آخر جز اور اوّل جز نماز کا پہچاننا اکثر خواص کو نہیں ممکن چہ جائے عوام۔

اقول ملاجی بیچارے جو شامتِ ایام سے مقابلۂ شیرانِ حنفیہ میں آ پھنسے وُہ چوکڑی بھُولے ہیں کہ اپنی اجتہادی آزادی بھی یاد نہیں یا تو وہ جوش تھے کہ ابوحنیفہ وشافعی کی تقلید حرام بدعت شرک یا اب جابجا ایک ایک مقلد مالکی شافعی کے ٹھیٹ مقلد بنے ہیں رطب یابس جہاں جو کچھ کلام کسی مقلد کا مل جاتا ہے اگرچہ کیسا ہی پوچ اور ضعیف ہو اللہ بسم اللہ کہہ کر اُسے آنکھوں سے لگاتے سر پر رکھتے بے سمجھے بُوجھے ایمان لے آتے ہیں یہ اعتراض بھی حضرت نے بعض مالکیہ وشافعیہ کی تقلید جامد کے صدقہ میں پایا ہے مگر شوخ چشمی یہ کہ علمائے حنفیہ جو طرح طرح اس کی دھجیاں اُڑا چکے اُن سے ایک کان گونگا ایک بہرا کرلیا اور پھر اسی رَدشدہ بات باطل و بے ثبات کو پیش کردیا بہادری تو جب تھی کہ اُن قاہر جوابوں کے جواب دیتے پھر واہی تباہی جو چاہتے فرمالیتے خیر اب بعض جوابات مع تازہ افاضات لیجئے وباللہ التوفیق۔

اوّلاً اللہ عزوجل نے نماز خواص وعوام سب پر یکساں فرض کی اور اُس کے لیے اوقات مقرر فرمائے اور اُن کے لیے اول وآخر بنائے اور ان پر واضح و عام فہم نشان بنائے کہ اُن کا ادراک ہر خاص و عام کو آسان ہوجائے ہمارے دین میں کوئی تنگی نہ رکھی اور ہم پر کسی طرح دشواری نہ چاہی ما جعل علیکم فی الدین من حرج۔ یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[1] (اس نے دین کے معاملہ میں تم پر تنگی نہیں فرمائی، اللہ تعالٰی

---

[1] القرآن ۲/۱۸۵ ف معیار الحق ص ۴۰۱

marfat.com

Marfat.com

وفی اخری له وللترمذی بطریق حبیب ابن ابی ثابت عن سعید بن جبیر عن ابن عباس، قال، جمع رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بین الظهر والعصر، وبین المغرب والعشاء بالمدینة فی غیر خوف ولا مطر[1]۔

مسلم نے ایک اور روایت میں اور ترمذی نے بواسطہ حبیب ابن ابی ثابت، سعید ابن جبیر سے روایت کی ہے کہ ابن عباس نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بغیر کسی خوف اور بارش کے مدینہ میں ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو جمع کیا۔ (ت)

وللطحاوی عن صالح مولی التوأمه عن ابن عباس، فی غیر سفر ولا مطر[2]۔

اور طحاوی نے صالح مولی التوأمہ کے واسطے سے ابن عباس کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں " بغیر سفر اور بارش کے "۔ (ت)

وفی لفظ للنسائی اخبرنا قتیبة ثنا سفیٰن عن عمرو عن جابر بن زید عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال، صلیت مع النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بالمدینة، ثمانیا جمیعا وسبعا جمیعا، اخر الظهر وعجل العصر، واخر المغرب وعجل العشاء[3]۔

اور نسائی کے الفاظ یوں ہیں، خبر دی ہمیں قتیبہ نے کہ حدیث بیان کی ہم سے سفیٰن نے عمرو سے اس نے جابر سے کہ ابن عباس نے فرمایا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں اکٹھی آٹھ رکعتیں بھی پڑھی ہیں اور سات رکعتیں بھی، آپ نے ظہر کو مؤخر کیا تھا اور عصر میں جلدی کی تھی اسی طرح مغرب کو مؤخر کیا تھا اور عشاء میں جلدی کی تھی۔ (ت)

وفی لفظ له عن عمرو بن هرم عن جابر بن زید عن ابن عباس انه صلی بالبصرة، الاولیٰ والعصر، لیس بینهما شیئ، والمغرب والعشاء، لیس بینهما شیئ، فعل ذلك من شغل۔

نسائی کی اور روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ عمرو ابن ہرم، جابر ابن زید سے راوی ہیں کہ ابن عباس نے بصرہ میں ظہر و عصر کو اکٹھا پڑھا، ان کے درمیان کوئی شئے حائل نہ تھی، اور مغرب و عشاء کو اکٹھا پڑھا ان کے درمیان کوئی شئی حائل نہ تھی۔ اسی طرح

---

[1] جامع الترمذی باب ما جاء فی الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ امین کمپنی اردو بازار دہلی ۱/۲۶

[2] شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلوٰتین کیف ہو مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۱

[3] سنن النسائی کتاب المواقیت مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۶۹

marfat.com

Marfat.com

اوّل دن ٹال کر گھر پہنچ کر اکٹھی پڑھ لینے کی رخصت ہو تو اور آسانی ہے اور بالکل معاف ہو جائے تو پُوری چھٹی! رخصت میں آسانی درکار ہے پُوری آسانی کس نے مانی!

خامساً احمد بخاری مسلم ابوداؤد نسائی طحاوی وغیرہم بطریق عمرو بن دینار عن جابر بن زید حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

وھذا لفظ مسلم، قال، صلیت مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثمانیا جمیعا وسبعا جمیعا، قلت، یا ابا الشعثاء اظنہ اخر الظھر وعجل العصر، و اخر المغرب وعجل العشاء، قال: وانا اظن ذلک[1]

اور یہ الفاظ مسلم کے ہیں، کہا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ اکٹھی آٹھ رکعتیں بھی پڑھی ہیں اور اکٹھی سات رکعتیں بھی۔ اس حدیث کا راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا "اے ابوالشعثاء! میرا خیال ہے کہ انھوں نے ظہر وعصر کو اور مغرب وعشاء کو اکٹھا پڑھا ہوگا۔" ابوالشعثاء نے کہا کہ میرا بھی یہی خیال ہے"۔ (ت)

مالک احمد مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی طحاوی وغیرہم اُسی جناب سے بطرق شتّی والفاظ عدیدہ راوی:

وھذا حدیث مسلم بطریق زھیرنا ابوالزبیر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال صلی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الظھر والعصر جمیعا بالمدینۃ فی غیر خوف ولا سفر، قال ابوالزبیر: فسألت سعیدا لم فعل ذلک؟ فقال، سألت ابن عباس کما سألتنی، فقال، اراد ان لا یحرج احد من امتہ[2]۔

اور یہ حدیث مسلم کی بواسطہ ابوالزبیر ہے کہ ہم سے بیان کیا سعید ابن جبیر نے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بغیر کسی خوف اور سفر کے مدینہ میں ظہر اور عصر اکٹھی پڑھیں، ابوالزبیر نے کہا کہ میں نے سعید سے پُوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کیوں کیا؟ تو انھوں نے کہا کہ جس طرح تم نے مجھ سے پوچھا ہے اسی طرح میں نے ابن عباس سے پُوچھا تھا تو انھوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ چاہتے تھے کہ آپ کی اُمت پر کوئی تنگی نہ ہو۔ (ت)

---

[1] الصحیح لمسلم جواز الجمع بین الصلوٰتین فی السفر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۴۶
[2] " " " " " " " " ۱/۲۴۶

marfat.com
Marfat.com

بے عذر جمع وقتی ملاجی بھی حرام جانتے ہیں، حدیثِ مسلم انما التفریط علی من لم یصل الصلاۃ حتی یجیئ وقت الصلاۃ الاخری[1] (گناہ اس پر ہے جو نماز نہ پڑھے یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت ہو جائے۔ ت) کے جواب میں کیا فرمائیں گے یہ حدیث اُسی شخص کے حق میں ہے کہ بلا عذر نماز میں تاخیر کرے۔ حدیث امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان الجمع بین الصلاتین فی وقت واحد کبیرۃ من الکبائر[2] (ایک وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنا کبائر میں سے ایک کبیرہ گناہ ہے۔ ت) کے جواب میں کہہ چکے ہیں منع کرنا عمر کا جمع بین الصلاتین سے حالتِ اقامت میں بلا عذر تھا جیسا کہ شاہد ہے اس تاویل پر اتفاق جمہور صحابہ ومن بعدہم کا اوپر عدم جواز بلا عذر کے، تو اس حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں جمع فعلی مراد لینے سے چارہ نہیں اور خود ملاجی نے امام ابن حجر شافعی اور اُن کے توسط سے امام قرطبی وامام الحرمین وابن الماجشون وابن سید الناس وغیرہم سے یہاں ارادۂ جمع فعلی کی تقویت وترجیح نقل کی معہذا قطع نظر اس سے کہ روایت صحیحین میں حضرت ابن عباس کے تلامذہ وراویانِ حدیث جابر بن زید وعمرو بن دینار نے ظناً حدیث کا یہی محمل مانا قال ابن سید الناس، وراوی الحدیث ادری بالمراد من غیرہ (ابن سید الناس نے کہا ہے کہ حدیث کا راوی، دوسرے شخص کی نسبت حدیث کی مراد سے زیادہ آگاہ ہوتا ہے۔ ت) روایت نسائی میں خود ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس جمع کے جمع فعلی ہونے کی تصریح فرمادی کہ ظہر ومغرب میں دیر کی اور عصر وعشاء میں جلدی یہ خاص جمع صوری ہے اب کسی کو محل سخن نہ رہا تھا تمہارے امام شوکانی غیر مقلد نے نیل الاوطار میں کہا،

مما یدل علی تعین حمل حدیث الباب علی الجمع الصوری، ما اخرجہ النسائی عن ابن عباس (وذکر لفظہ قال) فھذا ابن عباس، راوی حدیث الباب، قد صرح بان ما رواہ من الجمع المذکور ھو الجمع الصوری[3]۔

جو چیزیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اس باب سے متعلق حدیث کا جمع صوری پر حمل کرنا متعین ہے، ان میں سے ایک وہ روایت ہے جو نسائی نے ابن عباس سے نقل کی ہے (اس کے بعد شوکانی نے مذکورہ روایت بیان کی ہے اور کہا ہے) یہ ابن عباس، جو اس موضوع سے متعلق حدیث کے (اولین) راوی ہیں خود تصریح کر رہے ہیں کہ انہوں نے جمع بین الصلاتین کی جو روایت بیان کی ہے اس سے مراد جمع صوری ہے۔ ت)

---

[1] الصحیح لمسلم باب قضاء الصلوٰۃ الفائتۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۳۹

[2] موطا امام محمد باب الجمع بین الصلوٰتین فی السفر والمطر مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۲۹

[3] نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار باب جمع المقیم لمطر وغیرہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳/۲۱۲

ف معیار الحق صہ ۳۸۱ ... معیار الحق

marfat.com

Marfat.com

وللنسائي عن ابن عباس انه صلى مع رسول الله صلى الله تعالٰی علیہ وسلم بالمدينة الاولى والعصر، ثمان سجدات ليس بينهما شيئ[1]

انہوں نے ایک مصروفیت کی وجہ سے کیا تھا، ابن عباس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ بھی ظہر وعصر اکٹھی پڑھی تھیں یہ آٹھ رکعتیں تھیں اور ان دو کے درمیان اور کوئی شے نہ تھی۔

ولمسلم بطريق الزبير بن الخرّيت عن عبد الله بن شقيق ان التاخير كان لاجل خطبة خطبها[2]

مسلم نے زبیر ابن خرّیت کے واسطہ سے عبداللہ ابن شقیق سے روایت کی کہ یہ تاخیر ایک خطبہ دینے کی وجہ سے ہوئی تھی۔

وله بطريق عمران بن حُدَير عن عبد الله المذكور عن ابن عباس، فی القصة، قال: كنا نجمع بين الصلاتين على عهد رسول الله صلى الله تعالٰی علیہ وسلم[3]

اور مسلم نے بطریقہ عمران ابن حدیر، عبداللہ ابن شقیق سے روایت کی ہے کہ ابن عباس نے مذکور واقعے میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانے میں ہم دو نمازوں کو جمع کیا کرتے تھے۔

وللطحاوی من هذا الوجه، قد كان النبی صلى الله تعالٰی علیہ وسلم ربما جمع بينهما بالمدينة[4]

اور طحاوی اسی سند سے ناقل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بارہا دو نمازوں کو مدینہ میں اکٹھا پڑھا۔ (ت)

ان روایاتِ صحاح سے واضح کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایسی حالت میں کہ نہ خوف تھا نہ سفر نہ مرض نہ مطر محض بلاعذر خاص مدینہ طیبہ میں ظہر وعصر اور مغرب وعشا بجماعت جمع فرمائیں سفر وخطر ومطر کی نفی تو خود احادیث میں مذکور اور مرض بلکہ ہر عذر ملجی کی نفی سوق بیان سے صاف مستفاد معہذا جب نمازیں جماعت سے تھیں تو سب کا مریض ومعذور ہونا مستبعد پھر راوی حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کا اسی بناء پر صرف طول خطبہ کے سبب تاخیر مغرب واستناد بجمع مذکور انتفائے اعذار پر صریح دلیل حالانکہ مقیم کے لیے

---

[1] سنن النسائی کتاب المواقیت مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/ ۶۹

[2] صحیح لمسلم جواز الجمع بین الصلوٰتین فی السفر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۴۶

[3] " " " " "

[4] شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلوٰتین الخ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۱۱

marfat.com

Marfat.com

قال لان لاتحرج امته ، ان جمع رجل[1]

علیہ وسلم نے اس طرح کیوں کیا تھا؟ تو انھوں نے جواب دیا تاکہ امت پر تنگی نہ ہو، اگر کوئی شخص جمع کرلے۔ (ت)

ابن جریر اسی جناب سے بایں لفظ راوی،

خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، فکان یؤخر الظہر ویعجل العصر فیجمع بینہما، ویؤخر المغرب ویعجل العشاء فیجمع بینہما۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر جلوہ فرما ہوئے تو آپ ظہر میں تاخیر کرکے اور عصر میں تعجیل کرکے دونوں کو جمع کرلیتے تھے، اسی طرح مغرب میں تاخیر اور عشاء میں تعجیل کرکے دونوں کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے۔ (ت)

نیز ابن جریر کی دوسری روایت میں اسی جناب سے یوں ہے:

اذا بادر احدکم الحاجۃ فشاء ان یؤخر المغرب ویعجل العشاء ثم یصلیہما جمیعا فعل[2]

اگر تم میں سے کسی کو کسی ضرورت کی بنا پر جلدی ہو اور وہ چاہے کہ مغرب کو مؤخر کرکے اور عشاء میں جلدی کرکے دونوں کو یکجا پڑھ لے، تو ایسا کرلے۔ (ت)

ان حدیثوں سے بھی ظاہر کہ جمع صوری میں بیشک آسانی ورحمت اور وقت حاجت عام لوگوں کو اس کی اجازت۔

تاسعاً: عبدالرزاق صفوان بن سلیم سے راوی قال جمع عمر بن الخطاب بین الظہر والعصر فی یوم مطیر[3] یعنی امیر المؤمنین فاروق اعظم نے مینہ کے سبب ظہر وعصر جمع کی۔

اقول ظاہر ہے کہ امیر المؤمنین کے نزدیک جمع وقتی حرام وگناہِ کبیرہ ہے جس کا بیان ان شاء اللہ المنان فصل چہارم میں آتا ہے لاجرم جمع صوری فرمائی۔

عاشراً: طبرانی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی،

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یجمع بین المغرب والعشاء، یؤخر ھذہ فی اٰخر وقتہا ویعجل ھذہ فی اول

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مغرب و عشاء کو جمع فرماتے، مغرب کو اس کے آخر وقت میں پڑھتے اور عشاء کو اس کے اول

---

[1] مصنف ابی بکر عبدالرزاق حدیث ۴۴۳۷ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۵۵۶/۲
[2] کنز العمال الاکمال من صلوٰۃ المسافر حدیث ۲۲۷۸۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت ۲۵۰/۸
[3] کنز العمال " " " ۲۰۱۹۰ " " ۲۴۷/۷
[4] المصنف لعبدالرزاق باب جمع بین الصلوتین فی الحضر حدیث ۴۴۴۰ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۵۵۶/۲

marfat.com

Marfat.com

شوکانی نے اس ارادہ کے اور چند مؤیدات بھی بیان کیے اور انکار جمع صوری اور آپ کے زعم باطل مصیبت کی اپنی بساط بھر خوب خوب خبریں لی ہیں جی میں آئے تو ملاحظہ کر لیجئے بالجملہ شک نہیں کہ حدیث میں مراد صوری ہے اب اسی حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تصریح موجود ہے کہ یہ جمع حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنظر رحمت و آسانیٔ اُمت کی تھی، مُلّاجی! اب اپنی مصیبت کی خبریں کہئے۔

سادساً : عجب تر یہ کہ یہی صاحب جنہوں نے جمع صوری کو باعثِ مشقت و منافی رخصت مانا خود اسی حدیث ابن عباس کو جمع صوری سے تاویل کر گئے کما افاد الامام الزیلعی وغیرہ (جیسا کہ امام زیلعی وغیرہ نے اس کا افادہ کیا ہے۔ت) یہ صریح منافقت ہے۔

اقول مُلّاجی تو تقلید جامد کا جامہ پہنے بیٹھے ہیں اس تناقض میں بھی تقلید کر گئے حدیث طبرانی مفید جمع صوری کہ عنقریب آتی ہے حضرت اس کے جواب میں اُن کی بولتے ہیں کہ اس میں کیفیت اُس جمع کی ہے جو حالتِ قیام میں بلا عذر آنحضرت ﷺ[1] نے جمع کی تھی جیسا کہ روایت میں ابن عباس کی ہے کہ آنحضرت ﷺ[2] نے حالت قیام میں مدینہ میں جمع صوری کی تھی۔ ملّاجی! ذرا آنکھ ملا کر بات کیجئے اب وہ مصیبت رحمت و رافت کیونکر ہوگئی۔

سابعاً : حدیث حمنہ بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا مروی احمد و ابوداؤد و ترمذی جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زنان مستحاضہ کے لیے جمع صوری پسند فرمائی ہے[3] ملّاجی کو وہاں بھی یہی عذر معمولی پیش آیا کہ وہ مقیم تھی پس مقیم پر مسافر کی نماز کو قیاس مع الفارق ہے۔

اقول مُلّاجی جمع صوری تو عوام کیا اکثر خواص کو بھی نہ صرف دشوار بلکہ ناممکن تھی وہ بھی سفر کے کھلے میدانوں میں، اب کیا دُنیا پلٹی کہ پردہ نشین زنان ﷺ ناقصات العقل کے لیے گھر کی چار دیواریوں میں ممکن ہوگئی۔

ثامناً : عبدالرزاق مصنف میں بطریق عمرو بن شعیب راوی :

قال قال عبد الله : جمع لنا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، مقیما غیر مسافر، بین الظهر والعصر، والمغرب، والعشاء، فقال رجل لابن عمر : لم تری النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فعل ذلك ؟

اس نے کہا کہ عبداللہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے لیے دُو نمازوں کو جمع کیا جبکہ آپ مقیم تھے، مسافر نہ تھے۔ یعنی ظہر و عصر کو اور مغرب و عشاء کو۔ ایک آدمی نے ابن عمر سے پُوچھا کہ آپ کے خیال میں رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] و [2] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ (م)

[3] یعنی یہ حکم اب بھی ہر مستحاضہ کے لیے ہے تو ثابت ہوا کہ پردہ نشین زنان ناقصات العقل کو جمع صوری میسر ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ [illegible] الحق صہ ۴۸

marfat.com

Marfat.com

عن بقية[1] وعثمٰن[2]، كلهم عن شعيب بن ابي حمزة۔ ومسلم عن ابن[3] وهب عن يونس[4]۔ والبخاري عن علي[5] بن المديني، ومسلم عن يحيٰى[6] بن يحيٰى وقتيبة[7] بن سعيد وابي[8] بكر بن ابي شيبة وعمرو[9] الناقد، والدارمي عن محمد[10] بن يوسف، والنسائي عن محمد[11] بن منصور، والطحاوي عن الحماني[12]، ثمانيتهم عن سفيٰن بن عيينة، ثلثتهم اعني شعيبا ويونس وسفين عن الزهري عن سالم، ومسلم عن يحيٰى[13] بن يحيٰى، والنسائي عن قتيبة[14]، والطحاوي عن ابن وهب[15]، كلهم عن مالك، والنسائي بطريق عبد الرزاق ثنا معمر عن موسٰى[16] بن عقبة، والطحاوي عن ليث[17]، والبيهقي في الخلافيات من طريق يزيد بن هارون عن يحيٰى[18] بن سعيد، اربعتهم عن نافع، كلاهما عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما۔

عثمان سے، یہ سب (ابو الیمان، بقیہ، عثمان) شعیب ابن ابی حمزہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور مسلم ابن وہب سے، وہ یونس سے روایت کرتے ہیں۔ اور بخاری، علی ابن مدینی سے۔ اور مسلم، یحیٰی ابن یحیٰی، قتیبہ ابن سعید، ابوبکر ابن ابی شیبہ اور عمرو الناقد سے۔ اور دارمی، محمد ابن یوسف سے۔ اور نسائی، محمد ابن منصور سے۔ اور طحاوی، حمانی سے۔ یہ آٹھوں (یعنی علی، یحیٰی، قتیبہ، ابوبکر، عمرو، ابن یوسف، ابن منصور، حمانی) سفیان ابن عیینہ سے روایت کرتے ہیں۔ پھر تینوں (سلسلوں کے تین آخری راوی) یعنی شعیب، یونس اور سفیان، زہری کے واسطے سے سالم سے راوی ہیں۔ اور مسلم، یحیٰی ابن یحیٰی سے۔ اور نسائی، قتیبہ سے۔ اور طحاوی، ابن وہب سے۔ یہ تینوں مالک سے روایت کرتے ہیں۔ اور نسائی، بطریقہ عبد الرزاق، وہ معمر سے، وہ موسیٰ ابن عقبہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور طحاوی لیث سے روایت کرتے ہیں۔ اور بیہقی خلافیات میں بطریقہ یزید ابن ہارون، یحیٰی ابن سعید سے روایت کرتے ہیں۔ یہ چاروں (آخری راوی یعنی مالک، موسیٰ، لیث، یحیٰی) نافع سے راوی ہیں۔ (سالم اور نافع) دونوں عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث بیان کرتے ہیں۔ (ت)

حدیث معلق بخاری

ووصله البيهقي عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما، كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يجمع بين صلاة الظهر والعصر اذا كان على ظهر سير،

بیہقی نے اس کو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موصولاً ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب چلنے والے ہوتے تھے تو ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کر لیتے تھے۔ اسی طرح مغرب وعشاء بھی جمع کر لیتے تھے۔

marfat.com

Marfat.com

وقتہا[1] وقت میں۔ (م)

یہ وہی حدیث طبرانی ہے جس میں جمع صوری ملا جی ابھی ابھی مان چکے ہیں اس کی نسبت باقی کلام کاؤ دان شاء اللہ العزیز آئندہ آتا ہے غرض شاباش ہے تمہارے جگرے کو کہ صحیح حدیثوں کے رد و ابطال میں کوئی دقیقہ مغالطۂ جاہلین و مکابرۂ عالمین و تقلید مقلدین کا اٹھا نہ رکھو اور پھر عمل بالحدیث کی شیشی کو ٹھیس تک نہ لگنے ع

چوں وضوئے محکم بی بی تمیز

افادۂ رابعہ: الحمد للہ جب کہ احادیث جمع صوری کی صحت مہر نیم روز ماہ نیم ماہ کی طرح روشن ہوگئی تو اب جس قدر حدیثوں میں مطلق جمع بین الصلاتین وارد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ظہر و عصر یا مغرب و عشاء کو جمع فرمایا عصر و عشا سے ملانے کو ظہر و مغرب میں تاخیر فرمائی وامثال ذلک کسی میں مخالف کے لیے اصلاً حجت نہ رہی سب اسی جمع صوری پر محمول ہوں گی اور استدلال مخالف احتمال موافق سے مطرود و مخذول مثل حدیث بخاری و مسلم و دارمی و نسائی و طحاوی و بیہقی بطریق سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم و مسلم و مالک و نسائی و طحاوی بطریق نافع

عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما، کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یجمع بین المغرب والعشاء اذا جد بہ السیر[2]۔ وفی لفظ مسلم والنسائی من طریق سالم، رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا اعجلہ السیر فی السفر یؤخر صلاۃ المغرب حتی یجمع بینہا و بین صلاۃ العشاء[3]۔

ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو جب چلنے میں تیزی ہوتی تھی تو آپ مغرب و عشاء کو جمع کرتے تھے۔ اور مسلم کی ایک روایت اور نسائی کی بطریقہ سالم روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ کو سفر کے دوران چلنے میں جلدی ہوتی تو مغرب کی نماز کو اتنا مؤخر کر دیتے تھے کہ عشا کے ساتھ ملا لیتے تھے۔ (ت)

یہ معنی مجمل بروایات سالم و نافع مستفیض ہیں۔

فرواہ البخاری عن ابی الیمان، والنسائی

چنانچہ بخاری ابوالیمان سے، نسائی بقیہ اور

---

[1] المعجم الکبیر للطبرانی عن عبد اللہ ابن مسعود حدیث ۹۸۸۰ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۰/۴۷

[2] شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلاتین الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۱

[3] الصحیح لمسلم باب جواز الجمع بین الصلاتین فی السفر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۴۵

marfat.com

Marfat.com

وحدیث مالک وشافعی ودارمی ومسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ وطحاوی مطولاً ومختصراً

عن عامر بن واثلة ابی الطفیل عن معاذ بن جبل رضی الله تعالیٰ عنهم قال، جمع رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی غزوة تبوك بین الظهر والعصر وبین المغرب والعشاء، قال، فقلت، ما حمله علی ذلك؟ قال، فقال: اراد ان لا یحرج امته[1]

هذا لفظ مسلم فی الصلاة، ومثله للطحاوی، وعند الترمذی صدره فقط، وهو احد لفظی الطحاوی ولمالك ومن طریقه عند مسلم فی الفضائل، خرجنا مع رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم عام غزوة تبوك، فکان یجمع الصلاة، فصلی الظهر والعصر جمیعا، والمغرب والعشاء جمیعا حتی اذا کان یوما اخر الصلاة، ثم خرج فصلی الظهر والعصر جمیعا، ثم دخل، ثم خرج بعد ذلك، فصلی المغرب والعشاء جمیعا[2]، الحدیث بطوله، وهو بهذا القدر من دون زیادة عند الباقین۔

عامر ابن واثلہ ابوالطفیل، معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک میں ظہر وعصر اور مغرب عشا کو جمع کیا تھا۔ واثلہ نے کہا کہ میں نے پوچھا "اس کی وجہ کیا تھی؟" تو معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ آپ یہ چاہتے تھے کہ آپ کی اُمت کو کوئی تنگی نہ ہو۔ (ت)

یہ مسلم کے الفاظ ہیں کتاب الصلوٰۃ میں، اور طحاوی نے بھی یونہی روایت کی ہے۔ ترمذی میں صرف اس کا ابتدائی حصّہ ہے اور طحاوی کی ایک روایت بھی صرف ابتدائی حصّے پر مشتمل ہے۔ مالک کے ہاں، اور انہی کے طریقے سے مسلم کے ہاں روایت ہے کہ غزوۂ تبوک کے سال ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے تو آپ نمازوں کو جمع کیا کرتے تھے، چنانچہ آپ نے ظہر وعصر کو ملا کر پڑھا اور مغرب وعشا کو ملا کر پڑھا حتّٰی کہ ایک روز آپ نے نماز کو مؤخر کیا، پھر تشریف لائے تو ظہر وعصر کو ملا کر پڑھا۔ پھر اندر تشریف لے گئے پھر باہر جلوہ افروز ہوئے اور مغرب وعشاء کو ملا کر پڑھا۔ مالک اور مسلم نے اس حدیث کو آخر تک پوری طوالت سے ذکر کیا ہے۔ مگر دیگر محدثین کے ہاں اسی قدر ہے۔ اس سے زائد نہیں ہے۔ (ت)

وحدیث مالک مرسلاً ومسنداً

من طریق داود بن الحصین عن الاعرج

بطریقہ داؤد ابن حصین، اعرج سے، وہ ابوہریرہ

---

[1] الصحیح لمسلم باب جواز الجمع بین الصلوتین فی السفر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۴۶

[2] الصحیح لمسلم باب فی معجزات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من کتاب الفضائل مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۴۶

marfat.com

Marfat.com

ویجمع بین المغرب والعشاء[۱]۔ وھو عند مسلم و آخرین بذکر غزوۃ تبوک، ولابن ماجۃ من طریق ابرٰھیم بن اسمٰعیل عن عبدالکریم عن مجاھد وسعید بن جبیر وعطاء بن ابی رباح وطاؤس، اخبروہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما انہ اخبرھم ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یجمع بین المغرب والعشاء فی السفر من غیر ان یعجلہ شیئ ولا یطلبہ عدو ولا یخاف شیئا[۲]۔ **قلت**: ابرٰھیم ھذا، ھو ابن اسمٰعیل بن مجمع الانصاری، ضعیف۔ وعبدالکریم، ان لم یکن ابن مالک الجزری، فابن ابی المخارق، وھو اضعف واضعف۔ والمعروف حدیثہ فی الجمع بالمدینۃ۔ رواہ الشیخان وجماعۃ، کما قدمناہ بطرقھا والفاظھا عما قریب۔

یہ روایت مسلم اور دیگر محدثین کے نزدیک غزوہ تبوک کے تذکرے سے متعلق ہے۔ اور ابن ماجہ بطریقہ ابراہیم بن اسمٰعیل راوی ہیں کہ عبدالکریم کو مجاہد، سعید ابن جبیر، عطاء ابن ابی رباح اور طاؤس نے خبر دی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو بتایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سفر میں مغرب و عشاء جمع کر لیتے تھے حالانکہ نہ آپ کو جلدی ہوتی تھی نہ دشمن تعاقب میں ہوتا تھا اور نہ کسی اور چیز کا خوف ہوتا تھا۔ **قلت** (میں نے کہا)، یہ وہی ابن اسمٰعیل ابن مجمع انصاری ہے جو ضعیف ہے۔ اور عبدالکریم اگر ابن مالک جزری نہیں ہے، تو ابن ابی المخارق ہوگا اور وہ بہت ضعیف اور بہت ہی ضعیف ہے۔ ابن عباس کی جو حدیث معروف ہے وہ مدینہ میں جمع کرنے کی ہے (نہ کہ سفر میں) اس کو بخاری، مسلم اور محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے، جیسا کہ تھوڑا ہی پہلے ہم اس کے تمام طریقے اور الفاظ بیان کر آئے ہیں۔ (ت)

وحدیث بخاری تعلیقاً ووصلاً وطحاوی وصلاً

عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یجمع بین ھاتین الصلاتین فی السفر، یعنی المغرب والعشاء[۳]۔

انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان دو نمازوں کو سفر میں جمع کرتے تھے، یعنی مغرب اور عشاء کو۔ (ت)

---

[۱] صحیح البخاری باب الجمع فی السفر بین المغرب والعشاء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۴۹

[۲] سنن ابن ماجہ باب الجمع بین الصلوٰتین الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۶

[۳] شرح معانی الآثار " " " " " " " " " " ۱/۱۱۱

marfat.com

Marfat.com

وسلم اذا جد به السیر جمع بین الظھر و العصر، والمغرب والعشاء، قال الترمذی، سألت محمدا، یعنی البخاری عن ھذا الحدیث، فقال، الصحیح، ھو موقوف عن اسامة بن زید[1]۔

وسلم کو جب چلنے میں جلدی ہوتی تھی تو ظہر و عصر اور مغرب و عشا کو جمع کرتے تھے۔ ترمذی نے کہا کہ میں نے محمد، یعنی بخاری سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ اسامہ ابن زید پر موقوف ہے۔ (ت)

وحدیث:

احمد بطریق ابن لھیعة عن ابن الزبیر قال، سألت جابرا رضی اللہ تعالٰی عنہ، ھل جمع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بین المغرب والعشاء؟ قال، نعم، عام غزونا بنی المصطلق[2]۔

احمد بطریقہ ابن لہیعہ، ابوالزبیر سے راوی ہیں کہ میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی مغرب و عشاء کو جمع کیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، جس سال ہم غزوۂ بنی مصطلق کے لیے گئے تھے"۔ (ت)

وحدیث ابن ابی شیبہ وابوجعفر طحاوی

اما الاول فبطریق ابن ابی لیلٰی عن ھذیل، و اما الاٰخر فعن ابی قیس الاودی عن ھذیل بن شرجیل عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جمع، ولفظ الاٰخر کان یجمع، بین الصلاتین فی السفر[3]۔

پہلے (یعنی ابن ابی شیبہ) بطریقہ ابن ابی لیلٰی، ہذیل سے، اور دوسرے (یعنی طحاوی) ابوقیس اودی سے، وہ ہذیل ابن شرجیل سے، وہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سفر کے دوران جمع کیا — طحاوی کے الفاظ یہ ہیں: "جمع کیا کرتے تھے دو نمازوں کو سفر کے دوران"

وللطبرانی فی معجمیہ الکبیر و الاوسط عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال؛ جمع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

اور طبرانی نے اپنی دونوں معجموں یعنی کبیر اور اوسط میں عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ظہر و عصر

---

[1] عمدة القاری شرح بخاری باب الجمع فی السفر بین المغرب والعشاء مطبوعہ ادارة الطباعة المنیریہ بیروت ۷/ ۹
نوٹ: یہ حوالہ مجھے ترمذی کی کتاب العلل میں نہیں مل سکا اور بڑی کوشش سے عمدة القاری سے ملا ہے۔ نذیر احمد سعید
[2] مسند احمد بن حنبل از مسند جابر بن عبد اللہ مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۳/ ۴۸
[3] مصنف ابن ابی شیبہ من قال یجمع المسافر بین الصلاتین مطبوعہ ادارة القرآن کراچی ۲/ ۱۸

marfat.com

Marfat.com

عن ابی هریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یجمع بین الظہر والعصر فی سفرہ الی تبوک[1]۔

رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سفر تبوک کے دوران ظہر وعصر کو جمع کیا کرتے تھے۔ (ت)

ھکذا روی عن یحیٰی مسندا، وھو عند محمد وجمہور رواۃ الموطا عن عبدالرحمٰن بن ہرمز مرسلا۔ وعبدالرحمٰن، ھو الاعرج۔

یہ حدیث یحیٰی سے بھی اسی طرح مسنداً مروی ہے، مگر محمد اور مؤطا کے اکثر راوی اس کو عبدالرحمٰن ابن ہرمز سے مرسلاً روایت کرتے ہیں، اور عبدالرحمٰن، وہی اعرج ہے۔

وھو عند البزار عن عطاء بن یسار عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یجمع بین الصلاتین فی السفر[2]۔

اور بزار کے ہاں عطاء ابن یسار ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سفر میں دو نمازوں کو جمع کرتے تھے۔ (ت)

وحدیث:

احمد وابن ابی شیبۃ بطریق حجاج ابن ارطاۃ، مختلف فیہ، عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ وھو عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما قال: جمع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بین الصلاتین فی غزوہ بنی المصطلق[3]۔

احمد اور ابن ابی شیبہ بطریقہ حجاج ابن ارطاۃ، جو مختلف فیہ ہے، عمرو ابن شعیب سے، وہ اپنے باپ سے، وہ اس کے دادا سے، یعنی عبداللہ ابن عمرو ابن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غزوۂ بنی مصطلق میں دو نمازوں کو جمع کیا۔ (ت)

وحدیث ترمذی فی کتاب العلل

حدثنا ابوالسائب عن الجریری عن ابی عثمٰن عن اسامۃ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما قال، کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ

حدیث بیان کی ہم سے ابوالسائب نے جریری سے، اس نے ابوعثمان سے، اس نے اسامہ ابن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ

---

[1] مؤطا امام مالک الجمع بین الصلوتین الخ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۲۴-۱۲۵

[2] کشف الاستار عن زوائد البزار باب الجمع بین الصلوتین مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۳۳۰

[3] المصنف لابن ابی شیبہ " " " مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۴۵۸

marfat.com

Marfat.com

اسی کو اختیار کرتے ہیں اور جمع کے معنی جمع صوری ہیں۔ ملّاجی تو ایک ہوشیاران احادیث اور ان کے امثال کو محتمل و بے سُود سمجھ کر خود بھی زبان پر نہ لائے اور اغوائے عوام کے لیے یُوں گول درپردہ کہہ گئے کہ جمع بین الصلاتین فی سفر صحیح اور ثابت ہے رسول اللہ[1] سے بروایت جماعت عظیمہ کے صحابہ کبار سے۔ پھر پندرہ[15] صحابہ کرام کے اسمائے طیبہ گنا کر خود ہی کہا لاکن مجموعہ روایات میں بعض ایسی ہیں کہ اُن میں فقط جمع کرنا رسول اللہ[2] کا دو نمازوں کو بیان کیا ہے کیفیت جمع کی بیان نہیں کی پس حنفی لوگ اُن حدیثوں میں یہ تاویل کرتے ہیں کہ مراد اس سے جمع صوری ہے اسی لیے وُہ حدیثیں جن میں تاویل کو مخالف کی دخل نہیں ذکر کرتے ہیں تو منصفین با فہم اُن حدیثوں مجمل الکیفیۃ کو بھی انھیں احادیث مبینۃ الکیفیۃ پر محمول سمجھیں اھ ملخصاً۔

اقول بالفرض اگر جمع صوری ثابت نہ ہوتی تاہم محتمل تھی اور احتمال قاطع استدلال نہ کہ جب آفتاب کی طرح روشن دلیلوں سے جمع صوری کا احادیث صحیحہ سے ثبوت ظاہر تو اب براہِ تلبیس پندرہ[15] صحابہ کی روایت سے اپنے مطلب کا ثبوت صحیح بتانا اور جابجا عوام کو دہشت دلانے کے لیے کہیں چودہ کہیں پندرہ سُنانا کیا مقتضائے مُلّائیت ہے اب تو مُلّاجی کی تحریر خود اُن پر بازگشتی تیر ہوئی کہ جب احادیث صحیحہ صریحہ سے جمع صوری ثابت تو منصفین با فہم اُن حدیثوں مجمل الکیفیۃ کو بھی انھیں احادیث مبینۃ الکیفیۃ پر محمول سمجھیں، رہے وُہ صحابہ جن کی روایات اپنے زعم میں صریح سمجھ کر لائے اور نص مفسر نا قابل تاویل کہتے ناظرین نقاد کا خوف نہ لائے وہ صرف چار ہیں دو جمع تقدیم دو جمع تاخیر میں، اُن روایات کا حال بھی عنقریب اِن شاء اللہ القریب المجیب کھلا جاتا ہے اُس وقت ظاہر ہوگا کہ دعوٰی کر دینا آسان ہے مگر ثبوت دیتے تین ہاتھ پیراتا ہے وللہ الحجۃ السامیہ۔

فصل دوم ابطال دلائل جمع تقدیم

واضح ہو کہ جمع تقدیم غایت درجہ ضعف و سقوط میں ہے حتّٰی کہ بہت علمائے شافعیہ و مالکیہ تک معترف ہیں کہ اُس کے باب میں کوئی حدیث صحیح نہ ہُوئی مگر مُلّاجی اپنی مُلّائیت کے بھروسے بیڑا اٹھا کر چلے ہیں کہ اُسے احادیث صحیحہ صریحہ مفسرہ قاطعہ سے ثابت کر دکھائیں گے ؎

چلا تو ہے وہ بت سیمتن شب وعدہ
اگر حجاب نہ روکے حیا نہ یاد آئے

جمع تقدیم و تاخیر دونوں کی نسبت حضرت کے یہی دعوے ہیں، ابھی سُن چکے کہ وہ حدیثیں جن میں تاویل کو مخالف کی دخل نہیں

---

[1] صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ و بارک وسلم ۱۲ منہ
[2] (رضی اللہ عنہ) معیار الحق ص ۳۶۶

marfat.com

Marfat.com

بین الظہر والعصر، والمغرب والعشاء، فقیل لہ فی ذلک، فقال، صنعت ذلک لئلا تحرج امتی۔[1]

اور مغرب وعشاء کو جمع کیا تو آپ سے اس بارے میں پوچھا گیا، آپ نے جواب دیا کہ میں نے اس طرح اس لیے کیا ہے تاکہ میری اُمت پر کوئی تنگی نہ ہو۔ (ت)

وحدیث[۱۰]

طبرانی فی المعجم الاوسط عن عطاء عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یجمع بین الصلاتین فی السفر۔[2]

طبرانی معجم اوسط میں ابونضرہ سے، وہ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سفر میں دو نمازوں کو جمع کیا کرتے تھے۔ (ت)

وحدیث[۱۱] مرسل وبلاغ مالک

انہ بلغہ عن علی بن حسین، ھو ابن علی رضی اللہ تعالٰی عنھم انہ کان یقول: کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا اراد ان یسیر یومہ، جمع بین الظہر والعصر، واذا اراد ان یسیر لیلہ، جمع بین المغرب والعشاء۔[3]

مالک کو علی ابن حسین ابن علی رضی اللہ عنہم سے یہ بات پہنچی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب دن کو سفر کرنا چاہتے تھے تو ظہر وعصر کو جمع کرلیتے تھے اور جب رات کو سفر کرنا چاہتے تھے تو مغرب وعشاء کو جمع کرلیتے تھے۔ (ت)

ولہذا سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ مؤطا شریف میں حدیث پنجم روایت کرکے فرماتے ہیں:

بھذا ناخذ، والجمع بین الصلاتین ان تؤخر الاولٰی منھما فتصلی فی اٰخر وقتھا، وتعجل الثانیۃ فتصلی فی اول وقتھا۔[4]

ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور جمع بین الصلاتین کا طریقہ یہ ہے کہ پہلی کو مؤخر کرکے آخر وقت میں پڑھا جائے اور دوسری کو جلدی کرکے اول وقت میں۔ (ت)

یعنی جو اس حدیث میں آیا کہ سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سفر تبوک میں ظہر وعصر جمع فرماتے ہم

---

[1] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۱۰۵۲۵ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۰/۲۶۹
[2] معجم اوسط حدیث نمبر ۵۵۵۸ مکتبۃ المعارف ریاض ۶/۲۶۲
[3] مؤطا امام مالک جمع بین الصلاتین " میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۲۶
[4] مؤطا امام محمد باب الجمع بین الصلاتین فی السفر والمطر مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۱۳۱

marfat.com
Marfat.com

عجل العشاء فصلاها مع المغرب[1] - رواہ احمد وابوداود والترمذی وابن حبان والحاکم والدارقطنی والبیہقی - زاد الترمذی بعد قولہ : اذا ارتحل بعد زیغ الشمس ، عجل العصر الی الظہر وصلی الظہر والعصر جمیعا . الحدیث[2] - یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غزوۂ تبوک میں جب سورج ڈھلنے سے پہلے کُوچ فرماتے تو ظہر میں دیر کرتے یہاں تک کہ اُسے عصر سے ملاتے تو دونوں کو ساتھ پڑھتے اور جب دوپہر کے بعد کُوچ فرماتے تو عصر میں تعجیل کرتے اور ظہر وعصر ساتھ پڑھتے پھر چلتے اور جب مغرب سے پہلے کُوچ کرتے مغرب میں تاخیر فرماتے یہاں تک کہ عشا کے ساتھ پڑھتے اور مغرب کے بعد کُوچ فرماتے تو عشا میں تعجیل کرتے اُسے مغرب کے ساتھ پڑھتے - امام ترمذی فرماتے ہیں یہ غریب ہے معروف روایت ابی ہریرہ ہے

حیث قال : حدیث اللیث عن یزید بن ابی حبیب عن ابی الطفیل عن معاذ ، حدیث غریب ، والمعروف عند اهل العلم حدیث معاذ من حدیث ابی الزبیر عن ابی الطفیل عن معاذ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جمع فی غزوۃ تبوک بین الظہر والعصر ، وبین المغرب والعشاء - رواہ قرۃ بن خالد وسفیٰن الثوری ومالک وغیر واحد عن ابی الزبیر المکی[3]۔

چنانچہ ترمذی نے کہا کہ وُہ حدیث جو لیث نے یزید ابن ابی حبیب سے ، اس نے ابوالطفیل سے ، اس نے معاذ سے روایت کی ہے ، وہ غریب ہے اور اہلِ علم کے نزدیک معروف معاذ کی وُہ حدیث ہے جو ابوالزبیر نے بواسطہ ابوالطفیل معاذ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کو جمع کیا - اس کو قرۃ ابن خالد ، سفیان ثوری ، مالک اور دوسروں نے ابوالزبیر مکی سے روایت کیا ہے - (ت)

پھر ائمۂ شان مثل ابوداود و ترمذی و ابوسعید بن یونس فرماتے ہیں اسے سوا قتیبہ بن سعید کے کسی نے روایت نہ کیا یہاں تک کہ بعض ائمہ نے اُس پر غلط ہونے کا حکم فرمایا[4] کما نقلہ الامام البدر فی العمدۃ والشوکانی الظاہری فی شرح المنتقی عن الحافظ ابن سعید بن یونس (جیسا کہ امام بدر نے عمدۃ میں اور شوکانی الظاہری نے شرح منتقی میں حافظ ابن سعید بن یونس سے نقل کیا - ت) امام ابوداود نے

---

[1] سنن ابی داود باب الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱/۱۷۲

[2] جامع الترمذی باب ماجاء فی الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱/۷۲

[3] " " " "

[4] نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار ابواب الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳/۲۴۳

marfat.com

Marfat.com

پھر جد ذکر احادیث فرمایا یہ ہیں دلائل ہمارے جواز جمع پر جن میں کسی طرح عذر اور تاویل اور جرح اور قدح کو دخل نہیں۔ آخر کتاب میں فرمایا، نصوص قاطعہ تاویل۔ اس سے اوپر لکھا، احادیث صحاح جو جمع بین الصلاتین پر قطعاً اور یقیناً دلالت کرتی ہیں۔ بہت اچھا ہم بھی مشتاق ہیں مگر بے حاصل سے

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اِک قطرۂ خوں نہ نکلا

حضرت بکمال عرق ریزی دو حدیثیں تلاش کر کے لائے وہ بھی ثمرۂ نظر شریف نہیں بلکہ مقلدین شافعیہ کی تقلید جامد ہے۔

حدیث اوّل بعض طرق حدیث سیدنا معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس جناب سے روایت صحیحہ معروفہ مشہورہ مرویۂ کبار ائمہ تو وہ تھی جو ان احادیث مجملہ سے حدیث چہارم میں گزری جس میں سوا جمع کے کوئی کیفیت مخصوصہ مذکور نہ تھی جماہیر ائمہ وحفاظ نے اسے یوں ہی روایت کیا۔

رواہ عن ابی الزبیر عن ابی الطفیل عن معاذ جماعة من الحفاظ، منھم سفین الثوری وقرة بن خالد ومالك بن انس وآخرون، اما سفین فعند ابن ماجة، واما قرة فعنه خالد بن الحارث عند مسلم، وعبد الرحمٰن بن مھدی عند الطحاوی، واما مالك فعنه الشافعی فی مسندہ، وابن وھب عند الطحاوی، وابو القاسم عند النسائی، وابو علی الحنفی عند الدارمی، وعن الدارمی مسلم فی صحیحه۔

اس حدیث کو ابو الزبیر سے، اس نے ابو الطفیل سے، اس نے معاذ رضی اللہ عنہ سے، حفاظ کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے، جن میں سفیان ثوری، قرۃ ابن خالد، مالک بن انس اور دیگر محدثین شامل ہیں۔ سفیان ثوری کی روایت ابن ماجہ کے ہاں ہے۔ قرۃ ابن خالد سے خالد ابن حارث نے جو روایت کی ہے وہ مسلم میں ہے، اور جو عبد الرحمان ابن مہدی نے لی ہے وہ طحاوی میں ہے۔ مالک سے جو روایت شافعی نے لی ہے وہ ان کے مسند میں ہے۔ جو ابن وہب نے لی ہے وہ طحاوی کے ہاں ہے۔ جو ابو القاسم نے لی ہے وہ نسائی کے پاس ہے۔ جو ابو علی حنفی نے لی ہے وہ دارمی کے ہاں ہے اور دارمی سے مسلم نے اپنی صحیح میں ذکر کی ہے۔ (ت)

یہی اہل علم کے نزدیک معروف ہے مگر ایک روایت غریبہ شاذہ بطریق لیث بن سعد عن یزید بن ابی حبیب عن ابی الطفیل یوں آئی: ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم کان فی غزوة تبوك، اذا ارتحل قبل ان تزیغ الشمس اخر الظھر حتی یجمعھا الی العصر فیصلیھما جمیعا، واذا ارتحل بعد زیغ الشمس صلی الظھر والعصر جمیعا ثم سار، وکان اذا ارتحل بعد المغرب

ف۱ معیار الحق مطبع ... ص ۴۰۳

marfat.com
Marfat.com

كما تقدم، ومن يشبه اباءه فما ظلم
ثم اقول: وتحسين الترمذی يرجع
الی حديث معاذ، لقوله: حديث معاذ
حديث حسن غريب۔ واذا اتی علی هذه
الرواية لم يحسنه، انما قال: وحديث
الليث عن يزيد غريب۔ وافاد انه خلاف
المعروف، فقال: والمعروف عند اهل
العلم حديث معاذ[1]۔ الخ واما ابن حبان فلا
نعلم له فضلا علی ابی سعيد بن يونس،
فانه ايضا ثقة، ثبت، حافظ، امام
من ائمة الشان، كلاهما من الاقران، من
تلامذة الامام النسائی ابی عبد الرحمٰن۔ و
ابن يونس، لنزاهته من نفس فلسفی،
احب الی الناس من ابن حبان۔ وقد
قال الامام ابو عمرو بن الصلاح فی طبقات
الشافعية: ربما غلط الغلط الفاحش
فی تصرفاته[2]، كما نقله الذهبی فی تذكرة
الحفاظ۔ فانی يدانی اباداود، فضلا ان
يوازيه، فضلا ان يباريه۔ فضلا عن
ذالك الجبل الجليل محمد بن اسمعيل۔
وقد عرف بالتساهل فی باب التصحيح،
بل والتحسين، هو والترمذی: كما نص

جیسا کہ گزرا اور جو شخص اپنے آباؤ سے مشابہت رکھے
اس کا کوئی قصور نہیں۔ **ثم اقول** پھر میں کہتا ہوں،
کہ ترمذی کا حسن قرار دینا حدیث معاذ سے متعلق ہے
کیونکہ ترمذی نے کہا ہے کہ معاذ کی حدیث حسن غریب ہے
اور جب اس روایت کا ذکر کیا اسے حسن نہیں کہا صرف یہ
کہا کہ لیث کی یزید سے مروی حدیث غریب ہے۔ ترمذی
نے یہ افادہ بھی کیا کہ یہ معروف حدیث کے خلاف ہے۔
چنانچہ ترمذی نے کہا ہے کہ اہل علم کے نزدیک معروف،
معاذ کی وہ حدیث ہے الخ رہا ابن حبان تو اسکی سعید ابن یونس
پر کوئی برتری ہمارے علم میں نہیں ہے کیونکہ سعید بھی ثقہ ہے
ثبت ہے، حافظ ہے اور حدیث کے اماموں میں سے ایک
امام ہے دونوں ہم زمان ہیں اور امام ابو عبد الرحمن نسائی
کے شاگردوں میں سے ہیں۔ تاہم ابن یونس فلسفی روح سے پاک
ہونے کی وجہ سے لوگوں کے ہاں ابن حبان سے زیادہ
پسندیدہ ہے۔ امام ابو عمرو ابن صلاح نے طبقات الشافعیہ
میں کہا ہے کہ ابن حبان کو تصرفات حدیث کے دوران
بسا اوقات شدید غلطی لگ جاتی تھی، جیسا کہ ذہبی نے
تذکرۃ الحفاظ میں بیان کیا ہے۔ تو پھر ابن حبان ابو داؤد
کے قریب بھی کہاں پہنچ سکتا ہے، چہ جائیکہ اس کا
ہمسر ہو، چہ جائیکہ اس کے مقابل ہو۔ اور علم کے
عظیم پہاڑ محمد بن اسمٰعیل (بخاری) کا مقام تو پھر بہت
ہی اونچا ہے، جبکہ ابن حبان احادیث کو صحیح قرار دینے
میں متساہل ہے۔ بلکہ حسن قرار دینے میں بھی یہ اور ترمذی

---

[1] جامع الترمذی باب ما جاء فی الجمع بین الصلاتین مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱/۲۷
[2] تذکرۃ الحفاظ فی ترجمۃ ابن حبان مطبوعہ حیدر آباد دکن ۳/۱۲۶

marfat.com

Marfat.com

منکر کما فی البدر المنیر و عنہ فی النیل (جیسا کہ بدر منیر میں ہے اور اس سے نیل الاوطار نے نقل کیا ہے) بلکہ رئیس الناقدین امام بخاری نے اشارہ فرمایا کہ یہ حدیث نہ لیث نے روایت کی نہ قتیبہ نے لیث سے سنی بلکہ خالد بن قاسم مدائنی متروک بالاجماع مطعون بالکذب نے قتیبہ کو دھوکا دے کر اُن سے روایت کرا دی اُس کی عادت تھی کہ براہِ مکر و حیلہ شیوخ پر اُن کی ناشنیدہ روایتیں داخل کر دیتا لاجرم حاکم نے علوم الحدیث میں اُس کے موضوع ہونے کی تصریح کی یہ سب باتیں علمائے حنفیہ مثل امام زیلعی شارح کنز و امام بدر عینی شارح صحیح بخاری و علامہ ابراہیم حلبی شارح غنیہ کے سوا شافعیہ و مالکیہ و ظاہریہ قائلان جمع بین الصلاتین مثل امام قسطلانی شافعی شارح بخاری و علامہ زرقانی مالکی شارح موطا و مواہب و شوکانی ظاہری شارح منتقی وغیرہم نے امام ابن یونس و امام ابو داؤد و ابو عبد اللہ حاکم و امام المحدثین بخاری سے نقل کیں بلکہ انھیں نے اور ان کے غیر مثل صاحب بدر منیر وغیرہ نے امام ابو داؤد سے حکم مطلق نقل کیا کہ جو مضمون اس روایت کا ہے اس باب میں اصلاً کوئی حدیث قابلِ استناد نہیں کما سیأتی ان شاء اللہ تعالیٰ (جیسا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آئیگا - ت) تو باوصف تصریحات ائمہ شان خصوصاً بخاری کے پھر ملا جی کا اس روایت کی تصحیح میں عرق ریزی بے حاصل اور توثیق لیث و قتیبہ وغیرہما رواۃ و قبول تفرد ثقہ کے اثبات میں تطویل لاطائل کرنا کیسی جہالتِ فاحشہ ہے کس نے کہا تھا کہ قتیبہ یا لیث یا یزید بن ابی حبیب یا معاذ اللہ حضرت ابو الطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضعیف ہیں، ملا جی بایں پیرانہ سالی و دعوے محدثی ابھی حدیث معلول ہی کو نہیں جانتے کہ اُس کے لیے کچھ ضعفِ راوی ضرور نہیں بلکہ باوصف وثاقت و عدالت رواۃ حدیث میں علت قادحہ ہوتی ہے کہ اُس کا رَد واجب کرتی ہے جسے بخاری و ابو داؤد وغیرہما سے ناقدین پہچانتے ہیں بخاری و ابو سعید و حاکم نے بھی تو قتیبہ پر جرح نہ کی تھی بلکہ یہ کہا تھا کہ انھیں دھوکا دیا گیا غلط میں پڑگئے پھر اس سے عدالتِ قتیبہ کو کیا نقصان پہنچا وثاقتِ قتیبہ سے حدیث کو کیا نفع ملا، ہاں یہ دفترِ توثیق اپنے پیشوا ابن حزم غیر مقلد لامذہب کو سنائیے جس خبیث اللسان نے آپ کی اس روایت کے رَد میں سیدنا ابو الطفیل صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عیاذاً باللہ مقدوح و مجروح بتایا جسے دوسرے غیر مقلد شوکانی نے نقل کیا[1]، غیر مقلدوں کی عادت ہے کہ جب حدیث کے رَد پر آتے ہیں خوفِ خدا و شرمِ دنیا سب بالائے طاق رکھ جاتے ہیں۔ اسی ابن حزم نے باجے حلال کرنے کے لیے صحیح بخاری شریف کی صحیح و متصل حدیث کو بزعم تعلیق رَد کیا جس کا بیان امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح صحیح مسلم شریف میں فرمایا وہی ڈھنگ موصول کو معلق مسند کو مرسل بنا کر احادیث صحیحہ جیدہ کو رَد کرنے کے لیے آپ نے سیکھے ہیں،

---

[1] نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار ابواب الجمع بین الصلوتین مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳/۲۴۳

marfat.com

Marfat.com

راوی حدیث الباب، قد صرح بان ما رواہ من الجمع المذکور ھو الجمع الصوری[1]۔

جو حدیث کے راوی ہیں خود ہی واضح کر رہے ہیں کہ انہوں نے جمع کی جو روایت بیان کی ہے اس سے مراد جمع صوری ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

ومن المؤیدات للحمل علی الجمع الصوری ایضا، ما اخرجہ ابن جریر عن ابن عمرؓ قال، خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، فکان یؤخر الظھر و یعجل العصر فیجمع بینھما، ویؤخر المغرب و یعجل العشاء فیجمع بینھما۔ وھذا ھو الجمع الصوری[2]۔

جمع صوری پر حمل کرنے کی مؤیدات میں سے وہ روایت بھی ہے جو ابن جریر نے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمارے پاس باہر تشریف لائے توظہر کو مؤخر کرتے تھے اور عصر کو جلدی، اس طرح دونوں کو یکجا پڑھ لیتے تھے۔ اسی کو جمع صوری کہتے ہیں۔ (ت)

معہذا ظہر و مغرب کا جب وقت کھو دینا ٹھہرا تو عصر و عشا میں جلدی کاہے کی، اطمینان سے منزل پر پہنچ کر دونوں پڑھ لی جاتیں، ہاں جمع صوری اُن کی تعجیل ہی سے ممکن، تو حدیث اُسی طرف ناظر، بالجملہ شک نہیں کہ یہ روایت بھی اُنھیں احادیث مجملۃ الکیفیۃ سے ہے جسے مُلّاجی نے خواہی نخواہی جمع حقیقی میں نص مفسر ناقابل تاویل مان لیا الحمدللہ اس تحریر کے بعد مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے مطالعہ نے ظاہر کیا کہ مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے حدیث کی یہی تفسیر کی جو فقیر نے تقریر کی، فرماتے ہیں:

(جمع بین الظھر والعصر) ای فی المنزل، بان اخر الظھر الی اٰخر وقتہ وعجل العصر فی اول وقتہ۔

(ظہر و عصر کو جمع کیا) یعنی قیام گاہ میں، ظہر کو آخر وقت تک مؤخر کیا اور عصر کو تعجیل کرکے اول وقت میں پڑھا۔ (ت)

پھر فرمایا:

(جمع بین المغرب والعشاء) ای فی المنزل، کما سبق[3]

(مغرب و عشاء کو جمع کیا) یعنی جائے قیام میں، جیسا کہ پہلے گزرا۔ (ت)

---

[1] و [2] نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار باب الجمع المقیم لمطر وغیرہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳/ ۲۴۶
[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب صلوۃ السفر مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/ ۲۲۵

marfat.com

Marfat.com

علیہ الائمة وحققناه فی رسالتنا مدارج طبقات الحدیث علی ان الجرح مقدم فی مثل المقام، فان من اثبت فانما نظر الی ثقة الرواة، ولم یطلع علی ما اطلع علیہ غیرہ من العلة، ومن یعلم قاض علی من لا یعلم۔ واللہ اعلم، من کل اعلم۔

متساہل ہیں، جیسا کہ ائمہ نے تصریح کی ہے اور ہم نے اپنے رسالے "مدارج طبقات الحدیث" میں تحقیق کی ہے۔ علاوہ ازیں ایسے مقام پر جرح، تعدیل سے مقدم ہوتی ہے کیونکہ جو علماء، حدیث کو ثابت قرار دیتے ہیں وہ صرف راویوں کا ثقہ ہونا مدنظر رکھتے ہیں اور اس خامی سے آگاہ نہیں ہوتے ہیں جس سے دوسرے واقف ہوتے ہیں اور آگاہی رکھنے والے، آگاہی نہ رکھنے والوں کی نسبت فیصلہ کن ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم من کل اعلم۔ (ت)

ثم اقول اس روایت میں اسی طرح مقال واقع ہوئی اور ہنوز کلام علما طویل ہے مگر فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ کہتا ہے نظر تحقیق کو رخصت تدقیق دیجئے تو اس روایت کا کون سا حرف جمع حقیقی میں نص ہے اُس کا حاصل تو صرف اس قدر کہ حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سفر تبوک میں ظہر وعصر کو جمع فرماتے اگر دوپہر سے پہلے کُوچ ہوتا تو راہ میں اُتر کر ورنہ منزل ہی پر پہلی صورت میں جمع بعد سیر ہوتی ہے اور دوسری میں سیر بعد جمع پھر اس میں جمع صوری کا خلاف کیا ہوا حدیث کا کون سا لفظ حقیقی کی تعیین کر رہا ہے اذا ارتحل بعد ان یزیغ الشمس میں خواہی نخواہی بعدیت متصلہ پر کیا دلیل ہے بلکہ اس کے عدم پر دلیل قائم کر جو اصلی ثم سار ہے بلکہ الفاظ اخر الظہر وعجل العصر سے جمع صوری ظاہر ہے ظہر دیر کرکے پڑھی عصر جلد پڑھی اس سے یہی معنی مفہوم متبادر ہوتے ہیں کہ ظہر اپنے آخر وقت میں عصر اپنے شروع وقت میں نہ یہ کہ ظہر عصر میں پڑھی جائے یا عصر ظہر میں۔ لہٰذا علمائے کرام مثل امام اجل طحاوی وابو الفتح ابن سید الناس وغیرہما بلکہ ان کے علاوہ آپ کے امام شوکانی نے بھی ان الفاظ تاخیر وتعجیل کو جمع صوری کی صریح دلیل مانا، شرح منتقی میں کہا،

ممایدل علی تعین حمل حدیث الباب علی الجمع الصوری، ما اخرجه النسائی عن ابن عباس، بلفظ، صلیت مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الظہر والعصر جمیعا، والمغرب والعشاء جمیعا، اخر الظہر وعجل العصر، واخر المغرب وعجل العشاء۔ فهذا ابن عباس

جن وجوہات کی بنا پر اس باب کی حدیث کو جمع صوری پر حمل کرنا متعین ہو جاتا ہے ان میں سے ایک وجہ وہ روایت ہے جس کی نسائی نے ابن عباس سے ان الفاظ میں تخریج کی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر وعصر کو اکٹھا پڑھا اور مغرب وعشا کو بھی اکٹھا پڑھا۔ آپ نے ظہر میں تاخیر اور عصر میں تعجیل فرمائی، اسی طرح مغرب میں تاخیر اور عشا میں تعجیل فرمائی تو یہ ابن عباس

marfat.com
Marfat.com

اول فا کو ترتیب ذکری کافی، مسلم الثبوت میں ہے:

الفاء للترتیب علی سبیل التعقیب ولو فی الذکر[1] فا ترتیب کے لیے بطور تعقیب ہے خواہ یہ ترتیب ذکر میں ہو۔ (ت)

ثانی عدم مہلت ہر جگہ اُس کے لائق ہوتی ہے کما فی فواتح الرحموت[2] (جیسا کہ فواتح الرحموت میں ہے۔ ت) تزوج فولد لہ میں کون کہے گا کہ نکاح کرتے ہی اُسی آن میں بچہ پیدا ہوا تو جیسے وہاں تقریباً ایک سال کا فاصلہ منافی مقتضائے فا نہیں، ظہر و عصر میں دو ساعت کا فاصلہ کیوں منافی ہوگا۔

ثالث ہاجرہ ظرف خروج ہے ممکن کہ خروج آخر ہاجرہ میں ہو کر وضو و نماز ظہر تک تمام ہوجائے اور نماز عصر بلامہلت اُس کے بعد ہو، ہاجرہ کچھ دوپہر ہی کو نہیں کہتے زوال سے عصر تک سارے وقت ظہر کو بھی شامل ہے کمافی القاموس۔ تو مخالفت ظاہر کا ادعا بھی محض باطل۔

رابع حدیث مروی بالمعنے ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب نے تصریح کی کہ ایسی حدیث کے فا و واو وغیرہا سے استدلال صحیح نہیں کما فی الحجۃ البالغۃ۔ یہ تلخیص و تہذیب اجوبہ ہے وقد ترکنا مثلہا فی العدد (اور ہم نے اتنے ہی جوابات ترک کر دئے ہیں۔ ت) **وانا اقول وبحول اللہ اصول۔**

خامس ہاجرہ کو ظرف افعال ثلثہ کہنا محض ادعائے بے دلیل ہے "فا" تعقیب چاہتی ہے۔ اتحاد زمانہ نہیں چاہتی بلکہ تعدد واجب کرتی ہے کہ تعقیب بے تعدد معقول نہیں۔

سادس ظرفیت ثلثہ فا سے ثابت یا خارج سے اول بداہۃً باطل کما علمت بر تقدیر ثانی حدیث فا لغو محض ہے کہ عصر فی الہاجرہ اُسی قدر سے ثابت، پھر باوصف لغویت اُسی کی طرف اسناد کہ بمقتضائے فا یہ معنے ہوئے اور عجیب تر۔

سابع ذرا صفت حجۃ الوداع میں حدیث طویل سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما صحیح مسلم وغیرہ میں ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

فلما کان یوم الترویۃ توجہوا الی منٰی فاہلوا بالحج ورکب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فصلی بہا الظہر والعصر والمغرب والعشاء والفجر[3]

جب آٹھویں ذی الحجہ کی ہوئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم حج کا احرام باندھ کر منٰی کو چلے اور حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سوار ہوئے تو منٰی میں ظہر و عصر و مغرب و عشاء و فجر پانچوں نمازیں پڑھیں۔ (م)

---

[1] مسلم الثبوت مسئلہ الفاء للترتیب مطبوعہ مطبع انصاری دہلی ص ۶۱

[2] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مع المستصفی بحث الفاء للتعقیب مطبوعہ منشورات الشریف رضی قم ایران ۱/ ۲۳۴

[3] الصحیح لمسلم باب حجۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۹۶

marfat.com

Marfat.com

حدیث دوم اور تم نے کیا جانا کیا حدیث دوم وہ حدیث جسے جمع صلاتین سے اصلاً علاقہ نہیں جس میں اثبات جمع کا نام نہیں، نشان نہیں، بُو نہیں، گمان نہیں۔ خود قائلین جمع نے بھی اُسے مناظرہ میں پیش نہ کیا، ہاں بعض علمائے شافعیہ نے شرح حدیث میں استطراداً جس طرح شراح بعض فوائد زوائد حدیث سے استنباط کر جاتے ہیں لکھ دیا کہ اس میں جمع سفر پر دلیل ہے ملّا جی چار طرف ٹٹول میں تھے ہی تقلید جامد شافعیہ کی لاٹھی پکڑے انہیں بند کیے پہنچے فیہ دلیل پر ہاتھ پڑا جھٹ نکل ساقطۃ لاقطۃ (ہر گری ہوئی چیز کو کوئی اٹھانے والا ہوتا ہے ت) جھٹ خوش خوش اٹھا لائے اور معرکہ مناظرہ میں جمادی وہ کیا یعنی حدیث صحیحین

عن ابی جحیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ، خرج علینا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالھاجرۃ الی البطحاء، فتوضأ فصلی لنا الظہر والعصر[1]۔ ولفظ البخاری، خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالھاجرۃ، فصلی بالبطحاء الظہر رکعتین والعصر رکعتین[2]۔

ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دوپہر کے وقت مقام بطحاء میں ہمارے پاس باہر تشریف لائے تو وضو کیا اور ہمیں ظہر وعصر کی نماز پڑھائی۔ اور بخاری کے الفاظ یُوں ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دوپہر کے وقت ہمارے پاس باہر تشریف لائے اور مقام بطحاء میں ظہر کی دو رکعتیں اور عصر کی بھی دو رکعتیں ادا فرمائیں۔ (ت)

سچ تو ہے ملّا جی کی داد نہ فریاد، اب کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت اسے جمع حقیقی کی دلیل نہ صرف دلیل بلکہ صاف صریح ناصالح تاویل بتانا کن کھلی آنکھوں کا کام ہے سبحان اللہ! حدیث کا مفاد صرف اتنا کہ حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دوپہر کو یا ظہر کے اول وقت یا عصر سے پہلے خیمہ اقدس سے برآمد ہو کر وضو کیا اور ظہر وعصر دونوں اُسی موضع بطحاء میں ادا فرمائیں اس میں تو مطلق جمع بھی نہ نکلی نہ کہ جمع حقیقی میں نص ہو، ملّا جی تو آپ جانیں ایک ہوشیار ہیں خود سمجھے کہ حدیث مطلب سے محض بے علاقہ ہے لہٰذا یہ نامندمل زخم بھرنے کو بشرم عوام کچھ عربی جملے اور یُوں اپنی نحو دانی کے پردے کھولے کہ ہاجرہ ظرف خروج و وضو وصلاۃ سب کی ظرف ہے اور فا ترتیب بے مہلت کے لیے تو بمقتضائے فا معنے یہ ہوئے کہ یہ سب کام ہاجرہ ہی میں ہو لیے، ظاہر یہی ہے تو اس سے عدول بے مانع قطعی ناروا، علاوہ بریں عصر ظہر پر معطوف اور صلے توضأ سے بے مہلت مربوط تو معطوف معمول کو جُدا کر لینا کیونکر جائز اھ ملخصا مھذبا مترجما۔ اس پر بہت وجوہ سے رَد ہیں، مثلاً:

---

[1] الصحیح لمسلم باب سترۃ المصلی مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹۶

[2] الصحیح للبخاری کتاب المناقب باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم " " " ۱/۵۰۲

ف معیار الحق ص ۳۹۴

marfat.com

Marfat.com

رکعتین والعصر رکعتین[1]

نیز باب مذکور

بطریق مالك بن مغول عن عون عن ابیه ، وفیه ، خرج بلال فنادی بالصلاۃ ، ثم دخل فاخرج فضل وضوء رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ، فوقع الناس علیہ یاخذون منه ، ثم دخل فاخرج العنزۃ ، وخرج رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ، کانی انظر الی وبیص ساقیه ، فرکز العنزۃ ، ثم صلی الظهر رکعتین والعصر رکعتین[2]

عصر کی دو رکعتیں ۔ (ت)

بطریقہ مالک ابن مغول ، وہ عون سے ، وہ اپنے والد سے ۔ اس روایت میں ہے کہ بلال خیمے سے نکلے اور نماز کے لیے پکارا ، پھر اندر گئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وضو کا بچا ہوا پانی لے آئے تو اس کو حاصل کرنے کے لیے لوگ اس پر ٹوٹ پڑے ، بلال پھر اندر گئے اور عصا نکال لائے ، اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھی باہر تشریف لے آئے — گویا کہ میں اب بھی آپ کی ساقین کی چمک دیکھ رہا ہوں — بلال نے عصا (بطور سُترہ) زمین پر گاڑ دیا ۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی دو دو رکعتیں پڑھیں ۔ (ت)

چلے کہاں کو ، ان دو نے تو آپ کی تعقیب ہی بگاڑی ہے ، تیسرا اور نہ لیے جاؤ جو خود ظہر و عصر میں فاصلہ کر دکھائے ، صحیح مسلم شریف

بطریق سفین نا عون بن ابی جحیفۃ عن ابیه ، وفیه ، فخرج النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فتوضأ ، واذن بلال ، ثم رکزت العنزۃ ، فتقدم فصلی الظهر رکعتین ، ثم صلی العصر رکعتین ، ثم لم یزل یصلی رکعتین حتی رجع الی المدینة[3] ۔

بطریقہ سفیان ، وہ عون سے ، وہ اپنے والد ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے ۔ اس روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو وضو کیا اور بلال نے اذان دی ، پھر عصا گاڑا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے ، تو ظہر کی دو رکعتیں پڑھیں ، پھر عصر کی دو رکعتیں پڑھیں ، اس کے بعد مدینہ کو واپسی تک دو ہی رکعتیں پڑھتے رہے ۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب المناقب ، باب صفۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۰۲

[2] صحیح البخاری " " " " " ۱/۵۰۳

[3] صحیح مسلم کتاب الصلاۃ ، باب سترۃ المصلی الخ " " ۱/۱۹۶

marfat.com

Marfat.com

ملّاجی وہی فا ہے وہی ترتیب وہی عطف وہی ترکیب۔ اب یہاں کہہ دینا کہ سوار ہوتے ہی معاً بے مہلت پانچوں نمازیں ایک وقت میں پڑھ لیں جو معنے صلی الظہر والعصر الخ کے یہاں ہیں وہی وہاں، اور یہ قطعاً محاورۂ عامّہ شائعہ سائغہ ہے کہ اصلاً مفید وصل صلوات نہیں ہوتا ومن ادعی فعلیہ البیان (جو شخص دعوٰی کرتا ہے اس کے ذمّے دلیل ہے۔ ت)

ثامن کلام متناقض ہے کہ اول کلام میں حکم وصل سے عصر کا فعل خلاف ظاہر مانا یہ دلیل صحت۔ ہے آخر میں کیونکر جائز کہا یہ دلیل فساد۔

تاسع تاویل کے لیے قطعیتِ مانع ضروری جاننا عجب جہل ہے کیا اگر کسی حدیث کے ظاہر سے ایک معنے متبادر ہوں اور دوسری حدیث صحیح اُس کے خلاف میں صریح تو حدیث اول کو اس کے خلاف ہی پر حمل واجب ہے کہ بے مانع قطعی ظاہر سے عدول کیونکر ہو نقل کر لانا سہل ہے محل ومقام ومقصد کلام کا سمجھنا نصیب اعدا۔

عاشر آپ جو اپنی نصرت خیالات کو احادیث صحیحہ میں جابجا تاویلات رکیکہ باردہ کرتے ہیں اُن کے جواز کا فتوی کہاں سے پایا، مجتہدات میں قاطع کہاں، مثلاً وقتِ ظہر یک مثل بنانے کو جو حدیث صحیح صریح بخاری حتی ساوی الظل التلول کے معنے بگاڑے جن کا ذکر ان شاء اللہ تعالٰی عنقریب آتا ہے اُس کا عذر کیا معقول ارشاد ہوتا ہے، منشاء تاویلات کا یہی ہے کہ احادیث صحیحہ جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعد ایک مثل کے وقت ظہر کا نہیں رہتا ثابت ہیں پس جمعاً بین الادلہ یہ تاویلیں حقہ کی گئیں[1]۔ اب خدا جانے بے قطعیت مانع یہ تاویلیں حقہ کیونکر ہوتیں مخالفتِ ظاہر کے باعث سلفر کیوں نہ ہوگئیں۔

حادی عشر طرفہ نزاکت صدر کلام میں یہ بیڑا اُٹھا کر چلے کہ وُہ حدیثیں جن میں تاویل مخالفت کو دخل نہیں ذکر کرتے ہیں، اور یہاں ایسے گرے کہ صرف ظاہر سے سند لائے تاویل خود ہی مان گئے۔

ثانی عشر آپ کی فضولیات کی گنتی کہاں تک اصل مقصود کی دھجیاں لیجئے صحیحین میں حدیث مذکور کے یہ لفظ تو دیکھئے جن میں فا سے یہ فی نکالی، مگر یہی حدیث انھیں صحیحین میں متعدد طرق سے بلفظ ثم آئی جو آپ کی تعقیب بے مہلت کو تعاقب سے دم لینے کی مہلت نہیں دیتی۔ صحیح بخاری شریف باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

بطریق شعبۃ عن الحکم، قال، سمعت اباجحیفۃ، قال، خرج رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالہاجرۃ الی البطحاء فتوضأ، ثم صلی الظہر	بطریق شعبہ، وہ حکم سے راوی ہے کہ میں نے ابوجحیفہ کو کہتے سُنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دوپہر کے وقت بطحا کی طرف نکلے تو وضو کیا، پھر ظہر کی دو رکعتیں پڑھیں اور

[1] معیار الحق مسئلہ چہارم بحث آخر وقت ظہر الخ مکتبہ نذیریہ لاہور ص ۳۵۴

marfat.com

Marfat.com

ولیس فی تعدیم الوقت حدیث قائم[1] (ابوداؤد نے فرمایا، تقدیم وقت میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔ت)
بعینہٖ اسی طرح علامہ زرقانی مالکی نے شرح مؤطائے امام مالک ونیز شرح مواہب لدنیہ ومنح محمدیہ میں فرمایا
شوکانی غیر مقلد کی نیل الاوطار میں ہے، قال ابوداود: ھذا حدیث منکر ولیس فی جمع التقدیم
حدیث قائم[2] بھلا ابوداؤد سا امام جلیل الشان یہ تصریح فرماگیا جسے علمائے مابعد حتی کہ قائلان جمع بھی بلانکیر و
انکار نقل فرماتے آئے، نہ آج تک کوئی اس کا پتا دے سکا، اب مُلّاجی چاہیں کہ میں حدیث صحیحین سے ثابت کردوں
یہ کیونکر بنی گڑ قیامت لطیفہ دلربا کھسیانی ادا یہ ہے کہ جھنجلائی نظروں سے جل کر فرمایا: کچھ غیرت آوے تو
نشان دہی کریں کہ ابوداؤد نے کون سی کتاب میں یہ قول کہا ہے، یعنی نقول ثقات عدول محض مردود و نامقبول
جب تک قائل خود اپنی کتاب میں تصریح نہ کرے اُس سے کوئی نقل معتبر نہ ہوگی۔

اقول مُلّاجی! ان جھنجلاہٹوں میں حق بجانب تمہارے ہے تم دلی کی ٹھنڈی سڑک پر ہوا کھلانے کے قابل
نہ تھے یہ حنفی لوگ عبث تمہیں چھوڑکر بوکھلائے دیتے ہیں بھلا **اوّلاً** اتنا تو ارشاد ہو کہ بہت ائمہ جرح و تعدیل و تصحیح
تضعیف وغیرہم ایسے گزرے جن کی کوئی کتاب تصنیف نہیں ان سے نقل معتبر ہونے کا کیا ذریعہ ہوگا۔

ثانیاً آپ جو اپنی مبلغ علم تقریب کے بھروسے رواۃ میں کسی کو ثقہ کسی کو ضعیف کسی کو چنیں کسی کو چناں
کہہ رہے ہیں ظاہر ہے کہ مصنف تقریب نے اُن میں کسی کا زمانہ تک نہ پایا صدہا سال بعد پیدا ہوئے انہیں
دیکھنا اور اپنی نگاہ سے پرکھنا تو قطعاً نہیں اسی طرح ہر غیر ناظر میں یہی کلام ہوگا، اب رہی دیکھنے والوں سے نقل
سوا مواضع عدیدہ کے ثبوت تو دیجئے کہ ناظرین مبصرین نے اپنی کس کتاب میں اُن کی نسبت یہ تصریحیں کی ہیں۔

ثالثاً آپ کی اسی کتاب میں اور بیسیوں نقول سلف سے ایسی نکلیں گی کہ آپ حکایات متاخرین کے
اعتماد پر نقل کر لائے اور اُن سے احتجاج کیا کچھ غیرت رکھتے ہو تو نشان دہی کرو کہ وہ باتیں منقول عنہم نے کس کتاب
میں لکھی ہیں مگر یہ کہیے کہ یجوز للوھابی مالا یجوز لغیرہ (وہابی کے لیے وہ کچھ جائز ہے جو دوسروں کیلئے جائز نہیں۔ت)

افاضۂ ثانیہ: رہی اس باب میں حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما مروی احمد و شافعی و
عبدالرزاق و بیہقی:

وھذا حدیث احمد اذ یقول حدثنا عبدالرزاق اخبرنا ابن جریج اخبرنی حسین بن عبداللہ بن عبید اللہ بن عباس عن عکرمۃ و

اور یہ احمد کی حدیث ہے، حدیث بیان کی ہم سے عبدالرزاق نے، اس کو خبر دی ابن جریج نے، اس کو خبر دی حسین بن عبداللہ بن عبیداللہ بن عباس نے کہ عکرمہ اور

[1] ارشاد الساری شرح صحیح بخاری باب یؤخر الظہر الی العصر الخ مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ۲/ ۳۰۲
[2] نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار ابواب الجمع بین الصلٰوتین مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳/ ۲۴۳
ف۔ معیار الحق ص ۳۷۴

marfat.com
Marfat.com

ملّاجی! اب مزاج کا حال بتائیے ع

حفظت شیأوغابت عنك اشیاء

(تُونے ایک چیز یاد رکھی اور بہت سی چیزیں تجھ سے اوجھل رہ گئیں۔ت)

الحمد للہ اس فصل کے بھی اصل کلام نے وصل ختام بروجہ احسن پایا۔ اب حسبِ فصل اول چند افاضات لیجئے:

افاضۂ اولٰی ہمارے اجلّۂ ائمہ حنفیہ مالکیہ شافعیہ اور ملّاجی کے امام ظاہر یہ سب بالاتفاق اپنی کتب میں نقل کر رہے ہیں کہ امام اجل ابوداؤد صاحبِ سنن نے فرمایا:

لیس فی تقدیم الوقت حدیث قائم[1]	جمع تقدیم میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔(ت)

امام زیلعی فرماتے ہیں:

قال ابوداود: ولیس فی تقدیم الوقت حدیث قائم[2]	ابوداؤد نے فرمایا، تقدیم وقت میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔(ت)

امام بدر محمود عینی حنفی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

قلت، حکی عن ابی داؤد انه انکر ھذا الحدیث، وحکی عنه ایضا، انه قال، لیس فی تقدیم الوقت حدیث قائم[3]	میں نے کہا، ابوداؤد سے منقول ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو منکر کہا ہے۔ ان سے یہ بھی منقول ہے کہ تقدیم وقت میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے(ت)

اسی طرح علامہ سید میرک شاہ حنفی نے نقل فرمایا مولانا علی قاری کی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں،

حکی عن ابی داود انه قال، لیس فی تقدیم الوقت حدیث قائم۔ نقله میرك ۔ فھذا شھادۃ بضعف الحدیث وعدم قیام الحجۃ للشافعیۃ[4]	ابوداؤد سے منقول ہے کہ تقدیم وقت میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے، یہ بات میرک نے نقل کی ہے۔ یہ حدیث کے ضعیف ہونے اور شافعیوں کی دلیل قائم نہ ہونے پر شہادت ہے۔(ت)

امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح البخاری میں فرماتے ہیں، قد قال ابوداؤد:

---

[1] شرح الزرقانی علی المؤطا الجمع بین الصلاتین مطبوعہ مطبعۃ الاستقامۃ قاہرہ مصر ۱/۲۹۲

[2] تبیین الحقائق اوقات الصلوٰۃ مطبوعہ المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ بولاق مصر ۱/۸۹

[3] عمدۃ القاری شرح بخاری باب الجمع فی السفر الخ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ دمشق ۷/۱۵۱

[4] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب صلوٰۃ السفر مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/۲۲۵

marfat.com

Marfat.com

بنا دیتا تھا۔ت) محمد بن سعد نے کہا، کان کثیر الحدیث، ولم ارھم یحتجون بحدیثہ (حدیثیں بہت بیان کرتا تھا، علماء اس کی احادیث سے استدلال نہیں کرتے تھے۔ت) یہاں تک کہ نسائی نے فرمایا: متروک الحدیث۔ امام بخاری نے فرمایا علی بن مدینی نے کہا، ترکت حدیثہ[1] (میں نے اسکی حدیث کو ترک کردیا ہے۔ت) لاجرم حافظ نے تقریب میں کہا، ضعیف۔ اس حدیث کی تضعیف شرح بخاری قسطلانی شافعی و شرح مؤطا زرقانی مالکی و شرح منتقی شوکانی ظاہری میں دیکھیے، ارشاد میں فتح الباری سے ہے:

لکن لہ شاھد من طریق حماد عن ایوب عن ابی قلابۃ عن ابن عباس، لا اعلمہ الا مرفوعا، انہ کان اذا نزل منزلا فی السفر فاعجبہ اقام فیہ، حتی یجمع بین الظھر والعصر، ثم یرتحل، فاذا لم یتھیأ لہ المنزل مد فی السیر فسار حتی ینزل، فیجمع بین الظھر والعصر۔ خرجہ البیھقی، ورجالہ ثقات، الا انہ مشکوک فی رفعہ، والمحفوظ انہ موقوف۔ وقد اخرجہ من وجہ اٰخر، مجزوما بوقفہ علی ابن عباس، ولفظہ، اذا کنتم سائرین، فذکر نحوہ[2]۔

لیکن اس کا ایک شاہد ہے جو بطریقہ حماد مروی ہے حماد ایوب سے، وہ ابوقلابہ سے، وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) میرے خیال میں یہ روایت مرفوع ہی ہے کہ جب سفر کے دوران کسی منزل پر اُترتے تھے اور وُہ جگہ پسند آجاتی تھی تو وہاں ٹھہر جاتے تھے یہاں تک ظہر وعصر کو یکجا پڑھتے تھے پھر سفر شروع کرتے تھے اور اگر کوئی ایسی منزل مہیا نہیں ہوتی تھی تو چلتے رہتے تھے یہاں تک کہ کسی جگہ اُتر کر ظہر وعصر کو جمع کرلیتے تھے۔ اس کو بیہقی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں لیکن اس کا مرفوع ہونا مشکوک ہے، محفوظ بات یہ ہے کہ یہ روایت موقوف ہے۔ بیہقی نے ایک اور سند سے بھی اس کو روایت کیا ہے جس کے مطابق اس کا ابن عباس پر موقوف ہونا یقینی ہے، اس کے الفاظ اس طرح ہیں جب تم چلنے والے ہو (تو یُوں کیا کرو کہ .....) اس کے بعد درج بالا طریقہ مذکور ہے۔(ت)

شرح مؤطا میں اسے ذکر کرکے فرمایا: وقد قال ابوداؤد لیس فی تقدیم الوقت حدیث قائم[3] (ابوداؤد نے فرمایا: تقدیم وقت پر کوئی حدیث ثابت نہیں۔ت)

اقول وہ ضعیف اور اُس کا یہ شاہد موقوف اگر بالفرض صحیح ومرفوع بھی ہوتے تو کیا کام دیتے کہ اُن کا

---

[1] نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار ابواب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳/۲۴۴

[2] ارشاد الساری شرح بخاری باب یوخر الظہر الی العصر اذا ارتحل الخ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۲/۳۰۲

[3] شرح الزرقانی علی المؤطا امام مالک الجمع بین الصلاتین فی الحضر والسفر مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۱/۲

marfat.com

Marfat.com

كريب عن ابن عباس رضى الله تعالٰى عنهما قال، الا اخبركم عن صلاة رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم فى السفر؛ قلنا: بلٰى - قال، كان اذا زاغت الشمس فى منزله جمع بين الظهر والعصر، قبل ان يركب، واذا لم تزغ له فى منزله سار، حتى اذا كانت العصر، نزل فجمع بين الظهر والعصر - واشار اليه ابوداود تعليقاً[۲]، فقال: رواه هشام بن عروة عن حسين بن عبد الله عن كريب عن ابن عباس عن النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم، ولم يذكر لفظه[۲] -

کریب، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس نے ہم سے پوچھا: کیا میں تمھیں سفر کے دوران رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں نہ بتاؤں؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں (ضرور بتائیں) انھوں نے کہا کہ اگر جائے قیام پر زوال ہو جاتا تھا تو سوار ہونے سے پہلے ظہر اور عصر کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے اور اگر جائے قیام پر زوال نہیں ہوتا تھا تو چل پڑتے تھے اور جب عصر ہوتی تھی تو اتر کر ظہر و عصر کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے۔ اس روایت کی طرف ابوداؤد نے تعلیقاً اشارہ کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کو ہشام ابن عروہ نے حسین ابن عبد اللہ سے، اس نے کریب سے، اس نے ابن عباس سے، انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ مگر ابوداؤد نے اس کے الفاظ ذکر نہیں کیے ہیں۔ (ت)

خود قائلانِ جمع اس کا ضعف تسلیم کر گئے شاید اسی لیے کچھ سوچ سمجھ کر ملا جی بھی اُس کا ذکر زبان پر نہ لائے لہذا اس میں زیادہ کلام کی ہمیں حاجت نہیں تاہم اتنا معلوم رہے کہ اُس کے راوی حسین مذکور ائمہ شان کے نزدیک ضعیف ہیں۔ یحیٰی نے فرمایا، ضعیف۔ ابوحاتم رازی نے فرمایا، ضعیف، یکتب حدیثه ولا یحتج به[۳] (ضعیف ہے، اس کی حدیث لکھی جائے مگر اس سے استدلال نہ کیا جائے۔ ت) ابوزرعہ وغیرہ نے کہا، لیس بقوی (قوی نہیں ہے۔ ت) جوزجانی نے کہا، لا یشتغل به[۴] (اس کے ساتھ مشغول نہیں ہونا چاہیے۔ ت) ابن حبان نے کہا: یقلب الاسانید و یرفع المراسیل[۵] (اسنادوں کو پلٹ دیتا تھا اور مراسیل کو مرفوع

---

[۱] مسند امام احمد بن حنبل از مسند عبد اللہ بن عباس مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۳۶۷
[۲] سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور ۱/۱۷۱
مصنف، ابی بکر عبد الرزاق بن ہمام جمع بین الصلاتین مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۵۴۸
[۳] ارشاد الساری باب یؤخر الظہر الی العصر الخ 〃 دار الکتاب العربیہ بیروت ۲/۳۰۲
[۴] میزان الاعتدال ترجمہ حسین بن عبد اللہ ۲۰۱۲ 〃 دار المعرفۃ بیروت ۱/۵۳۷
[۵] نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار ابواب الجمع بین الصلاتین مصطفی البابی مصر ۳/۲۴۳

marfat.com

Marfat.com

كل بلاء فيه، ترك الناس حديثه، وروى عباس عن ابن معين، كذاب، رافضي۔ وقال محمد بن عثمٰن بن ابی شیبة، سمعت علیا یقول، ابرهیم بن ابی یحیی کذاب۔ وقال النسائی والدارقطنی وغیرهما، متروك[1]

اس کی حدیث کو ترک کر دیا ہے۔ عبد اللہ ابن احمد اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: قدری ہے، جہمی ہے، ہر بلا اس میں پائی جاتی ہے، لوگوں نے اس کی حدیث چھوڑ دی ہے۔ عباس، ابن معین سے ناقل ہے کہ وہ کذاب ہے، رافضی ہے۔ محمد ابن عثمان ابن ابی شیبہ نے کہا ہے: میں نے علی کو کہتے سنا ہے کہ ابراہیم ابن ابی یحیی کذاب ہے۔ نسائی، دارقطنی اور دوسروں نے کہا کہ متروک ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

قال ابن حبان، کان یکذب فی الحدیث[2]

ابن حبان نے کہا کہ حدیث میں جھوٹ بولتا تھا۔ (ت)

اسی میں ہے:

قال ابو محمد الدارمی، سمعت یزید بن هارون، یکذب ابرهیم بن ابی یحیی[3]

ابو محمد دارمی نے کہا کہ میں نے یزید ابن ہارون سے سنا کہ وہ ابراہیم ابن ابی یحیی کو جھوٹا قرار دیتے تھے۔ (ت)

تذہیب التہذیب میں ہے:

عن الزهری وصالح مولی التوأمة وعنه الشافعی واٰخرون، قال عبد الله بن احمد عن ابیه، کان قدریا، معتزلیا، جهمیا، کل بلاء فیه۔ قال ابو طالب عن احمد بن حنبل، ترك الناس حدیثه، وکان یأخذ احادیث الناس فیضعها فی کتبه۔ وقال یحیی القطان، کذاب۔ وقال احمد بن سعید بن ابی مریم: قلت لیحیی بن

زہری اور صالح مولی التوأمہ سے اور اس سے شافعی اور دیگر علماء نقل کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن احمد اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ (ابراہیم مذکور) قدری تھا، معتزلی تھا، جہمی تھا، ہر بلا اس میں موجود تھی۔ ابو طالب نے احمد بن حنبل سے نقل کیا کہ لوگوں نے اس کی حدیث چھوڑ دی تھی، وہ لوگوں کی حدیثیں لے کر اپنی کتابوں میں لکھ لیتا تھا۔ یحیی قطان نے کہا: جھوٹا ہے۔ احمد ابن سعید ابن ابی مریم نے کہا، میں نے

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ابراہیم ابن ابی یحیی ۱۸۹ مطبوعہ دار المعرفت بیروت ۱/ ۵۷ - ۵۸
[2] " " " " ۱/ ۶۰
[3] " " " " " "

marfat.com
Marfat.com

حاصل تو یہ کہ جو منزل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پسند آتی اور دو پہر وہیں ہو جاتا تو ظہر و عصر دونوں سے فارغ ہو کر سوار ہوتے اس میں عصر کا پیش از وقت پڑھ لینا کہاں نکلا بعینہٖ اسی بیان سے شاہد کا سا رحتی ینزل فیجمع جمع حقیقی پر اصلاً شاہد نہیں اور کانت العصر کا جواب بعونہٖ تعالیٰ بیانات آئندہ سے لیجئے وباللہ التوفیق اگر کہیے روایت شافعی یوں ہے :

اخبرنی ابن ابی یحیٰی عن حسین بن عبداللہ بن عبیداللہ بن عباس بن کریب عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما ، فذکر الحدیث ، وفیه جمع بین الظهر والعصر فی الزوال۔[1]

خبر دی مجھے ابن ابی یحیٰی نے حسین ابن عبداللہ سے کہ کریب نے ابن عباس سے روایت کی ہے اس کے بعد مسند بجہ بالا روایت مذکور ہے اور اس میں ہے کہ زوال کے وقت ظہر و عصر کو جمع کرتے تھے۔ (ت)

اقول اس کی سند میں ابن ابی یحیٰی رافضی قدری معتزلی بھی متروک واقع ہے امام اجل یحیٰی بن سعید بن قطان و امام اجل یحیٰی بن معین و امام اجل علی بن مدینی و امام یزید بن ہارون و امام ابوداؤد وغیرہم اکابر نے فرمایا : کذاب تھا ۔ امام احمد نے فرمایا : ساری بلائیں اُس میں تھیں۔ امام مالک نے فرمایا : نہ وہ حدیث میں ثقہ ہے نہ دین میں ۔ امام بخاری نے فرمایا : ائمہ محدثین کے نزدیک متروک ہے ۔ میزان الاعتدال میں ہے :

ابرهیم بن ابی یحیی ، احد العلماء الضعفاء ، قال یحیی بن سعید : سألت مالکا عنه ، اکان ثقة فی الحدیث ؟ قال : لا ، ولا فی دینه ۔ وقال یحیی بن معین ، سمعت القطان یقول : ابرهیم بن ابی یحیی کذاب ۔ وروی ابوطالب عن احمد بن حنبل ، قال : ترکوا حدیثه ، قدری ، معتزلی ، یروی احادیث لیس لها اصل ۔ وقال البخاری : ترکه ابن المبارك والناس ۔ وروی عبداللہ بن احمد عن ابیه ، قال : قدری ، جهمی ،

ابراہیم بن ابی یحیٰی ضعیف علماء میں سے ایک ہے ۔ یحیٰی ابن سعید نے کہا کہ میں نے اس کے بارے میں مالک سے پوچھا کہ کیا وہ حدیث میں قابلِ اعتماد تھا ؟ انھوں نے جواب دیا : نہ وہ حدیث میں قابلِ اعتماد تھا ، نہ دین میں ۔ اور یحیٰی ابن معین نے کہا : میں نے قطان کو کہتے سُنا ہے کہ ابراہیم ابن یحیٰی کذاب ہے ۔ ابوطالب نے احمد ابن حنبل سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا : علماء نے اس کی حدیث کو ترک کر دیا ہے ، قدری ہے ، معتزلی ہے ، بے اصل حدیثیں روایت کرتا ہے ۔ بخاری نے کہا : ابن مبارک نے اور لوگوں نے

---

[1] مسند الشافعی

marfat.com

Marfat.com

لکنہ شیعی (**قلت** : بل نص فی موضع اخر من المیزان، فیہ وفی ابن خراش، ان فیھما رفضا و بدعۃ۔ اھ) وقد تکلم فیہ الدارقطنی وحمزۃ السھمی و غیرھما۔ و شیخہ المنذر بن محمد بن المنذر، لیس بالقوی ایضا قالہ الدارقطنی ایضا۔ و ابوہ وجدہ یحتاج الی معرفتھما[1]۔

میں سے ہے لیکن شیعہ ہے۔ میں نے کہا، بلکہ میزان کے ایک اور مقام میں اس کے اور ابن خراش کے متعلق لکھا ہے کہ ان میں رفض اور بدعت پائی جاتی ہے۔ خود دارقطنی اور حمزہ سہمی وغیرہ نے بھی اس پر جرح کی ہے، اور اس کا استاد منذر ابن محمد بن منذر بھی زیادہ قوی نہیں ہے۔ یہ بات بھی دارقطنی نے کہی ہے۔ اور منذر کا باپ اور دادا دونوں غیر معروف ہیں۔(ت)

اقول وہ صحیح ہی سہی تو نصاً صاف صاف ہمارے مفید و موافق ہے اُس کا صریح مفاد یہ کہ سُورج ڈھلتے ہی کُوچ ہوتا تو ظہرین جمع فرماتے پُر ظاہر کہ زوال ہوتے ہی کوچ اور جمع تقدیم کا جمع محال۔ کیا پیش از زوال ظہر عصر پڑھ لیتے لاجرم وہی جمع مراد جس کا صاف بیان خود آگے موجود کہ ظہر بدیر اور عصر جلد پڑھتے، یہی جمع صوری ہے کما لایخفی۔

افاضۂ رابعہ : حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ ان شاء اللہ العزیز جمع تاخیر میں آتی ہے اُس میں معروف ومحفوظ ومروی جماہیر ائمہ ثقات وعدول مذکور صحیح بخاری و صحیح مسلم وسُنن ابی داود و سنن نسائی و مصنف طحاوی وغیرہا عامہ دواوین اسلام صرف اس قدر ہے کہ حضور پُرنور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ اگر دوپہر ڈھلنے سے پہلے کُوچ فرماتے ظہر میں عصر تک تاخیر کرکے ساتھ ساتھ پڑھتے اور اگر منزل ہی پر وقت ظہر آجاتا صلی الظھر ثم رکب[2] ظہر پڑھ کر سوار ہوجاتے جس سے بحکم مقابلہ وسکوت فی معرض البیان صاف ظاہر کہ تنہا ظہر پڑھتے عصر اس کے ساتھ نہ ملاتے ولہذا نافیان جمع تقدیم نے اُس سے تمسک کیا کما فی عمدۃ القاری وارشاد الساری وغیرہما مگر بعض روایات غریبہ میں آیا کہ ظہر وعصر دونوں پڑھ کر سوار ہوتے۔ حاکم نے اربعین میں بطریق

ابی العباس محمد بن یعقوب عن محمد بن اسحٰق الصاغانی عن حسان بن عبد اللہ عن المفضل بن فضالۃ عن عقیل عن

ابوالعباس محمد ابن یعقوب نے محمد بن اسحٰق صاغانی سے، اس نے حسان ابن عبداللہ سے، اس نے مفضل ابن فضالہ سے، اس نے عقیل سے، اس نے

---

[1] عمدۃ القاری باب الجمع فی السفر بین المغرب والعشاء مطبوعہ الطباعۃ الخیریۃ دمشق ۷/ ۱۴۹
[2] صحیح بخاری باب اذا ارتحل بعد ما زاغت الشمس قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۵۰

marfat.com

Marfat.com

معین، فابن ابی یحیی؟ قال: کذاب[1] — یحیٰی ابن معین سے ابن ابی یحیٰی کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا: کذّاب ہے۔ (ت)

تذکرۃ الحفاظ میں ہے: قال ابن معین وابوداود: رافضی کذاب[2] (ابن معین اور ابو داؤد نے کہا: رافضی ہے، کذاب ہے۔ ت) لاجرم تقریب میں ہے: متروک[3] اھ الکل باختصار۔ یہاں تک کہ ابوعمر بن عبدالبر نے کہا اُس کے ضعف پر اجماع ہے کما نقلہ فی المیزان[4] فی ترجمۃ عبدالکریم بن ابی المخارق واللہ تعالٰی اعلم۔

افاضۂ ثالثہ: یُوں ہی حدیث دارقطنی:

حدثنا احمد بن محمد بن سعید ثنا المنذر بن محمد ثنا ابی ثنا محمد بن الحسین بن علی بن الحسین ثنی ابی عن ابیہ عن جدہ عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا ارتحل حین تزول الشمس جمع بین الظہر والعصر، فاذا جد بہ السیر اخر الظہر وعجل العصر، ثم جمع بینہما[5]۔

حدیث بیان کی ہم کو احمد ابن محمد ابن سعید نے منذر ابن محمد سے، اس نے اپنے باپ سے، اس نے اپنے باپ سے، اس نے محمد سے، اس نے اپنے والد حسین سے، اس نے اپنے والد علی ابن امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، انھوں نے اپنے دادا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اگر زوال کے وقت روانگی اختیار فرماتے تھے تو ظہر و عصر کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے اور اگر روانگی میں جلدی ہوتی تھی تو ظہر کو مؤخر کرکے اور عصر کو مقدم کرکے دونوں کو یکجا پڑھ لیتے تھے۔ (ت)

اس میں سوا عترت طاہرہ کے کوئی راوی ثقہ معروف نہیں۔ عمدۃ القاری میں فرمایا:

لا یصح اسنادہ، شیخ الدارقطنی ھو ابوالعباس بن عقدۃ، احد الحفاظ، — اس کا اسناد صحیح نہیں ہے کیونکہ دارقطنی کا استاد (احمد) ابوالعباس ابن عقدہ ہے، جو اگرچہ حفاظِ حدیث

---

[1] خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ترجمہ ابراہیم ابن ابی یحیٰی ۲۰۲ مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل (شیخوپورہ) ۱/ ۵۵
[2] تذکرۃ الحفاظ ترجمہ ابراہیم بن محمد المدنی مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۱/ ۲۲۷
[3] تقریب التہذیب " " " " مطبوعہ الکتب الاسلامیہ گوجرانوالا، پاکستان ص ۲۳
[4] میزان الاعتدال ترجمہ عبدالکریم بن ابی المخارق ۱۵۴۲ مطبوعہ دار المعرفت بیروت لبنان ۲/ ۶۴۶
[5] سنن الدارقطنی باب الجمع بین الصلٰوتین فی السفر مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۱/ ۳۹۱

marfat.com

Marfat.com

كان تغير قبل موته باشهر، قال، وسمعت منه في تلك الايام فرميت به۔ كما في التذهيب۔ وذكر الحافظ المزي حديثه الذي زاد فيه على اصحاب سفين، فقال، اسحٰق اختلط في اٰخر عمره۔ كما في الميزان۔ ولا شك انه رحمه الله تعالٰى كان كثير التحديث عن ظهر قلبه، املى المسند كله من حفظه۔ كما في التذهيب، قال، قال احمد بن اسحٰق الضبعي، سمعت ابرهيم بن ابي طالب يقول، فذكره۔ فلا غرو ان يعتريه خطوٌ في حديث او حديثين، ومن المعصوم عن مثل ذلك في سعة ما روى وكثرته؟

چند ماہ پہلے اس کے حافظے میں تغیر آ گیا تھا۔ ابوداؤد نے کہا کہ انہی دنوں میں میں نے اُس سے کچھ سنا تھا اور اس کی وجہ سے مجھے مطعون کیا گیا۔ جیسا کہ تذہیب میں ہے۔ اور حافظ مزی نے اس کی وہ حدیث ذکر کرنے کے بعد، جس میں اس نے اصحاب سفیان کے الفاظ پر اضافہ کیا ہے، کہا ہے کہ اسحٰق کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آخر عمر میں اس کو اختلاط ہو گیا تھا، جیسا کہ میزان میں ہے۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ اسحٰق (رحمہ اللہ تعالیٰ) بیشتر حدیثیں محض یاد کے سہارے بیان کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے پورا مسند اپنی یاد سے املا کرا دیا تھا، جیسا کہ تذہیب میں ہے کہ احمد بن اسحٰق ضبعی نے کہا ہے کہ میں نے ابراہیم بن ابی طالب کو یہ بات کہتے سنا ہے، اس کے بعد انھوں نے وہی (مسند کے املاء والی بات) ذکر کی ہے۔ تو اس صورت میں اگر اسحٰق سے ایک یا دو حدیثوں میں خطا واقع ہو جائے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ اس قدر وسیع اور کثیر روایات میں اتنی تھوڑی سی خطا سے اور کون معصوم ہے؟ (ت)

لاجرم امام ذہبی شافعی نے اس حدیث کو منکر کہا، اور امام اسحٰق کی لغزش، حفظ و اشتباہ سے گنا۔

حيث قال، وكذا حديث رواه جعفر الفريابي ثنا اسحٰق بن راهويه ثنا شبابة عن الليث عن عقيل عن ابن شهاب عن انس رضي الله تعالٰى عنه كان رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم اذا كان في سفر فزالت

چنانچہ اس نے کہا ہے کہ اسی طرح وہ حدیث جسے روایت کیا ہے فریابی نے اسحٰق ابن راہویہ سے، اس نے شبابہ سے، اس نے لیث سے، اس نے عقیل سے، اس نے ابن شہاب سے، اس نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں

---

[1] میزان الاعتدال بحوالہ ابوداؤد ترجمہ اسحٰق بن راہویہ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۸۳
[2] ״ ״ ״ ״
[3] خلاصہ تذہیب تذہیب الکمال ترجمہ اسحٰق بن راہویہ مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ۱/۶۹

marfat.com

Marfat.com

ابن شهاب عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنه روایت کی فان زاغت الشمس قبل ان یرتحل صلی الظهر والعصر ثم رکب[1]

ابن شہاب سے، اس نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ اگر روانگی سے پہلے زوال ہو جاتا تو ظہر وعصر پڑھ کر سوار ہوا کرتے تھے۔ (ت)

جعفر فریابی نے بتفرد خود اسحٰق بن راہویہ سے روایت کی،

عن شبابة بن سوار عن اللیث عن عقیل عن الزهری عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنه، قال، کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم اذا کان فی سفر فزالت الشمس صلی الظهر والعصر جمیعا ثم ارتحل[2]

شبابہ ابن سوار سے، اس نے لیث سے، اس نے عقیل سے، اس نے زہری سے، اس نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے تھے اور زوال ہو جاتا تھا، تو ظہر وعصر کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے پھر روانہ ہوتے تھے۔ (ت)

اوسط طبرانی میں ہے:

حدثنا محمد بن ابرهیم بن نصر بن شبیب الاصبهانی قال ثنا هارون بن عبداللہ الحمال ثنا یعقوب بن محمد الزهری ثنا محمد بن سعدان ثنا ابن عجلان عن عبداللہ بن الفضل عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنه، ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم کان اذا کان فی سفر فزاغت الشمس قبل ان یرتحل صلی الظهر والعصر جمیعا[3]

حدیث بیان کی ہم سے محمد ابن ابراہیم ابن نصر ابن سندر اصبہانی نے ہارون ابن عبداللہ حمال سے، اس نے یعقوب ابن محمد زہری سے، اس نے محمد ابن سعدان سے، اس نے ابن عجلان سے، اس نے عبداللہ ابن فضل سے، اس نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے تھے تو اگر روانگی سے پہلے سورج ڈھل جاتا تھا تو ظہر وعصر کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے۔ (ت)

روایت اسحٰق پر امام ابوداؤد نے انکار کیا اسمٰعیلی نے اسے معلول بتایا کما فی العمدة وغیرها۔

اقول: الامام اسحٰق رضی اللہ تعالیٰ عنه، لاکلام فی جلالة قدره وعظمة فخره، لکن نص الامام ابوداود انه

میں کہتا ہوں: امام اسحٰق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قدر اور عظمت افتخار میں کوئی شک نہیں ہے لیکن امام ابوداؤد نے تصریح کی ہے کہ وفات سے

---

[1] الاربعین للحاکم

[2] میزان الاعتدال بحوالہ جعفر فریابی ترجمہ ۱۴۲۳ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۸۳

[3] معجم الاوسط حدیث ۷۵۴۸ مکتبۃ المعارف ریاض ۸/ ۲۴۱ - ۲۴۲

marfat.com
Marfat.com

کہ سچا ہے، اس کی حدیث لکھی جائے مگر اس کو حجت نہ بنایا جائے۔ ت) اُسی میں ہے،

قال ابوبکر الاثرم عن احمد بن حنبل، کان یدعو الی الارجاء، وحکی عنہ قول اخبث من ھذہ الاقاویل، قال: اذا قال فقد عمل بجارحتہ۔ وھذا قول خبیث، ما سمعت احدا یقولہ[1]۔

ابوبکر اثرم نے احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے کہ اسحٰق عقیدۂ ارجاء کی دعوت دیتا تھا اور اس سے ایک ایسا قول بھی منقول ہے جو ان تمام باتوں سے زیادہ خبیث ہے۔ اس نے کہا کہ جب (اللہ تعالیٰ) کوئی بات کہتا ہے تو یقیناً اپنے ایک عضو (زبان) کو کام میں لاتا ہے۔ یہ ایک خبیث قول ہے، میں نے کسی کو یہ بات کہتے نہیں سُنا۔ (ت)

اُسی میں ہے،

قال ابوبکر محمد بن ابی الشلج، حدثنی ابوعلی بن سختی المدائنی، حدثنی رجل معروف من اھل المدائن، قال: رأیت فی المنام رجلا نظیف الثوب حسن الھیأۃ، فقال لی: من این انت؟ قلت: من اھل المدائن، قال: من اھل الجانب الذی فیہ شبابۃ؟ قلت: نعم! قال فانی ادعو اللہ، فامن علی دعائی: اللھم إن کان شبابۃ یبغض اھل نبیک فاضربہ الساعۃ بفالج۔ قال: فانتبھت، وجئت الی المدائن وقت الظھر، واذا الناس فی ھرج، فقلت: ما للناس؟ قالوا، فلج شبابۃ فی السحر، ومات الساعۃ[2]۔

ابوبکر محمد بن ابی الشلج نے کہا کہ مجھے ابوعلی ابن سختی مدائنی نے بتایا کہ مجھ سے مدائن کے ایک مشہور آدمی نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں ایک خوش لباس اور خوش شکل شخص کو دیکھا اس نے مجھ سے پُوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ میں نے کہا میں اہلِ مدائن میں سے ہوں۔ اس نے پوچھا مدائن کے اُس حصے میں رہتے ہو جس میں ابوشبابہ رہتا ہے؟ میں نے کہا ہاں، اس نے کہا کہ پھر میں ایک دعا کرتا ہوں اور تم آمین کہو۔ (اس نے یوں دُعا کی:) اے اللہ! اگر شبابہ تیرے نبی کے اہل سے بغض رکھتا ہے تو اس کو اسی وقت فالج میں مبتلا کرنے۔ اس آدمی نے کہا کہ یہ دیکھ کر میں جاگ گیا اور ظہر کے وقت مدائن (کے اس حصّے میں جہاں شبابہ رہتا تھا) گیا تو دیکھا کہ لوگوں میں اضطراب پایا جاتا ہے، میں نے پوچھا کہ لوگ کیوں پریشان ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ آج سحر کے وقت شبابہ پر فالج گرا اور ابھی ابھی مرگیا ہے۔ (ت)

---

[1] و [2] تہذیب التہذیب عسقلانی ترجمہ شبابہ سوار الفزاری مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۴/ ۳۰۲

marfat.com

Marfat.com

الشمس صلی الظهر والعصر ثم ارتحل۔ فهذا اعلی نبل رواته منکر، فقد رواه مسلم عن الناقد عن شبابة (وذکر لفظه) تابعه الزعفرانی عن شبابة، واخرجه خ م من حدیث عقیل عن ابن شهاب عن انس (وذکر لفظه، ای ولیس فی شیٔ منها، والعصر۔ قال،) ولاریب ان اسحٰق کان یحدث الناس من حفظه، فلعله اشتبه علیه[1]۔

ہوتے تھے اور سورج ڈھل جاتا تھا تو ظہر وعصر پڑھتے تھے پھر روانہ ہوتے تھے۔ تو یہ حدیث راویوں کی عمدگی کے باوجود منکر ہے کیونکہ اس کو مسلم نے ناقد سے اس نے شبابہ سے روایت کیا ہے (یہاں ذہبی نے اس کے الفاظ ذکر کیے ہیں) اسی طرح زعفرانی نے بھی اس کو شبابہ سے روایت کیا ہے اور مسلم نے بھی اس کو عقیل سے، اس نے ابن شہاب سے، اس نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے (یہاں ذہبی نے مسلم کے الفاظ ذکر کیے ہیں، مقصد یہ ہے کہ بخاری ومسلم کی کسی روایت میں عصر کا ذکر نہیں ہے (صرف ظہر کا ذکر ہے۔ ذہبی نے کہا) اس میں کوئی شک نہیں کہ اسحٰق لوگوں کے سامنے اپنی یاد سے حدیثیں بیان کیا کرتا تھا، ہوسکتا ہے کہ اس کو اشتباہ واقع ہوا ہو۔ (ت)

اس کے بعد ہمیں شبابہ بن سوار میں کلام کی حاجت نہیں کہ وہ اگرچہ رجال جماعہ ومرثقین ابنائے معین وسعد وابی شیبہ سے ہے مگر مبتدع مکلب تھا امام احمد نے اُسے ترک کیا، امام ابوحاتم رازی نے درجۂ حجیت سے ساقط بتایا۔

تہذیب التہذیب امام ابن حجر عسقلانی میں ہے:

شبابة بن سوار الفزاری، قال احمد بن حنبل: ترکته، لم اکتب عنه للارجاء۔ قیل له: یا اباعبد اللّٰه! وابو معویة، قال، شبابة کان داعیة۔ وقال زکریا الساجی، صدوق، یدعو الی الارجاء، کان احمد یحمل علیه[2]۔

شبابہ ابن سوار فزاری — احمد بن حنبل نے کہا کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا اور اس سے حدیثیں نہیں لکھیں کیونکہ وہ ارجاء کا عقیدہ رکھتا تھا۔ کسی نے کہا کہ (ارجاء کا عقیدہ تو) ابومعاویہ بھی رکھتا ہے۔ احمد نے کہا (ہاں، مگر) شبابہ ارجاء کا داعی تھا۔ زکریا ساجی نے کہا کہ سچا ہے، ارجاء کا داعی ہے۔ احمد اس پر تنقید کیا کرتے تھے۔ (ت)

اُسی میں ہے، قال ابوحاتم، صدوق، یکتب حدیثه ولایحتج به[3] (ابوحاتم نے کہا ہے

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ اسحٰق بن راہویہ ۷۳۳ مطبوعہ دارالمعرفت بیروت ۱/۱۸۳
[2] تہذیب التہذیب عسقلانی ترجمہ شبابہ بن سوار الفزاری مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۴/۳۰۱
[3] " " " " "

marfat.com
Marfat.com

جمیعا ایھا المؤمنون لعلکم تفلحون[1] (اور توبہ کرو اللہ تعالٰی کی طرف تم سب اے اہلِ ایمان! تاکہ تم فلاح پاؤ۔ ت) نے یہ ارشاد فرمایا کہ سب مسلمان توبہ کریں حکم توبہ سب کو شامل ہو یا یہ فرض کیا کہ تمام دنیا کے مسلمان ایک وقت ایک ساتھ مل کر معاً توبہ کریں۔

ثانیاً اجتماع فی الوقت کہ بذریعۂ فردیتِ اجتماع فی الحکم مفاد ہو یا خود اس کے لیے بھی وضع مانو اس وقت سے وقتِ نماز مراد نہیں ہو سکتا کہ وضع الفاظ تعیینِ اوقاتِ نماز سے متقدم ہے لفظ جمیعا اپنے معنی لغوی پر اہلِ جاہلیت بھی بولتے تھے جنہیں نماز سے خبر تھی نہ اس کے وقت سے، تو لاجرم اس تقدیر پر اس کا مفاد اتحادِ زمانۂ وقوع و مقارنت فی الصدور ہوگا وہ ذو نماز فرض میں ناممکن اور اتصال بروجہ تعقیب اس معنے جمیعا کا فرد نہیں بلکہ صریح مباین، لاجرم پھر اسی معنے واضح و روشن و اقل تیقن یعنی اجتماع فی الحکم کی طرف رجوع لازم کہ تا صحت حقیقت مجاز کی طرف صیرنا مجاز خصوصاً مستدل کو۔

ثالثاً تعقیب ہی سہی پھر جمع صوری کی نفی کہاں سے ہوئی جیسے جمیعا یوں بھی صادق اور ادعائے تقدیم باطل و زاہق ھکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق بحمد اللہ آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ جمع تقدیم پر اصلاً کوئی دلیل نہیں کسی حدیث صحیح میں اس کی بو بھی نہیں، ملّاجی کا قطعی و مفسر کہہ دینا خدا جانے کس نشہ کی ترنگ تھی سبحٰن اللہ! کیا ایسی ہی ہوسوں پر توقیت منصوص قرآن ونصوص اور پیش از وقت نماز کے بطلان پر اجماعِ امت ترک کر دئے جائیں گے اور خدا و رسول جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے باندھے ہوئے اوقات الٹ پلٹ ہو سکیں گے، یہ اچھا عمل بالحدیث ہے کہ اپنی خیال بندیوں پر رگ دعوٰی بلند اور قرآن عظیم وحدیث و اجماع سب سے آنکھیں بند، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علی سید المرسلین سیدنا و مولانا محمد و اٰلہ وصحبہ اجمعین۔

فصل سوم تضعیف دلائل جمع تاخیر

الحمد للہ جمع تقدیم کے جواب سے فراغ تام ملا، اب جمع تاخیر کی طرف چلیے۔ ملّاجی بہزار کاوش و کابش یہاں بھی وہی حدیثیں چھانٹ پائے جن کے الفاظ متعددہ کے ذکر سے شاید عوام کو یہ وہم دلانا ہو کہ اتنی حدیثیں ہیں یہ حدیثیں وہی احادیث ابن عمر و انس رضی اللہ تعالٰی عنہم مذکورہ صدر فصل اول و افاضہ ثالثہ ہیں جن کے بعض طرق والفاظ حدیث اول جمع صوری و حدیث اول و دوم حدیث مجملہ میں گزرے ان کے بعض الفاظ بعض طرق تو

[1] القرآن ۲۴/ ۳۱ [2] انوار التنزیل علی ہامش القرآن الکریم مصطفی البابی مصر ص ۱۹

marfat.com

Marfat.com

روایت حاکم و طبرانی کو خود مُلّاجی بھی ضعیف مان چکے، فرماتے ہیں[ف] ، مؤلف نے دلائل میں وہ حدیثیں بیان کی ہیں جن کی طرف ہم کو کچھ التفات نہیں یعنی ایک روایت ابوداؤد جس کے راوی میں ضعف تھا ایک روایت معجم اوسط طبرانی ایک روایت اربعین حاکم نقل کر کے اُن پر طعن کر دیا اور جو روایتیں صحیحہ متداول تھیں نقل کر کے اُن کا جواب نہیں دیا یہ کیا دینداری ہے اور کیا مردانگی کہ بخاری و مسلم کو چھوڑ کر اربعین حاکم اور اوسط طبرانی کو جا پکڑا اور اُن سے دُو روایتیں ضعیف نقل کر کے اُن کا جواب دیا۔ لہٰذا ہمیں ان کے باب میں تفصیل کلام کی حاجت نہ رہی ؎

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

خیر یہ تو ملّا جی سے خدا جانے کس مجبوری نے کہلوا چھوڑا مگر ستم۔

لطیفہ : اس مافات کی تلافی یہ ہے کہ جب یہ روایتیں ناقابل احتجاج نکل گئیں خود روایت صحیحین میں لفظ والعصر بڑھا دیا، فرماتے ہیں[ف۲] روایت کی بخاری اور مسلم نے انس سے (الٰی قولہ) فان زاغت الشمس قبل ان یرتحل صلی الظھر والعصر ثم رکب۔

اقول ملّاجی حنفیہ کی مروّت تو بحمد اللہ آپ نے دیکھ لی اب بعونہٖ تعالٰی اور دیکھئے گا یہاں تک کہ آپ کی سب ہوسوں کی تسکین ہو جائے مگر دینداری و مردانگی اس کا نام ہوگا کہ مشہور و متداول کتب میں تحریف کیجئے مردانہ پن کا دعوٰی ہے تو صحیحین میں اس عبارت کا نشان دیجئے ایک زمانہ میں آپ کو خبط کفری جاگا تھا کہ زمین کے طبقاتِ زیریں میں حضور پُرنور منزہ عن المثل والنظیر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے معاذ اللہ چھ مثل موجود ہیں یہ بخاری مسلم شاید اُنھیں طبقات کی ہوں گی۔

ثم اقول وباللہ التوفیق یہ سب کلام بالائی تھا فرض کر لیجئے کہ یہ روایت صحیحہ بلکہ خود صحیحین میں موجود سہی پھر تمھیں کیا نفع اور ہمیں کیا ضرر اُس کا تو اتنا حاصل کہ سورج منزل ہی میں ڈھل جاتا تو ظہر و عصر دونوں سے فارغ ہو کر سوار ہوتے اس سے عصر کا پیش از وقت پڑھ لینا کہاں سے نکلا۔

اوّلاً واو مطلق جمع کے لیے ہے نہ معیت و تعقیب کے واسطے، جیسا بھی[عہ] اُسی مطلق جمع کی تاکید کرتا ہے جو مفاد واو ہے اُس کا منطوق صریح اجتماع فی الحکم ہے نہ خواہی نخواہی اجتماع فی الوقت آیۂ کریمہ وتوبوا الی اللہ

عہ بیضاوی شریف میں زیر آیۂ کریمہ قلنا اھبطوا منھا جمیعا ہے،

جمیعا ، حال فی اللفظ ، تاکید فی المعنی ، کانہ قیل ، اھبطوا انتم اجمعون ؛ ولذلک لایستدعی اجتماعھم علی الھبوط فی زمان واحد کقولک جاؤا جمیعا۔ اھ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

"جمیعا" لفظاً حال ہے، معنیً تاکید ہے، گویا کہ کہا گیا، تم سب اترو۔ اسی لیے اس کا یہ تقاضا نہیں کہ سب ایک ہی وقت میں اتریں، جیسا کہ تم کہتے ہو کہ سب آئے اھ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

ف۱ معیار الحق ص ۳۶۵، ۳۶۶ ف۲ معیار الحق ص ۳۷۹

marfat.com

Marfat.com

والعتمة ، یجمع بینهما ، فقال ، انی رأیت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اذا جد به السیر اخر المغرب وجمع بینهما[1]۔

مغرب وعشاء کی نماز پڑھی ، دونوں کو جمع کیا ، پھر کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ جب انھیں سفر میں جلدی ہوتی تھی تو مغرب کو مؤخر کرکے دونوں کو جمع کرلیتے تھے ۔ (ت)

وروایت مسلم :

حدثنا محمد بن مثنی نا یحیی عن عبید الله عن نافع ان ابن عمر کان اذا جد به السیر جمع بین المغرب والعشاء ، بعد ان یغیب الشمس ، ویقول ، ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کان اذا جد به السیر جمع بین المغرب والعشاء[2]۔ ورواه الطحاوی فقال : حدثنا ابن ابی داؤد ثنا مسدد ثنا یحیی به[3] ، سنداً ومتناً۔

حدیث بیان کی ہم سے محمد ابن مثنیٰ نے یحییٰ سے ، اس نے عبید اللہ سے ، اس نے نافع سے کہ ابن عمر کو جب سفر میں جلدی ہوتی تھی تو شفق غائب ہونے کے بعد مغرب وعشا کو جمع کرلیتے تھے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی جب سفر میں جلدی ہوتی تھی تو مغرب وعشاء کو جمع کرلیتے تھے ۔ طحاوی نے بھی ابن ابی داود سے ، اس نے مسدد سے ، اس نے یحییٰ سے یہی روایت کی ہے ، ایک ہی سند اور متن کے ساتھ ۔ (ت)

وروایت ابی داؤد :

حدثنا سلیمن بن داود العتکی نا عماد نا ایوب عن نافع ان ابن عمر ، استصرخ علی صفیة ، وهو بمکة ، فسار حتی غربت الشمس وبدت النجوم ، فقال ، ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کان اذا عجل به امر فی سفر بین هاتین الصلاتین ،

حدیث بیان کی ہم سے سلیمان ابن داود عتکی نے عماد سے ، اس نے ایوب سے ، اس نے نافع سے کہ ابن عمر جب مکہ میں تھے تو ان کو صفیہ کی شدید بیماری کی اطلاع ملی اور وہ چل پڑے ، یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا اور ستارے ظاہر ہوگئے ، تو کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب سفر میں

---

[1] صحیح للبخاری باب المسافر اذا جد به السیر وتعجل الی اهله مطبوعه قدیمی کتب خانه کراچی ۱/۲۴۳
[2] صحیح لمسلم باب جواز الجمع بین الصلاتین فی السفر " " ۱/۲۴۵
[3] شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلاتین کیف هو مطبوعه ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۲

marfat.com
Marfat.com

ملا جی جمع حقیقی میں نص صریح سمجھ کر لائے اور بزعم خود بہت چمک چمک کر دعوے فرمائے ادھر کے متکلمین نے اکثر افادات علمائے سابقین اور بعض اپنے سوانح جدیدہ سے اُن کے جوابوں میں کلام طویل کیے، فقیر غفرلہ المولی القدیر کا یہ مختصر جواب نقل اقاویل وجمع ماقال وقیل کے لیے نہیں لہذا بعونہٖ تعالٰی وہ افادات تازہ سُنئے کہ فیض مولائے اجل سے قلب عبد اذل پر فائض ہُوئے اہلِ نظر اگر مقابلہ کریں جلیل وعظیم فرق پر خود ہی مطلع ہوں گے واللہ یختص برحمتہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم (اللہ تعالٰی اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہے مخصوص فرمائے اور اللہ تعالٰی علم وفضل والا ہے۔ ت)

فاقول وبحول اللہ اصول **حدیث ابن عمر** رضی اللہ تعالٰی عنہما کے چالیس سے زیادہ طرق اس وقت پیشِ نظر فقیر ہیں اُن میں نصف سے زائد تو محض مجمل جن میں سے اٹھارہ کی طرف ہم نے احادیث مجملہ میں اشارہ کیا ہے نصف سے کم اُن میں اکثر صاف صاف جمع صوری کی تصریح کر رہے ہیں جن میں سے چودہ۱۴ روایات بخاری و ابوداؤد ونسائی وغیرہم سے اُوپر مذکور ہُوئے، ہاں بعض میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کا بعد غروب شفق جمع کرنا مذکور اُن میں بھی بعض محض موقوف مثل روایت[1] موطائے امام محمد:

اخبرنا مالک عن نافع ان ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما حین جمع بین المغرب والعشاء سار حتی غاب الشفق[1]۔

مالک، نافع سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے جب مغرب وعشاء کو جمع کیا تھا تو چلتے رہے تھے یہاں تک شفق غائب ہوگئی تھی۔ (ت)

اور بعض میں رفع ہے تو بالفاظ اجمال یعنی حضور والاصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تصریحاً اسی قدر منقول کہ جمع فرمائی قدر مرفوع میں غیبت شفق پر تنصیص نہیں مثل روایت[2] بخاری:

حدثنا سعید بن ابی مریم اخبرنا محمد بن جعفر قال اخبرنی زید، ھو ابن اسلم، عن ابیہ، قال، کنت مع عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما بطریق مکۃ، فبلغہ عن صفیۃ بنت ابی عبید شدۃ وجع، فاسرع السیر، حتی اذا کان بعد غروب الشفق، ثم نزل فصلی المغرب

حدیث بیان کی ہم سے سعید ابن ابی مریم نے، اس کو خبر دی محمد ابن جعفر نے، اس کو زید بن اسلم نے اپنے والد سے کہ میں مکّہ کے راستے میں عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے ساتھ تھا تو ان کو صفیہ بنت ابی عبید کے بارے میں اطلاع ملی کہ وہ سخت درد میں ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی رفتار تیز کر دی یہاں تک کہ شفق غروب ہوگئی۔ اس کے بعد وہ اترے اور

---

[1] موطا امام محمد باب الجمع بین الصلاتین فی السفر والمطر مطبوعہ مجتبائی لاہور ص ۱۳۱

marfat.com

Marfat.com

البتہ غیر صحیحین کی بعض روایات میں فعلِ یکتف کی طرف اشارہ کرکے رفع ہے وہ یہ ہیں، روایت ابی داؤد:

حدثنا عبد الملك ابن شعيب نا ابن وهب عن الليث، قال: قال ربيعة، يعني كتب اليه، حدثني عبد الله بن دينار، قال، غابت الشمس، وانا عند عبد الله بن عمر، فسرنا، فلما رأيناه قد امسى، قلنا: الصلاة، فسار حتى غاب الشفق و تصوبت النجوم، ثم انه نزل فصلى صلاتين جيعا، ثم قال، رأيت رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم اذا جد به السير صلى صلاتي هذه، يقول يجمع بينهما بعد ليل[1]

حدیث بیان کی ہم سے عبد الملک ابن شعیب نے، اس نے ابن وہب سے، اس نے لیث سے، اس نے کہا کہ ربیعہ نے میری طرف لکھا کہ عبد اللہ ابن دینار نے مجھے بتایا ہے کہ میں عبد اللہ ابن عمر کے ساتھ تھا کہ سورج ڈوب گیا تو ہم چلتے رہے یہاں تک کہ جب شام ہوگئی تو ہم نے کہا "نماز" مگروہ چلتے رہے یہاں تک کہ شفق غائب ہوگئی اور تارے نمایاں ہوگئے، اس وقت آپ اُترے اور دونوں نمازیں اکٹھی پڑھیں، پھر کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ کو سفر میں جلدی ہوتی تھی تو جس طرح میں نے نماز پڑھی ہے اسی طرح آپ بھی پڑھا کرتے تھے، یعنی رات ہونے کے بعد اکٹھا پڑھتے تھے۔ (ت)

روایت ترمذی:

حدثنا هناد نا عبدة عن عبيد الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر رضی الله تعالٰى عنهما، انه استغيث على بعض اهله فجد به السير، واخر المغرب حتى غاب الشفق، ثم نزل فجمع بينهما، ثم اخبرهم: ان رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم كان يفعل ذلك اذا جد به السير۔ قال ابو عيسى: هذا حديث حسن صحيح[2]

حدیث بیان کی ہم سے ہناد نے عبدۃ سے، اس نے عبید اللہ بن عمر سے، اس نے نافع سے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کو اپنے اہل خانہ میں سے کسی کی سخت بیماری کی اطلاع ملی تو تیزی سے روانہ ہوئے اور مغرب کو اتنا مؤخر کیا کہ شفق ڈوب گئی، پھر دونوں کو ملا کر پڑھا بعد میں ساتھیوں کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو جب سفر میں جلدی ہوتی تھی تو اسی طرح کرتے تھے۔ ابوعیسٰی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (ت)

---

[1] سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱/۱۷۲

[2] جامع الترمذی باب ماجاء فی الجمع بین الصلاتین مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۱/۷۲

marfat.com

Marfat.com

فسار حتی غاب الشفق، فنزل فجمع بینھما۔[1]

کسی کام کی جلدی ہوتی تھی تو ان دونمازوں کو جمع کرلیتے تھے۔ پھر چلتے رہے، یہاں تک کہ شفق غائب ہوگئی تو اُترے اور دونوں کو اکٹھا پڑھا۔ (ت)

ضمیر سار ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی طرف ہے بدلیل روایت طحاوی:

حدثنا ابن مرزوق ثنا عارم بن الفضل ثنا حماد بن زید عن ایوب عن نافع ان ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما، استصرخ علی صفیۃ بنت عبید، وھو بمکۃ، فاقبل الی المدینۃ، فسار حتی غربت الشمس و بدت النجوم، وکان رجل یصحبہ، یقول: الصلاۃ، الصلاۃ، وقال لہ سالم: الصلاۃ، فقال، ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، کان اذا عجل بہ السیر فی سفر جمع بین ھاتین الصلاتین، وانی ارید ان اجمع بینھما. فسار حتی غاب الشفق، ثم نزل فجمع بینھما۔[2]

حدیث بیان کی ہم سے ابن مرزوق نے عارم ابن فضل سے، اس نے حماد ابن زید سے، اس نے ایوب سے، اس نے نافع سے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ میں تھے تو آپ کو صفیہ بنت ابی عبید کی شدید علالت کی خبر ملی۔ چنانچہ آپ مدینہ کی جانب روانہ ہوگئے اور مسلسل چلتے رہے یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا اور ستارے چمکنے لگے۔ ابن عمر کے ساتھ ایک شخص تھا جو کہہ رہا تھا "نماز، نماز"۔ سالم نے بھی کہا "نماز" (یعنی نماز کا وقت جارہا ہے)، تو ابن عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو جب سفر میں جلدی ہوتی تھی تو ان دو نمازوں کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے اور میں بھی چاہتا ہوں کہ اکٹھا پڑھ لوں۔ پھر چلتے رہے، یہاں تک کہ شفق غائب ہوگئی، اس وقت اتر کر دونوں کو اکٹھا پڑھا۔ (ت)

ولہذا امام اجل ابوجعفر اس حدیث کو روایت کرکے فرماتے ہیں:

انما اخبر بذلك من فعل ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما، وذکر عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الجمع، ولم یذکر کیف جمع۔[3]

اس میں تو صرف ابن عمر کا عمل مذکور ہے اور انہوں نے اگرچہ یہ تو بتایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جمع کیا کرتے تھے مگر یہ ذکر نہیں کیا کہ کیسے جمع کیا کرتے تھے۔ (ت)

---

[1] سنن ابی داؤد، باب الجمع بین الصلاتین، مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱/۱۷۰

[2] شرح معانی الآثار " " " " مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۲

[3] " " " " " " " " " " ۱/۱۱۲

marfat.com

Marfat.com

والی سات روایتوں میں چار انھیں سے ہیں وہی وہاں اپنی روایات کثیرہ مرویہ سنن ابی داؤد و سنن نسائی وغیرہا میں یوں ہی واضح و جلی تر فرمارہے ہیں کہ جب تک مغرب پڑھی ہے شفق ہرگز نہ ڈوبی تھی بلکہ بعد کو بھی انتظار فرمایا جب ڈوب گئی اُس وقت عشا کی تکبیر کہی اور اوّل تا آخران سب روایات میں تصریح صریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کرتے بلکہ حدیث امام سالم میں یوں ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جسے جلدی ہو وہ اس طرح پڑھا کرے، للہ انصاف! ان صاف الفاظ مفسر نصوص میں کہیں بھی گنجائش تاویل و تبدیل ہے اور شک نہیں کہ قصۂ صفیہ زوجۂ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو وہاں اور یہاں دونوں طرف کی روایات میں مذکور ایک ہی بار تھا بلکہ انھیں امام نافع سے مروی کہ ابن عمر سے عمر بھر میں صرف اسی بار جمع معلوم ہے اس کے سوا کسی سفر میں انھیں جمع کرتے نہیں دیکھا، سُنن ابی داؤد میں بطریق امام ایوب سختیانی مذکور:

انہ لم یرابن عمر جمع بینھما قط، الا تلک اللیلۃ، یعنی لیلۃ استصرخ علی صفیۃ[1] اھ

کہ اس نے ابن عمر کو کبھی دو نمازیں جمع کرتے نہیں دیکھا مگر اس رات۔ یعنی صفیہ کی بیماری کی اطلاع والی رات۔

اما ما قال: وروی من حدیث مکحول عن نافع: انہ رأی ابن عمر فعل ذلک مرۃ اومرتین[2] ۔ اھ فاقول: فیہ شک والشک لا یعارض الجزم۔

اور وہ جو اس نے کہا ہے کہ مکحول کی حدیث میں نافع سے مروی ہے کہ اس نے ابن عمر کو ایک بار جمع کرتے دیکھا تھا یا دو بار، تو میں کہتا ہوں کہ اس میں شک ہے اور شک سے یقین کا معارضہ نہیں کیا جاسکتا۔ (ت)

حدیث نسائی و طحاوی میں انھیں امام نافع سے گزرا کہ میں نے اُن کی عادت یہی پائی تھی کہ نماز کی محافظت فرماتے۔ حدیث کتاب الحج میں انھیں نافع سے تھا کہ ابن عمر اذان ہوتے ہی مغرب کے لیے اُترتے اس بار دیر لگائی۔ روایت نسائی و طحاوی و حج میں تھا ہمیں گمان ہوا کہ اس وقت نماز انھیں یاد نہ رہی یہ سب اُسی قول نافع کے مؤید ہیں معہذا شک نہیں کہ اصل عدم تعدد ہے تو جب تک صراحۃً تعدد ثابت نہ ہوتا اُس کے ادعا کی طرف راہ نہ تھی خصوصاً مستدل کو جسے احتمال کافی نہیں دفع تعارض کے لیے اس کا اختیار اس وقت کام دیتا کہ خود قصۂ صفیہ میں دونوں روایات صحیحہ قبل غروب و بعد غروب موجود نہ ہوتیں۔

فسقط ما التجأ الیہ بعض المتأخرین، من العلماء المخالفین فی المسألۃ، ظنا منہ انہ یدرؤ بہ التعارض، وما کان

وہ توجیہ ساقط ہوگئی جس کو اس مسئلے کے مخالف علماء متاخرین نے اس خیال سے اختیار کیا ہے کہ اس طرح تعارض رفع ہوجائیگا، حالانکہ اس

---

[1] سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلاتین
[2] ؍؍ ؍؍ ۱/۱۷۱

marfat.com

Marfat.com

روایت نسائی:

اخبرنا اسحٰق بن ابرھیم ثنا سفیٰن عن ابن ابی نجیح عن اسمٰعیل بن عبد الرحمٰن عن شیخ من قریش، قال، صحبت ابن عمر الی الحمی، فلما غربت الشمس، ھبت ان اقول لہ: الصلاۃ، فسار حتی ذھب بیاض الافق و فحمۃ العشاء، ثم نزل فصلی المغرب ثلث رکعات، ثم صلی رکعتین علی اثرھما، قال، ھکذا رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یفعل۔[1]

خبر دی ہمیں اسحٰق ابن ابراہیم نے سفیٰن سے، اس نے ابو نجیح سے، اس نے اسمٰعیل ابن عبدالرحمان سے جو کہ ایک قریشی شیخ ہے کہ میں ابن عمر کے ساتھ تھا جب وہ چراگاہ کو گئے اور سورج ڈوب گیا تو ان کی ہیبت کی وجہ سے میں ان کو نماز کے بارے میں کہہ سکا چنانچہ وُہ چلتے رہے یہاں تک کہ اُفق کی سفیدی ختم ہوگئی اور عشاء کی سیاہی ماند پڑگئی، اس وقت اترے اور مغرب کی تین رکعتیں پڑھیں، پھر متصلاً (عشاء کی) دو رکعتیں پڑھیں کر کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح پڑھتے دیکھا ہے۔ (ت)

بظاہر زیادہ مستحقِ جواب یہی تین روایتیں تھیں مگر فقیر بعون الملک القدیر عزوجل وہ جوابات شافیہ و کافیہ و تقریرات صافیہ و وافیہ بیان کرے کہ یہ ساتوں طرق اور ان کے سوا اور بھی کچھ ہو تو سب کو بحول اللہ تعالٰی کفایت کریں۔

فاقول وباللہ التوفیق وبہ العروج علی اوج التحقیق۔

جواب اوّل اسی حدیثِ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے طرق کثیرہ جلیلہ صحیحہ کہ سابقاً ہم نے ذکر کیے صاف و واشگاف بآواز بلند تصریحات قاہرہ فرما رہے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے نمازِ مغرب غروبِ شفق سے پہلے پڑھی اور عشاء غروبِ شفق کے بعد، اور اسی کو حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا اُن روایاتِ صحاح وحسان وجلیلۃ الشان پر پھر نگاہ تازہ کیجئے۔ امام سالم صاحبزادہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم انہی روایات مرویۂ صحیح بخاری وسنن نسائی وصحیح اسمٰعیلی وغیرہا میں فرما رہے ہیں کہ دو تین میل چل کر جب تارے کھل آئے اُتر کر مغرب پڑھی پھر ٹھہر کر عشاء۔ عبداللہ بن واقد شاگرد حضرت ابن عمر اپنی روایات مرویۂ سنن ابی داؤد میں روشن تر فرماتے ہیں کہ غروبِ شفق سے پہلے اُتر کر مغرب پڑھی پھر منتظر رہے یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی اُس وقت عشاء پڑھی، طرفہ یہ کہ وہی امام نافع تلمیذ خاص و رفیق سفر و حضر ابن عمر کہ ان غروب شفق

---

[1] سنن النسائی کتاب المواقیت، الوقت الذی یجمع فیہ المسافر بین المغرب والعشاء مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۶۹

marfat.com

Marfat.com

کہ بے قصد مراجعت عدت بڑھانے کے لیے رجعت نہ کرو' وقال تعالٰی:

فاذا بلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف[1] | جب طلاق والیاں اپنی عدت کو پہنچیں تو انھیں بھلائی کے ساتھ روک لو یا بھلائی کے ساتھ جدا کردو۔ (ت)

ظاہر ہے کہ عورت جب عدت کو پہنچ گئی نکاح سے نکل گئی اب رجعت کا کیا محل' اور اُسے روکنے چھوڑنے کا کیا اختیار' تو بالیقین قربِ وقت کو وقت سے تعبیر فرمایا ہے یعنی جب عدت کے قریب پہنچے اُس وقت تک تمھیں رجعت و ترک دونوں کا اختیار ہے، یہ مثالیں تو آیاتِ قرآنیہ سے ہوئیں جنھیں امام طحاوی وغیرہ علماء مسئلہ وقتِ ظہر اور نیز اس مسئلہ میں افادہ فرما چکے۔ فقیر غفرلہ المولی القدیر احادیث سے بھی مثالیں اور علمائے قائلین بالجمع سے بھی اس معنی و محاورہ کی تصریحیں ذکر کرے۔ **فاقول** و باللہ التوفیق:

حدیث ۱: جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے صبح اسرا بعد فرضیت نماز اوقاتِ نماز معین کرنے اور اُن کا اوّل آخر بتانے کے لیے دو روز حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی امامت کی، پہلے دن ظہر سے فجر تک پانچوں نمازیں اوّل وقت پڑھیں اور دوسرے دن ہر نماز آخر وقت، اس کے بعد گزارش کی:

الوقت مابین ھذین الوقتین[2] | وقت ان دونوں وقتوں کے بیچ میں ہے۔ (ت)

اس حدیث میں ابوداؤد و ترمذی و شافعی و طحاوی و ابن حبان و حاکم کے یہاں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

صلی بی العصر حین کان ظلہ مثلہ فلما کان الغد صلی بی الظھر حین کان ظلہ مثلہ[3] | میرے ساتھ عصر کی نماز پڑھی جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر تھا، جب دُوسرا دن ہُوا تو ظہر کی نماز اس وقت پڑھی جبکہ سایہ ہر چیز کا اس کے برابر تھا۔ (ت)

ترمذی کے الفاظ یُوں ہیں:

صلی المرۃ الثانیۃ، الظھر، حین کان ظل کل شیئ مثلہ، لوقت العصر بالامس[4] | دوسری مرتبہ ظہر کی نماز تب پڑھی جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر تھا یعنی گزشتہ کل جس وقت عصر پڑھی تھی۔ (ت)

---

[1] القرآن ۲/۶۵

[2] و [3] سُنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱/۵۶

[4] جامع الترمذی باب ماجاء فی مواقیت الصلوٰۃ امین کمپنی دہلی ۱/۲۱

marfat.com

Marfat.com

ليبند رئے بہ ۔ توجیہ سے تعارض رفع نہیں ہوتا۔ (ت)

ناچار خود ملّاجی کو بھی ماننا پڑا کہ یہ سب طرق و روایات ایک ہی واقعے کی حکایات ہیں۔ قصۂ صفیہ میں حدیث سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم بطریق کثیر بن قاروندا مروی سنن نسائی پر براہِ عیاری بھی جب کوئی طعن نہ گھڑ سکے تو اُسے مخالف حدیث شیخین ٹھہرا کر رَد کر دیا کہ اس میں مغرب کا بین الوقتین پڑھنا ہے اور ان میں بعد غروب شفق، لہٰذا یہ شاذ و مردود ہے جس کی نقل لطیفہ ہفتم افادۂ یکم میں گزری حالانکہ حدیث مسلم کے لفظ ابھی سُن چکے اُس میں قصۂ صفیہ کا ذکر نہیں، تو جب تک روایت مطلقہ بھی اسی قصۂ صفیہ پر محمول نہ ہو حدیث قصۂ صفیہ کو مخالف روایت شیخین کہنا چہ معنی بالجملہ اس حدیث کی اتنی روایات کثیرہ میں یہ تصریح صریح ہے کہ مغرب غروبِ شفق سے پہلے پڑھی اور اسی کی اُن روایات میں یہ کہ شفق ڈوبے پر پڑھی اور دونوں جانب طرق صحاح و حسان ہیں جن کے رَد کی طرف کوئی سبیل نہیں، تو اب یہ دیکھنا واجب ہُوا کہ ان میں کون سا نص مفسر ناقابلِ تاویل ہے جسے چار و ناچار معتمد رکھیں اور کون سا محتمل کہ اُسے مفسر کی طرف پھیر کر رفع تعارض کریں ہر عاقل جانتا ہے کہ ہماری طرف کے نصوص اصلاً احتمال معنی خلاف نہیں رکھتے شفق ڈوبنے سے پہلے پڑھی اتنے ہی لفظ کے یہ معنی کسی طرح نہ ہوسکتے کہ جب شفق ڈوب گئی اُس وقت پڑھی نہ یہ کہ جب اُس کے ساتھ یہ تصریحات جلیہ ہوں کہ پھر مغرب پڑھ کر انتظار کیا یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی اس کے بعد عشا پڑھی ان لفظوں کو کوئی نیم مجنون بھی مغرب بعد شفق پڑھنے پر عمل نہ کر سکے گا، ہاں پُورے پاگل میں کلام نہیں مگر اُدھر کے نصوص کہ چلے یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی پھر مغرب پڑھی یا جمع کی یا بعد غروب شفق اُتر کر جمع کی یہ اچھے خاصے محتمل و صالح تاویل ہیں جن کا اُن نصوص صریحہ مفسرہ سے موافق و مطابق ہوجانا بہت آسان۔ عربی فارسی اردو سب کا محاورۂ عامہ شائعہ مشہورہ واضحہ ہے کہ قربِ وقت کو اس وقت سے تعبیر کرتے ہیں۔ عصر کے اخیر وقت کہتے ہیں شام ہوگئی حالانکہ ہنوز سورج باقی ہے۔ کسی سے اوّل وقت آنے کا وعدہ تھا وہ اس وقت آئے تو کہتے ہیں اب سورج چھپے آئے۔ قریب طلوع تک کوئی سوتا ہو تو اُسے اُٹھانے میں کہیں گے سُورج نکل آیا۔ شروع چاشت کے وقت کسی کام کو کہا تھا مامور نے قریب نصف النہار آغاز کیا تو کہیے گا اب دوپہر ڈھلے کر بیٹھے۔ ان کی صدہا مثالیں ہیں کہ خود ملّاجی اور اُن کے موافقین بھی اپنے کلاموں میں رات دن اُن کا استعمال کرتے ہوں گے۔ بعینہٖ اسی طرح یہ محاورے زبان مبارک عرب خود قرآن عظیم و احادیث میں شائع و ذائع ہیں، قال اللہ تعالٰی:

واذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف اوسرحوھن بمعروف[1]

جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی میعاد کو پہنچ جائیں تو اب انھیں اچھی طرح اپنے نکاح میں روک لو یعنی رجعت کرلو یا اچھی طرح چھوڑ دو۔

---

[1] القرآن ۲/ ۲۳۱

marfat.com

Marfat.com

کان ظل الرجل مثل شخصہ نصلی الظہر[1] اس کے قد جتنا ہوتا ہے اور ظہر کی نماز پڑھی۔ (ت)

حدیث ۴ امام اسحٰق بن راہویہ اپنی مسند میں حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بطریق حدثنا بشر بن عمر و الزہرانی ثنی مسلمۃ بن بلال ثنا یحیٰی بن سعید ثنی ابوبکر بن عمرو بن حزم عن ابی مسعود الانصاری[2] اور بیہقی کتاب المعرفۃ میں بطریق ایوب بن عتبۃ ثنا ابوبکر بن عمرو بن حزم عن عروہ بن الزبیر عن ابن ابی مسعود عن ابیہ[3] راوی اور یہ لفظ حدیث اسحٰق ہیں:

قال، جاء جبریل الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، فقال، قم، فصل! و ذلک لدلوک الشمس حین مالت، فقام رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فصلی الظہر اربعا، ثم اتاہ حین کان ظلہ مثلہ، فقال، قم، فصل! فقام فصلی العصر اربعا، ثم اتاہ من الغد حین کان ظلہ مثلہ، فقال لہ، قم، فصل! فقام فصلی الظہر اربعا[4]۔

کہا: جبریل نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ اُٹھئے اور نماز پڑھئے! ——— اور یہ سورج ڈھلنے کا وقت تھا، جب وہ ایک طرف جھک گیا تھا ——— تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اٹھ کر ظہر کی چار رکعتیں پڑھیں۔ پھر دوبارہ آئے جب اُن کا سایہ ان کے برابر تھا اور کہا کہ اُٹھئے اور نماز پڑھئے! تو آپ نے اٹھ کر عصر کی چار رکعتیں پڑھیں۔ پھر دوسرے دن آئے، جب ان کا سایہ ان کے برابر تھا اور کہا کہ اُٹھئے اور نماز پڑھئے، تو آپ نے اُٹھ کر ظہر کی چار رکعتیں پڑھیں۔ (ت)

حدیث ۵ ابن راہویہ مسند میں عبدالرزاق سے اور عبدالرزاق مصنف میں بطریق اخبرنا معمر عن عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ابیہ عن جدہ[5] عمرو بن حزم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال، جاء جبریل، فصلی بالنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، وصلی النبی صلی اللہ

کہا: جبریل آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ظہر کی نماز پڑھائی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز

[1] سنن النسائی آخر وقت العصر مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۶۰
[2] مسند ابن اسحاق
[3] کتاب المعرفۃ
[4] مسند ابن اسحاق
[5] المصنف لعبدالرزاق باب المواقیت مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۵۳۴

marfat.com

Marfat.com

شافعی کے لفظ یہ ہیں :

ثم صلی المرۃ الاخری، الظھر، حین کان کل شیئ قدر ظلہ، قدر العصر بالامس[1]۔

پھر دُوسری مرتبہ نماز پڑھی ظہر کی، جب ہر چیز اپنے سائے کے ساتھ برابر تھی یعنی گزشتہ کل جس وقت عصر پڑھی تھی۔ (ت)

حدیث ۲ نسائی و طحاوی و حاکم و بزار نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا :

ھذا جبریل، جاءکم یعلمکم دینکم۔ وفیہ، ثم صلی العصر حین رأی الظل مثلہ، ثم جاءہ الغد، ثم صلی بہ الظھر حین کان الظل مثلہ[2]۔

یہ جبریل ہیں، تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے ہیں۔ اس روایت میں ہے کہ پھر عصر کی نماز پڑھی، جب دیکھا کہ سایہ ان کے برابر ہے۔ پھر دوسرے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ظہر کی نماز پڑھی جبکہ سایہ ان کے برابر تھا۔ (ت)

بزار کے لفظ یُوں ہیں :

جاءنی، فصلی بی العصر حین کان فیئی مثلی، ثم جاءنی من الغد، فصلی بی الظھر حین کان فیئی مثلی[3]۔

جبریل میرے پاس آئے اور مجھے عصر کی نماز پڑھائی جبکہ میرا سایہ میرے برابر تھا، پھر دوسرے دن آئے اور ظہر کی نماز پڑھائی جبکہ میرا سایہ میرے برابر تھا۔ (ت)

حدیث ۳ نیز نسائی و امام احمد و اسحٰق بن راہویہ و ابن حبان و حاکم جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی :

ان جبریل اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، حین کان ظل الرجل مثل شخصہ فصلی العصر، ثم اتاہ فی الیوم الثانی حین

جبریل نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس آئے جبکہ ہر شخص کا سایہ اس کے قد جتنا ہوتا ہے اور عصر کی نماز پڑھی، پھر دوسرے دن آئے جبکہ ہر شخص کا سایہ

---

[1] الام للشافعی جماع مواقیت الصلوٰۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۷۱

[2] سنن النسائی آخر وقت الظھر ،، المکتبۃ السلفیۃ، لاہور ۱/۵۹

[3] کشف الاستار عن زوائد البزار باب ای حین یصلی ،، موسسۃ الرسالۃ بیروت لبنان ۱/۱۸۷

marfat.com

Marfat.com

شیٔ مثلہ، وھذا جائز فی اللغۃ، قال عزوجل، فذکر الآیۃ، وشرح المراد، وافاد واجاد۔[1]

کا سایہ اس کے برابر ہونے کے قریب ہو، اور یہ لغت کے اعتبار سے جائز ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے۔ یہاں طحاوی نے آیت ذکر کی (یعنی فاذا بلغن اجلھن) اور مراد کی تشریح کی اور مفید وعمدہ گفتگو کی۔ (ت)

حدیث ۷ سائل نے جو خدمت اقدس حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہو کر اوقاتِ نماز پوچھے اور حضورِ والا نے ارشاد فرمایا ہے کہ دو دن حاضر رہ کر ہمارے پیچھے نماز پڑھ۔ پہلے دن ہر نماز اپنے اول وقت میں اور دوسرے دن ہر نماز آخر وقت پڑھا کر ارشاد ہوا ہے۔

الوقت بین ھذین (وقت ان دونوں وقتوں کے درمیان ہے)

اس حدیث میں نسائی وطحاوی نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی:

سأل رجل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن مواقیت الصلاۃ، فقال: صل معی، فصلی الظھر حین زاغت الشمس، والعصر حین کان فی کل شیٔ مثلہ، قال، ثم صلی الظھر حین کان فی الانسان مثلہ۔[2]

ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے نماز کے اوقات کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ نماز پڑھ! تو آپ نے ظہر کی نماز اس وقت پڑھی جب سورج ڈھل گیا اور عصر کی اس وقت جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہوگیا۔ راوی نے کہا کہ پھر (اگلے دن) ظہر اس وقت پڑھی جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہوگیا۔ (ت)

اس حدیث میں بھی عصر دیروز وظہر امروز کا وہی حال اور علماء کے وہی مقال۔

حدیث ۸ سُنن ابی داؤد میں بسندِ صحیح[ع] ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیثِ سائل

ع: حیث قال، (حدثنا مسدد) ثقۃ، حافظ، من رجال البخاری۔ (نا عبداللہ بن داؤد) ھو ابن عامر الھمدانی، ثقۃ، عابد من رجال البخاری والاربعۃ۔ دون الواسطی

چنانچہ (ابوداؤد نے) کہا (حدثنا مسدد) ثقہ ہے، حافظ ہے، بخاری کے راویوں میں سے ہے (نا عبداللہ ابن داؤد) اس سے مراد ابن عامر ہمدانی ہے، جو ثقہ ہے عابد ہے اور بخاری کے علاوہ صحاح

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] شرح معانی الآثار باب مواقیت الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل کراچی ۱/۱۰۳

[2] " " " " " " " ۱/۱۰۲

marfat.com

Marfat.com

تعالیٰ علیہ وسلم بالناس ، حین زالت الشمس ، الظهر ، ثم صلی العصر حین کان ظله مثله ، قال ، ثم جاء جبریل من الغد ، فصلی الظهر بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، وصلی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالناس ، الظهر حین کان ظله مثله[1]۔

پڑھائی جب سورج کا زوال ہوگیا تھا ۔ پھر عصر پڑھی جب ان کا سایہ ان کے برابر تھا ۔ راوی نے کہا : پھر دوسرے دن جبریل آئے اور انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائی جب ان کا سایہ ان کے برابر ہوگیا تھا ۔ (ت)

حدیث ۶ دارقطنی سنن اور طبرانی معجم کبیر اور ابن عبدالبر تمہید میں بطریق ایوب بن عتبة عن ابی بکر بن حزم عن عروة بن الزبیر حضرت ابومسعود انصاری و بشیر بن ابی مسعود دونوں صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ،

ان جبریل جاء الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حین دلکت الشمس ، فقال : یا محمد ! صل الظهر ، فصلی ، ثم جاء حین کان ظل کل شیئ مثله ، فقال ، یا محمد ! صل العصر ، فصلی ، ثم جاءه الغد حین کان ظل کل شیئ مثله ، فقال ، صل الظهر ۔ الحدیث[2]۔

جبریل ، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے جب سورج ڈھل چکا تھا اور کہا : یا محمد ! ظہر کی نماز پڑھئے ! تو آپ نے ظہر پڑھی ۔ پھر دوبارہ آئے جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر تھا اور کہا : یا محمد ! عصر کی نماز پڑھئے ! تو آپ نے عصر پڑھی ۔ پھر دوسرے دن آئے جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر تھا اور کہا : ظہر پڑھئے ! الحدیث ۔ (ت)

والکل مختصرا ان سب حدیثوں میں کل کی عصر کی نسبت یہ ہے کہ جب سایہ ایک مثل ہوا نماز پڑھائی اور بعینہٖ یہی لفظ آج کی ظہر میں ہیں کہ جب سایہ ایک مثل ہوا پڑھائی اور روایت ترمذی تو صاف صاف ہے کہ آج کی ظہر اُس وقت پڑھی جس وقت کل عصر پڑھی تھی حالانکہ مقصود اوقات کی تمیز اور ہر نماز کا اول و آخر وقت میں جداجدا بتانا ہے لاجرم امام ابوجعفر وغیرہ نے ظہر امروزہ میں ان لفظوں کے یہی معنے لیے کہ جب سایہ ایک مثل کے قریب آیا پڑھائی ، معانی الآثار میں فرمایا :

احتمل ان یکون ذلك علی قرب ان یصیر ظل کل

احتمال ہے کہ ظہر کی نماز اس وقت پڑھی ہو جب ہر چیز

---

[1] المصنف لعبدالرزاق باب المواقیت مطبوعہ المکتب اسلامی بیروت ۱/۵۳۴

[2] المعجم الکبیر للطبرانی ... مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۸/۲۶۰

marfat.com

Marfat.com

بھی تعبیر کر لیتے ہیں کہ دوسری نماز کے وقت میں نماز پڑھی، یہ فائدہ یاد رکھنے کا ہے۔

ثانیاً اس میں یہ بھی تصریح ہے کہ عصر اس حال میں پڑھی کہ سورج زرد ہوگیا تھا یا کہا شام ہوگئی، یہ بھی قطعاً قرب شام پر محمول۔

حدیث ۹ صحیح مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

وقت الظهر اذا زالت الشمس وكان ظل الرجل كطوله مالم يحضر العصر[1]۔

ظہر کا وقت اس وقت ہے جب سورج ڈھلے اور سایہ آدمی کا اس کے قد کے برابر ہوجائے جب تک عصر کا وقت نہ آئے۔

حدیث ۱۰ امام طحاوی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیثِ امامتِ جبریل میں راوی حضور والا صلوات اللہ تعالٰی علیہ وسلامہ نے فرمایا:

صلى الظهر في كل شئ مثله[2]۔

اس وقت (نماز) پڑھی کہ سایہ ہر چیز کا اس کے برابر ہوگیا۔

جن کے نزدیک ایک مثل کے بعد وقتِ ظہر نہیں رہتا ان حدیثوں میں ایک مثل ہونے کو ایک مثل کے قریب پہنچنے پر عمل کرتے ہیں۔

حدیث ۱۱ امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ایک روز نمازِ عصر کو بہت تاخیر کرنا اور عروہ بن زبیر کا آکر حدیثِ امامتِ جبریل سنانا کہ صحیحین وغیرہما میں مروی اس میں طبرانی کی روایت یوں ہے:

دعا المؤذن لصلاة العصر فامسى عمر بن عبدالعزيز قبل ان يصليها[3]۔

مؤذن نے نمازِ عصر کے لیے بلایا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے شام کردی اور ابھی نمازِ عصر نہ پڑھی۔ (ت)

یعنی عمر نے شام کردی اور ہنوز نمازِ عصر نہ پڑھی۔ امام قسطلانی شافعی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری اور علامہ عبدالباقی زرقانی مالکی شرح مؤطا میں فرماتے ہیں:

محمول على انه قارب المساء

حدیث کی مراد یہ ہے کہ شام قریب آئی

---

[1] صحیح مسلم باب الصلوات الخمس مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۲۱
[2] شرح معانی الآثار باب مواقیت الصلوۃ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۰۲
[3] المعجم الکبیر للطبرانی مسند ابومسعود انصاری حدیث ۱۱ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۸/ ۲۵۹

marfat.com
Marfat.com

یوں ہے :

ان سائلا سأل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، فلم یرد علیہ شیأ، حتی امر بلالا، فاقام الفجر حین انشق الفجر، وفیہ فلما کان من الغد، اقام الظہر فی وقت العصر الذی کان قبلہ، وصلی العصر وقد اصفرت الشمس او قال، امسٰی۔[1]

ایک پُوچھنے والے نے رسول اللہ سے (اوقاتِ نماز) پُوچھے تو آپ نے کوئی جواب نہ دیا، یہاں تک کہ آپ نے بلال کو حکم دیا تو انھوں نے فجر کی اقامت اس وقت کہی جب ابھی پو پھٹی ہی تھی۔ اس روایت (کے آخر) میں ہے کہ اگلے دن ظہر کی اقامت کہی جس وقت پچھلے دن عصر کی کہی تھی، اور عصر کی نماز اس وقت پڑھی جبکہ سُورج زرد ہوچکا تھا، یا یوں کہا کہ شام ہوچکی تھی۔ (ت)

اس حدیث سے دو فائدہ زائدہ حاصل ہوئے :

اوّلاً اس میں صاف تصریح ہے کہ آج کی ظہر کل کی عصر کے وقت پڑھی حالانکہ یہی حدیث ابی موسٰی اسی طریق بدر بن عثمٰن نا ابوبکر بن ابی موسٰی بن ابیہ سے مسلم ونسائی وابن ابان وطحاوی کے یہاں ان لفظوں سے ہے :

ثم اخر الظہر حتی کان قریبا من وقت العصر بالامس[2] ولفظ النسائی الی قریب۔

پھر ظہر کی تاخیر فرمائی یہاں تک کہ وقت عصر دیروزہ سے قریب ہوگئی۔

ثابت ہُوا کہ وہاں بھی قُرب ہی مراد ہے اور قرب وقت کو نام وقت سے تعبیر درکنار صراحۃً ان لفظوں سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الذی لیس الامن رجال الترمذی (نا بدر بن عثمٰن) ثقۃ، من رجال مسلم۔ (نا ابوبکر بن ابی موسٰی ف) ثقۃ، من رجال الستۃ۔ (عن ابی موسٰی) الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

کی چار کتابوں کے راویوں میں سے ہے۔ واسطی مراد نہیں جو کہ صرف ترمذی کے راویوں میں سے ہے (نا' بدر ابن عثمٰن) ثقہ ہے، مسلم کے راویوں میں سے ہے۔ (نا' ابوبکر ابن موسٰی) ثقہ ہے، صحاح ستّہ کا راوی ہے (عن ابی موسٰی) اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ مجتبائی لاہور، پاکستان ۱/۵۷

[2] شرح معانی الآثار باب مواقیت الصلٰوۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۳

ف۔ سنن ابی داؤد

marfat.com

Marfat.com

میں بالخصوص وہ صاف صریح مفسر نصوص اور انھیں بزورِ زبان بخاری و مسلم سب بالائے طاق رکھ کر مردود واہیات بتائیے یا اللّٰہ ان محتملات کے معارض بتا کر شاذ و مردود ٹھہرائیے یہ کیا مقتضائے انصاف و دیانت ہے یہ کیا محدثی کی شان نزاکت ہے۔ اب تو بحمد اللہ سب جبل کھل گیا، حق و باطل میزانِ نظر میں تُل گیا، اور واضح ہوا کہ یہ ساتوں روایتیں بھی انھیں محاورات سے ہیں جن میں دو آیتیں اور بارہ حدیثیں ہم نے نقل کیں ان سات سے مل کر اکیس مثالیں ہوئیں وباللہ التوفیق۔

جواب دوم جانے دو اُن میں قبل ان میں بعد یونہی سمجھو پھر ہمیں کیا مضر اور تمھیں کیا مفید۔ شفقین دو ہیں: احمر و ابیض۔ اُن روایات قبل میں سپید مراد ہے اُن روایات بعد میں سُرخ۔ یُوں بھی تعارض مندفع اور سب طرق مجتمع ہو گئے۔ حاصل یہ نکلا کہ شفق احمر ڈوبنے کے بعد شفق ابیض میں نماز مغرب پڑھی اور انتظار فرمایا جب سپیدی ڈوبی عشا پڑھی۔ یہ بعینہٖ ہمارا مذہب مہذب اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طور پر جمع صوری ہے حقیقی تو جب ہوتی کہ مغرب بعد غروب سپیدی پڑھی جاتی اس کا ثبوت تم ہرگز نہ دے سکے۔ یہ جواب بنگاہِ اولیں ذہنِ فقیر میں آیا تھا پھر دیکھا کہ امام ابن الہمام قدس سرہٗ نے یہی افادہ فرمایا۔

رہی روایت ہفتم سار حتی ذھب بیاض الافق و فحمة العشاء[1] (چلتے رہے یہاں تک کہ افق کی سفیدی اور عشا کی سیاہی ختم ہو گئی۔ ت) جس میں افق کی سپیدی جانے کے بعد نزول ہے۔

اقول وباللہ استعین **اوّلاً** یہ بھی کب رہی اس میں بھی وہی تقریر جاری جیسے غاب الشفق بمعنے کادان یغیب یوں ہی ذھب البیاض بمعنے کادان یذھب۔

ثانیاً حدیث میں بیاض افق ہے نہ بیاض شفق، کنارہ شرقی بھی افق ہے، بعد غروب شمس مشرق سے سیاہی اُٹھتی اور اُس کے اوپر سپیدی ہوتی ہے جس طرح طلوع فجر میں اس کا عکس، جسے قرآن عظیم میں حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر[2] (یہاں تک کہ فجر کے سیاہ دھاگے سے سفید دھاگا تمھارے لیے واضح ہو جائے۔ ت) فرمایا، جب فجر بلند ہوتی ہے وہ خیطِ اسود جاتا رہتا ہے، یونہی جب مشرق سے سیاہی بلند ہوتی ہے سپیدی شرقی جاتی رہتی ہے اور ہنوز وقت مغرب میں وسعت ہوتی ہے اور اس پر عمدہ قرینہ یہ کہ بیاض کے بعد فحمہ عشا سرِ شام کا دھندلکا ہے کہ موسم گرما میں تیزی نور شمس کے سبب بعد غروب نظر کو ظاہر ہوتا ہے جب تارے کھل کر روشنی دیتے ہیں زائل ہو جاتا ہے جیسے چراغ کے سامنے سے تاریکی میں آ کر کچھ دیر سخت ظلمت معلوم ہوتی ہے پھر نگاہ ٹھہر جاتی ہے، زہر الربی میں ہے، فحمة

---

[1] سنن النسائی الوقت الذی یجمع فیہ المسافر بین المغرب والعشاء مطبوعہ کارخانہ تجارت کتب نور محمد کراچی ۱/۹۹

[2] القرآن ۲/۱۸۷

marfat.com

Marfat.com

لانہ دخل فیہ[1]   نہ یہ کہ شام ہو ہی گئی۔

خود صحیح بخاری کتاب بدء الخلق میں ہے: اخر العصر شیئا[2] (عصر میں کچھ تاخیر کی) افادہ الحافظ فی فتح الباری۔

حدیث ۱۲ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا کہ "سحری کھاؤ پیو یہاں تک کہ ابنِ اُمِ مکتوم اذان دے" اس پر صحیح بخاری شریف میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے:

قال کان رجلا لاینادی حتی یقال لہ اصبحت اصبحت[3]   وہ اذان نہ دیا کرتے تھے یہاں تک کہ اُن سے کہا جاتا تمھیں صبح ہوگئی صبح ہوگئی۔

اگر اُن کی اذان سے پہلے صبح ہوچکی تھی تو اس ارشاد کے کیا معنی کہ "جب تک وہ اذان نہ دیں کھاتے پیتے رہو" لہٰذا قسطلانی شافعی ارشاد اور امام عینی عمدہ میں فرماتے ہیں:

واللفظ للارشاد المعنی قاربت الصبح علی حد قولہ تعالٰی فاذا بلغن اجلھن[4] یعنی لوگوں کے اس قول کے کہ "صبح ہوگئی صبح ہوگئی" یہ معنی ہیں کہ صبح قریب آئی قریب آئی، جیسے آیت میں فرمایا کہ عورتیں میعاد کو پہنچیں یعنی قریب میعاد۔ نیز اسی حدیث میں ارشادِ اقدس سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے:

فانہ لایؤذن حتی یطلع الفجر[5]   ابنِ اُمِ مکتوم اذان نہیں دیتے یہاں تک کہ فجر طلوع کرے۔

ارشاد شافعی کتاب الصیام میں ہے: ای حتی یقارب طلوع الفجر[6] (یعنی یہاں تک کہ طلوعِ فجر قریب آئے)۔ بالجملہ اس محاورہ کے شیوع تام سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا اگر بالفرض وہ روایات صحیحہ جلیلہ صریحہ صلاۃ مغرب پیش از غروب شفق میں نہ بھی آتیں تاہم جبکہ ہر نماز کے لیے جُدا وقت کی تعیین اور پیش از وقت یا وقت فوت کرکے نماز پڑھنے کی تحریم یقینی قطعی اجماعی تھی ان روایات میں یہ مطلب بنظر محاورہ عمدہ محتمل اور استدلال مستدل بتطرق احتمال باطل ومختل اور آیات واحادیث تعیین اوقات کا ان سے معارضہ غلط ومہمل ہوتا نہ کہ خود اسی حدیث

---

[1] ارشاد الساری شرح البخاری مواقیت الصلوٰۃ مطبوعہ دارالکتاب العربیہ بیروت ۱/۴۷۷
[2] صحیح البخاری کتاب بدء الخلق باب ذکر الملائکۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۵۷
[3] صحیح البخاری باب اذان الاعمٰی الخ " " " ۱/۸۶
[4] ارشاد الساری شرح بخاری باب اذان الاعمٰی الخ " دارالکتاب العربیہ بیروت ۲/۱۱
[5] صحیح البخاری باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لایمنعکم من سحورکم اذان بلال مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۷
[6] ارشاد الساری مطبوعہ دارالکتاب العربیہ بیروت ۳/۳۶۳

marfat.com
Marfat.com

اُس وقت نماز پڑھی اور کہا اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا۔

رابعاً ملاجی! آپ تو بہت محدثی میں دم بھرتے ہیں صحیح حدیثیں بے وجہ محض توڑ کرتے آئے بخاری ومسلم کے رجال ناحق مردود والروایہ بنائے اب اپنے لیے یہ روایت حجت بنالی جو آپ کے مقبولہ اصولِ محدثین پر ہرگز کسی طرح حجت نہیں ہوسکتی اس کا مدار ابن ابی نجیح پر ہے وہ مدلس تھا اور یہاں روایت میں عنعنہ کیا اور عنعنۂ مدلس جمہور محدثین کے مذہب مختار ومعتمد میں مردود و نامستند ہے اسی آپ کی مبلغ علم تقریب میں ہے،

عبداللہ بن ابی نجیح یسار المکی ابو یسار الثقفی، مولاھم، ثقۃ، رمی بالقدر، وربما دلس[1]۔

عبداللہ ابن ابی نجیح یسار مکی ابو یسار ثقفی، بنی ثقیف کا آزاد کردہ، ثقہ ہے، قدری ہونے سے متہم ہے، بسا اوقات تدلیس کرتا ہے۔ (ت)

وہ قسم مرسل سے ہے تقریب وتدریب میں ہے،

الصحیح التفصیل، فمارواہ بلفظ محتمل لم یبین فیہ السماع، فمرسل لایقبل، ومابین فیہ، کسمعت، وحدثنا، واخبرنا، وشبھھا، فمقبول یحتج بہ[2]۔

صحیح یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے، یعنی مدلس کی وہ روایت جو ایسے لفظ سے ہو جو سماع کا احتمال تو رکھتا ہو مگر سماع کی تصریح نہ ہو، تو وہ مرسل ہے اور غیر مقبول ہے، اور جس میں سماع کی صراحت ہو، جیسے سمعت، حدثنا، اخبرنا اور ان جیسے الفاظ، تو وہ مقبول ہے اور قابلِ استدلال ہے۔ (ت)

اور مرسل کی نسبت آپ خود فرماچکے روایت مرسل حجت نہیں ہوتی نزدیک جماعت فقہا وجمہور محدثین کے۔ یہ آپ نے اُس حدیث صحیح متصل کو مردود ومرسل بناکر فرمایا تھا جس کا ذکر لطیفہ دہم میں گزرا جھوٹے ادعائے ارسال پر تو یہ جوش وخروش اور سچے ارسال میں یُوں گنگ وخاموش، یہ کیا مقتضائے حیا ودیانت ہے۔

جواب سوم حدیث مذکور کے اصلاً کسی طریق میں نہیں کہ حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے بعد غروب شفق ابیض نماز مغرب پڑھی نہ ہرگز ہرگز کسی روایت میں آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعد زسفر وقت حقیقۃً قضا کرکے دوسری نماز کے وقت میں پڑھنے کو فرمایا۔ ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ وقت مغرب شفق احمر تک ہے

الدارقطنی عن ابن عمر رفعہ، والصحیح وقفہ، افادہ البیہقی والنووی، انہ قال،

دارقطنی نے ابن عمر سے مرفوعاً روایت کی ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ موقوف ہے، جیسا کہ بیہقی اور نووی نے

---

[1] تقریب التہذیب ترجمہ عبداللہ ابن نجیح مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی ص ۱۴۴

[2] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی القسم الثانی من النوع الثانی عشر دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۲۲۹

ف: معیار الحق ص ۱۰۴

marfat.com

Marfat.com

العشاء، ھی اقبال اللیل و اول سوادہ[1] (فحمۃ العشاء رات کے آنے کو اور اس کی ابتدائی سیاہی کو کہتے ہیں۔ ت)، شرح جامع الاصول للمصنف میں ہے:

ھی شدۃ سواد اللیل فی اولہ، حتی اذا سکن فورہ، قلت بظھور النجوم وبسط نورھا۔ ولان العین اذا نظرت الی الظلمۃ ابتداء۔ لاتکاد تری شیئا[2]۔

وُہ رات کا ابتدائی حصّے میں بہت سیاہ ہونا ہے۔ پھر جب اس کا جوش ٹھہر جاتا ہے تو تاروں کے نکلنے اور ان کی روشنیاں پھیلنے سے سیاہی کم ہوجاتی ہے، اور اس لیے بھی کہ آنکھ جب ابتداء میں تاریکی کی طرف نظر کرتی ہے تو کچھ نہیں دیکھ پاتی۔ (ت)

ظاہر ہے کہ اس کا جانا بیاضِ شفق کے جانے سے بہت پہلے ہوتا ہے تو بیاضِ شفق جانا بیان کرکے پھر اس کے ذکر کی کیا حاجت ہوتی، ہاں بیاض شرقی اس سے پہلے جاتی ہے تو اس معنی صحیح پر فحمۂ عشاء کا ذکر عبث ولغو نہ ہوگا۔

ثالثاً یہی حدیث اسی طریق مذکور سفیٰن سے امام طحاوی نے یُوں روایت فرمائی:

حدثنا فھد ثنا الحمانی ثنا ابن عیینۃ عن ابن ابی نجیح عن اسمٰعیل بن ابی ذویب قال، کنت مع ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما، فلما غربت الشمس، ھبنا ان نقول: الصلاۃ، فسار حتی ذھب فحمۃ العشاء ورأینا بیاض الافق، فنزل فصلی ثلثا المغرب، واثنتین العشاء، وقال، ھکذا رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یفعل[3]۔

حدیث بیان کی ہم سے فہد نے حمانی سے، اس نے ابن عیینہ سے، اس نے ابن ابی نجیح سے، اس نے اسمٰعیل بن ابی ذویب سے کہ میں ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جب سورج ڈوب گیا تو ان کی ہیبت کی وجہ سے ہم انھیں نماز کا نہ کہہ سکے وہ چلتے رہے یہاں تک کہ عشاء کی سیاہی ختم ہوگئی اور ہم نے افق کی سفیدی دیکھ لی۔ اس وقت اتر کر مغرب کی تین رکعتیں اور عشا کی دو رکعتیں پڑھیں اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔ (ت)

یہ بقائے شفق ابیض میں نص صریح ہے کہ سرِ شام کا دھندلکا جاتا رہا اور ابھی افق کی سپیدی نظر آتی

---

[1] زہر الربی مع سنن النسائی بین السطور زیرحدیث مذکور مطبوعہ کارخانہ تجارت کتب نور محمد کراچی ۱/۹۹
[2] جامع الاصول للمصنف
[3] شرح معانی الآثار ... ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۱

marfat.com

Marfat.com

زاد ابوداود وابن موهب المعنی، قالا ثنا المفضل ح والبخاری وحده، حدثنا حسان الواسطی، وھذا لفظه، ثنا المفضل بن فضالة عن عقیل عن ابن شہاب عن انس بن مالك، قال، کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم، اذا ارتحل قبل ان تزیغ الشمس، اخر الظهر الی وقت العصر، ثم یجمع بینهما، واذا زاغت الشمس قبل ان یرتحل، صلی الظهر ثم رکب۔[1]

بیان کی ہم سے قتیبہ نے ـــــ ابوداؤد نے اضافہ کیا ہے "اور ابن موہب المعنی نے" دونوں مفضل سے روایت کرتے ہیں۔ یہی روایت بخاری نے بواسطہ حسان واسطی تنہا بھی کی ہے، اور آئندہ الفاظ اسی کے ہیں۔ حدیث بیان کی ہم سے مفضل نے عقیل سے، اس نے ابن شہاب سے، اس نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اگر زوال سے پہلے روانہ ہوجاتے تھے تو ظہر کو عصر تک مؤخر کردیتے تھے، پھر دونوں کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے ـــــ قتیبہ کے الفاظ یوں ہیں: "پھر اُترتے تھے اور دونوں کو اکٹھا پڑھتے تھے" ـــــ اور اگر زوال ہوجاتا تھا ـــــ قتیبہ کے الفاظ یوں ہیں: "اور اگر روانگی سے پہلے زوال ہوجاتا تھا" ـــــ تو ظہر پڑھ کے سوار ہوتے تھے۔ (ت)

دُوسرے لفظ میں ہے ظہر کو مؤخر فرماتے یہاں تک کہ عصر کا اوّل وقت داخل ہوتا پھر جمع کرتے۔

صحیح مسلم میں ہے، حدثنی عمرو الناقد ناشبابة بن سوار المدائنی نالیث بن سعد عن عقیل، فذکرہ، وفیه، اخر الظهر حتی یدخل اول وقت العصر، ثم یجمع بینهما۔[2]

حدیث بیان کی ہم سے عمرو الناقد نے شبابہ سے، اس نے لیث سے، اس نے سعد سے، اس نے عقیل سے، اس کے بعد روایت ذکر کی، اس میں ہے کہ ظہر کو مؤخر کرتے یہاں تک کہ عصر کا ابتدائی وقت داخل ہوجاتا، پھر دونوں کو جمع کرلیتے۔ (ت)

تیسرے لفظ میں یہ لفظ زائد ہے کہ مغرب کو تاخیر کرتے یہاں تک کہ شفق ڈوبنے کے وقت اُسے اور عشا کو ملاتے یا انھیں جمع فرماتے کہ شفق ڈوب جاتی۔

صحیح مسلم میں ہے، حدثنی ابو الطاهر وعمرو بن السواد قالا نا ابن وهب ثنی جابر بن اسمعیل عن عقیل، وفیه، یؤخر المغرب حتی یجمع

حدیث بیان کی مجھ سے ابوالطاہر اور عمرو بن سواد نے ابن وہب سے، اس نے جابر سے، اس نے عقیل سے۔ اس میں ہے کہ مغرب کو مؤخر کرتے تھے یہاں تک

---

[1] صحیح البخاری باب یؤخر الظهر الی العصر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۵۰
[2] صحیح مسلم باب جواز الجمع بین الصلوٰتین " " " ۱/۲۴۵

marfat.com
Marfat.com

الشفق الحمرۃ ۔ افادہ کیا ہے کہ ابن عمر نے کہا ہے کہ شفق سرخی کو کہتے ہیں ۔ (ت)

اور ہمارے نزدیک شفق ابیض تک ہے هو الصحیح روایۃ والرجیح درایۃ وقضیۃ الدلیل فعلیہ التعویل (یہی روایۃً صحیح ہے، اسی کو درایۃً ترجیح ہے اور دلیل کا تقاضا بھی یہی ہے اس لیے اسی پر اعتماد ہے ۔ ت) ہمارا مذہب اجلّائے صحابہ مثل افضل الخلق بعد الرسل صدیق اکبر و اُمّ المومنین صدیقہ و امام العلماء معاذ بن جبل و سید القراء اُبی بن کعب و سید الحفاظ ابوہریرہ و عبداللہ بن زبیر وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم و اکابر تابعین مثل امام اجل محمد باقر و امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز و اجلّائے تبع تابعین مثل امام الشام اوزاعی و امام الفقہاء و المحدثین و الصالحین عبداللہ بن مبارک و زفر بن الهذیل و ائمہ لغت مثل مبرد و ثعلب و فراء و بعض کبرائے شافعیہ مثل ابوسلیمان خطابی و امام مزنی تلمیذ خاص امام شافعی وغیرہم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم سے منقول کما فی عمدۃ القاری وغنیۃ المستملی وغیرھا ۔ اب اگر ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے صراحۃً ثابت بھی ہو کہ انھوں نے بعد غروب ابیض مغرب پڑھی تو صاف محتمل کہ انھوں نے کسی سفر میں سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بعد شفق احمر شفق ابیض میں مغرب اور اُس کے بعد عشاء پڑھتے دیکھا اور اپنے اجتہاد کی بنا پر یہی سمجھا ہو کہ حضور روالا صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ نے وقت قضا کرکے جمع فرمائی اب چاہے ابن عمر سے ثابت ہو جائے کہ انھوں نے پہر رات گئے بلکہ آدھی رات ڈھلے مغرب پڑھی یہ اُن کے اپنے مذہب پر مبنی ہوگا کہ جب وقت قضا ہو گیا تو گھڑی اور پہر سب یکساں مگر ہم پر حجت نہ ہو سکے گا کہ ہمارے مذہب پر وُہ جمع صوری ہی تھی جسے جمع حقیقی سے اصلاً علاقہ نہ تھا یہ تقریر بحمد اللہ تعالٰی وافی و کافی اور مخالف کے تمام دلائل و شبہات کی دافع و نافی ہے اگر ہمت ہے تو کوئی حدیث صحیح صریح ایسی لاؤ جس سے صاف صاف ثابت ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حقیقۃً شفق ابیض گزار کر وقت اجتماعیِ عشاء میں مغرب پڑھی یا اس طور پڑھنے کا حکم فرمایا مگر بحول اللہ تعالٰی قیامت تک کوئی حدیث ایسی نہ دکھا سکو گے بلکہ احادیثِ صحیحہ صریحہ جن میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جمع فرمانا اور اس کا حکم دینا آیا وہ صراحۃً ہمارے موافق اور جمع صوری میں ناطق ہیں جن کا بیان واضح ہو چکا پھر ہم پر کیا جبر ہے کہ ایسی احتمالی باتوں مذبذب خیالوں پر عمل کریں اور اُن کے سبب نمازوں کی تعیین و تخصیص اوقات کہ نصوص قاطعۂ قرآن و حدیث و اجماعِ امت سے ثابت ہے چھوڑ دیں ۔ هکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی اعلم ۔

حدیثِ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ مروی بطریق عُقیل بن خالد عن ابن شھاب عن انس جس کے ایک لفظ میں ہے کہ ظہر کو وقتِ عصر تک تاخیر فرماتے ،

الشیخان وابوداود والنسائی ، حدثنا قتیبۃ ، بخاری، مسلم، ابوداود اور نسائی کہتے ہیں کہ حدیث

marfat.com

Marfat.com

حافظ الشان کے لفظ یہ ہیں :

المراد انه عند فراغه منها دخل وقت العصر، کما سیأتی عن ابی الشعثاء[1] الخ

مراد یہ ہے کہ ظہر سے فارغ ہوتے ہی عصر کا وقت داخل ہوگیا، جیسا کہ عنقریب ابوالشعثاء سے آرہا ہے۔ (ت)

اور اُس سے فارغ ہوتے ہی جو عصر اپنے شروع وقت میں پڑھی جائے بداہۃً دونوں نمازیں مجتمع ہو جائیں گی تو اس معنے کو تحریف یا جمع بینہما کے مخالف کہنا صریح جہالت ہے۔

اقول وباللہ التوفیق تحقیق مقام یہ ہے کہ یؤخر الظھر میں ظہر سے صلاۃ ظہر مراد ہونا تو بدیہی نماز ہی قابلِ تاخیر وتعجیل ہے نہ وقت جس کی تاخیر وتعجیل مقدورات عباد میں نہیں اور صلاۃ ظہر حقیقۃً تکبیر تحریمہ سے سلام تک مجموع افعال کا نام ہے نہ ہر فعل یا آغاز نماز کا کہ جزء نماز ہے اور ایسے حقائق میں جزء شے شے نہیں جو اسم کسی مرکب مجموع اجزائے متعاقبہ فی الوجود کے مقابل موضوع ہو بنظرِ حقیقت اُس کا صدق جزء آخر کے ساتھ ہوگا نہ اُس سے پہلے مثلاً مکان اس مجموع جدران وسقف وغیرہا کا نام ہے تو جب نیو بھری گئی یا پہلی اینٹ چنائی کی رکھی گئی مکان نہ کہیں گے پس قبل فراغ حقیقت صلاۃ جسے شرع مطہر نماز گنے اور معتبر رکھے متحقق نہیں تو بحکم حقیقت انتہائے تاخیر نماز عین وقت فراغ پر ہے نہ وقت تکبیر کہ ہنوز زمانہ عدم صدق اسم باقی ہے اب حدیث کے الفاظ دیکھیے تاخیر نماز کی انتہا ابتدائے وقتِ عصر پر بتائی گئی ہے اور اُس کی انتہا فراغ پر تھی تو ثابت ہوا کہ ظہر سے فراغ وقت ظہر کے جزء اخیر میں ہوا یہی بعینہٖ ہمارا مقصود ہے اگر معنے وہ لیے جائیں جو ملّا جی بتاتے ہیں کہ اول وقت عصر میں نماز ظہر شروع کی تو تاخیر ظہر اول وقت عصر پر منتہی نہ ہوتی بلکہ اوسط وقت عصر تک رہی یہ خلاف ارشاد حدیث ہے تو بلحاظ حقیقت شرعیہ معنیِ حدیث وہی ہیں جنہیں ملّا جی تحریف نصوص بتا رہے ہیں ہاں مجازاً آغاز نماز پر بھی اسم نماز اطلاق کرتے ہیں تو ہمارے اور ملّا جی کے معنی میں وہی فرق ہے جو حقیقت ومجاز میں۔ بحمد اللہ اس بیان جلی البرہان سے واضح ہوگیا کہ ملّا جی کا منتہائے تاخیر ومنتہائے نماز ظہر میں تفرقہ پر حکم کرنا جہالت تھا ملّا جی نے اتنا سچ کہا کہ منتہے تاخیر کا اول وقت عصر کا ہوتا آگے جو یہ حاشیہ چڑھایا کہ یعنی ابھی تک ظہر نہ پڑھتے کہ وقت عصر آجاتا نرا ادعائے بے دلیل ہے طرفہ یہ کہ خود بھی حضرت نے اُنھیں لفظوں سے تعبیر کی جن میں دونوں معنی محتمل مگر عقل وہابیت تو باہم اتصے طرفین نقیض پر ہیں وللہ الحمد۔

ثم اقول وبحول اللہ اصول (پھر میں کہتا ہوں اور اللہ ہی کی طاقت سے جرح کرتا ہوں) ظہر کی وقتِ عصر تک تاخیر درکنار اگر صاف یہ لفظ آتے کہ ظہر اول وقت عصر میں پڑھی مدعائے مخالف میں نص نہ تھی ظہرین وعشائین میں

---

[1] فتح الباری شرح البخاری باب تاخیر الظہر الی العصر مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲/۱۹

marfat.com

Marfat.com

بینهما و بین العشاء حین یغیب الشفق[۱] ـ و رواہ النسائی، قال، اخبرنی عمرو بن سواد بن الاسود بن عمرو، و ابوداود مختصرا، قال: حدثنا سلیمٰن بن داود المھری کلاھما عن ابن وھب، بہ، و رواہ الطحاوی حدثنا یونس، قال: انا ابن وھب، و فیہ، حتی یغیب الشفق[۱]۔

کہ اس کو اور عشاء کو جمع کرلیتے جب شفق غائب ہوتی تھی۔ اس روایت کو نسائی نے بھی بواسطہ عمرو ابن سواد ابن اسود ابن عمرو، اور ابوداود نے بھی مختصراً بواسطہ سلیمان ابن داود المھری بیان کیا ہے (عمرو اور سلیمان) دونوں نے یہ روایت ابن وہب سے لی ہے۔ اور طحاوی نے اس کو بواسطہ یونس، ابن وہب سے لیا ہے۔ اس میں ہے "یہاں تک کہ شفق غائب ہوجاتی تھی۔" (ت)

غیبتِ شفق کے جوابات شافعیہ تو بحمد اللہ اوپر گزرے ملاجی کو بڑا ناز یہاں ان لفظوں پر ہے کہ ظہر کو وقت عصر تک مؤخر فرماکر جمع کرتے اُس پر حتی کے معنی میں لاطائل نحویت بگھار کر فرماتے ہیں[ف] پس مطلب یہ ہوا کہ تاخیر ظہر کی اس حد تک کرتے کہ منتہی تاخیر کا اول وقت عصر کا ہوتا یعنی ابھی تک ظہر نہ پڑھتے کہ عصر کا وقت آجاتا تا ان معنی سے کسی کو انکار نہیں مگر محرفین للنصوص کو اول وقت عصر کا منتہی تاخیر کا ہے نہ نماز ظہر کا اگر ظہر کا ہو تو ثم یجمع بینہما کے کچھ معنے نہیں بنتے کہ بعد ہوچکنے ظہر کے اول وقت عصر تک پھر جمع کرنا ساتھ عصر کے کس طرح ہو اھ ملخصا مھذبا۔

اِن لن ترانیوں کا **جواب** تو بہت واضح ہے عصر یا وقت عصر یا اول وقت عصر یا دخول وقت عصر تک ظہر کو مؤخر کرنے کے جس طرح یہ معنے ممکن کہ ظہر نہ پڑھی یہاں تک کہ وقت عصر داخل ہوا یونہی یہ بھی متصور کہ ظہر میں اس قدر تاخیر فرمائی کہ اس کے ختم ہوتے ہی وقتِ عصر آگیا خود علمائے شافعیہ ان معنی کو تسلیم کرتے ہیں صحیح بخاری شریف میں فرمایا: باب تاخیر الظھر الی العصر[۳]۔ امام عسقلانی شافعی نے فتح الباری پھر قسطلانی شافعی نے ارشاد الساری میں اس کی شرح فرمائی:

باب تاخیر الظھر الی اول وقت العصر، بحیث انہ اذا فرغ منھا دخل وقت تالیھا، لا انہ یجمع بینھما فی وقت واحد[۴]۔

باب، ظہر کی تاخیر عصر کے ابتدائی وقت تک کہ جب ظہر سے فارغ ہو، عصر کا وقت داخل ہوجائے، نہ یہ کہ ایک ہی وقت میں دونوں کو جمع کرے۔ (ت)

---

[۱] الصحیح لمسلم باب جواز الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۴۵

سنن ابی داؤد ۱/۱۷۲ شرح معانی الآثار ۱/۱۱۳

[۲] سنن النسائی الوقت الذی یجمع فیہ المسافر بین المغرب والعشاء مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۹۹

[۳] صحیح البخاری باب تاخیر الظھر الی العصر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷۷

[۴] ارشاد الساری دار الکتاب العربی بیروت ۱/۴۹۱

[ف] معیار الحق ص ۳۷۷، ۳۷۸

marfat.com

Marfat.com

وقت واحد[1]

امام شافعی نے کہا کہ اسی سے ایک وقت میں ان کے اشتراک کا احتمال ختم ہو جاتا ہے۔ (ت)

ثم اقول ہاں میں علماء سے کیوں نقل کروں خود ملاجی اپنے ہی لکھے کو نہ روئیں اقرء کتابك کفی بنفسك الیوم علیك شهیدا[2]۔ (پڑھو اپنی کتاب کو، آج تم خود ہی اپنے آپ پر شہید کافی ہو۔ ت) مسئلہ وقت ظہر میں جو ایک مثل کا اثبات پیشِ نظر تھا پاؤں تلے کی سوجھی آگا پیچھا بے سوچے سمجھے صاف صاف انھیں معنی کا اقرار کر گئے یہ کیا خبر تھی کہ دو قدم چل کر یہ اقرار جان کا آزار ہو جائے گا حدیث سائل بروایت نسائی عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ نقل کرکے فرماتے ہیں[ف1]، معنے اس کے یہ ہیں کہ پہلے دن عصر جب پڑھی کہ سایہ ایک مثل آگیا اور دوسرے دن ظہر سے ایک مثل پر فارغ ہوئے یہ معنے نہیں کہ ظہر پڑھنی شروع کی دُوسرے دن اُسی وقت میں جس میں پہلے دن عصر پڑھی تھی انتہٰی۔ کیوں مُلّاجی! جب صلاۃ بمعنی فراغ عن الصلاۃ آپ خود لے رہے ہیں تو آخر الظہر کے معنے آخر الفراغ عن الظہر لینا کیوں تحریف نصوص ہوگیا، ہاں اس کا علاج نہیں کہ شریعت تمہارے گھر کی ہے اپنے لیے تحریف تبدیل انکار تکذیب جو چاہو حلال کرلو۔ مزہ یہ ہے کہ فقط اسی پر قناعت نہ کی لاج کا بھلا ہو حدیث امامت جبریل عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما بھی نقل کی اور ابوداؤد کے لفظ چھوڑ کر خاص ترمذی ہی کی روایت لی جس میں صاف نقل کیا کہ ظہر امروزہ عصر دیروزہ کے وقت میں پڑھی اور بکمال خوش طالعی اسے بھی لکھ دیا[ف2] کہ معنے اس کے بھی وہی ہیں جو حدیثِ نسائی کے بیان کیے گئے یعنی پہلے دن عصر شروع کی ایک مثل پر اور دوسرے دن فارغ ہوئے ظہر سے ایک مثل پر۔ مُلّاجی! جب ایک نماز دوسری کے وقت میں پڑھنا ان صریح لفظوں کے بھی خود یہ معنے لے رہے ہو کہ نماز پڑھی تو اپنے وقت میں مگر اس سے فراغ دوسری کے ابتدائے وقت پر ہوا تو اب کس منہ سے یہ حدیثیں اثبات جمع میں پیش کرتے اور انھیں نص صریح ناقابل تاویل بتاتے ہو ان میں تو تصریح دکھا بھی نہ سکے جو صاف صاف اس حدیث ترمذی میں تھی جب اس کے یہ معنے بنا رہے ہو ان کے بدرجۂ اولٰی بنیں گے اور اول تا آخر تمہارے سب دعوے

عہ اقتباس ومناسب المقام ههنا الشهادة لا الحساب ۱۲ منہ (م)

قرآن کریم سے اقتباس ہے اور مقام کے مناسب یہاں پر شہادت ہے نہ کہ حساب (اس لیے حسیبًا کی جگہ شہیدًا لایا گیا ہے) (ت)

---

[1] مرقات المفاتیح الفصل الثانی من باب المواقیت مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/ ۱۲۴

[2] القرآن ۱۷/ ۱۴

ف1 معیار الحق مسئلہ چہارم بحث آخر وقت ظہر الخ مکتبہ نذیریہ لاہور ص ۳۱۶ ف2 ایضًا ص ۳۲۱

marfat.com

Marfat.com

آخروقتِ اول و اول وقت آخر آنِ واحد فصل مشترک بین الزمانین ہے اور صلاۃ بمعنے ابتدائے صلاۃ اور فراغ عن الصلاۃ دونوں مستقل تو بحکم مقدمہ اولیٰ جس نماز کے فراغ پر اُس کا وقت ختم ہوجائے اُسے جس طرح یُوں کہہ سکتے ہیں کہ اپنے وقت کے جزء اخیر میں تمام ہوئی یونہی یہ بھی کہ وقت آئندہ کے جزء اول میں اُس سے فراغ ہوا اور بحکم مقدمہ ثانیہ تعبیر ثانی کو ان لفظوں سے بھی ادا کرسکتے ہیں کہ نماز وقت آئندہ میں پڑھی کہ نماز پڑھنا فراغ عن الصلاۃ تھا اور فراغ عن الصلاۃ آخر وقت میں ہوا اور آخر وقت ماضی اول وقت آتی ہے ولہذا ساتوں احادیث مذکورۂ امامت جبریل و سوال سائل میں جب کہ بظاہر عصر ماضی و ظہر حال دونوں ایک وقت پڑھنا نکلتا تھا بلکہ حدیث امامت عند الترمذی و حدیث سائل عند ابی داؤد میں صاف تصریح تھی کہ آج کی ظہر کل کی عصر کے وقت پڑھی خود امام شافعی و جمہور علمائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے ان میں صلاۃ عصر دیروزہ کو ابتدائے نماز اور صلاۃ ظہر امروزہ کو فراغ نماز پر حمل کیا یعنی ایک مثل سایہ پر کل کی عصر شروع فرمائی تھی اور آج کی ظہر ختم، اسی کو یُوں تعبیر فرمایا گیا کہ ظہر امروزہ عصر دیروزہ کے وقت میں پڑھی امام اجل ابوزکریا نووی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح صحیح مسلم شریف میں زیر حدیث اذا صلیتم الظھر فانہ وقت الی ان یحضر العصر (جب تم ظہر کی نماز پڑھنا چاہو تو عصر تک سارا وقت ظہر ہی کا ہے۔ ت) فرماتے ہیں :

احتج الشافعی والاکثرون بظاھر الحدیث الذی نحن فیہ، واجابوا عن حدیث جبریل علیہ السلام، بان معناہ، فرغ من الظھر حین صار ظل کل شیئ مثلہ، وشرع فی العصر فی الیوم الاول حین صار ظل کل شیئ مثلہ فلا اشتراك بینھما[1]۔

امام شافعی اور اکثر علما نے اسی حدیث کے ظاہر سے استدلال کیا ہے جس میں ہم گفتگو کر رہے ہیں اور جبریل علیہ السلام کی حدیث سے یہ جواب دیا ہے کہ پہلے دن جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہوگیا تھا تو اس وقت ظہر کی نماز سے فارغ ہوگئے تھے اور دوسرے دن جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہوا تھا تو اس وقت عصر کی نماز شروع کی تھی۔ اس طرح دونوں کا (ایک ہی وقت میں) اشتراک نہیں پایا جاتا۔ (ت)

مرقات شرح مشکوٰۃ میں ہے :

فی روایۃ، حین کان ظل کل شیئ مثلہ، کوقت العصر بالامس۔ ای فرغ من الظھر ح، کما شرع فی العصر فی الیوم الاول ح حینئذٍ قال الشافعی: وبہ یندفع اشتراکھما فی

ایک روایت میں ہے کہ جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہوگیا تھا، جیسا کہ گزشتہ کل اسی وقت عصر کے وقت تھا۔ یعنی آج اُسی وقت ظہر سے فارغ ہوئے تھے جیسا کہ گزشتہ کل اسی وقت عصر میں شروع ہوئے تھے۔

---

[1] شرح الصحیح لمسلم مع مسلم باب اوقات صلوات الخمس مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۲۲

marfat.com

Marfat.com

کے طرق جو زیجات میں موضوع ہیں سب ظنی وتخمینی ہیں کسی کوکب کی تقویم حقیقی معلوم کرنا نہ حساب کا کام ہے نہ ارصاد کا، جداول جیوب و ظلال ومیول و اوساط و تعاویل مراکز و مواضع اوجات و تفاوت ایام حقیقیہ و وسطیہ و فصل ما بین المرکزین وعروض واطوال بلاد و درج و اجزائے استوائیہ وطوالع و مطالع بلدیہ وغیرہا امور کہ اس ادراک کے ذرائع ہیں سب فی انفسہا محض تخمینی ہیں اور اس پر اثبات زیجات بر رفع و اسقاط حصص کسرات تخمین بالائے تخمین، پاکی ہے اُسے جس نے بہر تقویم و تقلیہ میں عجز و جہل بشر کو ظاہر کیا اور ذرہ ذرہ عالم سے اپنے کمال علم و قدرت کو جلوہ دیا،

سبحٰنك لا علم لنا الا ما علمتنا انك انت العلیم الحکیم[1]۔ تُو پاک ہے ہمیں علم نہیں مگر جتنے کی تُو نے تعلیم دی ہے تُو ہی علیم حکیم ہے۔ (ت)

ولہذا ملتقی وقتین سے کچھ پہلے اور کچھ بعد تک عامہ خلق کے نزدیک وقت مشکوک ہے اسی کو وقت بین الوقتین کہتے ہیں اس میں نظر ناظر کبھی حالت شک میں رہتی ہے کبھی بقائے وقت اول کبھی دخول وقت آخر گمان کرتی ہے اور واقع وُہ ہے جو رب العزۃ جل وعلا کے علم میں ہے صاحب وحی خصوصاً عالم علوم الاولین والآخرین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب بحکم نبأنی العلیم الخبیر (آگاہ کیا ہے مجھے علم والے اور خبر والے نے۔ت) عین وقت حقیقی پر مطلع ہو کر نمازِ ظہر ایسے اخیر وقت میں ادا فرمائے اور سلام پھیرتے ہی معاً وقت عصر کی ابتدائے حقیقی جو خاص علم الٰہی میں تھی شروع ہو جائے اور دیگر ناظرین کہ وحی سے بہرہ نہیں رکھتے براہِ اشتباہ اسے وقت آخر میں گمان کریں اصلاً محل تعجب نہیں نہ معاذ اللہ اس میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی کسرِ شان کہ علوم خاصہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حضور کا شریک نہ ہونا کچھ منافی صحابیت نہیں بلکہ واجب و لازم ہے فقیر غفرلہ المولی القدیر احادیث کثیرہ سے خاص اس جزئیہ کی نظیریں پیش کرسکتا ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے ایسے وقت نمازیں پڑھیں یا سحری تناول فرمائی کہ ناظرین کو بقائے وقت میں شک یا خروج وقت کا گمان گزرتا بلکہ اجلّہ حذاقِ صحابہ کی تمیز ومعرفت میں دیگر ناظرین شریک نہ ہوتے علم محمدی تو علم محمدی ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، مثلاً:

حدیث ۱ حدیث سائل کہ صحیح مسلم و سُننِ ابی داؤد و سُننِ نسائی و مسند امام احمد و حجۃ امام ابن ابان و مصنف طحاوی میں سیدنا ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی اُس میں ظہر روزِ اول کی نسبت مسلم و نسائی کی روایت یُوں ہے،

اقام بالظھر حین زالت الشمس، والقائل یقول، قد انتصف النھار، وھو کان — سورج ڈھلتے ہی ظہر کی اقامت کہی اس حال میں کہ کہنے والا کہے ٹھیک دوپہر ہے اور حضور صلی اللہ

---

[1] القرآن ۲/ ۳۲

marfat.com

Marfat.com

قل موتوا بغیظکم سُنیں گے انصاف ہو تو ایک یہی حرف تمھاری ساری محنت کو پہلی منزل پہچاننے کے لیے بس ہے وللہ الحمد یہ کلام تو ملا جی کی جہالتوں سے متعلق تھا اب مثل حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما اس حدیث کے بھی جواب بعون الوہاب اُسی طرز صواب پر لیجئے وباللہ التوفیق۔

جواب اول دخول عصر سے قرب عصر مراد ہے جس کی اکیس مثالیں آیات و احادیث سے گزریں خصوصاً حدیث ہشتم میں ہم نے روایت صحیحہ صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی سے روشن ثبوت دیا کہ دوسرے وقت تک تاخیر درکنار ایک نماز اپنے آخر وقت میں دوسرے وقت کے قریب پڑھنے کو کہا یہاں تک کہا جاتا ہے کہ دوسری نماز کے وقت میں پڑھی

الی ھذا الجواب اشار الامام الطحاوی رحمہ اللہ تعالٰی، حیث قال، قد یحتمل ان یکون قولہ، الی اول وقت العصر، الی قرب اول وقت العصر[1]

اسی جواب کی طرف امام طحاوی نے اشارہ کیا ہے انھوں نے کہا ہے کہ اول وقت عصر سے مراد اول وقت عصر کا قریب ہونا ہے۔ (ت)

جواب ثانی، اقول وقت ظہر دو مثل سمجھو خواہ ایک اُس کی حقیقت واقعیہ کا ادراک طاقت بشری سے خارج ہے آسمان بھی صاف ہو زمین بھی ہموار تاہم پیمائش اقدام یا کوئی چیز زمین میں کھڑی کرکے ناپنا تو ہرگز غایت تخمین مقدور تک بھی بالغ نہیں نہایت تصحیح ظل امثالی دائرہ ہندیہ ہے وہ بھی حقیقت امر ہرگز نہیں بتا سکتا۔

اولاً دائرے کی صحت سطح کا استوا سطح دائرۃ الافق سے اُس کی پوری موازات مقیاس کا سطح دائرۃ نصف النہار سے ذرہ بھر مائل نہ ہونا مدخل و مخرج کے نقاط نامتجزیہ کی صحیح تعیین قوس محصورہ کی ٹھیک تنصیف پھر ظل کا خط نامتجزی پر واقعی انطباق پھر اُس کی حقیقی مقدار پھر اس پر مثل یا مثلین کی بے کمی بیشی زیادت ان میں سے کسی پر جزم متیسر نہیں۔

ثانیاً بفرض محال عادی یہ سب حق حقیقت پر صحیح بھی ہو جائیں تاہم خط نصف النہار کا سطح عظیمہ نصف النہار میں ہونا معلوم نہیں بلکہ نہ ہونا ثابت و معلوم ہے کہ شمس بوجہ تقاطع معدل و منطقہ اپنی سیر خاص سے لحہ بھر بھی ایک مدار پر نہیں رہتا تو منتصف مابین المدخل والمخرج ہمیشہ خط نصف النہار سے شرقی یا غربی ہے مگر جبکہ دائرۃ الزوال پر مرکز نیّر کا انطباق اور احدالانقلابین میں حلول آنِ واحد میں ہو اور وُہ نہایت نادر ہے۔

ثالثاً اس نادر کو بھی فرض کرلیجئے تاہم علم کی طرف اصلاً سبیل نہیں کہ حلولِ انقلاب یا وصول دائرہ جاننے

---

[1] شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلوٰتین الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۳

marfat.com

Marfat.com

طلوع الصبح للعامة، وقد ظهر لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم طلوعہ، اما بالوحی او بغیرہ۔[1]

طلوع کرنا ظاہر نہ ہوا تھا حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو وحی وغیرہ سے معلوم ہوگیا۔

حدیث ۳ صحیح بخاری شریف میں عبدالرحمٰن بن یزید نخعی سے خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت ہے:

ثم صلی الفجر حین طلع الفجر، قائل یقول: طلع الفجر، وقائل یقول: لم یطلع الفجر، واولہ، قال: خرجنا مع عبداللہ الی مکۃ، ثم قدمنا جمعا الحدیث۔[2]

یعنی ہم حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ساتھ حج کو چلے مزدلفہ پہنچے وہاں حضرت عبداللہ نے نماز فجر طلوع فجر ہوتے ہی پڑھی کوئی کہتا فجر ہوگئی ہے کوئی کہتا ابھی نہیں۔

حدیث ۴ امام ابوجعفر طحاوی انھیں عبدالرحمٰن نخعی سے راوی:

قال صلی عبداللہ باصحابہ صلاۃ المغرب، فقام اصحابہ یتراءون الشمس، فقال: ما تنظرون؟ قالوا: ننظر اغابت الشمس! فقال عبداللہ: ھذا، واللہ الذی لا الٰہ الا ھو، وقت ھذہ الصلاۃ الحدیث۔[3]

یعنی عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے اصحاب کو نماز مغرب پڑھائی اُن کے اصحاب اُٹھ کر سورج دیکھنے لگے، فرمایا: کیا دیکھتے ہو؟ عرض کی: یہ دیکھتے ہیں کہ سورج ڈوبا یا نہیں! فرمایا: قسم اللہ کی جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں کہ یہ عین وقت اس نماز کا ہے۔

نماز سے فارغ ہو کر بھی اُن کے اصحاب کو شبہہ تھا کہ سورج اب بھی غروب ہوا یا نہیں فان صلی حقیقۃ فی الفعل دون الارادۃ والفاء للتعقیب (کیونکہ صلی کا حقیقی معنی نماز پڑھنا ہے نہ کہ ارادہ کرنا اور فاء تعقیب کے لیے ہے۔ ت)

حدیث ۵ بخاری مسلم ترمذی نسائی ابن ماجہ طحاوی بطریق انس رضی اللہ تعالٰی عنہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال: تسحرنا مع رسول اللہ صلی اللہ

ہم نے حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ

---

[1] عمدۃ القاری شرح بخاری باب صلاۃ الفجر بالمزدلفۃ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۱۰/۲۰

[2] صحیح البخاری باب متی یصلی الفجر بجمع مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۲۸

[3] شرح معانی الآثار باب مواقیت الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۷

marfat.com

Marfat.com

اعلم منہم[1]۔ تعالٰی علیہ وسلم اُن سے زیادہ جانتے تھے۔

ابوداؤد کے یہ لفظ ہیں ؛

حتی قال القائل ، انتصف النہار ، وھو اعلم[2]۔ یہاں تک کہ کہنے والے نے کہا دوپہر ہوا اور حضور کو حقیقت امر کی خُوب خبر تھی۔

احمد وعینی وطحاوی کے لفظ یُوں ہیں ؛

والقائل یقول ، انتصف النہار اولم ، و کان اعلم منہم[3]۔ کہنے والا کہتا دوپہر ہے یا ابھی دوپہر بھی نہ ہوا اور حضور کے علم سے اُن کے علموں کو کیا نسبت تھی۔

حدیث ۲ صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن ابی داؤد وسنن نسائی وکتاب طحاوی میں بارہ حدیث سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ دربارۂ انکار جمع بین الصلاتین کہ عنقریب ان شاء اللہ القریب المجیب مذکور ہوگی یہ ہے ؛

صلی الفجر یومئذ قبل میقاتھا[4]۔ صبح کی نماز اس کے وقت سے پہلے پڑھی (ت)

ابوداؤد کے لفظ یُوں ہیں ؛

صلی صلاۃ الصبح من الغد قبل وقتھا[5]۔ دسویں ذوالحجہ کو مزدلفہ میں فجر کی نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت سے پہلے پڑھی۔ (ت)

طحاوی کی روایت یُوں ہے ؛

صلی الفجر یومئذ لغیر میقاتھا[6] یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ذی الحجہ کی دسویں تاریخ مزدلفہ میں صبح کی نماز اُس کے وقت سے پہلے پڑھی بے وقت پڑھی۔

امام بدر عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں ؛

قولہ قبل میقاتھا ، بان قدم علی وقت ظہور یعنی قبل وقت پڑھنے کے یہ معنی ہیں کہ اور لوگوں پر صبح کا

---

[1] الصحیح لمسلم باب اوقات صلوات الخمس ۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۲۳
[2] سنن ابی داؤد باب المواقیت مطبوعہ مجتبائی لاہور ، پاکستان ۱/۵۶
[3] شرح معانی الآثار باب مواقیت الصلوات مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۳
[4] صحیح البخاری باب متی یصلی الفجر بجمع مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۲۸
[5] سنن ابی داؤد باب الصلاۃ بجمع مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱/۲۶۶
[6] شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۳

marfat.com
Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم؟ قال، هو النهار، الا ان الشمس لم تطلع[1]

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ کس وقت سحری کھائی تھی؟ کہا دن ہی تھا مگر یہ کہ سورج نہ چمکا تھا۔

امام طحاوی کی روایت میں یوں صاف تر ہے:

قلت: بعد الصبح؟ قال: بعد الصبح، غير ان الشمس لم تطلع[2]

میں نے کہا بعد صبح کے؟ کہا ہاں بعد صبح کے مگر آفتاب نہ نکلا تھا۔

رائے فقیر میں ان روایات کا عمدہ محل یہی ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے علم نبوت کے مطابق حقیقی نہایت لیل پر سحری تناول فرمائی کہ فراغ کے ساتھ ہی صبح چمک آئی حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو گمان ہوا کہ سحری دن میں کھائی بعد صبح اور واقعی جو شخص سحری کا پچھلا نوالہ کھا کر آسمان پر نظر اُٹھائے تو صبح طالع پائے وہ سوا اس کے کیا گمان کرسکتا ہے۔

حدیث ۸ ابوداؤد نے اپنی سنن میں باب وضع کیا: باب المسافر وهو يشك فى الوقت[3]۔ اور اس میں انہیں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے جن کی حدیث میں ہم یہاں کلام کررہے ہیں روایت کی:

قال: كنا اذا كنا مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فى السفر، فقلنا: زالت الشمس اولم تزل، صلى الظهر ثم ارتحل[4]

جب ہم حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب سفر میں ہوتے تھے ہم کہتے سورج ڈھلا یا ابھی ڈھلا بھی نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُس وقت نماز ظہر پڑھ کر کوچ فرمادیتے۔

حدیث ۹ ابوداؤد اسی باب میں اور نیز نسائی و طحاوی انہیں انس رضی اللہ عنہ سے راوی:

كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا نزل منزلا لم يرتحل حتى يصلى الظهر، فقال له رجل: وان كان نصف النهار؟ قال: وان كان نصف النهار[5]

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب کسی منزل میں اُترتے بے ظہر پڑھے کوچ نہ فرماتے۔ کسی نے کہا اگرچہ دوپہر کو، فرمایا: اگرچہ دوپہر کو۔

---

[1] سنن النسائی الحث علی السحور و ذکر الاختلاف الخ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ۱/۳۰۲
[2] شرح معانی الآثار کتاب الصیام مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۷۸
[3] سنن ابی داؤد باب المسافر یصلی الخ " مجتبائی لاہور ۱/۱۷۰
[4] و [5] " " ۱/۱۷۰

marfat.com

Marfat.com

تعالیٰ علیہ وسلم، ثم قمنا الی الصلاۃ، قلت: کم کان قدر ما بینھما؟ قال: خمسین اٰیۃ[1]۔

سحری کھائی پھر نماز فجر کے لیے کھڑے ہوگئے میں نے پوچھا بیچ میں کتنا فاصلہ دیا، کہا پچاس آیتیں پڑھنے کا۔

حدیث ۶ بخاری ونسائی بطریق قتادہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

ان نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، و زید بن ثابت تسحرا، فلما فرغا من سحورھما قام نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی الصلاۃ فصلی، قلت لانس، کم کان بین فراغھما من سحورھما و دخولھما فی الصلاۃ؟ قال: قدر ما یقرؤ الرجل خمسین اٰیۃ[2]۔

یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سحری تناول فرمائی جب کھانے سے فارغ ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز صبح کے لیے کھڑے ہوگئے نماز پڑھ لی میں نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا سحری سے فارغ اور نماز میں داخل ہونے میں کتنا فصل ہوا، کہا اس قدر کہ آدمی پچاس آیتیں پڑھ لے۔

امام طورپشتی حنفی پھر علامہ طیبی شافعی پھر علامہ علی قاری شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

ھذا التقدیر لایجوز لعموم المؤمنین الاخذ بہ، وانما اخذہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لاطلاع اللہ تعالیٰ ایاہ، وکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معصوما عن الخطأ فی الدین[3]۔

یہ اندازہ ہے کہ عام اُمت کو اسے اختیار کرنا جائز نہیں سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُسے اس لیے اختیار فرمایا کہ رب العزۃ جل وعلا نے حضور کو وقت حقیقی پر اطلاع فرمائی تھی اور حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دین میں خطا سے معصوم تھے۔

حدیث ۷ نسائی وطحاوی زر بن حبیش سے راوی:

قال: قلنا لحذیفۃ، ای ساعۃ تسحرت مع

ہم نے حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا آپ نے

---

[1] صحیح البخاری باب وقت الفجر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۱

[2] صحیح البخاری باب وقت الفجر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۲

[3] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح الفصل الاول من باب تعجیل الصلوات مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۱۳۳

marfat.com

Marfat.com

حکم فرمایا اور اس کے بعد مؤذن کو اجازتِ اذان عطا ہوئی تو بلاشبہہ دوسرے مثل میں وقتِ ظہر باقی رہنا ثابت ہوا جیساکہ ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے یہ دلیل ساطع بحمد اللہ تعالیٰ لاجواب تھی یہاں ملاجی حالتِ اضطراب میں فرماگئے کہ مساوی کہنا راوی یعنی سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سایہ ٹیلوں کو ظاہر ہے کہ تخمیناً اور تقریباً ہے نہ بانسلور کہ گز رکھ کر ناپ لیا تھا۔ کیوں حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو گز رکھ کر نہ ناپا تھا یونہی تخمیناً مساوات بتادی مگر اس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گز رکھ کر ناپ لینا آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا آخر دخول وقت عصر یونہی تو معلوم ہوگا کہ سایہ اس مقدار کو پہنچ جائے اُس کا علم بے ناپے کیوں کر ہوا بلکہ یہاں تو غالباً دو ناپوں کی ضرورت ہے ایک وقت نصف النہار کہ سایۂ اصلی کی مقدار ناپیں دوسری اس وقت کہ سایہ بعد ظل اصلی مقدار مطلوب کو پہنچا یا نہیں، جب انہوں نے ایک ناپ نہ کی یونہی تخمیناً فرمادیا انھوں نے دو ناپیں کاہے کو کی ہوں گی، یونہی تخمیناً فرمادیا ہوگا کہ عصر کا اول وقت داخل ہوگیا جیسے آپ وہاں احتمال نکالا چاہتے ہیں کہ واقع میں مساوی نہ ہوا ہوگا اور ظہر ایک مثل کے اندر ہوئی یہاں بھی وہی احتمال پیدا رہے گا کہ واقع میں وقت عصر نہ آیا تھا ظہر اپنے ہی وقت پر ہوئی یہ کیا حیاداری و مکابرہ ہے کہ جابجا جو باتیں خود اختیار کرتے جاؤ دوسرا کرے تو آنکھیں دکھاؤ تحریف نصوص بتاؤ اس تحکم کی کوئی حد ہے۔

لطیفہ ۲۔ اقول خدا انصاف دے تو یہاں تخمینہ بھی اتنی ہی غلطی ہوگی جتنی دیر میں ظہر کی دو رکعتیں پڑھی جائیں اور حدیث ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سخت فاحش غلطی ماننی پڑے گی جسے ان کی طرف بے دلیل نسبت کردینا صراحۃً سوءِ ادب ہے، خود امام شافعی کی تصریح سے واضح ہوا کہ سایۂ تلول کی ابتدا اس وقت ہوتی ہے جب بلند چیزوں کا سایہ سایۂ اصلی کے سوا نصف مثل سے اکثر گزر جاتا ہے تو ظاہر ہے کہ ٹیلوں کا سایہ ابھی نصف مثل تک بھی نہ پہنچے گا کہ اور چیزوں کا سایہ سایۂ اصلی کے سوا ایک مثل سے گزر جائے گا کہ اول تو جس طرح ظہور ظل میں تفاوت شدید ہے کہ اتنی دیر کے بعد ان کا سایہ پیدا ہوتا ہے یونہی زیادت ظل میں فرق رہے گا بلند چیزوں کا سایہ اپنی نسبت پر جتنی دیر میں جتنا بڑھے گا ٹیلوں کا سایہ اپنی نسبت میں اُس سے کم بڑھے گا کما لا یخفی علی العارف بقواعد الفن (جیساکہ قواعدِ فن کے جاننے والے پر مخفی نہیں۔ ت) تو لاجرم جس وقت ٹیلوں کا سایہ پیدا ہوا اور بلندیوں کا سایہ سایۂ اصلی کے سوا نصف مثل سے زائد تھا اب کچھ دیر کے بعد بلندیوں کا سایہ سایۂ اصلی کے سوا نصف مثل سے زائد تھا اب کچھ دیر کے بعد بلندیوں کا سایہ نصف مثل سے کم بڑھ کر ایک مثل ظل اصلی سے گزر گیا اُس وقت ٹیلوں کا سایہ اُس کم از نصف سے بھی کم ہوگا اور اس تحفظ نسبت تفاوت کو نہ بھی مانئے تو خیر کم از نصف ہی جانئے پھر بہرحال اس سے اتنی دیر اور مجرا کیجئے جس میں اذان کا حکم ہوا اور اُس کے بعد جماعت فرمائی گئی تو حساب سے آپ کے طور پر اُس وقت ٹیلوں کا سایہ کوئی چہارم ہی کی قدر رہتا ہے اُسے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمادینا کہ سایہ برابر ہوگیا تھا کس قدر بعید و ناقابل قبول ہے۔ بلکہ انصاف ... موقع کہ جس میں دو رکعتیں پڑھ لی جائیں

ف۔ معیار الحق۔ مسئلہ چہارم ...

marfat.com

Marfat.com

نسائی کے لفظوں ہیں:

فقال رجل و ان کانت بنصف النہار قال و ان کانت بنصف النہار[1] — یعنی کسی نے پوچھا اگرچہ وہ نماز دوپہر میں ہوتی فرمایا اگرچہ دوپہر میں ہوتی۔

لطیفہ[۱] اوّل ملاجی کو تو یہ منظور ہے کہ جہاں جیسے بنے اپنا مطلب بنائیں یہاں تو قول انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہ وقت عصر کا آغاز ہو جاتا ایسی تحقیق یقینی پر عمل کیا جس میں اصلاً گنجائش تاویل نہیں اور مسئلہ وقت ظہر میں جب علمائے حنفیہ نے حدیث صحیح جلیل صحیح بخاری شریف سے استدلال کیا کہ ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ایک سفر میں ہم حاضر رکاب سعادت سلطان رسالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ تھے مؤذن نے ظہر کی اذان دینی چاہی فرمایا وقت ٹھنڈا کر، دیر کے بعد انھوں نے پھر اذان کا قصد کیا، پھر فرمایا وقت ٹھنڈا کر، ایک دیر کے بعد انھوں نے پھر ارادہ کیا، فرمایا ٹھنڈا کر، حتی ساوی الظل التلول (یہاں تک کہ ٹیلوں کا سایہ ان کے برابر آگیا) سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ان شدۃ الحر من فیح جہنم[2] (گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے) تو اس میں نماز ظہر ٹھنڈے وقت میں پڑھو، ظاہر ہے کہ ٹھیک دوپہر خصوصاً موسم گرما میں کہ وہی زمانہ ابراد ہے ٹیلوں کا سایہ اصلاً نہیں ہوتا بہت دیر کے بعد ظاہر ہوتا ہے، امام اجل ابوزکریا نووی شافعی شرح مسلم شریف میں فرماتے ہیں،

التلول منبطحۃ غیر منتصبۃ، ولا یصیر لہا فیئ فی العادۃ، الا بعد زوال الشمس بکثیر[3] — ٹیلے زمین پر پھیلے ہوتے ہیں نہ بلند عادۃً ان کا سایہ نہیں پڑتا مگر سورج ڈھلنے سے بہت دیر کے بعد۔

امام ابن اثیر جزری شافعی نہایہ میں فرماتے ہیں،

ھی منبطحۃ لایظھر لہا ظل، الا اذا ذھب اکثر وقت الظھر[4] — ٹیلے پست ہوتے ہیں ان کے لیے سایہ ظاہر ہی نہیں ہوتا مگر جب ظہر کا اکثر وقت جاتا رہے۔

جب خود ائمہ شافعیہ کی شہادت سے ثابت اور نیز مشاہدہ وعقل وقواعد علم ظل شاہد کہ ٹیلوں کے سائے کی ابتدا زوال سے بہت دیر کے بعد ہوتی ہے تو ظاہر ہے کہ سایہ ٹیلوں کے برابر اُس وقت پہنچے گا جب بلند چیزوں کا سایہ ایک مثل سے بہت گزر جائے گا اُس وقت تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گرمیوں میں ظہر ٹھنڈی کرنے کا

---

[1] سنن النسائی — اول وقت ظہر حدیث ۴۹۹ — مطبوعہ المکتبہ سلفیہ لاہور — ۱/۵۸
[2] صحیح البخاری — باب الابراد بالظہر فی السفر دار المعرفۃ " قدیمی کتب خانہ کراچی — ۱/۷۷
[3] شرح الصحیح لمسلم مع مسلم — باب استحباب الابراد بالظہر الخ " " " — ۱/۲۲۴
[4] فتح الباری شرح البخاری — باب الابراد بالظہر فی السفر — بیروت — ۲/۱۷

نوٹ: یہ حوالہ سعی بسیار کے باوجود نہایہ سے نہیں مل سکا اس لیے فتح الباری سے نقل کیا ہے۔ — نذیر احمد سعیدی

marfat.com

Marfat.com

جس میں ٹیلوں کے لیے سایۂ اصلی ہونے کی صاف نفی تھی حضرت تو وہ دعوے کر چکے تھے کہ ان کا سایۂ اصلی آدھے مثل کے قریب ہوتا ہے لاجرم معدوم ہونے میں جانب شرق کی قید بڑھائی کہ مشرق کی طرف معدوم تھا اور اسے فتح الباری کی طرف نسبت کر دیا کہ جیسا کہ فتح الباری میں ویحتمل ان یراد الخ ملاجی! دھرم سے کہنا یہ تحریف تو نہیں۔

لطیفہ ۶ ۔ اقول فتح الباری کے طور پر تو مشارکت فی الوجود غایت بن سکتی ہے کہ دوپہر کو ٹیلوں کا سایہ اصلاً نہ تھا دیر فرمائی یہاں تک کہ موجود ہوا اگرچہ ٹیلوں سے سایہ متساوی ہونے کے ہرگز یہ معنے نہیں مگر آپ اپنی خبر لیجئے آپ کے نزدیک تو ٹھیک دوپہر کو ٹیلوں کا سایہ آدھا مثل تھا تو ظہور و وجود میں برابری صبح سے شام تک دن بھر رہی اس غایت مقرر کرنے کے کیا معنے کہ وقت ٹھنڈا فرمایا یہاں تک کہ سایہ وجود میں ٹیلوں کے برابر ہوگیا اور جانب شرقی کی قید حدیث میں کہاں' یہ آپ کی نری من گھڑت ہے، تاویل گھڑی مساوات فی الظہور، تفریع کی مساوات فی الوجود، اور مفرع علیہ وجود شرقی، کیا جب تک وجود غربی شمالی تھا مساوات فی الوجود نہ تھی، اب کہ وجود شرقی ملا مساوات ہوئی کچھ بھی ٹھکانے کی کہتے ہو۔

لطیفہ ۷ ۔ اقول ملاجی! جب آپ کے دھرم میں سایہ وقت نصف النہار بھی موجود تھا تو زوال ہوتے ہی قطعاً معاً شرقی ہوا تو یہ مساوات خاص آغاز وقت ظہر پر پیدا ہوئی اور حدیث میں یہ ارشاد ہے کہ مؤذن نے تین بار ارادۂ اذان کیا ہر بار حکم ابراد و تاخیر ملا یہاں تک کہ سایہ مساوی ہوا کیا یہ ارادہ ہائے اذان و حکم ہائے ابراد سب پیش از زوال ہو لیے تھے شاید پہر دن چڑھے ظہر کا وقت ہو جاتا ہوگا، ملاجی! تحریف نصوص اسے کہتے ہیں، ع

چھائی جاتی ہے یہ دیکھو تو سراپا کس پر

لطیفہ ۸ ۔ اقول جب کچھ نہ بنی تو ہارے درجے یہ تیسری نزاکت اس حدیث کے جواب میں فرمائی کہ یہ تاخیر آنحضرت[1] سے سفر میں ہوئی شاید آنحضرت[2] نے اس ارادہ سے کی ہو کہ ظہر کو عصر سے جمع کریں گے پس سفر پر حضر کو قیاس مع الفارق ہے۔ ملاجی! ایمان سے کہنا یہ حدیث ابراد ظہر کی ہے یعنی وقت ٹھنڈا کر کے پڑھنا یا تفویت ظہر کی کہ وقت کھو کر پڑھنا، حدیث میں علت حکم یہ ارشاد ہوئی ہے کہ شدت گرمی جوشِ جہنم سے ہے تو گرمی میں ظہر ٹھنڈا کر دیا یہ کہ ابھی اذان نہ کہو ہم عصر سے ملا کر پڑھیں گے۔ ملاجی! اس حدیث کی شرح میں خود علمائے شافعیہ کا کلام سنو کہ معنی ابراد میں آپ کی یہ گھڑت بھی ٹوٹے اور سفر و حضر سے فرق کی بھی قسمت پھوٹے ارشاد الساری امام قسطلانی شافعی شرح صحیح بخاری باب الابراد بالظہر فی السفر میں اسی حدیث ابو ذر

---

[1] و [2] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ ... ۳۵۲

marfat.com

Marfat.com

یا اپنے داؤں کو یہ بھاری غلطی مقبول کر سیر میں لسیری کا دھوکا۔ بحمد اللہ تعالٰی اس تقریر سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ وہاں تخمین سے جواب دینا محض مہمل و باطل تھا۔

لطیفہ ۳ - اقول وہاں ایک ستم خوش ادائی یہ کی ہے[ف] کہ وہ تخمیناً برابر ہونا بھی مع سایہ اصلی کے ہے نہ سایہ اصلی الگ کرکے وھذا لایخفی من له ادنی عقل (اور یہ ادنٰی سی عقل رکھنے والے پر بھی مخفی نہیں۔ ت) تو دراصل سایہ ٹیلوں کا بعد نکالنے سایہ اصلی کے تخمیناً آدھی مثل ہوگا یا کچھ زیادہ اور مثل کے ختم ہونے میں اتنی دیر ہوگی کہ بخوبی فارغ ہوئے ہوں گے۔ ملاجی! ذرا کچھ دنوں جنگل کی ہوا کھاؤ ٹیلوں کی ہری ہری ڈوب ٹھنڈے وقت کی سنہری دھوپ دیکھو کر آنکھوں کے تیور ٹھکانے آئیں علماء تو فرمارہے ہیں کہ ٹیلوں کا سایہ پڑتا ہی نہیں جب تک آدھے سے زیادہ وقت ظہر نہ نکل جائے ملاجی ان کے لیے ٹھیک دوپہر کا سایہ بتا رہے ہیں اور وہ بھی تھوڑا نہ بہت آدھی مثل جبھی تو کہتے ہیں کہ وہابی ہوکر آدمی کی عقل ٹیلوں کا سایہ زوال ہوجاتی ہے۔

لطیفہ ۴ - اقول اور بڑھ کر نزاکت فرمائی[ف] ہے کہ مساوات سایہ کے ٹیلوں سے مقدار میں مراد نہ ہو بلکہ ظہور میں یعنی پہلے سایہ جانب شرقی معدوم تھا اور مساوات نہ تھی ٹیلوں سے کیونکہ وہ موجود نہیں اور وقت اذان کے سایہ جانب شرقی بھی ظاہر ہوگیا پس برابر ہوگیا ٹیلوں کے ظاہر ہونے میں اور موجود ہونے میں نہ مقدار میں اس جواب کی قدر۔ ملاجی اپنے ہی ایمان سے بتادیں وقت ٹھنڈا فرمایا یہاں تک کہ ٹیلوں کا سایہ ان کے برابر آیا اس کے یہ معنی کہ ٹیلے بھی موجود تھے سایہ بھی موجود ہوگیا اگرچہ وہ دس گز ہوں یہ جو برابرا سے سبحٰن اللہ اسے کیوں تحریف نصوص کہئے گا کہ یہ تو مطلب کی گھڑت ہے۔ ایسا لقب تو خاص بیچارے حنفیہ کا خلعت ہے۔ ملاجی! اگر کوئی کہے کہ میں ملاجی کے پاس رہا یہاں تک کہ ان کی داڑھی بانس برابر ہوگئی تو اس کے معنی یہی ہوں گے نہ کہ ملاجی کا سبزہ آغاز ہوا کہ پہلے بانس موجود تھا اور ملاجی کی داڑھی معدوم، جب رُواں کچھ چمکا چمکتے ہی بانس برابر ہوگیا کہ اب بانس بھی موجود بال بھی موجود، ع

مرغک از بیضہ بروں آید و دانہ طلبد
(مرغ جب انڈے سے باہر آتا ہے تو دانہ طلب کرتا ہے)

لطیفہ ۵ - اقول یہ بکفِ چراغی و تحریف صریح قابل ملاحظہ کہ خود ہی حنفیہ و شافعیہ کے مسئلہ مختلف فیہا میں شافعیہ سے حجت لانے کو فتح الباری امام قسطلانی سے یہ عبارت نقل کی کہ:

یحتمل ان یراد بھذہ المساواۃ ظھور الظل بجنب التل بعد ان لم یکن ظاھرا[1]	ہوسکتا ہے اس مساوات سے مراد یہ ہو کہ ٹیلے کے پہلو میں سایہ ظاہر ہوگیا جبکہ پہلے ظاہر نہیں تھا۔ (ت)

---

[1] فتح الباری شرح البخاری باب الابراد بالظہر فی السفر مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۲/۱۷

ف معیار الحق مسئلہ چہارم ص۳۵۰ ... معیار الحق ص۳۵۲

marfat.com

Marfat.com

عذر بارد ہے، ملاجی! ایمان سے کہنا یہ حدیث سے جواب ہے یا اپنی سخن پروری کے لیے صراحۃً نصِ شرع کی تحریف حدیث صحیح کا رد۔ شافعیہ حنفیہ کے مکالمات محض تفنن طبع کے لیے ہیں ورنہ مذاہب متقرر ہو چکے علامہ زرقانی مالکی شرح مواہب آخر جلد ہفتم میں فرماتے ہیں:

قد اجاب الحافظ ابن حجر، عن ذلك وعن غیرہ من ادلۃ المانعین، وھی عشرۃ، بما یطول ذکرہ، مع انہ لا کبیر فائدۃ فیہ، اذ المذاهب تقررت، انما ھو تشحیذ اذھان[1]۔

ابن حجر نے اس دلیل کا بھی اور مانعین کی دیگر دس دلیلوں کا بھی جواب دیا ہے مگر ان کے ذکر سے طوالت ہوتی ہے اور کوئی نمایاں فائدہ بھی نہیں ہے کیونکہ مذاہب تو مقرر ہو چکے ہیں (اور ایسے سوال جواب) محض ذہن کو تیز کرنے کا کام دیتے ہیں۔ (ت)

آپ اپنی خبر لیجئے آپ تو محقق مجتہد ہیں سب ارباب مذاہب کی ضد میں آپ کیوں صحیح بخاری کی حدیث جلیل میں یوں کھلی تحریفیں کر رہے ہیں دعوے باطلہ عمل بالحدیث کے چھلکے اُتر رہے ہیں۔ ع

شرم بادت از خدا و از رسول

(تم خدا اور رسول سے شرم کھاؤ)

لطیفہ ۹۔ اقول ملاجی خود جانتے تھے یہ تاویلیں نہیں محض مہمل پوچ تقریروں سے جیسے بنے حدیث کو رد کرنا ہے لہذا عذر بدتر از گناہ کے لیے ارشاد ہوتا ہے منشا تاویلات کا یہی ہے کہ احادیث صحیحہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد ایک مثل کے وقت ظہر نہیں رہتا ثابت ہیں پس جمعا بین الادلہ یہ تاویلیں حقہ کی گئیں۔ ان تاویلوں کو حقہ کہنا تو دل میں خوب جانتے ہو گے کہ جھوٹ کہہ رہے ہو خاک حقہ تھیں کہ ایک دم میں شلفہ ہو گئیں مگر اس ڈھٹائی کا کہاں ٹھکانا کہ صحیح حدیث بخاری شریف کو بحیلۂ جمع بین الادلہ یوں دانستہ بگاڑ لے حالانکہ نہ قصہ واحد نہ لفظ مساعد اور حدیث ابن عمر دربارۂ غیبت شفق میں باوصف اتحاد قصہ جمع بین الادلہ حرام اور رد احادیث صحاح واجب الالتزام۔

لطیفہ ۱۰۔ اقول جمع تقدیم کی نامندمل جراحت بھرنے کو حدیث ابوجحیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ میں وہ لن ترانیاں تھیں کہ ظاہر پر حمل واجب ہے جب تک مانع قطعی نہ ہو اب اپنے داؤں کو ظاہر نص صریح کے یوں ہاتھ دھو کر پیچھے پڑے خیر بحمد اللہ آپ ہی کی گواہی سے ثابت ہو لیا کہ جمع بین الادلہ کے لیے ایسی رکیک و پوچ ولچر تاویلات تک روا ہیں تو یہ صاف و نظیف و شائع ولطیف معانی و محامل کہ ہم نے جمعا بین الادلہ

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب ذکر تہجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۷/۴۵۰
ف۔ معیار الحق مسئلہ چہارم

marfat.com

Marfat.com

رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نیچے ہے:

(قال، کنا مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی سفر) قیدہ ھنا بالسفر، واطلقہ فی السابقۃ، مشیرا بذلك الی ان تلك الروایۃ المطلقۃ محمولۃ علی ھذہ المقیدۃ، لان المراد من الابراد التسھیل و دفع المشقۃ، فلا تفاوت بین السفر والحضر[1]

(کہا، ہم نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ تھے سفر میں) یہاں سفر کے ساتھ مقیّد کیا ہے اور سابقہ روایت میں مطلق رکھا ہے یہ بتانے کے لیے کہ سابقہ مطلق روایت اسی مقید پر محمول ہے کیونکہ ٹھنڈا کرنے کا مقصد آسانی پیدا کرنا اور مشقت دُور کرنا ہے اور اس میں سفر حضر کا کوئی فرق نہیں۔ (ت)

اسی میں ہے:

(فقال لہ ابرد، حتی رأینا فیٔ التلول) وغایۃ الابراد حتی یصیر الظل ذراعا بعد ظل الزوال، او ربع قامۃ او ثلثھا او نصفھا، وقیل غیر ذلك۔ ویختلف باختلاف الاوقات، لکن یشترط ان لا یمتد الی اٰخر الوقت[2]

(اس کو کہا کہ ٹھنڈا کر، یہاں تک کہ ہم نے ٹیلوں کا سایہ دیکھ لیا) ابراد کی انتہا یہ ہے کہ سایہ ایک گز ہوجائے زوال کے سائے کے بغیر، یا قد کا چوتھائی یا تہائی یا نصف ہوجائے، اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں۔ اور اختلاف اوقات کے ساتھ ابراد میں بھی اختلاف واقع ہوتا رہتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ابراد اتنا زیادہ نہ ہو کہ وقت آخر ہوجائے۔ (ت)

ف ہاں خوب یاد آیا علمائے شافعیہ کی کیوں سُنیے آپ اپنے ہی لکھے کو نہ دیکھیے مسئلہ وقت مستحب ظہر میں فرماگئے اگر ابراد اختیار کرے تو لازم ہے کہ ایسا ابراد نہ کرے کہ وقت ظہر کا خارج ہوجائے یا قریب آجائے حد میں ابراد کی علماء میں اختلاف ہے لیکن یہ سب کے نزدیک شرط ہے کہ ابراد اس مرتبہ کا نہ کرے کہ ظہر کے آخر وقت کو پہنچ جائے کما فی فتح الباری میں اختلف العلماء فی غایۃ الابراد، لکن یشترط ان لا یمتد الی اخر الوقت ملخصاً (ابراد کی انتہاء میں علماء کا اختلاف ہے لیکن یہ شرط ہے کہ آخر وقت تک نہ پہنچے۔ ت)

جب آخر وقت کے قریب تک نہ آنا لازم وشرط ابراد ہے تو حکم ابراد کو خارج وقت پر حمل کرنا کیسا

---

[1] ارشاد الساری شرح البخاری باب الابراد بالظہر فی السفر مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ۱/۴۸۸

[2] " " " " " " " "

ف۔ معیار الحق

marfat.com

Marfat.com

غربت له الشمس بمكة، فجمع بينهما بسرف (زاد نعيم) يعني الصلاة۔ و لفظ المؤمل، غابت الشمس و رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم بمكة، فجمع بين الصلاتين بسرف[2]۔ قال ابو داود، حدثنا محمد بن هشام جار احمد بن حنبل نا جعفر بن عون عن هشام بن سعد، قال: بينهما عشرة اميال، يعني بين مكة وسرف[3]۔

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے تو سورج غائب ہوگیا چنانچہ جمع کیا آپ نے دونوں کو سرف میں (نعیم نے اضافہ کیا) یعنی نماز کو۔ اور مؤمل کے الفاظ یُوں ہیں سُورج غائب ہوگیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے تو آپ نے دونوں نمازوں کو سرف میں جمع کیا۔ ابوداؤد نے کہا کہ مجھ کو احمد ابن حنبل کے ہمسائے محمد بن ہشام نے بتایا کہ جعفر ابن عون نے ہشام ابن سعد سے روایت کی ہے کہ دونوں کے درمیان دس میل کا فاصلہ ہے یعنی مکہ اور سرف کے درمیان۔ (ت)

یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو مکہ معظمہ میں آفتاب ڈوبا پس مغرب و عشا موضع سرف میں جمع فرمائیں ابوداود نے ہشام بن سعد سے (کہ ملاجی کے حسابوں رافضی مجروح مردود الروایہ متروک الحدیث ہے تقریب میں کہا صدوق، له اوهام، و رمی بالتشیع) نقل کی کہ مکہ و سرف میں دس میل کا فاصلہ ہے۔

اقول وباللہ التوفیق اصول حدیث و نیز اصول محدثہ ملاجی پر یہ حدیث ہرگز قابل حجت نہیں اصول حدیث پر اُس کی سند ضعیف اور اصولِ مُلّائیہ پر ضعیف در ضعیف کیا جانیے کتنے ضعفوں کی طومار اور نری مردود متروک ہے۔

اولاً دو طریق پیشین میں یحیٰی بن محمد جاری ہے تقریب میں کہا: صدوق یخطئ (سچا ہے مگر خطا کرتا ہے۔ ت) امام بخاری نے فرمایا: یتکلمون فیه (ائمہ محدثین اُس پر طعن کرتے ہیں۔ ت) میزان میں یہی حدیث اس کے ترجمہ میں داخل کی اور کتب ضعفا میں زیر ترجمہ ضعفا اُن کی منکر حدیثیں ذکر کرتے ہیں اور اس کے ساتھ طریق دوم میں مؤمل بن اہاب ہے تقریب میں کہا صدوق له اوهام (سچا ہے، اس کو اوہام ہیں۔ ت) طریق ثالث میں نعیم بن حماد ہے یہ اگرچہ فقیہ و فرائض دان تھا مگر حدیثی حالت میں یحیٰی سے بھی بدتر ہے تقریب میں کہا صدوق یخطئ کثیرا (سچا ہے مگر خطا بہت کرتا ہے۔ ت) یہاں تک کہ ابوالفتح ازدی نے کہا: حدیثیں اپنے جی سے گھڑتا اور امام ابوحنیفہ کے مطاعن میں جھوٹی حکایتیں وضع کرتا تھا یہ اگرچہ مجازفات ازدی سے ہو مگر ذہبی نے طبقات الحفاظ و میزان الاعتدال دونوں میں اُس کے حق میں قول اخیر یہ قرار دیا کہ وہ باوصف امامت

---

[1] شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلاتین الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۱
[2] سنن النسائی الوقت الذی یجمع المقیم الخ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۶۹
[3] سنن ابی داود باب الجمع بین الصلاتین الخ مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱/۱۷۱

marfat.com

Marfat.com

احادیث ابن عمر و انس رضی اللہ تعالٰی عنہم میں اختیار کیے ان میں اپنی چوٗن وچرا کی گلی آپ نے خود بند کرلی، وللہ الحمد، ع:

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

طرفہ یہ کہ آپ مستدل ہیں اور ہم خصم جب آپ کو ایسے لچرایات نفع دیں گے ہمیں یہ واضحات بدرجۂ اولٰی نافع اور آپ کے تمام ہواجس و وساوس کے قاطع ہوں گے۔

فائدہ عائدہ: سنن میں ایک حدیث اور ہے جس سے ناواقف کو جمع تاخیر کا وہم ہو سکے فقیر نے کلامِ فریقین میں اُس سے استناداً جواباً اصلاً تعرض نہ دیکھا، ملا جی بہت دُور دُور کے چکر لگا آئے جہاں کچھ بھی لگتی پائی بلکہ نری بے لگاؤ بھی جمع کر لائے سُنن کچھ دُور نہ تھیں اُس کے آس پاس گھوما کئے مگر اُس سے دہنے بائیں کرتے اسی سے اُس کا نہایت نامفیدی میں ہونا ظاہر مگر شاید اَب کسی نے متوہم یا خود حضرت ہی کو تازہ وہم جاگے لہذا اس سے تعرض کر دینا مناسب،

ففی سنن ابی داود، حدثنا احمد بن صالح نا یحیی بن محمد الجاری[1]، وفی سنن النسائی[2] اخبرنا المؤمل بن اھاب، قال، حدثنی یحیی بن محمد الجاری[2]، وفی مصنف الطحاوی[3] حدثنا علی بن عبدالرحمٰن ثنا نعیم بن حماد[3] قالا[عہ] نا عبدالعزیز بن محمد (زاد نعیم) الدراوردی، عن مالک عن ابی الزبیر عن جابر، ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

سنن ابوداؤد میں ہے کہ حدیث بیان کی ہم سے احمد ابن صالح نے، اس نے کہا کہ خبر دی ہمیں یحیٰی ابن محمد جاری نے۔ اور سنن نسائی میں ہے کہ خبر دی ہمیں مؤمل ابن اہاب نے، اس نے کہا حدیث بیان کی مجھ سے یحیٰی ابن محمد جاری نے۔ اور مصنف طحاوی میں ہے کہ حدیث بیان کی ہم سے علی ابن عبدالرحمٰن نے، اس نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے نعیم ابن حماد نے۔ دونوں نے کہا کہ خبر دی ہم کو عبدالعزیز ابن محمد نے (نعیم نے دَراوردی کا اضافہ کیا ہے) مالک بن ابی الزبیر سے، اس نے جابر رضی اللہ عنہ

عہ ای یحیی عند الاولین ونعیم عند الطحاوی ۱۲ منہ (م)

یعنی یحیٰی سے پہلے دو (ابوداؤد اور نسائی) کے ہاں اور نعیم طحاوی کے ہاں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱/۱۷۱

[2] سنن النسائی الوقت الذی یجمع فیہ المسافر الخ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۹۹

[3] شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلاتین الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۱

marfat.com

Marfat.com

رابعاً میلوں کی گنتی حدیث میں نہیں نہ زید وعمرو کی ایسی حکایات پر وہ اعتماد ضرور جس کے سبب توقیت صلاۃ کا حکم معروف ومشہور ثابت بالقرآن العظیم والاحادیث الصحاح چھوڑ دیا جائے خصوصاً ملاجی کے نزدیک تو یہ دس میل بتانے والا رافضی متروک ہے زمینوں کا ناپنا میلوں کا گننا ان حملہ و رواۃ کا کام نہ تھا بلکہ سرے سے ان اعصار و امصار میں اس طریقہ کا اصلاً نام نہ تھا یونہی ہر شخص اپنے تخمینہ سے یا کسی اور کی سُنی سنائی بتا دیتا و لہذا شمار میں اس قدر شدت سے اختلاف پڑتا ہے کہ ان گنتیوں سے امان اٹھائے دیتا ہے۔ ذو الحلیفہ کہ مکہ معظمہ کے راستے پر مدینہ طیبہ کے قریب ایک مشہور ومعروف مقام ہے اُس کے اختلاف دیکھئے امام اجل رافعی احد شیخین مذہب شافعی اور اُن سے پہلے امام ابو المحاسن عبد الواحد بن اسمٰعیل بن احمد شافعی معاصر امام غزالی اور اُن سے بھی پہلے امام ابو نصر عبد السید بن محمد شافعی نے فرمایا: مدینہ سے ایک میل ہے۔ امام قسطلانی شافعی نے فرمایا: یہ وہم ہے بشہادت مشاہدہ مردود۔ بعض نے کہا دو ایک میل۔ امام عینی نے فرمایا: چار میل۔ امام حجۃ الاسلام شافعی نے فرمایا: چھ میل ہے۔ اسی طرح امام مجد شافعی نے قاموس میں کہا۔ امام اجل ابو زکریا نووی شافعی نے فرمایا: یہی صحیح ہے۔ بعض علما نے کہا: سات میل۔ امام جمال اسنوی شافعی نے فرمایا: حق یہ کہ تین میل ہے یا کچھ قدرے قلیل زیادہ ہو مشاہد اس پر گواہ ہے۔ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے: بعده من المدینۃ میل، کما عند الرافعی، لکن فی البسیط انها علی ستۃ امیال، وصححه فی المجموع، وھو الذی قاله فی القاموس۔ وقیل: سبعة۔ وفی المهمات: الصواب، المعروف بالمشاهدة انها علی ثلثة امیال او تزید قلیلاً[1]۔ اُسی میں ہے: وقول من قال، کابن الصباغ فی الشامل، والرویانی فی البحر، انه علی میل من المدینة وھم، یردہ الحس[2]۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے: من المدینة علی اربعة امیال ومن مکة علی مائتی میل، غیر میلین و قیل: بینهما وبین المدینة میل او میلان[3]۔ دیکھئے ایسے معروف مقام میں کہ شارع نے اُسے اہل مدینہ کے لیے میقات احرام مقرر فرمایا ایسے اجلہ ائمہ میں ایسے شدید اختلاف ہیں جنہیں ترازوئے تخمینہ کی جھونک کسی طرح نہیں سہار سکتی ایک دو تین چار چھ سات میل تک اقوال مختلف پھر تصحیحوں میں بھی دو نا دون کا تفاوت، ایک فرمائے چھ میل صحیح ہے دوسری فرمائے تین میل حق ہے۔ موطائے امام مالک میں بسند صحیح علی شرط الشیخین ہے: عن یحیی بن سعید انه قال لسالم بن عبد الله ما اشد ما رأیت اباك اخر المغرب فی السفر فقال سالم

---

[1] ارشاد الساری شرح البخاری کتاب المواقیت باب فرض مواقیت الحج والعمرۃ مطبوعہ دار الکتاب العربیۃ بیروت ۳/۹۸
[2] " " " باب مهل اهل مکۃ للحج والعمرۃ " " " ۳/۹۹
[3] عمدۃ القاری شرح البخاری باب قول اللہ تعالیٰ یاتوک رجالا الخ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۹/۱۳۰

marfat.com

Marfat.com

منکر الحدیث ہے قابلِ احتجاج نہیں جامع صحیح میں اس کی روایت مقرونہ ہے نہ بطور حجیت، امام جلال الدین سیوطی ذیل اللآلی میں اُس کی حدیث اذا اراد اللہ ان ینزل الی السماء الدنیا نزل من عرشہ بذاتہ (جب اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر اُترنا چاہتا ہے تو بذاتہٖ عرش سے اُتر آتا ہے۔ ت) ذکر کرکے فرماتے ہیں، اتعبنا نعیم بن حماد، من کثرۃ ما یأتی بھذہ الطامات، وکم ندس عنہ وعن الطرطوسی الراوی عنہ؟ فلا ادری، البلاء فی الحدیث منہ، او من شیخہ نعیم[1]! اھ ملخصاً یعنی نعیم بن حماد اس کثرت سے یہ طامات روایتیں لاتا ہے کہ ہم تھک گئے کہاں اُس کا اور اس کے شاگرد طرطوسی کا بچاؤ کریں مجھے نہیں معلوم کہ اس حدیث میں بلا اُس کی طرف سے اُٹھی یا اُس کے اُستاد نعیم سے۔

ثانیاً پھر ان سب طرق میں عبد العزیز بن محمد دراوردی ہے تقریب میں کہا: صدوق، کان یحدث من کتب غیرہ فیخطئ[2] (سچا ہے، مگر دوسروں کی کتابوں سے حدیثیں بیان کرتا ہے اس لیے خطا کرتا ہے۔ ت) تو ہر طریق میں دو راوی صدوق یخطئ (سچا ہے مگر خطا کرتا ہے۔ ت) ہوئے خصوصاً ثالث میں تو ایک کثیر الخطاء اور ثانی میں تیسرا صدوق لہ اوھام (سچا ہے، اس کو اوہام ہیں۔ ت) اور ملاجی کے اصول پر ایسے رواۃ کی حدیثیں مردود و متروک و واہیات ہیں۔

ثالثاً مدار حدیث ابو الزبیر عن جابر پر ہے ابو الزبیر کی نسبت خود ملاجی کہہ گئے کہ وہ فقط صدوق ہے اور اس کے ساتھ مدلس قال فی التقریب صدوق الا انہ یدلس[3] (تقریب میں کہا کہ سچا ہے مگر مدلس ہے۔ ت) اور یہاں اُن عہ سے راوی لیث بن سعد نہیں اور روایت میں عنعنہ کیا اور عنعنۂ مدلس اصولِ محدثین پر نا مقبول۔

عہ قید بھذا، لان الراوی عنہ اذا کان اللیث، نزال ما یخشی من تدلیسہ، کما افادہ فی فتح المغیث وغیرہ، فلیحفظ فانھا فائدۃ نفیسۃ۔ وقد بین السبب فی ذلک فی المیزان فراجعہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

یہ قید اس لیے لگائی ہے کہ اگر اس سے روایت کرنے والا لیث ہو تو پھر اس کی تدلیس کا خطرہ باقی نہیں رہتا، جیسا کہ فتح المغیث اور دوسری کتابوں میں افادہ کیا گیا ہے۔ اس کو یاد رکھو، کیونکہ یہ ایک نفیس فائدہ ہے۔ تدلیس کا خطرہ نہ ہونے کا سبب میزان میں مذکور ہے اس کا مطالعہ کرو۔ (ت)

---

[1] ذیل اللآلی کتاب التوحید، مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص ۲ و ۳

[2] تقریب التہذیب ترجمہ عبد العزیز بن محمد مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ص ۲۱۶

[3] " " " محمد بن مسلم " " " ص ۳۱۸

marfat.com

Marfat.com

گھنٹے میں دس میل بلکہ زائد قطع کرلیں گے حدیث مؤطا میں کہ ابھی مذکور ہوئی جزم علامہ زرقانی اور نیز روایت ابن القاسم تلمیذ امام مالک پر اس کی نظیر نہیں پیش نظر اور پر ثابت ہوچکا کہ سالم قائل جمع نہیں وہ تصریحاً فرما چکے کہ اُن کے والد ماجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزدلفہ کے سوا کبھی جمع نہ فرمائی تو لاجرم غروب آفتاب کے بعد دس بارہ میل چلے اور مغرب وقت میں پڑھی ولہٰذا ابو الولید باجی مالکی نے اس حدیث کی شرح میں کہا، اراد ان یعرف اخر وقتہا المختار[1] یحییٰ بن سعید انصاری کا اس سوال سے یہ ارادہ تھا کہ مغرب کا آخر وقت مختار معلوم کریں۔ منتقی میں کہا: وحمل ذلك على المعروف من سیرمن جدّ[2] خروج وقت پر پڑھنا ہوتا تو کوشش سیر پر حمل کی کیا حاجت تھی بالجملہ حدیث بر تقدیر صحت بھی اصلاً جمع حقیقی کی مفید نہ جمع صوری سے جدا و بعید والحمد للہ العلی المجید۔

الحمدللہ کلام اپنے ذروۂ اقصےٰ کو پہنچا اور جمع تقدیم و تاخیر دونوں میں ملّاجی کا ہاتھ بالکل خالی رہ گیا، ایک حدیث سے بھی جمع حقیقی اصلاً ثابت نہ ہوسکی وللہ الحجۃ السامیہ امید کرتا ہوں کہ اس فصل بلکہ تمام رسالہ میں ایسا کلام شافی و متین و کافی و مبین برکات قدسیہ روح زکیہ طیبہ علیہ امام الائمہ مالک الازمہ کاشف الغمہ سراج الامہ سیدنا امام اعظم و اقدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حصۂ خاصہ فقیر مہین ہو والحمد للہ رب العلمین۔

فصل چہارم[3] نصوص نفی جمع و ہدایت التزام اوقات میں

یہ نصوص دو قسم ہیں اوّل عام جن میں تعیین اوقات کا بیان یا اُن کی محافظت کی ترغیب یا اُن کی محافظت سے ترہیب ہے جس سے ثابت ہو کہ ہر نماز کے لیے شرع مطہر نے جُدا وقت مقرر فرمایا ہے کہ نہ اُس سے پہلے ہوسکے نہ اُسے کھو کر دوسرے وقت پر اٹھا رکھی جائے بلکہ ہر نماز اپنے ہی وقت پر ہونی چاہیے۔ دوم خاصہ جن میں

(بقیہ صفحہ گزشتہ) عرض لمکۃ المکرمۃ سحـ ک غایۃ الانحطاط بالتفریق مـد فـ جیبہ مـ ک الکل ظل عرض مکۃ الـ فہ ما ـ ـ ظل المیل الواکہ الہ لامنحطا ـ ک الـ جیب تعدیل النہار قوسہ ط نہ الـ ـ ـ ـ فـ ـ لـ نصف قوس اللیل سہمہ مط لط لو × جیب انحطاط الوقت لـ الـ ـ ـ کـ مہ الدکـ سو مکـ الدـ کـ مدـ مط لط لو ـ الـ ند مط سہم فضل الدائر قوسہ ـ ـ فـ لو ـ الـ الدکـ دائر × ـ ـ الطلوع ہذا التقریب وجوہ التدقیق تعلمون ان شاء اللہ تعالیٰ من کتابنا تـ یج الاوقات للصوم والصلوٰۃ وفقنا اللہ تعالیٰ لاکمالہ ونفعنا و المسلمین باعمالہ اٰمین ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (م)

---

[1] و [2] بحوالہ المنتقی شرح الزرقانی علی المؤطا باب الصلوٰۃ فی السفر ... التجاریۃ الکبریٰ مصر ۱/۲۹۷

marfat.com

Marfat.com

غربت الشمس ونحن بذات الجیش فصلی المغرب بالعقیق[1] یعنی یحییٰ بن سعید انصاری نے امام سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھا آپ نے اپنے والد ماجد کو سفر میں مغرب کی تاخیر زیادہ سے زیادہ کس قدر کرتے دیکھا فرمایا ذات الجیش میں ہمیں سورج ڈوبا اور مغرب عقیق میں پڑھی) اب رواۃ مؤطا تلامذۂ امام مالک میں ان دونوں مقاموں کے فاصلہ میں اختلاف پڑا۔ یحییٰ کی روایت میں ہے دو میل یا کچھ زائد، عبداللہ بن وہب نے کہا چھ میل، محمد بن وضاح اندلسی تلمیذ التلمیذ امام مالک نے کہا سات میل، عبدالرحمٰن بن قاسم نے کہا دس میل، علامہ زرقانی نے جزم کیا کہ بارہ میل شرح مؤطا میں فرمایا: بینھما اثنا عشر میلا، وقال ابن وضاح: سبعة امیال، وقال ابن وھب: ستة، وقال القعنبی: ذات الجیش علی بریدین من المدینة، وقال البونی فی روایة یحیٰی، وبینھما میلان او اکثر قلیلا، وفی روایة ابن القاسم: عشرة امیال[2]
ان اختلافات کو خیال کیجئے کہاں دو میل کہاں بارہ میل۔

خامساً یہ واقعہ عین ہے اور وقائع عین مساغ ہر گونہ احتمالات سرعت سیر کے لیے کوئی حد محدود نہیں کہ اس سے زائد نامتصور ہو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا سہ منزلہ کرنا اوپر گزرا ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں ہے:

اصبح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بملل ثم راح وتعشی بسرف[3]۔	سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملل میں صبح ہوئی پھر تشریف لے چلے اور شام کا کھانا سرف میں تناول فرمایا۔

فصل اول میں گزر چکا کہ ملل مدینہ طیبہ سے سترہ میل ہے اور یہیں کلام امام بدر محمود عینی سے منقول ہوا کہ مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے دو کم دو سو میل ہے اب سترہ وہ اور دس میل سرف کے نکال لیجئے تو ایک دن میں ایک سو اکہتر میل راہ طے ہوئی پھر غروب شمس سے اتنے قرب عشا تک کہ ہنوز بقدر تین رکعت پڑھ لینے کے مغرب کا وقت باقی ہو دس میل قطع ہو جانا کیا جائے عجب ہے خصوصاً اواخر جوزا و اوائل سرطان میں کہ ان دنوں حوالی مکہ معظمہ میں وقت مغرب کم وبیش ڈیڑھ گھنٹا ہوتا ہے اعتبار نہ آئے تو آزما دیکھیے کہ عمدہ گھوڑے تیز تاتے ڈیڑھ چھوڑ ایک ہی

؏ اقول لتکن الشمس عند دخول العشاء فی اول السرطان میلہ الخ الرتمام (بقیہ بصفحہ آئندہ)

---

[1] مؤطا امام مالک قصر الصلوٰۃ فی السفر مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۲۹
[2] شرح الزرقانی علی المؤطا " " المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۱/۲۹۶
[3]

marfat.com
Marfat.com

آیت ۲ قال مولٰنا جل وعلا :

حافظوا علی الصلوات والصلٰوۃ الوسطیٰ و قوموا للہ قانتین[۱] — محافظت کرو سب نمازوں اور خاص بیچ والی نماز کی اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔

محافظت کرو کہ کوئی نماز اپنے وقت سے اِدھر اُدھر نہ ہونے پائے، بیچ والی نماز نمازِ عصر ہے اُس وقت لوگ بازار وغیرہ کے کاموں میں زیادہ مصروف ہوتے ہیں اور وقت بھی تھوڑا ہے اس لیے اُس کی خاص تاکید فرمائی۔

بیضاوی شریف علامہ ناصر الدین شافعی میں ہے :

حافظوا علی الصلوات، بالاداء لوقتھا والمداومۃ علیھا[۲] — نمازوں کی محافظت کرو، یعنی وقت پر ادا کرو اور ہمیشہ کرو۔ (ت)

مدارک شریف میں ہے :

حافظوا علی الصلوات، داوموا علیہا لمواقیتھا[۳] — نمازوں پر محافظت کرو، یعنی ہمیشہ بروقت پڑھو۔ (ت)

ارشاد العقل السلیم میں ہے :

حافظوا علی الصلوات ای داوموا علی ادائھا لاوقاتھا من غیر اخلال بشیئ منھا[۴] — نمازوں پر محافظت کرو، یعنی ہمیشہ بروقت پڑھو اور ان میں کسی قسم کا خلل نہ واقع ہونے دو۔ (ت)

آیت ۳ قال العلی الاعلی تبارک وتعالیٰ :

والذین ھم علی صلاتھم یحافظون ○ اولٰئک ھم الوارثون ○ الذین یرثون الفردوس ھم فیھا خالدون[۵] ○ — اور وہ لوگ جو اپنی نماز کی نگہداشت کرتے ہیں کہ اُسے وقت سے بے وقت نہیں ہونے دیتے وہی سچے وارث ہیں کہ جنّت کی وراثت پائیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

معالم شریف امام بغوی شافعی میں ہے :

یحافظون، ای یداومون علی حفظھا ویراعون — محافظت کرتے ہیں یعنی ہمیشہ نگہبانی کرتے ہیں اور ان کے

---

[۱] القرآن الحکیم ۲/۲۳۸

[۲] انوار التنزیل المعروف تفسیر البیضاوی تحت آیۃ حافظوا علی الصلوات الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱

[۳] تفسیر النسفی المعروف تفسیر مدارک " " " " " دار الکتاب العربی بیروت ۱/۱

[۴] ارشاد العقل السلیم " " " " " احیاء التراث العربی " ۱/۵

[۵] القرآن ۲۳/۹

marfat.com

Marfat.com

بالخصوص جمع بین الصلاتین کی نفی ہے۔

قسم اول نصوص عامہ (الآیات) رب العزۃ تبارک وتعالیٰ نے محافظت والتزام اوقات کا حکم سات سورتوں میں نازل فرمایا:

(۱) بقرہ (۲) نساء (۳) انعام (۴) مریم (۵) مومنون (۶) معارج (۷) ماعون

آیت ۱ قال بنا عزمن قائل:

ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتٰباً موقوتاً[1] ○ بیشک نماز مسلمانوں پر فرض ہے وقت باندھا ہُوا۔ کہ نہ وقت سے پہلے صحیح نہ وقت کے بعد تاخیر روا، بلکہ فرض ہے کہ نماز اپنے وقت پر ادا ہو۔ میں یہاں معنی آیت میں کلام علمائے کرام لاؤں اس سے بہتر یہی ہے کہ خود ملاجی کی شہادت دلاؤں، مسئلہ وقت ظہر میں ایک مثل تک تمامی وقت بتانے کے لئے فرماتے ہیں کہا اللہ تعالیٰ نے ان الصلوۃ کانت علی المؤمنین کتٰبا موقوتا یعنی ہر نماز کا وقت علٰحدہ علٰحدہ ہے تفسیر مظہری میں ہے قولہ تعالیٰ: کتٰباً موقوتا، یقتضی کون الوقت لکل صلوٰۃ وقتا علیحدہ○ تو مقتضا آیت کا یہی ہے کہ ایک نماز کے وقت میں دوسری نماز ادا نہیں ہوسکتی[2]۔ ع

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

عہ هذا، لاخلاف فیہ بین العلماء، الاشیٔ روی عن ابی موسیٰ الاشعری وعن بعض التابعین اجمع العلماء علی خلافہ، ولا وجہ لذکرہ ھھنا لانہ لایصح عنھم، وصح عن ابی موسیٰ خلافہ مما وافق الجماعۃ، فصار اتفاقا صحیحا اھ عمدۃ القاری ۱۲ منہ (م)

اس میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ابوموسیٰ اشعری اور بعض تابعین سے جو کچھ مروی ہے اس کے خلاف علماء کا اجماع ہے اور اس کو یہاں ذکر کرنے کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہے کیونکہ وہ ابوموسیٰ سے بصحت منقول نہیں ہے بلکہ ابوموسیٰ سے، اس کے خلاف اور جمہور کے موافق قول صحیح طور پر ثابت ہے، اس لئے سب کا متفق ہونا ہی درست قرار پایا اھ عمدۃ القاری ۱۲ منہ (ت)

---

[1] القرآن ۴/۱۰۳

[2] معیار الحق مسئلہ چہارم بحث آخر وقت ظہر مکتبہ نذیریہ لاہور ص ۳۱۷

marfat.com

Marfat.com

محافظتِ وقت کے یہ معنی جو ہم نے علمائے حنفیہ کے سوا ہر آیت میں علمائے شافعیہ سے نقل کئے کہ ہر نماز اپنے ہی وقت پر ہو خود احادیث میں ارشاد ہوئے جن کا ذکر عنقریب آتا ہے اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

آیت ۶ قال رب العلی عزّ وعلا :

ثم خلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلٰوۃ۔[1] پھر آئے ان کے بعد وہ بُرے پسماندے جنہوں نے نمازیں ضائع کیں۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں : اخروھا عن مواقیتھا وصلوھا لغیر وقتھا[2] (یہ لوگ جن کی مذمت اس آیۂ کریمہ میں فرمائی گئی وہ ہیں جو نمازوں کو اُن کے وقت سے ہٹاتے اور غیر وقت پر پڑھتے ہیں) ذکرہ الامام البدر فی عمدۃ القاری باب تضییع الصلوات عن وقتھا والامام البغوی فی المعالم۔

افضل التابعین سیدنا سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنھما فرماتے ہیں : ھو ان لا یصلی الظھر حتی اتی العصر[3] (نماز کا ضائع کرنا یہ ہے کہ ظہر نہ پڑھی یہاں تک کہ عصر کا وقت آگیا) اثرہ محی السنۃ۔

تفسیر انوار التنزیل میں ہے : اضاعوا الصلٰوۃ ترکوھا او اخروھا عن وقتھا[4]۔

آیت ۷ قال سبحٰنہ ما اعظم شانہ :

فویل للمصلین ۵ الذین ھم عن صلاتھم ساھون[5] خرابی ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں (کہ وقت نکال کر پڑھتے ہیں)

تفسیر جلالین میں ہے : ساھون غافلون یؤخرونھا عن وقتھا[6]۔ تفسیر مفاتیح الغیب میں ہے : ساھون یفید امرین اخراجھا عن الوقت وکون الانسان غافلا فیھا[7]۔ اس آیۂ کریمہ کی یہ تفسیر خود

---

[1] القرآن ۱۹/۵۹

[2] عمدۃ القاری شرح البخاری باب تضییع الصلواۃ حدیث ۸ مطبوعۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۵/۱۷

[3] تفسیر البغوی المعروف بمعالم التنزیل مع الخازن تحت آیۃ مذکورہ " مصطفی البابی مصر ۴/۲۵۲

[4] انوار التنزیل المعروف بالبیضاوی " " " مجتبائی دہلی نصف ثانی ص ۹

[5] القرآن ۱۰۷/۴

[6] تفسیر جلالین تحت آیت مذکورہ مطبوعہ مجتبائی دہلی نصف ثانی ص ۵۰۵

[7] مفاتیح الغیب۔ تفسیر کبیر میدان جامع ازہر مصر ۳۲/۱۱۵

marfat.com

Marfat.com

اوقاتها، کرر ذکر الصلاۃ لیتبین ان المحافظۃ علیها واجبۃ[1]۔

اوقات کا خیال رکھتے ہیں۔ نماز کا ذکر مکرر کیا ہے تاکہ واضح ہوجائے کہ اس کی محافظت واجب ہے۔ (ت)

آیت ۴ قال المولی الاجل عزوجل:

والذین ھم علی صلاتھم یحافظون ۝ اولئك فی جنّت مکرمون[2]۔

اور وُہ لوگ کہ اپنی نماز کی محافظت کرتے ہیں ہر نماز اس کے وقت میں ادا کرتے ہیں وہ جنتوں میں عزت کیے جائیں گے۔

جلالین شریف امام جلال الملۃ والدین شافعی میں ہے: یحافظون، بادائها فی اوقاتها[3] (محافظت کرتے ہیں یعنی وقت پر ادا کرتے ہیں۔ ت)

نسفی شریف میں ہے:

المحافظۃ علیها ان لا تضیع عن مواقیتها[4]۔

نماز کی محافظت یہ ہے کہ اپنے اوقات سے ضائع نہ ہو۔ (ت)

آیت ۵ قال المولی تقدس وتعالٰی:

والذین یؤمنون بالاٰخرۃ یؤمنون بہ وھم علی صلاتھم یحافظون ۝[5]

اور جنہیں آخرت پر یقین ہے وہ قرآن پر ایمان لاتے ہیں اور وُہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

کہ وقت سے باہر نہ ہوجائیں۔ تفسیر کبیر میں ہے:

المراد بالمحافظۃ التعهد لشروطها من وقت وطهارۃ وغیرهما والقیام علی ارکانها واتمامها حتی یکون ذلك دابه فی کل وقت[6]۔

محافظت سے مراد یہ ہے کہ وقت اور طہارت وغیرہ تمام شروط کو ملحوظ رکھا جائے، اس کے ارکان کو قائم کیا جائے اور اسے مکمل کیا جائے یہاں تک کہ جب نماز کا وقت آئے تو آدمی ان کاموں کو بطورِ عادت کرنے لگے۔ (ت)

ع: ذکرہ تحت اٰیۃ المؤمنون ۱۲ منہ (م)

یہ انہوں نے سورۃ مومنون ۲۳ کی آیۃ ۹ کے تحت ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] تفسیر البغوی المعروف معالم التنزیل مع الخازن تحت آیۃ مذکورہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵/۳۳

[2] القرآن ۷۰/۳۴ و ۷۰/۳۵

[3] تفسیر جلالین آیۃ مذکورہ کے تحت مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲/۴۷۲

[4] تفسیر النسفی " " " مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۴/۲۹۲

[5] القرآن ۶/۹۲

[6] التفسیر الکبیر والذین ہم علی صلوتہم یحافظون کے تحت مطبوعہ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۲۳/۸۱

marfat.com

Marfat.com

علی وضوئهن وركوعهن وسجودهن و مواقیتهن[1] الحدیث۔

رکوع اُن کے سجود اُن کے اوقات پر محافظت کرے (اور روزہ و حج و زکوٰۃ و غسلِ جنابت بجالائے)

حدیث ۳: امام مالک و ابوداؤد و نسائی و ابن حبان اپنی صحاح میں عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

خمس صلوات افترضهن الله تعالٰی، من احسن وضوءهن وصلاهن لوقتهن واتم ركوعهن وخشوعهن، كان له على الله عهد ان يغفر له، ومن لم يفعل فليس له على الله عهد، ان شاء غفر له، وان شاء عذبه۔ هذا لفظ ابی داود۔[2]

پانچ نمازیں اللہ تعالٰی نے فرض کی ہیں جو اُن کا وضو اچھی طرح کرے اور اُنھیں اُن کے وقت پر پڑھے اور اُن کا رکوع و خشوع پورا کرے اُس کے لئے اللہ عزوجل پر عہد ہے کہ اُسے بخش دے، اور جو ایسا نہ کرے تو اس کے لئے اللہ تعالٰی پر کچھ عہد نہیں چاہے بخشے چاہے عذاب کرے۔ یہ الفاظ ابوداؤد کے ہیں (ت)

حدیث ۴: ابوداود طریق ابن الاعرابی میں حضرت قتادہ بن ربعی انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے:

انی فرضت علی امتك خمس صلوات، وعهدت

میں نے تیری اُمت پر پانچ نمازیں فرض کیں اور اپنے

---

[1] تمامه، وصام رمضان وحج البیت ان استطاع الیه سبیلا واعطی الزکوٰة، طیبة بها نفسه، وادی الامانة، قالوا، یا ابا الدرداء، ما اداء الامانة؟ قال، الغسل من الجنابة ۱۲ منه رضی الله تعالٰی عنه (م) (اس کا ترجمہ متن میں موجود ہے)

[2] واورده المنذری[3] عنه فزاد، وسجودهن، بعد قوله، ركوعهن، ولیس فی شیئ من نسخ السنن التی عندی، وقد قال العلامة ابرهیم الحلبی فی غنیة المستملی شرح منیة المصلی ما نصه: اما لفظ "وسجودهن" بعد "رکوعهن" فغیر ثابت[4] الخ ۱۲ منه رضی الله تعالٰی عنه (م)

منذری نے بھی ابوداؤد سے اس روایت کو لیا ہے مگر اس نے رکوعهن کے بعد سجودهن کے لفظ بڑھادئے ہیں، حالانکہ ابوداود کے میرے پاس موجود نسخوں میں سجودهن نہیں ہے، اور ابراہیم حلبی نے غنیۃ المستملی میں تصریح کی ہے کہ رکوعهن کے بعد سجودهن کا لفظ ثابت نہیں ہے۔ (ت)

---

[1] سنن ابی داؤد حدیث ۴۲۹ دار احیاء السنۃ مصر ۱/۱۱۶ و ۱۱۷

[2] سنن ابی داؤد۔ حدیث ۴۲۵ دار احیاء السنۃ مصر ۱/۱۱۵

[3] الترغیب والترهیب ... مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۲

[4] غنیۃ المستملی ...

marfat.com

Marfat.com

حدیث میں وارد ہوئی کما سیأتی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(الاحادیث) اقول و باللہ التوفیق ملاجی نے تو جھوٹ ہی کہہ دیا تھا کہ احادیث جمع چودہ[۱۴] صحابیوں سے مروی ہیں جنھیں خود بھی نہ گنا سکے بلکہ صراحۃً تسلیم کر گئے کہ ان میں اکثر کی روایات اُن کے لئے مفید نہیں صرف چار مفید سمجھیں جن کا حال بتوفیقہ تعالیٰ واضح ہو گیا کہ اصلاً انھیں مفید نہ تھیں اب فقیر اللہ تعالیٰ لہ کہتا ہے کہ اس مبحث میں ہمارے مفید حدیثیں جو اس وقت نظر میں جلوہ فرما ہیں چالیس[۴۰] سے زائد ہیں کہ تیئیس[۲۳] صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہوئیں،

(۱) عمر فاروق (۲) علی مرتضیٰ (۳) سعد بن ابی وقاص (۴) عبداللہ بن مسعود (۵) عبداللہ بن عباس (۶) عبداللہ بن عمر (۷) عبداللہ بن عمرو (۸) جابر بن عبداللہ (۹) ابوذر غفاری (۱۰) ابوقتادہ انصاری (۱۱) ابوالدرداء (۱۲) ابوسعید خدری (۱۳) ابومسعود بدری (۱۴) بشیر بن عقبہ بن عمرو مدنی (۱۵) ابوموسیٰ اشعری (۱۶) بریدہ اسلمی (۱۷) عبادہ بن صامت (۱۸) کعب بن عجرہ (۱۹) فضالہ زہرانی (۲۰) حنظلہ بن الربیع (۲۱) انس بن مالک (۲۲) ابوہریرہ (۲۳) ام المومنین صدیقہ بنت الصدیق صلی اللہ تعالیٰ علی بعلہا و ابیہا و علیہا و علیہم اجمعین و بارک وسلم۔ ان میں سات حدیثیں اور مولی المسلمین و محبوب سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیہم وسلم کی روایتیں تو جمع صوری میں گزریں باقی اکیس[۲۱] صحابہ سے چھتیس[۳۶] حدیثیں بتوفیقہ تعالیٰ یہاں سُنیے، ملاجی کی طرح اگر مجملات کو بھی شامل کر لیجئے اور واقعی ہمیں اس کا استحقاق بروجہ حق و صحیح حاصل تو معاذ بن جبل[۲۴] و اسامہ[۲۵] بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ملا کر عدد صحابہ پچیس[۲۵] اور احادیث مجملہ شامل کر کے شمارِ احادیث پچاس[۵۰] سے زائد ہوگا، خیر یہاں جو حدیثیں ہمیں لکھنی ہیں وہ چند نوع ہیں،

نوع اوّل: احادیث محافظتِ وقت اور اس کی ترغیب اور اس کے ترک سے ترہیب۔

حدیث ۱: امام احمد بسند صحیح حضرت حنظلہ کاتب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول، من حافظ علی الصلوات الخمس، رکوعھن وسجودھن ومواقیتھن، وعلم انھن حق من عند اللہ، دخل الجنۃ، اوقال، وجبت لہ الجنۃ، اوقال، حرم علی النار[۱]۔ (یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جو شخص ان پانچوں نمازوں کی ان کے رکوع و سجود و اوقات پر محافظت کرے اور یقین جانے کہ وہ اللہ جل وعلا کی طرف سے ہیں جنت میں جائے یا فرمایا جنت اس کے لیے واجب ہو جائے یا فرمایا دوزخ پر حرام ہو جائے)

حدیث ۲: ابوداؤد سنن اور طبرانی معجم میں بسند جید ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

خمس من جاء بھن مع ایمان دخل الجنۃ، من حافظ علی الصلوات الخمس،

پانچ چیزیں ہیں کہ جو انھیں ایمان کے ساتھ لائیگا جنت میں جائے گا جو پنجگانہ نمازوں کی اُن کے وضوؤں کے

---

[۱] مسند امام احمد بن حنبل ... دار الفکر بیروت ۴/ ۲۶۷

marfat.com

Marfat.com

سجودھا خرجت وھی بیضاء مسفرۃ تقول حفظک اللہ کما حفظتنی ومن صلاھا لغیر وقتھا فلم یسبغ لھا وضوءھا ولم یتم لھا خشوعھا ولا رکوعھا ولا سجودھا خرجت وھی سوداء مظلمۃ تقول ضیعک اللہ کما ضیعتنی حتی اذا کانت حیث شاء اللہ لفت کما یلف الثوب الخلق ثم ضرب بھا وجھہ[1]

سفید روشن ہوکر یہ کہتی نکلے کہ اللہ تیری نگہبانی فرمائے جس طرح تُو نے میری حفاظت کی اور جو غیر وقت پر پڑھے اور وضو وخشوع ورکوع وسجود پُورا نہ کرے وہ نماز سیاہ تاریک ہوکر یہ کہتی نکلے کہ اللہ تجھے ضائع کرے جس طرح تُو نے مجھے ضائع کیا یہاں تک کہ جب اُس مقام پر پہنچے جہاں تک اللہ عزوجل چاہے پُرانے چیتھڑے کی طرح لپیٹ کر اُس کے مُنہ پر ماری جائے (والعیاذ باللہ رب العالمین)

حدیث ۸: ابوداؤد حضرت فضالہ زہرانی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال علمنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فکان فیما علمنی وحافظ علی الصلوات الخمس[2]

مجھے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مسائل دین تعلیم فرمائے اُن میں یہ بھی تعلیم فرمایا کہ نماز پنجگانہ کی محافظت کر۔

حدیث ۹: بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، دارمی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی:

قال سألت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ای العمل احب الی اللہ قال الصلاۃ علی وقتھا[3]

میں نے سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پُوچھا سب میں زیادہ کیا عمل اللہ عزوجل کو پیارا ہے، فرمایا نماز اُس کے وقت پر ادا کرنا۔

حدیث ۱۰: بیہقی شعب الایمان میں بطریق عکرمہ امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال جاء رجل فقال یا رسول اللہ ای شیئ احب الی اللہ فی الاسلام قال الصلاۃ لوقتھا ومن ترک الصلاۃ فلا دین لہ والصلاۃ عماد الدین[4]

ایک شخص نے خدمتِ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوکر عرض کی یارسول اللہ! اسلام میں سب سے زیادہ کیا چیز اللہ تعالٰی کو پیاری ہے، فرمایا، نماز وقت پر پڑھنی، جس نے نماز چھوڑی اس کیلئے دین نہ رہا نماز دین کا ستون ہے۔

---

[1] معجم اوسط، حدیث ۳۱۱۹ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/ ۸۶

[2] سنن ابی داؤد باب المحافظۃ علی الصلوات مطبوعہ مجتبائی پاکستان ۱/ ۶۱

[3] بخاری شریف باب فضل الصلاۃ لوقتہا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷۶

[4] شعب الایمان باب فی الصلوات حدیث ۲۸۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ۳/ ۳۹

marfat.com

Marfat.com

عندی عہدا انہ من جاء یحافظ علیہن لوقتہن ادخلتہ الجنۃ، ومن لم یحافظ علیہن فلا عہد لہ عندی[1]۔

پاس عہد مقرر کرلیا جو اُن کے وقتوں پر اُن کی محافظت کرتا آئے گا اُسے جنّت میں داخل کروں گا اور جو محافظت نہ کرے گا اس کے لیے میرے پاس کچھ عہد نہیں۔

حدیث ۵: دارمی حضرت کعب ابن عجرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے رب جل وعلا سے روایت فرماتے ہیں وہ ارشاد کرتا ہے:

من صلی الصلاۃ لوقتہا فاقام حدہا کان لہ علی عہد ادخلہ الجنۃ ومن لم یصل الصلاۃ لوقتہا ولم یقم حدہا لم یکن لہ عندی عہد ان شئت ادخلتہ النار وان شئت ادخلتہ الجنۃ[2]۔

جو نماز اُس کے وقت میں ٹھیک ٹھیک ادا کرے اُس کے لئے مجھ پر عہد ہے کہ اُسے جنّت میں داخل فرماؤں، اور جو وقت میں نہ پڑھے اور ٹھیک ادا نہ کرے اُس کے لیے میرے پاس کوئی عہد نہیں چاہوں اسے دوزخ میں لے جاؤں اور چاہوں تو جنّت میں۔

حدیث ۶: طبرانی بسند صالح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ایک دن حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے فرمایا: جانتے ہو تمہارا رب کیا فرماتا ہے؟ عرض کی: خدا و رسول خوب دانا ہیں۔ فرمایا: جانتے ہو تمہارا رب کیا فرماتا ہے؟ عرض کی، خدا و رسول خوب دانا ہیں۔ فرمایا: جانتے ہو تمہارا رب کیا فرماتا ہے؟ عرض کی: خدا و رسول خوب دانا ہیں۔ فرمایا، تمہارا رب جل وعلا فرماتا ہے:

وعزتی وجلالی لایصلیہا عبد لوقتہا الا ادخلتہ الجنۃ ومن صلاہا لغیر وقتہا ان شئت رحمتہ وان شئت عذبتہ[3]۔

مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم جو شخص نماز وقت پر پڑھے گا اُسے جنّت میں داخل فرماؤں گا اور جو اس کے غیر وقت میں پڑھے گا چاہوں اس پر رحم کروں چاہوں عذاب۔

حدیث ۷: نیز طبرانی اوسط میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من صلی الصلوات لوقتہا واسبغ لہا وضوءہا واتم لہا قیامہا وخشوعہا ورکوعہا و

جو پانچوں نمازیں اپنے اپنے وقتوں پر پڑھے اُن کا وضو و قیام وخشوع و رکوع و سجود پورا کرے وہ نماز

---

[1] سنن ابی داؤد حدیث ۴۳۰ داراحیاء السنۃ النبویۃ مصر ۱/۱۱۷

[2] سنن الدارمی باب استحباب الصلوٰۃ فی اول الوقت حدیث ۱۲۲۸ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۱/۲۲۳

[3] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۱۰۵۵۵ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۰/۲۸۱

marfat.com

Marfat.com

راوی جبریل نے عرض کی، مابین ھذین وقت[1] یعنی امس والیوم (کل اور آج کے وقتوں کے درمیان ہر نماز کا وقت ہے)

حدیث ۱۵: ابوداود، ترمذی، شافعی، طحاوی، ابن حبان، حاکم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی جبریل نے گزارش کی، الوقت مابین ھذین الوقتین[2] (وقت وہ ہے جو ان دو وقتوں کے درمیان ہے)

حدیث ۱۶: نسائی وطحاوی وحاکم وبزار ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل نے عرض کی، الصلاۃ مابین صلاتک امس وصلاتک الیوم[3] (نماز دیروزہ وامروزہ کے بیچ میں نماز ہے) بزار کے یہاں ہے: ثم قال مابین ھذین وقت[4] (ان دو کے اندر وقت ہے)

حدیث ۱۷: نسائی واحمد واسحٰق وابن حبان وحاکم جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی جبریل نے گزارش کی، مابین ھاتین الصلاتین وقت[5] (ان دو نمازوں کے اندر وقت ہے)

حدیث ۱۸: طحاوی ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل نے گزارش کی، الصلاۃ فیما بین ھذین الوقتین[6] (نماز ان دو وقتوں کے درمیان ہے)

(نوع آخر) حدیث سائل جسے حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امامتیں فرما کر ہر نماز کا اول وآخر وقت بتایا۔

حدیث ۱۹: مسلم ترمذی نسائی ابن ماجہ طحاوی حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: وقت صلاتکم بین ما رأیتم[7] (تمہاری نماز کا وقت اس کے درمیان ہے جو تم نے دیکھا) مسلم کے دوسرے طریق میں ہے، مابین ما رأیت وقت[8] (اے سائل جو تُو نے دیکھا اس کے اندر وقت ہے)

---

[1] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی الکبیر	باب بیان الوقت	دار الکتاب بیروت	۱/۳۰۵
[2] جامع الترمذی	باب ماجاء فی مواقیت الصلوات	مطبوعہ رشیدیہ امین کمپنی دہلی	۱/۲۱
[3] سنن النسائی	کتاب المواقیت آخر وقت الظہر	مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور	۱/۵۹
[4] کشف الاستار عن زوائد البزار	باب ای حین یصلی	مطبوعہ موسستہ الرسالۃ بیروت	۱/۱۸۷
[5] سنن النسائی	کتاب المواقیت آخر وقت العصر	مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور	۱/۶۱
[6] شرح معانی الآثار	باب مواقیت الصلوات	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/۱۰۲
[7] صحیح مسلم	باب اوقات الصلوات الخمس	″ قدیمی کتب خانہ کراچی	۱/۲۲۳
[8] صحیح مسلم	″ ″	″ ″	۱/۲۲۳

marfat.com

Marfat.com

حدیث ۱۱ : طبرانی معجم اوسط میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ثلث من حفظهن فهو ولی حقا و من ضیعهن فهو عدوی حقا الصلاۃ و الصیام و الجنابۃ[۱] ۔

تین چیزیں ہیں کہ جو ان کی حفاظت کرے وہ سچا ولی ہے اور جو انھیں ضائع کرے وُہ پکا دشمن، نماز اور روزے اور غسلِ جنابت ۔

حدیث ۱۲ : امام مالک مؤطا میں نافع سے راوی :

ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ کتب الی عمالہ ان اهم امرکم عندی الصلاۃ فمن حفظها و حافظ علیها حفظ دینه و من ضیعها فهو لما سواها اضیع الحدیث[۲] ۔

امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے عاملوں کو فرمان بھیجے کہ تمھارے تمام کاموں میں مجھے زیادہ فکر نماز کی ہے جو اسے حفظ اور اس پر محافظت کرے اس نے اپنے دین کی حفاظت کرلی اور جس نے اسے ضائع کیا وُہ اور کاموں کو زیادہ تر ضائع کرے گا ۔

(نوعِ آخر) حدیثِ امامت جبریل علیہ الصلٰوۃ والسلام جس میں انھوں نے ہر نماز کے لئے جُدا وقت معین کیا۔

حدیث ۱۳ : بخاری و مسلم صحاح اور امام مالک و امام ابن ابی ذئب مؤطا اور ابومحمد عبداللہ دارمی مسند میں حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی جبریل نے بعد تعیینِ اوقات عرض کی ، بھذا امرت[۳] (اسی کا حضور کو حکم دیا گیا ہے) ابن ابی ذئب کے لفظ یوں ہیں : عن ابن شهاب انه سمع عروۃ بن الزبیر یحدث عمر بن عبد العزیز عن ابی مسعود الانصاری ان المغیرۃ بن شعبۃ اخر الصلاۃ فدخل علیه ابومسعود فقال ان جبریل نزل علی محمد صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فصلی وصلی وصلی وصلی وصلی ثم صلی ثم صلی ثم صلی ثم صلی ثم صلی ثم قال هکذا امرت[۴] (یعنی جبریل امین نے دونوں روز امامت سے تعیینِ اوقات کرکے عرض کی ، ایسا ہی حضور کو حکم ہے) مسند امام ابن راہویہ میں مطول و مفصل ہے فی اخرہ ثم قال جبریل ما بین هذین وقت صلٰوۃ[۵] (پھر جبریل نے عرض کی ان دونوں کے درمیان وقت نماز ہے)

حدیث ۱۴ : دارقطنی و طبرانی و ابوعمر بن عبدالبر ابومسعود و بشیر بن ابی مسعود دونوں صحابیوں رضی اللہ تعالٰی عنہما

---

[۱] معجم اوسط حدیث ۸۹۵۶ مکتبۃ المعارف ریاض ۹/۲۴۵

[۲] مؤطا امام مالک وقوت الصلوٰۃ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۵

[۳] بخاری شریف کتاب مواقیت الصلوات مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷۵

[۴] شرح الزرقانی علی المؤطا باب وقوت الصلوٰۃ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۱/۱۵

[۵] نصب الرایۃ بحوالہ مسند ابن راہویہ باب المواقیت مکتبۃ اسلامیہ ریاض الشیخ ۱/۲۲۳

marfat.com

Marfat.com

قال صلّ الصلاۃ لوقتہا الحدیث۔[1] کریں گے، میں نے عرض کی حضور مجھے کیا حکم دیتے ہیں، فرمایا تُو وقت پر پڑھ لینا۔

حدیث ۲۴: احمد ابوداؤد و ابن ماجہ بسند صحیح عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ستکون علیکم بعدی امراء تشغلھم اشیاء عن الصلاۃ لوقتہا حتی یذھب وقتہا فصلوا الصلاۃ لوقتہا الحدیث۔[2] میرے بعد تم پر کچھ حاکم ہوں گے کہ اُن کے کام وقت پر انھیں نماز سے روکیں گے یہاں تک کہ وقت نکل جائے گا تم وقت پر نماز پڑھنا۔

حدیث ۲۵: ابوداؤد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیف بکم اذا اتت علیکم امراء یصلون الصلاۃ لغیر میقاتہا قلت فما تامرنی اذا ادرکنی ذلک یا رسول اللہ قال صلّ الصلاۃ لمیقاتہا واجعل صلاتک معھم سبحۃ۔[3] فرمایا مجھ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں کا کیا حال ہوگا جب تم پر وہ حکام آئیں گے کہ غیر وقت پر نماز پڑھیں گے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! جب میں ایسا وقت پاؤں تو حضور مجھے کیا حکم دیتے ہیں۔ فرمایا نماز وقت پر پڑھ اور اُن کے ساتھ نفل کی نیت سے شریک ہو جا۔

(نوعِ آخر) ارشادِ صریح کہ جب ایک نماز کا وقت آیا دوسری کا وقت جاتا رہا قضا ہوگئی اور اس کی ممانعت و مذمت۔

حدیث ۲۶: مسلم و ابوداؤد و نسائی و عیسٰی بن ابان حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

وقت الظھر مالم یحضر العصر ووقت المغرب مالم یسقط ثور الشفق۔[4] ھذا مختصر ظہر کا وقت جب تک ہے کہ عصر کا وقت نہ آئے اور مغرب کا وقت جب تک ہے کہ شفق نہ ڈوبے۔

---

[1] صحیح مسلم باب کراہۃ تاخیر الصلوات مطبوعہ قدیمی کتب خانہ اصح المطابع کراچی ۱/۲۳۱

[2] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی اذا اخروا الصلاۃ عن وقتہا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۰

[3] سنن ابی داؤد اذا اخر الامام الصلاۃ عن الوقت 〃 مجتبائی دہلی ۱/۶۲

[4] صحیح المسلم باب اوقات الصلوات الخمس قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۲۳

marfat.com

Marfat.com

ترمذی کے یہاں یُوں ہے : مواقیت الصلاۃ کما بین ھذین[1] (نمازوں کے وقت ایسے ہیں جیسے ان دو کے درمیان)

حدیث ۲۰ : مسلم ابی داود نسائی ابن ابان طحاوی حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا : الوقت بین ھذین[2] (وقت ان دو کے درمیان ہے)

حدیث ۲۱ : طحاوی بطریق عطاء بن ابی رباح بعض صحابہ یعنی جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اور امام عیسٰی بن ابان بلفظ عن عطاء بن ابی رباح قال بلغنی ان رجلا اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم راوی حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا : بین صلاتی فی ھذین الوقتین کلہ[3] (جن دو وقتوں پر میں نے نمازیں پڑھیں ان کے اندر اندر سب وقت ہے) ولفظ الحجج ثم قال ما بینھما وقت[4] (اور کتاب الحجج کے الفاظ یہ ہیں : پھر فرمایا ان دونوں کے درمیان وقت ہے)

حدیث ۲۲ : مالک و نسائی و بزار حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا : ما بین ھذین وقت[5] (ان دو کے درمیان وقت ہے) وفیہ الاقتصار علی ذکر الفجر فکانہ مختصر قلت فقد رواہ الدارقطنی فی سننہ من حدیث قتادۃ عن انس مطولا واللہ تعالٰی اعلم (اس روایت میں صرف فجر کا ذکر ہے شاید اس میں اختصار ہے میں نے کہا دارقطنی نے اپنے سنن میں انس سے بروایت قتادہ مفصل ذکر کیا ہے واللہ تعالٰی اعلم)

(**نوع آخر**) حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پیشگوئی کہ کچھ لوگ وقت گزار کر نماز پڑھیں گے تم اُن کا اتباع نہ کرنا اسے مطلق فرمایا کچھ سفر و حضر کی تخصیص ارشاد نہ ہوئی۔

حدیث ۲۳ : مسلم ابوداود ترمذی نسائی احمد دارمی حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی :

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وضرب فخذی کیف انت اذا بقیت فی قوم یؤخرون الصلاۃ عن وقتھا قال قلت ما تامرنی	حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے میری ران پر ہاتھ مار کر فرمایا تیرا کیا حال ہوگا جب تُو ایسے لوگوں میں رہ جائے گا جو نماز کو اس کے وقت سے تاخیر

---

[1] جامع ترمذی باب ما جاء فی مواقیت الصلوات مطبوعہ رشیدیہ امین کمپنی دہلی ۱/ ۲۲
[2] صحیح مسلم باب اوقات الصلوات الخمس " قدیمی کتب خانہ اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۲۳
[3] شرح معانی الآثار باب مواقیت الصلوات " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۰۲
[4] کتاب الحجۃ اختلاف اہل الکوفۃ والمدینۃ فی الصلوٰۃ دار المعارف نعمانیہ لاہور ص ۱۲
[5] النسائی کتاب المواقیت " مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/ ۶۲

marfat.com
Marfat.com

بغوی کی روایت یوں ہے :

اخبرنا احمد بن عبد اللہ الصالحی (فساق بسندہ) عن مصعب بن سعد عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہما انہ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الذین ھم فی صلٰوتھم ساھون قال اضاعۃ الوقت [1]

ہمیں احمد بن عبد اللہ الصالحی نے خبر دی (پوری سند کو ذکر کیا) مصعب بن سعد سے وہ اپنے باپ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوا، فرمایا اس سے مراد وقت کھونا ہے۔

حدیث ۳۰ : امام ابن ابان حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی :

قال وقت الظھر الی العصر و وقت العصر الی المغرب و وقت المغرب الی العشاء و وقت العشاء الی الفجر [2]

فرمایا ظہر کا وقت عصر تک ہے اور عصر کا وقت مغرب تک اور مغرب کا عشاء اور عشاء کا فجر تک۔

حدیث ۳۱ : امام طحاوی شرح معانی الآثار میں راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سوال ہوا : ماالتفریط فی الصلاۃ (نماز میں تفریط کیا ہے؟) فرمایا : ان تؤخرحتی یجئ وقت الاخری [3] (یہ کہ تو ایک نماز کی تاخیر کرے یہاں تک کہ دوسری کا وقت آجائے)

حدیث ۳۲ : نیز اسی میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی قال تفوت صلاۃ حتی یجئ وقت الاخری [4] (فرمایا نماز فوت نہیں ہوتی جب تک دوسری کا وقت نہ آجائے) یعنی جب دوسری کا وقت آیا پہلی قضا ہوگئی۔

تنبیہ : ان آیات و احادیث سے جواب میں قائلین جمع کی غایت سعی ادعائے تخصیص ہے جسے ملاجی نے کئی ورق کی طولانی تقریر میں بہت ہی چمک کر بیان کیا جس کا مآل یہ کہ اگرچہ متکاثرہ واحادیث متواترہ ہر نماز کے لیے جدا وقت بتارہی ہیں محافظت وقت کی نہایت تاکید شدید فرمارہی ہیں وقت ضائع کرنے کو گناہ عظیم و موجب عذاب الیم ٹھہرا رہی ہیں مگر ہمیں سفر وغیرہ حالات میں ظہر و عصر و مغرب و عشاء چار نمازوں کی پابندی وقت

---

[1] شرح السنۃ للامام البغوی باب مراعاۃ الوقت مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۳۶

[2] کتاب الحجۃ اختلاف اہل الکوفۃ والمدینۃ فی الصلوات الخ دار المعارف النعمانیۃ لاہور ۱/۱-۱۱

[3] شرح معانی الآثار باب جمع بین الصلوتین مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۴

[4] " " " " " " ۱/۱۱۴

marfat.com
Marfat.com

حدیث ۲۷: ترمذی وطحاوی بسندِ صحیح بطریق محمد بن فضیل عن الاعمش عن ابی صالح ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان للصلاۃ اولا واٰخرا وان اول وقت صلاۃ الظھر حین تزول الشمس واٰخر وقتھا حین یدخل وقت العصر وفیہ ان اول وقت المغرب حین تغرب الشمس وان اٰخر وقتھا حین یغیب الشفق۔[1]

بیشک نماز کے لیے اوّل و آخر ہے اور بیشک آغاز وقت ظہر کا سورج ڈھلے سے اور ختم وقت ظہر کا وقتِ عصر آنے پر ہے اور بیشک ابتدا وقت مغرب کی سورج چھپے ہے اور بیشک انتہا اُس کے وقت کی شفق ڈوبے۔

حدیث ۲۸: مسلم واحمد وابوداود وابن ماجہ وطحاوی وابنِ حبان حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور پُرنور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظۃ ان تؤخر صلاۃ حتی یدخل وقت صلاۃ اخری۔[2]

سوتے میں کچھ تقصیر نہیں تقصیر تو جاگتے میں ہے کہ تُو ایک نماز کو اتنا پیچھے ہٹائے کہ دوسری نماز کا وقت آجائے۔

یہ حدیث خود حالتِ سفر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی تھی حین فاتتھم صلاۃ الصبح لیلۃ التعریس وھو عند ابی داود وابن ماجۃ من دون قولہ ان توخر (جب "لیلۃ التعریس" کی صبح کو ان سے فجر کی نماز قضا ہوگئی تھی۔ یہ روایت ابوداؤد اور ابن ماجہ میں بھی ہے مگر اس میں "ان توخر" کا لفظ نہیں ہے۔ت)

یہ حدیث نص صریح ہے کہ ایک نماز کی یہاں تک تاخیر کرنی کہ دوسری کا وقت آجائے تقصیر وگناہ ہے۔

حدیث ۲۹: بزار ومحی السنۃ بغوی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال سألت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن قول اللہ عزوجل الذین ھم عن صلوتھم ساھون ۝ قال ھم الذین یؤخرون الصلاۃ عن وقتھا۔[3]

فرمایا میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پُوچھا وُہ کون لوگ ہیں جنھیں اللہ عزوجل قرآن مجید میں فرماتا ہے خرابی ہے اُن نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں، ارشاد فرمایا وہ لوگ جو نماز کو اس کے وقت سے ہٹا کر پڑھیں۔

---

[1] جامع ترمذی باب ماجاء فی مواقیت الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع رشیدیہ امین کمپنی دہلی ۱/۲۲

[2] سنن ابی داؤد باب فی من نام الخ ۔ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۶۳

[3] کشف الاستار عن زوائد البزار باب فی الذین یؤخرون الصلوٰۃ عن وقتہا مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۱۹۸

marfat.com

Marfat.com

ایک مثل پر فارغ ہولئے یہ معنے نہیں کہ کچھ وقت بطور چار رکعت دونوں نمازوں میں مشترک ہے دلیل مرجح باعث اختیار کرنے معنی اول کی یہ ہے کہ روایت کی ہے مسلم نے عبداللہ بن عمرو سے ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال وقت الظھر الی ان یحضر العصر اور کہا اللہ تعالٰی نے ان الصلٰوۃ کانت علی المؤمنین کتبا موقوتا یعنی ہر نماز کا وقت علٰحدہ علٰحدہ ہے اسی واسطے فرمایا آنحضرتؐ نے انما التفریط علی من لم یصل حتی یجیئ وقت الصلاۃ الاخری رواہ مسلم وغیرہ تو مقتضا احادیث اور اس آیت کا یہی ہے کہ ایک نماز کے وقت میں دوسری نماز ادا نہیں ہو سکتی پھر اگر حدیث جابر میں معنی وہ نہ کریں جو ہم نے کیے ہیں کہ پڑھ چکے ایک مثل میں بلکہ یہ کریں کہ پڑھنی شروع کی جب کہ ایک مثل ہوئی تو تعارض ہوگا درمیان ان احادیث کے جن سے امتیاز اوقات ہر نماز کی معلوم ہوتی ہے اور اس حدیث جابر میں جس سے اشتراک نکالتے ہیں اور وقت تعارض موافقت کرنی چاہئے اور صورت موافقت کی یہ ہے جو ہم نے بیان کی اور شاہد اس کی حدیث جبریل ہے معنی اس کے بھی وہی ہیں بعینہٖ اسی دلیل سے جو گزری حدیث نسائی میں[1] اھ ملخصاً۔

الحمدللہ یہ تو آیۂ کریمہ اور ہماری حدیثوں سے حدیث ۲۶ و ۲۸ کی نسبت ملاجی کی شہادت ہے کہ مقتضٰی احادیث و آیات کا یہی ہے کہ ایک نماز کے وقت میں دوسری ادا نہیں ہو سکتی مگر مجھے یہاں ملاجی کا ظلم ظاہر کرنا ہے **فاقول** باللہ التوفیق **اولًا**[2] حدیث جبریل و حدیث سائل میں یہ معنے کہ ملاجی نے شافعیہ کی تقلید جامد سے سیکھ کر جمائے ہرگز نہیں جمتے حدیث جبریل بروایت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ میں نسائی کے یہاں یوں ہے:

ان جبریل اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حین کان الظل مثل شخصہ فصلی العصر ثم اتاہ فی الیوم الثانی حین کان ظل الرجل مثل شخصہ فصلی الظھر[3]۔

دوسری روایت میں ہے: ثم مکث حتی اذا کان فیئ الرجل مثلہ جاءہ للعصر فقال قم یا محمد فصلی العصر ثم جاءہ من الغد حین کان فیئ الرجل مثلہ فقال قم یا محمد فصل فصلی الظھر[4]۔

عہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ

---

[1] معیار الحق، مسئلہ چہارم بحث آخر وقت ظہر مکتبہ نذیریہ لاہور ص ۳۱۶ تا ۳۲۱

[2] واضح رہے کہ "اولًا" کے ذیل میں مذکور تمام روایات کا ترجمہ پہلے گزر چکا ہے۔ اگر ضرورت ہو تو صفحہ ۲۷۸ کی طرف رجوع کریں۔ ؁دم

[3] النسائی کتاب المواقیت آخر وقت العصر مطبوعہ سلفیہ لاہور ۱/۶۰

[4] النسائی " " اول وقت العشاء ۱/۶۲

marfat.com

Marfat.com

کچھ ضرور نہیں چاہے وقت سے پہلے پڑھ لیں چاہیں وقت کھو کر پڑھیں اصلاً محذور نہیں کہ دو چار روایتیں ہمارے خیال کے مطابق قرآن عظیم واحادیث متواترہ کے مخالف آگئیں وہ ہمیں بے قیدی بنا گئی ہیں یہاں ملاجی نے بہت کچھ ابحاثِ اصول کو خرچ کیا ہے جس کا جواب ایسا ہی عریض وطویل دیا گیا ہے وانا **اقول** (اور میں کہتا ہوں۔ت) ثبت العرش ثم انقش ارشاداتِ صریحہ قرآن عظیم واحادیث متواترہ کے مقابل ایسا ہی سامان جمع کر لیا ہوتا تو ان کے مقابلہ کا نام لینا تھا سبحٰن اللہ چند محتمل روایات جن میں روایۃً درایۃً صدہا احتمالات، نہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اُن کے ثبوت ہی پر یقین نہ بعد تسلیم ثبوت خواہی نخواہی معنی جمع حقیقی کی تعیین، احتمالی باتوں پر خدا و رسول کے صریح احکام کیونکر اُٹھا دیے جائیں ایسے حکموں کے مقابلہ کو انھیں کے پایہ کا جلی واضح ثبوت درکار تھا نہ یہ کہ بزورِ زبان ابتداء میں کہہ دیجئے وہ حدیثیں جن میں تاویل کو مخالف کی دخل نہیں انتہا میں لکھ دیجئے احادیثِ صحاح جو جمع پر قطعاً ویقیناً دلالت کرتی ہیں اور بس آپ کے فرمانے سے وہ نصوص قاطعہ یقینیہ مفسرہ ہو گئیں ملاجی بس اسی ایک نکتہ پر بحث کا فیصلہ ہے ان روایات کا اثبات جمع حقیقی تقدیم و تاخیر میں نص قطعی یقینی مفسر نا قابلِ تاویل ہونا ثابت کر دیجئے یا قرآن عظیم و احادیث متواترہ کے مقابل نری زبان زوریوں سے کام نکالنے کا اقرار کیجئے میں صرف نصوص قرآن و حدیث کا نام لیتا ہوں اے حضرت نمازوں کی توقیت اُن کے لیے اوقات کی تعیین تو ضروریاتِ دین سے ہے اور ہمارا آپ کا تمام اُمتِ مرحومہ کا اجماع قائم کہ وقت سے پہلے نماز باطل اور عمداً قضا کر دینا وقت کھو دینا حرام تو اب ظنیت وقطعیت عمومات کی بحث سے کچھ علاقہ نہ رہا۔ اس فعل جمع کا جو حاصل ہے یعنی نماز پیش از وقت یا تفویت وقت اُس کی حرمت پر تو ہم اور آپ سب متفق ہو لیے اب آپ مدعی ہیں کہ اس حرام قطعی کی یہ صورت خاص حلال ہے جیسا وہ حرام قطعی ہے ویسا ہی قطعی ثبوت اس کی حلت کا دیجئے ورنہ یقینی کے حضور ظنی محتمل کا نام نہ لیجئے خدا کی شان اور تو اور جمع تقدیم میں بھی یہی جرأت کے ادعا کہ تاویل کو دخل نہیں احادیثِ صحاح قطعاً دلالت کرتی ہیں حالانکہ مفسر و یقینی ہونا درکنار ابو داؤد سا امام جلیل الشان تصریح فرما گیا کہ اس کے بارے میں اصلاً کوئی حدیث صحیح بھی نہ ہوئی مگر ہاں یہ کہئے کہ اپنی زبان اپنا دعوٰی ہے ثبوت مانگنے والے کا کچھ دینا دھرا یا ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

لطیفہ: مُلاجی نے ایک مثل پر انتہائے ظہر کے اثبات میں حدیث سائل بروایت نسائی عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ و حدیث امامت جبریل علیہ الصلوۃ والسلام سے استدلال کیا جن میں تھا کہ پہلے دن کی ظہر حضور اقدس[عہ] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سورج ڈھلتے ہی پڑھی اور دوسرے دن کی اُس وقت کہ سایہ ایک مثل کو پہنچ گیا اس تمسک پر اعتراض ہوتا تھا کہ ان حدیثوں میں کل کی عصر بھی تو اسی وقت پڑھنی آئی ہے تو ایک مثل پر وقتِ ظہر ختم ہو جانا نہ نکلا بلکہ بعد مثل ظہر و عصر دونوں نمازوں میں وقت مشترک ہونا مستفاد ہوا ملاجی اس کے دفع میں فرماتے ہیں روایت نسائی کے معنے یہ ہیں کہ آنحضرت نے پہلے دن عصر جب پڑھی کہ ایک مثل سایہ آگیا اور دوسرے دن ظہر

عہ صلی اللہ تعالٰی علیہ و[illegible]

marfat.com

Marfat.com

مشترک اصلاً نہیں رہتا تو صورت موافقت اسی میں منحصر نہ تھی جس سے آپ احتمالِ اشتراکؑ کو دفع کر سکیں ، ملاجی مدعی بننا آسان ہے مگر اقامت دلیل کے گرانبار عہدوں سے سلامت نکل جانا مشکل۔

اب اس صریح ظلم و ناانصافی کو دیکھیے کہ مسئلہ وقتِ ظہر میں آیت و احادیث توقیت کے عموم و ظواہر پہ وہ ایمان کہ نہ آیت صالح تخصیص نہ یہ حدیثیں لائق تاویل نہ ان کے مقابل صحاح حدیث قابل قبول بلکہ واجب کہ کہ وہ حدیثیں تاویلوں کی گھڑت سے موافق کر لی جائیں اگرچہ وہ اُس تاویل سے صاف ابا کرتی ہوں اور ان میں ہرگز تاویل نہ کی جائے اگرچہ بے دقت اُسے جگہ دیتی ہوں۔ اور جب مسئلہ جمع کی باری آئے فوراً نگاہ پلٹ جائے اب آیت و احادیث واجب التخصیص، اور اُن کے مقابل نری احتمالی چند روایات واجب الاعتماد وقطعی التنصیص، اور ان کے لیے آیات و احادیث کے مطابق صاف و نظیف محامل مردود و باطل بغرض شریعت اپنے گھر کی ہے، اجتہاد کی کوٹھری دوہرے در کی ہے۔ دیانت کا ٹٹو دونوں باگوں کستا ہے، پورب کی سڑک میں پچھم کا رستہ ہے ع

گر میں گیا اِدھر سے اُدھر سے نکل گیا

ف **لطیفہ** حدیث بست و ہشتم مروی صحیح مسلم شریف کے جواب میں ملاجی کی نزاکتیں قابل تماشا۔

اولاً یہ حدیث اسی شخص کے حق میں ہے کہ بلا عذر تاخیر کرے نہ اُس کے حق میں جو مسافر ہو، یہ وہی دعویٰ باطلہ تخصیص بے مخصص ہے۔

ثانیاً سبب حدیث خود نماز سفر کا سوتے میں قضا ہو جانا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس وقت سفر ہی میں تھے تو نماز سفر کو اس حکم سے خارج ماننا طرفہ جہالت ہے۔

ثالثاً عذر بدتر از گناہ سُنئے فرماتے ہیں اگر کہو کہ یہ حدیث سفر میں فرمائی تھی پس مسافر کو حکم اس کا شامل ہوگا تو کہا جائے گا کہ ظرف قول کی باعث اور قرینہ اُس کی تعمیم یا تخصیص پر نہیں ہوتی۔

اقول ملاجی! کسی پڑھے لکھے سے ظرف و سبب کا فرق سیکھو یہ نہیں کہا جاتا کہ حدیث سفر میں فرمائی تھی بلکہ مطلب یہ ہے کہ نمازِ سفر کا قضا ہونا سببِ ارشاد ہوا تو خود سببِ نص حکمِ نص سے کیونکر جُدا رہے گا کیا ظلم ہے کہ نص کا خاص جس مورد میں ورود وہی خارج و نامقصود، اور نص اس کے ماسوا پر مقصور و محدود۔

عہ **اقول** ظاہر ہے کہ احتمال اشتراک مسئلہ جمع میں قائل جمع کو اصلاً نافع نہیں جمع تقدیم سے تو اُسے مس ہی نہیں اور جمع تاخیر بھی اس کے قائل کے نزدیک صرف آغاز و ابتدائے وقت آخر بقدر چار رکعت سے مخصوص نہیں معہذا جب وقت مشترک ٹھہرا پہلی نماز بھی اپنے وقت پر ہوئی اور اس کے بعد دوسری بھی اپنے وقت میں، یہ جمع صوری ہے نہ حقیقی کہ ایک نماز اپنے وقت سے خارج ہو کر دوسری کے وقت میں پڑھی جائے کما لا یخفی ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

ف معیار الحق مسئلہ پنجم جمع بین الصلاتین ص ۱۴۱ ف۲ معیار الحق ص ۱۴۷

marfat.com

Marfat.com

مسند اسحٰق میں ابی مسعود بدری رضی اللہ تعالٰی عنہ یوں ہے: اتاہ حین کان ظلہ مثلہ فقال قم فصل فقام فصلی العصر اربعا ثم اتاہ من الغد حین کان ظلہ مثلہ فقال لہ قم فصل فقام فصلی الظہر اربعا[1]۔
دارقطنی وطبرانی وابوعمر کے یہاں بروایت عقبہ بن عمرو وبشیر بن عقبہ رضی اللہ تعالٰی عنہما یوں ہے: جاءہ حین کان ظل کل شیئ مثلہ فقال یا محمد صل العصر فصلی ثم جاءہ الغد حین کان ظل کل شیئ مثلہ فقال صل الظہر فصلی[2]۔

یہ سب حدیثیں تصریح صریح ہیں کہ روح امین علیہ الصلٰوۃ والتسلیم ظہر کے لیے حاضر اس وقت ہوئے جب سایہ ایک مثل کو پہنچ چکا تھا اس وقت نماز پڑھنے کے لیے عرض کی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی اس کے یہ معنی کیونکر ممکن کہ ختم مثل تک نماز سے فارغ ہولیے تھے۔ حدیث سائل بروایت عبداللہ بن قیس رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ابوداؤد کے یہاں یوں ہے: امر بلالا فاقام الفجر حین انشق (الی قولہ) فاقام الظہر فی وقت العصر الذی کان قبلہ[3]۔ اس میں تصریح ہے کہ ایک مثل ہونے پر بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ظہر کی تکبیر کہی تو مثل تک فراغ کیا۔

ثانیاً آیہ کریمہ تو آپ کے نزدیک عام ہے اور احادیث جبریل وسائل خاص اور آپ کے اصول میں عام و خاص متعارض نہیں بلکہ عام اُس خاص سے مخصص ہوجائے گا و لہٰذا خود بھی یہاں معارضہ صرف احادیث میں مانا نہ آیت وحدیث میں پھر اُن حدیثوں کے مقابل آیت کا پیش کرنا کیا معنی، کیا آپ کے داؤں کو آیت عام نہیں رہتی تخصیص حرام ہوجاتی ہے۔

ثالثاً احادیث میں دفع معارضہ یُوں بھی ممکن کہ حدیث تفریط میں وقت الصلٰوۃ الاخرٰی[4] سے اُس کا وقت خاص مراد لیجئے یعنی نماز قضا جب ہوتی ہے کہ دوسری نماز کا وقت خاص آجائے جب تک وقت مشترک باقی ہے قضا نہ ہُوئی اور حدیث عبداللہ بن عمرو میں ظہر خواہ عصر دونوں سے جس میں چاہئے وقت خاص لے لیجئے اور دوسری میں وقت مطلق یعنی ظہر کا وقت خاص وقت عصر آنے تک ہے جب عصر کا وقت آیا ظہر کا خاص وقت نہ رہا اگرچہ مشترک باقی ہو یا ظہر کا وقت عصر کے وقت خاص آنے تک ہے کہ اس کے بعد ظہر کا وقت خاص خواہ

---

[1] نصب الرایۃ بحوالہ مسند اسحٰق بن راہویہ باب المواقیت مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۱/ ۲۲۳
[2] دارقطنی 〃 〃 〃 〃 ۱/ ۲۵۶
[3] سنن ابوداؤد اول کتاب الصلٰوۃ باب المواقیت مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۵۷
[4] ترمذی باب المواقیت مطبوعہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۲۵

marfat.com
Marfat.com

علاوہ کس منہ سے کہہ رہے ہو، مُلّا جی! کبھی کسی کُتے سے پالا نہ پڑا ہوگا کہ عمل بالحدیث کا دعویٰ بُھلادیتا، سُبحٰن اللہ تحریفِ احادیث اور اُس کا نام عمل بالحدیث اسمٌ طیّبٌ وعملٌ خبیثٌ، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

قسم دوم نصوص خصوص، حدیث ۳۳: صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن ابی داؤد وسنن نسائی ومصنف طحاوی میں بطرق عدیدہ والفاظ مجملہ ومفصلہ مختصرہ ومطولہ مروی وھذا لفظ البخاری حدثنا عمر بن حفص بن غیاث ثنا ابی ثنا الاعمش ثنی عمارۃ عن عبد الرحمٰن عن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال مارأیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صلی صلاۃ لغیر میقاتھا الا صلاتین جمع بین المغرب والعشاء وصلی الفجر قبل میقاتھا[1] ولمسلم حدثنا یحیی بن یحیی وابوبکر بن ابی شیبۃ وابوکریب جمیعا عن ابی معویۃ قال یحیی اخبرنا ابومعویۃ عن الاعمش عن عمارۃ عن عبد الرحمٰن بن یزید عن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال مارأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صلی صلاۃ الا لمیقاتھا الا صلاتین صلاۃ المغرب والعشاء بجمع وصلی الفجر یومئذ قبل میقاتھا[2] وحدثناہ عثمٰن بن ابی شیبۃ واسحٰق بن ابرھیم جمیعا عن جریر عن الاعمش بھذا الاسناد قال قبل وقتھا بغلس[3] (یعنی حضرتِ حاضر سفر وحضر ومصاحب وملازم جلوت وخلوتِ سیّد البشر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ سابقین اوّلین فی الاسلام وملازمین خاص حضور سیّد الانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام سے تھے بوجہ کمال قرب بارگاہ اہلبیت[*] رسالت

عہ[*] بخاری مسلم ترمذی نسائی ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے:

قال قدمت انا واخی من الیمن فمکثنا حینا مانری الا ان عبد اللہ بن مسعود رجل من اھل بیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لما نری من دخولہ ودخول امہ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ (م)

فرمایا: میں اور میرے بھائی یمن سے آئے تو مدت تک ہم سمجھا کئے کہ عبد اللہ بن مسعود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اہلبیت سے ہیں اُنھیں اور اُن کی ماں کو جو بکثرت کاشانۂ رسالت میں آتے جاتے دیکھتے تھے۔ ۱۲ منہ

---

[1] صحیح بخاری باب متی یصلی الفجر بجمع مطبوعہ مطبع ہاشمی میرٹھ ۱/۲۲۸

[2] صحیح مسلم باب استحباب زیادۃ التغلیس بصلاۃ الصبح مطبوعہ اصح المطابع کراچی ۱/۴۱۷

[3] ایضاً [*] صحیح بخاری ... خانہ کراچی ۱/۵۳۱

marfat.com

Marfat.com

ف۱

رابعاً قیامت دلربا نزاکت تو یہ کی کہ فرماتے ہیں اگر ظرف کو دخل ہو تو کہا جائے گا کہ یہ قول آنحضرت ؐ نے وقت نماز فجر کے اور فوت ہو جانے نماز فجر کے نیند میں فرمایا تھا پس حکم سفر فجر ہی کا بیان کیا جس کا جمع کرنا کسی نماز سے ممکن نہ تھا نہ ظہر و عصر مغرب عشا سفر کی کا۔

اقول بھئی یہ تو خوب ہی کہیکا، ہاں مُلّاجی! حدیث میں کل ہے کا ارشاد ہو رہا ہے فجر سفر کی کا نہ اور نماز دن سفر کی کا یعنی صبح کی نماز میں تقصیر اُس وقت ہوگی کہ تو اُسے نہ پڑھے یہاں تک کہ ظہر کا وقت آجائے بہت معقول سورج نکلے پہر دن چڑھے ٹھیک دوپہر ہو جب تک نماز فجر اُٹھا رکھئے کچھ تقصیر نہیں جب ظہر کا وقت آئے اس وقت تقصیر ہوگی انا للہ وانا الیہ راجعون ○ مُلّاجی! دِلّی میں تو اچھے اچھے حکیم سُنے گئے ہیں، لکھنے چلے تھے تو پہلے دماغ کی نبض دکھالی ہوتی، نمازیں پانچ ہیں اُن میں چار متوالی الاوقات اور فجر جُدا سب کا حکم بیان کیجئے تو بطور تغلیب یہ کلمہ صحیح جیسا کہ حدیث ۳۱ و ۳۲ میں اقوالِ حضرت ابوہریرہ وابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے گزرا کہ خاص فجر کا حکم ان لفظوں سے ارشاد ہو کہ جب تک ظہر نہ آئے فجر نہ پڑھنے میں تقصیر نہیں۔

خامساً اقول ملّاجی! اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوص سبب کا تو اخراج ظہر و عصر و مغرب و عشا کے کیا معنے، یہ کیا ستم جہالت ہے کہ آپ کا خصم اطلاق نص و شمول مورد سے تمسک کرے آپ جواب میں اقتصار علی المورد پیش کر دیں یا وہ بے نمکی کہ دخول مورد سے راساً انکار یا یہ شوراشوری کہ اُسی پر انقطاع اُسی میں انحصار غرض سیدھا چلنا ہر طرح ناگوار۔

ف۲

سادساً اب اور آنکھیں کُھلیں تو علاوہ کی پوٹ باندھی کہ مسافر جمع کرنے والے کو ضرور ہے کہ ارادہ جمع کا پہلی نماز کے وقت کے اندر اندر کر رکھے جس نے ارادہ نہ کیا اُس کی جمع درست نہ ہوگی پس اگر مسافر کو بھی شامل کرو تو ایسا مسافر مورد و محل حدیث کا ہوگا۔

اقول یہ ایسا ویسا تم کہہ رہے ہو یا حدیث ارشاد فرما رہی ہے حدیث میں تو ایسے ویسے کی کہیں بُو بھی نہیں کیا اپنی ہوائے نفس پر احادیث کا ڈھال لانا ہی عمل بالحدیث ہے۔

سابعاً اقول خود مسافر کو شامل کہہ رہے ہو نہ مسافر سے خاص تو لاجرم حدیث وہ حکم فرما رہی ہے جو مسافر و مقیم سب کو شامل کیا بھلا چنگا مقیم بھی اگر وقت کے اندر اندر نیت رکھے کہ یہ نماز وقت گزر جانے کے بعد پڑھ لوں گا تو تقصیر نہیں کُھلا کُھلا رافضیوں کا مذہب کیوں نہیں لکھ دیتے اور بد تر ابی بصرہ نہیں بلکہ تباہی کو فہ اگر حاصل ٹھہرے گا تو وہی کہ حدیث احادیث جمع سے مخصوص یہ شامت امام سے وہی آپ کا عذر معمولی جابجا ہے پھر اُسے

عہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ دم، ف۱ معیار الحق ص ۴۱۷ ف۲ معیار الحق ص ۴۱۷

marfat.com

Marfat.com

التقریب - حافظ الشان نے تہذیب التہذیب میں فرمایا : سلیمٰن بن ابی یحیٰی حجازی روی عن ابی ھریرۃ وابن عمر، وعنہ ابن عجلان و داؤد بن قیس وابو مودود وعبد العزیز بن ابی سلیمٰن، قال ابو حاتم، ما بحدیثہ باس، وذکرہ ابن حبان فی الثقات، روی لہ ابوداود حدیثا واحدا فی الجمع بین المغرب والعشاءؑ۔

ثم اقول بعد نظافت سند مثل حدیث کا بروایت ایوب عن نافع عن ابن عمر بلفظ لم یر ابن عمر جمع بینھما قط الا تلک اللیلۃ (ابن عمر کو نہیں دیکھا کہ دو نمازوں کو جمع کیا ہو سوائے اس رات کے) مروی ہونا کچھ مضر نہیں اگر یہاں نافع فعل ابن عمر اور وہاں ابن عمر فعل سید البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روایت کریں کیا منافات ہے خصوصاً یروی عن ایوب معضل ہے اور معضل ملاجی کے نزدیک محض مردود ومہمل اور وہ بھی بصیغہ مجہول کہ غالباً مشیر ضعف ہے تو ایسی تعلیق حدیث مسند متصل کے کب معارض ہو سکتی ہے۔

حدیث ۳۵ : مؤطائے امام محمد میں ہے : قال محمد بلغنا عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ کتب فی الآفاق ینھاھم ان یجمعوا بین الصلاۃ واخبرھم ان الجمع بین الصلاتین فی وقت واحد کبیرۃ من الکبائر اخبرنا بذلک الثقات عن العلاء بن الحارث عن مکحول[2] (یعنی امیر المؤمنین امام العادلین ناطق بالحق والصواب عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام آفاق میں فرمان واجب الاذعان نافذ فرمائے کہ کوئی شخص دو نمازیں جمع نہ کرنے پائے اور ان میں ارشاد فرمادیا کہ ایک وقت میں دو نمازیں ملانا گناہ کبیرہ ہے)

الحمدللہ امام عادل فاروق الحق والباطل نے حق واضح فرمادیا اور ان کے فرمانوں پر کہیں سے انکار نہ آنے نے گویا مسئلے کو درجۂ اجماع تک مترقی کیا۔

اقول یہ حدیث بھی ہمارے اصول پر حسن جید حجت ہے علاء بن الحارث تابعی صدوق فقیہ رجال صحیح مسلم وسنن اربعہ سے ہیں۔

واختلاطہ لا یضر عندنا مالو یثبت الاخذ بعدہ فقد ذکر المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر کتاب الصلاۃ باب الشھید

علاء کا مختلط ہونا ہمارے نزدیک مضر نہیں ہے جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ یہ روایت اس سے اختلاط کے بعد لی گئی ہے۔ کیونکہ شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر کی

---

[1] تہذیب التہذیب راوی ۳۷۹ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد ۴/۲۲۸

[2] مؤطا امام احمد باب الجمع بین الصلوتین فی السفر والمطر مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۱۳۲

marfat.com

Marfat.com

سے سمجھے جاتے اور سفر وحضر میں خدمت[ع] والا منزلت منزلت بستر گستری ومسواک ومطہرہ داری وکفش برداری محبوب باری
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے معزز وممتاز رہتے، ارشاد فرماتے ہیں میں نے کبھی نہ دیکھا کہ حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم نے کبھی کوئی نماز اُس کے غیر وقت میں پڑھی ہو مگر دو نمازیں کہ ایک اُن میں سے نماز مغرب ہے جسے مزدلفہ میں
عشاء کے وقت پڑھا تھا اور وہاں فجر بھی روز کے معمولی وقت سے پیشتر تاریکی میں پڑھی)

حدیث ۳۴: سنن ابی داؤد میں ہے: حدثنا قتیبۃ نا عبداللہ بن نافع عن ابی مودود عن سلیمن بن ابی یحیٰی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال ما جمع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بین المغرب والعشاء قط فی السفر الا مرۃ[۱] (یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی کسی سفر میں مغرب وعشاء ملا کر نہ پڑھی سوا ایک بار کے) ظاہر ہے کہ وہ بار وہی سفر حجۃ الوداع ہے کہ شب نہم ذی الحجہ مزدلفہ میں جمع فرمائی جس پر سب کا اتفاق ہے۔

اقول اس حدیث کی سند حسن جید ہے، قتیبہ تو قتیبہ ہیں ثقہ ثبت رجال ستہ سے، اور عبداللہ بن نافع ثقہ صحیح الکتاب رجال صحیح مسلم سے اور سلیمن بن ابی یحیٰی لاباس بہ (اس میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ ت) ابن حبان نے انہیں ثقات تابعین میں ذکر کیا، رہے ابو مودود وہ عبدالعزیز بن ابی سلیمن مدنی ہذلی مقبول ہیں کما فی

ع صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت علقمہ سے مروی میں ملک شام میں گیا دو رکعت پڑھ کر دعا مانگی، الٰہی! مجھے کوئی نیک ہم نشین میسر فرما۔ پھر ایک قوم کی طرف گیا اُن کے پاس بیٹھا تو ایک شیخ تشریف لائے میرے برابر آکر بیٹھ گئے میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ میں نے کہا میں نے اللہ عزوجل سے دعا کی تھی کہ کوئی نیک ہم نشین مجھے میسر کرے اللہ تعالٰی نے آپ ملا دیئے۔ فرمایا: تم کون ہو؟ میں نے کہا اہل کوفہ سے۔ فرمایا: اولیس عندکم ابن ام عبد صاحب النعلین والوسادۃ والمطھرۃ[۲]۔ کیا تمہارے پاس عبداللہ بن مسعود نہیں وہ نعلین ومسند خواب وظروف وضو وطہارت والے۔

یعنی جن کے متعلق یہ خدمتیں تھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جس مجلس میں تشریف فرما ہوں نعلین اٹھا کر رکھیں اٹھتے وقت سامنے حاضر کریں سوتے وقت بچھونا بچھائیں اوقات نماز پر پانی حاضر لائیں ظاہر ہے کہ انہیں خلوت وجلوت ہر حالت میں کیسی ملازمت دائمی کی دولت عطا فرمائی پھر ان کے علم کے بعد کسی کی کیا حاجت ہے قالہ القاضی کما نقلہ فی المرقاۃ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

---

[۱] سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب الجمع بین الصلوٰتین آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۷۱

[۲] صحیح بخاری ... خانہ کراچی ۱/۵۳۱

marfat.com

Marfat.com

العدوی قال سمعت قراءۃ کتاب عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ ثلث من الکبائر الجمع بین الصلاتین والفرار من الزحف والنہبۃ[1] (یعنی حضرت ابو قتادہ عدوی کہ اجلۂ اکابر وثقات تابعین سے ہیں بلکہ بعض نے انھیں صحابہ میں گنا، فرماتے ہیں میں نے امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا شقہ و فرمان سنا کہ تین باتیں کبیرہ گناہوں سے ہیں: دو نمازیں جمع کرنا اور جہاد میں کفار کے مقابلے سے بھاگنا اور کسی کا مال لوٹ لینا)

اقول یہ حدیث اعلٰی درجہ کی صحیح ہے اس کے سب رجال اسمٰعیل بن ابراہیم ابن علیہ سے آخر تک ائمہ ثقات عدول رجال صحیح مسلم سے ہیں وللہ الحمد۔

لطیفہ حدیث مؤطا کے جواب میں تو ملا جی کو وہی اُن کا عذر معمولی عارض ہوا کہ منع کرنا عمر کا حالت اقامت میں بلا عذر تھا۔

اقول اگر ہر جگہ ایسی ہی تخصیص تراش لینے کا دروازہ کھُلے تو تمام احکام شرعیہ سے بے قیدوں کو سہل چھٹی ملے جہاں چاہیں کہہ دیں یہ حکم خاص فلاں لوگوں کے لیے ہے، حدیث صحیحین کو تین طرح رد کرنا چاہا،

اوّل انکار جمع اس سے بطور مفہوم نکلتا ہے اور حنفیہ قائل مفہوم نہیں، اس جواب کی حکایت خود اُس کے رَد میں کفایت ہے اُس سے اگر بطور مفہوم نکلتی ہے تو مزدلفہ کی جمع کہ مابعد الاسحار سے نزدیک مسکوت عنہ ہے انکار جمع تو اس کا صریح منطوق و مدلول مطابقی ومنصوص عبارۃ النص ہے۔

اقول اولاً اُس کی نسبت اگر بعض اجلۂ شافعیہ کے قلم سے براہ بشریت لفظ مفہوم نکل گیا مُلّا مدعی اجتہاد و حُرمت تقلید ابوحنیفہ و شافعی کو کیا لائق تھا کہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم رَد کرنے کے لیے ایسی بدیہی غلطی میں ایک متاخر مقلد کی تقلید جامد کرتے شاید رو احادیث صحیحہ میں یہ شرک صریح جائز و صحیح ہو گا اب نہ اُس میں شائبۂ نصرانیت ہے نہ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ[2] (انہوں نے اپنے عالموں اور راہبوں کو اللہ کے علاوہ اپنا رب بنالیا۔ ت) کی آفت کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون[3] (اللہ کے نزدیک بڑا جُرم ہے کہ تم اس کام کا کہو جو خود نہیں کرتے۔ ت)

ثانیاً بفرض غلط مفہوم ہی سہی اب یہ نامسلّم کہ حنفیہ اس کے قائل نہیں صرف عبارات شارع غیر متعلقہ

---

[1] کتاب الحجۃ باب الجمع بین الصلوتین — دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱/۱۶۵

[2] القرآن ۹/۳۱

[3] القرآن ۶۱/۳

marfat.com

Marfat.com

حدیث احمد ثنا عفان بن مسلم ثنا حماد بن سلمۃ ثنا عطاء بن السائب ومعلوم ان عطاء بن السائب ممن اختلط فقال ارجوان حماد بن سلمۃ ممن اخذ منہ قبل التغیر ثم ذکر الدلیل علیہ ثم قال وعلی الابہام لا ینزل عن الحسن[1] ۔(ملخصًا)

کتاب الصلوٰۃ باب الشہید میں احمد کی روایت ذکر کی ہے جس کا ایک راوی عطاء ابن سائب ہے ۔ اور عطاء ابن سائب کا مختلط ہونا سب کو معلوم ہے ، مگر ابن ہمام نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ حماد ابن سلمہ نے یہ روایت عطاء کے اختلاط میں مبتلا ہونے سے پہلے اس سے اخذ کی ہوگی ۔ پھر اس کی دلیل بیان کی اور کہا کہ اگر ابہام پایا بھی جائے تو حسن کے درجہ سے کم نہیں ہے۔(ت)

اور امام مکحول ثقہ فقیہ حافظ جلیل القدر بھی رجال مسلم و اربعہ سے ہیں۔

والمرسل حجۃ عندنا وعند الجمہور اما ابہام شیوخ محمد فتوثیق المبہم مقبول عندنا کما فی المسلم وغیرہ لاسیما من مثل الامام محمد ومع قطع النظر عنہ فلقائل ان یقول قد انجبر بالتعدد فی فتح المغیث فی ذکر المقلوب رونیاھا فی مشایخ البخاری لابی احمد بن عدی قال سمعت عدۃ مشایخ یحکون ذکرھا ومن طریق ابن عدی رواھا الخطیب فی تاریخہ وغیرہ ولا یضر جہالۃ شیوخ ابن عدی فیھا فانھم عدد ینجبر بہ جہالتہم[2]

مرسل ہمارے اور جمہور کے نزدیک حجت ہے ۔ رہا محمد کے اساتذہ کا مبہم ہونا ، تو مبہم کی توثیق ہمارے نزدیک نزدیک مقبول ہے ، جیسا کہ مسلم وغیرہ میں ہے خصوصاً جب توثیق کرنے والی امام محمد جیسی ہستی ہو ، اور اس سے قطع نظر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ متعدد واسناد سے مروی ہونے کی وجہ سے اس کی یہ خامی دور ہوگئی ہے ۔ فتح المغیث میں مقلوب کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ "مشائخ البخاری" میں احمد ابن عدی سے مروی ہے کہ میں نے متعدد مشائخ کو یہ حدیث بیان کرتے سنا ہے ۔ ابن عدی ہی کے واسطے سے یہ بات خطیب نے بھی اپنی تاریخ میں ذکر کی ہے اور دیگر علماء نے بھی ۔ اور ابن عدی کے اساتذہ کا مبہم ہونا مضر نہیں ہے کیونکہ ان کی تعداد اتنی ہے کہ اس کی وجہ سے وہ مجہول نہیں رہتے ۔ (ت)

حدیث ۳۲ : امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ آثار ماثورۃ کتاب الحج عیسٰی بن ابان میں روایت فرماتے ہیں :

اخبرنا اسمعیل بن ابرھیم البصری عن خالد الحذاء عن حمید بن ھلال عن ابی قتادۃ

---

[1] فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ باب الشہید مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۰۴

[2] فتح المغیث القلب دار الامام الطبری بیروت ۱/ ۲۲۱

marfat.com

Marfat.com

کہ جمع بین الظہر اور عصر کو عرفات میں کیوں درست کہتے ہو باوجودیکہ اس قول ابن مسعود کے سے تو نفی جمع فی العرفات کی بھی مفہوم ہوتی ہے پس جو تم جواب رکھتے ہو اُسی کو ہماری طرف سے سمجھو یعنی اگر کہو نہ ذکر کرنا ابن مسعود کا جمع فی العرفات کو بنا بر شہرت عرفات کے تھا تو ہم کہیں گے کہ جمع فی السفر بھی قرن صحابہ میں مشہور تھی کیونکہ چودہ صحابی سوا ابن مسعود کے اُس کے ناقل ہیں تو اسی واسطے ابن مسعود نے اس کا استثناء نہ کیا اور اب محل نفی کا جمع بلا عذر ہو گی اور اگر کہو کہ جمع فی العرفات بالمقائسہ معلوم ہوتی ہے تو ہم کو کون مانع ہے مقائسہ سے وعلیٰ ہذا القیاس جو جواب تمہارا ہے وہی ہمارا ہے۔ اس جواب کو ملاجی نے گل سرسبد بنا کر سب سے اول ذکر کیا اُن دو کی تو امام نووی وسلام اللہ رامپوری کی طرف نسبت کی مگر اسے بہت پسند کر کے بلانقل ونسبت اپنے نامۂ اعمال میں ثبت رکھا حالانکہ یہ بھی کلام امام نووی میں مذکور اور فتح الباری وغیرہ میں ماثور تھا شہرت جمع عرفات سے جو جواب امام محقق علی الاطلاق محمد بن الہمام وغیرہ علمائے اعلام حنفیہ کرام نے افادہ فرمایا اُس کا نفیس وجلیل مطلب ملاجی کی فہم تنگ میں اصلاً نہ دھنسا اجتہاد کے نشہ میں ادعائے باطل شہرت جمع سفر کا آوازہ کسا، اب فقیر غفرلہ المولی القدیر سے تحقیق حق سُنیے **فاقول** وبحول ربی اصول **اولاً** ملاجی جواب علماء کا یہ مطلب سمجھے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھیں تو تین نمازیں غیر وقت میں مگر دو ذکر کیں مغرب وصبح مزدلفہ اور تیسری یعنی عصر عرفہ کو بوجہ شہرت ذکر نہ فرمایا جس پر آپ نے یہ کہنے کی گنجائش سمجھی کہ یونہی جمع سفر بھی بوجہ شہرت ترک کی اس ادعائے باطل کا لغافہ تو بحمد اللہ تعالیٰ اوپر کھل چکا کہ شہرت درکنار نفس ثبوت کے لالے پڑے ہیں حضرت نے چودہ صحابہ کرام کا نام لیا پھر آپ ہی دس سے دست بردار ہوئے چار باقی ماندہ میں دو کی روایتیں نری بے علاقہ اُتر گئیں، رہے دو، وہاں بعونہ تعالیٰ وہ قاہر باہر جواب پائے کہ جی ہی جانتا ہوگا، اگر بالفرض دو سے ثبوت ہو بھی جاتا تو کیا صرف دو کی روایت قرن صحابہ میں شہرت ہے، مگر یہاں تو کلام علماء کا وہ مطلب ہی نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صرف انھیں دو نمازوں عصر عرفہ ومغرب مزدلفہ کا غیر وقت میں پڑھنا ثابت، انھیں دو کو ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا انھیں دونوں کو صلاتین کہہ کر یہاں شمار فرمایا اگرچہ تفصیل میں بوجہ شہرت عامہ تامہ ایک کا نام لیا صرف ذکر مغرب پر اقتصار فرمایا ایسا اکتفا کلام صحیح میں شائع، قال عزوجل،

وجعل لکم سرابیل تقیکم الحر[1] (اور تمہارے لیے لباس بنائے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں۔ت)

خود انھیں نمازوں کے بارے میں امام سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ارشاد دیکھئے کہ پوچھا گیا کیا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر میں کوئی نماز جمع کرتے تھے؟ فرمایا، لا الا بجمع (نہ مگر مزدلفہ میں)، کما قدمنا

[1] القرآن ۱۶/۸۱

marfat.com

Marfat.com

بعقوبات میں اس کی نفی کرتے ہیں کلام صحابہ ومن بعدہم من العلماء میں مفہوم مخالف بے خلاف مرعی ومعتبر کما نص علیہ فی تحریر الاصول والنہر الفائق والدر المختار وغیرہا من الاسفار قد ذکرنا نصوصہا فی رسالتنا القطوف الدانیۃ لمن احسن الجماعۃ الثانیۃ[۱۳]۔

دوم ایک رام پوری ملّا سے نقل کیا کہ ابن مسعود سے مسند ابی یعلٰی میں یہ روایت بھی ہے کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجمع بین الصلاتین فی السفر[۱] (رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سفر میں دو نمازیں جمع کرتے تھے۔ ت) تو موجہ ہے کہ حدیث صحیحین کو حالت نزول منزل اور روایت ابی یعلٰی کو حالت سیر پر حمل کریں یہ مذہب امام مالک کی طرف عود کر جائے گا۔

اوّلاً ملّاجی خود ہی اسی بحث میں کہہ چکے ہو کہ شاہ صاحب نے مسند ابی یعلٰی کو طبقہ ثالثہ میں جس میں سب اقسام کی حدیثیں صحیح حسن غریب معروف شاذ منکر مقلوب موجود ہیں ٹھہرایا ہے، پھر خود ہی اسی طبقے کی کتاب کو کہا[ف۱] اس کتاب کی حدیث بدون تصحیح کسی محدث کے یا پیش کرنے سند کے کیونکر تسلیم کی جاوے یہ کتاب اُس طبقے کی ہے جس میں سب اقسام کی حدیثیں صحیح اور سقیم مخلوط ہیں یہ کیا دھرم ہے کہ اوروں پر منہ آؤ اور اپنے لیے ایک رام پوری ملّا کی تقلید سے حلال بتاؤ اتخذوا احبارھم ورھبانھم[۲]۔

ثانیاً اقول مُلّاجی! کسی ذی علم سے التجا کرو تو وہ تمھیں صریح ومجمل ومتعین ومحتمل کا فرق سکھائے حدیث صحیحین انکار جمع حقیقی میں نص صریح ہے اور روایت ابو یعلٰی حقیقی جمع کا اصلاً پتا نہیں دیتی بلکہ احادیث جمع صوری میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیثیں صاف صاف جمع صوری بتا رہی ہیں تمھاری ذی ہوشی کہ نص ومحتمل کو لڑا کر اختلاف محامل سے راہِ توفیق ڈھونڈتے ہو۔

لطیفہ اقول مُلّاجی کا اضطراب قابلِ تماشا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کو کہیں راوی جمع ٹھہرا کر عدد رواۃ پندرہ بتاتے ہیں کہیں نافی سمجھ کر چودہ صدر کلام میں جہاں راویان جمع گنائے صاف صاف کہا ابن مسعود فی احدی الروایتین اب رامپوری ملّا کی تقلید سے وہ احدی الروایتین بھی گئی ابن مسعود خاصے مثبتان جمع میں ٹھہر گئے۔

سوم جسے مُلّاجی بہت ہی علق نفیس سمجھے ہُوئے ہیں اُن دو کو عربی میں بولے تھے یہاں چمک چمک کر اردو میں چہک رہے ہیں کہ اگر کہو جس جمع کو ابن مسعود نے نہیں دیکھا وہ درست نہیں تو تم پر یہ پہاڑ مصیبت کا ٹوٹے گا[ف۳]

---

[۱] مسند ابو یعلٰی مسند ابن مسعود حدیث ۵۳۹۱ مطبوعہ علوم القرآن بیروت ۵/۱۰۱

[۲] القرآن ۹/۳۱ ف۱: معیار الحق ص ۳۹۷ ف۲: معیار الحق ص ۴۰۰ ف۳: معیار الحق ص ۴۱۶

marfat.com

Marfat.com

اور یہ بھی اجماع موافق ومخالف ہے کہ عصر عرفہ ومغرب مزدلفہ حقیقۃً غیر وقت میں پڑھیں تو فجر نحر ومغرب مزدلفہ کا حکم یقیناً مختلف ہے ہاں عصر عرفہ ومغرب مزدلفہ متحد الحکم اور غیر وقت میں پڑھنے کے حقیقی معنی انھیں کے ساتھ خاص اور جب تک حقیقت بنتی ہو مجاز کی طرف عدول جائز نہیں نہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز ممکن خصوصاً ملاجی کے نزدیک تو جب تک مانع قطعی موجود نہ ہو ظاہر پر حمل واجب اور شک نہیں کہ بے وقت پڑھنے سے ظاہر ومتبادر وہی معنی ہیں جو اُن عصر ومغرب میں حاصل نہ وہ کہ فجر میں واقع تو واجب ہوا کہ جملہ صلی الفجر اُن صلاتین کا بیان نہ ہو بلکہ یہ جملہ مستقلہ ہے اور صلاتین سے وہی عصر ومغرب مراد تو اُن میں اصلاً کسی کا ذکر ہرگز متروک نہیں، ہاں تفصیل میں پتے کے لیے ایک ہی کا نام لیا بوجہ کمال اشتہار دوسری کا ذکر مطوی کیا بحمد اللہ یہ معنی ہیں جواب علماء کے جس سے ملاجی کی فہم بمیں اور تاخن آنچہ انسان میکند کی ہوس، مُلاجی! اب اُس برابری کے بڑے بول کی خیریں کہئے کہ جو جواب تمہارا ہے وہی ہمارا سمجھیے خدا کی شان ؎

او گمان بردہ کہ من کردم چو او
فرق را کے بیند آں استیزہ جو

فائدہ: یہ معنی نفیس فیض فتاح علیم جل مجدہ سے قلب فقیر پر القاء ہوئے پھر ارکان اربعۃ ملک العلماء بحر العلوم قدس سرہ مطالعہ میں آئی دیکھا تو بعینہٖ یہی معنی افادہ فرمائے ہیں والحمد للہ علی حسن التفہیم ارشاد فرماتے ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

وایضا، خبر الجمع انما نقلوا فی غزوۃ تبوک، وکان فی تلک الغزوۃ الاف من الرجال، وکان کل صلوا خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ولم یخبر منھم الا واحد او اثنان، ولم یشتھر، ولم یرو غیرہ، بل بعض الحاضرین انکروا ذلک، حتی قال ابن مسعود، ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلی صلاۃ لغیر میقاتھا؛ الا صلاتین جمع بین المغرب والعشاء بجمع، وصلی الفجر یومئذ قبل میقاتھا، رواہ الشیخان

نیز دو نمازوں کو جمع کرنے کی خبر صرف غزوۂ تبوک میں منقول ہے اور اس غزوے میں ہزاروں لوگ شامل تھے اور سب نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نمازیں پڑھی تھیں، مگر ایک یا دو کے علاوہ کسی نے جمع کرنے کا ذکر نہیں کیا، نہ یہ بات مشہور ہوئی، اس روایت کے علاوہ جمع کی کوئی روایت نہیں آئی ہے، بلکہ بعض حاضرین تبوک نے اس جمع سے صاف انکار کیا ہے، حتی کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ — جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن ام عبد (یعنی ابن مسعود) کی باتوں سے تمسک کیا کرو —

marfat.com
Marfat.com

عن سنن النسائی ملاجی! یہاں بھی کہہ دیجیو کہ جمع سفر کو شہرۃً چھوڑ دیا ہے، اور سُنیے امام ترمذی اپنی صحیح میں فرماتے ہیں:

العمل علی ھذا عند اھل العلم ان لا یجمع بین الصلاتین الا فی السفر او بعرفۃ۔[1]

اہلِ علم کے ہاں عمل اسی پر ہے کہ بغیر سفر کے اور یوم عرفہ کے دو نمازیں جمع نہ کرے۔ (ت)

ترمذی نے صرف نماز عرفہ کا استثنا کیا نماز مزدلفہ کو چھوڑ دیا تھا ہے یہ کہ یہ دونوں جمعیں متلازم ہیں اور ایک کا ذکر دُوسری کا یقیناً مذکر خصوصاً نماز عرفہ کہ اظہر واشہر تو مزدلفہ کا ذکر دونوں کا ذکر ہے غرض ان صلاتین کی دوسری نماز ظہر عرفہ ہے نہ فجر نحر وہ مسئلہ جداگانہ کا افادہ ہے کہ دو نمازیں تو غیر وقت میں پڑھیں اور فجر وقت معمول سے بیشتر تاریکی میں اور بلاشبہہ اجماعِ اُمّت ہے کہ فجر حقیقۃً وقت سے پہلے نہ تھی نہ ہرگز کہیں کبھی اس کا جواز، اور خود اسی حدیث ابومسعود کے لفظ مسلم کے یہاں بروایت جریر عن الاعمش قال قبل وقتھا بغلس[2] اُس پر شاہد، اگر رات میں پڑھی جاتی ذکر غلس کے کیا معنی تھے صحیح بخاری میں تو تصریح صریح ہے کہ فجر بعد طلوع فجر پڑھی۔

اذ قال حدثنا عبد اللہ بن رجاء ثنا اسرائیل عن ابی اسحٰق عن عبد الرحمٰن بن یزید قال خرجنا مع عبد اللہ الی مکۃ ثم قدمنا جمعا (وفیہ) ثم صلی الفجر حین طلع الفجر الحدیث[3] وقال حدثنا عمرو بن خالد ثنا زھیر ثنا ابو اسحٰق سمعت عبد الرحمٰن بن یزید یقول حج عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فاتینا المزدلفۃ (وفیہ) فلما طلع الفجر قال ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان لا یصلی ھذہ الساعۃ الا ھذہ الصلاۃ فی ھذا المکان من ھذا الیوم الحدیث۔[4]

کہا، حدیث بیان کی ہم سے عبد اللہ ابن رجاء نے اسرائیل سے، اس نے ابواسحٰق سے، اس نے عبد الرحمٰن سے کہ ہم عبد اللہ کے ساتھ مکہ آئے، پھر مزدلفہ آئے۔ اس روایت میں ہے کہ پھر فجر پڑھی جب فجر طلوع ہوئی، الحدیث۔ اور کہا، حدیث بیان کی عمر بن خالد نے زہیر سے، اس نے ابواسحاق سے کہ میں نے عبد الرحمٰن ابن یزید سے سُنا ہے کہ عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے حج کیا تو ہم مزدلفہ کو آئے۔ اس میں ہے جب فجر طلوع ہوئی تو کہا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس وقت میں کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے مگر یہ نماز، اسی جگہ، اسی دن، الحدیث۔ (ت)

---

[1] جامع ترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی الجمع بین الصلوتین مطبوعہ رشیدیہ دہلی ۱/۲۶

[2] صحیح مسلم استحباب زیادۃ التغلیس الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۱۷

[3] بخاری شریف کتاب المناسک باب متی یصلی الفجر بجمع " " " اصح المطابع کراچی ۱/۲۲۸

[4] " " باب من اذن واقام لکل واحدۃ منہما " " " " " " ۱/۲۲۷

marfat.com

Marfat.com

للامر المستقر فی الشرع من تعیین الاوقات[1] — جو ہم نے روایت ذکر کی ہے وُہ شرع میں جو کچھ مقرر ہوچکا ہے یعنی تعیینِ اوقات، اس کے مطابق ہے۔ (ت)

بحمد اللہ تعالٰی تیسرا تو اردو اور واضح ہوا حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ میں کلام فقیر یاد کیجئے کہ اس روایت میں اسی طرح مقال واقع ہُوئی مگر فقیر کہتا ہے اس کا کون سا حرف جمع حقیقی میں نص ہے الخ بعینہٖ یہی طریقہ مع شے زائد مولانا بحر قدس سرہٗ چلے بعد عبارت مذکورہ فرماتے ہیں:

اما جمع التقدیم فلم یرد الا فی الروایات الشاذۃ لا اعتداد بہا عند سطوع شمس القاطع۔ ثم لیس فی روایۃ ابی داود عن معاذ مایدل علی تقدیم العصر عن وقتہا، وانما فیہ، اذا زاغت الشمس قبل ان یرتحل جمع بین الظہر والعصر، ویجوز ان یکون الجمع بان یؤخر الظہر الی اٰخر وقتہا ویعجل العصر اول وقتہا۔ او ان المراد بالجمع، الجمع فی نزول واحد، وانکانا ادیتا فی وقتیہما۔ فافہم۔ ھکذا ینبغی ان یفہم المقام[2]۔

رہی جمع تقدیم، تو اس کا ذکر صرف شاذ روایات میں ہے، اور قطعی دلیل کا سورج طلوع ہونے کے بعد ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ پھر ابوداود کی روایت میں ایسا لفظ ہے بھی نہیں جو عصر کی اپنے وقت سے تقدیم پر دلالت کرتا ہو۔ اس میں تو صرف اتنا ہے کہ اگر روانگی سے پہلے سُورج ڈھل جاتا تھا تو ظہر وعصر کو جمع کرلیتے تھے۔ ہوسکتا ہے کہ جمع اسی طرح کرتے ہوں کہ ظہر کو آخر وقت تک مؤخر کردیتے ہوں اور عصر اول وقت میں پڑھ لیتے ہوں۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ جمع سے مراد یہ ہے کہ دونوں کو پڑھنے کے لیے ایک ہی مرتبہ اُترتے تھے، اگرچہ ادا اپنے اپنے وقت میں کرتے تھے۔ اس کو سمجھو۔ اسی طرح اس مقام کو سمجھنا چاہیے۔ (ت)

اور واقعی بحمد اللہ تعالٰی یہ تینوں مطالب عالیہ وہ جواہر غالیہ ہیں جن کی قدر اہلِ انصاف ہی جانیں گے علامہ بحر قدس سرہٗ سا فاضل جامع اجل واغر دقیق النظر اگر ایک بیان مسلسل مجمل مختصر میں اُنھیں افادہ فرما جائے ان کی شان تدقیق سے کیا مستبعد پھر بھی ایک رنگ افتخار اُن کے کلام سے مترشح کہ فرماتے ہیں ھکذا ینبغی ان یفہم المقام مگر فقیر حقیر قاصر فاتر پر ان جلائل قدسیہ زاہرہ اور اُن کے ساتھ اور دقائق وحقائق باہرہ مذکورہ کثیرہ وافرہ کا افادہ محض عطیہ علیہ حضرت وہاب جواد بے سبقت استحقاق وتقدم استعداد ہے ذلک فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون ○ ربی لک الحمد کما ینبغی لجلال وجہک

---

[1] رسائل الارکان تتمہ فی الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مطبع علوی ص ۱۴۷ و ۱۴۸

[2] ایضاً ص ۱۴۸

marfat.com

Marfat.com

وابوداود والنسائی ، فنفی ابن مسعود ، الذی قال فیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : تمسکوا بعھد ابن اُم عبد ، تقدیم صلاۃ عن الوقت وتاخیرھا ، واخبر بانہ لم یقع الا فی صلاتین ، بیّن احدھما ، وھو المغرب بجمع اخرھا الی وقت العشاء ، ولم یبین الاخر ، وھو العصر یوم عرفۃ ، بتقدیمہ فی وقت الظھر ، لشھرتہ ، ولیعلم بالمقایسۃ ، واخبر خبراً اٰخر ، وھو تقدیم الفجر عن الوقت المسنون المعتاد عندہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ واذا کان حال خبر الجمع ما ذکرنا وجب ردہ او تاویلہ[1]

نے فرمایا ہے کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی نماز بغیر وقت کے پڑھی ہو مگر دو نمازیں ' مزدلفہ میں مغرب وعشاء کو جمع کیا اور اس دن فجر کی نماز اپنے وقت سے پہلے پڑھی — بحوالہ بخاری ، مسلم ، ابوداؤد ، نسائی — اس طرح ابن مسعود نے نماز کی اپنے وقت سے تقدیم وتاخیر کی نفی کر دی ہے اور بتا دیا ہے کہ ایسا صرف دو نمازوں میں ہوا تھا ، جن میں سے ایک نماز کا تو انہوں نے ذکر کر دیا ' یعنی مزدلفہ کی مغرب ، کہ اس کو عشاء تک مؤخر کیا تھا ، مگر دوسری نماز کا ذکر نہیں کیا ، یعنی عرفہ کی عصر کا ، کہ اس کے ظہر کے وقت میں مقدم کر کے پڑھا تھا ، عدم ذکر کی وجہ ، اس کا مشہور ہونا ہے ' نیز یہ بات قیاس سے بھی معلوم ہو سکتی ہے ۔ چنانچہ اس کی بجائے انہوں نے دوسرا واقعہ بیان کر دیا کہ فجر کو ' رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسنون اور اپنے معتاد وقت سے پہلے پڑھا ، توجب جمع کی روایت کا حال یہ ہے جو ہم نے ذکر کیا ، تو ضروری ہے کہ یا تو اس کو رد کر دیا جائے یا کوئی تاویل کی جائے ۔ (ت)

اور اس کے مطالعہ سے بحمد اللہ تعالیٰ ایک اور توارد حسن معلوم ہوا فقیر غفرلہ نے حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پہلے جواب میں غروب شفق کو قرب غروب پر حمل اور اس محتمل کو اُن نصوص صریحہ مفسرہ کی طرف رد کیا اور قصہ مرویہ ابن عمر کو واحد بتایا تھا بعینہٖ یہی مسلک ملک العلماء نے اختیار فرمایا ، فرماتے ہیں :

بل المراد بغروب الشفق ، قرب غروبہ ، لان القصۃ واحدۃ ، وما ذکرنا من قبل مفسر لا یقبل التاویل ، فیأوّل بقرب غروب الشفق ، او یقال ، ھذا من وھم بعض الرواۃ ، واما ما ذکرنا اولا ، فھو مطابق

غروب شفق سے مراد غروب کے قریب ہونا ہے کیونکہ قصہ ایک ہی ہے اور ہم نے پہلے جو روایت بیان کی ہے وہ مفسر ہے ، تاویل کا احتمال نہیں رکھتی ، اس لیے یا تو غروب شفق کی ' قرب غروب سے تاویل کرنی پڑے گی ، یا یہ کہا جائے گا کہ یہ کسی راوی کا وہم ہے اور پہلے

---

[1] ارکان اربعہ لبحر العلوم تتمہ فی الجمع بین الصلوتین مطبوعہ مطبع علوی انڈیا ص ۱۴۶

marfat.com

Marfat.com

ملاجی! اب کہئے مصیبت کا پہاڑ کس پر ٹوٹا! ملاجی! ابھی آپ کی نازک چھاتی پر دتی کی پہاڑی آئی ہے سخت جانی کے آسرے پر سانس باقی ہو تو سر بچائیے کہ عنقریب مکہ کا پہاڑ ابوقبیس آتا ہے۔ ملاجی! دعوے اجتہاد پر ادھار کھائے پھرتے ہو اور علم حدیث کی ہوا نہ لگی احادیث مرویہ بالمعنے صحیحین وغیرہما صحاح وسنن مسانید ومعاجیم و جوامع واجزاء وغیرہا میں دیکھیے صدہا مثالیں اس کی پائیے گا کہ ایک ہی حدیث کو رواۃ بالمعنی کس کس متنوع طور سے روایت کرتے ہیں کوئی پوری کوئی ایک ٹکڑا کوئی دوسرا کوئی کسی طرح کوئی کسی طرح جمع طرق سے پوری بات کا پتا چلتا ہے ولہذا امام الشان ابوحاتم رازی معاصر امام بخاری فرماتے ہیں ہم جب تک حدیث کو ساٹھ وجہ سے نہ لکھتے اس کی حقیقت نہ پہچانتے۔ یہاں بھی مخرج حدیث اعمش بن عمارۃ عن عبدالرحمٰن عن عبداللہ ہے اعمش کے بعد حدیث منتشر ہوئی اُن سے حفص بن غیاث وابومعٰویہ وابوعوانہ وعبدالواحد بن زیاد وجریر وسفیٰن و داؤد وشعبہ وغیرہم اجلہ نے روایت کی یہ روایتیں الفاظ و اطوار و بسط و اختصار و ذکر و اقتصار میں طرق شتی پر آئیں کسی میں مغرب و فجر کا ذکر ہے ظہر عرفہ مذکور نہیں کروایۃ الصحیحین کسی میں ظہر عرفہ و مغرب کا بیان ہے فجر مزدلفہ ماثور نہیں کروایۃ النسائی کسی میں صرف مغرب کا تذکرہ ہے ظہر و فجر و صیغہ ما رأیت وغیرہ کچھ مسطور نہیں

کحدیث النسائی ایضا فی المناسك، باب جمع الصلاتین بالمزدلفۃ، اخبرنا القاسم بن زکریا ثنا مصعب بن المقدام عن داود عن الاعمش عن عمارۃ عن عبدالرحمٰن بن یزید عن ابن مسعود ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جمع بین المغرب والعشاء بجمع[1]۔

جیساکہ نسائی کی حدیث جو کتاب المناسک، باب جمع الصلاتین بمزدلفہ میں ہے حدیث بیان کی ہم سے قاسم ابن زکریا نے مصعب ابن مقدام سے، اس نے داؤد سے، اس نے اعمش سے، اس نے عمارہ سے، اس نے عبدالرحمٰن ابن یزید سے، اس نے ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مغرب وعشاء کو مزدلفہ میں جمع کیا۔ (ت)

اکثر میں نماز فجر پیش از وقت مذکور ہے وھو بعلم یقٰ کل ما ذکرنا من رواۃ الاعمش ما خلا جریرا (سوائے جریر کے اعمش کے جتنے راوی ہم نے ذکر کیے ہیں اسی طریقے سے بیان کرتے ہیں۔ت) کسی میں لفظ بغلس مفید واقع و مصرح مرام کی تصریح ہے کما مر لمسلم من حدیث الضبی (جیساکہ مسلم کے حوالے سے ضبی کی حدیث گزری ہے۔ت) ان تنوعات سے نہ وہ حدیثیں متعدد ہو جائیں گی نہ ایک طریق دوسرے کا نافی و منافی ہوگا بلکہ ان کے اجتماع سے جو حاصل ہو وہ حدیث تام قرار پائے گا۔ اب خواہ یہ اختلاف رواۃ اعمش کی روایت بالمعنے سے ناشئ ہوا خواہ خود اعمش نے

---

[1] سنن النسائی الجمع بین الصلوٰۃ بالمزدلفۃ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۲/۴۰

marfat.com

Marfat.com

وکمال الائك وو فور نعمائك صل وسلم وبارك علی اکرم انبیائك محمد و اٰله و سائر اصفیائك اٰمین۔

مولانا قدس سرہٗ ان نفائس عزیزہ کو بیان کرکے فرماتے ہیں :

انظر ما ادق نظر ائمتنا حیث لا تفوت عنھم دقیقة[1]

دیکھ تو ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی نظر کیسی دقیق ہے کہ کوئی دقیقہ ان سے فروگذاشت نہیں ہوتا۔ (ت)

فقیر کہتا ہے ہاں واللہ آپ کے ائمہ اور کیا جانا کیسے ائمہ مالکان ازمہ و کاشفانِ غُمہ ایسے ہی دقیق النظر و عالی مدارک و شاہان بزم و شیرانِ معارک ہیں کہ منازل دقیق اجتہاد میں اوروں کے مساعی جمیلہ اُن کے توسنِ تیز رفتار کی گرد کو نہ پہنچے اور کیوں نہ ہو کہ آخر وہ وہی ہیں کہ اگر ایمان و علم ثریا پر معلق ہوتا لے آتے آج کل کے کوران بے بصر اُن کے معارج علیہ سے بے خبر، اگر آئینۂ عالمتاب میں اپنا منہ دیکھ کر طعن و تشنیع سے پیش آئیں کیا کیجئے ؎

مہ فشاند نور و سگ عوعو کند

ہر کسے بر خلقت خود مے تند

(چاند روشنی پھیلاتا ہے اور کتا بھونکتا ہے ہر کوئی اپنی فطرت کے مطابق چلتا ہے)

ان حضرات کی طویل و عریض بد زبانیوں کا نمونہ یہیں دیکھ لیجئے مسئلۂ جمع میں مُلّا جی کے دعوے تھے کہ وہ دلائل قطعیہ سے ثابت ہے اور اُس کا خلاف کسی حدیث سے ثابت نہیں نہ جمع صوری پر اصلاً کوئی دلیل حنفیہ کے پاس ہے اب بحول و قوت رب قدیر سب اہلِ انصاف نے دیکھ لیا کہ کس ہستی پر یہ لن ترانی کس برتے پر تتا پانی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ثانیاً اقول وباللہ التوفیق اگر نظر تنقیح کو رخصت جولاں دیجئے تو بعونہٖ تعالٰی واضح ہو کہ یہ جواب علما محض تنزلی تھا ورنہ اسی حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ جمع عرفات بھی ذکر فرما چکے، یہی حدیث سُنن نسائی کتاب المناسک باب الجمع بین الظہر والعصر بعرفہ میں یوں ہے:

اخبرنا اسمٰعیل بن مسعود عن خالد عن شعبة عن سلیمٰن عن عمارة بن عمیر عن عبد الرحمٰن بن یزید عن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال: کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یصلی الصلٰوۃ لوقتھا الا بجمع فی مزدلفة وعرفات[2]

ہمیں خبر دی اسمٰعیل بن مسعود نے خالد سے شعبہ سے عمارہ بن عمیر سے عبد الرحمٰن بن یزید سے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر نماز اس کے وقت ہی میں پڑھتے تھے مگر مزدلفہ و عرفات میں۔

---

[1] ارکان اربعہ بحر العلوم تتمہ فی الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مطبع علوی انڈیا ص ۱۴۸

[2] النسائی کتاب ... ہور ۲/۳۹

marfat.com

Marfat.com

پس بحمد اللہ تعالیٰ واضح و آشکار ہُوا کہ یہ حدیث بھی تمام و کمال یوں ہے کہ میں نے کبھی نہ دیکھا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے دو نمازیں جمع فرمائی ہوں کبھی کوئی نماز اپنے وقت سے پہلے یا وقت کے بعد پڑھی ہو مگر صرف دو عصر عرفہ وقت ظہر اور مغرب مزدلفہ وقت عشار، اور اُس دن فجر کو بھی وقت مسنون و معمول سے پہلے طلوع فجر کے بعد ہی تاریکی میں پڑھ لیا تھا اُس دن کے سوا کبھی ایسا بھی نہ کیا۔ الحمد للہ کہ آفتاب حق و صواب بے پردہ و حجاب رابعۃ النہار پر پہنچا، اب اس حدیث نسائی جامع ذکر عرفہ و مزدلفہ پر مُلّاجی نے بکمال مکابرہ جو چوٹیں کی ہیں اُن کی خدمت گزاری کیجئے اور ماہ ضیا پناہ رسالہ کو باذنہٖ تعالےٰ شب تمام کا مژدہ دیجئے واللہ المعین وبہٖ نستعین۔

لطیفہ یارب جہل جاہلین سے تیری پناہ، مُلّاجی تو رَدِّ احادیث و جرح ثقات و قدح صحاح کے دھنی ہیں۔ عمل بالحدیث کے ادعائی راج میں انھیں مکابروں کی دیواریں چُنی ہیں۔ حدیث صحیح نسائی شریف کو دیکھا کہ انھیں مصیبت کا پہاڑ توڑے گی۔ حضرت کے گُل سرسبد کو گِل تہ گلخن بنا چھوڑے گی لہذا نیام حیا سے تیغ ادنکالی اور احادیث صحاح میں تکمیل مضمون فریقا تکذبون و فریقا تقتلون کی یوں بنا ڈالی[ف] حدیث نسائی کی نامقبول اور مجروح اور متروک ہے دو راوی اس کے مجروح ہیں ایک سلیمٰن بن ارقم کہ اُس کی توثیق کسی نے نہیں کی بلکہ ضعیف کہا اس کو تقریب میں سلیمٰن بن ارقم ضعیف اور ایک خالد بن مخلد کہ یہ شخص رافضی تھا اور صاحب احادیث افراد کا کہا تقریب میں خالد بن مخلد صدوق متشیع ولہ افراد۔

اقول اوّلاً وہی مُلّاجی کی قدیمی سفاہت تشیع و رفض کے فرق سے جہالت۔

ثانیاً صحیحین سے وہی پُرانی عداوت خالد بن مخلد نہ صرف نسائی بلکہ بخاری و مسلم وغیرہما جملہ صحاح ستہ کے رجال سے ہے امام بخاری کا خاص اُستاذ اور مسلم وغیرہ کا اُستاذ الاستاذ۔

ثالثاً مُلّاجی! تم نے تو علم حدیث کی الف بے بھی نہ پڑھی اور ادعائے اجتہاد کی یوں بے وقت چڑھی ذرا کسی پڑھے لکھے سے ضعیف و متشیع و صاحب افراد اور متروک الحدیث میں فرق سیکھو، متشیع و صاحب افراد ہونا تو اصلاً موجب ضعف نہیں، صحیحین دیکھئے ان کے رواۃ میں کتنے متشیع[عہ۱] موجود ہیں اور لہٗ[عہ۲] افراد والوں کی کیا گنتی جبکہ ہم حواشی فصل اول میں بکثرت لہ اوہام یہم، ربما وہم، یخطئ، یخطئ کثیرا، کثیر الخطاء، کثیر الغلط وغیرہا والے ذکر کر آئے، رہا ضعیف اُس میں اور متروک میں بھی زمین و آسمان کا بل ہے ضعیف کی حدیث معتبر و مکتوب اور متابعات و شواہد میں مقبول و مطلوب ہے بخلاف متروک اس معنے اور اس کے متعلقات کی

عہ۱ مثل ابان بن یزید العطار، یزید بن ابی انیسۃ، عبد الرحمٰن بن غزوان وغیرہم ۱۲ منہ (م)

عہ۲ جن میں تیس سے زیادہ حواشی فصل اول پر مذکور ہوئے ۱۲ منہ (م) ف معیار الحق ص ۳۸۴

marfat.com

Marfat.com

مختلف اوقات میں مختلف طور پر روایت بالمعنٰی کی اور ہر راوی نے اپنی مسموع پہنچائی چاہے یہ تنویع اعمش نے خود کی چاہے عمارہ یا عبدالرحمٰن سے ہوئی اور وہ سب اعمش نے سُنی یا اعمش کو پہنچی خواہ اصل فقیہ مسند سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اوقاتِ عدیدہ میں حسبِ حاجت مختلف طوروں پر ارشاد فرمائی مثلاً شبِ مزدلفہ راہِ مزدلفہ میں یا وہاں پہنچ کر آج کی مغرب و فجر کا مسئلہ ارشاد کرنے کے لیے صرف انھیں دو کا ذکر فرمایا عصر تو سب کے سامنے ابھی جمع کر چکے تھے اُس کے بیان کی حاجت کیا تھی دوسرے وقت جمع بین الصلاتین کا مسئلہ پیش ہو وہاں ذکرِ فجر کی حاجت نہ تھی عصرِ عرفہ و مغربِ مزدلفہ کے ذکر پر قناعت کی کہ سوا ان دو نمازوں کے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی جمع نہ فرمائی اور کسی وقت مغرب و عشائے مزدلفہ کا ذکر ہو کہ ان میں سنّت کیا ہے اس وقت یہ پچھلی حدیث مختصر افادہ کی۔

ثم اقول لطف یہ کہ یہی **حدیث** ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ دوسرے مخرج مروی صحیح بخاری و سنن نسائی سے سیدنا امام محمد نے آثار مرویہ کتاب الحج میں بسندِ جلیل و صحیح جس کے سب رواۃ اجلّہ ثقات و ائمہ اثبات و رجال صحیحین بلکہ صحاح ستّہ سے ہیں یُوں روایت فرمائی:

اخبرنا سلام بن سليم الحنفي عن ابي اسحٰق السبيعي عن عبد الرحمٰن بن الاسود عن علقمة بن قيس و الاسود بن يزيد قالا كان عبد الله بن مسعود رضي الله تعالٰى عنه يقول لاجمع بين الصلاتين الا بعرفة الظهر والعصر۔[1]

سلام بن سلیمٰن الحنفی ابو اسحاق سبیعی سے وہ عبدالرحمٰن بن اسود سے وہ علقمہ بن قیس اور اسود بن یزید سے راوی ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے تھے جمع بین الصلاتین جائز نہیں مگر عرفہ میں ظہر و عصر۔

کیوں مُلّاجی! اب یہاں کہہ دینا کہ ابن مسعود نے فقط جمع عرفات دیکھی جمع مزدلفہ خارج رہی حالانکہ ہرگز نہ اس سے اعراض نہ اس پر اعتراض بلکہ ہر محل و موقع کلام میں وہاں کی قدرِ حاجت پر اقتصار ہے یہاں مسافر کے جمع بین الظہر والعصر کا ذکر ہوگا اُس پر فرمایا کہ ان میں جمع صرف روزِ عرفہ عرفات میں ہے اس کے سوا ناجائز، ولہٰذا الصلاتین معرّف بلام فرمایا جس میں اصل عہد ہے۔ مُلّاجی! کُتبِ حدیث آنکھ کھول کر دیکھو روایات بالمعنٰی کے یہی انداز آتے ہیں خصوصاً امام بخاری تو بذاتِ خود اپنی جامع صحیح میں اس کے عادی ہیں حدیث کو ابواب مختلفہ میں بقدرِ حاجت پارہ پارہ کرکے لاتے ہیں اس سے ایک پارہ دوسرے کو رد نہیں کرتا بلکہ وہ مجموع حدیث کامل ٹھہرتی ہے۔

---

[1] کتاب الحجۃ باب الجمع بین الصلاتین دارالمعارف النعمانیہ لاہور ١/١٦٥

marfat.com

Marfat.com

رابعًا یہ سب کلام ملاجی کی غبی بول عیبی احکام مان کر تھا حضرت کی اندرونی حالت دیکھیے تو پھر حسب عادت جو رواۃِ حدیث بے نسب ونسبت پائے ان میں جہاں تحریف وتصرف کا موقع ملا وہی تبدیل کا رنگ لائے سند میں تھا عن شعبۃ عن سلیمٰن۔ اب ملاجی اپنی مبلغ علم تقریب کھول کر بیٹھے رواۃ نسائی میں شعبہ نام کا کوئی نہ ملا جس پر تقریب میں کچھ بھی جرح کی ہو لہٰذا وہاں بس نہ چلا سلیمٰن کو دیکھیں تو پہلی بسم اللہ یہی سلیمٰن بن ارقم ضعیف نظر پڑا حکم جڑ دیا کہ سند میں وہی مراد اور حدیث مردود، ملاجی! اپنے دھرم کی قسم سچ بتانا یہ جبروتی حکم آپ نے کس دلیل سے جمایا، کیا اسی کا نام محدثی ہے، سچے ہو تو برہان لاؤ ورنہ اپنے کذب وعیب رجم بالغیب پر ایمان قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین حق طلبان وحق نیوش کو اور معلوم ہو چکا ہے کہ مخرج حدیث اعمش عن عمارۃ عن عبد الرحمٰن عن عبد اللہ ہے بخاری مسلم ابوداؤد ونسائی وغیرہم سب کے یہاں حدیث عمارہ بطریق امام اعمش ہی مذکور، صحیحین کی تین سندیں بطرق حفص بن غیاث وابی معٰویۃ وجریر کلھم عن الاعمش عن عمارۃ صدر کلام میں، اور ایک سند نسائی بطریق داود عن الاعمش عن عمارۃ اس کے بعد سن چکے۔ پنجم نسائی کتاب الصلاۃ میں ہے، اخبرنا قتیبۃ ثنا سفیٰن نا الاعمش عن عمارۃ[1] الخ۔ ششم نسائی مناسک باب الوقت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

علمنا علیہ خ، واخرناھا عن لمکان تردد الحافظ۔ والانصاف ان فلیحا وعبادا وامثالھا ایضا ضعفاء، والعذر ما افادہ الامام ابن الصلاح وتبعہ النووی وغیرہ فاجعہ واعرف۔ واللہ تعالٰی اعلم (م)

کہ اس کو ابن عدی نے بخاری کے اساتذہ میں ذکر کیا ہے اور خطیب نے لیقین ظاہر کیا ہے کہ بخاری نے اس سے روایت کی ہے، لیکن بخاری ہی نے کہا ہے کہ میں نے محدثین کو اس کے ضعف پر متفق پایا ہے اھ میں نے کہا ثابت کرنے والے کی بات زیادہ پختہ ہوتی ہے (اور ابن عدی نے اس کا شیخ بخاری ہونا ثابت کیا ہے) اس لیے ہم نے بھی اس کے نام پر "خ" کی علامت لگائی ہے۔ لیکن حافظ کو چونکہ اس کے شیخ بخاری ہونے میں تردد ہے اس لیے "خ" کو ہم نے "م" کے بعد لگایا ہے ("م" سے مراد مسلم ہے) اور انصاف کی بات یہ ہے کہ فلیح، عباد اور ان جیسے اور کئی راوی بھی ضعیف ہیں (اس کے باوجود ان کی روایات صحاح میں پائی جاتی ہیں) امام ابن الصلاح نے اس کی معذرت خواہانہ وجہ بیان کی ہے اور نووی وغیرہ نے بھی ان کا اتباع کیا ہے، اس لیے ان کی طرف مراجعت کرو اور سمجھو! واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

[1] سنن النسائی الجمع بین المغرب والعشاء الخ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ۱/۱۰۰

marfat.com

Marfat.com

تحقیقاتِ جلیلہ فقیر غفرلہ القدیر کے رسالہ الھاد الکاف[۱۳] فی حکم الضعاف[۱۴] میں مطالعہ کیجئے اور سردست اپنی مبلغ علم تقریب ہی دیکھیے کہ ضعیف درجۂ ثامنہ اور متروک اُس کے دو پایہ نیچے درجۂ عاشرہ میں ہے خود بعض ضعفاء رجالِ شیخین میں اگرچہ متابعۃً یا یوں بھی واقع جس سے اُن کا نامتروک ہونا واضح۔

مثلاً (۱) اسید (۲) اسباط (۳) عبدالکریم (۴) اشعث (۵) زمعہ (۶) محمد ابن یزید رفاعی (۷) محمد بن عبدالرحمن (۸) احمد (۹) اُبَیّ اور دوسرے۔

تقریب میں کہا کہ پہلے پانچ ضعیف ہیں، چھٹا بھی خاص قوی نہیں ہے، ساتواں مجہول ہے، آٹھویں کو ابو حاتم نے ضعیف کہا ہے، نویں میں بھی ضعف ہے۔

عبدالکریم کے لیے مزی نے تہذیب میں "خت" کی علامت لگائی ہے (واضح رہے کہ "خ" سے مراد بخاری ہے اور "ت" سے تعلیق، یعنی بخاری نے بھی اس کی روایت تعلیقاً لی ہے) میزان میں بھی تہذیب کی پیروی کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے بخاری نے تعلیقاً اور مسلم نے متابعۃً روایت کی ہے۔ اسی طرح حافظ نے بھی تقریب کی علامات میں اس کی پیروی کی ہے لیکن پھر متنبہ کیا ہے کہ صحیح "خ" ہے ("خت" نہیں) چنانچہ حافظ نے پہلے تو عبدالکریم کی وہ روایت ذکر کی ہے جو بخاری میں ہے پھر کہا ہے کہ یہ روایت وصل کے ساتھ ہے نہ کہ تعلیق کے طور پر۔ (اس لیے "خ" کے ساتھ "ت" نہیں ہونی چاہیے کیونکہ "ت" تعلیق کی علامت ہے)

(محمد ابن یزید) رفاعی کے بارے میں کہا ہے

عـه مثل اسید بن زید، اسباط ابو الیسع، عبد الکریم بن ابی المخارق، والاشعث بن سوار، زمعۃ بن صالح، محمد بن یزید الرفاعی، محمد بن عبد الرحمٰن مولی بنی زھرۃ، احمد بن یزید الحرانی، اُبی بن عباس وغیرھم، قال فی التقریب فی الخمسۃ الاول: ضعیف، والسادس لیس بالقوی، والسابع مجھول، والثامن ضعفہ ابوحاتم، والتاسع فیہ ضعف۔ وعبد الکریم، علم لہ المزی فی التھذیب خت، وتبعہ فی المیزان، فقال: اخرج لہ خ تعلیقا، و م متابعۃ۔ وکذا تابعہ الحافظ فی رموز التقریب، ثم نبہ ان الصواب خ، حیث ذکر مالہ فی الجامع الصحیح، ثم قال: ھذا موصول ولیس معلقا۔ وقال فی الرفاعی: ذکرہ ابن عدی فی شیوخ البخاری، وجزم الخطیب بان البخاری روی عنہ، لکن قد قال البخاری: رأیتھم مجمعین علی ضعفہ[۱] اھ قلت: المثبت اثبت، فلذا

[۱] تقریب التہذیب ترجمہ نمبر ۶۴۲۱ محمد بن یزید دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۱۴۷، ۱۴۸ (باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

Marfat.com

خالد امام اجل ثقہ ثبت حافظ جلیل الشان خالد بن حارث بصری ہیں کہ امام شعبہ بن الحجاج بصری کے خُلّص تلامذہ اور امام اسمعیل بن مسعود بصری کے اجل اساتذہ اور رجال صحاح ستّہ سے ہیں اسمعیل بن مسعود کو اُن سے اور انھیں شعبہ سے اکثار روایت بدرجہ غایت ہے، اسی سنن نسائی میں اسمعیل کی بیسیوں روایات اُن سے موجود، ان میں بہت خاص اسی طریق سے ہیں کہ اسمعیل خالد بن حارث سے اور خالد شعبہ بن الحجاج سے ان میں بہت جگہ خود اسمعیل نے نسب خالد مصرحاً بیان کیا ہے۔ بہت جگہ انھوں نے حسب عادت مطلق چھوڑا۔ امام نسائی نے واضح فرمادیا ہے بہت جگہ سابق ولاحق بیانوں کے اعتماد پر یوں ہی مطلق باقی رکھا ہے میں آپ کا حجاب ناواقفی توڑنے کو ہر قسم کی مصرح روایات سے بہ نشان کتاب و باب کچھ حاضر کروں۔

طریق شعبۃ: (۱) کتاب الافتتاح باب التطبیق اخبرنا اسمعیل بن مسعود حدثنا خالد بن الحارث عن شعبۃ عن سلیمٰن الخ۔[۱]

(۲) کتاب الطہارۃ باب النضح اخبرنا اسمعیل بن مسعود حدثنا خالد بن الحارث عن شعبۃ الخ۔[۲]

(۳) کتاب المواقیت الرخصۃ فی الصلاۃ بعد العصر اخبرنا اسمعیل بن مسعود عن خالد بن الحارث عن شعبۃ الخ۔[۳]

(۴) کتاب الامامۃ الجماعۃ اذا کانوا اثنین اخبرنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد بن الحارث عن شعبۃ الخ۔[۴]

(۵) کتاب السہو باب التحری اخبرنا اسمعیل بن مسعود حدثنا خالد بن الحارث عن شعبۃ الخ۔[۵]

(تصریح اسمعیل سوے مامر)

(۶) کتاب الامامۃ الرخصۃ للامام فی التطویل اخبرنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد بن الحارث الخ۔[۶]

۱؎ النسائی	باب التطبیق	مطبوعہ مطبع سلفیہ لاہور	۱/۱۲۳
۲؎ "	باب النضح	" " "	۱/۱۹
۳؎ "	الرخصۃ فی الصلوٰۃ بعد العصر	" " "	۱/۶۷
۴؎ "	الجماعۃ اذا کانوا اثنین	" " "	۱/۹۷
۵؎ "	باب التحری	" " "	۱/۱۴۶
۶؎ "	الرخصۃ للامام فی التطویل	" " "	۱/۹۴

marfat.com

Marfat.com

الذی یصلی فیہ الصبح بالمزدلفۃ[1] اخبرنا محمد بن العلاء ثنا ابومعٰویۃ عن الاعمش عن عمارۃ الخ ہفتم سنن ابی داؤد[2] حدثنا مسدد ان عبدالواحد بن زیاد وابا عوانۃ وابا معٰویۃ حدثوھم عن الاعمش عن عمارۃ۔ ہشتم امام طحاوی[3] حدثنا حسین بن نصر ثنا قبیصۃ بن عقبۃ والفریابی قالا ثنا سفیٰن عن الاعمش عن عمارۃ بن عمیر الخ۔ یہ امام اعمش امام اجل ثقہ ثبت حجت حافظ ضابط کبیر القدر جلیل الفخر اجلہ ائمہ تابعین ورجال صحاح ستہ سے ہیں جن کی وثاقت عدالت جلالت آفتاب نیمروز سے روشن تر ان کا اسم مبارک سلیمٰن ہے وہی یہاں مراد، کاش تضعیف ابن ارقم دیکھ پانے کی خوشی ملاجی کی آنکھیں بند نہ کردیتی تو آگے سوجھتا کہ دنیا میں ایک یہی سلیمٰن نہیں دو ورق لوٹتے تو اسی تقریب میں تھا، سلیمٰن بن مہران الاعمش ثقۃ حافظ عارف بالقراءات ورع[4] (سلیمٰن ابن مہران اعمش، ثقہ ہے، حافظ ہے، قراءۃ کو جاننے والا ہے، متقی ہے۔ ت) جن حضرات کا جوشِ تمیز اس حد تک پہنچا ہوا ان سے کیا کہا جائے کہ ان سلیمٰن سے راوی بھی آپ نے دیکھے کون ہیں امیر المؤمنین فی الحدیث امام شعبہ بن الحجاج جنھیں التزام تھا کہ ضعیف لوگوں سے حدیث روایت نہ کریں گے جس کی تفصیل فقیر کے رسالہ منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین میں مذکور وہ اور ابن ارقم سے روایت مگر ناواقفوں سے ان باتوں کی کیا شکایت!

خامساً حضرت کو اپنی پرانی مشق صاف کرنے کو اُسی طرح کا ایک اور نام ہاتھ لگا یعنی خالد امام نسائی نے فرمایا تھا: اخبرنا اسمٰعیل بن مسعود عن خالد عن شعبۃ بیدھڑک حکم لگادیا کہ اس سے مراد خالد بن مخلد رافضی ہے ملاجی! پانچ پیسے کی شیرینی تو ہم بھی چڑھائیں گے اگر ثبوت دو کہ یہاں خالد سے یہ شخص مراد ہے، ملاجی! تم کیا جانو کہ ائمہ محدثین کس حالت میں اپنے شیخ کے مجرد نام بے ذکر ممیز پر اکتفا کرتے ہیں، ملاجی صحابہ کرام میں عبداللہ کتنے بکثرت ہیں خصوصاً عبادلہ خمسہ رضی اللہ تعالٰی عنہم، پھر کیا وجہ ہے کہ جب بصری عن عبداللہ کہے تو عبداللہ بن عمرو بن عاص مفہوم ہوں گے، اور کوفی کہے تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہم پھر رواۃ مابعد میں تو عبداللہ صدہا ہیں مگر جب سوید کہیں حدثنا عبداللہ تو خواہ مخواہ ابن المبارک ہیں، محمدین کا شمار کون کرسکتا ہے مگر جب بندار کہیں عن محمد عن شعبۃ تو غندر کے سوا کسی طرف ذہن نہ جائے گا وعلٰی ہذا القیاس صدہا مثالیں ہیں جنھیں ادنٰی ادنٰی خدام حدیث جانتے سمجھتے پہچانتے ہیں۔ ملاجی! یہ

---

[1] سنن النسائی الوقت الذی یصلی فیہ الصبح بالمزدلفہ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ۴۶/۲

[2] سنن ابی داؤد باب الصلٰوۃ بجمع آفتاب عالم پریس لاہور ۲۶۷/۱

[3] شرح معانی الآثار الجمع بین الصلٰوتین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۳/۱

[4] تقریب التہذیب [illegible] بیروت ۳۹۲/۱

marfat.com

Marfat.com

مُلّاجی! صرف ایک مسئلے میں اول تا آخر اتنی خرافات، علمِ حدیث کی کُھلی کُھلی باتوں سے یہ جاہلانہ مخالفات، اگر دیدہ ودانستہ ہیں تو شکایت کیا ہے کہ اخفائے حق وتلبیسِ باطل وتلبیس عامی واغوائے جاہل، طوائف ضالہ کا ہمیشہ داب رہا ہے، اور اگر خود حضرت کی حدیث دانی اتنی ہے تو خدا را خدا ورسول سے حیا کیجئے، اپنے دین دھرم پر دیا کیجئے یہ مُنہ اور اجتہاد کی لپک، یہ لیاقت اور مجتہدین پر بہک، عمرو فا کرے تو آٹھ دس برس کسی ذی علم مقلد کی کفش برداری کیجئے، حدیث کے متون وشروح واصول ورجال کی کتابیں سمجھ کر پڑھ لیجئے اور یہ نہ شرمائیے کہ بوڑھے طوطوں کے پڑھنے پر لوگ ہنستے ہیں، ہنسنے دو ہنستے ہی گھر بستے ہیں، اگر علم مل گیا تو عین سعادت یا طلب میں مر گئے جب بھی شہادت، بشرطِ صحت ایمان وحسنِ نیت واللہ الہادی لقلب اخبت۔

الحمد للہ مہرِ حق متجلی ہوا اور آفتابِ صواب منجلی، جن جن احادیث سے جمع بین الصلاتین کا ثبوت نہ سہل ثبوت بلکہ قطعی ثبوت زعم کیا گیا تھا واضح ہُوا کہ اُن میں ایک حرف مثبت مقال نہیں مذہب حنفی اثبات صوری ونفی حقیقی دونوں میں بے دلیل بتادیا تھا، روشن ہُوا کہ قرآن وحدیث اُسی کے موافق دلائل ساطعہ اُسی پر ناطق جن میں رَد وانکار کی اصلاً مجال نہیں، اور بعونہٖ تعالیٰ بطفیل مسئلہ وہ تازہ مجملہ کہنہ مشغلہ ادعائے عمل بالحدیث کا اُشغلا اُس کا بھرم بھی من ماتا کھلا کہ بھاسے غرض ہوس سے کام اور اتباعِ حدیث کا نام بدنام، پُرانے پُرانے حد کے سیانے جب اپنی سخن پروری پر آئیں صحیح حدیثوں کو مردود بتائیں ثقہ ائمہ کو مطعون بتائیں، بخاری ومسلم پسِ پشت ڈالیں، اُن کے رواۃ واسانید میں شاخسانے نکالیں، ہزار چھل کریں سو ہزار پیچ جتیے بنے صحیح حدیثیں ہیچ، امام مالک وامام شافعی کی تقلید حرام نہ فقط حرام کہ شرک کا پیغام، مگر جب حنفیہ کے مقابل دم پر بنے مجتہد چھوڑ مقلدوں کی تقلید سے گاڑھی چھنے، اب ایک ایک شافعی مالکی کو جھک جھک کر سلام اُس کے پاؤں پکڑ اُس کا دامن تھام، یہ بڑا پیشوا وہ ہماری امام، اُن میں جس کا کلام کہیں ہاتھ لگ گیا اگرچہ کیسا ہی ضعیف کتنا ہی خطا، بس خضر مل گئے غنچے کھل گئے، اندر کے جی کے کواڑ کُھل گئے سب کوفت سوخت کے غبار دُھل گئے، وحی مل گئی ایمان لے آئے اُسی سے حنفیہ پر حجت لائے، اب خبردار کوئی پیچھے نہ پڑو احبار ورہبان کی آیت نہ پڑھو، چھٹکارے کی گھڑی بچاؤ کا وقت ہے، شرک بلا سے ہوا ب تو مکت ہے۔ مسلمانو حضرات کے یہ انداز دیکھے بھالے اپنا ایمان بچائے سنبھالے، فریب میں نہ آنا یہ زہر درجام ہیں دھوکا نہ کھانا، سبزہ بردام ہیں بے سہاروں کی چال ہر حال بُری ہے تقلید سے بری ائمہ سے بری ہے، بے راہ روی کا دھیان نہ لانا چادر سے زیادہ پاؤں نہ پھیلانا، اتباعِ ائمہ راہِ ہُدیٰ ہے راہِ ہُدیٰ کا والی خدا ہے، للہ الحمد. ولی الهداية. منه البداية واليه النهاية۔

خلاصۃ الکلام وحسن الختام الحمد للہ سخن اپنے ذروۂ اقصیٰ کو پہنچا اب ملخص کلام وحاصل مرام چند باتیں یاد رکھئے:

marfat.com

Marfat.com

(۷) کتاب قیام اللیل باب وقت رکعتی الفجر اخبرنا اسمعیل بن مسعود قال ثنا خالد بن الحارث[1] الخ۔

(۸) کتاب الزکوٰۃ عطیۃ المرأۃ لغیراذن زوجھا اخبرنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد بن حارث[2] الخ۔

(۹) المزارعۃ احادیث النھی عن کری الارض بالثلث والربع اخبرنا اسمعیل بن مسعود قال ثنا خالد بن الحارث[3] الخ۔

(۱۰) القسامۃ والقود باب عقل الاصابع اخبرنا اسمعیل بن مسعود حدثنا خالد بن الحارث[4] الخ۔

(تصریح النسائی)

(۱۱) کتاب الحیض مضاجعۃ الحیض فی ثیاب حیضتھا اخبرنا اسمعیل بن مسعود حدثنا خالد ھو ابن الحارث[5] الخ۔

(۱۲) قبیل کتاب الجمعۃ باب اذا قیل للرجل ھل صلیت اخبرنا اسمعیل بن مسعود و محمد بن عبد الاعلی قالا حدثنا خالد ھو ابن الحارث[6] الخ۔

(۱۳) کتاب الصیام التقدم قبل شھر رمضان اخبرنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد و ھو ابن الحارث[7]۔

(۱۴) المزارعۃ من الاحادیث المذکورۃ اخبرنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد وھو ابن الحارث[8]۔

(۱۵) کتاب الاشربۃ الترخیص فی انتباذ البسر اخبرنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد یعنی ابن الحارث[9] الخ۔

کیوں مُلّا جی! یہ کیا دین و دیانت ہے کہ حدیثیں رَد کرنے کو ایسے جُھوٹے فقرے بناؤ اور بے تکان جزم کرتے ہُوئے پلک تک نہ جھپکاؤ، وہ تو خدا نے خیر کر لی کہ امام نسائی نے اسمعیل بن مسعود کہہ دیا تھا کہیں نرا اسمعیل ہوتا تو ملّا جی کو کہتے کیا لگتا کہ یہ حدیث تم اہل سنّت کے نزدیک سخت مردود کہ اس کی سند میں اسمعیل دہلوی موجود،

۱؎ سنن النسائی	باب وقت رکعتی الفجر	مطبوعہ مطبع سلفیہ لاہور	۱/۲۰۶
۲؎ 〃 〃	عطیۃ المرأۃ الخ	〃 〃 〃	۱/۲۸۹
۳؎ سنن النسائی	الثالث من الشروط فیہ المزارعۃ والوثائق	〃 〃 〃	۲/۱۴۴
۴؎ سنن النسائی	باب عقل الاصابع	مطبوعہ مطبع سلفیہ لاہور	۲/۲۴۷
۵؎ سنن النسائی	مضاجعۃ الحیض الخ	〃 〃 〃	۱/۴۳
۶؎ 〃 〃	باب اذا قیل للرجل الخ	〃 〃 〃	۱/۱۶۰
۷؎ 〃 〃	التقدم قبل شھر رمضان	〃 〃 〃	۱/۲۴۹
۸؎ 〃 〃	المزارعۃ من الاحادیث مذکورۃ	〃 〃 〃	۲/۱۴۶
۹؎ 〃 〃	الترخیص فی انتباذ البسر الخ	〃 مطبع سلفیہ لاہور	۲/۳۲۱

marfat.com

Marfat.com

ثامناً جانب جمع صرف نقل فعل ہے قول اگر ہے تو جمع صوری میں اور جانب منع دلائل قولیہ وفعلیہ دونوں موجود اور قول فعل پر مرجح تو مجموع قول وفعل محض نقل فعل پر بدرجۂ اولیٰ۔

تاسعاً افقہیت راوی اور مرجح منع ہے کہ ابن عمر وانس میں کسی کو فقاہت جلیلہ عبداللہ بن مسعود تک رسائی نہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، یہ وہی ابن مسعود ہیں جن کی نسبت حدیث میں ہے، حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

تمسکوا بعہد ابن ام عبد[1] (ابن ام عبد کی باتوں سے تمسک کیا کرو) رواہ الترمذی عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (نوٹ: اصل متن ترمذی میں الفاظ یوں ہیں تمسکوا بعهد ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔ نذیر احمد)

مرقاۃ میں ہے اسی لیے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن کی روایت وقول کو خلفائے اربعہ کے بعد سب صحابہ کے قول پر ترجیح دیتے ہیں[2]۔

یہ وہی ابن مسعود ہیں جنھیں حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحب سرّ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے:

ان اشبہ الناس دلا وسمتا وھدیا برسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لابن ام عبد[3]۔ رواہ البخاری[4] والترمذی والنسائی۔ (بیشک چال ڈھال روش میں سب سے زیادہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشابہ عبداللہ بن مسعود ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔)

یہ وہی ابن مسعود ہیں جنہیں امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے: کیف ملئ علما[5] (ایک گٹھری ہیں علم سے بھری ہوئی)

نہایت یہ کہ حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: رضیت لامتی ما رضی لہا

---

[1] جامع الترمذی　مناقب عبداللہ بن مسعود　مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی　۲/۲۲۱

[2] مرقات المفاتیح　جامع المناقب، الفصل الاول　〃 مکتبہ امدادیہ ملتان　۱۱/۴۰۹

[3] مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ بخاری　باب جامع المناقب　مطبع مجتبائی دہلی　ص ۵۷۴

جامع الترمذی، مناقب عبداللہ بن مسعود　امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی　۲/۲۲۲

ف: مشکوٰۃ میں بعینہٖ یہی الفاظ ہیں جبکہ ترمذی میں الفاظ یوں ہیں: کان اقرب الناس ھدیا ودلا وسمتا برسول اللہ صلی اللہ وسلم ابن مسعود اور بخاری میں الفاظ یوں ہیں ما اعلم احداً اقرب سمتا وھدیا ودلا بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم عن ابن ام عبد۔

[4] اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ ترجمہ عبداللہ بن مسعود المکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ　۳/۲۵۹

[5] المستدرک کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت　۳/۳۱۷

marfat.com

Marfat.com

اولاً جمع صوری بدلائل صحیحہ روشن ثبوت سے بے پردہ وحجاب اور اُس کا انکار انکارِ آفتاب۔

ثانیاً کسی حدیث صحیح میں جمع تقدیم کا نام کو بھی اصلاً پتا نہیں اُس کی نسبت ادعائے قطعی ثبوت محض نسج العنکبوت۔

ثالثاً جمع تاخیر میں بھی کوئی حدیث صحیح صریح جیسا کہ ادعا کیا جاتا ہے ہرگز موجود نہیں یا ضعاف ومناکیر ہیں یا محض بے علاقہ یا صاف محتمل اور محتملات سے ہوسِ اثبات مہمل ومختل۔

رابعاً جب جمع صوری پر ثبوت مفسر متعین ناقابل تاویل قائم تو محتملات خصوصاً حدیثِ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اُسی کی طرف رجوع لازم کہ قاعدہ ارجاع محتمل بہ متعین ہے نہ عکس کہ سراسر نکس۔

خامساً نماز بعد شہادتین اہم فرائض واعظم ارکان اسلام ہے اور اُس میں رعایت وقت کی فرضیت اور اظہر ضروریاتِ دین سے جسے مسلمانوں کا ایک ایک بچہ جانتا ہے یوہیں اوقاتِ خمسہ غایت شہرت واستفاضہ پر بالغ حد تواتر ہیں اگر حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حالتِ سفر میں جس کی ضرورت ہمیشہ ہر زمانہ میں ہر شخص کو رہی اور رہتی ہے چار نمازوں کے لیے اوقاتِ مشہورہ معلومہ معروفہ کے سوا قولاً یا فعلاً کوئی اور حکم عطا فرمایا ہوتا تو واجب تھا کہ جس شہرت جلیلہ کے ساتھ اوقاتِ خمسہ منقول ہوئے اُسی طرح یہ نیا وقت بھی نقل کیا جاتا آخر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فعل کسی خلوت میں نہ کیا غزوۂ تبوک میں ہزارہا صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہمراہِ رکاب سعادت مآب تھے اگر حضور جمع فرماتے بلاشبہہ وہ سب کے سب دیکھتے اور کثرت رواۃ سے اسے بھی مشہور کر چھوڑتے یہ کیا کہ ایسی عظیم بات ایسے جلیل فرض کے ایسے ضروری لازم میں ایسی صریح تبدیل ایسے مجمع کثیر کے سامنے واقع ہو اور اُسے یہی دو ایک راوی روایت فرمائیں تو بلاشبہہ یہی جمع صوری فرمائی جس میں نہ وقت بدلا نہ کسی حکم میں تغیر نے راہ پائی کہ اُس کے اشتہار پر دواعی متوفر ہوتے نظرِ انصاف صاف ہو تو صرف ایک یہی کلام تمام دلائل خلاف کے جواب کو بس ہے کہ جب باوصف توفر دواعی نقل آحاد ہے تو لاجرم جمع صوری پر محمول کہ توفر مہجور اور بالفرض کوئی روایتِ مفسرہ ناقابل تاویل ملے تو متروک العمل کہ ایسی جگہ آحاد رہنا عقل سے دُور۔

سادساً نمازوں کے لیے تعیین وتخصیص اوقات وآیات قرآن عظیم واحادیثِ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے قطعی الثبوت ہے اگر کہیں اُس کا خلاف مانیے تو وہ بھی ویسا ہی قطعی چاہیے جیسے عصر عرفہ ومغرب مزدلفہ کا اجماعی مسئلہ ورنہ یقینی کے مقابل ظنی مضمحل۔

سابعاً بالفرض اگر مثل منع دلائل جمع بھی قابل سمع تسلیم کیجئے تاہم ترجیح منع کو ہے کہ جب حاظر ومبیح مجتمع ہوں تو حاظر مقدم ہے۔

marfat.com

Marfat.com

شر حُسّاد و شامتِ ذنوب سے محفوظ رکھے۔ وجہِ ثبات و استقامت مقلدین کرام بنائے، یہ امید توان شاء اللہ تعالیٰ القریب المجیب نقد وقت ہے مگر دشمنانِ حنفیت کو ہدایت ملنے عناد حنفیہ کی راہ نہ چلنے کی طرف سے یاس سخت ہے کہ کھلے مکابروں میں جن صاحبوں کی یہ ہمتیں بڑھی ہیں یہ مشقیں چڑھی ہیں اُنھیں آئندہ ایسی اور ان سے بڑھ کر اور ہزار ہٹ دھرمیاں کرتے کیا لگتا ہے، تحریف تعصب مکابرے تحکم کا کیا علاج ہے سوا اس کے کہ شرِ شریران سے اپنے رب عزوجل کی پناہ لوں اور بتوسل روحِ اکرم امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس سے عرض کروں رب انی اعوذبك من همزات الشیٰطین واعوذبك رب ان یحضرون ٥ وصلی اللہ تعالیٰ علی الهادی الامین الامان المامون محمد و اٰله وصحبه الکرام والذین هم بهدیهم یهتدون الحمد للہ کہ یہ مبارک رسالہ نفیس عجالہ پانزدہم ماہ رجب مرجب ۱۳۱۳ھ ہجریہ علیٰ صاحبہا افضل الصلاۃ والتحیۃ کو تمام اور بلحاظ تاریخ حاجز البحرین ۱۳ الواقی عن جمع الصلاتین ۱۳ نام ہوا ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم وصلی اللہ تعالیٰ علی سید المرسلین محمد و اٰله وصحبه اجمعین اٰمین سبحانك اللهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت استغفرك واتوب الیك واللہ سبحنه وتعالیٰ اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم۔

مسئلہ ۲۸۰

۱۷۔جمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نابینا نے صبح کی نماز پڑھاتے وقت ایسی بڑی سورت پڑھی کہ جب نماز شروع کی تھی اُس وقت سُورج نہیں نکلا تھا اور جب سلام پھیرا تو سُورج نکل آیا یہ نماز ہوئی نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب

نمازِ فجر میں اگر قعدہ سے پہلے آفتاب نکل آیا یعنی ہنوز اتنی دیر جس میں التحیات پڑھ لی جائے نہ بیٹھنے پایا سُورج کی کرن چمکی تو بالاتفاق جاتی رہی اور اگر تحریمۂ نماز سے باہر آنے کے بعد نکلا تو بالاتفاق ہوگئی مثلاً جب کہ پہلی بار لفظ السلام کہا تھا سورج نہ نکلا تھا السلام کہتے ہی فوراً چمک آیا کہ علیکم ورحمۃ اللہ سورج نکلنے میں کہا تو نماز صحیح ہوگئی کہ فقط السلام کہنا تحریمۂ نماز سے باہر کردیتا ہے الامن علیه سهو بشرطان یأتی بالسجود (مگر جس پر سجدۂ سہو ہو، بشرطیکہ سجدہ کرے۔ت) اور اگر طلوعِ شمس دونوں کے بیچ میں ہوا یعنی قعدہ بقدرِ تشہد کرچکا اور ہنوز تحریمۂ نماز میں تھا کہ آفتاب طالع ہُوا تو ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جاتی رہی یعنی یہ فرض نفل ہوکر رہ گئے فرضوں کی قضا ذمّہ پر رہی۔

فی الدر المختار ولو وجد المنافی بلا صنعه درمختار میں ہے، ایسا منافی نماز کہ جس میں نمازی

marfat.com

Marfat.com

ابن ام عبد (میں نے اپنی اُمت کے لیے پسند فرمالیا جو کچھ عبد اللہ بن مسعود اس کے لیے پسند کرے) رواہ الحاکم بسند صحیح۔

لاجرم ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک خلفائے اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے بعد وہ جناب تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان سے علم و فقاہت میں زائد ہیں، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:

ھوعند ائمتنا افقہ الصحابۃ بعد الخلفاء الاربعۃ[2] ہمارے ائمہ کے نزدیک ابن مسعود خلفاءِ اربعہ کے بعد سب سے زیادہ فقیہ ہیں۔ (ت)

عاشراً اگر بالفرض براہینِ منع وادلّہ جمع کانٹے کی تول برابر ہی سہی تاہم منع ہی کو ترجیح رہے گی کہ اس میں احتیاط زائد ہے اگر عند اللہ جمع درست بھی ہُوئی تو ایک جائز بات ہے جس کے ترک میں بالاجماع گناہ نہیں بلکہ اتفاق اُس کا ترک ہی افضل ہے اور اگر عند اللہ نادرست ہے تو جمع تاخیر میں نماز دانستہ قضا کرنی ہوگی اور جمع تقدیم میں سرے سے اداہی نہ ہوگی فرض گردن پر رہے گا تو ایسی بات جس کا ایک پہلو خلافِ اولیٰ اور دوسری جانب حرام وگناہِ کبیرہ ہو عاقل کا کام یہی ہے کہ اُس سے احتراز کرے، یہاں جو ملاجی ایمان کی آنکھ پر ٹھیکری رکھ کر لکھ گئے ہیں کہ تشکیک مذکور اُس صورت میں جاری ہوتی ہے جس میں طرفین کا مذہب مدلّل بدلائل ہو اور صورت اختلاف کی ہو حالانکہ مسئلہ جمع میں مانعین کا دعویٰ بے دلیل ہے اور ناجائز کہنا اُن کا خلاف ہے اختلاف نہیں پس اگر صحت میں عمل مدلل بدلائل کے قول بے دلیل شک ڈال دیا کرے تو سیکڑوں اعمال باطل ہوجائیں اور حق و باطل میں کچھ تمیز نہ رہے[ف]، ان جھُوٹی بالاخوانیوں سینہ زوری کی لن ترانیوں کا کچا چٹھا بعونہٖ تعالیٰ سب کھُل چکا مگر حیا کا بھلا ہو جس کے آسرے جیتے ہیں یونہی تو آفتاب پر خاک اُڑا کر اندھوں کو سُجھا دیا کرتے ہیں کہ حنفیہ کا مذہب بے دلیل وخلافِ حدیث ہے، خدا کی شان قرآن عظیم واحادیث رسول کریم علیہ وعلیٰ آلہٖ افضل الصلاۃ والتسلیم کی اُن قاہر دلیلوں کو جنھیں سُن کر جگر تک دھمک پہنچی ہوگی بے دلیل ٹھہراؤ اور اپنے ضعیف و بے ثبوت قول کو قطعی یقینی مدلل بتاؤ اور عمل بالحدیث و دین ودیانت کا نام لیتے نہ شرماؤ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ عہ

آدمیاں کم شدند ملک گرفت اجتہاد

فقیر غفرلہ المولی القدیر نے یہ چند اوراق کہ بنظرِ احقاقِ حق لکھے۔ مولیٰ تعالیٰ عزوجل اپنے کرم سے قبول فرمائے

عہ یعنی نصوص منقول وقواعد اصول سے قطع نظر کرکے بہ مقتضائے عقول ہے۔ (م)

[1] المستدرک کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۳/ ۳۱۷

[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ المصابیح باب جامع المناقب الفصل الاول عن عبد اللہ بن عمر مطبوعہ امدادیہ ملتان ۱۱/ ۴۰۹

ف معیار الحق

marfat.com

Marfat.com

۴۹ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ۷۴ منٹ ہوتا ہے مثلاً کل روز پنجشنبہ بحساب قواعد بشرطِ رویت یکم ماہ مبارک ہے اوقات یہ ہیں:

ختم سحری	۲۶	۴۷	۳ت
+افطار	۷	۱۶	۷
	۳۳	۵۳	۱۰
+ ۲=	۴۶۲۵	۲۶	۵ ۶
+ ÷=	۴۶۲۵	۲۶	۱۱
ختم سحری	۵۷	۵۲	۳ت
+افطار	۲۹	۱۳	۷
	۳۶	۶	۱۱
۲÷ =	۱۸	۳۳	۵ ۶
±	۱۸	۳۳	۱۱

نقشے میں تمام اوقات ثانیوں سے اعشاریہ تک تھے جن کے رفع اسقاط کے سبب ۲ یعنی تفاوت آیا

مثال دوم ۳ ماہ مبارک کو

انس علیہ السلام[1]، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۲۸۹) از شہسرام مدرسہ عربیہ مرسلہ مولوی ظفر الدین صاحب مدرس اوّل مدرسہ مذکور ۹۔رمضان ۱۳۳۵ھ

بحضور اعلحضرت عظیم البرکت قبلہ وکعبہ دام ظلہم الاقدس۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ۔خاکسار حضورِ والا کے قواعدِ فرمودہ کے مطابق برابر وقت نکالا کرتا تھا مگر اس دفعہ جب میں مدراس گیا وہاں مولوی عبداللہ صاحب کی احقر سے ملاقات ہوئی وہ برابر وقت مدراس شائع کیا کرتے ہیں چنانچہ ایک تختہ جس پر سالتمام شمسی کے اوقات اُنھوں نے استخراج کرکے شائع کیا ہے مجھے دیا اور یہ کہا کہ ؛ پرچہ میں نے بریلی بھی روانہ کیا ہے تاکہ وہ حضرات میری غلطی پر مجھے متنبہ فرمائیں اس کی طرف توجہ فرمائیے جناب کو میں بھی اسی غرض سے دیتا ہوں، چنانچہ وہ پرچہ لیتا ہوا میں یہاں آیا ۲۲ جون ۱۹۱۷ء سے میں نے جانچ شروع کیا وقت غروب میرے قاعدہ کے مطابق ۶ بج کر ۳۷ منٹ ۲۵ سکنڈ اور طلوع ۵ بج کر ۴ منٹ ۱۹ سکنڈ ہوا اور اس نقشہ میں غروب ۶ بج کر ۴۳، اور طلوع ۵ بج کر ۸ منٹ لکھا ہے، غرض ۳، ۴ منٹ کا فرق ہے عشاء کا وقت نقشہ میں ۷ بج کر ۵۶ منٹ لکھا ہے میں پریشان ہوا کہ آخر فن کا جاننے والا اس قدر غلطی کیا کرے گا لاجرم میں نے اپنے ہی مستخرج وقت کو غلط سمجھ کر اس غلطی کی جستجو میں ہوا تو سوا اس کے اور کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ میں نے بوجہ موافق الجہۃ ہونے کے عرض بلد اور مَیل سے تفریق کرکے حاصل فرق کو جمع کرکے عمل کیا ہے اور جگہ کے لیے مَیل کو عرض بلد سے کم

[1] نوٹ، انس علیہ السلام، واللہ تعالیٰ اعلم ۔ یہ عبارت ... [illegible]

marfat.com

Marfat.com

قبل القعود بطلت اتفاقا، ولو بعده بطلت عنده، کطلوع الشمس فی الفجر۔ ولا تنقلب الصلاۃ نفلا الا فیما اذا اطلعت[1] او لز اھ ملتقطا وفی ش عن الرحمتی عن التجنیس، الامام اذا فرغ من صلاتہ، فلما قال، السلام، جاء رجل واقتدی بہ قبل ان یقول، علیکم، لایصیر داخلا فی صلاتہ، لان ھذا سلام؛ الا تری انہ لواراد ان یسلم علی احد فی صلاتہ ساھیا فقال، السلام، ثم علم فسکت، تفسد صلاتہ[2]۔

عمل کو دخل نہ ہو، اگر قعدے سے پہلے پایا جائے تو نماز بالاتفاق باطل ہو جائے گی اور اگر قعدے سے بعد پایا جائے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک باطل ہو جائے گی، مثلاً فجر کی نماز کے دوران سورج کا طلوع ہو جانا اور یہ نماز نفل نہیں بنتی، ہاں اگر طلوع ہو... الخ اور شامی میں رحمتی سے، اس نے تجنیس سے نقل کیا ہے کہ امام جب نماز سے فارغ ہوا اور کہا "السلام" تو ایک شخص آیا اور "علیکم" کہنے سے پہلے اقتدا کر لی تو وہ اس نماز میں داخل شمار نہیں کیا جائے گا کیونکہ صرف "السلام" کہنا بھی سلام ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر کوئی بھول کر نماز میں کسی کو سلام دینا چاہے اور کہے "السلام" پھر اسے یاد آجائے (کہ میں نماز میں ہوں) اور چپ ہو جائے تو اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ (ت)

مقتدیوں کو چاہئے کہ اپنے اس نابینا امام کو پیش از شروع متنبہ کر دیا کریں کہ آج وقت اس قدر ہے پھر بھی اگر تطویل سے باز نہ آئے اور یونہی نماز کھوئے تو آپ ہی امامت سے معزولی کا مستحق ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۸۸) از جبل پور عقب کوتوالی مرسلہ مولوی محمد برہان الحق صاحب سلمہ سلخ شعبان ۱۳۲۵ھ

حضور پُرنور بعد سلام نیاز گزارش ضحوۂ کبرٰی نکالنے کا کیا قاعدہ ہے ایک بار پہلے ارشاد ہوا تھا مگر غلام بھول گیا۔

الجواب

نورِ دیدۂ سعادت مولٰنا المکرم جعلہ المولٰی تعالٰی کاسمہ برہان الحق السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، خیریت مزاج جنابِ مولٰنا المکرم اکرمہم السلام وسلمہ سے اطلاع دیجئے اور میرے لیے بھی طلبِ دعا کیجئے ابھی ایک ہفتہ میں تین دورے بخار کے ہو چکے ہیں ضعف قوی ہے اور قوٰی ضعیف وحسبنا المولی الکریم اللطیف جس دن کا ضحوۂ کبرٰی نکالنا منظور ہو اُس دن کے وقتِ صبح و وقتِ غروب کو جمع کر کے تنصیف کریں اور اس پر چند گھنٹے بڑھا لیں یہ وقت ضحوۂ کبرٰی ہوگا اس سے لے کر نصف النہار حقیقی تک نماز مکروہ ہے یہ وقت ہمارے بلاد میں کم سے کم

---

[1] دُرمختار باب الاستخلاف مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۸۷-۸۸

[2] ردالمحتار باب [illegible] بیروت ۱/۳۱۴

marfat.com

Marfat.com

معدل بتعدیلِ ریلوے وقت غروب ۲۵ ، ۳ ۶ ت اور طلوع ۱۹ ، ۴ ۴ ۵ ت

اس کا تمام ۵ ۲۲۳۵ ۔ تمام غروب ۵ ۲۲۳۵

= ۲۱۴۴

نصفہ ۵۲ ، ۱۰ ۱/۲

یہی منٹ سکنڈ آگئے جو تعدیل مرصدی ۲۳ جون کے تھے ۔

اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے یہاں وقت حقیقی غروب ۳۳ ۲۶ ۶ ت آیا اور طلوع ۲۷ ۳۳ ۵ ت تو آپ کے اور یہاں کے محسوب میں ۱۲ سکنڈ کا تفاوت ہے خیر ایسا کثیر نہیں ۔ مدراسی صاحب کا حساب یقیناً وجہ صحت نہیں رکھتا کہ غروب ساڑھے تین منٹ کم ہے اور طلوع سوا چار منٹ زیادہ ، اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے طلوع و غروب نکالنے کا قاعدہ ہی استعمال نہ کیا بلکہ معمولِ عوام بے علم کی طرح طلوع و غروب نجومی حقیقی مرکزی لے کر اُن میں تعدیل ریلوے ملا دی ظلِّ میلِ راس السرطان ۹٫۶۳۷۲۶۴۶ اس جیب کی قوس تقریباً لا مہ ہے جس کا وقت + ظلِّ عرضِ مدراس ۹٫۲۶۵۶۶۴۱ اح ح ، غروب نجومی و ت اح ح

۹٫۰۰۲۹۲۸۷

اور دقائق	غروب نجومی و ت اح ح
تعدیل بھی	طلوع نجومی ہ لونب

اُنھوں نے لوظاہر وہی ی ق نب لیے ہیں ۔ و اح ح ہ لونب

+ کا نب / ولدلا + ی نب / مرمد

= ولدلا = مرمد

غروب	طلوع
۶ ت ۳۴	۵ ت ۴۸

یہ اُن کا منشا غلط ہے ۔ رہا وقتِ عشاء وہ انہوں نے صحیح دیا ہے پرچہ حساب ملاحظہ ہو ۔

وقت حقیقی ۴ ۴۶ ۷ ت یہ وقت ہوا

+ تعدیل ریلوے ۱۰۳۴

۵۶ ۳۸ ۷ ت

سکنڈوں میں فرق ہے وبس ۔

مؤامرات

صرف نصف اوّل

مدراس ف ہ طول ـ عرض لحہ ۔

۹٫۹۳۳۸۹۷۶

ظل ۳۷۷

اح الر = ۲۷ — ۲۳ ه

- عرض = ۴ — ۱۳

بعد اقل = ۲۳ — ۱۰

۹٫۹۳۳۹۳۵۳

marfat.com

Marfat.com

لح مح عرض ی الـــ ۵ھ | ر کے حاصل فرق الجہ الوخ میل سے عمل کرنا ہوتا ہے اور یہاں عرض بلد بہت کم ہونے کی وجہ سے میل کو عرض بلد سے کم کیا گیا ہے اُس کے بعد یہ خیال ہُوا کہ یہ وقت تو اخیر پنجاب قریب کشمیر کا ہونا چاہیئے جہاں کا عرض لح مطالع ہو کہ الجہ الوخ کو اُس کو تفریق کرکے ی الـــ ۵ھ بچا ہے اب پریشانی ہے کہ یہاں کا عمل کس طرح ہوگا اگرچہ قاعدہ کے یہ لفظ (اگر موافق الجہۃ ہو تفاضل لیں) اس کو بھی عام ہے اس لیے اس کا قاعدہ ارشاد ہو کہ جب عرض مَیل سے کم ہوگا تو کیا کیا جائے گا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

الجواب

ولدی الاعز جلد اللہ تعالےٰ کاسمہ ظفر الدین المتین آمین، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مولوی عبداللہ صاحب کا کوئی تحفۂ اوقاتِ مدراس یہاں نہ آیا صرف ایک چھوٹے رسالہ تحفۃ المصلے کے کہ سمت قبلہ میں ہے دو نسخے ایک پلندے میں آئے تھے وقت کا قاعدہ یقیناً وہی ہے کہ جب عرض و مَیل متفق الجہۃ ہوں تفاضل لیا جائیگا یعنی اُن میں جو اصغر ہو اکبر سے تفریق کیا جائے گا عرض ہو خواہ مَیل تو مدراس جس کا عرض لحمہ ہے اُس میں راس السرطان کا بعد اقل جس کا میل مَیلِ کلی الجہ الرہے ی ح الجہ ہوا، نیز وہ شہر جس کا عرض شمالی لحمہ ہو اُس میں بھی راس السرطان کا بعد اقل وہی ی ح الجہ ہوگا غایت یہ کہ مدراس میں یہ بعد سمت الراس سے شمالی ہوگا اور اُس شہر میں جنوبی دونوں نصف اوران کی جیبیں اور قاطع مَیل سب بدستور رہیں گے اور فرق وقت بوجہ قاطع عرض ہوگا مثلاً صبح وعشا ہے راس السرطان بہ مدراس کا حساب بھیجتا ہوں یہاں مجموعہ اربعہ ۹۰۸۵۹۲۷۸۶ ہوا اور وقت عشا ۴ ۶۴ تے آیا اور اس شہر میں مجموعہ ۹۰۹۲۸۴۶۱۹ ہوا اور وقتِ عشا ۳۱ ۵۶ ۸ تے ایک گھنٹہ دس منٹ سے زیادہ فرق ہوگیا طلوع وغروب کہ آپ نے نکالے یہی صحیح ہیں جن کی صحت اس پرچہ مؤامرہ سے ظاہر یہ حقیقی وقت ہیں اور راس السرطان کی تعدیل الایام مزید ۳۴ ۴ ۱۳ اور وسط ہند سے فصل غربی مدراس ۹ تو مجموعہ ۴۴ ۳ ۴ ۱۰ بڑھانے سے مدراس کا وقت ریلوے حاصل ہوگا یہ وقت غروب وہی ہے

غروب ۶۲۶۵۴۰۳۱
+ ۱۰۳۴۰۳۴
۶۳۰۲۸۰۵۵

طلوع ۵۳۳۰۵۰۶۹
+ ۱۰۳۴۰۳۴
۵۴۳۰۰۰۱۳

جو آپ نے نکالا تین سکنڈ کا تفاوت ان فرقوں سے ہوا کہ آپ نے مَیل الجہ الوخ لیا جو ۲۲ جون سنہ حال کو گرینج کے نصف النہار کا تھا اور میں نے الجہ الرجو باسقاطِ خفیفِ ثوانی مَیلِ کلی ہے پھر آپ نے بُعدِ سمتی افق مطلق حسبِ دستورِ سابق کہ میرے یہاں معمول تھا صحہ لب نالیا ہوگا اور اب میں صحہ لدمہ رکھتا ہوں البتہ طلوع میں ۳۹ سکنڈ کا تفاوت آنا اس پر دال ہے کہ آپ نے تعدیل الایام ۲ ۵ اَ لی جو ۲۳ جون کی تعدیل مرصدی ہے اور ۹ منٹ فصل طول مل کر ۵۲ ۱۰ دونوں وقت حقیقی غروب وطلوع پر زائد کیے۔ دلیل یہ کہ آپ کے یہاں

marfat.com

Marfat.com

نصف دوم = ۴۰-۱۳-۴۵٫۴۹

نصف اوّل = ۹٫۸۸۸۱۰۸۴

نصف دوم = ۹٫۸۱۰۱۳۰۵

قاطع میل = ٫۰۳۷۴۳۷۶

〃 عرض = ٫۰۱۱۳۹۳۰

لو مربع = ٫۷۴۷۰۶۹۵

- لو مربع = ۶۹۵۱۴

۱۱۸۱

لا = ۹٫۵۱۵۹

+ لو فضل = ۱۰٫۱۰۸۱

۹٫۶۲۴۰

تحویل = ۴٫۳۰۸

+ وقت لو مربع = ۶-۲۶-۵۰

غروب ۶-۲۶-۵۴٫۳۰۸

طلوع ۵-۳۳-۵٫۷۹۲

ماخذ { وقت لو مربع ۶-۲۶-۵۰ / ۱۰٫۱۰۸۱ لو فضل }

۶۰)۴۷۱۸۳(۷۸۶
۴۲۰
۵۱۸
۴۸۰
۳۸۳
۳۶۰
۲۳

صرف نصف دوم

٫۸۱۰۰۱۷۲
۱۱۳۳
۹٫۸۱۰۱۳۰۵

۴۵٫۴۹
۱۴۹۴
۱۸۱۹۶
۴۰۹۴۱
۱۸۱۹۶
۴۵۴۹
۶۰)۶۷۹۶۲(۱۱۳۳
۶۰
۷۹
۶۰
۱۹۶
۱۸۰
۱۶۲
۱۲۰
۴۲

مسئلہ (۲۹۰، ۲۹۱) از شہر۔ جامع مسجد مسئولہ مولوی محمد افضل صاحب بخاری طالب علم منظر اسلام

شخصے در نماز فجر بود کہ ناگاہ بشنید کہ گویندہ میگفت کہ آفتاب برآمد الحال ایں کس در نماز است نماز را بگذارد یا زود اپس اعادہ کند یا سلام بدہد بعد از طلوع

کوئی آدمی فجر کی نماز پڑھ رہا تھا اچانک اس نے سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے "سورج نکل آیا ہے" اب یہ آدمی جو فی الحال نماز میں ہے اپنی نماز پوری کرکے اس کا اعادہ کرے یا

marfat.com

Marfat.com

لوگ نصف دوم

۹٫۸۰۶۴۵۷۴

۵۵۳

۹٫۸۰۶۵۱۲۷

وقت لومربع
۰ — ۴۶ — ۷ ث
۱۰٫۲۶۵۶
لوفصل

۱۰۸

۲)۱۱۸ — ۲۳

نصف اول = ۵۹ — ۱۱ — ۳۰

نصف دوم = ۴۸ ۴۸ ۳۰

لوگ نصف اول = ۹٫۹۴۴۹۳۵۳

" دوم = ۹٫۸۰۶۵۱۲۷

قاطع میل = ۰٫۰۳۷۴۳۷۶

" عرض = ۰٫۰۱۱۴۹۳۰

لومربع = ۹٫۸۵۹۲۷۸۶

لومربع = ۱۹۷۸

۸۰۸

لا = ۹٫۳۵۱۱

+ لوفصل = ۱۰٫۲۶۵۶

۹٫۶۱۶۷

تحویل = ۴٫۱۳۶

+ وقت لومربع = ۷ — ۴۶ — ۰

عشا = ۷ — ۴۶ — ۴٫۱۳۶

صبح = ۴ — ۱۳ — ۵۵٫۸۶۴

لوگ نصف اول

۹٫۸۸۸۰۲۹۸

۷۸۶

۹٫۸۸۸۱۰۸۴

۴۵٫۵۰
۱۰۳۷
۳۱۸۵۰
۱۳۶۵۰
۴۵۵۰۰
۴۷۱۸۳

۹۰ — ۳۴ — ۵۴٫۱
۸٫۷۸

بعد سمتی افق مطلق = ۹۰ — ۳۴ — ۴۵٫۳۲

+ نصف قطر اس السرطان = ۱۵ — ۴۵٫۶۷

بعد سمتی افق راس السرطان = ۹۰ — ۵۰ — ۳۰٫۹۹

+ بعد افق راس السرطان بمدراس = ۱۰ — ۲۳ —

مجموعہ = ۲)۱۰۱ — ۱۳ — ۳۰٫۹۹

نصف اول =

marfat.com

Marfat.com

کیا ہیں ؟

(۳) عصر کا مستحب وقت کون سا ہے ، جماعت کے بجے ہونا چاہئے ؟

(۴) جس جگہ اُفق نظر آتا ہو وہاں غروب کی کیا پہچان ہے اور غروب سے کتنی دیر بعد مغرب کی اذان اور جماعت ہونا چاہئے اور مغرب کا وقت کتنی دیر تک رہتا ہے ؟

(۵) عشا کا وقت مغرب سے کتنی دیر بعد ہوتا ہے ؟

الجواب الملفوظ

(۱ و ۵) فجر کا مستحب وقت اس کے وقت کا نصف اخیر ہے مثلاً اگر آج ایک گھنٹہ بیس منٹ کی صبح ہو تو اس وقت کے طلوع شمس میں چالیس منٹ باقی رہیں اور افضل یہ ہے کہ ایسے وقت ۴۰ یا ۶۰ آیتوں سے پڑھی جائے کہ اگر فسادِ نماز ثابت ہو تو پھر طلوع سے پہلے یونہی اعادہ ہو سکے اس کا لحاظ رکھ کر جتنی بھی تاخیر کی جائے افضل ہے، جب اُفق صاف نظر آتا ہے اور بیچ میں درخت وغیرہ کچھ حائل نہیں تو طلوع یہ ہے کہ آفتاب کی پہلی کرن چمکے اور غروب یہ کہ پچھلی کرن نگاہ سے غائب ہو جائے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) ظہر کا اول وقت آفتاب نصف النہار سے ڈھلتے ہی شروع ہوتا ہے اور گھنٹوں کے اعتبار سے باختلاف بلاد مختلف ہوگا یہاں تک کہ بعض بلادِ ہندوستان میں بعض ایام میں ریلوے گھڑی سے ۱۲ بجے بھی وقت شروع ہوگا اور بعض یعنی بعض ایام میں ۱۱ بجے سے پہلے ظہر کا وقت ہو جائے گا یہ تعدیل ایام و اختلافات طول معلوم ہونے پر موقوف ہے جماعت گرمی میں وقت ظہر کے نصف آخر میں ہو اور جاڑوں میں نصف اول میں، میرٹھ میں کبھی ۵ بجے سے بعد تک وقتِ ظہر باقی رہتا ہے اور کبھی پونے چار بجے سے پہلے ختم ہو جاتا ہے اس میں بیانات کا اختلاف ہے اصل تقسیم اہلِ ہیئت نے یہ کی ہے کہ راس الحمل سے ختم جوزا تک بہار اور راس السرطان سے ختم سنبلہ تک گرما اور راس المیزان سے ختم قوس تک خریف اور راس الجدی سے ختم حوت تک سرما مگر یہ یہاں کی فصلوں سے مطابق نہیں آتی، صاحب بحر نے ربیع کو گرما سے ملحق کیا ہے اور یہ بھی قرینِ قیاس کہ آخر ستمبر سے دو ثلث مارچ تک سرما سمجھنا چاہیے اور باقی گرما، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) عصر کا وقت مستحب ہمیشہ اس کے وقت کا نصف اخیر ہے مگر روزِ ابر تعجیل چاہئے، واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) غروب کا جس وقت یقین ہو جائے اصلاً دیر اذان و افطار میں نہ کی جائے اس کی اذان و جماعت میں فاصلہ نہیں، مغرب کا وقت میرٹھ میں کم از کم ایک گھنٹا ۱۹ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹا ۳۶ منٹ ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

marfat.com

Marfat.com

آفتاب بخواند، بیّنوا توجروا۔

سلام پھیر دے اور طلوع کے بعد دوبارہ پڑھے؟ بیّنوا، توجروا۔ (ت)

الجواب

نماز تمام کند و باز اگر صدق قائل دریابد اعادہ نماید این زمان بسیارے از مردم وقت نمی شناسند و بقرب طلوع بانگ برآرند کہ آفتاب برآمد واللہ تعالٰی اعلم۔

نماز پوری کرے، بعد میں اگر ثابت ہوجائے کہ سورج نکلنے والی بات درست تھی تو اعادہ کرے۔ آج کل اکثر لوگ وقت کا صحیح علم نہیں رکھتے اور طلوع قریب ہونے پر شور مچا دیتے ہیں کہ سورج نکل آیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

سوال دوم: چہ میفرمایند علمائے دین کہ امام نماز صبح را این قدر تاخیر میکند کہ از برآمدنِ آفتاب پنج دقیقہ یا دہ دقیقہ میماند کہ سلام میدہد این طور نماز بغیرِ کراہت ادا میشود یانہ، بیّنوا توجروا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک امام صبح کی نماز اتنی تاخیر سے پڑھاتا ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد سورج طلوع ہونے میں صرف پانچ منٹ یا دس منٹ باقی رہتے ہیں کیا نماز بغیر کراہت کے ادا ہوجاتی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔ (ت)

الجواب

در بحرالرائق وغیرہ تصریح فرمودہ اند کہ وقت فجر و وقت ظہر اول تا آخر ہیچ کراہت ندارد بخلاف باقی اوقات کہ آخر آنہا مکروہ است پس ہر کہ در وقت شناسی دستگاہ کافی دارد بایں طور نماز او بلاشبہہ بے کراہت است کہ بُوئے از کراہت ندارد، واللہ تعالٰی اعلم۔

البحرالرائق وغیرہ میں تصریح کی گئی ہے کہ فجر اور ظہر کے اوقات میں اوّل سے آخر تک کوئی کراہت نہیں ہے بخلاف باقی اوقات کے کہ وہ آخر میں مکروہ ہوجاتے ہیں، اس لیے جو شخص وقت شناسی میں مہارت رکھتا ہو، اگر اس طرح نماز پڑھے (جیسا کہ سوال میں مذکور ہے) تو اس کی نماز بغیر کراہت کے صحیح ہے۔ اس میں کراہت کا کوئی شائبہ تک نہیں ہے۔ (ت)

مسئلہ (۲۹۲ تا ۲۹۶) از جڑودہ ضلع میرٹھ مسئولہ سید سراج احمد صاحب ۱۲ شعبان ۱۳۲۷ھ

(۱) فجر کی نماز کا مستحب وقت کون سا ہے اور جس جگہ اُفق صاف نظر آتا ہو وہاں طلوع کی کیا پہچان ہے؟

(۲) ظہر کا اول وقت کے بجے ہوتا ہے اور ضلع میرٹھ میں کے بجے سے کے بجے تک رہتا ہے اور جماعت کے بجے ہونا چاہیے موسم گرما اور موسم سرما کب سے کب تک مانے جاتے ہیں اور ان میں ظہر کے مستحب اوقات

marfat.com

Marfat.com

اس مسئلہ کی مجھے سخت ضرورت ہے مہربانی فرما کر اس میں اچھی غور فرما کر پھر ان میں جو جو میرے سوالات ہیں جن کے سبب میں غلطی میں پڑا ہوں ان کو بنور سواد منور فرماؤ۔

الجواب

نصف النہار و فیٔ الزوال کی یہ کافی پہچان ہے جو آپ نے فوائد سنیہ سے نقل کی ہموار زمین میں سیدھی لکڑی عمودی حالت پر قائم کی جائے اور وقتاً فوقتاً سایہ کو دیکھتے رہیں جب تک سایہ گھٹنے میں ہے دوپہر نہیں ہوا اور جب ٹھہر گیا نصف النہار ہو گیا اس وقت کا سایہ ٹھیک نقطۂ شمال کی جانب ہوگا اسے ناپ رکھا جائے کہ یہی فیٔ الزوال ہے اس سے پہلے سایہ مغرب کی طرف تھا جب سایہ بڑھنے لگا دوپہر ڈھل گیا اب سایہ مشرق کی طرف ہو جائے گا جب لکڑی کا سایہ مشرق و شمال کے گوشہ میں اس فیٔ الزوال کی مقدار اور لکڑی کے دو مثل کو پہنچ گیا مثلاً آج ٹھیک دوپہر کو لکڑی کا سایہ اس کے نصف مثل تھا اور اس وقت خاص نقطہ شمال کو تھا اب وقتاً فوقتاً بڑھے گا اور مشرق کی طرف جھکے گا جب سایہ لکڑی کا ڈھائی مثل ہو جائے عصر ہو گیا اور اس سے زیادہ صحیح طریقہ یہ ہے کہ صحیح کمپاس سے نہایت ہموار زمین میں سیدھا خط جانبِ قطب کھینچ لیجئے اور اس خط کے جنوبی کنارے پر وہ لکڑی عموداً قائم کیجئے لکڑی کا سایہ جب تک اس خط سے مغرب کو ہے دوپہر نہ ہوا جب سایہ اس خط پر منطبق ہو جائے ٹھیک دوپہر ہے اور اسی وقت کا سایہ فیٔ الزوال ہے جب سایہ اس خط سے مشرق کو ہٹے دوپہر ڈھل گیا مسجد کی مشرقی دیوار اگر سیدھی ہموار اور ٹھیک نقطتین جنوب و شمال کو ہے اور اس کے دونوں پہلو پر زمین ہموار ہے تو اس سے بھی شناخت ہو سکتی ہے دیوار کا سایہ جب تک اس سے مغرب کو ہے دوپہر نہ ہوا اور جب مشرق کو پڑے دوپہر ڈھل گیا اور جب دونوں پہلوؤں پر سایہ نہ ہو تو ٹھیک دوپہر ہے گھڑیوں کے بارہ۱۲ سے اس کی شناخت تعدیل الایام و فصل طول جاننے پر منحصر ہے اصل بلدی وقت سے دوپہر کبھی سوا بارہ۱۲ بجے بھی نہیں ہوتا اور کبھی پونے گیارہ بجے ظہر ہو جاتا ہے اور جبکہ گھڑیاں مقامی وقت پر نہ چلیں بلکہ دوسری جگہ کے وقت پر جیسے ہندوستان میں شرق سے غرب تک ساری گھڑیاں وسطِ ہند کے وقت پر جاری ہیں جس کا طول ۸۲ درجے ۳۰ دقیقے ہے جب تو بہت کثیر تفاوت ہو جائے گا مثلاً جہلم میں ۱۱ فروری کو ۱۲ بج کر انچاس۴۹ منٹ تک بھی دوپہر نہ ہوگا اور کلکتہ میں نومبر کی چوتھی کو ۱۱ بج کر ۲۰ منٹ پر وقتِ ظہر ہو جائے گا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۹۸) از مزنگ لاہور مرسلہ ابوالرشید محمد عبدالعزیز خطیب و امام جامع مسجد ملک سردار خاں مرحوم ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اوقاتِ نماز جو شارع علیہ السلام نے معین فرمائے ہیں ان کے بیچ میں کسی نماز کا فاصل وقت مقرر کرنا جائز ہے یا حرام؟

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ (۲۹۷) از موضع سراں ڈاک خانہ لشندور تحصیل ضلع جہلم مرسلہ حافظ سجاد شاہ ۱۷ شعبان ۱۳۳۷ھ

بخدمت جناب فیض مآب سرتاج حنفیان حضرت احمد رضا خان صاحب ادام اللہ فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالٰی کے بعد بہزار آداب التماس کہ ہم حنفیان کو بڑا فخر ہے کہ آپ جیسے مجتہد فقیہ خلیفہ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی و امام اعظم اس زمانے کے آپ موجود ہیں ان مسئلوں مفصلہ ذیل کی سخت ضرورت ہے مہربانی فرماکر تحقیق عمیق و تدقیق مایلیق ارشاد فرمادیں عنداللہ ماجور ہوں گے اما مسئلہ اولٰی فی الزوال کی اور شناخت وقت ظہر کی سخت ضرورت ہے میں اس میں بہت حیران ہوں بعض اوقات مجمع عام میں نماز ظہر جو بدخول وقت اول ہی پڑھی جاتی ہے مگر مجھے یقین دخولِ وقت کا بھی نہیں ہوتا آپ تحریر فرمائیں کہ بارہ ۱۲ بجے کے بعد ایک دو منٹ پر وقت ظہر داخل ہوتا ہے یا نہیں اور جن دیہات میں حساب گھڑی کا نہ ہو تو مسجد کے دروازہ سے اگر سایہ باہر ایک دو انگشت نکلے تو ظہر داخل ہے یا نہ، پھر جب سایہ بڑھنے میں ہو تو وقت ظہر داخل ہے یا نہ قبل قیام ظہیرہ نصف نہار کے سایہ گھٹتا رہتا ہے نصف نہار کو کھڑا ہوتا ہے پھر بڑھنے لگتا ہے جب سایہ بڑھ جائے میں ہو تو ظہر داخل ہے یا نہ، اور سایہ اصلی ظہر کے واسطے نکالا جاتا ہے یا نہ شناخت ظہر سفر حضر میں کس طرح ہوتی ہے اور سایہ اصل قبل زوال یا وقت زوال یا بعد زوال کیا ہوتا ہے اور سایہ اصلی بوقت دوپہر بطرف شمال ہوتا ہے پس عصر کے واسطے مقیاس کی بیخ سے سایہ اصلی خارج بطرف مشرق کیا جاتا ہے یا کہ بطرف شمال خارج کرکے پھر دوچند کیا جائے۔ فرائد سنیہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ بطرف شمال سایہ اصلی کو چھوڑ کر دوچند کیا جائے۔ عبارت فرائد سنیہ کی یہ ہے۔

معرفۃ فی الزوال بغرز خشبۃ مستویۃ فی ارض مستویۃ قبل الزوال فالظل ینقص فاذا وقف لم ینقص ولم یزد فھو قیام الظھیرۃ فاذا اخذ فی الزیادۃ فقد زالت الشمس فخط علی راس الزیادۃ خطا فیکون من راس الخط الی العود فی الزوال فاذا صار ظل العود مثلہ او مثلیہ من راس الخط لا من موضع غرز العود خرج وقت الظھر ودخل وقت العصر وفی الزوال یکون الی الشمال [1]

فی الزوال کی پہچان۔ زوال سے پہلے ایک سیدھی لکڑی ہموار زمین میں نصب کی جائے تو اس کا سایہ کم ہوتا جائے گا، جب سایہ ٹھہر جائے اور گھٹے بڑھے نہ تو یہ قیام ظہیرہ کا وقت ہے۔ جب بڑھنے لگے تو سورج کا زوال شروع ہوجاتا ہے، اب جہاں سے بڑھنے کا آغاز ہوا ہے وہاں ایک لکیر بطور نشانی لگادو، اس لکیر سے لکڑی تک جو سایہ ہے یہ فی الزوال ہے، جب لکڑی کا سایہ اس کی ایک مثل یا دو مثل ہوجائے یعنی لکیر سے، نہ کہ لکڑی کی جڑ سے، تو ظہر کا وقت ختم ہوجائے گا اور عصر کا وقت داخل ہوجائے گا اور زوال کا سایہ شمال کی جانب ہوتا ہے۔ (ت)

---

[1] فرائد سنیہ

marfat.com

Marfat.com

الجواب

طلوع کے بعد کم از کم بیس منٹ کا انتظار واجب ہے۔ دس بارہ منٹ میں سنّتیں اور فرض دونوں ہو سکتے ہیں سنّتیں پڑھ کر نماز پڑھائے، اگر وقت بقدر فرض ہی کے باقی ہے تو آپ ہی سُنّتیں چھوڑے گا پھر اگر جماعت میں کسی نے ابھی سُنّتیں نہ پڑھیں یا جس نے پڑھیں وہ قابلِ امامت نہیں تو جس نے نہ پڑھیں وہی امامت کرے گا اور اگر وقت میں وسعت ہے تو سنّتِ قبلیہ کا ترک گناہ ہے اور اُس کی امامت مکروہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۰۱) از موضع باکڑی ضلع گوڑگانوہ ڈاک خانہ ڈھنیہ مسئولہ محمد لیسین خاں ۱۰ ارمضان ۱۳۳۱ھ

علمائے دین کیا فرماتے ہیں ایک مولوی صاحب مولود شریف عشا سے لے کر ایک بجے رات تک پڑھتے اور نمازِ عشا بعد مولود شریف کے ایک بجے کے بعد پڑھتے ہیں بغیر عذر کے، فقط۔

الجواب
الملفوظ

نمازِ عشا کی نصف شب سے زائد تاخیر مکروہ ہے اُن کو چاہئے عشا پڑھ کر مجلس شریف پڑھا کریں، وہو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۰۲) از جے پور بیرون اجمیری دروازہ، کوٹھی حاجی عبد الواجد علی خاں مسئولہ حامد حسن قادری ۱۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نمازِ مغرب اور افطار کا حکم ایسے وقت دینا کہ چند حضار مسلمانوں کو غروب میں کلام ہو گیا ہے اور ان دونوں کا صحیح وقت کیا اور اس کی شناخت کیا ہے؟

(۲) نمازِ مغرب اور اذانِ عشا میں کس قدر فاصلہ درکار ہے، کیا جس جگہ پر بحساب دُھوپ گھڑی قریب سوا سات بجے شام کو اذانِ مغرب ہوتی ہو وہاں آٹھ بجے فرضِ عشا پڑھ سکتے ہیں، اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ کم از کم ایک گھنٹا پچیس منٹ کا فاصلہ اذانِ مغرب و اذانِ عشا میں ہونا چاہئے، اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جب مشرق سے سیاہی بلند ہو اور مغرب میں دن چھپے اور آفتاب ڈوبنے پر یقین [illegible] ہو جائے اُس وقت افطار کیا جائے اُس کے بعد دیر لگانا نہ چاہئے، یہی علامات حدیث میں ارشاد ہوئیں، اور جو عالم مقتدا ہو اور علمِ توقیت جانتا ہو اور اُسے قرائنِ صحیحہ سے غروب کا یقین ہو گیا ہو وہ افطار کا فتوٰی دے سکتا ہے اگرچہ بعض ناواقفوں کو غروب میں ابھی تردد ہو کما دلّ علیہ حدیث انزل فاجدح لنا واللہ تعالیٰ اعلم۔

marfat.com

Marfat.com

الجواب

حدیث میں سنتِ اقدس یوں مروی ہے کہ جب لوگ جلد حاضر ہوجاتے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز جلد پڑھ لیتے اور حاضری میں دیر ملاحظہ فرماتے تو تاخیر فرماتے اور کبھی سب لوگ حاضر ہوجاتے اور تاخیر فرماتے یہاں تک کہ ایک بار نماز عشا میں تشریف آوری کا بہت انتظار طویل صحابہ کرام نے کیا بہت دیر کے بعد مجبور ہوکر امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درِ اقدس پر عرض کی کہ عورتیں اور بچے سو گئے، اس کے بعد حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برآمد ہوئے اور فرمایا: "رُوئے زمین پر تمہارے سوا کوئی نہیں جو اس نماز کا انتظار کرتا ہو اور تم نماز ہی میں ہو جب تک نماز کے انتظار میں رہو۔" نمازوں کے لیے اگر گھنٹے گھڑی کے حساب سے اگر کوئی وقت معین کرلیا جائے جس سے لوگوں کو زیادہ انتظار نہ کرنا پڑے اور وقت معین پر جلد جمع ہوجائیں جیسا حرمین طیبین میں اب معمول ہے تو اس میں بھی حرج نہیں جبکہ ضعیفوں اور مریضوں پر تکلیف اور جماعت کی تفریق نہ ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۹۹) از مراد آباد مرسلہ مولوی محمد عبد الباری صاحب ۷ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی امام عادتاً مغرب کی اذان اُس وقت دلاوے کہ اُس شہر کی سب مساجد میں یقیناً نماز ہوچکی ہو مثلاً ۲ منٹ کے بعد اور اپنے پیر کے دکھانے کو یعنی اُس کی موجودگی میں بیس منٹ قبل قصداً ایسا کرے اور ساتھ ہی اس کے جو سجود و قعود کہ وہ عادتاً کرتا تھا اپنے پیر کی موجودگی اُس سے سہ گنے وقت میں ادا کرے تو یہ اذان و نماز کہاں تک ریا و مکاری پر دال ہے۔

الجواب

اذانِ مغرب میں بلا وجہ شرعی تاخیر خلافِ سنت ہے پیر کے سامنے جلد دلوانا ریا پر کیوں محمول کیا جائے بلکہ پیر کے خوف یا لحاظ سے اُس خلافِ سنت کا ترک پیر کے سامنے رکوع و سجود میں دیر بھی خواہ مخواہ ریا اور مکاری پر دلیل نہیں بلکہ اس کے موجود ہونے سے تاثر بھی ممکن اور مسلمان کا فعل حتی الامکان محمل حسن پر محمول کرنا واجب اور بدگمانی ریا سے کچھ کم حرام نہیں، ہاں اگر رکوع و سجود میں اتنی دیر لگاتا ہو کہ سنت سے زائد اور مقتدیوں پر گراں ہو تو ضرور گنہگار ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال دوم کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ طلوعِ آفتاب ہونے کے کتنی دیر کے بعد نماز قضا پڑھنے کا حکم ہے اور وہ شخص جس نے کہ سنتیں فجر کی نہ پڑھی ہوں اور دس بارہ منٹ طلوع میں باقی ہوں نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں، اسی طرح پر ظہر کی سنت بے پڑھے امامت کرسکتا ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ (۳۰۴) نہار عرفی و شرعی میں کیا فرق ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ نہار عرفی طلوع مرئی کنارۂ شمس سے غروب مرئی کل قرص شمس تک ہے

واحترزت بذلك عن النهار النجومی فانه من انطباق مركز الشمس علی دائرة الافق من قبل المشرق الی انطباقه علیها فی جهة المغرب، فیكون العرفی اكبر من النجومی ابداً بقدر مایطلع نصف كرة الشمس و یغرب النصف كما لایخفی، ویقدر مایقتضیه الانكسار الافقی فی الجانبین، وهو قدر اربع وثلثین دقیقة من دقائق فلك البروج فی كل جانب۔

اس سے میں نے احتراز کیا ہے نہار نجومی سے، کیونکہ وہ مشرقی جانب کے افقی دائرہ پر سورج کے مرکز کے منطبق ہونے سے شروع ہوتی ہے اور مغربی جانب کے افقی دائرہ پر سورج کے مرکز کے منطبق ہونے پر ختم ہوتی ہے تو نہار عرفی، نہار نجومی سے ہمیشہ اتنی بڑی ہوتی ہے جتنی دیر میں سورج کا آدھا کرہ طلوع ہوتا ہے اور آدھا غروب ہوتا ہے، جیسا کہ مخفی نہیں ہے، اور دونوں طرف جو افقی انکسار واقع ہوتا ہے اس کے تقاضے کا اندازہ کیا جائے گا اور وہ ہر جانب، فلک بروج کے دقیقوں میں سے چونتیس ۳۴ دقیقوں کے برابر ہوتا ہے۔ (ت)

اور نہار شرعی طلوع فجر صادق سے غروب مرئی کل آفتاب تک ہے تو اس کا نصف ہمیشہ اس کے نصف سے پہلے ہوگا مثلاً فرض کیجئے کہ جو تحویل حمل کا دن ہے کہ آفتاب بریلی اور اس کے قریب کے مواضع میں چھ ۶ بجے نکلا اور چھ بج کر چودہ ۱۴ منٹ پر ڈوبا اور تقریباً پونے پانچ بجے صبح صادق چمکی تو اس دن نہار شرعی ساڑھے تیرہ (۱۳½) گھنٹے کا ہے جس کا آدھا چھ گھنٹے پینتالیس ۴۵ منٹ، اسی مقدار کو پونے پانچ (۴¾) پر بڑھایا تو ساڑھے گیارہ بجے کا وقت آیا اسی کو ضحوۂ کبرٰی کہتے ہیں اس وقت تک کچھ کھایا پیا نہ ہو تو روزہ کی نیت جائز ہے اس دوسرے قول پر اس وقت سے نصف النہار حقیقی تک کہ روزِ تحویلِ حمل یعنی بیس ۲۱ اکیس مارچ کو تقریباً بارہ بجے سات منٹ پر ہوتا ہے سارا وقت سینتیس ۳۷ منٹ کا وقت استوا ہے جس میں نماز ناجائز و ممنوع اور یہ ظاہر کہ یہ مقداریں اختلافِ موسم سے گھٹتی بڑھتی رہیں گی، یہ قول ائمہ خوارزم کی طرف نسبت کیا گیا اور امام رکن الدین صباغی نے اسی پر فتوٰی دیا، ردالمحتار میں ہے:

عزا فی القهستانی، القول بان المراد انتصاف النهار العرفی، الی ائمة

قہستانی میں اس قول کو کہ مراد نہار عرفی کا انتصاف ہے، ائمہ ماوراء النہر کی طرف منسوب کیا ہے اور

marfat.com

Marfat.com

(۲) یہ فاصلے باختلافِ عرض بلد مختلف ہوتے ہیں، ان بلاد میں کم ازکم ایک گھنٹا ۸ منٹ کا فاصلہ ہے سوا سات پر آفتاب ڈوبے اور پون گھنٹے بعد عشا ہو جائے ایسا تمام جہان میں کہیں نہیں جس زمانے میں سوا سات کے قریب غروب ہوتا ہے اذانِ مغرب وعشا کا فاصلہ اور بھی بہت زائد ہو جاتا ہے مثلاً ان بلاد میں ایک گھنٹا چھتیس منٹ اور پون گھنٹے کا فاصلہ تو ان بلاد میں کسی طرح مذہبِ صاحبین پر بھی صحیح نہیں تو وہ نمازِ عشا از روئے مذہبِ حنفی بالکل باطل ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۰۳) چہ میفرمایند علمائے دین اندریں مسئلہ کہ فرائض داخل نماز در ہر صلاۃ فرضیت او یکسان ست یا صرف در نماز فرض، بینوا توجروا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو فرائض نماز میں داخل ہیں، ان کی فرضیت ہر نماز میں یکساں ہے یا صرف فرضی نمازوں کے ساتھ مختص ہے؟ بینوا توجروا۔ (ت)

الجواب

تکبیر تحریمہ در ہر نماز مطلقاً حتی صلاۃ الجنازۃ و رکوع وسجود و قرارت وقعود در ہر نمازِ مطلق اگرچہ نافلہ باشد وقیام در ہر نماز فرض و واجب ونیز در سنّت فجر علی الاصح وخروج بصنع خود علی تخریج البردعی بخلاف الکرخی اینہمہ فرض است وتعدیل ارکان واجب و قدرت ہمہ جا شرط است اخرس را بتکبیر وقرارت ومریض مومی را برکوع وسجود تکلیف نہ دہند و فے مراقی الفلاح شرح نور الایضاح للعلامۃ الشرنبلالی الاحدب اذا بلغت حدبتہ الرکوع یشیر برأسہ للرکوع لانہ عاجز عما ھو اعلٰی[1] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

تکبیر تحریمہ، ہر نماز میں، حتی کہ نماز جنازہ میں بھی۔ رکوع، سجود، قرأت اور قعود (نماز جنازہ کے علاوہ) ہر نماز میں، خواہ نفلی نماز ہو۔ قیام، ہر اس نماز میں جو فرض اور واجب ہو اور اصح قول کے مطابق فجر کی سُنتوں میں بھی۔ اپنے کسی عمل سے نماز سے خارج ہونا۔ بردعی کی تخریج کے مطابق، کرخی کا اس میں اختلاف ہے۔ یہ سب فرائض ہیں اور تعدیلِ ارکان واجب ہے۔ لیکن استطاعت سب میں شرط ہے۔ گونگا تکبیر و قرأت کا، اور اشارہ کرنے والا مریض رکوع وسجود کا مکلف نہیں ہے۔ علامہ شرنبلالی کی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے کہ اگر کُبڑے کا کُبڑا پن رکوع کی حد تک پہنچا ہوا ہے تو وہ رکوع کے لیے سر سے اشارہ کرے گا کیوں کہ اس سے زیادہ اس کے بس میں نہیں ہے اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۵

marfat.com

Marfat.com

میں ۱۲ بج کر ۲۰ منٹ سے پہلے زوال ہے، ہاں بعد کی تاریخوں اور فروری میں اتنا اور اتنے سے زائد آنولہ میں ۱۲ بج کر ۲۶ منٹ تک ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۰۶) مسئولہ عبداللہ دکاندار مقام درو ضلع نینی تال روز سہ شنبہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس میں کہ:

(۱) صبح کاذب اور صبح صادق کی مجھے قطعی پہچان نہیں ہے کہ صبح صادق کتنی دیر کی ہوتی ہے کل میعاد لگادی جائے کہ گھنٹہ بھر کا یا کم و بیش مجھے نفلوں میں شک رہتا ہے اور بارہ مہینے ایک ہی برابر ہوتا ہے یا کچھ فرق ہے ہر مہینہ کی علٰحدہ علٰحدہ میعاد لگا دیجئے تاکہ تسکین ہو۔

(۲) تہجد کے وقت بیس رکعت قضا پڑھے تو ہر نیت کے ساتھ اقامت کرے یا کہ پہلی نیت کے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) ان شہروں میں کم سے کم ایک گھنٹہ انیس منٹ کی ہوتی ہے یعنی صبح صادق ہونے سے طلوع آفتاب تک اتنا وقت رہتا ہے یہ مارچ کے مہینہ میں ہے پھر وقت بڑھتا جاتا ہے اخیر جون میں ایک گھنٹہ پینتیس منٹ ہو جاتا ہے اس سے زیادہ صبح کی مقدار ان شہروں میں نہیں ہوتی پھر گھٹتا جاتا ہے اخیر ستمبر میں وہی ایک گھنٹہ انیس منٹ رہ جاتا ہے چوبیس اکتوبر تک یہی رہتا ہے پھر بڑھتا ہے ۲۲ دسمبر کو ایک گھنٹہ ۲۸ منٹ ہو جاتا ہے۔ جاڑے کے موسم میں اس سے زیادہ نہیں بڑھتا پھر گھٹنا شروع ہوتا ہے مارچ میں وہی ایک گھنٹہ ۱۹ منٹ رہ جاتا ہے انھیں ۱۶ منٹ کے اندر دورہ کرتا ہے یعنی کم سے کم ایک گھنٹہ ۱۹ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ ۳۵ منٹ۔

(۲) قضا کہ تنہا پڑھے اس میں ایک دفعہ بھی اقامت نہ چاہئے کہ قضا کرنا گناہ تھا اور گناہ کے چھپانے کا حکم تھا نہ کہ اعلان کا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۰۷) مسئولہ محمد یوسف از فتح پور ڈاکخانہ سیور ضلع بھاگل پور بتاریخ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اوقات نماز کو مقرر کرنا چاہئے یا جس وقت خاص لوگ آلیں اس وقت نماز شروع کرنا چاہئے، بینوا توجروا۔

الجواب

عادت کریمہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ تھی جب لوگ جلد جمع ہو جاتے نماز پڑھ لیتے ورنہ دیر فرماتے مگر آج کل لوگوں کو شوق جماعت کم ہے وقت مستحب کی تعیین مناسب ہے پھر بھی اگر تاخیر دیکھیں تو اتنا انتظار کریں کہ حاضرین پر بار نہ ہو اور کسی خاص شخص کے انتظار کے لیے تاخیر نہ چاہئے مگر چند صورتوں میں، اول کہ وہ امام معین ہو، دوم عالم دین، سوم حاکم اسلام، چہارم پابند جماعت کہ بعض اوقات مرض وغیرہ عذر

marfat.com

Marfat.com

ما وراء النهر، وبان المراد انتصاف النهار الشرعی، وھو الضحوۃ الکبرٰی الی الزوال الی ائمۃ خوارزم۔ وھھنا ابحاث سنوردھا ان شاء اللہ تعالٰی فی غیر ھذا التحریر۔ [ع] واللہ تعالٰی اعلم۔

اس قول کو کہ نہار شرعی کا انتصاف مراد ہے یعنی ضحوہ کبرٰی زوال تک، ائمہ خوارزم کی طرف منسوب کیا ہے اور یہاں کچھ اور بحثیں ہیں جنہیں ہم کسی اور تحریر میں بیان کریں گے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ (۳۰۵) مسئولہ حافظ علی بخش ساکن قصبہ آنولہ ضلع بریلی محلہ گنج مسجد خلیفان ۵ ۲ شوال المکرم ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں:

(۱) ۱۴ اگست کو دھوپ گھڑی سے ۱۱ بج کر ۱۷ منٹ پر اور مدراس ٹائم سے ۱۱ بج کر ۲۳ منٹ سے ضحوہ کبرٰی شروع ہوا اور دھوپ گھڑی سے ۱۲ بجے اور ریلوے ٹائم سے ۱۲ بج کر ۱۶ منٹ پر تمام ہوا تو ضحوہ کبرٰی سے لے کر حقیقی نصف النہار تک کوئی نماز مثل عیدین و جنازہ درست ہے یا نہیں؟

(۲) مدراسی ٹائم شرعی وقت سے جنوری فروری میں ۲۰ منٹ آگے ہوتا ہے جبکہ شرعی وقت میں ۱۲ بجتے ہیں تو مدراسی ٹائم میں ۱۲ بج کر ۲۰ منٹ آتے ہیں اگر کسی مسجد میں مدراسی ٹائم سے گھڑی ہو اسی حساب سے ۱۲ بج کر ۱۰ منٹ باقی ہیں اور زوال دھوپ گھڑی سے مانا جائے گا یا مدراسی ٹائم سے اور یوم جمعہ کو زوال ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) اصح واحسن یہی ہے کہ ضحوہ کبرٰی سے نصف النہار حقیقی تک سارا وقت وہ ہے جس میں نماز نہیں، ہاں جنازہ اسی وقت میں آیا تو پڑھ سکتے ہیں لتادیہا کما وجبت۔

(۲) ہمارے مذہب میں بروز جمعہ بھی وقت استواء پر وہی احکام ہیں جسے لوگ وقت زوال بولتے ہیں، زوال میں صحیح دھوپ گھڑی کا اعتبار ہے مدراس وغیرہ کے اوقات کا کچھ لحاظ نہیں، جو اذان زوال سے پہلے ہوئی ناجائز ہوئی زوال آنے پر پھر کہی جائے کما ھو حکم کل اذان اذن قبل الوقت اب ریلوے گھڑیوں میں جولائی ۱۹۰۵ء سے مدراسی وقت بھی نہیں بلکہ وسط ہند کا وقت ہے جہاں فصل طول ساڑھے بیاسی درجے یعنی ساڑھے پانچ گھنٹے کا ہے لہذا ہندوستان بھر کی گھڑیاں جب سے نومنٹ زائد کردی گئی ہیں اس زیادت پر بھی جنوری کی ابتدائی تاریخوں

[ع] بیاض فی الاصل بخط الناسخ ختمہ علی لفظ التی فبدلناہ بالتحریر ۱۲ مصحح الفقیر حامد رضا خاں غفرلہ

---

[۱] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۴۳

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ (۳۱۰) از سہاور ضلع ایٹہ مسئولہ اولاد علی صاحب بروز شنبہ بتاریخ ۵ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

(۱) زید نے نمازِ فجر طلوعِ آفتاب سے پہلے شروع کی اور اُس کے نماز پڑھنے میں آفتاب نکل آیا تو وہ نماز ہوئی یا نہیں؟

(۲) نمازِ مغرب غروبِ آفتاب سے پہلے شروع کی اور نماز پڑھتے ہی میں آفتاب غروب ہوگیا تو نماز ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) نمازِ فجر میں سلام سے پہلے اگر ایک ذرا سا کنارہ طلوع ہوا نماز نہ ہوگی۔

(۲) اگر ایک نقطہ بھر کنارۂ شمس غروب کو باقی ہے اور اس نے مغرب کی تکبیر تحریمہ کہی نماز نہ ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۱۱) مسئولہ منشی عبدالرحمٰن صاحب اعظمی از ریاست جے پور گھاٹ دروازہ ۲۴ محرم ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ فجر کی نماز جو اصحاب حنفیہ کے یہاں اسفار میں ہے کہ وہ کس وقت سے شروع ہوتا ہے اور طلوعِ آفتاب سے کتنے پر نماز ختم ہونی چاہیے، اس کی کیا مقدار ہے اور بعد اختتام نمازِ فجر کتنے منٹ طلوعِ آفتاب کو باقی رہنا چاہئیں، مفصل طور پر بیان فرمایا جائے، بینوا توجروا۔

الجواب

آج صبح کا جتنا وقت ہے اس کا نصف اول چھوڑ کر نصف ثانی سے وقت مستحب شروع ہوتا ہے کما فی البحر الرائق وغیرہ اور اس میں بھی جس قدر تاخیر ہو افضل ہے اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر[1] (فجر کو خوب روشن کرو کیونکہ اس میں زیادہ اجر ہے۔ ت) مگر نہ اس قدر کہ طلوع میں شبہہ پڑ جائے اتنا وقت رہنا اولٰی کہ اگر نماز میں کوئی فساد ہو تو وقت میں مسنون طور پر اعادہ ہوسکے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۳۱۲) مرسلہ ولی احمد قلعی گر رانی کھیت صدر بازار ۱۸ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

جناب پیر صاحب قبلہ السلام علیکم، بعد سلام علیک کے واضح ہو کہ جمعہ کا وقت جاڑے کے دنوں میں کتنے بجے تک رہتا ہے اور گرمیوں میں کتنے بجے تک رہتا ہے خلاصہ حال سے براہِ مہربانی اطلاع دیجئے اور عصر کا وقت کتنے بجے تک رہتا ہے یہ بھی اطلاع دیجئے ایک شخص اعتراض کرتے ہیں جمعہ کے وقت کا اس وجہ سے آپ کو تکلیف دی فقط والسلام۔

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح باب تعجیل الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۶۱

marfat.com

Marfat.com

کی وجہ سے اسے دیر ہوجائے ، پنجم سربرآوردہ شررجس کا انتظار نہ کرنے سے ایذا کا خوف ہے واللہ تعالٰی اعلم ۔

مسئلہ (۳۰۸) ازمقام آہور ملک مارواڑ متصل ایرپتورا پیر محمد امیرالدین بروز یک شنبہ بتاریخ ۱۲ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ

نمازِ عصر کے بعد قرآن شریف پڑھنا دیکھ کر یا زبانی امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک جائز ہے یا نہیں، بینوا توجروا ۔

الجواب

بعد نمازِ عصر تلاوتِ قرآن عظیم جائز ہے دیکھ کر ہو خواہ یاد پر ، مگر جب آفتاب قریب غروب پہنچے اور وقتِ کراہت آئے اُس وقت تلاوت ملتوی کی جائے اور اذکارِ الٰہیہ کیے جائیں کہ آفتاب نکلتے اور ڈوبتے اور ٹھیک دوپہر کے وقت نماز ناجائز ہے اور تلاوت مکروہ ۔ واللہ تعالٰی اعلم ۔

مسئلہ (۳۰۹) بعد نمازِ عصر کے اور فجر کے سجدہ کرنا یا فقہ پڑھنا امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا ۔

الجواب

جائز ہے مگر جب عصر میں وقتِ کراہت آجائے تو قضا بھی جائز نہیں اور سجدہ مکروہ اگرچہ سہو یا تلاوت کا ہو اور سجدۂ شکر تو بعد نمازِ فجر و عصر مطلقاً مکروہ ، دُرمختار میں ہے :

وکرہ تحریما ، وکل ما لا یجوز مکروہ ، صلٰوۃ مطلقا ، ولو قضاءً اوواجبۃ اونفلا اوعلی جنازۃ وسجدۃ تلاوۃ وسہو ، مع شروق واستواء وغروب[1]

مکروہ تحریمی ہے ___ اور جو کام جائز نہ ہو وہ مکروہ ہی ہوتا ہے ___ نمازِ مطلقاً خواہ قضا ہو ، واجب ہو ، نفل ہو یا نماز جنازہ ہو ۔ اور سجدۂ تلاوت اور سجدۂ سہو ۔ بوقتِ طلوع ، استواء اور غروب ۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

یکرہ ان یسجد شکرا بعد الصلاۃ ، فی الوقت الذی یکرہ فیہ النفل ولا یکرہ فی غیرہ[2] اھ واللہ تعالٰی اعلم

نماز کے بعد سجدۂ شکر کرنا ان اوقات میں مکروہ ہے جن میں نماز مکروہ ہے ، اس کے علاوہ مکروہ نہیں (ت)

---

[1] درمختار کتاب الصلٰوۃ یستحب تاخیر العصر مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۶۱
[2] ردالمحتار " مطلب طلوع الشمس من مغربہا " مصطفی البابی مصر ۱/۲۷۳

marfat.com

Marfat.com

سے ہے، قال ما رأیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صلی صلٰوۃ لغیر میقاتہا الا صلاتین جمع بین المغرب والعشاء وصلی الفجر قبل میقاتہا[1]۔ وفی لفظ للنسائی کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یصلی الصلٰوۃ لوقتہا الا بجمع وعرفات[2]۔ سیدنا امام محمد مؤطا شریف میں بسند صحیح امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، انہ کتب فی الاٰفاق ینھاھم ان یجمعوا بین الصلاتین ویخبرھم ان الجمع بین الصلاتین فی وقت واحد کبیرۃ من الکبائر[3] (یعنی اس جناب خلافت مآب ناطق بالحق والصواب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے تمام آفاق میں فرمان تحریر فرما بھیجے کہ کوئی شخص دو نمازیں جمع نہ کرے اور ان میں ارشاد فرمایا کہ ایک وقت میں دو نمازیں ملانا کبیرہ گناہوں سے ایک گناہ کبیرہ ہے) مخالفین کے پاس جمع حقیقی پر قرآن وحدیث سے اصلاً کوئی دلیل نہیں جو کچھ پیش کرتے ہیں یا تو جمع صوری صریح ہے یعنی ظہر یا مغرب کو اس کے ایسے آخر وقت میں پڑھنا کہ فارغ ہوتے ہی فوراً یا ایک وقفہ قلیل کے بعد عصر یا عشا کا وقت آجائے پھر وقت ہوتے ہی معاً عصر یا عشا کا پڑھ لینا کہ حقیقت میں تو ہر نماز اپنے وقت پر ہوئی مگر دیکھنے میں مل گئیں ایسی جمع مریض ومسافر کے لیے ہم بھی جائز مانتے ہیں اور حدیثوں سے یہی ثابت ہے یا محض مجمل ہے جس میں جمع حقیقی کی اصلاً بُو نہیں یا صاف محتمل کہ احادیث جمع صوری سے بہت اچھے طور پر متفق ہوسکتی ہے غرض کوئی حدیث صحیح وصریح مفسر ان کے ہاتھ میں اصلاً نہیں بعونہٖ تعالٰی اس کا نہایت شافی ووافی بیان فقیر نے رسالہ حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین میں لکھا کہ اس سوال کے آنے پر ۱۳۱۳ھ تحریر کیا جسے تحقیق حق منظور ہو اس کی طرف رجوع کرے وباللہ التوفیق واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۱۴) مرسلہ جناب مولانا مولوی شاہ عبدالغفار صاحب قادری قدوسی مدرس اول مدرسہ جامع العلوم معسکر بنگلور

مولٰنا المولوی جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب قادری الحنفی البرکاتی البریلوی ادام برکاتکم والطافکم السلام علیکم وعلٰی من لدیکم حضرت قاضی مفتی ارتضا علی خاں صاحب جو وقت اخراج کے اس طور سے کہ پہلے ایک تختہ اصطرلاب اپنے سامنے رکھتے تھے اور دو دائرہ ہندیہ پتھر پر تیار کرکے اصطرلاب پر شاقول پھرائے اور دائرہ ہندیہ پر نظر کرکے ایسا ایک ہی کامل محنت کرکے یہ رسالہ لکھے ہیں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ مدراس تیرہ[13]

---

[1] صحیح مسلم باب استحباب زیادۃ التغلیس بصلٰوۃ الصبح مطبوعہ اصح المطابع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۱۷

[2] سنن النسائی الجمع بین الظہر والعصر بعرفۃ " سلفیہ لاہور ۲/۳۹

[3] مؤطا امام محمد باب الجمع بین الصلاتین فی السفر والمطر [illegible] آفتاب عالم پریس مجتبائی لاہور ص ۱۳۲

marfat.com

Marfat.com

الجواب

جمعہ اور ظہر کا ایک ہی وقت ہے سایہ جب تک سایۂ اصل کے سوا دو مثل کو پہنچے جمعہ و ظہر دونوں کا وقت باقی رہتا ہے، بریلی میں ریلوے وقت سے جاڑوں میں کم از کم ۲ بج کر چالیس منٹ تک وقت رہتا ہے اور گرمیوں میں زیادہ سے زیادہ ۵ بج کے ۶ منٹ تک، عصر کا وقت غروب تک ہے اور اس سے تقریباً بیس منٹ پہلے وقتِ کراہت شروع ہو جاتا ہے، غروب جاڑوں میں ۵ بج کر ساڑھے ۱۵ منٹ پر ہوتا ہے اور گرمیوں میں زیادہ سے زیادہ سات بج کے چودہ ۱۴ منٹ پر، وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۱۳) ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ سفر کے عذر سے جس میں قصر لازم آتا ہے دو نمازوں کا جمع کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

ناجائز ہے، قال اللہ تعالیٰ: انّ الصلوٰة کانت علی المؤمنین کتٰباً موقوتاً[1] (بیشک نماز مسلمانوں پر فرض ہے وقت باندھا ہوا) کہ نہ وقت سے پہلے صحیح نہ وقت کھو کر پڑھنا روا بلکہ فرض ہے کہ نماز اپنے وقت پر ادا ہو حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظة ان تؤخر صلاة حتی یدخل وقت صلاة اخری[2]۔ سونے میں کچھ تقصیر نہیں تقصیر تو جاگنے میں ہے کہ تو ایک نماز کو اتنا مؤخر کرے کہ دوسری نماز کا وقت آجائے۔

یہ حدیث خود حالتِ سفر میں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی تھی رواہ مسلم و احمد و ابوداود والطحاوی وابن حبان عن ابی قتادة رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ سفر و حضر میں حاضر بارگاہِ رسالت پناہ ہمرکاب نبوت مآب رہا کرتے صاف صریح انکار فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کبھی دو نمازیں جمع فرماتے نہ دیکھا مگر مزدلفہ عرفات میں جہاں کی جمع ہنگام حج حجاج کے لیے سب کے نزدیک متفق علیہ ہے نویں تاریخ عرفات میں ظہر و عصر پھر نویں شب مزدلفہ میں مغرب عشا ملا کر پڑھتے ہیں صحیح بخاری صحیح مسلم و سنن ابی داود و سنن نسائی و شرح معانی الآثار امام طحاوی میں اس جناب

---

[1] القرآن ۴/۱۰۳

[2] مسند احمد بن حنبل مسانید ابن ابی قتادة مطبوعہ دار الفکر بیروت ۵/۳۰۵

marfat.com

Marfat.com

اسفروا بالفجر فانه اعظم للاجر[1] (یعنی صبح کو خوب روشن کرو کہ اسفار میں اجر زیادہ ہے) ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے ولفظ الطبرانی، فکلما اسفرتم بالفجر فانہ اعظم للاجر[2]۔ ولفظ ابن حبان: کلما اصبحتم بالصبح فانہ اعظم لاجورکم[3]۔ ان الفاظ کا حاصل یہ ہے کہ جس قدر اسفار میں مبالغہ کروگے ثواب زیادہ پاؤ گے اور طبرانی وابن عدی نے انہی صحابی سے روایت کیا،

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لبلال: یا بلال! نادِ بصلاۃ الصبح حتی یبصر القوم مواقع نبلھم من الاسفار[4]۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بلال سے ارشاد فرمایا: اے بلال! فجر کی اذان اس وقت دیا کرو جب لوگ اپنے تیر گرنے کی جگہیں دیکھ لیں بسبب روشنی کے۔

اور پُر ظاہر کہ یہ بات اُس وقت حاصل ہوگی جب صبح خوب روشن ہوجائے گی اور جب اذان ایسے وقت ہوگی تو نماز اس سے بھی زیادہ روشنی میں ہوگی، ابن خزیمہ اپنی صحیح اور امام طحاوی شرح معانی الآثار میں بسند صحیح حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں:

ما اجتمع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی شیئ، ما اجتمعوا علی التنویر[5]۔

اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایسا کسی بات پر اتفاق نہ کیا جیسا تنویر و اسفار پر۔

حدیثِ صحیحین سے ثابت کہ نمازِ فجر اوّل وقت پڑھنا سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عادت شریفہ کے خلاف تھا حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مزدلفہ میں حضور کے مغرب کو بوقتِ عشا اور فجر کو اول وقت پڑھنے کی نسبت فرمایا، ان ھاتین الصلاتین حولتا عن وقتیھما فی ھذا المکان[6] (یعنی یہ دونوں

---

[1] مشکوۃ المصابیح باب تعجیل الصلوۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۶۱
جامع الترمذی ماجاء بالاسفار بالفجر 〃 مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱/۲۲

[2] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث رافع بن خدیج 〃 المکتبۃ الفیصلیہ بیروت۔ ۴/۲۵۱

[3] الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان کتاب الصلوۃ حدیث ۱۴۸۷ مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۴/۲۳

[4] مجمع الزوائد باب وقت صلاۃ الصبح مطبوعہ دار الکتاب بیروت ۱/۳۱۶

[5] شرح معانی الآثار باب الوقت الذی یصلی ای وقت ھو مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۲۶

[6] صحیح بخاری کتاب الصلوۃ متی یصلی الفجر بجمع مطبوعہ اصح المطابع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۲۸

marfat.com

Marfat.com

درجہ پر واقع ہے اور یہ معسکر بنگلور دو سو ستر میل پر ساڑھے سترہ درجہ پر ہے ہم اس حساب سے ۵ لحظہ بڑھا کر لیتے ہیں اس رسالہ میں جو ۵ لحظہ دیری کرنا لکھے ہیں حاجت نہیں ریلوے حساب سے مدراس اور یہاں دو لحظہ ہی کا فرق ہے اگر ۵ لحظہ تاخیر کریں تو کافی رہا آپ کا بریلی شہر اس حساب کے موافق ہرگز نہ ہوگا کیونکہ اغلباً شاید چودہ درجہ پر ہے، بینوا توجروا۔

الجواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اختلاف اوقات بہ تقدم و تاخر تو ضرور تبدیل طول بلد سے ہوجاتا ہے مگر وہ وجہ تغیر حساب نہیں مثلاً جس بلد میں طلوع شمس کسی جز میں سات بجے پر ہو تو اس عرض کے جتنے بلاد و آفاق ہیں سب میں طلوع شمس جز مذکور میں سات ہی بجے ہوگا بلا تفاوت اگرچہ بلد شرقی میں سات پہلے بجیں گے اور غربی میں بعد ہاں اختلاف عرض موجب تزاید و تناقص و تغیر حساب ہوتا ہے کہ اس کے باعث تعدیل النہار و مطالع البروج و قوس النہار و قوس اللیل و غایت ارتفاع و غایت انحفاض وغیرہا امور جن پر ابتنائے حساب اوقات ہے تبدل ہوجاتے ہیں مدراس بنگلور کے عرض میں ایسا تفاوت نہیں کہ تغیر معتد بہ دے، مدراس تیرہ[۱۳] درجے ۵ دقیقہ پر ہے اور بنگلور جہاں تک مجھے مراجعت اطالس سے معلوم ہوا ہے علی قول بارہ[۱۲] درجے اُنسٹھ[۵۹] دقیقہ اور علی قول آخر ۱۲ درجے ۵۵ دقیقے پر ہے۔ یہ چھ یا دس دقیقے کا تفاوت چنداں مغیر اوقات نہ ہوگا، پانچ دقیقہ ساعت جو آپ نے مقرر فرمائے کثیر ہیں بریلی کا عرض ۲۸ درجے ۲۱ دقیقے ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۱۵) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وقت فجر کا کس وقت سے شروع ہوتا ہے اور کب تک رہتا ہے اور جو شخص نہایت اندھیرے میں اول وقت نمازِ فجر پڑھے اور لوگوں کو اُسی وقت پڑھنے کی تاکید کرے اور کہے بعد روشنی کے نماز مکروہ ہوتی ہے وہ شخص سچا ہے یا نہیں اور وہ نماز اُس کی مستحب وقت پر ہوتی یا نہیں، اور مستحب وقت اس نماز کا کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

وقت نماز فجر کا طلوع یا انتشار صبح صادق سے ہے علی اختلاف المشائخ اور انتہا اس کی طلوع اول کنارہ شمس ہے اور ہمارے علماء کے نزدیک مردوں کو دواماً ہر زمان و ہر مکان میں اسفارِ فجر یعنی جب صبح خوب روشن ہوجائے نماز پڑھنا سنت ہے سوا یوم النحر کے کہ حجاج کو اُس روز مزدلفہ میں تغلیس چاہئے صرح بہ فی عامۃ کتبہم (فقہا کی عام کتب میں اس بات کی تصریح ہے) اس میں احادیث صریحہ معتبرہ وارد، ترمذی ابوداود ونسائی دارمی ابن حبان طبرانی حضرت رافع بن خدیج سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

marfat.com

Marfat.com

ففی غنیۃ المستملی للعلامۃ الحلبی اثرا عن البدائع وحدہ (یعنی التغلیس) ما دام فی النصف الاول من الوقت۔ وفیہا عن الفتاوی الخانیۃ، وحد التنویر ما قال شمس الائمۃ الحلوانی والقاضی الامام ابو علی النسفی، انہ یبدأ الصلوۃ بعد انتشار البیاض فی وقت لوصلی الفجر بقراءۃ مسنونۃ ما بین اربعین اٰیۃ الی ستین اٰیۃ، ویرتل القراءۃ، فاذا فرغ من الصلاۃ، ثم ظہر لہ سہو فی طہارتہ، یمکنہ ان یتوضأ ویعید الصلاۃ قبل طلوع الشمس۔ کما فعل ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالٰی عنہما، وعلی ھذا، ما فی محیط رضی الدین و الخلاصۃ والکافی وغیرھا،[1] انتہی قلت، ومثلہ فی فتاوی قاضی خان، ونحوہ فی الفتاوی العالمگیریۃ عن التبیین۔ وقیل، یؤخرھا جدا، لان الفساد موھوم فلم یترک المستحب

غنیۃ المستملی میں علامہ حلبی نے بدائع سے یہ اثر نقل کیا ہے کہ اس کی مقدار (یعنی تغلیس کی) یہ ہے کہ وقتِ فجر کے پہلے نصف تک۔ اسی میں فتاوی خانیہ سے منقول ہے کہ شمس الائمہ حلوانی اور قاضی امام ابو علی نسفی کے بقول تنویر کی مقدار یہ ہے کہ نماز سفیدی پھیلنے کے بعد اس وقت شروع کرے کہ اگر فجر کی نماز قرارۃ مسنونہ سے پڑھے، یعنی چالیس سے ساٹھ تک آیتیں ترتیل کے ساتھ پڑھے، اور جب نماز سے فارغ ہو تو یاد آئے کہ طہارت میں سہو ہو گیا تھا تو (اتنا وقت باقی ہو کہ) وضو کر کے طلوع سے پہلے دوبارہ نماز پڑھ سکے، جیسا کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے کیا تھا۔ محیط رضی الدین، خلاصہ اور کافی وغیرہ میں بھی اسی کے مطابق ہے۔ انتہی۔ میں نے کہا، اسی کے مطابق فتاوی قاضی خان میں بھی ہے اور عالمگیری میں بھی تبیین سے منقول ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ (نماز فجر میں) بہت زیادہ تاخیر کرے کیونکہ (نماز کے بعد طہارت میں غلطی رہ جانے کا خیال آنا اور اس طرح) نماز کا فاسد ہونا، محض فرضی صورت ہے،

---

[1] التعلیق المجلی لما فی منیۃ المصلی مع منیۃ المصلی شرط خامس الوقت مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۲۰۶

نوٹ: اعلٰحضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ففی غنیۃ المستملی فرما کر منیۃ المصلی کی شرح حلبی کبیر کی طرف اشارہ کیا ہے، فقیر نے حلبی کبیر کو کافی کوشش کے ساتھ دیکھا ہے۔ اس میں یہ عبارت نہیں مل سکی، ہو سکتا ہے کاتب کی غلطی سے غنیۃ المستملی لکھا گیا ہو اصل لفظ حلیۃ المجلی ہو، کیونکہ التعلیق المجلی جو منیۃ المصلی کی شرح پر ایک حاشیہ ہے۔ اس میں یہ عبارت حلیۃ المجلی کے حوالے سے ملی ہے اور چونکہ حلیۃ المجلی بھی اس وقت دستیاب نہیں۔ اسی لیے التعلیق المجلی سے حوالہ نقل کیا

marfat.com

Marfat.com

نمازیں اپنے وقت سے پھیر دی گئیں اس مکان میں) بخاری و مسلم کی دُوسری روایت میں ہے: صلی الفجر قبل وقتہا بغلس[1] صبح کی نماز پڑھی قبل اس کے وقت کے تاریکی میں اور قبل وقت سے قبل از طلوع فجر مراد نہیں کہ یہ خلاف اجماع ہے معہذا حدیث بخاری سے ثابت کہ فجر طالع ہوچکی تھی تو بالضرور قبل از وقت معہود مقصود ہے و ہوالمطلوب، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ اس حدیث کے راوی ہیں حضر و سفر میں ملازمت والا سے مشرف رہتے یہاں تک کہ لوگ انھیں اہل بیت نبوت سے گمان کرتے اور ان کے لیے استیذان معاف تھا کل ذلك ثابت بالاحادیث (یہ سب احادیث سے ثابت ہے۔ ت) تو اُن کا یہ فرمانا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نہ دیکھا کہ کسی نماز کو غیر وقت پر پڑھا ہو سوا اِن دُو نمازوں کے، اس مضمون کا مؤکد و مؤید ہے اور حکمت فقہی اس باب میں یہ ہے کہ اسفار میں تکثیر جماعت ہے جو شارع کو مطلوب و محبوب اور تغلیس میں تقلیل اور لوگوں کو مشقت میں ڈالنا اور یہ دونوں ناپسند و مکروہ، اسی لیے امام کو تخفیف صلاۃ اور کبیر و ضعیف و مریض و حاجتمند کی مراعات کا حکم فرمایا سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جماعت میں قرأت طویل پڑھی لوگ شاکی ہوئے، ارشاد ہُوا:

یامعاذ افتان انت ؟ یا معاذ افتان انت ؟ قالہ ثلثا[2] اھ۔	اے معاذ! کیا تم، لوگوں کو آزمائش میں ڈالنا چاہتے ہو؟ یہ بات آپ نے تین دفعہ کہی۔ (ت)

اور اول وقت نماز کی افضلیت اگر مطلقاً تسلیم کر بھی لی جائے تاہم دفع مفاسد جلب مصالح سے اہم و اقدم ہے آخر دیکھا کہ تطویل قرأت پر عتاب ہوا حالانکہ قرآن جس قدر بھی پڑھا جائے احسن و افضل ہی ہے معہذا نماز فجر کے بعد تا باشراق ذکر الٰہی میں بیٹھا رہنا مستحب ہے اور یہ امر اسفار میں آسان اور تغلیس کے ساتھ دشوار، اب رہا یہ کہ حد اسفار کی کیا ہے، بدائع و سراج وہاج سے ثابت کہ وقت فجر کے دو حصے کیے جائیں حصہ اول تغلیس اور آخر میں اسفار ہے۔ اور امام حلوائی و قاضی امام ابوعلی نسفی وغیرہما عامہ مشائخ فرماتے ہیں کہ ایسے وقت شروع کرے کہ نماز بقرارت مسنونہ ترتیل و اطمینان کے ساتھ پڑھ لے بعدہ نسیان حدث پر متنبہ ہو تو وضو کرکے پھر اُسی طرح پڑھ سکے اور ہنوز آفتاب طلوع نہ کرے، بعض کہتے ہیں کہ نہایت تاخیر چاہئے کہ فساد موہوم ہے اور اسفار مستحب، مستحب کو موہوم کے لیے نہ چھوڑیں گے مگر ایسے وقت تک تاخیر کہ طلوع کا اندیشہ ہو جائے بالاجماع مکروہ،

---

[1] صحیح مسلم باب استحباب التغلیس بصلوۃ الصبح کتاب الصلوۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۱۷

[2] " باب قراءۃ فی العشاء " " ۱/۱۸۷

marfat.com

Marfat.com

فالتغلیس افضل، کمرأۃ مطلقا۔[1] کی نماز شروع بھی تنویر میں کرے اور ختم بھی تنویر میں کرے۔ یہی مختار ہے، اس طرح کہ اس میں چالیس آیتیں ترتیل سے پڑھے اور بعد میں اگر فاسد ہونے کا پتا چلے تو وضو کر کے لوٹا سکے، اور بعض نے کہا ہے کہ بہت مؤخر کرے کیونکہ ایسا فاسد ہونا موہوم ہے، البتہ مزدلفہ میں حاجی کے لیے تغلیس بہتر ہے جیسا کہ عورت کے لیے ہر جگہ تغلیس بہتر ہے۔ (ت)

اُس شخص کا اول وقت اندھیرے میں نماز پڑھنا سنت کی مخالفت کرنا ہے اور اُن کو اس کی تاکید کرنی مخالف سنّت کی طرف بلانا ہے اور یہ کہنا کہ روشنی میں نماز مکروہ ہوتی ہے سنّت کو مکروہ کہنا اور شریعت مطہرہ پر بہتان اٹھانا ہے، اللہ تعالٰی ہدایت دے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۳۱۶) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وقت مستحب ظہر کا گرما میں کیا ہے اور جو شخص موسم مذکور میں بعد زوال اوّل وقت نمازِ ظہر پڑھے اور لوگوں کو بھی تاکید کرے کہ وقت اولٰی یہی ہے، آیا وہ شخص حق پر ہے یا ناحق پر، بینوا توجروا۔

الجواب

موسم گرما میں ظہر کا ابراد کر کے پڑھنا مستحب ہے تمام کتب حنفیہ میں یہ معنی مصرح ہے اور اوّل وقت میں پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حکم اقدس سے عدول۔ حضور فرماتے ہیں:

اذا اشتد الحر فابردوا بالظھر، فان شدۃ الحر من فیح جھنم۔[2] متفق علیہ۔

جب گرمی سخت ہو تو ظہر کو ٹھنڈا کرو کہ شدتِ گرمی وسعت دم دوزخ سے ہے۔

اور بخاری ونسائی انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی واللفظ للنسائی قال:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا کان الحر ابرد بالصلاۃ واذا کان البرد عجل۔[3]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب گرمی ہوتی نماز ٹھنڈی کرتے اور جب سردی ہوتی تعجیل فرماتے۔

اور بخاری مسلم ابوداود ابن ماجہ نے سیدنا ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، قال:

اذن مؤذن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

یعنی مؤذنِ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اذانِ ظہر

---

[1] درمختار | کتاب الصلوٰۃ | مطبوعہ مجتبائی دہلی | ۱/۶۰

[2] صحیح مسلم | استحباب الابراد بالظہر فی شدۃ الحر الخ | قدیمی کتب خانہ اصح المطابع کراچی | ۱/۲۲۴

[3] سنن النسائی | تعجیل الظہر فی البرد | [illegible] | ۱/۵۸

marfat.com

Marfat.com

لاجله . وقيل ، حده ان يرى مواضع النبل .
ثم كما في محيط رضي الدين وغيره ،
لا يؤخرها تاخيرا يقع الشك في
طلوع الشمس[1] . انتهى ملخصا . وفي
البحر الرائق ، قالوا : يسفر بها بحيث
لو ظهر فساد صلاته يمكنه ان يعيدها
في الوقت ، بقراءة مستحبة . و
قيل : يؤخرها جدا ، لان الفساد موهوم فلا
يترك المستحب لاجله . وهو ظاهر اطلاق
الكتاب (يعني الكنز ، حيث قال ، وندب تاخير
الفجر ، ولم يقيد بشئ) لكن لا يؤخرها
بحيث يقع الشك في طلوع الشمس . وفي
السراج الوهاج ، حد الاسفار ان يصلي في
النصف الثاني ، ولا يخفى ان الحاج بمزدلفة
لا يؤخرها . وفي المبتغى ، بالغين المعجمة ،
الافضل للمرأة في الفجر الغلس ، وفي غيرها
الانتظار الى فراغ الرجال عن الجماعة[2] . انتهى
ما في البحر . وفي الدر المختار : والمستحب
للرجل الابتداء في الفجر باسفار والختم
به ، هو المختار ، بحيث يرتل اربعين اية
ثم يعيده بطهارة لو فسد . وقيل : يؤخر جدا ،
لان الفساد موهوم ، الا الحاج بمزدلفة ،

اس لیے اس کی وجہ سے مستحب (تنویر) کو نہیں چھوڑا جا سکتا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اتنی تنویر ہونی چاہیے کہ تیر گرنے کی جگہ نظر آ سکے — پھر — جیسا کہ محیط وغیرہ میں ہے — یہ خیال رکھے اتنی تاخیر نہ ہونے پائے کہ سورج طلوع ہونے کا شک ہونے لگے۔ انتہی ملخصا۔ اور بحر الرائق میں ہے کہ علماء نے کہا ہے کہ اتنی تنویر کرے کہ اگر (نماز کے بعد) نماز کے فاسد ہونے کا پتا چلے تو قراءتِ مستحبہ کے ساتھ اسی وقت میں لوٹا سکے۔ اور بعض نے کہا کہ بہت تاخیر کرے کیونکہ (اس طرح نماز کا) فاسد ہونا ایک مفروضہ ہے، اس کی وجہ سے مستحب کو نہیں چھوڑنا چاہیے۔ کتاب کے اطلاق سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے (کتاب سے مراد کنز ہے، کیونکہ اس نے کہا ہے کہ فجر کی تاخیر مستحب ہے اور کوئی قید نہیں لگائی)، لیکن اتنی تاخیر بہرحال نہ کرے کہ سورج چڑھ جانے کا شک ہونے لگے۔ اور السراج الوہاج میں ہے کہ تنویر کی مقدار یہ ہے کہ وقت کے نصف ثانی میں پڑھے، لیکن واضح رہے کہ مزدلفہ میں حاجی تاخیر نہ کرے۔ اور مبتغی میں ہے کہ عورت کے لیے صبح میں تغلیس بہتر ہے، اور دیگر نمازوں میں لوگوں کے جماعت سے فارغ ہونے تک انتظار بہتر ہے۔ انتہی ما فی البحر۔ اور در مختار میں ہے کہ مرد کے لیے مستحب یہ ہے کہ صبح

---

[1] التعلیق المجلی لما فی منیۃ المصلی مع منیۃ المصلی شرط خامس الوقت مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۲۰۶

[2] البحر الرائق کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۴۷

marfat.com

Marfat.com

الی خمسة اقدام[1]۔ تک تھے۔

یعنی جب سایہ ہر چیز کا اس کے ساتویں حصہ کے تین یا پانچ مثل ہوجاتا تو حضور پُرنور نماز ادا فرماتے اور معلوم ہے کہ حرمین شریفین زادہما اللہ تعالٰی شرفاً میں گرمی کے موسم میں اس قدر سایہ نہایت دیر میں واقع ہوگا کہ وہاں سایۂ اصلی اس موسم میں نہایت قلت پر ہوتا ہے بعض اوقات میں دو انگل سے زائد نہیں پڑتا اور مکہ معظمہ میں تو بعض اوقات یعنی آفتاب سمت الراس پر گزرے مطلقاً نہیں ہوتا یہ بات وہاں اُس وقت ہوتی ہے جب آفتاب ہشتم جوزا یا بست و دوم سرطان پر ہو یعنی ٣٠ مئی اور ٢٤ جولائی،

اخرج ابوداود والترمذی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: امنی جبریل عند البیت مرتین، فصلی بی الظہر حین زالت الشمس وکانت قدر الشراك[2]، الحدیث.

وفی البحر الرائق عن المبسوط، واعلم ان لکل شیئ ظلا وقت الزوال الابمکة والمدینة فی اطول ایام السنة، لان الشمس فیہا تاخذ الحیطان الاربعة[3] اھ

اقول وکانہ رحمہ اللہ، اطلق العدم واراد القلة، والا فالمدینة الطیبة عرضہا "کہ" زائدا علی المیل کلی بدرجة وثلث وثلثین دقیقة، فکیف ینعدم فیہا الظل؟ ومکة عرضہا "کاجم" اقل من المیل الاعظم بدرجة وسبع واربعین دقیقة، فلا ینعدم فیہا الظل

ابوداود و ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل بیت اللہ کے پاس دو مرتبہ میرے امام بنے، تو ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب سورج ڈھل گیا اور سایہ تسمے جتنا ہوگیا، الحدیث۔ اور بحر الرائق میں مبسوط سے منقول ہے کہ جان لو، زوال کے وقت ہر چیز کا سایہ ہوتا ہے، مگر سال کے سب سے طویل دن میں مکہ اور مدینہ میں سایہ نہیں ہوتا کیونکہ ان دنوں سورج چاروں دیواروں پر پڑ رہا ہوتا ہے، اھ۔

میں کہتا ہوں: یوں لگتا ہے کہ صاحبِ مبسوط رحمہ اللہ تعالٰی نے سایہ نہ ہونے سے مراد سایہ تھوڑا ہونا لیا ہے، ورنہ مدینہ طیبہ کا عرض "کہ" ہے جو میلِ کلی سے ایک درجہ اور تینتیس دقیقہ زائد ہے، تو وہاں سایہ کیسے معدوم ہوسکتا ہے؟ اور مکہ کا عرض "کاجم" ہے جو میلِ اعظم سے ایک درجہ اور سینتالیس دقیقہ کم ہے، اس لیے سب سے طویل دن میں

---

[1] سنن النسائی | باب الابراد بالظہر | مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور | ١/٥٩
[2] سنن ابی داؤد | باب المواقیت | آفتاب عالم پریس لاہور | ١/٥٦
[3] البحر الرائق | کتاب الصلوٰۃ | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ١/٢٤٥

marfat.com

Marfat.com

الظھر، فقال: ابرد، ابرد، اوقال، انتظر، انتظر، وقال: شدۃ الحر من فیح جھنم، فاذا اشتد الحر فابردوا عن الصلاۃ۔ حتی رأینا فیئ التلول[1]۔

دی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ٹھنڈا کر، ٹھنڈا کر، یا فرمایا: انتظار کر، انتظار کر۔ اور فرمایا: سختی گرما جہنم کی وسعت نفس سے ہے تو جب گرمی زائد ہو نماز ٹھنڈی کرو، یہاں تک کہ ہم نے دیکھا ٹیلوں کا سایہ۔

دوسرے طریق میں ہے:

کنا مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی السفر فاراد المؤذن ان یؤذن الظھر فقال النبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابرد ثم اراد ان یؤذن فقال لہ ابرد حتی رأینا فیئ التلول[2] الحدیث۔

ہم نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے مؤذن نے اذان کا ارادہ کیا کہ ظہر کی اذان دے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ٹھنڈا کر، پھر چاہا کہ اذان دے پھر فرمایا: ٹھنڈا کر، یہاں تک کہ ہم نے ٹیلوں کے سائے دیکھے۔

اور مسلم میں ابراہیم کے طریق میں شعبہ سے مؤذن کا تین بار ارادہ اور حضور کا یہی حکم فرمانا وارد ہوا قلت و مسلم ثقۃ فزیادتہ مقبولۃ (میں نے کہا مسلم ثقہ ہے اس لیے اس کا اضافہ مقبول ہے۔ ت)

اقول اب یہاں سے مبالغہ تاخیر کا اندازہ کرنا چاہیے کہ مؤذن نے تین بار اذان کا ارادہ کیا اور ہر دفعہ ابراد کا حکم ہوا اور یقیناً معلوم ہے کہ ہر دو ارادوں میں اس قدر فاصلہ ضرور تھا جس کو ابراد کہہ سکیں اور وہ وقت بہ نسبت پہلے وقت کے ٹھنڈا ہو ورنہ لازم آئے کہ سیدنا بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ نے تعمیل حکم نہ کی اور جب اذان میں یہ تاخیر ہوئی تو نماز تو اور بھی دیر میں ہوتی ہوگی۔ علماء فرماتے ہیں ٹیلے غالباً لیٹے اور پھیلے ہوئے ہوتے ہیں کہ اُن کا سایہ دوپہر کے بہت دیر بعد ظاہر ہوتا بخلاف اشیائے مستطیلہ مانند منارہ و دیوار وغیرہما، امام ہمام احمد بن محمد خطیب قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں، ٹیلوں کا سایہ ظاہر نہیں ہوتا مگر جب اکثر وقت ظہر کا جاتا رہے ابوداود ونسائی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں قال:

کان قدر صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الظھر فی الصیف، ثلثۃ اقدام

گرمی میں نماز حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مقدار تین قدم سے پانچ قدم

---

[1] سنن ابی داود وقت صلوٰۃ الظہر آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۵۸
[2] " " " " "

marfat.com
Marfat.com

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین

(حدیث)

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

جلد پنجم

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ ــــــ ۱۳۴۰ھ

۱۸۵۶ء ــــــ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن ○ جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور پاکستان (۵۴۰۰۰)
[illegible]

marfat.com
Marfat.com

marfat.com

Marfat.com

فصل فی اماکن الصلٰوۃ

مسئلہ (۳۱۷) از مقام چتور گڑھ علاقہ اُدیپور مسئولہ مولوی عبدالکریم صاحب بتاریخ ۱۶ ربیع الاول شریف بروز سہ شنبہ ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو ایسی جگہ نماز کا وقت آیا کہ دُور دُور تک زمین تر اور ناپاک ہے اگر سجدہ کرتا ہے تو کپڑے تر ہو کر ناپاک ہوتے ہیں اور کوئی ایسی چیز نہیں کہ نیچے بچھا کر اس پر کپڑا پاک ڈال کر نماز پڑھے تو ایسی صورت میں کس طرح نماز ادا کرے اشارہ سے یا سجدہ و رکوع سے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

شرع مطہر کسی وقت کسی سوال کے جواب سے عاجز نہیں مگر ایسی صورت میں قبل از وقوع بے اندیشہ صحیحہ وقوع فرض کرکے سوال کرنا وبال لانا ہے اور کبھی اُسے مشکل میں مبتلا کر دیتا ہے، حدیث میں ہے:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن نقل المسائل[1]۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بے ضرورت مسائل پُوچھنے سے منع کیا ہے۔ (ت)

رہا سوال کا جواب، وہ قرآن مجید میں موجود ہے کہ:

لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا[2] (اللہ تعالٰی کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں بناتا۔ ت)

[1]

[2] القرآن ۲/۲۸۶

marfat.com

Marfat.com

فاتقوا اللہ مااستطعتم[1] (جہاں تک ہوسکے اللہ سے ڈرو۔ ت)

ماجعل علیکم فی الدین من حرج[2] (اس نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں کی۔ ت)

نماز کھڑے کھڑے اشارے سے پڑھے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۱۸) مسئولہ محمد خان نمبردار بڑودہ ڈاک خانہ پنڈراول ضلع بلند شہر یکشنبہ ۱۶ شعبان المعظم ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ موضع بڑودہ ضلع بلند شہر میں کوئی عیدگاہ نہیں ہے عرصہ تخمیناً ۸ سال کا ہوا جب میں نے آبادی دیہہ جانب اُتر جنگل ادسر بملکیت خود میں نے ایک چبوترہ خام واسطے عیدگاہ کے بنوایا تھا جس کی بنیاد جناب مولٰنا بہاء الدین شاہ صاحب ساکن مرشد آباد نے رکھی تھی اس جنگل ادسر میں جگہ عیدگاہ و متصل چبوترہ عیدگاہ اہل ہنود کے مُردے جلا کرتے تھے جب چبوترہ عیدگاہ قائم ہوگیا تو اہل ہنود نے دوسری جگہ مُردے جلانے شروع کر دیئے اب بعض اشخاص اس بات پر اعتراض کرتے ہیں کہ مرگھٹ قبر کی تعریف میں نہیں آتا ہے کیونکہ ہوا و بارش سے ہڈیاں و خاک بہہ جاتی ہے اور قبر کے اندر مُردہ دفن ہوتا ہے امید کہ جواب سے معزز فرمایا جائے۔

الجواب

اگر چبوترہ ایسی مٹی سے بنایا گیا جس میں مُردہ ہندوؤں کی نجاست نہ تھی یا اُس زمین کی مٹی جہاں تک اُن کی نجاستیں تھیں کھود کر پھنکوا دی پھر اُس زمین ہی کو نماز کے لیے کر دیا تو اس میں کوئی حرج نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جب مسجد مدینہ طیبہ بنا فرمائی وہ ایک نخلستان تھا جس میں مشرکین دفن ہوتے تھے فامر بقبور المشرکین حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا مشرکوں کی قبریں کھود کر وہ نجس مٹی پھینک دی گئی پھر وہاں مسجد کریم تعمیر فرمائی[3] کما فی صحیح البخاری وغیرہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۱۹) مسئولہ شمشیر خاں درگاہ جیلانی موضع بڑودہ ضلع بلند شہر معرفت مولوی اسمٰعیل صاحب محمود آبادی سہ شنبہ ۲۳ رمضان شریف ۱۳۳۴ھ۔

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ میں کہ ایک چبوترہ کو جس میں ہڈیاں تک مشرکین کی نظر آتی ہیں اُسے چھوڑ کر جدید عیدگاہ میں نماز ادا کرنے سے خاطی و گنہگار تو نہ ہوں گے اختلاف اُس

---

[1] القرآن ۶۴/۱۶

[2] القرآن ۲۲/۷۸

[3] صحیح البخاری باب ہل ینبش قبور مشرکی الجاہلیۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۶۱

marfat.com

Marfat.com

چبوترہ پر نماز ادا کرنے سے اکثر لوگوں کو ہے بلکہ کئی سال ہوئے جب سے چبوترہ بنایا گیا اکثر مسلمان دوسری جگہ نماز پڑھنے جاتے تھے اس سال سبھوں نے مل کر عیدگاہ پختہ بنوانا شروع کردی، جیسا ارشاد ہو عمل کیا جائے،
بینوا توجروا۔

الجواب

۱۶ شعبان کو یہ سوال آیا تھا جواب دیا گیا کہ اگر چبوترہ کی مٹی میں نجاست کی آمیزش نہیں یا زمین ہی کھود کر اُن نجاستوں سے پاک کردی گئی تو کوئی مضائقہ نہیں اب سوال میں اظہار ہے کہ اس میں مشرکوں کی ہڈیاں تک نظر آتی ہیں ایسی حالت میں اُس پر نماز پڑھنا ہی حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۲۰) از نذی پار بتی علاقہ ریاست گوالیار گونا باور ریلوے ڈاک خانہ نذی مذکور مرسلہ سید کرامت علی صاحب محرر منشی محمد امین صاحب ٹھیکیدار ریلوے مذکور ۴ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ

بخدمت فیض درجت جناب مولانا و مرشدنا مولوی احمد رضا خان صاحب دام اقبالہ بعد السلام علیک واضح رائے شریف ہو کہ بوجہ چند ضروریات کے آپ کو تکلیف دیتا ہوں کہ بنظر توجہ بزرگانہ جواب سے معزز فرمایا جاؤں، اوّل یہ کہ جس مکان میں کوئی شخص شراب پیے اس میں نماز پڑھنا چاہیے یا نہیں۔ دُوسرے یہ کہ جائے نماز برابر کسی شخص کی چارپائی کے بچھا کر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں اس صورت میں کہ اُس چارپائی پر وہ شخص سوتا ہو یا بیٹھا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اگر وہ شخص وہاں اُس وقت شراب پینے میں مشغول نہیں، نہ وہاں شراب کی نجاست ہے تو ایسے وقت وہاں نماز پڑھ لینے میں حرج نہیں اور اگر بالفعل وہ شخص شراب پی رہا ہے تو بلاضرورت وہاں نماز نہ پڑھے کہ شراب خور پر بحکم احادیث صحیحہ لعنتِ الٰہی اُترتی ہے اور محلِ نزولِ لعنت میں نماز نہ پڑھنی چاہیے اس لیے سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قوم ثمود کی جائے ہلاک میں نماز نہ پڑھی کہ وہاں عذاب نازل ہُوا تھا نیز شراب پیتے وقت شیطان حاضر اور اس کا غلبہ واستیلا ظاہر ہے اور محلِ غلبۂ شیطان میں نماز نہ پڑھنی چاہیے اسی لیے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شبِ تعریس جب نمازِ فجر سوتے میں قضا ہُوئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو حکم فرمایا کہ نماز آگے چل کر پڑھو کہ یہاں تمہارے پاس شیطان حاضر ہوا تھا حالانکہ وہ فوت قصدی نہ تھا سوتے سے آنکھ بحکمتِ الٰہی نہ کھلی تھی اور اگر وہ مکان ہی شراب خوری کا ہو کہ فساق فجار اپنا یہ مجمع ناجائز وہاں کیا کرتے ہوں جب تو بدرجہ اولٰی وہاں نماز مکروہ ہے کہ اب وہ مکان حمام سے زیادہ مرجع وماوائے شیاطین ہے اور علماء نے حمام میں کراہتِ نماز کی یہی وجہ ارشاد فرمائی کہ وہ شیطان کا ماوٰی ہے

marfat.com

Marfat.com

کما فی رد المحتار وغیرہ۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

(۲) اگر کوئی شخص چارپائی پر بیٹھا خواہ لیٹا ہے اور اس طرف اس کی پیٹھ ہے تو اس کے پیچھے جانماز بچھا کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، اسی طرح اگر اس طرف پیٹھ کیے سو رہا ہے جب بھی مضائقہ نہیں، مگر سوتے کے پیچھے پڑھنے سے احتراز مناسب ہے دو وجہ سے، ایک یہ کہ کیا معلوم اس کے نماز پڑھنے میں وہ اس طرف کروٹ لے اور ادھر اس کا منہ ہو جائے، دوسرے محتمل ہے کہ سوتے میں اس سے کوئی ایسی شے صادر ہو جس سے نماز میں اسے ہنسی آجانے کا اندیشہ ہو المسألۃ فی رد المحتار عن الغنیۃ والوجہ الاول مما زدتہ (یہ مسئلہ درمختار میں غنیہ سے منقول ہے اور پہلی وجہ میں نے اضافہ کیا ہے) واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۲۱) از موضع منڈنپور تھانہ ڈاکخانہ میرگنج ضلع بریلی مرسلہ غلام ربانی صاحب زمیندار

یکم ربیع الاول ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص جنگل میں ہے اور نماز کا وقت ہو گیا تو کھیت یا بنجر ملکیت غیر میں نماز پڑھے تو نماز ہو گی یا نہیں اور ٹانڈ پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

دوسرے کی کھیتی میں نماز پڑھنا ممنوع ہے بے اس کی اجازت صریح کے گنہگار ہو گا مگر نماز ادا ہو جائے گی اور بنجر میں پڑھنے میں کچھ مضائقہ نہیں، یونہی وہ کھیت جس میں کھیتی نہ ہو۔ ٹانڈ پر نماز نہیں ہو سکتی مگر اس حالت میں کہ وہ مثل تخت کے ہو مثلاً لکڑیاں باندھ کر ان پر تخت رکھ لیے ہوں یا خود تخت ہی باندھ لیا ہو یا ایسا سخت بنا ہوا ہو کہ سجدہ میں سر ٹھہر جائے زور کرنے سے زیادہ نیچا نہ جھکے، وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۲۲) از مین پوری مکان مولوی محمد حسن صاحب وکیل مرسلہ شیخ انوار الحسن صاحب ابن مولوی صاحب مذکور

۱۱ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چارپائی پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ جو مشہور ہے کہ اگلی امتوں میں کچھ لوگ چارپائی پر نماز پڑھنے کے سبب بندر ہو گئے یہ بات ثابت ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب

اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ جو چیز ایسی ہو کہ سجدہ میں سر اس پر مستقر ہو جائے یعنی اس کا دبنا ایک حد پر ٹھہر جائے کہ پھر کسی قدر مبالغہ کریں اس سے زائد نہ دبے ایسی چیز پر نماز جائز ہے خواہ وہ چارپائی ہو یا زمین پر رکھا ہوا گاڑی کا کھٹولا یا کوئی شے، اور یہ جو جاہلوں میں بلکہ عورتوں میں مشہور ہے کہ اگلی امتوں میں کچھ لوگ چارپائی پر نماز پڑھنے سے مسخ ہو گئے محض غلط و باطل ہے۔ علامہ ابراہیم حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں:

marfat.com

Marfat.com

ضابطہ ان لایتسفل بالتسفیل، فحینئذ جاز سجودہ علیہ[1]

اس کا ضابطہ یہ ہے کہ اگر دبانے سے نیچے نہ دبے تو اس پر سجدہ جائز ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

تفسیرہ، ان الساجد لو بالغ لایتسفل رأسہ ابلغ من ذٰلک، فصح علی طنفسۃ وحصیر وحنطۃ وشعیر وسریر وعجلۃ ان کانت علی الارض[2]

اس کی تشریح یہ ہے کہ سجدہ کرنے والا اگر سر کو مزید نیچے کرنا چاہے تو نہ کر سکے، اس لیے دبیز کپڑے پر، بچھونے پر، گندم پر، جَو پر، تخت پر اور گاڑی پر اگر وہ زمین پر کھڑی ہو تو سجدہ صحیح ہے۔ (ت)

نظر کیجئے تو یہ خاص مسئلہ کا جزیہ ہے زبانِ عرب میں سریر تخت و چارپائی دونوں کو شامل ہے کما لا یخفی علی من طالع الاحادیث الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۲۳) از خیرآباد ضلع سیتاپور محلہ میاں سرائے مدرسہ عربی قدیم مرسلہ جناب سید فخر الحسن صاحب نبیرہ مولوی نبی بخش صاحب مرحوم مفتی خیرآباد۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اندریں مسائل:

(۱) حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے تحت حدیث شریف الارض کلھا مسجد الا المقبرۃ اھ تحریر فرمایا ہے:

اما مقبرہ از جہت آنکہ غالب در وے قذرات و اختلاط تربت اوست بانچہ جدا میگردد از مردہا از نجاست واگر مکان طاہر و نظیف باشد پس ہیچ باکے نیست و کراہتے نہ وبعض برانند کہ نماز در مقبرہ مکروہ است مطلقاً از جہت ظاہر ایں حدیث[3]

قبرستان میں نماز اس وجہ سے مکروہ ہے کہ عام طور پر وہاں گندگی ہوتی ہے اور اس کی مٹی مُردوں سے برآمد ہونے والی نجاستوں سے مخلوط ہوتی ہے اور اگر جگہ پاک اور سُتھری ہو تو وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، نہ اس میں کوئی کراہت ہے۔ اور بعض کی رائے یہ ہے کہ قبرستان میں بہرصورت نماز پڑھنی منع ہے اس حدیث کی بنا پر۔ (ت)

اور کتاب حصہ دوم سرورِ عزیزی ترجمہ فتاوٰی عزیزی کی حسب ذیل عبارت ہے:

"حدیث میں وارد ہے کہ قبرستان میں نماز نہ پڑھنا چاہیے اور اس کی شرح میں علماء نے جو کچھ لکھا ہے اُس

---

[1] غنیۃ المستملی الخامس من فرائض الصلوٰۃ السجدۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۸۹

[2] ردالمحتار فصل فی تالیف الصلوٰۃ الی انتہائہا مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۷۰

[3] اشعۃ اللمعات باب المساجد الخ [illegible] ۱/۳۳۷

marfat.com

Marfat.com

میں بہتر قول یہ ہے کہ اس وجہ سے منع ہے کہ اس میں ایک قسم کی مشابہت کفار کے ساتھ پائی جاتی ہے اور یہ مشابہت جمادات کو سجدہ کرنے میں ہوتی ہے اور اس سبب سے یہ حکم ضروری ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اور حنفیہ کے کتب فقہ میں لکھا ہے کہ اگر قبر نمازی کے سامنے ہو تو یہ زیادہ مکروہ ہے اور اگر قبر داہنے یا بائیں جانب ہو تو اُس سے کم مکروہ ہے اور اگر قبر نمازی کے پیچھے ہو تو یہ اس سے بھی کم مکروہ ہے اور یہی قول اصح ہے اور علما کا عمل اسی پر ہے، اور شافعیہ کے فقہا نے لکھا ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا اس وجہ سے مکروہ ہے کہ وہ نجاست کی جگہ ہے، تو یہ صحیح نہیں ہے[1]۔"

حضرت شیخ عبدالحق علیہ الرحمۃ نے اپنے قول کی تائید میں کسی کتاب یا قول کسی مجتہد و امام کا حوالہ نہیں دیا ہے بلکہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف اپنا مذہب تحریر فرمارہے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ عمل علمائے حنفیہ اور کتب فقہ سے اپنے قول کو مضبوط تو کیا ہے مگر کوئی صاف پتا کسی کتاب یا قول کا نہیں تحریر کیا ہے جس سے اطمینان حاصل کیا جائے مگر شاہ صاحب موصوف کے فتوے کی زور دار عبارت سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ نے اُس مذہب کو اختیار کیا ہے جو مذہب اصح اور مختار حضرات علمائے حنفیہ کے خلاف اور ملتِ شافعیہ کے مطابق ہے جو علمائے حنفیہ کے نزدیک غیر صحیح ہے اور اپنے اس غیر صحیح مذہب کو اس قدر قوی کیا ہے کہ اُس کی تائید میں فرماتے ہیں،

اگر مکان طاہر و نظیف باشد پس ہیچ باکے نیست وکراہتے نہ۔ — اگر جگہ پاک و ستھری ہو تو وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، نہ اس میں کوئی کراہت ہے۔ (ت)

اس سوال کا جواب ایسی تفصیل کے ساتھ بحوالۂ کُتب فقہ حنفیہ تحریر فرمایا جائے کہ جس سے تناقض اقوال حضرات شیخ علیہ الرحمۃ و شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالٰی کا بخوبی فیصلہ ہو کر آئندہ کے واسطے کوئی جھگڑا باقی نہ رہے اور کسی مخالف کو از رُوئے دلیل نفی انکار کا موقع نہ ہوسکے۔

(۲) لفظ مقبرہ جس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے سے کونسا مقام مراد ہے آیا محض وہی مقامات ہیں جہاں معمولاً مردگان دفن کیے جاتے ہیں مگر وہاں متعدد قبور سابقہ موجود ہیں یا وہ مقام بھی مراد ہے کہ بوجہ وصیت وغیرہ کے اندر کسی مکان کے یا متصل کسی مسجد کے یا نیچے کسی درخت کے کوئی میّت مدفون کی گئی اور اب وہاں قبر موجود ہے یا کسی میدان میں اتفاقیہ کسی وجہ سے ایک یا دو مردے دفن کردیئے گئے اور قبر موجود ہے یا کسی جگہ کوئی قبہ اتفاقیہ ہے اور اصطلاحِ عام میں وہ مقام لفظ قبرستان سے تعبیر نہیں کیا جاتا ہے ہر چہار مقامات متذکرۂ بالا کی نسبت کیا کیا حکم ہے اور کون کون مقامات حکمِ مقبرہ میں جہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے داخل نہیں ہیں۔

(۳) بموجب فتوٰی جناب شاہ عبدالعزیز صاحب اگر یمیناً و شمالاً و خلفاً قبر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے تو ضرور ہوا

---

[1] فتاوٰی عزیزی [illegible] یوپی (بھارت) ۲/۱۰

marfat.com

Marfat.com

کہ متصل قبر اندر مقبرہ جو جگہ نماز کے واسطے حاصل کی گئی یا متصل قبر اتفاقیہ کے یا بیرون مقبرہ غیر محاط متصل اُس کے واسطے دفع کراہت نماز کے سترہ کی یا مقدار فاصلے کے معلوم ہونے کی ضرورت ہے کہ بصورت سامنے قبر ہونے کے سترہ یا فاصلہ کی ضرورت کتبِ فقہ سے معلوم ہوتی ہے اس کی نسبت جو حکم موافقِ قولِ اصح اور موافقِ عملِ حضراتِ علمائے حنفیہ ہو، تحریر فرمایا جائے۔

الجواب

اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ نماز قبر پر مطلقاً مکروہ و ممنوع ہے بلکہ قبر پر پاؤں رکھنا ہی جائز نہیں، عالمگیری میں ہے:

یاثم بوطء القبور لان سقف القبر حق المیت[1] اھ وقد حققنا فی اھلاک الوھابیین[2]۔

قبروں پر پاؤں رکھنے سے گناہ گار ہوتا ہے کیونکہ قبر کی چھت میت کا حق ہے اھ اور اس کی تحقیق ہم نے اہلاک الوہابیین میں کی ہے۔ (ت)

اور قبر کی طرف بھی نماز مکروہ و ممنوع ہے جبکہ سترہ نہ ہو، اور صحرا یا مسجد کبیر میں قبر موضع سجود میں ہو یعنی اتنے فاصلے پر جب کہ یہ خاشعین کی سی نماز پڑھے اور اپنی نگاہ خاص موضع سجود پر جمی رکھے تو اس پر نظر پڑے کہ نگاہ کا قاعدہ ہے جس محل خاص پر اُسے جمایا جائے اُس سے کچھ دُور آگے بڑھتی ہے مذہب اصح میں بحالت مذکورہ جہاں تک نگاہ پہنچے سب موضع سجود ہے کما نص علیہ فی الحلیۃ وغیرھا۔ مجتبٰی۔ پھر بحر پھر فتح اللہ المعین میں ہے:

یکرہ ان یطأ القبر او یجلس او ینام علیہ او یصلی علیہ او الیہ[3]۔

مکروہ ہے کہ قبر پر پاؤں رکھے یا سوئے یا اس پر نماز پڑھے یا اس کی طرف (منہ کرکے) نماز پڑھے (ت)

جنائز حلیہ پھر جنائز ردالمحتار میں ہے:

تکرہ الصلاۃ علیہ والیہ لورود النھی عن ذلک[4]۔

قبر کے اوپر یا اس کی طرف نماز مکروہ ہے، کیونکہ اس سے منع کیا گیا ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوی ہندیہ الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۱

[2] واضح رہے کہ "اہلاک الوہابیین علی توہین قبور المسلمین" فتاوی رضویہ کے اس مقام کے مترجم قاضی عبدالدائم دائم کے نانا جان قاضی محمد عمرالدین رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے، جس پر اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے افادات کا اضافہ فرمایا ہے (دائم)

[3] فتح المعین علی شرح الکنز فصل فی الصلوٰۃ علی المیت مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۶۲

[4] ردالمحتار مطلب فی القراءۃ للمیت واہداء ثوابہا ... مصطفی البابی مصر ۱/۶۶۷

marfat.com

Marfat.com

فتاوٰی ہندیہ میں ہے :

ان کان بینہ وبین القبر مقدار مالوکان فی الصلاۃ ویمرّ انسان لایکرہ ، فھھنا ایضًا لایکرہ ۔ کذا فی التتارخانیۃ[1] ۔

اگر اس کے درمیان اور قبر کے درمیان اتنا فاصلہ ہو کہ اگر یہ شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اس کے سامنے سے کوئی گزرے تو اس کا گزرنا مکروہ نہ ہو ، تو یہاں بھی مکروہ نہیں ہے ۔ اسی طرح تتارخانیہ میں ہے ۔ (ت)

درمختار میں ہے :

ولا یفسد ھا مرور مار فی الصحراء اوبمسجد کبیر بموضع سجودہ ، فی الاصح ، اومرورہ بین یدیہ الی حائط القبلۃ فی بیت و مسجد صغیر ، فانہ کبقعۃ واحدۃ ؛ وان اثم المار[2] اھ ۔

اصح یہ ہے کہ صحرا یا بڑی مسجد میں نمازی کی جائے سجدہ سے کسی کا گزرنا نماز کو فاسد نہیں کرتا ۔ اسی طرح گھر میں یا چھوٹی مسجد میں کہ چھوٹی مسجد ایک ہی قطعے کے حکم میں ہے ، کسی کا قبلے والی جانب سے نمازی کے آگے سے گزرنا ، نماز کو فاسد نہیں کرتا ، اگرچہ گزرنے والا گناہگار ہوتا ہے ۔ (ت)

اور اگر قبر دہنے بائیں یا پیچھے ہے تو اصلاً موجب کراہت نہیں ، جامع المضمرات پھر جامع الرموز پھر طحطاوی علی مراقی الفلاح ورد المحتار علی الدر المختار میں ہے :

لاتکرہ الصلاۃ الی جھۃ قبر الا اذا کان بین یدیہ ، بحیث لوصلی صلاۃ الخاشعین وقع بصرہ علیہ[3] ۔

قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے ہاں اگر قبر بالکل اس کے سامنے ہو کہ اگر وہ خاشعین والی نماز پڑھے تو قبر پر اس کی نظر پڑے ، اس صورت میں مکروہ ہے ۔ (ت)

علی قاری حنفی مرقاۃ شرح مشکوۃ میں زیر حدیث لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم زائرات القبور والمتخذین علیھا المساجد (رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر اور قبروں پر مسجدیں بنانے والوں پر لعنت کی ہے ۔ ت) تحریر فرماتے ہیں :

قال ابن الملک ، انما حرم اتخاذ المساجد علیھا لان فی الصلاۃ فیھا استنانا بسنۃ الیھود

ابن الملک نے کہا ہے کہ قبروں پر مسجدیں بنانا اس لیے حرام قرار دیا ہے کیونکہ ان میں نماز پڑھنا یہودیوں کے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلوۃ ومالایکرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۰۷
[2] الدر المختار مایفسد الصلوۃ ومایکرہ فیھا " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۱
[3] رد المحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۴۸۴

marfat.com

Marfat.com

وقید "علیھا" یفید ان اتخاذ المساجد بجنبھا لاباس بہ۔ ویدل علیہ قولہ علیہ السلام: لعن اللہ الیھود والنصارٰی، الذین اتخذوا قبور انبیاء ھم وصالحیھم مساجد[1]۔اھ

طریقہ کی پیروی ہے۔اھ۔اور "قبروں پر" کی قید سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ اگر "قبروں کے پاس" مسجد بنائی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اللہ یہود و نصارٰی پر لعنت کرے جنہوں نے اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو مسجدیں بنالیا، اسی پر دلالت کرتا ہے۔(ت)

بلکہ اگر مزاراتِ اولیائے کرام ہوں اور اُن کی ارواحِ طیبہ سے استمداد کے لیے ان کی قبور کریمہ کے پاس ڈھنے یا بائیں نماز پڑھے تو اور زیادہ موجبِ برکت ہے، امام علامہ قاضی عیاض مالکی شرح صحیح مسلم شریف پھر علامہ طیبی شافعی شرح مشکوٰۃ شریف پھر علامہ علی قاری حنفی مرقاۃ المفاتیح میں فرماتے ہیں:

کانت الیھود والنصارٰی یسجدون لقبور انبیائھم ویجعلونھا قبلۃ ویتوجھون فی الصلاۃ نحوھا، فقد اتخذوھا اوثانا، فلذلک لعنھم، ومنع المسلمین عن مثل ذلک، اما من اتخذ مسجدا فی جوار صالح، اوصلی فی مقبرۃ، وقصد الاستظھار بروحہ، او وصول اثر ما من اثر عبادتہ الیہ، لا للتعظیم لہ والتوجہ نحوہ، فلا حرج علیہ، الاترٰی ان مرقد اسمٰعیل علیہ الصلاۃ والسلام فی المسجد الحرام عند الحطیم، ثم ان ذلک المسجد افضل مکان یتحری المصلی لصلاتہ[2]۔

یہود و نصارٰی اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ کرتے تھے، انہیں اپنا قبلہ بنالیتے تھے اور نماز میں انہی کی طرف منہ کرتے تھے، اس طرح انہوں نے قبروں کو بُت بنالیا تھا اس لیے آپ نے ان پر لعنت بھیجی اور مسلمانوں کو ایسے کاموں سے منع کیا، رہا وہ آدمی جو کسی صالح کی قبر کے پاس مسجد بنائے یا مقبرے میں نماز پڑھے اور اس کا مقصد یہ ہو کہ اس صالح انسان کی روح سے تقویت حاصل کرے یا اس کی عبادت کے اثرات میں سے کچھ اثر اس تک بھی پہنچ جائے، اور قبر کی تعظیم اور اس کی طرف منہ کرنا مقصود نہ ہو، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔کیا تم نہیں جانتے کہ اسمٰعیل علیہ السلام کی قبر مسجد حرام میں حطیم کے پاس ہے، اس کے باوجود یہ مسجد ان تمام مقامات سے افضل ہے جنہیں کوئی نمازی نماز پڑھنے کے لیے تلاش کرتا ہے۔(ت)

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ المصابیح باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ، الفصل الاول مطبع امدادیہ ملتان ۲/۲۱۹
[2] " " " " ۲/۲۰۲

marfat.com

Marfat.com

علامہ طاہر حنفی مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

لعن اللہ الیھود والنصارٰی اتخذوا قبور انبیائھم مساجد۔ کانوا یجعلونھا قبلۃ یسجدون الیھا فی الصلاۃ کالوثن، واما من اتخذ مسجدا فی جوار صالح، او صلی فی مقبرۃ، قاصدا بہ الاستظھار بروحہ، او وصول اثر مامن اثار عبادتہ الیہ، لا التوجہ نحوہ والتعظیم لہ، فلا حرج فیہ؛ الا یری ان مرقد اسمٰعیل فی الحجر فی المسجد الحرام والصلٰوۃ فیہ افضل۔[1]

لعنت بھیجے اللہ تعالٰی یہود و نصارٰی پر کہ انہوں نے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنالیا یعنی ان کو قبلہ بنالیا اور نماز میں انہی کی طرف سجدہ کرتے تھے جیسا کہ بُت کے رُوبرو۔ ہاں اگر کسی نیک انسان کے پڑوس میں کوئی شخص مسجد بنائے یا ایسے ہی مقبرے میں نماز پڑھے اور مقصد یہ ہو کہ اس نیک انسان کی رُوح سے تقویت حاصل کرے یا اس کی عبادت کے اثرات سے کچھ اثر اس شخص تک پہنچ جائے، یہ مقصد نہ ہو کہ اس کی طرف منہ کرے اور اس کی تعظیم کرے، تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ کیا معلوم نہیں ہے کہ اسمٰعیل علیہ السلام کی قبر مسجد حرام میں ہے، اس کے باوجود اس میں نماز افضل ہے۔ (ت)

قاضی ناصر الدین بیضاوی شافعی پھر امام علامہ بدر الدین محمود عینی حنفی عمدۃ القاری پھر علامہ احمد محمد خطیب قسطلانی شافعی ارشاد الساری شروح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

من اتخذ مسجدا فی جوار صالح وقصد التبرک بالقرب منہ، لا التعظیم ولا التوجہ الیہ، فلا یدخل فی الوعید المذکور۔[2] اھ

جو شخص کسی نیک انسان کے پڑوس میں قبر بنائے اور مقصد یہ ہو کہ اس کے قُرب سے برکت حاصل کرے، اس کی تعظیم اور اس کی طرف منہ کرنا مقصود نہ ہو تو ایسا شخص حدیث میں مذکور وعید (یعنی لعنت) میں داخل نہیں ہوگا اھ (ت)

امام علامہ تورپشتی حنفی شرح مصابیح میں زیرِ حدیث اتخذوا قبور انبیائھم مساجد فرماتے ہیں:

ھو مخرج علی وجھین، احدھما، انھم کانوا یسجدون بقبور الانبیاء تعظیما لھم وقصدا للعبادۃ فی ذلک۔ وثانیھما، انھم کانوا یتحرون الصلٰوۃ فی مدافن الانبیاء والتوجہ

اس کی دو وجہیں ہیں، ایک تو یہ کہ یہود و نصارٰی قبورِ انبیاء کو بطورِ تعظیم اور بقصدِ عبادت سجدہ کیا کرتے تھے، دُوسری یہ کہ وہ انبیاء کے مقبروں میں نماز پڑھنے کی خصوصی طور پر کوشش کرتے تھے اور نماز میں ان کی طرف

---

[1] مجمع بحار الانوار تحت لفظ قبر مطبع نولکشور لکھنؤ ۴/ ۱۰۲

[2] ارشاد الساری باب جواز الدفن باللیل مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ۲/ ۴۳۸

marfat.com

Marfat.com

الٰی قبورهم فی حالة الصلوٰة، وکلا الطریقین غیر مرضیة، فاما اذا وجد بقربها موضع بنی للصلوٰة، او مکان یسلم المصلی فیه عن التوجه الی القبور، فانه فی فسحة من الامر۔ وکذلك اذا صلی فی موضع قد اشتهر بان فیه مدفن نبی، ولم یرفیه للقبر علما، ولم یکن قصده ماذکرناه من الشرك الخفی، اذ قد تواطأت اخبار الامم علی ان مدفن اسمٰعیل علیه الصلوٰة والسلام فی المسجد الحرام عند الحطیم، وهذا المسجد افضل مکان یتحری الصلاة فیه[1] اھ مختصرًا

منہ کرتے تھے اور یہ دونوں طریقے ناپسندیدہ ہیں۔ ہاں اگر قبرستان کے قریب کوئی ایسی جگہ ہو جو بنائی ہی نماز کے لیے گئی ہو یا ایسی جگہ ہو کہ وہاں نماز پڑھنے والے کا منہ قبروں کی طرف نہ ہوتا ہو تو ایسی جگہوں پر نماز پڑھی جا سکتی ہے، اسی طرح اگر کسی ایسی جگہ میں نماز پڑھے جہاں کے بارے میں مشہور ہے کہ یہاں کسی نبی کا مدفن ہے لیکن قبر کی کوئی علامت نظر نہ آتی ہو اور نمازی کا مقصد بھی شرکِ خفی نہ ہو (تو نماز پڑھنی جائز ہے) کیونکہ روایات اس پر متفق ہیں کہ اسمٰعیل علیہ السلام کی قبر مسجد حرام میں حطیم کے پاس ہے اس کے باوجود یہ مسجد ان تمام جگہوں سے افضل ہے جہاں نماز پڑھنے کی جستجو کی جاتی ہے اھ مختصراً (ت)

شیخ محقق حنفی لمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں اسے نقل کرکے فرماتے ہیں،

وفی شرح الشیخ ایضا مثله، حیث قال: وخرج بذلك اتخاذ مسجد بجوار نبی او صالح، و الصلاة عند قبره، لا لتعظیمه و التوجه نحوه، بل لحصول مدد منه، حتی تکمل عبادته ببرکة مجاورته لتلك الروح الطاهرة، فلا حرج فی ذلك، لما ورد ان قبر اسمعیل علیه الصلاة والسلام فی الحجر تحت المیزاب، وان فی الحطیم، بین الحجر الاسود و زمزم، قبر سبعین نبیا، ولم ینه احد عن الصلاة فیه اھ وکلام الشارحین متطابق فی ذلك[2]۔

اور شیخ کی شرح میں بھی اسی طرح ہے۔ چنانچہ شیخ نے کہا ہے کہ اس سے وہ صورت خارج ہوگئی جس میں کسی نبی یا صالح کے پاس اس لیے مسجد بنائی جائے کہ اس کی قبر کے پاس نماز پڑھی جائے، لیکن مقصود قبر کی تعظیم اور اس کی طرف منہ کرنا نہ ہو بلکہ غرض یہ ہو کہ صاحبِ قبر سے مدد حاصل کی جائے تاکہ اس پاک روح کے قُرب کی وجہ سے عبادت مکمل ہوجائے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ روایات میں آیا ہے کہ اسمٰعیل علیہ السلام کی قبر حطیم میں میزابِ رحمت کے نیچے ہے اور حطیم کے پاس حجرِ اسود اور زمزم کے درمیان ستر انبیاء کی قبریں ہیں، اس کے باوجود وہاں نماز پڑھنے سے کسی نے منع نہیں کیا اھ اس مسئلے میں تمام شارحین نے ایسی ہی گفتگو کی ہے۔ (ت)

[1] و [2] لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ، حدیث ۱۲، مطبوعہ المعارف العلمیہ لاہور ۵۲/۲

marfat.com

Marfat.com

امام اجل برہان الدین فرغانی حنفی صاحبِ ہدایہ کتاب التجنیس والمزید میں فرماتے ہیں :

قال ابو یوسف : انکان موازیًا للکعبۃ تکرہ صلاتہ ، وانکان عن یمینہ و یسارہ لاتکرہ۔[1]

ابو یوسف نے کہا ہے کہ اگر قبر قبلے والی جانب ہو تو نماز مکروہ ہے اور اگر دائیں بائیں ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ ھادی۔ (ت)

پھر تاتارخانیہ پھر عالمگیریہ میں ہے :

انکانت القبور ماوراء المصلی لایکرہ ، فانہ انکان بینہ وبین القبر مقدار مالوکان فی الصلاۃ ویمر انسان لایکرہ ، فھھنا ایضا لایکرہ۔[2]

قبریں نمازی کے پیچھے ہوں تو نماز مکروہ نہیں ہے کیونکہ اگر سامنے بھی ہوں لیکن اتنے فاصلے پر ہوں کہ اگر یہ شخص نماز میں ہو اور کوئی سامنے سے گزرے تو اس کا گزرنا مکروہ نہ ہو، تو یہاں بھی مکروہ نہیں ہے۔ (ت)

اور یہ امر کہ سامنے ہونا زیادہ مکروہ ہے اور دہنے بائیں اس سے کم اور پیچھے ہونا اس سے بھی کم کتب حنفیہ میں تصویر جاندار کی نسبت ہے نہ کہ قبر کی، ردالمحتار میں زیر قول درمختار واختلف فیما اذاکان التمثال خلفہ ، و الاظھر الکراھۃ[3] (اگر تصویر اس کے پیچھے ہو تو اس میں اختلاف ہے ، اظہر یہی ہے کہ مکروہ ہے۔ ت) تحریر فرماتے ہیں :

وفی البحر ، قالوا ، واشدھا کراھۃ مایکون علی القبلۃ امام المصلی ، ثم مایکون فوق رأسہ ، ثم مایکون عن یمینہ و یسارہ علی الحائط ، ثم مایکون خلفہ علی الحائط اوالستر[4]

اور بحر میں ہے کہ علماء نے کہا ہے کہ سب سے زیادہ کراہت اس صورت میں ہے جب تصویر قبلے والی طرف ہو اور نمازی کے سامنے ہو، پھر جو اس کے سر کے اوپر ہو، پھر جو اس کے دائیں بائیں دیوار پر ہو، پھر جو اس کے پیچھے دیوار پر یا پردے پر ہو۔ (ت)

جامع الرموز میں ہے :

انما خص الصورۃ لانہ لایکرہ فی جھۃ القبر الا اذاکان بین یدیہ ۔ کما

تصویر کی تخصیص اس لیے کی ہے کہ قبر کی طرف منہ کرنا مکروہ نہیں ہے ، جب تک قبر بالکل رُوبرو نہ ہو،

---

[1] کتاب التجنیس والمزید

[2] فتاوٰی ہندیہ — الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلوٰۃ و مالایکرہ — مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور — ۱/۱۰۷

[3] الدرالمختار — باب مایفسد الصلوٰۃ و مایکرہ فیہا — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۹۲

[4] ردالمحتار — مطلب اذا ... فی ... — مطبع مصطفی البابی مصر — ۱/۴۷۹

marfat.com

Marfat.com

فی جنائز المضمرات[1]

جیسا کہ مضمرات کی کتاب الجنائز میں ہے۔ (ت)

امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کو قبر کی طرف نماز پڑھتے دیکھا، فرمایا قبر قبر، وُہ نماز ہی میں آگے بڑھ گئے۔ اس حدیث سے بھی ظاہر ہُوا کہ قبر کی طرف ہی نماز پڑھنا مکروہ ہے نہ کہ اور سمت۔

صحیح بخاری شریف میں ہے:

ورأی عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ یصلی عند قبر، فقال، القبر، القبر، ولم یامرہ بالاعادۃ[2]۔

اور عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ ایک قبر کے پاس نماز پڑھ رہے ہیں تو فرمایا، قبر، قبر۔ (یعنی قبر سے بچو) مگر انہیں نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا۔ (ت)

امام علامہ عینی اس کی شرح عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں:

ھذا التعلیق رواہ وکیع بن الجراح فی مصنفہ، فیما حکاہ ابن حزم عن سفیٰن بن سعید عن حمید عن انس، قال، رأنی عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ اصلی الی قبر فنہانی، فقال، القبر امامک۔ قال، وعن معمر عن ثابت عن انس، قال، رأنی عمر اصلی عند قبر، فقال لی، القبر، لا تصل الیہ۔ قال ثابت، فکان انس یاخذ بیدی، اذا اراد ان یصلی فیتنحی عن القبور۔ ورواہ ابو نعیم شیخ البخاری عن حریث بن السائب، قال، سمعت الحسن یقول بینا انس رضی اللہ تعالٰی عنہ یصلی الی قبر فناداہ عمر، القبر، القبر، وظن انہ یعنی: القمر، فلما رأی انہ یعنی،

اس تعلیق کو وکیع ابن جراح نے اپنے مصنّف میں ذکر کیا ہے جیسا کہ اس کو ابن حزم نے سفیٰن ابن سعید سے، اس نے حمید سے، اس نے انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، انس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا کہ مجھے عمر رضی اللہ عنہ نے ایک قبر کی طرف نماز پڑھتے دیکھا تو مجھے منع کیا اور کہا: "تمہارے سامنے قبر ہے"۔ ابن حزم نے کہا کہ معمر نے ثابت سے، اس نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے کہ عمر نے مجھے ایک قبر کے پاس نماز پڑھتے دیکھا تو کہا "قبر، اس کی طرف نماز مت پڑھو"۔ ثابت نے کہا کہ اس کے بعد انس جب نماز پڑھنا چاہتے تھے تو میرا ہاتھ تھام لیتے تھے اور قبروں سے ایک طرف ہٹ جاتے تھے۔ اور بخاری کے استاد ابونعیم نے حریث ابن السائب

---

[1] جامع الرموز فصل ما یفسد الصلوٰۃ المکتبۃ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۹۶

[2] صحیح بخاری ھل تنبش قبور مشرکی الجاہلیۃ ویتخذ ... قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۶۱

marfat.com

Marfat.com

القبر، تقدم موصلی وجاه القبر[1] اھ اقول: وبه ظهران معنی "عند قبر" فی تعلیق البخاری "الی قبر" وبمثله صنع العینی، اذ قال بعد ما نقلنا عنه قوله، القبر، القبر، ای اتصلی عند القبر[2] اھ بل فی نفس حدیث انس بروایة ثابت، رأی عمر اصلی عند قبر، فقال لا تصل الیه[3] کما سمعت۔ وبه اتضح مافی الملتقی، یکره وطء القبر والجلوس والنوم علیه و الصلوة عنده[4] اھ فافهم واستقم۔

سے اس طرح روایت کی ہے کہ میں نے حسن کو کہتے سنا ہے کہ ایک دن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قبر کی طرف نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک ان کو عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آواز دی "قبر، قبر"۔ انہوں نے سمجھا کہ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ "قمر" کہہ رہے ہیں، جب انہیں یقین ہوگیا کہ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے "قبر" کہا ہے تو آگے بڑھ کر نماز پڑھنے لگے اور قبر سے گزر گئے۔ میں کہتا ہوں اس سے واضح ہوگیا کہ بخاری کی تعلیق میں "قبر کے پاس" سے مراد "قبر کی طرف" ہے عینی نے بھی یہی مطلب بیان کیا ہے، چنانچہ انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول "قبر، قبر" کی تشریح کرتے ہوئے کہا ہے کہ کیا تم "قبر کی طرف" نماز پڑھ رہے ہو! بلکہ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بواسطہ ثابت جو روایت آتی ہے اس کے اپنے الفاظ یہ ہیں کہ مجھے عمر رضی اللہ عنہ نے قبر کے پاس نماز پڑھتے دیکھا تو کہا کہ "قبر کی طرف" نماز مت پڑھو، جیسا کہ یہ روایت تم پہلے سن چکے ہو۔ اسی سے واضح ہوگیا جو ملتقی میں ہے کہ قبر پر پاؤں رکھنا، اس پر بیٹھنا، اس پر سونا اور اس کے پاس نماز پڑھنا مکروہ ہے اھ (یعنی یہاں بھی "اس کے پاس" سے مراد "اس کی طرف" ہے۔ اس کو سمجھو اور استقامت اختیار کرو۔ (ت)

مسئلہ تو قبر کا تھا، رہا مقبرہ اُس میں بھی اصل منشائے کراہت قبر ہے اور اس کی تعلیلیں ہمارے علمائے حنفیہ ہی نے تین طور پر کی ہیں ایک تشبہ اہل کتاب دوسرے یہ کہ عبادت اصنام اسی طرح پیدا ہوئی تیسرے محل نجاسات ہونا جیسے شیخ محقق نے اختیار فرمایا، حلیہ پھر ردالمحتار میں ہے:

واختلف فی علته، فقیل، لان فیها عظام الموتٰی وصدیدهم، وهو نجس۔ وفیه نظر، وقیل، لان اصل عبادة الاصنام اتخاذ قبور الصالحین مساجد۔ وقیل لانه تشبه بالیهود۔ وعلیه

اس میں اختلاف ہے کہ کراہت کی علت کیا ہے، بعض نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ اس میں مُردوں کی ہڈیاں اور پیپ ہوتی ہے جو نجس ہے لیکن اس پر اعتراض ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ بتوں کی عبادت کا آغاز اسی طرح ہوا تھا کہ لوگوں نے

---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری حل تنبش قبور مشرکی الجاہلیۃ الخ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۴/۱۸۲

[2] و [3] " " " " " " " " ۱ "

[4] ملتقی الابحر مع مجمع الانہر فصل فی الصلوٰۃ علی المیت مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۸۷

marfat.com

Marfat.com

مثی فی الخانیۃ[1]۔ نیک ہستیوں کی قبروں کو مساجد بنالیا تھا۔ بعض نے کہا ہے کہ اس میں یہودیوں کے ساتھ مشابہت پیدا ہوتی ہے۔ خانیہ میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ (ت)

ظاہر ہے کہ پہلی دو تعلیلیں صرف اُس صورت کی کراہت بتاتی ہیں کہ نماز قبر کی طرف ہو کہ دہنے بائیں یا قبر کو پیچھے کر نہ شبہہ عبادت ہے نہ تشبہ یہود، خود شاہ صاحب سے سائل نے نقل کیا کہ یہ مشابہت جمادات کو سجدہ کرنے میں ہوتی ہے انتہی ولہذا شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے لمعات التنقیح میں زیر حدیث اجعلوا فی بیوتکم من صلاتکم ولا تتخذوھا قبورا (گھروں میں بھی کچھ نمازیں پڑھا کرو اور گھروں کو قبریں نہ بناؤ۔ ت) فرمایا:

ای ولا تکونوا فی البیوت کالمیت الذی لایعمل، او تکونوا نائمین فتکونوا مشابھین للاموات، لان النوم اخوالموت، غیر مشتغلین بالعبادۃ، ثم اعلم، انھم اختلفوا فی الصلاۃ فی المقبرۃ، فکرھھا جماعۃ، وان کان المکان طاھرا، فتارۃ احتجوا بھذا الحدیث، لانہ یدل علی ان الصلٰوۃ لاتکون فی المقبرۃ، لانہ جعل کونھا قبورا کنایۃ عن عدم الصلاۃ فیھا، فیفھم ان لاصلٰوۃ فیھا۔ وھذا ضعیف لماذکرنا من معناہ، علی انہ ان دل فانما یدل علی عدم الصلاۃ فی القبر، لا فی المقبرۃ، فافھم۔ وتارۃ بالحدیث السابق (ای قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعن اللہ الیھود والنصاری اتخذوا قبور انبیائھم مساجد) وھو ایضا لا یتم لما علم من المراد بہ (ای ماقدمناہ عنہ عن التورپشتی وغیرہ من الشراح، فانہ انما

یعنی تم گھروں میں اس طرح نہ رہا کرو جس طرح مُردہ ہوتا ہے کہ کوئی عمل نہیں کرتا، یا یہ مراد ہے کہ تم سوئے نہ رہا کرو، جس طرح مُردے سوئے پڑے ہیں، کیونکہ نیند موت کی بہن ہے۔ یعنی یہ نہ ہو کہ مردوں کی طرح تم بھی کوئی عبادت نہ کرو۔ پھر یہ بات جانو کہ مقبرے میں نماز کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے، ایک جماعت اس کو مکروہ قرار دیتی ہے، اگرچہ جگہ پاک ہو، اور اس پر کبھی تو اسی حدیث کو دلیل پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "گھروں کو قبریں نہ بناؤ" سے معلوم ہوتا ہے کہ قبروں میں نماز نہیں پڑھی جاتی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقبرے میں نماز نہیں ہوتی۔ لیکن یہ دلیل ضعیف ہے کیونکہ اس حدیث کا صحیح مفہوم ہم بیان کر آئے ہیں۔ علاوہ ازیں اگر یہ حدیث نماز کے نہ ہونے پر دلالت کرے گی تو قبر میں نماز نہ ہونے پر دلالت کرے گی نہ کہ مقبرے میں نہ ہونے پر، جبکہ گفتگو مقبرے کے بارے میں ہو رہی ہے، اس کو سمجھو اور کبھی اسکی دلیل کو وہ حدیث پیش

---

[1] رد المحتار کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۷۹

marfat.com

Marfat.com

یدل علی منع التوجہ الی القبر، لا الصلاۃ فی المقبرۃ مطلقا) ومنھم من ذھب الی ان الصلاۃ فیھا جائزۃ، ان کانت التربۃ طاھرۃ و المکان طیبا، ولم یکن من صدید الموتی وما ینفصل عنھم من النجاسات[1] اھ

کرتے ہیں جو گزر چکی ہے (یعنی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ اللہ تعالٰی نے ان یہود و نصارٰی پر لعنت کی جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا تھا) یہ دلیل بھی ناکافی ہے جیسا کہ اس حدیث کی مراد سے معلوم ہوچکا (یعنی ہم نے تورپشتی وغیرہ شراح سے جو نقل کیا ہے کہ اس حدیث سے قبر کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے نہ کہ مقبرے میں مطلقاً نماز کی ممانعت) اور بعض فقہا کی رائے یہ ہے کہ مقبرے میں نماز جائز ہے بشرطیکہ وہاں کی مٹی پاک ہو جگہ عمدہ ہو اور مردوں سے پیپ اور دیگر جو نجاستیں خارج ہوتی ہیں وہاں نہ ہوں اھ (ت)

وانا **اقول** وباللہ التوفیق (اور میں اللہ تعالٰی کی توفیق کے ساتھ کہتا ہوں۔ ت) تحقیق یہ ہے کہ عامہ مقابر میں ہر جگہ مظنہ قبر ہے مگر یہ کہ کوئی محل ابتدا سے دفن ہونے سے محفوظ رہا ہو اور معلوم ہو کہ یہاں دفن واقع نہ ہوا، ولہذا ہمارے علما نے تصریح فرمائی کہ مقبرہ میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہو اُس میں چلنا حرام ہے کہ قبورِ مسلمین کی بے ادبی ہوگی طحاوی و ردالمحتار فصل استنجا میں زیرِ قول ماتن یکرہ بول فی مقابر (مقبروں میں پیشاب کرنا مکروہ ہے۔ ت) فرماتے ہیں:

لان المیت یتاذی بما یتاذی بہ الحی، والظاھر انھا تحریمیۃ لانھم نصوا علی ان المرور فی سکۃ حادثۃ فیھا حرام، فھذا اولٰی[2]۔

کیونکہ جس کام سے زندہ انسان کو ایذا پہنچتی ہے اُس سے مُردے کو بھی ایذا پہنچتی ہے۔ اور ظاہر یہی ہے کہ کراہت تحریمی مراد ہے، کیونکہ فقہائے نے تصریح کی ہے کہ مقبرے میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہو اس پر چلنا حرام ہے، تو پیشاب کرنا تو بطریقِ اولٰی حرام ہوگا۔ (ت)

پھر قبریں کھودنے میں بطن زمین کی مٹی اُوپر آتی ہے اور وُہ اکثر وہی ہوتی ہے جو پہلے گلے ہُوئے اجسام کی نجاسات سے متنجس ہوچکی اور بند کرنے میں سب مٹی صرف نہیں ہوجاتی تو جا بجا متنجس مٹی کا پھیلا ہونا مظنون ہوتا ہے اور مظنہ قبور و مظنہ نجاست دونوں کراہت تنزیہہ کے لیے کافی ہیں کہ ظن اگر غالب ہوتا جو فقہیات میں ملحق بیقین ہے تو بوجہ علت اول حکم کراہتِ تحریم ہوتا اور بوجہ علت ثانی بغیر کچھ بچھائے بطلانِ نماز کا حکم دیا جاتا تا انجا کہ ظن اس حد کا نہیں صرف کراہت تنزیہ رہی اور اب یہ حکم حکم صلاۃ علی القبر اور الی القبر سے جُدا پیدا ہوا کہ اس میں پیچھے یا آگے کسی قبر کا معلوم ہونا ضرور نہیں قبور معلومہ اگرچہ دہنے بائیں یا پیچھے ہوں جبکہ یہ زمین ایسی ہے جس میں قبر و نجاست کا مظنہ ہے حکم کراہت دیا جائے گا یہی محل ہے اس کلام کا جو علامہ طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں زیر قول شرنبلالی تکرہ الصلاۃ فی المقبرۃ نقل فرمایا سواء کانت فوقہ او خلفہ او تحت ما ھو واقف علیہ[3] الخ (برابر ہے کہ مقبرہ

---

[1] لمعات التنقیح باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ حدیث ۱۴، مکتبۃ المعارف العلمیہ لاہور ۲/۵۳

[2] ردالمحتار فصل فی الاستنجاء مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۲۵۲

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل ... مطبعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۹۶

marfat.com

Marfat.com

اس کے اُوپر ہو یا پیچھے ہو یا جس چیز پر یہ کھڑا ہے اس کے نیچے ہو۔ ت) اور یہی منشا ہے اطلاق متون کا ورنہ اگر مقبرہ میں کوئی جگہ صاف و پاک ہو کہ نہ اُس میں قبر ہو نہ مصلی کا قبر سے سامنا ہو تو وہاں نماز ہرگز مکروہ نہیں خانیہ وغیرہ و زاد الفقیر امام ابن الہمام و حلیہ و غنیہ و بحرالرائق و شرنبلالی علی الدرر و حلبی و طحطاوی و ردالمحتار وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے:

لاباس بالصلاۃ فیھا اذا کان فیھا موضع اعد للصلاۃ ولیس فیہ قبر ولا نجاسۃ۔[1]

مقبرے میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اگر وہاں کوئی جگہ نماز کے لیے تیار کی گئی ہو اور اس میں قبر اور نجاست نہ ہو۔ (ت)

زاد الفقیر کی عبارت یہ ہے:

تکرہ الصلاۃ فی المقبرۃ الا ان یکون فیھا موضع اعد للصلاۃ لانجاسۃ فیہ ولا قذر فیہ[2] اھ۔

مقبرے میں نماز مکروہ ہے، لیکن اگر وہاں نماز کے لیے کوئی جگہ تیار کی گئی ہو جس میں نجاست اور گندگی نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں ہے۔ (ت)

اس تحقیق سے پہلے **تین سوالوں کا جواب** ظاہر ہو گیا کہ قبر پر نماز مطلقاً مکروہ ہے اور قبر کی طرف بھی جبکہ قبر موضع سجود میں مطلقاً یا گھر یا مسجد صغیر میں جانب قبلہ بلا حائل ہو اور اس کے لیے کچھ بہت سے قبور ہونا درکار نہیں، تنہا ایک ہی قبر ہو جب بھی یہی حکم ہے اور قبر دہنے یا بائیں یا پیچھے ہو اور زمین جہاں نماز پڑھتا ہے پاک وصاف ہو تو اصلاً کراہت نہیں، یہ حکم حضرت شیخ محقق نے نہ اپنی طرف سے لکھا نہ علمائے حنفیہ کے قول کے خلاف بلکہ عامہ کتب حنفیہ میں اس کی صاف تصریح ہے جیسا کہ گزرا اور جب اس میں کراہت ہی نہیں تو سُترہ کی کیا حاجت اور مقابر میں جہاں مُردے دفن ہوتے چلے آئے ہیں اور ان میں قبر یا نجاست کا مظنہ ہے نماز مطلقاً مکروہ ہے اگرچہ قبور معلومہ پیچھے ہی ہوں مگر اُس صورت میں کہ کوئی زمین پاک صاف معلوم ہو اور اس کے قبلہ میں قبر بلا حائل بمعنی مذکور نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] ردالمحتار مطلب فی احکام المسجد مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۴۸۴

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی المکروہات مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۹۶

marfat.com

Marfat.com

باب الاذان والاقامۃ

مسئلہ (۲۲۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان کے بعد صلاۃ کہنا جس طرح یہاں رمضان مبارک میں معمول ہے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اسے فقہ میں تثویب کہتے ہیں یعنی مسلمانوں کو نماز کی اطلاع اذان سے دے کر پھر دوبارہ اطلاع دینا اور وہ شہروں کے عرف پر ہے جہاں جس طرح اطلاع مکرر رائج ہو وہی تثویب ہے خواہ عام طور پر ہو جیسے "صلاۃ" کہی جاتی ہے یا خاص طریقہ پر، مثلاً کسی سے کہنا اذان ہوگئی یا جماعت کھڑی ہوتی ہے یا امام آگئے یا کوئی قول یا فعل ایسا جس میں دوبارہ اطلاع دینا ہو وہ سب تثویب ہے اور اس کا اور صلاۃ کا ایک حکم ہے یعنی جائز، جس کی اجازت سے عامہ کتب مذہب **متون** مثل تنویر[1] الابصار و وقایہ[2] و نقایہ[3] و غرر[4] الاحکام و کنز[5] و غرر[6] الاذکار و وافی[7] و ملتقی[8] و اصلاح[9] و نور[10] الایضاح و **شروح** مانند درمختار[11] و ردالمحتار[12] و طحطاوی[13] و عنایہ[14] و نہایہ[15] و غنیہ[16] شرح منیہ و صغیری[17] و بحر[18] الرائق و نہر[19] الفائق و تبیین[20] الحقائق و برجندی[21] و قہستانی[22] و درر[23] و ابن ملک[24] و کافی[25] و مجتبی[26] و ایضاح[27] و امداد[28] الفتاح و مراقی[29] الفلاح و حاشیہ[30] مراقی للعلامۃ الطحطاوی و **فتاوی** مثل ظہیریہ[31] و خانیہ[32] و خلاصہ[33] و خزانۃ[34] المفتین و جواہر[35] اخلاطی و علمگیری وغیرہا مالامال ہیں، و ھو الذی علیہ عامۃ الائمۃ المتاخرین والخلاف خلاف زمان لا برھان (عام ائمہ متاخرین اسی پر ہیں اور اس میں بعض زمانی اختلاف ہے برہانی نہیں۔ ت)

marfat.com

Marfat.com

مختصر الوقایہ میں ہے: التثویب حسن فی کل صلاۃ[1] (تثویب ہر نماز کے لیے بہتر ہے۔ ت) متن علامہ غزی تمرتاشی میں ہے: یثوب الا فی المغرب[2] (مغرب کے علاوہ ہر نماز کے لیے تثویب کہی جائے۔ ت) شرح محقق علائی میں ہے: یثوب بین الاذان والاقامۃ فی الکل للکل بما تعارفوہ[3] الخ (اذان اور اقامت کے درمیان متعارف ومروجہ طریقہ پر تمام نمازوں میں ہر ایک کے لیے تثویب کہی جائے الخ۔ ت) حاشیہ آفندی محمد بن عابدین میں ہے:

قولہ یثوب التثویب العود الی الاعلام بعد الاعلام درر قولہ فی الکل ای کل الصلوات لظہور التوانی فی الامور الدینیۃ قولہ بما تعارفوہ کتنحنح او قام قام او الصلاۃ الصلاۃ ولو احدثوا اعلامًا مخالفًا لذلک جاز نہر عن المجتبٰی[4] اھ ملتقطًا۔

قولہ یثوب، تثویب، اطلاع کے بعد اطلاع کو کہا جاتا ہے۔ درر، قولہ فی الکل یعنی تمام نمازوں میں کہنی چاہیے کیونکہ امورِ دینیہ کے بجالانے میں بہت سستی و کاہلی آچکی ہے، قولہ بما تعارفوا مثلاً کھانسنا یا نماز کھڑی ہوگئی نماز کھڑی ہوگئی یا نماز نماز، اگر کوئی اور طریقہ اس کے علاوہ اپنالیں تب بھی جائز ہے۔ نہر نے مجتبٰی سے نقل کیا ہے اختصاراً۔ (ت)

شرح الوافی للامام المصنف العلام حافظ الدین ابی البرکات النسفی میں ہے:

تثویب کل بلدۃ علی ما تعارفوہ لانہ للمبالغۃ فی الاعلام وانما یحصل ذلک بما تعارفوہ اھ ملخصًا[5]۔

ہر شہر کی تثویب اسی طریقہ پر ہوگی جو وہاں متعارف ہے کیونکہ یہ اعلان میں مبالغہ کے لیے ہے اور وہ متعارف ومشہور طریقہ سے حاصل ہوگا۔ (ت)

اور ماہ مبارک رمضان سے اس کی تخصیص بے جا نہیں کہ لوگ افطار کے بعد کھانے پینے میں مشغول اور نفس آرام کی طرف مائل ہوتے ہیں لہٰذا تنبیہ بعد تنبیہ مناسب ہوئی جس طرح نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اذانِ فجر میں الصلاۃ خیر من النوم[6] مقرر کرنے کی اجازت عطا فرمائی اخرجہ الطبرانی فی المعجم الکبیر

---

[1] مختصر الوقایہ فی مسائل الہدایہ فصل الاذان نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۱۲
[2] و [3] درمختار " مجتبائی دہلی ۱/ ۶۳
[4] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۸۶
[5] شرح الوافی للنسفی
[6] المعجم الکبیر للطبرانی مسند بلال بن رباح مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/ ۳۵۵

marfat.com
Marfat.com

عن سیدنا بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ (طبرانی نے معجم کبیر میں سیدنا بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ سے یہ نقل کیا ہے۔ت) ہدایہ میں ہے، خص الفجر بہ لانہ وقت نوم وغفلۃ[1] (وقتِ فجر کو مخصوص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ وقت نیند اور غفلت کا وقت ہوتا ہے۔ت)

بالجملہ یہ کوئی ایسی چیز نہیں جس پر مسلمانوں میں نزاع ڈالی جائے اور فتنہ انگیزی کرکے تفریق جماعت کی راہ نکالی جائے جو ایسا کرتا ہے سخت جاہل اور مقاصد شرع سے بالکل غافل ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۲۵) از بلگرام ضلع ہردوئی محلہ میدان پورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم صاحب مارہروی ۲۰ صفر ۱۳۱۱ھ

اذان دینا اندر مسجد کے آپ نے فرمایا تھا مکروہ ہے، میں نے یہاں کے لوگوں سے ذکر کیا اُن لوگوں نے کتاب کا ثبوت چاہا اُمید کہ نام کتاب مع بیان مقام کہ فلاں مقام پر لکھا ہے تکلیف فرماکر لکھا جائے اور یہ بھی لکھا جائے کہ کون سا مکروہ ہے؟

الجواب

فتاوائے امام اجل قاضی خاں[1] و فتاوائے خلاصہ[2] و بحرالرائق[3] شرح کنزالدقائق و شرح نقایہ للعلامۃ عبدالعلی البرجندی و فتاوٰی عالمگیریہ[5] و حاشیۃ العلامۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح و فتح القدیر[6] شرح ہدایہ وغیرہا میں اس کی منع و کراہت کی تصریح فرمائی امام فخرالملۃ والدین اوزجندی فرماتے ہیں:

ینبغی ان یؤذن علی المئذنۃ او خارج المسجد ولا یؤذن فی المسجد[1]۔ اذان مینار پر یا مسجد کے باہر دی جائے مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے۔(ت)

امام طاہر بن احمد بخاری فرماتے ہیں: لایؤذن فی المسجد[2] (مسجد میں اذان نہ دی جائے۔ت) علامہ زین بن نجیم و علامہ عبدالعلی برجندی نے ان سے اور فتاوائے ہندیہ میں امام قاضی خاں سے عباراتِ مذکورہ نقل فرماکر مقرر رکھیں علامہ سید احمد مصری نے فرمایا: یکرہ ان یؤذن فی المسجد کما فی القہستانی عن النظم[3] (مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے جیسا کہ قہستانی نے نظم سے نقل کیا ہے۔ت) امام اجل کمال الدین

---

[1] ہدایہ | باب الاذان | مطبوعہ المکتبۃ العربیہ کراچی |
[2] فتاوٰی قاضی خان | مسائل الاذان | نولکشور لکھنؤ | ۱/۷۰
[3] خلاصۃ الفتاوٰی | الفصل الاول فی الاذان | مطبع نولکشور لکھنؤ | ۱/۴۷
[4] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح | باب الاذان | مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی | ۱/۴۹ ص ۱۰۷

marfat.com

Marfat.com

محمد بن الہمام فرماتے ہیں :

الاقامۃ فی المسجد ولابد منہ واما الاذان فعلی المئذنۃ فان لم تکن ففی فناء المسجد وقالوا لایؤذن فی المسجد[1]۔

تکبیر مسجد کے اندر کہی جائے اور اس کے بغیر کوئی اور صورت نہیں البتہ اذان منارہ پر دی جائے، اگر وہ نہ ہو تو فنائے مسجد میں دینی چاہئے اور فقہا نے بیان کیا ہے کہ مسجد میں اذان نہ دی جائے۔ (ت)

اور اس مسئلہ میں نوع کراہت کی تصریح کلمات علما سے اس وقت نظرِ فقیر میں نہیں ہاں صیغہ "لایفعل" سے متبادر کراہت تحریم ہے کہ فقہائے کرام کی یہ عبارت ظاہراً مشیر ممانعت وعدم اباحت ہوتی ہے علامہ محمد محمد ابن امیر الحاج نے حلیہ میں فرمایا، قول المص لایزید یشیر الی عدم اباحۃ الزیادۃ[2] (مصنف کا قول "لایزید" اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ زیادتی جائز نہیں۔ ت) نظیر اس کی "یفعل و یقول" ہے کہ ظاہراً مفید وجوب ہے کما نص علیہ ایضاً فیہا (جیسا کہ اس پر بھی اس میں تصریح ہے۔ ت) یونہی عبارت نظم میں لفظ "یکرہ" کہ غالباً کراہت مطلقہ سے کراہت تحریم مراد ہوتی ہے

کما فی الدر المختار ورد المحتار وغیرھما من الاسفار ویؤیدہ منع رفع الصوت فی المساجد کما فی حدیث ابن ماجۃ جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم وسل سیوفکم ورفع اصواتکم[3] وقد نھوا عن رفع الصوت بحضرۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وحذروا علی ذلک من حبط الاعمال و الحضرۃ الالٰھیۃ احق بالادب کما تری یوم القیمۃ "وخشعت الاصوات للرحمٰن فلا تسمع الاھمسا" وبھذا یضعف مایظن ان لیس

جیسا کہ دُر مختار، رد المحتار اور دیگر معتبر کتب میں ہے اور مساجد میں بلند آواز سے منع کرنا بھی اس کی تائید کرتا ہے جیسا کہ حدیث ابن ماجہ میں ہے "اپنی مساجد کو اپنے ناسمجھ بچوں سے، دیوانوں سے، تلواروں کو سونتنے سے اور آوازوں کو بلند کرنے والوں سے محفوظ رکھو، اور بارگاہِ نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں آواز بلند کرنے سے منع کیا گیا ہے اور اس پر تمام اعمال کے ضائع ہونے کی دھمکی دی گئی ہے" اور بارگاہِ خداوندی اس ادب واحترام کے زیادہ لائق ہے جیسا کہ تم قیامت کے روز دیکھو گے رحمٰن

---

[1] فتح القدیر باب الاذان مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۱۵

[2] حلیہ

[3] سنن ابی ماجہ باب ما یکرہ فی المساجد مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۵

marfat.com

Marfat.com

فیہ انہ خلاف السنۃ فلا یکرہ الا تنزیہا علی ان التحقیق ان خلاف السنۃ المتوسطۃ متوسط بین کراھتی التنزیہ والتحریم وھو المعبّر بالاساءۃ کما سیظھر لمن لہ المام بخدمۃ العلمین الشرفین الفقہ والحدیث فلیراجع ولیحرر واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

کے لیے تمام آوازیں پست ہوجائیں گی تو نہیں سنے گا مگر بہت آہستہ آواز۔ اس گفتگو سے یہ گمان و قول ضعیف ہوجاتا ہے کہ یہ عمل صرف خلاف سنت ہے تو اس میں صرف کراہت تنزیہی ہے۔ علاوہ ازیں تحقیق یہ ہے سنت متوسطہ کا خلاف کراہت تنزیہی اور تحریمی کے درمیان ہوتا ہے اور اس کو "اسارۃ" سے تعبیر کیا گیا ہے جیسا کہ یہ اس شخص پر ظاہر ہوجائیگا جس نے دو مقدس علوم حدیث و فقہ کی خدمت کی ہے اس کی طرف رجوع کیا جائے اور اسے ذہن نشین کرنا چاہئے۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ (۳۲۶) ۲۹ صفر ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمیع وقت پنجگانہ نمازمیں بعد اذان کے لازم پکڑنا مؤذن کا ہر نمازی کو بآواز بلانا اور نمازیوں کا اسی لحاظ سے اذان پر خیال نہ رکھنا بلکہ بعد اذان کے بلانے سے آنا اس صورت میں بلانا مؤذن کا بعد اذان کے چاہئے یا نہیں، دوسرے یہ کہ امام کے انتظار میں وقت میں تاخیر کرنا مقتدیوں کو درست ہے یا نہیں؟ اور فجر کی سنتیں بعد جماعت فرض مسبوق ادا کرے درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جب نمازی اذان سے آجاتے ہوں تو بلاوجہ بعد اذان ہر شخص کو جُدا جدا بلانے کا التزام کرنا جس سے اُنھیں اذان پر آنے کی عادت جاتی رہے نہ چاہئے فان فیہ علی ھذا التقدیر اخلاء للاذان عما یقصد بہ (کیونکہ ایسی صورت میں اذان کا مقصد فوت ہوجاتا ہے۔ ت) اور وقت کراہت تک انتظارِ امام میں ہرگز تاخیر نہ کریں، ہاں وقتِ مستحب تک انتظار باعثِ زیادتِ اجر و تحصیلِ فضیلت ہے پھر اگر وقت طویل ہے اور آخر وقت مستحب تک تاخیر حاضرین پر شاق نہ ہوگی کہ سب اُس پر راضی ہیں تو جہاں تک تاخیر ہو اُتنا ہی ثواب ہے کہ یہ سارا وقت اُن کا نماز ہی میں لکھا جائے گا،

وقد صح عن الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم انتظارہم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی مضی نحو من شطر اللیل وقد اقرھم علیہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقال انکم لن تزالوا فی صلوۃ

یہ بات صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم رات گئے تک نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا انتظار کرتے حتی کہ رات کا ایک حصہ گزر جاتا اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انکے اس عمل کی تصویب فرمائی اور ارشاد فرمایا جتنا وقت تم نماز کا انتظار کرتے ہو

marfat.com

Marfat.com

ما انتظرتم الصلاۃ۔[1]

یہ سارا وقت تم نماز میں ہی ہوتے ہو۔ (ت)

ورنہ اوسط درجہ تاخیر میں حرج نہیں جہاں تک کہ حاضرین پر شاق نہ ہو

فی الانقرویۃ عن التاتارخانیۃ عن المنتقی للامام الحاکم الشہید ان تاخیر المؤذن وتطویل القرأۃ لادراک بعض الناس حرام ھذا اذا کان لاھل الدنیا تطویلاً وتاخیراً یشق علی الناس والحاصل ان التاخیر القلیل لاعانۃ اھل الخیر غیر مکروہ ولا باس بان ینتظر الامام انتظاراً وسطاً۔[2]

انقرویہ میں تاتارخانیہ سے اور اس میں امام حاکم الشہید کی منتقی سے ہے کہ مؤذن کا اقامت کو مؤخر کرنا اور امام کا قراءت کو لمبا کرنا تاکہ بعض خاص لوگ جماعت کو پالیں حرام ہے یہ حرمت اس وقت ہے جب یہ طوالت و تاخیر کسی دنیادار کے لیے ہو اور لوگوں پر یہ شاق گزرے حاصل یہ ہے کہ تھوڑی تاخیر تاکہ اہل خیر شریک ہوجائیں مکروہ نہیں، امام کو اوسط درجہ کا انتظار کرنا جائز ہے۔ (ت)

اور سنّتِ فجر کہ تنہا فوت ہوئیں یعنی فرض پڑھ لیے سُنّتیں رہ گئیں اُن کی قضا کرے تو بعد بلندیٔ آفتاب پیش از نصف النہار شرعی کرے طلوعِ شمس سے پہلے اُن کی قضا ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک ممنوع و ناجائز ہے،

لقول رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا صلاۃ بعد الصبح حتی ترتفع الشمس۔[3]

کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے: صبح کے بعد کوئی نماز جائز نہیں یہاں تک کہ سورج بلند ہوجائے۔ (ت)

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ (۳۲۷) از کلکتہ دھرم تلاؔ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۵ رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مؤذن کی بغیر اجازت دوسرا شخص اقامت کہہ سکتا ہے یا نہیں؟ درصورت عدمِ جواز بدون اجازت مؤذن سائل حدیث شریف سے سند چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ اذان کہتے اور اقامت دوسرے صاحب کہا کرتے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ناجائز نہیں، ہاں خلاف اولٰی ہے اگر مؤذن حاضر ہو اور اسے گراں گزرے ورنہ اتنا بھی نہیں۔ مسند امام احمد وسنن اربعہ وشرح معانی الآثار میں زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، میں نے اذان

---

[1] صحیح لمسلم باب فضل الصلوٰۃ المکتوبۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۳۴

[2] فتاوٰی انقرویہ کتاب الصلوٰۃ " الاشاعۃ العربیہ قندھار افغانستان ۱/۵

[3] صحیح بخاری " قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۳

marfat.com

Marfat.com

کہی تھی بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ نے تکبیر کہنی چاہی فرمایا: یقیم اخو صداء فان من اذن فہو یقیم[1] قبیلہ صداء کا بھائی اقامت کہے گا کہ جو اذان دے وہی تکبیر کہے۔ فی الدر المختار (درمختار میں ہے):

اقام غیر من اذن بغیبتہ ای المؤذن لایکرہ مطلقا وان بحضورہ کرہ ان لحقہ وحشۃ۔[2]

مؤذن کی غیر موجودگی میں غیر کا تکبیر کہنا مطلقاً مکروہ نہیں البتہ جب مؤذن موجود ہو اور اس پر گراں گزرے تو مکروہ ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ھذا اختیار خواھر زادہ ومشی علیہ فی الدرر والخانیۃ لکن فی الخلاصۃ وان لم یرض بہ یکرہ وجواب الروایۃ انہ لاباس بہ مطلقا اھ قلت وبہ صرح الامام الطحاوی فی معانی الآثار معزیا الی ائمتنا الثلثۃ وقال فی البحر ویدل علیہ اطلاق قول المجمع ولانکرھا من غیرہ فما فی شرحہ لابن ملک من انہ لوحضر ولم یرض یکرہ اتفاقا فیہ نظر اھ وکذا یدل علیہ اطلاق الکافی معللا بان کل واحد ذکر فلا باس بان یاتی بکل واحد رجل اٰخر ولکن الافضل ان یکون المؤذن ھو المقیم[3] اھ الخ

یہ خواہر زادہ کا مختار ہے اور یہی درر اور خانیہ میں ہے لیکن خلاصہ میں ہے اور اگر وہ راضی نہ ہو تو کراہت ہے اور روایت کا جواب یہ ہے کہ اس میں مطلقاً کوئی حرج نہیں اھ میں کہتا ہوں امام طحاوی نے معانی الآثار میں ہمارے تینوں ائمہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے یہی تصریح کی ہے، اور بحر میں فرمایا قول مجمع کا اطلاق کہ ہم اسے غیر سے مکروہ نہیں سمجھتے اسی پر دال ہے اس کی شرح لابن ملک میں جو ہے کہ اگر مؤذن موجود ہو اور وہ راضی نہ ہو تو اتفاقاً مکروہ ہے اس میں نظر ہے اور کافی کا اطلاق بھی اسی پر دال ہے اور استدلال یہ ہے کہ ہر ایک ذکر ہے اگر ہر ایک ذکر کو دوسرا بجالائے تو اس میں کوئی حرج نہیں، ہاں افضل یہ ہے کہ مؤذن ہی تکبیر کہے۔ (ت)

---

[1] شرح معانی الآثار باب الرجلین یؤذن احدھما ویقیم الآخر مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۸

[2] الدرالمختار باب الاذان مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۶۴

[3] ردالمحتار مطلب فی المؤذن اذا کان غیر محتسب فی اذانہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۹۱

marfat.com

Marfat.com

اقول : اذا حملنا الکراھۃ علی کراھۃ التنزیہ ونفیھا علی التحریم حصل الوفاق الا تری الی قول الکافی النافی کیف یقول لاباس ولکن الافضل وکذلک عبر الامام الطحاوی وغیرہ بلاباس وقد صرحوا ان مرجعہ الی کراھۃ التنزیہ۔

اقول : جب ہم کراہت کو کراہت تنزیہی اور اسکی نفی کو کراہت تحریم پر محمول کریں تو مسئلہ میں اتفاق ہو جائے گا۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ کافی نے نفی کراہت کا قول کرتے ہوئے "لا باس" اور "لکن الافضل" کہا اور اسی طرح امام طحاوی وغیرہ نے بھی "لا باس" سے تعبیر کیا حالانکہ فقہائے نے تصریح کی ہے کہ اس سے کراہت تنزیہی ثابت ہوتی ہے۔ (ت)

پھر یہ استمرار کا دعوٰی کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ اذان کہتے اور اقامت دوسرے صاحب کہا کرتے تھے کسی حدیث سے ثابت نہیں، ہاں حدیث میں ایک بار کا یہ ذکر آیا ہے کہ جب عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہ نے خواب میں اذان دیکھی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی، ارشاد ہوا : بلال کو سکھا دو کہ اُن کی آواز بلند تر ہے۔ بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اذان کہی جب تکبیر کہنی چاہی عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہ نادم ہوئے اور عرض کی، خواب تو میں نے دیکھا تھا میں تکبیر کہنا چاہتا ہوں۔ فرمایا : تو تمہیں کہو۔ انھوں نے تکبیر کہی رواہ الامام احمد و ابوداؤد[1] والطحاوی عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے امام احمد، ابوداؤد اور طحاوی نے انھیں صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت) یہ حدیث کچھ ہمارے مخالف نہیں کہ کلام اُس صورت میں ہے جب مؤذن کو ناگوار گزرے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اذن کے بعد بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ناگواری کا کیا احتمال، معہذا یہ حدیث ابتدائے امر کی ہے وہ پہلی اذان تھی کہ اسلام میں کہی گئی اور حدیث متقدم اُس سے متاخر ہے تاہم ثبوت صرف افضلیت کا ہے نہ کہ اقامتِ غیر کی ممانعت کما لایخفی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۲۸) ۶ رمضان المعظم ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خطیب کے سامنے جو اذان ہوتی ہے مقتدیوں کو اُس کا جواب دینا اور جب وہ خطبوں کے درمیان جلسہ کرے مقتدیوں کو دُعا کرنا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ہرگز نہ چاہئے یہی احوط ہے ردالمحتار میں ہے، اجابۃ الاذان حینئذ مکروھۃ[2] (اذان کا جواب

---

[1] سنن ابوداؤد — الرجل یؤذن ویقیم آخر — مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور — ۱/۷۶

[2] ردالمحتار — باب الجمعہ — " مصطفی البابی مصر — ۱/۶۰۷

marfat.com

Marfat.com

اُس وقت مکروہ ہے۔ ت) نہر الفائق پھر دُرِ مختار میں ہے :

ینبغی ان لایجیب بلسانہ اتفاقا فی الاذان بین یدی الخطیب[1]۔

اس بات پر اتفاق ہے کہ خطیب کے سامنے کی اذان کا جواب زبانی نہیں دینا چاہئے۔ (ت)

اُسی میں ہے :

اذا خرج الامام من الحجرۃ ان کان والا فقیامہ للصعود فلا صلاۃ ولا کلام الی تمامھا و قالا لاباس بالکلام قبل الخطبۃ وبعد ما اذا جلس عند الثانی والخلاف فی کلام یتعلق بالاٰخرۃ اما غیرہ فیکرہ اجماعاً وعلی ھذا فالترقیۃ المتعارفۃ فی زماننا تکرہ عندہ والعجب ان المرقی ینھی عن الامر بالمعروف بمقتضی حدیثہ ثم یقول انصتوا رحمکم اللہ[2] اھ ملخصا

اور جب امام حجرے سے نکلے اگر حجرہ ہو ورنہ امام کا منبر پر چڑھنے کے لیے کھڑا ہونا معتبر ہے۔ تو اس وقت سے تمام خطبہ تک نہ کوئی نماز جائز ہے نہ کوئی کلام۔ اور صاحبین نے کہا، خطبہ سے پہلے اور بعد کلام میں کوئی حرج نہیں۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک جب امام بیٹھے اس وقت بھی کلام میں حرج نہیں۔ اور اختلاف امام صاحب اور صاحبین کا اس کلام میں ہے جو آخرت سے متعلق ہو، کلام آخرت کے علاوہ دنیاوی کلام بالاتفاق مکروہ ہے۔ اسی بناپر (خطیب کے سامنے) آیۂ کریمہ ان اللہ وملٰئکتہ الآیۃ کا پڑھنا جیسا کہ ہمارے زمانے میں معروف ہے امام اعظم کے نزدیک مکروہ ہے تعجب اس بات کا ہے کہ آیت مذکورہ کو پڑھنے والا حدیث شریف کے تقاضے کے مطابق دوسروں کو نیکی کا حکم دینے سے منع کرتا ہے پھر خود کہتا ہے چُپ رہو۔ اللہ تعالٰی تم پر رحم فرمائے اھ ملخصا (ت)

ہاں یہ جوابِ اذان یا دُعا اگر صرف دل سے کریں زبان سے تلفظ اصلاً نہ ہو تو کوئی حرج نہیں کما افادہ کلام علی القاری وفروع فی کتب المذھب (جیسا کہ مُلا علی قاری کے بیان سے مستفاد ہے اور دیگر فروع کتبِ مذہب میں ہیں۔ ت) اور امام یعنی خطیب تو اگر زبان سے بھی جوابِ اذان دے یا دعا کرے بلاشبہہ جائز ہے وقد صح کلا الامرین عن سید الکونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی صحیح البخاری وغیرہ (صحیح بخاری وغیرہ میں ہے یہ دونوں امور سید کونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ ت) یہ قول مجمل ہے وتفصیل المقام مع نھایۃ العنایۃ وازالۃ الاوھام فی فتاوٰنا بتوفیق الملک العلام (اس مقام کی خوب تفصیل اور ازالہ اوہام اللہ تعالٰی کی توفیق سے ہم نے اپنے فتاوٰی میں ذکر کیے ہیں۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

---

[1] الدرالمختار باب الاذان مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۶۵

[2] ؍؍ باب الجمعۃ ۱/۱۱۳

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ (۳۲۹) از موضع بکہ جبنی والہ علاقہ جاگل تھانہ ہری پور ڈاک خانہ نجیب اللہ خاں مرسلہ مولوی شیر محمد صاحب ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں اذان دینی واسطے بارش کے درست ہے یا نہیں؛

الجواب

درست ہے اذلا حظر من الشرع (اس میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں۔ت) اذان ذکر الٰہی ہے اور بارش رحمتِ الٰہی، اور ذکر الٰہی باعثِ نزولِ رحمتِ الٰہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۰) دفعِ وبا کے لیے اذان درست ہے یا نہیں؟

الجواب

درست ہے۔ فقیر نے خاص اس مسئلہ میں رسالہ نسیم الصبا فی ان الاذان یحول الوبا لکھا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۱) بعد دفن میت قبر پر اذان جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے، فقیر نے خاص اس مسئلہ میں رسالہ ایذان الاجر فی اذان القبر لکھا، واللہ سبحٰنہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۲) ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں اذان دہنے ہاتھ کو ہونا چاہیے کہ دہنے ہاتھ کو فضیلت ہے اور بعض کہتے ہیں بلکہ بائیں ہاتھ کو، اس میں شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اذان منارہ پر کہی جائے جس طرف واقع ہو یا بیرونِ مسجد جدھر زیادہ نافع ہو، مثلاً ایک جانب کوئی موضع رفیع زائد ہے یا اُس طرف مسلمانوں کی آبادی دُور تک ہے تو اُسی سمت ہونی چاہیے کہ اصل مقصود اذان تبلیغ واعلام ہے جس طرف یہ مقصود زیادہ پایا جائے وہی افضل ہے باقی دہنے بائیں کی کوئی تخصیص شرعِ مطہر سے ثابت نہیں، ہندیہ میں ہے:

ینبغی ان یؤذن علی المئذنۃ او خارج المسجد ولا یؤذن فی المسجد کذا فی فتاوی قاضی خان السنۃ ان یؤذن فی موضع عالٍ یکون اسمع

اذان منارہ پر یا مسجد سے باہر دی جائے مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے کذا فی فتاوی قاضی خان سنت یہ ہے کہ اذان ایسے بلند مقام پر دی جائے کہ گرد و نواح

marfat.com

Marfat.com

لجیرانہ ویرفع صوتہ کذا فی البحر الرائق ۔[2] اھ

لوگوں کو آواز خوب سنائی دے اور اذان میں آواز بلند رکھے ۔ کذا فی البحر الرائق ۔ (ت)

معہذا کہہ سکتے ہیں کہ دونوں جانبیں دہنی اور دونوں بائیں ہیں کہ جو قبلہ رُو کھڑا ہو اس کی دہنی طرف کعبہ معظمہ ومسجد کی بائیں ہے اور اُس کی بائیں کعبہ ومسجد کی دہنی تو جب دونوں طرف نفع برابر ہو دونوں یکساں ہیں ، واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم ۔

مسئلہ (۳۳۴) اذان واقامت کس جانب کو چاہئے ۔ بینوا توجروا ۔

الجواب

جس مسجد میں اذان کے لیے منارہ بنا ہو جب تو اُس کی جہت خود معین ہے اُس منارہ پر اذان دینا چاہیے خواہ وُہ کسی جانب ہو

فی البحر الرائق تحت قولہ ویجلس بینھما السنۃ ان یکون الاذان فی المنارۃ[2] الخ ۔

البحر الرائق میں ماتن کے قول " ویجلس بینھما " کے تحت ہے کہ سنّت یہ ہے کہ اذان منارہ پر دی جائے الخ (ت)

اور جہاں نہ ہو تو نظر فقہی میں انسب یہ کہ جس طرف حاجت زائد ہو اُسی جانب کو اختیار کرے مثلاً ایک جانب مسلمان زیادہ رہتے ہیں یا اُس طرف مکان اُن کے دُور ہیں تو وہی جانب اذان کے لیے انسب ہے ۔

فانہ انما شرع للاعلام فما کان ادخل فی المقصود کان احسن بل رایت ائمتنا مالوا الی ھذا المعنی والیہ اشاروا من دون تعیین لجھۃ ففی البحر الرائق ورد المحتار عن السراج ینبغی للمؤذن ان یؤذن فی موضع یکون اسمع للجیران[3]۔

اذان کی مشروعیت نماز کی اطلاع کے لیے ہے تو یہ مقصود جس احسن طریقہ سے حاصل ہوگا اسے اپنایا جائے بلکہ میں نے دیکھا ہے کہ ہمارے ائمہ عموماً اسی معنی کی طرف مائل ہوئے ہیں اور اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کسی جہت کا تعین نہیں کیا ۔ البحر الرائق اور رد المحتار میں سراج کے حوالے سے ہے مؤذن ایسی جگہ اذان دے کہ وہاں سے گرد ونواح کے لوگوں کو زیادہ آواز پہنچے ۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فی کلمات الاذان والاقامۃ وکیفیتہا مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۵

[2] البحر الرائق باب الاذان مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۶۱

[3] رد المحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۲۸۳

marfat.com

Marfat.com

اور اقامت کی نسبت بھی تعیین جہت کہ دہنی جانب ہو یا بائیں فقیر کی نظر سے نہ گزری بلکہ ہمارے ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ افضل یہ ہے کہ امام خود اذان و اقامت کہے،

فی الدر المختار الافضل کون الامام ھو المؤذن[1] انتھی وفی فتح القدیر الافضل کون الامام ھو المؤذن وھذا مذھبنا وعلیہ کان ابو حنیفۃ[2] انتھی وفی رد المحتار السنۃ ان یقیم المؤذن[3] انتھی وفیہ عن السراج ان ابا حنیفۃ کان یباشر الاذان والاقامۃ بنفسہ[4]۔

درمختار میں ہے کہ افضل یہی ہے کہ امام خود مؤذن ہو، انتہی۔ اور فتح القدیر میں ہے کہ امام کا ہی مؤذن ہونا افضل ہے، یہی ہمارا مذہب ہے اور یہی امام اعظم کی رائے ہے، انتہی۔ اور ردالمحتار میں ہے سنت یہ ہے کہ مؤذن تکبیر کہے، انتہی۔ اور اسی میں سراج سے ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ اذان و اقامت خود کہتے تھے۔ (ت)

اور علماء جائز رکھتے ہیں کہ جہاں اذان ہوئی وہیں اقامت بھی کہی جائے، اور ظاہر ہے کہ اذان مسجد کے اندر نہیں ہوتی بلکہ مکروہ ہے پھر جب بیانِ افضلیت پر آتے ہیں تو اسی قدر فرماتے ہیں کہ اقامت کا مسجد میں ہونا بہتر ہے اور یہاں لفظ کو مطلق چھوڑتے ہیں تخصیصِ جہت کچھ نہیں کرتے،

فی البحر الرائق یستحب التحول للاقامۃ الی غیر موضع الاذان[5] انتھی وفیہ یسن الاذان فی موضع عال والاقامۃ علی الارض[6]۔

البحرالرائق میں ہے تکبیر کے لیے اذان کی جگہ بدل لینا مستحب ہے انتہی۔ اور اسی میں ہے اذان کا بلند جگہ اور تکبیر کا نیچے زمین پر ہونا مسنون ہے (ت)،

ہاں اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ محاذاتِ امام پھر جانبِ راست مناسب ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۴۴) ۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذانیں واسطے طلب باراں کے مسجدوں میں کہنا درست ہے

---

[1] الدرالمختار	باب الاذان	مطبوعہ مجتبائی دہلی	۱/۶۵
[2] فتح القدیر	"	" نوریہ رضویہ سکھر	۱/۲۲۳
[3] ردالمحتار	"	" مصطفی البابی مصر	۱/۲۸۶
[4] "	"	" "	۱/۲۹۵
[5] البحرالرائق	"	" ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/۲۶۱
[6] "	"	" "	۱/۲۵۵

marfat.com

Marfat.com

یا نہیں؟ اور اس طرح سے بھی واسطے طلب باراں کے اذانیں کہنے کا ثبوت ہے کہ امام سورہ یٰسٓ پڑھے اور یامبین پر اذان کہے اور سب مقتدی بھی اس کے ساتھ اذانیں کہیں، مطلق اذان میں کانوں میں انگلیاں رکھ کر ان کو ہلانا اور گھمانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مسجد کے اندر وقتی اذان کہنا مکروہ ہے کما فی فتح القدیر وغیرہ (جیسا کہ فتح القدیر وغیرہ میں ہے۔ت) مگر اذان بغرضِ طلب باراں یا دفعِ وبا بہ نیت اذان واعلان وطلب مردمان نہیں ہوتی بلکہ بہ نیت ذکر اور ذکر مسجد میں جائز ہے پھر اولیٰ یہ ہے کہ بیرون مسجد فصیل وغیرہ پر ہو اور اس میں اصلاً کوئی حرج نہیں کہ اذان ذکرِ الٰہی ہے اور بارش رحمتِ الٰہی، اور ذکرِ الٰہی باعثِ نزولِ رحمتِ الٰہی ہے، یونہی طریقۂ مذکورۂ یٰسٓ واذان بھی از قبیل اعمال ہے جس کے لیے اس سے زیادہ کسی ثبوت کی حاجت نہیں کہ شرع سے اس کی ممانعت نہیں آئی یٰسٓ شریف کیلئے حدیث میں آیا، یٰسٓ لما قرء لہ سورۂ یٰسٓ اُس کام کے لیے ہے جس لیے پڑھی جائے یعنی جس نیت سے پڑھی جائے اللہ تعالیٰ عطا فرمائے۔ اذان میں انگلیاں کان میں رکھنا مسنون ومستحب ہے مگر ہلانا اور گھمانا حرکت فضول ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۵) ۴ جمادی الاخری ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بے وضو اذان کہنا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

جائز ہے بایں معنے کہ اذان ہو جائے گی مگر چاہئے نہیں، حدیث میں اس سے ممانعت آئی ہے، ولہذا علامہ شرنبلالی نے نظر بحدیث کراہت اختیار فرمائی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۶) از ریاست رام پور بزریہ ملا ظریف بنگلہ متصل مسجد مرسلہ مولوی علیم الدین صاحب اسلام آبادی ۱۵ جمادی الاخرے ۱۳۱۴ھ

الاستفتاء: ما قولکم رحمکم اللہ ربکم فی اذان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم هل هو اذن بنفسہ علیہ الصلاۃ والسلام ام لا ولو کان مرۃ فی عمرہ علیہ الصلاۃ والسلام، وفی ابتداء وجوب صلاۃ الجنازۃ علی المیت ای زمان کان

سوال: اے علماء (اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے) اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے، کیا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اذان دی ہے یا نہیں، اگرچہ تمام عمر میں ایک دفعہ ہو۔ اور میت پر نماز جنازہ کے وجوب کی ابتداء کب ہوئی؟ سب سے پہلے کس کی نمازِ جنازہ پڑھائی گئی؟ کیا یہ مدینہ منورہ

marfat.com

Marfat.com

وعلی من صلی اولاً فی المدینۃ المنورۃ وجبت ام فی المکۃ المعظمۃ واول الصلاۃ صلیھا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی ای صحابی کانت، وماکان اسمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بیّنوا توجروا۔

میں لازم ہوئی یا مکہ مکرمہ میں؟ سب سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کس صحابی کی نمازِ جنازہ ادا فرمائی؟ اس صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نام کیا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

قال فی الدر مختار وفی الضیاء انہ علیہ الصلاۃ والسلام اذن فی سفر بنفسہ واقام وصلی الظھر وقد حققناہ فی الخزائن اھ[1] قال فی رد المحتار حیث قال بعد ماھنا ھذا وفی شرح البخاری لابن حجر ومما یکثر السؤال عنہ، ھل باشر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الاذان بنفسہ وقد اخرج الترمذی، انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذن فی سفر وصلی باصحابہ وجزم بہ النووی وقواہ ولکن وجد فی مسند احمد من ھذا الوجہ فامر بلالاً فاذن فعلم ان فی روایۃ الترمذی اختصارا وان معنی قولہ اذن امر بلالاً کما یقال اعطی الخلیفۃ العالم الفلانی کذا وانما باشر العطاء غیرہ[2] اھ ورأیتنی کتبت فیما علقت علی رد المحتار مانصہ اقول لکن سیاق صفۃ الصلاۃ عند

درمختار میں فرمایا اور الضیاء میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سفر میں بنفسِ نفیس اذان دی، تکبیر کہی اور ظہر کی نماز پڑھائی اور ہم نے خزائن میں اس بارے میں تحقیق کی ہے اھ رد المحتار میں کہا وہاں اس گفتگو کے بعد یہ فرمایا کہ ابن حجر کی فتح الباری شرح البخاری میں ہے کہ اکثر طور پر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خود اذان دی ہے؟ اور ترمذی نے روایت کیا ہے کہ آپ نے دورانِ سفر خود اذان دی اور صحابہ کو نماز پڑھائی، امام نووی نے اس پر جزم کرتے ہوئے اسے قوی قرار دیا لیکن اسی طریق سے مسند احمد میں ہے کہ آپ نے بلال کو حکم دیا تو انہوں نے اذان کہی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روایت ترمذی میں اختصار ہے اور ان کے قول اذن کا معنٰی یہ ہے کہ آپ نے بلال کو اذان کا حکم دیا، جیسا کہ محاورۃً کہا جاتا ہے کہ بادشاہ نے فلاں عالم کو یہ عطیہ دیا حالانکہ وہ خود عطا نہیں کرتا بلکہ عطا کرنے والا کوئی غیر ہوتا ہے۔

---

[1] الدرالمختار باب الاذان مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۶۵
[2] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۲۹۵

marfat.com

Marfat.com

ذکر التشهد عن تحفة الامام ابن حجر المکی انه صلی الله تعالٰی علیه وسلم اذن مرة فی سفر فقال فی تشهده "اشهد انی رسول الله" وقد اشار ابن حجر الی صحته، وهذا نص مفسر لا یقبل التأویل، وبه یتقوی تقویة الامام النووی رحمه الله تعالٰی اھ ما کتبت، وبه ظهر الجواب عن المسألة الاولٰی، واما بدء صلاة الجنازة فکان من لدن سیدنا اٰدم علیه الصلاة والسلام، اخرج الحاکم فی المستدرك والطبرانی والبیهقی فی سننه عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما قال اٰخر ما کبر النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم علی الجنازة اربع تکبیرات، وکبر عمر علی ابی بکر اربعا، وکبر ابن عمر علی عمر اربعا وکبر الحسن بن علی علی علی اربعا، وکبر الحسین بن علی علی الحسن بن علی اربعا، وکبرت الملٰئکة علی اٰدم اربعا،[1] ولم تشرع فی الاسلام الا فی المدینة المنورة اخرج الامام الواقدی من حدیث حکیم بن حزام رضی الله تعالٰی عنه فی ام المؤمنین خدیجة رضی الله تعالٰی عنها انها توفیت سنة عشر من البعثة بعد خروج بنی هاشم من الشعب ودفنت بالحجون ونزل النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی حفرتها و

مجھے اس بارے میں مزید جو سمجھ آئی اسے میں نے اپنے حاشیہ رد المحتار میں تحریر کیا ہے اور اسکے الفاظ یہ ہیں **اقول**، عنقریب صفاتِ نماز کے تحت ذکرِ تشہد میں تحفہ امام ابن حجر مکی سے آرہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سفر میں ایک دفعہ اذان دی تھی اور کلماتِ شہادت یُوں کہے اشہد انی رسول اللہ (میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہُوں) اور ابنِ حجر نے اس کی صحت کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ نص مفسر ہے جس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہیں اور اس سے امام نووی رحمہ اللہ تعالٰی کے قول کو اور تقویت ملتی ہے اھ (میری تحریر ختم ہوئی) اس سے پہلے سوال کا جواب آگیا۔ باقی رہی جنازہ کی ابتداء، تو یہ سیدنا آدم علیہ السلام کے دور سے ہے۔ حاکم نے مستدرک، طبرانی اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جنازہ پر جو آخری عمر میں تکبیرات کہیں وُہ چار تھیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جنازۂ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر چار تکبیرات کہیں، اور ابنِ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جنازۂ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ پر، امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جنازۂ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ پر اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے جنازۂ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ پر چار تکبیرات کہیں، ملائکہ نے سیدنا آدم علیہ السلام پر چار تکبیریں کہیں اور اسلام میں وجوبِ نمازِ جنازہ کا حکم

---

[1] المستدرک للحاکم التکبیر علی الجنازۃ اربع مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۳۸۶

marfat.com

Marfat.com

لم تکن شرعة الصلاۃ علی الجنائز[1] اھ وقال الامام ابن حجر العسقلانی فی الاصابۃ فی ترجمۃ اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ذکر الواقدی انہ مات علی راس تسعۃ اشھر من الھجرۃ رواہ الحاکم فی المستدرک وقال الواقدی کان ذلک فی شوال قال البغوی بلغنی انہ اول من مات من الصحابۃ بعد الھجرۃ وانہ اول میت صلی علیہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2] اھ وبہ اتضح الجواب۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مدینہ منورہ میں نازل ہوا، امام واقدی نے حضرت ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے بارے میں حکیم بن حزام رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کا وصال بعثت کے دسویں سال شعب ابی طالب سے خروج کے بعد ہوا اور آپ کو حجون کے قبرستان میں دفن کیا گیا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خود ان کی لحد میں اترے اور اس وقت میت پر جنازہ کا حکم نہیں تھا اھ اور امام ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے احوال میں واقدی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ان کا وصال ہجرت کے بعد نویں مہینے کے آخر میں ہوا، اسے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا اور بقول واقدی یہ شوال کا مہینہ تھا، بغوی نے کہا کہ ہجرت کے بعد سب سے پہلے اسی صحابی کا وصال ہوا، اور یہ پہلے صحابی کی میت تھی جس پر نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھی اھ اور اسی جواب واضح ہوگیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۳۳۷) از شہر کہنہ ۲۳ شوال مکرم ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے مسجد کے اندر زنا کیا نعوذ باللہ من ذلک اب زید مسجد میں مؤذن رہ سکتا ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ زید کو مسجد میں رکھنے کے واسطے کوشش اور حجت کرتے ہیں اُن کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نسأل اللہ العافیۃ (اللہ تعالٰی سے عافیت کا سوال ہے۔ ت) اگر یہ امر ثابت ہے تو ظاہر کہ زید اخبثِ فساق و فجار سے ہے اور فاسق کی اذان اگرچہ اقامتِ شعار کا کام دے مگر اعلام کہ اس کا بڑا کام ہے اُس سے حاصل نہیں ہوتا، نہ فاسق کی اذان پر وقتِ روزہ و نماز میں اعتماد جائز۔ لہذا مندوب ہے کہ اگر فاسق نے اذان دی ہو تو اس پر قناعت نہ کریں بلکہ دوبارہ مسلمان متقی پھر اذان دے، تو جب تک یہ شخص صدق دل سے تائب ہو

---

[1] الاصابہ فی تمییز الصحابہ ترجمہ خدیجہ بنت خویلد نمبر ۳۳۵ مطبوعہ دار صادر بیروت ۲۸۳/۴

[2] " " " " ترجمہ اسعد بن زرارہ نمبر ۱۲۱ " " ۳۴/۱

marfat.com

Marfat.com

اُسے ہرگز مؤذن نہ رکھا جائے مسجد سے جُدا کر دینا ضرور ہے۔ درمختار میں ہے :

جزم المصنف بعدم صحة اذان مجنون ومعتوہ وصبی لا یعقل قلت وکافر وفاسق لعدم قبول قولہ فی الدیانات[1]۔

مصنف نے دیوانے، ناقص العقل اور ناسمجھ بچّے کی اذان کے بارے میں عدمِ صحت کا قول کیا ہے۔ میں کہتا ہُوں کہ کافر و فاسق کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ امورِ دینیہ میں ان کا قول قابلِ قبول نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

المقصود الاصلی من الاذان فی الشرع الاعلام بدخول اوقات الصلاة ثم صار من شعائر الاسلام فی کل بلدة اوناحیة من البلاد الواسعة فمن حیث الاعلام بدخول الوقت وقبول قولہ لابد من الاسلام والعقل والبلوغ والعدالة فاذا اتصف المؤذن بھذہ الصفات یصح اذانہ والافلا یصح من حیث الاعتماد علیہ، واما من حیث اقامة الشعار النافیة للاثم عن اھل البلدة فیصح اذان الکل سوی الصبی الذی لا یعقل فیعاد اذان الکل ندبا علی الاصح کما قدمناہ عن القھستانی[2] اھ ملخصا۔

اذان کا مقصودِ اصلی شرع میں اوقاتِ نماز کے دخول کی اطلاع ہے پھر یہ تمام ممالک اور بڑے شہروں کے اطراف میں شعائرِ اسلام کا درجہ پا چکی ہے تو دخولِ وقت کی اطلاع اور اس کے قول کی مقبولیت کے لیے ضروری ہے کہ اس کا قائل مسلمان، عاقل، بالغ اور عادل ہو، اگر مؤذن ان صفات کے ساتھ متصف ہُوا تو اس کی اذان درست ہوگی اور اگر اس میں یہ صفات نہیں تو اس پر اعتماد ہونے کی حیثیت درست نہ ہوگی البتہ اس حیثیت سے کہ یہ ان شعائر میں سے ہے جو تمام شہر والوں کو گناہ سے بچاتی ہے تو یہ بچّے ناسمجھ کے علاوہ ہر کسی کی صحیح ہوگی لہذا اصح یہ ہے کہ ان تمام کی اذان کا لوٹانا مستحب ہے جیسا کہ ہم نے قہستانی کے حوالے سے ذکر کیا ہے اھ ملخصا۔ (ت)

اور جو اُس کی حمایت میں فضول حجت کرتے ہیں امرِ ناحق کے مددگار بنتے ہیں اُنھیں باز آنا چاہئے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے : ولا تکن للخائنین خصیما خیانت کرنے والوں کا وکیل نہ بن۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۳۸) از نقشبندی محلہ بریلی مسئولہ منشی احمد حسین صاحب ۱۰ رجب ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین صلاۃ کے بارہ میں کہ بروز جمعہ بعض مسجدوں میں لوگوں نے بعد اذان کے صلاۃ کا

---

[1] الدرالمختار باب الاذان مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۶۴

[2] ردالمحتار باب الاذان مصطفی البابی مصر ۱/۲۹۰

marfat.com

Marfat.com

معمول رکھا ہے اکثر آدمی اذان سُن کر مسجد میں فوراً حاضر نہیں ہوتے صلاۃ کے منتظر رہتے ہیں جب اذان سے کچھ دیر کے بعد صلاۃ ہوتی ہے تو مسجد میں حاضر ہوتے ہیں یہ فعل جائز ہے یا ناجائز، اور بعد اذان کے مسجد کے اندر سے کسی باہر کے شخص کو نماز کے واسطے پکارنا درست ہے یا نادرست؟

الجواب

صلاۃ جائز ہے مگر جمعہ کے دن اذانِ اول سُن کر نہ آنا حرام ہے ھو الصحیح المعتمد کما فی الدر المختار وغیرہ (صحیح اور معتمد یہی ہے جیسا کہ دُرمختار وغیرہ میں ہے۔ ت) اگر صلاۃ کی وجہ سے یہ سُستی ہو جمعہ کے دن صلاۃ کا ترک کرنا ضرور ہے بعد اذان باہر والے کو آواز دینے میں حرج نہیں جب کوئی محذورِ شرعی نہ ہو مثلاً بعد شروع خطبہ آواز دینا حرام ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۳۹) از بنگالہ ضلع پابنہ ڈاکخانہ سراج گنج موضع بھنگا باڑی مرسلہ منشی عنایت اللہ صاحب ۶ شوال ۱۳۱۶ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے دن دونوں اذان بآوازِ بلند چاہئے یا اوّل بآوازِ بلند اور ثانی پست کرکے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

دونوں اذانیں پُوری آواز سے خوب بلند کہی جائیں جس طرح اذان میں سنّت ہے آج کل جو عوام دوسری اذان کو کہ خطبہ کے وقت ہوتی ہے پست آواز سے مثل تکبیر کے کہہ لیتے ہیں محض جہالت ہے اس سے سنّت ادا نہیں ہوتی، اصل اذان زمانہ اقدس حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و زمانہ صدیق اکبر و فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما میں یہی تھی، پہلی اذان امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے زائد فرمائی ہے کما ثبت فی الصحیحین وغیرھما (جیسا کہ بخاری ومسلم وغیرہ میں ثابت ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۴۰) اگر نمازیوں کو نماز کے وقت سے گھنٹہ آدھ گھنٹہ پہلے ان کی اجازت سے یا بغیر اجازت اُن کے مکانوں پر جا کر فجر کی نماز کے واسطے بتاکید جگا دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

نماز کے لیے جگانا موجبِ ثواب ہے مگر وقت سے اتنا پہلے جگانے کی کیا حاجت ہے البتہ ایسے وقت جگائے کہ استنجاء و وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر سُنّتیں پڑھے اور تکبیر اولٰی میں شامل ہو جائے، واللہ تعالٰی اعلم۔

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ (۳۴۱) اذان مسجد میں صبح کاذب میں کہنا چاہیے یا صبح صادق میں ؟

الجواب

ہمارے مذہب میں اذان قبل وقت جائز نہیں اگرچہ فجر کی ہو ، واللہ تعالےٰ اعلم ۔

مسئلہ (۳۴۲) ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں صلٰوۃ[1] پکارنا عیدین وجمعہ میں کیسا ہے ؟ بینوا توجروا ۔

الجواب

عیدین[1] میں " الصلوٰۃ جامعۃ " کہا جائے ، اور جمعہ میں تثویب حسبِ استحسان متاخرین جائز ہے اور تحقیق یہ ہے کہ وہاں کے نمازیوں کی حالت ومصلحت پر نظر کی جائے اگر وہ لوگ اذان سُن کر خود جمع ہوجاتے ہیں تو تثویب ہرگز نہ کہی جائے کہ اُن سے یہ عادتِ حسنہ چھُڑا کر انتظارِ تثویب کا خوگر کردینا ہوگا اور جہاں ایسا نہیں بلکہ اُس کی حاجت اور اُس کے فعل میں مصلحت ہے وہاں کہی جائے ھذا ھو التحقیق وبہ یحصل التوفیق (تحقیق یہی ہے اور اس سے مطابقت حاصل ہوجاتی ہے ۔ ت) واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ (۳۴۳) سوائے[2] اذان کے آواز دینا کہ چلو جماعت تیار ہے یا کسی نمازیِ پنجوقتہ یا امام کو آواز دینا یا روز کے نمازی آنے والوں کا وقتِ آخر تک انتظار کرنا کیسا ہے ؟ بینوا توجروا ۔

الجواب[2]

آخر وقت تک انتظار کرنا بایں معنے کہ وقتِ کراہت آجائے مطلقاً مکروہ ہے اور وقت استحباب تک اگر قوم حاضر ہے اور شخص منتظر مردِ شریر نہیں جس سے خوفِ ایذا ہو اور انتظار حاضرین پر ثقیل ہوگا تو قدرِ سنّت سے زیادہ انتظار مکروہ ہے اور اگر ابھی لوگ حاضر ہی نہیں یا منتظر سے ترکِ انتظار میں خوفِ ایذا ہے یا سب حاضرین انتظار پر بدل راضی ہیں تو حرج نہیں اور بقدرِ سنت تو انتظار ہمیشہ ہی چاہیے جب تک وقتِ کراہت نہ آئے انتظار مسنون ، جو عوام میں بقدر چار رکعت کے مشہور ہے بے اصل ہے بلکہ اس کی حد غیر مغرب میں یہ ہے کہ اذان سُن کر جسے وضو نہ ہو وضو کرے کھاتا ہو تو اس سے فارغ ہوجائے حاجت کی ضرورت ہو تو اس سے انفراغ وطہارت کے بعد حاضرِ مسجد ہوجائے ، واللہ تعالےٰ اعلم ۔

مسئلہ (۳۴۴) از مدرسہ اشاعۃ العلوم دوم جمادی الاولےٰ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید دعوٰی کرتا ہے کہ جب تک سب مقتدی کھڑے نہ ہولیں اور صف سیدھی نہ ہو اور امام اپنی جانماز پر کھڑا نہ ہو تب تک اقامت نہ کہی جائے اور عمرو دعوٰی کرتا ہے کہ مقتدی اور امام کو پہلے ہی سے کھڑا ہونا ضرور ہے بلکہ اقامت شروع کی اور مؤذن " حی علی الفلاح "

marfat.com

Marfat.com

تک پہنچ جائے اُس وقت امام ومقتدی کھڑے ہوجائیں اور جس وقت "قد قامت الصلاۃ" کہے تب امام تکبیر کہے اب ان دونوں میں کون حق پر ہے، دیگر صورتِ مسئلہ یہ ہے اگر کوئی شخص نمازِ جمعہ میں امام کو تشہد میں پائے یا سجدۂ سہو میں اب جمعہ اُس کا ادا ہوگیا یا نہیں؟

الجواب

عمرو حق پر ہے کھڑے ہوکر تکبیر سُننا مکروہ ہے یہاں تک کہ علماء حکم فرماتے ہیں کہ جو شخص مسجد میں آیا اور تکبیر ہورہی ہے وہ اس کے تمام تک کھڑا نہ رہے بلکہ بیٹھ جائے یہاں تک کہ مکبّر "حی علی الفلاح" تک پہنچے اُس وقت کھڑا ہو، وقایہ میں ہے:

یقوم الامام والقوم عند "حی علی الصلاۃ" ویشرع عند "قد قامت الصلاۃ"۔[1]

امام اور نمازی "حی علی الصلاۃ" پر کھڑے ہوں اور "قد قامت الصلاۃ" کے الفاظ پر امام نماز شروع کردے۔ (ت)

محیط وہندیہ میں ہے:

یقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح عند علمائنا الثلثۃ ھو الصحیح۔[2]

ہمارے تینوں ائمہ کے نزدیک جب اقامت کہنے والا "حی علی الفلاح" کہے تو اس وقت امام اور تمام نمازی کھڑے ہوں اور یہی صحیح ہے۔ (ت)

جامع المضمرات وعالمگیریہ وردالمحتار میں ہے:

اذا دخل الرجل عند الاقامۃ یکرہ لہ الانتظار قائما ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ المؤذن قولہ "حی علی الفلاح"۔[3]

جب کوئی نمازی تکبیر کے وقت آئے تو وہ بیٹھ جائے کیونکہ کھڑے ہوکر انتظار کرنا مکروہ ہے پھر جب مؤذن "حی علی الفلاح" کہے تو اس وقت کھڑا ہو۔ (ت)

اسی طرح بہت کتب میں ہے۔

اقول ولا تعارض عندی بین قول الوقایۃ واتباعھا یقومون عند "حی علی الصلاۃ" والمحیط والمضمرات ومن معھما عند "حی علی الفلاح" فانا اذا

اقول: صاحبِ وقایہ اور ان کے متبعین "حی علی الصلاۃ" کے موقع پر کھڑا ہونے کا قول کرتے ہیں اور صاحبِ محیط، مضمرات اور ان کی جماعت "حی علی الفلاح" کے وقت کھڑا ہونے کا قول

---

[1] مختصر الوقایہ فصل الاذان نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۱۲
[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فی کلمات الاذان والاقامۃ الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۵۷
[3] " " " " "

marfat.com

Marfat.com

حملنا الاول علی الانتهاء و الاٰخر علی الابتداء اتحد القولان ای یقومون حین یتم المؤذن حی علی الصلاۃ ویاتی علی الفلاح وھذا ما یعطیہ قول المضمرات یقوم اذا بلغ المؤذن حی علی الفلاح ولعل ھذا اولٰی مما فی مجمع الانھر من قولہ وفی الوقایۃ ویقوم الامام والقوم عند حی علی الصلاۃ ای قبیلہ[1] اھ

کرتے ہیں میرے نزدیک ان میں کوئی تعارض نہیں اس لیے کہ جب ہم پہلے قول کو انتہا اور دوسرے کو ابتدا پر محمول کریں تو دونوں قولوں میں اتحاد حاصل ہوجاتا ہے یعنی جب مؤذن "حی علی الصلاۃ" پورا کرکے حی علی الفلاح کہے تو کھڑے ہوں اور اس کی تائید مضمرات کے ان الفاظ سے ہوتی ہے" اس وقت کھڑا ہو جب مؤذن "حی علی الفلاح" پر پہنچے اور یہ اس سے بہتر ہے جو مجمع الانہر میں اس کا قول ہے، وقایہ میں ہے کہ امام اور نمازی "حی علی الصلاۃ" کے وقت یعنی اس سے تھوڑا سا پہلے کھڑے ہوں اھ۔ (ت)

یہ اس صورت میں ہے کہ امام بھی وقتِ تکبیر مسجد میں ہو، اور اگر وہ حاضر نہیں تو مؤذن جب تک اُسے آتا نہ دیکھے تکبیر نہ کہے نہ اُس وقت تک کوئی کھڑا ہو لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا تقوموا حتی ترونی (کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: تم نہ کھڑے ہوا کرو یہاں تک کہ مجھے دیکھ لو۔ ت) پھر جب امام آئے اور تکبیر شروع ہو اس وقت دو صورتیں ہیں اگر امام صفوں کی طرف سے داخلِ مسجد ہو تو جس صف سے گزرتا جائے وہی صف کھڑی ہوتی جائے اور اگر سامنے سے آئے تو اُسے دیکھتے ہی سب کھڑے ہوجائیں اور اگر خود امام ہی تکبیر کہے تو جب تک پوری تکبیر سے فارغ نہ ہولے مقتدی اصلاً کھڑے نہ ہوں بلکہ اگر اس نے تکبیر مسجد سے باہر کہی تو فراغ پر بھی کھڑے نہ ہوں جب وہ مسجد میں قدم رکھے اُس وقت قیام کریں، ہندیہ میں بعد عبارتِ مذکورہ ہے:

فاما اذا کان الامام خارج المسجد فان دخل المسجد من قبل الصفوف فکلما جاوز صفا قام ذلک الصف والیہ مال شمس الائمۃ الحلوانی والسرخسی وشیخ الاسلام خواھر زادہ وان کان الامام دخل المسجد من قدامھم یقومون کما رأوا الامام وان کان المؤذن والامام واحدا

اگر امام مسجد سے باہر ہو اگر وہ صفوں کی جانب سے مسجد میں داخل ہو تو جس صف سے وہ گزرے وہ صف کھڑی ہوجائے، شمس الائمہ حلوانی، سرخسی، شیخ الاسلام خواہر زادہ اسی طرف گئے ہیں، اور اگر امام اُن کے سامنے سے مسجد میں داخل ہو تو اُسے دیکھتے ہی تمام مقتدی کھڑے ہوجائیں، اگر مؤذن اور امام ایک ہی ہے پس اگر اس نے مسجد کے اندر

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب الاذان داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۸۷

marfat.com

Marfat.com

فان اقام فی المسجد فالقوم لا یقومون مالم یفرغ عن الاقامۃ وان اقام خارج المسجد فمشایخنا اتفقوا علی انھم لایقومون مالم یدخل الامام المسجد ویکبر الامام قبیل قولہ قد قامت الصلاۃ قال الشیخ الامام شمس الائمۃ الحلوانی وھو الصحیح ھکذا فی المحیط۔[1]

ہی تکبیر کہی تو قوم اس وقت تک کھڑی نہ ہو جب تک وہ تکبیر سے فارغ نہ ہو جائے اور اگر اس نے خارج از مسجد تکبیر کہی تو ہمارے تمام مشائخ اس پر متفق ہیں کہ لوگ اس وقت تک کھڑے نہ ہوں جب تک امام مسجد میں داخل نہ ہو اور امام "قد قامت الصلاۃ" سے تھوڑا پہلے تکبیر تحریمہ کہے امام شمس الائمہ حلوانی کہتے ہیں کہ یہی صحیح ہے، محیط میں اسی طرح ہے۔ (ت)

جمعہ بھی ہمارے امام کے نزدیک اس بارے میں مثل اور نمازوں کے ہے۔ سلام سے پہلے جو شریک ہو لیا اس نے جمعہ پالیا دو ہی رکعت پڑھے، درمختار میں ہے:

من ادرکھا فی تشھد او سجود سھو علی القول بہ فیھا یتمھا جمعۃ خلافا لمحمد۔[2]

جس شخص نے جمعہ کی نماز میں تشہد یا سجدہ سہو میں اس قول پر جو جمعہ میں سجدہ سہو کا قول کرتے ہیں امام کو پایا تو وہ نماز کو جمعہ کے طور پر پورا کرے اس میں امام محمد کا اختلاف ہے۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۲۵) ایک طالب علم اذان میں حی علی الصلاۃ ایک بار دہنی طرف منہ پھیر کر کہتے ہیں اور پھر بائیں طرف منہ پھیر کر ایک بار حی علی الفلاح کہتے ہیں اور پھر دہنی طرف منہ پھیر کر ایک بار حی علی الصلاۃ اور پھر بائیں طرف منہ پھیر کر حی علی الفلاح کہتے ہیں اور اس طرح اذان دینے کو افضل کہتے ہیں اور حاشیہ ہدایہ کا حوالہ دیتے ہیں کہ اس میں اس طرح آیا ہے، یہ قول اُن کا درست ہے یا نہیں؟ اور اس طرح اذان دیا کریں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ محض غلط وخلافِ سنّت ہے، عالمگیریہ ومحیط سرخسی میں ہے: یرتب بین کلمات الاذان والاقامۃ کما شرع[3] (کلماتِ اذان وتکبیر میں اسی ترتیب کا قائم رہنا ضروری ہے جس پر مشروع کئے گئے ہیں۔ ت)

مسند احمد وسنن ابی داؤد وغیرہما میں عبداللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث تعلیم اذان میں ہے

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثانی فی کلمات الاذان والاقامۃ الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۷
[2] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب الجمعۃ " مجتبائی دہلی ۱/۱۱۳
[3] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثانی فی کلمات الاذان الخ " نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۶

marfat.com
Marfat.com

فرشتے نے کہا یُوں کہا کرو (کلماتِ اذان یہ ہیں):

اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اشھد ان لا الٰہ الا اللہ، اشھد ان لا الٰہ الا اللہ، اشھد ان محمدًا رسول اللہ، اشھد ان محمدًا رسول اللہ، حی علی الصلوٰۃ، حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح، حی علی الفلاح، اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ[1]

عبداللہ بن زید نے فرمایا حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے میں نے عرض کی، حضور نے فرمایا:

ان ھذہ لرؤیا حق ان شاء اللہ تعالٰی، ثم امر بالتاذین، فکان بلال مولی ابی بکر یؤذن بذلک[2]

اِن شاء اللہ تعالٰی یہ خواب بیشک حق ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بلال مولٰی ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہما کو اذان کا حکم دیا وہ اسی طور مذکور پر اذان دیا کرتے تھے۔

صحیح مسلم و سنن نسائی وغیرہما میں ابو محذورہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے جو حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُنھیں اذان تعلیم فرمائی اس میں بھی شہادتین کے بعد یُوں ہی ہے:

حی علی الصلاۃ، حی علی الصلاۃ، حی علی الفلاح، حی علی الفلاح، اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ[3]

غرض دونوں حی علی الصلاۃ ایک ساتھ، پھر دونوں حی علی الفلاح ایک ساتھ پڑھنے میں کوئی شک نہیں، ہاں بعض علما نے مُنہ پھیرنے میں یہ طریقہ رکھا ہے کہ ایک بار دہنی طرف کہے حی علی الصلاۃ پھر اسی کو بائیں طرف کہے، پھر ایک بار دہنی طرف کہے حی علی الفلاح پھر اسی کو بائیں طرف کہے، فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں اسی کو ترجیح دی، مگر صحیح وہی ہے کہ دونوں بار حی علی الصلاۃ دہنی طرف کہہ کر دونوں بار حی علی الفلاح بائیں طرف کہے۔ ردالمحتار میں ہے: یلتفت فیھما یمینا بالصلوٰۃ ویسارا بالفلاح وھو الاصح (اصح یہ ہے دونوں میں حی علی الصلاۃ کے وقت دائیں طرف حی علی الفلاح کے وقت بائیں طرف منہ پھیرے۔ ت) قہستانی عن المنیۃ "وھو الصحیح کما فی البحر والتبیین (اور صحیح یہی ہے جیسا کہ بحر و تبیین میں ہے۔ ت) وقال مشایخ مرو یمنۃ ویسرۃ فی کل، قال فی الفتح

---

[1] سنن ابی داؤد | باب کیف الاذان | مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور | ۱/۷۲

[2] ایضاً

[3] صحیح مسلم | کتاب الصلوٰۃ باب بدء الاذان | مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/۱۶۵

marfat.com

Marfat.com

الثانی اوجہ و ردہ الرملی بانہ خلاف الصحیح المنقول عن السلف[1] اھ باختصار

مشایخ مرو نے کہا ہے کہ ہر ایک میں دائیں اور بائیں منہ پھیرے (جیسے کہ قہستانی میں ہے) فتح میں ہے کہ دوسرا قول اوجہ ہے، اور رملی نے اس کا رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ اسلاف سے منقول صحیح قول کے منافی ہے اھ اختصار۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۴۶) ۲۱ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ

بعد اذان کے پھر کسی خاص شخص کو پکارنا بالخصوص خودی والے کو درست ہے یا نہیں؟

الجواب

بعد اذان کے سلطانِ اسلام و قاضی شرع و عالمِ دین کی خدمتوں میں مؤذن دوبارہ اطلاع کے واسطے مؤدبانہ حاضر ہو یہی سنّت ہے باقی لوگوں میں اگر سامنے سے گزریں تو کہہ دینا کہ نماز کو آؤ جماعت تیار ہے یا مسجد کو جاتے راہ میں جو ملیں اُنھیں تاکید کرتے آنا مضائقہ نہیں رکھتا مگر گھر پر آدمی بھیج کر بلانے کی حاجت نہیں خصوصاً خودی والے متکبر کو کہ متکبر شرعاً مستحقِ توہین ہے نہ لائقِ رعایت جبکہ مظنہ فتنہ نہ ہو، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۳۴۷) منشی عبدالقادر صاحب میسوری

یہاں یہ دستور ہے کہ نمازِ پنجگانہ وعیدین و نمازِ جنازہ میں شہروں اور قریہ وغیرہ سب جا صلاۃ صلاۃ پکارا کرتے ہیں یہ صلاۃ پکارنا کیسا ہے کس زمانہ و کن بزرگوں سے ابتدا جاری ہے اس کے پکارنے سے نمازیں خلل ہے یا نہیں، یہاں چند صاحبان صلاۃ پکارنا بدعت یعنی ناجائز سمجھتے ہیں از راہِ مہربانی جواب تحریر کریں۔

الجواب

عیدین میں الصلاۃ جامعۃ[2] (نماز کی جماعت تیار ہے۔ ت) باٰواز بلند دو بار پکارنا مستحب ہے مرقاۃ شرح مشکوۃ شریف میں ہے:

یستحب ان ینادی لہا الصلوۃ جامعۃ بالاتفاق[3] یہ آواز دینا کہ جماعت تیار ہے بالاتفاق مستحب ہے۔ (ت)

سوائے مغرب ہر نماز میں صلاۃ پکارنا یعنی دوبارہ اعلان کرنا ائمہ متاخرین نے مستحب رکھا ہے بلکہ

---

[1] ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۸۵

[2] فتح القدیر " " نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۱۰

[3] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ الفصل الثالث من باب صلوۃ العیدین مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/۳۰۰

marfat.com

Marfat.com

درمختار میں سب نمازوں کی نسبت لکھا،

یثوب بین الاذان والاقامۃ فی الکل للکل بما تعارفوہ[1]

متعارف طریقہ پر تمام نمازوں میں ہر ایک کے لیے اذان و اقامت کے درمیان تثویب کہنی چاہیے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے،

قولہ فی الکل ای کل الصلوات لظہور التوانی فی الامور الدینیۃ قال فی العنایۃ احدث المتاخرون التثویب بین الاذان والاقامۃ علی حسب ماتعارفوہ فی جمیع الصلوات سوی المغرب مع ابقاء الاول یعنی الاصل وھو تثویب الفجر وما رأہ المسلمون حسنا فھو عنداللہ حسن[2]۔ اھ

"فی الکل" سے مراد یہ ہے کہ تمام نمازوں میں تثویب کہے کیونکہ دینی امور میں سستی غالب آچکی ہے۔ عنایہ میں ہے کہ متاخرین نے اصل یعنی تثویب فجر کو باقی رکھتے ہوئے مغرب کی نماز کے علاوہ ہر نماز کی اذان و اقامت کے درمیان متعارف طریقہ پر تثویب کو جاری کیا ہے اور جسے مسلمان بہتر جانیں وہ اللہ تعالٰی کے ہاں بھی بہتر ہوتا ہے اھ (ت)

نمازِ جنازہ میں حرمین شریفین میں دستور ہے کہ مؤذن باآواز بلند کہتے ہیں، الصلاۃ علی المیت یرحکم اللہ (میت پر نمازِ جنازہ ادا کرو اللہ تم پر رحم فرمائے۔ ت) اور یہ سب اس آیۂ کریمہ کے تحت میں داخل ہے کہ من احسن قولا ممن دعا الی اللہ[3] (اس سے کس کی بات بہتر جو اللہ کی طرف بلائے) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من دعا الی الھدی فلہ اجرہ واجر من تبعہ[4]

جو کسی نیک بات کی طرف بلائے اس کے لیے اس کا خود اپنا اجر ہے اور جتنے اس نیک فعل میں شریک ہوں ان سب کا ثواب ہے، اور انکے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہو۔

اور زعم بدعت کا رد ہزار بار ہوچکا، ہر نوپیدا بات ناجائز نہیں ورنہ خود مدرسے بنانا، کتابیں تصنیف کرنا، صرف و نحو وغیرہا علوم کہ زمانۂ رسالت میں نہ پڑھے جاتے تھے پڑھنا پڑھانا سب حرام ہوجائے اور اسے کوئی عاقل نہیں کہہ سکتا خود یہ اہل بدعت ہزارہا جدید باتیں کرتے ہیں کہ زمانۂ رسالت میں اس ہیئت کذائی سے موجود نہ تھیں بعد کو حادث ہوئیں مگر اپنے لیے جو چاہیں حلال کرلیتے ہیں واللہ سبحٰنہ وتعالٰی

[1] الدرالمختار باب الاذان مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۶۴
[2] ردالمحتار " مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۲۸۶
[3] القرآن ۴۱/۳۳
[4] مسلم شریف باب من سن سنۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۴۱
نوٹ: مسلم شریف کے الفاظ یہ ہیں: من دعا الی ھدی کان لہ من الاجر مثل اجور من تبعہ لاینقص ذٰلک من اجورھم شیئا الخ۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

Marfat.com

اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ (۳۴۸) از دمن خرد علداری پرتگال مسئولہ مولوی ضیاء الدین صاحب ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اقامت کے قبل درود شریف بآواز بلند پڑھتا ہے اور اور اس کے ساتھ ہی اقامت یعنی تکبیر شروع کر دیتا ہے کہ جس سے عوام کو معلوم ہوتا ہے کہ درود شریف اقامت کا جزء ہے اور عمرو درود شریف نہیں پڑھتا صرف اقامت کہتا ہے تو زید کو یہ فعل اس کا ناپسند آتا ہے اور اصرار سے اس کو پڑھنے کو کہتا ہے اس صورت میں درود شریف جہر سے پڑھنا اور زید کا اصرار کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

درود شریف قبل اقامت پڑھنے میں حرج نہیں مگر اقامت سے فصل چاہیئے یا درود شریف کی آواز آواز اقامت سے ایسی جدا ہو کہ امتیاز رہے اور عوام کو درود شریف جزء اقامت نہ معلوم ہو، رہا زید کا عمرو پر اصرار کرنا وہ اصلاً کوئی وجہ شرعی نہیں رکھتا یہ زید کی زیادتی ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۴۹) از کیمپ میرٹھ کوٹھی خان بہادر کرہ شیخ علاء الدین صاحب مرسلہ سید حسن صاحب ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ

باعث استفسار یہ ہے کہ اگر صبح کی اذان لوگوں کو سحری کے وقت کے اختتام سے آگاہی کے واسطے صبح صادق نکلنے سے آٹھ یا دس منٹ پہلے دے دی جایا کرے تو اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اذان وقت سے پہلے دینی مطلقاً ناجائز وممنوع ہے، تبیین الحقائق میں ہے:

لایؤذن قبل الوقت ویعاد فیہ وانکار السلف علی من یؤذن بلیل دلیل علی انہ لم یجز قبل الوقت[1]

قبل از وقت اذان نہ دی جائے اور اگر دے دی جائے تو وقت کے اندر پھر لوٹائی جائے اور اسلاف کا رات کو اذان دینے والے پر انکار اس بات کی دلیل ہے کہ قبل از وقت اذان جائز نہیں۔ (ت)

البحر الرائق میں ہے: لایجوز قبلہ[2] (قبل از وقت اذان جائز نہیں۔ ت) ختم سحری کے لیے صلاۃ وغیرہ کوئی اور اصطلاح مقرر کرسکتے ہیں اور وہ بھی چار پانچ منٹ سے زیادہ وقت صبح سے مقدم نہ ہو کہ تاخیر سحور سنت اور اس میں برکت ہے اور زیادہ اول سے منع کر دینا فتوائے باطل وبدعت وخلاف شریعت ہے پھر یہ بھی اس کے لیے ہے

---

[1] تبیین الحقائق باب الاذان مطبوعہ المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ مصر ۱/۹۳

[2] البحر الرائق ۔۔۔ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۶۲

marfat.com

Marfat.com

جو وقت صحیح جانتا ہو نہ وہ جو آج کل کی عام جنتریوں میں چھپا یا چھپتا ہے کہ اکثر باطل و ضلالت ہے انھیں میں سے میرٹھ کی "دوامی جنتری" بھی سراپا غلط و بطالت ہے یونہی ہمیشہ رات کا فلاں معین حصہ چھوڑنا محض نادانی و جہالت ہے ان مجمل الفاظ کی تشریح اول طبع ہوچکی اور بعض فتاوائے دیگر مفصلہ سے معلوم ہوگی بعونہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۵۷) از ملک گجرات بھڑوچ محلہ گھونسواڑہ آملہ مسجد مرسلہ محمد الدین مجددی ۱۷ جمادی الاخری ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ سنتِ جمعہ پڑھنے کے لیے ملک گجرات کے بعض مقام میں جو ایک صلاۃ سنت قبل جمعہ پڑھنے کے واسطے مؤذن بلند آواز سے روز جمعہ کے پکارتا ہے اور بغیر صلاۃ سنت قبل الجمعہ پکارنے کے سنت قبل الجمعہ کی لوگ نہیں پڑھتے اور اس صلاۃ سنت قبل جمعہ کا مسجد میں جمع ہوکر انتظار کرتے ہیں تاکہ مؤذن یہ صلاۃ سنت کی پکارے تو سنت قبل جمعہ پڑھیں الفاظ یہ ہیں : الصلاۃ سنۃ قبل الجمعۃ الصلاۃ رحمکم اللہ (جمعہ سے پہلی سنتیں اداکرو اللہ تم پر رحم فرمائے۔ ت) کیا ان الفاظ سے صلاۃ کہنا فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے یا مستحب ہے اور کس مجتہد نے اسلام میں اس کو جاری کیا ہے اور یہ صلاۃ سنت قبل الجمعہ اگر کوئی شخص نہ پکارے اور سنتیں جمعہ کی پڑھ لے تو سنتیں ہوجاتی ہیں یا نہیں اور نہ پکارنے سے مرتکب گناہ کا ہوگا یا نہیں، نماز جمعہ اور سنتِ جمعہ میں بھی نہ پکارنے سے قصور لازم آتا ہے یا نہیں، اور نہ کہنے والا مذہب امام اعظم کا مقلد رہتا ہے یا وہابی نجدی ہوکر اسلام سے خارج ہوجاتا ہے، کیا وہ بے ایمان ہوجاتا ہے، کیا تثویب جس کو فقہائے حنفیہ نے مستحسن فرمایا ہے وہ یہی صلاۃ سنت قبل الجمعہ ہے یا اس کی کوئی اور صورت ہے؟ مستند کتب حنفیہ سے ثبوت مع دلائل تحریر فرماکر اجرِ عظیم پائیں مہر مع دستخط علمائے کرام ثبت ہو۔

الجواب

تثویب جسے ہمارے علمائے متاخرین نے نظر بحال زمانہ جائز رکھا اور مستحب و مستحسن سمجھا وہ اعلام بعد اعلام ہے اور اس کے لیے کوئی صیغہ معین نہیں بلکہ جو اصطلاح مقرر کرلیں اگرچہ انھیں لفظوں سے کہ الصلاۃ السنۃ قبل الجمعۃ الصلاۃ رحمکم اللہ تعالٰی (نماز جمعہ سے پہلے سنت نماز اداکرلو اللہ تم پر رحم فرمائے۔ ت) تو اس وجہ پر کہنا زیر مستحب داخل ہوسکتا ہے۔ درمختار میں ہے :

یثوب بین الاذان والاقامۃ فی الکل للکل بما تعارفوہ الا فی المغرب[1]۔

مغرب کے علاوہ ہر نماز کے وقت میں تمام لوگوں کے لیے اذان واقامت کے درمیان معروف طریقہ پر تثویب کہی جائے۔ (ت)

---

[1] درمختار باب الاذان مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۶۳

marfat.com

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے :

بما تعارفوہ کتنحنح او قامت قامت او الصلوٰۃ الصلوٰۃ ولو احدثوا اعلاما مخالفا لذلك جاز نھر عن المجتبٰی۔[1]

بما تعارفوہ سے مراد مثلاً کھانسنا ، نماز کھڑی ہوگئی ، نماز کھڑی ہوگئی ، نماز ، نماز ، اور اگر اس کے علاوہ کوئی الفاظ اطلاع کے لیے مخصوص کر لیے جائیں تو جائز ہیں ۔ نہر نے مجتبٰی سے نقل کیا ہے ۔ (ت)

اسی میں عنایہ سے ہے :

احدث المتاخرون التثویب بین الاذان و الاقامۃ ، علی حسب ما تعارفوہ فی جمیع الصلوات سوی المغرب ، مع ابقاء الاول ، یعنی الاصل ، وھو تثویب الفجر ، و ما راٰہ المسلمون حسنًا ، فھو عند اللہ حسن۔[2]

کہ متاخرین نے اصل یعنی تثویب فجر کو باقی رکھتے ہوئے معروف طریقہ پر مغرب کے علاوہ ہر نماز کی اذان و اقامت کے درمیان متعارف طریقہ پر تثویب کو جاری کیا ہے ، اور جسے مسلمان بہتر جانیں وہ اللہ تعالٰی کے ہاں بھی بہتر ہوتا ہے ۔ (ت)

مگر اس پر اور باتیں جو اضافہ کیں بے اصل و باطل ہیں ؛ (مثلاً)

(۱) جب تک یہ صلاۃ نہ پکاری جائے سنّتِ جمعہ نہ پڑھنا ۔

(۲) مسجد میں جمع ہو کر اس پکارنے کا منتظر رہنا گویا سنّتِ قبل الجمعہ کو اذن مؤذن کا محتاج کر رکھا ہے کہ وہ صلاۃ پکار کر اجازت دے تو پڑھیں یہ بدعت ہے ۔

(۳) بغیر اس کے یہ سمجھنا کہ سنّتیں نہ ہوں گی ۔

(۴) نہ پکارنے کو گناہ جاننا ۔

(۵) نہ پکارنے سے نمازِ جمعہ میں قصور سمجھنا ۔

(۶) نہ پکارنے والے کو تقلیدِ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے باہر خیال کرنا ۔

(۷) معاذ اللہ اسے وہابی و بے ایمان گمان کرنا یہ پانچوں اعتقاد باطل و ضلال ہیں ان کے معتقدین پر توبہ فرض قطعی ہے اور ان ساتوں رسوم و خیالاتِ باطلہ کا ہدم و اعدام لازم ہے ۔

---

[1] ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۸۷

[2] ؍؍ ؍؍ ۱/۲۸۶

marfat.com

Marfat.com

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد[1] واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہمارے دین میں ایسی چیز ایجاد کی جو دین میں سے نہیں پس وہ مردود ہوگی۔ (ت)

مسئلہ (۳۵۱) جمادی الاخری ۱۳۲۹ھ

نمازِ جمعہ میں اذان کے بعد پھر صلاۃ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اذان کے بعد صلاۃ تثویب ہے اور تثویب کو علماء نے ہر نماز میں مستحب رکھا ہے۔ درمختار میں ہے:

یثوب فی الکل للکل بما تعارفوہ الا فی المغرب[2]

مغرب کے علاوہ ہر نماز کے وقت تمام لوگوں کے لیے متعارف طریقے پر تثویب کہنی چاہیے۔ (ت)

عنایہ میں ہے: فی جمیع الصلوات سوی المغرب[3] (مغرب کے علاوہ تمام نمازوں میں تثویب جائز ہے۔ ت)

درمختار میں ہے:

التسلیم بعد الاذان حدث فی عشاء لیلۃ الاثنین ثم یوم الجمعۃ ثم بعد عشر سنین فی الکل الا المغرب ثم فیھا مرتین وھو بدعۃ حسنۃ[4]

اذان کے بعد صلاۃ وسلام ہر سوموار کو عشاء کی نماز کے موقعہ پر پڑھا جاتا تھا پھر جمعہ کے دن شروع ہوا اس کے دس سال بعد مغرب کے علاوہ ہر نماز کی اذان کے بعد شروع کر دیا گیا پھر مغرب میں بھی دو دفعہ پڑھا جانا شروع ہوگیا اور یہ بدعتِ حسنہ ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

یؤذن ثانیا بین یدی الخطیب افاد بوحدۃ الفعل ان المؤذن اذا کان اکثر من واحد اذنوا واحدا بعد واحد ولا یجتمعون کما فی الجلابی والتمرتاشی ذکرہ

اور مؤذن دُوسری بار خطیب کے سامنے اذان دے (جب خطبہ پڑھنے کے لیے وُہ منبر پر بیٹھے) ماتن نے فعلِ مؤذن کو بصیغہ واحد لاکر افادہ کیا کہ جب مؤذن ایک سے زیادہ ہوں تو اذان یکے بعد دیگرے کہیں

---

[1] سنن ابن ماجہ باب اتباع سنۃ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳
[2] درمختار باب الاذان " " مجتبائی دہلی ۱/ ۶۳
[3] عنایۃ مع فتح القدیر " نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۱۴
[4] درمختار " " " ۱/ ۶۴

marfat.com

Marfat.com

القہستانی[1] واللہ تعالٰی اعلم

سب مل کر نہ کہیں۔ جیسا کہ جلابی اور تمرتاشی میں ہے۔ اس کو قہستانی نے ذکر کیا ہے۔ (ت)

مسئلہ (۳۵۲) **اوّلاً** از شہر بھڑوچ لال بازار چنارواڑ مرسلہ عباس میاں صاحب و مولوی علی میاں صاحب ابن مولوی محمد نصر اللہ صاحب صدیقی۔

ثانیاً از احمد آباد محلہ خان پور متصل درگاہ حضرت شاہ وجیہ الدین صاحب علوی مرسلہ جناب شاہ سید احمد صاحب ابن سید غلام وجیہ الدین صاحب علوی ۱۹ جمادی الاولٰی ۱۳۳۰ھ

مرشدنا جناب مولٰینا حاجی مولوی احمد رضا خاں صاحب بعد سلام علیک کے بندۂ غلام خاکسار عباس میاں کی طرف سے عرض خدمت بابرکات میں یہ ہے کہ ایک سال سے یہ فتنہ ہمارے شہر میں پڑا ہے کہ جو شخص صلوٰۃ جمعہ کہے وہ گناہ کرتا ہے اور بدعتی اُس کو کہتے ہیں اور گمراہ جانتے ہیں اور دلیلیں مولوی خرم علی اور ترجمۂ غایۃ الاوطار سے اور مائۃ مسائل کی پیش کرتے ہیں اور مولوی اشرف علی اور گنگوہی کی کتابوں کی سند لاتے ہیں اور آپ کا فتوٰی جو اس خط کے ہمراہ رکھا ہے جس کی مہر میں ۱۳۰۱ھ ہے وہ ہر ایک کو دکھاتے ہیں حضور جو آپ نے سات اعتقاد باطل وضلال لکھے ہیں وہ ہمارا کہنا نہیں فقط اتنا ہے کہ روزِ جمعہ کو ندا جو معمول مدتِ مدید سے چلا آتا ہے اور اس کے لیے اول ایک رسالہ نور الشمعہ چھپ گیا ہے اس میں لکھا ہے یہ ندا جائز بلکہ مستحسن ہے اور جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب احمد آبادی نے ایک فتوٰی اس ندا کے جواز میں دیا ہے اور تمام کہتے ہیں مدت مدید سے اس کو اب یہ شخص منع کرتا اور بدعتی کہتا گناہ بتاتا ہے اور جھوٹے سوال لکھتا اور جواب منگواتا ہے غلام گنہگار ہے خدا آپ بزرگوار کی دعا اور طفیل غوث الورٰی کے میرے گناہ بخشے آمین! عباس میاں ولد علی میاں۔

خط ثانی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مجمع البرکات حامی شرع مبین مولانا و اولٰنا جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب از جانب فقیر حقیر سید احمد علوی الوجیہی بعد تبلیغ مراسم نیاز عرض خدمت فیض درجت میں یہ ہے کہ جناب عالی بندہ نے مستشار العلماء لاہور آپ کی خدمت میں روانہ کیا ہے کہ اس اشتہار کو ملاحظہ فرمائیں اس کا بانی کار محمد دین ایک پنجابی ہے پہلے ہندو تھا پھر مسلمان ہوا اور دیوبند و گنگوہ میں جا کر کچھ پڑھا فی الحال بھڑوچ میں رہتا ہے اور سلسلہ پیری مریدی کا ضلع بھڑوچ کے گاؤں میں جاری کیا ہے قبلۂ عالم نفس تثویب کا یہ شخص منکر ہے کہ تثویب کا ثبوت کسی کتاب حنفیہ سے نہیں یہ بدعتِ مذمومہ ہے آپ نے تثویب کو اسی مستشار العلما میں بہت اچھی طرح سے ثابت کردیا ہے بندہ جب یہ پیش کرتا ہے کہ دیکھو اسی اشتہار میں مولوی صاحب نے

---

[1] درمختار باب الجمعہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۱۳

marfat.com

Marfat.com

تثویب کو بحمداللہ کتب حنفیہ سے ثابت کیا ہے اور تم لوگ نفس تثویب کے منکر ہو اور جو شخص پکارتا ہے اس کو بدعتی کہتے ہو، تو وہ اور اسکے لواحق جواب دیتے ہیں کہ ایک شخص کے فتوے پر عمل چاہیئے یا دس کے ایسے جواب دیتے ہیں، یہ مستشار العلما اس نے چھپوا کر تمام گاؤں میں بانٹ دیے ہیں تحریرات سے بہت جلد مشرف فرمانا کہ جو کدورتیں ان کے دلوں میں جم گئی ہیں آپ کی تحریر کی برکت سے اللہ پاک دُور فرمائے، آمین۔ رقیمہ نیاز سید احمد علوی الوجیہی

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللھم لک الحمد صل علی المصطفی و آلہ وصحبہ وبارک وسلم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ہم خادمان دارالافتاء جواب سے پہلے کچھ دیوبندی خیانتیں گزارش کریں جن سے واضح ہو کہ ان حضرات کی حیا و دیانت کس درجہ تک پہنچی ہے اور ایسوں سے مخاطبہ کا کیا موقع رہا ہے اُس کے بعد اصل سوال تثویب کا جواب جو بعون الوہاب اعلٰحضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے ارشاد فرمایا مجموعہ مبارکہ فتاوائے رضویہ سے نقل کریں وباللہ التوفیق یہاں خیانت ہائے دیوبندیہ پر یہ امر بیان داعی ہوا کہ دارالافتاء کا فتوی تثویب جمعہ جو جناب کے مرسلہ رسالہ میں محمد دین صاحب یا ان کے طرفداروں نے شائع کیا جس کا سوال دارالافتا میں ملک گجرات شہر بھروچ محلہ گھونسواڑہ مسجد آملہ سے محمد دین مجددی نے بھیجا، اور ۱۷ جمادی الاخری ۱۳۲۹ھ کو اس کا جواب دارالافتا سے امضا ہوا جس کی نقل فتاوائے اعلٰحضرت کی جلد دوم کتاب الصلاۃ میں ہے۔ اس میں شائع کنندہ نے سخت تحریفیں کیں جو کسی حیادار مسلمان کو زیبا نہیں اور آپ فرماتے ہیں کہ یہ بزرگ ذمسلم دیوبند و گنگوہ کے تعلیم یافتہ ہیں تو اس کا تعجب جاتا رہا کہ حضرات دیوبند کا یہ قدیم شیوہ ہے لہذا اطلاع مسلمین کے لیے اُن کی خیانتوں کا تذکرہ ضرور ہوا کہ مسلمان اُن صاحبوں کی عادت پہچان لیں اور اُن کے ضرر سے محفوظ رہیں، کسی مسئلہ میں ان کے شور غل پر کبھی کان نہ رکھیں کوئی عقلمند ایسی خصلت والوں کی بات پر کان نہیں دھرتا۔

دیوبندی خیانتوں کے نمونے

جو شخص کلمہ پڑھتا اور اللہ کو ایک رسول کو برحق جانتا ہو وہ ایک ساعت انصاف و ایمان کی نگاہ سے ملاحظہ کرے آیا ایسی خیانتیں اہل حق کرتے ہیں یا وہ کھلے باطل والے جو ہر طرح اپنی باطل پروری سے عاجز آ گئے اور ناچار ایسی شرمناک حرکات پر اُترے کیا کوئی ذی عقل ایسوں کی کسی بات پر کان دھرنا گوارا کرے گا یا انھیں کسی انسان کا قابل خطاب جانے گا، جو ایمان سے کچھ بھی علاقہ رکھتا ہے وہ ایمان کی نگاہ سے دیکھے اور انصاف کرے

marfat.com

Marfat.com

اور ہٹ دھرم بے حیا کا کہیں علاج نہیں، ہم پہلے فتوائے تثویب میں اُن کی خیانتوں کو ذکر کریں گے کہ یہ سوال اسی سے متعلق ہے پھر ان کے بڑوں کی بھاری خیانتیں زیر ذکر لائیں گے کہ معلوم ہو کہ یہ خوبیاں چھوٹوں نے بڑوں ہی سے سیکھیں ع

این خانہ تمام آفتاب است

پہلی خیانت فتوائے مبارکہ میں اس عبارت کے بعد کہ اس کے لیے کوئی صیغہ معین نہیں یہ عبارت تھی بلکہ جو اصطلاح مقرر کرلیں اگرچہ انھیں لفظوں سے کہ الصلاۃ السنۃ قبل الجمعۃ الصلاۃ رحمکم اللہ تو اس وجہ پر یہ کہنا زیر مستحب داخل ہوسکتا ہے بھلا اس کا زیر مستحب داخل ہونا انھیں کب گوارا ہوتا لہذا اسے ایک دم ہضم فرمالیا۔

دوسری خیانت عبارت ردالمحتار اوقامت تک نقل کرکے "الخ" بنا دیا حالانکہ فتوائے مبارکہ میں وہ یوں تھی:

اوقامت قامت اوالصلاۃ الصلاۃ ولواحدثوا اعلاما مخالفا لذلك جاز نھر عن المجتبٰی[1]

نماز کھڑی ہوگئی، نماز کھڑی ہوگئی، نماز، نماز، اگر کوئی اور اصطلاح بھی اطلاع کے لیے بنائی جائے توجائز ہے یہ نہر میں مجتبٰی سے نقل ہے۔ (ت)

یہ عبارت اعلٰحضرت مجدد مائۃ حاضرہ کے اس ارشاد کی صریح دلیل تھی کہ اس وجہ پر الصلاۃ السنۃ قبل الجمعۃ کہنا بھی مستحب ہوگا لہذا اسے بھی کتر لیا۔

تیسری خیانت اس کے بعد فتوائے مبارکہ میں یہ عبارت تھی، اُسی میں عنایہ سے ہے،

احدث المتاخرون التثویب بین الاذان و الاقامۃ علی حسب ما تعارفوہ فی جمیع الصلوات سوی المغرب مع ابقاء الاول یعنی الاصل وھو تثویب الفجر وما راٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن[2]

متاخرین نے اصل یعنی تثویب فجر کو باقی رکھتے ہوئے معروف طریقہ پر مغرب کے علاوہ ہر نماز کی اذان و اقامت کے درمیان متعارف طریقہ پر تثویب کو جاری کیا ہے، اور جسے مسلمان بہتر جانیں وہ اللہ تعالٰی کے ہاں بھی بہتر ہوتا ہے۔ (ت)

یہ بھی اسی جرم پر اڑا لی گئی کہ اس میں بھی اس کی دلیل کو علی حسب ما تعارفوہ موجود تھا۔

---

[1] ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۲۸۷

[2] " " ۱/۲۸۹

marfat.com

Marfat.com

چوتھی خیانت فتوائے مبارکہ میں تھا یہ پانچوں اعتقاد باطل وضلال ہیں اس میں ساتوں اعتقاد بنا لیے کہ اگر پانچ اعتقاد اخیر جو مسلمانوں کی طرف نسبت کیے ثابت نہ ہوسکیں تو اگلی دو باتوں کو بھی بزورِ خیانت اعتقاد میں داخل کرکے مسلمانان بہڑوچ اہل سنّت کا فاسد العقیدہ ہونا بتاسکیں۔

پانچویں خیانت اس کے اخیر میں اعلٰحضرت کی مہر یہ چھاپی | محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱ عبد المصطفٰے احمد رضا خاں | یہ مہر بھی اپنی طرف سے بنالی یہ مہر ۱۳۲۷ھ میں گم ہوگئی تھی تو ۱۳۲۹ھ کے فتوے میں کہاں سے آئی بلکہ اس پر ۱۳۲۸ھ کی مہر تھی جو اصل مسئلہ کے جواب پر اخیر میں آپ ملاحظہ کریں گے اس میں یہ شعر کندہ ہے، ؎

یا مصطفٰی یا رحمۃ الرحمٰن

یا مرتضٰی یا غوثنا الجیلانی

غالباً انہیں کلمات طیبہ کی ناگواری اشاعت کنندہ کو تبدیل مہر پر باعث ہوئی۔

چھٹی خیانت ایک ان کی خیانتوں پر کیا تعجب عام دیوبندیوں خصوصاً ان کے بڑوں کا قدیم سے یہی مسلک ہے، ایک صاحب مذہباً دیوبندی سکنا رام پوری سُنّی بن کر یہاں آئے بعض مسائل لکھوائے نقل کیے فتاوائے مبارکہ کی کتاب الحظر عطا ہوئی ایک مسئلہ میں جس کا سوال محمد گنج سے عبد القادر خاں رام پوری نے بھیجا تھا اور اس میں پانچ سوال تھے، سوال چہارم یہ تھا تین برس کے بچے کی فاتحہ دوجے کی ہونا چاہیے یا سوم کی، اس کا جواب اعلٰحضرت نے یہ ارشاد فرمایا تھا شریعت میں ثواب پہنچانا ہے دوسرے دن یا تیسرے دن، باقی یہ تعیینیں عرفی ہیں جب چاہیں کریں انھیں دنوں کی گنتی ضروری جاننا جہالت ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ ان بزرگ نے بین السطور میں موٹے قلم سے کہ وہی اس وقت ایک بچے سے انہیں مل سکا جہالت ہے کے بعد لفظ و بدعت اور بڑھا دیا وہ اب تک فتاوائے مبارکہ میں غیر قلم کا سطر سے اوپر لکھا ہوا موجود ہے فتاوائے مبارکہ کی جلد ہشتم کتاب الحظر صفحہ ۳۱ ملاحظہ ہو لطف یہ کہ عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیے جہالت سے یہ لفظ جہالت ہے کے بعد بڑھایا اور و بدعت عطف واو سے رکھا کہ جملۂ اردو پر جملۂ فارسی کا عطف ہوگیا جو ہرگز اعلٰحضرت بلکہ کسی زبان دان کا بھی محاورہ نہیں، افتراء کرنا تھا تو لفظ جہالت کے بعد و بدعت بڑھایا ہوتا کہ لفظ مفرد عربی پر اس کے مثل کا عطف واو سے ہوتا، طرّہ یہ کہ مجموعہ فتاوٰی گنگوہی صاحب حصہ اول میں ان کے حواریوں نے مجدد المأتہ الحاضرہ کا یہ فتوٰی مع زیادت مفتری چھاپ دیا اور اس میں صفحہ ۵۸ پر یوں بنا دیا جہالت و بدعت ہے ان کو سُوجھی کہ عبارت یوں ہونی چاہیے تھی۔

ساتویں خیانت ظلم پر ظلم یہ کہ فہرست میں یوں لکھا فتوائے مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی تعیین سوم کی جہالت اور بدعت ہونے میں، حالانکہ فتوائے اقدس میں تصریح تھی جب چاہیں کریں ہاں دوجے یا تیجے کی گنتی ضروری جاننے کو ضروری ... ضروری جاننا جہالت ہے اور کہاں یہ

marfat.com

Marfat.com

کر سرے سے تعین ہی جہالت و بدعت ہے اُن رام پوری دیوبندی نے خیانت لفظی کی تھی ان دیوبندی دیوبندیوں نے دیکھا کہ کام اب بھی نہ چلا اصل سوم تو جائز ہی رہا لہذا یوں اس کے ساتھ خیانت معنوی کا گھنڈ جوڑا ملا دیا، غرض سہ

بیباک ہو عیار ہو جو آج ہو تم ہو
بندے ہو مگر خوف خدا کا نہیں رکھتے

آٹھویں خیانت یونہی مجموعہ گنگوہی صاحب حصہ دوم صفحہ ۹۰ پر مجدد المائۃ الحاضرہ کا ایک فتویٰ چھاپا جس میں حاصل سوال یہ تھا کہ جو شخص بے نماز شراب خور داڑھی منڈا گستاخی سے جھوٹی روایتیں پڑھنے والا شریعت پر ہنسنے والا ہو ایسے شخص سے مولود شریف پڑھانا یا منبر پر تعظیماً بٹھانا جائز ہے یا نہیں، اور حاصل ارشاد جواب یہ تھا کہ افعال مذکورہ سخت کبائر اور مرتکب اشد فاسق اور مستحق نار و غضب رحمٰن ہے اُسے منبر پر بٹھانا اُس سے مجلس مبارک پڑھوانا حرام ہے اور ذکر شریف حضور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم باوضو ہونا مستحب اور بے وضو بھی جائز اگر نیت استخفاف کی نہ ہو اور تحقیر کی نیت ہو تو صریح کفر ہے یونہی مسائل شرعیہ کے ساتھ استہزا کفر ہے یونہی داڑھی رکھنے کی توہین کلمہ کفر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ مسلمان دیکھیں کہ اس فتوائے مبارکہ میں ایسے فاسق فاجر بے نمازی شراب خور توہین کنندہ شریعت کو منبر پر بٹھانے کی ممانعت ہے یا معاذ اللہ مطلقاً مجالس میلاد مبارک مروجہ عرب و عجم کا عدم جواز۔ مگر حیاداروں نے عوام کی آنکھوں پر اندھیری ڈالنے کے لیے اس کا سرنامہ یہ لکھ دیا فتویٰ درباب عدم جواز مجلس مولود مروجہ از مجموعہ فتاوی قلمی مولوی احمد رضا خاں صاحب، سچ ہے "بے حیا باش و آنچہ خواہی کن" (بے حیا ہو جا پھر جو چاہے کر تارہ۔ ت) انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نویں خیانت حیاداروں کو اور تیز و تند چڑھی اسی صفحہ کے حاشیہ پر یوں لے بڑھی متبعین مولوی احمد رضا خاں صاحب کو خوف کرنے کا مقام ہے کہ وہ مجالس مروجہ ممنوعہ بدعہ ولادت کہ جن کو خود ان کے مقتدا نے حرام کیا بلکہ کفر و مستحق نار و غضب رحمٰن تعالیٰ شانہ لکھتے ہیں۔ مسلمانو! خدارا انصاف، حرام کا لفظ تو آپ دیکھ چکے کہ فاسق شرابی کو منبر پر تعظیماً بٹھانے کی نسبت تھا ظلم یہ کہ مستحق نار و غضب رحمٰن کہ اُس تارک الصلاۃ شرابخور توہین کنندہ شرع کو کہا تھا بے حیاؤں نے اسے بھی مجالس میلاد مبارک پر ڈھال دیا، مسلمانو! کیا اسی کو دین و دیانت کہتے ہیں ع

آدمیاں گم شدند ملک خیانت گرفت

دسویں خیانت مجلس مبارک کو حرام و مستحق نار و غضب جبار ٹھہرانے پر بھی دشمنانِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے جلتے کلیجے ٹھنڈے نہ ہوئے بلکہ اپنی گھٹیوں میں پڑے ہوئے کفر کی چاشنی یاد آئی اور بکمال بے ایمانی اپنی اس بکر فکر کی نسبت اعلیحضرت مجدد دین و ملت سے کر دی کہ وہ مجالس مروجہ کو کفر لکھتے ہیں، سچ ہے جب "لعنۃ اللہ علی الکاذبین" سے حصہ لیں تو پورا ہی نہ لیں بن پڑے تو ابلیس کے لیے

marfat.com

Marfat.com

بھی باقی نہ چھوڑیں۔ مسلمانو! للہ انصاف، کفر کا لفظ ذکرِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین اور شریعت وسنت پر ملنے کی نسبت تھا یا مجالسِ مبارکہ کی نسبت، مسلمانو! للہ انصاف، شیطان اس سے زیادہ اور کیا مکر کرتا ہوگا، "ولا حول ولا قوۃ الا باللہ" خود اعلحضرت کے یہاں اُن کے پردادا صاحب حضرت مولٰنا حافظ محمد کاظم علی خاں صاحب بہادر رئیس اعظم قادری رزاقی قدس سرہ الشریف خلیفۂ حضرت مولانا شاہ انوار الحق لکھنوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے وقت سے بفضلہٖ تعالےٰ آج تک کہ سَو برس کامل سے زائد ہوئے مجالسِ میلاد شریف کا انعقاد وکمالِ اہتمام واعلانِ عام کے ساتھ ہوتا ہے بحمدہٖ تعالےٰ ہزاروں مسلمان حاضر آئے اور ذکرِ اقدس حضور پُرنور سیدِ یوم النشور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے فیض وشرف پائے ہیں شہر بھر میں معلوم ہے کہ ربیع الاول شریف کی بارھویں خاص اعلحضرت کے دولت خانۂ فیض کاشانہ کے لیے اُسی زمانے سے مخصوص ہے اعلحضرت کے یہاں اور بھی مجالس میلاد مبارک ہوا کرتی ہیں مگر بارھویں شریف کا پڑھنا خصوصاً خاص ذکرِ ولادت اقدس روزِ اول سے خود حضرت بانیٔ مجلس صاحبِ خانہ کا حصہ ہے جو بعونہٖ تعالیٰ سَو برس سے آج تک ناغہ نہ ہُوا سوا ربیع الاول شریف ۱۳۲۴ھ کے کہ اس کی بارھویں مبارک کو اعلحضرت بحمد اللہ تعالےٰ سرکارِ اعظم مدینہ طیبہ صلی اللہ تعالےٰ علیٰ مطیبہا وبارک وسلم میں شرف آستانہ بوسی سے مشرف تھے اُس سال اعلحضرت کے برادر اوسط مولوی حاجی محمد حسن رضا خان صاحب حسن قادری برکاتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نیابت کی پھر اعلحضرت اور اُن کے والد ماجد قدس سرہٗ کے فتاویٰ ومستقل تصانیف اس مجلس مبارک کے استحباب واستحسان میں موجود ہیں، معتقدینِ اعلحضرت اس تمام آفتاب عالمتاب سے معاذ اللہ آنکھیں بند کرکے کوّوں کی شہادت پر دیوبندیوں کی مان لیں گے کہ اعلحضرت کے نزدیک معاذ اللہ مجلس مبارک حرام بلکہ کفر ہے تف تف ہزار تف مسلمانو! دیوبندی صاحبوں کی دیوبندگی دیکھی، پھر دعوائے دین ودیانت باقی ہے، سبحٰن اللہ یہ منہ اور یہ دعوے، خیر اتنی اچھی کہی کہ معتقدینِ اعلحضرت کے لیے خوف کا مقام ہے الحمد للہ خوف کا مقام اولیا وصلحاء کو ملتا ہے مگر دیوبندیوں کو نہ خوفِ خدا نہ شرمِ رسول دن دہاڑے مسلمانوں کی آنکھوں میں خاک جھونکتے پھرتے ہیں کہ اُن کو دھوکے دیں اُن کے عقائد کو ضرر پہنچائیں ان کے اکابر کی نیک نامی کو دھبّا لگائیں مگر بحمد اللہ ان کی خاک اُلٹ کر اُنھیں کے منہ اور اُن کے پیشوا حضرت گنگوہی صاحب کی آنکھوں میں پڑی اور پڑتی ہے حق بحقدار رسید۔

گیارھویں خیانت

خیر یہ "تلک عشرۃ کاملۃ" جیسی تھیں اب ان کی وہ لیجئے جس کے آگے یہ اور ان جیسی سو خیانتیں اور ہوں تو کان ٹیک دیں وہ کیا وہ رسالۂ خبیثہ سیف النقی کے کوتک کہ اعلحضرت مجدد المائۃ الحاضرہ دام ظلہم العالی کے حضرات عالیہ والد ماجد وجدِ امجد وپیر ومرشد وحضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نام سے کتابیں تراش لیں ان کے مطبع گھڑ لیے صفحے دل سے بنا لیے عبارتیں خود ساختہ لکھ کر اُن کی طرف بے دھڑک نسبت کرکے [illegible] کھوں میں آنکھیں ڈال کر بک دیا کہ

marfat.com

Marfat.com

آپ تو یوں کہتے ہیں اور آپ کے والد ماجد و جد امجد و پیرو مرشد و غوث اعظم فلاں فلاں کتابوں مطبوعات فلاں فلاں مطابع کے فلاں فلاں صفحہ پر یہ فرماتے ہیں حالاں کہ دنیا میں نہ اُن کتابوں کا پتا نہ نشان سب بالکل افترا اور من گھڑت، جراءت ہو تو اتنی تو ہو اس کا حال **العذاب البئیس** و **ابحاث اخیرہ** و **رماح القہار** وغیرہا میں بارہا چھاپ دیا، اب پھر سُن لیجئے اسی رسالۂ خبیثہ کے صفحہ تین پر ایک کتاب بنام تحفۃ المقلدین اعلٰحضرت کے والد ماجد اقدس حضرت مولٰنا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب قدس سرہ العزیز کے نام سے گھڑ لی حالانکہ حضرت ممدوح کی کوئی تصنیف اس نام کی نہیں ہے[عہ]

مسئلہ (۳۵۳) از نجیب آباد ضلع بجنور محلہ مجید گنج مرسلہ کریم بخش صاحب ٹھیکیدار ۱۷ جمادی الاولٰی ۱۳۳۱ھ

ایک بار اذان ہو چکی ہے کسی دُوسرے شخص نے لاعلمی میں پھر اذان پڑھنا شروع کر دی درمیان میں کسی ہمسایہ نے اطلاع دی کہ پڑھی جا چکی ہے اب یہ شخص معاً رک جائے یا اذان کو پُورا پڑھے۔

الجواب

اگر مسجد محلہ ہے جہاں کے لیے امام و جماعت متعین ہے اور جماعت اولٰی ہو چکی اور اب کچھ لوگ جماعت کو آئے اور ان کو اذان کی خبر نہ تھی اور شروع کی اور اطلاع ہوئی تو معاً رک جائے اور اگر مسجد عام ہے مثلاً مسجد بازار و سرا و اسٹیشن و جامع تو ہرگز نہ رُکے اذان پُوری کرے ممانعت جہالت ہے اور اگر مسجد محلہ یا عام ہے اور جماعت اولٰی ابھی نہ ہُوئی تو اختیار ہے چاہے رک جائے یا پُوری کرے اور اتمام اولٰی ہے۔

وذلک لان فی الاولی اعادۃ اذان لجماعۃ ثانیۃ فی مسجد محلۃ وھو لایجوز وفی الثانیۃ اعادۃ اذان لجماعۃ اخری فی مسجد شارع وھو مسنون فلا یترک وفی الثالثۃ لانھی ولا طلب فتخیر واتمام ذکر شرع فیہ افضل لاسیما وقد استحسنوا التثویب۔

اور یہ اس لیے ہے کہ پہلی صورت میں محلے کی مسجد میں دوسری جماعت کے لیے دوبارہ اذان دی جا رہی ہے جو کہ ممنوع ہے اور دوسری صورت میں شارع عام کی مسجد میں دوسری جماعت کے لیے اذان کا اعادہ ہے اور یہ مسنون ہے، تیسری صورت میں نہ منع ہے اور نہ حکم، پس اب اختیار ہے، اور جب شروع کر لی گئی تو اسے مکمل کرنا افضل ہے خصوصاً اس حال میں جبکہ فقہائے "تثویب" کے عمل کو مستحسن قرار دیا ہے۔ (ت)

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

عہ یہ یہیں تک نا [illegible]

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ (۴۵۴) ازمقام کبیر کلاں ڈاک خانہ خاص علاقہ ڈبائی ضلع بلند شہر مرسلہ عطاء اللہ ٹھیکیدار
۲۹ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

اقامت صف کے دہنی جانب کہی جائے یا بائیں، اس میں کوئی فضیلت دہنے بائیں کی ہے یا نہیں فقط۔

الجواب

اقامت امام کی محاذات میں کہی جائے یہی سنت ہے وہاں جگہ نہ ملے تو دہنی طرف لفضل الیمین عن
الشمال (کیونکہ دائیں جانب کو بائیں پر فضیلت ہے۔ت) ورنہ بائیں طرف لحصول المقصود بکل حال (کیونکہ مقصود
ہر حال میں حاصل ہوتا ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۴۵۵) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) جمعہ کی اذان ثانی جو منبر کے سامنے ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد کے اندر
ہوتی تھی یا باہر؟

(۲) خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم کے زمانہ میں کہاں ہوتی تھی؟

(۳) فقہ حنفی کی معتمد کتابوں میں مسجد کے اندر دینے کو منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے یا نہیں؟

(۴) اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم کے زمانے میں اذان مسجد
کے باہر ہوتی تھی اور ہمارے اماموں نے مسجد کے اندر اذان کو مکروہ فرمایا ہے تو ہمیں اسی پر عمل لازم ہے یا رسم ورواج
پر، اور جو رسم و رواج حدیث شریف و احکام فقہ سب کے خلاف پڑ جائے تو وہاں مسلمانوں کو پیروی حدیث وفقہ کا حکم
ہے یا رسم و رواج پر اڑا رہنا؟

(۵) نئی بات وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وخلفائے راشدین و احکام ائمہ کے مطابق ہو
یا وہ بات نئی ہے جو اُن سب کے خلاف لوگوں میں رائج ہوگئی ہو؟

(۶) مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں یہ اذان مطابق حدیث وفقہ ہوتی ہے یا اس کے خلاف، اگر خلاف ہوتی ہے
تو وہاں کے علمائے کرام کے ارشادات در بارۂ عقائد حجت ہیں یا وہاں کے تنخواہ دار مؤذنوں کے فعل اگرچہ
خلافِ شریعت وحدیث وفقہ ہوں؟

(۷) سنت کے زندہ کرنے کا حدیثوں میں حکم ہے اور اس پر سو شہیدوں کے ثواب کا وعدہ ہے یا نہیں، اگر
ہے تو سنت زندہ کی جائے گی یا سنت مردہ۔ سنت اس وقت مردہ کہلائے گی جب اس کے خلاف لوگوں میں رواج
پڑ جائے یا جو سنت خود رائج ہو وہ مردہ قرار پائے گی؟

(۸) علماء پر لازم ہے یا نہیں کہ سنت زندہ ... تو اُن پر یہ اعتراض ہو سکے گا

marfat.com

Marfat.com

کر کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے، اگر یہ اعتراض ہو سکے گا تو سنت زندہ کرنے کی صورت کیا ہوگی؟

(۹) جن مسجدوں کے بیچ میں حوض ہے اُس کی فصیل پر کھڑے ہو کر منبر کے سامنے اذان ہو تو بیرونِ مسجد کا حکم ادا ہو جائیگا یا نہیں؟

(۱۰) جن مسجدوں میں منبر ایسے بنے ہیں کہ ان کے سامنے دیوار ہے اگر مؤذن باہر اذان دے تو خطیب کا سامنا نہ رہے گا وہاں کیا کرنا چاہئے؟ امید کہ دسوں مسئلوں کا جدا جدا جواب مفصل مدلل ارشاد ہو، بینوا توجروا۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(۱) رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں یہ اذان مسجد سے باہر دروازے پر ہوتی تھی۔

سنن ابی داؤد شریف جلد اول صفحہ ۱۵۵ میں ہے:

عن السائب بن یزید رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد وابی بکر وعمر[1]

سائب بن یزید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے فرمایا جب رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان ہوتی اور ایسا ہی ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں۔

اور کبھی منقول نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا خلفائے راشدین نے مسجد کے اندر اذان دلوائی ہو، اگر اس کی اجازت ہوتی تو بیانِ جواز کے لیے کبھی ایسا ضرور فرماتے۔

(۲) جوابِ اول سے واضح ہو گیا کہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بھی (اذان کا) مسجد کے باہر ہی ہونا مروی ہے۔ اور یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ بعض صاحب جو "بین یدیہ" سے مسجد کے اندر ہونا سمجھتے ہیں غلط ہے۔ دیکھو حدیث میں "بین یدی" ہے اور ساتھ ہی "علی باب المسجد" ہے۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے چہرۂ انور کے مقابل مسجد کے دروازے پر ہوتی تھی بس اسی قدر "بین یدیہ" کے لیے درکار ہے۔

(۳) بیشک فقہ حنفی کی معتمد کتابوں میں مسجد کے اندر اذان کو منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے۔ فتاویٰ قاضی خان طبع مصر جلد اول صفحہ ۸، لایؤذن فی المسجد[2] (مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے) فتاوی خلاصہ قلمی صفحہ ۹۲ لایؤذن

---

[1] سنن ابی داؤد باب وقت الجمعہ مطبوعہ مجتبائی لاہور پاکستان ۱/۱۵۵

[2] فتاوی قاضی خان کتاب الصلوٰۃ مسائل الاذان مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۷

marfat.com

Marfat.com

فی المسجد[1] (مسجد میں اذان نہ ہو)، خزانۃ المفتین قلمی فصل فی الاذان لایؤذن فی المسجد[2] (مسجد کے اندر اذان نہ کہیں)، فتاوٰی عالمگیری طبع مصر جلد اول صفحہ ۵۵ لایؤذن فی المسجد[3] (مسجد کے اندر اذان منع ہے)، بحرالرائق طبع مصر جلد اول صفحہ ۲۶۸ لایؤذن فی المسجد[4] (مسجد کے اندر اذان کی ممانعت ہے)، شرح نقایہ علامہ برجندی صفحہ ۸۴ فیہ اشعار بانہ لایؤذن فی المسجد[5] (اس میں اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ مسجد میں اذان نہ دی جائے ۔ ت)، امام صدرالشریعۃ کے کلام میں اس پر تنبیہ ہے کہ اذان مسجد میں نہ ہو)، غنیہ شرح منیہ صفحہ ۳۷۷ الاذان انما یکون فی المئذنۃ اوخارج المسجد والاقامۃ فی داخلہ[6] (اذان نہیں ہوتی مگر منارہ یا مسجد سے باہر اور تکبیر مسجد کے اندر)، فتح القدیر طبع مصر جلد اول صفحہ ۱۷۱ قالوا لایؤذن فی المسجد[7] (علماء نے مسجد میں اذان دینے کو منع فرمایا ہے)، ایضاً باب الجمعۃ صفحہ ۴۱۴ ھو ذکر اللّٰہ فی المسجد ای فی حدودہ لکراھۃ الاذان فی داخلہ[8] (جمعہ کا خطبہ مثل اذان ذکرِ الٰہی ہے مسجد میں یعنی حدودِ مسجد میں اس لیے کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے)، طحطاوی علی مراقی الفلاح طبع مصر صفحہ ۱۲۸ یکرہ ان یؤذن فی المسجد کما فی القہستانی عن النظم[9] یعنی نظم امام زندویسی پھر قہستانی میں ہے کہ مسجد میں اذان مکروہ ہے ۔ یہاں تک کہ اب زمانۂ حال کے ایک عالم مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح وقایہ جلد اول صفحہ ۲۴۵ میں لکھتے ہیں: "قولہ بین یدیہ ای مستقبل الامام فی المسجد کان اوخارجہ والمسنون ھوالثانی[10]" یعنی بین یدیہ کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ امام کے رُوبرو ہو مسجد میں خواہ باہر اور سنّت یہی ہے کہ مسجد کے باہر ہو ـــــ جب وہ تصریح کرچکے کہ باہر ہی ہونا سنّت ہے تو اندر ہونا خلافِ سنّت ہُوا تو اُس کے یہ معنی نہیں ہوسکتے کہ چاہے سنّت کے مطابق کرو چاہے سنّت

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الصلوٰۃ الفصل الاول فی الاذان مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۴۹

[2] خزانۃ المفتین فصل فی الاذان (قلمی نسخہ) ص ۱۹

[3] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی فی الاذان مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۵

[4] البحرالرائق کتاب الصلوٰۃ باب الاذان مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۵۵

[5] شرح النقایۃ للبرجندی باب الاذان نولکشور لکھنؤ ۱/۸۴

[6] غنیۃ المستملی فی شرح منیۃ المصلی سنن الصلوٰۃ اول السنن الاذان مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۷۷

[7] فتح القدیر کتاب الصلاۃ باب الاذان مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۱۵

[8] فتح القدیر " باب الجمعۃ " " " ۲/۲۹

[9] طحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلاۃ باب الاذان مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۱۰۷

[10] عمدۃ الرعایۃ حاشیۃ شرح وقایہ، باب الصلاۃ [illegible] ۱/۲۴۵

marfat.com

Marfat.com

کے خلاف دونوں باتوں کا اختیار ہے ایسا کون عاقل کہے گا بلکہ معنی وہی ہیں کہ "بین یدیہ" (امام کے سامنے۔ت) سے یہ سمجھ لینا کہ خواہی نخواہی مسجد کے اندر ہو غلط ہے اُس کے معنے صرف اتنے ہیں کہ امام کے روبرو اندر باہر کی تخصیص اس لفظ سے مفہوم نہیں ہوتی لفظ دونوں صورتوں پر صادق ہے اور سنّت یہی ہے کہ اذان مسجد کے باہر ہو تو ضرور ہے کہ وہی معنے لیے جائیں جو سنت کے مطابق ہیں، بہرکیف ائمّہ ان کے کلام میں صاف مصرح ہے کہ اذانِ ثانی جمعہ بھی مسجد کے باہر ہی ہونا مطابق سنّت ہے تو بلاشبہہ مسجد کے اندر ہونا خلافِ سنت ہے وللہ الحمد۔

(۴) ظاہر ہے کہ حکم حدیث وفقہ کے خلاف رواج پر اَڑا رہنا مسلمانوں کو ہرگز نہ چاہئے۔

(۵) ظاہر ہے جو بات رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وخلفائے راشدین واحکام فقہ کے خلاف نکلی ہو وہی نئی بات ہے اُسی سے بچنا چاہئے نہ کہ سنت وحکم حدیث وفقہ سے۔

(۶) مکہ معظمہ میں یہ اذان کنارۂ مطاف پر ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں مسجد حرام شریف مطاف ہی تک تھی مسلک متقسط علی قاری طبع مصر صفحہ ۲۸۰:

المطاف ھو ما کان فی زمنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مسجدا۔[1]	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ظاہر حیات میں مسجد حرام مطاف تک ہی تھی۔(ت)

تو حاشیۂ مطاف بیرون مسجد محل اذان تھا اور مسجد جب بڑھالی جائے تو پہلے جو جگہ اذان یا وضو کے لیے مقرر تھی بدستور مستثنٰی رہے گی ولہٰذا مسجد اگر بڑھا کر کنواں اندر کرلیا وُہ بند نہ کیا جائے گا جیسے زمزم شریف، حالانکہ مسجد کے اندر کنواں بنانا ہرگز جائز نہیں، فتاوٰی قاضیخان وفتاوٰی خلاصہ وفتاوٰی عالمگیریہ صفحہ ۴۰:

تکرہ المضمضۃ والوضوء فی المسجد الا ان یکون ثمہ موضع اعد لذلک ولا یصلی فیہ۔[2]	مسجد میں وضو اور کلی کرنا مکروہ ہے مگر اس صورت میں جب وہاں ان کے لیے جگہ بنائی گئی ہو، اور وہاں نماز ادا نہ کی جاتی ہو۔(ت)

وہیں ہے: لا یحفر فی المسجد بئر ماء ولو قدیمۃ تترک کبئر زمزم[3] (اور مسجد میں کنواں نہیں کھودا جائے گا اگر وہاں قدیم اور پرانا کنواں ہو تو چھوڑ دیا جائے جیسے زمزم کا کنواں۔ت)

تو مکہ معظمہ میں اذان ٹھیک محل پر ہوتی ہے مدینہ طیبہ میں خطیب سے بیس بلکہ زائد ذراع کے فاصلہ پر ایک

---

[1] المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط مع ارشاد الساری فصل فی اماکن الاجابۃ مطبوعہ دارالکتاب العربیہ بیروت ص ۳۳۲

[2] فتاوٰی ہندیۃ باب السابع فصل ثانی مطبوعہ نورانی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور ۱/۱۱۰

[3] " " " " "

marfat.com

Marfat.com

بلند مکبرہ پر کہتے ہیں طریق ہند کے تو یہ بھی خلاف ہوا اور وُہ جو "بین یدیہ" وغیرہ سے منبر کے متصل ہونا سمجھتے تھے اس سے بھی رَد ہوگیا تو ہندی فہم و طریقہ خود ہی دونوں حرم محترم سے جدا ہے ۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ مکبرہ قدیم سے ہے یا بعد کو حادث ہوا اگر قدیم ہے تو مثل منارہ ہوا کہ وہ اذان کے لیے مستثنیٰ ہے جیسا کہ غنیہ سے گزرا، اور اسی طرح خلاصہ و فتح القدیر و برجندی کے صفحات مذکورہ میں ہے کہ اذان منارہ پر ہو یا مسجد سے باہر مسجد کے اندر نہ ہو ۔ اس کی نظیر موضع وضو و چاہ ہیں کہ قدیم سے جُدا کر دئے ہوں نہ اس میں حرج نہ اس میں کلام، اور اگر حادث ہے تو اس پر اذان کہنا بالائے طاق پہلے یہی ثبوت دیجئے کہ وسط مسجد میں ایک جدید مکان ایسا کھڑا کر دینا جس سے صفیں قطع ہوں کس شریعت میں جائز ہے قطع صف بلاشبہہ حرام ہے ، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من قطع صفا قطعه الله[1] (جو صف کو قطع کرے اللہ اُسے قطع کر دے) رواہ النسائی والحاکم بسند صحیح عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما ۔

نیز علماء نے تصریح فرمائی کہ مسجد میں پیڑ بونا منع ہے کہ نماز کی جگہ گھیرے گا نہ یہ کہ مکبرہ کہ چار جگہ سے جگہ گھیرتا ہے اور کتنی صفیں قطع کرتا ہے بالجملہ اگر وہ جائز طور پر بنا تو مثل منارہ ہے جس سے مسجد میں اذان ہونا نہ ہوا اور ناجائز طور پر ہے تو اسے ثبوت میں پیش کرنا کیا انصاف ہے ۔ اب ہمیں افعال موذنین سے بحث کی حاجت نہیں مگر جواب سوال کو گزارش کہ ان کا فعل کیا حجت ہو حالانکہ خطیب خطبہ پڑھتا ہے اور یہ بولتے جاتے ہیں جب وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا نام لیتا ہے یہ باآواز ہر نام پر رضی اللہ عنہ کہتے جاتے ہیں جب وہ سلطان کا نام لیتا ہے یہ باآواز دُعا کرتے ہیں اور یہ سب بالاتفاق ناجائز ہے صحیح حدیثیں اور تمام کتابیں ناطق ہیں کہ خطبہ کے وقت بولنا حرام ہے ۔ درمختار و ردالمحتار جلد اول صفحہ ۸۵۹ ؛

اما مایفعله المؤذنون حال الخطبة من الترضی ونحوه ، فمکروه اتفاقا[2] | یعنی وُہ جو یہ مؤذن خطبے کے وقت رضی اللہ عنہ وغیرہ کہتے جاتے ہیں یہ بالاتفاق مکروہ ہے ۔

یہی مؤذن نماز میں امام کی تکبیر پہنچانے کو جس وضع سے تکبیر کہتے ہیں اسے کون عالم جائز کہہ سکتا ہے مگر سلطنت کے وظیفہ داروں پر علما کا کیا اختیار ۔ علمائے کرام نے تو اس پر یہ حکم فرمایا کہ تکبیر درکنار اس طرح تو اُن کی نمازوں کی بھی خیر نہیں ، دیکھو فتح القدیر جلد اول صفحہ ۲۹۲ و ۲۹۳ و درمختار و ردالمحتار صفحہ ۲۱۵ خود مفتی مدینہ منورہ

---

[1] سنن النسائی کتاب الامامۃ فضل الصف مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۹۴
[2] درمختار باب الجمعۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۱۳

marfat.com

Marfat.com

علامہ سید اسعد حسینی مدنی تلمیذ علامہ صاحب مجمع الانہر رحمہما اللہ تعالیٰ نے تکبیر میں اپنے یہاں کے مکبروں کی سخت بے اعتدالیاں تحریر فرمائی ہیں دیکھو فتاویٰ اسعدیہ جلد اول صفحہ ۸ آخر میں فرمایا ہے:

اما حرکات المکبرین وصنعهم، فانا ابرأ الی الله تعالیٰ منه[1]۔ یعنی ان مکبروں کی جو حرکتیں جو کام ہیں میں ان سے اللہ تعالیٰ کی طرف برارت کا اظہار کرتا ہوں۔

اور اُوپر اس سے بڑھ کر لفظ لکھا، پھر کسی عاقل کے نزدیک اُن کا فعل کیا حجت ہو سکتا ہے نہ وہ علماء ہیں نہ علماء کے زیر حکم۔

(۷) بیشک احادیث میں سنت زندہ کرنے کا حکم اور اس پر بڑے ثوابوں کے وعدے ہیں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من احیا سنتی، فقد احبنی، ومن احبنی کان معی فی الجنۃ[2]۔ اللھم ارزقنا۔ جس نے میری سنت زندہ کی بیشک اُسے مجھ سے محبت ہے اور جسے مجھ سے محبت ہے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ اے اللہ! ہمیں یہ رفاقت عطا فرما۔

رواہ السجزی فی الابانۃ والترمذی بلفظ من احب (اسے سجزی نے ابانۃ میں روایت کیا اور ترمذی نے "من احب" کے الفاظ سے روایت کیا ہے۔ ت)

بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من احیا سنۃ من سنتی قد امیتت بعدی فان لہ من الاجر مثل اجور من عمل بھا من غیر ان ینقص من اجورھم شیئا[3]۔ رواہ الترمذی ورواہ ابن ماجۃ عن عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ جو میری کوئی سنت زندہ کرے کہ لوگوں نے میرے بعد چھوڑ دی ہو جتنے اس پر عمل کریں سب کے برابر اسے ثواب ملے اور ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہو۔ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کو ابن ماجہ نے حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی حدیث ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ جو فسادِ اُمت کے وقت میری سنت مضبوط تھامے

---

[1] فتاویٰ اسعدیہ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ مصر ۱/۸

[2] جامع الترمذی باب اخذ بالسنۃ واجتناب البدعۃ مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۲/۹۲

[3] جامع الترمذی ابواب العلم باب الاخذ بالسنۃ واجتناب البدعۃ مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۲/۹۲
سنن ابن ماجہ باب [illegible] کراچی ص ۱۹

marfat.com

Marfat.com

اجر مائۃ شہید[1] رواہ البیہقی فی الزھد۔ اسے سَو شہیدوں کا ثواب ملے۔ اسے بیہقی نے زہد میں روایت کیا۔

اور ظاہر ہے کہ زندہ وہی سنّت کی جائے گی جو مُردہ ہوگئی اور سنت مُردہ جبھی ہوگی کہ اُس کے خلاف رواج پڑجائے۔

(۸) احیائے سنّت علما کا تو خاص فرض منصبی ہے اور جس مسلمان سے ممکن ہو اس کے لیے حکم عام ہے ہر شہر کے مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے شہر یا کم از کم اپنی اپنی مساجد میں اس سنّت کو زندہ کریں اور سَو سَو شہیدوں کا ثواب لیں اور اس پر یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے یُوں ہو تو کوئی سنّت زندہ ہی نہ کرسکے، امیر المومنین عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالٰے عنہ نے کتنی سُنتیں زندہ فرمائیں اس پر ان کی مدح ہُوئی نہ کہ الٹا اعتراض کہ تم سے پہلے تو صحابہ و تابعین تھے رضی اللہ تعالٰے عنہم۔

(۹) حوض کہ بانیِ مسجد نے قبل مسجدیت بنایا اگرچہ وسط مسجد میں ہو وہ اور اُس کی فصیل ان احکام میں خارج از مسجد ہے لانہ موضع اعد للوضوء کما تقدم (کیونکہ یہ جگہ وضو کے لیے بنائی گئی ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔ ت)

(۱۰) لکڑی کا منبر بنائیں کہ یہی سنتِ مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ہے اسے گوشۂ محراب میں رکھ کر محاذات ہوجائے گی اور اگر صحن کے بعد مسجد کی بلند دیوار ہے تو اُسے قیامِ مؤذن کے لائق تراش کر باہر کی جانب جالی یا کواڑ لگالیں۔

مسلمان بھائیو! یہ دین ہے کوئی دنیوی جھگڑا نہیں دیکھ لو کہ تمہارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنت کیا ہے، تمہاری مذہبی کتابوں میں کیا لکھا ہے۔

حضرات علمائے اہلسنت سے معروض: حضرات! احیائے سنت آپ کا کام ہے اس کا خیال نہ فرمایئے کہ آپ کے ایک چھوٹے نے اسے شروع کیا وہ بھی آپ ہی کا کرنا ہے، آپ کے رب کا حکم ہے:

تعاونوا علی البر والتقوٰی[2]۔ نیکی اور تقوٰی پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔ (ت)

اور اگر آپ کی نظر میں یہ مسئلہ صحیح نہیں تو غصہ کی حاجت نہیں بے تکلف بیانِ حق فرمایئے اور اس وقت

---

[1] کتاب الزہد الکبیر للبیہقی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ دار القلم الکویت ص ۱۵۱
[2] القرآن ۵/۲

marfat.com

Marfat.com

لازم ہے کہ ان دونوں سوالوں کے جدا جدا جواب ارشاد ہوں اور ان کے ساتھ ان پانچ سوالوں کے بھی ،

(۱۱) اشارت مرجوح ہے یا عبارت اور ان میں فرق کیا ہے ؟

(۱۲) کیا محتمل صریح کا مقابل ہو سکتا ہے ؟

(۱۳) تصریحات کتب فقہ کے سامنے کسی غیر کتاب فقہ سے ایک استنباط پیش کرنا کیسا ہے خصوصاً استنباط بعید یا جس کا منشا بھی غلط ؟

(۱۴) حنفی کو تصریحات فقہ حنفی کے مقابل کسی غیر کتاب حنفی کا پیش کرنا کیسا ہے ؟

(۱۵) قرآن مجید کی تجوید فرض عین ہے یا نہیں ، اگر ہے تو کیا سب ہندی علما اسے بجا لاتے ہیں یا نننو میں کتنے ؟ بینوا توجروا ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۳۵۶) از بدایوں مرسلہ مولوی عبدالمقتدر صاحب ۱۰ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

حضرت جناب مخدوم ومحترم ومکرم ومعظم ادام اللہ تعالٰی برکاتکم ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ یہ بات کہ اس اذان کا کب سے داخل مسجد ہونا معمول ومروج ہوا ، یقینی طور سے محقق نہیں ہوا ، علی الباب اذان کا مسنون ہونا اگر کسی کتاب فقہ میں نظر پڑا ہو تو لکھئے اکثر لوگ اس کے طالب ہیں فقط ۔

الجواب

علی الباب اذان مسنون ہونے کی سند فقہی کے اکثر لوگ کیوں طالب ہیں یہ دعوٰی کس کا ہے یہاں سے تو دو باتیں کہی گئی ہیں ، ایک یہ کہ "بین یدیہ" (خطیب کے سامنے ۔ ت) ، دوسرے یہ کہ داخل مسجد مکروہ ہے ، دونوں کی روشن سندیں کتب فقہ سے دے دی گئیں مسجد کریم میں زمانہ اقدس میں دروازہ شمالی خاص محاذات منبر اطہر میں تھا کما فی صحیح البخاری (جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے ۔ ت) لہٰذا در مسجد پر یہ اذان ہوتی نہ یہ کہ خصوصیت باب ملحوظ تھی یہاں کے فتوے میں جواب سوال دہم ملاحظہ ہو سنیت خصوص علی الباب کا کون قائل ہے اذان اول کی سنیت پر "زاد عثمان علی الزوراء" (حضرت عثمان نے مقام زوراء پر اذان کا اضافہ کیا ۔ ت) سے استناد کرنے والے علما کیا اس کے قائل ہیں کہ پہلی اذان بالخصوص بازار میں ہونا سنت ہے یا ان سے یہ مطالبہ ہو سکتا ہے کہ فقہا نے اس خصوصیت بازار کو کہاں مسنون لکھا ہے ، واللہ تعالٰی اعلم ۔

مسئلہ (۳۵۷) مسئولہ قاضی محمد عمران صاحب از بریلی شہر کہنہ محلہ قاضی ٹولہ

۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں بروز جمعہ بزمانہ حضرت تاج مدینہ ختم المرسلین کے اذانیں ہوا کرتی تھیں اور ان کے کہاں کون موقع تھے ۔ آیا پہلی اذان جو ہوتی ہے وہ کہاں

marfat.com

Marfat.com

ہوتی تھی اور دوسری جو اس زمانہ میں وقت خطبہ خطیب کے سامنے قریب منبر ہوتی ہے وہ کہاں ہوتی تھی اور اگر حضرت کے زمانہ میں ایک ہی اذان علی باب المسجد ہوتی تھی تو دوسری جو خطیب کے سامنے قریب منبر ہوتی ہے وہ کس کے حکم سے شروع ہوئی اور ائمہ کرام کے نزدیک اس کے جواز کی بابت کیا حکم ہے فقط۔

الجواب

زمانۂ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں صرف ایک اذان ہوتی تھی جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوتے حضور کے سامنے مواجہۂ اقدس میں مسجد کریم کے دروازے پر۔ زمانۂ اقدس میں مسجد شریف کے صرف تین دروازے تھے ایک مشرق کو جو حجرۂ شریفہ کے متصل تھا جس میں سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لاتے اس کی سمت پر اب باب جبریل ہے، دوسرا مغرب میں جس کی سمت پر اب باب الرحمۃ ہے، تیسرا شمال میں جو خاص محاذیِ منبر اطہر تھا صحیح بخاری شریف میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

دخل رجل یوم الجمعۃ من باب کان وجاہ المنبر، ورسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قائم یخطب، فاستقبل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قائما، فقال یا رسول اللہ الحدیث[1]

ایک شخص جمعہ کے دن اس دروازے سے داخل ہوا جو منبر کے سامنے ہے اور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے تو وہ شخص آپ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو کر عرض کرنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ الحدیث (ت)

اس دروازے پر اذان جمعہ ہوتی تھی کہ منبر کے سامنے بھی ہوئی اور مسجد سے باہر بھی۔ زمانۂ صدیق اکبر و عمر فاروق و ابتدائے خلافتِ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں یہی ایک اذان ہوتی رہی جب لوگوں کی کثرت ہوئی اور شتابی حاضری میں قدرے کسل واقع ہوا امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اذان شروع خطبہ سے پہلے بازار میں دلوانی شروع کی مسجد کے اندر اذان کا ہونا ائمہ نے منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے اور خلاف سنت ہے، یہ نہ زمانۂ اقدس میں تھا نہ زمانۂ خلفائے راشدین نہ کسی صحابی کی خلافت میں، نہ تحقیق معلوم کہ یہ بدعت کب سے ایجاد ہوئی نہ ہمارے ذمہ اس کا جاننا ضرور، بعض کہتے ہیں کہ ہشام بن عبدالملک مروانی بادشاہ ظالم کی ایجاد ہے واللہ تعالیٰ اعلم بہرحال جبکہ زمانۂ رسالت و خلافت راشدہ میں نہ تھی اور ہمارے ائمہ کی تصریح ہے کہ مسجد میں اذان نہ ہو مسجد میں اذان مکروہ ہے تو ہمیں سنت اختیار کرنا چاہئے بدعت سے بچنا چاہئے اس تحقیقات سے پہلے کہ سنت

---

[1] صحیح بخاری باب الاستسقاء فی المسجد الجامع مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۷

marfat.com

Marfat.com

پہلے کس نے بدلی۔ اللہ تعالٰی ہمارے بھائیوں کو توفیق دے کہ اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی سنت اور اپنے فقہائے کرام کے احکام پر عامل ہوں اور ان کے سامنے رواج کی آڑ نہ لیں وباللہ التوفیق واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۵۸) از پیلی بھیت محلہ غفار خاں مرسلہ حافظ محمد صدیق امام مسجد چھیپیاں ۱۰ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ

اذان جو خارج مسجد کہنا مسنون ثابت ہوا ہے اب بنظر رفع فساد پھر بدستورِ قدیم اذان منبر کے پاس دینا جائز ہے یا نہیں کیونکہ درصورت عدمِ جواز فساد اور فتنے کا احتمال قوی ہے بینوا بالصواب وتوجروا یوم الحساب۔

الجواب

یہاں دو چیزیں ہیں ایک اتیان معروف واجتناب منکر، دوسرے امر بالمعروف ونہی عن المنکر، مسجد میں اذان دینا ممنوع ہے اور اس میں دربار الٰہی کی بے ادبی ہے تو جو مسجد اپنی ہے اس میں خود مخالفتِ سنتِ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وارتکابِ بے ادبیِ دربارِ عزت کا مؤاخذہ اس کی ذات پر ہے اور جو مسجد پرائی ہے اوروں کا اس میں اختیار ہے اُس کا مواخذہ اُن پر ہے اس کے ذمے صرف اتنا رکھا گیا ہے کہ ازالہ منکر پر قدرت نہ ہو تو زبان سے منع کرے اور اس میں بھی فتنہ وفساد ہو تو دل سے بُرا جانے، پھر اُن کے فعل کا اس سے مطالبہ نہیں، قال اللہ تعالٰی: لا تزر وازرۃ وزر اُخری[1] (کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ت) وقال اللہ تعالٰی:

یایھا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم[2]۔

اے اہلِ ایمان! تم پر اپنی جان لازم ہے تمہیں کوئی گمراہ نقصان نہیں پہنچا سکتا جبکہ تم ہدایت یافتہ ہو۔(ت)

وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ، فان لم یستطع فبقلبہ، و ذٰلک اضعف الایمان[3]۔

تم میں سے جب کوئی بُرائی دیکھے تو ہاتھ سے اُسے روکنے کی کوشش کرے اور اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے منع کرے اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو دل سے بُرا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے(ت)

اور جس طرح یہ دوسروں کو حکم شرع ماننے پر مجبور نہیں کرسکتا یوں ہی دوسرے حکم شرع کی مخالفت پر اسے مجبور نہیں کرسکتے یہ اپنے نزدیک جو طریقہ اپنے رب کی عبادت اور اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اتباعِ سنت کا

---

[1] القرآن ۶/ ۱۶۴
[2] القرآن ۵/ ۱۰۵
[3] سنن النسائی تفاضل اہل الایمان حدیث ۵۰۰۸ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور ۲/ ۲۶۵

marfat.com

Marfat.com

اپنی کتب دینیہ سے جانتا ہے دوسرا اگر اس میں مزاحمت کرے گا اور فتنہ وفساد اٹھائے گا تو اس کا ذمہ دار وہ دوسرا ہوگا
حکومت ہر مفسد کا ہاتھ پکڑنے کو موجود ہے اُس کے ذریعہ سے بندوبست کرا سکتا ہے، ہاں اگر یہ صورت بھی ناممکن ہوتی
اور مفسدوں کا خوف حد مجبوری تک پہنچاتا تو حالت اکراہ میں اس وقت اس پر مؤاخذہ نہ ہوتا، قال تعالیٰ:

الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان[1]۔ مگر وہ شخص جس کو مجبور کر دیا گیا اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے۔ (ت)

بالجملہ دوسروں کو حکم کرنا اُن کی سرکشی وفتنہ پردازی کے وقت مطلقاً ساقط ہو جاتا ہے کما نص علیہ فی الھندیۃ وغیرھا اور خود عمل کرنا اس وقت ساقط ہوگا جب یہ بذریعہ حکومت بھی بندوبست نہ کر سکے اور حقیقی مجبوری ہو کر استطاعت اصلاً نہ رہے، قال تعالیٰ:

فاتقوا اللہ ما استطعتم واسمعوا واطیعوا[2]۔ تو اللہ تعالٰی سے ڈرو جہاں تک ہو سکے اور اس کا فرمان سنو اور حکم مانو۔ (ت)

باوصف قدرت بندوبست واستعانت بحکومت مجرد خوف یا کاہلی یا خودداری یا رو رعایت یا نئی تہذیب یا صلح کل کی پالیسی سے اتباع شرع چھوڑ بیٹھنا جائز نہیں ہو سکتا اسے یوں خیال کریں کہ مفسدین آج اس امر کے لیے کہتے ہیں کل کو اگر انہوں نے خود نماز پر فتنہ اٹھایا تو کیا نماز بھی چھوڑ دے گا، نہیں نہیں بلکہ اس پر خیال کرے کہ مفسدوں نے کہا کر اپنا مکان خالی کر دو ورنہ ہم فساد کرتے ہیں یا اپنی جائداد کا ہبہ نامہ لکھ دو ورنہ ہم فتنہ اٹھاتے ہیں (تو) اس وقت اُن کا کچھ بندوبست کرے گا استغاثہ کرے گا یا چپکے سے جائداد ومکان چھوڑ بیٹھے گا، جو جب کرے گا وہ اب کرے اور اتباع احکام شرع کو مکان وجائداد سے ہلکا نہ جانے، ہاں دوسروں کے سر چڑھنے اور فتنہ وفساد کے اُٹھانے کی اجازت نہیں ہو سکتی، قال تعالیٰ:

والفتنۃ اشد من القتل[3] (فتنہ قتل سے بدتر ہے۔ ت)

وقال تعالیٰ:

لاتفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا[4]۔ زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ (ت)

---

[1] القرآن ۱۶/ ۱۰۶
[2] القرآن ۶۴/ ۱۶
[3] القرآن ۲/ ۱۹۱
[4] القرآن ۷/ ۵۶

marfat.com

Marfat.com

وقال تعالٰی :

لہا ماکسبت ولکم ماکسبتم ولاتسئلون عما کانوا یعملون [1] | اس امت کے لیے وہ ہے جو اس نے کیا اور تمہارے لیے وہ ہے جو تم نے کیا، تم سے ان کے اعمال کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔ (ت)

نسأل اللہ العفو والعافیۃ، وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۵۹) از سہاور ضلع ایٹہ مرسلہ چودھری عبدالحمید خاں صاحب رئیس ۲۰ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

اذان ثانی جمعہ خارج مسجد صحن کے نیچے جُوتے اتارنے کی جگہ اگر کہی جائے تو اس میں کچھ حرج ہے یا باب مسجد پر ہی ہونا ضروری ہے، ان دونوں میں کسی بات میں اولویت ہوگی یا مساوی حالت، دوم یہ کہ محرابِ مسجد بھی اس بارے میں بابِ مسجد کے قائم مقام ہوسکتی ہے یا نہیں، دیوبندی صاحب کا مقولہ ہے کہ محرابِ مسجد خارجِ مسجد کا حکم رکھتی ہے اور اسی لیے اُس میں امام کا کھڑا ہونا جائز نہیں (حالانکہ اپنے نزدیک یہ بات نہیں آئندہ جو مفتی صاحب فرمائیں) سوم یہ کہ اگر بابِ مسجد دالان وصحنِ مسجد کے بالمقابل نہ ہو بلکہ شمالاً وجنوباً واقع ہو اور صحن مسجد شرقی جانب حد دیوار سے ملا ہوا ہو اور اس کے بعد کوئی جگہ خارج مسجد نہ ہو تو وہاں کیا کیا جائے اور اذانِ ثانی کہاں ہو اور خطیب کہاں بیٹھے تاکہ مؤذن کا مقابلہ فوت نہ ہو۔ چہارم یہ کہ اذان مذکور بابِ مسجد پر جو دی جائے تو وہ بابِ مسجد کے وسط میں کھڑے ہو کر یا اس سے پرے نیچے اتر کر، یہاں تو آج وسط باب پر کہی گئی ہے آئندہ جیسا ارشاد ہو۔ والسلام فقط۔

الجواب

صحن مسجد کے نیچے جو جگہ خلع نعال کی ہے خارج مسجد ہے اُس میں اذان بے تکلف مطابق سنّت ہے علی الباب ہونا کچھ ضرور نہیں مسجد کریم میں بابِ شمالی محاذی منبر اطہر تھا کما فی صحیح البخاری (جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔ ت) لہٰذا علی الباب ہوتی تھی ورنہ خصوصیتِ باب ملحوظ نہ تھی بلکہ صرف دو باتیں محاذاتِ خطیب و اذان خارج مسجد۔ محرابِ مسجد وہ طاق ہے کہ دیوارِ قبلہ کے وسط میں بنتا ہے اس میں اذان ہونے کے کوئی معنی نہیں نہ اس میں محاذاتِ خطیب ہو اور منتہائے درجہ جانب شرق پر جو در بنتے ہیں یہ محراب نہیں ان کو "بین الساریتین" کہتے ہیں ان میں امام کا کھڑا ہونا ناجائز نہیں ہاں خلافِ سنّت ہے نہ اس وجہ سے کہ یہ زمین مسجد نہیں بلکہ اس لیے کہ امام اور جملہ مقتدیوں کا درجہ بدلا ہوا ہونا خلافِ سنّت ہے کما فی شرح النقایۃ (جیسا کہ شرح نقایہ میں ہے۔ ت) شرقی

---

[1] القرآن ۲/۱۴۱

marfat.com

Marfat.com

جانب اگر دیوار مسجد ہے تو اُس کی نسبت فتوے میں معروض ہے کہ اُس میں طاق محراب نما محاذات منبر میں بنا لیں اور اگر دیوار کسی غیر کی ہے اور وہ اجازت نہ دے تو اس کا سوال مراد آباد سے آیا تھا اُس کے جواب کی نقل حاضر کرتا ہے باب مسجد ہی میں موذن کھڑا ہو دروازہ سے باہر ہونے کی حاجت نہیں کہ اس حکم میں مسجد کی دیواریں فصیلیں دروازہ کی زمین خارج مسجد ہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ (۳۶۰) مسئولہ جناب مشتاق احمد صاحب از شہر بریلی محلہ بہاری پور ۲۸ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد متصل دفتر چھوٹی ریل کی میں ہم لوگ نماز جمعہ پڑھا کرتے ہیں وہاں جو شخص نماز پڑھاتے ہیں وُہ خطبہ کے وقت اذان مسجد کے اندر دلوایا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دوسری اذان جمعہ کی خطبہ کے وقت خلیفہ ہشام نے مسجد کے اندر لوگوں سے دلوانا شروع کی ہے وہ بدعت حسن ہے یعنی وہ بدعت سیئہ نہیں ہے اور بدعتِ حسن کے کرنے کو کسی نے بھی عالموں میں سے منع نہیں کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے ہمیشہ اذان کا مسجد کے دروازہ پر ہونا ثابت نہیں ہے اس وجہ سے جو لوگ مسجد کے اندر اذان دلواتے ہیں ان کو منع نہیں کرنا چاہیے کیونکہ وُہ بدعتِ حسن کرتے ہیں اور سنتِ مواظبہ کو نہیں چھوڑتے ہیں۔ لہٰذا عرض یہ ہے کہ مسجد کے دروازے کے اوپر ہمیشہ ہونا اذان کا ثابت ہے یا نہیں اور سنتِ مواظبہ ہے یا نہیں اور اذان مسجد کے اندر دینے سے سنت چھوٹ جائے گی یا نہیں اور بدعت ہوگی تو کون سی ہوگی بدعتِ حسن ہوگی یا بدعت سیئہ ہوگی۔ اگر بدعت حسن ہوگی تو اس کو منع کرنا چاہیے یا نہیں اور اگر بدعت سیئہ ہوگی تو منع کرنا چاہیے یا نہیں اور منع کرنے والا کون ہوگا اور اس کے پیچھے نماز جائز ہوگی یا نہیں اور اذان خطبہ والی کو اندر دلانا کس نے شروع کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے مسجد کے اندر اذان دلوانا کبھی ایک بار کا بھی ثابت نہیں، جو لوگ اس کا دعویٰ کرتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر افترا کرتے ہیں ہشام سے بھی اس اذان کا مسجد کے اندر دلوانا ہرگز ثابت نہیں البتہ پہلی اذان کے نسبت بعض نے لکھا ہے کہ اُسے ہشام مسجد کی طرف منتقل کر لایا اور اس کے بھی یہ معنی نہیں کہ مسجد کے اندر دلوائی بلکہ امیر المومنین عثمٰن غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ بازار میں پہلی اذان دلواتے تھے ہشام نے مسجد کے منارہ پر دلوائی، رہی یہ دوسری اذانِ خطبہ، اس کی نسبت تصریح ہے کہ ہشام نے اس میں کچھ تغیر نہ کیا اُسی حالت میں باقی رکھی جیسی زمانۂ رسالت و زمانۂ خلافت میں تھی۔ امام محمد بن عبد الباقی زرقانی رحمہ اللہ تعالےٰ شرح مواہب شریف جلد ہفتم طبع مصر صہ ۳۳۵ میں فرماتے ہیں،

فلما کان عثمٰن، امر بالاذان قبلہ علی جب عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے اذان خطبہ

marfat.com

Marfat.com

الزوراء، ثم نقله هشام الى المسجد، ای امر بفعله فیه، وجعل الآخر الذی بعد جلوس الخطیب علی المنبر بین یدیه بمعنی انه ابقاه بالمکان الذی یفعل فیه، فلم یغیره، بخلاف ماکان بالزوراء فحوله الی المسجد علی المنار، انتہی۔[1]

سے پہلے ایک اذان بازار میں ایک مکان کی چھت پر دلوائی پھر اس پہلی اذان کو ہشام مسجد کی طرف منتقل کرلایا یعنی اس کے مسجد میں ہونے کا حکم دیا اور دوسری کو خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے وقت ہوتی ہے وہ خطیب کے مواجہ میں کی یعنی جہاں ہوا کرتی تھی وہیں باقی رکھی اس اذان ثانی میں ہشام نے کوئی تبدیل نہ کی بخلاف بازار والی اذان اوّل کے کہ اسے مسجد کی طرف منارہ پر لے آیا تھا۔

ہاں وہ جمہور مالکیہ کہ اذان ثانی کو امام کی محاذات میں ہونا بدعت کہتے ہیں اور اس کا بھی منارہ پر ہی ہونا سنّت بتاتے ہیں، اُن میں بعض کے کلام میں واقع ہوا کہ سب میں سے پہلے اذان ثانی امام کے روبرو ہشام نے کہلوائی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وخلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم کے زمانہ میں یہ اذان بھی محاذاتِ امام نہ ہوتی تھی منارہ ہی پر تھی، پھر اس سے کیا ہُوا غرض ہشام بیچارے سے بھی ہرگز اس کا ثبوت نہیں کہ اس نے اذانِ خطبہ مسجد کے اندر منبر کے برابر کہلوائی ہو جیسی اب کہی جانے لگی اس کا کچھ پتا نہیں کہ کس نے یہ ایجاد نکالی، اور اگر ہشام سے ثبوت ہوتا بھی تو اس کا قول وفعل کیا حجت تھا، وہ ایک مروانی ظالم بادشاہ ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بیٹے امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پوتے امام زین العابدین کے صاحبزادے امام باقر کے بھائی سیدنا امام زید بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہم کو شہید کرایا سُولی دلوائی اور اس پر یہ شدید ظلم کہ نعش مبارک کو دفن نہ ہونے دیا برسوں سُولی ہی پر رہی جب ہشام مرگیا تو نعش مبارک دفن ہُوئی ان برسوں میں بدن مبارک کے کپڑے گل گئے تھے قریب تھا کہ بے ستری ہو اللہ عزوجل نے مکڑی کو حکم فرمایا کہ اس نے جسم مبارک پر ایسا جالا تان دیا کہ بجائے تہبند ہوگیا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بعض صالحین نے دیکھا کہ امام مظلوم زید شہید رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سولی سے پشتِ اقدس لگائے کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں یہ کچھ کیا جاتا ہے میرے بیٹوں کے ساتھ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وخلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم کی سنّت کے خلاف ایسے ظالم کی سنّت پیش کرنا اور پھر امام اعظم وغیرہ ائمہ پر اس کی تہمت دھرنا کہ ان اماموں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وخلفائے راشدین کی سنّت چھوڑ کر ظالم بادشاہ کی سنّت قبول کرلی کیسا صریح ظلم اور ائمہ کرام کی شان میں کیسی بڑی گستاخی ہے اللہ عزوجل پناہ دے، اس کے بدعت حسنہ ہونے کا دعوٰی محض باطل و

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد التاسع فی عباداتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبوعہ عامرہ مصر ۷/ ۴۳۵

marfat.com

Marfat.com

بے اصل ہے۔

(۱) بدعتِ حسنہ سنّت کو بدلا نہیں کرتی اور اس نے سنّت کو بدل دیا۔

(۲) مسجد میں اذان دینی مسجد و دربارِ الٰہی کی گستاخی وبے ادبی ہے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں ادب میں طریقہ معہودہ فی الشاہد کا اعتبار ہوتا ہے۔ فتح القدیر میں فرمایا:

یحال علی المعهود من وضعها حال قصد التعظیم فی القیام والمعهود فی الشاهد منه تحت السرة[1]۔

یعنی قیام تعظیمی میں بادشاہوں وغیرہم کے سامنے ہاتھ زیر ناف باندھ کر کھڑے ہونے کا دستور ہے اسی دستور کا نماز میں لحاظ رکھ کر زیر ناف باندھیں گے۔

اب دیکھ لیجئے کہ درباروں میں درباریوں کی حاضری پکارنے کا کیا دستور ہے، کیا عین دربار میں کھڑے ہوکر چوبدار چلاتا ہے کہ دربار یو چلو ہرگز نہیں۔ بے شک ایسا کرے تو بے ادب گستاخ ہے جس نے شاہی دربار نہ دیکھے ہوں وہ یہی کچہریاں دیکھ لے کیا ان میں مدعی مدعا علیہ گواہوں کی حاضریاں کمرہ کے اندر پکاری جاتی ہیں یا کمرہ سے باہر جاکر کیا اگر چپراسی خاص کمرہ کچہری میں کھڑا ہوا حاضریاں پکارے چلائے تو بے ادب گستاخ بتا کر نہ نکالا جائیگا، افسوس جو بات ایک منصف یا جنٹ کی کچہری میں نہیں کر سکتے احکم الحاکمین جل جلالہٗ کے دربار میں روا رکھو۔

(۳) مسجد میں چلّانے سے خود حدیث میں ممانعت ہے اور فقہا نے یہ ممانعت ذکرِ الٰہی کو بھی عام رکھی جب تک شارع صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلّم سے ثبوت نہ ہو، درمختار میں ہے:

یحرم فیه (ای المسجد) السوال ویکره الاعطاء ورفع صوت بذکر، الا للمتفقهة[2]۔

مسجد میں سوال کرنا حرام اور سائل کو دینا مکروہ ہے۔ مسائل فقہیہ سیکھنے سکھانے کے علاوہ وہاں ذکر سے آواز کا بلند کرنا بھی مکروہ ہے۔ (ت)

نہ کہ اذان کہ یہ تو خالص ذکر بھی نہیں کما فی البنایة شرح الهدایة للامام العینی (جیسا کہ امام عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں تصریح کی ہے۔ ت)

(۴) بلکہ شرع مطہر نے مسجد کو ہر ایسی آواز سے بچانے کا حکم فرمایا جس کے لیے مساجد کی بنا نہ ہو ـــــ صحیح مسلم شریف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] فتح القدیر باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۴۹

[2] الدر المختار آخر باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۹۳

marfat.com

Marfat.com

من سمع رجلا ینشد ضالۃ فی المسجد ، فلیقل لاردھا اللہ علیك ، فان المساجد لم تبن لھذا۔[1]

جو کسی کو گمی ہوئی چیز کو مسجد میں دریافت کرے اس سے کہو اللہ تیری گمی چیز تجھے نہ ملائے ، مسجدیں اس لیے نہیں بنیں ۔ (ت)

حدیث میں حکم عام ہے اور فقہ نے بھی عام رکھا ، درمختار میں ہے ، کرہ انشاد ضالۃ[2] (مسجد میں گمشدہ چیز کی تلاش مکروہ ہے ۔ ت) ، تو اگر کسی کا مصحف شریف گم ہو گیا اور وُہ تلاوت کے لیے ڈھونڈتا اور مسجد میں پُوچھتا ہے اُسے بھی یہی جواب ہو گا کہ مسجدیں اس لیے نہیں بنیں ، اگر اذان دینے کے لیے مسجد کی بنا ہوتی تو ضرور حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم مسجد کے اندر ہی اذان دلواتے یا کبھی کبھی تو اس کا حکم فرماتے ، مسجد جس کے لیے بنی زمانۂ اقدس میں اُسی کا مسجد میں ہونا کبھی ثابت نہ ہو یہ کیونکر معقول ، تو وجہ وہی ہے کہ اذان حاضری دربار پکارنے کو ہے اور خود دربار حاضری پکارنے کو نہیں بنتا ۔

(۵) رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عادتِ کریمہ تھی کہ کبھی کبھی سنّت کو ترک فرماتے کہ اس کا وجوب نہ ثابت ہو ترک کا جواز معلوم ہو جائے ولہذا علما نے سنت کی تعریف میں مع الترك احیانًا ماخوذ کیا کہ ہمیشہ کیا مگر کبھی کبھی ترک بھی فرمایا اور یہاں اصلًا ایک بار بھی ثابت نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مسجد کے اندر اذان دلوائی ہو جو مدعی ہو ثبوت دے ۔

(۶) فقہائے کرام نے مسجد میں اذان دینے کو مکروہ فرمایا عبارتیں اصل فتوے میں گزریں اور حنفیہ کے یہاں مطلق کراہت سے غالبًا مراد کراہت تحریم ہوتی ہے جب تک اس کے خلاف پر دلیل قائم نہ ہو اور بیان خلاف پر دلیل درکنار اس کے موافق دلیل موجود ہے کہ یہ گستاخی دربارِ معبود ہے ۔

(۷) فقہائے کرام نے مسجد میں اذان دینے سے بصیغہ نفی منع فرمایا کہ صیغہ نہی سے زیادہ مؤکد ہے عبارات کثیرہ اصل فتوے میں گزریں اور فقہا کا یہ صیغہ غالبًا اُس کے ناجائز ہونے پر دلالت کرتا ہے ، امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں :

ظاھر قول المصنف ولایزید علیھا شیئًا ، یشیر الی عدم اباحۃ الزیادۃ علیھا۔[3]

قول مصنف " لایزید علیھا شیئًا " کا ظاہر اشارۃً واضح کر رہا ہے کہ اس پر اضافہ جائز نہیں ۔ (ت)

---

[1] الصحیح لمسلم کتاب المساجد باب النہی عن نشد الضالۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۱۰

[2] الدر المختار آخر باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۹۳

[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com

Marfat.com

ہدایہ میں قول امام محمد قرأ وجھر (وہ پڑھے اور جہر کرے۔ت) پر فرمایا: یدل علی الوجوب[1] (یہ وجوب پر دال ہے۔ت) ــــ عنایہ میں فرمایا: لانہ بمنزلۃ الامربل اٰکد[2] (یہ بمنزلہ امر بلکہ اس میں اس سے بھی زیادہ تاکید ہے۔ت) ــــ فتح القدیر میں فرمایا: مایدل علی الوجوب وھو لفظ الخبر[3] (جو وجوب پر دال ہے وہ لفظ خبر (قرأ) ہے۔ت) ان وجوہ پر نظر انصاف کے بعد مجموع سے کم از کم اتنا ضرور ثابت کہ مسجد کے اندر اذان بدعت سیئہ ہے ہرگز حسنہ نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۶۱) مرسلہ جناب منشی فقیر محمد صاحب تاجر چرم کانپوری از مقام شہر ہمیر پور صوتی گنج صدر بازار
۲۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان میں جس وقت مؤذن حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح کہے تو سامع کو اس کے جواب میں کیا کہنا چاہیے۔ بینوا توجروا

الجواب

حی علی الصلاۃ وحی علی الفلاح دونوں کے جواب میں لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہنا چاہیے، اور بعض اول کے جواب میں بھی لاحول اور دوم کے جواب میں ماشاء اللہ کان ومالم یشأ لم یکن (اللہ تعالٰی جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جو وہ نہ چاہے وہ نہیں ہوتا۔ت) کہتے ہیں، اور افضل یہ ہے کہ حی علی الصلاۃ کے جواب میں کہے حی علی الصلاۃ لاحول ولاقوۃ الا باللہ اور حی علی الفلاح کے جواب میں کہے حی علی الفلاح لاحول ولاقوۃ الا باللہ ماشاء اللہ کان ومالم یشأ لم یکن۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۳۶۲) از بمبئی بھنڈی بازار مرسلہ محمد فضل الرحمٰن سادہ کار ۵ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان میں حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح کے وقت مؤذن داہنے بائیں رُخ کرتا ہے آیا اقامت میں بھی داہنے بائیں رُخ کرنا سنّت ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب

علماء نے اقامت میں بھی دہنے بائیں منہ پھیرنے کا حکم دیا ہے اور بعض نے اسے اس صورت کے ساتھ خاص کیا ہے کہ کچھ لوگ اِدھر اُدھر منتظر اقامت ہوں، درمختار میں ہے، ویلتفت فیہ وکذا فیھا

---

[1] ہدایۃ کتاب الصلاۃ فصل فی القراءۃ مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ دستگیر کالونی کراچی ۹۸/۱

[2] عنایۃ حاشیہ علی فتح القدیر کتاب الصلاۃ فصل فی القراءۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲۸۶/۱

[3] فتح القدیر " " ۲۸۶/۱

marfat.com

Marfat.com

مطلقاً[1] (اذان میں منہ پھیرے اور اسی طرح تکبیر میں بھی ہر حال میں۔ت) قنیہ میں ہے:

الاصح ان الصلاۃ عن یمینہ، والفلاح عن شمالہ، مت، شم، قع، ضح، والاقامۃ کذلک اھ ای مجد الائمۃ الترجمانی وشرف الائمۃ المکی والقاضی عبدالجبار والایضاح اوضیاء الائمۃ الحججی[2]۔

اصح یہ ہے کہ حی علی الصلاۃ کے وقت دائیں اور حی علی الفلاح کے وقت بائیں جانب منہ پھیرے مت، شم، قع، ضح۔ اور اسی طرح اقامت میں بھی اھ یعنی "مت" سے مجد الائمہ ترجمانی، "شم" سے شرف الائمہ المکی، "قع" سے قاضی عبدالجبار اور "ضح" سے ایضاح یا ضیاء الائمہ الحجی مراد ہیں۔(ت)

اُسی میں ملتقط سے ہے:

لایحول راسہ فی الاقامۃ عند الصلاۃ والفلاح الالاناس ینتظرون الاقامۃ[3]۔

تکبیر کے اندر حی علی الصلوٰۃ اور حی الفلاح پر دائیں بائیں سر نہ پھیرے مگر اس صورت میں کہ جب لوگ تکبیر کا انتظار کر رہے ہوں۔(ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۶۵) از دمن خرد عملداری پرتگال مسئولہ مولوی ضیاء الدین صاحب ۵ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اشھد ان محمدا رسول اللہ جو اذان واقامت میں واقع ہے اُس میں انگوٹھوں کا چومنا جو مستحب ہے اگر کوئی شخص باوجود قائل ہونے استحباب کے احیاناً عمداً ترک کرے تو وہ شخص قابلِ ملامت ہے یا نہیں۔

الجواب

جبکہ مستحب جانتا ہے اور فاعلوں پر اصلاً ملامت روا نہیں جانتا فاعلوں پر ملامت کرنے والوں کو بُرا جانتا ہے تو خود اگر احیاناً نہ کرے ہرگز قابلِ ملامت نہیں فان المستحب ھذا شانہ (کہ مستحب کا درجہ ومقام یہی ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۶۶) از مراد آباد مدرسہ اہلسنت بازار دیوان مرسلہ مولوی عبدالودود قادری برکاتی رضوی طالبعلم مدرسہ مذکور ۲ جمادی الاولٰی ۱۳۲۹ھ

حضور پُرنور کے نام مبارک سُن کر ہاتھ چوم کر آنکھوں پر لگانا کیسا ہے؟

---

[1] درمختار باب الاذان مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۶۳

[2] قنیہ باب الاذان مطبعۃ مشتہرۃ بالمہانندیۃ انڈیا ص ۱۹ و ۲۰ [3] قنیہ باب الاذان

marfat.com
Marfat.com

الجواب

جائز بلکہ مستحب ہے جبکہ کوئی ممانعت شرعی نہ ہو مثلاً حالت خطبہ میں یا جس وقت قرآن مجید سُن رہا ہے یا نماز پڑھ رہا ہے ایسی حالتوں میں اجازت نہیں باقی سب اوقات میں جائز بلکہ مستحب ہے جبکہ بہ نیت محبت و تعظیم ہو اور تفصیل ہمارے رسالہ منیر العین میں ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۶۷) از اوریا ضلع اٹاوہ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ عبدالحی صاحب مدرس ۹ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان کے وقت انگوٹھے چُومنا اس کا جو طریقہ ہو اور دعا وغیرہ اور جس موقع پر کیا جائے مفصل اطلاع بخشیے۔

الجواب

جب مؤذن پہلی بار اشھد ان محمدا رسول اللہ کہے یہ کہے صلی اللہ علیك یارسول اللہ جب دوبارہ کہے یہ کہے قرۃ عینی بك یارسول اللہ اور ہر بار انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں سے لگائے آخر میں کہے اللھم متعنی بالسمع والبصر[1] (اے اللہ! میری آنکھوں اور سمع کو نفع عطا فرما۔ ت) ردالمحتار عن جامع الرموز عن کنز العباد (ردالمحتار میں جامع الرموز سے اور اس میں کنزالعباد سے منقول ہے۔ ت) یہ اذان میں ہے اور تکبیر کے وقت بھی ایسا ہی کرے تو کچھ حرج نہیں کمابیناہ فی رسالتنا (جیسے ہم نے اسے اپنے رسالہ میں بیان کیا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۳۶۸) از جبیب والہ ضلع بجنور تحصیل دھامپور مرسلہ منظور صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں دستور ہے کہ قبل صلاۃ عیدین دو شخص کھڑے ہو کر کانوں میں انگلیاں دے کر الصلوۃ یرحمکم اللہ الصلوۃ کئی مرتبہ پڑھتے ہیں آیا یہ فعل جائز ہے یا بدعت، رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے یہ فعل منقول ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے کہ منع نہیں اگرچہ منقول نہ ہو جیسے تثویب۔ نہیں نہیں بلکہ خود صاحب شریعت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول کہ عیدین میں مؤذن کو حکم فرماتے کہ الصلاۃ جامعۃ پکارے

روی الامام الشافعی عن الزھری قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم | امام شافعی نے زہری سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عیدین کے لیے مؤذن کو

---

[1] ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۹۳

marfat.com
Marfat.com

یامر المؤذن فی العیدین ، فیقول الصلاۃ جامعۃ۔[1]

حکم دیا کرتے تھے (کہ یہ بلند آواز سے کہے) تو وہ کہتے تھے الصلٰوۃ جامعۃ (جماعتِ نماز تیار ہے)۔ (ت)

لاجرم علمائے کرام نے بالاتفاق عیدین میں صلاۃ پکارنا مستحب فرمایا ، شرح صحیح مسلم امام نووی میں ہے :

یقول اصحابنا وغیرھم انہ یستحب ان یقال الصلاۃ جامعۃ۔[2]

ہمارے علماء شوافع اور دیگر علماء کہتے ہیں کہ "الصلاۃ جامعۃ" کہنا مستحب ہے۔ (ت)

مرقاۃ علی قاری میں ہے :

یستحب ان ینادی لھا الصلاۃ جامعۃ۔[3]

نماز کے لیے "الصلٰوۃ جامعۃ" کہنا مستحب ہے۔ (ت)

وہ الفاظ کہ سائل نے ذکر کئے الصلاۃ یرحمکم اللہ (نماز پڑھو اللہ تم پر رحم کرے۔ ت) انھیں کے معنی میں ہیں پس بدعت نہیں مستحب ہیں۔

اقول : وما روی مسلم عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ ، ان لا اذان للصلاۃ یوم الفطر ، ولا اقامۃ ولا نداء ولا شیئ فھی فتوٰی[4] منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ انما روایتہ ماذکر اولاً قال لم یکن یؤذن یوم الفطر ولا یوم الاضحٰی ، ولیس فیہ الانفی الاذان ، وزاد جابر بن سمرۃ وغیرہ نفی الاقامۃ ، وقد انعقد علی نفیھما الاجماع ، ولا نظر لخلاف شاذ ، فلا حاجۃ الی ماذکر الامام النووی فی قول جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ ، یتاول علی ان المراد لا اذان ، ولا اقامۃ ولا نداء فی معناھما ولا شیئ من ذلک اھ[5]

اقول : وہ جو مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نمازِ عید الفطر کے لیے نہ اذان نہ اقامت اور نہ ہی اس کے علاوہ کوئی آواز دی جاتی تھی تو اس کی کوئی حقیقت نہیں ، یہ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا فتوٰی ہے ان سے مروی روایت کا ذکر جو پہلے ہوا اس میں صرف اتنا ہے کہ عید الفطر اور عید الاضحی کے لیے اذان نہیں ہوتی تھی یعنی اس میں صرف نفیِ اذان ہے حضرت جابر بن سمرۃ وغیرہ نے اقامت کی نفی کا بھی اضافہ کیا حالانکہ ان دونوں کی نفی پر اجماع منعقد ہوگیا ہے اور خلاف شاذ قابلِ توجہ نہ ہوگا ، تو اب حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول میں امام نووی کی اس تاویل

---

[1] الام للامام الشافعی من قال لا اذان للعیدین مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۳۵

[2] شرح صحیح مسلم للامام النووی مع مسلم ، کتاب صلاۃ العیدین ، قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۹۰

[3] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب صلاۃ العیدین مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/۳۰۰

[4] صحیح لمسلم کتاب صلاۃ العیدین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۹۰

[5] شرح صحیح مسلم للامام النووی مع مسلم " " " ۱/۲۹۰

marfat.com

Marfat.com

ومن العجب ماوقع فی الاشعة تحت حدیث جابربن سمرة رضی اللہ تعالٰی عنه صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم العیدین غیرمرة ولامرتین بغیراذان ولااقامة، انه زادفی روایة، ولاالصلٰوة جامعة اھ فلااثرله فی صحیح مسلم، ولوکان لم یدل الاعلی عدم المواظبة، ولم یعارض ماثبت فی مرسل الزهری، ومرسل الثقة حجة عندنا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کی ضرورت نہیں کہ مراد یہ ہے کہ نہ اذان ہوتی نہ تکبیر اور نہ ہی ان دونوں کی مانند کوئی ندا ہوتی تھی اور اشعۃ اللمعات کے اس مضمون پر تعجب ہے جو حضرت جابر بن سمرہ کی اس حدیث کے تحت ذکر کیا گیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی معیت میں ایک یا دو دفعہ سے زائد مرتبہ بغیر اذان واقامت کے عیدین کی نماز پڑھی، کہا ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ "الصلاۃ جامعۃ" کے الفاظ بھی نہیں کہے جاتے تھے اھ یہ کلمہ صحیح مسلم میں نہیں اگر ہو تو صرف عدمِ مواظبت پر دلیل ہے یعنی ہمیشگی نہیں فرمائی لہذا یہ مرسل زہری کے معارض نہیں اور مرسل ثقہ ہمارے ہاں حجت ہے۔ (ت)

مسئلہ (۳۶۹) از بیکانیر مارواڑ مہاجناں مرسلہ قاضی قمرالدین صاحب ۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رسولِ خدا صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر درود شریف ہم پڑھتے ہیں لیکن ہاتھوں کو چومتے نہیں ہیں ایک شخص کہتا ہے کہ جو ہاتھ نہ چومے وہ مردود وملعون ہے، اب گزارش ہے کہ ہاتھ چومنا کیسا ہے اور چوما جائے تو کیا ہمارے ذمے گناہ ہوگا اگر چومنا منع ہے تو وہ شخص کہ جو نہ چومنے والوں کو کلماتِ مندرجہ بالا کہتا ہے اُس کے لیے کیا حکم ہے آیا وہ کافر ہوا یا اسلام میں رہا؟

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نامِ اقدس اذان میں سُن کر انگوٹھے چومنا مستحب ہے اچھا ہے ثواب ہے کما فی کنزالعباد وجامع الرموز ورد المحتار وغیرها (جیسا کہ کنز العباد، جامع الرموز اور ردالمحتار وغیرہ میں ہے۔ت) مگر فرض واجب نہیں کہ نہ کرنے سے گناہ ہو اور صرف اس قدر پر مردود وملعون کہنا سخت باطل و مردود ہے ہاں جو بربنائے وہابیت اسے بُرا جان کر نہ چومے تو وہابی ضرور مردود وملعون ہے واللہ تعالٰے اعلم۔

مسئلہ (۳۷۰) از بریلی مسئولہ مولوی محمد افضل صاحب کابلی ۲۱ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

(۱) الاقامة حق للمؤذن ولایقیم بغیراذنه، سمعت من اساتذة مرویة، وان قال الامام

(۱) تکبیر مؤذن کا حق ہے اس کی اجازت کے بغیر دوسرا نہ کہے، بعض اساتذہ کے حوالے سے میں نے

---

[1] اشعۃ اللمعات الفصل الاول من صلٰوۃ العیدین مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵۹۷/۱

marfat.com
Marfat.com

بغیرہ اقم، فھو ایضا جائز بغیر الکراھۃ، صحیح، ام لا۔

(۲) والمکبر فی یوم العید والجمعۃ ان کبر بغیر اذن الامام، لا یجوز الاخذ بقولہ ولا بطلت صلوۃ من رکع او سجد بتکبیرہ، صح ام لا۔

یہ سنا ہے کہ اگر امام غیر مؤذن کو کہہ دے "تکبیر پڑھ" تو بھی بلا کراہت یہ جائز ہے، کیا یہ صحیح ہے یا غلط؟

(۲) عید اور جمعہ کے موقع پر اگر مکبّر اجازتِ امام کے بغیر تکبیر کہہ دے اس کے قول پر عمل جائز نہیں اور اس کی تکبیر پر رکوع وسجدہ کرنے والے کی نماز باطل نہ ہُوئی، کیا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) ان کان المؤذن حاضرا لا یقیم غیرہ الا باذنہ ولا ینبغی للامام ان یامر غیرہ بالاقامۃ الا بوجہ شرعی مثل ان تکون اقامتہ مشتملۃ علی لحن وذلک لانہ یوحش المؤذن بہ۔

(۱) اگر مؤذن موجود ہے تو اس کی اجازت کے بغیر کوئی دوسرا تکبیر نہ کہے اور امام کے لیے بھی مناسب نہیں کہ شرعی عذر کے بغیر کسی دوسرے کو تکبیر کے لیے کہے، شرعی عذر مثلاً اس کی اقامت لحن پر مشتمل ہو، اجازتِ مؤذن کے بغیر اقامت کہنا مناسب نہیں کہ شاید وہ اسے ناپسند کرتا ہو۔ (ت)

(۲) ھذا باطل لا اصل لہ، ویجوز التبلیغ عن الحاجۃ وان لم یاذن الامام، بل وان نھی۔ وھو تعالٰی اعلم۔

(۲) یہ باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں، ضرورت کے موقع پر تبلیغ جائز ہے اگرچہ امام اجازت نہ دے بلکہ وُہ منع بھی کرے تب بھی جائز ہے۔ (ت)

مسئلہ (۱۷۰) ۲۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام مقتدیوں کو جب تکبیر نماز کہی جائے تو تکبیر شروع ہوتے ہی کھڑا ہونا چاہئے یا جب حی علی الصلٰوۃ، حی علی الفلاح مکبّر کہے تب کھڑے ہوں اور مقتدی و امام اس میں یعنی قیام وقعود میں مساوی ہیں یا ہر ایک کے واسطے جداگانہ حکم ہے، مثلاً جو کہے کہ مقتدی بیٹھے رہیں اور حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں لیکن امام فوراً جب تکبیر شروع ہو کھڑا ہو جائے اس کا فعل صحیح ہے یا غلط؟

الجواب

حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں جس نے کہا امام فوراً کھڑا ہو جائے غلط کہا" حوالہ وہ دے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ (۳۷۲) از چتوڑ گڈھ میواڑ مرسلہ فتح محمد صاحب ۲۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے حجرہ میں امام ہو اور تکبیر مکبر شروع کرے اب امام حجرہ سے روانہ ہو ختم تکبیر سے پہلے حی علی الفلاح کے وقت یا بعد ختم تکبیر مصلے پر پہنچ جاوے اس میں کوئی قباحت تو نہیں ہے بصورت احیانا یا بصورت دواما، ہر دو صورت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

اس صورت میں کوئی حرج نہیں نہ امام مکبر کا پابند ہوسکتا ہے بلکہ مکبر کو امام کی پابندی چاہئے حدیث میں ہے المؤذن املك بالاذان، والامام املك بالاقامة[1] (اذان کا اختیار مؤذن کو ہے اور اقامت کا اختیار امام کو۔ ت) اور اگر وہ تکبیر ہوتے میں چلا تو اُسے بیٹھنے کی بھی حاجت نہیں مصلے پر جائے اور حی علی الفلاح یا ختم تکبیر پر تکبیر تحریمہ کہے، یُوں ہی بعد خطبہ اُسے اختیار ہے کہیں منقول نہیں کہ خطبہ فرما کر تکبیر ہونے تک جلوس فرماتے یہ حکم قوم کے لیے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۷۳) از جرودہ ضلع میرٹھ مسئولہ سید سراج احمد صاحب ۱۲ شعبان ۱۳۳۷ھ

تکبیر سے پہلے کچھ لوگ بیٹھے ہُوئے ہوں اور کچھ لوگ کھڑے ہوں تو کیا تکبیر شروع ہوتے ہی سب کو کھڑا ہوجانا چاہیے یا بیٹھ جانا چاہئے، اگر بیٹھے رہیں تو کس لفظ پر کھڑا ہونا چاہیے، اگر تکبیر شروع ہوتے ہی فوراً کھڑے ہوجائیں تو کچھ حرج نہیں ہے۔

الجواب

تکبیر کھڑے ہو کر سُننا مکروہ ہے یہاں تک کہ علما نے فرمایا ہے کہ اگر تکبیر ہو رہی ہے اور مسجد میں آیا تو بیٹھ جائے اور جب مکبر حی علی الفلاح پر پہنچے اس وقت سب کھڑے ہوجائیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۷۴) محمد عبدالرشید از حصار مدرسہ انجمن محاسن اسلام احاطہ عبدالغفور صاحب

۱۴ محرم ۱۳۳۶ھ

مسجد میں بلا اذان نماز جماعت درست ہے یا نہیں اور تنگ وقت کی وجہ سے صرف تکبیر جماعت کے لیے کافی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بلا اذان جماعتِ اولٰی مکروہ وخلافِ سنّت ہے، ہاں وقت ایسا تنگ ہوگیا ہو کہ اذان کی گنجائش

---

[1] کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال [illegible] الرسالہ بیروت ۷/۶۹۴

marfat.com

Marfat.com

نہ ہو تو مجبورانہ خود ہی چھوڑی جائے گی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۷۵) مسائل از شہر کہنہ محلہ کانکر ٹولہ مسئولہ ننھے خاں ۱۵ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) اذان سنّت ہے یا واجب؟

(۲) اذان نابالغ دے تو جائز ہے یا ناجائز؟

(۳) تکبیر واجب ہے یا سنّت؟

(۴) مصلّے پر امام نہ ہو تو تکبیر جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

(۱) جمعہ و جماعت پنجگانہ کے لیے اذان سنّتِ مؤکدہ و شعارِ اسلام و قریب بواجب ہے، واللہ تعالےٰ اعلم۔

(۲) نابالغ اگر عاقل ہے اور اس کی اذان اذان سمجھی جائے تو جائز ہے، واللہ تعالےٰ اعلم۔

(۳) یوں ہی تکبیر بھی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) جب امام مسجد میں بہ تہیۂ نماز آئے تو تکبیر کہہ سکتے ہیں اگرچہ مصلّے تک نہ پہنچے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۷۶) از شہر مسئولہ وکیل الدین طالب علم مدرسہ منظر الاسلام ۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید بہت ہی پکا سُنّی ہے اہلسنّت کے طریقہ پر قدم بقدم چلتا ہے ایک ذرہ بھی وہابیت کا نقص نہیں پایا جاتا وہابیوں سے متنفر رہتا ہے الغرض عقائد میں کسی قسم کی خرابی نہیں ایسے شخص کو بکر وہابی وکافر کہتا ہے چونکہ بکر نے زید کو بوقت اذان کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام مبارک پر انگشت کو بوسہ لیتے ہوئے اور درود شریف بآواز بلند پڑھتے ہوئے نہ دیکھا زید کہتا ہے کہ اذان کا جواب دینا اور درود شریف حضور کے نام مبارک پر اس وقت پڑھنا دل میں چاہیے لہٰذا میں دل میں پڑھتا ہوں اور جوابِ اذان دیتا ہوں اور زید انگشت چومنے سے انکار بھی نہیں کرتا ہے اس وجہ سے بکر نے زید کو اسلام سے خارج کرکے کفر میں داخل کردیا ہے اور زید کے عقائد کی حالت بھی ہے۔ ——— اس صورت میں بکر کا یہ کلام زبان سے نکالنا صحیح ہے یا نہیں، اگر صحیح نہیں تو بکر پر شارع علیہ السلام کا کیا حکم جاری ہوگا؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر یہ بیان واقعی ہے تو زید کو وہابی کہنا جائز نہیں اور اسے خارج از اسلام ٹھہرانا سخت اشد کبیرہ ہے بکر پر توبہ فرض ہے اور اس وقت درود شریف دل میں پڑھنے سے اگر زید کی مراد یہ ہے کہ زبان سے نہ پڑھا جائے تو غلط ہے زبان سے پڑھنا لازم ہے اور بآواز ہونا مستحب ہے کہ اوروں کو بھی ترغیب و تذکیر ہو اور اس پر درود شریف نہ پڑھنے کو ... گا ... واللہ تعالیٰ اعلم۔

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ (۳۷۷) ازشہر محلہ ملوک پور مسئولہ شفیق احمد خاں صاحب ۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تکبیر کے شروع ہونے کے وقت امام ومقتدی کو کھڑا رہنا چاہیے یا بیٹھ جانا چاہیے اور بیٹھ جانے میں کیا فضیلت ہے اور کھڑا رہنے میں کیا نقصان ہے؟

الجواب

امام کے لیے اس میں کوئی خاص حکم نہیں مقتدیوں کو حکم ہے کہ تکبیر بیٹھ کر سنیں حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں، کھڑے کھڑے تکبیر سننا مکروہ ہے یہاں تک کہ عالمگیری میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص ایسے وقت میں مسجد میں آئے کہ تکبیر ہورہی ہو فوراً بیٹھ جائے اور حی علی الفلاح پر کھڑا ہو اور اس میں راز مکبر کے اس قول کی مطابقت ہے کہ قد قامت الصلاۃ ادھر اس نے حی علی الفلاح کہا کہ آؤ مراد پانے کو، جماعت کھڑی ہوئی، اس نے کہا قد قامت الصلاۃ جماعت قائم ہوگئی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۳۷۸) ازشہر بازار شہامت گنج مسئولہ مشیت خاں ۹ صفر المظفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد اذان کے اور جماعت سے ذرا قبل الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ الصلوٰۃ والسلام علیك یا حبیب اللہ پڑھنا بآواز بلند چاہیے یا نہیں؟ ایک شخص کہتا ہے کہ صلاۃ وسلام پڑھنے سے اذان کی حیثیت گھٹتی ہے کوئی ضرورت نہیں ہے جواب سے مشرف فرمایا جائے۔

الجواب

پڑھنا چاہیے اور صلاۃ وسلام سے اذان کی حیثیت بڑھتی ہے کہ وہ اعلام کے لیے تھی اور یہ اسی کی ترقی ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۷۹) ازشہر محلہ صالح نگر مسئولہ کفایت دری ساز ۱۱ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص وہابی ہے یا ان کا ہمخیال ہے اگر وہ اذان دے سنّی کی مسجد میں تو اس کا جواب سنّی دے یا نہیں؟ اور جب سنّی اس مسجد میں نماز کے لیے جائے تو اپنی اذان کہے یا اسی کی اذان پر اکتفا کرے اور دوسری اذان نہ کہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اسم جلالت پر کلمہ تعظیم اور نام رسالت پر درود شریف پڑھیں گے اگرچہ یہ اسمائے طیبہ کسی کی زبان سے ادا ہوں مگر وہابی کی اذان اذان میں شمار نہیں جواب کی حاجت نہیں، اور اہلسنت کو اس پر اکتفا کی اجازت نہیں بلکہ ضرور دوبارہ اذان کہیں، درمختار میں ہے: ویعاد اذان کافر وفاسق[1] (کافر اور فاسق کی اذان لوٹائی جائے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

[1] درمختار باب الاذان مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۶۴

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ (۳۸۰) موضع بشارت گنج ضلع بریلی مسئولہ حاجی غنی رضا خاں صاحب رضوی ۲۷ صفر ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صلاۃ جو بعد اذان بلفظ الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھی جاتی ہے مخالف کہتا ہے کہ یہ فعل قرآن شریف اور حدیث شریف کے باہر ہے اور شارع اسلام کے خلاف ہے یا کوئی مجھے بتائے کہ فرض ہے یا واجب یا سنت ہے یا مستحب، اور یہ فعل نیم مولوی کا ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں اس کو امام بنانا چاہئے یا نہیں؟

(۲) بروقت جماعت کے قبل جو تکبیر پڑھی جاتی ہے اس کو زید کہتا ہے کہ امام و مقتدی بیٹھ کر سنیں، عمرو کہتا ہے کہ کھڑے ہو کر سننا چاہیے اور یہ رواج قدیم ہے اور یہ نئے مولویوں کی فتنہ انگیزی کی بات ہے۔

الجواب

مخالف جھوٹا ہے اور شریعت مطہرہ پر افترا کرتا ہے ثبوت دے شرع مطہر نے اسے کہاں منع فرمایا ہے کہ خلاف شرع کہتا ہے ہاں وہ فرداً مستحب ہے اور اصلا فرد فرض ہے قال اللہ تعالٰی:

ان اللہ و ملٰئکتہ یصلون علی النبی یایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما[1] بیشک اللہ اور اس کے سب فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی پر، اے ایمان والو! درود بھیجو ان پر اور خوب سلام عرض کرو (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)۔

رب عزوجل کا حکم مطلق ہے اس میں کوئی استثناء فرمادیا ہے کہ مگر اذان کے بعد نہ بھیجو، جب پڑھا جائیگا اسی حکم الٰہی کا امتثال ہوگا فلہذا ہر بار درود پڑھنے میں ادائے فرض کا ثواب ملتا ہے کہ سب اُسی مطلق فرض کے تحت میں داخل ہے تو جتنا بھی پڑھیں گے فرض ہی میں شامل ہوگا نظیر اس کی تلاوت قرآن کریم ہے کہ ویسے تو فرض ایک ہی آیت ہے اور اگر ایک رکعت میں سارا قرآن عظیم تلاوت کرے تو سب فرض ہی میں داخل ہوگا اور فرض ہی کا ثواب ملے گا سب فاقرءوا ما تیسر من القراٰن[2] (پس پڑھو قرآن سے جو تمہیں آسان ہے۔ ت) کے اطلاق میں ہے آج کل ایسا انکار کرنے والے کوئی نہیں مگر وہابیہ اور وہابیہ کے پیچھے نماز باطل محض ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) مسئلہ شرعیہ کو نئے مولویوں کی فتنہ انگیزی کہنا اگر براہ جہالت نہ ہو کلمۂ کفر ہے کہ توہین شریعت ہے مقتدیوں کو حکم یہ ہے کہ تکبیر بیٹھ کر سنیں جب مکبر حی علی الفلاح پر پہنچے اس وقت کھڑے ہوں کہ اس کے اس قول کی مطابقت ہو جو اس کے بعد کہے گا کہ قد قامت الصلاۃ جماعت کھڑی ہوگئی یہاں تک کہ اگر تکبیر ہو رہی ہے اور اس وقت کوئی شخص باہر سے آیا تو یہ خیال نہ کرے کہ چند کلمات رہ گئے ہیں پھر کھڑا ہونا ہوگا بلکہ فوراً بیٹھ جائے اور حی علی الفلاح پر

---

[1] القرآن ۳۳/۵۶ [2] القرآن ۷۳/۲۰

marfat.com

Marfat.com

کھڑا ہو۔ عالمگیریہ میں ہے:

اذا دخل الرجل عند الاقامۃ یکرہ لہ الانتظار قائما ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ المؤذن قولہ حی علی الفلاح کذا فی المضمرات[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر کوئی تکبیر کے وقت آیا تو وہ بیٹھ جائے کیونکہ کھڑے ہوکر تکبیر سُننا مکروہ ہے پھر جب مؤذن "حی علی الفلاح" کہے تو اُٹھے مضمرات میں ایسے ہی ہے۔ (ت)

مسئلہ (۳۸۱) از ریاست رام پور محلہ مردان خان گلی موچیاں مسئولہ محمد نور ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں پنجگانہ اذان واسطے نماز کے کہاں کہی جائے اور بانیٔ مسجد نے کوئی جگہ اذان کی مقرر نہیں کی اکثر لوگ صحنِ مسجد میں اذان کہہ دیتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مسجد کی داہنی طرف یعنی جنوب کو اذان ہو اور مسجد کی بائیں طرف یعنی شمال کو تکبیر کہی جائے اور جس مسجد کا کوٹھا نہ ہو صاف میدان حدبستہ ہو اُس مسجد کی کون سی داہنی اور بائیں پر عمل کیا جائے اور یہ بھی سُنا ہے کہ جماعت پر حق سبحانہ کی رحمت اول امام پر اور بعد اس کے صف اول کی داہنی جانب سے تمام پر شروع ہوتی ہے پھر دوسری تیسری صفوں پر آخر تک جن لوگوں کا یہ قول ہے کہ مسجد کی داہنی جانب جنوب ہے اسی جانب سے مصلیان پر رحمتِ حق نازل ہوتی ہے یا اس کے بالعکس اور منبر مسجد کو بائیں جانب کہتے ہیں اور پُرانی مسجدوں میں داہنی جانب اور بائیں جانب بُرج بنے ہوتے ہیں اُس پر اذان ہُوا کرتی ہے اس وقت کے مؤذنان نے اُس کو چھوڑ دیا صحنِ مسجد میں جہاں چاہتے ہیں اذان کہہ دیتے ہیں آیا اذانِ پنجگانہ نماز سنّت خارج مسجد مثل منڈھیر وغیرہ ہے یا صحن مسجد۔ بینوا توجروا۔

الجواب

مسجد میں اذان کہنا مطلق منع ہے خلاصہ وہندیہ وبحر الرائق وغیرہا میں ہے: لایؤذن فی المسجد[2] (مسجد میں اذان نہ دی جائے۔ ت) نظم زندویسی وجامع الرموز میں ہے: یکرہ الاذان فی المسجد[3] (مسجد میں

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الصلٰوۃ باب فی الاذان فصل ثانی مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۷

[2] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الاول فی الاذان " مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۴۹

فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فی کلمات الاذان الخ " نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۵

البحر الرائق باب الاذان " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۵۵

[3] جامع الرموز کتاب الصلٰوۃ فصل الاذان " مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۲۳

نوٹ: جامع الرموز میں یہ عبارت بالمعنی ہے بالالفاظ نہیں۔ جامع الرموز کے الفاظ یوں ہیں: بانہ لایؤذن فی المسجد فانہ مکروہ کما فی النظم ...

marfat.com

Marfat.com

اذان مکروہ ہے۔ ت) اذان کے لیے کوئی دہنی بائیں جانب مقرر نہیں، منارہ پر ہو جس طرف ہو اور جہاں منارہ یا کوئی بلندی نہیں وہاں فصیلِ مسجد پر اُس طرف ہو جدھر مسلمانوں کی آبادی زائد ہے اور دونوں طرف آبادی برابر ہو تو اختیار ہے جدھر چاہیں دیں۔ تکبیر میں مناسب یہ ہے کہ امام کے محاذی ہو ورنہ امام کی دہنی جانب کہ مسجد کی بائیں جانب ہوگی ورنہ جہاں بھی جگہ ملے۔ رحمتِ الٰہی پہلے امام پر اُترتی ہے پھر صفِ اول میں جو امام کے محاذی ہو پھر صفِ اول کے دہنے پر پھر بائیں پر پھر صفِ دوم میں امام کے محاذی پھر دوم کے دہنے پھر بائیں پر اسی طرح آخر صفوں تک۔ امام کا دہنا مسجد کا بایاں ہوتا ہے مسجد میں عمارت ہو یا نہ ہو کہ مسجد تابع کعبۂ معظمہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۳۸۲) از ورنگر دایہ مدرسانہ۔ گجرات گاڈیکے دروازہ متصل مکان چاندرسول مسئولہ عبدالرحیم احمد آبادی

۲۲ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ مسجدوں کے دروازوں پر گھنٹا لگا کر تجویز نمازوں کے وقت پر بجانا مشابہت کفار ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ سخت حرام اور ناپاک وملعون فعل کفار ملعونین سے پورا پورا تشبہ ہے، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۳۸۳) از اکلترا ضلع بلاسپور۔ سی پی مسئولہ عبدالغنی امام مسجد جامع ۲۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک مؤذن روزہ نہیں رکھتا کتنی ہی بار امام سے لڑنے پر آمادہ ہوا امام سے کہا زیادہ بات کرے گا تو پٹک کر نالی میں موڑ رگڑوں گا ایک ہی نمبر کا لالچی گانے والا بھانڈ بھی مسخرا چور بھی مسجد کے چار قفل چوری کیے پتا لگنے پر کہا تم نے دو دیے تھے ابھی تک وہ مسروق قفل اس کے پاس ہیں امام پر بہتان لگاتا ہے کہ تم مسجد کی لالٹین کا تیل چوری کرتے ہو حالانکہ کبھی نہیں دیکھا امام کہتا ہے اگر ثبوت مل جائے تو میرا ہاتھ کاٹ لو بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نام پر بھی تو کبھی درود شریف پڑھتے نہیں سُنا اور ۱۵ رمضان کو عین جماعتِ فجر کے وقت جھاڑو دیتا تھا میں نے کہا ابھی جھاڑو نہ دو تو جماعت کے سامنے کہنے لگا کہ موت مُو تو آگ نہ مُوتو، بے حیا لڑاکا فسادی ہے ایک روزہ دار مسافر کو بھی بہکاتا تھا لہٰذا اس مؤذن کے متعلق فتوے سے مطلع فرمائیں۔

الجواب

اگر یہ باتیں واقعی ہیں تو وہ مؤذن سخت فاسق فاجر ہے اُسے مؤذن بنانے کی ہرگز اجازت نہیں اُسے معزول کرنا لازم، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

الامام ضامن والمؤذن مؤتمن[1] (امام ذمہ دار ہے اور مؤذن امین ہے) رواہ ابوداود والترمذی

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء ان الامام ضامن الخ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۹
سنن ابی داؤد باب مایجب علی المؤذن ... ۱/ ۷۷

marfat.com

Marfat.com

وابن حبان والبیہقی عن ابی ہریرۃ واحمد عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند صحیح (اسے ترمذی، ابن حبان اور بیہقی نے سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور امام احمد نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ت) اور ظاہر ہے کہ فاسق امین نہیں ہوسکتا ولہذا مقصود اذان کہ اعلام باوقات نماز وسحری وافطار ہے فاسق کی اذان سے حاصل نہیں ہوسکتا، تنویر میں ہے:

یجوز اذان صبی مراھق وعبد واعمٰی[1] قریب البلوغ بچّے، غلام اور نابینا کی اذان جائز ہے۔ (ت)

تبیین الحقائق میں ہے:

لان قولھم مقبول فی الامور الدینیۃ، فیکون ملزمًا، فیحصل بہ الاعلام بخلاف الفاسق[2] کیونکہ ان کا قول امورِ دینیہ میں معتبر ہے لہذا ان کا قول ملزم ہوگا اور اس کے ساتھ اعلام حاصل ہوجائیگا بخلاف فاسق کے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

یؤخذ مما قدمناہ من انہ لایحصل الاعلام من غیر العدل ولایقبل قولہ انہ لایجوز الاعتماد علی المبلغ الفاسق خلف الامام[3]۔ ہمارے سابقہ بیان سے واضح ہوچکا ہے کہ اعلام بغیر عدل کے حاصل نہیں ہوسکتا اور اس کا قول قبول نہیں کیا جائیگا یعنی امام کے پیچھے فاسق مکبّر پر اعتماد جائز نہیں۔ (ت)

درمختار میں ہے:

وجزم المصنف بعدم صحۃ اذان مجنون ومعتوہ وصبی لایعقل قلت وکافر وفاسق لعدم قبول قولہ فی الدیانات[4]۔ مصنف نے دیوانے، ناقص العقل، ناسمجھ بچّے کی اذان پر عدمِ صحت کے ساتھ جزم کیا ہے۔ میں کہتا ہوں اور کافر وفاسق بھی اس مثال میں شامل ہیں، کیونکہ ان کا قول امورِ دینیہ میں معتبر نہیں۔ (ت)

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الاذان مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۶۴
[2] تبیین الحقائق 〃 〃مطبعۃ کبرٰی امیریہ بولاق مصر ۱/۹۴
[3] ردالمحتار 〃 〃مصطفی البابی مصر ۱/۲۹۰
[4] درمختار 〃 〃مجتبائی دہلی ۱/۶۴

marfat.com

Marfat.com

غنیہ میں ہے:

یجب اعادۃ اذان السکران والمجنون و الصبی غیر العاقل لعدم حصول المقصود لعدم الاعتماد علی قولھم[1] اھ وقد نقلہ فی رد المحتار واقرہ بل اید بہ بحث البحر فلا وجہ لبحثہ فی الفاسق وقد سلد عدم حصول المقصود باذانہ کما تقدم۔

نشہ کرنے والے، دیوانے، نابالغ بچہ کی اذان لوٹائی جائیگی کیونکہ ان کے قول پر عدم اعتماد کی وجہ سے مقصود حاصل نہیں ہوپاتا اھ ردالمحتار میں اسے نقل کرکے ثابت رکھا بلکہ بحر کی عبارت سے اس کی تائید کی پس فاسق کے بارے میں بحث کی حاجت ہی نہیں کیونکہ پیچھے گزرچکا ہے کہ اس کی اذان سے اعلام کا حصول مسلّمہ طور پر نہیں ہوتا۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۳۰۴) از سینٹوریم ضلع نینی تال مسئولہ سراج علی خاں صاحب قادری رضوی بریلوی ۱۶ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں نمازِ جماعت کے لیے اذانِ پنجوقتہ کیا اہمیت رکھتی ہے مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ دوچار شخص جماعت سے نماز پڑھیں تو اذان ضروری ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

مسجد میں پانچوں وقت جماعت سے پہلے اذان سنّتِ مؤکدہ قریب بواجب ہے اور اس کا ترک بہت شنیع، یہاں تک کہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر کسی شہر کے لوگ اذان دینا چھوڑدیں تو میں ان پر جہاد کروں گا، شہر میں اگر کچھ لوگ مکان یا دکان یا میدان میں اذان نہ کہیں تو حرج نہیں، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: اذان الحی یکفینا[2] محلہ کی اذان ہمیں کفایت کرتی ہے، یونہی مسافر کو ترکِ اذان کی اجازت ہے لیکن اگر اقامت بھی ترک کرے گا تو مکروہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۳۰۵) از بریلی بازار مسئولہ عزیز الدین خاں دکاندار ۲۰ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ نماز سے قبل صلاۃ پکارنا اور اذان ثانی باہر مسجد کے کہنا وہابیہ کا کام ہے اُس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نماز سے پہلے صلاۃ پکارنا مستحسن ہے حرمین شریفین وتمام بلاد دارالاسلام میں رائج ہے اسے وہابیہ کا کام

---

[1] ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۸۹
[2] ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۹۱

marfat.com
Marfat.com

کتنا عجیب ہے وہابیہ ہی اسے بُرا کہتے ہیں! اذانِ ثانی امام کے سامنے منبر کے محاذی مسجد کے باہر ہونا ہی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنت ہے صدیق اکبر کی سنت ہے، فاروق اعظم کی سنت ہے، اُسے وہابیہ کا کام کہنا محض جہالت و حماقت ہے اگر یہ شخص جاہل ہے کسی احمق سے سُنی سنائی ایسی کہتا ہے اُس کے مذہب میں کوئی فتور نہیں اور فاسق معلن بھی نہیں اور اس کی طہارت و قراءت صحیح ہے تو ان شرائط کے ساتھ اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں، واللہ تعالٰی اعلم.

marfat.com
Marfat.com

رسالہ

مُنیرالعین فی حکم تقبیل الابہامین ۱۳۰۱ھ

(انگوٹھے چومنے کے سبب آنکھوں کا روشن ہونا)

مسئلہ (۳۰۹) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان میں کلمۂ اشہدان محمدًا رسول اللہ سُن کر انگوٹھے چومنا آنکھوں سے لگانا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

فتوٰی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمْ

الحمد للہ الذی نور عیون المسلمین بنور عین اعیان المرسلین، والصلاۃ والسلام علی نور العیون سرور القلب المحزون محمدٍ الرفیع ذکرہ فی الصلاۃ والاذان، والحبیب اسمہ عند اھل الایمان، وعلی ال[illegible]

تمام خوبیاں اللہ کے لیے جس نے گروہِ انبیاء ومرسلین کے سربراہ کے نور سے تمام مسلمانوں کی آنکھوں کو روشنی بخشی، صلاۃ وسلام ہو اس پر جو آنکھوں کا نور، پریشان دلوں کا سرور یعنی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جن کا ذکر اذان ونماز میں بلند ہے۔ جس کا اسم گرامی اہلِ ایمان کے [illegible] ہے اور آپ کی آل واصحاب پر

marfat.com

Marfat.com

المشروحة صدورهم لجلال اسرارہ و المفتوحة عیونهم بجمال انوارہ، واشهد ان لا الٰه الا الله وحده لا شریك له، وان محمدا عبده ورسوله ارسله بالهدٰی ودین الحق صلی الله تعالٰی علیه وعلٰی اٰله وصحبه اجمعین، وعلینا معهم وبهم ولهم یا ارحم الراحمین اٰمین، قال العبد الذلیل للمولی الجلیل عبد المصطفٰی احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی، نور الله عیونه و اصلح شیونه مستعیذا برب الفلق من شر ما خلق وحامد الله علٰی ما الهم ووفق۔

جن کے مبارک سینے آپ کے اسرار و رموز کے جلال کیلئے کھول دیئے، اور ان کی آنکھوں کو آپ کے انوار جمال سے منور فرمایا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالٰی کے سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہٗ لاشریک ہے اور حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کے برگزیدہ بندے اور رسول ہیں جن کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ مبعوث کیا، اور ہم پر بھی رحمت ہو ان کے ساتھ، ان کے سبب اور ان کے صدقہ میں یا ارحم الراحمین، مولٰی جلیل کا عبدِ ذلیل عبدالمصطفٰی احمد رضا محمدی سُنّی، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی کہتا ہے اللہ تعالٰی اس کی آنکھوں کو منور فرمائے اور اس کے تمام احوال کی اصلاح کرے درانحالیکہ وہ ربّ الفلق کی پناہ میں آتا ہے تمام مخلوق کے شر سے اور حمد کرتا ہے اللہ کی اس پر جو اس نے عطا کی اور اس کی توفیق دی۔ (ت)

الجواب

حضور پُرنور شفیع یوم النشور صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک اذان میں سُنتے وقت انگوٹھے یا انگشتانِ شہادت چُوم کر آنکھوں سے لگانا قطعًا جائز، جس کے جواز پر مقام تبرع میں دلائل کثیرہ قائم، اور خود اگر کوئی دلیل خاص نہ ہوتی تو منع پر شرع سے دلیل نہ ہونا ہی جواز کے لیے دلیل کافی تھا، جو ناجائز بتائے ثبوت دینا اس کے ذمہ ہے کہ قائل جواز متمسک باصل ہے اور متمسک باصل محتاج دلیل نہیں، پھر یہاں تو حدیث وفقہ وارشاد علما و عمل قدیم سلف صلحا سب کچھ موجود۔ علمائے محدثین نے اس باب میں حضرت خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر و حضرت ریحانۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدنا امام حسن و حسین و حضرت نقیب اولیائے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدنا ابوالعباس خضر علی الحبیب الکریم وعلیہم جمیعا الصلاۃ والتسلیم وغیرہم اکابر دین سے حدیثیں روایت فرمائیں جس کی قدرے تفصیل امام علامہ شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب مستطاب مقاصد حسنہ میں ذکر فرمائی اور جامع الرموز شرح نقایہ مختصر الوقایۃ وفتاوٰی صوفیہ وکنز العباد و ردالمحتار حاشیہ درمختار وغیرہا کتب فقہ میں اس فعل کے استحباب و[illegible] معین اور ان کے اکابر و عمائد مثل متکلم فوجی

marfat.com

Marfat.com

وغیرہ کے مستندات سے ہیں اور اُن حدیثوں کے بارہ میں اُن محدثین کرام و محققین اعلام نے جو تصحیح و تضعیف و تجریح و توثیق میں دائرۂ اعتدال سے نہیں نکلتے اور راہِ تساہل و تشدد نہیں چلتے حکمِ اخیر و خلاصہ بحث و تنقیح یہ قرار دیا کہ خود حضور اقدس سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے جو حدیثیں یہاں روایت کی گئیں باصطلاحِ محدثین درجۂ صحت کو فائز نہ ہوئیں، مقاصد میں فرمایا،

لایصح فی المرفوع من کل ھذا شیئ۔[1]

بیان کردہ مرفوع احادیث میں کوئی بھی درجۂ صحت پر فائز نہیں۔ (ت)

مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری موضوعاتِ کبیر میں فرماتے ہیں،

کل مایروی فی ھذا فلا یصح رفعہ البتۃ۔[2]

اس بارے میں جو بھی روایات بیان کی گئی ہیں ان کا مرفوع ہونا حتمی صحیح نہیں۔ (ت)

علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی رد المحتار میں علامہ اسمٰعیل جراحی رحمہ اللہ تعالٰی سے نقل فرماتے ہیں،

لم یصح فی المرفوع من کل ھذا شیئ۔[3]

بیان کردہ مرفوع احادیث میں کوئی بھی درجۂ صحت پر فائز نہیں۔ (ت)

پھر خادمِ حدیث پر روشن کہ اصطلاحِ محدثین میں نفیِ صحت نفیِ حسن کو بھی مستلزم نہیں نہ کہ نفیِ صلاح و تماسک و صلوح تمسک نہ کہ دعوٰی وضع و کذب، تو عند التحقیق ان احادیث پر جیسے باصطلاحِ محدثین حکمِ صحت صحیح نہیں یونہی حکمِ وضع و کذب بھی ہرگز مقبول نہیں بلکہ بتصریح ائمۂ فن کثرتِ طرق سے جبرِ نقصان متصوّر اور عملِ علماء و قبولِ قدماء حدیث کے لیے قوی، دیگر آور نہ سہی تو فضائلِ اعمال میں حدیث ضعیف بالاجماع مقبول، اور اس سے بھی گزریے تو بلاشبہہ یہ فعل اکابرِ دین سے مروی و منقول اور سلفِ صالح میں حفظِ صحتِ بصر و روشنائیِ چشم کے لیے مجرب اور معمول، ایسے محل پر بالفرض اگر کچھ نہ ہو تو اسی قدر سند کافی بلکہ اصلاً نقل بھی نہ ہو تو صرف تجربہ وافی کہ آخر اس میں کسی حکمِ شرعی کا ازالہ نہیں، نہ کسی سنّتِ ثابتہ کا خلاف، اور نفع حاصل تو منع باطل، بلکہ انصاف کیجئے تو محدثین کا نفیِ صحت کو احادیثِ مرفوعہ سے خاص کرنا صاف کہہ رہا ہے کہ وہ احادیثِ موقوفہ کو غیر صحیح نہیں کہتے پھر یہاں حدیثِ موقوف کیا کم ہے، ولہٰذا مولٰنا علی قاری نے عبارتِ مذکورہ کے بعد فرمایا،

قلت واذا ثبت رفعہ الی الصدیق رضی اللہ
یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہی اس فعل کا ثبوت

---

[1] المقاصد الحسنۃ حرف المیم حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۸۵

[2] الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ (موضوعات کبرٰی) حدیث ۸۲۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۲۱۰

[3] رد المحتار ... ۱/۲۹۳

marfat.com

Marfat.com

تعالیٰ عنه فیکفی للعمل به لقوله علیه الصلاة والسلام علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین[1]

عمل کو بس ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں تم پر لازم کرتا ہوں اپنی سنت اور اپنے خلفائے راشدین کی سنت۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین۔

توصدیق سے کسی شے کا ثبوت بعینہٖ حضور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے ثبوت ہے اگرچہ بالخصوص حدیث مرفوع درجۂ صحت تک مرفوع نہ ہو، امام سخاوی المقاصد الحسنۃ فی الاحادیث الدائرۃ علی الالسنۃ میں فرماتے ہیں :

حدیث : مسح العینین بباطن انملتی السبابتین بعد تقبیلهما عند سماع قول المؤذن اشهد ان محمدا رسول الله مع قوله اشهد ان محمدا عبده ورسوله رضیت بالله ربا وبالاسلام دینا وبمحمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم نبیا ذکره الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکر الصدیق رضی الله تعالیٰ عنه انه لما سمع قول المؤذن اشهد ان محمدا رسول الله قال هذا وقبل باطن الانملتین السبابتین ومسح عینیه فقال صلی الله تعالیٰ علیه وسلم مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ خَلِیْلِیْ فَقَدْ حَلَّتْ عَلَیْهِ شَفَاعَتِیْ وَلَا یَصِحُّ۔[2]

یعنی مؤذن سے اشهد ان محمدًا رسول الله سن کر انگشتانِ شہادت کے پورے جانبِ باطن سے چوم کر آنکھوں پر ملنا اور یہ دعا پڑھنا اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا ۔ اس حدیث کو دیلمی نے مسند الفردوس میں حدیث سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا کہ جب اس جناب نے مؤذن کو اشهد ان محمدًا رسول الله کہتے سنا یہ دعا پڑھی اور دونوں کلمے کی انگلیوں کے پورے جانب زیریں سے چوم کر آنکھوں سے لگائے، اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایسا کرے جیسا میرے پیارے نے کیا اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو جائے، اور حدیث اس درجہ کو نہ پہنچی جسے محدثین اپنی اصطلاح میں درجۂ صحت نام رکھتے ہیں۔

پھر فرمایا :

وکذا ما اوردہ ابوالعباس احمد بن ابی بکرؒ

یعنی ایسے ہی وہ حدیث کہ حضرت ابوالعباس احمد بن ابی بکر

---

[1] الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ (موضوعات کبریٰ) حدیث ۸۲۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۲۱۰

[2] المقاصد الحسنۃ " " ص ۳۸۴

marfat.com

Marfat.com

الرداد اليمانی المتصوف فی کتابه "موجبات الرحمة وعزائم المغفرة" بسند فیه مجاهیل مع انقطاعه عن الخضر علیه السلام انه قال من قال حین یسمع المؤذن یقول اشهد ان محمدا رسول الله ، مرحبا بحبیبی وقرة عینی محمد بن عبد الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ، ثم یقبل ابهامیه و یجعلهما علی عینیه لم یرمد ابدا [1]

رداد یمنی صوفی نے اپنی کتاب "موجبات الرحمۃ وعزائم المغفرۃ" میں ایسی سند سے جس میں مجاہیل ہیں اور منقطع بھی ہے حضرت سیدنا خضر علیہ الصلاۃ والسلام سے روایت کی کہ وہ ارشاد فرماتے ہیں جو شخص مؤذن سے اشهد ان محمدا رسول الله سن کر مرحبا بحبیبی و قرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہے پھر دونوں انگوٹھے چُوم کر آنکھوں پر رکھے اس کی آنکھیں کبھی نہ دُکھیں۔

پھر فرمایا :

ثم روی بسند فیه من لم اعرفه عن اخی الفقیه محمد بن البابا فیما حکی عن نفسه انه هبت ریح ، فوقعت منه حصاة فی عینه فاعیاه خروجها والمته اشد الالم ، وانه لما سمع المؤذن یقول اشهد ان محمدا رسول الله ، قال ذلك فخرجت الحصاة من فوره ، قال الرداد رحمه الله تعالٰی ، وهذا یسیر فی جنب فضائل الرسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم [2]

یعنی پھر ایسی سند کے ساتھ جس کے بعض رواۃ کو میں نہیں پہچانتا فقیہ ابن البابا کے بھائی سے روایت کی کہ وہ اپنا حال بیان کرتے تھے ایک بار ہوا چلی ایک کنکری ان کی آنکھ میں پڑگئی نکالتے تھک گئے ہرگز نہ نکلی اور نہایت سخت درد پہنچایا انھوں نے مؤذن کو اشهد ان محمدا رسول الله کہتے ہُوئے یہی کہا فوراً نکل گئی رداد رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فضائل کے حضور اتنی بات کیا چیز ہے۔

پھر فرمایا :

وحکی الشمس محمد بن صالح المدنی امامها وخطیبها فی تاریخه عن المجد احد القدماء من المصریین ، انه سمعه یقول من صلی

یعنی شمس الدین محمد بن صالح مدنی مسجد مدینہ طیبہ کے امام وخطیب نے اپنی تاریخ میں مجد مصری سے کہ سلف صالح میں تھے نقل کیا کہ میں نے اُنھیں فرماتے سُنا

---

[1] المقاصد الحسنۃ حرف المیم حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۳۸۴
[2] " " " " " "

marfat.com

Marfat.com

على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اذا سمع ذكره في الاذان، وجمع اصبعيه المسبحة والابهام وقبلهما ومسح بهما عينيه لم يرمد ابداً[1]

جو شخص نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ذکر پاک اذان میں سُن کر کلمہ کی اُنگلی اور انگوٹھا ملائے اور انھیں بوسہ دے کر آنکھوں سے لگائے اُس کی آنکھیں کبھی نہ دُکھیں۔

پھر فرمایا:

قال ابن صالح، وسمعت ذلك ايضا من الفقيه محمد بن الزرندي عن بعض شيوخ العراق او العجم انه يقول عند ما يمسح عينيه، صلى الله عليك يا سيدي يا رسول الله يا حبيب قلبي و يا نور بصري و يا قرة عيني، وقال لي كل منهما منذ فعله لم ترمد عيني[2]

یعنی ابن صالح فرماتے ہیں میں نے یہ امر فقیہ محمد بن زرندی سے بھی سنا کہ بعض مشایخ عراق یا عجم سے راوی تھے اور اُن کی روایت میں یُوں ہے کہ آنکھوں پر مَس کرتے وقت یہ درود عرض کرے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یَا حَبِیْبَ قَلْبِیْ وَیَا نُوْرَ بَصَرِیْ وَیَا قُرَّۃَ عَیْنِیْ، اور دونوں صاحبوں یعنی شیخ مجد و فقیہ محمد نے مجھ سے بیان کیا کہ جب سے ہم یہ عمل کرتے ہیں ہماری آنکھیں نہ دُکھیں۔

پھر فرمایا:

قال ابن صالح وانا ولله الحمد والشكر منذ سمعته منهما استعملته، فلم ترمد عيني وارجوان عافيتهما تدوم واني اسلم من العمى ان شاء الله تعالىٰ[3]

یعنی امام ابن صالح ممدوح نے فرمایا اللہ کے لیے حمد و شکر ہے جب سے مَیں نے یہ عمل اُن دونوں صاحبوں سے سُنا اپنے عمل میں رکھا آج تک میری آنکھیں نہ دُکھیں اور اُمید کرتا ہُوں کہ ہمیشہ اچھی رہیں گی اور میں کبھی اندھا نہ ہوں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

پھر فرمایا:

قال وروى عن الفقيه محمد بن سعيد الخولاني قال اخبرني الفقيه العالم ابو الحسن علي بن محمد بن حديد الحسيني، اخبرني الفقيه الزاهد البلالي

یعنی یہی امام مدنی فرماتے ہیں فقیہ محمد سعید خولانی سے مروی ہُوا کہ اُنھوں نے فرمایا مجھے فقیہ عالم ابو الحسن علی بن محمد بن حدید حسینی نے خبر دی کہ مجھے فقیہ زاہد بلالی نے

---

[1] و [2] و [3] المقاصد الحسنۃ حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۳۸۴

marfat.com

Marfat.com

عن الحسن علیہ السلام، انہ قال، من قال حین یسمع المؤذن یقول اشھد ان محمدًا رسول اللہ مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، ویقبل ابھامیہ ویجعلھما علی عینیہ لم یعم ولم یرمد[1]۔

پھر فرمایا:

وقال الطاؤسی، انہ سمع من الشمس محمد بن ابی نصر البخاری خواجہ، حدیث من قبل عند سماعہ من المؤذن کلمۃ الشھادۃ ظفری ابھامیہ ومسھما علی عینیہ، وقال عند المس" اللھم احفظ حدقتی ونورھما ببرکۃ حدقتی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ونورھما لم یعم[2]۔

شرح نقایہ میں ہے:

واعلم انہ یستحب ان یقال عند سماع الاولی من الشھادۃ الثانیۃ "صلی اللہ تعالٰی علیک یا رسول اللہ" وعند الثانیۃ منھا "قرۃ عینی بک یا رسول اللہ" ثم یقال "اللھم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفری الابھامین علی العینین" فانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یکون قاعدًا لہ

حضرت امام حسن علی جدہ الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے خبر دی کہ حضرت امام نے فرمایا کہ جو شخص مؤذن کو اشھد ان محمدًا رسول اللہ کہتے سن کر یہ دعا پڑھے مَرْحَبًا بِحَبِیْبِیْ وَقُرَّۃُ عَیْنِیْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، اور اپنے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے نہ کبھی اندھا ہو نہ آنکھیں دکھیں۔

یعنی طاؤسی فرماتے ہیں انھوں نے خواجہ شمس الدین محمد بن ابی نصر بخاری سے یہ حدیث سنی کہ جو شخص مؤذن سے کلماتِ شہادت سن کر انگوٹھوں کے ناخن چومے اور آنکھوں سے ملے اور یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ احْفَظْ حَدَقَتَیَّ وَنُوْرَھُمَا بِبَرَکَۃِ حَدَقَتَیْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنُوْرِھِمَا، اندھا نہ ہو۔

یعنی خبردار رہو بیشک مستحب ہے کہ جب اذان میں پہلی بار اشھد ان محمدًا رسول اللہ سنے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کہے اور دوسری بار قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ پھر انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھ کر کہے اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے پیچھے پیچھے اسے جنت میں لے جائیں گے، ایسا ہی کنز العباد

[1] المقاصد الحسنۃ باب المیم حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۳۸۴
[2] " " " ص ۳۸۵

marfat.com
Marfat.com

الی الجنة کذا فی کنز العباد[1] میں ہے۔

علامہ شامی قدس سرہ السامی اسے نقل کرکے فرماتے ہیں، و نحوہ فی الفتاوی الصوفیة[1] یعنی اسی طرح امام فقیہ عارف باللہ سیدی فضل اللہ بن محمد بن ایوب سہروردی تلمیذ امام علامہ یوسف بن عمر صاحب جامع المضمرات شرح قدوری قدس سرہما نے فتاوی صوفیہ میں فرمایا) شیخ مشایخنا خاتم المحققین سید العلماء الحنفیہ بمکۃ المحمیہ مولٰنا جمال بن عبداللہ عمر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاوی میں فرماتے ہیں:

سئلت عن تقبیل الابہامین ووضعہما علی العینین عند ذکر اسمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الاذان، ھل ھو جائز ام لا اجبت بما نصہ نعم تقبیل الابہامین ووضعہما علی العینین عند ذکر اسمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الاذان جائز، بل ھو مستحب صرح بہ مشایخنا فی غیر ما کتاب[2]۔

یعنی مجھ سے سوال ہوا کہ اذان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر شریف سُن کر انگوٹھے چُومنا اور آنکھوں پر رکھنا جائز ہے یا نہیں، میں نے ان لفظوں سے جواب دیا کہ ہاں اذان میں حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک سُن کر انگوٹھے چُومنا آنکھوں پر رکھنا جائز بلکہ مستحب ہے ہمارے مشایخ نے متعدد کتابوں میں اس کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی۔

علامہ محدث محمد طاہر فتنی رحمہ اللہ تعالٰی "تکملہ مجمع بحار الانوار" میں حدیث کو صرف لایصح فرما کر لکھتے ہیں، وروی تجربۃ ذلک عن کثیرین[3] یعنی اس کے تجربہ کی روایات بکثرت آئیں۔

فقیر مجیب غفراللہ تعالٰی لہ کہتا ہے، اب طالب تحقیق و صاحب تدقیق، افادات چند نافع و سودمند پر لحاظ کرے، تاکہ بحول اللہ تعالٰی چہرۂ حق سے نقاب اُٹھے اور صدر کلام میں جن لطیف مباحث پر ہم نے نہایت اجمالی اشارے کیے اُن کی قدر سے تفصیل زیور گوشِ سامعین بنے کہ یہاں بسط کامل و شرح کافل کے لیے تو دفتر وسیط، بلکہ مجلد بسیط درکار واللہ الموفق ونعم المعین **فاقول** وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق۔

افادۂ اوّل (حدیث صحیح نہ ہونے کے یہ معنی نہیں کہ غلط ہے) محدثین کرام کا کسی حدیث کو فرمانا کہ صحیح نہیں اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ غلط و باطل ہے، بلکہ صحیح اُن کی اصطلاح میں ایک اعلٰی درجہ کی حدیث ہے

---

[1] جامع الرموز فصل الاذان مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۲۵

[2] فتاوی جمال بن عبداللہ عمر مکی

[3] خاتمہ مجمع بحار الانوار فصل فی تعیین بعض الاحادیث المشتہرۃ الخ نولکشور لکھنؤ ۳/۵۱۱

marfat.com

Marfat.com

جس کے شرائط سخت و دشوار اور موانع و علائق کثیر و بسیار، حدیث میں اُن سب کا اجتماع اور ان سب کا ارتفاع کم ہوتا ہے، پھر اس کمی کے ساتھ اس کے اثبات میں سخت دقتیں، اگر اس مبحث کی تفصیل کی جائے کلام طویل تحریر میں آئے ان کے نزدیک جہاں ان باتوں میں کہیں بھی کمی ہوئی فرما دیتے ہیں "یہ حدیث صحیح نہیں" یعنی اس درجہ علیا کو نہ پہنچی، اس سے دوسرے درجہ کی حدیث کو حَسَن کہتے ہیں یہ باآنکہ صحیح نہیں پھر بھی اس میں کوئی قباحت نہیں ہوتی ورنہ حسن ہی کیوں کہلاتی، فقط اتنا ہوتا ہے کہ اس کا پایہ بعض اوصاف میں اس بلند مرتبے سے جُھکا ہوتا ہے، اس قسم کی بھی سیکڑوں حدیثیں صحیح مسلم وغیرہ کتب صحاح بلکہ عند التحقیق بعض صحیح بخاری میں بھی ہیں، یہ قسم بھی استناد و احتجاج کی پوری لیاقت رکھتی ہے۔ وہی علماء جو اُسے صحیح نہیں کہتے برابر اُس پر اعتماد فرماتے اور احکام حلال وحرام میں حجت بناتے ہیں، امام محقق محمد محمد ابن امیر الحاج حلبی رحمہ اللہ تعالٰی علیہ شرح منیہ[عــہ۱] میں فرماتے ہیں:

قول الترمذی "لایصح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی ھذا الباب شیئ" انتھی لاینفی وجود الحسن ونحوہ والمطلوب لایتوقف ثبوتہ علی الصحیح، بل کما یثبت بہ یثبت بالحسن ایضاً[۱]۔

ترمذی کا یہ فرمانا کہ اس باب میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث نہیں ملی انتہی حسن اور اس کے مثل کی نفی نہیں کرتا اور ثبوت مقصود کچھ صحیح ہی پر موقوف نہیں، بلکہ جس طرح اس سے ثابت ہوتا ہے یونہی حسن سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

اسی میں[عــہ۲] ہے:

علی الشیئ علی مقتضی الاصطلاح الحدیثی لایلزم من نفی الصحۃ نفی الثبوت علی وجہ الحسن[۲]۔

یعنی اصطلاح علم حدیث کی رُو سے صحت کی نفی حسن ہوکر ثبوت کی نافی نہیں۔

امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ[عــہ۳] میں فرماتے ہیں:

قول احمد "انہ حدیث لایصح ای

یعنی امام احمد کا فرمانا کہ یہ حدیث صحیح نہیں، اس کے

عــہ۱ ذکرہ فی مسئلۃ المسح بالمندیل بعد الوضوء ۱۲ منہ

وضو کے بعد تولیہ استعمال کرنے کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ ۱۲ منہ (ت)

عــہ۲ آخر صفۃ الصلاۃ قبیل فصل فیما کرہ فعلہ فی الصلوۃ ۱۲ منہ

صفۃ الصلوۃ کے آخر میں فیما کرہ فعلہ فی الصلوۃ سے تھوڑا پہلے اسے ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عــہ۳ ذکرہ فی حدیث التوسعۃ علی العیال یوم العاشوراء فی اٰخر الفصل الاول من الباب الحادی عشر قبیل الفصل الثانی ۱۲ منہ

گیارھویں باب کی فصل اول کے آخر اور فصل ثانی سے تھوڑا پہلے عاشورا کے دن اہل وعیال پر وسعت والی [illegible] ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

۱؎ و ۲؎ حلیۃ المحلی

marfat.com

Marfat.com

لذاتہ فلاینفی کونہ حسنا لغیرہ ، والحسن لغیرہ یحتج بہ کما بین فی علم الحدیث[1]

یہ معنے ہیں کہ صحیح لذاتہ نہیں تو یہ حسن لغیرہ ہونے کی نفی نہ کرےگا اور حسن اگرچہ لغیرہ ہو حجت ہے جیسا کہ علم حدیث میں بیان ہو چکا۔

سند الحفاظ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اذکار امام نووی کی تخریج احادیث میں فرماتے ہیں :

من نفی الصحۃ لاینتفی الحسن[2] اھ ملخصا

یعنی صحت کی نفی سے حدیث کا حسن ہونا منتفی نہیں ہوتا۔ اھ ملخصا

یہی امام نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر میں فرماتے ہیں :

ھذا القسم من الحسن مشارک للصحیح فی الاحتجاج بہ وان کان دونہ[3]

یعنی حدیث حسن لذاتہ اگرچہ صحیح سے کم درجہ میں ہے مگر حجت ہونے میں صحیح کی شریک ہے۔

مولٰنا علی قاری موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں :

لایصح لاینافی الحسن[4] اھ ملخصا

یعنی محدثین کا قول کہ یہ حدیث صحیح نہیں اُس کے حسن ہونے کی نفی نہیں کرتا۔ اھ ملخصا

سیدی نور الدین علی سمہودی جواہر العقدین فی فضل الشرفین میں فرماتے ہیں :

قد یکون غیر صحیح وھو صالح للاحتجاج بہ ، اذ الحسن رتبۃ بین الصحیح والضعیف[5]

یعنی کبھی حدیث صحیح نہیں ہوتی اور باوجود اس کے وہ قابلِ حجیت ہے ، اس لیے کہ حسن کا رتبہ صحیح و ضعیف کے درمیان ہے۔

حدیث کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ینھی ان ینتعل الرجل قائما[6]

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک آدمی کو کھڑے ہوکر جوتا پہننے سے منع فرمایا۔ ت) کو امام ترمذی نے جابر و انس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرکے فرمایا :

---

[1] الصواعق المحرقۃ الفصل الاول فی الآیات الواردۃ فیھم مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۱۸۵

[2] نتائج الافکار فی تخریج احادیث الاذکار

[3] نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر بحث حدیث حسن لذاتہ مطبوعہ مطبع علیمی لاہور ص ۳۳

[4] الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ حدیث ۹۲۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۲۳۶

[5] جواہر العقدین فی فضل الشرفین

[6] جامع الترمذی [illegible] فی النعل [illegible] مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲۰۹/۱

marfat.com

Marfat.com

کلا الحدیثین لا یصح عند اھل الحدیث[1] — دونوں حدیثیں محدثین کے نزدیک صحیح نہیں۔

علامہ عبدالباقی زرقانی شرح مواہب میں اسے نقل کرکے فرماتے ہیں[عہ]:

نفیہ الصحۃ لاینافی انہ حسن کما علم[2] — صحت کی نفی حسن ہونے کے منافی نہیں جیساکہ معلوم ہوچکا ہے۔

شیخ محقق مولٰنا عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالٰی شرح صراط المستقیم میں فرماتے ہیں:

حکم بعدم صحت کردن بحسب اصطلاح محدثین غرابت ندارد چہ صحت درحدیث چنانچہ درمقدمہ معلوم شد درجہ اعلٰے ست دائرہ آں تنگ تر جمیع احادیث کہ درکتب مذکور ست، حتی دریں شش کتاب کہ آنرا صحاح ستہ گویند ہم براصطلاح ایشاں صحیح نیست، بلکہ تسمیہ آنہا صحاح باعتبار تغلیب ست[3]

اصطلاحِ محدثین میں عدمِ صحت کا ذکر غرابت کا حکم نہیں رکھتا کیونکہ حدیث کا صحیح ہونا اس کا اعلٰی ترین درجہ ہے جیساکہ مقدمہ میں معلوم ہوچکا ہے اوراس کا دائرہ نہایت ہی تنگ ہے تمام احادیث جوکتابوں میں مذکور ہیں حتی کہ ان چھ کتب میں بھی جن کو صحاح ستہ کہا جاتا ہے۔ محدثین کی اصطلاح کے مطابق صحیح نہیں ہیں بلکہ ان کو تغلیباً صحیح کہا جاتا ہے۔ (ت)

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں امام محقق علی الاطلاق سیدی کمال الحق والدین محمد بن الہمام رحمہ اللہ تعالٰی سے منقول:

وقول من یقول فی حدیث انہ لم یصح ان سلم لم یقدح لان الحجیۃ لاتتوقف علی الصحۃ، بل الحسن کاف[4]

یعنی کسی حدیث کی نسبت کہنے والے کا یہ کہنا کہ وہ صحیح نہیں اگر مان لیا جائے تو کچھ حرج نہیں ڈالتا کہ حجیت کچھ صحیح ہونے پر موقوف نہیں بلکہ حسن کافی ہے۔

عہ المقصد الثالث النوع الثانی ذکر نعلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)

تیسرے مقصد دوسری نوع نعلِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذکر میں اس کا بیان ہے۔ (ت)

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی کراہیۃ المشی فی النعل الواحدۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۰۹

[2] شرح الزرقانی علی المواہب ذکر نعلہ صلی اللہ علیہ وسلم " مطبعۃ عامرہ مصر ۵/۵۵

[3] شرح صراط المستقیم لعبدالحق المحدث الدہلوی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص۵۰

[4] مرقاۃ شرح مشکوۃ الفصل الثانی من باب ... مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/۱۸

marfat.com

Marfat.com

تو یہ بات خوب یاد رکھنے کی ہے کہ صحتِ حدیث سے انکار نفی حسن میں بھی نص نہیں جس سے قابلیت احتجاج منتفی ہو نہ کہ صالح و لائق اعتبار نہ ہونا نہ کہ محض باطل و موضوع ٹھہرنا جس کی طرف کسی جاہل کا بھی ذہن نہ جائے گا کہ صحیح و موضوع دونوں ابتدا و انتہا کے کناروں پر واقع ہیں، سب سے اعلیٰ صحیح اور سب سے بدتر موضوع اور وسط میں بہت اقسام حدیث ہیں درجہ بدرجہ، (حدیث کے مراتب اور اُن کے احکام) مرتبۂ ۱ صحیح کے بعد ۲ حسن لذاتہ بلکہ صحیح لغیرہ پھر ۳ حسن لذاتہ، پھر ۴ حسن لغیرہ، پھر ۵ ضعیف بضعف قریب اس حد تک کہ صلاحیتِ اعتبار باقی رکھے جیسے اختلاط راوی یا سوءِ حفظ یا تدلیس وغیرہا، اوّل کے تین بلکہ چاروں قسم کو ایک مذہب پر اسم ثبوت متناول ہے اور وہ سب محتج بہا ہیں اور آخر کی قسم صالح، یہ متابعات و شواہد میں کام آتی ہے اور جابر سے قوت پاکر حسن لغیرہ بلکہ صحیح لغیرہ ہوجاتی ہے، اُس وقت وہ صلاحیت احتجاج و قبول فی الاحکام کا زیور گرانبہا پہنتی ہے، ورنہ دربارۂ فضائل تو آپ ہی مقبول و تنہا کافی ہے، پھر درجۂ ۶ ششم میں ضعف قوی و وہن شدید ہے جیسے راوی کے فسق وغیرہ قوادح قویہ کے سبب متروک ہونا بشرطیکہ ہنوز سرحد کذب سے جُدائی ہو، یہ حدیث احکام میں احتجاج درکنار اعتبار کے بھی لائق نہیں، ہاں فضائل میں مذہب راجح پر مطلقاً اور بعض کے طور پر بعد انجبار بتعدد مخارج و تنوع طرق منصب قبول و عمل پاتی ہے، کما سنبینہ ان شاء اللہ تعالیٰ (ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب ان کی تفصیلات آرہی ہیں۔ ت) پھر درجۂ ۷ ہفتم میں مرتبۂ مطروح ہے جس کا مدار وضاع کذاب یا متہم بالکذب پر ہو، یہ بدترین اقسام ہے بلکہ بعض محاورات کے رُو سے مطلقاً اور ایک اصطلاح پر اس کی نوع اشد یعنی جس کا مدار کذب پر ہو عین موضوع، یا نظرِ تدقیق میں یوں کہئے کہ ان اطلاقات پر داخل موضوع حکمی ہے۔ ان سب کے بعد درجہ موضوع کا ہے، یہ بالاجماع نہ قابلِ انجبار، نہ فضائل وغیرہا کسی باب میں لائق اعتبار، بلکہ اُسے حدیث کہنا ہی توسع و تجوز ہے، حقیقۃً حدیث نہیں محض مجعول و افترا ہے، والعیاذ باللہ تبارک و تعالیٰ۔ وسیرد علیک تفاصیل جل ذلک ان شاء اللہ العلی الاعلیٰ (اس کی روشن تفاصیل ان شاء اللہ تعالےٰ آپ کے لیے بیان کی جائیں گی۔ ت) طالبِ تحقیق ان چند حرفوں کو یاد رکھے کہ باوصف وجازت محصل و ملخص علم کثیر ہیں اور شاید اس تحریر نفیس کے ساتھ ان سطور کے غیر میں کم ملیں، وللہ الحمد والمنۃ (سب خوبیاں اور احسان اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔ ت) خیر بات دُور پڑتی ہے کہنا اس قدر ہے کہ جب صحیح اور موضوع کے درمیان اتنی منزلیں ہیں تو انکارِ صحت سے اثباتِ وضع ماننا زمین و آسمان کے قلابے ملانا ہے، بلکہ نفیِ صحت اگر بمعنی نفیِ ثبوت ہی لیجئے یعنی اُس فرقۂ محدثین کی اصطلاح پر جس کے نزدیک ثبوت صحت و حسن دونوں کو شامل، تاہم اُس کا حاصل اس قدر ہوگا کہ صحیح و حسن نہیں نہ کہ باطل و موضوع ہے کہ حسن و موضوع کے بیچ میں بھی دُور دراز میدان پڑے ہیں۔

میں اس واضح بات پر سندیں کیا پیش کرتا مگر کیا کیجے کہ کام اُن صاحبوں سے پڑا ہے جو اغوائے عوام کے لیے دیدہ و دانستہ محض اُمّی عالم بن جاتے اور [illegible] جانتے ہیں۔ لہذا کلماتِ علماء سے اس روشن

marfat.com

Marfat.com

مقدمہ کی تصریحیں لیجئے :

امام سند الحفاظ و امام محقق علی الاطلاق و امام حلبی و امام مکی و علامہ زرقانی و علامہ سمہودی و علامہ ہروی کی عبارات کہ ابھی مذکور ہوئیں بحکم دلالۃ النص و فحوی الخطاب اس دعوٰی بینہ پر دلیل مبین کہ جب نفیِ صحت سے نفیِ حسن تک لازم نہیں تو اثباتِ وضع و تخیال محال سے ہمدوش و قرین۔

(حدیث کے صحیح نہ ہونے اور موضوع ہونے میں زمین آسمان کا فرق ہے) تاہم عبارات النص سُنئے :

امام بدر الدین زرکشی کتاب النکت علی ابن الصلاح پھر امام جلال الدین سیوطی لآلی مصنوعہ پھر علامہ علی بن محمد بن عراق کنانی تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ پھر علامہ محمد طاہر فتنی خاتمہ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں :

بین قولنا لم یصح وقولنا موضوع بون کبیر، فان الوضع اثبات الکذب والاختلاق، وقولنا لم یصح لایلزم منہ اثبات العدم، وانما ھو اخبار عن عدم الثبوت، وفرق بین الامرین[1]۔

یعنی ہم محدثین کا کسی حدیث کو کہنا کہ یہ صحیح نہیں اور موضوع کہنا ان دونوں میں بڑا بل ہے، کہ موضوع کہنا تو اسے کذب و افترا ٹھہرانا ہے اور غیر صحیح کہنے سے نفیِ حدیث لازم نہیں، بلکہ اس کا حاصل تو سلب ثبوت ہے، اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔

یہ لفظ لآلی کے ہیں اور اسی سے مجمع میں مختصراً نقل کیا، تنزیہ میں اس کے بعد اتنا اور زیادہ فرمایا،

وھذا یجیئ فی کل حدیث قال فیہ ابن الجوزی "لا یصح" ونحوہ[2]۔

یعنی امام ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں جس جس حدیث کو غیر صحیح یا اس کے مانند کوئی لفظ کہا ہے ان سب میں یہی تقریر جاری ہے کہ ان اوصاف کے عدم سے ثبوت وضع سمجھنا حلیہ صحت سے عاطل و عاری ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی القول المسدد فی الذب عن مسند احمد میں فرماتے ہیں :

لا یلزم من کون الحدیث لم یصح ان یکون موضوعاً[3]۔

یعنی حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔

امام سیوطی کتاب التعقبات علی الموضوعات میں فرماتے ہیں :

اکثر ما حکم الذھبی علی ھذا الحدیث ،

یعنی بڑھ سے بڑھ اس حدیث پر امام ذہبی نے اتنا

---

[1] مجمع بحار الانوار فصل وعلومہ واصطلاحتہ نولکشور لکھنؤ ۵۰۶/۳

[2] تنزیہ الشریعۃ کتاب التوحید فصل ثانی دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۰/۱

[3] القول المسدد الحدیث [illegible] نیہ حیدرآباد دکن ہند ص ۴۵

marfat.com

Marfat.com

تو یہ بات خوب یاد رکھنے کی ہے کہ صحتِ حدیث سے انکار نفیِ حسن میں بھی نص نہیں جس سے قابلیت احتجاج منتفی ہو نہ کہ صالح و لائق اعتبار نہ ہونا نہ کہ محض باطل و موضوع ٹھہرنا جس کی طرف کسی جاہل کا بھی ذہن نہ جائے گا کہ صحیح و موضوع دونوں ابتدا و انتہا کے کناروں پر واقع ہیں، سب سے اعلیٰ صحیح اور سب سے بدتر موضوع اور وسط میں بہت اقسام حدیث ہیں درجہ بدرجہ، (حدیث کے مراتب اور اُن کے احکام) مرتبۂ[۱] صحیح کے بعد حسن[۲] لذاتہ بلکہ صحیح لغیرہ پھر حسن[۳] لذاتہ، پھر حسن[۴] لغیرہ، پھر ضعیف[۵] بضعف قریب اس حد تک کہ صلاحیتِ اعتبار باقی رکھے جیسے اختلاطِ راوی یا سُوءِ حفظ یا تدلیس وغیرہا، اوّل کے تین بلکہ چاروں قسم کو ایک مذہب پر اسم ثبوت متناول ہے اور وہ سب محتج بہا ہیں اور آخر کی قسم صالح، یہ متابعات و شواہد میں کام آتی ہے اور جابر سے قوت پاکر حسن لغیرہ بلکہ صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے، اُس وقت وہ صلاحیت احتجاج و قبول فی الاحکام کا زیور گرانبہا پہنتی ہے، ورنہ در بارۂ فضائل تو آپ ہی مقبول و تنہا کافی ہے، پھر درجۂ ششم[۶] میں ضعف قوی و وہن شدید ہے جیسے راوی کے فسق وغیرہ قوادح قویہ کے سبب متروک ہونا بشرطیکہ ہنوز سرحد کذب سے جُدائی ہو، یہ حدیث احکام میں احتجاج درکنار اعتبار کے بھی لائق نہیں، ہاں فضائل میں مذہب راجح پر مطلقاً اور بعض کے طور پر بعد انجبار بتعدد مخارج و تنوع طرق منصب قبول و عمل پاتی ہے، کما سنبینہ ان شاء اللہ تعالیٰ (ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب ان کی تفصیلات آرہی ہیں۔ ت) پھر درجۂ ہفتم[۷] میں مرتبہ مطروح ہے جس کا مدار وضاع کذاب یا متہم بالکذب پر ہو، یہ بدترین اقسام ہے بلکہ بعض محاورات کے رُو سے مطلقاً اور ایک اصطلاح پر اس کی نوع اشد یعنی جس کا مدار کذب پر ہو عین موضوع، یا نظرِ تدقیق میں یوں کہئے کہ ان اطلاقات پر داخل موضوع حکمی ہے۔ ان سب کے بعد درجہ موضوع کا ہے، یہ بالاجماع نہ قابلِ انجبار نہ فضائل وغیرہا کسی باب میں لائق اعتبار، بلکہ اُسے حدیث کہنا ہی توسع و تجوز ہے، حقیقۃً حدیث نہیں محض مجعول و افترا ہے، والعیاذ باللہ تبارک و تعالیٰ۔ وسیرد علیك تفاصیل جل ذلك ان شاء اللہ العلی الاعلیٰ (اس کی روشن تفاصیل ان شاء اللہ تعالےٰ آپ کے لیے بیان کی جائیں گی۔ ت) طالب تحقیق ان چند حرفوں کو یاد رکھے کہ باوصف وجازت محصل و ملخص علم کثیر ہیں اور شاید اس تحریر نفیس کے ساتھ ان سطور کے غیر میں کم ملیں، وللہ الحمد والمنۃ (سب خوبیاں اور احسان اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔ ت) خیر بات دُور پڑتی ہے کہنا اس قدر ہے کہ جب صحیح اور موضوع کے درمیان اتنی منزلیں ہیں تو انکارِ صحت سے اثباتِ وضع ماننا زمین و آسمان کے قلابے ملانا ہے، بلکہ نفیِ صحت اگر بمعنی نفیِ ثبوت ہی لیجئے یعنی اُس فرقۂ محدثین کی اصطلاح پر جس کے نزدیک ثبوت صحت و حسن دونوں کو شامل، تاہم اُس کا حاصل اس قدر ہوگا کہ صحیح و حسن نہیں نہ کہ باطل و موضوع ہے کہ حسن و موضوع کے بیچ میں بھی دُور دراز میدان پڑے ہیں۔

میں اس واضح بات پر سندیں کیا پیش کرتا مگر کیا کیجے کہ کام اُن صاحبوں سے پڑا ہے جو اغوائے عوام کے لیے دیدہ و دانستہ محض اُمّی عامی بن جاتے اور مہر منیر کو زیر دامن گرد تزویر چھپانا چاہتے ہیں۔ لہٰذا کلماتِ علماء سے اس روشن

marfat.com

Marfat.com

مقدمہ کی تصریحیں لیجئے:

امام سند الحفاظ وامام محقق علی الاطلاق وامام حلبی وامام مکی وعلامہ زرقانی وعلامہ سمہودی وعلامہ ہروی کی عبارات کہ ابھی مذکور ہوئیں بحکم دلالۃ النص وفحوی الخطاب اس دعوی بینہ پر دلیل مبین کہ جب نفیِ صحت سے نفیِ حسن تک لازم نہیں تو اثباتِ وضع تو خیال محال سے ہمدوش وقرین۔

(حدیث کے صحیح نہ ہونے اور موضوع ہونے میں زمین آسمان کا فرق ہے) تاہم عبارات النص سُنئے:

امام بدر الدین زرکشی کتاب النکت علی ابن الصلاح پھر امام جلال الدین سیوطی لآلی مصنوعہ پھر علامہ علی بن محمد بن عراق کنانی تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ پھر علامہ محمد طاہر فتنی خاتمہ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

بین قولنا لم یصح وقولنا موضوع بون کبیر، فان الوضع اثبات الکذب والاختلاق، وقولنا لم یصح لایلزم منہ اثبات العدم، وانما ھو اخبار عن عدم الثبوت، وفرق بین الامرین[1]۔

یعنی ہم محدثین کا کسی حدیث کو کہنا کہ یہ صحیح نہیں اور موضوع کہنا ان دونوں میں بڑا بل ہے، کہ موضوع کہنا تو اسے کذب وافترا ٹھہرانا ہے اور غیر صحیح کہنے سے نفیِ حدیث لازم نہیں، بلکہ اس کا حاصل تو سلب ثبوت ہے، اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔

یہ لفظ لآلی کے ہیں اور اسی سے مجمع میں مختصراً نقل کیا، تنزیہ میں اس کے بعد اتنا اور زیادہ فرمایا:

وھذا یجری فی کل حدیث قال فیہ ابن الجوزی "لایصح" ونحوہ[2]۔

یعنی امام ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں جس جس حدیث کو غیر صحیح یا اس کے مانند کوئی لفظ کہا ہے ان سب میں یہی تقریر جاری ہے کہ ان اوصاف کے عدم سے ثبوت وضع سمجھنا حلیہ صحت سے عاطل وعاری ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی القول المسدد فی الذب عن مسند احمد میں فرماتے ہیں:

لایلزم من کون الحدیث لم یصح ان یکون موضوعا[3]۔

یعنی حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔

امام سیوطی کتاب التعقبات علی الموضوعات میں فرماتے ہیں:

اکثر ما حکم الذھبی علی ھذا الحدیث،

یعنی بڑھ سے بڑھ اس حدیث پر امام ذہبی نے اتنا

---

[1] مجمع بحار الانوار فصل وعلوم واصطلاحتہ نولکشور لکھنؤ ۳/۵۰۶

[2] تنزیہ الشریعۃ کتاب التوحید فصل ثانی دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۱۴۰

[3] القول المسدد الحدیث السابع مطبعہ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن ہند ص ۴۵

marfat.com

Marfat.com

انہ قال متن لیس بصحیح وھذا صادق بضعفہ[1] — حکم کیا کہ یہ متن صحیح نہیں، یہ بات ضعیف ہونے سے بھی صادق ہے۔

علی قاری موضوعات میں زیر بیان احادیث نقل فرماتے ہیں،

لایلزم من عدم الصحۃ وجود الوضع کما لایخفی[2] — یعنی کھلی ہوئی بات ہے کہ حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا،

اسی میں روز عاشورا سُرمہ لگانے کی حدیث پر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالٰی کا حکم "لا یصح ھذا الحدیث" (یہ حدیث صحیح نہیں۔ ت) نقل کرکے فرماتے ہیں؛

قلت لایلزم من عدم صحتہ ثبوت وضعہ وغایتہ انہ ضعیف[3] — یعنی میں کہتا ہوں اس کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں، غایت یہ کہ ضعیف ہو۔

علامہ طاہر صاحب مجمع تذکرۃ الموضوعات میں امام سند الحفاظ عسقلانی سے ناقل،

ان لفظ "لا یثبت" لا یثبت الوضع فان الثابت یشمل الصحیح فقط، والضعیف دونہ[4] — یعنی کسی حدیث کو بے ثبوت کہنے سے اس کی موضوعیت ثابت نہیں ہوتی کہ ثابت تو وہی حدیث ہے جو صحیح ہو اور ضعیف کا درجہ اس سے کم ہے۔

بلکہ مولٰنا علی قاری آخر موضوعات کبیر میں حدیث البطیخ قبل الطعام یغسل البطن غسلا ویذھب بالداء اصلا (کھانے سے پہلے تربوز کھانا پیٹ کو خوب دھودیتا ہے اور بیماری کو جڑ سے ختم کردیتا ہے۔ ت) کی نسبت قولِ امام ابن عساکر "شاذ لا یصح" (یہ شاذ ہے صحیح نہیں۔ ت) نقل کرکے فرماتے ہیں،

ھو یفید انہ غیر موضوع کما لا یخفی[5] — یعنی اُن کا یہ کہنا ہی بتارہا ہے کہ حدیث موضوع نہیں جیسا کہ خود ظاہر ہے۔

یعنی موضوع جانتے تو باطل یا کذب یا موضوع یا مفتری یا مختلق کہتے نفیِ صحت پر کیوں اقتصار کرتے، فافہم

---

[1] التعقبات علی الموضوعات — باب بدء الخلق والانبیاء — مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ — ص ۴۹

[2] موضوعات ملا علی قاری — بیان احادیث النقل حدیث ۱۲۲۳ — مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت — ص ۳۱۸

[3] ؍؍ ؍؍ — بیان احادیث الاکتحال یوم عاشورا الحدیث ۱۲۹۸ ؍؍ ؍؍ ؍؍ — ص ۳۴۱

[4] مجمع تذکرۃ الموضوعات — الباب الثانی فی اقسام الواضعین — کتب خانہ مجیدیہ ملتان — ص ۷

[5] موضوعات ملا علی قاری — حدیث البطیخ قبل الطعام حدیث ۱۳۴۳ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ — ص ۳۵۰

marfat.com

Marfat.com

واللہ تعالیٰ اعلم۔

تنبیہ بحمداللہ تعالیٰ یہاں سے ان متکلمین طائفہ منکرین کا جہل شنیع و زور فظیع بوضوح تام طشت ازبام ہوگیا جو کلمات علما مثل مقاصد حسنہ و مجمع البحار و تذکرۃ الموضوعات و مختصر المقاصد وغیرہا سے احادیث تقبیل ابہامین کی نفی صحت نقل کرکے بے دھڑک دعویٰ کر دیتے ہیں کہ ان کے کلام سے بخوبی ثابت ہوا کہ جو احادیث انگوٹھے چومنے میں لائی جاتی ہیں سب موضوع ہیں اور یہ فعل ممنوع و غیر مشروع ہے، سبحان اللہ کہاں نفیِ صحت کہاں حکمِ وضع، کیا مزہ کی بات ہے کہ جہاں درجات متعددہ ہوں وہاں سب میں اعلیٰ کی نفی سے سب میں ادنیٰ کا ثبوت ہو جائے گا، مثلاً زید کو کہیے کہ بادشاہ نہیں تو اس کے معنی یہ ٹھہریں کہ نانِ شبینہ کو محتاج ہے، یا متکلمینِ طائفہ کو کہئے کہ اولیا نہیں تو اس کا مطلب یہ قرار پائے کہ سب کافر ہیں ولکن الوھابیۃ قوم یجھلون۔

افادۂ دوم (جہالتِ راوی سے حدیث پر کیا اثر پڑتا ہے)

اگر اثر کرتا ہے تو صرف اس قدر کہ اُسے ضعیف کہا جائے نہ کہ باطل و موضوع بلکہ علما کو اس میں اختلاف ہے کہ جہالت کسی حدیث کی سند میں راوی کا مجہول ہونا قادح صحت و مانع حجیت بھی ہے یا نہیں تفصیل مقام یہ کہ (مجہول کی اقسام اور ان کے احکام) مجہول کی تین قسمیں ہیں، اوّل مستور جس کی عدالت ظاہری معلوم اور باطنی کی تحقیق نہیں اس قسم کے راوی صحیح مسلم شریف میں بکثرت ہیں۔ دوم مجہول العین، جس سے صرف ایک ہی شخص نے روایت کی ہو۔

وھذا علی نزاع فیہ، فان من العلماء من نفی الجھالۃ بروایۃ واحد معتمد مطلقا او اذا کان لایروی الا عن عدل عندہ، کیحیی بن سعید القطان وعبد الرحمن بن مھدی والامام احمد فی مسندہ، وھناک اقوال اُخر۔

اس قسم میں نزاع ہے بعض محدثین نے مطلقاً صرف ایک ثقہ راوی کی وجہ سے جہالت کی نفی کی ہے یا اس شرط کے ساتھ نفی کی ہے کہ وہ اس سے روایت کرتا ہے جو اس کے ہاں عادل ہے مثلاً یحیٰی بن سعید بن القطان، عبدالرحمان بن مہدی اور امام احمد اپنی مسند میں اور یہاں دیگر اقوال بھی ہیں۔ (ت)

سوم مجہول الحال، جس کی عدالت ظاہری و باطنی کچھ ثابت نہیں وقد یطلق علی مایشمل المستور (کبھی اس کا اطلاق ایسے معنی پر ہوتا ہے جو مستور کو شامل ہو جائے۔ ت)

قسم اوّل یعنی مستور تو جمہور محققین کے نزدیک مقبول ہے، یہی مذہب امام الائمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے، فتح المغیث[1] میں ہے، قبلہ ابوحنیفۃ خلافا للشافعی (امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے قبول

---

[1] فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث معرفۃ من تقبل روایتہ ومن ترد دارالامام الطبری بیروت ۵۲/۲

marfat.com

Marfat.com

کرتے ہیں امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ اس میں اختلاف رکھتے ہیں۔ ت) امام نووی فرماتے ہیں یہی صحیح ہے۔

قاله فی شرح المهذب، ذکره فی التدریب، وکذلک مال الی اختیاره الامام ابو عمرو بن الصلاح فی مقدمته، حیث قال فی المسئلة الثامنة من النوع الثالث والعشرین ویشبه ان یکون العمل علی هذا الرأی فی کثیر من کتب الحدیث المشهورة فی غیر واحد من الرواة الذین تقادم العهد بهم وتعذرت الخبرة الباطنة بهم۔[1]

یہ شرح المہذب میں ہے، تدریب میں بھی اسے ذکر کیا، امام ابوعمرو بن الصلاح نے اپنے مقدمہ میں اسے ہی اختیار فرمایا، انھوں نے تیسویں نوع کے آٹھویں مسئلہ میں کہا ہے اس رائے پر متعدد مشہور کتب میں عمل ہے جن میں بہت سے ایسے راویوں کی روایات لگئی ہیں جن کا عہد بہت پرانا ہے اور ان کی باطنی معاملات سے آگاہی دشوار ہے۔ (ت)

اور دو قسم باقی کو بعض اکابر حجت جانتے جمہور موجب ضعف مانتے ہیں۔ امام زین الدین عراقی الفیہ میں فرماتے ہیں[2]

واختلفوا هل یقبل المجهول ۔ وهو علی ثلثة مجعول
مجهول عین من له راو فقط ۔ ورده الاکثر والقسم الوسط
مجهول حال باطن وظاهر ۔ وحکمه الرد لدی الجماهر
الثالث المجهول للعدالة ۔ فی باطن فقط فقد رأی له
حجية بعض من منع ۔ ما قبله منهم سلیم فقطع[3]

(مجہول کے بارے میں علماءِ حدیث کا اختلاف ہے کہ آیا اسے قبول کیا جائے گا یا نہیں؟ اس کی تین اقسام ہیں، مجہول العین جس کو صرف ایک شخص نے روایت کیا ہو، اسے اکثر نے رد کر دیا ہے۔ اور دوسری قسم وہ مجہول ہے جس کے راوی کی ظاہری اور باطنی عدالت دونوں ثابت نہ ہوں اسے جمہور نے رد کر دیا ہے تیسری قسم وہ مجہول ہے جس میں راوی کی صرف باطنی عدالت ثابت نہ ہو، اسے بعض نے رد کیا ہے اور بعض نے قبول کیا ہے اور قبول کرنے والوں میں امام سلیم ہیں تو انھوں نے قطعی قبول کیا ہے۔ ت)

[3] ای الامام سلیم بالتصغیر ابن ایوب الرازی الشافعی فانه قطع بقبوله ۱۲ منه رضی الله تعالٰی عنه۔ (م)

اس سے مراد امام سلیم (تصغیر) ابن ایوب رازی شافعی ہیں ان کے نزدیک ایسی روایت کو قطعاً قبول کیا جائیگا ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

---

[1] مقدمہ ابن الصلاح النوع الثالث والعشرون مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۵۳
[2] الفیہ فی اصول الحدیث ... دار الامام الطبری بیروت ۲/ ۴۳

marfat.com
Marfat.com

اسی طرح تقریب النواوی و تدریب الراوی وغیرہما میں ہے بلکہ امام نووی نے مجہول العین کا قبول بھی بہت محققین کی طرف نسبت فرمایا مقدمۂ منہاج میں فرماتے ہیں :

المجھول اقسام مجھول العدالۃ ظاھراً وباطنا، ومجھولھا باطنا مع وجودھا ظاھرا وھو المستور، ومجھول العین، فاما الاول فالجمھور علی انہ لا یحتج بہ، واما الاخران فاحتج بھما کثیرون من المحققین[1]

مجہول کی کئی اقسام ہیں، ایک یہ کہ راوی کی عدالت ظاہرو باطن میں غیر ثابت ہو، دوسری قسم عدالت باطناً مجہول مگر ظاہراً معلوم ہو، اور یہ مستور ہے، اور تیسری قسم مجہول العین ہے، پہلی قسم کے بارے میں جمہور کا اتفاق ہے کہ یہ قابلِ قبول نہیں اور دوسری دونوں اقسام سے اکثر محققین استدلال کرتے ہیں۔ (ت)

بلکہ امام اجل عارف باللہ سیدی ابو طالب مکی قدس سرہ الملکی اسی کو فقہائے کرام و اولیائے عظام قدست اسرارہم کا مذہب قرار دیتے ہیں، کتاب مستطاب جلیل القدر عظیم الفخر قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب کی فصل ۳۱ میں فرماتے ہیں :

بعض ما یضعف بہ رواۃ الحدیث وتعلل بہ احادیثھم، لا یکون تعلیلا ولا جرحاً عند الفقھاء ولا عند العلماء باللہ تعالٰی مثل ان یکون الراوی مجھولا، لایثارہ الخمول وقد ندب الیہ، او لقلۃ الاتباع لہ اذ لم یقم لھم الاثرۃ عنہ[2]

یعنی بعض وہ باتیں جن کے سبب راویوں کو ضعیف اور ان کی حدیثوں کو غیر صحیح کہہ دیا جاتا ہے، فقہاء و علماء کے نزدیک باعثِ ضعف و جرح نہیں ہوتیں، جیسے راوی کا مجہول ہونا اس لیے کہ اس نے گمنامی پسند کی کہ خود شرع مطہر نے اس کی ترغیب فرمائی یا اس کے شاگرد کم ہوئے کہ لوگوں کو اس سے روایت کا اتفاق نہ ہوا۔

بہرحال نزاع اس میں ہے کہ جہالت سرے سے وجوہِ طعن سے بھی ہے یا نہیں، یہ کوئی نہیں کہتا کہ جس حدیث کا راوی مجہول ہو خواہی نخواہی باطل و مجعول ہو، بعض متشددین نے اگر دعوے سے قاصر دلیل ذکر بھی کی علماء نے فوراً رد و ابطال فرما دیا کہ جہالت کو وضع سے کیا علاقہ، مولانا علی قاری رسالہ فضائل نصف شعبان فرماتے ہیں :

---

[1] مقدمہ للامام النووی من شرح صحیح مسلم — مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی — ص ۱۷

[2] قوت القلوب — فصل الحادی والثلاثون باب تفضیل الاخبار [illegible] دار صادر بیروت — ۱/۱۷۷

marfat.com

Marfat.com

جہالة بعض الرواة لا تقتضی کون الحدیث موضوعاً وکذا نکارة الالفاظ، فینبغی ان یحکم علیہ بانہ ضعیف، ثم یعمل بالضعیف فی فضائل الاعمال[1]

یعنی بعض راویوں کا مجہول یا الفاظ کا بے قاعدہ ہونا یہ نہیں چاہتا کہ حدیث موضوع ہو، ہاں ضعیف کہو، پھر فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل کیا جاتا ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ[ع۱] میں امام ابن حجر مکی سے نقل فرمایا: فیہ راو مجہول، ولا یضر لانہ من احادیث الفضائل[2] (اس میں ایک راوی مجہول ہے اور کچھ نقصان نہیں کہ یہ حدیث تو فضائل کی ہے)

موضوعاتِ کبیر میں استاذ المحدثین امام زین الدین عراقی سے نقل فرمایا: انہ[ع۲] لیس بموضوع وفی سندہ مجہول[3] (یہ موضوع نہیں اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے)

امام بدر الدین زرکشی پھر امام محقق جلال الدین سیوطی لآلی مصنوعہ میں فرماتے ہیں:

لو[ع۳] ثبتت جہالتہ لم یلزم ان یکون الحدیث موضوعا مالم یکن فی اسنادہ من یتہم بالوضع[4]

یعنی راوی کی جہالت ثابت بھی ہو تو حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں جب تک اس کی سند میں کوئی راوی وضع حدیث سے متہم نہ ہو۔

ع۱ ذکرہ فی باب فضل الاذان و اجابة المؤذن آخر الفصل الثانی ۱۲ منہ (م)

فضیلتِ اذان اور جوابِ اذان کے باب کی فصل ثانی کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

ع۲ یرید حدیث عالم قریش یملؤ الارض علما ۱۲ منہ (م)

حدیث "قریش کا ایک عالم زمین کو علم کی دولت سے بھر دے گا" کے تحت اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

ع۳ قالہ فی حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فی صلاۃ التسبیح لکن اعلہ ابو الفرج بجہالۃ موسٰی بن عبد العزیز ۱۲ منہ (م)

صلوٰۃ التسبیح کے بارے میں حضرت عبد اللہ ابن عباس کی حدیث میں اس کو ذکر کیا ہے لیکن ابو الفرج نے موسٰی بن عبد العزیز کی جہالت کی بنا پر اس کو چھوڑ دیا ہے۔ (ت)

---

[1] رسالہ فضائل نصف شعبان

[2] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ باب الاذان فصل ثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/ ۱۸۱

[3] الاسرار المرفوعۃ فی اخبار الموضوعۃ حدیث ۶۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۱۵۷

[4] لآلی مصنوعہ صلوٰۃ التسبیح " التجاریۃ الکبرٰی مصر ۲/ ۴۴

marfat.com

Marfat.com

یہی دونوں امام تخریج احادیث رافعی ولآلی میں فرماتے ہیں:

لایلزم من الجہل بحال الراوی ان یکون الحدیث موضوعا۔[1]

راوی کے مجہول الحال ہونے سے حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔

امام ابوالفرج ابن الجوزی نے اپنی کتاب موضوعات میں حدیث من قرض بیت شعر بعد العشاء الاٰخرۃ لم تقبل لہ صلاۃ تلك اللیلۃ[2] (جس نے آخری عشاء کے بعد کوئی (لغو) شعر کہا اس کی اس رات کی نماز قبول نہ ہوگی۔ ت) کی یہ علت بیان کی کہ اس میں ایک راوی مجہول اور دوسرا مضطرب کثیر الخطاء ہے، اس پر شیخ الحفاظ امام ابن حجر عسقلانی نے القول المسدد فی الذب عن مسند احمد پھر امام سیوطی نے لآلی و تعقبات میں فرمایا:

لیس فی شیئ مما ذکرہ ابوالفرج ما یقتضی الوضع۔[3]

یہ علتیں جو ابوالفرج نے ذکر کیں ان میں ایک بھی موضوعیت کی مقتضی نہیں۔

امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ فی تزویج فاطمۃ من علی رضی اللہ تعالٰی عنہما کی نسبت فرماتے ہیں:

کونہ کذبا فیہ نظر، وانما ھو غریب فی سندہ مجہول۔[4]

اس کا کذب ہونا مسلّم نہیں، ہاں غریب ہے اور راوی مجہول۔

علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں،[علہ۲]

[علہ] قالہ فی حدیث وعید تارك الحج فلیمت ان شاء یہودیا او نصرانیا ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

ایسا بندہ جو حج کو ترک کرنے والا ہو اگر وہ چاہے تو یہودی یا نصرانی مرجائے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

[علہ۲] باب وفاۃ امہ وما یتعلق بابویہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ

باب وفاۃ امہ وما یتعلق بابویہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] لآلی مصنوعہ — صلوٰۃ التسبیح — مطبوعۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر — ۲/۱۸

[2] کتاب الموضوعات — فی حدیث انشاد الشعر بعد العشاء — مطبوعہ دارالفکر بیروت — ۱/۲۶۱

[3] القول المسدد — الحدیث الثانی — مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ہند — ص ۳۶

[4] الصواعق المحرقہ — الباب الحادی عشر — مکتبہ مجیدیہ ملتان — ص ۱۴۳

marfat.com

Marfat.com

قال السهیلی فی اسنادہ عــہ مجاهیل وهو یفید ضعفه فقط، وقال ابن کثیر منکر جدا وسنده مجهول وهو ایضا صریح فی انه ضعیف فقط، فالمنکر من قسم الضعیف، ولذا قال السیوطی بعد ما اورد قول ابن عساکر "منکر" هذا حجة لما قلته من انه ضعیف، لا موضوع، لان المنکر من قسم الضعیف، وبینه وبین الموضوع فرق معروف فی الفن، فالمنکر ما انفرد به الراوی الضعیف مخالفا لروایة الثقات فان انتفت کان ضعیفا فقط وهی مرتبة فوق المنکر اصلح حالا منه اھ ملخصا ۱؎

امام سہیلی کہتے ہیں کہ اس کی سند میں مجہول راوی ہیں جو اس کے فقط ضعف پر دال ہیں۔ ابن کثیر نے کہا کہ بہت زیادہ منکر ہے اور اس کی سند مجہول ہے اور یہ بھی اس بات کی تصریح ہے کہ یہ فقط ضعیف ہے، کیونکہ منکر ضعف کی اقسام میں سے ہے" اسی لیے امام سیوطی نے ابن عساکر کے قول "یہ منکر ہے" وارد کرنے کے بعد فرمایا یہ میرے اس قول "یہ ضعیف ہے" کی دلیل ہے موضوع ہونے کی نہیں کیونکہ منکر ضعیف کی قسم ہے اس کے بعد اور حدیث موضوع کے درمیان فنِ اصول حدیث میں فرق واضح اور مشہور ہے منکر اس روایت کو کہتے ہیں جس کا راوی ضعیف ہو اور روایت کرنے میں منفرد اور ثقہ راویوں کے خلاف ہو یہ کمزوری اگر منتفی ہو جائے تو صرف ضعیف ہوگی اور اس کا مرتبہ منکر سے اعلیٰ ہے اور اس سے حال کے لحاظ سے بہتر ہے اھ ملخصا (ت)

خلاصہ یہ کہ سند میں متعدد مجہولوں کا ہونا حدیث میں صرف ضعف کا مورث ہے اور صرف ضعیف کا مرتبہ حدیث منکر سے احسن و اعلیٰ ہے جسے ضعیف راوی نے ثقہ راویوں کے خلاف روایت کیا ہو، پھر وہ بھی موضوع نہیں، تو فقط ضعیف کو موضوعیت سے کیا علاقہ، امام جلیل جلال الدین سیوطی نے ان مطالب کی تصریح فرمائی واللہ تعالیٰ اعلم۔

افادہ سوم (حدیث منقطع کا حکم) اسی طرح سند کا منقطع ہونا مستلزم وضع نہیں، ہمارے ائمہ کرام اور جمہور علماء کے نزدیک تو انقطاع سے صحت و حجیت ہی میں کچھ خلل نہیں آتا امام محقق کمال الدین محمد بن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں،

ضعف بالانقطاع وهو عندنا کالارسال عــہ۲ بعد

اسے انقطاع کی بنا پر ضعیف قرار دیا ہے جو کہ نقصان دہ نہیں

عــہ یعنی حدیث احیاء الابوین الکریمین حتی اٰمنا به صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ۱۲ منه (م)

عــہ۲ قوله کالارسال ای علی تفسیر وهو منه علی اٰخر وهو هو علی اطلاق ۱۲ منه (م)

یعنی وہ حدیث جس میں ہے کہ حضور کے والدین کریمین زندہ ہو کر آپ کی ذات پر ایمان لائے یہ اس حدیث کے تحت مذکور ہے ۱۲ منہ (ت)

قولہ کالارسال یعنی ایک تفسیر پر اور وہ یہ ہے کہ سند کے آخر سے راوی ساقط ہو اور وہ ارسال انقطاع علی الاطلاق ہے ۱۲ منہ (ت)

۱؎ شرح الزرقانی علی المواهب باب وفات امه وما یتعلق بابویه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم مطبوعه مطبعه عامره مصر ۱/ ۱۹۶

marfat.com
Marfat.com

عدالۃ الرواۃ وثقتھم لایضرہ[1]

کیونکہ راویوں کے عادل وثقہ ہونے کے بعد منقطع ہمارے نزدیک مرسل کی طرح ہی ہے۔(ت)

امام ابن امیر الحاج حلیہ[2] میں فرماتے ہیں:

لایضر ذٰلک فان المنقطع کالمرسل فی قبولہ من الثقات[2]

یہ بات نقصان نہیں دیتی کیونکہ منقطع قبولیت میں مرسل کی طرح ہے جبکہ ثقہ سے مروی ہو۔(ت)

مولانا علی قاری مرقاۃ[3] میں فرماتے ہیں:

قال ابوداود ھذا مرسل ای نوع مرسل وھو المنقطع لکن المرسل حجۃ عندنا وعند الجمھور[3]

ابوداود فرماتے ہیں کہ یہ مرسل یعنی مرسل کی قسم منقطع ہے لیکن مرسل ہمارے اور جمہور کے نزدیک حجت ہے۔(ت)

اور جو اُسے قادح جانتے ہیں وہ بھی صرف مورثِ ضعف مانتے ہیں نہ کہ مستلزم موضوعیت، مرقاۃ شریف میں امام ابن حجر مکی سے منقول:

لایضر ذٰلک فی الاستدلال بہ ھھنا لان المنقطع

یعنی یہ امر یہاں کچھ استدلال کو مضر نہیں کہ منقطع پر فضائل

عــه۱ اول صفۃ الصلاۃ فی الکلام علی زیادۃ وجل ثناؤک فی الثناء ۱۲ منہ (م)

صفۃ الصلوٰۃ کی ابتداء میں جہاں ثناء میں "وجل ثناءک" کے الفاظ کے اضافہ میں کلام ہے وہاں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

عــه۲ تحت حدیث ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنھا کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقبل بعض ازواجہ ثم یصلی ولا یتوضؤ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔(م)

اس کا ذکر ام المؤمنین کی اس حدیث کے تحت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی بعض ازواجِ مطہرات سے تقبیل فرماتے تو وضو کے بغیر یونہی نماز پڑھ لیتے تھے۔ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

عــه۳ تحت حدیث اذا رکع احدکم فقال فی رکوعہ سبحان ربی العظیم ثلث مرات فقدتم رکوعہ قال الترمذی لیس اسنادہ بمتصل فقال ابن حجر ھو لایضر ذٰلک ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

اس حدیث کے تحت اس کا ذکر ہے کہ جب تم میں سے کوئی رکوع کرے تو وہ رکوع میں تین دفعہ "سبحان اللہ العظیم" پڑھے اس طرح اس کا رکوع مکمل ہوجائیگا۔ ترمذی نے کہا اسکی سند متصل نہیں تو حافظ ابن حجر نے کہا یہ نقصان دہ نہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] فتح القدیر کتاب الطہارۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۹

[2] حلیۃ المحلی (نایاب)

[3] مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب ما یوجب الوضوء مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۳۴۳

marfat.com

Marfat.com

يعمل به فى الفضائل اجماعا۔[1] | میں تو بالاجماع عمل کیا جاتا ہے۔

افادۂ چہارم (حدیث مضطرب بلکہ منکر بلکہ مدرج بھی موضوع نہیں) انقطاع تو ایک امرسہل ہے جسے صرف بعض نے طعن جانا، علماء فرماتے ہیں، حدیث کا مضطرب بلکہ منکر ہونا بھی موضوعیت سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا، یہاں تک کہ دربارۂ فضائل مقبول رہے گی۔ بلکہ فرمایا کہ مدرج بھی موضوع سے جُدا قسم ہے حالانکہ اُس میں تو کلام غیر کا خلط ہوتا ہے۔ تعقبات[ع1] میں ہے :

المضطرب من قسم الضعيف لا الموضوع[2] | مضطرب، حدیث ضعیف کی قسم ہے موضوع نہیں (ت)

اُسی[ع2] میں ہے :

المنكر نوع اٰخر غير الموضوع وهو من قسم الضعيف[3] | منکر، موضوع کے علاوہ ایک دوسری نوع ہے جو کہ ضعیف کی ایک قسم ہے۔ (ت)

و[ع2] اُسی میں ہے :

صرح ابن عدى بان الحديث منكر فليس بموضوع[4] | ابنِ عدی نے تصریح کی ہے کہ حدیث منکر، موضوع نہیں ہوتی۔ (ت)

اُسی[ع3] میں ہے :

المنكر من قسم الضعيف وهو محتمل فى الفضائل[5] | منکر ضعیف کی قسم ہے اور یہ فضائل میں قابلِ استدلال ہے۔ (ت)

ع1 ذكره فى اٰخر باب الجنائز ۱۲ منہ (م) | باب الجنائز کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

ع2 اول باب الاطعمة ۱۲ منہ (م) | باب الاطعمہ کے شروع میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

ع3 اول باب البعث ۱۲ منہ (م) | باب البعث کے شروع میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الرکوع مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۲۱۵

[2] التعقبات علی الموضوعات (نایاب ہے)

[3] " " "

[4] " " "

[5] " " "

marfat.com

Marfat.com

اُسی میں ہے عہ:

رأیت الذھبی قال فی تاریخہ "ھذا حدیث منکر لایعرف الابیشر وھو ضعیف انتھی" فعلم انہ ضعیف لاموضوع[1]۔

میں نے پڑھا ہے امام ذہبی نے اپنی تاریخ میں کہا کہ یہ حدیث منکر ہے، یہ بشر ضعیف کے علاوہ معروف نہیں انتہی، پس معلوم ہوا کہ یہ ضعیف ہے موضوع نہیں۔ (ت)

اُسی میں ہے عہ۲:

حدیث ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ "علیکم بلباس الصوف یجدوا حلاوۃ الایمان فی قلوبکم" الحدیث بطولہٖ فیہ الکدیمی وضاع قلت، قال البیہقی فی الشعب "ھذہ الجملۃ من الحدیث معروفۃ من غیر ھذا الطریق، وزاد الکدیمی فیہ زیادۃ منکرۃ، ویشبہ ان یکون من کلام بعض الرواۃ فالحق بالحدیث انتھی، والجملۃ معروفۃ اخرجھا الحکم فی المستدرک والحدیث المطول من قسم المدرج لا الموضوع[2]۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت میں ہے کہ تم صوف کا لباس پہنو اس سے تمہارے دلوں کو حلاوتِ ایمان نصیب ہوگی (طویل حدیث) اس میں کدیمی راوی حدیث گھڑنے والا ہے، میں کہتا ہوں کہ امام بیہقی نے شعب الایمان میں کہا ہے حدیث کا یہ حصہ اس سند کے علاوہ سے معروف ہے اور کدیمی نے اس میں ایسی زیادتی کی ہے جو منکر ہے اور ممکن ہے کہ یہ کسی راوی کا کلام ہو اور انھوں نے اسے حدیث کا حصہ بنا دیا ہو انتہی، اور اس جملہ معروفہ کی امام حاکم نے مستدرک میں تخریج کی ہے اور یہ طویل حدیث مدرج ہے موضوع نہیں۔ (ت)

افادۂ پنجم (جس حدیث میں راوی بالکل مبہم ہو وہ بھی موضوع نہیں) خیر جہالت راوی کا تو یہ حاصل تھا کہ شاگرد ایک یا عدالت مشکوک شخص تو معین تھا کہ فلاں ہے، مبہم میں تو اتنا بھی نہیں، جیسے حدثنی رجل (مجھ سے ایک شخص نے حدیث بیان کی) یا بعض اصحابنا (ایک رفیق نے خبر دی) پھر یہ بھی

عہ قالہ فی اواخر الکتاب تحت حدیث فضل قزوین ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

حدیث فضیلتِ قزوین کے تحت کتاب کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

عہ۲ اول باب اللباس ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

باب اللباس کے شروع میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] التعقبات علی الموضوعات (نایاب)

[2] " " "

marfat.com

Marfat.com

صرف مورثِ ضعف ہے نہ کہ موجبِ وضع۔ امام الشان علامہ ابنِ حجر عسقلانی رسالہ قوۃ الحجاج فی عموم المغفرۃ للحجاج پھر خاتم الحفاظ لآلی میں فرماتے ہیں:

لا یستحق الحدیث ان یوصف بالوضع بمجرد ان راویہ لم یسم۔[1]

صرف راوی کا نام معلوم نہ ہونے کی وجہ سے حدیث موضوع کہنے کی مستحق نہیں ہوجاتی۔ (ت)

(تعدد طرق سے مبہم کا جبر نقصان ہوتا ہے) ولہٰذا تصریح فرمائی کہ حدیث مبہم کا طرق دیگر سے جبر نقصان ہوجاتا ہے، تعقبات میں زیر حدیث اطلبوا الخیر عند حسان الوجوہ (حسین چہرے والوں سے بھلائی طلب کرو۔ ت) کہ عقیلی نے بطریق یزید بن ہارون قال انبأنا شیخ من قریش عن الزھری عن عائشۃ رضی اللہ عنہا روایت کی، فرمایا:

اوردہ (یعنی اباالفرج) من حدیث عائشۃ من طرق، فی الاول رجل لم یسم، وفی الثانی عبدالرحمٰن بن ابی بکر الملیکی متروک، وفی الثالث الحکم بن عبداللہ الایلی احادیثہ موضوعۃ۔ قلت عبدالرحمٰن لم یتھم بکذب، ثم انہ لم ینفرد بہ بل تابعہ اسمٰعیل بن عباس وکلاھما یجبران ابھام الذی فی الطریق الاول[2] اھ مختصرا۔

اسے اس (یعنی ابوالفرج) نے حدیثِ عائشہ سے مختلف سندوں سے روایت کیا ہے، پہلی سند میں مجہول شخص ہے (نامعلوم) اور دوسری میں عبدالرحمٰن بن ابی بکر الملیکی متروک راوی ہے، تیسری میں حکم بن عبداللہ الایلی ہے جس کی احادیث موضوع ہیں، میں کہتا ہوں کہ عبدالرحمٰن متہم بالکذب نہیں، پھر وہ اس میں منفرد بھی نہیں بلکہ اسمٰعیل بن عباس نے اس کی متابعت کی ہے اور ان دونوں نے اس ابہام کی کمی کا ازالہ کردیا جو سند اول میں تھا اھ مختصراً۔ (ت)

(حدیث مبہم دوسری حدیث کی مقوی ہوسکتی ہے) بلکہ وہ خود حدیث دیگر کو قوت دینے کی لیاقت رکھتی ہے استاذ الحفاظ قوۃ الحجاج پھر خاتم الحفاظ تعقبات میں فرماتے ہیں:

رجالہ ثقات الا ان فیہ مبھما لم یسم

اس کے رجال ثقہ ہیں مگر اس میں ایک راوی مبہم ہے

عہ باب الحج حدیث دعا لامتہ عشیۃ عرفۃ بالمغفرۃ ۱۲ منہ (م)

یہ باب الحج کی اس حدیث کے تحت ہے جس میں ہے کہ نبی اکرم نے عرفہ کی شام امت کے لئے بخشش کی دعا مانگی تھی (ت)

[1] اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ کتاب اللباس مطبعۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۲/۲۶۴

[2] التعقبات علی الموضوعات (نایاب)

marfat.com

Marfat.com

فانكان ثقة فهو على شرط الصحيح ، وان كان ضعيفا فهو عاضد للسند المذكور۔[1]

جس کا نام معلوم نہیں ہے پس اگر وہ ثقہ ہے تو یہ صحیح کے شرائط پر ہے اور اگر وہ ثقہ نہیں تو ضعیف ہے مگر سند مذکور کو تقویت دینے والی ہے ۔ (ت)

افادہ ششم (ضعفِ راویان کے باعث حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم وجزاف ہے) بھلا جہالت وابہام تو عدم علم عدالت ہے اور بداہت عقل شاہد کہ علم عدم، عدم علم سے زائد، مجہول ومبہم کا کیا معلوم، شاید فی نفسہٖ ثقہ ہو کما مرانفا عن الامامین الحافظین (جیسا کہ ابھی دو حافظ ائمہ کے حوالے سے گزرا ہے ۔ ت) اور جس پر جرح ثابت، احتمال ساقط۔ ولہذا محدثین دربارۂ مجہول رُد وقبول میں مختلف اور ثابت الجرح کے رُد پر متفق ہوئے۔ امام نووی مقدمۂ منہاج میں ابوعلی غسانی جیانی سے ناقل:

الناقلون سبع طبقات، ثلث مقبولة، وثلث متروكة والسابعة مختلف فيها (الى قوله) السابعة قوم مجهولون انفردوا بروايات لم يتابعوا عليها، فقبلهم قوم، ووقفهم أخرون۔[2]

ناقلین کے سات درجات ہیں، تین مقبول، تین متروک، اور ساتواں مختلف فیہ ہے (اس قول تک) ساتواں طبقہ وہ لوگ ہیں جو مجہول ہیں اور روایات کرلینے میں منفرد ہیں، ان کی متابعت کسی نے نہیں کی، بعض نے انہیں قبول کیا ہے اور بعض نے ان کے بارے میں توقف سے کام لیا ہے ۔ (ت)

پھر علماء کی تصریح ہے کہ مجرد ضعف رواۃ کے سبب حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم وجزاف ہے، حافظ سیف الدین احمد بن ابی المجد پھر قدوۃ الفن شمس ذہبی اپنی تاریخ پھر خاتم الحفاظ تعقبات[ع] و لآلی و تدریب میں فرماتے ہیں:

صنف ابن الجوزی کتاب الموضوعات فاصاب

ابن جوزی نے کتاب الموضوعات لکھی تو اس میں انہوں

ع: قاله تحت حديث من قرأ اية الكرسی دبر كل صلاة مكتوبة لم يمنعه من دخول الجنة الا ان يموت ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

یہ انھوں نے اس حدیث کے تحت کہا ہے جس شخص نے ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی اس کے جنت میں داخل ہونے کو موت کے علاوہ کوئی رکاوٹ نہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] التعقبات علی الموضوعات (نایاب)

[2] المقدمہ للنووی من شرح صحیح مسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۱۷

marfat.com

Marfat.com

فی ذکر احادیث مخالفۃ للنقل والعقل، ومما لم یصب فیہ اطلاقہ الوضع علی احادیث بکلام بعض الناس فی رواتہا، کقولہ فلان ضعیف او لیس بالقوی او لین ولیس ذلک الحدیث مما یشہد القلب ببطلانہ ولا فیہ مخالفۃ ولا معارضۃ لکتاب ولا سنۃ ولا اجماع ولا حجۃ بانہ موضوع سوی کلام ذلک الرجل فی رواتہ وھذا عدوان ومجازفۃ[1]

نے ایسی روایات کی نشان دہی کرکے بہت ہی اچھا کیا جو عقل ونقل کے خلاف ہیں، لیکن بعض روایات پر وضع کا اطلاق اس لیے کردیا کہ ان کے بعض راویوں میں کلام تھا، یہ درست نہیں کیا، مثلاً راوی کے بارے میں یہ قول کہ فلاں ضعیف ہے یا وہ قوی نہیں یا وہ کمزور ہے یہ حدیث ایسی نہیں کہ اس کے بطلان پر دل گواہی دے نہ اس میں مخالفت ہے نہ یہ کتاب و سنت اور اجماع کے معارض ہے اور نہ ہی یہ اس بات پر حجت ہے کہ یہ روایت موضوع ہے سوائے راویوں میں اس آدمی کے کلام کے اور یہ زیادتی و تخمین ہے۔ (ت)

افادہ ہفتم (ایسا غافل کہ حدیث میں دوسرے کی تلقین قبول کرلے اس کی حدیث بھی موضوع نہیں)

پھر کسی ہلکے سے ضعف کی خصوصیت نہیں، بلکہ سخت سخت اقسام جرح ہیں جن کا ہر ایک جہالت راوی سے بدرجہا بدتر ہے، یہی تصریح ہے کہ اُن سے بھی موضوعیت لازم نہیں، مثلاً راوی کی اپنی مرویات میں ایسی غفلت کہ دوسرے کی تلقین قبول کرلے یعنی دُوسرا جو بتا دے کہ تُو نے یہ سُنا تھا وہی مان لے، پُر ظاہر کہ یہ شدتِ غفلت سے ناشی اور غفلت کا طعن فسق سے بھی بدتر اور جہالت سے تو چار درجہ زیادہ سخت ہے، امام الشان نے نخبۃ الفکر میں اسباب طعن کی دس قسمیں فرمائیں:

(۱) **کذب** کہ معاذ اللہ قصداً حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افترا کرے۔

(۲) **تہمت کذب** کہ جو حدیث اُس کے سوا دوسرے نے روایت نہ کی، مخالف قواعد دینیہ ہو یا اپنے کلام میں جھوٹ کا عادی ہو۔

(۳) **کثرت غلط** (۴) **غفلت**

(۵) **فسق** (۶) **وہم**

(۷) **مخالفتِ ثقات** (۸) **جہالت**

(۹) **بدعت** (۱۰) **سوءِ حفظ**

اور تصریح فرمائی کہ ہر پہلا دوسرے سے سخت تر ہے،

---

[1] تدریب الراوی النوع الحادی والعشرون مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۲۷۸

marfat.com

Marfat.com

حیث قال الطعن یکون بعشرۃ اشیاء بعضہا اشد فی القدح من بعض وترتیبہا علی الاشد فالاشد فی موجب الرد[1] اھ ملخصا۔

الفاظ یہ ہیں کہ اسبابِ طعن دس اشیاء ہیں، بعض بعض سے جرح میں اشد ہیں اور ان میں موجب رد کے اعتبار سے "الاشد" "فالاشد" کی ترتیب ہے اھ ملخصا (ت)

پھر علماء فرماتے ہیں ایسے غافل شدید الطعن کی حدیث بھی موضوع نہیں، اواخر تعقبات میں ہے:

فیہ یزید بن ابی زیاد وکان یلقن فیتلقن، قلت ھذا لا یقتضی الحکم بوضع حدیثہ[2]۔

اس میں یزید ابن ابی زیاد ہے اسے تلقین کی جاتی تو وہ تلقین کو قبول کرلیتا تھا، میں کہتا ہوں کہ یہ قول اس کی وضعِ حدیث کا تقاضا نہیں کرتا۔ (ت)

افادۂ ہشتم (منکر الحدیث کی حدیث بھی موضوع نہیں) یونہی منکر الحدیث، اگرچہ یہ جرح امام اجل محمد بن اسمٰعیل بخاری علیہ رحمۃ الباری نے فرمائی ہو حالانکہ وہ ارشاد فرما چکے کہ میں جسے منکر الحدیث[عہ۱] کہوں اُس سے روایت حلال نہیں، میزان الاعتدال امام ذہبی میں ہے:

نقل ابن القطان[عہ۲] ان البخاری قال کل من قلت فیہ منکر الحدیث فلا تحل الروایۃ عنہ[3]۔

ابن القطان نے نقل کیا ہے کہ امام بخاری نے فرمایا ہر وہ شخص جس کے بارے میں منکر الحدیث کہوں اس سے روایت کرنا جائز نہیں۔ (ت)

عہ۱ کانہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کان یتورع عن اطلاق الفاظ شدیدۃ مخافۃ ان یکون بعضہ من باب شتم الاعراض وقد وجب الذب عن الاحادیث فاصطلح علی ھذا جمعا بین الامرین ۱۲ منہ (م)

گویا امام بخاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سخت الفاظ کے استعمال سے پرہیز کرتے تھے تاکہ کسی کی عزت دری لازم نہ آئے حالانکہ احادیث کی حفاظت و دفاع لازم ہے لہذا دونوں امور کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے یہ اصطلاح استعمال کی ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ۲ ذکرہ فی ابان بن جبلۃ الکوفی ۱۲ منہ (م)

ابان بن جبلہ الکوفی کے ترجمہ کے تحت اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] شرح نخبۃ الفکر بحث المرسل الخفی مطبوعہ مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۵۴

[2] تعقبات (نایاب)

[3] میزان الاعتدال فی ترجمہ ابان بن جبلۃ الکوفی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۶

marfat.com

Marfat.com

اُسی علہ میں ہے :

قد مرلنا ان البخاری قال من قلت فیہ منکر الحدیث فلا یحل روایۃ حدیثہ[1]۔

پیچھے امام بخاری کا یہ قول گزر چکا ہے کہ جس کے بارے میں میں منکر الحدیث کہہ دوں اس کی حدیث روایت کرنا جائز نہیں۔ (ت)

بااینہمہ علما نے فرمایا ایسے کی حدیث بھی موضوع نہیں، تعقبات علہ میں ہے :

قال البخاری منکر الحدیث، فغایۃ امر حدیثہ انیکون ضعیفا[2]۔

بخاری نے کہا یہ منکر الحدیث ہے تو زیادہ سے زیادہ اس کی حدیث ضعیف ہوگی۔ (ت)

افادۂ نہم (متروک کی حدیث بھی موضوع نہیں) ضعیفوں میں سب سے بدتر درجہ متروک کا ہے جس کے بعد صرف علہ متہم بالوضع یا کذاب دجال کا مرتبہ ہے، میزان میں ہے :

علہ قالہ فی سلیمن بن داود الیمانی ۱۲ منہ (م)

سلیمان بن داؤد یمانی کے ترجمہ میں یہ تحریر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

علہ باب فضائل القرآن ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

باب فضائل القرآن میں یہ ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

علہ بلکہ مولانا علی قاری نے حاشیہ نزہۃ النظر میں متروک و متہم بالوضع کا ایک مرتبہ میں ہونا نقل کیا :

حیث قال قیل المرتبۃ الثالثۃ فلان متھم بالکذب او الوضع او ساقط او ھالك او ذاھب الحدیث وفلان متروك او متروك الحدیث او ترکوہ اقول وکان ھذا القائل ایضا لا یقول باستواء جمیع ماذکر فی المرتبۃ بل فیھا ایضا تشکیك عندہ وکانہ الی ذلك اشار باعادۃ فلان قبل قولہ متروك الا ان فیہ ان ساقطا وما بعدہ لا یفوق متروکا وما بعدہ فافھم ۱۲ منہ (م)

ان کے الفاظ یہ ہیں کہا گیا ہے تیسرا مرتبہ یہ ہے فلان متہم بالکذب یا بالوضع یا ساقط یا ہالک یا ذاہب الحدیث اور فلان متروک یا متروک الحدیث یا لوگوں نے اسے ترک کر دیا ہے **اقول** گویا اس قائل نے بھی تمام مذکور کو ایک مرتبہ میں برابر قرار نہیں دیا بلکہ اس میں بھی اس کے نزدیک تشکیک ہے۔ گویا انہوں نے اپنے قول "متروک" سے پہلے "فلان" کا اعادہ کرکے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے مگر اس میں کلام ہے کہ ساقط اور اس کا مابعد، متروک اس کے مابعد سے فوق و بلند مرتبہ نہیں ہوسکتے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] میزان الاعتدال فی ترجمہ سلیمان بن داود الیمانی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲/۲۰۲

[2] التعقبات علی الموضوعات (نایاب)

marfat.com

Marfat.com

اردی عبارات الجرح ، دجال کذاب، او وضاع یضع الحدیث ثم متهم بالکذب و متفق علی ترکه ، ثم متروك[1] الخ

جرح کے سب سے گھٹیا الفاظ یہ ہیں، دجال، کذاب، وضاع جو حدیثیں گھڑتا ہے اس کے بعد متہم بالکذب متفق علیٰ ترکہ ہے پھر متروک کا لفظ ہے الخ (ت)

امام الشان تقریب التہذیب میں ذکر مراتب رواۃ میں فرماتے ہیں :

العاشرة، من لم یوثق البتة وضعف مع ذلك بقادح والیه الاشارة بمتروك او متروك الحدیث او واهی الحدیث او ساقط، الحادیة عشر، من اتهم بالکذب" الثانیة عشر" من اطلق علیه اسم الکذب والوضع[2]

دسواں مرتبہ یہ ہے کہ اس راوی کی کسی نے توثیق نہ کی ہو اور اسے جرح کے ساتھ ضعیف کہا گیا ہو، اس کی طرف اشارہ متروک یا متروک الحدیث یا واہی الحدیث اور ساقط کے ساتھ کیا جاتا ہے" گیارھواں درجہ یہ ہے" جو متہم بالکذب ہو، اور بارھواں درجہ یہ ہے کہ جس پر کذب و وضع کے اسم کا اطلاق ہو۔ (ت)

اس پر بھی علماء نے تصریح فرمائی کہ متروک کی حدیث بھی صرف ضعیف ہی ہے موضوع نہیں ، امام ابن حجر اطراف العشرۃ پھر خاتم الحفاظ لآلی[1] میں فرماتے ہیں :

زعم ابن حبان وتبعه ابن الجوزی ان هذا المتن موضوع ، ولیس کما قال ، فان الراوی وان کان متروکا عند الاکثر ضعیفا عند البعض، فلم ینسب للوضع[3] اھ مختصرا۔

ابن حبان نے زعم کیا اور ابن جوزی نے ان کی اتباع میں کہا کہ یہ متن موضوع ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ اگرچہ راوی اکثر کے نزدیک متروک اور بعض کے نزدیک ضعیف ہے، لیکن یہ وضع کی طرف منسوب نہیں ہے اھ مختصرا (ت)

---

[1] فی التوحید تحت حدیث ابن عدی ان الله عزوجل قرأ طه ولیس قبل ان یخلق آدم الحدیث ۱۲ منہ (م)

اس کا ذکر کتاب التوحید میں ابن عدی کی اس حدیث کے تحت ہے جس میں ہے کہ اللہ عزوجل نے طٰہٰ اور یٰس تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے پڑھا الحدیث ۱۲ منہ (ت)

---

[1] میزان الاعتدال مقدمۃ الکتاب مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۴
[2] تقریب التہذیب " مطبع فاروقی دہلی ص ۳
[3] موضوعات للآلی کتاب التوحید التجارۃ الکبرٰی مصر ۱/۱۰

marfat.com

Marfat.com

امام بدر زرکشی کتاب النکت علی ابن الصلاح، پھر خاتم الحفاظ لآلی[1] میں فرماتے ہیں:

بین قولنا لم یصح و قولنا موضوع بون کبیر، وسلیمن بن ارقم وان کان متروکا فلم یتھم بکذب ولا وضع[1] اھ ملخصا۔

محدثین کے قول "لم یصح" اور "موضوع" کے درمیان بڑا فرق ہے سلیمان بن ارقم اگرچہ متروک ہے لیکن وہ متہم بالکذب اور متہم بالوضع نہیں اھ ملخصا (ت)

ابوالفرج نے ایک حدیث میں طعن کیا کہ "الفضل متروك" (فضل متروک ہے۔ت) لآلی[2] میں فرمایا:

فی الحکم بوضعه نظر، فان الفضل لم یتھم بکذب[2]۔

اس کو موضوع قرار دینا محلِ نظر ہے، کیونکہ فضل متہم بالکذب نہیں۔ (ت)

تعقبات[3] میں ہے:

اصبغ شیعی متروك عند النسائی، فحاصل[4] کلامه "انه ضعیف لا موضوع" وبذلك صرح البیھقی[3]۔

اصبغ شیعہ ہے امام نسائی کے ہاں متروک ہے ان کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ ضعیف ہے موضوع نہیں، اور اسی بات کی تصریح بیہقی نے کی ہے۔ (ت)

عـہ[1] فیه تحت حدیثه ایضا والذی نفسی بیده ما انزل اللہ من وحی قط علی نبی بینه وبینه الا بالعربیة الحدیث ۱۲ منه (م)

اس میں اسی حدیث کے تحت یہ بھی ہے کہ قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اللہ تعالٰی نے کسی نبی پر وحی نہیں فرمائی مگر اس کے اور اس کے نبی کے درمیان عربیت تھی الحدیث (ت)

عـہ[2] فیه ایضا تحت حدیث ابن شاھین لما کلم اللہ تعالٰی موسٰی یوم الطور کلمه بغیر الکلام الذی کلمه یوم ناداه الحدیث ۱۲ منه (م)

اس میں حدیث ابن شاہین کے تحت یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالٰی نے موسٰی علیہ السلام سے طور کے دن گفتگو فرمائی تو یہ کلام اس کلام کی طرح نہ تھا جو انکے ساتھ ندا کے وقت کیا تھا، الحدیث ۱۲ منہ (ت)

عـہ[3] ذکره فی اول باب الصلاۃ۔

باب الصلاۃ کے شروع میں اسے ذکر کیا ہے (ت)

عـہ[4] الکنایة للذھبی ۱۲ منه رضی اللہ تعالٰی عنه (م)

اس سے امام ذہبی کی طرف کنایہ ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] موضوعات للآلی کتاب التوحید مطبوعۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۱/ ۱۱

[2] " " " " ۱/ ۱۲

[3] التعقبات علی الموضوعات (نایاب)

marfat.com

Marfat.com

حدیث جلۂ صوفیۂ کرام قدست اسرارہم کہ:

من اخلص للّٰہ تعالٰی اربعین یوما ظھرت ینابیع الحکمۃ من قلبہ علٰی لسانہ[1]

جس شخص نے چالیس[عہ] دن اللہ تعالٰی کے لیے اخلاص کیا اس کے دل سے حکمت کے چشمے اس کی زبان پر جاری ہوجائیں گے۔ (ت)

ابن جوزی نے بطرق عدیدہ روایت کرکے اس کے رواۃ میں کسی کے مجہول، کسی کے کثیر الخطا، کسی کے مجروح، کسی کے متروک ہونے سے طعن کیا، تعقبات میں سب کا جواب یہی فرمایا کہ "ما فیھم متھم بکذب[2]" یہ سب کچھ سہی پھر اُن میں کوئی متہم بکذب تو نہیں کہ حدیث کو موضوع کہہ سکیں۔ یوں ہی ایک حدیث کی علت بیان کی: بشر بن نمیر عن القاسم متروکان[3] (بشر بن نمیر نے قاسم سے روایت کی یہ دونوں متروک ہیں۔ ت) تعقبات میں فرمایا: بشر لم یتھم بکذب[4] (بشر متہم بالکذب نہیں۔ ت) حدیث ابی ہریرہ "اتخذ اللہ ابراھیم خلیلا" الحدیث (اللہ تعالٰی نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو اپنا خلیل بنایا، پوری حدیث۔ ت) میں کہا تفرد بہ مسلمۃ بن علی الخشنی وھو متروک[5] (اس میں مسلمہ بن علی الخشنی منفرد ہے اور وہ متروک ہے۔ ت) تعقبات میں فرمایا، مسلمۃ وان ضعف فلم یجرح بکذب[6] (مسلمہ اگرچہ ضعیف ہے مگر اس پر جرح بالکذب نہیں۔ ت) حدیث ابی ہریرہ "ثلثۃ لا یعادون" (تین چیزیں نہیں لوٹائی جائیں گی۔ ت) پر بھی مسلمہ مذکور سے طعن کیا، تعقبات میں فرمایا، لم یتھم بکذب، والحدیث ضعیف لا موضوع[7] (یہ متہم بالکذب نہیں اور یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں۔ ت)

سبحان اللہ! جب انتہا درجہ کی شدید جرحوں سے موضوعیت ثابت نہیں ہوتی، تو صرف جہالت راوی یا انقطاع سند کے سبب موضوع کہہ دینا کیسی جہالت اور عدل و عقل سے انقطاع کی حالت ہے ولکن الوھابیۃ قوم یجھلون۔

عہ یعنی حدیث ابی امامۃ من قال حین یمسی صلی اللّٰہ تعالٰی علٰی نوح وعلیہ السلام لم تلدغہ عقرب تلک اللیلۃ ۱۲ منہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ (م)

اس سے مراد حدیث ابی امامہ ہے جس میں ہے کہ جس شخص نے شام کے وقت یہ کہا: "صلی اللہ تعالٰی علٰی نوح وعلیہ السلام" تو اسے اس رات بچھو نہیں ڈسے گا ۱۲ منہ (ت)

---

[1] حلیۃ الاولیاء راوی ۳۳۱ مکحول الشامی عن ابی ایوب انصاری مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۵/ ۱۸۹
[2] و [3] و [4] و [5] و [6] و [7] التعقبات علی الموضوعات (نایاب)

marfat.com

Marfat.com

تذییل یہ ارشادات تو ہمارے ائمۂ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے تھے، ایک قول وہابیہ کے امام شوکانی کا بھی لیجئے، موضوعات ابوالفرج میں یہ حدیث کہ جب مسلمان کی عمر چالیس برس کی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ جنون وجذام و برص کو اس سے پھیر دیتا ہے اور پچاس سال والے پر حساب میں نرمی اور ساٹھ برس والے کو توبہ وعبادت نصیب ہوتی ہے، ہفتاد سالہ کو اللہ عزوجل اور اُس کے فرشتے دوست رکھتے ہیں، اسّی برس والے کی نیکیاں قبول اور برائیاں معاف، نوّے برس والے کے سب اگلے پچھلے گناہ مغفور ہوتے ہیں، وہ زمین اللہ عزوجل کا قیدی کہلاتا ہے اور اپنے گھر والوں کا شفیع کیا جاتا ہے، بطرق عدیدہ روایت کرکے اُس کے راویوں پر طعن کئے کہ یُوسف بن ابی ذرہ راوی مناکیر لیس بشیٔ ہے اور فرج ضعیف منکر الحدیث کہ واہی حدیثوں کو صحیح سندوں سے ملا دیتا ہے اور محمد بن عامر حدیثوں کو پلٹ دیتا ہے ثقات سے وُہ روایتیں کرتا ہے جو اُن کی حدیث سے نہیں اور عزرمی متروک اور عباد بن عباد مستحق ترک اور عزرہ کو یحیٰی بن معین نے ضعیف بتایا اور ابوالحسن کوفی مجہول اور عامر ضعیف ہے۔ شوکانی نے ان سب مطاعن کو نقل کرکے کہا:

هذا غاية ما ابدى ابن الجوزي دليلا على ما حكم به من الوضع، وقد افرط وجازف فليس مثل هذه المقالات توجب الحكم بالوضع بل اقل احوال الحديث ان يكون حسنا لغيره۔[1] انتهى

یعنی ابن جوزی نے جو اس حدیث پر حکمِ وضع کیا اُس کی دلیل میں انتہا درجہ یہ طعن پیدا کیے اور بے شک وُہ حد سے بڑھے اور بیباکی کو کام میں لائے کہ ایسے طعن حکمِ وضع کے موجب نہیں، بلکہ کم درجہ حال اس حدیث کا یہ ہے کہ حسن لغیرہ ہو۔

واللہ الہادی الی سبیل الهدیٰ۔

افادۂ دہم (موضوعیتِ حدیث کیونکر ثابت ہوتی ہے) غرض ایسے وجوہ سے حکمِ وضع کی طرف راہ چاہنا محض ہوس ہے، ہاں موضوعیت یُوں ثابت ہوتی ہے کہ اس روایت کا مضمون (۱) قرآن عظیم (۲) یا سنت متواترہ (۳) یا اجماع قطعی قطعیات الدلالۃ (۴) یا عقل صریح (۵) یا حسن صحیح (۶) یا تاریخ یقینی کے ایسا مخالف ہو کہ احتمالِ تاویل وتطبیق نہ رہے۔

(۷) یا معنی شنیع وقبیح ہوں جن کا صدور حضور پُر نور صلوات اللہ علیہ سے منقول نہ ہو، جیسے معاذ اللہ کسی فساد یا ظلم یا عبث یا سفہ یا مدح باطل یا ذم حق پر مشتمل ہونا۔

(۸) یا ایک جماعت جس کا عدد حدِ تواتر کو پہنچے اور ان میں احتمال کذب یا ایک دوسرے کی تقلید کا نہ رہے اُس کے

---

[1] زہر النسرین فی حدیث المعمرین للشوکانی (ناپاب)

marfat.com

Marfat.com

کذب وبطلان پر گواہی مستنداً[عہ] الی الحس دے۔

(۹) یا خبر کسی ایسے امر کی ہو کہ اگر واقع ہوتا تو اُس کی نقل وخبر مشہور ومستفیض ہوجاتی، مگر اس روایت کے سوا اس کا کہیں پتا نہیں۔

(۱۰) یا کسی حقیر فعل کی مدحت اور اس پر وعدہ وبشارت یا صغیر امر کی مذمت اور اس پر وعید وتہدید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغے ہوں جنہیں کلامِ معجز نظامِ نبوت سے مشابہت نہ رہے۔ یہ دس صورتیں تو صریح ظہور ووضوحِ وضع کی ہیں۔

(۱۱) یا یُوں حکمِ وضع کیا جاتا ہے کہ لفظ رکیک وسخیف ہوں جنہیں سمع دفع اور طبع منع کرے اور ناقل مدعی ہو کہ یہ بعینہا الفاظ کریمہ حضور افصح العرب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں یا وہ محل ہی نقل بالمعنی کا نہ ہو۔

(۱۲) یا ناقل رافضی حضراتِ اہلبیت کرام علٰی سیدہم وعلیہم الصلاۃ والسلام کے فضائل میں وہ باتیں روایت کرے جو اُس کے غیر سے ثابت نہ ہوں، جیسے حدیث:

لحمك لحمی ودمك دمی (تیرا گوشت میرا گوشت، تیرا خُون میرا خُون۔ت)

اقول انصافاً یُوں ہی وُہ مناقبِ امیر معاویہ وعمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما کہ صرف نواصب کی روایت سے آئیں کہ جس طرح روافض نے فضائلِ امیر المؤمنین واہلِ بیت طاہرین رضی اللہ تعالٰی عنہم میں قریب تین لاکھ حدیثوں کے وضع کیں" کما نص علیہ الحافظ ابویعلی والحافظ الخلیلی فی الارشاد" (جیسا کہ اس پر حافظ ابویعلی اور حافظ خلیلی نے ارشاد میں تصریح کی ہے۔ت) یونہی نواصب نے مناقبِ امیر معٰویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ میں حدیثیں گھڑیں کما ارشد الیہ الامام الذاب عن السنۃ احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالٰی (جیسا کہ اس کی طرف امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالٰی نے رہنمائی فرمائی جو سنّت کا دفاع کرنے والے ہیں۔ت)

(۱۳) یا قرائنِ حالیہ گواہی دے رہے ہوں کہ یہ روایت اس شخص نے کسی طمع سے یا غضب وغیرہما کے باعث ابھی گھڑ کر پیش کردی ہے جیسے حدیث سبق میں زیادت جناح اور حدیث ذم معلمین اطفال۔

(۱۴) یا تمام کتب وتصانیف اسلامیہ میں استقرائے تام کیا جائے اور اس کا کہیں پتا نہ چلے یہ صرف اجلّہ حفاظ ائمہ شان کا کام تھا جس کی لیاقت صدہا سال سے معدوم۔

(۱۵) یا راوی خود اقرار وضع کردے خواہ صراحۃً خواہ ایسی بات کہے جو بمنزلہ اقرار ہو، مثلاً ایک شیخ سے بلاواسطہ

عہ زدتہ لان التواتر لایعتبر الا فی الحسیات کما نصوا علیہ فی الاصلین ۱۲ منہ (م)

میں نے اس کا اضافہ کیا کیونکہ تواتر کا اعتبار حسیات کے علاوہ میں نہیں ہوتا جیسے کہ انہوں نے اصول میں اس کی تصریح کی ہے ۱۲ منہ (ت)

marfat.com

Marfat.com

بدعوی سماع روایت کرے، پھر اُس کی تاریخِ وفات وہ بتائے کہ اُس کا اس سے سننا معقول نہ ہو۔

یہ پندرہ[۱۵] باتیں ہیں کہ شاید اس جمع و تلخیص کے ساتھ ان سطور کے سوا نہ ملیں ولو بسطنا المقال علی کل صورۃ لطال الکلام وتعاصی المرام، ولسنا ھنالک بصدد ذٰلک (اگر ہم ہر ایک صورت پر تفصیلی گفتگو کریں تو کلام طویل اور مقصد دُور ہو جائے گا لہٰذا ہم یہاں اس کے درپے نہیں ہوتے۔ ت)

ثمّ اقول (پھر میں کہتا ہوں۔ ت) رہا یہ کہ جو حدیث ان سب سے خالی ہو اس پر حکمِ وضع کی رخصت کس حال میں ہے، اس باب میں کلماتِ علمائے کرام تین طرز پر ہیں:

(۱) انکارِ محض یعنی بے امورِ مذکورہ کے اصلاً حکمِ وضع کی راہ نہیں اگرچہ راوی وضاع کذاب ہی پر اُس کا مدار ہو، امام سخاوی نے فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث میں اسی پر جزم فرمایا، فرماتے ہیں:

مجرد تفرد الکذاب بل الوضاع ولوکان بعد الاستقصاء فی التفتیش من حافظ متبحر تام الاستقراء غیر مستلزم لذٰلک بل لابد معہ من انضمام شیئ مما سیاتی[۱]۔

یعنی اگر کوئی حافظ جلیل القدر کہ علمِ حدیث میں دریا اور اس کی تلاش کامل و محیط ہو، تفتیشِ حدیث میں استقصائے تام کرے اور باینہمہ حدیث کا پتا ایک راوی کذاب بلکہ وضاع کی روایت سے جدا کہیں نہ ملے تاہم اس سے حدیث کی موضوعیت لازم نہیں آتی جب تک امورِ مذکورہ سے کوئی امر اس میں موجود نہ ہو۔ (ت)

مولانا علی قاری نے موضوعاتِ کبیر میں حدیث ابن ماجہ دربارۂ اتخاذِ دجاج کی نسبت نقل کیا کہ اُس کی سند میں علی بن عروہ دمشقی ہے، ابن حبان نے کہا: وہ حدیثیں وضع کرتا تھا۔ پھر فرمایا: والظاھر ان الحدیث ضعیف لاموضوع[۲] (ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں) حدیث فضیلت عسقلان کا راوی ابو عقال ہلال بن زید ہے، ابنِ حبان نے کہا وہ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے موضوعات روایت کرتا و لہٰذا ابن الجوزی نے اس پر حکمِ وضع کیا۔ امام الشان حافظ ابن حجر نے قولِ مسدد پھر خاتم الحفاظ نے لآلی میں فرمایا:

ھذا الحدیث فی فضائل الاعمال والتحریض علی الرباط، ولیس فیہ مایحیل الشرع ولا العقل، فالحکم علیہ بالبطلان بمجرد کونہ من روایۃ ابی عقال لایتجہ، وطریقۃ الامام احمد معروفۃ فی التسامح فی

یہ حدیث فضائلِ اعمال کی ہے، اس میں سرحد دار الحرب پر گھوڑے باندھنے کی ترغیب ہے اور ایسا کوئی امر نہیں جسے شرع یا عقل محال مانے تو صرف اس بنا پر کہ اس کا راوی ابو عقال ہے باطل کہہ دینا نہیں بنتا، امام احمد کی روش معلوم ہے کہ احادیثِ فضائل

---

[۱] فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث (نابابہ) ...
[۲] الاسرار المرفوعۃ فی اخبار الموضوعۃ حدیث ۱۲۸ ... مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۳۸

marfat.com

Marfat.com

احادیث الفضائل دون احادیث الاحکام[1]۔ — میں نرمی فرماتے ہیں نہ احادیث احکام میں۔ (ت)

یعنی تو اسے درج مسند فرمانا کچھ معیوب نہ ہوا۔

(۲) کذاب وضاع جس سے عمداً نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر معاذ اللہ بہتان وافترا کرنا ثابت ہو، صرف ایسے کی حدیث کو موضوع کہیں گے وہ بھی بطریق ظن نہ بروجہ یقین کہ بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے اور اگر قصداً افترا اس سے ثابت نہیں تو اس کی حدیث موضوع نہیں اگرچہ متہم بکذب ووضع ہو، یہ مسلک امام الشان وغیرہ علماء کا ہے، نخبہ و نزہہ میں فرماتے ہیں:

الطعن اما ان یکون لکذب الراوی بان یروی عنہ مالم یقلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم متعمداً لذلك او تھمتہ بذلك، الاول ھو الموضوع، والحکم علیہ بالوضع انما ھو بطریق الظن الغالب لا بالقطع، اذ قد یصدق الکذوب، والثانی ھو المتروك[2] اھ ملتقطا

طعن یا تو کذب راوی کی وجہ سے ہوگا مثلاً اس نے عمداً اپنی بات روایت کی جو نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نہیں فرمائی تھی یا اس پر ایسی تہمت ہو، پہلی صورت میں روایت کو موضوع کہیں گے اور اس پر وضع کا حکم یقینی نہیں بلکہ بطور ظن غالب ہے کیونکہ بعض اوقات بڑا جھوٹا بھی سچ بولتا ہے، اور دوسری صورت میں روایت کو متروک کہتے ہیں اھ ملتقطاً۔ (ت)

یہی امام کتاب الاصابہ فی تمییز الصحابہ[عہ] میں حدیث ان الشیطان یحب الحمرۃ فایاکم والحمرۃ وکل ثوب فیہ شھرۃ (شیطان سرخ رنگ پسند کرتا ہے تم سرخ رنگت سے بچو اور ہر اس کپڑے سے جس میں شہرت ہو۔ ت) کی نسبت فرماتے ہیں:

قال الجوزقانی فی کتاب الاباطیل ھذا حدیث باطل واسنادہ منقطع کذا قال وقولہ باطل مردود فان ابابکر الھذلی لم یوصف بالوضع وقد وافقہ سعید بن بشیر، وان زاد فی

جوزقانی نے کتاب الاباطیل میں کہا کہ یہ روایت باطل ہے اور اس کی سند میں انقطاع ہے۔ اسی طرح انھوں نے کہا اور ان کا باطل کہنا مردود ہے کیونکہ ابوبکر ہذلی وضاع نہیں اور اس کی سعید بن بشیر نے موافقت

عہ ذکرہ فی ترجمۃ رافع بن یزید الثقفی ۱۲ منہ (م) — رافع بن یزید ثقفی کے ترجمہ میں اس کا ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] القول المسدد الحدیث الثامن مطبوعہ مطبعۃ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ہند ص ۳۲

[2] شرح نخبۃ الفکر مع نزہۃ النظر بحث الطعن مطبوعہ مطبع علیمی لاہور ص ۵۴ تا ۵۹

marfat.com

Marfat.com

السند رجلا، فغايته ان المتن ضعيف اما حكمه بالوضع فمردود[1]

کی، اگرچہ سند میں انہوں نے ایک آدمی کا اضافہ کیا ہے، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ متن ضعیف ہے لیکن اس پر وضع کا حکم جاری کرنا مردود ہے۔ (ت)

علی قاری حاشیہ نزہہ میں فرماتے ہیں:

الموضوع هو الحديث الذی فيه الطعن بكذب الراوی[2]

موضوع اس روایت کو کہا جاتا ہے جس کے راوی پر کذب کا طعن ہو۔ (ت)

علامہ عبدالباقی زرقانی شرح مواہب[ع1] لدنیہ میں فرماتے ہیں:

احاديث الديك حكم ابن الجوزی بوضعها ورد عليه الحافظ بما حاصله انه لم يتبين له الحكم بوضعها اذ ليس فيها وضاع ولا كذاب نعم هو ضعيف من جميع طرقه[3]۔

روایاتِ دیک (مرغ) کو ابن جوزی نے موضوع قرار دیا ہے اور حافظ نے ان کا رد کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کا مرفوع قرار دینا بیان نہیں کیا کیونکہ اس میں نہ کوئی وضاع ہے اور نہ کذاب، ہاں وہ جمیع طرق کے لحاظ سے ضعیف ہے۔ (ت)

اُسی[ع2] میں حدیث کان لا یعود الا بعد ثلث[4] (سرکار دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تین دن کے بعد عیادتِ مریض فرماتے تھے۔ ت) پر اس طعن کے جواب میں کہ اس میں مسلمہ بن علی متروک واقع ہے، فرمایا:

اورده ابن الجوزی فی الموضوعات وتعقبوه بانه ضعيف فقط، لا موضوع، فان مسلمة يجرح بكذب كما قاله الحافظ ولا التفات لمن غر

ابن جوزی نے اسے موضوعات میں شامل کیا ہے محدثین نے ان کا تعاقب کرتے ہوئے کہا کہ یہ صرف ضعیف ہے موضوع نہیں کیونکہ مسلمہ پر جرح بالکذب نہیں جیسا کہ حافظ نے کہا

ع۱ المقصد الثانی آخر الفصل التاسع ۱۲ منہ (م)

دوسرے مقصد کی ساتویں فصل کے آخر میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

ع۲ المقصد الثامن الفصل الاول فی طبہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

آٹھویں مقصد کی پہلی فصل سے طب نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] الاصابہ فی تمییز الصحابہ القسم الاول "حرف الراء" مطبوعہ دار صادر بیروت ۵۰۰/۱

[2] حاشیہ نزہۃ النظر بحث الموضوع " مطبع علیمی لاہور ص ۵۶

[3] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الثانی آخر الفصل التاسع مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر ۴۵۰/۳

[4] " " " الفصل الاول من المقصد الثامن فی طبہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر ۵۸/۷

marfat.com

Marfat.com

بزخرف القول فقال ھو موضوع کما قال الذھبی وغیرہ[1]

اور نہ توجہ کی جائے اس شخص کی طرف جس نے ملمع کاری سے دھوکا کھایا اور کہا کہ یہ موضوع ہے جیسا کہ ذہبی وغیرہ نے کہا۔ (ت)

اُسی میں بعد کلام مذکور ہے:

المدار علی الاسناد فان تفرد بہ کذاب او وضاع فحدیثہ موضوع وان کان ضعیفا فالحدیث ضعیف فقط[2]۔

مدارِ سندِ حدیث پر ہے اگر اسے روایت کرنے والا کذاب یا وضاع متفرد ہے تو وہ روایت موضوع ہوگی اور اگر ضعیف ہے تو روایت صرف ضعیف ہوگی۔ (ت)

انھیں ابن علی ختنی نے حدیث ثلثۃ لیس لھم عیادۃ الرمد والدمل والضرس (تین اشخاص کی عیادت لازم نہیں جس کی آنکھ میں تکلیف ہو جس کو پھوڑا نکل آئے اور داڑھ درد والے کی۔ ت) کو مرفوعاً روایت کیا اور ہِقل نے یحیٰی بن ابی کثیر پر موقوف رکھا، تو شدتِ طعن کے ساتھ مخالفت اوثق نے حدیث کو منکر بھی کردیا و لہذا بیہقی نے موقوف کو "ھو الصحیح" (وہ صحیح ہے۔ ت) بتایا، امام حافظ نے فرمایا:

تصحیحہ وقفہ لایوجب الحکم بوضعہ اذ مسلمۃ وان کان ضعیفا لم یجرح بکذب، فجزم ابن الجوزی بوضعہ وھم[3] اھ نقلہ الزرقانی قبیل ما مر۔

اس کی تصحیح اس کا موقوف ہونا ہے جو کہ اس کے موضوع ہونے کو ثابت نہیں کرتی کیونکہ مسلمہ اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس پر کذب کا طعن نہیں، لہذا ثابت ہوا کہ ابن جوزی کا ان کو موضوع قرار دینا وہم ہے اھ اسے امام زرقانی نے پہلی حدیث سے کچھ پہلے نقل کیا ہے۔ (ت)

امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کا خلیفہ منصور عباسی سے ارشاد کہ اپنا منہ حضور پُرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کیوں پھیرتا ہے وُہ تیرا اور تیرے باپ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اللہ عزوجل کی بارگاہ میں وسیلہ ہیں، اُن کی طرف منہ کر اور اُن سے شفاعت مانگ کہ اللہ تعالٰی ان کی شفاعت قبول فرمائے گا، جسے اکابر ائمہ نے باسانید جیدہ مقبولہ روایت فرمایا، ابن تیمیہ متہور نے جزافاً بک دیا کہ "ان ھذہ الحکایۃ کذب علی مالک"۔

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب الفصل الاول من المقصد الثامن فی طبہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۷/ ۵۹

[2] " " " " " " " " " " "

[3] " " " " " " " " " " " ۷/ ۵۸

marfat.com

Marfat.com

(اس واقعہ کا امام مالک سے نقل کرنا جھوٹ ہے۔ ت) علامہ زرقانی نے اس کے رد میں فرمایا:[علہ]

هذا تهوّر عجيب، فان الحكاية رواها ابو الحسن[علہ] بن فهر فی كتابه فضائل مالك باسناد لا بأس به، واخرجها القاضی عياض فی الشفاء من طريقه عن شيوخ عدة من ثقات مشايخه فمن این انها كذب وليس فی اسنادها وضاع ولا كذاب[۱]۔

یہ بہت بڑی زیادتی ہے کیونکہ اس واقعہ کو شیخ ابوالحسن بن فہر نے اپنی کتاب "فضائل مالک" میں ایسی سند کے ساتھ نقل کیا ہے جس میں کمزوری نہیں اور اسے قاضی عیاض نے شفاء میں متعدد ثقہ مشائخ کے حوالے سے اسی سند سے بیان کیا ہے لہذا اسے جھوٹا کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟ حالانکہ اس کی سند میں نہ کوئی راوی وضاع ہے اور نہ ہی کذاب۔ (ت)

افادہ نہم میں امام الشان وامام خاتم الحفاظ کا ارشاد گزرا کہ راوی متروک سہی کسی نے اسے وضاع تو نہ کہا، امام آخر کا قول گزرا کہ مسلمہ ضعیف سہی اس پر طعن کذب تو نہیں، نیز تعقبات[علہ] میں فرمایا:

لم يجرح بكذب فلا يلزم ان يكون حديثه موضوعا[۲]۔

اس پر کذب کا طعن نہیں لہذا اس کی روایت کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔ (ت)

(۴۳) بہت علماء جہاں حدیث پر سے حکم وضع اٹھاتے ہیں وجہ رد میں کذب کے ساتھ تہمت کذب بھی شامل فرماتے ہیں کہ یہ کیونکر موضوع ہوسکتی ہے حالانکہ اس کا کوئی راوی نہ کذاب ہے نہ متہم بالکذب۔ کبھی فرماتے ہیں موضوع توجب ہوتی کہ اس کا راوی متہم بالکذب ہوتا یہاں ایسا نہیں تو موضوع نہیں۔ افادہ دوم میں امام زرکشی و امام سیوطی کا ارشاد گزرا کہ حدیث موضوع نہیں ہوتی جب تک راوی متہم بالوضع نہ ہو۔ افادہ پنجم میں گزرا کہ ابوالفرج نے کہا ملیکی متروک ہے، تعقبات میں فرمایا متہم بکذب تو نہیں۔ افادہ نہم میں انہی دونوں ائمہ کا قول گزرا کہ راوی متروک سہی متہم بالکذب تو نہیں۔ وہیں امام خاتم الحفاظ کے چار قول گزرے کہ راویوں کے مجہول، مجروح، کثیر الخطا، متروک ہونے سب کے یہی جواب دیے۔ نیز تعقبات[علہ] میں ہے:

علہ المقصد العاشر الفصل الثانی فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ

دسویں مقصد کی فصل ثانی فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

علہ باب فضائل القرآن ۱۲ منہ

باب فضائل القرآن میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

علہ آخر البعث ۱۲ منہ

باب البعث کے آخر میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] شرح الزرقانی علی المواہب الفصل الثانی المقصد العاشر مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر ۸/۳۴۲

[۲] التعقبات علی الموضوعات باب فضائل القرآن مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص۸

marfat.com

Marfat.com

حدیث فیہ حسن بن فرقد لیس بشئ، قلت لم یتھم بکذب، واکثر ما فیہ ان الحدیث ضعیف[۱]

اس حدیث کی سند میں حسن بن فرقد کوئی شئ نہیں، میں کہتا ہوں کہ یہ متہم بالکذب نہیں، زیادہ سے زیادہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے[عہ۱]:

حدیث فیہ عطیۃ العوفی وبشر بن عمارۃ ضعیفان" قلت" فی الحکم بوضعہ نظر فلم یتھم واحد منھما بکذب[۲]

اس حدیث کی سند میں عطیہ اور بشر دونوں ضعیف ہیں، میرے نزدیک اس حدیث پر وضع کا حکم نافذ کرنا محلِ نظر ہے کیونکہ ان دونوں میں سے کسی پر بھی کذب کی تہمت نہیں۔ (ت)

اُسی[۳] میں ہے[عہ۲]:

حدیث اطلبوا العلم ولو بالصین، فیہ ابو عاتکۃ منکر الحدیث "قلت" لم یجرح بکذب ولا تھمۃ[۳]۔

حدیث "علم حاصل کرو اگرچہ چین جانا پڑے" اس کی سند میں ابو عاتکہ منکر الحدیث ہے میں کہتا ہوں اس پر کذب اور تہمت کا طعن نہیں ہے۔ (ت)

اُسی[۴] میں ہے[عہ۳]:

حدیث فیہ عمارۃ لا یحتج بہ قال الحافظ ابن حجر، تابعہ اغلب واغلب شبیہ بعمارۃ فی الضعف، لکن لم ار من اتھمہ بالکذب[۴]۔

اس حدیث کی سند میں عمارہ ہے لہٰذا یہ قابلِ استدلال نہیں، حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ اس کی اغلب نے متابعت کی ہے اور اغلب ضعف میں عمارہ کے مثل ہے لیکن میرے علم میں کوئی ایسا نہیں جس نے اس پر کذب کی تہمت لگائی ہو۔ (ت)

علامہ[۵] زرقانی نے شرح مواہب میں حدیث عالم قریش یملؤ الارض علماً (عالم قریشی زمین کو علم سے بھر دے گا۔ ت) کی نسبت فرمایا، کیف یتصور وضعہ ولا کذاب فیہ ولا متھم[۵] اس کا موضوع ہونا

عہ۱: آخر التوحید ۱۲ منہ — باب التوحید کے آخر میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ۲: اول العلم ۱۲ منہ — باب العلم کی ابتداء میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ۳: اول باب البعث

---

[۱] التعقبات علی الموضوعات باب البعث مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص ۵۳

[۲] التعقبات علی الموضوعات باب التوحید " " ص ۴

[۳] " " باب العلم " " ص ۴

[۴] " " باب البعث " " ص ۵۱

[۵] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ ... مطبوعۃ المطبعۃ العامرہ مصر ۷/ ۲۵۹

marfat.com

Marfat.com

کیونکر متصور ہو حالانکہ نہ اُس میں کوئی کذاب نہ کوئی متہم۔

بالجملہ اس قدر پراجماعِ محققین ہے کہ حدیث جب اُن دلائل وقرائن قطعیہ وغالبہ سے خالی ہو اور اُس کا مدار کسی متہم بالکذب پر نہ ہو تو ہرگز کسی طرح اُسے موضوع کہنا ممکن نہیں جو بغیر اس کے حکم بالوضع کر دے یا متشدد مفرط ہے یا مخطی غالط یا متعصب مغالط واللہ الہادی وعلیہ اعتمادی۔

افادۂ یازدہم (بارہا موضوع یا ضعیف کہنا صرف ایک سندِ خاص کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ اصل حدیث کے)

جو حدیث فی نفسہٖ ان پندرہ دلائل سے منزّہ ہو محدث اگر اُس پر حکم وضع کرے تو اس سے نفسِ حدیث پر حکم لازم نہیں بلکہ صرف اُس سند پر جو اُس وقت اُس کے پیشِ نظر ہے، بلکہ بارہا اسانید عدیدہ حاضرہ سے فقط ایک سند پر حکم مراد ہوتا ہے یعنی حدیث اگرچہ فی نفسہٖ ثابت ہے، مگر اس سند سے موضوع و باطل اور نہ صرف موضوع بلکہ اتصافاً ضعیف کہنے میں بھی یہ حاصلِ حاصل، ائمہ حدیث نے ان مطالب کی تصریحیں فرمائیں تو کسی عالم کا حکم وضع یا ضعف دیکھ کر خواہی نخواہی یہ سمجھ لینا کہ اصل حدیث باطل یا ضعیف ہے، ناواقفوں کی فہم سخیف ہے، میزان الاعتدال امام ذہبی میں ہے،

ابراھیم بن موسٰی المروزی عن مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما حدیث "طلب العلم فریضۃ" قال احمد بن حنبل "ھذا کذب" یعنی بھذا الاسناد والا فالمتن لہ طرق ضعیفۃ۔[1]

ابراہیم بن موسی المروزی مالک سے نافع سے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی ہیں کہ امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جو حدیث طلب العلم فریضۃ کو کذب فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ خاص اس سند سے کذب ہے، ورنہ اصل حدیث تو کئی سندوں ضعاف سے وارد ہے۔ (ت)

امام شمس الدین ابوالخیر محمد محمد محمد ابن الجزری استاذ امام الشان امام ابن حجر عسقلانی رحمہما اللہ تعالٰی نے حصن حصین شریف میں جس کی نسبت فرمایا، فلیعلم انی ارجو ان یکون جمیع ما فیہ صحیحًا[2] (معلوم رہے کہ میں امید کرتا ہوں کہ اس کتاب میں جتنی حدیثیں ہیں سب صحیح ہیں) حدیث حاکم و ابن مردویہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ کو یہ تعزیت نامہ ارسال فرمایا ذکر کی، مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ابراہیم بن موسٰی المروزی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۶۹

[2] حصن حصین مقدمہ کتاب نولکشور لکھنؤ ص ۵

marfat.com

Marfat.com

اُس کی شرح حرزِ ثمین میں لکھتے ہیں ،

صرح ابن الجوزی بان ھذا الحدیث موضوع "قلت" یمکن ان یکون بالنسبۃ الی اسنادہ المذکور عندہ موضوعا[1]

ابنِ جوزی نے تصریح کی ہے کہ یہ روایت موضوع ہے" میں کہتا ہوں" ممکن ہے اس مذکورہ سند کے اعتبار سے ان کے نزدیک موضوع ہو۔ (ت)

اسی طرح حرزِ حصین میں ہے ، نیز موضوعاتِ کبیر میں فرماتے ہیں ،

ما اختلفوا فی انہ موضوع ترکت ذکرہ للحذر من الخطر لاحتمال ان یکون موضوعا من طریق وصحیحا من وجہ اٰخر الخ[2]

جس کے موضوع ہونے میں محدثین کا اختلاف ہے تو میں نے اس حدیث کا ذکر اس خطرہ کے پیشِ نظر ترک کیا کہ ممکن ہے یہ ایک سند کے اعتبار سے موضوع ہو اور دوسری سند کے اعتبار سے صحیح ہو الخ (ت)

علامہ زرقانی حدیث احیائے ابوین کریمین کی نسبت فرماتے ہیں ،

قال السھیلی ان فی اسنادہ مجاھیل وھو یفید ضعفہ فقط ، وبہ صرح فی موضع اٰخر من الروض وایدہ بحدیث ولا ینافی ھذا توجیہ صحتہ لان مرادہ من غیر ھذا الطریق ، ان وجد ، او فی نفس الامر لان الحکم بالضعف وغیرہ انما ھو فی الظاھر[3]

سہیلی نے کہا ہے کہ اس کی سند میں راوی مجہول ہیں جو اس کے فقط ضعف پر دال ہیں اور اسی بات کی تصریح الروض میں دوسرے مقام پر کی ہے اور اس کو حدیث کے ساتھ تقویت دی اور یہ صحتِ حدیث کی توجیہ کے منافی نہیں کیونکہ اس کی مراد اس سند کے علاوہ ہے اگر وہ موجود ہو ورنہ نفس الامر کے اعتبار سے کیونکہ ضعف وغیرہ کا حکم ظاہر میں ہوتا ہے۔ (ت)

اور سُنیے حدیث "صلاۃ بسواك خیر من سبعین صلاۃ بغیر سواك[4]" (مسواک کے ساتھ نماز بے مسواک کی ستّر نمازوں سے بہتر ہے) ابونعیم نے کتاب السواک میں دو جیّد وصحیح سندوں سے روایت کی ، امام ضیاء نے اسے صحیح مختارہ اور حاکم نے صحیح مستدرک میں داخل کیا اور کہا شرطِ مسلم پر صحیح ہے۔ امام احمد و ابن خزیمہ و حارث بن ابی اسامہ و ابویعلٰی و ابن عدی و بزار و حاکم و بیہقی و ابونعیم وغیرہم اجلّہ محدثین نے بطریق عدیدہ واسانید متنوعہ

---

[1] حرزِ ثمین مع حصن حصین تعریبۃ اہل رسول اللہ عند وفاتہ نولکشور لکھنؤ ص ۲۱۰

[2] الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ الدافع للمؤلف لتالیف ہذا المختصر مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۴۵-۴۶

[3] شرح زرقانی علی المواہب باب وفات امہ وما یتعلق بابویہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر ۱/۱۹۶

[4] مسند احمد بن حنبل از مسند [illegible] الفکر بیروت ۶/۲۷۲

marfat.com

Marfat.com

احادیث ام المؤمنین صدیقہ و عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن عمرو جابر بن عبداللہ و انس بن مالک و ام الدرداء وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم سے تخریج کی، جس کے بعد حدیث پر حکم بطلان قطعاً محال، با اینہمہ ابوعمر ابن عبدالبر نے تمہید میں امام ابن معین سے اُس کا بطلان نقل کیا، علامہ شمس الدین سخاوی مقاصد حسنہ میں اسے ذکر کرکے فرماتے ہیں،

قول ابن عبد البر فی التمہید عن ابن معین، انہ حدیث باطل، ھو بالنسبۃ لما وقع لہ من طرقہ۔[1]

یعنی امام ابن معین کا یہ فرمانا کہ یہ حدیث باطل ہے اُس سند کی نسبت سے ہے جو انھیں پہنچی۔

ورنہ حدیث تو باطل کیا معنٰی ضعیف بھی نہیں، اقل درجہ حسن ثابت ہے۔

اور سُنیے حدیث حسن صحیح مروی سنن ابی داود و نسائی و صحیح مختارہ وغیرہا صحاح و سنن:

ان رجلا اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال ان امرأتی لاترد[ع۱] ید لامس قال طلقہا قال انی احبہا قال استمتع بہا۔[2]

ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میری بیوی کسی بھی چھونے والے کے ہاتھ کو منع نہیں کرتی۔ فرمایا: اُسے طلاق دے دے۔ عرض کیا: میں اس سے محبت رکھتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا: اس سے نفع حاصل کر۔ (ت)

کہ باسانید ثقات و موثقین احادیث جابر بن عبداللہ و عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے آئی، امام ذہبی نے مختصر سنن میں کہا: "اسنادہ صالح" (اس کی سند صالح ہے۔ ت) امام عبدالعظیم منذری نے مختصر سنن میں فرمایا: "رجال اسنادہ محتج بہم فی الصحیحین علی الاتفاق والانفراد"[3] (اس روایت کے تمام راوی

ع۱: ای کل من سألہا شیئا من طعام او مال اعطتہ ولم ترد ھذا ھو الراجح عندنا فی معنی الحدیث۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (م)

یعنی جو شخص بھی اس سے طعام یا مال مانگتا ہے وہ اسے دے دیتی ہے رَد نہیں کرتی، حدیث کے معنٰی میں ہمارے نزدیک یہی راجح ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] المقاصد الحسنۃ للسخاوی حدیث ۹۲۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۲۹۳
[2] سنن النسائی باب ماجاء فی الخلع " المکتبۃ السلفیہ لاہور ۲/ ۹۸
[3] مختصر سنن ابی داود للحافظ المنذری باب النہی عن تزویج من لم یلد من النساء الخ مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ۳/ ۶

marfat.com
Marfat.com

ایسے ہیں جن سے بخاری ومسلم میں اتفاقاً اور انفراداً استدلال کیا ہے (ت) امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا : حسن صحیح (حسن صحیح ہے۔ت) اس حدیث کو جو حافظ ابوالفرج نے امام احمد رحمہ اللہ تعالٰی کے ارشاد " لیس لہ اصل ولا یثبت عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم " (اس کی کوئی اصل نہیں اور نہ ہی یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ت) کی تبعیت سے لا اصل لہ (اس کی کوئی اصل نہیں۔ت) کہا امام الشان حدیث کا صحیح ہونا ثابت کرکے فرماتے ہیں :

لایلتفت الی ماوقع من ابی الفرج ابن الجوزی، حیث ذکر ھذا الحدیث فی الموضوعات، ولم یذکر من طرقہ الا الطریق التی اخرجھا الخلال من طریق ابی الزبیر عن جابر، واعتمد فی بطلانہ علی مانقلہ الخلال عن احمد، فابان ذلک عن قلۃ اطلاع ابن الجوزی وغلبۃ التقلید علیہ، حتی حکم بوضع الحدیث بمجرد ماجاء عن امامہ، ولو عرضت ھذہ الطرق علی امامہ لاعترف ان للحدیث اصلا، ولکنہ لم تقع لہ فلذلک لم ارلہ فی مسندہ، ولا فیما یروی عنہ ذکرا اصلا لامن طریق ابن عباس ولامن طریق جابر سوی ماسألہ عنہ الخلال وھو معذور فی جوابہ بالنسبۃ لتلک الطریق بخصوصھا[1] اھ ذکرہ فی اللاٰلی عہ۔

ابوالفرج ابن جوزی کی اس بات کی طرف توجہ نہیں دی جائے گی کہ انہوں نے اس حدیث کو موضوعات میں شامل کیا ہے اور اس کی دیگر اسناد ذکر نہیں کیں ماسوائے اس سند کے جس کے حوالے سے خلال نے ابوالزبیر عن جابر روایت کیا اور اس کے بطلان میں اسی پر اعتماد کرلیا جو خلال نے احمد سے نقل کیا ہے، تو یہ بات ابن جوزی کے قلتِ مطالعہ اور غلبۂ تقلید کو واضح کررہی ہے حتی کہ انھوں نے اپنے امام سے منقول محض رائے کی بنیاد پر حدیث کو موضوع کہہ دیا حالانکہ یہ سندیں اگر ان کے امام کے سامنے پیش کی جاتیں تو وہ فی الفور اعتراف کرلیتے کہ حدیث کی اصل ہے لیکن ایسا نہ ہوسکا اس وجہ سے یہ حدیث اصلاً ان کی مسند میں نہیں آئی اور نہ ہی اُن روایات میں جو ان سے مروی ہیں نہ سند ابن عباس سے اور نہ ہی سند جابر سے ماسوائے اس سند کے جس کے بارے میں خلال نے سوال کیا تھا اور امام احمد اس کے جواب میں معذور ٹھہرے کیونکہ ان کا جواب اسی سند کے اعتبار سے ہے اور اسے لآلی میں ذکر کیا ہے۔(ت)

عہ فی اواخر النکاح

باب النکاح کے آخر میں اس کا ذکر کیا ہے (ت)

---

[1] اللاٰلی المصنوعۃ کتاب النکاح مطبوعہ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۲/ ۱۷۳

marfat.com

Marfat.com

(**نتیجۃ الافادات**) بحمد اللہ تعالٰی فقیر آستان قادری غفر اللہ تعالٰی لہ کے ان گیارہ افادات نے مہر نیم روز و ماہِ نیم ماہ کی طرح روشن کر دیا کہ احادیثِ تقبیل ابہامین کو وضع و بطلان سے اصلاً کچھ علاقہ نہیں، اُن پندرہ عیبوں سے اس کا پاک ہونا تو بدیہی اور یہ بھی صاف ظاہر کہ اس کا مدار کسی وضّاع، کذّاب یا متہم بالکذب پر نہیں۔ پھر حکم وضع محض بے اصل واجب الدفع، ولہذا علمائے کرام نے صرف "لایصح" فرمایا یہاں تک کہ وہابیہ کے امام شوکانی نے بھی باآنکہ ایسے مواقع میں سخت تشدد اور بہت مسائل میں بے معنی تفرد کی عادت ہے، فوائد مجموعہ میں اسی قدر پر اقتصار کیا اور موضوع کہنے کا راستہ نہ ملا، اگر بالفرض کسی امام معتمد کے کلام میں حکم وضع واقع ہُوا ہو تو وہ صرف کسی سند خاص کی نسبت ہوگا نہ اصل حدیث پر جس کے لیے کافی سندیں موجود ہیں جنھیں وضع و اضعین سے کچھ تعلق نہیں کہ جہالت وانقطاع اگر ہیں تو مورثِ ضعف نہ کہ مثبت وضع۔ بعونہٖ تعالٰی یہاں تک کی تقریر سے موضوعیتِ حدیث کی نسبت منکرین کی بالاخوانیاں بالا بالا گئیں، آگے چلیے وباللہ التوفیق۔

افادہ دوازدہم (تعددِ طرق سے ضعیف حدیث قوت پاتی بلکہ حسن ہوجاتی ہے) حدیث اگر متعدد طریقوں سے روایت کی جائے اور وہ سب ضعف رکھتے ہوں تو ضعیف ضعیف مل کر بھی قوت حاصل کر لیتے ہیں، بلکہ اگر ضعف غایت شدت و قوت پر نہ ہو تو جبر نقصان ہو کر حدیث درجۂ حسن تک پہنچتی اور مثل صحیح خود احکام حلال میں حجت ہوجاتی ہے۔

مرقاۃ میں ہے:

تعدد الطرق[عہ] یبلغ الحدیث الضعیف الی حد الحسن[1]۔ متعدد روایتوں سے آنا حدیثِ ضعیف کو درجۂ حسن تک پہنچا دیتا ہے۔

آخر موضوعاتِ کبیر میں فرمایا:

تعدد الطرق ولو ضعفت یرقی الحدیث الی الحسن[2]۔ طرقِ متعددہ اگرچہ ضعیف ہوں حدیث کو درجۂ حسن تک ترقی دیتے ہیں۔

محقق علی الاطلاق فتح القدیر[عہ۲] میں فرماتے ہیں:

لوتم تضعیف کلہا کانت حسنۃ لتعدد الطرق اگر سب کا ضعف ثابت ہو بھی جائے تاہم حدیث حسن

عہ: اٰخر الفصل الثانی باب ما لا یجوز من العمل فی الصلاۃ ۱۲ منہ (باب ما لا یجوز من العمل فی الصلوۃ کی فصل ثانی کے آخر میں اسے ذکر کیا ہے۔ ت)

عہ۲: ذکر فی مسئلۃ السجود علٰی کور العمامۃ ۱۲ منہ (عمامہ پر سجدہ کرنے کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ ت)

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ فصل الثانی من باب ما لا یجوز من العمل فی الصلاۃ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/ ۱۸

[2] الاسرار المرفوعۃ فی اخبار الموضوعۃ احادیث الحیض مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۳۴۶

marfat.com

Marfat.com

وکثرتها[1] — ہوگی کہ طرق متعدد وکثیر ہیں۔

اُسی میں[عہ۱] فرمایا،

جاز فی الحسن ان یرتفع الی الصحة اذا کثرت طرقه والضعیف یصیر حجة بذلك لان تعدده قرینة علی ثبوته فی نفس الامر[2]

جائز ہے کہ حسن کثرتِ طرق سے صحت تک ترقی پائے اور حدیثِ ضعیف اس کے سبب حجت ہوجاتی ہے کہ تعدد اسانید ثبوتِ واقعی پر قرینہ ہے۔

امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ النورانی میزان الشریعة الکبرٰی[عہ۲] میں فرماتے ہیں،

قد احتج جمهور المحدثین بالحدیث الضعیف اذا کثرت طرقه والحقوه بالصحیح تارة، وبالحسن اخری، وهذا النوع من الضعیف یوجد کثیرا فی کتاب السنن الکبری للبیهقی التی الفها بقصد الاحتجاج لاقوال الائمة واقوال صحابهم[3]

بیشک جمہور محدثین نے حدیث ضعیف کو کثرتِ طرق سے حجت مانا اور اُسے کبھی صحیح اور کبھی حسن سے ملحق کیا اس قسم کی ضعیف حدیثیں امام بیہقی کے سنن کبرٰی میں بکثرت پائی جاتی ہیں جسے انہوں نے ائمہ مجتہدین و اصحاب ائمہ کے مذاہب پر دلائل بیان کرنے کی غرض سے تالیف فرمایا۔

امام ابن حجر مکی صواعقِ محرقہ میں دربارۂ حدیث توسعہ علی العیال یوم عاشوراء امام ابوبکر بیہقی سے ناقل،

هذه الاسانید وان کانت ضعیفة لکنها اذا ضم بعضها الی بعض احدثت قوة[4]

یہ سندیں اگرچہ سب ضعیف ہیں مگر آپس میں مل کر قوت پیدا کریں گی۔

بلکہ امام جلیل جلال سیوطی تعقبات[عہ۳] میں فرماتے ہیں،

المتروك او المنکر اذا تعددت طرقه ارتقی

یعنی متروک یا منکر کہ سخت قوی الضعف ہیں یہ بھی

عہ۱ قاله فی مسئلة النفل قبل المغرب ۱۲ منہ

عہ۲ الفصل الثالث من فصول فی الاجوبة عن الامام ابی حنیفة رضی اللہ تعالٰی عنه ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

عہ۳ باب المناقب حدیث النظر علی عبادة ۱۲ منہ

---

[1] فتح القدیر صفة الصلوٰة بحث سجود علی العمامة مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۶۶

[2] فتح القدیر باب النوافل " " " ۱/۳۸۹

[3] المیزان الکبرٰی للشعرانی فصل ثالث من فصول فی الاجوبة عن الامام مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۶۸

[4] الصواعق المحرقة الباب الحادی عشر فصل اول مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۱۸۴

marfat.com

Marfat.com

الی درجة الضعیف الغریب، بل ربما ارتقی الی الحسن۔[1] | تعددِ طرق سے ضعیف غریب، بلکہ کبھی حسن کے درجہ تک ترقی کرتی ہیں۔

افادۂ سیزدہم ۱۳ (حدیث مجہول وحدیث مبہم تعددِ طرق سے حسن ہوجاتی ہے اور وہ جابر ومنجبر ہونے کے صالح ہیں) جہالت راوی بلکہ ابہام بھی انھیں کم درجہ کے ضعفوں سے ہے جو تعددِ طرق سے منجبر ہوجاتے ہیں اور حدیث کو رتبۂ حسن تک ترقی سے مانع نہیں آتے، یہ حدیثیں جابر ومنجبر دونوں ہونے کے صالح ہیں، افادۂ پنجم میں امام خاتم الحفاظ کا ارشاد گزرا کہ حدیث مبہم حدیث ضعیف سے منجبر ہوگئی، امام الشان کا فرمانا گزرا کہ حدیث مبہم حدیث ضعیف کا جبر نقصان کرے گی۔ ابوالفرج نے حدیث:

لیث عن مجاھد عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من ولد لہ ثلثۃ اولاد فلم یسم احدھم محمدا فقد جھل۔[2]

حضرت مجاہد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے تین بیٹے ہوں اور ان میں سے کسی کا نام محمد نہ رکھے اس نے جہالت سے کام لیا۔ (ت)

پر طعن کیا کہ لیث کو امام احمد وغیرہ نے متروک کیا اور ابن حبان نے مختلط بتایا، امام سیوطی[عہ۱] نے اس کا شاہد بروایت نضر بن شفّی مرسلاً مسند حارث سے ذکر کرکے ابن القطان سے نضر کا مجہول ہونا نقل کیا، پھر فرمایا:

ھذا المرسل یعضد حدیث ابن عباس ویدخلہ فی قسم المقبول۔[3]

یہ مرسل اُس حدیث ابن عباس کی مؤید ہوکر اسے قسم مقبول میں داخل کرے گی۔

علامہ مناوی[عہ۲] تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

فی اسنادہ جھالۃ لکنہ اعتضد فصار حسنا۔[4]

اس کی اسناد میں جہالت ہے مگر تائید پاکر حسن ہوگئی۔

عہ۱ لآلی کتاب المبتداء

عہ۲ تحت حدیث ابنوا المساجد واخرجوا القمامۃ منھا ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

[1] التعقبات علی الموضوعات | باب المناقب | مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل | ص ۴۵

[2] کتاب الموضوعات | باب التسمیۃ بمحمد | مطبوعہ دارالفکر بیروت | ۱۵۴/۱

[3] اللآلی المصنوعۃ | کتاب المبتداء | دارالمعرفۃ بیروت | ۱۰۲/۱

[4] تیسیر شرح الجامع الصغیر للمناوی حدیث ابنوا المساجد کے تحت مکتبۃ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۱۴۰/۱

marfat.com

Marfat.com

افادۂ چہاردہم[۱۴] (حصولِ قوت کو صرف دو سندوں سے آنا کافی ہے) حصولِ قوت کیلئے کچھ بہت سے ہی طرق کی حاجت نہیں صرف دو بھی مل کر قوت پا جاتے ہیں، اس کی ایک مثال ابھی گزری، نیز تیسیر میں فرمایا:

ضعیف لضعف عمرو بن واقد لکنہ یقوی بورودہ من طریقین[۱] یعنی حدیث تو اپنے راوی عمرو بن واقد متروک کے باعث ضعیف ہے مگر دو سندوں سے آکر قوت پا گئی۔

اُسی میں حدیث "اکرموا المعزی وامسحوا برغامہا فانہا من دواب الجنۃ[۲]" (بکری کی عزت کرو اور اس سے مٹی جھاڑو کیونکہ وہ جنتی جانور ہے۔ ت) بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو یزید بن نوفلی کے سبب تضعیف کی پھر اس کے شاہد بروایت ابی سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ کو فرمایا:

اسنادہ ضعیف لکن یجبرہ ماقبلہ فیتعاضدان[۳] سند اس کی بھی ضعیف ہے لیکن پہلی سند اس کی تلافی کرتی ہے تو دو مل کر قوی ہو جائیں گے۔

جامع صغیر میں حدیث "اکرموا العلماء فانہ ورثۃ الانبیاء[۴]" (علماء کا احترام کرو کیونکہ وہ انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ ت) دو طریقوں سے ایراد کی، اول، ابن عساکر عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ دوم: خط یعنی الخطیب فی التاریخ عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ علامہ مناوی و علامہ عزیزی نے تیسیر و سراج المنیر میں زیر طریق اول لکھا: ضعیف لکن یقویہ مابعدہ[۵] (ضعیف ہے مگر پچھلی حدیث اسے قوت دیتی ہے) زیر طریق دوم فرمایا، ضعیف لضعف الضحاک بن حجرۃ لکن یعضدہ ماقبلہ[۶] (ضحاک بن حجرۃ کے ضعف سے یہ بھی ضعیف ہے مگر پہلی اسے طاقت بخشتی ہے۔ ت) متتبع کلماتِ علماء اس کی بہت مثالیں پائے گا۔

افادۂ پانزدہم[۱۵] (اہلِ علم کے عمل کرنے سے بھی حدیث ضعیف قوی ہو جاتی ہے) اہلِ علم کے عمل کر لینے سے بھی حدیث قوت پاتی ہے اگرچہ سند ضعیف ہو۔ مرقاۃ[عہ] میں ہے:

عہ باب ماعلی الماموم من المتابعۃ اول الفصل الثانی ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[۱] تیسیر شرح الجامع الصغیر للمناوی حدیث اکرموا المعزٰی کے تحت مکتبۃ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۱/۲۰۴
[۲] الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۱۴۲۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲/۹۱
[۳] تیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث اکرموا المعزٰی کے تحت مکتبۃ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۱/۲۰۴
[۴] الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۱۴۲۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲/۹۳
[۵] السراج المنیر شرح جامع الصغیر زیر حدیث اکرموا العلماء مطبعۃ ازہریہ مصر ۱/۲۷۰
[۶] " " " " " "

marfat.com

Marfat.com

رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب والعمل علےٰ ھذا عند اھل العلم ، قال النووی واسنادہ ضعیف نقلہ میرك ، فکأن الترمذی یرید تقویۃ الحدیث بعمل اھل العلم ، والعلم عند اللہ تعالٰی

یعنی امام ترمذی نے فرمایا حدیث غریب ہے اور اہلِ علم کا اس پر عمل ہے[1] سید میرک نے امام نووی سے نقل کیا کہ اس کی سند ضعیف ہے تو گویا امام ترمذی عملِ اہلِ علم سے حدیث کو قوت دینا چاہتے ہیں واللہ تعالٰی اعلم

کما قال الشیخ محی الدین ابن العربی انہ بلغنی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ، انہ من قال لا الٰہ الا اللہ سبعین الفا ، غفر اللہ تعالٰی لہ ، ومن قیل لہ غفر لہ ایضا ، فکنت ذکرت التھلیلۃ بالعدد المروی من غیر ان انوی لاحد بالخصوص ، فحضرت طعاما مع بعض الاصحاب وفیھم شاب مشھور بالکشف ، فاذا ھو فی اثناء الاکل اظھر البکاء ، فسألتہ عن السبب ، فقال اری امی فی العذاب ، فوھبت فی باطنی ثواب التھلیلۃ المذکورۃ لھا فضحك وقال انی اراھا الاٰن فی حسن المآب فقال الشیخ فعرفت صحۃ الحدیث بصحۃ کشفہ وصحۃ کشفہ بصحۃ الحدیث[2]

اس کی نظیر وہ ہے کہ سیدی شیخ اکبر امام محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا مجھے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حدیث پہنچی ہے کہ جو شخص ستر ہزار بار لا الٰہ الا اللہ کہے اس کی مغفرت ہو اور جس کے لیے پڑھا جائے اس کی مغفرت ہو ، میں نے لا الٰہ الا اللہ اتنے بار پڑھا تھا اس میں کسی کے لیے خاص نیت نہ کی تھی اپنے بعض رفیقوں کے ساتھ ایک دعوت میں گیا ان میں ایک جوان کے کشف کا شہرہ تھا کھانا کھاتے کھاتے رونے لگا میں نے سبب پوچھا ، کہا اپنی ماں کو عذاب میں دیکھتا ہوں ، میں نے اپنے دل میں کلمہ کا ثواب اس کی ماں کو بخش دیا فوراً وہ جوان ہنسنے لگا اور کہا اب میں اسے اچھی جگہ دیکھتا ہوں ، امام محی الدین قدس سرہٗ فرماتے ہیں تو میں نے حدیث کی صحت اس جوان کے کشف کی صحت سے پہچانی اور اس کے کشف کی صحت حدیث کی صحت سے جانی۔

امام سیوطی تعقبات[3] میں امام بیہقی سے ناقل تد اولھا الصالحون بعضھم عن بعض وفی ذلك تقویۃ للحدیث المرفوع[4] (اسے صالحین نے ایک دوسرے سے اخذ کیا اور ان کے اخذ میں حدیث مرفوع

---

[4] باب الصلاۃ حدیث صلاۃ التسبیح ۱۲ منہ

---

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی باب ما علی الماموم من المتابعۃ مطبوعہ امدادیہ ملتان ۳/ ۹۸

[3] التعقبات علی الموضوعات باب الصلاۃ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص ۱۲

marfat.com
Marfat.com

کی تقویت ہے) اُسی میں فرمایا :

قد صرح غیر واحد بان من دلیل صحۃ الحدیث قول اھل العلم بہ وان لم یکن لہ اسناد یعتمد علی مثلہ[1]

متعدد علما نے تصریح فرمائی ہے کہ اہلِ علم کی موافقت صحتِ حدیث کی دلیل ہوتی ہے اگرچہ اُس کے لیے کوئی سند قابلِ اعتماد نہ ہو۔

یہ ارشادِ علما احادیثِ احکام کے بارہ میں ہے پھر احادیثِ فضائل تو احادیثِ فضائل ہیں۔

افادہ شانزدہم[16]

(حدیث سے ثبوت ہونے میں مطالب تین قسم ہیں) جن باتوں کا ثبوت حدیث سے پایا جائے وہ سب ایک پلّہ کی نہیں ہوتیں بعض تو اس اعلیٰ درجہ قوت پر ہوتی ہیں کہ جب تک حدیث مشہور، متواتر نہ ہو اُس کا ثبوت نہیں دے سکتے احاد اگرچہ کیسے ہی قوت سند ونہایت صحت پر ہوں اُن کے معاملہ میں کام نہیں دیتیں۔ (عقائد میں حدیث اُحاد اگرچہ صحیح ہو کافی نہیں) یہ اصول عقائد اسلامیہ ہیں جن میں خاص یقین درکار، علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں :

خبر الواحد علی تقدیر اشتمالہ علی جمیع الشرائط المذکورۃ فی اصول الفقہ لا یفید الا الظن ولا عبرۃ بالظن فی باب الاعتقادات[2]

حدیث احاد اگرچہ تمام شرائطِ صحت کی جامع ہو ظن ہی کا فائدہ دیتی ہے اور معاملہ اعتقاد میں ظنیات کا کچھ اعتبار نہیں۔

عہ باب الصلاۃ حدیث من جمع بین الصلاتین من غیر عذر فقد اتی بابا من ابواب الکبائر اخرجہ الترمذی وقال حسین ضعفہ احمد وغیرہ والعمل علی ھذا الحدیث عند اھل العلم فاشار بذلک الی ان الحدیث اعتضد بقول اھل العلم وقد صرح غیر واحد الخ[3] ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

باب الصلوٰۃ کی اس حدیث کے تحت ذکر ہے جس میں ہے کہ جس نے دو نمازیں بغیر عذر کے جمع کیں اس نے کبائر میں سے ایک کبیرہ کا ارتکاب کیا، اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسین نے کہا احمد وغیرہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور اہلِ علم کا اس حدیث پر عمل ہے، اس سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس حدیث نے اہلِ علم کے قول کے ذریعے قوت حاصل کی ہے اور اس کی تصریح متعدد محدثین نے کی ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

---

[1] التعقبات علی الموضوعات باب الصلوٰۃ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص ۱۲
[2] شرح عقائد نسفی بحث تعداد الانبیاء مطبوعہ دار الاشاعت العربیہ قندھار ص ۱۰۱
[3] التعقبات علی الموضوعات ... سانگلہ ہل ص ۱۲

marfat.com

Marfat.com

مولانا علی قاری منح الروض الازہر میں فرماتے ہیں: الاحاد لا تفید الاعتماد فی الاعتقاد[1] (احادیث احاد دربارۂ اعتقاد ناقابلِ اعتماد)۔

(دربارۂ احکام ضعیف کافی نہیں) دوسرا درجہ احکام کا ہے کہ اُن کے لیے اگرچہ اُتنی قوت درکار نہیں پھر بھی حدیث کا صحیح لذاتہ خواہ لغیرہ یا حسن لذاتہ یا کم سے کم لغیرہ ہونا چاہیے، جمہور علماء یہاں ضعیف حدیث نہیں سنتے۔

(فضائل ومناقب میں باتفاق علماء حدیث ضعیف مقبول وکافی ہے) تیسرا مرتبہ فضائل ومناقب کا ہے یہاں باتفاقِ علماء[عـہ۱] ضعیف[عـہ۲] حدیث بھی کافی ہے، مثلاً کسی حدیث میں ایک عمل کی ترغیب آئی کہ جو ایسا کرے گا اتنا ثواب پائے گا یا کسی نبی یا صحابی کی خوبی بیان ہوئی کہ اُنھیں اللہ عزوجل نے یہ مرتبہ بخشا، یہ فضل عطا کیا، تو ان کے مان لینے کو ضعیف حدیث بھی بہت ہے، ایسی جگہ صحت حدیث میں کلام کرکے اسے پایۂ قبول سے ساقط کرنا فرق مراتب نہ جاننے سے ناشئ، جیسے بعض جاہل بول اُٹھتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں، یہ اُن کی نادانی ہے علمائے محدثین اپنی اصطلاح پر کلام فرماتے ہیں، یہ بے سمجھے خدا جانے کہاں سے کہاں لے جاتے ہیں، عزیزو مسلم کہ صحت نہیں پھر حسن کیا کم ہے، حسن بھی نہ سہی یہاں ضعیف بھی مستحکم ہے[عـہ۳]، رسالۂ قاری ومرقاۃ وشرح ابن حجر مکی وتعقبات ولآلی امام سیوطی وقول مسدد امام عسقلانی کی پانچ عبارتیں افادہ دوم وسوم وچہارم ودہم میں گزریں، عبارتِ تعقبات میں تصریح تھی کہ نہ صرف ضعیف محض بلکہ منکر بھی فضائلِ اعمال میں مقبول ہے، باآنکہ اُس میں ضعف راوی کے ساتھ اپنے سے اوثق کی مخالفت بھی ہوتی ہے کہ تنہا ضعف سے کہیں بدتر ہے، امام اجل شیخ العلماء والعرفاء سیدی ابو طالب محمد بن علی مکی قدس اللہ سرہ الملکی کتاب جلیل القدر عظیم الفخر قوت القلوب[عـہ۴] فی معاملۃ المحبوب

عـہ۱: ای ولا عبرۃ بمن شذ ۱۲ منہ (یعنی کسی شاذ شخص کا اعتبار نہیں۔ت)

عـہ۲: الاجماع المذکور فی الضعیف المطلق کما نحن فیہ ۱۲ منہ

عـہ۳: مسئلہ امیر معٰویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی تحقیق وتنقیح فقیر کے رسالہ البشری العاجلۃ من تحف اٰجلۃ ۱۳۰۰ھ ورسالہ الاحادیث الراویۃ لمدح الامیر معٰویۃ ۱۳۰۳ھ ورسالہ عرش الاعزاز والاکرام لاول ملوک الاسلام ورسالہ ذب الاھواء الواھیۃ فی باب الامیر معٰویۃ ۱۳۱۲ھ وغیرہا میں ہے وفقنا اللہ تعالٰی بمنہ وکرمہ لتصنیفھا وتبییضھا ونفع بھا وبسائر تصانیف امۃ الاسلام بفھمھا وتفھیمھا اٰمین باعظم القدرۃ واسم الرحمۃ اٰمین صلی اللہ تعالٰی وبارک وسلم علٰی سیدنا محمد واٰلہ وصحبہ وسلم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

عـہ۴: فی فصل الحادی والثلثین ۱۲ منہ

---

[1] منح الروض الازہر شرح فقہ اکبر الانبیاء معصومون عن الکبائر والصغائر مصطفٰی البابی مصر ص ۵۷

marfat.com

Marfat.com

میں فرماتے ہیں :

الاحادیث فی فضائل الاعمال وتفضیل الاصحاب متقبلۃ محتملۃ علی کل حال مقاطیعھا ومراسیلھا لاتعارض ولا ترد، کذلک کان السلف یفعلون[1]۔

فضائلِ اعمال وتفضیلِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی حدیثیں کیسی ہی ہوں ہر حال میں مقبول وماخوذ ہیں مقطوع ہوں خواہ مرسل نہ اُن کی مخالفت کی جائے نہ اُنھیں رَد کریں، ائمہ سلف کا یہی طریقہ تھا۔

امام ابوزکریا نووی اربعین پھر امام ابن حجر مکی شرح مشکوٰۃ پھر مولانا علی قاری مرقاۃ[ع۱] وحرزثمین[ع۲] شرح حصن حصین میں فرماتے ہیں :

قد اتفق الحفاظ ولفظ الاربعین قد اتفق العلماء علی جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال[2] ولفظ الحرز لجواز العمل بہ فی فضائل الاعمال بالاتفاق[3]۔

یعنی بیشک حفاظِ حدیث وعلمائے دین کا اتفاق ہے کہ فضائلِ اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے۔ (ملخصاً)

فتح المبین[ع۳] بشرح الاربعین میں ہے :

لانہ ان کان صحیحا فی نفس الامر فقد اعطی حقہ من العمل بہ، والا لم یترتب علی العمل بہ مفسدۃ تحلیل ولا تحریم ولا ضیاع حق للغیر وفی حدیث ضعیف من بلغہ عنی ثواب عمل فعملہ حصل لہ اجرہ وان لم اکن قلتہ اوکما

یعنی حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں عمل اس لیے ٹھیک ہے کہ اگر واقع میں صحیح ہوئی جب تو اس کا حق تھا کہ اس پر عمل کیا جائے حق ادا ہو گیا اور اگر صحیح نہ بھی ہو تو اس پر عمل کرنے میں کسی تحلیل یا تحریم یا کسی کی حق تلفی کا مفسدہ تو نہیں اور ایک حدیث ضعیف میں آیا کہ حضور اقدس

ع۱ تحت حدیث من حفظ علی امتی اربعین حدیثا قال النووی طرقہ کلھا ضعیفۃ ۱۲ منہ (م)

ع۲ فی شرح الخطبۃ تحت قول المصنف رحمہ اللہ تعالٰی اقی ارجوان یکون جمیع مافیہ صحیحا ۱۲ منہ (م)

ع۳ فی شرح الخطبۃ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

---

[1] قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب فصل الحادی والعشرون مطبوعہ دار صادر مصر ۱/۱۷۸

[2] شرح اربعین للنووی خطبۃ الکتاب " مصطفی البابی مصر ص ۴

[3] حرزثمین شرح مع حصن حصین [illegible] لکھنؤ ص ۲۳

marfat.com

Marfat.com

قال واشار المصنف رحمه الله تعالٰی بحکایة الاجماع علی ما ذکره الی الرد علی من نازع فیه[1] الخ

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جسے مجھ سے کسی عمل پر ثواب کی خبر پہنچی وہ اس پر عمل کرے اُس کا اجر اُسے حاصل ہو اگرچہ وہ بات واقع میں میں نے نہ فرمائی ہو۔ لفظ حدیث کے یُونہی ہیں یا جس طرح حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمائے، امام نووی رحمہ اللہ تعالٰی نے اس پر نقل اجماع علما سے اشارہ فرمایا جو اس میں نزاع کرے اُس کا قول مردود ہے الخ

مقاصدِ حسنہ[2] میں ہے:

قد قال ابن عبد البر انهم یتساهلون فی الحدیث اذا کان من فضائل الاعمال[2].

بے شک ابو عمر ابن عبد البر نے کہا کہ علما حدیث میں تساہل فرماتے ہیں جب فضائلِ اعمال کے بارہ میں ہو۔

امام[11] محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

الضعیف غیر الموضوع یعمل به فی فضائل الاعمال[3].

یعنی فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے گا بس اتنا چاہئے کہ موضوع نہ ہو۔

مقدمہ امام[12] ابو عمرو ابن الصلاح و مقدمہ[13] جرجانیہ و شرح[14] الالفیۃ للمصنف و تقریب[15] النواوی اور اس کی شرح تدریب[16] الراوی میں ہے:

واللفظ لهما یجوز عند اهل الحدیث وغیرهم التساهل فی الاسانید الضعیفة وروایة ما سوی الموضوع من الضعیف والعمل به من غیر بیان ضعفه فی فضائل الاعمال وغیرها مما لا تعلق له بالعقائد والاحکام وممن نقل عنه ذلك ابن حنبل وابن مهدی وابن المبارك قالوا اذا روینا

محدثین وغیرہم علما کے نزدیک ضعیف سندوں میں تساہل اور بے اظہار ضعف موضوع کے سوا ہر قسم حدیث کی روایت اور اُس پر عمل فضائلِ اعمال وغیرہا امور میں جائز ہے جنہیں عقائد و احکام سے تعلق نہیں، امام احمد بن حنبل و امام عبد الرحمٰن بن مہدی و امام عبد اللہ بن مبارک وغیرہم ائمہ سے اس کی تصریح منقول، وہ فرماتے جب

ع ذکرہ فی مسألة تقدیم الاورع ۱۲ منہ (م)

صاحبِ ورع و تقوٰی کی تقدیم میں اس کا بیان ہے ۱۲ منہ (ت)

---

۱ فتح المبین شرح الاربعین

۲ المقاصد الحسنۃ زیر حدیث من بلغه عن الله الخ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۴۰۵

۳ فتح القدیر باب الامامۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۰۳

marfat.com

Marfat.com

فی الحلال والحرام شددنا واذا روینا فی الفضائل ونحوھا تساھلنا[1] اھ ملخصا۔

ہم حلال وحرام میں حدیث روایت کریں سختی کرتے ہیں اور جب فضائل میں روایت کریں تو نرمی اھ ملخصا۔

امام زین الدین عراقی نے الفیۃ الحدیث میں جہاں اس مسئلہ کی نسبت فرمایا عن ابن مھدی وغیر واحد (یعنی امام ابن مہدی وغیرہ ائمہ سے ایسا ہی منقول ہے) وہاں شارح[17] نے فتح المغیث میں امام احمد[18] و امام ابن[19] معین و امام ابن[20] المبارک و امام[21] سفین ثوری و امام[22] ابن عیینہ و امام[23] ابوزکریا عنبری و حاکم[24] و ابن[25] عبدالبر کے اسماء و اقوال نقل کیے اور فرمایا کہ ابن[26] عدی نے کامل اور خطیب[27] نے کفایہ میں اس کے لیے ایک مستقل باب وضع کیا۔ غرض مسئلہ مشہور ہے اور نصوص نامحصور اور بعض دیگر عبارات جلیلہ افادات آئندہ میں مسطور ان شاء اللہ العزیز الغفور۔

تذییل کبرائے وہابیہ بھی اس مسئلہ میں اہلِ حق سے موافق ہیں، مولوی خرم[28] علی رسالہ[a] دعائیہ میں لکھتے ہیں،

ضعاف در فضائلِ اعمال وفیما نحن فیہ باتفاق علما معمول بہا است[2] الخ۔

فضائلِ اعمال میں اور جس میں ہم گفتگو کر رہے ہیں اس میں باتفاق علماء ضعیف حدیثوں پر عمل درست ہے الخ (ت)

مظاہر[29] حق میں راوی حدیث صلاۃ اوابین کا منکر الحدیث ہونا امام بخاری سے نقل کرکے لکھا: "اس حدیث کو اگرچہ ترمذی وغیرہ نے ضعیف کہا ہے لیکن فضائل میں عمل کرنا حدیث ضعیف پر جائز ہے[3]" الخ

اسی[30] میں حدیث فضیلتِ شب برات کی تضعیف امام بخاری سے نقل کرکے کہا: "یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن عمل کرنا حدیث ضعیف پر فضائلِ اعمال میں باتفاق جائز ہے[4]" الخ

افادۂ مقدمہ فضائلِ اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے حدیث ضعیف ثبوت استحباب کے لیے بس ہے۔ امام[31] شیخ الاسلام ابوزکریا نفعنا اللہ تعالٰی ببرکاتہ کتاب[b] الاذکار المنتخب من کلام سید الابرار

[a] نقل ھذہ العبارات الثلثۃ محقق اعصارنا وزینۃ امصارنا تاج الفحول محب الرسول مولانا المولوی عبدالقادر البدایونی ادام اللہ تعالٰی فیوضہ فی کتابہ سیف الاسلام المسلول علی المناع بعمل المولد والقیام ۱۲ منہ (م)

یہ تینوں عبارات ہمارے دور کے عظیم محقق اور ہمارے ملک کی زینت تاج الفحول محب الرسول مولانا مولوی عبدالقادر بدایونی ادام اللہ فیوضہ نے اپنی کتاب "سیف الاسلام المسلول علی المناع بعمل المولد والقیام" میں ذکر کی ہیں ۱۲ منہ (ت)

[b] اول الکتاب ثالث فصول المقدمۃ ۱۲ منہ (م)

یہ کتاب کے شروع میں مقدمہ کی تیسری فصل میں ہے ۱۲ منہ (ت)

[1] تدریب الراوی قبیل نوع الثالث والعشرون مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۲۹۸

[2] رسالہ دعائیہ مولوی خرم علی

[3] مظاہر حق باب السنن وفضائلھا مطبوعہ دار الاشاعت کراچی ۱/۷۶۶

[4] مظاہر حق اردو ترجمہ مشکوۃ شریف [illegible] اشاعت کراچی ۱/۸۴۳

marfat.com

Marfat.com

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں فرماتے ہیں :

قال العلماء من المحدثین والفقہاء وغیرھم یجوز ویستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترھیب بالحدیث الضعیف مالم یکن موضوعاً[1]۔

محدثین وفقہا وغیرہم علما نے فرمایا کہ فضائل اور نیک بات کی ترغیب اور بُری بات سے خوف دلانے میں حدیث ضعیف پر عمل جائز و مستحب ہے جبکہ موضوع نہ ہو۔

بعینہا یہی الفاظ امام ابن الہمام نے العقد النضید فی تحقیق کلمۃ التوحید پھر عارف باللہ سیّدی عبد الغنی نابلسی نے حدیقہ ندیہ[علہ] شرح طریقہ محمدیہ میں نقل فرمائے، امام فقیہ النفس محقق علی الاطلاق فتح القدیر[۲] میں فرماتے ہیں :
الاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع[۲] (حدیث ضعیف سے کہ موضوع نہ ہو فعل کا مستحب ہونا ثابت ہوجاتا ہے) علامہ[۳] ابراہیم حلبی غنیۃ المستملی فی شرح منیۃ المصلی میں فرماتے ہیں :

یستحب ان یمسح بدنہ بمندیل بعد الغسل لما روت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خرقۃ یتنشف بہا بعد الوضوء رواہ الترمذی وھو ضعیف ولکن یجوز العمل بالضعیف فی الفضائل[۳]

(نہا کر رومال سے بدن پونچھنا مستحب ہے جیسا کہ ترمذی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضو کے بعد رومال سے اعضاءِ مبارک صاف فرماتے۔ ترمذی نے روایت کیا یہ حدیث ضعیف ہے مگر فضائل میں ضعیف پر عمل روا۔

مولانا[۳۹] علی قاری موضوعاتِ کبیر میں حدیث مسح گردن کا ضعف بیان کرکے فرماتے ہیں :

الضعیف یعمل بہ فی الفضائل الاعمال اتفاقا

فضائلِ اعمال میں حدیث ضعیف پر بالاتفاق عمل

علہ اواخر الفصل الثانی من باب الاول ۱۲ منہ (م)
علہ قبیل فصل فی حمل الجنازۃ ۱۲ منہ (م)
علہ فی سنن الغسل ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ منہ (م)

باب اول کی فصل ثانی کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)
فصل فی حمل الجنازہ سے تھوڑا پہلے اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)
سنن غسل میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] کتاب الاذکار المنتخب من کلام سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم فصل قال العلماء من المحدثین مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ص ۷
[2] فتح القدیر فصل فی الصلاۃ علی المیت مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۹۵/۲
[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی سنن الغسل سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۲

marfat.com
Marfat.com

ولذا قال ائمتنا ان مسح الرقبة مستحب او سنة[1]

کیا جاتا ہے اسی لیے ہمارے ائمہ کرام نے فرمایا کہ وضو میں گردن کا مسح مستحب یا سنّت ہے۔

امام جلیل[۳] جلال سیوطی طلوع الثریا باظہار ما کان خفیا[عہ۱] میں فرماتے ہیں:

استحبه ابن الصلاح وتبعه النووی نظرا الی ان الحدیث الضعیف یتسامح به فی فضائل الاعمال[2]

تلقین کو امام ابن الصلاح پھر امام نووی نے اس نظر سے مستحب مانا کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف کے ساتھ نرمی کی جاتی ہے۔

علامہ[۳۳] محقق جلال دوانی رحمہ اللہ تعالٰی انموذج العلوم[عہ۲] میں فرماتے ہیں:

الذی یصلح للتعویل علیه ان یقال اذا وجد حدیث فی فضیلة عمل من الاعمال لا یحتمل الحرمة والکراهیة یجوز العمل به ویستحب لانه مامون الخطر ومرجو النفع[3]

اعتماد کے قابل یہ بات ہے کہ جب کسی عمل کی فضیلت میں کوئی حدیث پائی جائے اور وہ حرمت وکراہت کے قابل نہ ہو تو اُس حدیث پر عمل جائز و مستحب ہے کہ اندیشہ سے امان ہے اور نفع کی اُمید۔

اندیشہ سے امان یُوں کہ حُرمت وکراہت کا محل نہیں اور نفع کی اُمید یُوں کہ فضیلت میں حدیث مروی[۴] اگرچہ ضعیف ہی سہی۔

اقول وباللہ التوفیق بلکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کے معنی ہی یہ ہیں کہ استحباب مانا جائے

عہ۱ نقله بعض العصریین وهو فیما نری ثقة فی النقل ۱۲ منہ (م)

عہ۲ نقله العلامة شهاب الخفاجی فی نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض فی شرح الدیباجة حیث روی المصنف رحمة الله تعالی بسنده الی ابی داود حدیث من سئل عن علم فکتمه الحدیث و للمحقق ههنا کلام طویل نقله الشارح ملخصا ونازعه بما هو منازع فیه والوجه مع المحقق فی عامة ما ذکروا ولولا خشیة الاطالة لاتینا بکلامهما مع ما له وعلیه ولکن سنشیر ان شاء الله تعالٰی الی احرف لیسیر یظهر بها الصواب بعون الملک الوهاب ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

---

[1] موضوعات کبیر حدیث مسح الرقبة مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۶۳

[2] الحاوی للفتاوی خفیا دار الفکر بیروت ۲/۱۹۱

[3] نسیم الریاض شرح شفا دیباچہ مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۱/۴۳

marfat.com

Marfat.com

ورنہ نفسِ جواز تو اصالتِ اباحت وانعدامِ نہی شرعی سے آپ ہی ثابت، اُس میں حدیثِ ضعیف کا کیا دخل ہُوا، تو لاجرم ورودِ حدیث کے سبب جانبِ فعل کو مترجح ماننے کہ حدیث کی طرف اسناد متحقق اور اُس پر عمل ہونا صادق ہو اور یہی معنی استحباب ہے، آخر نہ دیکھا کہ علامہ حلبی وعلامہ قاری نے اسے عمل وجوازِ عمل کو دلیل ومثبتِ استحباب قرار دیا اور امام محمد محمد ابن امیر الحاج نے مقامِ اباحت میں اُس سے تمسک کو درجۂ ترقی واولویت میں رکھا کہ جب اُس پر عمل ہونا ہے تو ثبوتِ اباحت تو بدرجۂ اولیٰ اس سے کُھل گیا کہ اُس پر عمل کے معنی نفسِ اباحت سے ایک زائد پاتر چیز ہے اور وہ نہیں مگر استحباب وھذا ظاھر لیس دونہ حجاب (اور یہ ظاہر ہے اس میں کوئی خفا نہیں۔ت) حلیہ شرح[عہ1] منیہ میں فرماتے ہیں:

الجمھور علی العمل بالحدیث الضعیف الذی لیس بموضوع فی فضائل الاعمال فھو فی ابقاء الاباحۃ التی لم یتم دلیل علی انتفائھا کما فیما نحن فیہ اجدر[1]۔

جمہور علماء کا مسلک فضائلِ اعمال میں حدیث ضعیف غیر موضوع پر عمل کرنا ہے تو ایسی حدیث اُس اباحتِ فعل کے باقی رکھنے کی تو زیادہ سزاوار ہے جس کی نفی پر دلیل تمام نہ ہوتی جیسا کہ ہمارے اس مسئلہ میں ہے۔

امام ابوطالب مکی قوت القلوب[عہ2] میں فرماتے ہیں:

الحدیث اذا لم ینافہ کتاب اوسنۃ وان لم یشھد لہ ان لم یخرج تاویلہ عن اجماع الامۃ، فانہ یوجب القبول والعمل لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیف وقد قیل[2]۔

حدیث جبکہ قرآن عظیم یا کسی حدیث ثابت کے منافی نہ ہو اگرچہ کتاب وسنت میں اس کی کوئی شہادت بھی نہ نکلے، تو بشرطیکہ اُس کے معنی مخالفِ اجماع نہ پڑتے ہوں آپ قبول اور اپنے اوپر عمل کو واجب کرتی ہے کہ حضور سرِعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کیونکر نہ مانے گا حالانکہ کہا تو گیا۔

یعنی جب ایک راوی جس کا کذب یقینی نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ایک بات کی خبر دیتا ہے اور اُس

عہ1: سنن الغسل مسئلۃ المندیل ۱۲ منہ (م) — سننِ غسل میں رومال کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ2: فی الفصل الحادی والثلثین ۱۲ منہ (م) — اکتیسویں فصل میں اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] قوت القلوب الفصل الحادی والثلاثون باب تفضیل الاخبار مطبوعہ المطبعۃ المیمنیۃ مصر ۱/۱۷۷

marfat.com

Marfat.com

ورنہ نفس جواز تو اصالت اباحت وانعدام نہی شرعی سے آپ ہی ثابت، اُس میں حدیث ضعیف کا کیا دخل ہُوا، تو لاجرم ورود حدیث کے سبب جانب فعل کو مترجح ماننے کہ حدیث کی طرف اسناد متحقق اور اُس پر عمل ہونا صادق ہو اور یہی معنی استحباب ہے، آخر نہ دیکھا کہ علامہ حلبی وعلامہ قاری نے اسے عمل وجواز عمل کو دلیل ومثبت استحباب قرار دیا اور امام محمد محمد ابن امیر الحاج نے مقامِ اباحت میں اُس سے تمسک کو درجۂ ترقی واولویت میں رکھا کہ جب اُس پر عمل ہوتا ہے تو ثبوت اباحت تو بدرجۂ اولیٰ اس سے کُھل گیا کہ اُس پر عمل کے معنی نفس اباحت سے ایک زائد و بالاتر چیز ہے اور وہ نہیں مگر استحباب وھذا ظاھر لیس دونہ حجاب (اور یہ ظاہر ہے اس میں کوئی خفا نہیں۔ت) حلیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

الجمھور علی العمل بالحدیث الضعیف الذی لیس بموضوع فی فضائل الاعمال فھو فی ابقاء الاباحۃ التی لم یتم دلیل علی انتفائھا کما فیما نحن فیہ اجدر[1]

جمہور علماء کا مسلک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف غیر موضوع پر عمل کرنا ہے تو ایسی حدیث اُس اباحت فعل کے باقی رکھنے کی تو زیادہ سزاوار ہے جس کی نفی پر دلیل تمام نہ ہوتی جیسا کہ ہمارے اس مسئلہ میں ہے۔

امام ابو طالب مکی قوت القلوب[عه] میں فرماتے ہیں:

الحدیث اذا لم ینافہ کتاب اوسنۃ وان لم یشھد لہ ان لم یخرج تاویلہ عن اجماع الامۃ، فانہ یوجب القبول والعمل لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیف وقد قیل[2]

حدیث جبکہ قرآن عظیم یا کسی حدیث ثابت کے منافی نہ ہو اگرچہ کتاب وسنت میں اُس کی کوئی شہادت بھی نہ نکلے، تو بشرطیکہ اُس کے معنی مخالفِ اجماع نہ پڑتے ہوں اپنے قبول اور اپنے اوپر عمل کو واجب کرتی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کیونکر نہ مانے گا حالانکہ کہا تو گیا۔

یعنی جب ایک راوی جس کا کذب یقینی نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ایک بات کی خبر دیتا ہے اور اُس

عه سنن الغسل مسئلۃ المندیل ۱۲ منہ (م) — سنن غسل میں رومال کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عه فی الفصل الحادی والثلثین ۱۲ منہ (م) — اکتیسویں فصل میں اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] قوت القلوب الفصل الحادی والثلاثون باب تفضیل الاخبار مطبوعہ المطبعۃ المیمنیۃ مصر ۱/۱۷۷

marfat.com

Marfat.com

امر میں کتاب وسنّت واجماعِ اُمّت کی کچھ مخالفت نہیں تو نہ ماننے کی وجہ کیا ہے،

اقول اما قولہ قدس سرہ "یوجب"

فکانہ یرید التاکد کما تقول لبعض اصحاب بك حقك واجب علی فعال فی الدر المختار[1] لان المسلمین توارثوہ فوجب اتباعھم[1] او ان ملیحہ الی ما علیہ السادات المجاھدون من الائمۃ والصوفیۃ قدسنا اللہ تعالٰی باسرارھم الصفیۃ من شدۃ تعاھدھم للمستحبات کانھا من الواجبات وتوقیھم عن المکروھات بل و کثیر من المباحات کانھن من المحرمات اوان ھذا ھو المذھب عندہ فانہ قدس سرھما فیما نری من المجتھدین وحق لہ ان یکون منھم کما ھو شان جمیع الواصلین الی عین الشریعۃ الکبری وان انتسبوا ظاھرا الی احد من ائمۃ الفتوی[2] کما بینہ[2] العارف باللہ سیدی عبدالوھاب شعرانی فی المیزان واللہ تعالٰی اعلم بمراد اھل العرفان۔

اقول امام ابوطالب مکی قدس سرہٗ کے قول "یوجب القبول" سے تاکید مراد ہے جیسا کہ تُو اپنے قرض خواہ سے کہے کہ تیرا حق مجھ پر واجب ہے۔ درمختار میں ہے کہ یہ مسلمانوں کا تعامل ہے پس ان کی اتباع واجب ہے (وجوب بمعنی ثبوت ہے) یا اس میں اس مسلک کی طرف اشارہ ہے جو مجاہدہ کرنے والے سادات ائمہ وصوفیہ (اللہ تعالٰی ان کے پاکیزہ اسرار کو ہمارے لیے مبارک کرے) کا ہے کہ وہ مستحبات کی بھی اس طرح پابندی کرتے ہیں جیسا کہ واجبات کی اور مکروہات سے بلکہ بہت سے مباحات سے اس طرح بچتے ہیں کہ گویا وہ محرمات ہیں یا یہ ان (ابوطالب مکی) کا مذہب ہے کیونکہ ہم آپ قدس سرہٗ کو مجتہدین میں شمار کرتے ہیں ان میں ہونا آپ کا حق ہے جیسا کہ ان تمام بزرگوں کا مقام اور شان ہے جو شریعت عظیمہ کی حقیقت کو پانے والے ہیں اگرچہ وہ ظاہراً اپنا انتساب کسی امام فتوٰی کی طرف کرتے ہیں۔ اس مسئلہ میں عارف باللہ سیّدی عبدالوہاب شعرانی نے میزان میں تفصیلی گفتگو کی ہے اور اللہ تعالٰی اہلِ معرفت کی مراد کو زیادہ بہتر جانتا ہے۔ (ت)

عہ[1] آخر باب العیدین ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م) — باب العیدین کے آخر میں اس کا ذکر ہے (ت)

عہ[2] فی فصل فان قال قائل فھل یجب عندکم علی المقلد الخ وفی فصل ان قال قائل کیف الوصول الی الاطلاع علی عین الشریعۃ المطھرۃ الخ وفی غیرھما ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

---

[1] درمختار باب العیدین مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۱۱۷

[2] المیزان الکبرٰی فصل ان قال قائل کیف الوصول الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۲

marfat.com

Marfat.com

افادۂ بست و ہشتم (خود احادیث حکم فرماتی ہیں کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف پر عمل کیا جاتے) جان برادر اگر چشم بینا اور گوش شنوا ہے تو تصریحاتِ علماء درکنار خود حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے احادیث کثیرہ ارشاد فرماتی آئیں کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے اور تحقیق صحت وجودت سند میں تعمق و تدقیق راہ نہ پائے ولکن الوھابیۃ قوم یعتدون۔ بگوشِ ہوش سُنئے اور الفاظِ احادیث پر غور کرتے جائیے، حسن بن عرفہ اپنے جزء حدیثی اور ابو الشیخ مکارم الاخلاق میں سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما اور دارقطنی اور موہبی کتاب فضل العلم میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما اور کامل جحدری اپنے نسخہ میں اور عبداللہ بن محمد بغوی اُن کے طریق سے اور ابن حبان اور ابو عمر بن عبدالبر کتاب العلم اور ابو احمد ابن عدی کامل میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین فرماتے ہیں،

من بلغہ عن اللہ عزوجل شیئ فیہ فضیلۃ فاخذ بہ ایمانا بہ ورجاء ثوابہ اعطاہ اللہ تعالٰی ذٰلک وان لم یکن کذٰلک[1]

جسے اللہ تبارک و تعالٰی سے کسی بات میں کچھ فضیلت کی خبر پہنچے وہ اپنے یقین اور اُس کے ثواب کی اُمید سے اُس بات پر عمل کرے اللہ تعالٰی اُسے وہ فضیلت عطا فرمائے اگرچہ خبر ٹھیک نہ ہو۔

یہ لفظ حسن کے ہیں، اور دارقطنی کی حدیث میں یُوں ہے،

اعطاہ اللہ ذٰلک الثواب وان لم یکن ما بلغہ حقا[2]۔

اللہ تعالٰی اسے وہ ثواب عطا کرے گا اگرچہ جو حدیث اسے پہنچی حق نہ ہو۔

ابن حبان کی حدیث میں یہ لفظ ہیں؛

کان منی اولم یکن[3] (چاہے وہ حدیث مجھ سے ہو یا نہ ہو)

ابن عبداللہ کے لفظ یُوں ہیں؛

وان کان الذی حدثہ کاذبا[4] (اگرچہ اس حدیث کا راوی جھُوٹا ہو)

امام احمد و ابنِ ماجہ و عقیلی سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] کنز العمال بحوالہ حسن بن عرفہ فی جزء حدیثی حدیث ۴۳۱۳۲ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/۷۹۱

[2] کتاب الموضوعات باب من بلغہ ثواب عمل فعل بہ " دار الفکر " ۱۵۳/۳

[3] " " " " " " " " " "

[4] مکارم الاخلاق لابی الشیخ

marfat.com

Marfat.com

فرماتے ہیں :

ماجاءکم عنی من خیر قلتہ اولم اقلہ فانی اقولہ وما جاءکم عنی من شر فانی لا اقول الشر[1]

تمہیں جس بھلائی کی مجھ سے خبر پہنچے خواہ وہ میں نے فرمائی ہو یا نہ فرمائی ہو میں اسے فرماتا ہوں اور جس بُری بات کی خبر پہنچے تو میں بُری بات نہیں فرماتا۔

ابن ماجہ کے لفظ یہ ہیں :

ماقیل من قول حسن فانا قلتہ[2]

جو نیک بات میری طرف سے پہنچائی جائے وہ میں نے فرمائی ہے۔

عقیلی کی روایت یُوں ہے :

خذوابہ حدثت بہ اولم احدث بہ[3]

اُس پر عمل کرو چاہے وہ میں نے فرمائی ہو یا نہیں۔

وفی الباب عن ثوبان مولٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم (اس بارے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بھی روایت ہے۔ت)

خلعی اپنے فوائد میں حمزہ بن عبدالمجید رحمہ اللہ تعالٰی سے راوی :

رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی النوم فی الحجر فقلت بابی انت وامی یارسول اللہ انہ قد بلغنا عنک انک قلت من سمع حدیثا فیہ ثواب فعمل بذلک الحدیث رجاء ذلک الثواب اعطاہ اللہ ذلک الثواب وان کان الحدیث باطلا فقال ای ورب ھذہ البلدۃ انہ لمنی و

میں نے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خواب میں حطیم کعبہ معظمہ میں دیکھا عرض کی یارسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان ہمیں حضور سے حدیث پہنچی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص کوئی حدیث ایسی سُنے جس میں کسی ثواب کا ذکر ہو وہ اُس حدیث پر بامیدِ ثواب عمل کرے اللہ عزوجل اسے وہ ثواب عطا فرمائے گا اگرچہ حدیث باطل ہو۔ حضور اقدس

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل مرویاتِ ابی ہریرہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۲/۳۶۷

[2] سنن ابی ماجہ باب اتباع السنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مجتبائی لاہور ص ۴

[3] کنزالعمال بحوالہ عق الکمال من روایۃ الحدیث حدیث ۲۹۲۱۰ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۲۲۹

marfat.com

Marfat.com

انا قلتہ[1] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں قسم اس شہر کے رب کی بے شک یہ حدیث مجھ سے ہے اور میں نے فرمائی ہے، صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔

ابو یعلی اور طبرانی معجم اوسط میں سیدنا ابی حمزہ انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من بلغہ عن اللہ تعالیٰ فضیلۃ فلم یصدق بھا لم ینلھا[2] — جسے اللہ تعالیٰ سے کسی فضیلت کی خبر پہنچے وہ اسے نہ مانے اس فضل سے محروم رہے۔

ابو عمر ابن عبد البر نے حدیث مذکور روایت کرکے فرمایا:

اھل الحدیث بجماعتھم یتساھلون فی الفضائل فیروونھا عن کل وانما یتشددون فی احادیث الاحکام[3] — تمام علمائے محدثین احادیث فضائل میں نرمی فرماتے ہیں انھیں ہر شخص سے روایت کر لیتے ہیں، ہاں احادیث احکام میں سختی کرتے ہیں۔

ان احادیث سے صاف ظاہر ہوا کہ جسے اس قسم کی خبر پہنچی کہ جو ایسا کرے گا یہ فائدہ پائے گا اُسے چاہیے نیک نیتی سے اس پر عمل کرلے اور تحقیق صحت حدیث و نظافت سند کے پیچھے نہ پڑے وہ ان شاء اللہ اپنے حسن نیت سے اس نفع کو پہنچ ہی جائیگا **اقول** یعنی جب تک اُس حدیث کا بطلان ظاہر نہ ہو کہ بعد ثبوت بطلان رجاء و امید کے کوئی معنے نہیں۔

فقول الحدیث وان لم یکن ما بلغہ حقا و نحوہ انما یعنی بہ فی نفس الامر لا بعد العلم بہ و ھذا واضح جدا فتثبت ولا تزل۔ — تو حدیث کے یہ الفاظ" اگرچہ جو حدیث اسے پہنچی وہ حق نہ ہو" یا اس کی مثل دوسرے الفاظ" اس سے مراد نفس الامر ہے نہ کہ بعد از حصول علم۔ اور یہ بہت ہی واضح ہے اسے یاد رکھو۔ (ت)

اور وجہ اس عطائے فضل کی نہایت ظاہر کہ حضرت حق عزوجل اپنے بندہ کے ساتھ اُس کے گمان پر معاملہ فرماتا ہے، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے رب عزوجل وعلا سے روایت فرماتے ہیں کہ مولیٰ سبحانہ، وتعالیٰ فرماتا ہے کہ انا عند ظن عبدی بی[4] (میں اپنے بندہ کے ساتھ وہ کرتا ہوں جو بندہ مجھ سے گمان رکھتا ہے) رواہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ والحاکم بمعناہ عن انس بن مالک (اسے بخاری، مسلم، ترمذی،

---

[1] فوائد للخلعی

[2] مسند ابو یعلی انس بن مالک حدیث ۳۴۳۰ مطبوعہ دار القبلۃ للثقافۃ الاسلامیہ جدہ سعودی عرب ۳/۳۸۷

[3] کتاب العلم لابن عبد البر

[4] الصحیح لمسلم کتاب التوبہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۵۴

marfat.com

Marfat.com

نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، اور حاکم نے حضرت انس بن مالک سے معناً اسے روایت کیا۔ت)

دوسری حدیث میں یہ ارشاد زائد ہے، "فلیظن بی ماشاء" (اب جیسا چاہے مجھ پر گمان کرے) اخرجه الطبرانی فی الکبیر والحاکم عن واثلة بن الاسقع رضی اللہ تعالٰی عنه بسند صحیح (اسے طبرانی نے معجم کبیر میں اور حاکم نے حضرت واثلہ بن اسقع سے بسندِ صحیح روایت کیا ہے۔ت)

تیسری حدیث میں یوں زیادت ہے، "ان ظن خیرا فله وان ظن شرا فله" (اگر بھلا گمان کرے گا تو اس کے لیے بھلائی ہے اور بُرا گمان کرے گا تو اس کے لیے بُرائی) رواہ الامام احمد عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالٰی عنه بسند حسن علی الصحیح ونحوه الطبرانی فی الاوسط وابونعیم فی الحلیة عن واثلة رضی اللہ تعالٰی عنه (اسے امام احمد نے سند حسن سے صحیح قول پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور اسی کی مثل طبرانی نے اوسط اور ابونعیم نے حلیہ میں حضرت واثلہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

جب اُس نے اپنی صدق نیت سے اس پر عمل کیا اور رب عزجلالہ سے اُس نفع کی امید رکھی تو مولٰی تبارک وتعالٰی اکرم الاکرمین ہے اُس کی اُمید ضائع نہ کرے گا اگرچہ حدیث واقع میں کیسی ہی ہو۔ وللہ الحمد فی الاولٰی والاٰخرة۔

افادۂ نوزدہم[19] (عقل بھی گواہ ہے کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف مقبول ہے) وباللہ التوفیق، عقل اگر سلیم ہو تو ان نصوص ونقول کے علاوہ وہ خود بھی گواہ کافی ہے کہ ایسی جگہ ضعیف حدیث معتبر اور اس کا ضعف مغتفر کہ سند میں کتنے ہی نقصان ہوں آخر بطلان پر یقین تو نہیں فان الکذوب قد یصدق (بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے) تو کیا معلوم کہ اس نے یہ حدیث ٹھیک ہی روایت کی ہو۔ مقدمۂ امام ابوعمرو تقی الدین شہرزوری میں ہے:

اذا قالوا فی حدیث انه غیر صحیح فلیس ذٰلک قطعا بانه کذب فی نفس الامر اذ قد یکون صدقا فی نفس الامر وانما المراد به لم یصح اسناده علی الشرط المذکور[3]

محدثین جب کسی حدیث کو غیر صحیح بتاتے ہیں تو یہ اس کے فی الواقع کذب پر یقین نہیں ہوتا اس لیے کہ حدیث غیر صحیح کبھی واقع میں سچی ہوتی ہے اس سے تو اتنی مراد ہوتی ہے کہ اس کی سند اس شرط پر نہیں جو محدثین نے صحت کے لیے مقرر کی۔

تقریب وتدریب میں ہے:

اذا قیل حدیث ضعیف، فمعناه لم یصح

کسی حدیث کو ضعیف کہا جائے تو معنی یہ ہیں کہ اس کی

---

[1] المستدرک علی الصحیحین للحاکم کتاب التوبة والانابة مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان ۴/۲۴۰

[2] مسند الامام احمد بن حنبل مسند ابی ہریرہ " بیروت ۲/۳۹۱

[3] مقدمہ ابن الصلاح النوع الاول فی معرفۃ الصحیح مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۸

marfat.com

Marfat.com

استادہ علی الشروط المذکورۃ لا انہ کذب فی نفس الامر لجواز صدق الکاذب[1] اھ ملخصا۔

اسناد شرط مذکور پر نہیں نہ یہ کہ واقع میں جھوٹ ہے ممکن ہے کہ جھوٹے نے سچ بولا ہو اھ ملخصاً

(تصحیح و تضعیف صرف بنظر ظاہر ہیں واقع میں ممکن کہ ضعیف صحیح ہو و بالعکس) محقق حیث اطلق علیہ[1] فتح میں فرماتے ہیں :

ان وصف الحسن والصحیح والضعیف انما ھو باعتبار السند ظنا اما فی الواقع فیجوز غلط الصحیح وصحۃ الضعیف[2]۔

حدیث کو حسن یا صحیح یا ضعیف کہنا صرف سند کے لحاظ سے ظنی طور پر ہے واقع میں جائز ہے کہ صحیح غلط اور ضعیف صحیح ہو۔

اُسی علیہ[2] میں ہے :

لیس معنی الضعیف الباطل فی نفس الامر بل مالم یثبت بالشروط المعتبرۃ عند اھل الحدیث مع تجویز کونہ صحیحا فی نفس الامر فیجوز ان یقترن قرینۃ تحقق ذلک، وان الراوی الضعیف اجاد فی ھذا المتن المعین فیحکم بہ[3]۔

ضعیف کے یہ معنی نہیں کہ وہ واقع میں باطل ہے بلکہ یہ کہ جو شرطیں اہل حدیث نے اعتبار کیں اُن پر نہ آئی اس کے ساتھ جائز ہے کہ واقع میں صحیح ہو، تو ممکن کہ کوئی ایسا قرینہ ملے جو ثابت کردے کہ وہ صحیح ہے اور راوی ضعیف نے یہ حدیث خاص اچھے طور پر ادا کی ہے اُس وقت باوصف ضعف راوی اس کی صحت کا حکم کردیا جائے گا۔

موضوعات کبیر میں ہے :

المحققون علی ان الصحۃ والحسن والضعف انما ھی من حیث الظاھر فقط مع احتمال

محققین فرماتے ہیں صحت وحسن وضعف سب بنظر ظاہر ہیں واقع میں ممکن ہے کہ صحیح موضوع ہو اور

علیہ[1] مسألۃ التنفل قبل المغرب ۱۲ منہ (م)

علیہ[2] مسألۃ السجود علی کور العمامۃ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

---

[1] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی النوع الاول الصحیح مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۷۵تا۷۶

[2] فتح القدیر باب النوافل مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۸۹

[3] " " باب صفۃ الصلوٰۃ " ۱/۲۹۶

marfat.com

Marfat.com

کون الصحیح موضوعا وعکسہ کذا افادہ الشیخ ابن حجر المکی۔ — اور موضوع صحیح، جیسا کہ شیخ ابن حجر مکی نے افادہ فرمایا ہے۔

اقول (احادیث اولیائے کرام کے متعلق نفیس فائدہ) یہی وجہ ہے کہ بہت احادیث جنھیں محدثین کرام اپنے طور پر ضعیف و نامعتبر ٹھہرا چکے علمائے قلب عرفائے رب، ائمہ عارفین، سادات مکاشفین قدسنا اللہ تعالٰی باسرارہم الجلیلہ ونور قلوبنا بانوارہم الجمیلہ انھیں مقبول و معتمد بناتے اور بصیغ جزم و قطع حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف نسبت فرماتے اور ان کے علاوہ بہت وہ احادیث تازہ لاتے جنھیں علما اپنے زبر و دفاتر میں کہیں نہ پاتے، اُن کے یہ علوم الٰہیہ بہت ظاہر بینوں کو نفع دینا درکنار اُلٹے باعث طعن و وقیعت و جرح و اہانت ہوجاتے، حالانکہ العظمۃ للہ وعباد اللہ ان طاعنین سے بدرجہا اتقی للہ واعلم باللہ واشد توقیا فی القول عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (حالانکہ وہ ان طعن کرنے والوں سے زیادہ اللہ تعالٰی سے خوف رکھنے والے، اللہ تعالٰی کے بارے میں زیادہ علم رکھنے والے، سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف کسی قول کی نسبت کرنے میں بہت احتیاط کرنے والے تھے۔ ت) تھے۔ ولکن

کل حزب بمالدیھم فرحون[۲]، وربک اعلم بالمھتدین[۳]۔ — اور ہر ایک گروہ اپنے موجود پر خوش ہے اور تیرا رب ہدایت یافتہ کے بارے میں بہتر جانتا ہے۔ (ت)

میزان[۴] مبارک میں حدیث،

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم[۵]۔ — میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی اقتدا کروگے ہدایت پاؤ گے۔ (ت)

کی نسبت فرماتے ہیں،

ھذا الحدیث وان کان فیہ مقال عند المحدثین — اس حدیث میں اگرچہ محدثین کو گفتگو ہے

عہ فی فصل فان ادعی احد من العلماء فوق ھذا المیزان ۱۲ منہ (م)۔

---

۱ موضوعات کبیر لملا علی قاری زیر حدیث من بلغہ عن اللہ شیئ الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۶۸
۲ القرآن ۲۳/ ۵۳ و ۳۰/ ۳۲
۳ القرآن ۶۸/ ۷ و ۱۶/ ۱۵۲ و ۶/ ۱۱۷
۴ المیزان الکبرٰی فصل فان ادعی احد من العلماء الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۰

marfat.com

Marfat.com

فهو صحیح عند اھل الکشف[1] | مگر وہ اہل کشف کے نزدیک صحیح ہے۔

کشف الغمہ عن جمیع الامۃ میں ارشاد فرمایا،

کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول من صلی علی طھر قلبہ من النفاق، کما یطھر الثوب بالماء، وکان صلی اللہ تعالٰی یقول من قال صلی اللہ علی محمد فقد فتح علی نفسہ سبعین بابا من الرحمۃ، والقی اللہ محبتہ فی قلوب الناس فلا یبغضہ الا من فی قلبہ نفاق، قال شیخنا رضی اللہ تعالٰی عنہ ھذا الحدیث والذی قبلہ رویناھما عن بعض العارفین عن الخضر علیہ الصلاۃ والسلام عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھما عندنا صحیحان فی اعلٰی درجات الصحۃ وان لم یثبتھما المحدثون علی مقتضی اصطلاحھم۔[1]

حضور پُر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے جو مجھ پر درود بھیجے اس کا دل نفاق سے ایسا پاک ہوجائے جیسے کپڑا پانی سے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے جو کہے "صلی اللہ علی محمد" اس نے ستّر دروازے رحمت کے اپنے اوپر کھول لیے، اللہ عزوجل اُس کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈالے گا کہ اُس سے بغض نہ رکھے گا مگر وہ جس کے دل میں نفاق ہوگا۔ ہمارے شیخ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا یہ حدیث اور اس سے پہلی ہم نے بعض اولیاء سے روایت کی ہیں اُنھوں نے سیدنا خضر علیہ الصلاۃ والسلام اُنھوں نے حضور پُرنور سید الانام علیہ افضل الصلاۃ واکمل السلام سے یہ دونوں حدیثیں ہمارے نزدیک اعلٰی درجہ کی صحیح ہیں اگرچہ محدثین اپنی اصطلاح کی بنا پر اُنھیں ثابت نہ کہیں۔

نیز میزان شریف[2] میں اپنے شیخ سیدی علی خواص قدس سرہ العزیز سے نقل فرماتے ہیں:

کما یقال عن جمیع ما رواہ المحدثون بالسند الصحیح المتصل ینتھی سندہ الٰی حضرۃ الحق جل وعلا فکذلک یقال فیما | جس طرح یہ کہا جاتا ہے کہ جو کچھ محدثین نے سند صحیح متصل سے روایت کیا اس کی سند حضرت الٰہی عزوجل تک پہنچی ہے یونہی جو کچھ علم حقیقت سے صحیح کشف والوں نے نقل فرمایا

عہ۱ آخر الجلد الاول باب جامع فضائل الذکر آخر فصل الامر بالصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

عہ۲ فصل فی بیان استحالۃ خروج شیئ من اقوال المجتھدین عن الشریعۃ ۱۲ منہ

---

[1] المیزان الکبرٰی فصل فان ادعی احد من العلماء الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۰

[2] کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ فصل فی الامر بالصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/ ۳۴۵

marfat.com

Marfat.com

نقلہ اھل الکشف الصحیح من علم الحقیقۃ۔[1] اُس کے حق میں یہی کہا جائے گا۔

بالجملہ اولیا کے لیے سوا اس سندِ ظاہری کے دوسرا طریقہ ارفع واعلیٰ ہے و لہٰذا حضرت سیدی ابویزید بسطامی رضی اللہ تعالٰی عنہ وقدس سرہ السامی اپنے زمانہ کے منکرین سے فرماتے،

قد اخذتم علمکم میتا عن میت و اخذنا علمنا عن الحی الذی لایموت۔[2]

تم نے اپنا علم سلسلۂ اموات سے حاصل کیاہے اور ہم نے اپنا علم حی لایموت سے لیا ہے۔

نقلہ سیدی الامام الشعرانی فی کتابہ المبارک الفاخر الیواقیت والجواھر اخر البحث السابع والاربعین۔

اسے سیدی امام شعرانی نے اپنی مبارک اور عظیم کتاب الیواقیت والجواہر کی سینتالیسویں بحث کے آخر میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

حضرت سیدی امام المکاشفین محی الملۃ والدین شیخ اکبر ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کچھ احادیث کی تصحیح فرمائی کہ طور علم پر ضعیف مانی گئی تھیں،

کما ذکرہ فی باب الثالث والسبعین من الفتوحات المکیۃ الشریفۃ الالٰھیۃ الملکیۃ ونقلہ فی الیواقیت ھنا۔[3]

جیسا کہ انہوں نے فتوحات المکیۃ الشریفۃ الالٰہیۃ الملکیۃ کے تہترویں باب میں ذکر کیا اور الیواقیت میں اس مقام پر اسے نقل کیا ہے۔ (ت)

اسی طرح خاتم حفاظ الحدیث امام جلیل جلال الملۃ والدین سیوطی قدس سرہ العزیز پچھتر[5] بار بیداری میں جمالِ جہاں آرائے حضور پُرنور سیدالانبیا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بہرہ ور ہوئے بالمشافہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تحقیقاتِ حدیث کی دولت پائی بہت احادیث کی کہ طریقۂ محدثین پر ضعیف ٹھہر چکی تھیں تصحیح فرمائی جس کا بیان عارف ربانی امام العلامہ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ النورانی کی میزان الشریعۃ الکبرٰی میں ہے من شاء فلیتشرف بمطالعتہ (جو اس کی تفصیل چاہتا ہے میزان کا مطالعہ کرے۔ ت) یہ نفیس و جلیل فائدہ کہ

عـہ فی الفصل المذکور قبل ما مر بنحوہ صفحۃ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

---

[1] المیزان الکبرٰی فصل فی استحالۃ خروج شیئ من اقوال المجتہدین الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۵

[2] الیواقیت والجواہر باب الثالث والسابع والاربعین " " ۲/ ۹۱

[3] " " " " " ۲/ ۸۸

[4] المیزان الکبرٰی فصل فی استحالۃ خروج شیئ الخ " " ۱/ ۴۴

marfat.com

Marfat.com

بمناسبت مقام بحمداللہ تعالٰی نفع رسانی برادرانِ دین کے لیے حوالۂ قلم ہوا لوحِ دل پر نقش کرلینا چاہیے کہ اس کے جاننے والے کم ہیں اور اس لغزش گاہ میں پھسلنے والے بہت قدم سے

خلیلی قطاع الفیافی الی الحمی

کثیر وارباب الوصول قلائل

(اے میرے دوست! چراگاہوں میں ڈاکہ ڈالنے والے کثیر اور منزل کو پانے والے کم ہیں۔ت)

بات دُور پہنچی، کہنا یہ تھا کہ سند پر کیسے ہی طعن وجرح ہوں اُن کے سبب بطلانِ حدیث پر جزم نہیں ہو سکتا ممکن کہ واقع میں حق ہو اور جب صدق کا احتمال باقی تو عاقل جہاں نفع بے ضرر کی اُمید پاتا ہے اُس فعل کو بجالاتا ہے دین و دنیا کے کام اُمید پر چلتے ہیں پھر سند میں نقصان دیکھ کر ایکدست اس سے دست کش ہونا کس عقل کا مقتضی ہے کیا معلوم اگر وہ بات سچی تھی تو خود فضیلت سے محروم رہے اور جھوٹی ہو تو فعل میں اپنا کیا نقصان فافھم وتثبت ولا تکن من المتعصبین (اسے اچھی طرح سمجھ لے اس پر قائم رہ اور تعصب کرنے والوں سے نہ ہو۔ت) انصاف کیجئے مثلاً کسی کو نقصان حرارت غریزی وضعف ارواح کی شکایت شدید ہو زید اس سے بیان کرے کہ فلاں حکیم حاذق نے اس مرض کے لیے سونے کے ورق سونے کے کھرل میں سونے کی موصلی سے عرق بید مشک یا ہتھیلی پر انگلی سے شہد میں سحق بلیغ کرکے پینا تجویز فرمایا ہے تو عقل سلیم کا اقتضا نہیں کہ جب تک اُس حکیم تک سند صحیح متصل کی خوب تحقیقات نہ کرلے اس کا استعمال طباً حرام جانے، بس اتنا دیکھنا کافی ہے کہ اصولِ طبیہ میں میرے لیے اس میں کچھ مضرت تو نہیں ورنہ وہ مریض کہ نسخہ ہائے قرابادین کی سندیں ڈھونڈتا اور حالِ رواۃ تحقیق کرتا پھرے گا قریب ہے کہ بے عقلی کے سبب اُن ادویہ کے فوائد و منافع سے محروم رہے گا نہ عراقِ تنقیح سے تریاقِ تصحیح ہاتھ آئے گا نہ یہ مار گزیدہ دوا پائے گا بعینہ یہی حال ان فضائل اعمال کا ہے جب ہمارے کان تک یہ بات پہنچی کہ اُن میں ایسا نفع ذکر کیا گیا اور شرع مطہر نے ان افعال سے منع نہ کیا، تو اب ہمیں تحقیقِ محدثانہ کیا ضرور ہے اگر حدیث فی نفسہٖ صحیح ہے فبہا ورنہ ہم نے اپنی نیک نیت کا اچھا پھل پایا ھل تربصون بنا الا احدی الحسنیین[1] (تم ہم پر کس چیز کا انتظار کرتے ہو مگر دو خوبیوں میں سے ایک کا۔ت)

افادۂ بستم[20] (حدیث ضعیف احکام میں بھی مقبول ہے جبکہ محلِ احتیاط ہو) مقاصد شرع کا عارف اور کلماتِ علما کا واقف جب قبول ضعیف فی الفضائل کے دلائل مذکورۂ عبارات سابقۂ فتح المبین امام ابن حجر مکی و انموذج العلوم محقق دوانی و قوت القلوب امام مکی رحمہم اللہ تعالٰی ونیز تقریر فقیر مذکور افادۂ سابقہ پر نظر صحیح کرے گا

[1] القرآن

marfat.com

Marfat.com

ان انوارِ مجلیہ کے پرتو سے بطورِ حدس بے تکلف اُس کے آئینۂ دل میں مرتسم ہوگا کہ کچھ فضائل اعمال ہی میں انحصار نہیں بلکہ عموماً جہاں اُس پر عمل میں رنگ احتیاط و نفع بے ضرر کی صورت نظر آئے گی بلاشبہہ قبول کی جائے گی جانب فعل میں اگر اس کا ورود استحباب کی راہ بتائے گا جانب ترک میں تنزع و تورع کی طرف بلائے گا کہ آخر مصطفےٰ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا:

کیف وقد قیل۔[1] (کیونکر نہ مانے گا حالانکہ کہا تو گیا) رواہ البخاری عن عقبۃ بن الحارث النوفلی رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے امام بخاری نے عقبہ بن حارث نوفلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اقول وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دع ما یریبک الی ما لا یریبک۔[2]

اقول رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جس میں شبہہ پڑتا ہو وہ کام چھوڑ دے اور ایسے کی طرف آ جس میں کوئی دغدغہ نہیں۔

رواہ الامام احمد وابوداود الطیالسی والدارمی والترمذی وقال "حسن صحیح" والنسائی وابن حبان والحاکم و"صححاہ" وابن قانع فی معجمہ عن الامام ابن الامام سیدنا الحسن بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند قوی وابونعیم فی الحلیۃ والخطیب فی التاریخ بطریق مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اسے امام احمد، ابوداؤد طیالسی، دارمی، ترمذی نے روایت کیا اور اسے حسن صحیح کہا۔ نسائی، ابن حبان اور حاکم ان دونوں نے اسے صحیح کہا۔ ابن قانع نے اپنی معجم میں امام ابن امام سیدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہما نے سندِ قوی کے ساتھ روایت کیا۔ ابونعیم نے حلیہ اور خطیب نے تاریخ میں بطریق مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما روایت کیا۔ (ت)

ظاہر ہے کہ حدیث ضعیف اگر مورث ظن نہ ہو مورث شبہہ سے تو کم نہیں تو محلِ احتیاط میں اس کا قبول عین مراد شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مطابق ہے، احادیث اس باب میں بکثرت ہیں، از انجملہ حدیث اجل واعظم کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من اتقی الشبہات فقد استبرأ لدینہ وعرضہ ومن وقع فی الشبہات وقع فی الحرام کالراعی

جو شبہات سے بچے اُس نے اپنے دین و آبرو کی حفاظت کرلی اور جو شبہات میں پڑے حرام میں پڑ جائے گا جیسے

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب الرحلۃ فی المسألۃ النازلۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹

[2] مسند احمد بن حنبل مسند اہلبیت رضوان اللہ علیہم اجمعین دار الفکر بیروت ۱/۲۰۰

marfat.com

Marfat.com

حول الحمی یوشك ان ترتع فیه الاوان لکل ملك حمی الاوان حمی الله محارمہ۔[1]

رمنے کے گرد چرانے والا نزدیک ہے کہ رمنے کے اندر چرلے، سُن لو ہر پادشاہ کا ایک رمنا ہوتا ہے، سُن لو اللہ عزوجل کا رمنا وہ چیزیں ہیں جو اس نے حرام فرمائیں۔

رواہ الشیخان عن النعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

اسے بخاری و مسلم دونوں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنھما سے روایت کیا۔(ت)

امام ابن حجر مکی نے فتح المبین میں ان دونوں حدیثوں کی نسبت فرمایا:

رجوعھما الی شیئ واحد وھو النھی التنزیھی عن الوقوع فی الشبھات۔[2]

یعنی حاصل مطلب ان دونوں حدیثوں کا یہ ہے کہ شبہہ کی بات میں پڑنا خلافِ اولٰی ہے جس کا مرجع کراہت تنزیہ۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان یك کاذبا فعلیہ کذبہ وان یك صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم۔[3]

اگر وُہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اس پر ہے اور اگر سچا ہوا تو تمھیں پہنچ جائے گی کچھ نہ کچھ وہ مصیبت جس کا وہ تمھیں وعدہ دیتا ہے۔

بحمد اللہ تعالٰی یہ معنی ہیں ارشاد امام ابو طالب مکی قدس سرہ کے قوت القلوب[عہ] شریف میں فرمایا:

ان الاخبار الضعاف غیر مخالفۃ الکتاب و السنۃ لایلزمنا ردھا بل فیھا مایدل علیہ۔[4]

ضعیف حدیثیں جو مخالف کتاب و سنّت نہ ہوں اُن کا رَد کرنا ہمیں لازم نہیں بلکہ قرآن و حدیث اُن کے قبول پر دلالت فرماتے ہیں

لاجرم علمائے کرام نے تصریحیں فرمائیں کہ دربارۂ احکام بھی ضعیف حدیث مقبول ہوگی جبکہ جانب احتیاط

عہ فی فصل الحادی والثلثین ۱۲ منہ (م)

اکتیسویں فصل میں اس کا بیان ہے۔(ت)

---

[1] صحیح البخاری باب فضل من استبرأ لدینہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۱۳
مسلم شریف باب اخذ الحلال وترک الشبھات " " " " " " ۲۸/۲
[2] فتح المبین شرح اربعین
[3] القرآن ۴۰/۲۸
[4] قوت القلوب باب تفضیل الاخبار الخ مطبوعہ دار صادر بیروت ۱/۱۷۷

marfat.com
Marfat.com

میں ہو، امام نووی نے اذکار میں بعد عبادت مذکورہ پھر شمس سخاوی نے فتح المغیث پھر شہاب خفاجی نے نسیم الریاض[1] میں فرمایا،

اما الاحکام کالحلال والحرام والبیع و النکاح والطلاق وغیر ذٰلک فلا یعمل فیہا الا بالحدیث الصحیح او الحسن الا ان یکون فی احتیاط فی شیئ من ذٰلک کما اذا ورد حدیث ضعیف بکراھۃ بعض البیوع او الانکحۃ فان المستحب ان یتنزہ عنہ ولکن لا یجب[1]۔

یعنی محدثین وفقہا وغیرہم علما فرماتے ہیں کہ حلال وحرام بیع نکاح طلاق وغیرہا احکام کے بارہ میں صرف حدیث صحیح یا حسن ہی پر عمل کیا جائے گا مگر یہ کہ ان مواقع میں کسی احتیاطی بات میں ہو جیسے کسی بیع یا نکاح کی کراہت میں حدیث ضعیف آئے تو مستحب ہے کہ اس سے بچیں ہاں واجب نہیں۔

امام جلیل جلال سیوطی تدریب میں فرماتے ہیں،

ویعمل بالضعیف ایضا فی الاحکام اذا کان فیہ احتیاط[2]۔

حدیث ضعیف پر احکام میں بھی عمل کیا جائیگا جبکہ اس میں احتیاط ہو۔

علامہ حلبی غنیہ[عہ۲] میں فرماتے ہیں،

الاصل ان الوصل بین الاذان والاقامۃ یکرہ فی کل الصلٰوۃ لما روی الترمذی عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لبلال اذا اذنت فترسل واذا اقمت فاحدر واجعل بین اذانک واقامتک قدر ما یفرغ الآکل من اکلہ فی غیر[عہ۳] المغرب والشارب من شربہ

یعنی اصل یہ ہے کہ اذان کہتے ہی فوراً اقامت کہہ دینا مطلقاً سب نمازوں میں مکروہ ہے اس لیے کہ ترمذی نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا حضور سرورعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا اذان ٹھہر ٹھہر کر کہا کر اور تکبیر جلد جلد اور دونوں میں اتنا فاصلہ رکھ کہ کھانیوالا کھانے سے (مغرب کے علاوہ میں) اور پینے والا پینے اور ضرورت والا قضائے حاجت سے فارغ ہو جائے، یہ حدیث

عہ۱: فی شرح الخطبۃ حیث اسند الامام المصنف حدیث من سئل عن علم فکتمہ الحدیث ۱۲ منہ

عہ۲: فی فصل سنن الصلاۃ ۱۲ منہ

عہ۳: قولہ فی غیر المغرب ھٰکذا ھو فی نسخ الغنیۃ ولیس عند الترمذی بل ھو مدرج فیہ نعم ھو تاویل من العلماء کما قال فی الغنیۃ بعد ما نقلنا قالوا قولہ قدر ما یفرغ الاکل من اکلہ فی غیر المغرب ثم من شربہ فی المغرب ۱۲ منہ

[1] نسیم الریاض شرح الشفاء تتمۃ و فائدۃ مہمۃ فی شرح الخطبۃ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۴۲

[2] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی النوع الثانی والعشرون المقلوب دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۲۹۹

marfat.com

Marfat.com

والمعتصر اذا دخل لقضاء حاجته وھو وان کان ضعیفا لکن یجوز العمل بہ فی مثل ھذا الحکم۔[۱]

اگرچہ ضعیف ہے[عل۱] مگر ایسے حکم میں اس پر عمل روا ہے۔

تفلیسہ (بدھ کے دن بدن سے خون لینے کے باب میں) ایک حدیث ضعیف میں بدھ کے دن پچھنے لگانے سے ممانعت آئی ہے کہ:

من احتجم یوم الاربعاء ویوم السبت فاصابہ برص فلا یلومن الا نفسہ۔[۲]

جو بدھ یا ہفتہ کے روز پچھنے لگائے پھر اس کے بدن پر سپید داغ ہوجائے تو اپنے ہی آپ کو ملامت کرے۔

امام سیوطی لآلی[عل۲] وتعقبات[عل۳] میں مسند الفردوس دیلمی سے نقل فرماتے ہیں:

سمعت ابی یقول سمعت ابا عمرو محمد بن جعفر بن مطر النیسابوری قال قلت یوما ان ھذا الحدیث لیس بصحیح فافتصدت یوم الاربعاء فاصابنی البرص فرأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی النوم فشکوت الیہ حالی فقال ایاک والاستھانۃ بحدیثی فقلت تبت یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ

ایک صاحب محمد بن جعفر بن مطر نیشاپوری کو فصد کی ضرورت تھی بدھ کا دن تھا خیال کیا کہ حدیث مذکور تو صحیح نہیں فصد لے لی فوراً برص ہوگئی، خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے حضور سے فریاد کی، حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ایاک والاستھانۃ بحدیثی[۳] (خبردار میری حدیث کو ہلکا نہ سمجھنا)، انھوں نے توبہ کی

عل۱ امام ترمذی نے فرمایا: ھو اسناد مجھول (یہ سند مجہول ہے) ۱۲ منہ (م)

عل۲ اواخر کتاب المرض والطب ۱۲ منہ (م)

کتاب المرض والطب کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عل۳ باب الجنائز ۱۲ منہ (م)

باب الجنائز میں اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

۱ غنیۃ المستملی فصل سنن الصلاۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۷-۳۶

۲ الکامل لابن عدی من ابتدأ اسمہ عین عبداللہ ابن زیاد مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ شیخوپورہ ۴/۱۴۴۶

۳ اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ کتاب المرض والطب مطبوعہ ادبیہ مصر ۲/۲۱۸

marfat.com

Marfat.com

وسلم فانتبهت وقد عافانی اللہ تعالٰی وذهب ذلك عنی[1] — آنکھ کھلی تو اچھے تھے۔

جلیلہ (ہفتہ کے دن خون لینے کے بارے میں) امام ابن عساکر روایت فرماتے ہیں ابو معین حسین بن حسن طبری نے پچھنے لگانے چاہے، ہفتہ کا دن تھا غلام سے کہا حجام کو بلا لا، جب وہ چلا حدیث یاد آئی پھر کچھ سوچ کر کہا حدیث میں تو ضعف ہے۔ غرض لگالئے، برص ہوگئی، خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فریاد کی، فرمایا:

ایاك والاستهانة بحدیثی (دیکھ میری حدیث کا معاملہ آسان نہ جاننا)

اُنھوں نے منّت مانی اللہ تعالٰی اس مرض سے نجات دے تو اب کبھی حدیث کے معاملہ میں سہل انگاری نہ کروں گا صحیح ہو یا ضعیف، اللہ عزوجل نے شفا بخشی[2] لآلی میں ہے:

اخرج ابن عساکر فی تاریخه من طریق ابی علی مهران بن هارون الحافظ الهازی قال سمعت ابا معین الحسین بن الحسن الطبری یقول اردت الحجامة یوم السبت فقلت للغلام ادع لی الحجام فلما ولی الغلام ذکرت خبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم من احتجم یوم السبت ویوم الاربعاء فاصابه وضح فلا یلومن الا نفسه قال فدعوت الغلام ثم تفکرت فقلت هذا حدیث فی اسناده بعض الضعف فقلت للغلام ادع الحجام لی فدعاه، فاحتجمت فاصابنی البرص، فرأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی النوم فشکوت الیه حالی فقال ایاك والاستهانة بحدیثی فنذرت للہ نذرا لئن اذهب اللہ مابی من البرص لم اتهاون فی خبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم صحیحا کان اوسقیما فاذهب اللہ عنی ذلك البرص[3]۔ (نوٹ، اس عربی عبارت کا ترجمہ لفظ جلیلہ سے شروع ہو کر عربی عبارت سے پہلے ختم ہوجاتا ہے)

مفیدہ (بدھ کے دن ناخن تراشنے کے امر میں) یونہی ایک حدیث ضعیف میں بدھ کے دن ناخن کتروانے کو آیا کہ مورث برص ہوتا ہے، بعض علما نے کتروائے، کسی نے بربنائے حدیث منع کیا، فرمایا حدیث

عـــہ تلو ما مر ۱۲ منہ (م) لآلی میں اس عبارت کے قریب جو پہلے گزر چکی ہے (ت)

---

[1] اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ کتاب المرض والطب مطبعہ ادبیہ مصر ۲/۲۱۹

[2] " " " "

marfat.com

Marfat.com

صحیح نہیں فوراً مبتلا ہو گئے، خواب میں زیارت جمال بے مثال حضور پُر نور محبوب ذی الجلال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مشرف ہوئے، شافی کافی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور اپنے حال کی شکایت عرض کی، حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تم نے نہ سُنا تھا کہ ہم نے اس سے نہی فرمائی ہے؟ عرض کی حدیث میرے نزدیک صحت کو نہ پہنچی تھی۔ ارشاد ہوا: تمہیں اتنا کافی تھا کہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمہارے کان تک پہنچی۔ یہ فرما کر حضور مبرئ الاکمہ والابرص محی الموتی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس کہ پناہ دو جہان و دستگیر بیکساں ہے، ان کے بدن پر لگا دیا، فوراً اچھے ہو گئے اور اُسی وقت توبہ کی کہ اب کبھی حدیث سُن کر مخالفت نہ کرونگا (۲)

علامہ شہاب الدین خفاجی مصری حنفی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نسیم الریاض شرح شفا امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

قص الاظفار وتقلیمها سنة وورد النهی عنه فی یوم الاربعاء وانه یورث البرص، وحکی عن بعض العلماء انه فعله فنهی عنه فقال لم یثبت هذا فلحقه البرص من ساعته فرأی النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی منامه فشکی الیه فقال له الم تسمع نهیی عنه، فقال لم یصح عندی، فقال صلی الله تعالٰی علیه وسلم یکفیك انه سمع، ثم مسح بدنه بیده الشریفة، فذهب مابه فتاب عن مخالفة ما سمع اھ۔[1] (نوٹ: اس عربی عبارت کا ترجمہ "مفیدہ" ص ۴۹۹ سے شروع ہو کر عربی عبارت سے ختم ہو جاتا ہے)

یہ بعض علما امام علامہ ابن الحاج مکی مالکی قدس اللہ سرہ العزیز تھے علامہ طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:

وردفی بعض الاٰثار النهی عن قص الاظفار یوم الاربعاء فانه یورث وعن ابن الحاج صاحب المدخل انه هم بقص اظفاره یوم الاربعاء، فتذکر ذلك، فترك، ثم رأی ان قص الاظفار سنة حاضرة، ولم یصح عنده النهی فقصها، فلحقه ای اصابه البرص، فرأی النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی النوم فقال الم تسمع نهیی عن ذلك، فقال "یارسول الله لم یصح عندی ذلك" فقال

بعض آثار میں آیا ہے کہ بدھ کے دن ناخن کروانے والے کو برص کی بیماری عارض ہو جاتی ہے اور صاحب مدخل ابن الحاج کے بارے میں ہے کہ انھوں نے بدھ کے روز ناخن کاٹنے کا ارادہ کیا، انھیں یہ نہی والی بات یاد دلائی گئی تو انہوں نے اسے ترک کر دیا پھر خیال میں آیا کہ ناخن کتروانا سنّتِ ثابتہ ہے اور اس سے نہی کی روایت میرے نزدیک صحیح نہیں۔ لہذا انہوں نے ناخن کاٹ لیے تو انھیں برص عارض ہو گیا تو خواب میں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت ہوئی

---

[1] نسیم الریاض شرح الشفا فصل واما نظافة جسمه مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۳۴۴

marfat.com

Marfat.com

یکفیك ان تسمع، ثم مسح صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی بدنہ فزال البرص جمیعا۔ قال ابن الحاج رحمہ اللہ تعالٰی فجددت مع اللہ توبۃ انی لا اخالف ماسمعت عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابدًا۔[1]

سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تُو نے نہیں سُنا کہ میں نے اس سے منع فرمایا ہے؟ عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم! وہ حدیث میرے نزدیک صحیح نہ تھی، تو آپ نے فرمایا کہ تیرا اسے سُن لینا ہی کافی ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے جسم پر اپنا دستِ اقدس پھیرا تو تمام برص زائل ہوگیا۔ ابن الحاج کہتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالٰی کے حضور اس بات سے توبہ کی کہ آئندہ جو حدیث بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سُنوں گا اس کی مخالفت نہیں کروں گا۔ (ت)

سُبحان اللہ! جب محلِ احتیاط میں احادیثِ ضعیفہ تو احکام میں مقبول و معمول، تو فضائل تو فضائل ہیں، اور ان فوائد نفیسہ جلیلہ مفیدہ سے بحمد اللہ تعالٰی عقلِ سلیم کے نزدیک وہ مطلب بھی روشن ہوگیا کہ ضعیف حدیث اُس کی غلطی واقعی کو مستلزم نہیں۔ دیکھو یہ حدیثیں بلحاظِ سند کیسی ضعاف تھیں اور واقع میں اُن کی وُہ شان کہ مخالفت کرتے ہی فوراً تصدیقیں ظاہر ہُوئیں، کاش منکرانِ فضائل کو بھی اللہ عزوجل تعظیم حدیثِ مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توفیق بخشے اور اُسے ہلکا سمجھنے سے نجات دے، آمین!

افادۂ بست ویکم (حدیثِ ضعیف پر عمل کے لیے خاص اُس باب میں کسی صحیح حدیث کا آنا ہرگز ضرور نہیں)

بذریعہ حدیثِ ضعیف کسی فعل کے لیے محلِ فضائل میں استحباب یا موضع احتیاط میں حکم تنزہ ثابت کرنے کے لیے نہار زنہار اصلاً اس کی حاجت نہیں کہ بالخصوص اس فعلِ معین کے باب میں کوئی حدیث صحیح بھی وارد ہوئی ہو، بلکہ یقیناً قطعاً صرف ضعیف ہی کا ورود ان احکام استحباب و تنزہ کے لیے ذریعہ کافیہ ہے، افادات سابقہ کو جس نے ذرا بھی بگوش ہوش استماع کیا ہے اُس پر یہ امر شمس و امس کی طرح واضح و روشن۔ مگر ازانجا کہ مقام مقام افادہ ہے ایضاحِ حق کے لیے چند تنبیہات کا ذکر مستحسن۔

اوّلاً کلمات علمائے کرام میں باآنکہ طبقۃً فطبقۃً اس جوش و کثرت سے آئے، اس تقیید بعید کا کہیں نشان نہیں تو خواہی نخواہی مطلق کو از پیشِ خویش مقید کرلینا کیونکر قابلِ قبول۔

ثانیاً بلکہ ارشاداتِ علماء صراحۃً اس کے خلاف، مثلاً عبارت اذکار وغیرہا خصوصاً عبارت امام ابن الہمام جو نص صریح ہے کہ ثبوتِ استحباب کو ضعیف حدیث کافی۔

اقول بلکہ خصوصاً اذکار کا وہ فقرہ کہ اگر کسی بیع یا نکاح کی کراہت میں کوئی حدیث ضعیف آئے تو اس سے بچنا مستحب ہے واجب نہیں۔ اس استحباب و انکارِ وجوب کا منشا وہی ہے کہ اُس سے نہی میں حدیثِ صحیح نہ آئی کہ وجوب ہوتا، تنہا ضعیف نے صرف استحباب ثابت کیا اور سب سے اعلٰی و اجل کلام امام ابوطالب مکی ہے اس

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ... بیروت لبنان ۴/۲۰۲

marfat.com

Marfat.com

میں تو بالقصد اس تقیید جدید کا رد صریح فرمایا ہے کہ "وان لم یشھد الہ" (اگرچہ کتاب وسنت اس خاص امر کے شاہد نہ ہوں)

ثالثاً علمائے فقہ وحدیث کا عملدرآمد قدیم وحدیث اس قید کے بطلان پر شاہد عدل، جابجا انھوں نے احادیث ضعیفہ سے ایسے امور میں استدلال فرمایا ہے جن میں حدیث صحیح اصلاً مروی نہیں۔

اقول مثلاً،

(۱) نماز نصف شعبان کی نسبت علی قاری۔

(۲) صلاۃ التسبیح کی نسبت بر تقدیر تسلیم ضعف وجہالت امام زرکشی و امام سیوطی کے اقوال افادہ دوم میں گزرے۔

(۳) نماز میں امامت اتقی کی نسبت امام محقق علی الاطلاق کا ارشاد افادہ شانزدہم میں گزرا وہاں اس تقیید کے برعکس حدیث ضعیف پر عمل کو فقدانِ صحت سے مشروط فرمایا ہے،

قال روی الحاکم عنه علیه الصلاۃ والسلام ان سرکم ان تقبل صلاتکم فلیؤمکم خیارکم فان صح والا فالضعیف غیر الموضوع یعمل به فی فضائل الاعمال[1]

حاکم نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ذکر کیا ہے کہ اگر تم یہ پسند کرتے کہ تمہاری نمازیں قبول ہوجائیں تو تم اپنے میں سے بہتر شخص کو امام بناؤ، اگر یہ روایت صحیح ہے ورنہ یہ ضعیف ہے موضوع نہیں اور فضائلِ اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کیا جاتا ہے (ت)

(۴) نیز امام ممدوح نے تجہیز وتکفین قریبی کافر کے بارہ میں احادیث ذکر کیں کہ جب ابو طالب مرے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سیدنا مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کو حکم فرمایا کہ انھیں نہلا کر دفن کرائیں پھر خود غسل کرلیں بعدہٗ غسل میت سے غسل کی حدیثیں نقل کیں، پھر فرمایا،

لیس فی هذا ولا فی شیئ من طرق علی حدیث صحیح، لکن طرق حدیث علی کثیرۃ والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع[2]

ان دونوں باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں مگر حدیث علی کے طرق کثیر ہیں اور استحباب حدیث ضعیف غیر موضوع سے ثابت ہوجاتا ہے۔

(۵) غسل کے بعد استحباب مندیل کی نسبت علامہ ابراہیم حلبی۔

(۶) تائید اباحت کی نسبت امام ابن امیر الحاج۔

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۳

[2] " " فصل فی الصلاۃ علی المیت " " " ۲/۹۵

marfat.com

Marfat.com

(۷) استحباب مسح گردن کی نسبت مولانا علی قاری۔

(۸) استحباب تلقین کی نسبت امام ابن الصلاح وامام نووی وامام سیوطی کے ارشادات افادۂ ہفدہم۔

(۹) کراہت وصل بین الاذان والاقامت کی نسبت علامہ حلبی کا کلام۔

(۱۰) بدھ کو ناخن تراشنے کی نسبت خود نسیم الریاض وطحطاوی کے اقوال افادۂ بستم میں زیورگوش سامعین ہوئے۔ یہ دس تو یہیں موجود ہیں اور خوفِ اطالت نہ ہو تو سَو دو سَو ایک ادنٰی نظر میں جمع ہو سکتے ہیں، مگر ایضاح واضح میں اطناب تا کے۔

رابعاً، اقول نصوص واحادیث مذکورہ افادات ہفدہم وبستم کو دیکھئے کہیں بھی اس قید بے معنی کی مساعدت فرماتے ہیں؟ حاشا بلکہ باعلی ندا اُس کی لغویات بتاتے ہیں کما لا یخفی علی اولی النھی (جیسا کہ صاحبِ عقل لوگوں پر مخفی نہیں۔ت)

خامساً، اقول وباللہ التوفیق اس شرط زائد کا اضافہ اصل مسألہ اجماعیہ کو محض لغو ومہمل کر دے گا کہ اب حاصل یہ ٹھہرے گا کہ احکام میں تو مقتضائے حدیث ضعیف پر کاربندی اصلاً جائز نہیں اگرچہ وہاں حدیث صحیح موجود ہو اور ان کے غیر میں بحالت موجود صحیح صحیح ورنہ قبیح۔

اوّلاً اس تقدیر پر عمل بمقتضی الضعیف من حیث ہو مقتضی الضعیف ہوگا یا من حیث ہو مقتضی الصحیح، ثانی قطعاً احکام میں بھی حاصل اور تفرقہ زائل، کیا احکام میں ورود ضعیف صحاح ثابتہ کو بھی رَد کر دیتا ہے؟ ھذا لا یقول بہ جاھل (اس کا قول کوئی جاہل بھی نہیں کر سکتا۔ت) اور اول خود شرط سے رجوع یا قول بالمتنافیین ہو کر مدفوع کہ جب مصحح عمل ورود صحیح ہے تو اس سے قطع نظر ہو کر صحت کیونکر!

ثانیاً اگر صحیح نہ آتی ضعیف بیکار تھی آتی تو وہی کفایت کرتی بہرحال اس کا وجود وعدم یکساں پھر معمول بہ ہونا کہاں!

ثالثاً بعبارۃ اخری اظھر واجلی (ایک دوسری عبارت کے ساتھ زیادہ ظاہر وواضح ہے۔ت) حدیث پر عمل کے یہ معنی کہ یہ حکم اس سے ماخوذ اور اُس کی طرف مضاف ہو کر اگر نہ اُس سے لیجئے نہ اُس کی طرف اسناد کیجئے تو اس پر عمل کیا ہوا، اور شک نہیں کہ خود صحیح کے ہوتے ضعیف سے اخذ اور اس کی طرف اضافت چہ معنی، مثلاً کوئی کہے چراغ کی روشنی میں کام کی اجازت تو ہے مگر اس شرط پر کہ نورِ آفتاب بھی موجود ہو۔ سبحان اللہ۔ جب مہرِ نیمروز خود جلوہ افروز تو چراغ کی کیا حاجت اور اس کی طرف کب اضافت! اسے چراغ کی روشنی میں کام کرنا کہیں گے یا نورِ شمس میں! ع

آفتاب اندر جہاں آنگہ کہ میجوید سہا

(جب جہان میں آفتاب موجود ہے تو سہا ستارے کو ڈھونڈنے سے کیا فائدہ!)

marfat.com

Marfat.com

لاجرم معنی مسئلہ یہی ہیں کہ حدیث ضعیف احکام میں کام نہیں دیتی اور دربارۂ فضائل کافی ووافی۔

(تحقیق المقام وازاحة الاوھام)

ثم اقول تحقیق المقام وتنقیح المرام بحیث یکشف الغمام ویصرف الاوھام ان المسألة تدور بین العلماء بعبارتین العمل والقبول اما العمل بحدیث، فلا یعنی به الا امتثال ما فیه تعویلا علیه والجری علی مقتضاه نظرا الیه ولابد من ھذا القید الاتری ان لو توافق حدیثان صحیح وموضوع علی فعل ففعل للامر به فی الصحیح لا یکون ھذا اعمالا علی الموضوع، واما القبول فھو وان احتمل معنی الروایة من دون بیان الضعف، فیکون الحاصل ان الضعیف یجوز روایته فی الفضائل مع السکوت عما فیه دون الاحکام لکن ھذا المعنی علی تقدیر صحته انما یرجع الی معنی العمل کیف ولا منشأ لایجاب اظھار الضعف فی الاحکام الا التحذیر عن العمل به حیث لا یسوغ فلو لم یسغ فی غیرھا ایضا لکان ساواھا فی الایجاب فدار الامر فی کلتا العبارتین الی تجویز المشی علی مقتضی الضعاف فی ما دون الاحکام فاتضح ما ستند للنابه خامسا وانکشف الظلام ھذا ھو التحقیق بید ان ھھنا رجلین من اھل العلوم لت اقدامھما فحملا العمل والقبول علی ما لیس بمراد ولا حقیقا بقبول۔

(تحقیق مقام وازالۂ اوہام)

ثم اقول اب ہم تحقیق مقام اور وضاحتِ مقصد کیلئے ایسی گفتگو کرتے ہیں جس سے پردے ہٹ جائیں اور شکوک وشبہات ختم ہوجائیں گے اور وہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں علماء دو طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں عمل اور قبول، عمل بالحدیث سے مراد یہ ہے کہ اس حدیث پر اعتماد کرتے ہوئے اور اس کے مقتضیٰ کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اس میں مذکور حکم کو بجالایا جائے، اس قید کا اضافہ ضروری ہے اس لئے کہ آپ ملاحظہ کرتے ہیں کہ کسی فعل کے متعلق حدیث صحیح اور حدیث موضوع دونوں اگر موافق ہوں اور فعل کو بجالانے والا حدیث صحیح کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے عمل کرے تو اب موضوع پر عمل نہ ہوگا قبول بالحدیث پر ہے کہ اگرچہ ضعف بیان کئے بغیر روایت کے معنیٰ کا احتمال ہو تو اس کا حاصل یہ ہوگا کہ ضعیف میں جو کمزوری ہے اس پر سکوت کرتے ہوئے فضائل میں اس کی روایت کرنا جائز ہے لیکن احکام میں نہیں، اگر قبول بالحدیث کا یہی معنیٰ صحیح ہو تو یہ معنیٰ عمل بالحدیث ہی کی طرف لوٹ جاتا ہے، کیسے؟ وہ ایسے کہ احکام کے بارے میں مروی روایات کے ضعف کو بیان کرنا اس لئے واجب وضروری ہے کہ اس پر عمل سے روکا جائے کہ احکام میں ہر چیز جائز نہیں پھر اگر غیر احکام میں بھی یہ چیز جائز نہ ہو تو ایجاب میں فضائل واحکام دونوں برابر ہوجائیں گے۔ خلاصہ یہ کہ دونوں عبارتوں میں اس امر پر دلیل ہے کہ غیر احکام میں ضعیف حدیثوں پر عمل کرنا جائز ہے

marfat.com
Marfat.com

اب ہمارا پانچواں استدلال واضح ہوگیا اور تاریکی کھل گئی اور تحقیق یہی ہے۔ علاوہ ازیں یہاں دو اہلِ علم ایسے ہیں جن کے قلم کے قدم پھسل گئے، انھوں نے عمل بالحدیث اور قبول بالحدیث کو ایسے معنی پر محمول کیا ہے جو مراد اور قابلِ قبول نہیں۔ (ت)

احدهما العلامة الفاضل الخفاجی رحمه الله تعالٰی حیث حاول الرد علی المحقق الدوانی واوهم بظاهر کلامه ان محلهما اذا روی حدیث ضعیف فی ثواب بعض الامور الثابت استحبابها والترغیب فیه اوفی فضائل بعض الصحابة او الاذکار الماثورة قال ولاحاجة الی لتخصیص الاحکام والاعمال کما توهم للفرق الظاهر بین الاعمال وفضائل الاعمال[1] اھ

ان میں سے ایک علامہ خفاجی رحمہ اللہ تعالٰی ہیں انھوں نے محقق دوانی کے رَد کا ارادہ کیا اور انھیں ان کے کلام کے ظاہر سے وہم ہوگیا کہ اس کا محل وُہ ہے جب حدیث ضعیف ان امور کے ثواب کے بارے میں وارد ہو جن کا استحباب ثابت ہو اور اس میں ثواب کی رغبت ہو یا بعض صحابہ کے فضائل یا اذکار منقولہ کے بارے میں ہو کہا: احکام و اعمال کی تخصیص کی ضرورت ہی نہیں جیسا کہ وہم کیا گیا کیونکہ اعمال اور فضائل اعمال میں فرق ظاہر ہے اھ

اقول لولا ان الفاضل المدقق خالف المحقق لکان لکلامه معنی صحیح، فان الثبوت اعم من الثبوت عینا اوباندراج تحت اصل عام ولو اصالة الاباحة فان المباح یصیر بالنیة مستحبا ونحن لا ننکران قبول الضعاف مشروط بذلك کیف ولولاه لکان فیه ترجیح الضعیف علی الصحیح وهو باطل وفاقا فلو اراد الفاضل هذا المعنی لاصاب ولسلم من التکرار فی قوله اوالاذکار الماثورة لکنه رحمه الله تعالٰی بصدد مخالفة المحقق المرحوم وقد کان المحقق انما عول علی هذا المعنی

اقول کاش فاضل مدقق محقق دوانی کی مخالفت نہ کرتے تو ان کے کلام کا معنی درست ہوتا کیونکہ ثبوت بعض اوقات عینی ہوتا ہے اور بعض اوقات کسی عمومی اصل کے تحت ہوتا ہے اگرچہ اباحت کی اصل پر ہو کیونکہ مباح نیت سے مستحب ہوجاتا ہے اور ہم قبول ضعاف کو اس کے ساتھ مشروط ہونے کا انکار نہیں کرتے یہ کیسے ممکن ہے؟ اگر یہ بات نہ ہو تو اس میں ضعیف کو صحیح پر ترجیح لازم آتی اور وہ بالاتفاق باطل ہے، اگر فاضل مدقق بھی یہی معنی مراد لیتے تو درست تھا اور اپنے قول "اوالاذکار الماثورة" کے تکرار سے محفوظ ہوجاتے، لیکن فاضل رحمۃ اللہ علیہ محقق کی مخالفت کے درپے تھے

---

[1] نسیم الریاض تتمة وفائدة مهمة فی الخطبة مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/ ۴۳

marfat.com

Marfat.com

الصحیح حیث قال المباحات تصیر بالنیۃ عبادۃ فکیف ما فیہ شبھۃ الاستحباب لاجل الحدیث الضعیف الحاصل ان الجواز معلوم من خارج والاستحباب ایضا معلوم من القواعد الشرعیۃ الدالۃ علی استحباب الاحتیاط فی امر الدین فلم یثبت شیئ من الاحکام بالحدیث الضعیف بل اوقع الحدیث شبھۃ الاستحباب فصار الاحتیاط ان یعمل بہ فاستحباب الاحتیاط معلوم من قواعد الشرع اھ ملخصا فالظاھر من عدم ارتضائہ انہ یرید الثبوت عینا بخصوصہ ویؤیدہ تشبثہ بالفرق بین الاعمال وفضائلھا فان ارادہ فھذہ جنود براھین لا قبل لاحد بھا وقد اتاک بعضھا۔

اور محقق نے اسی معنی صحیح پر اعتماد کیا تھا چنانچہ کہا کہ مباحات نیت سے عبادت قرار پاتے ہیں تو اس کا کیا حال ہوگا جس کے استحباب میں حدیث ضعیف کی وجہ سے شبہہ ہو؟ حاصل یہ ہے کہ جواز خارج سے معلوم ہوتا ہے اور استحباب بھی ایسے قواعد شرعیہ سے معلوم ہوتا ہے جو امر دین میں احتیاطاً استحباب پر دال ہیں، پس احکام میں سے کوئی بھی حکم حدیث ضعیف سے ثابت نہ ہوگا بلکہ حدیث استحباب کا شبہہ پیدا کردے گی لہذا احتیاطاً اسی پر عمل کرنا ہوگا اور احتیاطاً استحباب کا عمل قواعد شرع سے معلوم ہوا ہے اھ ملخصا ان کی عدم پسندیدگی سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے ثبوت سے مراد صرف عینی لیا ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ انھوں نے اس پر استدلال اعمال اور فضائل اعمال کے فرق سے کیا ہے اگر انھوں نے یہی مراد لیا ہے تو یہ دلائل کا انبار ہے جس کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا اور بعض کا ذکر آپ تک پہنچ گیا۔ (ت)

عہ ویکدرہ ایضا علی ما قیل مغایرۃ العلماء بین فضائل الاعمال والترغیب علی ما ھو الظاھر من کلامھم فلفظ ابن الصلاح فضائل الاعمال وسائر فنون الترغیب والترھیب وسائر مالا تعلق لہ بالاحکام والعقائد ھذا توضیح ماقیل، اقول بل المراد بہ بفضائل الاعمال الاعمال التی ھی فضائل تشھد بذلک کلمات العلماء المارۃ فی الافادۃ السابعۃ عشر کقولی الغنیۃ والقاری و السیوطی وغیرھم کما لا یخفی علی من لہ ادنی مسکۃ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

اسے یہ بات بھی رد کرتی ہے کہ علماء کی عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ فضائل اعمال اور ترغیب ایک شئے نہیں، ابن صلاح کے الفاظ یہ ہیں کہ فضائل اعمال اور ترغیب ترہیب کے معاملات اور وہ چیزیں جن کا تعلق احکام و عقائد سے نہیں ہے یہ ماقیل کی وضاحت ہے اقول (میں کہتا ہوں) بلکہ اس سے مراد وہ فضائل اعمال ہیں جن کی شہادت علماء کا کلام دیتا ہے جو کہ سترھویں افادہ میں گزرا مثلاً غنیہ، قاری اور سیوطی وغیرہ کے اقوال اور یہ بات ہر اس شخص پر مخفی نہیں جس میں ادنٰی سا شعور ہو ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

سلہ انموذج العلوم للدوانی

marfat.com

Marfat.com

علی انی **اقول** اذن یرجع معنی العمل
بعد الاستقصاء التام الی ترجی اجر مخصوص
علی عمل منصوص ای یجوز العمل بشیٔ مستحب
معلوم الاستحباب مترجیا فیہ بعض خصوص
الثواب لورود حدیث ضعیف فی ابابہ فالآن
نسألکم عن ھذا الرجاء اھو کمثلہ بحدیث صحیح
ان ورد ام دونہ الاول باطل فان صحۃ
الحدیث بفعل لا یجبر ضعف ما ورد فی الثواب
المخصوص علیہ وعلی الثانی ھذا القدر من
الرجاء یکفی فیہ الحدیث الضعیف فای حاجۃ
الی ورود صحیح بخصوص الفعل نعم لابد ان
یکون مما یجیز الشرع رجاء الثواب علیہ و
ھذا حاصل بالاندراج تحت اصل مطلوب او
مباح مع قصد مندوب فقد استبان ان
الوجہ مع المحقق الدوانی واللہ تعالیٰ اعلم۔

علاوہ ازیں میں کہتا ہوں انتہائے گفتگو کے بعد
اب عمل کا معنی عمل منصوص پر اجر مخصوص کی امید دلانا ہے
یعنی شیٔ مستحب جس کا استحباب واضح ہے پر عمل کرنا اور
اس میں خصوص ثواب کی امید کرنا جائز ہوگا اس لئے
کہ اس بارے میں حدیث ضعیف موجود ہے اب
ہم اس امید کے بارے میں تم سے پوچھتے ہیں کیا یہ اسی
رجاء کی مثل ہے جو حدیث صحیح کی وجہ سے ہوتی ہے اگر
وہ وارد ہو یا اس سے کم درجہ کی ہے پہلی صورت باطل ہے
کیونکہ صحت حدیث کسی ایسی روایت پر جابر نہیں
ہوسکتی جو کسی مخصوص ثواب کے بیان کے لیے وارد
ہو اور دوسری صورت میں اس قدر رجاء کے لیے حدیث
ضعیف ہی کافی ہے تو اب کسی مخصوص فعل کے لیے حدیث
صحیح کے وارد ہونے کی ضرورت نہ رہی، ہاں یہ بات ضروری
ہے کہ وہ فعل ایسے اعمال میں سے ہو کہ شریعت نے اس
پر ثواب کی امید دلائی ہو اور یہ حاصل ہے اصل مطلوب
کے تحت اندراج کا یا مباح بقصد مندوب کا تو اب واضح ہوگیا کہ دلیل محقق دوانی کے ساتھ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

ثانیھما بعض من تقدم الدوانی زعم
ان مراد النووی ای بما مر من کلامہ فی الاربعین
والاذکار انہ اذا ثبت حدیث صحیح او حسن فی
فضیلۃ عمل من الاعمال تجوز روایۃ الحدیث
الضعیف فی ھذا الباب قال المحقق بعد نقلہ
فی الانموذج لایخفی ان ھذا لا یرتبط بکلام النووی
فضلا عن ان یکون مرادہ ذلک، فکم بین جواز
العمل واستحبابہ وبین مجرد نقل الحدیث
فرق، علی انہ لو لم یثبت الحدیث الصحیح و

ان میں سے دوسرے دوانی سے پہلے کے کچھ لوگ
ہیں جنہوں نے یہ گمان کیا کہ امام نووی نے اربعین اور
اذکار میں جو گفتگو کی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ
جب کسی عمل کی فضیلت کے بارے میں حدیث صحیح یا
حسن ثابت ہو تو اس کے بارے میں حدیث ضعیف کا
روایت کرنا جائز ہے، محقق دوانی نے انموذج العلوم
میں اسے نقل کرنے کے بعد لکھا مخفی نہ رہے کہ اس زعم کا
امام نووی کے کلام کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں چہ جائیکہ یہ
انکی مراد ہو کیونکہ اکثر طور پر جواز عمل و استحباب عمل اور محض نقل حدیث

marfat.com

Marfat.com

الحسن فی فضیلۃ عمل من الاعمال یجوز نقل الحدیث الضعیف فیھا، لاسیما مع التنبیہ علی ضعفہ ومثل ذلك فی کتب الحدیث وغیرہ شائع یشھد بہ من تتبع ادنی تتبع[1] اھ

کے درمیان بڑا فرق ہوتا ہے، علاوہ ازیں اگر کسی عمل کی فضیلت میں حدیث صحیح یا حسن ثابت نہ بھی ہو تب بھی اس میں حدیث ضعیف کا روایت کرنا جائز ہے، خصوصاً اس تنبیہ کے ساتھ نقل کرنا کہ یہ ضعیف ہے اور اس کی مثالیں کتبِ حدیث اور دیگر کتب میں کثیر ہیں اور اس بات پر ہر وہ شخص گواہ ہے جس نے اس کا تھوڑا سا مطالعہ بھی کیا ہے اھ (ت)

اقول لااری احدا ممن ینتمی الی العلم ینتھی فی الغباوۃ الی حد یحیل روایۃ الضعاف مطلقا حتی مع بیان الضعف فان فیہ خرقا لاجماع المسلمین وتاثیما بینا لجمیع المحدثین وانما المراد الروایۃ مع السکوت عن بیان الوھن فقول المحقق لاسیما مع التنبیہ علی ضعفہ، لیس فی محلہ والاٰن نعود الی تزییف مقالتہ فنقول **اولاً** ھذا الذی ابدی ان سلم وسلم لم یتمش الا فی لفظ القبول کما اشرنا الیہ سابقا فمجرد روایۃ حدیث لوکان عملا بہ لزم ان یکون من روی حدیثا فی الصلاۃ فقد صلی اوفی الصوم فقد صام وھکذا مع ان الواقع فی کلام الامام فی کلا الکتابین انما ھو لفظ العمل وھذا ما اشار الیہ الدوانی بقولہ ان ھذا لایرتبط الخ

اقول میں ایسے کسی اہلِ علم کو نہیں جانتا جو غباوت کے اس درجہ پر پہنچ چکا ہو کہ حدیث ضعیف کا ضعف بیان کرنے کے باوجود اس کی روایت کو مطلقاً محال تصور کرتا ہو کیونکہ اس میں اجماع مسلمین کی مخالفت ہے اور واضح طور پر تمام محدثین کو گناہ کا مرتکب قرار دینا ہے، لہذا مراد یہ ہے کہ ضعف بیان کیے بغیر روایت حدیث ہو تو درست ہے لہذا محقق دوانی کا قول "لاسیما مع التنبیہ علی ضعفہ" بجا نہیں۔ اب ہم اس کے قول کی کمزوری کے بیان کی طرف لوٹتے ہیں:

اولاً اگر یہ بیان کردہ قول اگر صحیح ہو اور اسے درست تسلیم کرلیا جائے تو پھر قبولِ حدیث ہی اس سے مراد ہوگا جیسا کہ ہم پیچھے اشارہ کر آئے ہیں کیونکہ اگر محض روایت کا نام ہی عمل ہو تو لازم آئے گا کہ وہ شخص جس نے نماز کے بارے میں حدیث روایت کی اس نے نماز بھی ادا کی یا اس طرح روزے کے بارے میں روایت کرنے والے نے روزہ بھی رکھا ہو، باوجود اس کے امام نووی کی دونوں کتب میں لفظ عمل ہے اور اسی کی طرف محقق دوانی نے اشارہ کرتے ہوئے کہا ان ھذا لایرتبط الخ

[1] انموذج العلوم للدوانی

marfat.com

Marfat.com

وثانیا اقول قد بینا ان القبول انما مرجعه الی جواز العمل وحینئذ یکفی فی ابطاله دلیلنا المذکور خامسا مع ماتقدم۔

وثالثا اذن یکون حاصل التفرقة ان الاحکام لایجوز فیها روایة الضعاف اصلا ولو وجد فی خصوص الباب حدیث صحیح اللھم الا مقرونة ببیان الضعف اما مادونها کالفضائل فتجوز اذا صح حدیث فیه بخصوصه والا لا الا ببیان وح ماذا یصنع بالوف مؤلفة من احادیث مضعفة رویت فی السیر والقصص والمواعظ والترغیب والفضائل والترھیب وسائر مالا تعلق له بالعقد والحکم مع فقدان الصحیح فی خصوص الباب وعدم الاقتران ببیان الوھن وھذا ما اشار الیه الدوانی بالعلاوة۔

اقول دع عنك توسع المسانید التی تسند کل ماجاء عن صحابی، والمعاجیم التی توعی کل ماوعی عن شیخ بل والجوامع التی تجمع امثل مافی الباب وردہ ان لم یکن صحیح السند ھذا الجبل الشامخ البخاری یقول فی صحیحه **حدثنا** علی بن عبداللہ بن جعفر ثنا معن بن عیسٰی ثنا ابی بن عباس بن سھل عن ابیه

ثانیا میں کہتا ہوں کہ ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں کہ قبول کا مرجع جوازِ عمل ہے تو اب اس کے ابطال کے لیے "خامسًا" سے ہماری مذکورہ دلیل مع مذکور گفتگو کے کافی ہے۔

ثالثا اب حاصل فرق یہ ہوگا کہ احکام کے بارے میں حدیث ضعیف کی روایت جائز نہیں اگرچہ اس خصوصی مسئلہ کے بارے میں حدیث صحیح موجود ہو مگر صرف اس صورت میں جائز ہے جب اس کا ضعف بیان کردیا جائے مگر احکام کے علاوہ فضائل میں اگر اس خصوصی مسئلہ میں کوئی حدیث صحیح پائی جائے تو ضعیف کی روایت جائز ہے اگر حدیث صحیح نہ ہو تو جائز نہیں مگر بیان ضعف کے ساتھ جائز ہے اب ان ہزارہا کتب کا کیا بنے گا جن میں ایسی احادیث ضعیفہ مروی ہیں جو سیر، واقعات، وعظ، ترغیب و ترہیب، فضائل اور باقی حدیثیں جن کا تعلق عقیدہ اور احکام سے نہیں اس کے ساتھ ساتھ خاص اس مسئلہ میں کوئی حدیث صحیح بھی موجود نہ ہو اور ضعیف حدیث کا ضعف بھی بیان نہ کیا گیا ہو یہ وہ ہے جس کی طرف دوانی نے "علاوۃ" کے ساتھ اشارہ کیا ہے۔

اقول ان مسانید کی وسعت کو چھوڑیئے جو صحابی سے روایات بیان کرتی ہیں اور معاجیم جو شیخ سے محفوظ شدہ احادیث کی حفاظت کرتی ہیں بلکہ جوامع جو اس باب میں وارد شدہ احادیث میں اعلٰی قسم کی روایات جمع کرتی ہیں اگرچہ سند صحیح نہ ہو مثلاً حدیث کے عظیم پہاڑ امام بخاری اپنی صحیح میں کہتے ہیں ہمیں علی بن عبداللہ بن جعفر نے حدیث بیان کی، ہمیں معن بن عیسٰی نے حدیث بیان کی ہمیں [illegible] نے اپنے باپ سے اپنے دادا سے حدیث بیان کی فرمایا

marfat.com

Marfat.com

قال کان للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی حائطنا فرس یقال لہ اللحیف [1] اھ فی تذھیب التھذیب للذھبی ابی بن عباس بن سھل بن سعد الساعدی المدنی عن ابیہ وابی بکر بن حزم وعنہ معن القزاز وابن ابی فدیک وزید بن الحباب وجماعۃ [2] خ ت ق قال الدولابی لیس بالقوی قلت وضعفہ ابن معین وقال احمد منکر الحدیث [3] اھ وکقول الدولابی قال النسائی کما فی المیزان ولم ینقل فی الکتابین توثیقہ عن احد وبہ ضعف الدارقطنی ھذا الحدیث لاجرم ان قال الحافظ فیہ ضعف [4] قال مالہ فی البخاری غیر حدیث واحد اھ [5] قلت فانما الظن بابی عبد اللہ انہ انما تساھل لان الحدیث

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ہمارے ہمارے باغ میں ایک گھوڑا تھا جس کا نام لحیف تھا اھ امام ذہبی نے تذہیب التہذیب میں لکھا کہ اُبی بن عباس بن سہل بن سعد الساعدی مدنی نے اپنے والد گرامی اور ابوبکر بن حزم سے روایت کیا اور ان سے معن القزاز، ابن ابی فدیک، زید بن الحباب اور ایک جماعت نے روایت کیا، دولابی کہتے ہیں کہ یہ قوی نہیں۔ میں کہتا ہوں اسے ابن معین نے ضعیف کہا اور امام احمد کے نزدیک یہ منکر الحدیث ہے اور میزان میں ہے نسائی کا قول دولابی کی طرح ہی ہے اور دونوں کتب میں اس کے بارے میں کسی کی توثیق منقول نہیں، دارقطنی نے اسی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا۔ لاجرم حافظ نے کہا ہے کہ اس میں ضعف ہے اور کہا کہ

عہ قلت واما اخوہ المھیمن فاضعف واضعف ضعفہ النسائی والدارقطنی وقال البخاری منکر الحدیث ای فلا تحل الروایۃ عنہ کما مر لاجرم ان قال الذھبی فی اخیہ ابی انہ واہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (م)

میں کہتا ہوں اس کا بھائی عبد المہیمن ہے اور وہ اضعف الضعاف ہے اسے نسائی اور دارقطنی نے ضعیف کہا، بخاری نے اسے منکر الحدیث کہا یعنی اس سے روایت کرنا جائز نہیں جیسا کہ گزرا لاجرم ذہبی نے اس کے بھائی اُبی کے بارے میں کہا کہ وہ نہایت ہی کمزور ہے ۱۲ منہ (ت)

[1] صحیح البخاری باب اسم الفرس والحمار مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۰۰

[2] "خ" سے بخاری، "ت" سے ترمذی اور "ق" سے قزوینی مراد ہے۔

[3] خلاصۃ تذہیب التہذیب ترجمہ ۳۲۶ من اسمہ ابی " مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ۱/۶۲

[4] میزان الاعتدال فی نقد الرجال ترجمہ ۲۷۳ من اسمہ ابی " دار المعرفۃ بیروت ۱/۷۸

نوٹ: تذہیب التہذیب نہ ملنے کی وجہ سے اس کے خلاصے اور میزان الاعتدال دو کتابوں سے یہ نقل کیا گیا ہے۔

[5] تقریب التہذیب ذکر من اسمہ ابی مطبع مطبع فاروقی دہلی ص ۱۷

marfat.com

Marfat.com

لیس من باب الاحکام واللّٰہ تعالٰی اعلم۔ بخاری میں اس ایک حدیث کے علاوہ اس کی کوئی حدیث نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ابوعبداللہ کے بارے میں گمان ہے کہ انھوں نے تساہل سے کام لیا، کیونکہ اس حدیث کا تعلق احکام سے نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

ورابعاً اقول قدشاع وذاع ایراد الضعاف فی المتابعات والشواهد فالقول بمنعه فی الاحکام مطلقا ان وجد الصحیح باطل صریح وح یرتفع الفرق وینهدم اساس المسئلة المجمع علیها بین علماء المغرب والشرق، لا اقول عن هذا او ذاک بل عن هذین الجبلین الشامخین صحیحی الشیخین فقد تنزلا کثیرا عن شرطهما فی غیر الاصول قال الامام النووی فی مقدمة شرحه لصحیح مسلم عاب عائبون مسلما رحمه الله تعالٰی بروایته فی صحیحه عن جماعة من الضعفاء والمتوسطین الواقعین فی الطبقة الثانیة الذین لیسوا من شرط الصحیح ولا عیب علیه فی ذلک بل جوابه من اوجه ذکرها الشیخ الامام ابوعمرو بن الصلاح (الٰی ان قال) الثانی ان یکون ذلک واقعا فی المتابعات والشواهد لا فی الاصول وذلک بان یذکر الحدیث اولا باسناد نظیف رجاله ثقات ویجعله اصلا ثم اتبعه باسناد اٰخر او اسانید فیها بعض الضعفاء علی وجه التاکید بالمتابعة او لزیادة فیه تنبیه علی فائدة فیما قدمه وقد اعتذر الحاکم ابوعبدالله بالمتابعة والاستشهاد فی اخراجه من جماعة لیسوا من شرط

رابعاً میں کہتا ہوں کہ متابع اور شواہد میں احادیث ضعیفہ کا ایراد شائع اور مشہور ہے لہذا حدیث صحیح کی موجودگی میں احکام کے بارے میں حدیث ضعیف کے مطلقاً روایت کرنے کو منع کرنا صریحاً باطل ہے، اور اس صورت میں فرق ختم ہو جاتا ہے اور اس مسئلہ کی اساس جس پر علماء مشرق و مغرب کا اتفاق ہے گر کر ختم ہو جاتی ہے یہ میں اس یا اُس (یعنی عام آدمی) کی بات نہیں کرتا بلکہ علم حدیث کے دو بلند اور مضبوط پہاڑ بخاری و مسلم کی صحیحین کہ وہ اصول کے علاوہ میں اپنے شرائط سے بہت زیادہ تنزل میں آگئیں، امام نووی نے مقدمہ شرح صحیح مسلم میں فرمایا کہ عیب لگانے والوں نے مسلم رحمۃ اللہ علیہ پر یہ طعن کیا کہ انھوں نے اپنی کتاب میں بہت سے ضعیف اور متوسط راویوں سے روایت لی ہے جو دوسرے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور صحیح کی شرط پر نہیں، حالانکہ اس معاملہ میں ان پر کوئی طعن نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا کئی طریقوں سے جواب دیا گیا ہے جنھیں امام ابوعمرو بن صلاح نے ذکر کیا (یہاں تک کہ کہا) دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ بات ان روایات میں ہے جنھیں بطور متابع اور شاہد ذکر کیا گیا ہے اصول میں ایسا نہیں کیا ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ایک ایسی حدیث ذکر کی جس کی سند درست ہو اور تمام راوی ثقہ ہوں اور اس حدیث کو اصل قرار دے کر اسکے

marfat.com

Marfat.com

الصحیح منهم مطر الوراق وبقیة بن الولید ومحمد بن اسحاق بن یسار وعبد اللہ بن عمر العمری والنعمان بن راشد اخرج مسلم عنهم فی الشواهد فی اشباہ لهم کثیرین انتهی[1] وقال الامام البدر محمود العینی فی مقدمة عمدة القاری شرح صحیح البخاری یدخل فی المتابعة والاستشهاد روایة بعض الضعفاء وفی الصحیح جماعة منهم ذکروا فی المتابعات والشواهد[2]

بعد بطور تابع ایک اور سند یا متعدد اسناد ایسی ذکر کی جائیں جن میں بعض راوی ضعیف ہوں تاکہ متابعت کے ساتھ تاکید ہو یا کسی اور مذکور فائدے پر تنبیہ کا اضافہ مقصود ہو، امام حاکم ابو عبد اللہ نے عذر پیش کرتے ہوئے یہی کہا ہے کہ جن میں صحیح کی شرط نہیں ان کو بطور تابع اور شاہد روایت کیا گیا ہے، اور ان روایت کرنے والوں میں یہ محدثین ہیں مطر الوراق، بقیۃ بن الولید، محمد بن اسحٰق بن یسار، عبد اللہ بن عمر العمری اور نعمان بن راشد، امام مسلم نے ان سے شواہد کے طور پر متعدد روایات تخریج کی ہیں انتہی۔ امام بدر الدین عینی نے مقدمہ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں تحریر کیا ہے کہ توابع اور شواہد میں بعض ضعفاء کی روایات بھی آتی ہیں اور صحیح میں ایک جماعت محدثین نے توابع اور شواہد کے طور پر ایسی روایات ذکر کی ہیں اھ (ت)

وخامسا اقول مالی اخص الکلام بغیر الاصول هذه قناطیر مقنطرة من السقام مرویة فی الاصول والاحکام ان لم تروها العلماء فمن جاء بها وکم منهم التزموا بیان ماهنا اما الرواة فلم یعهد منهم الروایة المقرونة بالبیان اللهم الانادر الداع خاص، وقد اکثروا قدیما وحدیثا من الروایة عن الضعفاء و المجاهیل ولم یعد ذلك قدحا فیهم ولا ارتکاب ماثم وهذا سلیمٰن بن عبد الرحمٰن الدمشقی الحافظ شیخ البخاری ومن رجال صحیحه قال فیه الامام ابو حاتم صدوق الا انه من

خامسا ضعیف اور متوسط راوی کی روایت کی بات صرف غیر اصول وشواہد متابعات سے مختص کرنے کی مجھے کیا ضرورت، جبکہ کمزور اور غیر صحیح روایات کا ایسا ایک ذخیرہ ہے جو اصول واحکام میں مروی ہے اگر علماء ہی ان کو ذکر نہ کریں تو کون ذکر کریگا اور بہت کم ہیں جنہوں نے یہاں اس بات کا التزام کیا، رہا معاملہ راویوں کا تو ان کے ہاں روایت کے ساتھ بیان کا طریقہ معروف نہیں، البتہ کسی خاص ضرورت کے تقاضے کے پیش نظر بیان بھی کر دیا جاتا ہے اور ان میں سلفاً وخلفاً یہ معمول ہے کہ ضعیف اور مجہول راویوں سے روایت بیان کرتے رہیں اور اس بات کو ان میں طعن وگناہ شمار نہیں کیا جاتا دیکھئے سلیمان بن عبد الرحمٰن دمشقی جو کہ حافظ ہیں اور امام بخاری کے استاذ ہیں اور صحیح بخاری کے راویوں میں سے ہیں ان کے بارے میں

---

[1] المقدمة للامام النووی من شرح صحیح مسلم فصل عاب عائبون مسلمارحمہ اللہ تعالٰی مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶

[2] المقدمة للعینی صحیح بخاری الثامنہ فی الفرق بین الاعتبار والمتابعۃ الخ " بیروت ۱/۸

marfat.com

Marfat.com

اروی الناس عن الضعفاء والمجھولین اھ[1] ولو سردت اسماء الثقات الرواۃ عن المجروحین لکثر وطال فلیس منھم من التزم ان لا یحدث الا عن ثقۃ عندہ الا النزر قلیل کشعبۃ ومالک واحمد فی المسند ومن شاء اللہ تعالٰی واحدا بعد واحد ثم ھذا ان کان ففی شیوخھم خاصۃ لا من فوقھم والا لما اتی من طریقھم ضعیف اصلا ولکان مجرد وقوعھم فی السند دلیل الصحۃ عندھم اذا صح السند الیھم ولم یثبت ھذا لاحد، وھذا الامام الھمام یقول لابنہ عبد اللہ لو اردت ان اقتصر علی ما صح عندی لم ارو من ھذا المسند الا الشیئ بعد الشیئ ولکنک یا بنی تعرف طریقتی فی الحدیث انی لا اخالف ما یضعف الا اذا کان فی الباب شیئ یدفعہ[2] عہ ذکرہ فی فتح المغیث واما المصنفون

امام ابوحاتم کہتے ہیں کہ یہ صدوق ہے اگرچہ ان لوگوں میں سے ہے جو ضعیف اور مجہول راویوں سے بہت زیادہ روایت کرنے والے ہیں اھ اگر میں ان ثقہ محدثین کے نام شمار کروں جنھوں نے مجروح راویوں سے روایت کی ہے تو یہ داستان طویل ہو اور ان میں کوئی ایسا شخص نہیں ملتا جس نے یہ التزام کیا ہو کہ وہ اسی سے روایت کرے گا جو اس کے نزدیک ثقہ ہو مگر بہت کم محدثین مثلاً شعبہ، امام مالک اور احمد نے مسند میں اور کوئی اِکا دُکا جس کو اللہ تعالٰی نے توفیق دی، پھر ان کے ہاں بھی معاملہ ان کے اپنے شیوخ تک ہی ہے اس سے اوپر نہیں ورنہ ان کی سند سے کوئی ضعیف حدیث مروی نہ ہوتی اور محدثین کے ہاں ان میں سے کسی کا سند میں آجانا صحتِ حدیث کے لیے کافی ہوتا ہے جبکہ صحت کے ساتھ سند ان تک پہنچی ہو حالانکہ یہ بات کسی ایک کے لیے بھی ثابت نہیں، یہ امام احمد اپنے بیٹے عبداللہ کو فرماتے ہیں، اگر میں اس بات کا ارادہ کرتا کہ میں ان ہی احادیث کی روایت پر اکتفا کروں گا جو میرے ہاں صحیح ہیں تو پھر اس مسند میں بہت کم احادیث روایت کرتا' مگر اے میرے بیٹے! تُو روایتِ حدیث میں میرے طریقے سے آگاہ ہے کہ میں حدیث ضعیف کی مخالفت نہیں کرتا مگر جب اس باب میں مجھے کوئی ایسی شَی مل جائے جو اسے

عہ او اخر القسم الثانی الحسن ۱۲ منہ (م)

[1] میزان الاعتدال ترجمہ سلیمان بن عبدالرحمان الدمشقی ۳۴۸۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲/۲۱۳

[2] فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث القسم الثانی الحسن دار الامام الطبری بیروت ۱/۹۶

marfat.com

Marfat.com

زد کر دے یہ فتح المغیث میں مذکور ہے، باقی رہیں محدثین کی تصنیفات تو اگر آپ امثال الکتب بخاری و مسلم اور ترمذی تینوں کتابوں کو سے تجاوز کریں جنہوں نے صحت و بیان کا التزام کر رکھا تو آپ اکثر مسانید، معاجم، سنن، جوامع اور اجزا کے ہر ہر باب میں ہر قسم کی احادیث بغیر بیان کے پائیں گے اس بات کا انکار جاہل یا متجاہل ہی کر سکتا ہے اور اگر کوئی دعویٰ کرے کہ محدثین کے ہاں یہ جائز نہیں تو یہ ان کی طرف ایسی بات کی نسبت کرنا ہے جس سے لازم آتا ہے کہ ایسا عمل کرتے ہیں جسے وہ جائز نہ سمجھتے تھے اور اگر کوئی یہ زعم رکھتا ہو کہ وہ ایسا نہیں کرتے تو ان کا عمل اس کے برخلاف خود شاہد ہے، امام ابوداؤد کو ہی لیجئے ان کے لیے حدیث اسی طرح آسان کر دی گئی جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہا نرم ہو جاتا تھا، اہل مکہ شرفہا اللہ تعالیٰ کی طرف خط میں لکھا میری کتاب (سنن ابی داؤد) میں جن بعض احادیث کے اندر نہایت سخت قسم کا ضعف ہے اس کو میں نے بیان کر دیا ہے، اور بعض ایسی ہیں کہ ان کی سند صحیح نہیں اور جس کے بارے میں میں کچھ ذکر نہ کروں وہ استدلال کے لیے صالح ہیں اور بعض احادیث دوسری بعض کے اعتبار سے اصح ہیں اھ اور صحیح وہ ہے جس کا امام حافظ نے افادہ فرمایا ہے کہ ابوداؤد کے کلام میں لفظ صالح استدلال اور اعتبار دونوں کو شامل ہے، پس جو حدیث صحت پھر حسن کے درجہ پر پہنچے وہ معنی اول کے لحاظ صالح ہے اور جو ان دونوں کے علاوہ ہے وہ معنی ثانی کے لحاظ سے صالح ہے

فاذا عدوت امثال الکتب الثلثة للبخاری ومسلم والترمذی ممن التزم الصحة والبیان الفیت عامة المسانید والمعاجیم والسنن والجوامع والاجزاء تنطوی فی کل باب علی کل نوع من انواع الحدیث من دون بیان، وهذا مما لا ینکره الا جاهل او متجاهل فان ادعی مدع انهم لا یستحلون ذلك فقد نسبهم الی افتخام ما لا یبیحون وان زعم زاعم انهم لا یفعلون ذلك فهم بصنیعهم علی خلفه شاهدون وهذا ابوداود الذی الین له الحدیث کما الین لداود علیه الصلاة والسلام الحدید، قال فی رسالته الی اهل مکة شرفها الله تعالیٰ ان ما کان فی کتابی من حدیث فیه وهن شدید فقد بینته ومنه ما لا یصح سنده و ما لم اذکر فیه شیئاً فهو صالح وبعضها اصح من بعض[1] اھ والصحیح ما افاده الامام الحافظ ان لفظ صالح فی کلامه اعم من ان یکون للاحتجاج او للاعتبار فما ارتقی الی الصحة ثم الی الحسن فهو بالمعنی الاول وما عداهما فهو بالمعنی الثانی وما قصر عن ذلك فهو الذی فیه وهن شدید[2] اھ وهذا الذی یشهد به

---

[1] مقدمہ سنن ابی داؤد، فصل ثانی — آفتاب عالم پریس، لاہور — ص ۴
[2] ارشاد الساری بحوالہ حافظ ابن حجر مقدمہ کتاب — دار الکتاب العربی بیروت — ۱/۸

marfat.com
Marfat.com

الا فهم فعليك به وان قيل وقيل عه وقد نقل عن اعلام سیر النبلاء للذهبی ان ما ضعف اسناده لنقص

اور جو اس سے بھی کم درجہ پر ہے وہ ایسی ہوگی جس میں ضعف شدید ہے اھ نفس الامر اس پر شاہد ہے اور تجھ پر یہی لازم ہے اگرچہ قیل کے طور پر کیا گیا ہے۔

عه ای قیل حسن عنده واختاره الامام المنذری وبه جزم ابن الصلاح فی مقدمته وتبعه الامام النووی فی التقریب ای وقد لایکون حسنا عند غیره کما فی ابن الصلاح وقیل صحیح عنده ومشی علیه الامام الزیلعی فی نصب الرایة عند ذکر حدیث القلتین وتبعه العلامه حلبی فی الغنیة فی فصل فی النوافل وکذلك یقال ههنا انه قد لایصح عند غیره بل ولا یحسن اما الامام ابن الهمام فی الفتح اول الکتاب وتلمیذه فی الحلیة قبیل صفة الصلاة فاقتصرا علی الحجیة وهی تشملهما فیقرب من قول من قال حسن وهذا الذی ذکره الحافظ تبعه فیه العلامة القسطلانی فی مقدمة الارشاد و خاتم الحفاظ فی التدریب فی فروع فی الحسن قال لکن ذکر ابن کثیر انه روی عنه ما سکت عنه فهو حسن فان صح ذلك فلا اشکال اھ[1] اقول لقائل ان یقول ان للحسن اطلاقات وان القدماء قل ما ذکروه و انما الترمذی هو الذی شهره وامره فاید ربنا انه ان صح عنه ذلك لم یرد به الا هذا الذی استقر علیه الاصطلاح فافهم والله تعالٰی اعلم ۱۲ منه (م)

یعنی بعض نے کہا کہ اس کے نزدیک وہ حسن ہے، اسے امام منذری نے اختیار کیا، اسی پر ابن صلاح نے مقدمہ میں جزم کیا اور امام نووی نے تقریب میں اسی کی اتباع کی یعنی کبھی اس کے غیر کے ہاں وہ حسن نہیں ہوتی جیسے کہ مقدمہ ابن صلاح میں ہے، اور بعض نے کہا کہ اس کے نزدیک وہ صحیح ہے، امام زیلعی نصب الرایہ میں قلتین والی حدیث کے ذکر میں اسی پر چلے ہیں۔ اور علامہ حلبی نے غنیۃ المستملی کی فصل فی النوافل میں اسی کی اتباع کی ہے اور اسی طرح یہاں کہا جائے گا یعنی کبھی اس کے غیر کے ہاں وہ صحیح نہیں بلکہ حسن بھی نہیں ہوتی۔ امام ابن ہمام نے فتح القدیر ابتدائے کتاب میں اور ان کے شاگرد نے حلیۃ المحلی میں صفۃ الصلوۃ سے تھوڑا پہلے اس کے صحیح ہونے پر اقتصار کیا ہے اور یہ بات ان دونوں اقوال کو شامل ہے پس یہ اس کے قول کے قریب ہے جس نے کہا وہ حسن ہے یہ وہ ہے جس کا ذکر حافظ نے کیا ہے در مقدمہ ارشاد الساری میں علامہ قسطلانی نے اسی کی اتباع کی ہے اور تدریب میں خاتم الحفاظ نے بیان فروع فی الحسن، لیکن ابن کثیر نے کہا کہ ان سے ہے کہ جس پر انہوں نے سکوت کیا، وہ حسن ہے۔ پس اگر یہ صحیح ہو تو کوئی اشکال باقی نہیں رہتا اھ اقول (میں کہتا ہوں) کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ حسن کے تو مختلف اطلاقات ہیں بہت کم قدماء نے اس کا ذکر کیا ہے صرف امام ترمذی نے اس کو شہرت دی اور اس کا اجراء کیا پس اللہ رب العزت نے ہماری تائید فرمائی کہ اگر ان سے یہ بات صحت کے ساتھ ثابت ہو جائے تو انہوں نے اس سے یہی مراد لی ہے نہ وہ حسن جو باصطلاح قائم ہو چکی ہے واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (ت)

---

[1] تدریب الراوی شرح تقریب النووی فروع فی الحسن دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۱۶۸

marfat.com

Marfat.com

حفظ راویہ فمثل ھذا یسکت عنہ ابوداود غالباً الخ[1] ومعلوم ان کتاب ابی داود انما موضوعہ الاحکام وقد قال فی رسالتہ انما لم اصنف کتاب السنن الا فی الاحکام ولم اصنف فی الزھد وفضائل الاعمال وغیرھا الخ[2] وقال الشمس محمد السخاوی فی فتح المغیث اما حمل ابن سید الناس فی شرحہ للترمذی قول السلفی علی مالم یقع التصریح فیہ من مخرجہا وغیرہ بالضعف فیقتضی کما قال الشارح فی الکبیر ان ماکان فی الکتب الخمسۃ مسکوتا عنہ ولم یصرح بضعفہ ان یکون صحیحا و لیس ھذا الاطلاق صحیحا بل فی کتب السنن احادیث لم یتکلم فیہا الترمذی او ابوداود ولم نجد لغیرھم فیہا کلاما و مع ذلک فھی ضعیفۃ الخ[3] وقال فی المرقاۃ الحق ان فیہ" ای فی مسند الامام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ" احادیث کثیرۃ ضعیفۃ و بعضہا اشد فی الضعف من بعض الخ[4] و نقل بعیدہ عن شیخ الاسلام الحافظ انہ قال لیست الاحادیث الزائدۃ فیہ علی مافی الصحیحین باکثر ضعفا من الاحادیث الزائدۃ فی سنن ابی داود

اور امام ذہبی کی اعلام سیر النبلاء سے منقول ہے کہ جس حدیث کی سند ضعیف اسکے راوی کا حفظ ناقص ہونے کی وجہ سے ہو تو ایسی حدیث کے بارے میں ابوداؤد سکوت اختیار کرتے ہیں الخ اور یہ بات معلوم ہے کہ ابوداؤد شریف کا موضوع احکام ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے رسالہ میں یہ بات لکھی ہے کہ میں نے یہ کتاب احکام ہی کے لیے لکھی ہے زہد اور فضائل اعمال وغیرہ کے لیے نہیں الخ اور شمس محمد سخاوی نے فتح المغیث میں بیان کیا ہے کہ ابن سید الناس نے اپنی شرح ترمذی میں قول سلفی کو ایسی حدیث پر محمول کیا ہے جس کے بارے میں اس کے مخرج وغیرہ کی ضعف کے ساتھ تصریح واقع نہیں ہوئی۔ پس اس کا تقاضا ہے جیسا کہ شارح نے کبیر میں کہا کہ کتب خمسہ میں جس حدیث پر سکوت اختیار کیا گیا ہو اور اس کے ضعف کی تصریح نہ کی گئی ہو وہ صحیح ہوگی حالانکہ یہ اطلاق صحیح نہیں کیونکہ کتب سنن میں ایسی احادیث موجود ہیں جن پر ترمذی یا ابوداؤد نے کلام نہیں کیا اور نہ ہی کسی غیر نے ہمارے علم کے مطابق ان میں گفتگو کی ہے اسکے باوجود وہ احادیث ضعیف ہیں اھ اور مرقات میں فرمایا: حق یہ ہے کہ اس یعنی مسند احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ میں بہت سی احادیث ایسی ہیں جو ضعیف ہیں اور بعض دوسری بعض کے اعتبار سے زیادہ ضعیف ہیں الخ اور تھوڑا سا اس کے بعد شیخ الاسلام حافظ سے نقل کیا کہا کہ اس میں (یعنی مسند احمد بن حنبل میں) صحیحین پر زائد احادیث

---

[1] سیر اعلام النبلاء ترجمہ ۱۱۷ ابوداؤد بن اشعث مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۳/ ۲۱۴

[2] رسالہ مع سنن ابی داؤد الفصل الثانی فی الامور التی تتعلق بالکتاب مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۵

[3] فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث للسخاوی القسم الثانی الحسن دارالامام الطبری بیروت ۱/ ۱۰۰ و ۱۰۱

[4] مرقات شرح مشکوٰۃ المصابیح شرط البخاری ومسلم الذی التزماہ الخ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/ ۲۳

marfat.com

Marfat.com

والترمذي عليها و بالجملة فالسبيل واحد لمن اراد الاحتجاج بحديث من السنن لاسيما سنن ابن ماجة و مصنف ابن ابي شيبة وعبد الرزاق مما الامر فيه اشد او بحديث من المسانيد لان هذه كلها لم يشترط جامعوها الصحة والحسن وتلك السبيل ان المحتج انكان اهلا للنقل والتصحيح فليس له ان يحتج بشئ من القسمين حتى يحيط به وان لم يكن اهلا لذلك فان وجد اهلا لتصحيح او تحسين قلده والافلا يقدم على الاحتجاج فيكون كحاطب ليل فلعله يحتج بالباطل وهو لا يشعر اھ[1] و قال الامام عثمٰن الشهرزوري في علوم الحديث حكى ابو عبد الله بن مندة الحافظ انه سمع محمد بن سعد الباوردي بمصر يقول كان من مذهب ابي عبد الرحمٰن النسائي ان يخرج عن كل من لم يجمع على تركه وقال ابن مندة وكذلك ابوداؤد السجستاني ياخذ ماخذه ويخرج الاسناد الضعيف اذا لم يجد في الباب غيره لانه اقوى عنده من راى الرجال اھ[2] وفيها بعيده ثم

ہیں وہ سنن ابی داؤد اور ترمذی ہیں صحیحین پر زائد احادیث سے زیادہ ضعیف نہیں ہیں۔ الغرض راستہ ایک ہی ہے اس شخص کے لیے جو احادیث سنن سے استدلال کرنا چاہتا ہے خصوصاً سنن ابن ماجہ، مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبد الرزاق۔ کیونکہ ان میں سے بعض کا معاملہ سخت ہے یا استدلال ان احادیث سے جو مسانید میں ہیں کیونکہ ان کے جامعین نے صحت و حسن کی کوئی شرط نہیں رکھی اور وہ راستہ یہ ہے کہ استدلال کرنے والا اگر نقل و تصحیح کا اہل ہے تو اس کے لیے ان سے استدلال کرنا اس وقت درست ہوگا جب ہر لحاظ سے دیکھ پرکھ لے اور اگر وہ اس بات کا اہل نہیں تو اگر ایسا شخص پائے جو تصحیح و تحسین کا اہل ہے تو اس کی تقلید کرے اور اگر ایسا شخص نہ پائے تو وہ استدلال کے لیے قدم نہ اٹھائے ورنہ وہ رات کو لکڑیاں اکٹھی کرنے والے کی طرح ہوگا، ہوسکتا ہے وہ باطل کے ساتھ استدلال کرلے اور اسے اس کا شعور نہ ہو اھ اور امام عثمان شہرزوری نے علوم الحدیث میں فرمایا: ابو عبد اللہ بن مندہ حافظ نے بیان کیا کہ انہوں نے مصر میں محمد بن سعد باوردی سے یہ کہتے ہوئے سنا " ابو عبد الرحمٰن نسائی کا مذہب یہ ہے کہ ہر اس شخص سے حدیث کی تخریج کرتے ہیں جس کے ترک پر اجماع نہ ہو، اور ابن مندہ نے کہا، اسی طرح ابو داؤد سجستانی اس کے ماخذ کو لیتے اور سند ضعیف کی تخریج کرتے ہیں جبکہ اس باب میں اس کے علاوہ کوئی دوسری حدیث موجود نہ ہو کیونکہ ان کے نزدیک وہ لوگوں کی

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ المصابیح شرط البخاری ومسلم الذی التزماہ الخ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۲۳
[2] مقدمۃ ابن الصلاح النوع الثانی فی معرفۃ الحسن مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۸

marfat.com
Marfat.com

فی التقریب والتدریب وھذا لفظہما ملخصا اما مسند الامام احمد بن حنبل وابی داؤد الطیالسی وغیرھما من المسانید کمسند عبید اللہ بن موسٰی واسحٰق بن راھویہ والدارمی و عبد بن حمید وابی یعلی الموصلی والحسن بن سفین وابی بکر البزار فھؤلاء عادتھم ان یخرجوا فی مسند کل صحابی ما ورد من حدیثہ غیر مقیدین بان یکون محتجا بہ اولا[1] الخ وفیہ اعنی التدریب قیل ومسند البزار یبین فیہ الصحیح من غیرہ قال العراقی ولم یفعل ذلک الا قلیلا[2] وفی البنایۃ[عـہ] شرح الہدایۃ للعلامۃ الامام البدر العینی الدارقطنی کتابہ مملوء من الاحادیث الضعیفۃ والشاذۃ والمعللۃ وکم فیہا من حدیث لایوجد فی غیرہ[3] اھ وذکر اشد منہ للخطیب ونحوہ للبیہقی وفی فتح المغیث[عـہ۲] یقع ایضا فی صحیح ابی عوانۃ الذی عملہ مستخرجا علی مسلم احادیث

رائے وقیاس سے قوی ہے اھ اور اس میں تھوڑا سا بعد میں ہے پھر تدریب وتقریب میں ہے اور یہ الفاظ ملخصاً انہی دونوں کے ہیں، مسند امام احمد بن حنبل، ابو داؤد طیالسی اور ان کے علاوہ دیگر مسانید مثلاً مسند عبید اللہ بن موسٰی، مسند اسحٰق بن راھویہ، مسند دارمی، مسند عبد بن حمید، مسند ابو یعلی موصلی، مسند حسن بن سفیان، مسند ابوبکر بزار ان تمام کا طریقہ یہی ہے کہ مسند میں ہر صحابی سے مروی حدیث بیان کردیتے ہیں اس قید سے بالاتر ہو کر کہ قابلِ استدلال ہے یا نہیں الخ اور اسی یعنی تدریب میں ہے کہ بیان کیا گیا ہے کہ مسند بزار وہ ہے جس میں احادیث صحیحہ کو غیر صحیحہ سے جُدا بیان کیا جاتا ہے۔ عراقی کہتے ہیں کہ ایسا انہوں نے بہت کم کیا ہے۔ امام بدر الدین عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں تصریح کی ہے کہ دارقطنی کی کتاب احادیثِ ضعیفہ، شاذہ اور معللہ سے پُر ہے اور بہت سی احادیث اس میں ایسی ہیں جو اس کے غیر میں نہیں پائی جاتیں اھ اور خطیب کے لیے اس سے بڑھ کر شدت کا ذکر ہے اور اسی کی مثل بیہقی کے لیے ہے اور فتح المغیث میں ہے کہ صحیح ابو عوانہ جو مسلم پر احادیث کا

عـہ فی مسئلۃ الجہر فی البسملۃ ۱۲ منہ (م)

عـہ۲ فی الصحیح الزائد علی الصحیحین۔ (م)

بسم اللہ کو جہراً پڑھنے کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے (ت)

صحیحین پر زائد صحیح کے بیان میں اسے ذکر کیا ہے (ت)

---

[1] تدریب الراوی شرح التقریب النواوی مرتبۃ المسانید من الصحۃ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۱۷۱

[2] " " " " " " اول من صنف مسندا " " " " ۱/۱۶۳

[3] البنایۃ شرح الہدایۃ باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ ملک سنز کارخانہ بازار فیصل آباد ۱/۶۲۸

marfat.com

Marfat.com

كثيرة زائدة على اصله وفيها الصحيح والحسن بل والضعيف ايضا فينبغي التحرز في الحكم عليها ايضا[1] اه نصوص العلماء في هذا الباب كثيرة جدا وما اوردنا كاف في ابانة ما قصدناه بالجملة فروايتهم الضعاف من دون بيان في كل باب وان لم يوجد الصحيح معلوم مقرر لا يرد ولا ينكر، وانما اطنبنا ههنا لما شممنا خلافه من كلمات بعض الجلة، والحمد لله على كشف الغمة وتثبيت القدم في الزلة فاستبان ان لو كان المراد ما زعم هذا الذي نقلنا قوله لكانت التفرقة بين الاحكام والضعاف قد انعدمت والمسألة الاجماعية من اساسها قد انهدمت

هذا وجه ولك ان تسلك مسلك ارخاء العنان وتقول على وجه التشقق ان الحكم الذي رويت فيه الضعاف مطلقة هل يوجد فيه صحيح ام لا فان وجد فقد رووا الضعيف ساكتين في الاحكام ايضا عند وجود الصحيح فاين الفرق وان لم يوجد فالامر اشد **فان** التجأ ملتجئ الى انهم يعدون سوق الاسانيد

استخراج کرتے ہوئے اصل پر بہت کچھ زائدہ احادیث نقل کی ہیں ان میں صحیح، حسن بلکہ ضعیف بھی ہیں لہذا ان پر حکم لگانے سے خوب احتراز و احتیاط چاہیے اھ علماء کی تصریحات اس معاملہ میں بہت زیادہ ہیں اور جو ہم نے نقل کر دی ہیں ہمارے مقصود کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں، الغرض محدثین نے ضعیف احادیث بغیر نشاندہی کے ہر مسئلہ میں ذکر کی ہیں اگرچہ اس مسئلہ میں کوئی صحیح حدیث نہ پائی گئی ہو اور یہ بات معلوم و مسلّم ہے، نہ اسے رد کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کا انکار ممکن ہے۔ ہم نے یہ طویل گفتگو اس لیے کر دی ہے کہ بعض بزرگوں کے کلام سے ہم نے اس کے خلاف محسوس کیا تھا۔ اللہ تعالٰی کے لیے ہی حمد ہے جس نے تاریکی دُور کر دی اور پھسلنے کے مقام پر ثابت قدم رکھا پس اب یہ بات واضح ہو گئی کہ اگر ان کی مراد وہی ہے جو ہم نے ان کا قول نقل کیا تو پھر احکام اور ضعاف کے درمیان تفریق ختم ہو گئی اور اجماعی مسئلہ کی بنیاد منہدم ہو گئی ایک تو یہ توجیہ ہے اور ایک دوسری آسان راہ اختیار کرتے ہوئے علی وجہ التشقق یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ حکم جس کے بارے میں مطلقًا ضعیف حدیثیں مروی ہوں دیکھا جائیگا اس میں کوئی صحیح حدیث پائی جاتی ہے یا نہیں اگر حدیث صحیح پائی جائے تو لازم آیا کہ انہوں نے حدیث ضعیف احکام میں بھی صحیح کے ہوتے ہوئے سکوتًا روایت کی ہے تو اب فرق کہاں ہے؟ اور اگر موجود نہ ہو تو معاملہ اس سے بھی زیادہ شدید ہے اگر معترض یہ کہہ دے کہ محدثین سوقِ سند کو ہی بیان

---

[1] فتح المغیث الصحیح الزائد علی الصحیحین دارالامام الطبری بیروت ۱/ ۴۳

marfat.com

Marfat.com

من البیان ای فلو یوجد منهم روایة الضعاف فی الاحکام الامقرونة،

قلت اولاً هذا شیئ قد یبدیه بعض العلماء عذرا ممن روی الموضوعات ساکتا علیها ثم هم لا یقبلون ـ قال الذهبی[1] فی المیزان کلام ابن مندة فی ابی نعیم فظیع لا احب حکایته ولا اقبل قول کل منهما فی الآخر بل هما عندی مقبولان لا اعلم لهما ذنبا اکبر من روایتهما الموضوعات ساکتین عنها[2] اھ وقد قال العراقی[3] فی شرح الالفیة ان من ابرز اسناده منهم فهو ابسط لعذره اذ احال ناظره علی الکشف عن سنده وان کان لا یجوز له السکوت علیه[4] اھ

ثانیاً، لا یعهد منهم ایراد الاحادیث من ای باب کانت الا مسندة فهذا البیان لو تنفک عنه احادیث الفضائل ایضاً فبماذا تساهلوا فی هذا دون ذلك ـ

قرار دیتے ہیں، پس اس صورت میں احکام میں ضعیف حدیثوں کی روایت سکوتاً نہ ہوگی بلکہ بیان کے ساتھ ہوگی تو اسکے جواب میں:

میں کہتا ہوں اولاً یہ وہ چیز ہے جس کو بعض علماء نے ان لوگوں کی طرف سے عذر کے طور پر پیش کیا جو موضوعات کو سکوتاً روایت کرتے ہیں پھر انھیں قبول نہیں کرتے۔ ذہبی نے میزان میں کہا کہ ابونعیم کے بارے میں ابن مندہ کا کلام نہایت ہی رکیک ہے میں اسے بیان کرنا بھی پسند نہیں کرتا اور میں ان دونوں کا کوئی قول ایک دوسرے کے بارے میں نہیں سنتا بلکہ یہ دونوں میرے نزدیک مقبول ہیں اور میں ان کا سب سے بڑا گناہ یہی جانتا ہوں کہ انھوں نے روایاتِ موضوعہ کو سکوتاً روایت کیا ہے اور انکی نشان دہی نہیں کی اھ عراقی نے شرح الفیہ میں کہا ہے کہ ان میں سے جس نے اپنی سند کو واضح کیا تو اس نے اپنا عذر طویل کیا کیونکہ اس طرح اس نے ناظر کو سند کے حال سے آگاہ کیا ہے اگرچہ اس کے لیے اس پر سکوت جائز نہ تھا اھ

ثانیاً، ان کے ہاں ہر باب میں یہ معروف ہے کہ اس میں مسند احادیث لائی جائیں گی تو اس بیان سے احادیثِ فضائل بھی الگ نہیں، پھر ان میں تساہل کیوں اور دوسری روایات میں نہ ہو۔

---

[1] فی احمد بن عبد اللہ ۱۲ منہ (م)

[3] نقلہ فی التدریب نوع الموضوع قبیل التنبیہات ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ (م)

احمد بن عبد اللہ کے ترجمہ میں ہے (ت)

اس کو نقل کیا ہے تدریب میں نوع موضوع کے تحت تنبیہات سے کچھ پہلے۔ (ت)

---

[2] میزان الاعتدال للذہبی ترجمہ ۴۳۸ احمد بن عبد اللہ ابو نعیم الخ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۱۱

[4] تدریب الراوی شرح التقریب المعروفون بوضع الحدیث مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۲۸۹

marfat.com

Marfat.com

ثالثاً لوکان الاسناد ھو البیان المراد لاستحال روایۃ شیئ من الاحادیث منفکا عن البیان فان الروایۃ لاتکون الا بالاسناد، قال فی التدریب حقیقۃ الروایۃ نقل السنۃ ونحوھا واسناد ذٰلک الٰی من عزی الیہ بتحدیث واخبار وغیر ذٰلک[1] اھ و قال[عه1] الزرقانی تحت قول المواھب روی عبد الرزاق بسندہ الخ بسندہ ایضاح والا فھو مدلول روی[2] اھ وقال[عه2] ایضا تحت قولہ روی الخطیب بسندہ ایضاح فھو عندھم مدلول روی[3] اھ واذا انتھی الکلام بنا الی ھنا واستقر عرش التحقیق بتوفیق اللہ تعالٰی علی ماھو مرادنا فلنعد الی ماکنا فیہ حامدین للہ تعالٰی علی منہ الجزیلۃ الی کل نبیہ و مصلین علی نبیہ الکریم واٰلہ وصحبہ وسائر محبیہ۔

ثالثاً اگر سند بیان مراد ہی ہو تو بیان کے بغیر کوئی حدیث مروی ہی نہ ہوگی کیونکہ روایت میں سند تو ضروری ہے، تدریب میں ہے کہ حقیقت روایت سنّت وغیرہ کا نقل کرنا اور اس بات کی سند کا ذکر کرنا ہے کہ یہ فلاں نے بیان کی یا فلاں نے اس کی اطلاع دی ہے وغیرہ ذٰلک اھ زرقانی نے مواہب کی عبارت "روی عبدالرزاق بسندہ الخ" کے تحت کہا کہ بسندہ کا لفظ صرف وضاحت کے لیے ہے ورنہ وہ "روی" کا مدلول ہے اھ اور مواہب کی عبارت "روی الخطیب بسندہ" کے تحت یہی بات زرقانی نے کہی کہ "بسندہ" وضاحت ہے تو ان کے ہاں لفظ "روی" کا مدلول بھی یہی ہے اھ جب ہماری یہ گفتگو مکمل ہوچکی تو اللہ تعالٰی کی توفیق سے تحقیق کا اعلٰی درجہ پختہ ہوگیا اس طور پر جو ہماری مراد تھی، اب ہم واپس اس مسئلہ کی طرف لوٹتے ہیں جو ہمارا موضوع تھا اللہ تعالٰی کی بے بہا نعمتوں پر حمد کرتے ہوئے جو اس نے اپنے ہر نبی کو عطا کی ہیں اور صلٰوۃ وسلام پڑھتے ہوئے نبی کریم اور آپ کی آل واصحاب اور باقی محبین پر۔ (ت)

افادہ بست و دوم[22] (ایسے اعمال کے جواز یا استحباب پر ضعیف سے سند لانا دربارۂ احکام اسے

[عه1] اوائل الکتاب عند ذکر خلق نورہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)

[عه2] فی ذکر ولادتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)

---

[1] تدریب الراوی شرح التقریب خطبۃ المؤلف / وفیہا فوائد / حد علم حدیث مطبوعہ نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۴۰

[2] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالٰی لہ علیہ الصلٰوۃ والسلام مطبوعہ مطبعۃ العامرہ مصر ۱/ ۵۵

[3] " " " " ذکر تزوج عبد اللہ آمنہ " " " ۱/ ۱۳۳

marfat.com

Marfat.com

حجت بنانا نہیں) جس نے افادات سابقہ کو نظرِ غائر و قلب حاضر سے دیکھا سمجھا اُس پر بے حاجت بیان ظاہر و عیاں ہے کہ حدیثِ ضعیف سے فضائلِ اعمال میں استحباب یا محلِ احتیاط میں کراہت تنزیہ یا امرِ مباح کی تائید اباحت پر استناد کرنا اُسے احکام میں حجت بنانا اور حلال و حرام کا مثبت ٹھہرانا نہیں کہ اباحت تو خود بحکم اصالت ثابت اور استحباب تنزہ قواعد قطعیہ شرعیہ وارشاد اقدس "کیف وقد قیل" وغیرہ احادیث صحیحہ سے ثابت جس کی تقریر سابقاً زیورِ گوش سامعان ہوئی حدیث ضعیف اس نظر سے کہ ضعف سند مستلزم غلطی نہیں ممکن کہ واقع میں صحیح ہو صرف امید و احتیاط پر باعث ہوئی آگے حکم استحباب و کراہت اُن قواعد و صحاح نے افادہ فرمایا اگر شرع مطہر نے جلب مصالح و سلب مفاسد میں احتیاط کو مستحب نہ مانا ہوتا ہرگز ان مواقع میں احکام مذکورہ کا پتا نہ ہوتا تو ہم نے اباحت کراہت مندوبیت جو کچھ ثابت کی دلائل صحیحہ شرعیہ ہی سے ثابت کی نہ حدیث ضعیف سے **اقول** تاہم ازانجا کہ ورود ضعیف وہ بھی لذاتہ بلکہ بملاحظہ امکان صحت ترجی و احتیاط کا ذریعہ ہوا ہے اگر اُس کی طرف تجوزاً نسبت اثبات کردیں بجا ہے اور ثبوت بالضعیف میں بائے استعانت تو ادنیٰ مداخلت سے صادق ہاں اگر دلائل شرعیہ سے ایک امر کلی کی حرمت ثابت ہو اور کوئی حدیث ضعیف اُس کے کسی فرد کی طرف بلائے مثلاً کسی حدیث مجروح میں خاص طلوع و غروب یا استوا کے وقت بعض نماز نفل کی ترغیب آئی تو ہرگز قبول نہ کی جائے گی کہ اب اگر ہم اُس کا استحباب یا جواز ثابت کریں تو اسی حدیث ضعیف سے ثابت کریں گے اور صالح اثبات نہیں یونہی اگر دلائل شرعیہ مثبت ندب یا اباحت ہوں اور ضعاف میں نہی آئی اسی وجہ سے مفید حرمت نہ ہوگی مثلاً مقرر اوقات کے سوا کسی وقت میں اداۓ سنن یا معین رشتوں کے علاوہ کسی رشتہ کی عورت سے نکاح کو کوئی حدیث ضعیف منع کرے حرمت نہ مانی جائے گی ورنہ ضعاف کی صحاح پر ترجیح لازم آئے بحمد اللہ یہ معنی ہیں کلام علماء کے کہ حدیث ضعیف در بارۂ احکام حلال و حرام معمول بہ نہیں۔

ثم اقول اصل یہ ہے کہ مثبت وہ جو خلاف اصل کسی شئے کو ثابت کرے کہ جو بات مطابق اصل ہے خود اسی اصل سے ثابت، ثابت کیا محتاج اثبات ہوگا ولہذا شرع مطہر میں گواہ اس کے مانے جاتے ہیں جو خلاف اصل کا مدعی ہو اور ماورائے دماء و فروج و مضار و خبائث تمام اشیا میں اصل اباحت ہے تو ان میں کسی فعل کے جواز پر حدیث ضعیف سے استناد کرنا حلت غیر ثابتہ کا اثبات نہیں بلکہ ثابتہ کی تائید ہے،

ھذا تحقیق ما اسلفنا فی الافادۃ السابقۃ عن المحقق الدوانی، وھذا ھو معنی ما نص علیہ الامام ابن دقیق العید و سلطان العلماء عزالدین بن عبد السلام و تبعھما شیخ الاسلام الحافظ ونقلہ تلمیذہ السخاوی	یہ وہ تحقیق ہے جو ہم نے افادۂ سابقہ میں محقق دوانی کے حوالے سے بیان کی اور یہ وہ حقیقت و معنی ہے جس کی تصریح امام ابن دقیق العید اور سلطان العلماء عزالدین بن عبد السلام نے کی اور شیخ الاسلام حافظ نے ان دونوں کی اتباع کی اور ان کے شاگرد سخاوی نے

marfat.com

Marfat.com

فی فتح المغیث وفی قول البدیع والسیوطی فی
التدریب والشمس محمد الرملی فی شرح
المنہاج النووی، ستتھم من الشافعیۃ، ثم
اثرہ عن الرملی العلامۃ الشرنبلالی فی غنیۃ
ذوی الاحکام والمحقق المدقق العلائی فی
الدرالمختار، واقراہ ھما ومحشو الدر الحلبی
والطحطاوی والشامی فیہا وفی منحۃ الخالق
خستھم من الحنفیۃ، من اشتراط العمل
بالضعیف باندراجہ تحت اصل عام، وھو اذا
حققت لیس بتقیید زائد بل تصریح بمضمون
مانصوا علیہ ان العمل بہ فیما وراء العقائد
والاحکام. کما اوضحناہ لک وبہ ازداد انزھاقا
بعد انزھاق ما ظن الظانان من ان
الکلام فی الاعمال الثابتۃ بالصحاح، کیف
ولوکان کذلک لما احتیج الی ھذا الاشتراط
کما لایخفی واللہ الھادی الی سوی الصراط.

فتح المغیث اور القول البدیع میں، سیوطی نے تدریب
میں شمس الدین محمد رملی نے شرح المنہاج النووی میں
اسے نقل کیا ہے یہ چھ شوافع میں سے ہیں۔ پھر
رملی سے علامہ شرنبلالی نے غنیہ ذوی الاحکام میں
اور محقق و مدقق العلائی نے درمختار میں اسے نقل کیا
اور اسے ان دونوں نے اور درمختار کے محشین حلبی،
طحطاوی اور شامی نے اپنے اپنے حواشی اور منحۃ الخالق
میں ثابت رکھا یہ پانچ حنفی ہیں (اور وہ یہ ہے) کہ
حدیث ضعیف پر عمل کے لیے شرط یہ ہے کہ کسی عمومی
ضابطہ کے تحت داخل ہو اور جب تو اس کی تحقیق کرے
تو یہ کوئی زائد قید نہیں بلکہ اسی مضمون کی وضاحت ہے
جس کی انہوں نے تصریح کی ہے کہ اس پر عمل عقائد
و احکام کے علاوہ میں کیا جائے گا، جیسا کہ ہم نے
پہلے اسے واضح کردیا ہے اور اس سے ان دو علما
کا خوب رَد ہوگیا جو یہ گمان رکھتے تھے کہ یہ ان اعمال
کے بارے میں کلام ہے جو احادیث صحیحہ سے ثابت
ہوں اور یہ مطلب اس لیے نہیں ہو سکتا کہ اگر معاملہ یہ ہوتا تو یہ شرط لگانے کی محتاجی نہ تھی جیسا کہ واضح ہے، اور
اللہ تعالٰی سیدھے راہ کی ہدایت دینے والا ہے۔ (ت)

بحمد اللہ اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ بعض متکلمین طائفہ جدیدہ کا زعم باطل کہ ان احادیث سے جواز
تقبیل ابہامین پر دلیل لانا احکام حلال و حرام میں انہیں حجت بنانا ہے اور وہ بتصریح علماء ناجائز، محض مغالطہ و
فریب دہی عوام ہے ذی ہوش نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ وہی علماء جو حدیث ضعیف کو حلال و حرام میں حجت نہیں
مانتے صدہا جگہ احادیث ضعیفہ سے افعال کے جواز و استحباب پر دلیل لاتے ہیں جس کی چند مثالیں افادہ سابقہ
میں گزریں کیا معاذ اللہ علمائے کرام اپنا لکھا خود نہیں سمجھتے یا اپنے مقررہ قاعدہ کا آپ خلاف کرتے ہیں کیا افادہ مقدم
میں امام ابن امیر الحاج کا ارشاد نہ سنا کہ جمہور علماء کے نزدیک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف قابل عمل ہے تو کسی فعل کی
اباحت قائم رکھنا بدرجۂ اولٰی ولکن الوہابیۃ
رب اذا سألک العفو و

marfat.com

Marfat.com

العافیۃ آمین (وہابی تو سنتے ہی نہیں، سنتے ہیں تو سمجھتے نہیں، اے میرے رب! میں تجھ سے عفو و معافی کا سوال کرتا ہوں، آمین۔ت)

افادہ بست وسوم ۲۳ (ایسے مواقع میں ہر حدیث ضعیف غیر موضوع کام دے سکتی ہے)

اقول اوّلاً جمہور علماء کے عامہ کلمات مطالعہ کیجئے تو وہ مواقع مذکورہ میں قابلیت عمل کے لیے کسی قسم ضعف کی تخصیص نہیں کرتے، صرف اتنا فرماتے ہیں کہ موضوع نہ ہو فتح[1] القدیر و الفیۃ[1] عراقی و شرح الفیۃ للمصنف میں تھا غیر الموضوع[1] (موضوع کے علاوہ ہو۔ت) مقدمہ[2] ابن الصلاح و تقریب میں ماسوی الموضوع[2] (موضوع کے سوا ہو۔ت) مقدمہ[3] سید شریف میں دون الموضوع[3] (موضوع نہ ہو۔ت) حلیہ[4] میں الذی لیس بموضوع[4] (ایسی روایت جو موضوع نہ ہو۔ت) اذکار[5] میں ان الفاظ سے اجماع ائمہ نقل فرمایا کہ مالم یکن موضوعا[5] (وہ جو کہ موضوع نہ ہو۔ت) یونہی[6] امام ابن عبدالبر نے اجماع محدثین ذکر کیا کہ یروونہا عن کل[6] (محدثین ان کو تمام سے روایت کرتے ہیں۔ت) یہ سب عبارات باللفظ یا بالمعنی افادات سابقہ میں گزریں، زرقانی[7] شرح مواہب میں ہے عادۃ المحدثین التساہل فی غیر الاحکام والعقائد مالم یکن موضوعا[7] (محدثین کی عادت ہے کہ غیر احکام و عقائد میں تساہل کرتے ہیں اس میں جو موضوع نہ ہو) یونہی[1] علامہ حلبی سیرۃ[عہ] الانسان العیون میں فرماتے ہیں:

عہ: ذکر رضاعہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تحت حدیث مناغاۃ القمر لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر رضاعت میں اس حدیث کے تحت جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انگلی کے اشارے سے چاند کے ساتھ کھیلنے (جھک جانے) کا بیان ہے وہاں اس کا ذکر ہے دیکھو۔(ت)

عہ۲: نقل ہذا وما سیاتی من عیون الاثر بعض الاثریین ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

عیون الاثر کی یہ عبارت اور وہ جو عنقریب ذکر کی جائے گی ان کو بعض معاصرین نے نقل کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۳

[2] مقدمہ ابن الصلاح النوع الثانی والعشرون معرفۃ المقلوب مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۴۹

[3] مقدمہ سید شریف

[4] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[5] الاذکار المنتخبہ من کلام سید الابرار فصل قال العلماء الخ مطبوعہ دارالکتاب العربیۃ بیروت ص ۷

[6] کتاب العلم لابن عبدالبر

[7] شرح الزرقانی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول ذکر رضاعہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ عامرہ مصر ۱/۱۴۲

marfat.com
Marfat.com

لا یخفی ان السیر تجمع الصحیح والسقیم والضعیف والبلاغ والمرسل والمنقطع والمعضل دون الموضوع وقد قال الامام احمد وغیرہ من الائمۃ اذا روینا فی الحلال والحرام شددنا واذا روینا فی الفضائل ونحوھا تساھلنا[1]۔

واضح رہے کہ اصحاب سیر ہر قسم کی روایات جمع کرتے ہیں صحیح، غیر صحیح، ضعیف، بلاغات، مرسل، منقطع اور معضل وغیرہ، لیکن موضوع روایت ذکر نہیں کرتے۔ امام احمد اور دیگر محدثین کا قول ہے کہ جب ہم حلال و حرام کے بارے میں احادیث روایت کرتے ہیں تو شدت کرتے ہیں اور جب ہم فضائل وغیرہ کے بارے میں روایات لاتے ہیں تو ان میں نرمی برتتے ہیں۔ (ت)

شیخ محقق[۱۲] مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی شرح صراط المستقیم میں فرماتے ہیں:

گفتہ اند کہ اگر ضعف حدیث بجہت سوئے حفظ بعض رواۃ یا اختلاط یا تدلیس بود باوجود صدق و دیانت منجبر میگردد بتعدد طرق و اگر از جہت اتہام کذب راوی باشد یا شذوذ بمخالفت احفظ و اضبط یا بقوت ضعف مثل فحش خطا اگرچہ تعدد طرق داشتہ باشد منجبر نگردد و حدیث محکوم بضعف باشد و در فضائل اعمال معمول الخ[2]

محدثین نے بیان فرمایا ہے کہ اگر کسی حدیث میں ضعف بعض راویوں کے سُوئے حفظ یا تدلیس کی وجہ سے ہو جبکہ صدق و دیانت موجود ہو تو یہ کمی تعدد طرق سے پُوری ہوجاتی ہے اور اگر ضعف راوی پر اتہام کذب کی وجہ سے ہو یا احفظ و اضبط راوی کی مخالفت کسی جگہ ہو یا ضعف نہایت قوی ہو مثلاً فحش غلطی ہو تو اب تعدد طرق سے بھی کمی کا ازالہ نہیں ہوگا اور حدیث ضعیف پر ضعیف کا ہی حکم ہوگا اور فضائل اعمال میں ہے الخ (ت)

ثانیاً کلبی کا نہایت شدید الضعف ہونا کسے نہیں معلوم اُس کے بعد صریح کذاب وضاع ہی کا درجہ ہے ائمہ شان نے اُسے متروک بلکہ منسوب الی الکذب تک کیا کذبہ ابن حبان والجوزجانی وقال البخاری ترکہ یحیٰی وابن مھدی وقال الدارقطنی وجماعۃ متروک (ابن حبان اور جوزجانی نے اسے جھوٹا قرار دیا ہے، بخاری کہتے ہیں کہ اسے یحیٰی اور ابن مہدی نے ترک کردیا، دارقطنی اور ایک جماعت نے کہا کہ یہ متروک ہے۔ ت) لاجرم حافظ نے تقریب میں فرمایا متھم بالکذب ورمی بالرفض[3] (اس پر کذب کا اتہام ہے اور اسے روافض کی

۱؎ انسان العیون خطبۃ الکتاب مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳

۲؎ شرح صراط مستقیم دیباچہ شرح سفر السعادت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۱۲

۳؎ تقریب التہذیب ترجمہ محمد بن السائب بن بشر الکلبی مطبع دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ص ۲۹۸

marfat.com
Marfat.com

طرف منسوب کیا گیا ہے۔ ت)، بااینہمہ عامہ کتب سیر وتفاسیر اس کی اور اس کی امثال کی روایات سے مالا مال ہیں علمائے دین ان امور میں اُنھیں بلانکیر نقل کرتے رہے ہیں، میزان میں ہے:

قال ابن عدی وقد حدث عن الکلبی سفین وشعبۃ وجماعۃ ورضوہ فی التفسیر واما فی الحدیث فعندہ مناکیر[1]

ابن عدی نے کہا کہ کلبی سے سفیان، شعبہ اور ایک جماعت نے حدیث بیان کی ہے اور ان روایات کو پسند کیا ہے جس کا تعلق تفسیر کے ساتھ ہے اور حدیث سے متعلقہ روایات انکے نزدیک مناکیر ہیں۔ (ت)

امام ابن سید الناس سیرۃ عیون الاثر میں فرماتے ہیں:

غالب ما یروی عن الکلبی انساب واخبار من احوال الناس وایام العرب وسیرھم وما یجری مجری ذلک مما سمح کثیر من الناس فی حملہ عمن لایحمل عنہ الاحکام وممن حکی عنہ الترخیص فی ذلک الامام احمد[2]۔

کلبی سے اکثر طور پر لوگوں کے انساب واحوال، عرب کے شب و روز اور ان کی سیرت یا اسی طرح کے دیگر معاملات مروی ہیں جو کثرت کے ساتھ ایسے لوگوں سے لے لیے جاتے ہیں جن سے احکام نہیں لیے جاتے اور جن لوگوں سے اس معاملہ میں اجازت منقول ہے وہ امام احمد ہیں۔ (ت)

ثالثاً (امام واقدی ہمارے علماء کے نزدیک ثقہ ہیں) امام واقدی کو جمہور اہلِ اثر نے چنیں وچناں کہا جس کی تفصیل میزان وغیرہ کتبِ فن میں مسطور، لاجرم تقریب میں کہا: متروک مع سعۃ علمہ[3] (علمی وسعت کے باوجود متروک ہے۔ ت) اگرچہ ہمارے علماء کے نزدیک اُن کی توثیق ہی راجح ہے کما افادہ الامام المحقق فی فتح القدیر[4] (جیسا کہ امام محقق نے فتح القدیر میں اس کو بیان کیا ہے۔ ت) بااینہمہ یہ جرح شدید ماننے والے

---

[4] حیث قال فی باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء عن الواقدی قال کانت بئر بضاعۃ

جہاں انہوں نے "باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء" میں واقدی سے نقل کیا کہ بضاعۃ (باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] میزان الاعتدال نمبر ۷۵۷۴، ترجمہ محمد بن السائب الکلبی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳/۵۵۸

[2] عیون الاثر ذکر الاجوبہ عما رمی بہ مطبوعہ دار الحضارۃ بیروت ۱/۲۴

[3] تقریب التہذیب ترجمہ محمد بن عمر بن واقد الاسلمی مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالا ص ۳۱۲-۱۳

[4] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۹

marfat.com
Marfat.com

بھی انھیں سیر و مغازی و اخبار کا امام مانتے اور سلفاً و خلفاً ان کی روایات سِیَر میں ذکر کرتے ہیں کما لا یخفی علی من طالع کتب القوم (جیسا کہ اس شخص پر مخفی نہیں جس نے قوم کی کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ت) میزان میں ہے :

کان الی حفظہ المنتھی فی الاخبار و السیر و المغازی والحوادث وایام الناس والفقہ وغیر ذلک[1]

یہ اخبار و احوال، علم سِیَر و مغازی، حوادثاتِ زمانہ اور اس کی تاریخ اور علم فقہ وغیرہ کے انتہائی ماہر اور حافظ ہیں۔(ت)

رابعاً ہلال بن زید بن یسار بصری عسقلانی کو ابن حبان نے کہا روی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ اشیاء موضوعۃ (انھوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے موضوع روایات نقل کی ہیں۔ت) حافظ الشان نے تقریب میں کہا متروک۔ باوصف اس کے جب انھیں ہلال نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث فضیلت عسقلان روایت کی جسے حافظ ابوالفرج نے بعلتِ مذکورہ درج موضوعات کیا اُس پر حافظ الشان ہی نے وہ جواب مذکور افادہ وہم دیا کہ حدیث فضائلِ اعمال کی ہے سو اُسے طعن ہلال کے باعث موضوع کہنا ٹھیک نہیں امام احمد کا طریق معلوم ہے کہ احادیثِ فضائل میں تساہل فرماتے ہیں، اور یہ بھی افادہ نہم میں حافظ الشان ہی کی تصریح سے گزر چکا کہ متروک ایسا شدید الضعیف ہے جس کے بعد بس متہم بالوضع و وضاع ہی کا درجہ ہے اب یہ بات خوب محفوظ رہے کہ خود امام الشان ہی نے ہلال کو متروک کہا خود ہی متروک کو اتنا شدید الضعف

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

طریقا للماء الی البساتین وھذا تقوم بہ الحجۃ عند نا اذا وثقنا الواقدی، اما عند المخالف فلا لتضعیفہ ایاہ اھ وقال فی فصل فی الآثار قال فی الامام جمع شیخنا ابوالفتح الحافظ فی اول کتابہ المغازی والسیر من ضعفہ و من وثقہ ورجح توثیقہ وذکر الاجوبۃ عما قیل فیہ اھ[2] ۱۲ منہ (م)

کے کنویں سے باغوں کو پانی دیا جاتا تھا ہمارے نزدیک حجت کے لیے یہی کافی ہے کیونکہ ہم نے واقدی کی توثیق کر دی ہے باقی مخالف کے نزدیک حجت نہیں کیونکہ وہ اس کی تضعیف کا قائل ہے اھ اور "فصل فی الآثار" میں کہا کہ امام کے بارے میں ہمارے شیخ ابوالفتح حافظ نے اپنی پہلی کتاب المغازی والسیر میں ان روایات کو جمع کیا ہے جن کی توثیق کی گئی یا ان کو ضعیف کہا گیا اور ان کی توثیق کو ترجیح دیتے ہوئے ان پر وارد شدہ اعتراضات کے جوابات بھی ذکر کیے اھ ۱۲ منہ (ت)

---

[1] میزان الاعتدال نمبر ۷۹۹۳ ترجمہ محمد بن عمر بن واقد الاسلمی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۳/ ۶۶۳

[2] و [3] فتح القدیر، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۹/ ۱ و ۹/ ۷۶

marfat.com

Marfat.com

بتایا خود ہی ایسے شدید الضعف کی روایت کو در بارۂ فضائل مستحق تساہل رکھا اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوگی کہ ضعف کیسا ہی شدید ہو جب تک سرحد کذب و وضع تک نہ پہنچے حافظ الشان کے نزدیک بھی فضائل میں قابلِ نرمی و گوارائی ہے وللہ الحجۃ السامیہ۔

خامساً اور سُنیئے وضو کے بعد اِنّا انزلنا پڑھنے کی حدیثوں کا ضعف نہایت قوت پر ہے، سخاوی نے مقاصد حسنہ میں اسے بے اصل محض کہا، امام جلیل ابو اللیث سمرقندی نے اپنے مقاصد میں ان حدیثوں کو ذکر فرمایا، امام الشان سے اس بارہ میں سوال ہُوا وہی جواب فرمایا کہ فضائلِ اعمال میں ضعاف پر عمل روا ہے۔ امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں:

قد سئل شیخنا حافظ عصرہ قاضی القضاۃ شہاب الدین الشہیر بابن حجر رحمہ اللہ تعالٰی من ھذہ الجملۃ فاجاب بما نصہ الاحادیث التی ذکرھا الشیخ ابو اللیث نفع اللہ تعالٰی ببرکتہ ضعیفۃ والعلماء یتساھلون فی ذکر الحدیث الضعیف والعمل بہ فی فضائل الاعمال ولم یثبت منھا شیئ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لامن قولہ ولا من فعلہ اھ[1]

ہمارے شیخ حافظ العصر قاضی القضاۃ شہاب الدین المعروف ابن حجر رحمہ اللہ تعالٰی سے ان روایات کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے یہ جواب ارشاد فرمایا کہ وُہ احادیث جن کو امام ابو اللیث "اللہ تعالٰی ان کی برکت سے نفع عطا فرمائے" نے ذکر کیا ہے وہ ضعیف ہیں، اور علماء حدیث ضعیف کے ذکر کرنے اور فضائل اعمال میں اس پر عمل کرنے میں نرمی برتتے ہیں اگرچہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ان کے متعلق کوئی قول و عمل ثابت نہ ہو اھ (ت)

سادساً یہ حدیث کہ چاند گہوارہ میں عرب کے چاند عجم کے سورج صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے باتیں کرتا، حضور کو بہلاتا، انگشت مبارک سے جدھر اشارہ فرماتے اُسی طرف جُھک جاتا کہ بیہقی نے دلائل النبوۃ، امام ابو عثمٰن اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن صابونی نے کتاب المائتین، خطیب نے تاریخ بغداد، ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی اُس کا مدار احمد بن ابراہیم حلبی شدید الضعف پر ہے، میزان میں ہے امام ابو حاتم نے کہا: احادیثہ باطلۃ تدل علی کذبہ[2] (اس کی احادیث باطلہ اس کے کذب پر دال ہیں۔ ت) باوجود اس کے امام صابونی نے فرمایا، ھذا حدیث غریب الاسناد

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] میزان الاعتدال ترجمہ ۲۸۲ احمد بن ابراہیم حلبی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۸۱/۱

marfat.com

Marfat.com

والمتن وھو فی المعجزات حسن[1] (اس حدیث کی سند بھی غریب اور متن بھی غریب باایںہمہ معجزات میں حسن ہے) اُن کے اس کلام کو امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبرٰی، امام احمد قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں نقل کیا اور مقرر رکھا۔

سابعًا حدیث الدیك الابیض صدیقی وصدیق صدیقی وعدو عدو اللہ وکان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یبیتہ معہ فی البیت[2] (مرغ سپید میرا خیر خواہ اور میرے دوست کا خیر خواہ، اللہ تعالٰی کے دشمن کا دشمن ہے، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُسے شب کو مکان خوابگاہ اقدس میں اپنے ساتھ رکھتے تھے) کہ ابوبکر برقی نے ابوزید انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، علامہ مناوی نے تیسیر میں فرمایا: باسناد فیہ کذاب[3] (اس کی سند میں کذاب ہے) باوصف اس کے فرمایا، فیندب لنا فعل ذلك تاسیا بہ[4] جبکہ حدیث میں ایسا وارد ہوا تو ہمیں باقتدائے حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مرغ سپید کو اپنی خوابگاہ میں ساتھ رکھنا مستحب ہے۔ مثالیں اس کی اگر تتبع کیجئے بکثرت لیجئے وھذا الاخیر قد بلغ الغایۃ وفیما ذکرنا کفایۃ لاھل الدرایۃ (یہ آخری انتہاء پر ہے اور جو کچھ ہم نے ذکر کر دیا وہ اہلِ فہم کے لیے کافی ہے۔ ت)

ثامنًا احادیث و دلائل مذکورہ افادات سابقہ بھی اسی اطلاق کے شاہد عدل ہیں خصوصًا حدیث وان کان الذی حدثہ بہ کاذبا (اگرچہ جس نے اسے بیان کیا کاذب ہو۔ ت) ظاہر ہے کہ احتمالِ صدق و نفع بے ضرر ہر ضعیف میں حاصل تو فرق زائل بالجملہ یہی قضیہ دلیل ہے اور یہی کلام و عمل قوم سے مستفاد مگر حافظ الشان سے منقول ہوا کہ شرط عمل عدم شدت ضعف ہے نقلہ تلمیذہ السخاوی وقال سمعتہ مرارا یقول ذلك (اسے ان کے شاگرد امام سخاوی نے نقل کیا اور کہا کہ میں نے ان سے یہ کئی مرتبہ کہتے سنا ہے۔ ت)

اقول (بحث قبول شدید الضعف) یہاں شدتِ ضعف سے مراد ہیں حافظ سے نقل مختلف آئی، شامی[عـہ] نے فرمایا طحطاوی نے فرمایا امام ابن حجر نے فرمایا،

عـہ فی مستحبات الوضوء ۱۲ منہ (م) (شامی نے مستحبات الوضو میں فرمایا ۱۲ منہ۔ ت)

[1] المواہب اللدنیۃ بحوالہ کتاب المائتین حدیث غریب الاسناد والمتن۔ المکتب الاسلامی بیروت ۱۵۴/۱

[2] کتاب الموضوعات لابن الجوزی باب فی الدیک الابیض " دار الفکر بیروت ۴/۳

[3] تیسیر شرح جامع صغیر للمناوی، حدیث مذکور کے تحت مکتبۃ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۱۵/۲

[4] التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث مذکور کے تحت مکتبۃ الامام الشافعی، ریاض سعودیہ ۱۵/۲

marfat.com

Marfat.com

شدید الضعف ھو الذی لا یخلو طریق من طرقه عن کذاب او متھم بالکذب[1]۔

شدید الضعف وہ حدیث ہے جس کی اسنادوں سے کوئی اسناد کذاب یا متہم بالکذب سے خالی نہ ہو۔

یہاں صرف انھیں دو کو شدتِ ضعف[عہ] میں رکھا امام سیوطی نے تدریب میں فرمایا حافظ نے فرمایا :

ان یکون الضعف غیر شدید فیخرج من انفرد من الکذابین والمتھمین بالکذب ومن فحش غلطه[2]۔

وہ ضعف شدید نہ ہو پس اس سے وہ نکل گیا جو کذاب اور متہم بالکذب میں منفرد ہو یا جو فحش الغلط ہو۔ (ت)

یہاں ان دو کے ساتھ فحش غلط کو بھی بڑھایا نسیم الریاض میں قول البدیع سے کلام حافظ بایں لفظ نقل کیا :

ان یکون الضعف غیر شدید کحدیث من انفرد من الکذابین والمتھمین ومن فحش غلطه[3]۔

حدیث میں ضعف شدید نہ ہو مثلاً اس شخص کی حدیث جو کذابین اور متہمین سے ہو یا وہ فحش الغلط ہو۔ (ت)

عہ وھکذا عزا لبعض العصریین وھو المولوی عبد الحی اللکنوی فی ظفر الامانی الی التدریب و القول البدیع حیث قال الشرط للعمل بالحدیث الضعیف ثلث شروط علی ما ذکرہ السیوطی فی شرح تقریب النووی والسخاوی فی القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع وغیرھما الاول عدم شدۃ ضعفه بحیث لا یخلو طریق من طرقه من کذاب او متھم بالکذب الخ **اقول** لکن سنسمعك نصی التدریب والقول البدیع فیظھر لك ان وقع ھھنا فی النقل عنھما تقصیر شنیع فلیتنبه ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

معاصرین میں سے مولوی عبد الحی لکھنوی نے "ظفر الامانی" میں "التدریب" اور "القول البدیع" کی طرف ایسے ہی منسوب کیا جہاں انہوں نے کہا کہ ضعیف حدیث پر عمل کی تین شرطیں ہیں جیسا کہ نووی نے "شرح تقریب النووی" اور سخاوی نے "القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع" میں اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی ذکر کیا، پہلی شرط یہ ہے کہ اس کا ضعف شدید نہ ہو بایں طور کہ اس کے تمام طرق کذاب اور متہم بالکذب سے خالی نہ ہوں الخ **اقول** ابھی بعد میں ہم آپ کو ان دونوں کتابوں کی عبارت سنائیں گے جس سے آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ اس نقل میں ان دونوں سے انتہائی کوتاہی سرزد ہوئی ہے غور کرنا چاہئے۔ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

---

[1] رد المحتار مستحبات الوضوء مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۹۵

[2] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی ۔ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۲۹۸

[3] نسیم الریاض شرح الشفاء مقدمۃ الکتاب مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۴۳

marfat.com

Marfat.com

یہاں کافی نے زیادتِ توسیع کا پتا دیا، تحدید اول پر امر سہل و قریب ہے کہ ایک جماعت علما حدیث کذابین ومتہمین پر اطلاق وضع کرتے ہیں تو غیر موضوع سے انھیں خارج کرسکتے ہیں مگر ثانی تصریحات ومعاملات جمہور وعلما وخود امام الشان سے بعید اور ثالث بظاہر ابعد ہے ہم ابھی روشن بیان سے واضح کرچکے ہیں کہ خود حافظ نے متروک شدید الضعف راوی موضوعات کی حدیث کو بھی فضائل میں محتمل رکھا مگر بحمد اللہ تعالٰی ہمارا مطلب ہر قول پر حاصل ہم افادات سابقہ میں مبرہن کرآئے ہیں کہ تقبیلِ ابہامین کی حدیثیں ہرگز نہ ضعف شدید سے پاک ومنزہ ہیں اُن پر صرف انقطاع یا جہالتِ راوی سے طعن کیا گیا یہ ہیں بھی تو ضعفِ قریب نہ ضعف شدید والحمد للہ العلی المجید "ھذا" (اسے یاد رکھو ۔ ت)

ورأیتنی کتبت ھھنا علی ھامش فتح المغیث، کلاماً یتعلق بالمقام احببت ایرادہ اتماماً للمرام، فذکرت اولاً ما عن الشامی عن الطحطاوی عن ابن حجر ثم ایدتہ باطلاق العلماء ثم اوردت ما عن النسیم عن السخاوی عن الحافظ ثم قلت ما نصہ۔

اور مجھے یاد آرہا ہے کہ میں نے اس مقام پر فتح المغیث کے حاشیہ میں ایسی گفتگو کی ہے جو اس مقام پر مناسب ہے میں اتمام مقصد کی خاطر اس کا یہاں ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں، پہلے میں وہ ذکر کروں گا جو امام شامی نے طحطاوی سے اور انہوں نے ابن حجر سے نقل کیا ہے پھر اسے مزید قوی کروں گا علماء کے اطلاق سے پھر وہ نقل کروں گا جو نسیم نے سخاوی سے انہوں نے حافظ سے نقل کیا۔ پھر میرا قول یہ ہے:

اقول وھذا کما تری مخالف لاطلاق ما مر عن النووی عن العلماء قاطبۃ، ولتحدید ما مر عن الطحطاوی عن شیخ الاسلام نفسہ لکن یظھر لی دفع التخالف عن کلامی شیخ الاسلام بانہ ھھنا ذکر التفرد وفیما سبق قال "لا یخلو طریق من طرقہ، فیکون الحاصل ان شدید الضعف بغیر الکذب والتھمۃ لا یقبل عندہ فی الفضائل حین التفرد، اما اذا کثرت طرقہ فیبلغ درجۃ یسیر الضعف فی خصوص قبولہ فی الفضائل، بخلاف شدید الضعف بالکذب والتھمۃ فانہ وان کثرت طرقہ التی لا تفوقہ بان لا یخلو

اقول جیسا کہ تمہیں معلوم ہے یہ بات علامہ نووی کے نقل کردہ تمام علماء کے اطلاق اور خود شیخ الاسلام سے امام طحطاوی کی گزشتہ نقل کردہ تعریف کے خلاف ہے۔ لیکن شیخ الاسلام کی دونوں کلاموں میں مخالفت کو ختم کرنے کی وجہ مجھ پر ظاہر ہورہی ہے وہ یہ کہ یہاں انہوں نے راوی کے تفرد کی بات کی ہے اور پہلے انہوں نے کہا ہے کہ طُرق میں سے کوئی طریق بھی (کذاب ومتہم سے) خالی نہ ہو، پس حاصل یہ ہوا کہ کذب وتہمت کے بغیر شدید ضعف ہو تو ان کے ہاں تفرد کی صورت میں فضائل میں قابلِ قبول نہیں، لیکن جب وہ کثرتِ طُرق سے مروی ہو تو اس صورت میں شدید ضعف سے خفیف ضعف کے درجہ میں

marfat.com

Marfat.com

شئ منها عن كذاب او متهم لا يبلغ تلك الدرجة، ولا يعمل به فى الفضائل، وهذا هو الذى يعطيه كلام السخاوى فيما مر حيث جعل قبول ما فيه ضعف شديد مطلقا ولو بغير كذب فى باب الفضائل موقوفا على كثرة الطرق، لكنه يخالفه فى خصلة واحدة، وهو حكمه بالقبول بكثرة الطرق فى الضعف بالكذب ايضا كما تقدم، وهو كما ترى مخالف لصريح ما نقل عن شيخ الاسلام وعلى كل فلم يرتفع مخالفة نقل شيخ الاسلام عن العلماء جميعا لنقل الامام النووى عنهم كافة، فانهم لم يشرطوا للقبول فى الفضائل فى شديد الضعف كثرة الطرق ولا غيرها سوى ان لا يكون موضوعا، فصريح ما يعطيه كلامهم قبول ما اشتد ضعفه لفسق او فحش غلط، مثلا وان تفرد ولم يكثر طرقه، فافهم، وتأمل فان المقام مقام خفاء وزلل، والله المسئول لكشف الحجاب، وابانة الصواب اليه المرجع واليه المآب اه، ما اردت نقله مما علقته على الهامش.

آجائیگی پس اب وہ صرف فضائل میں مقبول ہو جائیگی، اس کے برخلاف جو کذب اور تہمت کی وجہ سے شدید ضعف والی ہو تو بیشمار کثرتِ طرق کے باوجود وہ مقبولیت کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتی اور نہ ہی فضائل میں قابلِ عمل ہو سکتی ہے کیونکہ اس کے ہر طریق میں کوئی نہ کوئی کذاب اور متہم ضرور ہوتا ہے۔ یہی بات علامہ سخاوی کے گزشتہ کلام سے حاصل ہوتی ہے جہاں انہوں نے شدید ضعف والی حدیث کے فضائل میں مقبول ہونے کو کثرتِ طرق پر موقوف کیا وہاں شدتِ ضعف مطلق مراد ہے خواہ وہ کذب کے علاوہ ہی ہو، لیکن یہ بات ان کو ایک جگہ آڑے آئے گی۔ جہاں انہوں نے ضعف بالکذب پر بھی کثرتِ طرق کی بنا پر مقبول ہونے کا حکم کیا ہے جیسا کہ گزرا ہے حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ یہ بات شیخ الاسلام سے نقل کردہ کے صراحۃً خلاف ہے، بہرصورت شیخ الاسلام کا تمام علماء سے نقل کردہ موقف اور امام نووی کا نقل کردہ انہی تمام علماء کا موقف مختلف ہے یہ اختلاف مرتفع نہیں ہو سکتا، کیونکہ علماء نے فضائل میں شدید ضعف والی حدیث کو قبول کرنے کے لیے کثرتِ طرق وغیرہا کی شرط نہیں لگائی صرف یہ کہا ہے کہ وہ موضوع نہ ہو، ان کے کلام کا صریح ماحصل یہ ہے کہ مثلاً فسق یا فحش غلطی کی بنا پر جس حدیث کا ضعف شدید ہو خواہ اس کا راوی متفرد ہی کیوں نہ ہو اور اس حدیث کے طرق کثیر بھی نہ ہوں تب بھی یہ حدیث (فضائل میں) مقبول ہے، غور و تامل کرو، کیونکہ یہ مقام خفی ہے اور غلط فہمی پیدا کر سکتا ہے، پردوں کو کھولنے اور درستی کو ظاہر کرنے کا سوال صرف اللہ تعالیٰ سے ہے اسی کی طرف لوٹنا ہے اور وہی جائے پناہ ہے۔ فتح المغیث کے حاشیہ میں سے جو میں نقل کرنا چاہتا تھا وہ ختم ہوا۔ (ت)

فان قلت هذا قد نماه الى

اگر اعتراض کے طور پر کوئی کہے کہ امام شیخ الاسلام

marfat.com

Marfat.com

امام فليحمل اطلاقاتهم عليه دفعاً للتخالف بين النقلين **قلت** نعم لولا ان ماذكروا من الدليل عليه لايلائم سريان التخصيص اليه ، وكيف نصنع بما نشاهدهم يفعلون يرون شدة الضعف ثم يقبلون، وبالجملة فالاطلاق هو الاوفق بالدليل والالصق بقواعد الشرع الجميل فنود ان يكون عليه التعويل والعلم بالحق عند الملك الجليل۔

کے بیان میں ایک زائد قید ہے جس پر علماء کے اطلاقات کو محمول کیا جا سکتا ہے اس سے دو نقل کردہ کلاموں میں اختلاف ختم ہو سکتا ہے **قلت** (تو میں جواباً کہتا ہوں) ہاں اگر علماء کے ذکر کردہ پر کوئی دلیل نہ ہو تب بھی ان کے کلام کو اس قید سے خاص کرنا ممکن نہیں کیونکہ یہ ان کا کلام ہی نہیں ہے بلکہ وہ شدید ضعف پا کر بھی قبول کرنے پر عمل پیرا ہیں جس کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں ۔ خلاصہ یہ کہ (شدید ضعیف حدیث کو قبول کرنے کے لیے کثرتِ طرق) کی قید نہ لگانا دلیل کے زیادہ موافق اور قواعد شرح جمیل کے زیادہ مناسب ہے ، ہماری خواہش ہے کہ یہی قابلِ اعتماد ہو اور حق کا علم اللہ جل جلالہٗ کے ہاں ہے ۔ (ت)

فائدة جليلة

(فائدة جليلة فی احکام انواع الضعيف وانجبار ضعفها) هذا الذی اشرت اليه من كلام السخاوی المار المتقدم هو قوله مع متنه فی بيان الحسن ، ان يكن ضعف الحديث لكذب او شذوذ بان خالف من هو احفظ او اكثر او قوی الضعف بغيرهما فلم يجبر ولو كثرت طرقه لكن بكثرة طرقه يرتقی عن مرتبة المردود المنكر الى مرتبة الضعيف الذی يجوز العمل به فی الفضائل وربما تكون تلك الطرق الواهية بمنزلة الطريق التی فيها ضعف يسير بحيث لو فرض مجیئ ذلك الحديث باسناد فيه ضعف يسير كان مرتقيا بها الى مرتبة الحسن لغيره[1] ملخصاً۔

فائدہ جلیلہ

(ضعیف حدیثوں کے احکام اقسام اور انکی کمی کو پورا کرنے کے بیان میں) امام سخاوی کے جس گزشتہ کلام کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے وہ مع متن، حدیث حسن کے بارے میں ہے کہ حدیث کا ضعف کذب یا شذوذ یعنی وہ حدیث احفظ راوی یا کثیر رواۃ کی روایت کے خلاف ہو، یا یہ ضعف قوی ہو جو ان دو مذکورہ (کذب اور شذوذ) کے علاوہ کسی اور وجہ سے پیدا ہوا ہو، یہ ضعف کثرتِ طُرق سے بھی ختم نہیں ہو سکتا، لیکن کثرتِ طرق کی بنا پر یہ حدیث مردود منکر کے مرتبہ سے ترقی کرکے ایسے ضعف کے مرتبہ پر پہنچ جاتی ہے جس سے فضائل میں عمل کے لیے مقبول ہو جاتی ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ حدیث کے متعدد کمزور طُرق ایک

---

[1] فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث الحسن دار الامام الطبری ۱/۸۳

marfat.com

Marfat.com

معمولی کمزور طریقہ جیسے ہوتے ہیں کہ اگر وہ حدیث کسی معمولی ضعف والی سند کے ساتھ مروی فرض کرلی جائے تو یہ درجہ حسن لغیرہ پر فائز ہوجاتی ہے، ملخصاً۔ (ت)

وراٴیتنی علقت علیه ههنا ما نصه **اقول** حاصل ما تقرر وتحرر ههنا مع زیادات نفیسة منا ان الموضوع لا یصلح لشیئ اصلا ولا یلتئم جرحه ابدا ولو کثرت طرقه ما کثرت، فان زیادة الشر لا یزید الشیئ الا شرا، وایضا الموضوع کالمعدوم و المعدوم لا یقوی ولا یتقوی، ومنه عند جمع منهم شیخ الاسلام ما جاء بروایة الکذابین وعند آخرین منهم خاتم الحفاظ ما اتی من طریق المتهمین، وسوّٰهما السخاوی بشدید الضعف الآتی لذهابه الی ان الوضع لا یثبت الا بالقرائن المقررة ان تفرد به کذاب او وضاع کما نص علیه فی هذا الکتاب، وهو عندی مذهب قوی اقرب الی الصواب، اما الضعف بغیر الکذب والتهمة من ضعف شدید مخرج له عن حیز الاعتبار کفحش غلط الراوی فهذا یعمل به فی الفضائل علی مایعطیه کلام عامة العلماء، وهو الاقعد بقضیة الدلیل والقواعد، لا عند شیخ الاسلام علی احدی الروایات عنه ومن تبعه کالسخاوی الا اذا کثرت طرقه الساقطة عن درجة الاعتبار فح یکون مجموعها کطریق واحد صالح له فیعمل بها فی الفضائل

اور مجھے یاد ہے کہ میں نے اس کے اس مقام پر حاشیہ لکھا ہے جو یہ ہے **اقول** ہماری زائد ابحاث کے ساتھ جو یہاں ثابت اور واضح ہوچکا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ موضوع حدیث کسی طرح کارآمد نہیں ہے، اور کثرتِ طُرق کے باوجود اس کا عیب ختم نہیں ہوسکتا کیونکہ شر کی زیادتی سے شر مزید بڑھتا ہے، نیز موضوع، معدوم چیز کی طرح ہے اور معدوم چیز نہ قوی ہوسکتی ہے اور نہ قوی بنائی جاسکتی ہے، موضوع کی ایک قسم وُہ ہے جس کو ایک جماعت نے، جس میں شیخ الاسلام بھی ہیں' نے بیان کیا ہے، وہ یہ کہ جس کو کذاب لوگ روایت کریں، اور ایک دوسری جماعت جس میں سے "خاتم الحفاظ" بھی ہیں' نے بیان کیا ہے کہ "موضوع" وُہ ہے جس کو متہم بالکذب روایت کریں۔ امام سخاوی نے ان دونوں بیان کردہ قسموں کو "شدید الضعف" کے مساوی قرار دیا ہے، جس کو عنقریب بیان کریں گے، امام سخاوی کا خیال ہے کہ موضوع کی پہچان مقررہ قرائن ہی سے ہوتی ہے جیساکہ روایت کرنے والا کذّاب یا وضّاع اس روایت میں متفرد ہو، جیساکہ امام سخاوی نے اس کتاب میں بیان کیا ہے میرے نزدیک یہی مؤقف قوی اور اقرب الی الصواب ہے، مگر کذب اور تہمتِ کذب کے بغیر کوئی بھی شدید ضعف جس کی بنا پر حدیث درجہ اعتبار سے خارج ہوجاتی ہے مثلاً راوی کا انتہائی فحش غلطی ہو، ضعیف کی یہ قسم فضائل میں

marfat.com

Marfat.com

ولكن لا يحتج بها في الاحكام ولا تبلغ بذلك
درجة الحسن لغيره الا اذا انجبرت مع ذلك
بطرق اخرى صالحة للاعتبار فان مجموع
ذلك يكون كحديثين ضعيفين صالحين
متعاضدين فح ترتقي الى الحسن لغيره فتصير
حجة في الاحكام، اما مطلقا على ما هو ظاهر
كلام المصنف اعني العراقي او بشرط تعدد
الجابرات الصالحات البالغة مع هذه الطرق
القاصرة المتكثرة القائمة مقام صالح واحد
حد الكثرة في الصوالح على ما فهمه السخاوي
من كلام النووي وغيره الواقع فيه لفظ
الكثرة مع نزاع لنا فيه مؤيد بكلام شيخ
الاسلام في النزهة والنخبة المكتفيتين عه

کار آمد ہو سکتی ہے جیسا کہ عام علماء کے کلام سے حاصل ہے
اور یہی موقف دلیل و قواعد سے مطابقت رکھتا ہے۔ مگر
شیخ الاسلام سے ایک روایت ہیں اور امام سخاوی
کی طرح ان کے پیروکار حضرات کے ہاں یہ قسم فضائل میں
معتبر نہیں ہے تاوقتیکہ اس کے کمزور طرق کثیر نہ ہوں
اور یہ طرق کثیر ہوں تو ان سب کے مجموعہ کو وہ ایک طریقہ
صالحہ کے مساوی قرار دے کر فضائل میں قابلِ عمل
قرار دیتے ہیں، تاہم اس قسم کی ضعیف حدیث کو
احکام کے لیے حجت قرار نہیں دیا جا سکتا اور نہ ہی یہ
درجہ "حسن لغیرہ" کو پا سکتی ہے۔ ہاں اگر ان متعدد طرق کے
ساتھ ساتھ کسی دوسرے صالح طریق سے اس کی کمزوری زائل
ہو جائے تو اور بات ہے، کیونکہ کمزور متعدد طرق اور
ایک صالح طریق کی بنا پر وہ حدیث دو ایسی ضعیف

عه حيث قال متى توبع السيئ الحفظ بمعتبر
كان يكون فوقه او مثله لا دونه وكذا المختلط
الذي لا يتميز والمستور والاسناد المرسل وكذا المدلس اذا
لم يعرف المحذوف منه صار حديثهم حسنا لا لذاته
بل وصفه بذلك باعتبار المجموع لانه كل واحد منهم (اى
ممن ذكر من السيئ الحفظ والمختلط الخ) باحتمال
كون روايته صوابا او غير صواب على حد سواء
فاذا جاءت من المعتبرين رواية موافقة
لاحدهم رجح احد الجانبين من الاحتمالين
المذكورين ودل ذلك على ان الحديث محفوظ

ان کے الفاظ یہ ہیں، جب راوی سوءِ حفظ کا متابع معتبر
راوی بن جائے جو اس سے اوپر ہو یا اس کی مثل اس سے
کم نہ ہو اور اسی طرح وہ مختلط جو امتیاز نہیں کرتا، مستور،
اسناد مرسل اور اسی طرح مدلس جبکہ محذوف منہ کو نہ پہچانتا ہو تو ان
کی حدیث حسن ہو جائے گی ہاں لذاتہ نہیں بلکہ باعتبار
المجموع ہوگی کیونکہ ہر ایک ان میں سے (یعنی سوءِ حفظ
اور مختلط جن کا ذکر ہوا الخ) برابر احتمال رکھتا ہے کہ اس
کی حدیث صحیح ہو یا غیر صحیح، پس جب معتبر راویوں میں سے
کسی ایک کے موافق روایت آجائے تو مذکورہ دونوں
احتمالوں میں سے ایک کو ترجیح حاصل ہو جائے گی اور

(باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

Marfat.com

بوحدة الجابر مع جواز ان تكون الكثرة فى كلام
النووى بمعنى مطلق التعدد، وهو الاوفق بما
رأينا من صنيعهم فى غير مقام والضعيف
بالضعف اليسير اعنى مالم يزله عن محل الاعتبار
يعمل به فى الفضائل وحده، وان لم ينجبر
فان انجبر ولو بواحد صار حسنا لغيره، و
احتج به فى الاحكام على تفصيل وصفنا لك
فى الجابر، فهذه هى انواع الضعيف، اما
الذى لا نقص فيه عن درجة الصحيح الا
القصور فى ضبط الراوى غير بالغ الى درجة الغفلة
فهو الحسن لذاته المحتج به وحده حتى فى

حدیثوں کی طرح بن جاتی جو آپس میں مل کر تقویت کا باعث
بن جاتی ہیں اور وہ ضعیف حدیث "حسن لغیرہ" کے مرتبہ
کو پہنچ کر احکام میں حجت بن جاتی ہے، اب یہ اختلاف
اپنی جگہ پر ہے کہ صرف اسی قدر سے مقبول ہے جیسا کہ
مصنف یعنی علامہ عراقی کے کلام سے عیاں ہے یا بشرطیکہ
جمع متعدد صالح طرق جن کی بنا پر کمزوری زائل ہو سکے
ان متعدد صالح وجوہ اور کمزور طرق، جو ایک صالح طرق
کے مساوی ہیں، مل کر کثرت طرق صالحہ بن جاتے ہیں جیسا کہ
امام سخاوی نے امام نووی وغیرہ کے کلام سے سمجھا جن میں
لفظ کثرت استعمال ہوا ہے، باوجودیکہ ہمارا اس میں
اختلاف ہے جو کہ شیخ الاسلام کے اس کلام سے مؤید ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فارتقى من درجة التوقف الى درجة القبول و
الله اعلم[۱] اھ وانظر كيف اجتزئ فى المتن بتوحيد
معتبر وفى الشرح بافراد رواية وحكم بالارتقاء
الى درجة القبول وما المراد به ههنا الا القبول
فى الاحكام فانه جعل الضعيف صالحا للاعتبار
من الردو مع انه مقبول فى الفضائل بالاجماع
ويظهر لى ان الوجه معهما اعنى العراقى و
شيخ الاسلام لما بين فى النزهة من
الدليل لهما منقولا مما علقته على فتح
المغيث ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

یہ بات دلالت کرتی ہے کہ یہ حدیث محفوظ ہے اور درجہ توقف سے
درجہ قبول پر فائز ہوگئی ہے اھ واللہ اعلم، ذرا غور کرو
متن میں محض ایک معتبر کے ساتھ اور شرح میں کئی افراد کے
ساتھ موافقت روایت پر اکتفا کیسے کیا اور اسے قبول کا درجہ
دیا ہے اور یہاں قبول سے مراد احکام میں قبولیت مراد
ہے کیونکہ انہوں نے حدیث ضعیف کو صالح للاعتبار و
الرد کہا ہے کیونکہ حدیث ضعیف فضائل میں تو بالاجماع
مقبول ہے، خواہ اس کے ساتھ کوئی دوسری روایت
نہ ہو اور میرے لیے یہ ظاہر ہوا کہ وجہ ان دونوں عراقی اور
شیخ الاسلام کے ساتھ ہے، اس بنا پر جو نزہۃ میں
ان دونوں کی دلیل بیان کی گئی ہے یہ فتح المغیث پر
میری تعلیق سے منقول ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

---

[۱] حاشیہ شرح نخبۃ الفکر ... لوہاری گیٹ لاہور ص ۴۲

marfat.com
Marfat.com

الاحکام، وھذا اذا کان معہ مثلہ ولو واحدا صار صحیحا لغیرہ او دونہ ممایلیہ فلا الا بکثرۃ انتہی ماکتبت بتلخیص۔

جو انہوں نے "النزہۃ" اور "النخبۃ" میں کیا ہے۔ دونوں کتابوں میں ایک جابر (کمزوری کو زائل کرنے والا امر) کا بیان ہے (نیز اپنی تائید میں ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں) کہ امام نووی کے کلام میں لفظ کثرت سے مطلق تعدد ہے اور یہی احتمال ان کی عادت کے زیادہ قریب ہے جیسا کہ ہم نے متعدد جگہ یہ استعمال پایا ہے اور ضعیف کی ایسی قسم جس میں معمولی ضعف ہو یعنی جس سے حدِ اعتبار ساقط نہ ہو یہ فضائل میں تنہا معتبر ہے خواہ کوئی مؤید بھی نہ ہو، اور اگر کوئی ایک ایسا مؤید پایا جائے جو اس کے ضعف کو زائل کردے تو یہ "حسن لغیرہ" بن جاتی ہے اور اس کو احکام میں حجت قرار دیا جائے گا جس کی تفصیل ہم نے کمزوری کو زائل کرنیوالے امور میں بیان کردی ہے۔ یہ تمام ضعیف کی انواع ہیں۔ اگر صحیح حدیث کے شرائط میں ماسوائے ضبط راوی کی کمزوری کے اور کوئی کمزوری نہ ہو تو یہ حدیث "حسن لذاتہ" ہوگی بشرطیکہ ضبط راوی کی یہ کمزوری غفلت کے درجہ تک نہ پہنچتی ہو، تو یہ "حسن لذاتہ" واحد حدیث بھی احکام کے لیے حجت ہوسکتی ہے اگر حسن لذاتہ کے ساتھ اس کی ہم مثل ایک بھی مل جائے تو یہ حدیث "صحیح لغیرہ" بن جاتی ہے اور اگر اس سے کم درجہ کی کوئی مؤید اس سے مل جائے تو "صحیح لغیرہ" نہ بنے گی تاوقتیکہ اس سے کم درجہ کی متعدد روایات جمع نہ ہوجائیں میری لکھی ہوئی تعلیق ختم ہوئی، ملخصاً۔ (ت)

یہ چند جملے لوحِ دل پر نقش کرلینے کے ہیں کہ بعونہٖ تعالٰی اس تحریر نفیس کے ساتھ شاید اور جگہ نہ ملیں، و باللہ التوفیق و لہ الحمد الحمد للہ القادر القوی علم ماعلم وصلی اللہ تعالٰی علی ناصر الضعیف و اٰلہ وسلم، قبول ضعیف فی فضائل الاعمال کا مسئلہ جلیلہ ابتداءً مسودہ فقیر میں صرف دو افادہ مختصر میں تین صفحہ کے مقدار تھا ب کہ ماہِ مبارک ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں رسالہ بعونہٖ تعالٰی بمبئی میں چھپنا شروع ہوگیا اثنائے تبییض میں بارگاہِ مفیض علوم ونعم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بحمد اللہ تعالٰی نفائس جلیلہ کا اضافہ ہوا افادۂ شانزدہم سے یہاں تک آٹھ افاداتِ نافعہ اسی مسئلہ کی تحقیق میں القا ہوئے قلم روکتے روکتے اتنے اوراق املا ہوئے، امید کی جاتی ہے کہ اس مسئلہ کی ایسی تسجیل جلیل و تفصیل جزیل اس تحریر کے سوا کہیں نہ ملے، مناسب ہے کہ یہ افادے اس مسئلۂ خاص میں جدا رسالہ قرار دیئے جائیں اور بلحاظ تاریخ **الہاد الکاف فی حکم الضعاف** ۱۳۱۳ (ضعیف حدیثوں کے حکم میں کافی ہدایت۔ ت) لقب پائیں وباللہ التوفیق ولہ المنۃ علی ما رزق من نعم تحقیق ماکنا لعشر معشار عشرھا نلیق والصلاۃ والسلام علی الحبیب الکریم و اٰلہ وصحبہ ھداۃ

عہ منقوص محلی باللام سے بھی حذف یا فصیح کلام میں شائع و ذائع ہے یوم التلاق یوم التناد الکبیر المتعال الی غیر ذلک امام ابن حجر عسقلانی کی کتاب ہے الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف ۱۲ منہ (م)

marfat.com

Marfat.com

الطریق امین۔

افادہ بست وچہارم (حدیث کا کتب طبقہ رابعہ سے ہونا خواہی نخواہی مستلزم مطلق ضعف ہی نہیں چہ جائے ضعف شدید) وباللہ استعین کسی حدیث کا کتب طبقہ رابعہ سے ہونا موضوعیت بالائے طاق ضعف شدید درکنار مطلق ضعف کو بھی مستلزم نہیں اُن میں حسن، صحیح، صالح، ضعیف، باطل ہر قسم کی حدیثیں ہیں۔ ہاں بوجہ اختلاط و عدم بیان کہ عادت جمہور محدثین ہے ہر حدیث میں احتمال ضعف قدیم لہذا غیر ناقد کو بے مطالعہ کلمات ناقدین اُن سے عقائد و احکام میں احتجاج نہیں پہنچتا، قول شاہ عبدالعزیز صاحب ایں احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملے بآنہا تمسک کردہ شود[1] (یہ احادیث قابل اعتماد نہیں ہیں کہ ان سے عقیدہ و عمل میں استدلال کیا جاسکے۔ ت) کے یہی معنی ہیں، نہ یہ کہ ان کتابوں میں جتنی حدیثیں ہیں سب واہی ساقط ہیں یا موضوع و باطل اور اصلاً دربارۂ فضائل بھی ایراد و استناد کے ناقابل کوئی ادنیٰ ذی فہم و تمیز بھی ایسا ادعا نہ کرے گا نہ کہ شاہ صاحب سا فاضل۔ ہاں متکلمان طائفہ وہابیہ اپنی جہالتیں جس کے سر چاہیں دھریں۔

اوّلاً خود شاہ صاحب اثبات عقیدہ و عمل کا انکار فرمارہے ہیں اور وہ فضائل اعمال میں تمسک کے منافی نہیں، ہم افادہ ۲۲ میں روشن کر آئے کہ دربارہ فضائل کسی حدیث ضعیف سے استناد کسی عقیدہ یا عمل کا اثبات نہیں، تو اس بات کو ہمارے مسئلہ سے کیا تعلق!

ثانیاً تصانیف خطیب و ابونعیم بھی طبقہ رابعہ میں ہیں اور شاہ صاحب بستان المحدثین میں امام ابونعیم کی نسبت فرماتے ہیں:

از نوادر کتب او کتاب حلیۃ الاولیاست کہ نظیر آں در اسلام تصنیف نشدہ[2]

ان کی تصانیف میں سے حلیۃ الاولیا ایسے نوادرات میں سے ہے جس کی مثل اسلام میں آج تک کوئی کتاب تصنیف نہ ہوئی (ت)

اُسی میں ہے:

کتاب اقتضاء العلم والعمل از تصانیف خطیب است بسیار خوب کتابے است در باب خود[3]

خطیب بغدادی کی کتب میں اقتضاء العلم والعمل اپنے فن میں بہت سی خوبیوں کی حامل ہے۔ (ت)

---

[1] عجالہ نافعہ فصل اول بحث طبقہ رابعہ — مطبع نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۵

[2] بستان المحدثین مع اردو ترجمہ مستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم — مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۵

[3] " کتاب اقتضاء العلم والعمل للخطیب " " " " " ص ۱۶۹

marfat.com

Marfat.com

اُسی میں تصانیف امام خطیب کو لکھا :

التصانیف المفیدۃ التی ھی بضاعۃ المحدثین و عمدتھم فی فنھم[1]

فائدہ بخش تصنیفیں کہ فن حدیث میں محدثین کے بضاعت و محل تمسک ہیں۔

پھر امام حافظ ابوطاہر سلفی سے اُن تصانیف کی مدح جلیل نقل کی، سبحان اللہ کہاں شاہ صاحب کا یہ حُسنِ اعتقاد اور کہاں اُن کے کلام کی وُہ بیہودہ مراد کہ وہ کتب سراسر مہمل و ناقابلِ استناد۔

ثالثاً جناب شاہ صاحب مرحوم کے والد شاہ ولی اللہ صاحب کہ حجۃ اللہ البالغہ میں اس تقریر طبقات کے موجد اُسی حجۃ بالغہ میں اسی طبقہ رابعہ کی نسبت لکھتے ہیں،

اصلح ھذہ الطبقۃ ماکان ضعیفا محتملا[2]

یعنی اس طبقہ کی احادیث میں صالح تر وہ حدیثیں ہیں جن میں ضعف قلیل قابل تحمل ہو۔

ظاہر ہے کہ ضعیف محتمل ادنیٰ انجبار سے خود احکام میں حجت ہوجاتی ہے اور فضائل میں تو بالاجماع تنہا ہی مقبول و کافی ہے پھر یہ حکم بھی بلحاظ انفراد ہوگا ورنہ ان میں بہت احادیث منجبرہ حسان ملیں گی اور عندالتحقیق یہ بھی باعتبار غالب ہے، ورنہ فی الواقع ان میں صحاح حسان سب کچھ ہیں کما ستسمع بعونہ تعالیٰ (جیسے کہ تُو عنقریب سُنے گا۔ ت)

رابعاً یہی شاہ صاحب قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین میں لکھتے ہیں :

چوں نوبت علم حدیث بطبقہ دیلمی و خطیب و ابن عساکر رسید ایں عزیزاں دیدند کہ احادیث صحاح و حسان را متقدمین مضبوط کردہ اند پس مائل شدند بجمع احادیث ضعیفہ و مقلوبہ کہ سلف آنرا دیدہ و دانستہ گزاشتہ بودند و غرض ایشاں ازیں جمع آں بود کہ بعد جمع حفاظ محدثین دراں احادیث تامل کنند و موضوعات را

جب علم حدیث دیلمی، خطیب اور ابن عساکر کے طبقہ تک پہنچا تو انہوں نے دیکھا کہ متقدمین علماء نے ایسی احادیث جو صحیح اور حسن تھیں کو محفوظ کردیا ہے لہذا انہوں نے ایسی احادیث جمع کیں جو ضعیفہ و مقلوبہ تھیں جنہیں اسلاف نے عمداً ترک کیا تھا ان کے جمع کرنے سے غرض یہ تھی کہ حفاظ محدثین ان میں غور و تأمل کرکے

؎ قسم دوم از فصل دوم در شبہات و را فان ۱۲ منہ

دوسری فصل کی قسم دوم جو کا تبین کے شبہات سے متعلق ہے اسکے تحت اس کا بیان ہے (ت)

---

[1] بستان المحدثین مع اُردو ترجمہ تاریخ بغداد للخطیب مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۸۸

[2] حجۃ اللہ البالغۃ باب طبقۃ کتب ... لاہور ۱/ ۱۳۵

marfat.com

Marfat.com

از حسان لغیرہا ممتاز نمایند چنانکہ اصحاب مسانید طرق احادیث جمع کردند کہ حفاظ صحاح وحسان وضعیف از یکدگر ممتاز سازند ظن ہر دو فریق را خدا تعالیٰ محقق ساخت بخاری ومسلم وترمذی وحاکم تمیز احادیث وحکم بصحت و حسن ومتاخران در احادیث خطیب وطبقۂ او تصرف نمودند ابن جوزی موضوعات را مجرد ساخت وسخاوی در مقاصد حسنہ حسان لغیرہا از ضعاف ومناکیر ممیز نمود خطیب وطبقۂ او در مقدمات کتب خود بایں مقاصد تصریح نمودہ اند جزاہم اللہ تعالیٰ عن امۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیرا[1] اھ ملتقطا۔

موضوعات کو حسن لغیرہ سے ممتاز کردیں گے جیسا کہ اصحاب مسانید نے تمام طرقِ حدیث کو جمع کیا تاکہ حفاظِ حدیث صحیح، حسن اور ضعیف کو ایک دوسرے سے ممتاز کردیں دونوں فریقوں کو اللہ تعالےٰ نے توفیق اور کامیابی عطا فرمائی، بخاری، مسلم، ترمذی اور حاکم احادیث میں امتیاز کرتے ہوئے ان پر صحیح، حسن ہونے کا حکم لگایا اور متاخرین نے خطیب اور ان کے طبقہ لوگوں کی احادیث میں تصرف کیا وحکم لگایا، ابن جوزی نے موضوعات کو الگ کیا، امام سخاوی نے مقاصد حسنہ میں حسن لغیرہ کو ضعیف اور منکر سے ممتاز کیا۔ خطیب اور ان کے طبقہ کے لوگوں نے اپنی کتب کے مقدمات میں ان مقاصد کی تصریح کی ہے اللہ تعالےٰ ان تمام کو نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی اُمت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اھ ملتقطا۔ (ت)

دیکھو کیسی صریح تصریح ہے کہ کتب طبقۂ رابعہ میں نہ صرف ضعیف محتمل بلکہ حسان بھی موجود ہیں اگرچہ لغیرہا کہ وہ بھی بلاشبہ خود احکام میں حجت نہ کہ فضائل۔

خامساً انھیں شاہ صاحب نے اسی حجۃ میں سنن ابی داؤد وترمذی ونسائی کو طبقۂ ثانیہ اور مصنف عبدالرزاق وابوبکر بن ابی شیبہ وتصانیف ابی داؤد طیالسی وبیہقی وطبرانی کو طبقۂ ثالثہ اور کتب ابونعیم کو طبقۂ رابعہ میں گنا، امام جلیل جلال سیوطی خطبۂ جمع الجوامع میں فرماتے ہیں:

رمزت للبخاری خ ولمسلم م ولابن حبان حب وللحاکم فی المستدرک ك وللضیاء فی المختارۃ ض وجمیع ما فی ھذہ الکتب الخمسۃ صحیح سوی ما فی المستدرک من المتعقب فانبہ علیہ، ورمزت لابی داؤد د فما سکت عہ علیہ فہو صالح وما بین ضعفہ

میں نے حوالہ جات کے لیے یہ رموز وضع کیے ہیں، خ سے بخاری، م سے مسلم، حب سے ابن حبان، ک سے مستدرک حاکم، ض سے مختارہ للضیاء، ان پانچوں کتب میں صحیح احادیث ہیں ماسوائے حاکم کے جن پر اعتراض کیا گیا ہے اس پر توجہ رکھو، د سے ابوداؤد جس پر وہ خاموش رہیں وہ صالح ہے اور جس کا ضعف

عہ فی الاصل الذی وقفت علیہ بین

وہ اصل کتاب جس پر میں نے واقفیت (باقی برصفحۂ آئندہ)

---

[1] قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین قسم دوم از شاہ ولی اللہ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۲۸۲

marfat.com

Marfat.com

نقله عنه، وللترمذی ت وانقل کلامه علی الحدیث وللنسائی ن ولابن ماجة ه ولابی داؤد الطیالسی ط ولاحمد حم ولعبد الرزاق عب ولابن ابی شیبة ش ولابی یعلی ع وللطبرانی فی الکبیر طب و الاوسط طس وفی الصغیر طص ولابی نعیم فی الحلیة حل وللبیهقی ق وله فی شعب الایمان هب وهذه فیها الصحیح والحسن والضعیف فابینه غالباً اھ مختصرا۔

انہوں نے بیان کیا ہے میں نے اسے نقل کر دیا ہے، ت سے ترمذی میں ان کا حدیث پر تبصرہ بھی نقل کروں گا، ن سے نسائی، ہ سے ابن ماجہ، ط سے ابوداؤد طیالسی حم سے احمد، عب سے عبدالرزاق، ش سے ابن ابی شیبہ ع سے ابویعلی، طب سے طبرانی کی معجم کبیر، طس سے معجم اوسط، طص سے معجم صغیر، حل سے حلیۃ ابونعیم، ق سے سنن بیہقی، ھب سے شعب الایمان للبیہقی مراد ہوگا، ان تمام کتب میں احادیث صحیح بھی ہیں حسن اور ضعیف بھی اور میں اکثر طور پر ان کے بارے میں نشان دہی بھی کروں گا اھ مختصراً۔ (ت)

دیکھو امام خاتم الحفاظ نے ان طبقات ثانیہ وثالثہ ورابعہ سب کو ایک ہی شق میں گنا اور سب پر یہی حکم فرمایا کہ ان میں صحیح، حسن، ضعیف سب کچھ ہے۔

سادساً خود جناب شاہ صاحب کی تصانیف تفسیر عزیزی وتحفہ اثنا عشریہ وغیرہما میں جا بجا احادیثِ طبقۂ رابعہ سے بلکہ اُن سے بھی اُتر کر استناد موجود، اب یا تو شاہ صاحب معاذ اللہ خود کلام اپنا نہ سمجھے یا یہ سفہائے حق تحریفِ معنوی کر کے احادیثِ طبقۂ رابعہ کو مہمل ومعطل ٹھہرانا اُن کے سر کیے دیتے ہیں، تمثیلاً چند نقول حاضر، عزیزی آخر تفسیر فاتحہ میں ہے:

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)

لفظی فما وعلیه کلمة لم تتبین فی الکتابة فکتبت مکانها لفظة سکت اذ هو المراد واذ کان لابد من التنبیه نبهت علیه ۱۲ منه (م)

حاصل کی ہے اس میں لفظ فما اور علیہ کے درمیان ایک کلمہ ہے جو کتابت میں واضح نہیں تو میں نے اس کی جگہ لفظ سکت لکھ دیا ہے اور چونکہ اس سے آگاہ کرنا ضروری تھا تو میں نے آگاہ کر دیا، ۱۲ منہ (ت)

لہ جامع الاحادیث بحوالہ جمع الجوامع خطبۂ کتاب ہمدار الفکر بیروت ۱/۱۸،۱۹

marfat.com

Marfat.com

ابونعیم و دیلمی از ابوالدرداء روایت کردہ اند کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرمودہ کہ فاتحۃ الکتاب کفایت مے کند از آنچہ ہیچ چیز از قرآن کفایت نمیکند[۱] الحدیث۔

ابونعیم اور دیلمی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا جہاں قرآن کی دوسری سورۃ کافی نہ ہو وہاں فاتحہ کافی ہے الحدیث (ت)

یہیں اور روایات بھی ابن عساکر و ابوالشیخ و ابن مردویہ و دیلمی وغیرہم سے مذکور ہیں یہیں ہے :

ثعلبی از شعبی روایت کردہ است کہ شخصے نزد او آمد و شکایت درد گردہ کرد شعبی باو گفت کہ ترا لازم است کہ اساس القرآن بخوانی و بر جائے درد دم کنی او گفت کہ اساس القرآن چیست شعبی گفت فاتحۃ الکتاب[۲]۔

ثعلبی نے شعبی سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے شعبی کے پاس آکر شکایت کی کہ مجھے درد گردہ ہے ۔ انہوں نے فرمایا تو اساس القرآن پڑھ کر جائے درد پر دم کر، اس نے عرض کیا کہ اساس القرآن کہاں ہے؟ فرمایا سورۃ الفاتحہ ۔ (ت)

عزیزی سورۂ بقرہ ذکر بعض خواص سور و آیات میں ہے ،

ابن النجار در تاریخ خود از محمد بن سیرین روایت کردہ

ابن نجار نے اپنی تاریخ میں محمد بن سیرین سے روایت

عہ و دریں بعض روایات اقتران دارقطنی یا طبرانی یا وکیع مخالف را سود ندہد زیرا کہ ازیں چنانکہ احتمال ایں معنے رو نماید کہ اسنادِ ایشاں مقرون بطبقہ ثالثہ است ہمچناں ایں امر بر منصۂ ثبوت نشیند کہ ہمہ احادیث طبقۂ رابعہ ساقط از درجۂ اعتبار نیست باز احتمال مذکور بملاحظۂ روایات دیگر کہ تنہا از طبقۂ رابعہ ست ازل باشد زعم مخالف را ہیچ کن باشد فافہم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ (م)

اور اس میں بعض روایات کے دارقطنی یا طبرانی یا وکیع کے ساتھ اقتران سے مخالف کو سودمند نہیں کیونکہ اس طرح سے یہ معنی پیدا ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ اسناد سے طبقہ ثالثہ سے مقرون ہیں اور اسی طرح یہ بھی ثابت ہے کہ طبقۂ رابعہ کی تمام احادیث درجۂ اعتبار سے ساقط نہیں پھر احتمال مذکور دیگر روایات کے ملاحظہ سے کہ جو صرف طبقۂ رابعہ سے ہیں یہ بھی زعم مخالف کو زیادہ زائل کرنے والا ہے ، مخالف کا جو بھی زعم ہو ، اسے اچھی طرح سمجھو ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] تفسیر عزیزی سورۃ الفاتحہ فضائل ایں سورۃ الخ مطبوعہ لال کنواں دہلی ص ۵۹

[۲] " " آخر سورہ فاتحہ شیطان را چہار بار مہم غرو نوحہ الخ " " " " ص ۵۹

marfat.com

Marfat.com

کہ حدیثی از عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما شنیدہ بودم کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودہ اند ہر کہ در شب سی وسہ آیت بخواند او را در آں شب درندہ و دزدے ایذا نرساند الحدیث اھ مختصراً۔[1]

کرتے ہیں کہ ایک حدیث میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سُنی جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رات کو تینتیس ۳۳ آیات پڑھے گا اسے کوئی درندہ اور ڈاکو نقصان نہیں دے گا الحدیث اھ مختصراً۔ (ت)

اسی[عہ۱] میں ہے،

روی[عہ۲] ابن جریر عن مجاھد قال سأل سلیمان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن اولئک النصارٰی الحدیث[2]۔

ابن جریر نے مجاہد سے روایت کیا کہ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان نصارٰی کے بارے میں سوال کیا الحدیث (ت)

عزیزی آخر والیل میں ہے،

حافظ خطیب بغدادی از جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت میکند کہ روزے بخدمت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر بودیم ارشاد فرمودند کہ حالا شخصے مے آید کہ حق تعالیٰ بعد از من کسے را بہتر از و پیدا نکردہ است

حافظ خطیب بغدادی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا ابھی ایک شخص آئے گا کہ میرے بعد اس سے بہتر

عہ۱ زیر آیہ ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصارٰی ۱۲ منہ (م)

اس آیت کے تحت ہے ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصارٰی ۱۲ منہ (ت)

عہ۲ شاہ صاحب در عجالہ نافعہ جائیکہ ذکر طبقات اربعہ کردہ است تفسیر ابن جریر را ازہمیں طبقہ رابعہ شمردہ است کما ذکرہ فی السیف المسلول علٰی من انکر اثر قدم الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)

شاہ صاحب نے عجالہ نافعہ میں جہاں چار طبقات کا ذکر کیا ہے وہاں تفسیر ابن جریر کو بھی چوتھے طبقے میں شمار کیا ہے جیسا کہ السیف المسلول علٰی من انکر اثر قدم الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

۱ تفسیر عزیزی سورۃ البقرۃ خواص وفضائل سورۃ فاتحہ وسی وسہ آیت الخ مطبوعہ لال کنواں دہلی ص ۹۴
۲ تفسیر عزیزی سورۃ البقرۃ زیر آیت ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصارٰی " " " " ص ۲۷۱

marfat.com

Marfat.com

وشفاعت او روز قیامت مثل شفاعت پیغمبران باشد جابر گوید کہ مہلتے نہ گزشتہ بود کہ حضرت ابوبکر تشریف آوردند[1]

شخص اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں فرمایا اس کی شفاعت روز قیامت اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی شفاعت کی طرح ہوگی۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے (ت)

تحفہ (اثنا عشریہ) میں[2] ہے،

درروایات شیعہ وسنی صحیح وثابت است کہ ایں امر خیلے برابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شاق آمد و خود را بدر سرائے زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حاضر آورد و امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ را شفیع خود ساخت تا آنکہ حضرت زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ازو خوشنود شد اما روایات اہلسنت پس در مدارج النبوۃ و کتاب الوفا بیہقی و شروح مشکوٰۃ موجود است بلکہ در شرح مشکوٰۃ شیخ عبدالحق نوشتہ است کہ ابوبکر صدیق بعد ازیں قصہ بخانہ فاطمہ رفت و در گرمی آفتاب بر در باستاد عذرخواہی کرد و حضرت زہرا ازو راضی شد و در ریاض النضرۃ نیز ایں قصہ بتفصیل مذکورست و در فصل الخطاب بروایت بیہقی از شعبی نیز ہمیں قصہ مروی ست و ابن السمان در کتاب الموافقۃ از اوزاعی روایت کردہ کہ گفت بیرون آمد ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بر در فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا در روز گرم الخ۔

شیعہ اور سنی دونوں کے ہاں روایات صحیحہ میں ثابت ہے کہ یہ معاملہ حضرت ابوبکر پر نہایت شاق گزرا، لہذا آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کے دروازے پر حاضر ہوئے اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سفارشی بنایا تاکہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان سے راضی ہوجائے، روایات اہلسنت مدارج النبوۃ، الوفاء، بیہقی اور شروح مشکوٰۃ میں موجود ہیں بلکہ شرح مشکوٰۃ میں شیخ عبدالحق رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر اس واقعہ کے بعد سیدہ فاطمۃ الزہرا کے گھر کے باہر دھوپ میں کھڑے ہوگئے اور معذرت کی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان سے راضی ہوگئیں۔ ریاض النضرۃ میں بھی یہ واقعہ تفصیلاً درج ہے اور فصل الخطاب میں بروایت بیہقی، شعبی بھی یہ ہی واقعہ منقول ہے اور ابن السمان نے الموافقۃ میں اوزاعی سے روایت کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گرمی کے وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر آئے الخ۔ (ت)

ع؎ در طعن سیزدہم از مطاعن ملاعنہ بر حضرت افضل الصدیقین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ منہ (م)

ملعون لوگوں کے ان اعتراضات میں سے تیرھویں طعن میں ہے جو انہوں نے افضل الصدیقین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کیے ہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] تفسیر عزیزی آخر سورۃ الیل پارہ عم مطبوعہ لال کنواں دہلی ص ۳۰۶

[2] تحفہ اثنا عشریہ طعن سیزدہم از مطاعن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۷۸

marfat.com

Marfat.com

سابعًا طرفہ تر یہ کہ شاہ صاحب نے تصانیف حاکم کو بھی طبقہ رابعہ میں گنا حالانکہ بلاشبہہ مستدرک حاکم کی اکثر احادیث اعلیٰ درجہ کی صحاح وحسان ہیں بلکہ اُس میں صدہا حدیثیں بر شرطِ بخاری و مسلم صحیح ہیں قطع نظر اس سے کہ تصانیف شاہ صاحب میں کتب حاکم سے کتنے اسناد ہیں اور بڑے شاہ صاحب کی ازالۃ الخفاء و قرۃ العینین میں تو مستدرک سے تودہ تودہ احادیث نہ صرف فضائل بلکہ خود احکام میں مذکور کما لا یخفی علی من طالعھما (جیسے کہ اس پر مخفی نہیں جس نے ان دونوں کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ ت) لطیف تر یہ ہے کہ خود ہی بستان المحدثین میں امام الشان ابوعبداللہ ذہبی سے نقل فرماتے ہیں،[1]

انصاف آنست کہ در مستدرک قدرے بسیار بر شرط ایں ہر دو بزرگ یافتہ میشود یا بشرط یکے ازینہا بلکہ ظن غالب آنست کہ بقدر نصف کتاب ازیں قبیل باشد، وبقدر ربع کتاب از آں جنس است کہ بظاہر[عہ] اسناد او صحیح ست لیکن بشرط ایں ہر دو نیست وبقدر ربع باقی واہیات و مناکیر بلکہ بعضے موضوعات نیز ہست چنانچہ من در اختصار آں کتاب کہ مشہور بتلخیص ذہبی است خبردار کردہ ام انتہی

انصاف یہ ہے کہ مستدرک میں اکثر احادیث ان دونوں بزرگوں (بخاری و مسلم) یا ان میں سے کسی ایک کے شرائط پر ہیں بلکہ ظنِ غالب یہ ہے کہ تقریبًا نصف کتاب اسی قبیل سے ہے اور تقریبًا اس کا چوتھائی ایسا ہے کہ بظاہر اس کی اسناد صحیح ہیں لیکن ان دو (بخاری و مسلم) کی شرائط پر نہیں اور باقی چوتھائی واہیات اور مناکیر بلکہ بعض موضوعات بھی ہیں اس لیے میں نے اس کے خلاصہ جو کہ تلخیص ذہبی سے مشہور ہے، میں اس بارے میں خبردار کیا ہے، انتہی (ت)

عہ لفظ بظاہر در آنچہ امام خاتم الحفاظ در تدریب از ذہبی آوردنیست لفظش ہمیں است کہ فیہ جملۃ وافرۃ علی شرطھما وجملۃ کثیرۃ علی شرط احدھما لعل مجموع ذلک نحو نصف الکتاب وفیہ نحو الربع مما صح سندہ او فیہ بعض الشیئ اولہ علۃ وما بقی وھو نحو الربع فھو مناکیر او واہیات لا یصح وفی بعض ذلک موضوعات[2] ۱۲ منہ (م)

لفظ "بظاہر" وہ جو امام خاتم الحفاظ نے تدریب میں امام ذہبی سے نقل کیا ہے اس میں نہیں ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ اس میں بہت سی احادیث شیخین کی شرائط پر ہیں اور بہت سی ان دونوں میں سے کسی ایک کی شرط پر ہیں، شاید اس کا مجموعہ تقریبًا آدھی کتاب ہو اور اس میں چوتھائی ایسی احادیث ہیں جن کی سند صحیح ہے بعض ایسی ہیں جن میں کوئی شَی یا علت ہے اور جو بقیہ چوتھائی ہے وہ مناکیر یا واہیات ہیں جو صحیح نہیں، اور بعض اس میں موضوع بھی ہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] بستان المحدثین مع اردو ترجمہ مستدرک میں احادیث موضوعہ کا اندراج مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۲

[2] تدریب الراوی علی حاشیہ ... المستدرک ... دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۱۰۶

marfat.com

Marfat.com

تنبیہ بحمد اللہ ان بیانات سے واضح ہوگیا کہ اس طبقہ والوں کی احادیث متروکہ سلف کو جمع کرنے کے معنی اسی قدر ہیں کہ جن احادیث کے ایراد سے اُنھوں نے احتراز کیا انھوں نے درج کیں نہ یہ کہ انھوں نے جو کچھ لکھا سب متروک سلف ہے مجرد عدم ذکر کو اس معنے پر محمول کرنا کہ ناقص سمجھ کر بالقصد ترک کیا ہے محض جہالت ورنہ افراد بخاری متروکات مسلم ہوں اور افراد مسلم متروکات بخاری اور ہر کتاب متاخر کی وہ حدیث کہ تصانیف سابقہ میں نہ پائی گئی تمام سلف کی متروک مانی جائے مصنفین میں کسی کو دعوائے استیعاب نہ تھا۔ امام بخاری کو ایک لاکھ احادیث صحیحہ حفظ تھیں صحیح بخاری میں کُل چار ہزار بلکہ اس سے بھی کم ہیں کما بینہ شیخ الاسلام فی فتح الباری شرح صحیح البخاری (جیسا کہ شیخ الاسلام نے فتح الباری شرح صحیح البخاری میں بیان کیا ہے۔ ت)

ثامناً شاہ صاحب اس کلام امام ذہبی کو نقل کرکے فرماتے ہیں،

ولہذا علمائے حدیث قرار دادہ اند کہ بر مستدرک حاکم اعتماد نباید کرد مگر بعد از دیدن تلخیص ذہبی[1]۔

اسی لیے محدثین نے یہ ضابطہ مقرر کر دیا ہے کہ مستدرک حاکم پر ذہبی کی تلخیص دیکھنے کے بعد اعتماد کیا جائے گا۔ (ت)

اور اس سے پہلے لکھا،

ذہبی گفتہ است کہ حلال نیست کسے را کہ بر تصحیح حاکم غرہ شود تا وقتیکہ تعقبات و تلخیصات مرا نہ بیند و نیز گفتہ است احادیث بسیار در مستدرک کہ بر شرط صحت نیست بلکہ بعضے از احادیث موضوعہ نیز ہست کہ تمام مستدرک بآنہا معیوب گشتہ[2]۔

امام ذہبی نے کہا ہے کہ امام حاکم کی تصحیح پر کوئی کفایت نہ کرے تاوقتیکہ اس پر میری تعقبات و تلخیصات کا مطالعہ نہ کرلے، اور یہ بھی کہا ہے کہ بہت سی احادیث مستدرک میں شرط صحت پر موجود نہیں بلکہ بعض اس میں موضوعات بھی ہیں جس کی وجہ سے تمام مستدرک معیوب ہوگئی ہے۔ (ت)

ان عبارات سے ظاہر ہوا کہ وجہ بے اعتمادی یہی اختلاط صحیح و ضعیف ہے اگرچہ اکثر صحیح ہی ہوں جیسے

عہ اسی طرح عدم اعتبار کثرت و قلت کی دلیل واضح امام الشان کا یہ ارشاد منقول تدریب ہے،

قال شیخ الاسلام غالب ما فی کتاب ابن الجوزی موضوع والذی ینتقد علیہ بالنسبۃ الی

شیخ الاسلام نے کہا کہ ابن جوزی کی کتاب میں اکثر روایات موضوع ہیں، جن روایات (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] بستان المحدثین مع اردو ترجمہ مستدرک میں احادیث موضوعہ کا اندراج مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۳

[2] " " " " " " " " ص ۱۰۹

marfat.com

Marfat.com

مستدرک جس میں تین ربع کتاب کی قدر احادیث صحیحہ ہیں نہ کہ سب کا ضعیف ہونا چہ جائے ضعف شدید یا بطلان محض کہ کوئی جاہل بھی اس کا ادعا نہ کرے گا اور اس بے اعتمادی کے یہی معنی اگر خود لیاقت نقد رکھتا ہو آپ پرکھے ورنہ کلام ناقدین کی طرف رجوع کرے بے اس کے حجت نہ سمجھ لے اب انصافاً یہ حکم نہ صرف کتب طبقۂ رابعہ بلکہ ثانیہ ثالثہ سب پر ہے کہ جب منشا اختلاط صحیح وضعیف ہے اور وہ سب میں قائم تو یہی حکم سب پر لازم آخر نہ دیکھے کہ ائمہ دین نے صاف صاف یہی تصریح سنن ابی داؤد و جامع ترمذی و مسند امام احمد و سنن ابن ماجہ و مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ و مصنف عبدالرزاق وغیرہا سنن ومسانید کتب طبقہ ثانیہ و ثالثہ کی نسبت بھی فرمائے جس کی نقل امام الشان وعلامہ قاری سے افادہ ۲۱ میں گزری، یونہی امام شیخ الاسلام عارف باللہ زکریا انصاری و امام سخاوی نے تنصیص کی[1]، امام خاتم الحفاظ کا قول ابھی سن چکے کہ اُنھوں نے ان سب کتب کو ایک سلک میں منسلک فرمایا اب شاید منکر کج فہم ان نصوص ائمہ کو دیکھ کر سنن ابی داؤد و ترمذی ونسائی وابن ماجہ کی نسبت بھی یہی اعتقاد کرے گا کہ وہ بھی معاذ اللہ محض مہمل وبیکار واصلاً ناقابل استناد واعتبار ہیں ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔ بالجملہ حق یہ کہ مدار اسناد و نظر و انتقاد یا تحقیق نقاد پر ہے نہ فلاں کتاب میں ہونے فلاں میں نہ ہونے پر قلم ضراعت رقم جب اس محل پر آیا فیض کرم وکرم قدم نے خوش فرمایا اس مقام ومرام طبقات حدیث کی تحقیق جزیل وتدقیق جمیل فقیر ذلیل غفرلہ المولی الجلیل پہ فائض ہوگی کہ اگر یہاں ایراد کرتا اطناب کلام

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مالاینتقد قلیل جداقال وفیہ من الضرر ان یظن مالیس بموضوع موضوعا عکس الضرر بمستدرک الحاکم فانہ یظن مالیس بصحیح صحیحا قال ویتعین الاعتناء بانتقاد الکتابین فان الکلام فی تساھلھما اعدم الانتفاع بھما الا لعالم بالفن لانہ مامن حدیث الا ویمکن ان یکون قد وقع فیہ تساھل[1] اھ ۱۲ منہ (م)

پر انہوں نے تنقید کی وہ ان سے بہت کم ہیں جن پر تنقید نہیں کی، اور کہا کہ اس میں تکلیف وہ امر یہ ہے کہ وہ غیر موضوع کو موضوع گمان کرتے ہیں یہ اس کا عکس ہے جو مستدرک حاکم کا ضرر ہے کیونکہ وہ غیر صحیح کو بھی صحیح گمان کرتے ہیں، کہا کہ ان دونوں کتابوں کی کاٹ چھانٹ ضروری ہے کیونکہ کلام ان دونوں میں تساہل کی وجہ سے ان سے نفع حاصل کرنے کو معدوم کردیتا ہے مگر اس شخص کے لیے جو اس فن کا ماہر ہو، کیونکہ ان کی کوئی ایسی روایت نہیں ہوئی جس میں تساہل نہ ہو اھ ۱۲ منہ (ت)

علہ ذکرنا نصھما فی رسالتنا مدارج طبقات الحدیث ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

ہم نے ان دونوں کی عبارتوں کو اپنے رسالہ مدارج طبقات الحدیث میں ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

[1] تدریب الراوی نقد کتاب الموضوعات ابن الجوزی دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱ / ۲۷۹

marfat.com

Marfat.com

وابحاث مرام سامنے تھا لہٰذا اسے بتوفیقہ تعالیٰ رسالہ مفردہ اور بلحاظ تاریخ **مدارج طبقات الحدیث**[۱۳] لقب دیا وللہ المنۃ فیما الہم ولہ الحمد علی ما علّم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ وسلم۔

افادہ بست و پنجم [۲۵] (کتب موضوعات میں کسی حدیث کا ذکر مطلقاً ضعف کو بھی مستلزم نہیں)

اقول کتابیں کہ بیانِ احادیثِ موضوعہ میں تالیف ہوئیں دو قسم ہیں، ایک وہ جن کے مصنفین نے خاص ایراد موضوعات ہی کا التزام کیا جیسے موضوعاتِ ابن الجوزی و اباطیل جوزقانی و موضوعات صغانی ان کتابوں میں کسی حدیث کا ذکر بلاشبہہ یہی بتائے گا کہ اس مصنف کے نزدیک موضوع ہے جب تک صراحۃً نفی موضوعیت نہ کر دی ہو ایسی ہی کتابوں کی نسبت یہ خیال بجا ہے کہ موضوع نہ سمجھتے تو کتابِ موضوعات میں کیوں ذکر کرتے پھر اس سے بھی صرف اتنا ہی ثابت ہوگا کہ زعمِ مصنف میں موضوع ہے نہ بنظرِ واقع عدمِ صحت بھی ثابت نہ ہوگا نہ کہ ضعف نہ کہ سقوط نہ کہ بطلان ان سب کتب میں احادیثِ ضعیفہ درکنار بہت احادیث حسان و صحاح بھر دی ہیں اور محض بے دلیل اُن پر حکمِ وضع لگا دیا ہے جسے ائمہ محققین و نقاد منقحین نے بدلائل قاہرہ باطل کر دیا جس کا بیان مقدمہ ابن الصلاح و تقریب امام نووی و الفیہ امام عراقی و فتح المغیث امام سخاوی وغیرہا تصانیف علما سے اجمالاً اور تدریب امام خاتم الحفاظ سے قدرے مفصلاً اور انہی کی تعقبات و لآلی مصنوعہ و القول الحسن فی الذب عن السنن و امام الشان کے القول المسدد فی الذب عن مسند احمد وغیرہا سے بنہایت تفصیل واضح و روشن مطالعہ تدریب سے ظاہر کہ ابن الجوزی نے اور تصانیف درکنار خود صحاح ستہ و مسند امام احمد کی چوراسی حدیثوں کو موضوع کہہ دیا جن کی تفصیل یہ ہے، مسند امام احمد، صحیح بخاری شریف بروایت حماد بن شاکر، صحیح مسلم شریف، سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ۔ دوم وہ جن کا

عہ الحمدللہ یہ عربی رسالہ مختصر عجالہ باوصف وجازت فوائد نفیسہ پر مشتمل اس میں:

اولاً طبقات اربعہ حدیث میں حجۃ اللہ البالغہ کا کلام نقل کیا۔

ثانیاً ایک مسلسل بیان میں اس کی وہ تقریر ادا کی جس سے کلام منتظم ہو کر بہت شبہات کا ازالہ ہوگیا۔

ثالثاً پھر بہت ابحاث رائقہ مؤلفہ ذائقہ ایراد کیں جن سے روشن ہوگیا کہ طبقات اربعہ کی تحدید نہ جامع نہ مانع نہ ناقد کے کام کی نہ مقلد کو نافع۔

رابعاً اپنی طرف سے ایک عام وشامل تام وکامل ضابطہ وضع کیا جس سے ہر گونہ ناقد وغیر ناقد متوسط و عامی ہر قسم کے آدمی کو حدِ استناد وطریق احتجاج واضح ہوگیا آخر میں اُسے کلماتِ علما سے مؤید کیا اس کے ضمن میں صحاح ستہ وغیرہا کتب حدیث کا مرتبہ اور باہمی تفاوت اور بعض دیگر کتب صحاح کا شمار اور نیز یہ کہ ائمہ وعلما میں کن کن کو دربارہ تصحیح احادیث تساہل اور کہیں [illegible] بیان کیا جو کچھ دعویٰ کیا ہے اُس کا روشن ثبوت دیا ہے وللہ الحمد ۱۲ منہ (م)

marfat.com

Marfat.com

قصد صرف ایراد موضوعاتِ واقعیہ نہیں بلکہ دوسروں کے حکمِ وضع کی تحقیق و تنقیح جیسے لآلی امام سیوطی یا نظر و تنقید کے لیے اُن احادیث کا جمع کردینا جن پر کسی نے حکمِ وضع کیا جیسے اُنھیں کا ذیل اللآلی امام ممدوح خطبہ مضوعہ میں فرماتے ہیں:

ابن الجوزی اکثر من اخراج الضعیف بل والحسن بل والصحیح کما نبه علی ذلك الائمة الحفاظ وطال ما اختلج فی ضمیری انتقاؤه وانتقاده فاورد الحدیث ثم اعقب بکلامه ثم انکان متعقبا بنهت علیه اھ ملخصا۔[1]

ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں بہت ضعیف بلکہ حسن بلکہ صحیح حدیثیں روایت کردی ہیں کہ ائمہ حفاظ نے اس پر تنبیہ فرمائی مدت سے میرے دل میں تھا کہ اُس کا خلاصہ کروں اور اُس کے حکم پرکھوں تو اب میں حدیث ذکر کرکے ابن جوزی کا کلام نقل کروں گا پھر اس پر جو اعتراض ہوگا بتاؤں گا۔

اُسی کے خاتمہ میں فرماتے ہیں:

واذقد اتینا علی جمیع ما فی کتابه فنشرع الاٰن فی الزیادات علیه فمنها ما یقطع بوضعه ومنها ما نص حافظ علی وضعه ولی فیه نظر فاذکره لینظر فیه۔[2]

اب کہ ہم تمام موضوعاتِ ابن الجوزی بیان کرچکے تو اب اُس پر زیادتیں شروع کریں ان میں کچھ وہ ہیں جن کا موضوع ہونا یقینی ہے اور کچھ وہ جنھیں کسی حافظ نے موضوع کہا اور میرے نزدیک اس میں کلام ہے تو میں اُسے نظرِ غور کے لیے ذکر کروں گا۔

پُر ظاہر کہ ایسی تصانیف میں حدیث کا ہونا مصنف کے نزدیک بھی اس کی موضوعیت نہ بتائے گا کہ اصل کتاب کا موضوع ہی تنہا ایراد موضوع نہیں بلکہ اگر کچھ حکم دیا یا سند یا متن پر کلام کیا ہے تو اسے دیکھا جائے گا کہ صحت یا حسن یا ثبوت یا صلوح یا ضعف یا سقط یا بطلان کیا نکلتا ہے مثلاً "لایصح" (یہ صحیح نہیں۔ ت) یا "لم یثبت" (یہ ثابت نہیں۔ ت) یا سند پر جہالت یا انقطاع سے طعن کیا تو غایت درجہ ضعف معلوم ہُوا، اور اگر "رفعه" کی قید زائد کردی تو صرف مرفوع کا ضعف اور بنظرِ مفہوم موقوف کا ثبوت مفہوم ہُوا، وعلی ہذا القیاس اور کچھ کلام نہ کیا تو امر محتاج نظر و تنقیح رہے گا کما لایخفی شوکانی کی کتاب موضوعات مسمّٰی بہ فوائدِ مجموعہ بھی اسی قسمِ ثانی کے ہے خود اُس نے خطبۂ کتاب میں اس معنی کی تصریح کی کہ میں اس کتاب میں وُہ حدیثیں بھی ذکر کروں گا جنھیں موضوع کہنا ہرگز صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہیں بلکہ ضعف بھی خفیف ہے بلکہ اصلاً ضعف نہیں حسن یا صحیح ہیں کہ اہلِ تشدد کے کلام پر تنبیہ اور اُس کے رَد کی طرف اشارہ ہو جائے، عبارت اُس کی یہ ہے:

---

[1] اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ خطبۂ کتاب مطبع ادبیہ مصر ۲/۱

[2] " " خاتمہ " ۲۵۱/۲

marfat.com

Marfat.com

وقد ذکر مالا یصح اطلاق اسم الموضوع علیه بل غایة مافیه انه ضعیف بمرة وقد یکون ضعیفا ضعفا خفیفا وقد یکون اعلیٰ من ذلک والحامل علی ذکر ماکان ھٰکذا التنبیه علی انه قد عد ذلک بعض المصنفین موضوعا کابن الجوزی فانه تساھل فی موضوعاته حتی ذکر فیھا ماھو صحیح فضلا عن الحسن فضلا عن الضعیف وقد تعقبه السیوطی بما فیه کفایة وقد اشرت الی تعقباته[1] الخ

کبھی میں اس کتاب میں وہ احادیث ذکر کروں گا جن پر وضع کا اطلاق درست نہیں بلکہ وہ ضعیف ہوں گی اور بعض کے ضعف میں بھی خفت ہوگی بلکہ بعض میں ضعف ہی نہیں ان کے ذکر کا سبب یہ ہے تاکہ اس بات پر تنبیہ کی جائے کہ بعض مصنفین نے انہیں موضوع قرار دیا ہے جیسے ابن جوزی نے اپنی موضوعات میں تساہل سے کام لیا ہے۔ حتی کہ صحیح روایات کو موضوعات میں ذکر کردیا چہ جائیکہ حسن اور ضعیف، امام سیوطی نے ان کا تعاقب کیا ہے، میں نے بھی ان کے تعقبات کی طرف اشارہ کیا ہے الخ (ت)

تو متکلمین طائفہ کا یہ سفیہانہ زعم کہ حدیث تقبیل ابہامین شوکانی کے نزدیک موضوع نہ ہوتی تو کتاب موضوعات میں کیوں ذکر کرتا، کیسی جہالت فاحشہ ہے۔

تنبیہ ہرچند یہ افادہ اُن گیارہ افادات سابقہ سے زیادہ متعلق تھا جن میں حضرات طائفہ کے زعم موضوعیت کا ابطال ہوا مگر ازانجا کہ ایسی لچر بے معنی بات سے توہم موضوعیت کسی ذی علم کا کام نہ تھا لہٰذا ان افادات کے ساتھ منسلک کیا کہ واضح ہو کہ ذکر فی الموضوعات ضعف شدید کو بھی مستلزم نہیں جو ایک مسلک پر قبول فی الفضائل میں مخل ہو بلکہ حقیقۃً نفس ذکر بے ملاحظۂ حکم تو مفید مطلق ضعف بھی نہیں کہ دونوں قسم میں صحاح وحسان تک موجود ہیں کما تبین۔

لطیفہ اقول حضرات وہابیہ کے پچھلے متکلم اگر موضوعات شوکانی کو موضوع نہ سمجھے تو کیا عجب کہ خود ان کے امام شوکانی کی سمجھ بھی ایسی ہی ناقص و نارسا کافی تھی یہیں خطبۂ موضوعات میں علمائے ناقیان کذب کی دو قسمیں کیں ایک وہ جنہوں نے رواۃ ضعفاء، وکذابین وغیرہم کے بیان میں تصنیفیں کیں جیسے کامل و میزان وغیرہما وقسم جعلوا مصنفاتھم مختصة بالاحادیث الموضوعة[2] دوسرے وہ جنہوں نے اپنی تصانیف احادیث موضوعہ سے خاص کیں جیسے ابن جوزی وصغانی وغیرہما اور اسی قسم دوم میں مقاصد حسنہ امام سخاوی کو گن دیا حالانکہ وہ ہرگز تصانیف

عہ افادہ ۲۴ میں شاہ ولی اللہ کا قول گزرا کہ ابن جوزی موضوعات را مجرد ساخت وسخاوی درمقاصد حسنہ حسان لغیرہا از ضعاف ومناکیر ممیز نمود، یہیں سے ظاہر کہ مقاصد حسنہ کے مقاصد حسنہ کتب موضوعات سے کتنے جدا ہیں ۱۲ منہ (م)

[1] الفوائد المجموعۃ خطبۃ الکتاب دارالکتب العلمیۃ بیروت ص ۴

[2] قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین قسم دوم شبہات الخ مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۲۸۲

marfat.com

Marfat.com

مختصہ بہ موضوعات سے نہیں بلکہ اُس کا مقصود ان احادیث کا حال بیان کرنا ہے جو زبانوں پر دائر ہیں عام ازیں کہ صحیح ہوں یا حسن یا ضعیف یا بے اصل یا باطل ولہذا اُس میں بہت احادیث کو ذکر کرکے فرماتے ہیں: یہ صحیح بخاری میں ہے یہ صحیح مسلم کی ہے یہ صحیحین دونوں کے متفق علیہ ہے، بھلے مانس نے اُس کے نام کو بھی خیال نہ کیا المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتھرۃ علی الالسنۃ[1] (مقاصد حسنہ زبانوں پر دائر بہت سی مشہور حدیثوں کے بیان میں۔ت) نہ اُسی کو آنکھ کھول کر دیکھا اس کے پہلے ہی ورق کی چوتھی حدیث ہے حدیث آیۃ المنافق ثلث متفق علیہ[2] (منافق کی تین علامات ہیں، بخاری ومسلم۔ت) وہیں ساتویں حدیث ہے حدیث ابدأ بنفسك مسلم فی الزکوٰۃ من صحیحہ[3] (اپنے آپ سے ابتدا کرو، اسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں زکوٰۃ کے باب میں ذکر کیا ہے۔ت)

طرفہ یہ کہ انھیں میں تخریج الاحیاء للعراقی بھی گن دی سبحان اللہ کہاں تخریج احادیث کتاب کہاں تصنیف فی الموضوعات، اسی فہم پر ابوحنیفہ وشافعی سے دعوٰی مساوات ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

نتیجۃ الافادات الحمد للہ کلام اپنے ذروہ اعلٰی کو پہنچا اور احقاقِ حق حدِ اقصٰے کو، ان چودہ افادوں نے ماہِ شب چہاردہ کی طرح روشن کردیا کہ تقبیلِ ابہامین کی حدیثیں اگر تعددِ طرق وعملِ اہلِ علم سے متقوی نہ بھی ہوں تو انتہا درجہ ضعیف بضعفِ خفیف اور فضائلِ اعمال میں باجماعِ علماء محدثین وفقہا مقبول وکافی اور ثبوتِ استحبابِ عمل کے لیے مفید ووافی ہیں منکرین کی ساری چہ میگوئیاں کہ اُن کے ابطال واہمال کے لیے تھیں بعونہٖ تعالٰی اپنی سزائے کردار کو پہنچ گئیں والحمد للہ رب العالمین، اب بدستِ استعانت قائد توفیق کے ہاتھ میں دیجئے اور بعنایتِ الٰہی واعانتِ حضرت رسالت پناہی علیہ الصلوٰۃ والسلام غیر المتناہی تحقیق مرام میں اس سے بھی وسیع تر تنزلی کلام اور آخر میں ازالہ وازہاق بقیہ اوہام منکرین لیام کیجئے وباللہ التوفیق۔

افادۂ بست وششم[26] (ایسی جگہ اگر سند کسی قابل نہ ہو تو صرف تجربہ سند کافی ہے) **اقول** بالفرض اگر ایسی جگہ ضعفِ سند ایسی ہی حد پر ہو کہ اصلاً قابلِ اعتماد نہ رہے مگر جو بات اس میں مذکور ہوئی وہ علما وصلحا کے تجربہ میں آچکی تو علمائے کرام اس تجربہ ہی کو سند کافی سمجھتے ہیں کہ آخر سند کذبِ واقعی کو مستلزم نہ تھا، حاکم نے بطریق عمر بن ہارون بلخی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نماز قضائے حاجت کے لئے

---

[1] المقاصد الحسنۃ مقدمۃ الکتاب مطبوعہ دار الکتاب العلمیۃ بیروت ص ۴
[2] " " " حرف الہمزۃ " " " " ص ۶
[3] " " " " " ص

marfat.com

Marfat.com

ایک ترکیب عجیب مرفوعاً روایت کی جس کے آخر میں ہے:

ولا تعلموها السفهاء فانه یدعون بہا فیستجابون[1]۔ بیوقوفوں کو یہ نماز نہ سکھاؤ کہ وہ اس کے ذریعہ سے جو چاہیں گے مانگ بیٹھیں گے اور قبول ہوگی۔

ائمہ جرح وتعدیل نے عمر بن ہارون کو سخت شدید الطعن متروک بلکہ متہم بالکذب تک کہا۔ امام احمد و امام نسائی وامام ابوعلی نیشاپوری نے فرمایا، متروک الحدیث ہے۔ امام علی بن مدینی وامام دارقطنی نے کہا، سخت ضعیف ہے۔ صالح جزرہ نے کہا، کذاب ہے۔ امام یحیٰی بن معین نے فرمایا، محض لاشیئ کذاب خبیث[2] ہے۔ (بالکل کوئی شے نہیں کذاب وخبیث ہے۔ ت) کل ذلك فی المیزان (یہ سب میزان میں ہے۔ ت) لاجرم حافظ الشان نے تقریب میں فرمایا، متروك وکان حافظاً[3] (یہ متروک ہے اور حافظ تھا۔ ت) ذہبی نے میزان میں کہا:

کان من اوعیة العلم علی ضعفه، وکثرة مناکیرہ وما اظنه ممن یتعمد الباطل[4]۔ اس ضعف وکثرت مناکیر کے باوجود وہ علم کا ذخیرہ تھا اور میں گمان نہیں کرتا کہ کوئی باطل کا ارادہ کرتا ہو۔ (ت)

تذکرۃ الحفاظ میں آخر کہا، لاریب فی ضعفه[5] (اس کے ضعف میں کوئی شک نہیں۔ ت)

امام اجل ثقہ حافظ عبدالعظیم زکی منذری نے کتاب الترغیب[ع] میں یہ حدیث بروایت حاکم نقل کرکے عمر بن ہارون کے متروک ومتہم ہونے سے اُسے معلول کیا،

حیث قال قد تفرد به عمر بن ہارون البلخی و جہاں کہا کہ اس کے بیان کرنے میں عمر بن ہارون بلخی متفرد ہے

ع فی الترغیب فی صلاۃ الحاجۃ ۱۲ منہ (م) (ترغیب میں نماز حاجت کے تحت اس کو بیان کیا ہے۔ ت)

---

[1] الترغیب والترہیب فی صلاۃ الحاجۃ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۸
نصب الرایۃ الحدیث الثانی والاربعون من کتاب الکراہیۃ مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیہ لصاحبہا الحاج ریاض الشیخ ۴/۲۷۳
[2] میزان الاعتدال ترجمہ ۶۲۳۷ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۳/۲۲۸
[3] تقریب التہذیب حرف العین " مطبع فاروقی دہلی ص ۱۹۲
[4] میزان الاعتدال ترجمہ ۶۲۳۷ عمر بن ہارون مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۳/۲۲۹
[5] تذکرۃ الحفاظ الطبقۃ السابعہ مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۱/۳۱۲

marfat.com

Marfat.com

وھو متروك متهم اثنى عليه ابن مهدی وحدّه فيما اعلمه اھ قلت بل اختلف الرواية عن ابن مهدی ایضا فقال فی المیزان قال

اور وہ متروک ومتہم ہے میرے علم کے مطابق ابن مہدی نے فقط اسے بہتر قرار دیا ہے اھ **قلت** (میں کہتا ہوں) کہ ابن مہدی سے بھی روایت مختلف ہے، میزان میں ہے

ع **اقول** هذا عجيب من مثل الحافظ مع قول نفسه فی خاتمة الكتاب ضعفه الجمهور ووثقه قتيبة وغيره اھ فی تذكرة الحفاظ عن الابار عن ابی غسان عن بهز بن اسد انه قال اری یحیی بن سعيد حسده قال وساق الخطيب باسناده عن ابی عاصم انه ذكر عمر بن هارون فقال عمر عندنا احسن اخذا للحديث من ابن المبارك وقال المروزی سئل ابو عبد الله عن عمر بن هارون فقال ما اقدر ان اتعلق عليه بشیء كتبت عنه كثيرا فقيل له قد كانت له قصة مع ابن مهدی فقال بلغنی انه كان يحمل عليه وقال احمد بن سيار كان كثير السماع كان قتيبة يطريه ويوثقه الخ ثم ذكر تكذيبه وتركه وجرحه عن ابن معين واخرين ثم قال قلت لاريب فی ضعفه وكان لما حافظا فی حروف القرأت مات سنة اربعين وتسعين ثلث مائة اھ ۱۲ منه (م).

اقول حافظ جیسے لوگوں پر تعجب ہے کہ خود انہوں نے خاتمۂ کتاب میں کہا کہ اسے جمہور نے ضعیف کہا اور قتیبہ وغیرہ نے اسکی توثیق کی اھ اور تذکرۃ الحفاظ میں از ابار از ابن غسان از بہز بن اسد ہے وہ کہتے ہیں میں نے یحیٰی بن سعید کو دیکھا وہ ان پر حسد کرتے تھے کہا اور خطیب اپنی سند سے ابو عاصم سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے عمر بن ہارون کا ذکر کیا تو کہا کہ عمر ہمارے نزدیک حدیث اخذ کرنے میں ابن المبارک سے احسن ہے، اور مروزی نے کہا ابو عبد اللہ سے عمر بن ہارون کے متعلق پوچھا گیا تو کہا میں ان کے بارے میں کوئی شیٔ کہنے کی طاقت نہیں رکھتا میں نے ان سے بہت روایات لکھی ہیں، ان سے کہا گیا کہ ان کا ابن مہدی کے ساتھ فلاں معاملہ ہے، تو انہوں نے کہا مجھے خبر پہنچی ہے کہ وہ اس پر حملہ کرتا تھا، اور احمد بن سیار نے کہا کہ وہ کثیر السماع تھا، قتیبہ اس کی تعریف و توثیق کرتا تھا الخ، پھر اس کی تکذیب، ترک اور جرح ابن معین وغیرہم سے ذکر کرنے کے بعد کہا میں کہتا ہوں اس کے ضعف میں کوئی شک نہیں، اور وہ قراءاتِ حروف میں امام و حافظ تھے ان کا وصال ۲۹۴ھ میں ہوا اھ ۱۲ منہ (ت)

لہ الترغیب والترہیب فی صلاۃ الحاجۃ ودعائہا مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۷۸

marfat.com

Marfat.com

ابن مہدی واحمد والنسائی متروك الحدیث ثم قال وقال ابن حبان کان ابن مہدی حسن الرای فی عمر بن ھارون[1] اھ فاللہ تعالٰی اعلم۔

کہ ابن مہدی، احمد اور نسائی نے کہا کہ یہ متروک الحدیث ہے، پھر کہا کہ ابن حبان کہتے ہیں کہ ابن مہدی عمر بن ہارون کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے اھ فاللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

بااینہمہ از انجاکہ مستدرک میں تھا:

قال احمد بن حرب قد جربتہ فوجدتہ حقا، وقال ابراھیم بن علی الدیبلی[ع1] قد جربتہ فوجدتہ حقا، وقال الحاکم قال لنا ابو زکریا قد جربتہ فوجدتہ حقا قال الحاکم قد جربتہ فوجدتہ حقا۔[2]

احمد بن حرب نے کہا میں نے اس نماز کو آزمایا حق پایا، ابراہیم بن علی دیبلی نے کہا میں نے آزمایا حق پایا ہم سے ابوزکریا نے کہا میں نے آزمایا حق پایا، حاکم کہتے ہیں خود میں نے آزمایا تو حق پایا[ع2]۔

لہٰذا امام حافظ منذری نے فرمایا: الاعتماد فی مثل ھذا علی التجربۃ لا علی الاسناد[3] (ایسی جگہ اعتماد تجربہ پر ہوتا ہے نہ کہ اسناد پر) امام ابن امیر الحاج حلیہ[ع3] میں حدیث کا وہ ضعف شدید اور امام ابن جوزی کا اُسے

ع1 نسبۃ الی دیبل بفتح الدال المھملۃ وسکون الیاء المثناۃ من تحت وضم الباء الموحدۃ والاخر لام قصبۃ بلاد السند کما فی القاموس ۱۲ منہ (م)

یہ دَیبُل کی طرف منسوب ہے۔ دیبل دال مہملہ کے فتح کے ساتھ، یاء مثنّٰی کے سکون باء موحدہ کے پیش کے ساتھ اور آخر میں لام ہے کہ بلادِ سندھ میں ایک قصبہ ہے قاموس میں ایسے ہی ہے ۱۲ منہ (ت)

ع2 اقول بحمد اللہ تعالٰی اس فقیر نے بھی کئی بار آزمایا حق پایا بعض قریب تر اعزہ کو سخت ناسازی تھی طول ہوا یہاں تک کہ ایک روز حالت مثل نزع طاری ہوئی سب رونے لگے فقیر مشغولِ نماز مذکور رہا پڑھ کر آیا تو عزیز مذکور بیٹھا باتیں کرتا پایا وللہ الحمد بیس سال ہونے کو آئے جب سے بحمد اللہ فضلِ الٰہی سے ہے ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ ۱۲ منہ (م)

ع3 اٰخر الکتاب فی الفضائل الثالث عشر فی صلاۃ الحاجۃ من فصول تکمیل الکتاب ۱۲ منہ (م)

یہ کتاب کے آخر میں فضائل کے بیان میں جو تیرھویں فصل نمازِ حاجت کے بیان میں تکمیلِ کتاب کی فصول میں سے ہے (ت)

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۶۲۳۰ عمر بن ہارون مطبوعہ دار المعرفت بیروت ۳/۲۲۸ و ۲۲۹
[2] الترغیب والترہیب بحوالہ الحاکم الترغیب فی صلاۃ الحاجۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۸
[3] " " " " " "

marfat.com

Marfat.com

بایں یقین موضوع کہنا[ؔ] ذکر کرکے فرماتے ہیں:

ومشی علی ھذا فی الحاوی القدسی فانہ ذکر ھذہ الصلوۃ للحاجۃ علی ھذا الوجہ من الصلوۃ المستحبۃ[۱]۔

حاوی قدسی میں اسی پر عمل کیا کہ انہوں نے حاجت کیلیے اس ترکیب کو مستحب نمازوں میں ذکر فرمایا۔

مرقاۃ شرح مشکوۃ سے امام اجل سیدی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ الشریف کا ارشاد لطیف افادہ ۱۵ میں گزرا کہ میں نے صحتِ حدیث کو اس جوان کی صحتِ کشف سے پہچانا یعنی جب اس کے کشف سے معلوم ہوا کہ حدیث میں جو وعدہ آیا تھا ٹھیک اُترا معلوم ہوا کہ حدیث صحیح ہے اب صدر رسالہ میں امام سخاوی کے نقول دیکھ لیجئے کہ اس تقبیلِ ابہامین کے کتنے تجربے علماو صلحا سے منقول ہوئے ہیں لاجرم علامہ طاہر فتنی نے فرمایا ردی تجربۃ ذلك عن کثیرین[۲] (اس کا تجربہ بہت سے لوگوں سے روایت کیا گیا) تو عزیزو! اگر بفرض غلط سند کسی قابل نہ سمجھو تاہم تجربہ علما کو سند کافی جانو۔

افادہ بست و ہفتم (بالفرض اگر کتب حدیث میں اصلاً پتا نہ ہوتا تاہم ایسی حدیث کا بعض کلمات علما میں بلا سند مذکور ہونا ہی بس ہے) **اقول** بھلا یاں تو طرق مسندہ باسانید متعددہ کتب حدیث میں موجود علمائے کرام تو ایسی جگہ صرف کلمات بعض علما میں بلا سند مذکور ہونا ہی سند کافی سمجھتے ہیں اگرچہ طبقۂ رابعہ وغیرہا

عـہ ھو آخر حدیث من باب الصلاۃ فی الموضوعات قال المخرج موضوع عمر بن ھارون کذاب قال خاتم الحفاظ عمر روی لہ الترمذی وابن ماجۃ وقال فی المیزان کان من اوعیۃ العلم الی آخر ما نقلنا قال ووجدت للحدیث طریقا آخر فذکر ما اسند ابن عساکر عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ نحوہ وسکت علیہ خاتم الحفاظ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (م)

نماز کے باب میں موضوعات میں یہ آخری حدیث ہے تخریج کرنے والے نے کہا یہ موضوع ہے عمر بن ہارون کذاب ہے، خاتم الحفاظ نے کہا عمر سے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت لی ہے، میزان میں "کان من اوعیۃ العلم الی آخر ما نقلنا" (وہ علم کا ذخیرہ تھا آخر تک جو عبارت ہم نے نقل کی ہے) کہا اور کہا کہ اس حدیث کی ایک اور سند بھی میں نے دیکھی ہے پھر وہ سند ذکر کی جو ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل روایت کی ہے اس پر خاتم الحفاظ نے سکوت کیا ہے واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
[۲] خاتمہ مجمع بحار الانوار نولکشور لکھنؤ ۳/۵۱۱

marfat.com
Marfat.com

کسی طبقہ حدیث میں اُس کا نام نہ نشان نہ ہو، حضور اقدس سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وصال اقدس کے بعد امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا حضور والا کو ندا کرکے بابی انت وامی یارسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان یارسول اللہ کہہ کر حضور کے فضائلِ جلیلہ وشمائلِ جمیلہ عرض کرنا، یہ حدیث امام ابو محمد عبداللہ بن علی لخمی اندلسی رشاطی نے کہ پانچویں صدی کے علماء سے تھے ۴۶۶ھ میں انتقال کیا اپنی کتاب اقتباس الانوار والتماس الازہار اور ابو عبداللہ محمد محمد ابن الحاج عبدری مکی مالکی نے کہ آٹھویں صدی کے فضلاء سے تھے، ۷۳۰ھ میں وصال ہوا اپنی کتاب مدخل میں ذکر کی دونوں نے محض بلاسند ائمہ کرام وعلمائے اعلام نے اس سے زائد اس کا پتا نہ پایا کتبِ حدیث میں اصلاً نشان نہ ملا مگر از انجا کہ مقام مقامِ فضائل تھا اسی قدر کو کافی سمجھا، ان نادانوں گندہ حواسوں فرقِ مراتب ناشناسوں کی طرح طبقہ رابعہ میں ہونا درکنار اصلاً کسی طبقہ میں نہ ہونا بھی اُنہیں اُس کے ذکر وقبول سے مانع نہ آیا بلکہ اس سے استناد فرمایا علامہ ابوالعباس قصار نے اسے شرح قصیدہ بردہ شریف میں ذکر کیا اور انھیں رشاطی کا حوالہ دیا، پھر امام علامہ[عہ1] احمد قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں بصیغہ جزم ذکر کی، اسی شرح قصار ومدخل کی سند دی، اسی مواہب شریف ونسیم الریاض علامہ شہاب خفاجی مصری و مدارج النبوۃ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی وغیرہا میں علمائے کرام نے اس حدیث کو زیر بیان آیہ کریمہ لااقسم بھذاالبلد ۝ وانت حل بھذاالبلد[2] (میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں اور اے محبوب! تو اس میں جلوہ افروز ہے۔ت) جس میں رب العزت جل وعلا نے شہرِ مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی قسم یاد فرمائی ہے محلِ استناد میں ذکر کیا کہ قرآن عظیم نے حضور پُرنور سید المحبوبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جان پاک کی بھی قسم کھائی کہ لعمرک انھم لفی سکرتھم یعمھون[3] (تیری جان کی قسم یہ کافر اپنے نشہ میں بہک رہے ہیں) اور حضور کے شہر مکہ معظمہ کی بھی قسم کھائی کہ لا اقسم بھذا البلد ۝[4] مگر اس قسم میں اُس قسم سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم ہے جس طرح امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس طرف اشارہ کیا کہ عرض کرتے ہیں میرے ماں باپ حضور پر قربان یارسول اللہ، اللہ عزوجل کے نزدیک حضور کا مرتبہ اس حد کو پہنچا کہ حضور کے خاک پا کی قسم یاد فرمائی لا اقسم بھذا البلد ۝ نسیم کی دلکشا عبارت یہ ہے:

عہ1: الفصل الاول من المقصد العاشر ۱۲ منہ (م) — دسویں مقصد کی پہلی فصل میں دیکھو۔ (ت)

عہ2: الفصل الرابع من الباب الاول ۱۲ منہ (م) — باب اول کی چوتھی فصل میں دیکھو۔ (ت)

---

[1] نسیم الریاض شرح شفا باب اول الفصل الرابع فی قسمہ تعالٰی مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۱۹۶

[2] القرآن ۹۰/۲ [3] القرآن ۱۵/۷۲ [4] القرآن ۹۰/۱

marfat.com

Marfat.com

قد قالوا ان هذا القسم ادخل فی تعظیمه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم من القسم بذاته و بحیاته کما اشار الیه عمر رضی اللہ تعالٰی عنه بقوله بابی انت وامی یا رسول اللہ قد بلغت من الفضیلة عنده ان اقسم بتراب قدمیك فقال لا اقسم بهٰذا البلد[1]

مفسرین نے تحریر کیا ہے کہ آپ کے شہر کی قسم، آپ کی ذات اور عمر کی قسم سے زیادہ تعظیم پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ اس کی طرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان الفاظ کے ساتھ اشارہ فرمایا، یارسول اللہ! میرے والدین آپ پر فدا ہوں آپ اللہ تعالٰی کے ہاں اتنے عظیم المرتبت ہیں کہ اللہ تعالٰی نے آپ کے مبارک قدموں کی قسم اٹھاتے ہوئے فرمایا ہے، لا اقسم بهٰذا البلد (میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں) (ت)

مواہب[عہ] میں ہے:

علی کل حال فهٰذا متضمن للقسم ببلد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ولا یخفی ما فیه من زیادة التعظیم وقد روی ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنه قال للنبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بابی انت وامی یا رسول اللہ لقد بلغ من فضیلتك عند اللہ ان اقسم بحیاتك دون سائر الانبیاء ولقد بلغ من فضیلتك عنده ان اقسم بتراب قدمیك فقال لا اقسم بهٰذا البلد[2]

ہر حال میں یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے شہر کی قسم کو متضمن ہے اور اس قسم میں جو عظمتِ مرتبہ ہے وہ مخفی نہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول ہے کہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا، یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کی فضیلت اللہ تعالٰی کے ہاں اتنی بلند ہے کہ آپ کی حیاتِ مبارکہ کی ہی اس نے قسم اٹھائی ہے نہ کہ دوسرے انبیاء کی، اور آپ کی عظمتِ مرتبت اس کے ہاں اتنی عظیم ہے کہ اس نے "لا اقسم بهٰذا البلد" کے ذریعے آپ کے مبارک قدموں کی خاک کی قسم اٹھائی ہے۔ (ت)

عہ المقصد السادس النوع الخامس الفصل الخامس ۱۲ منہ (م) دسویں مقصد کی نوع خامس سے پانچویں فصل دیکھو ۱۲ منہ (ت)

---

[1] نسیم الریاض شرح شفا باب اول الفصل الرابع فی قسمہ تعالٰی مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۱۹۶

[2] المواہب اللدنیہ مع شرح الزرقانی الفصل الخامس من النوع الخامس الخ مطبعہ عامرہ مصر ۶/۲۷۰

marfat.com

Marfat.com

مدارج میں اسے نقل کر کے فرمایا :

یعنی سوگند خوردن ببلد کہ عبارت است کہ از زمینے کہ پے سپر میکند، آنرا (پائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سوگند بخاک پائے خوردن ست ، و ایں لفظ در ظاہر نظر سخت مے درآید ، نسبت بجناب عزت چوں گویند کہ سوگند میخورد بخاک پائے حضرت رسالت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم و نظر بحقیقت معنی صافؒ پاک ست کہ غبارے براں نہ ، وتحقیق ایں سخن آنست کہ سوگند خوردن حضرت رب العزت جل جلالہ بچیزے غیر ذات وصفات خود برائے اظہار شرف وفضیلت وتمیز آں چیز ست نزد مردم ونسبت بالیشان تا بدانند کہ آں امرے عظیم وشریف است نہ آنکہ اعظم است نسبت بوے تعالیٰ الخ[1]

یعنی شہر کی قسم کھانے سے مراد یہی ہے کہ اس کے خاکِ پاک کی قسم اٹھائی ہے کیونکہ شہر سے مراد وہ زمین اور جگہ ہے جہاں حضور پاؤں رکھ کر چلتے ہیں ، بظاہر یہ الفاظ سخت معلوم ہوتے ہیں کہ باری تعالےٰ حضور کے خاکِ پاک کی قسم اٹھائے ، لیکن اگر اس کی حقیقت کو دیکھا جائے تو اس میں کوئی پوشیدگی وغبار نہیں وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ جب اپنی ذات وصفات کے علاوہ کسی شئے کی قسم اٹھاتا ہے تو وہ اس لیے نہیں ہوتی کہ وہ شئی (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ سے عظیم ہے بلکہ حکمت یہ ہوتی ہے کہ اس چیز کو وہ شرف وعظمت نصیب ہو جائے جس کی وجہ سے عام لوگوں پر اس کا امتیاز قائم ہو اور لوگ محسوس کریں کہ یہ شئے بنسبت دوسری چیزوں کے نہایت عظیم ہے نہ کہ وہ معاذ اللہ بنسبت اللہ تعالیٰ کے عظیم ہے

میں ایک اسی حدیث بے سند کو کیا ذکر کرتا کہ اس کی تو صدہا نظیریں کتب علماء میں موجود ہیں زیادہ جانے دیجئے یہ پچھلے زمانے کے بڑے محدث شاہ ولی اللہ صاحب بھی جا بجا اپنی تصانیف میں ایسی کتب کی حدیثوں سے سند لاتے ہیں جو کسی طبقہ حدیث میں داخل نہ اُن میں سند کا نام ونشان ، قرۃ العینین[ع] میں روایات مذکورہ تاریخ یافعی وروضۃ الاحباب وشواہد النبوۃ مولانا جامی قدس سرہ السامی سے استناد موجود ، مثلاً لکھا :

اما اتصاف شیخین بصفات کاملہ تلبیس بطریق[2] شیخین (صدیق وفاروق) صفات کاملہ مشہودہ

ع قسم اول باب سوم فصل دوم ۱۲ منہ (م)

[1] مدارج النبوۃ وصل مناقب جلیلہ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۵

نوٹ : مدارج النبوۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر کے نسخہ میں خط کشیدہ عبارت نہیں ہے غور وفکر سے معلوم ہوتا ہے کہ اتنی عبارت اس نسخے میں کسی وجہ سے رہ گئی اور اعلحضرت کی عبارت میں جو اضافہ ہے وہ درست ہے۔ نذیر احمد سعیدی

[2] قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین اتصاف شیخین بصفات کاملہ الخ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۹۲

marfat.com

Marfat.com

اتم بود وظہور خرق عوائد وتربیت الٰہی ایشاں را بروٗیا و مانند آں از ایشاں بسیار مروی شدہ حدیثی چند ازیں جملہ نیز روایت کنیم[1] در شواہد النبوۃ از ابو مسعود انصاری منقول است کہ گفتہ است ، اسلام ابوبکر شبیہ بوحی است زیرا کہ وے گفتہ است کہ شبی پیش از بعثت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در خواب دیدم کہ نورے عظیم از آسماں فرو آمد و بر بام کعبہ افتاد الخ ونیز در شواہد مذکور است کہ امیر المومنین ابوبکر صدیق گفتہ است کہ روزے در ایام جاہلیت در سایہ درختے نشستہ بودم ناگاہ میل بمن کرد بجانب من کرد آوازے ازاں درخت بگوشِ من آمد کہ پیغمبرے در فلاں وقت بیروں خواہد آمدے باید کہ تو سعادت مند ترین مردمان باشی بوے الخ ونیز در شواہد از ابوبکر صدیق منقول است کہ در مرض آخر خود گفت کہ امشب در تفویض امر خلافت بتکرار استخارہ کردم[2] الخ ملتقطاً۔

کے ساتھ بطریق اتم متصف تھے اور اُن سے خرقِ عادت اور تربیتِ الٰہیہ کے طور خواب وغیرہ جیسے معاملات کا اظہار بھی احادیث میں مروی ہے ان میں سے ایک حدیث کا میں یہاں ذکر کرتا ہوں ، شواہد النبوۃ میں ابومسعود انصاری سے مروی ہے کہا گیا ہے کہ سیدنا ابوبکر کا اسلام مشابہ بالوحی ہے کیونکہ وُہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک عظیم نور آسمان سے نیچے آیا اور کعبہ کی چھت پر اترا ہے الخ شواہد النبوۃ میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں دورِ جاہلیت میں ایک دن ایک درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا اچانک وہ درخت میری طرف جھک گیا اور اس درخت سے میرے کانوں میں یہ آواز آئی کہ فلاں وقت اللہ کا پیغمبر آئے گا تو ان کے ساتھیوں میں نہایت ہی سعادت مند ہوگا الخ اور یہ بھی شواہد میں حضرت ابوبکر صدیق سے منقول ہے کہ آپ نے آخری مرضِ وصال میں فرمایا کہ آج میں نے خلافت کے معاملات کو سپرد کرنے کے لیے بار بار استخارہ کیا ہے الخ ملتقطاً (ت)

اُسی میں ہے :

چو نوبت خلافت بفاروق رسید سیاستی بر دست او واقع شد کہ غیر نبی برآں قادر نباشد واگر عقل سلیم را اعمال نمایم در امورے کہ خلافت انبیاء را می شاید

جب خلافت حضرت فاروقِ اعظم کے سپرد ہوئی تو آپ نے سیاست کو اس طرح بہتر انداز میں نبھایا کہ کسی غیر نبی سے ایسا ممکن نہ تھا اگر عقلِ سلیم کو امورِ خلافت

---

[1] قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین انصاف شیخین بصفاتِ کاملہ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۹۳

[2] " " " " " " " ص ۹۴

[3] " " " " " " " ص ۹۵

marfat.com

Marfat.com

بہتر از حال وے متصور نگردد زیرا کہ حضرت پیغامبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدو چیز مشغول بودند یکے تعلیم علم و فاروق اعظم مسائل را تفحص کرد و ترتیب کتاب وسنت و اجماع و قیاس آورد و سد مداخل تحریف نمود چنانکہ علمائے صحابہ ہمہ گواہی دادند کہ وے اعلم زمان خود است دیگر جہاد کفار و فاروق تحمل اعبائے جہاد بوجہے نمود کہ خوب تر ازاں صورت نگیرد وقال الیافعی فی السنۃ الرابعۃ عشر فتحت دمشق الخ در روضۃ الاحباب مذکور ست کہ در زمان خلافت وے ہزار و سی و شش شہر با توابع و لواحق آں فتح شد و چہار ہزار مسجد ساختہ گشت و چہار ہزار کنیسہ خراب گردید و یک ہزار و نہ صد منبر بنا کردند اھ بالالتقاط۔

میں بروئے کار لایا جائے تو محسوس ہوگا کہ انبیاء کی خلافت کا کام ان سے بہتر نبھایا نہیں جاسکتا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جن دو معاملات کی طرف بہت ہی زیادہ توجہ دیتے تھے ان میں سے ایک تعلیم علم ہے اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے مسائل میں کھود کرید کرکے اور نہایت ہی محنت وکوشش کے ساتھ کتاب وسنت، اجماع و قیاس کی ترتیب کو قائم فرماکر تحریف کے تمام راستے بند کردئے، چنانچہ تمام صحابہ نے اس بات کی گواہی دی ہے کہ وہ اپنے دور میں سب سے زیادہ عالم تھے۔ دوسرا معاملہ جہاد کا تھا اور فاروق اعظم نے اس معاملہ کو اس طرح نبھایا کہ اس سے بہتر تصور نہیں کیا جاسکتا۔ یافعی کہتے ہیں کہ ۱۴ھ میں دمشق فتح ہوگیا الخ اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ فاروق اعظم کے دور میں ایک ہزار چھتیس (۱۰۳۶) شہر مع مضافات فتح ہوئے، چار ہزار (۴۰۰۰) مساجد کی تعمیر ہوئی، چار ہزار (۴۰۰۰) کنیسے تباہ کیے گئے، ایک ہزار نو سو (۱۹۰۰) منبر تیار ہوئے اھ بالالتقاط۔ (ت)

یونہی تفسیر عزیزی وغیرہ تصانیف مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب میں ایسے بہت اسناد ملیں گے اس کا گِننا ہی کیا تھا مجھے تو یہاں یہ نص قاہر و باہر سنانا ہے کہ حدیث مذکور فاروقی یا بی انت و امی یا رسول اللہ کا ایک پارہ امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی شفا شریف میں یونہی بلا سند ذکر فرمایا اُس پر امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی نے مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفا پھر اُن کے حوالہ سے علامہ خفاجی نے نسیم میں

عـہ احادیث الفصل السابع من الباب الاول ۱۲ منہ (م)

لہ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین مآثر جمیلہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۳۰
لہ " " " " " " " " " ص ۱۳۱
لہ " " " " " " " " " ص ۱۳۲

marfat.com
Marfat.com

ارشاد کیا،

لم اجدہ فی شئی من کتب الاثر لکن صاحب اقتباس الانوار وابن الحاج فی مدخلہ ذکراہ فی ضمن حدیث طویل وکفٰی بذلک سند المثلہ فانہ لیس ممایتعلق بالاحکام[1]

میں نے یہ حدیث کسی کتابِ حدیث میں نہ پائی، مگر صاحبِ اقتباس الانوار اور ابن الحاج نے مدخل میں ایک حدیثِ طویل اسے ذکر کیا، ایسی حدیث کو اتنی ہی سند بہت ہے کہ وُہ کچھ احکام سے تو متعلق نہیں۔ (ت)

فقیر بعون رب قدیر جل وعلا تنزل پر تنزل کرکے روشن تر سے روشن تر کلام کرے مگر حضرات منکرین کی آنکھیں خدا ہی کھولے۔

افادۂ بست وہشتم

(حدیث اگر موضوع بھی ہو تو تاہم اس سے فعل کی ممانعت لازم نہیں) **اقول** اچھا سب جانے دیجئے اپنی خاطر پُورا تنزل لیجئے بالفرض حدیث موضوع وباطل ہی ہو تاہم موضوعیتِ حدیث عدمِ حدیث ہے نہ حدیثِ عدم، اُس کا اصل صرف اتنا ہوگا کہ اس بارہ میں کچھ وارد نہ ہوا نہ یہ کہ انکار ومنع وارد ہوا، اب اصل فعل کو دیکھا جائے گا اگر قواعدِ شرع ممانعت بتائیں ممنوع ہوگا ورنہ اباحت اصلیہ پر رہے گا اور بہ نیت حسن حسن ومستحسن ہوجائے گا۔

کماھو شان المباحات جمیعا کما نص علیہ[*] فی

[*] قال فی الاشباہ من القاعدۃ الاولٰی اما المباحات فانہا تختلف صفتہا باعتبار ماقصدت لاجلہ[2] الخ وعنہا نقل فی اوائل نکاح رد المحتار وفیہ ایضا من کتاب الاضحیۃ فی مسئلۃ العقیقۃ وان قلنا انہا مباحۃ لکن یقصد الشکرتصیرقربۃ فان النیۃ تصیر العادات عبادات والمباحات طاعات[3] اھ وکلام الانموذج مرّ فی الافادۃ الحادیۃ والعشرین ۱۲ منہ (م)

جیسا کہ تمام مباحات کا معاملہ ہے جیسا کہ اس پر اشباہ

اشباہ میں قاعدہ اولٰی میں ہے کہ مباحات صفت کے اختلاف سے مختلف ہوجاتے ہیں اس اعتبار کے ساتھ جس کا ارادہ کیا گیا ہو الخ اس عبارت کو رد المحتار کی کتاب النکاح کے اوائل میں نقل کیا گیا ہے، رد المحتار کی کتاب الاضحیۃ میں بھی عقیقہ کے مسئلہ کے متعلق ہے کہ ہم کہتے ہیں یہ اگرچہ مباح ہے لیکن شکر کے ارادہ سے عبادت بن جاتا ہے کیونکہ نیت عادت کو عبادت میں اور مباحات کو عبادت وفرمانبرداری میں بدل دیتی ہے اھ اور انموذج العلوم کا کلام اکیسویں افادہ میں گزر چکا ہے ۱۲ منہ (ت)

[1] نسیم الریاض شرح الشفاء باب اول الفصل السابع فیما اخبر اللہ تعالٰی الخ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/ ۲۴۸
[2] الاشباہ والنظائر بیان دخول النیۃ فی العبادات الخ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۳۴
[3] رد المحتار کتاب الاضحیۃ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۰۸

marfat.com

Marfat.com

الاشباہ وردالمحتار وانموذج العلوم وغیرھا من معتمدات الاسفار۔

و ردالمحتار اور انموذج العلوم اور ان جیسی دیگر معتمد کتب میں تصریح کی ہے (ت)

حدیث کے موضوع ہونے سے فعل کیوں ممنوع ہونے لگا موضوع خود باطل ومہمل وبے اثر ہے یا نہی وممانعت کا پروانہ لاجرم علامہ سیّدی احمد طحطاوی مصری حاشیۂ درمختار میں زیر قول رملی واما الموضوع فلا یجوز العمل بہ بحال[1] فرماتے ہیں :

ای حیث کان مخالفا لقواعد الشریعۃ واما لوکان داخلا فی اصل عام فلامانع منہ لا لجعلہ حدیثا بل لدخولہ تحت الاصل العام[2]۔

یعنی جس فعل کے بارہ میں حدیث موضوع وارد ہو اُسے کرنا اُسی حالت میں ممنوع ہے کہ خود وہ فعل قواعد شرع کے خلاف ہو اور اگر ایسا نہیں بلکہ کسی اصل کلی کے نیچے داخل ہے تو اگرچہ حدیث موضوع ہو فعل سے ممانعت نہیں ہوسکتی نہ اس لیے کہ موضوع کو حدیث ٹھہرائیں بلکہ اس لیے کہ وہ قاعدہ کلیہ کے نیچے داخل ہے۔

اقول فقد افاد رحمہ اللہ تعالٰی بتعلیلہ ان المراد جواز العمل بما فی موضوع لا لکونہ فی موضوع وسنلقی علیك تحقیق المقام بتوفیق الملك العلام فانتظر۔

اقول سیّد احمد طحطاوی نے اس تعلیل کے ذریعے یہ ضابطہ بیان فرمادیا کہ مراد یہ ہے کہ موضوع حدیث کے مفہوم میں جو شرعی قاعدہ کے موافق ہے اس پر عمل ہے نہ کہ موضوع حدیث پر عمل ہے اعنقریب ہم اللہ تعالٰی کی توفیق سے اس پر تفصیلی گفتگو کریں گے پس آپ انتظار کریں۔ (ت)

یہ تو تصریح کُلی تھی اب جزئیات پر نظر کیجئے تو وہ بھی باعلی ندا شہادت جواز دے رہے ہیں جس نے کلمات علمائے کرام حشرنا اللہ تعالٰی فی زمرتھم کی خدمت کی وہ جانتا ہے کہ ورود موضوعات واباطیل اُن کے نزدیک موجب منع فعل نہ تھا بلکہ باوصف اظہار وضع بطلان حدیث اجازت افعال کی تصریح فرماتے یہاں بنظرِ اختصار چند امثلہ پر اقتصار۔

(۱) امام سخاوی مقاصد حسنہ میں فرماتے ہیں :

حدیث لبس الخرقۃ الصوفیۃ وکون الحسن البصری لبسہا من علی قال ابن دحیۃ و

خرقہ پوشی صوفیہ کرام کی حدیث اور یہ کہ حضرت حسن بصری قدس سرہ السری نے امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی

---

[1] الدرالمختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۳

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۷۵

marfat.com

Marfat.com

ابن الصلاح انه باطل وكذا قال شيخنا، انه ليس فی شئ من طرقها ما يثبت ولم يرد فی خبر صحيح ولا حسن ولا ضعيف ان النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم البس الخرقة علی الصورة المتعارفة بين الصوفية لاحد من اصحابه ولا امر احدا من اصحابه بفعل ذلك وكل ما يروی فی ذلك صريحا فباطل، ثم ان ائمة الحديث لم يثبتوا للحسن من علی سماعا فضلا عن ان يلبسه الخرقة ولم يتفرد شيخنا بهذا بل سبقه اليه جماعة حتی من لبسها والبسها كالدمياطی والذهبی والهكاری وابی حيان والعلائی ومغلطائی والعراقی وابن الملقن والابناسی والبرهان الحلبی وابن ناصر الدين هذا مع الباسی اياها الجماعة من اعيان المتصوفة امتثالا لالزامهم لی بذلك حتی تجاه الكعبة المشرفة تبركا بذكر الصلحين واقتفاء لمن اثبته من الحفاظ المعتمدين[1] اھ بتلخيص۔

وجہ الکریم سے خرقہ پہنا امام ابن دحیہ و امام ابن الصلاح نے فرمایا باطل ہے، ایسا ہی ہمارے استاد امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ اس کی کوئی سند ثابت نہیں نہ کسی خبر صحیح نہ حسن نہ ضعیف میں آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس صورت معمولۂ صوفیۂ کرام پر کسی کو خرقہ پہنایا یا اس کا حکم فرمایا جو کچھ اس بارہ میں صریح روایت کیا جاتا ہے سب موضوع ہے پھر ائمۂ حدیث تو حضرت حسن کا حضرت مولیٰ سے حدیث سُننا بھی ثابت نہیں کرتے خرقہ پہنانا تو بڑی بات ہے اور یہ بات کچھ ہمارے شیخ ہی نے نہ فرمائی بلکہ اُن سے پہلے ایک جماعت ائمۂ محدثین ایسا ہی فرماچکی یہاں تک کہ وہ اکابر جنہوں نے خود پہنا پہنایا جیسے امام دمیاطی امام ذہبی امام شیخ الاسلام سیدنا ہکاری امام ابوحیان امام علاء الدین علائی امام مغلطائی امام عراقی امام ابن ملقن امام ابناسی امام برہان حلبی امام ابن ناصر الدین دمشقی یہ باآنکہ میں نے خود ایک جماعت عمدۂ متصوفین کو خرقہ پہنایا کہ مشائخ کرام نے مجھ پر لازم فرمایا تھا یہاں تک کہ خاص کعبۂ معظمہ کے سامنے پہنایا ذکر اولیائے کرام سے برکت لینے اور حفاظ معتمدین کی پیروی کو جو اُسے ثابت کرگئے۔ (ت)

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، دیکھو یہ جماعت کثیرہ ائمۂ دین وحملۂ شرع مبین باآنکہ احادیث خرقہ کو باطل محض جانتے پھر بھی خرقہ پہنتے پہناتے اور اسے باعثِ برکات مانتے۔

تنبیہ یہ انکار محدثین اپنے مبلغ علم پر ہے اور وہ اُس میں معذور مگر حق اثبات سماع ہے محققین نے اُسے بسند صحیح ثابت کیا امام خاتم الحفاظ جلال سیوطی نے خاص اس باب میں رسالہ اتحاف الفرقہ تالیف فرمایا اُس میں

---

[1] المقاصد الحسنۃ حرف اللام مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۳۱

marfat.com

Marfat.com

فرماتے ہیں:

اثبتہ جماعۃ وھو الراجح عندی لوجوہ وقد رجحہ ایضا الحافظ ضیاء الدین المقدسی فی المختارۃ وتبعہ الحافظ ابن حجر فی اطراف المختارۃ۔

حضرت حسن کا حضرت مولٰی سے سماع ایک جماعت محدثین نے ثابت فرمایا اور یہی متعدد دلیلوں سے میرے نزدیک راجح ہے اسی کو حافظ ضیاء الدین مقدسی نے صحیح مختارہ میں ترجیح دی اور امام الشان ابن حجر عسقلانی نے اطراف مختارہ میں ان کی تبعیت کی (ت)

پھر دلائل ترجیح لکھ کر فرماتے ہیں، امام ابن حجر نے فرمایا: مسند ابی یعلی میں ایک حدیث ہے کہ:

حدثنا جویریۃ بن اشرس قال اخبرنا عقبۃ بن ابی الصھباء الباھلی قال سمعت الحسن یقول سمعت علیا یقول قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مثل امتی مثل المطر الحدیث[2]

جویریہ بن اشرس نے ہمیں حدیث بیان کی کہ عقبہ بن ابی صہبا باہلی نے ہمیں خبر دی کہ میں نے حسن بصری سے سنا وہ کہتے تھے میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے الحدیث (ت)

ہمارے شیخ المشائخ محمد بن حسن بن صیرفی نے فرمایا یہ حدیث نص صریح ہے کہ حسن کو مولٰی علی سے سماع حاصل ہے اس کے رجال سب ثقات ہیں جویریہ کو ابن حبان اور عقبہ کو امام احمد و یحیٰی بن معین نے ثقہ کہا انتہی۔

اقول یہ تو بطور محدثین ثبوت صریح و صحیح ہے اور حضرات صوفیہ کرام کی نقل متواتر تو موجب علم قطعی و یقینی ہے جس کے بعد حصول سماع و لبس خرقہ میں اصلاً محل سخن نہیں وللہ الحمد۔

(۲) علامہ طاہر فتنی آخر مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

من شم الورد ولم یصل علی فقد جفانی ھو باطل وکذب وکذا من شم الورد الاحمر الخ ذ[*] وقد کتبت فی شان الصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی

یہ حدیث کہ جس نے پھول سونگھا اور مجھ پر درود نہ بھیجا اس نے مجھ پر ظلم کیا باطل و کذب ہے ایسی ہی وہ حدیث جو گلاب کا پھول سونگھنے میں آئی ("ذ") میں نے

---

[*] الفتنی یکتب ذ علی مایزید من عند نفسہ فلعلھا رمز للزیادۃ ۱۲ منہ (م)

علامہ فتنی جو اپنی طرف سے اضافہ کرتے ہیں تو "ذ" لکھ دیتے ہیں غالباً اس "ذ" سے اس اضافہ کی طرف اشارہ کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] الحاوی للفتاوٰی رسالہ اتحاف الفرقۃ دار الفکر بیروت ۲/ ۱۰۲

[2] " " " " ۲/ ۱۰۴

marfat.com

Marfat.com

علیه وسلم عند الطیب لشیخنا الشیخ علی المتقی قدس سرہ هل له اصل فکتب الجواب عن شیخنا الشیخ ابن حجر قدس سرہ او غیرہ بما نصه اما الصلاة علی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم عند ذلك ونحوہ فلا اصل لها ومع فی ذلك فلا کراهة عندنا اھ ملخصا۔

اس باب میں اپنے شیخ حضرت شیخ علی متقی مکی قدس سرہ الملکی کو لکھا کہ خوشبو سونگھتے وقت درود پاک کی کچھ اصل ہے؟ انھوں نے ہمارے استاد امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ یا کسی اور عالم کے حوالہ سے جواب تحریر فرمایا کہ ایسے وقت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کی کچھ اصل نہیں تاہم ہمارے نزدیک اس میں کوئی کراہت بھی نہیں اھ ملخصاً۔

پھر امام مذکور بعد اس تحقیق کے کہ اُس وقت غافلانہ بے نیتِ ثواب درود نہ پڑھنا چاہیے ارشاد فرماتے ہیں،

اما من استیقظ عند اخذ الطیب او شمه الی ما کان علیه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من محبته للطیب واکثارہ منه فتذکر ذلك الخلق العظیم فصلی علیه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم حینئذ لما وقر فی قلبه من جلالته واستحقاقه علی کل امته ان یلحظوہ بعین نهایة الاجلال عند رؤیة شیئ من آثارہ او ما یدل علیها فهذا لا کراهة فی حقه فضلا عن الحرمة بل هو آت بما فیه اکمل الثواب الجزیل والفضل الجمیل وقد استحبه العلماء لمن رای شیئا من اثارہ صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ولا شك ان من استحضر ما ذکرته عند شمه الطیب یکون کالرأی لشیئ من آثارہ الشریفة فی المعنی فلیس له الاکثار من الصلاۃ والسلام علیه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اھ مختصرا۔

ہاں خوشبو لیتے یا سونگھتے وقت متنبہ ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے دوست رکھتے اور بکثرت استعمال فرماتے تھے اس خلق عظیم کو یاد کرکے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجے کہ حضور کی عظمت اور تمام امت پر حضور کا یہ حق ہونا اُس کے دل میں جما کہ جب حضور کے آثار شریفہ یا اُن پر دلالت کرنے والی کوئی چیز دیکھیں تو نہایت تعظیم کی آنکھ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تصور کریں تو ایسے کے حق میں حرمت چھوڑ کراہت کیسی، اس نے تو وہ کام کیا جس پر ثواب کثیر و فضل جمیل پائے گا کہ زیارتِ آثارِ شریفہ کے وقت درود پڑھنا علما نے مستحب رکھا ہے اور شک نہیں کہ جس نے خوشبو سونگھتے وقت یہ تصور کیا وہ گویا معنیً بعض آثار شریفہ کی زیارت کر رہا ہے تو اُسے اس وقت حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود و سلام کی کثرت سنت ہے اھ مختصراً۔

ـلـه و ـلـه خاتمہ مجمع بحار الانوار فصل فی تعیین بعض الاحادیث المشتهرۃ علی الالسن، نولکشور لکھنؤ ۲/ ۵۱۲ ۵۱۳

marfat.com

Marfat.com

دیکھو باآنکہ احادیث موضوع تھیں اور خاص فعل کی اصلاً سند نہیں پھر بھی علما نے جائز رکھا اور بہ نیت نیک باعث اجر عظیم و فضل کریم قرار دیا ۔

(۳) فتح الملک المجید کے باب ثامن عشر میں بعد ذکر احادیث ادعیہ و اذکار صبح و شام ہے ،

يشبهها ما يتداوله السادة الصوفية من قول لا اله الا الله سبعين الف مرة يذكرون الله تعالى يعتق بها رقبة من قالها و اشترى بها نفسه من النار ويحافظون عليها لانفسهم ولمن مات من اهاليهم و اخوانهم وقد ذكرها الامام اليافعي والعارف الكبير المحي الدين ابن العربي و اوصى بالمحافظة عليها وذكروا انه قد ورد فيها خبر نبوي لكن قال بعض المشايخ لم ترد به السنة فيما اعلم وقد وقفت على صورة سؤال للحافظ ابن حجر رضي الله تعالى عنه عن هذا الحديث وهو من قال لا اله الا الله سبعين الفا فقد اشترى نفسه من الله وصورة جوابه الحديث المذكور ليس بصحيح ولا حسن ولا ضعيف بل هو باطل موضوع اهـ هكذا قال النجم الغيطي وعقبه بقوله لكن ينبغي للشخص ان يفعل ذلك اقتداء بالسادة و امتثالا لقول من اوصى بها و تبركا بافعالهم اهـ[1] ملخصا

انھیں دعاؤں کا مشابہ ہے وہ جو سادات صوفیہ کرام میں ستر ہزار بار لا الہ الا اللہ کا رواج ہے اور بیان کرتے ہیں کہ جو ایسا کہے گا اللہ عزوجل اُسے آزاد فرمائے گا اُس نے اپنی جان دوزخ سے بچالی اور اُس پر اپنی اور اپنے اموات اقارب و احباب کے لیے محافظت فرماتے ہیں اسے امام یافعی اور عارف کبیر سید محی الدین ابن عربی قدس سرہما نے ذکر کیا اور شیخ اکبر نے اس پر محافظت کی تاکید فرمائی صوفیۂ کرام اس باب میں حدیث نبوی کا آنا بیان فرماتے ہیں، لیکن بعض مشائخ نے کہا میری دانست میں کوئی حدیث اس میں وارد نہ ہوئی اور میں نے ایک فتویٰ دیکھا کہ امام ابن حجر سے اس حدیث کی نسبت سوال ہوا تھا کہ جو کوئی ستر ہزار بار لا الہ الا اللہ کہے اُس نے اپنی جان اللہ عزّوجل سے خرید لی، امام نے جواب لکھا کہ یہ حدیث نہ صحیح ہے نہ حسن نہ ضعیف بلکہ باطل و موضوع ہے، علامہ نجم الدین غیطی نے اس فتوے کو ذکر کرکے فرمایا کہ آدمی کو چاہیے کہ اس عمل کو بجا لائے کہ اولیائے کرام کی پیروی اور اس کے وصیت فرمانے والوں کا حکم ماننا اور اُن کے افعال سے برکت لینا حاصل ہو اھ ملخصاً ۔

یہ علامہ نجم الدین محمد بن محمد غیطی امام شیخ الاسلام فقیہ محدث عارف باللہ زکریا انصاری قدس سرہ الشریف کے تلمیذ اور حافظ الشان ابن حجر عسقلانی کے تلمیذ التلمیذ اور شاہ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز صاحب کے استاد

---

[1] فتح الملک المجید

marfat.com

Marfat.com

سلسلۂ حدیث میں دیکھو انھوں نے امام ابن حجر کا وہ فتویٰ نقل کرکے حدیث کے باطل وموضوع ہونے کو رد اور رکھا پھر بھی فعل کی وصیت فرمائی کہ اولیائے کرام کا اتباع اور اُن کے حکم کا امتثال اور اُن کے افعال سے تبرک نصیب ہو وباللہ التوفیق اسی طرح جناب شیخ مجدد صاحب نے بھی اس کی ہدایت فرمائی جلد ثانی مکتوبات میں لکھتے ہیں :

بیاران و دوستان فرمایند کہ ہفتاد ہفتاد ہزار بار کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ بروحانیت مرحومی خواجہ محمد صادق و بروحانیت مرحومہ ہمشیرۂ او ام کلثوم بخوانند و ثواب ہفتاد ہزار بار را بروحانیت یکے بخشند و ہفتاد ہزار دیگر را بروحانیت دیگرے از دوستان دعا و فاتحہ مسئول است۔[1]

دوست واحباب سے فرمایا کہ ستر ستر ہزار بار کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ خواجہ محمد صادق مرحوم کی روحانیت کے واسطے اور ان کی ہمشیرہ اُم کلثوم کی روح طیبہ کے واسطے پڑھیں اور ستر ہزار ایک رُوح کو اور ستر ہزار دوسرے کی رُوح کو ایصالِ ثواب کریں اور دوستوں سے دُعا و فاتحہ کا سوال ہے (ت)

باقی اس باب میں مرقاۃ شرح مشکوٰۃ[ع] کی عبارت افادہ ۱۵ اور احادیث کریمہ حضراتِ اولیائے کرام کی تحقیق افادہ ۱۹ میں دیکھئے۔

(۴) مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے موضوعاتِ کبیر میں فرمایا،

احادیث الذکر علی اعضاء الوضوء کلہا باطلۃ۔[2]

جن حدیثوں میں یہ آیا ہے کہ وضو میں فلاں فلاں عضو دھوتے وقت یہ دُعا پڑھو سب موضوع ہیں۔

ع شیخ اکبر قدس سرہ الاطہر کی روایت کہ مرقاۃ سے گزری فتح الملک المجید میں بھی نقل کی طرفہ یہ کہ وہابیہ نانوتہ و دیوبند کے امام مولوی قاسم صاحب نے بھی اسے نقل کیا اور حضرت شیخ کی جگہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نام پاک لکھا اور ستر ہزار کا لاکھ یا پچھتر ہزار بنایا شاید یہ دھوکا انھیں سوم کے چنوں سے لگا ہو۔ تحذیر الناس میں لکھتے ہیں "حضرت جنید کے کسی مرید کا رنگ یکایک متغیر ہوگیا سبب پُوچھا تو بروئے مکاشفہ کہا اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہُوں، حضرت جنید نے لاکھ یا پچھتر ہزار کلمہ پڑھا تھا یُوں سمجھ کر بعض روایتوں میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر وعدہ مغفرت ہے جی ہی جی میں اس کو بخش دیا بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان بشاش ہے کہا اب والدہ کو جنت میں دیکھتا ہُوں آپ نے فرمایا اس جوان کے مکاشفہ کی صحت مجھ کو حدیث سے معلوم ہُوئی اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہوگئی اھ بتلخیص[3] ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

---

[1] مکتوبات امام ربانی مکتوب ۸ بمولانا برکی الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۱

[2] الاسرار المرفوعۃ المعروف بالموضوعات الکبرٰی احادیث الذکر علی اعضاء الوضو دار الکتاب العربیۃ بیروت ص ۳۴۵

[3] تحذیر الناس خلاصۃ [illegible] کراچی ص ۴۴، ۴۵

marfat.com

Marfat.com

باینہمہ فرمایا:

ثم اعلم انه لایلزم من کون اذکار الوضوء غیر ثابتة عنه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم ان تکون مکروهة او بدعة مذمومة بل انها مستحبة استحبها العلماء الاعلام و المشایخ الکرام لمناسبة کل عضو بدعاء یلیق فی المقام[1]

پھر یہ جان رکھ کہ ادعیہ وضو کا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت نہ ہونا اسے مستلزم نہیں کہ وہ مکروہ یا بدعت شنیعہ ہوں بلکہ مستحب ہیں علمائے عظام و اولیائے کرام نے ہر ہر عضو کے لائق دعا اس کی مناسبت سے مستحب مانی ہے۔

اس عبارت سے روشن طور پر ثابت ہوا کہ اباحت تو اباحت موضوعیت حدیث استحباب فعل کی بھی منافی نہیں اور واقعی ایسا ہی ہے کہ موضوعیت عدم حدیث ہے اور ورود حدیث بخصوص فعل لازم استحباب نہیں کہ اس کے ارتفاع سے اس کا انتفا لازم آئے کما لایخفی۔

تنبیہ اس بارہ میں سب احادیث کا موضوع ہونا ابن القیم کا خیال ہے اسی سے مولانا علی قاری نے نقل فرمایا اور ایسا ہی ذہبی نے ترجمہ عباد بن صہیب میں حسب عادت حکم کیا مگر عند التحقیق اُس میں کلام ہے اس باب میں ایک مفصل حدیث ابوحاتم اور ابن حبان نے تاریخ میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی انصافاً غایت اُس کی ضعف ہے اور مقام مقام فضائل،

راجع الحلیة شرح المنیة للامام ابن امیر الحاج تجد ما یرشدك الی الحق بسراج وهاج فی لیل داج۔

امام ابن امیر الحاج کی کتاب حلیہ شرح منیہ کا مطالعہ کرو اس میں تو اندھیری رات میں روشن چراغ کے ساتھ حق کو پالے گا۔ (ت)

(۵) سب سے طرفہ تر یہ کہ حدیث مسلسل بالاضافہ کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کی اجازت مع ضیافت آب وخرما اپنے شیخ علامہ ابوطاہر مدنی سے لی اور اسی طرح مع ضیافت اپنے صاحبزادہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب اور انھوں نے اپنے نواسے میاں اسحاق صاحب کو دی اُس کا مدار عبداللہ بن میمون قداح متروک پر ہونے کے علاوہ خود الفاظِ متن ہی سخت منکر واقع ہوئے ہیں باینہمہ اکابر محدثین کرام آج تک اس سے برکت تسلسل چاہا کئے ہیں ان کے اسماءِ کرام سلسلۂ سند سے ظاہر شیخ شیخنا فی الحدیث مولانا عابد سندی مدنی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنے ثبت حصر الشارد میں اُسے ذکر کرکے فرماتے ہیں:

---

[1] الاسرار المرفوعۃ المعروف بالموضوعات الکبرٰی احادیث الذکر علی اعضاء الوضوء مطبوعہ دارالکتاب العربیہ بیروت ص ۳۴۵

marfat.com

Marfat.com

هذا مما تفرد به عبد اللہ بن میمون القداح وصرح غیر واحد بانہ متهم بالکذب والوضع قال السخاوی لایباح ذکرہ الامع ذکر وضعہ لکن المحدثین مع کثرۃ کلامهم فیہ ومبالغتهم فیہ ورمیہ بالوضع لایزالون یذکرونہ یتبرکون بالتسلسل[1]

یہ حدیث صرف بروایت قداح آئی اور متعدد ائمہ نے اُس کے متہم بکذب و وضع ہونے کی تصریح فرمائی، امام سخاوی فرماتے ہیں اُس کا ذکر بے بیان موضوعیت روا نہیں مگر محدثین کثرت سے کلام اور مبالغہ آرائی کرتے رہے اور اُس پر وضع حدیث کا طعن کرتے رہے پھر بھی ہمیشہ اس حدیث کو ذکر کرتے اس سے مسلسل برکت چاہتے رہے ہیں اھ (ت)

اقول یہ حدیث ہمیں اپنے مشائخ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے دو طریق سے پہنچی، اول بطریق شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی،

بسندہ الی الامام ابی الخیر شمس الدین محمد بن محمد بن محمد ابن الجزری بسندہ الی ابی الحسن الصقلی بطریقہ الی القداح عن الامام جعفر الصادق عن آبائہ الکرام عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجوههم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اپنی سند سے امام ابوالخیر شمس الدین ابن جزری تک وہ اپنی سند سے ابوالحسن الصقلی تک وہ اپنی سند سے قداح تک امام جعفر صادق سے وہ اپنے آباءِ کرام سے وہ حضرت علی کرم اللہ وجوہہم سے وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ (ت)

دوسری بطریق شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی،

بسندہ الی ابی الحسن الی القداح الی امیر المؤمنین عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اپنی سند سے ابوالحسن تک وہ قداح تک وہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ تک وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں (ت)

قداح رجال جامع ترمذی سے ہے متروک سہی حد وضع تک منتہی نہیں متن طریق دوم میں مبالغات عظیمہ ہیں اُس پر حکم بطلان نہیں شاہ ولی اللہ صاحب کی روایت وہی ہے اور اُسی میں ہمارا کلام مگر طریق اول میں صرف اتنا ہے کہ

من اضاف مؤمنا فکانما اضاف آدم ومن اضاف اثنین فکانما اضاف آدم وحواء ومن اضاف ثلثۃ فکانما اضاف جبرائیل ومیکائیل واسرافیل[2]

وہ شخص جس نے کسی ایک مومن کی ضیافت کی گویا اس نے آدم کی ضیافت کی اور جس نے دو کی ضیافت کی اس نے آدم وحوا کی ضیافت کی جس نے تین مومنوں کی ضیافت کی گویا اس نے جبریل، میکائیل اور اسرافیل کی مہمان نوازی کی۔ (ت)

---

[1] ثبت حصر الشارد

[2] کنز العمال کتاب الضیافۃ من قسم الافعال حدیث [illegible] مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۹/ ۲۶۹

marfat.com

Marfat.com

اس میں کوئی ایسا امر نہیں کہ قلب خواہی نخواہی وضع پر شہادت دے ولہذا امام الجزری نے اسی قدر فرمایا کہ حدیث غریب لم یقع لنا بهذا الوجه الا بهذا الاسناد[1] (یہ حدیث غریب ہے ہمیں اس طور پر صرف اسی سند کے ساتھ معلوم ہے۔ ت) ظاہر ہے کہ تفرد متروک مستلزم وضع نہیں،

كمابيناه فى الافادة التاسعة اما ما اعله الشيخ ابو محمد محمد بن الامير المالكى المصرى المدرس بالجامع الازهر بعد ايراده فى ثبته بالمتن الثانى المذكور فيه الاضافة الى تمام العشرة بذكر الملئكة فى الضيافة وهم لاياكلون ولايشربون قال فان صح فهو خارج مخرج الفرض والتقدير[2] اه كما انبأنا به فى جملة مروياته شيخنا العلامة زين الحرم السيد احمد بن زين بن دحلان المكى عن الشيخ عثمان بن حسن الدمياطى عن مؤلفه الشيخ الامير المالكى **فاقول** ليس باعجب مما انبأنا السيد حسين بن صالح جمل الليل المكى عن الشيخ محمد عابد السندى المدنى بسنده المشهور الى صحيح مسلم بسنده المعلوم الى ابى هريرة رضى الله تعالٰى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم ان الله عزوجل يقول يوم القيمة يا ابن ادم مرضت فلم تعدنى الحديث وفيه يا ابن ادم استطعمتك فلم تطعمنى قال يارب كيف

جیسا کہ ہم نے اسے نویں افادہ میں بیان کر دیا ہے لیکن شیخ ابو محمد محمد بن امیر مالکی مصری جو جامع ازہر کے مدرس بھی ہیں انھوں نے اس کو اپنے ثبت میں متن ثانی مذکور کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد جو علت بیان کی ہے اس متن میں ضیافۃ میں ذکرِ ملائکہ کے ساتھ دس مومنوں تک کا اضافہ ذکر ہے حالانکہ نہ وہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں فرمایا کہ اگر یہ روایت صحیح ہو تو یہ تمثیل بطور فرض وتقدیر ہے اھ جیسا کہ اس کی خبر ہمیں ان کی جملہ مرویات میں ہمارے شیخ علامہ زین الحرم سید احمد بن زین بن دحلان مکی نے شیخ عثمان بن حسین دمیاطی سے اس کے مؤلف شیخ امیر مالکی سے دی ہے **فاقول** یہ اس سے کوئی زیادہ عجیب نہیں جس کی خبر ہمیں سید حسین بن صالح جمل اللیل المکی نے شیخ محمد عابد سندھی مدنی سے اپنی مشہور سند کے ساتھ دی جو کہ صحیح مسلم تک ہے وہ اپنی سند معلوم سے حضرت ابوہریرہ سے راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل قیامت کے روز فرمائے گا اے ابنِ آدم! میں بیمار ہوا تھا تُو نے میری عیادت نہ کی "الحدیث" اور اسی میں ہے کہ اے ابنِ آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن الجزری حدیث ۲۵۹۰۵ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۹/ ۲۶۹

[2] ثبت ابو محمد محمد بن امیر مالکی مصری

marfat.com

Marfat.com

اطعمك وانت رب العلمين قال اما علمت انه استطعمك عبدی فلان فلم تطعمه اما علمت انك لو اطعمته لوجدت ذلك عندی یا ابن اٰدم استسقیتك فلم تسقنی الحدیث المعروف[۱]

تُو نے مجھے نہیں کھلایا وہ عرض کرے گا اے میرے رب! میں تجھے کیسے کھلاتا حالانکہ تُو تمام جہانوں کا رب ہے، فرمایا کیا تُو نہیں جانتا تجھ سے میرے فلاں بندے نے کھانا مانگا تھا اور تُو نے نہیں دیا تھا کیا تُو نہیں جانتا کہ اگر تُو اسے کھلا دیتا تو اسے آج میرے پاس پاتا، اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا تُو نے مجھے نہیں پلایا۔ حدیث معروف ہے۔ (ت)

ثم اقول تحقیق مقام یہ ہے کہ عمل بموضوع وعمل بما فی موضوع میں زمین آسمان کا فرق ہے کما یظھر مما قدمناہ فی الافادۃ الحادیۃ والعشرین (جیسا کہ ظاہر ہے اسے ہم اکیسویں فائدے میں بیان کر آئے ہیں۔ ت) ثانی مطلقاً ممنوع نہیں ورنہ ایجاب وتحریم کی باگ مفتریان بیباک کے ہاتھ ہو جائے لاکھوں افعال مباحہ جن کے خصوص میں نصوص نہیں وضاعین ان میں سے جس کی ترغیب میں حدیث وضع کر دیں حرام ہو جائے جس کی ترہیب میں گھڑ لیں وہ واجب ہو جائے کہ تقدیر اول پر فعل ثانی پر ترک مستلزم موافقت موضوع ہوگا اور وہ ممنوع لطف یہ کہ اگر ترغیب وترہیب دونوں میں بنا دیں تو فعل وترک دونوں کی جان پر بنا دیں نہ کرتے بن پڑے نہ چھوڑتے فاعلم وافھم انکنت تفھم (جان لے سمجھ لے اگر تُو سمجھ سکتا ہے۔ ت) اور اول میں بھی حقیقۃً محذور نفس فعل میں نہیں بلکہ نظر امتثال واعتقاد ثبوت میں تو بفرض وضع اس نظر سے منع ہے نہ اصل فعل سے، سفہائے وہابیہ ہمیشہ ذات وعارض میں فرق نہیں کرتے ع

ماعلی مثلھم یعد الخطاء

افادہ بست ونہم[۲۹] (اعمال مشایخ محتاج سند نہیں اعمال میں تصرف وایجادِ مشایخ کو ہمیشہ گنجائش) بالفرض کچھ نہ سہی تو اتنی درجہ اس فعل کو اعمال مشایخ سے ایک عمل سمجھے کہ بغرض روشنائی بصر معمول اولیائے کرام بتاتے ہیں کہ باعث نفع بندگانِ خدا ہوتے ہیں کوئی ذی عقل حدیث سے ان کی سند خاص نہیں مانگتا ایسی جگہ ثبوت حدیث کی کیا ضرورت، صیغۂ اعمال میں تصرف واستخراج مشایخ کو ہمیشہ گنجائش ہے ہزاروں عمل کتب ائمہ وعلما ومشایخ واساتذۂ شاہ ولی اللہ وشاہ عبد العزیز اور خود ان بزرگواروں کی تصانیف ایسی صد ہا

---

[۱] صحیح مسلم باب فضل عیادۃ المریض مطبوعہ مطبع اصح المطابع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۱۸

marfat.com

Marfat.com

باتوں سے مالامال ہیں اُنھیں کیوں نہیں بدعت و ممنوع کہتے، خود شاہ ولی اللہ ہوامع میں لکھتے ہیں[1]:

اجتہاد را در اختراع اعمال تصریفیہ راہ کشادہ است مانند استخراج اطباء نسخہائے قرابادین را این فقیر را معلوم شدہ است کہ در وقت اول طلوع صبح صادق تا اسفار مقابل صبح نشستن و چشم را بآں نور دوختن "یا نور" را مکرر گفتن تا ہزار بار کیفیت ملکیہ را قوت میدہد و احادیث نفس می نشاند اھ ملخصا۔

اعمالِ تصریفیہ میں نئی نئی ایجاد کے لیے اجتہاد کا دروازہ کھلا ایسے ہی ہے جیسے اطباء قرابادین سے نسخوں کا استخراج کرلیتے ہیں اس فقیر کو معلوم ہے کہ اول صبح صادق سے سفیدی تک صبح کے مقابل بیٹھنا اور آنکھ کو اس کے نور وا جالے کی طرف لگانا اور "یا نور" کا لفظ بار بار ایک ہزار تک پڑھنا کیفیت ملکیہ کو قوت دیتا ہے اور وسواس سے نجات دلاتا ہے۔ اھ ملخصاً (ت)

اسی[2] میں ہے:

چند نوع کرامت از ہیچ ولی الا ماشاء اللہ منفک نمی شود از انجملہ فراست صادقہ و کشف و اشراف بر خواطر و از انجملہ ظہور تاثیر در دعا و رقے و اعمال تصریفیہ او تا عالم بفیض نفس او منتفع شود اھ ملتقطا۔

چند کرامات تو ایسی ہیں جو کسی ولی سے الا ماشاء اللہ جُدا نہیں ہوتیں ان میں سے بعض یہ ہیں فراستِ صادقہ، کشفِ احوال، دلوں کے رازوں سے آگاہی اور ان میں سے دُعا و تعویذ، دَم اور اعمالِ تصرفیہ میں برکت یہاں تک کہ سارا جہان ان کے اس فیض سے مستفید ہوتا ہے اھ ملتقطا (ت)

عزیزو! خدارا انصاف، ذرا شاہ ولی کے "قول الجمیل" کو دیکھو اور اُن کے والد و مشائخ وغیرہم کے اختراعی اعمال تماشا کرو، دردِ سر کے لیے تختہ پر ریتا بچھا ناکیل سے ابجد ہوز لکھنا، چیچک کو نیلے سوت کا گنڈا بنانا، پھُونک پھُونک کر گرہیں لگانا، اسمائے اصحابِ کہف سے استعانت کرنا انھیں آگ لُوٹ چوری سے امان سمجھنا، دیواروں پر اُن کے لکھنے کو آمدِ جن کی بندش جاننا، دفعِ جن کو چار کیلیں گوشہ ہائے مکان میں گاڑنا، عقیمہ کے لیے

---

[1] ہامعہ عاشرہ از ہوامع مقدمہ ۱۲ منہ (م)

[2] ہامعہ خامسہ تحت قول شیخ رضی اللہ تعالٰی عنہ وہب لنا من لدنک ریحا طیبۃ الخ (م)

---

[1] و [2] ہوامع شاہ ولی اللہ

marfat.com

Marfat.com

گلاب اور زعفران سے ہرن کی کھال لکھنا، یہ کھال اس کے گلے کا ہار کرنا، استقاطِ حمل کو کسم کا رنگا گنڈا نکالنا، عورت کے قد سے ناپنا، گِن کر نو گرہیں لگانا، دردِ زِہ کو آیاتِ قرآنی لکھ کر عورت کی بائیں ران میں باندھنا، فرزندِ نرینہ کے لیے ہرن کی کھال اور وہی گلاب و زعفران کا خیال، بچّہ کی زندگی کو اجوائن اور کالی مرچیں لینا اُن پر ٹھیک دوپہر کو قرآن پڑھنا، لڑکا نہ ہونے کو عورت کے پیٹ پر دائرے کھینچنا، ستّر سے کم شمار نہ ہونا، دفعِ نظر کو چھری سے دائرہ کھینچنا، کنڈل کے اندر چھُری رکھنا، عامل و ساحر کا نام لے کر پکارنا، ناپ کر تین گز ڈورا لینا اُس پر شہت بہت کیا کیا الفاظ غیر معلوم المعنے پڑھنا، قنطاع النجا خدا جانے کون ہے اُسے ندا کرنا، چور کی پہچان کا عمل نکالنا، یٰسٓ پڑھ کر لوٹا گھمانا، بخار کو عیسٰی و موسٰی و محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی قسمیں دینا، مصروع کو تانبے کی تختی پر دو اسم کھدوانا، پھر تعیین یہ کہ دن بھی خاص اتوار ہو اُس کی بھی پہلی ہی ساعت میں کار ہو۔ اُس کے سوا صدہا باتیں ہیں ان میں کون سی حدیث صحیح یا حسن یا ضعیف ہے، ارے یہ قرونِ ثلاثہ میں کب تھیں، اور جب کچھ نہیں تو بدعت کیوں نہ ٹھہریں، شاہ صاحب اور ان کے والد ماجد و فرزندِ ارجمند و اساتذہ و مشایخ معاذ اللہ بدعتی کیوں نہ قرار پائے، یہ سب تو بے سند حلال و نفائس اعمال مگر اذان میں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک سُن کر انگوٹھے چُومنا آنکھوں سے لگانا اُس سے روشنیِ بصر کی اُمید رکھنا کہ اکابرِ سلف سے ماثور علما و صلحا کا دستور کُتبِ فقہ میں مسطور، یہ معاذ اللہ حرام و وبال و موجبِ ضلال، تو کیا بات ہے یہاں نامِ پاک حضور سید المحبوبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم درمیان ہے لہٰذا وہ دلوں کی دبی آگ بحیلۂ بدعت شعلہ فشاں ہے ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من اندازِ قدرت را مے شناسم

یہ سب درکنار شاہ صاحب اور ان کے اسلاف و اخلاف یہاں تک کہ میاں اسمٰعیل دہلوی تک نے امرِ اعظم دین تقرب رب العٰلمین یعنی راہِ سلوک میں صدہا نئی باتیں نکالیں طرح طرح کے ایجاد و اختراع کی طرحیں ڈالیں اور آپ ہی صاف صاف تصریحیں کیں کہ ان کا پتا سلفِ صالح میں نہیں خاص ایجاد بندہ ہیں مگر نیک و خوب و خوش آئندہ ہیں محدثات کو ذریعۂ وصول الی اللہ جانا یا باعثِ ثواب تقرب رب الارباب مانا اس پران حضرات کو نہ کل بدعۃ ضلالۃ (ہر بدعت گمراہی ہے۔ ت) کا کلیہ یاد آتا ہے نہ من احدث فی امرنا ما لیس منہ (وہ شخص جس نے ہمارے دین میں کچھ ایجاد کیا جو دین میں سے نہ ہو۔ ت) یہاں فہو رد (پس وہ مردود ہے۔ ت) کا خلعت پاتا ہے، مگر شریعت اپنے گھر کی ٹھہری کہ ع

marfat.com

Marfat.com

من کنم آنچہ من خواستم تو مکن آنچہ خواستے

(میں جو چاہوں گا کروں گا تو جو چاہے نہ کر)

ان امور کی قدرے تفصیل اوران صاحبوں کی تصریحات جلیل فقیر کے رسالہ انہار الانوار من یم صلاۃ الاسرار[۱۳] میں مذکور اور عدم ورود کو ورود عدم جاننے کا قلع کافی وقمع وافی کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد وکتاب لاجواب اذاقۃ الاثام لمانعی عمل المولد والقیام وغیرہما تصنیفات شریفہ وتالیفات منیفہ اعلیحضرت تاج المحققین الکرام سراج المدققین الاعلام حامی السنن السنیہ ماحی الفتن الدنیہ بقیۃ السلف المصلحین سیدی ووالدی ومولای ومقصدی حضرت مولانا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب قادری برکاتی احمدی رضی اللہ تعالٰی عنہ واجزل قربہ منہ اور بقدر حاجت باجمال ووجازت رسالہ اقامۃ القیامہ علی طاعن القیام لنبی تہامہ وغیرہا رسائل ومسائل فقیر میں مسطور والحمد للہ العزیز الغفور والصلاۃ والسلام علی المنیر النور وعلٰی آلہ وصحبہ الٰی یوم النشور آمین۔

افادہ ۳۱: (ہم تو استحباب ہی کہتے ہیں طرفہ یہ کہ وہابیہ جدیدہ کے طور پر تقبیل ابہامین خاص سنت ہے) **اقول** ہمیں تو اس عمل تقبیل ابہامین کا جواز واستحباب ہی ثابت کرنا تھا کہ بعونہٖ عزوجل باحسن وجوہ نقش مراد کرسی نشین اور عرش تحقیق مستقر ومکین ہوا وللہ الحمد علی ما اولی من نعم لا تحصی (اللہ ہی کے لیے تعریف جو غیر محدود نعمتوں کا مالک ہے۔ ت) مگر حضرات وہابیہ اپنے نئے اماموں کی خبر لیں ان کے طور پر یہ فعل جائز کہاں کا مستحب کیسا خاص سنت سنیہ بلند وبالا ہے اور اُس کا منکر سنت مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا رد کرنے والا بات بظاہر بہت چونکنے کی ہے کہ کہاں وہابی کہاں یہ انکی مذہب بھر کی خرابی مگر نہ جانا کہ توہب واضطراب وتقلب وانقلاب دونوں ایک پستان سے دودھ پئے ہیں رفاقت دائم کا عہد کیے ہیں

؎ گرراندز دور برود باز آید
ناگزیر است تناقض سخن نجدی را

(اگر دُور کرے تو دُور نہ ہوگا اور اگر چلا جائے تو واپس آجائے گا
نجدی کے کلام سے تناقض جدا نہیں رہ سکتا)

طائفہ جدیدہ کے استاد رشید نے اپنی کتاب عجاب براہین قاطعہ "ما امر اللہ بہ ان یوصل" میں مسئلہ قبول ضعاف فیما دون الاحکام کے اگرچہ بکمال سلیم القلبی وبصیر العینی وعجیب وغریب معنے تراشے کہ جدت کی لہریں حدث کے تماشے ایک ایک ادا پہ ہزار ہزار مکا برے اپنی جانیں واریں عقل وہوش وچشم وگوش اپنے عدم ملکہ کو صدقے اتاریں خادمان شریعت جا کران ملتم مالم تسمعوا انتم ولا اٰباؤکم (جو تم نے اور تمہارے

marfat.com

Marfat.com

آبا و اجداد نے کبھی نہیں سُنیں ۔ ت) پکاریں حضرت کی تمام سعی باطل تطویل لاطائل کا یہ حاصل ہے حاصل کہ ارشاداتِ[۱]
علما کی یہ مراد کہ صرف[۱] وہ حدیث ضعیف قابل قبول جس میں کسی عمل صالح کی فضیلت اور اس پر ثواب مذکور اگرچہ خاص اس
عمل میں حدیث صحیح نہ آئی ہو جیسے روزہ ماہِ رجب وغیرہ اس کے بغیر اگرچہ حدیث میں عمل کی طلب نکلے جب کوئی خاص
ثواب وفضیلت مذکور نہ ہو مقبول نہیں کہ یہ تو حدیث[۲] عمل کی ہوئی نہ فضائل عمل کی پھر بشرط[۳] مذکور حدیث اگرچہ مقبول
ہوگی مگر وہ عمل باوصف قبول حدیث وتسلیم فضیلت مستحب ہرگز نہ ٹھہرے گا جب تک حدیث حسن لغیرہ نہ ہوجائے،
حدیث[۴] ضعیف سے ثبوتِ استحباب محض اختراع وخلافِ اجماع ہے علما نے جتنے اعمال[۵] کو بہ نظرِ ورود احادیث مستحب
مانا اُن سب میں حدیث حسن لغیرہ ہوگئی ہے دلیل[۱] یہ کہ احادیث ادعیہ وضو کو علامہ طحطاوی نے کہہ دیا کہ حسن لغیرہ ہیں
بس معلوم ہوگیا کہ سب جگہ ایسے ہی ہیں آخر دیگ میں ایک ہی چاول دیکھتے ہیں یہ تو ان کا حکم تھا جو حدیثیں افعال

عہ۱ اقوال قبول ضعیف کو کہا سب کا یہی مدعا[۹۶] ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل درست ہے بھلا لیلۃ الجمعہ
شب براءت عیدین کے صدقہ میں کون سی فضیلت وثواب عظیم مذکور ہے جس پر عمل جائز ہو روایات میں کوئی ثواب
مذکور نہیں فقط روح کا آنا اور حسرتناک بات کرنا اور طلب صدقہ کرنا ہے یہ فضائل اعمال کس طرح ہوئے، ہاں
اعلام اُن کے آنے کا ہے یہ باب علم[۹۹] کا ہے نہ فضل عمل کا کیونکہ ان روایات[۹۷] میں عمل ہی نہیں بلکہ علم ہے اور
اگر کوئی بپاس خاطر مؤلف عمل تسلیم بھی کرے تو فقط عمل ہے نہ فضل عمل ہاں حدیث صوم رجب وصلاۃ الاوابین
میں فضل عمل ہے اھ[۹۷] ملتقطا ۱۲ منہ (م)

عہ۲ انوار ساطعہ میں تھا فقہا اس عمل کو جو حدیثِ ضعیف سے ثابت ہو مستحسن لکھتے ہیں چنانچہ صلاۃ الاوابین،
گردن کا مسح، رجب کا روزہ اس پر کہا یہ سرتاپا غلط ہے کسی نے یہ نہ کہا محض ایجاد ناصواب ہے مستحب کا ثبوت
صحیح یا حسن سے ہوتا ہے ضعاف کہ ان امور میں ہیں تعدد طرق سے حسن لغیرہ ہو گئے ہیں۔

قال فی الدر مختار رواہ ابن حبان وغیرہ من طرق فی رد المحتار فارتقی الی مرتبۃ الحسن[ط] اقول لکن ھذا اذا کان ضعفہ لسوء ضبط الراوی الصدوق الامین او لارسالہ او تدلیس او جہالۃ الحال اما لو کان لفسق الراوی او کذبہ فلا انتھی[اھ] ملتقطا

درمختار میں کہا اس کو ابن حبان وغیرہ نے کئی طریقوں سے روایت کیا ہے، ردالمحتار میں ہے اس طرح حدیث مرتبۂ حسن تک ترقی کرتی ہے طحطاوی۔ اقول لیکن یہ اس وقت ہے جب حدیث کا ضعف صدوق امین راوی کے سوءِ ضبط یا ارسال یا تدلیس یا جہالت حال کی وجہ سے ہو۔ اگر وہ ضعف فسق راوی یا کذب راوی کی وجہ سے ہو تو وہ ترقی نہ کرے گی انتہی ۔ (ت)

پس جس قدر نظائر مؤلف نے لکھے اور جس قدر کتبِ فقہ میں ہیں سب حسن لغیرہ سے ثابت ہوئے ہیں ۱۲ منہ (م)

لہ براہین قاطعہ ۹۸

marfat.com

Marfat.com

متعلقہ بجوارح میں آئیں اور جو کچھ متعلق بجوارح نہیں وہ اگرچہ سیر ہوں خواہ مواعظ خواہ معجزات خواہ فضائل صحابہ و اہلبیت و سائر رجال جن میں قبول ضعاف کی علماء برابر تصریحیں فرماتے چلے آئے ہیں خواہ کسی اور خبر زائد کا بیان جس میں کسی طرح کا اعلام و اخبار ہو اگرچہ وہ نفیاً و اثباتاً عقائد میں اصلاً داخل نہ ہو یہ سب کا سب باب عقاید سے ہے جس میں ضعاف درکنار بخاری و مسلم کی صحیح حدیثیں بھی مردود ہیں جب تک متواتر و قطعی الدلالۃ نہ ہوں مثلاً یہ حدیث کہ روحیں شب جمعہ اپنے مکانوں پر آتی اور صدقات چاہتی ہیں باب عقائد سے ہے اور بنظر طلب صدقہ اگر ہو تو باب عمل سے کہ یہاں کوئی فضیلت صدقہ تو مذکور نہ ہوئی خلاصہ یہ کہ جو متعلق بجوارح نہیں اُس میں صحاح آحاد بھی بے اعتبار اور متعلق بجوارح بے ذکر ثواب مخصوص میں خاص صحاح درکار، ہاں ثواب بھی مذکور ہو تو ضعاف قبول اور یہی مراد علما مگر مستحب نہ ٹھہرے گا جب تک حسن لغیرہ نہ ہو شروع صفحہ ۸۱ سے وسط صفحہ ۸۹ تک ان محدث نے یہی قاعدہ حادثہ احداث کیا ہے ان خرافات بے سروپا کے ابطال میں کیا وقت ضائع کیجئے جس نے افادات سابقہ میں ہمارے کلمات رائقہ دیکھے وہ اس تار و پود عنکبوت کو بعونہٖ تعالیٰ نیم جنبش نظر میں تار تار کرسکتا ہے معہذا ہم نے یہاں بھی تخمیص تقریر میں اس کے اجمالی ابطال کی طرف اشارے کیے اور مواقع مواخذات پر ہندسے لگادیے خیر یہ تو اُن کا نہیں اُن کی سمجھ کا قصور ہے جب خدا فہم نہ دے بندہ مجبور ہے مگر ہمیں یہاں یہ کہنا ہے کہ تقبیل ابہامین کی سنیت ثابت ہوگئی کہ اگر بہ نظر تعدد طرق اس کی حدیث کو حسن لغیرہ کہئے فبہا ورنہ یہ تو آپ کی تفسیر پر بھی باب فضائل سے ہے کہ متعلق بعمل جوارح بھی اور اس میں ثواب خاص بھی مذکور تو احادیث مفید استحباب نہ سہی جواز تو ضرور ثابت کریں گے قبول ضعاف فی الفضائل کا اجماعی مسئلہ یہاں تو آپ کو بھی جاری ماننا ہوگا اب اس جواز کو خواہ اس حدیث سے مستفاد مانیے کہ جو حدیث جس باب میں مقبول لاجرم وہ اس میں دلیل شرعی ہے خواہ اجماع علما سے کہ ایسی جگہ ایسی حدیث معمول بہ خواہ قرآن عظیم و حدیث صحیح کیف وقد قیل و حدیث صحیح ارتقائے شبہات و احادیث مذکورہ افادہ ۱۰ وغیرہا سے کہ قبول و عمل کی طرف ہدایت فرماتے ہیں خواہ قاعدہ مسلمہ شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا افضل الصلاۃ والتحیۃ یعنی اخذ بالاحتیاط سے ہر طرح ایک دلیل شرعی اس پر قائم اور آپ کے نزدیک جس فعل کے جواز پر کوئی دلیل شرعی صراحۃً دلالۃً کسی

عہ۱ شب جمعہ وغیرہ ارواح کے آنے اور صدقہ چاہنے کی احادیث کو کہاں ان روایات صہ۹۷ میں عمل ہی نہیں بلکہ علم ہے عقیدہ کے باب میں یہ حدیث ہے یہ مسئلہ عقائد کا صہ۹۶ ہے اس میں مشہور و متواتر صحاح کی حاجت ہے، یہ اعتقادیات میں داخل ہے کہ ارواح کا شب جمعہ کو گھر آنا اعتقاد کرے اور اعتقاد میں قطعیات کا اعتبار ہے نہ ظنیات صحاح کا ۱۲ ابطال الاغلاط ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م) لے براہین قاطعہ مطبع نے بلاساڈھورہ صہ ۸۹

marfat.com

Marfat.com

طرح دال ہوا اگرچہ وہ فعل خاص بلکہ اُس کے جنس کا بھی کوئی فعل قرونِ ثلاثہ میں نہ پایا گیا ہو سب سنّت ہے تو اب اس کی سنیت میں کیا کلام رہا۔ اسی براہین کے صفحہ ۲۸ و ۲۹ پر ارشاد ہوتا ہے :

"مؤلف اپنی خوبیِ فہم سے معنی قرونِ ثلثہ میں نہ موجود ہونے کے یہ سمجھ رہا ہے کہ اگر جزئی خاص نے اُن قرون میں وجودِ خارجی نہ پایا اگرچہ دلیل جواز کی موجود ہو تو وہ بدعت سیئہ ہے مگر یہ بالکل غلط فاحش اور کورعلمی اور کج فہمی ہے بلکہ معنے یہ ہیں کہ جو شے بوجودِ شرعی قرونِ ثلثہ میں موجود ہو وہ سنت ہے اور جو بوجودِ شرعی موجود نہ ہو وہ بدعت ہے، وجودِ شرعی اس کو کہتے ہیں کہ بدون شارع کے بتلانے کے معلوم نہ ہوسکے پس اس شے کا وجود شارع کے ارشاد پر موقوف ہوا خواہ صراحۃً ارشاد ہو یا اشارۃً و دلالۃً پس جب کسی نوع ارشاد سے حکم جواز کا ہوگیا وہ شے وجودِ شرعی میں آگئی اگرچہ اس کی جنس بھی خارج میں نہ آئی ہو پس جس کے جواز کا حکم کلیۃً ہوگیا وہ بجمیع جزئیات شرع میں موجود ہوگیا اور جس کے عدمِ جواز کا حکم ہوگیا تو شرع میں اس کا عدم ثابت ہوگیا پس یہ حاصل ہوا کہ جس کے جواز کی دلیل قرونِ ثلثہ میں ہو خواہ وہ جزئیہ بوجودِ خارجی اُن قرون میں ہُوا یا نہ ہوا اور خواہ اس کی جنس کا وجود خارج میں ہوا ہو یا نہ ہوا ہو وہ سب سنت ہے اور وہ بوجودِ شرعی ان قرون میں موجود ہے اور جس کے جواز کی دلیل نہیں تو خواہ وہ ان قرون میں بوجودِ خارجی ہوا یا نہ ہوا وہ سب بدعت ضلالہ ہے اس قاعدہ کو خُوب سمجھ لینا ضرور ہے مولف اور اس کے اتباع نے اُس کی ہوا بھی نہ سُونگھی اس عاجز کو اپنے اساتذہ جہاندیدہ کی توجہ سے حاصل ہوا ہے اس جوہر کو اس کتاب میں ضرورۃً رکھتا ہوں کہ موافقین کو نفع اور مخالفین کو شاہد ہدایت ہو[1] اھ ملخصاً۔"

اقول ماشاء اللہ کیا چمکتا جوہر کتاب میں رکھا ہے کہ آدھی وہابیت اپنا جوہر کر گئی، نجدیت بیچاری کے دو رکن ہیں شرک و بدعت، رکن بسین پر قیامت گزر گئی، کبرائے طائفہ کی برسوں کی مالا جپنے جپتی بیتی جس کا نقب بحمد اللہ اب آپ ہی کی زبان سے غلط و فاحش و کورعلمی و کج فہمی کہ فلاں فعل صحابہ نے نہ کیا تابعین نے نہ کیا فلاں صدی میں شائع ہوا فلاں شخص بانی تھا تم کیا صحابہ و تابعین سے بھی محبت و تعظیم میں زیادہ کہ انھوں نے نہ کیا تم کرنے پر آمادہ، بہتر ہوتا تو وہی کر گزرتے فعل میں اتباع ہے ترک میں کیوں نہیں کرتے نیم شوخی میں ساری بکھر گئی صحابہ و تابعین نے ہزار نہ کیا ہو بلکہ اُس جنس کا بھی کوئی کار نہ کیا ہو کچھ ضرر نہیں اشارۃً دلالۃً جزئیۃً کلیۃً کسی طرح ارشاد شارع سے جواز نکلے پھر سنّت ماننے سے مفر نہیں ؎

طائفہ بھر کے خلاف آپ سبق کہتے ہیں
للہ الحمد اسے ہیبت حق کہتے ہیں

طرفہ یہ کہ اب قرونِ ثلثہ کی وہ ہٹ، نئے طائفہ کی پُرانی رٹ جسے یہاں بھی نباہ رہے ہو مہمل رہ گئی لفظ کا سوا ر پکڑا کیجئے، معنی کی نیا اُس پار بہہ گئی جب اُن میں وجود سے سود نہ عدم سے زیاں پھر اُن کا قدم

---

[1] براہینِ قاطعہ قرونِ ثلاثہ میں موجود ہونے نہ ہونے کے معنی مطبوعہ مطبع لے بلاسا واقع ڈھور ص ۲۹-۲۸

marfat.com

Marfat.com

کیا درمیاں ۔ خود کہتے ہو کہ وجود خارجی درکار نہیں اور وجود شرعی بے ارشاد شارع محال تو کیا صحابہ تابعین پر کوئی نئی شریعت اُترے گی کہ اُن کے قرون میں وجود نو کا خیال ارشاد شارع سے جس کا جواز مستفاد وہ ہر قرن میں بوجود شرعی موجود اور جس کا منع مقتضائے ارشاد وہ ہر قرن میں شرع مطہر سے معدوم و مفقود، پھر قرن دون قرن سے کیا کام رہا، محض ارشاد اقدس میں کلام رہا یعنی فعل کبھی حادث ہوا ہو قواعد شرعیہ پر عرض کریں گے اباحت سے وجوب یا ترک اولیٰ سے حرمت تک جس اصل میں داخل ہو وہی فرض کریں گے یہی خاص مذہب مہذب ارباب حق ہے، صاف ذکر دو شرم نباہنے کو اگلی رٹ کا ناحق سبق ہے تم سمجھنا کہ اب تو جو کہنی تھی کہہ گئے ہم جانیں گے تم جم کے ایسے ہی تھے چلوت

نہ ہم سمجھے نہ تم آئے کہیں سے
پسینہ پُونچھیے اپنی جبیں سے

طرفہ تر یہ کہ جس کا جواز دلیل شرع میں موجود وہ سب سنّت، جس کا معدوم وہ سب بدعت ضلالت، اب تیسری شق کی کون سی صورت تمام افعال انھیں دو حکموں میں محصور ہو گئے خصوصاً اباحت و استحباب و کراہت تنزیہ تین حکم شرع تو کافور ہو گئے[ع]، اساتذہ جہابذہ نے سُجھائی تو اچھی کہ دونی اُلجھ گئی سلجھائی لچھی اسی ہستی پر یہ ناز و غرور کہ لوگ تو اس کی ہوا سے دُور، حضرت یہ اپنی ہوا خود آپ ہی سونگھیں، اہل حق کو معاف ہی رکھیں، اچھی تعلیم بھلے تلامذہ زہے تلقین خجے اساتذہ سے

گر ہمیں مکتب و ہمیں مُلّا
کار طفلاں تمام خواہد شد

خیر یہ تو وہابیہ جدیدہ کا نامعتمد عقیدہ کہ تقبیل ابہامین سنّت مجیدہ، پُرانوں کی سُنیے تو وُہ اور ہی ہوا پر کہ یہ فعل معاذ اللہ زنا و ربا و قذف محصنہ و قتل ناحق نفس مومنہ سب سے بدتر بلکہ عیاذاً باللہ شرک کے انداز اصل ایمان میں خلل انداز کہ آخر باجماع طائفہ بدعت حالفہ اور تقویۃ الایمان کا یہ عقیدۂ فحلا لقہ شرک و بدعت سے بہت بچے کہ یہ دونوں چیزیں اصل ایمان میں خلل ڈالتی ہیں اور باقی گناہ ان سے نیچے ہیں کہ وہ اعمال میں خلل ڈالتے ہیں۔ اب خدا جانے انھوں نے سنّت کو کفر سے ملایا انھوں نے قریب بہ کفر کو سنّت بنایا خیر طویلے کے لتیا ؤ میں ہمیں کیا مقال،

کفی اللہ اھل الحق القتال والحمد للہ المھیمن	اہل حق کی طرف سے قتال میں اللہ کافی ہے اور تمام
المتعال والصلاۃ والسلام علیٰ ذی الافضال	تعریف اس باری تعالیٰ کے لیے جو محافظ و بلند ہے

ع ظاہر ہے کہ ضلالت کا ادنیٰ درجہ کراہت تحریم ہے مکروہ تنزیہی ہرگز ضلالت نہیں، دلیل واضح یہ کہ ہر ضلالت میں باس ہے اور مکروہ تنزیہی لاباس بہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

marfat.com

Marfat.com

وآلہ وصحبہ خیر صحب وآل آمین۔

اور صلوٰۃ وسلام اس ذات پر جو صاحبِ فضل واکرام ہے اور آپ کی آل پر اور اصحاب پر جو بہترین ہیں آمین (ت)

حکمِ اخیر و خلاصہ تحریر بالجملہ حق اس میں اس قدر کہ فعل مذکور بحکم احادیث وبہ تصریح کتب فقہیہ مستحب ومندوب وامید گاہ فضل مطلوب وثواب مرغوب جو کتب علما وعمل قدما وترغیب وارد پر نظر رکھ کر اُسے عمل میں لائے اُس پر ہرگز کچھ مواخذہ نہیں بلکہ ثواب مروی کی اُمید وارحسن ظن وصدق نیت باعث فضل جاوید اور جو اُسے مکروہ وممنوع وبدعت بتائے مبطل وخاطی علمائے کرام مقتدایان عام جب کسی منکر کو دیکھیں اُس کے سامنے ضرور ہی کریں کہ بدمذہب کا رد اور اُس کے دل پر غیظ اشد ہو جس طرح ائمہ کرام نے فرمایا کہ وضو نہر سے افضل مگر معتزلی[1] منکرحوض کے سامنے حوض سے بہتر[1] کما بینہ المولی المحقق فی فتح القدیر وغیرہ فی غیرہ[2]۔ جب ترک افضل اس نیت سے افضل تو مستحب ومندوب تو آپ ہی افضل،

والحمد للّٰہ ولی الانعام وافضل الصلاۃ واکمل السلام علی سید الختام قمر التمام وآلہ وصحبہ الغر الکرام امین۔

تمام تعریف اللہ کے لیے جو انعام کا مالک ہے اور افضل صلاۃ اور اکمل سلام ہو انبیا کے خاتم وسربراہ پر، جو چودھویں کا کامل چاند ہیں، اور آپ کی آل واصحاب پر، جو نہایت ہی روشن اور مکرم ہیں آمین!

خاتمہ فوائد منثورہ میں ایہا المسلمون اس مسئلہ کا سوال فقیر کے پاس بلادِ نزدیک و دُور سے بار بار آیا ہر دفعہ بمقتضائے حال کبھی مختصر کبھی کچھ مطول کبھی دو ایک صفحہ کبھی دو چار ہی سطر جواب لکھتا رہا بار آخر قدرے زیادہ تفصیل کی کہ ایک جز تک پہنچ کر صورت رسالہ میں جلوہ گر ہوئی سائل نے علمائے اعلام بدایوں وبریلی ورامپور وقین عن الشرور وبقین بالسرور (جو شر سے دُور سرور سے معمور رہتے ہیں۔ ت) سے مُہریں کرائیں تصدیقیں لکھائیں اصل رسالہ منیر العین اُسی قدر تھا اب کہ بفرمائش سید معظم مولانا مولوی غلام حسین صاحب جوناگڈھی نزیل بمبئی حفظہ اللہ عن شر کل بشر وری (اللہ تعالٰی انہیں ہر بشر اور نظرِ بد کے شر سے محفوظ رکھے۔ ت) واہتمام تمام نامی مولانا المکرم مولوی محمد عمر الدین صاحب ہزاروی جعلہ اللہ کاسمہ عمر الدین

---

[1] یہ لفظ یہاں عجب لطیف واقع ہوا کہ معتزلہ حوض سے وضو ناجائز بتاتے ہیں یہاں یہی معنی مراد اور وہ اشقیا حوضِ کوثر کے بھی منکر ہیں ۱۲ منہ (م)

[2] کلدر وحواشیہ وآخرین کلھم فی المیاہ ۱۲ منہ (م)

[1] فتح القدیر باب ماء الذی یجوز بہ الوضوء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۷۲

marfat.com

Marfat.com

وعمربہ عمران الدین المتین (اللہ تعالٰی انھیں ان کو نام کی طرح دین کی خدمت کرنے والا بنائے اور ان کے ذریعے اپنے دین متین کو آباد فرمائے۔ ت) وعلوہمت سیٹھ حاجی محمد بن حاجی محمد عبداللطیف لطف بھما المولی اللطیف (لطف فرمانے والا مولٰی ان دونوں پر لطف فرمائے۔ ت) ماہ مبارک اشرف وافضل شہر ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں چھپنا آغاز ہُوا سرکار مفیض سے مضامین کثیرہ کا القا و افادہ دلنواز ہُوا اور اُدھر کاپی کی تیاری اِدھر تصنیف جاری، جو جز لکھا روانہ کیا یہاں تک کہ ایک جز کا رسالہ دس جز تک پہنچا الحمد للہ من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا[له] (تمام تعریف اللہ کے لیے جو ایک نیکی پر دس اجر عطا فرماتا ہے۔ ت) جس میں سے رسالہ عربیہ مدارج طبقات الحدیث جُدا کرلیا اُدھر یہ تعجیل اِدھر ورود فتاوٰی سے فرصت قلیل، نظر ثانی کی بھی فرصت نہ ملی، بعض فوائد حاضرہ کی تجرید رہ گئی، بعض نے نظریا خاطر میں وقعت غابر میں تجلی کی ہنوز کہ سیارۂ طبع بذریعۂ حرکت بمعنے القطع مبدء کا تارک منتہی کا طالب ہے نہ الحاق باقی مواقع ماضیہ سے متیسر نہ اُس کا ترک ہی مناسب ہے اور ائمۂ تصنیف کا داب شریف کہ آخر کتاب میں کچھ مسائل تازہ کچھ متعلق بابواب سابقہ تحریر اور انھیں مسائل شتّی یا مسائل منثورہ سے تعبیر فرماتے ہیں لہذا اقتفاءً بہم یہ فوائد منثورہ بعونہٖ تعالٰی سلک تحریر میں انتظام پاتے ہیں۔

فائدہ ۱: تنفیسہ جلیلہ (فضیلت و افضلیت میں فرق ہے دربارۂ تفضیل حدیث ضعیف ہرگز مقبول نہیں) فضیلت و افضلیت میں زمین آسمان کا فرق ہے وہ اسی باب سے ہے جس میں ضعاف بالاتفاق قابل قبول اور یہاں بالاجماع مردود و نامقبول۔

اقول جس نے قبول ضعاف فی الفضائل کا منشا کہ افادات سابقہ میں روشن بیانوں سے گزرا ذہن نشین کرلیا ہے وہ اس فرق کو بنگاہِ اولین سمجھ سکتا ہے قبول ضعاف صرف محل نفع بے ضرر میں ہے جہاں اُن کے ماننے سے کسی تحلیل یا تحریم یا اضاعت حق غیر غرض مخالفت شرع کا بوجہ من الوجوہ اندیشہ نہ ہو فضائل رجال مثل فضائل اعمال ایسے ہی ہیں، جن بندگانِ خدا کا فضل تفصیلی خواہ خواہ اجمالی دلائل صحیحہ سے ثابت ہے اُن کی کوئی منقبت خاصہ جیسے صحاح و ثوابت سے معارضت نہ ہو اگر حدیث ضعیف میں آئے اُس کا قبول تو آپ ہی ظاہر کہ اُن کا فضل تو خود صحاح سے ثابت، یہ ضعیف اُسے مانے ہی ہوئے مسئلہ میں تو فائدہ زائدہ عطا کرے گی اور اگر تنہا ضعیف ہی فضل میں آئے اور کسی صحیح کی مخالفت نہ ہو وہ بھی مقبول ہوگی کہ صحاح میں تائید نہ سہی خلاف بھی تو نہیں بخلاف افضلیت کے کہ اس کے معنی ایک کو دوسرے سے عند اللہ بہتر و افضل ماننا ہے یہ جب ہی جائز ہوگا کہ ہمیں خدا و رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد سے خوب ثابت و محقق ہوجائے، ورنہ بے ثبوت حکم لگا دینے میں محتمل کہ عند اللہ امر بالعکس ہو تو افضل کو مفضول بنایا، یہ تصریح تنقیص شان ہے اور وہ حرام تو مفسدۂ تحلیل حرام و تضییع حق غیر دونوں درپیش کر افضل کہنا حق اس کا تھا اور کہہ دیا اس کو، یہ اس صورت میں ہے کہ تمام دلائل شرعیہ سے ایک کی افضلیت معلوم نہ ہو۔ پھر وہاں

[له] القرآن ۶/۱۶۰

marfat.com

Marfat.com

کا تو کہنا ہی کیا ہے، جہاں عقائدِ حقہ میں ایک جانب کی تفضیل محقق ہو اور اس کے خلاف احادیث مقام وضعاف سے استناد کیا جائے، جس طرح آج کل کے جہال حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما پر تفضیلِ حضرت مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم میں کرتے ہیں۔ یہ تصریح مضادتِ شریعت و معاندتِ سنّت ہے۔ ولہذا ائمہ دین نے تفضیلیہ کو روافض سے شمار کیا کما بیناہ فی کتابنا المبارک **مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین** (جیسا کہ ہم نے اسے اپنی مبارک کتاب "مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین" میں بیان کیا ہے۔ ت) بلکہ انصافاً اگر تفضیل شیخین کے خلاف کوئی حدیث صحیح بھی آئے قطعاً واجب التاویل ہے اور اگر بفرض باطل صالح تاویل نہ ہو واجب الرد کہ تفضیلِ شیخین متواتر و اجماعی ہے کما اثبتنا علیہ عرش التحقیق فی کتابنا المذکور (جیسا کہ ہم نے اپنی اس مذکورہ کتاب میں اس مسئلہ کی خوب تحقیق کی ہے۔ ت) اور متواتر و اجماع کے مقابل احاد ہرگز نہ سُنے جائیں گے ولہذا امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں زیرِ حدیث عرض علی عمر بن الخطاب وعلیہ قمیص یجرہ قالوا فما اولت ذلك یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) قال الدین (مجھ پر عمر بن الخطاب کو پیش کیا گیا اور وہ اپنی قمیص گھسیٹ کر چل رہے ہیں، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) آپ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی ہے؟ فرمایا دین۔ ت) فرماتے ہیں:

لئن سلمنا التخصیص بہ (ای بالفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ) فھو معارض بالاحادیث الکثیرۃ البالغۃ درجۃ التواتر المعنوی الدالۃ علی افضلیۃ الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ فلا تعارضھا الاحاد، ولئن سلمنا التساوی بین الدلیلین لکن اجماع اھل السنۃ والجماعۃ علی افضلیتہ وھو قطعی فلا یعارضہ ظنی۔[1]

اگر ہم یہ تخصیص ان (یعنی فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ) کے ساتھ مان لیں تو یہ ان اکثر احادیث کے منافی ہے جو تواتر معنوی کے درجہ پر ہیں اور افضلیتِ صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ پر دال ہیں اور احاد کا ان کے ساتھ تعارض ممکن ہی نہیں اور اگر ہم ان دونوں دلیلوں کے درمیان مساوات مان لیں لیکن اجماعِ اہلسنت و جماعت افضلیتِ صدیقِ اکبر پر دال ہے اور وہ قطعی ہے، تو ظن اس کا معارض کیسے ہوسکتا ہے! (ت)

بالجملہ مسئلہ افضلیت ہرگز بابِ فضائل سے نہیں جس میں ضعاف سن سکیں بلکہ مواقف و شرح مواقف میں تو تصریح کی کہ بابِ عقائد سے ہے اور اس میں احاد صحاح بھی نامسموع،

حیث قالا لیست ھذہ المسألۃ یتعلق بھا ان دونوں نے کہا کہ یہ مسئلہ عمل سے متعلق نہیں کہ اس

[1] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری باب تفاضل اھل الایمان فی الاعمال مطبوعہ دار الکتاب العربیۃ بیروت ۱/۱۰۶

marfat.com

Marfat.com

عمل فيكتفى فيها بالظن الذى هو كاف في الاحكام العملية بل هي مسألة علمية يطلب فيها اليقين[1]

میں دلیل ظنی کافی ہو جائے جو احکام میں کافی ہوتی ہے بلکہ یہ معاملہ تو عقائد میں سے ہے اس کے لیے دلیل قطعی کا ہونا ضروری ہے۔ (ت)

فائدہ ۲: مہمہ عظیمہ (مشاجرات صحابہ میں تواریخ و سیر کی موحش حکایتیں قطعاً مردود ہیں) افادہ ۲۴

پر نظر تازہ کیجئے وہاں واضح ہو چکا ہے کہ کتب سیر میں کیسے کیسے مجروحوں مطعونوں شدید الضعفوں کی روایات بھری ہیں وہیں کلبی رافضی متہم بالکذب کی نسبت سیرت عیون الاثر کا قول گزرا کہ اُس کی غالب روایات سیر و تواریخ ہیں جنہیں علما الیسوں سے روایت کر لیتے ہیں وہیں سیرت انسان العیون کا ارشاد گزرا کہ سیر موضوع کے سوا ہر قسم ضعیف و سقیم و بے سند حکایات کو جمع کرتی ہے پھر انصافاً یہ بھی انھوں نے سیر کا منصب بتایا جو اُسے لائق ہے کہ موضوعات تو اصلاً کسی کام کے نہیں اُنھیں وہ بھی نہیں لے سکتے ورنہ بنظر واقع سیر میں بہت اکاذیب اباطیل بھرے ہیں کما لایخفی بہرحال فرق مراتب نہ کرنا اگر جنوں نہیں تو بدمذہبی ہے بدمذہبی نہیں تو جنون ہے، سیر جن بالائی باتوں کے لیے ہے اُس حد سے تجاوز نہیں کر سکتے اُس کی روایات مذکورہ کسی حیض و نفاس کے مسئلہ میں بھی سننے کی نہیں نہ کہ معاذ اللہ اُن واہیات و معضلات و بے سر و پا حکایات سے صحابۂ کرام حضور سید الانام علیہ وعلیٰ آلہ وعلیہم افضل الصلاۃ والسلام پر طعن پیدا کرنا اعتراض نکالنا اُن کی شانِ رفیع میں رخنے ڈالنا کہ اس کا ارتکاب نہ کرے گا مگر گمراہ بددین مخالف و مضادِ حق مبین آج کل کے بدمذہب مریض القلب منافق شعار ان جزافات سیر و خرافات تواریخ و امثالہا سے حضرات عالیہ خلفائے راشدین و ام المؤمنین و طلحہ و زبیر و معاویہ و عمرو بن العاص و مغیرہ بن شعبہ وغیرہم اہلبیت و صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مطاعن مردودہ اور ان کے باہمی مشاجرات میں موحش و مہمل حکایات بیہودہ جن میں اکثر تو سرے سے کذب و داحض اور بہت الحاقات ملعونۂ روافض چھانٹ لاتے اور اُن سے قرآن عظیم وارشاداتِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و اجماعِ اُمت و اساطین ملت کا مقابلہ چاہتے ہیں بے علم لوگ اُنھیں سن کر پریشاں ہوتے یا فکر جواب میں پڑتے ہیں اُن کا پہلا جواب یہی ہے کہ ایسے مہملات کسی ادنیٰ مسلمان کو گنہگار ٹھہرانے کے لیے مسموع نہیں ہو سکتے نہ کہ اُن محبوبانِ خدا پر طعن جن کے مدائح تفصیلی خواہ اجمالی سے کلام اللہ و کلام رسول اللہ مالامال ہیں جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، امام حجۃ الاسلام مرشد الانام محمد محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں:

لا تجوز نسبة مسلم الى كبيرة من غير تحقيق

کسی مسلمان کو کسی کبیرہ کی طرف بے تحقیق نسبت کرنا حرام

---

[1] شرح مواقف المرصد الرابع از موقف سادس فی السمعیات مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/ ۳۷۲

marfat.com

Marfat.com

نعم یجوز ان یقال ان ابن ملجم قتل علیا فان ذلک ثبت متواترا۔[1]

ہے، ہاں یہ کہنا جائز ہے کہ ابن ملجم شقی خارجی اشقی الآخرین نے امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو شہید کیا کہ یہ بتواتر ثابت ہے۔ (ت)

حاش للہ اگر مورخین وامثالہم کی ایسے حکایات ادنیٰ قابلِ التفات ہوں تو اہل بیت وصحابہ درکنار خود حضرات عالیہ انبیاء ومرسلین وملٰئکہ مقربین صلوات اللہ تعالےٰ وسلامہ علیہم اجمعین سے ہاتھ دھو بیٹھنا ہے کہ ان مہملات مخذولہ نے حضرات سادا تنا ومولٰینا آدم صفی اللہ و داود خلیفۃ اللہ و سلیمان نبی اللہ و یوسف رسول اللہ سے سید المرسلین محمد حبیب اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلیہم وسلم تک سب کے بارہ میں وہ وہ ناپاک بیہودہ حکایات موحشہ نقل کی ہیں کہ اگر اپنے ظاہر پر تسلیم کی جائیں تو معاذ اللہ اصل ایمان کو رو بیٹھنا ہے ان ہولناک اباطیل کے بعض تفصیل مع رد جلیل کتاب مستطاب شفا شریف امام قاضی عیاض اور اس کی شروح وغیرہا سے ظاہر لاجرم ائمہ ملت وناصحانِ اُمت نے تصریحیں فرمادیں کہ ان جہال وضلال کے مہملات اور سیر وتواریخ کی حکایات پر ہرگز کان نہ رکھا جائے شفا وشروح شفا ومواہب وشرح مواہب ومدارج شیخ محقق وغیرہا میں بالاتفاق فرمایا جسے میں صرف مدارج النبوۃ سے نقل کروں کہ عبارت فارسی ترجمہ سے غنی اور کلمات ائمہ مذکورین کا خود ترجمہ ہے فرماتے ہیں رحمہ اللہ تعالیٰ:

از جملہ توقیر وبر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توقیر اصحاب وبر ایشاں است وحسن ثنا ورعایت ادب بایشاں ودعا واستغفار مرایشاں را وحق است مرکسے راکہ ثنا کردہ حق تعالےٰ برُوے وراضی ست ازوے کہ ثنا کردہ شود بروے وسب وطعن ایشاں اگر مخالف ادلہ قطعیہ است، کفر والا بدعت وفسق، وہمچنیں امساک وکف نفس از ذکر اختلاف و منازعات ووقائع کہ میان ایشاں شدہ وگزاشتہ است واعراض واضراب از اخبار مورخین و جہلہ رواۃ وضلال شیعہ وغلاۃ ایشاں ومبتدعین کہ ذکر

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم واحترام درحقیقت آپ کے صحابہ کا احترام اور ان کے ساتھ نیکی ہے ان کی اچھی تعریف اور رعایت کرنی چاہئے اور ان کیلئے دعا وطلبِ مغفرت کرنی چاہیے بالخصوص جس جس کی اللہ تعالےٰ نے تعریف فرمائی ہے اور اس سے راضی ہُوا ہے اس سے وہ اس بات کی مستحق ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے پس اگر ان پر طعن وسب کرنیوالا دلائل قطعیہ کا منکر ہے تو کافر ورنہ بدعتی وفاسق، اسی طرح ان کے درمیان جو اختلافات یا جھگڑے یا واقعات ہُوئے ہیں ان پر خاموشی اختیار کرنا ضروری ہے

---

[1] احیاء علوم الدین کتاب آفات اللسان الآفۃ الثامنۃ اللعن مطبوعہ مطبعۃ المشہد الحسینی القاہرۃ ۱۲۵/۳

marfat.com

Marfat.com

قوادح وزلات ایشان کنند کہ اکثر آں کذب وافترا ست وطلب کردن درآنچہ نقل کردہ شدہ است از ایشان از مشاجرات ومحاربات باحسن تاویلات واصوب خارج وعدم ذکر ہیچ یکے از ایشان بہ بدی وعیب بلکہ ذکر حسنات وفضائل وحمائد صفات ایشان از جہت آنکہ صحبت ایشان باآنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقینی ست وماورائے آں ظنی است وکافیست دریں باب کہ حق تعالٰی برگزید ایشاں را برائے صحبت حبیبہ خود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم طریقۂ اہل سنّت وجماعت دریں باب ایں است درعقائد نوشتہ اند لاتذکر احدا منھم الابخیر ف وآیات واحادیث کہ در فضائل صحابہ عموماً وخصوصاً واقع شدہ است دریں باب کافی است[1] اھ مختصرا۔

اوران اخبار وواقعات سے اعراض کیا جائے جو مؤرخین، جاہل راویوں اور گمراہ وغلو کرنے والے شیعوں نے بیان کیے ہیں اور بدعتی لوگوں کے ان عیوب اور برائیوں سے جو خود ایجاد کرکے ان کی طرف منسوب کردیئے اور ان کے ڈگمگا جانے سے، کیونکہ وہ کذب بیانی اور افترا ہے اوران کے درمیان جو محاربات ومشاجرات منقول ہیں ان کی بہتر توجیہ وتاویل کی جائے، اوران میں سے کسی پر عیب یا برائی کا طعن نہ کیا جائے بلکہ ان کے فضائل، کمالات اور عمدہ صفات کا ذکر کیا جائے کیونکہ حضور علیہ السلام کے ساتھ ان کی محبت یقینی ہے اور اس کے علاوہ باقی معاملات ظنی ہیں اور ہمارے لیے یہی کافی ہے کہ اللہ تعالٰی نے انھیں اپنے حبیب علیہ السلام کی محبت کیلئے منتخب کرلیا ہے اہل سنت وجماعت کا صحابہ کے بارے میں یہی عقیدہ ہے اس لیے عقائد میں تحریر ہے کہ صحابہ میں سے ہر کسی کا ذکر خیر کے ساتھ ہی کیا جائے اور صحابہ کے فضائل میں جو آیات واحادیث عموماً یا خصوصاً وارد ہیں وہ اس سلسلہ میں کافی ہیں اھ مختصرا (ت)

امام محقق سنوسی وعلامہ تلمسانی پھر علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں: مانقلہ المؤرخون قلۃ حیاء وادب[2] (مؤرخین کی نقلیں قلت حیا وادب سے ہیں) امام اجل ثقہ ثبت حافظ متقن قدوہ یحیٰی بن سعید قطان نے کہ اجلۂ ائمہ تابعین سے ہیں عبید اللہ قواریری سے پوچھا کہاں جاتے ہو؟ کہا وہب بن جریر کے پاس سیر لکھنے کو، فرمایا: تکتب کذبا کثیرا[3] (بہت سا جھوٹ لکھو گے) ذکرہ فی المیزان ع (اس کا ذکر میزان میں

ع فی ترجمۃ محمد بن اسحٰق حیث قال اس کا ذکر محمد بن اسحاق کے ترجمہ میں ہے جہاں (باقی اگلے صفحہ پر)

ف مدارج النبوۃ مطبوعہ سکھر میں "وآیات" کا لفظ نہیں ہے

[1] مدارج النبوۃ وصل در توقیر حضور واصحاب شے صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۱۲

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ باب وفات امہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۱/۲۰۴

[3] میزان الاعتدال ترجمہ نمبر ۷۱۹۷، محمد بن اسحاق مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳/۴۶۹

marfat.com

Marfat.com

ہے۔ت) تفصیل اس مبحث کی اُن رسائلِ فقیر سے لی جائے کہ مسئلہ حضرت امیر معٰویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ میں تصنیف کئے یہاں شاہ عبدالعزیز صاحب کی ایک عبارت تحفہ اثنا عشریہ سے یاد رکھنے کی ہے مطاعن افضل الصدیقین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے طعن سوم تخلف جیش اسامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے رَد میں فرماتے ہیں:

جملۂ لعن اللہ من تخلف عنہا ہرگز در کتب اہل سنت موجود نیست قال الشہرستانی فی الملل والنحل ان ھذہ الجملۃ موضوعۃ ومفتراۃ و بعضے فارسی نویسان کہ خود را محدثین اہل سنت شمردہ اند و درسیر خود ایں جملہ را آوردہ برائے الزام اہل سنت کفایت نمی کند زیرا کہ اعتبار حدیث نزد اہل سنت بیافتن حدیث در کتب مسندۂ محدثین است مع الحکم بالصحۃ وحدیث بے سند نزد ایشاں شتر بے مہار است کہ اصلاً گوش بآں نمی نہند[1]

جملہ "لعن اللہ من تخلف عنہا" کتب اہل سنت میں ہرگز موجود نہیں، شہرستانی نے الملل والنحل میں کہا کہ یہ جملہ موضوع اور جھُوٹا ہے، اور بعض فارسی لکھنے والوں نے خود کو محدثینِ اہلسنت ظاہر کیا ہے اور اہل سنت کو الزام دینے کے لیے اپنی کتب میں اس جملہ کو شامل کر دیا لیکن یہ قابلِ اعتبار نہیں، اہلسنت کے ہاں حدیث وہی معتبر ہے جو محدثین کی کتب احادیث میں صحت کے ساتھ ثابت ہو، ان کے ہاں بے سند حدیث ایسے ہی ہے جیسے بے مہار اونٹ، جو کہ ہرگز قابلِ سماعت نہیں۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مالہ عندی ذنب الا ماقد حشا فی السیرۃ من الاشیاء المنکرۃ المنقطعۃ والاشعار المکذوبۃ، قال الفلاس سمعت یحیی القطان یقول لعبید اللہ القواریری الی این تذھب، قال الی وھب بن جریر اکتب السیرۃ قال تکتب کذبا کثیرا[2] ۱۲ منہ (م)

انہوں نے کہا میرے نزدیک اس کا کوئی گناہ نہیں ماسوائے اس کے کہ انہوں نے سیرت میں منکر و منقطع روایات اور جھُوٹے اشعار شامل کر دئے ہیں، فلاس نے کہا میں نے یحیٰی قطان کو عبید اللہ قواریری سے یہ کہتے ہُوئے سنا کہ کہاں جا رہے ہو، انہوں نے کہا وہب بن جریر کی طرف سیرت لکھنے کے لیے، اس نے کہا تُو وہاں بہت زیادہ جھُوٹ لکھے گا ۱۲ منہ (ت)

ع اقول یعنی در امثال باب تا باب احکام فاما دون او کہ باب تساہل ست نقل معتمدی بسند است

اقول یعنی یہ مثالِ مقام تا باب ہیں ہے اس کے علاوہ جو باب تساہل ہے کوئی ایک معتمد نقل سند کے ساتھ ہو

(باقی برصفحہ آئندہ)

[1] تحفہ اثنا عشریہ باب دہم طعن سوم از مطاعن ابی بکر مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۶۵

[2] میزان الاعتدال ترجمہ [illegible] ۱۳/ ۳۶۹

marfat.com

Marfat.com

فائدہ ۳۰ : (اظہر یہی ہے کہ تفرد کذاب بھی مستلزم موضوعیت نہیں) افادۂ دہم دیکھئے جو حدیث اُن پندرہ قرآن وضع سے منزہ ہو ہم نے اُس کے بارہ میں کلمات علما تین طرز پر نقل کئے اصلاً موضوع نہ کہیں گے تفرد کذاب ہو تو موضوع تفرد متہم ہو تو موضوع' اور افادہ ۲۳ میں اشارہ کیا کہ ہمارے نزدیک مسلک اول قوی و اقرب بصواب ہے افادہ ۱۰ میں امام سخاوی سے اُس کی تصریح اور کلام علی قاری سے نظیر صریح ذکر کی دوسری نظیر صاف و سفید حدیث مرغ سپید کہ کلام علامہ مناوی سے افادہ ۲۳ میں گزری وہیں دلیل ثامن میں لبشہادت حدیث حکم عقل اس کی تقویت کا ایما کیا۔

والاٰن اقول یہی مذہب فقیر نے کلام امیر المومنین فی الحدیث شعبہ بن حجاج سے استنباط کیا، فائدہ تاسعہ میں آتا ہے کہ انھوں نے قسم کھا کر کہا ابان بن ابی عیاش حدیث میں جھوٹ بولتا ہے پھر خود ابان سے حدیث سنی، اس پر پوچھا گیا، فرمایا اس حدیث سے کون صبر کر سکتا ہے، معلوم ہوا کہ مطعون بالکذب کی ہر حدیث موضوع نہیں ورنہ اس کی طرف ایسی رغبت اور وُہ بھی ایسے امام اجل سے چہ معنی

ثم اقول اور فی الواقع یہی اظہر ہے کہ آخر الکذوب قد یصدق (جھوٹ بولنے والا بھی کبھی سچ کہتا ہے۔ ت) میں کلام نہیں اور یہ بھی مسلّم کہ ایک شخص واحد کا روایت حدیث سے تفرد ممکن یہاں تک کہ غریب فرد میں صحیح حسن ضعیف بہ ضعف قریب وضعف شدید سب قسم کی حدیثیں مانی جاتی ہیں تو یہ کیوں نہیں ممکن کہ کبھی موسوم بتکذیب بھی تفرد کرے اور اس حدیث خاص میں سچا ہو اس کے بطلان پر کیا دلیل قائم، لاجرم یہی مذہب مہذب مقتضائے ارشادات امام ابن الصلاح و امام نووی و امام عراقی و امام قسطلانی وغیرہم اکابر ہے ان سب ائمہ نے موضوع کی یہی تعریف فرمائی کہ وُہ حدیث کہ جو نری گھڑت اور افترا اور نبی صلی اللہ تعالٰی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) دگر چند بے سند است چنانکہ در افادہ بست وہفتم تحقیق نمودیم خود شاہ صاحب در ہمچو مقام بر بسیارے از روایات بے سند استناد کردہ است کما لایخفی علی من طالع کتبہ و سرانجام است کہ کمال تحقیق ایں معنی در فائدہ اخیر کردیم ۱۲ منہ (م)

دوسری چاہے بے سند ہوں، چنانچہ ستائیسویں افادہ میں ہم نے تحقیق کی ہے کہ خود شاہ صاحب نے اس جیسے مقام میں بہت روایات بے سند ذکر کی ہیں جیسا کہ اس پر مخفی نہیں جس نے ان کی کتب کا مطالعہ کیا ہے آخرکار اس معنی کی مکمل تحقیق میں نے آخری فائدہ میں کر دی ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ بناء علی ان ما وضع علی غیرہ صلی اللہ

اس بنا پر کہ اگر اس نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

(باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

Marfat.com

علیہ وسلم پر جھوٹ بنائی گئی ہو، علوم الحدیث امام ابوعمرو وتقریب میں ہے: الموضوع ھو المختلق المصنوع[1] (موضوع وہ حدیث ہے جو من گھڑت اور بناوٹی ہو۔ ت)

الفیہ میں ہے: ؎

شر الضعیف الخبر الموضوع
الکذب المختلق المصنوع[2]

(ضعیف کی بدترین قسم خبر موضوع ہے، جو جھوٹ ہو گھڑی گئی ہو اور بناوٹی ہو۔ ت)

ارشاد الساری میں ہے:

الموضوع ھو الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویسمی المختلق[3]

موضوع وُہ حدیث ہے جو نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر جھوٹ گھڑا گیا ہو اسے مختلق بھی کہتے ہیں۔ (ت)

ہاں اس میں کلام نہیں کہ حکم وضع کبھی قطعی ہوتا ہے کبھی ظنی، جیسا کہ ہم نے شمار قرائن میں تبدیل اسلوب عبارت سے اُس کی طرف اشارہ کیا اور حدیث مطعون بالکذب کو موضوع کہنے والے بھی اس کی موضوعیت بالیقین کا دعوٰی نہیں فرماتے بلکہ وضع ظنی میں رکھتے ہیں کما صرح بہ شیخ الاسلام فی النزھۃ (جیسا کہ شیخ الاسلام نے نزہۃ النظر میں اس کی تصریح کی ہے۔ ت) شیخ محقق دہلوی قدس سرہ القوی مقدمہ لمعات التنقیح میں فرماتے ہیں:

حدیث المطعون بالکذب یسمی موضوعا و

ایسے راوی کی حدیث جس پر کذب کا طعن ہو موضوع کہلاتی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) تعالٰی علیہ وسلم فیقال لہ الموضوع علی فلان و مطلقہ لایراد بہ الا الکذوب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و علیہ یبتنی ما فی الارشاد وان طلقت فانت فی سعۃ منہ کما ھو ظاھر کلام اخوین ۱۲ منہ (م)

کے علاوہ کسی دوسرے پر جھوٹ گھڑا ہو تو اسے "موضوع علی فلاں" کہا جاتا ہے اور جب مطلقاً ذکر ہو تو اس وقت حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ہی جھوٹ مراد ہوگا جو ارشاد میں ہے اس کی بنا اسی پر ہے اگر آپ اس کو مطلق ذکر کریں تو آپ کو اس میں گنجائش ہے جیسا کہ دوسروں کے کلام سے ظاہر ہے ۱۲ منہ (ت)

[1] تقریب النواوی مع شرح تدریب الراوی النوع الحادی والعشرون مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ ۱/ ۲۷۴

[2] الفیۃ الحدیث مع فتح المغیث بحث الموضوع دار الامام الطبری بیروت ۱/ ۲۹۳

[3] ارشاد الساری شرح البخاری الفصل الثالث فی نبذۃ لطیفۃ ... الکتاب العربیہ ۱/ ۱۳

marfat.com

Marfat.com

من ثبت عنه تعمد الكذب فی الحدیث و ان کان وقوعه مرة لم یقبل حدیثه ابدا، فالمراد بالموضوع فی اصطلاح المحدثین هذا لا انه ثبت کذبه و علم ذلک فی هذا الحدیث بخصوصه، والمسألة ظنیة والحکم بالوضع والافتراء بحکم الظن الغالب[1] اھ ملخصا

ہے اور ایسا شخص جس سے حدیث میں عمداً جھوٹ ثابت ہوجائے خواہ وُہ ایک ہی دفعہ ہو اس کی حدیث ہمیشہ قبول نہیں کی جائے گی۔ تو اصطلاحِ محدثین میں موضوع سے مراد یہی ہے، یہ نہیں کہ اس خاص حدیث میں اس کا جھوٹ ثابت ومعلوم ہو، اور چونکہ مسئلہ ظنی ہے لہذا وضع وافترا کا حکم ظنِ غالب کی بنا پر ہوگا اھ ملخصاً۔

اقول مگر محلِ تامل یہی ہے کہ مجرد کذب فی بعض الاحادیث سے کہ معاذاللہ کسی طمع دنیا یا تائید مذہب فاسد یا غضب ورنجش وغیرہا کے باعث ہو ظن غالب ہوجائے گا کہ اب جتنی حدیثوں میں یہ متفرد ہو سب میں وضع وافترا ہی کرے گا اگرچہ وہاں کوئی طمع وغیرہ غرض فاسد نہ ہو شاہد زور اگر کسی طمع یا عداوت سے ایک جگہ غلط گواہی دی تو اس کی سب گواہیاں مردود ضرور ہوں گی کہ فاسق ہے مگر بے لاگ جگہ میں خواہی نخواہی یہ ظن غالب نہ ہوگا کہ یہاں بھی جھوٹ ہی کہہ رہا ہے وجدان صحیح اس پر شہادت کو بس ہے اور اگر سند ہی چاہیے تو امام ائمۃ الشان محمد بن اسمٰعیل بخاری علیہ رحمۃ الباری کا ارشاد سُنیے محمد بن اسحاق صاحب سیرت ومغازی کو ہشام بن عروہ پھر امام مالک پھر وہب پھر یحیٰی بن قطان نے کذاب کہا،

اخرجه ابن عدی عن ابی بشر الدولابی[عہ] و

ابن عدی نے ابوبشر دولابی سے اور

عہ حال التقصی عن هذا فی المیزان بقوله قلت وما یدری هشام بن عروة فلعله سمع منها فی المسجد او سمع منها وهو صبی او دخل علیها فحدثته من وراء حجاب فای شیئ فی هذا وقد کانت امرأة قد کبرت واسنت اھ[2]۔

اس سے خلاصی میزان میں ان کے اس قول سے ہوجاتی ہے؛ میں کہتا ہوں ہشام بن عروہ کیا جانے شاید انہوں نے اس سے مسجد میں سنا، یا اس وقت اس سے سنا جب وُہ بچے تھے یا وہ اس کے پاس گئے ہوں تو اس خاتون نے پردے کے پیچھے سے بیان کیا ہو، کیا معلوم کہ ان میں سے کون سی صورت ہے حالانکہ وہ خاتون بُوڑھی اور سِن والی ہوچکی تھی (صاحبِ فتنہ نہ تھی) اھ (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] لمعات التنقیح شرح المشکوٰۃ فصل فی العدالۃ الخ مطبوعہ المعارف العلمیۃ لاہور ۱/ ۲۷

[2] میزان الاعتدال ترجمہ ۷۱۹۷ محمد بن اسحاق مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۴۷۰

marfat.com

Marfat.com

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ثم قال افبمثل هذا يعتمد على تكذيب رجل من اهل العلم هذا مردود ثم قد روى عنها محمد بن سوقة[1] الخ

اقول لقائل ان يقول ان الحفاظ الناقدين ربما يعرفون كذب الرجل بقرائن تلوح لهم ولقد نرى قوما من الائمة يكذبون رجلا ولا يذكرون من السبب الا ما هو قاصر عندنا لعدم علمنا بالقرائن فتبدو لنا احتمالات شتى لعل الامر كذا اعسى ان كذا وهي جميعا مندفعة عندهم نص على ذلك الامام النووى فى مواضع من شرحه صحيح مسلم فقال هنا قاعدة ننبه عليها ثم نحيل عليها فيما بعد ان شاء الله تعالى وهى ان عفان رحمه الله تعالى قال انما ابتلى هشام (هو ابن زياد الاموى) يعنى انما ضعفوه من قبل هذا الحديث كان يقول حدثنى يحيى عن محمد ثم ادعى بعد انه سمعه من محمد وهذا القدر وحده لا يقتضى ضعفا لانه ليس فيه تصريح بكذب لاحتمال انه سمعه من محمد

پھر کہا، کیا اس طرح کی صورت میں اہلِ علم شخص کو جھوٹا قرار دینا درست ہے یہ مردود ہے (درست نہیں) پھر اس سے محمد بن سوقہ نے بھی روایت لی ہے الخ

اقول (میں کہتا ہوں)، قائل کے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ حفاظ ناقدین بعض اوقات کسی آدمی کا جھوٹ قرائن کی وجہ سے جانتے ہوتے ہیں اور ہم ائمہ کی ایک ایسی جماعت کا علم رکھتے ہیں جس نے کسی شخص کو جھوٹا کہا مگر سبب ذکر نہ کیا صرف وہ ہے جو ہمارے نزدیک قاصر ہے کیونکہ ان قرائن کو نہیں جانتے، تو ہمارے لئے متعدد احتمالات ظاہر ہوں گے، شاید یہ ہو یا یہ ہو اور وہ تمام ان کے ہاں مدفوع ہوں، اس پر امام نووی نے اپنی شرح صحیح مسلم میں کئی جگہ تصریح کی ہے اور کہا کہ یہاں ایک قاعدہ ہے جس پر ہم تنبیہ کرتے ہیں. اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا اس پر حوالہ دیں گے اور وہ یہ ہے کہ عفان رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ ہشام (ابن زیاد اموی) مبتلا ہوئے، یعنی اس حدیث کی وجہ سے ان کو لوگوں نے ضعیف کہا جس کے متعلق وہ کہتے تھے مجھے یحیٰی نے محمد سے بیان کیا پھر دعویٰ کیا کہ اس نے یہ محمد سے روایت سنی ہے اور صرف یہ چیز ضعف کا تقاضا نہیں کرتی کیونکہ اس میں کذب صراحۃً نہیں ہے ممکن ہے اس نے محمد سے سنا ہو

(باقی اگلے صفحہ پر)

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۱۹، محمد بن اسحاق، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳/۴۷۱

marfat.com

Marfat.com

ثنی ابوداود سلیمٰن بن داود قال قال یحیی القطان

وہ کہتے ہیں مجھے ابوداود سلیمٰن بن داود نے بیان کیا کہ یحیٰی القطان

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ثم نسیہ فحدث عن یحیی عنہ ثم ذکر سماعہ من محمد فرواہ عنہ ولکن انضم الی ھذا قرائن و امور اقتضت عند العلماء بھذا الفن الحذاق فیہ المبرزین من اھلہ العارفین بدقائق احوال رواتہ انہ لم یسمعہ من محمد فحکموا بذلک لما قامت الدلائل الظاھرۃ عندھم بذلک وسیاتی بعد ھذا اشیاء کثیرۃ من اقوال الائمۃ فی الجرح بنحو ھذا وکلھا یقال فیھا ماقدمناھنا واللہ تعالٰی اعلم[1] اھ۔

وقال بعد ذلک معنی ھذا الکلام ان الحسن بن عمارۃ کذب فروی ھذا الحدیث عن الحکم عن یحیی عن علی وانما ھو عن الحسن البصری من قولہ وقد قدمنا ان مثل ھذا وان کان یحتمل کونہ جاء عن الحسن وعن علی لکن الحفاظ یعرفون کذب الکاذبین بقرائن وقد یعرفون ذلک بدلائل قطعیۃ یعرفھا اھل ھذا الفن فقولھم مقبول فی کل ھذا[2] اھ۔

پھر بھول گیا ہو پھر ہشام نے یحیٰی سے حدیث بیان کی ہو پھر یحیٰی کو محمد سے سماع یاد آیا تو دونوں نے محمد کے حوالے سے روایت بیان کی ہو لیکن اس فن کے ماہرین اور اس کے راویوں کے دقیق اصول پہچاننے والوں پر ایسے قرائن آشکار ہوئے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے محمد سے نہیں سُنا، جب ان کے ہاں اس پر دلائل ظاہری قائم ہوگئے تو اب انہوں نے یہ فیصلہ دے دیا کہ ہشام نے محمد سے نہیں سُنا، اور اس کے بعد عنقریب ائمہ کے اقوال میں اسی طرح سے کثرت کے ساتھ جرح کا ذکر آئے گا ان سب میں وہی بات کہی جائے گی جو ہم نے یہاں کہدی ہے واللہ تعالٰی اعلم اھ۔

اور اس کے بعد کہا کہ اس کلام کا معنٰی یہ ہے کہ حسن بن عمارہ نے جھوٹ بولتے ہوئے اس حدیث کو حکم از یحیٰی از علی روایت کیا حالانکہ وہ حسن بصری سے ان کے قول سے مروی ہے اور ہم پہلے بیان کر آتے ہیں کہ اس کی مثل تھے اگرچہ اس میں یہ احتمال ہے کہ وہ حسن سے اور علی سے ہو، لیکن اس فن کے حفاظ قرائن سے جھوٹوں کے جھوٹ سے آگاہ ہوجاتے ہیں اور اسے کو وہ ایسے دلائل قطعیہ سے جان لیتے ہیں جن کو صرف اہل فن ہی پہچانتے ہیں لہذا ان کا فیصلہ ان تمام میں مقبول ہوگا اھ۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

[1] شرح الصحیح لمسلم باب بیان الاسناد الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۴

[2] " " " ۱/۱۷

marfat.com

Marfat.com

اشهد ان محمد بن اسحٰق كذاب، قلت وما يدريك؟ قال قال لي وهيب فقلت لوهيب وما يدريك؟ قال قال لي مالك بن انس فقلت لمالك وما يدريك؟ قال قال لي هشام بن عروة قلت لهشام بن عروة وما يدريك؟ قال حدث عن امرأتي فاطمة بنت المنذر، وادخلت علي وهي بنت تسع وما رآها رجل حتى لقيت الله تعالٰى۔[۱]

نے بیان کیا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن اسحٰق کذاب ہے، میں نے عرض کیا تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا؟ کہا مجھے وہیب نے بتایا میں نے وہیب سے پوچھا کہ آپ کو کیسے معلوم ہے؟ انہوں نے کہا مجھے مالک بن انس نے بتایا تھا، تو میں نے مالک سے پوچھا آپ کو کیسے علم ہے؟ انہوں نے کہا مجھے ہشام بن عروہ نے بتایا تھا۔ میں نے ہشام بن عروہ سے کہا کہ آپ کو اس بات کا کیسے علم ہے؟ انہوں نے کہا اس نے میری اہلیہ فاطمہ بنت منذر سے حدیث بیان کی ہے اور ان کی شادی میرے ساتھ نو سال کی عمر میں ہوئی اور اس نے کسی آدمی کو نہیں دیکھا یہاں تک کہ اس کا وصال ہوگیا۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اما قولك افبمثل هذا يعتمد الخ **اقول** افتراء على هؤلاء الائمة الجلة الاعاظم يشهدون جزافا من دون ثبت ثم هذا كله انما ذكرناه ليعرف ان الذهبي كيف يحتال للذب عن قدري امره قد ظهر واذا وقع لسني اشعري او ولي الله صوفي صار لا يبقي ولا يذر كما بينه تلميذه الامام تاج الدين السبكي رحمه الله تعالٰى في الطبقات والا فالراجح عند علمائنا ايضا هو توثيق ابن اسحٰق كما سنذكره ان شاء الله تعالٰى والله تعالٰى اعلم ۱۲ منہ (م)

رہا تیرا قول افبمثل هذا يعتمد الخ **اقول** یہ ان عظیم ائمہ پر اس بات کا افترا ہے کہ وہ اندازے سے کام لیتے ہیں تحقیق نہیں کرتے، یہ تمام اس لیے ہم نے ذکر کیا ہے تاکہ یہ واضح ہوجائے کہ ذہبی نے کس حیلے سے قدری سے کذب کیا، جس کا معاملہ واضح تھا اور جس وقت یہ معاملہ کسی سنی اشعری یا کسی ولی اللہ صوفی کو رد کیا ہو تو وہ نہ چھوڑے نہ باقی رہنے دے جیسے کہ ان کے شاگرد امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالٰی نے طبقات میں اس کو بیان کیا ہے ورنہ ہمارے ہاں بھی راجح یہی ہے کہ ابن اسحٰق ثقہ ہیں جیسا کہ عنقریب ہم اسے بیان کریں گے۔ (ت)

۱؎ میزان الاعتدال ترجمہ ۷۱۹۷، محمد بن اسحٰق مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۴۷۱
الکامل فی ضعفاء الرجال [illegible] دار الفکر بیروت ۷/ ۲۱۱۷

marfat.com

Marfat.com

امام بخاری[عه۱] جزء القراءۃ خلف الامام میں توثیق ابن اسحٰق[عه۲] ثابت فرمانے کو اس سے جواب دیتے ہیں:

رأیت علی بن عبد اللہ یحتج بحدیث ابن اسحاق وقال علی عن ابن عیینۃ ما رایت احدا یتھم محمد بن اسحاق (الی ان قال) ولو صح عن مالک

میں نے علی بن عبد اللہ کو حدیث ابن اسحاق سے استدلال کرتے ہوئے پایا ہے اور علی ابن عیینہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو

عه۱ نقلہ زیلعی فی نصب الرایۃ قبیل کتاب الخنثی ۱۲ منہ (م)

جیسے کہ زیلعی نے نصب الرایۃ میں کتاب الخنثیٰ سے تھوڑا پہلے اس کو ذکر کیا ہے۔ (ت)

عه۲ ہمارے علمائے کرام قدست اسرارہم کے نزدیک بھی راجح محمد بن اسحاق کی توثیق ہی ہے محقق علی الاطلاق فتح میں زیر مسئلہ تعجیل المغرب فرماتے ہیں:

توثیق ابن اسحاق ھو الحق الابلج وما نقل عن کلام المالک فیہ لایثبت ولو صح لم یقبلہ اھل العلم کیف وقد قال شعبۃ فیہ ھو امیر المؤمنین فی الحدیث وروی عنہ مثل الثوری وابن ادریس وحماد بن زید ویزید بن زریع وابن علیۃ وعبد الوارث وابن المبارک واحتملہ احمد وابن معین وعامۃ اھل حدیث غفر اللہ تعالٰی لھم وقد اطال البخاری فی توثیقہ فی کتاب القراءۃ خلف الامام لہ وذکرہ ابن حبان فی الثقات وان مالکا رجع عن الکلام فی ابن اسحاق واصطلح معہ وبعث الیہ ھدیۃً ذکرھا اھ ۱۲ منہ (م)

ابن اسحاق کی توثیق ہی واضح اور حق ہے اور امام مالک کا ان کے بارے میں جو قول منقول ہے وہ ثابت نہیں، اگر وہ ثابت بھی ہو تب بھی اہل علم کے ہاں قابل قبول نہیں، ایسا کیونکر ہو حالانکہ شعبہ نے ان کے بارے میں امیر المومنین فی الحدیث کہا اور ان سے ثوری، ابن ادریس، حماد بن زید، یزید بن زریع، ابن علیہ، عبد الوارث اور ابن مبارک جیسے محدثین نے روایت لی ہے، اور احمد، ابن معین اور اکثر محدثین (رحمہم اللہ تعالٰی) نے ان کے بارے میں (عدم توثیق کا) احتمال غیر یقینی طور پر بیان کیا۔ امام بخاری نے اپنی کتاب القراءۃ خلف الامام میں ان کی توثیق کے بارے میں طویل گفتگو کی ہے۔ ابن حبان نے ثقات میں ان کا ذکر کیا اور یہ کہ امام مالک نے ابن اسحٰق کے بارے میں اپنے قول سے رجوع کرلیا، ان کے ساتھ متفق ہوگئے اور ان کے پاس ہدیہ ارسال کیا جس کا انھوں نے تذکرہ کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

لہ حاشیہ فتح القدیر [illegible] نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۰۰

marfat.com

Marfat.com

تناولہ عن ابن اسحاق فلربما تکلم الانسان فیرمی صاحبہ بشئ واحد ولا یتھمہ فی الامور کلھا[1] الخ

محمد بن اسحٰق پر اتہام کرتا ہو (آگے چل کر کہا) اور اگر امام مالک سے ابن اسحاق کے بارے میں جو کچھ منقول ہے وہ صحیح ہو تو اکثر ہوتا رہتا ہے کہ ایک آدمی دوسرے پر کسی ایک بات میں طعن کرتا ہے اور باقی تمام امور میں اس پر تہمت نہیں لگاتا الخ (ت)

دیکھو صاف تصریح ہے کہ ایک جگہ کاذب پانے سے ہر جگہ متہم سمجھنا لازم نہیں، لاجرم امام ابن عراق تنزیہ الشریعۃ میں فرماتے ہیں،

قال الزرکشی فی نکتہ علی ابن الصلاح بین قولنا موضوع وقولنا لایصح بون کبیر فان الاول اثبات الکذب والاختلاق والثانی اخبار عن عدم الثبوت ولا یلزم منہ اثبات العدم وھذا یجئ فی کل حدیث قال فیہ ابن الجوزی لایصح ونحوہ (قلت) وکان نکتۃ تعبیرہ بذلک حیث عبربہ انہ لم یلح لہ فی الحدیث قرینۃ تدل علی انہ موضوع، غایۃ الامر انہ احتمل عندہ انیکون موضوعا لانہ من طریق متروک اوکذاب، وھذا انما یتم عند تفرد الکذاب او المتھم علی ان الحافظ ابن حجر خص ھذا فی النخبۃ باسم المتروک ولم ینظمہ فی مسلک الموضوع[2]۔

زرکشی نے اپنی نکت علی ابن الصلاح میں لکھا کہ ہمارے قول موضوع اور لایصح میں بہت بڑا فرق ہے، پہلی صورت میں کذب اور گھڑنے کا اثبات ہے اور دوسری صورت میں عدم ثبوت کی اطلاع ہوتی ہے اور اس سے عدم وجود کا اثبات لازم نہیں آتا اور یہ ضابطہ ہر اس حدیث میں جاری ہوگا جس کے بارے میں ابن جوزی نے "لایصح" کہا یا اس کی مثل کوئی کلمہ کہا ہے، میں کہتا ہوں کہ حدیث کو ان الفاظ سے تعبیر کرنے میں حکمت یہ ہے کہ ان کے لیے اس حدیث میں کوئی ایسا ظاہری قرینہ نہیں جس کی بنیاد پر وہ حدیث موضوع ہو، زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ ان کے نزدیک اس میں موضوع ہونے کا احتمال ہے کیونکہ یہ متروک یا کذاب سے مروی ہے اور یہ بات اس وقت تام ہوگی جبکہ وہ حدیث صرف اور صرف کذاب یا متہم سے مروی ہو، علاوہ ازیں حافظ ابن حجر نے نخبۃ الفکر میں اسے متروک کا نام دیا ہے، موضوع کی لڑی میں اس کو شامل نہیں کیا۔ (ت)

دیکھیے تفرد کذاب کو صرف احتمال وضع کا مورث بتایا اور ابن الجوزی نے موضوعات میں جہاں موضوع کہتے ہے

---

[1] نصب الرایۃ لاحادیث الہدایۃ آخر کتاب الوصایا مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیہ لصاحبہا الحاج ریاض الشیخ ۴/۴۱۶

[2] تنزیہ الشریعۃ لابن عراق کتاب التوحید فصل ثانی دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۱۴۰

marfat.com

Marfat.com

یصح وغیرہ کی طرف عدول کیا اس کا یہی نکتہ ٹھہرایا کہ بوجہ تفرد کذاب یا متہم احتمال وضع تھا اگر غلبۂ ظن ہوتا حکم بالوضع سے کیا مانع تھا کہ آخر صحیح موضوع وغیرہما تمام احکام میں غلبۂ ظن کافی اور بلاشبہ حجت شرعی ہے۔

اقول والاشارۃ فی قولہ خص ھذا انما تلمح الی الاقرب وھو المتھم فھو الذی خصہ الحافظ باسم المتروک اما ما تفرد بہ الکذاب فھو عین الموضوع عندہ فانما عرفہ بما فیہ الطعن بکذب الراوی فلیتنبہ ھذا کلہ ما ظھر لی والحمد للہ الواحد العلی۔

اقول زرکشی کے الفاظ "خص ھذا" میں اشارہ اقرب کی طرف یعنی متہم کی طرف ہے تو یہ وہی ہے جس کے لئے حافظ ابن حجر نے متروک کا نام خاص کیا ہے لیکن جس روایت میں کذاب متفرد ہو وہ حافظ کے نزدیک بھی عین موضوع ہے کیونکہ انھوں نے خود موضوع کی تعریف ہی یہ کی ہے کہ جس میں کذب راوی کا طعن ہو، اس پر توجہ کرو یہ وہ امور تھے جو میرے لیے ظاہر ہوئے اور تمام حمد اللہ کے لیے جو واحد و بلند ہے (ت)

فقیر نے اپنی بعض تحریرات میں اس مسئلہ پر قدرے کلام کرکے لکھا تھا:

ھذا ما یظھر لنا والمحل محل تامل فلیتامل لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔

یہ وہ ہے جو ہم پر ظاہر ہوا اور یہ مقام مقام غور و فکر ہے لہذا ہر کوئی غور کرے، شاید اللہ تعالٰی اس کے بعد کوئی دوسرا امر ظاہر فرمادے۔ (ت)

الحمد للہ اب بوجوہ کثیرہ اسے تاکد و تائید حاصل ہوا کلام[1] امام سخاوی کی تصریح کلام[2] علامہ قاری وعلامہ[3] مناوی ہیں اس کے نظائر[4] صریح کلام امام اجل شعبہ بن الحجاج سے استنباط صحیح تعریف[5] امام ابن الصلاح وامام[6] نووی وامام[7] عراقی وامام[8] قسطلانی کا اقتضائے بحکم حدیث[9] سے تائید دلیل[10] عقل سے تشیید کلام امام[11] بخاری وعلامہ[12] ابن عراق سے تاکید الحمد للہ سرا وجھرا فقد حقق رجائی واحدث امرا (تمام خوبیاں ظاہراً و باطناً اللہ کے لیے ہیں پس اس نے میری امید پوری کی اور نئی راہ پیدا فرمائی۔ ت)

تنبیہ (تنبیہ متعلق افادہ ۲۵ کہ کتاب موضوعات میں ذکر حدیث مؤلف کے نزدیک یہ مستلزم موضوعیت نہیں) اس عبارت تنزیہ الشریعۃ سے ایک اور نفیس فائدہ حاصل ہوا کہ کتب موضوعات قسم اول میں بھی لفظ حکم پر لحاظ چاہئے اگر صراحۃً موضوع یا باطل کہہ دیا تو مؤلف کے نزدیک وضع ثابت ہوگی اور اگر لایصح وغیرہ ہلکے الفاظ کی طرف عدول کیا تو آخر یہ عدول بیچیزے نیست ظاہراً خود مؤلف کو اس پر حکم وضع کی جرأت نہ ہوئی صرف احتمال درج کتاب کیا فافھم فلعلہ حسن وجیہ ولم ارہ لغیرہ فلیحفظ (اسے اچھی طرح سمجھ لیجئے شاید یہ بہتر توجیہ ہو اور میں نے اسے کسی غیر سے نہیں پڑھا پس اسے محفوظ کرلیجئے۔ ت)

marfat.com

Marfat.com

فائدہ ۴: (مجہول العین کا قبول ہی مذہب محققین ہے) افادہ دوم میں گزرا کہ امام نووی نے مجہول العین کا قبول بہت محققین کی طرف نسبت کیا اور امام اجل ابو طالب مکّی نے اُسی کو مذہب فقہائے کرام واولیائے عظام قرار دیا اور یہی مذہب ہمارے ائمۂ اعلام کا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ مسلم الثبوت و فواتح الرحموت میں ہے:

(لا) جرح (بان له راویا) واحدا (فقط) دون غیرہ (وھو مجھول العین باصطلاح) کسمعان لیس له راو غیر الشعبی فان المناط العدالۃ و الحفظ لا تعدد الرواۃ وقیل لا یقبل عند المحدثین وھو تحکم[1] اھ مختصرا۔

اس میں جرح (نہیں) کہ (اس کا راوی) (فقط) ایک ہے (اور وہ اصطلاح میں مجہول العین ہے) مثلاً سمعان کا ان سے راوی شعبی کے علاوہ کوئی نہیں کیونکہ مدارِ عدالت راوی وحفظ ہے، راویوں کا متعدد ہونا نہیں، بعض نے کہا کہ محدثین کے نزدیک یہ مقبول نہیں یہ زیادتی ہے اھ مختصراً۔ (ت)

پس دربارۂ مجہول قول مقبول یہ ہے کہ مستور و مجہول العین دونوں حجت، ہاں مجہول الحال جس کی عدالت ظاہری بھی معلوم نہ ہو احکام میں حجت نہیں فضائل میں بالاتفاق وُہ بھی مقبول۔

تنبیہ (غالباً مطلق مجہول سے مراد مجہول العین ہوتا ہے) مجہول جب مطلق بولا جاتا ہے تو کلام محدثین میں غالباً اُس سے مراد مجہول العین ہے، امام سبکی شفاء السقام[عہ] میں فرماتے ہیں:

جھالۃ العین وھو غالب اصطلاح اھل ھذا الشان فی ھذا الاطلاق[2]۔

محدثین جب مطلقاً مجہول کا لفظ بولیں تو اکثر طور پر اس سے مراد مجہول العین ہوتا ہے۔ (ت)

فائدہ ۵ (فائدہ ۵ متعلق افادہ ۲۱ کہ قبول ضعیف کے لیے ورود صحیح کی حاجت نہیں) ہم نے افادہ ۲۱ میں روشن دلیلوں سے ثابت کیا کہ مادون الاحکام میں ضعیف محتاج ورود صحیح نہیں اور دلیل ثابت میں اس کے دس نظائر کے پتے دئے سب سے اجل واعظم یہ کہ اکابر ائمہ کرام اعاظم محدثین اعلام مثل امام ابن عساکر و امام ابن شاہین و امام ابوبکر خطیب بغدادی و امام سہیلی و امام محب الدین طبری و علامہ ناصر الدین ابن المنیر و علامہ ابن سید الناس و حافظ ابن ناصر و خاتم الحفاظ و علامہ زرقانی وغیرہم نے حدیث احیاء ابوین کریمین کو باوصف تسلیم ضعف دربارۂ فضائل

عہ فی الباب الاول تحت حدیث الاول ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفٰی مسئلہ مجہول الحال الخ مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۲/ ۱۴۹

[2] شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام الحدیث الاول مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۹

marfat.com

Marfat.com

ایسا معمول و مقبول مانا کہ اسے احادیث صحاح سے کہ بظاہر مخالف تھیں متاخر ٹھہرا کر اُن کا ناسخ جانا تو خود اس باب میں حدیث صحیح کی حاجت درکنار اُس کے مقابل کی صحاح اُس سے منسوخ ٹھہرائیں۔ شرح مواہب لدنیہ میں ہے:

قال السیوطی فی سبیل النجاۃ مال الی ان اللّٰہ تعالٰی احیاھما حتی اٰمنا بہ طائفۃ من الائمۃ وحفاظ الحدیث واستندوا الی حدیث ضعیف لا موضوع کالخطیب وابن عساکر وابن شاھین والسہیلی والمحب الطبری والعلامۃ ناصر الدین ابن المنیر وابن سید الناس ونقلہ عن بعض اھل العلم ومشی علیہ الصلاح الصفدی، والحافظ ابن ناصر، وقد جعل ھؤلاء الائمۃ ھذا الحدیث ناسخا للاحادیث الواردۃ بما یخالفہ ونصوا علی انہ متاخر عنھا فلا تعارض بینہ وبینھا اھ وقال فی الدرج المنیفۃ جعلوہ ناسخا ولم یبالوا بضعفہ لان الحدیث الضعیف یعمل بہ فی الفضائل والمناقب وھذہ منقبۃ ھذا کلام ھذا الجہبذ وھو فی غایۃ التحریر[1] اھ ملخصا۔

امام سیوطی نے سبیل النجاۃ میں فرمایا کہ ائمہ اور حفاظِ حدیث کی ایک جماعت اس طرف مائل ہے کہ اللہ تعالٰی نے حضور علیہ السلام کے والدین کریمین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ کی ذاتِ اقدس پر ایمان لائے، یہ قول انہوں نے ایک ایسی حدیث کی بنا پر کیا ہے جو ضعیف ہے موضوع نہیں، وہ ائمہ یہ ہیں مثلاً خطیب بغدادی، ابن عساکر، ابن شاہین، سہیلی، محب طبری، علامہ ناصر الدین بن منیر اور ابن سید الناس۔ اسے بعض اہل علم سے نقل کیا اور اسی پر صلاح الصفدی اور حافظ ابن ناصر چلے ہیں اور ان ائمہ نے اس مذکورہ حدیث کو اس سلسلہ میں وارد مخالف احادیث کے لیے ناسخ قرار دیا اور تصریح کی ہے کہ یہ حدیث ان سے موخر ہے لہذا اس کے اور ان کے درمیان کوئی تعارض نہیں اھ اور درج المنیفہ میں فرمایا کہ اس حدیث کو محدثین نے ناسخ قرار دیتے ہوئے اس کے ضعف کی پروا نہیں کی کیونکہ فضائل و مناقب میں ضعیف حدیث پر عمل کیا جاتا ہے اور یہ (والدین کا اسلام لانا) آپ کی منقبت ہے، یہ ان ماہرین حدیث کا کلام ہے اور یہ اس مسئلہ میں انتہائی بہتر رائے اور تحریر ہے اھ ملخصا (ت)

تنبیہ ضروری (وہابیہ کے ایک کید پر آگاہ کرنا) **اقول** جب کسی اصل کا کلمات علماء سے اثبات منظور ہو تو اس کے لیے کافی ہے کہ انہوں نے فلاں فلاں فروع میں اس پر مشی فرمائی معلوم ہوا کہ یہ اصل اُن کے نزدیک متاصل ہے اُن کلمات کی نقل سے غرض مستدل اسی قدر امر سے متعلق اگرچہ وہ فرع خاص بنظر کسی اور وجہ کے اس کو مسلّم نہ ہو مثلاً ہم نے افادہ ۲۸ میں اس امر کے استحباب کو کہ موضوعیت مستلزم ممنوعیت نہیں کلام ائمہ سے چند نظائر

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ باب وفات امہ وما یتعلق بابویہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعۃ العامرۃ مصر ۱/۱۹۷

marfat.com
Marfat.com

نقل کیے کہ دیکھو حدیث کو موضوع اور فعل کو مشروع ماننا اسی قدر سے استدلال تمام ہوگیا اگرچہ ہمیں ان بعض احادیث کی وضع تسلیم نہ ہو، یونہی یہاں آتنی بات سے کام ہے کہ علمائے کرام نے ضعیف کو صحیح سے اتنا مستغنی مانا کہ ناسخ جانا دعوٰی غنا مؤید و مشید ہوگیا اگرچہ ہم قائل نسخ نہ ہوں اور دوسرے طور پر صحاح کا معارضہ دفع کرکے ان ضعاف کو قبول کریں، یہ نکتہ ہمیشہ ملحوظ رکھنے کا ہے کہ متکلمین وہابیہ دھوکے دیتے اور خارج از مبحث اُس فرع کے ترجیح و تزییف کی طرف کترا جاتے ہیں۔ خاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد نے قاعدہ یازدہم اصول الرشاد شریف میں اُن سُفہاکے اس کید ضعیف کی طرف ایمائے لطیف فرمایا یونہی فقیر نے آخر نکتہ جلیلہ فصل سیزدہم نوع اول مقصد سوم کتاب حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات[13] میں اس کی نظیر پر متنبہ کیا فلیحفظ۔

فائدہ ۶ (فائدہ ۶ متعلق افادہ ۲۰ کہ حدیث ضعیف بعض احکام میں بھی مقبول) افادہ ۲۰ میں گزرا کہ فضائل تو فضائل بعض احکام میں بھی حدیث ضعیف مقبول ہے جبکہ محل محل احتیاط و نفع بے ضرر ہو اُس کی ایک اور نظیر تیز علامہ حلبی کا فرمانا ہے کہ نماز میں سُترہ کو سیدھا اپنے سامنے نہ رکھے بلکہ دہنی یا بائیں ابرو پر ہو کہ حدیث میں ایسا وارد ہوا اور وہ اگرچہ ضعیف ہے مگر ایسے حکم میں مقبول۔

حیث قال ینبغی ان یجعلها حیال احد حاجبیہ لما روی ابوداود من حدیث ضباعۃ بنت المقداد بن الاسود عن ابیھا رضی اللہ تعالٰی عنہ قال ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یصلی الی عود ولا عمود ولا شجرۃ الا جعلہ علی حاجبہ الایمن او الایسر ولا یصمد لہ صمدا، وقد اعل بالولید بن کامل و بجھالۃ ضباعۃ، لکن ھذا الحکم مما یجوز العمل فیہ بمثل ھذا، لانہ من الفضائل[1] اھ باختصار۔

الفاظ یہ ہیں مستحب یہ ہے کہ سُترہ دونوں ابروؤں میں سے کسی ایک کے سامنے کھڑا کیا جائے جیسا کہ ابوداؤد نے ضباعۃ بنت مقداد بن اسود اور انہوں نے اپنے والد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کسی لکڑی، ستون یا درخت کی طرف نماز ادا کرتے ہوئے نہیں دیکھا مگر آپ اس کو اپنی دائیں یا بائیں ابرو مبارک کے سامنے کر دیتے بالکل سیدھا اس کی طرف رُخ نہ ہوتا۔ اس حدیث کو ولید بن کامل اور ضباعۃ کے مجہول ہونے کی وجہ سے معلول قرار دیا گیا، لیکن یہ حکم ان مسائل میں سے ہے جن پر عمل اس طرح کی روایت سے جائز ہے کیونکہ یہ مسئلہ فضائل اعمال سے ہے اھ باختصار۔ (ت)

عہ اواخر کراہۃ الصلاۃ قبیل الفروع ۱۲ منہ (م)

[1] غنیۃ المستملی فروع فی الخلاصہ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۶۸

marfat.com

Marfat.com

ایک اور اعلیٰ واجل نظیر کلام امام[۱] حافظ محدث ابوبکر بیہقی و امام[۲] محقق علی الاطلاق و امام[۳] ابن امیر الحاج وعلامہ[۴] ابراہیم حلبی وعلامہ[۵] حسن شرنبلالی وعلامہ[۶] سید احمد طحطاوی وعلامہ سید ابن عابدین شامی وغیرہم علمائے اعلام رحمہم اللہ تعالٰی سے یہ ہے کہ سنن ابی داؤد و ابن ماجہ میں بطریق ابوعمر یا ابومحمد بن محمد بن حریث عن جدہ حریث رجل من بنی عذرۃ، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن ابی القاسم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دربارۂ سترۂ نماز مروی ہوا:

فان لم یکن معه عصا فلیخطط خطا[۱]

اگر اس کے پاس لکڑی نہ ہو تو اپنے سامنے ایک خط کھینچ لے۔

امام ابوداؤد نے کہا امام سفین بن عیینہ نے فرمایا:

لم نجد شیأ نشد به هذا الحدیث ولم یجئ الامن هذا الوجه[۲]۔

ہم نے کوئی چیز نہ پائی جس سے اس حدیث کو قوت دیں اور اس سند کے سوا دوسرے طریق سے نہ آئی۔

یونہی امام شافعی و امام بیہقی و امام نووی وغیرہم ائمہ نے اس کی تضعیف[عہ] فرمائی بایں ہمہ ائمہ وعلمائے مذکورین

عہ قال فی الحلیة ثم فی رد المحتار قد یعارض تضعیفه بتصحیح احمد وابن حبان وغیرهما لما وعقبه فی الحلیة بما یاتی عنها من قوله و یظهر ان الاشبه الخ وقال فی المرقاة قد اشار الشافعی الی ضعفه واضطرابه قال ابن حجر صححه احمد وابن المدینی وابن المنذر وابن حبان وغیرهم وجزم بضعفه النووی اھ ملخصا قلت وهو وان فرض صحته لم یضرنا فیما نحن بصدده لما قدمنا انفا فی التنبیه ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

حلیہ پھر ردالمحتار میں ہے کہ اس کی تضعیف کبھی احمد اور ابن حبان وغیرہ کی تصحیح کے معارض ہوتی ہے اور حلیہ میں اس کا تعاقب ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے جو آگے آرہے ہیں یعنی "وان یظھر ان الاشبہ الخ" اور مرقات میں ہے کہ امام شافعی نے اس کے ضعف اور اضطراب کی طرف اشارہ کیا ہے، ابن حجر نے کہا کہ احمد، ابن مدینی، ابن منذر اور ابن حبان وغیرہ نے اس کی تصحیح کی ہے اور امام نووی نے اس کے ضعف پر جزم کیا ہے اھ ملخصا۔ میں کہتا ہوں اگر اس کی صحت ہی فرض کر لی جائے تو ہمارے بیان کردہ مسئلہ میں یہ نقصان دہ نہیں جیسا کہ ابھی ہم نے تنبیہ میں اس کا ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] و [۲] سنن ابی داؤد باب الخط اذا لم یجد عصاً مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۰۰

marfat.com

Marfat.com

نے تصریح کی کہ حدیث ضعیف سہی ایسے حکم میں حجت و مقبول ہے کہ اُس میں نفع بے ضرر ہے، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ امام ابن حجر مکی سے منقول ؛

قال البیہقی لاباس بالعمل بہ وان اضطرب اسنادہ فی مثل ھذا الحکم ان شاء اللہ تعالٰی۔[1]

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس حدیث کی سند میں اضطراب ہے مگر اس طرح کے مسائل میں اس پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں ان شاء اللہ تعالٰی۔ (ت)

حلیہ میں فرمایا ؛

یظھر ان الاشبہ قول البیہقی ولاباس بالعمل بھذا الحدیث فی ھذا الحکم ان شاء اللہ تعالٰی وجزم بہ شیخنا رحمہ اللہ تعالٰی فقال والسنۃ اولی بالاتباع۔[2]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ بیہقی کا قول اس حکم میں اس حدیث پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں ان شاء اللہ تعالٰی اشبہ و مختار ہے، اور اسی پر ہمارے شیخ رحمہ اللہ تعالٰی نے یہ کہتے ہوئے جزم فرمایا کہ سنّت زیادہ لائقِ اتباع ہے۔ (ت)

غنیہ میں ہے ؛

من جوزہ استدل بحدیث ابی داود وتقدم مافیہ لکن قد یقال انہ یجوز العمل بمثلہ فی الفضائل کما مرآنفا ولذا قال ابن الھمام والسنۃ اولٰی بالاتباع[3] اھ ملخصا۔

جس نے جائز قرار دیا اس کا حدیث ابی داؤد سے استدلال ہے اور اس حدیث میں جو ہے وہ پیچھے بیان ہو چکا، لیکن کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ فضائل میں ایسی حدیثِ ضعیف پر عمل جائز ہے جیسا کہ ابھی گزرا اور اسی لیے امام ابن الہمام نے فرمایا سنّت زیادہ لائقِ اتباع ہے اھ ملخصاً (ت)

نیز غنیہ پھر امداد الفتاح شرح نور الایضاح پھر حاشیہ طحطاویہ علی مراقی الفلاح میں ہے ؛

ان سلوا انہ یعنی الخط غیر مفید فلاضرر فیہ مع مافیہ من العمل بالحدیث الذی یجوز العمل بہ فی مثلہ۔[4]

اگر تسلیم کر لیا جائے کہ خط مفید نہیں تو اس میں کوئی ضرر نہیں باوجود اس کے محلِ نظر ہونے کے یہ حدیث ان میں سے ہے جس پر ایسے احکام میں عمل جائز ہوتا ہے۔ (ت)

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب السترۃ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۲۴۶
[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
[3] غنیۃ المستملی فروع فی الخلاصہ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۶۸
[4] " " ص ۳۶۹

marfat.com

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے :

یسن الخط کما ھو الروایۃ الثانیۃ عن محمد لحدیث ابی داود فان لم یکن معہ عصا فلیخط خطا وھو ضعیف لکنہ یجوز العمل بہ فی الفضائل ولذا قال ابن الھمام والسنۃ اولی بالاتباع[1] اھ۔

خط کھینچنا مسنون ہے جیسا کہ امام محمد کی روایت ثانیہ ہے انہوں نے ابوداؤد کی اس حدیث سے استدلال کیا : اگر نمازی کے پاس عصا (لکڑی) نہ ہو تو ایک خط کھینچ لے۔ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن فضائل میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے اس بنا پر امام ابن ہمام نے فرمایا : سنت زیادہ لائقِ اتباع ہے[1] (ت)

تنبیہ (فضائلِ اعمال سے مراد اعمالِ حسنہ ہیں ، نہ صرف ثوابِ اعمال) ان دونوں نظیروں میں علامہ ابراہیم حلبی اور نظیر اخیر میں علامہ شامی کا ان افعال یعنی سُترہ کو ابرو کے مقابل رکھنے یا خط کھینچنے کو فضائل سے بتانا اُس معنی کی صریح تصریح کر رہا ہے جو فقیر نے حاشیہ افادہ ۲۱ میں ذکر کیا تھا کہ فضائلِ اعمال سے مراد اعمالِ فضائل ہیں یعنی وُہ اعمال کہ بہتر و مستحسن ہیں نہ خاص ثوابِ اعمال ، یہاں سے خیالات باطلہ گنگوہیہ کی تفضیح کامل ہوتی ہے وللہ الحمد۔

فائدہ ۷ (حدیثِ ضعیف سے سنّیت بھی ثابت ہو سکتی ہے یا نہیں) عبارت ردالمحتار کہ ابھی منقول ہُوئی بتا رہی ہے کہ امثال مقام میں نہ صرف استحباب بلکہ سنّیت بھی حدیث ضعیف سے ثابت ہو سکتی ہے یونہی افادہ ۲ میں علی قاری کا ارشاد گزرا کہ حدیث ضعیف کے سبب ہمارے علماء نے مسح گردن کو مستحب یا سنّت مانا۔

اقول لکن قال الامام ابن امیر الحاج فی الحلیۃ بعد ما ذکر حدیث ابن ماجۃ عن الفاکہ وعن ابن عباس والبزار عن ابی رافع رضی اللہ تعالٰی عنہم فی اغتسال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوم العیدین وقال ان فی اسانید ھذہ ضعفاء مانصہ ، واستنان غسل العیدین ان قلنا بان تعدد الطرق الواردۃ فیہ یبلغ درجۃ الحسن ، والا لندب وفی ذلک تامل اھ[2] فقد اشار رحمہ اللہ تعالٰی الٰی

اقول لیکن امام ابن امیر الحاج نے حلیہ میں عیدین کے دن نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے غسل کے بارے میں حدیث ابن ماجہ ، فاکہ ، ابن عباس سے اور حدیث بزار ابورافع رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کرنے کے بعد کہا کہ ان اسانید میں راوی ضعیف ہیں ، اور پھر کہا کہ عیدین کے موقع پر غسل سنّت ہے اگر ہم یہ کہیں کہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہونے کی بنا پر حسن کا درجہ پا چکی ہے اور اگر یہ نہیں تو غسل مستحب ہے اور اس میں تامل ہے اھ امام رحمہ اللہ تعالٰی نے اس بات

---

[1] ردالمحتار باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۱

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com

Marfat.com

ان الضعیف لایفید الاستنان ولك ان تقول ان السنۃ ربما تطلق علی المستحب کعکسہ کما صرحوابھما فیتجہ کلام الشامی و القاری وبہ یحصل التوفیق بین الروایتین عن علمائنا فی المسألۃ اعنی مسألۃ الخط فمن اثبت اراد الاستحسان ومن نفی نفی الاستنان وقد کان متأیدا بمافی الحلیۃ ھل ینوب الخط بین یدیہ منابھا فعن ابی حنیفۃ وھواحدی الروایتین عن محمد انہ لیس بشیئ ای لیس بشیئ مسنون اھ ولولا انہ زاد بعدہ بل فعلہ و ترکہ سواء انتھی ففیہ بعد بعد فافھم۔

کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حدیث ضعیف سنّت کا فائدہ نہیں دیتی، اور تیرے لیے یہ جائز ہے کہ تُو کہے کہ بعض سنّت کا اطلاق مستحب اور مستحب کا سنت پر ہوتا رہتا ہے جیساکہ فقہانے اس کی تصریح کی ہے، لہذا امام شامی اور قاری کے کلام کی توجیہ ہوجائے گی اور اسی سے مسئلہ خط میں ہمارے علمائے سے مروی دو روایات میں تطبیق بھی ہوجائے گی پس جس نے اسے ثابت کیا اس نے اس سے استحسان کا ارادہ کیا اور جس نے نفی کی اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ سنّت نہیں اور اس کی تائید حلیہ کی اس عبارت سے ہوتی ہے کہ کیا خط سترہ کے قائم مقام ہوگا یا نہیں ؟ تو امام ابوحنیفہ اور ایک روایت کے مطابق امام محمد فرماتے ہیں کہ یہ کوئی شئی نہیں یعنی سنّت نہیں اھ کاش اس کے بعد وہ یہ اضافہ نہ کہتے کہ اس کا کرنا اور چھوڑنا برابر ہے انتہی، اس میں نہایت ہی بعد ہے اسے اچھی طرح سمجھ لو۔ (ت)

فائدہ ۸ (فائدہ ۸ متعلق افادہ ۱۱ کہ وضع یا ضعف کا حکم کبھی بلحاظ سند خاص ہوتا ہے نہ بلحاظ اصل حدیث) ہم نے افادہ ۱۱ میں بہت نصوص نقل کیے کہ بارہا محدثین کا کسی حدیث کو موضوع یا ضعیف کہنا ایک سندخاص کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ اصل حدیث کے۔ اور سُنیے حدیث صحیح زکوٰۃ حلی، مروی سنن ابی داؤد ونسائی:

امرأۃ اتت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومعھا ابنۃ لھا وفی ید ابنتھا مسکتان غلیظتان من ذھب فقال تعطین زکاۃ ھذا قالت لاقال ایسرك ان یسورك اللہ بھما یوم القیٰمۃ سوارین من نار قال فخلعتھما فالقتھما الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

یعنی ایک بی بی خدمتِ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں اُن کی بیٹی ان کے ساتھ تھیں دُختر کے ہاتھ میں سونے کے کڑے تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ عرض کی نہیں۔ فرمایا کیا تجھے یہ پسند ہے کہ اللہ عزوجل قیامت میں ان کے

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com

Marfat.com

فقالت هما لله و رسوله[1] | بدلے آگ کے کنگن پہناتے، اُن بی بی نے کڑے اتار کر ڈال دیے اور عرض کی یہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

جسے امام ابوالحسن ابن القطان و امام ابن الملقن و علامہ سید میرک نے کہا: اسنادہ صحیح[2] (اس کی سند صحیح ہے) امام عبدالعظیم منذری نے مختصر میں فرمایا: اسنادہ لا مقال فیہ[3] (اس کی سند میں کچھ گفتگو نہیں) محقق علی الاطلاق نے فرمایا: لا شبهة فی صحتہ[4] (اس کی صحت میں کچھ شبہہ نہیں) امام ترمذی نے جامع میں روایت کرکے فرمایا: لا یصح فی هذا الباب عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم شیئ[5] (اس باب میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کچھ صحیح مروی نہ ہوا) امام منذری نے فرمایا: لعل الترمذی قصد الطریقین الذین ذکرهما والا فطریق ابی داود لا مقال فیه[6] (شاید ترمذی ان دو طریق کو کہتے ہیں جو انہوں نے ذکر کیے ورنہ سند ابی داؤد میں اصلاً گفتگو نہیں) ابن القطان نے فرمایا:

انما ضعف هذا الحدیث لان عنده فیه ضعیفین ابن لهیعة والمثنی بن الصباح[7] | انھوں نے اس وجہ سے تضعیف کی کہ ان کے پاس اس کی سند میں دو راوی ضعیف تھے ابن لہیعہ اور مثنی بن الصباح۔

ذکره الامام المحقق فی الفتح ثم العلامة القاری فی المرقاة۔ | اسے امام محقق نے فتح القدیر اور ملا علی قاری نے مرقاۃ میں ذکر کیا۔ (ت)

اور سُنیے حدیث ردّ شمس کہ حضور پُرنور سید الانوار، ماہِ عرب، مہرِ عجم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے ڈوبا ہُوا آفتاب پلٹ آیا، مغرب ہو کر پھر عصر کا وقت ہوگیا یہاں تک کہ امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی

---

[1] سنن ابی داؤد باب الکنز ما ہو و زکوٰۃ الحلی مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۱۸
[2] فتح القدیر بحوالہ ابی الحسن ابن القطان فصل فی الذہب، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۶۴
[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/۱۶۴
[4] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/۱۶۵
[5] جامع الترمذی باب ماجاء فی زکوٰۃ الحلی ؍؍ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۸۱
[6] فتح القدیر بحوالہ المنذر فصل فی الذہب ؍؍ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۶۴
[7] ؍؍ بحوالہ ابن القطان ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/۱۶۴

marfat.com

Marfat.com

وجہہ الکریم نے نمازِ عصر ادا کی جسے طحاوی و امام قاضی عیاض و امام مغلطائی و امام قطب خیضری و امام حافظ الشان عسقلانی و امام خاتم الحفاظ سیوطی وغیرہم اجلۂ کرام نے حسن وصحیح کہا کما ھو مفصل فی الشفاء وشروحہ و المواھب وشرحہا (جیسے شفاء اس کی شروح اور مواہب اور اس کی شرح زرقانی میں تفصیلاً مذکور ہے۔ت)

علامہ شامی اپنی سیرت پھر علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

اما قول الامام احمد وجماعۃ من الحفاظ بوضعہ فالظاہر انہ وقع لھم من طریق بعض الکذابین والا فطرقہ السابقۃ یتعذر معہا الحکم علیہ بالضعف فضلا عن الوضع[1]۔

امام احمد اور حفاظ کی ایک جماعت کا اسے موضوع قرار دینا اس وجہ سے ہے کہ ان کو یہ روایت ایسے لوگوں کے ذریعے پہنچی ہو گی جو کذاب تھے ورنہ اس کی سابقہ تمام اسانید پر ضعف کا حکم لگانا متعذر ہے، چہ جائیکہ اسے موضوع کہا جائے۔ (ت)

عام ترثینیے امام شیخ الاسلام عمدۃ الکرام مرجع العلماء الاعلام تقی الملۃ والدین ابوالحسن علی بن عبدالکافی سبکی قدس سرہ الملکی کتاب مستطاب منظر الصواب مرغم الشیطان مدغم الایمان شفاء السقامعــہ فی زیارۃ خیر الانام علیہ وعلٰی آلہٖ افضل الصلاۃ والسلام میں فرماتے ہیں:

ومما یجب ان یتنبہ لہ ان حکم المحدثین بالانکار والاستغراب قد یکون بحسب تلک الطریق فلا یلزم من ذلک رد متن الحدیث بخلاف اطلاق الفقیہ ان الحدیث موضوع فانہ حکم علی المتن من حیث الجملۃ[2]۔

اس سے آگاہ رہنا واجب ہے کہ محدثین کا کسی حدیث کو منکر یا غریب کہنا کبھی خاص ایک سند کے لحاظ سے ہوتا ہے تو اس سے اصل حدیث کا رد لازم نہیں آتا بخلاف فقیہ کے موضوع کہنے کے کہ وہ بالاجمال اُس متن پر حکم ہے۔

لطیفہ جلیلہ منیفہ: (لطیفہ جلیلہ منیفہ جان پر لاکھ من کا پہاڑ) ابوداؤد ونسائی کی یہ حدیث صحیح عظیم جلیل جس میں اُن بی بی نے کڑوں کے صدقہ کرنے میں اللہ عزوجل کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

عــہ فی الباب الاول تحت الحدیث الخامس من حج البیت فلم یزرنی فقد جفانی ۱۲ منہ (م)

باب اول میں حدیث خامس کے تحت یہ مذکور ہے: جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا ۱۲ منہ (ت)

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ردشمس لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر ۵/ ۱۳۲

[2] شفاء السقام الحدیث الخامس مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۹

marfat.com

Marfat.com

کا نام پاک بھی ملایا اور حضور نے انکار نہ فرمایا بعینہٖ یہی مضمون صحیح بخاری و صحیح مسلم نے حدیث توبہ کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں روایت کیا کہ جب ان کی توبہ قبول ہوئی عرض کی،

یارسول اللہ ان من توبتی ان انخلع من مالی صدقۃ الی اللہ والی رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم[1]۔

یارسول اللہ! میری توبہ کی تمامی یہ ہے کہ میں اپنا سارا مال اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے صدقہ کردوں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا۔ یہ حدیثیں حضراتِ وہابیہ کی جان پر آفت ہیں انھیں دو پر کیا موقوف فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے بجواب استفتائے بعض علمائے دہلی ایک نفیس وجلیل وموجز رسالہ مسمّی بنام تاریخی الامن والعلیٰ لناعتی المصطفیٰ بدافع البلاء[۱۳] ملقب بلقب تاریخی اکمال الطامہ علی شرک سوی بالامور العامہ تالیف کیا اس میں ایسی بہت کثیر وعظیم باتوں کا آیات واحادیث سے صاف وصریح ثبوت دیا مثلاً قرآن وحدیث ناطق ہیں کہ اللہ ورسول[a] نے دولتمند کر دیا، اللہ ورسول نگہبان ہیں، اللہ ورسول بے والیوں کے والی ہیں، اللہ ورسول مالوں کے مالک ہیں، اللہ ورسول زمین کے مالک ہیں، اللہ ورسول کی طرف توبہ، اللہ ورسول کی دوہائی، اللہ ورسول دینے والے ہیں، اللہ ورسول سے دینے کی توقع، اللہ ورسول نے نعمت دی، اللہ ورسول نے عزت بخشی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی اُمت کے حافظ ونگہبان ہیں، حضور کی طرف سب کے ہاتھ پھیلے ہیں، حضور کے آگے سب گڑگڑا رہے ہیں، حضور ساری زمین کے مالک ہیں، حضور سب آدمیوں کے مالک ہیں، حضور تمام امتوں کے مالک ہیں، ساری دنیا کی مخلوق حضور کے قبضہ میں ہے، مدد کی کنجیاں حضور کے ہاتھ ہیں، نفع کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں، جنت کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں، دوزخ کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں، آخرت میں عزت دینا حضور کے ہاتھ ہے، قیامت میں کل اختیار حضور کے ہاتھ ہیں، حضور مصیبتوں کو دور فرمانے والے، حضور سختیوں کے ٹالنے والے، ابوبکر صدیق و عمر فاروق حضور کے بندے، حضور کے خادم نے بیٹا دیا، حضور کے خادم رزق آسان کرتے ہیں، حضور کے خادم بلائیں دفع کرتے ہیں،

ع۱ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

ع۲ تا ع۱۲ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

ع۱۳ تا ع۳۲ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

---

[1] صحیح البخاری باب قول اللہ تعالیٰ لقد تاب اللہ علی النبی الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۷۵

marfat.com

Marfat.com

حضور[1] کے خادم بلندی مرتبہ دیتے ہیں، حضور[2] کے خادم تمام کاروبارِ عالم کی تدبیر کرتے ہیں، اولیا کے سبب بلا دُور ہوتی ہے، اولیا کے سبب رزق ملتا ہے، اولیا کے سبب مدد ملتی ہے، اولیا کے سبب مینہ اُترتا ہے، اولیا کے سبب زمین قائم ہے ۔ یہ اور ان جیسی بیسیوں باتیں صرف قرآن وحدیث سے لکھی ہیں، وہابی صاحب شرک وغیرہ جو حکم لگانا چاہیں اللہ ورسول کی جناب میں بکیں یا خدا ورسول سے لڑیں اگر لڑ سکیں ۔ اس میں یہ بھی روشن دلیلوں سے ثابت کر دیا ہے کہ وہابی مذہب نے یوسف علیہ الصلاۃ والسلام، عیسےٰ علیہ الصلاۃ والسلام، جبریل علیہ الصلاۃ والسلام اور خود حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم یہاں تک کہ خود رب العزت جل جلالہ کسی کو سخت تشنیع الزام لگانے سے نہیں چھوڑا ۔ ضمناً یہ بھی واضح دلائل سے بتا دیا گیا کہ وہابی صاحبوں کے نزدیک جناب شیخ مجدد صاحب و مرزا جانِ جاناں صاحب و شاہ ولی اللہ صاحب و شاہ عبدالعزیز صاحب اور اُن کے اساتذہ ومشائخ یہاں تک کہ خود میاں اسمٰعیل دہلوی سب کے سب پکے مشرک تھے، غرض وہابی مذہب پر شرک امور عامہ سے ہے جس سے معاذ اللہ ملائکہ سے لے کر رسولوں، بندوں سے لے کر ربّ جلیل تک، شاہ ولی اللہ سے لے کر ان کے پیروں اُستادوں، شاہ عبدالعزیز صاحب سے خود میاں اسمٰعیل تک کوئی خالی نہیں، وہابیت کا پھاگ نجدیت کی ہولی، شرک کا رنگ، تقویۃ الایمان کی پچکاری ہے، زور گھنگھور شراٹوں کا شور، سارا جہان شرابور، پوری قیدۃ اماوس پہ چھور، یہ انوکھا پھاگن بارہ ماوس جاری ہے ۔

اشراک بمذہبے کہ تا حق برسد
مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم

ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔

یہ مختصر رسالہ کہ چار جُز سے بھی کم ہے ایک سو تیس[۱۳۰] سے زیادہ فائدوں اور تینتیس[۳۳] آیتوں اور ستر سے زیادہ حدیثوں پر مشتمل ہے جو اس کے سوا کہیں مجتمع نہ ملیں گے بحمد اللہ تعالےٰ اُس کی نفاست، اُس کی جلالت، اُس کی صولت، اُس کی شوکت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے ۔

ذٰلک من فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لایشکرون[3] رب اوزعنی ان اشکر	یہ اللہ کا ہم پر اور لوگوں پر فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکرادا نہیں کرتے ۔ اے میرے رب مجھے اس

[1] و [2] صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

[3] القرآن ۱۲/۳۸

marfat.com

Marfat.com

نعمتك التى انعمت علىّ وعلى والدىّ وان اعمل صٰلحا ترضٰه[1] واصلح لى فى ذريتى انى تبت اليك وانى من المسلمين[1]o والحمد لله رب العٰلمين o

بات کی توفیق دے کہ میں ان نعمتوں پر تیرا شکر کروں جو تُو نے مجھ پر اور میرے والدین پر فرمائی ہیں، اور مجھے اچھے اعمال کی توفیق دے جن سے تُو راضی ہو جائے اور میری اولاد کی اصلاح فرما، میں تیری ہی طرف رجوع کرتا اور مسلمانوں میں سے ہُوں، تمام تعریف اللہ کے لیے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے (ت)

فائدہ ۹ : (وہ محدثین جو غیر ثقہ سے روایت کرتے) ہم نے افادہ ۲۱ میں ذکر کیا کہ محدثین میں بہت کم ایسے ہیں جن کا التزام تھا کہ ثقہ ہی سے روایت کریں جیسے شعبہ بن الحجاج و امام مالک و امام احمد، اور افادہ دوم میں یحیٰی بن سعید قطان وعبدالرحمٰن بن مہدی کو گنا، اور انھیں سے ہیں امام شعبی وبقی بن مخلد و حریز بن عثمٰن وسلیمٰن بن حرب ومظفر بن مدرک خراسانی و امام بخاری۔ مقدمہ صحیح مسلم شریف میں ہے :

حدثنی ابوجعفر الدارمی ثنا بشر بن عمر قال سألت مالك بن انس (فذكر الحديث قال) و سألته عن رجل اٰخر نسيت اسمه فقال هل رأيته فى كتبى قلت لا قال لو كان ثقة لرأيته فى كتبى[2]۔

ابوجعفر دارمی نے مجھے حدیث بیان کی کہ ہمیں بشر بن عمر نے بتایا کہ میں نے مالک بن انس سے پُوچھا (پھر تمام حدیث بیان کی اور کہا) اور میں نے ایک دوسرے آدمی کے بارے میں ان سے پُوچھا جن کا نام میں اس وقت بھول گیا تو انھوں نے فرمایا کیا تُو نے اسے میری کتب میں پایا ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا اگر وہ ثقہ ہوتے تو میری کتب میں انھیں ضرور پاتا۔ (ت)

منہاج امام نووی میں ہے :

هذا تصريح من مالك رحمه الله تعالٰى بان من ادخله فى كتابه فهو ثقة فمن وجدناه فى كتابه حكمنا بانه ثقة عند مالك وقد لا يكون ثقة عند غيره[3]۔

یہ امام مالک کی تصریح ہے کہ جسے وہ اپنی کتاب میں ذکر کریں گے وہ ثقہ ہوگا تو اب ہم ان کی کتاب میں جسے پائیں ہم اسے امام مالک کے نزدیک ثقہ سمجھیں گے اور کبھی ان کے غیر کے ہاں وہ شخص ثقہ نہیں ہوگا۔ (ت)

---

[1] القرآن ۴۶/ ۱۵

[2] صحیح مسلم باب بیان ان الاسناد من الدین الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹

[3] شرح صحیح مسلم النووی " " " " " " " ۱/ ۱۹

marfat.com

Marfat.com

میزان میں ہے :

ابراهیم بن العلاء ابو هارون الغنوی وثقه جماعة ووهاه شعبة فیما قیل ولم یصح بل صح انه حدث عنه[1]

ابراہیم بن العلاء - ابوہارون غنوی کو ایک جماعت نے ثقہ قرار دیا ہے اور کہا گیا ہے کہ شعبہ نے انھیں کمزور کہا، اور یہ صحیح نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ شعبہ نے ان سے حدیث بیان کی ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے :

عبد الاکرم بن ابی حنیفة عن ابیه وعنه شعبة لایعرف لکن شیوخ شعبة جیاد اھ[2]

عبدالاکرم بن ابی حنیفہ اپنے والد سے اور ان سے شعبہ نے روایت کیا ہے اور وہ معروف نہیں لیکن شعبہ کے تمام اساتذہ جید ہیں اھ (ت)

اقول لکن قال یزید بن هارون قال شعبة داری وحماری فی المساکین صدقة ان لم یکن ابان ابن ابی عیاش یکذب فی الحدیث قلت له فلم سمعت منه ؟ قال ومن یصبر عن ذا الحدیث – یعنی حدیثه عن ابراهیم عن علقمة عن عبد الله عن امه انها قالت رأیت رسول صلی الله تعالٰی علیه وسلم قنت فی الوتر قبل الرکوع کما فی المیزان[3] ولك التفصی عنه بان السماع شیئ والتحدیث شیئ، والکلام فی الاخیر وان کان اسم الشیخ یتناول الوجهین وسنذکر اٰخر هذه الفائدة ان

اقول لیکن یزید بن ہارون نے بیان کیا کہ شعبہ نے کہا کہ میرا گھر اور میری سواری مساکین میں صدقہ ہے، اگر ابان ابن ابی عیاش حدیث میں جھوٹا نہ ہو، میں نے انھیں کہا تو پھر آپ نے ان سے کیوں سماع کیا؟ تو اس نے فرمایا کون ہے جو صاحب حدیث سے حدیث لینے سے باز رہے، اس سے انھوں نے ان کی وہ حدیث مراد لی جو ابراہیم سے علقمہ سے عبداللہ سے اور انھوں نے اپنی والدہ سے بیان کی ہے، وہ بیان کرتی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھی ہے جیسا کہ میزان میں ہے، اور تیرے لیے اس سے خلاصی کی صورت

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۱۵۲ ابراہیم بن العلاء مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۱/ ۴۹
[2] " " " ۴۷۳۴ عبدالاکرم " " ۲/ ۵۳۲
[3] " " " ۱۵ ابان ابن ابی عیاش " " ۱/ ۱۱

marfat.com

Marfat.com

الامام بما حمل عمن شاء، فاذا حدث تثبت نعم لعل الصواب التقييد بمن حدث عنه فى الاحكام دون ما يتساهل فيه لما تقدم فى الافادة الثالثة والعشرين من قول ابن عدى ان شعبة حدث عن الكلبى ورضيه بالتفسير[1] كما نقله فى الميزان وفيه ايضا فى محمد بن عبد الجبار قال العقيلى مجهول بالنقل قلت شيوخ شعبة نقاوة الا النادر منهم وهذا الرجل قال ابوحاتم شيخ[2] قلت وهذا لا يضر فقد يكون الرجل ثقة عنده وعند غيره مجروح او مجهول حتى ان من شيوخه الذين وثقهم وصرح بحسن الثناء عليهم جابر بن يزيد الجعفى ذاك الضعيف الرافضى المتهم قال الامام الاعظم رضى الله تعالٰى عنه ما رأيت فيمن رأيت افضل من عطاء ولا اكذب من جابر الجعفى[3] وكذلك كذبه ايوب وزائدة ويحيٰى والجوزجانى وتركه القطان وابن مهدى والنسائى وآخرون۔

یہ ہے کہ سماع اور شئی ہے اور حدیث بیان کرنا اور ہے، گفتگو دوسرے میں ہے اگرچہ شیخ کا نام دونوں کے لیے مستعمل ہے عنقریب ہم اس فائدہ کے آخر میں ذکر کریں گے کہ امام شعبہ کبھی جس سے چاہے روایت لیتا ہے تو جب حدیث بیان کرے تو اس پر ثابت قدم رہ۔ ہاں شاید درست یہ ہو کہ اسے مقید کردیا جائے اس شخص کے ساتھ جس سے احکام کی احادیث بیان کی گئی ہیں نہ کہ وہ احادیث جن میں نرمی کی جاتی ہے جیسا کہ تیئیسویں افادہ میں ابن عدی کا یہ قول گزرا ہے کہ شعبہ نے کلبی سے روایت کی ہے اور باب تفسیر میں اسے پسند کیا ہے میزان میں اسی طرح منقول ہے اور اس میں محمد بن عبد الجبار کے بارے میں بھی ہے کہ عقیلی نے کہا کہ وہ مجہول بالنقل ہے ـــــ میں کہتا ہوں کہ شعبہ کے تمام شیوخ جید ہیں مگر بہت کم ایسے ہیں جو جید نہ ہوں، اور یہ وہ آدمی ہیں جس کے بارے میں ابوحاتم نے کہا شیخ ہے اھ ـــ قلت یہ نقصان دہ نہیں یہ ہوتا رہتا ہے کہ ایک آدمی ایک محدث کے ہاں ثقہ ہے دوسرے کے ہاں مجروح یا مجہول ہوتا ہے حتی کہ اس کے شیوخ وہ ہیں جن کو ثقہ کہا گیا اور ان کی تعریف کی تصریح کی گئی ان میں سے جابر بن یزید الجعفی ہے جو ضعیف رافضی اور متہم ہے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا میں نے جو لوگ دیکھے ان میں عطا سے بڑھ کر سچا کسی کو نہیں پایا اور جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا کوئی نہیں دیکھا، اسی طرح ایوب، زائدہ، یحیٰی اور جوزجانی نے اسے جھوٹا قرار دیا۔ قطان، ابن مہدی، نسائی اور دیگر محدثین نے اسے ترک کردیا۔ (ت)

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۷۵۷۴، محمد بن السائب الکلبی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۳/۵۵۸

[2] 〃 〃 ۷۸۲۲، محمد بن عبد الجبار 〃 〃 〃 ۳/۶۱۳

[3] میزان الاعتدال ترجمہ ۱۴۲۵ جابر بن یزید الجعفی 〃 〃 〃 ۱/۳۸۰

marfat.com

Marfat.com

شفاء السقام[1] شریف میں ہے :

احمد رحمہ اللہ تعالٰی لم یکن یروی الا عن ثقۃ وقد صرح الخصم (یعنی ابن تیمیۃ) بذلك فی الکتاب الذی صنفہ فی الرد علی البکری بعد عشر کراریس منہ قال ان القائلین بالجرح والتعدیل من علماء الحدیث نوعان منھم من لم یرو الا عن ثقۃ عندہ کمالك وشعبۃ ویحیٰی بن سعید وعبد الرحمٰن بن مھدی واحمد بن حنبل وکذلك البخاری وامثالہ اھ[1]

امام احمد رحمہ اللہ تعالٰی ثقہ کے علاوہ کسی سے روایت نہیں کرتے اور مخالف (یعنی ابن تیمیہ) نے اس بات کی اپنی اس کتاب میں تصریح کی ہے جو اس نے بکری کے رد میں اس کے دس رسائل کے بعد لکھی، کہا کہ علماء جرح و تعدیل (حدیث میں) دو اقسام ہیں ایک وہ ہیں جو صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں مثلاً مالک، شعبہ، یحیٰی بن سعید، عبدالرحمٰن بن مہدی، احمد بن حنبل اور اسی طرح بخاری اور ان کے ہم مثل اھ (ت)

تہذیب التہذیب امام ابن حجر عسقلانی میں ہے :

خارجۃ بن الصلت البرجمی الکوفی روی عنہ الشعبی وقد قال ابن ابی خیثمۃ اذا روی الشعبی عن رجل وسماہ فھو ثقۃ یحتج بحدیثہ[2]

خارجہ بن الصلت برجمی کوفی جن سے شعبی نے روایت کیا ہے اور ابن ابی خیثمہ نے کہا کہ جب شعبی کسی شخص سے حدیث بیان کریں اور اس کا نام لیں تو وہ ثقہ ہوگا اس کی حدیث سے استدلال کیا جائے گا (ت)

تدریب[2] میں ہے :

من لا یروی الا عن عدل کابن مھدی ویحیٰی بن سعید[3] اھ اقول ولا ینکر علیہ بما فی المیزان عن عباس الدوری عن یحیٰی بن معین عن یحیٰی بن سعید لو لم اروالا عمن ارضی ما رویت الا عن خمسۃ اھ

وہ لوگ جو صرف عادل راویوں سے روایت لیتے ہیں مثلاً ابن مہدی اور یحیٰی بن سعید اھ اقول اور اس پر اس بات سے اعتراض نہیں کیا جاسکتا جو میزان میں عباس دوری نے یحیٰی بن معین سے انہوں نے یحیٰی بن سعید کے حوالے سے روایت

عـ۱ فی الباب الاول تحت حدیث الاول ۱۲ منہ (م)

عـ۲ فی ترجمۃ اسرائیل بن یونس ۱۲ منہ (م)

---

[1] شفاء السقام الحدیث الاول مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۱۰

[2] تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی ترجمہ ۱۴۵ خارجہ بن الصلت مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۳/ ۷۵

[3] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی روایۃ مجہول العدالۃ والمستور دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۳۱۷

marfat.com

Marfat.com

فان رضی یحییٰ غایۃ لا تدرك وکیف یظن بہ ان الخلق کلھم عندہ ضعفاء الا خمسۃ وانما المرضی لہ جبل ثبت شامخ راسخ لم یزل ولم یتزلزل ولا فی حرف ولا مرۃ۔

کی ہے کہ اگر میں اس شخص سے روایت کرتا ہوں جس سے میں راضی ہوتا ہوں تو میں صرف پانچ سے روایت کرتا ہوں اھ اور یحییٰ کے راضی ہونے کی غایت ومقصد معلوم نہیں اور یہ ان کے بارے میں کیسے گمان کیا جاسکتا ہے کہ پانچ کے علاوہ تمام لوگ ان کے نزدیک ضعیف ہوں اور ان کے ہاں پسندیدہ ومعتبر وہی شخص ہوگا جو اس فن میں پہاڑ کی مانند ٹھوس، مستحکم اور مضبوط ہو نہ زائل ہوا ور نہ حرکت کرے نہ کسی حرف میں نہ ایک مرتبہ میں (ت)

تہذیب التہذیب میں ہے:

سلیمٰن بن حرب بن بجیل الازدی الواشحی قال ابوحاتم امام من الائمۃ کان لایدلس وقال ابوحاتم ایضا کان سلیمٰن بن حرب قل من یرضی من المشایخ فاذا رأیتہ قد روی عن شیخ فاعلم انہ ثقۃ اھ[1] ملتقطا۔

سلیمان بن حرب بن بجیل ازدی داشحی کے بارے میں ابوحاتم کہتے ہیں کہ ائمہ حدیث میں سے امام ہیں اور وہ تدلیس نہیں کرتے تھے اور ابوحاتم نے یہ بھی کہا کہ سلیمان بن حرب بہت کم مشائخ کا اعتبار کرتے تھے لہذا جب آپ دیکھیں کہ انھوں نے کسی شیخ سے روایت کی ہے تو یقیناً وہ ثقہ ہی ہوگا اھ ملتقطاً (ت)

تقریب التہذیب میں ہے:

مظفر بن مدرك الخراسانی ابوکامل ثقۃ متقن کان لایحدث الاعن ثقۃ[2]۔

مظفر بن مدرک خراسانی ابوکامل ثقہ اور پختہ ہیں اور وہ ثقہ کے علاوہ کسی سے روایت نہیں کرتے تھے (ت)

نافعہ جامعہ: امام سخاوی فتح المغیث[ع] میں فرماتے ہیں:

تتمۃ من کان لایروی الاعن ثقۃ الا فی النادر الامام احمد وبقی بن مخلد وحریز بن عثمٰن

تتمہ ان لوگوں کے بارے میں جو ثقہ کے علاوہ سے روایت نہیں کرتے مگر شاذونادر۔ وہ امام احمد،

ع فی معرفۃ من تقبل روایتہ ۱۲ منہ (م)

جس کی روایت مقبول ہو اسکی معرفت میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی ترجمہ ۳۱۱ سلیمٰن بن حرب مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۴/۱۷۸ و ۱۷۹

[2] تقریب التہذیب من اسمہ مظفر مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی ص ۲۴۸

marfat.com

Marfat.com

وسليمٰن بن حرب وشعبة والشعبي وعبد الرحمٰن بن مهدي ومالك ويحيٰى بن سعيد القطان و ذلك في شعبة على المشهور فانه كان يتعنت في الرجال ولا يروي الا عن ثبت والا فقد قال عاصم بن علي سمعت شعبة يقول لو لم احدثكم الا عن ثقة لم احدثكم عن ثلثة وفي نسخة ثلثين و ذلك اعتراف منه بانه يروي عن الثقة وغيره فينظر وعلى كل حال فهو لا يروي عن متروك ولا عمن اجمع على ضعفه، واما سفيٰن الثوري فكان يترخص مع سعة علمه وورعه ويروي عن الضعفاء حتى قال فيه صاحبه شعبة لا تحملوا عن الثوري الا عمن تعرفون فانه لا يبالي عمن حمل وقال الفلاس قال لي يحيٰى بن سعيد لا تكتب عن معتمر الا عمن تعرف فانه يحدث عن كل اھ۔[1]

بقی بن مخلد، حریز بن عثمان، سلیمان بن حرب، شعبہ، شعبی، عبدالرحمٰن بن مہدی، مالک اور یحییٰ بن سعید القطان، اور شعبہ کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ لوگوں کے بارے میں سختی سے کام لیتے ہیں وہ صرف ثبت سے ہی روایت کرتے ہیں ورنہ عاصم بن علی کہتے ہیں کہ میں نے شعبہ کو یہ کہتے ہُوئے سنا کہ اگر میں تمہیں ثقہ کے علاوہ کسی سے حدیث بیان نہ کرتا تو صرف تین راویوں (بعض نسخوں میں تیس کا ذکر ہے) سے حدیث بیان کرتا۔ یہ ان کا اعتراف ہے کہ میں ثقہ اور غیر ثقہ دونوں سے روایت کرتا ہُوں لہٰذا غور وفکر کرلیا جائے، ہر حال میں وہ متروک سے روایت نہیں کرتے اور نہ اس شخص سے جس کے ضعف پر محدثین کا اتفاق ہو، رہا معاملہ سفیان ثوری کا تو وہ باوجود علمی وسعت اور ورع وتقوٰی کے نرمی کرتے ہوئے رخصت دیتے اور ضعفا سے روایت کرتے ہیں حتی کہ ان کے بارے میں ان کے شاگرد شعبہ نے کہا ہے کہ ثوری سے روایت نہ لو مگر ان لوگوں کے حوالے سے جن کو تم جانتے ہو کیونکہ وُہ پروا نہیں کرتے کہ وُہ کس سے حدیث اخذ کر رہے ہیں، فلاس کہتے ہیں کہ مجھے یحییٰ بن سعید نے کہا کہ معتمر سے نہ لکھو مگر ان لوگوں کے حوالے سے جن کو تم خود جانتے ہو کیونکہ وُہ ہر ایک سے حدیث اخذ کرتے ہیں اھ (ت)

اقول ماذكر عن عاصم فيجوز بل يجب حمله على مثل ما قدمنا في كلام يحيٰى كيف وان للثقة اطلاقا اخر اخص واضيق كما قال في التدريب ان ابن مهدي قال حدثنا ابو خلدة فقيل له اكان ثقة فقال كان صدوقا

اقول (میں کہتا ہوں) جو کچھ عاصم کے حوالے سے مذکور ہے اس کو اسی گفتگو پر محمول کرنا جائز بلکہ واجب ہے جو ہم نے پہلے کلام یحییٰ پر کی تھی اور یہ کیسے نہ ہو حالانکہ ثقہ کا ایک دوسرا اطلاق نہایت ہی محدود واخص ہے جیسا کہ تدریب میں ہے کہ ابن مہدی

---

[1] فتح المغیث شرح معرفۃ من تقبل روایتہ ومن ترد دار الامام الطبری بیروت ۲/ ۴۲ و ۴۳

marfat.com
Marfat.com

وکان مامونا وکان خیر الثقة شعبة وسفیٰن قال وحکی المروزی قال سألت ابن حنبل عبدالوهاب بن عطاء ثقة؟ قال لا تدری ماالثقة انما الثقة یحیٰی بن سعید القطان[1] اھ فعلیك بالتثبت فان الامر جلی واضح۔

کہتے ہیں کہ ہمیں ابوخلدہ نے بیان کیا کہ ان سے کہا گیا کہ کیا وُہ ثقہ ہے تو کہا کہ وہ صدوق اور مامون ہے اور بہتر ثقہ شعبہ اور سفیان ہیں اور کہا کہ مروزی نے بیان کیا کہ میں نے ابن حنبل سے عبدالوہاب بن عطا کے ثقہ ہونے کے بارے میں پُوچھا تو انہوں نے کہا تم ثقہ کو نہیں جانتے ثقہ صرف یحیٰی بن سعید القطان ہے اھ اس پر قائم رہنا کیونکہ معاملہ بڑا ہی واضح ہے۔ (ت)

ثم اقول (ہمارے امام اعظم جس سے روایت فرمالیں اس کی ثقاہت ثابت ہوگئی) انھیں ائمہ محتاطین سے ہیں علم اعلم امام اعظم سیدنا ابوحنیفہ النعمان انعم اللہ تعالٰی علیہ بانعام الرضوان ونعمہ بافخم نعم الجنان، یہاں تک کہ اگر بعض مختلطین سے روایت فرمائیں تو اخذ قبل التغیر پر محمول ہوگا جس طرح احادیث صحیحین میں کرتے ہیں محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں:

قال محمد بن الحسن رضی اللہ تعالٰی عنہ فی کتاب الاٰثار اخبرنا ابوحنیفة ثنا لیث بن ابی سلیم عن مجاهد عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ قال لیس فی مال الیتیم زکوٰۃ ولیث کان احد العلماء العباد وقیل اختلط فی اٰخر عمرہ ومعلوم ان اباحنیفة لم یکن لیذهب فیاخذ عنه فی حال اختلاطه ویرویه وهو الذی شدد فی امر الروایة مالم یشدده غیرہ علی ماعرف[2] اھ۔

امام محمد بن حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ کتاب الآثار میں فرماتے ہیں کہ ہمیں امام ابوحنیفہ نے از لیث بن ابی سلیم از مجاہد از ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ یتیم کے مال میں زکوٰۃ نہیں، لیث علمائے عابدین میں سے تھا اور انھیں آخر عمر میں اختلاط ہوگیا اور یہ بات مسلّم ہے کہ امام اعظم ان سے اختلاط کے بعد حدیث اخذ نہیں کرسکتے کیونکہ آپ حدیث اخذ کرنے اور بیان کرنے میں جتنے سخت ہیں دوسروں سے اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ معلوم ومعروف ہے اھ (ت)

تنبیہ (قلة المبالاة فی الاخذ قد حدث من زمن التابعین ــــ اخذِ حدیث میں نرمی اکابر تابعین کے زمانہ سے پیدا ہوئی ہے۔ ت)

قلت هذا التوسع وقلة المبالاة فی

قلت (میں کہتا ہوں) اخذِ حدیث میں وسعت

---

[1] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی علم جرح والتعدیل الخ مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۳۴۴

[2] فتح القدیر کتاب الزکوٰۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۱۵

marfat.com
Marfat.com

الاخذ قد حدث فی العلماء من لدن التابعین
الاعلام اخرج الدارقطنی عن ابن عون
قال قال محمد بن سیرین اربعة
یصدقون من حدثهم فلا یبالون ممن
یسمعون الحسن وابو العالیة وحمید بن
ھلال ولم یذکر الرابع وذکرہ غیرہ فسماہ
انس بن سیرین[1] ذکرہ الامام الزیلعی فی نصب[عہ]
الرایة وقال علی بن المدینی کان عطاء یاخذ
عن کل ضرب، مرسلات مجاھد احب
الیّ من مرسلاته بکثیر وقال احمد بن حنبل
مرسلات سعید بن المسیب اصح المرسلات،
ومرسلات ابراھیم النخعی لاباس بھا، ولیس
فی المرسلات اضعف من مرسلات الحسن و
عطاء بن ابی رباح فانھما کانا یاخذان عن کل
احد[2] وقال الشافعی فی مراسیل الزھری لیس
بشیئ لانا نجدہ یروی عن سلیمٰن بن الارقم[3]
ذکرھا فی التدریب۔

قلت ومراسیل الائمة الثقات

اور نرمی اکابر تابعین کے زمانہ سے پیدا ہوئی ہے، دارقطنی
نے ابن عون سے بیان کیا کہ محمد بن سیرین کہتے ہیں چار ایسے
آدمی ہیں جو ان سے حدیث بیان کرے (اساتذہ) اس کو
سچا سمجھتے ہیں اس بات کی پروا نہیں کرتے کہ کس سے
سماع کر رہے ہیں، وہ چار یہ ہیں حسن، ابو العالیہ،
حمید بن ہلال اور چوتھے کا نام نہیں لیا اور ان کے غیر نے
چوتھے کا نام ذکر کیا اور اس کا نام انس بن سیرین بتایا
ہے، اس کو امام زیلعی نے نصب الرایہ میں ذکر کیا ہے۔
علی بن مدینی نے کہا کہ عطاء ہر قسم کی روایات لیتا تھا،
مجاہد کی مرسلات اس کی کثیر مرسلات سے مجھے بہت زیادہ
پسند ہیں۔ اور احمد بن حنبل کا قول ہے مرسلات میں سے
سعید بن مسیب کی مرسلات اصح ہیں اور مرسلات ابراہیم
نخعی میں کوئی حرج نہیں، حسن اور عطاء بن رباح کی
مراسیل سب سے ضعیف ہیں کیونکہ وہ دونوں ہر ایک
سے حدیث اخذ کر لیتے تھے۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ
زہری کی مراسیل میں کوئی شئی نہیں کیونکہ ہم نے اسے
سلیمان بن ارقم سے روایت کرتے ہوئے پایا ہے اس کا
ذکر تدریب میں ہے۔ (ت)

قلت (میں کہتا ہوں) ثقہ ائمہ کی مراسیل

عہ فصل نواقض الوضو ۱۲ منہ

---

[1] نصب الرایة لاحادیث الہدایة کتاب الطہارة واما المراسیل مطبوعہ المکتبة الاسلامیہ لصاحبہا ریاض ۱/ ۵۱
[2] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی الکلام فی احتجاج الشافعی بالمرسل ،، ،، ،، لاہور ۱/ ۲۰۳
[3] ،، ،، ،، ،، ،، ۱/ ۲۰۵

marfat.com

Marfat.com

مقبولة عندنا وعند الجماهير ولاشك ان عطاء والحسن والزهری منهم وقلة المبالاة عند التحمل لایقتضیها عند الاداء فقد یاخذ الامام عمن شاء ولا یرسله الا اذا استوثق وقد وافقنا علی قبول مراسیل الحسن ذالك الورع الشدید عظیم التشدید قدوة الشان یحیی بن سعید القطان وذاك الجبل العلی علی بن مدینی الذی کان البخاری یقول ما استصغرت نفسی الا عنده وذلك الامام الاجل نقاد العلل ابوزرعة الرازی وناهیك بهم قدوة اما القطان فقال ما قال الحسن فی حدیثه قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم الا وجدنا له اصلا الا حدیثا او حدیثین واما علی فقال مرسلات الحسن البصری التی رواها عنه الثقات صحاح ما اقل مایسقط منها، واما ابوزرعة فقال کل شیئ قال الحسن قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم وجدت له اصلا ثابتا ما خلا اربعة احادیث نقلها[۱] فی التدریب۔

ہمارے اور جمہور علماء کے ہاں مقبول ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ عطا، حسن اور زہری ان میں سے ہیں اور اخذ میں نرمی کے لیے لازم نہیں کہ بیان کرتے وقت بھی نرمی ہو، بعض اوقات امام کسی شخص سے حدیث اخذ کرلیتے ہیں مگر ارسال اسی وقت کرتے ہیں جب اسے وہ ثقہ محسوس کرتے ہوں اور ہمارے ساتھ حسن کی مراسیل کو قبول کرنے میں یحیٰی بن سعید القطان شریک ہیں جو ورع وتقوٰی اور حدیث کے اخذ کرنے میں نہایت ہی سخت ہیں، اور اس فن کا عظیم شخص علی بن مدینی بھی جن کے بارے میں امام بخاری کا قول ہے میں نے اپنے آپ کو ان کے سوا کسی کے سامنے ہیچ نہیں سمجھا اور امام اجل نقاد العلل ابوزرعہ رازی بھی شریک ہیں اور یہ لوگ اقتدا کے لیے کافی ہیں، لیکن قطان نے کہا ہے کہ جس حدیث کے بارے میں امام حسن یہ کہہ دیں "قال رسول الله صلی الله علیه وسلم" تو ہمیں ایک یا دو کے علاوہ ہر حدیث کی اصل ضرور ملی، علی بن مدینی کہتے ہیں کہ وہ مراسیلِ حسن بصری جو ان سے ثقہ لوگوں نے روایت کی ہیں وہ صحیح ہیں، میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان سے ساقط ہونے والی کتنی ہیں اور ابوزرعہ کہتے ہیں جس شئے کے بارے میں بھی حسن نے "قال رسول الله صلی الله علیه وسلم" کہا ہے مجھے چار احادیث کے علاوہ ہر ایک کی اصل مل گئی ہے۔ اس عبارت کو تدریب میں نقل کیا ہے۔ (ت)

قلت وعدم الوجدان لایقتضی عدم الوجود فلم یفت یحیی الا واحدا و

قلت (میں کہتا ہوں) عدمِ وِجدان عدمِ وجود کو مستلزم نہیں تو یحیٰی کو ایک یا دو احادیث جو

---

[۱] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی الکلام فی احتجاج الشافعی بالمرسل مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۲۰۴

marfat.com

Marfat.com

اثنان ولعل غیر یحیی وجد مالم یجدہ و فوق کل ذی علم علیم[1] و نقل فی مسلم الثبوت عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال متی قلت لکم حدثنی فلان فھو حدیثہ و متی قلت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فعن سبعین[2] اھ وفی التدریب قال یونس بن عبید سألت الحسن قلت یا ابا سعید انک تقول قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانک لم تدرکہ فقال یا ابن اخی لقد سألتنی عن شیئ ما سألنی عنہ احد قبلک ولولا منزلتک منی ما اخبرتک انی فی زمان کما تری وکان فی زمن الحجاج کل شیئ سمعتنی اقولہ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فھو عن علی بن ابی طالب غیر انی فی زمان لا استطیع ان اذکر علیا[3] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

زملیں ممکن ہے کسی اور محدث کو وہ مل گئی ہوں ارشاد باری ہے وفوق کل ذی علم علیم (ہر علم والے پر ایک علم والا ہے) اور مسلم الثبوت میں حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے میں جب تم کو یہ کہوں کہ مجھے فلاں نے حدیث بیان کی تو وہ اس کی حدیث ہوتی ہے اور جب میں یہ کہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تو وہ ستر سے مروی ہوتی ہے اھ تدریب میں ہے یونس بن عبید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن سے پوچھا اے ابوسعید! آپ کہتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا حالانکہ آپ نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت نہیں کی؟ فرمایا اے بھتیجے! تو نے مجھ سے ایسا سوال کیا ہے جو تجھ سے پہلے آج تک مجھ سے کسی نے نہیں کیا، اگر تیرا یہ مقام میرے ہاں نہ ہوتا تو میں تجھے اس سوال کا جواب نہ دیتا میں جس زمانے میں ہوں (وہ جیسے تجھے معلوم ہے) اور یہ حجاج کا زمانہ تھا جو کچھ مجھ سے آپ لوگ سنتے ہیں کہ میں کہتا ہوں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے میں نے سنا ہوتا ہے (یہ نہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ظاہری حیات پائی ہے) چونکہ میں ایسے دور میں ہوں جس میں حضرت علی کا نام ذکر نہیں کرسکتا (اس لئے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام لیتا ہوں) واللہ تعالٰی اعلم (ت)

فائدہ ۱۰ : (فائدہ ۱۰ متعلق افادہ ۲۴ دربارہ احادیث طبقہ رابعہ) سفہائے زمانہ نے احادیث طبقہ رابعہ کو مطلقاً باطل و بے اعتبار محض قرار دیا جو شان موضوع ہے جس کا ابطال بین بابین

---

[1] القرآن ۱۲/ ۷۶

[2] مسلم الثبوت تعریف المرسل مطبوعہ مطبع انصاری دہلی ص ۲۰۲

[3] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی الکلام فی احتجاج الشافعی بالمرسل مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۲۰۴

marfat.com

Marfat.com

وجہ افادہ ۲۴ میں گزرا، یہاں اتنا اور سُن لیجئے کہ برعکس اس کے مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے اُن کی روایت کو دلیل عدم موضوعیت قرار دیا ہے، موضوعات کبیر میں زیر حدیث :

من طاف بالبیت اسبوعا ثم اتی مقام ابراھیم فرکع عندہ رکعتین ثم اتی زمزم فشرب من مائھا اخرجہ اللہ من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ[1]

جو سات پھیرے طواف کرکے مقام ابراہیم میں دو رکعت نماز پڑھے پھر زمزم شریف پر جاکر اس کا پانی پیے اللہ عزوجل اُسے گناہوں سے ایسا پاک کردے جیسا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔

فرماتے ہیں :

حیث اخرجہ الواحدی فی تفسیرہ والجندی فی فضائل مکۃ والدیلمی فی مسندہ لایقال انہ موضوع غایتہ انہ ضعیف[2]

جبکہ اسے واحدی نے تفسیر اور جندی نے فضائل مکہ اور دیلمی نے مسند میں روایت کیا تو اسے موضوع نہ کہا جائیگا نہایت یہ کہ ضعیف ہے۔

اقول وجہ یہ ہے کہ اصل عدم وضع ہے اور بوجہ خلط صحاح وسقام وثابت وموضوع جس طرح وضع ممکن یونہی صحت محتمل تو جب تک خصوص متن وسند کے لحاظ سے دلیل قائم نہ ہو احد الاحتمالین خصوصاً خلاف اصل کو معین کرلینا محض ظلم وجزاف ہے تو اُن کی حدیث قبل تبین حال جس طرح بسبب احتمال ضعف وسقوط احکام میں مستند ومعتبر نہ ہوگی یُوں ہی بوجہ احتمال صحت وحسن وضعف محض موضوع وباطل وساقط بھی نہ ٹھہر سکے گی لاجرم درجۂ توقف میں رہے گی اور یہی مرتبہ ضعیف محض کا ہے جس طرح وہاں توقف مانع تمسک فی الفضائل نہیں یونہی یہاں بھی کما لایخفی علی اولی النھی (جیساکہ اصحاب فہم پر مخفی نہیں۔ ت) فواتح الرحموت میں ہمارے علمائے کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہے :

الراوی ان کان غیر معروف بالفقاھۃ ولا بالروایۃ بل انما عرف بحدیث او حدیثین فان قبلہ الائمۃ اوسکتوا عنہ عند ظھور

راوی حدیث اگر فقاہت وروایت میں معروف نہ ہو بلکہ کسی ایک یا دو احادیث سے معروف ہو اور محدثین نے اسے قبول کرلیا یا ظہور روایۃ کے وقت اس سے خاموشی

عہ فی مسئلۃ معرفۃ العدالۃ ۱۲ منہ (م)

معرفۃ العدالۃ کے بحث میں ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ حرف المیم مطبوعہ دارالکتاب العلمیہ بیروت ص ۲۳۹

[2] ایضاً

marfat.com

Marfat.com

الروایۃ او اختلفوا کان کالمعروف وان لم یظہر منہم غیر الطعن کان مردودا وان لم یظہر شیئ منہم لم یجب العمل بل یجوز فیعمل بہ فی المندوبات والفضائل والتواریخ[1]

اختیار کی ہو یا اس میں اختلاف کیا ہو تو یہ بھی معروف کی طرح ہی ہوگا اگر اس پر محدثین نے طعن کا اظہار ہی کیا ہے تو وہ مردود ہوگا اور اگر محدثین نے کسی شئے کا اظہار نہیں کیا تو اب عمل واجب نہیں بلکہ جائز ہوگا تو وہ مستحبات، فضائل اور تاریخ میں قابلِ عمل ہے (ت)

فائدہ ۱۱: (تذکرۃ الموضوعات محمد طاہر فتنی میں ذکر مستلزم گمان وضع نہیں) اُن ضروری فوائد سے کہ بوجہ تعجیل ہنگام تبییض تحریر سے رہ گئے تذکرۃ الموضوعات علامہ محمد طاہر فتنی رحمہ اللہ تعالٰی کا حال ہے کہ اس میں مجرد ذکر سے موضوعیت پر استدلال تو بڑے بھاری متکلمین منکرین نے کیا حالانکہ محض جہالت و بے ربطی یا دیدہ ودانستہ مغالطہ دہی تذکرہ مذکورہ بھی کتب قسم ثانی سے ہے اس میں ہر طرح کی احادیث لاتے اور کسی کو موضوع کسی کو لم یوجد کسی کو منکر کسی کو لیس بثابت کسی کو لایصح کسی کو ضعیف کسی کو مؤول کسی کو رجالہ ثقات کسی کو لاباس بہ کسی کو صحیح فلاں کسی کو صحیح فرماتے ہیں، حدیث تقبیل ابہامین انھیں میں ہے جنھیں ہرگز موضوع نہ کہا بلکہ صرف لایصح پر اقتصار اور تجربہ کثیرین سے استظہار کیا خاتمہ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

فصل فی تعیین بعض الاحادیث المشتہرۃ علی الالسن والصواب خلافہا علی نمط ذکرتہ فی التذکرۃ[2] فیہ من عرف نفسہ عرف ربہ لیس بثابت ح رأیت ربی فی صورۃ شاب لہ وفرۃ صحیح محمول علی رؤیۃ المنام او مؤول ح المؤمن غر کریم والمنافق خب لئیم موضوع[عہ] ح ما شہد رجل علی رجل بکفر

فصل، بعض احادیث کی تعیین کے بارے میں جو لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہیں حالانکہ صواب اس کے خلاف ہے اس طریقہ پر جس کا ذکر تذکرہ میں میں نے کیا ہے اس میں ہے وہ شخص جس نے اپنے نفس (آپ) کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا، یہ ثابت نہیں، حدیث میں نے اپنے رب کو ایسے خوبصورت جوان کی صورت میں دیکھا جس کے بال لمبے و خوب صورت ہوں، صحیح ہے یہ

عہ اقول ہذا عجیب فقد اخرجہ ابوداؤد

اقول یہ عجیب ہے حالانکہ ابوداؤد (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت، بذیل المستصفی مسئلہ مجہول الحال الخ مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۲/ ۱۴۹

[2] ف۔ یہ عبارت مختصراً اور متعدد صفحات سے نقل کی گئی ہے۔ حوالے کے لیے ص۵۱۰ تا ۵۱۹ ملاحظہ ہو۔

marfat.com

Marfat.com

الاباء به احدهما ضعیف[علہ] فیہ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم طرقہا واھیۃ[۲] ح من ادی الفریضۃ وعلم الناس الخیر کان فضلہ

خواب پر محمول ہے یا یہ مؤول ہے اور حدیث مومن دھوکا کھانے والا اور شرم والا ہوتا ہے اور منافق دغا باز اور کمینہ ہوتا ہے موضوع ہے۔ حدیث نہیں گواہی دیتا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

والترمذی والحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بلفظ الفاجر مکان المنافق واسنادہ کما قال المناوی جید ۱۲ منہ (م)

ترمذی اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منافق کی جگہ لفظ فاجر روایت کیا ہے اور اس کی سند بقول امام مناوی کے جید ہے ۱۲ منہ (ت)

علہ اقول بل صحیح من اعلی الصحاح فلمالک والصحیحین غیرھما عن ابن عمر رضی اللہ عنہما رفعہ اذا قال الرجل لاخیہ یا کافر فقد باء بہا احدھما وللبخاری عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ رفعہ من قال لاخیہ یا کافر فقد باء بہا احدھما ولابن حبان عن ابی سعید رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح مرفوعا ما اکفر رجل رجلا قط الاباء بہا احدھما وفی الباب غیر ذلک فان اراد خصوص اللفظ فقلیل الجدوی ۱۲ منہ (م)

اقول بلکہ یہ اعلٰی درجے کی صحاح میں سے صحیح ہے، امام مالک اور شیخین وغیرہما نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مرفوعاً روایت کیا کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی کو "یا کافر" (اے کافر) کہا، تو وہ کفران دونوں میں سے ایک پر لوٹ آتا ہے۔ اور بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعاً بیان کیا کہ جس نے اپنے بھائی کو "یا کافر" کہا تو وہ کفران میں سے ایک پر لوٹ آئیگا۔ ابن حبان نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعاً سند صحیح کے ساتھ روایت کیا جب بھی کوئی کسی کو کافر کہتا ہے تو وہ کفر یقیناً ان میں سے کسی ایک کی طرف رجوع کرتا ہے، اور اس باب میں اس کے علاوہ بھی احادیث ہیں اگر اس سے مراد خاص الفاظ ہیں تو ایسی روایات تو بہت ہی کم ہیں ۱۲ منہ (ت)

علہ۲ اقول والصحیح انہ لاینزل عن الحسن کما بینتہ فی النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

اقول (میں کہتا ہوں کہ) صحیح وہ ہے کہ جو حسن سے نیچے نہ ہو جیسے کہ میں نے "النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب" میں بیان کیا ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

marfat.com

Marfat.com

على العابد الحديث ضعيف اسناده لكنهم يتساهلون في الفضائل ح الوضوء على الوضوء نور على نور لم يوجد[1] فيه مسح العينين بباطن السبابتين بعد تقبيلهما لا يصح وروى تجربة ذلك عن كثيرين فيه الصلاة عماد الدين ضعيف وصلاة التسبيح ضعيف[2] الدارقطني اصح شئ في فضل الصلوٰت صلاة التسبيح فيه طعام الجواد دواء وطعام البخيل داء في المقاصد[3] رجاله ثقات وفي المختصر منكر في المقاصد ماء زمزم لما شرب له ضعيف[4] لكن له شاهد في مسلم ح ان الله يبعث لهذه الامة على رأس كل مائة من يجدد لها دينها صححه[5] الحاكم ح مثل امتي كالمطر

کوئی آدمی دوسرے کے کفر کی مگر کفران میں سے کسی ایک پر لوٹ آتا ہے، ضعیف ہے۔ اسی میں ہے علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، اس کے تمام طرق کمزور ہیں۔ حدیث، وہ شخص جس نے فرض ادا کیا اور لوگوں کو خیر کی تعلیم دی اس کو عابد پر فضیلت حاصل ہے، اس حدیث کی سند ضعیف ہے لیکن محدثین فضائل عمل میں نرمی برتتے ہیں۔ حدیث وضو پر وضو نور علیٰ نور ہے، موجود نہیں۔ اس میں ہے سبابہ انگلیوں کا باطن چومنے کے بعد آنکھوں سے لگانا صحیح نہیں اور بطور تجربہ یہ عمل کثیر علمائے مروی ہے۔ اس میں ہے نماز دین کا ستون ہے، یہ حدیث ضعیف ہے۔ صلاۃ التسبیح (والی حدیث) ضعیف ہے۔ دارقطنی میں ہے فضائل نماز کے بارے میں جتنی احادیث مروی ہیں ان میں نماز تسبیح

---

[1] بل اخرجه رزين وان قال المنذري ثم العراقي لم نقف عليه ۱۲ منہ (م)

[2] الحق انه حديث حسن صحيح لا شك حسن لذاته صحيح لغيره ان لم يكن لذاته والتفصيل في اللآلي ۱۲ منہ (م)

[3] اقول كذا قال المناوي وبالغ الذهبي كعادته فقال كذب ۱۲ منہ (م)

[4] اقول بل نص الحافظ انه حجة بطرقه وحسنه المناوي وصححه الامام سفين بن عيينه والدمياطي والمنذري وابن الجزري ۱۲ منہ (م)

[5] ورواه ابوداود وقال المناوي اسناده صحيح

بلکہ اس کی تخریج رزین نے کی ہے اگرچہ منذری، پھر عراقی نے کہا کہ ہم اس سے آگاہ نہ ہو سکے ۱۲ منہ (ت)

حق یہ ہے کہ حدیث حسن صحیح ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حسن لذاتہ ہے صحیح لغیرہ ہے البتہ صحیح لذاتہ نہیں اور اس کی تفصیل اللآلی میں ہے (ت)

اقول اسی طرح مناوی نے کہا اور ذہبی نے اپنی عادت کے مطابق مبالغہ کیا اور کہا کہ وہ جھوٹے ہیں ۱۲ منہ (ت)

اقول بلکہ حافظ نے تصریح کی ہے کہ یہ اپنی اسناد کی بنا پر حجت ہے، مناوی نے اسے حسن کہا، امام سفین بن عیینہ، دمیاطی، منذری اور ابن جزری نے اسے صحیح کہا ۱۲ منہ (ت)

اسے ابوداؤد نے روایت کیا اور مناوی کہتے ہیں اس کی سند صحیح ہے۔ (ت)

marfat.com

Marfat.com

لایدری اوله خیر ام اٰخره موضوع عـه فی الوجیز انا وابوبکر وعمر خلقنا من تربة واحدة فیه مجاهیل قلت له طریق اٰخر وله شاهد فی اویس حدیث فی ورقتین قال ابن حبان باطل قلت الوقف اولی فان له طرقا عدیدة لاباس ببعضها ح من اخلص لله اربعین یوما سنده ضعیف وله شاهد ح یکون فی اٰخر الزمان خلیفة لایفضل علیه ابوبکر ولا عمر موضوع قلت بل مؤول الی هنا ما فی التذکرة اھ[1] ملتقطا۔

والی حدیث اصح ہے۔ اس میں ہے سخی کا کھانا دوا ہے بخیل کا کھانا بیماری ہے، مقاصد میں ہے کہ اس کے رواۃ ثقہ ہیں، اور مختصر میں ہے کہ یہ منکر ہے۔ مقاصد میں ہے زمزم کا پانی اسی کام کے لیے ہے جس کی خاطر اسے پیا گیا، ضعیف ہے لیکن اس کے لیے مسلم میں شاہد ہے۔ حدیث اللہ تعالٰی ہر سو سال کے بعد اس اُمت میں ایسے شخص کو مبعوث فرماتا ہے جو اس کیلئے دین کی تجدید کرتا ہے، حاکم نے اس کی تصحیح کی۔ حدیث میری اُمت کی مثال بارش کی طرح ہے معلوم نہیں اس کا اول بہتر ہے یا آخر، موضوع ہے۔ وجیز میں ہے: میں، ابوبکر اور عمر تینوں ایک ہی مٹی سے پیدا ہوئے، اس میں راوی مجہول ہیں، میں کہتا ہوں اس کی ایک اور سند ہے اور اس کے لیے شاہد ہے حدیث اویس جو دو ورقوں پر ہے ابن حبان نے کہا یہ باطل ہے، میں کہتا ہوں سکوت بہتر ہے کیونکہ اس کی متعدد اسناد ہیں اس کی بعض سندیں ہیں

عـه **اقول** هذا عجیب بل اخرجه احمد والترمذی فی الجامع عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه وحسنه وفی الباب عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنهما اخرجه البزار قال السخاوی بسند حسن وفیه عن علی وعن عمار وعن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنه وقال ابن عبدالبر ان الحدیث حسن وقال ابن القطان لا نعلم له علة قال المناوی اسناده جید ۱۲ منه (م)

اقول (میں کہتا ہوں کہ) یہ عجیب ہے، بلکہ اس کو احمد اور ترمذی نے جامع میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور حسن قرار دیا نیز اس بارے میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بھی مروی ہے اس کو بزار نے روایت کیا ہے۔ سخاوی کہتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے اور اس بارے میں حضرت علی، حضرت عمار اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بھی مروی ہے، ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے، ابن القطان کی رائے ہے کہ ہمیں اس میں کسی علت کا علم نہیں۔ مناوی نے کہا کہ اس کی سند جید ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] خاتمہ مجمع بحار الانوار فصل فی تعیین بعض الاحادیث المشتهرة علی الحسن، نولکشور لکھنؤ ۳/ ۵۱۰ تا ۵۱۹

marfat.com
Marfat.com

میں کوئی حرج نہیں۔ حدیث جس نے چالیس دن اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کیے، اس کی سند ضعیف ہے اور اس کے لیے شاہد ہے۔ حدیث آخر زمانے میں ایک خلیفہ ہوگا جس سے ابوبکر و عمر افضل نہ ہوں گے، موضوع ہے۔ میں کہتا ہوں بلکہ اس میں تاویل ہے، یہاں تک ان روایات کا ذکر ہے جو تذکرہ میں بقیں اھ ملتقطاً۔ (ت)

فائدہ ۱۲: (حدیث بے سند مذکورِ علماء کے قبول میں نفیس و جلیل احقاق اور اوہام قاصرین زماں کا ابطال و ازہاق) **اقول** و باللہ التوفیق اذہان اکثر قاصرین زماں میں سند کی فضیلتیں اور کلام اثرین میں اتصال کی ضرورتیں دیکھ کر مرتکز ہو رہا ہے کہ احادیث بے سند اگرچہ کلمات ائمۂ معتمدین میں بصیغۂ جزم مذکور ہوں مطلقاً باطل و مردود و عاطل کہ احکام، مغازی، سِیَر، فضائل کسی باب میں اصلاً نہ سُننے کے لائق نہ ماننے کے قابل حالانکہ یہ محض اختراع بین الاندفاع مشاہیر محدثین و جماہیر فقہا دونوں فریق کے مخالف اجماع ہے، غیر صحابی جو قول یا فعل یا حال حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف بے سند متصل نسبت کرے محدثین کے نزدیک باختلاف حالات و اصطلاحات مرسل منقطع معلق معضل ہے اور فقہا و اصولیین کی اصطلاح میں سب کا نام مرسل اصطلاحِ حدیث پر تعلیق و اعضال یا اصطلاحِ فقہ و اصول پر ارسال میں کچھ بعض سند کا ذکر ہرگز لازم نہیں بلکہ تمام وسائط حذف کرکے علمائے مصنفین جو قال یا فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و امثال ذلک کہتے ہیں یہ بھی معضل و مرسل ہے، امام اجل ابن الصلاح کتاب معرفۃ انواع علم الحدیث میں فرماتے ہیں:

المعضل عبارۃ عما سقط من اسنادہ اثنان فصاعدا ومثالہ مایرویہ تابع التابعی قائلا فیہ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وکذلک مایرویہ من دون تابع التابعی عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او عن ابوبکر و عمر وغیرھما، غیر ذاکر للوسائط بینہ وبینھم وذکر ابو نصر السجزی الحافظ قول الراوی "بلغنی" نحو قول مالک "بلغنی عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال للمملوک طعامہ وکسوتہ الحدیث وقال اصحاب الحدیث یسمونہ المعضل قلت وقول المصنفین من الفقہاء

معضل حدیث وہ ہوتی ہے جس کے سند سے دو یا دو سے زائد راوی ساقط ہوں مثلاً وہ جسے تبع تابعی یہ کہتے ہوئے روایت کرے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اور اسی طرح وہ روایت جسے تبع تابعی کے بعد کا کوئی شخص حضور علیہ السلام سے یا ابوبکر و عمر یا دیگر کسی صحابی سے حضور اور صحابہ کے درمیان واسطہ ذکر کیے بغیر روایت کرے ابو نصر السنجری حافظ بیان کرتے ہیں کہ راوی کا قول "بلغنی" (مجھے یہ روایت پہنچی ہے) مثلاً امام مالک کا قول کہ مجھے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مملوک کے لیے کھانا اور کپڑے ہیں، الحدیث۔ اور فرمایا

marfat.com

Marfat.com

وغیرھم قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کذا اوکذا" ونحو ذلك كله من قبیل المعضل لما تقدم وسماہ الخطیب ابوبکر الحافظ فی بعض کلامہ مرسلا وذلك علی مذھب من یسمی کل مالا یتصل مرسلا کما سبق اھ[1] باختصار۔

کہ محدثین ایسی روایت کو معضل کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں فقہا اور دیگر مصنفین کا قول کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ فرمایا یہ تمام از قبیل معضل ہی ہے جیسا کہ اس کا ذکر پہلے گزر چکا، اور خطیب ابوبکر حافظ نے بعض مقامات پر اسے مرسل کا نام دیا ہے اور یہ ان لوگوں کے مذہب کے مطابق ہے جنھوں نے ہر اس روایت کو مرسل کہا ہے جو متصل نہ ہو جیسا کہ گزرا اھ اختصار (ت)

توضیح میں ہے:

الارسال عدم الاسناد وھو ان یقول الراوی قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من غیر ان یذکر الاسناد[2]۔

ارسال وہ ہے جس میں سند کا ذکر نہ ہو وہ یوں کہ کوئی راوی بغیر سند ذکر کیے کہہ دے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔ (ت)

علامہ تفتازانی تلویح پھر مدقق علائی صاحب درمختار افاضۃ الانوار علٰی اصول المنار میں فرماتے ہیں: ان لم یذکر الواسطۃ اصلا فمرسل[3] (اگر راوی اصلاً واسطہ ذکر نہ کرے تو وہ مرسل ہے۔ ت)

مسلم الثبوت وفواتح الرحموت میں ہے:

(المرسل قول العدل قال علیہ) وعلٰی اٰلہ واصحابہ الصلاۃ (والسلام کذا) وعند اھل الحدیث فالمرسل قول التابعی قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ واصحابہ وسلم کذا، والمعلق مارواہ من دون التابعی من دون سند والکل داخل فی المرسل عند اھل الاصول[4] اھ مختصرا۔

مرسل وُہ ہے جس کے متعلق عادل کا قول ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے یہ فرمایا، اور محدثین کے ہاں مرسل سے مراد تابعی کا یہ قول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے یُوں فرمایا اور حدیث معلق وہ روایت ہے جو بغیر سند کے تابعی کے بعد کوئی شخص روایت کرے، اور اہلِ اصول کے ہاں یہ تمام مرسل میں داخل ہیں اھ مختصرا۔ (ت)

---

[1] مقدمہ ابن الصلاح فی علوم الحدیث النوع الحادی عشر بالمعضل مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۲۸

[2] توضیح التلویح فصل فی الانقطاع مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ص ۴۷۴

[3] حاشیۃ التوشیح مع التوضیح " " " " " " " "

[4] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلہ فی الکلام علی المرسل مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۲/ ۱۷۴

marfat.com
Marfat.com

پھر باجماع علماء محدثین وفقہا یہ سب انواع نوع موضوع سے بیگانہ ہیں اور مادون الاحکام مثل فضائل اعمال ومناقب رجال وسیر واحوال میں سلفاً وخلفاً ماخوذ ومقبول جملہ مصنفین علوم حدیث موضوع کو شر الانواع بتاتے اور اُنھیں اُس سے جُدا شمار فرماتے آئے اور تمام مؤلفین سیر بلانکیر منکر مراسیل ومعضلات کا ذکر واثبات کرتے رہے افادہ ۲۳ میں علامہ حلبی کا ارشاد گزرا کہ سیر بلاغ ومرسل ومنقطع ومعضل غرض ماسوائے موضوع ہر قسم حدیث کو جمع کرتی ہے کہ ائمہ کرام نے ماورائے احکام میں مساہلت فرمائی ہے، یہ عبارت دونوں مطلب میں نص ہے معضل کا موضوع نہ ہونا اور اس کا مادون الاحکام میں مقبول ہونا خود صحیح بخاری وصحیح مسلم وصحیح مؤطا میں معضلات وبلاغات موجود ہیں وسط میں بعلت طرفین میں بکثرت خصوصاً بعض بلاغات مالک وہ ہیں کہ ان کی اسناد اصلاً نہ ملی، تدریب[عہ] میں امام ابو الفضل زین الدین عراقی سے ہے:

ان مالکا لم یفرد الصحیح بل ادخل فیہ المرسل والمنقطع والبلاغات، ومن بلاغاتہ احادیث لا تعرف کما ذکرہ ابن عبد البر[1]

امام مالک نے احادیث صحیحہ کو الگ نہیں بلکہ اس میں مرسل، منقطع اور بلاغات کو شامل کر دیا ہے حالانکہ ان کی بلاغات میں ایسی احادیث بھی ہیں جو معروف نہیں، جیسا کہ ابن عبد البر نے ذکر کیا ہے۔ (ت)

وہیں امام مغلطائی سے ہے:

مثل ذلك فی کتاب البخاری[2] (اسی کی مثل بخاری کی کتاب میں ہے۔ ت)

وہیں امام حافظ الشان سے ہے:

کتاب مالك صحیح عندہ وعند من یقلدہ علی ما اقتضاہ نظرہ من الاحتجاج بالمرسل والمنقطع وغیرھا۔[3]

امام مالک کی کتاب ان کے اور ان لوگوں کے نزدیک صحیح ہے جو ان کی تقلید کرتے ہیں اس بنا پر کہ اس کی نظر کا تقاضا ہے کہ مرسل، منقطع وغیرہما سے استدلال درست ہے۔ (ت)

اسناد کے سنتِ مطلوبہ وفضیلتِ مرغوبہ وخاصہ امت مرحومہ ہونے میں کسے کلام ہے محققین قابلین مراسیل و

عہ: فی الثانیۃ من مسائل الصحیح ۱۲ منہ (م)

مسائل صحیح کی دوسری قسم میں ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] تدریب الراوی الثانیۃ من مسائل الصحیح مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ ۱/ ۹۰

[2] " " " "

[3] " " " "

marfat.com

Marfat.com

معاضیل بھی مسانید کو اُن پر تفضیل دیتے اور منقطع سے متصل کا نسخ نہیں مانتے ہیں کما نص علیہ فی المسلم وغیرہ (جیسا کہ مسلم الثبوت وغیرہ میں اس کی تصریح کی ہے۔ ت) تاکید اثر مین بجائے خود ہے اور قول بقیہ بن الولید ذاکرت حماد بن زید باحادیث فقال ما اجودھا لو کان لہا اجنحۃ یعنی الاسناد (میں نے حماد بن زید سے بعض احادیث کے متعلق مذاکرہ کیا تو فرمایا بڑی جید ہیں اگر ان کے لیے پر یعنی اسناد ہو۔ ت) قطع نظر اس سے کہ واقعہ عین لاعموم لہا (یہ ایک معین واقعہ ہے اس کے لیے عموم نہیں۔ ت) ممکن کہ وہ احادیث دربارۂ احکام ہوں، یوں بھی صرف نفی جودت کرے گا وہ بطور محدثین مطلقاً مسلم کہ معضل ضعیف ہے اور ضعیف جید نہیں، قول امام سفیان ثوری الاسناد سلاح المؤمن فاذا لم یکن معہ سلاح فبای شئ یقاتل (سند مومن کا اسلحہ ہے جب اس کے پاس اسلحہ نہ ہو تو وہ کس شئے سے لڑے گا۔ ت) صراحۃً دربارۂ عقائد و احکام ہے۔

فان الحاجۃ الی القتال انما ھی فیما یجری فیہ التشدید والتماکس دون ما اجمعوا علی التساھل فیہ۔

لڑائی کی نوبت وہاں آتی ہے جہاں سختی اور باہم جھگڑا ہو نہ کہ وہاں جس میں نرمی پر اجماع ہو۔ (ت)

یوں ہی ارشاد امام مبارک عبداللہ بن مبارک لولا الاسناد لقال من شاء ما شاء[2] (اگر سند کا اعتبار نہ ہوتا تو جو کسی کی مرضی ہوتی وہی کہتا۔ ت) کہ جب قبول ضعاف فی الفضائل میں دخول تحت اصل خود مشروط اور امر عمل قواعد مقررۂ شرعیہ مثل احتیاط و اختیار نفع بے ضرر سے منوط تو ضعیف اثبات جدید نہ کرے گی اور من شاء ما شاء (جو کسی کی مرضی ہو کہے۔ ت) صادق نہ آئے گا کما قدمنا بیانہ فی الافادۃ الثانیۃ والعشرین (جیسا کہ ہم اس کا بیان بائیسویں افادہ میں پہلے کر آئے ہیں۔ ت) مگر ظاہر کہ یہ اور اُن کی امثال جتنے کلمات محدثین کرام سے ضرورت اسناد میں ملیں گے سب کا مفاد ضرورت خاص اتصال ہے کہ نامتصل بجمیع اقسامہا اُن کے نزدیک ضعیف اور ضعیف خود مجروح ہے نہ کہ سلاح و صالح قتال، یونہی ایک راوی بھی ساقط ہو تو اُن کے طور پر وہی من شاء ما شاء کا احتمال علی احتمال و لہذا وہ بالاتفاق منقطع و معضل اور معضل دون معضل میں اصلاً فرق حکم نہیں کرتے، اسی لیے فواتح الرحموت میں اصطلاحات مرسل و معضل و منقطع و معلق بیان کرکے فرمایا:

لم یظھر لتکثیر الاصطلاح والاسامی فائدۃ[1] (کثیر اصطلاحوں اور ناموں کی وجہ سے کوئی فائدہ ظاہر نہ ہوگا۔ ت)

بالجملہ جب اتصال نہ ہو تو بعض سند کا مذکور ہونا نہ ہونا سب یکساں، آخر نہ دیکھا کہ انھیں امام ابن المبارک

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلہ فی الکلام علی المرسل مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۲/۱۷۴

[2] الصحیح لمسلم باب [illegible] کتب خانہ کراچی ۱/۱۲

marfat.com

Marfat.com

رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث ابن خراش عن الحجاج بن دینار قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت کیا فرمایا:

اخرج مسلم فی مقدمۃ صحیحہ قال قال محمد یعنی ابن عبداللہ بن قُہزاذ، سمعت ابا اسحٰق ابراھیم بن عیسی الطالقانی قال قلت لعبداللہ بن مبارك یا ابا عبدالرحمٰن الحدیث الذی جاء ان من البر بعد البر ان تصلی لابویك مع صلاتك وتصوم لھما مع صومك قال فقال عبداللہ یا ابا اسحٰق عن من ھذا قال قلت لہ ھذا من حدیث شھاب بن خراش فقال ثقۃ عمن قال قلت عن الحجاج بن دینار قال ثقۃ عمن قال قلت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال یا ابا اسحٰق ان بین الحجاج بن دینار وبین النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مفاوز تنقطع فیھا اعناق المطی ولکن لیس فی الصدقۃ اختلاف۔[1]

امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ محمد یعنی ابن عبداللہ بن قہزاذ کہتے ہیں کہ میں نے ابواسحٰق ابراہیم بن عیسٰی طالقانی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے عبداللہ بن مبارک سے کہا کہ اے ابوعبدالرحمٰن! وہ حدیث جس میں یہ ہے کہ نیکی کے بعد نیکی یہ ہے کہ تو اپنی نماز کے بعد اپنے والدین کے لیے نماز پڑھے اور اپنے روزے کے بعد والدین کے لیے روزہ رکھے فرمایا تو عبداللہ نے کہا اے ابواسحٰق! یہ حدیث کس سے مروی ہے، فرمایا تو میں نے اسے کہا یہ حدیث شہاب بن خراش سے ہے، فرمایا کیا وہ ثقہ ہیں جس سے انہوں نے روایت کی ہے، میں نے کہا یہ حجاج بن دینار سے ہے، فرمایا وہ ثقہ ہیں تو میں نے کہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تو انہوں نے فرمایا اے ابواسحٰق! حجاج بن دینار اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان اتنی عظیم مسافت ہے جسے طے کرتے ہوئے سواریوں کی گردن منقطع ہوجائے، لیکن والدین کی طرف سے صدقہ کردینے میں کوئی اختلاف نہیں۔ (ت)

امام نووی شرح میں فرماتے ہیں:

معنی ھذہ الحکایۃ انہ لایقبل الحدیث الا باسناد صحیح۔[2]

اس حکایت کا معنٰی ومفہوم یہ ہے کہ حدیث کو سند صحیح کے بغیر قبول نہیں کیا جائے گا۔ (ت)

اب اگر ان کلمات کو عموم پر رکھئے مرسل، منقطع، معلق، معضل ہرنا متصل باطل وملتحق بالموضوع ہوجاتی ہے اور وہ بالاجماع باطل افادۂ سوم میں ابن حجر مکی شافعی وعلی قاری حنفی سے گزرا المنقطع یعمل بہ فی الفضائل اجماعاً[3] (منقطع پر فضائل میں اتفاقاً عمل کیا جائے گا۔ ت) لاجرم واجب کہ یہ سب

[1] و [2] صحیح مسلم باب بیان ان الاسناد من الدین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲
[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الرکوع مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/ ۳۱۶

marfat.com
Marfat.com

عبارات صرف باب اہم و اعظم یعنی احکام میں ہیں اگرچہ ظاہر اطلاق و ارسال ہو نہ کہ جب نفس کلام تخصیص پر دال ہو کما قررنا فی الکلمات المذکورۃ (جیسے کہ ہم نے کلماتِ مذکورہ میں گفتگو کی ہے۔ ت) اور واقعی دربارۂ رد و قبول غالب محاورات علما صرف نظر بہ باب احکام ہوتے ہیں کہ وہی اکثر مطمح انظار رنجبہ و نزہہ وغیرہما میں دیکھئے کہ حدیث کی دو قسمیں کیں، مقبول و مردود۔ مقبول میں صحیح و حسن کو رکھا اور تمام ضعاف کو مردود میں داخل کیا حالانکہ ضعاف فضائل میں اجماعاً مقبول ھکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق (تحقیق اسی طرح کرنی چاہئے اور توفیق دینے والا اللہ تعالٰی ہے۔ ت)

(جماہیر فقہائے کرام کے نزدیک ائمۂ فقہاء کی بے سند حدیثیں دربارۂ احکام بھی حجت ہیں) یہ سب کلام بطور محدثین تھا، اور جماہیر فقہائے کرام کے نزدیک تو معضلات مذکورہ فضائل درکنار خود باب احکام میں حجت ہیں جبکہ مرسل امام معتمد محتاط فی الدین عارف بالرجال بصیر بالعلل غیر معروف بالتساہل ہو اور مذہب مختار امام محقق علی الاطلاق وغیرہا اکابر میں کچھ تخصیص قرن غیر قرن نہیں ہر قرن کے ایسے عالم کا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہنا حجت فی الاحکام ہے کما نص علیہ فی المسلم[عـہ] وشروحہ[1] وغیرھا (جیسا کہ مسلم الثبوت اور اس کی شروح وغیرہ میں اس کی تصریح ہے۔ ت)

عـہ المرسل ان کان من الصحابی یقبل مطلقاً اتفاقاً وان من غیرہ فالاکثر ومنھم الامام ابوحنیفۃ والامام مالک والامام احمد رضی اللہ تعالٰی عنھم قالوا یقبل مطلقا اذا کان الراوی ثقۃ وقال ابن ابان رحمہ اللہ تعالٰی من مشائخنا الکرام یقبل من القرون الثلثۃ مطلقا ومن ائمۃ النقل بعد تلک القرون وقال طائفۃ من المتاخرین منھم الشیخ ابن الحاجب المالکی والشیخ کمال الدین بن الھمام منا یقبل من ائمۃ النقل مطلقا من ای قرن کان اعتضد بشیئ ام لا ویتوقف فی المرسل من

مرسل اگر صحابی کی ہو تو مطلقاً اتفاقاً اسے قبول کیا جائے گا اور غیر صحابی کی مرسل کے بارے میں اکثر علماء جن میں امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہم ہیں، کی رائے یہ ہے مطلقاً مقبول ہے بشرطیکہ راوی ثقہ ہو، ابن ابان رحمہ اللہ تعالٰی جو ہمارے مشائخ کرام میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ قرون ثلٰثہ (تین زمانوں) کی مرسل مطلقاً مقبول ہے اور تین قرون کے بعد ائمۂ نقل کی مرسل بھی مقبول ہے، متاخرین کی ایک جماعت جن میں ابن حاجب مالکی اور شیخ کمال الدین بن الہمام ہم سے (یعنی احناف سے) کی رائے یہ ہے کہ ائمۂ نقل کی مرسل مطلقاً مقبول ہے

(باقی بر صفحۂ آئندہ)

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت [illegible] مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۲/۱۷۴

marfat.com
Marfat.com

اقول (تحقیق مصنف کہ غیر ناقد کے لیے ان کا قبول محدثین پر بھی لازم) انصافاً غیر ناقد کے لیے مراسیل مذکورہ سے احتجاج فی الاحکام اثریین پر بھی لازم، آخر اُس کی سبیل یہی قول ناقد پر اعتماد ہے نہ نقد کہ تکلیف مالا یطاق ہے، تو اُس کے لیے ذکر و عدمِ ذکرِ سند دونوں یکساں اور بلا شبہہ قول ناقد محتاط قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تصحیح صریح والتزامی سے اعلٰی نہیں تو کم بھی نہیں، اور جو احتمالات مساہلت وتحسین ظن و خطا فی النظر یہاں ہیں وہاں بھی حاصل بلکہ مجرب ومشاہد بایں ہمہ امام ابن الصلاح وامام طبری وامام نووی وامام زرکشی وامام عراقی و امام عسقلانی وامام سخاوی وامام زکریا انصاری وامام سیوطی وغیرہم نے تصریحیں فرمائیں کہ اگر امام معتمد نے کسی حدیث کی صحت پر تنصیص کی یا کتاب ملتزم الصحۃ میں اُسے روایت کیا اسی قدر اعتماد کے لیے بس ہے اور احتجاج روا،

کما ذکرنا نصوصھم فی مدارج طبقات الحدیث وقد تقدم نص القاری عن شیخ الاسلام فی الافادۃ الحادیۃ والعشرین۔

جیسے کہ ہم نے مدارج طبقات الحدیث میں ان کی تصریحات کا ذکر کیا ہے اور پہلے اکیسویں افادہ میں ملا علی قاری کے حوالے سے شیخ الاسلام کی تصریح گزر چکی ہے۔ (ت)

تو کیا وجہ کہ یہاں اس پر اعتماد نہ ہو لاجرم جس طرح امام احمد یا یحیٰی کا ھذا الحدیث صحیح (یہ حدیث صحیح ہے۔ ت) فرمانا یا بخاری یا مسلم یا ابن خزیمہ یا ضیا کا صحاح میں لانا، یونہی منذری کا مختصر میں ساکت رہنا،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

غیرھم وھو المختار وقیل وھو مراد الائمۃ الثلثۃ والجمہور ولا یقول احد بتوثیق من لیس لہ معرفۃ فی التوثیق والتجریح وعلی ھذا خلاف ابن ابان فی عدم اشتراط ھذا الشرط فی القرون الثلثۃ لزعمہ عدم الحاجۃ الی التوثیق فی تلک القرون لان الرواۃ فیھا کانوا اھل بصیرۃ فی التوثیق والتجریح[1] اھ من مسلم الثبوت وفواتح الرحموت ملخصا ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

خواہ اس کا تعلق کسی قرن سے ہو خواہ اس کی تائید ہو یا نہ ہو، اور ان کے علاوہ کی مرسل میں توقف ہے اور یہی مختار ہے، اور کہا گیا ہے کہ تینوں ائمہ اور جمہور کی مراد بھی یہی ہے اور کوئی ایسے شخص کی توثیق کیسے کر سکتا ہے جو توثیق و تجریح کی معرفت نہ رکھتا ہو، اسی بنا پر ابن ابان نے قرونِ ثلاثہ میں عدمِ اشتراط کا اختلاف کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک ان قرون میں توثیق کی حاجت نہیں اس لیے کہ ان ادوار میں تمام راوی توثیق اور تجریح کے ماہر تھے اھ مسلم الثبوت اور فواتح الرحموت سے ملخصاً بیان ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت [illegible] ات الشریف الرضی قم ۲/ ۱۷۴

marfat.com

Marfat.com

یوں ہی ابن السکن کا صحیح یا عبدالحق کا احکام میں وارد کرنا، یونہی امام معتمد ناقد محتاط کا کہنا،

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
الیٰ غیر ذلک من احکامہ واحوالہ ونعوت
جمالہ وشیون جلالہ وصفات کمالہ صلوات
اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیٰ الہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وعلیہم وبارک وسلم وشرف
ومجد وعظم وکرم امین۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ کیا۔ اور اس طرح کے آپ کے دیگر احکام واحوال۔ آپ کے جمال وجلال کی صفات وشانیں اور آپ کے صفات کاملہ ہیں آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلام ہو اور آپ کی آل واصحاب پر، آپ پر اور صحابہ پر برکت وسلام۔ شرافت، بزرگی، عظمت وکرم کی برسات ہو، آمین (بعقا)

الحمد للہ کہ اس جواب کی ابتدا بھی حضور اقدس واکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پاک اور حضور پر درود سے ہوئی اور انتہا بھی حضور ہی کے نام محمود ودرود مسعود پر ہوئی امید ہے کہ مولیٰ عزوجل اس نام کریم وصلوٰۃ وتسلیم کی برکت سے قبول فرمائے اور انارت عیون وتنویر قلوب وتکفیر ذنوب وسلامت ایمان وامن وامان وتنعیم قبر ونجات فی الحشر کا باعث بنائے فانہ تعالیٰ بکرمہ یقبل الصلاتین وھو اکرم من ان یدع ما بینھما وکان ذلک للیلۃ الثالثۃ یوم الاثنین لعلھا الثامنۃ عشر من الشھر الفاخر شھر ربیع اخرت من شھور السنۃ الثالثۃ عشر من المائۃ الرابعۃ عشر من ھجرۃ الحبیب سید البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ واولیائہ اجمعین۔ اخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین، سبحٰنک اللھم وبحمدک، اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرک واتوب الیک، واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

marfat.com
Marfat.com

۲۳

نہج السلامہ فی حکم تقبیل الابہامین فی الاقامہ ۱۳

(اقامت کے دوران انگوٹھے چومنے کے حکم میں عمدہ تفصیل ـ ت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مسئلہ (۳۸۷) از اپر بہما شہر مانڈے سورتی مسجد مرسلہ مولوی احمد مختار صاحب قادری رضوی صدیقی میرٹھی

۲۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۳ ہجری

منقول از فتاوٰی امدادیہ معروف بہ فتاوٰی اشرفیہ جلد چہارم صفحہ ۵۷ و ۵۸

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ جس وقت مؤذن اقامت میں "اشھد ان محمدا رسول اللہ" بولے تو سننے والا دونوں انگوٹھوں کو چوم کر دونوں آنکھوں پر رکھے یا نہیں، اگر رکھتا ہے تو آیا جائز یا مستحب یا واجب یا فرض ہے، اور جو شخص اس کا مانع ہووے اس کا کیا حکم ہے اور اگر نہیں رکھتا ہے تو آیا مکروہ یا مکروہِ تحریمی یا حرام ہے اور جو مرتکب اس فعل کا ہووے اس کا اور جو حکم کرے اس کا کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

جدیدیہ کہ اذان پر قیاس کرکے تحریر فرمایئے [illegible] کسی کتاب معتبر سے عبارت نقل کرکے

marfat.com

Marfat.com

تحریر فرمائیں۔

جواب اوّل تو اذان ہی میں انگوٹھے چومنا کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں اور جو کچھ بعض لوگوں نے اس بارے میں روایت کیا ہے وہ محققین کے نزدیک ثابت نہیں، چنانچہ شامی بعد نقل اُس عبارت کے لکھتے ہیں:

وذکر ذلک الجراحی واطال ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل ھذا شئی انتہی[1] (جلد اول صفحہ ۲۹۷)

جراحی نے اس بحث کا طویل ذکر کیا ہے پھر کہا ان میں سے کوئی حدیث مرفوع درجۂ صحت کو نہیں پہنچی انتہی۔ (ت)

مگر اقامت میں تو کوئی ٹوٹی پھوٹی روایت بھی موجود نہیں پس اقامت میں انگوٹھے چومنا اذان کے وقت سے بھی زیادہ بدعتِ بے اصل ہے اسی واسطے فقہاء نے اس کا بالکل انکار کیا ہے یہ عبارت شامی کی ہے:

ونقل بعضھم ان القہستانی کتب علی ھامش نسختہ ان ھذا مختص بالاذان واما فی الاقامۃ فلو یوجد بعد الاستقصاء التام والتتبع[2]۔ (جلد اول ص ۲۶۷)

بعض نے نقل کیا کہ قہستانی نے اپنے ایک نسخہ کے حاشیہ پر تحریر کیا ہے کہ یہ اذان کے ساتھ مختص ہے، اقامت میں جستجو اور تلاش بسیار کے باوجود ثبوت نہیں ملا۔ (ت)

یہی مفتی صاحب لم یصح فی المرفوع پر حاشیہ منہیہ لکھتے ہیں:

قلت واما الموقوف فانہ وان کان منقولا لکن مع ضعف اسنادہ لیس فیہ کون ھذا العمل طاعۃ بل ھو رقیۃ للحفظ عن رمد والعوام یفعلونہ باعتقاد کونہ طاعۃ ۱۲ منہ حاشیہ صاحب فتاوی اشرفیہ بر عبارت شامی۔

رہی موقوف حدیث تو وہ اس سلسلہ میں اگرچہ منقول ہے، لیکن اس کی سند ضعیف ہونے کے ساتھ اس میں یہ نہیں ہے کہ یہ عمل عبادت وطاعت ہے بلکہ یہ صرف آنکھوں کے دُکھنے کا علاج ہے اور عوام اسے عبادت سمجھتے ہوئے بجالاتے ہیں ۱۲ منہ (ت)

گزارش وموجب تکلیف دہی یہ ہے کہ ہفتہ گزشتہ میں ایک عریضہ دربارہ استفتائے تقبیل ابہامین عند قول المؤذن اشھد ان محمدا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابلاغ خدمت کیا ہے آج فتاوائے امدادیہ میں ایک صاحب نے عبارت مرقومۂ بالا دکھائی جو بلفظہٖ ملاحظۂ عالی میں پیش کرکے رفعِ شکوک کا خواستگار ہوں وھی ھذہ:

---

[1] ردالمحتار علی درالمختار باب الاذان مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۶۷

[2] " " " " ۱/۲۶۷

marfat.com

Marfat.com

(۱) علامہ شامی یا دوسرے محققین نے تقبیل کے بارہ میں ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت نقل کرکے "لم یصح فی المرفوع" (کوئی مرفوع حدیث نہیں ملی۔ ت) یا اس کے ہم معنی الفاظ تحریر کئے ہیں ان سے حدیث کے مرفوع ہونے کا انکار ہے یا کلیۃً تقبیل ہی کا ثبوت صحت کو نہیں پہنچا، مفتی صاحب کی تحریر و حاشیہ خود غور طلب ہے۔ پھر اُن کے معتقدین تقبیل مطلق کو غیر صحیح فرماتے ہیں خواہ بروایت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ یا بہ تعلیم سیدنا خضر علیہ السلام جامع الرموز نے کنز العباد سے جو عبارت نقل کی ہے اُس میں اثبات استحباب ہے۔ مجموعہ فتاوٰی جلد سوم صفحہ ۴۲' طحطاوی نے شرح مراقی الفلاح مصری صفحہ ۱۱۸ میں اسی روایت کو نقل کیا ہے نیز فردوس دیلمی سے حدیث ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ مرفوعاً لکھ کر حضرت خضر علیہ السلام سے عملاً روایت بطور تائید بیان کے علٰی ہذا اسا دات احناف کی اکثر کتب میں موجود ہے۔ اعانۃ الطالبین علی حل الفاظ فتح المعین مصری ص ۲۴۷ (فقہ شافعی):

وفی الشنوانی مانصہ من قال حین یسمع قول المؤذن اشھد ان محمدا رسول اللہ مرحبًا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثم یقبل ابھامیہ و یجعلھما علی عینیہ لم یعم ولم یرمد ابدا انتہی[۱]

شنوانی میں عبارت یہ ہے: جس نے مؤذن کا یہ جملہ "اشھد ان محمدا رسول اللہ" سن کر کہا "مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم" پھر اپنے انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگائے تو وہ نہ کبھی اندھا ہوگا اور نہ اس کی آنکھیں کبھی خراب ہوں گی انتہی (ت)

کفایۃ[۲] الطالب الربانی لرسالۃ ابن ابی زید القیروانی فی مذہب سیدنا الامام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ مصری جلد ۱ ص ۱۶۹

فائدۃ: نقل صاحب الفردوس ان الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ لما سمع قول المؤذن اشھد ان محمدا رسول اللہ قال ذلک وقبل باطن انملۃ السبابتین ومسح عینیہ فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من فعل مثل خلیلی فقد حلت علیہ شفاعتی، قال الحافظ السخاوی ولم یصح، ثم نقل عن

فائدہ: صاحب الفردوس نے نقل کیا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جب مؤذن کا یہ جملہ سنا "اشھد ان محمدا رسول اللہ" تو آپ نے یہ دُہرایا اور دونوں شہادت کی انگلیوں کا باطنی حصہ اپنی آنکھوں سے لگایا تو اس پر نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے یہ عمل کیا جو میرے اس دوست نے کیا ہے تو اس کے لیے میری شفاعت

---

[۱] اعانۃ الطالبین فصل فی الاذان والاقامۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۲۳

marfat.com

Marfat.com

الخضر انه علیه الصلاۃ والسلام قال من قال حین یسمع قول المؤذن اشہد ان محمدا رسول اللہ مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) ثم یقبل ابہامیہ و یجعلہما علٰی عینیہ لم یعم و لم یرمد ابدا ونقل غیر ذلك ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل ھذا شیئ واللہ تعالٰی اعلم۔

ثابت ہوگئی ۔ حافظ سخاوی نے کہاکہ یہ صحیح نہیں ، پھر حضرت خضر علیہ السلام سے یہ منقول ہے فرمایا کہ جو شخص مؤذن کا یہ جملہ اشہد ان محمدا رسول اللہ سن کر یہ کہے مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) پھر اپنے دونوں انگوٹھے چوم کر اپنی دونوں آنکھوں سے لگائے تو وہ نہ کبھی اندھا ہوگا اور نہ اس کی آنکھیں کبھی خراب ہوں گی اور ان کے علاوہ نے بھی ذکر کیا پھر کہا کہ اس سلسلہ میں کوئی مرفوع صحیح روایت نہیں ملی واللہ تعالٰی اعلم (ت)

علامہ الشیخ علی الصعیدی العدوی اسی شرح کے حاشیہ ص ۱۶۹ میں فرماتے ہیں :

(قولہ ثم یقبل الخ) لم یبین موضع التقبیل من الابہامین الا انہ نقل عن الشیخ العالم المفسر نور الدین الخراسانی قال بعضہم لقیتہ وقت الاذان فلما سمع المؤذن یقول اشہد ان محمدا رسول اللہ قبل ابہامی نفسہ و مسح بالظفرین اجفان عینیہ من الماق الی ناحیۃ الصدغ ثم فعل ذلك عند کل تشہد مرۃ مرۃ فسألتہ عن ذلك فقال کنت افعلہ ثم ترکتہ فمرضت عینای فرأیتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منا ما فقال لم ترکت مسح عینیك عند الاذان ان اردت ان تبرأ عیناك فعد الی المسح

(قولہ ثم یقبل الخ) انگوٹھوں کی کون سی جگہ چُومے ، اس میں اس کا ذکر نہیں کیا ، مگر شیخ العالم المفسر نُور الدین خراسانی سے یہ منقول ہے بعض لوگوں نے کہا میں ان سے دورانِ اذان ملا جب انہوں نے مؤذن سے اشہد ان محمد رسول اللہ سنا تو انہوں نے اپنے دونوں انگوٹھے چُومے اور ان دونوں کے ناخن اپنی پلکوں پر ناک کی طرف ملے پھر انہوں نے ہر بار ایسا کیا تو میں نے ان سے اس کے بارے میں سوال کیا تو وہ کہنے لگے میں پہلے یہ عمل کیا کرتا تھا پھر میں نے اسے چھوڑ دیا تو میری آنکھیں خراب ہوگئیں اور مجھے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت ہُوئی تو فرمایا ، تُو نے اذان کے وقت

---

[1] کفایۃ الطالب الربانی لرسالۃ ابن ابی زید القیروانی ، مطبوعہ مصر ۱/۱۶۹

marfat.com

Marfat.com

فاستيقظت وصحت فبرئت ولم يعاودني مرضهما الى الأن انتهى فهذا يدل على ان الاولى التكرير والظاهر انه حيث كان المسح بالظفرين ان التقبيل لهما[1] والله تعالى اعلم۔

آنکھوں پر انگوٹھے لگانے کیوں ترک کر دیئے اگر تو چاہتا ہے کہ تیری آنکھیں درست ہوجائیں تو انگوٹھے چومنا دوبارہ شروع کر دے پھر میں بیدار ہوا اور میں نے انگوٹھے چومنے کا عمل کیا تو میں صحیح ہوگیا، اس کے بعد آج تک میری آنکھیں کبھی خراب نہیں ہوئیں انتہی۔

پس یہ عبارت دلالت کر رہی ہے کہ بار بار کرنا بہتر ہے اور ظاہر یہی ہے کہ جب کبھی آنکھوں پر انگوٹھے لگائے تو چوما بھی انھیں کرے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

ان تمام عبارات میں کہیں تقبیل ابہامین پر نکیر ثابت نہیں ہوتی بلکہ استحباب کا پتا الفاظ صریحہ میں ملتا ہے برخلاف اس کے صاحب فتاوٰی اشرفیہ عبارت شامی پر حاشیہ لکھ کر مباح (ص ۲ ملاحظہ ہو) مان رہے ہیں پھر اُس مباح کو بھی بدعت ٹھہرا رہے ہیں اس تضاد و اشکال کو رفع فرما کر قاطع فیصلہ فرمایا جائے۔

صاحب فتاوٰی اشرفیہ عمل ما نحن فیہ کو اپنے حاشیہ مذکورہ میں رقیہ مان کر دعوٰی کرتے ہیں والعوام یفعلونہ باعتقاد الطاعۃ (عوام اسے عبادت سمجھ کر کرتے ہیں۔ ت) یہاں صرف یہ اشکال ہے کہ اعتقاد قلب سے تعلق رکھتا ہے اُس پر مفتی صاحب مذکور کو کس طرح اطلاع ہُوئی درصورتیکہ ان کے نزدیک رسول علیہ الصلاۃ و السلام بھی باوصف اعلام علام ما فی الصدور علوم غیبیہ سے بے خبر ہیں (معاذ اللہ) وہ بھی عامۂ مومنین کے دلی خیال اور اعتقاد سے اطلاع ہوئی خواہ وہ ہند میں ہوں یا کابل میں، ایران میں ہوں یا عرب شریف میں، غرض شرق میں ہوں یا غرب میں حیث یقول والعوام یفعلونہ باعتقاد الطاعۃ (عوام اسے عبادت سمجھ کر کرتے ہیں۔ ت) یہاں بعض الناس نے سخت فتنہ برپا کر رکھا ہے مترصد کہ جلد تر جواب باصواب سے اعزاز بخشیں اجرکم اللہ تعالٰی بجاہ طٰہٰ ویٰسٓ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی الہٖ وصحبہٖ اجمعین والحمد للہ رب العٰلمین۔

مختار صدیقی

الجواب

اس مسئلہ کی تحقیق بالغ و تنقیح بازغ میں بائیس سال ہوئے فقیر نے منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین لکھی کہ بیس سال ہوئے بمبئی میں چھپ کر ملک میں مفت تقسیم ہُوئی اب میرے پاس صرف ایک نسخہ باقی ہے کہ آپ جیسے علم دوست حق پرست کی اعانت کو بغرض ملاحظہ مرسل، ایک نسخہ بھی اور رہتا تو

۱۳۰۱ھ

---

[1] حاشیہ علی کفایۃ الطالب الربانی الخ مطبوعہ مصر ۱/ ۱۴۰

marfat.com

Marfat.com

ہدیۃً حاضر کر دیتا بعد ملاحظہ بیرنگ واپس فرمائیں یہ رسالہ باذنہ تعالٰی دربارۂ حدیث وفقہ منکرین کے خیالات باطلہ عاطلہ کی بیخ کنی وصفرا شکنی کو بس ہے لہذا اُن سے زیادہ تعرض کی حاجت نہیں صرف بعض امورِ جہالت فتوائے مذکور کے متعلق اجمالاً گزارش و باللہ التوفیق۔

(۱) دعوٰی یہ کہ اذان میں کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں، اور اس پر دلیل شامی کی جراحی سے نقل کہ ان میں سے کوئی حدیث مرفوع درجۂ صحت کو نہیں پہنچی جو خود مشیر ہے کہ اس کی احادیث موقوفہ پر یہ حکم نہیں ورنہ مرفوع کی تخصیص کیوں ہوتی عبارات کتب میں مفہوم مخالف بلاشبہ معتبر ہے۔ اسی شامی طابع قسطنطنیہ جلد ۵ ص ۵۲ میں ہے :

فان مفاهیم الکتب حجة ولو مفهوم لقب علی ماصرح به الاصولیون[۱]۔

عبارات کتب میں مفہوم مخالف حجت ہوتا ہے خواہ وہ مفہوم لقبی ہو، علمائے اصول نے یہی تصریح کی ہے۔ (ت)

نیز جلد اول ص ۱۶۷ :

یفتی به عند السؤال اذای لان مفاهیم الکتب معتبرة کما تقدم[۲]۔

سوال کے وقت اسی پر فتوٰی ہوگا کیونکہ عباراتِ کتب میں مفہومِ مخالف حجت ہوتا ہے، جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے۔ (ت)

دُرِمختار بیانِ سُننِ وضو میں نہر الفائق سے ہے :

مفاهیم الکتب حجة بخلاف اکثر مفاهیم النصوص[۳]۔

عبارات کتب میں مفہوم مخالف حجت ہوتا ہے اور نصوص کے اکثر مفاہیم معتبر نہیں ہوتے (ت)

احادیثِ موقوفہ کیا روایت نہیں لاجرم ملا علی قاری نے موضوعاتِ کبیر میں کل مایروی فی هذا فلایصح رفعه البتة (اس سلسلہ میں جو کچھ مروی ہے اس کا مرفوع ہونا کسی طرح بھی صحیح نہیں۔ ت) لکھ کر فرمایا :

قلت واذا ثبت رفعه الی الصدیق رضی اللہ

میں کہتا ہوں جب اس کا مرفوع ہونا صدیقِ اکبر

---

[۱] ردالمحتار باب الاجارة الفاسدة مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۵/۳۸

[۲] ردالمحتار کتاب الطہارۃ " " " ۱/۱۱۹

[۳] درمختار مجتبائی دہلی ۱/۲۱

marfat.com

Marfat.com

تعالیٰ عنہ فیکفی العمل بہ لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین" ۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک ثابت ہے تو عمل کے لیے اتنا ہی کافی ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "تم پر میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنّت لازم ہے"۔ (ت)

(۲) صحیح کی نفی سے معتبر کی نفی جاننا فنِ حدیث سے جہالت پر مبنی۔ کُتبِ رجال میں ہزار جگہ ملے گا یعتبربہ و لا یحتج بہ (یہ معتبر ہے لیکن اس سے استدلال نہیں کیا جائے گا ۔ ت) اور فضائل اعمال میں احادیث معتبرہ بالاجماع کافی اگرچہ صحیح بلکہ حسن بھی نہ ہوں ۔

(۳) فقہ میں روایت، روایت فقہیہ بھی ہے بالفرض اگر حدیث معتبر مطلقاً منفی تو اُس سے روایتِ معتبرہ کی نفی یا جہل محض ہے یا نری غیر مقلدی کہ بے ثبوت حدیث روایت فقہیہ معتبر نہ مانی ۔

(۴) یہیں یہیں اسی شامی میں قہستانی و فتاوٰی صوفیہ وکنز العباد سے صراحۃً اس کا استحباب منقول اور بصیغۂ جزم بلا تعقب مذکور ومقبول، تو شامی سے صرف نسبت حدیث ایک کلام نقل کر لانا اور اُسی عبارت میں شامی کے حکم مقرر فقہی کو چھوڑ جانا صریح خیانت ہے ۔

(۵) پھر روایت فقہیہ قصداً بچا کر وہ سالبہ کلیہ کہ کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں صاف اغوائے عوام ہے کیا کتبِ فقہ میں ہزار سے کم اس کے نظائر ملیں گے کہ حکم فقہی پر جو حدیث نقل کی اُس میں کلام کر دیا گیا مگر اس سے روایت فقہی نامعتبر نہ ہوئی، ہاں وہی غیر مقلدی کی علت پیچھے ہو تو کیا علاج !

(۶) اقامت میں کوئی ٹوٹی پھوٹی روایت بھی موجود نہ ہونے پر شامی کا کلام نقل کیا کہ بعض نے قہستانی سے نقل کیا کہ اُنھوں نے اپنے نسخہ کے حاشیہ پر لکھا کہ دربارۂ اقامت بعد تلاش کامل روایت نہ ملی اور انہیں شامی کا کلام نہ دیکھا کہ ایسی نقل نقلِ مجہول اور نقلِ مجہول محض نامقبول، جلد دوم ص ۵۱۲ :

قول المعراج ورأیت فی موضع الخ (ای معزوا الی المبسوط) لایکفی فی النقل

معراج کا قول اور میں نے ایک جگہ دیکھا ہے الخ (یعنی مبسوط کی طرف منسوب ہے) جہالت کی وجہ سے

لے الاسرار المرفوعۃ فی اخبار الموضوعۃ حدیث ۹۳۲ مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ص ۲۱۰

marfat.com

Marfat.com

لجہالتہ[1] | نقل میں وہ ناکافی ہے۔(ت)

وہاں بواسطہ مجہول ناقل امام قوام الدین کاکی شارح ہدایہ تھے یہاں شامی، وہاں منقول عنہ بالواسطہ امام شمس الائمہ سرخسی تھے یا خود محرر المذہب امام محمد اور یہاں قہستانی ؏

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

(اتنا بڑا فرق کہاں وہ کہاں یہ)

جب وُہ بوجہ جہالت واسطہ مقبول نہ ہُوئی اس کی کیا ہستی، مگر کیا کیجئے کہ ؏

عقل بازار میں نہیں بکتی

(۷) لم یوجد (روایت نہیں پائی گئی۔ت) اور "موجود نہیں" میں جو فرق ہے عاقل پر مخفی نہیں، مگر عقل بھی ہو یہ تو خالی نایافت کی نقل ہے کہ شہادت علی النفی سے زائد نہ ٹھہرے گی آکد الفاظ فتوے سے فتوٰی منقول ہوا اور بوجہ جہالت نامقبول ہُوا، اِنھیں علامہ شامی کا کلام سُنیئے عقود الدریہ جلد ۲ ص ۱۰۹:

نقل الزیلعی ان الفتوی علی قولھما فی جوازھا قال الشیخ قاسم فی تصحیحہ مانقل الزیلعی شاذ مجہول القائل اھ[2]۔

زیلعی نے نقل کیا ہے کہ فتوٰی ان دونوں کے قول پر اسکے جواز میں ہے، شیخ قاسم نے اپنی تصحیح میں کہا کہ زیلعی سے جو منقول ہے وہ شاذ ہے کیونکہ قائل مجہول ہے اھ(ت)

دُرمختار میں ہے:

علیہ الفتاوٰی زیلعی وبحر معزیا للمغنی لکن ردہ العلامۃ قاسم فی تصحیحہ بان ما فی المغنی شاذ مجھول القائل فلایعول علیہ[3]

اس پر زیلعی اور بحر کا فتوٰی ہے انھوں نے مغنی کی طرف منسوب کیا، لیکن علامہ قاسم نے اسے اپنی تصحیح میں بایں طور رَد کیا کہ مغنی میں جو کچھ ہے وُہ شاذ ہے کیونکہ اس کا قائل مجہول ہے لہذا اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔(ت)

شامی نے اسے مقرر رکھا۔

(۸) اس پر یہ ادعا کہ اسی واسطے فقہا نے اُس کا بالکل انکار کیا ہے صریح کذب ہے۔

---

[1] ردالمحتار باب الولی من کتاب النکاح مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۲/۳۲۹

[2] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ کتاب الاجارۃ الخ مطبوعہ تاجران کتب ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۱۳۰

[3] درمختار باب الاجارۃ الفاسدۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲/۱۷۷

marfat.com

Marfat.com

(۹) اس پر کہنا کہ یہ عبارت شامی کی ہے بکف چراغی ہے شامی میں قہستانی سے بنقل مجہول یہ منقول کہ اس کی روایت نہ ملی اگر بفرض غلط یہ نقل مجہول مقبول بھی ہو اور عدمِ وجدان روایت عدم وجود روایت بھی ہو تو نفیِ روایت روایتِ نفی نہیں، ہذا کا اشارہ جانب نقل ہے نہ جانے حکم فقہا نے بالکل انکار کیا کس گھر سے لائے۔

(۱۰) ایہم بر علم تو غایت درجہ یہ قہستانی کا اپنا انکار ہوگا نہ کہ وہ فقہا سے کوئی قول نقل کر رہے ہیں اور قہستانی کا بایں معنی فقہا میں شمار کہ اُن کا اپنا قول بلا نقل مسلّم ہو یقیناً باطل ہے بلکہ نقل میں بھی اُن کی وہ حالت جو خود یہی علامہ شامی عقود الدریہ جلد ۲ ص ۲۹۷ میں بتاتے ہیں کہ،

القہستانی کجارف سیل و حاطب لیل خصوصا واستنادہ الی کتب الزاہدی المعتزلی[۱]

قہستانی بہالے جانے والے سیلاب اور رات کو لکڑی اکٹھی کرنے والے کی طرح ہے خصوصًا جبکہ اس کا استناد زاہدی معتزلی کتب کی طرف۔ (ت)

اور کشف الظنون حرف النون میں علامہ عصام اسفرائنی کا قول نہ دیکھنا کہ اس ادعائے باطل کی لگی نہ رکھے گا اور بالکل کشف ظنون بلکہ علاجِ جنون کر دے گا ہم نے پتا بتا دیا نہ ملے تو پیش بھی کر دیں گے اِن شاء اللہ تعالٰی۔

(۱۱) یہ بھی سہی تو کیسا ظلم شدید و تعصب عنید ہے کہ مسئلہ اقامت میں قہستانی کا اپنا قول بلا نقل بلکہ صرف روایت نہ پانا سند میں پیش کیا جائے اور اُسے انھیں ایک فقیہ نہیں بلکہ فقہا کا انکار ٹھہرا دیا جائے اور یہیں یہیں مسئلہ اذان میں جو یہی قہستانی خاص روایت فقہی نقل فرما کر حکم استحباب بتا رہے ہیں وہ مردود و نامعتبر قرار پائے، غرض بڑی امام اپنی ہوائے نفس بے دلیل۔

(۱۲) اقامت میں اذان سے بھی زیادہ بدعت و بے اصل ہے یعنی بدعت و بے اصل اذان میں بھی ہے یہ وہی مرضِ غیر مقلدی ہے کہ فقہا اگرچہ صراحۃً مستحب فرمائیں مگر اُن کا قول مردود اور بدعت مذمومہ ہونا غیر مسدود۔

(۱۳) نہیں نہیں نری غیر مقلدی نہیں بلکہ اجماعِ اُمت کا رَد اور غیر سبیل المومنین کا اتباعِ بد ہے جس پر قرآن عظیم میں نصلہ جہنم وساءت مصیرا[۲] کی وعید مؤکد ہے، احادیث یہاں قطعاً مروی مرفوع بھی اور موقوف بھی اور غایت اُن کا ضعف جس کا بیان قطعی منیر العین میں ہے جس سے حق کی آنکھیں پُر نور اور باطل کی ظلمتیں دُور بلکہ خود اسی قدر عبارت کہ منکر نے نقل کی منصف کو کافی کہ اُس میں صرف لم یصح (صحیح نہیں۔ ت) کہا اور وہ بھی فقط احادیث مرفوعہ تو اگر سب کو کہتے جب بھی نفی صحت سے غایت درجہ اتنا معلوم ہوتا کہ ضعیف ہیں پھر

---

[۱] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ کتاب الاجارۃ الخ مطبوعہ تاجران کتب ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۲۵۶

[۲] القرآن ۴/ ۱۱۵

marfat.com

Marfat.com

ضعیف تعدد طرق سے حسن ہوجاتی اور مسائلِ حلال و حرام میں بھی حجت قرار پاتی ہے اور نہ بھی سہی تو قطعاً باب فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالاجماع مقبول اور مخالف اجماع مردود و مخذول ، اربعینِ امام ابوزکریا نووی رحمہ اللہ تعالیٰ میں ہے ،

قد اتفق العلماء علی جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال[1]	علماء محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فضائلِ اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل جائز ہے (ت)

(۱۴) اجماعِ اُمت کا خلاف وہاں دشوار نہ تھا مصیبت یہ ہے کہ جمہور وہابیہ کی بھی مخالفت ہوتی کہ تخصیص عدم صحت باحادیث مرفوعہ نے صحت بتائی ، ملا علی قاری کی عبارت گزری تو قرونِ ثلثہ میں اصل متحقق ہوئی پھر بدعت بے اصل کہنا اصولِ وہابیت پر بھی چھری پھیرنا ہے ۔

(۱۵) وہابیت بجہنم سخت تر آفت یہ ہے کہ دیوبندیت کے امام اعظم جناب گنگوہی صاحب سے چل گئی اور وہ بھی بہت بُری طرح کہ ان کی سنّت اُن کی بدعت ، ان کی ہدایت ، اُن کی ضلالت یہ فاعل کو بدعتی گمراہ ٹھہرائیں وُہ ان کو منکر سنت ضال بدراہ بتائیں پھر یہ کیا اُنھیں چھوڑ دیتے ہیں یہ کہیں گے کہ وہ بدعت ضلالت کو سنّت بتا کر سخت گمراہ بے دین ہوئے کفی اللہ المؤمنین القتال (لڑائی میں مومنوں کیلئے اللہ تعالیٰ کافی ہے ۔ ت) اس کا مفصل بیان منیر العین افادہ ۳۰ میں ملاحظہ ہو مجمل یہ کہ یہ احادیثِ تقبیل گنگوہی صاحب کے نزدیک بھی فضائلِ اعمال کی ہیں کہ اس پر ترغیب و ثواب اُن میں مذکور ہے ، مسند الفردوس کی حدیث میں بروایت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ انھوں نے اذان میں نام سُن کر انگلیوں کے پوروں کو بوسہ دے کر آنکھوں پر پھیرا ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

من فعل مثل ما فعل خلیلی فقد حلت علیہ شفاعتی[2]	جو ایسا کرے جیسا میرے اس پیارے نے کیا اُس پر میری شفاعت حلال ہوجائے گی ۔

جامع الرموز و کنز العباد وغیرہما میں ہے :

فانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکون قائداً لہ الی الجنۃ[3]	جو ایسا کرے گا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے پیچھے پیچھے اسے جنت میں لے جائیں گے ۔

اور یہ تو روایات عدیدہ میں ہے جو ایسا کرے کبھی اندھا نہ ہوگا نہ اُس کی آنکھیں دُکھیں ، یہ کیا فضیلت و

---

[1] شرح متن اربعین نوویہ قبیل حدیث اول مطبوعہ امیر دولت قطر ص ۶
[2] المقاصد الحسنۃ حرف المیم حدیث ۱۰۲۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۳۸۴
[3] جامع الرموز باب الاذان مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۲۵

marfat.com

Marfat.com

ترغیب نہیں بہرحال یہ حدیثیں فضائلِ اعمال کی ہیں، اور گنگوہی صاحب براہینِ قاطعہ طبع دوم ص ۹۶ میں فرماتے ہیں: "سب کا یہ مدعا ہے کہ فضائلِ اعمال میں ضعیف پر عمل درست ہے"[1] ظاہر ہے کہ درست یہاں بمعنی جائز ہی ہے خصوصاً جبکہ امیر المؤمنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ثبوت لیں جیسا کہ عبارتِ علی قاری میں گزرا، جب تو اس مسئلہ قبولِ ضعاف کی بھی حاجت نہ ہوگی کہ شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کی تقلید کا خود احادیثِ صحیحہ میں حکم فرمایا، حدیثِ خلفا کلامِ قاری میں گزری، دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا:

اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر۔[2]

ان دو کی پیروی کرو جو میرے بعد والی اُمت ہوں گے ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

رواہ احمد والترمذی وحسنہ وابن ماجۃ والرویانی والحاکم وصححہ وابن حبان فی صحیحہ عن حذیفۃ والترمذی والحاکم عن ابن مسعود وابن عدی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اسے احمد نے اور ترمذی نے روایت کرکے حسن کہا، ابن ماجہ، رویانی اور حاکم نے روایت کرکے اسے صحیح قرار دیا، ابن حبان نے اسے اپنی صحیح میں روایت کیا حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور ترمذی اور حاکم نے حضرت ابن مسعود سے اور ابن عدی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہم اور ان سب نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بیان کیا ہے (ت)

بلکہ تقلیدِ عام صحابہ ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی عنہم وعنہ کا مذہب ہے بلکہ وہابیہ کے نزدیک تین قرن تک حکمِ تقلید بلکہ منصبِ تشریعِ جدید ہے کما بیناہ فی کتبنا فی الرد علیہم (جیسے کہ ہم نے اپنی کتب میں ان کا رد کرتے ہوئے واضح کیا ہے۔ ت) بہرحال اس عمل کی دلیلِ جواز قرونِ ثلٰثہ میں متحقق ہوئی اور گنگوہی صاحب ص ۲۸ میں لکھتے ہیں:

"جس کے جواز کی دلیل قرونِ ثلٰثہ میں ہو وہ سب سنّت ہے اھ"[3]

تو روشن ہوا کہ جناب گنگوہی صاحب کے نزدیک اذان میں نام اقدس سُن کر انگوٹھے چومنا سنّت ہے اور حدیث سے ثابت کہ منکرِ سنّت پر لعنت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] براہینِ قاطعہ علٰی ظلام الانوار الساطعۃ مسئلہ فاتحہ اعتقادیت ہے الخ مطبوعہ لے بلاسا واقع ڈھور ص ۹۶
[2] جامع الترمذی مناقب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۲/۲۰۷
[3] براہینِ قاطعہ علٰی ظلام الانوار الساطعۃ قرونِ ثلٰثہ میں موجود ہونے کے معنی مطبوعہ لے بلاساواقع ڈھور ص ۲۸

marfat.com

Marfat.com

ستة لعنتھم لعنھم اللہ وکل نبی مجاب (الی قولہ) والتارك لسنتی رواہ الترمذی عن ام المؤمنین والحاکم عنھا وعن علی والطبرانی بلفظ سبعة لعنتھم وکل نبی مجاب عن عمرو بن سعواء رضی اللہ تعالٰی عنھم بسند حسن۔[1][2]

چھ آدمی ایسے ہیں جن پر میں نے لعنت کی اللہ ان پر لعنت کرے اور ہر نبی کی دعا مقبول ہے ازاں جملہ ایک وہ کہ میری سنّت کا منکر ہو، اس کو ترمذی نے ام المؤمنین سے اور حاکم نے ان سے اور حضرت علی سے روایت کیا اور طبرانی کے الفاظ یہ ہیں "سات آدمی ایسے ہیں جن پر میں نے لعنت کی اور ہر نبی کی دُعا مقبول ہے"۔ یہ حضرت عمرو بن سعوی رضی اللہ تعالٰی سے سند حسن کے ساتھ مروی ہے۔ (ت)

اب صاحبِ فتاوٰی اشرفیہ اپنا حکم گنگوہی صاحب سے دریافت کریں یا گنگوہی صاحب کے حق میں خود کوئی حکم فرمائیں۔

(۱۶) اب اقامت کی طرف چلیے شامی سے بحوالہ مجہول قہستانی کا روایت نہ پانا تو نقل کر لائے اور اس سے یہ نتیجہ کہ فقہا نے اُس کا بالکل انکار کیا حالانکہ فقہائے کرام کا مسلک وہ ہے جو امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر ص ۱۴ میں فرمایا:

عدم النقل لاینفی الوجود[3] (عدمِ نقل، وجود کے منافی نہیں۔ ت)

(۱۷) عدم نقل کو نقل عدم ٹھہرانے کا رَد خود اسی شامی میں جابجا موجود، از انجملہ جلد اول ص ۴۰ میں بعد ذکر احادیث فرمایا:

قال العلماء ھذہ الاحادیث من قواعد الاسلام وھو ان کل من ابتدع شیأ من الخیر کان لہ مثل اجر کل من یعمل بہ الی یوم القیٰمة[4]

یعنی علمائے کرام نے فرمایا کہ یہ حدیثیں دین اسلام کے قواعد سے ہیں، ان سے یہ قاعدہ ثابت ہُوا کہ جو شخص کوئی اچھا کام نیا نکالے کہ پہلے نہ تھا قیامت تک جتنے مسلمان اس پر عمل کریں سب کے برابر ثواب اُس ایجاد کرنے والے کو ہو۔

(۱۸) بدعت و بے اصل کی بھی حقیقت سُن لیجیے، فتح اللہ المعین جلد ۳ ص ۴۰۲:

---

[1] المستدرک کتاب الایمان ستة لعنھم اللہ۔ دار الفکر بیروت ۱/۳۶

[2] المعجم الکبیر ترجمہ عمرو بن سعواء حدیث نمبر ۸۹ المکتبة الفیصلة بیروت ۱۷/۴۳

[3] فتح القدیر کتاب الطہارت ” نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۰

[4] رد المحتار مطلب یجوز تقلید المفضول الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۲

marfat.com

Marfat.com

لا اصل لها لا یقتضی الکراھۃ ولذا قال فی الدر ما قیل انھا بدعۃ ای مباحۃ حسنۃ[1]۔ | یعنی بے اصل ہونے سے مکروہ ہونا لازم نہیں آتا اسی لیے دُرمختار میں فرمایا کہ اسے جو بدعت کہا گیا اس کے معنی یہ ہیں کہ نو پیدا جائز اچھی بات ہے (ت)

(۱۹) فرض کردم کہ اس سے بوجہ عدم نقل انکار مطلق ہی مقصود ہو تو بحال عدم نقل احکام فقہا جن کا نمونہ ہم نے ذکر کیا اس کے معارض ہوں گے اور ترجیح و توفیق و توجیہ و تحقیق کہ ہمارے رسائل رَدِّ وہابیہ میں ہے اس کی مؤنت جناب گنگوہی صاحب نے کم دی اور منکرین کو کسی عبارت خلاف سے شبہہ ڈالنے کی گنجائش نہ رکھی کہ اس سے غایت درجہ مسئلہ عدم نقل میں اختلاف ثابت ہوگا اور گنگوہی صاحب براہین ص ۱۳۷ میں فرماتے ہیں:

"اس کی کراہت مختلف فیہ ہوئی اور مختلف فیہ مسئلہ تو یُوں بھی بلاضرورت جائز ہو جاتا ہے[2]"

یہ وہاں کہی اور پُوری غیر مقلدی بلکہ بہوائے نفس اتباع رُخص حلال کر دینے کی داد دی ہے جہاں ہمارے علماء اور امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اختلاف ہے تو جہاں خود علمائے حنفیہ کے قول دونوں طرف ہوں وہ تو بدرجہ اولٰی بلاضرورت مطلقاً جائز رہے گا اور منکر کہ قولِ خلاف سے سند لائے احمق کج فہم ٹھہرے گا۔

(۲۰) نہیں نہیں فقط جائز نہیں بلکہ گنگوہی صاحب کے دھرم میں وقتِ اقامت بھی تقبیل مذکور سنّت اور تھانوی صاحب کا اُس پر انکار گمراہی و ضلالت اور بحکمِ حدیث موجب لعنت ہے۔ علماء فرماتے ہیں اقامت احکام میں مثل اذان ہے سوا مستثنیات کے، بلکہ ہدایہ میں ہے:

یروی انہ لا تکرہ الاقامۃ ایضا لانھا احدی الاذانین[3]۔ | اور یہ مروی ہے کہ اقامت بھی مکروہ نہیں کیونکہ یہ بھی ایک اذان ہے۔ (ت)

اور عند التحقیق تنقیح مناط انتفائے خصوص کرے گی تو اُس کی دلیل جواز بھی متحقق ہوئی اور سنّت ٹھہری، گنگوہی صاحب کے نزدیک تو سنّت ہونے کے لیے اثر فعل کی جنس بھی قرونِ ثلٰثہ میں موجود ہونے کی حاجت نہیں یہاں تو اُس کی جنس یعنی تقبیل اذان خود موجود ہے براہین گنگوہی ص ۸ میں ہے۔

"جس کے جواز کی دلیل قرونِ ثلٰثہ میں ہو خواہ وہ جزئیہ بوجود خارجی اُن قرون میں ہُوا یا نہ ہوا اور خواہ اُسکی

---

[1] فتح المعین فصل فی الاستبراء وغیرہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۰۲/۳

[2] براہین قاطعہ علی ظلام الانوار الساطعۃ تحقیق مسئلہ اجرۃ تعلیم القرآن الخ مطبوعہ بلاسا واقع ڈھور ص ۱۳۷

[3] الہدایۃ باب الاذان مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۷۴/۱

marfat.com

Marfat.com

جنس کا وجود خارج میں ہوا ہو یا نہ ہوا ہو وہ سب سنّت ہیں[1]:

یہ اُس چار سطری تحریر پر ثلٰث عشرون کاملۃ (یہ مکمل تیئس دلائل ہیں۔ت) وہ بھی بنہایت اختصار، اب ڈیڑھ سطری منہیہ کی طرف چلئے وباللہ التوفیق۔

(۲۱) علمائے کرام نے کہ نفی صحت میں مرفوع کی تخصیص فرمائی بکمال حیا اُس کا مطلب یہ گھڑا کہ اس بارہ میں حدیث موقوف اگرچہ منقول ہے مگر ضعیف الاسناد ہے، کیا علما نے یہ فرمایا تھا کہ اس بارہ میں حدیث مرفوع کوئی منقول ہی نہیں یا یہ فرمایا تھا کہ جو منقول ہے ضعیف نہیں بلکہ صحیح ہے یا یہ فرمایا تھا کہ ضعیف بھی نہیں بلکہ موضوع ہے انھیں تین صورتوں میں اُس اختراعی مطلب پر مرفوع و موقوف کا تفرقہ اور تخصیص کا فائدہ صحیح رہتا مگر ہر ذرا سے فہم والا بھی دیکھ رہا ہے کہ یہ بہر وجہ علماء پر افترا ہے علما نے یہی بتایا ہے کہ اس بارہ میں احادیث مرفوعہ اگرچہ منقول ہیں مگر درجۂ صحت پر نہیں بلکہ ضعیف ہیں یہی اس بے معنی منہیہ نے حدیث موقوف میں کہا تو فرق کیا رہا صراحۃً تخصیص مرفوع باطل کرنے کو تخصیص مرفوع کا مطلب ٹھہرانا جنون نہیں تو شدید مکاری ڈھٹائی ہے مکاری نہیں تو سخت جنون و بے عقلی ہے۔

(۲۲) بفرض باطل یہی مطلب سہی مگر یوں بھی کال نہ کٹا امام الطائفہ گنگوہی صاحب ایمان لاچکے کہ یہاں مقبول ہے اگرچہ ضعیف حدیث اور طائفہ بھر کا دھرم قرون کی تثلیث پھر حدیث موقوف وضعیف موجود مان کر بدعت و بے اصل کہنا کیسا قول خبیث!

(۲۳) ایک بھاری دیانت یہ دکھائی کہ حدیث سے اس عمل کا طاعت ہونا نہیں نکلتا بلکہ ردسے بچنے کا ایک منتر ہے الحق حیا و ایمان متلازم ہیں یہ اعتراض اگر چل سکتا تو نہ موقوف وضعیف بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد صحیح اگر صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہوتا اُسے بھی اڑا دیتا، حدیثوں میں تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کی شفاعت فرمائیں گے اُسے اپنے ساتھ جنت میں لے جائینگے اور منہیہ کہتا ہے کہ یہ کوئی طاعت ہی نہیں کیا کوئی مسلمان کہہ سکتا ہے کہ جس پر یہ عظیم وجلیل ثواب موعود ہوں وہ سرے سے طاعت ہی نہیں ایک منتر ہے۔

(۲۴) حدیث ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہے یوں پڑھے:

رضیت باللہ ربًّا وبالاسلام دینًا وبمحمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نبیًّا[2]۔	میں اللہ تعالٰی کے رب، اسلام کے دین اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی اور خوش ہوں۔ (ت)

[1] براہین قاطعہ قرون ثلثہ میں موجود ہونے نہ ہونے کے معنی مطبوعہ لے بلاساواقع ڈھور ص ۲۸

[2] المقاصد الحسنۃ [illegible] ۱۰۲۱ [illegible] العلمیۃ بیروت لبنان ص ۳۸۲

marfat.com

Marfat.com

حدیثِ خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہے یوں کہے :

مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1]

اے میرے حبیب! مرحبا، آپ کا اسم گرامی محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک۔ (ت)

اسی طرح حدیثِ سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہے۔

چوتھی روایت میں ہے یوں کہے :

صلی اللہ تعالٰی علیک یا رسول اللہ قرۃ عینی بک یا رسول اللہ اللہم متعنی بالسمع والبصر[2]۔

اے اللہ کے رسول آپ پر اللہ تعالٰی کی طرف سے صلاۃ (رحمت) ہو، یا رسول اللہ! آپ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں، اے اللہ! میری سماعت و بصارت کو اس کی برکت سے مالامال فرما۔ (ت)

پانچویں میں ہے درود پڑھے۔

چھٹے میں ہے یوں کہے :

صلی اللہ علیک یا سیدی یا رسول اللہ یا حبیب قلبی ویا نور بصری ویا قرۃ عینی[3]

یا سیدی یا رسول اللہ، اے میرے دل کے حبیب، اے میری آنکھوں کے نور و سرور، اور اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک آپ پر اللہ تعالٰی رحمت فرمائے۔ (ت)

ساتویں میں ہے یوں کہے :

اللہم احفظ حدقتی ونورھما ببرکۃ حدقتی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ونورھما[4]۔

اے اللہ! میری آنکھوں کی حفاظت فرما اور انہیں منور فرما نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں اور ان کے نور کی برکت سے۔ (ت)

منھیہ کے نزدیک یہ اللہ و رسول کے ذکر، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود، اللہ عزوجل سے دعا

---

[1] المقاصد الحسنۃ حرف المیم حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۳۸۴
[2] جامع الرموز باب الاذان ؍؍ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۲۵
[3] المقاصد الحسنۃ حرف المیم حدیث ۱۰۲۱ ؍؍ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۳۸۴
[4] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ص ۳۸۵

marfat.com
Marfat.com

کچھ طاعت ہی نہیں حالانکہ ذکر ہی روحِ طاعت ہے اور دُعا مغزِ عبادت، اور درود کو مسلمان ایمان کا چین چین کا ایمان جانتے ہیں اگرچہ منہیہ منتر مانے۔

(۲۵) اس عمل مبارک کے فوائد میں ایک فائدہ جو یہ فرمایا گیا کہ جو ایسا کرے گا اُس کی آنکھیں نہ دُکھیں گی نہ کبھی اندھا ہو، اس جرم پر وہ ذکرِ الٰہی و درود و دُعا سب طاعت سے خارج ہو کر رد کا منتر رہ گئے نامِ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے اس عداوت کی کوئی حد ہے، صدہا حدیثیں ہیں جن میں تلاوتِ قرآن عظیم و تسبیح و تہلیل و حمد و تکبیر و لاحول وغیرہا اذکارِ جلیلہ پر منافع جسمانیہ و دُنیاویہ ارشاد ہوئے ہیں جسے شوق ہو صحاحِ ستہ و ترغیب و ترہیب امام منذری و جوامع امام جلیل سیوطی و حصن حصین امام جزری وغیرہا کتبِ حدیث مطالعہ کرے منہیہ کے دھرم میں یہ اسلامی ایمانی کلمے اور خود قرآن عظیم سب منتر ہیں جنھیں طاعت سے کچھ علاقہ نہیں اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(۲۶) اللہ و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہر حکیم سے بڑھ کر حکیم ہیں اُن کی رعایا میں ہر قسم کے لوگ ہیں ایک وُہ عالی ہمّت کہ اللہ و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ و رسول کے لیے یاد کریں اپنی کوئی منفعت دنیوی تو دنیوی اُخروی بھی مقصود نہ رکھیں یہ خالص مخلص بندے ہیں جن کی بندگی میں کسی ذاتی غرض کی آمیزش نہیں ان کے لیے وصلِ ذات ہے جن کو فرمایا:

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا[1] — جو ہماری یاد میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم یقیناً ان کے لیے اپنے تمام راستے کھول دیتے ہیں۔ (ت)

دوسرے وُہ جن کو کسی طمع کی چاشنی اُبھارے مگر نفع فانی کے گرویدہ نہیں باقی کی تلاش ہے قرآن و حدیث میں نعیم جنت کے بیان ان کی نظیر سے ہیں جن کو فرمایا:

ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ[2] — اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جان و مال کو جنت کے عوض خرید لیا ہے (ت)

تیسرے وُہ جن کو نفع عاجل کی امید دلانا زیادہ مؤید ہے جن کو فرمایا:

فقلت استغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا[3] — میں کہتا ہُوں تم اپنے رب سے معافی مانگو وہ یقیناً معافی دینے والا ہے وہ آسمان سے تم پر زوردار بارش بھیجے گا۔ (ت)

---

[1] القرآن ۲۹/۶۹
[2] القرآن ۹/۱۱۱
[3] القرآن ۷۱/۱۰

marfat.com

Marfat.com

اور فرمایا،

قُل ھو للذین اٰمنوا ھدی و شفاء[1]۔ — فرما دیجئے یہ مومنوں کے لیے ہدایت اور شفا ہے (ت)

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اغزوا تغنموا وصوموا تصحوا وسافروا تستغنوا[2] و فی حدیث حجّوا تستغنوا[3]۔ — جہاد کرو غنیمت پاؤ گے اور روزہ رکھو تندرست ہوجاؤ گے اور حج کرو غنی ہوجاؤ گے۔

روی الاول الطبرانی فی الاوسط بسند صحیح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ والاٰخر عبدالرزاق عن صفوان بن سلیم مرسلا ووصلہ فی مسند الفردوس۔ — پہلی کو طبرانی نے اوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا اور دوسری کو عبدالرزاق نے صفوان بن سلیم سے مرسلاً روایت کیا، اور مسند الفردوس میں یہ متصلاً مروی ہے (ت)

چوتھے وہ پست فطرت دون ہمت کہ امیدِ نفع پر بھی نہ سرکیں جب تک تازیانہ کا ڈر نہ دلائیں قرآن و حدیث میں عذابِ نار کے بیان ان کی نظر سے ہیں جن کو فرمایا،

ومن یعش عن ذکر الرحمٰن نقیض لہ شیطٰنا فھو لہ قرین وانھم لیصدونھم عن السبیل ویحسبون انھم مھتدون ○ حتی اذا جاءنا قال یلیت بینی وبینک بعد المشرقین فبئس القرین ولن ینفعکم الیوم اذ ظلمتم انکم فی العذاب مشترکون[4]۔ — جسے رتوند آئے رحمان کے ذکر سے ہم اس پر ایک شیطان متعین کردیں گے کہ وہ اس کا ساتھی رہے اور بیشک وُہ شیطان ان کو راہ سے روکتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ وہ راہ پر ہیں یہاں تک کہ جب کافر ہمارے پاس آئے گا اپنے شیطان سے کہے گا ہائے کسی طرح مجھ میں تجھ میں پورب پچھم (مشرق و مغرب) کا فاصلہ ہوتا تو کیا ہی بُرا ساتھی ہے، اور ہرگز تمہارا اس (حسرت) سے بھلا نہ ہوگا آج جبکہ (دنیا میں) تم نے ظلم کیا تو تم سب عذاب میں شریک ہو (ت)

اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا،

من لم یدع اللہ غضب علیہ[5] رواہ ابن ابی شیبۃ — وہ شخص جو اللہ تعالٰی سے دعا نہیں مانگتا اس پر اللہ تعالٰی

---

[1] القرآن ۴۱/۴۴

[2] المعجم الاوسط حدیث نمبر ۸۳۰۸ — مکتبۃ المعارف ریاض سعودیہ ۹/۱۴۴

[3] المصنف لعبدالرزاق — باب فضل الحج — المکتب الاسلامی بیروت ۵/۱۱

[4] القرآن ۴۳/۳۶ تا ۴۰

[5] مصنف ابن ابی شیبہ ... ادارۃ القرآن کراچی ۱۰/۲۰۰

marfat.com

Marfat.com

فی المصنف عن ابی هریرة و بلفظ من لم یسأل الله یغضب علیه[1] احمد والبخاری فی الادب المفرد والترمذی وابن ماجة والبزار وابن حبان والحاکم وصححاه وللعسکری عنه رضی الله تعالٰی عنه فی المواعظ بسند حسن عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال قال الله تعالٰی من لا یدعونی اغضب علیه[2] اللهم صل وسلم و بارك علیه وعلٰی اٰله وصحبه وابنه وحزبه ابدا اٰمین۔

ناراض ہوتا ہے، اسے ابن ابی شیبہ نے اپنے مسند میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ حدیث کے دوسرے الفاظ یہ ہیں: وہ شخص جو اللہ تعالٰی سے سوال نہیں کرتا اللہ تعالٰی اس پر ناراض ہوتا ہے اسے احمد اور بخاری نے "الادب المفرد" میں، ترمذی، ابن ماجہ، بزار، ابن حبان اور حاکم سب نے روایت کیا ہے اور آخری دو نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور عسکری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اپنی "المواعظ" میں سند حسن کے ساتھ بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے: جو شخص مجھ سے دعا نہیں کرتا میں اس پر ناراض ہوتا ہوں۔ اللہ تعالٰی ہمیشہ رحمتِ کاملہ اور سلامتی بھیجے آپ پر، آپ کی آل، اصحاب، بیٹے اور گروہ سب پر، آمین (ت)

صاحب منہیہ اللہ عزوجل کی حکمتوں کو باطل کرتا اور طاعت کو صرف قسم اوّل میں منحصر کرنا چاہتا اور حدیث و قرآن کے تمام اذکار جنت و نار ترغیب و ترہیب کو لغو فضول بلکہ اغوا و اضلال بناتا ہے کہ بندوں کو مقصود سے دُور کرکے منتر جنتر میں لا ڈالا۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[3] (عنقریب جان لیں گے ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ ت)

(۲۷) عوام پر غیظ ہے کہ وُہ یہ ذکر خدا و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باعتقاد طاعت کرتے ہیں الحمدللہ مسلمانوں کے عوام آپ جیسے خواص سے عقل و فہم و فضل و علم میں بدرجہا زائد ہیں وہ اپنے رب عزوجل کے ذکر و دعا اور اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذکر و محبت و تعظیم و توسل کو طاعت نہ جانیں تو کیا آپ کی طرح ذکر و تعظیم مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بہر حیلہ ممکنہ باطل کرنے بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صریح توہینوں کو عبادت مانیں۔ وہ رمدِ چشم کا عمل ہی سہی، فرض کیجئے ایک دیوبندی اپنی آنکھوں کے علاج کو جالینوس کا شیاف یا ابن سینا کی سلائی لگاتا ہے اور ایک مسلمان سورۂ فاتحہ و آیۃ الکرسی و اسم الٰہی نور و صلاۃ نور سے علاج کرتا ہے آپ کے دھرم میں دونوں برابر

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی فضل الدعاء مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۷۳

[2] کنز العمال، بحوالہ العسکری الباب الثامن فی الدعاء الخ مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت ۲/۶۲

[3] القرآن ۲۶/۲۲۷

marfat.com

Marfat.com

ہیں کہ ایک فعل مباح کر رہے ہیں، طاعت نہ یہ نہ وہ، مگر مسلمان جانتے ہیں کہ کہاں جالینوس و ابن سینا پر بھروسا اور کہاں کلام اللہ نور ہدیٰ و شفاء و اسمائے الٰہیہ سے توسل و التجا، یہ ضرور طاعت اور اس کے حسن ایمان کی علامت ہے ولکن النجدیۃ لایعلمون (لیکن نجدی نہیں سمجھتے ــ ت) بات یہ ہے کہ وعیدوں یا جسمانی دنیاوی بلکہ اُخروی منفعتوں ثوابوں کے وعدے سے بھی حاشا یہ مراد خدا اور رسول نہیں جل و علا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ اُن وعیدوں سے بچنا یا اُن منافع کا ملنا ہی مقصود بالذات بنا کر اسی غرض و نیت سے ذکرِ خدا اور رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کرو کہ یہ تو قلب موضوع و عکس مقصود ہے جو عبادت جنت کی نیت سے کرے کہ وہی اُس کی مقصود بالذات ہو ہرگز عابد خدا نہیں عابد جنت ہے، توراتِ مقدس سے منقول اُس سے بڑھ کر ظالم کون جو بہشت کی طمع یا دوزخ کے ڈر سے میری عبادت کرے، کیا اگر میں جنت و نار نہ بناتا مستحق عبادت نہ ہوتا، بلکہ اس سے مراد صرف اُبھارنا ہے کہ اس طمع و خوف کے لحاظ سے عمل لوجہ اللہ کریں مضرت سے بچنا یا منفعت جسمانی خواہ روحانی دنیوی خواہ اُخروی کا ملنا مقصود بالعرض ہو جیسے حج میں تجارت، جہاد میں غنیمت، روزے میں صحت، نماز میں کسرت، بحمد اللہ تعالٰی مسلمانوں کے عوام اپنے رب کی مراد سمجھے اور اس عمل میں بھی وہی اُن کا مقصود ہوا کہ اپنے رب جل و علا اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہیں اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نامِ اقدس پر براہِ محبت و تعظیم بوسہ دیتے ہیں اور یہ سب قطعاً طاعت و مرادِ شریعت ہے اس کی برکت اس کے طفیل اس کے صدقہ سے ہمیں یہ جسمانی فائدہ بھی ملے گا کہ آنکھیں نہ دُکھیں گی اندھے نہ ہوں گے یہ عین وہی نیت ہے جو شارع کو ایسے وعدوں میں مقصود ہوتی ہے مگر خائب و خاسر، احمق و غادر وہ کہ ایسے وعدوں پر پھول کر اصل مقصود خدا و رسول کو بھول جائے اور ان کے ذکر و تعظیم و محبت کو نرا منتر بتائے نسوا اللہ فانسٰھم انفسھم[1] (جو بھول گئے اللہ تعالٰی کو تو اس نے انھیں بلا میں ڈالا کہ اپنی جانیں یاد نہ رہیں۔ت)

(۲۸) غنیمت ہے کہ رد کا منتر مان کر منتر کے نام سے محض عدمِ روایات یا ضعفِ مروی بدعت بدعت کا بھوت تو اُترا اور یہ عمل مباح ٹھہرا اور نہ عدمِ ورود پر بدعت و بے اصل ہونے کے جو معنی آپ حضرات کے یہاں ہیں اُن کا مصداق کسی طرح مباح نہیں ہو سکتا اگرچہ اعتقادِ طاعت نہ ہو۔

(۲۹) یہ تو اور بھی گزرا کہ اسی فعل کو اذان میں ہو خواہ اقامت میں محض مباح جاننا شریعتِ گنگوہیہ کے بالکل خلاف ہے کہ اُس میں یہ عمل سنت ہے تو عوام ہی ٹھیک سمجھے اور طاعت کے طاعت اعتقاد کرنے کو بدعت بتا کر تمھیں بدعتی بدمذہب ہوئے اگرچہ دیوبندیت کی معراج ترقی فی المراق من الدین کے بعد بدعت کی کیا گنتی ع

---

[1] القرآن ۵۹/ ۱۹

marfat.com

Marfat.com

ما علی مثلہ بعد الخطاء
(بعد از خطا اس کی مثل پر کیا لازم آئے)

مگر یہاں یہ گزارش ہے کہ مباح بمعنی شامل فرض جس طرح امکان عام شامل وجوب ہے قطعاً یہاں مراد نہیں ورنہ فرض کو بھی طاعت سمجھنا گمراہی و بدعت ہو، لاجرم مباح بمعنی مساوی الطرفین نظیر امکان خاص مراد ہے یعنی وہ فعل نہ محمود نہ مذموم، آپ نے اُسے رد حشم کا منتر بنا کر ایسا ہی مباح سمجھا اور یہ شریعت گنگوہیہ ہے کہ غرہ ہے عالی جناب گنگوہی صاحب کے دھرم میں کوئی فعل ایسا مباح نہیں اُسی صفحہ ۲۸ پر بولتے ہیں :

جس کے جواز کی دلیل قرون ثلثہ میں ہو خواہ وہ جزئیہ بوجود خارجی اُن قرون میں ہوا یا نہ ہوا وہ سب سنت ہے اور جس کے جواز کی دلیل نہیں خواہ وہ ان قرون میں بوجود خارجی ہوا یا نہ ہوا وہ سب بدعت ضلالت ہے[1]۔

ظاہر ہے کہ کوئی فعل ہو یا اُس کے جواز کی دلیل قرون ثلثہ میں ہوگی یا نہیں، تیسری شق نا ممکن ہے کہ یہ حصر عقلی دائر بین النفی والاثبات ہے اور گنگوہی صاحب دو کلیہ دے گئے کہ شق اول کے سب سنت ہیں اور شق دوم کے سب ضلالت۔ اب وہ کون سا رہا کہ دونوں سے خارج ہو کر نرا مباح ہو بلکہ نہ ایک مباح کہ مکروہ تنزیہی و خلاف اولیٰ و مستحب یہ سب احکام شرعیہ یکسر اُڑ گئے یہ ہے وہ گنگوہی شریعت کا تازہ جوہر جس پر صفحہ ۲۹ میں یہ تازہیں کہ اس قاعدہ کو خوب غور کرنا اور سمجھ لینا ضرور ہے اس عاجز کو اساتذہ جہاندیدکی توجہ سے حاصل ہوا ہے اس جوہر کو اس کتاب میں ضرورۃً رکھتا ہوں[2]، کیا نفیس جوہر ہے کہ ادھر تو شریعت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آدھے احکام اُڑ گئے اُدھر آدھی وہابیت اپنا جوہر کر گئی جس کا بیان منیر العین افادہ مذکورہ میں ہے منیر العین نے آنکھیں کھول دی تھیں پھر بھی تنبہ نہ ہوا اور کیوں ہوتا کہ حضور اقدس عالم ماکان و مایکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحیح حدیث صحیح بخاری شریف میں فرما چکے ہیں ثم لا یعودون فیہ[3] (پھر وہ لوٹ کر دین میں نہیں آئیں گے۔ ت)

(۲۰) مباح کا اعتقاد طاعت سے بدعت ہو جانا اگر اس سے یہ مراد کہ جو شے مباح محض ہے جس کے فعل و ترک شرعاً دونوں مساوی اُسے فی نفسہ مامور بہ و مطلوب شرع اعتقاد کرنا اُسے بدعت کر دیتا ہے تو منیہ والے کے پاس کیا دلیل ہے کہ یہ فعل مساوی الطرفین ہے اور عام عوام فی نفسہ اس کو مامور بہ یا مطلوب من جہۃ الشرع اعتقاد کرتے ہیں اب یہاں وہ علم غیب کا مسئلہ جانگزائے اہل منیہ ہوگا جو ہمارے سائل فاضل سلمہ نے ایراد کیا اور اگر یہ مراد کہ مباح کو بہ نیت قربت کرنا اسے بدعت کر دیتا ہے تو شریعت مطہرہ پر محض افترا ہے بلکہ مباح کو بہ نیت قربت کرنا اسے قربت کر دیتا ہے

---

[1] براہین قاطعہ علی ظلام انوار الساطعہ قرون ثلثہ میں موجود ہونے نہ ہونے کا معنی مطبوعہ بلا ساوا قع ڈھور ص ۲۸
[2] " " " " " " " ص ۲۹
[3] صحیح البخاری آخر کتاب ... ۲ / ۱۱۲۸

marfat.com

Marfat.com

اور ہر قربت طاعت ہے تو اُس میں اعتقادِ طاعت ضرور حق اور اُسے بدعت بتانا جہل مطلق، اشباہ والنظائر و ردالمحتار میں ہے،

اما المباحات فتختلف صفتها باعتبار ما قصدت لاجله فاذا قصد به التقوی علی الطاعات او التوصل الیها کانت عبادة[1]

باقی مباحات کا معاملہ نیت کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے اگر ان سے مقصود طاعات پر تقوٰی یا ان تک پہنچنا ہو تو پھر یہ عبادت ہے۔ (ت)

غمز العیون میں ہے،

کل قربة طاعة ولا تنعکس[2] (ہر قربت طاعت ہے اور ہر طاعت قربت نہیں ہوتی۔ ت)

یہ اس ڈیڑھ سطری منہیہ پر تلك عشرة کاملة (دس مکمل دلائل ہیں۔ ت) ہیں۔

بالجملہ منکرین کے پاس کوئی دلیل نہیں اور ادعائے بے دلیل سے بدتر کوئی شے ذلیل نہیں دربارۂ اذان تو احادیث وارد اور اس کا استحباب کُتبِ فقہ میں مصرح تو انکار نہیں مگر جہل مبین اور دربارۂ اقامت اگر ورود نہیں کہیں منع بھی نہیں اور بے منع شرعی منع کرنا ظلم مبین ادنیٰ درجہ منع کراہت ہے اور کراہت کے لیے دلیل خاص کی حاجت ہے اور بے دلیل شرعی ادعائے منع شریعت پر افترا و تہمت ہے، ردالمحتار جلد ۱ ص ۶۸۳،

لایلزم منه ان یکون مکروها الا بنهی خاص لان الکراهة حکم شرعی فلابدله من دلیل[3]

اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مکروہ ہو مگر کسی نہی خاص کے ساتھ کیونکہ کراہت حکم شرعی ہے اس کے لیے دلیل کا ہونا ضروری ہے (ت)

البحرالرائق جلد ۲ ص ۱۷۶:

لایلزم من ترك المستحب ثبوت الکراهة اذلابد لها من دلیل خاص[4]

ترکِ مستحب سے کراہت کا ثبوت نہیں ہوتا کیونکہ اس کیلئے خاص دلیل کی ضرورت ہے (ت)

وہابیہ کی جہالت کہ جواز کے لیے ورود خاص مانگیں اور منع کے لیے دلیل خاص کی کچھ حاجت نہ جانیں اس اوندھی الٹی سمجھ کا کیا ٹھکانا، مگر علت وہی شریعتِ مطہرہ پر افترا اٹھانا۔ ردالمحتار جلد ۵ ص ۴۵۵،

لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللّٰه تعالٰی باثبات

احتیاط نہیں کرتے اللہ تعالٰی پر افترا میں حرمت و

---

[1] الاشباہ والنظائر القاعدۃ الاولٰی من الفن الاول ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۳۲

[2] شرح غمز عیون البصائر مع الاشباہ 〃 〃 〃 ۱/ ۳۲

[3] ردالمحتار مطلب بیان السنۃ والمستحب الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۸۳

[4] البحرالرائق باب العیدین مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۶۳

marfat.com

Marfat.com

الحرمۃ او الکراھۃ اللذین لابد لھما من دلیل بل فی القول بالاباحۃ التی ھی الاصل[1]

کراہت ثابت کرنے میں جن کے لیے دلیل کا ہونا ضروری ہے البتہ اباحت کا قول کرنے میں احتیاط کرتے ہیں جو کہ اصل ہے (ت)

ظاہر ہے کہ نام اقدس سُن کر انگوٹھے چُومنا آنکھوں سے لگانا عرفاً دلیلِ تعظیم و محبت ہے اور امورِ ادب میں قطعاً عرف کا اعتبار۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

فیحال علی المعھود حال قصد التعظیم[2]۔

تعظیم مقصود ہونے کے وقت اسے عرف پر محمول کیا جائے گا۔ (ت)

اور تعظیم حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطلقاً مامور بہ۔

قال اللہ تعالٰی لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ[3]۔

اللہ تعالٰی کا ارشادِ مبارک ہے: تم اللہ تعالٰی اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور ہمیشہ ان کی تعظیم و توقیر بجالاؤ (ت)

اور مطلق ہمیشہ اپنے اطلاق پر جاری رہے گا جب تک کسی خاص فرد سے منع شرعی نہ ثابت ہو جیسے سجدہ زیادات امام عتابی پھر جامع الرموز پھر رد المحتار جلد ۵ ص ۲۷۹ میں ہے:

ان المطلق یجری علٰی اطلاقہ الا اذا قام دلیل التقیید نصا او دلالۃ فاحفظہ فانہ للفقیہ ضروری[4]۔

مطلق اپنے اطلاق پر ہی رہتا ہے مگر اس صورت میں کہ جب تقیید پر کوئی صراحۃً یا دلالۃً دلیل قائم ہو اسے اچھی طرح محفوظ کر لو کیونکہ یہ فقیہ کے لیے ضروری قاعدہ ہے۔ (ت)

مگر ہے یہ کہ اشقیا کے نزدیک تعظیم حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطلقاً شرک وظلم ہے شریعت نے برخلاف قیاس بعض مواضع میں خدا جانے کس ضرورت سے ناچاری کو مقرر کر دی ہے لہذا مورد پر مقتصر رہے گی باقی اُسی اصل حکم پر شرک و بدعت سراسر ٹھہرے گی فلہذا جہاں وارد ہوئی خدا کا دھرا سر پر، تہرِ درویش بجانِ درویش

---

[1] رد المحتار | کتاب الاشربۃ | مطبوعہ مصطفی البابی مصر | ۵/۳۲۶

[2] فتح القدیر | باب صفۃ الصلوۃ | ” نوریہ رضویہ سکھر | ۱/۲۴۹

[3] القرآن ۴۸/۹

[4] رد المحتار | فصل فی البیع من کتاب الحظر | مطبوعہ مصطفی البابی مصر | ۵/۲۷۲

marfat.com

Marfat.com

ماننی پڑی وہ بھی فقط ظاہراً نہ دل سے جیسے التحیات میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غائبانہ ندا کرنے کا شریعت نے حکم دیا خدا جانے شریعت کو کیا ہوگیا تھا کہ عین نماز میں بہ غیر خدا کی تعظیم اور اس پر دُور و نزدیک سے پکارنا رکھ دیا، خیر قہراً جبراً التحیات کے لفظ تو پڑھ لو مگر انشائے معنی کا ارادہ نہ کرنا وہ دیکھو امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی صراطِ مستقیم میں حکم لگا رہے ہیں کہ :

"صرف ہمت در نماز بسوئے شیخ و امثال آں از معظمین گو جناب رسالتمآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر ست از استغراق در خیال گاؤ و خر خود" الی آخر الکلمۃ الملعونۃ لعن اللہ قائلہا و قابلہا۔

"نماز میں اپنے شیخ یا بزرگوں میں سے کسی دوسرے بزرگ حتی کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف توجہ صرف کرنا اپنے گدھے اور بیل کے خیال میں مستغرق ہوجانے سے کئی درجے بدتر ہے" آخر کلام ملعون تک۔ اللہ تعالیٰ اس کلام کے قائل اور قبول کرنے والے کو اپنی رحمت سے دُور رکھے۔ (ت)

ولہذا وہابیہ تصریح کرتے ہیں کہ تشہد میں السلام علیك ایها النبی و رحمة الله و برکاته سے حکایتِ لفظ کا ارادہ کرے قصدِ معنی نہ کرے تصریح کرتے ہیں کہ دُور سے یارسول اللہ کہنا شرک ہے مگر بحمد اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ایمان میں تعظیمِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عین ایمان ایمان کی جان ہے اور علی الاطلاق مطلوبِ شرع، تو جو کچھ بھی جس طرح بھی جس وقت بھی جس جگہ بھی تعظیمِ اقدس کے لیے بجالائے خواہ وہ بعینہٖ منقول ہو یا نہ ہو سب جائز و مندوب و مستحب و مرغوب و مطلوب و پسندیدہ و خوب ہے جب تک اُس خاص سے نہی نہ آئی ہو جب تک اُس خاص میں کوئی حرجِ شرعی نہ ہو، وہ سب اس اطلاق ارشادِ الٰہی و تعزروہ و توقروہ میں داخل اور امتثالِ حکمِ الٰہی کا فضلِ جلیل اسے شامل ہے ولہذا ائمۂ دین تصریح فرماتے ہیں کہ جو کچھ جس قدر ادب و تعظیمِ حبیبِ رب العالمین جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں زیادہ مداخلت رکھے اُسی قدر زیادہ خوب ہے، فتح القدیر امام محقق علی الاطلاق و منسک متوسط و فتاوٰی عالمگیریہ وغیرہا میں ہے،

کل ما کان ادخل فی الادب والاجلال کان حسنا۔[2]

جس قدر بھی ادب و عزت میں کامل ہو اتنا ہی زیادہ اچھا ہے۔ (ت)

امام ابن حجر مکی جوہر منظم میں فرماتے ہیں،

---

[1] صراط المستقیم ہدایت نامہ در ذکر محلات مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور ص ۸۶

[2] المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط مع ارشاد الساری [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۲۶

Marfat.com

Marfat.com

تعظیم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بجمیع انواع التعظیم التی لیس فیہا مشارکۃ اللہ تعالیٰ فی الالوھیۃ امر مستحسن عند من نور اللہ ابصارھم[1]۔

وہ لوگ جنھیں اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کا نور عطا فرمایا ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کی تمام اقسام و صورتوں کو امر مستحسن تصور کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان میں ہرگز باری تعالیٰ کے ساتھ شرکت کا کوئی پہلو نہیں۔ (ت)

تو مسلمان اگر وقتِ اقامت بھی تقبیل کرے ہرگز کوئی وجہ ممانعت نہیں، اور اسے شرعاً ناجائز نہ کہے گا مگر وہ کہ شرع پر افترا کرتا یا نام و اکرام سید الانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام سے جلتا ہے۔ اسی طرح نماز و استماع قرآن مجید و استماع خطبہ جن میں حرکت منع ہے اور ان کے امثال مواضع لزوم محذور کے سوا جہاں کہیں بھی یہ فعل بنظر تعظیم و محبت حضرت رسالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ ہو جیسا کہ بعض محبان سرکار سے مشہور ہے بہرحال محبوب و محمود ہے واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہٗ اتم واحکم۔

---

[1] الجوہر المنظم الفصل الاول مطبوعہ ادارۃ الترجمۃ واشاعۃ القرآن گلبرگ لاہور ص ۱۲

marfat.com
Marfat.com

ایذان الاجر فی اذان القبر[۱۳]

(دفن کے بعد قبر پر اذان کہنے کے جواز پر مبارک فتوٰی)

مسئلہ (۳۸۸) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دفن کے وقت جو قبر پر اذان کہی جاتی ہے شرعاً جائز ہے یا نہیں، بیّنوا توجروا۔

فتوٰی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل الاذان علَم الایمان وسبب الامان وسکینۃ الجنان ومنفاۃ الاحزان ومرضاۃ الرحمٰن والصلاۃ والسلام الاتمان الاکملان علٰی من رفع اللہ ذکرہ واعظم قدرہ فبذکرہ زان کل

تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے جس نے اذان کو ایمان کی علامت، سببِ امان، دلوں کا سکون، غموں کا ازالہ اور رحمان کی رضا کا ذریعہ بنایا، صلاۃ و سلام کاملہ تامہ ہو اس ذات پر جس کا ذکر اللہ تعالٰی نے بلند کر دیا اور اس کے مرتبہ کو عظیم کیا چنانچہ ان کے ذکر سے ہر خطبہ اور اذان کو

marfat.com
Marfat.com

خطبۃ واذان وعلی الہ وصحبہ الذاکرین ایاہ مع ذکر مولاہ فی الحیٰوۃ والموت والوجدان والفوت وکل حین وان واشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ الحنان المنان وان محمدا عبدہ ورسولہ سید الانس والجان صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلی الہ وصحبہ المرضیین لدیہ ما اذن اذن لصوت اذان قال الفقیر عبد المصطفٰی احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی سقاہ المجیب من کاس الحبیب عذبا فراتا وجعلہ من الذین ہم اھل الایمان والصلاۃ والاذان احیاء واموا تا امین الٰہ الحق امین۔

زینت بخشی اور آپ کی آل واصحاب پر جو موت وحیات، وجدان وفوت غرضیکہ ہر وقت اپنے رب کریم کے ذکر کے ساتھ اپنے آقا کا ذکر کرتے ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ حنّان ومنّان کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور انس وجن کے سردار نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ تعالٰی کے برگزیدہ بندے اور رسول ہیں آپ پر اور آپ کی آل پاک اور صحابہ کرام پر جو کہ پسندیدہ ہیں سب پر اس وقت تک اللہ تعالٰی کی رحمتیں ہوں جب تک کان اذان کی آواز سنتے رہیں، حقیر عبد المصطفٰی احمد رضا محمدی سُنّی حنفی قادری برکاتی بریلوی دُعا کرتا ہے کہ اللہ تعالٰی اسے اپنے حبیب کے حوضِ کوثر سے سیراب کرے اور اسے ان لوگوں میں سے کرے جو موت وحیات میں ایمان، نماز اور اذان والے ہیں آمین الٰہ الحق آمین (ت)

الجواب

بعض علمائے دین نے میّت کو قبر میں اتارتے وقت اذان کہنے کو سنّت فرمایا، امام ابن حجر مکی وعلامہ خیر الملۃ والدین رملی استاذ صاحبِ دُرِّمختار علیہم رحمۃ الغفار نے اُن کا یہ قول نقل کیا:

اما المکی ففی فتاواہ وفی شرح العباب وعارض واما الرملی ففی حاشیۃ البحر الرائق ومرض۔

مکی نے اپنے فتاوٰی اور شرح العباب میں نقل کیا اور اس نے معارضہ کیا، رملی نے حاشیہ البحر الرائق میں نقل کیا اور اسے کمزور کہا۔ (ت)

حق یہ ہے کہ اذان مذکور فی السوال کا جواز یقینی ہے ہرگز شرع مطہر سے اس کی ممانعت کی کوئی دلیل نہیں اور جس امر سے شرع منع نہ فرمائے اصلاً ممنوع نہیں ہوسکتا قائلانِ جواز کے لیے اسی قدر کافی جو مدعی ممانعت ہو دلائل شرعیہ سے اپنا دعوٰی ثابت کرے پھر بھی مقامِ تبرع میں آکر فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ بدلائل کثیرہ اس کی اصل شرع مطہر سے نکال سکتا ہے جنھیں بقانونِ مناظرہ اسانید سوال تصور کیجئے فاقول وباللّٰہ التوفیق وبہ الوصول الٰی ذری التحقیق۔

دلیل اوّل وارد ہے کہ جب بندہ قبر میں رکھا جاتا اور سوالِ نکیرین ہوتا ہے شیطان رجیم (کہ اللہ عزوجل

marfat.com

Marfat.com

صدقہ اپنے محبوب کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کا ہر مسلمان مرد وزن کو حیات وممات میں اس کے شر سے محفوظ رکھے) وہاں بھی خلل انداز ہوتا اور جواب میں بہکاتا ہے والعیاذ بوجہ العزیز الکریم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔ امام ترمذی محمد بن علی نوادر الاصول میں امام اجل سفیٰن ثوری رحمہ اللہ تعالٰی سے روایت کرتے ہیں :

اذا سئل المیت من ربک ترأی له الشیطان فی صورت فیشیر الی نفسه ای انا ربک[1] فلهذا ورد سوال التثبیت له حین یسئل۔

یعنی جب مُردے سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ شیطان اُس پر ظاہر ہوتا اور اپنی طرف اشارہ کرتا ہے یعنی مَیں تیرا رب ہُوں اس لیے حکم آیا کہ میت کے لیے جواب میں ثابت قدم رہنے کی دعا کریں ۔ (ت)

امام ترمذی فرماتے ہیں ،

ویؤیده من الاخبار قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم عند دفن المیت اللهم اجره من الشیطان فلو لم یکن للشیطان هناك سبیل ما دعا صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بذلك[2]۔

یعنی وُہ حدیثیں جو اس کی مؤید ہیں جن میں وارد کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میت کو دفن کرتے وقت دعا فرماتے الٰہی ! اسے شیطان سے بچا ۔ اگر وہاں شیطان کا کچھ دخل نہ ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ دُعا کیوں فرماتے ۔ (ت)

اور صحیح حدیثوں سے ثابت کہ اذان شیطان کو دفع کرتی ہے ، صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہما میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اذا اذن المؤذن ادبر الشیطان وله حصاص[3]۔

جب مؤذن اذان کہتا ہے شیطان پیٹھ پھیر کر گوز زناں بھاگتا ہے ۔ (ت)

صحیح مسلم کی حدیث جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے واضح کہ چھتیس میل تک بھاگ جاتا ہے[4] ۔ اور خود حدیث میں حکم آیا جب شیطان کا کھٹکا ہو فوراً اذان کہو کہ وُہ دفع ہو جائے گا[5] اخرجه الامام ابو القاسم سلیمٰن بن احمد

[1] نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول الاصل التاسع والاربعون والمائتان الخ مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۳۲۳

[2] " " " " "

نوٹ : یہ دونوں عبارتیں اعلحضرت نے بالمعنی نقل کی ہیں اس لئے الفاظ میں کافی تغیر وتبدل ہے ، پہلی عبارت درست کر دی ہے دوسری عبارت اس طرح ہے ، فلو لم یکن للشیطان هناك سبیل ما كان لیدعو له رسول الله صلی الله علیه وسلم بان یجیره من الشیطان ۔

[3] و [4] الصحیح لمسلم باب فضل الاذان ... مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶۷

[5] معجم اوسط حدیث نمبر ۷۴۳۲ ...

marfat.com

Marfat.com

الطبرانی فی اوسط معاجیمہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)، ہم نے اپنے رسالہ نسیم الصبا فی ان الاذان یحول الوبا (صبح کی خوشگوار ہوا اس بارے میں کہ اذان سے وبا دُور ہوجاتی ہے۔ت) میں اس مطلب پر بہت احادیث نقل کیں، اور جب ثابت ہولیا کہ وہ وقت عیاذاً باللہ مداخلت شیطان لعین کا ہے اور ارشاد ہُوا کہ شیطان اذان سے بھاگتا ہے اور اس میں حکم آیا کہ اُس کے دفع کو اذان کہو تو یہ اذان خاص حدیثوں سے مستنبط بلکہ عین ارشادِ شارع کے مطابق اور مسلمان بھائی کی عمدہ امداد و اعانت ہُوئی جس کی خوبیوں سے قرآن و حدیث مالامال۔

دلیل دوم امام احمد و طبرانی و بیہقی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال لما دفن سعد بن معاذ (زاد فی روایۃ) وسوی علیہ سبح النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وسبح الناس معہ طویلا ثم کبر وکبر الناس ثم قالوا یارسول اللہ لم سبحت (زاد فی روایۃ) ثم کبرت قال لقد تضایق علی ھذا الرجل الصالح قبرہ حتی فرج اللہ تعالٰی عنہ[1]

یعنی جب سعد بن معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ دفن ہوچکے اور قبر درست کر دی گئی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دیر تک سبحان اللہ سبحان اللہ فرماتے رہے اور صحابہ کرام بھی حضور کے ساتھ کہتے رہے پھر حضور اللہ اکبر اللہ اکبر فرماتے رہے اور صحابہ بھی حضور کے ساتھ کہتے رہے پھر صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ! حضور اول تسبیح پھر تکبیر کیوں فرماتے رہے؟ ارشاد فرمایا: اس نیک مرد پر اُس کی قبر تنگ ہُوئی تھی یہاں تک کہ اللہ تعالٰی نے وہ تکلیف اُس سے دُور کی اور قبر کشادہ فرمادی۔(ت)

علامہ طیبی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

ای مازلت اکبر وتکبرون واسبح وتسبحون حتی فرجہ اللہ[2]

یعنی حدیث کے معنی یہ ہیں کہ برابر میں اور تم اللہ اکبر اللہ اکبر سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالٰی نے اُس تنگی سے انھیں نجات بخشی۔(ت)

اقول اس حدیث سے ثابت ہُوا کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے میت پر آسانی کے لیے بعد دفن کے قبر پر اللہ اکبر اللہ اکبر بار بار فرمایا ہے اور یہی کلمہ مبارکہ اذان میں چھ بار ہے تو عین سنّت ہُوا، نہایت یہ

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن مسند جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما مطبوعہ دارالفکر بیروت ۳/ ۳۷۷ - ۳۶۰

[2] مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثالث من اثبات عذاب القبر مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/ ۲۱۱

marfat.com

Marfat.com

کہ اذان میں اس کے ساتھ اور کلمات طیبات زائد ہیں سو اُن کی زیادت نہ معاذ اللہ کچھ مضرت نہ اس امر مسنون کے منافی بلکہ زیادہ مفید و مؤید مقصود ہے کہ رحمتِ الٰہی اتارنے کے لیے ذکر خدا کرنا تھا، دیکھو یہ بعینہٖ وہ مسلک نفیس ہے جو دربارہ تلبیہ اجلہ صحابہ عظام مثل حضرت امیر المومنین عمر و حضرت عبداللہ بن عمر و حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت امام حسن مجتبٰی وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کو ملحوظ ہوا اور ہمارے ائمہ کرام نے اختیار فرمایا، ہدایہ میں ہے:

لا ینبغی ان یخل بشیئ من ھذہ الکلمات لانہ ھو المنقول فلا ینقص عنہ ولو زاد فیھا جاز لان المقصود الثناء واظھار العبودیۃ فلا یمنع من الزیادۃ علیہ[1] اھ ملخصا۔

یعنی ان کلمات میں کمی نہ چاہئے کہ یہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں تو اُن سے گھٹائے نہیں اور اگر بڑھائے تو جائز ہے کہ مقصود اللہ تعالٰی کی تعریف اور اپنی بندگی کا ظاہر کرنا ہے تو اور کلمے زیادہ کرنے سے ممانعت نہیں اھ ملخصا (ت)

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے اپنے رسالہ صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین ۱۳ھ وغیرہا رسائل میں اس مطلب کی قدرے تفصیل کی۔

دلیل سوم بالاتفاق سنّت اور حدیثوں سے ثابت اور فقہ میں مثبت کہ میّت کے پاس حالتِ نزع میں کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کہتے رہیں کہ اُسے سُن کر یاد ہو حدیث متواتر میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لقنوا موتاکم لا الٰہ الا اللہ[2] (اپنے مردوں کو لا الٰہ الا اللہ سکھاؤ)

رواہ احمد ومسلم وابوداود والترمذی والنسائی وابن ماجۃ عن ابی سعید الخدری وابن ماجۃ کمسلم عن ابی ھریرۃ وکالنسائی عن ام المؤمنین عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

اسے احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور ابن ماجہ نے مسلم کی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور نسائی کی طرح حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے (ت)

اب جو نزع میں ہے وہ مجازاً مردہ ہے اور اُسے کلمہ اسلام سکھانے کی حاجت کہ بحول اللہ تعالٰی خاتمہ اسی پاک کلمے پر ہو اور شیطان لعین کے بھلانے میں نہ آئے اور جو دفن ہو چکا حقیقۃً مُردہ ہے اور اُسے بھی کلمہ پاک سکھانے کی حاجت کہ بعون اللہ تعالٰی جواب یاد ہو جائے اور شیطان رجیم کے بہکانے میں نہ آئے اور بیشک اذان میں

---

[1] الہدایۃ باب الاحرام مطبوعہ المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۲۱۷

[2] سنن ابی داود باب فی التلقین آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۸۸

marfat.com

Marfat.com

یہی کلمہ لا الٰہ الا اللہ تین جگہ موجود بلکہ اُس کے تمام کلمات جواب نکیرین بتاتے ہیں ان کے سوال تین ہیں من ربک[1] تیرا رب کون ہے؟ ما دینک تیرا دین کیا ہے؟ ما کنت تقول فی ھذا الرجل[1] تو اس مرد یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے باب میں کیا اعتقاد رکھتا تھا؟ اب اذان کی ابتدا میں اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اشھد ان لا الٰہ الا اللہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ اور آخر میں اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ سوال من ربک کا جواب سکھائیں گے ان کے سننے سے یاد آئیگا کہ میرا رب اللہ ہے اور اشھد ان محمدا رسول اللہ، اشھد ان محمدا رسول اللہ سوال ما کنت تقول فی ھذا الرجل کا جواب تعلیم کریں گے کہ میں انہیں اللہ کا رسول جانتا تھا اور حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح جواب ما دینک کی طرف اشارہ کریں گے کہ میرا دین وُہ تھا جس میں نماز رکن وستون ہے کہ الصلاۃ عماد الدین[2] تو بعد دفن اذان دینا عین ارشاد کی تعمیل ہے جو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حدیث صحیح متواتر مذکور میں فرمایا، اب یہ کلام سماعِ موتی و تلقینِ اموات کی طرف منجر ہوگا فقیر غفر اللہ تعالٰی خاص اس مسئلہ میں کتاب مبسوط مسمّٰی بحیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات تحریر کرچکا جس میں پچھتّر حدیثوں اور پونے چار سَو اقوالِ ائمہ دین وعلمائے کاملین وخود بزرگانِ منکرین سے ثابت کیا کہ مُردوں کا سُننا دیکھنا سمجھنا قطعاً حق ہے اور اس پر اہل سنت وجماعت کا اجماع قائم اور اس کا انکار نہ کرے گا مگر غبی جاہل یا معاند مبطل اور اُسی کی چند فصول میں بحث تلقین بھی صاف کردی یہاں اُس کے اعادہ کی حاجت نہیں۔

دلیل چہارم ابو یعلٰی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اطفؤا الحریق بالتکبیر[3] (آگ کو تکبیر سے بجھاؤ)

ابن عدی حضرت عبداللہ بن عباس اور وہ اور ابن السنی و ابن عساکر حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی حضور پُر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا رأیتم الحریق فکبروا فانہ یطفیٔ النار[4] جب آگ دیکھو اللہ اکبر اللہ اکبر کی بکثرت تکرار کرو وُہ آگ کو بُجھا دیتا ہے۔

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثانی من اثبات عذاب القبر مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۲۵
[2] کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال کتاب الصلاۃ ، مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت ۷/۲۸۴
[3] معجم اوسط حدیث نمبر ۸۵۶۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۹/۲۵۹
[4] الکامل فی الضعفاء الرجال ازمن اسمہ عبداللہ بن لہیعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ۴/۱۴۶۹

marfat.com

Marfat.com

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں :

فکبروا ای قولوا اللہ اکبر اللہ اکبر وکرروہ کثیرا[1] "فکبروا" سے مراد یہ ہے کہ اللہ اکبر اللہ اکبر کثرت کے ساتھ بار بار کہو۔ (ت)

مولٰنا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری اُس حدیث کی شرح میں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قبر کے پاس دیر تک اللہ اکبر اللہ اکبر فرماتے رہے، لکھتے ہیں :

التکبیر علی ھذا لاطفاء الغضب الالٰھی ولھذا ورد استحباب التکبیر عند رؤیۃ الحریق[2]۔ اب یہ اللہ اکبر اللہ اکبر کہنا غضب الٰہی کے بُجھانے کو ہے ولہذا آگ لگی دیکھ کر دیر تک تکبیر مستحب ٹھہری۔

وسیلۃ النجاۃ میں حیرۃ الفقہ سے منقول،

حکمت در تکبیر آنست براہل گورستان کہ رسول علیہ السلام فرمودہ است اذا رأیتم الحریق فکبروا چوں آتش در جائے افتد وازدست شما برنیاید کہ بنشانید تکبیر بگوئید کہ آتش ببرکت آں تکبیر فرونشیند چوں عذاب قبر بآتش ست ودست شما بآں نیرسد تکبیر میباید گفت تا مردگان از آتش دوزخ خلاص یابند[3]۔ اہلِ قبرستان پر تکبیر کہنے میں حکمت یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے "اذا رأیتم الحریق فکبروا" یعنی جب تم کسی جگہ آگ بھڑکتی ہوئی دیکھو اور تم اسے بجھانے کی طاقت نہ رکھتے ہوں، تو تکبیر کہو کہ اس تکبیر کی برکت سے وہ آگ ٹھنڈی پڑ جائے گی چونکہ عذابِ قبر بھی آگ کے ساتھ ہوتا ہے اور اسے تم اپنے ہاتھ سے بجھانے کی طاقت نہیں رکھتے لہذا اللہ کا نام لو (تکبیر کہو) تاکہ فوت ہونے والے لوگ دوزخ کی آگ سے خلاصی پائیں (ت)

یہاں سے بھی ثابت کہ قبر مسلم پر تکبیر کہنا فرد سنت ہے، تو یہ اذان بھی قطعاً سنت پر مشتمل اور زیادات مفیدہ کا مانع سنیت نہ ہونا تقریر دلیل دوم سے ظاہر۔

دلیل پنجم ابن ماجہ وبیہقی سعید بن مسیب سے راوی،

قال حضرت ابن عمر فی جنازۃ فلما وضعھا فی یعنی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے

---

[1] التیسیر شرح جامع الصغیر زیر حدیث مذکور مکتبہ امام شافعی ریاض سعودیہ ۱/ ۱۰۰
[2] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثالث من باب اثبات عذاب القبر مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/ ۲۱۱
[3] وسیلۃ النجاۃ

marfat.com

Marfat.com

اللحد قال بسم اللّٰہ وفی سبیل اللّٰہ فلما اخذ فی تسویۃ اللحد قال اللھم اجرھا من الشیطن ومن عذاب القبر ثم قال سمعتہ من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم ھذا مختصر[۱]

ساتھ ایک جنازہ میں حاضر ہوا حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جب اُسے لحد میں رکھا کہا بسم اللّٰہ و فی سبیل اللّٰہ جب لحد برابر کرنے لگے کہا الٰہی! اسے شیطان سے بچا اور عذاب قبر سے امان دے، پھر فرمایا میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سنا۔

امام ترمذی حکیم قدس سرہ الکریم بسند جید عمرو بن مرہ تابعی سے روایت کرتے ہیں؛

کانوا یستحبون اذا وضع المیت فی اللحد ان یقولوا اللھم اعذہ من الشیطان الرجیم[۲]

یعنی صحابہ کرام یا تابعین عظام مستحب جانتے تھے کہ جب میت لحد میں رکھا جائے تو دعا کریں الٰہی! اسے شیطان رجیم سے پناہ دے۔

ابن ابی شیبہ اُستاذ امام بخاری ومسلم اپنے مصنف میں خیثمہ سے راوی،

کانوا یستحبون اذا وضعوا المیت ان یقولوا بسم اللّٰہ وفی سبیل اللّٰہ وعلٰی ملۃ رسول اللّٰہ اللھم اجرہ من عذاب القبر وعذاب النار ومن شر الشیطان الرجیم[۳]

مستحب جانتے تھے کہ جب میت کو دفن کریں یوں کہیں "اللہ کے نام سے اور اللہ کی راہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ملّت پر، الٰہی! اسے عذاب قبر وعذاب دوزخ اور شیطانِ ملعون کے شر سے پناہ بخش۔

ان حدیثوں سے جس طرح یہ ثابت ہوا کہ اس وقت عیاذًا باللہ شیطان رجیم کا دخل ہوتا ہے یونہی یہ بھی واضح ہوا کہ اُس کے دفع کی تدبیر سنت ہے کہ دعا نہیں مگر ایک تدبیر اور احادیث سابقہ دلیل اوّل سے واضح کہ اذان رفع شیطان کی ایک عمدہ تدبیر ہے تو یہ بھی مقصود شارع کے مطابق اور اپنی نظیر شرعی سے موافق ہوئی۔

دلیل ششم ابوداؤد وحاکم وبیہقی امیرالمومنین عثمانِ غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی؛

کان النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم اذا فرغ من دفن المیت وقف علیہ قال استغفروا

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب دفن میت سے فارغ ہوتے قبر پر وقوف فرماتے اور ارشاد

---

[۱] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی ادخال المیت القبر مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۲

[۲] نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول الفصل التاسع والاربعون مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۳۲۳

[۳] المصنف ابن ابی شیبہ ما قالوا اذا وضع المیت فی قبرہ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۳/۳۲۹

marfat.com

Marfat.com

لا خیکم وسلوا له بالتثبت فانه الاٰن یسأل[1] کرتے اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے لیے جوابِ نکیرین میں ثابت قدم رہنے کی دعا مانگو کہ اب اس سے سوال ہوگا۔

سعید بن منصور اپنے سنن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقف علی القبر بعد ماسوی علیہ فیقول اللھم نزل بک صاحبنا وخلف الدنیا خلف ظھرہ اللھم ثبت عند المسألۃ منطقہ ولا تبتلہ فی قبرہ بما لاطاقۃ لہ بہ[2] یعنی جب مُردہ دفن ہوکر قبر درست ہوجاتی حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قبر پر کھڑے ہوکر دعا کرتے الٰہی! ہمارا ساتھی تیرا مہمان ہُوا اور دنیا اپنے پس پشت چھوڑ آیا، الٰہی! سوال کے وقت اس کی زبان درست رکھ اور قبر میں اس پر وہ بلا نہ ڈال جس کی اسے طاقت نہ ہو۔

ان حدیثوں اور احادیث دلیل پنجم وغیرہ سے ثابت کہ دفن کے بعد دعا سنّت ہے امام محمد بن علی حکیم ترمذی قدس سرہ الشریف دعا بعد دفن کی حکمت میں فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ بجماعت مسلمین ایک لشکر تھا کہ آستانۂ شاہی پر میّت کی شفاعت وعذر خواہی کے لیے حاضر ہُوا اور اب قبر پر کھڑے ہوکر دُعا یہ اس لشکر کی مدد ہے کہ یہ وقت میّت کی مشغول کا ہے کہ اُسے اس نئی جگہ کا ہول اور نکیرین کا سوال پیش آنے والا ہے[3] نقلہ المولی جلال الملۃ و الدین السیوطی رحمہ اللہ تعالٰی فی شرح الصدور (امام جلال الدین سیوطی نے اسے شرح الصدور میں نقل کیا ہے۔ت) اور میں گمان نہیں کرتا کہ یہاں استحبابِ دعا کا عالم میں کوئی عالم منکر ہو۔ امام آجری فرماتے ہیں:

یستحب الوقوف بعد الدفن قلیلا والدعاء للمیت[4] مستحب ہے کہ دفن کے بعد کچھ دیر کھڑے رہیں اور میّت کے لیے دُعا کریں۔

اسی طرح اذکار امام نووی وجوہرۂ نیرہ ودرمختار وفتاوٰی عالمگیری وغیرہا اسفار میں ہے طرفہ یہ کہ امام ثانی منکرین یعنی مولوی اسحاق صاحب دہلوی نے مائۃ مسائل میں اسی سوال کے جواب میں کہ بعد دفن قبر پر اذان کیسی ہے فتح القدیر و

---

[1] سنن ابوداؤد باب استغفار عند القبر للمیت مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۰۳
[2] الدر المنثور زیر آیت یثبت اللہ الذین اٰمنوا الخ منشورات مکتبہ آیۃ اللہ، قم ایران ۴/۸۳
[3] نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول الفصل التاسع والاربعون والمائتان الخ مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۳۲۳
[4]

marfat.com

Marfat.com

بحرالرائق و نہرالفائق و فتاوٰی عالمگیریہ سے نقل کیا کہ قبر کے پاس کھڑے ہو کر دُعا سنّت سے ثابت ہے اور براہِ بزرگی اتنا نہ جانا کہ اذان خود دعا بلکہ بہترین دُعا سے ہے کہ وہ ذکرِ الٰہی ہے اور ہر ذکرِ الٰہی دعا، تو وہ بھی اسی سنّتِ ثابتہ کی ایک فرد ہوئی پھر سنیّت مطلق سے کراہت فرد پر استدلال عجب تماشا ہے، مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

کل دعا ذکر وکل ذکر دعا[1] (ہر دعا ذکر ہے اور ہر ذکر دُعا ہے)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

افضل الدعاء الحمد للّٰہ[2] (سب دعاؤں سے افضل دُعا الحمد للہ ہے)

اخرجه الترمذی وحسنه والنسائی وابن حبان والحاکم وصححه عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اسے ترمذی نے روایت کرکے حسن قرار دیا، نسائی، ابنِ حبان اور حاکم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرکے صحیح قرار دیا ہے(ت)

صحیحین میں ہے ایک سفر میں لوگوں نے بآوازِ بلند اللہ اکبر اللہ اکبر کہنا شروع کیا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اے لوگو! اپنی جانوں پر نرمی کرو انکم لا تدعون اصم ولا غائبا انکم تدعون سمیعا بصیرا[3] (تم کسی بہرے یا غائب سے دُعا نہیں کرتے سمیع بصیر سے دعا کرتے ہو)

دیکھو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اللہ تعالٰی کی تعریف اور خاص کلمہ اللہ اکبر کو دعا فرمایا تو اذان کے بھی ایک دُعا اور فردِ مسنون ہونے میں کیا شک رہا۔

دلیل ہفتم یہ تو واضح ہولیا کہ بعد دفنِ میّت کے لیے دُعا سنّت ہے

اور علماء فرماتے ہیں آدابِ دعا سے ہے کہ اُس سے پہلے کوئی عملِ صالح کرے، امام شمس الدین محمد بن الجزری کی حصن حصین شریف میں ہے:

اٰداب الدعاء منها تقدیم عمل صالح وذکره عند الشدة[4] مت د۔

آدابِ دُعا میں سے ہے کہ اس سے پہلے عمل صالح ہو اور ذکرِ الٰہی مشکل وقت میں ضرور کرنا چاہیے مسلم، ترمذی، ابوداؤد۔ (ت)

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثانی من باب التسبیح الخ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۵/ ۱۱۲
[2] جامع الترمذی باب ماجاء ان دعوۃ المسلم مستجابۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۷۴
[3] الصحیح المسلم باب خفض الصوت بالذکر ر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۴۶
[4] حصن حصین آداب الدعاء نولکشور لکھنؤ ص ۱۴

marfat.com

Marfat.com

علامہ علی قاری حرز ثمین میں فرماتے ہیں: یہ ادب حدیث ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ ابوداؤد و ترمذی ونسائی وابن ماجہ وابن حبان نے روایت کی، ثابت ہے اور شک نہیں کہ اذان بھی عمل صالح ہے تو دُعا پر اُس کی تقدیم مطابق مقصود وسنّت ہُوئی۔

دلیل ہشتم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثنتان لاترد الدعاء عند النداء وعند البأس[1]

دو دعائیں رَد نہیں ہوتیں ایک اذان کے وقت اور ایک جہاد میں جب کفّار سے لڑائی شروع ہو۔

اخرجه ابوداؤد وابن حبان والحاکم بسند صحیح عن سھل بن سعد الساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اسے ابوداؤد، ابن حبان اور حاکم نے حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سندِ صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اذا نادی المنادی فتحت ابواب السماء و استجیب الدعاء[2]۔

جب اذان دینے والا اذان دیتا ہے آسمان کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور دعا قبول ہوتی ہے۔

اخرجه ابویعلی والحاکم عن ابی امامة الباھلی وابوداود الطیالسی وابویعلی والضیاء فی المختارة بسند حسن عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

یہ روایت ابویعلٰی اور حاکم نے حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی اور ابوداؤد طیالسی اور ابویعلٰی اور ضیاء الدین نے المختارہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہما سے سندِ صحیح کے ساتھ بیان کی ہے (ت)

ان حدیثوں سے ثابت ہُوا کہ اذان اسباب اجابت دعا سے ہے اور یہاں دعا شارع جل وعلا کو مقصود تو اُس کے اسباب اجابت کی تحصیل قطعاً محمود۔

دلیل نہم حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یغفر اللہ للمؤذن منتھی اذانه ویستغفر له

اذان کی آواز جہاں تک جاتی ہے مؤذن کے لیے

---

[1] المستدرک علی الصحیحین لایرد الدعاء عند الاذان وعند البأس مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۱۹۸

[2] " " " اجابة الاذان والدعاء بعده " " ۱/۵۴۶

marfat.com

Marfat.com

كل رطب ويابس سمع صوته[1]

اُتنی ہی وسیع مغفرت آتی ہے اور جس تر و خشک چیز کو اس کی آواز پہنچتی ہے اذان دینے والے کے لیے استغفار کرتی ہے۔

اخرجه الامام احمد بسند صحيح واللفظ له والبزار والطبرانی فی الکبير عن عبد الله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما ونحوه عند احمد وابی داؤد والنسائی وابن ماجة وابن خزيمة وابن حبان من حديث ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه وصدره عند احمد والنسائی بسند حسن جيد عن البراء بن عازب والطبرانی فی الکبير عن ابی امامة وله فی الاوسط عن انس بن مالك رضی الله تعالیٰ عنهم۔

اسے امام احمد نے سندِ صحیح کے ساتھ تخریج کیا اور یہ الفاظ امام احمد کے ہیں اور بزار طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا، اور اس کی مثل احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اس کا ابتدائی حصہ احمد اور نسائی نے سندِ حسن اور جید کے ساتھ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے اور طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور اوسط میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (ت)

یہ پانچ حدیثیں ارشاد فرماتی ہیں کہ اذان باعثِ مغفرت ہے اور بیشک مغفور کی دُعا زیادہ قابلِ قبول و اقرب با جابت ہے، اور خود حدیث میں وارد کہ مغفوروں سے دُعا منگوانی چاہئے، امام احمد مسند میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا لقيت الحاج فسلم عليه وصافحه ومره ان يستغفر لك قبل ان يدخل بيته فانه مغفور له[2]

جب تو حاجی سے ملے اُسے سلام کر اور مصافحہ کر اور قبل اس کے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو اُس سے اپنے لیے استغفار کرا کہ وہ مغفور ہے۔

پس اگر اہلِ اسلام بعد دفنِ میت اپنے میں کسی بندۂ صالح سے اذان کہلوائیں تاکہ بحکمِ احادیثِ صحیحہ ان شاء اللہ تعالیٰ اُس کے گناہوں کی مغفرت ہو پھر میت کے لیے دعا کرے کہ مغفور کی دُعا میں زیادہ رجائے اجابت ہو تو کیا گناہ ہوا بلکہ عین مقاصدِ شرع سے مطابق ہوا۔

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن مسند عبداللہ بن عمر مطبوعہ دارالفکر بیروت ۲/۱۳۶
[2] " " " " " مرویات " " ۲/۱۲۸

marfat.com
Marfat.com

دلیل دہم اذان ذکرِ الٰہی اور ذکرِ الٰہی دافعِ عذاب، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ما من شیئ انجی من عذاب اللہ من ذکر اللہ۔[1]

کوئی چیز ذکرِ خدا سے زیادہ عذابِ خدا سے نجات بخشنے والی نہیں۔

رواہ الامام احمد عن معاذ بن جبل و ابن ابی الدنیا والبیہقی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اسے امام احمد نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا (ت)

اور خود اذان کی نسبت وارد جہاں کہی جاتی ہے وہ جگہ اُس دن عذاب سے مامون ہوجاتی ہے طبرانی معاجیم ثلثہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

اذا اذن فی قریۃ امنہا اللہ من عذابہ فی ذلک الیوم[2] وشاہدہ عندہ فی الکبیر من حدیث معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جب کسی بستی میں اذان دی جائے تو اللہ تعالیٰ اس دن اسے اپنے عذاب سے امن دے دیتا ہے اور اس کی شاہد وہ روایت ہے جو معجم کبیر میں حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے (ت)

اور بیشک اپنے بھائی مسلمان کے لیے ایسا عمل کرنا جو عذاب سے منجی ہو شارع جل وعلا کو محبوب و مرغوب، مولٰنا علی قاری رحمہ الباری شرح عین العلم میں قبر کے پاس قرآن پڑھنے اور تسبیح و دعائے رحمت و مغفرت کرنے کی وصیت فرماکر لکھتے ہیں،

فان الاذکار کلہا نافعۃ لہ فی تلک الدار[3] (کہ ذکر جس قدر ہیں سب میت کو قبر میں نفع بخشتے ہیں۔ ت)

امام بدرالدین محمود عینی شرح صحیح بخاری میں زیر باب موعظۃ المحدث عند القبر فرماتے ہیں،

واما مصلحۃ المیت فمثل ما اذا اجتمعوا

میت کے لیے اس میں مصلحت ہے کہ مسلمان اس کی

---

[1] مسند احمد بن حنبل مرویات معاذ ابن جبل مطبوعہ دارالفکر بیروت ۵/۲۳۹

نوٹ، ابن ابی الدنیا اور بیہقی کے الفاظ عبداللہ ابن عمر سے یوں ہی مروی ہیں جبکہ احمد بن حنبل کے الفاظ معاذ بن جبل سے یوں مروی ہیں: ما عمل آدمی عملا قط انجی لہ من عذاب اللہ من ذکر اللہ الخ

[2] المعجم الکبیر مرویات انس بن مالک حدیث ۶۴۷ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱/۲۵۷

[3] شرح عین العلم لملا علی قاری مع عین العلم الباب الثامن فی الصحبۃ والمؤلفۃ مطبوعہ امرت پریس لاہور ص ۳۳۲

" " " " " مطبوعہ مطبع اسلامیہ لاہور ص ۱۶۶

marfat.com

Marfat.com

عندہ لقراءة القرآن والذکر فان المیت ینتفع بہ[1] — قبر کے پاس جمع ہوکر قرآن پڑھیں ذکر کریں کہ میت کو اس سے نفع ہوتا ہے (ت)

یارب مگر اذان ذکرِ محبوب نہیں یا مسلمان بھائی کو نفع ملنا شرعاً مرغوب نہیں۔

دلیل یازدہم اذان ذکرِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باعثِ نزولِ رحمت۔

اوّلاً حضور کا ذکر عین ذکرِ خدا ہے امام ابن عطا پھر امام قاضی عیاض وغیرہما ائمہ کرام تفسیر قولہ تعالیٰ ورفعنا لك ذکرك[2] میں فرماتے ہیں،

جعلتك ذکرًا من ذکری فمن ذکرك فقد ذکرنی[3] — میں نے تمہیں اپنی یاد میں سے ایک یاد کیا جو تمہارا ذکر کرے وہ میرا ذکر کرتا ہے۔

اور ذکر الٰہی بلاشبہہ رحمت اُترنے کا باعث، سیدعالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم صحیح حدیث میں ذکر کرنے والوں کی نسبت فرماتے ہیں،

حفتھم الملئکة وغشیتھم الرحمة ونزلت علیھم السکینة[4] — انھیں ملائکہ گھیر لیتے ہیں اور رحمتِ الٰہی ڈھانپ لیتی ہے اور اُن پر سکینہ اور چین اُترتا ہے۔

رواہ مسلم والترمذی عن ابی ھریرة و ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنھما۔ — اسے مسلم اور ترمذی نے حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے (ت)

ثانیاً ہر محبوبِ خدا کا ذکر محلِ نزولِ رحمت ہے، امام سفیٰن بن عیینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں،

عند ذکر الصالحین تنزل الرحمة (نیکوں کے ذکر کے وقت رحمتِ الٰہی اترتی ہے)

ابوجعفر بن حمدان نے ابوعمرو بن نجید سے اسے بیان کرکے فرمایا، فرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رأس الصلحین[5] (تو رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم توسب صالحین کے سردار ہیں)

---

[1] عمدۃ القاری شرح البخاری باب موعظۃ المحدث عند القبر الخ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۸/ ۱۸۶

[2] القرآن ۹۴/ ۴

[3] نسیم الریاض شرح الشفاء زیرِ آیت مذکور مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/ ۱۲۵

[4] صحیح المسلم باب فضل الاجتماع علی تلاوت القرآن الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۴۵

[5] اتحاف السادۃ المتقین الفائدۃ الثانیۃ التخلص بالعزلۃ عن المعاصی الخ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۶/ ۳۵۰، ۶/ ۳۵۱

marfat.com

Marfat.com

پس بلاشبہہ جہاں اذان ہوگی رحمتِ الٰہی اُترے گی اور بھائی مسلمان کے لیے وہ فعل جو باعثِ نزولِ رحمت ہو شرع کو پسند ہے نہ کہ ممنوع۔

دلیل دوازدہم خود ظاہر اور حدیثوں سے بھی ثابت کہ مُردے کو اُس نئے مکان تنگ و تار میں سخت وحشت اور گھبراہٹ ہوتی ہے الا مارحم ربی ان ربی غفور رحیم[1] (مگر جس پر میرا رب رحم فرمائے یقیناً میرا رب بخشش فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ ت) اور اذان دافعِ وحشت و باعث اطمینان خاطر ہے کہ وہ ذکرِ خدا ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب[2] (سن لو خدا کے ذکر سے چین پاتے ہیں دل)

ابو نعیم و ابن عساکر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

نزل ادم بالھند فاستوحش فنزل جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام فنادی بالاذان الحدیث۔[3]

جب آدم علیہ الصلاۃ والسلام جنّت سے ہندوستان میں اُترے اُنھیں گھبراہٹ ہوئی تو جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام نے اُتر کر اذان دی۔ (الحدیث)

پھر ہم اس غریب کی تسکین خاطر و دفعِ توحش کو اذان دیں تو کیا بُرا کریں حاشا بلکہ مسلمان خصوصاً ایسے بیکس کی اعانت حضرت حق عزوجل کو نہایت پسند، حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیہ۔[4]

اللہ تعالٰی بندے کی مدد میں ہے جب تک بندہ اپنے بھائی مسلمانوں کی مدد میں ہے۔

رواہ مسلم و ابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ والحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اسے مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من کان فی حاجۃ اخیہ کان اللہ فی حاجتہ و

جو اپنے بھائی مسلمان کے کام میں ہو اللہ تعالٰی اس کی

---

[1] القرآن ۱۲/ ۵۳

[2] القرآن ۱۳/ ۲۸

[3] حلیۃ الاولیاء مرویات عمرو بن قیس الملائی ۲۹۹ مطبوعہ دارالکتاب العربیہ بیروت ۲/ ۱۰۷

[4] صحیح لمسلم باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن " قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۴۵

marfat.com

Marfat.com

من فرج عن مسلم کربة فرج اللّٰه عنه بها کربة من کرب یوم القیٰمة[1] رواه الشیخان وابوداؤد عن ابن عمر رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما۔

حاجت روائی فرماتا ہے اور جو کسی مسلمان کی تکلیف دُور کرے اللہ تعالٰی اس کے عوض قیامت کی مصیبتوں سے ایک مصیبت اس کی دُور فرمائیگا۔ اسے بخاری ومسلم اور ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔

دلیل سیزدہم مسند الفردوس میں حضرت جناب امیر المومنین مولی المسلمین سیدنا علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے مروی:

قال رأنی النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم حزینا فقال یا ابن ابی طالب انی اراك حزینا فمر بعض اهلك یؤذن فی اذنك فانه درء الهم[2]۔

یعنی مجھے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غمگین دیکھا ارشاد فرمایا: اے علی! میں تجھے غمگین پاتا ہوں اپنے کسی گھر والے سے کہہ کہ تیرے کان میں اذان کہے کہ اذان غم وپریشانی کی دافع ہے۔

مولٰی علی اور مولٰی علی تک جس قدر اس حدیث کے راوی ہیں سب نے فرمایا: فجربته فوجدته کذلك (ہم نے اسے تجربہ کیا تو ایسا ہی پایا) ذکرہ ابن حجر کما فی المرقاة (اس کا تذکرہ حافظ ابن حجر نے کیا، جیسا کہ مرقات میں ہے۔ت) اور خود معلوم اور حدیثوں سے بھی ثابت کہ میّت اُس وقت کیسے حزن وغم کی حالت میں ہوتا ہے مگر وہ خاص عباد اللہ اکابر اولیاء اللہ جو مرگ کو دیکھ کر مرحبا بحبیب جاء علی فاقة (خوش آمدید اس محبوب کو جو بہت دیر سے آیا۔ت) فرماتے ہیں تو اس کے دفع غم والم کے لیے اگر اذان سُنائی جائے کیا معذور شرعی لازم آئے حاشا للہ بلکہ مسلمان کا دل خوش کرنے کے برابر اللہ عزوجل کو فرائض کے بعد کوئی عمل محبوب نہیں۔ طبرانی معجم کبیر ومعجم اوسط میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان احب الاعمال الی اللّٰه تعالیٰ بعد الفرائض ادخال السرور علی المسلم[3]۔

بیشک اللہ تعالٰی کے نزدیک فرضوں کے بعد سب اعمال سے زیادہ محبوب مسلمان کو خوش کرنا ہے۔

---

[1] صحیح البخاری باب لایظلم المسلم المسلم الخ من ابواب المظالم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۳۰

[2] مرقات المفاتیح شرح مشکوٰة المصابیح باب الاذان " مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۱۴۹

[3] المعجم الکبیر مرویات عبداللہ ابن عباس حدیث ۱۱۰۷۹ " المکتبة الفیصلیہ بیروت ۱۱/۷۱

marfat.com

Marfat.com

اُنہی دونوں میں حضرت امام ابن الامام سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ان موجبات المغفرة ادخالك السرور علی اخیك المسلم[1]

بیشک موجباتِ مغفرت سے ہے تیرا اپنے بھائی مسلمان کو خوش کرنا۔

دلیل چہاردہم

قال اللہ تعالیٰ :

یایها الذین اٰمنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا[2]

اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کرو بکثرت ذکر کرنا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا مجنون[3]

اللہ کا ذکر اس درجہ ذکر بکثرت کرو کہ لوگ مجنون بتائیں۔

اخرجه احمد وابویعلی وابن حبان والحاکم والبیهقی عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنه صححه الحاکم وحسنه الحافظ ابن حجر۔

اسے احمد، ابویعلی، ابن حبان، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے حاکم نے اسے صحیح اور حافظ ابن حجر نے حسن قرار دیا ہے۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

اذکر اللہ عند کل حجر وشجر[4]۔

ہر سنگ و شجر کے پاس اللہ کا ذکر کر۔

اخرجه الامام احمد فی کتاب الزهد والطبرانی فی الکبیر عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنه بسند حسن۔

اسے امام احمد نے کتاب الزہد اور طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا (ت)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں :

لم یفرض اللہ علی عبادہ فریضة الا جعل لها حدا معلوما ثم عذر اهلها فی حال

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کوئی فرض مقرر نہ فرمایا مگر یہ کہ اُس کے لیے ایک حد معین کردی پھر عذر کی

---

[1] المعجم الکبیر مرویات حسن بن علی حدیث ۲۷۳۱ و ۲۷۳۸ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۳/ ۸۳، ۸۵
[2] القرآن ۳۳/ ۴۱
[3] مسند احمد بن حنبل من مسند ابی سعید الخدری مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳/ ۶۸، ۷۱
[4] المعجم الکبیر مرویات معاذ بن جبل حدیث ۳۳۱ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۲۰/ ۱۵۹

marfat.com

Marfat.com

العذر غیر الذکر فانه لم یجعل لہ حدا انتھی الیہ ولم یعذر احدا فی ترکہ الامغلوبا علی عقلہ وامرھم بہ فی الاحوال کلھا[1]۔

حالت میں لوگوں کو اُس سے معذور رکھا سوا ذکر کے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے کوئی حد نہ رکھی جس پر انتہا ہو اور نہ کسی کو اس کے ترک میں معذور رکھا مگر وہ جس کی عقل سلامت نہ رہے اور بندوں کو تمام احوال میں ذکر کا حکم دیا۔

اُن کے شاگرد امام مجاہد فرماتے ہیں:

الذکر الکثیر ان لا یتناھی ابدا[2] (ذکرِ کثیر یہ ہے کہ کبھی ختم نہ ہو)

ذکرھما فی المعالم وغیرھا (معالم وغیرہ میں ان دونوں کا ذکر ہے۔ ت) تو ذکرِ الٰہی ہمیشہ ہر جگہ محبوب مرغوب ومطلوب ومندوب ہے جس سے ہرگز ممانعت نہیں ہوسکتی جب تک کسی خصوصیتِ خاصہ میں کوئی نہی شرعی نہ آئی ہو اور اذان بھی قطعاً ذکرِ خدا ہے پھر خدا جانے کہ ذکرِ خدا سے ممانعت کی وجہ کیا ہے، ہمیں حکم ہے کہ ہر سنگ ودرخت کے پاس ذکرِ الٰہی کریں، قبرِ مومن کے پتھر کیا اس کے حکم سے خارج ہیں خصوصاً بعد دفن ذکرِ خدا کرنا تو خود حدیثوں سے ثابت اور بتصریح ائمۂ دین مستحب ولہذا امام اجل ابوسلیمان خطابی دربارۂ تلقین فرماتے ہیں:

لا نجد لہ حدیثا مشھورا ولا بأس بہ اذ لیس فیہ الا ذکر اللہ تعالیٰ قولہ وکل ذلک حسن[3]۔

ہم اس میں کوئی مشہور حدیث نہیں پاتے اور اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ اس میں نہیں ہے مگر خدا کا ذکر اور یہ سب کچھ محمود ہے۔

دلیل پانزدہم

امام اجل ابوزکریا نووی شارح صحیح مسلم کتاب الاذکار میں فرماتے ہیں:

یستحب ان یقعد عند القبر بعد الفراغ ساعۃ قدر ما ینحر جزور ویقسم لحمھا ویشتغل القاعدون بتلاوۃ القراٰن والدعاء للمیت والوعظ وحکایات اھل الخیر واحوال الصالحین[4]۔

مستحب ہے کہ دفن سے فارغ ہوکر ایک ساعت قبر کے پاس بیٹھیں اتنی دیر کہ ایک اُونٹ ذبح کیا جائے اور اُس کا گوشت تقسیم ہو اور بیٹھنے والے قرآن مجید کی تلاوت اور میت کے لیے دُعا اور وعظ ونصیحت اور نیک بندوں کے ذکر وحکایت میں مشغول رہیں۔

---

[1] تفسیر البغوی المعروف بہ معالم التنزیل مع تفسیر خازن زیر آیت مذکورہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵/۲۶۵

[2] " " " " " " " ۵/۲۶۶

نوٹ: تفسیر معالم التنزیل سے حوالہ دیا گیا ہے الفاظ مختلف ہیں لیکن مفہوم یہی ہے جو اعلٰحضرت نے بیان کیا ہے۔ نذیر احمد

[3] امام اجل ابوسلیمان خطابی

[4] الاذکار المنتخبۃ من کلام سید الابرار باب ما یقول بعد الدفن مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ص ۱۴۷

marfat.com

Marfat.com

شیخ محقق مولٰنا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ لمعات شرح مشکوٰۃ میں زیرِ حدیث امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ فقیر نے دلیل ششم میں ذکر کی، فرماتے ہیں،

قد سمعت عن بعض العلماء انہ یستحب ذکر مسئلۃ من المسائل الفقہیۃ۔[1] یعنی تحقیق میں نے بعض علماء سے سُنا کہ دفن کے بعد قبر کے پاس کسی مسئلہ فقہ کا ذکر مستحب ہے۔

اشعۃ اللمعات شرح فارسی مشکوٰۃ میں اس کی وجہ فرماتے ہیں کہ باعثِ نزولِ رحمت ست (نزولِ رحمت کا سبب ہے۔ ت) اور فرماتے ہیں، مناسب حال ذکر مسئلہ فرائض ست (ذکر مسئلہ فرائض مناسب حال ہے۔ ت) اور فرماتے ہیں: اگر ختم قرآن کنند اولٰی وافضل باشد[2] (اگر قرآن پاک ختم کریں تو یہ اولٰی و بہتر ہے۔ ت) جب علمائے کرام نے حکایاتِ اہلِ خیر و تذکرۂ صالحین و ختمِ قرآن و بیان مسئلہ فقہیہ و ذکر فرائض کو مستحب ٹھہرایا حالانکہ ان میں بالخصوص کوئی حدیث وارد نہیں بلکہ وجہ صرف وہی کہ میّت کو نزولِ رحمت کی حاجت اور ان امور میں امیدِ نزولِ رحمت تو اذان کہ بشہادت احادیث موجب نزولِ رحمت و دفعِ عذاب ہے کیونکر جائز بلکہ مستحب[عہ] نہ ہوگی۔

بحمد اللہ یہ پندرہ دلیلیں ہیں کہ چند ساعت میں فیضِ قدیر سے قلبِ فقیر پر فائض ہوئیں ناظرِ منصف جانے گا کہ ان میں اکثر تو محض استخراجِ فقیر ہیں اور باقی کے بعض مقدمات اگرچہ بعض اجلّۂ اہلِ سنّت و جماعت رحمہم اللہ تعالٰی کے کلام میں مذکور مگر فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے تکمیلِ ترتیب و تسجیلِ تقریب سے ہر مقدمۂ منفردہ کو دلیلِ کامل اور ہر مذکورِ ضمنی کو مقصودِ مستقل کردیا والحمد للہ رب العالمین (سب تعریف اللہ تعالٰی کے لیے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ ت) بالجملہ ع

لا شک ان الفضل للمتقدم

(بیشک بزرگی پہل کرنے والے کے لئے ہے۔ ت)

عہ بالجملہ بحمد اللہ تعالٰی ان دلائل جلائل نے کالشمس فی وسط السماء واضح کردیا کہ اس اذان کا جواز بلکہ استحباب یقینی بلکہ بنظرِ عموماتِ شرع بوجوہِ کثیرہ فردِ سنّت ہے شاید وہ بعض علما جنہوں نے اس کے سنّت ہونے کی تصریح فرمائی جن کا قول امام ابن حجر مکی و علامہ خیر رملی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم نے نقل کیا یہی معنی مراد لیتے ہیں کہ فردِ سنت ہے نہ کہ فردِ سنّت ولہذا مناسب کہ کبھی کبھی ترک بھی کریں اگر اوہامِ عوام معنی ثانی کی طرف جاتے سمجھیں واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالٰی (م)

---

[1] لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثانی من باب اثبات عذاب القبر مطبوعہ مکتبۃ المعارف العلمیہ لاہور ۱/ ۲۰۰

[2] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ رر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۰۱

marfat.com

Marfat.com

ہم پر اُن اکابر کا شکر واجب جنھوں نے اپنی تلاش وکوشش سے بہت کچھ متفرق کو یکجا کیا اور اس دشوار کام کو ہم پر آسان کر دیا جزاھم اللہ عنا وعن الاسلام والسنۃ خیر جزاء وشکر مساعیھم الجمیلۃ فی حمایۃ الملۃ الغراء ونکایۃ الفتنۃ العوراء وھناھم بفضل رسول نفی علی حمید رضی یوم القضاء وصلی اللہ تعالیٰ علیہ سیدنا ومولٰنا محمد و آلہ وصحبہ الاطائب الکرماء اٰمین ۔

تنبیہاتِ جلیلہ ـــــ تنبیہ اوّل : ہمارے کلام پر مطلع ہونے والا عظمت رحمت الٰہی پر نظر کرے کہ اذان میں ان شاء اللہ الرحمٰن اُس میّت اور ان احیا کے لیے کتنے منافع ہیں ، سات فائدہ میّت کے لیے :

(۱) بحولہ تعالیٰ شیطان رجیم کے شر سے پناہ ۔

(۲) بدولت تکبیر عذابِ نار سے امان ۔

(۳) جوابِ سوالات کا یاد آجانا ۔

(۴) ذکرِ اذان کے باعث عذابِ قبر سے نجات پانا ۔

(۵) بہ برکتِ ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزولِ رحمت ۔

(۶) بدولتِ اذان دفعِ وحشت ۔

(۷) زوالِ غم وسرور وفرحت ۔

اور پندرہ احیا کے لیے ، سات تو یہی سات منافع اپنے بھائی مسلمان کو پہنچانا کہ ہر نفع رسانی جدا حسنہ ہے اور ہر حسنہ کم سے کم دس نیکیاں ، پھر نفع رسانی مسلم کی منفعتیں خدا ہی جانتا ہے ۔

(۸) میّت کے لیے تدبیر دفعِ شیطان سے اتباعِ سنت ۔

(۹) تدبیر آسانی جواب سے اتباعِ سنت ۔

(۱۰) دعاء عند القبر سے اتباعِ سنت ۔

(۱۱) بقصدِ نفعِ میّت قبر کے پاس تکبیریں کہہ کر اتباعِ سنت ۔

(۱۲) مطلق ذکر کے فوائد ملنا جن سے قرآن وحدیث مالا مال ۔

(۱۳) ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے سبب رحمتیں پانا ۔

(۱۴) مطلق دُعا کے فضائل ہاتھ آنا جسے حدیث میں مغزِ عبادت فرمایا ۔

(۱۵) مطلق اذان کے برکات ملنا جنہیں منتہائے آواز تک مغفرت اور ہر تر و خشک کی استغفار وشہادت

marfat.com

Marfat.com

اور دلوں کو صبر و سکون و راحت ہے اور لطف یہ کہ اذان میں اصل کلمے سات ہی ہیں اللہ اکبر، اشہد ان لا الٰہ الا اللہ، اشہد ان محمدا رسول اللہ، حی علی الصلاۃ، حی علی الفلاح، اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ، اور مکررات کو گنیے تو پندرہ ہوتے ہیں، میت کے لیے وہ سات فائدے اور احیا کے لیے پندرہ، انھیں سات اور پندرہ کے برکات ہیں والحمد للہ رب العلمین تعجب کرتا ہوں کہ حضرات مانعین نے میت و احیا کو ان فوائدِ جلیلہ سے محروم رکھنے میں کیا نفع سمجھا ہے ہمیں تو مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ[1]
رواہ احمد و مسلم عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

تم میں سے جس سے ہو سکے کہ اپنے بھائی مسلمان کو کوئی نفع پہنچائے تو لازم و مناسب ہے کہ پہنچائے۔ اسے احمد اور مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔

پھر خدا جانے اس اجازت کلی کے بعد جب تک خاص جزئیہ کی شرع میں نہی نہ ہو ممانعت کہاں سے کی جاتی ہے واللہ الموفق۔

تنبیہ دوم: حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

نیۃ المومن خیر من عملہ[2]۔ (مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے)

رواہ البیہقی عن انس و الطبرانی فی الکبیر عن سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اسے بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

اور بیشک جو علم نیت جانتا ہے ایک ایک فعل کو اپنے لیے کئی کئی نیکیاں کر سکتا ہے مثلاً جب نماز کے لیے مسجد کو چلا اور صرف یہی قصد ہے کہ نماز پڑھوں گا تو بیشک اس کا یہ چلنا محمود، ہر قدم پر ایک نیکی لکھیں گے اور دوسرے پر گناہ محو کریں گے مگر عالم نیت اس ایک ہی فعل میں اتنی نیتیں کر سکتا ہے۔

(۱) اصل مقصود یعنی نماز کو جاتا ہوں۔

(۲) خانۂ خدا کی زیارت کروں گا۔

---

[1] الصحیح لمسلم باب استحباب الرقیۃ من العین الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۲۴

[2] المعجم الکبیر مرویات سہل الساعدی حدیث ۵۹۴۲ " المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۶/۱۸۵

marfat.com

Marfat.com

(۳) شعارِ اسلام ظاہر کرتا ہوں۔

(۴) داعی اللہ کی اجابت کرتا ہوں۔

(۵) تحیۃ المسجد پڑھنے جاتا ہوں۔

(۶) مسجد سے خس وخاشاک وغیرہ دُور کروں گا۔

(۷) اعتکاف کرنے جاتا ہوں کہ مذہب مفتی بہ پر اعتکاف کے لیے روزہ شرط نہیں اور ایک ساعت کا بھی ہو سکتا ہے جب سے داخل ہو باہر آنے تک اعتکاف کی نیت کر لے انتظارِ نماز و ادائے نماز کے ساتھ اعتکاف کا بھی ثواب پائے گا۔

(۸) امرِ الٰہی خذوا زینتکم عند کل مسجد[۱] (اپنی زینت لو جب مسجد میں جاؤ۔ ت) امتثال کو جاتا ہوں۔

(۹) جو وہاں علم والا ملے گا اُس سے مسائل پُوچھوں گا دین کی باتیں سیکھوں گا۔

(۱۰) جاہلوں کا مسئلہ بتاؤں گا دین سکھاؤں گا۔

(۱۱) جو علم میں میرے برابر ہوگا اُس سے علم کی تکرار کروں گا۔

(۱۲) علماء کی زیارت۔

(۱۳) نیک مسلمانوں کا دیدار۔

(۱۴) دوستوں سے ملاقات۔

(۱۵) مسلمانوں سے میل۔

(۱۶) جو رشتہ دار ملیں گے اُن سے بکشادہ پیشانی مل کر صلۂ رحم۔

(۱۷) اہلِ اسلام کو سلام۔

(۱۸) مسلمانوں سے مصافحہ کروں گا۔

(۱۹) اُن کے سلام کا جواب دُوں گا۔

(۲۰) نمازِ جماعت میں مسلمانوں کی برکتیں حاصل کروں گا۔

(۲۱ و ۲۲) مسجد میں جاتے نکلتے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر سلام عرض کروں گا بسم اللہ الحمد للہ والسلام علٰی رسول اللہ۔

(۲۳ و ۲۴) دخول وخروج میں حضور وآلِ حضور وازواجِ حضور پر درود بھیجوں گا اللّٰھم صلّ علٰی سیدنا

---

[۱] القرآن ۷/۳۱

marfat.com

Marfat.com

محمد و علیٰ اٰل سیدنا محمد و علیٰ ازواج سیدنا محمد۔

(۲۵) بیمار کی مزاج پرسی کروں گا۔

(۲۶) اگر کوئی غمی والا ملا تعزیت کروں گا۔

(۲۷) جس مسلمان کو چھینک آئی اور اس نے الحمد للہ کہا اسے یرحمک اللہ کہوں گا۔

(۲۸ و ۲۹) امر بالمعروف و نہی عن المنکر کروں گا۔

(۳۰) نمازیوں کے وضو کو پانی دوں گا۔

(۳۱ و ۳۲) خود مؤذن ہے یا مسجد میں کوئی مؤذن مقرر نہیں تو نیت کرے کہ اذان و اقامت کہوں گا اب اگر یہ کہنے نہ پایا یا دوسرے نے کہہ دی تاہم اپنی نیت پر اذان و اقامت کا ثواب پا چکا فقد وقع اجرہ علی اللہ (اللہ تعالیٰ اسے اجر عطا فرمائے گا۔ ت)

(۳۳) جو راہ بھولا ہوگا راستہ بتاؤں گا۔

(۳۴) اندھے کی دستگیری کروں گا۔

(۳۵) جنازہ ملا تو نماز پڑھوں گا۔

(۳۶) موقع پایا تو ساتھ دفن تک جاؤں گا۔

(۳۷) دو مسلمانوں میں نزاع ہوئی تو حتی الوسع صلح کراؤں گا۔

(۳۸ و ۳۹) مسجد میں جاتے وقت دہنے اور نکلتے وقت بائیں پاؤں کی تقدیم سے اتباعِ سنت کروں گا۔

(۴۰)ؑ راہ میں جو لکھا ہوا کاغذ پاؤں گا اٹھا کر ادب سے رکھ دوں گا الی غیر ذلک من نیات کثیرۃ تو دیکھئے کہ جو ان ارادوں کے ساتھ گھر سے مسجد کو چلا وہ صرف حسنہ نماز کے لیے نہیں جاتا بلکہ ان چالیس حسنات کے لیے جاتا ہے تو گویا اس کا یہ چلنا چالیس طرف چلنا ہے اور ہر قدم چالیس قدم ہے اگر ہر قدم ایک نیکی تھا اب چالیس نیکیاں ہوگا۔ اسی طرح قبر پر اذان دینے والے کو چاہئے کہ ان پندرہ نیتوں کا تفصیلی قصد کرے تاکہ ہر نیت پر جداگانہ ثواب پائے اور ان کے ساتھ یہ بھی ارادہ ہو کہ مجھے میت کے لیے دعا کا حکم ہے اس کی اجابت کا سبب حاصل کرتا ہوں اور نیز اس سے پہلے عمل صالح کی تقدیم چاہئے یہ ادب دعا بجا لاتا ہوں الی غیر ذلک مما یستخرجہ العارف النبیل واللہ الہادی الیٰ سواء السبیل (ان کے علاوہ دوسری نیتیں جن کو عارف اور عقلمند استخراج کرسکتے ہے اللہ تعالیٰ ہی سیدھی راہ دکھانے والا ہے۔ ت) بہت لوگ اذان تو دیتے ہیں مگر ان منافع دینیات سے غافل ہیں وہ جو کچھ نیت کرتے ہیں اسی قدر پائیں گے

ؑ یہ چالیس نیتیں ہیں جن میں چھبیس۲۶ علمائے ارشاد فرمائیں اور چودہ۱۴ فقیر نے بڑھائیں جن کے ہندسوں پر خطوط کھینچے ہیں ۱۲ منہ

ملحقہ القرآن

marfat.com

Marfat.com

فانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئٍ مانوی[۱] (اعمال کا ثواب نیتوں سے ہی ہے اور ہر شخص کے لیے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی ۔ ت)

تنبیہ سوم : جہال منکرین یہاں اعتراض کرتے ہیں کہ اذان تو اعلامِ نماز کے لیے ہے یہاں کون سی نماز ہوگی جس کے لیے اذان کہی جاتی ہے مگر یہ ان کی جہالت انھیں کو زیب دیتی ہے وُہ نہیں جانتے کہ اذان میں کیا کیا اغراض منافع ہیں اور شرع مطہر نے نماز کے سوا کن کن مواضع میں اذان مستحب فرمائی ہے از انجملہ گوش مغموم میں، اور دفعِ وحشت کو کہنا تو یہیں گزرا اور بچّے کے کان[ع] میں اذان دینا سنا ہی ہوگا ان کے سوا اور بہت مواقع ہیں جن کی تفصیل ہم نے اپنے رسالہ نسیم الصبا میں ذکر کی ۔

تنبیہ چہارم : شرع مطہر کی اصل کُلّی ہے کہ جو امر مقاصدِ شرع سے مطابق ہو محمود ہے اور جو مخالف ہو مردود، اور حکم مطلق اس کے تمام افراد میں جاری وساری، جب تک کسی خاص خصوصیت سے نہی شرع وارد نہ ہو تو بعد ثبوت حسن مطلق حسن مقید پر کسی دلیل کی حاجت نہیں بلکہ حسن مطلق ہے اُس پر دلیل قاطع اور بقاعدہ مناظرہ اثباتِ ممانعت ذمّہ مانع ، معہذا اصل اشیا میں اباحت تو قائل جواز متمسک باصل ہے کہ اصلا دلیل کی حاجت نہیں رکھتا اجازت خصوصیت کو اجازت خاصہ وارد ہونے پر موقوف جاننا اور منع خصوصیت کے لیے منع خاص وارد ہونے کی ضرورت نہ ماننا صرف تحکم وزبردستی ہی نہیں بلکہ دائرہ عقل ونقل سے خروج اور مطمورہ[۲] سفہ وجہل میں کامل دلوج ہے علمائے سنت شکر اللہ تعالٰی مساعیہم الجمیلہ ان سب مباحث کو اعلٰی درجہ پر طے فرما چکے ۔ ان تمام اصول جلیلہ رفیعہ و دیگر قواعد نافعہ بدیعہ کی تنقیح بالغ وتحقیق بازغ حضرت خاتم المحققین امام المدققین حجۃ اللہ فی الارضین معجزۃ

[ع] بعض احمق جاہل گوشِ مولود کی اذان سے یہ جواب دیتے ہیں کہ اس اذان کی نماز تو بعد موتِ مولود ہوتی ہے یعنی نماز جنازہ، یہ اذان جو قبر پر کہو گے اس کی نماز کہاں ہے؟ اذانِ گوشِ مولود کو نمازِ جنازہ کی اذان بتانا جیسی جہالت فاحشہ ہے خود ظاہر ہے مگر ان کا جواب ترکی بہ ترکی یہ ہے کہ نمازِ جنازہ جس طرح صرف قیام سے ہوتی ہے جو ادنٰی افعال نماز ہے ایک نماز روزِ محشر صرف سجودے سے ہوگی جو اعلٰی افعالِ نماز ہے جس دن کشفِ ساق ہوگا اور مسلمان سجدے میں گر پڑینگے منافق سجدہ نہ کر سکیں گے جس کا بیان قرآنِ عظیم سورۂ ق شریف میں ہے قبر کی اذان اس نماز کی اذان ہے ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالٰی ۔ (م)

---

[۱] مشکوٰۃ المصابیح خطبۃ الکتاب مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۱۱

[۲] بیوقوفی اور جہالت کے گڑھے میں مکمل طور پر داخل ہونا ہے ۔

marfat.com

Marfat.com

من معجزات سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین سید العلما سند الکملا تاج الافاضل سراج الاماثل حضرت والد ماجد قدس اللہ سرہ ورزقنا برہ نے کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد وکتاب لاجواب اذاقۃ الاثام لمانعی عمل المولد والقیام وغیرہا میں افادہ فرمائی اور فقیر نے بھی بقدر حاجت اپنے رسالہ اقامۃ القیامۃ علی طاعن القیام لنبی تہامہ ۱۲۹۹ھ و رسالہ منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین ۱۳۰۱ھ و رسالہ نسیم الصبا فی ان الاذان یحول الوباء ۱۳۰۲ھ وغیرہا تصانیف میں ذکر کی یہاں ان مباحث کے ایراد سے تطویل کی ضرورت نہیں، حضرات مخالفین باآنکہ ہزارہا بار گھر تک پہنچ چکے، اگر پھر ہمت فرمائیں گے ان شاء اللہ العزیز وہ جواب باصواب پائیں گے جس کے انوار باہرہ ولمعات قاہرہ کے حضور باطل کی آنکھیں جھپکیں اور اُس کی سُہانی روشنیوں ودلکشا تجلیوں سے حق وصواب کے نورانی چہرے دکھیں و باللہ التوفیق وہو المعین۔ والحمد للہ رب العلمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین اٰمین اٰمین برحمتک یا ارحم الراحمین الحمد للہ کہ یہ رسالہ آخر محرم ۱۳۰۷ھ سے دو جلسوں میں تمام ہوا واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدؐ المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تمت بالخیر

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱
عبد المصطفیٰ احمد رضا خان

marfat.com
Marfat.com

مآخذ و مراجع

ا

نام کتاب	مصنف کتاب	سن وفات ہجری
۱- الاجزاء فی الحدیث	عبدالرحمن بن عمر بن محمد البغدادی المعروف بالنحاس	۴۱۶
۲- الاجناس فی الفروع	ابوالعباس احمد بن محمد الناطفی الحنفی	۴۴۶
۳- الاختیار شرح المختار	عبداللہ بن محمود (بن مودود) الحنفی	۶۸۳
۴- الادب المفرد للبخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۵- ارشاد الساری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی	۹۲۳
۶- ارشاد العقل السلیم	ابوسعود محمد بن محمد العمادی	۹۵۱
۷- الارکان الاربع	مولانا عبدالعلی بحر العلوم	۱۲۲۵
۸- الاشباہ والنظائر	شیخ زین الدین بن ابراہیم بابن نجیم	۹۷۰
۹- اشعۃ اللمعات	شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۱۰- اصول البزدوی	علی بن محمد البزدوی	۴۸۲
۱۱- الاصلاح للوقایۃ فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۹۴۰
۱۲- آکام المرجان فی احکام الجان	قاضی بدرالدین محمد بن عبداللہ الشبلی	۷۶۹
۱۳- النفع الوسائل	قاضی برہان الدین ابراہیم بن علی الطرسوسی الحنفی	۷۵۸
۱۴- امداد الفتاح	حسن بن عمار الشرنبلالی	۱۰۶۹
۱۵- انوار الائمۃ الشافعیہ	امام یوسف الاردبیلی الشافعی	۷۹۹
۱۶- الایضاح للوقایۃ فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۹۴۰
۱۷- امالی فی الحدیث	عبدالملک بن محمد بن بشران	۴۳۲
۱۸- الایجاز فی الحدیث	احمد بن محمد المعروف بابن السنی	۳۶۳
۱۹- القاب الرواۃ	[illegible]	۲۰۷

marfat.com

Marfat.com

ب

۲۰ - بدائع الصنائع	علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی	۵۸۷
۲۱ - الہدایۃ (بدایۃ المبتدی)	علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۲۲ - البحر الرائق	شیخ زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم	۹۷۰
۲۳ - البرہان شرح مواہب الرحمان	ابراہیم بن موسیٰ الطرابلسی	۹۲۲
۲۴ - بستان العارفین	فقیہ ابواللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۳
۲۵ - البسیط فی الفروع	حجۃ الاسلام محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۲۶ - البنایۃ شرح الہدایۃ	امام بدرالدین ابو محمد العینی	۸۵۵

ت

۲۷ - تاج العروس	سید محمد مرتضیٰ الزبیدی	۱۲۰۵
۲۸ - تاریخ ابن عساکر	علی بن الحسن الدمشقی ابن عساکر	۵۷۱
۲۹ - تاریخ البخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۳۰ - التجنیس والمزید	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۳۱ - تحریر الاصول	کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن الہمام	۸۶۱
۳۲ - تحفۃ الفقہاء	امام علاء الدین محمد بن احمد السمرقندی	۵۴۰
۳۳ - تحقیق الحسامی	عبدالعزیز بن احمد البخاری	۷۳۰
۳۴ - الترجیح والتصحیح علی القدوری	علامہ قاسم بن قطلوبغا الحنفی	۸۷۹
۳۵ - التعریفات لسید شریف	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۸۱۶
۳۶ - تفسیر ابن جریر (جامع البیان)	محمد بن جریر الطبری	۳۱۰
۳۷ - تفسیر البیضاوی	عبداللہ بن عمر البیضاوی	۶۹۱
۳۸ - تفسیر الجلالین	علامہ جلال الدین المحلی و جلال الدین السیوطی	۸۶۴، ۹۱۱
۳۹ - تفسیر الجمل	سلیمان بن عمر العجیلی الشہیر بالجمل	۱۲۰۴
۴۰ - تفسیر القرطبی	ابو عبداللہ محمد بن احمد القرطبی	۶۷۱
۴۱ - التفسیر الکبیر	[illegible] الرازی	۶۰۶

marfat.com

Marfat.com

٤٢ - التفسیر للنیشاپوری	نظام الدین الحسن بن محمد بن حسین النیشاپوری	٧٢٨
٤٣ - تقریب القریب	ابوزکریا یحیٰی بن شرف النواوی	٩١١
٤٤ - التقریر والتحبیر	محمد بن محمد ابن امیر الحاج الحلبی	٨٧٩
٤٥ - التیسیر للمناوی	عبدالرؤف المناوی	١٠٣١
٤٦ - تبیین الحقائق	فخرالدین عثمان بن علی الزیلعی	٧٤٣
٤٧ - تقریب التہذیب	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	٨٥٢
٤٨ - تنویر المقباس	ابوطاہر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی	٨١٧
٤٩ - تنویر الابصار	شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد التمرتاشی	١٠٠٤
٥٠ - تعظیم الصلوٰۃ	محمد بن نصر المروزی	٢٩٤
٥١ - تاریخ بغداد	ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی	٤٦٣
٥٢ - التوشیح فی شرح الہدایۃ	عمر بن اسحٰق السراج الہندی	٧٧٣

ج

٥٣ - جامع الترمذی	ابوعیسٰی محمد بن عیسٰی الترمذی	٢٧٩
٥٤ - جامع الرموز	شمس الدین محمد الخراسانی	٩٦٢
٥٥ - الجامع الصحیح للبخاری	امام محمد بن اسمٰعیل البخاری	٢٥٦
٥٦ - الجامع الصغیر فی الفقہ	امام محمد بن حسن الشیبانی	١٨٩
٥٧ - الجامع الصحیح للمسلم	مسلم بن حجاج القشیری	٢٦١
٥٨ - جامع الفقہ (جوامع الفقہ)	ابونصر احمد بن محمد العتابی	٥٨٦
٥٩ - جامع الفصولین	شیخ بدرالدین محمود بن اسرائیل بابن قاضی	٨٢٣
٦٠ - الجامع الکبیر	ابی الحسن عبیداللہ بن حسین الکرخی	٣٤٠
٦١ - جواہر الاخلاطی	برہان الدین ابراہیم بن ابوبکر الاخلاطی	
٦٢ - الجواہر الزکیۃ	احمد بن ترکی بن احمد المالکی	٩٨٩
٦٣ - جواہر الفتاوٰی	رکن الدین ابوبکر بن محمد بن ابی المفاخر	٥٦٥
٦٤ - الجوہرۃ النیرۃ	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی الیمنی	٨٠٠
٦٥ - الجرح والتعدیل فی رجال الحدیث	یحیٰی بن معین البغدادی	٢٣٣
٦٦ - الجامع الصغیر [illegible]	[illegible] الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	٩١١

marfat.com
Marfat.com

ح

٦٧ - حاشیة علی الدرر	محمد بن مصطفٰی ابو سعید الخادمی	١١٧٦
٦٨ - حاشیة ابن شلبی علی التبیین	احمد بن محمد الشلبی	١٠٢١
٦٩ - حاشیة علی الدرر	عبد الحلیم بن محمد الرومی	١٠١٣
٧٠ - حاشیة علی الدرر لملا خسرو	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	٨٨٥
٧١ - حاشیة علی المقدمة العشماویة	علامہ سغلی	
٧٢ - الحاشیة لسعدی آفندی	سعد اللہ بن عیسٰی الآفندی	٩٤٥
٧٣ - الحدیقة الندیة شرح طریقة محمدیة	عبد الغنی النابلسی	١١٤٣
٧٤ - الحاوی القدسی	قاضی جمال الدین احمد بن محمد نوح القابسی الحنفی	٦٠٠
٧٥ - حصر المسائل فی الفروع	امام ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی الحنفی	٣٧٢
٧٦ - حلیة الاولیاء	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی	٤٣٠
٧٧ - حلیة المجلی	محمد بن محمد ابن امیر الحاج	٨٧٩

خ

٧٨ - خزانة الروایات	قاضی جکن الحنفی	
٧٩ - خزانة الفتاوی	طاہر بن احمد عبد الرشید البخاری	٥٤٢
٨٠ - خزانة المفتین	حسین بن محمد السمعانی السمیقانی	٧٤٠ کے بعد
٨١ - خلاصة الدلائل	حسام الدین علی بن احمد المکی الرازی	٥٩٨
٨٢ - خلاصة الفتاوی	طاہر بن احمد عبد الرشید البخاری	٥٤٢
٨٣ - خیرات الحسان	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	٩٧٣

د

٨٤ - الدرایة فی تخریج احادیث الہدایة	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	٨٥٢
٨٥ - الدرر (درر الحکام)	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	٨٨٥
٨٦ - الدر المختار	علاء الدین الحصکفی	١٠٨٨
٨٧ - الدر النثیر	[illegible] السیوطی	٩١١

marfat.com

Marfat.com

ذ

۸۸ - ذخیرۃ العقبیٰ	یوسف بن جنید الجلبی (چلپی)	۹۰۵
۸۹ - ذخیرۃ الفتاویٰ	برہان الدین محمود بن احمد	۶۱۶
۹۰ - ذم الغیبۃ	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱

ر

۹۱ - الرحمانیۃ		
۹۲ - رد المحتار	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۹۳ - رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ	ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن الدمشقی	۷۸۱
۹۴ - رغائب القرآن	ابو مروان عبدالملک بن حبیب السلمی (القرطبی)	۲۳۹
۹۵ - رفع الغشاء فی وقت العصر والعشاء	شیخ زین الدین ابن نجیم	۹۷۰
۹۶ - رد علی الجہمیۃ	عثمان بن سعید الدارمی	۲۸۰

ز

۹۷ - زاد الفقہاء	شیخ الاسلام محمد بن احمد الاسبیجابی المتوفی اواخر القرن السادس	
۹۸ - زاد الفقیر	کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الہمام	۸۶۱
۹۹ - زواہر الجواہر	محمد بن محمد التمرتاشی	تقریباً ۱۰۱۶
۱۰۰ - زیادات	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹

س

۱۰۱ - السراج الوہاج	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد الیمنی	۸۰۰
۱۰۲ - السنن لابن ماجۃ	ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجۃ	۲۷۳
۱۰۳ - السنن لابن منصور	سعید بن منصور الخراسانی	۲۷۳
۱۰۴ - السنن لابی داؤد	ابو داؤد سلیمان بن اشعث	۲۷۵
۱۰۵ - السنن للنسائی	ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی	۳۰۳
۱۰۶ - السنن للبیہقی	[illegible]	۴۵۸

marfat.com

Marfat.com

ش

marfat.com

Marfat.com

۱۳۱ - شرح الہدایۃ	محمد بن محمد ابن شحنۃ	۸۹۰
۱۳۲ - شرعۃ الاسلام	امام الاسلام محمد بن ابی بکر	۵۷۳
۱۳۳ - شعب الایمان	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸
۱۳۴ - شرح الجامع الصغیر	احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	۴۸۰
۱۳۵ - شرح الجامع الصغیر	عمر بن عبد العزیز الحنفی	۵۳۶

ص

۱۳۶ - صحاح الجوہری	اسمٰعیل بن حماد الجوہری	۳۹۳
۱۳۷ - صحیح ابن حبان	محمد بن حبان	۳۵۴
۱۳۸ - صحیح ابن خزیمۃ	محمد بن اسحاق ابن خزیمۃ	۳۱۱
۱۳۹ - الصراح	ابوفضل محمد بن عمر بن خالد القرشی	تقریباً ۶۹۰

ط

۱۴۰ - الطحطاوی علی الدر	سید احمد الطحطاوی	۱۳۰۲
۱۴۱ - الطحطاوی علی المراقی	سید احمد الطحطاوی	۱۳۰۲
۱۴۲ - الطریقۃ المحمدیۃ	محمد بن پیر علی المعروف برکلی	۹۸۱
۱۴۳ - طلبۃ الطلبۃ	نجم الدین عمر بن محمد النسفی	۵۳۷

ع

۱۴۴ - عمدۃ القاری	علامہ بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد العینی	۸۵۵
۱۴۵ - العنایۃ	اکمل الدین محمد بن محمد البابرتی	۷۸۶
۱۴۶ - عنایۃ القاضی	شہاب الدین الخفاجی	۱۰۶۹
۱۴۷ - عیون المسائل	ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۸
۱۴۸ - عقود الدریۃ	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۴۹ - عدۃ		
۱۵۰ - [illegible]	[illegible] شکبری	۱۰۲۰

marfat.com

Marfat.com

غ

۱۵۱ - غایۃ البیان	شیخ قوام الدین امیر کاتب ابن امیر الاتقانی	۷۵۸
۱۵۲ - غرر الاحکام	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	۸۸۵
۱۵۳ - غریب الحدیث	ابو الحسن علی بن مغیرۃ البغدادی المعروف باثرم	۲۳۰
۱۵۴ - غمز عیون البصائر	احمد بن محمد الحموی المکی	۱۰۹۸
۱۵۵ - غنیۃ ذوی الاحکام	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۱۵۶ - غنیۃ المستملی	محمد ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶

ف

۱۵۷ - فتح الباری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۱۵۸ - فتح القدیر	کمال الدین محمد بن عبد الواحد بابن الہمام	۸۶۱
۱۵۹ - فتاوی النسفی	امام نجم الدین النسفی	۵۳۷
۱۶۰ - فتاوی بزازیہ	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۷
۱۶۱ - فتاوی حجہ		
۱۶۲ - فتاوی خیریہ	علامہ خیر الدین بن احمد بن علی الرملی	۱۰۸۱
۱۶۳ - فتاوی سراجیہ	سراج الدین علی بن عثمان الاوشی	۵۷۵
۱۶۴ - فتاوی عطاء بن حمزہ	عطاء بن حمزہ السغدی	
۱۶۵ - فتاوی غیاثیہ	داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	
۱۶۶ - فتاوی قاضی خان	حسن بن منصور قاضی خان	۵۹۲
۱۶۷ - فتاوی ہندیہ	جمعیت علماء اورنگ زیب عالمگیر	
۱۶۸ - فتاوی ظہیریہ	ظہیر الدین ابوبکر محمد بن احمد	۶۱۹
۱۶۹ - فتاوی ولوالجیہ	عبد الرشید بن ابی حنیفۃ الولوالجی	۵۴۰
۱۷۰ - فتاوی الکبری	امام صدر الشہید حسام الدین عمر بن عبد العزیز	۵۳۶
۱۷۱ - فقہ الاکبر	الامام الاعظم ابی حنیفۃ نعمان بن ثابت الکوفی	۱۵۰
۱۷۲ - فتح المعین	[illegible]	

marfat.com
Marfat.com

۱۷۳ - فتح المعین شرح قرة العین	زین الدین بن علی بن احمد الشافعی	۹۲۸
۱۷۴ - الفتوحات المکیة	محی الدین محمد بن علی ابن عربی	۶۳۸
۱۷۵ - فواتح الرحموت	عبد العلی محمد بن نظام الدین الکندی	۱۲۲۵
۱۷۶ - الفوائد	تمام بن محمد بن عبد اللہ البجلی	۴۱۴
۱۷۷ - فوائد المخصصة	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۷۸ - فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	عبد الرؤف المناوی	۱۰۳۱
۱۷۹ - فوائد سمویة	اسمٰعیل بن عبد اللہ الملقب بسمویة	۲۶۷

ق

۱۸۰ - القاموس	محمد بن یعقوب الفیروز آبادی	۸۱۷
۱۸۱ - قرة العین	علامہ زین الدین بن علی الملیباری	۹۲۸
۱۸۲ - القنیة	نجم الدین مختار بن محمد الزاہدی	۶۵۸
۱۸۳ - القرآن		

ک

۱۸۴ - الکافی فی الفروع	حاکم شہید محمد بن محمد	۳۳۴
۱۸۵ - الکامل لابن عدی	ابو احمد عبد اللہ بن عدی	۳۶۵
۱۸۶ - الکبریت الاحمر	سید عبد الوہاب الشعرانی	۹۷۳
۱۸۷ - کتاب الآثار	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۱۸۸ - کتاب الآثار	امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری	۱۸۲
۱۸۹ - کتاب الالمام فی آداب دخول الحمام	ابو المحاسن محمد بن علی	
۱۹۰ - کتاب السواک	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ	۴۳۰
۱۹۱ - کتاب الهدیة لابن عماد	عبد الرحمن بن محمد عماد الدین بن محمد العمادی	۱۰۵۰
۱۹۲ - کتاب الطہور	لابی عبید	
۱۹۳ - کتاب العلل علی ابواب الفقہ	ابو محمد عبد الرحمن ابن ابی حاتم محمد الرازی	۳۲۷
۱۹۴ - کتاب الاصل	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۱۹۵ - کتاب الو[illegible]	[illegible]	

marfat.com

Marfat.com

۱۹۶ - کشف الاسرار	علاء الدین عبد العزیز بن احمد البخاری	۳۰
۱۹۷ - کشف الرمز	علامۃ المقدسی	
۱۹۸ - کشف الاستار عن زوائد البزار	امین الدین عبد الوہاب بن وہبان الدمشقی	۷۶۸
۱۹۹ - کنز العمال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین	۹۷۵
۲۰۰ - الکفایۃ	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی تقریباً	۸۰۰
۲۰۱ - کف الرعاع	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۲۰۲ - کنز الدقائق	عبد اللہ بن احمد بن محمود	۷۱۰
۲۰۳ - الکنی للحاکم	ابو عبد اللہ الحاکم	۴۰۵
۲۰۴ - الکواکب الدراری	شمس الدین محمد بن یوسف الشافعی الکرمانی	۷۸۶
۲۰۵ - کتاب الجرح والتعدیل	محمد بن حبان التمیمی	۳۵۴
۲۰۶ - کتاب المغازی	یحیٰی بن سعید القطان	۱۹۸
۲۰۷ - کتاب الصمت	عبد اللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱
۲۰۸ - کتاب الزہد	عبد اللہ بن مبارک	۱۸۰
۲۰۹ - الکشاف عن حقائق التنزیل	جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری	۵۳۸

ل

۲۱۰ - لمعات التنقیح	علامہ شیخ عبد الحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۲۱۱ - لقط المرجان فی اخبار الجان	علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن بن محمد السیوطی	۹۱۱

م

۲۱۲ - مبارق الازہار	الشیخ عبد اللطیف بن عبد العزیز ابن الملک	۸۰۱
۲۱۳ - مبسوط خواہر زادہ	بکر خواہر زادہ محمد بن حسن البخاری الحنفی	۴۸۳
۲۱۴ - مبسوط السرخسی	شمس الائمۃ محمد بن احمد السرخسی	۴۸۳
۲۱۵ - مجری الانہر شرح ملتقی الابحر	نور الدین علی الباقانی تقریباً	۹۹۵
۲۱۶ - مجمع بحار الانوار	محمد طاہر الصدیقی	۹۸۱
۲۱۷ - مجموع النوازل	احمد بن موسیٰ بن عیسیٰ	۵۵۰
۲۱۸ - مجمع الانہر	[illegible] المعروف بداماد آفندی	۱۰۷۸

marfat.com

Marfat.com

۲۱۹ - المحیط البرہانی	امام برہان الدین محمود بن تاج الدین	۶۱۶
۲۲۰ - المحیط الرضوی	رضی الدین محمد بن محمد السرخسی	۶۷۱
۲۲۱ - مختارات النوازل	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۲۲۲ - مختار الصحاح	محمد بن ابی بکر عبد القادر الرازی	۶۶۰
۲۲۳ - المختارۃ فی الحدیث	ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد	۶۴۳
۲۲۴ - المختصر	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۲۲۵ - مدخل الشرع الشریف	ابن الحاج ابی عبد اللہ محمد بن محمد العبدری	۷۳۷
۲۲۶ - مراقی الفلاح بامداد الفتاح شرح نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۲۲۷ - مرقات شرح مشکوٰۃ	علی بن سلطان ملا علی قاری	۱۰۱۴
۲۲۸ - مرقات الصعود	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۲۲۹ - مستخلص الحقائق	ابراہیم بن محمد الحنفی	
۲۳۰ - المستدرک للحاکم	ابو عبد اللہ الحاکم	۴۰۵
۲۳۱ - المستصفی	حافظ الدین عبد اللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۳۲ - مسلم الثبوت	محب اللہ البہاری	۱۱۱۹
۲۳۳ - مسند ابی داؤد	سلیمان بن داؤد الطیالسی	۲۰۴
۲۳۴ - مسند ابی یعلیٰ	احمد بن علی الموصلی	۳۰۷
۲۳۵ - مسند اسحٰق ابن راہویہ	حافظ اسحٰق ابن راہویہ	۲۳۸
۲۳۶ - مسند الامام احمد بن حنبل	امام احمد بن محمد بن حنبل	۲۴۱
۲۳۷ - مسند البزار	ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق البزار	۲۹۲
۲۳۸ - مسند عبد بن حمید	ابو محمد عبد بن محمد حمید الکشی	۲۹۴
۲۳۹ - مسند الفردوس	شہردار بن شیرویہ الدیلمی	۵۵۸
۲۴۰ - مصباح المنیر	احمد بن محمد بن علی	۷۷۰
۲۴۱ - المصفّٰی	حافظ الدین عبد اللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۴۲ - مصنف ابن ابی شیبۃ	ابو بکر عبد اللہ بن محمد احمد النسفی	۲۳۵
۲۴۳ - مصنف عبد الرزاق	ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی	۲۱۱
۲۴۴ - مصباح الدجی	امام حسن بن محمد الصغانی الہندی	۶۵۰

marfat.com

Marfat.com

۲۴۵ - معرفة الصحابة	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی	۴۳۰
۲۴۶ - المعجم الاوسط	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۷ - المعجم الصغیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۸ - المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۹ - معراج الدرایة	قوام الدین محمد بن محمد البخاری	۷۴۹
۲۵۰ - مشکوٰة المصابیح	شیخ ولی الدین العراقی	۷۴۲
۲۵۱ - المغنی فی الاصول	شیخ عمر بن محمد الخبازی الحنفی	۶۹۱
۲۵۲ - المغرب	ابو الفتح ناصر بن عبد السید المطرزی	۶۱۰
۲۵۳ - مختصر القدوری	ابو الحسین احمد بن محمد القدوری الحنفی	۴۲۸
۲۵۴ - مفاتیح الجنان	یعقوب بن سیدی علی	۹۳۱
۲۵۵ - المفردات للامام راغب	حسین بن محمد بن مفضل الاصفہانی	۵۰۲
۲۵۶ - المقدمة العشماویة	ابو العباس عبد الباری العشماوی المالکی	
۲۵۷ - الملتقط (فی فتاوی ناصری)	ناصر الدین محمد بن یوسف الحسینی	۵۵۶
۲۵۸ - مجمع الزوائد	نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی	۸۰۷
۲۵۹ - مناقب الکردری	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۷
۲۶۰ - المنتقیٰ (فی الحدیث)	عبد اللہ بن علی ابن جارود	۳۰۷
۲۶۱ - المنتقیٰ فی فروع الحنفیة	الحاکم الشہید محمد بن محمد بن احمد	۳۳۴
۲۶۲ - منحة الخالق	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۲۶۳ - منح الغفار	محمد بن عبد اللہ التمرتاشی	۱۰۰۴
۲۶۴ - ملتقی الابحر	امام ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶
۲۶۵ - منہاج	شیخ ابو زکریا یحیی بن شرف النواوی	۶۷۶
۲۶۶ - مجمع البحرین	مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب الحنفی	۶۹۴
۲۶۷ - المبتغیٰ	شیخ عیسیٰ بن محمد ابن ایناج الحنفی	
۲۶۸ - المبسوط	عبد العزیز بن احمد الحلوانی	۴۵۶
۲۶۹ - مسند فی الحدیث	الحافظ ابو الفتح نصر بن ابراہیم الہروی	۵۱۰

marfat.com

Marfat.com

۲۷۰ - المسند الکبیر	یعقوب بن شیبۃ السدوسی	۲۶۲
۲۷۱ - غنیۃ المصلی	سدید الدین محمد بن محمد الکاشغری	۷۰۵
۲۷۲ - موطا امام مالک	امام مالک بن انس المدنی	۱۷۹
۲۷۳ - موارد الظمآن	نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی	۸۰۷
۲۷۴ - مشکلات	احمد بن مظفر الرازی	۶۳۲
۲۷۵ - مہذب	ابی اسحٰق ابن محمد الشافعی	۴۷۶
۲۷۶ - میزان الشریعۃ الکبریٰ	عبد الوہاب الشعرانی	۹۷۳
۲۷۷ - میزان الاعتدال	محمد بن احمد الذہبی	۷۴۸
۲۷۸ - المستخرج علی الصحیح البخاری	احمد بن موسیٰ ابن مردویہ	۴۱۰
۲۷۹ - مکارم الاخلاق	محمد بن جعفر الخرائطی	۳۲۷

ن

۲۸۰ - النقایۃ مختصر الوقایۃ	عبد اللہ بن مسعود	۷۴۵
۲۸۱ - نصب الرایۃ	ابو محمد عبد اللہ بن یوسف الحنفی الزیلعی	۷۶۲
۲۸۲ - نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۲۸۳ - النہایۃ	حسام الدین حسین بن علی السغناقی	۷۱۱
۲۸۴ - النہایۃ لابن اثیر	مجد الدین مبارک بن محمد الجزری ابن اثیر	۶۰۶
۲۸۵ - النہر الفائق	عمر بن نجیم المصری	۱۰۰۵
۲۸۶ - نوادر فی الفقہ	ہشام بن عبید اللہ المازنی الحنفی	۲۰۱
۲۸۷ - نور العین	محمد بن احمد المعروف بنشانجی زادہ	۱۰۳۱
۲۸۸ - النوازل فی الفروع	ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی	۳۷۶
۲۸۹ - نوادر الاصول فی معرفۃ اخبار الرسول	ابو عبد اللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی	۲۵۵

marfat.com
Marfat.com

و

۲۹۰۔ الوافی فی الفروع	عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۹۱۔ الوجیز فی الفروع	ابوحامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۲۹۲۔ الوقایۃ	محمود بن صدر الشریعۃ	۶۷۳
۲۹۳۔ الوسیط فی الفروع	ابی حامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵

ھ

۲۹۴۔ الھدایۃ فی شرح البدایۃ	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳

ی

۲۹۵۔ الیواقیت والجواہر	سید عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳
۲۹۶۔ ینابیع فی معرفۃ الاصول	ابی عبداللہ محمد ابن رمضان الرومی	۷۶۹

marfat.com
Marfat.com

marfat.com
Marfat.com

فتاویٰ رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور
پاکستان (۵۴۰۰۰)

marfat.com

مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْن (حدیث)

العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

جلد ششم

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ ـــــ ۱۳۴۰ھ
۱۸۵۶ء ـــــ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن ۰ جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۔ پاکستان (۵۴۰۰۰)

فون نمبر ۷۶۵۷۲۱۴

marfat.com

Marfat.com

کتاب	———	فتاوٰی رضویہ جلد ششم
تصنیف	———	شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز
ترجمہ عربی عبارات	———	حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری، لاہور
پیش لفظ	———	حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری، لاہور
تخریج و تصحیح	———	(۱) مولانا نذیر احمد سعیدی (۲) مولانا محمد صدیق ہزاروی
باہتمام و سرپرستی	———	مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان
ترتیب فہرست	———	حافظ محمد عبد الستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
کتابت	———	محمد شریف گل، کریال کلاں (گوجرانوالہ)
پروف ریڈنگ	———	(۱) مولانا سردار احمد حسن سعیدی (۲) مولانا نذیر احمد سعیدی
پیسٹنگ	———	مولانا محمد یسین قادری شطاری
صفحات	———	
اشاعت	———	ربیع الاول ۱۴۱۵ھ / اگست ۱۹۹۴ء
مطبع	———	یوسف عمر پرنٹرز پی/12- اندرون بھاٹی گیٹ لاہور
ناشر	———	رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
قیمت	———	۲۵۰ روپے

ملنے کے پتے

- مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
- مکتبہ تنظیم المدارس جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
- مکتبہ ضیائیہ، بوہڑ بازار، راولپنڈی
- ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

marfat.com

Marfat.com

اجمالی فہرست

پیش لفظ ———— ۵
باب شروط الصلوٰۃ ———— ۲۹
باب صفۃ الصلوٰۃ ———— ۱۴۳
باب القراءۃ ———— ۲۳۹
باب الامامۃ ———— ۳۷۹

فہرست رسائل

○ ہدایۃ المتعال ———— ۶۱
○ نعم الزاد ———— ۲۸۳
○ الجام الصاد ———— ۳۰۳
○ النہی الاکید ———— ۶۴۷

○

marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

مارچ ۱۹۸۸ء میں رضا فاؤنڈیشن کے زیرِ اہتمام فتاویٰ رضویہ کی جدید اشاعت کے جس عظیم الشان منصوبے کا آغاز ہوا تھا اس میں تخریجِ حوالہ جات، عربی و فارسی عبارات کے ترجمہ او پیرا بندی کا التزام کیا گیا تھا یہ کوئی آسان کام نہ تھا کیونکہ اس میں مندرجہ ذیل کٹھن اور دشوار مراحل سے گزرنا لازمی تھا:

(۱) ایک ایسی لائبریری کا قیام جس میں مصنف کی ذکر کردہ تمام کتب موجود ہوں۔

(۲) تخریجِ حوالہ جات کے لئے بعض نایاب مخطوطات کی تلاش۔

(۳) ایسے اہلِ علم حضرات کی کمیٹی کا قیام جو نہایت محنت سے کتب کی چھان بین کرکے تخریجِ حوالہ جات کا کام سرانجام دے سکیں۔

(۴) ان حضرات کی کفالت کا انتظام و انصرام۔

(۵) ترجمہ کے لئے ایسے اہلِ علم حضرات سے رابطہ جو نہ صرف عربی، فارسی اور اردو زبان میں کامل مہارت اور علومِ نقلیہ وعقلیہ میں وسیع نظر رکھتے ہوں بلکہ مصنف کے مزاج شناس بھی ہوں۔

(۶) ایسے خوشنویس کی تلاش جو عربی، فارسی اور اردو صرف لکھنا ہی نہ جانتا ہو بلکہ اس فن کا استاذ ہو۔

(۷) ان ہزارہا صفحات کی کتابت کے بعد اس کی پروف ریڈنگ کے لئے محنتی اور مخلص افراد کی تلاش۔

رضا فاؤنڈیشن کے سربراہ اور ان کے معاونین لائقِ صد تبریک ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عنایت وشفقت سے انھوں نے ان مراحل کو عظیم استقامت کے ساتھ عبور کیا اور انتہائی قلیل عرصے میں فتاویٰ رضویہ (جدید) کی چھ جلدیں پیش کرنے میں کامیاب ہوگئے جبکہ ساتویں جلد زیرِ کتابت ہے۔

marfat.com

Marfat.com

فتاویٰ رضویہ جلد ششم

یہ جلد فتاویٰ رضویہ جلد سوم قدیم کے آغاز سے لے کر باب الامامۃ کے آخر تک ۴۵۷ سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے اور بے شمار ضمنی فوائد نافعہ کے علاوہ چار مستقل ابواب کو محیط ہے:

(۱) باب شروط الصلوٰۃ
(۲) باب صفۃ الصلوٰۃ
(۳) باب القراءۃ
(۴) باب الامامۃ

اس میں یہ چار انمول قیمتی رسائل ہیں:

(۱) ھدایۃ المتعال فی حد الاستقبال (۱۳۲۴ھ)
سمتِ قبلہ کے بیان میں

(۲) نعم الزاد لروم الضاد (۱۳۱۵ھ)
حرفِ ضاد کی تحقیق

(۳) الجام الصاد عن سنن الضاد (۱۳۱۷ھ)
حرف ضاد کے احکام اور اس کے ادا کرنے کا طریقہ

(۴) النھی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید (۱۳۰۵ھ)
غیر مقلدین کے پیچھے نماز ناجائز ہونے کا بیان

ف: مندرجہ ذیل رسائل دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے کتاب میں شامل نہ ہوسکے:

(۱) الطرۃ فی ستر العورۃ
(۲) ازہیٰ کا فل بحکم القعدۃ فی المکتوبۃ والنوافل
(۳) جمال الاجمال لتوقیت حکم الصلوٰۃ فی النعال

پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب چیئرمین شعبۂ عربی پنجاب یونیورسٹی کا معلوماتی مقالہ "فتاویٰ رضویہ کی علمی قدر و قیمت" جو ۲۷ اکتوبر ۱۹۹۳ء کو آواری ہوٹل لاہور میں فتاویٰ رضویہ کی ایک تعارفی تقریب کے موقع پر پڑھا گیا، مقالہ کی علمی اہمیت کے پیش نظر جلد ششم میں شامل کیا جارہا ہے۔
الحمد للہ اس حصّہ کی عربی و فارسی عبارات کا ترجمہ کرنے کی سعادت اس حقیر کو حاصل ہوئی ہے۔

marfat.com

Marfat.com

جس پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدۂ شکر بجالاتا ہوں کہ اس نے تکمیل کی توفیق بخشی۔ ان دنوں جلد ہفتم کا ترجمہ جاری ہے۔ قارئین سے التماس ہے کہ وہ اپنی قیمتی آراء سے نوازیں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے رضا فاؤنڈیشن کو اس منصوبہ میں کامیاب فرمائے۔

یکم محرم الحرام ۱۴۱۴ھ ○ احقر الانام محمد خان قادری عفی عنہ

جامعہ اسلامیہ لاہور

marfat.com

Marfat.com

فتاوی رضویہ کی علمی قدر و قیمت

پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر چیئرمین شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی

اسلام میں فتوی نویسی ایک دینی فریضہ بھی ہے اور ایک مہتم بالشان فن بھی، لیکن یہ فریضہ جتنا نازک اور اہم ہے یہ فن اُسی قدر مشکل اور پیچیدہ ہے۔ کتاب اللہ میں اِفتاء کے منصب کی نسبت اللہ رب العزت سے بیان ہوتی ہے (قل اللہ یفتیکم)۔ یہ بات بھی اہلِ علم سے پوشیدہ نہیں کہ فتوی، اِفتاء اور مفتی کے الفاظ زبانِ نبوت پر بھی جاری ہُوئے، اسی طرح عہدِ نبوی کے ساتھ ساتھ خلفائے راشدین کے عہدِ مبارک میں عطائے فتوی یا افتاء کا منصب بہت اہم اور اونچا منصب تھا۔ تاریخِ اسلام کے مختلف ادوار میں فتوی نویسی یا افتاء اور مفتی کا منصب ہمیشہ نہایت اہم اور بلند متصور ہوتا رہا ہے لیکن یہ سب باتیں ایک اہم موضوع اور دلچسپ مطالعہ سہی مگر ان سب باتوں کی تفصیل کا یہ موقع نہیں، تاہم اس بات کی طرف ایک مختصر اشارہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہوگا کہ گزشتہ بارہ تیرہ صدیوں کے دوران میں برِعظیم پاکستان و ہندوستان کے علمائے کرام نے فتوی نویسی کے میدان میں جو عظیم خدمات انجام دی ہیں اور منصبِ اِفتاء نے ملّتِ اسلامیہ کو جو رہنمائی مہیا کی ہے وُہ جہاں قابلِ قدر ہے وہاں باعثِ فخر بھی ہے۔ برِعظیم پاک و ہندان اسلامی خطّوں میں شامل رہا ہے جہاں امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ تعالیٰ کی فقہ کا دور دورہ رہا، یہاں کے علمائے حنفیہ نے فقہ اسلامی کی عظیم الشان خدمت انجام دی ہے۔ سیرتِ نبوی کی طرح علومِ شریعت بھی اس خطے کے اہلِ علم کے نزدیک ایک مہتم بالشان اور نہایت مرغوب موضوع رہا ہے۔ یہاں علماء نے علومِ فقہیہ یعنی فقہ، اصولِ فقہ اور فتاوٰی نویسی کے علاوہ شرعی علوم کے دیگر بے شمار پہلوؤں کو اپنے مطالعہ و توجہ کا مرکز بنائے رکھا۔ عربی، فارسی، اُردو اور دیگر علاقائی زبانوں میں شرعی علوم کا اتنا وسیع ذخیرہ تیار کیا ہے جو ملّت کا نہایت قیمتی سرمایہ ہے اور اس کا احاطہ کرنا کسی مورخ کے لئے آسان نہیں ہوگا۔ برِعظیم پاک و ہند کے اکابر احناف کے اس عظیم القدر علمی و فقہی سرمایۂ فخر میں امام اہلسنت حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاوٰی العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ جو فتاوی رضویہ کے نام سے مشہور و متداول ہیں بلاشبہ ایک منفرد اور قیمتی سرمایہ ہے۔

برِعظیم جنوبی ایشیا یا پاک و ہند کے علمائے اسلام نے فقہ اسلامی کے فتاوٰی کا جو عظیم القدر ذخیرہ

marfat.com

Marfat.com

عربی زبان میں مرتب کیا ہے اس کی فہرست بہت طویل ہے اور اس میں تعدد و تنوع بھی ہے اور اس میں حسن و خوبی کے عناصر بھی موجود ہیں۔ اسی طرح اسلامی ہند کی سرکاری زبان فارسی ہونے کے باعث اس زبان میں بھی لاتعداد چھوٹے بڑے فتاوٰی مرتب ہوئے جن میں بہت سے ابھی تک زیورِ طباعت سے آراستہ بھی نہیں ہو سکے۔ یہی حال ان فتاوٰی کا بھی ہے جو اردو عربی یا اردو فارسی کا امتزاج پیش کرتے ہیں۔ یہ ہماری بہت بڑی بدقسمتی ہے اور افسوسناک کوتاہی کہ ہم اپنے بزرگوں کی میراث کو بھی نہیں سنبھال سکے۔ سب سے زیادہ افسوس اہلِ دولت و ثروت مسلمانوں پر ہے جو اپنی دولت کا حقیر سا حصہ بھی کارِ ثواب سمجھ کر ہی وقف کرنے سے قاصر ہیں مگر اس سے کہیں زیادہ افسوس اُن اہلِ علم پر ہے جو ابتدائی قدم اٹھانے یا عملی تحریک کرنے سے بھی عاجز ہیں۔ علم کو سنبھالنے اور علمی میراث کو محفوظ کرنے کا اصل کام آخر مسلمان علماء کا ہے۔ یہ حضرات نہ صرف یہ کہ اس علمی ورثے کی نوک پلک درست کر کے مسلمان اہلِ دولت و ثروت کو سرمایہ خرچ کرنے کی تحریک بھی کر سکتے ہیں بلکہ وہ ان علمی کاوشوں پر اضافے اور ترقی کا کام بھی انجام دے سکتے ہیں۔ اس کی روشن مثال ہمارے دوست و کرم فرما حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی کی ہے۔ آپ بعض احباب کے مشورے اور تعاون سے لاہور میں "رضا فاؤنڈیشن" جیسا عظیم ادارہ قائم کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں جو "فتاوٰی رضویہ" کی طباعت و اشاعت کا فریضہ انجام دے رہا ہے، میں صمیمِ قلب سے حضرت مولانا کو ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہوئے اُن کی کامیابی کے لئے دُعا گو ہوں مجھے یقین ہے کہ وُہ اپنے اس نیک مقصد میں ضرور کامیاب ہوں گے ان شاء اللہ!

"فتاوٰی رضویہ" کی مطبوعہ مجلدات پر ایک اجمالی نظر ڈالنے سے جو مجموعی تاثر ملتا ہے وُہ یہ ہے کہ فاضل بریلوی دیگر مفتیانِ برِعظیم پاک و ہند میں ایک نہایت بلند اور منفرد مقام رکھتے ہیں اور ان کے یہ فتاوٰی اپنی عظیم تر افادیت کے ساتھ ساتھ ایک ایسی انفرادیت بھی رکھتے ہیں جو تنوع، ایجاد، جامعیت اور باریک بینی کے علاوہ ایک مصنف کے کمالِ فن، وُسعتِ نظر، عمقِ بصیرت، ظرافتِ طبع اور جزئیات میں کلیات، اور کلیات میں جزئیات کو ایک خاص رنگ میں پیش کرنے کی فقیہانہ مہارت سے قاری کی قوتِ فیصلہ اور قلب و رُوح کو متاثر کرتی نظر آتی ہے۔ یہ وہ انفرادیت و امتیاز ہے جو برِعظیم پاک و ہند کے مفتیانِ عظام کے حصے میں بہت کم آیا ہے مگر فتاوٰی رضویہ کے مصنف کے ہاں کثرت و مقدارِ وافر کے ساتھ میسر ہے۔

حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ کے ہاں ایک انفرادیت یہ ہے کہ انھوں نے اپنے فتاوٰی کے مختلف ابوابِ فقہیہ میں سے بعض موضوعات منتخب فرمائے ہیں اور ان میں سے ہر موضوع پر ایک الگ اور مستقل رسالہ تصنیف کیا ہے، یہ رسائل جہاں بلند درجہ تحقیق و تدقیق کے آئینہ دار ہیں وہاں تمام متداول فقہی مصادر و مآخذ کا نچوڑ بھی پیش کرتے ہیں۔ مصنف کی یہ کوشش لائقِ تحسین ہے کہ وُہ ان مختلف و متنوع مصادر کی مختصر ترین عبارات بلکہ جملوں کو منتخب کرتے ہیں اور انھیں کمال مہارت سے یکجا کر کے یُوں جوڑ دیتے ہیں کہ وُہ ایک مسلسل عبارت بن جاتی ہے۔ یُوں

marfat.com

Marfat.com

لگتا ہے جیسے یہ عبارات کے ٹکڑے یا جملے مختلف مصنفین نے اسی غرض سے تخلیق کئے تھے کہ وہ ان فقہی موضوعات پر مشتمل رسائل کی عبارات کی زینت بنیں۔ یہ کام جہاں وقتِ نظر او رکمالِ ادراک و انتخاب کا متقاضی ہے وہاں قوتِ حافظہ اور زبان پر کامل عبور کا بھی تقاضا کرتا ہے۔ ان مختصر مگر جامع رسائل کا ایک انفرادی امتیاز یہ بھی ہے کہ فاضل بریلوی نے ان کے تسمیہ میں بڑے تفننِ طبع اور فقیہانہ بصیرت سے کام لیا ہے۔ کتابوں کے تسمیہ میں نزاکت و ظرافت کی یہ روش برعظیم کے علمائے اسلام کا طرۂ امتیاز رہا ہے اور مولانا احمد رضا بریلوی اس میدان میں امامت و مہارت کا شرف رکھتے ہیں۔

فتاویٰ رضویہ کی ایک انفرادیت یہ بھی ہے کہ ان کا فاضل مصنف کوئی عام عالمِ دین یا محض مفتی و فقیہ نہیں بلکہ ایک کثیر الجوانب عبقری یعنی ورسٹائل جینیس (VERATILE GENIUS) ہے اس لئے نہ تو ان کی نظر محض فقہی پہلو پر محدود و مرکوز رہتی ہے اور نہ ان کی بات میں کسی پہلو کی تشنگی یا اسے نظر انداز کرنے کا احساس ہوتا ہے بلکہ ان کے اندازِ بیان سے منقولات اور معقولات کے ہر علم و فن کے تقاضوں کی تسکین ہوتی ہے، فاضل بریلوی رحمۃ اللہ ارشادِ نبوی العلم علمان علم الادیان وعلم الابدان کی حقیقت سے نہ صرف آگاہ تھے بلکہ اس پر عمل پیرا بھی تھے، وہ علم ادیان یعنی شرعی علوم اور علم ابدان یعنی سائنسی علوم پر یکساں عبور کے قائل تھے، شریعت کے علوم قرآن و حدیث سے شروع ہوئے اور عربی زبان و ادب کی جزئیات سے ہوتے ہوئے فقہ و کلام اور جدل و مناظرہ تک پہنچے ہیں، اسی طرح سائنسی علوم کا دائرہ بھی وسعت پذیر اور لامحدود ہے اس لئے شریعت ان مفید و نافع علوم سے اعراض نہیں سکھاتی بلکہ ان میں کمال پیدا کرنے کی دعوت و تلقین اس شریعت کا امتیاز ہے۔

"وقت کی رفتارِ تغیر بڑی تیز ہے جو اس رفتارِ تغیر کا ساتھ نہ دے سکے اسے وقت کی تلوار کاٹ کر رکھ دیتی ہے" جو شریعت یا قانون وقت کی اس رفتارِ تغیر کا مقابلہ نہ کر سکے اس کا نابود ہونا یقینی ہے لیکن اسلامی شریعت تو زمان و مکان کی قید سے آزاد و ماوراء ہے اس لئے یہ شریعت ہر زمان و ہر مکان کے لئے ہے، اسی حوالے سے اسلامی شریعت کے ماہر فقیہ کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی فکری صلاحیتوں سے وقت کی رفتارِ تغیر کا صرف ساتھ ہی نہیں بلکہ اس کا مقابلہ بھی کر سکے۔ یہ فکری صلاحیتیں دو چیزوں کی محتاج ہوتی ہیں ان میں سے ایک خداداد عبقریت اور دوسرے علم ادیان کے ساتھ علمِ ابدان یعنی سائنسی علوم کا ماہر ہونا ہے۔ امام احمد رضا بریلوی میں یہ دونوں صلاحیتیں بتمام و کمال موجود ہیں بلکہ ہر زمان و مکان کے فقیہ ہیں۔ جس طرح اسلامی شریعت زمان و مکان کی قید سے آزاد ہے اسی طرح اس کا ماہر فقیہ جو خداداد عبقریت اور سائنسی علوم خصوصاً طب و ریاضت اور فلسفہ و ہیئت کے بھی امام ہیں وہ بھی زمان و مکان کی قید سے آزاد ہیں۔ وہ جدید زندگی کے مسائل کو اسلامی فقہ کی روشنی میں اس طرح حل کرتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ "فتاویٰ رضویہ" اس دعویٰ پر شاہد عادل ہیں۔ تمام فصول اور ابواب میں وہ فقہی مسائل کو عصرِ حاضر کی زبان میں حل کرتے ہیں، ان کے تمام فتاویٰ عقلی و نقلی استدلال پر مبنی ہوتے ہیں اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ

marfat.com

Marfat.com

شریعت نہ صرف یہ کہ عقل کے خلاف نہیں بلکہ عقل کے لئے نشو و نما کا سامان بھی کرتی ہے ۔ اظہار و بیان کا وسیلہ زبان ہوتی ہے، فقہ اور مفتی کے لئے اظہار و بیان کی قدرت ایک لازمی اور ضروری صفت ہے ورنہ مسائل و مشاغل کی تفہیم آسان نہ ہوگی۔ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ اس میدان کے مردِ میداں ہی نہیں شہسوار بھی ہیں ۔ عربی ، فارسی اور اُردو پر انھیں جو کامل عبور تھا اس کا ایک ثبوت تو ان تین زبانوں میں ان کے شاعرانہ کمالات ہیں جو نعت و مدحِ رسول کے لئے وقف ہیں مگر "فتاوٰی رضویہ" میں بھی وُہ اظہار و بیان کے وسائل یعنی زبان کے ادبی اسلوب سے قاری کے ذہن کی چٹکیاں لیتے ہوئے نظر آتے ہیں ۔ الفاظ کو نئے معنی پہنانا اور مرکبات و کلام کو تضمین کے طور پر یوں استعمال کرنا کہ وُہ انگشتری میں نگینہ جڑ دینے کا منظر پیش کرتے ہوئے نظر آئیں، یہ صرف قادر الکلام شاعر اور با کمال ادیب ہی کر سکتا ہے۔

اختصار سے کام لیتے ہُوئے یہاں صرف "فتاوٰی رضویہ" کی جلد اول کے دو تمہیدی عنوانات یعنی "خطبۃ الکتاب" اور "صفۃ الکتاب" کے علاوہ مستقل فقہی موضوع پر لکھے جانے والے پہلے رسالے "اَجلَی الاِعلام ان الفتوی مطلقا علی قول الامام" کے خطبے کی طرف اشارہ کافی ہوگا۔ خطبۃ الکتاب میں فقہ حنفی کی اُمّہات الکتب کے اسماء اور فنی مصطلحات کو بطورِ تلمیح و براعتِ استہلال استعمال کر کے جو سماں باندھا ہے وُہ کچھ اُنہی کا کمال ہے، الفاظ پُرانے ہیں مگر بطور تلمیح استعمال ہو کر نئے معانی کا لباس بن گئے ہیں الحمد للہ ھو الفقہ الاکبر والجامع الکبیر لزیادات، فیضہ المبسوط، الدرر الغرر، بہ الھدایۃ ومنہ البدایۃ والیہ النہایۃ (یعنی سب حمد اللہ کے لئے ہے، یہی سب سے بڑی سمجھ اور اضافوں کو یکجا کرنے والی بات ہے، اس کا فیض ہے جو پھیلا ہُوا ہے جیسے چمکتے ہُوئے موتی ہوں، اسی ذات سے ہدایت وابستہ ہے، وُہی اول اور وُہی آخر ہے) یہ تو وُہ نئے معنیٰ ہیں جو اُن پُرانے الفاظ کے لباس میں یہاں وارد ہُوئے ہیں مگر اُن کے معانی فقہ حنفی کی امہات الکتب کے نام ہیں۔ فقہ اکبر امام اعظم ابو حنیفہ کی تصنیف ہے، جامع کبیر، زیادات، فیض، مبسوط، دُرر، غُرر، ہدایہ اور بدایہ و نہایہ یہ سب کتبِ فقہ ہیں مگر زبانِ عربی پر عبور رکھنے والے نے ان پرانے الفاظ سے دوہرا کام لے کر اپنی مہارت و عبقریت کا ثبوت دے دیا ہے۔

اسی تمہیدِ کتاب میں صفۃ الکتاب کے عنوان سے کتاب کا تعارف کراتے ہُوئے قرآنی الفاظ و تراکیب سے برکت و سعادت کا جو سماں باندھا گیا ہے وہ کسی فنا فی العربیہ اور ماہرِ کلامِ ربانی کا پتا دیتا ہے۔ رسالہ اجلی الاعلام میں بھی رنگِ کمال نظر آتا ہے، یہاں پر مصنف عربی زبان کے اسالیبِ نگارش پر عبور رکھنے کے علاوہ جدتِ تعبیر سے کام لینے میں بھی لاثانی نظر آتے ہیں، فقہ جیسے خشک مضمون میں اس جدتِ تعبیر نے جو رنگ پیدا کیا ہے اس نے دلچسپی میں اضافہ کر دیا ہے۔ فقہی نصوص کے صحیح ادراک، دقتِ نظر و باریک بینی، بداہتِ قول و حاضر جوابی، منطقی و مؤثر طریقہ استدلال اور حُسنِ استنباط و استنتاج میں فاضل بریلوی کا کوئی جواب نہیں۔ یہاں پر میں ایک خاص بات کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں جو میں نے محسوس کی ہے یُوں تو برِعظیم پاک و ہند کے نامور عربی دانوں اور علومِ اسلامیہ کے ماہرین کے

marfat.com

Marfat.com

علمی کارناموں سے اپنے اور بیگانے سبھی ناآشنا اور کم آگاہ ہیں مگر ان میں سے بعض اہلِ علم تو بے قدری اور احسان ناشناسی کی حد تک گمنام چلے آتے ہیں اور لوگ ان کے حقیقی مقام و مرتبے کے منکر دکھائی دیتے ہیں۔ برِعظیم کی جن ہستیوں کو دانستہ یا نادانستہ طور پر فراموشی و بے قدری کا مستحق گردانا گیا ان میں سے ایک کا تعلق سرزمینِ پنجاب سے ہے اور دوسرے کا تعلق علم و ثقافت کے خطے یوپی سے ہے۔ پنجاب کی نادرۂ روزگار ہستی اور بے مثال عبقری تو مولانا عبدالعزیز پرہاروی (رحمہ اللہ) تھے جو مشہور عرب شاعر ابوالقاسم الشابی اور ایک انگریز شاعر کیٹس کی طرح جوانی میں ہی دنیا سے کوچ کر گئے مگر علمی کارناموں کے لحاظ سے ان کی مختصر عمر بھی طویل مدت ثابت ہوئی مولانا پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ جس شہرت اور عزت کے مستحق تھے وہ نہ تو انھیں زندگی میں مل سکی اور نہ موت کے بعد گمنامی کا پردہ چاک ہو سکا۔ پنجاب کے اس عظیم عبقری اور عالمِ دین کو کما حقہٗ متعارف کرانے کا شرف اللہ تعالٰی نے مجھے بخشا ہے، ان کے متعلق خود بھی لکھا ہے اور دو مقالے پی ایچ ڈی کے بھی میری نگرانی میں ہو رہے ہیں۔

خطۂ علم و ثقافت یوپی سے اٹھنے والی ہستی فاضل بریلوی مولانا احمد رضا (رحمۃ اللہ علیہ) ہیں جن کے علمی کارناموں سے شدید اغماض برتا گیا بلکہ ان کے فضل و کمال سے انکار کیا گیا، یہی نہیں بلکہ بدنامی کی جسارتیں بھی ہوتی رہیں، بظاہر اس کے تین اسباب نظر آتے ہیں؛

پہلا سبب تو خود ان کے نام لیواؤں کی کمزوری ہے جو ان کے علمی کارناموں کو عام کرنے کی سنجیدہ کوشش نہ کر سکے، اِلّا ماشاء اللہ!

دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ عالمی ادارے یا تنظیمیں جو برِعظیم میں اہلِ علم کو متعارف کرانے کے ذمہ دار تھے وہ حضرت فاضل بریلوی کی قدرشناسی اور اعترافِ فضل سے گریزاں رہے۔

میرے خیال میں اس کا تیسرا سبب حسد و رقابت کے جذبات ہو سکتے ہیں، معمولی آدمیوں کو ایسے حادثے کم پیش آتے ہیں مگر غیر معمولی ذہانت و قابلیت کے مالک انسانوں کے لئے مخالفت و عداوت اور حسد و رقابت بھی غیر معمولی نوعیت کی سامنے آتی ہے۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالٰی کثیر الجوانب عبقریت کے مالک تھے غالباً اس وجہ سے ان کے علمی کارناموں کو پردۂ خفا میں رکھنے اور ان پر خاک ڈالنے کی کوشش بھی ہو سکتی ہے۔

بہرحال یہ بات باعثِ اطمینان ہونی چاہئے کہ اب برِعظیم پاک و ہند میں ایسے افراد و ادارے وجود میں آ چکے ہیں جو حضرت فاضل بریلوی کے تعارف کے ضمن میں تلافیٔ مافات کے لئے کوشاں ہیں۔

---

marfat.com

Marfat.com

فہرست مضامین

پیش لفظ ۵

فتاوی رضویہ کی علمی قدر و قیمت ۸

باب شروط الصلوٰۃ ۲۹

ایسے باریک کپڑوں میں جن سے اعضا ظاہر ہوں نماز نہیں ہوتی۔ ۲۹

مردوں کے نو اعضائے عورت کا شمار اور مصنف علیہ الرحمۃ کی تحقیق۔ ۲۹

چہارم عضو کھلنے کی مختلف صورتیں۔ ۳۰

عورتوں کے تیس اعضائے مستور کا شمار۔ ۴۰

"میں نماز خدا تعالٰی کے لئے پڑھتا ہوں" اس طرح نیت کرنے سے نیت ہوگی یا نہیں۔ ۴۶

نیت دل سے ہونی چاہئے زبان سے ضروری نہیں، قلبی نیت کی حد کیا ہے؟ ۴۷

تمام بلاد کے لئے جہتِ قبلہ کا ایک خاص تخمینہ ممکن نہیں۔ ۵۵

نقطۂ مغرب سے ۴۵ درجے کے اندر انحراف مفسدِ صلوٰۃ نہیں۔ ۵۷

رسالۃ ہدایۃ المتعال فی حد الاستقبال (سمتِ قبلہ کے بیان میں) ۶۱

جہتِ قبلہ سے انحراف مفسدِ صلاۃ ہے۔ ۶۳

آفاقی کا قبلہ جہت ہے۔ ۶۴

ترکِ مستحب مستلزم کراہتِ تنزیہیہ بھی نہیں۔ ۶۴

بُعدِ مسافت کے بعد ایک خاص حد کے اندر

marfat.com

Marfat.com

انحراف بھی جہت قبلہ سے انحراف نہ ہوگا۔ ۶۵
غیر مکہ معظمہ میں اتنا انحراف کہ جہت سے باہر
نہ ہو مضر نہیں۔ ۶۵
سمت قبلہ میں علم ہیأت و اصطرلاب وغیرہ
آلات و قیاسات کا اعتبار نہیں۔ ۶۵
علی گڈھ کا خط قبلہ نقطۂ مغرب سے ½ ۱۰
درجے جانب جنوب جھکا ہوا ہے۔ ۷۱
صحابہ کرام نے بلاد متعاربہ بلکہ ملک بھر کے لئے
ایک ہی قبلہ قرار دیا۔ ۷۱
فرمان فاروقی میں عراق کا قبلہ ما بین المشرق
والمغرب قرار پایا۔ ۷۱
بخارا، سمرقند، نسف، ترمذ، سرخس کا قبلہ
راس العقرب کا مسقط ہے۔ ۷۱
بیت المقدس، حلب، دمشق، رملہ، نابلس
اور تمام ملک شام کا قبلہ قطب تارے کو
پس پشت لینا ہے۔ ۷۱
کوفہ، بغداد، ہمدان، قزوین، طبرستان،
جرجان میں نہر شاش تک قطب کو دہنے کان
کے پیچھے، ملک عراق میں سیدھے شانے،
ملک مصر میں بائیں، ملک یمن میں منہ کے سامنے
بائیں کو ہٹا ہوا قبلہ ہے۔ خراسان، ہندوستان
وغیرہ بلاد شرقیہ کا قبلہ بین المغربین ہے۔ ۷۱
قبلہ کے بارے میں مشائخ کرام کے چند اقوال۔ ۷۱
ہندوستان میں قطب تارا دہنے شانے پر
کیوں لیا جاتا ہے۔ ۷۵

ہندوستان کا عرض شمالی ۸ سے ۳۵
درجے اور طول شرقی ۶۶ سے ۹۲ تک ہے۔ ۵
افادۂ اولیٰ: جہت قبلہ کی حد کیا ہے اس کے
بارے میں مختلف اقوال اور مصنف کی تحقیق۔ ۶
افادۂ ثانیہ: علی گڑھ میں انقلابین کی سعۃ المشرق
کتنی ہے۔ ۲۵
افادۂ ثالثہ: علی گڑھ کی عیدگاہ نقطۂ مغرب سے
کس قدر منحرف ہے۔ ۲۵
افادۂ رابعہ: علی گڑھ کا قبلہ تقریبی۔ ۲۶
افادۂ خامسہ: علیگڈھ کا قبلہ
تحقیقی۔ ۲۷

باب صفۃ الصلوٰۃ

۴۳
عورتیں سینے پر ہاتھ باندھیں یہی ان کے لئے
انسب ہے۔ ۴۴
التحیات میں انگشت شہادت سے اشارہ
کرنے کا ثبوت۔ ۴۹
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
ہمیشہ رفع یدین نہیں فرمایا بلکہ فعل و ترک
دونوں حدیثوں میں وارد ہیں اور ترک راجح۔ ۵۳
نماز میں قیام کی حالت میں دونوں پاؤں کے
درمیان چار انگل کا فاصلہ رکھنا مسنون ہے۔ ۵۵
بیٹھ کر نماز پڑھنے میں رکوع میں پیشانی گھٹنوں
کے مقابل رکھنی چاہئے اس سے زیادہ جھکانا
عبث ہے۔ ۵۷

marfat.com
Marfat.com

صرف تکبیر تحریمہ کی قدرت ہو تو اس پر فرض ہے کہ کھڑے ہو کر تکبیر کہے پھر بیٹھ جائے ورنہ نماز نہیں ہوگی، اس کے بارے میں مصنف کی تحقیق۔ ۱۵۸

ابتدائے سورت میں بسم اللہ شریف پڑھنا مستحب ہے اختلاف صرف اس کی مسنونیت میں ہے، ۱۶۲

یہاں سورت سے کیا مراد ہے۔ ۱۶۲

الصاق کعبین کی تحقیق۔ ۱۶۷

قومہ و جلسہ کے اذکار طویلہ نوافل پر محمول ہیں فرائض میں مسنون نہیں۔ ۱۷۰

ثنا پڑھنا سنت ہے اور امام کے قرأت بالجہر سے پہلے پڑھی جا سکتی ہے۔ ۱۸۲

اللھم اغفرلی کہنا امام، مقتدی اور منفرد سب کے لئے مستحب ہے اور طویل دعا سب کے لئے مکروہ۔ ۱۸۲

درود شریف پڑھنے کی فضیلت اور افضل درود کا بیان۔ ۱۸۳

مقتدی کو قرآن مجید پڑھنا جائز نہیں۔ آمین بالجہر مکروہ ہے۔ ۱۸۳

۲۰ رکعت تراویح سنت مؤکدہ ہے۔ ایک رکعت نماز وتر خواہ نفل باطل محض ہے۔ ۱۸۵

التحیات میں اشارہ بہ سبابہ مسنون ہے۔ ۱۸۷

سلام کے بعد امام کی اطاعت مقتدی سے ختم ہو جاتی ہے، تکبیرات انتقالیہ کہنے کا طریقہ۔ ۱۸۹

سلام کے بعد امام کو قبلہ رو بیٹھے رہنا مکروہ ہے۔ ۱۹۰

التحیات میں اشارہ کرنے کا طریقہ۔ ۱۹۰

جمعہ کی نیت کرنے کا طریقہ۔ ۱۹۱

سورتوں کی ابتداء میں بسم اللہ شریف ملانا افضل ہے۔ ۱۹۱

بے نمازیوں کو سمجھانے کا طریقہ اور نہ مانیں تو ان سے قطع تعلق کر لیا جائے۔ ۱۹۱

نماز میں قرآن شریف پڑھنا فرض ہے تصور کافی نہیں۔ ۱۹۳

مسبوق التحیات کو ترتیل سے پڑھے تاکہ امام کے سلام کے وقت ختم ہو ورنہ شہادتین کی تکرار کرے۔ ۱۹۳

بیٹھ کر نماز پڑھنے میں سجدے کرنے میں پاؤں سے سرین کو جدا کرنا چاہئے یا نہیں۔ ۱۹۳

رکوع میں قدموں پر نظر ہو۔ ۲۰۲

ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا اور ہاتھوں کو منہ پر پھیرنا مسنون ہے مگر ہاتھوں کو چومنا ثابت نہیں۔ ۲۰۲

ولاالضالین کے بعد آمین کہنا مسنون ہے سری نمازوں میں بھی اگر مسموع ہو، آمین سے سجدہ سہو نہیں۔ ۲۰۲

ٹھہری ہوئی ریل میں نماز پڑھنے کا طریقہ۔ ۲۰۲

عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے کی فضیلت میں احادیث کریمہ۔ ۲۰۳

سلام کے بعد قبلہ رو بیٹھے رہنا امام کے لئے مکروہ ہے۔ ۲۰۴

marfat.com

Marfat.com

صحتِ صلوٰۃ کے لئے فہمِ معنی ضروری نہیں۔ ۲۰۵

نماز کے بعد مصلے کا الٹ دینا کیسا ہے ۲۰۶

شروانی، کرتے وغیرہ پر نماز پڑھے تو گریبان پر کھڑا ہو اور سجدہ دامن پر کرے۔ ۲۰۷

سلام کے بعد صرف امام کو انصراف کا حکم ہے مقتدیوں کو نہیں یہ کیوں؟ ۲۰۷

عمامہ کی فضیلت میں بیس احادیث کریمہ۔ ۲۰۸

استعمالی وغیر استعمالی جوتوں کا حکم۔ ۲۰۸

حضور کے نامِ اقدس پر درود شریف پڑھنا واجب ہے ۲۲۱

صلوٰۃ ترضی وغیرہ کو رمز میں لکھنا جائز نہیں۔ ۲۲۱

جو وظیفہ پڑھے اور نماز نہ پڑھے وہ فاسق ہے۔ ۲۲۳

نماز کے بعد دعا مانگنے کا ثبوت۔ ۲۲۴

بلند آواز سے درود شریف پڑھنا جائز ہے اور اخفا افضل۔ ۲۲۳

نماز کے بعد دعا میں تاخیر کیسی۔ ۲۲۳

باب القراءۃ

۲۳۹

قرآن مجید کو ترتیب سے پڑھنا واجب ہے۔ ۲۳۹

جمہور صحابہ و تابعین کے نزدیک قراءۃ خلف الامام ممنوع ہے احادیث سے اس کا ثبوت اور مخالفین کے دلائل کا رد۔ ۲۴۰

قراءۃ میں غلطی کرنے کا حکم۔ ۲۵۱

سری نمازوں میں جہر سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے، مقدارِ جہر کا بیان۔ ۲۵۱

کسی حرف کے نکالنے پر جو قادر نہ ہو اس کے لیے حکم۔ ۲۵۳

ہر رکعت میں ایک سورۃ کی [illegible] ۲۶۶

ایک رکعت میں چند سورتیں یا ایک سورت یا ایک آیت چند بار پڑھنا یا ایک بڑی سورت کی چند آیتیں ایک رکعت میں اور چند آیتیں دوسری رکعت میں پڑھنا کیسا ہے۔ ۲۶۷

سورتوں کو معکوس پڑھنا ناجائز ہے۔ ۲۷۰

دوسری رکعت میں پہلی سے طویل قراءت مکروہ ہے۔ ۲۷۱

ضاد کو ظا یا دواد پڑھنا غلط ہے، ضاد کے مخرج کا بیان۔ ۲۷۲

نماز میں کھانسنے اور کھنکارنے کا حکم ۲۷۴

حرف ضاد اور ظا مشتبہ الصوت ہیں۔ ۲۷۵

ترتیل کی تین حدیں ہیں۔ ۲۷۵

رسالہ نعم الزاد لروم الضاد (ناقص) (حرف ضاد کی تحقیق) ۲۸۳

رسالہ الجام الصاد عن سنن الضاد (ضاد کے احکام اور اس کے ادا کرنے کا طریقہ) ۳۰۳

تجوید سے انکار کفر ہے۔ ۳۲۲

غیر عربی میں قرآن شریف پڑھنے سے نماز نہیں ہوگی۔ ۳۲۳

حضر میں مقدار قرأت کا بیان ۳۲۴

نماز میں کسی نے قال رسول اللہ کہہ دیا نماز ہوگی یا نہیں۔ ۳۲۶

لفظ "اللہ" کے الف کو حذف یا پُر کرنے سے نماز ہوتی ہے یا نہیں۔ ۳۲۷

marfat.com

Marfat.com

کسی نے چار رکعت والی نماز میں سورۂ یٰس پھر دخان پھر تنزیل پھر سورۂ ملک پڑھی الخ ٣٢٨

قرآن مجید کی ایک آیت پڑھنا فرض ہے سورۂ فاتحہ کی ہو خواہ کسی اور سورت کی۔ ٣٢٩

طوالِ مفصل، اوساطِ مفصل، قصارِ مفصل کن نمازوں میں پڑھی جائیں۔ ٣٣١

آمین آہستہ کہنا چاہئے۔ ٣٣٢

منہ میں بدبو ہونے کی حالت میں نماز مکروہ ہوگی۔ ٣٣٢

ایک آیت پڑھنے کے بعد دوسری آیتوں کی طرف منتقل ہونا یا بیچ سے چھوڑ دینا اگر مجبوری سے ہو نماز ہوجائے گی۔ ٣٣٣

سورۃ کے اخیر کو تکبیرِ رکوع سے ملانا کہاں کہاں مستحب ہے۔ ٣٣٥

صبح کی نماز میں چالیس سے ساٹھ آیت تک پڑھنا چاہئے اور وقت کم ہو تو بقدر گنجائش۔ ٣٣٦

سورۂ العصر میں کلمۂ اِلّا پر وقف کرنے سے نماز ہوجاتی ہے۔ ٣٣٦

ض کو ظ کے مشابہ پڑھنے کا حکم۔ ٣٣٦

چند آدمیوں کا ایک جگہ بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنا ممنوع ہے۔ ٣٣٨

صحتِ صلوٰۃ کے لئے فنِ مخارج جاننا ضروری نہیں حروف صحیح ادا ہونے چاہئیں۔ ٣٣٩

تبدیل حروف یعنی ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدلنے سے نماز فاسد ہوتی ہے، تبدیل کی تین صورتیں۔ ٣٣٩

لقمہ دینے کی ایک صورت۔ ٣٤٢

قرآن پاک کو اتنی تجوید سے پڑھنا جس سے حروف کی تصحیح ہو فرضِ عین ہے۔ ٣٤٣

چند آیتوں کی قراءت کے متعلق سوال وجواب۔ ٣٤٤

آیت ما یجوز بہ الصلوٰۃ کی مقدار کیا ہے۔ ٣٤٤

ہر آیت پر وقف جائز ہے اگرچہ آیت لا ہو۔ ٣٤٦

قرآن پاک ترتیب سے پڑھنا فرض ہے اُلٹا پڑھنا حرام۔ ٣٤٧

نماز میں ایک آیت پڑھنا فرض ہے۔ ٣٤٧

لقمہ دینا جائز ہے۔ ٣٤٨

قل ھو اللہ احد ۝ میں ما بعد سے وصل جائز ہے۔ ٣٤٨

تراویح میں سورۂ رحمٰن پڑھنے کا طریقہ۔ ٣٤٨

نماز میں کتنی آیتیں فرض ہیں اور کتنی واجب اور کتنی سنت اور کتنی مستحب۔ ٣٤٩

نماز میں بسم اللہ شریف کہاں کہاں پڑھنا چاہئے۔ ٣٤٩

نماز میں جس سورۃ کا ایک کلمہ منہ سے نکل آئے اسی کا پڑھنا فرض ہے۔ ٣٥٠

فسادِ معنی اگرچہ ہزار آیت کے بعد ہو نماز جاتی رہے گی۔ ٣٥١

مقتدی کو قراءت ناجائز ہے۔ ٣٥١

اللہ اکبر کی راء کو دال پڑھنے سے نماز فاسد ہوگی۔ ٣٥٢

خلاف ترتیب سے متعلق چند سوال۔ ٣٥٢

marfat.com

Marfat.com

بلاوجہ لقمہ دینا جائز ہے یا نہیں۔ ۳۵۳
درمیان سورت سے کچھ چھوٹ جائے تو نماز ہوگی یا نہیں۔ ۳۵۵
بھولنے کی حالت میں ایک لفظ کو بار بار پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ ۳۵۵
وقف ووصل میں اتباع بہتر ہے مگر اس کے ترک کرنے سے نماز میں خلل نہیں آتا۔ ۳۷۰
بیچ میں چھوٹی سورۃ چھوڑ کر پڑھنا مکروہ ہے۔ ۳۷۱
امام سے جہاں غلطی ہو مقتدی لقمہ دے سکتا ہے اگرچہ ہزار آیت کے بعد ہو۔ ۳۷۱
چند آیتوں کی قراءت کے متعلق سوال۔ ۳۷۳

باب الامامۃ ۳۷۹

ان بلاد میں آمین بالجہر و رفع یدین کرنے والے عموماً غیر مقلد ہیں۔ ۳۷۹
آدھا کلمہ پڑھنے والے کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں۔ ۳۷۹
پورا اللہ اکبر بلند آواز سے کہنا مسنون ہے۔ ۳۸۰
چار رکعت والی نماز میں اخیر کی ایک رکعت کسی کو ملی تو وہ امام کے سلام کے بعد دوسری رکعت میں قعدہ کرے۔ ۳۸۰
مسائلِ نماز و طہارت سے جو زیادہ واقف ہو وہ مستحقِ امامت ہے اگرچہ نابینا ہو۔ ۳۸۱
امام کو در میں کھڑا ہونا مکروہ ہے، محراب اور در کا فرق۔ ۳۸۲
تجوید کو نہ جاننے والا امام نہیں ہو سکتا۔ ۳۸۲
امامِ قدیم کو حقِ امامت حاصل رہے گا اگرچہ بعد میں کوئی عالم فاضل آجائے۔ ۳۸۶
عورتوں کو میلے میں لے جانے والے کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں۔ ۳۸۷
مسبوق کی اقتدا صحیح نہیں۔ ۳۹۰
سود خور کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ ۳۹۰
امام کو در میں کھڑے ہونے کا حکم۔ ۳۹۲
ایک شخص شلائیہ کے جو اپنی بی بی سے قرابت کرے اور ۳۹۲
پیرا کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں۔ ۳۹۷
احناف کو ذریۃ الشیطان وغیرہ کہنے والے کی امامت کا حکم۔ ۳۹۸
حنفی مسئلہ مسح میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ پر عمل کرے تو کیا حکم ہے۔ ۴۰۳
ناچ وغیرہ دیکھنے والے کی امامت کا حکم ۴۰۵
بے روزہ دار کی امامت مکروہ ہے۔ ۴۰۶
حنفی کی نماز شافعی کے پیچھے کب جائز ہے۔ ۴۰۷
اندھے کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ ۴۱۶
ناچ دیکھنے والے، دیوتاؤں پر بھینٹ چڑھانے والے، غیبت کہنے والے کی امامت کا حکم۔ ۴۱۸
تنخواہ دار امام کے پیچھے نماز جائز ہے۔ ۴۲۲
تجوید سے متعلق چند احکام ۴۲۲
امام کے ہر فعل و ترک کا اتباع مقتدی پر واجب نہیں۔ ۴۲۷
وہابیہ، روافض اور جو مسائلِ نماز سے واقف نہیں ان کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ ۴۲۹

marfat.com

Marfat.com

جس کا ہاتھ ٹوٹا ہو، جس کی عورت بے پردہ باہر نکلتی ہو۔ ہکلا، توتلا، افیونی، خائن، رشوت لینے والے یا جسے برص ہو ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم۔ ۴۵۲
سلام کے بعد دہنے بائیں پھرنے کا بیان۔ ۴۵۵
ولد الحرام، زانی، بہرے، کریہ الصوت، افیونی کی امامت کا حکم۔ ۴۶۰
اولیٰ امامت کس کی ہے، ولد الحرام اور جس امام سے لوگ ناراض ہوں ان کی امامت کا حکم، امام الحی سے افضل کون ہے۔ ۴۶۵
جو اپنے کو بالغ ہونا ظاہر کرے اس کے قول کو قبول کرنا واجب ہے۔ ۴۷۷
فاسق کو امامت سے معزول کرنا واجب ہے۔ ۴۷۹
فسق کی ایک صورت۔ ۴۸۱
جس کی عورت بے پردہ باہر نکلتی ہو یا سود کھاتا یا مردہ نہلانے کا پیشہ کرتا ہو ان کی امامت کیسی ہے ۴۸۳
مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی کو حق پر جاننے والے کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ ۴۸۶
فوٹوگرافر، بواسیر والے کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم۔ ۴۸۷
تجوید نہ جاننے والے کے پیچھے تجوید جاننے والے کی نماز ہوگی یا نہیں۔ ۴۸۹
مقدمہ لڑانے والوں کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں۔ ۴۹۰
ایک مصلے پر میاں بی بی نماز پڑھیں اور شوہر امام ہو الخ ۴۹۲
سود خور یا جس کی عورت بے پردہ نکلتی ہو الخ ۴۹۴
کن کن لوگوں کے پیچھے نماز جائز ہے، اندھے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ ۴۹۵
امامت سے متعلق ایک سوال۔ ۴۹۵
ندویوں کی امامت کیسی ہے۔ ۴۹۸
غیر مقلدوں کی امامت ناجائز ہے۔ ۴۹۹
عرفی شریف وغیر شریف میں امام ہونے کا زیادہ حقدار کون ہے۔ ۵۰۱
میلاد میں شریک نہ ہونے والے یا قیام کو برا کہنے والے کی امامت کا حکم۔ ۵۰۲
مقررہ امام کی اجازت کے بغیر دوسرا امامت نہیں کرسکتا۔ ۵۰۳
امردوں سے ناجائز تعلق رکھنے والے کی امامت ناجائز ہے۔ ۵۰۳
صحتِ صلاۃ کے لئے تجوید کی مقدار، حنفی کی نماز شافعی کے پیچھے صحیح ہونے کی شرائط۔ ۵۰۴
سنتِ مؤکدہ چھوڑنے والے کی امامت مکروہ ہے ۵۰۹
دیوث کی امامت مکروہ ہے۔ ۵۱۰
کلوخ سے استنجا کرنے والے کی امامت کا حکم۔ ۵۱۰
حنفی اگر حنبلی ہوجائے تو اس کی امامت صحیح ہے یا نہیں۔ ۵۱۰
شرعی فتووں کی توہین کرنے والے کی امامت ناجائز ہے۔ ۵۱۱
فعلِ حرام میں سعی کرنے والا فاسق ہے۔ ۵۱۱

marfat.com

Marfat.com

امامت میں وراثت نہیں چلتی، حقِ امامت کس کو حاصل ہے، عالم کے مقابلے میں جاہل کو امام بنانا ناجائز ہے۔ جمعہ، عیدین، کسوف وغیرہ میں امام کون ہو سکتا ہے۔ "صلوا خلف کل بر و فاجر" سے کیا مراد ہے۔ ۵۱۳
اندھے کی امامت کا حکم۔ ۵۲۰
سُود کے تمسکات لکھوانے والا فاسق ہے۔ ۵۲۱
آیت میں تقدیم و تاخیر سہواً ہونے پر حرج نہیں۔ ۵۲۲
بے نمازی اور روافض سے میل جول رکھنے والا فاسق ہے۔ ۵۲۳
زانی فاسق ہوتا ہے اور اس کی امامت مکروہ۔ ۵۲۳
بلاعذر جماعت چھوڑنے والا فاسق ہے۔ ۵۲۴
ذابح البقر کی امامت جائز ہے۔ ۵۲۵
حیات النبی کے منکر کی امامت مکروہ ہے۔ ۵۲۵
دیوث کی امامت مکروہ ہے۔ ۵۲۶
مسلمانوں سے بلاوجہِ شرعی بُغض و کینہ رکھنے والا فاسق ہے۔ ۵۲۶
جو رافضیوں میں رافضی اور سُنیوں میں سُنی بنے وہ منافق ہے اس پر دلائل۔ ۵۲۷
بالغین کا امام نابالغ نہیں ہو سکتا۔ ۵۳۵
سُنی غیر فاسق کو امام بنانا چاہئے۔ ۵۳۵
جذامی کی امامت کا حکم۔ ۵۳۶
رافضیوں میں بیاہ شادی کرنے والے کی امامت کا حکم۔ ۵۳۶
بلا وجہِ شرعی مسلمانوں کو گالی دینا سخت حرام ہے۔ ۵۳۸
اگر کہیں ولد الحرام امام کی وجہ سے جماعت میں کمی ہو تو اس کی امامت مکروہ ہے۔ ۵۳۹
علمِ غیب، فاتحہ وغیرہ کے منکر کی امامت کا حکم۔ ۵۴۱
غنی امام صدقۂ فطر لے یا قرآن مجید غلط پڑھے یا فاسق معلن ہو اس کی امامت مکروہ ہے۔ مقتدیوں کے گناہ کے سبب ترکِ جماعت جائز نہیں، امام ہونے کی شرائط۔ ۵۴۲
ڈاڑھی ترشوانا، نماز قضا کرنا فسق ہے۔ ۵۴۴
خوبصورت امرد کی امامت خلافِ اولیٰ ہے۔ ۵۴۵
شرعی امام کے پیچھے براہِ نفسانیت نماز نہ پڑھنا گناہ ہے۔ ۵۴۵
سُودی دستاویز لکھانے والا فاسق ہے۔ ۵۴۶
ملازمانِ گورنمنٹ مثلاً تھانیدار وغیرہ اور ملازمانِ چونگی کی امامت کا حکم۔ ۵۴۶
امام اور جماعت کے مابین فاصلہ کی مقدار۔ ۵۴۷
عاق اور جس سے چار جمعہ چھوٹ گئے ہوں اس کی امامت کا حکم۔ ۵۴۷
ولد الزنا کے لڑکے کی امامت کا حکم۔ ۵۴۷
بلاضرورتِ شرعیہ سودی قرض لینے والا فاسق ہے۔ ۵۴۸
میلاد شریف یا ختمِ تراویح کی شیرینی تقسیم کرنے کو جو بدعت کہے اس کی امامت کیسی ہے۔ ۵۴۸
رشوت لینے والے، جھوٹے مقدمے کرنے والے فاسق ہیں۔ ۵۵۱
جو اپنے جرائم سے توبہ کرلے اس کی امامت

marfat.com

Marfat.com

جائز ہے، اب اس پر اعتراض کرنا گناہ ہے۔ ۵۵۲

اتہام اور بدگمانی ناجائز ہے۔ ۵۵۳

لنگڑے کی امامت کیسی ہے۔ ۵۵۴

نماز اگر ایک جہت سے فاسد ہو تو وہ فاسد ہی ہوگی اگرچہ دوسری جہتوں سے صحیح ہو۔ ۵۵۵

فسق کی ایک صورت۔ ۵۵۶

حنفی شافعیوں کی جماعت میں شریک ہو یا نہیں۔ ۵۵۸

جس لڑکے سے اس کے والدین نے کہہ دیا ہو کہ میرے جنازہ پر نہ آنا۔ ۵۵۸

امام کسی سے دنیوی کدورت رکھتا ہو اس کے پیچھے نماز صحیح ہے۔ ۵۵۹

لوطی فاسق ہے۔ ۵۵۹

معذور کی امامت کا حکم۔ ۵۶۲

مسجد پر وقف شدہ جائے نمازوں پر نماز پڑھنے کا حکم۔ ۵۷۲

دیوبندیوں کے پیچھے نماز باطل ہے۔ ۵۷۳

صدقہ فطر، مال زکوٰۃ، قبرستان میں غلہ کوڑی وغیرہ لینا جس کا پیشہ ہو اس کی امامت کیسی ہے۔ ۵۷۴

عقائد دریافت کرنے پر جو نہ بتائے یا مقررہ وقت کا پابند نہ ہو یا جس کی امامت سے کچھ لوگ ناراض ہوں یا جس کا دہنا ہاتھ بیکار ہو ایسے کی امامت کیسی ہے۔ ۵۷۴

جس کے ہاتھ میں تشنج ہو وہ امام ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ۵۷۵

ایک عالم شریف ہے سید نہیں ہے یا صرف عالم وہ جاہل یا کم نجیب الطرفین سید کی موجودگی میں امام ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ۵۷۶

ایک امام کا مقلد دوسرے امام کے مقلد کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔ ۵۷۷

حنفی کی خاطر شافعی امام رفع یدین وغیرہ چھوڑے یا نہیں۔ ۵۷۷

مردہ نہلانے والے کی امامت جائز ہے یا نہیں۔ ۵۷۸

وہابیہ کی امامت ناجائز ہے۔ ۵۷۹

جس کی آنکھ میں پھلی ہو وہ امام ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ۵۸۱

خدائے تعالیٰ کو مجسم ماننے والے کی اقتدا حرام ہے۔ ۵۸۲

بلا وجہ شرعی امام کو معزول کرنا حرام ہے۔ ۵۸۲

دیوث کی امامت مکروہ ہے۔ ۵۸۳

عورت کا نان و نفقہ شوہر کے ذمہ ہے باپ پر نہیں۔ ۵۸۴

سود خور اور سود دینے والے دونوں کی امامت مکروہ ہے۔ ۵۸۵

میلاد شریف کو بدعت کہنے والے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ ۵۸۶

نصاریٰ کی تابعداری کرنے والے، مسلمانوں میں نفاق ڈالنے والے، چوری کرنے والے اور غیر مقلدین ان کی امامت کیسی ہے۔ ۵۸۷

marfat.com

Marfat.com

رنڈی زادہ کی امامت کیسی ہے۔ ۵۸۸
کارندوں کی امامت کیسی ہے۔ ۵۸۸
دیوبندی مدرسوں میں پڑھنے والوں کی امامت کا حکم۔ ۵۸۹
بدمذہبوں کی برات وغیرہ میں شریک ہونے کا حکم۔ ۵۹۰
چوڑی پہنانے یا طبابت کا پیشہ کرتا ہو اس کی امامت کا حکم۔ ۵۹۱
حرمین طیبین کے علما کو بدعتی کہنے والے کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ ۵۹۳
جو سورتیں پختہ یاد ہوں امام انھیں کو پڑھے۔ شطرنج کھیلنا فسق ہے۔ ۵۹۴
بے ضرورت سوال حرام ہے۔ جنازہ کی نماز پڑھانا امام پر لازم نہیں۔ ۵۹۵
نماز پڑھنے کے لئے امام کے متعلق تحقیق کرنا ضروری نہیں، وہابی کے پیچھے نماز باطل ہے۔ ۵۹۶
عاق کی تعریف اور حکم۔ ۵۹۶
مزامیر حرام ہیں ان کا سننا فسق۔ ۵۹۶
وہابیہ کی برائی بیان کرنا فرض ہے یونہی فاجر وغیرہ کی۔ ۵۹۷
بلاوجہ شرعی مسلمانوں سے عداوت رکھنا فسق ہے۔ ۵۹۸
جہاں کہیں فاسق کے علاوہ کوئی دوسرا نماز پڑھانے والا نہ ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔ ۶۰۰
ماہی گیر کی امامت کا حکم۔ ۶۰۰

فاسق و فاجر کی تعریف اور حکم۔ ۶۰۱
یتیموں کو ستانا، غیبت کرنا، جھوٹی قسم کھانا فسق ہیں۔ ۶۰۲
زانی اور شرابی کی امامت مکروہ ہے۔ ۶۰۲
داڑھی ترشوانے والا فاسق ہے۔ ۶۰۳
نماز فجر جس کی قضا ہوگئی ہو وہ ظہر وغیرہ کی امامت کرسکتا ہے یا نہیں۔ بہرے کی امامت کیسی ہے۔ ۶۰۳
گالی گلوچ کرنے والے کی امامت مکروہ ہے۔ ۶۰۳
قصاب کی امامت کا حکم۔ ۶۰۴
زانی توبہ کرلے تو اس کی امامت میں حرج نہیں ۶۰۴
اور اگر لوگ اس کی توبہ پر اعتبار نہ کریں گے گنہگار ہوں گے۔ ۶۰۴
شریر بدزبان عورت ہو تو شوہر پر اسے طلاق دینا واجب نہیں۔ ۶۰۴
دیوث کی امامت مکروہ ہے، جو پیر فعل حرام کا مرتکب ہو اس سے بیعت کرنا میلاد پڑھوانا ناجائز ہے۔ ۶۰۵
افیونی اور روزہ چھوڑنے والے فاسق ہیں۔ ۶۰۶
مزامیر حرام ہیں۔ ۶۰۸
عورت کے افعال قبیحہ سے شوہر راضی نہ ہو اور باز رکھنے کی کوشش بھی کرتا ہو اور عورت باز نہ آتی ہو تو شوہر پر نہ کوئی الزام نہ اس کی امامت میں حرج۔ ۶۰۹
سینہ تک بال رکھنا مرد کو حرام ہے۔ ۶۱۰
امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو اور دوسرا آئے

marfat.com

Marfat.com

تو امام آگے بڑھے یا مقتدی پیچھے ہٹے۔ ٦١١

امرد کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ ٦١١

فسق کی ایک صورت۔ ٦١٢

شبہ سے چوری ثابت نہیں ہوتی۔ ٦١٢

طلاق دے کر بی بی رکھ لے اور اس سے لڑکا پیدا ہو اس لڑکے کی امامت جائز ہے یا نہیں۔ ٦١٣

امام معزول کرنے کی ایک صورت۔ ٦١٤

استاد کا قصور کرنے والے شاگرد کی امامت صحیح ہے یا نہیں۔ ٦١٤

بلا وجہ شرعی امام کو معزول کرنا جائز نہیں۔ ٦١٥

بہرے کی امامت جائز ہے۔ ٦١٦

سفر میں امام کے عقائد دریافت کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں۔ ٦١٧

غیر مقلدین کے پیچھے نماز باطل ہے۔ جماعت میں غیر مقلد شریک ہو تو نماز ناقص ہوگی۔ ٦١٧

جو مدارس اہلسنت کے خلاف ہیں ان کے طلبہ کو امام بنانا جائز نہیں۔ ٦١٩

جو شرائط امامت کا جامع ہو اسے امام بنایا جائے اگرچہ وہ اپنے کو نااہل کہے۔ ٦١٩

کہنیاں کھلی رہیں تو نماز مکروہ ہوتی ہے۔ ٦١٩

وہابیہ کے پیچھے نماز جائز نہیں خواہ نفلی نماز ہو۔ ٦٢٠

نماز جنازہ میں عورت امام اور مرد مقتدی ہوں تو فرض ادا ہو جائے گا۔ ٦٢٠

نجومی، رمال اور فالناموں کے بیچنے والے کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ ٦٢٢

تفضیلیہ مبتدع و بدمذہب ہیں۔ ٦٢٢

دکاندار امام ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ٦٢٣

جو تندرست ہوتے ہوئے بھیک مانگنے کا پیشہ کرے اس کی امامت مکروہ ہے۔ ٦٢٣

چودہ برس کا لڑکا اپنے کو بالغ ظاہر کرے اسے بالغ مانا جائے گا۔ ٦٢٥

بدمذہبوں کے ساتھ کھانا، میل جول رکھنا فسق ہے۔ ٦٢٥

کن کن لوگوں کی امامت جائز ہے اور کن کی ناجائز۔ ٦٢٥

امام کا وسط مسجد میں کھڑا ہونا سنت ہے۔ ٦٢٦

غلط مسئلہ بتانے والے قابل امامت نہیں۔ ٦٢٧

داڑھی منڈانے والوں کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ ٦٢٧

امامت پر تنخواہ لینی جائز ہے، قرآن خوانی کی اجرت حرام ہے۔ ٦٢٧

تارک جماعت کی امامت مکروہ ہے۔ ٦٢٧

معذور کی امامت کا حکم ٦٢٨

امام کے لئے مصلّے ہو اور مقتدی کے لئے نہ ہو تو نماز میں حرج نہیں۔ ٦٢٩

غیر مقلدوں کے پیچھے نماز ایسی ہی ہے جیسے یہودی کے پیچھے۔ ٦٣٠

مقررہ امام کی اجازت کے بغیر دوسرا نماز نہیں پڑھا سکتا۔ ٦٣٠

مقتدی کے سر پر عمامہ ہو اور امام صرف ٹوپی پہنے ہو تو نماز میں حرج ہے یا نہیں۔ ٦٣١

marfat.com

Marfat.com

وہابی کے پیچھے نماز ناجائز ہے اگرچہ استاد ہو بلکہ اسے استاد بنانا گناہ۔ ۶۳۳

زانی فاسق ہیں انھیں امام بنانا مکروہ۔ ۶۳۳

تعظیم و توہین کا مدار عرف ہے۔ ۶۳۴

جسے صرف جمعہ کا امام بنایا گیا ہو وہ صرف جمعہ پڑھانے کا پابند ہے دوسری نمازوں کا نہیں۔ ۶۳۵

نماز کوئی خانگی معاملہ نہیں جسے چاہا امام بنالیا۔ ۶۳۵

نابینا کی امامت جائز ہے۔ ۶۳۷

سُنّی وہابی علما کو یکساں جاننے والا کافر ہے۔ ۶۳۸

کثرتِ احتلام یا کسی دوسرے امراض کے سبب بجائے غسل کے تیمم کرے تو اس کی امامت جائز ہے یا نہیں۔ ۶۳۸

امامت کی اُجرت دلالۃً یا صراحۃً طے ہو گئی ہو تو اُجرت لینے اور امامت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ۶۳۹

نماز کے بعد مصافحہ کرنا جائز ہے۔ ۶۴۰

امامت کی تنخواہ لینی جائز ہے مگر بچنا بہتر۔ ۶۴۰

سلام کے بعد امام دُعا میں تاخیر کرے تو مقتدی پر ضروری نہیں کہ بیٹھا رہے فرصت ہو تو چلا جائے، سلام کے بعد امام کی ولایت ختم ہو جاتی ہے۔ ۶۴۱

فرض، واجب، سنّتِ مؤکدہ، مستحب، مباح کے احکام۔ ۶۴۱

سورت سوچنے میں اتنی دیر ہو جائے کہ تین بار سبحٰن اللہ کہہ لیا جائے تو سجدۂ سہو واجب ہے۔ ۶۴۲

صرف پائجامہ پہن کر نماز پڑھنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ ۶۴۲

رسالہ النہی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید (غیر مقلدین کے پیچھے نماز ناجائز ہونے کے بیان میں) ۶۴۷

marfat.com

Marfat.com

فہرست ضمنی مسائل

اماکن الصلوٰۃ

بے ضرورت محراب یا در میں کھڑا ہونا مکروہ ہے ۔ ۱۳۱
بلند جگہ پر امام کھڑا ہو تو نماز باطل ہوگی یا مکروہ ۔ ۱۳۱
قطع صف حرام ہے ۔ ۱۳۱
فرض، واجب اور فجر کی سنتیں چلتی ریل میں نہیں ہو سکتیں اور اگر وقت نکل رہا ہو تو پڑھ لے پھر اعادہ کرے ۔ ۱۳۶
مجبوری کے سبب جو نمازیں بیٹھ کر پڑھی گئی ہوں ان کا اعادہ نہیں ۔ ۱۴۱

حدود

شبہ سے چوری ثابت نہیں ہوتی ۔ ۶۱۳

وقف

مسجد پر وقف شدہ جائے نمازوں پر نماز پڑھنے کا حکم ۵۷۲

اجارہ

امامت پر تنخواہ لینی جائز ہے ، قرآن خوانی کی اجرت حرام ہے ۔ ۶۲۷
امامت کی اجرت دلالۃً یا صراحۃً طے ہوگئی تو اجرت لینے اور امامت کرنے میں کوئی حرج نہیں ۔ ۶۳۹
امامت کی تنخواہ لینی جائز ہے مگر بچنا بہتر ۔ ۶۴۰

حظر و اباحت

صلوٰۃ رضی وغیرہ کو رمز میں لکھنا جائز نہیں ۔ ۲۲۱
جو وظیفہ پڑھے اور نماز نہ پڑھے وہ فاسق ہے ۔ ۲۲۳
نماز کے بعد دعا مانگنے کا ثبوت ۔ ۲۲۴
بلند آواز سے درود شریف پڑھنا جائز ہے اور اخفا افضل ۔ ۲۳۳
نماز کے بعد دعا میں تاخیر کیسی ؟ ۲۳۳
سورتوں کو معکوس پڑھنا ناجائز ہے ۔ ۲۷۰
نماز میں کھانسنے اور کھنکارنے کا حکم ۔ ۲۷۴
منہ میں بدبو ہونے کی حالت میں نماز مکروہ ہوگی ۔ ۳۳۲

marfat.com
Marfat.com

بلا وجہ شرعی مسلمانوں کو گالی دینا سخت حرام ہے ۵۲۸
اتہام اور بدگمانی ناجائز ہے۔ ۵۵۳
مزامیر حرام ہیں ان کا سننا فسق۔ ۵۹۶
دیوث کی امامت مکروہ ہے، جو پیر فعل حرام کا مرتکب ہو اس سے بیعت کرنا میلاد پڑھوانا ناجائز ہے۔ ۶۰۵
افیونی اور روزہ چھوڑنے والے فاسق ہیں۔ ۶۰۶
مزامیر حرام ہیں۔ ۶۰۸
سینہ تک بال رکھنا مرد کو حرام ہے۔ ۶۱۰
نماز کے بعد مصافحہ کرنا جائز ہے۔ ۶۴۰

مداینات

بلا ضرورت شرعیہ سودی قرض لینے والا فاسق ہے ۵۴۸

نفقات

عورت کا نان و نفقہ شوہر کے ذمہ ہے باپ پر نہیں ۵۸۴

فوائد فقہیہ

تمام بلاد کے لئے جہت قبلہ کا ایک خاص تخمینہ ممکن نہیں۔ ۵۵
قومہ جلسہ کے اذکار طویلہ نوافل پر محمول ہیں فرائض میں مسنون نہیں۔ ۱۷۰
۲۰ رکعت تراویح سنت مؤکدہ ہے، ایک رکعت نماز وتر خواہ نفل باطل محض ہے۔ ۱۸۵
صحت صلوٰۃ کے لئے فہم معنی ضروری نہیں۔ ۲۰۵
فاسق و فاجر کی تعریف اور حکم۔ ۶۰۱
فرض، واجب، سنت مؤکدہ، مستحب، مباح کے احکام۔ ۶۲۱

رسم المفتی

ایک شخص مثلاً زید کے جو اپنی بی بی سے قربت کرے ۳۹۲
غلط مسئلہ بتانے والے قابل امامت نہیں۔ ۶۲۷

عقائد وکلام

حضور کے نام اقدس پر درود شریف پڑھنا واجب ہے۔ ۲۲۱
تجدید سے انکار کفر ہے۔ ۳۲۲
ان بلاد میں آمین بالجہر و رفع یدین کرنے والے عموماً غیر مقلد ہیں۔ ۴۷۹
احناف کو ذریۃ الشیطان وغیرہ کہنے والے کی امامت کا حکم۔ ۴۹۸
جو رافضیوں میں رافضی اور سنیوں میں سنی بنے وہ منافق ہے اس پر دلائل۔ ۵۲۷
دیوبندیوں کے پیچھے نماز باطل ہے۔ ۵۷۳
وہابیہ کی امامت ناجائز ہے۔ ۵۷۹
خدا تعالیٰ کو مجسم ماننے والے کی اقتدا حرام ہے ۵۸۲
بدمذہبوں کے ساتھ کھانا، میل جول رکھنا فسق ہے۔ ۶۲۵
سنی وہابی علما کو یکساں جاننے والا کافر ہے۔ ۶۳۸
غیر مقلدین کے چند عقائد کا بیان۔ ۶۵۶

marfat.com

Marfat.com

خوارج بدترین مخلوق ہیں۔ ۶۵۶

اہلِ عرب ہرگز شیطانی پرستش میں مبتلا نہ ہوں گے ۶۶۴

غیر مقلدین کے پیچھے نماز نہ ہونے کے دلائل۔ ۶۷۰

غیر مقلدین بدترین اہلِ بدعت سے ہیں۔ ۶۷۰

غیر مقلدین فاسق معلن ہیں۔ ۶۸۰

غیر مقلدین صریح متعصبین ہیں جن کا اصل مقصود تکفیرِ مسلمین ہے۔ ۷۰۳

جو شخص ایک مسلمان کو بھی کافر کہے وہ خود کافر ہے۔ ۷۰۹

جو شخص کسی کلمہ گو کو کافر کہے تو ان دونوں میں سے ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی۔ ۷۰۹

اہلسنت کو چاہئے کہ ان سے پرہیز رکھیں ان کے معاملات میں شریک نہ ہوں اپنے معاملات میں ان کو شریک نہ کریں۔ ۷۱۸

اشرار کے پاس بیٹھنے سے آدمی نقصان ہی اٹھاتا ہے۔ ۷۱۹

بدمذہبوں سے محبت زہرِ قاتل ہے۔ ۷۲۰

مسئلہ تقلید

جو پایہ اجتہاد نہ رکھتا ہو نہ کشف وولایت کے رتبہ علیا تک پہنچا اس پر تقلید امامِ معین واجب ہے ۷۰۴

فرقہ ناجیہ اہلسنت ان چار مذاہب (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) میں منحصر ہوگیا۔ ۷۰۵

ترکِ تقلید شخصی گناہِ کبیرہ ہے۔ ۷۰۷

تقلید کو شرک وکفر کہنے سے غیر مقلدین کے نزدیک اکابر کا کافر و مشرک ہونا لازم آتا ہے۔ ۷۰۷

منکرینِ تقلید نے اُمتِ مرحومہ کے دس حصوں میں سے نو کو علی الاعلان کافر و مشرک ٹھہرایا۔ ۷۰۹

تجوید

ضاد کو ظا دیا دواد پڑھنا غلط ہے، ضاد کے مخرج کا بیان۔ ۲۷۲

حرف ض اور ظ مشتبہ الصوت ہیں۔ ۲۷۵

ترتیل کی تین حدیں ہیں۔ ۲۷۵

صفات لازمہ وغیر لازمہ میں فرق۔ ۲۹۹

ض، ظ، ذ، ز حروف متباینہ متغایرہ ہیں دورانِ تلاوت قصداً ایک کی جگہ دوسرا پڑھنا گناہِ عظیم اور حرام قطعی ہے۔ ۳۰۵

قاری سے بے قصد تبدیل اگر ض مشابہ د بلکہ عین د ہو تو اس پر مطلقاً فسادِ نماز کا حکم غلط و فاسد ہے۔ ۳۰۶

ضالین کی جگہ دالین بہ دال مہملہ پڑھے تو نماز جائے گی اور ذالین بہ ذال معجمہ پڑھے تو جاتی رہے گی۔ ۳۰۷

جو بالقصد مغضوب کی جگہ مغظوب و مغزوب پڑھے اس کی نماز فاسد ہوگی۔ ۳۰۸

مخرج ضاد کا بیان ۳۲۰

حروفِ مجہورہ و مہموسہ کا بیان ۳۲۰

ض کو ظ کے مشابہ پڑھنے کا حکم ۳۲۰

تبدیل حروف یعنی ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدلنے سے نماز فاسد ہوتی ہے تبدیل کی تین صورتیں ۳۲۹

marfat.com

Marfat.com

خوارج بدترین مخلوق ہیں۔	٦٥٦
اہلِ عرب ہرگز شیطانی پرستش میں مبتلا نہ ہوں گے	٦٦٤
غیر مقلدین کے پیچھے نماز نہ ہونے کے دلائل۔	٦٧٠
غیر مقلدین بدترین اہلِ بدعت سے ہیں۔	٦٧٠
غیر مقلدین فاسق معلن ہیں۔	٦٨٠
غیر مقلدین صریح متعصبین ہیں جن کا اصل مقصود تکفیرِ مسلمین ہے۔	٧٠٣
جو شخص ایک مسلمان کو بھی کافر کہے وہ خود کافر ہے۔	٧٠٩
جو شخص کسی کلمہ گو کو کافر کہے تو ان دونوں میں سے ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی۔	٧٠٩
اہلسنت کو چاہئے کہ ان سے پرہیز رکھیں ان کے معاملات میں شریک نہ ہوں اپنے معاملات میں ان کو شریک نہ کریں۔	٧١٨
اشرار کے پاس بیٹھنے سے آدمی نقصان ہی اٹھاتا ہے۔	٧١٩
بدمذہبوں سے محبت زہرِ قاتل ہے۔	٧٢٠

مسئلہ تقلید

جو پایہ اجتہاد نہ رکھتا ہو نہ کشف و ولایت کے رتبہ علیا تک پہنچا اس پر تقلیدِ امامِ معین واجب ہے	٧٠٤
فرقہ ناجیہ اہلسنت ان چار مذاہب (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) میں منحصر ہو گیا۔	٧٠٥
ترک تقلید شخصی گناہ کبیرہ ہے۔	٧٠٧
تقلید کو شرک و کفر کہنے سے غیر مقلدین کے نزدیک اکابر کا کافر و مشرک ہونا لازم آتا ہے۔	٧٠٧
منکرینِ تقلید نے اُمتِ مرحومہ کے دس حصوں میں سے نو کو علی الاعلان کافر و مشرک ٹھہرایا۔	٧٠٩

تجوید

ضاد کو ظا دیا دواد پڑھنا غلط ہے، ضاد کے مخرج کا بیان۔	٢٧٢
حرف ض اور ظ مشتبہ الصوت ہیں۔	٢٧٥
ترتیل کی تین حدیں ہیں۔	٢٧٥
صفات لازمہ و غیر لازمہ میں فرق۔	٢٩٩
ض، ظ، ذ، ز حروف متباینہ متغایرہ ہیں دورانِ تلاوت قصداً ایک کی جگہ دوسرا پڑھنا گناہِ عظیم اور حرام قطعی ہے۔	٣٠٥
قاری سے بے قصد تبدیل اگر ض مشابہ د بلکہ عین د ہو تو اس پر مطلقاً فسادِ نماز کا حکم غلط و فاسد ہے۔	٣٠٦
ضالین کی جگہ دالین بہ دال مہملہ پڑھے تو نماز جائے گی اور ذالین بہ ذال معجمہ پڑھے تو جاتی رہے گی۔	٣٠٧
جو بالقصد مغضوب کی جگہ مغظوب و مغزوب پڑھے اس کی نماز فاسد ہو گی۔	٣٠٨
مخرج ضاد کا بیان	٣٢٠
حروفِ مجہورہ و مہموسہ کا بیان	٣٢٠
ض کو ظ کے مشابہ پڑھنے کا حکم	٣٢٠
تبدیل حروف یعنی ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدلنے سے نماز فاسد ہوتی ہے تبدیل کی تین صورتیں	٣٢٩

marfat.com

Marfat.com

تجوید سے متعلق چند احکام ۶۲۲

ردِ بدمذہباں

غیر مقلدین کے پیچھے نماز باطل ہے جماعت میں غیر مقلد شریک ہو تو نماز ناقص ہوگی۔ ۶۱۷

جو مدارس اہلسنت کے خلاف ہیں ان کے طلبہ کو امام بنانا جائز نہیں۔ ۶۱۹

تفضیلیہ مبتدع و بدمذہب ہیں۔ ۶۲۲

فضائل

درود شریف پڑھنے کی فضیلت اور افضل درود کا بیان۔ ۱۸۳

عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے کی فضیلت میں احادیث کریمہ ۲۰۳

عمامہ کی فضیلت میں ۲۰ احادیث کریمہ ۲۰۸

فوائد اصولیہ

ترکِ مستحب مستلزم کراہت تنزیہی بھی نہیں۔ ۶۲

تسلیم و توہین کا مدار عرف ہے۔ ۶۳۲

ریاضی

سمتِ قبلہ میں علمِ ہیأت و اصطرلاب وغیرہ آلات و قیاسات کا اعتبار نہیں۔ ۶۵

ہندوستان کا عرض شمالی ۸ درجے سے ۳۵ درجے اور طول مشرقی ۶۶ سے ۹۲ تک ہے۔ ۷۵

متفرقات

الصاقِ کعبین کی تحقیق ۱۶۷

استعمالی وغیر استعمالی جوتوں کا حکم۔ ۲۰۸

marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب شروط الصلٰوۃ

(نماز کی شرطوں کا بیان)

مسئلہ ۳۸۹ ازکلکتہ دھرم تلہ ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ ۵ رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تہبند اگر ایسے باریک کپڑے کا ہے کہ اس میں سے بدن کی سُرخی یا سیاہی نمایاں ہے تو اُس تہبند سے نماز ہو جائے گی یا نہیں ؟

الجواب

فی الدر المختار ساتر لا یصف ما تحتہ[1] فی رد المحتار بان لا یری منہ لون البشرۃ[2]۔

درمختار میں ہے چھپانے والی چیز وہ ہے جو اپنے اندر کی چیز کو ظاہر نہ کرے۔ ردالمحتار میں ہے بایں طور کہ اس سے جسم کا رنگ دکھائی نہ دے۔ (ت)

یہاں سے معلوم ہُوا کہ عورتوں کا وُہ دوپٹہ جس سے بالوں کی سیاہی چمکے مفسدِ نماز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۹۰ مسئولہ مرزا باقی بیگ صاحب ۲۲ محرم ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرد کے بدن میں کے عضوِ عورت ہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ یہ تو معلوم ہے کہ مرد کے لئے ناف سے زانو تک عورت ہے،

---

[1] درمختار باب شروط الصلٰوۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۶۶

[2] ردالمحتار " " " مصطفی البابی مصر ۱/۳۰۲

marfat.com

Marfat.com

ناف خارج گھٹنے داخل مگر جدا جدا اعضا بیان کرنے میں یہ نفع ہے کہ اُن میں ہر عضو کی چوتھائی پر احکام جاری ہوں گے، مثلاً:

۱۔ اگر ایک عضو کی چہارم کھل گئی اگرچہ اس کے بلا قصد ہی کھلی ہو اور اس نے ایسی حالت میں رکوع یا سجود یا کوئی رکن کامل ادا کیا تو نماز بالاتفاق جاتی رہی۔

۲۔ اگر صورت مذکورہ میں پُورا رکن تو ادا نہ کیا مگر اتنی دیر گزر گئی جس میں تین بار سُبحان اللہ کہہ لیتا تو بھی مذہب معتمد پر جاتی رہی۔

۳۔ اگر نمازی نے بالقصد ایک عضو کی چہارم بلا ضرورت کھولی تو فوراً نماز جاتی رہی اگرچہ معاً چھپا لے، یہاں ادائے رکن یا اُس قدر دیر کی کچھ شرط نہیں۔

۴۔ اگر تکبیر تحریمہ اُسی حالت میں کہی کہ ایک عضو کی چہارم کھلی ہے تو نماز سرے سے منعقد ہی نہ ہوگی اگرچہ تین تسبیحوں کی دیر تک مکشوف نہ رہے۔

۵۔ ان سب صورتوں میں اگر ایک عضو کی چہارم سے کم ظاہر ہے تو نماز صحیح ہوجائے گی اگرچہ نیت سے سلام تک انکشاف رہے اگرچہ بعض صورتوں میں گناہ و سُوئے ادب بیشک ہے۔

۶۔ اگر ایک عضو دو جگہ سے کھُلا ہو مگر جمع کرنے سے اس عضو کی چوتھائی نہیں ہوتی تو نماز ہوجائے گی اور چوتھائی ہوجائے تو بتفاصیل مذکورہ نہ ہوگی۔

۷۔ متعدد عضووں مثلاً دو میں سے اگر کچھ کچھ حصّہ کھلا ہے تو سب جسم مکشوف ملانے سے ان دونوں میں جو چھوٹا عضو ہے اگر اس کی چوتھائی تک نہ پہنچے تو نماز صحیح ہے ورنہ بتفصیل سابق باطل مثلاً ران و زیر ناف سے کچھ کچھ کپڑا الگ ہے تو دونوں کی قدر منکشف اگر زیر ناف کی چہارم کو پہنچے نماز نہ ہوگی اگرچہ مجموعہ ران کی چوتھائی کو بھی نہ پہنچے کہ ان دونوں میں زیر ناف چھوٹا عضو ہے اور سرین اور زیر ناف میں انکشاف ہے تو مجموعہ سرین کے ربع تک پہنچنا چاہیے اگرچہ زیر ناف کی چوتھائی نہ ہو کہ ان میں سرین عضو اصغر ہے اسی طرح تین یا چار یا زیادہ اعضا میں انکشاف ہو تو بھی اُن میں سب سے چھوٹے عضو کی چہارم تک پہنچنا کافی ہے اگرچہ اکبر یا اوسط یا خفیف حصّہ ہو۔

هذا الصحیح الذی نص علیه محمد فی الزیادات فلا علیك من بحث التبیین وان تبعه الفتح والبحر واختاره البرهان الحلبی فی الصغیر وتمام الکلام بتوفیق الملك العلام فی

یہ وہ صحیح ہے جس پر امام محمد نے زیادات میں تصریح کی ہے، تجھے تبیین کی بحث کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہی نہیں اگرچہ فتح القدیر اور البحر الرائق نے اس کی اتباع کی، اور برہان حلبی نے اسے صغیر میں مختار قرار دیا، اللہ تعالیٰ مالک وعلام کی توفیق سے اس کی پوری

marfat.com

Marfat.com

رسالتنا الطرة فی ستر العورة التی الفتہا بعد ورود ھذا السؤال لازاحۃ مافی المسائل من وجوہ الاشکال والحمد للہ المھیمن المتعال۔

تفصیل ہمارے رسالے الطرۃ فی ستر العورۃ میں مذکور ہے جسے میں نے اس سوال کے جواب میں اس کے متعلقہ مسائل میں وارد ہونے والے اشکالات کو زائل کرنے کے لئے لکھا ہے اور تمام تعریف اللہ تعالٰی کے لئے جو محافظ و بلند ہے۔ (ت)

یہ سب مسائل درمختار و ردالمحتار وغیرہما اسفار سے مستفاد۔

وھذا نصھما ملتقطا ومختلطا ویمنع کشف ربع عضو قدر اداء رکن (بسنتہ منیۃ قال شارحھا وذلک قدر ثلث تسبیحات واعتبر محمد اداء الرکن حقیقۃ والاول المختار للاحتیاط شرح المنیۃ واقل من قدر رکن فلا یفسد اتفاقا لان الانکشاف الکثیر فی الزمان القلیل عفو کالانکشاف القلیل فی الزمان الکثیر، وھذا فی الانکشاف الحادث فی الصلاۃ اما المقارن لابتداءھا فیمنع انعقادھا مطلقا اتفاقا بعد ان یکون المکشوف ربع العضو) بلا صنعہ (فلو بہ فسدت فی الحال عندھم قنیۃ قال ح ای وان کان اقل من اداء رکن الالحاجۃ کرفع نعلہ لخوف الضیاع مالم یؤد رکنا کما فی الخلاصۃ) او تجمع بالاجزاء

ان دونوں کتابوں کے چیدہ چیدہ مخلوط طور پر الفاظ یہ ہیں، اور رکن کی مقدار چوتھائی عضو کا ننگا رہنا نماز سے مانع ہے (یعنی ادایٔ رکن جو سنّت کے مطابق ہو، منیہ۔ اس کے شارح نے کہا ہے کہ یہ تین تسبیحات کی مقدار ہے۔ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے حقیقۃً رکن کی ادائیگی کا اعتبار کیا ہے احتیاط کے پیشِ نظر پہلا قول مختار ہے شرح المنیہ اور جب ربع عضو کا ادایٔ رکن کی ادائیگی سے کم کھلا رہے تو بالاتفاق نماز فاسد نہیں ہوگی، کیونکہ قلیل وقت میں انکشافِ کثیر معاف ہے جس طرح کثیر وقت میں انکشافِ قلیل معاف ہے، یہ اس انکشاف کا معاملہ ہے جو دورانِ نماز عارض ہو، اگر وہ انکشاف ابتدایٔ نماز سے عارض ہو اور کھلنے والی جگہ عضو کی چوتھائی ہو تو ایسا انکشاف بالاتفاق مطلقاً انعقادِ نماز سے مانع ہے یہ اس وقت ہے جبکہ یہ کشفِ عورت قصدِ مصلی کے بغیر ہو (پس اگر ایسا کشفِ عورت قصدِ مصلی کے باعث ہو تو فقہائے کے ہاں نماز فی الفور فاسد ہوجائے گی قنیہ، حلبی نے کہا یعنی اگرچہ وہ ادایٔ رکن کی ادائیگی سے کم میں ہو، مگر یہ کہ وہ فعلِ مصلی کسی ضرورت کی بنا پر ہو جیسے مصلی کا اپنے

marfat.com

Marfat.com

(وھی النصف والربع والثلث)
لو فی عضو واحد والا فبالقدر
(ای المساحة) فان بلغ (المجموع
بالمساحة) ربع ادناھا
(ای ادنی الاعضاء المنکشف
بعضھا) منع (کما لو انکشف
نصف ثمن الفخذ ونصف ثمن
الاذن من المرأة فان
مجموعھما بالمساحة اکثر من
ربع الاذن التی ھی ادنی
العضوین المنکشفین)[1]

جو ان کو ضائع ہونے کے [illegible] لینا
جتنے وقت میں وہ رکن نماز ادا کر سکے ۔ فقہ میں ایسے
ہے) اور مکشوف اجزاء کو جمع کیا جائے گا (اور وہ اجزاء
مثلاً نصف، چوتھائی اور تہائی ہیں) اگر ایک عضو
میں کئی کشف ہوں ورنہ مقدار (یعنی پیمائش کے ساتھ
اندازہ کیا جائے گا) پھر اگر (وہ پیمائش کے ساتھ مجموعہ)
ادنی عضو کے ربع کو پہنچ جائے (یعنی وہ اعضاء جو
جزوی طور پر مکشوف ہیں ان میں سے ادنی عضو کے ربع
کو پہنچ جائے) تو ایسا کشف نماز سے مانع ہے،
(مثلاً عورت کی ران کے آٹھویں حصے کا نصف اور
کان کے آٹھویں حصے کا نصف اگر کھل جائے تو
پیمائش کے اعتبار سے ان دونوں کا مجموعہ ان دونوں کھلنے والے اعضا میں سے چھوٹے عضو کان کے چوتھائی سے زیادہ
بنتا ہے) (ت)

میں نے ان مسائل میں ہر جگہ اقوی وارجح واحوط قول کو اختیار کیا کہ عمل کے لئے بس ہے اما ذکر الخلاف وبسط التعلیل فداع الی تفصیل یفضی الی التطویل (ذکر اختلاف اور ان کے دلائل کی تفصیل کے لئے ایک طویل بحث درکار ہے ۔ ت)

بالجملہ ان احکام سے معلوم ہوگیا کہ صرف اجمالاً اس قدر سمجھ لینا کہ یہاں سے یہاں تک ستر عورت ہے ہرگز کافی نہیں بلکہ اعضاء کو جدا جدا پہچاننا ضروری ہے اور وہ علامہ حلبی و علامہ طحطاوی و علامہ شامی محشیان درمختار رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم نے مرد میں آٹھ گنے:

(۱) ذکر مع اپنے سب پرزوں یعنی حشفہ وقصبہ وقلفہ کے ایک عضو ہے یہاں تک کہ مثلاً صرف قصبہ کی

---

[1] درمختار — باب شروط الصلوٰۃ — مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۶۶
ردالمحتار — باب شروط الصلوٰۃ — مطبوعہ مصطفی البابی مصر — ۱/۳۰۰
نوٹ: قوسین کے درمیان والی عبارت ردالمحتار کی ہے باہر والی درمختار کی ۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com
Marfat.com

چوتھائی یا فقط حشفہ کا نصف کھلا مفسد نماز نہیں، اگر باوجود علم و قدرت ہو تو گناہ و بے ادبی ہے اور ذکر کے گرد سے کوئی پارہ جسم اُس میں شامل نہ کیا جائے گا، یہی صحیح ہے یہاں تک کہ صرف ذکر کی چوتھائی کھلنی مفسدِ نماز ہے، وسری فلك وتمام التحقيق فی رسالتنا المذكورة (اس پر تفصیلی گفتگو اور تحقیق راز ہمارے مذکورہ رسالے میں ہیں۔ ت)

(۲) انثیین یعنی بیضے کہ دونوں مل کر ایک عضو ہے یہی حق ہے یہاں تک کہ اُن میں ایک کی چہارم بلکہ تہائی کھلنی بھی مفسد نہیں،

وقد زلت ههنا قدم العلامة البرجندی فی شرح النقاية كما نبهنا عليه فی الطرة فليتنبه۔

اس مقام پر شرح نقایہ میں علامہ برجندی کے قدم پھسل گئے جیسا کہ ہم نے "الطرۃ فی ستر العورۃ" میں اس پر تنبیہ کی ہے اس کا مطالعہ کیجئے۔ (ت)

پھر یہاں بھی صحیح یہی ہے کہ ان کے ساتھ ان کے حول سے کچھ ضم نہ کیا جائے گا، یہ دونوں تنہا عضو مستقل ہیں۔

(۳) دُبر یعنی پاخانہ کی جگہ اس سے بھی صرف اُس کا حلقہ مراد یہی صحیح ہے اور اسی پر اعتماد۔

(۴ و ۵) الیتین یعنی دونوں چوتڑ، ہر چوتڑ مذہب صحیح میں جدا عورت ہے کہ ایک کی چوتھائی کھلنی باعث فساد ہے۔

(۶ و ۷) فخذین یعنی دونوں رانیں کہ ہر ران اپنی جڑ سے جسے عربی میں رکب و رفغ و مغبن اور فارسی میں پیغولہ ران اور اردو میں چڈھا کہتے ہیں، گھٹنے کے نیچے تک ایک عضو ہے، ہر گھٹنا اپنی ران کا تابع اور اس کے ساتھ مل کر ایک عورت ہے، یہاں تک کہ اگر صرف گھٹنے پورے کھلے ہوں تو صحیح مذہب پر نماز صحیح ہے کہ دونوں مل کر ایک ران کے ربع کو نہیں پہنچتے، ہاں خلافِ ادب و کراہت ہونا جُدا بات ہے۔

(۸) کمر باندھنے کی جگہ ناف سے اور اُس کی سیدھ میں آگے پیچھے دہنے بائیں چاروں طرف پیٹ کمر کولھوں کا جو ٹکڑا باقی رہا وہ سب مل کر ایک عورت ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

اعضاء عورة الرجل ثمانية الاول الذكر وما حوله الثانی الانثيان وما حولهما الثالث الدبر وما حوله الرابع والخامس الاليتان السادس والسابع الفخذان مع الركبتين الثامن مابين السرة الى العانة مع مايحاذی ذلك من الجنبين والظهر والبطن[1]۔

مرد کا ستر آٹھ اعضاء ہیں: (۱) عضو مخصوص اور اردگرد (۲) خصیتین اور ان کا اردگرد (۳) دُبر اور اردگرد (۴ و ۵) دونوں سرین کے حصے (۶ و ۷) دونوں رانیں گھٹنوں سمیت (۸) ناف تا زیر ناف سمیت پشت پیٹ اور دونوں پہلوؤں کے اس حصّہ کے جو اس کے مقابل و محاذی ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۰۱

marfat.com

Marfat.com

اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) یہاں دو مقام تحقیق طلب ہیں:

مقام اوّل: آیا عورت ہشتم میں پیٹ کا وہی نرم حصّہ جو ناف کے نیچے واقع ہے جسے ہندی میں پیڑو کہتے ہیں تینوں طرف یعنی کروٹوں اور پیٹھ سے اپنے محاذی بدن کے ساتھ صرف اسی قدر داخل ہے اور ذکر کے متصل وہ سخت بدن جو بال اُگنے کا مقام ہے جسے عربی میں عانہ کہتے ہیں اس میں شامل نہیں یہاں تک کہ نصف مقدار اول کی چوتھائی کھلنی مفسدِ نماز نہ ہو اگرچہ عانہ کے ساتھ ملا کر دیکھیں تو چہارم سے کم رہے یا عانہ سمیت ناف سے نیچے جس قدر جسم رانوں اور ذکر اور چوتڑوں کے شروع تک باقی رہا سب مل کر ایک عورت ہے یہاں تک کہ افسادِ نماز کے لئے اس مجموع کی چوتھائی درکار ہو اور مقدار اول کا ربع کفایت نہ کرے؟ جتنی کتب فقہ اس وقت فقیر کے پیشِ نظر ہیں ان میں کہیں اس تنقیح کی طرف توجہ خاص نہ پائی اور بنظرِ ظاہر کلماتِ علماء مختلف سے نظر آتے ہیں مگر بعد غور و تعمق اظہر و اشبہ امر ثانی ہے یعنی یہ سب بدن مل کر ایک ہی عورت ہے، تو یوں سمجھئے کہ چار اطراف بدن میں اس سے ملے ہوئے جو عضو ہیں مثلاً ران و سُرین و ذکر، اُن کا آغاز تو معلوم ہی ہے اُن سے اُوپر اوپر ناف کے کنارۂ زیریں اور سارے دور میں اس کنارے کی سیدھ تک جتنا جسم باقی رہا اُس سب کا مجموعہ عضو واحد ہے اور اسی طرف علامہ حلبی و علامہ طحطاوی و علامہ شامی رحمہم اللہ تعالٰی کا کلام مذکور ناظر کہ انھوں نے عانہ عضو جدا گانہ نہ ٹھہرایا ورنہ تقدیرِ اول پر اس قدر ٹکڑا اس میں داخل نہ تھا اور اُس کا ران و ذکر میں داخل نہ ہونا خود ظاہر، تو واجب تھا کہ اس پارہ جسم یعنی عانہ کو نواں عضو شمار فرماتے، اس مقام کی تحقیق کامل بقدر قدرت فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے اپنے رسالہ مذکورہ الطرۃ فی ستر العورۃ میں ذکر کی یہاں ان شاء اللہ تعالٰی اسی قدر کافی کہ عانہ اور عانہ سے اوپر ناف تک سارا جسم جسمِ واحد ہے کہ حقیقۃً وحساً وحکماً سب طرح متصل، تو اُسے دو عضو مستقل ٹھہرانے کی کوئی وجہ نہیں۔ ہدایہ میں ہے:

عندنا هما یعنی اللحیین وهما العظمان اللذان علیهما منابۃ الاسنان من الوجه لاتصالهما به من غیر فاصلۃ۔[1]

ہمارے نزدیک یہ دونوں (یعنی دونوں جبڑے، یہ وہ دونوں ہڈیاں ہیں جن پر دانت قائم ہیں) چہرہ ہی کا حصّہ ہیں کیونکہ ان دونوں کا چہرے کے ساتھ اتصال بغیر فاصلہ کے ہے (ت)

---

[1] الہدایہ کتاب الدیات فصل فی الشجاج مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۵۸۸

ف: قوسین سے باہر کی عبارت ہدایہ کی ہے۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

Marfat.com

یہ تو بحمداللہ دلیل فقہی ہے اور خاص جزئیہ کی تصریح وہ ہے کہ جواہر الاخلاطی میں فرمایا :

اذا انکشف مابین سرته وعورته ان کان ربعا فسدت صلوته لان ما بینهما عضو کامل لا یدمنه حول جسم البدن فاذا انکشف ربعه کان فاحشا[1] اھ۔

اگر نمازی کی ناف اور شرمگاہ کا درمیان کھل گیا (کشف ہوگیا) اگر وہ چوتھائی ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ ان دونوں کا درمیانی حصہ عضو کامل ہے اس سے مراد تمام بدن کا اردگرد لیا ہے، پس جب اس کا چوتھائی کھل جائے تو یہ کشف فحش ہوگا اھ (ت)

دیکھو ناف کے نیچے سے ذکر کے آغاز تک سارے بدن کو ایک عضو ٹھہرایا، یہ نص جلی ہے اور باقی عبارات علامحتمل، تو اسی پر اعتماد، اسی پر عمل، مالم یظهر الاقوی فی المحل والعلم بالحق عند الملك الاجل (جب تک اس بارے میں اس سے قوی دلیل ظاہر نہیں ہوگی، باقی قطعی علم اس ذات کے پاس ہے جو مالک و بزرگ تر ہے۔ ت)

مقام دوم : فقیر غفراللہ لہ نے اس مسئلہ کی تحقیق کے لئے جامع[1] صغیر امام محمد و قدوری[2] امام ابوالحسن و وافی[3] امام حافظ الدین نسفی و کنز الدقائق و وقایۃ الروایہ امام تاج الشریعۃ و نقایہ امام صدر الشریعۃ و منیۃ المصلی و اصلاح ابن کمال باشا و ملتقی الابحر علامہ ابراہیم حلبی و اشباہ علامہ زین العابدین مصری و تنویر الابصار علامہ عبداللہ محمد بن عبداللہ غزی و نور[12] الایضاح علامہ حسن شرنبلالی و ہدایہ[13] امام علی بن ابی بکر برہان الدین فرغانی و کافی امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد سعدی و شرح[15] وقایہ امام عبیداللہ بن مسعود محبوبی و تبیین[16] الحقائق امام فخر الدین زیلعی و فتح القدیر امام محقق علی الاطلاق محمد بن الہمام و حلیہ امام محمد بن محمد ابن امیر الحاج حلبی و ایضاح[19] علامہ احمد بن سلیمان وزیر رومی و ذخیرۃ العقبیٰ علامہ یوسف بن جنید چلپی و غنیہ علامہ برہان الدین حلبی و صغیری[22] شرح منیۃ المصلی و شرح[23] نقایہ علامہ عبدالعلی برجندی ہروی و جامع[24] الرموز علامہ شمس الدین محمد قہستانی و بحر[25] الرائق علامہ زین بن ابراہیم مصری و مراقی الفلاح علامہ ابوالاخلاص ابن عمار مصری و درمختار محقق محمد بن علی دمشقی و غمز[28] العیون علامہ سیدی احمد حموی و مجمع الانہر علامہ شیخی زادہ قاضی رومی و حاشیہ[30] مراقی للعلامۃ السید احمد المصری و حاشیہ[31] درمختار للعلامۃ السید الطحطاوی و ردالمحتار[32] علامہ محقق سیدی امین الدین محمد بن عابدین شامی و فتاوی خانیہ امام اجل ابوالمحاسن فخر الدین اوزجندی و خلاصہ[34] امام طاہر بن احمد بن عبدالرشید بخاری و جواہر[35] الاخلاطی علامہ برہان الدین ابراہیم بن ابی بکر محمد حسینی و خزانۃ[36] المفتین و فتاوی خیریہ و عقود[38] الدریہ و فتاوی[39] رحمانیہ و فتاوی ہندیہ وغیرہا کتب فقہ متون

---

[1] جواہر الاخلاطی فصل فی الفرائض الخارجیۃ عن الصلوٰۃ قلمی نسخہ ص ۲۰

marfat.com
Marfat.com

وشروح وفتاوٰی جس قدر فقیر کے پاس ہیں سب کی مراجعت کی سوا دو حاشیہ طحطاوی وشامی کے اس تعداد ہشت میں حصر کا نشان کہیں نہ پایا، علمائے کرام رحمہم اللہ تعالٰی بدایت ونہایت عورت کی حدیں بتاتے اور بعض بعض اعضاء کو جُدا جُدا بھی ذکر فرماگئے پھر کسی کتاب میں صرف دو تین عضو ذکر کئے کسی میں چار پانچ کسی میں کوئی، مگر استیعاب نہ فرمایا، نہ پورا شمار بتایا۔ ہاں اس قدر ضرور ہے کہ متفرق کتابوں سے سب کو جمع کیجئے تو بیان میں یہی آٹھ آئے ہیں، غالباً اسی پر نظر فرما کر علامہ حلبی رحمہ اللہ تعالٰی نے آٹھ میں حصر فرمادیا اور سیدین فاضلین نے اُن کا اتباع کیا خود عبارت علامہ شامی قدس سرہ السامی دلیل ہے کہ یہ تعداد علامہ حلبی کی استخراج کی ہوئی ہے یعنی اُن سے پہلے علمائے ذکر نہ فرمائی، حیث قال بعد تمام الکلام بتعداد اعضاء العورۃ فی الامۃ والحرۃ کذا حررہ ح[1] (کیونکہ انھوں نے لونڈی اور آزاد عورت کے اعضاء ستر کی تعداد پر گفتگو کی تکمیل کے بعد کہا ہے اسی طرح اس تعداد کو علامہ حلبی نے تحریر کیا ہے اھ۔ ت) مگر فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ کو اس شمار میں کلام ہے کہ وُہ بدن جو دُبر وانثیین کے درمیان ہے اس گنتی میں نہ آیا نہ اُسے عورت ہشتم کے توابع سے قرار دے سکتے ہیں کہ بیچ میں دو مستقل عورتیں یعنی ذکر وانثیین فاصل ہیں، ہدایہ میں فرمایا:

لا وجہ الی ان یکون (یعنی الساعد) تبعا للاصابع لان بینھما عضوا کاملا[2]۔

اس کی کوئی وجہ (دلیل) نہیں کہ (بازو) انگلیوں کے تابع ہو کیونکہ ان دونوں کے درمیان ایک عضو کامل ہے۔ (ت)

امام نسفی نے کافی شرح وافی میں فرمایا:

اما الساعد فلا یتبعھا (یعنی الاصابع) لانہ غیر متصل بھا[3]۔

بازو ان (یعنی انگلیوں) کے تابع نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ ان کے ساتھ متصل نہیں ہے (ت)

مزید صحیح کہ اسے دو حصّے کرکے دُبر وانثیین میں شامل مانیے کہ مذہب صحیح پر تنہا انثیین عضو کامل ہیں یونہی صرف حلقہ دُبر عضو مستقل ہے کہ اُن کے گرد سے کوئی جسم ان کے ساتھ نہ ملایا جائے گا، ملتقی الابحر میں ہے:

کشف ربع عضو ھو عورۃ یمنع کالذکر بمفردہ والانثیین وحدھما وحلقۃ الدبر بمفردھا[4]۔

ایسا عضو جو ستر گاہ میں داخل ہے اس کا چوتھائی کُھل جانا نماز سے مانع ہے مثلاً عضو مخصوص تنہا، تنہا خصیتین اور تنہا حلقہ دُبر۔ (ت)

---

[1] رد المحتار — باب شروط الصلوٰۃ — مطبوعہ مصطفی البابی مصر — ۱/۳۰۱

[2] الہدایہ — کتاب الدیات فصل فی دیۃ اصابع الید وغیرہا — مطبوعہ یوسفی لکھنؤ — ۴/۵۸۹

[3] کافی شرح وافی

[4] ملتقی الابحر — باب شروط صحۃ الصلوٰۃ — مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت — ۱/۶۶

marfat.com

Marfat.com

خزانۃ المفتین میں ہے:

الذکر عضو بانفرادہ وکذا الانثیان وھذا ھو الصحیح[1]۔

ذکر تنہا عضو ہے اور اسی طرح خصیتین بھی، اور یہی صحیح ہے۔ (ت)

صغیری شرح منیہ میں ہے:

انکشاف ربع الذکر وحدہ او ربع الانثیین بمفردھا یمنع جوازھا[2]۔

تنہا ذکر (عضو مخصوص) کی چوتھائی یا تنہا خصیتین کی چوتھائی کا کھل جانا جوازِ نماز سے مانع ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

حلقۃ الدبر عضو بمفردھا وکلھا لاتزید علی قدر الدرھم[3]۔

حلقۂ دُبر تنہا عضو ہے اور یہ تمام کا تمام قدر درہم سے زیادہ نہیں ہے۔ (ت)

غنیہ شرح کبیر منیہ میں ہے:

القبل والدبر اذا انکشف من احدھما ربعہ وان کان اقل من قدر الدرھم یمنع جواز الصلٰوۃ[4] اھ ملخصا۔

قُبل اور دُبر میں سے کسی ایک کا جب چوتھائی حصّہ کُھل جائے اگرچہ وہ قدر درہم سے کم ہو جوازِ نماز سے مانع ہوگا اھ ملخصاً (ت)

کافی میں ہے:

کشف ربع ساقھا یمنع جواز الصلاۃ وکذا الدبر والذکر والانثیان حکمھا کحکم الساق والکرخی اعتبر فی الدبر قدر الدرھم والدبر لایکون اکثر من قدر الدرھم فھذا یقتضی جواز الصلٰوۃ وان کان کل الدبر مکشوفا وھو تناقض[5] اھ ملتقطا

عورت کی پنڈلی کا چوتھائی حصّہ کھل جانا جوازِ نماز سے مانع ہے اور اسی طرح دُبر و ذکر اور خصیتین ہیں ان میں سے ہر ایک کا حکم پنڈلی کی طرح ہے۔ امام کرخی نے دبر میں قدر درہم (کے انکشاف) کا اعتبار کیا ہے حالانکہ دبر قدر درہم سے زائد نہیں ہوتا تو اس قول کا تقاضا یہ ہے کہ اگرچہ تمام دبر ننگی ہو پھر بھی نماز ہوجائیگی اور یہ تناقض ہے اھ ملتقطاً (ت)

---

[1] خزانۃ المفتین — فصل فی ستر العورۃ — قلمی نسخہ — ۱/۲۲

[2] و [3] صغیری شرح منیۃ المصلی — الشرط الثالث — مطبوعہ مجتبائی دہلی — ص ۱۱۹

[4] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی — " — " سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۲۱۲

[5] کافی شرح وافی

marfat.com

Marfat.com

حلیہ میں ہے:

غلطوہ بان ھذا التغلیظ یؤدی الی التخفیف او الاسقاط لان من الغلیظۃ ما لیس باکثر من قدر الدرھم فیؤدی الی ان کشف جمیعہ لا یمنع وقد اجیب عنہ بانہ قد قیل بان الغلیظۃ القبل والدبر مع حولھما فیجوز کونہ اعتبر ذلک فلا یرد علیہ ما قالوا وین فعہ ما تقدم من ان الصحیح ان کلامن الذکر والخصیتین عضو مستقل وکذلک الصحیح ان کلا من الالیتین والدبر عضو مستقل فلا یتم ذلک الاعتبار[1] اھ مختصرا۔

انہوں نے غلط کہا ہے کہ یہ تغلیظ تخفیف یا اسقاط کا سبب ہے کیونکہ بعض عورت غلیظہ ایسی ہیں جو قدر درہم سے زیادہ نہیں تو اس سے لازم آتا ہے کہ ایسے عضو کا تمام کا تمام ننگا ہونا نماز سے مانع نہ ہوگا، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ قُبل، دُبر اور ان دونوں کا ارد گرد (سب مل کر) غلیظہ ہے، پس اب امام کرخی کے قول قدر درہم کا اعتبار درست ہوگا اور فقہا نے جو اعتراض کیا ہے وُہ وارد نہ ہوگا۔ اس کا دفاع گزشتہ گفتگو سے ہوجاتا ہے کہ صحیح قول یہی ہے کہ ذکر (عضو مخصوص) اور خصیتین میں سے ہر ایک مستقل عضو ہے اور اسی طرح صحیح قول کے مطابق دبر اور سرین میں سے ہر ایک مستقل عضو ہے اب وہ (قدر درہم کا) اعتبار درست نہ ہوگا اھ مختصراً (ت)

اسی طرح تبیین وغیرہ میں تصریح فرمائی، فقیر غفر اللہ لہ نے اپنے رسالہ مذکورہ میں اس بحث کی بحمد اللہ تنقیح بالغ بما لا مزید علیہ ذکر کی اور اُس میں ثابت کردیا کہ افاضل ثلٰثہ قدست اسرارہم کا ذکر و دُبر اُنثیین کے ساتھ لفظ حول زائد کرنا بیکار بلکہ موہم واقع ہوا اور جب ثابت ہولیا کہ یہ جسم یعنی ما بین الدبر والانثیین اُن آٹھوں عورتوں سے کسی میں شامل اور کسی کا تابع نہیں ہوسکتا اور وُہ بھی قطعاً ستر عورت میں داخل تو واجب کہ اُسے عضو جداگانہ شمار کیا جائے مرد میں عدد اعضائے عورت نو قرار دیا جائے اور کتب مذکورہ میں اُس کا عدم ذکر، ذکر عدم نہیں کہ آخر اُن میں نہ استیعاب کی طرف ایما نہ کسی تعداد کا ذکر، وہ ستر عورت کی دونوں حدیں ذکر فرما چکے اور اُستنے اعضا کے استقلال و انفراد پر بھی تصریحیں کرگئے تو جو باقی رہا لاجرم عضو مستقل قرار پائے گا،

فلیفھم ولیتامل لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا ھذا ما عندی والعلم بالحق

سمجھو اور غور کرو شاید اللہ تعالٰی اس کے بعد کسی آسان امر کو پیدا فرمادے، یہ میری تحقیق ہے اور

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com

Marfat.com

عندربی۔ حق کا علم میرے رب کے پاس ہے (ت)

فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے سہولتِ حفظ کے لئے اس مطلب کو چار شعر میں نظم کیا اور ذکر اعضا میں ترتیب بھی وہی ملحوظ رہی۔ ان اشعار میں مرد کے لئے ستر عورت کی حدیں بھی بتائی گئیں وہ بھی اس تصریح سے کہ ناف خارج اور زانو داخل اور وہ مقدار بھی بتادی گئی جس قدر کا کھلنا مذہبِ مختار پر مفسد ہے پھر یہ تفرقہ بھی کہ بالقصد کھولنے میں فوراً نماز فاسد ہوگی اور بلا قصد میں مقدار ادائے رکن تک کھلنا چاہئے، اس میں یہ بھی بتادیا گیا کہ مذہبِ مختار پر حقیقۃً ادائے رکن شرط نہیں، پھر اس مذہبِ صحیح کی طرف بھی ایماء ہے کہ ذکر و انثیین و دبر و ہر سرین تنہا تنہا عضو کامل ہیں اور یہ مذہب صحیح بھی ظاہر کردیا گیا کہ ہر گھٹنا اپنی ران کا تابع ہے، اور جو عضو فقیر نے زائد کیا اس میں یہ اشارہ بھی کردیا کہ اس جزئیہ کی تصریح نہ پائی اور عورت زیرناف میں یہ بھی مصرح ہوگیا کہ سب جوانب بدن سے مراد ہے اور نیز یہ بھی کہ عانہ اس میں داخل ہے ولہٰذا اسے بھی لفظ ظاہراً کے نیچے رکھا۔ بحمد اللہ مختصر بحر کی چار بیتوں میں اس قدر فوائد کثیرہ کے ساتھ لطف یہ ہے کہ بعنایت الٰہی کوئی حرف حشو و مصرع پر کن نہیں نہ کہیں ادائے مطلب میں ایجاز مخل واقع ہوا والحمد للہ رب العلمین وہ اشعار آبدار یہ ہیں :

ستر عورت بمرد نہ عضو ست — از تہِ ناف تا تہِ زانو
ہر چہ ربعش بقدر رکن کشود — یا کشودے دمے نماز مجو
ذکر و انثیین و حلقہ بس — دو سرین ہر فخذ بزانوے او
ظاہراً فصل انثیین و دبر — باقی زیرناف از ہر سو

گویا یہ سارا فتوٰی ان چار شعر کی شرح ہے واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۹۱: مسئولہ مرزا باقی بیگ صاحب رامپوری ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت آزاد کے بدن میں کے عضو عورت ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

زنِ آزاد کا سارا بدن سر سے پاؤں تک سب عورت ہے مگر منہ کی ٹکلی اور دونوں ہتھیلیاں کہ یہ بالاجماع اور عبارتِ خلاصہ سے مستفاد کہ ناخن پا سے ٹخنوں کے نیچے جوڑ تک پشتِ قدم بھی بالاتفاق عورت نہیں، تلووں اور پشتِ کفِ دست میں اختلافِ تصحیح ہے اصل مذہب یہ کہ وہ دونوں بھی عورت ہیں تو اس تقدیر پر صرف پانچ ٹکڑے مستثنٰی ہوئے، منہ کی ٹکلی، دونوں ہتھیلیاں، دونوں پشتِ پا۔ ان کے سوا سارا بدن عورت ہے اور وہ تیس عضووں پر مشتمل کہ ان میں جس عضو کی چوتھائی کھلے گی نماز کا وہی حکم ہوگا جو ہم نے پہلے فتوے میں

marfat.com
Marfat.com

اعضائے عورتِ مرد کی نسبت لکھا وہ تیئس عضو یہ ہیں،

(۱) سر یعنی طول میں پیشانی کے اُوپر سے گردن کے شروع تک اور عرض میں ایک کان سے دوسرے کان تک جتنی جگہ پر عادۃً بال جمتے ہیں۔

(۲) بال یعنی سر سے نیچے جو لٹکے ہوئے بال ہیں وہ جدا عورت ہیں۔

(۳ و ۴) دونوں کان۔

(۵) گردن جس میں گلا بھی شامل ہے۔

(۶ و ۷) دونوں شانے یعنی جانب پُشت کے جوڑ سے شروع بازو کے جوڑ تک۔

(۸ و ۹) دونوں بازو یعنی اُس جوڑ سے کہنیوں سمیت شروع کلائی کے جوڑ تک۔

(۱۰ و ۱۱) دونوں کلائیاں یعنی کہنی کے اُس جوڑ سے گٹوں کے نیچے تک۔

(۱۲ و ۱۳) دونوں ہاتھوں کی پشت۔

(۱۴) سینہ یعنی گلے کے جوڑ سے دونوں پستان کی زیریں تک۔

(۱۵ و ۱۶) دونوں پستانیں جبکہ اچھی طرح اُٹھ چکی ہوں یعنی اگر ہنوز بالکل نہ اٹھیں یا خفیف نوخاستہ ہیں کہ ٹوٹ کر سینہ سے جُدا عضو کی صورت نہ بنی ہوں تو اس وقت تک سینہ ہی کے تابع رہیں گی الگ عورت نہ گنی جائیں گی اور جب اُبھار کی اُس حد پہ آجائیں کہ سینہ سے جُدا عضو قرار پائیں تو اس وقت ایک عورت سینہ ہوگا اور دو عورتیں یہ، اور وہ جگہ کہ دونوں پستان کے بیچ میں خالی ہے اب بھی سینہ میں شامل رہے گی۔

(۱۷) پیٹ یعنی سینہ کی حد مذکور سے ناف کے کنارۂ زیریں تک، ناف پیٹ ہی میں شامل ہے۔

(۱۸) پیٹھ یعنی پیٹ کے مقابل پیچھے کی جانب محاذات سینہ کے نیچے سے شروع کمر تک جتنی جگہ ہے۔

(۱۹) اُس کے اُوپر جو جگہ پیچھے کی جانب دونوں شانوں کے جوڑوں اور پیٹھ کے بیچ میں سینہ کے مقابل واقع ہے ظاہراً جدا عورت ہے، ہاں بغل کے نیچے سے سینہ کی حد زیریں تک دونوں کروٹوں میں جو جگہ ہے اُس کا اگلا حصہ سینہ میں شامل ہے اور پچھلا اسی سترھویں عضو یا شانوں میں اور زیر سینہ سے شروع کمر تک جو دونوں پہلو ہیں اُن کا اگلا حصہ پیٹ اور پچھلا پیٹھ میں داخل ہے۔

(۲۰ و ۲۱) دونوں سرین یعنی اپنے بالائی جوڑ سے رانوں کے جوڑ تک۔

(۲۲) فرج

(۲۳) دُبر

marfat.com

Marfat.com

(۲۴ و ۲۵) دونوں رانیں یعنی اپنے بالائی جوڑ سے زانوؤں کے نیچے تک دونوں زانو بھی رانوں میں شامل ہیں۔

(۲۶) زیر ناف کی نرم جگہ اور اُس کے متصل و مقابل جو کچھ باقی ہے یعنی ناف کے کنارۂ زیریں سے ایک سیدھا دائرہ کر پر کھینچے اس دائرے کے اُوپر اوپر تو سینہ تک اگلا حصہ پیٹ اور پچھلا پیٹھ میں شامل تھا اور اس کے نیچے نیچے دونوں سُرین اور دونوں رانوں کے شروع جوڑ اور دُبر فرج کے بالائی کنارے تک جو کچھ حصہ باقی ہے سب ایک عضو ہے عانہ یعنی بال جمنے کی جگہ بھی اسی میں داخل ہے۔

(۲۷ و ۲۸) دونوں پنڈلیاں یعنی زیر زانو سے ٹخنوں تک۔

(۲۹ و ۳۰) دونوں تلوے۔ فی تنویر الابصار والدر المختار (تنویر الابصار اور دُرمختار میں ہے):

عورة (للحرة) ولوخنثى (جميع بدنها) حتى شعرها النازل فى الاصح (خلا الوجه و الكفين) فظهر الكف عورة على المذهب (والقدمين) على المعتمد[1] اه وفى الخلاصة المرأة اذا لم تستر ظهر قدمها تجوز صلاتها وبطن الكف والوجه على هذا لان هذه الثلثة منها ليست بعورة وبطن قدمها هل هى عورة فيه روايتان والتقدير فيه بربع بطن القدم فى رواية الاصل و فى رواية الكرخى ليس بعورة[2] اهـ ملخصا وبهذا التفصيل بين ظهر القدم وبطنها جزم المحقق على الاطلاق فى مقدمته زاد الفقير وقال العلامة الغزى صاحب التنوير فى شرحها اعانة الحقير اقول فاستفيد من كلام الخلاصة ان الخلاف انما هو فى

آزاد عورت اگرچہ خنثیٰ ہو اس کا ستر تمام بدن ہے حتی کہ اسکے لٹکتے ہوئے بال بھی اصح مذہب پر، مگر چہرہ، دونوں ہتھیلیاں اور دونوں قدم معتمد قول کے مطابق ستر نہیں۔ ہتھیلی کی پشت صحیح مذہب کے تحت ستر میں شامل ہے اھ خلاصہ میں ہے کہ اگر کسی عورت نے اپنی پشتِ قدم کو نہ ڈھانپا تو اس کی نماز جائز ہے اور ہتھیلی کے اندرونی حصے اور چہرے کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ عورت کی یہ تینوں چیزیں ستر میں شامل نہیں، عورت کے پاؤں کا اندرونی حصہ ستر ہے یا نہیں؟ اس میں دو روایتیں ہیں، روایتِ اصل میں تلووں کی چوتھائی کھلنے کو مانع نماز قرار دیا اور امام کرخی کی روایت میں ہے یہ شاملِ ستر نہیں ہے اھ ملخصا، ظاہر قدم اور باطن قدم کے درمیان اسی تفصیل پر محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام نے اپنے مقدمہ زاد الفقیر میں جزم کیا ہے، اس کی شرح اعانۃ الحقیر میں صاحبِ التنویر علامہ غزی نے کہا میں کہتا ہوں خلاصہ کی گفتگو سے پتا چلتا ہے کہ عورت کے

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۶۶

[2] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل السادس فی ستر العورۃ 〃 نولکشور لکھنؤ ۱/۴۲

marfat.com

Marfat.com

باطن القدم واما ظاهره فليس بعورة بلا خلاف[1] الخ وفي الهندية عن الخلاصة ثدی المرأة ان كانت صغيرة ناهدة فهو تبع لصدرها وان كانت كبيرة فهو عضو عليحدة[2] اھ

پاؤں کے تلوے میں اختلاف ہے، رہا پاؤں کا ظاہر قدم کا تو وہ بالاتفاق ستر میں شامل نہیں الخ اور فتاوی ہندیہ میں خلاصہ کے حوالے سے ہے کہ اگر لڑکی چھوٹی نوخاستہ پستانوں والی ہو تو اس کے پستان سینے کے تابع ہوں گے اور اگر بڑی ہو تو پستان الگ الگ مستقل عضو ہوں گے۔

اقول اما مابين الثديين فقد كان هو وموضع الثديين جميعا من الصدر قبل انكسارهما اما هما فقد انحازتا بالانكسار فبقی ما بينهما داخلا في الصدر كما كان وهو ظاهر، اما تبعية السرة للبطن فلانا نراها تتبعه في شمول حكم الستر وعدمه، فبطن الرجل لما لم يكن عورة لم تكن عورة، من الامة مع ظهرها وبطنها ما نصه (الشامی) البطن ما لان من المقدم والظهر ما يقابله من المؤخر كذا في الخزائن وقال الرحمتی الظهر ما قابل البطن من تحت الصدر الى السرة "جوهرة" ای فما حاذى الصدر ليس من الظهر

اقول (میں کہتا ہوں) وہ جو دو پستانوں کے درمیان کی جگہ ہے تو اس بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ پستانوں کے ڈھلکنے سے پہلے پستانوں کی جگہ اور پستانوں کے درمیان کی جگہ سینے ہی کا حصّہ تھے پھر پستان ڈھلکنے سے جُدا عضو بن گئے تو پستانوں کے درمیان کی جگہ جس طرح پہلے سینہ میں شامل تھی ویسے ہی سینے میں داخل رہے گی یہ بات تو ظاہر ہے، باقی ناف بطن کے تابع اس لئے ہے کہ وہ ستر اور عدمِ ستر کے حکم میں شامل ہونے میں پیٹ کے تابع ہے، تو بطنِ مرد جب ستر میں شامل نہیں تو مرد کی ناف بھی ستر میں شامل نہ ہو گی لیکن لونڈی کی پشت اور بطن دونوں ستر میں شامل ہیں جیسا کہ اس بارے میں شامی نے تصریح کی ہے بطن (پیٹ) وہ ہے جو آگے کی طرف نرم حصّہ ہے اور ظہر (پشت) اس کے مقابل پچھلا حصہ ہے کذا فی الخزائن۔ شیخ رحمتی نے کہا ظہر (پشت) سے مراد جسم کا وہ حصّہ ہے جو سینے سے نیچے ناف تک پیٹ کے مقابل ہے، جوہرہ۔ یعنی جسم کا وہ

---

[1] ردالمحتار بحوالہ الاعانۃ الحقیر باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۹۸
[2] فتاوٰی ہندیۃ الباب الثالث فی شروط الصلوٰۃ ؍؍ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۹

marfat.com
Marfat.com

الذی ھو عورۃ[1] اھ وفی حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح اما الجنب فانہ تبع للبطن کذا فی القنیۃ والاوجہ ان ما یلی البطن تبع لہ کما فی البحر یعنی وما یلی الظھر تبع لہ کما فی تحفۃ الاخیار[2] اھ و فی ط علی الدر المختار ان کانت امۃ فاعضاء عورتھا ثمانیۃ ایضا، الفخذان والالیتان والقبل والدبر وما حولھما والبطن و الظھر وما یلیھما من الجنبین و یزاد فی الحرۃ الساقان مع الکعبین و الثدیان المنکسران والاذنان والعضدان مع المرفقین والذراعان مع الرسغین والکتفان وبطنا قدمیھا فی روایۃ الاصل و الصدر والرأس والشعر والعنق وظھر الکفین فھی ثمانیۃ وعشرون عضوا[3] اھ قال ش کذا حررہ ح اھ[4]۔

حصہ جو سینے کے مقابل ہو وہ اس پشت کا ایسا حصہ نہیں جو ستر میں شامل ہے اھ۔ حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے جانب پہلو بطن کے تابع ہے قنیہ میں اسی طرح ہے اور اوجہ (بہتر) یہ ہے کہ جو حصہ پہلو کا بطن کے ساتھ متصل ہے وہ بطن کے تابع ہے کما فی البحر۔ یعنی جو پشت کے ساتھ ملنے والا حصہ ہے وہ پشت کے تابع ہے کما فی تحفۃ الاخیار اھ۔ طحطاوی علی الدر المختار میں ہے اگر خاتون لونڈی ہو تو اس کے بھی اعضاء ستر آٹھ ہیں دونوں رانیں، دونوں سُرین، قُبل، دُبر اور ان کا اردگرد، پیٹ، پشت اور اُن دونوں سے متصل پہلو۔ اور آزاد عورت میں ان اعضا کا اضافہ ہے دونوں پنڈلیاں ٹخنوں سمیت، ڈھلکے ہوئے دونوں پستان دونوں کان، دونوں بازو کہنیوں سمیت (مونڈھے تک) دونوں کلائیاں یعنی کہنی کے جوڑ سے گٹوں کے نیچے تک دونوں کاندھے، اور روایتِ اصل کے مطابق عورت کے دونوں قدموں کے تلوے، سینہ، سر، بال، گردن، دونوں ہاتھوں کی پشت یہ تمام اٹھائیس اعضاء ہیں اھ شامی نے کہا کہ امام حلبی نے اسی طرح تحریر کیا ہے اھ (ت)

اقول فاتھم رحمھم اللہ تعالٰی عضوان الاول ما تحت السرۃ الی العانۃ وما یحاذیہ من کل جانب فان

اقول (میں کہتا ہوں) ان اسلاف رحمہم اللہ تعالٰی نے دو اعضاء کا ذکر نہیں کیا پہلا جسم کا وہ حصہ جو ناف سے زیر ناف تک اور ہر جانب سے اس کے

---

[1] رد المحتار باب شروط الصلٰوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۹۷
[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی المتعلقات الشروع الخ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۲۷
[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب شروط الصلٰوۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۹۱
[4] رد المحتار باب شروط الصلٰوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۰۱

marfat.com

Marfat.com

هذا غير داخل فی البطن والظهر لانه عورة من الرجل دونهما ولا فی الفرجین والالیتین لکنه عورة بحیاله فی الرجل فکیف فیها فهذا فاتهم فی الامة والحرة جمیعا و الاٰخر ما یحاذی الصدر من خلف الی مبدأ الظهر فان الظهر کما علمت لا یشمله ولا الکتفان ولا العنق کما لا یخفی ولا شك انه عورة من الحرة فوجب ان یکون عضوا مستقلا منها فتمت لها ثلثون و باللہ التوفیق۔

مدمقابل ہے، اس لئے کہ یہ حصہ بطن اور پشت میں شامل نہیں اس لئے مرد کا یہ حصہ ستر میں شامل ہے، جبکہ بطن و پشت دونوں اس کے ستر میں شامل نہیں اور یہ حصہ دونوں فرجوں (قبل و دبر) اور سرین کے دونوں حصوں میں بھی شامل نہیں لیکن ہر حال میں مرد کا ستر ہے تو عورت کا ستر کیوں نہ ہوگا، ایک عضو یہ ہے جس کا ذکر لونڈی اور آزاد عورت دونوں کے بارے میں اسلاف سے رہ گیا۔ دُوسرا عضو جسم کا وہ حصہ ہے جو سینے کے مقابل پیچھے سے ابتدائے پشت تک ہے کیونکہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ حصہ پشت میں شامل نہیں اور نہ ہی دونوں کاندھوں اور گردن میں شامل ہے، جیسا کہ مخفی نہیں، اس کے باوجود بلاشک آزاد عورت کے جسم کا یہ حصہ ستر میں شامل ہے لہذا اس کو بھی عورت کا مستقل عضو شمار کرنا ثابت ہوگیا تو اب ان اعضاء کی تعداد تیس ہوگئی و باللہ التوفیق۔ (ت)

تنبیہ اوّل: ملاحظہ حلیہ وغنیہ و بحر و ردالمحتار وغیرہا سے ظاہر کہ قدم حرہ میں ہمارے علما رضی اللہ تعالٰی عنہم کو اختلافِ شدید مع اختلافِ تصحیح ہے، بعض کے نزدیک مطلقاً عورت ہے، امام اقطع نے شرح قدوری اور امام قاضی خاں نے اپنے فتاوٰی میں اسی کی تصحیح اور حلیہ میں بدلیل احادیث اسی کی ترجیح کی، امام اسبیجابی و امام مرغینانی نے اسی کو اختیار فرمایا۔ بعض کے نزدیک اصلاً عورت نہیں۔ امام برہان الدین نے ہدایہ اور امام قاضی خاں نے شرح جامع صغیر اور امام نسفی نے کافی میں اسی کی تصحیح فرمائی، اسی کو محیط میں اختیار کیا اور دُرمختار میں معتمد اور مراقی الفلاح میں اصح الروایتین کہا، کنز وغیرہ اکثر متون کتاب الصلوۃ میں اسی طرف ناظر ہیں، بعض کے نزدیک بیرونِ نماز عورت ہیں نماز میں نہیں، یعنی اجنبی کو اُن کا دیکھنا حرام مگر نماز میں کھل جانا مفسد نہیں، اختیار شرح مختار میں اسی کی تصحیح فرمائی۔ پھر کلام خلاصہ وغیرہا سے مستفاد کہ یہ اختلافات صرف تلووں میں ہیں پشتِ قدم بالاتفاق عورت نہیں مگر کلام علامہ قاسم و حلیہ و غنیہ وغیرہا سے ظاہر کہ وہ بھی مختلف فیہ ہے اور شک نہیں کہ بعض احادیث اس کے عورت ہونے کی طرف ناظر کما یظھر بمراجعۃ الحلیۃ وغیرھا (جیسا کہ حلیہ وغیرہ کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہو جائے گا۔ ت) تو اگر زیادت احتیاط کی طرف نظر کی جائے تو نہ صرف تلووں بلکہ ٹخنوں کے نیچے سے ناخنِ پا تک سارے پاؤں کو عورت سمجھا جائے، یُوں بھی شمارِ اعضا

marfat.com

Marfat.com

ـسن ہی رہے گا اور اگر آسانی پر عمل کریں تو سارے پاؤں عورت سے خارج ہو کر اعضا اٹھائیسؔ ہی رہیں گے۔
ـدمی ان معاملات میں مختار ہے جس قول پر چاہے عمل کرے۔

تنبیہ دوم : پشتِ دست اگرچہ اصل مذہب میں عورت ہے مگر من حیث الدلیل یہی روایت قوی ـہے کہ گٹوں سے نیچے ناخن تک دونوں ہاتھ اصلاً عورت نہیں۔

ـظہر ذلک بمراجعۃ الحلیۃ والغنیۃ ـغیرھما ونص فیہ ما عند ابی داود ـرسلا من قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ ـسلم ان الجاریۃ اذا حاضت لم ـصلح ان یری منھا الا وجھھا ویدیھا ـلی المفصل[1] قال فی الغنیۃ وکذلک الآیۃ ـلان المراد من الزینۃ بالنظر الی الید ـو الخاتم وھو غیر مختص بباطن الکف ـل زینتہ فی الظاھر اظھر لانہ موضع ـلفص والنقش[2] قال ولان الضرورۃ فی ـابدائہ اشد[3] قال فکان ھذا ھو الاصح ـو ان کان غیر ظاھر الروایۃ[4] الخ وکذلک ـقال فی المراقی وحاشیتہ للطحطاوی ـجمیع بدن الحرۃ عورۃ الا وجھھا ـو کفیھا باطنھما وظاھرھما فی الاصح وھو المختار) وان کان ـخلاف ظاھر الروایۃ[5] اھ قال الشامی

حلیہ، غنیہ اور دیگر کتب کے مطالعہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے اور اس سلسلہ میں حضور علیہ السلام کا وہ ارشاد بھی بطور نص ذکر کیا گیا ہے جو امام ابوداؤد کے نزدیک مرسلاً مروی ہے، جب لڑکی حائضہ ہو جائے تو اس کے چہرے اور کلائیوں تک ہاتھ کے علاوہ اس کے جسم کے کسی حصہ کو دیکھنا جائز نہیں۔ غنیہ میں کہا آیتِ قرآنی سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کیونکہ زینت ہاتھ کے اعتبار سے ہے اور وہ انگوٹھی میں ہے اور وہ باطنِ کف کے ساتھ ہی مختص نہیں بلکہ اس کی زینت ہتھیلی کے اوپر میں زیادہ ہوگی کیونکہ ظاہر ہی نگینہ و نقش کا محل ہے، اور یہ بھی کہا کہ اس کے اظہار میں شدید ضرورت ہے، پھر کہا یہ اگرچہ غیر ظاہر الروایۃ ہے مگر اصح یہی ہے الخ اسی طرح مراقی الفلاح اور اس کے حاشیہ طحطاوی میں ہے (اصح مذہب کے مطابق آزاد عورت کا تمام بدن ماسوائے چہرے اور ہتھیلیوں کے خواہ ان کا باطن ہو یا ظاہر عورت کا ستر ہے اور یہی مختار ہے) اگرچہ یہ ظاہر الروایۃ

---

[1] کتاب المراسیل ماجاء فی اللباس حدیث ۳۹۷ مطبوعہ مطبعۃ المکتبۃ العلمیۃ لاہور ص ۱۷۵
[2] و[3] و[4] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی الشرط الثالث سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۱۱
[5] طحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی متعلقات الشروط الخ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۳۱

marfat.com

Marfat.com

وکذا ایدہ فی الحلیۃ وقال مشی علیہ فی المحیط وشرح الجامع لقاضی خان اھ[1]۔ | کے خلاف ہے اھ امام شافعی سے ظاہر یہی اسی طرح حلیہ میں اس کی تائید کی ہے اور کہا ہے کہ محیط اور قاضی خان نے شرح الجامع میں اسی کی اتباع کی ہے اھ (ت)

تو روایت اقوی پر بہر دو پشتِ دست نکال کر اٹھائیں کہ یہی عضوِ عورت رہے اور اگر بنظرِ آسانی اُس قولِ صحیح پر عمل کرکے تلوے بھی خارج رہیں تو صرف چھبیس ہی ہیں اور اصل مذہب پر ترپن، واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۹۲: از کلکتہ نل موتی گلی ۱۸ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۱ جمادی الاخری ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں یہ کہنا کہ نماز خدائے تعالٰی کی پڑھتا ہُوں جائز ہے یا نہیں؟ ایک صاحب اس کہنے کو منع کرتے ہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

بلاشبہ جائز ہے اُن صاحب کے منع کے اگر یہ معنی ہیں کہ نیت کرتے وقت زبان سے یہ الفاظ نہ کہے جائیں تو ایک قول ضعیف و نامعتمد ہے، عامہ کتب میں جواز تلفظ بہ نیت بلکہ اُس کے استحباب کی تصریح فرمائی۔ دُرمختار میں ہے:

التلفظ بھا مستحب ھو المختار وقیل سنۃ یعنی احبہ السلف اوسنۃ علمائنا[2]۔ | نیت زبان کے ساتھ کرنا مستحب ہے مختار قول یہی ہے بعض نے سنّت کہا یعنی اسے اسلاف پسند کرتے تھے یا ہمارے علماء کا طریقہ ہے (ت)

اور اگر یہ مراد کہ نماز کو اللہ عزّوجل کی طرف اضافت کرنا منع ہے تو سخت جہل اشنع ہے، یہ صاحب بھی ہر نماز میں التحیات للہ والصلوات کہتے ہوں گے کہ سب مجرے اور سب نمازیں اللہ کی ہیں اور ظاہر کہ یہاں اضافت بھی لامیہ ہے، بالجملہ اس منع کی کوئی وجہ اصلاً نہیں واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۹۳: از بدایوں قاضی محلہ مکان مولوی بقاء اللہ رئیس مرسلہ مولوی عبدالحمید صاحب ۴ رجب المرجب ۱۳۱۲ھ

بجناب معلّی القاب مخدوم و معظم بندہ جناب مولٰنا صاحب دام فیوضہ، خادم بے ریا عبدالحمید بعد بجاآوری آداب گزارش کرتا ہے کہ ایک فتوٰی اپنا لکھا ہُوا حسب ہدایت اپنے استاذ جناب مولانا حافظ بخش صاحب کے

---

[1] ردالمحتار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۹۸

[2] درمختار " " " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۶۷

marfat.com

Marfat.com

واسطے تصدیق جناب والا کے بھیجتا ہوں ملاحظہ فرماکر مُہر سے مزیّن فرما دیجئے، اور اگر کوئی غلطی ملاحظہ سے گزرے درست فرماکر ممنون فرمائیے، زیادہ ادب۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ فرائض اور واجبات کی نیت میں لفظ "آج" یا "اس" کا اضافہ کرنا چاہئے یا نہیں؟ مثلاً یوں کہنا کہ نیت کرتا ہوں فرض آج کے ظہر یا عصر یا اس ظہر یا عصر کی، اور اگر نہیں کرے گا تو نماز ادا ہوگی یا نہیں؟

خلاصۃ جواب: صورت مستفسرہ میں فقہاء کا اختلاف ہے چنانچہ قاضی خان نے بلا لفظ "آج" یا "اس" نیت کو جائز ہی نہیں رکھا ہے کمافی فتاواہ وھکذا فی العلمگیریۃ (جیسا کہ ان کے فتاوٰی میں ہے اور اسی طرح فتاوٰی عالمگیری میں ہے۔ ت) اور درمختار میں ہے کہ تعیین ضروری نہیں، پس بموجب قولین اولین کے بلا لفظ "آج" "یا" "اس" کے مطلق نیت سے نماز ادا نہ ہوگی اور بموجب قول صاحب درمختار کے ادا ہوجائیگی لیکن چونکہ خروج عن الخلاف بالاجماع مستحب ہے اور اسی دُرمختار میں نسبت تعیین کی اولویت ظاہر فرمائی ہے اور لفظہ وھوالمختار ارشاد کہا ہے پس اولیٰ اور مختار یہی ہے کہ تعیین وقت کی لفظ "آج" "یا" "اس" سے ضرور کرے ورنہ تارک اولیت ہوگا اور جب شناخت وقت کی نہیں رکھتا اور یہ بالعموم ہے کہ اس عہد میں اکثر لوگ وقت کھوکر نماز پڑھتے ہیں تو عنداللہ مواخذہ دار رہے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

نیت قصدِ قلبی کا نام ہے تلفظ اصلاً ضرور نہیں نہایت کار مستحب ہے تو لفظ اس یا آج در کنار سرے سے کوئی حرفِ نیت زبان پر نہ لایا تو ہرگز کسی طرح کا حرج بھی نہیں قصدِ قلبی کی علمائے کرام نے یہ تحدید فرمائی کہ نیت کرتے وقت پوچھا جائے کون سی نماز پڑھنا چاہتا ہے تو فوراً بے تامل بتادے کما ذکرہ الامام الزیلعی فی التبیین وغیرہ فی غیرہ (جیسا کہ امام زیلعی نے اسے تبیین الحقائق میں اور دیگر علماء نے اپنی کتب میں ذکر کیا۔ ت) اور شک نہیں کہ جو شخص نماز وقتی میں یہ بتادے گا کہ مثلاً نمازِ ظہر کا ارادہ ہے وہ یہ بھی بتادے گا کہ آج کی ظہر شاید یہ صورت کبھی واقع نہ ہو کہ نیت کرتے وقت دریافت کئے سے یہ تو بتادے کہ ظہر پڑھتا ہوں اور یہ سوچتا رہے کہ کب کی تو قصدِ قلب میں تعیین نوعی نماز کے ساتھ تعیین شخصی بھی ضرور ہوتی ہے اور اسی قدر کافی ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص بالقصد ظہر غیر معین کی نیت کرے یعنی میں کسی خاص ظہر کا قصد نہیں کرتا بلکہ مطلق ظہر پڑھتا ہوں چاہے وہ کسی دن کی ہو تو اب بلاشبہ اُس کی نماز نہ ہوگی فان التعیین فی الفرض فرض بالوفاق وانما الخلف فی عدم اللحاظ لا لحاظ العدم (فرائض میں تعیینِ وقت بالاتفاق فرض ہے عدمِ لحاظ میں اختلاف ہے لحاظِ عدم میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ت) اس طور پر تو یہ مسائل اصلاً محلِ خلاف نہیں۔ ولہذا المحقق اکمل الدین

marfat.com

Marfat.com

بابرتی نے عنایہ شرح ہدایہ میں فرمایا :

اقول الشرط المتقدم هو ان یعلم بقلبه ای صلاۃ یصلی یحسم مادۃ هذہ المقالات وغیرها فان العمدۃ علیه لحصول التمیز به وهو المقصود[1] اھ کما نقله فی رد المحتار واقرہ ههنا و فی منحۃ الخالق وایدہ العلامۃ اسمٰعیل مفتی دمشق کما فی المنحۃ۔

میں کہتا ہوں شرط متقدم یہ ہے کہ نمازی دل سے یہ جانتا ہو کہ وہ کون سی نماز ادا کر رہا ہے یہ شرط ان اعتراضات وغیرہ کی بنیاد کو ختم کر دیتی ہے کیونکہ حصولِ تمیز کے لئے نمازی پر قصد و نیت ضروری ہے اور یہی مقصود ہے اھ ردالمحتار نے یہاں اسے نقل کرکے مقرر رکھا ہے، اور منحۃ الخالق میں اسے نقل کیا ہے، نیز اس کی تائید مفتیِ دمشق شیخ اسمٰعیل نے کی، ملاحظہ ہو منحۃ الخالق۔ (ت)

البتہ تعددِ فوائت خصوصاً کثرت کی حالت میں یہ صورت ضرور ہو سکتی بلکہ بہت عوام سے واقع ہوتی ہے کہ ظہر کی نیت کرلی اور یہ تعیین کچھ نہیں کہ کس دن تاریخ کی ظہر یہاں باوصف اختلاف تصحیح مذہب اصح و احوط یہی ہے کہ دن کی تخصیص نہ کی تو نماز ادا ہی نہ ہوگی مگر طول مدت یا کثرت عدد میں تعیین روز کہاں یاد رہتی ہے لہذا علمائے اُس کا سہل طریقہ یہ رکھا ہے کہ سب سے پہلی یا سب سے پچھلی ظہر یا عصر کی نیت کرتا رہے جب ایک پڑھے گا تو باقی میں جو سب سے پہلی یا پچھلی ہے وہ ادا ہوگی وعلی ھذا القیاس آخر تک۔

فی التنویر لابد من التعیین لفرض ولو قضاء[2] قال فی الدر لکنه یعین ظهر یوم کذا علی المعتمد والاسهل نیۃ اول ظهر علیه واٰخر ظهر وفی القهستانی عن المنیۃ لایشترط ذلك فی الاصح وسیجیئ اٰخر الکتاب[3] قال الشامی، نقل الشارح هناك عن الاشباہ انه مشکل ومخالف لما ذکرہ اصحابنا کقاضی خان وغیرہ والاصح الاشتراط قلت وکذا

تنویرالابصار میں ہے کہ فرض نماز میں تعیین ضروری ہے خواہ وہ قضا ہی کیوں نہ ہوں درمختار میں کہا معتمد قول کے مطابق تعیین یہ ہے کہ فلاں دن کی ظہر ادا کر رہا ہوں اس مسئلہ میں آسان طریقہ یہ ہے کہ یوں نیت کرلے کہ پہلی ظہر جو اس پر لازم ہے وہ پڑھتا ہے یا یہ کہ آخر ظہر جو اس پر لازم ہے وہ پڑھتا ہے۔ قہستانی میں منیہ کے حوالے سے ہے اصح یہ ہے کہ یہ کہنا شرط نہیں، اور عنقریب کتاب کے آخر میں اس کا ذکر آئیگا

---

[1] العنایۃ مع فتح القدیر — باب شروط الصلوۃ الخ — مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر — ۱/۲۳۳
ردالمحتار — " " " — " مصطفی البابی مصر — ۱/۳۰۸
[2] درمختار — " " " — " مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۶۷

marfat.com

Marfat.com

...صحیحه فی متن الملتقی هناك فقد اختلف التصحیح والاشتراط احوط وبه جزم فی الفتح هنا کما لا یخفی۔

امام شامی فرماتے ہیں کہ شارح نے یہاں اشباہ سے نقل کیا ہے کہ (تعیین شرط نہ ہونا) ناقابلِ فہم اور ہمارے علماء قاضی خان وغیرہ کی تصریحات کے خلاف ہے شرط ہونا اصح ہے، میں کہتا ہوں متنِ ملتقی میں اس مقام پر اس کی تصحیح کی ہے تو اس کی تصحیح میں اختلاف واقع ہوا ہے مگر شرط ہونا احوط ہے اور اسی پر فتح القدیر میں یہاں جزم کیا ہے۔ (ت)

اور اگر فائتہ ایک ہی ہے تو نیتِ فائتہ کرنے ہی میں تعیینِ یوم خود ہی آگئی

فی ردالمحتار عن الحلیة، لو کان فی ذمته ظهر واحد فائت فانه یکفیه ان ینوی مافی ذمته من الظهر الفائت وان لم یعلم انه من ای یوم۔

جیسا کہ مخفی نہیں ردالمحتار میں حلیہ سے ہے کہ اگر کسی شخص کے ذمے ایک ظہر کی نماز قضا لازم ہے تو اس کے لئے اتنی نیت کرلینا کافی ہے کہ وُہ اپنی فوت شدہ ظہر ادا کررہا ہے اگرچہ یہ نہ جانتا ہو کہ وہ کون سے دن کی فوت شدہ ہے (ت)

بالجملہ نمازِ وقتی میں صورِ واقعہ معلومۃ الوقوع موقعِ خلاف ونزاع نہیں خلافیہ علما اُس صورت مفروضہ میں ہے کہ کوئی شخص نمازِ امروزہ میں تعیینِ نوعی توکرلے اور تعیینِ شخصی سے اصلاً ذاہل وغافل ہو کہ بحالت شعور قصدِ صحیح تعیین شخصی کا ملزوم اور عدمِ لحاظ مفقود و معدوم اور بقصدِ خلاف، عدمِ لحاظ نہیں لحاظِ عدم ہے اور وہ بلاشبہ نافیِ نماز و منافی جواز تو غفلت وبے خبری ایسی چاہئے کہ سوال پر یہ تو بتادے کہ مثلاً ظہر پڑھتا ہوں اور بے تامل وفکر نہ بتاسکے کہ آج کی ظہر ایسی حالت میں اس سوال کا محل نہیں کہ مجھے نیت میں کیا پڑھنا چاہئے کہ وُہ تو حالِ ذہول وعدمِ شعور میں ہے بلکہ بحث یہ ہوگی کہ ایسی نیت سے نماز ہوگئی یا نہیں، اس میں تین صورتیں ہیں اگر وقت باقی ہے تو روایات مختلف تصحیحات مختلف کما بینته فی ردالمحتار وغیرہ من الاسفار (جیسا کہ ردالمحتار اور دیگر معتمد کتب میں اس کا بیان ہے۔ ت) غرض توسیع مسلم اور احتیاط اسلم، یونہی اگر وقت جاتا رہا اور اُسے معلوم نہیں اس صورت میں اختلاف تصحیح ہے۔

فی البحر الرائق شمل مااذا نوی العصر بلا قید وفیه خلاف ففی الظهیریة لونوی الظهر لایجوز وقیل یجوز وهوالصحیح هذا

البحرالرائق میں ہے کہ یہ اس صورت کو بھی شامل ہے جب کوئی نمازِ عصر کی نیت بغیر کسی قید کے کرے تو اس میں اختلاف ہے، ظہیریہ میں ہے اگر کسی نے

ﮯ و ﮯ ردالمحتار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳۰۸/۱

marfat.com

Marfat.com

اذاکان مودیا فان کان قاضیا فان صلی بعد خروج الوقت وھولایعلم لایجوز وذکر شمس الائمة ینوی صلاة علیه فان کانت وقتیة فھی علیه وان کانت قضاء فھی علیه ایضا[1] وھکذا صححه فی فتح القدیر معزیا الی فتاوی العتابی لکن جزم فی الخلاصة بعدم الجواز وصححه السراج الھندی فی شرح المغنی فاختلف التصحیح کما تری[2] اھ ملخصا وفی ردالمحتار فی النھر ان ظاھر مافی الظھیریة انه یجوز علی الارجح اھ[2]

ظہر کی نیت کی تو جائز نہیں، بعض کے نزدیک جائز ہے اور یہی صحیح ہے لیکن یہ اس وقت ہے جب وہ نماز ادا کر رہا ہو (یعنی قضاء الا نہ ہو) اگر نمازِ قضا پڑھنے والا ہو تو اگر وقت کے نکلنے کے بعد اس حال میں پڑھی ہے کہ اسے خروجِ وقت کا علم نہیں ہوا تو نماز جائز نہ ہوگی۔ اور شمس الائمہ کہتے ہیں اتنی نیت کافی ہے کہ میں وہ نماز پڑھتا ہوں جو مجھ پر واجب ہے اب ادا ہو یا قضا وہ یقیناً اس پر لازم تھی اھ اسی طرح فتح القدیر میں فتاوٰی عتابی کے حوالے سے اسی کی تصحیح کی ہے، لیکن خلاصہ میں عدمِ جواز پر جزم کا اظہار کیا گیا ہے اور سراج ہندی نے شرح المغنی میں اسی کو صحیح کہا تو جیسا کہ آپ ملاحظہ کر رہے ہیں یہ تصحیح مسئلہ میں اختلاف ہے اھ تلخیصاً۔ ردالمحتار میں نہر کے حوالے سے ہے کہ ظہیریہ کی عبارت سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ ارجح قول پر جواز ہی ہے اھ۔ (ت)

اقول بل لعل ظاھر ما فیھا انه لایجوز علی الارجح حیث جزم به ولم یذبل ما ذکر عن شمس الائمة بما یدل علی ترجیحه وانت تعلم ان اماما من الائمة اذا قال لایجوز ذلك وقال فلان یجوز فان المتبادر منه ان مختار نفسه الاول بل الظاھر انه الذی علیه الاکثر خلافا لمن ذکر۔

اقول (میں کہتا ہوں) بلکہ ہو سکتا ہے ظاہر مافی الظہیریہ کے مطابق ارجح قول پر عدمِ جواز ہو کہ انہوں نے اس پر جزم کیا ہے اور شمس الائمہ سے اس کی جو ترجیح ذکر کی گئی ہے اس کو رد نہیں کیا کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ جب کوئی امام کہتا ہے کہ یہ بات جائز نہیں اور فلاں اس کے جواز کا قائل ہے تو اس عبارت سے متبادر یہی ہوتا ہے کہ ان کا اپنا مختار قولِ اوّل ہے بلکہ ظاہر یہی ہے جو مختارِ اکثر کی رائے کے مطابق ہے بخلاف اس کے جو انہوں نے ذکر کیا ہے۔ (ت)

---

[1] البحرالرائق شرح کنزالدقائق باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۷۹
[2] ردالمحتار " " مصطفی البابی مصر ۱/۳۰۸

marfat.com

Marfat.com

بابُ القِبلۃِ

(قبلہ کا بیان)

مسئلہ ۲۹۳ از خیر آباد ضلع سیتاپور محلہ مہمان سرائے درگاہ حضرت مخدوم صاحب خورد قدس سرہٗ مرسلہ مولوی سید عظیم الدین صاحب خادم آستانہ مقدسہ ۲۵ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ، نقشہ نظری بالا درگاہ حضرت مخدوم سید نظام الدین صاحب الٰہ دیا خیرآبادی عرف حضرت چھوٹے مخدوم صاحب قدس سرہٗ کا ہے اس احاطہ میں ایک مسجد سہ دری تعمیر شدہ ۱۰۵۶ھ ہے جس کے اندر دو صف کی گنجائش تھی ان صفوف کا جہت قبلہ موافق رخ مسجد قریب ثلث شمالی بین المغربین تھا اور تخمیناً آخر صدی دوازدہم تک اسی رُخ نماز ادا ہوتی رہی بعد ازاں فرشِ مسجد و صحنِ مسجد کو بوجہ شکستہ ہوجانے کے مرمت ہوئی چونکہ رُخ روضہ شریف کا جو تعمیر کردہ صناعان دہلی تعمیر شدہ ۴۹۹ھ ہے ایسا تھا جس کا جہت قبلہ وسط مغربین ہوتا تھا فرش جدید میں نشان صفوف میں موافق رخ روضہ قائم ہوکر اب تک نماز اُس رُخ ادا ہوئی اس کارروائی سے اندر مسجد کے بجائے دو صفوف کامل کے ایک صف کامل کی گنجائش رہی اور وقت ضرورت اگر اندر مسجد صف دویم قائم کی گئی تو کامل نہ ہوسکی ناقص رہی اب پھر فرش مذکورہ خراب ہوکر مرمت ہو رہا ہے بصورت ضرورت نشانات صفوف جدید قائم کیے جائیں گے، چونکہ اکثر مساجد بلاد وامصار ہند قطب رُخ ہیں جن کا جہت قبلہ ثلث جنوبی مغرب میں ہے، نیز عبارت کتب فقہ سے اس کی تائید حسب ذیل معلوم ہوتی ہے۔

marfat.com

Marfat.com

وح لا استظهار بما مرعن العنایۃ۔[۱] کرجاتا ہو، اس میں مخالفت کی کوئی مناسب نہیں لہٰذ
یہ بات دو صورتوں میں سے ہر صورت میں جاری ہوگی بلکہ یہ (یعنی نہ آنا) یہ تو صرف ایک ہی صورت ہے اس کے
علاوہ کچھ نہیں، یہاں گفتگو اس صورت سے متعلق ہے جب کسی انسان نے نماز کی نیت دن اور وقت کے تعین سے
غافل ہوکر کی ہو، تو اب عنایہ کی گفتگو سے تائید نہیں لائی جاسکتی۔ (ت)

غرض اس صورت مفروضہ کی تینوں شکلوں میں جواز کی طرف راہ ہے ولذا ارسل فی الدر ارسالا
وقال انہ الاصح (اسی لئے درمختار میں اس کو مرسلاً ذکر کیا ہے اور کہا یہی اصح ہے۔ ت) اور امر عبادات
خصوصاً نماز میں حکم احتیاط معروف و معلوم ھکذا ینبغی تحقیق المقام واللّٰہ ولی الفضل والانعام
واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (تحقیق مقام کے لئے یہی مناسب تھا، اللہ تعالٰی فضل و انعام کا مالک
اور وہی پاک اور بہتر جاننے والا ہے۔ ت)

---

[۱] جدالممتار باب شروط الصلوٰۃ المجمع الاسلامی مبارک پور (ہند) ۲۱۸/۱

marfat.com

Marfat.com

الجواب

علمائے کرام نے جو خاص تخمینے جہتِ قبلہ کے لئے ارشاد فرمائے وہ خاص اپنے بلاد کے لئے ہیں نہ کہ حکم عام، لہٰذا وہ تخمینے بہت مختلف آئے ہیں جن کا بیان ہمارے رسالہ ھدایۃ المتعال فی حد الاستقبال میں ہے۔

علامہ برجندی نے شرح نقایہ میں اسی عبارت تجنیس الملتقط کی نسبت فرمایا انما یصح فی بعض البقاع[1] (یہ قاعدہ بعض جگہوں میں صحیح و درست ہے۔ ت) خیر آباد جس کا عرض شمالی ستائیس[۲۷] درجے اکتیس[۳۱] دقیقے اور گرینچ سے مشرقی اسی درجے اڑتالیس[۴۸] دقیقے ہے اس کا قبلہ تقریباً ٹھیک نقطۂ مغرب الاعتدال ہے یعنی وسط مغربین صیف وشتا وسط حقیقی سے جنوب کی طرف ایک خفیف مقدار جھکا ہوا کہ پاؤ درجہ تک بھی نہیں پہنچی نہ وہ محسوس ہونے کے قابل ہے۔

وذلک لان عرض مکۃ المکرمۃ شرفها اللّٰه تعالٰی کا الہ وطولها مدی فما بین الطولین مدلح فلو ظل عرض مکۃ ۹٫۵۹۳۵۴۲۳ ـ لوجم ما بین الطولین ۹٫۸۸۰۱۸۰۲ = ۹٫۷۱۳۳۶۲۰ قوسه فی جدول الظل حرلط نه لوجمها ۹٫۶۹۴۸۵۸۹۶ ـ، محفوظ اول، ثم فضل عرض البلد علی هذه القوس ماقه لوجمها بالتدقیق ۷٫۶۵۰۸۳۹۵۸ ـ محفوظ ثانی، فلو ظل ما بین الطولین ۹٫۹۳۳۵۴۴۶ + محفوظ اول ـ محفوظ ثانیا = ۱۲٫۳۷۳۷۲۸۴ قوس هذا الظل فسطحه الو ـ هو الانحراف الی نقطۃ المغرب من نقطۃ الجنوب لان عرض البلد الشمالی اکثر من القوس المذکورۃ فالانحراف من المغرب الاعتدال الی الجنوب مدقلح وهو المقصود۔

یہ اس لئے ہے کہ مکہ مکرمہ (اللہ تعالٰی اس کی بزرگی میں اضافہ فرمائے) کا عرض مثلاً کا الہ ہو اور اس کا طول مدی ہو تو دونوں طولوں کے درمیان مدلح ہوگا کہ تا اگر ظل عرض مکہ ۹٫۵۹۳۵۴۲۳ ـ لوجم جو دونوں طولوں کے درمیان ہے ۹٫۸۸۰۱۸۰۲ = ۹٫۷۱۳۳۶۲۰ ہے جس کا قوس جدول میں حرلط نہ ہو اس کا لوجم ۹٫۶۹۴۸۵۸۹۶ ہے یہ محفوظ اول ہے۔ پھر اس قوس پر عرض بلد زائد ہوگا جو ماقہ ہے جس کا لوجم بالتدقیق ۷٫۶۵۰۸۳۹۵۸ ہے یہ محفوظ ثانی ہے، پس اگر ظل "جو دونوں طولوں کے درمیان ہے" ۹٫۹۳۳۵۴۴۶ + محفوظ اول ـ محفوظ ثانی = ۱۲٫۳۷۳۷۲۸۴ ہے اس ظل کا قوس فسطحہ الو ہے اور یہ نقطہ جنوب سے نقطہ مغرب کی طرف انحراف ہے کیونکہ بلد شمالی کا عرض قوس مذکورہ سے زائد ہے پس مغرب اعتدال سے جنوب کی طرف انحراف مدقلح ہے اور یہی مقصود ہے۔ (ت)

---

[1] شرح النقایہ للبرجندی کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۸۹

marfat.com

Marfat.com

فی تجنیس الملتقط القبلة فی دیارنا بین مغرب الشتاء ومغرب الصیف، فان صلی الی جهة خرجت من المغربین فسدت صلاته قال الامام ابو منصور ینظر الی اقصر ایام الشتاء والی اطول ایام الصیف فیتعرف مغربهما ثم یترك الثلثین عن یمینه وثلثا عن یساره ویصلی ما بین ذلك، قال الامام السید ناصر الدین الاول للجواز والثانی للاستحباب کما فی جامع المضمرات[1]۔

تجنیس ملتقط میں ہے کہ ہمارے علاقے کا قبلہ موسم سرما کے مغرب اور موسم گرما کے مغرب کے درمیان ہے اگر کسی نے ایسی جہت میں نماز ادا کی جو دونوں مغرب سے خارج ہو تو نماز فاسد ہوگی، امام ابو منصور نے فرمایا موسم سرما کے سب سے چھوٹے دنوں اور موسم گرما کے سب سے بڑے دنوں کو دیکھا (غور کیا) جائے تو اس طرح ان دونوں کے مغرب کی پہچان ہو جائے گی۔ پھر اپنے دائیں طرف سے دو تہائی اور بائیں طرف سے ایک تہائی چھوڑ کر اس کے درمیان نماز ادا کرے۔ امام السید ناصر الدین نے فرمایا پہلا قول جواز اور دُوسرا استحباب کے لئے ہے، اسی طرح جامع المضمرات میں ہے۔ (ت)

عبارتِ بالا کے متعلق تو یہ بات دریافت طلب ہے کہ صیغہ مضارع ینظر، فیتعرف، یترك، یصلی معروف یا مجہول اور فاعل یا مفعول مالم یسم فاعلہ کون ہے؟ اور لفظ عن یمینہ و عن یسارہ کی ضمائر کا مرجع مصلی ہے یا قبلہ؟ لہٰذا عبارت عربیہ پر اعراب قائم فرمائے جائیں اور فاعل وغیرہ و مرجع ضمائر کی تشریح اور ہدایات امور ذیل کی بھی مطلوب ہے۔ مسجد موجودہ مذکورہ مخصوصہ کا جہت قبلہ مسجد ہی کے رُخ رہنے دینا اور ہر دو صفوف کامل کی بدستور گنجائش قائم رکھنا افضل و اولٰی ہے یا نشانات قائم کرکے جہتِ قبلہ بدل دینا افضل ہے؟ تو قطب رخ جس میں صف واحد بھی کامل نہیں رہتی ہے افضل و اولٰی ہے یا روضہ کے مطابق جس سے ایک صف کامل قائم رہ سکتی ہے حد مکان اس مسجد خاص میں بلحاظ تکمیل صفوف کی تصریح مستحب ہے یا تبدیلی جہت قبلہ کی مغربین شمس و مغربین قمر ایک ہی ہیں یا جُداگانہ؟ جواب استفتاء ہذا کی نہایت عجلت ہے کہ مرمت قریب الاختتام ہے اور یہ پوشیدہ نہیں کہ بحالت تری فرش کے نشانات جیسے پائدار قائم ہو سکیں گے بعد خشکی ممکن نہ ہوگا لہٰذا توجہ خاص کا محتاج ہے اور چونکہ یہ استفتاء خاص متعدد علوم وفنون سے تعلق رکھتا ہے بدیں وجہ باوجود آگہی عدیم الفرصتی بندگان ذات بابرکات سے رجوع کی گئی کہ حسب مراد دوسرے کی دوسری جگہ حصول جواب کی پُوری امید نہ تھی لہٰذا اس تکلیف دہی خاص کی نسبت مترصد معافی ہو کر توجہ خاص سے مستفید ہونے کا بوالپسی امیدوار ہوں، جزاکم اللہ فی الدارین خیرا۔

---

[1] تجنیس الملتقط

marfat.com

Marfat.com

سوال اگر یوں ہے تو یہ انحراف میں ثابت کر چکے ہیں کہ جب تک ۴۵ درجے انحراف نہ ہو نماز بلا شبہ جائز ہے اور یہ کہ قبلہ تحقیقی کو مُنہ کرنا نہ فرض نہ واجب صرف سنّتِ مستحبہ ہے لہذا مسجد میں نماز بلاشُبہ جائز ہے اور اس میں اصلاً نقصان نہیں، نہ یہ دیوار سیدھی کرنا فرض البتہ بہتر و افضل ہے، ردالمحتار میں ہے :

لو انحرف عن العین انحرافا لاتزول منه المقابلة بالکلیة جاز ویؤیده ماقال فی الظهیریة اذا تیامن اوتیاسر تجوز[1]

اگر عین کعبہ سے اتنا منحرف ہُوا کہ اس سے بالکلیہ مقابلہ ختم نہ ہو تو نماز جائز ہے اس کی تائید ظہیریہ کی اس عبارت سے ہوتی ہے کہ جب وُہ تھوڑا دائیں یا بائیں ہوجائے تو نماز جائز ہوگی۔ (ت)

حلیہ میں ملتقطاً ہے :

هذا استحباب والاول للجواز اھ یرید ان عدم الانحراف مهما قدر مستحب والانحراف مع عدم الخروج عن الجهة بالکلیة جائز[2]

یہ استحباب کے لئے ہے اور پہلا جواز کے لئے ہے اھ اس سے مراد یہ ہے کہ کسی قدر بھی انحراف نہ ہو یہ مستحب ہے اور اس طرح کا انحراف کہ جہت کعبہ سے بالکل خروج نہ ہو یہ بھی جائز ہے۔ (ت)

پھر اگر اس افضل کو اختیار کرنا چاہیں تو دیوار سیدھی قطب سے مشرق کو ہٹی ہوئی بنائیں اور اس کا وہ طریقہ جس میں زاویہ ناپنے کی حاجت نہ پڑے یہ ہے کہ اس دیوار قبلہ کا جنوبی گوشہ جس پر حرف "ب" لکھا ہے قائم رکھیں اور صحیح قطب نما سے ایک خط ب سے سیدھا قطب کو اتنا بڑا کھینچیں جس کا طول اس دیوار کے برابر ہو ایک رسّی لیں اور اس کا ایک سرا حرف ب پر خوب جمائے رہیں کہ سرکے نہیں اور دوسرا سرا حرف ح سے ملا کر مشرق کی طرف اس طرح کھینچیں کہ رسّی میں جھول نہ پڑنے پائے، اس کی کشش سے کمان کی شکل میں زمین پر بن جائے اور پھر ایک سیدھی لکڑی سوا چھ قبضہ کی ناپ کر اس کا ایک سرا حرف ح پر رکھیں اور دوسرا اس کمان سے ملا دیں جہاں ملے اس ملنے کی جگہ کا نام حرف ۶ رکھیں، ۶ سے ب تک سیدھا خط ملا دیں، یہ ٹھیک دیوارِ قبلہ ہوگی

وذلك لان فی مثلث ح ب ۶ ، ساقا ح ب، ۶ ب۔ کل ۱۰۶ - وزاویة ب = مح لہ فکل من زاویتی القاعدة مح ل فلو جیبها

اور یہ اس لئے کہ مثلث ح ب ۶ میں ح ب، ۶ ب کی دو ساقیں ہیں کل ۱۰۶ ہوئے اور زاویہ ب = مح لہ ہے تو قاعدہ کے دونوں زاویوں کا کل مح ح ل

---

[1] ردالمحتار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۱۵
[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com

Marfat.com

سوال میں وسط مغربین کو جہت قبلہ روضہ رخ لکھا اس سے معلوم ہوا کہ [illegible] تحقیق ہے تو لازم تھا کہ سرہانا تقریباً سیدھا جانب قطب ہو کر وسط مغربین [illegible] میں قطب شمالی کا خط دیوار روضۂ مبارکہ سے جانب مغرب منحرف بنایا ہے اگر واقعی [illegible] تو وسط مغربین کا ہرگز جہت قبلہ روضہ رخ ہونا متصور نہیں پھر یہاں اہم اس کی معرفت ہے کہ [illegible] تحقیق سے کتنا انحراف ہے اگر وہ انحراف ثمن دور یعنی ۴۵ درجے کے اندر ہے تو نماز محراب کی جانب بلا تکلف [illegible] انحراف قلیل کا ترک صرف مستحب ہے خود سوال میں تجنیس ملتقط سے گزرا،

قال الامام السید ناصر الدین، الاول للجواز والثانی للاستحباب[1]۔

امام ناصر الدین نے کہا، پہلی صورت میں جواز اور دوسری میں استحباب ہے۔ (ت)

اسی طرح اُس سے اور نیز ملتقط سے حلیہ امام ابن امیر الحاج میں ہے، شرح زاد الفقیر للعلامۃ الغزی و شرح الخلاصۃ للقہستانی۔ پھر ردالمحتار میں وہی دو ثلث جانب راست اور ایک ثلث جانب چپ رکھنا بیان کرکے فرمایا،

ولو لم یفعل ھکذا وصلی فیما بین المغربین یجوز[2]۔

اگر کسی نے اس طرح نہ کیا اور مغربین کے درمیان نماز پڑھی تو جائز ہوگی۔ (ت)

تو ایک امر مستحب کے لئے مسلمانوں کو تردد میں ڈالنا اور صفوف مسجد کو ناقص و ناتمام کردینا ہرگز مناسب نہیں۔ شرع مطہر میں تکمیل نہایت امر مہتم بالشان ہے جس کا پتا اس حدیث سے چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من وصل صفا وصلہ اللہ ومن قطعہ قطعہ اللہ[3]۔

جس نے صف کو ملایا اللہ تعالٰی اسے ملائے گا اور جس نے صف کو قطع کیا اللہ تعالٰی اسے قطع فرمائے گا (ت)

یہاں اگر قطع صف موجود نہیں صف بروجہ قطع ہے کہ دیواریں حائل ہو کر تکمیل نہ کرنے دیں گی فکان کالصف بین السواری وقد نھی عنہ بنحو ذلك کما ذکرنا فی فتاونا (یہ اس صف کی طرح ہے جو ستونوں کے درمیان ہو حالانکہ اس سے اور اس طرح کی دوسری صورتوں سے منع کیا گیا ہے جیسا کہ اسے ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا۔ ت) بیان

---

[1] تجنیس الملتقط

[2] ردالمحتار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۱۶

[3] سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف ر آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۷

marfat.com

Marfat.com

...دریافت کیا تھا انھوں نے رد المحتار سے یہ نشان دے کر (ج ا ص ۴۴۶) کچھ عربی کی ... کا اس کا خلاصہ اُردو میں کیا تھا کہ انحراف قلیل جانب کعبہ سے مصلی کو مضر نہیں ہے اور اس انحراف قلیل ... ہے کہ چہرہ اور چہرے کے اطراف میں کوئی جز و کعبہ کے مقابل باقی رہے اس طرح کہ چہرہ یا اُس کے بعض اطراف ... تک خط مستقیم کھینچا جا سکے اور یہ ضرور نہیں ہے کہ یہ خط مستقیم پیشانی سے ہی خارج ہو بلکہ عام ہے خواہ پیشانی سے ... ہو یا اُس کے دونوں طرف میں سے کسی طرف سے خارج ہوا ہو اس صورت میں بہت بڑی وسعت ہے، جو نقشہ مسجد کا ... نے بھیجا ہے اس مسجد میں مسجد کے رُخ پر نماز پڑھنا بلا شبہ جائز ہے لہذا مسجد کے رُخ پر نماز پڑھا یئے، بعض صاحب ... جواب کو پذیرا نہیں کرتے اور وہ حضور ہی پر اس کا انحصار رکھتے ہیں لہذا گزارش یہ ہے کہ حضور اس کاغذ کو جس پر ... کا نقشہ ہے ہر دو جانب سے ملاحظہ فرما کر اگر ممکن ہو تو کاغذ مذکور کے ذیل ہی میں جو دریافت طلب گزارشیں ... کی پیشانی پر عرض کی گئی ہیں اُن کا جواب ارقام فرما کر کمترین کو معزز فرمایا جائے۔ واجباً گزارش ہے اس مسجد کا ... نقشہ مذکور سے بخوبی نمایاں ہے، یہ قصبہ حیات نگر ۲۸ درجے ۳۰ دقیقے عرض شمالی پر واقع ہے اور مکہ معظمہ ... درجے ۴۰ دقیقے عرض شمالی پر لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس مسجد میں جماعت سیدھی مسجد کے رُخ پر کی جائے ... مسجد کا خیال چھوڑ کر اور کعبہ شریف کا خیال کر کے ٹیڑھی اور اگر مسجد کے رُخ پر سیدھی جماعت کی جائے تو نماز ہو گی یا نہیں؟

الجواب

ا ب ح مثلث قائم الزاویہ ہے ب موضع قیام مصلی ح سمت نقطۂ مغرب کہ ا سمت قطب شمالی ہے ... ب سے مسجد کی دیوار قبلہ ا ح پر عمود ب ح قائم کیا تو مثلث ا ب ح کا مشابہ ہوا اُس کا زاویہ ب اُس کے ... زاویہ ا کے مساوی ہے کہ ہر ایک زاویہ ح سے مل کر قائمہ کے برابر ہے تو زاویہ ا زاویہ انحراف یعنی اس کے ... مساوی ہوا، یہ وہ مقدار ہے کہ مسجد نقطۂ مغرب سے جس قدر شمال کو جھکی ہوئی ہے یہ زاویہ پیمائش میں ۱۸ درجے ... ہے۔ اب یہ معلوم کرنا ہے کہ حیات پور میں قبلہ نقطۂ مغرب سے کتنا جدا ہے اس کے لئے صرف عرض بلد کافی نہیں ... طول بھی درکار ہے۔ وہ سوال میں نہ لکھا نہ یہاں اطلس میں حیات پور کا نام نکلا مگر ضلع مراد آباد کی عام آبادیاں ... ۷۸، ۷۹ درجے کے اندر ہیں ۲۸ درجے عرض پر اگر طول ۷۸ درجے ہو تو عمود قبلہ سمت الراس سے جنوب کو ... تین درجے جھکے گا، دوسری میں دو درجے ستائیس دقیقے، بہرحال حیات پور میں قبلہ جنوب کو تقریباً ۲ درجے ... مائل ہے اور مسجد ۱۸ درجے شمال کو ہے تو مسجد قبلہ واقعیہ حیات پور سے اکیس درجے کم شمال کو جھکی ہوئی ہے ... اور ہم نے اپنے رسالہ ھدایۃ المتعال فی حد الاستقبال میں ثابت کیا ہے کہ جب تک پینتالیس درجے ... انحراف نہ ہو سمتِ قبلہ باقی رہتی ہے۔ عبارت رد المحتار وغیرہا عبارات کثیرہ مختلفہ اسی طرف راجع ہیں نہ وہ ... اطلاق کہ سوال میں کسی سے حکایت کیا تو یہ مسجد ضرور حد قبلہ کے اندر ہے بلکہ اس سے دو چند جھکی ہوتی تب بھی حد سے ...

marfat.com

Marfat.com

۹۶۹۹۹۸۱۰۷ ولوجیب ص لو ۹۶۹۹۷۰۷۷۶۸
ولو ۱۰۶ = ۹۶۰۲۵۳۰۵۹ مجموع ھذین
= ۱۰۶۷۹۹۲۷۵۶ — ۹۹۹۸۱۰۷ =
۰۶۷۹۹۶۳۶۴۹ عددہٗ = ۵۸ ۶۶۲ ھذہ
قبضات خطح ۶ وذلک ما اردناہ۔

ہوگا اس کا [illegible] جیب [illegible]
اگر جیب ح لو ۲ [illegible] اور لو
۱۰۶ = ۹۶۰۲۵۳۰۵۹ [illegible] ان کا مجموعہ
= ۱۰۶۷۹۹۲۷۵۶ — [illegible] ۹۹ =
۰۶۷۹۹۶۳۶۴۹ جس کا عدد = [illegible] ۲ ۶ ہے یہ
خطح ۶ کے قبضے ہیں اور یہی ہماری مراد ہے (ت)

اور اگر پہلے صحیح جانچ کر لی ہو تو دوبارہ قطب نما لگانے اور نیچ کا خط ح ب بنانے کی حاجت نہیں بلکہ دیوار کے ناپ کی رسّی لیں اور اس کا ایک سرا حرف ب کی جگہ پر خوب جما کر رسّی میں بے خم پڑے دوسرا سرا دیوار کے حرف ا پر رکھ کر دوسرا سرا جہاں سے کمان سے ملادیں، اس ملنے کی جگہ دیوار کے کنارہ ب تک سیدھا خط کھینچ دیں دیوار قبلہ اس خط پر اٹھائیں کہ صحیح ہوگی

لان زاویۃ ا ب ۶ = ولر کما تقدم فکل زاویۃ القاعدۃ ومال جیبھا ۹۶۹۹۹۳۷۵۷ وجیب ولر ۹۰۶۱۵۵۰۹ فاذا جمع فیہ ۱۰۶ صار ۱۲۰۸۶۸۵۶۸ — ۹۶۹۹۹۳۰۵۷ = ۱۲۰۸۷۵۸۱۱ عددہٗ ۱۲۲۲۳۴ وذلک ما اردناہ۔

کیونکہ زاویہ ا ب ۶ = ولر ہے جیسا کہ گزرا تو قاعدہ کے زاویہ کا کل ومال ہوگا جس کا جیب ۹۶۹۹۹۳۷۵۷ اور جیب ولر کا ۹۰۶۱۵۵۰۹ ہے تو جب اس میں اگر ۱۰۶ کو جمع کیا جائے تو یہ ۱۲۰۸۶۸۵۶۸ — ۹۶۹۹۹۳۰۵۷ = ۱۲۰۸۷۵۸۱۱ ہوگا جس کا عدد = ۱۲۲۲۳۴ ہے اور یہی ہماری مراد ہے۔ (ت)

مگر ان صورتوں میں ایک لحاظ لازم ہے جبکہ مسلمان اُسے مسجد کر چکے تو یہ گلی جو دیوار سیدھی کرنے میں چھوٹے گی اُسے ضائع چھوڑ دینا جائز نہیں کہ وہ مسجد ہی کا ٹکڑا ہے اور اُس کی بے حرمتی حرام۔ تو یا تو سیدھی دیوار ہی اور چُن کر اس سے ملادیں کہ زمین چھوٹی نہ رہے یا ممکن ہو تو دیوار کا گوشہ الف برقرار رکھیں اور گوشہ ب سے سوا بارہ قبضہ زمین مغرب کو حرف س تک بڑھا کر ا اور س میں خط ملا کر دیوار جدید اٹھائیں کہ اگلی دیوار کی زمین شامل مسجد رہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۹۵: از حیات نگر ڈاکخانہ سرائے ترین ضلع مراد آباد مرسلہ سید حبیب شاہ صاحب ۸ جمادی الاخری ۱۳۳۹ھ

ہادی مراحل تحقیق جناب مولٰنا صاحب دامت برکاتکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ جناب عالی اس قصبہ حیات نگر کی مسجد سمت مغرب سے متجاوز ہے اُس کا نقشہ علیحدہ ایک پرچہ کاغذ کی پشت پر اور اس کا تمام حال کاغذ کی پیشانی پر لکھ کر حضور کے ملاحظہ کے واسطے ارسال کرتا ہوں باعث اس کا یہ ہے کہ یہاں چند اشخاص ایسے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ اس مسجد میں سیدھے مسجد کے رُخ نماز نہیں ہوتی کمترین نے ایک صاحب کے پاس مسجد کا

marfat.com

Marfat.com

ھِدَایَۃُ المتعال فی حد الاستقبال[24][13]

(استقبالِ قبلہ کی تعیین میں اللہ تعالٰی جل شانہٗ کی رہنمائی)

مسئلہ ۳۹۶: از علی گڑھ معرفت مولوی بشیر احمد صاحب مدرس اول مدرسہ اہلسنت ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

شہر علی گڑھ کی عیدگاہ کہ صدہا سال سے بنی ہوئی ہے اور حضرات علماء متقدمین بلاکراہت اس میں عیدین کی نمازیں پڑھتے پڑھاتے رہے، آج کل کی نئی روشنی والوں نے اپنے قیاسات اور نیز آلاتِ انگریزی سے یہ تحقیق کیا ہے کہ سمت قبلہ سے منحرف ہے اور قطب شمالی داہنے کونے کی پشت پر واقع ہے کہ جس سے نوّے فٹ کے قریب مغرب سے پھری ہوئی ہے لہٰذا اس کو توڑکر سمت ٹھیک کرنا مسلمانانِ شہر پر بر تقدیر استطاعت کے لازم اور فرض ہے ورنہ نماز اس میں مکروہ تحریمی ہے، اور ۱۰ دسمبر ۱۹۰۶ء کو اس میں ایک فتوٰی چھاپا جس کی عبارت جواب یہ ہے "اگر وہاں کے مسلمانوں میں اس قدر مالی طاقت ہے کہ اس کو شہید کرکے ٹھیک سمتِ قبلہ پر بناسکتے ہیں تو ان کے ذمے فرض ہے کہ وہ ایسا ہی کریں اور اگر ان میں ایسے ٹھیک سمت قبلہ کی طرف بنانے کی طاقت نہیں تو ان کے ذمہ فرض ہے کہ وہ اس مسجد یا عیدگاہ میں ٹھیک سمتِ قبلہ کی طرف خطوط کھینچ لیں اور اُن خطوط پر کھڑے ہوکر نماز پڑھا کریں، چنانچہ ہدایہ میں مذکور ہے:

ومن کان غائبا ففرضہ اصابۃ جھتھا ھو الصحیح لان التکلیف بحسب الوسع[1] انتہی

جو شخص کعبہ سے دور ہو اس پر نماز کے دوران سمتِ کعبہ کی طرف رُخ کرنا فرض ہے یہی صحیح ہے کیونکہ تکلیف حسبِ طاقت ہوتی ہے انتہی (ت)

---

[1] الہدایۃ باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/ ۸۰

marfat.com

Marfat.com

نہ نکلے، تو اگر مسجد ہی کے رُخ پر نماز پڑھی جائے ضرور صحیح ہو جائے گی مگر بہ اطلاع جہتِ قبلہ قصداً انحراف مکروہ خلافِ سنت ہے، لہذا سمتِ مسجد کا خیال نہ کریں بلکہ سمتِ قبلہ کا، یعنی خط ب ء کی سیدھ سے بھی پونے تین درجے جنوب کی جانب اور جھکیں لیکن یہ انحراف ضعیف ہوگا اگر خط ب ء ہی کی سیدھ پڑھیں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

marfat.com
Marfat.com

النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان تركز له الحربة قدامه يوم الفطر والنحر ثم يصلي[1]۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مواجہہ اقدس کے سامنے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے موقع پر نیزہ نصب کیا جاتا پھر آپ نماز پڑھاتے۔ (ت)

اُنھیں کی دُوسری روایت میں ہے،

كان النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم يغدو الى المصلى والعنزة بين يديه تحمل وتنصب بالمصلى بين يديه فيصلي اليها[2]۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عیدگاہ کی طرف تشریف لے جاتے تو آپ کے آگے نیزہ اٹھا کر لایا جاتا اور عیدگاہ میں آپ کے سامنے گاڑ دیا جاتا تھا پھر اس کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھاتے تھے (ت)

سنن ابن ماجہ وصحیح ابن خزیمہ ومستخرج اسمٰعیلی میں زائد کیا،

وذلك ان المصلى كان فضاء ليس فيه شيئ يستتر به[3]۔

یہ اس لئے کیا جاتا تھا کہ عیدگاہ فضاء میں تھی وہاں کوئی ایسی چیز نہ تھی جسے سُترا بنایا جاسکے۔ (ت)

افسوس کہ نئی روشنی کا یہ فرض زمانۂ رسالت و زمانۂ خلافت و زمانۂ رسالت سب میں متروک رہا۔

ثانیاً اس عیدگاہ کی عمارت موجودہ سے دین الٰہی کو کوئی ایسا ضرر شدید پہنچتا ہے جس کے سبب اس کا ڈھانا فرض ہوا یا نہیں اگر نہیں تو بحال استطاعت مالی اُس کا ہدم کیوں فرض ہُوا اور اگر ہاں تو بحال عدم استطاعت مالی کیوں فرض نہیں، استطاعت مالی بنانے کو چاہئے، ڈھانے میں کیا ایسا درکار ہے جس سے مسلمانانِ شہر عاجز ہوں۔

ثالثاً خطوطِ سمت قبلہ ڈال لینے سے کاربراری ممکن اور وُہ ضرر مندفع ہے یا نہیں، اگر نہیں تو بحال عدم استطاعت یہ حرکت کیوں فرض ہوئی اور کس نے فرض کی، اور اگر ہاں تو بحال استطاعت یُوں کاربراری کس نے حرام کی کہ بالتعیین ڈھا دینا ہی فرض ہوگیا، کیا یہاں متعدد ضرر مفترض الازالہ مختلف الحالہ ہیں کہ توزیع ممکن ہو۔

رابعاً یہ عیدگاہ سمت سے یکسر خارج ہے یا حدود جہت کے اندر ہے اگرچہ محاذات عین سے منحرف ہے برتقدیر اول اس میں نماز مکروہ تحریمی کیوں ہوئی باطل محض ہونی لازم تھی، برتقدیر ثانی اس کا ڈھانا کیوں فرض ہوا جبکہ حدود شرع کے اندر ہے۔

---

[1] صحیح بخاری باب الصلوٰۃ الی الحربۃ یوم العید مطبوعہ قدیمی کتب خانہ اصح المطابع کراچی ۱/۱۳۳

[2] صحیح بخاری باب حمل العنزۃ او الحربۃ الخ 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[3] سنن ابن ماجہ باب ما جاء فی الحربۃ یوم العید مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۹۳

marfat.com

Marfat.com

کتب معتبرہ سے یہ ارشاد ہو کہ اب ہندوستان کا قبلہ ما بین المغربین ہونا چاہئے یا کیا؟ ... ہے یا کیا؟ بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل لنا الکعبۃ قبلۃ واماناً والصلوٰۃ والسلام علی من الی افضل قبلۃ ولانا، رسول الثقلین وامام القبلتین جعل اللہ تعالیٰ بابہ الکریم فی الدارین قبلۃ اماننا وکعبۃ مناناً وعلیٰ الہ وصحابتہ وسائر اھل قبلتہ الذین ولوا الیہ وجوھھم تصدیقاً و ایماناً امین اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔

(تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے کعبہ کو ہمارا قبلہ اور پناہ گاہ بنایا اور صلوٰۃ وسلام اس پر جس نے ہمیں اچھے قبلہ کی طرف پھیرا جن وانس کے رسول اور دونوں قبلوں کے امام جن کے باعزت دروازے کو اللہ تعالیٰ نے جنہیں دنیا وآخرت میں ہماری تمام امیدوں کا قبلہ اور آرزوؤں کا کعبہ بنایا اور آپ کی آل، اصحاب اور ان اہل قبلہ پر جنہوں نے حالتِ ایمان وتصدیق میں اس کعبہ کی طرف رخ کیا آمین! اے اللہ حق وصواب کی ہدایت فرمادے)

فتوائے مذکورہ محض باطل اور حلیۂ صدق وصحت سے عاطل اور منصب افتا پر نرا اجترا بلکہ شریعت مطہرہ پر کھلا افترا ہے۔

اولاً اگر بفرض باطل یہ عیدگاہ جہت قبلہ سے بالکل خارج ہوتی بلکہ مشرق ومغرب بدل گئے ہوتے جب بھی یہ جبروتی حکم کہ بحالت استطاعت اسے توڑ کر ٹھیک سمت قبلہ پر بنانا فرض ہے، دل سے نئی شریعت ایجاد کرنا تھا، اس حالت پر غایت یہ کہ اگر بے انہدام کوئی چارۂ کار ممکن نہ تھا منہدم کرنا مطلوب ہوتا ٹھیک سمت پر بنانا کس نے فرض مانا، عیدگاہ میں کوئی عمارت ہونا ہی سرے سے خدا اور رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرض کیا نہ واجب نہ سنّت، زمانۂ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مصلائے عید کف دست میدان تھا جس میں اصلاً کسی عمارت کا نام نہ تھا، جب حضور پُرنور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نمازِ عید کو تشریف لے جاتے مواجہ اقدس میں سُترہ کے لئے ایک نیزہ نصب کر دیا جاتا، زمانۂ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں بھی یونہی رہا۔ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کے سب مواضع میں تبرک کے لئے مسجدیں بنائیں ظاہراً انھیں کے وقت میں مصلائے عید میں بھی عمارت بنی کما استظھرہ السید نور الدین السمھودی قدس سرہ فی تاریخ المدینۃ الکریمۃ (جیسا کہ سید نور الدین سمہودی قدس سرہ نے اپنی کتاب تاریخ المدینۃ المنورہ میں اس بات کی تصریح کی ہے۔ ت) صحیح بخاری شریف میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

marfat.com

Marfat.com

...جس میں کعبہ واقع ہے کہ تکلیف بقدر وسعت اور طاعت بحسبِ طاقت ہے اس سے خود ثابت ہُوا کہ ... میں اتنا انحراف کہ جہت سے خارج نہ کرے مضر نہیں اور اس کی تصریح نہ صرف ہدایہ بلکہ عامۂ کتب مذہب میں ہے پھر مسافتِ بعیدہ میں ایک حد تک کثیر انحراف بھی جہت سے باہر نہ کرے گا اور در حق نماز قلیل ہی کہلائے گا اور جتنا بُعد بڑھتا جائے گا انحراف زیادہ گنجائش پائے گا۔ بحرالرائق و طحطاوی علی الدر وغیرہما میں ہے :

المسامتة التقریبیة هو ان یکون منحرفا عن القبلة انحرافا لاتزول به المقابلة بالکلیة ، والمقابلة اذا وقعت فی مسافة بعیدة لاتزول بما تزول به من الانحراف لو کانت فی مسافة قریبة۔[1]

مسامتت تقریبی یہ ہے کہ انحراف ... جہتِ کعبہ سے مقابلہ بالکلیہ ختم نہ ہو اور مقابلہ جب مسافتِ بعیدہ کی صورت میں ہو تو ... ختم نہیں ہوتا جتنے سے مسامت قریبہ میں مقابلہ ہو تو ختم ہو جاتا ہے۔ (ت)

معراج الدرایہ و فتح القدیر و حلیہ شرح منیہ و بحر شرح کنز و فتاوٰی خیریہ وغیرہا میں ہے :

و یتفاوت ذلك بحسب تفاوت البعد و تبقی المسامتة مع انتقال مناسب لذلك البعد۔[2]

انحراف بُعد کے اعتبار سے متفاوت ہوتا ہے اور اس بُعد کے مناسب انتقال کے ساتھ مسامتت (سمت) باقی رہتی ہے۔ (ت)

فتوٰی میں عبارتِ ہدایہ سے استناد کے لئے یہ ثبوت دینا کہ مکہ معظمہ سے علی گڑھ کو یہ ہزاروں میل کا بُعد نقطۂ مغرب سے تیس گز انحراف کی گنجائش نہیں رکھتا اتنا تفاوت جہت سے باہر لے جائے گا بے اس ثبوت کے ذکر عبارت محض تغلیط عوام ہے اور حقیقت امر دیکھئے تو عبارت مستدل کے لئے صرف نامفید ہی نہیں بلکہ صاف مضر ہے، ہم عنقریب بعونہٖ تعالٰی ثابت کریں گے کہ عیدگاہ مذکور ضرور حدودِ جہت کے اندر ہے۔

سابعاً ہمارے بعض علما تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اس باب میں ہیأت قیاسات و آلات کا اعتبار ہی نہیں، جامع الرموز نے اسی بحثِ سمتِ قبلہ میں لکھا :

منهم من بناه علی بعض العلوم الحکمیة الا ان العلامة البخاری قال فی بحث القیاس من الکشف ان اصحابنا

فقہاء میں سے بعض نے اس مسئلہ کی بنیاد بعض علومِ حکمیہ پر رکھی ہے مگر علامہ بخاری نے کشف الاسرار میں قیاس کی بحث کے تحت لکھا ہے کہ ہمارے علماء نے

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۹۷

[2] البحر الرائق شرح کنز الدقائق " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۰۴

marfat.com

Marfat.com

خامساً علمائے کرام کا حکم تو یہ ہے کہ جہت سے بالکل خروج ہو تو نماز [illegible] جہت جائز کہ آفاقی کا قبلہ ہی جہت ہے نہ کہ اصابت عین۔ بدائع امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی [illegible] امام [illegible] حلبی میں ہے،

قبلته حالة البعد جهة الکعبة وهی المحاریب لا عین الکعبة[1]۔

کعبہ سے دُوری کی صورت میں جہت کعبہ ہی قبلہ ہے اور محراب جہت ہے نہ کہ عین قبلہ۔ (ت)

جامع الرموز میں امام زندویسی سے ہے، الجهة قبلة کالعین[2] (جہت کعبہ عین قبلہ کی طرح ہے۔ ت) ہاں حق اوسع اصابت عین سے قرب مستحب۔ اس بارے میں ملتقط و حلیہ وغیرہما کے نصوص بعونہٖ تعالٰی آگے آتے ہیں، اور خیریہ میں فرمایا، ھو افضل بلا ریب ولا مین[3] (یہ بغیر کسی شک و شبہ کے افضل ہے۔ ت) در مختار و ردالمحتار میں ہے،

لو انحرف عن العین انحرافا لاتزول منه المقابلة بالکلیة جاز ویؤیده ما قال فی الظهیریة اذا تیامن او تیاسر تجوز[4]۔

اگر عین کعبہ سے بالکلیہ انحراف نہ ہو (یعنی معمولی انحراف ہو) تو نماز جائز ہے۔ اس کی تائید ظہیریہ کے ان الفاظ سے ہوتی ہے، جب نمازی ذرا دائیں یا بائیں ہوگیا تو نماز جائز ہوگی۔ (ت)

اور ترک مستحب مستلزم کراہت تنزیہی نہیں کراہت تحریم تو بڑی چیز، بحرالرائق باب العیدین میں ہے،

لا یلزم من ترك المستحب ثبوت الکراهة اذ لا بد لها من دلیل خاص[5]۔

ترکِ مستحب سے کراہت لازم نہیں آتی کیونکہ اس کے ثبوت کے لئے مستقل دلیل کا ہونا ضروری ہے (ت)

تو اس میں نماز مکروہ تحریمی ٹھہرانا نئی روشنی کی محض ظلمانی ساخت ہے۔

سادساً عبارت ہدایہ کہ فتوٰی مذکورہ نے نقل کی اُس کے مُدعا سے اصلاً مس نہیں رکھتی بلکہ حقیقۃً وہ اس کا رد ہے، عبارت کا مطلب یہ ہے کہ غیر مکی کو ہرگز ضرور نہیں کہ اس کی توجہ عین کعبہ معظمہ کی طرف ہو بلکہ اس جہت کی طرف

[1] بدائع الصنائع — فصل فی شرائط الارکان — مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۸

نوٹ: بدائع میں یہ عبارت معناً مذکور ہے الفاظ بعینہٖ موجود نہیں۔ نذیر احمد سعیدی

[2] جامع الرموز — فصل شروط الصلٰوۃ — مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۳۰

[3] فتاوٰی خیریہ — کتاب الصلٰوۃ — مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۹

[4] ردالمحتار — باب شروط الصلٰوۃ — مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۱۵

[5] البحرالرائق — باب العیدین — " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۶۳

marfat.com

Marfat.com

اقول وهو كلام نفيس واين تحرى التعيين جهة الى اشارة علم من الظن الحاصل بتلك القواعد ولولا مكان طول البلد وعرضها فى امر تعيين القبلة يتسلل الظنون فى اكثرها لكان ما يحصل بها قطعيا لامساغ لريبة فيه بل لو حققت لعلمت جل المحاريب المنصوبة بعد الصحابة والتابعين رضى الله تعالٰى عنهم انما بنيت بناء على تلك القواعد وعليها أُسست لها القواعد فكيف يحل اعتماد تلك المحاريب دون الذى بنيت عليه. نعم عند التعارض ترجح القديم خلافا للشافعية لئلا يلزم تخطئة السلف الصالح وجماهير المسلمين[1] كما ذكره الشامى وغيره ولان علم الجميع اقوى من علم الآحاد وللسلف مزية جلية على الخلف ولربما يخطئ النظر فى استعمال القواعد والآلات كما هو مرئى مشاهد فهو اولى بالخطاء منهم ولذا قال فى الفتاوى الخيرية واما الاجتهاد فيها اى فى محاريب المسلمين بالنسبة الى الجهة فلا يجوز حيث سلمت من الطعن لانها لم تنصب الا بحضرة جمع من المسلمين اهل معرفة بسمت الكواكب والادلة فجرى ذلك مجرى الخبر فتقلد

اقول (میں کہتا ہوں) یہ نفیس گفتگو ہے علم کے کسی پہلو کو نہ چھونے والے بے اصل اندازے کہاں آلات سے حاصل شدہ ظنِ غالب سے کیا تعلق، اگر تعیینِ قبلہ کے معاملہ میں طول البلد اور عرض البلد اور ان کے اکثر معاملات میں ظن کا دخل نہ ہوتا تو ان آلات سے حاصل شدہ علم قطعی ہوتا جس میں شک کی گنجائش نہ ہوتی۔ بلکہ اگر تو تحقیق کرے تو تجھے معلوم ہوگا کہ وہ بڑے بڑے محراب جو صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالٰی عنہم کے بعد بنائے گئے وہ انہی قواعد کی بنا پر بنائے گئے ہیں اور انہی ضوابط پر ان مساجد کے ستون بنائے گئے، تو یہ کیسے درست ہوگا کہ ان محرابوں پر تو اعتماد کیا جائے مگر ان قواعد پر نہ کیا جائے جن کی بنا پر وہ محراب معرضِ وجود میں آئے ہیں۔ ہاں یہ درست ہے کہ جہاں قاعدہ و محرابِ قدیم میں تعارض ہوگا وہاں محرابِ قدیم کو ترجیح ہوگی بخلاف شوافع کے تاکہ سلف صالحین اور جمہور مسلمانوں کو غلط ثابت قرار دینا لازم نہ آئے جیسا کہ امام شامی وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ اور یہ بات بھی ہے کہ جماعت کا علم احاد کے علم سے زیادہ قوی ہوتا ہے اور سلف کو خلف پر واضح فضیلت حاصل ہے نیز بعض دفعہ استعمالِ قواعد و آلات میں نظر سے خطا بھی ہو جاتی ہے جیسا کہ مشاہدہ و ملاحظہ میں آیا ہے لہذا واحد کا خاطی ہونا جماعت کے خاطی ہونے سے زیادہ قریب ہے، اسی لئے فتاوٰی خیریہ میں کہا کہ جہتِ قبلہ کی تعیین

---

[1] ردالمحتار مبحث فی استقبال القبلۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۳۱۷

marfat.com

Marfat.com

لم يعتبروه وبه يشعر كلام قاضي خان اھ[1]
وايده في النهر بان عليه اطلاق المتون[2]
اھ وردہ فی رد المحتار قائلا لم ار فی المتون
ما يدل على عدم اعتبارها ولنا تعلم
ما نهتدي به على القبلة من النجوم وقال
تعالى والنجوم لتهتدوا بها الخ واستظهر
ان الخلاف في عدم اعتبارها انما هو عند
وجود المحاريب القديمة اذ لا يجوز التحري
معها كما قدمناه لئلا يلزم تخطئة السلف
الصالح وجماهير المسلمين بخلاف ما اذا
كان في المفازة فينبغي وجوب اعتبار النجوم
ونحوها في المفازة لتصريح علمائنا وغيرهم
بكونها علامة معتبرة فينبغي الاعتماد في
اوقات الصلاة وفي القبلة على ما ذكره العلماء
الثقات في كتب المواقيت وعلى ما وضعوه لها
من الالات كالربع والاصطرلاب فانها ان لم
تفد اليقين تفيد غلبة الظن للعالم بها،
وغلبة الظن كافية في ذلك[3] الخ۔

اس کا اعتبار نہیں کیا [illegible]
رہنمائی [illegible]
پر متون کا اطلاق [illegible] ہے [illegible]
اس کا رد کیا کہ میں نے متون میں [illegible] دلیل نہیں دیکھی
جو ان کے عدم اعتبار پر دال ہو [illegible]
علم ہے جس کے ساتھ [illegible] قبلہ پر رہنمائی
کرتے ہیں اور اللہ تعالٰی کا یہ ارشاد بھی دلیل ہے [illegible]
لتهتدوا بها الخ (اس نے ستارے اس لئے بنائے
تاکہ تم ان سے رہنمائی حاصل کرو) اس سے ظاہر کیا
کہ ان کے عدم اعتبار میں اختلاف اس صورت میں ہے
جب وہاں قدیم محراب موجود ہوں کیونکہ ان کے ہوتے
ہُوئے تحری جائز نہیں جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر آئے تاکہ
سلف صالحین اور جمہور مسلمانوں کو غلط ثابت قرار دینا
لازم نہ آئے بخلاف اس صورت کے جب مصلی جنگل اور
ویران جگہ میں ہو تو وہاں ستاروں وغیرہ کا اعتبار
ضروری ہے کیونکہ ہمارے علماء وغیرہم نے ان چیزوں کے
علامتِ معتبرہ ہونے پر تصریح کی ہے لہذا اوقاتِ نماز
اور تعیینِ قبلہ کے متعلق ثقہ علماء کے کتبِ مواقیت میں
بیان کردہ قواعد وضوابط پر اعتماد کرنا مناسب ہے اور وہ آلات مثلاً ربع، اصطرلاب وغیرہ جو اوقات کی پہچان کے لئے
انھوں نے بنائے ہیں ان پر بھی اعتماد کیا جائے۔ کیونکہ اگر ان آلات سے یقین کا درجہ حاصل نہ ہو تو کم از کم غلبۂ ظن تو اس شخص کو
جو ان آلات سے متعلق معلومات رکھتا ہو حاصل ہو جائے گا۔ اور اس مسئلہ میں ظنِ غالب ہی کافی ہے الخ (ت)

---

[1] جامع الرموز فصل شروط الصلوٰۃ مطبوعہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۳۰
[2] رد المحتار بحوالہ النہر مبحث فی استقبال القبلۃ ″ مصطفی البابی مصر ۱/۳۱۰
[3] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

marfat.com
Marfat.com

کہ فلاں محراب کسی جاہل ناواقف نے یونہی جزافاً قائم کردی ہے تو البتہ اُس پر اعتماد نہ ہوگا۔ علامہ خیرالدین رملی استاد صاحب درمختار رحمہما اللہ تعالٰی فتاوٰی خیریہ میں فرماتے ہیں:

نحن علی علویات الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم اعلم من غیرھم فاذا علمنا انھم وضعوا محرابا لایعارضھم من ھو دونھم واذا علمنا ان محرابا وضع من غیرھم بغیر علم لانعتمدہ، واذا لم نعرف شیئا وعلمنا کثرۃ المارین وتوالی المصلین علی مرور السنین عملنا بالظاھر وھو الصحۃ[1]

ہمیں یقین ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم دیگر تمام افرادِ اُمت سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ جب ہمیں یہ معلوم ہوا کہ یہ محراب صحابہ نے قائم کئے ہیں تو ان کے مقابل کسی دوسرے کی بات کو تسلیم نہیں کیا جاسکتا (لہذا اس محراب پر اعتماد کیا جائے گا) اور جب ہمیں معلوم ہو جائے کہ صحابہ کے علاوہ کسی جاہل ناواقف نے یہ محراب بنائی ہے تو اس پر ہم اعتماد نہیں کریں گے، اور اگر کسی محراب کے بارے میں ہمیں کچھ معلومات نہ ہوں صرف اتنا جانتے ہوں کہ یہاں کئی سالوں سے کثیر راہ گیر اور نمازی مسلسل نماز پڑھ رہے ہیں تو ہم اسی ظاہر صورت پر عمل کریں گے اور یہی درست ہے (ت)

اُسی میں ہے:

مذھب الحنفیۃ یعمل بالمحاریب المذکورۃ ولایلتفت للطعن المذکور[2]

احناف کا مسلک یہی ہے کہ ان محاریب مذکورہ پر عمل پیرا ہوں اور مخالف کے طعن و اعتراض مذکور کی طرف توجہ نہ کی جائے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

نھایۃ الفلکی المذکور ان یطعن بالانحراف الیسیر الذی لایجاوز الحد المذکور وھو علی تقدیر صدقہ لایمنع الجواز ولھذا قال الشارح

قول فلکی (ماہر فلکیات) مذکور کی نہایۃ یہ ہے کہ وہ اس تھوڑے انحراف کے ساتھ جو حد مذکور سے تجاوز نہ کرتا ہو طعن (اعتراض) کریگا حالانکہ اگر اس کا یہ قول سچا بھی ہو تاہم جواز نماز کے منافی نہیں اس لئے شارح

---

[1] فتاوٰی خیریۃ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۹/۱

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۸/۱

marfat.com

Marfat.com

تلك المحاريب[1] اھ۔

کے معاملہ میں مسلمانوں کے [illegible] اجتہاد اور غوروفکر اس لئے جائز نہیں تاکہ طعن سے محفوظ رہا جاسکے کیونکہ یہ محراب مسلمانوں کی اُن جماعتوں نے قائم کئے ہیں جو کواکب کی سمت اور دلائل کی معرفت رکھتی تھیں، تو چونکہ خیروبھلائی اسی میں ہے لہذا ان محرابوں کی تقلید کی جائے اھ (ت)

اقول وبه ظهران الحكم لايختص بالمفاوز فانهم انما صبوا فى الامصار بناء على تلك الادلة لاجرم ان قال العلامة البرجندى فى شرح النقاية ان امر القبلة انما يتحقق بقواعد الهندسة والحساب بان يعرف بعد مكة عن خط الاستواء وعن طرف المغرب ثم بعد البلد المفروض كذلك ثم يقاس بتلك القواعد لتحقق سمت القبلة ونحن قد حققنا بتلك القواعد سمت قبلة هراة[2] الى اخر ما سياق ونقله القنال فى حاشيته مقرا عليه۔

اقول (میں کہتا ہوں) اس سے یہ بھی آشکارا ہوگیا کہ یہ حکم محض ویرانے اور جنگل کے ساتھ ہی مخصوص نہیں کیونکہ شہروں میں بھی مسلمانوں نے انہی قواعد وضوابط کی بنا پر محراب قائم کئے ہیں، چنانچہ علامہ برجندی نے شرح نقایہ میں کہا کہ قبلہ کا معاملہ قواعدِ ہندسہ وحساب کی بنا پر حل ہوتا ہے بایں طور کہ پہلے خطِ استواء سے اور مغرب کی جانب سے مکہ کا بُعد پہچانا جائے پھر مفروض شہر کے بعد کو اسی طرح پہچانا جائے پھر ان قواعد کے مطابق قیاس کیا جائے تاکہ سمتِ قبلہ معلوم ہوسکے اور ہم ان قواعد کے ذریعے قبلہ ہرات کی سمت یونہی ثابت کرچکے ہیں آخر تک جس کا بیان آئیگا، اور اس کو علامہ قنال نے اپنے حاشیہ میں ثابت رکھتے ہوئے نقل کیا ہے۔ (ت)

اور اتنا تو اکابر نے بھی فرمایا کہ جو مسجد مدتوں سے بنی ہو اور اہلِ علم وعامہ مسلمین اس میں بلانکیر نمازیں پڑھتے رہے ہوں جیسا کہ عیدگاہ مذکور کی نسبت سوال میں مسطور ہے اگر کوئی فلسفی اپنے آلات وقیاسات کی رُو سے اُس میں شک ڈالا چاہے اُس کی طرف التفات نہ کیا جائے گا کہ صدہا سال سے علماء وسائر مسلمین کو غلطی پر مان لینا نہایت سخت بات ہے، بلکہ تصریح فرماتے ہیں کہ ایسی قدیم محرابیں خود ہی دلیل قبلہ ہیں جن کے بعد تحری کرنے اور اپنا قیاس لگانے کی شرعاً اجازت نہیں، ایسی تشکیک بعض مدعیانِ ہیأت نے بعض محرابات نصب کردہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم میں بھی پیش کی حالانکہ بالیقین صحابہ کرام کا علم زائد تھا اُس کے بعد فلسفی ادعا کا سننا بھی حلال نہیں، ہاں تحقیق معلوم ہو

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۷

[2] شرح النقایۃ للبرجندی باب شروط الصلٰوۃ " منشی نولکشور لکھنؤ ۱/۸۹

marfat.com

Marfat.com

ہیأت والی اسی اعتراض ہی سے پیدا ہے کہ قطب شمالی شانۂ راست سے جانب پشت مائل ہونے کو دلیل انحراف بتایا اور بیدیا ...ٹھیک محاذات قطب میں بنانا چاہتے ہیں، علم ہیأت میں ادراک سمت قبلہ کے لئے دو طریقے ہیں ایک تقریبی کہ عامۂ کتب متداولہ میں مذکور، دوسرا تحقیقی کہ زیجات میں مسطور۔ یہاں سے واضح کہ یہ حضرات اُن ...ں سے مجبور، اگر وہ طریقۂ تقریبی جانتے اُن پر معترض نہ ہوتے کہ اس کی رُو سے سمتِ قبلہ علی گڑھ نکالیں تو ضرور قطب شمالی شانۂ راست سے جانب پشت ہی پھرا رہے گا کہ اس طریقہ پر علی گڑھ کا خطِ قبلہ نقطۂ مغرب سے ساڑھے دس ...ے جانب جنوب جھکا ہوا ہے۔ ظاہر ہے کہ نقطۂ مغرب کی طرف مُنہ کرتے تو قطب محاذات شانہ پر رہتا اب کہ مغرب سے ...ے جنوب کو پھرے، قطب ضرور جانب پشت میلان کرے گا، اور اگر طریقۂ تحقیقی سے آگاہ ہوتے ہرگز دیوار ...ید محاذی قطب بنانی نہ چاہتے کہ طریق تحقیقی میں بھی خط قبلہ علی گڑھ نقطۂ مغرب سے جنوب ہی کو مائل ہے اگرچہ نہ اُتنا ...ریق تقریب میں تھا ہم دونوں طریق تقریب وتحقیق ان شاء اللہ آخر کلام میں ذکر کریں گے۔

ثامنا محاذات قطب چاہنا بھی ان صاحبوں کے خیال میں علمائے اسلام رحمہم اللہ تعالیٰ کا صدقہ ہے ...ا منشا اگر ان کے خیال میں ہوتا مسجد کا ڈھانا فرض نہ کرتے، زمانۂ اقدس صحابۂ کرام بلکہ حضور پُر نور سید الانام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام سے غیر مکی کیلئے جہتِ کعبہ قبلہ قرار پائی ہے اصابت عین کی ہرگز تکلیف نہیں ولہذا صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بلاد متقاربہ بلکہ ملک بھر کے لئے ایک ہی قبلہ قرار دیا، ملک عراق کے واسطے باتباع ارشاد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفرمان فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ نے بین المشرق والمغرب قبلہ مقرر فرمایا، ائمہ کرام نے بخارا، سمرقند، نسف، ترمذ، بلخ، مرو، سرخس وغیرہا کا قبلہ مسقط راس العقرب بنایا، بیت المقدس، حلب، دمشق، رملہ، نابلس وغیرہا تمام ملک شام کا قبلہ ستارۂ قطب کو پس پشت لینا ٹھہرایا۔ کوفہ، بغداد، ہمدان، قزوین، طبرستان، جرجان وغیرہا میں نہر شاش تک قطب کو دہنے کان کے پیچھے، ملک عراق میں سیدھے (دائیں) شانے، ملک مصر میں بائیں کندھے، ملک یمن میں منہ کے سامنے بائیں کو ہٹا ہوا فرمایا۔ امام فقیہ ابوجعفر ہندوانی نے بغداد ...مقدس و بخارا شریف کا قبلہ ایک بتایا۔ علما نے خراسان وسمرقند وغیرہا بلاد مشرقیہ کے لئے جن میں ہندوستان بھی داخل بین المغربین قبلہ ٹھہرایا۔ امام اجل فقیہ النفس قاضی خان رحمہ اللہ تعالیٰ نے مشائخ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ سے دربارۂ قبلہ چند قول نقل فرمائے: بنات النعش صغری کو جس کی نعش کا سب سے روشن ستارہ قطب ہے دہنے کان ...رلے کر قدرے بائیں کو پھرنا، ستارۂ قطب کو سیدھے (دائیں) کان کے پیچھے لینا، مسقط راس العقرب کی طرف منہ کرنا، آفتاب جب برج جوزا میں ہو آخر وقت ظہر میں اُس کی سمت دیکھ کر ملحوظ رکھنا، مسقط دونسر طائر وواقع کے درمیان ...بین المغربین کے فاصلے سے دو ثلث دہنے ایک بائیں کو رکھنا۔ اور فرمایا کہ یہ سب اقوال باہم قریب ہیں ان تمام احکام کا مبنی وہی ہے کہ اعتبار جہت میں بڑی وسعت ہے فلسفی بیچارا آلات کا پٹارا خیالات کا پشتارا کھول کر بیٹھے تو ہرگز

marfat.com

Marfat.com

الزیلعی لایجوز التحری مع المحاریب[1]

امام زیلعی نے فرمایا محاریب کے ہوتے ہوئے تحری غور و فکر کی ضرورت نہیں۔ (ت)

اُسی میں ہے:

الکلام فی تحقیق ذلک یعنی الانحراف الکثیر ولا یقع علی وجہ الیقین مع البعد باخبار المیقاتی کما لا یخفی عند الفقہاء[2]

لیکن کلام انحراف کثیر کی تحقیق کے بارے میں ہے اور یہ بات بُعد کی صورت میں ماہر فلکیات کی بات سے یقینی طور پر حاصل نہیں ہوسکتی جیسا کہ فقہاء پر مخفی نہیں (ت)

حلیہ میں ہے:

المحراب فی حق المصلی قد صار کعین الکعبۃ ولہذا لا یجوز للشخص ان یجتہد فی المحاریب فایاک ان تنظر الی ما یقال ان قبلۃ اموی دمشق واکثر مساجدھا المبنیۃ علی سمت قبلتہ فیہا بعض انحراف اذ لا شک ان قبلۃ الاموی من حین فتح الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم ومن صلی منہم الیہا وکذا من بعدھم اعلم واوثق من فلکی لا ندری ھل اصاب ام اخطأ بل ذلک یرجح خطأہ وکل خیر من اتباع من سلف[3]

نمازی کے لئے محراب عین کعبہ کی طرح ہے اسی لئے کسی شخص کو روا نہیں کہ وہ محاریب میں اجتہاد یا غور و فکر کرے اس بات سے تو دُور رہ (جو کہا جاتا ہے) کہ جامع اموی دمشق اور اُسکی اکثر دیگر مساجد جو اسکی سمت پر بنائی گئی ہیں ان کی سمت قبلہ کچھ منحرف ہے کیونکہ جامع اموی کے قبلہ کا تعین اس وقت سے ہُوا ہے جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اس علاقہ کو فتح کیا تھا صحابہ کرام خود بھی اسی رُخ نماز ادا کرتے رہے اور اُن سے بعد کے لوگ بھی اور وہ حضرات اس فلکی سے زیادہ عالم اور ثقہ تھے اس فلکی کے بارے میں ہمیں کیا معلوم کہ اس کی رائے درست ہے یا غلط بلکہ اس کا خاطی ہونا ہی راجح ہے اور تمام خیر اسلاف کی اتباع میں ہے۔ (ت)

پھر علماء کے یہ ارشادات اس کے بارے میں تھے جو فنِ ہیأت کا ماہر کامل عالم فاضل ثقہ عادل ہو یہ نئی روشنی والے نہ فقہ سے مس نہ ہیأت سے خبر اور دین و دیانت کا حال روشن تر، ان کی بات کیا قابلِ التفات،

---

[1] فتاوٰی خیریۃ　　کتاب الصلوٰۃ　　مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت　　۱/۷

[2] 〃 〃　　〃　　〃 〃 〃　　۱/۹

[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com

Marfat.com

لايعي واختلف المشائخ رحمهم الله تعالى فيما سوى ذلك من الامصار، قال بعضهم اذا جعلت بنات نعش الصغرى على اذنك اليمنى يمينك وانحرفت قليلا الى شمالك فتلك القبلة، وقال بعضهم اذا جعلت الجدي خلف اذنك اليمنى فتلك القبلة وعن عبد الله المبارك وابي مطيع وابي معاذ وسلم بن سالم وعلي ابن يونس رحمهم الله تعالى انهم قالوا قبلتنا العقرب وعن بعضهم اذا كانت الشمس في برج الجوزاء ففي آخر وقت الظهر اذا استقبلت الشمس بوجهك فتلك القبلة وعن الفقيه ابي جعفر رحمه الله تعالى انه قال اذا قمت مستقبل المغارب فالنسر الواقع بسقوطه يكون بحذاء منكبك الايمن والنسر الطائر بسقوطه في وجهك بحذاء عينك اليمنى فالقبلة ما بينهما، قال قبلة بخارا هي على قبلتنا، وعن القاضي الامام صدر الاسلام قال القبلة ما بين النسرين، وعن الشيخ الامام ابي منصور الماتريدي رحمه الله تعالى انظر الى مغرب الشمس في اطول ايام السنة ثم في اقصر ايام السنة ودع الثلثين عن يمينك والثلث من يسارك فالقبلة عند ذلك وهذه الاقاويل بعضها قريب من بعض اهـ مختصرا۔

فرمایا، جدی (ستارہ) کو اپنے بائیں کاندھے پر کرو۔ ان کے علاوہ دیگر شہروں کے بارے میں مشائخ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اختلاف ہے۔ بعض کا قول یہ ہے کہ جب بنات نعش صغریٰ کو اپنے دائیں کان پر کرتے ہوئے تھوڑا سا اپنی بائیں طرف پھر جاؤ یہی تمہارا قبلہ ہے۔ اور بعض کا قول یہ ہے کہ جدی (ستارہ) کو جب اپنے بائیں کان کے پیچھے کرلے تو یہ تیرا قبلہ ہے۔ اور حضرت عبداللہ ابن مبارک، ابو مطیع، ابو معاذ، سلم بن سالم اور علی بن یونس رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمارا قبلہ عقرب (ستارہ) ہے۔ اور بعض کا کہنا یہ ہے کہ سورج برج جوزا میں ہو تو ظہر کے آخری وقت میں جب تو سورج کی طرف اپنے چہرے کو پھیر لے تو یہی تمہارا قبلہ ہے۔ اور فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب تم چہرہ مغارب کے سامنے کی طرف کرو تو نسر واقع تمہارے دائیں کاندھے کے برابر اور نسر طائر چہرے میں تمہاری دائیں آنکھ کے مقابل ہوگا جو ان کے درمیان ہو وہ قبلہ ہے، فرمایا اور بخارا کا قبلہ ہمارے ہی قبلہ پر ہے۔ اور امام قاضی صدر الاسلام کا قول ہے کہ قبلہ دونوں نسروں کے درمیان ہے۔ شیخ الاسلام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ تم سال کے بڑے دنوں میں سورج کے مغرب کی طرف دیکھو اسی طرح سال کے چھوٹے دنوں میں دیکھو پھر اپنی دائیں جانب سے دو تہائی اور بائیں جانب سے ایک تہائی چھوڑ دو تو یہ سمت قبلہ ہے۔ یہ تمام اقوال ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں اھ مختصراً (ت)

ک فتاوی قاضی خاں کتاب الصلوۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۳

marfat.com

Marfat.com

نہ اُن شہروں کا قبلہ ایک پاسکتا ہے نہ ملک بھر کی ایک سمت ٹھہرا سکتا ہے عرف نہیں جانا کہ [illegible] اوقات پر مبنی نہیں یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دین سمح سہل ہے۔ والحمد للہ رب العالمین قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اِنَّا اُمَّۃٌ اُمِّیَّۃٌ لا نکتب ولا نحسب[1] (تمام خوبیاں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم اُمّی اُمت ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب رکھتے ہیں۔ ت)

فتاوٰی خانیہ میں ہے:

جهة الكعبة تعرف بالدليل والدليل فى الامصار والقرى المحاريب التى نصبتها الصحابة والتابعون رضى الله تعالىٰ عنهم فحين فتحوا العراق جعلوا قبلة اهلها بين المشرق والمغرب لذلك قال ابوحنيفة رضى الله تعالىٰ عنه ان كان بالعراق جعل المغرب عن يمينه والمشرق عن يساره وهكذا قال محمد رحمه الله تعالىٰ وانما قال ذلك لقول عمر رضى الله تعالىٰ عنه اذا جعلت المغرب عن يمينك والمشرق عن يسارك فما بينهما قبلة لاهل العراق وحين فتح خراسان جعلوا قبلة اهلها ما بين مغرب الصيف ومغرب الشتاء فعلينا اتباعهم وعن ابى يوسف رحمه الله تعالىٰ انه قال فى قبلة اهل الرى اجعل الجُدَىَّ[ع] على منكبك

جہتِ کعبہ دلیل کے ذریعہ پہچانی جاسکتی ہے اور دلیل شہروں اور دیہاتوں میں وہ محرابیں ہیں جو صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے قائم کئے، صحابہ نے جب عراق کا علاقہ فتح کیا تو انھوں نے وہاں کے لوگوں کے لئے مشرق و مغرب کے درمیان جہتِ کعبہ مقرر کی اس لئے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا عراقی مغرب کو اپنی دائیں طرف اور مشرق کو اپنی بائیں طرف کرلے۔ اسی طرح امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، یہ انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کی اتباع میں کہا ہے جس میں ہے کہ جب تم مغرب کو اپنی دائیں اور مشرق کو اپنی بائیں طرف کرلے تو ان کے درمیان اہلِ عراق کا قبلہ ہے۔ اور جب صحابہ نے خراسان فتح کیا تو وہاں کے رہنے والوں کے لئے قبلہ موسم گرما کے مغرب اور موسم سرما کے مغرب کے درمیان قرار دیا۔ پس ہم پر ان کی اتباع لازم ہے۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ سے یہ مروی ہے کہ انھوں نے اہلِ رَے کے لئے قبلہ کا تعین کرتے ہوئے

[ع] بضم الجيم وفتح الدال وتشديد الياء اى جُدَىّ الفرقد اسم النجم الثاقب السابع فى اٰخر النعش الصغرىٰ ۱۲ العلامة حامد رضا رحمه الله تعالىٰ

جیم پر پیش، دال پر زبر، یاء مشدّد کے ساتھ یعنی جُدَیّ الفرقد یہ اس ساتویں ثاقب ستارے کا نام ہے جو نعش صغرٰی کے آخر میں ہے ۱۲ علامہ حامد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ (ت)

---

[1] صحیح مسلم باب وجوب صوم رمضان لرؤیۃ الہلال الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۴۷

marfat.com

Marfat.com

بیت المقدس من جملة الشام کدمشق وحلب ونحوذلک فلکل الاعتماد علی القطب بجعله خلفه ولابد فی ذلک من نوع انحراف لاهل ناحیة منها لکنه لا یضر کما قررناه[2]۔

بیت المقدس سب ملک شام کے حصے ہیں جیسا کہ دمشق اور حلب اور ان کے بعض حضرات[1] ان تمام کے لئے قطب ستارے پر اعتماد کو جائز قرار دیا ہے جبکہ وہاں کے رہنے والا اسے اپنے پیچھے کرے حالانکہ اس صورت میں یہاں سے ایک جانب رہنے والوں کیلئے کچھ نہ کچھ انحراف ضرور لازم آتا ہے، لیکن یہ انحراف نقصان دہ نہیں جیسے کہ ہم اس کو بیان کر آئے۔ (ت)

اسی حکم کی بنا پر ہندوستان میں ستارۂ قطب داہنے شانے پر لیا گیا ہے اور قدیم سے عام مساجد اسی سمت پر ہیں کہ بین المغربین کا اوسط مغرب اعتدال تھا اور اس کی طرف توجہ میں قطب سیدھے ہی شانے پر ہوتا ہے اور اس کی پہچان آسان اور اس میں انحراف بقدر (قدرے انحراف) مضر نہیں ولہذا اسی پر تعامل ہوا۔ یہ مدعیان ہیئات سمجھے کہ عام بلادِ ہندیہ شاید خاص علی گڑھ کا یہی قبلہ تحقیقی ہے حالانکہ وہ محض ناواقفی ہے۔ ہندوستان آٹھ درجے عرض شمالی سے پینتیس[35] درجے تک آباد ہے اور طولِ شرقی چھیاسٹھ[66] درجے سے بانوے[92] تک۔ یہ بھی ہندوستان کی خوش نصیبی ہے ۶۶ عدد ہیں اسم جلالت اللہ کے اور ۹۲ نام پاک محمد کے جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ ہم نے اپنے رسالہ کشف العلۃ عن سمت القبلۃ (۱۳۰۴ھ) میں براہینِ ہندسیہ سے ثابت کیا ہے کہ شروع جنوبی ہند جزیرہ سرندیپ وغیرہا سے تئیس[23] درجے چونتیس[34] دقیقے عرض تک جتنے بلاد ہیں جن میں مدراس، حاطہ بمبئی، حیدرآباد کا علاقہ وغیرہا داخل ہیں، سب کا قبلہ نقطۂ مغرب سے شمال کو جھکا ہوا ہے ستارہ قطب داہنے شانے سے سامنے کی جانب مائل ہوگا اور انتیسویں[29] درجۂ عرض سے اخیر شمالی ہند تک جس میں دہلی، بریلی، مرادآباد، میرٹھ، پنجاب، بلوچستان، شکارپور، قلات، پشاور، کشمیر وغیرہا داخل ہیں سب کا قبلہ جنوب کو جھکا ہوا ہے، قطب سیدھے کندھے سے پشت کی طرف میلان کرے گا۔ دلیل کی رُو سے یہ عام حکم ساڑھے بتیس[32] درجے سے ہوتا تھا مگر ۲۸ کے بعد سے ۳۲ تک عدم انحراف کے لئے جتنا طول درکار ہے ہندوستان میں اُس طول وعرض پر آبادی نہیں ۲۳°-۲۴° سے ۲۸° تک جتنے بلادِ کثیرہ ہیں اُن میں کسی کا قبلہ مغربی جنوبی، کسی کا خاص نقطہ مغرب کی طرف، علی گڑھ اسی قسم دوم میں ہے جس کا قبلہ جنوب کو مائل ہے۔ ہم نے اُس رسالے میں عرض الحل ہے

---

[1] ههنا سقط ۱۲ العلامة حامد رضا رحمه الله تعالٰی — یہاں کچھ عبارت ساقط ہوگئی ۱۲ علامہ حامد رضا رحمہ اللہ تعالٰی (ت)

---

[2] فتاوٰی خیریہ کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۷

marfat.com

Marfat.com

معراج الدرایہ و فتح القدیر و حلیہ میں ہے:

ولذا وضع العلماء قبلة بلد وبلدين وبلاد على سمت واحد فجعلوا قبلة بخارى وسمرقند ونسف وترمذ وبلخ ومرو وسرخس موضع الغروب اذا كانت الشمس فى اخر الميزان واول العقرب كما اقتضته الدلائل الموضوعة لمعرفة القبلة ولم يخرجوا لكل بلد سمتا لبقاء المقابلة والتوجة فى ذلك القدر ونحوه من المسافة۔[1]

اسی لئے علماء نے ایک شہر بلکہ دو شہر بلکہ متعدد شہروں کا قبلہ ایک ہی سمت مقرر کیا ہے مثلاً بخارا، سمرقند، نسف، ترمذ، بلخ، مرو، سرخس کا قبلہ موضع غروب (مستدراس العقرب) قرار دیا جب کہ شمس آخر میزان اور اول عقرب میں ہو جیسا کہ معرفت قبلہ کے لئے وضع کئے گئے دلائل اسی کا تقاضا کرتے ہیں اور ہر شہر کے لئے الگ الگ سمت مقرر نہ کی کیونکہ اس قدر یا اسی جیسی مسافت میں مقابلہ اور توجہ الی الکعبہ باقی رہتی ہے۔ (ت)

بحر و حلیہ و بحر و ردالمحتار وغیرہا میں ہے:

الجدى اذا جعله الواقف خلف اذنه اليمنى كان مستقبل القبلة ان كان بناحية الكوفة وبغداد وهمدان وقزوين وطبرستان وجرجان وما والاها الى نهر الشاش ويجعله من بمصر على عاتقه الايسر ومن بالعراق على عاتقه الايمن وباليمن قبالة المستقبل مما يلى جانبه الايسر وبالشام وراءه۔[2]

جب کھڑا ہونے والا جدی (قطب ستارہ) کو اپنے دائیں کان کے پیچھے کرلے تو اب اس کے سامنے جہت قبلہ ہے اگر وہ کوفہ، بغداد، ہمدان، قزوین، طبرستان، جرجان اور اس کے قرب و جوار نہر شاش تک کے علاقے میں رہنے والا ہو (تمام علاقوں کا قبلہ یہی ہے) مصر میں رہنے والا جدی (ستارہ قطب) اپنے بائیں کاندھے پر کرلے، عراقی دائیں کاندھے پر کرلے، یمنی اپنے سامنے کی اس جانب کرے جو بائیں جانب سے متصل ہے اور شامی اپنے پیچھے کی طرف کرلے۔ (ت)

فتاوٰی خیریہ میں ہے:

وذكر بعضهم ان اقوى الادلة القطب فيجعله من بالشام وراءه والرملة ونابلس

بعض علماء نے فرمایا کہ سب سے قوی دلیل قطب (ستارہ) ہے تو اہل شام اسے پشت کی طرف کریں، رملہ، نابلس،

---

[1] فتح القدیر باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۳۵

[2] البحرالرائق " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۸۵

marfat.com

Marfat.com

...و العباس اصم اپنے جزءِ حدیثی میں راوی امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: مابین ...مغرب قبلۃ (مشرق و مغرب کے درمیان قبلہ ہے۔ت) جامع ترمذی میں یہ قول متعدد صحابہ کرام ...مولٰی علی کرم اللہ وجہہ و حضرت عبداللہ بن عباس وغیرہما رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہونا بیان کیا اور ...بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں:

...جعلت المغرب عن یمینك والمشرق عن ...یسارك فما بینهما قبلة اذا استقبلت القبلة۔[2]

جب تُو مغرب کو داہنے ہاتھ پر لے اور مشرق کو بائیں پر تو ان دونوں کے اندر قبلہ ہے، اس وقت رُوبقبلہ ہولیا۔

اقول عبارتِ مذکورہ علما سے ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب تک مُنہ کرنے کے عوض پیٹھ کرنا نہ ہو کر قبلہ ...جنوب کو ہے یہ مشرق کو مُنہ کرے یا بالعکس، اُس وقت تک استقبال فوت نہ ہوگا، یہاں تک کہ اگر مغربی قبلہ والا ...جنوب یا شمال کو منہ کرکے کھڑا ہو یعنی کعبہ معظمہ کو ٹھیک دہنی یا بائیں کروٹ پڑے تو جہت ہنوز باقی رہی اور یہ ظاہر الفساد ...ہے پہلو کرنے کو کوئی مُنہ کرنا نہ کہے گا یہ فَوَلِّ وَجْهَكَ (پس اپنا چہرہ اقدس پھیریے۔ت) کے عوض وَلِّ جَنْبَكَ (اپنا ...پہلو مبارک پھیریے۔ت) رہے گا اور وہ بالاجماع باطل ہے ولہذا قولِ ظہیریہ اذا تیامن او تیاسر تجوز[3] (اگر ...دائیں یا بائیں ہوگیا تو جائز ہے۔ت) کی تاویل کی طرف دُرمختار میں اشارہ فرمایا ردالمحتار میں اس کی شرح کی:

...لیس المراد منه ان یجعل الکعبة عن یمینه ...او یسارہ اذ لا شك حینئذ فی خروجه عن ...الجهة بالکلیة بل المراد الانتقال عن عین ...الکعبة الی الیمین او الیسار[4] اھ ملخصاً۔

یعنی اس سے مراد یہ نہیں کہ وہ کعبہ کو دائیں یا بائیں کرے کیونکہ اس صورت میں وُہ بلاشک جہتِ کعبہ سے نکل جائے گا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وُہ عین کعبہ سے دائیں یا بائیں طرف منتقل ہوجائے اھ ملخصاً (ت)

...گرچہ یہ مراد نہیں ہوسکتی کہ اپنے یہاں کے نقاطِ اربعہ جہاتِ اربعہ کے اعتبار سے افقِ بلد کے دو نصف کیے جائیں، قبلہ ...جہاں سے جنوب یا شمال کو ہے (جیسے مدینہ طیبہ کہ اس کا قبلہ میزابِ رحمت ہے) تو جنوبی شمالی اور اگر مشرق یا ...مغرب کو ہے (جیسے ہندوستان میں کہ اُس کا قبلہ بابِ کعبہ و مقامِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہے) تو شرقی غربی،

---

[1] السنن الکبرٰی کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دار صادر (بیروت) ۲/ ۹

[2] جامع الترمذی باب ما جاء ان بین المشرق والمغرب قبلۃ مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۱/ ۴۶

[3] ردالمحتار مبحث فی استقبال القبلۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۱۵

[4] " " " " " " " " " " ۱/ ۳۱۶

marfat.com

Marfat.com

عرض لَحَم ہا تک ایک ایک دقیقے کے فاصلے سے ایک جدول دی ہے کہ اتنے عرض پر جب انحراف [illegible] ایک مغرب
اعتدال کی طرف ہوگا اس کے ملاحظہ سے واضح ہو سکتا ہے کہ ہندوستان میں کتنے شہروں کا تحقیقی قبلہ اس حکم مشہور سے [illegible]
ہے بایں ہمہ عام علماء درآمد اسی حکم واحد پر ہے اور کچھ مضر نہیں کہ حدودِ شرع سے باہر نہیں، بالجملہ یہ ناواقف لوگ اگر سمت حقیقی
چاہتے ہیں تو محاذاتِ قطب چاہنا باطل اور جہت پر قانع ہیں تو جہت اب بھی حاصل، بہرحال [illegible] کی تحریم
باطل، اس میں نماز کی تحریمی کراہت باطل۔ غرض اس بے معنی فتوے کی جہالت کہاں تک گنائے ہم اصل حکم شرع
بتوفیق اللہ تعالٰی واضح کریں کہ عیدگاہ مذکور ضرور حدودِ شرعیہ کے اندر ہے اس کا بیان چند افادوں پر موقوف، فاقول
وماتوفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں اسی پر بھروسا ہے اور
اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ ت)

افادۂ اُولٰی: جہتِ قبلہ کی حد کیا ہے کہ جب اس سے باہر ہو جہت سے باہر ہو، اس بارے میں
عباراتِ علماء متعدد وجوہ پر پائی گئیں:

اوّل جب مشارق مغارب نہ بدلیں جہت نہ بدلے گی۔ فتح القدیر و بحرالرائق و خیریہ و طحطاوی و ردالمحتار وغیرہا
کُتبِ کثیرہ میں یہاں اور نیز مسئلۂ اقتداء بالشافعی میں ہے:

الانحراف المفسد ان یجاوز المشارق الی المغارب[1] وفی الخیریۃ بعد ماقدمنا عنہ فی الایراد السابع وعند تحققنا بالخطأ نزال الغطاء وھو فی اختلاف الجھۃ بحیث یکون متجاوز المشارق الی المغارب[2]۔

مفسدِ نماز وہ انحراف جو مشارق سے مغارب کی طرف متجاوز ہو۔ اور فتاوٰی خیریہ میں اس گفتگو کے بعد جو پہلے ایرادِ سابع میں بیان کرچکے) ہے۔ جب ہمیں خطاء کا تحقیقی ثبوت مل گیا تو پردہ اٹھ گیا یعنی کوئی اشکال نہ رہا، وہ یہ ہے کہ جہت کبھی مختلف ہوجاتی ہے جب مشارق ومغارب سے متجاوز ہوں (یعنی مشارق مغارب بدل جائیں)۔ (ت)

اور اس کی تائید اُس حدیث سے کی گئی کہ ترمذی و ابن ماجہ وحاکم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ترمذی نے
کہا حسن صحیح ہے حاکم نے کہا برشرطِ بخاری ومسلم صحیح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ما بین المشرق
والمغرب قبلۃ[3] مشرق ومغرب کے درمیان قبلہ ہے۔ امام مالک مؤطا اور ابوبکر ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق مصنفات

---

[1] البحرالرائق | باب شروط الصلٰوۃ | مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱/۲۸۵
[2] فتاوٰی خیریۃ | کتاب الصلٰوۃ | " دارالمعرفۃ بیروت | ۱/۹
[3] جامع الترمذی | باب ماجاء ان بین المشرق والمغرب قبلۃ | مطبوعہ امین کمپنی دہلی | ۱/۴۶

marfat.com

Marfat.com

...فانما يستقيم فيما اذا كان التوجه ... الى المغرب و بالعكس مسامتا ... اما تحقيقا او تقريبا على ... لا على اى وجه كان ذلك التوجه ... من احدى الجهتين الى الاخرى فتنبيه له ... للعلم به لم يفصحوا به[1]

ظاہر یہ ہے یہ اس صورت میں درست ہوگا جب توجہ مشرق سے جانب مغرب یا بالعکس ہوائے کعبہ کی سمت حقیقتاً یا تقریباً باقی رہے جیسے کہ ہم نے ذکر کیا یہ نہیں کہ ہر صورت میں درست ہوگا یعنی جب دونوں جہتوں میں سے ایک کی توجہ دوسری کی طرف ہو۔ یہ اس کے لئے تنبیہ ہے اور گویا اس بات کا علم تھا اس لئے انھوں نے وضاحت نہیں کی۔ (ت)

...ہی رد المحتار میں اُسے مؤول کیا کما سیأتی وللعبد الضعیف فیہ کلام ستعرفہ ان شاء اللہ تعالٰی ... جیسے کہ عنقریب آئیگا اور عبد ضعیف کو اس میں کلام ہے جس سے ان شاء اللہ تعالٰی آگاہی ہوگی۔ ت)

...دوم کہ عامۂ کتب میں شہرت وافیہ رکھتا ہے کہ اتنا پھر سکتا ہے جس میں مُنہ یعنی وجہ کا کوئی حصہ مقابل ... کعبہ معظمہ رہے دو مسطح چیزوں میں مقابلہ تھوڑے انحراف سے زائل ہو جاتا ہے مگر قوس کا مقابلہ بے انحراف کثیر زائل ... ہوگا اور حق جل وعلا نے انسان کا چہرہ مقوس بنایا ہے تو جب تک کوئی حصۂ رُخ مقابل رہے گا استقبال بالوجہ حاصل ... رہے گا اور فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (پس اپنا چہرۂ اقدس مسجدِ حرام کی طرف پھیر لو۔ ت) ... کا امتثال ہو جائے گا۔

اقول اُس کی وجہ یہ ہے کہ سطح مستوی پر جتنے خط عمود ہوں گے سب کی سمت ایک ہوگی جب اُن میں ... ایک مقابلہ سے منحرف ہوا سب منحرف ہوگئے بخلاف قوس کہ اُس کے ہر نقطہ کے خطِ مماس پر نقطۂ تماس سے جو عمود ... قائم ہوگا جُداجہت رکھے گا تو اُس کا مقابلہ زائل ہوا دوسرے کا ہوگا اُس کا نہ رہا اور کا ہوگا یہاں تک کہ قوس ختم ہو جائے۔ ... معراج الدرایہ و فتح القدیر و زاد الفقیر و حلیہ و غنیہ و البحر الرائق و فتاوٰی خیریہ و در مختار و رد المحتار و غیرہا میں ہے،

... وهذا لفظ الاخير ثم اعلم انه ذكر فى المعراج ... عن شيخه ان جهة الكعبة هى الجانب ... الذى اذا توجه اليه الانسان يكون مسامتا ... للكعبة او هوائها تحقيقا او تقريبا ومعنى

آخری کتاب کے الفاظ یہ ہیں: پھر جان لے کہ معراج الدرایہ میں اپنے شیخ سے ذکر کیا ہے کہ جہتِ کعبہ سے مراد وہ جانب ہے کہ انسان جب اُسکی طرف توجہ کرے تو انسان کا چہرہ کعبہ یا ہوائے کعبہ کی جانب تحقیقاً یا

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com

Marfat.com

پھر جس نصف میں کعبہ ہے مصلی اس میں کسی طرف منہ کرے استقبال ہو جائے گا [illegible]

سے نکل جائے گا یہ پہلے سے بھی زیادہ ظاہر البطلان ہے کہ اس پر استقبال [illegible] نماز فاسد [illegible]

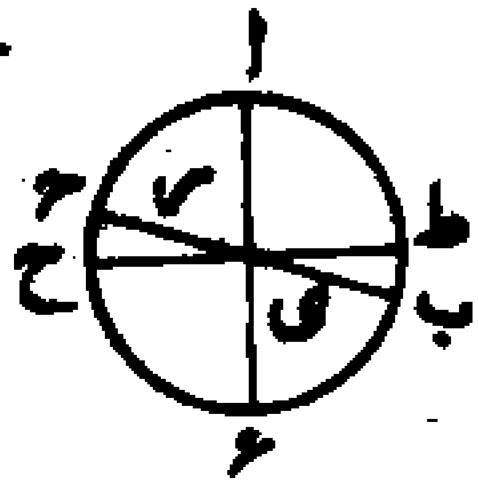

استدبار قبلہ میں صحیح ٹھہرتی ہے۔ فرض کرو ا ب ء ہ [illegible] دائرۂ افق ہے [illegible]

ا نقطۂ مغرب ء نقطۂ مشرق ہے تو ہ ا ح [illegible] غربی [illegible] منہ کرے تو [illegible]

میں واقع ہو مصلی نقطۂ ط کی طرف منہ کرے تو اس کی توجہ اسی [illegible] کی طرف واقع [illegible]

مگر قطعاً اس کی پشت کعبہ کو ہے اور ح کی طرف استقبال کرے تو نماز نہ ہو کہ نصف بدل گیا حالانکہ وہ قطعاً استقبال [illegible]

بلکہ معنی یہ ہیں کہ ایک خط مستقیم موضعِ مصلی ومحلِ کعبہ میں وصل کیا جائے اور دوسرا خط کہ اس پر عمود ہو جانبین میں دائرۂ افق

تک ملا دیا جائے اس عمود سے جو افق کے دو نصف ہوئے اُن میں قبلہ اُس حصہ میں ہے جس کے ٹھیک وسط میں کعبہ ہے

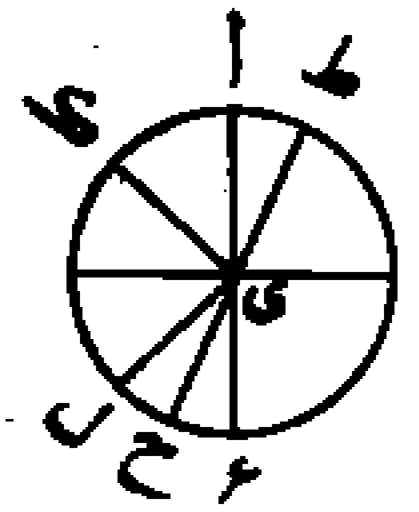

پس صورت مفروضہ میں تصویر سمت یہ ہے خط ی ک خط قبلۂ تحقیقی اور ح ط [illegible]

پر عمود قوس ح ک ط میں قبلہ ہے اس قدر سے وہ استقبالے تو اُڑ گئے مگر

ایراد اول ہنوز باقی ہے کہ ظاہر یہ کہ نقطتین ح ط کے اندر اندر ساری قوس جہت [illegible]

اور شک نہیں کہ ح ط در کنار ا ل کی طرف منہ کرنا بھی یقیناً تیامن تیاسر ہے [illegible]

استقبال و لہذا علمانے اسے مشکل جانا اور تاویل و تقلید کی طرف متوجہ ہوئے [illegible]

کہ اس سے مراد صرف وہ حصۂ قوس ہے جس کی طرف توجہ میں ہوائے کعبہ سے کچھ بھی محاذات ومسامتت باقی ہے اگر

تقریباً ثلث ہے کہ جس نقطے کو چاہو منہ کرلو۔ منحۃ الخالق میں ہے:

قوله وفی الفتاوی الانحراف المفسد ان یتجاوز المشارق الی المغارب، کذا نقله فی فتح القدیر وهو مشکل فان مقتضاه ان الانحراف اذا لم یوصله الی هذا القدر لا یفسد[1] الخ۔

اس کا قول فتاوٰی میں ہے کہ مفسد نماز وہ انحراف ہے جو مشارق سے مغارب کی طرف متجاوز ہو، فتح القدیر میں اسی طرح منقول ہے حالانکہ یہ صورت مشکل ہے کیونکہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ انحراف اس کو جب تک اس مقدار تک نہ پہنچائے وہ مفسد نماز نہ ہوگا الخ [illegible]

حلیہ میں فرمایا:

م قبلة اهل المشرق المغرب عندنا، ش هذا فی الذخیرة (الی ان قال) ثم

م (متن) اہلِ مشرق کا قبلہ ہمارے نزدیک مغرب ہے ش (شرح) یہ ذخیرہ میں ہے (آگے چل کر کہا) پھر

---

[1] منحۃ الخالق حاشیۃ البحر الرائق باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۸۵

marfat.com
Marfat.com

المصلی بل منہا او من جوانبہا کما دل قول الدرر من جبین المصلی فان ...طرفی الجبہۃ وھما جبینان وعلی ...ما یحمل ما فی الفتح والبحر عن ... من ان الانحراف المفسد ان یجاوز المشارق الی المغارب۔[1]

نمازی کی پیشانی سے خارج ہو بلکہ پیشانی یا پیشانی کے کسی ایک حصّہ سے خارج ہو جیسے کہ اس پر درر کے یہ الفاظ دال ہیں، وُہ خط نمازی کے جبین سے خارج ہو، کیونکہ جبین پیشانی کی ایک طرف کو کہتے ہیں اور اس کے دونوں طرف دو جبینیں ہوئے۔ یہ جو ہم نے گفتگو کی ہے اسی پر اس کو محمول کیا جائے جو فتح القدیر ...رائق میں فتاوٰی سے منقول ہے، یعنی مفسدِ نماز وُہ انحراف ہے جس سے مشارق مغارب بدل جائیں (ت)

اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہُوں۔ ت) تمام کتب مذکورہ میں شیئ من ...سطح الوجہ (سطحِ چہرہ کا کچھ حصّہ۔ ت) کا لفظ ہے اور ہمارے مذہب میں ایک کان سے دوسرے تک ...سب سطحِ وجہ ہے ولہذا ما بین العذار والاذن (رخسار اور کان کا درمیانی حصّہ۔ ت) کا دھونا بھی وضو میں فرض ...ہوا اور قطعاً معلوم ہے کہ جب کوئی کسی نقطہ اُفق کی محاذات پر کھڑا ہو تو اس کی سطح وجہ کی محاذات نصف دائرہ افق کو گھیرے گی تو ربع دور تک پھرنا روا ہوگا اور ٹھیک جنوب یا شمال کو مُنہ کئے سے مستقبل کعبہ قرار پائے گا کہ کان کے متصل جو سطحِ وجہ یعنی کنپٹی کا حصّہ ہے ضرور محاذی کعبہ ہے حالانکہ وہ بداہۃً متیامن یا متیاسر نہ کہ مستقبل تو اس قول کے ظاہر پر بھی وہی استبعادِ شدید لازم جو عبارت اولٰی پر تھا اور حلیہ ورد المحتار کے قول کو اس دوم کے ساتھ تاویل کرنا

حیث قال فی الحلیۃ اوتقریبا علی ما ذکرناہ وما ذکرھو ھذا القول الثانی من بقاء شیئ من سطح الوجہ مسامتا وسمعت انفا قول الشامی۔

جہاں حلیہ میں کہا: یا وہ تقریباً محاذی جیسے کہ ہم ذکر کر آئے، اور جو انھوں نے ذکر کیا وہ قولِ ثانی یہی ہے کہ سطحِ وجہ کا کوئی حصّہ سمتِ کعبہ میں باقی رہے۔ اور شامی کا قول ابھی آپ نے سُنا۔ (ت)

اصلاً نافع نہ ہُوا کہ یہ کلام بھی اپنے ظاہر پر اُتنا ہی وسیع ہے جتنا قولِ اوّل تھا اور یہ زنہار نہ قابلِ اعتبار نہ مرادِ علما ہونے کا سزاوار، مثلاً جہاں کعبہ خاص سمت قبلہ مغرب ہو اگر کوئی شخص ٹھیک نقطہ جنوب وشمال کو مُنہ کرے یا نہ سہی بلکہ دو تین درجے مغرب کو پھرا ہی مانیے کہ مسافات بعیدہ میں اتنا انحراف فرق محسوس نہیں دیتا تو یقیناً یہی کہا جائے گا کہ اُس کا منہ جنوب یا شمال کو ہے نہ کہ کعبہ معظمہ کو، حالانکہ اُس کی سطح کی وجہ سے بعض جُز بلاشُبہہ مسامت کعبہ ہے

نعم رأیت الفاضل عبد الحلیم الرومی من

ہاں میں نے دورِ عثمانی کے علماء میں سے عبد الحلیم رومی

---

[1] ردالمحتار مبحث فی استقبال القبلۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۸۸

marfat.com

Marfat.com

القریب ان یکون منحرفا عنہا او عن ھوائہا بما لا تزول بہ المقابلۃ بالکلیۃ بان یبقی شیئ من سطح الوجہ مسامتا لہا او لھوائہا اھ[1]۔

قریباً بالکلیہ۔ [illegible] کعبہ سے تھوڑا منحرف ہو جس سے بالکلیہ مقابلہ زائل نہ ہو بایں طور کہ چہرہ کی سطح کا کچھ حصہ کعبہ یا ہوائے کعبہ کی سمت باقی رہے

جامع الرموز میں ہے :

لا باس بالانحراف انحرافا لا تزول بہ المقابلۃ بالکلیۃ بان یبقی شیئ من سطح الوجہ مسامتا للکعبۃ[2]۔

ایسے انحراف میں کوئی حرج نہیں جس سے تقابل بالکلیہ ختم نہ ہو بایں طور کہ سطح چہرہ کا کچھ حصہ کعبہ کی جانب باقی رہے۔ (ت)

درر میں ہے :

فیعلم منہ انہ لو انحرف عن العین انحرافا لا یزول بہ المقابلۃ بالکلیۃ جاز یؤیدہ ما قال فی الظہیریۃ اذا تیامن او تیاسر یجوز لان وجہ الانسان مقوس فعند التیامن او التیاسر یکون احد جوانبہ الی القبلۃ[3]۔

تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ عین کعبہ سے اتنا منحرف ہو جس سے بالکلیہ مقابلہ ختم نہ ہوتا ہو تو نماز جائز ہو، ظہیریہ کا یہ قول بھی اس کی تائید کرتا ہے جب انسان تیامن تیاسر ہو گیا تو نماز جائز ہے کیونکہ انسان کا چہرہ کمان کی طرح گول ہے تھوڑا سا دائیں بائیں ہونے سے اس کی کوئی ایک جانب قبلہ رُخ باقی رہے گی (ت)

ردالمحتار میں ہے :

فعلم ان الانحراف الیسیر لا یضر وھو الذی یبقی معہ الوجہ او شیئ من جوانبہ مسامتا لعین الکعبۃ او لھوائہا بان یخرج الخط من الوجہ او من بعض جوانبہ ویمر علی الکعبۃ او ھوائہا مستقیما ولا یلزم ان یکون الخط الخارج علی استقامۃ خارجا من

تو اس سے معلوم ہوا کہ تھوڑا انحراف نقصان دہ نہیں وہ تھوڑا انحراف یہ ہے کہ چہرہ یا چہرہ کی کوئی ایک جانب عین کعبہ یا ہوائے کعبہ کے مقابل باقی رہے بایں طور کہ چہرے یا اس کی کسی ایک جانب سے نکلنے والا خط کعبہ یا ہوائے کعبہ کی طرف مستقیم (سیدھا) ہو کر گزرے یہ ضروری نہیں کہ نکلنے والا خط سیدھا

---

[1] ردالمحتار مبحث فی استقبال القبلۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۸۷

[2] جامع الرموز باب شروط الصلٰوۃ مطبوعہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۳۰

[3] الدرر الحکام شرح غرر الاحکام باب شروط الصلٰوۃ مطبع احمد کامل الکائنۃ فی دار السعادت بیروت ۱/۶۰

marfat.com

Marfat.com

بتوسع وهولا یکون لمقوس قط مع مسطح بوس نقطة واحدة تحقیقا وبعض نقاط مجاورة اخری تقریبا۔

مسامت نہیں ہے اور یہ بات مسطح کے ہوتے ہوئے مقوس میں قطعاً نہیں ہوگی مگر نقطہ واحدہ سے تحقیقاً اور بعض دُوسرے نقاطِ متصلہ سے تقریباً۔

فاولاً لا امکان لمقابلة طرف بکله الا مجازا۔

پس **اولاً** تو یہ ہے کہ ایک طرف کا مقابلہ کُلی طور پر ممکن ہی نہیں البتہ مجازاً ہوسکتا ہے۔

وثانیاً اذ تقابل طرف من قوس مسطحا استحال ان یقابله شیٔ من طرفها الاٰخر لما قدمنا ان الاعمدة الخارجة من مماسات القوس لا یکون اثنان منها الی جهة واحدة قط الم تعلم ان تلك الاعمدة کلها هی الخطوط الخارجة من المرکز الی نقاط القوس اوعلی سموتها وکلها تلتقی علی المرکز فان اتصل اثنان منها بمقابل کالکعبة او الخط المار بها عرضا الی الافق واحدث کل علیه قائمتین ووصلنا بینهما اجتمع فی مثلث قائمتان وهو محال فتبصر۔

وثانیاً جب ایک طرف قوس مسطح کے مقابل ہو تو اس کی دُوسری طرف کے کسی حصّے کا اس کے مقابل ہونا محال ہے جیسا کہ ہم پیچھے بیان کر آئے کہ مماساتِ قوس سے جو نکلنے والے خارجی عمود ہیں ان میں سے فقط دو جہتِ واحدہ کی طرف متصل نہ ہوں گے، آپ کو یہ معلوم نہیں کہ وہ تمام کے تمام عمود مرکز سے نقاطِ قوس کی طرف یا ان کی سمتوں پر نکلنے والے خطوط ہی ہیں اور تمام کے تمام مرکز پر مل رہے ہیں، ان میں سے اگر دو مقابل کے ساتھ متصل ہوجائیں جیسے کعبہ یا وُہ خط جو کعبہ کے ساتھ عرضاً افق کی طرف گزر رہا ہے اور ہر ایک اس پر دو قائمے پیدا کردے اور ہم ان کے درمیان اتصال کردیں تو ایک مثلث میں دو قائموں کا اجتماع لازم آئیگا جو کہ محال ہے پس تدبّر کرو۔ (ت)

سوم وسطِ راس مقابل ہر دو چشم سے ایک زاویہ بناتے آنکھوں پر گزرتے دو خط نکلیں یہ جہاں تک پھیلیں کعبہ جب تک ان کے اندر رہے جہت باقی ہے اور دونوں سے باہر واقع ہو تو نہیں۔ یہ امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی پھر علامہ تفتازانی نے شرح کشاف پھر علامہ مولٰی خسرو نے درر میں افادہ فرمایا ان دونوں نے اُس زاویہ کی مقدار نہ بتائی جو وسطِ سر میں التقائے خطین سے بنے گا اور امام حجۃ الاسلام نے تصریح فرمائی کہ قائمہ ہو، درر میں اصابت جہت کی ایک وجہ بیان کرکے فرمایا:

اونقول هوان تقع الکعبة فیما بین خطین یلتقیان فی الدماغ

یا ہم کہتے ہیں جہتِ قبلہ یہ ہے کہ کعبہ واقع ہو درمیانِ ان دو خطوں کے جو وسطِ راس (دماغ) میں ملتے ہوئے

marfat.com

Marfat.com

علماء الدولة العثمانية ذكر فی حاشیته علی الدرر تعقید عبارتها حیث قال **قوله** یکون احد جوانبه الی القبلة لایرید به زوال الطرف الاٰخر عن المقابلة بالکلیة کما ظن بل المراد مقابلة طرف بکله مقابلة شیئ من سطح الاٰخر مسامتا کما هو المفهوم من المنبع[1] اھ **اقول** لم یذکر عبارة المنبع حتی ینظر فیها وهو مع مخالفته لظاهر الدرر لایلائمه نص عامة الکتب المذکورة من الاجتزاء ببقاء شیئ من سطح الوجه مسامتا فانه صریح فی عدم الحاجة الی مسامتة ما فی الباقی اصلا بل **اقول** لعلك ان امعنت النظر لم تره یرجع الی صحة فان المسامتة لابد لها من مقابلة حقیقیة فی الحقیقیة لوسط الجبهة و فی التقریبیة شیئ من الاطراف اما اذا فاتت مقابلة الحقیقیة اصلا فلا مسامتة فلا استقبال فلا صلٰوة والمقابلة انما تکون باتصال الخط قوائم الا ترٰی ا ح ۃ ان سطح ایقابل ب و ح یواجه ۶ اما ۃ فلا یسامت س لعدم الاتصال علی قوائم

کردیا جنہوں نے شرح ... کی عبارت کو مقید ذکر کیا اسکی عبارت یہ ہے **قولہ** یکون احد جوانبہ الی القبلۃ (کہ قبلہ کی ایک جانب کی طرف ہو) اس سے انکی مراد یہ نہیں کہ دوسری جانب بالکل مسامتت قبلہ سے ختم ہوجائے جیسا کہ گمان کیا گیا ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک طرف کلیۃً محاذی ہو اور دوسری کی سطح کا کچھ مسامت ہے جیسا کہ منبع سے یہی مفہوم ہوتا ہے اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) انہوں نے منبع کی عبارت ذکر نہیں کی تاکہ اس پر غور کیا جاسکے اور ان کا یہ قول ظاہر درر کے مخالف ہے اور اس سے مناسبت بھی نہیں کھاتا نیز عامہ کتب مذکورہ کے نصوص کے بھی خلاف ہے کیونکہ کتب مذکورہ نے سطح وجہ کے کسی حصّہ کے سمتِ قبلہ میں ہونے کو کافی قرار دیا ہے یہ اس بات کی صراحت ہے کہ باقی حصّہ کا مسامت و محاذی ہونا قطعاً ضروری نہیں۔ بل **اقول** (بلکہ میں کہتا ہوں) اگر تو غور و فکر کرے تو تُو اس قول کو صحیح نہیں پائے گا کیونکہ مسامتت حقیقی کے لئے حقیقۃً وسطِ پیشانی کا مقابل ہونا ضروری ہے اور مسامتت تقریبی کے لئے چہرے کی کسی ایک طرف کا مقابل ہونا کافی ہے۔ پس جب مقابلہ حقیقی اصلاً ختم ہوگیا تو اب نہ مسامتت رہی نہ استقبالِ قبلہ رہا نہ نماز درست ہوگی۔ اور مقابلہ قائموں پر خط کے اتصال سے بنتا ہے۔ آپ نہیں دیکھتے ا ح ۃ میں کہ سطح ا مقابل ہے ب کے اور ح کے مواجہ ہے لیکن ۃ ب ۶ ح کے قائموں پر عدم اتصال کی وجہ سے سا...

---

[1] حاشیۃ الدرر علی غرر لعبد الحلیم الرومی باب شروط الصلٰوۃ مطبوعہ مطبع عثمانیہ دار سعادت بیروت ۱/۵۲

marfat.com

Marfat.com

القائمۃ۔

اقول وبما قررنا ظهر قلق ماقال الفاضل الحلیمی افندی فی حاشیتہ الدرران حاصلہ ان تقع الکعبۃ بین خطین یخرجان من العینین وان کان احد الخطین طویلا کما ھو المشاھد عند انحراف التوجہ[1] اھ فان الخطین یمتدان الی الافق فلامساغ ثمہ لطول وقصر ولاداعی الی قطعھما علی حد وانما النظر الی الفضاء الحاصل بینھما ان تقع الکعبۃ فیہ۔

پیدا ہوں اسی وجہ سے "قائمۃ" بطور مفرد ذکر کیا۔

اقول (میں کہتا ہوں) ہماری اس تقریر سے وُہ اضطراب اور پیچیدگی بھی ظاہر ہوگئی جو کہ فاضل حلیمی آفندی نے اپنے حاشیۂ درر میں پیدا کی ہے انھوں نے کہا، اس کا حاصل یہ ہے کہ کعبہ ایسے دو خطوں کے درمیان واقع ہو جو دونوں آنکھوں سے نکلتے ہوں اگرچہ ان دو خطوں میں ایک طویل ہو جیساکہ انحرافِ توجہ کے وقت مشاہدہ میں آتا ہے اھ۔ کیونکہ دونوں خط جب اُفق کی طرف ممتد ہوتے ہیں تو وہاں نہ طول و قصر رہتا ہے اور نہ ہی کسی حد پر دونوں کے قطع کا کوئی داعی ملتا ہے اس صورت میں ان دونوں کے درمیان حاصل ہونے والی فضاء میں نظر اس طرح ہوتی ہے گویا کعبہ اسی فضاء میں واقع ہے۔ (ت)

اقول اس قول پر یہ خط جو وسطِ دماغ محاذی عینین سے زاویۂ قائمہ بناتے نکلے ان کے اندر کعبہ کسی طرح واقع ہونا مطلقاً حصولِ جہت کو کافی ہے اگرچہ ایک خط کعبہ سے ملا ہوا گزرے اب اگر یہاں یہ معنی لئے جائیں کہ یہ دونوں خط جہاں تک پھیلیں ان کے اندر اندر جو کچھ ہے جہتِ کعبہ ہے اس کی طرف توجہ بجہت کعبہ ہے جیساکہ احیاء امام حجۃ الاسلام سے نقل کیا گیا ولم ارہ فیہ ولا فی شرحہ اتحاف السادۃ فی کتاب اسرار الصلٰوۃ (حالانکہ یہ بات مجھے احیاء العلوم اور اس کی شرح اتحاف السادہ کی کتاب اسرار الصلٰوۃ میں نہیں ملی۔ت) کہ ان دونوں خطوں کا بیان کرکے فرمایا فمایقع بین الخطین الخارجین من العینین فھو داخل فی الجھۃ (پس جو دونوں آنکھوں سے نکلنے والے خطوط کے درمیان واقع ہوگا وہ جہتِ قبلہ میں داخل ہے۔ت) تو اس تقدیر پر یہ قول بھی مثل دو قول پیشیں اُتنی ہی وُسعتِ بعیدہ رکھے گا کہ جب زاویہ قائمہ ہے اور اُس کے

---

[1] حاشیۃ الدرر علی الغرر للفاضل الحلیمی باب شروط الصلٰوۃ مطبوعہ مطبع عثمانیہ دار سعادت بیروت ۱/۵۲

marfat.com

Marfat.com

فيخرجان الى العينين كساقى مثلث كذا قال النحرير التفتازانى فى شرح الكشاف[1]

دونوں آنکھوں پر گزریں جیسے مثلث کی دو ساقیں ہوتی ہیں، اسی طرح علامہ تفتازانی نے شرح کشاف میں بیان کیا ہے۔ (ت)

شرح نقایہ علامہ برجندی میں ہے،

معنى التوجه الى جهة الكعبة هو ان تقع الكعبة بين خطين يخرجان من العينين ويلتقيان فى ما داخل الرأس بين العينين على زاوية قائمة كذا ذكره الامام الغزالى فى الاحياء ثم قال البرجندى فعلى هذا لو وصل الخط الخارج من العينين الى جدار الكعبة يقع على حادة او منفرجة لم يكن مقابلا للكعبة وهو لا يخلو عن بعد اھ[2]

جہتِ کعبہ کی طرف توجہ (منہ) کرنے کا معنی یہ ہے کہ کعبہ ایسے دو خطوں کے درمیان واقع ہو جو دونوں آنکھوں سے نکلیں اور جہاں ان کی دونوں طرفیں وسطِ راس میں دونوں آنکھوں کے درمیان زاویہ قائمہ پر ملاقی ہوں۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں اسے اسی طرح ذکر کیا ہے۔ پھر علامہ برجندی نے کہا اس بنا پر اگر آنکھوں سے نکلنے والا خط کعبہ کی دیوار کی جانب سے گا تو زاویہ حادہ یا زاویہ منفرجہ پر واقع ہوگا تو یہ کعبہ کے مقابل نہ ہوگا اور وہ بُعد سے خالی نہیں اھ

اقول هذا عجيب من مثل ذلك الجهبذ المبرز فى الفنون الهندسية۔

اقول (میں کہتا ہوں) فنونِ ہندسہ کے ایسے عظیم اور ماہر شخص سے ایسا قول بڑا تعجب خیز ہے۔

فاولاً انما قال الامام ان تقع الكعبة بين الخطين لا ان يصل شئ منهما الى جدار الكعبة۔

فاولاً اس لیے کہ امام غزالی نے صرف یہ کہا کہ کعبہ دو خطوں کے درمیان واقع ہو، یہ نہیں کہا کہ آنکھوں سے نکلنے والا خط دیوارِ کعبہ سے متصل ہو۔

وثانياً انما قال يلتقيان بين العينين على قائمة لا على ان يتصل احدهما بالكعبة فيحدث هنالك قائمتين ولذلك افرد

ثانیاً اس لئے کہ انھوں نے یہ کہا کہ دونوں خطوں کا اتصال دونوں آنکھوں کے درمیان زاویہ قائمہ پر ہو، یہ نہیں کہا کہ ان میں سے ایک کا اتصال کعبہ کے ساتھ ہو کہ پھر وہاں سے دو زاویے قائمے

---

[1] الدرر الحکام شرح غرر الاحکام باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ احمد کامل الکائنہ دار سعادت بیروت ۱/۶۰
[2] شرح النقایۃ للبرجندی " " " نولکشور لکھنؤ ۱/۸۹

marfat.com

Marfat.com

ان المعراج هي الطريقة التي في الدرر الا انه في المعراج جعل الخط الثاني مارا على المصلي على ما هو المتبادر من عبارته وفي الدرر جعله مارا على الكعبة[1] اهـ ثم صور الذي في المعراج هكذا:

جیسے ہم بیان کر آئے، پھر معراج والا طریقہ یہ دُرر میں ذکر کردہ پہلا ہی طریقہ ہے، مگر اتنا فرق ہے کہ معراج میں دوسرے خط کو نمازی پر سے گزرنے والا قرار دیا ہے جیسا کہ اس کی عبارت سے سمجھا جا رہا ہے۔ اور دُرر میں اس کو کعبہ پر سے گزرنے والا قرار دیا ہے اھ۔ اس کے بعد علامہ شامی نے (دونوں کے فرق کو واضح کرتے ہوئے) ایک معراج والی اور دوسری دُرر والی تصویر بنائی: (ت)

ثم صور الذي في المعراج هكذا

(معراج والی صورت)

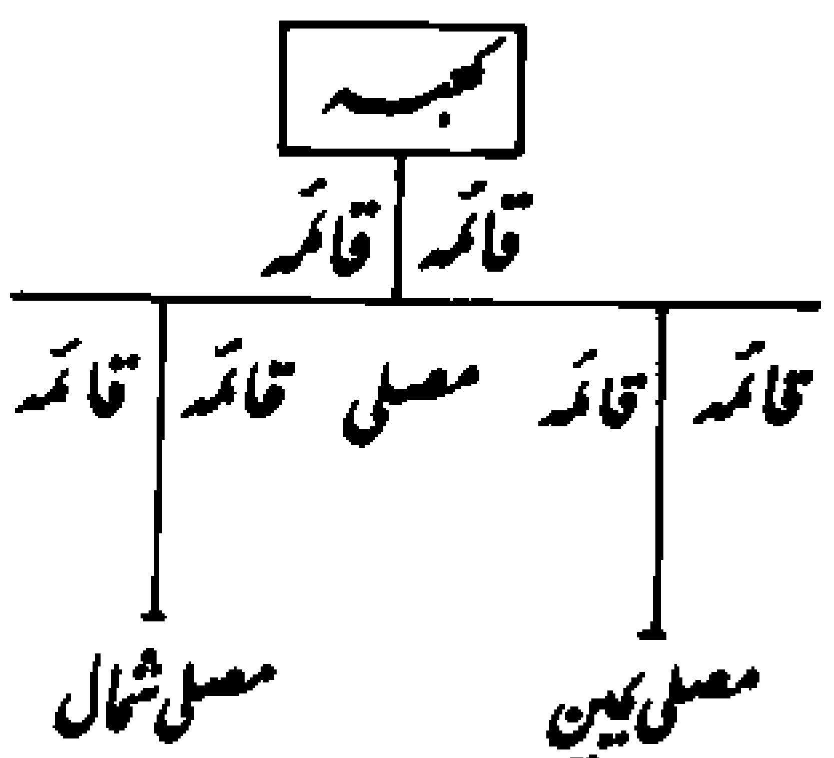

و الذي في الدرر من الوجه الاول هكذا

(دُرر کی پہلی وجہ والی صورت)

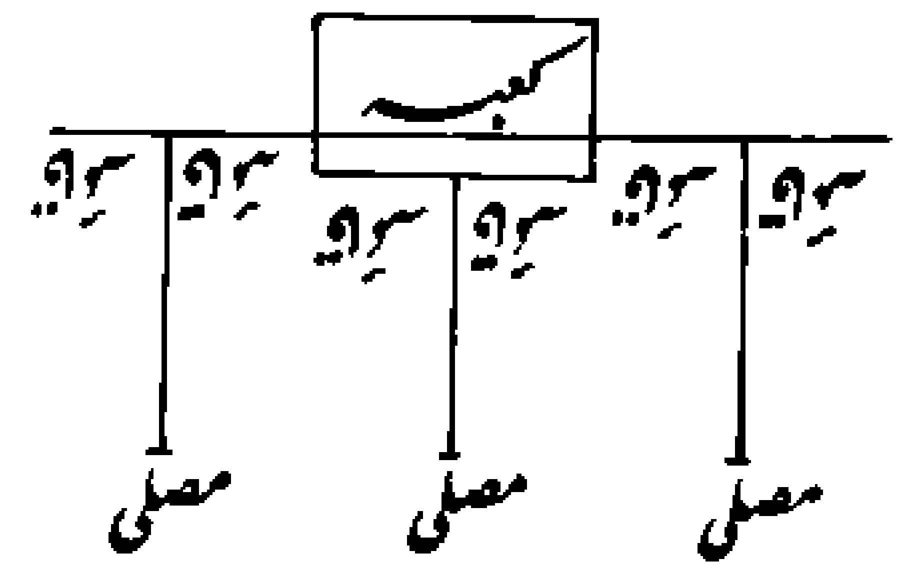

قلت وقد يؤيد هذا الحمل ان اصل الكلام للامام حجة الاسلام وهو كما في شرح النقاية هكذا معنى التوجه الى عين الكعبة هو ان يقف المصلي بحيث لو خرج خط مستقيم من عينيه بحيث يتساوى بعده عن العينين الى جدار الكعبة تحصل من جانبيه زاويتان متساويتان[2] اهـ

میں کہتا ہوں علامہ شامی کے اس حقیقی سمت پر حمل کی تائید یوں ہوتی ہے کہ امام حجۃ الاسلام کی اصل کلام جو کہ شرح النقایہ میں ہے یوں ہے کہ عینِ کعبہ کی طرف توجہ کا معنی یہ ہے کہ نمازی یوں کھڑا ہو کہ اگر اس کی دونوں آنکھوں سے ایک سیدھا خط اس طرح نکلے کہ جس کا بعد دونوں آنکھوں سے دیوارِ کعبہ تک اس طرح متساوی ہو کہ نمازی کی دونوں جانب دو متساوی زاویے بن جائیں اھ، اس کے بعد انھوں نے جہتِ کعبہ کی

[1] رد المحتار، بحث فی استقبال القبلۃ، مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۸۷

[2] شرح النقایۃ للبرجندی، باب شروط الصلوٰۃ، مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ ۱/۸۸

marfat.com

Marfat.com

ایک خط سے کعبہ متصل ہوسکتا ہے تو دونوں طرف تقریباً نوّے درجے انحراف جائز ہوا [illegible] مقدار کم ایک سو اسّی درجے تک جہت پھیل گئی اور وہی مخالفت نص و اجماع لازم آئی یا [illegible] وقت نماز جب تک کعبہ معظمہ ان دونوں خطوں کے اندر ہے وہاں تک انحراف میں جہت باقی ہے [illegible] دونوں طرف ۴۵ - ۴۵ درجے انحراف تک کہ ٹھیک جہت توجہ کا خط اس زاویہ قائمہ کی تنصیف کرتا ہے [illegible] قائمہ سے زائد انحراف ہوا کعبہ دونوں خطوں سے باہر ہو جائے گا کما لا یخفی (جیسا کہ ظاہر ہے۔ ت) بالجملہ حاصل یہ کہ آدمی ٹھیک محاذی کعبہ کھڑا ہو اس وقت جو یہ خطوط نکل کر پھیلیں ان کے اندر اندر دونوں طرف کو انحراف روا ہے اب یہ عبارت آئندہ پنجم کی طرف راجع ہو جائے گا اور طرفین میں پینتالیس۴۵ پینتالیس۴۵ درجے تک انحراف جائز ہوگا اور یہ صاف و صحیح بے غبار ہے۔

چہارم کہ نہایت تحقیق طلب ہے،

قال فی الدرر جهتها ان یصل الخط الخارج من جبین المصلی الی الخط المار بالکعبة علی استقامة بحیث یحصل قائمتان[1] اھ وھذا ھو الوجه الاول واختلف الانظار فی محله فحمله العلامة الشامی فی رد المحتار علی بیان المسامتة الحقیقیة حیث ذکر اولا عن المعراج عن شیخه ان معنی التحقیق انه لو فرض خط من تلقاء وجهه علی زاویة قائمة الی الافق یکون مارا علی الکعبة او ھوائها[2] اھ ثم نقل کلام الدرر ثم قال قوله فی الدرر علی استقامة متعلق بقوله یصل لانه لو وصل الیه معوجا لم تحصل قائمتان بل تکون احدهما حادة والاخری منفرجة کما بینا ثم ان الطریقة

درر میں کہا ہے کہ کعبہ کی جہت یہ ہے کہ نمازی کی جبین سے نکلنے والا خط کعبہ پر سے گزرنے والے خط سے سیدھا اس طرح ملے کہ اس سے دو زاویے قائمے حاصل ہوجائیں اھ اور یہ وہ پہلی وجہ ہے۔ اور اس کے محل میں اختلاف ہے علامہ شامی نے رد المحتار میں اس کو حقیقی سمت پر محمول کیا ہے، جہاں اس نے اولاً معراج کے حوالے سے ان کے شیخ سے ذکر کیا ہے کہ تحقیقی معنیٰ یہ ہے کہ نمازی کے چہرے کی طرف زاویہ قائمہ پر سیدھا خط اُفق کی طرف فرض کیا جائے تو وہ خط کعبہ یا ہوائے کعبہ پر سے گزرے اھ پھر علامہ شامی نے درر کا کلام نقل کرتے ہوئے کہا کہ درر کا قول "علی استقامۃ" کا تعلق اس کے قول "یصل" سے متعلق ہے اس لئے کہ اگر وہ خط ٹیڑھا ہو کر کعبے کو ملے تو پھر "قائمین" (دو قائمے) حاصل نہ ہوں گے بلکہ ان میں سے ایک حادہ اور دوسرا منفرجہ ہوگا

[1] الدرر الحکام شرح غرر الاحکام " " " احمد کامل الکائنۃ دار سعادت بیروت ۱/۶۰
[2] رد المحتار مبحث فی استقبال القبلۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۸۷

marfat.com

Marfat.com

بلهما لا ينتهيان الى الكعبة
متزاولين عنها ذات اليمين وذات
الشمال كما صور وانما كان شرط فى
المعراج ان يمر الخط بالكعبة ، و
تصويره الثانى اقامهما على الخط المار
عند امتداده بالكعبة غير واقعين على
البيت بل متزاورين عنها كما
ولم يرد الا خطا يمر على الكعبة
ويمتد اعن جنبيها الى الافق انما
اراد خطا مقتصرا عليها ليقع مرور
خط الجبين على نفس الكعبة كما فى المعراج
والا كيف تكون مسامتة حقيقية مع كون
المصلى بمعزل عن محاذاتها فهذان ان
المصليان لا مدخل لهما فى تصوير
الحقيقية وكانه رحمه الله تعالى اراد
ان يزيد مع تصوير الحقيقية تصوير
التقريبية وقد كان سهلا علينا ان نفرض
المصلين المزيدين منتقلين بعدة فراسخ
بحيث لا تزول المقابلة لكنه رحمه الله
تعالى سبق الى خاطره ان
الشرط فى التقريب ان يقف المصلى
على ذلك الخط المار عرضا بالمصلى
وسطا فى اونقول يقوم بحذاء ذلك
الخط العرضى المار فى امتداده بالكعبة
بحيث يكون خط جبهته عمودا على

پر ملا یا جبکہ یقیناً یہ دونوں خطوط کعبہ کے متوازی نہیں ہوتے
بلکہ کعبہ سے دائیں اور بائیں گرتے ہیں جیسا کہ تصویر سے
واضح ہے (حالانکہ یہ تصویر معراج والی ہے) جبکہ معراج
میں خط کا کعبہ پر واقع ہونا شرط قرار دیا گیا ہے، اور
دوسری تصویر میں ان دونوں نمازیوں کے خطوط کو کعبہ پر سے
گزرنے والے خط سے ملا یا جو عین کعبہ پر نہیں بلکہ کعبہ سے
دائیں اور بائیں گزرجاتے ہیں جیسا کہ گزرا حالانکہ وہ گزرنے
کعبہ سے گزر کر اس کے دونوں جانب سے اُفق کی طرف
نکل جانے والے خط کو ذکر نہیں کیا اس نے صرف وہ
خط مراد لیا ہے جو کعبہ پر ختم ہوتا کہ نمازی کی جبین سے نکلنے والے
خط کا گزر نفس کعبہ پر واقع ہو جیسا کہ معراج میں ہے، ورنہ
نمازی کے متوازی نہ ہونے کے باوجود حقیقی سمت کیسے
ہوسکتی ہے، پس معلوم ہوا کہ دائیں اور بائیں جانب
والے دونوں نمازیوں کا حقیقی سمت کی تصویر میں کوئی دخل
نہیں، اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ گویا محشی رحمہ اللہ تعالیٰ
نے سمت حقیقی کے ساتھ ساتھ قریبی سمت کی تصویر بھی
زائد بنائی ہے (قریبی سمت بنانے کے لئے) ہمیں یہ
کہہ دینا آسان تھا کہ (حقیقی سمت والے نمازی) کے علاوہ
ہم دو نمازی اس سے چند فرسخ کے فاصلہ پر اس طرح
فرض کرلیں کہ کعبہ سے ان کا تقابل زائل نہ ہو۔ لیکن اللہ
تعالیٰ ان پر رحم کرے محشی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دل میں یہ بات
آئی کہ قریبی سمت کے لئے یہ شرط ہے کہ درمیانے
حقیقی سمت والے نمازی پر عرض میں گزرنے والے
خط پر کوئی نمازی کھڑا ہو یا یوں کہیں کہ کعبہ پر سے
گزرنے والے عرضی خط کے متوازی یوں کھڑا ہو کہ اس کی

marfat.com

Marfat.com

ثم ذکر معنی التوجہ الی الجهة بما قدمنا فی القول الثالث۔

طرف توجہ کا معنی وہی ذکر کیا جسے ہم قول ثالث میں ذکر کر آئے ہیں۔

اقول اولاً لکن یلزم العلامة المحشی بھذا الحمل حمل الجبین فی عبارة الدرر علی الجبھة ولاغرو ففی تاج العروس عن شیخه قد ورد الجبین بمعنی الجبھة لعلاقة المجاورة فی قول زھیر کما صرحوا به فی شرح دیوانه[1] ثم ذکر شعرا مثله للمتنبی لکن العلامة المحشی رحمه الله تعالٰی قد استدل بوقوع لفظ الجبین فی عبارة الدرر علی انه لا یلزم خروج الخط من وسط الجبھة فان الجبین طرفها وھما جبینان کما تقدم فیکون ھذا مناقضا لذالك۔

اقول (میں کہتا ہوں) **اولاً** لیکن علامہ محشی کے اس حمل میں مشکل یہ ہے کہ الجبھة (پیشانی) کے معنی میں لیا [illegible] میں کوئی منافات نہیں کیونکہ تاج العروس والے نے اپنے شیخ کے حوالہ سے کہا ہے کہ جبین پیشانی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے کیونکہ ان دونوں میں قریب کا تعلق ہے زہیر کے قول میں یہ استعمال پایا گیا ہے جیسا کہ زہیر کے دیوان کے شارحین نے تصریح کی ہے پھر ایسا ہی ایک شعر متنبی کا انھوں نے ذکر کیا۔ لیکن علامہ محشی نے دُرر کی عبارت میں جبین کا حقیقی معنیٰ مراد لیتے ہوئے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ لفظ جبین سے ثابت ہوتا ہے یہ ضروری نہیں کہ خط نمازی کی پیشانی کے وسط سے نکلے کیونکہ جبین' پیشانی کی ایک طرف کو کہتے ہیں، اور اس کے دونوں اطراف دو جبینیں ہیں' جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے' لہذا علامہ کی یہ استدلال والی عبارت' جبین کو پیشانی کے معنی میں لینے والی عبارت کے مناقض ہے۔

واقول ثانیا زدت فی التصویرین مصلیین عن یمین وشمال غیر محاذیین للجدار الذی بازائه المصلی الوسطانی واقمت اعمدتھما فی التصویر الاول علی المار بذالك المصلی عرضا

اقول، ثانیا مذکورہ دونوں تصویروں میں کعبہ کی دیوار کے متوازی درمیانے نمازی کے دائیں اور بائیں مزید دو نمازی رکھے گئے ہیں جو اس دیوارِ کعبہ کے متوازی نہیں ہیں، اور پہلی تصویر میں ان دونوں نمازیوں کے خطوط کو درمیانے نمازی پر سے عرض میں گزرنے والے خط

---

[1] تاج العروس من جواہر القاموس فصل الجیم من باب النون مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۹/ ۱۵۹

marfat.com

Marfat.com

بد بالسداد من تحت
غلوائه الجهبذ المدقق
لما اكتحل عين الزمان بمثله في
اعني العلامة علاء الدين محمد
كفي عامله الله تعالى بلطفه الوفي اثر
ن المنح كلاما قصر مبناه واستتر معناه
اصابة جهتها بان يبقى شئ من سطح
ه مسامتا للكعبة او لهوائها بان
ي من تلقاء وجه مستقبلها حقيقة
البلاد خط على زاوية قائمة الى
فق مارا على الكعبة وخط اخر
طعه على زاويتين قائمتين يمنة
يسرة منح قلت فهذا معنى
تيامن والتياسر في عبارة الدرر
تبصر[1] اه.

اقول اراد العلامة الغزي من
تلقاء وجه مستقبلها حقيقة في اي
لد كان فعبر هذا التنكير بتنكير
عض ولو قال كقول المعراج في
ـذا البلد اي البلد و
المطلوب الجهة لكان اولى ،
قال العلامة السيد احمد المصري
الطحطاوي في حاشيته قوله

ہو سکے اور بادل کے نیچے سے درستگی کا روشن چاند نمودار ہو سکے۔ واضح ہو کہ وہ ماہر، مدقق جن کی مثل متاخرین میں زمانے نے نہ پائی، میری مراد علامہ علاء الدین محمد حصکفی ہیں، اُن سے اللہ تعالیٰ اپنے کامل لطف وکرم کا معاملہ فرمائے، نے یہاں پر منح سے ایک ایسی کلام نقل کی جو مختصر ہے اور اس کا معنی مخفی ہے۔ پس کہا کہ جہتِ کعبہ کو پانے کا مطلب یہ ہے کہ نمازی کے چہرے کی سطح کا کوئی حصہ کعبہ یا اس کی فضاء کی سمت میں اس طرح ہو جائے کہ کعبہ کا حقیقی استقبال کرنے والے کے چہرہ سے ایک سیدھا خط زاویہ قائمہ پر سے افق کی طرف اس طرح نکلے کہ بعض بلاد میں وہ کعبہ پر سے گزرے اور ایک دوسرا خط اس طرح فرض کیا جائے جو پہلے خط کو قطع کرتے ہوئے دو زاویے قائمے دائیں اور بائیں طرف بنائے، منح۔ میں کہتا ہوں کہ دُرر میں مذکور التیامن والتیاسر کا یہی معنیٰ ہے غور کر، اھ

اقول (میں کہتا ہوں) علامہ غزی نے (اپنی عبارت) "من تلقاء وجه مستقبلها حقيقة في بعض البلاد" میں "بعض البلاد" سے کوئی بھی بلد ہو، مراد لیا ہے اور اس تنکیر کو لفظ "بعض کی تنکیر" سے تعبیر کیا ہے، اور اگر معراج کے قول کی طرح یہ بھی "ھذا البلد" کہہ کر وہ علاقہ مراد لیتے جس کی جہت مطلوب ہوتی تو بہتر ہوتا۔ علامہ سید احمد مصری الطحطاوی نے (علامہ الحصکفی کی عبارت کی) تشریح کرتے ہوئے کہا کہ اس کا

---

[1] درمختار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۶۸

marfat.com
Marfat.com

احدھما ای فی التصویر وعلیھما جمیعا
فی التقدیر وبعد تحقق ھذا الشرط
لاتقدیر بمسافۃ فلیحفظا جہتہما
وینتقلا ما بدالھما فاذن یکون
الخط القائم علیہ اوالیہ المصلیان
غیرمحدود علی ما زعم کما یاتی
تنصیصہ وھاتان زلتان عظیمتان
یجب التنبہ لھما فات الامرودین
وحاش للہ لا یزری بالعلماء
وقوع بعض زلات من
اقلامھم لاسیما مثل ھذا
المحقق الذی استنار
مشارق الارض ومغاربھا
بنور تحقیقاتہ السنیۃ و
تطفل الوف مثلی علی موائد
عوائد فوائدہ الھنیئۃ
جزاہ اللہ تعالیٰ جزاء العز
والاکرام جمع بیننا وبینہ
فی دار السلام بفضل رحمتہ
بہ وبسائر العلماء الکرام علی سیدھم و
مولاھم وعلیھم وعلیہ وعلینا الصلوٰۃ والسلام
اٰمین اٰمین یا بدیع السمٰوات والارض
یا ذا الجلال والاکرام فانا اذکر فی سیاق
ذلک ما عرض للمحشین من الوھم و
الایھام فی فہم کلام المدقق العلائی العلام لیتضح

پیشانی سے نکلتا ... گزرنے والا ایک خط ہے یعنی آمنے سامنے ... دونوں پر عمود ہے فرضی طور پر، اسی شرط کے ثابت ہونے کے بعد مسافت فرض کرنے کی ضرورت نہیں ... دونوں نمازی اپنی جہت کو محفوظ رکھیں اور منتقل ہو جائیں ... جتنا چاہیں وہ منتقل ہو جائیں، اور جس پر خط قائم ہے یا جس خط کی طرف دونوں نمازی متوجہ ہیں کسی قسم کی ... میں کوئی حد نہیں (بشرطیکہ وہ ان خطوط پر قائم رہیں، جیسا کہ خود ان کی نص اس پر آئے گی، حالانکہ ذکر کی سمت کی بیان کردہ شرط اور اس کے بعد مذکورہ خطوط کی مسافت کو غیر محدود رکھ کر دونوں نمازیوں کا ان خطوط پر حسب خواہش منتقل ہونا) یہ دونوں عظیم غلطیاں ہیں ان پر تنبیہ ضروری ہے، کیونکہ یہ دینی معاملہ ہے، حاش للہ! علماء کو ان کے قلموں کی غلطیاں زیب نہیں دیتیں، خصوصاً یہ محقق جس کی قیمتی تحقیقات کے نور سے زمین کے مشرق و مغرب منور ہو رہے ہیں اور مجھ جیسے ہزاروں لوگ اس کے بے مثل اور اہم فوائد کے دسترخوان کے خوشہ چین ہیں، اللہ تعالیٰ اس کو عزت و اکرام کی جزا عطا فرمائے، ہمیں اور اُسے جنت میں جمع فرمائے اپنی رحمت کے فضل سے، جو اُن پر اور تمام علمائے کرام پر ہو، اور ان سب کے مولیٰ و آقا پر اور ان پر اور ہم پر رحمت و سلام ہو، آمین آمین! اے آسمانوں اور زمینوں کو ابتدائً پیدا کرنے والے یا ذا الجلال والاکرام! میں تو اس بیان کے سیاق میں علامہ علائی کے کلام کو سمجھنے میں حاشیہ لکھنے والوں کو جو وہم اور ابہام واقع ہوا ہے کو ذکر کروں گا تاکہ مقصود واضح

marfat.com

Marfat.com

...ق بما صورنا اولا وثانيا ثم ات...
...بارة على بعض عبارة المنح
...ل فهو بيانه على المسامتة تحقيقا و
...ستقبال العين دون المسامتة تقديرا
...استقبال الجهة مع ان المقصود
...انية فكان عليه ان يحذف
...له من تلقاء وجه مستقبلها حقيقة
...بعض البلاد اھ فهذا كل ما اورده وتمام
...ال ما اورده۔

تو اس سے ہماری پہلی اور دُوسری دونوں تصویریں (ان کی تصدیق ہوگی) درست ہوں گی، پھر علامہ کا منح کی کچھ عبارت پر انحصار کرنا، حقیقی سمت پر انحصار کو ظاہر کرتا ہے اور وہ عین کعبہ کی طرف استقبال ہے نہ کہ فرضی سمت پر انحصار کیونکہ وہ جہت قبلہ کی طرف استقبال ہے حالانکہ سمت فرضی یعنی کعبہ کی جہت کی سمت استقبال کرنا ہی مقصود ہے اس لئے ان کو عبارت سے "بعض بلاد میں حقیقی طور پر کعبہ کو پیشانی کرنے" کو حذف کرنا ضروری تھا اھ، یہ علامہ شامی کی مکمل عبارت ہے اور یہی ان کی مراد ہے۔

اقول وبالله التوفيق شرح نظم ...در هكذا (يفرض من تلقاء وجهه) ...ى وسط جبهته (مستقبلها حقيقة) ...يث لو رفعت الحجب لرئيت الكعبة بين ...ينيه (في بعض البلاد) اى اى ...د يراد (خط) مستقيم قائم (على) ...خط الماس بجبهته معترضا من ...طه الى يمينه او شماله بحيث ...دث معه (زاوية قائمة) عند ...جبهة ولو يقل قائمتين لانه ...يجب فرض المعترض مارا ...الجهتين بل يكفى ادنى خط ...ية جهة منهما

اقول اللہ کی توفیق سے، دُرمختار کی عبارت کی شرح یُوں ہے (وجہ کی طرف) وجہ سے مراد وسطِ پیشانی ہے (حقیقۃً کعبہ کا استقبال کرنے والے) مراد یہ ہے کہ اس طرح سیدھا استقبال ہو کہ اگر درمیان سے پردے اُٹھا دئے جائیں تو کعبہ دونوں آنکھوں کے درمیان نظر آئے، (بعض بلاد میں) سے مراد کوئی بھی علاقہ ہو (خط فرض کیا جائے) سے مراد سیدھا خط قائم کیا جائے، ایک دوسرے خط پر جو استقبال کرنے والے کی پیشانی پر عرضی (چوڑائی) طور پر اس کے درمیان سے دائیں اور بائیں طرف پھیلا ہوا ہو، ایک خط دوسرے سے اس طرح ملے کہ اس سے وسطِ پیشانی پر زاویہ قائمہ پیدا ہو، یہاں ایک زاویہ قائمہ کو ذکر کیا ہے کیونکہ پیشانی پر خط کا دونوں طرف پھیلنا ضروری نہیں بلکہ خط ان سے کسی

---

۱ ردالمحتار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۸۸

marfat.com

Marfat.com

منحة اختصر عبارتها، وهي فلو فرض
خط من تلقاء وجه المستقبل للكعبة على
التحقيق في بعض البلاد وخط آخر يقطعه
على زاويتين قائمتين من جانب يمين
المستقبل وشماله لا تزول تلك المقابلة
بالانتقال الى اليمين والشمال على ذلك الخط بفراسخ كثيرة
ولهذا وضع العلماء قبلة بلد و
وبلدين وبلاد على سمت واحد اهـ
(قوله قلت فهذا معنى الخ)
ليس كما فهمه فان المتيامن و
المتياسر في عبارته هو
الخط وفي عبارة الدرر الشخص[1]
الخ وعزاه للعلامة السيد
ابراهيم الحلبي محشي الدرر،
وقال السيد العلامة محمد الشامي فيه
ان عبارة المنح هي حاصل ما
قدمناه عن المعراج وليس فيها
قوله مارا على الكعبة بل هو المذكور
في صورة الدرر ويمكن ان يراد
انه مار عليها طولا لا عرضا، فيكون
هو الخط الخارج من جبين المصلي
والخط الاخر الذي يقطعه هو
المار عرضا على المصلي او على الكعبة

قولِ منح " [illegible]
وہ عبارت منتقل ہے جس کا علامہ حصکفی نے مختصر کر
کیا ہے اس کی عبارت یہ ہے بعض بلاد میں کعبہ کو
تحقیقی طور پر چہرہ کے سامنے کی جانب سے ایک خط
فرض کیا جائے، اور کعبہ کا استقبال کرنے والے کے
دائیں و بائیں ایک دوسرا خط فرض کیا جائے جو پہلے خط کو
دو قائمہ زاویوں پر قطع کرتا ہو تو کئی فرسخ تک اس طرح
دراز ہو کہ اس خط پر کئی فرسخ تک دائیں بائیں انتقال پر نہ بدلے
کعبہ سے مقابل زائل نہ ہو۔ اس بنا پر علماء نے ایک
ہی سمت پر کئی بلاد کے قبلے وضع کیے۔ علامہ حصکفی کا قول
"قلت فہذا معنی الخ" علامہ کا یہ فہم درست
نہیں ہے کیونکہ ان کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ دائیں
اور بائیں ہونے والی چیز خط ہے، حالانکہ دُرر کی عبارت
میں، وہ شخص ہے الخ۔ علامہ طحطاوی نے اس بیان
کو محشی دُرر علامہ سید ابراہیم حلبی کی طرف منسوب کیا ہے
علامہ حصکفی کی عبارت پر علامہ شامی نے کہا کہ منح کی عبارت
یہ معراج کی عبارت (جو ہم ذکر کر آئے) کا خلاصہ ہے حالانکہ
معراج میں "مارّا أعلى الكعبة" (کعبہ پر سے گزرنے
والے خط) کا ذکر نہیں ہے، بلکہ یہ دُرر کی تصویر میں مذکور
ممکن ہے اس سے عرض کی بجائے طول میں گزرنے والا خط
مراد ہو تو یہ ایک نمازی کی جبین سے نکلنے والا خط
اور دوسرا خط جو پہلے کو قطع کرکے وہ نمازی پر سے عرض
(چوڑائی) میں گزرنے والا ہوگا یا کعبہ پر گزرنے والا ہوگا

---

[1] حاشية الطحطاوي على الدر المختار باب شروط الصلوٰة مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۹۷

marfat.com

Marfat.com

فاذا انتقل المصلى على هذا الخط فى اى جهة الى فراسخ كثيرة بحسب ما يقتضيه بعد البلد من الكعبة لا يخرج عن الجهة واشار الى ذلك **بقوله** (قلت فهذا معنى التيامن والتياسر) المسوغين للمصلى (فى عبارة الدرر) فان الدرر انما ذكر تيامن المصلى و تياسره وكان يحتمل ان معناه يجعل الكعبة على يمينه اويساره وليس مرادا قطعا فرسم الخط يمنة ويسرة واشار بطرف خفى كعادته رحمه الله تعالى فى غاية الايجاز الى ان ذلك التيامن والتياسر للمصلى انما هو على هذا الخط المخرج يمنة و يسرة لا ما يتوهم (فتبصر)[1] كيلا تزل وقد ظهر لك من هذا الشرح بتوفيق الله تعالى:

اوّلاً سقوط ما زعم وان بيانه قاصر على الحقيقة كيف ولو كان كذلك لما احتاج الى قوله وخط اخر الخ

گو ذکر کیا، پس جب نمازی اس دائیں بائیں پڑھنے والے خط پر منتقل ہو خواہ کئی فرسخ دائیں یا بائیں جس قدر بھی کعبہ سے شہر کا بُعد ہو اس کے مطابق منتقل ہونے سے جہت کعبہ سے خارج نہ ہوگا، اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے صاحب الدر نے کہا میں کہتا ہوں (دائیں اور بائیں طرف ہونے کا یہی معنیٰ ہے کہ) دونوں خط نمازی کی دونوں جانب بنیں گے (جو مذکور ہے دُرر میں) کیونکہ دُرر نے نمازی کے دائیں اور بائیں ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ احتمال بھی ہو سکتا تھا کہ نمازی کعبہ کو اپنے دائیں اور بائیں کرے۔

لیکن یہ احتمال قطعاً مراد نہیں ہو سکتا ——

اس لئے انھوں نے دائیں اور بائیں خط بنا کر ایک مخفی اشارہ دیا جیسا کہ ان رحمہ اللہ تعالیٰ کی اختصار کی عادت ہے نمازی کے تیامن و تیاسر میں بھی اختصار سے کام لیا ہے وُہ یُوں کہ نمازی کا دائیں بائیں پھیلنے والے خط پر قائم رہتے ہوئے سے دائیں یا بائیں ہونا مراد ہے، نہ وُہ کہ جو بعض کو وہم ہُوا، (پس غور کر) تاکہ تُو پھسلے نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے تجھ پر اس شرح سے چند امور ظاہر ہُوئے:

اوّلاً یہ کہ بعض محشی حضرات کا یہ خیال کہ علامہ حصکفی نے صرف سمت حقیقی کو ہی بیان کیا ہے، یہ خیال ساقط ہوا، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو پھر علامہ کو "وخط آخر" الخ

---

[1] ف، یہاں تک دو قوسوں کے درمیان جو عبارت ہے وُہ دُرمختار کی ہے باقی عبارت شرح کی صورت میں اعلیحضرت کی اپنی ہے۔

marfat.com

Marfat.com

فلا يحدث بالفعل الا قائمة
واحدة و ذلك من ايجازات
هذا الفاضل المدقق فان زاوية
قائمة اخصر من زاويتين قائمتين
وفيها الكفاية فاختار ما قل وكفى (الى
الافق) مقابل من في قوله
من تلقاء وجه اى يبتدئ
من وسط الجبهة و ينتهى
الى الافق ويكون في امتداده هذا
(مارا على) نفس (الكعبة) الى ههنا
تم بيان المسامتة الحقيقية ثم
شرع في بيان التقريبية فقال (و)
يفرض (خط اخر) مستقيم (يقطعه)
عند جبهة المستقبل (على زاويتين قائمتين)
مارا بالعرض (يمنة ويسرة)
اى يمين المستقبل ويساره و لم
يكتف بالخط الاخر المشار اليه في
قوله على زاوية قائمة لان ثمه
كان يكفي ادنى ما ينطلق عليه
اسم الخط في احد الجانبين
وان لم يستوعب نصف
جبين ذلك الجانب و لا بد والآن
يحتاج الى خط ممتد يمينا وشمالا الى فراسخ
كثيرة ليكون محل الانتقال يمنة ويسرة
ولذا اتى ههنا بتثنية القائمة

ایک طرف ہی ظاہر ہو گا (اور یہ) بالفعل
خطوں سے ایک ہی زاویہ قائمہ پیدا ہو گا اس
یہاں دو زاویوں کا ذکر نہیں کیا، یہ فاضل مدقق کا
اختصار ہے کیونکہ ایک زاویہ قائمہ دو قائم زاویوں کے
میں مختصر ہے اور اس ایک زاویے سے مطلوب میں کفایت
بھی پائی جاتی ہے اس لئے انہوں نے مختصر اور کافی
پسند کیا ہے (افق کی طرف) یہ لفظ من تلقاء وجهٖ میں من
کا مقابل ہے، یعنی پیشانی کے وسط سے نکل کر افق
طرف پہنچا ہو جس میں لمبائی ہو (وہ گزر رہا ہو) نفس
پر سے) یہاں تک مسامتت حقیقی کا بیان تام ہو گیا
کے بعد سمتِ تقریبی کا بیان شروع ہوا، تو کہا اور
سیدھا خط فرض کیا جائے جو استقبال کرنے والے
پیشانی پر پہلے خط کو اس طرح قطع کرے کہ اس
دو زاویے قائمے پیدا ہوں اور یہ دوسرا خط پیشانی
عرض میں دائیں اور بائیں پھیلا ہوا ہو، مراد یہ ہے کہ
کا استقبال کرنے والے کے دائیں اور بائیں دراز ہو
اور یہاں پہلے کی طرح ایک زاویہ قائمہ پر اکتفا نہیں
بلکہ دو زاویوں کو ذکر کیا، کیونکہ وہاں پر پیشانی
ظاہر والے خط کا پیشانی کے دائیں اور بائیں دونوں
پھیلنا ضروری نہیں تھا بلکہ وہاں برائے نام ہونا
تھا جس پر لمبا خط آ گرے، اگرچہ اس جانب
کے نصف بلکہ چوتھائی کو بھی نہ گھیرا ہو، لیکن یہاں پیشانی
پر ظاہر ہونے والے خط کا دائیں اور بائیں کئی فرسخ
تک بڑھا ہونا ضروری ہے تاکہ سمتِ کعبہ سے دائیں
اور بائیں انتقال کا محل بن سکے، اسی لیے یہاں دو قائمے

marfat.com

Marfat.com

...قوله فهذا معنى التيامن كما ...فليت شعرى ماذا يضره ذكر ...خراج من تلقاء وجه المستقبل ...حقيقة فليس الا بفرض التحقيق ...الا ثم تقدير الانتقال ...ه ـ

انھوں نے ذکر نہیں کیا اگرچہ یہ معنی اُن کے قول "فهذا معنی الخ" "تیامن وتیاسر کا یہ معنی ہے" سے حاصل کیا جا سکتا ہے تاہم مجھے معلوم نہیں" حقیقی مستقبل کعبہ کی پیشانی سے خط نکلا" کے ذکر سے ان کو کیا نقصان ہو رہا ہے صرف یہی کہ اس سے سمتِ حقیقی کے تعین کے بعد سمت تقریبی کا بیان ہو رہا ہے۔

وخامسًا لئن اسقط هذا كله لبقى ...خروج الخط مهملا لم يتبين ولم يتعين ...بلا تقريب ولا تحقيق والله الهادى ...ى سواء الطريق ـ

خامسًا اگر بقول علامہ شامی اس کلام کو حذف کر دیا جائے تو پھر خط کا مخرج کیا ہوگا۔ جب مخرج مذکور نہ ہوا تو نہ بیان صحیح ہوگا اور نہ ہی کعبہ کا تعین ہو سکے گا۔ اس طرح نہ سمت تقریبی ثابت ہوگی اور نہ ہی تحقیقی ثابت ہوگی۔ اور اللہ تعالٰی ہی سیدھے راستے کا ہادی ہے۔

...ل الشامى قوله قلت الخ قد علمت انه لو فرض ...خص مستقبلا من بلده لعين الكعبة حقيقة ...ت يفرض الخط الخارج من جبينه واقعا على عين الكعبة فهذا مسامت لها تحقيقا، ولو انه انتقل الى جهة يمينه و شماله بفراسخ كثيرة وفرضنا خطا مارا على الكعبة من المشرق الى المغرب[1] (قلت قاله بالنظر الى بلده الشامى لان قبلة الشام الجنوب و ...مال فى بلادنا من الشمال الى الجنوب و بالجملة المراد الخط المعترض

علامہ شامی نے کہا قولہ، قلت الخ آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ اگر کسی شخص کو اپنے علاقہ سے عینِ کعبہ کی طرف استقبالِ حقیقی کرتے ہوئے یُوں فرض کیا جائے کہ اس کی پیشانی سے نکلنے والا خط عینِ کعبہ پر واقع ہو رہا ہے، تو یہ تحقیقی سمت ہوگی اور اگر وہ شخص دائیں یا بائیں کئی فرسخ منتقل ہو جائے اور ہم ایک خط فرض کریں جو کعبہ پر سے مشرق سے مغرب کی طرف گزرے (قلت علامہ شامی کا یہ قول ان کے اپنے علاقہ شام سے متعلق ہے کیونکہ وہاں سمت قبلہ جنوبًا ہے (اس لئے کعبہ پر عرض میں فرض کردہ خط مشرق سے مغرب میں گزرے گا) ہمارے علاقہ میں یوں کہا جائے کہ شمال سے جنوب کی طرف بڑھنے والا خط (کعبہ پر عرض میں گزرنے والا ہوگا) غرضیکہ عرض میں پھیلنے والا خط

---

[1] رد المحتار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۸۸

marfat.com

Marfat.com

لان بیان الحقیقة قد تم الی قوله مارا علی الکعبة۔

ثانیًا سقوط ما اعترض به العلامتان الحلبی والطحطاوی من التخالف بین کلامی الدر والدرر فی معنی التیامن والتیاسر کما علمت۔

وثالثا سقوط ما زعم العلامة الشامی من التغایر فی تصویره وتصویر المنح ومن العجب انه رحمه الله تعالی معترف بان عبارة المنح حاصل ما قدمناه عن المعراج وقد تقدم فی المعراج مروره علی الکعبة فمن این نشأ التغایر وانما عبارته عین عبارة المعراج لا تفاوت بینهما الا ان المعراج ذکر المرور عن الکعبة فی الجزاء والدرر اورده حالا لانه کان بصدد بیان التقریبیة فاخذ الحقیقة فی الفرض والتصویر۔

ورابعًا اعجب منه قوله کان علیه ان یحذف قوله من تلقاء وجه الی اخر الخ ولا ادری کیف یتم بیان التقریب باسقاط هذه الکلمات مع عدم ذکره عندکم الانتقال علی ذلك الخط یمینا وشمالا وان استنبط هذا

کیونکہ حقیقت وہی کی تحقیق ... بیان "مارا علی الکعبۃ" پر تمام ہو جاتا ہے۔

ثانیا یہ کہ علامہ حلبی اور علامہ طحطاوی کا یہ اعتراض بھی ساقط ہو گیا کہ الدر اور الدرر (حصکفی) کا کلام تیامن اور تیاسر کے معنی کے تعین میں غُرر کے کلام کے مخالف ہے جیسا کہ تمہیں معلوم ہے۔

ثالثا یہ کہ علامہ شامی کا یہ خیال کہ علامہ حصکفی اور منح کی تصویر میں تغایر ہے۔ یہ خیال ساقط ہوا۔ اور تعجب ہے کہ علامہ شامی خود معترف ہیں کہ منح کی عبارت معراج کی بیان شدہ عبارت کا ماحاصل ہے، جبکہ معراج کی گذشتہ عبارت میں خط کا کعبہ پر سے گزرنا مذکور ہے پھر تغایر کہاں پیدا ہوا حالانکہ اُن کی اور معراج کی عبارت ایک ہے دونوں کے درمیان صرف اتنا فرق ہے کہ معراج نے کعبہ پر سے خط گزرنے کو بطور جزا ذکر کیا ہے اور درر نے اس کو بطور حال ذکر کیا ہے کیونکہ وہ صرف سمت تقریبی کو بیان کر رہے ہیں اور حقیقی سمت کا اظہار انہوں نے فرضی طور پر اور تصویر میں کیا ہے۔

رابعا اس سے بھی عجیب ان کا یہ قول ہے کہ علامہ حصکفی کے لئے ضروری تھا کہ وہ کعبہ کے حقیقی استقبال کرنے والے کی پیشانی سے الخ والی عبارت کو حذف کرتے (تاکہ سمتِ تقریبی کا بیان درست ہوتا) مجھے معلوم نہیں کہ ان کلمات کے حذف سے سمتِ تقریبی کا بیان کیسے تمام ہو سکتا تھا، جبکہ آپ کے خیال میں دائیں اور بائیں نکلنے والے خط پر انتقال ک

marfat.com

Marfat.com

والقياس فليس فيه اية اثر
لا هو يستلزم الانتقال بل و
ذلك بالانحراف عن
المحاذات وانت قائم مقامك و به
في الدرر حيث قال فيعلم منه انه
انحرف عن العين انحرافاً[1] الخ

وثانياً المعراج وكل من ذكرنا من
تابعيه انما فرضوا خطا من جبين
مستقبل العين مارا الى الكعبة و آخر
قاطعاله على قائمتين ثم فرضوا الانتقال
يمينا ويسارا بفراسخ كثيرة على هذا
القاطع ولم يشرط هو ولا احد منهم
حدوث القائمتين بعد
الانتقال ۔

وثالثاً لو شرط ذلك لم يصح
لان الانتقال لا يمكن على خط مستقيم
فان القاطع انما يمر في جانبي المستقبل
بعد موضع قدمه في الهواء لكون
الارض كرة و انما ينتقل المنتقل على
دائرة فهو ان حفظ توجهه حين
استقباله عين الكعبة و انتقل على
تلك الدائرة يميناً و شمالاً فلا شك
ان الخط الخارج من جبهته

کے طور دائیں اور بائیں ہونے کا جو ذکر کیا ہے اس میں بھی
اس کا کوئی نشان نہیں اور نہ ہی وہ انتقال کو مستلزم
ہے بلکہ جب تو اپنی جگہ کھڑا رہ کر محاذات سے انحراف
بھی کرے تب بھی دو قائمے حاصل نہیں ہو سکتے ۔ اسی
بات کو دُرر نے تعبیر کرتے ہوئے کہا "پس اس سے
معلوم ہوا کہ اگر عین کعبہ سے کچھ انحراف کرے الخ

ثانیاً یہ کہ معراج اور اس کے مذکورہ متبعین
حضرات نے عین کعبہ کا استقبال کرنے والے کی جبین
سے خط نکل کر کعبہ کی طرف جائے اور دوسرا خط جو اس کو
دو قائمہ زاویوں پر قطع کرنے کو ذکر کیا ہے اور پھر ان
لوگوں نے اس قاطع خط پر دائیں بائیں کئی فرسخ تک
انتقال کو فرض کیا ہے، اس کے باوجود معراج اور اس کے
متبعین نے انتقال کے بعد دو قائمہ زاویوں کی شرط
نہیں لگائی ۔

ثالثاً یہ کہ اگر یہ شرط لگائی جائے تو درست نہیں
ہوگی کیونکہ انتقال خط مستقیم پر ممکن نہیں ہے اس لئے کہ
قطع کرنے والا خط کعبہ کا استقبال کرنے والے کے
دائیں اور بائیں دونوں طرف فضا میں ایک قدم کے
فاصلہ سے گزرے گا کیونکہ زمین کروی یعنی گول ہے اور
انتقال کرنے والا صرف ایک دائرہ پر انتقال کرے گا
اب اگر وہ عین کعبہ کا استقبال کرتے ہوئے اپنی جہت
کو محفوظ رکھتے ہوئے اس دائرہ پر دائیں یا بائیں
انتقال کرے تو یقیناً اس کی پیشانی سے نکلنے والا

---

[1] الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام باب شروط الصلوٰة مطبوعہ احمد کامل الکائنہ دار السعادت مصر ۱/۶۰

marfat.com

Marfat.com

قال) وكان الخط الخارج من جبين المصلى يصل على استقامة الى هذا الخط المار على الكعبة فانه بهذا الانتقال لاتزول المقابلة بالكلية لان وجه الانسان مقوس فمهما تاخر يمينا اويسارا عن عين الكعبة يبقى شئ من جوانب وجهه مقابلا لها اھ[1]۔

اقول فهم رحمه الله تعالى ان وصول خط الجبهة عمودا على الخط المعترض المار بالكعبة عند الانتقال لليمين والشمال شرط بقاء الجهة عندهم وقد افصح عنه بُعَيد هذا حيث قال[2] بل المفهوم مما قدمناه عن المعراج والدرر من التقييد بحصول زاويتين قائمتين عند انتقال المستقبل لعين الكعبة يمينا او يسارا انه لايصح لوكانت احدهما حادة والاخرى منفرجة بهذه الصورة

اھ۔ وفيه:

اولاً ليس فی عبارة الدرر ذكر الانتقال ههنا اصلا فضلا عن حصول قائمتين بعد الانتقال وما ذكر بعد فی التفريع

مراد لیا ہے علامہ شامی نے [illegible] کی پیشانی سے نکلنے والا خط سیدھا کعبہ پر گزرنے والے خط کو ملے گا تو اس صورت میں دائیں یا بائیں انتقال کرنے پر نمازی کا کعبہ سے تقابل کلیۃً زائل نہ ہوگا کیونکہ انسان کا چہرہ کمان کی طرح گول ہے لہٰذا مقابلی میں کعبہ سے دائیں یا بائیں پھرے گا اس کے چہرے کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور کعبہ کے مقابل رہے گا اھ۔

اقول علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی نے یہ سمجھ کر دائیں یا بائیں منتقل ہوتے وقت نمازی کی پیشانی سے نکلنے والے خط کا عمودی شکل میں کعبہ پر سے گزرنے والے خط ملنا کعبہ کی جہت کے بقاء کے لئے ان کے ہاں شرط ہے اس کے کچھ بعد انھوں نے اس بات کو واضح کرتے ہوئے کہا، بلکہ دُرر اور معراج سے عین کعبہ کا استقبال کرنے والے کا دائیں یا بائیں انتقال کرتے ہوئے دو زاویے قائمے حاصل ہونے کی جو ہم نے قید ذکر کی ہے اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر انتقال کرتے ہوئے دو قائموں کی بجائے ایک زاویہ حادہ اور دوسرا منفرجہ اس صورت پر

حاصل ہوا تو جہتِ کعبہ کا استقبال صحیح نہ ہوگا اھ۔ اس بیان میں چند اشکال ہیں،

اوّلاً یہ کہ دُرر کی عبارت میں سرے سے انتقال کا ذکر ہی نہیں ہے چہ جائیکہ انتقال کے بعد وہاں دو قائموں کے حصول کا ذکر ہو، اور اس نے بعد میں تفریع

---

[1] ردالمحتار مبحث استقبال القبلة مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۸۸
[2] " " " " " " " " "

marfat.com
Marfat.com

...فی کلامهم ما يدل على ان [الانحراف اليسير] لا يضر[1] ثم نقل كلام القهستاني وشرح العلامة الغزي لزاد الفقير ومنية المصلي عن امالي الفتاوى والعجب انه نسي ما نقل بنفسه من الدر فان الذي نقل ههنا عن القهستاني عين ما قدم عن الدر من ان الانحراف اليسير الذي لا تزول به المقابلة بالكلية لا يضر فكيف يكون كلام الدر مخالفا له۔

انحراف کرنا مراد ہے۔ لیکن اس کے باوجود فقہاء کی کتب میں ایسا کلام ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انحرافِ قلیل مضر نہیں ہے، اس پر پھر انھوں نے قہستانی، زاد الفقیر کی شرح علامہ غزی اور امالی الفتاوٰی کے حوالہ سے منیۃ المصلی کی عبارات نقل کیں۔ تعجب ہے کہ علامہ شامی (محشی) رحمہ اللہ تعالٰی دُرر سے خود اپنی نقل کردہ بات کو بھول گئے، کیونکہ انھوں نے یہاں قہستانی سے جو یہ نقل کیا ہے کہ ایسا قلیل انحراف جس سے کعبہ کا مقابلہ کلیۃً زائل نہ ہو مضر نہیں ہے۔ یہ بعینہٖ وہی چیز ہے جس کو وہ خود پہلے دُرر سے بیان کرچکے ہیں، تو دُرر کا کلام قہستانی کے خلاف کیسے ہوگا۔

سادساً ليس الامر كما فهم بل انحراف وسط جبهة المستقبل عن مسامتة الكعبة لازم الانتقال والخروج عن سطح الجدار الشريف ولو حفظ في انتقاله تلك الوجهة لاتى على ما يخرجه عن الجهة بالكلية، ولو انحرف عن تلك الوجهة انحرافا مناسبا لحفظ التوجه الى الكعبة فكلامه منقوض طردا وعكسا، ولكن لبيان ذلك موضع شرقي مكة المكرمة بين طوليهما نحو من ثلثمائة

سادساً یہ کہ معاملہ وُہ نہیں جیسا کہ انہوں نے سمجھا بلکہ کعبہ کا استقبال کرنے والے کی وسطِ پیشانی کا سمتِ کعبہ سے انحراف، دائیں بائیں انتقال اور کعبہ کی دیوار کی سطح سے خروج کو لازم ہے، اب اگر محشی رحمہ اللہ تعالٰی نمازی کے دائیں بائیں انتقال میں اس زاویہ قائمہ والی توجہ پر قائم رہتے ہیں تو اس صورت میں ان سے نمازی کو جہتِ کعبہ سے بالکلیہ خارج کردینے والی بات صادر ہورہی ہے، اور اگر وہ منتقل ہونے والے کے لئے (اس زاویہ قائمہ والی بات) سے انحراف کرکے کعبہ کی طرف توجہ کی حفاظت کے لئے (منتقل ہونے والے کا کعبہ کی طرف) انحراف مراد لیں تو

[1] ردالمحتار مبحث استقبال القبلہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۸۸

marfat.com
Marfat.com

لا يقطع الخط المار بالكعبة عرضا على
قائمتين كما لا يخفى۔

ورابعاً يصح ذلك او لا يصح فلن
يصح قوله مهما انحرف يمينا او يسارا
وانما ذكر المعراج ومن معه بقاء الجهة
بالانتقال عليه بفراسخ كثيرة وهذا
صحيح ولم يدعوا انه مهما انتقل لم
يتبدل كيف والواغل في الانتقال عليه
لا يبقى مواجها للكعبة لا شك و
سيستبين لك۔

وخامساً لما ارتكز في ذهنه
رحمه الله تعالى ان شرط بقاء المواجهة
وصول خط الجهة الى ذلك الخط المعترض
بالكعبة عمودا توهم ان لو ترك
المنتقل تلك الوجهة وانحرف قليلا يمينا
او شمالا لم يصح لكون الزاويتين
اذ ذاك حادة ومنفرجة كما قدم
فزعم ان كلام المعراج
والدرر هذا مخالف لاجازة
الانحراف القليل المصرح
بها في غير ما كتاب
وصرح به اذ قال، والحاصل
ان المراد بالتيامن و
التياسر الانتقال عن عين الكعبة
الى جهة اليمين او اليسار لا الانحراف،

خط کعبہ پر سے عرض میں گزرنے والے خط کو دو قائمہ زاویوں پر
قطع نہیں کرے گا، کما لا یخفی۔

رابعاً یہ شرط صحیح ہو یا نہ ہو، محشّی کا یہ کہنا
ہرگز درست نہیں ہوگا کہ جتنا بھی دائیں بائیں ہٹ جائے
معراج اور اس کے متبعین نے صرف یہ ذکر کیا ہے کہ دائیں
بائیں کئی فرسخ تک منتقل ہونے والے کی جہت باقی رہے گی اور
یہ بات صحیح ہے، کیونکہ انھوں نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ جتنا
بھی منتقل ہو جائے تب بھی جہت نہ بدلے گی۔ یہ کیسے ہو سکتا
ہے جب انتہائی طور پر انتقال ہوگا تو یقیناً وہ کعبہ کی جہت پر
نہ رہے گا، اور عنقریب یہ تجھ پر واضح ہو جائیگا۔

خامساً یہ کہ جب محشّی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ذہن
میں یہ بات مرکوز ہو چکی ہے کہ کعبہ کی جہت کی بقا کے لئے
یہ شرط ہے کہ نمازی کی پیشانی سے نکلنے والا خط، کعبہ سے
عرض میں گزرنے والے خط کو عمودی شکل میں قطع کرے تو
ان کو وہم ہوا کہ اگر منتقل ہونے والے نے مذکورہ معیار
والی جہت کو چھوڑ دیا اور تھوڑا سا بھی دائیں بائیں اس
نے انحراف کیا تو استقبال صحیح نہ ہوگا، کیونکہ اس صورت
میں (مذکورہ دونوں خطوں کے ملنے سے) دو قائمہ زاویے
نہیں بلکہ ایک حادہ اور ایک منفرجہ حاصل ہوں گے،
جیسا کہ قبل ازیں وہ ذکر ہو چکے ہیں۔ اور انھوں نے یہ
گمان کر لیا کہ معراج اور درر کا یہ کلام اس قلیل انحراف کی
اجازت کے خلاف ہے جس کا صراحۃً متعدد کتب میں
ذکر ہے۔ اور انھوں نے اس کی یہ کہہ کر تصریح کر دی کہ
دائیں بائیں ہونے سے مراد کا حاصل یہ ہے کہ عین
کعبہ سے دائیں یا بائیں جہت انتقال کرنا ہے نہ کہ

marfat.com

Marfat.com

المحفوظ ظل الانحراف الشمالی ٩٦٣٣٤٦٩٢٤٨٠ قوسہ مہ لہ تمامها عہ لح فمن حفظ الوجهة فقد انحرف عن القبلة اکثر من سبع وسبعین درجة وهو بان یسمى مجانبا احق من ان یسمى مواجها اذ لم یبق بین جنبہ الحقیقی و بین الکعبة الا اقل من ثلث عشرة درجة و بینها وبین وجهہ اکثر من ٧٧ درجة و ان انحرف عن تلك الوجهة الی یمینہ اعنی الشمال اکثر من ٧٧ درجة فقد اصاب القبلة بهذا الانحراف العظیم فانتقض ذلك طردا وعکسا فی انتقال اقل من اثنتین وعشرین درجة۔

ولیکن **ثانیاً** موضع عرضہ مہ نح شمالیا لیکون انتقال الشمالی مثل ذلك جنوبی فنفاضلہ مع عرض الموقع مثلہ فجیبہ جیبہ والعمل العمل یکون انحراف القبلة هنا من نقطة المغرب الی الجنوب عہ لح و لـزم ما لزم۔

ولیکن **ثالثاً** عرضہ الجنوبی مہ نح فمجموعہ مع عرض الموقع سل الرجیبہ ٩٦٩٥٥٣٠٧٣ مفروقا من المحفوظ = ٨٦٩٥٥٣٧٢١ قوس فالظل لاط تمامها قد نا فقد انحرف

کرنے پر شمالی انحراف کا ظل ٩٦٣٣٤٦٩٢٤٨٠ باقی رہے گا جس کا قوس مہ لہ مکمل عہ لح ہوگا۔ پس اب جس نے اپنی جہت کو محفوظ رکھا اس کا قبلہ سے ٧٧ درجے سے زائد انحراف ہوگا تو اس کو قبلہ رُو قرار دینے کی بجائے قبلہ سمت سے پہلو پھیرنے والا قرار دینا بہتر ہے کیونکہ اس کے حقیقی پہلو اور کعبہ کے درمیان صرف ١٣ درجے سے بھی کم باقی رہے گا، اور کعبہ اور اس کے چہرے کے درمیان ٧٧ درجے سے زائد ہوگا، اب اگر وہ اس جہت سے اپنے دائیں یعنی شمال کی طرف ٧٧ درجے سے زیادہ انحراف کرے تو تب بھی اس عظیم انحراف سے کعبہ کی جہت کو پائے گا، تو یوں ٢٢ درجے سے کم انتقال سے اس کی جامعیت اور مانعیت ختم ہو جائیگی۔

ثانیاً ایک ایسا موضع جس کا عرض مہ نح شمالی ہو تاکہ شمالی اور جنوبی انتقال ایک جیسا ہو جائے تو اس کا تفاضل عمود کے موقع کے عرض سمیت اسی کے برابر ہوگا تو دونوں کا جیب اور عمل ایک ہی ہوگا تو یہاں سے قبلہ کا انحراف مغرب کے نقطہ سے جنوب کی جانب عہ لح ہوگا اور وہی خرابی لازم آئے گی جو آئی۔

ثالثاً ایک ایسا موضع ہو جس کا جنوبی عرض مہ نح ہو تو اس کا مجموعہ عمود کے موقع کے عرض سمیت سل الرہوگا جس کا جیب ٩٦٩٥٥٣٠٧٣ محفوظ سے تفریق شدہ = ٨٦٩٥٥٣٧٢١ قوس ہوگا یہ ظل لاط جس کا کل قد نا ہوگا اس صورت میں

marfat.com

Marfat.com

وخمسين ميلا اعنى خمس درجة
عرضها كاٗ الطنحوامن عرض
مكة المكرمة على ماثبت بالقياسات
الجديدة كاٗ الہ فاذن تكون قبلة
نقطة المغرب سواء بسواء
كما لا يخفى على المهندس
وذلك لان فى اللوغارثميات
ظل عرض مكة ٩٫٥٩٣٥٤٢٣ جيب تمام
ما بين الطولين ٩٫٩٩٨٣٤٤٢=٩٫٥٩٥١٥٨١
ظل عرض موقع العمود
الواقع من نقطة المغرب على
نصف نهار البلد مار بسمت راس
مكة المكرمة قوسه كاٗ الط مساوية لعرض
البلد فيكون العمود نفسه دائرة سمتية
مرسمتى راس البلد و مكة ثم نقول
ظل ما بين الطولين ٨٫٦٩٤١٩٥١٨ +
جيب تمام عرض موقع العمود ٩٫٩٦٤٤٧٦ =
١٨٫٩٦٠٦٧٩٤ نجعله محفوظا و ننتقل
على نصف النهار هذا يمينا و
شمالا مع حفظ الوجه اعنى بقاء القطب الشمالى
على المنكب الايمن فليكن ،
اولاً موضع على خط الاستواء
فعرض الموقع هو الفضل بينه و بين
عرض البلد لانتفائه جيبه
٩٫٥٦٣٧٥٤٦ و يبقى بتفريقه من

اس سمت میں [illegible]
کا بیان یہ ہے کہ مکہ مکرمہ [illegible] واقع البلد
کہ اس کے اور مکہ مکرمہ کے [illegible] میں [illegible]
میل یعنی پانچ درجے ہیں اور [illegible] مقام کا عرض کاٗ
مکہ مکرمہ کے عرض جتنا ہوگا جیسا کہ جدید قیاسات میں ثابت
ہے کہ وہ کاٗ الط ہے ، تو اس سمت میں اس کا
قبلہ ٹھیک نقطہ مغرب ہوگا، جو کہ ریاضی دان حضرات پر
مخفی نہیں ، یہ اس لئے کہ لوگارثم میں عرض مکہ مکرمہ کا
ظل ٩٫٥٩٣٥٤٢٣ دونوں طولوں میں کل جیب
٩٫٩٩٨٣٤٤٢ = ٩٫٥٩٥١٥٨١ ہے نقطہ
مغرب سے گزرنے والے عمود کے مقام کا ظل، نصف النہار
کے وقت عین مکہ مکرمہ کی سمت پر سے گزرے گا، تو
اس کا قوس کاٗ الط ہوگا جو عرض بلد کے مساوی ہوگا
اس طرح خود عمود ایک دائرہ سمتی ہوگا جو راس البلد
اور مکہ مکرمہ کی دونوں سمتوں سے گزرے گا ۔ پھر ہم
کہیں گے کہ دونوں طولوں کا ظل ٨٫٦٩٤١٩٥١٨ +
عمود کے موقع کے تمام عرض کا جیب ٩٫٩٦٤٤٧٦ =
١٨٫٩٦٠٦٧٩٤ ہے جس کو ہم محفوظ کرلیں گے اور
ہم دائیں کندھے پر قطب شمالی کو باقی رکھ کر اپنی جہت
کو محفوظ بنا کر اس نصف النہار پر دائیں اور بائیں
منتقل ہوں تو :

اولاً خط استواء پر ایک موضع ہو تو عمود کے
وقوع کی جگہ کا عرض منفی ہونے کی وجہ سے اس کے اور
عرض البلد کے درمیان زائد ہوگا ، جس کا جیب
٩٫٥٦٣٧٥٤٦ ہوگا ، اس کو محفوظ سے تفریق

marfat.com

Marfat.com

ثانی مقامه الاول ای علی الفرض
لا یزول الاستقبال الحقیقی ولو یحصل
انحراف ما اصلا ومقصودهم انهم
نبهوا علی جواز الانحراف الیسیر
فرضوا الخط کما مر وذکروا انه
لا یجاوز الجهة بالانتقال
علیه الی فراسخ کثیرة
وقد صدقوا فی ذلك ولم
یقدروا الفراسخ لانها تتبدل
بتبدل البعد کما تقدم ولو راموا
تسویغ الانتقال مطلقا لما
قیدوا بفراسخ وقالوا
لا یزول بالانتقال کم ما کان
قلتم فهذا ما کان
یجب التنبه له وبالله
التوفیق ولیرجع الی ما کنا
فیه۔

فاقول ثالثا بقی فی شرحه
عبارة الدرر شیئ وهو جعل
"علی استقامة" متعلقا "بیصل"
وانت تعلم انه کما یجب
الاستقامة بهذا المعنی
فی الخط الخارج من الجبهة
کذلك فی الخط المار بالکعبة
عرضا وعلی جعله متعلقا

کے فاصلہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے دائرہ بنایا جائے اور نمازی
اس دائرہ پر انتقال کرتا چلا جائے حتی کہ ساری دنیا کا
چکر بھی لگائے اور پہلے مقام یعنی فرضی مقام پر لوٹ
آئے تب بھی اس کا استقبال حقیقی باقی رہے گا اور
ذرا بھی انحراف نہ ہوگا اور مذکورہ انحراف کے ذکر سے ان کا
مقصد معمولی انحراف کے جواز پر تنبیہ کرنا ہے تو اس لئے
انھوں نے مذکورہ خط کو فرض کرکے یہ ذکر کیا کہ اس مذکورہ
دائرہ والے خط پر کئی فرسخ تک انتقال کرنے والے کی
جہت تبدیل نہ ہوگی اور یہ بات انھوں نے درست
فرمائی، ساتھ ہی انھوں نے فرسخ کی تعداد معین نہ فرماکر
یہ واضح کیا کہ یہ تعداد کعبہ سے دائرہ والے خط کے بُعد پر
موقوف ہے یعنی بُعد کی تبدیلی سے فرسخ کی تعداد بدل جائیگی
جیسے کہ گزر چکا، اور اگر وہ عام ہر طرح کا انتقال مراد لیتے
تو پھر بیان میں فراسخ کی قید ذکر نہ کرتے بلکہ یوں کہتے "جتنا
تم چاہو انتقال کرو اس سے جہت میں تبدیلی نہ ہوگی"
یہ وہ ہے جس پر تنبیہ ضروری تھی، جبکہ توفیق صرف اللہ تعالیٰ
کی طرف سے ہے۔ اب ہمیں اپنی بحث میں واپس لوٹنا چاہئے۔

فاقول، ثالثا (نوٹ: یہ ثالثا اس
اولاً سے متعلق ہے جو صفحہ ۸۸ پر گزرا)
دُرر کی عبارت کی شرح کرتے ہوئے
محشی علیہ الرحمۃ نے جو فرمایا اس میں ابھی کچھ امر باقی ہے
وُہ یہ کہ انھوں نے فرمایا کہ دُرر کی عبارت میں "علی استقامة"
کا تعلق "یصل" کے لفظ سے ہے حالانکہ آپ کو معلوم ہے
کہ کعبہ کا استقبال کرنے والے نمازی کی پیشانی سے
نکلنے والے خط میں جس معنی میں استقامت ضروری ہے

marfat.com
Marfat.com

القبلة من نقطة المغرب خمس و ثمانين درجة ولم يبق الى نقطة الشمال الاخمس درجات فان حفظ الوجهة بطلت صلاته قطعا وان توجه الى القطب الشمالی صحت یقینا وان اخذنا مابین الطولین اصغر من ذلك يظهر التفاوت اكبر من ذلك و بالجملة فتلزم استحالات لا تحصی فالحق ان ليس فی عبارة الدرر ولا المعراج شئ مما ذكر ولا ما فهم من جواز الانتقال على ذلك الخط مهما شاء ولا ما فهم من مخالفتهما لتجويز الانحراف اليسير ولا ما فهم من اشتراط حفظ الوجهة لبقاء الجهة ولا ما فهم من افادتهما فساد الصلوٰة ان احدث الخطان زاويتين مختلفتين بل الامر فيه كما اقول انهم انما فرضوا الانتقال على القاطع له على قائمتين ای على نصف نهار الموضع المفروض المسامت حقيقة ليحصل بالانتقال الانحراف على عكس ما فهم العلامة المحشی رحمه الله تعالٰی وذلك لانه لو جعلت الكعبة مركزا و رسمت بعد مستقبلها دائرة و انتقل هو عليها حتى طاف الدنيا

نقطہ مغرب سے مقابل [illegible] نقطہ شمال کی طرف صرف پانچ درجے باقی رہے تو پس اگر وہ اپنی اس توجہ کو محفوظ رکھے تو اس کی نماز قطعی طور پر باطل ہوگی، اور اگر قطب شمالی کی طرف پھر گیا تو اس کی نماز یقیناً درست ہوگی اور اگر ہم دونوں طولوں میں اس سے بھی کم فاصلہ فرض کریں تو تفاوت اس سے بھی بڑھ جائے گا ۔ خلاصہ یہ کہ اس سے بے شمار خرابیاں لازم آئیں گی ۔ تو حق یہ ہے کہ دُرر اور معراج کی عبارت میں محشی علیہ الرحمۃ کے ذکر کردہ امور میں سے کچھ بھی نہیں، نہ اس خط پر حسبِ خواہش انتقال کا جواز، اور نہ ہی معمولی انحراف کے جواز کی ان دونوں سے مخالفت اور نہ ہی بقائے جہت کے لئے توجہ کے محفوظ رہنے کی شرط اور نہ ہی مختلف زاویے والے دو خطوں کے پیدا ہونے سے ان دونوں حضرات کی طرف سے نماز کے فساد کا افادہ، غرضیکہ محشی علیہ الرحمۃ کی فہم کردہ ان مذکورہ چیزوں میں کوئی بھی ان دونوں حضرات کی عبارت میں موجود نہیں بلکہ معاملہ یُوں ہے جیسے میں کہتا ہوں (اقول) انہوں نے دو قائموں کی شکل میں اس کو قطع کرنے والے خط پر سے انتقال فرض کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ کعبہ سے حقیقی سمت والے مقام مفروض پر خاص نصف نہار کے وقت قاطع خط نے ایسا انتقال ہو جس سے سمت میں کچھ انحراف حاصل ہو سکے بالعکس اس کے جو علامہ محشی علیہ الرحمۃ نے سمجھا، یہ اس لئے کہ اگر کعبہ کو مرکز قرار دے کر اس کی طرف استقبال کرنے والے

marfat.com

Marfat.com

اقول وهذا اولى بوجوه لقوله صدرؤا استقبال عين الكعبة لمكي وجهتها لغيره ان يصل[1] الخ فافاد انه الآن بصدد بيان التقريبية لا الحقيقة الواقعة على العين ولانه قال بعده او نقول لو ان تقع الكعبة الى آخر ما تقدم في القول الثالث ولا شك انه للتقريب وظاهر قوله او نقول ان محصلهما واحد ولان الجبين يكون على هذا بمعناه الحقيقي وكذلك فهم العلامة الطحطاوي فصور بيان الدرر هكذا :-

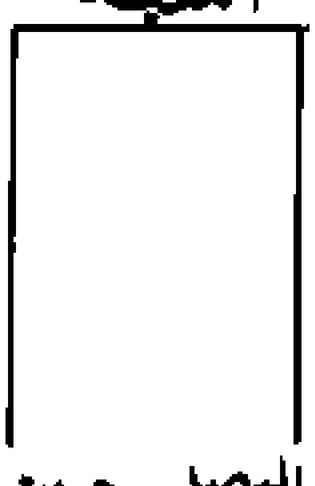

اقول وليس المراد حدوث الخطين في حالة واحدة حتى يرد عليه انه مع حمل الجبين على طرفي الجبهة عدل الى جعله لبيان التحقيق حيث اوصل الخطين الى الكعبة عمودين وانه قد علمت مما قدمنا ان

کردیا ہے غرضیکہ انہوں نے مراد کی تصریح کردی ہے اور دونوں وجہوں کا ماحاصل انہوں نے ایک ہی قرار دیا۔

اقول ان کا یہ بیان کئی طرح سے بہتر ہے ایک وجہ تو ماتن کا یہ قول ہے کہ مکّی کے لئے عین کعبہ کا استقبال اور غیر مکّی کے لئے جہتِ کعبہ کا استقبال ہے الخ لہذا وہ بتا رہے ہیں کہ اب سمتِ تقریبی کو بیان کر رہے ہیں (یعنی وجهتها لغیرہ الخ) نہ کہ سمتِ حقیقی جس کا وقوع عین کعبہ پر ہے، اور اس لئے بھی کہ انھوں نے بعد میں یہ کہا "یا ہم یوں کہیں کہ ان تقع الکعبۃ الخ" جیسا کہ تیسرے قول میں گزرا ہے، اس بیان کے بارے میں شک نہیں کہ یہ سمتِ تقریبی سے متعلق ہے، نیز ماتن کا قول "او نقول" ظاہراً بتاتا ہے کہ دونوں کا ماحصل ایک ہے اور نیز اس مراد پر جبین کا حقیقی معنی مراد ہوگا، علامہ طحطاوی نے اس کو اسی طرح سمجھا اور انہوں نے دُرر کے بیان کے مطابق تصویر یوں بنائی۔

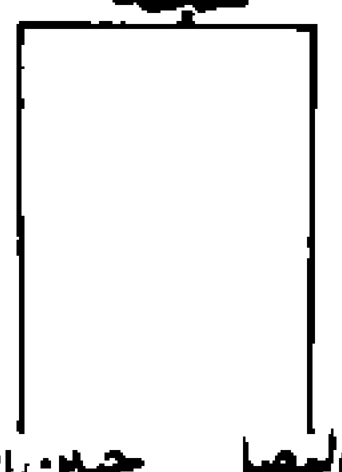

اقول علامہ طحطاوی کے بیان میں، دونوں خطوں کا ایک شکل پر ہونا ضروری نہیں، ورنہ یہ اعتراض پیدا ہوگا کہ انھوں نے جبین کا حقیقی معنی یعنی پیشانی کی دونوں طرفیں (پہلو) مراد لینے کے باوجود جبین سے نکلنے والے خطوں کو عین کعبہ پر بصورت عمود (سیدھا) گرا کر سمتِ حقیقی کو بیان کیا ہے حالانکہ ہمارے پہلے

۱؎ حاشیۃ الدرر للمولیٰ عبدالحلیم باب شروط الصلوۃ مطبوعہ مطبع عثمانیہ دار سعادت بیروت ۱/ ۵۲
حاشیۃ الدرر لملا خسرو "مطبعۃ احمد کامل الکائنہ" " ۱/ ۶۰

marfat.com
Marfat.com

بیصل لا یبقی ایماء الی استقامة المار و
یصیر قوله بحیث تحصل قائمتان
مجرد بیان لقوله علی استقامة
فالاصوب عندی جعله متعلقا
بالمار لیتم البیانان ویصیر
تاسیسا ولیتعلق بالقریب هذا ما کان
یتعلق بالحمل الاول وحمله
الفاضل الحلیمی فی حواشی
الدرر علی بیان التقریبیة
حیث قال (قوله بحیث
یحصل قائمتان) اطلقه
فشمل ان تینك القائمتین
یتساوی بعدهما عن العینین
الی جدار الکعبة اولا فالاول
هو المراد فی التوجه الی
العین والثانی فی التوجه
الی الجهة وهو المراد هنا
فقط" ثم قال " حاصله
ان تقع الکعبة بین
خطین[1] الی آخر ما قدمنا
عنه فصرح بالمراد و
جعل حاصل الوجهین
واحدا۔

اسی معنی میں کعبہ ...
استقامت فوری ... "علی استقامۃ" کا ...
"یصل" سے کرنے میں کعبہ ... گزرنے والے
خط کی طرف اشارہ باقی نہ رہے گا اور اسی طرح "قوله"
عبارت میں "بحیث تحصل قائمتان" کو دیکھا
تو وہ صرف "علی استقامۃ" کا بیان بن کر رہ جائے
لہذا میرے نزدیک بہتر یہ ہوگا کہ "علی استقامۃ" کا
تعلق "یصل" کی بجائے لفظ "المار" سے کیا جائے
تاکہ دونوں بیان تام ہوجائیں اور تاسیس یعنی نیا فائدہ
بھی حاصل ہوجائے نیز اس کا تعلق قریب ہی ہوجائے
یہ مذکورہ ساری گفتگو پہلے محمل سے
متعلق ہے۔ جبکہ فاضل حلیمی نے درر کی شرح کرتے ہوئے
اس کی عبارت کا محمل سمتِ حقیقی کی بجائے سمتِ تقریبی
قرار دیا (یعنی عین سمتِ کعبہ کی بجائے انھوں نے اس کو
جہتِ کعبہ پر محمول کیا ہے) جہاں انھوں نے کہا "قوله
بحیث تحصل قائمتان" اس کو عام رکھا ہے لہذا
وہ دونوں قائمے جن کا فاصلہ دونوں آنکھوں سے جدار کعبہ تک مساوی
ہوگا یا نہ ہوگا، مساوی ہو تو اس سے عین کعبہ کی طرف
توجہ مراد ہے اور اگر مساوی نہ ہو تو اس سے جہتِ
کعبہ کی طرف توجہ مراد ہے، اور یہاں یہی آخری یعنی
فقط جہت کی طرف توجہ مراد ہے، پھر انھوں نے
فرمایا کہ اس کا حاصل یہ ہے کہ کعبہ دونوں خطوں کے
درمیان واقع ہو الخ جہاں تک ہم نے پہلے ان سے ذکر

---

[1] حاشیۃ الدرر للمولیٰ عبدالحلیم باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع عثمانیہ دار سعادت بیروت ۱/ ۵۲

marfat.com
Marfat.com

...شغلی عن کفایته تکف لا ازراء
...یهم فانهم رحمهم الله تعالٰی
...هم اشتغال بتلك الفنون وقد کانوا معتنین
...مقصود یعنی فرحمهم الله تعالٰی ورحمنا بهم
...ته تکفی وتغنی اٰمین!

ثم اعلم ان الجبینین منتهیان
...جانبین الی محاذاۃ الحاجبین ، قال فی
...اموس الجبینان حرفان مکتنفا الجبهة
...جانبیها فیما بین الحاجبین مصعدا الی
...صاص الشعرۃ[1]

کی ضرورت نہ تھی، لیکن اس سے ان پر طعن نہیں آتا کیونکہ ان حضرات کا اس فن سے خاص شغل نہیں ہے وہ صرف اپنے مقصد اور ضروری مراد کو بیان کرنے کا اہتمام کرتے ہیں، اللہ تعالٰی ان پر اور ہم پر اپنی کفایت کرنے والی رحمت فرمائے، آمین!

پھر واضح ہو کہ دونوں جبینیں دونوں ابروؤں کے برابر جانبین پر ختم ہوتی ہیں۔ قاموس میں ہے: "جبینیں پیشانی کو دونوں طرف سے گھیراؤ کرنے والی دو طرفیں ہیں جو دونوں ابروؤں سے بلند ہو کر پیشانی کے بالوں تک پہنچتی ہیں اھ۔ (ت)

بالجملہ ہماری تحقیق پر قولِ چہارم کا حاصل یہ ہوا کہ محاذاتِ حقیقیہ سے دونوں طرف جھک سکتا ہے کہ جبین ...کی کنارۂ پیشانی محاذی کنارۂ بیرونی ابرو سے جو خط اُس کی استقامت پر اُفق کی طرف جائے سطح کعبۂ معظمہ پر ...و یہ قائمہ بناتا گزرے **اقول** (میں کہتا ہوں) ظاہر ہے کہ اس معنی پر جبین سے دوسری تک یعنی مابین دو ابرو ...سر کو مدوّر فرض کیا جائے تقریباً ربع دور ہوگا تو وسط جبہہ سے ہر طرف ثمن دَور ہے صفتِ مذکورہ پر خط اگر وسط ...پیشانی پر جاتا تو محاذاتِ حقیقیہ ہوتی، اب اُس سے ثمن دَور پھرنا صحیح ہُوا تو وہی جانبین کعبہ میں ۴۵ - ۴۵ درجے ...تے، قول سوم کا بھی یہی محصل تھا، اور کیوں نہ ہو کہ عبارتِ دُرر سے اُن کا ایک محصل ہونا ظاہر کما قدمنا ...بالله التوفیق۔

پنجم اہلِ مشرق کا قبلہ مغرب ہے، اہلِ مغرب کا مشرق، اہلِ جنوب کا شمال، اہلِ شمال کا ...وب۔ تو جب تک ایک جہت دوسری سے نہ بدلے مثلاً ربع مغرب میں قبلہ ہے، یہ ربع شمال یا ربع جنوب ...طرف منہ کرے جہتِ قبلہ باقی رہے گی۔ **اقول** اس قول کا حاصل یہ ہے کہ موضع مصلی سے محاذاتِ حقیقیہ ...خط کعبۂ معظمہ پر گزرتا ہُوا دونوں طرف کے افق تک ملا دیں اور وہیں سے دُوسرا خط اُس پر عمود گرائیں کہ افق کے ...ر حصّے مساوی ہو جائیں، پھر ہر حصّے کی تنصیف کرکے ہر دو نصف متجاور میں خط وصل کر دیں ان اخیر خطوط سے ...چار ربع افق حاصل ہوں گے وہی ارباع جہات اربعہ ہیں ان میں وہ ربع جس کے منتصف پر کعبہ معظمہ ہے جہتِ

---

[1] القاموس المحیط فصل الجیم باب النون مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۴/۲۱۰

marfat.com

Marfat.com

الخط الخارج من الجبين لا يخرج على
استقامة الجبهة بل منحرفا من
الجبين الايمن يمينا ومن الايسر يسارا
وانه لا يمكن ان يكون كلا الخطين
الخارجين من الجبينين عمودا على
خط مستقيم بل المراد عندي تصوير
التيامن والتياسر فالاول مثلا جبين
المصلي الايمن عند انحرافه عن الكعبة
يسارا والثاني جبينه الايسر حين
انحرافه يمينا، وايضاح
تصويره
هكذا
ينبغي
ان

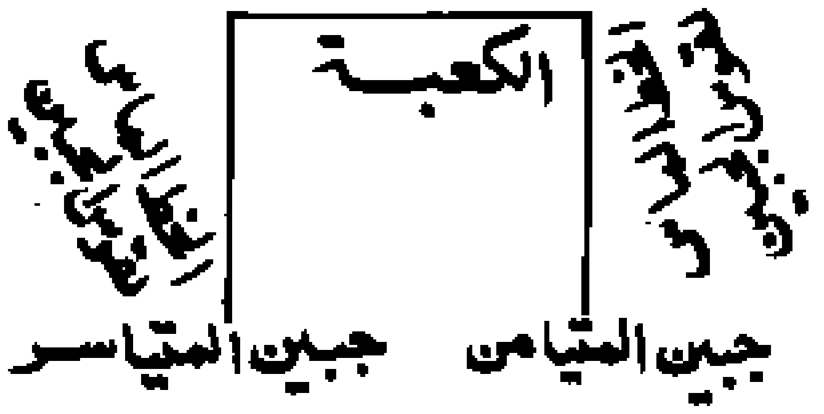

يفهم هذا المقام. اما قوله رحمه الله
تعالى في بيان تصويره نقلا
عن بعض الافاضل، فقد
حصل من الخط المار بالكعبة
قائمة ومن الخط الخارج من
جبين المصلي قائمة اخرى
وحدث منهما زاويتان
متساويتان اهـ[1]
فاقول هذا وان كان

بیان سے آپ معلوم کر چکے ہیں ... پیشانی کے ...
سے نکلنے والا خط پیشانی کے وسط سے سیدھا نہیں ...
بلکہ دائیں جبین سے نکلنے والا خط دائیں طرف اور بائیں
جبین سے نکلنے والا بائیں طرف جھکا ہوگا اور یہ ہرگز ممکن
نہیں کہ دونوں جبینوں سے نکلنے والے خطوط عمودی ...
پر خط مستقیم پر نکلیں بلکہ میری رائے میں ان کا یہ بیان
التیامن اور التیاسر کی صورت کا بیان ہے کہ مثلاً التیامن
یہ ہے کہ نمازی کی دائیں جبین کا کعبہ سے بائیں طرف
انحراف ہو جائے اور التیاسر یہ ہے کہ اس کی بائیں جبین
کا کعبہ سے دائیں طرف انحراف ہو جائے تو اس صورت
میں دونوں جبینوں کے خط مستقیم شکل میں کعبہ کی طرف ہوں گے
ان کی تصویر کو
یوں سمجھنا
مناسب ہے
ایسے مشکل

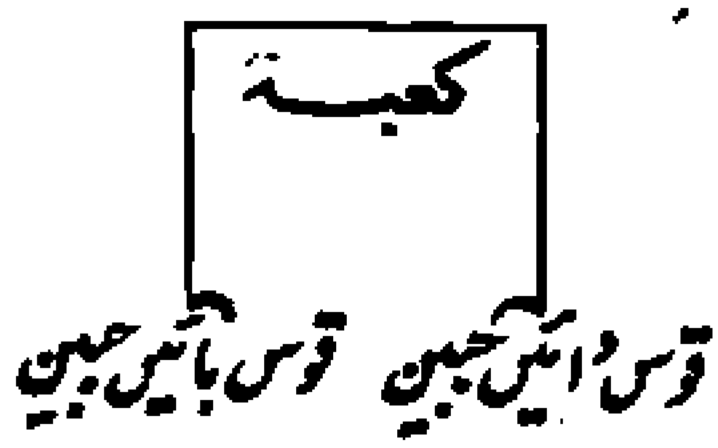

مقام کو یوں سمجھا جا سکتا ہے۔ لیکن علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ
تعالیٰ کا وہ قول جو انہوں نے اپنی بنائی ہوئی تصویر کے
بارے میں ایک فاضل سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ
کعبہ پر سے گزرنے والے خط سے زاویہ قائمہ حاصل ہے
اور اسی طرح نمازی کی جبین سے نکلنے والے خط سے
دوسرا قائمہ حاصل ہوا اور ان دونوں خطوں سے دو مساوی
زاویے پیدا ہوئے اھ۔
فاقول (تو میں کہتا ہوں) اگرچہ ان کے اس کلام ...

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۹۷

marfat.com
Marfat.com

...ية العناية كلام الامام الرازي في
...سير وانه من القضايا المتلقاة بينهم
...ول اقول لامحل لتردد فان الارض
...ذلك ان تقدر اية نقطة منها شئت
...وسطا والكعبة احق بذلك فان الله
...جعلها مثابة للناس ثم التفريع لايتوقف
...ه الاترى انا صورناه بفرض موضع
...مصلى وسطا۔

میں انھوں نے تردد کیا ہے، پھر انھوں نے اس کی تائید
امام رازی کے کلام جو ان کی تفسیر میں ہے سے فرمائی
یہ بات مسلّمہ قضایا میں سے ہے۔ میں کہتا ہوں اس
میں تردد کی گنجائش نہیں کیونکہ آپ زمین کے جس نقطہ کو
وسط قرار دیں وہ کعبہ ہے اس لئے کہ زمین گول ہے
اسی لئے اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو "مثابۃ للناس" فرمایا ہے
پھر یہ تفریع کعبہ کے وسط ہونے پر موقوف نہیں ہے۔
آپ نے خیال نہیں کیا کہ ہم نے نمازی کی جگہ کو وسط فرض
کرتے ہوئے اس کی تصویر بنائی ہے۔ (ت)

نظم زندویسی پھر ذخیرہ پھر حلیہ میں ہے،

...لة اهل المشرق الى المغرب عندنا وقبلة
...هل المغرب الى المشرق وقبلة اهل المدينة
...يمين من توجه الى المغرب وقبلة اهل
...الحجاز الى يسار من توجه الى المغرب[1] اھ
اقول كانه اراد بالحجاز نحو
...مين والا فالمدينة السكينة سيدة
...الحجاز وسيدة بلاد العالم ثم من
...علوم قطعا ان قبلتها الى يسار من توجه
...المغرب اعني الجنوب فكانه انقلب
...لبيان اليمين واليسار او تبدل المشرق
...بالمغرب ولعل من هذا القبيل و الله
...الى اعلم ماوقع من الخانية من
...القبلة لاهل الهند ما بين الركن

ہمارے ہاں مشرق والوں کا قبلہ مغرب اور مغرب والوں
کا مشرق ہے، اور مدینہ والوں کا قبلہ مغرب کی طرف
متوجہ ہونے والے کی دائیں طرف ہے، اور حجاز والوں
کا قبلہ مغرب کی طرف متوجہ ہونے والے کی بائیں جانب ہے اھ (ت)
اقول انھوں نے حجاز سے گویا دایاں حصہ
مراد لیا ہے ورنہ مدینہ منورہ حجاز کا مرکز اور سردار ہے
بلکہ پورے عالم کا سردار ہے۔ پھر قطعاً یہ معلوم ہے
کہ مدینہ منورہ کا قبلہ مغرب کی طرف متوجہ ہونے والے
کی بائیں جانب یعنی جنوب ہے، گویا انھوں نے
بیان میں (غلطی سے) یمین کی جگہ یسار کو ایک دوسرے
سے بدل دیا، یا پھر مشرق اور مغرب کو ایک دوسرے
سے بدل دیا واللہ تعالیٰ اعلم، ہو سکتا ہے کہ جو خانیہ میں
مذکور ہے وہ بھی اسی طرح کی تبدیلی پر مبنی ہو کہ ہندوالوں کا

[1] التعليق المجلى لما فى منية المصلى مع منية المصلى بحوالہ الحلیہ الشرط الرابع مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۸۶

marfat.com
Marfat.com

استقبال ہے اور اُس کے مقابل جہتِ بایں صورت کا محل ہے اور س کعبۂ معظمہ، عمود، ان نقاط اربعہ نے تربیع افق کی پھر کرکے خط ح ط ملا دیا، یونہی ط ک۔ ک ی۔ اور ی ب ک جہتِ استدبار،

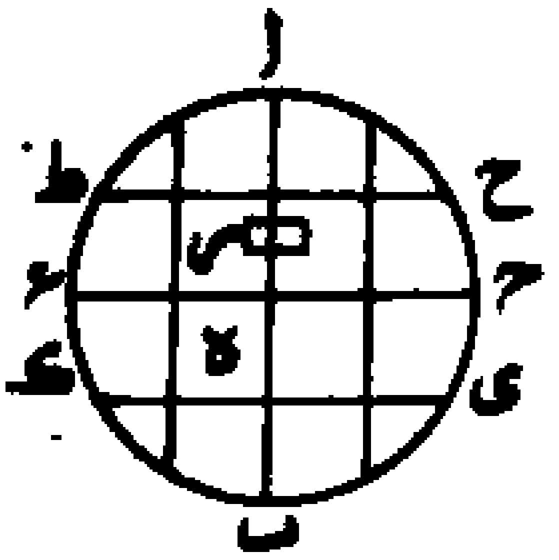

[illegible] استقبال [illegible] ا ب [illegible] ۲۲ اس پر [illegible] ۲۱ کرکے اسے [illegible] ی ح آ ز س ح [illegible] جہتِ قبلہ ہے ی ح ح [illegible]، ط ک ہ ط

جہتِ شمال۔ ہ اگر ا کی طرف مُنہ کرے عین کعبہ کی طرف متوجہ ہے اور روا ہے کہ دہنی جانب ح یا بائیں طرف ط کے قریب تک پھرے جہتِ قبلہ باقی رہے گی، جب قوس ح ا ط سے باہر گیا جہت نہ رہی تو ہر طرف ۴۵ - ۴۵ درجے تک انحراف روا ہوا۔ یہ قولِ نفیس خود امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔

فتاوٰی خیریہ میں ہے:

عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ المشرق قبلۃ اھل المغرب والمغرب قبلۃ اھل المشرق والجنوب قبلۃ اھل الشمال والشمال قبلۃ اھل الجنوب[1]۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ مغرب والوں کا قبلہ مشرق ہے اور مشرق والوں کا مغرب ہے۔ شمال والوں کا جنوب اور جنوب والوں کا شمال ہے۔ (ت)

شرح نقایہ علامہ قہستانی میں ہے:

قال الزندویسی ان المغرب قبلۃ لاھل المشرق وبالعکس والجنوب لاھل الشمال وبالعکس فالجھۃ قبلۃ کالعین[2]۔

زندویسی نے کہا کہ مشرق والوں کا مغرب قبلہ ہے اور اس کے برعکس، اور شمال والوں کا جنوب قبلہ ہے اور اس کے برعکس۔ پس جہت بھی عین کعبہ کی طرح قبلہ ہے۔ (ت)

حلیہ میں ہے:

قد قطع الزندویسی فی روضتہ بالتفریع المذکور[3] الخ قالہ بعد ما ذکرانہ بناہ علی کون الکعبۃ وسط الارض وتردد

زندویسی نے اپنی کتاب "روضہ" میں مذکورہ تفریع پر یقین کا اظہار کیا ہے الخ، انھوں نے یہ بات کعبہ کو وسطِ زمین پر قرار دینے کے بعد کہی اور اس کے اثبات

---

[1] فتاوٰی خیریہ — کتاب الصلوٰۃ — مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۷

[2] جامع الرموز — فصل شروط الصلوٰۃ — مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۳۰

[3] التعلیق المجلی لما فی منیۃ المصلی مع منیۃ المصلی الشرط الرابع مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۸۶

marfat.com

Marfat.com

ثانیاً امام احمد بخاری ومسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ وغیرہم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اذا اتی احدکم الغائط فلا یستقبل القبلۃ ولا یولہا ظہرہ ولکن شرقوا او غربوا۔[1] جب تم میں سے کوئی شخص پاخانے کو جائے تو نہ قبلہ کو منہ کرے نہ پیٹھ ہاں پورب پچھم منہ کرو۔

مدینہ طیبہ کا قبلہ جانب جنوب ہے لہذا شرقاً غرباً منہ کرنا فرمایا، ہمارے بلاد میں جنوباً شمالاً ہوگا۔ حدیث میں جنوب شمال کے کسی حصے کو منہ یا پشت کرنے کی اجازت ارشاد نہ ہوئی اور مشرق ومغرب کے کسی حصے کا استثناء نہ فرمایا تو دائرہ افق کے صاف چار حصے ظاہر ہوئے جن میں ایک جہت استقبال ہے۔

ثالثاً عرف عام میں بھی یہ دائرہ چار ہی ربع پر منقسم شرق غرب جنوب شمال، اور بدن انسان بھی چار ہی رُخ وپہلو رکھتا ہے قدام، خلف، یمین، شمال۔ انہی میں فوق وتحت ملا کر تمام جہان میں جہات ستہ مشہور ہیں، ان چاروں میں ایک کو دوسری پر کوئی ترجیح نہیں، کوئی وجہ نہیں کہ مثلاً ایک کا اتساع ۱۴۰ درجے تک لیا جاوے اور دوسری کا صرف ۴۰ تک، تو دائرہ افق چار ربع متساوی ہی پر منقسم ہونا چاہئے۔

رابعاً دائرہ افق میں چار نقطے مفروض ہوئے اُن میں ایک نقطۂ استقبال حقیقی ہے، دوسرا استدبار حقیقی، دو باقی یمین وشمال حقیقی، تو جو ان میں کسی نقطہ کا ٹھیک محاذی نہ ہو اُس کی تقریب لاجرم راجح بتقریب ہوگی بعید کی طرف نسبت تبعید ہے نہ کہ تقریب، لاجرم ہر ایک کے پہلو پر وہی ثمن ثمن دور اُس کا حصہ پڑے گا۔

خامساً تمام اقوال مذکورہ میں یہ ایسا نص ہے کہ دوسری طرف راجح نہ ہوگا اور بقیہ اقوال سب اس کی طرف رجوع کرسکتے ہیں اور فائدہ مستمرہ ہے کہ توفیق ابقائے خلاف سے اولٰی ہے اور محتمل جانب مفسر رد کیا جاتا ہے، قول سوم وچہارم کا یہی محصل ہونا تو ہم اوپر بیان کرچکے ہیں اور قول اول میں عبارت منیہ قبلۃ اھل المشرق والمغرب عندنا[2] (ہمارے نزدیک اہل مشرق واہل مغرب کا قبلہ ۔ ت) کی شرح امام ابن امیر الحاج نے اسی عبارت ذخیرہ عن نظم الزندویسی سے فرمائی جس میں تقسیم رباعی مذکور قول دوم میں وجہ سے جبہہ مراد لینا چاہئے کہ موضع سجود ہونے کے سبب اشرف اجزائے وجہ ہے اُوپر گزرا کہ وجہ کو مطلق چھوڑیں

---

[1] صحیح البخاری — باب لا تستقبل القبلۃ بغائط الخ — مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۶

سنن ابوداؤد — باب کراہیۃ استقبال القبلۃ الخ — ″ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳

[2] منیۃ المصلی — شرط الرابع استقبال القبلۃ — مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۸۵

marfat.com

Marfat.com

اليمانی الی الحجر[1] وکتبت علیہ اقول ھذا جھۃ الجنوب ولا یصح الا لبعض بلاد الھند الی عرض لح تقریبا الا ان یقرأ الحجر بالکسر وھو الحطیم ویراد بالرکن الیمانی الجدار الیمانی تماما ویخرج الغایتان فیبقی الجدار الشرقی الذی فیہ الباب الکریم او یقرأ الرکن علی معناہ ویدخل الغایتان ویراد التوزیع ای قبلۃ الھند متوزعۃ بین الجنوب والشرق والشمال وھذا لبعید بعد قولہ ثم تعین لکل قوم منھا ای" من الکعبۃ" مقام فلاھل الشام الرکن الشامی ولاھل المدینۃ موضع الحطیم والمیزاب ولاھل الیمن الرکن الیمانی ولاھل الھند[2] الخ فلیتامل واللہ تعالٰی اعلم

قبلہ رکن یمانی اور حجر کے مابین ہے ... کہ یہ جنوبی جہت ہے، اور یہ صرف بعض ہند کو عرض ۲۸ تک تقریباً ہے کا قبلہ ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر حجر کو حِجر کسرہ (زیر) کے ساتھ پڑھا جائے، یعنی حطیم کعبہ مراد لیا جائے۔ اور "رکن یمانی" سے مراد ساری یمانی دیوار مراد لی جائے اور پھر دطانیہ کی بیان کردہ لمبائی میں سے)، دونوں انتہاؤں یعنی یمانی دیوار اور حطیم کو خارج کر دیا جائے اور صرف ان دونوں حدوں کا درمیانی یعنی کعبہ کی شرقی دیوار جس میں کعبہ کا دروازہ ہے مراد لیا جائے، یا پھر یوں کہا جائے کہ رکنِ یمانی اپنے اصلی معنی پر باقی رہے اور دونوں حدیں یعنی رکنِ یمانی اور حطیم کو شمار میں داخل مان کر ہند کے قبلہ کو پھیلا دیا جائے اور یوں کہا جائے کہ ہند کا قبلہ جنوب مشرق اور شمال میں پھیلا ہوا ہے لیکن یہ احتمال ان کے اس بیان کے بعد بعید ہے کہ پھر کعبہ کا ہر حصہ ایک قوم کے لئے متعین ہے، شام والوں کے لئے رکنِ شامی اور مدینہ والوں کے لئے حطیم اور میزاب کا حصہ، یمن والوں کے لئے رکن یمانی اور ہندوالوں کے لئے الخ مذکورہ، یعنی رکنِ یمانی اور حجر کا درمیان ہے، غور سے کام لو، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

اقول یہی قول نقل وعقل وشرع وعرف سب سے مؤید اور یہی اضبط الاقوال واعدل واصح و اظہر واسد۔

اولاً یہ خود امام مذہب سے منقول وکلام الامام امام الکلام (امام کا کلام، کلام کا امام ہے) سه

اذا قال الامام فصدق قولہ

فان القول ما قال الامام

(جب امام فرمائے تو اس کی تصدیق کرو کیونکہ صحیح قول وہی ہے جو امام نے فرمایا ہے)

---

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۳

[2] حواشی الفتاوی الخانیۃ

marfat.com

Marfat.com

مثل ارشاداتِ امیرالمؤمنین فاروقِ اعظم و عبداللہ بن عمر وغیرہما صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

اقول اُس کا یہ مفاد ہونا ہرگز مسلّم نہیں نہ ممکن التسلیم کہ مشرق سے مغرب تک نصف دَور میں قبلہ پھیلا ہے ورنہ لازم کہ نصف دیگر میں استدبار پھیلے کہ استقبال و استدبار دو جہت مقابل ہیں سارا دائرہ انہی دو نے گھیر لیا، اب ارشادِ اقدس و لکن شرقوا او غربوا (لیکن پورب اور پچھم کی طرف منہ کرو۔ت) کا کیا محل رہے گا، مگر یہ کہیں کہ خاص نقطتین مشرق و مغرب مستثنٰی ہیں تو لازم ہوگا کہ ہر شخص جو پیشاب کو بیٹھے یا پاخانے کو جائے پہلے آلاتِ معرفت نقاط ساتھ لیتا جائے حالانکہ آلات بھی حقیقی تعیین نقاط سے قاصر ہیں، اگر کہئے عرفاً جہاں تک جہتِ مشرق و مغرب پھیلے گی وہ سب مستثنٰی ہے فان بین اذا اضیف الی غیر الاعداد لم یدخل فیہ الغایتان کما فی الفتح (لفظ "بین" جب غیر عدد کی طرف مضاف ہو تو ابتداء اور انتہاء دونوں غایتیں اس میں داخل نہ ہوں گی جیسا کہ فتح میں ہے۔ت)

اقول اب ٹھکانے سے آگئے عرف میں جہتیں چار ہی سمجھی جاتی ہیں اور جو ایک سے قریب ہے وُہ وہ اُسی کی طرف منسوب ہوتا ہے تو اس نصف دور کے ۱۸۰ درجے سے ۴۵-۴۵ درجے کہ مشرق و مغرب سے قریب ہیں ان کے حصے میں رہ کر مستثنٰی ہوں گے بیچ کے ۹۰ درجے جن کے وسط میں کعبہ واقع ہے جہتِ قبلہ رہیں گے وھو المطلوب (اور یہی مطلوب ہے۔ت) معہذا ایک جماعتِ علماء نے یہاں بین بمعنی وسط لیا یعنی مشرق و مغرب کے اندر جو قوس جنوبی ہے اُس کے وسط و منتصف کی طرف قبلہ مدینہ سکینہ ہے۔

اقول اور اُس کے مؤید قول مذکور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما ہے کہ جب تو مغرب کو اپنے دہنے بازو اور مشرق کو بائیں بازو پر لے تو اُس وقت تیرا منہ قبلے کو ہے،

وکانہ رضی اللہ عنہ لذا زاد قولہ اذا استقبلت بعد قولہ فما بینھما قبلۃ لکون ھذا محتملا لخلاف المراد ھذا وحملہ الامام الاجل عبداللہ بن المبارک علی ان ھذا لاھل المشرق وکذا قال الشیخ البغوی فی المعالم انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اراد بقولہ مابین المشرق والمغرب قبلۃ فی حق اھل المشرق[1] اھ ولا ادری ما الحامل

ہوسکتا ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے قول "فما بینھما قبلۃ" کے بعد "اذا استقبلت" کا لفظ اسی لئے بڑھایا ہو کہ فما بینھما قبلۃ میں اس مراد کے خلاف کا احتمال تھا۔ امام عبداللہ بن مبارک نے مابین المشرق والمغرب والی حدیث کو اہلِ مشرق کے لئے قرار دیا ہے۔ امام البغوی نے اس کو یُوں بیان کیا اور معالم میں فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا قول "مشرق و مغرب کے درمیان قبلہ ہے" اہلِ مشرق کے حق میں فرمایا ہے اھ مجھے معلوم نہیں کہ ان حضرات

[1] تفسیر البغوی المعروف بمعالم التنزیل مع الخازن زیر آیۃ وما انت بتابع مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۲۲

marfat.com

Marfat.com

تو جہتین یمین و شمال بھی داخلِ استقبال ہوتی جاتی ہیں کہ ان کے نزدیک کنپٹی کی ۔۔۔ ہے" دو شخص کہ برابر برابر ایک سمت کو جا رہے ہوں کوئی نہ کہے گا کہ اُن میں ایک کا منہ دوسرے کی طرف ہے نہ یہ کہے کو اپنی دہنی یا بائیں کنپٹی پر لینا لغۃً عرفاً شرعاً کسی طرح استقبال نہیں۔

سادساً یہ تو قطعاً معلوم کہ قولِ اول و دوم اور ایک توہم پر سوم کا جوار سال و اطلاق ہے ہرگز مراد نہیں ہو سکتا، اب اگر تقیید میں اسی تربیع جہات کی طرف رجوع کیجئے تو عین مطلوب ہے ورنہ کوئی حد فاصل معین و مرجح للاعتبار نہیں اور ترجیح بلا مرجح باطل تو حد نہ بند ہو سکے گی یہاں تک انحراف رد ا اور اس کے بعد فساد تو یہی قول اضبط الاقوال ہے تو اسی طرف رجوع بلکہ اُن سب کا بھی ارجاع مناسب۔

سابعاً اس میں وسعتِ جہت اُن سب سے تنگ تر، تو یہی احوط ہے کہ جہاں تک اس کا مفاد ہے وہ تمام اقوالِ مذکورہ پر یقیناً جہتِ قبلہ ہے اور جو اس کے مفاد سے باہر ہے وہ مختلف فیہ و مشکوک و نامنضبط ہے تو اخذ متفق و ترکِ شُبہ و اختلاف ہی مناسب، لاجرم اسلامی علمائے ہیأت نے بھی شرع سے اخذ کرکے جہتِ قبلہ کے لئے یہی ضابطہ باندھا، فتاوٰی خیریہ کے ایک سوال میں ہے:

من القواعد الفلکیۃ اذا کان الانحراف عن مقتضی الادلۃ اکثر من خمس و اربعین درجۃ یمنۃ او یسرۃ یکون ذلک الانحراف خارجا عن جھۃ الربع الذی فیہ مکۃ المشرفۃ من غیر اشکال علی ان الجھات بالنسبۃ الی المصلی اربعۃ[1]۔

فلکی قواعد میں ہے کہ جب دلائل کے مقتضٰی سے انحراف ۴۵ درجہ سے زیادہ دائیں یا بائیں ہو جائے تو نمازی کیلئے مُسلّمہ چار جہات میں سے، وہ ایک چوتھائی جہت جس میں مکہ مکرمہ واقع ہے بغیر کسی اشکال کے یہ انحراف اس سے خارج قرار پائے گا۔ (ت)

اقول اور یہیں سے ظاہر ہُوا کہ یہ قول امام زندویسی ہرگز ایسی وسعت نہیں رکھتا کہ اسے قول دوم سے مقید کیجئے بلکہ وہی اتنا وسیع ہے کہ اسے اس سے مقید کرنا چاہئے

فما وقع من الامام الحلبی فی الحلیۃ مما قدمنا نقلہ لیس فی موضعہ وھذا اتمام انجاز ما وعدناک فی القول الاول۔

پس امام حلبی کا وہ کلام جو حلیہ میں واقع ہے جس کو ہم پہلے نقل کر چکے ہیں وُہ مناسب محل نہیں ہے، قولِ اول میں جو ہم نے وعدہ کیا تھا یہ اس کی تکمیل ہے۔ (ت)

رہی حدیث مرفوع مابین المشرق والمغرب قبلۃ[2] (مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے)

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۹

[2] جامع الترمذی باب ما جاء ان بین المشرق والمغرب قبلۃ مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۱/ ۴۶

marfat.com

Marfat.com

...ب السماك الرامح۔

کے طویل ترین دن کا مغرب قرار دیا ہے، اور امام مناوی نے فرمایا کہ وہ "سماک رامح" کا مغرب ہے (ت)

اقول هذا ابعد وابعد فانّ[عہ] ...السماك اذ ذاك لوك شماليا ۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہ بات بہت بعید ہے کیونکہ اس وقت "سماک" کا بُعد لوک

(حاشیہ صفحہ گزشتہ)

لط ۹۰ ۴۰۹۰۰ ۹۶۶۰۰ = ۹۶۲۲۶۳۵۷۳ قوسه ...مامح هو الميل الكلي المنكوس له وعرضه ...ل كميله الثاني جنوبي فمجموعهما ...له نطل حصة البعد جيبه ۹۶۶۴۱۷۱۲۴ + ...جيب تمام الميل المنكوس ۹۶۹۹۳۷۵۲۴ = ۹۶۶۳۵۴۶۴۸ قوسه الٓه لو بعد القلب اى ميله الاول ومعلوم ان الميل الاعظم كان اصغر منه باكثر من درجتين فكيف يتساوى سعتا مشرقهما ۱۲ منه (م)

عـــه طول السماك اذ ذاك ونط تقريبا بعده عن الاعتدال الاقرب نطجيبه ۹۶۵۱۲۶۴۱۹ + ظل الميل الاعظم = ۹۶۱۵۰۵۹۸۲ قوسه حٓ ح هو ميله الثانى وبعد درجته عن راس الجدى عٓا جيبه ۹۶۹۷۵۶۷۰۱ + جيب الميل الاعظم = ۹۶۵۷۶۰۷۹۱ قوسه الح ميله المنكوس وعرضه لٓا لح شماليا + حٓ ح = لطمو حصة البعد جيبه ۹۶۸۰۵۹۵۱۰ + جيب شٓر نب ۹۶۹۶۶۷۵۶۲ = ۹۶۷۷۲۷۰۷۲ قوسه لوك بعد السماك ۱۲ منه (م)

لم الط ۰۹۰ ۴۰ ۹۶۶۰۰ = ۹۶۲۲۶۳۵۷۳ ہوگا اور اس کا قوس طٓهامح ہوگا، یہی اس کا منکوس میل کلی ہوگا جس کا عرض عٓل ہوگا جو اس کے جنوبی میل ثانی جیسا ہوگا پس ان کا مجموعہ الٓه الطل جو بُعد کا حصّہ ہوگا اس کا جیب ۹۶۶۴۱۷۱۲۴ + میل منکوس کے کل کا جیب ۹۶۹۹۳۷۵۲۴ = ۹۶۶۳۵۴۶۴۸ ہوگا جس کا قوس الٓه لو بُعد قلب یعنی اس کا میل اول ہوگا اور یہ بات معلوم ہے کہ میل اعظم اس سے دو درجے کم ہوگا، تو اس سے دونوں مشرقوں کی وسعت کیسے مساوی ہوگی ۱۲ منہ (ت)

سماک کا طول اس وقت ونط تقریباً ہو تو اس کا اعتدال اقرب سے بُعد نط ہوگا جس کا جیب ۹۶۵۱۲۶۴۱۹ + ظل میل اعظم = ۹۶۱۵۰۵۹۸۲ ہوگا جس کا قوس حٓ ح جو اس کا میل ثانی ہوگا اور راس جدی سے اس کے درجے کا بُعد عٓا جس کا جیب = ۹۶۹۷۵۶۷۰۱ + میل اعظم کا جیب ۹۶۵۷۶۰۷۹۱ ہوگا جس کا قوس الح اس کا میل منکوس ہوگا اور اس کا شمالی عرض لٓا لح + حٓ ح = لطمو بُعد کا حصہ ہوگا جس کا جیب شٓر نب ۹۶۹۶۶۷۵۶۲ = ۹۶۷۷۲۷۰۷۲ ہوگا جس کا قوس لوک سماک کا بُعد ہوگا ۱۲ منہ (ت)

marfat.com

Marfat.com

ذلك بل الاظهر کما افاد الامام الحلبی فی الحلیۃ وعلی القاری فی المرقاۃ ان المراد لاھل المدینۃ وما وافق قبلتھما۔

اقول ومعلوم ان المدینۃ السکینۃ علی شمالیتھا من مکۃ المکرمۃ مائلۃ قلیلا الی المغرب دون المشرق ثم ان البغوی فی التفسیر والرازی فی الکبیر والمناوی فی التیسیر حملوا المشرق علی اقصر یوم فی الشتاء قال فی المناوی وھو مطلع قلب العقرب[1]۔

اقول ولا یستقیم الا بفرق عدۃ درج ولا فی زمانہ اذ کان اذ ذاك بعد القلب عہ الہ لو جنوبیا والمغرب علی مغرب اطول یوم فی الصیف قال

[illegible] نے یہ کیوں فرمایا [illegible] ظاہر وہ معنی ہے جس کا افادہ امام حلبی نے حلیہ میں [illegible] ملا علی قاری نے مرقات میں فرمایا کہ اس سے مدینہ [illegible] اور اس کے ارد گرد والوں کا قبلہ [illegible] ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں) مدینہ منورہ کا مکہ مکرمہ [illegible] شمال میں تھوڑا سا مغرب کی طرف مائل ہونا واضح طور [illegible] معلوم ہے نہ کہ مشرق کی طرف، پھر امام بغوی نے اپنی تفسیر [illegible] امام رازی نے تفسیر کبیر میں اور امام مناوی نے تیسیر میں مشرق سے مراد سردیوں میں سب سے چھوٹے دن کا مطلع مراد لیا ہے، امام مناوی نے یوں فرمایا کہ وہ عقرب کے قلب کا مطلع ہے۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں) یہ بیان چند درجوں کے فرق بغیر درست نہیں ہوسکتا، اور نہ ہی ان کے زمانے میں یہ درست تھا کیونکہ اس وقت قلب کا بُعد الہ لو جنوبی تھا، اور ان حضرات نے مغرب کو گرمیوں

عہ طول القلب فی زمان المناوی ح لا تقریبا فالبعد عن الاعتدال الاقرب شہ جیبہ فی اللوغارثمیات ۹٫۶۹۵۷۲۷۵۷ × ظل المیل الکلی ذالك لحـ الط تقریبا ۹٫۶۲۴۷۹۵۶۳=۹٫۶۵۹۵۲۳۲۰ قوسہ کا الطل ھو المیل الثانی للقلب ثم بعد درجۃ القلب عن الانقلاب الاقرب الہ جیبہ ۹٫۶۲۲۵۹۴۸۳ + جیب المیل الکلی

علامہ مناوی کے زمانہ میں طول القلب تقریباً ح لا تھا تو اعتدالِ اقرب سے اس کا بُعد شہ جس کا جیب لوگارثم میں ۹٫۶۹۵۷۲۷۵۷ × اس کے میل کلی کا ظل لحـ الط تقریباً ۹٫۶۲۴۷۹۵۶۳=۹٫۰۵۹۵۲۳۲۰ ہوگا اس کی قوس کا الطل ہوگا جو کہ قلب کے لئے میل ثانی ہے پھر انقلاب اقرب سے قلب کے درجہ کا بُعد الہ ہوگا جس کا جیب ۹٫۶۲۲۵۹۴۸۳ + میل کلی کا جیب

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث ما بین المشرق الخ کے تحت۔ مکتبہ امام شافعی الریاض ۲/۳۴۵

marfat.com

Marfat.com

لان الميل تماما ظاهرا فان ذلك انما هو فى الافق المستوى اما فى غيره فسعة المشرق والمغرب لراسى الجدى والسرطان اكبر دائما من الميل الكلى كيف وهى وتر القائمة من مثلث كروى يحدث من قوس المعدل بين الافق والميلية وقوس من الميلية واخرى من الافق كلتاهما بين المعدل والجزء و زاويتاه الباقيتان حادتان اما كون هذه قائمة فلانها من ميلية وقعت على المعدل واما حدة البواقى فلان وتر القائمة وهى السعة والميل كلاهما اقل من الربع واحدى الزوايا غير حادة فتمت شرائط [من اولى اكثر وجب [عظيمة وتر العظمى بالسابع منها وهى السعة فهى اعظم من الميل الاعظم ومن قوس المعدل الباقية ايضا اما فى افق المستوى فتنطبق الميلية على الافق فلا مثلث ولم يكن بين الجزء ونقطة الاعتدال حينئذ الا ميله وذلك ما اردناه والله تعالى اعلم۔

میل کی مقدار ہوتی ہے میں کھلا تسامح ہے کیونکہ یہ مستوی افق میں ہے لیکن اس کے غیر میں مشرق و مغرب کی وسعت راس جدی اور راس سرطان پر ہمیشہ میل کل سے بڑی ہوتی ہے، ان کا قول کیسے صحیح ہو سکتا ہے جبکہ یہ وسعت، مثلث کروی کے قائمہ کا وتر ہے اور یہ مثلث کروی افق اور میلیہ کے درمیان معدل کے قوس اور میلیہ کے قوس اور ایک دوسرے، جو کہ افق کا قوس ہے، سے پیدا ہوئی۔ یہ دونوں معدل اور جزء کے درمیان ہیں اس کے باقی دونوں زاویے حادہ ہیں، اس کا قائمہ ہونا تو اس لئے ہے کہ یہ میلیہ سے معدل پر گری ہے، اور دوسرے زاویوں کا حادہ ہونا اس لئے ہے کہ قائمہ کا وتر جو کہ وسعت اور میل ہے یہ دونوں چوتھائی سے کم ہیں اور ایک زاویہ جو کہ غیر حادہ ہے تو اس طرح کہ ہیں سے پہلے کی " ل " کے شرائط مکمل ہو گئے تو اب ان کے ساتویں کی وجہ سے وتر عظمی کی بڑھائی ضروری ہو گئی اور یہ وہی وسعت ہے تو یہ میل اعظم سے اور باقی معدل کے قوس سے بھی بڑی ہے لیکن مستوی کے افق میں میلیہ افق پر منطبق ہو جاتی ہے اس لئے وہاں مثلث نہیں ہے اور جزء اور نقطۂ اعتدال کے درمیان اب صرف اس کا میل ہے اور یہی ہماری مراد ہے۔ اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے۔ (ت)

تذییل کتب مذہب میں یہ پانچ عبارتیں ہیں کہ افادۂ حکم عام کرتی ہیں اور یہاں ایک عبارت اور ہے جسے بعض کتب میں صورۃً بطور عموم ظاہر کیا اور حقیقۃً اصلاً صالح عموم نہیں بلکہ مخصص علامات خاصہ سے ہے جو بلادِ مخصوصہ کے لئے اقوال فقیہ ابوجعفر وغیرہ مشائخ سے گزریں وہ یہ کہ بین المغربین قبلہ ہے یعنی گرمیوں میں سب سے بڑے دن مثلاً ۲۲ جون اور جاڑوں میں سب سے چھوٹے دن مثلاً ۲۱ دسمبر میں آفتاب جہاں ڈوبے اُن

marfat.com

Marfat.com

نرائد اعلی المیل الکلی بنحو ۱۳ درجۃ قال البغوی[1] فمن جعل مغرب الصیف فی ھذا الوقت علی یمینہ ومشرق الشتاء علی یسارہ کان وجھہ الی القبلۃ[1] اھ قال الرازی و ذلک لان المشرق الشتوی جنوبی متباعد عن خط الاستواء بقدر المیل والمغرب الصیفی شمالی متباعد عن خط الاستواء بمقدار المیل والذی بینھما ھو سمت مکۃ[2] اھ

اقول ولا ادری کیف یحمل المطلقان علی ھذین المقیدین وای قرینۃ علیہ بل وای حاجۃ الیہ فان الظاھر من الاطلاق ارادۃ مغرب الاعتدال ومشرقہ ولا شک ان بینھما قبلۃ المدینۃ السکینۃ وما یلیھا بل ان ارید زیادۃ التقریب کان العکس اولی وھو اخذ مغرب الجدی ومشرق السرطان لان قبلۃ المدینۃ الکریمۃ علی جنوبیتھا میلا ما عن نقطۃ الجنوب الی الشرق بعدۃ درج۔

ثم اقول فی قول الامام الرازی متباعد عن خط الاستواء

شمالی تھا، اور یہ تبدیلی میل کلی کے تقریباً ۱۳ درجے زائد تھا۔ امام بغوی نے فرمایا جس نے اس وقت گرمیوں کے مغرب کو اپنی دائیں طرف اور سردیوں کے مشرق کو اپنی بائیں طرف کیا تو اس شخص کا منہ قبلہ کی طرف ہوگا اھ اور امام رازی نے فرمایا یہ اس لئے کہ سردیوں کا مشرق جنوبی ہوتا ہے اور خط استوا سے میل کی مقدار دُور ہوتا ہے اور گرمیوں کا مغرب شمالی ہے اور خطِ استواء سے میل کی مقدار دُور ہوتا ہے اور جو ان دونوں کے درمیان ہے وہ سمتِ مکہ ہے اھ

اقول (میں کہتا ہوں) معلوم نہیں مطلق مشرق و مغرب کو کیونکر مقید کر دیا گیا اور اس پر قرینہ کیا ہے بلکہ اس کی ضرورت ہی کیا ہے کیونکہ مشرق و مغرب سے اعتدال کا مشرق و مغرب علی الاطلاق مراد ہے۔ اور یقیناً ان دونوں کے درمیان مدینہ منورہ اور اس کے اردگرد کا قبلہ ہے بلکہ (عین قبلہ کی بجائے) صرف تقریبی سمت مراد ہو تو پھر اس بیان کا عکس بہتر ہے وہ یہ کہ "الجدی" کا مغرب اور "السرطان" کا مشرق لیا جائے کیونکہ مدینہ منورہ کا قبلہ اس سے جنوب میں تھوڑا سا نقطۂ جنوب سے مشرق کی طرف چند درجے ہٹ کر ہے۔ (ت)

ثم اقول کہ امام رازی کے قول "کہ گرمیوں کا مغرب اور سردیوں کا مشرق، خطِ استواء سے

---

[1] تفسیر البغوی المعروف بمعالم التنزیل مع الخازن زیر آیت وما انت بتابع مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲...

[2] التفسیر الکبیر زیر آیت فول وجھک الخ مطبوعہ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۴/۲۶

marfat.com

Marfat.com

...الفتاوی سمت القبلة فی بلادنا ...بسمرقند مابین المغربین مغرب ...ومغرب الصیف[1]	امالی الفتاوٰی میں ذکر کیا گیا ہے کہ ہمارے سمرقند کے علاقہ میں قبلہ کی حد گرمیوں اور سردیوں کے مغربوں کے درمیان ہے۔ (ت)

...وشرقیہ سے ہرات ہے، علامہ برجندی فرماتے ہیں، ہم نے اس کا قبلہ تحقیق کیا بین المغربین سے باہر جنوب ...ہوا پایا۔ اسی کے مطابق امام عبداللہ بن المبارک مروزی و امام ابو مطیع بلخی کا ارشاد آیا، شرح نقایہ میں ہے:

...قد حققنا بتلك القواعد سمت قبلة ...هراة فظهر لنا انه يقع عن يسار مغرب ...اقصر ايام السنة حيث يغرب كواكب العقرب ...هو الموافق لما ذكره عبدالله بن المبارك ...وابو مطيع فما وقع فی تجنيس الملتقط انه ...لو صلی الی جهة خرجت ما بين مغرب ...الصيف ومغرب الشتاء فسدت صلاته انما ...يصح فی بعض البقاع[2] (ملخصاً)	ہم نے ان قواعد سے ہرات کے قبلہ کی سمت تحقیق کی ہے تو ہمیں معلوم ہوا کہ سال کے چھوٹے دن کے مغرب سے بائیں جانب جہاں عقرب کے ستارے غروب ہوتے ہیں یہاں کا قبلہ ہے، عبداللہ بن مبارک اور ابو مطیع کے بیان کے یہی مطابق ہے اور جو تجنیس الملتقط میں ہے کہ اگر نمازی نے گرمیوں کے مغرب اور سردیوں کے مغرب سے خارج کسی جہت میں نماز پڑھی تو اس کی نماز فاسد ہوگی، تو یہ بات بعض علاقوں میں درست ہو سکتی ہے ملخصاً (ت)

اقول حقیقت امر یہ ہے کہ معظم معمورہ میں اکثر بلادِ شرقیہ کا قبلہ تحقیقی مغرب سرطان سے مغرب جدی تک ...ہے اور بہ نسبت درجات ادراک مغربین ہر شخص پر آسان اور اُن بلاد کثیرہ میں اگرچہ جہت قبلہ مغربین سے باہر تک ممتد مگر امر ...محدود سہل الادراک کی تعیین جو حدود قبلہ کے اندر داخل ہے مضائقہ نہیں رکھتی بلکہ بارہا اُس میں زیادہ تقریب ہے جس سے سہولت و قُرب بحقیقت دونوں منافع حاصل، لہذا علماء نے اُن بلاد میں عامہ کو مابین المغربین کی تحدید بتائی اُس کے معنی یہ نہ تھے کہ اس سے باہر جہت اصلاً نہیں، اور مغربین سے تجاوز ہوتے ہی نماز فاسد ہو، مگر شرح خلاصہ قہستانی اور شرح زاد الفقیر میں بحوالہ بعض کتب معتمدہ کہ شاید وہی شرح خلاصہ ہو کہ وہ تمام عبارت بعینہا فقیر نے اس میں پائی، بعد عبارت مذکور ہے، واذا وقع توجهه خارجا منها لا يجوز بالاتفاق[3] (اگر اس کی

---

[1] منیۃ المصلی — الشرط الرابع استقبال القبلہ — مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور — ص ۱۸۵

[2] شرح النقایۃ للبرجندی — باب شروط الصلوٰۃ — مطبوعہ منشی نولکشور بالسرور لکھنؤ — ۸۹/۱

[3] رد المحتار — باب شروط الصلوٰۃ مبحث فی استقبال القبلۃ — مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی — ۲۸۸/۱

marfat.com

Marfat.com

دونوں موضع غروب کے اندر سمتِ قبلہ ہے۔ ردالمحتار میں بحوالہ شرح زاد الفقیر للعلامۃ الغزی ... جانب مغرب
اور شرح الخلاصہ للعلامۃ القہستانی میں ہے :

ینظر مغرب الصیف فی اطول ایامہ ومغرب الشتاء فی اقصر ایامہ فلیدع الثلثین فی الجانب الایمن والثلث فی الایسر والقبلۃ عند ذلک ولو لم یفعل ھکذا وصلی فیما بین المغربین یجوز۔

گرمیوں کے طویل ترین دن کے مغرب اور سردیوں کے چھوٹے دن کے مغرب کو ملاحظہ کرکے دائیں جانب ۲/۳ اور بائیں جانب ۱/۳ درجے چھوڑے تو یہ نمازی کا قبلہ ہوگا، اور اگر وہ یہ احتیاط نہ کرے اور دونوں مغرب کے درمیان سیدھا نماز پڑھ لے تو نماز جائز ہوگی۔ (ت)

حلیہ میں ملتقط و تجنیس ملتقط سے ہے :

وقال ابو منصور ینظر الی اقصر یوم و اطول یوم فیعرف مغربیھما ثم یترك الثلثین عن یمینہ قال صاحب الملتقط ھذا استحباب والاول للجواز اھ وھذا ما وعدناك صدر الکلام فی الایراد الخامس۔

اور ابو منصور نے کہا سب سے چھوٹے اور سب سے بڑے دن کے مغرب کو معلوم کرکے پھر ۲/۳ درجے دائیں طرف چھوڑے۔ صاحبِ ملتقط نے کہا کہ پہلا بیان جواز کا ہے اور یہ دوسرا استحباب ہے اھ اور یہی صدر کلام میں پانچویں اعتراض میں ہمارا وعدہ تھا۔ (ت)

ظاہر ہے کہ جو بلادِ مکہ معظمہ سے خاص جنوب یا شمال کو ہیں یہ بیان ان سے تو اصلاً متعلق نہیں ہوسکتا آخر نہ دیکھا کہ قبلہ مدینہ سکینہ قبلہ قطعیہ یقینیہ ہے، بین المغربین درکنار خود جمیع جہت مغرب سے بہت بعید ہے اور بلادِ شرقیہ وغربیہ کو بھی عام نہیں ہوسکتی، آخر نہ دیکھا کہ ابھی بحث چہارم مکالمہ علامہ شامی میں جو شہر مکہ معظمہ سے پانچ درجے طول مشرقی زائد خاص خطِ استوار پر لیا اُس کا قبلہ بین المغربین سے چونٹھ درجے شمال کو ہٹا ہوا ہے،

لان السعۃ العظمی فی الافق المستوی لح الو وقد کان انحراف قبلۃ عن نقطۃ المغرب عہ لح۔

کیونکہ مستوی افق میں بڑی وسعت لح الو ہے جبکہ نقطۂ مغرب سے قبلہ کا انحراف عہ لح تھا۔ (ت)

تو قبلہ تقریباً ننانوے درجے مغربین سے باہر ہوگا جو ربع دور سے بھی زیادہ ہے، لاجرم امالی الفتاوٰی میں اس قول کو اپنے بلادِ سمرقند وغیرہ سے خاص کیا، غنیہ میں ہے :

۱؎ ردالمحتار مبحث فی استقبال القبلۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۸۸
۲؎ التعلیق الجلی لما فی منیۃ المصلی مع منیۃ المصلی بحوالہ حلیہ الشرط الرابع مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۹۶

marfat.com

Marfat.com

…مقام ہے یعنی نقطۂ اعتدال سے جنوب وشمال کی طرف ۔ ت) سعۃ المغرب سے کم ہوگا یا برابر یا زائد بر تقدیر
… جس سمت انحراف ہے اُدھر کی سعۃ المغرب سے اور بھی باہر جانا روا ہوگا مثلاً ۲۴ درجہ سعت ہے اگر انحراف
… تو اس سے ۲۱ درجے خروج جائز ہوتا ، اب فرض کیجئے ۳۰ درجے انحراف ہے یہ تو بین المشرقین ۲۱ درجے
… قول صحیح ہوگا۔

ثالثاً جس سمت سے انحراف ہو اگر انحراف وسعت کا مجموعہ ۴۵ درجے سے زائد ہے تو بین المغربین ہی
… جگہ پائی جائے گی جب تک انحراف مفسد نماز ہے حالانکہ اس قول پر جواز ہوگا۔

رابعاً فرض کیجئے ۲۰ درجے جانب جنوب انحراف ہے اور وسعت ۲۴ ہو تو اس قول پر قبلہ تحقیقی سے جنوب
… صرف چار درجے انحراف جائز ہوگا کہ بین المغربین سے خروج نہ ہو اور شمال کو ۴۴ درجے تک انحراف روا ہوگا یہ بدیہی
البطلان اور بالاجماع غلط ہے قبلہ حقیقی سے جس قدر ایک طرف پھرنے میں مواجہہ نہیں جاتا واجب کہ دُوسری طرف بھی
اُس قدر میں زوال نہ ہو کہ چہرۂ انسان کے دونوں رُخ یکساں ہیں یہ چار چوالیس کا تفرقہ کدھر سے آیا۔

خامساً وسادساً بر تقدیر ثانی استحالے ظاہر تر ہیں فرض کیجئے سعت و انحراف جنوب دونوں
رُخ یکساں ہیں (اور یہ کوئی فرض ناواقعی نہیں ہیأت داں کو عمل تعکیس کا اجرا بتا دے گا کہ فلاں فلاں مقام ایسے
ہیں) اب اس صورت میں حکم شرعی تو یہ ہے کہ بین المغربین سے جانب جنوب ۴۵ درجے تک باہر جانا روا ہے اور
جانب شمال سعت کے صرف تک جھک سکتا ہے نصف شمال کی طرف جھکنا مفسد نماز ہوگا اور اس قول پر اس کے
برعکس حکم یہ نکلے گا کہ ایک پہلو پر تو ساٹھ درجے تک انحراف روا اور دوسرے پہلو پر قدم بھر ہٹا اور نماز گئی کیا یہ
حکم شریعتِ مطہرہ کا ہو سکتا ہے ؟ ہرگز نہیں۔

سابعاً تقدیر ثالث تو خود استحالہ حاضرہ ہے کہ جب انحراف سعت سے زائد ہے تو جو قبلہ حقیقی
چاہے واجب ہے کہ بین المغربین سے باہر جائے اس قول پر خود استقبال حقیقی مفسد نماز ہوا۔

ثامناً دنیا میں کوئی سعت سے زائد ہے طرفین کا مجموعہ ۶۰ ۴۵ ہوا تو بین المغربین یقیناً وہ انحراف
ہے جسے قبلہ حقیقی سے ۴۵ درجے زائد اختلاف ہے تو جو فسادِ نماز کی صورت تھی وہ اس پر جواز کی ہوئی اور جو جواز
بلکہ اعلیٰ استحباب کی تھی وہ فساد کی ٹھہری اس سے بڑھ کر اور کیا استحالہ ہوگا۔

تاسعاً فرض کیجئے ایک شہر مکہ معظمہ سے قریب اور کثیر العرض ہے اور دُوسرا بہت بعید اور قلیل
العرض یا بے عرض ، تو قطعاً اوّل کی سعۃ المغرب دوم سے زائد ہوگی جس کی زیادت چھیاسٹھ درجے تک پہنچ سکتی ہے
تو اس قول پر لازم کہ قریب شہر کی سمتِ قبلہ بہت دُور والے شہر کی سمت سے ہزارہا میل زیادہ دُور تک
پھیلی ہو ، یہ عکس قضیہ معقول و منقول ہے۔

marfat.com

Marfat.com

توجو اس جگہ سے خارج ہو جائے تو اس کی نماز بالاتفاق جائز نہ ہوگی۔ یہ دونوں قول بھی جانب [illegible] بضمیر تثنیہ کہ جانب مغربین راجع ہو اور شک نہیں کہ جہت سے خروج مفسد صلوٰۃ ہے اور بالاتفاق اس معنی پر دال کہ خروج عن الجہۃ ہی کا مفسد ہونا متفق علیہ ہے نہ کہ یہ تحدید خاص جو اقوال خمسہ مذکورہ ائمہ مشہورہ مدارہ کتب المذہب سب کے خلاف ہے لیکن منیہ میں امالی سے یوں ہے،

فان صلی الی جھۃ خرجت من المغربین فسدت صلاتہ[1]	اگر نمازی نے کسی ایسی جہت میں نماز پڑھی جو مغربین سے خارج ہو تو اس کی نماز فاسد ہوگی۔ (ت)

اور تجنیس الملتقط کی نقل گزری، علامہ برجندی کا ارشاد سُن چکے کہ انھوں نے ہراۃ کے سوا یہ حکم نہ مانا بلکہ اس کا تحقیق سے باہر ہے اور اس حکم کو صرف بعض مقامات سے مخصوص کہا **اقول** بلکہ اصلاً کہیں صادق نہ آئے گا سوا گنتی کے دو چار نادر مقاموں کے جو شاید آباد بھی نہ ہوں بلکہ غالباً سمندر میں پڑیں جن کا قبلہ نقطۂ اعتدال ہو اور عرض تقریباً چھپن درجے کہ ان کی سعۃ المغرب ۴۵ درجے ہوگی ورنہ اگر عرض اس سے کم ہوا تو سعۃ المغرب ۴۵ درجے سے کم ہوگی اور باجماع اقوال خمسہ بین المغربین سے کم و بیش خروج روا ہوگا اور اگر قبلہ اعتدال سے ہٹا ہوا ہے تو ضرور احد السعتین کی طرف جھکے گا تو جس سے جتنا قریب ہے اُس سے اُسی قدر باہر جانا بھی روا ہوگا اور جس سے بعید ہے اُس کے اندر بھی بعض انحراف مفسد نماز ہوگا کما لایخفی (جیسا کہ ظاہر ہے۔ ت) پھر یہ بھی زیادہ بین الفساد پھر تمام دنیا چھوڑ کر گنتی کے چند مواضع کا حکم لینا اور اُسے صورتِ عام میں بیان کرنا کیونکر روا، بعض ہوگی خصوصاً وہ مواضع بھی اتنے دُور دراز عرض کے جو اگر آباد بھی ثابت ہوں تو شک نہیں کہ اُس زمانے میں معمورہ سے باہر سمجھے جاتے اور خارج الاقالیم کہلاتے تھے کہ اُن کی تقسیم میں ساتوں اقلیمیں ۵۰ء ۵۰ تک ختم ہوگئیں۔ ہماری اس تقریر سے متفطن نکال سکتا ہے کہ اس قول پر کتنے نقض وارد ہیں۔

اوّلاً عرب و عجم و ہند و سندھ عرض ایشیا افریقہ کے عام شہر بلکہ تمام ہفت اقلیم میں کہیں سعۃ المغرب ۴۵ درجے نہیں اور اوپر واضح ہو چکا کہ یہاں تک انحراف باجماع جمیع اقوال مذکورہ روا ہے کہ یہی سب سے تنگ تر قول ہے تو عامۂ معمورہ کے جملہ بلاد جن کا قبلہ نقطۂ مشرق یا مغرب ہو باتفاق اقوال مزبورہ ان میں مابین المغربین سے بھی انحراف روا ہوگا اور نماز فاسد نہیں ہو سکتی جب تک ۴۵ درجے سے زائد نہ ہو۔

ثانیاً وہ بلاد کہ ہیں جن کا قبلہ خاص نقطۂ اعتدال ہو، اکثر میں کم یا زیادہ انحراف ہے اب تین حال سے خالی نہیں یا تو انحراف اعنی تمامہ ای من نقطۃ الاعتدال الی الجنوب او الشمال (میری مراد

---

[1] منیۃ المصلی الشرط الرابع استقبال القبلۃ مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۸۵

marfat.com

Marfat.com

رحمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضٰہ واجعلنی من التائبین وادخلنی برحمتک
العالمین آمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین آمین ۔

افادۂ ثانیہ علی گڑھ میں القلابین کی سعت المغرب کیا ہے ۔ الحمدللہ کہ جہت قبلہ کے معنی آفتاب
روشن واضح ہوگئے اور معلوم ہولیا کہ جب تک حدود جہت کے اندر ہے جواز و اباحت ہے حتی الوسع اصابت عین
مستحب ہے ۔ اب یہ دیکھنا رہا کہ مقام عیدگاہ متنازعہ فیہ کا انحراف حدود جہت کے اندر ہے یا نہیں ، اس کے لئے
ان ظاہری وسعت اقوال سابقہ کی تکلیف دینی درکنار قول پنجم جسے ہم محقق و منقح کر آئے اُس سے بھی تنزل کریں اور
سعۃ بین المغربین ہی کی تحدید کولیں کہ ہمارے بلاد میں واقعی یہی سب سے تنگ تر ہے تاکہ ناواقف فتویٰ دہندوں
کو کوئی شکایت نہ رہ جائے اس کے لئے اولاً علی گڑھ میں راس الجدی و راس السرطان کی سعۃ المغرب معلوم
کرنی ضرور ہے **فنقول**

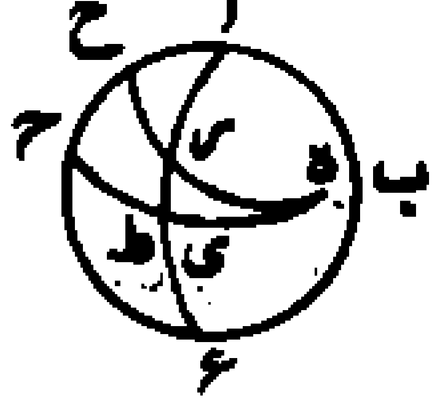

ا ب ح ء افق علی گڑھ ہے ا ء قوس معدل، ۂ قطب شمالی
ط راس الجدی، وقت غروب ب ح، دائرہ میلیہ ںح میل کلی ۲۳° ۲۷' ا ح سعۃ المغرب
مثلث ا ںح قائم الزاویہ ا تمام عرض البلد یعنی ۶۲° ۴۳' ہے کہ زاویہ تقاطع معدل و
افق ہمیشہ تمام عرض بلد ہوتا ہے الاتری ان قیاسہا قوس ط ح و ی سمت راس البلد فکان ی ط عرضہ و ط ع ضہ
ط ح تمامہ بحکم شکل مغنی جیب میل : جیب تمام عرض :: جیب ا ح مجہول : ع ∴ بلوگارثم جیب اول
۹٫۵۹۹۸۱۷ - جیب دوم ۹٫۶۹۴۶۲۰۳۲ = جیب سوم ۹٫۶۵۳۶۲۳۸ قوسہ الوم ۔ معلوم ہوا
کہ علی گڑھ میں راس السرطان نقطۂ مغرب سے ۲۶ درجے ۴۶ دقیقے شمال کو اور راس الجدی اسی قدر جنوب کو
ہٹا ہوا ڈوبتا ہے ۔

افادۂ ثالثہ یہ عیدگاہ نقطۂ مغرب سے کس قدر منحرف ہے ۔ اب وضوح مقصد میں صرف
اتنی ہی بات کا دریافت کرنا رہا ، اگر ثابت ہو کہ اس کا انحراف پونے ستائیس درجے سے کم ہے تو یقیناً وہ اس
مذہب سے تنگ تر قول پر بھی جہت قبلہ کی طرف ہے اور اُس میں نماز مکروہ تحریمی بتانا اور اسے ڈھانا فرض ٹھہرانا
محض جہل وافترا ، اس کے ادراک کو عیدگاہ مذکور کی دیوار قبلہ کا جنوباً شمالاً طول درکار تھا ، دریافت کئے پر تحریر
آئی کہ ساڑھے بیاسی گز ہے ، اگر یہ پیمائش اور معترضوں کا وہ دعویٰ کہ دیوار محاذات قطب شمالی سے نوتے فٹ
جانب مغرب ہٹی ہوئی ہے صحیح ہے تو زاویہ انحراف معلوم کرنا مشکل نہیں **فاقول**

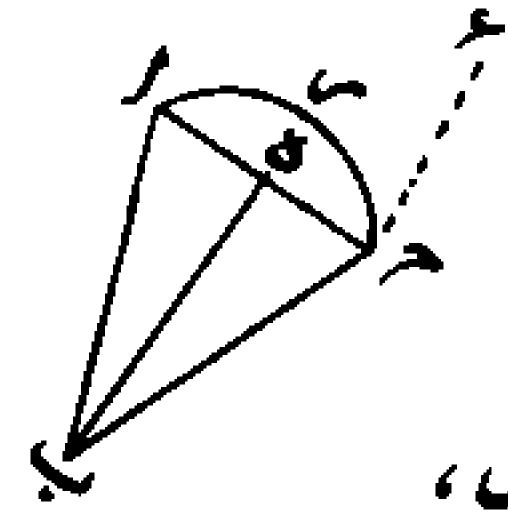

نقطۂ قطب ہے اور ا ب دیوار قبلہ ، بحالت موجودہ ب سے ٹھیک سمت ء پر
خط ب ح غیر محدود کھینچا اور ب کو مرکز فرض کرکے ا کے بعد پر قوس ا ہ ح رسم کی جس نے
خط کو نقطہ ح پر قطع کیا تو ب ح اُس حالت پر دیوار ہوگی جس پر معترضین اُسے لانا چاہتے ہیں ،

marfat.com

Marfat.com

عاشر آنا واقف گمان کرے گا کہ اس قول میں بہ نسبت دیگر اقوال کے تنقیح ۔۔۔
۴۵ درجے سے بھی کم ہے مگر یہ خیال باطل ہے ہم ابھی ثابت کر آئے کہ اس میں قبلہ حقیقی ۔۔۔ درجے ۔۔۔
رہ جاتا ہے اور تنقیح کیجئے تو اس کی وسعت ظاہر قولین اولین سے کچھ کم نہیں بلکہ ۔۔۔
پر مجموع سعتین کے پُورے ایک سو اسی درجے ہیں۔

اقول والبرهان عليه تساوى الميل الكلى وتمام عرض البلد فتساوى جيوبهما وفى المثلث الكروى نسب جيوب الزوايا الى جيوب اوتارها متساوية فيتساوى جيوب السعة والقائمة وبه يظهر فى كلام المدقق الرومى فى شرح الجغميني حيث قال سعة المشرق والمغرب تزيد بزيادة العرض الى ان تبلغ قريبا من الربع مالم يبلغ العرض ربعا[1] اھ

اقول (میں کہتا ہوں) اس پر دلیل ۔۔۔ اور تمام عرض بلد کا متساوی ہونا ہے تو اس طرح دونوں کی جیبیں بھی متساوی ہوں گی اور مثلث کروی میں جیوب زوایا کو اس کے جیوب اوتار کی طرف متساوی کیا گیا ہے تو اس طرح جیوب سعۃ وقائمہ دونوں متساوی ہوں گے اور اسی سے شرح چغمینی میں فاضل رومی کے دقیق کلام میں جو ابہام ہے واضح ہو جاتا ہے جیسا کہ انھوں نے فرمایا سعۃ مشرق و مغرب عرض بڑھنے سے بڑھتی رہتی ہے یہاں تک کہ سعۃ قریب ربع پہنچ جائے جبکہ عرض بلد ربع کو نہ پہنچی ہو اھ (ت)

بلکہ حسم مناقشہ کے لئے ساٹھ ہی درجے کا عرض لیجئے کہ وہاں سعت ۵۲° ۴۳' ہوا، اور فرض کیجئے کہ انحراف جنوبی ۷۷° ۱' ہو کہ اس سے زیادہ کا انحراف ہم اُوپر ثابت کر آئے ہیں، اب اگر مصلی نقطہ مغرب سے ۵۲° ۴۳' شمال کو پھر کر کھڑا ہو اس قول پر نماز صحیح ہوگی کہ قبلہ بین المغربین کے اندر ہے حالانکہ قبلہ حقیقی سے پُورا ایک سو تیس درجے پھرا ہوا ۔۔۔ قولین اولین کے ظاہر پر تو قبلے کو کروٹ ہی ہوتی تھی یہاں اس سے بھی گزر کر پیٹھ کا حصہ ہے اور استقبال موجود، بالجملہ اس پر وہ استحالات ہائلہ وارد ہیں جن کا شمار دشوار، تو یہ قول اس طور پر نقلاً عقلاً اصلاً قابل قبول نہیں اور خود اس قدر اُس کی غرابت و نامسموعی کو بس تھا کہ تمام کتب معتمدہ کے پانچوں اقوال سے صریح مناقض ہے، ہاں اُس پر کہ فقیر نے تقریر کی ضرور صحیح و نجیح ہے وباللہ التوفیق، الحمد للہ کہ جہت قبلہ کا یہ کافی وافی شافی صافی بیان اُس جلالت شان و ایضاح صواب و احاطہ و تحقیق و کشف حجاب کے ساتھ واقع ہُوا کہ اس تحریر کے غیر میں نہ ملے ذلك من فضل الله علينا وعلى الناس ولكن اكثر الناس لا يشكرون رب اوزعنى ان اشكر نعمتك

---

[1] شرح چغمینی الباب الثالث من المقالۃ الاولی فی الدوائر مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ص ۹۔۔

marfat.com

Marfat.com

ہے ا ح بقدر ولاسرح ملایا جس نے ء ہ کو ط پر قطع کیا ط سے ط پر گزرتا خط ہ سے کھینچا کہ
یعنی نقطۂ مغرب سے بقدر قوس ا سہ جانب جنوب پھرے تو مواجہ کعبہ معظمہ ہو کتب ہیأت کا عمل یہاں تک
کہ انکا مقصود دائرہ ہندیہ میں خط قبلہ نکالنا تھا وہ اس قدر سے حاصل۔ ظاہر ہے کہ جب ط سہ سمت قبلہ ہوئی
جس پر عمود گرایا یہ شانۂ راست کی جہت ہوگی تو عہ کہ قطب شمالی ہے دہنے شانے سے جانب پشت ہی مائل ہوگا
ہے ط قہ دیوار قبلہ بحالت موجودہ ہے اور ق ہ صہ محاذات قطب سے تفاوت کے فیٹ۔ خیر یہ تو استخراج
مگر ہم کو یہ معلوم کرنا ہے کہ درجوں دقیقوں میں اس انحراف کی مقدار کیا ہوئی۔ **اقول** سہ ک یعنی بحکم توازی صرط
تفاضل عرض ہے اس کی مقدار وصح لد ط مربع مو الـ ماب الجا ۔ ح ی ھرہ جیب تفاضل طول مقدار
صد مربع الٹ ھرالم لمی والد نو مجموع مربعین الح الو مطمح ب ر اس کا جذر لرل لم لط کہ بحکم
مثلث قائم الزاویہ ط حرط میں مقدار وترہ ط ہے اب بحکم شکل نافع ط ط : ع :: ھرط جیب ھرہ ط مجہول
لد مط ÷ لہ ل لم لطمنحط = یٰ غم لد لہ قوس ی الح یعنی دس درجے اٹھائیس دقیقے جانب
پھرنا چاہئے وباللوغارثمیات خط ھرہ یعنی فرق طول ۳۰ ۵۴ کی جیب لوگارثمی ۹٫۷۸۸۶۹۴۴ :: لومربع
۹٫۵۷۷۳۸۸۸ یعنی ۹٫۵۷۷۳۸۸۸ ۲٫ :: مربع ۳٫۷۷۹۱۳۳ ۲٫ خط حط یعنی فرق عرض ۱۹ ۲ کی جیب لوگارثمی ۹٫۰۵۴۹۶۶۱
لومربع ۸٫۱۰۹۹۳۲۲ یعنی ۸٫۱۰۹۹۳۲۲ ۲٫ :: مربع ۰٫۱۲۸۸۰۵ ۲٫ مجموع مربعین ۰٫۹۳۸ ۰٫۲۳۹٫۷ لوگارثم
۵۹۱۹۴ ۲٫ لوجذر ۹٫۷۹۵۹۷۳۸ ۲٫ :: لومط ۱۶۶۱ ۹٫۰۵۴۹ ۹٫۰۵۴۹۶۶۱ ـ ۹٫۷۹۵۹۷۳۸ = ۹٫۲۵۸۹۹۲۳
وہی ۲۸ ۱۰۔

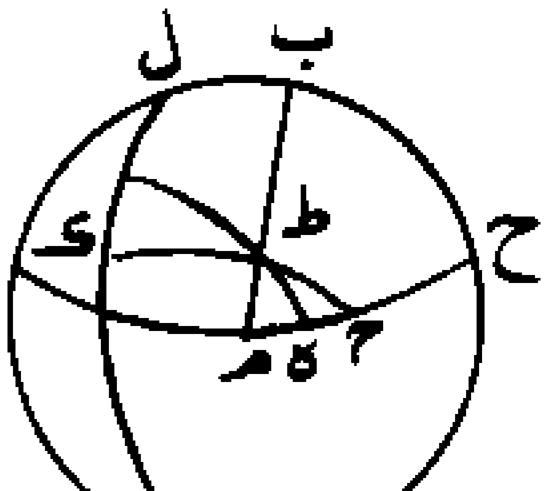

افادۂ خامسہ علی گڑھ کا قبلہ تحقیقی

اقول ا ب ح ء
شمالی علی گڑھ ب نقطۂ مغرب ء ر ل النہار ح قطب شمالی ط سمت راس
مکہ ح ط ک نصف نہار ہا ح ر نصف نہار علی گڑھ ط سمت راس علیگڑھ
ل خط سمت قبلہ علی گڑھ ل ب تمام انحراف یعنی انحراف از نقطۂ مغرب بجنوب
کی معرفت مقدار کے لئے **اولا** نقطۂ مغرب سے سمت راس مکہ معظمہ پر گزرتا ہوا نصف النہار علی گڑھ پر عمود
ھڑالا کہ سمت راس علی گڑھ ط سے جنوب گزرا لما ستعرفہ ان شاء اللہ تعالیٰ ھر عرض موقع العمود ہـ ا
ط ک ب قائم الزاویہ ہے لحدوث ک بین میلیۃ والمعدل اور سب ضلعیں ربع سے کم ہیں
قطعۃ من ب ر ب ھر ح ک الارباع اور زاویہ ب کا قیاس قوس ھرر ہے فان کل زاویۃ
من عظیمتین قیاسہا قوس غایۃ الفصل بینہما اور ط ک عرض مکہ ب ک تمام فرق طول ہے
ظل ب مجہول : ظل ط ک :: ع : جیب ب ک .: لوظل عرض مکہ ۹٫۵۹۳۵۴۲۳ لوتم ما بین الطولین

marfat.com

Marfat.com

وتر ا ح وصل کیا کہ حسب بیان معترضین ۶۰ فٹ یعنی ساٹھ ذراع شرعی ہے اور اب ء ح ب ... کہ ایک مربع ہے حسب بیان ساکنان ایک سو پینسٹھ ذراع شرعی ۰ ۱۶۵ ؛ ۹ ۴۰ ۶ درجات وتر ا ح ۶۰×۶۰ = ۳۶۰۰ ÷ ۱۶۵ = ۲۱۸۱۸۱۸ ا یعنی کا مدہ اگر مقدار وتر ہو تو اس کا نصف ... جدول جیب میں اس کی قوس ی الط تو قوس ا ح یعنی زاویہ اب ح = ک لم یعنی اس کی سمت قطب شمالی سے دو دقیقے کم اکیس درجے جانب غرب ہے وَبِوَجْہٍ اٰخَرَ کہ بیان میں رسم قوس کی حاجت نہ ہو ب سمت ح پر خطِ غیر محدود کھینچا اور ب ح مساوی اب قطع کرکے اور بحکم شکل ہشتم بلکہ پنجم و چہارم مقالہ اولیٰ ... کا منصف ہوا اور بحکم حدود ا ح پر عمود ا ہ حسب بیان معترضان ۳۰ ذراع شرعی ہے تو بحکم شکل نافع لو ۳۰ ... ۱۲۱۳ ۴۷۷ ۱۱۶ - لو ۱۶۵ یعنی ۲۲۱۷۴۸۳۹ = ۰ ۹۶۲۵۹۹۳۷۲ لو جیب زاویہ اب ہ یعنی ی ند لث ... قوس ی الط تو کل زاویہ وہی ۲۰ ۵۸ ہوا اور ظاہر ہے کہ جتنا انحراف اس دیوار کو قطب شمالی جانب غرب سے اتنا ہی اس کی سمت قبلہ کو نقطۂ مغرب سے جانب جنوب ہوگا کہ دیوار مثلاً اب پر اس کی

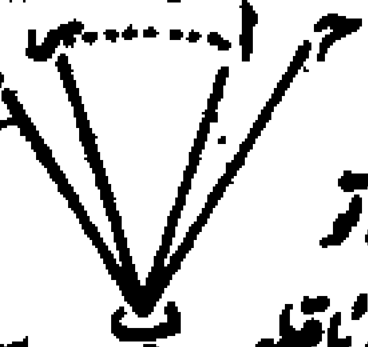

سمت ح ب اور ح ب خط جنوب و شمال پر س ب خط اعتدال عمود ہے تو ابح ح ب س قائمتین سے اب س مشترک ساقط کیا ح ب س برابر اب ح کے رہا، پس دلائل قطعیہ سے ثابت ہوا کہ سب سے تنگ تر قول پر بھی عیدگاہ مذکور پونے چھ درجے سے زیادہ حدودِ قبلہ میں داخل ہے اور قولِ محقق و منقح پر ۲۴ درجے سے بھی زائد اندرونِ حد ہے کما سیظھر ان شاء اللہ تعالیٰ (جیسا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ظاہر ہو جائے گا) یعنی شرعاً جہاں تک انحراف کی اجازت ہے اُس کا نصف بھی اس میں نہیں اتنا ہی انحراف اور ہوتا جب بھی سات درجے زائد حد میں رہتی تو روشن ہوا کہ نئی روشنی والوں کے بیان و فتوے سب ظلمت جہل وا ہوا ہیں والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

افادۂ رابعہ علی گڑھ کا قبلہ تقریبی۔ کتب متداولہ ہیأت میں جو طریقہ معرفت سمت کا لکھا سید المحققین علامہ سید شریف قدس سرہ الشریف نے تحقیقی گمان فرمایا اور عند التحقیق تحقیق نہیں تقریب ہے اُس طریقہ پر یہاں معرفتِ سمت یوں ہے۔

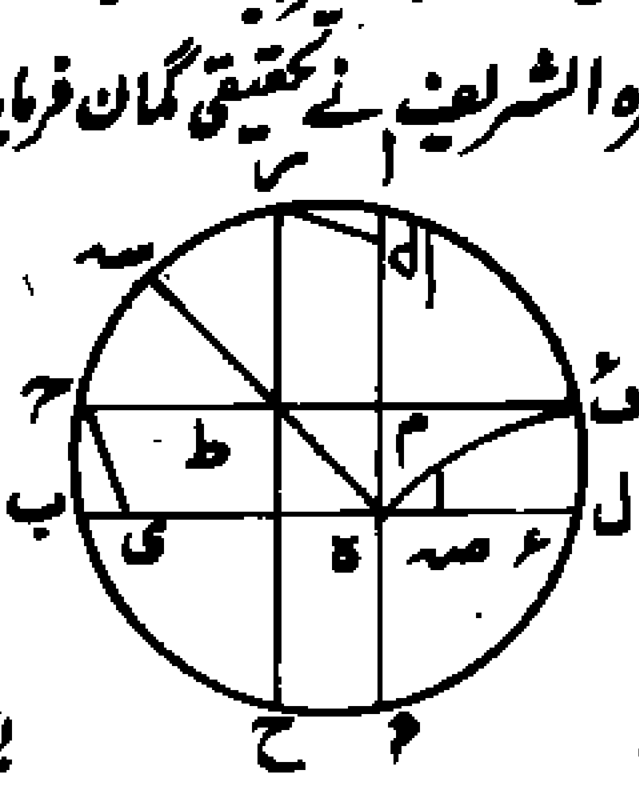

ہ مرکز دائرہ ہندیہ ہے افق علی گڑھ میں ا ح خط اعتدال ل ب خط جنوب و شمال اس آنجا کہ علیگڈھ مکہ معظمہ سے شرقی شمالی ہے اور طول مکہ معظمہ حری طول علی گڑھ عج ومابین الطولین لو نہ عرض مکہ کا اللہ عرض علیگڈھ ا کر نو ما بین العرضین و لا لہذا نقطتین جنوب و شمال سے نقطہ مغرب کی طرف ل ء ب ح بقدر لو نو وصل کیا اور نقطتین مشرق و مغرب سے

ـــــــــــــــــــ

لہ زیرا کہ تحویل لوگارثم مذکور بجیب اصلی عشری ۲ ۱۸۱۸۱۸۲ ۰۶ و تحویلش بہ ستینی ی ند لث مد ۱۲ منہ (م)

marfat.com

Marfat.com

...۱۴ فٹ آتے یعنی لوٹنے فٹ یہ اور ۰۔ افٹ اور یہ جملہ ۱۹ فٹ بھی اگر یہ دیوار قطب شمالی سے ... صعودے باہر ذرّی هکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق۔

تنبیہ قول محقق و منقح کہ کعبہ معظمہ کے دونوں جانب ۴۵ درجے تک انحراف روا ہے اس پر عمل ... تحقیق برہانی نکال کر کرنا چاہئے کہ طریق تقریبی میں خود کئی کئی درجے کا تفاوت آتا ہے۔ اب یہیں دیکھئے ... درجے ۲۰ دقیقے کا تفاضل ہے واللہ الهادی الی الصواب، الحمد للہ کہ اس تحریر میں افادۂ اولی ... نہایت نفیس و افاضت پر واقع ہوا مناسب اُس کے لحاظ سے اس کا تاریخی نام هدایة المتعال فی حد الاستقبال ہو کہ اس کی تصنیف اواخر ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ میں ہوئی، اور اگر یہ لحاظ کریں کہ تبییض میں اوائل محرم ۱۳۲۵ھ کی تاریخیں آئیں گی تو حد الاستقبال کے عوض جهة الاستقبال کہنا مناسب، وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولانا محمد و آلہ وصحبہ اجمعین آمین واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

---

marfat.com

Marfat.com

گرنوو ۹٫۸۹۶۹۲۶۵ = ۹٫۶۹۹۶۶۱۵۸ قوس این ظل الزاویہ لوحم عرض مرتفع العمود تھا جب ...
بقدر ا العطلت کم ہے لہذا سمت راس سے جنوب کو واقع ہوا اور حرم قبلہ مغرب سے جنوب کو ہے ... از انجا کہ ...
بھی شمالی العرض ہے لوجیب تفاضل لیں اور از انجا کہ اتنی چھوٹی قوسوں میں تفاضل ... سے ...
مابین السطرین مساہلت کثیرہ لاتی ہے اُسے بطریق دقیق نکالیں ۱۸۶۴۱۵۶۶۱۸ ایا اسے ... رکھیں۔

ثانیاً مثلث ج مط قائم الزاویہ میں زاویہ ح کا قیاس قوس ... باہی ... لیں ہے اور ح
تمام عرض عمود ... لب ∴ ظل ح : ظل طم مجہول :: ع ، جیب ح م ∴ لو ظل تفاضل طول ۹٫۹۷۹...
لوحم عرض عمود ۹٫۶۹۵۲۰۱۳۴ = ۹٫۸۴۳۷۸۱۳ = ظل طم۔

ثالثاً مثلث طمہ قائم الزاویہ میں زاویہ ہ کا قیاس قول ال ہے کہ مقدار انحراف ہے نقطہ جنوب
سے غروب کو اور ظل زاویہ ہ مجہولہ : ظل طم :: ع : جیب ہ م محفوظ ∴ ۹٫۸۴۳۷۸۱۳ − ۹٫۶۴۱۵۶۶۱۸ ...
= ۱۱٫۶۴۲۸۱۹۵ جدول ظل میں اس کی قوس ... اُس کا تمام ب ح کہ مقدار قوس ب ل مطلوب ہوئی یعنی
دو درجے آٹھ دقیقے نقطہ مغرب سے جانب جنوب جھکیں تو عین کعبہ معظمہ کے مواجہ ہوں۔

وبوجہ اخر فرق طول لونو کی جیب ۹٫۷۸۸۹۹۴۴ + لوحم عرض حرم محترم ... ۹٫۹۸۹۲۶۲
= ۹٫۷۵۷۶۲۰۶ قوس لوند ... تمام ہانیہ ہ الف محفوظ اول جیبش ۹٫۶۹۱۳۸۲۸۴ ∴ لوج عرض مکہ مکرمہ
۹٫۵۶۲۴۶۸۵ − لوجہ محفوظ اول = ۹٫۶۶۴۸۶۳۰۱ قوسہ الوالح محفوظ دوم + تمام عرض علی گڑھ ...
= م ل لحم محفوظ سوم جیبہ ۹٫۹۹۹۸۵۲۶ + لوج محفوظ اول = ۹٫۶۹۱۳۶۹۱ قوسہ ... محفوظ چہارم
تمامہ لونو ... بعد علی گڑھ از مکہ معظمہ یعنی تقریباً دو ہزار چار سو میل کا فاصلہ ہے اس مسافت کی جیب
۹٫۷۵۷۶۲۲۹ ∴ لوحم محفوظ اول ۹٫۷۵۷۶۲۰۶ − لوج بعد = ۹٫۹۹۹۹۹۷۷ قوسہ ... تمامہا
ب ح وہی دو درجے آٹھ دقیقے جنوب کو آئے وذلک ما اردنا ہ ان کو انحراف دیوار ... سے تفریق کیا
تو قبلہ حقیقی سے صرف ... انصراف رہا اسے ۴۵ سے کم کیا باقی الوی یعنی ابھی چھبیس درجے سے بھی کچھ
زیادہ اور انحراف ہوتا ہے جب بھی حدود قبلہ کے اندر تھی یا یوں سمجھئے کہ قبلہ حقیقی قطب شمالی سے ۹۲ درجہ ۸ دقیقے
غرب کو ہے اور قبلہ حقیقی سے ۴۵ درجے تک انحراف روا تو قطب سے ۴۷ ہوگا ۸ دقیقے چھوڑ کر ۴۷ درجے
ہی انحراف رکھئے

میں وتر اح کی مقدار ۲۰٫۸۴۹۸۸۸۳ ہے کہ ۲۳°۰ کی جیب ... نہ الطعن نو
ہے اعشاریہ میں کسور درجہ کی تحویل سے ۴۱۴۴۱۴۹۲۴۹ ۰٫۲۳ ہوئی جس کا دو چند یہ وتر ہے
اور ضلع اب کی ۱۶۵ ذراع شرعی ہے = ۰٫۹۰ پس تناسب یہ ہوا ۰٫۹۰ : ۱۶۵ :: ۰٫۴۸۴۹۸۸۸۳ : مجہول
∴ سطح وسطین ۰٫۸۹۵۶۲۲۱۵۶۹۵ ÷ ۹۰ = ۰٫۵۸۶۱۳۱ یہ اح کے ذراع شرعی ہوئے ۱½ ...

marfat.com

Marfat.com

باب اماکن الصلوٰۃ

(مقاماتِ نماز کا بیان)

مسئلہ ۳۹ از شہر کہنہ ۲۷ ربیع الآخر شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ نماز مسجد کے دَر میں جائز نہیں ہے چاہے اکیلا ہو یا امام ہو۔ عمرو کہتا ہے کہ دَر میں بلاکراہت جائز ہے اکیلا ہو یا امام، البتہ صفوں کا دروں میں قائم کرنا مکروہ ہے یا مسجد کے محراب میں اکیلا ہو یا امام۔ اس مسئلہ میں زید کا قول سچا ہے یا عمرو کا؟ بیّنوا توجروا احکم اللہ اور نقشہ مسجد کا واسطے ملاحظہ کے لکھ دیا ہے۔

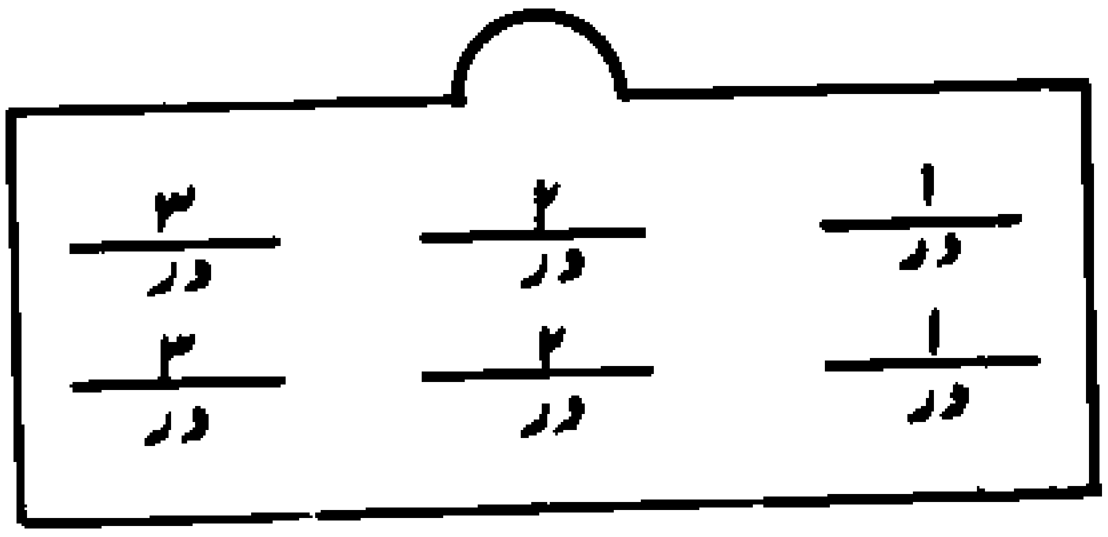

الجواب

فی الواقع امام کا بے ضرورت محراب میں کھڑا ہونا کہ پاؤں محراب کے اندر ہوں یہ بھی مکروہ (ہاں پاؤں باہر سجدہ محراب کے اندر ہو تو کراہت نہیں) اور امام کا دَر میں کھڑا ہونا یہ بھی مکروہ مگر اسی طرح کہ پاؤں باہر اور سجدہ دَر میں ہو تو کراہت نہیں بشرطیکہ دَر کی کرسی بلند نہ ہو ورنہ اگر سجدہ کی جگہ پاؤں کے موضع سے چارگرہ سے زیادہ اونچی ہوتی تو سرے سے نماز ہی نہیں ہوگی اور چارگرہ یا کم بلندی ممتاز ہوتی تو کراہت سے خالی نہیں، اور بے ضرورت مقتدیوں کا دَر میں صف قائم کرنا یہ سخت مکروہ کہ باعثِ قطعِ صف ہے اور قطعِ صف ناجائز، ہاں اگر کثرتِ جماعت کے باعث جگہ میں تنگی ہو اس لئے مقتدی دَر میں اور امام محراب میں کھڑے ہوں تو کراہت نہیں۔ یونہی اگر مینہ کے

marfat.com

Marfat.com

...متسامیتین[1] کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ (ت)

تنویر الابصار میں ہے :

لوکان موضع سجودہ ارفع عن موضع القدمین بمقدار لبنتین منصوبتین جاز وان اکثر لا[2]۔

اگر نمازی کے سجدہ کی جگہ قدموں کی جگہ سے دو کھڑی اینٹوں کے برابر بلند ہو تو نماز جائز، اور اگر اس سے زیادہ بلند ہو تو نماز جائز نہ ہوگی۔ (ت)

دُرِمختار میں ہے :

بمقدار ارتفاعھما نصف ذراع ثنتا عشرۃ اصبعا ذکرہ الحلبی[3]۔

ان دونوں کا بلند ہونا نصف ذراع ہے جو کہ بارہ انگلیوں کی مقدار ہے۔ حلبی نے اسے ذکر کیا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قولہ جاز سجودہ الظاھر انہ مع الکراھۃ لمخالفتہ للماثور من فعلہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم[4]۔

قولہ جاز سجودہ یعنی سجدہ تو جائز ہوگا مگر بظاہر کراہت ہوگی کیونکہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فعلِ منقول کے خلاف ہے۔ (ت)

سنن ابن ماجہ میں ہے :

عن معٰویۃ بن قرۃ عن ابیہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال کنا ننھی ان نصف بین السواری علی عھد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم ونطرد عنھا طردا[5]۔

یعنی قرہ بن ایاس مزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ میں ہمیں دوستونوں کے بیچ میں صف باندھنے سے منع فرمایا جاتا اور وہاں سے دھکے دے کر ہٹائے جاتے تھے۔ (ت)

مسند امام احمد و سنن ابی داؤد و جامع ترمذی و سنن نسائی و صحیح حاکم میں ہے :

عن عبد الحمید بن محمود قال صلینا خلف امیر من الامراء فاضطرنا الناس فصلینا

یعنی ایک تابعی کہتے ہیں ہم نے ایک امیر کے پیچھے نماز پڑھی لوگوں نے ہمیں مجبور کیا کہ ہمیں دوستونوں میں نماز

---

[1] ردالمحتار باب ما یفسد الصلٰوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۸

[2] و [3] درمختار شرح تنویر الابصار فصل واذا اراد الشروع فی الصلٰوۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۷۶

[4] ردالمحتار " " " مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۷۲

[5] سنن ابن ماجہ باب الصلٰوۃ بین السواری فی الصف " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷۱

marfat.com

Marfat.com

باعث پچھلی صف کے لوگ دروں میں کھڑے ہوں تو یہ ضرورت ہے (الضرورات تبیح المحظورات ، ضرورت ممنوعات کو مباح کر دیتی ہے ۔ ت) رہا اکیلا اس کے لیے ضرورت ' بے ضرورت محراب میں ، دَر میں مسجد کے کسی حصّہ میں کھڑا ہونا اصلاً کراہت نہیں رکھتا ۔ دُرمختار میں ہے :

کرہ قیام الامام فی المحراب لاسجودہ فیہ وقدماہ خارجہ لان العبرۃ للقدم[1]۔

امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے ، اگر قدم باہر ہوں اور سجدہ محراب میں ہو تو یہ مکروہ نہیں کیونکہ اعتبار قدموں کا ہے ۔ (ت)

ردالمحتار میں بحرالرائق سے ہے :

فی الولوالجیۃ وغیرھا اذا لم یضق المسجد بمن خلف الامام لاینبغی لہ ذلک لانہ یشبہ تباین المکانین انتہی یعنی وحقیقۃ اختلاف المکان تمنع الجواز فشبھۃ الاختلاف توجب الکراھۃ والمحراب وان کان من المسجد فصورتہ وھیأتہ اقتضت شبھۃ الاختلاف اھ ملخصاً[2]۔

ولوالجیہ وغیرہا میں ہے جب امام کے پیچھے والے نمازیوں کے لئے مسجد تنگ نہ ہو تو امام کو محراب میں قیام نہیں کرنا چاہئے کیونکہ یہ دو جگہوں کے الگ الگ ہونے کا شبہ پیدا کرے گا انتہی یعنی مکان کا حقیقۃً اختلاف جوازِ نماز سے مانع ہے اور جہاں اختلافِ مکان کا شبہ ہو وہاں کراہت ہوگی اور محراب اگرچہ مسجد ہی سے ہے مگر محراب کی صورت اور ہیئت اختلافِ مکان کا شُبہ پیدا کرتی ہے اھ ملخصاً (ت)

اسی میں معراج الدرایہ سے ہے :

حکی الحلوانی عن ابی اللیث لایکرہ قیام الامام فی الطاق عند الضرورۃ بان ضاق المسجد علی القوم[3]۔

حلوانی نے ابواللیث سے نقل کیا کہ ضرورت کے وقت امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں جبکہ نمازیوں پر مسجد تنگ ہو ۔ (ت)

اُسی میں کتاب مذکور سے ہے :

الاصح ماروی عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال اکرہ للامام ان یقوم

اصح روایت کے مطابق امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہی مروی ہے کہ امام کا دو ستونوں کے درمیان

---

[1] درمختار باب مایفسد الصلٰوۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۹۲
[2] ردالمحتار " " مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۷
[3] " " " " " " ۱/۴۷۸

marfat.com

Marfat.com

محل و برابر ہونا جماعت میں مطلوب ہے۔ (ت)

اسی طرح فتح الباری امام ابن حجر عسقلانی، پھر ارشاد الساری امام احمد قسطلانی وغیرہما میں ہے نیز فتح الباری میں محب طبری سے ہے:

محل الکراھۃ عند عدم الضیق[2] — جب تنگی نہ ہو تو پھر مکروہ ہے۔ (ت)

عمدۃ القاری میں ابن حبیب سے ہے:

لیس النھی عن تقطیع الصفوف اذا ضاق المسجد وانما نھی عنہ اذا کان المسجد واسعا[3]۔ — جب مسجد تنگ ہو تو اس وقت صفوں کو توڑنا منع نہیں، یہ اس وقت منع ہے جب مسجد کشادہ ہو۔ (ت)

اسی میں ہے:

قال مالك فی المدونۃ لاباس بالصلاۃ بینھما لضیق المسجد[4] اھ ثم ذکر قول ابن حبیب اقول ولا یخفی انہ مستقیم علی قواعد مذھبنا۔ — امام مالک مدونہ میں فرماتے ہیں جب مسجد تنگ ہو تو دوستونوں کے درمیان نماز پڑھنے میں حرج نہیں اھ پھر انہوں نے ابن حبیب کا قول نقل کیا ہے۔ اقول، مخفی نہ رہے یہ ہمارے مذہب کے قواعد پر درست ہے۔ (ت)

دُرمختار میں ہے:

ھذا کلہ عند عدم العذر کجمعۃ وعید فلوقاموا علی الرفوف والامام علی الارض اوفی المحراب لضیق المکان لم یکرہ[5]۔ — یہ تمام (یعنی کراہت) اس وقت ہے جب عذر نہ ہو عذر کی صورت میں مثلاً جمعہ اور عید کے بھیڑ کے موقع پر بھی اگر مسجد تنگ ہو اور بعض نمازی رفوف ف دروازے کے تختے پر کھڑے ہوں اور امام زمین پر یا محراب میں ہو تو کراہت نہیں۔ (ت)

---

[1] عمدۃ القاری شرح البخاری باب الصلاۃ بین السواری فی غیر جماعۃ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۴/۲۸۴

[2] فتح الباری شرح البخاری " " " " " " " مصطفی البابی مصر ۲/۱۲۲

[3] عمدۃ القاری شرح البخاری " " " " " " ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۴/۲۸۶

[4] " " " " " " " " " " " " " "

[5] درمختار باب مایفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۹۲

ف: رفوف جمع رف کی ہے اس کے کئی معانی ہیں، ایک معنی یہ ہے "وہ لکڑی جس کے دونوں کنارے دیوار میں لگا کر اس پر گھر کا سامان رکھتے ہیں" یہاں مراد دروازے کے درمیان بلند جگہ بھی ہو سکتی ہے اور زمین سے بلند مقام بھی ہو سکتا ہے۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

Marfat.com

بین الساریتین فلما صلینا قال انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ کنا نتقی ھذا علی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[۱] — پڑھنی ہوئی دجہ ... فرمایا ہم زمانۂ اقدس حضور ... صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اس سے بچتے تھے۔

حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے، ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے، عمدۃ القاری شرح بخاری ... میں قبیل باب ... الی الراحلۃ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے کہ انھوں نے فرمایا، لا تصفوا بین الاساطین و اتموا الصفوف[۲] ستونوں کے بیچ میں صف نہ باندھو اور صفیں پوری کرو۔ اور اس کی وجہ قطع صف ہے اگر تینوں دروں میں لوگ کھڑے ہوئے تو ایک صف کے تین ٹکڑے ہوئے اور یہ ناجائز ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، من قطع صفا قطعہ اللہ[۳] جو کسی صف کو قطع کرے اللہ اسے قطع کر دے۔ اور اگر بعض دروں میں کھڑے ہوئے بعض خالی چھوڑ دے جب بھی قطع صف ہے کہ صف ناقص چھوڑ دی کاٹ دی پوری نہ کی؛ اور اس کا پورا کرنا لازم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، اتموا الصفوف[۴] (صفوں کو مکمل کرو۔ ت) اور اگر اس وقت اور زائد لوگ نہ ہوں تو آنے سے کون مانع ہے تو یہ ممنوع کا سامان مہیا کرنا ہے اور وہ بھی ممنوع ہے قال اللہ تعالٰی تلك حدود اللہ فلا تقربوھا[۵] (اللہ تعالٰی فرماتا ہے یہ اللہ تعالٰی کی حدود ہیں پس ان کو توڑنے کے قریب مت جاؤ۔ ت) اور دروں میں مقتدیوں کے کھڑے ہونے کو قطع صف نہ سمجھنا محض خطا ہے۔ علمائے کرام نے صاف تصریح فرمائی کہ اس میں قطع صف ہے۔ صحیح بخاری میں ہے، باب الصلٰوۃ بین السواری فی غیر جماعۃ[۶] (باب جماعت کے علاوہ ستونوں کے درمیان نماز پڑھنے کا۔ ت) امام علامہ محمود عینی کہ اجلۂ ائمۂ حنفیہ سے ہیں اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

قید بغیر جماعۃ لان ذٰلك یقطع الصفوف و تسویۃ الصفوف فی الجماعۃ مطلوبۃ — بغیر جماعت کی قید اس لئے ہے کہ یہ (نمازی کا دو ستونوں کے درمیان ٹھہرنا) صفوں کو توڑتا ہے حالانکہ صفوں کا

---

[۱] جامع الترمذی باب ماجاء فی کراہیۃ الصف بین السواری مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۳۱/۱

[۲] عمدۃ القاری شرح البخاری باب الصلٰوۃ بین السواری فی غیر جماعۃ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۲۸۶/۴

[۳] سنن ابی داؤد باب تسویۃ الصفوف الخ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۹۷/۱

[۴] صحیح مسلم " " " قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۸۲/۱

[۵] القرآن ۱۸۷/۲

[۶] صحیح البخاری باب الصلٰوۃ بین السواری فی غیر جماعۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۷۲/۱

marfat.com

Marfat.com

...پھر بعد استقرار اعادہ کرے، تحقیق یہ ہے کہ استقرار بالکلیہ ولو بالوسائط زمین یا تابع زمین سے متصل باتصال قرار ہمارے نمازوں میں شرط صحت ہے مگر بہ تعذر، ولہذا دابہ پر بلا عذر جائز نہیں قرار ہے کہ دابہ تابع زمین نہیں، ولہذا گاڑی پر جس کا جُوا بیلوں پر رکھا ہے اور گاڑی ٹھہری ہوئی ہے جائز نہیں کہ زمین پر استقرار نہ ہوا ایک حصہ غیر تابع زمین پر ہے ولہذا چلتی کشتی سے اگر زمین پر اترنا متیسر ہو کشتی میں جائز نہیں بلکہ عند التحقیق اگرچہ کشتی کنارے پر ٹھہری ہو مگر پانی پر ہو زمین تک نہ پہنچی ہو اور یہ کنارے پر اتر سکے کشتی میں نماز نہ ہوگی کہ اس کا استقرار پانی پر ہے اور پانی زمین سے متصل باتصال قرار نہیں جب استقرار حالتوں میں نمازیں جائز نہیں ہوتیں جب تک استقرار زمین پر اور وہ بھی بالکلیہ نہ ہو تو چلنے کی حالت میں کیسے ہو سکتی ہیں کہ نفس استقرار ہی نہیں بخلاف کشتی رواں جس سے نزول متیسر نہ ہو کہ اسے اگر روکیں گے بھی استقرار پانی پر ہوگا نہ کہ زمین پر، لہذا سیر و وقوف برابر، لیکن اگر ریل روک لی جائے تو زمین ہی پر ٹھہرے گی مثل تخت ہو جائے گی، انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے روکی جاتی ہے اور نماز کے لئے نہیں تو منع من جہۃ العباد ہوا اور ایسے منع کی حالت میں حکم وہی ہے کہ نماز پڑھ لے اور بعد زوال مانع اعادہ کرے۔ دُرِّ مختار میں ہے:

...صلی علی دابۃ فی شق محمل وھو یقدر علی النزول بنفسہ لا تجوز الصلاۃ علیہا اذا کانت واقفۃ الا ان تکون عیدان المحمل علی الارض بان رکز تحتہ خشبۃ و اما الصلوٰۃ علی العجلۃ ان کان طرف العجلۃ علی الدابۃ وھی تسیر او لا تسیر فھی صلاۃ علی الدابۃ فتجوز فی حالۃ العذر المذکور فی التیمم لا فی غیرھا وان لم یکن طرف العجلۃ علی الدابۃ جاز لو واقفۃ لتعلیلھم بانہا کالسریر ھذا کلہ فی الفرض و الواجب بانواعہ وسنۃ الفجر بشرط ایقافہا للقبلۃ ان امکنہ و الا فبقدر الامکان لئلا یختلف بسیرھا المکان و اما فی...

اگر کسی نے کھڑے چارپائے پر کجاوے میں نماز ادا کی حالانکہ وہ اُترنے پر قادر تھا تو نماز نہ ہوگی، البتہ اس صورت میں نماز ہو جائے گی جب کجاوے کی لکڑیاں زمین پر ہوں بایں طور کہ اس کے نیچے لکڑی گاڑی ہو۔ رہا معاملہ گاڑی (مثلاً بیل گاڑی وغیرہ جس کو جانور کھینچتے ہیں) پہ نماز کا، تو اگر گاڑی کا ایک حصہ چوپائے کے اوپر ہے خواہ وہ چلتی ہے یا نہیں تو یہ چوپائے پر نماز سمجھی جائے گی تو تیمم میں بیان کردہ عذر کی وجہ سے نماز ادا ہو جائے گی، اس کے علاوہ میں نہیں۔ اور اگر گاڑی کا کوئی حصہ چارپائے پر نہیں تو نماز ہو جائے گی اگر بیل گاڑی کھڑی ہو کیونکہ فقہا نے اسے تخت کی مثل قرار دیا ہے۔ یہ تمام گفتگو فرائض، واجبات کی تمام انواع اور فجر کی سنتوں میں ہے بشرطیکہ

marfat.com

Marfat.com

عمدۃ القاری میں ہے :

اذا کان منفرداً لاباس فی الصلاۃ بین الساریتین اذالم یکن فی جماعۃ۔[1] جب تنہا نماز ادا کررہا ہو تو ستونوں کے درمیان نماز ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ جماعت میں نہ ہو (ت)

اس بیان سے واضح ہُوا کہ زید وعمرو دونوں کے کلام میں دو دو غلطیاں ہیں زید کا منفرد میں نماز بین الساریتین کو بتائی یہ زیادت ہے، ناجائز نہیں، ہاں امام کو مکروہ ہے۔ یُونہی منفرد کو اس حکم میں شریک کرنا ٹھیک نہیں۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب کعبہ معظمہ تشریف لے گئے دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھی۔

ثبت فی الصحاح عن ابن عمر عن بلال رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ جیسا کہ صحاح میں حضرت ابن عمر نے حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے (ت)

عمرو کا امام کو در میں کھڑا ہونا بلا کراہت جائز ماننا صحیح نہیں، یونہی منفرد کا محراب میں قیام مکروہ جاننا کہ جس سے جو وجوہ کراہت علما نے لکھے ہیں یعنی شبہہ اختلاف مکان امام و جماعت یا اشتباہ حال یا تشبہ اہل کتاب۔ ان میں سے کوئی وجہ منفرد کے لئے متحقق نہیں واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکمہ عزشانہ احکم۔

مسئلہ ۳۹۸ ازدہلی فراش خانہ مدرسہ نعمانیہ اسلامیہ مسئولہ محمد ابراہیم الاحمد آبادی غفرلہ الہادی ۷ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ریل پر نماز کس طرح ادا کی جائے گی ایک شخص نے سوال کیا کہ چلتی ریل اور جہاز پر نماز جائز ہے یا نہیں، مولوی کفایت اللہ صاحب نے تعلیم الاسلام حصہ ۴ کے صفحہ پر جو جواب منقولہ ذیل لکھا ہے صحیح ہے یا نہیں؟ اور جہاز یا کشتی اور ریل کا ایک ہی حکم ہے یا غیر غیر؟ میں اس میں تفصیل بحث چاہتا ہوں آج کل اس کے جملہ مسائل کی اہلِ اسلام کو سخت ضرورت ہے' جواب مولوی صاحب موصوف کا یہ ہے ج چلتی ریل اور جہاز پر نماز جائز ہے اگر کھڑے ہوکر پڑھ سکے چکر کھانے یا گرنے کا ڈر نہ ہو تو کھڑے ہو کر پڑھنا ضروری ہے اور کھڑے ہوکر نہ پڑھ سکے تو بیٹھ کر پڑھ لے اور اگر درمیان نماز میں ریل یا جہاز گھوم جانے سے نمازی کا منہ قبلہ کی طرف نہ رہے تو فوراً قبلہ کی طرف پھر جانا چاہئے ورنہ نماز نہ ہوگی بلفظہٖ اور یہ بھی فرمایا جاوے کہ فرض نفل سب کا ایک حکم ہے یا فرق ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

فرض اور واجب جیسے وتر و نذر اور ملحق بہ یعنی سنتِ فجر چلتی ریل میں نہیں ہوسکتے اگر ریل نہ ٹھہرے اور

---

[1] عمدۃ القاری شرح البخاری باب الصلوٰۃ بین السواری مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۴/۲۸۴

marfat.com

Marfat.com

سیر الا لیس ہنا فعل لم یکن المانع الا الاول
فلو وجد عذر یبیح الصلوٰۃ علی الدابۃ لکان
اجاز ان تجوز من دون فرق بین سیرو وقوف
منھم فرقوا فتبین ان السیر بنفسہ مفسد الا
بعذر یمنع الایقاف ولا یکفی مجرد عذر یمنع
النزول لا الایقاف فما نکانت العجلۃ کلھا علی
الارض وجرتھا دابۃ بحبل فھھنا انما فقد
المانع الاول دون الثانی فوجب الفساد الا بعذر
فلا نظر الی ما اراد ش استنباطہ من مفھوم
لیس علی عادۃ ذلک الزمان بمفھوم فافھم
وتثبت۔

جس کی ایک طرف چوپائے پر ہو،
دوسری چیز چوپائے کا چلنا اور مکان کا مختلف ہونا، کیا
آپ نے ملاحظہ نہیں کیا کہ فقہا نے چوپائے کے کھڑا کرنے
کو لازم قرار دیا ہے اور چلنے کی حالت میں اس پر نماز کو
باطل قرار دیا ہے سوائے اس کے جسے دشمن وغیرہ
کا خوف ہو، پس پہلی چیز کے علاوہ کوئی مانع نہیں تو پھر
ایسا عذر موجود ہے جو چارپائے پر نماز کو مباح بنا دے
تو اب چلنے اور کھڑے ہونے کے فرق سے بالاتر ہو کر
نماز کے جواز کو ماننا لازم ہوگا لیکن فقہا نے ان کے درمیان
فرق کیا ہے تو واضح ہو گیا کہ چلنا بذاتِ خود مفسدِ نماز ہے
مگر اس صورت میں جب کھڑا کرنا ممکن نہ ہو محض اتنا عذر
کافی نہیں جو نزول سے مانع ہو بلکہ وُہ عذر جو کھڑا کرنے سے مانع ہو معتبر ہے، اب اگر بیل گاڑی کلی طور پر زمین پر
ہو اور جانور اسے رسّی کے ذریعے لے جا رہا ہے تو اب یہاں پہلا مانع (نماز کا چارپائے پر ہونا) موجود نہیں البتہ
دوسرا مانع (جگہ کی تبدیلی) موجود ہے لہذا اس صورت میں عذر کے بغیر نماز فاسد ہو گی پس اسے نہیں دیکھا جائے گا
کہ جو شارح نے مفہوماً استنباط کر لیا ہے کیونکہ اس دور کی عادت مفہوم کو قبول نہیں کرتا، اسے سمجھ لے اور اس پر
قائم رہ۔ (ت)

نیز اسی میں غنیہ سے ہے:

ھذا بناء علی ان اختلاف المکان مبطل مالم
یکن لاصلاحھا۔[1]

یہ اس بنا پر ہے کہ جگہ کا مختلف ہونا (نماز کو) باطل
کرنے والا ہے جبکہ یہ اس کی اصلاح کے لئے نہ ہو۔ (ت)

اُسی میں بحوالہ بحر الرائق فتاوٰی ظہیریہ سے ہے:

لو جذبتہ الدابۃ حتی ازالتہ عن موضع
سجودہ تفسد[2]۔

اگر جانور نے اسے اتنا کھینچا کہ اس کے سجدہ کی جگہ
بدل گئی تو نماز فاسد ہوگی۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۲۱
[2] " " " " " " " ۱/۴۲۲

marfat.com
Marfat.com

النفل فیجوز علی المحمل والعجلۃ مطلقا[1] ... قبلہ رُخ کھڑی کی ہو ... ہو تو الامکان قبلہ رُخ کھڑا کرنا شرط ہے تاکہ اسکے چلنے سے مکان میں تبدیلی نہ ہوجائے باقی نوافل ... اور ... میں پڑھنا مطلقاً جائز ہیں۔ (ت)

خود ردالمحتار میں ہے:

الحاصل ان کلا من اتحاد المکان واستقبال القبلۃ شرط فی صلاۃ غیر النافلۃ عند الامکان لایسقط الا بعذر فلو امکنہ ایقافھا مستقبلا فعل بقی لو امکنہ الایقاف دون الاستقبال فلاکلام فی لزومہ لما ذکرہ الشارح من العلۃ[2] (ملخصاً)

حاصل یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو نوافل کے ... نماز میں اتحادِ مکان اور استقبالِ قبلہ دونوں ... ہیں تو شرط عذر کے بغیر ساقط نہ ہوگی پس اگر ... کو قبلہ رُخ کھڑا کرسکے تو کرے باقی رہا یہ کہ کھڑا کرسکتا ... مگر قبلہ رُخ کھڑا نہیں کرسکتا تو کھڑا کرنا لازم ہے جیسا ... شارح نے اس کی علت ذکر کی ہے (یعنی تاکہ اتحاد ... سب نماز میں حاصل رہے) (ملخصاً)۔ (ت)

اُسی میں ہے:

الفرض والواجب بانواعہ لایصح علی الدابۃ الا لضرورۃ، فیومی علیھا بشرط ایقافھا جھۃ القبلۃ ان امکنہ، واذا کانت تسیر لا تجوز الصلاۃ علیھا اذا قدر علی ایقافھا والا بان کان خوفہ من عدو یصلی کیف قدر کما فی الامداد وغیرہ اھ[3] اقول فثبت ان المانع شیئان الاول کون الصلاۃ علی الدابۃ ولو بواسطۃ عجلۃ طرفھا علی دابۃ والثانی السیر واختلاف المکان الاتری انھم اوجبوا الایقاف وابطلوا

فرض اور واجبات کی تمام انواع کو بغیر ضرورت کے چارپائے ... ادا نہیں کیا جاسکتا ہاں اگر ضرورت وعذر کے وقت ... اس پر اشارے سے نماز ادا کرے بشرطیکہ امکانی ... تک دابہ کو قبلہ رُخ کھڑا کرے جب دابہ کھڑا کرنے ... پر قادر ہو تو ایسی صورت میں چلتے ہوئے دابہ (جانور) ... پر نماز جائز نہیں البتہ کھڑا کرنا ممکن نہ ہو مثلاً اگر اسے ... دشمن کا خوف ہے تو جس طرح ممکن ہو نماز ادا کرے۔ امداد ... اسی طرح ہے اھ میں کہتا ہوں یہ ثابت ہوا ... کہ مانع دو چیزیں ہیں، پہلی چیز نماز کا جانور کے ... اوپر پڑھنا اگرچہ بواسطہ بیل گاڑی کے جس ...

---

[1] درمختار — باب الوتر والنوافل — مطبوعہ مجتبائی دہلی — ۱/۹۸

[2] ردالمحتار — " " — " " — ۱/۲۴۲

[3] " — " " — " " — ۱/۲۷۰

marfat.com

Marfat.com

مستقرا ویمکنہ الخروج عنہا لم تجز الصلاۃ فیہا[1] اھ اقول واطلاق الہدایۃ واجب الحمل علی ہذہ النصوص الصریحۃ المقیدۃ وکم لہ من نظیر کما صرح بہ المحقق الغزی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ہوں اور اگر مستقر نہ ہو اور اس سے نکلنا بھی ممکن ہو تو اب اس میں نماز صحیح نہ ہوگی اھ اقول ہدایہ کے اطلاق کو ان صریح مقید نصوص پر محمول کرنا واجب ہے اور اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں جیسا کہ محقق غزی نے اس کی تصریح کی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۹۹: ۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو نمازیں حالتِ مجبوری ومعذوری میں بیٹھ کر پڑھی گئیں جیسے سفرِ حج میں جہاز کے اندر کہ سخت حالت طغیانی میں تھا اور تین دن تک برابر طغیانی عظیم میں رہا ایسی حالت میں قیام نہایت دشوار اور غیر ممکن تھا اور نیز خوفِ جان تھا پس ایسی حالت میں جتنی نمازیں پڑھی گئی ہیں اُن کا اعادہ حالتِ قرار واقامت میں واجب ولازم وضروری ہے یا نہیں؟ نیز وہ نمازیں کہ اونٹ پر شغدف وغیرہ میں قافلہ کے چلنے کی حالت میں بیٹھ کر پڑھی گئی ہیں کیونکہ بڈھے آدمی کو اُتارنے چڑھانے والا نہ تھا اور اُترنے کی صورت میں قافلے سے پیچھے رہ جانے کا اندیشہ تھا جس سے خوفِ جان ومال ہوتا ہے پس ان صورتوں میں جو نمازیں اونٹ کی سواری پر اور حالتِ طغیانی میں جہاز پر بیٹھ کر مجبوراً پڑھی گئیں اُن سب کا اعادہ بصورت اقامت واطمینان کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

اُن کا اعادہ نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ وممایتصل بذلک الصلٰوۃ علی الدابۃ والسفینۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۴۳

marfat.com

Marfat.com

اُسی میں ہے :

ظاہر ما فی الھدایۃ وغیرھا الجواز قائما مطلقا ای استقرت علی الارض اولا وصرح فی الایضاح بمنعہ فی الثانی حیث امکنہ الخروج الحاقا لہا بالدابۃ نھر واختارہ فی المحیط والبدائع بحر وعزاہ فی الامداد ایضا الی مجمع الروایات عن المصفی وجزم بہ فی نور الایضاح وعلی ھذا ینبغی ان لا تجوز الصلاۃ فیہا سائرۃ مع امکان الخروج الی البر وھذہ المسألۃ الناس عنہا غافلون[1] شرح المنیۃ۔

ہدایہ وغیرہ کے ظاہر کلام سے یہی ہے کہ کشتی میں کھڑے ہوکر نماز جائز ہے یعنی خواہ کشتی زمین پر مستقر ہو یا نہ ہو، اور ایضاح میں تصریح ہے کہ جب زمین پر مستقر نہ ہو اور نکلنا ممکن ہو جبکہ اس سے اترنا ممکن ہو تو اس کا حکم دابہ کی طرح ہوگا النہر۔ بحر میں ہے کہ محیط اور بدائع نے اسے مختار قرار دیا ہے۔ اور امداد میں بھی ہے کہ اسے مجمع الروایات میں مصفی کے حوالے سے بیان کیا گیا اور نور الایضاح میں اسی پر جزم ہے۔ اس بنا پر چلتی کشتی پر نماز جائز نہیں ہونی چاہئے جبکہ خشکی پر اترنا ممکن ہے۔ اس مسئلہ سے لوگ غافل ہیں شرح المنیۃ۔

فتح القدیر میں ہے :

فی الایضاح فان کانت موقوفۃ فی الشط وھی علی قرار الارض فصلی قائما جاز لانہا اذا استقرت علی الارض فحکمہا حکم الارض فان کانت مربوطۃ ویمکنہ الخروج لم تجز الصلوٰۃ فیہا لانہا اذا لم تستقر فھی کالدابۃ انتہی بخلاف ما اذا استقرت فانہا حینئذ کالسریر[2]۔

ایضاح میں ہے اگر کشتی دریا کے کنارے پر کھڑی ہو اور زمین پر مستقر ہو اور نمازی نے نماز کھڑے ہو کر ادا کی تو جائز ہے کیونکہ استقرار کی صورت میں اس کا حکم زمین والا ہی ہے اگر کشتی باندھی ہوئی ہو، اور باہر نکلنا ممکن ہو تو اس میں نماز جائز نہیں ہوگی کیونکہ جب مستقر نہیں تو وُہ چارپائے کی طرح ہے انتہی بخلاف اس کے جب مستقر ہو کیونکہ اس صورت میں وہ تختہ کی طرح ہے۔

محیط امام سرخسی پھر فتاوٰی ہندیہ میں ہے :

لو صلی فیہا فان کانت مشدودۃ علی الجد مستقرۃ علی الارض فصلی قائما اجزاہ وان لم

اگر کشتی مضبوط باندھی ہوئی ہو اور زمین پر مستقر ہے تو اس صورت میں اگر کسی نے کھڑے ہو کر نماز ادا کی تو جب

---

[1] رد المحتار | باب صلوٰۃ المریض | مطبوعہ مجتبائی دہلی | ۱/ ...

[2] فتح القدیر | " | " نوریہ رضویہ سکھر | ۱/ ...

marfat.com

Marfat.com

باب صِفَۃِ الصَّلٰوۃ

(طریقۂ نماز کا بیان)

ـلہ از خیرآباد مرسلہ شیخ حسین بخش صاحب رضوی فاروقی ۲۹ رجب ۱۳۰۵ھ

ـایند عالمانِ شرع شریف و حاکمان صدر نشین
ـند دریں امر کہ بمذہب حنفیہ لطیفہ مرداں بحکم حدیث
ـزیر ناف مے بندند و زنان بالائے ناف می بندند
ـل دست بندی زناں حین نماز موافق شرع نبوی
ـہ تعالٰی علیہ وسلم است یانہ یا اتفاق علمائے کرام

علماءِ شریعت اور دائرہ حاکمیت کے سربراہ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں جو علماءِ احناف نے بتایا ہے کہ مرد ناف کے نیچے اور خواتین ناف کے اوپر ہاتھ باندھیں، خواتین کا اس طرح ہاتھ باندھنا موافق شرعِ نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے یا نہیں؟ یا علماءِ کرام یا مفتیانِ عظام کا

marfat.com

Marfat.com

مخالفت ہم وارد نیست ومن ادعی فعلیہ البیان
ولہٰذا محقق حلبی در حلیہ فرمود ثم انما قلنا ان المرأۃ
تضع یمناھا علی یسرھا علی صدرھا لانہ
استرلہا فیکون ذلک فی حقہا اولی لما عرف من
ان الاولی اختیار ما ھو استرلہا من الامور
الجائزۃ لکل منہا لہا من غیر منع شرعی
عنہ وخصوصا فی الصلوۃ [1] این است آنچہ
در بادی النظر رونماید و انما اقول و باللہ التوفیق
ہم رسد کہ این مسئلہ را بحدیثے جید الاسناد رنگ اثبات
دہیم تقریرش آنچنان کہ در محل وضع از سید عالم صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم دو صورت مروی است یکے زیر ناف
بستن و در وے احادیث عدیدہ وارد است اجلہا
ما روی ابوبکر بن ابی شیبۃ فی مصنفہ قال
حدثنا وکیع عن موسی بن عمیر عن
علقمۃ بن وائل بن حجر عن ابیہ
رضی اللہ تعالٰی عنہ قال رأیت رسول
اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وضع
یمینہ علی شمالہ فی الصلاۃ تحت السرۃ [2]۔
امام علامہ قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ تعالٰی در تخریج احادیث
اختیار شرح مختار فرماید سندہ جید ورواتہ کلہم
ثقات [3] دوم بر سینہ نہادن و دریں باب ابن خزیمہ را

مخالفت میں بھی وارد نہیں، اگر کوئی دعوی کرتا ہے
تو دلیل پیش کرے، اسی لیے محقق حلبی نے حلیہ میں فرمایا:
ہم نے جو یہ کہا کہ عورت اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر
اپنے سینے پر باندھے یہ اس لیے کہ عورت کیلئے اس میں
زیادہ ستر ہے لہذا یہ اس کے حق میں اولٰی ہے کیونکہ یہ بات
معلوم ہے کہ عورت کے حق میں جتنے بھی امور جائز ہیں ان
میں سے اسی کو اختیار کرنا بہتر ہے جو سب سے زیادہ ستر کا سبب
ہو خصوصاً حالت نماز میں زیادہ خیال رکھنا چاہیے، یہ تو
وہ ہے جو ظاہر نظر میں آیا ہے۔ اقول (میں کہتا ہوں)
اللہ کی توفیق سے کہ اس مسئلہ پر ایک حدیث جید الاسناد
پیش کروں اس کی تقریر یوں ہے کہ حضور علیہ السلام سے
ہاتھ باندھنے کی دو صورتیں مروی ہیں ایک صورت زیر ناف
کی ہے اور اس بارے میں متعدد احادیث وارد ہیں سب
سے اہم روایت وہ ہے جسے ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے
مصنف میں ذکر کیا کہ ہمیں وکیع نے موسی بن عمیر سے علقمہ
بن وائل بن حجر نے اپنے والد گرامی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے
حدیث بیان کی ہے کہ میں نے دوران نماز نبی اکرم صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم کو دائیں ہاتھ کو بائیں پر ناف کے نیچے باندھے
دیکھا ہے۔ امام علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی رحمہ اللہ تعالٰی
اختیار شرح مختار کی احادیث کی تخریج کرتے ہوئے فرماتے
ہیں کہ اس کی سند جید اور تمام راوی ثقہ ہیں۔ دوسری
صورت سینے پر ہاتھ باندھنے کی ہے اس بارے میں

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
[2] مصنف ابن ابی شیبہ وضع الیمین علی الشمال من کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۳۹۰
[3] تخریج احادیث شرح مختار للقاسم بن قطلوبغا

marfat.com

Marfat.com

مفتیانِ عظام است اگر از احادیث رسول انام علیہ الصلوٰۃ
والسلام ثابت است یا باتفاق امامان حنفیان راجح
است برایں استفتا مُہر و دستخط بحوالہ کتاب ثبت نمایند
واجر ربی از خدائے تعالےٰ شانہٗ یابند، بینوا توجروا
بحوالۃ الکتاب بجواب الصواب۔

اتفاق ہے یہ مسئلہ اسی طرح ہے؟ اگر احادیث
رسولِ انام صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے ثابت ہے
یا ائمہ احناف کے اتفاق کی بنا پر مسئلہ اس طرح ہے
جو بھی ہو اس استفتا پر کتاب و سنت کے حوالے
سے اپنی مہر و دستخط ثبت کردیں اور اللہ تعالےٰ سے
اجر و ثواب پائیں، کتاب کے حوالے سے درست جواب دیں۔

الجواب

زناں را نزد حنفیہ کرام عمہم اللہ باللطف والاکرام حکم
آنست کہ دست در نماز بر سینہ بندند و ایں مسئلہ باتفاق
ائمہ ما ثابت است جم غفیر از علماء در تصانیف خود ہا
بروجہ حکایت خلاف تنصیص کردہ اند علامہ محمد ابن محمد
ابن محمد الشہیر بابن امیر الحاج الحلبی رحمہ اللہ تعالیٰ در
شرح منیہ فرمود، الموضع الثالث فی محل الوضع
فقال اصحابنا محلہ تحت السرۃ فی حق
الرجل والصدر فی حق المرأۃ اھ ملخصاً[1]
ونیز فرمود: المرأۃ تضعھما علی صدرھا
کما قال الجم الغفیر[2]۔ لاجرم علامہ ابراہیم بن محمد
بن ابراہیم حلبی رحمہ اللہ تعالےٰ در غنیہ ایں مسئلہ را
متفق علیہا گفت وحدیث اگر بموافقت معلوم نیست

علماء احناف (اللہ تعالےٰ ان پر لطف و کرم عام فرمائے)
کے نزدیک حکم یہ ہے کہ خواتین نماز میں سینے پر ہاتھ
باندھیں، اس مسئلہ پر ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے
علما کے جم غفیر نے یہ بات اپنی اپنی کتب میں بغیر اختلاف
نقل کی ہے، چنانچہ علامہ محمد بن محمد بن محمد المعروف
ابن امیر الحاج حلبی رحمہ اللہ تعالےٰ نے منیہ کی شرح
میں فرمایا: تیسرا مقام ہاتھ رکھنے کے بارے میں
ہمارے علما نے فرمایا ہے کہ مرد ناف کے نیچے اور عورت
سینے پر ہاتھ باندھے اھ ملخصاً۔ اور یہ بھی فرمایا عورت اپنے دونوں
سینہ پر رکھے جیسا کہ جم غفیر نے تصریح کی ہے اور علامہ ابراہیم بن
ابراہیم حلبی رحمہ اللہ نے غنیہ میں اس مسئلہ پر اتفاق علما کی تصریح کی ہے اور
کوئی حدیث اس کے موافق نہیں ملتی تو اس کی

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
[2] " " " "

marfat.com

Marfat.com

marfat.com
Marfat.com

Marfat.com

حدیثے است در صحیح خودش ہم از وائل ابن حجر رضی اللہ تعالٰی عنہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فوضع یدہ الیمنی علی یدہ الیسرٰی علی صدرہ[1] وازانجا کہ تاریخ مجہول است وہر دو روایت ثابت ومقبول ناچار کار بترجیح افتاد چوں نیک نگریم مبنائے ایں امر بلکہ تمام افعال صلاۃ بر تعظیم است و معہود ومعلوم عند التعظیم دست زیر ناف بستن است ، ولہذا امام محقق علی الاطلاق در فتح فرماید فیحال علی المعہود من وضعہا حال قصد التعظیم فی القیام والمعہود فی الشاہد منہ تحت السرۃ[2] پس دربارۂ مرداں روایت ابن ابی شیبہ راجح ترآمد و درامر زنان شرع مطہر را کمال نظر بر ستر وحجاب است و ولہذا فرمودند خیر صفوف الرجال اولہا وشرہا اٰخرہا وخیر صفوف النساء اٰخرہا وشرہا اولہا[3] اخرجہ الستۃ الا البخاری عن ابی ہریرۃ والطبرانی فی الکبیر عن ابی امامۃ وعن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم وفرمودند صلاۃ المرأۃ فی بیتہا افضل من صلاتہا فی حجرتہا وصلاتہا فی مخدعہا افضل من صلاتہا فی بیتہا[4] اخرجہ ابوداؤد عن ابن مسعود والحاکم عن

ابن خزیمہ اپنی صحیح میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہی روایت لائے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی معیت میں نماز پڑھنے کا شرف پایا تو آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر سینے پر رکھا چونکہ ان کی تاریخ کا علم نہیں کہ کون سی روایت پہلے کی ہے اور کون سی بعد کی، اور دونوں روایات ثابت و مقبول ہیں تو لامحالہ دونوں میں سے کسی ایک کو ترجیح ہوگی۔ جب ہم نماز کے اس فعل بلکہ نماز کے تمام افعال پر نظر غور ڈالتے ہیں تو وہ تمام کے تمام تعظیم پر مبنی نظر آتے ہیں اور مسلم و معروف تعظیم کا طریقہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے لہذا امام محقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا ہے، قیام میں بقصد تعظیم ہاتھ باندھنے کا معاملہ معروف طریقے پر چھوڑا جائے اور قیام میں تعظیماً ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہی معروف ہے لہذا مردوں کے بارے میں ابن ابی شیبہ کی روایت راجح ہے اور چونکہ خواتین کے معاملہ میں شرع مطہر کا مطالبہ کمال ستر و حجاب ہے اسی لئے فقہا نے فرمایا، مردوں کی پہلی صف افضل اور آخری غیر افضل اور خواتین کی آخری صف افضل اور پہلی غیر افضل یہ حدیث صحاح ستہ کی تمام کتابوں میں ہے سوائے بخاری کے ۔

---

[1] صحیح ابن خزیمہ باب وضع الیمین علی الشمال فی الصلاۃ الخ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۴۳

[2] فتح القدیر باب صفۃ الصلوٰۃ " نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۴۹

[3] سنن ابی داؤد باب صف النساء والتاخر عن الصف الاول مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۹

[4] " " کتاب الصلاۃ باب التشدید فی ذلک " " " ۱/۸۴

marfat.com

Marfat.com

ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بسند صالح
عبد اللہ بن مسعود فرمودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اخروھن
من حیث اخرھن اللہ[1] اخرجہ عبد الرزاق
فی المصنف ومن طریقہ الطبرانی فی المعجم
وزنان را حکم شد کہ در سجدہ بزمین چسپند با آنکہ سنّت
در مردان خلاف آنست ابو داؤد فی المراسیل
عن یزید بن حبیب ان رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم مر علی امرأتین تصلیان
فقال اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی بعض
الارض فان المرأۃ لیست فی ذلک کالرجل[2]
ویروی موصولا بوجہین قال البیہقی ھو
احسن منہما وسنّت مر ایشاں را تورک شد رواہ
الامام ابو حنیفۃ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہما وفی الباب عن علی کرم اللہ تعالیٰ
وجہہ قال اذا صلت المرأۃ فلتحتفز قال
الجوہری تتضام اذا جلست واذا سجدت[3]
واگر جماعت خواہند امام آنہا میاں آنہا ایستد،
قال الامام محمد فی الآثار اخبرنا
ابو حنیفۃ عن حماد بن ابی سلیمان عن
ابراہیم النخعی ان عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ
عنہا کانت تؤم النساء فی شہر رمضان

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے اور طبرانی نے المعجم الکبیر
میں حضرت ابو امامہ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے، یہ بھی فرمایا عورت کی
نماز کمرے میں گھر کے صحن میں نماز پڑھنے سے افضل اور
خاص چھوٹے کمرے میں اس سے بھی افضل ہے۔
اسے ابو داؤد نے حضرت ابن مسعود سے، حاکم نے
حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے سند صالح سے روایت
کیا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے
انھیں اسی طرح پیچھے رکھو جیسے انھیں اللہ نے پیچھے
رکھا ہے، اسے امام عبد الرزاق نے مصنف میں اور
اسی سند سے طبرانی نے معجم میں ذکر کیا ہے نیز خواتین
کے لئے حکم ہے کہ بوقتِ سجدہ زمین کے ساتھ چمٹ جائیں
حالانکہ مردوں کے لئے اس کے خلاف کرنا سنّت ہے
ابو داؤد نے المراسیل میں یزید بن حبیب سے روایت
کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم دو خواتین کے
پاس سے گزرے جو نماز ادا کر رہی تھیں فرمایا جب تم
سجدہ کرو تو اپنے جسم کا کچھ حصہ زمین کے ساتھ ملاؤ کیونکہ
سجدہ کی حالت میں عورت مرد کی طرح نہیں اور یہ روایت
دو سندوں سے متصل مروی ہے۔ بیہقی فرماتے ہیں یہ
سند دونوں سے احسن ہے، خاص کر عورتوں کے لئے
تورک (حالتِ قعدہ میں زمین کے ساتھ چمٹ کر بیٹھنا)

---

[1] المصنف لعبد الرزاق باب شہود النساء الجماعۃ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۱۴۹
[2] کتاب المراسیل لابی داؤد باب ما جاء فی من نام علی الصلوٰۃ مطبوعہ المطبعۃ العلمیۃ لاہور ص ۵۵
[3] الصحاح باب الزاء فصل الحاء مطبوعہ دار العلم للملایین بیروت ۳/۸۷۴

marfat.com
Marfat.com

فقوم وسطاً[1] عبد الرزاق فی المصنف و
الدارقطنی ثم البیھقی فی سننھا واللفظ
لعبد الرزاق عن ریطة الحنفیة ان عائشة
رضی اللہ تعالیٰ عنہا امتھن وقامت بینھن
فی صلاۃ مکتوبۃ[2] وفی الباب عن ام سلمۃ و
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھم و
یروی فیہ حدیث مرفوع لیس بذلك بالجملہ
زناں را عورتے مستورہ داشتہ اند ومبنائے کار
آنہا بر ستر نہادہ الترمذی بسند حسن عن
ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المرأۃ عورۃ[3]
وشک نیست کہ در حق آنہا دست بر سینہ بستن استر و
اقرب بحجاب است از دست زیر ناف نہادن وتعظیم نیز
در اینان ہم بتستر واحتجاب باشد اذ لا تعظیم الا
بالادب ولا ادب بالحیاء ولا حیاء الا بالتستر
پس در باب زناں حدیث ابن خزیمہ ارجح بر آمد و
ثابت شد کہ ہر دو مسئلہ بحدیثے جید استناد دارد و
اصحاب ما ہر دو را بحدیثے وترجیحے عمل فرمودہ اند رحمۃ اللہ
تعالیٰ علیہم اجمعین نظیرش مسئلہ قعود است کہ بہر دو وجہ
از نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منقول است و
علمائے ما در مرداں نصب یمنی وجلوس علی الیسری

سنت ہے، اس کو امام ابوحنیفہ سے نافع نے اور انہوں
نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے
اس مسئلہ میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے یہ
مروی ہے کہ جب عورت نماز پڑھے تو وہ رانوں پر سرین
کے بل بیٹھے۔ جوہری نے اس کا معنی یہ کیا ہے کہ سجدہ
کی حالت میں زمین سے چمٹ کر بیٹھے، اگر خواتین
جماعت کروانا چاہیں تو ان کی امام خاتون ان کے درمیان
کھڑی ہو جائے۔ امام محمد نے کتاب الآثار میں کہا امام
ابوحنیفہ حماد بن ابی سفیان سے انہوں نے ابراہیم نخعی
سے ہمیں حدیث بیان کی کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہا رمضان کے مہینہ میں عورتوں کی جماعت کرواتیں
تو وسط میں کھڑی ہوتیں، امام عبدالرزاق نے مصنف
میں اور دارقطنی وبیہقی نے سنن میں یہ روایت کی،
الفاظ عبدالرزاق کے ہیں کہ ریطہ حنفیہ بیان کرتی ہیں
کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خواتین کی امامت
کرواتیں تو فرائض کی نماز میں ان کے درمیان کھڑی
ہوتیں، اس بارے میں حضرت ام سلمہ اور حضرت
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے،
ایک حدیث مرفوع بھی مروی ہے جو اس کی طرح
نہیں ہے بالجملہ خواتین عورت مستورہ کی مالک ہوتی
ہیں اور ان کے تمام افعال کی بنا پردہ وحجاب پر

---

[1] کتاب الآثار للشیبانی باب المرأۃ تؤم النساء الخ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ص ۴۴
[2] المصنف لعبد الرزاق " " " " " المکتب الاسلامی بیروت ۳/۱۴۱
[3] جامع الترمذی ابواب الرضاع " امین کمپنی دہلی ۱/۱۴۰

marfat.com
Marfat.com

[illegible]لانه اشق وافضل الاعمال اشقها [illegible] بترک رفتند لانه استر وایسر ومبنی [illegible] علی الستر والیسر بخلاف مسلک [illegible] ومن وافقهم کہ دست بر شکم بستن است [illegible] سینہ کما فی المنهاج والمیزان وغیرهما [illegible] هرگز دریں باب حدیثے یافتہ نمی شود خود ائمہ ایشاں [illegible] اللہ تعالٰی علیهم در خلاصہ ومنہاج امام وبلوغ المرام [illegible] حدیثے مؤید مذہب خود شاں نیاوردند جز حدیث ابن خزیمہ ومن فقیر در عجبم از استدلال ایشاں بانچہ مساسے [illegible] بمذہب ایشاں کہ در تحت الصدر وعلی الصدر فرقے [illegible] است کہ پیداست وقد فصلنا الکلام فی محل اٰخر وفی ما ذکرنا کفایة لمن امعن النظر واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

رکھی گئی ہے۔ ترمذی نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: عورت تمام کی تمام قابلِ ستر و حجاب ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ عورتوں کے حق میں سینے پر ہاتھ باندھنا' زیرِ ناف باندھنے سے زیادہ حجاب اور حیا کے قریب ہے۔ اور خواتین کا تعظیم کرنا ستر و حجاب کی صورت میں ہے کیونکہ تعظیم ادب کے بغیر اور ادب حیا کے بغیر اور حیا حجاب کے بغیر حاصل نہیں ہوتا لہذا خواتین کے حق میں حدیثِ ابن خزیمہ زیادہ راجح ثابت ہوئی اور ثابت ہوگیا کہ دونوں مسائل میں ایسی حدیث موجود ہے جس کی سند جید ہے اور ماہر علماءِ حدیث نے دونوں مقامات پر حدیث وترجیح پر ہی عمل فرمایا ہے رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ اس کی ایک نظیر مسئلہ قعود ہے کہ اس کے دونوں طریقے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول ہیں ہمارے علماء نے مردوں کے لئے دایاں پاؤں کھڑا کرنے اور بائیں پر بیٹھنے کو اختیار کیا ہے کیونکہ یہ شاق ہے اور بہتر عمل وہی ہوتا ہے جس میں مشقت ہو اور خواتین کے لیے تورک کا قول کیا کیونکہ اس میں زیادہ ستر اور آسانی ہے اور خواتین کا معاملہ ستر اور آسانی پر مبنی ہے بخلاف شوافع اور ان کے موافقین کے کہ ان کے ہاں عورت شکم پر ہاتھ باندھے نہ کہ سینہ پر۔ جیساکہ منہاج، میزان وغیرہما میں ہے کہ اس بارے میں کوئی حدیث نہیں ملی، خود ان کے ائمہ رحمہم اللہ تعالٰی نے خلاصہ، امام نووی کی منہاج اور بلوغ المرام میں اپنے مذہب کی تائید میں سوائے حدیث ابن خزیمہ کے کوئی حدیث ذکر نہیں کی مجھ فقیر کو ان کے استدلال پر تعجب ہے کہ یہ حدیث ان کے مذہب کی دلیل کیسے بن سکتی ہے؟ کیونکہ تحت الصدر (سینے کے نیچے) اور علی الصدر (سینے کے اوپر) میں نمایاں فرق ہے ہم نے دوسرے مقام پر اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے، ہماری یہ مذکورہ گفتگو ہر اس شخص کے لیے کافی ہے جو دقتِ نظر رکھتا ہے واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ [illegible] کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگشتِ شہادت سے التحیات میں اشارہ کیسا ہے اور ہمارے فقہا سے ثابت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

marfat.com

Marfat.com

الجواب

اخرج مسلم فی صحیحہ عن سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال کان اذا جلس فی الصلٰوۃ
وضع (یرید رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کفہ الیمنٰی علی فخذہ الیمنٰی وقبض
اصابعہ کلھا واشار باصبعہ التی تلی الابھام[1] یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تشہد میں اپنا دستِ راست
دہنی ران پر رکھا اور سب انگلیاں بند کرکے انگوٹھے کے پاس کی انگلی سے اشارہ فرمایا۔

واخرج ابن السکن فی صحیحہ عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم الاشارۃ بالاصبع اشد علی الشیطان من الحدید[2] یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ
وسلم نے انگلی سے اشارہ کرنا شیطان پر دھاردار ہتھیار سے زیادہ سخت ہے۔

وعنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ایضا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ھی مذعرۃ
للشیطان[3] یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا وہ شیطان کے دل میں خوف ڈالنے والا ہے۔

واخرج ابوداؤد والبیہقی وغیرھما عن سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ تعالٰی عنہ ان
النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عقد فی جلوس التشھد الخنصر والبنصر ثم حلق الوسطی
بالابھام واشار بالسبابۃ[4] یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے جلسہ تشہد میں چھوٹی انگلی اور اس کی
برابر والی کو بند کیا پھر بیچ کی انگلی کو انگوٹھے کے ساتھ حلقہ بنایا اور انگشتِ شہادت سے اشارہ فرمایا۔ وبمعناہ
اخرج ابن حبان فی صحیحہ (ابنِ حبان نے بھی اپنی صحیح میں اسی طرح کی حدیث ذکر کی ہے۔ ت)

اور اس باب میں احادیث و آثار بکثرت وارد، ہمارے محققین کا بھی یہی مذہب صحیح و معتمد علیہ ہے صغیری
میں ملتقط و شرح ہدایہ سے اس کی تصحیح نقل کی اور اسی پر علامہ فہامہ محقق علی الاطلاق مولانا کمال الدین محمد بن الہمام و
علامہ ابن امیر الحاج حلبی و فاضل بہنسی و باقانی و ملا خسرو و علامہ شرنبلالی و فاضل ابراہیم طرابلسی وغیرہم اکابر نے
اعتماد فرمایا اور انھیں کا صاحبِ درمختار فاضل مدقق علاء الدین حصکفی و فاضل اجل سید احمد طحطاوی و فاضل
ابن عابدین شامی وغیرہم اجلہ نے اتباع کیا، علامہ بدر الدین عینی نے تحفہ سے اس کا استحباب نقل فرمایا اور صاحبِ محیط و

---

[1] صحیح مسلم باب صفۃ الجلوس فی الصلٰوۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۱۶
[2] مسند احمد بن حنبل از مسند عبد اللہ ابن عمر " دار الفکر بیروت ۲/۱۱۹
[3] السنن الکبرٰی للبیہقی باب من روی انہ اشار بھا الخ " دار صادر بیروت ۲/۱۳۲
[4] " " باب ماروی فی تحلیق الوسطی بالابھام " " ۲/۱۳۱

marfat.com

Marfat.com

فانه سنّت کمافی الدرالمختار (درمختار میں ہے۔ ت)؛

لکن المعتمد ماصححه الشراح ولا سیما المتأخرون کالکمال والحلبی والبهنسی والباقانی وشیخ الاسلام الجد وغیرهم انه یشیر لفعله علیه الصلٰوة والسلام ونسبوه لمحمد والامام بل فی متن درر البحار وشرحه غرر الاذکار المفتی به عندنا انه یشیر الخ وفی الشرنبلالیة عن البرهان الصحیح انه یشیر الخ واحترز بالصحیح عما قیل لایشیر لانه خلاف الدرایة والروایة الخ وفی العینی عن التحفة الاصح انها مستحبة وفی المحیط سنة انتهی ملتقطا[1]۔

لیکن معتمد وہی ہے جسے شارحین نے صحیح کہا خصوصاً متاخرین علماء کمال، حلبی، بہنسی، باقانی اور شیخ الاسلام الجد وغیرہم نے اشارہ کرنے کو صحیح قرار دیا کیونکہ یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا عمل ہے اور انھوں نے اس قول کی نسبت امام محمد اور امام صاحب کی طرف کی ہے، بلکہ متن درر البحار اور اس کی شرح غرر الاذکار میں ہے کہ اشارہ کرنا ہمارے نزدیک مفتی بہ قول ہے الخ اور شرنبلالیہ میں برہان سے منقول ہے کہ صحیح یہی ہے کہ نمازی اشارہ کرے الخ لفظِ صحیح کہہ کر متوجہ کیا ہے کہ وہ قول کہ اشارہ نہ کیا جائے کیونکہ وہ درایت و روایت دونوں کے خلاف ہے، اور عینی میں تحفہ کے حوالے سے ہے کہ اشارہ کرنا مستحب ہے اور محیط میں ہے کہ سنت ہے انتہی ملتقطا۔ (ت)

اور اس مسئلہ میں ہمارے تینوں ائمہ کرام سے روایتیں وارد جس نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اُس میں عدمِ روایت یا روایت عدم کا زعم کیا محض ناواقفی یا خطائے بشری پر مبنی تھا امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کتاب المشیخۃ میں دربارۂ اشارہ ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرکے فرماتے ہیں:

فنفعل ما فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونصنع ماصنعه وهو قول ابی حنیفة وقولنا[2]۔ ذکره العلامة الحلبی فی الحلیة عن البدائع یعنی پس ہم کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیا اور عمل کرتے ہیں اس پر جو حضور کا فعل تھا اور وہ مذہب ہے امام ابوحنیفہ کا اور ہمارا۔ اس کو علامہ حلبی نے حلیہ میں بدائع سے نقل کیا ہے۔

ویروی عنه رحمه اللہ تعالٰی ثم قال هذا قولی وقول ابی حنیفة[3]۔ اثره العلامة عن الذخیرة

---

[1] درمختار | باب صفۃ الصلوٰۃ | مطبوعہ مجتبائی دہلی | ۱/۷۷

[2] بدائع الصنائع | فصل فی سنن الصلوٰۃ | ” ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱/۲۱۴

نوٹ: کتاب المشیخۃ دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے بدائع الصنائع سے حوالہ نقل کیا ہے۔

[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com

Marfat.com

وشرح الزاهدی صاحب القنیۃ اور انہی سے مروی ہے پھر امام محمد نے فرمایا [illegible]
ابی حنیفہ رحمہ اللہ کا۔ علامہ حلبی نے ذخیرہ اور شرح الزاہدی صاحبِ قنیہ سے اسے نقل کیا۔
حلیہ مذکورہ اور کبیری اور رد المحتار میں اسے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے روایت کیا یہاں تک کہ
شامی نے اس حاشیہ میں تصریح کی :

ھو منقول عن ائمتنا الثلثۃ[1]۔

(یہ ہمارے تینوں ائمہ سے منقول ہے۔ ت)

اور اسی میں ہے :

ھذا ما اعتمدہ المتاخرون لثبوتہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالاحادیث الصحیحۃ ولصحۃ نقلہ عن ائمتنا الثلثۃ فلذا قال فی الفتح ان الاول (یعنی عدم الاشارۃ) خلاف الدرایۃ والروایۃ وفیہ عن القہستانی وعن اصحابنا جمیعا انہ سنۃ فیحلق ابہام الیمنی ووسطاھا ملصقا راسہا براسہا ویشیر بالسبابۃ[2]۔

اسی پر متاخرین نے اعتماد کیا کیونکہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث صحیحہ کے ساتھ ثابت ہے اور ہمارے تینوں ائمہ سے اس کا منقول ہونا صحیح ہے اسی لئے فتح میں کہا پہلا (یعنی اشارہ نہ کرنا) درایت و روایت کے خلاف ہے اور اسی میں قہستانی سے ہے کہ ہمارے تمام احناف کے نزدیک یہ سنت ہے لہذا دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور درمیانی انگلی کے سروں کو ملا کے حلقہ بنا کر سبابہ سے اشارہ کرے (ت)

کبیری میں ہے :

قبض الاصابع عند الاشارۃ وھو المروی عن محمد فی کیفیۃ الاشارۃ وعن کثیر من المشائخ انہ لا یشیر اصلا وھو خلاف الدرایۃ والروایۃ فعن محمد ان ما ذکرہ فی کیفیۃ الاشارۃ ھو قولہ وقول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی ملخصاً[3]۔

اشارہ کے وقت انگلیاں بند کرلے، طریقہ اشارہ میں امام محمد سے یہی مروی ہے اور متعدد مشائخ کا قول ہے کہ اشارہ اصلاً نہ کیا جائے یہ درایت و روایت کے خلاف ہے۔ امام محمد سے منقول ہے کہ کیفیتِ اشارہ میں جو کچھ ذکر کیا ہے یہ ان کا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کا قول ہے ملخصاً (ت)

---

[1] و [2] رد المحتار باب صفۃ الصلوۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۳۴۲/۱
[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی صفۃ الصلوۃ ” سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۲۸

marfat.com

Marfat.com

یونہی اسی طرح محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا۔ بالجملہ اشارہ مذکورہ کی خوبی میں کچھ شک نہیں، حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور اقوال ہمارے مجتہدین کرام کے اسی کو مفید، بعد اس کے اگر کتب متاخرین مثل تنویر الابصار و ولوالجیہ و تجنیس و خلاصہ و بزازیہ و واقعات و عمدۃ المفتی و منیۃ المفتی و تبیین و کبرٰی و مضمرات و ہندیہ وغیرہا عامہ فتاوٰی میں عدم اشارہ کی ترجیح و تصحیح منقول ہو تو قابلِ اعتماد نہیں ہو سکتی علماء نے ان کی طرف التفات نہ فرمایا اور خلافِ عقل و نقل ٹھہرایا کما سمعت مرارا، والحمد للہ لیلا و نہارا و جھرا و اسرارا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ محرم الحرام ۱۳۱۱ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ رفع یدین حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیا یا نہیں اور کب ترک کیا؟ یہ بات ثابت ہے کہ ہمیشہ آپ نے کیا؟ اور مسلمانوں کو کرنا چاہیے یا نہیں؟ مکمل ارشاد فرماکر مشکور و ممنون فرمائیے، فقط۔

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہرگز کسی حدیث میں ثابت نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیشہ رفع یدین فرمایا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس کا خلاف ثابت ہے، نہ احادیث میں اس کی مدت مذکور۔ ہاں حدیثیں اس کے فعل و ترک دونوں میں وارد ہیں، سنن ابی داؤد و سنن نسائی و جامع ترمذی وغیرہا میں ایسی سند سے ہے جس کے رجال صحیح مسلم ہیں بطریق عاصم بن کلیب عن عبدالرحمٰن بن الاسود عن علقمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی:

قال الا اخبرکم بصلاۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال فقام فرفع یدیہ اول مرۃ ثم لم یعد۔

یعنی انہوں نے فرمایا کیا میں تمہیں خبر نہ دوں کہ حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز کس طرح پڑھتے تھے، یہ کہہ کر نماز کو کھڑے ہوئے تو صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھائے پھر نہ اٹھائے (ت)

ترمذی نے کہا:

حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث حسن و بہ یقول غیر واحد من

یعنی حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث حسن ہے اور یہی مذہب تھا متعدد علماء منجملہ

---

۱ سنن النسائی باب رفع الیدین للرکوع الخ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۱۲۳

۲ جامع الترمذی باب رفع الیدین عند الرکوع امین کمپنی دہلی ۱/۳۵

marfat.com

Marfat.com

اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین وھو قول سفیان واھل الکوفۃ۔[1]

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و تابعین وامام سفیان و علمائے کوفہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا

مسند امام الائمہ مالک الازمہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہے:

حدثنا حماد عن ابراھیم عن علقمۃ والاسود عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان لا یرفع یدیہ الا عند افتتاح الصلٰوۃ ولا یعود لشیئ من ذلک۔[2]

ہمیں حماد نے ابراہیم سے علقمہ و اسود سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صرف نماز کے شروع میں رفع یدین فرماتے پھر کسی جگہ ہاتھ نہ اٹھاتے۔

امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ تعالٰی علیہ شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں:

حدثنا ابی بکرۃ قال ثنا مؤمل ثنا قال ثنا سفیان عن المغیرۃ قال قلت لابراھیم حدیث وائل انہ رأی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یرفع یدیہ اذا افتتح الصلاۃ واذا رکع واذا رفع رأسہ من الرکوع فقال ان کان وائل رآہ مرۃ یفعل ذلک فقد رآہ عبد اللہ خمسین مرۃ لا یفعل ذلک۔[3]

ابوبکرہ نے ہمیں حدیث بیان کی کہا ہمیں مومل نے حدیث بیان کی کہا ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی سے مغیرہ اور مغیرہ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابراہیم نخعی سے حدیث وائل رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت دریافت کیا کہ انہوں نے حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور نے نماز شروع کرتے اور رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین فرمایا ابراہیم نے فرمایا وائل نے اگر ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے دیکھا تو عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو پچاس بار دیکھا کہ حضور نے رفع یدین نہ کیا۔

صحیح مسلم شریف میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] جامع الترمذی باب رفع الیدین عند الرکوع — مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۱/۳۵

[2] مسند الامام اعظم اجتماع الاوزاعی وابی حنیفہ — ” نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۵۰

[3] شرح معانی الآثار باب التکبیر عند الرکوع — ” ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۴

marfat.com

Marfat.com

...فعٰی ایدیکم کانہا اذناب ... شمس اسکنوا فی الصلٰوۃ[1] — کیا ہوا کہ میں تمہیں رفع یدین کرتے دیکھتا ہوں گویا تمہارے ہاتھ چنچل گھوڑوں کی دُمیں ہیں قرار سے رہو نماز میں۔

اصول کا قاعدہ متفق علیہا ہے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوص سبب کا۔ اور حاظر مبیح پر مقدم ہے۔ ...سے ائمہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین نے احادیث ترک پر عمل فرمایا حنفیہ کو ان کی تقلید چاہئے، ...فیہ وغیرہم اپنے ائمہ رحمہم اللہ تعالٰی کی پیروی کریں کوئی محلِ نزاع نہیں، ہاں وہ حضرات تقلید ائمہ دین کو ...رک وحرام جانتے ہیں اور باآنکہ علمائے مقلدین کا کلام سمجھنے کی لیاقت نصیب اعداء اپنے لئے منصب اجتہاد ...تقاد اور خواہی نخواہی تفریق کلمہ مسلمین واثارت فتنہ بین المومنین کرنا چاہتے بلکہ اسی کو اپنا ذریعۂ شہرت و ...موری سمجھتے ہیں اُن کے راستے سے مسلمانوں کو بہت دُور رہنا چاہئے۔ مانا کہ احادیث رفع ہی مرجح ہوں تاہم ...ر رفع یدین کسی کے نزدیک واجب نہیں، غایت درجہ اگر ٹھہرے گا تو ایک امرِ مستحب ٹھہرے گا کہ کیا تو اچھا نہ کیا تو ...برائی نہیں، مگر مسلمانوں میں فتنہ اٹھانا دو گروہ کردینا نماز کے مقدمے انگریزی گورنمنٹ تک پہنچانا شاید اہم ...جبات سے ہوگا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

والفتنۃ اشد من القتل[2] — فتنہ قتل سے بھی سخت تر ہے۔

...دان صاحبوں میں بہت لوگ صدہا گناہ کبیرہ کرتے ہوں گے انھیں نہ چھوڑنا اور رفع یدین نہ کرنے پر ایسی شورشیں ...نا کچھ بھلا معلوم ہوتا ہوگا (ہرگز نہیں) اللہ سبحٰنہ وتعالٰی ہدایت فرمائے آمین، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۰۳: از اُجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب ۲۹ جمادی الاخرٰی ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شافعیہ ایک ہاتھ کے فرق سے نماز میں پاؤں کشادہ رکھتے ...ں، یہ میں نے کعبۃ اللہ میں دیکھا، اس کی کیا وجہ ہے؟ اور مذہب حنفیہ میں چار انگشت کے فاصلہ پر ایک ...ؤں سے دوسرا پاؤں رکھتے ہیں کس طرح کرنا چاہئے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

چار ہی انگل کا فاصلہ رکھنا چاہئے یہی ادب اور یہی سنت ہے اور یہی ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے

---

[1] صحیح مسلم باب الامر بالسکون فی الصلٰوۃ الخ مطبوعہ اصح المطابع کراچی ۱/۱۸۱

[2] القرآن ۲/۱۹۱

marfat.com

Marfat.com

منقول ہے۔

قال فی رد المحتار ینبغی ان یکون بینهما مقدار اربع اصابع الید لانه اقرب الی الخشوع هکذا روی عن ابی نصر الدبوسی انه کان یفعله کذا فی الکبرٰی[1] اھ اقول بل فی نور الایضاح و شرحه مراقی الفلاح للعلامة الشرنبلالی یسن تفریج القدمین فی القیام قدر اربع اصابع لانه اقرب الی الخشوع[2] اھ قال السید الطحطاوی فی حاشیته نص علیه فی کتاب الاثر عن الامام ولم یحك فیه خلافا[3] اھ۔

ردالمحتار میں ہے کہ دونوں قدموں کے درمیان ہاتھ کی چار انگلیوں کی مقدار فاصلہ ہونا چاہئے کیونکہ یہ خشوع کے زیادہ قریب ہے۔ ابو نصر دبوسی سے اسی طرح منقول ہے کہ وہ یہی کرتے تھے کذا فی الکبرٰی اھ اقول (میں کہتا ہوں) بلکہ نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح للعلامۃ الشرنبلالی میں ہے کہ حالتِ قیام میں دونوں قدموں کو چار انگلیوں کے فاصلہ پر کھلا رکھنا سنّت ہے کیونکہ یہ خشوع کے زیادہ قریب ہے اھ سید طحطاوی نے اسکے حاشیہ میں فرمایا کہ کتاب الاثر میں امام صاحب نے اس پر نص کی ہے، اور اس میں اختلاف بیان نہیں کیا اھ (ت)

امام علامہ جمال الدین یوسف اردبیلی شافعی نے بھی کتاب الانوار میں کہ اجل معتمدات مذہب شافعی سے ہے اسی چار انگل فصل کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی،

حیث قال یکرہ الصاق القدمین ویستحب التفریق بینهما بقدر اربع اصابع[4]۔

قدموں کو ملا کر رکھنا مکروہ ہے ان کے درمیان چار انگلیوں کی مقدار فاصلہ رکھنا مستحب ہے۔ (ت)

ہاں سیدی علامہ شیخ زکریا انصاری شافعی قدس سرہٗ نے شرح روض الطالب میں بالشت بھر کا فاصلہ تحریر فرمایا۔ حاشیۃ الکمثری علی الانوار میں ہے،

قوله بقدر اربع اصابع لعلها متفرقة کان فی شرح الروض بقدر شبر[5]۔

اس کا قول "چار انگلیوں کی مقدار" شاید متفرق طور پر مراد ہوں کیونکہ شرح روض میں ہے کہ فاصلہ ایک بالشت ہونا چاہئے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۹۹

[2] و [3] مراقی الفلاح و حاشیۃ مراقی فصل فی بیان سنن الصلوٰۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت آرام باغ کراچی ص ۱۴۳

[4] الانوار لعمل الابرار لیوسف اکفالیب الصلوٰۃ المطبعۃ الجمالیۃ مصر ۱/۱۱

[5] حاشیۃ الکمثری علی الانوار

marfat.com

Marfat.com

ایک ہاتھ کا فرق نہ کسی مذہب کی کتاب میں نظر سے گزرا نہ کسی طرح قابلِ قبول ہوسکتا ہے کہ بداہۃً طرز و روشِ ادب و خشوع سے جُدا ہے، جن شافعیہ نے ایسا کیا غالباً کوئی عذر ہوگا یا شاید ناواقفی کی بنا پر کہ مکہ معظمہ کا ہر متنفس تو عالم نہیں اعتبار اقوال و افعالِ علما کا ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نفل نماز بیٹھ کر ادا کرے تو رکوع کس طرح ادا کریں یعنی سرین اُٹھیں یا نہیں؟ درصورت مخالفت نماز مکروہ تحریمی یا تنزیہی یا فاسد؟ بینوا توجروا۔

الجواب

رکوع میں قدر واجب تو اسی قدر ہے کہ سر جھکائے اور پیٹھ کو قدرے خم دے مگر بیٹھ کر نماز پڑھے تو اس کا طریقہ کمال و طریقۂ اعتدال یہ ہے کہ پیشانی جھک کر گھٹنوں کے مقابل آجائے اس قدر کے لئے سرین اٹھانے کی حاجت نہیں تو قدر اعتدال سے جس قدر زائد ہوگا وہ عبث و بیجا میں داخل ہوجائے گا۔

فی الحاشیة الشامیة فی حاشیة الفتال عن البرجندی ولوکان یصلی قاعدا ینبغی ان یحاذی جبهته قدام رکبتیه لیحصل الرکوع اھ قلت ولعله محمول علی تمام الرکوع والا فقد علمت حصوله باصل طأطأة الراس ای مع انحناء الظهر[1] تأمل انتہی

حاشیہ شامیہ میں ہے: برجندی کے حوالے سے حاشیہ فتال میں ہے اگر کوئی بیٹھ کر نماز ادا کرتا ہو تو وہ اپنی پیشانی کو گھٹنوں کے برابر جھکائے تاکہ رکوع حاصل ہوجائے اھ قلت شاید یہ تمام رکوع پر محمول ہو کیونکہ آپ جان چکے ہیں کہ رکوع سر کو صرف جھکا دینے سے یعنی ساتھ کچھ پیٹھ کو جھکانے سے ادا ہوجاتا ہے، غور کرو انتہی

اور نماز میں جو ایسا فعل کیا جائے گا لا اقل ناپسند و مکروہ تنزیہی ہوگا۔

فی الدرالمختار ویکرہ ترك کل سنة[2] انتہی ملتقطا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے کہ ہر سنت کا ترک مکروہ ہے انتہی ملتقطا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ مرسلہ محمود حسین ۵ محرم الحرام ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز کھڑے ہوکر بوجہ عذر بیماری کے نہیں پڑھ سکتا

---

[1] ردالمحتار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۴۷۷

[2] درمختار باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۳

marfat.com

Marfat.com

لیکن اس قدر طاقت اس کو ہے کہ تکبیر تحریمہ کھڑے ہی ہو کر باندھے اور باقی نماز بیٹھ کر یا کمال کے ساتھ ادا کرسکتا ہے تو اس صورت میں آیا اس کو ضروری ہے کہ تکبیر تحریمہ کھڑے ہی ہو کر کہے اور پھر بیٹھ جائے یا سرے سے بیٹھ کر نماز شروع کرے اور ادا کرلے، دوسری شق میں نماز اس کی ادا ہو جائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں بیشک اس پر لازم کہ تحریمہ کھڑے ہو کر باندھے جب قدرت ہو، بیٹھ کر باندھنا صحیح ہے، بلکہ ائمہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین سے اس کا خلاف اصلاً منقول نہیں۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

ان قدر علی بعض القیام ولو متکئا علی عصا او حائط قام لزوما بقدر ما یقدر ولو قدر اٰیۃ او تکبیرۃ علی المذہب لان البعض معتبر بالکل[1]

اگر نمازی قیام پر قدرت قادر ہو اگرچہ وہ عصا یا دیوار کے ذریعے ہو تو اس پر حسبِ طاقت قیام کرنا لازم ہے خواہ وہ ایک آیت یا تکبیر کی مقدار ہو۔ مختار مذہب یہی ہے کیونکہ بعض کا کل کے ساتھ اعتبار کیا جاتا ہے۔ (ت)

تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق للعلامۃ الزیلعی میں ہے:

ولو قدر علی بعض القیام دون تمامہ بان کان قدر علی التکبیر قائما او علی التکبیر و بعض القراءۃ فانہ یؤمر بالقیام و یأتی بما قدر علیہ ثم یقعد اذا عجز[2]

اگر کچھ قیام پر قادر ہو تمام پر نہ ہو، مثلاً کھڑے ہو کر تکبیر یا تکبیر اور کچھ قرأت پر قادر ہو تو اسے قیام کا حکم دیا جائے اور وہ حسبِ طاقت قیام کے ساتھ بجا لائے، جب عاجز آئے تو بیٹھ جائے۔ (ت)

خانیہ میں ہے:

ولو قدر علی ان یکبر قائما ولا یقدر علی اکثر من ذلک یکبر قائما ثم یقعد[3]

اگر کھڑے ہو کر صرف تکبیر کہنے پر قادر ہے اس سے زیادہ پر قادر نہیں تو کھڑے ہو کر تکبیر کہے پھر بیٹھ جائے۔ (ت)

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب صلوٰۃ المریض مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/...

[2] تبیین الحقائق " " " مطبعۃ امیریۃ کبرٰی مصر ۱/...

[3] فتاوٰی قاضی خان " " نولکشور لکھنؤ ۱/...

marfat.com

Marfat.com

غنیہ شرح المنیہ للعلامہ ابراہیم حلبی میں ہے :

لوقدر علی بعض القیام لاکلہ لزمہ ذلک القدر حتی لوکان لایقدر الا علی قدر التحریمۃ لزمہ ان یتحرم قائما ثم یقعد[1]

اگرچہ قیام پر قادر ہے تمام پر نہیں تو اس پر اس کی مقدار قیام لازم ہے حتی کہ اگر کوئی صرف تکبیر تحریمہ کے مقدار پر قادر ہو تو وہ کھڑا ہو کر تکبیر تحریمہ کہے پھر بیٹھ جائے (ت)

خلاصہ وغیرہ میں ہے :

قال سراج الائمۃ الحلوانی ھوالمذھب الصحیح[2]

سراج الائمہ حلوانی نے فرمایا کہ یہی صحیح مذہب ہے۔ (ت)

بحرالرائق پھر حاشیہ طحطاویہ علی الدر میں ہے :

لایروی عن اصحابنا خلافہ[3]۔

ہمارے اصحاب سے اس کے خلاف مروی نہیں (ت)

پھر اگر اس کا خلاف کیا یعنی باوجود قدرت تحریمہ بھی بیٹھ کر باندھی نماز نہ ہوئی۔

لقول الغنیۃ لزمہ وقول الدر لزوما مع قول العلامۃ الشرنبلالی عبرت باللزوم لکونہ اقوی لان ھذا یفوت الجواز بفوتہ الخ ولقول المحقق العلائی وغیرہ ان البعض معتبر بالکل۔

کیونکہ غنیہ میں ہے اس پر لازم ہے۔ در میں ہے، لازم ہے۔ اور علامہ شرنبلالی کی تصریح "باللزوم" کے ساتھ ہے، وُہ کہتے ہیں میں نے "باللزوم" سے تعبیر اس لیے کیا ہے کہ یہ اقوی ہے کیونکہ اس کے فوت ہونے سے جواز ہی فوت ہوجاتا ہے الخ اور محقق علائی وغیرہ نے کہا کہ بعض کا کل کے ساتھ اعتبار کیا جاتا ہے (ت)

فقیر غفراللہ لہ کو اللہ تعالٰی تحقیق حق القا کرے علما تصریح فرماتے ہیں کہ تحریمہ کے لیے قیام شرط ہے اگر بیٹھ کر بلکہ اتنا جھکا ہے کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچیں تحریمہ باندھے ہرگز صحیح نہ ہوگی اور تحریمہ شرطِ نماز ہے کہ بے اس کے نماز باطل تو جبکہ تحریمہ کے لئے قیام کرسکتا ہے اور نہ کیا شرطِ تحریمہ فوت ہُوئی تو تحریمہ صحیح نہ ہُوئی تو نماز ادا نہ ہوئی اذا فات الشرط فات المشروط (جب شرط فوت ہوگئی تو مشروط از خود فوت ہوجائے گا۔ ت) درمختار میں شرح الوہبانیہ للعلامہ حسن بن عمار سے ہے :

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی الثانی القیام مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۶۲

[2] خلاصۃ الفتاوٰی الحادی والعشرون فی صلوٰۃ المریض مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۱۹۴

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب صلوٰۃ المریض مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۳۰۸

marfat.com

Marfat.com

شروط لتحریمۃ حظیت بجمعها مھذبۃ حسنا مدی الدھر تزھو دخول لوقت واعتقاد دخوله وستر وطھر والقیام المحرر[1]

تکبیر تحریمہ کے لئے چند شرطیں ہیں ان کا شمار ... ہو در ہوا، حالانکہ وہ شرطیں خوب آراستہ اور ... چمکتی ہیں (وہ یہ ہیں) وقت فرض کا داخل ہونا، دخول[1] وقت کا اعتقاد، سترِ[3] عورت، بدن مکان اور کپڑے کی طہارت اور قیام محرر۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

المحرر بان لا تنال یداہ رکبتیہ کما مر فلو ادرک الامام راکعا فکبر منحنیا لم تصح تحریمتہ[2] اھ۔

قیام محرر یہ ہے کہ اس کے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ سکیں جیسا کہ گزر چکا، اگر نمازی نے امام کو رکوع میں پایا ... جھک کر تکبیر تحریمہ کہہ کر شامل ہوا تو اس کا تحریمہ صحیح نہیں ہے اھ (ت)

شرح التنویر للعلائی میں ہے:

من فرائضها التی لا تصح بدونها التحریمۃ قائما[3]

ان فرائض میں سے جن کے بغیر نماز نہیں ہوسکتی ایک کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہنا بھی ہے۔ (ت)

حاشیہ علامہ ابن عابدین میں ہے:

قوله قائما ھو احد شروطها العشرین الآتیۃ[4]

اس کا قول "قائما" ان بیس شروط میں سے ایک ہے جن کا ذکر آرہا ہے (ت)

آج کل بہت جہال ذراسی بے طاقتی مرض یا کبر سن میں سرے سے بیٹھ کر فرض پڑھتے ہیں حالانکہ اوّل ... ان میں بہت ایسے ہیں کہ ہمت کریں تو پورے فرض کھڑے ہو کر ادا کرسکتے ہیں اور اس ادا سے نہ ان کا مرض بڑھتا نہ کوئی نیا مرض لاحق ہو نہ گر پڑنے کی حالت ہو نہ دورانِ سر وغیرہ کوئی سخت الم شدید ہو صرف ایک گونہ مشقت و تکلیف جس سے بچنے کو صراحۃً نمازیں کھوتے ہیں ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ وہی لوگ جنھوں نے بحیلۂ ضعف و مرض فرض بیٹھ کر پڑھتے اور وہی باتوں میں اتنی دیر کھڑے رہے کہ اتنی دیر میں دس بارہ رکعت ادا کرلیتے ایسی حالت میں ہرگز قعود کی ...

---

[1] درمختار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/...
[2] ردالمحتار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۴...
[3] درمختار " " " مجتبائی دہلی ۱/۶۰...
[4] ردالمحتار " " " مصطفی البابی مصر ۱/۳۲۶...

marfat.com

Marfat.com

مستطیع ہو فرض ہے کہ پورے فرض قیام سے ادا کریں۔ کافی شرح وافی میں ہے:

لعقعد لحوق مشقۃ لم یجز ترك القیام[1] اگر ادنٰی مشقت لاحق ہو تو ترکِ قیام جائز نہ ہوگا (ت)

ثانیاً مانا کہ انھیں اپنے تجربہ سابقہ خواہ کسی طبیب مسلمان حاذق عادل مستور الحال غیر ظاہر الفسق کے اخبار یا اپنے ظاہر حال کے نظر صحیح سے جو کم ہمتی و آرام طلبی پر مبنی نہ ہو بظن غالب معلوم ہے کہ قیام سے کوئی مرض جدید یا مرض موجود شدید و مدید ہوگا مگر یہ بات طول قیام میں ہوگی تھوڑی دیر کھڑے ہونے کی یقیناً طاقت رکھتے ہیں تو ان پر فرض تھا جتنے قیام کی طاقت تھی اُتنا ادا کرتے یہاں تک کہ اگر صرف اللہ اکبر کھڑے ہو کر کہہ سکتے تھے تو اتنا ہی قیام میں ادا کرتے جب وہ غلبہ ظن کی حالت پیش آتی بیٹھ جاتے یہ ابتداءً سے بیٹھ کر پڑھنا اب بھی ان کی نماز کا مفسد ہوا۔

ثالثاً ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی اپنے آپ بقدر تکبیر بھی کھڑے ہونے کی قوت نہیں رکھتا مگر عصا کے سہارے سے یا کسی آدمی خواہ دیوار پر تکیہ لگا کر کل یا بعض قیام پر قادر ہے تو اس پر فرض ہے کہ جتنا قیام اس سہارے یا تکیہ کے ذریعے سے کر سکے بجالائے، کل تو کل یا بعض تو بعض ورنہ صحیح مذہب میں اس کی نماز نہ ہوگی۔ فقد مر من الدر لو متکئا علی عصا او حائط[2] (در کے حوالے سے گزرا اگرچہ عصا یا دیوار کے سہارے سے کھڑا ہو سکے۔ ت)

تبیین الحقائق میں ہے:

لو قدر علی القیام متکئا (قال الحلوانی) الصحیح انہ یصلی قائما متکئا ولا یجزیہ غیر ذلك وکذلك لو قدر ان یعتمد علی عصا او علی خادم لہ فانہ یقوم ویتکئ[3] اگر سہارے سے قیام کر سکتا (حلوانی نے کہا) تو صحیح یہی ہے کہ سہارے سے کھڑے ہو کر نماز ادا کرے اس کے علاوہ کفایت نہ کرے گی اور اسی طرح اگر عصا یا خادم کے سہارے سے کھڑا ہو سکتا ہے تو قیام کرے اور سہارے سے نماز ادا کرے۔ (ت)

یہ سب مسائل خوب سمجھ لئے جائیں باقی اس مسئلہ کی تفصیل تام و تحقیق ہمارے فتاوٰی میں ہے جس پر اطلاع نہایت ضرور و اہم کہ آج کل ناواقفی سے جاہل تو جاہل بعض مدعیانِ علم بھی ان احکام کا خلاف کرکے ناحق اپنی نمازیں کھوتے اور صراحۃً مرتکب گناہ و تارک الصلوٰۃ ہوتے ہیں۔ وباللہ العصمۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

---

[1] کافی شرح وافی

[2] دُرمختار باب صلوٰۃ المریض مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۰۴

[3] تبیین الحقائق باب صلوٰۃ المریض مطبوعہ مطبعۃ امیریہ کبرٰی مصر ۱/۲۰۰

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ ۱۱ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ الحمد للہ کے بعد جو سورۃ پڑھی جائے اس پر بسم اللہ شریف پڑھنی چاہیے یا نہیں، بعض لوگ کہتے ہیں یہ ناجائز ہے اس لیے کہ ضم سورت واجب ہے اور بسم اللہ شریف پڑھنے سے ضم نہ ہُوا فصل ہوگیا، یہ قول ان کا کیسا ہے!

الجواب

ہمارے علمائے محققین رحمہم اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کتب معتمدہ میں روشن تصریحیں فرمارہے ہیں کہ ابتدائے سورت پر بھی بسم اللہ شریف پڑھنی مطلقاً مستحب و مستحسن ہے، خواہ نماز سِرّیہ ہو یا جہریہ۔ ادعاءات ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کا ناجائز ہونا درکنار ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم میں کوئی اس کی کراہت کا بھی قائل نہیں بلکہ سب ائمہ کرام بالاتفاق اسے خوب و بہتر جانتے ہیں اختلاف صرف سنّیت میں ہے کہ جس طرح ہر فاتحہ پر بسم اللہ شریف بلاشبہہ سنت ہے یونہی ہر سورت پر بھی سنت ہے یا مستحب۔ امام محمد کے نزدیک سرّیہ میں سنّت ہے، محیط و مضمرات و حتابیہ و مستصفی وغیرہا میں اسی کی تصحیح فرمائی اور مذہب امام نفی استنان ہے اور اسی پر فتوٰی اور یہی کلمات متون "لایاتی" و "لایسمّی" (نہ لائے اور نہ بسم اللہ پڑھے۔ ت) سے مراد بہرحال اس کی خوبی و حُسن پر ہمارے سب ائمہ کا اتفاق ہے پھر اس کے بعد زید عمرو کو اپنی رائے لگانے اور اتفاقِ ائمہ کرام کے خلاف اجتہاد کرنے کی گنجائش، اور وہ بات بھی تو کچھ ٹھکانے کی، جس نے چند حرف فقہ کے پڑھے یا کسی عالم کی صحبت پائی وہ خوب جانتا ہے کہ ضمِ سورت جو واجب ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ خاص سُورت ہی ملانی واجب ہے یہاں تک کہ بعد فاتحہ وسطِ سورت سے کسی رکوع کا پڑھنا ناجائز و موجب ترکِ واجب ٹھہرے کہ سُورت بمعنی معروف کا ملانا اُس پر بھی صادق نہیں بلکہ اس سے مراد قرآن عظیم کی بعض آیات ملانا ہے کہ خواہ سورت ہو یا نہ ہو بسم اللہ شریف خود ایک آیتِ قرآن عظیم ہے تو اس کا ملانا قرآن عظیم ہی کا ملانا ہُوا نہ کسی غیر کا، جو صاحب اتنا بھی خیال نہ فرمائیں اُنھیں احکامِ شریعت میں رائے زنی کیا مناسب ہے، اب تصریحاتِ علمائے کرام سُنیے،

دُرمختار میں ہے:

(لا) تسن (بین الفاتحۃ والسورۃ مطلقا) ولو سریۃ ولا تکرہ اتفاقا[1]۔

(نہیں ہے) بسم اللہ پڑھنا سنت (فاتحہ اور سورت کے درمیان مطلقاً) اگرچہ نماز سری ہو اور نہ مکروہ ہے اتفاقاً۔

ردالمحتار میں ہے:

صرح فی الذخیرۃ والمجتبی بانہ ان سمی

ذخیرہ اور مجتبٰی میں اس بات کی تصریح ہے کہ فاتحہ اور

---

[1] درمختار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۷۵

marfat.com

Marfat.com

[illegible]الفاتحة والسورة المقروءة سرا او جهرا [illegible]ن حسنا عند ابی حنیفة ورجحه المحقق [illegible]ابن الهمام وتلمیذہ الحلبی لشبهة الاختلاف [illegible]فی کونها اٰیة من کل سورة بحر[1]

اس سے ملائی جانے والی سورت کے درمیان بسم اللہ آہستہ یا بلند پڑھنا امام ابوحنیفہ کے نزدیک حسن ہے۔ امام ابن الہمام اور ان کے شاگرد حلبی نے اسی کو ترجیح دی ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ بسم اللہ کے ہر سورت کا جزو ہونے میں اختلاف کا شبہہ ہے۔ بحر (اس لئے پڑھ لینا ہی بہتر ہے (ت)

طحطاوی میں ہے :

قوله ولا تکرہ اتفاقا بل لاخلاف فی انه لو سمی لکان حسنا نهر[2]

اس کا قول کہ "بالاتفاق مکروہ نہیں" بلکہ اگر بسم اللہ پڑھی تو اس کے حسن ہونے کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں، نہر۔ (ت)

امام ابن امیر الحاج نے حلیہ میں عن الذخیرة عن المعلی عن ابی یوسف عن ابی حنیفة رضی اللہ تعالٰی عنهم (ذخیرہ سے معلی سے ابو یوسف سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ——— ت) روایت فرمایا :

انه اذا قرأها مع کل سورة فحسن[3]

اگر نمازی ہر سورت کے ساتھ بسم اللہ پڑھتا ہے تو یہ حسن ہے۔ (ت)

بحر الرائق میں ہے :

لا تسن التسمیة بین الفاتحة والسورة مطلقا عندهما وقال محمد تسن اذا خافت لاان جهر وصحح فی البدائع قولهما والخلاف فی الاستنان اما عدم الکراهة فمتفق علیه ولهذا صرح فی الذخیرة و

شیخین کے ہاں فاتحہ اور سورت کے درمیان بسم اللہ پڑھنا مطلقاً سنّت نہیں۔ امام محمد کہتے ہیں کہ سری نماز میں سنّت ہے مگر جہری میں سنّت نہیں، بدائع میں شیخین کے قول کو صحیح کہا گیا لیکن یہ اختلاف سنّت ہونے میں ہے پڑھ لینا مکروہ نہیں اس پر اتفاق ہے، اسی لئے ذخیرہ

---

[1] درمختار باب صفة الصلٰوة مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۶۲
[2] حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار باب صفة الصلٰوة " دار المعرفة بیروت ۱/۲۱۹
[3] حلیة المحلی شرح منیة المصلی

marfat.com

Marfat.com

والمجتبٰی الی اخر ماھو۔[1]

اور مجتبیٰ میں اس کے [illegible]

علامہ حسن شرنبلالی غنیہ ذوی الاحکام میں فرماتے ہیں:

المراد نفی سنیۃ الاتیان بھا بعد الفاتحۃ ذ ھذا عندھما وقال محمد یسن الاتیان بھا فی السریۃ بعد الفاتحۃ ایضا للسورۃ واتفقوا علی عدم کراھۃ الاتیان بھا بل ان سمی بین الفاتحۃ والسورۃ کان حسنا سواء کانت الصلاۃ جھریۃ او سریۃ۔[2]

اس سے مراد فاتحہ کے بعد بسم اللہ پڑھنے کی سنیت کی نفی ہے اور یہ شیخین کے نزدیک ہے [illegible] کا قول ہے کہ نماز سری میں فاتحہ کے بعد سورت کے لئے بسم اللہ پڑھنا بھی سنت ہے لیکن اگر کوئی پڑھ لیتا ہے تو اس کے مکروہ نہ ہونے پر سب کا اتفاق ہے بلکہ فاتحہ اور سورت کے درمیان اگر پڑھ لیتا ہے تو یہ حسن ہے خواہ نماز جہری ہو یا سری۔ (ت)

مراقی الفلاح میں ہے:

لاکراھۃ فیھا ان فعلھا اتفاقا للسورۃ سواء جھر او خافت بالسورۃ۔[3]

سورت سے پہلے بسم اللہ پڑھ لینا بالاتفاق مکروہ نہیں خواہ سورت جہراً پڑھے یا سراً۔ (ت)

رحمانیہ و برجندی وغیرہما میں محیط سے ہے:

ذکر الفقیہ ابوجعفر عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ اذا قرأھا مع کل سورۃ فحسن[4] وھو قول محمد رحمہ اللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم۔

فقیہ ابوجعفر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ہر سورت کے ساتھ بسم اللہ پڑھتا ہے تو یہ حسن ہے اور یہی امام محمد کا قول ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۸۷: از اٹاوہ متصل کچہری منصفی مرسلہ مولوی محمد حبیب علی صاحب علوی ۹ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

حامداً و مصلیاً مخلص نواز زادکم اللہ مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس طرف جو رسائل شریفہ آنجناب مثل حیات الموات و شاح الجید النھی الحاجز، ازالۃ العار وغیرہا کے مطالعہ سے شرف اندوزی حاصل ہوئی تشکیہ

---

[1] البحر الرائق فصل واذا اراد الدخول الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۱۲
[2] غنیۃ ذوی الاحکام حاشیہ درر الحکام باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع احمد کامل الکائنہ درسعادت بیروت ۱/۶۹
[3] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی کیفیۃ ترکیب افعال الصلوٰۃ مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۱۵۴
[4] شرح النقایۃ للبرجندی کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ نولکشور بالسرور لکھنؤ ۱/۱۰۲

marfat.com

Marfat.com

...قلم نہیں ہو سکتا ہے واقعی آپ کا طرز ایسے مسائل میں تحقیق کا اوروں سے نرالا ہے اور بہمہ وجوہ سب سے اعلیٰ ہے آپ نے پایۂ تحقیق مسائلِ نزاعیہ میں مراتبِ عالیہ کو پہنچا دیا ہے جزاکم اللہ خیر الجزاء۔

اس عریضہ کی تسطیر کی بالفعل یہ ضرورت درپیش ہے کہ وقتِ رکوع دُرِ مختار میں الصاق کعبین کو مسنون مقام پر تحریر کیا ہے شامی نے ثبوتِ مسنونیت میں کوئی حدیث تحریر نہیں کی بلکہ کچھ زیادہ تعرض اور لحاظ نہیں فرمایا، صاحبِ مفتاح الصلوٰۃ نے احادیث اور ظاہر الروایۃ میں وارد ہونا تحریر کر کے الصاق کو بمعنی قرب واتصال تصریح کر کے زیادہ تحقیق کا حوالہ اپنے حواشی پر لکھ دیا، دریافت طلب امر صرف امورِ ذیل ہیں:

(۱) مسنونیت الصاق کعبین فی الرکوع کہاں سے ثابت ہے، کون حدیث دلیل قول صاحبِ درمختار ہے اور وہ کہاں تک قابلِ عمل اور اعتماد ہے، صاحبِ مفتاح الصلوٰۃ کا بیان بنسبت اس مسئلہ کے مجموعہ صحیح ہے یا کیا۔ دیگر متونِ معتمدہ فقہ مذہب حنفی میں اس سنت رکوع کا بیان کیوں نہیں درج ہوا ہے تساہل بعض فقہا نے کیوں گوارا فرمایا۔ عبارت فتاوٰی درمختار ہر دو مقام سے اور عبارت مفتاح الصلوٰۃ بقید صفحہ ذیل میں درج ہے، غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار صفحہ ۲۱۹ و ۲۲۰ سنن نماز وطریق ادائے نماز وتکبیر الرکوع وکذا الرفع منہ بحیث یستوی قائما والتسبیح فیہ ثلاثا والصاق کعبیہ وینصب ساقیہ (تکبیرِ رکوع اور اسی طرح رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا، اس میں تین دفعہ تسبیح پڑھنا، ٹخنوں کا متصل ہونا اور پنڈلیوں کو کھڑا کرنا۔ ت)

مفتاح الصلوٰۃ صفحہ ۹۴:

مجتبٰی کہ تصنیف امام زاہدی است از مسنونات رکوع الصاق کعبین با ستقلال انگشتاں بسوئے قبلہ مسنون گفتہ است لیکن در حدیث صحیح و در کتب ظاہر الروایۃ ظاہر نمی شود ظاہر مراد امالہ کعب بسوئے کعب دیگر باشد چنانکہ صاحبِ قاموس معنی لصوق گفتہ است زیراکہ اگر الصاق در وقتِ رکوع کنند حرکت کثیر لازم مے آید باآنکہ استقبال انگشتاں نمی ماند وسنت قیام مے رود کہ فرجہ چہار انگشت مسنون است ومؤید امالہ قول نحویین است الباء للالصاق یعنی القرب ودر حدیث نیز الصاق الکعب بمعنی القرب والمقابلہ واقع است پس

امام زاہدی کی کتاب مجتبٰی میں سنن رکوع کی بحث میں ٹخنوں کو متصل کرنا اور پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رُخ کرنا سنت بیان کیا گیا ہے لیکن حدیث صحیح اور کتب ظاہر الروایۃ میں یہ وارد نہیں ہے زیادہ سے زیادہ اتنا ملتا ہے کہ ایک ٹخنے کا دوسرے ٹخنے کی طرف میلان ہو، جیسا کہ صاحبِ قاموس نے اس کا معنی لصوق بیان کیا ہے ورنہ رکوع میں اتصال کی صورت میں حرکت کثیرہ لازم آئے گی باآنکہ اس کے ساتھ انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف نہیں رہے گا، اور سنت قائم نہ ہوگی کہ حالتِ قیام میں دونوں قدموں کے درمیان چار انگلیوں کی مقدار کا فاصلہ سنت ہے، یہاں

marfat.com

Marfat.com

مقابلہ کعب بکعب نیز ارادہ می تواں نمود چنانکہ تحقیق ایں مسئلہ در حواشی بحرالرائق کاتب بتفصیل مذکورہ نمودہ۔ واللہ اعلم۔

الصاق کے معنی لغۃً ... کی تائید ... کہ وہ کہتے ہیں یا الصاق بمعنی قرب کے لئے ہے اور حدیث میں بھی الصاق الکعب کا معنی قرب اور مقابلہ واقع ہوا ہے، لہذا یہاں کعب کا کعب کے مقابل ہونا مراد لیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اس مسئلہ کی تفصیل و تحقیق راقم نے البحرالرائق کے حواشی میں ذکر کی ہے۔ واللہ اعلم (ت)

الجواب

مکرمی کرم فرمایا اکرم اللہ تعالٰی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خاتم المحققین علامہ علائی دمشقی صاحب در ... اعلی اللہ تعالٰی مقامہ اس مسئلہ میں متفرد نہیں اُن سے بھی پہلے علماء نے اس کی تصریح اور ان کے بعد ناقلین ناظرین نے تقریر و توضیح فرمائی۔ علامہ ابراہیم حلبی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

السنۃ ایضا فی الرکوع الصاق الکعبین واستقبال الاصابع القبلۃ۔[1]

رکوع میں ٹخنوں کا اتصال اور انگلیوں کا قبلہ رُخ ہونا بھی سنت ہے۔ (ت)

شرح نقایہ للعلامۃ الشمس القہستانی میں ہے:

ینبغی ان یزاد مجافیا عضدیہ ملصقا کعبیہ مستقبلا اصابعہ فانہا سنۃ کما فی الزاھدی۔[2]

یہاں اس بات کا اضافہ کرنا مناسب ہے کہ بازو پیٹ سے جدا اور ٹخنے متصل اور پاؤں کی انگلیوں کا قبلہ رُخ ہونا سنت ہے جیسا کہ زاہدی میں ہے۔ (ت)

بعینہ اسی طرح علامہ سید ابوالسعود ازہری نے فتح اللہ المعین میں علامہ سید حموی سے نقل کیا۔ علامہ بحرالفقہ زین الفقہا بحرالرائق میں شرح قدوری سے نقل فرماتے ہیں:

والسنۃ فی الرکوع الصاق الکعبین واستقبال الاصابع للقبلۃ۔[3]

رکوع میں ٹخنوں کا متصل ہونا اور انگلیوں کا قبلہ رُخ ہونا سنت ہے۔ (ت)

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی صفۃ الصلوۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۱۵

[2] جامع الرموز فصل صفۃ الصلوۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۵۲

[3] البحرالرائق فصل واذا اراد الدخول الخ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵

marfat.com

Marfat.com

ومن الصاد مرفقیه عن جنبیه والصاق کعبیه فیه واستقبال اصابعه القبلة ای اصابع رجلیه کذا فی القهستانی عن الزاهدی[1]

رکوع میں کہنیوں کا پہلوؤں سے دُور ہونا اور ٹخنوں کا متصل ہونا اور پاؤں کی انگلیوں کا قبلہ رُخ ہونا سنّت ہے۔ قہستانی میں زاہدی کے حوالے سے اسی طرح ہے۔ (ت)

طحطاوی علی الدر میں ہے :

والصاق کعبیه حالة الرکوع هذا ان تیسرله والا فلیفعل ما تیسر له علی الظاهر[2]۔

حالت رکوع میں اگر آسانی ہو تو ٹخنوں کو ملالیا جائے ورنہ جس طرح آسانی ہو ویسے کرلیا جائے ظاہر الروایہ پر۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

والصاق کعبیه ای حیث لا عذر[3]۔

ٹخنوں کو ملانا اس وقت ہے جب کوئی عذر نہ ہو۔ (ت)

مسائل ظاہر الروایہ میں محصور نہیں نہ ظاہر الروایہ خواہ متونوں میں عدم ذکر ذکر عدم متون مختصرات ہیں اور غالباً نقل ظاہر پر مقتصر زیادت۔ شراح متقدمین اگر مسلّم نہ ہوں تو مذہب کا ایک حصّہ قلیلہ ہاتھ میں رہ جائے تتبع بتائے گا کہ سنن درکنار بعض واجبات و فرائض و مفسدات و نواقض تک عامۂ متون میں نہیں۔ رہی دلیل وہ مجتہد کے پاس ہے، نہ ہمارا عدم وجدان وجدان عدم ہمارے لئے نصوص فقہیہ بس ہیں اور نصوص حتی الامکان ظاہر پر محمول، اور جب تک حقیقت بنے مجاز کی طرف عدول نامقبول، الصاق کے معنٰی حقیقی وصل و چسپانیدن چیزے بچیزے (ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ملانا) ہے، نہ مجرد محاذات یا امالہ (محض متقابل یا مائل ہونا نہیں)۔ قاموس میں فقیر نے اس معنی کا نشان نہ پایا۔

وان کان فهو من المجاز وقد عدوا من عیوب القاموس کما ذکره العلامة الزرقانی فی عدة مواضع من شرح المواهب وغیره فی غیره انه یذکر المعانی المجازیة ای فیوهم الوضع لها لان موضوع کتب اللغة بیان المعنی الموضوع له اللفظ۔

اور اگر یہ معنٰی قاموس میں ہے تو یہ معنٰی مجازی ہوگا۔ اہل علم نے قاموس کے عیوب تحریر کئے ہیں مثلاً زرقانی نے شرح المواہب میں متعدد جگہ پر اور دیگر علماء نے اپنی کتب میں تصریح کی ہے کہ صاحب قاموس الفاظ کے مجازی معنٰی ذکر کرتے ہیں جس سے ان کے حقیقی ہونے کا وہم ہوتا ہے، کیونکہ ان لغت کی کتب کا موضوع الفاظ کے ان معانی کو بیان کرنا ہے جس کے لئے ان کی وضع ہے۔ (ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی بیان سنن الصلٰوۃ مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۱۴۵

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب صفۃ الصلٰوۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۳۱۳

[3] ردالمحتار باب صفۃ الصلٰوۃ ۔۔ مصطفی البابی مصر ۱/۲۵۲

marfat.com

Marfat.com

زبان عرب میں استعمال "ب" مواضع الصاق حقیقی سے مختص نہیں ... حقیقت پر ہے یونہی "مررت بزید" میں "الباء للالصاق" کا بطریق تعمیم مجاز معنی قریب ... ، یونہی ... صحیح نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما:

رأیت الرجل منا یلزق کعبہ بکعب صاحبہ[1]۔ — میں نے دیکھا کہ ہم سے کوئی شخص اپنے ٹخنے کو دوسرے کے ٹخنے کے ساتھ ملا کر صف میں کھڑا ہوتا ہے۔ (ت)

وحدیث اصح انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہما:

کان احدنا یلزق منکبہ بمنکب صاحبہ وقدمہ بقدمہ[2]۔ — ہم میں سے ہر ایک اپنے کاندھے کو دوسرے کے کاندھے سے اور اپنے قدم کو دوسرے کے قدم سے ملاتا تھا۔

میں دربارۂ کعاب واقدام ارادہ معنی حقیقی پر اقدام نہیں ہوسکتا کہ قیام میں سنت تفریج قدمین ہے، خود صاحب مفتاح رحمہ الفتاح کو مسلّم کہ فرجہ چہار انگشت مسنون است (چار انگل کا فاصلہ مسنون ہے۔ ت) اگرچہ اس تحدید کی بھی سند پُوچھئے تو کتاب الآثار میں امام سے روایت ملے گی یا امام اجل کا قول، نہ بالخصوص حدیث صحیح یا ظاہر الروایۃ ومتون کی تصریح بہرحال ایسی تفریج کہ زید کا کعب اِدھر عمرو اُدھر بکر کے کعب سے ملصق ہو صراحۃً شانِ ادب کے بھی خلاف وشنیع ہے تو قیام دلیل کے باعث مجاز پر حمل ہرگز تجوزِ بے دلیل کے دستاویز نہیں ہوسکتا یہاں مجرد محاذات مراد لینے کا تو کوئی محل ہی نہیں یہ علما اسے خاص سنت رکوع بتاتے ہیں اور محاذات ہرگز اس سے خاص نہیں، قیام خواہ سجود میں کب چاہئے کہ ایک پاؤں آگے یا پیچھے ہو اور صرف امالہ مراد ہونے پر بھی اصلاً کوئی دلیل نہیں، الصاق کو مستلزم حرکت کثیرہ ماننا سخت عجب ہے بالفرض اگر قیام میں تفریج تام مسنون ہوتی جب بھی الصاق میں کثیرہ نہ تھی۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ایک صف کی قدر چلنا بھی حرکت قلیلہ ہے نہ کہ صرف قدمین کا ملا لینا کثیرہ ہو ھذا عجیب جدا (یہ نہایت ہی عجیب ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

مشی مستقبل القبلۃ ھل تفسد ان قدر صف ثم وقف قدر رکن ثم مشی ووقف کذلک وھکذا لا تفسد وان کثر ما لم یختلف المکان[3] الخ — نمازی اگر قبلہ رُخ چلا تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں، اگر وہ صف کی مقدار چلا پھر رکن کی مقدار کھڑا رہا اور پھر چلا اور رکن کی مقدار کھڑا رہا نماز فاسد نہ ہوگی اگرچہ یہ عمل

---

[1] صحیح البخاری باب الزاق المنکب بالمنکب الخ مطبوعہ اصح المطابع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰۰

[2] " " " " " ۱/۱۰۰

[3] درمختار باب یفسد الصلوٰۃ الخ " مجتبائی دہلی ۱/۹۰

marfat.com

Marfat.com

کثیر مرتبہ کرے جب تک جگہ تبدیل نہ ہوالخ اور اس مسئلہ کی ۔ تفصیلہ وتحقیقہ فی ردالمحتار ۔
تمام تفصیل وتحقیق ردالمحتار میں ہے (ت)

اقول اگر کثیر سے کثیر فقہیہ مراد نہ لیجئے تو وہاں ہرگز کثیرہ لغویہ بھی نہیں اور ہوتی بھی تو نفیِ سنیت پر اس سے استدلال تکمیلِ مصادرہ ہوگا کہ تحصیل سنت کے لیے حرکت قلیلہ قطعاً مطلوب، اگرچہ بالاضافۃ لغۃً کثیرہ ہو، تو اس فعل پر بوجہ قدم حرکت اعتراض اس پر موقوف کہ سنیت مصرحہ فقہا باطل ہو کر فعل عبث وخارج عن افعال الصلوٰۃ قرار پائے اور حقیقت امر پر نظر کیجئے تو نہ یہاں اقدام کو ان کے مواضع سے تحریک کی ضرورت ہوتی ہے نہ انگلیوں کے استقبال میں فرق آتا ہے نہ فرجہ چار انگشت ہاتھ سے جاتا ہے یہ تو ہرگز نہ مسنون نہ مطلوب کہ پاؤں اپنی وضع خلق کے خلاف رکھے جائیں اور ان کی سطح طولاً ہرگز ہموار نہیں تو پنجوں سے ایڑیوں تک ہر جگہ چار انگشت کا فرجہ ہونا غیر متصور بلکہ قطعاً مقصود یہ ہے کہ صدور اقدام میں اتنا فرجہ رکھے اور پاؤں کو اپنے حال فطری پر چھوڑے نہ یہ کہ ایڑیوں میں بھی اسی قدر فرجہ حاصل کرنے کے لیے انھیں دہنے بائیں ہٹائے، پاؤں کی تخلیق اس طرح واقع ہوئی ہے کہ صدور یعنی پنجوں میں فصل زائد اور اعقاب یعنی ایڑیوں میں کم ہے، جتنا فصل پنجوں میں رکھئے اور پاؤں وضعِ فطری پر رہنے دیجئے تو ایڑیوں میں یقیناً اس سے فصل کم ہوگا اور کعبین میں کہ بلند و برآمدہ ہیں اور بھی کم ہوگا تو دونوں تلوے بجائے خود جمے رہنے کے ساتھ ایک خفیف امالہ کعبین میں ٹخنے بلاتکلف مل جائیں گے جس پر کم از کم ہر روز بتیس ۳۲ بار کا تجربہ شاہد ہے کہ آخر تصریحات مذکورہ علما دیکھئے کہ الصاق کعبین اور ان کے ساتھ ہی استقبال اصابع کی سنیت لکھ رہے ہیں ان میں تنافی ہوتی تو کیا متنافیین کو معاً مسنون بتاتے، ہاں جسے فربہی مفرط وغیرہ کوئی عذر ایسا ہو کہ سرے سے پنجوں ہی میں چار انگل فصل نہ رکھ سکے بلکہ معتدبہ زیادت پر مجبور ہو مثلاً بالشت بھر کا فاصلہ تو وہ بیشک کعبین نہ ملا سکے گا جب تک پنجوں کو دہنے بائیں اور ایڑیوں کو اندر کی جانب حرکت نہ دے اور اب بیشک تحریک بھی پائی جائے گی اور استقبالِ اصابع بھی نہ رہے گا غالباً یہی صورۃ خاصہ اس وقت صاحبِ مفتاح کے خیال مبارک میں ہوگی ایسا شخص نہ اس سنت قیام یعنی فرجہ چار انگشت پر قادر نہ ہم اس کے لئے الصاق کعبین مسنون کہیں۔ علامہ طحطاوی کا ارشاد سن چکے کہ ھذا ان تیسر (یہ آسانی کے وقت ہے۔ت) علامہ شامی کا افادہ گزرا کہ ای حیث لاعذر (یعنی جہاں عذر نہ ہو۔ت) اس قدر کلام کا جواب تو بہ توفیقہ تعالٰی بنگاہِ اولیں معاً حاضر خاطر فاتر ہوا باقی ان کا حاشیہ بحر اگر ملے دیکھنا رہا مگر بعونہ تعالٰی امید یہ ہے کہ اس بیان کے بعد کسی اعتراض کی گنجائش نہیں وباللہ التوفیق واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۸: از گونڈہ ملک اودھ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ عبدالعزیز صاحب مدرس مدرسہ مذکورہ۔

۱۳ جمادی الاخری ۱۳۱۸ھ

بعض مقلدین وغیر مقلدین عموماً قومہ وجلسہ میں دیر تک ٹھہرتے ہیں، یہ کیسا ہے؟

marfat.com

Marfat.com

الجواب

قومہ وجلسہ کے اذکارِ طویلہ نوافل پر محمول ہیں ولہذا ہمارے ائمہ فرائض میں انھیں مسنون نہیں جانتے اور شک نہیں کہ فرائض میں تطویل فاحش خلافِ سنّت ہے اور امام کے لئے تو قطعاً ممنوع جبکہ مقتدیوں میں کسی پر بھی گراں ہو، ہاں منفرد بعض کلماتِ ماثورہ بڑھائے تو حرج بھی نہیں، یونہی امام بھی جبکہ مقتدی محصور اور سب راضی ہوں، رہا مقتدی وہ آپ ہی اتباعِ امام کرے گا، اگر امام کہے گا کہے ورنہ نہیں۔

وفی الدر المختار یجلس بین السجدتین مطمئنا ولیس بینهما ذکر مسنون وکذا لیس بعد رفعه من الرکوع دعاء وکذا لا یاتی فی رکوعه وسجوده بغیر التسبیح علی المذهب وما ورد محمول علی النفل[1]

درمختار میں ہے نمازی دو سجدوں کے درمیان جلسہ میں اطمینان سے بیٹھے، دو سجدوں کے درمیان کوئی ذکر سنت نہیں۔ اسی طرح رکوع سے کھڑے ہونے کے بعد قومہ میں کوئی دعا مسنون نہیں۔ اسی طرح رکوع و سجود میں تسبیح کے علاوہ کوئی دعا نہ کرے، صحیح مذہب یہی ہے اور جو روایات میں آیا ہے وہ نوافل پر محمول ہے۔

محررمذہب سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

قال ابویوسف سألت اباحنیفة عن الرجل یرفع راسه من الرکوع فی الفریضة ویقول اللّٰهم اغفرلی قال یقول ربنا لك الحمد ویسکت (کذلك) بین السجدتین یسکت[2]

امام ابویوسف بیان کرتے کہ میں نے امام ابوحنیفہ سے اس شخص کے بارے میں پُوچھا جو فرائض میں رکوع سے سر اٹھانے کے بعد یہ کہتا ہے اللّٰھم اغفرلی (اے اللہ مجھے معاف فرما)۔ آپ نے فرمایا، وہ صرف ربنا لك الحمد (اے رب ہمارے! تیرے لئے حمد ہے) کہے پھر خاموش ہوجائے اور اسی طرح دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ میں بھی خاموش رہے (ت)

حلیہ میں زیر قول متن ولایزید علی ھذا (اس پر اضافہ نہ کرے۔ ت) فرمایا:

ان اراد الزیادة ما ورد فی السنة فینبغی ان یکون ھذا فی حق الامامة اذا خاف التثقیل

اگر زیادتی سے مراد وہ اذکار ہیں جو سنت میں وارد ہیں تو یہ حقِ امامت کے بارے میں ہوگا جبکہ مقتدی بوجھ

---

[1] درمختار باب صفة الصلٰوة مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۷۶
[2] الجامع الصغیر امام محمد بن الحسن الشیبانی باب فی تکبیر الرکوع والسجود مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ ص ۱۲-۱۱

marfat.com

Marfat.com

...في حق المقتدي اذا لم يفعل الامام ... المنفرد او اماما اذا كان لا يثقل على ... ايثاره بذلك او المقتدي اذا كان ... اتى به فليسوا بممنوعين من زيادتهم ... ذلك ولا سيما المنفرد في النوافل ومن ... ذلك فعليه البيان[1]۔

محسوس کریں اور مقتدی کے حق میں اس وقت ہے جب امام یہ نہ پڑھ رہا ہو، رہا معاملہ منفرد یا وہ امام جس کے مقتدی اس کے پڑھنے کو بوجھ محسوس نہ کریں یا وہ مقتدی جس کا امام پڑھ رہا ہو تو ایسی صورت میں ان کے لئے ان اذکار کا اضافہ ممنوع نہیں، خصوصاً وہ منفرد جو نوافل پڑھ رہا ہو اور جو اس کا مدعی ہو وہ اس پر دلیل لائے (ت)

اسی میں دو ورق بعد ہے:

... مشائخنا يحمل ما في حديث علي رضي الله تعالى عنه على النوافل على انه ثبت في المكتوبة فيكن في حالة الانفراد وفي حالة كونه اماما والمأمومون محصورون لا يثقلون بذلك كما نصت عليه الشافعية ولا ضير في الالتزام[2] اھ والله سبحٰنه تعالى اعلم۔

ہمارے مشائخ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حدیث کو نوافل پر محمول کیا جائیگا علاوہ ازیں فرائض میں ثابت ہے تو اس وقت جب نمازی تنہا فرائض ادا کررہا ہو یا امامت کی حالت میں اس وقت جب مقتدی محصور ہوں جو بوجھ محسوس نہ کریں جیسا کہ شوافع نے تصریح کی ہے، اور اس کے التزام میں کوئی نقصان نہیں الخ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰۹ از مدرسہ مصباح التہذیب مسئولہ مولوی محمد سلطان الدین صاحب بنگالی

۳ جمادی الاولٰی ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ نماز میں دونوں سجدے فرض ہیں یا ایک فرض اور دوسرا واجب؟ اگر یہ مسئلہ اختلافیہ ہے تو قول قوی اور راجح کون ہے اور اس کی دلیل کیا ہے اور دوسرے کے مرجوح وضعیف ہونے کی کیا دلیل؟ مع دلائل معتبرہ بحوالہ کتب بیان فرمایا جائے بینوا توجروا عند الجلیل۔

الجواب

باجماع امت دونوں سجدے فرض ہیں، اصلاً اس میں کسی عالم کا خلاف نہیں کہ قوی وراجح بتایا جائے، اس کا منکر اجماع امت کا منکر ہے۔ دو روز ہوئے ایک طالب علم نے فقیر سے یہ مسئلہ پوچھا تھا فقیر نے عرض کی

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] " " " "

marfat.com

Marfat.com

دونوں فرض ہیں، رات مسموع ہوا کہ مدرسین مدرستین مصباح التہذیب واشاعت الاسلام ... ولایتی تو ایسا ہی بتاتے ہیں باقی سب خلاف پر ہیں سجدۂ اولی کو فرض اور ثانیہ کو واجب کہتے ہیں اور اسی کو شرح وقایہ وہدایہ کی عبارت بتاتے ہیں بلکہ ایک نئے مولوی صاحب محمود نام کہ دیوبندی تعلیم کے فاضل ہیں فقیر کے قول کو محض بے دلیل فقیر کا اپنا اجتہاد علیل قرار دیتے ہیں یہ سُن کر نہ صرف تعجب بلکہ امام علیہ رحمت الباری، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ فقیر غفرلہ اللہ بلا مبالغہ دو سو کلماتِ علمائے کرام سے اس کی سندیں پیش کر سکتا ہے جس سے ثابت ہو کہ مخالفین مسئلہ کو فقہ سے کس قدر غفلت ہے مگر مسئلہ نہایت وضوح سے واضح ہے اور اطالت موجب ملالت لہٰذا صرف دس نصوص صریحہ پر قناعت :

نصِ اوّل : بحرالرائق میں کنز الدقائق کے قول فرضہا التحریمۃ والقیام والقراءۃ والرکوع والسجود[1] (نماز کے فرائض تکبیر تحریمہ، قیام، قراءت، رکوع اور سجود ہیں۔ت) کی شرح میں فرمایا :

(لقولہ تعالٰی) ارکعوا واسجدوا وللاجماع علی فرضیتھما ورکنیتھما والمراد من السجود السجدتان فاصلہ ثابت بالکتاب والسنۃ والاجماع وکونہ مثنی فی کل رکعۃ بالسنۃ والاجماع[2]

اس کی دلیل اللہ تعالٰی کا ارشادِ گرامی ہے "ارکعوا واسجدوا" (رکوع کرو اور سجدہ کرو۔ت) نیز ان دونوں کے فرض اور رکن ہونے پر اجماع ہے اور سجود سے دونوں سجدے مراد ہیں اور سجدہ کی اصل کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہے اور سجدہ کا ہر رکعت میں دو دفعہ ہونا سنت اور اجماع سے ثابت ہے۔(ت)

نصِ ثانی : امام محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حلیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں :

م والخامسۃ السجدۃ ش ای والفریضۃ الخامسۃ من الفرائض الست المشتمل علی فرضیتھا الصلاۃ السجدۃ والاولی السجدتان فی کل رکعۃ ثم اصل السجدۃ ثابت بالکتاب والسنۃ والاجماع وکونہ مثنی فی کل رکعۃ بالسنۃ والاجماع ولا خلاف فی کونھما من ارکان الصلاۃ[3]۔

متن، پانچواں فرض سجدہ ہے، شرح یعنی چھ فرائض جن پر نماز مشتمل ہے ان میں پانچواں فرض سجدہ ہے اور (السجدتان فی کل رکعۃ) کہنا بہتر تھا یعنی ہر رکعت میں دو سجدے فرض ہیں پھر سجدہ کی اصل کتاب، سنت اور اجماع سے ثابت ہے اور اس کا ہر رکعت میں دو دفعہ ہونا سنت اور اجماع سے ثابت ہے اور ان دونوں کے رکنِ نماز ہونے میں کوئی اختلاف نہیں (ت)

---

[1] کنز الدقائق باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۰

[2] البحر الرائق " " " " " ۲۹۳/۱

[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com

Marfat.com

...یہاں تصریح ہے کہ فرضیت درکنار دونوں سجدے بالاجماع رکنِ نماز ہیں۔

نص ثالث: مبسوط امام شیخ الاسلام پھر حلیہ میں دو سجدے فرض ہونے کی حکمت بیان فرمائی:

...بناء علی ما ورد فی الاخبارات الله تعالٰی لما ...المیثاق من ذریة آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام حیث قال عزوجل واذ اخذ ربك ...بنی آدم من ظهورهم ذریتهم الأیة ...امرهم بالسجود تصدیقا لما قال فسجد المسلمون ...کلهم وبقی الکفار فلما رفع المسلمون ...رؤسهم ورأوا الکفار لم یسجدوا فسجدوا ...ثانیا شکرا لما وفقهم الله تعالٰی علی السجود ...الاول فصار المفروض سجدتین لهذا والرکوع ...مرة۔

یہ اس بناپر ہے جو روایات میں ہے کہ اللہ تعالٰی نے جب اولادِ آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام سے عہد لیا جس کا ذکر اللہ تعالٰی نے اس آیت میں کیا ہے: اور یاد کرو اس وقت کو جب اے حبیب! آپ کے رب نے بنی آدم سے ان کی پشتوں میں ان کی اولاد سے عہد لیا الآیۃ، تو انھیں بطور تصدیق کے سجدے کا حکم دیا تو اللہ کے حکم پر تمام مسلمان سجدہ ریز ہو گئے لیکن کافر کھڑے محروم رہ گئے، جب مسلمانوں نے سجدے سے سراٹھایا اور دیکھا کہ کفار نے سجدہ نہیں کیا تو وہ دوبارہ اللہ تعالٰی کا شکرادا کرتے ہوئے سجدہ ریز ہو گئے کہ ...اللہ تعالٰی نے انھیں سجدہ اوّل کی توفیق دی، لہذا نماز میں دو سجدے فرض ولازم ہو گئے اور رکوع ایک ہی ...رہا۔ (ت)

نص رابع: مراقی الفلاح میں تھا:

یفترض السجود[۲] (سجدہ فرض کیا گیا ہے۔ ت)

...امام طحطاوی نے حاشیہ میں فرمایا:

المراد منه الجنس ای السجدتان[۳] (مراد اس سے جنسِ سجدہ یعنی دو سجدے ہیں۔ ت)

نص خامس: درر الحکام شرح غرر الاحکام للعلامہ مولٰی خسرو میں ہے:

...ان قیل فرضیة الرکوع والسجود ثبتت بقوله ...تعالٰی ارکعوا واسجدوا والامر لا یوجب التکرار

اگر یہ سوال ہو کہ رکوع وسجود کی فرضیت اللہ تعالٰی کے اس فرمان سے ثابت ہے ارکعوا واسجدوا (رکوع کرو اور سجدہ کرو)

...[۱] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[۲] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب شروط الصلٰوۃ مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۱۲۵

[۳] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

marfat.com

Marfat.com

ولذا لم يجب تكرار الركوع فبماذا ثبت فرضية تكرار السجود (ولماذا تكرر) قلنا قد تقرر ان آية الصلاة مجملة وبيان المجمل قد يكون بفعل الرسول صلى الله تعالٰى عليه وسلم وقد يكون بقوله وفرضية تكراره تثبت بفعله المنقول عنه تواترا اذ كل من نقل صلاة الرسول صلى الله تعالٰى عليه وسلم نقل تكرار سجوده[1]۔

یہ امر ہے اور امر تکرار کا تقاضا نہیں کرتا۔ یہی وجہ ... کہ رکوع میں تکرار ثابت نہیں تو تکرار سجود کس سے ثابت ... ہے، جب تکرار ثابت ہوگیا تو ہم جواباً کہیں گے کہ یہ ... ثابت ہے کہ نماز والی آیت مجمل ہے اور مجمل کا بیان ... کبھی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عمل سے ہوتا ہے ... اور کبھی قول سے، تکرار سجود کی فرضیت متواتر آپ کے ... سے ثابت ہے کیونکہ جس نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ... کی نماز کو نقل کیا ہے اس نے یہ ضرور بیان کیا ہے کہ ... حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر رکعت میں دو سجدے فرماتے ...

نص سادس: نقایہ میں تھا:

فرضها التحريمة (الى قوله) والسجود[2]۔

نماز کا فرض تکبیر تحریمہ ہے (آگے چل کر کہا) اور ... سجدہ بھی۔ (ت)

جامع الرموز میں ہے:

اى السجدتان فان اسم الجنس يدل على العدد[3] الخ۔

یعنی دو سجدے کیونکہ اسم جنس عدد پر دلالت کرتا ہے الخ۔ (ت)

نص سابع: اسی کے واجبات میں ہے:

(ورعاية الترتيب) بين اركان كل ركعة فوجب ان يكون السجود بعد الركوع والسجدة الثانية بعد الاولٰى[4]۔

(اور رعایت ترتیب) ہر رکعت کے ارکان کے درمیان ... پس اس سے ثابت ہوا کہ سجدہ رکوع کے بعد ہوگا اور دوسرا سجدہ پہلے کے بعد ہوگا۔ (ت)

یہاں سے بھی ظاہر کہ دونوں سجدے رکن ہیں۔

---

[1] درر الحکام شرح غرر الاحکام باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ احمد کامل الکائنہ در سعادت مصر ...۳/۱

[2] مختصر الوقایۃ فی مسائل الہدایۃ کتاب الصلوٰۃ نور محمد کارخانہ بازار کراچی ص ۱۳

[3] جامع الرموز " " " " " " " ۱۴۰/۱

[4] " " " " " " " " ۱۴۲/۱

marfat.com

Marfat.com

نص ثامن: فتح اللہ المعین للعلامۃ السید ابی السعود الازہری میں ہے:

(السجدتان) (لانہما) فرضتان فی کل [ركعة][1]

کیونکہ دو سجدے ہر رکعت میں دونوں سجدے فرض ہیں۔ (ت)

نص تاسع: علامہ شرنبلالی اپنے متن نور الایضاح اور اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

(و) یفترض (العود الی السجود) الثانی لان السجود الثانی کالاول فرض باجماع الامۃ[2]

(اور) فرض ہے (لوٹنا سجدہ کی طرف) یعنی دوسرے سجدے کی طرف کیونکہ دوسرا سجدہ پہلے کی طرح ہی فرض ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے (ت)

نص عاشر: مجتبٰی شرح قدوری پھر ہندیہ میں ہے:

السجود الثانی (فرض) کالاول باجماع الامۃ[3]

اس پر اجماعِ اُمت ہے کہ دوسرا سجدہ پہلے کی طرح فرض ہے۔ (ت)

ہدایہ کی طرف اس زعم باطل و وہم عاطل کی نسبت تو محض غلط و بے منشا ہے اور شرح وقایہ سے یہ مطلب سمجھنا عدم تدبر و سوءِ فہم سے پیدا ہوا امام صدر الشریعۃ کی عبارت یہ ہے:

فی الهدایة ومراعاة الترتیب فیما شرع مکررا من الافعال، وذکر حواشی الهدایة نقلا عن المبسوط کالسجدة فانه لو قام الی الثانیة بعد ما سجد سجدة واحدة قبل ان یسجد الاخری یقضیها ویکون القیام معتبرا لانه لم یترك الا الواجب[4]

ہدایہ میں ہے ان افعال میں رعایت ترتیب واجب ہے، جن میں تکرار مشروع ہوا ہے، اور حواشی ہدایہ میں مبسوط کے حوالے سے مذکور ہے مثلاً سجدہ پس اگر نمازی دوسری رکعت کی طرف صرف ایک سجدہ کے بعد کھڑا ہوا اور دوسرا سجدہ نہیں کیا تو اس سجدہ کی قضا کرے اور اس کا قیام معتبر ہوگا کیونکہ نمازی نے صرف واجب (یعنی ترتیب) کو چھوڑا ہے (ت)

قلت فہم نے یہ سمجھا کہ لم یترك الا الواجب (اس نے واجب ہی ترک کیا ہے۔ ت) میں واجب سے

---

[1] فتح اللہ المعین باب صفۃ الصلٰوۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ١/١٦٩

[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب شروط الصلٰوۃ مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی ص ١٢٧

[3] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الاول فی فرائض الصلٰوۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ١/٧٠

[4] شرح الوقایۃ باب صفۃ الصلٰوۃ مطبوعہ المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ١/١٦١

marfat.com

Marfat.com

سجدہ ثانیہ مراد ہے حالانکہ یہ واضح الفساد ہے سجدہ ثانیہ کو تو فرما دیا [illegible]
آگے فرمایا ویکون القیام معتبرا (اس کا قیام معتبر ہے۔ ت) جب سجدہ ثانیہ مراد ہوتا [illegible]
سجدہ متروک کب ہوا موخر ہوا، ترک و تاخیر میں جو فرق ہے ہر عامی پر روشن ہے [illegible]
موجب سجود سہو بلکہ واجب سے مراد ترتیب ہے کہ بوجہ تاخیر سجدہ ثانیہ و تقدیم قیام ترتیب [illegible]
سے واضح ہے کہ یہاں گفتگو واجب ترتیب میں ہے ابتداء میں بشمار واجبات فرمایا تھا و رعایۃ الترتیب فیما تکرر کلام [illegible]
کے بعد فرمایا :

اقول قولہ "فیما تکرر" لیس قید ایوجب نفی الحکم عما عداہ فان مراعاۃ الترتیب فی الارکان التی لا تتکرر فی رکعۃ واحدۃ کالرکوع ونحوہ واجبۃ ایضا[1]۔

میں کہتا ہوں اس کا قول فیما تکرر (وہ افعال جن میں تکرار ہے) یہ ایسی قید نہیں جو دوسروں کی نفی کرے کیونکہ رعایت ترتیب ان افعال میں بھی واجب ہے جو ایک رکعت میں متعدد نہیں ہوتے مثلاً رکوع وغیرہ (ت)

اخیر میں اس تمام کلام پر تفریع فرمائی فعلم ان رعایۃ الترتیب واجبۃ مطلقا[2] (پس واضح ہو گیا کہ رعایت ترتیب مطلقاً واجب ہے۔ ت)

دیگر علمائے کرام نے مراد کو خوب واضح کر دیا کہ ترتیب ہی کو واجب کہا گیا ہے کہ سجدہ ثانیہ کو علامہ اکمل الدین بابرتی شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں :

(مراعاۃ الترتیب فیما شرع مکررا) یعنی فی الرکعۃ الواحدۃ کالسجدۃ الثانیۃ من الرکعۃ الاولی فان ترکہا ساھیا وقام واتم صلاتہ ثم تذکر فان علیہ ان یسجد السجدۃ المتروکۃ ویسجد للسہو لترک الترتیب[3]۔

(مکرر افعال میں رعایت ترتیب مطلقاً واجب ہے) یعنی رکعت واحدہ میں مثلاً پہلی رکعت کا دوسرا سجدہ، جس نے اسے بھول کر چھوڑ دیا اور دوسری رکعت کی طرف کھڑا ہو گیا اور نماز پوری کرنے کے بعد متروکہ سجدہ یاد آیا تو اس پر لازم ہے کہ پہلے متروکہ سجدہ کرے پھر سجدۂ سہو کرے کیونکہ ترتیب باقی نہ رہی۔ (ت)

حلیہ میں ہے :

لو ترک السجدۃ الثانیۃ من الرکعۃ الاولی

اگر بھول کر پہلی رکعت کا دوسرا سجدہ چھوڑ کر دوسری [illegible]

---

[1] شرح الوقایۃ باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۱۹۱

[2] " " " " " ۱/۱۹۲

[3] العنایۃ مع فتح القدیر باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/[illegible]

marfat.com

Marfat.com

سهوا فقام الى الركعة الثانية ثم تذكرها في آخر صلاته لم تفسد صلاته بل يسجد المتروكة ثم يسجد للسهو لترك الترتيب لان ترك الواجب الاصلي ساهيا يوجب سجود السهو بالاتفاق.[1]

رکعت کا قیام کیا پھر آخر نماز میں (متروکہ سجدہ) یاد آگیا تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی بلکہ پہلے چھوڑا ہوا سجدہ کرے پھر ترکِ ترتیب کی وجہ سے سجدہ سہو کرے کیونکہ واجب اصل کو بھُول کر چھوڑنے سے بالاتفاق سجدہ سہو لازم آتا ہے (ت)

جوہرہ نیرہ میں ہے :

لو ترك السجدة الثانية من الركعة الاولى ساهيا وقام وصلى تمام صلاته ثم تذكرها فعليه ان يسجد المتروكة ويسجد للسهو لترك الترتيب فيما شرع مكررا.[2]

اگر پہلی رکعت کا دوسرا سجدہ بھُول کر چھوڑ دیا اور دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہوگیا آخر میں نماز پُوری کرنے پر متروکہ سجدہ یاد آیا تو اس پر لازم ہے پہلے متروکہ سجدہ ادا کرے پھر سجدہ سہو کرے کیونکہ ان افعال میں ترتیب متروک ہوگئی جو متکرر مشروع ہُوئے تھے (ت)

فتح القدیر و غنیہ شرح منیہ و بحرالرائق وحاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے :

وهذا لفظ الغنية مختصرا اعلم ان المشروع فرضا في الصلاة اربعة انواع ما يتحد في كل الصلاة كالقعدة او في كل ركعة كالقيام و الركوع وما يتعدد في كلها كالركعات او في كل ركعة كالسجود فالترتيب شرط بين ما يتحد في كل الصلاة وبين جميع ما سواه من الثلثة الاخرى حتى لو تذكر بعد القعدة قبل السلام او بعده قبل ان ياتي بمناف ركعة او سجدة صلبية او سجدة تلاوة فعلها و اعاد القعدة و سجد للسهو[3] والترتيب بين

یہ اختصاراً غنیہ کے الفاظ ہیں نماز میں مشروع فرائض چار انواع کے ہیں، ایک وُہ جو پوری نماز میں ایک ہو مثلاً قعدہ یا پُوری رکعت میں ایک ہو جیسے قیام و رکوع۔ اور کچھ وُہ ہیں جو پوری نماز میں متعدد ہیں مثلاً رکعتیں۔ یا پُوری رکعت میں متعدد ہوں جیسے سجود ، بہرحال وُہ فرض جو پُوری نماز میں ایک ہو اور اس کے ماسوا مذکورہ تینوں انواع کے درمیان ترتیب شرط ہے حتی کہ قعدہ کے بعد سلام سے پہلے یا بعد بشرطیکہ ابھی اس نے نماز کے منافی کوئی عمل نہ کیا ہو کسی کو متروکہ رکعت یا چھوڑا ہوا سجدۂ نماز یا سجدۂ تلاوت یاد آگیا تو پہلے

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] الجوہرۃ النیرۃ باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۵۹

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی واجبات الصلوٰۃ ص ۲۹۶

marfat.com

Marfat.com

ما يتكرر في كل ركعة كالسجود وبين ما بعده
واجب حتى لو ترك سجدة من ركعة ثم تذكرها
فيما بعدها من قيام او ركوع او سجود فانه
يقضيها ولا يقضي ما فعله قبل قضائها مما هو
بعد ركعتها من قيام او ركوع او سجود بل
يلزمه سجود السهو فحسب لكن اختلف في
لزوم قضاء ما تذكر فقضاها فيه كما لو تذكر
وهو راكع او ساجد انه لم يسجد في الركعة
التي قبلها فانه يسجدها وهل يعيد الركوع
او السجود المتذكر فيه ففي الهداية انه
لا يجب اعادته بل تستحب معللا بان
الترتيب ليس بفرض بين ما يتكرر من
الافعال وفي فتاوى قاضي خان انه يعيده و
لو لم يعده فسدت صلاته معللا بانه ارتفض
بالعود الى ما قبله من الاركان لانه قبل
الرفع منه يقبل الرفض بخلاف ما لو تذكر
السجدة بعد ما رفع من الركوع لانه بعد
ما تم بالرفع لا يقبل الرفض [1]

اسے بجالائے جو کچھ کیا ہے اور سجدہ سہو کرے اس
طرح نماز ہو جائے گی، وہ جو ہر رکعت میں مکرر
ہیں مثلاً سجود میں، اور ان کے مابعد افعال میں
ترتیب لازم ہے حتی کہ اگر کسی نے ایک رکعت کا سجدہ
ترک کر دیا اور بعد میں قیام، رکوع یا سجدہ میں یاد آیا تو
سجدہ کو قضا کرے اور اس کی قضا سے پہلے اور اس سجدہ
کے بعد جو کچھ قیام، رکوع یا سجدہ کر لیا ہے اس کا اعادہ
نہ کرے بلکہ آخر میں صرف سجدۂ سہو کرے کافی ہے لیکن
چھوٹا ہوا سجدہ جس رکن میں قضا کیا مثلاً رکوع یا سجدہ
میں چھوٹا ہوا سجدہ یاد آیا تو وہاں اس نے وہ سجدہ
قضا کر لیا تو کیا یہ رکوع یا سجدہ قضا کرنا پڑے گا یا نہیں
اس میں اختلاف ہے، تو ہدایہ میں ہے کہ اس
رکن کا اعادہ واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے انہوں
نے وجہ یہ بیان کی ہے کہ تکرار والے افعال میں ترتیب
فرض نہیں ہے۔ اور فتاوٰی قاضی خان میں ہے کہ
اس رکن کا اعادہ ضروری ہے، اگر اعادہ نہ کیا نماز
فاسد ہو جائے گی۔ انھوں نے وجہ یہ بیان کی ہے کہ
اس رکن کو چھوڑ کر ما قبل کی طرف لوٹنے سے وہ رکن
(درمیان میں چھوٹ گیا اور مکمل نہ ہوا) کیونکہ رکن کو مکمل کرکے اُٹھنے سے پہلے وہ مکمل نہیں ہوتا بخلاف جبکہ رکن کو
مکمل کرکے اُٹھنے کے بعد چھوٹا ہوا سجدہ یاد آئے اور قضا کرے تو رکوع کا اعادہ ضروری نہیں کیونکہ رکوع سے اٹھنے
پر رکوع مکمل ہو گیا تو اب رکوع کے چھوٹنے کا احتمال نہ رہا۔ (ت)

اب ان عبارات میں اُس فائدے کے علاوہ دو فائدے زائدہ ہیں ایک سجدہ کو فرض مکرر کہنا، معلوم ہوا کہ دونوں
سجدے فرض ہیں، دوم وہ تعلیل کہ جب پہلی رکعت میں ایک سجدہ بھول گیا اور مثلاً دوسری کے رکوع میں یاد آیا کہ معاً اس کی

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی واجبات الصلوٰۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۹۷

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ تو اس رکوع کا پھر اعادہ کرے کہ رکن سابق کی طرف عود کرنے سے یہ رکوع کان لم یکن یعنی کالعدم ہو گیا معلوم ہوا کہ سجدہ ثانیہ فرض ہی نہیں بلکہ رکن ہے اور ہدایہ میں جو اس رکوع کا اعادہ صرف مستحب جانا اور یہی راجح ہے اس کی وجہ یہ فرمائی کہ فرض ایک رکعت میں مکرر ہے یعنی سجدہ اُس میں اور اس کے بعد فرائض مثلاً قیام و رکوع و سجود رکعت آئندہ میں ترتیب فرض نہیں صرف واجب ہے کہ اس کے ترک کی تلافی بسجدۂ سہو حاصل غرض مسئلہ آفتاب کی طرح روشن ہے مقدس مقدسین سے بنظر خیر خواہی گزارش کہ فرض قطعی و اجماع اُمت کا انکار سہل نہیں لہذا اگر مناسب جانیں کلمہ اسلام و نکاح کی تجدید فرمالیں آئندہ احتیاط وما التوفیق الا باللہ العزیز الغفار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴: مرسلہ مظہر حسین امام مسجد گول بازار ضلع بلاسپور۔ سی۔ پی۔ دکان شیخ سلیمان عمر صاحب جنرل مرچنٹ

۲۷ محرم ۱۳۳۰ھ

زید نماز میں صرف بحالتِ رکوع و سجود الصاقِ کعبین کرتا ہے عمرو کہتا ہے کہ یہ فعل وہابیوں کا ہے حرام ہے اور واجب الترک ہے حنفی لوگ اس فعل کو جائز سمجھیں یا مکروہ تحریمی؟

الجواب

حاشا للہ نہ یہ فعل وہابیہ کا ہے نہ حرام نہ واجب الترک بلکہ رکوع میں الصاق کعبین غنیہ شرح منیہ و جامع الرموز و مجتبی شرح قدوری و بحر الرائق و در مختار و حاشیہ حموی و فتح اللہ المعین و طحطاوی علی مراقی الفلاح و علی درمختار وغیرہا میں سنت لکھا۔ وقد ذکرنا نصوصہا جمیعاً فی فتاونا (ہم نے ان سب کی عبارات و نصوص کو اپنے فتاوٰی میں ذکر کیا ہے۔ ت) دُرمختار میں ہے:

سننہا تکبیر الرکوع والتسبیح فیہ ثلاثا والصاق کعبیہ[1] | نماز کی سنتیں تکبیر رکوع اس میں تین مرتبہ تسبیح اور ٹخنوں کا متصل کرنا ہے۔ (ت)

اسی کی صفۃ الصلاۃ میں ہے:

ویفرج اصابعہ ویسن ان یلصق کعبیہ[2] | انگلیاں کشادہ رکھے، اور ٹخنوں کا ملانا سنت ہے۔ (ت)

اور سجدہ میں الصاق کعبین کو علامہ سید ابو مسعود ازہری نے حواشی کنز میں سنت بتایا۔ سنن میں فرمایا:

الصاق کعبیہ فی السجود سنۃ[3] (سجود میں ٹخنوں کو ملانا سنت ہے۔ ت)

---

[1] دُرمختار | باب صفۃ الصلوۃ | مطبوعہ مجتبائی دہلی | ۱/ ۷۳

[2] " | " | " | ۱/ ۷۵

[3] فتح اللہ المعین | مبحث سنن الصلاۃ | مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱/ ۱۷۷

marfat.com

Marfat.com

صفۃ الصلاۃ میں فرمایا :

کمایسن الصاق الکعبین فی الرکوع فکذا فی السجود ایضا۔[1]

جیسا کہ رکوع میں ٹخنوں کا ملانا سنت ہے اسی طرح سجدہ میں بھی سنت ہے۔ (ت)

ہاں دربارۂ سجود یہ صرف انھیں کا بیان ہے اگرچہ علامہ طحطاوی نے اُن کا اتباع کیا اور حاشیہ مراقی کا حوالہ سجود واقع ہوا اس میں صرف دربارۂ رکوع مذکور ہے اور علامہ شامی نے جو اس کی توجیہ فرمائی محلِ کلام ہے۔ طحطاوی علی الدر میں ہے :

قولہ یسن ان یلصق الخ ای فی الرکوع والسجود ابوالسعود۔[2]

اس کا قول "یسن ان یلصق" الخ (الصاق سنت ہے) یعنی رکوع اور سجدہ میں، ابوالسعود۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قال السید ابوالسعود وکذا فی السجود (ایضا) وسبق فی السنن ایضا اھ والذی سبق ھو قولہ الصاق کعبیہ فی السجود سنۃ، در اھ ولایخفی ان ھذا اسبق نظر فان شارحنا لم یذکر ذلک لا فی الدر المختار ولا فی الدر المنتقی ولم ارہ لغیرہ ایضا فافھم نعم ربما یفھم ذلک من انہ اذا کان السنۃ فی الرکوع الصاق الکعبین ولم یذکروا تفریجھما بعدہ فالاصل بقاؤھما ملتصقین فی حالۃ السجود ایضا تامل اھ[3] ما فی الشامی و رأیتنی کتبت علیہ ما نصہ (اقول) تاملنا فلم نجدہ وافیا فان الحرکۃ الانتقالیۃ

سید ابوالسعود کہتے ہیں اسی طرح سجود میں بھی، اور بیانِ سُنن میں بھی گزرچکا ہے اور گزرے ہوئے قول کے الفاظ یہ ہیں کہ سجدہ میں الصاقِ کعبین سنت ہے در۔ واضح رہے کہ ان کے اس قول (جو پیچھے گزر چکا ہے) نظر کی خطا ہے کیونکہ ہمارے شارح نے اسے نہ تو درمختار میں ذکر کیا اور نہ ہی درمنتقی میں، اور میں نے کسی غیر کی عبارت میں بھی یہ نہیں دیکھا اسے سمجھو، ہاں اکثر اوقات اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جب رکوع میں ٹخنوں کا ملانا سنت ہے اور اس کے بعد ان کا کشادہ رکھنا انہوں نے بیان نہیں کیا تو اصل یہی ہے کہ بحالت سجود میں بھی ٹخنے متصل ہی رہیں، غور سے سمجھ لو اھ شامی کا حاشیہ ختم۔ اور مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے بھی شامی

---

[1] فتح المعین فصل واذا اراد الدخول فی الصلوٰۃ الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۸۹

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار " " دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۲۰

[3] ردالمحتار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۶۴

marfat.com

Marfat.com

الاسعد ان خلى فيهما الطبع اتى بالتفريج و الا فيحافظ على الالصاق بالقصد، لمناص من تلك هذه الاحتياج الى البيان بل الاختصاص بذكره فى الركوع دليل على انه لا يطلب الا فيه والا لذكره فى السجود ايضا فاعرفه فان الامر واضح[1]

پر کچھ لکھا جس کے الفاظ یہ ہیں (اقول) ہم نے تأمل کیا مگر ہم کامل اس مسئلہ کو نہ پا سکے کیونکہ حرکت انتقال سجدہ کی طرف اگر طبعاً وفطرتاً ہو تو اس صورت میں کشادگی ہوگی مگر اس صورت میں جب اتصال کا خصوصی اہتمام کیا جائے اور اس طرح کے مسائل کے بیان کی احتیاج نہیں بلکہ صرف رکوع میں اس کا تذکرہ ہونا دلیل ہے کہ صرف اسی میں اس کا مطالبہ ہے ورنہ اس کا تذکرہ سجدہ میں بھی کیا جاتا، اسے جان لے کیونکہ معاملہ واضح ہے (ت)

اور بعض متاخرین علماء نے دربارہ رکوع بھی سنیت میں کلام کیا،

وله فى ذلك رسالة عندى واقصى ما يقال هنا ان عامة كتب المذهب خالية عنه وانما انه بينه الزاهدى والباقون انما تبعوه و قد بينت فى كتابى "كفل الفقيه الفاهم" ان الغرابة لاتندفع بكثرة الناقلين اذا لم يكن مرجعهم الا واحدا لاسيما مثل الزاهدى۔

اس مسئلہ سے متعلق میرے پاس ایک رسالہ ہے، زیادہ سے زیادہ جو کہا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ عامہ کتب مذہب اس سے خالی ہیں صرف زاہدی نے اسے بیان کیا اور باقی فقہاء نے ان کی اتباع کی ہے اور میں نے اپنی کتاب "کفل الفقیہ الفاہم" میں یہ بیان کیا ہے کہ کثرت ناقلین کی وجہ سے غرابت ختم نہیں ہو جاتی جبکہ ان سب کا مرجع ایک ہو خصوصاً زاہدی جیسا آدمی (ت)

بہر حال اسے حرام و فعل وہابیہ کہنا نادانی ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۱: مسئولہ از نجیب آباد ضلع بجنور ۷ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

نماز میں سبحانك اللھم پڑھنا فرض ہے یا واجب، مقتدی سبحان ختم نہ کرنے پایا تھا کہ امام نے قرأت شروع کر دی اس کو ناتمام چھوڑ کر خاموش ہو جانا پڑے یا فوراً ختم کرکے خاموش ہو جانا چاہئے، ایک وہابی واعظ نے سبحٰنك اللھم کے بارہ میں ایک شخص سے یہ مسئلہ بیان کیا کہ اگر امام نے قرأت شروع کر دی ہو اور اب کوئی شخص اگر جماعت میں شامل ہو تو اس کو چاہئے کہ سبحٰنك اللھم اس طرح پڑھے کہ جہاں جہاں امام سانس لینے کی غرض سے ذرا بھی رکے اس وقت ایک ایک کلمہ بول کر کے سبحٰنك اللھم کو پڑھ لیا جائے مثلاً جب اول مرتبہ رکا تو فوراً کہے سبحانك اللھم پھر جب دوسری مرتبہ ٹھہرا تو کہے وبحمدك پھر جب تیسری بار سانس لے تو کہنا چاہئے وتبارك اسمك غرض اسی طرح ختم کر لیا جائے ایسا ہر نماز میں کر سکتے ہیں مگر مغرب میں خواہ پہلی رکعت میں شامل ہو یا دوسری میں سبحٰنك اللھم تیسری رکعت میں اور عشاء

---

[1] جد الممتار کتاب الصلوۃ المجمع الاسلامی مبارک پور ہند ۲۴۳/۱

marfat.com

Marfat.com

میں تیسری یا چوتھی رکعت میں بھی پڑھ سکتے ہیں خواہ دوسری ہی رکعت میں شامل ہوا ہو
بغیر سبحٰنك اللّٰھم کے نماز ہوجاتی ہے یا نہیں؟

الجواب

سبحٰنك اللّٰھم اسی وقت پڑھ سکتے ہیں کہ امام قرات باآواز شروع نہ کرچکا ہو جب قرات جہریہ شروع کردی اب خاموش رہنا اور سننا فرض ہے، وہ جو وہابی نے بتایا کہ امام کی ٹھہر سکتے بلکہ ایک ایک لفظ کہہ کر پورا کرے ضعیف وغیر مختار اور وہ جو استثناء کیا کہ ایسا ہر نماز میں کرسکتے ہیں مگر مغرب میں نہیں یہ محض باطل اور اس کی اپنی ایجاد ہے جس روایت ضعیفہ میں یہ طریقہ ہے اس میں مغرب میں بھی ایسا ہی ہے اور مذہب صحیح میں کہ اس کی اجازت نہیں فجر ومغرب وعشا کسی میں ایسا نہیں اور اس کا یہ کہنا بھی محض غلط ہے کہ جو دوسری رکعت میں شامل ہوا ہو وہ تیسری یا چوتھی میں سبحٰنك پڑھ سکتا ہے سبحٰنك اللّٰھم کی جگہ ابتدائے نماز ہے جب دوسری میں ملا تو تیسری یا چوتھی ابتدائے نماز کب ہے کہ اس میں سبحٰنك پڑھے، ہاں وہ جو ایک رکعت اس کی رہ گئی بعد سلام امام جب اسے پڑھنے کھڑا ہو اس کی ابتداء میں پڑھے کہ یہ اس کی پہلی رکعت ہے سبحٰنك پڑھنا سنت ہے بغیر اس کے نماز ہوجاتی ہے مگر بلاضرورت ترک سنت کی اجازت نہیں اور عادت ڈالنے سے گنہگار ہوگا اور جو مثلاً پہلی رکعت جہریہ میں ملا اور قرات شروع ہوجانے کے باعث سبحٰنك نہ پڑھ سکا اس پر کوئی الزام نہیں کہ اس نے یہ ترک ادائے فرض خاموشی کے لئے بحکم شرع کیا واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۲ از موضع منصور پور متصل ڈاک خانہ قصبہ شیش گڑھ تحصیل بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ محمد شاہ خاں ۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس باب میں کہ دونوں سجدوں کے درمیان میں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ (اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما اور مجھے ہدایت فرما۔ ت) پڑھنا چاہئے امام کو یا مقتدی کو یا دونوں کو یا امام ومقتدی بلا اس کے پڑھے دونوں سجدے ادا کریں۔

الجواب

اللّٰھم اغفرلی کہنا امام ومقتدی ومنفرد سب کو مستحب ہے اور زیادہ طویل دعا سب کو مکروہ، ہاں منفرد کو نوافل میں مضائقہ نہیں۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۳ از امرتسر دفتر پولیس مرسلہ عبدالعزیز ہیڈ کانسٹیبل ۲۷ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

بعد سلام علیک حضور کی خدمت میں میری عرض یہ ہے کہ مجھے درود شریف جو نماز میں پڑھا جاتا ہے

marfat.com

Marfat.com

دوسرے درود شریف کی جو سب درودوں سے افضل ہو اجازت فرمائیں مجھے درود شریف یا استغفار پڑھنے کا نہایت شوق ہے خدا حضور کو اجر دے گا عام طور پر راستہ چلتا ہوں دیگر وغیرہ جگہ میں بھی پڑھتا ہوں مجھے عام طور پر درود شریف ہر جگہ پڑھنے کی اجازت ہے یا نہیں، حضور مہربانی تحریر فرمائیں میں ہر وقت وظیفہ رکھنا چاہتا ہوں یا آیت کریمہ کا یا کوئی دوسرا، یہ اس لئے کہ محبت خدا و رسول کی پورے طور پر حاصل ہو جائے، جناب مہربانی کرکے ضرور بالضرور جلد مجھے آگاہ کردیں، درود شریف یا استغفار کی نسبت ضرور بالضرور تحریر فرمائیں، اِن شاء اللہ تعالیٰ تحریر حضور پر علد رآمد ہوگا۔

الجواب

سب درودوں سے افضل درود وہ ہے جو سب اعمال سے افضل یعنی نماز میں مقرر کیا گیا ہے درود شریف راہ چلتے بھی پڑھنے کی اجازت ہے جہاں نجاست پڑی ہے وہاں رُک جائے اور بہتر یہ ہے کہ ایک وقت معین کرکے ایک عدد مقرر کرلے کہ اُس قدر با وضو دو زانو ادب کے ساتھ مدینہ طیبہ کی طرف منہ کرکے روزانہ عرض کیا کرے جس کی مقدار سو بار سے کم نہ ہو زیادہ جس قدر نبھا سکے بہتر ہے، علاوہ اس کے اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے باوضو بے وضو ہر حال میں "و" جاری رکھے، اور اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ ایک صیغہ خاص کا پابند نہ ہو بلکہ وقتاً فوقتاً مختلف صیغوں سے عرض کرتا رہے تاکہ حضور قلب میں فرق نہ ہو، درود شریف اور کلمہ طیبہ اور استغفار ان سب کی کثرت نہایت محبوب مطلوب ہے کلمہ طیبہ کو افضل الذکر فرمایا اور یہ کہ اللہ عزوجل تک اُس کے پہنچنے میں کوئی روک نہیں اور استغفار کے لئے فرمایا شادمانی ہے اُسے جو اپنے نامۂ اعمال میں استغفار بکثرت پائے اور اپنے تمام اوقات کو درود شریف میں صرف کردینے کو فرمایا کہ ایسا کرے گا تو اللہ تیرے سب کام بنادے گا اور تیرے گناہ معاف فرمادے گا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۴ از کاہنور ضلع روہتک محلہ سیمان مرسلہ بھورے خاں ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

(۱) امام کے پیچھے مقتدی سورۂ فاتحہ پڑھے یا نہ پڑھے؛

(۲) آمین بآواز بلند کہنا درست ہے یا نہیں؛

(۳) بجائے بیس رکعت تراویح کے آٹھ رکعت پڑھے تو درست ہے؛

(۴) بجائے تین وتر کے ایک وتر پڑھنا درست ہے یا نہیں؛

الجواب

(۱) مقتدی کو قرآن مجید پڑھنا مطلقاً جائز نہیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے،

واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا ۔ اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور

marfat.com

Marfat.com

لعلکم ترحمون[1]۔ — خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (ت)

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا[2]۔ — امام اسی لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے جب تکبیر کہے تم تکبیر کہو جب قرأت کرے تو خاموش رہو۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں :

"مجھے تمنا ہے کہ جو امام کے پیچھے پڑھے اس کے منہ میں آگ ہو۔"

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں :

"قدرت پاتا تو اس کی (امام کے پیچھے پڑھنے والے کی) زبان کاٹ دیتا۔" واللہ تعالٰی اعلم

(۲) آمین بآواز بلند کہنا نماز میں مکروہ و خلافِ سنّت ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے :

وادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ[3]۔ — تم اپنے رب کو عاجزی اور تواضع سے آہستہ آہستہ پکارو۔ (ت)

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

واذا قال ولا الضالین فقولوا اٰمین فان الامام یقولھا[4]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ — جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو کیونکہ امام اسے کہہ رہا ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن ۷/ ۲۰۴

[2] مصنف ابن ابی شیبہ فی الامام یصلی جالسا مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۳۲۶

[3] القرآن ۷/ ۵۵

[4] سنن النسائی جہر الامام بآمین مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور ۱/ ۱۱۳

نوٹ ، حدیث شریف کے الفاظ سنن نسائی میں ابوہریرہ کے حوالہ سے یوں منقول ہیں :

اذا قال الامام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقولوا اٰمین فان الملئکۃ تقول اٰمین وان الامام یقول اٰمین

اور فتح الباری جلد دوم مطبوعہ بیروت صفحہ ۲۱۹ میں یوں منقول ہیں ،

اذ قال الامام ولا الضالین فقولوا اٰمین فان الملئکۃ تقول اٰمین وان الامام یقول اٰمین۔ الحدیث نذیر احمد سعیدی

marfat.com

Marfat.com

تراویح بیس رکعت سنت مؤکدہ ہے سنتِ مؤکدہ کا ترک بد ہے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین عضوا علیها بالنواجذ۔[1]

تم پر میری اور میرے خلفاءِ راشدین کی سنّت لازم ہے اسے اپنی ڈاڑھوں کے ساتھ مضبوطی سے تھام لو(ت)

دوسری حدیث میں ہے:

انه سیحدث بعدی اشیاء وان من احبها الی لما احدث عمر۔[2] واللہ تعالٰی اعلم

میرے بعد بہت سی اشیاء ایجاد ہوں گی ان میں سے مجھے وہ سب سے زیادہ پسند ہیں جو عمر ایجاد کریں گے۔(ت)

(۴) ایک رکعت وتر خواہ نفل باطل محض ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا آخری فعل تین رکعت وتر ہے:

انما یؤخذ بالاٰخر فهو الاٰخر من فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم۔

آپ کے آخری عمر کے اعمال پر عمل کیا جاتا ہے اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا آخری عمل یہی ہے (ت)

اتنا یاد رہے کہ یہاں ان مسائل میں مخالفت کرنے والے غیر مقلدین وہابیہ ہیں جن پر بوجوہ کثیرہ ان کے ضلالت کے سبب کفر لازم، جس کی قدرے تفصیل ہمارے رسالہ الکوکبۃ الشهابیۃ میں ہے وہ کہ مسلمان ہی نہیں انھیں ایسے فروعی مسائل اسلامی میں دخل دینے کا کیا حق، اُن سے تو اصول پر گرفت کی جائے گی کہ مقتدی فاتحہ پڑھے نہ پڑھے آمین جہر سے کہے یا آہستہ، تراویح آٹھ رکعت ہوں یا بیس، وتر ایک رکعت ہو یا تین۔ یہ تو سب اس پر موقوف ہیں کہ نماز بھی صحیح ہو جس کا اسلام صحیح نہیں اس کی نماز کیسے صحیح ہوسکتی ہے وہ ان مسائل میں اِس طرف عمل کرے تو اُس کی نماز باطل اُس طرف عمل کرے تو باطل، پھر لایعنی فضول زق زق سے کیا فائدہ! اور مسلمان کو ہوشیار رہنا چاہئے کہ نہ ان سے ملنا جائز، نہ اُن کی بات سُننی جائز، نہ اُن کے پاس بیٹھنا جائز۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

---

[1] سنن ابی داؤد باب فی لزوم السنۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۷۹

[2] کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، فضائل فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، مکتبۃ التراث الاسلامی مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۲/۵۸۶

نوٹ: حدیث کے الفاظ کنز العمال میں یوں منقول ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال سیحدث بعدی اشیاء فاحبها الی ان تلزموا ما احدث عمر رضی اللہ عنه۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

Marfat.com

واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1] — اور جب کہیں تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس مت بیٹھ۔ (ت)

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم[2] — ان سے سخت بچو کہیں وہ تمہیں گمراہ کریں اور فتنہ میں ڈالیں۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۸: از نرسنگڈھ سنٹرل انڈیا براہ سیہور مرسلہ میرزا محمد بیگ عرف محمد میاں صاحب وکیل ۸ شعبان ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حامداً ومصلیاً ومسلما۔ ہدیہ تسلیم باوقت التسلیم قبول ہو! مزاج عالی! الحمدللہ علی احسانہ راقم بخیریت دعاگوئے عافیت مزاج سامی ہے۔ نرسنگڈھ میں انگریزی تعلیم کے ملحدانہ اثر کو بڑھتا ہوا دیکھ کر نیازمند نے اور یہاں کے مسلمانوں نے ایک مدرسہ اسلامی جاری کیا ہے فی الحال بیس روپے ماہوار کا ایک مدرس نوکر رکھا ہے جس وقت بہت سے لوگوں کی درخواست آئی تھی میں نے دیوبند کے متعلق درخواست بالکل نامنظور کی، ایک صاحب مولوی شفاعت رسول خلف مولوی عنایت رسول جو خود کو جناب کا شاگرد اور مرید کہتے ہیں صرف جناب سے نسبت رکھنے کے سبب یہاں مقرر کئے گئے ہیں مگر حیرت ہے ان کی بعض باتوں پر قرآن شریف بالکل صحیح نہیں پڑھ سکتے اور مجھ سے فرمانے لگے کہ میں نے سنا ہے کہ آپ اشارہ بسبابہ التحیات میں نہیں کرتے۔ میں نے کہا ہاں میں اشارہ نہیں کرتا ہوں، فرمانے لگے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی تو اشارہ کرتے ہیں، میں نے کہا کہ مجھ کو یقین نہیں آسکتا کیونکہ الکوکبۃ الشہابیۃ میں اس کی مفصل بحث بحوالہ کتب امام ربانی موجود ہے چنانچہ جناب والا نے مجھ کو جب میں ۱۸۹۹ء میں حاضر خدمت ہوا تھا دو رسالے عطا فرمائے تھے اور میں نے وہ رسالہ مولوی شفاعت رسول کو دکھایا قاضی ریاض الدین جو مارہرہ شریف کے رہنے والے ہیں کہنے لگے بڑی حیرت کی بات ہے اگر مولوی احمد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی انگلی سے اشارہ کرتے ہوں چنانچہ جناب والا کی خدمت اقدس میں مکلف ہوں کہ اس باب میں جناب والا کا کیا معمول ہے بواپسی مستفید فرمائیں میں نے اس باب میں مولوی عبدالحی مرحوم کا رسالہ نفع المفتی والمسائل اور دیگر کتب مشکوٰۃ شریف و ہدایہ سب کو دیکھا ہے لیکن میں تو مقلد ہوں اور جمہور امت کا جس پر اجماع و اتفاق ہے وہی میرا مسئلہ مختار ہے

---

[1] القرآن ۶/ ۶۸

[2] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۱۰

marfat.com

Marfat.com

…الا کے ارشاد سے اور مضبوطی ہو جائے گی اور یہ تعجب جو اجتماع نقیضین کے قبیل سے ہے رفع ہو جائیگا
جناب والا کتابوں میں ایسا لکھیں اور عمل اس کے خلاف ہو۔

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'۔ اشارہ ضرور سنت ہے۔ محرر مذہب سیدنا امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی نے فرمایا:

…صنعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فنصنع کما صنعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو قول ابی حنیفۃ و …صحابنا[1]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا تو ہم بھی اشارہ کرتے ہیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیا اور یہی مذہب امام اعظم ابوحنیفہ اور ہمارے اصحاب کا ہے۔

امام ملک العلما نے بدائع اور امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر اور دیگر ائمہ کبار نے اس کی تحقیق فرمائی۔ فقیر اور فقیر کے آبا و اساتذہ و مشائخ کرام قدست اسرارہم سب اس پر عامل رہے مارہروی صاحب نے زیادہ نہیں تو حضرت شاہ ابوالحسن نوری میاں صاحب قدس سرہ کو ضرور دیکھا ہوگا۔ کوکبہ شہابیہ میں مسئلہ اشارہ کی بحث نہیں بلکہ اس بات کی کہ اسمٰعیل دہلوی نے معاذ اللہ حضرت شیخ مجدد کو بھی مشرک ٹھہرا دیا ہے جو وجوہ انھوں نے یہاں لکھے اسمٰعیل کہتا ہے کہ ان کا قائل مشرک ہے اس کو تناقض سے کیا علاقہ، مولوی شفاعت رسول میرے ایک خالص دوست مرحوم و مغفور کے صاحبزادے ہیں اُن کو یہاں بیعت بھی ہے میرے مدرسہ میں پڑھا ہے اگرچہ مجھ سے نہ پڑھا نہ میں نے ان کا قرآن مجید سُنا، ممکن کہ جس طرح آج کل اکثر علما و حفاظ غلط پڑھتے ہیں اُن پر بھی اسی عالمگیر بلا کا اثر ہو حسبنا اللہ ونعم الوکیل واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴ از شہر دہلی پہاڑ گنج مسجد غریب شاہ مرسلہ سید محمد عبدالکریم صاحب ۹ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک پیش امام صاحب نماز کی حالت میں جب رکوع سے فارغ ہو کر سمع اللہ لمن حمدہ کو سجدہ کے قریب جا کر ختم کر کے بوصل اللہ اکبر کہتا ہے اور جگہ جو اماموں کو دیکھا ہے وہ سمع اللہ لمن حمدہ کو قیام میں ختم کرتے ہیں اور وہاں سے اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ کرتے ہیں۔ اب جو امام سجدہ کے قریب سمع اللہ لمن حمدہ کو ختم کرتا ہے تو مقتدی ربنا لك الحمد کہاں پر کہیں، کھڑے رہیں یا امام کے ساتھ سجدے میں جا کر کہیں، اگر اسی طرح کریں گے تو ان

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی سنن الصلٰوۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۱۴

marfat.com

Marfat.com

جاہلوں کو عادت پڑ جائے گی، اور اب سوال یہ ہے کہ نماز میں تو کوئی نقصان نہیں ہوا؟

الجواب

سنّت یہ ہے کہ سمع اللہ کا سین رکوع سے سر اٹھانے کے ساتھ کہیں اور حمدہ کی ہ سیدھے ہونے کے ساتھ ختم، اسی طرح ہر تکبیرِ انتقال میں حکم ہے کہ ایک فعل سے دوسرے فعل کو جانے کی ابتداء کے ساتھ اللہ اکبر کا الف شروع ہو اور ختم کے ساتھ ختم ہو، امام مذکور جو اس طرح کرتا ہے دو باتیں خلافِ سنّت کرتا ہے سمع اللہ لمن حمدہ کا سجدہ کو جاتے ہوئے ختم کرنا اور سجدہ کو جانے کی تکبیر سجدہ کو جھکنے کی ابتداء سے شروع نہ کرنا، ان وجوہ سے نماز دو کراہتوں سے مکروہ ہوتی ہے اسے سمجھایا جائے کہ خلافِ سنّت نہ کرے۔ اگر نہ مانے اور اس سے بہتر امام سُنّی صحیح العقیدہ صحیح القرآۃ صحیح الطہارۃ مل سکے تو اس کو بدل دیا جائے مقتدی خلافِ سُنّت میں اس کی پیروی نہ کریں بلکہ رکوع سے سر اٹھانے کے ساتھ اللھم ربنا لک الحمد کا الف اور جو صرف ربنا لک الحمد پڑھتا ہو وہ ربنا کی ر شروع کریں اور سیدھے ہو جانے کے ساتھ حمدہ کی دال ختم ہو جائے پھر سجدہ کو جانے کے ساتھ اللہ اکبر کا الف شروع کریں اور اللہ کے لام کو بڑھائیں جب سر رکھنے کے قریب پہنچیں اللہ کی ہ اور عین سر زمین پر پہنچتے وقت اکبر کی ر ختم کریں۔ لام کو بڑھانا اس لئے کہ یہ راستہ طے کرنے میں اگر لام کو نہ بڑھایا تو اکبر سجدے میں پہنچنے سے پہلے ختم ہو جائے گا اور یہ خلافِ سنّت ہے یا راستہ پورا کرنے کو اکبر کا الف یا ب بڑھائیں گے اور اس سے نماز فاسد ہوتی ہے، یا ر بڑھائیں گے اور یہ غلط و خلافِ سنّت ہے

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۲۰ از موضع میمونڈی بزرگ مسئولہ سید امیر عالم حسن صاحب ۲۶ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں زید کہتا ہے کہ نماز فریضہ بجماعت جو شخص ادا کرلے تو اس پر لازم ہے کہ جب تک امام بعد سلام کے دُعا نہ مانگے تب تک مقتدی بھی دُعا نہ مانگے اگرچہ کیسا ہی ضروری کام ہو خواہ نمازِ فجر ہو یا ظہر ہو یا عصر ہو یا مغرب یا عشا، اگر امام سے پہلے دُعا مانگ کر مقتدی اُٹھ جائیگا تو وہ گناہگار ہو جائے گا اور امام کی اطاعت سے نکل جائے گا۔ عمرو کہتا ہے کہ اگر امام نے سلام پھیر دیا تو مقتدی امام کی اطاعت سے نکل گیا اب مقتدی کو اختیار ہے کہ وہ انتظارِ دعائے امام کرے یا نہ کرے اگر انتظار کیا تو فبہا ورنہ چلے آنے سے گناہگار نہ ہوگا اور نہ اطاعتِ امام سے دُور۔ اب علمائے دین کی خدمت میں عرض ہے کہ اس کا پورا پورا ثبوت کیوں نہ دیا جائے کہ زید کا قول ثابت ہے یا عمرو کا، اور اس کا بھی ثبوت دیا جائے کہ کھانے پر فاتحہ پڑھنا درست ہے یا نہیں، اور غیر مقلد وہابڑا و تعلیم یافتہ مدرسۂ دیوبند کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

marfat.com

Marfat.com

الجواب

عمرو کا قول صحیح ہے ہاں جماعت کے ساتھ دعا میں برکت ہے اس کے لئے انتظار بہتر ہے اور اگر کوئی ضرورت جلدی کی ہو تو جا سکتا ہے کوئی حرج نہیں ورنہ مسلمانوں کی جماعت کے خلاف بات پسندیدہ نہیں، کھانے پر فاتحہ پڑھنا درست ہے اس میں کتابیں تصنیف ہو چکیں، جو نادرست کہے وہ بتائے کہ اللہ و رسول نے اسے منع فرمایا یا تم منع کرتے ہو، اگر اللہ و رسول نے منع فرمایا تو بتاؤ اور اگر تم منع کرتے ہو تو تم شارع نہیں اپنا سر کھاؤ۔ غیر مقلد وہابی دیوبندی سب اسلام سے خارج ہیں اور ان کے پیچھے نماز باطل محض والتفصیل فی حسام الحرمین والنھی الاکید وغیرھما (اور اس مسئلہ کی تفصیل حسام الحرمین اور النہی الاکید وغیرہ میں ہے۔ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۲۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ عورتوں کو نیت نماز میں ہاتھ سینہ پر باندھنا چاہیے اور بوقتِ قعدہ التحیات میں دونوں پاؤں بچھا کر بیٹھنا چاہیے اور پاؤں کی گرہ بھی ڈھکی رکھنا چاہیے اور بعض کہتے ہیں کہ گرہ نہ ڈھکی جائے۔ اب علمائے دین فرمائیں کہ عورتوں کا نیت نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا اور قعدہ التحیات میں پاؤں بچھا کر بیٹھنا جائز ہے یا نہیں، اور بعض کہتے ہیں کہ مردوں کی طرح عورتوں کو بھی نماز پڑھنا چاہیے جس طرح مرد ایک پاؤں بچھا کر قعدہ میں بیٹھتے اور زیرِ ناف ہاتھ باندھتے ہیں اور پاؤں کی گرہیں کھلی رہتی ہیں اسی طرح عورتوں کو بھی چاہیے یعنی جو قاعدہ مردوں کی نماز کا ہے وہی عورتوں کا ہے۔ اب حضور سے امیدوار ہیں کہ اس کا پورا پورا ثبوت حوالۂ کتب و آیت و حدیث کے کیوں نہ دیا جائے کہ عورتوں کو کس طرح اور کس قاعدے سے نماز پڑھنا چاہیے۔

الجواب

زید کا قول صحیح ہے سب کتابوں میں اسی طرح ہے اُن بعض کا قول محض باطل ہے اور عورت کے گٹے سترِ عورت ہیں ان کا کھلنا جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۲۲ از گولڑہ ضلع راولپنڈی مکان حضرت پیر صاحب مرسلہ حمید اللہ صاحب پیر المعروف بہ نعمان ملا۔ ۱۲ صفر ۱۳۳۸ھ۔

رفع سبابہ کے بارے میں جناب کا کیا عمل ہے؟

الجواب

فقیر اور فقیر کے آبائے کرام و مشائخ عظام و اساتذۂ اعلام قدست اسرارہم کا ہمیشہ معمول باتباعِ احادیث متواترہ و ارشادات کتب متکاثرہ رفع سبابہ رہا اور اسے سنت جانتا ہے تفصیل کلام بدائع امام ملک العلماء و فتح القدیر امام محقق علی الاطلاق وغیرہما کلمات شراح محققین و فتاوی فقیر میں ہے واللہ

marfat.com

Marfat.com

تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۳: از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ مولوی عبداللہ صاحب بنگالی ۱۴ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز کے بعد چاروں جہات میں کسی ایک جہت کو متوجہ ہو کر دعا کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور ہندوستان کے لئے ان چاروں جہت میں سے کوئی جہت مخصوص ہے یا نہیں

الجواب

جہتِ قبلہ ہر جگہ افضل ہے مگر امام کے لئے کہ بعد سلام اسے قبلہ رُو رہنا مکروہ ہے وہ دہنے یا بائیں پھر جائے یا مقتدیوں کی طرف منہ کرلے اگر سامنے کوئی نماز پڑھتا نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۴: از قلعہ لنڈی کوتل ڈاکخانہ خاص ضلع پشاور بمعرفت شیر جان صوبیدار میجر خیبر رائفل مرسلہ ادخان مشتواری ۲۴ صفر ۱۳۳۸ھ۔

بخدمت جناب مولوی صاحب دام اقبالہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ التحیات میں انگلی سے اشارہ کرنا منع ہے یا جائز ہے، آپ مہربانی کرکے بندے کو تحریر کریں کہ نماز میں انگلی کا اشارہ کرنا جائز ہے یا نہیں اور کس کس طریقہ پر جائز ہے؟

الجواب

التحیات میں انگلی کا اشارہ سنّت ہے جب اشہد پر پہنچے چھنگلیا اور اس کے برابر کی انگلی کی گرہ باندھے اور انگوٹھے اور بیچ کی انگلی کا حلقہ بنائے اور لا پر کلمے کی انگلی اٹھائے اور الا پر گرا کر ہاتھ کھول دے محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

صنعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فنصنع کما صنع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو قول ابی حنیفۃ واصحابنا۔[1]

یہ اشارہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیا ہم کریں گے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیا اور یہی مذہب امام ابوحنیفہ اور ہمارے اصحاب کا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۵ تا ۲۲۶: مرسلہ سید احمد حسین صاحب از مقام سید پور ڈاکخانہ وزیر گنج بدایوں بتاریخ ۹ جمادی الاخرٰی ۱۳۳۸ھ

آپ ان مسئلوں میں کیا فرماتے ہیں:

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی سنن الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۱۴

marfat.com

Marfat.com

(۱) جمعہ کے فرض کی نیت کس طرح کرنا چاہئے اور بعد نمازِ جمعہ دو رکعت کے کیا کیا نماز پڑھنا چاہئے کل مفصل نماز لکھنا۔
(۲) اور درمیان نماز میں ہر الحمد شریف سے پہلے اور قل ہو اللہ شریف سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھنا چاہئے، شریف سے پہلے کی بسم اللہ کافی ہوگی یا قل ہو اللہ سے پہلے بھی پڑھنا چاہئے؟

الجواب

(۱) اتنی نیت کافی ہے کہ آج کے فرض جمعہ اور چاہے دو رکعت بھی کہے اور بعضے یہ بھی بڑھاتے ہیں کہ واسطے قاط کرنے ظہر کے، اس میں بھی نہ حرج نہ حاجت، فرض جمعہ کے بعد چھ رکعت سنت پڑھیں، چار پھر دو، اور میں سنت بعد جمعہ کی نیت کریں اور پہلی چار میں قبل جمعہ کی۔ بعد کی سنتیں پڑھ کر دو یا جتنے چاہیں نفل پڑھیں، ان سے زائد عام لوگوں کو حاجت نہیں۔

(۲) سورۂ فاتحہ کی ابتدا میں تو تسمیہ پڑھنا سنت ہے اور بعد کو اگر سورت یا شروع سورت کی آیتیں ے تو ان سے پہلے تسمیہ پڑھنا مستحب ہے پڑھے تو اچھا نہ پڑھے تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۲۷: از شہر گلی ملانان محلہ ذخیرہ مسئولہ سید مشتاق علی صاحب ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہم جملہ اہل اسلام محلہ ذخیرہ ساکنان بریلی گلی ملانان نے رکانِ صلاۃ کی تہدید و تاکید کے لئے اصحابِ ذیل کو منتخب کیا اور ممبر بنایا ہے ان حضرات کو تارکانِ صلاۃ کے ساتھ ان کے عذرات پورا کرنے کے بعد کسی قسم کی کارروائی از روئے شرع مطہر عمل میں لانا چاہیے۔ اسمائے گرامی بران ہادی حسین، شیخ مختار احمد، قرب محمد، محبوب حسن، مشتاق علی، سید حسین، عنایت حسین، سید اظہر علی ص کے نام کے نیچے انگوٹھے کا نشان ہے۔

الجواب

بہ نرمی سمجھائیں ترکِ نماز و ترکِ جماعت و ترکِ مسجد پر قرآن عظیم و احادیث میں جو سخت وعیدیں ہیں بار بار سنائیں جن کے دلوں میں ایمان ہے انھیں ضرور نفع پہنچے گا اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ذکر فان الذکری تنفع المومنین[۱]۔ اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے (ت)
للہ کے کلام و احکام یاد دلاؤ کہ بیشک ان کا یاد دلانا ایمان والوں کو نفع دے گا۔

ر جو کسی طرح نہ مانیں اُس پر اگر کسی کا دباؤ ہے اس کے ذریعہ سے دباؤ ڈالیں اور یوں بھی باز نہ آئے تو اس سے لام و کلام، میل جول یک لخت ترک کردیں؛

۱؎ القرآن ۵۱/۵۵

marfat.com

Marfat.com

قال اللہ تعالیٰ و اما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین[1] — اور جب کبھی تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۴۳ از فیض آباد محلہ کوکی علی بیگ مسئولہ سید عبداللہ صاحب سب انسپکٹر ۱۳ محرم ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی نماز پنج وقتی و دیگر نوافل مثل تہجد وغیرہ میں زبان سے قراءت نہیں کرتا بلکہ اپنی کل نمازوں میں زبان کو تالو سے لگا کر دل و خیال کے ساتھ ادا کرتا ہے قرآن شریف وکتاب درود شریف وغیرہ سب دل وحیان سے ادا کرتا ہے کہتا ہے کہ قرآن شریف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب پر القا ہوا تھا بایں وجہ بمقابلہ زبانی پڑھنے کے دل میں پڑھنا زیادہ افضل وموجب مزید ثواب ہے زید اپنی زبان کو تالو سے لگا کر بالکل معطل اور بیکار کردیتا ہے زید کہتا ہے کہ یہ مسائل اہلِ ذوق اور اصفیائے کرام کے ہیں۔ ظاہرین ان مسائل کو نہیں سمجھ سکتے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس طریقہ مذکورہ بالا پر زید کی نماز صحیح اور اعلیٰ درجے کی ہوتی ہے یا نہیں، اگر اعلیٰ درجے کی ہوتی ہے تو ہم لوگ بھی اسی طریقہ سے کیوں نہ پڑھا کریں کہ مستحق ثوابِ عظیم کے ہوں۔ اور اگر زید کی نماز اس طریقہ مذکورہ پر صحیح نہیں ہوتی ہے اور فاسد ہوتی ہے تو زید کو اپنی ان نمازوں کی بابت جن کو وہ ادا کرچکا ہے کیا کرنا چاہئے، زید اگر امامت بھی کرتا ہے تو ایسی حالت میں زید کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں اور آئندہ زید کے پیچھے نماز پڑھنا چاہئے یا نہیں، اور جو مقتدی زید کے پیچھے نماز پڑھ چکے ہیں ان کو اپنی نمازوں کی بابت کیا کرنا چاہئے کیا لوٹانا واجب ہے؟

الجواب

زید نے شریعت پر افترا کیا، صوفیہ کرام پر افترا کیا، اپنی نمازیں سب برباد کیں، اُس کی ایک نماز بھی نہیں ہوئی نہ اس کے پیچھے دوسروں کی ہوئی، اس پر فرض ہے کہ جتنی نمازیں ایسی پڑھی ہوں سب کی قضا کرے اور جتنی نمازیں اوروں نے اس کے پیچھے پڑھی ہیں اُن پر فرض ہے کہ اُن کی قضا کریں۔ قرآن عظیم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ضرور قلب مبارک پر نازل ہوا مگر پڑھنے کے لئے۔ قال اللہ تعالیٰ:

وقرانا فرقنٰہ لتقرأہ علی الناس علی مکث[2] — اس قرآن کو تھوڑا تھوڑا کرکے اتارا کہ تم لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔

---

[1] القرآن ۶/ ۶۸ [2] القرآن ۱۷/ ۱۰۶

marfat.com

Marfat.com

نماز میں قرآن کا پڑھنا فرض ہے قال اللہ تعالیٰ ،

فاقرأوا ما تیسر من القرآن[1] نماز میں قرآن پڑھو جتنا آسان ہو۔

اس کا نام پاک ہی قرآن ہے قرآن قرأت سے اور قرأت پڑھنا، اور پڑھنا نہ ہوگا مگر زبان سے، دل میں تصور کرنے کو پڑھنا نہیں کہتے، حالتِ جنابت میں قرآن پڑھنا حرام ہے اور تصور منع نہیں۔ نماز میں قراءتِ کلام مجید پر اجماعِ مسلمین کا خلاف جہنم کا خیال ہے۔ قال اللہ تعالیٰ :

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولیٰ ونصلہ جھنم وساءت مصیرا[2] جو شخص ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی مخالفت کرتا ہے اور مومنین کی راہ کے علاوہ راہ چلتاہے ہم پھیر دیں گے اسے اس راہ پر جس پر وہ چلا اور اسے جہنم میں ڈال دیں گے اور وہ بہت بُری جگہ ہے۔ (ت)

مسئلہ ۴۲۲ از شہر محلہ ملوکپور مسئولہ شفیق احمد خاں صاحب ۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مقتدی کو آخری رکعت کے قعدہ میں کیا پڑھنا چاہئے

الجواب

التحیات، درود، دُعا اگر اسے اوّل سے نماز ملی ہو اور اگر کسی رکعت کے پڑھنے کے بعد شامل ہوا تو امام کے ساتھ قعدہ اخیرہ میں التحیات ٹھہر ٹھہر کر اس قدر ترتیل کے ساتھ پڑھے کہ اس کی التحیات امام کے سلام کے وقت ختم ہو، اور اگر یہ التحیات پڑھ چکا اور امام نے ابھی سلام نہ پھیرا تو پچھلے دونوں کلمہ شہادت باربار پڑھتا رہے یہاں تک کہ امام سلام پھیرے، واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۲۳ از دھوراجی کاٹھیاواڑ مدرسہ سرمایہ فخر عالم مرسلہ مولینا مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب، صفر ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ اگر نماز فرض یا نفل بیٹھ کر پڑھے جائیں تو سجدے میں پاؤں سے سُرین کو نہ اُٹھائے ورنہ نماز ٹوٹ جائے گی۔ چنانچہ طحاوی وعینی وہدایہ وجواہر نفیسہ وکنز العباد وعنایہ وکفایہ نے اس کو ذکر کیا ہے بینوا توجروا۔

---

[1] القرآن ۷۳/۲۰

[2] القرآن ۴/۱۱۵

marfat.com

Marfat.com

الجواب وهو الموفق للصدق والصواب واليه المرجع والمآب

طحاوی و عینی، ہدایہ و کفایہ و عنایہ میں تو یہ مسئلہ بالکل نہیں غلط مشہور ہے ناقل پر تعجب لیکن فرمعتی جواہر نفیسہ و کنز العباد دونوں ضعیف کتابیں ہیں اور اول غیر مشہور بھی ہے اور اس کا مصنف بہت ہی کم علم ہے چنانچہ اس کے دیکھنے سے پورا حال اس کا معلوم ہوتا ہے اس میں بڑے ضعیف و خلاف تحقیق و ضعیف مسائل ہیں ایک ہی جگہ میں بلا وجہ ترجیح "یجوز" و "لا یجوز" کو جمع کیا ہوا ہے یہ چھوٹا سا رسالہ ہے عربی زبان میں جنازہ کے غسل کفن دفن قبر وغیرہ کے متعلق مسائل بیان کئے ہیں، اور دوسری کا مصنف علی بن نقرہ غوری ہے اس کو ضعیف کہا ہے۔ علامہ ملا علی قاری نے و جمال الدین مرشدی نے مفید المفتی صفحہ ۱۹۴ اور علامہ شامی نے بھی اس کو ضعیف کہا ہے۔ بعض کتابوں کے بیاض یا وقایہ پر یہ عبارت اس طور پر ہے:

من صلی قاعدا فسجد لا یرفع الیتیه و ان رفع الیتیه فسدت صلاته فکذا رجلیه کذا فی المحیط الچلپی والاصل ان المریض او غیره اذا صلی قاعدا لا یرفع الیتیه کما لا یرفع رجلیه فی السجود و اذا رفع رجله واحدا او الیته واحدة لا تفسد کذا فی چلپی ابن الملك والمختار ان یقعد کما یقعد فی حالة التشهد وهو الذی اختاره فقیه ابو اللیث وشمس الائمة السرخسی و قال ابو یوسف رحمه الله اذا حان وقت الرکوع والسجود یقعد کما یقعد فی التشهد کذا فی العینی شرح الهدایة ص ۱۶ اھ۔

جو شخص بیٹھ کر نماز ادا کرے وہ سجدہ کے وقت سرین نہ اُٹھائے اگر اس نے سرین کو اُٹھایا تو اس کی نماز فاسد ہو جائیگی اسی طرح دونوں پاؤں کا حکم ہے، محیط چلپی میں اسی طرح ہے اصل یہ ہے کہ مریض وغیرہ جب بیٹھ کر نماز پڑھے تو وہ سرین نہ اُٹھائے جیسا کہ وہ سجدہ میں پاؤں نہیں اٹھاتا اور جب کسی نے ایک پاؤں اور ایک سرین اٹھایا تو نماز فاسد نہ ہوگی، چلپی ابن الملک میں اسی طرح ہے، اور مختار یہ ہے کہ اسی طرح بیٹھ جائے جس طرح تشہد میں بیٹھتا ہے۔ اسے فقیہ ابو اللیث و شمس الائمہ سرخسی نے اختیار کیا ہے، امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا جب رکوع و سجود کے وقت جھکے تو اس طرح بیٹھے جس طرح تشہد میں بیٹھا جاتا ہے، عینی شرح ہدایہ ص ۱۶ میں اسی طرح ہے اھ۔ (ت)

حالانکہ عینی و چلپی میں اس عبارت کا پتا بھی نہیں اور محیط متعدد ہیں معلوم نہیں کہ کون سی محیط ہے وہ خود موجود نہیں جو دیکھی جائے۔ معلوم ہوا کہ یہ عبارتیں مصنوعی ہیں کہ جن کتابوں کا ذکر کرتے ہیں اُن میں اُن کا نشان تک نہیں۔

ایضاً یہ عبارت اگر کسی معتبر کتاب میں مل بھی جائے تو اس مطلب سے اُس کو مساس بھی نہیں کیونکہ عبارت اولیٰ میں جو دلیل بیان کی ہے لان الیتیه فی صلوٰة القاعد الخ (قاعد کی نماز میں اسکے سرین۔۔۔

marfat.com

Marfat.com

عبارت مذکورہ پر منطبق نہیں ہوتی اگر یہ حالت سجدہ کا بیان ہوتا تو دلیل میں بجائے واذا رفع قدمیه فی صلاة القائم (جب قائم نے نماز میں دونوں قدم اٹھالئے۔ت) کے رفع قدمیه فی السجود (دونوں قدم حالتِ سجود میں اٹھالئے۔ت) ہوتا ورنہ قید فی صلاة القائم سے لازم آتا ہے کہ صلاۃ قاعد میں رفع قدمین فی السجود مفسدِ صلاۃ نہ ہو اور صلاۃ قائم میں ہو حالانکہ اطلاق دلائل مبطل تفاوت ہے اس سے غالب ظن یہ ہوتا ہے کہ اس عبارت میں لفظ فسجد ناقل یا کاتب کی غلطی ہے، پس جبکہ اس لفظ کو غلط مانا جائے تو اس عبارت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ حالت قیام حکمی میں رفع الیتین نہ کرے ورنہ وہ ایسا ہوگا جیسے قیام حقیقی میں کوئی شخص رفع قدمین کرے کہ وہ مفسد صلاۃ ہے۔ پس اس تقریر پر یہ عبارت سائل کے مطلب سے بے اور عبارت ثانیہ میں لایرفع الیتیه (سرین کو نہ اٹھائے۔ت) کے ساتھ قید فی السجدہ کی بھی مذکور نہیں لہذا اس سے بھی وہی مراد ہوگی کہ لایرفع الیتیه فی القیام الحکمی (قیام حکمی میں سرین نہ اٹھائے۔ت) اور آگے جو مشبہ بہ کے ساتھ فی السجدۃ مذکور ہے سو وہ محتمل ہے کہ صرف لایرفع رجلیه (پاؤں نہ اٹھائے۔ت) کے ساتھ متعلق ہو اور تشبیہ محض فساد میں ہو اگر یہ احتمال متعین بھی نہ ہو تاہم مستدل کو مضر ہے لانه اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال (کیونکہ جب احتمال آگیا تو استدلال باطل ہوگیا۔ت)

ایضاً متون وشروح وفتاوٰی مشہورہ متداولہ بین ایدی العلماء میں جو مطلقاً سجدۂ رجال کی ہیئت لکھی وہ اس کے خلاف ہے اور بقاعدہ رسم المفتی وہ مقدم ہیں۔ اس قدر کتب معتبرہ کا خالی ہونا اسی پر مشعر ہے کہ یہ مسئلہ عدیم الوجود ہے یا غیر معتبر ہے۔ شامی جلد اول ص ۱۵۲ میں ہے:

عدم الذکر یشعر باختیار عدمه اھ | عدم ذکر واضح کر رہا ہے کہ وہ مختار نہیں اھ (ت)

اُسی جلد ص ۱۷ میں ہے:

عدم الذکر کذکر العدم۔ | عدمِ ذکر، ذکرِ عدم کی مانند ہے (ت)

ایضاً سلف کا عمل اس پر نہیں پایا گیا لہذا اگرچہ صحیح بھی ہو اس پر عمل نہ ہوگا۔ شامی جلد اول ص ۳۰۸ طبع خورد میں ہے:

هذا یعلم ولا یعمل علیه لما فیه من مخالفة السلف۔ | یہ معلوم کرلیا جائے اور اس پر عمل نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس میں سلف کی مخالفت ہے۔ (ت)

marfat.com

Marfat.com

ایضاً جواہر نفیسہ اور دوسری بعض کتابوں میں جو یہ مسئلہ بتایا جاتا ہے کتب غیر معتبرہ مجہولہ ہیں اور جو معتبرہ ہیں ان کا حوالہ غلط ہے اور ظاہر ہے کہ علم فقہ کا ایسے غیر مشہور و مجہول حواشی و فتاوی سے نہیں لیا جاتا اُسی شامی اُسی جلد میں ہے:

الفقه لا ینقل من الهوامش المجهولة و ان قال محتمد انه بخط ثقة[1] اھ

مسائل فقہ حواشی مجہولہ سے نقل نہیں کئے جاتے اگرچہ کوئی معتمد یہ کہے کہ یہ ثقہ کی تحریر ہے اھ (ت)

برخلاف استصحاب کے کہ وہ نقل کرنا حواشی مجہولہ سے بھی درست ہے؛

لانه لتائید ابقاء ماکان علی ماکان فیکفی المدفع وان لم یکف المرفع فان الرفع اسهل من الدفع فافهم وتثبت ولا تهبت۔

کیونکہ یہ کسی شئے کو اپنی اصلی حالت پر باقی رکھنے کی تائید کے لئے ہوتا ہے تو دافع کو کفایت کرے گا اگرچہ رافع کو کفایت نہ کرے کیونکہ رفع دفع سے اسہل ہے تو غور کر، ثابت قدم رہ اور بزدل نہ بن۔ (ت)

ایضاً یہ قول مخصص کا ہے اور یہ معتبر نہیں شامی جلد اول ص ۵۱۵ میں ہے تخصیص القول یفید انه خلاف المعتمد[2] اھ (تخصیص قول مفید ہے اس بات کے کہ یہ معتمد کے خلاف ہے اھ۔ت)

ایضاً اس طرح سجدہ کرنے سے متعدد سُنتوں کا ترک لازم ہوتا ہے پس من حیث الدلیل بھی ضعیف ہے اگرچہ اس پر عمل و فتوٰی بھی ہو نہ ایک فقیہ و امام بلکہ بہت اماموں کا اُسی شامی جلد اول ص ۱۱۴ میں المرجح بقوة الدلیل هو الارجح وان صرح بان الفتوی علی غیرہ اھ (جو قول قوت دلیل کی بنا پر ترجیح پائے وہ ہی ارجح ہوتا ہے اگرچہ اس بات پر تصریح ہو کہ فتوٰی اس کے غیر پر ہے اھ ت) ص ۶۱۸ میں ہے:

لیس للمفتی الافتاء بالضعیف ولا ینتفی الضعف بافتاء کثیر من ائمة خوارزم[3]

مفتی کے لئے ضعیف پر فتوٰی جاری کرنا درست نہیں اور اکثر ائمہ خوارزم کے افتاء سے ضعف ختم نہیں ہوسکتا۔ (ت)

ایضاً اس میں احتمال ہے کہ یہ امر بدعت ہو اذا تردد الحکم بین سنة و بدعة

---

[1] ردالمحتار باب العیدین مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۶۱۴

marfat.com

Marfat.com

ترکہ اولیٰ (جب کسی حکم کے سنت اور بدعت ہونے میں تردد ہو تو اس کا ترک اولیٰ ہوتا ہے۔ ت) شامی جلد اول ص ۴۷۵، بحر الرائق جلد دوم ص ۱۶۵ میں ہے:

ما تردد بین بدعۃ وواجب یؤتی بہ او بین سنۃ وبدعۃ فلا یؤتی بہ اھ

جب کسی چیز کے بدعت اور واجب ہونے میں تردد ہو تو اس پر عمل کیا جائے گا اور جب سنت یا جس چیز کے سنت و واجب ہونے میں تردد ہو تو پھر عمل نہیں کیا جائے گا اھ (ت)

اور ظاہر کہ اس طور پر سجدہ کرنا غیر معتبر ہے پس اگر یہ مسئلہ درست ہونے کی تقدیر پر جبکہ لوگوں سے نہ ہو سکے گا لوگ گنہگار ہوں گے اور اس میں حرج عظیم ہے۔ شامی جلد ثالث ص ۱۷۰ میں ہے:

فیہ حرج عظیم لانہ یلزم منہ تاثیم الامۃ اھ۔

اس میں حرج عظیم ہے کیونکہ اس سے امت کا گنہگار ہونا لازم آتا ہے اھ (ت)

لوگوں کے ساتھ یہی ارفق واوفق ہے کہ سجدہ میں سرین کو بلند کریں تاکہ سجدہ آسانی سے ادا ہو جائے۔ شامی جلد پنجم ص ۲۴۹ میں ہے:

وھو ارفق باھل ھذا الزمان لئلا یقعوا فی الفسق والعصیان اھ

یہی اہل زمانہ کے لئے آسان ہے تاکہ وہ فسق اور عصیان (نافرمانی) میں واقع نہ ہوں اھ (ت)

اسی جگہ میں ہے:

لکن اطلاق المتون موافق لاطلاق الادلۃ ولکونہ ارفق باھل ھذا الزمان اھ

متون کے اطلاق کو دلائل کے اطلاق کے ساتھ موافقت کی وجہ سے تقدیم حاصل ہوگی اور اس لئے بھی کہ لوگوں کے لئے یہ نہایت ہی آسان ہے اھ (ت)

فقہ کی معتبر کتابوں میں یہ مسئلہ بالکل نہیں ہے اور تصوف و اوراد کی کتابوں میں سے ناقل نے نقل کیا ہے کیونکہ کنز العباد اوراد و وظائف کی کتاب ہے اور تکلیفیہ کا محل و باب کتب فقہ ہیں اور یہ قاعدہ فقہیہ ہے

---

[1] رد المحتار مطلب اذا تردد الحکم بین سنۃ و بدعۃ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۵

[2] بحر الرائق آخر باب العیدین ،، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۶۵

[3] رد المحتار کتاب الحدود مطلب فیمن وطئ من زفت الیہ ،، مصطفی البابی مصر ۳/۱۷۰

[4] و [5] رد المحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس ،، ،، ،، ،، ۵/۲۴۹

marfat.com

Marfat.com

کہ جو مسئلہ مذکور ہوئی باب ہو وہ اولیٰ بالعمل ہوتا ہے اس سے جو کہ مذکور فی غیر بابہ ہے۔

المسئلۃ المذکورۃ فی بابہ اولیٰ من المذکورۃ فی غیر بابہ اھ[1] | اپنے باب و فصل میں مذکورہ مسئلہ اولیٰ بالعمل ہے جو متعلقہ باب کے غیر میں مذکور ہو اھ (ت)

مسائلِ فقہ کے لئے کنز العباد کی مثل کتابیں غیر معتمد ہیں،

قال الحموی ما فی غیر المظنۃ والکتب الغریبۃ یتوھم ان یکون ضعیفاً اھ[2] ص ۱۳۔ | امام حموی کہتے ہیں جو غیر مظنہ اور کتب غریبہ میں ہو اس کے متعلق وہم ہوتا ہے کہ وہ ضعیف ہو اھ (ت)

کلام ائمہ بھی اسی کا مقتضی ہے کہ سجدہ میں رفع الیتین کیا جائے ابو السعود حاشیہ منلا مسکین علی الکنز میں ہے:

ما یقتضیہ کلام الائمۃ یؤخذ بلا توقف اھ[3] ص ۳۲۴۔ | کلامِ ائمہ جس کا تقاضا کرے اس پر بلا توقف عمل کیا جائے گا اھ (ت)

یہ مسئلہ کسی فقیہ کا قول نہیں اگر ہو بھی تو بمقتضائے کلام ائمہ کے متروک ہو جائے گا۔ المسلک المتقسط میں ہے:

مقتضی کلام ائمۃ المذھب اولی بالاعتبار من کلام بعض المشائخ[4]۔ | ائمہ مذہب کے کلام کا مقتضیٰ باعتبار بعض مشائخ کے کلام سے اولیٰ ہوتا ہے (ت)

یہ مسئلہ کسی صورت سے ثابت نہیں ہوتا اور جب تک ثابت نہ ہو سکے تو عمل اصل ہی پر ہوگا اور وہ نفی ہے یعنی نفی عمل، اسی مسلک المتقسط میں ہے:

الاصل ھو النفی حتی یتحقق الثبوت اھ[5] | جو چیز ثابت نہ ہو اس کی اصل نفی ہے اھ (ت)

غرض یہ مسئلہ غلط ہے آداب نماز سے بھی نہیں ہو سکتا ہے اور ذکر بھی اس کا ایک آدھ رسالہ بے سرو پا میں ہے اگر تسلیم بھی کیا جائے کہ بہت سی جگہوں میں مذکور ہے تو بھی کثرت نقول مستلزم صحت کو نہیں پہلے ایک

---

[1] رد المحتار باب الوطر الذی یوجب الحد والذی یوجبہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۔۲
[2] حاشیۃ حموی مع الاشباہ والنظائر مقدمۃ الکتاب مطبوعہ ادارۃ القرآن الخ کراچی ۱/
[3] فتح المعین باب صلوۃ العیدین " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۲۴
[4] المسلک المتقسط مع ارشاد الساری فصل فی تمتع المکی " دار الکتاب العربیۃ بیروت ص ۹۰
[5] " " فصل فی رکعتی الطواف " " " " ص ۱۰

marfat.com

Marfat.com

...نقل ہو جاتی ہے اور بعد کے لوگ اس کی غلطی بغیر تحقیق نقل کرتے چلے جاتے ہیں۔ شامی جلد ۴ ص ۳۱۱ میں ہے:

قد یتفق کثیرا ان مؤلفا یذکر شیئا خطأ فینقلونه بلا تنبیه فلیکثر الناقلون واصله لواحد مخطئ[1]

اکثر ایسا واقع ہوا ہے کہ مؤلف سے کوئی غلطی ہو گئی تو لوگ اسے بلا تنبیہ نقل کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ اس کے ناقلین کثیر ہو جاتے ہیں حالانکہ اصل کے اعتبار سے ایک مخطی ہوتا ہے۔

اور اگر مدعی اس امر کا بعد عرق ریزی کے ثابت بھی کر دے کہ یہ ہی مطلب ہے اور فلاں فلاں کتاب میں اس کو لکھا ہے تو بنا بر تسلیم یہ جواب ہے کہ یہ قول مخطی کا ہے جبکہ شرح وقایہ کے متفرق الحواشی میں ہے:

قال الشیخ الامام الفاضل المحقق ابو عبید اللہ فی صلاۃ النافلۃ قاعدا ثلثۃ اقوال، قول الروافض، وقول اھل السنۃ والجماعۃ، وقول المخطی اما قول الروافض فھم یقولون ان المصلی اذا صلی النافلۃ قاعدا فصلاتہ کصلاۃ القائم الا اذا رکع وسجد یرفع الالیتین فی الرکوع والسجود ولانھم قالوا صلاتہ علی صلاۃ القائم واما قول المخطی فھو یقول لا یرفع الالیتین لا فی الرکوع ولا فی السجود لان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فعل کذلك واما قول اھل السنۃ والجماعۃ فھو یقولون بعدم الرفع فی حال الرکوع وبالرفع فی حال السجود والمخطی رأی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من بعید ولم یقف بحالہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اولعلہ صلی فی حالۃ المرض بالایماء کما ھو شان الرکوع والسجود للمومی فی الصلاۃ وسجد

شیخ فاضل محقق ابو عبید اللہ نے کہا کہ بیٹھ کر نوافل ادا کرنے کے بارے میں تین اقوال ہیں، روافض کا قول، اہلسنت و جماعت کا قول اور خطا کرنے والے کا قول۔ (تفصیل) روافض کا قول یہ ہے وہ کہتے ہیں نمازی جب نوافل بیٹھ کر ادا کرے تو اس کی نماز قائم کی طرح ہی ہے البتہ وہ رکوع و سجدہ کے وقت سرین بلند کرے۔ اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کی نماز (کا درجہ) قائم کی نماز کی طرح ہے۔ خطا کرنے والے کا قول یہ ہے کہ وہ کہتا ہے رکوع اور سجود دونوں وقت سرین نہ اٹھائے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا ہے۔ اہلسنت و جماعت کہتے ہیں حالت رکوع میں سرین نہ اٹھائے لیکن حالت سجود میں اٹھائے، اور خطا کرنے والے نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دور سے دیکھا لہٰذا وہ کامل طور پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حال سے آگاہ نہ ہو سکا یا یہ بھی امکان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

---

[1] ردالمحتار باب المتفرقات مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۴/۲۵۲

marfat.com

Marfat.com

اخفض قريبا من الركوع قريبا من الارض ولم يرفع اليتيه لان فی هذه الصلاة لا يحتاج المصلی الی رفعهما فظن الرائی انه علیه الصلاة والسلام صلی فی حالة الصحة قاعدا وسجد بوضع الجبهة علی الارض ولم یرفع الیتیه فحکم علی الاطلاق کما فی مسح العمامه اخطأ الرائی حیث مسح النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم علی رأسه ثم وضع العمامة علی الرأس وظن ان مسح العمامة تجوز بدلا عن مسح الراس و الحال انه علیه الصلاة والسلام لم یمسح علی العمامة هذا کتبه العبد المذنب الجانی القاضی غلام گیلانی السنی الحنفی النقشبندی الرضوی کان الله له ولمشائخه اٰمین بحرمته النبی الامی الامین۔

حالتِ مرض میں اس طرح اشارہ سے نماز ادا فرمائی ہو جس طرح اشارہ سے نماز ادا کرنے والا رکوع وسجود ادا کرتا ہے آپ نے سجود زمین کے قریب رکوع سے زیادہ جھک کر کیا ہو اور پچھلے حصے کو نہ اٹھایا ہو کیونکہ اس حالت میں نمازی سرینوں کو اٹھانے کا محتاج ہی نہیں ہوتا تو دیکھنے والے نے گمان کرلیا کہ آپ علیہ الصلٰوۃ والسلام نے حالتِ صحت میں بیٹھ کر نماز ادا فرمائی ہے اور سجدہ کے وقت پیشانی زمین پر رکھی اور جسم کے پچھلے حصے کو نہ اٹھایا تو اس نے مطلقاً حکم جاری کردیا جیسا کہ عمامہ پر مسح کے معاملے میں دیکھنے والے سے خطا ہوئی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سرِ اقدس پر مسح فرمایا پھر عمامہ سر پر رکھا لیکن دیکھنے والے نے گمان کیا کہ عمامہ پر مسح سر کے مسح کے بدلے میں جائز ہے حالانکہ آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عمامہ پر مسح نہیں فرمایا تھا یہ الفاظ ایک گناہگار بندے قاضی غلام جیلانی سُنّی حنفی نقشبندی رضوی نے لکھے ہیں اللہ تعالٰی نبی امین کے صدقے اس کا اور اس کے مشائخ کا ہوجائے۔ (ت)

الجواب

الحمد للہ وحدہ (تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جو وحدہٗ لاشریک ہے۔ ت) فاضل سلمہ القریب المجیب نے جو حکم تحقیق فرمایا وہی صحیح وحق صریح ہے اور سجدہ قاعد میں رفع الیتین مفسد صلاۃ ہونا زعم باطل و مردود و قبیح ہے اور جن معتبر معتمد کتابوں کا مدعی نے نام لیا اُن سب پر محض افترا ہے اور جو وہم دلیل بنام دلیل ذکر کیا یکسر باد رہوا ہے، صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن ابی داؤد ونسائی وابن ماجہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

امرت ان اسجد علی سبعة اعظم

میرے رب نے مجھے حکم فرمایا کہ سات استخوانوں پر سجدہ

marfat.com

Marfat.com

...والیدین والرکبتین واطراف القدمین۔ | کروں پیشانی اور دونوں ہاتھ اور دونوں زانو اور دونوں پاؤں کے نیچے۔

...یہ دونوں سرین ملانا زیادت فی الشرع ہے اور زیادت فی الشرع حرام،

...صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد[2] اخرجہ البخاری ومسلم وابوداؤد وابن ماجۃ عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ عنھا۔ | نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ہمارے اس امر (شرع) میں بدعت ایجاد کی جو شریعت سے نہ ہو تو وہ مردود ہے۔ بخاری ومسلم وابوداؤد اور ابن ماجہ نے اسے حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے (ت)

...زیادت بھی اس ادعا سے کہ فرض ہے اور اس کا ترک مفسد نماز اس کے ثبوت کو تو احادیث احاد بھی ناکافی ...ہیں کما تقرر فی مقرہ وعلم من صنیع اصحابنا رضی اللہ تعالٰی عنھم فی سورۃ الفاتحۃ وغیرھا (جیسا کہ اپنے مقام پر اس کی تقریر ہو چکی ہے اور سورۃ الفاتحہ وغیرہا سے متعلق ہمارے اصحاب احناف رضی اللہ تعالٰی عنہم کے طریقہ سے معلوم ہو چکا ہے۔ ت) نہ کہ وہ کہ جس کا پتا نہ حدیث میں نہ فقہ میں جس پر دلیل درکنار شبہہ ...نہیں ایسی جگہ غیر فرض کو فرض بتانا بہت سخت حکم رکھتا ہے فھل انتم منتھون[3] (کیا تم باز نہیں آؤ گے۔ ت) ...ل تو الیتین کی بجائے قدمین ہونے پر کیا دلیل اور بالفرض غلط ہو بھی تو قعود میں کہ صلاۃ القاعد میں ...بجائے قیام ہے اور مفہوم قعود میں الصاق الیتین داخل کما فی بدائع ملك العلماء (جیسا کہ بدائع ...ملک العلماء میں ہے۔ ت) سجود کہ نہ قیام ہے نہ قعود نہ الصاق مذکور اس سے مفہوم نہ اس میں مقصود بلکہ ...سجدہ رجال میں احادیث متواترہ قولیہ وفعلیہ ونصوص متظافرہ متون وشروح وفتاوٰی فنیہ میں صراحۃً اس کی نفی ...سجود اس میں الصاق مذکور سے نفی کراہت ومخالفت سنت بھی قطعاً مردود نہ کہ ادعائے فرضیت کہ اشنع ...طل واخنع مطرود ونسأل اللہ العفو والعافیۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ الغفور الودود۔ واللہ ...تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۳: از مولوی عبداللہ صاحب مدرس مدرسہ منظر الاسلام محلہ سوداگران بریلی ۹ صفر ۱۳۳۹ھ
رکوع کرتے وقت نظر کس جگہ رکھنا چاہئے؟

---

[1] صحیح البخاری باب السجود علی الانف مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۲
[2] ؍؍ ؍؍ باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فھو مردود ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۳۷۱
[3] القرآن ۵/۹۱

marfat.com

Marfat.com

الجواب

رکوع میں قدموں پر نظر ہو، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۴۳۲ از کلکتہ بلچھیا مدرسہ عظیمہ مسئولہ تصدق حسین صاحب ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ فریضہ نمازوں کے بعد دعا مانگ کر ہاتھوں کو منہ پر ملتے ہوئے آواز کے ساتھ چومنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نماز کے بعد دعا مانگنا سنت ہے اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا اور بعد دعا منہ پر ہاتھوں کو پھیرنا بھی سنت سے ثابت ہے مگر چومنا کہیں ثابت نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۳۳ از مدرسہ منظر الاسلام بریلی مسئولہ مولوی عبد اللہ بہاری ۳ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ الحمد شریف کے بعد آمین آہستہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ امام سورۂ فاتحہ پڑھ کر آمین کہے یا نہیں؟ اور جماعت کے ساتھ مقتدی بھی کہے یا نہیں؟ منفرد کو تیسری چوتھی رکعت میں آمین کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں اور زبان سے نکل جائے تو سجدۂ سہو ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

نماز کی ہر رکعت میں امام و منفرد کو ولا الضالین کے بعد آمین کہنا سنت ہے۔ جہری نماز میں مقتدی بھی ہر رکعت جہری میں کہیں اور غیر جہری رکعت یا سری نماز میں اگر نماز میں ولا الضالین ایسی آواز میں کہا کہ اس کے کان تک پہنچی تو اس وقت بھی یہ آمین کہے ورنہ نہیں اور آمین سے سجدہ سہو کسی ق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۳۴ از شہر محلہ گڑھیا مسئولہ مولوی حشمت علی صاحب بریلوی ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

عالی جاہ دام ظلکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اگر کوئی شخص ٹھہری ہوئی ریل میں قبلہ رخ اس طرح نماز پڑھے کہ ریل کی دونوں پٹڑیوں کے درمیان جو جگہ خالی ہے اس میں کھڑا ہو کر رکوع کرے اور آگے کی جگہ سے ایک پٹڑی پر سرین رکھ کر دوسری پٹڑی پر سجدہ کرے اور پاؤں اسی خالی جگہ میں قائم رہیں یونہی پیچھے پٹڑی پر بیٹھ کر اور آگے پاؤں لٹکا کر جلسہ قعدہ کرے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مولٰنا اکرمکم اللہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس طرح سجدہ ہرگز ادا نہ ہوگا، نماز نہ ہوگی ایسا قعدہ بھی محض خلاف سنت اور اس کی ضرورت بھی نہیں۔ قعدہ میں پاؤں سمیٹ کر اسی خالی جگہ

marfat.com

Marfat.com

...ہے اور سجدہ کے لئے سر ذرا خم کرکے سامنے کی پگڑی کے نیچے داخل کرکے بخوبی ادا کرسکتا ہے میں نے بارہا
...طرح ادا کی ہے۔ جب مولانا عبدالقادر رحمہ اللہ تعالٰی کی ہمراہی میں تیسرے درجے میں سفر کرنا ہوتا تھا،
...للہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۵: مرسلہ مولوی سید غلام امام صاحب سہسوانی ۳ جمادی الآخرہ ۱۳۰۸ھ

بخدمت مولوی صاحب سرجمیع اہل فضل وکمال مسلم الشرف والعلا ابقاہم اللہ دائم البقاعلی الطریق
المسنون۔ السلام علیکم وبطریقے ومرادے ہزاروں دعاوثنائے خلق عالم نوازوسلام مخلصانہ کے بعد کچھ
تصدیع ہے آپ کے روبرو ایک جمعہ کی نماز کے بعد میں نے ذکر فضیلت عمامہ کا جو آپ سے کیا تو آپ نے فرمایا
کہ ایسا ہی ہے اور کچھ عربی فقرہ بھی پڑھا تھا لہذا میں چاہتا ہوں کہ اگر میری یاد صحیح ہے تو اس کو لکھ کر عنایت
فرمائیں میں نہایت ممنونی ومسروقی کے ساتھ شکر عنایت عالی کو اچھا ضمیمہ کروں گا۔ فقط

الجواب

جناب من ادام اللہ تعالٰی کرامتکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، فضل صلاۃ بالعمامہ میں احادیث مروی
ہوہ اگرچہ ضعاف ہیں مگر دربارۂ فضائل ضعاف مقبول اور عند التحقیق ان پر حکم بالوضع محل کلام۔

حدیث اول: اخرج الطبرانی فی الکبیر عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ
قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ عزوجل وملئکتہ یصلون علی اصحاب
العمائم یوم الجمعۃ[1] یعنی بیشک اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے جمعہ میں عمامہ باندھے ہوؤں پر
درود بھیجتے ہیں۔

اقتصر الحافظان العراقی والعسقلانی فی تخریجی احادیث الاحیاء والرافعی علی تضعیفہ قالہ السیوطی فی اللاٰلی واورد الحدیث فی جامعہ الصغیر ملتزما ان لایورد فیہ موضوعا۔

دو حفاظ محدثین عراقی اور عسقلانی نے تخریج احادیث احیاء علوم الدین اور تخریج احادیث الرافعی الکبیر میں اس کی تضعیف پر اقتصار کیا ہے یہ بات سیوطی نے لآلی میں بیان کی ہے اور اپنی کتاب جامع صغیر میں اسے نقل کیا ہے[2] حالانکہ انہوں نے اس کتاب جامع صغیر میں اس بات کا التزام کر رکھا ہے کہ کوئی موضوع روایت اس میں ذکر نہ کی جائے گی (ت)

---

[1] مجمع الزوائد باب اللباس للجمعۃ مطبوعہ دارالکتاب بیروت ۲/ ۱۷۶
[2] الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۱۸۱۷ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۲۷۰

marfat.com

Marfat.com

حدیث دوم: ابن عساکر والدیلمی وابن النجار عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول صلٰوۃ تطوع او فریضۃ بعمامۃ تعدل خمسا وعشرین صلٰوۃ بلا عمامۃ وجمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ بلا عمامۃ۔ یعنی ایک نماز نفل ہو یا فرض عمامہ کے ساتھ پچیس نماز بے عمامہ کی برابر ہے اور ایک جمعہ عمامہ کے ساتھ ستر جمعہ بے عمامہ کے ہمسر۔

فیہ مجاھیل قلت ولیس فیھم کذاب ولا وضاع ولا متھم بہ ولا فیہ ما یردہ الشرع او یحیلہ العقل وقد اوردہ السیوطی فی الجامع الصغیر۔

اس میں مجہول راوی ہیں قلت (میں کہتا ہوں) ان میں سے کوئی بھی کذاب اور وضاع (حدیث گھڑنے والا) نہیں اور نہ ہی کوئی متہم بالوضع اور نہ اس میں کوئی ایسی چیز ہے جس کو شریعت رد کرتی ہو یا اسے عقل محال تصور کرتی ہو، اور اسے امام سیوطی نے جامع صغیر میں نقل کیا ہے۔ (ت)

حدیث سوم: الدیلمی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الصلٰوۃ فی العمامۃ تعدل بعشرۃ الاف حسنۃ۔ یعنی عمامہ میں نماز دس ہزار نیکیوں کے برابر ہے۔

ھذا ضعیف جدا فیہ ابان متروک۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

یہ نہایت ہی ضعیف ہے کیونکہ اس میں ابان متروک ہے۔ (ت)

مسئلہ ۴۳۶: از پٹنہ مرسلہ ابوالمساکین مولوی ضیاء الدین صاحب ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعد سلام امام کو پنجوقتہ نمازمیں داہنے پھر کے دُعا مانگنا چاہئے یا صرف فجر وعصر میں۔

الجواب

کسی نماز میں امام کو ہرگز نہ چاہئے کہ رُو بقبلہ بیٹھا رہے انصراف مطلقاً ضرور ہے صرح بہ فی الفـ

۱؎ مرقات بحوالہ ابن عساکر الفصل الثانی من کتاب اللباس مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۸/
کنز العمال " " فرع فی العمائم مطبوعہ مکتبۃ التراث الاسلامی حلب بیروت ۱۵/
۲؎ الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۸۰۵ " دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/

نوٹ: جس کتاب سے حوالہ دیا گیا ہے اس کتاب کے الفاظِ حدیث میں "تعدل" کا لفظ نہیں ہے اور بجائے "الاف" کے "الف" ہے، الفاظِ حدیث یُوں ہیں، الصلٰوۃ فی العمامۃ عشرۃ الف حسنۃ۔ نذیر احمد سعـ

marfat.com

Marfat.com

الحلیة وغیرھما (اس پر ذخیرہ اور حلیہ وغیرہ میں تصریح ہے۔ ت) البتہ ظہر و مغرب وعشا کے بعد دعا میں زیادہ اطالت نہ ہو اور جبکہ معمول مقتدیان ہے کہ تا فراغ دعا پابند امام رہتے ہیں ایسی تطویل کہ کسی مقتدی پر ثقیل ہو مطلقاً منع ہے، وتحقیق المسألۃ فی فتاوی الفقیر غفر اللہ تعالٰی لہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۳۷: از بریلی محلہ ذخیرہ مرسلہ شیخ محمد حسین ربیع الآخر ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں زید کہتا ہے کہ ہر ایک مسلمان مرد و عورت عاقل بالغ پر جیسے کہ نماز کا پڑھنا فرض ہے ویسے ہی نماز کے معنی اپنی زبان میں یاد کرلینا بھی فرض ہے پھر وقت نماز کے جو لفظ زبان عربی میں پڑھا جائے اُس کے معنی بغور دل میں سمجھ لینا بھی فرض ہے پس باوجود طاقت ہونے کے سیکھنے سکھانے میں سُستی کرے یا معنی جانتا ہے اور وقت پر بے غوری کرے ایسے شخص کی نماز کا پھل کیا ہوگا دنیا و آخرت میں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ان دونوں باتوں سے کچھ فرض نہیں بغیر ان کے بھی سر سے فرض اُتر جانے کا پھل حاصل ہے

فی الاشباہ لاتستحب اعادتھا لترک الخشوع[1] و فی الغمز عن الملتقط قول بعض الزھاد من لم یکن قلبہ فی الصلاۃ (مع الصلٰوۃ) لاقیمۃ لصلاتہ لیس بشیئ الخ[2]

اشباہ میں ہے ترکِ خشوع کی بنا پر نماز کا اعادہ مستحب نہیں، اور غمز میں ملتقط کے حوالے سے ہے کہ بعض زاہدوں کے اس قول کی کوئی حقیقت نہیں کہ جس کا دل نماز میں حاضر نہ ہو اس کی نماز کی کوئی قیمت نہیں الخ (ت)

ہاں نماز کا کمال نماز کا نور نماز کی خوبی فہم و تدبر و حضور قلب پر ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۳۸: از غازی پور محلہ میاں پورہ مرسلہ منشی علی بخش صاحب محرر دفتر جی غازی پور ۱۷ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ تمام فرائض پنجگانہ کے بعد امام کو شمال یا جنوب کی طرف پھر جانا دُعا کے واسطے واجب یا مستحب ہے یا نہیں اور سوائے عصر و فجر کے فرائض سہ گانہ کے بعد اگر نہ پھرے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟

الجواب

بعد سلام قبلہ رُو بیٹھا رہنا ہر نماز میں مکروہ ہے شمال و جنوب و مشرق میں مختار ہے مگر جب کوئی

---

[1] الاشباہ والنظائر کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۲۱۲

[2] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر کتاب الصلٰوۃ " " " "

marfat.com

Marfat.com

مسبوق اس کے مواقعات میں اگرچہ اخیر صف میں نماز پڑھ رہا ہو تو مشرق کو یعنی جانب مشرق منہ پھیرے بہرحال پھرنا مطلوب ہے اگر نہ پھرا اور قبلہ رُو بیٹھا رہا تو مبتلائے کراہت و تارکِ سنت ہوگا۔ واللہ تعالیٰ

مسئلہ ۲۳۳: از اروہ نگلہ ڈاک خانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ مسئولہ جناب محمد صادق علی صاحب ۷ رمضان شریف

اکثر دیہات میں نماز پڑھ کر جب اُٹھتے ہیں کونا مصلی کا اُلٹ دیتے ہیں اس کا شرعاً ثبوت یا نہیں؛

الجواب

ابن عساکر نے تاریخ میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں؛

الشیاطین یستمتعون بثیابکم فاذا نزع احدکم ثوبہ فلیطوہ حتی ترجع الیہا انفاسہا فان الشیطان لایلبس ثوبا مطویا۔[1]

شیطان تمہارے کپڑے اپنے استعمال میں لاتے ہیں تو کپڑا اتار کر تہ کر دیا کرو کہ اس کا دم راست ہو جائے کہ شیطان تہ کئے کپڑے کو نہیں پہنتا۔

معجم اوسط طبرانی کے لفظ یہ ہیں؛

اطووا ثیابکم ترجع الیہا ارواحہا فان الشیطان اذا وجد الثوب مطویا لم یلبسہ، وان وجدہ منشورا لبسہ۔[2]

کپڑے لپیٹ دیا کرو کہ ان کی جان میں جان آجائے اس لئے کہ شیطان جس کپڑے کو لپٹا ہوا دیکھتا ہے اسے نہیں پہنتا اور جسے پھیلا ہوا پاتا ہے اسے پہنتا ہے۔ (ت)

ابن ابی الدنیا نے قیس ابن ابی حازم سے روایت کی؛

قال ما من فراش یکون مفروشا لاینام علیہ احد الا نام علیہ الشیطان۔[3]

فرمایا جہاں کوئی بچھونا بچھا ہو جس پر کوئی سوتا نہ ہو اس پر شیطان سوتا ہے۔ (ت)

ان احادیث سے اُس کی اصل نکل سکتی ہے اور پورا لپیٹ دینا بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن جابر الباب الثالث فی اللباس منشورات مکتبۃ التراث الاسلامی حلب بیروت ۱۵/...
[2] المعجم الاوسط حدیث نمبر ۵۶۹۸ مکتبۃ المعارف، الریاض ۶/۲۸
[3] ابن ابی الدنیا۔

marfat.com
Marfat.com

از جڑودہ ضلع میرٹھ مرسلہ سید صابر جیلانی صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر پیروں کے نیچے کپڑا نہ ہو اور صرف زانو اور سجدہ کی جگہ ہو تو ہو سکتی ہے یا نہیں ؟

الجواب

نماز ہو جائے گی اور بہتر اس کا عکس ہے پاؤں کی احتیاط پیشانی سے زیادہ ہے ولہذا اگر انگرکھا یا کرتا پہن کر نماز پڑھے تو چاہیے کہ گریبان کی جانب پاؤں رکھے اور دامنوں پر سجدہ کرے کہ گریبان بہ نسبت دامن احتمال نجاست سے دور ہے ۔

مسئلہ ۲۲۳ ۲۵ شعبان ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و ہادیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام کو قبلہ کی طرف دعا مانگنا مطلقاً مکروہ ہے تو اس کی کراہت کا کیا اثر پڑنا چاہیے اور درحالیکہ دس آدمی سے زیادہ ہوں مقتدی میں سے اگر آخر صفوں تک کوئی نماز میں نہ ہو بشرط محاذات، تو امام کو چاہیے کہ مقتدیوں کو پیٹھ نہ کرے لیکن اس صورت میں اور مقتدیوں کی مقتدیوں کو پیٹھ ہو تو اس کا کیا جواب ہے اور ایضاً مطلقاً مکروہ کے کیا معنی ہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

کراہت کا اثر ناپسندی اور اس کا اوسط درجہ اسارت ہے یعنی برا کیا اور اعلیٰ درجہ کراہت تحریم جس کا اثر گنہگار و مستحق عذاب ہونا ہے مطلق مکروہ غالباً تحریم کا افادہ کرتا ہے اور بلکہ خاص بمعنی کراہت تنزیہ بھی مستعمل ہوتا ہے مقتدیوں کے لئے شرعاً اتنا مستحب ہے کہ نقض صفوف کریں اور نماز کے بعد اس انتظام پر بیٹھے رہیں جیسے نماز میں تھے پھر بھی سب کو پھر کر بیٹھنے کا حکم نہیں کہ اس میں حرج ہے اور مقتدی سب ایک حالت پر شریک نماز ہوئے تھے اُن میں سے کسی کا آگے پیچھے ہونا کوئی بالخصوص مقصود و مطلوب و لازم نہ تھا بلکہ اتفاقی طور پر واقع ہوا جو پہلے پہنچ گیا اس نے پہلی صف میں جگہ پائی اور جو بعد کو پہنچے اُنھوں نے بعد کی صف میں، اگر یہ بعد والے پہلے پہنچتے تو یہی پہلی صف میں ہوتے اور وہ کہ اگلی صف میں ہیں بعد کو آتے تو وہی بعد کی صف میں ہوتے، ان کا بیٹھنا ایسا ہے جیسا مجلس کثیر میں لوگوں کا بیٹھنا کہ ایک دوسرے کی طرف پیٹھ ہوتی ہے مگر وہ سب ایک حالت میں ہیں قصداً والتزاماً اُن میں ایک دوسرے پر تقدم نہیں بخلاف امام کہ وہ بالقصد آگے ہوتا اور انھیں پیٹھ کرتا ہے اور یہی واجب و لازم اور متعین ہے تو اسے اس قصدی پشت کرنے سے انحراف کا حکم ہوا ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ ۲۴۲ ازپیلی بھیت مرسلہ جناب مولانا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی ۲۲ ...

حدیث صلاۃ تطوع اوفریضۃ بعمامۃ تعدل خمسا وعشرین صلاۃ بلاعمامۃ وجمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ بلاعمامۃ (عمامہ کے ساتھ نفل یا فرض نماز کا پڑھنا بغیر عمامہ کی نماز سے پچیس گنا افضل ہے اور عمامہ کے ساتھ جمعہ کا پڑھنا بغیر عمامہ کے جمعہ سے ستر گنا افضل ہے۔ ت) محدثین کے نزدیک موضوع یا ضعیف ہے؛ اور اگر کوئی شخص بسبب نفس پروری کے اس حدیث کو موضوع کہے اور کتب معتبرہ فقہیہ کی عبارات جو عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے کے ثواب پر دال ہیں مثل عالمگیریہ وکنز وفتاوٰی حجہ وآداب اللباس مؤلفہ شیخ محدث دہلوی وقنیہ وغیرہا تسلیم نہ کرے اور اس حدیث کے بیان کرنے والے پر لعن وطعن کرے اور مفتری علی الاحادیث تصور کرے اور لوگوں کو تاکید اس امر کی کرے کہ عمامہ باندھنے کی کوئی ضرورت نہیں اور قصداً عمامہ اتروا ڈالے اور عمامہ باندھنے کو باوجود تاکید احادیث ثواب نہ جانے تو وہ شخص قابل الزام شرعی ہوگا یا نہیں؛ جامع الرموز میں الفاظ ذیل کی حدیث ملی:

ونص عبارتہ تنبغی ان یصلی مع العمامۃ فی الحدیث الصلاۃ مع العمامۃ خیر من سبعین صلاۃ بغیر عمامۃ کما فی المنیۃ۔[2]

اس کی عبارت یہ ہے عمامہ کے ساتھ نماز ادا کرنی چاہیے کیونکہ حدیث میں ہے عمامہ والی نماز بغیر عمامہ والی نماز سے ستر گنا افضل ہے۔ اسی طرح منیہ میں ہے۔

اس حدیث کے حال سے بھی آگاہ فرمائیے اور یہ منیہ جس کا حوالہ جامع الرموز نے دیا ہے یہی منیۃ المصلی مروج ہے یا اور کوئی منیہ ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

عمامہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنت متواترہ ہے جس کا تواتر یقیناً سرحد ضروریات دین تک پہنچا ہے ولہذا علمائے کرام نے عمامہ تو عمامہ ارسال عذبہ یعنی شملہ چھوڑنا کہ اس کی فرع اور سنت غیر مؤکدہ ہے یہاں تک کہ مرقاۃ میں فرمایا:

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثانی من کتاب اللباس مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۸/۲۰
[2] جامع الرموز فصل ما یفسد الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۳

marfat.com

Marfat.com

ثبت فی السیر بروایات صحیحۃ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یرخی علامتہ احیانا بین کتفیہ واحیانا یلبس العمامۃ من غیر علامۃ فعلم ان الاتیان بکل واحد من تلک الامور سنۃ۔[1]

کتب سیر میں روایاتِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کبھی عمامہ کا شملہ دونوں کاندھوں کے درمیان چھوڑتے اور کبھی بغیر شملہ کے باندھتے۔ اس سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ ان امور میں سے ہرایک کو بجالانا سنت ہے (ت)

اس کے ساتھ استہزاء کو کفر ٹھہرایا کما نص علیہ الفقہاء الکرام وامروا بترکہ حیث یستہزء بہ العوام کیلا یقعوا فی الھلاک بسوء الکلام (جیساکہ فقہاء کرام نے اس پر تصریح کی ہے اور وہاں اسکے ترک کا حکم دیا جہاں عوام اس پر مذاق کرتے ہوں تاکہ وہ اس کلام بد سے ہلاکت میں نہ پڑیں۔ ت) تو عمامہ کہ سنت لازمہ دائمہ ہے یہاں تک کہ علماء نے خالی ٹوپی پہننے کو مشرکین کی وضع قرار دیا اور حدیث آتی رکانۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اس پر حمل کیا۔ علامہ علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:

لم یرد انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لبس القلنسوۃ بغیر العمامۃ فیتعین ان یکون ھذا زی المشرکین۔[2]

یعنی اصلاً مروی نہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی بغیر عمامہ کے ٹوپی پہنی ہو، متعین ہوا کہ یہ کافروں کی وضع ہے (ت)

اسی میں بعد ذکر بعض احادیث فضیلت عمامہ ہے:

ھذا کلہ یدل علی فضیلۃ العمامۃ مطلقا نعم مع القلنسوۃ افضل فلبسھا وحدھا مخالف للسنۃ کیف وھو زی الکفرۃ وکذا المبتدعۃ فی بعض البلدان۔[3]

یعنی ان سب سے عمامہ کی فضیلت مطلقاً ثابت ہوئی اگرچہ بے ٹوپی ہو، ہاں ٹوپی کے ساتھ افضل ہے اور خالی ٹوپی خلافِ سنت ہے، اور کیونکر نہ ہو کہ وہ کافروں اور بعض بلاد کے بدمذہبوں کی وضع ہے (ت)

اس کا انکار کس درجہ اشد واکبر ہوگا اس کا سنت ہونا متواتر ہے اور سنتِ متواترہ کا استخفاف کفر ہے۔ وجیز کردری پھر نہر الفائق پھر رد المحتار میں ہے:

ولم یر السنۃ حقا کفر لانہ

اگر کوئی شخص سنت کو حق و سچ نہیں جانتا تو اس

---

[1] و [2] و [3] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح والفصل الثانی من کتاب اللباس مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۸/ ۲۵۰

marfat.com

Marfat.com

استخفاف[1]۔ (... نے کفر کیا کیونکہ یہ اس کا استخفاف ہے)

عمامہ کی فضیلت میں احادیث کثیرہ وارد ہیں بعض اُن سے کہ اس وقت پیش نظر ہیں مذکور ہوتی ہیں:

حدیث اول: سُنن ابی داؤد و جامع ترمذی میں رکانہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فرق ما بیننا وبین المشرکین العمائم علی القلانس[2]۔
ہم میں اور مشرکوں میں فرق ٹوپیوں پر عمامے ہیں۔ (ت)

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں اس حدیث کے نیچے لکھتے ہیں:

فالمسلمون یلبسون القلنسوۃ وفوقہا العمامۃ اما لبس القلنسوۃ وحدہا فزی المشرکین فلبس العمامۃ سنۃ[3]۔
مسلمان ٹوپیاں پہن کر اوپر سے عمامہ باندھتے ہیں تنہا ٹوپی کافروں کی وضع ہے تو عمامہ باندھنا سنت ہے۔

یہی حدیث باوردی نے ان لفظوں میں روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

العمامۃ علی القلنسوۃ فصل ما بیننا وبین المشرکین یعطی یوم القیمۃ بکل کورۃ یدورھا علی راسہ نورا[4]۔
ٹوپی پر عمامہ ہمارا اور مشرکین کا فرق ہے ہر پیچ کہ مسلمان اپنے سر پر دے گا اس پر روزِ قیامت ایک نور عطا کیا جائے گا۔

حدیث ۲ و ۳: قضاعی مسند شہاب میں امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے اور دیلمی مسند الفردوس میں مولٰی علی و عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

العمائم تیجان العرب[5] (عمامے عرب کے تاج ہیں)۔

حدیث ۴: مسند الفردوس میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] الفتاوی البزازیۃ مع الفتاوی الہندیۃ نوع فی السنن من کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۲۸

[2] سنن ابی داؤد باب العمائم مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۰۸

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث فرق ما بیننا الخ مکتبۃ الامام شافعی الریاض ۲/۱۶۹

[4] کنز العمال بحوالہ الباوردی عن رکانۃ فرع فی العمائم مطبوعہ منشورات مکتبۃ التراث الاسلامی حلب بیروت ۱۵/۳۰۵

[5] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۴۲۴۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/۸۷

marfat.com

Marfat.com

العمائم تیجان العرب فاذا وضعوا العمائم وضعوا عزھم[1] وفی لفظ وضع اللہ عزھم۔ عمامے عرب کے تاج ہیں جب وہ عمامہ چھوڑیں گے تو اپنی عزت اتار دیں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالٰی ان کی عزت اتار دے گا۔

حدیث ۵ : ابن عدی امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ائتوا المساجد حسّرا و مقنعین، فان العمائم تیجان المسلمین[2]۔ مسجدوں میں حاضر ہو سر برہنہ اور عمامے باندھے اس لئے کہ عمامے مسلمانوں کے تاج ہیں۔

حدیث ۶ : طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اعتموا تزدادوا حلما[3]۔ عمامہ باندھو تمہارا حلم بڑھے گا۔

صححہ الحاکم (حاکم نے اسے صحیح قرار دیا۔ ت)

حدیث ۷ : ابن عدی کامل و بیہقی شعب الایمان میں اسامہ بن عمیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں :

اعتموا تزدادوا حلما والعمائم تیجان العرب[4]۔ عمامہ باندھو وقار زیادہ ہوگا اور عمامے عرب کے تاج ہیں۔

وروی عنہ الطبرانی صدرہ واشار المناوی الی تقویتہ (طبرانی نے اس کا ابتدائی حصہ روایت کیا، امام مناوی نے اس کا قوی ہونا بیان کیا ہے۔ ت)

حدیث ۸ : دیلمی عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ وان اسلم حصین فعنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

العمائم وقار المؤمن وعز العرب فاذا وضعت عمامے مسلمان کے وقار اور عرب کی عزت ہیں تو جب

---

[1] الجامع الصغیر مع فیض القدیر بحوالہ مسند فردوس عن ابن عباس مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۳۹۲

[2] الکامل فی ضعفاء الرجال اسامی شتّی من ابتداء اسامیہم میم مطبوعہ المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۶/ ۲۴۱۳

[3] المعجم الکبیر باب ماجاء فی لبس العمائم الخ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/ ۱۹۴

[4] شعب الایمان حدیث ۶۲۶۰ " دار الکتب العربیۃ بیروت ۵/ ۱۷۶

marfat.com

Marfat.com

العرب عمائمہا وضعت عزہا[1] — عرب عمامے اتار دیں اپنی عزت اتار دیں گے۔

حدیث ۹: وہی رکانہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتزال امتی علی الفطرۃ مالبسوا العمائم علی القلانس[2] — میری اُمت ہمیشہ دین حق پر رہے گی جب تک وہ ٹوپیوں پر عمامے باندھیں۔

حدیث ۱۰: ابوبکر ابن ابی شیبہ مصنف اور ابوداؤد طیالسی وابن منیع مسانید اور بیہقی سنن میں امیر المومنین مولٰی علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ امدنی یوم بدر وحنین بملٰئکۃ یعتمون ھذہ العمۃ وقال ان العمامۃ حاجزۃ بین الکفر والایمان[3] — بیشک اللہ عزوجل نے بدر وحنین کے دن ایسے ملائکہ سے میری مدد فرمائی جو اس طرز کا عمامہ باندھتے ہیں بیشک عمامہ کفر و ایمان میں فارق ہے۔

حدیث ۱۱: دیلمی مسند الفردوس میں عبدالاعلی بن عدی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا:

ھکذا فاعتموا فان العمامۃ سیماء الاسلام وھی حاجزۃ بین المسلمین والمشرکین[4] — اسی طرح عمامے باندھو کہ عمامہ اسلام کی نشانی ہے اور وہ مسلمانوں اور مشرکوں میں فارق ہے۔

حدیث ۱۲: ابن شاذان اپنی مشیخت میں مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عمامہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا:

ھکذا تکون تیجان الملئکۃ[5] — فرشتوں کے تاج ایسے ہی ہوتے ہیں۔

حدیث ۱۳ و ۱۴: طبرانی کبیر میں عبداللہ بن عمر اور بیہقی شعب میں عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

علیکم بالعمائم فانہا سیماء الملئکۃ وارخوالہا خلف ظہورکم[6] — عمامے اختیار کرو کہ وہ فرشتوں کے شعار ہیں اور ان کے شملے اپنے پس پشت چھوڑو۔

---

[1] الفردوس بماثور الخطاب بحوالہ عن ابن عباس حدیث ۴۲ مطبوعہ دار الکتب العربیۃ بیروت ۳/۸۸
[2] " " " حدیث ۷۵۶۹ " " " ۵/۹۳
[3] السنن الکبرٰی للبیہقی باب التحریض علی الرمی " دار صادر بیروت ۱۰/۱۴
[4] کنز العمال بحوالہ الدیلمی حدیث ۴۱۹۱۱ آداب التعمیم " منشورات المکتبۃ التراث الاسلامی حلب بیروت ۱۵/۴۸۳
[5] " بحوالہ ابن شاذان فی مشیخۃ " ۴۱۹۱۳ " " " ۱۵/۴۸۴
[6] المعجم الکبیر حدیث ۱۳۴۱۸ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۲/۳۸۳

marfat.com

Marfat.com

حدیث ۱۵: ابوعبداللہ محمد بن وضاح فضل لباس العمائم میں خالد بن معدان سے مرسلاً راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالٰی اکرم ھذہ الامۃ بالعصائب الحدیث۔[1]
بیشک اللہ عزوجل نے اس امت کو عماموں سے کرم فرمایا، الحدیث۔

حدیث ۱۶: بیہقی شعب الایمان میں انہی سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اعتموا خالفوا علی الامم قبلکم۔[2]
عمامے باندھو اگلی اُمتوں یعنی یہود و نصارٰی کی مخالفت کرو کہ وہ عمامہ نہیں باندھتے۔

حدیث ۱۷: معجم کبیر طبرانی میں ہے:

حدثنا محمد بن عبداللہ الحضرمی حدثنا العلاء بن عمرو الحنفی حدثنا ایوب بن مدرك عن مکحول عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ عزوجل وملٰئکتہ یصلون علی اصحاب العمائم یوم الجمعۃ۔[3]

بیان کیا محمد بن عبداللہ الحضرمی نے، بیان کیا العلاء بن عمرو الحنفی نے، بیان کیا ایوب بن مدرک سے مکحول سے ابوالدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کہ بیشک اللہ تعالٰی اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں جمعہ کے روز عمامہ والوں پر۔

حدیث ۱۸: دیلمی انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الصلٰوۃ فی العمامۃ تعدل بعشرۃ الاف حسنۃ۔[4]
عمامہ کے ساتھ نماز دس ہزار نیکی کے برابر ہے۔

فیہ ابان (اس کی سند میں ابان راوی ہے۔ ت)

حدیث ۱۹: رامہرمزی کتاب الامثال میں معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی

---

[1] کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال حدیث ۴۱۱۴۵ مطبوعہ منشورات مکتبۃ التراث الاسلامی حلب بیروت ۱۵/۳۰۷

[2] شعب الایمان حدیث ۶۲۶۱ " دارالکتب العلمیۃ بیروت ۵/۱۷۶

[3] مجمع الزوائد بحوالہ معجم کبیر باب اللباس للجمعۃ " دارالکتاب بیروت ۲/۱۷۶

[4] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۳۸۰۵ " دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/۴۰۶

نوٹ: جس کتاب سے حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے اس میں "تعدل" کا لفظ نہیں ہے۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

Marfat.com

علیہ وسلم فرماتے ہیں:

العمائم تیجان العرب فاعتموا تزدادوا حلما ومن اعتم فلہ بکل کور حسنة فاذا حط فلہ بکل حطة حط خطیئة[1]	عمامے عرب کے تاج ہیں تو عمامہ باندھو تمہارا وقار بڑھے گا اور جو عمامہ باندھے اس کو ہر پیچ پر ایک نیکی ہے اور جب (بلا ضرورت یا ترک کے

قصد پر) اتارے تو ہر اتارنے پر ایک خطا ہے یا جب (بضرورت بلا قصد ترک بلکہ بارادۂ معاودت) اتارے تو ہر پیچ اتارنے پر ایک گناہ اترے۔

دونوں معنی محتمل ہیں واللہ تعالٰی اعلم والحدیث اشد ضعفا فیہ ثلثة متروکون متھمون عمرو بن الحصین عن ابی علاثة عن ثور (اللہ تعالٰی ہی بہتر جانتا ہے۔ اس حدیث میں شدید قسم کا ضعف ہے کیونکہ اس کے تین راوی متروک و متہم ہیں عمرو بن حصین انھوں نے ابو علاثہ سے اور انہوں نے ثور سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۰: مسند الفردوس میں جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

رکعتان بعمامة خیر من سبعین رکعة بلا عمامة[2]	عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بے عمامے کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔

رہی حدیث مذکورِ سوال اسے ابن عساکر نے تاریخ دمشق اور ابن النجار نے تاریخ بغداد اور دیلمی نے مسند الفردوس میں بطریق عدیدہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا،

ابن عساکر بطریق احمد بن محمد الرقی ثنا عیسی بن یونس حدثنا العباس بن کثیر ح والدیلمی بطریق الحسین بن اسحٰق العجلی حدثنا اسحٰق بن یعقوب القطان حدثنا سفیٰن بن زیاد المخرمی حدثنا العباس بن کثیر القرشی حدثنا یزید بن	ابن عساکر نے بطریق احمد بن محمد رقی از عیسٰی بن یونس از عباس بن کثیر حدیث بیان کی ح اور دیلمی نے بطریق حسین بن اسحٰق العجلی از اسحٰق بن یعقوب قطان از سفیٰن بن زیاد المخرمی از عباس بن کثیر القرشی از یزید بن ابی حبیب از میمون بن مہران حدیث بیان کی کہا میں سالم بن عبداللہ بن عمر کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے حدیث املا کرائی پھر میری طرف متوجہ

---

[1] کنز العمال بحوالہ الرامہرمزی فی الامثال حدیث ۴۱۱۴۶ مطبوعہ منشورات مکتبۃ التراث الاسلامی حلب بیروت ۱۵/۳۰۶

[2] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۳۲۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۲۶۵

نوٹ: جس کتاب سے حوالہ نقل کیا گیا ہے اس میں لفظ "خیر" کی بجائے "افضل" ہے۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

Marfat.com

شعیب عن میمون بن مہران قال دخلت على سالم بن عبد الله بن عمر رضی الله تعالٰی عنہم فحدثنی ملیا ثم التفت الی فقال یا ابا ایوب الا اخبرك بحدیث تحبه وتحمله عنی وتحدث به فقلت بلی قال دخلت علی عبد الله بن عمر بن الخطاب رضی الله تعالٰی عنہما وهو یتعمم فلما فرغ التفت فقال اتحب العمامة قلت بلی قال احبها تکرم ولا یراك الشیطان الا ولی (هارباً) سمعت رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم یقول صلاۃ تطوع او فریضة بعمامة تعدل خمسا وعشرین صلاۃ بلا عمامة وجمعة بعمامة تعدل سبعین جمعة بلا عمامة ای بنی اعتم فان الملٰئکة یشهدون یوم الجمعة معتمین فیسلمون علی اهل العمائم حتی تغیب الشمس[1]۔

ہو کر فرمایا اے ابو ایوب! کیا تجھے ایسی حدیث کی خبر نہ دوں جو تجھے پسند ہو میری طرف سے روایت کرے اور اسے بیان کرے۔ میں نے عرض کیا کیوں نہیں ___ تو سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم فرماتے ہیں میں اپنے والد ماجد عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حضور حاضر ہوا اور وہ عمامہ باندھ رہے تھے جب باندھ چکے میری طرف التفات کرکے فرمایا تم عمامہ کو دوست رکھتے ہو؟ میں نے عرض کی کیوں نہیں! فرمایا اسے دوست رکھو عزت پاؤ گے اور جب شیطان تمہیں دیکھے گا تم سے پیٹھ پھیر لے گا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ عمامہ کے ساتھ ایک نفل نماز خواہ فرض بے عمامہ کی پچیس نمازوں کے برابر ہے اور عمامہ کے ساتھ ایک جمعہ بے عمامہ کے ستر جمعوں کے برابر ہے۔ پھر ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا: اے فرزند! عمامہ باندھ کہ فرشتے جمعہ کے دن عمامہ باندھے آتے ہیں اور سورج ڈوبنے تک عمامہ والوں پر سلام بھیجتے رہتے ہیں۔

حق یہ ہے کہ یہ حدیث موضوع نہیں اس کی سند میں نہ کوئی وضاع ہے نہ متہم بالوضع نہ کوئی کذاب نہ متہم بالکذب نہ اس میں عقل یا نقل کی اصلاً مخالفت لاجرم اُسے امام جلیل خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی نے جامع صغیر میں ذکر فرمایا جس کے خطبہ میں ارشاد کیا:

ترکت القشر، واخذت اللباب، وصنته عما تفرد به وضاع او کذاب[2]۔

میں نے اس کتاب میں پوست چھوڑ کر خالص مغز لیا ہے اور اسے ہر ایسی حدیث سے بچایا جسے تنہا کسی وضاع یا کذاب نے روایت کیا ہے۔

---

[1] لسان المیزان حرف العین ترجمہ العباس بن کثیر مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن ۳/۲۴۴

نوٹ: جن کتابوں کا اعلٰحضرت نے ذکر کیا ہے وہ نہ ملنے کی وجہ سے اس کتاب سے حوالہ دیا ہے۔ نذیر احمد

[2] الجامع الصغیر مع فیض القدیر درخطبہ کتاب مطبوعہ دار المعرفت بیروت ۱/۲۰

marfat.com

Marfat.com

اما ابن النجار فاخرجه من طریق محمد بن مهدی المروزی انبانا ابو بشر بن سیار الرقی حدثنا العباس بن کثیر الرقی عن یزید بن ابی حبیب قال قال لی مهدی بن میمون دخلت علی سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم وھو یعتم فقال لی یا ابا ایوب الا احدثك بحدیث تحبه وتحمله وترویه فذکر مثله وقال لایزالون یصلون علی اصحاب العمائم حتی تغیب الشمس[1] قال الحافظ فی اللسان ھذا حدیث منکر بل موضوع ولم ار للعباس بن کثیر ذکرا فی الغرباء لابن یونس ولا فی ذیله لابن الطحان واما ابو بشر بن سیار فلم یذکره ابو احمد الحاکم فی الکنی وما عرفت محمد بن مهدی المروزی ولا مهدی بن میمون الراوی لهذا الحدیث من سالم ولیس ھو البصری المخرج فی الصحیحین وذاك یکنی ابا یحیی ولا ادری ممن الآفة اھ[2]

ابن نجار نے اس کی تخریج اس سند سے کی ہے محمد بن مہدی مروزی بیان کرتے ہیں کہ ہمیں ابو بشر بن سیار رقی نے خبر دی وہ کہتے ہیں ہمیں عباس بن کثیر رقی نے یزید بن ابی حبیب کے حوالے سے حدیث بیان کی کہا مجھے مہدی بن میمون نے بتایا کہ ایک دفعہ میں سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم کے پاس گیا تو وہ عمامہ باندھ رہے تھے انہوں نے مجھ سے فرمایا: اے ابو ایوب! میں تجھے ایک حدیث نہ بیان کروں جسے تو محبوب رکھے حاصل کرنے کے بعد بیان کرے، پھر انہوں نے اسی طرح کی حدیث بیان کی اور فرمایا کہ فرشتے عمامہ باندھنے والوں پر غروب آفتاب تک صلوٰۃ بھیجتے ہیں حافظ نے لسان میں فرمایا یہ حدیث منکر بلکہ موضوع ہے اور میں نے عباس بن کثیر کا ذکر ابن یونس کی غرباء میں اور اس کے حاشیہ لابن طحان میں نہیں پایا اور ابو بشر بن سیار کا تذکرہ ابو احمد حاکم نے الکنی میں نہیں کیا اور نہ ہی میں محمد بن مہدی مروزی اور اس حدیث کے راوی مہدی بن میمون کو جانتا ہوں اور یہ وہ بصری بھی نہیں جو مسلم وبخاری کے راوی ہیں ان کی کنیت ابو یحیی ہے اور نہ میں اس کی آفت سے آگاہ ہوں۔ (ت)

اقول رحم اللہ الحافظ من این یاتیه الوضع ولیس فیه ما یحیله عقل ولا

اقول حافظ پر اللہ تعالٰی رحم کرے اس روایت میں وضع کو کہاں سے لائے ہیں؟

---

[1] لسان المیزان حرف العین ترجمہ العباس بن کثیر مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۳/۲۴۴
نوٹ: یہ حوالہ بھی اصل کتاب نہ ملنے کی وجہ سے لسان المیزان سے ذکر کیا ہے۔ نذیر احمد

[2] لسان المیزان حرف العین ترجمہ عباس بن کثیر مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۳/۲۴۴

marfat.com

Marfat.com

سنده وضاع ولا كذاب ولا متهم
جهل الراوى لايقضى بالسقوط
لايصلح للتمسك به فى الفضائل فضلا
مم ، ولما اورد الحافظ ابو الفرج
الجوزى حديث قزعة بن سويد عن عاصم
مخلد عن ابى الاشعث الصنعانى عن
داد بن اوس رضى الله تعالٰى عنه قال قال
رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم من
رض بيت شعر بعد العشاء الاخرة لم
قبل له صلاة تلك الليلة[1] فى الموضوعات
واعله بان عاصما فى عداد المجهولين و
قزعة قال احمد مضطرب الحديث و
قال ابن حبان كان كثير الخطاء فاحش
الوهم ، فلما كثر ذلك فى روايته سقط
الاحتجاج به[2] اه قال الحافظ نفسه فى القول
المسدد ليس فى شئ من هذا ما يقضى على
هذا الحديث بالوضع[3] الخ ولما حكم ابن
الجوزى على حديث ابى عقال عن انس ابن
مالك رضى الله تعالٰى عنه قال قال رسول الله
صلى الله تعالٰى عليه وسلم العسقلان احد
العروسين يبعث منها يوم القيامة

حالانکہ اس روایت
میں ایسی کسی چیز کا بیان نہیں جسے عقل و شرع محال گردانتے اور نہ ہی اس کی سند میں وضاع، کذاب اور متہم ہے محض راوی کے مجہول ہونے سے اس حدیث کو چھوڑنے کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا حتی کہ فضائل میں قابل استدلال ہی نہ رہے چہ جائیکہ وُہ موضوع ہو۔
حافظ ابن الفرج ابن الجوزی نے حدیث قزعہ بن سوید، عاصم بن مخلد سے انھوں نے ابو اشعث صنعانی سے انھوں نے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے موضوعات میں بیان کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جس نے آخری عشاء کے بعد شعر کا ایک بیت پڑھا اس کی اس رات کی نماز قبول نہ ہوگی، اور علت یہ بیان کی کہ عاصم کا شمار مجہولین میں ہوتا ہے۔ قزعہ کے بارے میں امام احمد کا قول ہے کہ یہ مضطرب الحدیث ہے۔ ابن حبان نے کہا کہ یہ کثیر الخطا اور فاحش الوہم ہے، آخر میں فرمایا جب اس کی روایت میں علتیں اس قدر کثیر ہوگئیں تو اس کی روایت سے استدلال ساقط ہوگیا اھ اور خود حافظ نے القول المسدد میں کہا یہاں پر کوئی ایسی چیز نہیں جو اس حدیث کے موضوع ہونے کا فیصلہ

---

[1] کتاب الموضوعات لابی الفرج حدیث فی انشاد الشعر بعد العشاء مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۲۶۱

[2] " " " " " " " "

[3] القول المسدد الحدیث الثانی عالم یذکرہ حدیث شداد بن اوس الخ مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ص ۳۶

marfat.com

Marfat.com

سبعون الفا لاحساب عليهم و يبعث منها خمسون
الفا شهداء وفودا الى الله عز وجل وبها صفوف
الشهداء رؤسهم مقطعة فى ايديهم تثج
اوداجهم دماً يقولون ربنا و آتنا ما وعدتنا
على رسلك ولا تخزنا يوم القيمة انك
لا تخلف الميعاد فيقول صدق عبيدى اغسلوهم
بنهر البيضة فيخرجون منها نقيا بيضا
فيسرحون فى الجنة حيث شاءوا [1]، با لوضع
محتجا بان جميع طرقه تدور على ابى عقال
واسمه هلال بن زيد بن يسار قال ابن حبان
يروى عن انس اشياء موضوعة ما حدث بها
انس قط لا يجوز الاحتجاج به بحال اهـ [2]
وقال الذهبى فى الميزان باطل [3] قال الحافظ
نفسه فيه وهو فى فضائل الاعمال والتحريض
على الرباط فى سبيل الله وليس فيه ما يحيله
الشرع ولا العقل فالحكم عليه بالبطلان
بمجرد كونه من رواية ابى عقال لا يتجه و
طريقة الامام احمد معروفة فى التسامح
فى رواية احاديث الفضائل دون احاديث
الاحكام [4] اهـ فليت شعرى لو لا يقال مثل هذا
فى حديث العمامة مع انه ايضا فى فضائل

فیصلہ کرگئی ہو [illegible]
اس حدیث ابی عقال کو موضوع قرار دیا جبکہ [illegible]
انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی [illegible]
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا [illegible]
ان خوش نصیب شہروں میں سے ایک ہے جس [illegible]
روز قیامت ستر ہزار ایسے افراد اٹھائے جائیں گے [illegible]
حساب نہیں ہوگا اور اس میں پچاس ہزار شہداء [illegible]
جائیں گے جو وفد کی صورت میں صف بستہ [illegible]
ہاں حاضر ہونگے حالانکہ ان کے سر کٹے ہوئے ہاتھوں میں [illegible]
کی ورید (وہ رگ جسے بوقتِ ذبح کاٹا جاتا ہے) [illegible]
بہہ رہا ہوگا اور وہ اللہ کے حضور یہ عرض کریں گے [illegible]
ہمارے رب! ہمیں عطا فرما جس کا تو نے اپنے رسول [illegible]
ذریعے ہم سے وعدہ کیا ہے اور ہمیں روزِ قیامت ذلت [illegible]
محفوظ فرما بلاشبہ تو وعدے کا خلاف نہیں کرتا۔ اللہ [illegible]
ارشاد فرمائے گا میرے بندوں نے سچ کہا ان کو [illegible]
نہر میں غسل دو تو وہ اس نہر سے صاف شفاف اور [illegible]
ہو کر نکلیں گے اور وہ جنت میں حسبِ خواہش چلے جا [illegible]
اور کھائیں پئیں گے۔ اس روایت کے موضوع ہو [illegible]
پر یہ دلیل دی کہ اس کی تمام اسناد کا مرکز ابو عقال [illegible]
جس کا نام ہلال بن زید بن یسار ہے، ابن حبان نے [illegible]
کہ یہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسی [illegible]

---

[1] کتاب الموضوعات لابن جوزی باب فی فضل عسقلان مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲/۳
[2] " " " " " " " ۲/[illegible]
[3] میزان الاعتدال ترجمہ ۹۲۶۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۴/[illegible]
[4] القول المسدد [illegible] مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ہند ص [illegible]

marfat.com

Marfat.com

...التحریض علی التأدب فی حضرة
...لیس فیه ما یحیله الشرع ولا العقل
...فیه أحد ممن یروی روایة الموضوعات
...عقال فکیف یتجه الحکم علیه بالبطلان
...الوضع بمجرد کون بعض رواية ممن
...یعرفهم الحافظ اولم یذکرهم فلان و
...فلان أعلان مهدی بن میمون عندی
...من بعض رواة ابن النجار لان عیسی
...یونس عند ابی نعیم و سفیان بن زیاد
...عند الدیلمی انما یرویانه عن العباس عن
...یزید عن میمون بن مهران کما تقدم و
میمون هو ابو ایوب الجزری الرقی ثقة
فقیه من رجال مسلم والاربعة کما
قاله الحافظ فی التقریب لاجرم لم یمنع
کلام الحافظ هذا خاتم الحفاظ السیوطی
من ایراده فیما وعد بتنزیهه عن الموضوع
ما قول تلمیذه الحافظ السخاوی حدیث
صلوة بخاتم تعدل سبعین صلوة بغیر
خاتم هو موضوع کما قال شیخنا وکذا ما رواه
الدیلمی عن حدیث ابن عمر مرفوعا بلفظ
صلوة بعمامة الحدیث المذکور ومن
حدیث انس مرفوعا الصلوة فی العمامة
تعدل بعشرة الاف حسنة[1] اھ فلو بین کر وجهه

موضوعہ نقل کرتا ہے جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے بالکل بیان نہیں کیں لہذا کسی صورت میں بھی
اس سے استدلال نہیں کیا جا سکتا اھ اور امام ذہبی
نے میزان میں کہا یہ باطل ہے۔ اور خود حافظ ابن حجر
نے اس روایت کے بارے میں کہا یہ روایت فضائل
اعمال سے متعلق ہے اس میں اللہ کی راہ میں جہاد
کی ترغیب اور شوق دلایا گیا ہے اس میں ایسی کوئی
بات نہیں جسے عقل و شرع محال قرار دیتی ہو لہذا محض
اس لئے اسے باطل قرار دینا کہ اس کا راوی ابو عقال
ہے قابلِ حجت نہیں۔ اور امام احمد احادیثِ احکام میں
تو نہیں لیکن احادیثِ فضائل میں تسامح سے کام لیتے
ہیں ان کا یہ طریقہ معروف ہے اھ میری سمجھ سے باہر ہے
کہ یہی قول عمامہ والی حدیث میں کیوں نہیں کیا گیا حالانکہ
یہ حدیث بھی فضائلِ اعمال سے متعلق ہے اور اس سے
بارگاہِ الٰہی کے ادب پر شوق دلایا گیا ہے اور اس میں
بھی کوئی ایسی بات نہیں جسے شرع و عقل محال قرار
دیتی ہو بلکہ اس میں کوئی راوی بھی ایسا نہیں جسے
ابو عقال کی طرح موضوعات کا راوی قرار دیا گیا ہو تو اس
روایت پر بطلان بلکہ موضوع ہونے کا حکم محض اس بنا پر کہ
بعض روایات کا ایسے راویوں سے ہونا جن کو حافظ ابن حجر
نہیں جانتے یا فلاں فلاں نے ان کو ذکر نہیں کیا)
کیسے درست ہو سکتا ہے، علاوہ ازیں میرے
نزدیک ابن نجار کے بعض رواۃ میں سے

---

[1] المقاصد الحسنہ تحت حرف الصاد المہملہ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ص ۲۶۳

marfat.com

Marfat.com

وانما تبع شیخه وقد علمت ما فیه وکذا حدیث انس انما فیه ابان متروک وترک الراوی لایقضی بوضع الحدیث کما بینته فی الهاد الکاف فی حکم الضعاف واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

مہدی بن میمون کے واسطہ سے ...
ابونعیم کے نزدیک عیسٰی بن وثیق اور دیلمی ...
سفیان بن زید دونوں نے عباس سے ...
یزید سے انھوں نے میمون بن جہران سے ...
کیا ہے جیسا کہ گزر چکا اور میمون سے مراد ...
جزری الرقی ہے جو نہایت ثقہ اور فقیہ ہے اور مسلم اور چاروں سنن کے رواۃ میں سے ہے جیسا کہ حافظ ...
بات تقریب میں کہی ہے، بلاشبہ حافظ ابن حجر کی یہ گفتگو خاتم الحفاظ سیوطی کی اس روایت کو الجامع ...
(جس کے بارے میں انھوں نے وعدہ کیا تھا کہ اس میں موضوع روایت ذکر نہیں کروں گا) میں نقل ...
مانع نہیں رہا ان کے شاگرد رشید حافظ سخاوی کا قول کہ حدیث "انگوٹھی کے ساتھ نماز ستر دوسری بغیر ...
نمازوں کے برابر ہے" یہ موضوع ہے جیسا کہ ہمارے استاذ محترم نے فرمایا، اور اسی طرح وہ حدیث جس کو دیلمی ...
حضرت ابن عمر کی حدیث سے مرفوعاً صلوٰۃ بعمامہ حدیث مذکور کے الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے، اور حضرت انس ...
مرفوعاً حدیث کے الفاظ یہ ہیں "عمامہ میں نماز دس ہزار نیکیوں کے برابر ہے" اھ تو انھوں نے اسکے موضوع ہونے کی وجہ ...
نہیں کی صرف اپنے شیخ کی اتباع میں ایسا کہہ دیا ہے حالانکہ آپ اس کے محل نظر ہونے پر آگاہ ہو چکے۔ اسی طرح ...
انس میں صرف ابان راوی متروک ہے اور ایک راوی کا متروک ہونا حدیث کے موضوع ہونے کا فیصلہ نہیں ...
یہ تفصیلی گفتگو میں نے "الهاد الکاف فی حکم الضعاف" میں کی ہے واللّٰہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

جاہل اگر حدیث کو محض بہوائے نفس موضوع کہے واجب التعزیر ہے اور کتب معتمدہ فقہیہ کو نہ ماننا جہالت ... ضلالت اور اس حدیث کے بیان کرنے والے پر لعنت کا اطلاق خود اس کے لئے سخت آفت کہ بحکم احادیث صحیحہ ... غیر مستحق پر کی جاتی ہے کرنے والے پر پلٹ آتی ہے والعیاذ باللّٰہ تعالٰی اور مسلمانوں کے عمامے قصداً اتروا دینا اور ... ثواب نہ جاننا قریب ہے کہ ضروریات دین کے انکار اور سنت قطعیہ متواترہ کے استخفاف کی حد تک پہنچے ایسے شخص پر ... ہے کہ اپنی ان حرکات سے توبہ کرے اور از سر نو کلمہ اسلام پڑھے اور اپنی عورت کے ساتھ تجدید نکاح کرے، ... کہ جامع الرموز میں ہے وہ حدیث بستم مذکور کے قریب قریب ہے اور تعدیہ بقصد تجدید نہ ہو تو اسی کی نقل بالمعنی۔ یہ غنیہ ... نہیں بلکہ فخر الدین بدیع ابن ابی منصور عراقی استاذ زاہدی کی غنیۃ الفقہا جس کی تلخیص قنیہ ہے واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی ا...

مسئلہ ۲۲۳ از کاسگنج محلہ ناتھو رام گلی چورامن مرسلہ محمد مصطفٰی ۲۶ شعبان ۱۳۳۷ھ

عامل نبیل فاضل جلیل وفقہ اللّٰہ الجمیل بمتابعۃ سید الانبیاء، صاحب الکوثر والسلسبیل، السلام علیکم ورحمۃ ... وبرکاتہ، معروض خدمت ہے کہ قبل اس کے ایک عریضہ در بارہ حصول فتوی مسئلہ ذیل روانہ کیا تھا جواب ...

marfat.com

Marfat.com

بڑا مغموم ہوں امید کرتا ہوں کہ امرِ حق ظاہر کرنے میں توقف نہ فرمائیے گا اور بندہ کے استقامت وحسنِ خاتمہ بارگاہ خدا ہو جیے گا۔ مسئلہ پاک (جس کی طہارت میں قطعی یقین حاصل ہو جیسے نیا) جُوتا پہن کر کوئی سی نماز فرائض ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ فقہ وحدیث کی معلومات کا حوالہ دیں تو بہت خوب ہے۔

الجواب

جنابِ من! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، - اس سے پہلے کاسگنج سے یہ سوال بصورتِ دیگر مرسل اللہ خاں کا آیا اور جواب بھیج دیا گیا اب اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر جُوتا بالکل غیر استعمالی ہو کہ صرف مسجد کے اندر جاتے اور پنجہ اتنا سخت نہ ہو کہ سجدہ میں انگلیوں کا پیٹ زمین پر نہ بچھنے دے تو اس سے نماز میں کچھ حرج نہیں بہتر ہے، اور یہی امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی سنّت ہے کہ دو جُوتے رکھتے ایک راہ میں پہنتے اور کنارہ مسجد پر آتے اُسے اُتار کر غیر استعمالی کو پہن لیتے اور اگر استعمالی ہو تو اُسے پہن کر مسجد میں جانا بے ادبی اور غیر مسجد میں بھی نماز میں اتار دیا جائے اور اگر پنجہ اتنا سخت ہے کہ کسی انگل کا پیٹ زمین پر نہ بچھنے دے گا نماز ہی نہ ہوگی کما حققناہ فی فتاونا (جیسا کہ اس کی تحقیق ہم نے اپنے فتاوٰی میں کی ہے۔ ت) واللہ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۴: از رام نگر ضلع نینی تال مرسلہ عنایت اللہ خاں ڈپٹی پوسٹ ماسٹر ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

قبلہ وکعبہ دارین دام ظلکم! کلمہ طیبہ شریف جب ورد کرکے پڑھا جائے تو اس میں ہر کلمہ پر جب نام نامی حضور اقدس صلعم (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کا آوے درود پڑھنا چاہئے یا ایک مرتبہ جبکہ وہ جلسہ ختم کرے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جوابِ مسئلہ سے پہلے ایک بہت ضروری مسئلہ معلوم کیجئے سوال میں نام پاک حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ بجائے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صلعم لکھا ہے۔ یہ جہالت آج کل بہت جلد بازوں میں رائج ہے کوئی صلعم لکھتا ہے کوئی عم کوئی ص، اور یہ سب بیہودہ ومکروہ وسخت ناپسند وموجب محرومی شدید ہے اس سے سخت احتراز چاہئے اگر تحریر میں ہزار جگہ نام پاک حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم آئے ہر جگہ پورا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لکھا جائے ہرگز کہیں صلعم وغیرہ نہ ہو علماء نے اس سے سخت ممانعت فرمائی ہے یہاں تک کہ کتابوں میں تو بہت اشد حکم لکھ دیا ہے، علامہ طحطاوی حاشیہ دُرمختار میں فرماتے ہیں:

الرمز بالصلٰوۃ والترضی بالکتابۃ یکتب ذٰلک کلہ بکمالہ وفی بعض المواضع

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جگہ ص وغیرہ اور رضی اللہ تعالٰی عنہ کی جگہ رض لکھنا مکروہ ہے بلکہ اسے کامل طور پر

marfat.com

Marfat.com

من التتارخانية من کتب علیه السلام بالهمزة والمیم یکفر لانه تخفیف و تخفیف الانبیاء کفربلا شك ولعله ان صح النقل فهومقید بقصد والا فالظاهر انه لیس بکفر وکون لازم الکفر کفرا بعد تسلیم کونه مذهباً مختارا محله اذا کان اللزوم بیّنا نعم الاحتیاط فی الاحتراز عن الایهام و الشبهة۔[1]

کما پڑھا جائے تاتار خانیہ میں بعض کتب سے ہے جس نے درود وسلام ہمزہ (ء) اور میم (م) کے ساتھ لکھا اس نے کفر کیا کیونکہ یہ عمل تخفیف ہے اور انبیاء علیہم السلام کی بارگاہ میں یہ عمل بلاشبہ کفر ہے۔ اگر یہ قول صحت کے ساتھ منقول ہو تو یہ مقید ہوگا اس بات کے ساتھ کہ ایسا کرنے والا قصداً ایسا کرے، ورنہ ظاہر یہ ہے کہ وہ کافر نہیں باقی لزوم کفر سے کفر اس وقت ثابت ہوگا جب اسے مذہب مختار کیا جائے اور اس کا محل وہ ہوتا ہے جہاں لزوم بیان شدہ اور ظاہر ہو البتہ احتیاط اس میں ہے کہ ایہام اور شبہ سے احتراز کیا جائے۔ (ت)

اب جواب مسئلہ لیجئے نام پاک حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مختلف جلسوں میں جتنے بار لے یا سنے ہر بار درود شریف پڑھنا واجب ہے اگر نہ پڑھے گا گنہگار ہوگا اور سخت وعیدوں میں گرفتار، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ اگر ایک ہی جلسہ میں چند بار نام پاک لیا یا سنا تو ہر بار واجب ہے یا ایک بار کافی اور ہر بار مستحب ہے، بہت علما قولِ اول کی طرف گئے ہیں ان کے نزدیک ایک جلسہ میں ہزار بار کلمہ شریف پڑھے تو ہر بار درود شریف پڑھا جائے اگر ایک بار بھی چھوڑا گنہگار ہوا۔ مجتبٰی و دُرِ مختار وغیرہما میں اسی قول کو مختار واضح کہا۔

فی الدرالمختار اختلف فی وجوبها علی السامع والذاکر کلما ذکر صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم والمختار تکرارا لوجوب کلما ذکر ولو اتحد المجلس فی الاصح[2] اھ بتلخیص۔

درمختار میں ہے کہ اس بارے میں اختلاف ہے جب بھی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اسم گرامی ذکر کیا جائے تو سامع اور ذاکر دونوں پر ہر بار درود وسلام عرض کرنا واجب ہے یا نہیں، مذہب پر مختار قول یہی ہے کہ ہر بار درود وسلام واجب ہے اگرچہ مجلس ایک ہی ہو اھ خلاصۃً (ت)

دیگر علما نے بنظر آسانی اُمت قولِ دوم اختیار کیا ان کے نزدیک ایک جلسہ میں ایک بار درود اوائے واجب کے لئے کفایت کرے گا زیادہ کے ترک سے گنہگار نہ ہوگا مگر ثواب عظیم و فضل جسیم سے محروم رہا، کافی و قنیہ وغیرہما میں اسی قول کی تصحیح کی۔

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار مقدمۃ الکتاب مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱
[2] درمختار فصل واذا اراد الشروع الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۷۸

marfat.com
Marfat.com

...نا وصححه الزاهدی فی المجتبٰی ...صحح فی الکافی وجوب الصلٰوۃ مرۃ فی ...مجلس کسجود التلاوۃ للحرج الا انہ ...ب تکرار الصلٰوۃ فی المجلس ...ف بخلاف السجود وفی القنیۃ قیل ...فی المجلس مرۃ کسجدۃ التلاوۃ وبہ ...وقد جزم بھذا القول المحقق ابن ...مام فی زاد الفقیر[1] اھ ملتقطا۔

ردالمحتار میں ہے کہ اسے زاہدی نے المجتبٰی میں صحیح قرار دیا ہے لیکن کافی میں ہر مجلس میں ایک ہی دفعہ درود کے وجوب کو صحیح کہا ہے، جیسا کہ سجدۂ تلاوت کا حکم ہے تاکہ مشکل اور تنگی لازم نہ آئے، البتہ مجلس واحد میں تکرار درود مستحب و مندوب ہے بخلاف سجدۂ تلاوت کے۔ قنیہ میں ہے ایک مجلس میں ایک ہی دفعہ درود پڑھنا کافی ہے جیسا کہ سجدۂ تلاوت کا حکم ہے اور اسی پر فتوٰی ہے۔ ابن ہمام نے زاد الفقیر میں اسی قول پر جزم کیا ہے اھ ملتقطا (ت)

بہرحال مناسب یہی ہے کہ ہر بار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہتا جائے کہ ایسی چیز جس کے کرنے میں بالاتفاق ...ی بڑی رحمتیں برکتیں ہیں اور نہ کرنے میں بلاشبہ بڑے فضل سے محرومی اور ایک مذہب قوی پر گناہ و معصیت ...قل کا کام نہیں کہ اُسے ترک کرے وباللہ التوفیق۔

مسئلہ ۴۴۵ ۶ جمادی الاولٰی ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص وظیفہ پڑھتا ... نماز نہیں پڑھتا یہ جائز ...ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جو وظیفہ پڑھے اور نماز نہ پڑھے فاسق و فاجر مرتکب کبائر ہے اُس کا وظیفہ اس کے منہ پر مارا جائے گا، ...یسے ہی کو حدیث میں فرمایا:

...من قارئ یقرأ القراٰن والقراٰن یلعنہ[2]

بہتیرے قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن انھیں لعنت کرتا ہے۔

...العیاذ باللہ تعالٰی۔

---

[1] ردالمحتار فصل واذا اراد الشروع الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۸۱

[2] المدخل للعبدری الکلام علی جمع القرآن الخ " دار الکتاب العربیۃ بیروت ۱/ ۸۵

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ ۲۲۶ از ملک بنگالہ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۱۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ در ملک بنگالہ یک گروہ نو پیدا شدہ کہ آں را جہادو می گویند وایشاں یک شاخ غیر مقلدین اند لیکن ازاں طائفہ در چند امور زائد اند یکے اینکہ می گویند کہ بعد نماز مناجات خواستن درست نیست بلکہ نسبت بدعتش می کنند علم فقہ واصول وغیرہ ایں قوم تسلیم نمی کنند بلکہ دشنام می دہند وفحش ناسزا می گویند ومی گویند کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم گاہے دعا نہ کردہ پس اگر ایشاں از قرآن شریف و صحاح ستہ استخراج مسائل کردہ فرستند نہایت خوب خواہد شد۔ والسلام۔

علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ بنگال کے علاقے میں ایک نیا گروہ پیدا ہوا ہے جسے جہادو کہا جاتا ہے یہ غیر مقلدین کی ایک شاخ ہی ہے چند امور میں یہ ان سے آگے بڑھ گئے ایک یہ کہتے ہیں کہ نماز کے بعد دعا کرنا درست نہیں بلکہ بدعت ہے یہ علم فقہ اور اصول فقہ وغیرہ کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ برا بھلا کہتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی دعا نہیں کی اگر قرآن شریف اور صحاح ستہ کے حوالے سے اس مسئلہ کے استخراج پر دلائل فراہم فرمائیں تو بہت خوب ہوگا۔ والسلام

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمدًا لک اللّٰھم یا عظیم صل علی نبیک الکریم وآلہ وصحبہ اولی التکریم ومجتہدی دینہ القویم آمین الحمدللہ سلسلہ سخن دراز ست و در فیض الٰہی باز خامہ اگر بتفصیل گراید ہماناں نامہ گرد آوردن باید لاجرم ایک آیت وہفت حدیث بسند وامی نماید آیہ قال اللہ عزوجل فاذا فرغت فانصب والٰی ربک فارغب[1] قول اصح در تفسیر آیہ کریمہ قول سلطان المفسرین ابن عم النبی صلی اللہ علیہ

اے اللہ! حمد تیری ہے، اے عظیم! اپنے کریم نبی پر رحمتیں نازل فرما ان کی صاحبِ شرف آل واصحاب اور دینِ قویم کے مجتہدین پر بھی، آمین۔ الحمدللہ اگر اس پر تفصیلی گفتگو کی جائے تو اللہ تعالٰی کے فضل وکرم سے بات بڑی طویل ہوگی بہرحال اس سلسلہ میں یہاں ایک آیت اور سات احادیث مع سند ذکر کی جائیں گی۔ آیۃ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: پس جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں محنت کرو اور اپنے رب

---

[1] القرآن ۹۴/ ۸

marfat.com

Marfat.com

...عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ست کہ فراغ
... از نماز نصب نصب در دعا ست یعنی چوں از نماز
فارغ شوی در دعا جہد و مشقت نما و بسوئے پروردگار
بزاری و تضرع گرا۔ فی تفسیر الجلالین فاذا
فرغت من الصلوٰۃ فانصب اتعب فی الدعاء
والی ربک فارغب تضرع ۱؎ ہمدر خطبہ اوست ہذا
فی تکملۃ الامام جلال الدین المحلی علی
نمطہ من الاعتماد علی ارجح الاقوال وترک
التطویل بذکر اقوال غیر مرضیۃ ۲؎ اھ ملخصا
علامہ زرقانی در شرح مواہب لدنیہ فرماید ہو الصحیح
فقد اقتصر علیہ الجلال وقد التزم الاقتصار علی ارجح
الاقوال ۳؎۔

رب کی طرف رغبت کرو۔ اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں راجح
قول حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا زاد حضرت
عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے کہ فراغ
فراغ از نماز و نصب نصب در دعا ست یعنی جب تم
نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا میں خوب محنت کرو اور
بارگاہِ خداوندی میں آہ و زاری کے ساتھ رغبت کرو۔
جلالین میں ہے جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں
کوشش کرو اور اپنے رب کی طرف آہ و زاری کرو۔
جلالین کے خطبہ میں یہ بھی ہے کہ جلال الدین محلی کی
تفسیر کا تکملہ انہی کے طریقہ پر ہے اور ان
کا طریقہ یہ ہے کہ وہ مختار و راجح پر اعتماد کرتے ہیں اور ایسے
اقوال کا ذکر جو مختار نہ ہوں، ترک کرتے ہیں اھ ملخصاً علامہ زرقانی
نے شرح مواہب میں فرمایا یہی صحیح ہے کیونکہ اس پر جلال الدین نے اقتصار کیا اور انہوں نے مختار و راجح
قول کے ذکر کا التزام کر رکھا ہے۔ (ت)

حدیث اوّل: مسلم، ابوداؤد و ترمذی و
نسائی و ابن ماجہ و احمد و دارمی و بزار و طبرانی و ابن السنی
ہر ہمہ از ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مولائے حضور اقدس
سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روایت کنند قال
کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اذا انصرف من صلاتہ استغفر ثلاثا وقال
اللھم انت السلام و منک السلام تبارکت

پہلی حدیث: مسلم، ابوداؤد، ترمذی،
نسائی، ابن ماجہ، احمد، دارمی، بزار، طبرانی اور
ابن السنی ان تمام نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ
خادم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے
کہ جب حضور سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ
علیہم اجمعین نماز سے رُخ انور پھیرتے (سلام کہتے)
تو تین دفعہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے اور یہ

۱؎ تفسیر جلالین زیر آیۃ المذکور سورہ الم نشرح مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی حصہ دوم ص ۵۰۰
۲؎ " خطبۂ کتاب " " " حصہ اول ص ۲
۳؎ شرح المواہب اللدنیہ للزرقانی المقصد الثانی کنیتہ صلی اللہ علیہ وسلم دار المعرفۃ بیروت ۱۰/۳

marfat.com

Marfat.com

یاذاالجلال والاکرام[1] یعنی چوں حضور سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین از نماز برگشتے وسلام دادے سہ بار از حق سبحانہ، وتعالیٰ مغفرت خواستے واین دعا گفتے خدایا توئی سلام (کہ ہیچ عیب ونقصے راگرد سراپردہ عزوجلال تو باز نیست) واز تست سلام (کہ سلامت ما بندگاں از ہمہ آفات وبلیات ہمیں بقدرت وارادت ولطف رحمت تست) برکت وعظمت مرتراست اے صاحب بزرگی وبزرگی دہے یارب مگرایں حدیث درصحاح مشہور ومتداول نیست یاازخدا طلب مغفرت وسوال سلامت دعانباشد آرے جہل بلائیست نہ سہل وچوں مرکب شود دوائے ندارد والعیاذ باللہ تبارک وتعالیٰ۔

دعا کرتے اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذاالجلال والاکرام (اے اللہ! تو سلام ہے) یعنی تیری ذات جل مجدہ کو کسی طرح کوئی عیب یا نقص نہیں پاسکتا) اور تیری طرف سے سلامتی ہے (یعنی ہم بندوں کی تمام مصیبتوں اور بلیات سے سلامتی تیری قدرت اور ارادے، مہربانی اور کرم سے ہے) برکت وعظمت تیرے ہی لئے ہے اے صاحب بزرگی اور بزرگی عطا فرمانے والے یارب۔ کیا یہ حدیث صحاح میں مشہور ومتداول نہیں یا مغفرت کی طلب اور سلامتی کا سوال دعا نہیں ہوتا۔ جہالت ایسی مرض ہے جو اس کا علاج آسان نہیں اور جب یہ مرکب ہوجائے تو اس کا کوئی علاج ہی نہیں والعیاذ باللہ تبارک وتعالیٰ۔ (ت)

حدیث دوم وسوم وچہارم بخاری[2] ومسلم[3] وابوداؤد[4] ونسائی[5] وابوبکر ابن السنی وابو القاسم طبرانی

ازمغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وبزار وطبرانی از عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ونیز بزار از جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کنند وھذا حدیث المغیرۃ واللفظ للنسائی قال کتب معویۃ الی مغیرۃ بن شعبۃ اخبرنی بشیئ سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا قضی الصلاۃ قال لا الٰہ

حدیث دوسری، تیسری اور چوتھی بخاری[2] مسلم[3] ابوداود[4]، نسائی[5]، ابوبکر ابن السنی اور ابو القاسم طبرانی

نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور بزار وطبرانی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نیز بزار نے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے بھی روایت کیا ہے یہ حدیث مغیرہ کی اور الفاظ نسائی کے ہیں کہ جب حضرت امیر معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو لکھا مجھے اس بات سے آگاہ کرو جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی ہو، انھوں نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی

---

[1] جامع الترمذی باب مایقول اذا سلم مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۱/۴۰
صحیح مسلم باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۱۸

marfat.com

Marfat.com

وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیٔ قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد۔ یعنی امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ مر مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ را نوشت کہ مرا آگہی دہ بچیزے کہ از رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شنیدہ باشی مغیرہ گفت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چوں نماز ختم فرمودے چناں فرمودے ہیچکس سزائے پرستش نیست جز خدائے یکتائے بے ہمتا مر او راست پادشاہی و مر او راست ستائش و او بر ہر چہ کہ خواہد توانا ست خدایا ہیچ بازدارندہ نیست چیزے را کہ تو دہی و ہیچ دہندہ نیست چیزے را کہ تو باز داری و سود ندہد خداوند بخت و دولت را از قہر و عذاب تو آں بخت و دولتش، اللھم لا مانع لما اعطیت الخ اگر دعا نیست آخر چیست بلکہ لہ الحمد خود بہترین دعا ست ترمذی و نسائی و ابن حبان و حاکم اول بتحسین و آخر بتصحیح از جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما آوردند کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمودہ افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ و افضل الدعاء الحمد للہ[2] بہترین ذکر لا الٰہ الا اللہ و بہترین دعا الحمد للہ گفتن ست۔

حدیث پنجم در سنن نسائی از عطاء ابن ابی مروان از پدرش مروی ست ان کعبا حلف لہ باللہ الذی فلق البحر لموسی انا لنجد فی التوراۃ ان

علیہ وسلم کا یہ معمول مبارک تھا کہ جب نماز سے فارغ ہوتے تو یہ پڑھتے لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیٔ قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا و یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ملک بادشاہی اور حمد اسی کے لئے ہے اور وہ ہر شیٔ پر قادر ہے اے اللہ! جو تُو عطا کرے اسے کوئی روک نہیں سکتا، جسے تُو روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا کسی کا بخت و دولت تیرے قہر و غضب سے اسے نفع نہیں دے سکتا اللھم لا مانع لما اعطیت الخ یہ کلمات دعا نہیں تو کیا ہیں؟ بلکہ لہ الحمد خود بہترین دعا ہے۔ ترمذی، نسائی، ابن حبان اور حاکم نے اول بطور تحسین اور آخری بطور تصحیح حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا سب سے افضل ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے اور سب سے افضل دعا الحمد للہ کہنا ہے۔

(ت)

پانچویں حدیث سنن نسائی میں عطاء بن ابی مروان سے ان کے والد گرامی کے حوالے سے مروی ہے کہ حضرت کعب احبار نے ابو مروان کے سامنے قسم اٹھائی

---

[1] سنن النسائی نوع آخر من القول عند انقضاء الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۱۵۷

[2] جامع الترمذی باب ماجاء ان دعوۃ المسلم مستجابۃ " امین کمپنی دہلی ۲/۱۷۴

marfat.com

Marfat.com

داؤد نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا
انصرف من صلاتہ قال اللھم اصلح لی دینی
الذی جعلتہ لی عصمۃ واصلح لی دنیای
التی جعلت فیھا معاشی اللھم انی اعوذ برضاک
من سخطک واعوذ بعفوک من نقمتک
واعوذبک منک لا مانع لما اعطیت ولا معطی
لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد قال
وحدثنی کعب ان صھیبا حدثہ ان محمدا صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقولھن عند انصرافہ
من صلوتہ[1] یعنی کعب احبار پیش ابی مروان بحلف
گفت کہ سوگند بخدائیکہ دریا را بہر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ و
السلام شگافت ہر آئینہ ما بتوریت مقدس می یابیم
کہ داؤد نبی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام چوں از نماز برگشتے
ایں دعا کردے الٰہی بیارا بہر من دین مرا او راہ پناہ
من کردہ و بیارا بہر من دنیائے مرا کہ درو سامان
زندگی من نہادہ خدایا پناہ می برم بخوشنودی تو از
خشم تو و پناہ مے برم (و اینجا کلمہ گفت کہ معنیش چنین باشد)
بہ درگزشتی تو از سخت گرفتن تو و پناہ می برم بتو از تو ہیچ باز
دارندہ نیست دادہ ترا و نہ دہندۂ باز داشتۂ ترا و سود نکند
بختور را از تو بخت او ابو مروان گوید کعب بمن حدیث
گفت کہ صہیب رضی اللہ عنہ او را تحدیث کرد و خبر داد
کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیز ایں دعا دم برگشتن
از نماز مے کرد۔

اس اللہ کی قسم جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے
سمندر کو پھاڑا یقیناً ہم نے تورات مقدس میں
یہ تحریر پائی ہے کہ اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ
والسلام جب نماز سے فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے
اللھم اصلح لی دینی الذی جعلتہ لی عصمۃ واصلح
لی دنیای التی جعلت فیھا معاشی اللھم انی
اعوذ برضاک من سخطک واعوذ بعفوک
من نقمتک واعوذبک منک لا مانع لما اعطیت
ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک
الجد (اے اللہ! میرے دین کو میرے لئے بہتر بنا
تو نے میرے لئے محافظ بنایا ہے اور میرے لئے اس
دنیا کو بہتر فرما جس کو تو نے میری معاش کا ذریعہ بنایا
ہے، اے اللہ! میں تیری رضا کے ساتھ تیرے
غضب سے پناہ مانگتا ہوں اور میں (اس جگہ
کلمہ کہا ہے اس کا معنی یہ بنتا ہے) اے اللہ! تیری
معافی کے ساتھ تیری سخت گرفت سے پناہ مانگتا ہوں
اور میں تیری ذات کے ساتھ تجھ سے پناہ مانگتا ہوں
تیری عطا کو کوئی روک نہیں سکتا اور جسے تو روکے اسے
کوئی عطا نہیں کر سکتا اور کسی بخت آور کو اس کا بخت
تجھ سے نفع نہیں دے سکتا اور پھر حضرت ابو مروان
نے کہا کہ کعب نے مجھے حدیث بیان کی کہ صہیب نے
ان کو خبر دی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز
سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ (ت

[1] سنن النسائی نوع آخر من الدعاء عند الانصراف من الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ ... لاہور

marfat.com
Marfat.com

حدیث ششم در صحیح مسلم از براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت است گفت کنا اذا صلینا خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم احببنا ان نکون عن یمینہ یقبل علینا بوجہہ قال فسمعتہ یقول رب قنی عذابک یوم تبعث او تجمع عبادک[1] بودیم کہ چوں پس نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز می گزاردیم دوست می داشتیم کہ از دست راست او باشیم تا پس از سلام داون روئے مبارک بسوئے ماکند پس شنیدم او را کہ مے گفت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اے پروردگار من نگاہدار مرا از عذاب خودت روزیکہ برانگیزی یا فرمو گرد آری بندگان خود را۔

چھٹی حدیث صحیح مسلم میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ جب ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو ہمیں آپ کے دائیں طرف کھڑا ہونا زیادہ محبوب ہوتا تھا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کے بعد چہرۂ انور ہماری طرف پھیریں، کہا پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کلمات کہتے ہوئے سُنا رب قنی عذابک یوم تبعث او تجمع عبادک (اے میرے رب! مجھے اپنے اس دن کے عذاب سے محفوظ فرما جس دن تُو اپنے تمام بندوں کو اٹھائیگا یا جمع کرے گا)۔ (ت)

حدیث ہفتم بزار در مسند و طبرانی در معجم اوسط و ابن السنی در کتاب عمل الیوم واللیلۃ و خطیب[2] بغدادی در تاریخ از انس رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت دارند کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا صلی وفرغ من صلٰوتہ مسح بیمینہ علی راسہ وقال بسم اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم اللھم اذھب عنی الھم والحزن[2] نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چوں از نماز فارغ شدے دست راست برسر مبارک خودش سودے و ایں دعا نمودے

ساتویں حدیث بزار نے مسند، طبرانی نے معجم اوسط، ابن السنی نے کتاب عمل الیوم واللیلۃ اور خطیب[2] بغدادی نے تاریخ میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب نماز ادا کرکے فارغ ہوتے تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے سر پر پھیرتے اور پڑھتے بسم اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم اللھم اذھب عنی الھم والحزن (اللہ کے نام سے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ رحمٰن ورحیم ہے اے اللہ! مجھ سے غم وحزن دُور فرمادے)

---

[1] الصحیح لمسلم باب جواز الانصراف من الصلٰوۃ عن الیمین والشمال مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۴۷

[2] تاریخ بغداد للخطیب باب الکاف من اسمہ کثیر حدیث ۶۹۵۳ دارالکتاب العربیۃ بیروت ۱۲/۴۸۰

marfat.com
Marfat.com

بنام خدائیکہ جز او ہیچکس سزائے پرستیدن نیست
بخشائندہ مہربان خدایا پریشانی وغم از من دور کن طرفہ تر
آنکہ ایں ہوشمنداں را از قول امام وقت ومجتہد العصر و
صاحب الزمان خود شاں خبرے نیست تا بدرک
احادیث و ادراک دلائل چہ رسد مولوی عبدالحی صاحب
لکھنوی نہ ہمیں در ثبوت دعا بلکہ در اثبات رفع یدین از
برائے دعا بعد از نماز فتوائے نوشت امام ایشاں میاں
نذیر حسین دہلوی کہ بر قولش ایمان آوردہ ائمہ دین خدا
را بجوئے نشمرند و فقہ و فقہا را دشنام دہند تصدیق
و تائید او کرد وحدیثے مجیب لکھنوی آوردہ بود حدیثے دگر
ایں کس افزود فتوٰی اینست - چہ می فرمایند علمائے دین
اندریں مسئلہ کہ رفع یدین در دعا بعد نماز چنانکہ معمول
ائمہ دیار ست ، ہر چند فقہا مستحسن می نویسند و احادیث
در مطلق رفع یدین در دعا نیز وارد در یں خصوص ہم حدیثے
وارد ست یا نہ بینوا توجروا - ھو المصوب
دریں خصوص نیز حدیثے وارد ست حافظ ابوبکر احمد
بن محمد بن اسحٰق ابن السنی در کتاب عمل الیوم واللیلہ
مے نویسد حدثنی احمد بن الحسن حدثنا
ابو یعقوب اسحاق بن خالد بن یزید البالسی
حدثنا عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن القرشی
عن خصیف عن انس عن النبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم ، انہ قال مامن عبد بسط
کفیہ فی دبر کل صلوٰۃ ثم یقول اللھم الٰھی
والہ ابراھیم واسحٰق ویعقوب والہ جبرئیل
ومیکائیل واسرافیل علیہم السلام اسئلک ان تستجیب

اور طرفہ تر یہ کہ ان [illegible]
اور زمانے کے مجتہد کی خبر تک نہیں چہ جائیکہ [illegible]
اور دلائل سے آگاہ ہوں ، لکھنوی مولوی عبدالحی
نے صرف ثبوت دعا ہی نہیں بلکہ نماز کے بعد ہاتھ [illegible]
دعا کرنے پر فتوٰی جاری کیا ان کے امام میاں نذیر [illegible]
دہلوی (جن کے قول پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ [illegible]
کے ائمہ کو کسی شمار میں نہیں لاتا ، فقہ اور فقہا کو [illegible]
دیتا ہے) انھوں نے فتوٰی میں مجیب لکھنوی کی [illegible]
لا کر لکھنوی کی تائید و تصدیق کی ہے دوسری حدیث
اس نے خود اضافہ کیا ہے ، وہ فتوٰی یہ ہے کیا [illegible]
ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز کے بعد [illegible]
کے لئے ہاتھ اٹھانا جس کا اس علاقے کے ائمہ میں
معمول ہے کیسا ہے ؟ اگرچہ فقہا نے اسے مستحسن لکھا [illegible]
مطلق ہاتھ اٹھانے اور دعا میں روایات موجود ہیں کیا اس
عمل خاص (رفع یدین) پر بھی کوئی حدیث ہے
جواب عنایت کرو اجر پاؤ گے ، وہی صواب کی توفیق
دینے والا ہے - خاص اس بارے میں بھی حدیث موجود
ہے ، حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحٰق ابن السنی نے
اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ میں لکھا ہے مجھے احمد [illegible]
حسن نے انھیں ابو یعقوب اسحاق بن خالد بن یزید
البالسی نے انھیں عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن القرشی
نے خصیف سے انھوں نے حضرت انس رضی اللہ [illegible]
سے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا
جس شخص نے بھی ہر نماز کے بعد دعا کے لئے ہاتھ [illegible]
اور عرض کیا اے اللہ میرے معبود ! اے ابراہیم [illegible]

marfat.com

Marfat.com

وفی قالی مخطی، موتعصمنی فی دینی فانی
مبتلی، وتنالنی برحمتك فانی مذنب، وتنفی
عنی الفقر فانی متمسکن، الا کان حقا علی
الله عزوجل ان لا یرد یدیه خائبتین[1] والله
تعالی اعلم [ابو الحسنات محمد عبدالحی]
حاصل ایں حدیث کہ حدیث ہشتم باشد آنست
کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امت را
دعائے می آموزد کہ ہر کہ بعد ہر نماز ہر دو دست خود
برداشتہ ایں دعا کند بر حضرت جل وعلا حق باشد
دستہائے او را نومید باز نگرداند باز تصدیق امام
الطائفہ خود ببیند می سراید الجواب صحیح و
یؤیدہ ما رواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ فی
المصنف عن الاسود العامری عن ابیہ قال
صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ
وسلم الفجر فلما سلم انصرف ورفع یدیہ
ودعا الحدیث[2] فثبت بعد الصلوۃ المفروضۃ
رفع الیدین فی الدعاء عن سید الانبیاء و
اسوۃ الاتقیاء صلی اللہ تعالی علیہ وسلم
کما لا یخفی عن العلماء الاذکیا [سید محمد نذیر حسین]
لیکن ایں حدیث نہم کہ ابوبکر بن ابی شیبہ در

اور یعقوب کے معبود! اے جبریل، میکائیل اور اسرافیل
(علیہم السلام) کے معبود! میری عرض ہے کہ میری دعا
قبول فرما کہ پریشان ہوں میری دین میں حفاظت
فرما میں ابتلاء میں ہوں مجھے اپنی رحمت سے
نواز میں گنہگار ہوں مجھ سے میرے فقر کو دور
فرما میں مسکین ہوں۔ تو اللہ تعالٰی نے اپنے ذمہ کرم
لیا ہے کہ اس کے ہاتھ خالی نہیں لوٹائیگا' واللہ تعالٰی اعلم
[ابو الحسنات محمد عبدالحی] اس حدیث (جو کہ
آٹھویں حدیث ہے) کا حاصل یہ ہے کہ حضور
رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو عملاً دعا کی
تعلیم دی ہے اور فرمایا "جو شخص اس طرح ہاتھ اٹھا کر بعد نماز
دعا کرے گا اللہ تعالٰی جل وعلا نے اپنے ذمہ کرم میں
لیا ہے کہ اسے نا امید نہیں لوٹائے گا" پھر اپنے امام
کی تصدیق ہی دیکھ لیتے تو بات واضح ہو جاتی، وہ
کہتے ہیں یہ جواب صحیح ہے اور اس کی تائید اس
روایت سے ہوتی ہے ——
جسے ابوبکر بن ابی شیبہ نے مصنف میں اسود عامری
سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی رضی اللہ تعالٰی
عنہ سے بیان کیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ
وسلم کے ساتھ فجر کی نماز ادا کی جب آپ نے سلام

---

[1] کتاب عمل الیوم واللیلۃ باب ما یقول فی دبر الصلوۃ مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ۱/۳۸
[2] مصنف ابن ابی شیبہ من کان یستحب اذا سلم ان یقوم او ینحرف الخ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۳۰۲
نوٹ: اس حوالے کے لئے بڑی کوشش کی ہے لیکن جو حوالہ ملا ہے اس کے الفاظ اتنے ہیں صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر فلما سلم انحرف۔ یہاں پر "ورفع یدیہ ودعا" کے الفاظ نہیں ہیں۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com
Marfat.com

مصنف از اسود عامری از پدر او رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کردہ است کہ من با حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز فجر گزاردم چوں سلام داد برگشت و ہر دو دست پاک برداشتہ دعا فرمود امام ایشاں گوید کہ پس خود از سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد نماز فریضہ دست بہر دعا برداشتن ثبوت پیوست چنانکہ بر علمائے اذکیا پوشیدہ نیست، من میگویم مگر مجتہدین اغبیا شمارا درماں چیست الحمد للہ کہ [illegible] اہل السنۃ القتال ہفت حدیث را [illegible] آوردیم کہ ہفت از افضل اعداد بود [illegible] ذکر ایں فتوی دو حدیث دیگر مذکور شد می خواہم کہ حدیث دگر فزائیم و عدد بہ تلک عشرۃ کاملۃ رسانیم و باللہ التوفیق۔

حدیث دہم امام احمد در مسند ونسائی در مجتبیٰ و ابن حبان در صحیح از حارث بن مسلم و ابوداؤد در سنن از پدرش مسلم بن حارث رضی اللہ عنہ وھو الصواب کما افاد الحافظ المنذری فی الترغیب روایت کنند سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرا ارشاد فرمود اذا صلیت الصبح فقل قبل ان تتکلم احدا من الناس اللھم اجرنی من النار سبع مرات فانک ان مت من یومک ذلک کتب اللہ لک جوارا من النار واذا صلیت المغرب فقل قبل ان تکلم احدا من الناس اللھم اجرنی من النار

کہا، [illegible] اس حدیث کے متعلق [illegible] کہ اس فرض نماز کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانا [illegible] سید الانبیاء اسید الاتقیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے جیسا کہ علماء اذکیا پر مخفی نہیں [illegible] میں کہتا ہوں مگر تمہارے مجتہدوں کی بیماری کا علاج کیا ہو سکتا ہے! تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے جو اہل السنت کو لڑائی کے لیے کافی ہے۔ میں نے سات احادیث کا وعدہ کیا تھا جو میں نے پورا کر دیا، اس لئے کہ سات کا عدد افضل اعداد میں سے ہے اور مذکورہ فتویٰ کے حوالے سے دو احادیث کا مزید ذکر آگیا، اب میں چاہوں گا کہ ایک اور حدیث ذکر کر دوں تاکہ اس کے ساتھ تلک عشرۃ کاملۃ کا عدد مکمل ہو جائے وباللہ التوفیق۔ (ت)

دسویں حدیث امام احمد نے مسند، نسائی نے مجتبیٰ، ابن حبان نے صحیح میں حارث بن مسلم سے، ابوداؤد نے سنن میں اس کے والد مسلم بن حارث رضی اللہ عنہ سے (اور یہی صواب ہے جیسا کہ حافظ منذری نے ترغیب میں ذکر کیا ہے) روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا جب تم فجر کی نماز ادا کر لو تو لوگوں سے ہمکلام ہونے سے پہلے سات دفعہ یہ دعا پڑھو اللھم اجرنی من النار (اے اللہ! مجھے دوزخ کی آگ سے آزاد فرما) اب اگر تو اس دن فوت ہو گیا تو اللہ تعالیٰ تجھے جہنم سے آزادی عطا فرمائے گا اور جب مغرب کی

marfat.com

Marfat.com

…ت اصحت من لیلتك كتب الله
…ثابت چوں نماز بامداد اداکنی پیش
…کے سخن گوئی ہفت بار ایں دعا کن خدایا مرا از
…پناہ دہ کہ اگر آں روز میری حق جل وعلا برائے
…از دوزخ نویسد و چوں نماز شام گزاری ہمچناں
…اگر آں شب میری ہمچناں شود اللھم اجرنا من
…برحمتك یا عزیز یا غفار وصلی اللہ تعالٰی
…نبیه المختار و اٰله الاطهار و بارك
…سلم۔ واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم۔

نماز پڑھ لو تو لوگوں سے گفتگو سے پہلے سات دفعہ یہ دعا پڑھو اللھم اجرنی من النار (اے اللہ! مجھے جہنم کی آگ سے بچالے) اگر اس رات تجھے موت آگئی تو اللہ تعالٰی تجھے جہنم سے آزادی عطا کرے گا۔"
اے اللہ! ہمیں بھی اپنی رحمت سے جہنم کے عذاب سے آزاد فرما یا عزیز یا غفار وصلی اللہ تعالٰی علٰی نبیه المختار و اٰله الاطهار و بارك وسلم۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

…سئلہ ۲۴۷ ازندی پاربتی علاقہ ریاست گوالیار گوتا باور ریلوے ڈاکخانہ ندی مذکور مرسلہ سید کرامت علی …حب محرر منشی محمد امین صاحب ٹھیکیدار ریلوے مذکور ۴ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ

بخدمت فیض درجت مولٰنا و مرشدنا مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب دام اقبالہ، السلام علیک …ضح رائے شریف ہو کہ بوجہ چند ضروریات کے آپ کو تکلیف دیتا ہوں کہ بنظر توجہ بزرگانہ جواب سے معزز …رمایا جاؤں۔ وظیفہ یا درود شریف بلند پڑھنا درست ہے یا نہیں ان معاملات میں کچھ شبہ ہے اور کچھ دلیل …ں ہوئی ہے لہذا دریافت کی ضرورت ہوئی۔

الجواب

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ۔ درود شریف خواہ کوئی وظیفہ بآواز نہ پڑھا جائے جبکہ …س کے باعث کسی نمازی یا سوتے یا مریض کی ایذا ہو یا ریا آنے کا اندیشہ اور اگر کوئی محذور نہ موجود ہو نہ …ظنون تو عند التحقیق کوئی حرج نہیں تاہم اخفا افضل ہے لما فی الحدیث خیر الذکر الخفی[۱] (جیسا کہ …یث شریف میں ہے ذکر خفی بہتر ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

…سئلہ ۲۴۸ از میرٹھ دفتر طلسمی پریس مرسلہ مولوی محمد حسین صاحب تاجر طلسمی پریس ۱۳ رمضان ۱۳۳۸ھ
…فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اُدھر کے لوگ صبح اور عصر میں بعد سلام، اول تسبیحات پڑھ کر دعا مانگتے ہیں اور وہاں …سلام فوراً دعا، ان میں کون سا طریقہ سنت ہے اور کیا ثبوت ہے؟

الجواب

نماز کے بعد دُعا ثابت ہے اور تسبیح حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا بھی صحیح حدیثوں میں آئی ہے

سنن ابوداؤد — باب ما یقول اذا اصبح — مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور — ۲/۳۳۷
الترغیب والترہیب — فی اذکار الخ — مصطفی البابی مصر — ۱/۳۰۴
مسند احمد بن حنبل — از مسند سعید … — ۱/۱۶۲-۱۸۰-۱۸۷

marfat.com

Marfat.com

صبح اور عصر کے بعد سنتیں نہیں ان کے بعد ذکر طویل کا موقع ہے مگر مسلمانان ... کہ بعد سلام امام کے ساتھ دعا مانگتے ہیں اور اگر وہ دعا میں دیر کرے منتظر رہے ... بعد متفرق ہوتے ہیں اس حالت میں تسبیحات کی تقدیم اگر خوب تحقیق ثابت ہو کہ ... تو کچھ حرج نہیں ورنہ یہی بہتر ہے کہ خفیف دعا مانگ کر فارغ کر دے پھر جس کے جی میں آئے تسبیحات میں رہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۹ از رامو چکا کوں ضلع چٹا گانگ مدرسہ عزیزیہ مرسلہ سید مفیض الرحمان ۱۰ جمادی الاخری ۱۳۲۶ھ

درود شریف بالجہر پڑھنا جائز ہے یا نہیں بر تقدیر ثانی مطلقاً ناجائز ہے یا جواز مع الکراہت کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی؟

الجواب

درود شریف ذکر ہے ذکر بالجہر جائز ہے جبکہ نہ ریا ہو نہ کسی نمازی یا مریض یا سوتے کی ایذا نہ ... اور مصلحت شرعیہ کا خلاف، یونہی درود شریف جہراً جائز و مستحب ہے جس کے جواز پر دلیل اجماع کہ قراءت حدیث و ذکر نام اقدس میں سلفاً خلفاً تمام ائمہ و علماء و مسلمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسی آواز سے کہتے ہیں جس آواز سے قراءت حدیث و کلام کر رہے ہیں اور یہ جہر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۰ از بریلی محلہ بہاری پور جناب نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب ۴ صفر المظفر ۱۳۰...

جس فرض کے بعد سنت ہے اس فرض کے بعد مناجات کرنا درست ہے یا نہیں؟ یا بغیر مناجات کے سنت ادا کرے یا مختصر مناجات کے بعد سنت شروع کرے؟ دلیل حدیث یا فقہ کی کتاب سے مع عبارت ہونی چاہئے مع نشان باب و نام کتاب۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جائز و درست تو مطلقاً ہے مگر فصل طویل مکروہ تنزیہی و خلاف اولٰی ہے اور فصل قلیل میں اصلاً حرج نہیں، درمختار فصل صفۃ الصلوٰۃ میں ہے:

یکرہ تاخیر السنۃ الا بقدر اللھم انت السلام الخ وقال الحلوانی لا باس بالفصل

سنتوں کو مؤخر کرنا مکروہ ہے مگر اللھم انت السلام الخ کی مقدار۔ حلوانی نے کہا اوراد ...

marfat.com

Marfat.com

...ادو اختاره الكمال قال الحلبی ...ا يصيد بالكراهة التنزيهية ای تفع ...الخلاف قلت و فی حفظی حمله علی القليلة۔

دعاؤں کی وجہ سے فصل (وقفہ) میں کوئی حرج نہیں۔ کمال نے اسے مختار قرار دیا ہے۔ حلبی نے کہا کہ اگر کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہو تو اختلاف ہی ختم ہو جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں مجھے یاد آتا ہے کہ حلوانی نے اسے اوراد قلیلہ پر محمول کیا ہے۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

قول الحلوانی لاباس الخ والمشهور فی هذه العبارة كون خلافه اولی فكان معناها ان الاولی ان لايقرأ ای الاوراد قبل السنة ولو فعل لاباس[2] اھ مختصرا نقله الشامی ثم قال وتبعه علی ذلك تلميذه فی الحلية وقال فتحمل الكراهة فی قول البقالی علی التنزيهية لعدم دليل التحريمية حتی لو صلاها بعد الاوراد تقع سنة مؤداة لكن لافی وقتها المسنون[3]۔

حلوانی کا قول لاباس الخ (دعاؤں کی وجہ سے فصل (وقفہ) میں کوئی حرج نہیں) اس عبارت میں مشہور ہے کہ اس کا خلاف اولٰی ہے اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ سنّت سے پہلے (اوراد کا) نہ پڑھنا اولٰی ہے، اگر کسی نے ایسا کرلیا تو اس میں حرج نہیں اھ اختصاراً۔ شامی نے اس کو نقل کرکے اس کے بعد فرمایا حلیہ میں ان کے شاگرد نے ان کی اتباع کی اور کہا مکروہ تحریمی پر دلیل نہ ہونے کی وجہ بقالی کے قول میں کراہت کو کراہت تنزیہی پر محمول کیا جائیگا حتی کہ اگر کسی شخص نے اوراد کے بعد سنّتیں ادا کیں تو وہ ادا ہی ہوں گی البتہ وقتِ مسنون میں ادا نہیں ہوئیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

مسلم والترمذی عن عائشة رضی الله تعالٰی عنها كان رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم لايقعد الا بمقدار ما يقول اللهم انت السلام الخ قال وقول عائشة بمقدار لا يفيد انه كان يقول

مسلم اور ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (نماز فرض کے بعد) اللھم انت السلام الخ کی مقدار ہی بیٹھتے تھے۔ شامی نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے قول بمقدار سے

---

[1] دُرمختار باب صفة الصلوٰة مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۷۹
[2] فتح القدیر باب النوافل مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۸۴
[3] ردالمحتار باب صفة الصلوٰة مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۹۲

marfat.com

Marfat.com

ذلك بعينه بل كان يقعد بقدر ما يسعه ونحوه من القول تقريبا فلا ينافي ما في الصحيحين من انه صلى الله تعالٰى عليه وسلم كان يقول دبر كل مكتوبة لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير اللهم لا مانع لما اعطيت ولا معطي لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد وتمامه في شرح المنية و كذا في الفتح من الوتر و النوافل اھ[۱] مختصرا۔

یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ ... کلمات پڑھتے تھے بلکہ مقصود یہ ہے کہ آپ ... بیٹھتے جس میں تقریباً یہ مضمون اسی طرح ... دوسری دعا پڑھی جا سکے ... اللہم انت السلام ... بخاری و مسلم کی اس حدیث کے منافی نہ ہوگا ... نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر فرض نماز کے ... دعا پڑھتے: لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير اللهم لا مانع لما اعطيت ولا معطي لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہ لاشریک ہے، ملک اسی ... حمد اس کی، اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔ اے اللہ! تیری عطا میں کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتا، جو تُو نہ دے وہ کوئی اور دے نہیں سکتا اور کسی کو اس کا بخت و دولت تیرے قہر و عذاب سے بچا نہیں سکتا)۔ اس تفصیل شرح المنیہ اور اسی طرح فتح القدیر کے باب الوتر والنوافل میں ہے اھ اختصاراً۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

وكذا ما روى مسلم وغيره عن عبد الله بن الزبير رضي الله تعالٰى عنهما كان رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم اذا سلم من صلوته قال بصوته الاعلى لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير ولا حول ولا قوة الا بالله ولا نعبد الا اياه له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا اله الا الله

اسی طرح وہ حدیث (یعنی حضرت عائشہ کا قول ... حدیث کے بھی منافی نہیں) ہے جس کو مسلم و ... نے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ ... روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی ... وسلم جب نماز سے سلام پھیرتے تو بلند آواز ... کہتے: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اس کا ... شریک نہیں، سلطنت اسی کی، حمد اسی کے ... اور وہ ہر شے پر قادر ہے، برائی سے پھرنا ...

۱؎ ردالمحتار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/...

marfat.com
Marfat.com

...له الدين ولو كره الكافرون لان ...ن اي المذكور من حيث التقريب ...المقدار يسع كل واحد من نحو ...ه الاذكار لعدم التفاوت الكثير بينها اھ

طاقت و نہ ہی اللہ کی طاقت و قدرت میں ہے، ہم اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے نعمت و فضل اسی کے لئے، ثنائے جمیل اسی کی ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، خالص کرنے والے ہیں اس کے لئے ...کافروں کو ناپسند کریں کیونکہ مقدار مذکور تقریبی اعتبار سے ہے نہ کہ تحدیدی اعتبار سے، اس مقدار میں ان اذکار میں سے ہر ایک پڑھا جاسکتا ہے کیونکہ ان کے درمیان زیادہ تفاوت نہیں ہے الخ (ت)

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ باب الذکر بعد الصلوٰۃ میں ہے:

...ید دانست آنست کہ تقدیم روایت منافی نیست بعدیت را کہ در باب بعض ادعیہ و اذکار در احادیث ...اقع شدہ است کہ بخواند بعد از نماز فجر و مغرب دہ بار ...الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ...لہ الحمد وھو علٰی کل شیئ قدیر[2] (مختصراً)

یہاں اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ تقدیم روایت بعدیت روایت کے منافی نہیں کیونکہ بعض دعاؤں اور اذکار کے بارے میں احادیث موجود ہیں ایک روایت میں ہے کہ نماز فجر اور مغرب کے بعد دس مرتبہ یہ کلمات پڑھے جائیں: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ...وہ یکتا ہے ذات و صفات میں اس کا کوئی شریک نہیں، سلطنت اسی کی ہے، حمد اسی کی ہے اور وہ ...ر شے پر قادر ہے (مختصراً)۔ (ت)

یہاں سے ظاہر ہوا کہ آیۃ الکرسی یا فرض مغرب کے بعد دس بار کلمہ توحید پڑھنا فصل قلیل ہے، ...اللہ تعالٰی اعلم۔

...سئلہ ۴۵: از شہر کہنہ محلہ روہیلہ ٹولہ مسئولہ مولوی رحیم اللہ ۱۹ رجب المرجب ۱۳۲۳ھ

زید بعد ہر نماز جماعت فریضہ قبل از مانگنے دعا روز ایک مرتبہ کلمہ توحید روز بعد مانگنے دعا کلمہ طیبہ ...ن مرتبہ اور ایک مرتبہ کلمہ شہادت بآواز بلند بہ نیت مع حاضرین جماعت پڑھا کرتا ہے یہ فعل اس کا ...ئز ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے مگر حاضرین کو ان کی خوشی پر رکھا جائے مجبور نہ کیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] ...غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۴۲

[2] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ الفصل الاول من باب الذکر بعد الصلوٰۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۴۱۸

marfat.com

Marfat.com

باب القرأة

(قرأت کا بیان)

مسئلہ ازبریلی مسئولہ سید احمد علی ساکن نوادہ شیخاں ۳ صفر ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تلاوتِ کلامِ مجید مُصَلّی یا غیر مُصَلّی پر باترتیب پڑھنا ہے یا واجب یا سنت یا مستحب؟ اور امام نماز میں بے ترتیب سورہ پڑھے تو اس پر کیا حکم ہے؟

الجواب

نماز ہو یا تلاوت بطریق معہود ہو دونوں میں لحاظ ترتیب واجب ہے اگر عکس کرے گا گنہگار۔ سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایسا شخص خوف نہیں کرتا کہ اللہ جل اس کا دل اُلٹ دے۔

ہاں اگر خارج نماز ہے کہ ایک سورت پڑھ لی پھر خیال آیا کہ دوسری سورت پڑھوں وہ پڑھ لی اور یہ سے اُوپر کی تھی تو اس میں حرج نہیں۔ یا مثلاً حدیث میں شب کے وقت چار سورتیں پڑھنے کا ارشاد ہے۔ لیسین شریف کہ جو اسے رات میں پڑھے گا صبح کو بخشا ہُوا اُٹھے گا۔ سورہ دخان شریف کہ جو اسے میں پڑھے گا صبح اس حالت میں اُٹھے گا کہ ستر ہزار فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے ہوں گے۔ سورہ شریف کہ جو اسے ہر رات پڑھے گا محتاجی اس کے پاس نہ آئے گی۔ سورہ تبارک الذی شریف کہ جو اسے پڑھے گا عذابِ قبر سے محفوظ رہے گا۔

ان سورتوں کی ترتیب یہی ہے مگر اس غرض کے لئے پڑھنے والا چار سورتیں متفرق پڑھنا چاہتا ہے مستقل جُدا عمل ہے اسے اختیار ہے جس کو چاہے پہلے پڑھے جسے چاہے پیچھے پڑھے۔

امام نے سُورتیں بے ترتیبی سے سہواً پڑھیں تو کچھ حرج نہیں، قصداً پڑھیں تو گنہگار ہوا، نماز میں خلل نہیں واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہٗ اتم واحکم۔

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ ۲۵۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت ... کی جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

مذہب حنفیہ دربارۂ قرأت مقتدی عدم اباحت وکراہت تحریمیہ ہے۔ نماز سری میں روایت ... کہ حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی طرف نسبت کی گئی محض ضعیف

کما بسط المحقق علی الاطلاق فقیہ النفس مولٰنا کمال الملۃ والدین محمد رحمہ اللہ تعالٰی کما قالہ فی الدر المختار۔

جیسا کہ محقق علی الاطلاق فقیہ النفس مولٰنا کمال الدین محمد (ابن ہمام) رحمہ اللہ تعالٰی نے ... تفصیل گفتگو کی ہے۔ جیسا کہ درِ مختار میں ... کیا گیا ہے۔ (ت)

خود تصانیفِ امام محمد میں جا بجا عدم جواز مصرح آثار میں فرماتے ہیں یہی مذہب ہمارا مختار اور اس ... عامہ حدیث واخبار وارد، اور فرمایا ایک جماعتِ صحابہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین قرأتِ مقتدی کو مفسد ... کہتی ہے اور اقوی الدلیلین پر عمل کرنے میں احتیاط ہے۔

مؤطا میں بہت آثار روایت فرمائے جن سے عدمِ جواز ثابت قالہ الشیخ المحقق مولٰنا عبدالحق المحدث الدھلوی قدس اللہ تعالٰی سرہ العزیز فی اللمعات (یہ بات شیخ محقق حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس اللہ تعالٰی سرہٗ نے اشعۃ اللمعات میں لکھی ہے۔ ت) بااین ہمہ خلاف تصریحات امام ایک روایت مرجوحہ مجروحہ سے نماز سری میں جواز خواہ استحباب قرأت اُن کا مذہب ٹھہرانا اور ... حنفی میں اس کا وجود سمجھنا محض باطل ووہم عاطل۔ ہمارے علمائے مجتہدین بالاتفاق عدمِ جواز کے قائل ہیں ... یہی مذہب جمہور صحابہ وتابعین کا ہے حتی کہ صاحبِ ہدایہ امام علامہ برہان الملۃ والدین مرغینانی رحمہ اللہ تعالٰی نے دعوٰیٔ اجماعِ صحابہ کیا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ احادیث وآثار کہ اس باب میں وارد بیحد وشمار ... یہاں بخوفِ طوالت بیانِ بعض پر اقتصار:

حدیث ۱: صحیح مسلم شریف میں سیدنا ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا صلیتم فاقیموا صفوفکم ثم لیؤمکم احدکم فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا[1]۔ یعنی جب تم نماز ...

---

[1] الصحیح لمسلم باب التشہد فی الصلٰوۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۴

نوٹ: مسلم میں حدیث کے آخری الفاظ "واذا قرأ فانصتوا" اسی جگہ پر قتادہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

...یں سیدھی کرو پھر تم میں کوئی امامت کرے پس جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے ...چپ رہو۔

حدیث ۲: ابوداؤد و نسائی اپنی اپنی سنن میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں ...حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

...نما الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا[1] ھذا لفظ النسائی۔ یعنی امام تو اس لئے ہے کہ ...اس کی پیروی کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تم بھی کہو اور جب قرأت کرے تم خاموش رہو۔ یہ نسائی کے الفاظ ہیں۔

امام مسلم بن حجاج نیشاپوری رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی صحیح میں اس حدیث کی نسبت فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک ...صحیح ہے۔

حدیث ۳: ترمذی اپنی جامع میں سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، ...من صلی رکعۃ لم یقرء فیھا بام القراٰن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام[2] یعنی جو کوئی رکعت ...بے سورہ فاتحہ کے پڑھی اس کی نماز نہ ہوئی مگر جب امام کے پیچھے ہو۔ ھکذا رواہ مالک فی مؤطاہ موقوفا ...(اسی طرح اس حدیث کو امام مالک نے مؤطا میں موقوفاً روایت کیا ہے۔ ت) اور امام ابوجعفر احمد بن سلامہ طحاوی ...رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے معانی الآثار میں اسے روایت کیا اور ارشادات سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ...قرار دیا، واللہ تعالیٰ اعلم۔ حافظ ابوعیسٰی ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ سیدنا امام الائمہ مالک الازمہ ...سراج الامہ کاشف الغمہ امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن مقلدیہ باحسان روایت ...فرماتے ہیں:

حدیث ۴: حدثنا ابوالحسن موسٰی بن ابی عائشۃ عن عبداللہ بن شداد بن الھاد ...عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ قال ...من صلی خلف الامام فان قراءۃ الامام لہ قراءۃ[3] یعنی حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ ...وسلم ارشاد فرماتے ہیں جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کا پڑھنا اس کا پڑھنا ہے۔

فقیر کہتا ہے یہ حدیث صحیح ہے رجال اس کے سب رجال صحاح ستہ ہیں ورواہ محمد ھکذا

---

[1] سنن النسائی تاویل قولہ عزوجل واذا قرئ القرآن الخ حدیث ۹۲۳ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ۱/ ۱۱۲

[2] جامع الترمذی باب ماجاء فی ترک القرأۃ خلف الامام اذا جہر بالقرأۃ مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۱/ ۴۲

[3] مسند الامام الاعظم کفایۃ قرأۃ الامام للماموم مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۶۱

marfat.com

Marfat.com

مرفوعا من طریق اخر (اس کو امام محمد نے مرفوعاً دوسری سند سے روایت کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مقتدی کو پڑھنے کی کچھ ضرورت نہیں امام کا پڑھنا اس کے لئے کفایت کرتا ہے هکذا رواہ عنہ محمد رحمہ اللہ تعالیٰ مختصرا ورواہ الامام تامۃ اخری مستوعبا (حدیث ۵) قال صلی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالناس فقرأ رجل خلفہ فلما قضی الصلوٰۃ قال ایکم قرأ خلفی ثلٰث مرات فقال رجل انا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من صلی خلف الامام فان قرأۃ الامام لہ قرأۃ[1] خلاصۂ مضمون یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی ایک شخص نے حضور کے پیچھے قرأت کی سید اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر ارشاد فرمایا کس نے میرے پیچھے پڑھا تھا، لوگ بسبب خوف حضور کے خاموش ہو رہے یہاں تک کہ تین بار تکرار یہی استفسار فرمایا، آخر ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں نے۔ ارشاد ہوا کہ جو امام کے پیچھے ہو اس کے لئے امام کا پڑھنا کافی ہے۔

حدیث ۶: ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایضاً عن حماد عن ابراھیم ان عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ لم یقرأ خلف الامام لا فی الرکعتین الاولیین ولا فی غیرھما[2] یعنی سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے امام کے پیچھے قرأت نہ کی نہ پہلی دو رکعتوں میں نہ ان کے غیر میں۔

فقیر کہتا ہے عبد اللہ بن مسعود اور کون عبد اللہ بن مسعود جو افاضل صحابہ و مومنین سابقین سے ہیں حضر و سفر میں ہمراہ رکاب سعادت انتساب حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم رہتے اور بارگاہِ نبوت میں بے اذن لئے جانا اُن کے لئے جائز تھا بعض صحابہ فرماتے ہیں ہم نے راہ و روش سرورِ انبیاء علیہ التحیۃ والثناء سے جو چال ڈھال ابن مسعود کی ملتی پائی کسی کی نہ پائی، خود حضور اکرم الاولین والآخرین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

---

[1] مسند الامام الاعظم کفایۃ قرأۃ الامام للماموم مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۶۱

[2] المؤطا للامام محمد باب القرأۃ فی الصلوٰۃ خلف الامام مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۱۰۰

نوٹ ۔ مجھے عبد اللہ بن مسعود کی حدیث مسند امام اعظم سے نہیں ملی اس لئے مؤطا امام محمد سے نقل کی ہے جو کہ متن میں آرہی ہے الفاظ یہ ہیں: ان عبد اللہ بن مسعود کان لا یقرأ خلف الامام فیما یجھر فیہ وفیما یخافت فیہ فی الاولیین ولا فی الاخریین واذا صلی وحدہ قرأ فی الاولیین بفاتحۃ الکتاب وسورۃ ولم یقرأ فی الاخریین شیئا۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

Marfat.com

...ومقی لامتی ما رضی لہا ابن ام عبد ۔ میں نے اپنی اُمت کے لئے وہ پسند کیا جو عبداللہ بن مسعود اس کے لئے پسند کرے اور میں نے اپنی امت کے لئے ... مت ومقی ماکرہ لہا ابن ام عبد[۱]۔ ناپسند کیا جو اُس کے لئے عبداللہ بن مسعود ناپسند کرے

...یاں کی رائے حضور والا کی رائے اقدس ہے۔ اور معلوم ہے کہ جناب ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مقتدی ...تے فاتحہ وغیرہ کچھ نہیں پڑھتے تھے اور ان کے سب شاگردوں کا یہی وتیرہ تھا۔

حدیث ۷: محمد فی موطاہ من طریق سفیانین عن منصور بن المعتمر وقال ...الثوری نا منصور وھذا اللفظ ابن عیینۃ عن منصور بن المعتمر عن ابی وائل قال سئل ...عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن القرأۃ خلف الامام قال انصت فان فی ...الصلوٰۃ لشغلا سیکفیک ذلک الامام[۲] خلاصہ یہ کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دربارۂ قرأت ...مقتدی سوال ہوا، فرمایا خاموش رہ کہ نماز میں مشغولی ہے یعنی بیکار باتوں سے باز رہنا عنقریب تجھے امام اس ...کام کی کفایت کردے گا یعنی نماز میں تجھے لاطائل باتیں روا نہیں، اور جب امام کی قرأت بعینہٖ اُس کی قرأت ...ٹھہرتی ہے تو پھر مقتدی کا خود قرأت کرنا محض لغو ناشائستہ ہے۔

فقیر کہتا ہے یہ حدیث اعلیٰ درجہ صحاح میں ہے اس کے سب رواۃ ائمہ کبار و رجال صحاح ستہ ہیں۔

...دیث ۸: ہو اما حدیث الامام عن ابن مسعود فوصلہ محمد نا محمد ابن ابان بن صالح القرشی عن حماد عن ابراھیم النخعی عن علقمۃ بن قیس ان عبد اللہ بن مسعود کان لا یقرأ خلف الامام فیما یجھر وفیما یخافت فیہ فی الاولیین ولا فی الاخریین واذا صلی ...وحدہ قرأ فی الاولیین بفاتحۃ الکتاب وسورۃ ولم یقرأ فی الاخریین شیئا[۳] حاصل یہ کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مقتدی ہوتے تو کسی نماز میں جہریہ ہو یا سریہ کچھ نہ پڑھتے تھے نہ پہلی رکعتوں میں نہ پچھلی میں۔ ہاں جب تنہا ہوتے تو صرف پہلیوں میں الحمد و سورت پڑھتے۔

اثر ۱: ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم انہ قال لم یقرأ علقمۃ خلف الامام حرفا لا فیما ...یجھر فیہ القرأۃ ولا فیما لا یجھر فیہ ولا قرأ فی الاخریین بام الکتاب ولا غیرھا خلف الامام

---

[۱] مجمع الزوائد باب ماجاء فی عبداللہ بن مسعود مطبوعہ دار الکتاب بیروت ۹/ ۲۹۰

[۲] موطا امام محمد باب القرأۃ فی الصلوٰۃ خلف الامام ” آفتاب عالم پریس لاہور ص ۱۰۰

[۳] ” ” ” ” ” ” ” ” ” ” ” ”

marfat.com

Marfat.com

ولا اصحاب عبد اللہ جمیعًا[1] یعنی علقمہ بن قیس کہ کبار تابعین و اعاظم مجتہدین اور اجلہ فقہائے ائمہ ... ہیں امام کے پیچھے ایک حرف نہ پڑھتے چاہے جہری قرأت ہو چاہے آہستہ کی اور نہ پچھلی رکعتوں میں فاتحہ پڑھتے تھے نہ اور کچھ جب امام کے پیچھے ہوتے اور نہ کسی نے حضرت کے اصحاب عبد اللہ بن مسعود سے قرأت کی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ۔

اثر ۲ : محمد فی الموطا اخبرنا بکیر بن عامر ثنا ابراھیم النخعی عن علقمۃ بن قیس قال لان اعض علی جمرۃ احب الی من ان اقرأ خلف الامام[2] یعنی حضرت علقمہ بن قیس فرماتے ہیں البتہ آگ کی چنگاری منہ میں لینا مجھے اس سے زیادہ پیاری ہے کہ میں امام کے پیچھے قرأت کروں ۔

اثر ۳ : محمد ایضا اخبرنا اسرائیل من یونس ثنا منصور عن ابراھیم قال ان اول من قرأ خلف الامام رجل اتھم[3] یعنی ابراہیم بن سوید النخعی نے کہ روسائے تابعین و ائمہ دین متین سے ہیں تحدیث و فقاہت ان کی آفتاب نیمروز ہے فرمایا پہلے جس شخص نے امام کے پیچھے پڑھا وہ ایک مرد متہم تھا

حاصل یہ کہ امام کے پیچھے قرأت ایک بدعت ہے جو ایک بے اعتبار آدمی نے احداث کی ۔

فقیر کہتا ہے رجال اس حدیث کے رجال صحیح مسلم ہیں ۔

حدیث ۹ : امام مالک اپنی مؤطا میں اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں :

وھذا اسناق مالک عن نافع ان عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کان اذا سئل ھل یقرأ احد خلف الامام قال اذا صلی احدکم خلف الامام فحسبہ قرأۃ الامام واذا صلی وحدہ فلیقرأ قال وکان عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما لا یقرأ خلف الامام[4] ۔ یعنی سیدنا و ابن سیدنا عبد اللہ بن امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جب دربارۂ قرأت مقتدی سوال ہوتا فرماتے جب کوئی تم میں امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اسے قرأت امام کافی ہے اور جب اکیلا پڑھے تو قرأت کرے ۔

نافع کہتے ہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو امام کے پیچھے قرأت نہ کرتے ۔ فقیر کہتا ہے

---

[1] کتاب الآثار امام محمد باب القرأۃ خلف الامام وتلقینہ ، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ص ۱۶
[2] موطا امام محمد باب القرأۃ فی الصلوٰۃ خلف الامام مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۱۰۰
[3] " " " " " " " " "
[4] مؤطا امام مالک ترک القرأۃ خلف الامام میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۶۸

marfat.com

Marfat.com

حدیث غایت درجہ کی صحیح الاسناد ہے حتی کہ مالک عن نافع عن ابن عمر کو بہت محدثین نے صحیح ترین اسانید کہا۔

حدیث ۱۰: محمد اخبرنا عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ قال من صلی خلف الامام کفتہ قرأتہ[1] یعنی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں مقتدی کو امام کا پڑھنا کافی ہے۔

فقیر کہتا ہے یہ سند بھی مثل سابق کے ہے اور اس کے رجال بھی رجال صحاح ستہ ہیں، بلکہ بعض علمائے حدیث نے روایات نافع عن عبید اللہ بن عمر کو امام مالک پر ترجیح دی۔

حدیث ۱۱: محمد اخبرنا عبد الرحمٰن بن عبد اللہ المسعودی اخبرنی انس بن سیرین عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما انہ سئل عن القرأۃ خلف الامام قال تکفیک قرأۃ الامام[2]۔ یعنی سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے دربارۂ قرأت استفسار ہوا فرمایا تجھے امام کا پڑھنا بس کرتا ہے۔

حدیث ۱۲: امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی رحمۃ اللہ علیہ معانی الآثار میں روایت کرتے ہیں:

حدثنا ابن وھب فساق باسنادہ عن زید بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ سمعہ یقول لا یقرأ المؤتم خلف الامام فی شیئ من الصلٰوۃ[3] یعنی سیدنا زید ابن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں مقتدی امام کے پیچھے کسی نماز میں قرأت نہ کرے یعنی نماز جہریہ ہو یا سریہ۔

حدیث ۱۳: محمد اخبرنا داؤد بن قیس ثنا عمر بن محمد بن زید عن موسٰی بن سعد بن زید بن ثابت الانصاری یحدثہ عن جدہ قال من قرأ خلف الامام فلا صلٰوۃ لہ[4] یعنی حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں جو شخص امام کے پیچھے پڑھے اس کی نماز جاتی رہی۔

فقیر کہتا ہے یہ حدیث حسن ہے اور دارقطنی نے بطریق طاؤس اسے مرفوعًا روایت کیا۔

حدیث ۱۴: الحافظ بن علی بن عمر الدارقطنی عن ابی حاتم بن حبان ثنی ابراھیم بن سعد عن احمد بن علی بن سلیمان الدوری عن عبد الرحمٰن المخزومی

---

[1] مؤطا الامام محمد باب القرأۃ فی الصلٰوۃ خلف الامام مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۹۷

[2] " " " " " " " " " ص ۹۸

[3] شرح معانی الآثار باب القرأۃ خلف الامام مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۱

[4] مؤطا الامام محمد باب القرأۃ فی الصلٰوۃ خلف الامام رر آفتاب عالم پریس لاہور ص ۱۰۲

marfat.com

Marfat.com

عن سفین بن عیینة عن ابن طاؤس عن ابیه عن زید بن ثابت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من قرأ خلف الامام فلا صلوٰۃ لہ[1] یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں امام کے پیچھے پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوتی۔

حدیث ۱۵: محمد ایضا اخبرنا داؤد بن قیس الفراء المدنی اخبرنی بعض ولد سعد بن ابی وقاص انہ ذکرلہ ان سعدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال وددت ان الذی یقرأ خلف الامام فی فیہ جمرۃ[2] یعنی سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ افاضل صحابہ عشرہ مبشرہ مقربان بارگاہ سے ہیں منقول ہے اُنھوں نے فرمایا میرا جی چاہتا ہے کہ امام کے پیچھے پڑھنے والے کے منہ میں انگارہ ہو۔

حدیث ۱۶: محمد ایضا اخبرنا داؤد بن قیس الفراء ثنا محمد بن عجلان ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لیت فی فم الذی یقرأ خلف الامام حجرا[3] یعنی حضرت امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کاش جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے اُس کے منہ میں پتھر ہو۔

فقیر کہتا ہے رجال اس حدیث کے بر شرط صحیح مسلم ہیں۔ الحاصل ان احادیث صحیحہ و معتبرہ سے مذہب حنفیہ بحمد اللہ ثابت ہوگیا اب باقی رہے تمسکات شافعیہ اُن میں عمدہ ترین دلائل جسے اُن کا مدار مذہب کہا چاہئے حدیث صحیحین ہے یعنی لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب[4] کوئی نماز نہیں ہوتی بے فاتحہ کے۔ جواب اس حدیث سے چند طور پر ہے یہاں اسی قدر کافی کہ یہ حدیث تمہارے مفید نہ ہمارے مضر، ہم خود مانتے ہیں کہ کوئی نماز ذات رکوع و سجود بے فاتحہ کے تمام نہیں امام کی ہو خواہ ماموم کی مگر مقتدی کے حق میں خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اُس کے لئے امام کی قرأت کافی اور امام کا پڑھنا بعینہ اس کا پڑھنا ہے کما مر سابقاً (جیسا کہ پیچھے گزرچکا۔ ت) پس خلاف ارشاد حضور والاتم نے کہاں سے نکال لیا کہ مقتدی جب تک خود نہ پڑھے گا نماز اس کی بے فاتحہ رہے گی اور فاسد ہوجائے گی۔

دُوسری دلیل حدیث مسلم من صلی صلاۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن فھی خداج

---

[1] نصب الرایۃ بحوالہ علل متناہیہ من طریق دارقطنی کتاب الصلوٰۃ مکتبہ اسلامیہ ریاض ۲/۱۹
کنز العمال الباب الخامس قرأۃ المأموم مطبوعہ مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت ۸/۲۸۶
[2] مؤطا للامام محمد باب القرأۃ فی الصلوٰۃ خلف الامام ؍؍ آفتاب پریس لاہور ص ۱۰۱
[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ص ۱۰۲
[4] اتحاف السادۃ المتقین القرأۃ ؍؍ دار الفکر بیروت ۳/۴۸ - ۷۰

ف: بخاری جلد ۱ ص ۱۰۴ اور مسلم ج ۱ ص ۱۶۹ پر لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب کے الفاظ ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

هذا ابو هو خداجٌ[1] حاصل یہ کہ جس نے کوئی نماز بے فاتحہ پڑھی وہ ناقص ہے ناقص ہے۔
اس کا جواب بھی بعینہٖ مثل اول کے ہے نماز بے فاتحہ کا نقصان مسلّم اور قرأتِ امام قرأتِ ماموم سے مغنی۔ خلاصہ یہ کہ اس قسم کی احادیث اگرچہ لاکھوں ہوں ہمیں اس وقت بکار آمد ہوں گی جب ہمارے طور پر نمازِ مقتدی بے اُم الکتاب رہتی ہو وھو ممنوع (اور یہ ممنوع ہے۔ ت) اور آخر حدیث میں قول حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اقرأبھا فی نفسك یا فارسی[2] (اپنے دل میں پڑھ اسے فارسی۔ ت) کو شافعیہ اس سے بھی استناد کرتے ہیں فقیر بتوفیق الٰہی اُس سے ایک جواب حسن طویل الذیل رکھتا ہے جس کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں۔

تیسری دلیل حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ لا تفعلوا الا بام القراٰن[3] امام کے پیچھے اور کچھ نہ پڑھو سوائے فاتحہ کے۔

اولاً یہ حدیث ضعیف ہے اُن صحیح حدیثوں کی جو ہم نے مسلم اور ترمذی و نسائی و مؤطائے امام مالک و مؤطائے امام محمد وغیرہا صحاح و معتبرات سے نقل کیں کب مقاومت کر سکتی ہے۔ امام احمد بن حنبل وغیرہ حفّاظ نے اس کی تضعیف کی، یحیٰی بن معین جیسے ناقد جن کی نسبت امام ممدوح نے فرمایا جس حدیث کو یحیٰی نہ پہچانے حدیث ہی نہیں فرماتے ہیں استثنائے فاتحہ غیر محفوظ ہے۔

ثانیاً خود شافعیہ اس حدیث پر دو وجہ سے عمل نہیں کرتے:

ایک یہ کہ اس میں ماورائے فاتحہ سے نہی ہے اور ان کے نزدیک مقتدی کو ضمِ سورت بھی جائز صرح بہ الامام النووی فی شرح صحیح مسلم (امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں اس کی تصریح کی ہے۔ ت)

دوسرے یہ کہ حدیث مذکور جس طریق سے ابوداؤد نے روایت کی با آواز بلند منادی کہ مقتدی کو جہراً فاتحہ پڑھنا روا اور یہ امر بالاجماع ممنوع صرح بہ الشیخ فی اللمعات ویفیدہ الکلام النووی فی الشرح (شیخ عبدالحق محدّث دہلوی نے لمعات میں اس بات کی تصریح کی ہے اور امام نووی کا کلام

---

[1] الصحیح لمسلم باب وجوب قرأۃ الفاتحۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶۹-۷۰
[2] " " " " " " " ۱/۱۶۹
[3] مسند احمد بن حنبل حدیث عبادہ بن الصامت " دار الفکر بیروت ۵/۳۲۲
سنن الدار قطنی باب وجوب قرأۃ ام الکتاب الخ " نشر السنۃ ملتان ۱/۳۱۸

marfat.com

Marfat.com

شرح میں بھی اس کا فائدہ دیتا ہے۔ ت) پس جو حدیث خود اُن کے نزدیک متروک ہو اس سے بھی وہ احتجاج کرتے ہیں۔

بالجملہ ہمارا مذہب مہذب بحمد اللہ حجج کافیہ و دلائل وافیہ سے ثابت، اور مخالفین کے پاس کوئی دلیل قاطع ایسی نہیں کہ اُسے معاذ اللہ باطل یا مضمحل کرسکے مگر اس زمانہ پُرفتن کے بعض جہال بے لگام جنہوں نے ہوائے نفس کو اپنا امام بنایا ہے اور انتظام اسلام کو درہم برہم کرنے کے لئے تقلید ائمہ کرام میں خدشات واوہام پیدا کرتے ہیں جس ساز و سامان پر ائمہ مجتہدین خصوصاً امام الائمہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن مقلدیہ کی مخالفت اور جس بضاعت مزجات پر ادعائے اجتہاد و فقاہت ہے عقلائے منصفین کو معلوم اصل مقصود ان کا اغوائے عوام ہے کہ وہ بیچارے قرآن و حدیث سے ناواقف ہیں جو ان مدعیانِ خام کار نے کہہ دیا اُنھوں نے مان لیا اگرچہ خواص کی نظر میں یہ باتیں موجبِ ذلت و باعثِ فضیحت ہوں، اللہ سبحٰنہ و تعالٰی وساوس شیطان سے امان بخشے آمین هذا والعلم عند واهب العلوم العالم بكل سر مكتوم (اسے قبول فرما اور حقیقی علم اس ذات کے پاس ہے جو تمام علوم عطا فرمانے والا ہے اور تمام مخفی رازوں سے واقف ہے۔ ت)

مسئلہ ۲۵۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو حافظ نماز میں اس طرح قرآن مجید پڑھتا ہو کہ نہ تو صحیح اعراب کا دھیان رکھتا ہے اور نہ اوقاف لازمہ پر وقف کرتا ہے اور ماضی جمع متکلم کے صیغے ایسے ادا کرتا ہے کہ سامعین کو جمع مؤنث غائب کا شبہہ ہوتا ہے اور اکثر جگہ حروف و کلمات بھی فروگذاشت ہوجاتے ہیں تو اس کے سُننے میں کچھ ثواب کی امید ہے یا بالکل نہیں اور نماز اس کے پیچھے درست ہے یا نہیں اور یہ عذر ترکِ جماعت کے لئے مقبول ہوگا یا نہیں یا دوسری مسجد میں جماعت کے لئے جانا ضروری ہے یا صرف فرض جماعت سے ادا کرے باقی نماز مکان پر پڑھے بیّنوا توجروا (بیان کرو اور اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

خطا فی الاعراب یعنی حرکت، سکون، تشدید، تخفیف، قصر، مد کی غلطی میں علمائے متاخرین رحمہم اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا فتوٰی تو یہ ہے کہ علی الاطلاق اس سے نماز نہیں جاتی۔

فی الدرالمختار زلۃ القاری لو فی اعراب لاتفسد وان غیر المعنی بہ یفتی۔ بزازیہ[1]

درمختار میں ہے کہ قرأت کرنے والے کی غلطی اگر اعراب میں ہو تو نماز فاسد نہیں ہوگی اگرچہ اس سے معنی بدل جائے اسی پر فتوٰی ہے، بزازیہ (ت)

---

[1] درمختار باب ما یفسد الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۹۰

marfat.com
Marfat.com

ردالمحتار میں ہے:

سد فی الکل و به یفتی بزازیه وخلاصة[1]۔

ان تمام صورتوں میں نماز فاسد نہ ہوگی اور اسی پر فتوٰی ہے بزازیہ وخلاصہ (ت)

علمائے متقدمین وخود ائمہ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم در صورت فساد معنی فساد نماز مانتے ہیں اور یہی یث الدلیل اقوٰی اور اسی پر عمل احوط واحری۔

شرح منیة الکبیر هو الذی صححه محققون وفرعوا علیه الفروع فاعمل بما تختار لاحتیاط اولی سیما فی امر الصلوة التی اول ما یحاسب العبد علیها[2] (ملخصا)

شرح منیہ کبیر میں ہے کہ اسی کو محققین نے صحیح قرار دیا اور اسی فروع کو ذکر کیا پس تو اپنے مختار پر عمل کر اور احتیاط بہرصورت ہر مقام پر بہتر ہے خصوصاً نماز میں، کیونکہ یہی وہ عمل ہے جس کے بارے میں بندے سے سب سے پہلے پوچھ ہوگی۔ (ملخصاً۔ ت)

ر وقف و وصل کی غلطی کوئی چیز نہیں یہاں تک کہ اگر وقف لازم پر نہ ٹھہرا بُرا کیا مگر نماز نہ گئی۔

العلمگیریة ان وصل فی غیر موضع الوصل ما لو لم یقف عند قوله اصحب النار بل صل بقوله الذین یحملون العرش لا تفسد نه قبیح هکذا فی الخلاصة[3]۔

فتاوٰی عالمگیری میں ہے اگر قاری نے وہاں وصل کیا جہاں وصل کا مقام نہ تھا جیسا کہ قاری نے وقف نہ کیا اللہ تعالٰی کے ارشاد اصحٰب النار پر بلکہ الذین یحملون العرش کے ساتھ ملا دیا تو نماز فاسد نہ ہوگی البتہ یہ عمل بُرا ہے، خلاصہ میں اسی طرح ہے۔ (ت)

حلیہ میں ہے:

رح غیر واحد منهم صاحب الذخیرة ان الفتوی علی عدم الفساد بکل حال ت فی مراعاة الوقف والوصل والابتداء

متعدد علماء جن میں صاحب ذخیرہ بھی ہے نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ ہر حال میں عدم فساد پر فتوٰی ہے کیونکہ وقف، وصل اور ابتداء کی

---

[1] ردالمحتار باب ما یفسد الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۶۷
[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فوائد من زلۃ القاری ″ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۹۳
[3] فتاوی ہندیۃ الفصل الخامس فی زلۃ القاری مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۱

marfat.com
Marfat.com

ایقاع الناس فی الحرج خصوصاً فی حق العوام والحرج مدفوع شرعاً۔

رعایت لازم کرنے سے لوگوں کو حرج لازم آئے گی اور شرعاً تنگی مرفوع ہے۔ (ت)

یوں ہی ضمیر نا میں الف مسموع نہ ہونا مفسد نہیں۔

لما صرح به القنیة ان من العرب یکتفی عن الالف بالفتحة والیاء بالکسرة والواو بالضمة تقول اَعُذُ باللّٰہ مکان اعوذ باللّٰہ قلت وعلیه یخرج ما صرح به فی القنیة ان حذف الیاء من تعالٰی فی تعالٰی جد ربنا لاتفسد اتفاقاً۔

کیونکہ قنیہ میں تصریح ہے کہ بعض عرب الف کے بجائے فتحہ، یاء کے عوض کسرہ اور واؤ کے عوض ضمہ پر اکتفا کرتے ہیں جیسے تو کہے اعوذ باللّٰہ کی جگہ اَعُذُ باللّٰہ پڑھے۔ میں کہتا ہوں قنیہ کی تصریح سے بھی یہی مستفاد ہے کہ اللہ تعالٰی کے ارشاد تعالٰی جد ربنا میں تعالٰی کی یاء حذف کرنے سے بالاتفاق نماز فاسد نہ ہوگی۔ (ت)

اسی طرح حروف وکلمات کا فروگذاشت ہوجانا بھی دواماً موجب فساد نہیں ہوتا بلکہ اسی وقت کہ تغیر معنی کرے کما ھو ضابطة الائمة المتقدمین رحمھم اللّٰہ تعالٰی (جیسا کہ ائمہ متقدمین رحمہم اللہ تعالٰی کا مسلّم ضابطہ ہے۔ ت)

بالجملہ اگر حافظ مذکور سے وہ خطائیں جو مفسد نماز ہیں واقع نہیں ہوتیں تو نماز اس کے پیچھے درست اور ترک جماعت کے لئے یہ عذر نامسموع، اور اگر خطایائے مفسدہ صادر ہوتے ہیں تو بیشک وہ نماز نماز ہی نہیں، نہ وہاں ثواب کی گنجائش بلکہ عیاذاً باللہ عکس کا خوف ہے، نہ اہل محلہ کو دوسری مسجد میں جانے کی حاجت کہ یہی مسجد جوان پر حق رکھتی ہے ہنوز محتاج نماز وجماعت ہے، نماز فاسد کا تو عدم ووجود شرعاً یکساں پس اگر ممکن ہو تو دوبارہ جماعت وہیں قائم کرے ورنہ آپ ہی مسجد میں تنہا پڑھ لے کہ حق مسجد ادا ہو،

کما افادہ فی الفتاوی الخانیة وفیھا ایضاً مؤذن بمسجد لایحضر مسجدہ احد قالوا یؤذن ھو ویقیم ویصلی وحدہ وذلك احب من ان یصلی

جیسا کہ فتاوٰی خانیہ میں اس کا افادہ کیا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ کسی ایسی مسجد کا مؤذن جہاں کوئی اور نمازی نہیں آتا تو مؤذن اذان دے، تکبیر کہے اور تنہا نماز ادا کرے، اور یہ اس کے لئے دوسری

لے حلیہ

لے قنیہ باب فی حذف الحرف والزیادة مطبعہ مشتہرہ بالمہانندیة ص ۶۳

marfat.com

Marfat.com

فی مسجد اخرٰی[1] مسجد میں نماز ادا کرنے سے بہتر ہے (ت)

اور اگر یہ صورت ہو کہ حافظ مذکور فرضوں میں قرآن مجید صحیح پڑھتا ہے اور خطایائے مفسدہ صرف تراویح تراویح میں بوجہ عجلت وبے احتیاطی واقع ہوتی ہیں تو فرض میں اس کی اقتدا کرے تراویح میں وہی حکم ہے ورنہ بصورت فساد فرضوں میں بھی اقتدا درست نہیں کما لا یخفی (جیسا کہ ظاہر ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۵: ۷ ربیع الآخر ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام یا منفرد تیسری یا چوتھی رکعت میں کچھ قرأت جہر سے پڑھ جائے تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر امام اُن رکعتوں میں جن میں آہستہ پڑھنا واجب ہے جیسے ظہر وعصر کی سب رکعات اور عشاء کی پچھلی دو اور مغرب کی تیسری اتنا قرآن عظیم جس سے فرضِ قرأت ادا ہوسکے (اور وہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب میں ایک آیت ہے) بھول کر بآواز پڑھ جائیگا تو بلاشبہ سجدہ سہو واجب ہوگا، اگر بلا عذرِ شرعی سجدہ نہ کیا یا اس قدر قصداً آواز پڑھا تو نماز کا پھیرنا واجب ہے، اور اگر اس مقدار سے کم مثلاً ایک آدھ کلمہ بآوازِ بلند نکل جائے تو مذہب راجح میں کچھ حرج نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

الاسرار یجب علی الامام والمنفرد فیما یسر فیہ وھو صلٰوۃ الظھر والعصر والثالثۃ من المغرب والاخریان من العشاء وصلٰوۃ الکسوف والاستسقاء کما فی البحر[2] الخ۔

سری نمازوں میں امام اور منفرد دونوں پر اسرار (سراً قرأت) واجب ہے اور وہ نمازِ ظہر، عصر، مغرب کی تیسری رکعت، عشاء کی آخری دو رکعات، نمازِ کسوف اور نمازِ استسقاء ہیں۔ جیسا کہ بحر میں ہے الخ (ت)

دُرمختار میں ہے:

تجب سجدتان بترک واجب سھوا کالجھر فیما یخافت فیہ وعکسہ والاصح تقدیرہ بقدر ما تجوز بہ الصلٰوۃ

سہواً ترکِ واجب سے دو سجدے لازم آتے ہیں مثلاً سری نماز میں جہراً قرأت کرلے یا اس کا عکس، اور اصح یہی ہے کہ دونوں صورتوں میں اتنی قرأت

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی المسجد مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ ۱/۳۲

[2] ردالمحتار باب صفۃ الصلٰوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۴۶

marfat.com

Marfat.com

فی الفصلین[1] اھ ملخصًا۔ | سے سجدہ لازم ہو جاتا ہے ... ہو اھ ملخصا۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

الصحیح ظاھر الروایۃ وھو التقدیر بما تجوز به الصلوة من غیر تفرقۃ لان القلیل من الجھر فی موضع المخافۃ عفو الخ[2]۔

صحیح ظاہر الروایۃ ہے اور وہ اتنی مقدار سے کہ اس کے ساتھ نماز بغیر کسی تفرقہ کے جائز ہو جائے کیونکہ ... جگہ جہر قلیل معاف ہے الخ (ت)

حاشیہ شامی میں ہے:

صححه فی الھدایۃ والفتح والتبیین و المنیۃ[3] الخ وتمامه فیه۔

اس کو ہدایہ، فتح، تبیین اور منیہ میں صحیح کہا ہے ... اور اس میں تفصیل گفتگو ہے۔ (ت)

تنویر الابصار میں ہے: فرض القراءۃ اٰیۃ علی المذھب[4] (مذہب مختار کے مطابق ایک آیت ... کی قرأت فرض ہے۔ ت)

بحر الرائق و عالمگیری میں ہے:

لا یجب السجود فی العمد وانما یجب الاعادۃ جبر النقصانه[5]۔

عمداً (ترک واجب) سجدہ سہو واجب نہیں کیونکہ اس ... نقصان کو پورا کرنے کے لئے نماز کا اعادہ ضروری ...

یہ حکم امام کا ہے اور منفرد کے لئے بھی زیادہ احتیاط اسی میں ہے کہ اس فعل سے عمداً بچے اور سہواً واقع ... ہو تو سجدہ کرلے۔

وذلك لان العلماء اختلفوا فیه اختلافا شدیدا فمنھم من لم یوجب علیه الاسرار فیما یسر کما لا یجب علیه

اور یہ اس لئے ہے کیونکہ اس میں علماء کا شدید اختلاف ہے بعض منفرد پر سری نماز میں سراً قرأت کو واجب نہیں دیتے جیسا کہ جہری نماز میں بالاتفاق جہر ...

---

[1] دُرمختار باب سجود السہو مطبوعہ مجتبائی دہلی ١/ ...٠٢

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی سجود السہو مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ...٥٨

[3] ردالمحتار باب سجود السہو مطبوعہ مصطفی البابی مصر ١/ ...٤٨

[4] درمختار فصل یجہر الامام " مجتبائی دہلی ١/ ٨٠

[5] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی عشر فی سجود السہو " نورانی کتب خانہ پشاور ١/ ...٢٦

marfat.com

Marfat.com

[illegible] مسجد اعظم[1] مسجد میں نماز ادا کرنے سے بہتر ہے (ت)

اور اگر یہ صورت ہو کہ حافظ مذکور فرضوں میں قرآن مجید صحیح پڑھتا ہے اور خطایائے مفسدہ صرف تراویح تراویح میں بوجہ عجلت و بے احتیاطی واقع ہوتی ہیں تو فرض میں اس کی اقتدا کرے تراویح میں وہی حکم ہے قدر مدصورت فساد فرضوں میں بھی اقتداء درست نہیں کما لا یخفی (جیسا کہ ظاہر ہے۔ ت)، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۵۵ ۷، ربیع الآخر ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام یا منفرد تیسری یا چوتھی رکعت میں کچھ قرأت جہر سے پڑھ جائے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر امام اُن رکعتوں میں جن میں آہستہ پڑھنا واجب ہے جیسے ظہر و عصر کی سب رکعات اور عشاء کی پچھلی دو اور مغرب کی تیسری اتنا قرآن عظیم جس سے فرضِ قرأت ادا ہوسکے (اور وہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب میں ایک آیت ہے) بھول کر بآواز پڑھ جائیگا تو بلاشبہ سجدۂ سہو واجب ہوگا، اگر بلا عذرِ شرعی سجدہ نہ کیا یا اس قدر قصداً بآواز پڑھا تو نماز کا پھیرنا واجب ہے، اور اگر اس مقدار سے کم مثلاً ایک آدھ کلمہ بآوازِ بلند نکل جائے تو مذہب راجح میں کچھ حرج نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

الاسرار یجب علی الامام والمنفرد فیما یسر فیہ وھو صلٰوۃ الظھر والعصر والثالثۃ من المغرب والاخریان من العشاء وصلاۃ الکسوف والاستسقاء کما فی البحر[2] الخ۔

سری نمازوں میں امام اور منفرد دونوں پر اسرار (سراً قرأت) واجب ہے اور وہ نماز ظہر، عصر، مغرب کی تیسری رکعت، عشاء کی آخری دو رکعات، نمازِ کسوف اور نمازِ استسقاء ہیں۔ جیسا کہ بحر میں ہے الخ (ت)

دُرمختار میں ہے:

تجب سجدتان بترک واجب سھوا کالجھر فیما یخافت فیہ وعکسہ والاصح تقدیرہ بقدر ما تجوز بہ الصلٰوۃ

سہواً ترکِ واجب سے دو سجدے لازم آتے ہیں مثلاً سری نماز میں جہراً قرأت کرلے یا اس کا عکس اور اصح یہی ہے کہ دونوں صورتوں میں اتنی قرأت

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی المسجد مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ ۱/۳۲

[2] ردالمحتار باب صفۃ الصلٰوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۴۶

marfat.com

Marfat.com

تو خود اس کی نماز فاسد و باطل، اوروں کی اس کے پیچھے کیا ہو سکے، اور اگر بالفعل ح صحیح نہیں اور سیکھنے میں جان لڑا کر کوشش نہ کی تو بھی خود اس کی نماز محض اکارت، اور اُس کے پیچھے ہر شخص کی باطل، اور اگر ایک ناکافی زمانہ تک کوشش کر چکا پھر چھوڑ دی جب بھی خود اُس کی نماز پڑھی سب ایک سی ہوا اور اُس کے صدقہ میں سب کی گئی، اور برابر حد درجہ کی کوشش کئے جاتا ہے مگر کسی طرح ح نہیں نکلتی تو اس کا حکم مثل اُمّی کے ہے کہ اگر کسی صحیح پڑھنے والے کے پیچھے نماز مل سکے اور اقتدا نہ کرے بلکہ تنہا پڑھے تو بھی اس کی نماز باطل پھر امام ہونا تو دوسرا درجہ ہے، اور پر ظاہر ہے کہ اگر بالفرض عام جماعتوں میں کوئی درست خواں نہ ملے تو جمعہ میں تو قطعاً ہر طرح کے بندگانِ خدا موجود ہوتے ہیں پھر اس کا اُن کی اقتدا نہ کرنا اور آپ امام ہونا خود اس کی نماز کا مبطل ہوا، اور جب اس کی گئی سب کی گئی۔

بہر حال ثابت ہوا کہ نہ اس شخص کی اپنی نماز ہوتی ہے نہ اس کے پیچھے کسی اور کی، تو ایسے کو امام بنانا حرام، اور ان سب مسلمانوں کی نماز کا وبال اپنے سر لینا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ البتہ اگر ایسا ہو کہ تا حدا وفی امید کہ یہ شخص ہمیشہ ہمیشہ برابر رات دن تصحیح حرف میں کوشش بلیغ کئے جائے اور با وصعت بقائے امید واقعی محض طول مدت سے گھبرا کر نہ چھوڑے اور واجب الحمد شریف کے سوا اول نماز سے آخر تک کوئی آیت یا سورۃ یا ذکر وغیرہ اصلاً ایسی چیز نام کو نہ پڑھے جس میں ح آتی اور اسے ھ پڑھنے سے نماز جاتی ہو بلکہ قرآن مجید کی وُہ سورتیں اختیار کرے جن میں ح نہیں جیسے سورۂ کافرون و سورۂ ناس اور ثنا و تسبیحات رکوع وسجود و تشہد و درود وغیرہ کے کلمات میں جن میں ایسی ح آتی ہے اُن کے مرادفاتِ مقاربات سے بدل لے مثلاً بجائے سبحٰنك اللّٰهم وبحمدك اقدسك اللّٰهم مثنيا عليك وعلیٰ ھذا القیاس اور اسے کوئی شخص صحیح خواں ایسا نہ ملے جس کی اقتدا کرے اور جماعت بھر کے سب لوگ اسی کی طرح ح کو ھ پڑھنے والے ہوں تو البتہ جب تک کوشش کرتا رہے گا اس کی بھی صحیح ہوگی اور اُن سب اس کے مانندوں کی بھی اس کے پیچھے صحیح ہوگی اور جس دن با وصعت تنگ آ کر کوشش چھوڑی یا صحیح القراۃ کی اقتدا ملتے ہوئے تنہا پڑھی یا امامت کی اُسی دن اس کی بھی باطل، اور اس کے پیچھے سب کی باطل، اور جبکہ معلوم ہے کہ یہ شرائط متحقق نہیں تو حکم وہی ہے کہ جمعہ و غیر جمعہ کسی میں نہ اس کی نماز درست نہ اس کے پیچھے کسی کی درست۔ یہ جو کچھ مذکور ہوا یہی صحیح ہے یہی راجح یہی مختار یہی مفتی بہ اسی پر عمل اسی پر اعتماد واللہ الھادی الی سبیل الرشاد۔

درمختار میں ہے:

ولا یصح اقتداء غیر الالثغ به وحرر | غیر توتلے کی اقتدا توتلے کے پیچھے درست نہیں (الثغ اس

marfat.com

Marfat.com

[illegible] عليهم بالاتفاق وعليه مشى الهداية والمحيط والتتارخانية وغيرها ونص فى النهاية والكفاية و [illegible]غاية ومعراج الدراية وغيرها من شروح الهداية والذخيرة وجامع الرموز شرح النقاية وفى كتب اخر يطول عدها انه هو ظاهر الرواية وان خلافه رواية النوادر ومنهم من جعله فيما يسر كالامام وبه جزم فى الحلية والمنية والبحر والنهر والمنح والملتقى الابحر واليه اشار فى كنز الدقائق ونور الايضاح وصححه فى البدائع والتبيين والفتح والدرر والهندية وقال فى البحر والدر انه المذهب يظهر كل ذلك بالمراجعة للبعض الى رد المحتار ولبعض اخر الى ما سمينا من الاسفار فكان الاحوط ما قلنا و الله تعالٰی اعلم۔

قرأت لازم نہیں، اور یہی ہدایہ، محیط اور تاتارخانیہ وغیرہا میں ہے۔ ہدایہ کی شروح نہایہ، کفایہ، غنایہ اور معراج الدرایہ وغیرہا اور ذخیرہ اور جامع الرموز شرح النقایہ اور دیگر کتب جن کا شمار طویل ہے میں اسے ظاہر الروایۃ کہا ہے اور اس کے مخالف روایت کو نادر الروایۃ کہا ہے اور بعض نے سری نماز میں منفرد کو امام کی طرح قرار دیا ہے حلیہ، منیہ، بحر، نہر، منح اور ملتقی الابحر میں اسی پر جزم ہے، کنز الدقائق اور نور الایضاح میں بھی اسی طرف اشارہ ہے۔ بدائع، تبیین، فتح، درر اور ہندیہ میں اسی کو صحیح قرار دیا گیا ہے بحر اور در میں ہے کہ مذہب یہی ہے۔ اس مذکورہ گفتگو کا بعض حصہ ردالمحتار سے واضح ہے اور دوسرا حصہ دیگر معتبر کتب سے جن کا نام ہم نے ذکر کیا ہے پس احوط وہی ہے جو ہم نے بیان کیا، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۵۶ مسئولہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب دوم جمادی الاولی ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جسے لوگوں نے مسجد جامع کا امام معین کیا ہے جمعہ وجماعات میں گروہ مسلمین کی امامت کرتا ہے اور سورہ فاتحہ شریف میں بجائے الحمد والرحمٰن والرحیم کے الھمد والرہمٰن والرہیم بہ ہائے ہوز پڑھتا ہے، ایسے شخص کو امام بنانا جائز ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز درست ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اُسے امام بنانا ہرگز جائز نہیں اور نماز اس کے پیچھے نادرست کہ اگر وہ شخص ح کے ادا پر بالفعل قادر ہے اور باوجود اس کے اپنی بے خیالی یا بے پروائی سے کلمات مذکورہ میں ھ پڑھتا ہے

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ طحطاویہ میں زیر قولہ بذل جھدہ دائما ہے:

قوله دائما ای اثناء اللیل و اطراف النهار کما مر عن القهستانی[1]

ان کے قول دائمًا کا مطلب یہ ہے کہ وہ را... حصّوں اور دن کے اطراف میں بھرپور کوشش ک... جیساکہ قہستانی کے حوالے سے گزرا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله دائما ای فی اثناء اللیل و اطراف النهار فما دام فی التصحیح والتعلم ولم یقدر علیه فصلاته جائزة و ان ترك جهده فصلاته فاسدة کما فی المحیط وغیره قال فی الذخیرة وانه مشکل عندی لان ما کان خلقة فالعبد لایقدر علی تغییره اھ وتمامه فی شرح المنیة[2]

ان کے قول دائمًا سے مراد یہ ہے کہ رات اور دن کے اطراف میں تصحیح کی بھرپور کوشش کرتے رہیں اگر وہ ہمیشہ تصحیح و تعلّم میں بھرپور کوشش کے باوجود اس پر قدرت نہ رکھے تو اس کی نماز درست ... اور اگر وہ کوشش ہی ترک کردے تو اس کی نماز فاسد ہوگی جیساکہ محیط وغیرہ میں ہے، ذخیرہ میں کہا یہ میرے نزدیک مشکل ہے کیونکہ جو چیز فطری اور خلقی ہو بندہ اس کی تبدیلی پر قادر نہیں ہوسکتا اھ اس پر تفصیلی گفتگو شرح منیہ میں ہے (ت)

غنیہ میں ہے:

قال صاحب المحیط المختار للفتوی انه ان ترك جهده فی بعض عمره لایسعه ان یترك فی باقی عمره ولو ترك تفسد صلوته قال صاحب الذخیرة انه مشکل عندی الخ وذکر فی فتاوی الحجة مایوافق المحیط فانه قال علی جواب الفتاوی الحامیة ماداموا فی التصحیح والتعلم باللیل

صاحب المحیط نے کہا ہے یہ مختار للفتوٰی ہے اور اگر اس نے عمر کے بعض حصے میں یہ کوشش ترک کردی ہو تو باقی عمر میں ترک کی گنجائش نہیں اگر ترک کرے تو نماز فاسد ہوگی، صاحب الذخیرہ نے کہا میرے نزدیک یہ بہت مشکل ہے الخ فتاوی حجہ میں جو کچھ ہے وہ محیط کے موافق ہے کیونکہ انہوں نے فتاوٰی حسامیہ کے جواب پر کہا ہے کہ

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب الامامۃ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۵۱

[2] ردالمحتار مطلب فی الالثغ " مصطفی البابی مصر ۱/۳۹۱

marfat.com

Marfat.com

...الشحنة انه بعد بذل جهده ... كالالثغ فلا يؤم الا مثله ولا تصح ... اذا امكنه الاقتداء بمن يحسنه ... جهده او وجد قدر الفرض مما ... لثغ فيه هذا هو الصحيح المختار في ... الالثغ وكذا من لايقدر على التلفظ ... حرف من الحروف اھ ملتقطا۔

(... شخص کو کہتے ہیں جس کی زبان سے ایک حرف کی جگہ دوسرا نکلے) حلبی اور ابن شحنہ نے لکھا ہے کہ ہمیشہ کی سچی کوشش کے بعد توتلے کا حکم اُمّی کی طرح ہے پس وُہ اپنے ہم مثل کا امام بن سکتا ہے (یعنی اپنے جیسے توتلے کے سوا دوسرے کی امامت نہ کرے) جب اچھی درست ادائیگی والے کی اقتداء ممکن ہو یا اس نے محنت ترک کردی یا فرض کی مقدار بغیر توتلے ...کے پڑھ سکتا ہے ان صورتوں میں اسکی نماز درست نہ ہوگی۔ توتلے کے متعلق یہی مختار اور صحیح حکم ہے اور اسی ...طرح اس شخص کا بھی یہی حکم ہے جو حروفِ تہجی میں سے کوئی حرف نہ بول سکے یعنی صحیح تلفظ پر قادر نہ ہو اھ ملخصاً

فتاوٰی محقق علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی میں ہے:

...الراجح المفتی به عدم صحة امامة الالثغ لغیره[2]

راجح اور مفتی بہ قول یہی ہے کہ توتلے کی امامت غیر کے لئے جائز نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

...من لایقدر علی التلفظ بحرف من الحروف ... الرهمٰن الرهیم والشیتان الرجیم و الآلمین و ایاك نابد و ایاك نستئین السرات انامت فکل ذلك حکمه مامر من بذل الجهد دائما والا فلا تصح الصلٰوة به[3] ملخصا۔

جو شخص حروفِ تہجی میں سے کسی حرف کے صحیح تلفظ پر قادر نہ ہو مثلاً الرحمٰن الرحیم کی جگہ الرھمٰن الرھیم، الشیطان کی جگہ الشیتان، العالمین کی جگہ الآلمین، ایاك نعبد کی جگہ ایاك نابد، نستعین کی جگہ نستئین، الصراط کی جگہ السرات، انعمت کی جگہ ...انامت پڑھتا ہے، ان تمام صورتوں میں اگر کوئی ہمیشہ درست ادائیگی کی کوشش کے باوجود ایسا کرتا ہے ...تو نماز درست ہوگی ورنہ نماز درست نہ ہوگی۔ ملخصا۔ (ت)

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۸۵
[2] ردالمحتار بحوالہ فتاوٰی امام غزی مطلب فی الالثغ " مصطفی البابی مصر ۱/۴۳۰
[3] " " " " ۱/۴۳۱

marfat.com

Marfat.com

فی خزانۃ الاکمل فی سیاق النقل عن فتاوٰی ابی اللیث لوقال الحمد للہ اوکل ھو اللہ احد جاز اذا لم یقدر علی غیر ذلك اوبلسانہ عقلۃ قال الفقیہ فان لم تکن بلسانہ عقلۃ ولکن جری علی لسانہ ذلك لاتفسد انتہی فلم یذکر ھذا الشرط وان کان بعد ذلك ذکرہ عن ابراھیم بن یوسف والحسین بن مطیع[1]۔

شرط کے متعلق کا اعتبار نہیں... خزانۃ الاکمل میں فتاوٰی ابو اللیث سے نقل کرتے ہوئے کہا اگر نمازی نے الحمدللہ یا کل ھو اللہ احد پڑھ دیا تو جائز ہے بشرطیکہ وہ اس کے غیر پر قادر نہ ہو یا اس کی زبان میں رکاوٹ ولکنت ہو۔ فقیہ (ابو اللیث) نے کہا اگر اس کی زبان میں رکاوٹ ولکنت ، نہ تھی لیکن اس کی زبان پر یہ چیز از خود جاری ہوگئی تو نماز فاسد نہیں ہوگی انتہی پس انھوں نے یہ شرط ذکر نہیں کی اگرچہ اس کے بعد اسے ابراہیم بن یوسف اور حسین بن مطیع کے حوالے سے ذکر کی ہے۔ (ت)

اسی میں ہے :

قد عرفت انفا انہ لاینبغی اشتراط الاجتہاد فی ذلك لمن ھو فیہ خلقۃ اولعارض لیس ممایزول عادۃ[2]۔

ابھی آپ نے پڑھا کہ اس شخص کے لئے کوشش کرنے کی شرط لگانا مناسب نہیں جس میں وہ چیز خلقۃً (فطرۃً) ہو یا ایسے عارضہ کی وجہ سے ہو جو عادۃً زائل نہیں ہوتا۔ (ت)

طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں ہے :

کلام ابن امیر الحاج یفید ان ھذا الشرط فیہ خلاف والاکثر لم یذکروہ لان فیہ حرجا عظیما اھ[3] اقول ورأیتنی کتبت علی ھامش حاشیتہ علی المراقی مانصہ اقول ربما کان خلقۃ یتبدل بالتکلف ورب مالایتوقع یاتی الجھد فیہ بالفرج، ولعل القول الفصل

ابن امیر الحاج کے کلام سے پتا چلتا ہے کہ اس شرط میں اختلاف ہے اور اکثر علماء نے اس کا ذکر نہیں کیا کیونکہ اس میں حرج عظیم ہے اھ میں کہتا ہوں مجھے یاد آرہا ہے کہ مراقی الفلاح پر طحطاوی کے حاشیہ پر میں نے حاشیہ لکھا ہے عبارت یہ ہے میں کہتا ہوں بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ جو چیز خلقۃً وفطرۃً ہو اسے

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] ایضاً

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب الامامۃ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۵۸

marfat.com

Marfat.com

...ت صلوتهم واذا ترکوا الجهد ...ا وبمعناه فی فتاوی قاضی خان ...صل ان الالثغ یجب علیهم الجهد ...ابدا هذا هو الذی علیه الاعتماد[1] اھ ملخصا۔

جب وہ دن رات اس کی تصحیح اور سیکھنے میں کوشاں رہیں تو ان کی نماز درست ہوگی، اور جب کوشش ترک کردیں گے تو نماز فاسد ہوجائے گی اھ، فتاوٰی قاضی خان میں بھی اسی معنی میں ہے الغرض توتلے پر دائمی کوشش لازم ہے اور اسی پر اعتماد ہے اھ ملخصاً۔ (ت)

خلاصہ میں ہے :

...ان کان یجتهد آناء اللیل والنهار فی تصحیحه ولا یقدر علی ذلك فصلاته جائزة وان ترك جهده فصلاته فاسدة الا ان یجعل العمر فی تصحیحه ولا یسعه ان یترك جهده فی باقی عمره[3]

تصحیح میں جب دن رات کوشش کرتا رہا مگر وہ قدرت حاصل نہ کرپایا تو اس کی نماز درست ہے اگر اس نے کوشش ترک کردی تو نماز فاسد ہوگی۔ ہاں اگر عمر کا کچھ حصہ تصحیح میں صرف کرے اور درست کی قدرت حاصل نہ ہو تو باقی عمر میں تصحیح کی کوشش ترک کرنے کی گنجائش نہیں۔ (ت)

اسی طرح فتح القدیر فصل القرأت اور اسی کے قریب مراقی الفلاح میں ہے۔

حلیہ میں ہے :

الا ان هذا الشق الثانی کما قال صاحب الذخیرة مشکل لان ما کان خلقة فی العبد لا یقدر علی تغییره قلت لکن اذا کان لعارض لیس مما یزول عادة واذا کان کذلك فلا یعول فی الفتوی علی مقتضی هذا الشرط ومن ثمه ذکر

البتہ یہ دوسری صورت جیسا کہ صاحبِ ذخیرہ نے کہا مشکل ہے کیونکہ فطری اور خلقی شے کے تبدیل کرنے پر بندہ قادر نہیں ہوسکتا۔ میں کہتا ہوں ایسا ہی حکم ہے اس وقت جب کسی ایسے عارضہ کی وجہ سے ہو جس کا ازالہ عادۃً نہ ہو پائے اور جب اس طرح کی صورت ہو تو فتوٰی میں اس

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۲

[2] " " " " " " " " " ص ۴۸۳

[3] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الثانی عشر فی زلۃ القاری " مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ " ۱۱۰

marfat.com

Marfat.com

صغیری میں ہے :

لوقرأ الھمد للہ بالھاء مکان الحاء الحکم فیہ کالحکم فی الالثغ علی ما یاتی قریبا[1] اھ ملخصا۔

اگر کوئی حاء کی جگہ ھاء کے ساتھ الھمد للہ پڑھے تو اس کا حکم توتلے کے حکم کی طرح ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا اھ ملخصاً (ت)

پھر فرمایا :

المختار فی حکمہ انہ یجب علیہ بذل الجھد دائما فی تصحیح لسانہ ولا یعذر فی ترکہ وان کان لاینطلق لسانہ فان لم یجد اٰیۃ لیس فیھا ذلک الحرف الذی لا یحسنہ تجوز صلاتہ بہ ولا یؤم غیرہ فھو بمنزلۃ الامی فی حق من یحسن ما عجز ھو عنہ واذا امکنہ اقتداؤہ بمن یحسنہ لا تجوز صلاتہ منفردا وان وجد قدر ما تجوز بہ الصلاۃ مما لیس فیہ ذلک الحرف الذی عجز عنہ لا تجوز صلاتہ مع قرأۃ ذلک الحرف لان جواز صلاتہ مع التلفظ بذلک الحرف ضروری فینعدم بانعدام الضرورۃ ھذا ھو الصحیح فی حکم الالثغ ومن بمعناہ ممن تقدم انفا[2]۔

مختار یہی ہے کہ اس پر تصحیحِ زبان کے لئے ہمیشہ کوشش کرنا ضروری ہے اور اس کے ترک پر معذور نہیں سمجھا جائے گا اگرچہ اس کی زبان کا اجراء درست نہ ہو، پس اگر وہ ایسی آیت نہیں پاتا جس میں ایسا حرف نہ ہو جس کو وہ اچھی طرح ادا نہیں کرسکتا تو اب اس کی نماز اس آیت سے درست ہوگی البتہ وہ غیر کی امامت نہ کروائے، پس وہ صحیح ادائیگی کرنے والے کے حق میں اُمّی کی طرح ہوگا اس آیۃ میں جس سے عاجز ہے، اور جب مذکورہ شخص کو ایسے آدمی کی اقتداء ممکن ہو جو صحیح ادا کرسکتا ہے، تو اس کی تنہا نماز نہ ہوگی اور اگر وہ ایسی آیۃ پر قادر ہے جس میں مذکورہ حرف نہیں تو اس حرف والی آیۃ پڑھنے کی وجہ سے نماز نہ ہوگی کیونکہ اس حرف کا درست پڑھنا نماز کے لئے ضروری تھا جب وہ تقاضا معدوم ہے تو نماز کا وجود بھی نہ ہوگا۔ توتلے اور اس جیسے شخص کے لئے یہی حکم ہے اور یہی صحیح ہے۔ (ت)

ولوالجیہ میں ہے :

ان کان یمکنہ ان یتخذ من القراٰن

اگر توتلے کے لئے قرآن مجید کے دیگر مقامات سے

---

[1] صغیری شرح منیۃ المصلی فصل فی زلۃ القاری مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۲۴۹

[2] " " " " ص ۲۵۰

marfat.com

Marfat.com

بالجهد ماكان يرجى التعلم ولو رجاء
ضعيفا، فاذا أيس تحقيقا لا، لان لا يكلف الله نفسا الا وسعها وفيه رعاية
الجانبين ويؤيد عدم اشتراط ادامة
الجهد ما في الحلية عن خزانة الاكمل اذا
قرأ مكان الظاء ضادا او مكان الضاد ظاء
قال القاضي المحسن الاحسن يقال ان
تعمد ذلك تبطل صلوته عالما كان او
جاهلا وان جرى على لسانه اولم يكن يميز
بين الحرفين فظن انه ادى الكلمة كما هو
جازت صلاته وهو قول محمد بن مقاتل
وبه كان يفتي الشيخ اسمعيل الزاهد لان
السنة الاكراد واهل السواد والاتراك
غير طائعة في مخارج هذه الحروف وفي
ذلك حرج عظيم والظاهر ان هذا مجمل
ما في جميع الفتاوى اھ[1] باختصار، فقد
عذرهم بعجزهم ولم يلزمهم ادامة جهد
ولئن تتبعت فسألك تجد شواهده بوفر
وكثر والله يحب اليسر ويقبل العذر وهو
سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

تکلفاً بدلا جاسکتا ہے اور بعض غیر متوقع چیزوں کو آسانی سے بجالایا جاسکتا ہے
شاید قولِ فیصل یہ ہو کہ اس وقت تک کوشش واجب
ہے جب تعلم کے ذریعے تبدیلی کی امید ہو اگرچہ ضعیف
سی امید ہی سہی، اور جب یقیناً ناامیدی ہوجائے
تو اب ترک کی گنجائش کا نہ ہونا زیادتی ہے، اللہ تعالٰی
کسی ذات کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں
دیتا، اور اس میں جانبین کی رعایت ہے اور دائمی
طور پر کوشش کا واجب نہ ہونا بھی اسی کی تائید کرتا
ہے۔ حلیہ میں خزانۃ الاکمل کے حوالے سے ہے کہ ظاء
کی جگہ ضاد یا ضاد کی جگہ ظاء پڑھا تو قاضی محسن نے
کہا ہے کہ احسن یہ ہے کہ اگر ایسا عمداً کیا ہے تو کہا
جائے نماز باطل ہوگئی خواہ وہ شخص عالم ہو یا جاہل،
اور اگر زبان پر از خود جاری ہوگیا یا وہ ان دونوں حروف
کے درمیان امتیاز نہیں کرسکتا کہ وہ سمجھ رہا ہے کہ کلمہ
اسی طرح ادا ہوگیا ہے جس طرح ہونا چاہیے تھا تو
اس کی نماز درست ہوگی، اور یہی محمد بن مقاتل کا
قول ہے، اور اسی پر شیخ اسمٰعیل الزاہد نے فتوی جاری
کیا، کیونکہ کرد، اہل سواد (عراق) اور ترک لوگوں کی
زبانیں ان حروف کے مخارج کی صحیح ادائیگی نہیں
کرسکتیں، اور اس میں حرج عظیم ہے اور ظاہر یہ
ہے کہ یہ تمام فتاوی کے بیان کا اجمال ہے اھ مختصراً پس ان کو عجز کے پیش نظر معذور گردانا اور ان پر دائمی کوشش
لازم نہیں کی، اگر آپ محنت سے تلاش کریں گے تو بہت سے اسکے شواہد آپ کو مل جائیں گے۔ اللہ تعالٰی
آسانی کو پسند کرتا ہے اور عذر قبول فرماتا ہے اور وہ پاک ذات ہی سب سے زیادہ جاننے والی ہے۔ (ت)

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com

Marfat.com

قصد و اہتمام لازم کہ قرآن مطابق ما انزل اللہ تعالٰی پڑھے نہ معاذ اللہ مدا بنت و بے پروائی کہ آج کل سے عوام بلکہ یہاں کے کثیر بلکہ اکثر خواص نے اپنا شعار کر لیا، فقیر نے بگوش خود بعض مولوی صاحبوں کو پڑھتے سنا قل ھو اللہ احد حالانکہ نہ ہرگز اللہ الاحد نے احد فرمایا نہ امین وحی علیہ الصلٰوۃ والسلام نے احد پہنچایا نہ صاحب قرآن صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے احد پڑھایا، پھر اسے قرآن کیونکر کہا جائے فاناللہ وانا الیہ راجعون حاشا کرم متاخرین پروانہ بے پروائی نہیں، باوصف قدرت تعلیم تعلم نہ کرنا اور براہ سہل انگاری غلط خوانی قرآن پر مستعد و معتاد رہنا کون جائز رکھے گا، اتقان شریف میں ہے :

من المھمات تجوید القراٰن وھو اعطاء الحروف حقوقھا ورد الحرف الی مخرجہ واصلہ ولا شك ان الامۃ کما ھم متعبدون بفھم معانی القراٰن واقامۃ حدودہ ھم متعبدون بتصحیح الفاظہ واقامۃ حروفہ علی الصفۃ المتلقاۃ عن ائمۃ القراٰۃ المتصلۃ بالحضرۃ النبویۃ وقد عد العلماء القراٰۃ بغیر تجوید لحنا۔[1]

اہم چیزوں میں تجوید قرآن سیکھنا بھی ہے اور تجوید حروف کو ان کے حقوق دینا اور ان کو ان کے اصل اور مخرج کی طرف لوٹانا ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں جس طرح اُمّتِ مسلمہ معانیِ قرآن کے فہم اور اس کی حدود کے قیام کو عبادت جانتے ہیں اسی طرح اس کے الفاظ کی تصحیح اور اس کے حروف کی اس صفت جو ائمہ قراء سے منقول ہے پر ادائیگی کو بھی عبادت جانتے ہیں اور ان قراء کی قراءت کا یہ سلسلہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک پہنچتا ہے، اور علماء نے تجوید کے بغیر قرآن پڑھنے کو غلط پڑھنا قرار دیا ہے (ت)

اور احسن الفتاوی فتاوٰی بزازیہ وغیرہا میں ہے : ان اللحن حرام بلاخلاف[2] غلط پڑھنا بالاجماع حرام ہے۔

ولہذا ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ آدمی سے اگر کوئی حرف غلط ادا ہوتا ہو تو اس کی تصحیح و تعلم میں اس پر کوشش واجب بلکہ بہت علمائے اس سعی کی کوئی حد مقرر نہ کی اور حکم دیا کہ عمر بھر روز و شب ہمیشہ جہد کئے جائے کبھی اس کے ترک میں معذور نہ ہوگا علامہ ابراہیم حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں :

یجب علیہ بذل الجھد دائما فی تصحیح لسانہ ولا یعذر فی

غلط لفظ کی تصحیح کے لئے اس پر ہمیشہ کوشاں رہنا ضروری ہے ترک کی صورت میں معذور نہیں

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النصل الثانی من المھمات تجوید القرآن مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۱۰۰

[2] فتاوٰی بزازیہ علی حاشیۃ الفتاوی الہندیۃ الثانی فی العبادات من کتاب الکراہیۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۳۵۳

marfat.com

Marfat.com

لیس فیہا تلک الحروف یتخذ الا فاتحۃ الکتاب فانہ لا یدع قرأتہا فی الصلوٰۃ انتھی اقول ولا منشأ لاستثناء الفاتحۃ الا لاختلاف فی رکنیتہا فیترأای لی تقیید ذلک فی المکتوبات بالاولیین حتی لو قرأ فی الاخریین فسدت واللہ تعالیٰ اعلم۔

آیات کا پڑھنا ممکن ہو جن میں ایسے حروف نہیں تو وہ انھیں پڑھ لے ماسوا فاتحہ کے، کیونکہ اس کی قرأت نماز میں ترک نہیں کی جاسکتی انتھی۔ میں کہتا ہوں یہاں فاتحہ کا استثناء اس لئے ہے کہ اس کی رکنیت میں اختلاف ہے، پس مجھ پر یہ بات واضح ہوئی ہے کہ کہ اسے فرض کی ابتدائی دو رکعتوں کے ساتھ مقید کرنا ضروری ہے حتی کہ اگر آخری دو رکعتوں میں پڑھے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۵۴ از سہسرام مرسلہ مولوی محمد نور صاحب ولایتی ۱۳۰۹ھ

خلاصہ فتویٰ مرسلہ مولوی صاحب مذکور کہ بہر تصدیق نزد فقیر آمدہ

ماہرین شریعت پر پوشیدہ نہ رہے کہ ضاد کا مشتبہ الصوت ہونا ساتھ ظائے معجمہ کے جملہ کتب تفسیر وفقہ وصرف وتجوید سے ثابت ہے کہ بخلاف دال کے کہ ضاد اور دال میں سات صفتوں کا فرق ہے اور قاعدہ کلیہ جملہ کتب فقہیہ کا یہ ہے کہ جن دونوں حرفوں میں فرق بآسانی ممکن ہے اُس کے بدل جانے سے نماز فاسد ہوتی ہے اور اگر فرق دو حرف میں مشکل ہے تو اکثر کا مذہب یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوتی اور یہی مذہب متاخرین کا معتدل وپسندیدہ ہے اور مذہب متقدمین کا یہ ہے کہ ضاد کے ظاء پڑھنے سے بھی نماز فاسد ہوتی ہے پس لفظ ولا الضالین کی جگہ دالین پڑھنے سے سب کے نزدیک نماز فاسد ہوتی ہے اور ظاء پڑھنے سے اکثر کے نزدیک فاسد نہیں ہوتی، اور اسی پر فتویٰ ہے۔ حاصل یہ کہ جس شخص سے مخرج ضاد کا نہ آوے وہ ظاء پڑھے ھذا ھو الحق والصواب تو مسلمانوں کو چاہئے کہ بہت جلد اس کے عامل ہوجائیں واللہ اعلم بالصواب فی الواقع بمذہب مختار جمہور ضاد کی جگہ ظاء پڑھے گا یا ذال نماز فاسد نہ ہوگی واللہ اعلم

ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنوی

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس قدر تجوید جس کے باعث حرف کو حرف سے امتیاز اور تلبیس وتبدیل سے احتراز حاصل ہو واجبات عینیہ واہم مہمات دینیہ سے ہے آدمی پر تصحیح مخارج میں سعی تام اور ہر حرف میں اُس کے مخرج سے ٹھیک ادا کرنے کا

ے ولوالجیہ

marfat.com

Marfat.com

محیط میں ہے :

سئل الامام الفضلی عمن یقرأ الظاء المعجمۃ مکان الضاد المعجمۃ او علی العکس فقال لا تجوز امامتہ ولو تعمد یکفر۔[1]

امام فضلی سے سوال کیا گیا کہ اس شخص کا کیا حکم جس نے ضاد کی جگہ ظاء یا اس کے بالعکس پڑھا تو انہوں نے (جواب میں) فرمایا ایسے شخص کی امامت جائز نہیں، اور اگر ایسا عمداً کرے تو کافر ہوگا۔ (ت)

منح الروض میں ہے : کون تعمد ہ کفرا لا کلام فیہ[2] الخ (ایسا عمداً کرنا کفر ہے اس میں کسی کو کلام نہیں الخ۔ ت)

پس جزماً لازم کہ ہر حرف میں خاص حرف منزل من عند اللہ ہی کی ادا کا قصد کریں اور اُسی کے مخرج سے نکالنا چاہیں پھر بوجہ عسر حرف وقصور لسان اگر غلط ادا ہو تو مثل ض میں کہ اعسر الحروف ہے۔ تیسیر اہل الامۃ فتوی بعض متاخرین پر عمل کرکے صحتِ نماز کا حکم دینا معیوب نہیں بلکہ محبوب ہے کہ شارع علیہ السلام کو تیسیر آسانی مطلوب ومرغوب ہے۔

قال المولی سبحنہ وتعالی یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[3] وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا[4] اخرجہ الائمۃ احمد والشیخان عن انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ۔

اللہ سبحانہ وتعالی کا ارشاد ہے اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے اور وہ تمہارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں کرتا۔ اور نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ آسانی پیدا کرو، مشکل وتنگی پیدا نہ کرو، خوشخبری دو، نفرت نہ پھیلاؤ۔ اس حدیث کو امام احمد، امام بخاری اور مسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

پھر ایسی حالت میں عند الانصاف اشتراک صفات خواہ اشتباہ اصوات کسی کی تخصیص نہیں ہوسکتی

---

[1] منح الروض شرح فقہ اکبر لملا علی قاری فصل فی القراءۃ والصلوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۱۶۷

[2] " " " " " " " " " " " " "

[3] القرآن ۲/ ۱۸۵

[4] الصحیح البخاری باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسروا ولا تعسروا الخ مطبوعہ اصح المطابع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/

marfat.com

Marfat.com

سمجھا جائے گا (یعنی اس میں جہد کو ترک کرنا قابل قبول نہیں) (ت)

قہستانی وطحطاوی وغیرہما میں ہے:

المداومة ای اناء اللیل واطراف النھار[1]۔ دائماً سے رات کا کچھ حصہ اور دن کے اطراف مراد ہیں۔ (ت)

اسی طرح اور کتب کثیرہ میں ہے، تو کیونکر جائز کہ جہد وسعی بالائے طاق سرے سے حرف منزل فی القرآن کا قصد ہی نہ کریں بلکہ عمداً اسے متروک ومہجور، اور اپنی طرف سے دوسرا حرف اس کی جگہ قائم کر دیں۔ فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالٰی لہ بعد اس کے کہ عرش تحقیق مستقر ہو چکا کہ قرآن اسم نظم ومعنی جمیعا بلکہ اسم نظم من حیث الارشاد الی المعنی ہے اور نظم نام حروف علی ہذا الترتیب المعروف اور حروف باہم متباین اور تبدیل جز قطعاً مستلزم تبدیل کل کہ مؤلف من مباین یقیناً غیر مؤلف من مباین آخر ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اس تبدیل عمدی اور تحریف کلام اللہ میں کتنا تفاوت مانا جائے گا۔ لاجرم امام اجل ابوبکر محمد بن الفضل فضلی وامام برہان الدین محمود بن الصدر السعید وغیرہما اجلہ کرام نے تو یہاں تک حکم دیا کہ جو قرآن عظیم میں عمداً ض کی جگہ ظ پڑھے کافر ہے۔

اقول ولا حاجة الی استثناء (وما ھو علی الغیب بضنین) فان ھھنا لیس اقامة الظاء مقام الضاد لان المقام لیس مقام الضاد خاصة بل مقامھما جمیعا لان اللفظ قرئ بھما فی القراٰن، فکان مثل صراط وسراط وبسطة وبصطة ویبسط ویبصط ومصیطر ومسیطر الی اشباہ ذلک بخلاف ضالین وظالین وسجیل وصجیل فانه تبدیل۔

میں کہتا ہوں "وما ھو علی الغیب بضنین" کے استثناء کی حاجت نہیں ہے کیونکہ اس مقام پر ضاد کی جگہ ظا رکھنا نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ مقام ضاد کے ساتھ ہی مخصوص نہیں بلکہ دونوں کا مقام ہے کیونکہ قرآن میں یہ لفظ دونوں قراءتوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ یہ ان الفاظ کی طرح ہے صراط اور سراط، بسطة اور بصطة، یبسط اور یبصط، مصیطر اور مسیطر، اور ان کی طرح دوسرے الفاظ بخلاف ضالین کی جگہ ظالین اور سجیل کی جگہ صجیل کے کیونکہ یہاں تبدیلی ہے۔ (ت)

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۲

نوٹ: غنیہ کی عبارت جو مجھے ملی ہے وہ اس طرح ہے: یجب علیھم الجھد دائما وصلوتھم جائزة ماداموا علی الجھد۔ اور اس سے کچھ قبل یہ الفاظ ہیں: ینبغی ان یجتھد ولا یعذر فی ذلک الخ۔ البتہ صغیری شرح منیۃ المصلی مطبوعہ دہلی میں بعینہٖ یہی الفاظ متن ص ۲۵۰ پر موجود ہیں۔ نذیر احمد سعیدی

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب الامامۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۵۱

marfat.com

Marfat.com

المرء وتکثر البلوی ھذا ماعندی فلتنظر نفس ما ذا تری (کیونکہ اس کا ابتلا زیادہ ہے یہ میری رائے ہے پس تمہاری رائے اس میں کیا ہے اس پر غور و فکر کرو۔ ت) اور حلیہ و خزانۃ الاکمل میں ہے:

ان جری علی لسانہ اولا یعرف التمییز لاتفسد ھو المختار[1]۔

اگر زبان پر از خود جاری ہوگیا یا تمیز کی معرفت نہیں تو نماز فاسد نہ ہوگی یہی مختار ہے۔ (ت)

وجیز کردری میں ہے:

ھو اعدل الاقاویل وھو المختار[2]۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم عز شانہ احکم۔

یہ سب سے معتدل قول ہے اور یہی مختار ہے (ت) اور اللہ سبحانہ وتعالٰی سب سے بہتر جاننے والا ہے اس کا علم سب سے کامل اور اس کی شانِ حاکمیت سب سے اعلٰی و مستحکم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۴۵۸: مرسلہ جناب نواب مولوی سید سلطان احمد خاں صاحب سلمہ اللہ تعالٰی از بریلی

۳ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

چہ مے فرمایند علمائے کرام دریں مسئلہ کہ در صور ذیل حکم نماز چیست عام از انکہ فرض بود یا نفل کہ در ہر رکعت ہماں سورت تکرار کردن۔

درج ذیل مسائل نماز میں علماء کی کیا رائے ہے خواہ نماز فرض ہو یا نفل کہ ہر رکعت میں ایک سورت کا تکرار کرنا کیسا ہے؟

الجواب

بے ضرورت در فرائض مکروہ تنزیہی است پس نشاید در اولٰی قرأت ناس راتعمد کردن تاحاجت بتکرار نیفتد اما اگر خواند بسہو یا عمد ناچار در ثانیہ نیز ہموں باید خواند کہ قرأتِ معکوسہ سخت تر از تکرار است بخلاف ختم کنندہ قرآن عظیم کہ او را باید در رکعت اولٰی تا ناس خواندن و در ثانیہ از

بغیر ضرورت فرائض میں مکروہ تنزیہی ہے، پس پہلی رکعت میں سورۃ الناس عمداً نہیں پڑھنی چاہئے تاکہ تکرار کی ضرورت نہ پڑ جائے اگر سہواً یا عمداً پڑھ چکا تو اب دوسری رکعت میں بھی وہی سورت یعنی سورۃ الناس دوبارہ پڑھے، کیونکہ ترتیب بدل کر پڑھنا تکرار سے بھی سخت ہے بخلاف

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الخامس فی زلۃ القاری نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۷۹

[2] فتاوٰی بزازیۃ علی ہامش الفتاوٰی الہندیۃ الثانی عشر فی زلۃ القاری نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۴۲

marfat.com

Marfat.com

اور تقصد تصنیف اختیاری نہیں اور جو اختیاری نہیں اس پر حکم جاری نہیں اور اگر اپنی طرف سے خاص ارادہ احد او فساد کا حکم دیجئے تو یہ وہی تعمد غلط ہے کہ یقیناً ممنوع و لہذا علامہ شامی قدس سرہ السامی نے عبارت تاتارخانیہ :

اذا لم یکن بین الحرفین اتحاد المخرج ولا قرب به الا ان فیه بلوی العامة کالذال مکان الضاد والزاء المحض مکان الذال و الظاء مکان الضاد لا تفسد عند بعض المشائخ[1] اھ

جب دو حرفوں کے درمیان اتحادِ مخرج اور قربِ مخرج نہ ہو مگر اس صورت میں جب عمومِ بلوی ہو مثلاً ذال ضاد کی جگہ یا زا ذال کی جگہ اور ظار ضاد کی جگہ پڑھا تو بعض مشائخ کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی اھ (ت)

نقل کرکے فرمایا :

قلت فینبغی علی هذا عدم الفساد فی ابدال الثاء سینا والقاف همزة کما هو لغة عوام زماننا فانهم لا یمیزون بینهما و یصعب علیهم جدا کالذال مع الزاء و لا سیما علی قول القاضی ابی عاصم و قول الصفار وهذا کله قول المتأخرین و قد علمت انه اوسع وان قول المتقدمین احوط قال فی شرح المنیة وهو الذی صححه المحققون وفرعوا علیه فاعمل بما تختار والاحتیاط اولی سیما فی امر الصلوٰة التی هی اول ما یحاسب العبد علیها[1] ۔

میں کہتا ہوں اس کے مطابق ان صورتوں میں فساد نہیں ہونا چاہئے جبکہ کوئی شخص ثا کی سین، قاف کی جگہ ہمزہ پڑھے جیسا کہ ہمارے دور کے عوام کی زبان ہے وہ ان کے درمیان کوئی امتیاز نہیں کرتے اور یہ ان پر نہایت دشوار ہے جیسا کہ ذال اور زا میں فرق کرنا خصوصاً قاضی ابوعاصم اور صفار کے قول پر، اور یہ تمام متاخرین کا قول ہے اور آپ جان چکے کہ اس میں کافی وسعت ہے اور متقدمین کا قول احوط ہے، شرح منیہ میں فرمایا اسی کو محققین نے صحیح کہا اور اسی پر انھوں نے تفریع بٹھائی پس مختار پر عمل کرو، اور احتیاط اولیٰ ہے خصوصاً نماز کے معاملات میں کیونکہ بندے سے اسی کے بارے میں سب سے پہلے سوال ہوگا۔ (ت)

اس تحقیق انیق سے ظاہر ہوا کہ تعمد نہ ظاد کا جائز نہ دُواد کا کہ نہ وہ ظا ہے نہ ذال مفخم اور بعد تصحیح و ارادہ حرف صحیح و استعمال مخرج معین براہ غلط جو کچھ ادا ہو تیسیراً صحت نماز پر فتوی لتعسر

---

[1] ردالمحتار مطلب مسائل زلۃ القاری مطبوعہ مصطفی البابی مصر ١/ ٤٦٨

marfat.com

Marfat.com

سورت ثالثہ خواندن باکے ندارد چنانکہ در اولیٰ والتین
و در ثانیہ قدر ورنہ در فرائض مکروہ چنانچہ نصر و
اخلاص واگر دو سورت درمیان باشد مضائقہ
نے ہمچو نصر و فلق ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایسی سورت کو شامل [illegible]
حرج نہیں مثلاً پہلی رکعت میں سورہ والتین [illegible]
دوسری میں سورہ قدر [illegible]
تو فرائض میں ایسا کرنا مکروہ ہے جیسا کہ سورہ النصر
اور سورہ اخلاص کا پڑھنا اور اگر درمیان میں دو سورتیں ہوں تو پھر کوئی مضائقہ نہیں مثلاً سورہ نصر اور
سورۂ فلق۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۱: دریک رکعت یک سورت یا یک آیت چند بار خواندن (ایک رکعت میں کسی سورت یا آیت کا تکرار کے ساتھ پڑھنا کیسا ہے؟ ۔ ت)

الجواب

چوں تکرار یک سورت در دو رکعت و دو سورت در
یک رکعت ہر دو در فرائض ناشایستہ بود تکرار یک
سورت در یک رکعت اولیٰ نباشائستگی باشد و ہمچناں
تکرار آیت خاصہ موجب اطالت ثانیہ بر اولیٰ باشد
و کل ذلك خلاف الماثور المتوارث فی الفرائض
فاما کراہت تحریم را وجہے نیست جز در فاتحہ کہ در رکعتین
اولیین پیش از قرأت سورۃ اعادہ کل یا اکثر او کند
اقول لتفویت واجب الضم پس اگر عامد است اعادہ
کند واگر ساہی است سجدہ سہو بخلاف تکرار فاتحہ
در اخریین اقول لعدم الضم فیہما یا بعد سورت در
اولیین اقول لحصول الضم من قبل ولا یجب
الرکوع اثر السورۃ بل کلما تلا من القرأت
کان لہ ان یتلوہ اقول واز صورت تثقیل بر مقتدی
غافل نباید بود کہ ہمچو سور زائد بر قدر مسنون است
پس اگر گرانی آرد مطلقاً ناجائز و مکروہ تحریمی باشد و
ایں حکم عام است مر فریضہ و نافلہ ہمہ را پس ہر جا از

جب فرائض کی دو رکعتوں میں ایک سورت کا تکرار یا
ایک رکعت میں دو سورتوں کا مناسب نہیں تو ایک
رکعت میں ایک سورت کا تکرار بطریق اولیٰ مناسب
نہ ہوگا، اسی طرح کسی مخصوص آیت کا تکرار دوسری
رکعت کے پہلی رکعت کے طویل ہونے کی وجہ بن سکتا
ہے، اور یہ تمام باتیں فرائض کے بارے میں منقول
ماثور کے خلاف ہیں لیکن اس کو مکروہ تحریمی قرار دینے
کی کوئی وجہ نہیں ماسوائے پہلی دو رکعات میں
قرأت سورت سے پہلے کل سورہ فاتحہ یا اکثر کا اعادہ
کرنا کیونکہ یہ مکروہ تحریمی ہے۔ میں کہتا ہوں اس کی
وجہ یہ ہے کہ سورت کا ملانا واجب تھا، اعادہ کی
صورت میں وہ فوت ہوجاتا ہے، پس اگر کسی شخص
نے عمداً ایسا کیا تو اعادہ نہ کرے اور اگر سہواً کیا تو سجدہ
سہو ہوگا بخلاف آخری دو رکعات میں سورۃ فاتحہ کے
تکرار کے، میں کہتا ہوں کیونکہ ان میں ضم سورت واجب
نہیں یا ضم سورت کے بعد پہلی دو رکعات میں، کیونکہ

marfat.com

Marfat.com

الم تا مفلحون لحدیث الحال المرتحل[1] کذا فی النہر وردالمحتار اقول وانچہ مراد اینست کہ بحالت ختم قرآن مجید ایں خود عکس و عکس نیست بلکہ از سر گرفتن باشد چنانکہ لفظ حال و مرتحل نیز برآں دلیل است فافہم واللہ تعالٰی اعلم۔

ختم قرآن کی صورت کے کہ اس میں پہلی رکعت میں سورۃ الناس تک پڑھنا اور دوسری رکعت میں الم تا مفلحون پڑھنا جائز اور درست ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے: ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالٰی کے ہاں پسندیدہ عمل کیا ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: منزل میں اترنے والا اور کوچ کرنیوالا (یعنی جو شخص قرآن شریف ختم کرے فوراً شروع کرے اور یوں ہی کرتا رہے)، جیسا کہ نہر اور ردالمحتار میں ہے۔ میں کہتا ہوں اس سے مراد یہ ہے کہ ختم قرآن کی صورت میں یہ عکس اور ترتیب کا بدلنا نہیں بلکہ قرآن کو نئے سرے سے شروع کرنا ہے جیسا کہ لفظ حال و مرتحل بھی اس پر دلیل ہے فافہم واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۵۹ دریک رکعت چند سورت خواندن (ایک رکعت میں متعدد سورتیں پڑھنا کیسا ہے؟ - ت)

الجواب

دررکعتے زیادہ بریک سورت خواندن در فرائض نباید اما اگر کند مکروہ نباشد بشرط اتصال سور و اگر سور متفرقہ در رکعتے جمع کند مکروہ باشد کما فی الغنیہ ثم ردالمحتار اقول وبحالت امامت شرطے دیگر نیز است وآں عدم تثقیل بر مقتدی ورنہ کراہت تحریمی است۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

فرائض کی ایک رکعت میں ایک سے زائد سورتیں نہیں پڑھنی چاہئیں اگر کوئی پڑھ لیتا ہے تو کراہت نہیں بشرطیکہ وہ سورتیں متصل ہوں، اگر کوئی متفرق سورتیں کسی ایک رکعت میں جمع کرتا ہے تو اس میں کراہت ہے، جیسا کہ غنیہ اور پھر ردالمحتار میں ہے۔ میں کہتا ہوں امام ہونے کی صورت میں ایک اور شرط بھی ہے وہ یہ کہ مقتدی اسے بوجھ محسوس نہ کرے ورنہ کراہت تحریمی ہوگی واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۶۰ یک سورت فروگزاشتہ خواندن (ایک سورت چھوڑ کر پڑھنا کیسا ہے؟ ت)

الجواب

سورت متروکہ اگر مدید است کہ بر تقدیر قرأتش در ثانیہ اطالت ثانیہ بر اولی لازم آید پس ازاں گزشتہ

اگر متروکہ سورت اتنی لمبی ہے کہ اس کی قرأت سے دوسری رکعت پہلی رکعت سے طویل ہوجائے گی تو

---

[1] جامع الترمذی ابواب القرأۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۱۸

marfat.com

Marfat.com

سورت ثالثہ خواندن باکے ندارد چنانکہ در اول والتین
و در ثانیہ قدر و ورنہ در فرائض مکروہ چنانچہ نصر و
اخلاص واگر دو سورت درمیان باشد مضائقہ
نے ہیچ نصر و فلق ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایسی سورت کو [illegible]
حرج نہیں مثلاً پہلی رکعت میں سورہ والتین اور
دوسری میں سورہ قدر پڑھا اور اگر ایسی [illegible]
تو فرائض میں ایسا کرنا مکروہ ہے جیسا کہ سورہ نصر
اور سورہ اخلاص کا پڑھنا اور اگر درمیان میں دو سورتیں ہوں تو پھر کوئی مضائقہ نہیں مثلاً سورہ نصر اور
سورہ فلق۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۶۱) دریک رکعت یک سورت یا یک آیت چند بار خواندن (ایک رکعت میں کسی سورت یا آیت کا تکرار کے ساتھ پڑھنا کیسا ہے؟ ۔ ت)

الجواب

چوں تکرار یک سورت در دو رکعت و دو سورت در
یک رکعت ہر دو در فرائض ناشائستہ بود تکرار یک
سورت دریک رکعت اولیٰ ناشائستگی باشد وہمچناں
تکرار آیت خاصہ موجب اطالت ثانیہ بر اولیٰ باشد
وکل ذلک خلاف الماثور المتوارث فی الفرائض
فاما کراہت تحریم را وجہے نیست جز در فاتحہ کہ در رکعتین
اولیین پیش از قرأت سورۃ اعادہ کل یا اکثر او کند
اقول لتفویت واجب الضم پس اگر عامدا است اعادہ
کند واگر ساہی است سجدہ سہو بخلاف تکرار فاتحہ
در اخریین اقول لعدم الضم فیہما یا بعد سورت در
اولیین اقول لحصول الضم من قبل ولا یجب
الرکوع اثر السورۃ بل کلما تلا من القرأت
کان لہ ان یتلوہ اقول واز صورت تثقیل بر مقتدی
غافل نباید بود کہ ہیچ سورہ زائد بر قدر مسنون است
پس اگر گرانی آرد مطلقاً ناجائز و مکروہ تحریمی باشد و
ایں حکم عام است مرفریضہ ونافلہ ہمہ را پس ہر جا از

جب فرائض کی دو رکعتوں میں ایک سورت کا تکرار یا
ایک رکعت میں دو سورتوں کا مناسب نہیں تو ایک
رکعت میں ایک سورت کا تکرار بطریق اولیٰ مناسب
نہ ہوگا، اسی طرح کسی مخصوص آیت کا تکرار دوسری
رکعت کے پہلی رکعت کے طویل ہونے کی وجہ بن سکتا
ہے، اور یہ تمام باتیں فرائض کے بارے میں منقول
ماثور کے خلاف ہیں لیکن اس کو مکروہ تحریمی قرار دینے
کی کوئی وجہ نہیں ماسوائے پہلی دو رکعات میں
قرأت سورت سے پہلے کل سورہ فاتحہ یا اکثر کا اعادہ
کرنا کیونکہ یہ مکروہ تحریمی ہے۔ میں کہتا ہوں اس کی
وجہ یہ ہے کہ سورت کا ملانا واجب تھا، اعادہ کی
صورت میں وہ فوت ہوجاتا ہے، پس اگر کسی شخص
نے عمداً ایسا کیا تو اعادہ نماز کرے اور اگر سہواً کیا تو سجدہ
سہو ہوگا بخلاف آخری دو رکعات میں سورۃ فاتحہ کے
تکرار کے، میں کہتا ہوں کیونکہ ان میں ضم سورت واجب
نہیں یا ضم سورت کے بعد پہلی دو رکعات میں، کیونکہ

marfat.com

Marfat.com

...مستثنٰی باید شمرد فیہ واللہ تعالٰی اعلم۔

ضمِ سورت (واجب) پہلے حاصل ہوچکا اور سورت کے [...] فوراً واجب نہیں ہوتا بلکہ جب تک نمازی تلاوت کرنا چاہے کرسکتا ہے۔ میں کہتا ہوں مقتدی پر بوجھ ہونے [کی صورت] سے غافل نہیں ہونا چاہئے کیونکہ مثلاً قدرِ مسنون قرأت سے زائد پر اگر نمازی بوجھ محسوس کرتا ہے تو ایسی صورت [میں] مطلقاً ناجائز اور مکروہ تحریمی ہے اور یہ حکم ہر مقام پر ہوگا خواہ نماز فرض ہو یا نفل، البتہ ہر جا صورتِ جواز کو مستثنٰی سمجھ لینا چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۲: از یک سورۃ طویلہ آیات متفرقہ در رکعات خواندن مثلاً در اولٰی آیۃ الکرسی و در ثانیہ اٰمن الرسول۔

طویل سورت سے مختلف رکعات میں متفرق آیات پڑھنا کیسا ہے؛ مثلاً پہلی میں آیت الکرسی اور دوسری میں آمن الرسول۔

الجواب

ایں چنیں قرأت در دو رکعت جائز است وکراہت ندارد بشرط آنکہ میان ہر دو موضع فصل کم ز دو آیت نباشد فاما بہتر آنست کہ بے ضرورت ایں ہم نکند لانہ یوھم الاعراض عن البعض والعیاذ باللہ تعالٰی واگر ہمیں فصل یک آیت است یا در رکعت واحدہ بے ضرورت ارتکاب ایں معنی کرد مکروہ است اگرچہ فصل چندیں آیات باشد **اقول** وگمان دارم کہ نفل دریں باب مخالف فرض نباشد لما ذکر فی فتح القدیر من قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لبلال رضی اللہ تعالٰی عنہ اذا ابتدأت سورۃ فاتمہا علی نحوھا قالہ حین سمعہ ینتقل فی التہجد من سورۃ الی سورۃ کما رواہ ابوداؤد وغیرہ فقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھذا کما کان نہیا عن

یہ قرأت دو رکعت میں بلاکراہت جائز ہے بشرطیکہ دونوں قرأت کے درمیان دو آیات سے کم مقدار نہ ہو اور بہتر یہ ہے کہ بغیر ضرورت ایسا بھی نہ کرے کیونکہ بعض آیات سے اعراض کا وہم ہوگا العیاذ باللہ تعالٰی، اگر یہ فاصلہ ایک آیت کی مقدار ہو یا ایک ہی رکعت میں بغیر ضرورت کے ایسا کرے تو مکروہ ہے اگرچہ فاصلہ متعدد آیات کا ہو۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) میں یہ سمجھتا ہوں اس معاملہ میں نوافل فرائض کے مخالف نہیں کیونکہ فتح القدیر میں ہے: نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ارشاد فرمایا جب تُو کوئی سورۃ شروع کرے تو اسے مکمل کر، آپ نے یہ اس وقت فرمایا جب انہیں تہجد میں ایک سورت سے دوسری سورت کی طرف منتقل ہوتے ہوئے سنا، جیسا کہ

؎ فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۹۹

marfat.com
Marfat.com

الانتقال من سورة الی سورة کذلک افادالنہی عن الانتقال من اٰیة الی اخری ایضا بالاولٰی ولکن لی فیہ کلام سیاتی و اللہ تعالٰی اعلم۔

ابوداؤد وغیرہ [illegible] تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشاد [illegible] سے دوسری سورت کی طرف منتقل ہونے سے [illegible] دال ہے اسی طرح ایک آیت سے دوسری آیت کی طرف انتقال کے منع ہونے پر بھی بطریق اولٰی دال ہے لیکن اس میں مجھے کلام ہے جو عنقریب آرہا ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۶۳ سورۃ معکوس خواندن (الٹی سورت پڑھنا کیسا ہے؟ - ت)

الجواب

بالقصد ناجائز و ممنوع است در حدیث براں تہدید شدید فرمودہ اند واگر سہوا باشد چنانکہ در اولی نصر خواندہ در ثانیہ قصد فلق داشت کہ بجائے قل اعوذ کلمۂ قل یا بر زبان رفت انگاہ ہمیں سورت کافروت باتمام رساند ونکند ایں راگزاشتہ بسورت دیگر گزشتن بے ضرورت مکروہ است پس ایں رجوع باشد از عدم کراہت بکراہت وھو کما تری سخن گفتنی ماند ازآنکہ ایں معنی در نفل ہم مکروہ باشد یا خیر در مختار بتبعیت خلاصہ ایں را و چیزے چند از جنس ایں را کہ در فرائض کراہت داشت ذکر کردہ میگوید ولایکرہ فی النفل شیئ من ذلک اما امام محقق حیث اطلق فرمود عندی فی ھذہ الکلیة نظر علامہ حلبی محشی درہم در مسئلہ دائرہ بریں کلیہ معترض آمد کہ قرأت منکوس بیروں نماز مکروہ وممنوع است در نفل چناں مکروہ نباشد اقول وھو حسن ظاھر وما اجاب عنہ العلامة الطحطاوی واقرہ العلامة الشامی وبالجملة فالاحوط الاحتراز واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

ارادۃً ایسا کرنا ممنوع وناجائز ہے حدیث میں اس پر سخت وعید ہے اگر یہ سہواً ہوا جیسا کہ پہلی رکعت میں سورہ نصر پڑھی دوسری میں سورہ فلق پڑھنے کا قصد تھا مگر قل اعوذ کی جگہ زبان پر قل یا ایھا الکٰفرون جاری ہوگیا، تو ایسی صورت میں سورہ کافرون مکمل کرلے، اسے چھوڑ کر دوسری کی طرف نہ جائے، کیونکہ بغیر ضرورت کے ترک مکروہ ہے، پس یہ عدم کراہت سے کراہت کی طرف رجوع ہوگا اور وہ اسی طرح ہے، جس طرح تم جانتے ہو اب اس معاملہ میں یہ گفتگو رہ گئی کہ کیا نفل میں بھی ایسا کرنا مکروہ ہے یا مکروہ نہیں بلکہ درست ہے تو درمختار میں خلاصہ کی اتباع کرتے ہوئے اسے اور اس کے علاوہ اسی طرح کی چیزیں جو فرائض میں مکروہ ہیں ذکر کرکے فرمایا البتہ ان میں سے کوئی شے بھی نوافل میں مکروہ نہیں، لیکن امام محقق علی الاطلاق نے اظہار کرتے ہوئے کہا مجھے اس کلیہ میں اعتراض ہے۔ علامہ حلبی محشی نے بھی مذکورہ مسئلہ میں اسی کلیہ پر اعتراض کیا، اور کہا کہ الٹی قرأت نماز سے باہر جب مکروہ وممنوع ہے تو نوافل میں کیوں نہ مکروہ ہوگی۔ اقول (میں کہتا ہوں)

marfat.com

Marfat.com

مستثنٰی باشد بیش فیہ واللہ تعالٰی اعلم۔ — ضم سورت (واجب، پہلے حاصل ہو چکا اور سورت کے مستحب فقط واجب نہیں ہوتا جب تک نمازی تلاوت کرنا چاہے کر سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں مقتدی پر بوجھ ہونے کی صورت منتقل نہیں ہو جانا چاہئے کیونکہ مثلاً قدرِ مسنون قرأت سے زائد پر اگر نمازی بوجھ محسوس کرتا ہے تو ایسی صورت میں نا جائز اور مکروہ تحریمی ہے اور یہ حکم ہر مقام پر ہوگا خواہ نماز فرض ہو یا نفل، البتہ ہر جا صورت جواز کو مستثنٰی سمجھ لینا چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از یک سورۃ طویلہ آیات متفرقہ در رکعات خواندن مثلاً در اول آیت الکرسی و در ثانیہ اٰمن الرسول۔

طویل سورت سے مختلف رکعات میں متفرق آیات پڑھنا کیسا ہے؛ مثلاً پہلی میں آیت الکرسی اور دوسری میں آمن الرسول۔

الجواب

ایں چنیں قرأت در دو رکعت جائز است و کراہت ندارد بشرط آنکہ میان ہر دو موضع فصل کم ز دو آیت نباشد فاما بہتر آنست کہ بے ضرورت ایں ہم نکند لانہ یوھم الاعراض عن البعض والعیاذ باللہ تعالٰی واگر ہمیں فصل یک آیت است یا در رکعت واحدہ بے ضرورت ارتکاب ایں معنی کرد مکروہ است اگرچہ فصل چندیں آیات باشد اقول وگمان دارم کہ نفل دریں باب مخالف فرض نباشد لما ذکر فی فتح القدیر من قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لبلال رضی اللہ تعالٰی عنہ اذا ابتدأت سورۃ فاتمھا علی نحوھا قالہ حین سمعہ ینتقل فی التہجد من سورۃ الی سورۃ[1] کما رواہ ابوداؤد وغیرہ فقول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھذا کما کان نھیا عن

یہ قرأت دو رکعت میں بلا کراہت جائز ہے بشرطیکہ دونوں قرأت کے درمیان دو آیات سے کم مقدار نہ ہو اور بہتر یہ ہے کہ بغیر ضرورت ایسا بھی نہ کرے کیونکہ بعض آیات سے اعراض کا وہم ہوگا العیاذ باللہ تعالٰی، اگر یہ فاصلہ ایک آیت کی مقدار ہو یا ایک ہی رکعت میں بغیر ضرورت کے ایسا کرے تو مکروہ ہے اگرچہ فاصلہ متعدد آیات کا ہو۔ اقول (میں کہتا ہوں) میں یہ سمجھتا ہوں اس معاملہ میں نوافل فرائض کے مخالف نہیں کیونکہ فتح القدیر میں ہے؛ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ارشاد فرمایا جب تُو کوئی سورۃ شروع کرے تو اسے مکمل کر، آپ نے یہ اس وقت فرمایا جب انھیں تہجد میں ایک سورت سے دوسری سورت کی طرف منتقل ہوتے ہُوئے سنا، جیسا کہ

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۹۹

marfat.com

Marfat.com

الانتقال من سورۃ الٰی سورۃ کذٰلک افاد النھی عن الانتقال من اٰیۃ الٰی اخرٰی ایضا بالاولٰی ولکن لی فیہ کلام سیاتی و اللہ تعالٰی اعلم۔

ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا کہ حضور [illegible] تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی جب ایک سورت سے دوسری سورت کی طرف منتقل ہونے سے منع پر دال ہے اسی طرح ایک آیت سے دوسری آیت کی طرف انتقال کے منع ہونے پر بھی بطریق اولٰی دال ہے لیکن اس میں مجھے کلام ہے جو عنقریب آرہا ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۶۲: سورۃ معکوس خواندن (الٹی سورت پڑھنا کیسا ہے؟ - ت)

الجواب

بالقصد ناجائز و ممنوع است و در حدیث براں تہدید شدید فرمودہ اند و اگر سہوا باشد چنانکہ در اولٰی نصر خواندہ در ثانیہ قصد فلق داشت کہ بجائے قل اعوذ کلمہ قل یا بر زبان رفت انگاہ ہمیں سورت کافرون با تمام رساند و نکند ایں را گزاشتہ بسورت دیگر گرشتن بے ضرورت مکروہ است پس ایں رجوع باشد از عدم کراہت بکراہت و ھو کما تری سخن گفتنی ماند از آنکہ ایں معنی در نفل ہم مکروہ باشد یا خیر در مختار بتبعیت خلاصہ ایں را و چیزے چند از جنس ایں را کہ در فرائض کراہت داشت ذکر کردہ میگوید ولا یکرہ فی النفل شیئ من ذلک اما امام محقق حیث اطلق فرمود عندی فی ھذہ الکلیۃ نظر علامہ حلبی محشی درہم در مسئلہ دائرہ بریں کلیہ معترض آمد کہ قرأت منکوس بیروں نماز مکروہ و ممنوع است در نفل چناں مکروہ نباشد اقول وھو حسن ظاہر وما اجاب عنہ العلامۃ الطحطاوی واقرہ العلامۃ الشامی و بالجملۃ فالاحوط الاحتراز واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

ارادۃً ایسا کرنا ممنوع و ناجائز ہے حدیث میں اس پر سخت وعید ہے اگر یہ سہواً ہوا جیسا کہ پہلی رکعت میں سورہ نصر پڑھی دوسری میں سورہ فلق پڑھنے کا قصد تھا مگر قل اعوذ کی جگہ زبان پر قل یا ایھا الکفرون جاری ہوگیا، تو ایسی صورت میں سورہ کافرون مکمل کرلے" اسے چھوڑ کر دوسری کی طرف نہ جائے، کیونکہ بغیر ضرورت کے ترک مکروہ ہے، پس یہ عدم کراہت سے کراہت کی طرف رجوع ہوگا اور وہ اسی طرح ہے جس طرح تم جانتے ہو اب اس معاملہ میں یہ گفتگو رہ گئی کہ کیا نفل میں بھی ایسا کرنا مکروہ ہے یا مکروہ نہیں بلکہ درست ہے تو درمختار میں خلاصہ کی اتباع کرتے ہوئے اسے اور اس کے علاوہ اسی طرح کی چیزیں جو فرائض میں مکروہ ہیں ذکر کرکے فرمایا، البتہ ان میں سے کوئی شے بھی نوافل میں مکروہ نہیں، لیکن امام محقق علی الاطلاق نے اظہار کرتے ہوئے کہا مجھے اس کلیہ میں اعتراض ہے۔ علامہ حلبی محشی نے بھی مذکورہ مسئلہ میں اسی کلیہ پر اعتراض کیا، اور کہا کہ الٹی قرأت نماز سے باہر جب مکروہ و ممنوع ہے تو نوافل میں کیوں نہ مکروہ ہوگی۔ اقول (میں کہتا ہوں)

marfat.com

Marfat.com

…مستثنیٰ باید شمرد والله تعالیٰ اعلم۔

ضم سورت (واجب) پہلے حاصل ہوچکا اور سورت کے … مقدار فوراً واجب نہیں ہوتا بلکہ جب تک نمازی تلاوت کرنا چاہے کرسکتا ہے۔ میں کہتا ہوں مقتدی پر بوجھ ہونے … صورت سے غافل نہیں ہونا چاہئے کیونکہ مثلاً قدر مسنون قرأت سے زائد پر اگر نمازی بوجھ محسوس کرتا ہے تو ایسی صورت مطلقاً ناجائز و مکروہ تحریمی ہے اور یہ حکم ہر مقام پر ہوگا خواہ نماز فرض ہو یا نفل، البتہ ہر جا صورت جواز کو مستثنیٰ سمجھ لینا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از یک سورۃ طویلہ آیات متفرقہ در رکعات خواندن مثلاً در اولیٰ آیت الکرسی و در ثانیہ اٰمن الرسول۔

طویل سورت سے مختلف رکعات میں متفرق آیات پڑھنا کیسا ہے؛ مثلاً پہلی میں آیت الکرسی اور دوسری میں آمن الرسول۔

الجواب

ایں چنیں قرأت در دو رکعت جائز است و کراہت ندارد بشرط آنکہ میان ہر دو موضع فصل کم ز دو آیت نباشد فاما بہتر آنست کہ بے ضرورت ایں ہم نکند لانہ یوھم الاعراض عن البعض والعیاذ باللہ تعالیٰ واگر ہمیں فصل یک آیت است یا در رکعت واحدہ بے ضرورت ارتکاب ایں معنی کرد مکروہ است اگرچہ فصل چندیں آیات باشد **اقول** وگمان دارم کہ نفل دریں باب مخالف فرض نباشد لما ذکر فی فتح القدیر من قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لبلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا ابتدأت سورۃ فاتمھا علی نحوھا قالہ حین سمعہ ینتقل فی التہجد من سورۃ الی سورۃ کما رواہ ابوداؤد وغیرہ فقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ھذا کما کان نہیا عن

یہ قرأت دو رکعت میں بلاکراہت جائز ہے بشرطیکہ دونوں قرأت کے درمیان دو آیات سے کم مقدار نہ ہو اور بہتر یہ ہے کہ بغیر ضرورت ایسا بھی نہ کرے کیونکہ بعض آیات سے اعراض کا وہم ہوگا العیاذ باللہ تعالیٰ، اگر یہ فاصلہ ایک آیت کی مقدار ہو یا ایک ہی رکعت میں بغیر ضرورت کے ایسا کرے تو مکروہ ہے اگرچہ فاصلہ متعدد آیات کا ہو۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) میں یہ سمجھتا ہوں اس معاملہ میں نوافل فرائض کے مخالف نہیں کیونکہ فتح القدیر میں ہے: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارشاد فرمایا جب تُو کوئی سورۃ شروع کرے تو اسے مکمل کر، آپ نے یہ اس وقت فرمایا جب انھیں تہجد میں ایک سورت سے دوسری سورت کی طرف منتقل ہوتے ہوئے سنا، جیسا کہ

فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۹۹

marfat.com

Marfat.com

الحسن اثبتها وان کان فیها ذلک[1] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

مستحب ہونے پر بیان [illegible] باعث نہیں ہے کہ [illegible] ضعیف ہو، پس جب اس کی حدیث درجۂ حسن پر فائز ہوچکی تو اس کا اثبات ہوگیا اگرچہ [illegible] (جو اس نماز میں مذکور ہیں) اھ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۶ ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کو متولی صاحب [illegible] نماز پڑھنے مسجد میں آتے ہیں امام کیا اور زید حرفوں کو مخارج سے ادا کرتا ہے اب اس میں چند آدمی یہ کہتے ہیں کہ [illegible] نہیں پڑھتے بلکہ ضاد کو مشابہ ظاء کے پڑھتے ہو، اور زید کہتا ہے کہ میں مخارج سے ادا کرتا ہوں اور تم لوگ زبان کو دانتوں سے لگا کر نکالتے ہو وہ "د" ہے اور میں ڈاڑھ سے زبان کی نوک لگا کر نکالتا ہوں وہ ضاد ہے اور ایک شخص کبھی نماز پڑھا دیتا ہے ضاد کو مخارج د سے ادا کرتا ہے آیا ان میں کس کے پیچھے نماز جائز ہوگی صاف صاف فرمائیے کلام اللہ وحدیث رسول اللہ سے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

ظاد اور دُواد دونوں محض غلط ہیں اور اس کا مخرج بھی نہ زبان کو دانتوں سے لگا کر ہے نہ زبان کی نوک کو داڑھ سے لگا کر بلکہ اس کا مخرج زبان کی ایک طرف کی کروٹ اُسی طرف کی بالائی داڑھوں سے مل کر درازی کے ساتھ ادا ہونا اور زبان اوپر کو اُٹھ کر تالو سے ملنا اور ادا میں سختی وقوت ہونا ہے اس کا مخرج سیکھنا مثل تمام حرفوں کے ضروری ہے، جو شخص مخرج سیکھ لے اور اپنی قدرت تک اس کا استعمال کرے اور ظ یا د کا قصد نہ کرے بلکہ اسی حرف کا جو عزوجل کی طرف سے اُترا ہے پھر جو کچھ نکلے بوجہ آسانی صحتِ نماز پر فتوٰی دیا جائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۶۷ کیا فرماتے ہیں علمائے دین میں اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص نماز میں ضاد کو مشتبہ بظاء پڑھے تو اس کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ اور اس شخص کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

یہ حرف دشوار ترین حرف ہے اور اس کی ادا خصوصاً عجم پر کہ اُن کی زبان کا حرف نہیں سخت مشکل،

---

[1] ردالمحتار مطلب فی صلوٰۃ التسبیح مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۰۸

marfat.com

Marfat.com

...بایدش شمید واللہ تعالیٰ اعلم۔

ضم سورت (واجب) پہلے حاصل ہو چکا اور سورت کے [مکمل کرنا] واجب نہیں ہوتا بلکہ جب تک نمازی تلاوت کرنا چاہے کر سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں مقتدی پر بوجھ ہونے کی صورت میں نفل نہیں ہونا چاہیے کیونکہ مثلاً قدرِ مسنون قرأت سے زائد پر اگر نمازی بوجھ محسوس کرتا ہے تو ایسی صورت مطلقاً ناجائز اور مکروہ تحریمی ہے اور یہ حکم ہر مقام پر ہوگا خواہ نماز فرض ہو یا نفل، البتہ ہر جا صورت جواز کو مستثنیٰ سمجھ لینا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از یک سورۃ طویلہ آیات متفرقہ در رکعات خواندن مثلاً در اولیٰ آیت الکرسی و در ثانیہ آمن الرسول۔

طویل سورت سے مختلف رکعات میں متفرق آیات پڑھنا کیسا ہے؟ مثلاً پہلی میں آیت الکرسی اور دوسری میں آمن الرسول۔

الجواب

ایں چنیں قرأت در دو رکعت جائز است وکراہت ندارد بشرط آنکہ میان ہر دو موضع فصل کم ز دو آیت نباشد فاما بہتر آنست کہ بے ضرورت ایں ہم نکند لانہ یوھم الاعراض عن البعض والعیاذ باللہ تعالیٰ واگر ہمیں فصل یک آیت است یا در رکعت واحدہ بے ضرورت ارتکاب ایں معنی کرد مکروہ است اگرچہ فصل چندیں آیات باشد **اقول** وگمان دارم کہ نفل دریں باب مخالف فرض نباشد لما ذکر فی فتح القدیر من قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لبلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا ابتدأت بسورۃ فاتمھا علی نحوھا قالہ حین سمعہ ینتقل فی التہجد من سورۃ الی سورۃ[1] کما رواہ ابوداؤد وغیرہ فقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ھذا کما کان نھیا عن

یہ قرأت دو رکعت میں بلا کراہت جائز ہے بشرطیکہ دونوں قرأت کے درمیان دو آیات سے کم مقدار نہ ہو اور بہتر یہ ہے کہ بغیر ضرورت ایسا بھی نہ کرے کیونکہ بعض آیات سے اعراض کا وہم ہوگا العیاذ باللہ تعالیٰ، اگر یہ فاصلہ ایک آیت کی مقدار ہو یا ایک ہی رکعت میں بغیر ضرورت کے ایسا کرے تو مکروہ ہے اگرچہ فاصلہ متعدد آیات کا ہو۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) میں یہ سمجھتا ہوں اس معاملہ میں نوافل، فرائض کے مخالف نہیں کیونکہ فتح القدیر میں ہے: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارشاد فرمایا جب تُو کوئی سورۃ شروع کرے تو اسے مکمل کر، آپ نے یہ اس وقت فرمایا جب انھیں تہجد میں ایک سورت سے دوسری سورت کی طرف منتقل ہوتے ہوئے سنا، جیسا کہ

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۹۹

marfat.com
Marfat.com

وسین ساد سب برابر ہیں وھذا ھو محمل التعمد المذکور فی کلام الامام الفضلی رحمہ اللہ تعالٰی علیہ (امام فضلی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے کلام میں مذکور تعمد کا محل یہی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۸ ۱۶ جمادی الاولی ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام مغرب میں رکوع لقد صدق اللہ ورسولہ پڑھ رہا تھا جب فی الانجیل تک پڑھ لیا آیت پارہ ۲۲ کا متشابہ لگا اُس کے بعد آیت انما یرید اللہ لیذھب تک پڑھی پھر جب یاد آیا اُسے چھوڑ کر مقام اصل سے شروع کیا اور نماز ختم کی اور سجدہ سہو نہ کیا اس صورت میں نماز ہوئی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

نماز ہوگئی اور سجدۂ سہو کی بھی حاجت نہ تھی اگر بقدر ادائے رکن سوچتا نہ رہا ہو، ہاں اگر بھولا اور سوچنے میں اتنی دیر خاموش رہا جس میں کوئی رکن نماز کا ادا ہو سکتا ہے تو سجدۂ سہو لازم آیا کما فی الدرالمختار وغیرہ[1] (جیسا کہ دُرِّمختار وغیرہ میں ہے۔ ت) اگر نہ کیا تو نماز جب بھی ہوگئی مگر ناقص ہوئی پھیرنا واجب ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۹ ۶ شعبان المعظم ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ امام جب نماز میں کھڑا ہو کر قرأت شروع کرے اگر اس وقت بعذر یعنی قرأت بند ہونے کی وجہ سے گلا صاف کرنے کے لئے کھانسا تو نماز جائز ہو جائے گی عمرو کہتا ہے کہ نہیں خواہ کسی حالت میں ہو یا عذر یا بلا عذر اگر پے در پے تین مرتبہ کھانسا تو نماز باطل ہو جائے گی، اس مسئلہ میں کون حق پر ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مذکورہ میں نماز میں اصلاً کچھ خلل نہ آیا کھانسنا کھنکارنا جبکہ بعذر یا کسی غرض صحیح کے لئے ہو جیسے گلا صاف کرنا یا امام کو سہو پر متنبہ کرنا تو مذہب صحیح میں ہرگز مفسد نماز نہیں۔

فی الدرالمختار فی المفسدات (والتنحنح بلا عذر) اما بہ بان نشأ من طبعہ فلا (او) بلا (غرض صحیح) فلو لتحسین

دُرِّمختار کے باب نماز کے مفسدات میں ہے (اور بغیر عذر کے کھانسنا) ہاں اگر عذر کی بنا پر ہو مثلاً طبعی ایسا ہوا تو فاسد نہیں (یا) بغیر (غرض صحیح کے ہو)

---

[1] دُرِّمختار باب سجود السہو مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۰۲

marfat.com

Marfat.com

…اور علامہ طحطاوی نے ان کی طرف سے اس کا جواب نہیں دیا، اور علامہ شامی نے اسے ثابت … اس طرح قرأت سے احتراز ہی بہتر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۲۶۴: کمی وبیشی در قرأت رکعات کردن (رکعتوں میں قرأت کی کمی بیشی کیسی ہے؟۔ ت)

الجواب

…الت ثانیہ بر اولٰی در فرائض مکروہ است بالاتفاق … در نوافل علی الاصح وعکس آں را در نوافل کراہتے … ست و در صبح نیز جائز است بالاتفاق والاطلاق … ہرچہ تطویل کند باک نباشد وبقدر ثلث خود … ستحب است وبعضے تا نصف گویند و زیادہ … آں باوصف جواز خلاف اولٰی است و در غیر فجر … فرائض اختلاف است نزد امام محمد ہمہ جا اطالت … اولٰی باید وشیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما بہ تسوید رفتہ … و فتوٰی مختلف است و باید کہ ارجح و اوجہ قول … شیخین باشد فان کلام الامام امام الکلام … واللہ تعالٰی اعلم۔

فرائض کی دوسری رکعت کو پہلی پر لمبا کرنا بالاتفاق مکروہ ہے اور اصح قول کے مطابق نوافل میں بھی مکروہ ہے اس کے برعکس قرأت کرنا نوافل میں کراہت نہیں رکھتا، اور نمازِ فجر (کی رکعت اولٰی) میں بھی بالاتفاق اور بالاطلاق جائز ہے یعنی جس طرح بھی طویل کرے کوئی حرج نہیں، تہائی کی مقدار مستحب ہے اور بعض نصف مقدار تک کا قول بھی کرتے ہیں اور اس سے زیادہ لمبا کرنا جائز ہونے کے باوجود خلافِ اولٰی ہے۔ فرائض فجر کے علاوہ دیگر نمازوں میں اختلاف ہے۔ امام محمد کے نزدیک ہر مقام پر پہلی رکعت کا لمبا کرنا اولٰی ہے شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما برابری کی طرف گئے ہیں اور فتوٰی بھی مختلف ہے لیکن شیخین کا قول راجح ہونا مناسب لگتا ہے کیونکہ کلامِ امام، امامِ کلام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۵: پس سورت اسمائے الٰہی ضم کرد (سورت کے ساتھ اسمائے الٰہیہ کا ملانا کیسا ہے؟۔ ت)

الجواب

… فرائض مکروہ ست ہمچو سوال واستعاذہ نزد آیات … غیب وترہیب و در نوافل نیز لتغییر نظم الصلوٰۃ و … وارد وثابت باشد کما فی صلوٰۃ التسبیح … ل فی ردالمحتار والطعن فی ندبہا … ن فیہا تغییرا لنظم الصلوٰۃ انما یتأتی … ضعف حدیثہا فاذا ارتقی الی درجۃ

فرائض میں مکروہ ہے اسی طرح آیاتِ ترغیب و ترہیب میں رحمت کا سوال اور عذاب سے پناہ مانگنا بھی مکروہ ہے اور یہ نوافل میں بھی مکروہ ہے کیونکہ ایسے عمل سے نظمِ نماز میں تبدیلی آجاتی ہے اور جو معمولات کے بارے میں احادیث میں وارد ہے جیساکہ نمازِ تسبیح میں ہے۔ ردالمحتار میں کہا اس کے

marfat.com

Marfat.com

کما قال تعالیٰ ورتلناہ ترتیلا[1] ای انزلناہ نجما نجما علی حسب ما تجددت الیہ حاجات العباد ومثلہ قولہ تعالیٰ وقرانا فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث ونزلناہ تنزیلا[2]

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ورتلناہ ترتیلا یعنی ہم نے اسے بندوں کی ضروریات کے مطابق تھوڑا تھوڑا نازل فرمایا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے ہم نے قرآن کو تھوڑا تھوڑا کرکے نازل فرمایا تاکہ آپ لوگوں پر پڑھیں ٹھہر ٹھہر کر اور ہم نے اسے تدریجاً نازل فرمایا۔ (ت)

الفاظ بہ تفخیم ادا ہوں حروف کو اُن کی صفات شدت وجہر وامثالہا کے حقوق پورے دیے جائیں اظہار واخفا و تفخیم وترقیق وغیرہا محسنات کا لحاظ رکھا جائے یہ مسنون ہے اور اس کا ترک مکروہ وناپسند اور اس کا اہتمام فرائض وواجبات میں تراویح اور تراویح میں نفل مطلق سے زیادہ جلالین میں ہے : ورتل القرآن تثبت فی تلاوتہ[3] (ورتل القرآن کا معنی قرآن کی ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرنا ہے۔ ت) کمالین میں ہے :

ای تان واقرأ علی تؤدۃ من غیر تعجل بحیث یتمکن السامع من عد اٰیاتہ وکلماتہ[4]۔

یعنی قرآن مجید کو اس طرح آہستہ اور ٹھہر کر پڑھو کہ سننے والا اس کی آیات والفاظ گن سکے۔ (ت)

اتقان امام سیوطی میں برہان امام زرکشی سے ہے :

کمال الترتیل تفخیم الفاظہ والابانۃ عن حروفہ وان لایدغم حرف فی حرف وقیل ھذا اقلہ[5]۔

کمال ترتیل یہ ہے الفاظ میں تفخیم (حروف کو پُر کرکے پڑھنا) اور حروف کو جدا جدا کرکے پڑھا جائے، ایک حرف کو دوسرے حرف میں نہ ملایا جائے۔ بعض نے کہا یہ ترتیل کا کم درجہ ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے :

یسن الترتیل فی قراءۃ القرآن قال اللہ تعالیٰ

قراءت قرآن میں ترتیل سنت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا

---

[1] القرآن ۲۵/۳۲
[2] القرآن ۱۷/۱۰۶
[3] تفسیر جلالین زیر آیۃ ورتل القرآن الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲/۴۷۶
[4] کمالین علی حاشیہ جلالین زیر آیۃ مذکورہ " " " ۲/۴۷۶
[5] الاتقان فی علوم القرآن النوع الخامس والثلاثون فی آداب تلاوتہ الخ ۱/۱۰۶

marfat.com

Marfat.com

...اور علامہ طحاوی نے ان کی طرف سے اس کا جواب نہیں دیا، اور علامہ شامی نے اسے ثابت ... اس طرح قرأت سے احتراز ہی بہتر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۲۶۴ کمی وبیشی در قرأت رکعات کردن (رکعتوں میں قرأت کی کمی بیشی کیسی ہے؟ ۔ت)

الجواب

...طالت ثانیہ بر اولے در فرائض مکروہ است بالاتفاق ... در نوافل علی الاصح وعکس آں را در نوافل کراہتے ...ست ودر صبح نیز جائز است بالاتفاق وبالاطلاق ...یعنی ہرچہ تطویل کند باک نباشد وبقدر ثلث خود مستحب است وبعضے تا نصف گویند و زیادہ برآں باوصف جواز خلاف اولٰی است ودر غیر فجر از فرائض اختلاف است نزد امام محمد ہرجا اطالت اولٰی باید وشیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما بہ تسویہ رفتہ اند وفتوٰی مختلف است وباید کہ ارجح واوجہ قول شیخین باشد فان کلام الامام امام الکلام واللہ تعالٰی اعلم۔

فرائض کی دوسری رکعت کو پہلی پر لمبا کرنا بالاتفاق مکروہ ہے اور اصح قول کے مطابق نوافل میں بھی مکروہ ہے اس کے برعکس قرأت کرنا نوافل میں کراہت نہیں رکھتا، اور نمازِ فجر (کی رکعت اولٰی) میں بھی بالاتفاق اور بالاطلاق جائز ہے یعنی جس طرح بھی طویل کرے کوئی حرج نہیں، تہائی کی مقدار مستحب ہے اور بعض نصف مقدار تک کا قول بھی کرتے ہیں اور اس سے زیادہ لمبا کرنا جائز ہونے کے باوجود خلافِ اولٰی ہے۔ فرائض فجر کے علاوہ دیگر نمازوں میں اختلاف ہے۔ امام محمد کے نزدیک ہر مقام پر پہلی رکعت کا لمبا کرنا اولٰی ہے شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما برابری کی طرف گئے ہیں اور فتوٰی بھی مختلف ہے لیکن شیخین کا قول راجح ہونا مناسب لگتا ہے کیونکہ کلامِ امام، امامِ کلام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۵ پس سورت اسمائے الٰہی ضم کرد (سورت کے ساتھ اسمائے الٰہیہ کا ملانا کیسا ہے؟ ۔ت)

الجواب

در فرائض مکروہ ست ہمچو سوال واستعاذہ نزد آیات ترغیب وترہیب ودر نوافل نیز لتغییر نظم الصلوٰۃ و انچہ وارد وثابت باشد کما فی صلوٰۃ التسبیح قال فی ردالمحتار والطعن فی ندبہا بان فیہا تغییرا لنظم الصلوٰۃ انما یتأتی علی ضعف حدیثہا فاذا ارتقی الی درجۃ

فرائض میں مکروہ ہے اسی طرح آیاتِ ترغیب و ترہیب میں رحمت کا سوال اور عذاب سے پناہ مانگنا بھی مکروہ ہے اور یہ نوافل میں بھی مکروہ ہے کیونکہ ایسے عمل سے نظمِ نماز میں تبدیلی آجاتی ہے اور جو معمولات کے بارے میں احادیث میں وارد ہے جیساکہ نمازِ تسبیح میں ہے۔ ردالمحتار میں کہا اس کے

marfat.com

Marfat.com

درمختار میں ہے:

یقرأ فی الفرض بالترتیل حرفا حرفا و فی التراویح بین بین و فی النفل لیلا لہ ان یسرع بعد ان یقرأ کما یفہم۔[1]

فرض نماز میں اس طرح تلاوت کرے کہ جدا جدا ہر حرف سمجھ آئے، تراویح میں متوسط طریقہ اور رات کے نوافل میں اتنی تیز پڑھ سکتا ہے جسے وہ سمجھ سکے۔ (ت)

اُس کے بیان تراویح میں ہے: ویجتنب ھذرمۃ القراءۃ[2] (اور جلدی جلدی قراءت سے اجتناب کرے۔ ت)

دوم مد و وقف و وصل کے ضروریات اپنے اپنے مواقع پر ادا ہوں کھڑے پڑے کا لحاظ رہے حروف مذکورہ جن کے قبل نون یا میم ہو ان کے بعد غنہ نہ نکلے اناں انعمتاں کر ان کن یا اناں کنتاں نہ پڑھا جائے یا وہ جیم ساکنین جن کے بعد ت ہو بشدت ادا کئے جائیں کہ پ اور چ کی آواز نہ دیں جہاں جلدی میں ابتر اور تجتنبوا کو ابتر اور تجتنبوا پڑھتے ہیں حروف مطبقہ کا کسرہ ضمہ کی طرف مائل نہ ہونے پائے۔ جہاں جب صراط و قاطعین میں ص و ط اطباق کرتے ہیں حرکت تابع حرف ہو کر کسرہ مشابہ ضمہ ہو جاتا ہے کوئی حرف بے محل اپنے مجاور کی رنگت نہ پکڑے ت و ط کے اجتماع میں مثلاً "یستطیعون" "لا تطع" بے خیالی کرنے والوں سے حرف تا بھی مشابہ طا ادا ہوتا ہے بلکہ بعض سے "عتو" میں بھی بوجہ تفخیم عین و ضمہ تا آواز مشابہ طا پیدا ہوتی ہے بالجملہ کوئی حرف و حرکت بے محل دوسرے کی شان اخذ نہ کرے نہ کوئی حرف چھوٹ جائے نہ کوئی اجنبی پیدا ہو نہ ممدود مقصور ہو نہ مقصور ممدود یاسی زیادت اجنبی کے قبیل سے ہے وہ الف جو بعض جہال "واستبقا الباب" "دعوا اللہ" "وقال الحمد للہ" "ذاقا الشجرۃ" کے قیاس پر "کلتا الجنتین" "قیل ادخلوا النار" میں نکالتے ہیں حالانکہ یہ محض فاسد اور زیادت باطل و کاسد۔ واجب و اجماعی مد متصل ہے منفصل کا ترک جائز و لہذا اس کا نام ہی مد جائز رکھا گیا اور جس حرف مدہ کے بعد سکون لازم ہو جیسے ضآلین، الٓمٓ وہاں بھی مد بالاجماع واجب اور جس کے بعد سکون عارض ہو جیسے العالمین، الرحیم، العباد، یوقنون بحالت وقف یا قَالَ اللّٰھُمَّ بحالت ادغام وہاں مد و قصر دونوں جائز، اس قدر ترتیل فرض و واجب ہے اور اس کا تارک گنہگار، مگر فرائض نماز سے نہیں کہ ترک مفسد صلاۃ ہو۔ مدارک التنزیل میں ہے:

ورتل القراٰن ترتیلا ای اقرأ علی تؤدۃ

قرآن کو آہستہ اور ٹھہر کر پڑھو، اس کا معنی یہ ہے

۱؎ درمختار باب الامامۃ فصل و یجہر الامام مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۰

۲؎ 〃 باب الوتر والنوافل 〃 〃 〃 ۱/۹۹

marfat.com

Marfat.com

...ہے، اور علامہ طحطاوی نے ان کی طرف سے اس کا جواب نہیں دیا، اور علامہ شامی نے اسے ثابت ... لہٰذا اس طرح قرأت سے احتراز ہی بہتر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۲۶۴ کمی وبیشی در قرأت رکعات کردن (رکعتوں میں قرأت کی کمی بیشی کیسی ہے؟ - ت)

الجواب

اطالت ثانیہ بر اولٰے در فرائض مکروہ است بالاتفاق و در نوافل علی الاصح وعکس آں را در نوافل کراہتے نیست و در صبح نیز جائز است بالاتفاق والاطلاق یعنی ہرچہ تطویل کند باک نباشد وبقدر ثلث خود مستحب است وبعضے تا نصف گویند و زیادہ برآں باوصف جواز خلاف اولٰی است و در غیر فجر از فرائض اختلاف است نزد امام محمد ہر جا اطالت اولٰی باید وشیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما بہ تسوید رفتہ اند وفتوٰی مختلف است و باید کہ ارجح واوجہ قول شیخین باشد فان کلام الامام امام الکلام۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

فرائض کی دوسری رکعت کو پہلی پر لمبا کرنا بالاتفاق مکروہ ہے اور اصح قول کے مطابق نوافل میں بھی مکروہ ہے اس کے برعکس قرأت کرنا نوافل میں کراہت نہیں رکھتا، اور نمازِ فجر (کی رکعت اولٰی) میں بھی بالاتفاق اور بالاطلاق جائز ہے یعنی جس طرح بھی طویل کرے کوئی حرج نہیں، تہائی کی مقدار مستحب ہے اور بعض نصف مقدار تک کا قول بھی کرتے ہیں اور اس سے زیادہ لمبا کرنا جائز ہونے کے باوجود خلافِ اولٰی ہے۔ فرائض فجر کے علاوہ دیگر نمازوں میں اختلاف ہے۔ امام محمد کے نزدیک ہر مقام پر پہلی رکعت کا لمبا کرنا اولٰی ہے شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما برابری کی طرف گئے ہیں اور فتوٰی بھی مختلف ہے لیکن شیخین کا قول راجح ہونا مناسب لگتا ہے کیونکہ کلامِ امام، امامِ کلام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۵ پس سورت اسمائے الٰہی ضم کرد (سورت کے ساتھ اسمائے الٰہیہ کا ملانا کیسا ہے؟ - ت)

الجواب

در فرائض مکروہ ست ہمچو سوال واستعاذہ نزد آیات ترغیب وترہیب و در نوافل نیز لتغییر نظم الصلٰوۃ وانچہ وارد و ثابت باشد کما فی صلٰوۃ التسبیح قال فی رد المحتار والطعن فی ندبہا بان فیہا تغییرا لنظم الصلٰوۃ انما یتأتی علی ضعف حدیثہا فاذا ارتقی الی درجۃ

فرائض میں مکروہ ہے اسی طرح آیاتِ ترغیب و ترہیب میں رحمت کا سوال اور عذاب سے پناہ مانگنا بھی مکروہ ہے اور یہ نوافل میں بھی مکروہ ہے کیونکہ ایسے عمل سے نظمِ نماز میں تبدیلی آجاتی ہے اور جو معمولات کے بارے میں احادیث میں وارد ہے جیسا کہ نمازِ تسبیح میں ہے۔ ردالمحتار میں کہا اس کے

marfat.com

Marfat.com

ہندیہ میں ہے :

اذا وقف فی غیر موضع الوقف او ابتدأ فی غیر موضع الابتدأ ان لم یتغیر به المعنی تغیرا فاحشا نحو ان یقرأ ان الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت ووقف ثم ابتدأ بقوله اولٰئک هم خیر البریة لا تفسد بالاجماع بین علمائنا هکذا فی المحیط، وکذا ان وصل فی غیر موضع الوصل کما لو لم یقف عند قوله اصحٰب النار بل وصل بقوله الذین یحملون العرش لا تفسد لکنه قبیح هکذا فی الخلاصة وان تغیر به المعنی تغیرا فاحشا نحو ان یقرأ اشهد الله انه لا اله وقف ثم قال الا هو لا تفسد صلاته عند عامة علمائنا وعند البعض تفسد صلاته والفتوی علی عدم الفساد بکل حال هکذا فی المحیط۔[1]

جب کسی نے غیر وقف کی جگہ وقف کیا یا مقام ابتدا کے غیر سے ابتدا کی تو اگر معنی میں فحش تبدیلی نہیں ہوتی، مثلاً پڑھنے والے نے ان الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت پڑھ کر وقف کیا پھر اولٰئک هم خیر البریة سے ابتدا کی تو ہمارے علما کا اتفاق ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی، محیط میں اسی طرح ہے، اسی طرح اگر وصل کی جگہ کے علاوہ میں وصل کر لیا جیسا کہ اللہ تعالٰی کے قول اصحٰب النار پر وقف نہ کیا بلکہ اسے الذین یحملون العرش کے ساتھ ملا لیا تو نماز فاسد نہ ہوگی لیکن ایسا کرنا سخت ناپسند ہے، خلاصہ میں اسی طرح ہے، اور اگر معنی میں فحش تبدیلی ہو مثلاً کسی نے اشهد الله انه لا اله پر وقف کر کے پڑھا "الا هو" تو ہمارے اکثر علما کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی اور بعض کے ہاں فاسد ہو جائے گی اور فتوٰی اس پر ہے کہ ہر صورت میں نماز فاسد نہ ہوگی محیط میں اسی طرح ہے۔ (ت)

جو شخص اس قسم ترتیل کی مخالفت کرے اس کی امامت نہ چاہیے مگر نماز ہو جائے گی اگرچہ بکراہت

عالمگیریہ میں ہے :

من یقف فی غیر مواضعه ولا یقف فی مواضعه لا ینبغی له ان یؤم وکذا من یتنحنح عند القرأة کثیرا۔[2]

جو شخص مقاماتِ وقف میں وقف نہیں کرتا بلکہ مقاماتِ وقف کے غیر میں وقف کرتا ہے تو اسے امام نہ بنایا جائے اسی طرح اس کو امام نہ بنایا جائے جو اکثر کھنکارتا رہتا ہو۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی زلة القاری مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۸۱

[2] 〃 الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ 〃 〃 〃 ۱/ ۸۶

marfat.com

Marfat.com

…ہے اور علامہ طحطاوی سنے ان کی طرف سے اس کا جواب نہیں دیا، اور علامہ شامی نے اسے ثابت … کیا لہٰذا اس طرح قرأت سے احتراز ہی بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۲۶۴: کمی وبیشی در قرأت رکعات کردن (رکعتوں میں قرأت کی کمی بیشی کیسی ہے؟ - ت)

الجواب

…اطالت ثانیہ بر اولیٰ در فرائض مکروہ است بالاتفاق و در نوافل علی الاصح وعکس آں را در نوافل کراہتے نیست و در صبح نیز جائز است بالاتفاق و بالاطلاق یعنی ہرچہ تطویل کند باک نباشد و بقدر ثلث خود مستحب است و بعضے تا نصف گویند و زیادہ برآں باوصف جواز خلاف اولیٰ است و در غیر فجر از فرائض اختلاف است نزد امام محمد ہرجا اطالت اولیٰ باید و شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بہ تسوید رفتہ اند و فتوی مختلف است و باید کہ ارجح و اوجہ قول شیخین باشد فان کلام الامام امام الکلام و اللہ تعالیٰ اعلم۔

فرائض کی دوسری رکعت کو پہلی پر لمبا کرنا بالاتفاق مکروہ ہے اور اصح قول کے مطابق نوافل میں بھی مکروہ ہے اس کے برعکس قرأت کرنا نوافل میں کراہت نہیں رکھتا، اور نمازِ فجر (کی رکعت اولیٰ) میں بھی بالاتفاق اور بالاطلاق جائز ہے یعنی جس طرح بھی طویل کرے کوئی حرج نہیں، تہائی کی مقدار مستحب ہے اور بعض نصف مقدار تک کا قول بھی کرتے ہیں اور اس سے زیادہ لمبا کرنا جائز ہونے کے باوجود خلافِ اولیٰ ہے۔ فرائض فجر کے علاوہ دیگر نمازوں میں اختلاف ہے۔ امام محمد کے نزدیک ہر مقام پر پہلی رکعت کا لمبا کرنا اولیٰ ہے شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما برابری کی طرف گئے ہیں اور فتوی بھی مختلف ہے لیکن شیخین کا قول راجح ہونا مناسب لگتا ہے کیونکہ کلامِ امام، امامِ کلام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۶۵: پس سورت اسمائے الٰہی ضم کرد (سورت کے ساتھ اسمائے الٰہیہ کا ملانا کیسا ہے؟ - ت)

الجواب

…در فرائض مکروہ ست ہمچو سوال و استعاذہ نزد آیات ترغیب و ترہیب و در نوافل نیز لتغییر نظم الصلوٰۃ و …نچہ وارد و ثابت باشد کما فی صلوٰۃ التسبیح …قال فی ردالمحتار والطعن فی ندبہا …ان فیہا تغییرا لنظم الصلوٰۃ انما یتأتی …علی ضعف حدیثہا فاذا ارتقی الی درجۃ

فرائض میں مکروہ ہے اسی طرح آیاتِ ترغیب و ترہیب میں رحمت کا سوال اور عذاب سے پناہ مانگنا بھی مکروہ ہے اور یہ نوافل میں بھی مکروہ ہے کیونکہ ایسے عمل سے نظمِ نماز میں تبدیلی آجاتی ہے اور جو معمولات کے بارے میں احادیث میں وارد ہیں جیسا کہ نمازِ تسبیح میں ہے۔ ردالمحتار میں کہا اس کے

marfat.com

Marfat.com

آیتیں حاصل کرلے جن میں توتلا پن نہ ہو، توتلا پن رکھنے والے شخص کے بارے میں یہی قول ہے، اسی طرح حکم ہے اس شخص کا جو حروف تہجی میں سے کسی حرف پر صحیح تلفظ کی قدرت نہ رکھتا ہو۔ (ت)

اور جو شخص خلاف شریعتِ مطہرہ کے فیصلہ کرے اُسے امام بنانا جائز نہیں قال اللہ تعالیٰ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفسقون[1] (اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو لوگ اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ لوگ فاسق ہیں۔ ت)

غنیہ میں ہے : لوقدموا فاسقا یاثمون[2] (اگر فاسق کو لوگوں نے امام بنایا تو وہ تمام گنہگار ہوں گے۔ ت) اوراس کے پیچھے نماز سخت مکروہ

کما حققہ المحقق الحلبی فی الغنیۃ و العلامۃ الشرنبلالی فی المراقی وفی غیرھما فقد بینا فی غیر موضع من فتاونا وھو قضیۃ الدلیل فعلیہ فلیکن التعویل واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وحکمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

جیسا کہ محقق حلبی نے غنیہ اور علامہ شرنبلالی نے مراقی میں اس کی تحقیق کی اور ان دونوں کے غیر نے اپنی اپنی کتابوں میں تحقیق کی ہے ہم نے اپنے فتاوی میں متعدد جگہ پر اسے بیان کیا ہے اور یہی اس کا خلاصہ ہے اور اسی پر اعتماد ہونا چاہئے، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وحکمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

---

[1] القرآن ۵/ ۴۷
[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ الخ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

marfat.com

Marfat.com

نہ پائیں کہ اُس کا مخرج صحیح سے ادا کر سکیں اور کوشش کریں کہ ٹھیک ادا ہو اپنی طرف سے نہ ظا د کا قصد کریں نہ دواد کا کہ دونوں محض غلط ہیں اور جب اس نے حسبِ وسع و طاقت جہد کیا اور حرف صحیح ادا کرنے کا سمجھا پھر کچھ نکلے اس پر مواخذہ نہیں لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا[۱] (اللہ تعالٰی کسی ذی نفس کو اس کی طاقت سے بڑھ کر مکلف نہیں ٹھہراتا۔ ت) خصوصاً ظاء سے اس حرف کا جُدا کرنا تو سخت مشکل ہے پھر ایسی جگہ ان سخت حکموں کی گنجائش نہیں تکفیر ایک امر عظیم ہے لایخرج الانسان من الاسلام الا جحود ما ادخلہ فیہ (انسان کو اسلام سے خارج نہیں کرتی مگر جب اس چیز کا انکار کرے جو اسے دین میں داخل کرتی ہے۔ ت) اور جمہور متاخرین کے نزدیک فسادِ نماز کا بھی حکم نہیں

فی ردالمحتار ان کان الخطأ بابدال حرف بحرف فان امکن الفصل بینھما بلا کلفۃ کالصاد مع الطاء فاتفقوا علی انہ مفسد و ان لم یکن الا بمشقۃ کالظاء مع الضاد فاکثرھم علی عدم الفساد لعموم البلوی[۲] اھ ملخصا وفی الدرالمختار الا ما یشق تمییزہ کالضاد والظاء فاکثرھم لم یفسدھا[۳]

ردالمحتار میں ہے اگر ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدل کر خطا کرے تو اگر ان دو کے درمیان بغیر مشقت کے امتیاز ممکن ہو جیسا صاد اور طاء کے درمیان تو سب کا اتفاق ہے کہ نماز فاسد ہو جائیگی اور اگر امتیاز کرنے میں مشقت ہو مثلاً ظاء اور ضاد، تو اکثر علماء کی رائے یہی ہے کہ عمومِ بلوی کے پیش نظر نماز فاسد نہ ہوگی اھ ملخصا اور درمختار میں ہے مگر جن حروف میں امتیاز مشکل ہو جیسے ضاد اور ظاء، تو اکثر کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی۔ (ت)

اور ائمہ متقدمین بھی علی الاطلاق حکم فساد نہیں دیتے عجب کی بات ہے کہ ابنائے زمانہ ان باتوں میں بے طور جھگڑتے اور ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں حالانکہ اصول ایمان و امہات عقائد میں جو فتنے طوائف جدید پھیلا رہے ہیں اُن سے کام نہیں رکھتے اور لطف یہ ہے کہ وُہ جہال جن سے سہل حروف بھی ٹھیک ادا نہیں ہوتے ضاد اور دواد پر کٹے مرتے ہیں۔ اللہ تعالٰی ہم اہل اسلام کو نیک توفیق عطا فرمائے۔ ہاں اگر کوئی معاند بدباطن بقصد تغییر کلام اللہ و تبدیل وحی منزل من اللہ اس حرف خواہ کسی حرف کو بدلے گا تو وہ بیشک اپنے اس قصد خبیث کے سبب حکم کفر کا مستحق ہوگا، اس میں ظاد و دواد

---

[۱] القرآن ۲/۲۸۶

[۲] ردالمحتار مطلب مسائل زلۃ القاری مصطفی البابی مصر ۱/۴۶۶

[۳] درمختار باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ مجتبائی دہلی ۱/۹۱

marfat.com

Marfat.com

بعضے خواص وعوام سند خواندن دال از شرح کبیر بیان کردہ اند از استماعش در چند امور خلجان واقع گردید ترصد از علمائے ماہرین ومعتبرین کہ از جواب رافع خلجان احقاق حق وابطال باطل فرمایند اجرکم اللہ تعالیٰ فی الدارین امرے چند موجب اشتباہ وخلجان مخصوص ادائے ضاد شبیہ بدال مہملہ یا ظا معجمہ دریافت طلب از علمائے دین۔

اور حرف پڑھنا محض غلط ہے۔ ہر حرف خصوصاً ضاد کو اپنے مخرج سے اس کی صفات کے ساتھ ادا کرنا ہر شخص پر لازم ہے، اس معاملہ میں بڑا اختلاف اور شور ہے بعض خواص اور عوام اسے دال پڑھنے پر شرح کبیر سے سند ذکر کرتے ہیں، اس معاملہ میں چند امور سے خلجان واقع ہو رہا ہے ماہرین شریعت اپنے جواب سے انہیں رفع کریں تاکہ حق ثابت ہو اور باطل کا بطلان ہو جائے، اللہ تعالیٰ دارین میں تجھے اجر سے نوازے، ضاد کو دال یا ظا پڑھنے کی صورت میں جو امور میں اشتباہ وخلجان واقع ہو رہا ہے وہ علماء سے دریافت طلب ہیں (وہ یہ ہیں)

اوّل فصل زلۃ القاری کہ در کتب فقہ علیحدہ ذیل حکم قرآت فی الصلوٰۃ موضوع شدہ آیا حکم مسائل آں مخصوص بداں صورت است کہ از قاری بلا قصد وارادہ حرفے بجائے حرفے فجاءۃً بر زبان جاری شدہ باشد یا علی العموم است قاری وتالی بالقصد وارادہ حرفے بجائے حرفے خواندہ باشد بر تقدیر تسلیم شق عموم ہر گاہ حکم قرآت بالارادہ نوشتہ شدہ باعث معنون کردن فصل بہ زلۃ القاری چیست حالانکہ در زلۃ کہ معرب لغزش است ارادہ مفقود است۔

اوّل کتب فقہ میں نماز کی قرآت کے ضمن میں "زلۃ القاری" (قاری کا پھسلنا) کی جو فصل قائم کی گئی ہے اس کے مسائل کا حکم صرف اسی صورت کے ساتھ مخصوص ہے جب قاری سے بلا قصد وارادہ ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف اچانک زبان پر جاری ہو جائے، یا حکم عام ہے خواہ قاری اور تلاوت کرنے والا عمداً اور قصداً کسی حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھ دے اگر عموم حکم والی (شق) تسلیم کر لی جائے تو جب اس میں قصداً قرآت کا حکم بھی تحریر ہوا ہے تو پھر اس فصل کا عنوان زلۃ القاری کیوں رکھا گیا، حالانکہ لفظ زلۃ لغزش سے معرب ہے جس میں قصد اور ارادہ مفقود ہوتا ہے۔

دوم درصورت عموم صرف بر اتحاد مخرج وتشابہ صوت عموم وسہولت ادا اکتفا کردہ خواہد شد یا لحاظ معنی ہم داشتہ خواہد شد و بصورت تبدیل معنی وفساد آں حکم فساد نماز دادہ خواہد شد و دریں صورت کسیکہ در ابدال ضاد

دوم عموم کی صورت میں صرف اتحادِ مخرج یا قرب مخرج اور تشابہ کی صورت میں عام وآسان ادائیگی پر اکتفا کر لیا جائے گا یا معنی کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے اور بصورتِ تبدیل معنی وفساد حکم فساد نماز کا ہوگا اس صورت میں جو شخص ضاد کو دال سے

marfat.com

Marfat.com

بصوته اولیھتدی امامہ اولاعلامہ انہ فی الصلٰوۃ فلا فساد علی الصحیح[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

پس اگر تحسین آواز یا امام کی رہنمائی یا اس اطلاع کیلئے کھانسا کہ وہ نماز میں ہے تو صحیح یہی ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۷۴ مرسلہ جناب حافظ مولوی امیر اللہ صاحب ۲۳ شعبان ۱۳۱۵ھ

بیضاوی میں قرأت بضنین کو بتایا اور ضاد کا مخرج اور ظاء کا اس سے محشی اشارہ بتاتا ہے قرائین واعدہ کی جائیں اس کے متعلق جو جو حاشیے یا شرح ہوں ان میں سے یہ بات بتائی جائے کہ کوئی باوجود مخرجین جدا ہونے کے اور استعلاء و اطباق میں ایک ہونے کے مشتبہ الصوت کون کون بتاتا ہے اور اس قضیہ کا کیا حال ہے صرف مشتبہ الصوت مان لینے سے ظواد یا دواد صحیح ہوسکتا ہے فقہانے دواد مفخم اور ظواد و دواد مستہجن کا صریح حکم کیا بتایا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ض و ظ قدرے مشتبہ الصوت ہونا یقینی ہے یہاں تک کہ تمیز دشوار مگر نہ یہ ظ جو عامہ عوام نکالتے ہیں یہ ذ مفخم ہے، ظ جب اپنے مخرج سے صحیح طور پر برعایت استعلاء و اطباق لسان ادا کی جائے گی ضرور مشابہ الصوت بض ہوگی یہاں تک کہ اگر استطالہ واقع ہو ض ہوجائے ذواد نہ مستحسن ہے نہ مستہجن بلکہ محض غلط، اسی طرح دواد اور صحیح ظواد بھی نہیں فقہائے کرام سب کا ایک حکم دیتے ہیں کہ بحالت فساد معنی نماز فاسد جیسے مغلوب اور مغدوب اور بحالت صحت معنی صحیح جیسے ظالین و دالین[2] کما فی الغنیۃ وغیرھا (جیسا کہ غنیہ وغیرہ میں ہے) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۴ از شہر کٹک ضلع اڑیسہ تخشی بازار مرسلہ شیخ طاہر محمد بن عثمان ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ آنریری مجسٹریٹ کی امامت جائز ہے یا نہیں، اور جو ترتیل سے نہ پڑھے اس کی امامت جائز یا ناجائز اور نیز ترتیل کی حد معلوم ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب

ترتیل کی تین حدیں ہیں ہر حد اعلٰی میں اس کے بعد کی حد ماخوذ و ملحوظ ہے۔

حد اول یہ کہ قرآن عظیم ٹھہر ٹھہر کر بآہستگی تلاوت کرے کہ سامع چاہے تو ہر کلمے کو جدا جدا گن سکے

---

[1] درمختار باب مایفسد الصلوۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۸۹

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۷۶

marfat.com

Marfat.com

آیات ہستند کہ حالش بر متفقہ خبیر پوشیدہ نخواہد ماند پس دراں صورت لامحالہ حکم فساد نماز دادہ خواہد شد و ہرگاہ مدار حکم صحت و فساد نماز بصورت ابدال ضاد بظا و دال خود حسب تحریر صاحب شرح کبیر بر صحت و فساد معنی بدل شدہ چگونہ قیاس مذکور بسبیل عموم بلوی بخصوص عدم فساد صلاۃ چنانکہ در حق عوام است کہ ہیچ امتیاز در صحت لفظ و فرق معنی نمیدارند ہمچناں در حق خواص کہ امتیاز ہرگونہ دارند جاری خواہد شد یا نہ۔

معنی یہ ہے کہ وہ صحت [illegible] اس کے انقطاع کی طرف مشیر ہے [illegible] بہت سی آیات قرآنی ہیں جن کا حال ہر صاحب [illegible] اور باخبر شخص سے مخفی نہیں [illegible] صورت میں یقینا [illegible] فساد کا حکم ہی دیا جائے گا جب ضاد کو ظا اور دال سے بدل کر پڑھنے میں نماز کی صحت و فساد کے حکم کا مدار خود صاحب شرح کبیر کی تحریر کے مطابق صحت معنی و فساد معنی کی تبدیلی پر ہے، تو پھر عموم بلوی کی بنیاد پر عوام کے حق میں عدم فساد نماز کا قول جس کی وجہ یہ ہے کہ صحت لفظ اور تبدیلی معنی کا فرق عوام نہیں کر سکتے اسی طرح خواص جو ہر قسم کا فرق کر سکتے ہیں تو کیا ان پر بھی یہ حکم جاری ہوگا یا نہ؟

پنجم ہرگاہ از عبارت تمہید جزری و شرح شیخ الاسلام زکریا انصاری بر مقدمہ جزری و ہم از شرح ملا علی قاری بر آں ثابت است کہ السنۃ ناس در ادائے ضاد مختلف است بعضے ظائے معجمہ و بعضے دال مہملہ و بعضے ذال معجمہ و بعضے باشمام زائے معجمہ مے خوانند و ایں ہمہ حضرات از قراء عرب معدودند دریں صورت دعوی توارث ادائے ضاد بصورت دال مہملہ چگونہ قابل تسلیم خواہد شد۔ بینوا توجروا۔

پنجم جب امام جزری کی تمہیدی عبارت، شیخ الاسلام زکریا انصاری کی شرح مقدمہ جزری اور شرح ملا علی قاری میں ہے کہ لوگوں کی زبانیں ضاد کی ادائیگی میں مختلف ہیں بعض ظا، بعض دال، بعض ذال اور بعض اسے زا کی بو دے کر پڑھتے ہیں اور یہ تمام حضرات قراء عرب میں شمار ہوتے ہیں اس صورت میں ضاد کو دال مہملہ پڑھنے پر توارث کا دعوی کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی انزل علی نبیہ صٓ والصلوۃ والسلام علی افصح من نطق بضٓ وعلی آلہ وصحبہ الذین اقتدوہ وھو لسفر الاخرۃ ﷺ صلی اللہ تعالی وبارک وسلم علیہ و

تمام حمد اللہ کے لئے جس نے اپنے نبی پر صٓ (قرآن عظیم روشن عربی زبان میں) نازل کیا اور صلوۃ و سلام اس ذات پر جس نے ضٓ کو فصیح زبان سے ادا کیا (قرآن کی تلاوت سب سے اعلی فرمائی) اور آپ کی آل و

marfat.com

Marfat.com

ورتل القرآن ترتیلا وروی ابو داؤد وغیرہ عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا نعتت قرأۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قرأۃ مفسرۃ حرفا حرفا الخ۔[1]

ارشاد ہے قرآن کو خوب ترتیل کے ساتھ پڑھو، اور ابو داؤد وغیرہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ کی قراۃ کی صفت کے بارے میں یوں بیان کیا ہے کہ آپ اس طرح تلاوت فرماتے کہ قرأت مفسر ہوتی اور ایک ایک جدا معلوم ہوتا تھا الخ (ت)

حدیث میں ہے:

لاتنثروہ نثر الدقل ولا تھذوہ ھذ الشعر قفوا عند عجائبہ وحرکوا بہ القلوب ولایکون ھم احدکم اخر السورۃ۔[2]

یعنی قرآن کو سوکھے چھوہاروں کی طرح نہ جھاڑو (جس طرح ڈالیاں ہلانے سے خشک کھجوریں جلد جلد جھڑ جھڑ پڑتی ہیں اور شعر کی طرح سے گھاس نہ کاٹو، عجائب کے پاس ٹھہرتے جاؤ اور اپنے دلوں کو اس سے تدبر سے جنبش دو اور یہ نہ ہو کہ سورت شروع کی تو اب دھیان اسی میں لگا ہے کہ کہیں جلد اسے ختم کریں۔

رواہ ابوبکر الآجری فی کتاب حملۃ القرآن وعن طریقہ البغوی فی المعالم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ من قولہ والدیلمی مثلہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ والعسکری فی المواعظ من حدیث امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ انہ سئل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن قولہ ورتل القرآن ترتیلا قال فذکرہ۔

اسے امام ابوبکر آجری نے "کتاب حملۃ القرآن" میں نقل کیا ہے، اور امام بغوی نے معالم میں اسے حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول اور دیلمی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا عسکری نے المواعظ میں حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کے حوالے سے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اللہ تعالٰی کے ارشاد گرامی ورتل القرآن ترتیلا کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے مذکورہ الفاظ سے تشریح فرمائی (ت)

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الخامس والثلاثون فی آداب تلاوتہ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۰۶

[2] " " " بحوالہ الآجری فی حملۃ القرآن " " " " "

marfat.com

Marfat.com

ض سخت است بس غلط و پرہیزہ ۔ قوارث اگر در علمائے معتمدین قرآت مقصود خود باطل و مردود و اگر در عوام ہند مراد، ازیں چہ کشاد سکتات سورۃ فاتحہ از صدہا سال در عامیاں رائج است وجہلہ برائے توجیہ آنہا ہفت نام شیطان در وے تراشیدہ اند دلل ھرب کیوکنع کنس تعلی بعلی وبعض دیگر فرمودند ممّا و مصروا ، وکذلک کان ینبغی علی مزعومہم شدت تحفظ ایشاں بریں سکتات بیشتر و فزود تر از تحفظ بر واجبات اجماعیہ تجوید مے بینیم، و ہر کہ مراعات آنہاں نکند ایں نادانان او را از تجوید قرآن جاہل و غافل دانند فانظر کیف صار فیھم المعروف منکرا و المنکر معروفا ۔ ایں اختراعاتِ باطلہ را حقیقت بیش ازاں نیست کہ ان ھی الا اسماء سمیتموھا ۔ علماء ایں سکتاتِ باطلہ را تقبیح کردہ اند و بطلان آنہا تصریح، علامہ ابراہیم حلبی درغنیۃ المستملی فرماید قال فی فتاوی الحجۃ المصلی اذا بلغ فی الفاتحۃ ایاک نعبد و ایاک نستعین لا ینبغی ان یقف علی قولہ ایاک ثم یقول نعبد

عربی زبان میں بہا اچھا صحت ہیں ۔ ۔ ۔ میں ۔ ۔ ۔ علاوہ ظلا کے الگ الگ مثال ہیں، اسی طرح اس پر بھی حتی یقین کہتے ہیں کہ ض، ظ، ذ اور د یا بعض میں آپس میں تباین ہیں ہیں حتی کہ ان کے فرق ان معنی ضل ، ظل اور ذل کے معانی مختلف اور تباین ہیں پس ض کو بعینہ ظ یا د پڑھنا اسی طرح ہے جیسے کوئی الف کو عین یا فا پڑھا کرے، باقی اس قوارث کا دعویٰ کہ ض کی جگہ دال ہے سخت غلط ہے کیونکہ اس قوارث سے مراد قابلِ اعتماد قرا کا مقصود ہو تو یہ از خود باطل و مردود ہے (وہ لوگ ایسی بات کیسے کر سکتے ہیں) اور اگر مراد عوام ہند کا قوارث ہے تو اس سے مقصد کیسے حاصل ہو سکتا ہے! عوام کا حال تو یہ ہے کہ صدہا سال سے سورۃ فاتحہ میں سات سکتے رائج ہیں اور جاہل ان کی توجیہ میں سات شیاطین کا نام لیتے ہیں دلل، ھرب، کیو، کنع، کنس، تعلی، بعلی، اور بعض ان دو ناموں ممّا اور مصروا کا اضافہ کرتے ہیں ان کے زعم پر انہیں لوگوں کو مناسب نظر آیا اپنے غلط زعم کے مطابق ان سات سکتات کا تحفظ تجوید کے اجماعی واجبات سے بڑھ کر کرتے ہیں، اور جو ان کی پابندی نہیں کرتا یہ بیوقوف اسے تجوید قرآن سے جاہل اور غافل قرار دیتے ہیں آپ غور سے دیکھیں کیسے عوام کے ہاں معروف منکر اور منکر معروف بن چکا ہے ۔ ان خرافاتِ باطلہ کی کوئی حقیقت اس سے زیادہ نہیں کہ یہ ان کے خود ساختہ نام اور تصورات ہیں! اہلِ علم نے ان باطل سکتوں کی سخت تقبیح کی ہے اور ان کے باطل ہونے کی تصریح کی ہے

علامہ ابراہیم حلبی غنیۃ المستملی میں فرماتے ہیں فتاوی الحجہ میں ہے

marfat.com

Marfat.com

تبیین الحروف وحفظ الوقوف واشباع الحرکات ترتیلا ھو تاکید فی ایجاب الامر بہ وانہ لابد منہ للقاری۔[1]

کہ اطمینان کے ساتھ حروف جدا جدا، وقف کی حفاظت اور تمام حرکات کی ادائیگی کا خاص خیال رکھنا ہے "ترتیلاً" اس مسئلہ میں تاکید پیدا کر رہا ہے کہ یہ بات تلاوت کرنے والے کے لئے نہایت ہی ضروری ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

یمد اقل مد قال بہ القراء والا حرم لترک الترتیل المامور بہ شرعا۔[2]

اسے تھوڑا المبارک کے پڑھا جائے، قرار کا یہی قول ہے ورنہ مامور بہ ترتیل کی خلاف ورزی ہوگی اور یہ شرعاً حرام ہے۔ (ت)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ ایک شخص کو قرآن عظیم پڑھا رہے تھے اس نے انما الصدقت للفقراء کو بغیر مد کے پڑھا، فرمایا: ما ھکذا اقرأنیھا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یُوں نہ پڑھایا) عرض کی: آپ کو کیا پڑھایا؟ فرمایا: انما الصدقت للفقراء مد کے ساتھ ادا کرکے بتایا رواہ سعید بن منصور فی سننہ والطبرانی فی الکبیر بسند صحیح (اسے سعید بن منصور نے اپنی سنن اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ت)

اتقان میں ہے:

قد اجمع القراء علی مد نوعی المتصل وذی الساکن اللازم وان اختلفوا فی مقدارہ واختلفوا فی النوعین الاخرین وھما المنفصل وذو الساکن العارض وفی قصرھما۔[3]

تمام قرار مد منفصل کی دونوں انواع مد متصل اور ساکن لازم پر متفق ہیں اگرچہ ان کی مقدار میں انھوں نے اختلاف کیا ہے مد کی آخری دو انواع میں اور وہ مد منفصل اور ساکن عارض ہیں اور ان دونوں کی قصر میں بھی ان کا اختلاف ہے۔ (ت)

---

[1] تفسیر مدارک التنزیل المعروف بتفسیر النسفی سورۃ مزمل زیر آیۃ ورتل القرآن الخ دار الکتاب العربیہ بیروت ۴/۳۰۳

[2] ردالمحتار فصل فی القراءۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۰

[3] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثانی والثلاثون الخ " " ۱/۹۶

[4] " " بحوالہ سنن سعید ابن منصور " " ۱/۹۷

marfat.com

Marfat.com

حاشا مراد نہ آنست کہ ایں طریق ادا قراء عرب است بلکہ مقصود بیان غلط و خطائے عوام در ادائے ایں حرف و تنبیہ بر بطلان و تحذیر از آں ست،

عبارت مولانا قاری در شرح مقدمۂ جزریہ زیر قول ماتن "والضاد باستطالۃ ومخرج میز من الظاء وکلہا تجی، فی الظعن ظل ظہر عظم الحفظ ، ایقظ و انظر عظم ظہر اللفظ"

چناں ست قد انفرد الضاد بالاستطالۃ حتی تتصل بمخرج اللام لما فیہ من قوۃ الجہر والاطباق والاستعلاء ولیس فی الحروف ما یعسر علی اللسان مثلہ والسنۃ الناس فیہ مختلفۃ فمنہم من یخرجہ ظاء ومنہم من یخرجہ دالا مہملۃ او معجمۃ ومنہم من یخرجہ طاء مہملۃ کالمصریین ومنہم من یشمہ ذالا ومنہم من یشیر بہا بالظاء المعجمۃ لکن لما کان تمییزہ عن الظاء مشکلا بالنسبۃ الی غیرہ امر الناظم بتمییزہ عنہ نطقا ثم بین ما جاء فی القرآن بالظاء لفظا[1] الخ

ایں شدت تحفظ علما است بر تمایز حروف و آنچہ امام ناظم رحمہ اللہ تعالٰی کلمات قرآنیہ وارده بظائے معجمہ را ضبط

زبانوں کا جو تکلف ہے اس [illegible] کہ قراءِ عرب کی ادائیگی کا یہ طریقہ [illegible] سے مقصود صرف اس حرف کی ادائیگی کے بارے میں عوام کی غلط اور خلل کی نشاندہی کرنا ہے اور اس کے بطلان پر تنبیہ اور اس کی پرہیز پر توجہ دلانا مقصود ہے ملا علی قاری کی شرح مقدمہ جزریہ میں ماتن کے اس قول "ضاد میں استطالہ ہے اور اس کا مخرج ظا سے الگ ہے اور ظا ان تمام میں ہے ، ظعن ، ظل ، ظہر ، عظم ، الحفظ ، ایقظ ، انظر ، عظم ، ظہر اللفظ " کے تحت یوں ہے "ضاد استطالہ میں منفرد ہے حتی کہ وہ لام کے مخرج کے ساتھ متصل ہے کیونکہ اس میں قوتِ جہر ، اطباق اور استعلاء پایا جاتا ہے اور حروف میں کوئی حرف ایسا نہیں جس کی ادائیگی ضاد کی طرح مشکل ہو اس کی ادائیگی میں لوگوں کی زبان مختلف ہے بعض اسے ظا اور بعض دال یا ذال کے مخرج سے اور بعض طا کے مخرج سے پڑھتے ہیں جیسے مصری لوگ ، اور بعض اسے ذال کی بو دیتے ہیں بعض ظا سے ملا کر پڑھ دیتے ہیں لیکن چونکہ اس کا امتیاز دیگر حروف کی بنسبت ظا سے مشکل ہے اس لئے ناظم (ماتن) نے صراحتًا اس سے فرق ذکر کرنے کی بات کی پھر وہ مقامات بیان کئے جہاں قرآن مجید میں ظا لفظاً استعمال ہوا ہے " الخ یہ شدتِ حروف کے امتیاز کے تحفظ پر علماء کے کاربند ہونے کے لئے ہے اور وہ جو امام ناظم رحمہ اللہ تعالٰی نے کلماتِ قرآنی ذکر کرنے

---

[1] منح الفکریہ شرح المقدمۃ الجزریۃ مطلب ادغام المتجانسین مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۳۸

marfat.com

Marfat.com

سوم جو حروف و حرکات کی تصحیح ا ع، ت ط، ث س ص، ح ہ، ذ ز ظ وغیرہا میں تمیز کرے فرض ہر نقص وزیادت و تبدیل سے کہ مفسد معنی ہو احتراز یہ بھی فرض ہے اور علی التفصیل فرائض نماز سے بھی ہے کہ اس کا ترک مفسد نماز ہے جو شخص قادر ہے اور بے خیالی یا بے پروائی یا جلدی کے باعث اسے چھوڑتا ہے یا سیکھے تو آجائے مگر نہیں سیکھتا ہمارے ائمہ کرام مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک اُس کی نماز باطل اور اس کی امامت کے بطلان اور اس کے پیچھے اوروں کی نماز فاسد ہونے میں تو کلام ہی نہیں علمائے متاخرین نے بنظر تیسیر جو توسیعیں کیں وہ عند التحقیق صورت لغزش وخطا سے متعلق ہیں کہ صحیح جانتا ہے اور صحیح پڑھ سکتا ہے مگر زبان سے بہک کر غلط ادا ہوگیا نہ کہ معاذ اللہ فتوٰی بے پروائی و اجازت غلط خوانی و ترک تعلم و کوشش، جیسا کہ عوام زمانہ بلکہ اکثر خواص میں بھی وبائے عالمگیر کی طرح پھیلا ہوا ہے اور نہ بھی سہی تو وہ عوام کی نمازیں ہیں نہ کہ غلط خوانوں کو امام بنانے کے لئے وہی علماء جو وہ توسیعات لکھتے ہیں بطلان امامت کی تصریح فرماتے ہیں اور جو قادر ہی نہیں کوشش کرتا ہے محنت کرتا ہے مگر نہیں نکلتا جیسے کچی زبان والے گنوار کہ قاف کو کاف، ذال کو جیم پڑھیں۔ صحیح مذہب میں صحیح خواں کی نماز ان کے پیچھے بھی نہیں ہو سکتی تفصیل اس مسئلہ جلیلہ کی جس سے آج کل نہ صرف عوام بلکہ بہت علماء و مشائخ تک غافل ہیں۔ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ کے فتاوٰی میں ہے درمختار میں ہے :

لا یصح اقتداء غیر الالثغ بہ ای بالالثغ علی الاصح کما فی البحر عن المجتبی وحرر الحلبی وابن الشحنۃ انہ بعد بذل جہدہ دائما حتما کالامی فلا یؤم الا مثلہ ولا تصح صلاتہ اذا امکنہ الاقتداء بمن یحسنہ او ترک جہدہ او وجد قدر الفرض مما لا لثغ بہ فیہ ھذا ھو الصحیح المختار فی حکم الالثغ وکذا من لا یقدر علی التلفظ بحرف من الحروف[1]

اور غیر توتلے کی اقتداء توتلے کے پیچھے اصح قول کے مطابق درست نہیں ہے جیسا کہ البحر الرائق میں مجتبٰی سے منقول ہے (الثغ بروزن افضل اس شخص کو کہتے ہیں جس کی زبان سے ایک حرف کی جگہ دوسرا نکلے مثلاً ر کی جگہ ل بولے) حلبی اور ابن شحنہ نے تنقیح کی ہے کہ توتلا پن رکھنے والا شخص ہمیشہ صحت حروف کے لئے کوشاں رہے، اس کے بعد وُہ اُمّی کی طرح ہے یعنی وہ اپنے ہم مثل کا امام بن سکتا ہے اس کی نماز صحیح نہ ہوگی جب اسے صحیح پڑھنے والے کی اقتدا ممکن ہو یا اس نے کوشش ترک کردی ہو یا بقدر فرض قرأت کی وہ

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۸۵

marfat.com

Marfat.com

اکثر علمائے متاخرین کہ در محل مشقت رو بہ تیسیر کردہ اند
ایں ترخیص را ہم بحق عامیاں مقصود داشتند باز حکم
جمہور ائمہ نظر کن کہ بریں ابدال ہنگام فساد معنی
حکم بفساد نماز فرمودند و ہمیں است مذہب
ائمہ ثلاثہ سیدنا الامام الاعظم و امام ابی یوسف و
امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین علی خلاف
بینہم فی ما اذا کان مثلہ فی
القرآن اولا کما فصلہ فی الغنیۃ
باحسن تفصیل فاللہ یجزیہ الجزاء
الجلیل در خانیہ و خلاصہ و بزازیہ و غنیہ و
حلیہ و خزانۃ المفتین وغیرہا کتب معتمدہ مذہب بکثرت
فروع ایں تبدیلہا است کہ در روے حکم بفساد نماز
دادہ اند من شاء فلیرا جعہا فان فی
نقلہا طولا کبیرا و خود علامہ قاری در شرح
جزریہ فرمود (وان تلاقیا) ای الضاد
والظاء (البیان) ای فبیان کل منہما لازم
ولا یجوز الادغام لبعد مخرجہما
قال الیمنی فلو قرأ بالادغام تفسد
الصلاۃ وقال ابن المصنف وتبعہ
الرومی ولیتحرز من عدم بیانہما
فانہ لو أبدل ضاد ابظاء او بالعکس
بطلت صلاتہ لفساد المعنی و
قال المصری فلو بدل ضادا بظاء
فی الفاتحۃ لم تصح قرأتہ
بتلک الکلمۃ (ملخصاً) باز کلام ابن الہمام و کلام مذکور غنیہ

اکثر علمائے متاخرین جو مشقت کے عالم سے آسانی
کی طرف گئے ہیں انھوں نے بھی یہ رخصت عوام
کے حق میں جائز رکھا ہے پر جمہور ائمہ کی رائے دیکھنا ضروری
اس تبدیل پر فساد معنی کے وقت فساد نماز کا حکم دیا ہے
اور یہی مذہب ائمہ ثلاثہ سیدنا امام اعظم
امام ابو یوسف اور امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا
ہے اس اختلاف کے ساتھ کہ اس کی مثل قرآن مجید
میں ہے یا نہیں اس کی پوری اور عمدہ تفصیل غنیہ میں
ہے پس اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔
خانیہ، خلاصہ، بزازیہ، غنیہ، حلیہ، خزانۃ المفتین اور
دیگر کتب معتمدہ مذہب میں ایسی تبدیلی کے متعدد
جزئیات کا ذکر کر کے نماز کے فساد کا حکم بیان کیا گیا
جو شخص تفصیل چاہتا ہے ان کی طرف رجوع کرے
کیونکہ ان تمام کے نقل کرنے میں طوالت کا خدشہ ہے
خود علامہ علی قاری شرح جزریہ میں فرماتے ہیں (اور
اگر یہ دونوں اکٹھے ہوں) یعنی ضاد اور ظاء تو ہر ایک
کا امتیاز ضروری ہے، ان کے بعد مخرج کی وجہ سے
ادغام جائز نہیں، یمنی نے کہا کہ اگر کسی نے مدغم کر کے
پڑھا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ ابن مصنف اور ان
کی اتباع میں رومی نے کہا ان دونوں کے عدم امتیاز
سے احتراز چاہیئے، کیونکہ اگر ضاد کو ظاء سے بدلا یا
اس کا عکس کیا تو فساد معنی کی وجہ سے نماز باطل
ہو جائے گی، اور مصری نے کہا اگر کسی نے فاتحہ میں
ضاد کو ظاء سے بدل کر پڑھا تو اس کلمہ کی قرأت
درست نہ ہوگی، پھر ابن الہمام اور غنیہ کی مذکورہ

لہ المنح الفکریۃ شرح المقدمۃ الجزریۃ باب التحذیرات مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ص ۴۳

marfat.com

Marfat.com

رسالہ

نِعم الزّاد لِرَوم الضاد

(ضاد کے پڑھنے کا بہترین طریقہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۲۷۲ تا ۲۷۴ از ریاست رام پور محلہ کنڈہ متصل مسجد میاں گاماں مرسلہ مولوی محمد یحیی صاحب ۲۴ شوال مکرم ۱۳۱۵ھ

چہ مے فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں باب کہ در قرأت غیر المغضوب علیہم ولا الضالین درچند اشخاص نزاع مے مانند واکثر رسائل وفتاوٰی دریں باب مختلف ہستند بعضے خواندن ضاد را بدال توارث بین الناس دلیل مے آرند وبعضے برائے تبدیل ظا و زا تشابہ صوت را دلیل مے گردانند وقاری عبدالرحمان مرحوم پانی پتی در رسائل وفتاوٰی خلاصہ تحقیق بدیں نہج رقم کردہ اند کہ بجائے ضاد دال یا حرفے خواندن محض غلط است ہر حرف خصوصاً ضاد را از مخرج خود مع صفاتش ادا کردن برہمہ شخص واجب است دریں ہنگام شور وشغب

علمائے شرع متین اس بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ غیر المغضوب علیہم ولا الضآلین کے پڑھنے میں کچھ لوگوں کا اختلاف ہے اکثر رسائل اور فتاوے اس بارے میں مختلف ہیں بعض لوگ توارث بین الناس (معمول) کو دلیل بناتے ہوئے ضاد کو دال کے ساتھ پڑھنے کا کہتے ہیں اور بعض اسے ظا اور زا کے ساتھ تبدیلی کے قائل ہیں اور آواز میں مشابہ ہونے کی دلیل پیش کرتے ہیں قاری عبدالرحمان مرحوم پانی پتی نے کہا کہ رسائل اور فتاوٰی میں اس بارے میں خلاصہ تحقیق یوں بیان کیا گیا ہے کہ ضاد کی جگہ دال یا کوئی

marfat.com

Marfat.com

اقول وباللہ التوفیق بتحقیقنا ھذا ظھر لک انخساف ما زعم بعض النحاۃ وھو ابن الاعرابی الکوفی حیث کان یقول جائز فی کلام العرب ان یعاقبوا بین الضاد والظاء فلا یخطئ من یجعل ھذہ فی موضع ھذہ، وینشد ؎

الی اللہ اشکو من خلیل اودہ
ثلث خلال کلھا لی غائض

بالضاد۔

ویقول ھکذا سمعتہ من فصحاء العرب[1] نقلہ ابن خلکان فی وفیات الاعیان و ذلک لانہ لوکان ما زعمہ صحیحا لما حکم ائمۃ الفقہ وھم ماھم فی جمیع فنون العربیۃ وغیرھا من العلوم الدینیۃ بفساد الصلٰوۃ فی غیر المغضوب وامثالہ ممایفسد بہ المعنی، ولما فرقوا بینہ وبین ضنین وظنین فاین ھذا مما مر عن الحلیۃ عن الخزانۃ عن الائمۃ ان فی جمیع القراٰن تفسد بہ الصلوۃ ماخلا ضنین، ومن سوغ فانما نظر الی التیسیر علی العوام لا انہ صحیح فی فصیح الکلام، اما البیت فلا حجۃ لہ فیہ فقد یکون

اقول (میں کہتا ہوں) اللہ تعالٰی کی توفیق و عنایت سے جو ہم نے تحقیق کی ہے اس سے ایک نحوی ابن الاعرابی کوفی کے اس قول کی کمزوری بھی واضح ہوجاتی ہے جو اس نے کہا تھا کہ ضاد اور ظاء کو ایک دوسرے کی جگہ کلام عرب میں پڑھا جاسکتا ہے جو ایک کی جگہ دُوسرے کو پڑھ دے اسے خطاوار نہیں کہا جائیگا اور اس نے یہ شعر پڑھا ؎

اللہ کے ہاں یہی میری شکایت ہے اپنے محبوب دوست کی تین عادتوں کی، جو سب مجھے ناپسند ہیں۔

(اس شعر میں غائض ضاد کے ساتھ ہے)

اور یونہی میں نے فصحاءِ عرب سے سُنا ہے، اسے ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں نقل کیا ہے اور یہ اس لئے ہے کہ اگر ان کا قول درست ہوتا تو یہ تمام ائمہ فقہ جو علومِ دینیہ اور فنونِ عربیہ کے ماہر ہیں غیر المغضوب اور اس جیسے دیگر الفاظ جن میں فسادِ معنی لازم آتا ہے سے نماز کے فاسد ہونے کا حکم جاری نہ کرتے اور ضنین و ظنین اور مذکورہ لفظ کے درمیان فرق نہ کرتے، یہ اس میں سے کہاں ہے جو حلیہ سے خزانہ سے ائمہ کے حوالے سے گزرا کہ ضنین کے علاوہ تمام قرآن میں (جب فسادِ معنی ہو) تو نماز فاسد ہوجائے گی، اور جن لوگوں نے اسے جائز قرار دیا تھا انہوں نے عوام پر آسانی کی خاطر ایسا کیا ہے یہ نہیں کہ ایسا کرنا فی الواقع فصیح کلام میں صحیح ہے، رہا معاملہ شعر کا وہ اس سلسلہ

---

[1] وفیات الاعیان ترجمہ محمد بن زیاد ابن الاعرابی ۶۳۳ مطبوعہ دار الثقافۃ بیروت ۴/۳۰۷

marfat.com

Marfat.com

بدال تواند شد ہمیں الناس را مطلقاً دلیل گردانید و توجیہ صحت قولش چہ خواہد شد۔

بدل کر پڑھنے پر مطلقاً لوگوں کے معمول کو دلیل بناتا ہے اس کے قول کی صحت کی توجیہ کیسے ہوگی؟

سوم چنانکہ صاحب غنیۃ المستملی شرح منیہ در فصل زلۃ قاری بمقام حکم ابدال حرفے بحرفے مدار بر صحت وفساد معنی داشتہ بصورتیکہ معنی صحیح از بدل می شود حکم صحت نماز نگاشتہ وجائیکہ از بدل فساد معنی شدہ حکم فساد نماز دادہ ہمیں حکم در ابدال ضاد بدال مہملہ ہم جاری خواہد ماند و ہر جا کہ ضاد بدال مہملہ فساد معنی لازم است حکم فساد نماز دادہ خواہد شد یا نہ اگر شق اول مسلم است پس ابدال ضاد بدال مہملہ وبصورت دال خواندن عموماً ومطلقاً چگونہ صحیح خواہد شد واگر شق ثانی است مخصص آں وموجب تخصیص کدام دلیل است۔

سوم جس طرح صاحب غنیۃ المستملی نے شرح منیہ کی فصل زلۃ القاری میں ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدلنے کی صورت میں مدار معنی کی صحت و فساد پر رکھا ہے تو جس صورت میں تبدیلی حرف کے باوجود معنی درست ہوگا نماز کی صحت کا حکم دیا جائے گا اور جہاں تبدیلی حرف کی وجہ سے معنی فاسد ہوگا وہاں نماز کے فاسد ہونے کا حکم جاری ہوگا اور جب ضاد کو دال پڑھا جائے تو پھر بھی یہی حکم جاری ہوگا جہاں ضاد کو دال پڑھنے سے فساد معنی لازم آئے وہاں نماز کے فساد کا حکم جاری ہوگا یا نہیں؟ اگر شق اول مسلم ہے تو ضاد کو دال سے بدل کر دال کی آواز میں پڑھنا عموماً و مطلقاً کیسے صحیح ہوگا اور اگر دوسری شق ہے تو اس کا مخصص اور موجب تخصیص کون ہے؟

چہارم کسیکہ از عبارت شرح کبیر ولا الضالین بالظاء المعجمۃ او الدال المہملۃ لا تفسد الخ خواندن دال بجائے ضاد بدون لحاظ تخالف وتباعد معنی علی العموم قیاس کردہ قیاس فاسد خواہد شد یا نہ زیرا کہ دریں آیۂ کریمہ ھل ندلکم علی رجل الخ صاحب شرح کبیر از بدل قرب معنی ثابت کردہ وحکم صحت نماز دادہ وممکن است کہ بدیگر مقام از ابدال ضاد بدال فساد معنی شود معنی آں خواہد شد تباہ شوند یا در اکواب موضوعۃ کہ بمعنی بہ ترتیب چیدہ شدہ است ہرگاہ مودوعۃ خواندہ شود معنی آں پدرود کردہ شدہ خواہد شد کہ مشعر بر انقطاع آں ست علی ہذا بسیارے

چہارم جس شخص نے شرح کبیر کی عبارت ولا الضالین بالظاء المعجمۃ او الدال المہملۃ لا تفسد الخ سے ضاد کی جگہ دال پڑھنا بغیر لحاظ مخالفت تباعد معنی علی العموم قیاس کیا ہے وہ قیاس فاسد ہے یا نہیں؟ کیونکہ آیۃ کریمہ ھل ندلکم علی رجل الخ میں صاحب شرح کبیر نے تبدیلی سے قرب معنی ثابت کیا ہے اور صحت نماز کا حکم دیا ہے اور ممکن ہے کہ دوسرے مقام پر ضاد کو دال سے بدلنے سے فساد معنی لازم آئے اور اس کا معنی یہ ہوگا کہ وہ تباہ ہوگئے، یا "اکواب موضوعۃ" میں اس کا معنی ہے وہ برتن جو ترتیب سے رکھے گئے ہوں، اگر اسے "مودوعۃ" پڑھا جائے جس کا

marfat.com
Marfat.com

بالجملة فالفقه لا یوخذ من قول نحوی
خالف نصوص الائمة بل الانصاف عند
من نور الله بصیرته تقدیم
قولهم علی اقوال النحاة فی العربیة
ایضا فان الاجتهاد لا یتاتی
الا لمتصلع منها مقذوف فی قلبه
نور الالهی فاعرف ذلک فانه نفیس
مهم آرے مارا انکار نیست کہ در کلام
عرب معاقبہ میان ض و ظ اصلاً
نیامده کلمات عدیده بهر دو حرف وارد شده چوں
عض الحرب والزمان و عظ الزمان جنگ گزید
وگزند رسانید و تماضوا و تماظوا باہم بجنگ
افتادند و بریک دگر زبان گفتن کشادند و
فاض فلاں و فاظ مرد و بض الضارب اوتاره
وبعض چنگ زن او تار را برائے زدن جنبانید
ومہیا نمود و تقریض و تقریظ مدح کردن
بیض و بیظ خایہ مور و بظر و بضر خروسہ الی
غیر ذلک مما عداه ابن مالک فی کتاب
الاعتضاد فی معرفة الظاء والضاد اما این معنی
مستلزم آں نباشد کہ ہر جا ابدال روا بود
چنانکہ میان لام و را جا ہا معاقبہ است
در مجمع بحار الانوار آورد فیه کان
یکره تعطر النساء و تشبهن
بالرجال اراد عطرا یظهر ریحه
کما یظهر عطر الرجل وقیل اراد تعطل

[illegible] بالجملہ فقہ [illegible] کسی نحوی کے
قول سے نہیں لیا جا سکتا جو ائمہ کی تصریحات کے خلاف
ہو، بلکہ ہر شخص جسے اللہ تعالیٰ نے نورِ بصیرت سے
نوازا ہے وہ ائمہ کے اقوال کو عربیت میں بھی نحاۃ
کے اقوال پر مقدم رکھے گا کیونکہ اجتہاد وہ کر سکتے ہیں
جس میں اس کی کامل صلاحیت ہو اور اس کا دل
نورِ الٰہی سے پُر ہو۔ اسے اچھی طرح محفوظ کر لو کیونکہ یہ
نہایت ہی اہم اور قیمتی تحقیق ہے۔ البتہ ہمیں اس
بات سے ہرگز انکار نہیں کہ کلامِ عرب میں ضاد اور ظا
ایک دوسرے کی جگہ آ ہی نہیں سکتے بہت سے کلمات
ان دونوں حروف کے ساتھ وارد ہیں مثلاً عض الحرب
والزمان و عظ الزمان (دونوں کا معنی یہ ہے کہ
جنگ نے کاٹا اور تکلیف پہنچائی) تماضوا اور تماظوا
آپس میں جنگ وغیرہ کرنا اور ایک دوسرے پر زبان
کھولنا "فاض فلاں" اور "فاظ" "فلاں فوت ہوا" بض
الضارب اوتارہ اور بعض صاحب موسیقی کا تار کو بجانے
کے لئے حرکت دینا۔ تقریظ اور تقریض تعریف کرنا۔
بیض اور بیظ مور کا انڈہ ۔ بظر و بضر عورت اور
شرمگاہ الی غیر ذلک وہ ہیں جنہیں ابن مالک نے
"کتاب الاعتضاد فی معرفة الظاء والضاد" میں شمار
کیا ہے۔ لیکن یہ اس بات کو مستلزم نہیں کہ ابدال
ہر جگہ جائز ہوگا مثلاً لام اور را کئی مقام پر ایک دوسرے
کی جگہ آتے ہیں۔ مجمع بحار الانوار میں ہے کہ اس حدیث
میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواتین کے
خوشبو لگانے اور مردوں کے ساتھ مشابہت کرنے کو

marfat.com

Marfat.com

... جل وعلا و تبارک قرآن عظیم ... بلسان عربی مبین بر نبی عربی قرشی صلی ... تعالیٰ علیه وسلم فرستاد و برائے تلاوت و ... استفاضه و انتفاع جهاد آں صفت کریمه ... خود را بکسوت حروف و اصوات تجلی داد و سید عالم صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کما انزل الیه بصحابه کرام رسانید و صحابه بتابعین و تابعین به تبع و همچناں قرناً بعد قرناً و طبقةً فطبقةً هر هر حرف و حرکت و صفت و هیآت براقصی غایات تواتر که ما فوق آں متصور نیست بما رسید والحمد لله العلی المجید و ذلک قوله تعالیٰ انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحفظون[1] پس بحمد الله چنانکه در هیچ کلمه از کلمات کریمه اش اصلا محل توهمے نیست که شاید بجائے الحمد الشکر نازل شده باشد همچناں بمنت مولیٰ عز و جل در هیچ حرفے از حروف طیبه اش زنهار جائے ترددے نیست که شاید بمحل لام تعریف میم تعریف بوده باشد پس همچنانکه بیقین قاطع میدانیم که ا و ع و ق در زبان عربی جداگانه است و در قرآن عظیم الا و علا و قلا بر معانی مختلفه بر همان وجه بتیقن جازم می شناسیم که ض و ظ و د نیز در لسان عرب سه حرف متباین است و در فرقان کریم ضل و ظل و دل بمدلولات متخالفه پس ض را ظ یا د خواندن بعینه همچناں مانند کسے "ا" را ع یا ق خواند ادعائے توارث در ادائے د بجائے

اصحاب پر جنہوں نے آپ کی اقتداء کی جبکہ وہ سفر آخرت کیلئے سامان ہیں۔ اللہ جل جلالہٗ رحمتیں، برکتیں اور سلامتی آپ پر اور ان سب پر نازل فرماتے اور زیادہ کرے۔ قرآن عظیم روشن عربی زبان میں اللہ عزوجل نے اپنے عربی قریشی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا اور اس کی تلاوت و سماعت اور اس سے استفاضہ و نفع کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت کریمہ قدیمہ کو حروف و تجلی اصوات کا لباس پہنا کر اپنے بندوں کو عنایت فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ تک قرآن پاک کو اسی طرح پہنچا دیا جس طرح وہ نازل ہوا تھا صحابہ نے تابعین تک تابعین نے تبع تابعین تک اور اسی طرح ہر دور اور ہر طبقہ میں اس کا ہر حرف ہر حرکت ہر صفت اور ہیئت تواتر کے اعلیٰ درجہ کے ساتھ ہم تک منقول ہے کہ اس سے بڑھ کر تواتر کا تصور بھی نہیں ہو سکتا، حمد ہے اللہ کے لئے جو بلند بزرگی والا ہے اسی سے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے "بلاشبہ ہم نے اس ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں"۔ الحمد للہ قرآن مجید کے کلمات میں سے کسی ایک کلمہ کے بارے میں بھی ہرگز کسی قسم کا وہم نہیں کیا جا سکتا کہ شاید الحمد کی جگہ الشکر نازل ہوا تھا، اسی طرح اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ قرآن کے کسی حرف کے بارے میں کوئی شک تردد نہیں کہ شاید الف لام کی جگہ تعریف کے لئے میم نازل ہوا تھا، جس طرح ہمیں قطعی یقین ہے کہ ا، ع، ق

---

[1] القرآن ۱۵/ ۹

marfat.com
Marfat.com

ان العرب انما اخذوا ذلك
من العجم لمخالطتهم اياهم[1]
باز اخراج نہ عجمہ بجائے ض خالصًا
یا اشمامًا در کلام علماء لغتش از عوام
جہال نیز بیاد نیست البتہ بعض
عامیاں زماں کہ تشابہ صوت شنیدہ اند
بجائے ض ظ بر آوردن مے خواہند
و بعض دیگر کہ تحفظ کنند و نتواں
چیزے بین الضاد و الظاء بر می آرند
و اولئك امثلهم طريقا
نسأل الله ان يرزقنا
الحق في كل باب
تحقيقا۔

بالجملہ حق واضح ہمیں است کہ ایں ہمہ
حروف باھم متباین است و
بر ہمہ مخرج جدا و ابدال ض با ہر حرفیکہ
باشد مردود و نارو ایں حرفے است
کہ حق جل و علا او را تنہا آفرید
و ہیچ حرفے را قرینش نگردانید و
لہذا سیبویہ گفت و در صفت لولا
الاطباق فی الصاد لکان سینا و فی الظاء

پڑھتے تھے [illegible] کی جگہ
پڑھتے ہیں، بعض جگہ ایسے لوگ بھی ہیں نے دیکھے
کاف کے ساتھ مثلاً مسجد کو مسگر، جمال کو گمال
ہیں۔ رضی نے کہا وہ [illegible]
یہ لغت عجم میں کثرت کے ساتھ مستعمل ہے اور
گمان ہے کہ عرب نے عجم سے اختلاط کی وجہ سے
اخذ کیا ہے پھر ضاد کی جگہ خالصًا یا اشمامًا پڑھنے
بارے میں جاہل لوگوں نے علماء کے کلام سے جو کچھ نقل
کیا ہے وہ بھی محفوظ نہیں البتہ جن بعض عوام زمانہ
سے تشابہ صوت سنا گیا ہے کہ وہ ض کی جگہ ظا
پڑھنا چاہتے ہیں اور بعض دوسرے لوگ ادائیگی کی
طاقت نہ رکھتے ہوئے بھی کوشاں رہتے ہیں ضاد
اور ظا کے درمیان پڑھتے ہیں یہ لوگ بہتر اور اوسط
پر ہیں، ہم اللہ تعالٰی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں
معاملہ تحقیق حق پر چلنا نصیب کرے (آمین)
بالجملہ حق واضح یہی ہے کہ تمام حروف
آپس میں متباین اور ان کے مخارج الگ الگ
ہیں لہذا ضاد کا کسی بھی حرف کے ساتھ بدل کر
پڑھنا مردود اور ناجائز ہے۔ اس حرف (ضاد)
کو اللہ تعالٰی نے اتنا جدا پیدا کیا ہے کہ
کوئی حرف بھی اس کا قریبی نہیں گردانا جاسکتا اسی لئے
سیبویہ نے کہا اور خوب کہا اگر صاد میں اطباق
نہ ہو تو وہ سین بن جائے، اگر ظاء میں نہ ہو تو

[1] شرح شافیہ للرضی صفات الحروف مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/۲۵۶

marfat.com
Marfat.com

بل الاولیٰ والاصح ان یصل ایاک نعبد وایاک نستعین انتھی فلا اعتبار بمن یفعل ذلك السکت من الجھال المتفقھین بغیر دلیل اھ۔[1]

علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری در منح الفکریہ بعد ایراد عبارت فتاوی الحجۃ می فرمایند اقول و ما اشتھر علی لسان بعض الجھلۃ من القراء فی سورۃ الفاتحۃ للشیطان کذا من الاسماء فی مثل ھذہ التراکیب من البناء فخطاء فاحش و اطلاق قبیح ثم سکتھم عن نحو دال الحمد وکاف ایاك وامثالھا غلط صریح[2] علامہ محمد بن عمر بن خالد قرشی حنفی در رد ایں مزعوم رسالہ مستقلہ نوشت کما ذکرہ کشف الظنون فی ذکر الرسائل۔ من فقیر در عنفوان امر غوم پیش از وقوف بریں کلمات ایں سکتات باطلہ را ابطال می کردم ومنشاء اختراع آنہا می دانم کہ اگر غرابت سخن مانع نبودے بقلم می سپردم علماء کہ اختلاف السنۂ ناس در ادائے ضاد بیان فرمودہ اند

کہ جب نمازی فاتحہ میں ایاک نعبد وایاک نستعین پر پہنچے تو وہ یہ نہ کرے کہ ایاک پر رک جائے پھر نعبد کہے بلکہ اولیٰ اور اصح یہی ہے کہ ایاک نعبد وایاک نستعین کو متصل کرکے پڑھے انتہی اگر بعض جاہل ان پڑھ لوگ بغیر کسی دلیل کے سکتہ کرتے ہیں تو ان کا ہرگز اعتبار نہیں کیا جائے گا اھ۔

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ الباری منح الفکریہ میں فتاوی الحجہ کی عبارت ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں میں کہتا ہوں بعض جاہل لوگوں کی زبان پر یہ جو مشہور ہے کہ قرآن کی سورۃ فاتحہ میں اس ترکیب سے شیطان کے نام ہیں، یہ بات صراحۃً غلط ہے اور اس کا قبیح پر اطلاق ہے، اور پھر ان کے سکتوں سے مراد الحمد کی د اور ایاک کا کاف ہے اور ان کی مثل دوسرے مقامات ہیں جو نہایت ہی غلط اور باطل ہیں علامہ محمد بن عمر بن خالد قرشی حنفی نے اس باطل خیال کے رد میں ایک مستقل رسالہ لکھا جس کا ذکر صاحبِ کشف الظنون نے رسائل میں کیا ہے فقیر نے اپنے ابتدائی دور میں علماء کے مذکورہ ارشادات پر اطلاع نہ ہونے کے باوجود ان سکتوں کا رد کیا۔ اور ان خرافات کے منشاء سے بھی آگاہی حاصل ہے اگر غرابتِ سخن مانع نہ ہوتی تو میں اسے احاطۂ تحریر میں ضرور لاتا۔ علماء نے ضاد کی ادائیگی میں لوگوں کی مختلف

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی — فصل فی زلۃ القاری — مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۴۸۱

[2] منح الفکریہ شرح المقدمۃ الجزریۃ بیان الوقف علی رؤس الآیۃ سنۃ — مطبوعہ مصطفی البابی مصر — ص ۶۳

marfat.com
Marfat.com

علی قاری چہرہ کشود حیث قال تحت قول الماتن والرا بتکریر جعل معنی قولهم ان الرا مکرر هو ان الراء له قبول التکرار لارتعاد طرف اللسان به عند التلفظ کقولهم لغیر الضاحك انسان ضاحك یعنی انه قابل للضحك وفی جعل اشارة الی ذلك وتکریره لحن فیجب معرفة التحفظ عنه للتحفظ به کمعرفة السحر لیتجنب عن تضرره ولیعرف وجه رفعه قال الجعبری وطریقة السلامة انه یلصق اللافظ ظهر لسانه باعلی حنکه لصقا محکما مرة واحدة ومتی ارتعد حدث من کل مرة راء وقال مکی لابد فی القراۃ من اخفاء التکریر و قال واجب علی القاری ان یخفی تکریره ومتی اظهر فقد جعل من الحرف المشدد حروفا ومن المخفف حرفین[1] اھ بعض اختصار و در وجوب ادا از مخرج بر معنی که مسلم است جملہ حروف متساویۃ الاقدام است ہیچ خصوصیت ض را نیست بلکہ تواں گفت کہ چوں ادائے صادق در واخسر

مولانا علی قاری کے اس کلام سے پردہ اٹھ گیا جو انھوں نے ماتن کے قول "والرا بتکریر جعل" کے تحت کہا ہے کہ قراء کے قول "را میں تکرار ہے" کا معنی یہ ہے کہ را تکرار کو قبول کرتا ہے کیونکہ اس کے تلفظ کے وقت طرف زبان حرکت کرتی ہے جیسا کہ غیر ضاحک کو انسان ضاحک کہا جاتا ہے کہ وہ ضحک کے قابل ہے، اس جعل میں اسی طرف اشارہ ہے اور اس کا تکرار غلط ہے، پس اس کے ساتھ تکلم کے لئے اس سے بچنے کی معرفت ضروری ہے تاکہ غلطی سے بچا جا سکے، جیسا کہ جادو کا علم اس لئے حاصل کیا جائے تاکہ اس کے نقصان سے بچا جائے اور اس سے دفاع کی معرفت ہو جائے اور اس کو اٹھایا جا سکے جعبری نے کہا سلامتی کا طریقہ یہ ہے کہ تلفظ کرنے والا اپنی زبان کے اوپر والے حصے کو تالو کے بلند حصے کے ساتھ ایک دفعہ مضبوط طریقہ سے ملائے اب جب وہ حرکت کرے گی تو ہر دفعہ را پیدا ہوگا۔ مکی نے کہا ہے قرأت میں اخفاء تکریر ضروری ہے اور فرمایا قاری پر لازم ہے کہ اس کے تکرار میں اخفاء کرے اور جب اظہار کرے گا تو حرف مشددہ میں کئی حروف پیدا کرے گا اور مخففہ میں دو حروف سے کرے اھ اھ یہ عبارت کچھ اختصار کے ساتھ ہے اور ہر حرف کو اس کے مخرج سے اس طرح ادا کرنے کا وجوب اس معنی پر ہے کہ تمام حروف کا متساوی الاقدام ہونا مسلم ہے اس میں ضاد ہی کی کوئی خصوصیت نہیں بلکہ یہ

---

[1] المنح الفکریۃ شرح المقدمۃ الجزریۃ مطلب بیان الحروف المهموسۃ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۱۰۱

marfat.com

Marfat.com

تا بدانند کہ ایں حث بقرآن عظیم در ہمیں مواد است وآنچہ غیر انہاست ہمہ بضاد است ہمچناں فاضل ادیب حریری در مقامہ حلبیہ عامہ لغات عرب[1] را وہ بظا مضبوط نمود جائیکہ فرمود ایھا السائل عن الضاد والظاء ٭٭ لکیلا تضلہ الالفاظ ان حفظ الظاءآت یغنیک فاسمعھا استماع امریٔ لہ استیقاظ غیر طائفۃ فی مخارج ھذہ الحروف وفی ذلک حرج عظیم والظاھر ان ھذا مجمل ما فی جمیع الفتاوی باز فرمود ثم فی الخزانۃ ایضا لو قرأ ولا الضالین بالظاء فسدت صلٰوتہ وعلیہ اکثر الائمۃ منھم ابو مطیع ومحمد بن مقاتل ومحمد بن سلام وعبد اللہ بن الازھری وعلی ھذا القیاس فی جمیع القرآن ولو قرأ بالظاء مکان الضاد تفسد صلاتہ الا فی قولہ تعالٰی وما ھو علی الغیب بضنین بالظاء والضاد فھما قرأتان[2] ببیں چہ قدر نصوص روشن است کہ ایں تبدیلہا از کج مج زبانی ہائے کُردیان و ترکیان و دہقانیانِ کوفہ وغیرہم عوام واعجام است ولہٰذا

ہیں جن میں ظا ہے تاکہ ہر کوئی جان لے کہ قرآن کریم میں ظا کے ساتھ یہی کلمات ہیں اور ان کے علاوہ میں ضاد ہے اسی طرح فاضل ادیب حریری نے مقامہ حلبیہ میں ظا کے الفاظ عربی ذکر کرتے ہوئے کہا جس جگہ کہا اے ضاد اور ظا کے بارے میں پوچھنے والے تاکہ الفاظ میں خلط ملط نہ ہو، اگر تو ظاء کے تمام مقامات محفوظ کرے تو بے نیاز ہو جائیگا پس اب تو انھیں غور سے سن جس طرح ایک بیدار آدمی سنتا ہے، ایک گروہ نے ان حروف کے مخارج میں تغیر و تبدل کیا ہے اور اس میں حرج عظیم ہے اور ظاہر یہ ہے کہ تمام فتاوٰی کا اجمال یہی ہے، پھر فرمایا کہ خزانہ میں بھی ہے کہ اگر ولا الضالین میں ظاء پڑھی تو نماز فاسد ہو جائے گی، اکثر ائمہ اسی پر ہیں ان میں سے ابو مطیع محمد بن مقاتل، محمد بن سلام، عبد اللہ بن الازھری بھی ہیں اسی پر قیاس کرتے ہوئے کہا کہ تمام قرآن میں ضاد کی جگہ اگر ظاء پڑھی تو نماز فاسد ہو جائے گی البتہ اللہ تعالٰی کا قول وما ھو علی الغیب بضنین مستثنٰی ہے کیونکہ اس میں ظا اور ضاد دونوں کے ساتھ دو قرأتیں آئی ہیں آپ نے دیکھا کہ کس قدر واضح تصریحات ہیں کہ یہ تبدیلی کُرد، ترک اور کوفہ کے بادیہ نشین وغیرہ عام اور عجمی لوگوں کی زبانیں گڈمڈ ہونے کی وجہ سے ہے یہی وجہ ہے کہ

---

[1] مقامات حریری مقامہ سادسۃ الاربعون المقامہ الحلبیۃ مطبوعہ مصطفٰے البابی مصر ص ۳۹۳
[2] خزانۃ

marfat.com

Marfat.com

فی الفتاوی قال الشارح وهذا معنی ما ذکر
فی فتاوی الحجة انه یفتی فی حق الفقهاء
باعادة الصلاة وفی حق العوام بالجواز
اقول وهذا تفصیل حسن فی هذا الباب
والله تعالٰی اعلم بالصواب، وفی فتاوٰی قاضیخان
ان قرأ غیر المغضوب بالظاء او بالدال
تفسد صلاته ولا الضالین بالظاء المعجمة
او الدال المهملة لاتفسد ولو بالذال المعجمة
تفسد (ملخصاً)[1] ودر شرح امام شیخ الاسلام زکریا انصاری
است (وان تلاقیا) ای الضاد والظاء
فقل (البیان) لاحدهما من الاخر لازم للقاری
لئلا یختلط احدهما بالاخر فتبطل صلاته[2]
سبحن الله اگر ایں نہج ادا قرائے عرب بودے
حکم فساد را چہ گنجائش بود بلکہ قطعاً ادغام روا بودے
ونماز مطلقاً اجماعاً صحیح ماندے چنانکہ درما ھو
علی الغیب بضنین و بظنین رقول او تعالٰی انکم وما
تعبدون من دون الله حصب جهنم، حصب
و حضب وحطب وحظب بصاد وضاد وطاء
وظاء ہرچہ خواند نماز قطعاً صحیح است کہ ایں کلمہ بہر چہار
حروف منطبقہ در قرآت آمدہ است کما
فی المنح الفکریة وغیرها۔

گفتگو کے بعد کہا شارح نے کہا فتاوٰی حجہ میں جو کچھ مذکور
ہے اس کا خلاصہ یہی ہے کہ علماء و فقہاء کے حق میں نماز کے
لوٹانے کا فتوٰی دیا جائے گا اور عوام کے حق میں جواز کا،
میں کہتا ہوں اس معاملہ میں یہی تفصیل احسن ہے،
واللہ اعلم بالصواب۔ اور فتاوٰی قاضی خان میں ہے
اگر کسی نے غیر المغضوب میں ظاء یا دال سے بدل کر
پڑھا تو نماز فاسد ہوگی اور ولا الضالین میں ظاء یا دال سے
بدل کر پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر ذال سے بدل کر
پڑھا تو نماز فاسد ہوجائیگی امام شیخ الاسلام زکریا انصاری
کی شرح میں ہے (اور اگر یہ دونوں متصل ہوں) یعنی
ضاد اور ظاء تو قاری کے لئے دونوں کو الگ الگ کرکے
پڑھنا ضروری ہے تاکہ ایک دوسرے کے ساتھ مختلط
نہ ہوجائے ورنہ اس کی نماز باطل ہوجائے گی سبحان اللہ
اگر اس کی ادائیگی کا یہ طریقہ قراء عرب کا ہوتا تو فساد
کے حکم کی یہاں کیا گنجائش تھی بلکہ ادغام یقیناً جائز اور
نماز مطلقاً بالاتفاق درست ہوتی جیسا کہ ما ھو
علی الغیب بضنین میں ہے یہی حکم اللہ تعالٰی کے
اس ارشاد گرامی میں ہے انکم و ما تعبدون
من دون اللہ حصب جھنم۔ یہاں حصب،
حضب، حطب اور حظب صاد، ضاد، طاء اور ظاء
کے ساتھ جس طرح بھی پڑھ لیا جائے نماز درست ہوگی
کیونکہ اس کلمہ کی ان چاروں حروف کے ساتھ قرأت ثابت ہے جیسا کہ منح الفکریہ وغیرہ میں ہے۔ (ت)

---

[1] المنح الفکریۃ شرح المقدمۃ الجزریۃ باب التحذیرات مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ص ۴۳

[2] شرح المقدمۃ الجزریۃ ابوزکریا انصاری مع المنح الفکریہ باب التحذیرات مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ص ۴۳

marfat.com

Marfat.com

ثانیاً ضاد مشابہ ظا کے بہ دال کے میان ضاد و دال کے صفتوں کا فرق ہے جب ضاد و دال میں بہت تغایر ہے تو فصل اُن میں بلا مشقت ممکن۔

فتوٰی ندوہ کی عبارت یوں ہے: ایسی صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی کہ ضاد و دال دو حرف متغایر ہیں جن میں امتیاز بلا مشقت ممکن اور ایسی صورت میں فقہاء فساد نماز کو لکھتے ہیں شامی میں ہے:

اذا ذکر حرفا مکان حرف وغیر المعنی ان اُمکن الفصل بینھما بلا مشقۃ تفسد والا یمکن الا بمشقۃ کالظاء مع الضاد قال اکثرھم لاتفسد[1] (ملخصاً)

جب کسی حرف کی جگہ دوسرا بولا جائے اور معنی بدل جائے اگر ان کے درمیان امتیاز بغیر مشقت کے ممکن ہو تو نماز فاسد، اور اگر امتیاز بغیر مشقت ممکن نہ ہو جیسا کہ ظا اور ضاد کا معاملہ ہے، تو اکثر علماء نے کہا ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی۔ (ت)

پانچ فتووں کا حاصل تو صرف اس قدر ہے اور ایک یعنی پانچویں میں اتنا بیان اور ہے کہ ظا آمیز پڑھنا بھی غلط ہے لیکن چونکہ ان میں تشابہ صوتی ہے اور امتیاز متعسر اکثر فقہاء کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن تعمد یہاں بھی مفسد ہے، یہی مذہب مختار ہے کما فی البزازیۃ (جیسا کہ بزازیہ میں ہے۔ ت) ان فتووں کا کیا حال ہے اور یہ ان لوگوں کے موافق و مؤید ہیں یا نہیں، اور جو لوگ ض ہی کا قصد کریں اور ض سمجھ کر پڑھیں مگر بوجہ عدم قدرت صاف ادا نہ ہو اور سننے میں دال سے مشابہ ہو تو ان کی نماز ہوگی یا نہیں؟ اور جو قصداً ض کو نہ پڑھے اُس کی نماز کا کیا حکم ہے؟ اور ہنگام تغیر حرف و تفاوت معنی میں جو حکم فساد ہے وہ صرف ض و د و ظ ہی سے خاص ہے یا باقی حروف مثل ا، ع، ت، ط، س، ث، ص، ح، ہ کو بھی عام ہے اگر عام ہے تو آج کل یہ جھگڑا اسی حرف میں کیوں ہے جواب مختصر ہو کہ عوام مطول کو نہیں پڑھتے۔ بینوا توجروا

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی نزہ سبیل الرشاد عن تحریف کل صاد واوعد بالعذاب من حاد وضاد والصلٰوۃ والسلام علی الکریم الجواد علی مولی العباد مولی المراد والہ الاسیاد وصحبہ الامجاد ما اھملت الصاد واعجمت الضاد کشف صواب وایضاح جواب کو چند مجمل جملے

---

[1] ردالمحتار مطلب مسائل زلۃ القاری مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۶۸

marfat.com

Marfat.com

من غاضه اذا نقصه قال الاسود بن
يعفر ؎

اما تريني قد فنيت وغاضني
ما نيل من بصري ومن اجلادي

قال في تاج العروس معناه نقصني بعد تمامي وهذا ابن الاعرابي قد انشد بنفسه ؎

ولو قد عض معطسه جريري
لقد لانت عريكته وغاضا

وفسره فقال اثر في انفه حتى يذل وقد قال ابن سيده في ذلك البيت يجوز عندي ان يكون غائض غير بدل ولكنه من غاضه اي نقصه ويكون معناه حينئذ انه ينقصني ويتهضمني[1] نقلها في التاج ايضا وعن هذا حكم علماؤنا بعدم الفساد فيما لو قرأ ليغيض بهم الكفار بالضاد مكان الظاء[2] كما في الخانية قال في الغنية لان معناه مناسب اي لينقص بهم الكفار[3] اھ وكذا قال في قوله تعالى قل موتوا بغيظكم[4] و

میں ان کی حجت نہیں بن سکتا تو کبھی یہ غاضہ سے آتا ہے اس وقت اس کا معنی نقص ہوتا ہے چنانچہ اسود بن یعفر نے کہا کیا تو دیکھتی نہیں کہ میں فنا ہو چکا ہوں اور میری آنکھوں اور اعضاء کے عوارضات نے مجھے ناقص کر دیا ہے۔

تاج العروس میں ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ اس نے مجھے کمال تک پہنچنے کے بعد ناقص کر دیا، اور اس ابن اعرابی نے خود یہ شعر کہا:

اگر جریری نے اس کی ناک کو کاٹا ہے تو ضرور اس کی ناک کی ہڈی نرم اور ناقص ہو گی۔

اور اس کی شرح کرتے ہوئے کہا کہ اس نے اس کی ناک کو داغدار کر دیا حتی کہ وہ ذلیل ہو گیا۔ اور ابن سیدہ نے اس (پہلے) شعر کے متعلق کہا کہ اس میں "غائض" غائظ سے نہیں بدلا بلکہ وہ غاض سے ہے جس کا معنی نقص ہے، لہذا اب معنی یوں ہو گا اس نے مجھے ناقص کر دیا، اس کو تاج العروس نے بھی نقل کیا ہے اور اسی بناء پر ہمارے علماء نے فرمایا کہ اگر کسی نے لیغیظ بهم الکفار میں ظاء کی جگہ ضاد پڑھا تو نماز فاسد نہ ہو گی، جیسا کہ خانیہ میں ہے۔ غنیہ میں ہے کہ اس کا معنی مناسب ہی رہتا ہے یعنی ان سے کافروں میں نقص و اضطراب ہو اھ اور اسی طرح اللہ تعالٰی کے ارشاد گرامی قل موتوا

---

[1] تاج العروس فصل العین من باب الضاد مطبوعہ احیاء التراث العربی ۵/۶۴-۶۵
[2] فتاوی قاضی خان فصل فی قراءۃ القرآن خطاء مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۶۸
[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۷۸
[4] فتاوی قاضی خان فصل فی قراءۃ القرآن خطاء مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۶۹

marfat.com

Marfat.com

دوم قاری سے بے قصد تبدیل الاحرف مشابہ د بجگہ ض میں د ہُوا تو اس پر [illegible]
غلط وفاسد ہے، عبارتِ امام قاضی میں اگر ذکر ہے تو صرف ایک لفظ کا ذکر بربنائے تباین [illegible] و سہولت تمییز بحکم مطلق، حنفیہ کرام کا اصل مذہب یعنی مذہب مہذب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ جابجا محققین نے اسی کی تصحیح کی اس پر اعتماد فرمایا خود واضح و آشکار کہ اس میں صرف صلاح وفساد معنی پر بنائے کار تو جہاں ض کی جگہ د پڑھ جانے سے معنی نہ بگڑیں فساد ہرگز نہ ہوگا

مثل افیدوا بتضمین معنی المن والانعام فی قولہ تعالٰی افیضوا علینا من الماء ومثل اکواب مودوعۃ موضع موضوعۃ ورادیۃ مردیۃ مکان راضیۃ مرضیۃ کما بینا ہ فی نعم الزاد۔

جیسا کہ اللہ تعالٰی کے ارشادِ گرامی افیضوا علینا من الماء میں افیضوا کی جگہ افیدوا جو احسان وانعام کے معنی پر مشتمل ہے اور اکواب موضوعۃ کی جگہ اکواب مودوعۃ اور راضیۃ مرضیۃ کی جگہ رادیۃ مودیۃ پڑھنا جس پر تفصیل گفتگو ہم نعم الزاد میں کرچکے ہیں۔ (ت)

یہ علمائے متاخرین کہ عوام کی ہر آسانی کے لئے عسر و یسر تمیز کا لحاظ رکھتے ہیں کیا آسانی تمیز کی حالت میں مطلقاً حکم فساد دیں گے اگرچہ معنی متغیر نہ ہوں یہ اصل مذہب سے آسانی ہوئی یا اور شدت وگرانی نہیں، ان کا حکم قطعاً اس صورت میں مقصور جہاں معنی بگڑیں اور ان حرفوں میں تمیز آسان ہو دیکھنے والے اگر کلماتِ علما پر نظر رکھتے اس امر کے نصوص واضح ملتے، یہی امام اجل قاضی خان اپنے اس فتاوٰی میں فرماتے ہیں،

اذا اخطأ بذکر حرف مکان حرف فی کلمۃ ولم یتغیر المعنی بان قرأ ان المسلمون ان الظالمون وما اشبہ ذلک لم تفسد صلٰوتہ لانہ لا یغیر المعنی، وان ذکر حرفا مکان حرف وغیر المعنی فان امکن الفصل بین الحرفین من غیر مشقۃ کالطاء مع الصاد فقرأ الطالحات مکان الصٰلحٰت تفسد صلٰوتہ عند الکل وان کان لا یمکن

جب خطاءً ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف ایک کلمہ میں پڑھ دیا لیکن معنی میں تبدیلی واقع نہ ہوئی مثلاً ان المسلمون اور ان الظالمون اسی کی طرح دیگر مقامات، تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ اس سے معنی متغیر نہیں ہوتا اور اگر ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھنے سے معنی میں تبدیلی آجائے تو اگر دونوں حروف کے درمیان بغیر مشقت کے امتیاز ممکن تھا جیسے طا اور صاد یعنی صالحات کی جگہ طالحات پڑھا تو تمام کے نزدیک اس کی نماز فاسد ہوجائیگی اور اگر

marfat.com

Marfat.com

النساء باللام وهی من لا حلی علیها
والخضاب واللام والراء یتعاقبان[1]
نزد ما جائز نبود که هر جا خواهند یکے بجائے دیگرے
خوانند علماء تصریح فرموده اند که در یوم تبلی السرائر
سرائل یا در یوم ترجف الارض والجبال بجائے جبال
جبار خواند نماز فاسد شود کما فی الخانیة و
المنیة وغیرهما باز این جمله که گفته آمدیم
در خصوص ظائے معجمه است و حاشا که جاہلے
وکنیزے و دہقانے از عرب بجائے ض
دیا طا مهملتین یا ذیا زا معجمتین بر زبان راند
سخن من در عرب خالص است نہ در قومے
کہ باعجم مخالطہ شدہ و در زبان نیز خالط و
مالط شدند رجعت قہقری را گہگری گویند
وثلثة عشر را تلتعشر و خذکذا را خذکدا خذکدا بکسر کاف
ودال مهملة الی غیر ذلک من التغیرات المهملة و
با بعضے از اعراب و اطراف یمن ملاقی شدم
کہ ہکذا را ہچا می گفتند و منک خطاب بانثی
رامنچ بجیم فارسی و بعضے دیگر دیدم کہ جیم را
کاف فارسی مسجد را مسگد و جمال را گمال
مے گفتند قال الرضی الباء التی
کالفاء قال السیرافی هی
کثیرة فی لغة العجم واظن

ناپسند فرماتے تھے، یہاں عطر سے وہ خوشبو مراد ہے
جو اس طرح مہک دار ہو جو مرد لگاتے ہیں۔
بعض نے کہا کہ یہاں را کی جگہ لام ہے یعنی تعطل
النساء لام کے ساتھ، یعنی عورت کا بغیر زیور اور
مہندی کے ہونا مراد ہے کہ لام اور را ایک دوسرے
کی جگہ مستعمل ہوتے ہیں (یہ اگرچہ جائز ہے) مگر یہ بعض
مقام پر جائز نہیں ہوتا کہ جہاں چاہیں ایک کو
دوسرے کی جگہ پڑھ لیں. علمائے نے تصریح کی ہے
کہ یوم تبلی السرائر کی جگہ سرائل یا
یوم ترجف الارض والجبال میں جبال کی
جگہ جبار پڑھنے سے نماز فاسد ہو جائے گی، جیسا
کہ خانیہ اور منیہ وغیرہا میں ہے، پھر یہ تمام گفتگو جو
میں نے کی ہے یہ صرف ظاء معجمہ کے لئے خاص ہے ہو سکتا
ہے کوئی جاہل، لونڈی یا دیہاتی از عرب ضاد کی جگہ
دال، طا، ذال یا زا اپنی زبان پر جاری
کر دے کیونکہ ہماری گفتگو عرب خالص میں ہے نہ کہ
اس قوم میں جو عجم کے ساتھ ملی ہو اور اس کی
زبان خلط ملط ہو گئی ہو مثلاً رجعتِ قہقری کی جگہ
رجعتِ گہگری اور ثلثہ عشر کی جگہ تلتعشر، خذکذا کو
خذکدا، خذکدا کاف کے کسرہ اور دال کے ساتھ پڑھتے ہیں
ان کے علاوہ دیگر بے مقصدہ لایعنی تغیرات یا بعض
ایسے بدوی اور یمنی لوگوں سے ملا ہوں جو ہکذا کو ہچا می

---

[1] مجمع بحار الانوار لفظ عطر کے تحت مذکور ہے مطبوعہ مطبع عالی منشی نولکشور لکھنؤ ۲/۳۹۷
[2] فتاوٰی قاضی خان فصل فی قراءۃ القرآن خطاء مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۶۸

marfat.com
Marfat.com

فی القرآن وقرب المعنی ولو قرأ بالذال المعجمۃ تفسد لبعد معناہ ملتقطا۔[1]

دونوں کا مجموعہ قرآن [illegible] اور اگر ذالین ذال کے ساتھ پڑھا تو نماز فاسد ہوگی کیونکہ اس کے معنی میں بُعد ہے ملتقطا (ت)۔

ثانی نے فرمایا :

فی فتاوی قاضی خان ان قرأ غیر المغضوب بالظاء او بالدال تفسد صلاتہ ولا الضالین بالظاء المعجمۃ او بالدال المھملۃ لاتفسد ولو بالذال المعجمۃ تفسد۔[2]

فتاوی قاضی خان میں ہے اگر کسی نے غیر المغضوب کو ظاء یا دال کے ساتھ پڑھا تو نماز فاسد ہوجائے گی اور ولا الضالین کو ظاء یا دال کے ساتھ پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اگر ذال کے ساتھ پڑھا تو نماز فاسد ہوجائے گی۔ (ت)

اب اس سے استناد کرنے والے دیکھیں کہ عبارت قاضی خان ان دونوں اکابر کی نقل پر اُن کے صریح مخالف و عکس مراد ہے، ندوے کا دارالافتاء اپنا مبلغ علم دکھائے ورنہ تحقیق بالغ و تنقیح بازغ کے لئے بحمداللہ تعالٰی فقیر کا رسالہ نعم الزاد ہے۔

چہارم ض و ظ میں دشواری تمیز اس طائفہ حادثہ کو اصلاً مفید نہیں وہ ایک گروہِ متاخرین کے نزدیک ہنگام لغزش و خطا سبیل آسانی ہے نہ کہ معاذاللہ قصداً تبدیل کلام اللہ کی دستاویز جو بالقصد مغضوب کی جگہ مغظوب، مغذوب، مغزوب پڑھے اُس کی نماز بلاشبہہ فاسد اور وہ پڑھنے والے مغضوب و مفسد، تو یہ سب فتوٰی اس کے حق میں بیکار و نامؤید۔ علامہ طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں،

محل الاختلاف فی الخطأ والنسیان اما فی العمد فتفسد بہ مطلقا بالاتفاق اذا کان مما یفسد الصلاۃ اما اذا کان ثناء فلا یفسد ولو تعمد ذلک افادہ ابن امیر الحاج۔[3]

محلِ اختلاف خطاء و نسیان کی صورت میں ہے، رہا عمداً کا معاملہ تو اس صورت میں مطلقاً بالاتفاق نماز فاسد ہوگی بشرطیکہ وہ ایسی قرأت میں ہو جس سے نماز فاسد ہوسکتی ہو اور اگر ایسا معاملہ ثناء میں ہوا تو نماز فاسد نہ ہوگی اگرچہ عمداً ہو، ابن امیر الحاج نے اسی طرح بیان کیا ہے۔ (ت)

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی احکام زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۷۸

[2] المنح الفکریۃ شرح مقدمہ جزریۃ باب التحذیرات " تجارت الکتب ممبئی ص ۴۳

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی باب ما یفسد الصلوٰۃ " نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۸۶

marfat.com

Marfat.com

ـت دالا وفي الطاء كان دالا ولخرجت ضاد من الكلام لانه ليس شيء من الحروف من موضعها غيرها اهـ[1] نقلهٔ از رضی و آنکه از قاری پانی پت نقل کنند۔

اقول تحقیق آنست که در صفات حروف بعض صفات لازم است که فقدانش مستلزم فقدان ذات باشد چنانچہ اطباق در ط و انفتاح در ت او قطعاً واجب المراعاة ست و بعضے نه چنان ست اگر بجا نیارند ذات حرف درہم نخورد چوں تہوّع در ہمزہ و تفشّی در ش و هو کما فی المنح انتشار الصوت عند خروجها حتی تتصل بحروف طرف اللسان منها مخرج الظاء المثالة والحال ان مخرجها حافة اللسان من محاذات وسطه[2] پس مراعات صفات مطلقاً واجب نیست بلکه از صفات حروف آنست که ترکش واجب است و آں صفت تکریر در راے مخفف مطلقاً و در مشدد بیش از یکبار معنی ایں صفت در را آنست که قابل تکرار است نه آنکه تکرارش باید بایں معنی بتوفیق الله تعالٰی بخاطرم خطور کرده بود که تصریحش در کلام مولٰنا

وہ ذال بن جائے اگر طاء میں نہ ہو تو وہ دال بن جائے اور ضاد کلام سے ہی خارج ہو جائے کیونکہ اس کے متبادل کوئی حرف ہی نہیں اھ اسے رضی نے نقل کیا اور جو انہوں نے قاری پانی پتی سے نقل کیا ہے۔ اس کے بارے میں کہتا ہوں تحقیق بات یہ ہے کہ حروف کی صفات میں بعض ایسی صفات لازم ہیں جن کے فقدان سے حروف کی ذات کا فقدان لازم آتا ہے مثلاً "طاء" میں اطباق اور "تاء" میں انفتاح اس کی رعایت نہایت ہی ضروری ہے اور بعض حروف ایسے نہیں یعنی اگر انھیں ان صفات سے ادا نہ کیا جائے تو ان کی ذات ختم نہیں، مثلاً ہمزہ میں تہوّع اور شین میں تفشّی، یہ وہی ہے جو المنح میں ہے کہ اس کے خروج کے وقت آواز کا اس طرح انتشار یہاں تک ہو کہ حروف کے ساتھ طرف لسان متصل ہو جائے، ایسے حروف میں سے ظاء کا مخرج بھی ہے حالانکہ اس کا اصل مخرج اس کے محاذاتِ وسط سے اور حافہ زبان ہے پس صفاتِ حروف کی رعایت ہر جگہ لازم نہیں بلکہ بعض حروف کی صفات ایسی ہیں جن کا ترک ضروری ہے اور وہ رائے مخففہ میں مطلقاً اور رائے مشددہ میں ایک بار سے زائد تکرار ہے یعنی را میں اس صفت کی موجودگی کا معنی یہ ہے کہ را قابل تکرار ہے یہ نہیں کہ اس میں تکرار ضروری ہے۔ یہ معنی اللہ تعالٰی کی توفیق سے میرے ذہن میں آیا اور اس کی تصریح

---

[1] شرح شافیہ للرضی مخارج الحروف الفرعیہ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۲۶۲

[2] المنح الفکریہ مطلب بیان الحروف المهموسة الخ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ص ۱۹

marfat.com

Marfat.com

فجری هذا علی لسانه او لم یکن ممن یمیز بین الحرفین فظن انه ادی الکلمة کما هی فغلط جازت صلٰوته و هو قول محمد بن مقاتل وبه کان یفتی الشیخ اسمٰعیل الزاهد وهو احسن لان السنة الاکراد واهل السواد والاتراك غیر طائعة فی مخارج هذه الحروف وفی ذلك حرج عظیم والظاهر ان هذا مجمل ما فی جمیع الفتاوٰی[1]۔

کا ارادہ تھا مگر زبان پر از خود جاری ہو گیا یا وہ ان دونوں حرفوں میں امتیاز نہ کرنے والا تھا اس کا گمان یہ ہو کہ اس نے کلمہ صحیح ادا کیا ہے لیکن درحقیقت غلط تھا تو اس کی نماز ہو جائیگی، یہی محمد بن مقاتل کا قول ہے اور شیخ اسمٰعیل الزاہد نے اسی پر فتوٰی دیا ہے اور یہی احسن ہے کیونکہ کرد، عراقی اور ترکی لوگوں کی زبانیں ان حروف کی صحیح ادائیگی پر قادر نہیں اور اس میں بہت تنگی ہے، اور ظاہر یہی ہے کہ تمام فتاوٰی جات کی گفتگو کا اجمال بھی یہی ہے۔ (ت)

اقول انما یشیر الی اطلاق الفساد فی العمد انه مطمح انظارهم جمیعا والا فاطلاق عدمه فی الخطاء لایمکن ان یحمل علیه ما فی جمیع الفتاوی فان منهم من یفصل بعسر الفصل ومنهم من یفرق بقرب مخرج۔

میں کہتا ہوں یہ جو مطلقاً فساد کی طرف اشارہ ہے یہ قصد کی صورت میں ہے کیونکہ ان تمام کی آراء کا مطمح یہی ہے ورنہ خطا کی صورت میں عدمِ فساد کا اطلاق ہوگا اور اس پر ان کے کلام کو محمول نہیں کیا جا سکتا کیونکہ بعض ان میں سے عسرِ امتیاز کے ساتھ اور بعض قربِ مخرج کی بنا پر فرق کرتے ہیں۔ (ت)

منیہ میں ہے:

اما اذا قرأ مکان الذال ظاء او مکان الضاد ظاء او علی القلب فتفسد صلٰوته وعلیه اکثر الائمة وروی عن محمد بن سلمة رحمه الله تعالٰی انها لاتفسد لان العجم لایمیزون بین هذه الحروف وکان القاضی الامام الشهید المحسن یقول الاحسن فیه ان یقول ان جری

جب کسی نے ذال کی جگہ ظاء یا ضاد کی جگہ ظاء یا اس کا عکس کیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اکثر ائمہ اسی پر ہیں۔ محمد بن سلمہ رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ عجمی لوگ ان حروف میں امتیاز نہیں کر سکتے، اور قاضی امام الشہید المحسن فرمایا کرتے تھے کہ احسن یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ اگر زبان پر اس طرح از خود جاری ہو گیا

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com

Marfat.com

از جملہ حروف است حکم وجوب بعارض مشقت در وے بنسبت سائر حروف در تخفیف است فان المشقۃ تجلب التیسیر وماضاق امر الااتسع ولا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا[1] وما جعل علیکم فی الدین من حرج[2] یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[3] والحمد للہ رب العلمین آرے خصوصیت ضاد بوجہ عسر او و رشدت احتیاج باہتمام در آں تحفظ و تیقظ در ادائے آنست۔

کہا جا سکتا ہے کہ جب اس کی صحیح ادائیگی دیگر حروف کی نسبت زیادہ مشکل ہے تو اس مشقت کے پیش نظر دیگر حروف کے اعتبار سے اس کے حکم وجوبی میں تخفیف ہوگی کیونکہ مشقت آسانی لاتی ہے۔ ہر مشکل معاملہ میں گنجائش ہے، اللہ تعالٰی کسی نفس کو اس کی طاقت سے بڑھ کر حکم تکلیف نہیں دیتا، اللہ تعالٰی نے تم پر دین کے معاملے میں تنگی نہیں رکھی، اللہ تعالٰی تم پر آسانی کا ارادہ رکھتا ہے اور تنگی کا ارادہ نہیں فرماتا، اور تمام خوبی اللہ تعالٰی کے لئے جو تمام جہانوں کا رب ہے، ہاں ضاد میں تنگی کی وجہ سے اس کی ادائیگی کے لئے خوب اہتمام اور تحفظ ہونا چاہیے اور ادائیگی میں ہوش سے کام لیا جائے (ت)

---

[1] القرآن ۲/۲۸۶
[2] القرآن ۲۲/۷۸
[3] القرآن ۲/۱۸۵

marfat.com

Marfat.com

پنجم ضاد و دال میں فرق صفات کا ذکر لغو و فضول اور محل بحث سے محض بے علاقہ ہے جن کا مسلک معلوم ہے کہ اُن کے یہاں تشابہ و عدم تشابہ پر اصلاً نظر نہیں اور متاخرین قریب قریب ... پہلا ذکر ... صفات سے انھیں بھی بحث نہیں نہ صفات خواہی نہ خواہی آسانی تمیز کو مستلزم نہ اُن کا تشابہ دشواری پر حاکم ط مہملہ دال مہملہ سے سوائے اطباق کے کچھ فرق نہیں اور فرق تمیز کی آسانی مبین اور تا سے ث تا متعدد صفات میں تباین تام اور دشواری فصل منصوص اعلام ط مجہورہ و مستعلیہ مطبقہ قلقلہ ہے اور ت مہموسہ مستفلہ منفتحہ بے قلقلہ خانیہ و خلاصہ و حلیہ و ہندیہ و ردالمحتار وغیرہا میں ہے:

ان کان لایمکن الفصل بین الحرفین الا بمشقۃ کالطاء مع التاء[1] الخ۔

اگر دو حرفوں کے درمیان مشقت کے بغیر امتیاز ممکن نہ ہو جیسے طاء اور تاء الخ (ت)

شرح جزریہ میں ہے:

قال الرمانی وغیرہ لولا الاطباق لصارت الطاء دالا لانہ لیس بینھما فرق الا الاطباق[2]۔

رمانی وغیرہ نے کہا ہے کہ اگر اطباق نہ ہو تو طاء دال ہوجائے گی اس لئے کہ اطباق کے علاوہ ان دونوں کے درمیان کوئی فرق ہی نہیں۔ (ت)

ششم فتوی ندوی کا قول کہ ضاد و دال دو حرف متغایر المعنی عجیب! الفاظ متغایر المعنی ہیں اگر مسمی مراد تو ان کے لئے معنی کہاں، بھلا بتائیے تو کہ مجرد حرف ض کے کیا معنی ہوئے، اور اگر اسماء مقصود یعنی صدو دال تو نہ دو حرف نہ اُن میں مقال، شاید یہ کہنا چاہا اور کہنا نہ آیا کہ ض و د دو حرف جداگانہ ہیں کسی کلمے میں اُن کا تغیر معنی کے لئے مستلزم تغایر معنی فی البطن اگر مقصود یہی ہوں تو اوّلاً اطلاق ممنوع، ثانیاً ہر تغیر میں تغیر بحد فساد مدفوع ہر دیکھو ضالین و دالین میں کس قدر تغایر معنی ہے مگر محقق حلبی نے تغیر نہ مانا وھذا بدیھتہ غنی عن ابانۃ (یہ بات بدیہی ہونے کی وجہ سے محتاجِ بیان نہیں۔ ت)

ہفتم دو حرفوں میں تغایر صوت ہرگز سب کے لئے سہولت تمیز کو مستلزم نہیں ح و خ کی آوازیں کتنی جدا ہیں مگر ترک کو اُن میں تمیز سخت دشوار۔ غنیہ میں ہے:

ذکر محمد بن الفضل فی فتاواہ ان الترك لایمکنہ اقامۃ الحاء الابمشقۃ[3] الخ۔

محمد بن فضل نے اپنے فتاوٰی میں تحریر کیا کہ ترک لوگوں کیلئے حاء کی ادائیگی مشقت کے بغیر ممکن نہیں الخ (ت)

---

[1] ردالمحتار مطلب مسائل زلۃ القاری مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۶۶

[2] المنح الفکریۃ شرح المقدمۃ الجزریۃ مطلب بیان ان الانسان علی اربعۃ اقسام مطبوعہ تجارت الکتب جالی محلہ بمبئی ص ۱۵

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی احکام زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۸۱-۸۲

marfat.com

Marfat.com

اَلْجامُ الصّاد عن سُنن الضّاد

(ضاد کے طریقوں سے روکنے والے کے منہ میں لگام دینا)

مسئلہ ۲۷۷ از دربھنگہ محلہ اسمٰعیل گنج ڈاک خانہ لہریا سرائے مرسلہ مولوی محمد یٰسین صاحب
۱۰ جمادی الاخری ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ان اطراف بنگالہ وغیرہ میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوئے ہیں کہ حرف معجمہ کو قصداً ظ یا ذ بلکہ ز معجمات پڑھتے ہیں اور اسی کا دوسروں کو امر کرتے ہیں اور عام عوام ہندوستان میں جس طرح یہ حرف ادا کیا جاتا ہے جس سے بُوئے دال مہملہ پیدا ہوتی ہے اُس سے نماز مطلقاً فاسد و باطل بتاتے ہیں اور اپنے دعووں کی سند میں اہلِ ندوہ وغیرہ ہندیان زمانہ کے چند فتوے دکھاتے ہیں جن کا خلاصہ کلام و محصل مرام نماز میں ض کو مشابہ د مہملہ پڑھنے پر حکمِ فساد اور اس پر ان دو وجہ سے استناد ہے :

اوّلاً فی فتاوی قاضی خان :

ولوقرأ الظاٰلین بالظاء و بالذال لا تفسد صلاته ولوقرأ الدآلین بالدال تفسد۔[1]

اگر الضاٰلین کو الظاٰلین یا الذاٰلین پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر داٰلین دال کے ساتھ پڑھا تو فاسد ہوجائے گی۔ (ت)

---

[1] فتاوی قاضی خان فصل فی قرأة القرآن خطاً الخ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۶۹

marfat.com

Marfat.com

خطا وزلّت میں ہے کہ لغزش زبان سے باوصف قدرت ایک حرف کی جگہ دوسرا نکل جائے اور جہاں مخارج صحت عجز ہے کہ یہ ظالین یا اس کے مشابہ والین پڑھنے والے ہرگز ادائے ضاد پر قادر نہیں جیسا کہ غرۃ الاکمل و حلیہ کی عبارت گزری کہ

ان السنة الاکراد واھل السواد والاتراك غیرطائعة فی مخارج ھذہ الحروف[1]

کرد، عراقی اور ترک لوگوں کی زبانیں ان حروف کی ادائیگی پر قادر نہیں۔ (ت)

فتاوٰی امام قاضی خان وغیرہ کی عبارت اوپر گزری کہ اس قول کو اذا اخطأ بذکرحرف مکان حرف[2] (یعنی اگر ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف خطاءً زبان سے نکل گیا۔ت) میں ذکر فرمایا اب محقق علی الاطلاق کا ارشاد اجل واجلے سنئے، فتح میں فرماتے ہیں:

اما الحروف فاذا وضع حرفا مکان غیرہ فاما خطأ واما عجزا فالاول ان لم یغیر المعنی لاتفسد وان غیرفسدت فالعبرۃ فی عدم الفساد عدم تغیر المعنی، وحاصل ھذا ان کان الفصل بلا مشقة تفسد وان کان بمشقة قیل تفسد واکثرھم لاتفسد ھذا علی رأی ھؤلاء المشائخ، ثم لم تنضبط فروعھم فاورد فی الخلاصة ماظاھرہ التنافی للمتامل فالاولی قول المتقدمین والثانی وھوالاقامة عجزا کالحمد ﷲ الرحمٰن الرحیم بالھاء فیھا اعوذ بالمھملة الصمد بالسین ان کان یجھد اللیل والنھار فی تصحیحہ ولایقدر فصلوٰتہ جائزۃ ولوترك جھدہ ففاسدۃ ولا

رہا معاملہ حروف کا، تو جب ایک حرف کو کسی دوسرے حرف کی جگہ رکھ دیا جائے تو یہ خطاءً ہوگا یا عجزاً، پہلی صورت میں اگر معنی نہیں بدلا تو نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر معنی بدل گیا ہو تو نماز فاسد ہوجائے گی، پس نماز کے عدمِ فساد میں معنی کے تبدیل نہ ہونے کا اعتبار ہے، اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ اگر حروف میں امتیاز بغیر مشقت کے ممکن ہو تو نماز فاسد ہوگی اور اگر اس میں مشقت ہو تو بعض نے کہا نماز فاسد ہوگی لیکن اکثر کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی، یہ ان مشائخ کی رائے کے مطابق ہے، پھر ان کی تمام فروعات وجزئیات کو منضبط نہیں۔ پس خلاصہ میں ایسی چیز کو وارد کیا گیا ہے جو بظاہر صاحبِ غور وفکر کے ہاں منافی ہے، پس متقدمین کا قول اولٰی ہے اور دوسری صورت

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] فتاوٰی قاضی خان فصل فی قرأۃ القرآن خطاءً الخ مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۶۸

marfat.com

Marfat.com

اوّل ض ظ ذ ز معجمات سب حروف متبائنہ متغائرہ ہیں ان میں کسی کو دوسرے سے تلاوتِ قرآن میں قصداً بدلنا اس کی جگہ اُسے پڑھنا نماز میں ہو خواہ بیرونِ نماز حرام قطعی وگناہِ عظیم، افترا علی اللہ و تحریفِ کتابِ کریم ہے۔ فقیر نے اپنے رسالہ نعم الزاد لروم الضاد میں اس پر دلائل قاہرہ باہرہ قائم کئے ہیں یہاں تک کہ امام اجل ابوبکر محمد بن الفضل فضلی وامام برہان الدین محمود صاحبِ ذخیرہ وغیرہ و علامہ علی قاری مکی رحمہم اللہ تعالٰی تصریح فرماتے ہیں کہ جو قصداً ض کی جگہ ظ پڑھے کافر ہے، محیط برہانی میں ہے:

سئل الامام الفضلی عمن یقرأ الظاء المعجمۃ مکان الضاد المعجمۃ اوعلی العکس فقال لایجوز امامتہ ولو تعمد یکفر۔[1] (ملخصا)

امام فضلی سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے ضاد کی جگہ ظا یا ظا کی جگہ ضاد پڑھا تو فرمایا اس کی امامت جائز نہیں اور اگر اس نے قصداً ایسا کیا تو یہ کفر ہے۔ (ت)

منح الروض الازہر میں ہے: اما کون تعمدہ کفرا فلاکلام فیہ[2] (عمداً ایسا کرنا کفر ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ ت) عالمگیری میں ض کی جگہ ز عمداً پڑھنے کو کفر لکھا

حیث قال سئل عمن یقرأ الزاء مقام الضاد وقرأ اصحاب الجنۃ مقام اصحٰب النار قال لایجوز امامتہ ولو تعمد یکفر[3] اھ فی النسخۃ الھندیۃ الضاد المعجمۃ وفی المصریۃ الصاد وکلاھما محتمل والحکم واحد لایتبدل۔

عبارت یہ ہے سوال یہ کیا گیا کہ کوئی ضاد کی جگہ زا اور اصحٰب النار کی جگہ اصحٰب الجنۃ پڑھے تو کیا حکم ہے؟ فرمایا اس کی امامت جائز نہیں اور اگر اس نے ایسا عمداً کیا تو اسے کافر قرار دیا جائے گا اھ اس فتاوٰی کے ہندوستانی نسخہ میں ضاد اور مصری میں صاد ہے اور ان دونوں کا احتمال ہے حکم ایک ہی ہوگا اس میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ (ت)

اس طائفہ حادثہ کا حکم تو یہیں سے ظاہر ہوگیا۔

---

[1] منح الروض الازہر شرح فقہ اکبر بحوالہ المحیط فصل فی القرأۃ والصلٰوۃ مطبوعہ مطبع قیومی کانپور ص ۲۰۵
[2] منح الروض الازہر شرح فقہ اکبر فصل فی القرأۃ والصلٰوۃ مطبوعہ مطبع قیومی کانپور ص ۲۰۵
[3] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی احکام المرتدین مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۸۱

marfat.com
Marfat.com

وفی التاتارخانیة عن الحاوی حکی عن الصفار انه کان یقول الخطاء اذا دخل فی الحروف لایفسد لان فیه بلوی عامة الناس لانهم لایقیمون الحروف الا بمشقة اھ وفیها اذا لم یکن بین الحرفین اتحاد المخرج ولا قرب الا ان فیہ بلوی العامة لا تفسد عند بعض المشائخ اھ مختصرا وقد مر تمامہ۔

تاتارخانیہ میں حاوی سے منقول ہے کہ امام صفار کہتے تھے کہ حروف میں غلطی ہو جائے تو نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ اس میں عوام الناس کو شدید ضرورت ہے کیونکہ وہ مشقت کے بغیر ان حروف کو ادا نہیں کر سکتے اھ، اسی میں ہے جب دو حرفوں کے درمیان اتحادِ مخرج اور قربِ مخرج نہ ہو البتہ اس میں عموم بلوی ہو تو بعض مشائخ کے ہاں نماز فاسد نہ ہوگی اھ اختصاراً اور تمام عبارت پیچھے گزر چکی ہے۔ (ت)

حلیہ میں ہے:

قال بعضهم لا تفسد منهم ابو القاسم الصفار ومحمد بن سلمة وكثير من المشائخ افتوا به لعموم البلوى فان العوام لا يعرفون مخارج الحروف[2]

بعض علماء نے کہا کہ نماز فاسد نہیں ہوگی، انھیں میں سے شیخ ابوالقاسم الصفار اور محمد بن سلمہ ہیں، اور کثیر مشائخ نے ضروریاتِ عامہ کی بنا پر اسی پر فتوی دیا ہے کیونکہ عوام مخارج حروف سے واقفیت نہیں رکھتے۔ (ت)

اس قول پر تو صراحۃً عکس مراد ہوتا تھا۔ یہاں خاص طائفہ قلیلہ ذلیلہ وہابیہ پڑھتے ہیں اور دیا مشابہ دمیں عام ابتلا خود انھیں فتووں سے سائل نے نقل کیا کہ ایک بلاعام اس زمانے میں یہ ہوگئی ہے کہ ض کو بصورت د پڑھتے ہیں اب تو لازم تھا کہ ان ظائیوں ندویوں کے بھائیوں کی نماز فاسد کرتے اور عامہ عوام کی نماز صحیح الحمد للہ تلك عشرة كاملة وقد بقی خبایا فی زوایا لولا ان السائل اوصى بالاجمال لاتينا بها (تمام تعریف اللہ تعالٰی کے لئے ہے یہ دس کامل دلائل ہیں، ابھی کچھ دلائل خفا کے گوشے میں رہ گئے ہیں اگر سائل نے اجمالاً لکھنے کا نہ کہا ہوتا تو ہم ان کا بھی تذکرہ کر دیتے۔ ت) یہاں تک ان فتووں کی حالتیں ظاہر ہوگئیں اور یہ بھی کہ وہ اس طائفہ حادثہ کو مفید اصلاً نہیں، امور مسئولہ میں صرف اس کا جواب رہا کہ یہ نزاع خاص اس حرف میں کیوں ہے جہل اور عوام اہلسنت کے جہلا کا علم ض کا دشوار ترین

---

[1] ردالمحتار مطلب مسائل زلۃ القاری مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۶۸
[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com

Marfat.com

التمییز بین الحرفین الا بمشقۃ قال اکثرھم لاتفسد صلوتہ اھ مختصرا۔

دونوں حرفوں کے درمیان مشقت کے بغیر امتیاز ممکن نہ تھا تو اکثر علماء کا قول یہی ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی اھ اختصارا۔ (ت)

اسی طرح فتاوٰی ہندیہ میں فتاوٰی خانیہ سے منقول' ابن امیر الحاج حلیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

فی الخانیۃ والخلاصۃ انہ ان لم یتغیر المعنی جاز مطلقا وان تغیر المعنی فان لم یشق التمییز بین الحرفین فسدت عند الکل وان شق فاکثرھم لا تفسد[2]۔

خانیہ اور خلاصہ میں ہے اگر معنی میں تبدیلی نہیں آئی تو نماز (مطلقاً) ہر حال میں جائز، اور اگر معنی میں تبدیلی آجائے تو اب ان دونوں حروف کے درمیان امتیاز مشکل نہیں تو تمام کے نزدیک نماز فاسد، اور اگر امتیاز میں مشقت ہے تو اکثر کے نزدیک فاسد نہ ہوگی۔ (ت)

سوم قطع نظر اس سے کہ دال و مشابہ دال میں فرق بدیہی دعوٰی میں یہ تھا اور سند میں وہ۔ اور قطع نظر اس سے کہ عبارتِ خلاصہ میں اگر دال مہملہ ہے تو مستدل کے صریح خلاف' اور معجمہ ہے تو مہملہ کا ذکر اصلاً نہیں، تو سند دعوٰی سے بے علاقہ صاف ہمیں عبارت قاضی خاں سے بحث کرنی ہے جس سے فتوی ندوہ نے بھی استناد کیا اس عبارت میں دال وذال کے صرف اسماء لکھے ہیں انھیں صفت مہملہ و معجمہ سے مقید نہ فرمایا اور نقول خصوصاً مطابع میں نقاط کا تغیر کوئی نئی بات نہیں مگر علامہ محقق ابراہیم حلبی نے غنیہ شرح منیہ اور علامہ محقق مولانا علی قاری مکی نے منح فکریہ شرح مقدمہ جزریہ میں یہی عبارت قاضی خاں بتصریح اہمال و اعجام نقل فرمائی جس میں صراحۃً مذکور کہ ضالین کی جگہ دالین بہ دال مہملہ پڑھے تو نماز نہ جائے گی اور ذالین بہ ذال معجمہ پڑھے تو جاتی رہے گی، اول نے فرمایا ہے:

ھذا فصل وھو ابدال احد ھذہ الاحرف الثلثۃ اعنی الضاد والظاء والذال من غیرہ فلنورد ما ذکرہ فی فتاوٰی قاضی خان من ھذہ القبیل قی اولا الضآلین بالظاء المعجمۃ اوالدال المھملۃ لاتفسد لوجود لفظھما

اس کی تفصیل یہ ہے کہ ان تین حروف یعنی ضاد، ظاء اور ذال کو کسی دوسرے حرف سے تبدیل کرکے پڑھنا اس سلسلہ میں فتاوٰی قاضی خان میں جو کچھ بیان ہوا اس کا عنقریب ہم تذکرہ کرتے ہیں اگر ضالین کی جگہ ظالین اجمالا یا دالین اہمالا پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ ان

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فی قرأۃ القرآن خطأ الخ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۶۸

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com

Marfat.com

شریک و نظیر سے پاک نرالا اور اَھد کے معنی معاذ اللہ بزدل کمزور فی القاموس الاھد الجبان و فی تاج العروس الضعیف[1] (قاموس میں ہے الاھد بزدل، تاج العروس میں کمزور کا اضافہ کیا ہے۔ ت)

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

(ان میں بڑا فرق ہے یہ کہاں اور وہ کہاں)

لاجرم اس قدر تجوید کہ ہر حرف دوسرے سے ممتاز اور تبدیل و تلبیس سے احتراز ہو ہر مسلمان پر لازم ہے بے تصحیح مخارج و اقامت حروف کا اہتمام فرض متحتم علمائے متاخرین کا فتوٰی معاذ اللہ پروا نہ بے پروائی نہیں کہ قرآن کو کمیل منشئہ اور خلاف ما انزل اللہ جو جی میں آئے پڑھ لینا مناسب، باوصف قدرت تعلیم و تعلم نہ کرتا اور اس امراہم کو ہلکا سمجھنا غلط خوانی قرآن پر جمے رہنا کون جائز کہے گا، اس سہل انگاری کی ایک نظیر سن چکے اللہ کو احد ماننا عین اسلام اور معاذ اللہ اَھد کہنا صریح دشنام، مانا کہ تمہیں قصدِ دشنام نہیں پھر اس سے کیا ہوا کفر سے بچ گئے بات کی شناعت کیا جاتی رہے گی، تعریف کیجئے اور اسی کا قصد ہو مگر لفظ وہ نکلیں جو صریح ذم ہوں کیا علمائے متاخرین اسے حلال بتا گئے ہیں؟ کلا، واللہ، حاشا للہ صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا نعس احدکم وھو یصلی فلیرقد حتی یذھب عنہ النوم فان احدکم اذا صلی وھو ناعس لایدری لعلہ یذھب یستغفر فیسب نفسہ[2]۔ رواہ مالک والبخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

جب تم میں کسی کو نماز میں اونگھ آئے تو سو جائے یہاں تک کہ نیند چلی جائے کہ اونگھتے میں پڑھے گا تو کیا معلوم شاید اپنے لئے دعائے مغفرت کرنے چلا اور بجائے دعا بددعا نکلے۔ اسے امام مالک، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔

جب اونگھتے میں نماز سے منع کیا کہ احتمال ہے شاید اپنے لئے دعائے بد نکل جائے اگرچہ قصدِ دعا ہے تو خود جاگتے میں خود اللہ عزوجل کی شان میں سخت گستاخی کا کلمہ نہ فقط احتمالاً بلکہ تجربۃً بارہا مُنہ سے نکالنا کیونکر گوارا ہو سکے اگرچہ قصد ثنا ہے۔ اتقان شریف میں ہے:

من المھمات تجوید القرآن وھو اعطاء

تجوید قرآن اہم امور میں سے ہے اور وہ حروف کو

---

[1] تاج العروس شرح قاموس فصل الھاء من باب الدال مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۴۴

[2] موطا الامام مالک ماجاء فی صلٰوۃ اللیل " میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۰۰

صحیح بخاری باب الوضوء من النوم " قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۴

marfat.com

Marfat.com

حلیہ میں ہے :

ثم ماسنذکر من الخلاف من المتقدمین والمتاخرین فی ھذا علی ما فی الخانیۃ ینبغی ان یکون محلہ ما اذا لم یتعمد فتنبہ لہ۔[1]

پھر اس مسئلہ میں ہم متقدمین ومتاخرین کا جو اختلاف خانیہ کے حوالے سے بیان کریں گے اس کا محل و مقام اسی صورت میں ہے جو عمداً نہ ہو، تو اس پر توجہ کرو (ت)

پانچویں فتوی کی عبارت سوال میں مذکور، اس میں تو صراحۃً تعمدِ ظ پر حکم فساد مسطور، پھر اُسے مفید سمجھنا کس قدر عقل وفہم سے دور، اسی خاص جزئیہ کی عبارتیں بکثرت ہیں، حلیہ میں خزانۃ الفتاوی وغیرہا سے منقول:

غیر المغضوب بالظاء و الظالین بالذال او بالضاد قال بعضھم لا تفسد منھم ابوالقاسم الصفار ومحمد بن سلمۃ وکثیر من المشائخ افتوا بہ لعموم البلوی فان العوام لا یعرفون مخارج الحروف وقال الامام ابوالحسن والقاضی الامام ابوعاصم ان تعمد ذلک تفسد وان جری علی لسانہ اولم یکن ممن یمیز بین الحرفین لا تفسد وھو المختار۔[2]

اگر غیر المغضوب کو ظاء کے ساتھ، الظالمین کو ذال یا ضاد کے ساتھ پڑھا تو بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی ان کے اسماء یہ ہیں ابوالقاسم الصفار، محمد بن سلمہ اور متعدد مشائخ نے عموم بلوی کی وجہ سے اسی پر فتوی دیا ہے کیونکہ عوام مخارج حروف سے آگاہ نہیں ہوتے اور امام ابوالحسن اور قاضی امام ابوعاصم نے کہا اگر ایسا عمداً کیا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر زبان پر از خود جاری ہوگیا یا دونوں حروف میں امتیاز کرنے والا نہیں تو نماز فاسد نہ ہوگی اور یہی مختار ہے۔ (ت)

اسی میں خزانۃ الاکمل سے ہے :

اذا قرأ مکان الظاء ضاداً اومکان الضاد ظاء فقال القاضی المحسن الاحسن ان یقال ان تعمد ذلک تبطل صلاتہ عالما کان اوجاھلا اما لوکان مخطئا اراد الصواب

جب کسی نے ظاء کی ضاد یا ضاد کی جگہ ظاء پڑھا تو قاضی محسن نے کہا احسن یہ ہے کہ اگر اس نے عمداً ایسا کیا تو کہا جائے کہ نماز باطل ہے خواہ وہ عالم ہو یا جاہل، لیکن اگر خطاءً ایسا ہوا یعنی درست پڑھنے

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] ایضاً

marfat.com

Marfat.com

علی المعنی کا نام ہے اور نظم یہ حروف بر ترتیب معروف اور باہم تباین اور تبدیل [illegible]
من مباین مباین للمولف من مباین اخر (ایک مباین حروف کا مجموعہ دوسرے مباین حروف کے مجموعے [illegible]
مباین ہوتا ہے۔ ت) میں نہیں جانتا کہ اس تبدیل قصدی و تحریف کلام الٰہی [illegible] بات ہے
ہے امام فضلی و امام محمود و علامہ قاری وغیرہم کے اُس حکم کا کہ جو قرآن مجید میں ض کو ظ [illegible] کافر ہے۔

اقول ولاحاجة الی استثناء وما هو علی الغیب بضنین فان ههنا لیس اقامة الظاء مقام الضاد لان المکان لیس مکانها خاصة بل مکانهما جمیعا علی التوارد حیث قرئ بهما فی القراٰن فکان مثل صراط و سراط و بسطة و بصطة و یبسط و یبصط و مصیطر و مسیطر الی اشباه ذلك بخلاف مغضوب و مغظوب و بخلاف سجیل و صجیل فانه تبدیل۔

اقول میری [illegible] کہ وما هو علی الغیب بضنین کو مستثنیٰ کرنے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ یہاں ظاء کو ضاد کی جگہ رکھنا لازم نہیں آتا کیونکہ یہ صرف ضاد ہی کا مقام نہیں بلکہ یکے بعد دیگرے دونوں کی جگہ ہے کیونکہ ان دونوں حروف کے ساتھ قرأتِ قرآنی ثابت ہے جیسے صراط اور سراط، بسطة اور بصطة، یبسط اور یبصط، مصیطر اور مسیطر اور ان کے ہم مثل دیگر الفاظ، بخلاف مغضوب اور مغظوب کے اور بخلاف سجیل اور صجیل کے کیونکہ یہاں تبدیلی ہے۔ (ت)

پس جزماً لازم کہ ہر حرف میں خاص حرف منزل من اللہ ہی کا قصد کریں اور اسی کے مخرج سے اسے نکالنا چاہئے مخرج ضاد زبان کی دہنی یا بائیں کروٹ ہے یوں کہ اکثر پہلوئے زبان حلق سے نوک کے قریب تک اسی جانب کی اُن بالائی داڑھوں کی طرف جو وسط زبان کے محاذی ہیں قریب ملاصق ہوتا ہوا اگلیوں کی طرف دراز ہو یہاں تک کہ شروع مخرج لام تک بڑھے زبان کی کروٹ داڑھوں سے متصل ہوتی باقی زبان اس حرکت میں اوپر کو میل کرکے تالو سے نزدیکی پائے دانتوں یا زبان کی نوک کا اُس میں کچھ حصہ نہیں وہ ان قوی حرفوں میں ہے جو ادا ہوتے وقت اپنے مخرج پر اعتماد قوی مانگتے ہیں جس قدر سانس ان کی آواز میں سینے سے باہر آتی ہے سب کو اپنی کیفیت میں رنگ لیتے ہیں کہ کوئی پارہ سانس کا اُن کے ساتھ جدا چلتا معلوم نہیں ہوتا جب تک اُن کی آواز ختم نہ ہولے سانس بند رہے گی ایسے حرفوں کو مجہورہ کہتے ہیں اور ان کے خلاف کو مہموسہ جن کا جامع فَحَثَّهٗ شَخْصٌ سَکَتَ ہے یا سَتَشْحَثُكَ خَصَفَهٗ مثلاً ثائے مثلثہ کو مکرر کرکے بولئے ثلث تو آواز ثا کے ساتھ ایک حصہ سانس کا جدا معلوم ہوگا نفس بند نہ ہوا مجہورہ میں ایسا نہیں بلکہ تمام سانس جو

marfat.com

Marfat.com

على لسانه فلم يكن مميزا وفى زعمه انه ادى الكلمة على وجهها لا تفسد وكذا روى عن محمد بن مقاتل والشيخ الامام اسماعيل الزاهد[1]۔

اور وہ امتیاز کرنے والا نہ تھا اور اس کا گمان یہی تھا کہ اس نے کلمہ کو صحیح طور پر ادا کیا ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی، محمد بن مقاتل اور شیخ امام اسمٰعیل الزاہد سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ (ت)

بزازیہ میں دربارۂ مغضوب و ضالین وظالین ہے:

قال القاضی ابو الحسن والقاضی ابو عاصم ان تعمد فسد وان جری علی لسانه او کان لایعرف التمییز لایفسد وھو اعدل الاقاویل وھو المختار[2]۔

قاضی ابو الحسن اور قاضی ابو عاصم نے کہا کہ اگر ایسا عمداً کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر زبان پر از خود اس طرح جاری ہوگیا یا وہ امتیاز نہ کرسکتا تھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور یہ تمام اقوال میں معتدل ہے اور یہی مختار ہے۔ (ت)

اسی طرح ہندیہ میں اس سے منقول۔

اقول والظاھر ان ھذہ الاختیارات ترجع الی شق الجواز عند الخطأ اما الفساد عند العمد فینبغی الاتفاق علیه کما تقدم ما یفیدہ عن الحلیة والتصریح به عن الطحطاوی وھو معنی استظھار الاکمل انه مجمل ما فی جمیع الفتاوی کیف واذا جعلوا التعمد من الردۃ فما بقاء الصلوۃ ھذا واضح جدا۔

اقول (میں کہتا ہوں) ظاہر یہ ہے کہ تمام اختلافات میں مختار اقوال جواز کی طرف اسی صورت میں راجح ہوتے ہیں جب ایسا معاملہ خطاءً واقع ہو۔ رہا معاملہ عمداً کا تو اس صورت میں فسادِ نماز پر اتفاق ہے جیسا کہ حلیہ کے حوالے سے افادہ کے طور پر گزرا۔ اور طحطاوی کی تصریح گزری، اور اکمل کا بطور استظہار کہنا کہ تمام فتاوٰی جات کا اجمال یہی ہے" کا معنی بھی یہی ہے اور یہ کیسے نہ ہو حالانکہ انھوں نے عمداً ایسا کرنے سے ارتداد کا حکم لگایا ہے تو نماز کے باقی رہنے کا کیا معنی! اور یہ نہایت ہی واضح ہے۔ (ت)

---

[1] منیۃ المصلی فصل فی زلۃ القاری مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۴۴۱

[2] فتاوٰی بزازیہ علی حاشیۃ فتاوٰی ہندیہ فصل فی زلۃ القاری مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۴۲

marfat.com

Marfat.com

پھر ایسی حالت میں عندالانصاف اشتراک صفات خواہ اشتباہ اصوات کس کی تخصیص [illegible] اختیاری نہیں اور غیر اختیاری پر حکم جاری نہیں کما قد منا فی جعل الاشتراک المعاد خاذ [illegible] القاف همزة (جیسا کہ ہم نے پیچھے بیان کیا کہ ترک ارگ حار کو خار اور علاء شامی کے زمانے [illegible] ہو تو بنا بریں واضح ہوا کہ یہ طائفہ جدیدہ جس نے قصداً ضاد پڑھنا ٹھہرا لیا ان کی نماز تو باجماع ائمہ [illegible] مذکورہ متاخرین کبھی ولاالضالین تک نہیں پہنچنے پاتی پہلی ہی رکعت میں مغضوب کی جگہ مغظوب پڑھا [illegible] رخصت ہوئی اب افعال بے معنی کئے جاؤ۔ اسی طرح اگر کوئی جاہل حرف منزل ض کا قصد نہ رکھے بلکہ عمداً اس کو دال خواہ کوئی حرف پڑھنا ٹھہرا لے اس کی نماز بھی مغدوب سے آگے نہ چلے گی تعلم مخرج و طریق ادا و تصحیح بقدر قدرت ہر شخص کو لازم پھر جو کچھ ادا ہو افتوی تیسیر صحت پر حاکم۔

نسأل الله تیسیر کل عسیر انه ولیه وعلیه قدیر وصلی الله تعالٰی علی البشیر والنذیر واٰله وصحبه۔

ہم اللہ تعالٰی سے سوال کرتے ہیں وہ ہر مشکل کو آسان فرمادے کیونکہ وہی مالک ہے اور اس پر وہ قادر ہے، اللہ کی رحمتیں نازل ہوں اس ذات اقدس پر جو بشیر و نذیر ہے آپ کی آل اور اصحاب پر بھی۔ (ت)

بالجملہ عمداً ظا یا دال دونوں حرام، جو قصد کرے کہ بجائے ض ظ یا د پڑھوں گا ان کی نماز کبھی تام فاتحہ تک بھی نہ پہنچے گی مغدوب و مغظوب کہتے ہی بلاشبہہ فاسد و باطل ہو جائے گی اور جو حرف منزل ہی کا قصد رکھتا اور اسی کو ادا کرنا چاہتا ہے پھر اگر ایسی جگہ غلطی پڑے جس سے معنی نہ بدلے تو نماز فاسد نہ ہو گی اور اگر معنی بدل گئے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو یہ شخص ادائے حرف پر قادر تھا براہِ لغزش زبان یا جہلاً یا سہواً زبان سے نکل گیا تو ہمارے مذہب سیدنا امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی و محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک نماز مطلقاً فاسد، اور اگر یہ بدلا ہوا کلمہ قرآن مجید میں نہیں تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا بھی اتفاق ہو کر اجماع ائمہ متقدمین کہ نماز باطل ہے اور متاخرین کے اقوال کثیرہ و مضطرب ہیں۔

مسئلہ ۲۷۸ از دلیر گنج پرگنہ جہاں آباد ضلع پیلی بھیت مرسلہ خلیفہ الٰہی بخش ۱۸ رجب ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر جہلا کو قواعد تجوید سے انکار ہے اور ناحق جانتے ہیں۔

الجواب

تجوید بنص قطعی قرآن و اخبار متواترہ سید الانس والجان علیہ و علٰی آلہ افضل الصلوۃ والسلام و اجماع تام صحابہ و تابعین و سائر ائمہ کرام علیہم الرضوان المستدام حق و واجب اور علم دین شرع الٰہی ہے قال اللہ

marfat.com

Marfat.com

الوت سے زیادہ پیچیدہ دق کی آوازوں کا تباین ہے مگر علامہ شامی فرماتے ہیں ہمارے زمانے کے عوام پر اُن میں تمیز کمال مشکل ہے ۔ ردالمحتار میں ہے :

فی التتارخانیة اذا لم یکن بین الحرفین اتحاد المخرج ولا قرب الا انه فیه بلوی العامة کالذال مکان الصاد والظاء مکان الضاد لا تفسد عند بعض المشائخ اھ قلت فینبغی علی ھذا عدم الفساد فی ابدال القاف ھمزة کما ھو لغة عوام زماننا فانھم لا یمیزون بینھما ویصعب علیھم جدا کالذال مع الزاء وھذا کله قول المتاخرین[1]۔

تتارخانیہ میں ہے جب دو حرفوں کے درمیان اتحادِ مخرج نہ ہو اور نہ ہی قربِ مخرج ہو مگر اس صورت میں ضرورتِ عامہ ہو مثلاً صاد کی جگہ ذال یا ضاد کی جگہ ظاء پڑھا تو بعض مشائخ کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی اھ میں کہتا ہوں اس بناء پر قاف کو ہمزہ کے ساتھ بدلنے میں جیسا کہ ہمارے زمانے کے عوام کی زبان ہے بھی فساد نہیں ہونا چاہئے کیونکہ وہ ان دونوں کے درمیان امتیاز نہیں کرسکتے جیسے ذال اور زاء کے درمیان فرق کرنا ان پر نہایت ہی دشوار و مشکل ہے ، یہ تمام متاخرین کے قول پر ہے اھ باختصار (ت)

ان عبارات سے واضح ہُوا کہ دشواری تمیز میں ہر قوم کے لئے اُس کا حال معتبر ہے ۔ قربِ مخرج یا تشابہ وغیرہ کچھ ضرور نہیں تو عوام ہند اگر ض و د میں تمیز پر قادر نہیں تو وہ ان کے لئے اسی مشقت فصل کی فصل میں ہیں جس میں ض و ظ و ت و ط کا شمار ہوا اب عبارت شامی منقولہ فتوی ندوہ اور اس کے مثل تمام عبارات بحث سے محض بیگانہ بلکہ استناد کرنے والوں کے صریح خلاف مراد ہوں گی اور والین پر بطور متاخرین حکم جواز دیا جائے گا اور قصداً مغضوب پڑھنے والے پر باتفاق متقدمین و متاخرین حکم بطلانِ نماز۔

ہشتم یہاں تک مدارک ابنائے عصر پر کلام تھا مگر جانِ برادر عربی عبارت میں مِنْ عَلٰی فِیْ کا ترجمہ سمجھ لینا اور بات ہے اور مقاصد و مراد و مرام علمائے اعلام تک رسائی اور ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مشقت جس سے فتوی ندوہ نے استناد کیا اس بحث سوال سے اصلاً متعلق ہی نہیں علماء کا وہ قول صورت

---

[1] ردالمحتار مطلب مسائل زلۃ القاری مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۶۸

marfat.com

Marfat.com

افحسب الذین کفروا اور دوسری رکعت میں ۲۹ پارہ کا آخری رکوع ان المتقین [illegible] پڑھا اس سے زیادہ پڑھنے پر مقتدی نہایت شاکی ہوتے، اور ایک مولوی صاحب نے فرمایا کہ یہ امام گنہگار ہیں کیونکہ اتنا بڑا رکوع پڑھنے سے ایسی صورت اور ایسے وقت میں نہیں چاہئے منع آیا ہے، پست ہمت مقتدیوں کی شکایت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور امام صاحب پر شرعاً کیا الزام اور گناہ ہے؟ سو آدمی کی جماعت میں دو مقتدی علیل پیرانہ سالی کی وجہ سے زیادہ شکایت اور امام کو برا جانیں وہ بھی الزام دینے سے گنہگار ہیں یا نہیں؟

الجواب

نمازِ حضر یعنی غیر سفر میں ہمارے ائمہ سے تین روایتیں ہیں:

اوّل فجر و ظہر میں طوالِ مفصل سے دو سورتیں پوری پڑھے ہر رکعت میں ایک سورت اور عصر و عشاء میں اوساطِ مفصل سے دو سورتیں اور مغرب میں قصارِ مفصل سے۔ مفصل قرآن کریم کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو سورۂ حجرات سے اخیر تک ہے اس کے تین حصے ہیں حجرات سے بروج تک طوال، بروج سے لم یکن تک اوساط، لم یکن سے ناس تک قصار۔

دوم فجر و ظہر میں سورۃ فاتحہ کے علاوہ دونوں رکعت کی مجموع قرأت چالیس پچاس آیت ہے، اور ایک روایت میں ساٹھ آیات سے سو تک۔ اور عصر و عشا کی دونوں رکعت کا مجموعہ پندرہ بیس آیت، اور مغرب میں مجموعہ دس آیتیں۔

سوم کچھ مقرر نہ رکھے جہاں وقت و مقتدیان و امام کی حالت کا مقتضی ہو ویسا پڑھے، مثلاً نمازِ فجر میں اگر وقت تنگ ہو یا مقتدیوں میں سے کوئی شخص بیمار ہے کہ بقدرِ سنّت پڑھنا اس پر گراں گزرے گا یا بوڑھا ضعیف ناتواں یا کسی ضرورت والا ہے کہ دیر لگانے میں اس کا کام حرج ہوتا ہے اُسے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوگا تو جہاں تک تخفیف کی حاجت سمجھے تخفیف کرے، خود حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نمازِ فجر میں ایک بچے کے رونے کی آواز سن کر اس خیالِ رحمت سے کہ اس کی ماں جماعت میں حاضر ہے طولِ قرأت سے اُدھر بچہ پھڑکے گا اِدھر ماں کا دل بےچین ہوگا صرف قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس سے نماز پڑھا دی صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم اجمعین، اور اگر دیکھے کہ وقت میں وسعت ہے اور نہ کوئی مقتدیوں میں بیمار نہ ویسا کامی تو بقدرِ سنّت قرأت ان روایات میں پہلی اور تیسری روایت مختار و معمول ہے وانا اقول لاخلاف بینھما وانما الثالثۃ تقیید الاولٰی کما لایخفی (میری رائے میں ان دونوں روایات کے درمیان کوئی تعارض نہیں تیسری پہلی کو مقید کر رہی ہے جیسا کہ واضح ہے۔ ت) تو حاصل مذہب معتمد یہ قرار پایا کہ جب گنجائش بوجہ وقت خواہ بیماری و ضعف و حاجت مقتدیان کم دیکھے تو قدرِ گنجائش

marfat.com

Marfat.com

یسعہ ان یترك فی باقی عمرہ اھ مختصرا۔ کر یہ عمل عجزاً ہو مثلاً الحمد للہ ، الرحمن الرحیم میں
ھا کے ساتھ، اعوذ میں دال کے ساتھ اور الصمد میں سین کے ساتھ پڑھتا ہے، اس صورت میں اگر اس نے
تصحیح کے لئے شب و روز محنت کی اور قادر نہ ہوسکا تو اس کی نماز درست ہوگی اور اگر جد وجہد ترک کردی تو نماز
فاسد ہوگی اور اس کے لئے باقی عمر میں جد وجہد کو ترک کرنے کی گنجائش نہیں اھ اختصاراً" (ت)

دیکھو خطا و عجز کو صاف دو صورتیں متقابل قرار دیا اور وہ فرق مشقت کا قول صرف صورت خطا میں ذکر کیا صورت عجز میں اس تفرقے کا اصلاً نام نہ لیا بلکہ س وص و د و ذ کی مثالوں سے حروف متشابہ الصوت و غیر متشابہ دونوں کا یکساں حکم ہونا صراحۃً ظاہر فرمادیا تو بحالت عجز مغضوب مغدوب بلکہ بالفرض مغکوب مغوب سب کو قطعاً ایک حکم شامل اور حرف د دو حرف کا فرق باطل۔

نہم مانا کہ نہ ظاہر طائفہ جدیدہ کی قصدیت پر نظر ہوئی نہ دال عوام پر، نہ اقوال علماء میں فرق عجز و خطا وغیرہ پر اور باتباع بعض علمائے متاخرین ارشاد اقدس اصل ائمہ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم مصحح و مختار جمہور محققین بھی پسند نہ آیا یہ سب مسلم مگر متاخرین کا صرف ایک ہی قول تفرقہ مشقت نہ تھا متعدد اقوال تھے از انجملہ امام قاضی ابو عاصم و امام محمد ابن مقاتل و امام اسمٰعیل زاہد وغیرہم اکابر اماجد کا قول بہت باقوت تھا جس پر امام زاہد نے فتوٰی دیا، امام محسن و صاحب خزانۃ الاکمل نے احسن کہا، خزانۃ الفتاوٰی وحلیہ وغیرہما میں مختار بتایا، وجیز کردری و ہندیہ وغیرہما میں اعدل الاقاویل فرمایا کہ یہ سب عبارات زیر امر چہارم گزریں یعنی اگر خطاءً ایک حرف کی جگہ دوسرا زبان سے نکل گیا یا تمیز نہیں جانتا تو نماز فاسد نہیں، اس قول میں مشقت وغیرہ کا کچھ تفرقہ نہ تھا صرف خطاءً یا عدم تمیز پر حکم ہے اس تقدیر پر واجب تھا کہ ظ و د کا ایک حال ہوا اور بحال عدم تعمد صحت نماز پر فتوٰی دیا جائے کون سی فقہی نظر موجب ہوئی کہ قول متاخرین ہی لینا تھا تو یہ قول جلیل نہ لیا جائے حالانکہ اس کی قوت جلیلہ شانے دارد، پھر جس مصلحت کے لئے قول ائمہ متقدمین سے عدول ہوا یعنی عوام پر آسانی، وہ بھی اسی میں اتم و ازید، ہاں اگر منظور ہی یہ ہو کہ وہابیہ غیر مقلدین ندوی کے برادران معطین کی نمازیں درستی پائیں اور عوام اہلسنت کی نمازیں برباد جائیں، اس لئے وہ قول تفرقہ اختیار کیا تو اختیار رہے۔

دہم بلکہ یہاں ایک اور قول باقوت تھا جسے امام ابو القاسم صفار و امام محمد بن سلمہ وغیرہما اجلہ ائمہ نے اختیار فرمایا اور بہت مشائخ نے اس پر فتوٰی دیا کہ نظر عموم بلوٰی پر ہے جہاں ابتلائے عام ہو صحت پر فتوٰی دیں گے اسی شامی میں یہیں تھا:

لہ فتح القدیر شرح ہدایہ فصل فی القراءۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۸۱

marfat.com

Marfat.com

الزیادۃ علی القرأۃ المسنونۃ فانه صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نہی عنه وکانت قرأته ھی المسنونۃ فلا بد من کون ما نہی عنه غیر ما کان دابه الالفرورۃ[1] اھ وباقی ماذکرنا من المسائل معروفۃ فی الدر المختار ورد المحتار وغیرھما من الکتب المتداولۃ فلاحاجۃ بایراد العبارات۔

میں طوالت مسنونہ [illegible] کیونکہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے [illegible] سے منع فرمایا ہے حالانکہ آپ کی قرأت قرأت مسنونہ ہی تھی لہذا جس سے آپ نے منع فرمایا اس سے مقصود [illegible] کے علاوہ ہوتی مگر ضرورت کے [illegible] اھ اور دیگر مسائل جو ہم نے ذکر کئے وہ درمختار، ردالمحتار اور دیگر متداول کتب میں معروف ہیں اس لئے تمام عبارات کے تذکرے کی ضرورت نہیں۔ (ت)

واللہ سبحانه وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۸۱ ۲۷ شوال ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے نماز میں بعد الحمدللہ اور تین یا زائد آیتوں کے کہا قال رسول اللہ پھر رکوع کر دیا یا قرآن مجید اور تلاوت کی تو اس صورت میں نماز ہوئی یا نہیں؟ اور سجدۂ سہو کی حاجت ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر اس لفظ سے اُس نے کسی شخص کی بات کا جواب دینے کا قصد کیا مثلاً کسی نے پوچھا فلاں حدیث کس طرح ہے اُس نے کہا قال رسول اللہ اور معاً نماز کا خیال آگیا خاموش ہو رہا یا ابتداءً کسی سے خطاب کا ارادہ کیا مثلاً کسی کو کوئی فعلِ ممنوع کرتے دیکھا اسے حدیثِ ممانعت سنانی چاہی اس کے خطاب کی نیت سے کہا قال رسول اللہ پھر یاد آگیا آگے نہ کہا تو ان دُو صورتوں میں ضرور نماز فاسد ہو جائے گی

کما نصوا علیه فیما ھو ذکر وثناء محض کلا الٰه الا اللہ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ و انا الیه راجعون وغیر ذلك اذا قصد به الجواب او الخطاب فکیف مالیس کذلك۔

جیسے کہ فقہاء نے ان الفاظ کے بارے میں تصریح کی ہے جو کہ فقط ذکر و ثناء ہی ہیں مثلاً لا الٰه الا اللہ، لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور اناللہ وانا الیه راجعون اور دیگر کلمات جب ان سے مقصد کسی کا جواب یا کسی کو خطاب ہو تو ان کلمات کا کیا حال ہوگا جو محض ذکر و ثناء نہیں۔ (ت)

---

[1] فتح القدیر شرح ہدایہ باب الامامۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۵

marfat.com

Marfat.com

غلطت پڑھنا تو کجا ظاہراً نہ پڑھ سکنے میں وہ علما اور یہ جہلا برابر مگر فرق یہ ہے کہ ہمارے عوام نے معاذ اللہ کلام اللہ و تحریف حرف منزل من اللہ کا قصد نہ کیا وہ یہی چاہتے ہیں کہ جو حرف یہاں اللہ عزّوجل نے اتارا ہے اسی کو پڑھیں اُسی کا ارادہ کرتے اُسی کی نیت رکھتے اور اپنے زعم میں یہی سمجھتے ہیں کہ یہ حرف جہاں تک ہم سے ادا ہو سکتا ہے اس کی یہی آواز ہے مگر علمائے وہابیہ کو کہاں تاب کہ عجز و جہل کے طعنے سہیں، دقتوں و دشواریوں کی کشاکش میں رہیں وہاں تو مذہب کی بنا ہی آرام پروری ہے۔ تراویح کی آٹھ، وتر کی ایک رکعت میں قسمت سے انھیں اوروں کے قول مل گئے ورنہ اصل مقصود ہی آرام نفس ہے۔ جاڑا لگتا ہے تیمم کر لو، جماع میں انزال نہ ہو غسل نہ کرو، سال دو سال عورت کی خبر نہ آئے عورت کا نکاح کر دو، تین طلاقیں ایک جلسہ میں کہیں بے حلالے سمجھو، چھ چیز کے سوا سب میں سود روا، خون و مردار وغیرہ دو ایک چیزیں ناپاک، باقی تمام اشیا حتی کہ شراب بھی طاہر۔ بے باک کو رفع ضرورت کو زنا سے خود اپنی بیٹی، رضاعی، بھتیجی، سوتیلی خالہ سب حلال بلکہ سگی پھوپھی کے لئے بھی یہی خیال۔ انتہائے آرام طلبی یہ کہ وضو میں سر سے عمامہ دشوار اوپر ہی سے مسح کر لو، مولیٰ سبحٰنہٗ و تعالیٰ نے وامسحوا برءوسکم فرمایا تم بعمامتکم سمجھو، وہ تو مشکل یہ ہے کہ ہاتھوں کے لئے حکم غسل آیا اور ان کے دھونے سے آستینیں دھونا دشوار تر کہ پہنے بھی بھیگے اور کپڑا بھی تر ورنہ انھیں ایدیکم کی جگہ آستینکم بنا لینا کیا دشوار تھا، یہاں ایک غیر مقلد صاحب کا قول تھا صاحبو تم نے تہجد میں آپ دشواریاں لگالی ہیں ہماری تو جاڑے میں جب آنکھ کھلی تکیے پر ہاتھ مار کر منہ پر پھیر لئے اور چارپائی پر بیٹھے بیٹھے دو رکعتیں پڑھیں اور لحاف میں دبک رہے۔ مسلمانو کریمہ "ثم تجدوا ماء" کے معنی سمجھے یعنی جب چارپائی پر رکھا ہوا گھڑا نہ ملے تو تکیہ پر ہاتھ مار لو اگرچہ نام کو مٹی نہ غبار نہ تکیہ دار کو مرض نہ آزار، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ الواحد القہار۔ یوں بھی جبکہ وہ قصدی تحریف ہے اور یہ عجز یا جہل یا خطا کی تصحیف، تو وہی احق بالانکار ہے اور عوام کا ان کے علماء سے اعلم ہونا واضح و آشکار، اصل اس قدر ہے، آگے افراط و تفریط واجب الحذر۔ یہ جواب امور مسئولہ ہے اور اس مسئلہ خاص میں حق تحقیق حقیق بالقبول و عطر تنقیح اکابر فحول یہ ہے کہ مولیٰ عزوجل و تبارک و تعالےٰ نے قرآنِ عظیم اتارا اور ہمیں بحمد اللہ اس کے نظم و معنی دونوں سے متعبد کیا ہر مسلمان پر حق ہے کہ اُسے جیسا اترا ویسا ہی ادا کرے، حرف کی آواز بدلنے میں بےشمار جگہ الفاظ مہمل رہتے یا معنی کچھ سے کچھ ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ معاذ اللہ کفر و اسلام کا فرق ہو جاتا ہے آواز صحیح سے جو معنی تھے ایمان تھے اور بدلنے پر جو پیدا ہوئے اُن کا اعتقاد صریح کفر تو معاذ اللہ وہ کلام اللہ کیونکر ہوا، آج کل یہاں عوام بلکہ کثیر بلکہ اکثر خواص نے اس امر خطیر میں مداہنت و بے پروائی اپنا شعار کر لی فقیر نے بگوشِ خود مولوی صاحبوں، اصحابِ وعظ و درس و فتوی کو خاص پنچایت میں برملا پڑھتے سنا قل ھو اللہ اھد حالانکہ ہرگز نہ اللہ نے اھد فرمایا نہ امینِ وحی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اھد پہنچایا نہ صاحبِ قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اھد پڑھایا پھر یہ قرآن کیونکر ہوا، احد کے معنی ایک اکیلا

marfat.com

Marfat.com

الجواب

(۱) نماز جائز ہے مگر قصداً کرے تو حرام و گناہ۔

(۲) ہاں سنت متوارثہ ہے جبکہ اس سے پہلے فتحہ یا ضمہ ہو۔

(۳) تھوڑا دراز کرنا تو مستحب ہے اسے مدِ تعظیم کہتے ہیں اور زیادہ دراز کرنا کہ حدِ اعتدال سے خارج و فاحش ہو مکروہ اور اگر معاذ اللہ تان کے طور پر ہو کہ کچھ حروف زوائد پیدا ہوں مثل ۱۱ تو مفسدِ نماز ہے۔

(۴) جائز ہے۔

(۵) بے حاجت سجدہ سہو نماز میں زیادت اور ممنوع ہے مگر نماز ہو جائے گی۔ ہاں اگر یہ امام ہے تو جو مقتدی مسبوق تھا یعنی بعض رکعات اُس نے نہیں پائی تھیں وہ اگر اس سجدہ بے حاجت میں اس کا شریک ہوا تو اس کی نماز جاتی رہے گی لانہ اقتدی فی محل الانفراد (کیونکہ اس نے محل انفراد میں اس کی اقتدا کی۔ ت)

(۶) دونوں ہاتھوں میں کچھ فاصلہ ہو،

فی الدرالمختار یبسط یدیہ حذاء صدرہ[۱] نحو السماء لانھا قبلۃ الدعاء ویکون بینھما فرجۃ[۱] فی ردالمحتار ای وان قلت قنیۃ[۲] واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

دُرمختار میں ہے تُو اپنے دونوں ہاتھ اپنے سینہ کے برابر آسمان کی طرف پھیلائے کیونکہ آسمان دُعا کا قبلہ ہے اور ان کے درمیان فاصلہ ہو۔ ردالمحتار میں ہے اگرچہ تھوڑا فاصلہ ہی ہو، قنیہ (ت)

مسئلہ ۴۸۸: از شہر کہنہ بانس بریلی کانکر ٹولہ ۱۷ شوال ۱۳۱۹ھ

نماز چار رکعت میں زید اس طرح پڑھتا ہے اول رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ سورۂ یٰس شریف، دوسری میں سورۂ دخان شریف، تیسری میں سورۂ تنزیل، چوتھی میں سورۂ ملک، اس طرح سے یہ نماز پڑھنا خلافِ ترتیب ہوگا یا نہیں اور تنزیل سے کون سی سورۃ مراد ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ نماز اسی ترتیب سے حدیث میں حفظِ قرآن کے لئے ارشاد ہوئی ہے، جامع ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے سورۂ تنزیل سورۂ الم تنزیل السجدہ ہے۔

---

[۱] درمختار فصل واذا اراد الشروع فی الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۷۷

[۲] ردالمحتار فصل فی بیان تالیف الصلوٰۃ ″ مصطفی البابی مصر ۱/۳۷۵

marfat.com

Marfat.com

...ورد الحروف الی مخرجه واصله ولاشك ان الامة کما هم متعبدون بفهم معانی القرآن واقامة حدوده هم متعبدون بتصحیح الفاظه واقامة حروفه علی الصفة المتلقاة من ائمة القراءة المتصلة بالحضرة النبویة وقد عد العلماء القراءة بغیر تجوید لحنا[1] ملخصا۔

ان کے حقوق دینا اور ہر حرف کو اس کے مخرج اور اصل کی طرف لوٹانا ہے، بلاشبہ امت مسلمہ جس طرح معانی قرآن کے فہم اور حدود قرآنی کے نفاذ میں پابند ہے اسی طرح وہ قرآن کے الفاظ کی تصحیح اور انھیں اسی طریقہ وصفت پر ادا کرنے کی بھی پابند ہے جس طرح ان کو قرأت کے ائمہ نے ادا کیا جن کا سلسلۂ سند نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک متصل ہے اور علما نے بغیر تجوید کے قرآن پڑھنے کو لحن قرار دیا ہے ملخصاً۔ (ت)

دیکھو کیسی تصریح ہے کہ علمائے کرام قرأت بے تجوید کو لحن بتاتے ہیں اور احسن الفتاوٰی فتاوٰی بزازیہ میں فرمایا: ان اللحن حرام بلاخلاف[2] لحن سب کے نزدیک حرام ہے۔ ولہٰذا ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ آدمی سے کوئی حرف غلط ادا ہوتا ہے تو اس کی تصحیح وتعلّم میں اُس پر کوشش واجب، اگر کوشش نہ کرے گا معذور نہ رکھیں گے اور نماز نہ ہوگی، بلکہ جمہور علما نے اس سعی کی کوئی حد مقرر نہ کی اور حکم دیا کہ تا عمر شبانہ روز ہمیشہ جہد کئے جائے کبھی اس کے ترک میں معذور نہ ہوگا، یہی قول امام ابراہیم ابن یوسف وامام حسین بن مطیع کا ہے محیط میں اسی کو مختار الفتوٰی فرمایا، خانیہ وخلاصہ وفتح القدیر ومراقی الفلاح وفتاوٰی الحجہ وجامع الرموز ودرمختار وردالمحتار وغیرہا میں اسی پر جزم کیا، علامہ ابن الشحنہ نے اسی کو محرر بتایا، علامہ ابراہیم حلبی نے غنیہ میں اسی کو معتمد فرمایا، اگرچہ امام برہان محمود نے ذخیرہ میں اس کو مشکل بتایا، امام ابن امیر الحاج نے اسی پر تعویل کی، علامہ طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں اسی طرف میل کیا کما بیناکل ذٰلك فی فتاونا (جیسا کہ یہ سارے کا سارا ہمارے فتاوٰی میں بیان کیا گیا ہے۔ ت) تو کیونکر جائز کہ جہد وسعی بالائے طاق رہے سے حرف منزل من القرآن کا قصد ہی نہ کریں بلکہ عمداً اسے متروک ومہجور اور اپنی طرف سے دوسرا حرف اس کی جگہ قائم کردیں ھذا مما لایبیحه شرع ولا دین والعیاذ باللّٰه رب العٰلمین (شریعت اور دین اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتے اللہ تعالٰی کی پناہ جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ ت)

فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالٰی لہ بعد اس کے کہ عرش تحقیق مستقر ہوچکا کہ قرآن نظم ومعنی جمیعا بلکہ نظم دال

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النفصل الثانی من المہمات تجوید القرآن مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۰۰

[2] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ بزازیہ الباب الرابع فی الصلوۃ والتسبیح وقرأۃ القرآن الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۱۷

marfat.com

Marfat.com

مگر ناقص ہوئی کہ واجب ترک ہوا الحمد شریف تمام وکمال پڑھنا ایک واجب ... سے ایک آیت بڑی یا تین آیتیں چھوٹی پڑھنا واجب ہے، اگر الحمد للہ بجز ... باز رکھا گیا تو واجب دوم کے ادا سے عاجز نہ تھا فقط ایک ہی آیت پر قناعت ... واجب ہوا'

علی ما ھو الظاھر وترتیب السورۃ علی الفاتحۃ واجب ثالث کما ان ترك الفصل بینھما باجنبی واجب رابع فاسقاط وجوب السورۃ للعجز عن الفاتحۃ لایظھر فیما یظھر واللہ تعالٰی اعلم۔

جیسا کہ واضح ہے فاتحہ اور سورت میں ترتیب ... جس طرح ان کے درمیان اجنبی کے ساتھ ترک فصل ... چوتھا واجب ہے پس بظاہر فاتحہ سے عاجز ... وجوب سورت کے اسقاط کا سبب نہیں بن سکتا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

اور جو واجب قصداً چھوڑا جائے سجدۂ سہو اس کی اصلاح نہیں کرسکتا تو واجب ہے کہ نماز دوبارہ پڑھے ہاں اگر ایسا بھولا کہ نہ بقیہ فاتحہ یاد آتا ہے نہ قرآن عظیم سے کہیں کی آیتیں اور ناچار رکوع کردیا اور سجدے میں جانے تک فاتحہ وآیات یاد نہ آئیں تو اب سجدۂ سہو کافی ہے اور اگر سجدہ کو جانے سے پہلے رکوع میں خواہ قومہ بعد الرکوع میں یاد آجائیں تو واجب ہے کہ قرأت پوری کرے اور رکوع کا پھر اعادہ کرے اگر قرأت پوری نہ کی تو اب پھر قصداً ترک واجب ہوگا اور نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا اور اگر قرأت بعد الرکوع پوری کرلی اور رکوع دوبارہ نہ کیا تو نماز ہی جاتی رہی کہ فرض ترک ہوا'

وذلك لان الرکوع یرتفض بالعود الی القراءۃ لانھا فریضۃ وکل مایقرأ ولو القراٰن العظیم کلہ فانما یقع فرضا کما نصوا علیہ۔

اس لئے کہ قرأت کی طرف لوٹنے کی وجہ سے رکوع ختم ہوگیا کیونکہ قرأت فرض ہے اور قرأت جتنی بھی کی جائے خواہ تمام قرآن پاک کی قرأت ہو اس سے ایک ہی فرض ادا ہوگا جیسا کہ اس پر فقہا نے تصریح کی ہے۔ (ت)

(۳) جبکہ امام پہلا قعدہ بھول کر اٹھنے کو ہوا اور ابھی سیدھا نہ کھڑا ہوا تھا تو مقتدی کے بتانے میں کوئی حرج نہیں بلکہ بتانا ہی چاہیے، ہاں اگر پہلا قعدہ چھوڑ کر امام پورا کھڑا ہوجائے تو اس کے بعد اسے بتانا جائز نہیں اگر مقتدی بتائے گا تو اس کی نماز جاتی رہے گی اور اگر امام اس کے بتانے پر عمل کرے گا تو سب کی جائے گی کہ پورا کھڑا ہوجانے کے بعد قعدۂ اولٰی کے لئے لوٹنا حرام ہے تو اب مقتدی کا بتانا محض بیجا بلکہ حرام کی طرف بلانا اور بلاضرورت کلام ہوا اور وہ مفسد نماز ہے قرأت میں صحیح لقمہ دینا مطلقاً جائز ہے نماز فرض ہو خواہ نفل امام تین آیات سے زائد پڑھ چکا خواہ کم تو اس صورت میں لقمہ دینے سے مقتدی کی نماز میں کچھ نقصان نہیں، ہاں اگر وہ غلطی کہ امام نے کی مغیر معنی مفسد نماز

marfat.com

Marfat.com

شروع تلفظ کے وقت مرتا ہو اُنھیں کی آواز سے بھر جاتی ہے اور جب تک اُس کا تلفظ ختم ہو دوسری نہیں آتی جیسے ث ش س ظ ظ ظ یونہی ضضضض یہ امر قوت اعتماد کو لازم ہے کہ دہن یا حلق کے کسی حصے پر اعتماد قوی ہے آواز بھی حابس دم ہے کما لا یخفی جب اس جگہ سے اس طور پر حرف نکلے گا تو وہ ض ہی ہوگا نہ اُس کا غیر۔ فرق جو پڑتا ہے اُس کا منشا انھیں سے کسی بات کا رہ جانا ہے مثلاً زبان اگلے دانتوں کو لگی یا زبان کی نوک سے کام لیا کہ وہ آغاز مخرج لام کی طرف جھکی۔ پہلوئے زبان کا وسط داڑھوں کی جانب خلاف کو چلا حالانکہ اُن کی طرف میل درکار تھا یا زبان تالو کی طرف نہ اٹھائی یا اٹھانا چاہی مگر حرف کی دشواری وغرابت آڑے آئی کہ زبان دب گئی کما ینبغی انطباق نہ ہوا جس طرح لڑائی میں ناتجربہ کار رکا ہاتھ باوصف قصد جھجک کر اوچھا پڑتا ہے یا اعتماد میں ضعف رہا یا مخرج لام تک استطالہ نہ ہوا یہ بیان دل پر لکھنے اور عمل میں رکھنے کا ہے کہ ان شاء اللہ تعالٰی صحت ادا میں بہت مددگار ہے وباللہ التوفیق اب بعد اس کے کہ آدمی صرف منزل من اللہ ہی کا قصد کرے اور اس کا مخرج وطریقہ استعمال جان بھی لے اداکرنے والے مشابہت دے تو اس تقریر آخری کا خیال کرکے بچ سکتے ہیں اور اگر آدمی تا آخر جو کچھ ہم نے محررہ صفات میں بیان کیا اُس سب کے مراعات ٹھیک طور پر ہو جائے تو یقیناً اب جو حرف نکلے گا وہ خالص صحیح وفصیح ض ہوگا اگرچہ ناواقف سننے والا اپنی ناشناسائی کے باعث اسے کچھ سمجھے یا کچھ نہ سمجھے اور بقدر قدرت اُس کے برتنے میں کمی بھی نہ کرے تو اب جو کچھ بھی ادا ہوگا صحت نماز کا فتوٰی دیں گے کہ عسر متحقق ہو لیا اور عذر واضح ہو چکا اور عسر جانب یسر ہے،

قال اللہ تعالٰی لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا[1] وقال اللہ تعالٰی یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[2] وقال تعالٰی ما جعل علیکم فی الدین من حرج[3] وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا[4] رواہ الشیخان عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے اللہ تعالٰی کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔ دوسرا فرمان ہے اللہ تعالٰی تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔ تیسرے مقام پر فرمایا اس نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے آسانی پیدا کرو، مشکل میں ڈالو، محبتیں پیدا کرو، نفرت نہ دلاؤ۔ اسے بخاری ومسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (ت)

---

[1] القرآن ۲/ ۲۸۶ [2] القرآن ۲/ ۱۸۵ [3] القرآن ۲۲/ ۷۸

[4] صحیح بخاری باب قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یسروا ولا تعسروا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۴

marfat.com

Marfat.com

(۲) سوائے لفظ آمین کے اور جو کچھ پڑھے تو کس قدر آواز سے پڑھنا چاہئے؟
(۳) حقہ، تمباکو پینے والے کے منہ کی بُو نماز میں دوسرے نمازی کو معلوم ہوتی ہو تو کچھ مضائقہ تو نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱-۲) آمین سب کو آہستہ کہنا چاہئے امام ہو خواہ مقتدی خواہ اکیلا یہی سنت ہے، اور مقتدی کو سب کچھ آہستہ ہی پڑھنا چاہئے آمین ہو خواہ تکبیر، خواہ تسبیح ہو خواہ التحیات و درود، خواہ سبحٰنک اللھم وغیرہ۔ اور آہستہ پڑھنے کے یہ معنی ہیں کہ اپنے کان تک آواز آنے کے قابل ہو اگرچہ بوجہ اس کے کہ یہ خود بہرا ہے یا اس وقت کوئی غل شور ہو رہا ہے کان تک نہ آئے اور اگر آواز اصلاً پیدا نہ ہوئی صرف زبان ہلی تو وہ پڑھنا پڑھنا نہ ہوگا فرض، واجب وسنت ومستحب جو کچھ تھا وہ ادا نہ ہوگا فرض ادا نہ ہُوا تو نماز ہی نہ ہوئی اور واجب کے ترک میں گنہگار ہوا اور نماز پھیرنا واجب رہا اور سنت کے ترک میں عتاب ہے اور نماز مکروہ اور مستحب کے ترک میں ثواب سے محرومی، پھر جو آواز اپنے کان تک آنے کے قابل ہوگی وہ غالب یہی ہے کہ برابر والے کو بھی پہنچے گی اس میں حرج نہیں، اتنی آواز آنی چاہئے جیسے راز کی بات کسی کے کان میں منہ رکھ کر کہتے ہیں ضرور ہے کہ اس سے ملا ہوا جو بیٹھا ہو وہ بھی سُنے گا مگر اسے آہستہ ہی کہیں گے، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳) منہ میں بدبُو ہونے کی حالت میں نماز مکروہ اور ایسی حالت میں مسجد میں جانا حرام ہے جب تک منہ صاف نہ کرلے، اور دوسرے نمازی کو ایذا پہنچنی حرام ہے اور دوسرا نمازی نہ بھی ہو تو بدبو سے ملئکہ کو ایذا پہنچتی ہے حدیث میں ہے:

ان الملئکۃ تتاذی بما یتاذی بہ بنو ادم[1]۔ کیونکہ ملائکہ ہر اس شے سے اذیت پاتے ہیں جس سے بنی آدم اذیت پاتے ہیں۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۵ الحمد شریف قرآن شریف سے ہے نماز میں کیوں واجب کی گئی؟ اور سورت کا ملانا کیوں فرض رکھا گیا؟ اور اگر مصلّی الحمد بھول جائے تو اس پر سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے اور آیتیں پڑھنا بھول جائے تو نماز جاتی رہتی ہے اُس کے بدلے میں سجدۂ سہو نہیں رکھا گیا اس کی کیا وجہ ہے اور الحمد واجب ٹھہری اور مقتدی پیچھے امام کے الحمد نہیں پڑھتا اور الحمد کے نہ پڑھنے سے سجدۂ سہو لازم آتا ہے تو اس مقتدی کی نماز بغیر سجدۂ سہو کئے ہوئے کیونکر صحیح ہوجاتی ہے؟ بینوا توجروا۔

---

[1] صحیح مسلم باب نہی من اکل ثوما او بصلا الخ قدیمی کتب خانہ اصح المطابع کراچی ۱/۲۰۹

marfat.com

Marfat.com

تعالٰی ورتل القراٰن ترتیلا[1] (اللہ تعالٰی کا فرمان ہے اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ت) اسے مطلقاً ناحق بتانا اگر کفر ہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ ہاں جو اپنی ناواقفی سے کسی قاعدے پر انکار کرے وہ اس کا جہل ہے آسے آگاہ و متنبہ کرنا چاہئے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۷۹: از بریلی محلہ ذخیرہ مرسلہ محبت حسین یکم ربیع الاول ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اکثر نمازی معنٰی نماز کے نہیں جانتے ہیں اور نہ کلمہ شریف کے معنی جانتے ہیں پس جاننا معنی کلمہ شریف اور نماز کے اوپر عمل کرنا بہت ہی ضرور ہے پس اگر اہلِ عرب اور عربی جاننے والے عربی میں پڑھیں اور باقی اہلِ زبان اپنی اپنی زبان میں عربی کا ترجمہ کرکے پڑھیں تو نماز درست اور صحیح ہے یا نہیں یعنی انگریزی خواں انگریزی میں اور ناگری والے ناگری میں اور اردو والے اردو میں پنجگانہ نماز پڑھیں؟ بینوا توجروا (بیان کرو اور اجر پاؤ۔ت)

الجواب

گمراہی کہہ کر نہیں آتی، گمراہی کا پہلا پھاٹک یہی ہے کہ آدمی کے دل سے اتباعِ سبیل مومنین کی قدر نکل جائے تمام اُمتِ مرحومہ کو بیوقوف جانے اور اپنی رائے الگ جانے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں بھی عجمی لوگ مشرف باسلام ہوئے حضرت بلال حبشی تھے حضرت صہیب رومی، حضرت سلمان فارسی وابوہریرہ وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم جمیعا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے زمانہ میں جو ہزاروں بلادِ عجم فتح ہوئے لاکھوں عجمی مشرف باسلام ہوئے کبھی بھی حکم فرمایا؟ کہ تم لوگ اپنی زبان میں نماز پڑھا کرو، اب تیرہ سو برس کے بعد یہ مصلحت بعض ہندی بے علموں کو سوجھی اس قدر کا ملاحظہ اتنا سمجھنے کو کافی ہے کہ یہ الہامِ رحمٰن نہیں بلکہ وسوسۂ شیطان ہے، قرأتِ قرآن فرض ہے اور وہ خاص عربی ہے غیر عربی میں ادا نہ ہوگی اور نماز نادرست ہوگی اور اس کے ماورا میں گنہگاری ہے، ہاں جو عاجزِ محض ہو تو مجبوری کی بات جدا ہے واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۸۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی عادت ہمیشہ نمازِ مغرب میں باقرأت ایک یا نصف رکوع یا سورۃ والضحٰی یا الہٰکم یا والشمس حالتِ امامت میں پڑھنے کی ہے بعض مقتدی اس کو ناپسند کرتے ہیں اور بعض اس طریقہ کو ناپسند بوجہِ طوالت، ایسی صورت میں امام اپنی عادت کے موافق کرے یا مقتدیوں کی تابعداری اختیار کرے اور یہ سورتیں ایسے وقت میں کچھ زیادہ تو نہیں ہیں، ایک روز نمازِ مغرب میں زید نے ۱۶ پارہ کا ۳ رکوع

---

[1] القرآن ۷۳/ ۵

marfat.com

Marfat.com

فی ردالمحتار امابسورۃ طویلۃ بحیث یلزم منہ اطالۃ الرکعۃ الثانیۃ فلایکرہ[1] شرح المنیۃ الخ فی الدر اطالۃ الثانیۃ علی الاولٰی یکرہ تنزیہا اجماعا ان بثلث اٰیات ان تقاربت طولا وقصرا والا اعتبر الحروف والکلمات واعتبر الحلبی فحش الطول لاعدد الاٰیات، واستثنی فی البحر ماوردت بہ سنۃ واستظہر فی النفل عدم الکراھۃ مطلقا وان باقل لایکرہ لانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صلی بالمعوذتین[2] واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

(چھوڑ دینا) مکروہ ہے اور ردالمحتار میں ہے کہ اگر کوئی چھوڑی جانے والی سورت اتنی بڑی ہے کہ اس سے دوسری رکعت کا پہلی رکعت سے غایت ہی طویل ہونا لازم آتا ہو تو پھر مکروہ نہیں شرح المنیۃ الخ درمختار میں دوسری رکعت کو پہلی پر تین آیتوں کی مقدار لمبا کرنا بالاجماع مکروہ تنزیہی ہے اگر دونوں رکعتوں کی آیتیں بڑی اور چھوٹی ہونے میں قریب قریب ہوں اگر آیتیں ایک سی نہ ہوں تو حروف اور کلمات کا اعتبار ہوگا۔ اور حلبی نے فحش طول کا اعتبار کیا ہے نہ کہ آیتوں کے شمار کا۔ اور بحرالرائق میں ان سورتوں کو مستثنیٰ کیا ہے جن کے متعلق حدیث وارد ہے (یعنی ان کے پڑھنے میں کراہت نہیں ہے) اور نفلوں میں مطلقاً (یعنی اس کے متعلق حدیث وارد ہو یا نہ ہو) عدمِ کراہت کو ترجیح ہے اگر دوسری رکعت کی زیادتی تین آیات سے کم ہو تو مکروہ نہیں، کیونکہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے معوذتین سے فجر کی نماز پڑھائی ہے واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۹۸ اس میں کیا حکمت ہے کہ فرضوں کی دو رکعت خالی اور دو رکعت بھری پڑھی جاتی ہے اور سنّت اور نفلوں میں چاروں بھری۔

الجواب

نماز میں صرف دو ہی رکعت میں تلاوتِ قرآن مجید ضرور ہے سنّت و نفل کی ہر دو رکعت نماز جداگانہ ہے لہذا ہر دو رکعت میں قراءت لازم ہو کر چاروں بھری ہوگئیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۹۹ زید نے اول وقت نماز پڑھی اور بعد فراغ سنن مغرب سے دو رکعت نفل جماعت سے بالجہر سوا پارے سے پڑھے پھر اُس کے متصل نماز عشاء کا وقت آیا یہ دونوں نفل جو مابین عشاء و مغرب باجماعت جہر سے پڑھے جائز ہیں یا نہیں؟

الجواب

اگر اس جماعتِ نفل میں صرف دو یا زیادہ سے زیادہ تین مقتدی تھے اور ان میں کسی پر اتنی قراءت

---

[1] ردالمحتار — فصل ویجہر الامام — مطبوعہ مصطفی البابی مصر — ۱/ ۴۰۲
[2] درمختار — — مطبوعہ مجتبائی دہلی — ۱/ ۸۰

marfat.com

Marfat.com

پڑھا کرے ورنہ وہی طوال و اوساط و قصار کا حساب ملحوظ رکھے اور قلت گنجائش کے لئے زیادہ مقتدیوں کا ناتواں یا کام کا ضرورت مند ہونا درکار نہیں بلکہ صرف ایک کا ایسا ہونا کافی ہے یہاں تک کہ اگر ہزار آدمی کی جماعت ہے اور صبح کی نماز ہے اور خوب وسیع وقت ہے اور جماعت میں ۹۹۹ آدمی دل سے چاہتے ہیں کہ امام بڑی بڑی سورتیں پڑھے مگر ایک شخص بیمار یا ضعیف بوڑھا یا کسی کام کا ضرورت مند ہے کہ اس پر تطویل بار ہوگی اسے تکلیف پہنچے گی تو امام کو حرام ہے کہ تطویل کرے بلکہ ہزار میں اس ایک کے لحاظ سے نماز پڑھائے جس طرح مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صرف اس عورت اور اس کے بچے کے خیال سے نمازِ فجر معوذتین سے پڑھا دی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اور معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ پر تطویل میں سخت ناراضی فرمائی یہاں تک کہ رخسارہ مبارک شدّتِ جلال سے سرخ ہوگئے اور فرمایا :

افتان انت یا معاذ افتان انت یا معاذ افتان انت یا معاذ[1] کما فی الصحاح وغیرھا وفی الھدایۃ مرفوعا لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام من ام قوما فلیصل بھم صلوۃ اضعفھم فان فیھم المریض والکبیر وذا الحاجۃ[2]

کیا تُو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والا ہے، کیا تُو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والا ہے کیا تُو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والا ہے اے معاذ! جیسا کہ صحاح وغیرہا میں ہے اور ہدایہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جو شخص کسی قوم کا امام بنے وہ انھیں ان کے ضعیف کے اعتبار سے نماز پڑھائے کیونکہ ان میں مریض، بوڑھے اور صاحبِ حاجت بھی ہوں گے (ت)

اس بیان سے واضح ہُوا کہ امام کا مغرب میں سورۃ والشمس یا والضحٰی یا اول میں الحسب الذین کفروا دوسری میں ان المتقین یہ دونوں رکوع پڑھنا خلافِ سنّت اور تینوں سے الگ ہوا کہ نہ یہ قصارِ مفصل سے ہے نہ دونوں رکعت میں صرف دس آیت نہ یہی کہ مقتدیوں پر گراں نہ گزرا ایسی حالت میں مقتدیوں کی شکایت برمحل ہے اور امام پر ضرور الزام ہے ہاں الھکم التکاثر ایک رکعت میں اور اس سے پہلی میں القارعۃ یا دوسری میں والعصر پڑھنا مطابق سنّت ہے یہاں مقتدیوں کی شکایت حماقت ہے مگر اس حالت میں کہ کوئی بیمار یا بوڑھا ناتواں اس قدر کا تحمل نہ رکھتا ہو تو وہاں اس سے بھی تخفیف کا حکم ہے فی فتح القدیر قد بحثنا ان التطویل ھو فتح القدیر میں ہے ہم نے اس پر بحث کی ہے کہ قرأۃ

---

[1] صحیح بخاری باب اذا طول الامام الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۹۸-۹۷ ، ۲/ ۹۰۲

[2] الہدایۃ باب الامامۃ " المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/ ۱۰۱

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ ۵۰۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صبح کی نماز طلوعِ آفتاب سے کس قدر پہلے پڑھنا چاہئے اور کتنی آیتیں پڑھنا چاہیے اور اگر کوئی خرابی نماز میں ہو جائے تو کیا اُسی آیت کو جو کہ پہلے پڑھی گئی اُس کی مقدار پڑھنا چاہیے یا کم، بینوا توجروا۔

الجواب

نمازِ صبح میں بحالِ گنجائش وقت و عدمِ عذر چالیس سے ساٹھ آیت تک پڑھنا چاہیے اور طلوعِ آفتاب سے اتنے پہلے ختم ہو جانا چاہیے کہ اگر نماز میں کوئی خرابی ظاہر ہو تو چالیس آیتوں سے قبلِ طلوع اعادہ ہو سکے اور اس کے لئے دس منٹ کافی ہیں اور اگر وقت کم رہ گیا اور خرابی ظاہر ہوئی تو بقدرِ گنجائش وقت آیات پڑھے اگرچہ سورۂ کوثر و اخلاص ہو۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۵۰۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے نماز پڑھائی والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین میں الّا پڑھ کے وقف کیا پھر الا الذین اٰمنوا سے آخر تک ختم کیا نماز درست ہے یا نہیں وقیل من (سکتہ) راق وظن انہ الفراق میں سکتہ کیسا ہے اور لفظ من کے نون کو راق کی را میں ادغام نہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب

نماز ہو گئی ہر آیت پر وقف جائز ہے اگرچہ آیت لا ہو ہماری یعنی امام حفص کی قرأت میں نون پر سکتہ ہے کہ ادغام سے کلمہ واحدہ نہ مفہوم ہو۔ مراق بروزن براق اور تمام باقی قرار ادغام کرتے ہیں، تو دونوں ہیں مگر یہاں عوام کے سامنے ادغام نہ کرے کہ وہ معترض نہ ہوں۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۵۰۳: از موضع گھورنی ڈاک خانہ کرشن گڑھ ضلع ندیا ۶ جمادی الاولےٰ ۱۳۳۶ھ

ض را مشابہ صوت ظ معجمہ باید خواند یا مماثل صوت دال مہملہ، و ہر کہ دال محض خواند نمازش روا بود یا نہ و دریں ملک را تقریباً ہمہ خواص و عوام مشابہ دال می خوانند و خوانندۂ ض مشابہ ظ از بس قلیل بینوا توجروا۔

ض کو ظاء معجمہ کی آواز یا دال مہملہ کی آواز کے مشابہ پڑھنا چاہیے اور جو اسے محض دال پڑھے اس کی نماز درست ہوگی یا نہ؟ ہمارے ملک میں تقریباً تمام خواص و عوام اسے دال کے مشابہ پڑھتے ہیں ظاء کے مشابہ بہت قلیل لوگ پڑھتے ہیں جواب دے کر اجر پاؤ۔ (ت)

الجواب

صوت ایں حرف را خالق عزوجل از ہمہ حروف جدا

اللہ تعالٰی نے اس حرف کی ادائیگی اور آواز کو دوسرے

marfat.com

Marfat.com

اگر یہ صورتیں نہیں تو اس کا جزئیہ اس وقت نظر میں نہیں اور ظاہر کلام علمائے کرام سے یہ ہے کہ اگر یہ شخص حمد خوانی کا عادی تھا اُس عادت کے مطابق زبان سے قال رسول اللہ نکلا تو نماز فاسد ہوگئی لانہ من کلامہ و لیس ثناء اودعاء بل اخبار (کیونکہ یہ اس کا اپنا کلام ہے ثنا اور دعا نہیں بلکہ خبر دینا ہے۔ت) اور اگر ایسا نہ تھا تو نماز فاسد نہ ہوگی کہ یہ جملہ آیہ کریمہ کا ٹکڑا ہے قال اللہ تعالٰی فقال لھم رسول اللہ ناقۃ اللہ وسقیٰھا[1] (اللہ تعالٰی کا ارشاد مبارک ہے قرآن سے اللہ کے رسول نے فرمایا اللہ تعالٰی کے ناقہ اور اس کی پینے کی باری سے بچو۔ت) بحرالرائق و درمختار وغیرہما میں ہے :

لوجری علی لسانہ نعم ان کان ھذا الرجل یعتاد فی کلامہ نعم تفسد صلوٰتہ و ان لم یکن عادۃ لہ لا تفسد لان ھذہ الکلمۃ فی القراٰن فتجعل منہ[2]۔

اگر کسی کی زبان پر لفظ نعم جاری ہوگیا تو اگر وہ آدمی ایسا ہے جو اپنے کلام میں لفظ نعم کو اکثر لاتا رہتا ہے تو نماز فاسد ہوگی، اور اگر اس کلمہ کو ذکر کرنا اس کی عادت نہیں تو نماز فاسد نہ ہوگی، کیونکہ یہ کلمہ قرآن پاک میں موجود ہے لہٰذا اسے کلام کی بجائے قرآن پاک کا حصہ ہی سمجھا جائے گا۔ (ت)

اور سجدۂ سہو کی کسی حالت میں حاجت نہیں مگر یہ کہ صورت اخیرہ پائی گئی ہو جس میں جواز نماز ہے اور بوجہ سہو اتنی دیر تک چپکا کچھ سوچتا رہا ہو جس قدر دیر میں ایک رکن ادا ہو سکے تو اس سکوت کے باعث سجدۂ سہو لازم آئے گا کما فی التنویر (تنویر میں اسی طرح ہی ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۸۲ تا ۴۸۷ ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں :

(۱) اللہ کے الف کو حذف کرکے پڑھے تو جائز ہے یا نہیں ؟
(۲) الف کے لام کو پُر کرنا سنّت ہے یا نہیں ؟
(۳) الفِ اللہ کو تکبیرات میں کچھ دراز کرکے پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟
(۴) قعدۂ اولٰی میں شک ہُوا مگر یقین نہیں اور سجدہ سہو کا کیا تو نماز جائز ہے یا نہیں ؟
(۵) جس نماز میں سہو نہ ہُوا اور سجدہ سہو کا کیا تو نماز جائز ہے یا نہیں ؟
(۶) ہاتھ ملاکر دُعا چاہیے یا علیحدہ علیحدہ کرکے۔ بیّنوا توجروا۔

---

[1] القرآن ۹۱/۱۳
[2] البحرالرائق باب یفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۸

marfat.com

Marfat.com

داده ایم۔ وباللہ التوفیق واللہ تعالیٰ اعلم۔

قصداً کسی حرف کا ہو جو اللہ تعالیٰ [illegible] نازل کیا
ہے مگر زبان معاون نہ بنی اور ظا یا دال ادا ہوگیا جیسے کہ عوام اہلِ ہند و بنگالہ کا معاملہ [illegible]
ہے اور اگر قصداً اس کی جگہ کوئی دوسرا حرف پڑھا تو اس کا حکم شدید ترین ہوگا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں
تبدیلی کرنا ہے جیسا کہ بعض غیر مقلدین نے تصریح کی کہ ضاد کو نہ پڑھا جاسکے تو ظاء پڑھے۔ امام ابوبکر محمد بن فضل
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مذکورہ صورت میں کفر کا حکم جاری فرمایا ہے جیسا کہ منح الروض الازہر میں موجود ہے۔ ہم نے
اس موضوع پر ایک مختصر مگر جامع رسالہ لکھا ہے جس کا نام الجام الصاد عن سنن الضاد رکھا ہے۔ اس
مسئلہ کی تفصیل وہاں خوب کی ہے۔ وباللہ التوفیق واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۵۰۴: از رادھن پور گجرات قریب احمد آباد مرسلہ حکیم محمد میاں صاحب ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

جمعہ کی اذان کے بعد بہت آدمی مسجد میں جمع ہو کر سورۂ کہف پڑھتے ہیں بلند آواز سے اور بغیر پڑھے جو لوگ ہیں یعنی ان پڑھ نمازی بھی ہوتے ہیں جن کو کلام مجید پڑھنا ہی نہیں آتا وہ نمازی سورۂ کہف شوق سے سنتے ہیں اور بعض نمازی جو دیر سے آتے ہیں وہ نفل پڑھ کر سنتے ہیں نفل پڑھنے والے کہتے ہیں سورۂ کہف بلند آواز سے مت پڑھو ہماری نفل میں خرابی آتی ہے نفل کا ثواب زیادہ ہے یا سورۂ کہف پڑھنے کا، بعد ختم ہونے سورۂ کہف کے تمام نمازی سنتیں پڑھتے ہیں مولوی مذکور فرماتے ہیں زور سے ہرگز مت پڑھو نفل نماز میں خرابی آتی ہے آیا سورۂ کہف کو بلند آواز سے پڑھیں یا نہیں یا نفل نماز کو چھوڑ دیں؟

الجواب

حدیث صحیح میں قرآن مجید بآواز ایسی جگہ پڑھنے سے جہاں لوگ نماز پڑھ رہے ہوں ممانعت فرمائی ہے اور قرآن عظیم نے حکم فرمایا ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے کان لگا کر سنو اور چپ رہو۱؎، تو ایسی جگہ جہر سے پڑھنا ممنوع اور دو یا زیادہ آدمیوں کا بآواز پڑھنا اور شدید ممنوع کہ مخالف حکم قرآن اور قرآن عظیم کی بے حرمتی ہے ان لوگوں کو چاہئے کہ آہستہ پڑھیں اور نفل پڑھنے والے نفل سے نہیں روکے جاسکتے نفل نماز مستحب تلاوت سے افضل ہے کہ اُس میں تلاوت بھی ہے رکوع سجود بھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۰۵: از کھنوڑہ ڈاک خانہ خاص ضلع ہوشیار پور مرسلہ امجد علی خاں صاحب معرفت مولوی شفیع احمد صاحب متعلم مدرسہ اہلسنت ۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۶ھ

زید کہتا ہے کہ مخارج حروف معلوم کرنا اور ان سے حروف نکالنا فرض ہے، ہاں باوجود کوشش کے اگر

۱؎ القرآن ۷/ ۲۰۴

marfat.com

Marfat.com

رعایت ترمذی میں یہی پورا نام آیا ہے اس میں خلافِ ترتیب اصلاً نہیں کہ نفل کا ہر شفع نماز جداگانہ ہے اور شک نہیں کہ ترتیب قرآن عظیم میں لیسین شریف حم الدخان سے مقدم ہے اور تنزیل السجدہ سورہ ملک سے، تو رعایت ترتیب ہر شفع میں ہوگئی اگر چاروں کے لحاظ سے سب میں پہلے تنزیل السجدہ ہے پھر لیسین پھر دخان پھر ملک یہ مخالفت ترتیب نہیں کہ ہر شفع صلاۃ علیحدہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۸۹ ۲ رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص نماز میں سورہ فاتحہ میں لفظ نستعین اور مستقیم کی جگہ نسعین اور مسقیم بدون تاء کے پڑھے تو اس کی نماز باطل ہوگی یا مکروہ یا نہیں، جواب دیجئے موجب ثواب ہے۔

الجواب

نماز ہوجائے گی لاجل الادغام (ادغام کی وجہ سے۔ ت) مگر کراہت ہے لاجل الاحداث فلا ادغام صغیرا فی الفاتحۃ کما نص علیہ فی غیث النفع (کیونکہ اس نے یہ خود ایجاد کیا ہے فاتحہ میں ادغام نہیں ہے جیسا کہ غیث النفع میں اس پر تصریح موجود ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۹۰ ۲۰ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین ان مسائل میں کہ سورۂ فاتحہ سے ایک آیت کا تلاوت کرنا نماز میں فرض ہے یا اس کے ماسوا دوسری سورت میں سے ایک آیت پڑھنا فرض ہے مثلاً زید نے نماز پڑھی اور فقط الحمد للہ رب العلمین پڑھ کر بھول گیا اور رکوع و سجود کیا اور سجدۂ سہو کیا سلام پھیرا اس حالت میں نماز زید کی ہوئی یا نہیں؟ اور نیز دوسری صورت یہ ہے کہ امام صاحب نے نماز پڑھائی اور وہ تشہد کرنا اول کا بھول گئے اور مقتدی نے دو مرتبہ کھڑے ہونے امام سے پیشتر کہا التحیات للہ مگر امام صاحب کھڑے ہوگئے اور قرأت بالجہر پڑھی اور فقط سورۂ فاتحہ پڑھ کر رکوع کیا اور سجدۂ سہو کیا اس صورت میں مقتدی کی نماز میں کوئی نقصان آیا یا نہیں؟ اور نیز اس صورت میں کہ امام صاحب قرأت میں بھول گئے اور مقتدی نے لقمہ دیا اور امام صاحب نے نہیں لیا تو نماز مقتدی میں کوئی نقصان آیا یا نہیں؟ اور وقتِ ظہر میں اگر جماعت ہورہی ہو تو شریک ہوجاوے اور چار رکعت سنت جو رہیں ان کا پڑھنا کس وقت اولٰی ہے آیا دو پہلے پڑھے یا چار؟ بینوا توجروا۔

الجواب

قرآن مجید کی ایک آیت سورۂ فاتحہ سے ہو خواہ کسی سورت سے پڑھنا فرض ہے نہ خاص فاتحہ کی تخصیص ہے نہ کسی سورت کی، جو فقط الحمد للہ رب العلمین پڑھ کر بھول گیا اور رکوع کردیا نماز کا فرض ساقط ہوجائیگا

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ ۵۰۷ ازمارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ درگاہ شریف مرسلہ صاحبزادہ حضرت سید شاہ محمد میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم

والانامہ میں متعلق تجوید ارشاد جناب ہے وہ ایک حرف کو دوسرے سے تبدیل اگر عجزاً ہو تو مذہب صحیح و معتمد میں مفسدِ نماز ہے جبکہ مفسد معنی ہو یا امام ابی یوسف کے الخ مجھے اس میں یہ تامل ہے کہ الثغ کی نماز صحیح ہے جبکہ وہ اپنی سعی و کوشش اور صحیح حروف نکالنے میں کوتاہی نہ کرتا ہو اس کوشش کے بعد کوئی تقیید مفسد معنی یا غیر مفسد معنی کی خود جناب نے بھی اپنے اصلاح رسالہ مباحث امامت میں نہیں زائد فرمائی۔

الجواب

الثغ کی نماز جبھی تو صحیح ہے کہ وہ تصحیح حرف میں کوشش کیے جائے یہ بھی بے تعلیم صحیح ناممکن، یہی تسلیم تجوید ہے تو اس کی فرضیت قطعاً ثابت، اگر صحیح کو نہ سیکھے یا سیکھے اور اس کے ادا کرنے کی کوشش نہ کرے تو نماز ضرور باطل ہوگی تو علم و عمل دونوں فرض ہوئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۰۸ از آرہ نگلہ ڈاک خانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ

حرف ضاد کو بصورتِ دواد یعنی دال پر پڑھتے ہیں یہ صحیح ہے یا غلط؟ اگر غلط ہے تو نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟ اور اکثر لوگ ض اور ظ میں بسبب ہونے مشابہت کے فرق نہیں کرسکتے ان کی نماز درست ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب

یہ حرف ض د سے یا ظ صورتیں تین ہیں،

(۱) قصداً حرف منزل من اللہ کی تبدیل کرے یہ دواد والوں میں نہیں وہ اپنے نزدیک ضاد ہی پڑھتے ہیں نہ یہ کہ اس سے ہٹ کر دال مفخم اس کی جگہ بالقصد قائم کرتے ہیں البتہ ظاوالوں میں ایسا ہے ان کے بعض نے تصریحاً لکھ دیا کہ ض کی جگہ ظ پڑھو اور سب مسلمانوں اس پر عمل پیرا ہوجاؤ یہ حرام قطعی ہے اور اشد اخبث کبیرہ بلکہ امام اجل ابوبکر فضلی وغیرہ اکابر ائمہ کی تصریح سے کفر ہے کما فی منح الروض الازھر والفتاوی العالمگیریۃ وغیرھما (جیسا کہ منح الروض الازہر، فتاوٰی عالمگیری اور دیگر کتب میں ہے۔ت) ان کی نماز پہلی ہی بار مغضوب پڑھتے ہی ہمیشہ باطل ہے۔

(۲) خطاً تبدیل ہو یعنی ادائے ض پر قادر ہے اسی کا قصد کیا اور زبان بہک کر دال یا ظ ادا ہوئی اس میں متاخرین کے اقوال کثیرہ و مضطرب ہیں اور ہمارے امام مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ کا یہ مذہب ہے کہ اگر فسادِ معنی ہو تو نماز فاسد ورنہ صحیح۔

(۳) یہ کہ عجزاً تبدیل یعنی قصد تو ض کا کرتا ہے مگر ادا نہیں کرسکتا د یا ظ ادا ہوتی ہے اور ہندستان

marfat.com

Marfat.com

مقتدی نے بتایا اور اُس نے نہ لیا اُسی طرح غلط پڑھ کر آگے چل دیا تو امام کی نماز جاتی رہی اور اس کے سبب سے سب مقتدیوں کی بھی گئی اور اگر غلطی مفسدِ نماز نہ تھی تو سب کی نماز ہو گئی اگرچہ امام غلطی پر قائم رہا اور لقمہ نہ لیا اور امام نے صحیح پڑھا مقتدی کو دھوکا ہُوا کہ اُس نے غلط بتایا تو اس مقتدی کی نماز ہر طرح جاتی رہی پھر اگر امام نے لیا تو امام اور دیگر مقتدیوں کی نماز صحیح رہی اور اگر لے لیا تو سب کی گئی۔ ظہر کی پہلی سنتیں نہ پڑھی ہوں تو علماء کے دو قول ہیں اور دونوں باقوت ہیں ایک یہ کہ فرض کے دو سنتیں پہلے پڑھے پھر وہ چار پڑھے اور دوسرے اس کا عکس کہ فرض کے بعد پہلے چار پہلی پڑھے پھر دو، اور پہلا قول زیادہ قوی ہے لمطابقۃ لنص الحدیث الصریح (کیونکہ وہ حدیث صریح کے الفاظ کے مطابق ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۹۱ ۱۴ شوال ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نمازِ فجر و عشا میں سورہ طوال پڑھنا مسنون ہے یا نہیں؟ اور اگر ایسے وقت کہ ابتدائی وقت ہو اور طولی باآسانی پڑھی جائے گی اور الم تر وغیرہ سے پڑھا دے اور مقتدی جماعت سے محروم رہیں تو جماعت خلاف سنّت اور مخالفت سے جماعت مکروہ ہو گی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

قرآن عظیم سورہ حجرات سے آخر تک مفصل کہلاتا ہے اس کے تین حصے ہیں حجرات سے بروج تک طوال مفصل، بروج سے لم یکن تک اوساط مفصل، لم یکن سے ناس تک قصار مفصل۔ سنّت یہ ہے کہ فجر و ظہر میں ہر رکعت میں ایک پوری سورت طوال مفصل سے پڑھی جائے اور عصر و عشا میں ہر رکعت میں ایک کامل سورت اوساط مفصل سے اور مغرب کے ہر رکعت میں ایک سورت کاملہ قصار مفصل سے۔ اگر وقت تنگ ہو یا جماعت میں کوئی مریض یا بوڑھا یا کسی شدید ضرورت والا شریک جس پر اتنی دیر میں ایذا و تکلیف و حرج ہو گا تو اس کا لحاظ کرنا لازم ہے جس قدر میں وقت مکروہ نہ ہونے پائے اور اس مقتدی کو تکلیف نہ ہو اُسی قدر پڑھیں اگرچہ صبح میں انا اعطینا و قل ھو اللہ احد ہوں یہی سنّت ہے اور جب یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو اس طریقہ مذکورہ کا ترک کرنا اور صبح یا عشا میں قصار مفصل پڑھنا ضرور خلافِ سنّت و مکروہ ہے مگر نماز ہو جائے گی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۹۲ تا ۴۹۴ ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام کے پیچھے مقتدی لفظ آمین کو کس قدر آواز سے کہے اگر برابر والے نمازی جو اس سے دوسرے یا تیسرے درجے پر ہیں سنیں تو کوئی حرج ہے یا نہیں؟

marfat.com

Marfat.com

دریں صورت فسادِ معنی نیست ۔ واللہ تعالٰی اعلم ‏ ‏ ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے پانی جاری ہوتی ہے کہ جب وہ پھٹتے ہیں تو اس سے نہریں جاری ہوتی ہیں، الغرض اس صورت میں فسادِ معنی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۱۱ ازالہ آباد محلہ نخاس کہنہ پر مکان دموم شاہ صاحب مرسلہ محمد کاظم آکاد ... مقیم حال الہ آباد ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ نمازِ جمعہ میں امام الحمد کی تین آیتوں سے زیادہ پڑھ چکا ہو اور قرأت سے رُک گیا ہو پیچھے سے کسی مقتدی نے لقمہ دیا اس نے بجائے لقمہ لینے کے خود سورت کو اعادہ کیا جس آیت پر رُکا تھا اس آیت کو نکال کر سورت کو پُورا کیا بعد آں رکوع و سجود وغیرہ کیا بعد میں لقمہ دینے والے مقتدی سے امام نے کہا کہ تمھاری نماز باطل ہوگئی، اب سوال یہ ہے کہ اس صورت میں مقتدی کو لقمہ دینا چاہئے یا نہیں؟ اور ایسی صورت میں امام کو لقمہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور صورتِ مسئولہ میں مقتدی کی نماز ہوگئی یا نہیں؟

الجواب

مقتدی و امام سب کی نماز ہوگئی، مقتدی لقمہ دے سکتا ہے اگرچہ امام سَو آیتیں پڑھ چکا ہو یہی صحیح ہے، امام نے جس خیال پر نمازِ مقتدی باطل مانی امام کی خود کب ہُوئی، اگر وُہ خیال صحیح ہو تو امام کی بھی باطل ہوئی کہ لقمہ دینا کلام ہے اور وہ باجازتِ شرع جائز رکھا گیا، اگر تین آیتوں کے بعد اجازتِ شرع نہ تھی تو مقتدی کی نماز گئی اور اس کے لقمہ دینے سے امام کو یاد آگیا تو اس نے خارج از نماز سے تعلیم پاکر آیت پڑھی اور شروع سورت سے اعادہ کرنا اس یاد دہانی کو باطل نہیں کرسکتا تو امام کی اپنی بھی گئی اور اس کے سبب سے سب کی گئی۔ رہا یہ کہ صرف اس مقتدی کی نماز باطل ہُوئی امام و جماعت کی ہوگئی یہ محض باطل ہے اور صحیح وہ ہے کہ سب کی ہوگئی۔

دُرمختار میں ہے:

فتحہ علی امامہ فانہ لایفسد مطلقا لفاتح واٰخذ بکل حال الا اذا سمعہ المؤتم من غیر مصل ففتح بہ تفسد صلاۃ الکل[1]

مقتدی کا اپنے امام کو لقمہ دینا نماز کے لئے مطلقاً ہر حال میں فاسدِ نماز نہیں ہوتا، مطلقاً کا مطلب یہ ہے کہ نہ لقمہ دینے والے کی نماز ٹوٹتی ہے اور نہ لینے والے کی اور ہر حال میں اس کا مطلب یہ ہے برابر ہے امام اس قدر پڑھ چکا ہو جس سے نماز درست ہوتی ہے یا نہ پڑھ چکا ہو

---

[1] دُرمختار ‏ ‏ باب مایفسد الصلوٰۃ الخ ‏ ‏ مطبوعہ مجتبائی دہلی ‏ ‏ ۱/۹۰

marfat.com

Marfat.com

الجواب

سورۃ ملانا بھی فرض نہیں، نہ اس کے ترک سے نماز جائے وہ بھی مثل فاتحہ واجب ہی ہے اور اس کے ترک کی بھی بھولے سے اصلاح ہوجاتی ہے جبکہ بھول کر ہو، یہی حال فاتحہ کا ہے، تو یہ مسئلہ ہی سائل کو غلط معلوم ہے جس کی بنا پر مطالب فرق ہے، فرض صرف ایک آیت کی تلاوت ہے سورۂ فاتحہ سے ہو یا کسی سورت سے۔

قال اللہ تعالٰی فاقرءوا ماتیسر من القراٰن[1] اللہ تعالٰی کا فرمان ہے قرآن سے جو آسان ہو وہ پڑھو۔ (ت)

سورۂ فاتحہ اور فرضوں کی پہلے دو رکعتوں میں ضم سورت کا وجوب سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مواظبت اور بعض احادیث احاد قولیہ سے ثابت ہوا یہ وجوب ہمارے ائمہ کے نزدیک صرف امام و منفرد پر ہے مقتدی پر نہیں تو لازم سجدہ کی کوئی وجہ نہیں نہ ترک قصدی میں نہ سہو مقتدی نے اس پر سجدہ لازم آئے گا اگرچہ دس واجب ترک ہوں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۹۶ ۲۴ صفر ۱۳۱۷ھ

امام نے نماز جمعہ میں ایک آیت پڑھی بسبب بھول جانے کے اس کو دوسری بار پڑھ کر دوسری آیتوں کی طرف منتقل کیا ایسی صورت میں نماز مکروہ تحریمی یا تنزیہی یا جائز بلاکراہت یا سجدۂ لازم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

جبکہ مجبوریٔ سہو تھا کچھ کراہت نہیں اور اگر آیت کے یاد کرنے میں بقدر رکن ساکت نہ رہا تو سجدۂ سہو بھی نہیں ورنہ سجدہ لازم ہے کما فی الدر المختار[2] (جیسا کہ درمختار میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۷ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نماز میں مثل سورہ واللیل کے درمیان چھوڑ کر پڑھنا اگرچہ سہواً ہو کیسا ہے مثلاً رکعت اولٰی میں والشمس اور رکعت ثانیہ میں والضحٰی پڑھے۔

الجواب

فرضوں میں قصداً چھوٹی سورت بیچ میں چھوڑ دینا مکروہ ہے اور سہواً اصلاً کراہت نہیں واللیل والشمس سے پانچ آیت زائد ہے ایسی صورت میں کراہت نہیں،

فی الدر المختار یکرہ الفصل بسورۃ قصیرۃ اھ[3] درمختار میں ہے کہ چھوٹی سورت کے ساتھ فاصلہ

---

[1] القرآن ۷۳/۲۰

[2] درمختار باب سجود السہو مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۰۲

[3] درمختار فصل ویجہر الامام " " " ۱/۸۱

marfat.com

Marfat.com

باطل، غیر المغضوب کے ح کو لوگ زیر پڑھتے بلکہ صحیح ادا پر قادر نہ ہونے کے سبب مشکوک پیدا ہوتی ہے لہذا یہ مفسدِ نماز نہیں۔ داڑھی کتروانے والے کو امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، اور مقرون بلکہ اس سے بھی بدتر جبکہ وہ علی الاعلان تکبر سے معروف و مشہور ہو۔ وقف کی حالت میں ربّہ پڑھا جائے گا اور ربابہ کوئی چیز نہیں، اور ربّہ میں سنّت یہ ہے کہ محض کسرہ نہ ہو بلکہ خفیف بوئے یا پیدا ہو تو یہ کہ بالکل ی ادا کا فرق ادا زبان سے سن کر معلوم ہو سکتا ہے تحریر میں آنے کا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۱۴، ۵۱۵ ازشہر مسئولہ احسان علی طالب علم مدرسہ منظر الاسلام ۵ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ پارہ دوم نواں رکوع تیسری آیت یعنی کَانَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً میں واحدۃً کو باظہار تنوین پڑھنا چاہیے یا وقف کے ساتھ یعنی واحدۃً یا واحدہ۔

(۲) اوّل رکعت میں ایک بڑی آیت اور دوسری رکعت میں دو تین چار چھوٹی آیتیں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں جیسے آیت مذکور کو پوری اول رکعت میں پڑھا اور دوسرے میں ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ سے دو آیتیں وما تفعلوا من خیر فان اللہ بہ علیم تک، تو جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

دونوں صورتیں جائز ہیں یہاں علامت وقف ہے اور وصل اولیٰ ہے۔

(۲) بیشک جائز بلا کراہت ہے اور یہ صورت خاصہ ان خاص آیتوں سے کہ سورۃ میں لکھی عین عدل ہے کہ یہ دو آیتیں اُس آیت کے تقریباً بالکل مساوی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۱۶ ازشہر بریلی مدرسہ منظر الاسلام مولوی احسان علی صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آیت مایجوز بہ الصلوٰۃ کتنی مقدار ہے؟

الجواب

وہ آیت کہ چھ حرف سے کم نہ ہو اور بہت نے اُس کے ساتھ یہ بھی شرط لگائی کہ صرف ایک کلمہ کی نہ ہو تو ان کے نزدیک مُدْھَامَّتٰنِ اگرچہ پوری آیت اور چھ حرف سے زائد ہے جوازِ نماز کو کافی نہیں، اسی کو منیہ و ظہیریہ و سراج وہاج و فتح القدیر و البحر الرائق و درمختار وغیرہا میں اصح کہا اور امام اجل اسبیجابی و امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی نے فرمایا کہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک صرف مدھامتٰن سے بھی نماز جائز ہے اور اس میں اصلاً ذکر خلاف نہ فرمایا درمختار میں ہے،

اقلھا ستۃ احرف ولو تقدیرا کلم یلد اس آیت کے کم از کم چھ حروف ہوں اگرچہ وہ

marfat.com

Marfat.com

بالکل تخفیف ہو تو ختم تحریمہ جماعت و قرأت جائز بلامنع و کراہت ہوئی ورنہ مکروہ و ممنوع ، بحرالرائق میں ہے :

قال شمس الائمۃ الحلوانی ان کان سوی الامام ثلثۃ لایکرہ بالاتفاق وفی الاربع اختلف المشائخ والاصح انہ یکرہ اھ ھکذا فی شرح المنیۃ۔[1]

امام شمس الائمہ حلوانی فرماتے ہیں جماعت نفل میں اگر امام کے علاوہ تین افراد ہوں تو بالاتفاق کراہت نہیں، چار میں مشائخ کا اختلاف ہے ، اصح یہی ہے کہ مکروہ ہے اھ شرح المنیہ میں اسی طرح ہے ۔ (ت)

اُسی میں ہے :

والظاھر انھا فی تطویل الصلوۃ کراھۃ تحریم للامر بالتخفیف وھو للوجوب الا لصارف ولادخال الضرر علی الغیر[2] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

ظاہر یہی ہے کہ نماز میں طوالت مکروہ تحریمی ہے کیونکہ تخفیف کے لئے امر وارد ہے جو سوائے صارف کے وجوب کے لئے ہوتا ہے اور اس لئے کہ یہاں غیر کو نقصان ہوتا ہے[2] واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۰۱: از بنارس محلہ بھولپورہ محلہ احاطہ روہیلہ مرسلہ عبدالرحمٰن رفوگر ۲۸ محرم ۱۳۳۲ھ

حضرت کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ اذاجاء کے آخر میں جو پڑھا کرتے تھے انہ کان توابا کے پاس پڑھا کرتے تھے مولٰنا امجد علی صاحب تو وہ ذرا سا لکھ دیجئے گا ، فقط ۔

الجواب

مستحب طریقہ یہ ہے کہ آخر سورہ میں اگر نامِ الٰہی ہے جیسے سورہ اذاجاء میں انہ کان توابا تو اس پر وقف نہ کرے بلکہ رکوع کی تکبیر اللہُ اکبر کا ہمزہ وصل گرا کر اس سورہ کا آخری حرف لام اللہ سے ملائے جیسے اذاجاء میں توابانِ اللہ اکبر ، ب قیام کی حالت میں کہے اور دونوں لام ہے ملتا ہوا رکوع کے لئے جھکنے کی حالت میں اس طرح کہ رکوع پورا نہ ہونے تک اکبر کی ر ختم ہوجائے یُونہی سورہ والتین میں احکم الحاکمین کے ن کو زبر دے کر اللہ اکبر کے ل میں ملادے ، اور جس سورہ کے آخر میں نامِ الٰہی نہ ہو اور کوئی لفظ نامِ الٰہی کے مناسب بھی نہ ہو وہاں یکساں ہے چاہے وصل کرے یا وقف ، جیسے الم نشرح میں فارغب اللہ اکبر اور جہاں کوئی لفظ اسم الٰہی کے نامناسب ہو جیسے سورۂ کوثر کے آخر میں ھو الابتر وہاں فصل ہی چاہئے وصل نہ چاہئے ۔ واللہ تعالٰی اعلم ۔

---

[1] البحرالرائق باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۴۵
[2] " " " " " " ۱/۳۵۱

marfat.com

Marfat.com

بالاٰیۃ التامۃ طویلۃ کانت اوقصیرۃ کقولہ تعالٰی مدھامتٰن وما قالہ ابوحنیفۃ اقیس۔[1]

ایک مکمل آیت سے وہ آیت لمبی ہو یا چھوٹی۔ جیسے اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے مدھامتٰن اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی نے جو کچھ فرمایا ہے وہی زیادہ قرین قیاس ہے۔(ت)

اقول اظہر یہی ہے مگر جبکہ ایک جماعت اُسے ترجیح دے رہی ہے تو اتّقا ہی میں احتیاط ہے خصوصاً اس حالت میں کہ اس کی ضرورت نہ ہوگی مگر مثل فجر میں جبکہ وقت قدر واجب سے کم رہا ہو ایسے وقت قسم قطعی کہ بالاجماع ہمارے امام کے نزدیک اداسے فرض کو کافی ہے مدھامتٰن سے جلد ادا ہوجائے گا کہ اس میں حرف بھی زائد ہیں اور ایک مد متصل ہے جس کا ترک حرام ہے، ہاں جسے یہی یاد ہو اُس کے بارے میں وہ کلام ہو گا اور احوط اعادہ۔ واللہ تعالٰی۔

مسئلہ ۵۱۷ مسئولہ احسان علی مظفرپوری طالب علم مدرسہ منظر الاسلام بریلی بتاریخ ۳ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ آیت ۵ پر ٹھہرنا یا رکوع یا وقف کرنا کیسا ہے کیا قباحت ہے اگر جس آیت پر ۵ؔ ہے اُس پر رکوع کر دیا تو جائز ہے یا نہیں، مثلاً اوپر سے پڑھتا آیا اور صمٌّ بکمٌ عمیٌ فھم لایرجعون پر رکوع کر دیا تو جائز ہے یا کچھ حرج بھی ہے؟

الجواب

ہر آیت پر وقف مطلقاً بلا کراہت جائز بلکہ سنّت سے مروی ہے رہا رکوع اگر معنے تام ہوگئے جیسے آیت مذکورہ میں کہ اس کے بعد دوسری مستقل تمثیل ارشاد ہے جب تو اصلاً حرج نہیں، اگر معنی بے آیت آئندہ کے ناتمام ہیں تو نہ چاہئے خصوصاً امثال فویل للمصلین ۵ؔ میں کہ نہایت قبیح ہے اور ثم رددنٰہ اسفل سافلین ۵ؔ میں قبح اس سے کم ہے نماز بہرحال ہوجائے گی۔

مسئلہ ۵۱۸ از مانیا والا ڈاکخانہ قاسم پور گڑھی ضلع بجنور مرسلہ سید کفایت علی صاحب ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نے پہلی رکعت میں قل اعوذ برب الناس پڑھی دُوسری میں قل اعوذ برب الفلق پڑھی اور آخر میں سجدۂ سہو کیا اس مسئلہ کا حکم بیان فرمائیے۔ بینوا توجروا۔

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی ارکان الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۲

marfat.com

Marfat.com

…است حقیقۃً ہیچ حرف مشابہ او نیست فرض قطعی
آنست کہ مخرجش آموزد و طرز ادائش یاد گیرد و قصد
حرف منزل من اللہ کند و از پیش خویش نہ ظا خواند
نہ دال کہ ہر دو مباین اوست و شبانہ روز سعی موفور
بجائے آورد تا آنکہ می کوشد ہر چہ برآید روا باشد لایکلف
اللہ نفسا الا وسعہا[1] فاما اگر بر صحیح قادر نہ شود امامت
صحیح نتواں کرد در فتاوٰی خیریہ است امامۃ الثغ
بالفصیح فاسدۃ فی الراجح الصحیح[2] و بر او فرض باشد کہ
تا پس صحیح خواندن نماز تواں یافت تنہا نہ گزارد کہ
در اقتدا از قرأت بے نیاز باشد و آنکہ مخرج نیاموخت
یا در صحیح او سعی نہ کرد اگر از زبانش ظا یا دال ادا شود
ہر چہ با فساد معنی شود نماز فاسد شود ورنہ نے و اگر بہر دو
فساد معنی رو نماید چنانکہ مغلوب و مغدوب بہر دو فاسد
شود ایں ہم آنگاہ ہست کہ قصد حرف منزل من اللہ کند
و زباں یاوری نہ دہد ظا یا دال ادا شود چنانکہ صورت اخیرہ
در عوام ہند و بنگالہ است و اگر بالقصد بجائے او حرفے
دیگر نشاندن خواہد حکم او سخت تر شود زیرا کہ تبدیل
کلام اللہ میکند چنانکہ بعض نا مقلداں تصریح کردہ اند کہ
ضاد نتواں ظا خواند امام اجل ابوبکر محمد ابن الفضل رحمۃ اللہ
تعالٰی علیہ دریں صورت حکم کفر فرمودہ است کما فی منح الروض
الازہر و مارا دریں مسئلہ رسالہ ایست مختصرہ جامعۃ
الجام الصاد عن سنن الضاد آنجا ایں رانگ تفصیل

تمام حروف سے جُدا پیدا فرمایا ہے حقیقی طور پر کوئی بھی
اس کے مشابہ نہیں اس لئے فرض قطعی یہ ہے کہ اس
کا مخرج سیکھا (جانا) جائے، اس کی ادائیگی کا طریقہ
یاد کیا جائے اور اس حرف کا ارادہ کیا جائے جو اللہ کی طرف
سے نازل ہے، اپنی طرف سے نہ اسے ظا پڑھا جائے
اور نہ ہی دال، کیونکہ یہ دونوں اس کے مخالف ہیں
شبانہ روز کی محنت و کوشش کے بعد جو پڑھا جا سکے
وہ درست ہوگا کیونکہ اللہ تعالٰے کسی جان پر بوجھ نہیں
ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔ اگر حرف کی صحیح ادائیگی
پر قادر نہ ہوا تو اس کو امامت کرانا درست نہیں،
فتاوٰی خیریہ میں ہے کہ توتلے کا فصیح کی امامت کرنا
راجح اور صحیح مذہب میں فاسد ہے اور ایسے شخص پر
فرض ہے کہ وہ کسی صحیح کی اقتدار میں نماز ادا کرے
اگر اقتدار ممکن ہو تنہا نہ پڑھے کیونکہ اقتدار کی صورت
میں وہ قرأت سے بے نیاز ہو جائے گا، اور وہ
شخص جس نے ض کا مخرج نہ سیکھا یا اس کی صحت
کے لئے کوشش نہ کی ہو اگر اس کی زبان سے ضاد کی
جگہ ظا یا دال ادا ہو جس کے ساتھ فسادِ معنی ہوگا اس
سے نماز بھی فاسد ہوگی اور جس کے ساتھ فسادِ معنی نہ ہوگا
اس سے نماز ہو جائے گی اور اگر دونوں صورتوں میں فسادِ
معنٰی ہو مثلاً مغلوب اور مغدوب تو دونوں صورتوں
میں نماز فاسد ہوگی۔ یہ تمام اس وقت ہے جب اس سے

---

[1] القرآن ۲/۲۸۶
[2] فتاوٰی خیریہ کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۰

marfat.com
Marfat.com

(۱) امام کو قرآت میں مغالطہ لگا اور امام ایک آیت کلاں یا ایک چھوٹی تین آیت سے زیادہ پڑھ گیا ہے باوجود اس کے کوئی مقتدی امام کو لقمہ دے اور بتادے تو امام کو لقمہ لینے میں یا مقتدی کو لقمہ دینے میں کوئی نماز میں فساد یا نقصان نہ آوے گا؟

(۲) امام کو متشابہ لگا اور اوپر کی دو ایک آیت کو لوٹایا اور دُہرایا تو اس صورت میں دُہرانے میں کچھ خلل تو نہ آئے گا؟ اور آئے گا تو کیا سجدہ سہو کرنے سے جبر نقصان ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب

کسی کے نماز میں صحیح بتانے سے کچھ فساد نہ آئے گا اگرچہ ہزار آیتیں پڑھ چکا ہو دُہرانے سے کچھ نقصان نہیں، ہاں اگر تین بار سبحان اللہ کہنے کی قدر چُپکا کھڑا سوچتا رہا تو سجدہ سہو آتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۲۲ از ریاست رام پور دُوکان مُلّا حمید محلہ کنڈہ مرسلہ محمد اسد الحق صاحب ۱۳ رمضان ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قل ھو اللہ احد میں دال پر تنوین ہے اس کو کسرہ دے کر لام سے وصل کرکے نماز میں پڑھے، ہوگئی یا نہیں؟ اور گناہ تو نہیں؟ ضروری ہے یا جائز یا منع؟

الجواب

نون تنوین کو کسرہ دے کر لام میں ملا کر پڑھنا جائز ہے کوئی حرج نہیں، نہ اس سے نماز میں کوئی خلل، اور یہاں وقف بھی ج کا ہے جو وصل کی اجازت دیتا ہے۔ وھو اللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۲۳ از سرائے چھبیلہ ضلع بلند شہر مرسلہ راحت اللہ امام مسجد جامع ۱۹ رمضان ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام قرآت میں مما قالوا وکان عند اللہ وجیھا کی جگہ وکان الخ پڑھ جائے تو نماز درست ہوگی یا نہیں مگر اوّل مما قالوا پڑھا پھر خیال ہوا کہ کانوا ہے۔

الجواب

نماز ہر طرح ہوگئی کہ فساد معنی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۲۴ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں راجکوٹ میں الرحمٰن پڑھتے ہیں اور ۲۰ رکعت تراویح سورۂ رحمٰن میں ہی ختم کرتے ہیں پہلی رکعت میں چار آیات اور دوسری میں دو آیات تو اس سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب

یوں سولھویں رکعت میں یہ دونوں آیتیں واقع ہوں گی فبای الاء ربکما تکذبان ذواتا افنان بہتر یہ ہے کہ ان کے ساتھ ایک آیت اور ملائی جائے کہ ان میں صرف ستائیس حرف ہیں اور ردالمحتار میں

marfat.com

Marfat.com

یعنی ادا نہ ہوئے تو اس قدر میں معذور رہیگا اور اگر مخارج ہی نہیں معلوم یا معلوم ہیں نکالتا نہیں تو نماز ہرگز نہ ہوگی اگر صحیح ہے تو اکثر مسلمان فرض کو چھوڑ دیں یا کسی حرام کے مرتکب ہوں تو ان کے اس فعل سے ساقط یا حلال نہ ہو جائے گا یوں تو اکثر مسلمان نماز ہی نہیں پڑھتے اور جو پڑھتے ہیں اُن میں اکثر مواظبت نہیں کرتے سو میں ننانوے یا اس کے قریب غیبت سے پرہیز نہیں کرتے تو قولِ زید صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب

زید کے اقوال مذکورہ سب صحیح ہیں سوائے اتنے لفظ کے کہ اگر مخارج معلوم نہیں تو نماز صحیح نہ ہوگی مخارج معلوم ہونا ضرور نہیں حروف صحیح ادا ہونا ضرور ہے بہتیرے ہیں کہ سُن سُن کر صحیح پڑھتے ہیں اگر اُن سے پوچھا جائے تو مخارج بتا نہیں سکتے اردو زبان والا ہر جاہل اپنی زبان کے حروف ٹھیک ادا کرتا ہے اور مخرج نہیں بتا سکتا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از بریلی مرسلہ حضرت محمد میاں صاحب مدظلہ العالی

یہ ارشاد فرمائیں کہ قرآن کریم کی اس قدر تجوید کہ ہر حرف اپنے غیر سے ممتاز رہے فرض عین ہے کتب فقہ میں مذکور ہے اگر ہے تو کس کتاب میں کس جگہ؟ جناب کی نظر میں اس بارہ میں صریح تصریح کس کتاب کی ہے؟ اور اگر کوئی حدیث اس بارہ میں اس وقت پیشِ نظر ہو تو اُس کا ارشاد ہو۔

الجواب

تمام کتابوں میں تصریح ہے کہ ایک حرف کی جگہ دوسرے سے تبدیل اگر عجزاً ہو تو مذہب صحیح و معتمد میں اور خطأً ہو تو ہمارے ائمہ مذہب کے نزدیک مفسد نماز ہے جبکہ مفسد معنی ہو یا امام ابی یوسف کے نزدیک جبکہ وہ کلمہ قرآن کریم میں نہ ہو اور اس سے بچنا بے تعلم تمایز حروف ناممکن اور فساد نماز سے بچنا فرض عین ہے قال اللہ تعالٰی ولا تبطلوا اعمالکم[1] (اللہ تعالٰی کا فرمان ہے تم اپنے اعمال باطل نہ کرو۔ ت)

مقدمہ امام جزری میں ہے:

اذواجب علیھم محتم قبل الشروع اولا ان یعلموا مخارج الحروف والصفات، لیلفظوا بافصح اللغات[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

قرآن پاک میں شروع ہونے سے پہلے اوّلاً قاریانِ قرآن پر حروف کے مخارج و صفات (ذاتیہ و عرضیہ) کا جاننا قطعاً ضروری ہے تاکہ قاریانِ قرآن صحیح ترین لغات کے ساتھ قرآن پاک کا نطق کر سکیں (یعنی پڑھ سکیں)۔ (ت)

---

[1] القرآن ۴۷/۳۳

[2] مقدمہ جزریہ خطبۃ الکتاب مطبوعہ سعیدیہ کتب خانہ قصہ خوانی بازار پشاور ص ۴

marfat.com

Marfat.com

سورت اول سے پڑھے تو اس پر بسم اللہ کہنا مستحب ہے اور کچھ آیتیں کہیں سے پڑھے تو اس ...
اور قیام کے سوا رکوع و سجود و قعود کسی جگہ بسم اللہ پڑھنا جائز نہیں کہ وہ آیۂ قرآنی ہے اور نماز میں قیام کے سوا ...
کوئی آیت پڑھنی ممنوع ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۲۸ از شہر محلہ سوداگران مسئولہ مولوی احسان علی مرحوم طالب علم مدرسہ منظر الاسلام

۱۸ صفر ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اول رکعت میں ایک رکوع یا سورہ پڑھی دوسری رکعت میں اگر اس سے مقدم کی سورہ یا رکوع زبان پر سہواً جاری ہو جائے تو اس کو پڑھے یا مؤخر کی سورہ یا رکوع پڑھ کر اس کو چھوڑ کر اگر پڑھ کر نماز تمام کر لی تو ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

زبان سے سہواً جس سورہ کا ایک کلمہ نکل گیا اسی کا پڑھنا لازم ہو گیا مقدم ہو خواہ مکرر، ہاں قصداً تبدیل ترتیب گناہ ہے اگرچہ نماز جب بھی ہو جائے گی، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۲۹ از تحصیل اترولی ضلع علی گڑھ مسئولہ محمد حسین محرر چونگی ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۲۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

ایک مسئلہ پر بحث درپیش ہے اور آپس میں مباحثہ لفظی ہو رہا ہے وہ یہ کہ امام نے بوقت نمازِ مغرب رکعت اول میں سورۂ دھر قرأت کی اور اس قدر پڑھا اور سہو ہو گیا پھر رکوع کر دیا ویطاف علیھم بآنیۃ من فضۃ واکواب کانت قواریرا قواریرا من فضۃ نشانی آیت پر حرف لا موجود ہے امام اعظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اس قدر قرأت پڑھنے سے نماز ہو گی یا نہیں؟

الجواب

نماز بے تکلف بلا کراہت ہو گئی، تین آیات کی قدر سے واجب ادا ہو جاتا ہے اور یہ تو پندرہ آیتیں ہو گئیں بلکہ مغرب میں اتنی تطویل مناسب بھی نہ تھی کہ اس میں قصارِ مفصل یعنی لم یکن سے آخر تک ہر رکعت میں ایک سورت پڑھنے کا حکم ہے یہ اس سے زائد ہو گیا، تنویر و درمختار میں ہے:

یسن فی الحضر لامام و منفرد طوال المفصل فی الفجر والظھر واوساطہ فی العصر والعشاء وقصارہ فی المغرب ای فی کل	(مقیم ہونے کی صورت میں امام و منفرد دونوں کو نمازِ فجر اور ظہر کی نماز میں طوال مفصل اور عصر و عشاء میں اوساط مفصل اور نمازِ مغرب میں قصار مفصل پڑھنا مسنون ہے یعنی ہر رکعت میں

marfat.com

Marfat.com

ہیں اکثر ذوالقدرہ والے ایسے ہی ہیں ان پر فرض عین ہے کہ ض کا مخرج اور اس کا طریقہ ادا سیکھیں اور شبانہ روز حدوسع کی کوشش اُس کی تصحیح میں کریں جب تک کوشاں رہیں گے اُن کی نماز صحیح کہی جائے گی، جبکہ صحیح خواں کے پیچھے اقتدا پر قادر نہ ہوں اور اس وقت تک امثال کی امامت بھی ہو سکے گی اور جب کوشش اکتا کر چھوڑیں یا یا سرے سے کوشاں نہ ہوں اُن کی اپنی بھی باطل اور ان کے پیچھے اوروں کی بھی باطل، یہی حکم ظائیوں کا ہے جبکہ قصداً تبدیل نہ کرتے ہوں یہ خلاصہ حکم ہے اور تفصیل ہمارے رسالہ الجام الصاد عن سنن الضاد میں ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از جڑودہ ضلع میرٹھ مرسلہ سید صابر جیلانی صاحب

کیا سورۃ تبت کا نماز میں پڑھنا بہتر ہے؟

الجواب

سورۃ تبت کے پڑھنے میں استغفر اللہ اصلاً کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ از شہر بریلی محلہ سوداگران مدرسہ منظر الاسلام مولوی محمد افضل صاحب

۶ جمادی الاخری ۱۳۳۷ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ "لما یتفجر منہ الانہر" خواندہ شد لَمَّا، نماز شد بغیر کراہت یا نہ؟

اس مسئلہ میں علمائے دین کی کیا رائے ہے کہ ایک شخص نے لَمَا یَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰر میں لَمَّا شد کے ساتھ پڑھا نماز بغیر کراہت کے درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب

نماز درست باشد و بجال سہو زلت کراہت نیست و حذف جزا برائے دلالت بر عظمت شانش شائع است قال اللہ تعالٰی فلما اسلما و تلہ للجبین و نادینہ ان یا ابراھیم[1] جزا ذکر نفرمود ہمچناں ایں جا تاویل شود کہ وان منہا ما یکون منہ شئی عجیب لما یتفجر منہ الانہر یا لجملہ

نماز درست ہوگی، بھول اور پھسل جانے کی صورت میں کراہت نہیں، اس کی عظمتِ شان کے پیش نظر جزا کا حذف مشہور و معروف ہے، اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ یہاں جزا کو ذکر نہیں فرمایا اسی طرح مذکورہ مقام میں تاویل ہو سکتی ہے کہ

---

[1] القرآن ۳۷/ ۱۰۳

marfat.com

Marfat.com

السرية اتفاقا بل یستمع اذا جهر وینصت اذا اسر۔[1] واللہ تعالٰی اعلم

سری نماز میں اور جہری میں سری قرأت میں بالاتفاق (یعنی اس پر ائمہ ثلٰثہ کا اتفاق ہے) بلکہ جب امام جہراً پڑھے تو مقتدی سُنے اور جب امام سِرًّا پڑھے تو مقتدی چپ رہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۳۳ و ۵۳۴: از ہزار ضلع بلڈانہ اسٹیشن لسوہ متعلق ملکہ پور مسئولہ سراج الدین ۱۳ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ :

(۱) آیت قرآن شریف کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے نماز میں پڑھنے کے متعلق شرع شریف میں کیا حکم ہے؟

(۲) سورہ یٰسٓ شریف میں سلٰم قولًا کی جگہ سلامًا قولًا پڑھنا یا سلام پر آیت کرنا کس طرح پر ہے؟

الجواب

(۱) سائل نے صاف بات نہ لکھی کہ ٹکڑے کرنے سے کیا مراد ہے، اگر آیت بڑی ہے اور ایک سانس میں نہیں پڑھ سکتا تو جہاں سانس ٹوٹ جائے مجبوراً وقف کرے گا موقع موقع پر ٹھہرتا ہوا چلا جائے گا، ہاں بلا ضرورت بے موقع ٹھہرنا خلافِ سنّت ہے، واللہ تعالٰی اعلم

(۲) دونوں صحیح اور دونوں جائز ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۳۵: از جے پور بیرون اجمیری دروازہ مکان عبدالواحد خاں مسئولہ حامد حسن قادری ۱۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید کا خیال ہے کہ عام لوگ تکبیر انتقال نماز میں اللہ اکبر کی را کو اس قدر کھینچتے ہیں کہ اُس کی وجہ سے نماز میں نقصان واقع ہوتا ہے اللہ اکبر کی را کو اس طرح خارج کرنا کہ عام لوگ بجائے ر کے دال محسوس کریں کیسا ہے؟

الجواب

اکبر میں ر کو د پڑھنا مفسد نماز ہے کہ فسادِ معنی ہے، اور یہ بات کہ وہ ر پڑھتا ہے اور سب سُننے والے د سنتے ہیں بہت بعید ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۳۶: از شہر ممباسہ ضلع مشرقی افریقہ دُکان حاجی قاسم اینڈ سنز مسئولہ حاجی عبداللہ حاجی یعقوب ۲۶ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اول رکعت میں سورہ کٰفرون پڑھی دوسری میں

---

[1] درمختار فصل ویجہر الامام مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۱

marfat.com

Marfat.com

بلکہ اس صورت میں تمام کی نماز فاسد ہوجائے گی جب مقتدی نے کسی غیر نمازی سے سنا اور اپنے امام کو لقمہ دیا اور امام نے لے لیا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قولہ بکل حال ای سواء قرأ الامام ما تجوز بہ الصلاۃ ام لا انتقل الی اٰیۃ اخری ام لا تکرر الفتح ام لا ھو الاصح نھر، قولہ الا اذا سمعہ المؤتم الخ فی البحر عن القنیۃ یجب ان تبطل صلاۃ الکل لان التلقین من خارج اھ واقرہ فی النھر[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

مصنّف کے قول "بکل حال" سے مراد یہ ہے کہ خواہ امام نے اتنی قرأت کرلی ہو جس سے نماز ہوجاتی ہے یا نہ کی ہو، وہ کسی دوسری آیت کی طرف منتقل ہوگیا یا نہ، خواہ لقمہ بار بار دیا گیا ہو یا نہ، اصح یہی ہے نہر۔ اس کا قول الا اذا سمعہ المؤتم الخ بحر میں قنیہ سے ہے کہ تمام کی نماز باطل ہوجانا ضروری ہے کیونکہ اس صورت میں خارج نماز شخص سے تلقین پائی گئی، اور اسے نہر میں ثابت رکھا گیا، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۱۲: از ضلع سیونی چھپرہ محلہ قاضی قریب مسجد حنفیہ مرسلہ ظہور الحسن طالب علم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تجوید سے پڑھنا فرض ہے کیونکہ قرآن کا صحیح طور سے پڑھنا فرض ہے، تو صحیح پڑھنا بغیر تجوید کے آ ہی نہیں سکتا تو اس وجہ سے تجوید بھی فرض ہے بتائیے کہ کون حق پر ہے؟ فقط محمد ظہور الحسن طالب علم

الجواب

بلاشبہہ اتنی تجوید جس سے تصحیح حروف ہو اور غلط خوانی سے بچے فرض عین ہے، بزازیہ وغیرہ میں ہے اللحن حرام بلاخلاف[2] (لحن بلاخلاف حرام ہے۔ ت) جو اسے بدعت کہتا ہے اگر جاہل ہے اُسے سمجھا دیا جائے، اور دانستہ کہتا ہے تو کفر ہے کہ فرض کو بدعت کہتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۱۳: جو شخص حافظ ہو قاری نہ ہو اعراب میں غلطی کرتا ہو یعنی زیر کا زبر جیسے غیر المغضوب کے غ پر زیر پڑھتا ہو اور ایاک کے کاف پر زیر پڑھتا ہو نماز مکروہ تحریمی ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور معنی بدلتے ہیں یا نہیں؟ اور داڑھی بھی کترواتا ہے اور مغرور و متکبر ہو جس ۂ پر کھڑا زیر ہو جیسے ربہٖ اس کو آیت آجانے پر وقف کے وقت ربہ پڑھے یا ربہٖ۔

الجواب

ایاک نعبد و ایاک نستعین میں اگر کاف کو زیر پڑھے گا معنی فاسد ہوں گے اور نماز

---

[1] ردالمحتار باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۶۰

[2] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ البزازیۃ الباب الرابع فی الصلوٰۃ والتسبیح وقراءۃ القرآن الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۱۷

marfat.com

Marfat.com

مغرب وعشاء و فجر وجمعہ وعیدین درمیان قرآت سہ آیۃ یا زائد از سہ آیۃ سہو کرد ومقتدی اور امیان نماز مذکورہ بالا لقمہ داد ولقمہ مقتدی خود گرفت نماز امام ومقتدی درست شد یا نہ۔ بینوا توجروا

فرماتے ہیں کہ امام نماز مغرب، عشاء، فجر، جمعہ اور عیدین میں قرأت کرتے ہوئے تین آیات یا تین آیات سے زائد پڑھ کر بھول گیا ایسی صورت میں مقتدی نے لقمہ دیا اور امام نے اس کا لقمہ قبول کر لیا تو امام اور مقتدی کی نماز درست ہوگی یا نہ؟ بینوا توجروا (ت)

الجواب

صحیح است مطلقا در ہر نماز و بہر حال اگرچہ بعد سہ آیت باشد ہمیں است قول صحیح فی الدر المختار فتحہ علی امامہ لا یفسد مطلقا بفاتح واخذ بکل حال[1] فی رد المحتار ای سواء قرأ الامام قدر ما یجوز بہ الصلوٰۃ ام لا انتقل الی اٰیۃ اخری ام لا تکرر الفتح ام لا ھو الاصح نہر[2] واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم۔

نماز مطلقاً درست ہے ہر نماز میں ہر حال میں لقمہ دینا اگرچہ وہ تین آیات کے بعد ہو درست اور صحیح قول یہی ہے۔ در مختار میں ہے امام کو لقمہ دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی نہ لقمہ دینے والے کی اور نہ لینے والے کی ہر حال میں الخ رد المحتار میں ہے خواہ امام نے اتنی قرأت کر لی ہو جس سے نماز ہو جاتی ہے یا نہ کی ہو امام کسی اور آیت کی طرف منتقل ہو چکا ہو یا نہ ہوا ہو، لقمہ بار بار ہو یا نہ، اصح یہی ہے نہر۔ واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا ان شانئک کو نماز میں انا شانئک یا لہ کو لاہٗ یا لھم کو لاھم مغفرۃ باشباع فتحہ یا الحمد للہ الحمد لیلہ باشباع کسرہ یا قل کو قول باشباع ضمہ پڑھنا عمداً یا سہواً مفسد صلوٰۃ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

عمداً گناہ عظیم ہے اور سہواً معاف اور فساد نماز کسی حالت میں نہیں لان الاشباع لغۃ مرقوم من العرب کالاکتفاء عن المدۃ بالحرکۃ کما نص علیہ فی الغنیۃ وغیرھما (کیونکہ اشباع عرب کی معروف لغت ہے جیسا کہ مدہ کی جگہ حرکت پر اکتفاء کر لیا جاتا ہے غنیہ اور دیگر کتب میں اس پر تصریح ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] درمختار | باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۹۰

[2] رد المحتار | " " " " | " مصطفی البابی مصر | ۱/۴۶۰

marfat.com

Marfat.com

الاّ اذا كانت كلمة فالاصح عدم الصحة[1] لفظاً نہ ہوں بلکہ تقدیراً ہوں مثلاً لم یلد (کہ اصل میں لم یولد تھا) مگر اس صورت میں کہ جب وُہ آیت صرف ایک کلمہ پر مشتمل ہو تو اصح عدمِ صحتِ نماز ہے (ت)

ہندیہ میں ہے :

الاصح انه لایجوز کذا فی شرح المجمع لابن ملك، وھکذا فی الظھیریة والسراج الوھاج وفتح القدیر[2]۔

اصح یہی ہے کہ اس سے نماز جائز نہیں شرح مجمع لابن مالک میں اسی طرح ہے۔ ظہیریہ، السراج الوہاج اور فتح القدیر میں بھی یُوں ہی ہے۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے :

لوکانت کلمة اسماً اوحرفاً نحو مدھامتٰن ص ق ن فان ھذہ اٰیات عند بعض القراء اختلف فیه علی قوله والاصح انه لایجوز لانه یسمی عاداً لا قارئاً[3]۔

اگر وُہ آیت ایک کلمہ پر مشتمل ہے خواہ اسم ہو یا حرف مثلاً مدھامتٰن، ص، ق، ن کیونکہ یہ بعض قرار کے نزدیک آیات ہیں ان کے قول پر اس میں اختلاف ہے اور اصح یہی ہے کہ یہ جوازِ نماز کے لئے کافی نہیں کیونکہ ایسے شخص کو قاری نہیں کہا جاتا بلکہ شمار کرنے والا کہا جاتا ہے۔ (ت)

بحر الرائق میں اسے ذکر کرکے فرمایا :

کذا ذکرہ الشارحون وھو مسلم فی ص ونحوہ اما فی مدھامتٰن فذکر الاسبیجابی وصاحب البدائع انه یجوز علی قول ابی حنیفة من غیر ذکر خلاف بین المشائخ[4]۔

شارحین نے اسے یُوں ہی بیان کیا ہے اور یہ بات ص وغیرہ میں تو مسلم ہے مگر مدھامتٰن کے بارے میں اسبیجابی اور صاحبِ بدائع نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق یہ جوازِ نماز کے لئے کافی ہے اور انہوں نے مشائخ کے درمیان کسی اختلاف کا ذکر نہیں کیا۔ (ت)

بدائع میں ہے :

فی ظاھر الروایة قدر ادنی المفروض ظاہر الروایہ کے مطابق فرض قرأۃ کی مقدار کم از کم

---

[1] درمختار فصل ویجہر الامام مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۸۰

[2] فتاوٰی ہندیہ الباب الرابع فی صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۶۹

[3] فتح القدیر شرح الہدایہ فصل فی القرأۃ " نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۸۹

[4] البحرالرائق شرح کنز الدقائق فصل واذا اراد الدخول فی الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۳۸

marfat.com

Marfat.com

ساٹھ ستر سے زیادہ نہیں مسجد نہیں بھر سکتی مگر عید کے موقع پر گاؤں والے شریک ہوتے ہیں [illegible] ہے۔

(۱) جمعہ کی ادا کے لئے شہر شرط ہے یا نہیں؟

(۲) شہر کس کو کہتے ہیں اکبر مساجد کی تعریف روایت مذہب ہے یا نہیں؟

(۳) جب قدرت اجرائے حدود شرط ہے اور بالفعل ضرور نہیں تو تو انی کی وجہ سے تعریف مذکور کو اختیار کرنا اور ظاہر مذہب کو ترک کرنا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے؟

(۴) علمائے حنفیہ کے اختلاف کی وجہ سے احتیاطی ظہر تجویز ہوئی مگر جہاں حنفی مذہب کے موافق تحقق شروط نہ ہو اور دیگر مذاہب کے موافق ہو وہاں کیونکر جائز نہیں۔ خروج اختلاف کی علت دونوں جگہ موجود ہے یعنی وہاں بھی جمعہ اور احتیاطی ظہر پڑھ لینا چاہیے؟

(۵) کل موضع لہ امیر و قاض الخ (ہر وہ مقام جہاں کوئی ایسا امیر اور قاضی ہو الخ۔ ت) سے استدلال عدم جواز جمعہ دارِ حرب پر ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(۶) کیفیتِ مذکور کی رُو سے کہاں جمعہ جائز ہے اور کہاں نہیں؟

(۷) جہاں ناجائز ہے انھیں منع کیا جائے یا نہیں، اور ان کی ظہر کا کیا حکم ہے؟

(۸) جہاں بادشاہ مسلمان نہ ہو وہاں جمعہ کا کیا حکم ہے اور حکومت کفار میں جمعہ کیوں جائز ہے؟

(۹) یہ ملک دارِ حرب ہے یا نہیں؟

(۱۰) دارِ حرب کی کیا تعریف اور کس طور سے دارِ حرب دارِ اسلام بنتا ہے اور دارِ اسلام دارِ حرب؟

(۱۱) جہاں شروطِ جمعہ نہ پائے جائیں وہاں عید کی نماز کا کیا حکم، اگر جائز نہیں تو پڑھ لینے سے کیا خرابی ہے اگر اپنے مذہب کے طور پر واجب نہیں تو دوسرے مذہب مثل شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کے تو واجب ہے اور خروج عن الاختلاف ہوجائے گا؟

(۱۲) ہماری جگہ شہر گنا جاتا ہے اور ایک مسجد ہے مصلی باشندے اسے بھر نہیں سکتے، یہاں جمعہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جمعہ کے لئے ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے اتفاق و اجماع سے شہر شرط ہے شہر کی صحیح تعریف مذہب حنفی میں یہ ہے جو خود امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ارشاد فرمائی، وہ آبادی جس میں متعدد محلے اور دوامی بازار ہوں اور وہ ضلع یا پرگنہ ہو اُس کے متعلق دیہات ہوں اور اس میں کوئی حاکم بااختیار ایسا ہو کہ اپنی شوکت اور اپنے یا دوسرے کے علم کے ذریعہ سے مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے۔

marfat.com

Marfat.com

الجواب

اگر بھول کر ایسا کیا نماز میں حرج نہیں اور سجدہ سہو نہ چاہیے تھا اور قصداً ایسا کیا تو گنہگار ہوگا نماز ہو گئی سجدہ سہو اب بھی نہ چاہیے تھا توبہ کرے، پہلی میں اگر سورۂ ناس پڑھی تھی تو اُسے لازم تھا کہ دوسری میں بھی سورۂ ناس ہی پڑھتا کہ فرض کی دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورت پڑھنا صرف خلافِ اولیٰ ہے اور ترتیب اُلٹا کر پڑھنا حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۱۹ ازبیکانیر مارواڑ محلہ مہاوتان مرسلہ قاضی تمیز الدین صاحب ۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

میں نے ایک معلم صاحب کی زبانی سُنا ہے کہ نماز میں تین آیت شریف سے کم مضمون پڑھا جائیگا یعنی دُو آیت شریف پڑھی جائے گی تو نماز نہیں ہوگی اگر غلطی سے پڑھی گئی تو نماز کو دُہرانا چاہیے، ایک امام نے پہلی رکعت میں ایک رکوع پڑھا دوسری رکعت میں وان یکاد الذین کفروا لیزلقونك بابصارھم لما سمعوا الذکر ویقولون انہ لمجنون وما ھو الا ذکر للعلمین تو قبلہ وکعبہ یہ دوسری رکعت میں جو پڑھا گیا وہ میں نے لکھا ہے یہ صرف دُو آیت شریف ہیں آیا نماز صحیح ہوگئی یا نہیں یا دُہرانا پڑے گی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

نماز میں ایک آیت پڑھنا فرض ہے مثلاً الحمد للہ رب العلمین اس کے ترک سے نماز نہ ہوگی اور پُوری سورۂ فاتحہ اور اس کے بعد متصلاً تین آیتیں چھوٹی چھوٹی یا ایک آیت کہ تین چھوٹی کے برابر ہو پڑھنا واجب ہے اگر اس میں کمی کرے گا نماز تو ہوجائے گی یعنی فرض ادا ہوجائے گا مکروہ تحریمی ہوگی، بھول کر ہے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا اور قصداً ہے تو نماز پھیرنی واجب ہوگی، اور بلا عذر ہے تو گنہگار بھی ہوگا مثلاً تین آیتیں یہ ہیں ثم نظر ثم عبس ثم ادبر واستکبر[1] یا یہ الرحمٰن o علم القراٰن o خلق الانسان[2] o ظاہر ہے کہ وُہ دُو آیتیں وان یکاد الذین کفروا بلکہ اس میں کی پہلی ہی آیت ان تین چھوٹی آیتوں سے بڑی ہے تو نماز مع واجب ادا ہوگئی دُہرانے کی حاجت نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۲۰، ۵۲۱ ۲۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

---

[1] القرآن ۸۰/۱

[2] القرآن ۵۵/۱

marfat.com

Marfat.com

الصغار وهذا اقرب الاقاویل الی الصواب[1] کے قول کے مطابق ہے اور تمام اقوال میں سے یہ اسئے صواب کے زیادہ قریب ہے۔ (ت)

اور محصل ایک ہے کہ عادۃً والی وقاضی ایسی ہی جگہ ہوتے ہیں جس میں آبادی کثیر ہو اور اسے قصبہ محلہ و جوہ و اسواق لازم اور ہر گاؤں میں نیا حاکم مقرر کرنا نہ معہود ہے نہ متیسر بلکہ گرد و پیش کے دیہات آبادی کبیرہ کے حاکم کے متعلق کرتے جاتے ہیں اسے ضلع یا کم از کم پرگنہ ہونا لازم۔ غنیہ میں ہے:

صاحب الهداية ترك ذكر السكك والرساتيق بناء على الغالب اذ الغالب ان الامير والقاضي شانه القدرة على تنفيذ الاحكام واقامة الحدود لا يكون الا في بلد كذلك فالحاصل ان اصح الحدود ما ذكره في التحفة لصدقه على مكة والمدينة وانهما الاصل في اعتبار المصرية۔[2]

صاحب ہدایہ نے محلوں اور بازاروں کا ذکر اس لئے ترک کیا ہے کہ غالب یہی ہے کہ ایسے حاکم اور قاضی جو احکام کا نفاذ اور حدود کا قیام کرسکتے ہیں وہ ایسے شہر میں ہی رہتے ہیں جو بڑا ہو، حاصل یہ ہے کہ تحفہ میں بیان کردہ شہر کی تعریف اصح ہے کیونکہ وہ مکہ اور مدینہ پر صادق آتی ہے اور شہر ہونے میں یہ دونوں اصل ہیں۔ (ت)

پھر ظاہر ہے کہ ان کتب میں تنفیذ واقامت سے قدرت مراد ہے کہ حاکم کا خلافِ حکم کرنا شہر کو شہر ہونے سے خارج نہیں کرتا، ولہذا علامہ محقق ابراہیم حلبی نے اسی سے پہلے غنیہ میں فرمایا:

الحد الصحيح ما اختاره صاحب الهداية انه الذي له امير وقاض ينفذ الاحكام ويقيم الحدود والمراد القدرة على اقامة الحدود ما صرح به في تحفة الفقهاء عن ابي حنيفة رضي الله تعالى عنه۔[3]

صحیح تعریف وُہ ہے جسے صاحب ہدایہ نے اختیار کیا ہے وُہ یہ ہے کہ ایسا شہر ہو جس میں حاکم وقاضی ہو جو احکام کا نفاذ اور حدود کا قیام کرے اور اس سے مراد قیام حدود پر قدرت ہے، جیسا کہ تحفۃ الفقہاء میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔ (ت)

امام اکمل نے عنایہ میں فرمایا: المراد بالامير وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم[4] (امیر سے

---

[1] فتاوٰی غیاثیہ باب الجمعۃ وشرائطہ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۳۹

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی صلوٰۃ الجمعۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۱

[3] " " " " " " " ص ۵۵۰

[4] العنایۃ مع فتح القدیر باب صلوٰۃ الجمعۃ " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۲۴

marfat.com

Marfat.com

... تحفۃ رکازنا وان کان فیہ کلام بیناہ علی ھامشہ مع ان المقروات فیھما ثلثون
... اس میں کلام ہے جیسے ہم نے حاشیہ ردالمحتار میں تحریر کیا ہے علاوہ ازیں ان آیات میں مقروات تیس۳۰ ہیں۔ت)
واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۲۵ از نوشہرہ تحصیل جامپور ضلع ڈیرہ غازیخاں مسئولہ عبدالغفور صاحب ۱۴ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نمازِ ظہر وعصر میں جو قرأت بالجہر نہیں پڑھی جاتی باقی شام اور عشاء اور فجر کی نمازمیں بالجہر پڑھی جاتی ہے اس کی وجہ اور رموزات سے مطلع فرمائیے؟

الجواب

یہ احکام ہیں بندے کو حکم ماننا چاہیے حکمت کی تلاش ضرور نہیں۔ اس کے دو سبب بتائے جاتے ہیں ایک ظاہری کہ کفار قرآن عظیم سُن کر بیہودہ بکا کرتے ظہر وعصر دونوں وقت ان کی بیداری وبیکاری کے تھے اس لئے ان میں قرأت خفی ہوئی کہ وہ سُن کر کچھ بک نہیں، فجر وعشا کے وقت وہ سوئے ہوتے تھے اور مغرب کے وقت کھانے میں مشغول، لہذا ان میں قرأت بالجہر ہوئی، مگر یہ سبب چنداں قوی نہیں۔ دوسرا سبب صحیح وقوی باطنی وہ ہے جو ہم نے اپنے رسالے انھار الانوار میں ذکر کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۲۶ از شہر کہنہ محلہ کانکر ٹولہ مسئولہ ننھے خاں صاحب ۱۵ محرم ۱۳۳۹ھ

قرأت کتنی فرض ہے اور واجب اور سنّت اور مستحب کہاں تک؟

الجواب

قرأت ایک آیت فرض ہے اور الحمد اور اس کے بعد اُس کے متصل ایک آیت بڑی یا تین آیتیں چھوٹی پڑھنا واجب، اور فجر وظہر میں حجرات سے بروج تک دونوں رکعتوں میں دو سورتیں، اور عصر وعشاء میں بروج سے لم یکن تک، اور مغرب میں لم یکن سے ناس تک سنّت یا ان کی مقدار دوسرے مقام سے، اور جماعت میں کوئی مریض یا ضعیف وغیرہ ایسا ہو کہ تطویل سے مشقت ہوگی تو اس کے حالت کی رعایت واجب اور نوافل میں جس قدر تطویل اپنے اوپر شاق نہ ہو مستحب ہے، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۲۷ از شہر محلہ ملوکپور مسئولہ شفیق احمد خاں صاحب ۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہر نماز میں کتنی مرتبہ اور کس کس مقام پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا چاہیے؟

الجواب

سورہ فاتحہ کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سنّت ہے اور اس کے بعد اگر کوئی

marfat.com

Marfat.com

وجامع واسواق ومفت وسلطان اوقاض یقیم الحدود وینفذ الاحکام وقریب منہ ما فی المضمرات وفیہ انہ الاصح[1]۔

جامع مسجد، بازار، مفتی اور سلطان یا قاضی جو حدود کا قیام اور احکام کا نفاذ کرے۔ مضمرات کے الفاظ بھی اسی کی تائید کرتے ہیں اور اسی میں ہے کہ یہی اصح ہے۔ (ت)

اکابر نے اس کی یہ توجیہ فرمائی کہ حاکم عالم نہ ہو تو عالم کا ہونا بھی لازم۔ غیاثیہ میں ہے:

قال الشمس الائمۃ السرخسی ظاهر المذهب ان المصر الجامع ما فیہ جماعات الناس واسواق التجارات وسلطان او قاض یقیم الحدود وینفذ الاحکام ای یقدر علی ذلک ویکون فیہ مفت ان لم یکن القاضی او السلطان بنفسہ مفتیا[2]۔

شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں کہ ظاہر مذہب یہ ہے کہ جامع شہر وہ ہوگا جس میں کچھ محلے ہوں اور بازارِ تجارات، سلطان یا قاضی جو حدود کو قائم اور احکام کو نافذ کرے یعنی اس میں ان کے قیام اور نفاذ کی قدرت ہو اور اگر قاضی یا سلطان خود مفتی نہ ہوں تو وہاں کسی نہ کسی مفتی کا ہونا بھی ضروری ہے۔ (ت)

امام طاہر بخاری نے فرمایا:

قال امام السرخسی فی ظاهر المذهب عندنا ان یکون فیہ سلطان وقاض لاقامۃ الحدود وتنفیذ الاحکام ویشترط المفتی اذا لم یکن القاضی او الوالی مفتیا[3]۔

امام سرخسی نے فرمایا ہے کہ ظاہر مذہب میں ہمارے ہاں یہی ہے کہ وہاں اقامتِ حدود اور تنفیذِ احکام کے لئے قاضی یا سلطان کا ہونا ضروری ہے اور جب قاضی یا والی خود مفتی نہ ہو تو وہاں امام سرخسی نے مفتی کا ہونا شرط قرار دیا ہے۔ (ت)

امام مذہب نے اس طرف خود ہی اشارہ فرمایا تھا کہ لعلمہ وعلم غیرہ (وہ قاضی خود عالم ہو یا عالم اس کا معاون ہو۔ ت) فتح میں فرمایا:

اذا کان القاضی یفتی ویقیم الحدود اغنی عن التعدد[4]۔

جب قاضی خود فتوٰی دیتا ہو اور حدود نافذ کرتا ہو تو وہاں الگ مفتی کا ہونا ضروری نہیں۔ (ت)

---

[1] جامع الرموز | فصل صلوٰۃ الجمعۃ | مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران | ۱/۲۶۲
[2] فتاوٰی غیاثیہ | باب الجمعۃ وشرائطہا | " مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ | ص ۳۸
[3] خلاصۃ الفتاوٰی | الفصل الثالث والعشرون فی صلوٰۃ الجمعۃ | مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ | ۱/۲۰۷
[4] فتح القدیر | باب صلوٰۃ الجمعۃ | مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر | ۲/۲۵

marfat.com

Marfat.com

سورۃ۔ ایک سورۃ ان سورتوں میں سے جو مذکور ہوئیں پڑھے (ت)

درمختار میں ہے :

من الحجرات الی اٰخر البروج ومنہا الی اٰخر لم یکن اوساطہ وباقیہ قصارہ[۲]۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

حجرات سے آخر بروج تک طوال مفصل، بروج سے لم یکن کے آخر تک اوساط مفصل اور سورتوں کا بقیہ حصّہ قصار مفصل کہلاتا ہے۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۳۰ از شہر محلہ سوداگران مدرسہ منظرالاسلام ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کو تین آیتوں کے بعد غلطی ہوئی معنی بگڑ گیا جبکہ سورۂ یوسف شریف میں چار آیات کے بعد مَا اٰتَیْنٰھُمْ کی جگہ مَا اٰتَیْتَھُمْ پڑھا اس حالت میں نماز ہو گئی یا نہیں؟

الجواب

فسادِ معنی اگر ہزار آیت کے بعد ہو نماز جاتی رہے گی، مگر یہاں مَا اٰتَیْتَھُمْ میں ت کا زبر پڑھنا مفسدِ نماز نہیں۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۳۱ و ۵۳۲ از بروگ مسئولہ محمد علی ۶ رجب المرجب پنجشنبہ ۱۳۳۹ھ

قبلہ وکعبہ جناب مولوی صاحب دام اظلالکم، السلام علیکم بعد ادائے آداب دست بستہ تسلیمات گزارش خدمت میں یہ ہے کہ نمازِ ظہر وعصر کے وقت امام کے پیچھے مقتدی کو حسبِ معمول پڑھنا چاہیے یا سکوت واجب ہے؟

(۲) نمازِ مغرب وعشا کے فرضوں کی ادائگی میں مقتدی کو چاروں رکعتوں میں سکوت لازم ہے یا اوّل کی دو میں اور آخر کی دو میں نہیں، بینوا توجروا

الجواب

مطلقاً کسی نماز کی کسی رکعت میں مقتدی کو قرأت اصلاً جائز نہیں قطعاً خاموش کھڑا رہے، صرف سبحٰنک اللّٰھم شامل ہوتے وقت پڑھے جبکہ امام نے قرأت جہر شروع نہ کی ہو۔ درمختار میں ہے :

المؤتم لایقرأ مطلقا ولا الفاتحۃ فی — مقتدی مطلقاً قرأت نہ کرے نہ جہری نماز میں نہ

---

[۱] و [۲] درمختار فصل ویجہر الامام مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۰

marfat.com

Marfat.com

اهله وزیادة[1]

ترجمہ: یہ درست نہیں کیونکہ مسجد دونوں کا ...
وہاں کے لوگوں اور مزید لوگوں کے لئے کافی ...

اسے ابن شجاع ثلجی نے امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ ہی سے روایت کیا، ہدایہ میں تصریح فرمائی ظاہر الروایۃ بیان کرکے فرمایا:

هذا عند ابی یوسف رحمه الله تعالٰی وعنه انهم اذا اجتمعوا فی اکبر مساجدهم لم یسعهم والاول اختیار الکرخی وهو الظاهر والثانی اختیار الثلجی[2]

یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک ہے اور ان سے مروی ہے کہ جب وہاں کے وہ لوگ جن پر جمعہ فرض ہے سب سے بڑی مسجد میں جمع ہوں تو وہ مسجد ناکافی ہو، پہلے قول کو امام کرخی نے پسند فرمایا اور یہی ظاہر ہے اور دوسرے کو امام ثلجی نے پسند فرمایا۔

خود امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے الفاظ کہ امام ملک العلماء نے بدائع پھر امام ابن امیر الحاج نے حلیہ میں ذکر کئے یہ ہیں کہ فرمایا:

اذا اجتمع فی قریة من لایسعهم مسجد واحد بنی لهم جامعا ونصب لهم من یصلی بهم الجمعة[3]

جب کسی قریہ کے لوگ ایک مسجد میں جمع ہوں اور وہ مسجد ان کے لئے کافی نہ ہو تو ان کے لئے جامع مسجد بنائی جائے اور وہاں کوئی ایسا شخص مقرر کیا جائے جو انھیں جمعہ پڑھائے۔ (ت)

بدیہی ہے کہ بنی او نصب کی ضمیریں سلطان اسلام کی طرف ہیں اور اسی پر وہ حدیث ناطق جس سے طبقۃً فطبقۃً ہمارے ائمہ وعلما اسی باب شرائط جمعہ میں استدلال فرماتے رہے کہ له امام عادل او جائر (اس کے لئے امام عادل یا ظالم ہو۔ ت) مبسوط امام سرخسی میں ہے:

لنا ما روینا من حدیث جابر رضی الله تعالٰی عنه وله امام جائر او عادل فقد شرط رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم

ہماری دلیل وہ روایت ہے جو حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ اس کے لئے امام ظالم یا عادل کا ہونا ضروری ہے تو نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی ...

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی صلوۃ الجمعۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۰
[2] الہدایۃ باب صلوۃ الجمعۃ ، المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۱۴۸
[3] بدائع الصنائع فصل فی بیان شرائط الجمعۃ ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۵۹

marfat.com

Marfat.com

کہ ٹھیک ایک آیت پڑھی پھر اس کو چھوڑ کر اخلاص پڑھی، ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور نماز میں کچھ خلل واقع ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نماز تو ہوگئی مگر ایسا کرنا ناجائز تھا، جس سورت کا ایک لفظ زبان سے نکل جائے اُسی کا پڑھنا لازم ہوجاتا ہے خواہ وہ قبل کی ہو یا بعد کی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۳۷: از ماناوادر کاٹھیاواڑ مرسلہ ماسٹر اسمٰعیل صاحب ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

نماز میں قرآن شریف اس طرح پڑھنا کہ اول میں الم تر، دوسری میں قل ھو اللہ، تیسری میں لایلف، چوتھی میں پھر قل ھو اللہ مکروہ تنزیہی ہے یا نہیں حالانکہ الم تر کے بعد لایلف اور پھر ترتیب وار بھی پڑھ سکتا ہے۔

الجواب

نوافل میں مکروہ نہیں کہ اس کی ہر دو رکعت نماز علیحدہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۳۸: از دھی پور ضلع بہیڑی مرسلہ مستقیم خاں ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی حافظ مسجد میں تراویح میں کلام مجید صحیح پڑھتا ہو اور اچانک اس کے پیچھے دُوسرا کوئی حافظ اس کو بہکانے کو آجائے تو ایسا کرنا اور نماز میں آکر فساد ڈالنا جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر فی الواقع اس نے دھوکا دینے اور نماز خراب کرنے کے لئے قصداً غلط بتایا تو سخت گناہ عظیم میں مبتلا ہوا اور شرعاً سخت سزا کا مستحق ہے، ایسے لوگ جو مسجد میں آکر فساد ڈالیں اور ناجائز غل مچائیں اور بلاوجہ فوجداری پر آمادہ ہوں جیسا کہ سائل نے بیان کیا موذی ہیں اور موذی کی نسبت حکم ہے کہ اُسے مسجد میں نہ آنے دیا جائے کما نص علیہ العلامۃ البدر العینی فی عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری وعنہ فی الدرالمختار وغیرہا (جیسا کہ علامہ بدرالدین عینی نے عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں تصریح کی ہے اور اسی کے حوالے سے درمختار وغیرہ میں بھی مذکور ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۳۹:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چہ می فرمایند جوہر شناسان نکات فرقانی و دقیقہ شناسان علم حبیب رحمانی اندریں باب کہ امام در قرأت نماز

قرآنی نکات اور حبیب خدا کے ارشادات عالیہ سے آگاہ و واقف اہل علم و دانش اس بارے میں کیا

marfat.com

Marfat.com

وہاں بضرورت مسلمان جمع ہو کر جسے ان تینوں نمازوں کا امام مقرر کر لیں گے پڑھ سکتے ہیں۔
متنِ کنز میں ہے، شرط ادائها السلطان او نائبه[1] (جمعہ کی ادائیگی کے لئے حاکم یا اس کے نائب کا ہونا ضروری ہے۔ ت) غنیہ میں ہے:

الشرط الثانی کون الامام فیها السلطان اومن اذن له السلطان[2]

دوسری شرط یہ ہے کہ جمعہ کا امام خود سلطان یا ایسا شخص ہو جسے سلطان نے اجازت دی ہو۔ (ت)

جامع الرموز میں ہے:

اقامة الجمعة حق الخلیفة الا انه لم یقدر علی ذلك فی کل الامصار فیقیم غیرہ نیابة[3]۔

جمعہ کا قیام خلیفۂ وقت کی ذمہ داری ہے لیکن تمام شہروں میں امامت پر قادر نہیں ہو سکتا اس لئے اس کا کوئی نہ کوئی نائب ہونا چاہئے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

ونصب العامة الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر، اما مع عدمهم فیجوز للضرورة[4]۔

اشخاص مذکورہ کے ہوتے ہوئے عوام کا خطیب مقرر کرنا معتبر نہیں، ہاں اگر اشخاص مذکورہ خلیفۂ وقت یعنی سلطان یا قاضی نہ ہوں تو ضرورتاً عوام کا خطیب مقرر کر لینا جائز ہوگا۔ (ت)

جامع الفصولین میں ہے:

کل مصر فیه وال مسلم من جهة الکفار تجوز فیه اقامة الجمع والاعیاد واما فی بلاد علیها ولاة کفار فیجوز للمسلمین اقامة الجمع والاعیاد[5] (ملخصا)

ہر وہ شہر جہاں کافروں کی طرف سے مسلمان والی مقرر ہو وہاں جمعہ اور عیدین قائم کرنا جائز، رہا معاملہ ان شہروں کا جہاں کافر حاکم ہوں تو وہاں عامۃ المسلمین جمعہ اور عیدین کی نمازیں قائم کر سکتے ہیں۔ (ت)

ایسی ہی جگہ جہاں تحقیق بعض شرائط میں شبہہ ہو احتیاطی رکعتیں رکھی ہیں نہ بربنائے مراعات خلاف

---

[1] کنز الدقائق باب صلوۃ الجمعۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴۸
[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی صلوۃ الجمعۃ ،، سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۲
[3] جامع الرموز فصل صلوۃ الجمعۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۲۶۳
[4] درمختار باب الجمعۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۰
[5] جامع الفصولین الفصل الاول فی القضاء الخ ،، اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی ۱/۱۴

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ ۵۲۱: مسئولہ احمد شاہ صاحب از موضع نگریا سادات ضلع بریلی یکم ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

اگر امام نماز پڑھاتا ہو اور وہ کسی صورت میں درمیان کے دو ایک لفظ چھوڑ گیا ہو تو وہ نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر ان کے ترک سے معنی نہ بگڑے تو صحیح ہوگی ورنہ نہیں، پھر اگر یہ سورۃ سورۂ فاتحہ ہے تو اُس میں مطلقاً کسی لفظ کے ترک سے سجدۂ سہو واجب ہوگا جبکہ سہواً ہو ورنہ اعادہ۔ اور اور کسی سُورت سے اگر لفظ یا الفاظ متروک ہوئے اور معنی فاسد نہ ہوئے اور تین آیت کی قدر پڑھ لیا گیا تو اس چھُوٹ جانے میں کچھ حرج نہیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۲۲: مسئولہ مولوی عبدالجلیل صاحب متوطن بنگال ۱۵ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے دو رکعت فجر کی فرض پڑھائی بعد الحمد شریف کے ضم سورت میں کسی لفظ کو تین مرتبہ تکرار کیا بوجہ مشتبہ ہونے کے، اب اس کی نماز شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اگر اُس کا بقول شخصے اعادہ کیا جائے اگر اور لوگ آکر اقتدا کریں بعد والوں کی نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب

لفظ کے تکرار سے نماز میں فساد نہیں آتا اعادہ میں جو نئے لوگ ملیں گے اُن کی نماز نہ ہوگی لانہ مفترض خلف متنفل (کیونکہ وہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض ادا کر رہے ہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۲۳ تا ۵۵۴: از جنوبی افریقہ ٹرنسوال مقام کروگرس ڈروپ بکس ۳۲ مرسلہ ایم ایم داؤد احمد موسٰی جی سالوجی ۱۴ رمضان ۱۳۳۶ھ

اولاً تحریر حال ملک ٹرنسوال کرتا ہوں کہ اسئلہ ذیل کے جواب میں سہولت ہو یہاں پر حکومت کفار ہے اور یہاں کے باشندے بھی کفار ہیں، ہاں کچھ لوگ مسلمان شافعی المذہب بھی ہیں باقی مسلمان انڈیا کے تاجر وغیرہ ہیں مگر مجموعہ مسلمان کفار کی نسبت بہت کم ہیں، گاؤں کا تو میں ذکر نہیں کرتا مگر اس ملک کے شہروں میں تخمیناً مفصلہ ذیل تعداد ہوگی کسی جگہ دس بیس کسی جگہ تیس چالیس کسی جگہ اسی نوّ سوائے ایک شہر کے میرے خیال کے موافق کہیں چار سَو پانسَو کا مجمع نہ ہوگا، مساجد کا یہ حال ہے کہ کہیں تو کرایہ میں مکان لیا ہوا ہے اور اُس میں نمازِ جمعہ و عید ادا کی جاتی ہے اور کسی جگہ مسجد ہے مگر بوجہ قلت وہ بھی نہیں بھرتی البتہ ایک جگہ تین مسجدیں ہیں اور مسلمانوں کی جماعت بڑی ہے تخمیناً پانچ سو سے کم نہ ہوگی نماز جمعہ وعید سب جگہ ادا کی جاتی ہے عید کے موقع پر گاؤں کے مسلمانان وہ شریک نماز ہو کر تعداد بڑھا دیتے ہیں میرے علم میں یہاں کبھی اسلامی حکومت نہیں ہوئی اور حکام کی طرف سے کوئی حکم شرعی یہاں جاری نہیں مگر نمازِ جمعہ وعید کو منع نہیں کرتے جس جگہ کے لئے تحریر ابتدا ہے ... ایک مسجد بھی ہے تعدادِ مسلمانان

marfat.com

Marfat.com

ما اذا تعددت فی المصر الواحد وجهل اسبق او علمت المعیة علی القول بعدم جواز التعدد وهی واقعة اهل مرو فیفعل ما فعلوه قال المحسن امرتهم باداء الاربع بعد الجمعة حتما احتیاطا[1]

بھی ہے کہ ایک شہر میں متعدد مقامات پر جمعہ ہو تو جو سب سے پہلے ہونے والا ہے اس کا بھی نہیں یعنی سبقت کا علم ہے لیکن اس قول پر جو بھی متعدد مقامات پر جمعہ جائز نہیں اور اہلِ مرو کا احتیاط اسی طرح کا ہے پس آدمی انہی کی طرح کرے۔ محسن نے فرمایا کہ ایسی صورت میں جمعہ کے بعد چار رکعت کی ادائیگی ان کے لئے احتیاطاً ضروری ہے۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

اما من حیث جواز التعدد وعدمه فالاول هو الاحتیاط لان فیه قوی اذ الجمعة جامعة للجماعات ولو تکن فی زمن السلف تصلی الا فی موضع واحد من المصر وکون الصحیح جواز التعدد للضرورة للفتوی لا یمنع شرعیة الاحتیاط للتقوی[2]

رہا مسئلہ جواز تعدد اور عدم جواز تعدد کا تو پہلے قول میں احتیاط ہے کہ اس میں قوت ہے کیونکہ جمعہ نام ہے تمام جماعتوں کے جمع کرنے کا، اور زمانۂ اسلاف میں شہر میں فقط ایک ہی جگہ جمعہ ادا کیا جاتا رہا ہے ضرورت کے لئے متعدد جگہ جمعہ کے جواز پر فتوٰی کا صحیح ہونا اس بات سے مانع نہیں کہ تقوٰی کے پیشِ نظر شرعاً احتیاطاً چار رکعت کا ادا کرنا جائز نہ ہو۔ (ت)

منحۃ الخالق میں ہے:

هو مبنی علی ان ذلك الاحتیاط ای الخروج عن العهدة بیقین لتصریحه بان العلة اختلاف العلماء فی جوازها اذا تعددت وفیه شبهة قویة[3]

وہ اسی احتیاط پر مبنی ہے یعنی آدمی کے ذمے سے فریضہ بالیقین ساقط ہو جائے کیونکہ ان کی تصریح ہے کہ اس کی علت متعدد مقامات پر جوازِ جمعہ میں علماء کا اختلاف ہے اور اس میں اشتباہ قوی ہے۔ (ت)

ظاہراً عیدین کی نماز مذہب امام شافعی میں سرے سے واجب ہی نہیں نہ شہر میں نہ گاؤں میں اگرچہ

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی صلوٰۃ الجمعۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۲

[3] منحۃ الخالق مع البحر الرائق باب صلوٰۃ الجمعۃ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۴۳/۲

marfat.com

Marfat.com

امام علاء الدین سمرقندی نے تحفۃ الفقہاء اور امام ملک العلماء ابوبکر مسعود نے بدائع میں اسی کی تصریح فرمائی غنیہ شرح منیہ میں ہے :

صرح فی تحفۃ الفقہاء عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ بلدۃ کبیرۃ فیھا سکک واسواق ولھا رساتیق وفیھا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ وعلمہ او علم غیرہ یرجع الناس الیہ فیما یقع من الحوادث وھذا ھو الاصح[1]۔

تحفۃ الفقہاء میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے تصریح ہے کہ بڑے شہر سے مراد وہ بڑی آبادی ہے جس میں محلے اور بازار ہوں، اس کے متعلق کچھ دیہات ہوں، وہاں کوئی ایسا با اختیار شخص ہو جو اپنی حشمت اور علم یا دوسرے کے علم کے ذریعے مظلوم کو ظالم سے انصاف دلا سکے اور لوگ حوادثات کی صورت میں اس کی طرف رجوع کریں اور یہی اصح ہے۔ (ت)

کتب جلیلہ معتمدہ میں ظاہر الروایہ یعنی مذہب مہذب حنفی سے بالالفاظ مختلفہ جتنی نقول ہیں سب کا مآل یہی ہے مثلاً ہدایہ و متن کنز میں فرمایا :

ھو کل موضع لہ امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود[2]۔

ہر وہ مقام جہاں کوئی ایسا امیر یا قاضی ہو جو احکام نافذ کر سکے اور حدود کا اجرا کر سکے۔ (ت)

اس میں سکک و اسواق و رساتیق کا ذکر نہیں اور عبارت آتیہ غیاثیہ میں بجائے سکک جماعات ہیں اور رساتیق مذکور نہیں، اُسی کی دوسری عبارت میں فتاوٰی سے رساتیق کا ذکر فرمایا سکک اسواق کو ترک کیا کہ

فی الفتاوی لو صلی الجمعۃ فی قریۃ بغیر مسجد جامع والقریۃ کبیرۃ لھا قری وفیھا وال وحاکم جازت الجمعۃ بنوا المسجد اولم یبنوہ وان کان بخلاف ذلک لایجوز وھذا قول ابی القاسم

فتاوٰی میں ہے اگر کسی نے قریہ میں بغیر جامع مسجد جمعہ پڑھا اور قریہ اتنا بڑا ہو جس کے کچھ دیہات ہوں اور اس میں کوئی حاکم و والی بھی موجود ہو تو نمازِ جمعہ درست ہوگی خواہ وہ مسجد بنائیں یا نہ بنائیں، اور اگر اس کے خلاف ہو تو جمعہ درست نہ ہوگا یہ شیخ ابو القاسم الصفار

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی صلوٰۃ الجمعۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۰
[2] کنز الدقائق باب صلوٰۃ الجمعۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴۷

marfat.com

Marfat.com

نیز درمختار باب العیدین میں ہے:

لا یکبر فی طریقها ولا یتنفل قبلها مطلقا وکذا بعدها فی مصلاها فانه مکروہ عند العامة وھذا للخواص اما العوام فلا یمنعون من تکبیر ولا تنفل اصلا لقلة رغبتهم فی الخیرات بحر وفی ھامشه بخط ثقة ان علیا رضی اللہ تعالٰی عنه رأی رجلا یصلی بعد العید فقیل اما تمنعه یا امیر المؤمنین فقال اخاف ان ادخل تحت الوعید قال اللہ تعالٰی ارأیت الذی ینهٰی عبدا اذا صلّٰی۔[1]

نمازِ عید کے لئے عیدگاہ کے راستے میں [illegible] نہ کہے اور نہ اس سے پہلے نفل پڑھے، اکثر علماء کے نزدیک مکروہ ہیں اور یہ معاملہ خواص کا ہے، رہا عوام کا معاملہ تو انھیں تکبیرات سے منع کیا جائے اور نہ ہی نفل پڑھنے سے کیونکہ بھلائی میں ان کی رغبت بہت کم ہوتی ہے، بحر اور اس کے حاشیہ میں ثقہ تحریر میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک شخص کو عید کے بعد نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا آپ سے عرض کیا گیا اے امیر المؤمنین! اسے آپ منع کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا: مجھے خوف آتا ہے کہ کہیں میں اللہ تعالٰی کی بیان کردہ اس وعید کے تحت داخل نہ ہو جاؤں ارشادِ باری تعالٰی ہے: کیا آپ نے اس کو نہیں دیکھا جو بندے کو نماز پڑھنے سے منع کرتا ہے۔ (ت)

دارِ حرب حکومت اسلام سے دار الاسلام ہو جاتی ہے اور عیاذًا باللہ عکس کے لئے فقط حکومت کفر کافی نہیں بلکہ شرط ہے کہ وہ جگہ کسی طرف دار الحرب سے متصل ہو اور کوئی مسلم یا ذمی پہلے امان پر نہ رہے اور شعائر اسلام اُس سے بالکل بند کردئے جائیں والعیاذ باللہ تعالٰی جب شعائر اسلام سے کچھ بھی باقی ہے بدستور دار الاسلام رہے گی۔ تنویر میں ہے:

لا تصیر دار الاسلام دار حرب الا باجراء احکام الشرك وباتصالها بدار الحرب وبان لا یبقی فیها مسلم او ذمی بالامان الاول ودار الحرب تصیر دار الاسلام باجراء احکام اھل الاسلام فیها وان بقی فیها کافر اصلی وان لم تتصل بدار الاسلام۔[2]

دار الاسلام اس وقت دار الحرب بنتا ہے جب وہاں احکام شرک جاری ہوں (یعنی معاذ اللہ وہاں شعائر اسلام بالکل ختم کر دئے جائیں) اور وہ جگہ کسی طرف سے دار الحرب سے متصل ہو اور وہاں کوئی مسلمان اور ذمی پہلے امان پر نہ رہے اور دار الحرب اس وقت دار الاسلام بنتا ہے جب وہاں احکام اسلام جاری ہوں اگرچہ وہاں کافر اصلی موجود ہوں اور اگرچہ وہ کسی طرف سے دار الاسلام کے ساتھ متصل بھی نہ ہو۔ (ت)

---

[1] دُرمختار شرح تنویر الابصار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۴

[2] درمختار " فصل فی استیمان الکافر " " " " ۱/۳۴۶

marfat.com

Marfat.com

ایسا والی مراد ہے جو ظالم سے مظلوم کو انصاف دلانے پر قادر ہو۔ت) اسی طرح درمختار میں بلفظ یقدر تعبیر کیا اور خود نص امام مذہب سے اس کی تصریح گزری، لہذا امام شمس الائمہ سرخسی نے مبسوط میں یُوں تعبیر فرمایا:

ظاهر المذهب (عندنا) ان یکون فیه سلطان وقاضی لاقامة الحدود وتنفیذ الاحکام۔[1]

(مصر جامع کی تعریف میں) ہمارے ہاں ظاہر مذہب کے مطابق وہاں اقامتِ حدود اور احکام کے نفاذ کے لئے کسی حاکم یا قاضی کا ہونا ضروری ہے (ت)

پھر ہدایہ وغیرہا میں امیر و قاضی اور مبسوط میں سلطان و قاضی دو لفظ ہیں کہ عادۃً والی شہر اور ہوتا ہے اور وہ قاضی مقرر کرتا ہے اور مقصود فیصلہ مقدمات ہے و لہذا امام مذہب نے ذکر والی پر اقتصار فرمایا اور وہی سلطان سے مراد اس پر اس حدیث سے استناد اس یعم الی الولاۃ منہا الجمعۃ[2] (چار چیزیں حکمرانوں کی ذمہ داری ہے ان میں سے ایک جمعہ ہے۔ت) جواہر اخلاطی وغیرہ میں نائب والی بھی اضافہ فرمایا کہ وفیھا وال او نائبه یقدر علی انصاف المظلوم الی قوله وهو الاصح[3] (وہاں والی یا اس کا ایسا نائب ہو جو مظلوم کو انصاف دلانے پر قادر ہو، آگے چل کر فرمایا اور یہی اصح ہے۔ت) اور علامہ قاسم نے تصحیح القدوری پھر علامہ حصکفی نے درمنتقی پھر علامہ شامی نے ردالمحتار میں کہا: یکتفی بالقاضی عن الامیر[4] (امیر کی جگہ قاضی ہی کافی ہے۔ت) یہاں قاضی کے ساتھ مفتی کی شرط نہ کی کہ اُن زمانوں میں قاضی نہ ہوتے مگر علماء۔ ردالمحتار میں ہے:

لم یذکر المفتی اکتفاء بذکر القاضی لان القضاء فی الصدر الاول کان وظیفة المجتهدین[5]

ذکر قاضی پر اکتفا کرتے ہُوئے مفتی کا ذکر نہیں کیا کیونکہ صدر اول میں قضا (فیصلہ کرنا) ائمہ مجتہدین کی ہی ذمہ داری ہوتی تھی۔(ت)

اور بعض نے شرطِ مفتی اضافہ کی۔ جامع الرموز میں ہے:

ظاهر المذهب ان ما فیه جماعات الناس

ظاہر مذہب یہ ہے کہ شہر وہ جہاں کچھ محلے

---

[1] مبسوط سرخسی	باب صلوٰۃ الجمعۃ	مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت	۲/۲۳
[2] "	"	" " "	۲/۲۵
[3] جواہر الاخلاطی	فصل فی صلوٰۃ الجمعۃ	غیر مطبوعہ نسخہ	ص ۲۴
[4] ردالمحتار	باب الجمعۃ	مطبوعہ مصطفی البابی مصر	۱/۵۹۰
[5] "	"	" " "	"

marfat.com

Marfat.com

تجری فیہا احکام اھل الاسلام وذکر اللامشی فی واقعاتہ انہا صارت دار الاسلام بھذہ الاعلام الثلثۃ فلاتصیر دار حرب مابقی شیئ منہا وذکر الامام ناصر الدین فی المنشور ان دار الحرب صارت دار الاسلام باجراء احکام الاسلام فمابقیت علقۃ من علائق الاسلام یترجح جانب الاسلام[1] انتہی وللہ الحمد واللہ تعالٰی اعلم۔

اس میں بعض احکام اسلامی کا اجرا ہوتا ہے۔ اور لامشی نے واقعات میں ذکر کیا ہے کہ ان تین علامات کے پائے جانے پر وُہ دار الاسلام بن جاتا ہے لیکن وہ دارالحرب اس وقت تک نہیں بن سکتا جب تک ان میں سے ایک کا وجود وہاں باقی ہے اور امام ناصر الدین نے منشور میں کہا ہے کہ احکام اسلامی کے اجراء سے وہ دار الاسلام بن جاتا ہے اور جب تک قرائنِ اسلام میں سے کوئی ایک پایا جاتا ہے تو جانب اسلام کو ترجیح ہوگی انتہی اور تمام تعریف اللہ تعالٰی کے لئے ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۵۵۵: از قلعہ چھرہ ضلع علی گڑھ مسئولہ مقبول احمد صاحب ۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک حافظ صاحب نے نماز میں پڑھا ورحمۃ للمؤمنین ولایزید نون کو ساکن پڑھا اور سانس توڑدی پُورا وقف کیا یہ خیال تھا کہ یہاں آیت ہے پھر اپنے کئے پر اصرار کیا، دوسرے صاحب نے کہا یہاں لا ہے وصل ضرور تھا حافظ صاحب نے خیال نہ کیا انھوں نے نماز کا اعادہ کیا حافظ صاحب نے کہا اعادہ درست نہیں گو عمداً غلط پڑھا لیکن معنی میں کچھ فساد نہیں ہوا نماز صحیح ہے انھوں نے کہا عمداً کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن کو جان کر غلط پڑھو یہ تو سخت گناہ ہوگا، حافظ نے کہا گناہ ہوگا لیکن نماز صحیح ہے ارشاد فرمائیے کہ اعادہ درست ہُوا یا وہی نماز صحیح ہے جس کتاب سے سند ہو اُس کا پُورا پتا تحریر ہو۔ بینوا توجروا

الجواب

وقف و وصل میں اتباع بہتر ہے مگر اس کے نہ کرنے سے نماز میں اصلاً کچھ خلل نہیں آتا خصوصاً ایسی جگہ کہ کلام تام ہے قصداً وقف میں بھی حرج نہیں اعادہ محض بے معنی تھا ہاں قصد مخالفت البتہ گناہ بلکہ بعض صورتوں میں سب سے سخت تر حکم کا مستوجب ہوگا مگر وہ مسلمان سے متوقع نہیں، عالمگیریہ میں ہے:

اذا وقف فی غیر موضع الوقف او ابتدأ فی غیر موضع الابتداء ان لم

جب ایسی جگہ وقف کیا جو وقف کی جگہ نہ تھی یا وہاں سے شروع کیا جو شروع کا مقام نہ تھا، اگر معنی میں

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار فصل فی استیمان الکافر مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲/۴۶۱

marfat.com

Marfat.com

بالجملہ عبارات مختلف ہیں اور مقصود واحد۔ ان تمام عبارات اور ان کے امثال صدہا اور خود نص صریح تمام مذہب سے جس طرح جمعے کے لئے اشتراط مصر ظاہر یونہی احکام وصدود ومفتی کے الفاظ اور ان کی تعاریف مذکورہ کتب مذہب سے روشن کہ شہر سے یقیناً اسلامی شہر مراد ہے نہ یہ کہ مثلاً بت پرستوں کا کوئی شہر ہو بادشاہ بت پرست اور دس لاکھ کی آبادی سب بت پرست، چار پانچ مسلمان وہاں تاجرانہ جائیں اور پندرہ بیس دن ٹھہرنے کی نیت کریں اور اُن پر وہاں جمعہ قائم کرنا فرض ہوجائے جبکہ وہ بادشاہ مانع نہ آتا ہو ہرگز شرع مطہر سے اس کا کوئی ثبوت نہیں عمومات قطعاً اجماعاً مخصوص ہیں اور ظاہر الروایہ واصل مذہب کی تعریفات یقیناً اسلامی شہر سے خاص بلکہ وہ ضعیف روایت نادرہ مرجوحہ مہجورہ مالایسع اکبر مساجدہ اھلہ (اس مقام کی سب سے بڑی مسجد وہاں مقیم لوگوں کے لئے ناکافی ہو۔ت) کہ محققین کے نزدیک اصلاً وجہ صحت نہیں رکھتی اور بعد توافی فی الحدود اس کے اختیار کی راہ اسی ارادہ قدرت سے مسدود اور ظاہر الروایۃ ونص صریح امام اعظم مصحح ومرجح کے ہوتے ہوئے روایت نوادر کی طرف رجوع بوجوہ ممنوع ومدفوع کما حققنا کل ذٰلک فی فتاونا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تحقیق کردی ہے۔ت) اس سے زیادہ اُس کی غلطی کیا ہوگی کہ اُس پر مکہ معظمہ ومدینہ طیبہ ہی گاؤں ہوجاتے ہیں اور اُن میں زمانہ اقدس سے آج تک جمعہ ناجائز وباطل قرار پاتا ہے۔ مجمع الانہر میں ہے:

قالوا ان ھذا الحد غیر صحیح عند المحققین[1]۔ بلاشبہہ یہ تعریف محققین کے نزدیک صحیح نہیں ہے (ت)

غنیہ میں ہے:

الفصل فی ذٰلک ان مکۃ والمدینۃ مصران تقام بھما الجمعۃ من زمنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الی الیوم فکل موضع کان مثل احدھما فھو مصر وکل تفسیر لایصدق علی احدھما فھو غیر معتبر حتی الذی اختارہ جماعۃ من المتاخرین وھو مالو اجتمع اھلہ فی اکبر مساجدہ لایسعھم فانہ منقوض بھما اذ مسجد کل منھما یسع

اس میں تفصیل یوں ہے کہ مکہ اور مدینہ دونوں شہر ایسے ہیں جن میں حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ظاہری حیات سے لے کر آج تک جمعہ ادا کیا جاتا رہا ہے تو جس جگہ اس طرح کے انتظامات ہوں گے وہ شہر ہے اور جو تعریف ان میں سے کسی ایک پر صادق نہیں آئے گی وہ معتبر نہیں ہوسکتی حتی کہ متاخرین کی ایک جماعت نے جو اختیار کیا ہے شہر کی تعریف یہ ہے کہ وہاں کے لوگ سب سے بڑی مسجد میں اگر جمع ہوں تو وہ مسجد لوگوں کے لئے کافی

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب الجمعۃ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۶۶

marfat.com

Marfat.com

تراویح کی دو یا زائد جماعتیں ایک مسجد میں ایک وقت میں جبکہ ایک کی آواز دوسری کو [illegible] نہ ہو دُور دُور فاصلے پر ہوں جیسی مکہ معظمہ مسجد الحرام شریف میں ہوتی ہیں جائز ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۵۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے نماز میں آخر سورۂ بقرہ پڑھا اور بجائے ربنا لا تواخذنا ربنا ولا تواخذنا یعنی بازدیا دحرف واؤ سہواً پڑھ گیا تو نماز اس کی ہوئی یا نہیں؟

الجواب

ہوئی لانھا لم توثر خللا فی المعنی (کیونکہ اس سے معنی میں خلل واقع نہیں ہوتا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۶۰: امام نے غیر المغضوب پڑھا اور علیھم از راہِ سہو چھوٹ گیا نماز صحیح ہوئی فاسد؟

الجواب

نماز صحیح ہوگئی فرض اُتر گیا لصحۃ المعنی فان حذف امثال الصلات شائع کثیرا ومنہ المغفور بمعنی المغفور لہ کما فی ط بل رأیتہ فی حدیث عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ (معنی درست ہونے کی وجہ سے کیونکہ صلہ کا حذف مشہور و کثیر ہے اسی طرح لفظ مغفور ہے اصلاً مغفور لہ ہے جیسا کہ ط میں ہے بلکہ میں نے یہ اس حدیث میں بھی دیکھا ہے جو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے۔ ت) مگر واجب کہ قرأت سورۂ فاتحہ بتمامہا تھی اس کی ادا میں قصور ہوا سجدۂ سہو چاہئے تھا اگر نہ کیا اعادہ نماز چاہئے۔ ردالمحتار میں علامہ رحمتی سے ہے:

بترك شئ منها اٰية اواقل ولو حرفا لا يكون اٰتيا بكلها الذی هو الواجب[1]۔

فاتحہ سے کوئی آیت چھوٹ گئی یا اس سے کم اگرچہ ایک حرف ہو تو ایسے شخص کو تمام فاتحہ (جو واجب تھی) کا پڑھنے والا قرار نہیں دیا جا سکتا۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۶۱ تا ۵۶۲: ۱۹ جمادی الاخری ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس لفظ کے بارے میں کہ اگر یونس قلکو کو یونس قلکو پڑھا جائے تو کیا خرابی اور کس قسم کا گنہگار ہوگا، خطبۂ اولٰی میں لکھا ہے یر زقکو اور قاری صاحب پڑھتے ہیں یونس کو اس لئے میں غلطی پکڑا ہوں اس میں اگر میرا قصور ہو تو میں تسلیم کروں اور قاری صاحب کی غلطی ہو تو ان پر کیا ہے؟ لفظ فاطمۃ الزھراء مدچار الف ہے

---

[1] ردالمحتار باب صفۃ الصلوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۳۸

marfat.com

Marfat.com

الامام لالحاقہ الوعید بتارك الجمعۃ[1]۔

علیہ وسلم نے تارکِ جمعہ پر وعید کے لاحق ہونے کو امام کے ساتھ مشروط فرمایا ہے۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے :

الحدیث رواہ ابن ماجۃ وغیرہ حیث شرط فی لزومہا الامام کما یفیدہ قید الجملۃ الواقعۃ حالا[2]۔

اس حدیث کو ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کیا ہے اس میں جمعہ کے لزوم کے لئے امام کا ہونا شرط قرار دیا ہے جیسے کہ اس کا فائدہ بطور حال واقع ہونے والے جملہ کی قید سے حاصل ہو رہا ہے۔ (ت)

غرض بوجوہ ظاہر ہوا کہ عملیت جمعہ کو اسلامی شہر ہونا لازم ومن ادعی خلافہ فعلیہ البیان (اور جو شخص اس کے خلاف کا مدعی ہے اس پر دلیل کا لانا ضروری ہے۔ ت) شہر کی نسبت عرفاً بھی باعتبار آبادی ہوتی ہے یا بلحاظ سلطنت، مثلاً جس شہر میں نہ سید آباد ہیں نہ اُس میں سیدوں کی عملداری ہے، یہ تھی اُسے سیدوں کا شہر نہیں کہہ سکتے، یونہی جبکہ وہاں عام آبادی کفار رہیں اور اسلامی سلطنت نہ اب ہے نہ کبھی تھی تو اگرچہ اس بنا پر کہ حکام کی طرف سے مسلمانوں کو پناہ اور نماز وغیرہ کی اجازت ہے انھیں ان کے شہر کہیں مگر مسلمانوں کے شہر نہ کہلائیں گے تو اعم منتفی ہے پھر جائے اخص، لہٰذا محلِ جمعہ وعیدین نہیں ہوسکتے، عیدین کے لئے بھی سوائے خطبہ وہی شرائط ہیں جو جمعہ کے واسطے تنویر الابصار و درمختار باب العیدین میں ہے :

تجب صلاتہما علی من تجب علیہ الجمعۃ بشرائطہا المقدمۃ سوی الخطبۃ[3]۔

عیدین کی نماز جمعہ کی سابقہ شرائط کے ساتھ سوائے خطبہ کے انھی لوگوں پر واجب ہے جن پر نمازِ جمعہ واجب ہے۔ (ت)

ہاں جہاں ثابت ہو کہ پہلے کبھی اسلامی سلطنت تھی مسلمانوں کا آزاد خودمختار شہر تھا اور دونوں صورتوں میں غیر مسلم نے مسلط ہوکر شعائرِ اسلام بند نہ کئے وہ بدستور اسلامی شہر و ملک رہے گا جیسے تمام بلادِ ہندوستان، اور وہاں حسبِ سابق جمعہ فرض اور عیدین واجب رہیں گے لیکن جمعہ وعیدین کی اقامت کو یہ ضرور ہے کہ بادشاہ یا والی خود امامت فرمائے یا دوسرے کو ان نمازوں میں اپنا نائب ٹھہرا کر امام بنائے، جہاں یہ صورت میسر رہے

---

[1] مبسوط سرخسی	باب صلوۃ الجمعۃ	مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت	۲/ ۲۵
[2] فتح القدیر	"	" نوریہ رضویہ سکھر	۲/ ۲۷
[3] درمختار	باب العیدین	" مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۱۱۴

marfat.com

Marfat.com

قولہ نشکروك ونکفروك ونـتروك يعيـد[1] انتهى مختصرا۔

نہ ہوگی کہ نماز میں [illegible] نے کہا اگر کسی نے سورہ اخلاص میں لم یالد پڑھا تو اعادۂ نماز احوط ہے اور اگر کوئی نشکروك، نکفروك اور نتروك پڑھے تو وہ اعادہ کرے انتہی مختصرا (ت)

اور ہمارے ائمۂ متقدمین رضی اللہ تعالٰی عنہم کے قضیۂ مذہب پر تفصیل ہے اگر محل اشباع ہے جیسے مقاماتِ وقف مثلاً نعبدُ کی جگہ نعبدُو (اگرچہ وہاں وقف نہ ہو جیسے اللّٰہُ اکبر میں اللّٰہُو باشباع پڑھا کہ وقف محل کی تبدیل اصلاً مفسد نہیں کما فی الھندیۃ والدر المختار وغیرھما (جیسا کہ ہندیہ، درمختار اور دیگر کتب میں ہے) یا فیہ، عنہ، منہ، ید خلہ، تشکروہ وانہ میں اشباع ہوا تو قطعاً مفسد نہیں، ورنہ اگر اشباع سے معنی بتغیر فاحش متغیر ہوجائیں جیسے ربّنا کی جگہ ربّانا یا اللّٰہ اکبر میں کلمہ جلالت کے عوض اللّٰہا یا اکبر کی جگہ اکبار یا قول اصح میں اکبر ریا کلمہ مہمل ہوجائے جیسے بجائے نعبد ناعبُودیا الحمد کی جگہ الحامد بسکون میم تو فساد ہے ورنہ نہیں، خانیہ میں ہے:

لو قرأ ایاك نعبد واشبع ضم الدال حتی یصیر واوا لم تفسد صلاتہ[2]

اگر کسی نے ایاك نعبد کو اس طرح پڑھا کہ ضمۂ دال میں اشباع کیا حتی کہ وہ واؤ ہوگیا تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ (ت)

وجیز کردری میں ہے:

لو زاد حرفا لایغیر المعنی لاتفسد عندھما وعن الثانی روایتان کما لو قرأ وانھی عن المنکر بزیادۃ الیاء أو انا رادوہ والیك بزیادۃ واو أو رودوھا علی بزیادۃ الواو أو یتعد حدودہ ید خلہ نارا وان غیرافسد الخ[3]

اگر کسی حرف کا اضافہ کردیا مگر معنی نہ بدلا تو صاحبین کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی اور دوسرے (یعنی امام ابو یوسف) سے دو روایتیں ہیں جیسا کسی نے وانہ عن المنکر کو وانھی عن المنکر الف کی زیادتی کے ساتھ یا انا رادوہ والیك میں واؤ کی زیادتی کے ساتھ یا ردوھا علی میں واؤ کی زیادتی کے ساتھ یا یتعد حدودہ یدخلہ نارا میں یدخلہ کی لا کے بعد واؤ تعدی کرکے پڑھا اور اگر معنی بدل جائے تو نماز فاسد ہوجائے گی الخ (ت)

---

[1] قنیہ، فتاوٰی قنیۃ باب فی الحذف والزیادۃ المطبعۃ المشتہرۃ بالمہانیدۃ ص ۹۳

[2] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی قرأۃ القرآن خطاء الخ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۶۸

[3] فتاوٰی بزازیۃ مع الفتاوی الھندیۃ الثانی عشر فی زلۃ القاری مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۴۵

marfat.com

Marfat.com

...الشیبا کی ومنیۃ المصلی میں ہے :

کل موضع وقع الشك فی جواز الجمعة ... وقع الشك فی المصر وغیرہ واقام اھله الجمعة ینبغی ان یصلوا بعد الجمعة اربع رکعات الخ۔[1]

ہر وہ مقام جہاں شہر وغیرہ کسی شرط کے ہونے میں شک کی بنا پر جوازِ جمعہ میں شک ہو اور وہاں کے لوگ نمازِ جمعہ پڑھتے ہوں تو وہاں کے لوگوں کو چاہئے کہ وہ جمعہ کے بعد چار رکعت (بنیّتِ ظہر) ادا کریں الخ (ت)

فتح القدیر و بحر الرائق میں ہے :

قد وقع الشك فی بعض قری مصر مما لیس فیھا وال وقاض نازلان بھا بل لھا قاض یسمی قاضی الناحیة وھو قاض یولی الکورة باصلھا فیأتی القریة احیانا فیفصل ما اجتمع فیھا من التعلقات وینصرف ووال کذلك ... ھو مصر نظرا الی ان لھا والیا وقاضیا ... اولا نظرا الی عدمھما بھا واذا اشتبه علی الانسان ذلك ینبغی ان یصلی اربعا بعد الجمعة الخ[2]

شک واقع ہوا ہے مصر کے بعض علاقوں میں جہاں والی اور قاضی مستقل نہیں بلکہ ان کے لئے ایک عارضی قاضی ہو جسے "قاضی ناحیہ" کہا جاتا ہے یعنی وہ یا لاصل ضلع کا قاضی ہے جو اس قریہ میں کبھی کبھی آتا ہے اور جمع شدہ معاملات کے فیصلے کرکے واپس چلا جاتا ہے اسی طرح کا والی ہے کیا انھیں شہر کہا جائے گا؟ اس بنا پر کہ ان کا والی اور قاضی ہے یا شہر نہیں کہا جائیگا؟ اس بنا پر کہ وہ دونوں یہاں رہتے نہیں، لہذا جب اس طرح کا کسی انسان پر اشتباہ پیدا ہو جائے تو اسے وہاں جمعہ کے روز چار رکعت (بنیت ظہر) ادا کرنی چاہئیں الخ (ت)

شہر میں متعدد جمعے ہوں اور سابق نامعلوم تو اس میں احتیاطی رکعات کا حکم جنھوں نے دیا وہ بھی مجرد رعایت خلاف کے لئے نہیں کہ ایک امر مستحب ہے بلکہ شدّت قوت خلاف کے باعث جس کے سبب برأۃ عہدہ بالیقین نہیں ان کے نزدیک یہاں احتیاط اسی معنی پر ہے۔ حلیہ میں ہے :

قد یقع الشك فی صحة الجمعة بسبب فقد شروطھا ومن ذلك

بعض اوقات شرائطِ جمعہ نہ پائے جانے کی وجہ سے صحتِ جمعہ میں شک واقع ہو جاتا ہے ان میں یہ صورت

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب السادس عشر فی صلوٰۃ الجمعۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۴۵

[2] فتح القدیر باب صلوٰۃ الجمعۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۲۵

marfat.com

Marfat.com

مد الراء من اکبر والهاء من الجلالة وقد قال فی البحر عن المبسوط لو مد هاء الله فهو خطأ لغة وکذا لو مد راءه[1] اهـ۔

اقول ویؤیده ما یاتی فی الدر من المفسدات عن البزازیة شرعا ان القراءة بالالحان تفسد ان غیر المعنی والا لا اهـ وکتبت علی قوله تأمل ما نصه فانه خلاف المنقول عندنا کما علمت وغایته ان یکون مترددا بین الاشباع وهو غیر مفسد للمعنی کما قدمنا عن الخانیة وبین جمع اللاهی وهو مغیر وبالاحتمال لم یثبت التغییر کما تدل علیه فروع جمة لا تکاد تحصی وسیصرح به المحشی فی المفسدات[2] حیث یقول عند الاحتمال ینتفی الفساد لعدم تیقن الخطأ[3] اهـ فالوجه ما هو المنقول۔

مد اور اسم جلالت کی ہا [illegible] کوئی فرق نہیں ہے، بحر میں مبسوط کے حوالے سے ہے اگر لفظ اللہ کی ہا میں مد کی تو یہ لغۃً غلط ہے اگر اکبر کی را میں مد کی تو اس کا معاملہ بھی یونہی ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں) شرعی طور پر اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے جو بزازیہ کے حوالے درمختار میں نماز کے مفسدات میں آرہا ہے کہ الحان کے ساتھ قرأت نماز کو فاسد کردیتی ہے اگر معنی میں تبدیلی آجائے ورنہ نہیں اھ اور میں نے ان کے لفظ "تامل" پر یہ حاشیہ لکھا جس کے الفاظ یہ ہیں یہ ہمارے نزدیک خلافِ منقول ہے جیسا کہ آپ جان چکے زیادہ سے زیادہ اس میں تردد پیدا ہوتا ہے درمیان اشباع کے، اور اشباع کی صورت میں معنی میں فساد پیدا نہیں ہوتا جیسا کہ ہم خانیہ کے حوالے سے بیان کرچکے ہیں اور درمیان لاھی کی جمع کے، اور وہ مغیر المعنی ہے، مگر محض احتمال کے ساتھ تبدیلی ثابت نہیں ہوجاتی جیسا کہ اس پر بے شمار جزئیات دال ہیں اور عنقریب محشی آگے مفسداتِ نماز میں اس بات کی تصریح کررہے ہیں، عبارت یہ ہے احتمال کے وقت فسادِ نماز نہ ہوگا کیونکہ غلطی کا یقین نہیں اھ پس بہتر وہی ہے جو منقول ہے۔

اس میں ہے،

---

[1] جدالممتار فصل اذا اراد الشروع المجمع الاسلامی مبارک پور ۲۳۸/۱
[2] " " " " ۲۳۸/۱
[3] ردالمحتار مصطفی البابی مصر ۴۶۸/۱

marfat.com

Marfat.com

...وہاں سنت ہے، اور غیر اسلامی آبادی اُن کے نزدیک بھی محلِ جمعہ و عیدین نہیں، اور سب سے قطع نظر ہو ...رعایت خلاف وہاں تک ہے کہ اپنے مذہب کا مکروہ لازم نہ آئے نہ کہ فاسد و ناجائز محض۔ ایک گناہ تو ...ہوا، پھر جمعہ کہ صحیح نہیں نفل بتداعی ہُوئے اور یہ بدعت ہے، پھر جہاں ظہر فرض ہے اور جماعت واجب اگر ...کے سبب ظہر اصلاً نہ پڑھیں تارکِ فرض ہوں، اور تنہا تنہا بلکہ بذریعہ رکعات احتیاطی پڑھیں تو ترک جماعت کے ...سبب تارک واجب کہ اول ہر بار اور ثانی بعد تکرار کبیرہ ہے۔ دُرمختار میں ہے:

...ندب للخروج من الخلاف لکن بشرط عدم ...لزوم ارتکاب مکروہ مذھبه[1]۔

اس طرح عمل کرنا کہ خلاف نہ رہے مستحب ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہاں ایسی چیز کا ارتکاب لازم نہ آئے جو اس کے اپنے مذہب میں مکروہ ہو۔ (ت)

باایں ہمہ اپنا یہ مسلک ہے کہ ایسی جگہ عوام جس طرح بھی اللہ ورسول کا نام لیں روکا نہ جائے نہ خود شرکت ...کی جائے اگر عدمِ شرکت میں فتنہ نہ ہو ورنہ بہ نیت نفل مشارکت ممکن کہ اختار اھون ھما (دونوں میں سے آسان کا ...اختیار رکھا گیا ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

...کرہ تحریما وکل مالا یجوز مکروہ صلاۃ مع ...الشروق الا العوام فلا یمنعون من فعلها ...لانھم یترکونها والاداء الجائز عند البعض ...اولی من الترك کما فی القنیۃ وغیرھا[2]۔

یہ مکروہ تحریمہ طلوعِ آفتاب کے وقت مطلق نماز اور ہر وہ عمل جو جائز نہیں وہ مکروہ ہے، مگر عوام لوگوں کو اس وقت کی نماز کی ادائیگی سے روکا نہ جائے کیونکہ وُہ بالکل ہی ترک کر دیں گے، اور ادا جائز بعض ...علماء کے نزدیک بالکل چھوڑ دینے سے بہتر ہے، جیسا کہ قنیہ وغیرہا میں ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

...وعزاہ صاحب المصفی الی الامام حمید الدین ...عن شیخه الامام المحبوبی والی شمس ...الائمۃ الحلوانی وعزاہ فی القنیۃ الی الحلوانی ...والنسفی[3]

صاحبِ مصفی نے اس قول کی نسبت امام حمید الدین کی طرف کرتے ہُوئے کہا کہ انہوں نے اسے اپنے استاد امام محبوبی کے حوالے سے بیان کیا ہے اور شمس الائمہ حلوانی کی طرف بھی اسے منسوب کیا ہے اور قنیہ میں اسے حلوانی اور نسفی کی طرف منسوب کیا ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار — کتاب الطہارۃ — مطبوعہ مجتبائی دہلی — ۱/۲۷

[2] " — کتاب الصلوٰۃ — " " — ۱/۶۱

[3] ردالمحتار — " — " مصطفی البابی مصر — ۱/۲۷۳

marfat.com

Marfat.com

او الباء بالیاء ھل تفسد فتأمل فیہ کثیرا ثم تقرر رأیہ علی انہ لحن مفسد قلت ینبغی ان لا تفسد علی ما اختارہ المتأخرون انہ اذا تقارب المخرج لایکون لحنا مفسدا[1] الخ ملخصا۔

با کی جگہ پا پڑھتا ہو کیا اس کی نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟ انھوں نے بڑے غور و فکر کے بعد اپنی اس پختہ رائے کا اظہار کیا کہ یہ لحن ہے جو مفسد نماز ہے، میں کہتا ہوں اس صورت میں نماز فاسد نہیں ہونی چاہئے جیسا کہ متاخرین نے اس بنا پر اسے اختیار کیا ہے کہ جب مخارج قریب ہوں تو لحن مفسد نہیں ہوتا الخ تلخیصا (ت)

یہ مسئلہ الثغ ہے اور اس کی تفصیل و تحقیق ہمارے فتاوٰی میں ہے اور عامہ ائمہ کا فتوٰی یہی ہے کہ اس کی امامت صحیح نہیں اور نماز اس کے پیچھے فاسد ہے۔

فی الخیریۃ امامۃ الالثغ بالفصیح فاسدۃ فی الراجح الصحیح[2]۔

فتاوٰی خیریہ میں ہے کہ الثغ (توتلا) کا صحیح پڑھنے والے کا امام ہونا راجح اور صحیح قول کے مطابق فاسد ہے، (یعنی درست نہیں)۔ (ت)

تو پی لیلۃ القدر پڑھنے والے کے پیچھے صحیح خواں کی نماز باطل ہے اور اسے امام کرنا حرام، ھذا اجمالۃ الکلام وللتفصیل غیر ذلك من المقام (یہ خلاصہ کلام ہے اور تفصیل کے لئے اس کے علاوہ مقام ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

---

[1] قنیہ، فتاوٰی قنیۃ باب زلۃ القاری المطبعۃ المشتہرۃ بالمہاندیۃ ص ۶۲
[2] فتاوٰی خیریہ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ بیروت ۱/۱۰

marfat.com

Marfat.com

جامع الرموز میں ہے :

لاخلاف ان دارالحرب یصیر دارالاسلام باجراء بعض احکام الاسلام فیہا واما صیرورتہا دارالحرب نعوذ باللہ منہ فعندہ بشروط احدہا اجراء احکام الکفر اشتہارا بان یحکم الحاکم بحکمہم ولا یرجعون الی قضاۃ المسلمین کما فی الحیرۃ والثانی الاتصال بدار الحرب والثالث زوال الامان الاول وقال شیخ الاسلام والامام الاسبیجابی ان الدار محکومۃ بدار الاسلام ببقاء حکم واحد فیہا کما فی العمادی وغیرہ۔[1]

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ بعض احکامِ اسلامی کے اجراء سے دارالحرب دارالاسلام بن جاتا ہے لیکن دارالاسلام کا نعوذ باللہ دارالحرب بننے کے لئے امام صاحب کے ہاں کچھ شرائط ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ احکامِ کفر اعلانیہ جاری ہوں مثلاً حاکم کفر کے مطابق فیصلہ کرے اور لوگ مسلمان قاضیوں سے رجوع نہ کرسکیں جیسا کہ خیرۃ میں ہے، دوسری یہ کہ وہ جگہ دارالحرب کے ساتھ متصل ہو، تیسری یہ کہ پہلی امان ختم ہوجائے، شیخ الاسلام اور امام اسبیجابی کہتے ہیں اگر وہاں ایک حکم بھی اسلام کا باقی ہے تو اسے دارالاسلام ہی کہا جائے گا جیسا کہ عمادی وغیرہ میں ہے۔ (ت)

طحطاوی علی الدر میں ہے :

ذکر الاستروشنی فی فصولہ عن ابی الیسر ان دار الاسلام لاتصیر دار الحرب مالم یبطل جمیع ما بہ صارت دار الاسلام، ذکرہ فی احکام المرتدین وذکر الاسبیجابی فی مبسوطہ ان دار الاسلام محکوم بکونہا دار الاسلام فیبقی ہذا الحکم ببقاء حکم واحد فیہا ولا تصیر دار حرب الا بعد زوال القرائن ودار الحرب تصیر دار الاسلام بزوال بعض القرائن وھو ان

شیخ استروشنی نے اپنی فصول میں شیخ ابوالیسر سے بیان کیا ہے کہ دارالاسلام اس وقت تک دارالحرب نہیں بن سکتا جب تک وہ تمام احکام باطل نہ ہوجائیں جن کی وجہ سے وہ دارالاسلام بنا تھا اس کو احکامِ مرتدین میں ذکر کیا ہے اور اسبیجابی نے اپنی مبسوط میں ذکر کیا ہے کہ دارالاسلام اس وقت تک دارالاسلام ہی رہے گا جب تک اس میں کوئی ایک حکم اسلام موجود ہو اور وہ تمام قرائن اور شعائر کے زوال کے بعد ہی دارالحرب بنے گا لیکن دارالحرب بعض قرائن کے زوال سے دارالاسلام بن جاتا ہے وہ اس طرح کہ

---

[1] جامع الرموز کتاب الجہاد مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۴/۵۵۶

marfat.com

Marfat.com

کلمہ پڑھتا ہے اور محمد رسول اللہ بظاہر اس کی زبان سے نہیں سُنا جاتا ہے اصرار بھی کرتا ہے ایسے شخص کے پیچھے نمازِ اُمتِ محمدیہ حنفیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی درست ہے یا نہیں

الجواب

صوفیہ کرام نے تصفیہ قلب کے لئے ذکر شریف لا الٰہ الا اللہ رکھا ہے کہ تصفیہ حرارت پہنچانے سے ہوتا ہے اور کلمہ طیبہ کا یہ جزء گرم وجلالی ہے اور دُوسرا جزء کریمہ سرد خنک جمالی ہے، اگر ایسے موقع پر صرف لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کرتا ہے تو کچھ حرج نہیں اور اگر خود کلمہ طیبہ پڑھنے میں صرف لا الٰہ الا اللہ کافی سمجھتا ہے اور محمد رسول اللہ کہنے سے احتراز کرتا ہے تو اس کی امامت ناجائز ہے کہ یہ ذکر پاک محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے معاذ اللہ بے پرواہی پر دلیل ہے اور اگر واقعی اسے محمد رسول اللہ کہنے سے انکار ہے یا یہ ذکر کریم اُسے مکروہ وناگوار ہے تو صریح کافر مستوجب تخلید فی النار، والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۶۶ ۴ جمادی الاخری ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اگر امام نماز پڑھائے جماعت کی اور اللہ اکبر آواز سے کہے اور اکبر شکے کہ کسی مقتدی کو نہ سنائی دے جائز یا ناجائز؟

الجواب

اللہ اکبر پورا باآواز کہنا مسنون ہے سنّت ترک ہوئی نماز میں کراہت تنزیہی آئی مگر نماز ہوگئی، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۶۷ از ورد ضلع نینی تال ڈاک خانہ کچھا مرسلہ عبدالعزیز خاں ۴ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے رباعی نماز سے ایک رکعت آخری پائی اور وُہ شخص قعدہ اولٰی کے واسطے دُوسری رکعت میں قعدہ کرے گا یا اس کو چاہئے کہ دوسری میں قعدہ کرے یا تیسری میں اور اگر تیسری میں قعدہ اولٰی کیا تو اس پر سجدہ سہو آئے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

قول ارجح میں اسے یہی چاہئے کہ سلام امام کے بعد ایک ہی رکعت پڑھ کر قعدہ اولٰی کرے پھر دوسری بلاقعدہ پڑھ کر تیسری پر قعدہ اخیرہ کرے، درمختار میں ہے:

یقضی اول صلاتہ فی حق قراءۃ واٰخرھا فی حق تشھد فمدرک رکعۃ من غیر فجر یاتی	مسبوق قرأت کے باب میں اپنی نماز کا اول اور تشہد کے باب میں اپنی نماز کا آخر پڑھے (یعنی فوت شدہ نماز کو قرأت کے حق میں شروع نماز سمجھے اور تشہد کے

marfat.com

Marfat.com

يتغير به المعنى تغيرا فاحشا نحو ان يقرأ ان الذين أمنوا وعملوا الصلحت ووقف ثم ابتدأ بقوله اولئك هم خير البرية لاتفسد بالاجماع بين علمائنا هكذا في المحيط[1] والله تعالٰی اعلم۔

فحش تبدیلی نہیں آتی مثلاً ان الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت پڑھ کر وقف کیا پھر اولٰئك الخ سے ابتدا کی تو ہمارے علماء کا اتفاق ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی، محیط میں اسی طرح ہے۔ (ت)

مسئلہ ۵۵۵: از کگرالہ ضلع بدایوں مرسلہ یٰسین خان ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

(۱) درمیان میں ایک سُورت ترک کرنے سے نماز میں کچھ حرج ہے یا نہیں؟

(۲) امام نے آٹھ دس آیتیں پڑھ کر ایک یا دو آیتیں ترک کرکے پھر قرأت شروع کی اور دس بارہ آیتیں پڑھ کر رکوع کیا نماز میں کچھ حرج ہوا؟

الجواب

(۱) چھوٹی سورت بیچ میں چھوڑنا مکروہ ہے جیسے اذاجاء کے بعد قل ھو اللہ اور بڑی سورت ہو تو حرج نہیں جیسے والتین کے بعد انا انزلنا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) اس سے نماز میں حرج نہیں جبکہ سہواً ہو اور قصداً دو ایک آیت بیچ میں چھوڑ دینا مکروہ ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۵۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز فرض میں تین آیت کے بعد لقمہ دینا چاہئے یا نہیں؟ اور تراویح نماز ایک مسجد میں دو مصلّے پر جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

امام جہاں غلطی کرے مقتدی کو جائز ہے کہ اُسے لقمہ دے اگرچہ ہزار آیتیں پڑھ چکا ہو، یہی صحیح ہے، ردالمحتار میں ہے: الفتح علی امامه غیر منهی عنه بحر[2] (اپنے امام کو لقمہ دینا منع نہیں، بحر۔ ت) اُسی میں ہے:

سواء قرأ الامام قدر ما یجوز به الصلٰوۃ ام لا انتقل الی اٰیۃ اخری ام لا تکرر الفتح ام لا هو الاصح نهر[3]

خواہ امام نے اتنی قرأت کرلی ہو جو نماز کے لئے کافی تھی یا نہ کی ہو، خواہ وُہ دوسری آیۃ کی طرف منتقل ہوگیا یا نہ ہوا ہو، لقمہ بار بار دیا ہو یا ایک ہی بار دیا ہو اصح یہی ہے نہر۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ — الفصل الخامس فی زلۃ القاری — مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور — ۱/۸۱

[2] ردالمحتار — مطلب مسائل زلۃ القاری — ” مصطفی البابی مصر — ۱/۴۹۰

[3] ” ” ” ” ” ” ” ” ” ” ”

marfat.com

Marfat.com

اندھا ہو کہ زیادتِ علم کے باعث کراہتِ نابینائی زائل ہوجاتی ہے، ہاں فاسق و بدمذہب کی امامت بہرحال مکروہ اگرچہ سب حاضرین سے زیادہ علم رکھتے ہوں۔ یُوں ہی اگر حرف ایسے غلط ادا کرے کہ نماز فاسد ہو تو امامت جائز ہی نہیں اگرچہ عالم ہی ہو۔ درمختار میں ہے:

الاحق بالامامۃ الاعلم باحکام الصلوٰۃ فقط صحۃ و فسادا بشرط اجتنابہ للفواحش الظاھرۃ[1] اھ ملخصا

امامتِ نماز کے زیادہ لائق وہ شخص ہے جو فقط احکامِ نماز مثلاً صحت و فسادِ نماز کے متعلق مسائل سے زیادہ آگاہ ہو بشرطیکہ وُہ ظاہری گناہوں سے بچنے والا ہو اھ تلخیصاً (ت)

کافی میں ہے:

الاعلم بالسنۃ اولی الا ان یطعن علیہ فی دینہ[2]

جو شخص سنّت سے زیادہ واقف ہو وُہ امامت کیلئے سب سے بہتر ہوتا ہے، مگر اس صورت میں نہیں جب اس کے دین پر اعتراض ہو۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

قید کراھۃ امامۃ الاعمی فی المحیط وغیرہ بان لایکون افضل القوم فان کان افضلھم فھو اولی[3]

محیط وغیرہ میں تصریح امامت اعمٰی کی کراہت اس بات سے مقید کی ہے کہ جب وہ قوم سے افضل نہ ہو، اگر وہ افضل ہو تو اس کا امام بننا بہتر ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

اما الفاسق فقد عللوا کراھۃ تقدیمہ بانہ لایھتم لامر دینہ، وبان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا ولا یخفی انہ اذا کان اعلم من غیرہ لاتزول العلۃ فانہ لایؤمن ان یصلی بھم

فاسق کی امامت کے مکروہ ہونے کی فقہاء نے یہ علّت بیان کی ہے کہ وُہ اپنے دین کی تعظیم و اہتمام نہیں کرتا اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ امامت کے لئے اس کی تقدیم میں تعظیم ہوگی حالانکہ شرعاً لوگوں پر اسکی اہانت کا حکم ہے۔ واضح رہے کہ جب فاسق دوسروں سے زیادہ

---

[1] دُرمختار | باب الامامۃ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۸۲/۱
[2] کافی
[3] بحرالرائق | باب الامامۃ | مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۳۴۸/۱

marfat.com

Marfat.com

قاری صاحب نے سب مدکے ادا کیا، کیا یہ لفظ میں خطا ہے؟ اس کے اول لفظ شدائد میں جار الف اس نے دراز نہیں کیا اس میں کیا ہے؟

الجواب

اگر خطبہ میں اس نے یومئذ فکو کی جگہ یومئذ کو بلا تشدید کاف پڑھا تو ضرور غلط پڑھا اور گرفت صحیح ہے مگر خطبہ میں ایسی غلطی کا اثر نماز پر نہیں پڑتا نماز ہوجائے گی اور یومئذ کو بہ تشدید کاف پڑھا تو غلطی بھی نہیں کقولہ تعالیٰ الم نخلقکم من ماء مہین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ یہ مد منفصل ہے اور متصل واجب ہے تلاوت میں اس کا ترک حرام ہے کما نص علیہ فی ردالمحتار (جیسے کہ ردالمحتار میں اس پر تصریح ہے۔ ت) مگر خطبہ کا حکم تلاوت کا سا نہیں ہوسکتا وہ ایک بات چیت ہے کہ امام مقتدیوں سے کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۶۳ از جوناگڑھ سرکل مدارالمہام مرسلہ مولوی امیر الدین صاحب ۲۰ رجب ۱۳۱۶ھ

ایک مسجد کا امام آیہ اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ کو جموعۃ مع الواوصاف پڑھتا ہے اور فی لیلۃ القدر کو فی لیلۃ الکھدر صاف پڑھتا ہے اب نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کو امام بنانا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

یہ سوال دو مسئلوں پر مشتمل:

مسئلہ اولیٰ اشباع حرکات کہ ان سے حروف پیدا ہوجائیں مثلاً فتحہ سے الف، ضمہ سے واو، کسرہ سے یاء۔ اس میں متاخرین سے روایات مختلف ہیں۔ عین الائمہ کرابیسی و جاراللہ زمخشری نے کہا اگر والصلوات کی جگہ والصلاوات پڑھا نماز فاسد نہ ہوگی۔ عین الائمہ نے کہا نؤمن کو نؤمین پڑھنے میں فساد نہیں۔ زمخشری نے کہا ھدیت کو ھادیت پڑھنا مفسد نہیں، اور انھیں عین الائمہ نے کہا لم یلد کو لم یالد پڑھا تو اعادہ نماز احوط ہے، انھیں نے کہا اگر نشکرك یا نکفرك یا نترك میں اشباع کرکے نشکورك، نکفورك، نتروك پڑھا نماز کا اعادہ کرے۔ قنیہ میں ہے:

علك وجاراللہ والصلاوات لا تفسد علك ولو قرأ نستعینك او نؤمین بك لا تفسد جاراللہ لو قرأ من ھادیت لا تفسد لانہ اشباع للفتحۃ علك فی الاخلاص لم یالد فالاعادۃ احوط وفی

عین الائمہ کرابیسی اور جاراللہ زمخشری نے کہا کہ اگر کسی نے والصلوات کی جگہ والصلاوات پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی، عین الائمہ نے کہا اگر کسی نے نستعینك اور نؤمین بك پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ جاراللہ نے کہا اگر ھدیت کو ھادیت پڑھا تو اس میں نماز فاسد

marfat.com

Marfat.com

مانصبت الاوسط المساجد وھی قد عینت لمقام الامام اھ وفی التاتارخانیۃ ویکرہ ان یقوم فی غیر المحراب الا لضرورۃ اھ ومقتضاہ ان الامام لو ترك المحراب وقام فی غیرہ یکرہ ولوکان قیامہ وسط الصف لانہ خلاف عمل الامۃ وھو ظاھر فی الامام الراتب دون غیرہ والمنفرد فاغتنم ھذہ الفائدۃ[1] اھ

ہوتے ہیں اسی لیے امام کے کھڑے [illegible] ہوتے ہیں اھ اور تاتارخانیہ میں ہے امام کا محراب کے بغیر محراب کے علاوہ کسی جگہ کھڑا ہونا مکروہ ہے اھ اس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر امام محراب چھوڑ کر کسی دوسری جگہ کھڑا ہو گیا اگرچہ اس کا قیام وسطِ صف میں ہو تب بھی مکروہ ہوگا کیونکہ یہ عملِ امت کے خلاف ہے اور یہ بات مقرر امام کے بارے میں ہے، اگر امام مقرر نہیں یا تنہا نمازی ہے (تو پھر یہ پابندی نہیں) پس اس فائدہ کو قیمتی جان اھ (ت)

اُسی میں ہے:

عن المعراج عن الحلوانی عن ابی اللیث لایکرہ قیام الامام فی الطاق عند الضرورۃ بان ضاق المسجد علی القوم[2] اھ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

معراج سے وہ حلوانی سے امام ابو اللیث کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ امام کا ضرورت کے وقت طاق میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں مثلاً اگر مسجد نمازیوں کے لئے تنگ ہو تو ایسا کیا جاسکتا ہے اھ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۷: از پیلی بھیت مسجد جامع مرسلہ مولوی احسان صاحب ۳۰ رجب ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو کہ نہ حافظِ قرآن ہے نہ مسائل دان نہ علمِ قرأت سے واقف ایک معمولی اردو خواں بلکہ بازار میں کتب فروشی و نعلین فروشی کی دکان کرنے والا ہے ایک مسجد کا امام بننا چاہتا ہے حالانکہ وہ عالم متقی و محتاط اسی مسجد میں اور بھی موجود ہیں اور مہتمم مسجد و اکثر نمازی اس شخص کی امامت سے راضی نہیں اس صورت میں ایسے امام کے حق میں کیا حکم ہے اور ان علماء کی اقتداء کی نسبت کیا ارشاد ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مسئولہ میں اُس شخص کو امام بننا جائز نہیں اگر امامت کرے گا گنہگار ہوگا کہ جب لوگ اُس کی امامت اس وجہ سے ناپسند رکھتے ہیں کہ اُس سے زیادہ علم والے موجود ہیں تو اُسے امامت کرنا شرعاً منع ہے

---

[1] و [2] ردالمحتار باب مایفسد الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۸

marfat.com

Marfat.com

درمختار میں ہے:

کبر بالحذف اذ مد احد الھمزتین مفسد و تعمدہ کفر وکذا الباء فی الاصح[1]

شروع میں اللہ اکبر کہے ہمزوں کو حذف کرنے کے ساتھ یعنی بڑھا کر لمبا کرکے نہ پڑھے) کیونکہ دونوں ہمزوں میں سے کسی ایک کو لمبا کرنا نماز کو فاسد کر دیتا ہے اور اگر عمداً لمبا کرتا ہے تو کفر ہے، اور اصح قول کے مطابق اکبر میں باء کو لمبا کرنا بھی مفسدِ نماز ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

المد فی اللّٰہ فان کان فی اولہ لم یصر بہ شارعا وافسد الصلوۃ لو فی اثنائھا وان فی وسطہ کرہ وفی اٰخرہ فھو خطاٗ ولا یفسد ایضا والمد فی اکبر فی اولہ مفسد وفی وسطہ افسد وقال الصدر الشھید یصح وفی اٰخرہ قد قیل یفسد کذا فی الحلیہ ملخصا اقول وینبغی الفساد بمد الھاء لانہ یصیر جمع لاہ کما صرح بہ بعض الشافعیۃ تامل[2] اھ ما فی ردالمحتار ملخصا و رأیتنی کتبت علٰی قولہ قد قیل یفسد مانصہ۔

لفظ اللہ میں مد کا معاملہ یُوں ہے کہ اگر اول میں ہو تو اس سے نماز شروع کرنے والا نہ ہوگا اور وہ نماز کو فاسد کر دے گا اگر ایسا دورانِ نماز ہو۔ اور اگر مد لفظ اللہ کے درمیان میں ہو تو مکروہ ہے اور لفظ اللہ کے آخر میں ہو تو وہ خطا ہے اور وہ نماز کو بھی فاسد نہیں کرتا، اگر مد لفظِ اکبر میں ہو اگر مد ابتدا میں ہو تو نماز فاسد۔ اور اگر وسط میں ہو تو وہ نماز کو فاسد کر دے گا۔ اور صدر الشہید کہتے ہیں کہ نماز صحیح ہوگی اگر مد آخر میں ہو تو کہا گیا ہے کہ نماز فاسد کر دے گا کذا فی الحلیہ تلخیصاً، میں کہتا ہوں ہاء کی مد سے بھی فسادِ نماز ہونا چاہئے کیونکہ اس صورت میں وہ لاہ کی جمع ہو جاتا ہے جیسے کہ اس پر بعض شوافع نے تصریح کی ہے اچھی طرح غور کرو اھ یہ ردالمحتار کی عبارت کا خلاصہ ہے مجھے یاد آرہا ہے کہ میں نے اس کی عبارت قد قیل یفسد پر یہ حاشیہ لکھا ہے الفاظ یہ ہیں:

اقول لا یظھر الفرق بین

اقول (میں کہتا ہوں) اکبر کی راء کی

---

[1] درمختار فصل واذا اراد الشروع فی الصلوۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۷۴

[2] ردالمحتار ″ ″ ″ مصطفی البابی مصر ۱/۳۵۴

marfat.com

Marfat.com

وابن ماجة عن عبد الله ابن عمر رضی الله تعالٰی عنه وفی الباب عن ابن عباس وعن عمرو ابن حارث وعن جنادة ابن امية وعن ابی امامة الباهلی رضی الله تعالٰی عنهم۔

ہوں۔ اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور اس بارے میں حضرت ابن عباس، حضرت عمرو بن حارث، حضرت جنادہ بن امیہ اور حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بھی حدیث مروی ہے۔

دوسری حدیث میں ہے:

من امر قوما وفیهم اقرأ لکتاب الله منه و اعلم لم یزل فی سفال الی یوم القیامة[1]۔ اخرجه العقیلی عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنه والله تعالٰی اعلم۔

جو کسی قوم کی امامت کرے اور اُن میں وہ شخص موجود ہو جو اس سے زیادہ قاریٔ قرآن و ذی علم ہے وہ قیامت تک پستی و خواری میں رہے گا۔ اس کو عقیلی نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نقل کیا ہے۔

مسئلہ ۵۷۱: ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک مسجد میں ہمیشہ سے امامت کے واسطے معین ہے اور ایک شخص اس سے افضل کسی شہر سے آیا چند آدمیوں نے چاہا کہ یہ شخص فاضل ہے اس وقت کی نماز یہی پڑھائے، امام قدیم سے پوچھا کہ آپ کی اجازت ہے یا نہیں؟ اس نے انکار کیا، مگر چند آدمیوں نے اس مسافر کو کھڑا کردیا یہ لوگ اور مسافر امام قدیم کے مواخذہ وار ہوئے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر امام قدیم مثل غلط خوانی قرآن بحد افساد نماز یا بدمذہبی مثل وہابیت وغیر مقلدی یا فسق ظاہر مانند شراب نوشی و زنا کاری کوئی خلل ایسا نہ ہو جس کے باعث اُسے امام بنانا شرعاً ممنوع ہو تو اس مسجد کی امامت اُسی کا حق ہوتی ہے اس کے ہوتے دُوسرے کو اگرچہ اُس سے زیادہ علم و فضل رکھتا ہو بے اس کی اجازت کے امام بننا بنانا شرعاً ناپسندیدہ و خلافِ حکمِ حدیث و فقہ ہے، حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا یؤمن الرجل فی سلطانه[2] رواه احمد ومسلم عن ابی مسعود رضی الله تعالٰی عنه۔

امام مسجد کی موجودگی میں کوئی دوسرا شخص امامت نہ کرائے۔ اس حدیث کو امام احمد اور امام مسلم نے حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

---

[1] کتاب الضعفاء الکبیر ترجمہ نمبر ۱۹۶۳ الہیثم بن عقاب کوفی مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۳۵۵

[2] صحیح مسلم باب من احق بالامامۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۳۶

marfat.com

Marfat.com

قولہ بالالحان ای بالنغمات وحاصلہا کما فی الفتح اشباع الحرکات لمراعات النغم (وقولہ ان غیر المعنی) کما لوقرأ الحمد للّٰہ رب العلمین واشبع الحرکات حتی اتی بواو بعد الدال وبیاء بعد اللام والھاء وبالف بعد الراء ومثلہ قول المبلغ ربنا لک الحامد بالالف بعد الراء لان الراب ھو زوج الام کما فی الصحاح والقاموس[1] اھ۔

اس کی عبارت بالالحان سے مراد نغمات ہیں اور فتح کے مطابق اس کا حاصل یہ ہے نغمہ کی رعایت کرتے ہوئے حرکات میں اشباع پیدا کرنا" اور اس کی عبارت "ان غیر المعنی" سے مراد یہ ہے جیسا کہ کسی نے الحمد للّٰہ رب العلمین پڑھتے ہوئے حرکات میں اتنا اشباع کیا کہ دال کے بعد واو، لام اور ہا کے بعد یاء اور راء کے بعد الف بڑھا دیا اسی طرح کسی مبلغ (آواز پہنچانے والے) نے ربنا لک الحامد پڑھا یعنی را کے آگے الف بڑھا دیا کیوں کہ راب کا معنی ماں کے شوہر کے ہیں، جیسا کہ صحاح اور قاموس میں ہے اھ (ت)

اقول ذکراتیان الواو بعد الدال والیاء بعد الھاء وقع فی غیر موقعہ لما علمت انھما محل الاشباع، ولا یتغیر فیہ المعنی وانما مشی المحشی رحمہ اللّٰہ تعالٰی علٰی ماظن سابقا فی اشباع ھاء الجلالۃ وقد علمت انہ خلاف المقصود۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہاں دال کے بعد واو اور ھا کے بعد یاء کا تذکرہ اس محل و مقام کے مناسب نہیں کیونکہ ان دونوں حرفوں میں اشباع ہے مگر معنی تبدیل نہیں ہوتا۔ محشی رحمہ اللہ تعالٰی اپنے سابقہ گمان پر چلے ہیں جو انھیں اسم جلالت کی ہاء کے بارے میں ہُوا تھا اور آپ نے جان لیا کہ یہ خلاف مقصود ہے۔ (ت)

مختار محققین قول ائمہ متقدمین ہے کما بینہ فی الغنیۃ (جیسا کہ غنیہ میں بیان کیا ہے۔ت) اور ظاہرا لفظ جموعۃ شق ثانی سے ہے کہ اس کے معنی معلوم نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ثانیہ حروف کو کچی زبان سے ادا کرنا یہ اگر ایسی جگہ ہو کہ فسادِ معنی لازم نہ آئے جیسے لا تقھر کی جگہ لا تکھر تو امام اعظم و امام محمد کے نزدیک مطلقاً مفسد نہیں ورنہ معتمد ائمہ مذہب مطلقاً فساد ہے اور پ یا چ یا گ بولنے میں فساد اظہر کہ یہ حروف کلام اللہ تو کلام اللہ کلامِ عرب ہی میں نہیں۔ قنیہ میں:

سألت استاذنا برھان الائمۃ المطرزی عمن قرأ فی صلاتہ کلمۃ فیھا جیم بالچیم

میں نے اپنے استاذ برہان الائمہ المطرزی سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو نماز میں جیم کی جگہ چ یا

---

[1] ردالمحتار باب یفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۶۸

marfat.com

Marfat.com

اور عورتیں اُس کے گھر کی دھوبلا پوش ہیں اور پرستش رسمِ ہنود کی کرتی ہیں، اُس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ اور اگر الیسا لڑکا نمازِ جنازہ پڑھائے تو درست ہے یا نادرست؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر فی الواقع اس کے یہاں کی عورات غیر خدا کو پُوجتی ہیں یعنی حقیقۃً دوسرے کی عبادت کہ شرکِ حقیقی ہے (نہ صرف وہ بعض رسومِ جاہلیت یا افعالِ جہالت کہ حدِ فسق و گناہ سے متجاوز نہیں گو اہلِ تشدّد انھیں بنام شرک و پرستش غیر تعبیر کریں) اور وہ اس شرکِ حقیقی پر مطلع اور اس پر راضی ہے تو خود کافر و مرتد ہے فان الرضا بالکفر کفر (کیونکہ کفر کے ساتھ رضامندی بھی کفر ہے۔ت) اس تقدیر پر وہ بالغ ہو خواہ نابالغ کسی بچے کی بھی کوئی نماز اس کے پیچھے صحیح نہیں ہوسکتی نہ اس کے پڑھے سے نمازِ جنازہ کا فرض ساقط ہو فان الکافر لیس من اھل العبادۃ اصلا (کیونکہ کافر عبادت کا ہرگز اہل نہیں۔ت) اور اگر ان عورات کے افعال حدِ کفر تک نہیں یا ہیں مگر یہ اُن پر راضی نہیں تو مسلمان ہے پس اگر فی الواقع نابالغ ہے تو نابالغین کی نماز اس کے پیچھے صحیح نہیں اگرچہ نمازِ جنازہ ہی ہو، ہاں جنازہ میں امامت کرے گا تو ظاہراً نمازِ فرض کفایہ تھی ادا ہوجائے گی کہ گو اوروں کی نماز اس کے پیچھے نہ ہو اس کی اپنی تو ہوگئی سقوطِ فرض کے لئے اسی قدر بس ہے کہ نمازِ جنازہ میں جماعت شرط نہیں، ولہذا اس میں عورت کی امامت سے بھی فرض ساقط ہوجاتا ہے۔

فی الدر المختار لایصح اقتداء الرجل بامرأۃ وخنثی وصبی مطلقا ولو جنازۃ[1]۔

درمختار میں ہے کہ کسی مرد کا کسی عورت، خنثیٰ یا بچے کی اقتدا کرنا صحیح نہیں، اگرچہ وہ نمازِ جنازہ ہی کیوں نہ ہو۔(ت)

اُسی کے صلاۃ الجنائز میں ہے:

لوام بلاطھارۃ والقوم بھا اعیدت وبعکسہ لاکما لوامت امرأۃ ولو امۃ لسقوط فرضھا بواحد[2]۔

اگر امام نے بغیر طہارت کے نماز پڑھائی اور قوم باطہارت تھی تو نماز لوٹائی جائے گی اگر اس کے برعکس ہو تو نہیں جیسا کہ کسی عورت نے امامت کرائی خواہ وہ لونڈی ہی ہو کیونکہ شخصِ واحد سے فرض ساقط ہوگیا۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

---

[1] درمختار | باب الامامۃ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۸۴
[2] " | باب صلوٰۃ الجنائز | " " " | ۱/۱۲۱

marfat.com

Marfat.com

باب الامامۃ

(امامۃ کا بیان)

مسئلہ ۵۶۴: اگر امام رفع یدین کرتا ہے اور آمین پکارتا ہے اور سب مقتدی حنفی المذہب ہیں کہ آمین بالجہر اور رفع یدین نہیں کرتے اور مقتدی اس کی امامت سے پناہ مانگتے ہیں مگر وہ نماز جبراً پڑھاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اس فعل کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا خواہ میرے پیچھے کوئی نماز نہ پڑھے اور وہ علم بھی رکھتا ہے پس ایسے امام کے واسطے کیا حکم ہے اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ کیا حکم شرع شریف دیتی ہے؟

الجواب

ان بلاد میں آمین بالجہر و رفع یدین والے غیر مقلدین ہیں اور غیر مقلدین گمراہ بددین اور ان کے پیچھے نماز ناجائز، کما حققناہ فی النہی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید (اس کی پُوری تحقیق ہم نے اپنے رسالے النہی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید میں کی ہے۔ت) (جو آگے آرہا ہے) اور اگر بالفرض کوئی سُنّی صحیح العقیدہ شافعی المذہب بھی آگیا ہو تو اسے ہرگز حلال نہیں کہ کراہت جمیع جماعت و نفرت جملہ مقتدیان کے ساتھ بالجبر اُن کی امامت کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: تین شخصوں کی نماز ان کے کانوں سے بالشت بھر اُوپر نہیں اُٹھتی یعنی مردود ہے قبول بارگاہ کی طرف بلند نہیں کی جاتی واحد منھم من ام قوما وھم لہ کارھون[1] اُن میں ایک وہ ہے جو لوگوں کی امامت کرے اور وہ ناراض ہوں ـــــ (دوسرا وہ غلام ہے جو اپنے آقا سے بھاگ جائے، تیسری وہ عورت ہے جو رات اس طرح گزارے کہ اس کا شوہر اس پر غضبناک رہے۔

مسئلہ ۵۶۵: ایک شخص حافظِ قرآن ہے مگر آدھا کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھتا ہے اور خود ولی بن کر عورتوں مردوں کو نصف

---

[1] المصنف لعبد الرزاق باب الآبق من سیدہ مطبوعہ المجلس العلمی بیروت ۱۱/۲۴۷

marfat.com

Marfat.com

معلناً۔ وہ فاسق معلن ہو۔ ت

اور نمازِ جنازہ میں اسے امام کرنا اور بھی زیادہ معیوب کہ یہ نماز لغرضِ دُعا و شفاعت ہے اور فاسق کو شفاعت کیلئے مقدم کرنا حماقت، تاہم اگر پڑھائے گا تو جوازِ نماز و سقوطِ فرض میں کلام نہیں کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۵۷۳ ۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس نے امام کے ساتھ کچھ رکعتیں نہ پائیں بعد سلامِ امام وُہ اپنی رکعاتِ باقیہ ادا کرتا ہے اس صورت میں کسی نے اس کی اقتدا کی تو اس اقتدا کرنے والے کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

نہ۔ فی تنویر الابصار المسبوق منفرد فیما یقضیہ الا فی اربع لا یجوز الاقتداء بہ[1]

(تنویر الابصار میں ہے مسبوق منفرد ہے اس نماز میں کہ قضا کرتا ہے یعنی وہ نماز جو امام کے ساتھ نہیں ملی اس کے پڑھنے میں منفرد ہے مگر چار مسئلوں میں کہ وہ مثل مقتدی کے، اول مسئلہ یہ ہے کہ اس کی اقتداء جائز نہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۷۴ یکم جمادی الآخری ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سُود خور کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟ اور اسے امام مقرر کرنا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

سود خور فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز ناقص و مکروہ اگر پڑھ لی تو پھیری جائے اگرچہ مدت گزر چکی ہو، و لہذا اسے ہرگز امام نہ کیا جائے جہاں امامت کرتا ہو بشرطِ قدرت معزول کرکے امام متقی صحیح العقیدہ صحیح القراۃ مقرر کریں، اگر قدرت نہ پائیں تو جمعہ کے لئے دوسری مسجد میں جائیں، یوں ہی پنجگانہ میں خواہ اپنی دوسری جماعت یہیں کرلیں۔ صغیری میں ہے: یکرہ تقدیم الفاسق کراھۃ تحریم[2] (فاسق کی تقدیم (یعنی امامت) مکروہ تحریمی ہے۔ ت) مراقی الفلاح میں ہے:

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۶

[2] صغیری شرح منیۃ المصلی مباحث الامامت مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۶۲

marfat.com

Marfat.com

...بفاتحة وسورة وتشهد بينهما ...بعة الظهر بفاتحة فقط ولا يقعد بينهما[1]۔

(حق میں امام کے ساتھ پڑھی ہوئی کو بھی ملائے) پس نمازِ فجر کے علاوہ ایک رکعت پانے والا دو رکعات میں فاتحہ اور سورت دونوں پڑھے اور ان کے درمیان تشہد بیٹھے اور چار رکعتوں والی نماز کی چوتھی رکعت میں صرف فاتحہ پڑھے اور چوتھی رکعت سے پہلے تشہد نہ بیٹھے۔ (ت)

مگر اس کا عکس بھی کیا کہ دو پڑھ کر بیٹھا پہلی پر قعدہ نہ کیا پھر تیسری پر قعدہ اخیرہ کیا تو یُوں بھی نماز جائز ہوگی سجدہ سہو لازم نہ آئے گا۔ ردالمحتار میں ہے:

قال فی شرح المنیة ولو لم یقعد جاز استحسانا لا قیاسا ولم یلزمه سجود السهو لکون الرکعة اولی من وجه[2]۔

شرح المنیہ میں ہے کہ اگر وہ پہلی رکعت پر قعدہ نہ بیٹھا تو استحساناً جائز ہے قیاساً نہیں اور چونکہ یہ من وجہ پہلی رکعت ہے لہٰذا اس پر سجدہ سہو لازم نہ ہوگا۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) یہ فیصلہ بعینہا فتوٰی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے کما ذکرہ محرر المذهب محمد رحمه الله تعالٰی (جیسا کہ محررِ مذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے ذکر کیا ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۶۸ ۱۷ جمادی الاولٰی ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک اندھا ہے لیکن حافظ قرآن اور قاری ہے اور مسائلِ روزہ نماز سے بھی اچھی طرح واقف ہے اور نیز آیاتِ قرآن مجید کا ترجمہ کرسکتا ہے اور بہت سی حدیثیں بھی جانتا ہے اور اس لیاقت کا کوئی شخص اس محلہ میں نہیں ہے اُس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ہر جماعت میں سب سے زیادہ مستحقِ امامت وہی ہے جو اُن سب سے زیادہ مسائل نماز و طہارت جانتا ہے اگرچہ اور مسائل میں بہ نسبت دوسروں کے کم علم ہو مگر شرط یہ ہے کہ حروف اتنے صحیح ادا کرے کہ نماز میں فساد نہ آنے پائے اور فاسق و بدمذہب نہ ہو، جو شخص ان صفات کا جامع ہو اس کی امامت افضل، اگرچہ

---

[1] دُرمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۶
[2] ردالمحتار " " مصطفی البابی مصر ۱/۴۴۱

marfat.com

Marfat.com

تحريم لعدم اعتنائه بامور دينه وتساهله فی الاتيان بلوازمه فلايبعد منه الاخلال ببعض شروط الصلٰوة وفعل ماينافيها بل هو الغالب بالنظر الى فسقه ولذا لم تجز الصلٰوة خلفه اصلا عند مالك ورواية عن احمد[1] الخ والله تعالٰی اعلم۔

فاسق کو مقدم کر دیا تو گنہگار ہوں گے اس بنا پر کہ فاسق کا مقدم کرنا مکروہِ تحریمی ہے کیونکہ وہ امورِ دین کی پروا نہیں کرتا اور دین کے لوازمات پر عمل کرنے میں تساہل برتتا ہے لہٰذا اس سے بعید نہیں کہ وہ نماز کے بعض شرائط فوت کردے اور نماز کے منافی عمل کرے بلکہ اس کے فسق کے پیشِ نظر غالب گمان یہی ہے، یہی وجہ ہے کہ امام مالک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالٰی کے نزدیک فاسق کے پیچھے نماز قطعاً جائز نہیں الخ والله تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۷۵ مسئولہ مرزا باقی بیگ صاحب رام پوری ۲ صفر ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کو در میں یعنی دو ستون کے بیچ میں کھڑا ہونا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مکروہ ہے،

فی مکروہات الصلٰوۃ من ردالمحتار عن معراج الدرایۃ باب الامامۃ الاصح ماروی عن ابی حنیفۃ انہ قال اکرہ للامام ان یقوم بین الساریتین (الی قولہ) لانہ بخلاف عمل الامۃ انتہی[2]۔

ردالمحتار کے مکروہاتِ صلٰوۃ میں معراج الدرایہ کے باب الامامت کے حوالے سے ہے کہ امام ابوحنیفہ سے اصح طور پر یہی مروی ہے کہ میں امام کے دو ستونوں کے درمیان کھڑے ہونے کو مکروہ جانتا ہوں (آگے چل کر فرمایا) کیونکہ یہ عملِ اُمت کے خلاف ہے انتہی (ت)

واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۷۶ از اُجین گوالیار مرسلہ مولوی یعقوب علی خاں ۱۵ جمادی الاخری ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ سنّت وجماعت اس مسئلہ میں کہ زید مسائلِ فقہ سے محض ناواقف اور نہ عبورِ حدیث وتفسیر، باوجود ان اوصاف کے بلا دلائل شرعیہ بیان کرے کہ جو مرد اپنی بی بی سے قربت کرے

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[2] ردالمحتار مطلب مکروہات الصلٰوۃ ؍؍ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۸

marfat.com

Marfat.com

بغیر طہارت فھو کالمبتدع تکرہ امامتہ بکل حال[1] الخ ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ صاحبِ علم ہو تو علت زائل نہیں ہوجاتی کیونکہ ممکن ہے وُہ بغیر طہارت کے ہی نماز پڑھادے بہرحال وہ بدعتی کی طرح ہے جس کی امامت ہر حال میں مکروہ ہے الخ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۱۱: از پچاونی کامٹی ضلع ناگپور مرسلہ حافظ محمد یقین الدین صاحب رضوی ۱۹ شعبان ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جن مسجدوں میں کئی درجے ہوں اور ہر درجہ سہ درجہ پنج درجہ امام کو اُن کی ہر محراب و در میں کھڑا ہونا مکروہ ہے یا صرف اندرونی محرابوں یا وسطانی دروں میں۔ بینوا توجروا

الجواب

محرابیں وہی ہیں جو وسط میں قیامِ امام کی علامت کے لئے بنائی جاتی ہیں باقی جو فرجے دو ستون کے درمیان ہوتے ہیں دریں اور امام کو بلا ضرورت تنگیِ مسجد، ہر محراب و دَر میں کھڑا ہونا مکروہ ہے، پھر اطراف کے دروں میں قیام نافی کراہت نہیں بلکہ بسا اوقات اور کراہتوں کا باعث ہوگا کہ امام راتب کو محراب چھوڑ کر ادھر اُدھر کھڑا ہونا مکروہ ہے اور اگر مسجد کی صف پوری ہوئی تو اس صورت میں امام وسط صف کے محاذی نہ ہوگا یہ ہر امام کے لئے مکروہ ہے اگرچہ غیر راتب ہو، تنویر الابصار میں ہے: کرہ قیام الامام فی المحراب مطلقاً[2] اھ ملخصاً (امام کا محراب میں کھڑا ہونا مطلقاً مکروہ ہے اھ تلخیصاً۔ ت) بحرالرائق میں ہے: مقتضی ظاھر الروایۃ الکراھۃ مطلقاً[3] (ظاہر الروایۃ کا تقاضا یہی ہے کہ یہ مطلقاً مکروہ ہے۔ ت) ردالمحتار میں ہے:

فی معراج الدرایۃ من باب الامامۃ الاصح ماروی عن ابی حنیفۃ انہ قال اکرہ للامام ان یقوم بین الساریتین اوزاویۃ اوناحیۃ المسجد اوالی ساریۃ لانہ بخلاف عمل الامۃ اھ وفیہ ایضا السنۃ ان یقوم الامام ازاء وسط الصف الاتری ان المحاریب	معراج الدرایہ کے باب الامامت میں ہے کہ امام صاحب سے جو کچھ مروی ہے اس میں اصح یہ ہے کہ امام کا دو ستونوں کے درمیان یا مسجد کے کسی گوشے میں یا مسجد کی کسی ایک جانب یا کسی ستون کی طرف کھڑا ہونا مکروہ ہے کیونکہ یہ اُمت کے عمل کے خلاف ہے اھ اور اس میں یہ بھی ہے کہ امام کا وسطِ صف میں کھڑا ہونا سنت ہے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ محراب مساجد کے درمیان میں

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۴
[2] درمختار شرح تنویر الابصار باب مایفسد الصلوٰۃ ،، مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۲
[3] بحرالرائق ،، ،، ،، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۶

marfat.com

Marfat.com

ثانیاً و ثالثاً مسئلہ مسجد میں خدا و رسول پر دو افترا ہو گئے ایک یہ کہ اس مسجد کا دروازہ بند کرنے والا مستحق
کروہ آدمی سنگسار کیا جائے۔ پہلے افترا سے وہ ان لوگوں میں داخل ہوا جنہیں قرآن عظیم نے فرمایا:

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا[1]۔ اُس سے بڑھ کر ظالم کون جو خدا کی مسجدوں کو ان میں یادِ الٰہی ہونے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔ (ت)

اور دُوسرے سے وہ بے گناہ مسلم کے ناحق قتل کا فتوٰی دینے والا ہوا، علما صاف اجازت دیتے ہیں کہ حاجت کے وقت غیر اوقات نماز میں حفاظت کے لئے دروازہ مسجد بند کرنا جائز ہے۔

کرہ غلق باب المسجد الا لخوف علی متاعہ بہ یفتی[2] درمختار۔ مسجد کے سامان کو چوری سے محفوظ رکھنے کے لئے مسجد کو بند رکھنا جائز ہے ورنہ بلا ضرورت مسجد کو بند رکھنا مکروہ ہے۔ اسی پر فتوٰی ہے۔ درمختار (ت)

ھذا ھو الصحیح[3] تبیین الحقائق والمسألۃ فی الفتح والبحر والنھر وغیرھا عامۃ کتب المذھب۔ یہی صحیح ہے، تبیین الحقائق۔ اور یہ مسئلہ فتح، بحر، نہر اور دیگر مشہور کتبِ مذہب میں بھی مذکور ہے۔ (ت)

ہاں بے حاجت یا غیر وقت حاجت خصوصاً اوقاتِ نماز میں بند کرنا ممنوع اور بند کرنے والا گنہگار مگر نہ ایسا کہ سنگسار کرنے کے قابل، اور یہ سخت جہالتِ فاحشہ دیکھئے کہ اُس مسجد میں نماز حرام۔ سبحٰن اللہ! اُس نے تو ایک آدھ وقت دروازہ بند کیا یہ ہمیشہ کو تیغا کئے دیتا ہے وہ سنگسار کرنے کے قابل ہُوا یہ کس سزا کے لائق ہوگا۔

رابعاً بے علم وفہم ترجمہ قرآن مجید میں دخل دینا گناہ کبیرہ ہے، خود قرآن مجید فرماتا ہے:

ام تقولون علی اللہ مالا تعلمون[4] یا تم اللہ کے بارے میں وہ بات کہتے ہو جو تم نہیں جانتے۔ (ت)

حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قال فی القراٰن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من جو بغیر علم کے قرآن میں زبان کھولے وہ اپنا گھر

---

[1] القرآن ۲/۱۱۴

[2] درمختار باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۳

[3] تبیین الحقائق فصل کرہ استقبال القبلۃ بالفرج الخ ” المطبعۃ الکبرٰی الامیریۃ بولاق مصر ۱/۱۶۸

[4] القرآن ۲/۸۰

marfat.com

Marfat.com

درمختار میں ہے :

ولو ام قوما وھم لہ کارھون ان الکراھۃ لفساد فیہ اولانھم احق بالامامۃ منہ کرہ لہ ذلک تحریما الخ[1]

اگر کوئی کسی قوم کا امام بنا حالانکہ وہ لوگ اس کو برا جانتے ہیں تو اگر ان کی نفرت امام کے اندر کسی خرابی کی وجہ سے ہے یا اس وجہ سے کہ وہ لوگ بہ نسبت امام مذکور کے امامت کے زیادہ مستحق ہیں تو اس شخص کو امام ہونا مکروہِ تحریمی ہے الخ (ت)

پس شخص مذکور ہرگز امامت نہ کرے بلکہ جو سُنّی صحیح العقیدہ غیر فاسق کہ حروف بقدر صحت نماز ٹھیک ادا کرتا اور وہاں کے نمازیوں میں سب سے زیادہ مسائلِ نماز کا علم رکھتا ہو اسی کو امام کیا جائے کہ حق صاحبِ حق کو پہنچے اور مقتدیوں کی نماز بھی خوبی وخوش اسلوبی پائے۔ حدیث شریف میں ہے :

ان سرکم ان تقبل صلٰوتکم فلیؤمکم علماؤکم[2] رواہ الطبرانی فی الکبیر عن مرثد الغنوی رضی اللہ تعالٰی عنہ وفی الباب عن ابی عمرو عن ابی امامۃ الباھلی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اگر تمھیں اپنی نماز مقبول ہونا منظور ہے تو چاہئے کہ تمھارے علماء تمھاری امامت کریں۔ اس کو طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت مرثد غنوی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے اور اس مسئلہ کے بارے میں حضرت ابوعمرو اور حضرت ابوامامہ الباہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بھی حدیث بیان کی گئی ہے۔

کیا یہ شخص جس کے جہل کے باعث اکثر نمازی اس کی امامت سے ناراض ہیں اُن سخت وعیدوں سے خوف نہیں کرتا جو ایسے امام کے حق میں آئیں، حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ثلثۃ لایقبل اللہ منھم صلٰوۃ من تقدم قوما وھم لہ کارھون[3]۔ اخرجہ ابوداؤد

تین شخص ہیں جن کی نماز اللہ تعالٰی قبول نہیں فرماتا ایک وہ جو لوگوں کی امامت کرے اور وہ اسے ناپسند رکھتے

---

[1] درمختار — باب الامامۃ — مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ١/٨٣

[2] مجمع الزوائد — " — " دارالکتاب بیروت ٢/٦٤

المعجم الکبیر — ما اسند مرثد الغنوی — مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ٣/٣٢٨

نوٹ : المعجم الکبیر میں فلیؤمکم علماءکم کی جگہ فلیؤمکم خیارکم ہے اور مجمع الزوائد فلیؤمکم علماءکم ہے اس لئے مجمع الزوائد سے حوالہ نقل کیا ہے (نذیر احمد سعیدی)

[3] سنن ابی داؤد — باب الرجل یؤم القوم وہم لہ کارھون — مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ١/٨٨

marfat.com

Marfat.com

ولذا قلنا لیس لمن صلی علیہا ان یعید مع الولی لان تکرارہا غیر مشروع وان صلی من لہ حق التقدم او من لیس لہ حق التقدم وتابعہ الولی لا یعید وان صلی الولی بحق بان لم یحضر من یقدم علیہ لا یصلی غیرہ بعدہ[1] اھ ملخصا۔

اپنے حق کی وجہ سے جنازہ پڑھا ہو (ملتقطًا) ۔۔۔ اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ جس نے پہلے جنازہ پڑھ لیا وہ ولی کے ساتھ اعادہ نہ کرے کیونکہ جنازہ کی تکرار مشروع نہیں۔ اگر جنازہ کسی ایسے شخص نے پڑھایا جس کو ۔۔۔ پر حق تقدم تھا مثلاً قاضی یا نائب یا امام مسجد ۔۔۔ اس شخص نے پڑھایا جس کو ولی پر حق تقدم نہ تھا ۔۔۔ ولی نے شرکت کرلی تو پھر جنازہ کا اعادہ نہیں کیا جاسکتا اور اگر ولی نے اپنے استحقاق کے بموجب جنازہ پڑھایا ۔۔۔ طور پر کہ وہاں اور کوئی صاحب حق تقدم نہیں تھا تو اس کے بعد کوئی دوبارہ جنازہ نہیں پڑھ سکتا اھ ملخصا (ت)

اور پانچ تکبیریں تو ہمارے ائمہ بلکہ ائمہ اربعہ بلکہ جمہور ائمہ کے نزدیک منسوخ ہیں بلکہ امام ابو عمر یوسف بن عبدالبر مالکی نے فرمایا چار پر اجماع منعقد ہوگیا ولہذا ہمارے علماء کرام حکم فرماتے ہیں کہ امام پانچویں تکبیر کہے تو مقتدی ہرگز ساتھ نہ دیں خاموش کھڑے رہیں، یہی صحیح ہے اور بعض روایات میں تو یہاں تک ہے کہ وہ تکبیر پنجم کے ۔۔۔ یہ سلام پھیر دیں کہ اتباع منسوخ کا رد خوب واضح ہوجائے۔

فی الدر المختار لو کبر امامہ خامسا لم یتبع لانہ منسوخ فیمکث المؤتم حتی یسلم معہ اذا سلم بہ یفتی[2]

درمختار میں ہے اگر مقتدی کے امام نے پانچویں تکبیر کہی تو وہ امام کی اتباع نہ کرے کیونکہ یہ منسوخ ہے پس مقتدی ٹھہرا رہے اور امام کے ساتھ سلام پھیرے اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

وروی عن الامام انہ یسلم للحال ولا ینتظر تحقیقا للمخالفۃ ط۔[3]

امام اعظم سے یہ بھی مروی ہے کہ مقتدی فی الفور سلام کہہ دے امام کا انتظار نہ کرے تاکہ کھلی مخالفت ہوجائے ط۔ (ت)

زید کی یہ حرکت بھی وہی جہل وجرأت ہے یا غیر مقلدی کی آفت وعلت۔ بہرحال اس کے اقوال مذکورہ سوا ۔۔۔

---

[1] درمختار	باب صلوۃ الجنازۃ	مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۲۳
[2] "	"	" " "	۱/۱۲۲
[3] ردالمحتار	"	" مصطفی البابی مصر	۱/۱۲۵

marfat.com

Marfat.com

دوسری حدیث میں ہے :

من زار قوما فلا یؤمھم ولیؤمھم رجل منھم[1] رواہ احمد وابوداؤد والترمذی والنسائی عن مالک ابن الحویرث رضی اللہ تعالٰی عنہ ۔

جو شخص کسی قوم کا مہمان ہے وہ ان کی امامت نہ کروائے بلکہ اس قوم میں سے کوئی شخص ان کا امام بنے۔ اس کو احمد، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے :

صاحب البیت ومثلہ امام المسجد الراتب اولی بالامامۃ من غیرہ مطلقا[2] الخ

صاحبِ خانہ اور مقرر امام مسجد کا امامت کروانا دوسرے لوگوں سے مطلقاً بہتر ہے الخ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

ای وان کان غیرہ من الحاضرین من ھو اعلم واقرأ منہ[3]

یعنی اگرچہ حاضرین میں سے کوئی شخص اس گھر والے یا مقرر کردہ امام مسجد سے زیادہ عالم اور قاری ہو۔ (ت)

پس صورت متفسرہ میں اگر اس امام قدیم میں اس قسم کا کوئی خلل نہ تھا تو بلاشبہ باوصف اُس کی ممانعت کے اس مسافر کا امام بننا ناحق اسکے حق میں دست اندازی کرنا ہُوا اور یہ خود اور وہ چند آدمی جنھوں نے ایسی حالت میں اسے امام بنایا مبتلائے کراہت ومخالفت حکم شریعت ہُوئے ۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۰۲ : از سیتاپور محلہ تامس گنج مرسلہ حضور نورالعارفین صاحب دام ظلہم المعین
۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۰۹ ہجری

بخدمت علمائے متبحرین ملتمس ہُوں مثلاً کوئی لڑکا کہ عمر اس کی تیرہ[13] یا چودہ[14] برس کی ہے اور وہ قرآن شریف پڑھا ہے لیکن کبھی نماز نہیں پڑھتا اور باوجود ہونے متصل مسجد مکان کے بیٹھا رہتا ہے اور نماز جمعہ کی قصداً نہیں پڑھتا اور نابالغ ہے اور اپنے گھر کی عورات کو لے کر میلہ ہنود میں جیسے کہ میلہ گنبھ اور میلہ رونا وغیرہ میں جاتا ہے

---

[1] سنن ابوداؤد باب امامۃ الزائر مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۸۸
[2] درمختار باب الامامۃ " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳
[3] ردالمحتار " " مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۳

marfat.com
Marfat.com

مسئلہ ۵۷۹ از علی گڑھ کارخانہ مہر مرسلہ حافظ عبداللہ صاحب ٹھیکیدار جمادی الاولی [illegible]ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی مولوی مقلدین حنفیہ کو ذریۃ الشیطان اور کتاب وسنت کا منکر لکھے اور غیر مقلدی کی اشاعت میں ہمہ تن مصروف ہو اور مسائل خلافیہ مقلدین کا سخت مخالف اور غیر مقلدین کا حامی اور معاون ہو اور مسائل حنفیہ کو مثلاً آمین بالخفا کو اپنی تحریرات میں خرافات لکھے اور بعض اوقات کسی مصلحت دنیوی سے اپنے آپ کو حنفی المذہب ظاہر کرے ایسے شخص کی اقتداء اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کو حنفی کہا جائیگا یا نہیں؟

دوم جب امام شہر کے مسلمان بوجہ شرعی ناراض ہوں اور اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں تو اس حالت میں اُس کا امام ہونا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اللّٰھم انا نعوذبک من الشیطٰن الرجیم

جو ذریۃ الشیطان، کتاب وسنت کا منکر حنفیہ کرام خصھم اللہ تعالٰی باللطف والاکرام کا نام رکھتا ہے پر ظاہر کہ وُہ گمراہ خود کا ہے کو حنفی ہونے لگا اگرچہ کسی مصلحت دنیوی سے براہِ تقیہ شنیعہ اپنے آپ کو حنفی المذہب کہے کہ اُس کے افعال، اقوال مذکورۂ سوال اُس کی صریح تکذیب پر دال، منافقین بھی تو زبان سے کہتے تھے، نشھد انک لرسول اللّٰہ[1] ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور اللہ کے رسول ہیں۔ مگر ان ملاعنہ کے گفتار و کردار اس جھُوٹے اقرار کے بالکل خلاف تھے، قرآنِ عظیم نے اُن کے اقرار کو ان کے مُنہ پر مارا:

واللّٰہ یعلم انک لرسولہ واللّٰہ یشھد ان المنٰفقین لکٰذبون[2]۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ تم بیشک اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق جھُوٹے ہیں۔

ایسے شخص کی اقتدا۔ اور اسے امام بنانا ہرگز روا نہیں کہ وہ مبتدع گمراہ بدمذہب ہے اور بدمذہب کی شرعاً توہین واجب اور امام کرنے میں عظیم تعظیم تو اُس سے احتراز لازم۔ علامہ طحطاوی حاشیہ دُرمختار میں نقل فرماتے ہیں:

من شذ عن جمھور اھل الفقہ والعلم والسواد الاعظم فقد شذ فیما ید خلہ فی — یعنی جو شخص جمہور اہل علم وفقہ وسوادِ اعظم سے جُدا ہوجائے وُہ ایسی چیز میں تنہا ہُوا جو اُسے دوزخ میں لیجائیگی

---

[1] القرآن ۶۳/۱

[2] القرآن ۶۳/۱

marfat.com

Marfat.com

قال الامام الاستروشنی فی کتاب احکام الصغار الصبی اذا غسل المیت جاز[1] اھ ای یسقط به الوجوب فسقوط الوجوب بصلاته علی المیت اولی لانها دعاء وھو اقرب للاجابة من المکلفین۔

امام استروشنی نے کتاب احکام الصغار میں تصریح کی ہے کہ بچہ اگر کسی میت کو غسل دے تو جائز اھ یعنی اس سے وجوب ساقط ہوجائیگا لہذا میت پر بچے کی نماز سے وجوب نماز بطریق اولیٰ ساقط ہوجائے گا کیونکہ نمازِ جنازہ دُعا ہے اور بالغ لوگوں کی بہ نسبت بچے کی دُعا جلدی قبول ہوتی ہے۔(ت)

اُسی میں ہے:

نقل فی الاحکام عن جامع الفتاوی، سقوطها بفعله کرد السلام[2] اھ وتمام تحقیقه فیه من الامامة ومن الجنائز۔

لیکن احکام میں جامع الفتاوٰی سے منقول ہے کہ بچے کے نماز جنازہ پڑھانے سے اس کا سقوط ہوجاتا ہے جیساکہ بچہ اگر سلام کا جواب دے تو اس کے سلام کا جواب دینا درست ہے اھ اور اس بارے میں تمام تحقیق باب الامامۃ اور باب الجنائز میں ہے۔(ت)

اور اگر بالغ ہے تو ہر نماز یہاں تک کہ فرائض پنجگانہ بھی اس کے پیچھے ہو تو جائیں گے کہ داڑھی مونچھ شرط صحتِ امامت نہیں بلوغ درکار ہے اور وہ ظہور آثار مثل احتلام وغیرہ سے لڑکوں میں بارہ برس کی عمر سے ممکن لیکن جبکہ وُہ تارک الصلوٰۃ اور بلا تاویل تارکِ جمعہ ہے اور بے عذر صحیح ترک مسجد اور ہنود کے میلوں میں جانے اور اپنی عورات کو لے جانے کا عادی ہے تو بوجوہ کثیر فاسق ہے کہ ان میں سے ہر امر فسق کے لئے کافی، تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے کہ پڑھی جائے تو شرعاً اس کا اعادہ مطلوب۔

لما صرحوا به من کراھة الصلوٰة خلف الفاسق وان کل صلوٰة ادیت مع کراھة فانها تعاد وجوبا لو تحریمة و ندبا لو تنزیھة وقد اختار المحقق الحلبی کراھة التحریم فی الفاسق وھو قضیة الدلیل لاسیما اذا کان

جیساکہ فقہانے اس بات کی تصریح کی ہے کہ فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے، اور ہر وُہ نماز جو کراہت کے ساتھ ادا کی جائے تو مکروہ تحریمی کی صورت میں اس کا لوٹانا واجب اور تنزیہی کی صورت میں لوٹانا مستحب ہوتا ہے اور محقق حلبی نے اقتدارِ فاسق کے مکروہ تحریمی ہونے کو مختار قرار دیا ہے اور یہی دلیل کا تقاضا ہے خصوصاً جبکہ

---

[1] و [2] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۶۴۱

marfat.com

Marfat.com

تو ایسے شخصوں کو امام کرنا گویا دینِ اسلام ڈھانے میں سعی کرنا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ سنن ابن ماجہ میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایؤمن فاجر مؤمنا الا ان یقھرہ بسلطانہ یخاف سیفہ اوسوطہ[1]۔

ہرگز کوئی فاجر کسی مومن کی امامت نہ کرے مگر یہ کہ وہ اُسے اپنی سلطنت کے زور سے مجبور کر دے کہ اس کی تلوار یا تازیانہ کا ڈر ہو۔ (ت)

صغیری شرح منیہ میں ہے:

یکرہ تقدیم الفاسق کراھۃ تحریم وعند مالک لایجوز تقدیمہ وھو روایۃ عن احمد وکذا المبتدع[2]۔

فاسق کی تقدیم مکروہ تحریمی ہے اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فاسق کی تقدیم جائز ہی نہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے، بدعتی شخص کا حکم بھی یہی ہے۔ (ت)

مراقی الفلاح میں ہے:

فتجب اھانتہ شرعا فلا یعظم بتقدیمہ للامامۃ واذا تعذر منعہ ینتقل عنہ الی غیر مسجدہ للجمعۃ وغیرھا[3]۔

شرعاً فاسق کی اہانت لازم ہے پس امامت کے لئے مقدم کرکے اس کی تعظیم نہ کی جائے، اگر اس کی تقدیم سے روکنا دشوار ہو تو جمعہ اور دیگر نمازوں کے لئے کسی دوسری مسجد کی طرف چلا جانا چاہئے۔ (ت)

حاشیہ طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے: الکراھۃ فی الفاسق تحریمیۃ علی ماسبق[4] (امامتِ فاسق میں کراہت تحریمی ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ ت) محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں:

روی محمد عن ابی حنیفۃ وابی یوسف رحمھما اللہ تعالیٰ ان الصلٰوۃ خلف اھل الاھواء لاتجوز[5]۔

امام محمد نے امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہم اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ اہلِ بدعت کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ (ت)

---

[1] سنن ابن ماجہ باب فرض الجمعۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۷۷
[2] صغیری شرح منیۃ المصلی مباحث الامامۃ ، مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۶۴
[3] مراقی الفلاح شرح نور الایضاح مع حاشیۃ الطحطاوی۔ فصل فی بیان الاحق بالامامۃ۔ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۶۵
[4] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح " " " " " " "
[5] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مطبع نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴

marfat.com

Marfat.com

کرہ امامۃ الفاسق العالم لعدم اھتمامہ بالدین فتجب اھانتہ شرعا فلا یعظم بتقدیمہ للامامۃ واذا تعذر منعہ ینتقل عنہ الی غیر مسجدہ للجمعۃ وغیرھا۔[1]

فاسق عالم کی امامت مکروہ ہے کیونکہ وہ دین کی اتباع کا اہتمام نہیں کرتا لہذا شرعاً اس کی تذلیل واجب ہے پس امامت کے لئے تقدیم کی صورت میں اس کی تعظیم درست نہیں جب اس کا روکنا دشوار ہو تو ایسے حضرات کو جمعہ وغیرہ کے لئے دوسری مسجد میں چلے جانا چاہئے۔ (ت)

طحطاویہ میں ہے:

تبع فیہ الزیلعی ومفادہ کون الکراھۃ فی الفاسق تحریمیۃ۔[2]

زیلعی نے اس میں اسی کا اتباع کیا اس کا مفادیہ ہے کہ فاسق کے امام ہونے میں کراہت تحریمی ہے (ت)

حاشیہ درمختار میں فرمایا:

فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا ومفاد ھذا کراھۃ التحریم فی تقدیمہ[3] اھ ابوالسعود۔

فاسق کی تقدیم میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً اس کی اہانت ان پر لازم ہے، یہ بات اس پر دال ہے کہ فاسق کی تقدیم مکروہِ تحریمیہ ہے اھ ابوالسعود (ت)

کبیری میں ہے:

لواستویا فی العلم والصلاح واحدھما اقرأ فقدموا الاخر اساؤا ولا یاثمون فالاساءۃ لترك السنۃ وعدم الاثم لعدم ترك الواجب لانھم قدموا رجلا صالحا کذا فی فتاوی الحجۃ وفیہ اشارۃ الی انھم لوقدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ

اگر دو شخص علم وصلاح میں برابر ہوں مگر ایک صاحبِ تجوید ہو تو اگر دوسرے کو امام بنالیا تو وہ اساءت کے مرتکب ہوئے البتہ گنا ہگار نہ ہوں گے۔ اساءت ترکِ سنّت کے سبب ہے اور عدمِ گناہ عدم ترکِ واجب کی وجہ سے ہے کیونکہ انہوں نے ایک صالح شخص کو امام بنایا ہے، فتاوٰی حجہ میں اسی طرح ہے، اسی میں اس طرف اشارہ بھی ہے کہ اگر انھوں نے کسی

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ اصح المطابع کراچی ص ۱۶۵
[2] حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی الفلاح " " " " " " "
[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب الامامۃ " دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۴۳

marfat.com
Marfat.com

اسی طرح جامع الرموز و مجمع الانہر و حاشیہ طحطاویہ علی مراقی الفلاح وغیرہا میں ہے [illegible] فی رسالتنا المذکورۃ (اس کی تفصیل ہمارے مذکورہ رسالے میں ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم۔

جواب سوال دوم صورتِ مسئولہ میں اُسے امام ہونا حلال نہیں، جو اسے امام بنائے گا گنہگار ہوگا۔ حضور پُرنور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لایقبل اللہ منھم صلوۃ من تقدم قوما وھم لہ کارھون[1] رواہ ابوداؤد وابن ماجۃ عن ابن عمر وابن خزیمۃ عن انس والترمذی وحسنہ عن ابی امامۃ وابن ماجۃ وابن حبان عن ابن عباس وفی الباب عن طلحۃ التیمی رضی اللہ تعالٰی عنھم عند الطبرانی فی الکبیر۔

تین شخصوں کی نماز اللہ تعالٰی قبول نہیں فرماتا ایک وہ جو کسی قوم کی امامت کرے حالانکہ وہ اُسے ناپسند رکھتے ہوں۔ اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، ابن خزیمہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور ترمذی نے اسے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرکے حسن کہا ہے۔ ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے، اور اس مسئلہ میں طبرانی نے کبیر میں حضرت طلحہ التیمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

لوام قوما وھم لہ کارھون ان الکراھۃ لفساد فیہ اولانھم احق بالامامۃ منہ کرہ لہ ذلک تحریما۔[2]

اگر کسی نے کسی قوم کی امامت کی حالانکہ وہ قوم اسے ناپسند کرتی ہو خود اس میں فساد کی وجہ سے کراہت ہو یا اس لئے کہ دیگر لوگ فاسق سے زیادہ امامت کے اہل تھے اس صورت میں فاسق کا امام بننا مکروہ تحریمی ہے۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

---

[1] سنن ابی داؤد باب الرجل یؤم القوم وھم لہ کارھون مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۸۸

[2] درمختار باب الامامۃ ر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

marfat.com

Marfat.com

اہے جب تک نہ نہاوے مورد لعنت ہے اور کہے کہ جو شخص دروازۂ مسجد کو بحفاظتِ مسجد بعد نمازِ عشا مقفل کرے اُس مسجد میں نماز قطعی حرام ہے وہ آدمی سنگسار کیا جائے اور بغیر علم احادیث و تفسیر ترجمہ قرآن مجید کرے اور فرض کو سنّت اور واجب کو مستحب بیان کرکے جھُوٹے حوالے کتاب کے دے اور بعد ہونے نماز جنازہ بارہ دوم تکبیر پانچ مفسوخہ سے نماز جنازہ پڑھاوے اور بلا وقفیت مسائل وارکان نماز پیش امامی کرے نماز اس کے پیچھے جائز ہے یا نہیں؟ اور جائز کو ناجائز کہے اُس کے حق میں اور اُس کے مدد معاون کے حق میں شرعاً کیا حکم ہے؟ احکموا اللہ بحوالۃ الکتاب (اللہ تعالٰی کا حکم بیان کرو حوالۂ کتاب کے ساتھ۔ ت)

الجواب

زید جاہل سخت جری، بیباک ہے۔

اوّلاً اس کا علی الاطلاق کہنا کہ جو اپنی بی بی سے قربت کرے جب تک نہ نہائے معاذ اللہ مورد لعنت ہے شریعتِ مطہرہ پر سخت افترائے ناپاک ہے حکم صرف اس قدر ہے کہ مھما امکن (جتنا جلدی ممکن ہو۔ ت) نہانے میں تعجیل مندوب و محبوب ہے اگر نہ نہائے تو وضو کر رکھے کہ جہاں جنب ہوتا ہے وہاں فرشتے آنے سے احتراز کرتے ہیں مگر غسل میں تعجیل نہ کرنے والا معاذ اللہ موردِ لعنت ہونا درکنار سرے سے گنہگار بھی نہیں جب تک تاخیر باعث فوتِ نماز یا دخول وقت کراہت تحریمی نہ ہو، خود صاحبِ شرع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تعلیم جواز کے لئے بعض اوقات بلکہ خاص شبہائے ماہِ مبارک رمضان میں صبح تک تاخیرِ غسل فرمائی ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس فعل سے اُمت کو دو مسئلہ تخفیف و رحمت معلوم ہوں ایک یہی غسل میں تعجیل گو بہتر ہے پر واجب نہیں نماز تک تاخیر کا اختیار رکھا ہے دُوسرے یہ کہ بحالتِ جنابت صبح کرنے سے روزے میں کوئی خلل یا نقص نہیں آتا۔ احمد و بخاری و مسلم ام المومنین صدیقہ و ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یصبح جنبا من جماع ثم یغتسل ویصوم زاد فی روایۃ فی رمضان[1]

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (بعض اوقات) جماع کی وجہ سے جنبی حالت میں صبح کرتے پھر غسل کرتے اور روزہ رکھتے تھے، ایک روایت میں رمضان کا بھی اضافہ ہے۔ (ت)

---

[1] صحیح بخاری	باب الصائم یصبح جنبا	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی	۱/۲۵۸
صحیح مسلم	باب صحۃ صوم من طلع علیہ الفجر	" " "	۱/۳۵۴
مسند امام احمد بن حنبل	مروی عن عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا	مطبوعہ دار الفکر بیروت	۶/۳۱۲

marfat.com

Marfat.com

الشعرانی قدس سرہ الربانی فی المیزان (جیسا کہ علمائے سردار امام اجل عبدالوہاب شعرانی قدس
سرہ الربانی نے میزان میں نقل کیا ہے۔ ت) رہا مذہب سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رعایت تو یہ
نری ہوس ہی ہوس ہے ایک اس مسئلہ میں ان سے توافق سہی پھر کہاں ان کے یہاں ایک یہی مسئلہ ہے صدہا مسائل طہارت
صلوٰۃ خلافیہ ہیں جن پر اطلاع تام اُسی مذہب کے عالم متبحر کا کام خصوصاً ان بلاد میں کہ وہاں اس مذہب کے علماء و کتب ہی نہیں
یُوں نہ مانے تو بتائے تو کہ مذہب شافعی میں نواقض وفرائض وضو وغسل وفرائض داخلی وخارجی ومفسدات نماز تفصیل مع
وشقوق وتنقیح اقوال قدیم وجدید ونصوص ووجوہ وتصحیح وترجیح شیخین وغیرہا کیا ہیں اُسے مذہب کس قدر ہی واجب نہیں
بتا سکتا اور بیشک نہ بتا سکے گا تو مجہول شئی کی مراعات کیونکر ممکن پھر کہاں سے اطمینان پایا کہ ان کے مذہب پر نماز صحیح
ہی ہوگی نہیں نہیں بلکہ بوجہ کثرت خلاف وتکثر حوادث موقعہ فی الاختلاف عادۃً کہیں نہ کہیں وقوع منافقت ہی
مظنون کما لا یخفی علی المتدرب ومن لم یقنع فلیجرب (جیسا کہ ہر صاحب فہم پر واضح ہے اور اگر کوئی
اس پر قناعت نہیں کرتا تو وہ خود تجربہ کرے۔ ت) اور جب ایسا ہُوا اور کیوں نہ ہوگا تو بیٹھے بٹھائے ازیں سو ماندہ
ازاں سو ماندہ، نہ ادھر کے ہُوئے نہ اُدھر کے ہوئے، ایک مذہب پر بھی نماز صحیح نہ ہُوئی، درمختار میں ہے:

لا باس بالتقلید عند الضرورۃ لکن بشرط ان یلتزم جمیع مایوجبہ ذلک الامام لما قدمنا ان الحکم الملفق باطل بالاجماع[1]۔

ضرورت کے وقت دوسرے امام کی تقلید میں کوئی حرج نہیں البتہ یہ شرط ہے کہ ان تمام امور کا التزام جن کو اس امام نے اس عمل کے واسطے واجب قرار دیا ہے، کیونکہ ہم پہلے بیان کرچکے کہ وُہ حکم جو دو مذہب سے مخلوط ہو وہ بالاجماع باطل ہے۔ (ت)

غرض لا اقل اس بیباکی کا اتنا حاصل کہ تین مذہب پر تو دانستہ نماز باطل کرلی اور چوتھے پر صحت کی خبر نہیں
فاناللہ وانا الیہ راجعون۔ مولیٰ تعالیٰ جنھیں توفیق خیر رفیق فرماتا ہے وہ ہر امر میں جہاں تک اپنے مذہب کا
مکروہ لازم نہ آئے بقیہ مذاہب کا بھی لحاظ رکھتے ہیں مثلاً محتاط حنفی وشافعی ہرگز مسح کل راس وولاء وَدَلک ترک
نہ کریں گے کہ آخر مسنون تو ہم بھی جانتے ہیں اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ان کے بغیر طہارت ونماز ہی
باطل، تو کیا مقتضائے عقل ہے کہ سنّت چھوڑے اور ایک امام دین کے نزدیک نماز ہی سے منہ موڑے ولاحول ولا
قوۃ الا باللہ العلی العظیم ولہٰذا علمائے مذاہب اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ تصریح فرماتے ہیں کہ خروج عن الخلاف
بالاجماع مستحب مگر بیباک لوگوں کے نزدیک سنّتِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترک اپنے امام مذہب کی
مخالفت تین مذاہب حقہ پر نمازوں کا بطلان چوتھے پر صحت میں شک وجہالت یہ سب بلائیں آسان ہیں اور بندھی

---

[1] درمختار کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۶۲

marfat.com

Marfat.com

عنہ۔ رواہ الترمذی وصححہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ | جہنم میں بنالے۔ اسے ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرکے صحیح قرار دیا۔

خامساً سادساً سابعاً بے سمجھے بُوجھے مسائل شرعیہ میں مداخلت کرنا غلط سلط جو مُنہ پر آیا فرض کو سنت، واجب کو مستحب، ناجائز کو جائز بتادینا بھی گناہِ عظیم ہے۔ حدیث شریف میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اجرؤکم علی الفتیا اجرؤکم علی النار[2]۔ اخرجہ الدارمی عن عبید اللہ بن ابی جعفر مرسلاً۔ | جو تم میں فتوٰی پر زیادہ بیباک ہے آتشِ دوزخ پر زیادہ جری ہے۔ اس کو دارمی نے عبید اللہ بن ابو جعفر سے مرسلاً ذکر کیا ہے۔

ثامناً تاسعاً عاشراً کتابوں کے جھوٹے حوالے دینا کذب وافتراء اور وہ بھی علماء پر لعدوہ بھی امورِ دین میں، یہ سب سخت گناہ ہیں، مسائل میں علماء پر افتراء، شرع پر افتراء اور شرع پر افتراء خدا پر افتراء ہے۔

قال اللہ تعالٰی لا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[3]۔ | ارشادِ ربانی ہے اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھو، بے شک جو اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا۔ (ت)

اور جنازہ کی نماز جب ایک بار ہوچکی تو ہمارے علمائے کرام کے نزدیک اس کا اعادہ جائز نہیں مگر یہ کہ صاحبِ حق یعنی ولی میت کے بے اذن دیئے عام لوگوں سے کسی نے پڑھادی اور ولی شریک نہ ہُوا تو اُسے اعادہ کا اختیار ہے پھر بھی جو پہلے پڑھ چکے اب نہ ملیں کہ اس کی تکرار مشروع نہیں۔

فی الدرالمختار فان صلی غیر الولی ممن لیس لہ حق التقدم علی الولی ولم یتابعہ الولی اعاد ولو علی قبرہ ان شاء لاجل حقہ لا لاسقاط الفرض | درمختار میں ہے اگر نمازِ جنازہ ولی کے علاوہ کسی ایسے شخص نے پڑھادی جس کو ولی پر مقدم ہونے کا حق نہ تھا اور ولی نے اس کی متابعت نہ کی تو ولی اگر چاہے تو قبر پر بھی اعادہ کرسکتا ہے یہ اعادہ اس کے

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی الذی یفسر القرآن برأیہ مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ امین کمپنی دہلی ۲/۱۱۹

[2] سنن الدارمی باب الفتیا وما فیہ من الشدۃ ″ نشر السنۃ ملتان ۱/۵۳

[3] القرآن ۱۶/۱۱۶

marfat.com

Marfat.com

تمیز نہیں رکھتے اور قرأت میں وہ غلطیاں کرتے ہیں جن سے نماز فاسد ہوتی ہے جب تک کوئی شخص صحیح قرأت والا نہ ملے اسی شخص کی اقتدا کریں فان تصحیح الصلوٰۃ اھم من دفع الکراھۃ (کیونکہ نماز کی تصحیح دفع کراہت سے اہم ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

سوال مکرر

مکرر یہ کہ چونکہ سائل نے یہ سوال اپنے ہاتھ سے لکھا ہے لہذا بعض امر پوشیدہ کیا وہ یہ کہ اس شخص کے عقائد بھی کچھ ٹھیک نہیں یعنی عقیدہ غیر مقلدی وغیرہ کا رکھتا ہے سُنّی صحیح العقیدہ نہیں ہے اس میں جو حکم ہو تحریر فرمائیے کہ نماز اس کے پیچھے پڑھیں یا نہیں اور یہ جو اس نے لکھا ہے وہاں لوگ قرآن غلط پڑھتے ہیں تو ایسے سب نہیں ہیں کہ اتنی غلطی کریں کہ نماز نہ ہو، ہاں قاری پُورے طور سے نہیں جیسا کہ حق قاری ہونے کا ہے۔

الجواب

فاسق العقیدہ کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے خصوصاً غیر مقلد کہ اُن کی طہارت وغیرہ کسی بات کا کچھ اعتبار نہیں تو ان کے پیچھے نماز محض ناجائز ہے کما حققناہ فی رسالتنا النھی الاکید عن الصلٰوۃ وراء عدی التقلید (جیسا کہ اس کی تحقیق ہم نے اپنے رسالے "النھی الاکید عن الصلٰوۃ وراء عدی التقلید" میں کی ہے۔ت) پس اگر حال یُوں ہے تو صورت متفسرہ میں مسلمانوں پر واجب قطعی کہ اس شخص کو امامت سے معزول کریں اور اس کے پیچھے ہرگز ہرگز اپنی نمازیں برباد نہ کریں واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۸۲ ازموضع بکہ جیسی والا علاقہ جاگل تھانہ ہری پور ڈاک خانہ نجیب اللہ خاں مرسلہ مولوی شیر محمد صاحب ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مولوی حافظ ہو کر روزہ نہ رکھے اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جو بے عذر شرعی روزہ نہ رکھے فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تو اگر دوسرے شخص متقی کے پیچھے نماز مل سکے تو اُس کے پیچھے نہ پڑھے یہاں تک کہ جمعہ بھی۔ لا تعلیل من التحول[1] کما افادہ المولی المحقق حیث اطلق فی الفتح (کیونکہ ایسی صورت میں دوسری مسجد کی طرف منتقل ہونا جائز ہے جیسا کہ فاضل محقق نے فتح میں بیان کیا ہے۔ت) ورنہ پڑھ لے، فانہ اولی من الانفراد[2] کما ف

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴

[2] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۳

marfat.com

Marfat.com

شاہد عدل کہ وہ فاسق وبیباک ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ناقص وخراب ہوتی ہے۔

صرح بہ فی الغنیۃ شرح المنیۃ والیہ اشار فی فتاوی الحجۃ ورد بما جنح الیہ فی رد المحتار واوضحناہ فی رسالتنا النہی الاکید عن الصلوۃ وراء عدی التقلید۔

غنیہ شرح منیہ میں اس پر تصریح ہے اور اسی کی طرف فتاوی الحجہ میں اشارہ ہے اور رد المحتار میں اسی کی طرف میلان ہے، اور ہم نے اس کی وضاحت اپنے رسالے النہی الاکید عن الصلوۃ وراء عدی التقلید میں کی ہے۔ (ت)

پس حتی الامکان ہرگز اس کی اقتدا نہ کریں اور جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھ چکے ہوں سب پھیریں اور ان باتوں پر جو اس کے مدد ومعاون ہیں وہ بھی جرم وگناہ میں اُس کے شریک ہیں۔

قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1]۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا گناہ اور حد سے بڑھنے میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۵۷۷

۱۰ محرم الحرام ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید حافظِ قرآن ہے مگر نوکری خانساماں (بیرا) گیری کرتا ہے اب اس نوکری سے اس نے توبہ کی اور اب اس کے پیچھے لوگ نماز پڑھنے سے کراہت کرتے ہیں آیا کراہت کرنا اُن لوگوں کا جا سے ہے یا بیجا ہے؛ صاف صاف کتاب اللہ وحدیثِ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرمائیے۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر صرف اس وجہ سے کراہت کرتے ہیں کہ اس نے وہ نوکری کی تھی اگرچہ اب توبہ کرلی تو اُن کی کراہت بیجا ہے کہ کوئی گناہ بعد توبہ باقی نہیں رہتا۔ حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ[2]۔ گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہوجاتا ہے جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔ (ت)

واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

---

[1] القرآن ۵/۲

[2] سنن ابن ماجہ باب ذکر التوبہ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۳۲۳

marfat.com

Marfat.com

غرض جب وہ ایسے امور سے بری اور اُس کی اقتدا صحیح ہوا [illegible] وقت [illegible] مذکرے جواپنے مذہب میں یقیناً ناجائز و نامشروع قرار پاچکی ہیں اگر متابعت [illegible] کی مقدار کراہت پر مکروہِ تحریمی یا تنزیہی ہوگی کہ پیروی مشروع میں ہے نہ غیر مشروع میں [illegible]

تکون المتابعۃ غیر جائزۃ اذا کانت فی فعل بدعۃ او منسوخ او مالا تعلق لہ بالصلوٰۃ[1]

امام کی متابعت بدعت [illegible] منسوخ اور [illegible] میں جائز نہیں جس کا تعلق نماز سے [illegible] ہو۔ (ت)

پھر خزائن الاسرار پھر حاشیہ شامی میں ہے: انما یتبعہ فی مشروع دون غیرہ[2] (امام کی متابعت مشروع میں جائز لیکن غیر مشروع میں جائز نہیں۔ ت) مجمع الانہر و حاشیہ طحطاوی میں ہے: ماکان مشروعا یتابعہ فیہ وما کان غیر مشروع لا[3] (ہر مشروع عمل میں امام کی متابعت ہوگی مگر غیر مشروع میں نہیں۔ ت) اسی طرح ترکِ سنّت میں امام کی پیروی نہیں بلکہ موجب اساءت وکراہت ہے اگر وہ چھوڑے مقتدی بجالائے جبکہ اس کی بجاآوری سے کسی واجب فعل میں امام کی متابعت نہ چھوٹے ولہذا علماء فرماتے ہیں اگر امام وقتِ تحریمہ رفع یدین یا تسبیح رکوع وسجود یا تکبیرِ انتقال یا ذکر قومہ ترک کرے تو مقتدی نہ چھوڑے

کما نص علیہ فی نظم الزندویسی والخانیۃ والخلاصۃ والبزازیۃ والھندیۃ وخزانۃ المفتین وفتح القدیر والغنیۃ والدرالمختار وحاشیۃ الدرر للعلامۃ شرنبلالی وغیرھا وھذا نص البزازیۃ ملخصا تسعۃ اشیاء اذا ترک الامام اتی بھا الماموم رفع الیدین فی التحریمۃ وتکبیرۃ الرکوع او السجود او التسبیح فیھما او التسمیع الخ[4]

نظم زندویسی، خانیہ، خلاصہ، بزازیہ، ہندیہ، خزانۃ المفتین، فتح القدیر، غنیہ، درمختار اور حاشیہ درر للعلامہ شرنبلالی اور دیگر کتب میں اس پر تصریح ہے۔ عبارت بزازیہ کا خلاصہ یہ ہے کہ نو ایسی اشیاء ہیں جن کو امام ترک کردے تو مقتدی ان کو بجالائے: تکبیر تحریمہ کے موقعہ پر ہاتھوں کا اٹھانا، رکوع یا سجدہ کے لئے تکبیر یا ان دونوں میں تسبیح یا تسمیع (سمع اللہ لمن حمدہ کہنا) الخ (ت)

---

[1] ردالمحتار مطلب مہم فی تحقیق متابعۃ الامام مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۴۸

[2] ردالمحتار " " " " " " ۱/۳۴۹

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب الوتر والنوافل " دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۸۱

[4] فتاوی بزازیۃ مع الفتاوی الھندیۃ نوع من الثانی فی صلی المغرب مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۵۸

marfat.com

Marfat.com

اِیّاکم فعلیکم معاشر المؤمنین باتباع الفرقۃ الناجیۃ المسماۃ باھل السنۃ والجماعۃ فان نصرۃ اللہ تعالٰی وحفظہ وتوفیقہ فی موافقتھم وخذلانہ وسخطہ ومقتہ فی مخالفتھم وھذہ الطائفۃ الناجیۃ قد اجتمعت الیوم فی مذاھب اربعۃ وھم الحنفیون والمالکیون والشافعیون والحنبلیون رحمھم اللہ تعالٰی ومن کان خارجا عن ھذہ الاربعۃ فی ھذا الزمان فھو من اھل البدعۃ والنار[1]

تو اے گروہِ مسلمین! تم پر فرقۂ ناجیہ اہلسنت وجماعت کی پیروی لازم ہے کہ خدا کی مدد اور اس کا حافظ و کارساز رہنا موافقت اہلسنت میں ہے اور اس کا چھوڑ دینا اور غضب فرمانا اور دشمن بنانا سُنیوں کی مخالفت میں ہے اور یہ نجات دلانے والا گروہ اب چار مذہب میں مجتمع ہے حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، اللہ تعالٰی ان سب پر رحمت فرمائے۔ اس زمانہ میں ان چار سے باہر ہونے والا بدعتی جہنمی ہے۔

اور ان لوگوں کے بدعتی ہونے کا روشن بیان ہم نے اپنے رسالہ النھی الاکید میں لکھا من شاء فلیرجع الیھا (جو شخص تفصیل چاہتا ہے وہ ہمارے اس رسالہ کا مطالعہ کرے۔ ت) اور حدیث میں ہے حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام[2]۔ رواہ ابن عساکر وابن عدی عن ام المؤمنین الصدیقۃ وابو نعیم فی الحلیۃ والحسن بن سفیٰن فی مسندہ عن معاذ بن جبل والسنجری فی الابانۃ عن ابن عمر وکابن عدی عن ابن عباس والطبرانی فی الکبیر وابونعیم فی الحلیۃ عن عبد اللہ بن بسر رضی اللہ تعالٰی عنھم موصولا والبیھقی فی الشعب عن ابراھیم بن میسرۃ المکی التابعی الثقۃ مرسلا۔

جو کسی بدعتی کی توقیر کرے اس نے دینِ اسلام کے ڈھانے میں مدد کی۔ اس کو ابن عساکر اور ابن عدی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اور ابونعیم نے حلیہ میں، حسین بن سفیٰن نے اپنی سند میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، سنجری نے ابانہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، اور مثل ابن عدی کے حضرت حضرت ابن عباس سے، اور طبرانی نے کبیر میں، ابونعیم نے حلیہ میں حضرت عبد اللہ بن بسر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے متصلاً روایت کیا ہے اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں ابراہیم بن میسرہ مکی تابعی ثقہ سے اسے مرسلاً روایت کیا۔ (ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الذبائح مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۱۵۳

[2] شعب الایمان حدیث ۹۴۶۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۶۱

marfat.com

Marfat.com

تکبیرات فی صلٰوۃ الجنازۃ لایتابعہ لظھور خطیئۃ بیقین لان ذلک کلہ منسوخ[1] اھ نقلہ فی عید رد المحتار۔

یا تکبیرات جنازہ پانچ ... اس کی اتباع نہ کرے کیونکہ اس کا غلطی پر ہونا یقینی ہے کیونکہ یہ تمام منسوخ ہیں اھ ردالمحتار کے باب العید میں اس کو نقل کیا ہے۔ (ت)

جلالی پھر شرح المقدمۃ الکیدانیۃ للقہستانی پھر جنائز حاشیۂ شامی میں ہے:

لاتجوز المتابعۃ فی رفع الیدین فی تکبیرات الرکوع[2]۔

تکبیراتِ رکوع کے موقع پر امام کے رفع یدین کرنے کی اتباع جائز نہیں۔ (ت)

قومہ میں ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنا شافعیہ کے نزدیک نمازِ فجر کی رکعت اخیرہ میں ہمیشہ اور وتر کی تیسری میں صرف نصف اخیر شہر رمضان المبارک میں ہے کہ وہ ان میں دعائے قنوت پڑھتے ہیں۔ قنوتِ فجر تو ہمارے ائمہ کے نزدیک منسوخ یا بدعت، بہرحال یقیناً نامشروع ہے۔ لہٰذا اس میں پیروی ممنوع، اور جب اصل قنوت میں متابعت نہیں تو ہاتھ اٹھانے میں کہ اس کی فرع ہے اتباع کے کوئی معنی نہیں مگر اصل قومہ رکوع فی نفسہ مشروع ہے لہٰذا وہ جب تک نمازِ فجر میں قنوت پڑھے مقتدی ہاتھ چھوڑے چپکا کھڑا رہے۔

درمختار میں ہے:

یاتی الماموم بقنوت الوتر ولوبشافعی یقنت بعد الرکوع لانہ مجتھد فیہ لا الفجر لانہ منسوخ بل یقف ساکتا علی الاظھر مرسلا یدیہ[3]۔

مقتدی وتروں میں دعاءِ قنوت پڑھے اگرچہ اس نے ایسے شافعی المذہب امام کی اقتداء میں نماز شروع کی جو رکوع کے بعد قنوت پڑھنے والا ہو کیونکہ یہ معاملہ اجتہادی ہے البتہ فجر میں قنوت نہ پڑھے کیونکہ وہ منسوخ ہے، بلکہ وہ مقتدی مختار قول کے مطابق ہاتھ چھوڑے خاموش کھڑا رہے۔ (ت)

علامہ شرنبلالی نور الایضاح میں فرماتے ہیں:

اذا اقتدی بمن یقنت فی الفجر قام معہ فی قنوتہ ساکتا علی الاظھر

اگر کسی نے ایسے امام کی اقتدا کی جو فجر میں قنوت پڑھتا ہے تو مختار قول کے مطابق اس کے ساتھ خاموش

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی بیان قدر صلٰوۃ العیدین الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۷۸
[2] رد المحتار مطلب المراد بالمجتھد فیہ " مصطفی البابی مصر ۱/۳۴۸
[3] درمختار باب الوتر والنوافل " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۴

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ عجائب المعنی پھر مفتاح السعادۃ پھر شرح فقہ اکبر میں سیدنا امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے :

لا تجوز خلف المبتدع[1] (بدعتی کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ ت)

فقیر غفر اللہ تعالٰی نے ان حضرات غیر مقلدین کے پیچھے نماز جائز و ممنوع ہونے کے باب میں ایک مفصل رسالہ مسمّٰی بہ النہی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید لکھا اور اس میں مقدمات مذکورہ کو اس وجہ پر تحقیق اور متعدد دلائل قاہرہ سے ان کے پیچھے نماز ممنوع ہونے کا ثبوت دیا۔

ازانجملہ یہ کہ انھوں نے نماز و طہارت وغیرہا کے مسائل میں آرام نفس کی خاطر وہ باتیں ایجاد کی ہیں جو مذاہب اربعہ عموماً مذہب حنفی خصوصاً کے بالکل خلاف ہیں مسح سر کے عوض پگڑی کا مسح کافی مانتے ہیں، لوٹے بھر پانی میں تولہ بھر پیشاب پڑ جائے اُس سے وضو جائز ٹھہراتے ہیں کہ یہ مسائل اور ان کے امثال ان کی کتب میں منصوص ہیں، پھر دین میں ان کی بیباکی و سہل انگاری و بے احتیاطی و آرام جوئی مشہور و مشہود و عام گروہ اہل حق بالخصوص حضرات حنفیہ کے ساتھ ان کا تعصب معروف و معہود تو ہرگز مظنون نہیں کہ یہ برعایت مذہب حنفیہ اپنے ان مسائل پر عمل سے بچیں بلکہ بحالت امامت بنظر تعصب و عداوت اس کا خلاف ہی مظنون۔ پھر جمہور ائمہ کرام ارشاد فرماتے ہیں کہ شافعی المذہب کی اقتدا بھی اُسی حالت میں صحیح ہو سکتی ہے کہ مواضع خلاف میں مذہب حنفیہ کی رعایت کرتا ہو حنفیہ سے بغض نہ رکھتا ہو ورنہ اصلاً جائز نہیں تو یہ بد مذہب کہ چاروں مذہب سے خارج و مہجور اور رعایت مذہب حنفیہ سے سخت نفور اور بغض و تعصب میں معروف و مشہور، ان کے پیچھے نماز کیونکر روا ہو سکتی ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

الاقتداء بشافعی المذہب انما یصح اذا کان الامام یتحامی مواضع الخلاف بان یتوضأ من الخارج النجس من غیر السبیلین کالفصد ولا یکون متعصبا ولا یتوضأ فی الماء الراکد القلیل وان یغسل ثوبہ من المنی ویفرک الیابس منہ ویمسح ربع راسہ ھکذا فی النھایۃ والکفایۃ ولا یتوضأ بالماء القلیل الذی وقعت فیہ النجاسۃ کذا فی فتاوٰی قاضی خان[2] اھ ملخصا۔

شافعی المذہب (امام) کی اقتدا اس وقت جائز ہے جب وہ مواضع خلاف سے بچتا ہو مثلاً غیر سبیلین سے خارج نجاست مثلاً رگ کاٹنے کی وجہ سے وضو کرتا ہو، مسلک میں متعصب نہ ہو، کھڑے تھوڑے پانی سے وضو نہ کرنے والا ہو، منی لگنے کی صورت میں کپڑا دھوتا ہو یا خشک ہو جانے کی صُورت میں اسے کھُرچ دیتا ہو، سر کے چوتھائی حصے کا مسح کرتا ہو، نہایہ اور کفایہ میں اسی طرح ہے اور اس تھوڑے پانی سے وضو جائز نہ سمجھتا ہو جس میں نجاست واقع ہوئی ہو فتاوٰی قاضی خاں میں اسی طرح ہے اھ تلخیصاً (ت)

---

[1] شرح الفقہ الاکبر — خطبۃ الکتاب — مطبوعہ مصطفی البابی مصر — ص ۵
[2] فتاوٰی ہندیہ — الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ — نورانی کتب خانہ پشاور — ۱/۸۴

marfat.com

Marfat.com

بلکہ درمختار میں ہے:

ھو ای الوضع سنۃ قیام لہ قرار فیہ ذکر مسنون فیضع حالۃ الثناء وفی القنوت لا فی قیام بین رکوع وسجود وتکبیرات العید مالم یطل القیام فیضع، سراجیۃ اھ ملخصا۔

وہ یعنی ہاتھ باندھنا اس قیام کی سنت ہے جس میں ٹھہراؤ ہو اور کوئی ذکر مشروع ہو (یعنی جس میں کچھ پڑھنے کا حکم ہو، خواہ وہ ذکر فرض، واجب یا سنت ہو)، لہٰذا ثنا اور قنوت کے موقع پر ہاتھ باندھے جائیں، رکوع اور سجود کے درمیانی (یعنی قومہ میں) اور تکبیرات عید کے قیام میں ہاتھ نہ باندھے جب تک قیام کو طویل نہ کرے، اگر طویل کرے تو باندھ لے، سراجیہ اھ ملخصاً (ت)

حاشیہ علامہ طحطاوی میں ہے:

ظاھرہ یعم ای قیام طال وعلیہ فیضع فی قیام صلٰوۃ التسبیح الذی بین الرکوع والسجود[2]۔

بظاہر اس میں عموم ہے یعنی ہر وہ قیام جو طویل ہو، تو اسی عموم کی بناء پر نماز تسبیح کے رکوع اور سجدوں کے درمیان ہاتھ باندھ لینے چاہئیں کیونکہ یہاں قیام طویل ہے۔ (ت)

یوں ہی ہمارے ائمہ کا اجماع ہے کہ آمین میں سنت اخفا ہے اور اس کی بجا آوری میں امام سے کسی واجب فعلی میں مخالفت نہیں تو کیوں ترک کی جائے۔

اقول وتحقیق المقام علی ما علمنی الملك العلام ان السنن لا حظ لہا فی المتابعۃ الا بالتبع وذلك لان معنی متابعتك غیرك جعلك نفسك تابعا لہ والتبعیۃ انما تتصور بشیئین احدھما فی نفس اتیان شیئ بمعنی انہ ان فعلہ فعلت وان ترکہ ترکت والاخر فی وقتہ فلا تتقدم علیہ ولا تسبقہ

اقول (میں کہتا ہوں) مالک علام کی عطا سے تحقیق مقام یہ ہے کہ سنن میں تبعاً اتباع ہوتی ہے یہ اس لئے کہ تیرا غیر کی متابعت کرنے کا معنی یہ ہے کہ تُو نے اپنی ذات کو اس کے تابع بنادیا ہے، اور یہ تابعیت دو چیزوں وجہ سے متصور ہوگی، ایک یہ کہ شَے کو بجالانا اس طریقے سے کہ اگر اس نے کیا تو تُو بھی کرے اگر اس نے ترک کیا تو تُو بھی ترک کر، دوسری وقت میں کہ تو اسی وقت کرے نہ اس سے آگے ہو اور نہ اس سے پہلے

---

[1] درمختار | فصل واذا اراد الشروع الخ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۷۴

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار | " | " دار المعرفۃ بیروت | ۱/۲۱۵

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ از بدایوں مولوی محلہ مرسلہ شیخ محمد حسین صاحب ۹ جمادی الاخری ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص حنفی ہو کر مسح میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کا طریقہ عمل میں لائے یعنی چند بال چھولینے پر اکتفا کرے اُس وقت میں کہ پگڑی باندھے ہو تو اُس کی نماز اور اس کے پیچھے نماز کیسی ہے؟

الجواب

صورت مستفسرہ میں اگر یہ شخص واقعی شافعی ہوتا تاہم حنفیہ کی نماز اُس کے پیچھے محض باطل تھی نہ کہ ایسے آزاد لوگ کہ کسی ہی میں نہیں،

فی الھندیۃ الاقتداء بشافعی المذھب انما یصح اذا کان الامام یتحامی مواضع الخلاف بان یمسح ربع راسہ ھکذا فی النھایۃ والکفایۃ ولا یتوضأ بالماء القلیل الذی وقعت فیہ النجاسۃ کذا فی فتاوٰی قاضی خان ولا بالماء المستعمل ھکذا فی السراجیۃ اھ ملخصًا۔[1]

ہندیہ میں ہے شافعی المذہب امام کی اقتداء تب جائز ہے کہ وہ مواضع خلاف سے بچنے والا ہو مثلاً چوتھائی سر کا مسح کرے۔ اسی طرح نہایہ اور کفایہ میں ہے، اور اس قلیل پانی سے وضو بھی نہ کرتا ہو جس میں نجاست واقع ہوئی ہے، فتاوٰی قاضی خان میں اسی طرح ہے، اور نہ ماءِ مستعمل سے وضو کرتا ہو، سراجیہ میں یہی ہے اھ تلخیصًا (ت)

اور اس کی اپنی نماز بھی ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے طور پر تو ظاہر کہ محض باطل ہے اور ہم بلاشبہہ یہی حکم دیں گے،

فانا انما نفتی بمذھبنا وان کان مذھب غیرنا ما کان کما نص علیہ فی الخلاصۃ والاشباہ وفی الدر المختار ورد المحتار وغیرھا من الاسفار۔

ہم تو اپنے مذہب کے مطابق ہی فتوٰی دیں گے اگرچہ غیر کا مذہب جیسا بھی ہو۔ یہی تصریح خلاصہ، اشباہ، درمختار اور ردالمحتار وغیرہ معتبر کتب میں ہے۔ (ت)

مگر یہاں اور مذاہب پر بھی خیر نہیں سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ تو ہماری ہی طرح باطل ہی فرمائیں گے کہ ان کے یہاں پورے سر کا مسح فرض ہے، یُوں ہی سیدنا امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ اُن سے بھی اظہر الروایات فرضیت استیعاب ہے کما نقلہ الامام المولی الاجل القطب سیدی عبدالوھاب

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماماً لغیرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۴

marfat.com

Marfat.com

يصلى بصلاته فيما هو محجور فيه عن التقدم عليه والاستبداد دونه وما هو حقيقة الا الواجبات الفعلية اذهى موضوع الاقتداء اصالة كما نص عليه فى الغنية واشار اليه فى المرقاة تحت قوله صلى الله تعالٰى عليه وسلم انما جعل الامام ليؤتم بهٖ[1] ففيها القدوة حقيقة ومنها يسرى الٰى غيرها وان سرى كوجوب ترك سنة يلزم من فعلها مخالفة الامام فى واجب فعلى فليس ذلك للمتابعة فى ترك السنة بل فى الواجب المذكور كعدم جواز ان ياتى بسنن الركوع قبل ركوع الامام فانه لايفعلها الا فى الركوع ولا ركوع له قبل ركوعه فعن هذا امتنع تقديمها على ركوعه لا على فعلية السنن كما علمت وهذا معنى قولنا لاحظ لها من المتابعة الا بالتبع واذ قد تبين هذا ولله الحمد ظهر ان المقتدى ياتى بالسنن على مذهب نفسه دون مذهب الامام فان المستبد انما يعمل

پر جاری ہوگی، رہا یہ معاملہ کہ حقیقۃً امام کی کن ... میں اقتدا کا التزام کیا جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جن میں ... امام پر تقدم منع ہے اور جن میں مقتدی امام کے بغیر مستقل ... حیثیت نہیں رکھتا اور وہ امور حقیقۃً واجبات فعلیہ ... ہی ہیں کیونکہ اصالۃً یہی موضوعِ اقتدا ہیں جیسا کہ اس ... پر غنیہ میں تصریح ہے۔ مرقات میں حضور صلی اللہ تعالٰی ... علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی "امام اس لئے بنایا جاتا ... ہے کہ اس کی اتباع کی جائے" کے تحت بھی اسی ... طرف اشارہ کیا ہے تو ان واجبات میں اقتدا حقیقۃً ... ہے اور ان کے علاوہ میں ان کی وجہ سے ہے مثلاً ... اس سنّت کا ترک واجب ہوگا جس کو بجالانے سے ... واجب فعلی میں امام کی مخالفت لازم آئے تو یہ ترکِ ... سنّت میں متابعت کی بنا پر نہیں ہے بلکہ واجب مذکور ... میں مطابقت کی بنا پر ہے جیسا کہ مقتدی سننِ رکوع ... کو امام کے رکوع سے پہلے بجا نہیں لاسکتا کیونکہ ... انھیں رکوع کے علاوہ ادا نہیں کرسکتا، اور امام کے ... رکوع سے پہلے مقتدی کو رکوع کی اجازت نہیں ... تو اس وجہ سے ان سنن کا امام کے رکوع سے پہلے ... بجالانا منع ہوگیا، نہ یہ کہ سنن کو بجالانا منع ہے جیسا کہ ... تو جان چکا ہے ہمارے قول کہ "سنن میں اتباعِ امام ... تبعاً ہی ہے" کا معنٰی یہی ہے۔ الحمد للہ جب یہ بحث ... واضح ہوگئی تو، یہ بھی واضح ہوگیا کہ مقتدی سنّت ... کی بجا آوری اپنے مذہب کے مطابق کرے گا نہ ...

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ باب ما علی الماموم الخ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/۲ ...

marfat.com

Marfat.com

مولیٰ کی پاکیزہ دوامشست ہوجانا دشوار۔ اللہ عزوجل ہدایت بخشے۔ واللہ سبحٰنہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم عزشانہ احکم۔

مسئلہ ازشہر کہنہ بریلی ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو شوق قرآن وحدیث کا نہایت درجہ کا ہے مگر بسبب فکر معاش کے نہیں ہوسکتا ہے اور اقرار کرتا ہے کہ اگر خداوندکریم میری اس فکر کو دُور کردے تو میں اس شوق کو عمر بھر نہیں چھوڑوں گا اور کبھی بچپن سے شوق راگ وغیرہ کا اس زید کو نہیں تھا اور اب جس وقت سے ایک بزرگ کامل یعنی مولوی فضل الرحمٰن صاحب سے مرید ہُوا ہے اس درجہ کا شوق راگ وغیرہ کا اس کو ہوگیا ہے کہ بیان سے باہر یعنی رنڈی اگر ناچتی ہو تو وہاں کھڑا ہوجاتا ہے اور ستار کا اس قدر شوق ہے کہ رات کے ۹ بجے فرصت ہوتی ہے فکر معاش سے تو اس وقت سے لے کر ۲ بجے رات تک بلکہ بعض روز تمام رات ستار بجاتا ہے، اور اگر منع کرو تو کہتا ہے میرے واسطے دعا کرو تاکہ خداوندکریم مجھے اپنی محبت عنایت کرے، اور اگر دریافت کرو کہ جناب مولوی صاحب نے ان چیزوں کا حکم تم کو دیا ہے؟ تو کہتا ہے کہ نہیں ؎

مبادا ہیچ دل بے عشق بازی
اگر باشد حقیقی یا مجازی

(خدا کرے کہ کوئی دل بغیر عشق کے نہ رہے
خواہ عشق حقیقی ہو یا مجازی)

اور قرآن مجید اچھا جانتا ہے عمدہ جاننے میں شک نہیں بلکہ اس کے مقابلے میں اس جگہ پر لوگ غلط پڑھتے ہیں ایسے شخص کے پیچھے نماز صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

نماز اس شخص کے پیچھے اگرچہ بلاشبہ صحیح ہے۔

لما تقرر فقہا وحدیثا وکلاما من جواز الصلٰوۃ خلف کل بر وفاجر[1]۔ کیونکہ فقہی، حدیثی اور کلامی طور پر ثابت ہوچکا ہے کہ ہر نیک اور فاجر کے پیچھے نماز جائز ہے (ت)

مگر کراہت رکھتی ہے لہذا دوسرے شخص کو جو ایسے امور سے خالی اور باوجود اس کے سُنّی صحیح العقیدہ وقاری صحیح القرأت ہو امام مقرر کرلیں، ہاں اگر یہ بیان سچ ہے کہ وہاں اس شخص کے علاوہ سب غلط خواں ہیں یعنی حروف میں

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ وفیہا مباحث مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۴

marfat.com

Marfat.com

علی مذھب غیرہٖ احق و احری واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم و احکم۔

ہے، پس دیگر مذہب ... والی ہے واللہ تعالٰی سب سے بہتر جانتا ہے اس کا علم اتم اور سب سے محکم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۵۸۲ ازملک آسام ضلع جوہاٹ ڈاک خانہ گنڈگا مقام سراستے بہی مرسلہ ... ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عدیم البصر کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بلاشبہہ جائز ہے مگر اولٰی نہیں مکروہ تنزیہی ہے جبکہ حاضرین میں کوئی شخص صحیح العقیدہ غیر فاسق قرآن مجید صحیح پڑھنے والا اس سے زائد یا اس کے برابر مسائل نماز و طہارت کا علم رکھتا ہو ورنہ وہ عدیم البصر ہی اولٰی و افضل ہے جو باوصف صفات مذکورہ باقی حاضرین سے اُس علم میں زائد ہو۔ ہندیہ میں ہے:

الاولٰی بالامامۃ اعلمھم باحکام الصلٰوۃ ھکذا فی المضمرات، وھو الظاھر ھکذا فی البحر الرائق، ھذا اذا علم من القرأۃ قدر ما تقوم بہ سنۃ القرأۃ ھکذا فی التبیین، ولم یطعن فی دینہ کذا فی الکفایۃ، وھکذا فی النھایۃ، و یجتنب الفواحش الظاھرۃ وان کان غیرہ اورع منہ کذا فی المحیط، و ھکذا فی الزاھدی، وان کان متبحرا فی علم الصلٰوۃ لکن لم یکن لہ حظ فی غیرہ من العلوم فھو اولٰی کذا فی الخلاصۃ۔[1]

امامت کے لئے سب سے بہتر وہ ہے جو احکام نماز سے زیادہ آگاہ ہو۔ مضمرات میں یہی ہے، اور مختار بھی یہی ہے، بحرالرائق میں اسی طرح ہے۔ یہ اس وقت ہے جب اتنی قرأت سے واقف ہو جس سے قرأت مسنونہ ادا ہوجاتی ہو، تبیین میں اسی طرح ہے۔ کفایہ اور نہایہ میں ہے کہ اس کے دین پر طعن نہ ہو۔ محیط اور زاہدی میں ہے کہ وُہ فواحشِ ظاہری سے بچنے والا ہو اگرچہ کوئی دوسرا اس سے زیادہ صاحبِ ورع ہو۔ خلاصہ میں ہے اگر وہ مسائلِ نماز کے بارے میں نہایت ہی ماہر ہو لیکن وہ دیگر علوم میں واقفیت نہ رکھتا ہو تو پھر وہی اولٰی ہے (ت)

اسی میں ہے:

تجوز امامۃ الاعرابی والاعمی والعبد

اعرابی، نابینا اور غلام کی امامت جائز ہے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فی بیان من ھو احق بالامامۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۳

marfat.com

Marfat.com

حدالمحتار عملا بقول من یقول ان الکراھۃ فیہ تنزیھۃ (کیونکہ اقتدار تنہا نماز ادا کرنے سے اولیٰ ہے جیساکہ ردالمحتار میں ہے تاکہ اس کے قول پر عمل ہوجائے جو اسے مکروہ تنزیہی کہتا ہے۔ ت) اور پڑھ کر پھر پڑھے لما ذھب الیہ کثیر من العلماء ان الکراھۃ فیہ تحریمیۃ وھو الذی حققہ فی الغنیۃ وغیرھا وھو الاظھر کما بیناہ فی فتاونا (کیونکہ اکثر علماء کے نزدیک اس میں کراہت تحریمی ہے جیساکہ غنیہ وغیرہا میں ثابت ہے اور یہی مختار ہے اسے ہم نے اپنے فتاوٰی میں بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۵۳ از کلکتہ دھرم تلہ ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۶ صفر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام شافعی المذہب ہو اور مقتدی حنفی تو اُن امور میں جو حنفی کو جائز نہیں جیسے آمین بالجہر کہنا اور رفع یدین اور قومہ میں ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنا امام کی متابعت کرے یا نہ کرے؟ اور ایسے ہی مقتدی شافعی المذہب کو اپنے مذہب کے خلاف امور میں امام حنفی المذہب کی متابعت چاہئے یا نہیں؟ اور اگر متابعت کرے تو اس کی نماز کا کیا حال؟ بینوا توجروا۔

الجواب

حنفی جب دوسرے مذہب والے کی اقتدار کرے جہاں اس کی اقتدار جائز ہو کہ اگر امام کسی ایسے امر کا مرتکب ہو جو ہمارے مذہب میں ناقض طہارت یا مفسد نماز ہے جیسے آب قلیل متنجس یا مستعمل سے طہارت یا چوتھائی سر سے کم کا مسح یا خُونِ فصد وریم زخم وقے وغیرہا نجاسات غیر سبیلین پر وضو نہ کرنا یا قدر درم سے زائد منی آلودہ کپڑے سے نماز پڑھنا یا صاحب ترتیب ہو کر باوصف یاد فائتہ ووسعت وقت بے قضائے فائتہ نماز وقتی شروع کردینا یا کوئی فرض ایک بار پڑھ کر پھر اُسی نماز میں امام ہوجانا تو ایسی حالت میں تو حنفی کو سرے سے اُس کی اقتدار جائز ہی نہیں اور اس کے پیچھے نماز محض باطل،

کما نص علیہ فی عامۃ کتب المذھب بل فی الغنیۃ اما الاقتداء بالمخالف فی الفروع کالشافعی فیجوز مالم یعلم منہ ما یفسد الصلاۃ علی اعتقاد المقتدی علیہ الاجماع انما اختلف فی الکراھۃ اھ

جیساکہ اس پر عامہ کتب مذہب میں تصریح ہے بلکہ غنیہ میں ہے فروعات میں مخالف مثلاً شافعی المسلک کی اقتدار اس وقت جائز ہوگی جب اس سے ایسے عمل کا علم نہ ہو جو اعتقادِ مقتدی میں مفسدِ نماز ہو جواز پر اجماع ہے البتہ کراہت میں اختلاف ہے اھ (ت)

لے غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳
لے " " " " " " " " " ص ۵۱۶

marfat.com

Marfat.com

وھو اعمٰی[1]۔ حالانکہ وہ نابینا تھے(ت)

علماء فرماتے ہیں انھیں امام مقرر کرنے کی یہی وجہ ہے کہ حاضرین میں سب سے یہی افضل تھے بحرالرائق میں ہے:

قید کراھۃ امامۃ الاعمٰی فی المحیط وغیرہ بان لایکون افضل القوم فان کان افضلھم فھو اولٰی وعلٰی ھذا یحمل تقدیم ابن ام مکتوم لانہ لم یبق من الرجال الصالحین للامامۃ فی المدینۃ احد افضل منہ حینئذ ولعل عتبان بن مالک کان افضل من کان یؤمہ ایضاً اھ[2]۔

محیط وغیرہ میں امامتِ اعمٰی کے مکروہ ہونے کے لئے یہ قید لگائی گئی ہے کہ وہ اعمٰی اس قوم سے افضل نہ ہو، اگر وہ دوسروں سے افضل ہے تو وہی بہتر ہوگا اور حضرت ابن مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی تقدیم کو بھی اسی بات پر محمول کیا جاتا ہے کہ اس وقت مدینہ منورہ میں ان سے بڑھ کر امامت کا اہل کوئی نہیں تھا ممکن ہے حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی دیگر لوگوں سے افضل ہوں۔

قلت وقد سمعت انہ کان من الاصحاب البدریین رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین فان لم یکن فی من کان یؤمھم من شھد بدرا کان افضلھم بالیقین۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

قلت (میں کہتا ہوں) آپ نے سن لیا ہے کہ وہ اصحابِ بدر رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین میں سے تھے اگر ان کے مقتدیوں میں کوئی بھی اصحابِ بدر میں سے نہ تھا تو وہ بالیقین ان سے افضل ہوں گے۔ (ت)

مسئلہ ۵۸۵ تا ۵۸۸ از شاہجہانپور محلہ بابوزئی مرسلہ شاہ فخر عالم صاحب قادری ۲۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ مسجد میں بحکم والی ملک (زید) جو حافظِ قرآن ومتشرع ہے قدیم سے خدمتِ امامت بجالاتا ہے اور اس کی تنخواہ پاتا ہے لیکن بکر جو دوسرے سررشتہ کا ملازم ہے اور اس کے پاس باوجودیکہ کوئی حکم فسخ امامت زید کا نہیں ہے اور نہ بکر کو حکم امامت کا والی ملک کے یہاں سے ملا اور عموماً مقتدیان بکر کی امامت سے بوجوہاتِ ذیل ناراضمند ہیں:

(۱) یہ کہ بکر بعض اوقات رقص طوائف دیکھ لیتا ہے۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از مسند انس بن مالک مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳/۱۹۲
سنن ابوداؤد باب امامۃ الاعمٰی مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۸۸

[2] بحرالرائق باب الامامۃ ″ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۴۸

marfat.com

Marfat.com

یوں ہی تکبیرات عیدین میں رفع یدین فی الدر یرفع یدیه فی الزوائد ان لم یر امامه ذلک الخ[1] (درمختار میں ہے تکبیرات زوائد میں اپنے ہاتھ بلند کرے خواہ امام اس عمل کو جائز نہ سمجھتا ہو الخ۔ ت) اور اگر رکوع وسجود میں ایک ہی تسبیح کہہ کر سر اٹھائے تو مقتدی بھی ناچار سنتِ تثلیث ترک کرے ورنہ قومہ وجلسہ کی متابعت میں خلل آئیگا

هو الصحیح کما فی الخانیة والخلاصة والخزانة والوجیز والفتح والبحر وغیرها من الاسفار الغر وهذا نظم الدر انه مما یبتنی علی لزوم المتابعة فی الارکان انه لو رفع الامام راسه من الرکوع او السجود قبل ان یتم الماموم التسبیحات الثلث وجب متابعته[2]۔

یہی صحیح ہے جیسا کہ خانیہ، خلاصہ، خزانہ، وجیز، فتح، بحر وغیرہ معتبر کتابوں میں ہے، درمختار کے الفاظ یہ ہیں ارکانِ نماز میں امام کی پیروی لازم ہونے پر یہ مسئلہ مبنی ہے کہ اگر امام نے اپنا سر رکوع وسجود سے مقتدی کی تین تسبیحات مکمل ہونے سے پہلے اٹھالیا تو مقتدی پر متابعتِ امام لازم ہے۔ (ت)

شرح منیہ علامہ ابراہیم حلبی وحاشیہ سید ابن عابدین میں ہے:

الاصل عدم وجوب المتابعة فی السنن فعلا فکذا ترکا وکذا الواجب القولی الذی لا یلزم من فعله المخالفة فی واجب فعلی کالتشهد وتکبیر التشریق بخلاف القنوت وتکبیرات العیدین اذ یلزم من فعلها المخالفة فی الفعل وهو القیام مع رکوع الامام الخ[3] اھ ملخصا۔

اصل یہ ہے کہ سنن میں امام کی متابعت جس طرح فعلاً لازم نہیں اسی طرح ترکاً بھی لازم نہیں، یہی حکم اس واجب قولی کا ہے کہ جس کے بجالانے سے کسی واجب فعلی کی مخالفت لازم نہ آئے مثلاً تشہد اور تکبیراتِ تشریق بخلاف دعا قنوت اور تکبیراتِ عیدین کے کیونکہ ان کے بجالانے سے فعل میں مخالفت لازم آتی ہے، یعنی ایسی صورت میں امام رکوع میں ہوگا اور مقتدی حالتِ قیام میں ہوگا الخ اھ تلخیصاً۔ (ت)

جب یہ اصول معلوم ہولئے تو ان تینوں فروع کا حکم بھی انھیں سے نکل سکتا ہے رکوع وغیرہ میں رفع یدین ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک منسوخ ہوچکا ہے اور منسوخ پر عمل نامشروع، تو اس میں متابعت نہیں۔ امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی قدس سرہ الربانی بدائع میں فرماتے ہیں:

لو اقتدی بمن یرفع یدیه عند الرکوع او بمن یقنت فی الفجر او بمن یری خمس

اگر کسی نے ایسے امام کی اقتدا کی جو رکوع کے وقت رفع یدین کرتا ہے یا نمازِ فجر میں قنوت پڑھتا ہے

---

[1] درمختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۶
[2] ؍؍ فصل واذا اراد الشروع الخ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۷۵
[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۶۸

marfat.com
Marfat.com

بتقديمه للامامة واذا تعذر منعه ينتقل عنه الى غير مسجده للجمعة وغيرها[1]

مقدم کرکے اس کی تعظیم نہ کی جائے اور جب اسے امامت سے روکنا متعذر ہو تو جمعہ وغیرہ کیلئے آدمی کسی دوسری مسجد میں چلا جائے۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

فی فتاوی الحجة اشارة الی انهم لوقدموا فاسقا یاثمون[2] اھ ملخصا

فتاوی الحجہ میں ہے اس سے اشارہ ہے کہ اگر لوگوں نے فاسق کو امام بنایا تو تمام گنہگار ہوں گے اھ ملخصا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

بقی لوکان مقتدیا بمن یکرہ الاقتداء به ثم شرع من لاکراهة فیه هل یقطع ویقتدی به استظهر ط ان الاول لوفاسقا لایقطع ولو مخالفا وشك فی مراعاته یقطع اقول والاظهر العکس لان الثانی کراهته تنزیهیة کالاعمی والاعرابی بخلاف الفاسق فانه استظهر فی شرح المنیة انها تحریمیة لقولهم ان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علینا اهانته بل عند مالك و روایة عن احمد لاتصح الصلوة خلفه[3] اھ قلت والحکم فیما نحن فیه ابین واظهر علی کلا الاستظهارین کما لایخفی من حال ذلك الافسق الاطغی۔

باقی رہا یہ معاملہ کہ اگر کسی نے اقتدا کی اس شخص کی جس کی اقتداء مکروہ تھی پھر ایسے شخص نے نماز شروع کی جس میں کراہت نہ تھی تو کیا نماز قطع کردے اور دوسرے کی اقتداء کرے؟ ط نے اس کو ترجیح دی ہے کہ اگر اول فاسق ہو (یعنی مخالف نہ ہو) تو نماز قطع نہ کرے اور اگر وہ مخالف ہو اور رعایت نماز میں شک ہو تو قطع کردے، میں کہتا ہوں مختار اس کا عکس ہے کیونکہ دوسری (یعنی مخالف کی) صورت میں کراہت تنزیہی ہے جیسا کہ نابینا اور اعرابی کی امامۃ میں ہے بخلاف فاسق کے کہ اس کے بارے میں شرح منیہ میں ہے کہ مختار یہی ہے کہ اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے کیونکہ فقہاء کہتے ہیں کہ اس کو امام بنانے کی بنا پر اس کی تعظیم ہوگی حالانکہ ہم پر اس کی اہانت لازم ہے بلکہ امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد رضی اللہ عنہ کے نزدیک فاسق کے پیچھے نماز جائز ہی نہیں اھ قلت (میں کہتا ہوں) جس کے بارے

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۱۶۵

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ " سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[3] ردالمحتار باب ادراک الفریضۃ " مصطفی البابی مصر ۱/۵۲۵

marfat.com

Marfat.com

ویرسل یدیه فی جنبیہ۔[1] کھڑا رہے اور اپنے ہاتھ اپنے پہلوؤں کی طرف چھوڑ دے۔ (ت)

اور مجتبائیہ میں اگر شافعی کے پیچھے اقتدا باقی رہے (کہ وہ وتر کے دو ٹکڑے کرتے ہیں پہلے تشہد پر سلام پھیر کر اخیر رکعت اکیلی پڑھتے ہیں اگر امام نے ایسا کیا جب تو رکعت قنوت آنے سے پہلے ہی اس کی اقتدا قطع ہوگئی اب نہ وہ امام نہ یہ مقتدی، نہ اس کے وتر صحیح کہ اس کی وسط نماز میں عمداً سلام واقع ہوا فی الدر المختار صح الاقتداء فیہ بشافعی لم یفصلہ بسلام لا ان فصلہ علی الاصح[2] اھ ملخصاً در مختار میں ہے وتر میں حنفی کو اس شافعی کی اقتدا درست ہے جو وتر کو سلام کے ساتھ جُدا نہ کرے (یعنی دو رکعت پر سلام نہ پھیرے) اگر امام نے وتر کو دوگانہ کے بعد سلام پھیر کر جُدا کیا تو اصح قول کے مطابق اس کی اقتدا درست نہیں ہے اھ ملخصاً) جب ایسا نہ ہوا اور اقتدا قائم رہے) تو اگرچہ شافعیہ قنوت قومہ میں پڑھتے ہیں اور ہمارے مذہب میں اس کا محل قبل رکوع، مگر ہمارے علماء نے تمام متون و شروح و فتاوٰی میں مقتدی کو حکم دیا کہ یہاں قنوت میں متابعت کرے اور اس کا منشاء یہی کہ اسے بالکل نامشروع نہیں ٹھہراتے والمسئلۃ منصوص علیہا بدلیلہا فی الھدایۃ والکافی وسائر الشروح (اس مسئلہ سے متعلق عبارات بمع دلائل ہدایہ، کافی اور دیگر شروح میں موجود ہیں۔ ت)

رہا یہ کہ مقتدی اس حالت میں اتباعِ امام کرے یا اتباعِ مذہبِ امام یعنی ہاتھ باندھے یا چھوڑے یا دعا کی طرح اٹھائے، کیا کرنا چاہئے، اس کی تصریح نظرِ فقیر سے نہ گزری، نہ اپنے پاس کی کتبِ موجودہ میں اس سے تعرض پایا، ظاہر یہ ہے کہ مثل قیام ہاتھ باندھے گا کہ جب اسے قنوت پڑھنے کا حکم ہے تو یہ قیام ذی قرار و صاحبِ ذکرِ مشروع ہوا اور ہر ایسے قیام میں ہاتھ باندھنا نقلاً و شرعاً سنّت اور عقلاً و عرفاً ادبِ حضرت اور ترکِ سنّت میں امام کی پیروی نہیں،

وقد یؤید ذلک اطلاقھم قاطبۃ سنیۃ الوضع فی حالۃ القنوت کما فی عامۃ الکتب المذھبۃ فیکون متناولا لھذا القنوت المخصوص ایضاً۔

اس کی تائید فقہا کی ان عبارات سے ہوتی ہے جن میں ہے کہ قنوت کے موقع پر ہاتھ باندھنا سنّت ہے جیسا کہ عام کتبِ مذہب میں ہے تو وہ حکم اس مخصوص قنوت کو بھی شامل ہوگا۔ (ت)

---

[1] نور الایضاح | باب الوتر | مطبوعہ مطبع علیمی لاہور | ص ۳۸

[2] در مختار | باب الوتر والنوافل | " " مجتبائی دہلی | ۱/۹۴

marfat.com

Marfat.com

علی من تعدی علی وظیفۃ امام من اتب فصلی فیہا قہرا علی صاحبہا وعلی المامومین۔ امکن ان یقال حینئذ ان ذٰلک کبیرۃ لان غصب المناصب اولٰی بالکبیرۃ من غصب الاموال المصرح فیہ بانہ کبیرۃ[1] اھ ملخصا۔

جو امام پر [illegible] امامت کا مسئلہ کیا تو اس [illegible] کہا جا سکتا ہے کہ یہ عمل کبیرہ گناہ ہے کیونکہ مناصب کا غصب کرنا بطریق اولٰی کبیرہ ہے اس غصب سے جو مال کا ہو جس کے کبیرہ ہونے پر تصریح موجود ہے ملخصاً (ت)

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۸: از کلکتہ دھرم تلا نمبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۵ جمادی الآخری ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو امام نماز پڑھانے پر نوکر ہے اس کی اقتدا کی جائے یا جماعت ترک کی جائے؟ بینوا توجروا

الجواب

قطعاً اقتدا کی جائے اس عذر پر ترکِ جماعت ہرگز جائز نہیں متقدمین کے نزدیک جو اُجرت لے کر امامت کرنے والے کے پیچھے نماز میں کراہت تھی اس بنا پر کہ اُن کے نزدیک امامت پر اُجرت لینا ناجائز تھا وہ بھی ایسی نہ تھی جس کے باعث ترکِ جماعت کا حکم دیا جائے اب کہ فتوٰی جواز اجرت پر ہے تو وہ کراہت بھی نہ رہی طحطاوی میں زیر قول درمختار تکرہ خلف من ام باجرۃ قہستانی (اس شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے جو اُجرت لے۔ قہستانی۔ ت) فرمایا:

ھذا مبنی علی بطلان الاستئجار علی الطاعات وھی طریقۃ المتقدمین والمفتی بہ جوازہ خوف تعطیل الشعائر حلبی وابو السعود[2]۔

یہ حکم اس پر مبنی ہے کہ عبادات پر اجرت لینا جائز نہیں (باطل ہے) اور یہ متقدمین کا طریقہ تھا اب مفتی بہ قول یہ ہے کہ اُجرت لینا جائز ہے ورنہ شعائر اسلامی کے معطل ہونے کا خوف ہے حلبی وابو السعود (ت)

اسی طرح ردالمحتار وغیرہا میں ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۹: از مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ مرسلہ حضرت سید ظہور حیدر میاں صاحب ۱۱ جمادی الآخری ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو بہت رکوع اور سورتیں یاد ہیں جن سے وہ نماز پڑھاتا

---

[1] الزواجر عن اقتراف الکبائر الکبیرۃ السادسۃ والثمانون مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۲۴۰

[2] حاشیۃ الطحطاوی باب الامامۃ ؍؍ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۴۴

marfat.com
Marfat.com

عليه وان لم يكن فعلك متوقفا على فعله ولا متقيدا بتقدمه بل تفعله وان لم يفعل وتبادر اليه وان لم ياخذ فيه بعد فما انت تابع له بل انت مستقل بنفسك غير تابع ولا متابع وهذا ظاهر جدا واذ قد علمت ان اتيان الماموم بالسنن غير متقيد باتيان الامام بل ياتي بها ان تركها كما اسمعناك عليه نصوص الائمة، ومن لازم ذلك جواز التقدم عليه مع الندب اليه لجواز ان يرجع الامام بعد الترك الى الفعل كما اذا ركع فصوب راسه وطبق اكفه او ضم اصابعه اوبقي صامتا غير مسبح والماموم قد فعل كل ذلك بطلب الشرع ثم عاد الامام فسوى واخذ وخرج وسبح فقد تقدم فعل الماموم وهو فيه غير ملوم بل اليه مندوب وهو منه معتمد محسوب فقد ثبت ان لا مدخل للمتابعة في السنن والمستحبات بل الماموم مستبد فيها غير داخل تحت حكم الامام ولم يتناوله تحكيمه اياه على ذاته، والتزامه ان

اور تیرا ایسا فعل جو اس کے فعل پر موقوف نہ ہو اور نہ ہی اس کے تقدم کے ساتھ مقید ہو بلکہ آپ اسے کر سکتے ہیں اگرچہ امام اسے نہ کرے، اسی طرح آپ اس کی طرف بڑھ سکتے ہیں اگرچہ امام ابھی تک اس میں شروع نہیں ہوا، تو آپ اس میں کسی معنی میں بھی تابع نہیں بلکہ آپ کی اس میں مستقل حیثیت ہے نہ کہ تابع اور متابع کی، اور یہ بات نہایت ہی ظاہر ہے اور جب آپ یہ جان چکے کہ مقتدی کا سنن پر عمل امام کے بجالانے کے ساتھ مقید نہیں بلکہ امام کے ترک کی صورت میں مقتدی انھیں بجالاسکتا ہے جیسا کہ ہم نے بہت سے ائمہ کے اقوال سے آپ پر واضح کیا ہے اس کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ مقتدی کیلئے امام پر تقدم جائز جب مقتدی اس شی کو مستحب بھی جانے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ امام ترک کے بعد اسے بجالائے مثلاً امام نے رکوع میں سر پست کر دیا، اپنی دونوں ہتھیلیاں بند کر لیں، یا انگلیاں متصل رکھیں یا تسبیح کہے بغیر خاموش رہا حالانکہ مقتدی ان تمام کو بجالایا، کیونکہ شرعاً یہ تمام مطلوب تھیں پھر امام لوٹا اور اس نے سر برابر کیا، ہتھیلیوں سے گھٹنے پکڑے، انگلیوں میں انفصال کیا اور تسبیح کہی تو یہاں اگرچہ مقتدی نے پہلے عمل کیا لیکن یہ غیر مناسب نہیں لہذا اسے ملامت نہ کی جائے گی بلکہ یہ اس کے لئے مستحب ہے اور اس پر اسے ثواب ملے گا، پس اس سے ثابت ہو گیا کہ سنن اور مستحبات میں متابعت کا کوئی دخل نہیں، بلکہ مقتدی ان میں مستقل ہے اور وہ امام کے حکم کے تحت داخل نہیں اور نہ ہی اس کی تحکیم اس کی ذات،

marfat.com

Marfat.com

بترکہ اللفظ فضلا عن المعنی۔

الفاظ میں کوئی تبدیلی نہیں آتی [illegible]

(۳) جن حروف مد یا لین پر مد نہیں مثلاً قال یقول قیل قول خیر ان پر کھینچنا بھی موجبِ فساد نہیں جبکہ حد سے زیادہ نہ ہوں، ہاں حد سے متجاوز ہو جیسے گانے میں زمزمہ کھینچا جاتا ہے تو آپ ہی مطلقاً مفسد ہے اگرچہ مد ہی کی جگہ ہو،

فی الخانیۃ لوقرأ القرأن فی صلاتہ بالحان ان غیر الکلمۃ تفسد صلوتہ لما عرف فان کان ذلک فی حروف المد واللین وھی الیاء والالف والواؤ لایغیر المعنی الا اذا فحش[1] اھ فی ردالمحتار قولہ بالالحان ای بالنغمات وحاصلھا کما فی الفتح اشباع الحرکات لمراعات النغم[2]۔

خانیہ میں ہے اگر نماز میں الحان کے ساتھ قرآن پڑھا اگر کلمہ میں تبدیلی آگئی تو نماز فاسد ہو جائے گی جیسا کہ معروف ہے پس اگر وہ الحان حروف مد اور لین میں ہو جو کہ یاء، الف اور واؤ ہیں تو معنی میں تبدیلی نہیں ہوگی البتہ اس صورت میں آئے گی جب وہ حد سے متجاوز ہو اھ ردالمحتار میں ہے قولہ بالالحان یعنی نغمہ کے ساتھ پڑھنا اور اس کا حاصل فتح کے مطابق نغمہ کی رعایت کی خاطر حرکات میں اشباع کرنا ہے (ت)

(۴) کھڑے کو پڑا پڑھنا بھی مفسد نہیں،

فی القنیۃ قع حم قرأ وتعال جدک بغیر یاء لاتفسد وعن جار اللہ مثلہ لان العرب یکتفی بالفتحۃ عن الالف اکتفاءھم بالکسرۃ عن الیاء ولوقرأ اعذ باللہ لاتفسد صلاتہ ایضا لاکتفائھم بالضمۃ عن الواو[3]

قنیہ میں ہے قع حم کے ہاں اگر کسی نے تعالٰی جدک یاء کے بغیر پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور جار اللہ سے بھی یہی منقول ہے کیونکہ اہلِ عرب الف کی جگہ فتحہ پر اکتفاء کر لیتے ہیں جیسا کہ یاء کی جگہ کسرہ پر اکتفاء کرتے ہیں اور اگر اعوذ باللہ کی جگہ اَعُذُ باللہ پڑھا تو بھی نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ اہلِ عرب واؤ کی جگہ ضمہ پر اکتفاء کر لیتے ہیں۔ (ت)

عک وجاراللہ والصلاوات لاتفسد وکذا لوقرأ وطورسنین بحذف الیاء

عین الائمہ کرابیسی اور جار اللہ زمخشری کے نزدیک اگر کسی نے والصلوات کی جگہ والصلاوات پڑھا

---

[1] فتاوٰی قاضی خان — فصل فی قرأۃ القرآن خطأً — مطبوعہ نولکشور لکھنؤ — ۱/۷۵

[2] ردالمحتار — باب مایفسد الصلوٰۃ الخ — " مصطفی البابی مصر — ۱/۴۶۶

[3] قنیہ فتاوٰی قنیۃ — باب فی حذف الحرف والزیادۃ — المطبعۃ المشتہرۃ بالمھانندیۃ — ص ۶۳

marfat.com

Marfat.com

بل التقييد هذا ينبغی التحقيق والله تعالٰی ولی التوفیق اتقن ھذا فانك لا تجدہ فی غیر ھذا التحریر وھو علم عزیز فی کلم یسیر۔

امام کے مذہب کے مطابق، کیونکہ مستقل حیثیت رکھنے والا اپنی رائے کے مطابق عمل کرتا ہے تحقیق کا حق یہی تھا، اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے اسے اچھی طرح پختہ کرلو کیونکہ ایسی تحقیق اس تحریر کے علاوہ تمھیں کہیں نہیں ملے گی، اور یہ آسان ترین کلمات میں نہایت ہی اعلٰی علم ہے۔(ت)

ولہذا حرمین طیبین زادہما اللہ تعالٰی شرفاً وتکریماً میں مرئی ومشاہد ہے کہ ایک امام کے پیچھے چاروں مذہب والے نماز پڑھتے اور ان امور میں سب اپنے مذہب پر عمل کرتے ہیں حنفی امام حنفی کے پیچھے زیر ناف ہاتھ باندھے ہے، اُس کے دہنے بازو پر شافعی سینے پر ہاتھ رکھے، بائیں بازو پر مالکی ہاتھ کھولے ہوئے ہے کوئی کسی پر انکار نہیں کرتا، اور کیوں ہو کہ بحمد اللہ ہم چاروں حقیقی بھائی ایک ماں باپ کی اولاد ہیں باپ ہمارا اسلام ماں ہماری سنّت سنیہ سیّد الانام علیہ وعلٰی آلہٖ افضل الصلوٰۃ والسلام، انکار تو ان گمراہوں پر ہے جو تقلید ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو معاذ اللہ شرک وحرام بتاتے اور مذاہب حقہ راشدہ اہلِ حق کا نام چوراہہ رکھتے ہیں۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1] (عنقریب ظالم جان لیں گے کہ وہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ت) ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ وعلماء حزبہ اجمعین۔ رہا یہ کہ ایسی صورت میں شافعی کو کیا چاہئے، یہ علماء شافعیہ سے پُوچھا جائے۔ خلاصہ ودرمختار میں ہے:

ولو قیل للحنفی ما مذھب الامام الشافعی فی کذا وجب ان یقول قال ابوحنیفۃ کذا[2] اھ۔

اگر کسی حنفی سے سوال کیا جائے کہ امام شافعی کا مسلک فلاں مسئلہ کے بارے میں کیا ہے تو جواباً یہ کہنا واجب ہے کہ امام ابوحنیفہ کا موقف یہ ہے اھ

اقول ولا شك ان الرجل بمذھبہ ادری وامر الفتیا امر ادھی فترك اجتراء

اقول (میں کہتا ہوں) اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر آدمی اپنے مذہب کو خوب جانتا ہے اور فتوٰی جاری کرنے کا معاملہ نہایت ہی سخت اور دشوار

---

[1] القرآن ۲۶/ ۲۲۷

[2] درمختار باب العدۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۵۶

marfat.com

Marfat.com

یوں ہی تصریح فرماتے ہیں کہ جو شخص وقف و وصل کی رعایت نہ رکھتا ہو اسے امام نہ بنایا جائے

فی الھندیة عن المحیط من یقف فی غیر مواضعه ولا یقف فی مواضعه لاینبغی له ان یؤم۔[1]

ہندیہ میں محیط کے حوالے سے ہے کہ وہ شخص جو غیر وقف جگہ وقف کرے اور وقف کی جگہ وقف نہ کرے اسے امام نہیں ہونا چاہئے۔ (ت)

(۶) پڑے کو کھڑا پڑھنے سے اگر معنی فاسد نہ ہوں جیسے امّلٰ اودعٰ یرضٰہ لم یخشٰ وانہ لاتاسٰ علیہ لاتمشٰ یعبادکو امّلٰ اودعٰ یرضٰہ لم یخشٰ وانہ لاتاسٰ علیہ لاتمش یعبادٰ پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

فی الغنیة ان زاد حرفا ان لم یغیر المعنی بان قرأوامر بالمعروف وانہی عن المنکر بزیادة الالف فی اللفظ بعد الھاء لاتفسد[2] اھ ملخصا۔

غنیہ میں ہے اگر کسی نے ایسے حرف کا اضافہ کیا جس سے معنی میں تبدیلی نہ آئے مثلاً وأمر بالمعروف وانہی عن المنکر میں ہاء کے بعد الف پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اھ ملخصاً۔ (ت)

ورنہ فاسد،

کما قدمنا عن الخانیة وفی الدر ومنھا ای من المفسدات القراءة بالالحان ان غیر المعنی[3] الخ فی رد المحتار قولہ ان غیر المعنی کما لو قرأ الحمد للّٰہ رب العلمین واشبع الحرکات حتی اتی بواو بعد الدال وبیاء بعد اللام والھاء وبالف بعد الراء ومثلہ قول المبلغ ربنالک الحامد بالف بعد الراء لان الراب ھو زوج الام کما فی الصحاح والقاموس وابن الزوجة یسمی ربیبا[4] اھ۔

جیسا کہ ہم پہلے خانیہ کے حوالے سے بیان کرچکے ہیں اور درمختار میں ہے مفسدات نماز میں سے قراءۃ بالالحان بھی ہے بشرطیکہ معنی تبدیل ہوجائے الخ ردالمحتار میں کہ ماتن کے قول ان غیر المعنی کی مثالیں یوں ہیں کہ الحمد للّٰہ رب العلمین میں اگر کسی نے حرکات میں اشباع کیا وہ یوں کہ دال کے بعد واو، لام اور ہاء کے بعد یا اور راء کے بعد الف پیدا ہوگیا اسی طرح ہے مکبر کا قول "ربنالک الحامد" یعنی راء کے بعد الف پڑھ دیا کیونکہ راب ماں کے شوہر کو کہا جاتا ہے جیسا کہ صحاح اور قاموس میں ہے، اور زوجہ کے بیٹے کو ربیب کہا جاتا ہے اھ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماماً لغیرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۶

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی بیان احکام زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۴

[3] درمختار باب مایفسد الصلوٰۃ الخ " مجتبائی دہلی ۱/۹۰

[4] ردالمحتار " " " " مصطفی البابی مصر ۱/۴۶۹

marfat.com

Marfat.com

...نکرہ اھ ملخصا۔ البتہ مکروہ ہے اھ ملخصاً (ت)

بحر میں ہے، کراہت تنزیہہ۔ خانیہ میں ہے، غیر ھم اولی (ان کے علاوہ کی امامت اولی ہے۔ ت)

حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ باجازت حضور پُر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی قوم کی امامت فرماتے،

فی الصحیحین واللفظ لمسلم عن ابن شھاب ان محمود بن الربیع الانصاری حدثہ ان عتبان بن مالک وھو من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ممن شھد بدرا من الانصار انہ اتی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ انی قد انکرت بصری وانا اصلی لقومی الحدیث فی اتیانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الی بیتہ وصلاتہ فیہ لیتخذہ مصلی۔

بخاری ومسلم میں ہے اور مسلم کے الفاظ یہ ہیں ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ محمود بن ربیع انصاری سے مروی ہے کہ حضرت عتبان بن مالک جو انصاری اور بدری صحابی رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے عرض کیا یارسول اللہ! میری آنکھیں جواب دے گئی ہیں حالانکہ میں اپنی قوم کو نماز پڑھاتا ہوں الی آخر الحدیث تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے نماز ادا فرمائی تاکہ وہ اس جگہ کو اپنی نماز کی جگہ بنالیں۔ (ت)

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سفر کو تشریف لیجاتے وقت دو بار مدینہ طیبہ پر نیابت عطا فرمائی کہ باقی ماندہ لوگوں کی امامت کرتے،

عزاہ فی البحر الی صحیح ابن حبان۔ قلت اخرج احمد وابوداود عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم استخلف ابن ام مکتوم علی المدینۃ مرتین یصلی بھم

بحر میں اس کی نسبت صحیح ابن حبان کی طرف ہے میں کہتا ہوں امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو دومرتبہ مدینہ طیبہ میں اپنا خلیفہ مقرر فرمایا

۱؎ فتاوٰی ہندیہ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۸۵

۲؎ صحیح مسلم باب الرخصۃ فی التخلف الخ 〃 قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۳۳

۳؎ بحرالرائق باب الامامۃ 〃 ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۴۸

marfat.com

Marfat.com

ایاك بتشدید کاف نہیں ورنہ نہیں جیسے ماود علے بتخفیف دال آگ بتشدید راء ۔

فی الغنیۃ تخفیف المشدد الاصل فیہ انہ ان کان لایغیر المعنی کأن قرأ وقتلوا تقتیلا لاتفسد وان غیربان ترك التشدید فی رب الفلق ونحوہ فاختیار عامۃ المشائخ انہا تفسد کذا فی الخلاصۃ وذلك التفصیل علی قول المتقدمین وتقدم انہ الاحوط وحکم تشدید المخفف کحکم عکسہ وکذلك اظہار المدغم وعکسہ فالجمیع فصل واحد[1] اھ ملخصا۔

غنیہ میں ہے کہ جو لفظ مشدد کو مخفف پڑھے اس میں قاعدہ یہ ہے اس کو مخفف پڑھنے سے اگر معنی میں تبدیلی نہیں آتی مثلاً قتلوا تقتیلا شد کے بغیر پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر معنی بدل جاتا ہے مثلاً رب الفلق وغیرہ میں شد کو ترک کردیا تو عام مشائخ کے ہاں مختار یہی ہے کہ نماز فاسد ہوگی کذا فی الخلاصہ، اور یہ تفصیل متقدمین کے قول کے مطابق ہے اور پہلے گزر چکا کہ اسی میں زیادہ احتیاط ہے، مخفف کو شد کے ساتھ پڑھنا یا مشدد کو مخفف پڑھنا دونوں کا حکم ایک جیسا ہے اسی طرح مدغم کا اظہار یا اس کا عکس ہو تو ان تمام صورتوں کا ایک ہی حکم ہے اھ ملخصاً (ت)

اقول ھکذا فی کتب اخری حکم الفساد بتخفیف الراء وعندی فیہ وقفۃ فقد قال فی القاموس قد یخفف[2] اھ ونقلہ الصاغانی عن ابن الانباری وانشد المفضل ؎

وقد علم الاقوام ان لیس فوقہ
رب غیر من یعطی الحظوظ ویرزق[3]

نقلہ فی لسان العرب وغیرہا کما فی التاج۔

اقول (میں کہتا ہوں) اسی طرح دیگر کتب میں رب کے مخفف پڑھنے پر فسادِ نماز کا حکم دیا گیا ہے اور میرے نزدیک اس میں توقف ہے، کیونکہ قاموس میں ہے کہ اس میں کبھی کبھی تخفیف کی جاتی ہے اھ اسے صاغانی نے ابن الانباری سے نقل کیا ہے اور مفضل نے یہ شعر کہا ہے: ؎

ان اقوام نے یہ جان رکھا ہے کہ ان سے اوپر رب کے سوا کوئی نہیں جو رزق اور نعمتیں عطا کرے۔

تاج العروس کے مطابق یہ شعر لسان العرب میں غیرہا میں منقول ہے۔ (ت)

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی بیان احکام زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۸

[2] القاموس المحیط فصل الراء من باب الراء " مصطفی البابی مصر ۱/ ۷۲

[3] تاج العروس من جواہر القاموس فصل الراء من باب الباء مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۶۰

marfat.com

Marfat.com

(۲) کفار و مشرکین کے میلوں ٹھیلوں اور دیوالی کی شب جو ہنود میں صورت لچھمن کی ہوتی ہے اور خباثت دیوتاؤں کی پوجا کی جاتی ہے شریک ہو کر وہ بھی سب کے ساتھ مورت کا روپیہ چڑھاتا ہے اور علاوہ تنخواہ اپنی مقررہ کے خلاف حکم لوگوں سے نذرانہ بھی لیتا ہے۔

(۳) محفل میلادِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اور قیام کو بدعت سیئہ بتلاتا ہے اور محفل یازدہم حضرت غوث الثقلین محبوبِ سبحانی کرنے اور پڑھنے والے کو بدعتی اور گنہگار کہتا ہے اور شیرینی محفل میلاد کو بُرا جانتا ہے۔

(۴) شرفاء و نجباء کی توہین اور غیبت کو فخر سمجھتا ہے اور مولوی ابو المنصور صاحب دہلوی کی نسبت جو امام وقت کہے جاتے ہیں ان کی تصنیف پر جو سب علماء دیکھ چکے ہیں اور کوئی حرف زن نہیں ہوا مگر بکر نے فتویٰ کفر کا دے دیا ہے پس مقتدیان وغیرہ کے دلوں میں جو بکر کی طرف سے بوجوہات بالا کراہت آگئی ہے اس واسطے بکر کے پیچھے نماز نہ پڑھنے میں کوئی حرج تو نہیں ہے اور بکر اپنی امامت کے باعث مقتدیان وغیرہ کو تارکِ جماعت دیکھتا مگر پھر بھی اپنی امامت نہیں چھوڑتا ہے اور اس کے امام حکمی کو جس کا ذکر اوپر آچکا امامت کرنے کا موقع نہیں آنے دیتا پہلے خود امام بن جاتا ہے تو بکر کس گناہ کا مرتکب کہا جائے گا، فقط، بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں بکر کا فاسق فاجر مرتکب کبائر بدعتی گمراہ خائب و خاسر ہونا تو بداہۃً ظاہر اور اگر لچھمن کو روپیہ معاذ اللہ بطورِ عبادت بھینٹ چڑھاتا ہے تو قطعاً یقیناً مرتد کافر اور اس فعل ملعون کے بدترین فسق و فجور قریب بکفر ہونے میں تو کلام ہی نہیں بہرحال اُس کے پیچھے نماز نہ پڑھنے میں کیا حرج ہوتا بلکہ اقتدا میں حرج اور سخت حرج ہے جو اسے امام کرے گا گنہگار ہوگا مسلمان اس فاسق بددین کے پیچھے نماز ہرگز ہرگز نہ پڑھیں جہاں تک قدرت ہو اُسے امامت سے دفع کریں قدرت نہ پائیں تو اپنی جماعت جُدا کریں اور جبکہ امام معین یعنی زید اور عامہ اہل مسجد انھیں کے ساتھ ہیں تو جماعت اولیٰ انھیں کی جماعت ہوگی اگرچہ وہ پہلے پڑھ جائے بلکہ جبکہ اس کے اسلام میں شک ہے تو انھیں بدرجہ اولیٰ جائز ہے کہ وہ جس وقت امامت کر رہا ہو اُسی وقت اُسی مسجد میں یہ اپنی جماعت قائم کریں اور اگر یہ ایسا کریں تو اس جماعت کے مقتدیوں کو چاہئے فوراً نیت توڑ کر اس میں آملیں اگر ایسا نہ کریں گے تو انھیں اپنی نماز پھیرنی ہوگی یوں ہی آج تک جتنی نمازیں لوگوں نے دانستہ خواہ نادانستہ اس کے پیچھے پڑھی ہیں سب پھیریں، اور اگر مسلمان نہ اُسے امامت سے دفع کر سکتے ہیں نہ اُس مسجد میں اپنی جماعت اس سے پہلے یا ساتھ یا بعد کر سکتے ہیں تو انھیں بدا ہے کہ اس مسجد میں نماز نہ پڑھیں دوسری مسجد میں جا کر شریکِ جماعت ہوں۔ مراقی الفلاح میں ہے:

کرہ امامۃ الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدین فتجب اهانته شرعا فلا یعظم

فاسق کی امامت مکروہ ہے کیونکہ وہ اہتمام دین نہیں کرتا پس شرعاً اس کی اہانت ضروری ہے تو امامت میں

marfat.com

Marfat.com

سلقوکم او بعدها خاء کقوله یسخرون یجوز مکان السین صاد او زاء واما التی بعدها دال ان کانت الصاد ساکنة کقوله یصدر یجوز بالسین والزاء واما التی تکون متحرکة کقوله الصمد لایجوز قرأته بالسین ولو قرأ بالسین تفسد صلاته وعلی هذا یخرج کثیر من المسائل انتہی[1]

یا کسی کلمہ میں س کے بعد ق ہو جیسے سلقوکم، یا س کے بعد خاء معجمہ ہو جیسے یسخرون، تو ایسی صورت میں س کی جگہ ص یا ز پڑھنا جائز ہوگا، لیکن اگر ص کے بعد د مہملہ ہو تو اگر صاد ساکن ہو مثلاً یصدر تو اسے سین یا زاء پڑھنا جائز، اور اگر صاد متحرک ہے جیسے الصمد تو اب اسے سین پڑھنا جائز نہیں، اگر کسی نے سین پڑھا تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی، اسی ضابطہ پر بہت سے مسائل کی تخریج ہوتی ہے انتہی۔ (ت)

خانیہ میں ہے:

عن ابی منصور العراقی کل کلمة فیها عین او حاء او قاف او طاء او تاء وفیها سین او صاد فقرأ السین مکان الصاد او الصاد مکان السین جاز اھ[2]۔

ابو منصور عراقی کہتے ہیں ہر وہ کلمہ جس میں عین، حاء، قاف، طاء یا تاء ہو اور اس کلمہ میں سین یا صاد ہو تو ایسی صورت میں اگر کسی نے صاد کی جگہ سین یا سین کی جگہ صاد پڑھا تو جائز ہوگا اھ (ت)

اقول هکذا هو فی الخانیة طابع کلکتة سنة ۱۸۳۵ المیلادیة باهمال العین والحاء جمیعا وکذا هو فی الغنیة طابع استامبول سنة ۱۲۹۵ الهجریة ومثله فی البزازیة طابع مصر سنة ۱۳۱۰ھ وفی الخانیة طابع مصر من تلك السنة باعجام الخاء واهمال العین وهو الموافق لما فی عنایة القاضی حاشیة العلامة الخفاجی علی البیضاوی طبع مصر سنة ۱۲۸۳ھ تحت قوله

اقول (میں کہتا ہوں) خانیہ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۳۵ء میلادیہ میں یوں ہی عین مہملہ اور حاء مہملہ دونوں کا ذکر ہے، اسی طرح غنیہ مطبوعہ استنبول ۱۲۹۵ھ میں ہے، اور بزازیہ مطبوعہ مصر ۱۳۱۰ھ میں بھی اسی طرح کے الفاظ ہیں، مگر خانیہ مطبوعہ مصر سن مذکورہ میں خاء معجمہ اور عین مہملہ کا ذکر ہے، اور یہ اس کے مطابق ہے جو علامہ خفاجی نے عنایۃ القاضی حاشیہ بیضاوی مطبوعہ مصر ۱۲۸۳ھ میں اللہ تعالٰی کے ارشادِ گرامی الصراط المستقیم کے تحت لکھا ہے وہ فرماتے ہیں

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] فتاوی قاضی خان فصل فی قراءۃ القرآن خطأ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۶۸

marfat.com

Marfat.com

جس امام کی ہم گفتگو کر رہے ہیں دونوں مختار اقوال کے مطابق اس کا حکم نہایت ہی واضح ہے جیسا کہ اس بدتر فاسق اور بدتر باطنی کے حال سے آشکارا ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے :

کل صلوٰۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا[1] — ہر وُہ نماز جو کراہتِ تحریمی کے ساتھ ادا کی جائے اس کا اعادہ واجب ہوتا ہے۔ (ت)

بلکہ جیسا کہ اپنے دیگر اقوال وافعال مذکورہ سوال کے باعث خاطی و بزہ کار اور اس خبیث کے سبب بدترین و ناپاک ترین اشرار، یوں ہی اس امامت میں بھی کہ بناراضی مقتدیان ہے مخالف شرع و گنہگار ہے۔

حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ثلثۃ لعنھم اللہ من تقدم قوما وھم لہ کارھون وامرأۃ باتت وزوجھا علیھا ساخط ورجل سمع حی علی الصلٰوۃ حی علی الفلاح فلم یجب[2]۔ رواہ الحاکم فی المستدرک۔ — تین شخص ہیں جن پر اللہ تعالٰی کی لعنت ہے ایک وہ کہ لوگوں کی امامت کو کھڑا ہو جائے اور وہ اس سے ناخوش ہوں، دوسری وہ عورت کہ رات گزارے اس حالت میں کہ اس کا شوہر اُس سے ناراض ہے، تیسرا وہ شخص کہ حی علی الصلٰوۃ و حی علی الفلاح سنے اور نماز کو حاضر نہ ہو۔ اسے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا۔ (ت)

خصوصاً ایسی امامت تو اور بھی سخت ہے کہ بلاوجہ شرعی امام معین کا منصب چھین کر جبراً لوگوں کی امامت کرے ائمہ دین نے اسے کبیرہ گناہوں میں شمار فرمایا، ابن حجر مکی زواجر عن اقتراف الکبائر میں فرماتے ہیں :

الکبیرۃ السادسۃ والثمانون امامۃ الانسان لقوم وھم لہ کارھون عد ھذا من الکبائر مع الجزم بہ وقع لبعض ائمتنا وکانہ نظر الی ما فی ھذہ الاحادیث وھو عجیب منہ، فان ذلک مکروہ نعم ان حملت تلک الاحادیث — چھیاسیواں کبیرہ گناہ یہ ہے کہ آدمی کا ان لوگوں کی امامت کروانا جو اسے پسند نہ کرتے ہوں اس عمل کو ہمارے بعض ائمہ نے بالجزم کبائر میں شمار کیا ہے شاید انہوں نے یہ ان احادیث کی روشنی میں کیا ہو، لیکن یہ عجیب ہے کیونکہ یہ عمل مکروہ ہے البتہ ایک صورت ایسی ہے جب ان احادیث کو اس شخص پر محمول کیا جائے جس نے

---

[1] درمختار — باب صفۃ الصلوٰۃ — مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۷

[2] الزواجر عن اقتراف الکبائر بحوالہ المستدرک الکبیرۃ السادسۃ والثمانون دارالفکر بیروت ۱/۲۴۹

marfat.com

Marfat.com

کقاضی خان وغیرہ وفیما اعوا علیہ الفروع فافہم ترشد[1]۔

اور اس پر کئی فروعات کی تفریع کی ہے اچھی طرح سمجھو تو رہنمائی پاؤ گے۔ (ت)

اگرچہ علمائے متاخرین ان تین میں بھی کہیں بعض کہیں اکثر بغرض آسانی جانب جواز نماز گئے اور بکثرت مسائل میں ان کے اقوال خود مختلف ومضطرب رہے،

کما یظھر بالرجوع الی الغنیۃ والنظر الی اقوالھم المنقولۃ فی الفتاوی مع سیرھم الفروع وردھا الی الاصول۔

جیسا کہ غنیہ کے مطالعہ سے اور ان کے فتاوی میں منقول اقوال میں غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے باوجود اصول پر فروعات کے جاری اور رد ہونے کے۔ (ت)

(۹) س، ص وغیرہما حرف کی تبدیل جس میں آج کل اکثر عوام مبتلا ہیں جب بطور عجز ہو یعنی ص کہنا چاہیں تو س ہی ادا ہو ص نہ نکال سکیں جیسا کہ یہاں عوام کا جنھوں نے قواعد ادا نہ سیکھے اور اس فرض عین کے تارک رہے یہی حال ہے تو اس صورت میں اگرچہ ان کی اپنی نماز ہوجانے پر فتوی ہے جبکہ سیکھنے پر کوشش کئے جائیں اور جو حرف نہیں نکال سکتے اس سے خالی کوئی سورت یا آیت پاتے ہوئے سوائے فاتحہ ایسا کلام جس میں وہ حرف آئے ہیں نہ پڑھیں اور صحیح خوان کی اقتدا ملتے ہوئے جدا نماز ادا نہ کریں مگر یہ حکم صرف اُن کی اپنی نماز ان شرطوں کے ساتھ جائز ہونے کے لئے ہے صحیح خواں کی امامت نہیں کرسکتے نہ اُس کی نماز ان کے پیچھے ہوگی یہی مذہب صحیح ہے اور یہی قول جمہور ائمہ ہے جن میں متاخرین بھی شامل ہیں۔ فتاوی خیریہ میں ہے:

الراجح المفتی بہ عدم صحۃ امامۃ الالثغ لغیرہ ممن لیس بہ لثغۃ[2]۔

راجح اور مفتی بہ قول یہی ہے کہ الثغ (توتلے) کی امامت اس شخص کے لئے جائز نہیں جس میں توتلا پن نہ ہو۔ (ت)

اسی میں ہے:

امامۃ الالثغ للفصیح فاسدۃ فی الراجح الصحیح[3]۔

الثغ (توتلے) کی امامت فصیح کے لئے راجح اور صحیح قول کے مطابق فاسد ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

قد اباہ اکثر الاصحاب لما لغیرہ من الصواب[4]۔

اس کا اکثر علماء نے انکار کیا ہے جبکہ اس کا غیر اس سے بہتر و درست پڑھنے والا موجود ہو۔ (ت)

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی بیان احکام زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۹۳

[2] تا [4] فتاوی خیریہ کتاب الصلوۃ " دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۰

marfat.com

Marfat.com

ہے قرأت کھڑے پڑھے مدوشد وقف رہا و پرچنداں خیال عبور نہیں اپنے نسیان کی وجہ سے مجبور ہے کہ حافظ یا قاری کو سنا کر صاف بھی کرتا ہے تاہم بڑے رکوع یا سورت نقصان حافظہ یا کمی علم عربی قواعد قرأت کے سبب امور مذکورہ کا خیال نہیں رہتا ہاں چھوٹے رکوعوں سورتوں پر اکتفا کرے تو کسی قدر عبور رہ سکتا ہے مگر صبح وعشاء وغیرہ میں جو طوال اوساط کا حکم ہے اُس کی رعایت نہ ہوگی زید سین وصاد میں بھی غلطی کرتا ہے اس صورت میں زید کی امامت درست ہے یا مکروہ؟ اور کھڑا پڑا ادا نہ ہونے سے نماز تو مکروہ نہ ہوگی اور اگر ہر نماز میں قصار پر قناعت کرے تو کیا حکم ہے؟ دوسرا شخص بکر ہے جو تمام امور قرأت حسبِ قواعد ملحوظ رکھتا ہے مگر بوجہ اپنے کسی فعل ناجائز مثل نشہ ممنوع شرعی میں معلن ہونے کے امامت سے انکار کرکے زید کو جو بوجہ غلطی سین وصاد و عدم رعایت امور مذکورہ معذور ہے امام کرنا چاہتا ہے اور خود انکار کرتا ہے ایسی صورت میں اس کا اپنی امامت سے انکار اور زید کو امام کرنا درست ہے یا نہیں اور ان دونوں میں لائق امامت کون ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

اس مسئلہ میں جواب سے پہلے چند مسائل کا معلوم کرنا ضرور:

(۱) وقف کی غلطی کہ وصل کی وقف، وقف کی جگہ وصل کرے۔ یہ اصلاً مفسدِ نماز نہیں اگرچہ وقف لازم پر ٹھہرے

کما نص علیہ فی الھندیۃ وفی المنیۃ وشرحھا للعلامۃ الحلبی الوقف فی غیر موضعہ والابتداء من غیر موضعہ لایوجب فساد الصلٰوۃ عند عامۃ علمائنا (الٰی ان قال بعد ذکر الامثلۃ) فالصحیح عدم الفساد فی ذلک کلہ لما تقدم ولانہ نظم القراٰن[1] اھ ملخصا۔

جیسا کہ ہندیہ، غنیہ اور اس کی شرح للعلامہ حلبی میں تصریح ہے کہ ہمارے اکثر علماء کے نزدیک غیرِ وقف کی جگہ وقف اور غیر شروع کی جگہ شروع کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی (آگے چل کر مثالیں ذکر کرنے کے بعد کہا) صحیح یہ ہے کہ ان تمام صورتوں میں فساد نہیں، اس دلیل کے پیشِ نظر جو گزر چکی اور اس لئے کہ یہ نظمِ قرآن میں اھ ملخصاً (ت)

(۲) جن حروف مدہ پر مد ہے جیسے جاۗء، تنوۗء، جاۗئ، یاۤیھا، قاۤلوا انا، فیۤ ایام، داۗبۃ، آمین وہاں مد نہ کرنا بھی اصلاً مفسد نہیں،

فان ذلک من محسنات التجوید ولادخل لہ فی المعنی بل فی اللفظ ایضا بحیث یتغیر

کیونکہ یہ حسنِ تجوید میں سے ہے اس کا معنی میں بلکہ الفاظ میں بھی کوئی دخل نہیں کیونکہ اس کے ترک سے

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۰

marfat.com

Marfat.com

(۱۰) فجر و ظہر میں طوالِ مفصل، عصر و عشا میں اوساط کا پڑھنا اگرچہ سنت ہے کما نص علیہ فی المتون (جیسا کہ اس پر متون میں تصریح ہے۔ ت) مگر نہ ایسا ضروری کہ عذر سے بھی ترک نہ کیا جائے۔ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ ایک بچہ جس کی ماں شریک جماعت تھیں اس کے رونے کی آواز سُن کر حضور پُر نور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فجر کی نماز صرف معوذتین سے پڑھائی۔ علماء یہاں منجملہ اعذار طلال قوم و کم علمی امام تک شمار کرتے ہیں کہ کریہہ الصوت ہو تو چھوٹی سورتوں پر قناعت کرے تاکہ مقتدیوں کو ناگوار نہ ہو۔ درمختار میں ہے:

اختار فی البدائع عدم التقدیر وانہ یختلف بالوقت والقوم والامام[1]

بدائع میں مقدار مقرر نہ کرنے کو پسند کیا ہے اور یہ وقت، امام اور قوم کے باعث قرأت کا حال مختلف ہوجاتا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ والامام ای من حیث حسن صوتہ وقبحہ[2]

قولہ والامام یعنی اس سے امام کی آواز کا اچھا یا بُرا ہونا مراد ہے۔ (ت)

تو قرآن عظیم کو اپنے اغلاط اور اپنی اور مقتدیوں کی نماز کو فساد سے محفوظ رکھنا تو اعظم اعذار اور اہم کا ہے۔

(۱۱) فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے بحرالرائق و درمختار و معراج الدرایہ و مجتبٰی وغیرہا میں اس کراہت کو تنزیہی اور غنیہ و فتاوٰی حجہ و مراقی الفلاح و فتح اللہ المعین وغیرہا میں تحریمی ٹھہرایا اور یہی کلام امام زیلعی کا مفاد،

کما بیناہ فی رسالتنا النھی الاکید عن الصلٰوۃ وراء عدی التقلید وغیرھا من تحریراتنا۔

جیسا کہ ہم نے اس کی تفصیل اپنے رسالے النھی الاکید عن الصلٰوۃ وراء عدی التقلید اور دیگر تحریرات میں کی ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ھو کالمبتدع تکرہ امامتہ بکل حال بل مشی فی شرح المنیۃ علی ان

فاسق بدعتی کی طرح ہے اس کی امامت ہر حال میں مکروہ ہے، بلکہ شرح المنیہ میں ہے کہ اس

---

[1] درمختار | فصل و یجہر الامام | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۸۰

[2] ردالمحتار | " " " | " مصطفی البابی مصر | ۱/۴۰۰

marfat.com

Marfat.com

تفسد عك ولوقرأ نستعنك او ونؤمين لا تفسد اھ وفی الغنیۃ اذا کان الحذف علی وجه الترخیم الجائز فی العربیۃ نحو ان یقرأ یامال بحذف الکاف فلا تفسد اجماعا و کذا اذا لم یکن من اصول الکلمۃ کما اذا قرأ الواقعۃ بغیرھا وکذا ان کان من الاصول و لم یتغیر المعنی کان یقرأ تعالی جد ربنا باللام مع حذف الیاء فی تعالی لا تفسد بالاتفاق[2]

اور اسی طرح اگر کسی نے وطور سنین یاء کو حذف کرکے پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ عین الائمہ کرابیسی کے نزدیک اور اگر "نستعنك" یا "ونؤمین بك" پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اھ اور غنیہ میں ہے اگر حذف بطور ترخیم ہو جو اہلِ عرب کے ہاں جائز ہے مثلاً یامالك کے کاف کو حذف کرکے پڑھا تو بالاتفاق نماز فاسد نہ ہوگی اسی طرح جب وہ حرف کلمہ کے اصلی حروف میں سے نہ ہو مثلاً لفظ الواقعہ کو ہاء کے بغیر پڑھا اسی طرح اگر وہ حرف کلمہ کے حروف اصلی میں سے ہو مگر معنی میں تبدیلی نہ آئے مثلاً تعالیٰ جد ربنا میں تعالیٰ کے یاء کو حذف کرکے صرف لام کے ساتھ پڑھا تو بالاتفاق نماز فاسد نہ ہوگی اھ (ت)

ان چاروں باتوں سے اگرچہ فسادِ نماز نہیں مگر کراہت ضرور ہے کہ آخر قرآن عظیم کا غلط پڑھنا ہے یہاں تک کہ علمائے کرام نے فرمایا، مد کا ترک حرام ہے۔ تو کھڑے کو پڑا پڑھنا بدرجۂ اولیٰ حرام ہوگا کہ اس میں تو جوہر لفظ میں کمی ہوگئی بخلاف مد کہ امر زائد تھا،

فی الدر عن الحجۃ فی النفل لیلا له ان یسرع بعد ان یقرأ کما یفھم[3] اھ قال السیدان العلامتان الطحطاوی والشامی قوله کما یفھم ای بعد ان یمد اقل مد قال به القراء والاحرم لترك الترتیل المامور به شرعا[4]۔

درمختار میں الحجہ کے حوالے سے ہے کہ رات کے وقت نوافل میں اتنا تیز پڑھ سکتا ہے کہ پڑھا ہوا سمجھا جا سکے اھ ہمارے دونوں سید علامہ طحطاوی اور شامی فرماتے ہیں اس کا قول کما یفھم سے مراد یہ ہے کہ وہ مد کی کم از کم مقدار ضروری ہے۔ یہ بات قراء نے بتائی ہے ورنہ یہ عمل حرام ہوگا کیونکہ اس میں اس ترتیل کا ترک لازم آتا ہے جس کا شرعاً حکم ہے۔ (ت)

---

[1] قنیہ، فتاوٰی قنیۃ باب فی حذف الحرف والزیادۃ مطبعۃ مشتہرۃ بالمہانندیۃ ص ۶۳

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی بیان احکام زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۵

[3] درمختار فصل ویجھر الامام الخ ″ مجتبائی دہلی ۱/۸۰

[4] ردالمحتار ″ ″ ″ مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۰

marfat.com

Marfat.com

چھوٹی چھوٹی بعض سورتیں جو زید کو خوب صاف وصحیح یاد ہوں۔ انھیں پر اکتفا کرے ان میں زید سے فساد یا غلطی واقع نہ ہوتی
ہوں، ان سین وصاد وغیرہا حروف بھی ٹھیک ادا کرلیتا ہو، تو واجب بلکہ لازم ہے کہ ہمیشہ انھیں سورتوں پر قناعت
کرے ان کے سوا اور ہرگز ہرگز نہ پڑھے جن میں کراہت درکنار نوبت تا بہ فساد پہنچے اور جب اس تدبیر سے وہ
خرابیاں زائل ہوں تو اس تقدیر پر زید ہی کی امامت رکھیں کہ ہر نماز میں چھوٹی سورتوں پر اقتصار ترک سنت سہی مگر بعذر
قوی ہے، اور عذر دافع کراہت، بخلاف بکر کہ اس کے پیچھے بسبب فسق کراہت بلکہ سخت کراہت ہے، تو
زید ہی اولٰی بامامت ہے۔ اگر کوئی سورت زید کو صاف نہیں یاد قصار پر اقتصار میں بھی وہی خرابیاں پیش آتی ہیں اگرچہ
کم ہوں تو اسے ہرگز امام نہ کیا جائے، کہ جب پڑے کو کھڑا، مخفف کو مشدد، مشدد کو مخفف، س کو ص، ص کو
س پڑھنے کی عادت ہے تو یہ امور ایسی جگہ بھی ضرور واقع ہوں گے جن سے ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم
کے نزدیک نماز بالکل باطل ہوجائے گی۔ اس کے کوئی معنی نہیں کہ اغلاط کا عادی وہیں غلطی کرے جہاں معنی نہ بدلیں
اور جہاں فسادِ معنی ہوتا وہاں نہ کرتا ہو، غلطی اپنے قصد و اختیار کی نہیں کہ جہاں چاہی کی جہاں نہ چاہی نہ کی، نہ بے علم
آدمی یہ سمجھ سکتا ہے کہ کہاں معنی بگڑیں گے کہاں نہیں، خصوصاً جبکہ س و ص کی تبدیلی بوجہ عجز ہو کہ عاجز لاجرم کہیں
ٹھیک نہ پڑھے گا، اس تقدیر پر اس کے پیچھے نماز اصل مذہب اور تصحیح ائمہ محققین پر فاسد و باطل ہے اور
بحالتِ عجز تو جمہور ائمہ کے نزدیک امامت صحیح خواں کی اس میں اصلاً لیاقت نہیں بلکہ صحیح کے ہوتے ہوئے اس کی
خود اپنی نماز نہ ہوگی کہ باوصف قدرت اس نے اس کی اقتدا چھوڑ دی، بخلاف بکر کہ اگرچہ فاسق سہی مگر جبکہ صحیح خواں
ہے تو اس کے پیچھے نماز باتفاق اصحاب صحیح ہے۔ رہی کراہت اُس کا علاج اعادہ سے ممکن بلکہ جب دوسرا کوئی
قابلِ امامت نہیں تو کراہت بھی نہیں کہ عذر و ضرورت نافی کراہت ہیں۔ اور اسی سبب سے احسن و اہم یہ کہ بکر
اپنے رب جل وعلا سے ڈرے اپنے حال پر رحم کرے فسق و نافرمانی بادشاہ قہار سے تائب ہو کہ اس کے پیچھے نماز
بروقت محبوب و مناسب ہو اگر روزِ قیامت کا اندیشہ نہیں تو اس مجلس اسلامی میں صدارت نہ ملنے کی غیرت
چاہئے۔ آدمی اگر دنیا والوں کے کسی جلسہ میں جائے تو کوشش کرے گا کہ کوئی حرکت ایسی نہ ہو جو لوگ اچھی جگہ بٹھانے کے
قابل نہ سمجھیں اور اگر کسی مجلس میں صدر کی جگہ سے ہاتھ پکڑ کر اٹھا دیا جائے کس قدر غیرت آئے گی ندامت ہوگی
تو یہ اللہ عزوجل کے دربار میں صدر مقام ہے۔ یہاں کیوں نہ غیرت کو کام میں لائیے کہ کارکنانِ بارگاہ سلطانی
صدر جگہ سے ہاتھ پکڑ کر اٹھا نہ دیں، اللہ تعالٰی توفیق خیر رفیق عطا فرمائے۔ آمین واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۹۱: از ریاست رامپور مولوی امداد حسین برادر مولانا ارشاد حسین صاحب ۱۲۹۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام کوئی مستحب ترک کرے تو کیا مقتدیوں پر اس
کا ترک بحکم متابعت واجب ہوتا ہے اور دلیل یہ کہ متابعت فرض ہے اور وہ فعل مستحب اور قاعدہ کلیہ ہے

marfat.com

Marfat.com

اقول ھذا ھو الموافق لکلام اصحابنا المتقدمین وقاعدتھم الغیر المنخرمۃ المختارۃ للمحققین فلا علیك مما یوجد من خلاف ذلك فی بعض الفروع المنقولۃ عن المتاخرین نعم ماذکر فی الرباب فعندی فیہ وقفۃ فانہ القیاس فی اسم فاعل الربوبیۃ وان کان فی الاستعمال بمعنی اٰخر واھل اللغۃ لایذکرون المشتقات القیاسیۃ ولاھی موقوفۃ علی السماع والالم تکن قیاسیۃ والقیاس لایرد الا بالنص علی ھجرانہ لاجرم قال فی تاج العروس ھو اسم فاعل من ربہ یربہ ای تکفل بامرہ[1] اھ و صحۃ الصلٰوۃ تعتمد علی احتمال معنی صحیح ولکان ثم احتمالات فاسدۃ کما نص علیہ ھو وغیرہ ففی ردالمحتار عند الاحتمال ینتفی الفساد لعدم تیقن الخطأ[2] اھ وفی الغنیۃ التحقیق فیہ العمل بصحۃ المعنی بوجہ محتمل و عدمہا کما قررنا انہ قاعدتھم الغیر المنخرمۃ[3] اھ فافھم۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہ گفتگو ہمارے متقدمین علماء کے کلام اور محققین کے اختیار کردہ ان کے پختہ ضابطہ کے مطابق ہے لہذا متاخرین سے اس کے خلاف جو جزئیات منقول ہیں آپ ان کی طرف متوجہ نہ ہوں البتہ لفظ رباب کے بارے میں جو کچھ ذکر ہُوا اس میں مجھے توقف ہے کیونکہ قیاساً یہ ربوبیت سے اسم فاعل کا صیغہ ہے اگرچہ کسی دوسرے معنی کے لئے بھی مستعمل ہے اور اہلِ لغت مشتقات قیاسیہ کا ذکر کرتے ہی نہیں اور نہ ہی وہ سماع پر موقوف ہوتے ہیں ورنہ وہ قیاسی ہی نہ رہیں اور قیاس کو اس وقت رَد کیا جا سکتا ہے جب اس کے ترک پر نص ہو۔ لاجرم تاج العروس میں ہے کہ رباب ربہ یربہ سے اسم فاعل ہے جس کا معنی دوسرے کے معاملے کا کفیل ہونے کے ہیں اھ اور صحتِ نماز کا اعتبار صحتِ معنی کے احتمال پر ہوتا ہے اگرچہ وہاں احتمالات فاسدہ بھی ہوں، جیسا کہ اس پر شامی وغیرہ نے تصریح کی ہے۔ ردالمحتار میں ہے احتمال کے وقت فساد منتفی ہو جاتا ہے کیونکہ خطا کا یقین نہیں رہتا اھ غنیہ میں ہے تحقیق اس مسئلہ میں یہ ہے کہ کسی طور صحتِ معنی کے احتمال اور عدمِ احتمال پر عمل ہوگا جیسا کہ ہم نے فقہا کا وُہ ضابطہ بیان کیا ہے جو ٹوٹنے والا نہیں اھ فافہم (ت)

(۷) یُوں ہی مشدد کو مخفف، مخفف کو مشدد پڑھنا فسادِ معنی میں فسادِ نماز ہے جیسے ظللنا بتخفیف لام

---

[1] تاج العروس من جواہر القاموس فصل الراء من باب الباء مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۶۲

[2] ردالمحتار مطلب مسائل زلۃ القاری " مصطفی البابی مصر ۱/۴۶۸

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فی بیان احکام زلۃ القاری " سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۴

marfat.com

Marfat.com

مستحب مانحن فیہ سے محض بیگانہ اور اس کلیہ دلیل کے صریح ناقض، نظم زندویسی کی وہ روایت جسے علامہ ابن امیر الحاج حلبی نے شرح منیہ میں نقل فرمایا ؛

حیث قال تسعۃ اشیاء اذا لم یفعلھا الامام لایترکھا القوم رفع الیدین فی التحریمۃ و الثناء ما دام الامام فی الفاتحۃ وتکبیر الرکوع والسجود والتسبیح فیھما والتسمیع وقراءۃ التشھد والسلام وتکبیرات التشریق[1] اھ (ملخصا)

ان کی عبارت یہ ہے کہ نو چیزیں ایسی ہیں اگر امام انھیں نہ کرے تو قوم ترک نہ کرے تحریمہ کے لئے رفع یدین ثنا کا پڑھنا بشرطیکہ امام فاتحہ میں ہو ، رکوع کی تکبیر، سجود کی تکبیر، ان دونوں میں تسبیح ، سمع اللہ لمن حمدہ کہنا ، قراءۃ تشہد ، سلام اور تکبیراتِ تشریق اھ ملخصاً ۔ (ت)

کہ اگر ہر فعل و ترک میں متابعت امام فرض ہو ، تو جس طرح مستحب مزاحم فرض نہیں ہوسکتا ، سنن بھی بلکہ واجبات بھی صلاحیتِ مزاحمت نہیں رکھتے تو ان نو چیزوں میں ائمہ کا یہ حکم کہ اگر امام نہ کرے جب بھی مقتدی نہ چھوڑیں کیونکر صحیح ہوتا قلت والاستقراء یمنع الحصر والعد ولا ینفی الزائد ولعیاسۃ اختی (میں کہتا ہوں تتبع و تلاش تو نفیِ حصر کے منافی ہے لیکن عدد اقل ، اکثر کے منافی نہیں اور دوسری طرح گفتگو یوں ہے ۔ ت)

متابعت امام صرف افعالِ نماز میں منظور ہے یا جو بات نماز سے کچھ علاقہ نہیں رکھتی اس میں بھی ضرور ہے ۔ برتقدیر ثانی اگر امام کھجلائے تو مقتدیوں میں بھی خارش پڑ جائے ، یا اگر امام احیاناً ٹھنڈی سانسیں لے تو مقتدیوں کو بھی دھونکنی لگ جائے ۔ اور برتقدیر اول کیا ترک مستحب بھی افعالِ نماز میں معدود ہے جس میں متابعت حتماً مقصود ہے ۔

ثم اقول بلکہ اگر نظر دقیق کو رخصتِ تدقیق دی جائے تو اس لزوم متابعت کی سلب کلیت درکنار کلیت سلب واضح اور آشکار ۔

لما ذکرنا من انہ لامتابعۃ فی مالا تعلق لہ بالصلوۃ و ترک المستحب کذلک وما یتراٰی من النقض بما اذا استلزم فعلہ مخالفۃ الامام فی واجب فعلی فانہ ح یجب متابعۃ

اس بنا پر جو ہم نے ذکر کیا کہ ان چیزوں میں متابعت نہیں ہے جن کا نماز سے تعلق نہیں اور ترک مستحب بھی اسی طرح ہے مجھے یہ ظاہر ہوا ہے کہ اس صورت کے ساتھ اعتراض درست نہیں کہ جس کے فعل سے

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۲۸

ف : ابن امیر الحاج کی شرح منیہ مجھے نہیں مل سکی ۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

Marfat.com

(۸) س ص وغیرہما حروف کی باہم تبدیل میں بھی فسادِ معنی ہی پر لحاظ ہے بحالت عدم فساد نماز فاسد نہیں خصوصاً جب خاص لفظ زبانِ عرب میں دونوں طرح ہو جیسے صراط و سراط وہ تبدیل کسی قاعدۂ عرب کے موافق ہو جیسے وہ ہر کلمہ جس میں سین کے بعد ط مہملہ یا غین معجمہ یا ق یا خ معجمہ واقع ہو اس میں سین کو ص پڑھنا صحیح ہے بعض نے قبل و بعد کی قید نہیں لگائی اور رت کی معیت میں بھی سین اور صاد کی باہم تبدیل دونوں جانب سے جائز بتائی، بعض نے کہا جس کلمہ میں ص کے بعد ط مہملہ یا غ معجمہ یا سین کے بعد ق یا خ معجمہ ہو وہاں ان میں ہر ایک کے عوض دوسرا اور ز معجمہ بھی جائز، اور جس ص کے بعد د مہملہ ہو اگر ص ساکن ہے تو اس کی جگہ س یا ز روا اور متحرک ہے تو ناجائز و مفسد نماز، قنیہ میں ہے :

متی سألت جار اللّٰہ عمن قرأ وصطا او واصبغ اوصقر او مصخرات بالصاد مکان السین فقال لا تفسد لان کل کلمۃ وقع فیہا بعد السین طاء او غین او قاف او خاء جاز ان یبدل السین صاد[1] اھ

جار اللہ سے جب میں نے پوچھا کہ کوئی شخص وسطاً کو وصطاً، اسبغ کو اصبغ، سقر کو صقر اور مسخرات کو مصخرات یعنی س کی جگہ ص پڑھتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے ؟ فرمایا نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ ہر وہ کلمہ جس میں سین کے بعد طاء، غین، قاف یا خا آجائے تو اس سین کو صاد کے ساتھ بدلنا جائز ہے (ت)

اسی طرح حلیہ میں اُس سے نقل فرمایا :

وضبط الحروف فقال کل کلمۃ وقع فیہا بعد السین طاء مہملۃ او غین معجمۃ او قاف او خاء معجمۃ جاز ان یبدل فیہا السین صاد[2]۔

اور حروف کا ضابطہ اس کے متعلق فرمایا ہر وہ کلمہ جس میں سین کے بعد ط مہملہ یا غین معجمہ یا ق یا خ معجمہ واقع ہو وہاں سین کو صاد کے ساتھ بدلنا جائز ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے :

وفی المبتغی ومن قرأ مکان الصاد سینا ینظر ان کان صاد بعدھا طاء کالصراط و بعدھا غین کقولہ واصبغ او سین بعدھا قاف کقولہ

المبتغی میں ہے وہ شخص جس نے صاد کی جگہ سین پڑھا وہاں غور کیا جائے گا اگر صاد کے بعد طاء مہملہ ہے مثلاً صراط، یا اس کے بعد غین معجمہ ہو مثلاً واصبغ

---

[1] قنیہ، فتاوٰی قنیۃ   باب زلۃ القاری الخ   مطبعۃ مشہورۃ بالمہانندیۃ   ص ۶۱
[2] حلیہ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com
Marfat.com

علی الکراھۃ اذ لا کلام فی کراھۃ الصلوٰۃ خلف الفاسق والمبتدع ھذا اذا لم یؤد الفسق والبدعۃ الی حد الکفر اما اذا ادی الیہ فلا کلام فی عدم جواز الصلاۃ خلفہ۔[1]

اور بدعتی کے پیچھے نماز کی [illegible] لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ ابھی فسق اور بدعت حدِ کفر تک نہ پہنچے ہوں، اگر حدِ کفر تک پہنچ جائیں تو ان کے پیچھے نماز کے عدمِ جواز میں کوئی کلام نہیں (ت)

اور اسی طرح بحرالرائق میں محیط اور خلاصہ اور مجتبیٰ سے منقول ہے:

حیث قال وقیدہ فی المحیط والخلاصۃ والمجتبی وغیرھا بان لاتکون بدعتہ تکفرہ فان کانت تکفرہ فالصلاۃ خلفہ لاتجوز۔[2]

اس کے الفاظ ہیں کہ محیط، خلاصہ اور مجتبیٰ وغیرہ میں اسے اس قید کے ساتھ مقید کیا ہے کہ وہ بدعت حدِ کفر تک نہ پہنچانے والی ہو اگر اس سے وہ کافر ہوگیا ہے تو اس کے پیچھے نماز جائز نہیں (ت)

اور جب امام مسجد وہابی المذہب ہو اور اسے منع کرنے اور امامت سے باز رکھنے پر قدرت حاصل نہ ہو تو اس مسجد کو چھوڑ کر چلا جائے اور دوسری مسجد میں جس کا امام ایسے خباثت سے پاک ہو نماز پڑھے۔ بحرالرائق میں ہے:

وذکر الشارح وغیرہ ان الفاسق اذا تعذر منعہ یصلی الجمعۃ خلفہ وفی غیرھا ینتقل الی مسجد اخر وعلل لہ فی المعراج بان فی غیر الجمعۃ یجد اماما غیرہ فقال فی فتح القدیر یکرہ الاقتداء بہ فی الجمعۃ اذا تعددت اقامتھا فی المصر علی قول محمد ھو المفتی بہ[3] قلت فاذا کان ھذا حکم الفاسقین فی الاعمال فما ظنک بالفاسقین فی العقائد واللّٰہ

شارح وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ جب فاسق کو امامت سے روکنا دشوار ہو تو جمعہ کی نماز اس کی اقتداء میں پڑھ لی جائے اور دیگر نمازوں کے لئے کسی دوسری مسجد میں چلا جائے، معراج میں اس کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ جمعہ کے علاوہ میں دوسرا امام میسر آسکتا ہے، اور فتح القدیر میں ہے اس بنا پر اگر جمعہ شہر میں متعدد جگہ ہوتا ہو تو جمعہ میں بھی اقتداء مکروہ ہوگی، اور امام محمد کے قول کے مطابق ایسا کرنا جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے قلت (میں

---

[1] شرح عقائد النسفیۃ مسئلہ ان الفاسق لیس من اہل الولایۃ مطبوعہ مطبع شرکۃ الاسلام دارالاشاعت قندھار ص ۱۱۵

[2] بحرالرائق باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۴۹

[3] ایضاً

marfat.com

Marfat.com

...الصراط المستقیم حیث قال لغة قریش ابدال السین صادا ھھنا وفی کل موضع بعدھا طاء اوخاء او قاف باطراد اھ والظاھر ممّا فی القنیۃ والحلیۃ مفسرا عمّا مھا جمیعا علیھم۔

کہ اس مقام پر بلکہ ہر وہ مقام جہاں اس کے عین، خاء معجمہ یا قاف ہو وہاں سین کو صاد کے ساتھ بدل کر پڑھنا لغتِ قریش سے ہے اور یہ مستعمل ہے اھ قنیہ اور حلیہ کے حوالے سے جو کچھ تفصیلاً گزرا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب معجمہ ہوں، پس اسے اچھی طرح محفوظ کرو۔ (ت)

پچھلے تین مسائل میں کہ بحالتِ فسادِ معنی فسادِ نماز کا حکم مذکور ہمارے امام صاحب مذہب اور ان کے اتباع ائمہ متقدمین رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مذہب تھا اور وہی احوط و مختار ہے اجلہ محققین نے اُسی کی تصریح فرمائی

ومعلوم ان الفتوی متی اختلف وجب الرجوع الی قول الامام کما نص علیہ فی البحر والدر وحواشیہ وغیرھا من اسفار الکرام۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ جب اختلاف ہو تو فتوٰے میں قولِ امام کی طرف رجوع کیا جائے گا جیسا کہ اس پر بحر، در اور دیگر مبارک کتب میں تصریح موجود ہے۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

الاولی الاخذ فیہ بقول المتقدمین لانضباط قواعدھم وکون قولھم احوط واکثر الفروع المذکورۃ فی کتب الفتاوی منزلۃ علیہ[2]

بہتر یہ ہے کہ اختلافی صورت میں متقدمین کے قول کو لیا جائے کیونکہ ان کے قواعد نہایت مضبوط ہیں اور ان کے اقوال بہت ہی محتاط ہوتے ہیں اور کتب فتاوٰی کی اکثر فروعات اسی پر مبنی ہیں۔ (ت)

اُسی میں ہے:

ھذا بناء علی مختار المتقدمین وھو المختار[3]

یہ متقدمین کے قولِ مختار کی بناء پر ہے اور درحقیقت یہی مختار ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

ھذا ملخص قاعدۃ المتقدمین وھو الذی صححہ المحققون من اھل الفتاوی

یہ قاعدۂ متقدمین کا خلاصہ ہے اور اسی کو اہل فتوٰی محققین مثلاً قاضی خان وغیرہ نے صحیح قرار دیا

---

[1] عنایۃ القاضی حاشیۃ الشہاب علی البیضاوی تحت الصراط المستقیم مطبوعہ دار صادر بیروت ۱/۱۳۱

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی بیان احکام زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۷۷

[3] " " " " " " " " ص ۴۸۳

marfat.com

Marfat.com

مناسب تھا یا نہ اور سب نمازیں یعنی نماز پانچ وقتی اور جمعہ کی اور جنازہ کی ان سب نمازوں میں امام ہونا ان دونوں میں سے کون لائق ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

فی الواقع جبکہ ان بلاد میں حکام اسلام سلطان والی وقاضی مفقود ہیں اور جب وہ نہیں تو ان کے نائب کہاں، اور اولیائے میت حسبِ تصریح سائل محض جاہل تھے تو صورتِ مستفسرہ میں امام مسجد کو سب پر تقدم اور اسی کو امام کرنا مستحب و بہتر تھا۔

تنویر الابصار و رد المحتار یقدم فی الصلاۃ علیہ السلطان (ثم نائبہ کما فی الفتح) ثم القاضی (فی الفتح ثم خلیفۃ الوالی ثم خلیفۃ القاضی ومثلہ فی الامداد عن الزیلعی) ثم امام الحی[1] ملتقطا وفی الدر تقدیم الولاۃ واجب وتقدیم امام الحی مندوب فقط بشرط ان یکون افضل من الولی والا فالولی اولی[2] الخ۔

تنویر الابصار اور رد المحتار میں ہے نمازِ جنازہ میں سلطان مقدم ہے (پھر اس کا نائب جیسا کہ فتح میں ہے)، پھر قاضی (فتح میں ہے پھر والی کا نائب پھر قاضی کا نائب اور امداد میں زیلعی کے حوالے سے اسی طرح ہے) پھر محلہ کا امام اھ تلخیصاً، اور در میں ہے حکام کی تقدیم واجب اور محلہ کے امام کی تقدیم فقط مندوب ہے بشرطیکہ وہ ولی سے افضل ہو ورنہ ولی اولٰی ہوگا الخ (ت)

شخص دیگر کا ترکِ جماعت تو صرف گناہ تھا کہ بعد اعادہ گناہ کبیرہ موجب فسق ہوا اور تعزیہ دانچہ بنانے کو اچھا جاننا بدعت شیعہ کی تحسین اور حضرت امیر المومنین سیدنا مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کو حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما سے افضل بتانا رفض و بد مذہبی، یہی وجوہ اس شخص کے پیچھے نماز کے سخت مکروہ ہونے کو کافی تھے۔ خلاصہ و فتح القدیر و ہندیہ وغیرہا میں ہے: ان فضل علیا علیہما فمبتدع[3] (اگر کوئی شخص سیدنا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو دونوں خلفاء پر فضیلت دیتا ہے تو وہ بدعتی ہے۔ ت) ارکانِ اربعہ میں ہے:

اما الشیعۃ الذین یفضلون علیا

وہ شیعہ لوگ جو حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو

---

[1] رد المحتار باب صلوۃ الجنائز مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۶۴۹

نوٹ: ہلالین کے اندر والی عبارت رد المحتار کی ہے اور باہر والی تنویر الابصار کی ہے جو حاشیہ رد المحتار پر موجود ہے۔

[2] در مختار باب صلوۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۳

[3] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الخامس عشر فی الامامۃ الخ رر مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۱۴۹

marfat.com

Marfat.com

بزازیہ میں ہے :

ان امکنہ ان یتخذ اٰیات خالیۃ عن تلک الحروف فصل والا سکت وان وجد اٰیات خالیۃ عن لثغتہ ومع ذلک قرأ ما فیھا اللثغۃ لا یجوز علی قیاس ما ذکرنا فی المسئلۃ الاولی ان بدل حرفا بحرف ولم یقدر لا یفسد و بہ ناخذ وکذا المستعین مکان المستقیم الا ان غیرہ لا یقتدی بہ[1]۔

اگر اس کے لئے ممکن ہے تو ایسی آیات پڑھے جو ان حروف سے خالی ہوں ورنہ ساکت رہے اور اگر وہ ایسی آیات (جن میں اس کو توتلا پن نہیں ہوتا) پر قادر ہونے کے باوجود وہ آیات پڑھتا ہے جن میں توتلا پن ہوتا ہے، تو یہ جائز نہیں، اور پہلے مسئلہ میں ہم نے جو کچھ بیان کیا اس پر قیاس کرتے ہوئے اگر اس نے ایک حرف کو کسی حرف کے ساتھ بدل دیا اور درست پڑھنے پر قادر نہ ہو تو فسادِ نماز نہیں آئے گا، اسی پر ہمارا عمل ہے، اسی طرح وہ جس نے مستقیم کی جگہ مستعین پڑھا، مگر کوئی دوسرا اس کی اقتدا نہ کرے۔ (ت)

غنیہ میں محیط، فتاوٰی حجہ، فتاوٰی خانیہ وغیرہا کی عبارات لکھ کر فرمایا :

الحاصل ان الالثغ یجب علیھم الجھد دائما وصلٰوتھم جائزۃ ماداموا علی الجھد ولکنھم بمنزلۃ الامیین فی حق من یصحح الحرف الذی عجزوا عنہ لا یجوز اقتدائہ بھم ولا تجوز صلٰوتھم اذا ترکوا الاقتداء بہ مع قدرتھم وانما تجوز صلاتھم مع قرأۃ تلک الحروف اذا لم یقدروا علی قرأۃ ما تجوز بہ الصلٰوۃ مما لیس فیہ تلک الحروف و اما لو قدروا مع ھذا قرؤا تلک الحروف فصلٰوتھم فاسدۃ ایضاً ھذا ھو الذی علیہ الاعتماد[2]۔

الحاصل توتلا پن رکھنے والے پر ہمیشہ صحیح حروف کی جدوجہد کرنا ضروری ہے اور جب تک ایسے لوگ جدوجہد کرتے رہیں گے ان کی نمازیں درست ہونگی اور حروف کو صحیح ادا کرنے والے کے حق میں اُمّی کی طرح ہیں لہذا صحیح ادا کرنے والے کو ان کی اقتدا نہیں کرنی چاہئے اور یہ لوگ صحیح پڑھنے والے کی اقتدا پر قادر ہونے کے باوجود اگر اقتدا ترک کریں تو ان کی نماز نہ ہوگی اور ان کی اپنی نماز ان حروف کی قرأت کے ساتھ تبھی ہوگی جب یہ قرآن کے کسی اتنے حصے پر قادر نہ ہوں جتنے میں نماز جائز ہوجائے اور اس حصے میں وہ حروف بھی نہ ہوں اور اگر اتنی قرأت کی قدرت کے باوجود انہی حروف کو پڑھتے ہیں تو بھی ان کی نماز فاسد ہوگی یہ وہ ہے جس پر اعتماد ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی بزازیہ مع الفتاوٰی الہندیۃ الثانی عشر فی زلۃ القاری مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۴۴

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی بیان احکام زلۃ القاری ر سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۳

marfat.com

Marfat.com

ان کی طرف راغب اور متوجہ کرتا ہے تو کہہ دیتا ہے مجھے تو قال اللہ وقال الرسول سے غرض ہے اور اُن کے [illegible]
اُس کے نزدیک سُنّی علما جو مسجد میں وعظ کہتے ہیں وعظ اُن کا قال اللہ وقال الرسول کے خلاف ہے جو اُسے نہیں سننا
اور جب اُن کے مجامع میں شریک ہونے اور اس مذہب کی تائید وتقویت سے تعرض کیا جاتا ہے تو کبھی انکار کرتا ہے
اور جب انکار سے چارہ نہیں پاتا تو توبہ کرتا ہے مگر افعال مذکورہ بدستور رکھتا ہے چنانچہ ایک سال میں تین بار
توبہ کی اور ہر بار انھیں افعال کا مرتکب رہا، تیسری بار توبہ کے بعد ایک سُنّی واعظ کو کہ بعد نماز جمعہ کے وعظ کے لئے
منبر پر بیٹھ لئے تھے وعظ سے روکا اور مذہب کے ایک عیار کو ایک مثنوی پڑھنے کو بٹھا دیا جس کی تصنیف کا باعث
عوام کو مغالطہ دہی اور انھیں دامِ فریب میں لینا اور اپنے مذہب کی طرف گرویدہ کرنا ہے اور اس میں وہ عیاری
وچالاکی کی ہے جس کی حقیقت عوام اور ناواقفوں کی سمجھ میں نہیں آسکتی مگر مصنف مثنوی کو سب اہلسنت پہلے سے
اپنا مخالف مذہب جانتے تھے لہذا واعظ سُنّی کو اُٹھا کر اُس شخص کو بٹھانا اور وعظ سے روک کر اس کی مثنوی
پڑھوانا باعثِ برہمی اہلسنت کا ہوا اور جو لوگ اس کی ظاہری باتوں اور بار بار کی توبہ کے فریب میں تھے اُن پر حال
اس کا منکشف ہوگیا اور نماز اُس کے پیچھے چھوڑ دی اور جو واقف ہوتا جاتا ہے اس مسجد میں نماز کو نہیں آتا
روز بروز جماعت میں کمی اور مسجد کی ویرانی اور خرابی ہوتی جاتی ہے ہر وہ لوگ کہ احوال واقعی سے آگاہ اور اس
کی چالاکیوں اور عیاریوں سے واقف نہیں اُس کے پیچھے نماز پڑھتے آتے ہیں اور بعض اشخاص جنھیں نماز سے کام
نہ دین سے غرض بعض وجوہ نفسانی سے مسلمانوں کی نماز اور مسجد کی خرابی گوارا کرکے اس کی حمایت بیجا اور امامت
قائم رہنے پر اصرار کرتے ہیں آیا اُس شخص کو سُنّی کہا جائے گا یا دُوسرے مذہب میں شمار کیا جائے گا یا کسی میں
نہیں، اور باوجود ان سب امورات کے اُس کی توبہ کا اعتبار ہوگا یا نہیں، اور ایسے شخص کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے
اور مسلمانوں کو اُسے امامت سے موقوف کرکے کسی شخص سُنّی صحیح العقیدہ واقف مسائل وقواعد قرآت کو جس
کی امامت پر کوئی فتنہ اور اختلاف اور جماعت کی کمی اور مسجد کی ویرانی نہ ہو اس کی جگہ مقرر کرنا اور اس کی حمایت
کرنے والوں کو حمایت سے باز آنا ضرور ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جو شخص مسائل نماز سے جاہل ہو اس کی امامت میں احتمال قوی نماز کے فساد وخرابی کا ہے کہ اس سے
اکثر باتیں ایسی واقع ہوں گی جن سے نماز فاسد ہوجائے گی یا اس میں نقصان آئے گا اور وہ بسبب جہالت
کے اُن پر مطلع نہ ہوگا اور ان کی اصلاح نہ کرسکے گا اسی طرح جو شخص مخارج وصفات وحروف وقواعد تجوید سے
آگاہ نہ ہو عجب نہیں کہ اس کے پڑھنے میں قرآن میں ایسا تغیر واقع ہوجائے جو بالاتفاق یا ایک مذہب پر
موجب فساد نماز کا ہو کیا بلاضرورت ایسے شخص کو امام کرنا نماز میں کہ عماد اسلام وافضل اعمال ہے بے احتیاطی

marfat.com

Marfat.com

كراهة تقديمه كراهة تحريم لما ذكرنا[1]

کی تقدیم مکروہ تحریمی ہے اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے ذکر کردی۔ (ت)

(۱۲) جماعت اہم واجبات اور اعظم شعائرِ اسلام سے ہے، تو فسق امام کے سبب ترکِ جماعت نہ چاہئے اولٰی یہ کہ جماعت کے لئے اس کے پیچھے پڑھ لیں اور دفع کراہت کے لئے اعادہ کرلیں۔

فی الفتح عن المحیط وفی البحر عن الفتاوی وفی الدر عن النھر عن المحیط، صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة[2] اھ فی ردالمحتار افاد ان الصلٰوۃ خلفھما اولٰی من الانفراد[3] الخ ومثلہ فی البحر عن السراج فی الفاسق وفی الفتح، الحق التفصیل بین کون تلک الکراھة کراھة تحریم فتجب الاعادة او تنزیہ فتستحب۔

فتح میں محیط سے، بحر میں فتاوٰی سے اور درمختار میں نہر سے محیط کے حوالے سے ہے فاسق یا بدعتی کی اقتدا میں نماز ادا کرنے سے جماعت کا ثواب مل جاتا ہے اھ ردالمحتار میں ہے کہ اس سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ ان کی اقتدا میں نماز تنہا نماز پڑھنے سے اولٰی ہے الخ اور بحر میں معراج کے حوالے سے فاسق کے بارے میں یہی رائے ہے اور فتح القدیر میں بھی اسی طرح ہے حق یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے اگر مکروہ تحریمی ہے تو اعادہ واجب، اور اگر تنزیہی ہے تو اعادہ مستحب ہے۔ (ت)

بلکہ جب اس کے سوا نہ کوئی امامت کے قابل ہو نہ دوسری جگہ جماعت ملے تو اس کے پیچھے کراہت بھی نہ رہے گی

فی الدر ھذا ان وجد غیرھم والا فلا کراھة، بحر بحثا[4] اھ قال الشامی قد علمت انه موافق للمنقول عن الاختیار وغیرہ[5]۔

درمختار میں ہے کہ یہ کراہت اس وقت ہے جب ان کے علاوہ کوئی دوسرا امام ان سے میسر ہو ورنہ کوئی کراہت نہیں، بحر میں اسی طرح بحث ہے اھ۔ امام شامی نے فرمایا کہ آپ نے جان لیا کہ یہ اختیار وغیرہ سے منقول کے موافق ہے۔ (ت)

جب یہ مسائل معلوم ہوگئے تو حکمِ مسئلہ منکشف ہوگیا۔ زید وبکر دونوں کے پیچھے نماز کم سے کم مکروہ تو ضرور ہے، پس اگر کوئی تیسرا قابلِ امامت خالی از کراہت ملے تو اس کی اقتدا کریں، اور اگر کوئی نہ ہو تو اگر

---

[1] ردالمحتار	باب الامامة	مطبوعہ مصطفی البابی مصر	۱/۴۱۴
[2] درمختار	"	" مطبع مجتبائی دہلی	۱/۸۳
[3] ردالمحتار	"	" مصطفی البابی مصر	۱/۴۱۵
[4] درمختار	"	" مطبع مجتبائی دہلی	۱/۸۳
[5] ردالمحتار		مصطفی البابی مصر	۱/۴۱۵

marfat.com

Marfat.com

علی قلوبھم اکنۃ ان یفقھوہ وفی اٰذانھم وقرا۔[1]

جو آگے بھیجا اس کے ہاتھوں نے، بیشک ہم نے کر دیئے اُن کے دلوں پر پردے کہ اُسے نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں ٹینٹ۔

مسلمانوں کے ساتھ عیاری وچالاکی اور انھیں دھوکے دینا فریب میں ڈالنا ایسے افعال کرنا کہ جن کے سبب لوگوں کی نماز ان کے پیچھے خراب ہو اُن کی تسکین کے لئے بظاہر توبہ کرنا اور انھیں باتوں کا مرتکب ہونا فتنہ ہے کہ اللہ کے نزدیک قتلِ ناحق سے زیادہ سخت ہے اور عذابِ جہنم کا موجب۔

قال اللہ تعالٰی والفتنۃ اکبر من القتل[2] وقال اللہ تعالٰی ان الذین فتنوا المؤمنین والمؤمنات ثم لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم ولھم عذاب الحریق[3]۔

اللہ تعالٰی کا ارشادِ گرامی ہے اور فتنہ قتل سے بدتر ہے اور اللہ تعالٰی کا یہ بھی فرمان ہے بلاشبہ وہ لوگ جو مومن مردوں اور مومن خواتین کو فتنہ میں ڈالتے ہیں پھر توبہ نہیں کرتے ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لئے جلانے والا عذاب ہے۔ (ت)

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے عرشِ خدا کانپ جاتا ہے اور حق سبحانہٗ تعالٰی اس کی طرف سے منہ پھیر لیتا ہے[4]۔"

رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ وابو یعلی فی مسندہ والبیھقی فی شعب الایمان عن انس بن مالک وابن عدی فی الکامل عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

اس کو ابن ابی الدنیا نے کتاب ذم الغیبۃ میں، ابو یعلی نے مسند میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور ابن عدی نے کامل میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ (ت)

جب فاسق کی مدح خدا کو اس قدر ناپسند ہے تو رؤسائے اہل بدعت کی تعریف کس قدر موجب اس کی ناراضگی کی ہوگی بدل اہلِ بدعت سے محبت وعقیدت سے دُور دُور سے ان کے پاس جانا اُن کی ترویج

---

[1] القرآن ۱۸/ ۵۷

[2] القرآن ۲/ ۲۱۷

[3] القرآن ۸۵/ ۱۰

[4] شعب ایمان باب فی حفظ اللسان مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۲۳۰

marfat.com

Marfat.com

مستحب امر اہم فرض نہیں ہو سکتا بینوا توجروا

الجواب

متابعتِ امام ہر فعل و ترک میں علی الاطلاق فرض و واجب کیا معنی مسنون اور مستحب بھی نہیں بلکہ بعض صورتیں خلافِ اولٰی اور بعض میں محض ناجائز ہوتی ہے،

فی رد المحتار والمتابعة لیست فرضا بل تکون واجبة فی الفرائض والواجبات الفعلیة وتکون سنة فی السنن وکذا فی غیرھا عند معارضة سنة وتکون خلاف الاولٰی اذا عارضھا واجب اٰخراوکانت فی ترك لایلزم من فعله مخالفة الامام فی واجب فعلی کرفع الیدین للتحریمة ونظائرہ وتکون غیر جائزة اذا کانت فی فعل بدعة او منسوخ اومالا تعلق لہ بالصلاۃ اصلاً[1] الخ

ردالمحتار میں ہے متابعتِ امام فرض نہیں بلکہ فرائض اور واجباتِ فعلیہ میں واجب، سُنن میں سنّت، اور اسی طرح ان کے علاوہ میں سنت کے معارضہ کی صورت میں اور متابعت خلاف اولٰی ہے جب اس کے ساتھ واجب آخر کا معارضہ ہو جائے، یا ایسی چیز کے ترک میں جس کے فعل سے واجب فعلی میں امام کی مخالفت لازم نہ آئے مثلاً تحریمہ کے لئے رفع یدین کرنا اور اس کی دیگر نظائر اور متابعت فعل بدعت، منسوخ یا ایسے عمل میں جس کا نماز سے کوئی تعلق نہ ہو ناجائز ہے الخ (ت)

پھر اگر اس مستحب متروک الامام کے فعل سے کسی واجب فعلی میں مخالفت امام لازم نہ آئے تو اس کا فعل ہی اولٰی اور انسب ہوگا۔ اور وہ مستحب درجہ استحباب سے بھی نہ گرے گا، چہ جائیکہ بسبب ترک متابعت، حرام یا ہلکے درجے کا مکروہ ہی ہو جائے۔ کیا اگر امام ادب نظر کی مراعات نہ کرے تو مقتدی بھی آنکھیں پھاڑے دیوارِ قبلہ کو دیکھتے رہیں، کیا اگر امام بحالتِ قیام پاؤں میں فصل زیادہ رکھے تو مقتدی بھی ٹانگیں چیرے کھڑے رہیں۔ کیا اگر ایسا نہ کریں تو بحکم متابعت تارکِ واجب و آثم و گنہگار رہوں گے لایقول به عاقل فضلا عن فاضل (اس کا قول کوئی عاقل نہیں کرسکتا چہ جائیکہ کوئی فاضل کرے۔ ت) اسی قبیل سے ہے عمامہ باندھنا مسواک وغیرہ کرنا وغیر ذلك من الاٰداب والحسنات التی لایستلزم فعلھا مخالفة الامام فی واجب فعلی (اس کے علاوہ وہ آداب وحسنات جن کے بجالانے سے واجب فعلی میں امام کی مخالفت لازم نہیں آتی۔ ت) اور یہیں سے ظاہر ہوگئی اس دلیل کی شناعت۔ اور یہ قاعدہ مسلمہ تعارض واجب و فرض و

---

[1] ردالمحتار مطلب مہم فی تحقیق متابعۃ الامام مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۴۸

marfat.com

Marfat.com

فتح القدير وعلى هذا فيكره الاقتداء به في الجمعة اذا تعددت اقامتها في المصر على قول محمد وهو المفتى به لانه بسبيل من التحول[1] ح (حینئذ)

بقیہ نمازوں میں دوسرا امام تلاش کرنا ممکن ہے۔ فتح القدیر میں کہا اس بنا پر نمازِ جمعہ میں بھی فاسق کی اقتدا مکروہ ہوگی کیونکہ امام محمد کے قول کے مطابق شہر میں متعدد جگہ جمعہ ادا کیا جا سکتا ہے۔ اور اسی قول پر فتوٰی ہے لہٰذا جمعہ میں بھی دوسری جگہ منتقل ہونا ممکن ہے۔ (ت)

معہذا تکثیر جماعت شرع کو مطلوب ہے اسی واسطے جن کی امامت میں احتمال لوگوں کی قلت رغبت و کمی جماعت کا تھا اُن کی اقتدا مکروہ ٹھہری مثل اعرابی وغلام وولدالزنا پس جس شخص سے لوگ اپنے دین کی وجہ سے تنفر رکھیں اور جو اس کے حال سے آگاہ ہوتا جائے نماز چھوڑتا جائے اس کی امامت شرع کو کیونکر پسند آئے گی۔

في البحرالرائق واما الكراهة فمبنية على قلة رغبة الناس في الاقتداء بهؤلاء فيؤدي الى تقليل الجماعة المطلوب تكثيرها تكثيرا للاجر[2]

البحرالرائق میں ہے کراہت کی وجہ یہ ہے کہ ان کی اقتدا کی رغبت لوگوں میں کم پائی جاتی ہے اس وجہ سے جماعت میں حاضری کم لوگوں کی ہوگی حالانکہ کثرتِ اجر کے پیش نظر جماعت میں کثیر افراد کی حاضری مطلوب ہے۔ (ت)

علاوہ بریں افعال مذکورہ زید مجرد فسق ہی نہیں بلکہ دلیل واضح ہیں اس پر کہ وہ سخت بدعتی غالی مکلب اور مذہب حق کا دشمن اور خلقِ خدا کو گمراہ کرنے والا ہے تو اب کراہت بہ نسبت پہلے کے بہت زائد ہوگئی کہ فسق فی الاعمال وفسق فی العقائد میں زمین وآسمان کا فرق ہے، کبیری شرح منیہ میں ہے:

ويكره تقديم المبتدع ايضا لانه فاسق من حيث الاعتقاد وهو اشد من الفسق من حيث العمل لان الفاسق من حيث العمل يعترف بانه فاسق ويخاف ويستغفر بخلاف المبتدع والمراد بالمبتدع من يعتقد شيئا على خلاف مايعتقده اهل السنة والجماعة[3]

بدعتی کو امام بنانا بھی مکروہ ہے کیونکہ وہ اعتقاد کے لحاظ سے فاسق ہے اور ایسا آدمی عملی فاسق سے بدتر ہے کیونکہ عملی فاسق اپنے فسق کا اعتراف کرتا ہے اور ڈرتا ہے اور اللہ سے معافی کا خواستگار رہتا ہے بخلاف بدعتی کے اور بدعتی سے وہ شخص مراد ہے جو اہلسنت وجماعت کے عقائد کے خلاف کوئی دوسرا عقیدہ رکھتا ہو۔ (ت)

---

[1] بحرالرائق باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۴۹
[2] " " " " " ۱/ ۳۴۸
[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ الخ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۴

marfat.com

Marfat.com

القائم فی ترکہ کما صرح بہ العلماء فلیس یتقض فی الحقیقۃ لانھا انما ھی فی فعل ذالک الواجب ولزم من اتیانہ ترک ھذا المستحب فالامام ترکہ قصداً او سھواً والمقتدی لایترکہ لمحض ان الامام ترکہ بل لانہ لوفعلہ لفاتہ ماھو اھم و الزم فصح قولنا لایلزم المتابعۃ فی ترک المستحب مطلقا ای من حیث ھو ھو فافھم فانہ احری بہ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

واجب فعلی میں امام کی مخالفت لازم آرہی ہو کیونکہ اس صورت میں امام کی متابعت اس کے ترک میں واجب ہوگی جیسا کہ علما نے تصریح کی ہے پس یہ حقیقۃً اعتراض ہی نہیں کیونکہ یہ تو فعل واجب کی متابعت کا معاملہ تھا اور اس کے بجالانے سے اس مستحب کا ترک ہُوا پس امام اگر مستحب کو قصداً یا سہواً ترک کرے تو مقتدی محض اس لئے ترک نہیں کرسکتا کہ امام نے ترک کیا ہے بلکہ وہ اس لئے ترک کرے گا کہ اگر وُہ اس مستحب کو بجالاتا ہے تو اس سے جو اہم اور زیادہ لازم ہے وہ فوت ہوجائے گا، پس ہمارا قول "مستحب بحیثیت مستحب کے ترک میں امام کی متابعت لازم نہیں" صحیح ٹھہرا پس اسے اچھی طرح سمجھ لو کیونکہ یہی اس مقام کے لائق ہے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۵۹۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہابیہ کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر کسی مسجد کا امام وہابی المذہب ہو تو اس کی اقتدا کرنا بہتر ہے یا اس مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں نماز پڑھنا بینوا توجروا۔

الجواب

ان دیار میں وہابی اُن لوگوں کو کہتے ہیں جو اسمٰعیل دہلوی کے پیرو اور اُس کی کتاب "تقویۃ الایمان" کے معتقد ہیں یہ لوگ مثل شیعہ خارجی معتزلہ وغیرہم اہلسنت وجماعت کے مخالف مذہب ہیں ان میں سے جس شخص کی بدعت حدِکفر تک نہ ہو یہ اُس وقت تھا اب کبرائے وہابیہ نے کھلے کھلے ضروریاتِ دین کا انکار کیا اور تمام وہابیہ اُس میں اُن کے موافق یا کم از کم اُن کے حامی یا اُنھیں مسلمان جاننے والے ہیں اور یہ سب صریح کفر ہیں، تو اب وہابیہ میں کوئی ایسا نہ رہا جس کی بدعت کفر سے گری ہوئی ہو خواہ غیر مقلد ہو یا بظاہر مقلد نسأل اللہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ ت) نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہے اور جو اس حد تک پہنچ گئی تو اقتدا اس کی اصلاً صحیح نہیں۔ شرح عقائد نسفی میں ہے:

ما نقل عن بعض السلف من المنع عن الصلٰوۃ خلف المبتدع فمحمول

بعض اسلاف سے یہ جو منقول ہے کہ بدعتی کے پیچھے نماز منع ہے یہ کراہت پر محمول ہے کیونکہ فاسق

marfat.com

Marfat.com

جو لوگ ایسے شخص کی حمایت کرتے ہیں نماز کے دشمن اور مسجد کی ویرانی اور اہل اسلام کے تفرقہ کی بنا ڈالنا چاہنے والے ہیں ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۹۵ از رنگون مرسلہ سید انتظام علی صاحب ۵ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں، ایک شخص کا داہنا ہاتھ ٹیڑھا ہے اس وجہ سے نیت باندھتے وقت ہاتھ اس کا گوش تک نہیں پہنچتا کہ اس کو مس کرے، اس سبب سے بعض لوگ اُس کے پیچھے اقتدا کرنے سے انکار کرتے ہیں کیا موافق ان لوگوں کے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوسکتی؟

الجواب

خیال مذکور غلط ہے اُس کے پیچھے جوازِ نماز میں کلام نہیں، ہاں غایت یہ ہے کہ اس کا غیر اولٰی ہے اور یہ بھی اُس حالت میں کہ یہ شخص تمام حاضرین سے علم مسائل نماز و طہارت میں زیادت نہ رکھتا ہو ورنہ یہی احق و اولٰی ہے۔

فی رد المحتار تحت قولہ تکرہ خلف امرد وسفیہ ومفلوج وابرص الخ وکذلک اعرج یقوم ببعض قدمہ فالاقتداء بغیرہ اولی تاتارخانیۃ وکذا اجذم برجندی ومجبوب وحاقن ومن لہ ید واحدۃ فتاوی الصوفیۃ عن التحفۃ[1] اھ وفی الدر یکرہ امامۃ الاعمی الا ان یکون اعلم القوم فھو اولی[2] اھ ملخصا واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

ردالمحتار میں ماتن کے قول "امرد، بیوقوف، مفلوج اور ابرص کے پیچھے نماز مکروہ ہے" الخ کے تحت ہے یہی حکم اس لنگڑے کا ہے جو اپنے قدم کے بعض حصے پر قیام کرتا ہو، پس اس صورت میں غیر لنگڑے کی اقتداء بہتر ہوگی، تاتارخانیہ صاحبِ جذام کا بھی یہی حکم ہے برجندی، مقطوع الذکر، پیشاب وکر رکھنے والا اور وہ شخص جس کا ایک ہی ہاتھ ہو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ فتاوٰی صوفیہ میں تحفہ کے حوالے سے یہی ہے اھ اور درمختار میں ہے نابینا شخص کی امامت مکروہ ہے سوائے اس صورت کے کہ وہ قوم میں سب سے زیادہ عالم ہو تو اس صورت میں وہی امامت کے زیادہ لائق وافضل ہے اھ ملخصاً واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۹۶ ایک شخص کی جوان بی بی بے پردہ باہر نکلتی ہے بلکہ بازار میں بیٹھ کر کچھ سودا بیچا کرتی ہے پس اُس

---

[1] ردالمحتار مطلب فی امامۃ الامرد مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۶

[2] درمختار باب الامامۃ " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

marfat.com

Marfat.com

اعلم۔ کہتا ہوں) جب اعمال میں فسق رکھنے والوں کا یہ حکم ہے اعتقاد میں فسق رکھنے والوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہوگا! واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ از شہر کہنہ بریلی مرسلہ مولوی غلام محمد صاحب پنجابی ۸ شعبان المعظم ۱۳۱۲ھ

ایک جنازہ وقت غروب شمس کے پاس مسجد کے موجود ہوا اور وہ جنازہ اہل سنّت وجماعت کا تھا حال یہ ہے کہ وارث میّت کے من کل الوجوہ جاہل تھے حتی کہ نماز سے اور امام اس مسجد کا پانچوں وقت نماز تاکید سے پڑھاتا ہے اور کتب درسیہ متداولہ میں بھی تعلیم وتعلم رکھتا ہے اور خالص سنّت وجماعت ہے اور خالص حنفی ہے اور اُس امام کا یہ عقیدہ منعقد ہوا ہے خدا ایک ہے مثل اس کے متصور نہیں ہو سکتا ہے اور سب انبیاء علیہم السلام صادق ہیں خصوصاً حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بزرگی میں سب سے زیادہ ہیں اور بعد سب انبیاء علیہم السلام کے بزرگی میں سب سے زیادہ حضرت ابوبکر صدیق ہیں پھر حضرت عمر ہیں پھر حضرت عثمان ہیں پھر حضرت علی ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہم، اور کرامت اولیاء اللہ کی بھی برحق ہے خلاصہ جو طریقہ اہلسنت وجماعت کا ہے وہ اُس امام میں موجود ہے اور ایک شخص اور ہے کتب درسیہ پڑھے ہے یا نہیں واللہ اعلم بالصواب مگر دعوٰی ہے اور تعلیم وتعلم بھی کسی کتاب کا نہیں ہے اور اُس شخص کا عقیدہ یہ ہے کہ بزرگی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سب آدمی سے زیادہ ہے مگر حضرت علی اور بی بی فاطمہ اور حضرت امام حسن وحسین رضی اللہ تعالٰی عنہم سے زیادہ نہیں ہے بلکہ یہ سب پانچ تن بزرگی میں برابر ہیں اور بزرگی حضرت علی کی سب اصحاب سے زیادہ ہے اور وہ شخص نماز پانچ وقت جماعت سے نہیں پڑھتا ہے بلکہ محض جمعہ کے دن جماعت سے پڑھتا ہے اور تعزیہ بنانے کو بھی اچھا کہتا ہے وقت جنازہ کے یہ دونوں مولوی مذکور موجود تھے اور دونوں کو ورثائے میّت نے بلایا تھا اور دونوں کو حکم جنازہ پڑھانے کا کیا اور سوا امام کے دوسرا مولوی امام بن گیا اس وقت امام نے کہا لائق امامت نماز جنازہ کے میں ہوں چونکہ سلطان اور قاضی اس وقت میں نہیں ہیں اور یہی بات شرح وقایہ اور ہدایہ اور سب کتابوں میں موجود ہے عبارت مسئلہ مذکورہ کی یہ ہے:

والاحق بالامامۃ السلطان ثم القاضی ثم امام الحی ثم الولی کما فی العصبات۔ امامت کا زیادہ حقدار سلطان ہے پھر قاضی پھر محلہ کا امام پھر ولی، اس ترتیب سے جو عصبات میں ہے (ت)

اور وہ مولوی اس مسئلہ کو نہ مانا اور امام بنا اور امام الحی نے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی اس وجہ سے کہ اس نے اس مسئلہ محررہ کو نہ مانا اور بلحاظ عقائد مذکورہ محررہ کے امام الحی نے اس کے پیچھے نماز ترک کی۔ آیا امام ہونا نماز جنازہ کا امام الحی مولوی کو لائق تھا یا دوسرے مولوی کو، اور نماز کا ترک کرنا امام الحی کا ایسے شخص کے پیچھے

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ ۵۹۷ تا ۵۹۹: از مارہرہ مطہرہ مرسلہ حضرت میاں صاحب قبلہ حضرت سید شاہ ابو الحسین احمد نوری میاں مدظلہم الاقدس ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) توتلے کے پیچھے نماز کیسی ہے؟

(۲) ہکلے کے پیچھے نماز کیسی ہے؟

(۳) ایک شخص تھوڑی سی افیون بغرضِ دوا کھاتا ہے اور اس کے سبب اسے نشہ نہیں ہوتا ایسے کی امامت مکروہ ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) مذہب صحیح میں غیر توتلے کی نماز اُس کے پیچھے باطل ہے، خیریہ میں ہے: امامۃ الالثغ بالفصیح فاسدۃ فی الراجح الصحیح[1] (توتلے کی امامت فصیح (غیر توتلے) کے لئے راجح اور صحیح قول کے مطابق فاسد ہے۔ ت)

(۲) اگر ہکلا نماز میں نہ ہکلائے جیسے بعض لوگوں کا ہکلانا وقت غضب سے مخصوص ہوتا ہے صرف غصہ میں ہکلانے لگتے ہیں ویسے صاف بولتے ہیں یا بعض کا ہکلانا بے پرواہی کے ساتھ ہوتا ہے اگر تحفظ و احتیاط کریں تو کلام صاف ادا ہو ایسے لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ باتوں میں ہکلاتے ہیں اور اذان و نماز و تلاوت میں اس کا کچھ اثر نہیں پایا جاتا ایسی صورت میں تو کلام نہیں کہ وہ حق نماز میں خود فصیح ہے اور جو ہر جگہ ہکلائے اس کی تین قسمیں ہیں:

ایک وہ کہ ان کی تکرار میں بعض حروف معین ہیں مثلاً کاف یا چ یا پ کہ جہاں رکیں گے ان ہی حروف کی تکرار کریں گے یا گھبرا کر ایں ایں کرنے لگتے ہیں ان کے پیچھے تو فسادِ نماز بدیہی ہے۔

دوسرے وہ کہ جس کلمہ پر رُکتے ہیں اُسی کے اوّل حرف کی تکرار کرتے ہیں، اس صورت میں اگرچہ حرف خارج نہیں بڑھتا بلکہ اُسی کلمہ کا ایک جزو مکرر ادا ہوتا ہے مگر از انجا کہ حرف بوجہ تکرار لغو و مہمل و خارج عن القرآن رہ گیا اس کے پیچھے بھی نماز فاسد ہے، درمختار میں توتلے کے پیچھے فسادِ نماز کا حکم لکھ کر فرماتے ہیں:

و ... ھو الصحیح المختار فی حکم ... لثغ و کذا من لایقدر علی التلفظ

توتلے کے بارے میں مختار اور صحیح حکم یہی ہے اور اسی طرح وہ شخص ہوگا جو حروف تہجی میں سے کسی حرف کی ادائ

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الصلوٰۃ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۰

marfat.com

Marfat.com

علی الشیخین ولا یطعنون فیھما اصلا کالزیدیۃ فتجوز خلفھم الصلٰوۃ لکن تکرہ کراھۃ شدیدۃ۔[1]

شیخین (حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما) پر فضیلت دیتے ہیں اور ان پر ہرگز طعن وتشنیع بھی نہیں کرتے مثلاً فرقہ زیدیہ کے لوگ، تو ان کے پیچھے نماز جائز ہے لیکن سخت مکروہ۔ (ت)

مگر بیانِ سائل اگر سچا ہے تو حضرات آلِ عبا رضوان اللہ تعالٰی علیہم کو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا معاذ اللہ ہمسر وہم مرتبہ بنانا تو خود کفرِ صریح اور دوسرا کفر صریح یعنی آلِ عبا کو انبیاءِ سابقین علیہم الصلاۃ والسلام پر تفضیل کو مستلزم۔ اس تقدیر پر تو امامت کیسی، وہ شخص اصلاً وقطعاً کسی نماز میں یا عبادت یا نیک کام کی خود لیاقت نہیں رکھتا کہ کفار کا کوئی حسنہ مقبول نہیں بلکہ حقیقۃً اُن سے صدورِ عبادت معقول نہیں اس صورت میں اس کے پیچھے ترکِ نماز نہ صرف مناسب بلکہ فرض قطعی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مسائلِ نماز سے جاہل اور مخارج وصفات وقواعدِ قرأت سے محض ناواقف اور اس پر غیر عامل، ایک بڑی مسجد کی امامت کرتا ہے عقیدہ کا بھی سُنّی نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کی ترویجِ مذہب میں مصروف رہتا ہے جن میں تقیہ ہے اور ان کے مذہب کی ترویج میں ہر قسم کی چالاکی وبیباکی اور عوام کو مغالطہ دہی گو ارتکاب حرام ہو بے تکلف کرتا ہے اور اس مذہب کے علماء وعمائد کی مدح وستائش اور عوام کو ہر طرح اُن کی طرف متوجہ اور مائل کرتا ہے اور ان کے مذہبی مشوروں میں شریک ہوتا ہے اُس مذہب والے کیسی ہی بات کہہ دیں گو حدِ کفر تک پہنچی ہو اُس کو مقبول ومسلّم اور اس کی ترویج میں بجان ودل ساعی اور اس مذہب کے اہلِ علم کے پاس مسافت دُور ودراز قطع کرکے جاتا ہے اور اگر کوئی سُنّی عالم مسجد میں وعظ کہے تو ناخوش ہوتا ہے اور اکثر اوقات شریک نہیں ہوتا اور علمائے اہلسنّت کی اہانت اور ان پر افتراء وبہتان اور خلق کو ان کی عقیدت سے باز رکھنا اس کا شیوہ ہے کہ ان حالات سے رفتہ رفتہ صدہا وہزارہا اہلسنت واقف ہوگئے ہیں بایں ہمہ اس غرض سے کہ امامت اور جو منافع دنیویہ اُس سے حاصل ہوتے ہیں قائم رہیں اور نیز اس خیال سے کہ سُنّیوں میں ملا رہ کر عوام کو بتدریج دام میں لائے اور اپنے مذہب کو خفیہ طور پر پھیلائے اس درجہ تقیہ کرتا ہے کہ سُنّیوں کے مجامع ومجالس میں بظاہر شریک رہتا ہے اور سُنّیوں کے سامنے دوسرے مذہب پر تبرّا اور اُن کے علماء وعمائد کو خاص مسجد میں فحش گالیاں برملا دیتا ہے اور جب کہا جاتا ہے کہ اگر تو فی الواقع اس مذہب میں نہیں تو ان کے مسائل تجھے کیوں معلوم ہیں اور ان کے بیان کی عوام کے سامنے کیوں تعریف اور

---

[1] رسائل الارکان فصل فی الجماعت مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۹۹

marfat.com

Marfat.com

بیٹھے بیٹھے اُونگھ جاتا ہو یا کسی وقت گردن ڈھلتے یا آنکھیں چڑھ جاتیں اُن میں دل [illegible] اپنی اصطلاح میں کیف وسرور کہتے ہیں تو یہ سب صورتیں حرام ہیں اور اُن کا مرتکب فاسق اور اس کے پیچھے نماز مکروہ بلکہ اگر صرف اتنا ہی ہوتا کہ جس دن نہ کھاتے جمائیاں آئیں، اعضا شکنی ہو، درد سر ہو، تاہم حرمت میں شک نہیں کہ ترک پر خمار پیدا ہونا صاف بتارہا ہے کہ استعمال بطور دوا نہیں نفس اس کا خوگر ہو گیا ہے اور بلا غرض مرض اپنی طلب وشوق سے اُسے مانگتا ہے اور یہ صورت خود ناجائز ہے اگرچہ نشہ نہ ہو بلکہ حقیقۃً یہ حالت دمی کو پیدا ہو گی جس دماغ میں افیون اپنا عمل ناجائز کرتی ہو ورنہ مجرب دوا کا ترک خمار نہیں لاتا، ہاں اگر ان سب حالتوں سے پاک ہے اور واقعی صرف حالتِ مرض میں بقصد دوا اتنی قلیل مقدار پر استعمال کرتا ہے کہ نہ اس کے کھانے سے سرور آتا ہے اور نہ چھوڑنے سے خمار، تو اس کے پیچھے نماز مکروہ نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

البنج والافیون استعمال الکثیر المسکر منہ حرام مطلقا واما قلیل فان کان للھو حرم وان للتداوی فلا[1] انتھی ملتقطا۔

بھنگ اور افیون کا استعمال کثیر کہ اس سے نشہ پیدا ہو تو ہر حال میں حرام ہے، اگر قلیل ہو تو لہو کے لئے حرام ہے اور بطور دوائی حرام نہیں انتہی تلخیصاً(ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۰۰: ۲۴ صفر المظفر ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک زمین اپنی بنام مسجد وقف کی ایک زمانے تک مہتمم مسجد کے قبضہ میں رہی اور کرایہ مسجد میں خرچ ہوتا رہا پھر باغوائے بعض ہنود زید نے ایک کچہری میں کرایہ دار پر خود کرایہ پانے کا دعوی کیا مہتمم مسجد جس کے متعلق اس زمین کا اہتمام تھا اور وہی مسجد کا امام ہے مسجد کے نام کے کرایہ نامہ وغیرہ کاغذات اُس کے پاس تھے اس کچہری میں موافق مسجد رہا کہ دعوی خارج ہوا زید نے پھر دوسری کچہری میں دعوی مالکیت کیا اب وہ مہتمم زید سے مل گیا مقدمہ کی پیروی نہ کی نہ مسجد کی طرف سے کاغذات ثبوت پیش کئے عدمِ پیروی کی وجہ سے مقدمہ خلاف مسجد تجویز ہوا مسلمانوں نے مسجد کی طرف سے اپیل کیا اس کچہری میں، کاغذات سے مہتمم نے صاف انکار کردیا کہ زمین قبضۂ مسجد سے نکل گئی اس صورت میں مہتمم مذکور مسجد کا مہتمم یا امام رکھے جانے کے قابل ہے یا نہیں؟ اسے امام مقرر کرنا کیسا ہے؟ اور اب کہ مسلمان اس کی اس حرکت کے باعث ناراض ہیں اُسے امام بنانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

صورت مذکورہ میں وہ مہتمم خائن مجرم فاسق ہے اسے مہتمم رکھنا حرام، امام بنانا گناہ، اسے امام

[1] ردالمحتار کتاب الاشربۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵/۳۲۵

marfat.com

Marfat.com

اور امرِ شرع میں مداہنت و سہل انگاری نہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان سرکم ان یقبل اللہ صلاتکم فلیؤمکم خیارکم فانھم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم[1] رواہ الحاکم فی المستدرک۔

اگر تمھیں خوش آئے کہ خدا تمھاری نماز کو قبول کرے تو چاہئے کہ تمھارے بہتر تمھاری امامت کریں کہ وہ تمھارے سفیر ہیں تمھارے اور تمھارے رب کے درمیان۔ اسے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا۔ (ت)

زید کے اکثر افعالِ مذکورہ فی السوال فسق وگناہ کبیرہ ہیں اور خدا و رسول کی نافرمانی و ناراضی کے باعث خلقِ خدا کو گمراہ کرنا راہِ حق سے پھیرنا علمائے اہلسنت کی اہانت و تحقیر، اُن پر افتراء و بہتان، خدا و رسول جن کی تعظیم کا حکم دیں خلقِ خدا کو ان کی عقیدت سے باز رکھنا فحش گالیاں خود کبیرہ ہیں موجب فسق مسقط شہادت خصوصاً جبکہ مسجد میں ہوں جہاں دنیا کا مباح کلام بھی نیکیوں کو ایسا کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو[2] کما ورد فی الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (جیسا کہ حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول ہے۔ ت) وعظ علماء سے ناخوش ہونا اور انھیں وعظ سے منع کرنا ظلم عظیم ہے، حق سبحانہٗ تعالٰی فرماتا ہے:

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا[3]۔

کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو روکے خدا کی مسجدوں کو اس بات سے کہ ان میں ذکر کیا جائے اُس کا نام اور کوشش کرے اُن کے ویران ہونے میں۔

اسی طرح وعظِ علما کو مکروہ سمجھ کے نہ سننا اور وہاں سے چلا جانا، اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

ومن اظلم ممن ذکر باٰیٰت ربہ فاعرض عنھا ونسی ما قدمت یداہ انا جعلنا

اور کون زیادہ ستمگار ہے اس سے جو نصیحت کیا گیا اپنے رب کی آیتوں سے تو ان سے منہ پھیر لیا اور بھول گیا

---

[1] مستدرک للحاکم کتاب المغازی والسرایا مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳/۲۲۲

نوٹ: مستدرک میں "ان یقبل اللہ صلٰوتکم" کی جگہ "ان تقبل صلٰوتکم" ہے۔ نذیر احمد سعیدی

[2] احیاء علوم الدین فضیلۃ المسجد الخ مطبوعہ مطبعۃ المشھد الحسینی قاہرہ ۱/۱۵۲

نوٹ: احیاء علوم الدین سے کافی جد وجہد کے بعد یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ ملی ہے "الحدیث فی المسجد یاکل الحسنات کما تاکل البھائم الحشیش" (مسجد میں دنیاوی گفتگو نیکیوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جس طرح جب نور گھاس پھوس کھا جاتے ہیں)۔ اس حدیث میں آگ، لکڑی کا ذکر نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم نذیر احمد سعیدی

[3] القرآن ۲/۱۱۴

marfat.com

Marfat.com

کہ فقہا بعد ان فرضوں کے جن کے بعد تطوع ہے ترک استقبال قبلہ کو منع لکھتے ہیں اور ... اُسی ہیأت پر رہے اور فوراً تطوع میں مصروف رہے اس پر خلیل الرحمان نے یہ کہا کہ تمام نمازوں میں یہی ... میں نے کتابوں میں دیکھا تو کہیں ممانعت نہ ملی صرف اتنا ملا کہ جن فرضوں کے بعد تطوع ہے مقتدا ہو امام انسب ... اسلام سے زیادہ توقف نہ کرے اس مسئلہ میں جو حضور کے نزدیک صواب ہو افادہ فرمائیے تاکہ میں اس کے مطابق عمل کروں بلکہ مناسب تو یہ ہوگا کہ عربی عبارت میں بطور اختصار اس کو قلمبند فرمائیے۔

الجواب

الحمد للہ وحدہ السنۃ المتوارثۃ للامام من لدن امام الانام سید الرسل الکرام علیہ وعلیہم افضل الصلٰوۃ والسلام هو الانصراف من القبلۃ لمن اراد مکثا ما بعد السلام کل الصلٰوۃ فی ذلک متساویۃ الاقدام وصرح بذلک وبکراھۃ بقائہ مستقبل القبلۃ بعد التمام غیر واحد من العلماء العظام فالحق معکم وما زعم مخالفکم فقد افتری فیہ علی الفقہاء الفخام قال المولی المحقق محمد بن محمد بن محمد الشہیر بابن امیر الحاج فی الحلیۃ شرح المنیۃ ناقلا عن الذخیرۃ اذا کان فرغ الامام من صلاتہ اجمعوا علی انہ لا یمکث فی مکانہ مستقبل القبلۃ سائر الصلوات فی ذلک علی السواء قال وقد صرح غیر واحد بانہ یکرہ لہ ذلک اھ[1] وقد اخرج الامام ابوداود فی

سب تعریف اللہ کے لئے جو وحدہٗ لاشریک ہے امام الانام سید الانبیاء نبی اکرم علیہ وعلیہم افضل الصلٰوۃ والسلام کی ظاہری حیات سے لے کر اب تک امام کے لئے بطور سنت منقول ہے کہ جو شخص سلام کے بعد کچھ ٹھہرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ قبلہ سے رُخ پھیرے۔ قدیم زمانہ سے یہ حکم تمام نمازوں میں برابر چلا آرہا ہے اور تکمیل نماز کے بعد اس کے لئے قبلہ رُخ رہنا مکروہ ہے۔ ان دونوں باتوں کی تصریح بڑے بڑے علمائے اسلام نے فرمائی، پس حق تمہارا ساتھ ہے، اور تمہارے مخالف نے جو کچھ کہا ہے وہ فقہائے کرام پر تہمت ہے، ہمارے نہایت ہی فاضل محقق محمد بن محمد بن محمد المعروف ابن امیر الحاج حلیہ شرح منیہ میں ذخیرہ کے حوالے سے لکھتے ہیں جب امام نماز سے فارغ ہو جائے تو سب علماء کا اتفاق ہے کہ وہ اپنی جگہ پر قبلہ رُخ نہ ٹھہرا رہے اور اس حکم میں تمام نمازیں برابر ہیں اور فرمایا کہ قبلہ رُخ رہنے کی کراہت پر متعدد علما نے تصریح کی ہے اھ اور امام ابوداؤد نے سُنن میں، حاکم نے مستدرک میں ابورمثہ رضی اللہ

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com

Marfat.com

مذہب میں ساعی رہنا اور سُنیوں کی تعزیہ کو انھیں گالیاں دینا اُس مذہب پر تبرّا کرنا ذو الوجہین ہونا ہے جس پر وعید شدید وارد، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ذو الوجہین کو قیامت میں دو زبانیں آگ کی دی جائیں گی[1]۔

قرآن مجید اس حرکتِ شنیعہ کی مذمت سے مشحون ہے۔

قال اللہ عزّ وجل یخدعون اللہ والذین اٰمنوا وما یخدعون الا انفسھم وما یشعرون[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا دھوکا دینا چاہتے ہیں خدا اور مسلمانوں کو اور حقیقت میں نہیں فریب میں ڈالتے مگر اپنی جانوں کو اور انھیں خبر نہیں۔

اور فرماتا ہے :

اذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنا و اذا خلوا الٰی شیٰطینھم قالوا انا معکم انما نحن مستھزءون[3]۔

جب مسلمانوں سے ملیں کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوں تو کہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو یونہی ٹھٹھا کرتے ہیں۔

الغرض زید کے فاسق ہونے میں کوئی شبہہ نہیں اور نماز فاسق کے پیچھے مکروہ ہے۔ علما حکم دیتے ہیں کہ اُس کے پیچھے نماز نہ پڑھے بلکہ دوسری مسجد میں چلا جائے، اور جن لوگوں کے نزدیک جمعہ چند مسجدوں میں جائز نہیں ہوتا وہ بضرورت جمعہ میں اُس کی اقتدا روا رکھتے ہیں اگر کسی طرح اُس کا امامت سے روکنا نہ بن پڑے، امام علامہ محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں جبکہ قولِ مفتی بہ یہ ٹھہرا کہ جمعہ بھی چند مسجدوں میں ہو جاتا ہے تو نمازِ جمعہ میں بھی اُس کی اقتدا مکروہ ہے کہ دُوسری مسجد میں چلا جانا میسر ہے،

فی البحر الرائق وذکر الشارح وغیرہ ان الفاسق اذا تعذر منعہ یصلی الجمعۃ خلفہ وفی غیرھا ینتقل الی مسجد اٰخر وعلل لہ فی المعراج بان فی غیر الجمعۃ یجد اماما غیرہ فقال فی

بحر الرائق میں ہے شارح وغیرہ نے یہ ذکر کیا ہے کہ جب فاسق کو امامت سے ہٹانا دشوار ہو تو جمعہ اس کی اقتداء میں پڑھ لیا جائے البتہ دوسری نمازوں کے لئے کسی دوسری مسجد میں چلا جانا چاہئے، اور معراج میں اس کی علت یہ بیان کی کہ جمعہ کے سوا دہ

---

[1] مجمع الزوائد باب فی ذی الوجہین واللسانین مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ۸/۹۵

[2] القرآن ۲/۹

[3] القرآن ۲/۱۴

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ ۶۰۳ از تحصیل جل گاؤں جامود ضلع آکولہ ملک برار مرسلہ حاجی شیخ عبدالرحیم [illegible] صاحب
۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مبروص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں یعنی جس کا تمام جسم مادرزاد برص سے سفید ہوگیا ہو اس کی امامت کے لئے کیا حکم ہے اور اس ملک دکن میں اکثر لوگ ماہ محرم الحرام میں سواری اپنے مکان پر بٹھالیتے ہیں اور اس کو فعل صاحب کی سواری کہتے ہیں اکثر لوگ اس سے منتیں مانگتے ہیں اور چڑھاوا وغیرہ بہت کچھ چڑھاتے ہیں کیا ایسے شخص کے پیچھے جو اپنے مکان پر سواری بٹھائے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

ایسے برص والے کے پیچھے نماز مکروہ ہے فی الدر المختار تکرہ خلف ابرص شاع برصہ[1] (درمختار میں ہے ایسے برص والے کے پیچھے نماز مکروہ ہے جس کا برص پھیل گیا ہو۔ت) سواری مذکور بٹھانا اور اس سے منتیں مانگنا بدعت جہال ہے کہ فسق عقیدہ یا فسق عمل سے خالی نہیں اور اہلِ بدعت وفساق کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہے فی رد المحتار الفاسق کالمبتدع تکرہ امامتہ بکل حال[2] الخ (ردالمحتار میں ہے کہ فاسق بدعتی کی طرح ہے اس کی امامت ہر حال میں مکروہ ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۰۴ از بدایوں مدرسہ قادریہ ۶ جمادی الاخری ۱۳۱۴ھ

کیا فرمایا ہے شرع مطہر نے اس مسئلہ میں کہ بخشش ولدالحرام المومن کی ہوگی یا نہیں اور بشرط قابلیت امامت کے نماز میں امام بنایا جائے گا یا نہیں؟ اور طریقہ از روئے قواعد طریقت کے بانسبت اور مرتبہ عرفان پاسکتا ہے یا نہیں؟ اور استخلاف اس طریقہ کا جائز ہے یا نہیں؟ یعنی شیخ اپنے کا درصورت حصول قابلیت جانشین ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور شیخ کو سندِ خلافت اُس کو دینا جائز ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

ہر مومن جس کا خاتمہ ایمان پر ہو اور مومن عند اللہ وہی قابلِ مغفرت ہے اور اس کا انجام یقیناً جنت کما نطقت بہ النصوص واجمعت علیہ علماء السنۃ والجماعۃ (جیسا کہ اس پر نصوص کی تصریح اور علماء اہلسنت وجماعت کا اجماع ہے۔ت) ولدالزنا کی امامت مکروہِ تنزیہی یعنی خلافِ اولٰی ہے جبکہ وہ سب حاضرین میں مسائلِ طہارت ونماز کا علم زائد نہ رکھتا ہو،

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳
[2] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۴

marfat.com

Marfat.com

یہاں تک تو مجردکراہت تھی اب جبکہ اُس کے حالات سے معلوم ہُوا کہ اپنا وہ کوئی عقیدہ نہیں رکھتا بلکہ بعض اہلِ بدعت جو بات کہہ دیں وہ اس کے نزدیک مسلّم ہوتی ہے حتی کہ ان کے کفریات کو مسلّم رکھتا ہے اور اس کی ترویج میں بجان ودل ساعی ہوتا ہے تو معلوم ہُوا کہ بدعت اُس کی حدِ کفر تک پہنچی ہے اور انتہا اس کے عقیدہ زائغہ کی نہیں معلوم ہوسکتی بلکہ جب اپنے اُن پیشواؤں کو بھی گالیاں دیتا اور ان کے مذہب سے تبرا کرتا ہے تو ظاہر اس کے حال سے یہ ہے کہ وُہ محض زندیق ملحد بے دین ہے جسے کسی خاص کسی مذہب سے غرض نہیں بلکہ مجرد مخالفت دینِ اسلام ومذہب اہلِ سنت منظور ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز قطعاً باطل وحرام ہے۔

فی البحر الرائق قیدہ فی المحیط والخلاصۃ والمجتبی وغیرھا بان لایکون بدعتہ تکفرہ فان کانت تکفرہ فالصلاۃ خلفہ لا تجوز۔[1]

بحرالرائق میں ہے محیط، خلاصہ، مجتبی وغیرہ میں ہے اس کی بدعت حدِ کفر تک نہ پہنچی ہو، اگر اس کی بدعت حدِ کفر تک پہنچی ہو تو اس کے پیچھے نماز جائز نہ ہوگی (ت)

کبیری میں ہے :

انما یجوز الاقتداء بہ مع الکراھۃ اذا لم یکن مایعتقدہ یؤدی الی الکفر اما لوکان مؤدیا الی الکفر فلا یجوز اصلا۔[2]

کراہت کے ساتھ اس کی اقتداء اسی صورت میں جائز ہے جب اس کا اعتقاد حدِ کفر تک نہ پہنچا دے اگر وُہ حدِ کفر تک پہنچاتا ہے تو بالکل اس کے پیچھے نماز جائز نہ ہوگی۔ (ت)

اور بعد امتحان وتجربہ کے ظاہر کہ فریبِ مسلمانان کے لئے توبہ کرتا ہے اور ان عقائد ومکائد سے باز نہیں آتا ہرگز اس کی توبہ پر اعتبار نہ ہوگا خصوصاً امرِ نماز میں کہ تمام اعمال سے افضل واتم ہے۔ جو لوگ ایسی توبہ پر اعتماد کرتے ہیں ان سے پوچھا جائے اگر کسی شخص کے چور ہونے کا تمہیں یقین ہوگیا ہو اور وہ بار بار توبہ کرکے پھر چوریاں کرتا ہو آیا اس کی توبہ پر مطمئن ہوکر پھر بھی اپنا مال اسے سپرد کردو گے افسوس مالِ دنیوی کہ اللہ کے نزدیک محض حقیر وذلیل ہے تمہاری نگاہ میں ایسا عزیز ٹھہرا کہ جس امر میں اس کے نقصان کا وہم بھی ہو اُس سے پرہیز کرو اور نماز کہ اللہ کو نہایت محبوب اور اس کے نزدیک بس عظیم ہے اس میں یہ مداہنت اگر بالفرض اس کی توبہ سچی اور صدق باطن سے ہو تاہم جب حال اس کا مشتبہ ہوچکا تو خواہ مخواہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا کس نے فرض وواجب کیا، کیا ایسا کوئی شخص نہیں ملتا جو ان معائب سے بری اور اس کے پیچھے نماز بلااشتباہ درست ہو، اور

---

[1] بحرالرائق باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۴۹

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ الخ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۴

marfat.com

Marfat.com

تقدیمہ کراھۃ تحریم لعدم اعتنائہ بامور دینہ وتساھلہ فی الاتیان بلوازمہ فلا یبعد منہ الاخلال ببعض شروط الصلاۃ وفعل ماینافیھا بل ھو الغالب بالنظر الی فسقہ[1]

اس لئے کہ اس کی تقدیم بطور امام مکروہ تحریمی ہے کیونکہ وہ امورِ دینیہ میں لاپرواہی برتتا ہے اور نماز کے لوازمات کی ادائیگی میں تساہل سے کام لیتا ہے ممکن ہے وہ نماز کی بعض شرائط ادا نہ کرے (یعنی چھوڑ دے) یا ایسا عمل کر دے جو نماز کے منافی ہو، بلکہ ایسا کرنا اس کے فسق کے پیشِ نظر اغلب ہے۔ (ت)

اور اگر وہ لوگوں میں عام طور پر زانی مشہور ہو جب بھی اس کے امام بنانے سے احتراز چاہیے کہ اس صورت میں لوگ اس کی امامت سے نفرت کریں گے یہ امر باعث تقلیل جماعت ہوگا کہ مقاصد شرع کے خلاف ہے،

کما کرھوا امامۃ ولد الزنا لاجل ذلک وان لم یکن الاثم منہ۔

جیسا کہ فقہا نے اسی حکمت کے پیشِ نظر ولدِ زنا کی امامت کو مکروہ قرار دیا ہے اگرچہ گناہ اس کی (اپنی ذات کی) طرف سے نہیں ہوا۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۱۶: از گورکھپور محلہ شاہ معروف مکان مولوی محمد مسعود العاقبۃ محمد عبدالقیوم صاحب مرحوم ۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ

بہرے کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

عدمِ جواز کی کوئی وجہ نہیں حیث لامانع، ہاں غیر بہرا کہ مرجحات راجحات امامت میں بہرے سے کم نہ ہو افضل و اولٰی ہے کہ نماز میں جس طرح حفظ طہارت بدن و ثوب ومصلی و تصحیح جہت قبلہ کے لئے حاسہ بصر کی حاجت ہوتی ہے جس کے سبب بینا کو اندھے بلکہ ضعیف البصر پر ترجیح دی گئی،

فی الدر یکرہ امامۃ الاعمی و نحوہ الاعشی نھر[2] فی ردالمحتار ھو سیئ البصر لیلا و نھارا

درمختار میں ہے نابینے کی امامت مکروہ ہے، اسی طرح اعشی (ضعیف البصر) کی بھی نہر۔ ردالمحتار میں اعشی کا معنٰی رات اور دن کو کم دیکھنے والا لکھا ہے

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ الخ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[2] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

marfat.com

Marfat.com

شخص کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے ؟

الجواب

اگر باہر نکلنے میں اس کے کپڑے خلافِ شرع ہوتے ہیں مثلاً باریک کہ بدن چمکے یا اوچھے کہ سترِ عورت نہ کریں جیسے اونچی کرتی پیٹ کھلا ہوا یا بے طوری سے اوڑھے پہنے جیسے دوپٹہ سر سے ڈھلکا یا کچھ حصہ بالوں کا کھلا یا زرق برق پوشاک جس پر نگاہ پڑے اور احتمالِ فتنہ ہو یا اس کی چال ڈھال بول چال میں آثارِ بدوضعی پائے جائیں اور شوہر ان باتوں پر مطلع ہو کر باوصفِ قدرت بندوبست نہیں کرتا تو وہ دیوث ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ،

فان الدیوث من لا یغار علی امرأته او محرمه[1] کما فی الدر المختار وھو فاسق واجب التعزیر فی الدر لو اقر علی نفسه بالدیاثة او عرف بھا لا یقتل مالم یستحل ویبالغ فی تعزیره[2] الخ والفاسق تکرہ الصلاۃ خلفه۔

دیوث ہر وہ شخص ہے جس کو اپنی بیوی اور محرم پر غیرت نہ آتی ہو (اس کے پاس غیر مرد کے آنے سے) جیسا کہ دُرمختار میں ہے ایسا شخص فاسق ہے اور اس پر تعزیر واجب ہے، درمختار میں ہے کہ اگر کوئی اپنی ذات کے بارے میں دیوث ہونے کا اقرار کرتا ہے یا اس فعل قبیح میں معروف ہُوا تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا جب تک وہ دیوثت کو حلال نہ جانے، لیکن تعزیر میں مبالغہ کیا جائے گا الخ اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ (ت)

اور اگر ان شناعتوں سے پاک ہے تو اس کے پیچھے نماز میں کوئی حرج نہیں،

فان المرأۃ نفسھا لا تفسق بمجرد کونھا برزۃ تخالط الرجال حتی انھا تصلح مزکیة معدلة للشھود فلا شنعته بذلک علی زوجھا فی الھندیة یقبل تعدیل المرأۃ لزوجھا وغیرہ اذا کانت امرأۃ برزۃ تخالط الناس وتعاملھم کذا فی المحیط السرخسی[3] واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

کیونکہ عورت بذاتہا بے پردہ رہنے اور مردوں سے اختلاط کی وجہ سے فاسق نہیں ہوتی حتی کہ وہ گواہوں کی تعدیل اور تزکیہ کی صلاحیت رکھتی ہے تو اس بنا پر اس کے خاوند پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ ہندیہ میں ہے کہ اس عورت کی خاوند وغیرہ کے بارے میں تعدیل قبول کی جائے گی جب وہ ایسی ہو کہ باپردہ باہر آئے اور مردوں سے اختلاط اور معاملات کرے، محیط سرخسی میں اسی طرح ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] و [2] درمختار باب التعزیر مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲۸

[3] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی فی الجرح والتعدیل مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۵۲۸

marfat.com

Marfat.com

تو اس کی اپنی ہو جائے گی جبکہ کسی صحیح خوان کے پیچھے اقتداء پا سکے نہ ایسی کوئی آیت جسے صحیح پڑھ سکے اور یہ دونوں بہت نادر ہیں تاہم صحیح مذہب پر صحیح خواں کی نماز اس کے پیچھے کسی طرح صحیح نہیں کما حققناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاوٰی میں کی ہے۔ ت) درمختار :

لا تصح صلاتہ اذا امکنہ الاقتداء بمن یحسنہ او ترك جہدہ او وجد قدر الفرض مما لا لثغ فیہ ھذا ھو الصحیح المختار فی حکم الالثغ وکذا من لا یقدر علی التلفظ بحرف من الحروف[1]

اس کی نماز اس صورت میں صحیح نہ ہوگی جب اسے ایسے شخص کی اقتداء ممکن ہو جو احسن انداز میں قرآن پڑھ سکتا ہے یا اس نے محنت و کوشش برائے صحت ہی ترک کر دی یا وہ بقدر فرض قرأت وہ آیتیں حاصل کرلے جس میں تتلانا نہیں پایا جاتا، توتلے کے بارے میں یہی صحیح تنقیح و مختار حکم ہے اور اس شخص کا بھی یہی حکم ہے جو حروف تہجی میں سے کسی حرف کے صحیح تلفظ پر قادر نہ ہو۔ (ت)

خیریہ وغیرہا میں ہے :

الراجح المفتی بہ عدم صحۃ امامۃ الالثغ لغیرہ ممن لیس بہ لثغۃ۔[2]

راجح اور مفتی بہ قول یہی ہے کہ توتلے کی امامت غیر توتلے کے لئے صحیح نہیں ہے۔ (ت)

اور اگر یہ معنی کر صحیح وہ بھی پڑھتا ہے مگر اس کی قرأت و تجوید اس سے بہتر ہے تو اس صورت میں اگر اس کی کراہت اس حد تک ہے کہ لوگوں کو نفرت پیدا کرے تو اس کی امامت مکروہ ہے۔

فان من مسائل کراھۃ الامام مفرعۃ علی ھذا الاصل وھو ان من کان فیہ تنفیر الناس وقلۃ رغبتھم فامامتہ مکروھۃ کولد بغی وابرص شاع برصہ وغیرھما۔

کیونکہ کراہتِ امامت کے بعض مسائل اس ضابطہ پر مبنی ہیں وہ ضابطہ یہ ہے کہ ہر وہ شخص جس کے ساتھ لوگوں کو نفرت اور قلتِ رغبت ہو اس کی امامت مکروہ ہے مثلاً ولد الزنا اور برص والا ایسا شخص کہ جس کا مرضِ برص پھیل گیا ہو وغیرہما (ت)

ولہٰذا تبیین میں فرمایا :

کل من کان اکمل فھو افضل لان

ہر وہ شخص جو ہر لحاظ سے اکمل ہو وہی افضل ہوگا کیونکہ

---

[1] درمختار | باب الامامۃ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۸۵
[2] فتاوٰی خیریہ | کتاب الصلوٰۃ | " دار المعرفۃ بیروت | ۱/۱۰

marfat.com

Marfat.com

یحرف من الحروف اولا یقدر علی اخراج الفاء الا بتکرار[1] | قادر نہ ہو یا ف کو بدون مکرر کرنے کے ادا نہ کرسکے۔ (ت)

نورالایضاح ومراقی الفلاح میں ہے :

لایصح اقتداء من بہ الفأفأۃ بتکرار الفاء والتمتمۃ بتکرار التاء فلایتکلم الابہ[2] اھ ملخصا | اس شخص کی اقتدا درست نہیں جس کو فأفأۃ کا عارضہ ہو یعنی ف کو تکرار سے پڑھتا ہو یا تمتمۃ کا عارضہ ہو یعنی ت کو تکرار سے پڑھتا ہو یعنی جب بھی ایسے حروف کو بولتا ہے تو وہ حرف تکرار سے ادا ہوتا ہے اھ ملخصاً (ت)

تیسرے وہ کہ ہکلاتے وقت نہ کوئی حرف غیر نکالتے ہیں نہ اسی حرف کی تکرار کرتے ہیں بلکہ صرف رک جاتے ہیں اور جب ادا کرتے ہیں تو ٹھیک ادا کرتے ہیں ایسوں کے پیچھے نماز صحیح ہے۔ ہندیہ میں ہے :

الذی لایقدر علی اخراج الحروف الابالجھد ولم یکن لہ تمتمۃ اوفأفأۃ فاذا اخرج الحروف اخرجھا علی الصحۃ لایکرہ ان یکون اماما ھکذا فی المحیط۔[3] | وہ شخص جو کوشش کے بغیر ادائے حروف پر قادر نہ ہو نہ تو وہ تکرار ت کرتا ہو اور نہ ہی تکرار ف تو جب حروف ادا کرتا صحیح ادا کرتا ہے، تو ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ نہیں۔ محیط میں یونہی ہے۔ (ت)

رہا یہ کہ کوئی کراہت بھی ہے یا نہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر ان کا رُکنا اتنی دیر نہ ہوتا جس میں ایک رکن ادا کرلیا جائے جب تو کراہت کی کوئی وجہ نہیں اور اگر اتنی دیر ہو تو اگرچہ بوجہ سہو اس قدر سکوت موجب سجدۂ سہو ہے اور بلا عذر کراہت تحریم کما یظھر من التنویر والدر والغنیۃ ورد المحتار (جیسا کہ تنویر، در، غنیہ اور ردالمحتار میں اس کا بیان واضح ہے۔ ت) اور اگر ان کا رکنا بعذر ہے جس طرح جمائی یا چھینک یا کھانسی وغیرہا اعذار کے باعث بعض اوقات سکوت بقدر ادائے رُکن ہوجاتا ہے تو ظاہراً یہاں وہ حکم نہیں، ہاں اس میں شک نہیں کہ ان کا غیر ان سے اولٰی ہے جبکہ یہ سبب حاضرین سے اعلم باحکام طہارت و نماز نہ ہوں واللہ تعالٰی اعلم۔

(۴) نشہ جو ہمارے محاورہ میں سکر وتفتیر دونوں کو عام ہے اور بنص حدیث دونوں حرام اُس کے یہی معنی نہیں کہ زمین وآسمان یا مرد وعورت میں امتیاز نہ رہے یہ تو اس کی انتہا ہے اور نشہ کی ابتدا انتہا دونوں حرمت میں یکساں پس اگر اس افیون کے سبب کچھ بھی اس کی عقل میں فتور یا حواس میں اختلال پیدا ہو تو کسی وقت پینک آتی ہو

---

[1] درمختار | باب الامامۃ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۸۵
[2] مراقی الفلاح شرح نورالایضاح مع الحاشیۃ الطحطاویۃ | باب الامامۃ | مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی | ص ۱۵۷
[3] فتاوٰی ہندیۃ | الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ | ،، نورانی کتب خانہ پشاور | ۱/ ۸۶

marfat.com

Marfat.com

الجواب

ضرور فاسق ومستحقِ عذاب ہے، صحیح حدیث میں ہے،

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن کل مسکر ومفتر۔ رواہ الامام احمد وابوداود عن ام المؤمنین ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا بسند صحیح۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہر چیز کہ نشہ لائے اور ہر چیز کہ عقل میں فتور ڈالے حرام فرمائی۔ اسے امام احمد اور امام ابوداود نے بسندِ صحیح ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔

اگر افیونی پینک کے زور میں ہو جب تو اُس کی خود نماز باطل اور اُس کے پیچھے اوروں کی بھی محض باطل۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

لاتقربوا الصلٰوۃ و انتم سکٰرٰی حتی تعلموا ما تقولون۔[2]

نماز کے قریب نہ جاؤ اس حال میں کہ تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ جان لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ (ت)

اور اگر ہوش میں ہو جب بھی اُس کے پیچھے نماز ممنوع ہے،

لان الصلٰوۃ خلف الفاسق تکرہ کراھۃ تحریم[3] کما حققہ فی الغنیۃ وغیرھا۔

کیونکہ فاسق کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی ہے جیسا کہ اس مسئلہ کی تحقیق غنیہ وغیرہ میں کی ہے۔ (ت)

اگر پڑھ لی ہو تو نماز پھیرنی ضرور ہے اگرچہ فجر خواہ عصر خواہ مغرب کا وقت ہو،

فان کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ تحریم تعاد وجوبا[4] کما فی الدر وغیرہ بل وکذا علی قول من قال بالتنزیہ فان الاعادۃ اکمال لاتنفل کما لایخفی واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

کہ ہر وہ نماز جو کراہتِ تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہو اس کا اعادہ واجب ہوتا ہے جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے بلکہ اس کے قول پر بھی یہی حکم ہے جو اسے مکروہ تنزیہی قرار دیتا ہے کیونکہ اعادہ اکمال ہے فالتو اور بیفائدہ نہیں جیسا کہ واضح ہے واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم (ت)

---

[1] سنن ابی داود کتاب الاشربۃ باب ماجاء فی السکر مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۶۳

[2] القرآن ۴/۴۳

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ الخ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[4] درمختار باب صفۃ الصلوٰۃ ” مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۱

marfat.com

Marfat.com

بننا ناجائز، اگر امامت کرے گا اس کی نماز قبول نہ ہوگی، درمختار میں:

ینزع وجوبا بزازیۃ لو الواقف درر فغیرہ بالاولی غیر مامون[1]۔

وقف شدہ مال چھیننا واجب ہے کذا فی البزازیہ اگر واقف پر اطمینان نہ ہو یعنی خائن ہو کذا فی الدرر توخیانت کی صورت میں غیر واقف سے مال چھیننا بطریق اولٰی جائز ہوگا۔ (ت)

غنیہ میں ہے: لو قدموا فاسقا یاثمون[2] (اگر لوگوں نے فاسق کو (امامت کے لئے) مقدم کردیا تو گنہگار ہوں گے۔ ت) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: تین شخصوں کی نماز قبول نہیں ہوتی من امر قوما وھم لہ کارھون[3] ایک وُہ جو کسی قوم کی امامت کرے اور وہ اس کی امامت سے راضی نہ ہوں۔ یعنی جبکہ یہ ناراضی اُس میں کسی نقص شرعی کی وجہ سے ہو جیسا کہ یہاں ہے کما فی الدر[4] وغیرہ (جیسا کہ دُرمختار وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۰۱: ازمونڈیا ضلع بریلی غرہ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ جو شخص رشوت لیتا ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے اور جو شخص اپنی زوجہ کو باہر نکلنے سے منع نہیں کرتا اور پردہ نہیں کراتا اس کے پیچھے نماز پڑھنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

رشوت لینا حرام ہے اور رشوت لینے والے کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہے، اور اگر عورت بے ستر نکلتی ہے جیسے بلادِ ہندیہ کے ننگے کپڑے اور شوہر اس کا باوصف اطلاع وقدرت باز نہیں رکھتا تو فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ورنہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۰۲: ازپیلی بھیت محلہ منیرخاں مرسلہ مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی ۲۲ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ

میں بعد فرض ظہر ومغرب وعشا کے سلام پھیرتے ہی یمین ویسار کی جانب رُخ کرکے اللھم انت السلام ومنك السلام پڑھ کر سنتیں پڑھا کرتا ہُوں مولوی حبیب الرحمٰن سہارن پُوری نے مجھ سے کہا

---

[1] درمختار | کتاب الوقف | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۳۸۳
[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی | فصل فی الامامۃ | ؍؍ سہیل اکیڈمی لاہور | ص ۵۱۳
[3] المعجم الکبیر | جنادۃ بن ابی امیہ ترجمہ ۲۱۵ | ؍؍ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت | ۲/۲۸۲
[4] درمختار | باب الامامۃ | ؍؍ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۸۳

marfat.com

Marfat.com

والاعمی والعبد وولد الزنا والفاسق کذا فی الخلاصۃ الا انہا تکرہ[1] وفی شرح الوقایۃ امامۃ بندہ واعرابی وفاسق واعمی ومبتدع وولد الزنا جائز بود لے مکروہ باشد[2] وفی جامع الرموز فان ام عبد او اعرابی او فاسق او اعمی او مبتدع او ولد الزنا[3] (ای ولد یحصل من وطئ حرام لعینہ) کرہ وفی ملتقی الابحر تکرہ امامۃ العبد والاعرابی والاعمی والفاسق والمبتدع وولد الزنا[4] الخ

(۳) اگر بد پنداشتن بباعث امر شرعی باشد امامت شخص بد پنداشتہ قوم مکروہ تحریمی ست لما فی العلمگیریۃ وقاضی خاں رجل ام قوما وھم لہ کارھون فان کانت الکراھۃ لفساد فیہ او لانہم احق بالامامۃ منہ کرہ لہ ذلک[5]

عالمگیری میں ہے اعرابی، نابینا، غلام، ولد زنا اور فاسق کی امامت جائز ہے اسی طرح خلاصہ میں ہے مگر مکروہ ہے۔ شرح الوقایہ میں ہے غلام، اعرابی، نابینا، بدعتی اور ولد زنا کی امامت جائز مگر مکروہ ہے۔ جامع الرموز میں ہے اگر غلام، اعرابی، نابینا، فاسق، بدعتی اور ولد الزنا (یعنی وہ بیٹا جو وطی حرام لعینہ سے حاصل ہو) نے امامت کرائی تو اس کی امامت مکروہ ہے۔ ملتقی الابحر میں ہے غلام، اعرابی، نابینا، فاسق، بدعتی اور ولد زنا سب کی امامت مکروہ ہے الخ۔

(۳) اسے برا جاننے کی وجہ اگر کسی امر شرعی کے باعث ہو تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہوگی، کیونکہ عالمگیری اور قاضی خاں میں ہے وہ شخص جس نے کسی قوم کی امامت کرائی حالانکہ وہ قوم اسے پسند نہیں کرتی پس اگر کراہت اس شخص میں کسی فساد کی وجہ سے ہو یا اس وجہ سے کہ اس سے دوسرے افراد امامت کے زیادہ لائق ہوں تو ان دونوں صورتوں میں شخص مذکور کو امامت کرانا مکروہ ہے۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ — الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ — مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور — ۱/ ۸۵
[2] شرح الوقایہ — فصل فی الجماعۃ — مطبوعہ المکتبۃ الرشیدیہ دہلی — ۱/ ۱۷۵
[3] جامع الرموز — فصل یجہر الامام — مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران — ۱/ ۱۷۲
[4] ملتقی الابحر — فصل حکم الجماعۃ — مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت — ۱/ ۹۲
[5] فتاوٰی ہندیہ — الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ — مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور — ۱/ ۸۶-۸۷

ف: مجیب رحمۃ اللہ علیہ نے شرح وقایہ کی عبارت نقل نہیں کی صرف مفہوم بزبان فارسی ذکر کیا ہے نیز بعد والی عبارت میں قوسین کے درمیان جامع الرموز عبارت نقل کی ہے جبکہ قوسین سے باہر والی عبارت نقایہ یعنی جامع الرموز کے متن کی ہے اور شرح وقایہ کی عبارت بھی نقایہ کی عبارت جیسی ہے۔ (نذیر احمد سعیدی)

marfat.com

Marfat.com

بیمینه والحاکم فی المستدرک عن ابی رمثة رضی الله تعالٰی عنه قال صلیت هذه الصلٰوة او مثل هذه الصلٰوة مع النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال وکان ابوبکر و عمر یقومان فی الصف المقدم عن یمینه۔ وکان رجل قد شهد التکبیرة الاولی من الصلاة یشفع فوثب الیه عمر فاخذ بمنکبیه فهزه ثم قال اجلس فانه لم یهلک اهل الکتاب الا انهم لم یکن بین صلٰوتهم فصل فرفع النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم بصره فقال اصاب الله بک یا ابن الخطاب[1] (ملخصًا) قلت فهذا نص عن صاحب الشریعة صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی الانفتال عن القبلة بعد صلٰوة یتبعها تطوع فلا وجه للنهی عنه وان خص بعض کراهة المکث مستقبلا بما لا تطوع بعده کما فی الغنیة عن الخلاصة والله سبحٰنه و تعالٰی اعلم۔

تعالٰی عنہ سے روایت کیا، فرمایا کہ میں نے یہ یا اس کی مثل نماز نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ ادا کی اور فرمایا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما امام کے پاس صفِ اوّل میں کھڑے ہوتے تھے اور ایک آدمی جو تکبیر اولٰی سے نماز میں شامل ہُوا تھا اُٹھ کر دو رکعت نماز ادا کرنی شروع کر دی حضرت عمر اس کی طرف فی الفور بڑھے اس کے کاندھے کو پکڑ کر حرکت دی اور کہا بیٹھ جاؤ اہلِ کتاب نہیں ہلاک ہُوئے مگر اس لئے کہ وہ اپنی نمازوں کے درمیان فاصلہ نہ کرتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نظرِ مبارک اٹھا کر دیکھا اور فرمایا اے ابن خطاب اللہ تعالٰی نے تیری رہنمائی فرمائی ہے قلت (میں کہتا ہوں) یہ صاحبِ شریعت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے اس بات پر نص ہے کہ جس نماز کے بعد نوافل ہوں اس میں بھی امام قبلہ سے رُخ موڑے اور قبلہ رخ سے موڑنے پر کوئی نہی وارد نہیں (یعنی انصراف سے منع کرنے کی کوئی وجہ نہیں) اگرچہ بعض حضرات نے قبلہ رُخ بیٹھنے کی کراہت کو اس صورت کے ساتھ خاص کیا جبکہ وہ امام بیٹھنے کے بعد کوئی نماز نہ پڑھنا چاہتا ہو جیسا کہ غنیہ میں خلاصہ کے حوالہ سے ہے واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] سنن ابو داؤد باب فی الرجل یتطوع فی مکانہ الخ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۴۴
المستدرک للحاکم کتاب الصلوٰۃ لم یہلک اہل الکتاب الخ " دار الفکر بیروت ۱/۲۷۰

marfat.com
Marfat.com

جواب سوال دوم وہمچنیں غلام و دہقانی و کور اگر
در حاضرین غیر ایناں کسے صالح امامت نیست خود واجب
بود تقدیم ایناں زیراکہ اگر نکند جماعت از دست رود و
واجب فوت شود وایں ناروا بود اگر دیگرے نیز حاضر
است اما ایناں در علم مسائلِ نماز وطہارت برو رجحان
و زیادت دارند ہم ایناں احق واولیٰ بامامت باشند
چہ جائے کراہت باشد بلکہ کراہت در تقدیم دیگرے باشد
کہ کمتر از ایشان است آرے اگر آں دیگر از ایشاں
داناتر یا ہر دو در علم مذکور ہمسر و برابر اند آں گاہ امامت ایشاں
مکروہ باشد واز مکروہے تنزیہی بیش نیست یعنی خلاف
اولیٰ ست واگر امام نمایند روا باشد و باک ندارد در تنویر الابصار
و درمختار است یکرہ تنزیھا امامۃ عبد واعرابی
واعمی الا ان یکون ای غیر الفاسق اعلم القوم
فھو اولی (وولد الزنا) ھذا ان وجد
غیرھم والا فلا کراھۃ بحر بحثاً[1]
ملخصا۔ در بحرالرائق از مجتبیٰ شرح قدوری و
معراج الدرایہ شرح ہدایہ ست ھذہ
الکراھۃ تنزیھیۃ لقولہ
فی الاصل امامۃ غیرھم احب الیّ[2]
ہمدراں باب در فتاوی اسعدیہ وغیرہ است فالحاصل
انہ یکرہ لھؤلاء التقدم ویکرہ الاقتداء
بھم کراھۃ تنزیہ ان وجد

جواب سوال دوم: [illegible]
حکم بھی یہی ہے اگر حاضرین میں سے ان کے علاوہ دوسرا امامت کے
لائق نہ ہو تو خود انھیں کو مقدم کرنا واجب ہوگا ورنہ
جماعت فوت ہوجائے گی جو واجب ہے اور جماعت
کو فوت کرنا جائز نہیں اور اگر کوئی دوسرا بھی
لائقِ امامت حاضر ہو لیکن یہ لوگ مسائلِ نماز وطہارت
میں اس پر فوقیت رکھتے ہوں تو پھر بھی انہی کو امام
بنانا اولیٰ ہے چہ جائیکہ ان میں کراہت ہو بلکہ ایسی
صورت میں دوسرے کو مقدم کرنا مکروہ ہوگا، کیونکہ
وُہ دوسرا ان سے ادنیٰ ہے البتہ اگر دوسرا ان سے
زیادہ دانا اور صاحبِ علم ہو یا دونوں مذکورہ علم میں ہمسر
اور برابر ہوں تو اس وقت ان کی امامت مکروہ ہوگی
اور وہ بھی مکروہ تنزیہی، اس سے زیادہ نہیں، یعنی
خلافِ اولیٰ ہوگی، اگر ان کو امام بنالیا جائے تو جائز
ہے، کوئی حرج نہیں۔ تنویر الابصار اور درمختار
میں ہے امامتِ غلام، اعرابی، نابینا، مکروہ تنزیہی
ہے مگر جب وُہ مذکورہ افراد فاسق کے علاوہ دوسروں
سے زیادہ صاحبِ علم ہوں تو یہی لوگ امامت کے
لائق ہیں (اور ولدِ زنا) یعنی ولدِ زنا کی امامت بھی
مکروہ ہے مذکورہ افراد کی امامت اس وقت مکروہ ہے
جب ان کے سوا کوئی شخص لائقِ امامت موجود ہو ورنہ
کوئی کراہت نہیں اس مسئلہ کی بحث بحرالرائق میں

---

[1] درمختار — باب الامامۃ — مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی — ۸۳/۱
[2] بحرالرائق — " — " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۳۴۹/۱

marfat.com

Marfat.com

وللہ المختار کرہ امامۃ عبد واعرابی و ولد الزنا الی قولہ الا ان یکون اعلم القوم[1]۔

درمختار میں ہے غلام، اعرابی، ولد الزنا کی امامت مکروہ ہے، البتہ اس صورت میں مکروہ نہیں جبکہ وہ دوسری قوم سے زیادہ صاحبِ علم ہو۔ (ت)

پھر یہ بھی اس صورت میں ہے کہ دُوسرا قابلِ امامت موجود ہو اور اگر حاضرین میں صرف وہی لائق امامت ہے تو اُسے امام بنانا واجب ہوگا مرتبہ عرفان اہلِ حق کے نزدیک وہی ہے واللہ یختص برحمتہ من یشاء[2] (اور اللہ تعالٰی جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے لئے مختص فرمالیتا ہے۔ ت) ولد الزنا پر خود اس گناہ کا الزام نہیں الزام زانی اور زانیہ پر ہے،

وقد سئل سید الطائفۃ جنید البغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ ھل یزنی العارف فاطرق ملیا ثم قال وکان امر اللہ قدرا مقدورا۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھا گیا کیا عارف زنا کرسکتا ہے؟ آپ تلبیہ کہتے ہُوئے چل پڑے اور کہا اللہ کا امر مقدر و مقرر ہوچکا ہے۔ (ت)

اس کا استخلاف جبکہ وہ اس کا اہل ہو نظر شیخ عارف بصیر پر ہے اگر مصلحت دیکھے تو ممنوع نہیں اگر حال اس کا مشہور اور عامہ خلائق اس سے نفور ہوں اور سمجھے کہ کار دعوت الی اللہ اور ہدایت خلق اللہ بسبب تنفر ناس منتظم نہ ہوگا تو احتراز فرمائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۰۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی ایک بی بی زینب غیر منکوحہ اور دو بیبیاں صغرٰی و کبرٰی منکوحہ ہیں زید عرصہ آٹھ سال سے بی بی زینب غیر منکوحہ سے بلا لحاظ و پاس اس کی عدم منکوحیت اور بلا شرم و حجاب اپنے ہمسروں اور ہمچشموں کے مباشر اور ہم صحبت رہتا ہے اس صورت میں زید کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر اس کا زانی ہونا ثابت و متحقق ہو جب تو اُسے امام بنانے کی ہرگز اجازت نہیں کہ زانی فاسق ہے اور فاسق کو امام کرنا منع ہے، غنیہ میں ہے:

لو قدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان الکراھۃ

اگر لوگوں نے فاسق کو امام بنایا تو لوگ گنہگار ہوں گے

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

[2] القرآن ۲/۱۰۵

marfat.com

Marfat.com

تنزیھیة کما فی البحر[1] و در حاشیہ علامہ سید احمد طحطاوی بر مراقی الفلاح از شرح علامہ سید محمد ازہری از علامہ سید احمد حموی است کراھة الاقتداء بالعبد و ما عطف علیہ تنزیھیة ان وجد غیرھم والافلا[2] اھ باوصف ایں تصریحات جلیلہ بکراہت تحریم جائے زدن چنانکہ از دو ملایان گنگوہی و غازی پوری برخلاف رشد امامت سرزدہ باطل محض است و اصلے ندارد و کانھما اغترا باطلاق الکراھة فی الھدایة وغیرھا جاھلین بما صرح بہ الشراح فی خصوص المسئلة وغیرھا من ان حمل المطلق علی المنع غیر کلی بل کثیرا ما یطلقون والمراد خصوص التنزیہ وربما یطلقون والمقصود الاعم اعنی ما یشتمل النوعین الاتری انھم یسردون مکروھات الصلاة سردا ویدخلون الکل تحت قولھم کرہ وفیھا من کلا النوعین ولذا قال فی الدر المختار ھذہ تعم التنزیھیة التی مرجعھا خلاف الاولی فالفارق

نے کی ہے۔ حاشیہ دُرر و غرر علامہ شرنبلالی میں ہے کہ ولد الزنا کی امامت مکروہ ہے، یعنی کراہت تنزیہی مراد ہے جیسا کہ بحر میں ہے۔ مراقی الفلاح کے حاشیہ میں علامہ سید احمد طحطاوی نے شرح علامہ سید محمد ازہری سے اور انہوں نے علامہ سید احمد حموی کے حوالے سے لکھا کہ غلام اور اس کے دیگر معطوفات کی اقتداء کرنا مکروہ تنزیہی ہے بشرطیکہ ان کے علاوہ کوئی دوسرا لائقِ امامت موجود ہو ورنہ مکروہ تنزیہی بھی نہیں اھ۔ ان واضح تصریحات کے باوجود کراہت تحریم کے ساتھ فتوٰی جڑ دینا مناسب نہیں ہے جیسا کہ دو مُلّا حضرات گنگوہی اور غازی پوری سے درست امامت کے خلاف جو بیان سرزد ہوا وہ باطل محض ہے اس کی کوئی اصل نہیں، گویا انہوں نے ہدایہ وغیرہ میں کراہت کے اطلاق سے دھوکا کھایا اور خصوصاً اس مسئلہ اور اس جیسے دیگر مسائل کے تحت شارحین کی ان تصریحات سے جاہل رہے کہ مطلق کا منع پر محمول کرنا کُلی نہیں بلکہ اکثر اوقات مطلقاً کراہت ذکر کرتے اور مراد کراہت تنزیہی ہوتی ہے بہت دفعہ کراہت کو مطلقاً ذکر کرتے ہیں اور اس سے مقصود تحریمی اور تنزیہی دونوں کا عموم ہوتا ہے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ فقہاء جب مکروہاتِ نماز بیان کرتے ہیں تو تمام کو وہ لفظ "کرہ" کے عنوان کے تحت لاتے ہیں

---

[1] حاشیہ دُرر و غرر للعلامة الشرنبلالی فصل فی الامامة مطبوعہ مطبعة احمد کامل الکائنة فی دار السعادة مصر ۱/۸۶-۸۵

[2] حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی بیان الاحق بالامامة مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۴

marfat.com

Marfat.com

قاموس فهذا ذکرہ فی النھر بحثا اخذا من تعلیل الاعمٰی بانہ لایتوقی النجاسۃ[1]۔ قاموس ، اس کا ذکر نہر میں اعمٰی کی علت کی بناء پر کیا گیا ہے کہ یہ بھی نجاست سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ (ت)

یوں ہی حاسہ سمع کی بھی ضرورت پڑتی ہے اگرچہ نہ دواماً مگر نادر ، بھی نہیں کہ انسان سے نسیان نادر نہیں اور وقت سہو امام اصلاح مقتدیوں کے بتانے سے ہوتی ہے اور وہ سمع پر موقوف جب اس کا حس سامعہ موقوف ہے تو ان صورتوں کا وقوع متوقع جن میں اس کے نہ سننے کے سبب نماز فاسد یا مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوجائے مثلاً قعدہ اخیرہ چھوڑ کر اُٹھا مقتدیوں کا بتانا نہ سُنا زائد کا سجدہ کرلیا فرض باطل ہوگئے یا اولٰی چھوڑا اور بتانے پر مطلع نہ ہوکر سلام پھیر دیا سجدہ سہو کیلئے بتایا گیا تو سمجھا کہ کوئی کچھ بات کرتا ہے تکلم کربیٹھا نماز بوجہ ترک واجب واجب الاعادہ رہی یا قرأت میں وہ غلطی کی جس سے معنی میں تغیر اور نماز میں فساد ہو فتح مقتدیین سُن کر صحیح کا ارادہ کرلیتا تو اصلاح ہوجاتی علی ما ذکر فی الحلیۃ من احد القولین وھو الایسر الارفق کما لا یخفی۔ اس قول کی بناپر جو حلیہ میں دو قولوں میں سے ایک ذکر ہے اور یہی آسان اور نرم ہے جیسا کہ مخفی نہیں (ت)

اس نے نہ سنا اور نماز فاسد کرلی الی غیر ذلک من وجوہ کثیرۃ (اس کے علاوہ متعدد وجوہ ہیں۔ ت) تو امامت کے لئے اصلح و اولٰی وہی ہے جو وجوہ نقص سے خالی ہو لاجرم امام زیلعی نے تبیین الحقائق میں فرمایا کل من کان اکمل فھو افضل[2] (جو بھی ہر لحاظ سے اکمل ہوگا وہی افضل ہوگا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۰۷: ایک شخص کریہہ الصوت اور بہرا ہے ، دوسرا شخص کلام شریف اس سے اچھا پڑھتا ہے اور کریہہ الصوت نہیں ہے اور بہرا بھی نہیں ہے یعنی حواسِ خمسہ اس کے صحیح ہیں تو حالت مساوی العلم ہونے کے ان دونوں میں شرعاً مرجح لائق امامت کون ہوسکتا ہے بینوا بالبراھین والکتاب توجروا یوم الحساب (دلائل و براہین اور کتاب اللہ سے بیان کرو اور روزِ حساب اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

اگر اس شخص کے اس سے قرآن مجید اچھا پڑھنے سے مراد کہ یہ حروف مخارج سے صحیح ادا کرتا ہے اور وہ نہیں جیسے آج کل عالمگیر وبا پھیلی ہے ا ، ع۔ ہ ، ح۔ ت ، ط۔ ث ، س ، ص۔ ذ ، ز ، ظ میں تمیز نہیں کرتے جب تو اس بہرے کے پیچھے نماز ہی نہیں ہوتی اگر باوصف قدرت کے سیکھے تو ادا کرسکے مگر نہ سیکھا غلط پڑھتا ہے جب تو نہ اس کی اپنی نماز ہوئی نہ اس کے پیچھے کسی دوسرے کی ، اور اگر عاجز ہے جیسے توتلا وغیرہ

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۴

[2] تبیین الحقائق باب الامامۃ والحدث فی الصلوٰۃ ،، مطبعہ کبرٰی امیریہ بولاق مصر ۱/۱۳۴

marfat.com

Marfat.com

ممنوع و مکروہ تحریمی ست، در متن محقق غزی و شرح
مدقق علائی ست ولو ام قوما وھم لہ کارھون
ان الکراھۃ لفساد فیہ اولانھم احق
بالامامۃ منہ کرہ لہ ذلک تحریما
لحدیث ابوداؤد ولا یقبل اللہ صلوٰۃ
من تقدم قوما وھم لہ
کارھون وان ھو احق لاوالکراھۃ
علیھم[1] در مراقی الفلاح علامہ شرنبلالی از
کتاب التجنیس والمزید للامام صاحب الھدایہ ست
لو ام قوما وھم لہ کارھون
فھو علی ثلثۃ اوجہ ان کانت الکراھۃ
لفساد فیہ اوکانوا احق بالامامۃ منہ
یکرہ وان کان ھو احق بھا
منھم ولا فساد فیہ ومع ھذا یکرھونہ
لایکرہ لہ التقدم لان الجاھل
والفاسق یکرہ العالم والصالح[2]
اقول تحقیق مقام آنست کہ اینجا دو چیز ست یکے
فعل آنکس کہ بخودی خود بناگواری قوم پیش رفت
وایشاں راکرہ یا نہ براقتدائے خود داشت
دوم نماز راپس او علماکہ درصورت مذکورہ حکم بکراہت
تحریم فرمودہ اند بر اطلاق خودش ناظر بر اول ست
یعنی آنکس راایں چنیں کردن روا نیست اگر میکند

زیادہ لائق اور حقدار ہو [illegible]
امام بنانا قوم کے ... اس شخص کا امام بننا منع
مکروہ تحریمی ہے۔ محقق غزی کے متن اور شرح
علائی میں ہے اگر کسی شخص نے لوگوں کی امامت کی
وہ لوگ اسے ناپسند کرتے تھے تو اگر لوگوں کی نفرت
امام کے اندر کسی خرابی کی بنا پر ہے یا وہ لوگ بنسبت اس
کے امامت کے زیادہ حقدار ہوں تو ایسی صورت
میں اس شخص کا امام ہونا مکروہ تحریمی ہے اس کی دلیل
حدیث ابوداؤد ہے جس میں فرمایا ہے "اللہ تعالٰی
اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتا جو لوگوں کا امام بنا
حالانکہ لوگ اسے ناپسند کرتے تھے" اور اگر وہ امام
ہی امامت کا زیادہ حق رکھتا ہو تو اس پر کراہت
نہیں بلکہ لوگوں کا نفرت کرنا مکروہ ہوگا۔ علامہ شرنبلالی
نے مراقی الفلاح میں صاحب ہدایہ کی کتاب التجنیس و
المزید کے حوالے سے ذکر کیا ہے اگر کسی شخص نے قوم
کی امامت کی حالانکہ وہ لوگ اسے ناپسند کرتے ہوں
تو اس کی تین صورتیں ہیں: (۱) اگر کراہت خود
امام میں فساد کی وجہ سے ہو (۲) یا دوسرے لوگ
اس سے امامت کے زیادہ حقدار و لائق ہوں تو اس کا
امام بننا مکروہ ہے (۳) اور اگر وہ امام ہی دوسروں
سے زیادہ لائق امامت ہو اور بذات خود اس میں کوئی
فساد بھی نہ ہو اس کے باوجود لوگ اسے ناپسند کرتے

---

[1] دُرمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳
[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی " نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۴

marfat.com
Marfat.com

المقصود کثرۃ الجماعۃ ورغبۃ الناس فیہ اکثر[1] مقصود کثرت جماعت اور اس میں اکثر لوگوں کی رغبت ہے۔ (ت)

اور اگر یہ بھی نہیں تاہم تساوی علم پر غیر بہرا اس سے احق و اولٰی ہے۔

اوّلاً تجوید قرأت میں اُس سے زائد ہے۔ درمختار میں ہے:

الاحق بالامامۃ تقدیما بل نصبا الاعلم باحکام الصلٰوۃ ثم الاحسن تلاوۃ وتجویدا للقراءۃ[2] امامت میں آگے بڑھنے کے بلکہ ہمیشہ کے لئے امام مقرر کرنے میں زیادہ مستحق ولائق وہ شخص ہے جو صحت وفسادِ نماز کے مسائل سے زیادہ آگاہ ہو (علم میں اگر برابر ہوں تو) پھر زیادہ لائقِ امامت وہ شخص ہے جو تلاوت اور تجویدِ قرأت کے لحاظ سے اچھا ہو۔ (ت)

ثانیاً اُس کا بہرا ہونا بھی اُس کی ترجیح کی ایک وجہ ہے کما بیناہ فی المسئلۃ الاولٰی (جیسا کہ مسئلہ اولٰی میں ہم اسے بیان کر آئے۔ ت)

ثالثاً بہ نسبت اس کے خوش آوازی اور زیادہ مؤید ہے ولہذا وُہ بھی مرجحاتِ امامت سے شمار کی گئی۔ نور الایضاح مراقی الفلاح میں ہے: ثم الاحسن صوتا للرغبۃ فی سماعہ للخشوع[3] (پھر وہ شخص جس کی آواز حسین ہو کیونکہ اس کے سُننے میں رغبت اور خشوع پیدا ہوتا ہے۔ ت) لوگ اگر اس کے ہوتے ہوئے اس بہرے کو امام کریں گے شرعاً بُرا کریں گے، درمختار میں ہے: لوقدموا غیر الاولی ساء وابلا اثم[4] (اگر لوگوں نے غیر اولٰی کو مقدم (پیش امام) کر دیا تو بغیر گناہ کے ان لوگوں نے بُرا کیا (یعنی ترکِ سنّت کی وجہ سے بُرا کیا اور گنہگار نہ ہوئے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۰۸: از برہم پور ۱۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ افیونی کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں، اور اگر اس نماز کے پھیرنے کا حکم ہو تو فقط ظہر وعشا کی پھیری جائے گی یا فجر وعصر ومغرب کی بھی، اور افیون کھانی کیسی ہے افیونی فاسق ومستحقِ عذاب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

---

[1] تبیین الحقائق باب الامامۃ والحدث فی الصلوٰۃ مطبوعہ المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ بولاق مصر ۱/۱۳۴

[2] درمختار باب الامامۃ ؍؍ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۲

[3] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۴

[4] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

marfat.com

Marfat.com

اولیٰ بود چنانکہ امثلہ اش گزشتہ دوم خارجی و آں مکروہ پنداشتن قوم است مر تقدم اورا، باز ذاتی بر دو صنف است یکے لحق الشرع چوں فسق و ابتداع و جہل دوم لحق الغیر چوں حضور صاحب البیت یا امام الحی یا قاضی یا سلطان کہ خلو اینکس ازمزیتے کہ دیگرے وارد حامل بر کراہت شد ازیں کراہت ذاتی است و موجاد مرعات حق غیر است پس گویا ایں صنف برزخ است میان ذاتی و خارجی، و نسبت میان اینہا اعنی ہر دو قسم تقسیم اول عموم و خصوص من وجہ است، جائے ذاتی یافتہ شود نہ خارجی چوں رضائے قوم بتقدم غلامے عامی و جائے بالعکس چوں کراہت قوم تقدم عالمے تقی را بعداوت نفسانی و جاہا باہم آیند و تاثیر ذاتی در نفس نماز است و اثر خارجی بر ذات امام یا قوم نہ بر نماز، و وقوع اثرش بر امام مشروط بوجود اول ست ورنہ خود بر قوم باز گردد بخلاف اول کہ تاثیرش در نماز موقوف بر وجہ ثانی نیست، اگر قوم بتقدیم فاسق و ولد الزنا و جاہل راضی شوند نماز از کراہت بری نشود ہمچناں اگر میہماناں برضائے خود شاں یکے از ایشاں را بامامت برگیرند بے رضائے صاحب خانہ کراہت نہ رود، و حکم اول متنوع بتحریم و تنزیہ است و حکم دوم در حق امام و انما تحریم دارد و مندفع میشود برضائے قوم لارتفاع العلۃ بخلاف اول کہ در صنف اول او رضائے و عدم رضائے کسے را دخلے نیست لکونہ حقا للشرع المطہر آرے در صنف ثانی رضائے صاحب حق نافی کراہت شود گر رضائے دیگراں نباشد لقولہ صلی اللہ تعالیٰ

ان کی رضا کے ساتھ مقید ہے [illegible] نماز بھی مکروہ تحریمی ہوگی [illegible] کراہت جو [illegible] وجہ شرعی کی بنا پر پیدا ہوگی اس [illegible] کیونکہ وہ ان کے گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے [illegible] ایسا نہ ہوتا تو یہ گناہ بھی نہ ہوتا اور جیسا کہ [illegible] آپ نے دیکھ لیا اور ان پر گناہ کا لوٹنا اس کراہت میں ہے جو مستند دلیل سے ثابت ہے، جیسا کہ آپ نے جان لیا، الغرض کراہت کا سبب دو طرح پر ہے، ایک ذاتی کہ اس شخص کے اندر ایسی بات پائی جاتی ہو کہ شرعی طور پر اس کی امامت مطلقاً یا جماعت خاصہ میں ممنوع یا خلاف اولیٰ ہو، جیسا کہ اس کی مثالیں گزریں۔ دوم سبب خارجی ہے وہ یہ کہ قوم خاص اس کے امام بننے کو ناپسند جانتی ہو پھر ذاتی کی دو صورتیں ہیں ایک حق شرع کی بنا پر مثلاً فاسق ہونا، بدعتی ہونا اور جاہل ہونا۔ دوم غیر کے حق کی وجہ سے مثلاً صاحب خانہ، امام محلہ، قاضی یا سلطان کا موجود ہونا، کیونکہ اس صورت میں یہ شخص اس اضافی چیز سے خالی ہے جو دوسرے میں ہے لہٰذا اس وجہ سے کراہت آئے گی اس وجہ سے یہ ذاتی ہے اور اس کی وجہ حق غیر کی رعایت ہے گویا یہ قسم ذاتی اور خارجی کے درمیان برزخ کی طرح ہے اور تقسیم اول کی دو اقسام کے درمیان عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے، ایک جگہ ذاتی ہو خارجی نہ ہو مثلاً قوم کا عام غلام کے تقدم پر راضی ہونا، اور دوسری جگہ اس کا عکس ہے مثلاً قوم کا عداوت نفسانی کی وجہ سے متقی عالم کے تقدم کو ناپسند کرنا، اور بعض مقامات پر ان دونوں

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ ۶۱۴: از کلکتہ مسجد دھرم تلا مرسلہ حافظ محمد عظیم صاحب ۱۲ جمادی الاولٰی ۱۳۱۵ھ

تسلیم بعد تکریم کے بعد خدمت عالی میں عرض رساں ہوں آپ کے اصاف حمیدہ کی تحریر سے بندہ قاصر ہے جناب کے خدمت میں نہ عرض کے لائق نہ طاقت چونکہ اس وقت ایک فتوٰی پر آپ کے دستخط اور مہر کی اشد ضرورت ہوئی خدمت عالی میں عرض رسا ہوں کہ عنداللہ وعندالرسول اپنے خاص دستخط اور مُہر سے زینت بخشیں اس عاجز کو آپ کی قدم بوسی کی از حد تمنا ہے دُعا فرمائیں، فتوٰی یہ ہے:

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی اندریں کہ بامامت کدام شخص اولٰی است وامامت حرام زادہ مکروہ تحریمی است یا نہ وامامت شخص بدپنداشتہ قوم مکروہ تحریمی است یا چہ واگر کسے درمسجد از امام حی افضل باشد بامامت کدام اولٰی است۔ بینوا توجروا

تم پر اللہ تعالٰی کی رحمت ہو اس مسئلہ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے کہ امامت کے لئے افضل شخص کون ہوتا ہے؟ حرامزادہ کی امامت مکروہ تحریمی ہے یا نہیں؟ جس شخص کو قوم بُرا جانے اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے یا کیا ہے؟ اگر مسجد میں محلہ کے امام سے کوئی افضل شخص موجود ہو تو امام کس کو بنانا اولٰی ہے؟ (ت)

الجواب

(۱) ہرکہ عالم تر درسنت نماز بود در امامت آں اولٰی است پس از آں اقرأ ثم اورع ثم معمراست کما فی الھدایۃ والعلمگیریۃ وملتقی الابحر وجامع الرموز۔

(۱) ہر وہ شخص جو طریقہ نماز میں زیادہ عالم وآگاہ ہے وہ امامت کے زیادہ لائق ہے اس کے بعد سب سے اچھا قاری، پھر سب سے صاحبِ تقوٰی، پھر زیادہ عمر والا لائق امامت ہے ہدایہ، عالمگیری، ملتقی الابحر اور جامع الرموز میں اسی طرح ہے۔

(۲) امامِ حرامزادہ مکروہ تحریمی است لما فی الھدایۃ یکرہ تقدیم العبد والاعرابی والفاسق والاعمی وولد الزنا لانہ لیس لہ اب یثقفہ فیغلب علیہ الجھل ولان فی تقدیم ھؤلاء تنفیر الجماعۃ فیکرہ[1] وفی العلمگیریۃ وتجوز امامۃ الاعرابی

(۲) حرام زادہ کی امامت مکروہ تحریمی ہے ہدایہ میں ہے غلام، اعرابی، فاسق، نابینا اور ولدزنا کی امامت مکروہ ہے کیونکہ اس کا شفیق باپ نہیں جو اسے تعلیم دیتا لہذا اس پر جہالت غالب ہوگی اور (دوسری بات یہ ہے) کہ ایسے افراد کی تقدیم سے لوگ جماعت سے نفرت کرینگے لہذا ان میں سے ہر ایک کا امام بنا مکروہ ہے،

---

[1] الہدایۃ باب الامامۃ مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۱۰۱

marfat.com

Marfat.com

کرتی ہو تو کراہت ان لوگوں پر ہوئی جو ناپسند کر رہے ہیں، اور امام اعدامامت [illegible] ہوں گے، باقی تینوں کا بھی یہی حکم ہے جیسا کہ بحر میں بیان کیا ہے، اور در مختار میں [illegible] میں اس پر نص موجود ہے جیسا کہ گزرا، اگرچہ نہر میں اس کی مخالفت ہے مگر نص کے مقابل کسی کا قول نہیں چل سکتا اور اللہ تعالٰی حقیقتِ حال سے زیادہ آگاہ ہے۔ (ت)

جواب سوال چہارم اگر امام الحی از وجوہ خلل خالی است ہموں اولی است مگر در حضرت سلطان مسلمین قاضی شرع ووالی اسلام کہ ایناں را بر و تقدیم ست فی الدر المختار اعلم ان صاحب البیت و مثلہ امام المسجد الراتب اولی بالامامۃ من غیرہ مطلقا الا ان یکون معہ سلطان او قاض فیقدم علیہ لعموم ولایتہما وصرح الحدادی بتقدیم الوالی علی الراتب[1] اھ قال العلامۃ الطحطاوی فی حاشیۃ المراقی قال فی البنایۃ ھذا فی الزمن الماضی لان الولاۃ کانوا علماء وغالبھم کانوا صلحاء واما فی زماننا فاکثر الولاۃ ظلمۃ جھلۃ[2] اھ ورأیتنی کتبت علی ھامشہ مانصہ اقول نعم ولکن الفتنۃ اکبر من القتل بلی ان رضوا بتقدیم غیرھم فلا کلام وان کانوا علماء صلحاء کما اذا اذن صاحب البیت لغیرہ واللہ تعالٰی اعلم اھ ماکتبت علیہ

جواب سوال چہارم اگر محلہ کا امام اسباب وجوہ خلل سے خالی ہو تو اسی کا امام بننا بہتر ہے مگر اس صورت میں جب مسلمانوں کا حاکم، قاضی شرع اور والیِ اسلام موجود ہوں کیونکہ ان حضرات کو امام محلہ پر تقدیم کا حق حاصل ہے۔ دُرمختار میں ہے: واضح رہے کہ صاحبِ خانہ اور اسی طرح مسجد کا مقررہ امام امامت کے لئے ہر حال میں دوسرے لوگوں سے اولی ہیں مگر اس صورت میں کہ جب صاحبِ خانہ یا امام معیّن کے ساتھ سلطان یا قاضی ہو تو بادشاہ اور قاضی کے تصرف وولات کے عام ہونے کی وجہ سے ان کو مقدم کیا جائیگا اور حدادی نے والی کو امام معیّن پر مقدم کرنے کی تصریح کی ہے اھ اور علامہ طحطاوی نے حاشیہ مراقی میں فرمایا بنایہ میں ہے یہ حکم زمانہ ماضی میں تھا کیونکہ حکمران (اصحابِ اختیار) علماء اور صلحاء ہوتے تھے، ہمارے دور میں والی اکثر ظالم اور جاہل ہیں اھ مجھے یاد آرہا ہے اس پر میں نے حاشیہ لکھا ہے جس کی عبارت یہ ہے اقول (میں کہتا ہوں) یہ ٹھیک ہے لیکن فتنہ قتل سے بڑھ کر ہے، ہاں اگر

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۳
[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۳

marfat.com

Marfat.com

(۳) امامت امام حی اولیٰ بود اگرچہ غیرش در مسجد افضل است لما فی العالمگیریة دخل مسجدا من هو اولی بالامامة من امام المسجد فامام المحلة اولی[1] وفی المنیة لو دخل فی المسجد من هو اولی بالامامة فامام المحلة اولی[2] هکذا حکم الکتاب والیه المرجع والمآب والله اعلم بالصواب المستخرج المذنب ابونعیم محمد نقی عفی عنه اسلام آبادی المجیب المصیب فقیر محمد امانت اللہ غازی پوری۔ الجواب صحیح بندہ رشید احمد عفی عنه اصاب من اجاب محمد قادر بخش سہسرامی عفی عنه۔ صح من اجاب حررہ الفقیر ابوالبرکات غازیپوری۔ مافیه حق، امام الدین عفی عنه۔

محلہ کے مقرر امام کو امام بنانا اولیٰ ہے اگرچہ کوئی دوسرا شخص افضل موجود ہو جیسا کہ عالمگیری میں ہے ایک ایسا شخص مسجد میں داخل ہُوا جو محلہ کے امام سے افضل ہے تو محلہ کے امام کو ہی امام بنانا اولیٰ ہے، اور منیہ میں ہے اگر مسجد میں ایسا شخص آیا جو امام مقرر سے افضل ہو تو محلے کا امام ہی بہتر ہوگا، کتاب کا حکم بھی یہی ہے اور یہی مرجع اور جائے پناہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب المستخرج المذنب ابونعیم محمد نقی عفی عنه اسلام آبادی المجیب المصیب فقیر محمد امانت اللہ غازی پوری۔ الجواب صحیح بندہ رشید احمد عفی عنه اصاب من اجاب محمد قادر بخش سہسرامی عفی عنه۔ صح من اجاب حررہ الفقیر ابوالبرکات غازیپوری۔ اس میں جو کچھ ہے وہ حق ہے۔ امام الدین عفی عنه۔

الجواب

اولیٰ بامامت کسے است کہ مسائل نماز و طہارت داناتر است در تنویر است الاحق بالامامة الاعلم باحکام الصلوٰة[3] در دُرمختار است بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة[4] در ردالمحتار از کافی وغیرہ است الاعلم بالسنة اولی الا ان یطعن علیه فی دینه[5]

امامت کے لئے وہ شخص لائق اور بہتر ہے جو مسائلِ نماز و طہارت میں زیادہ آگاہی رکھتا ہو، تنویر میں ہے امامت کا زیادہ حقدار وُہ ہے جو احکام نماز سے زیادہ آگاہ ہو۔ درمختار میں ہے بشرطیکہ وہ ظاہری گناہوں سے بچنے والا ہو۔ ردالمحتار میں کافی کے حوالے سے ہے سنت (یعنی طریقہ نماز) سے زیادہ آگاہی رکھنے والا شخص امامت کے لئے بہتر ہے بشرطیکہ اس کے دین پر کوئی طعن نہ کرتا ہو۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فی بیان من ہو احق بالامامة مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۳

[2] منیہ یہ عبارت سعی بسیار کے باوجود مشہور منیۃ المصلی سے نہ مل سکی، معلوم ہوتا ہے اس سے کوئی اور منیہ مراد ہے جو کہ مجھے دستیاب نہیں۔ نذیر احمد

[3] درمختار باب الامامة مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۸۲

[4] " " " " " " " "

[5] ردالمحتار " " " " مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۲

marfat.com

Marfat.com

ذکر تصح امامتہ لمثلہ من ذکر و انثٰی و خنثٰی[1]

درست ہے یعنی اس کا ہم [illegible] امام بننا درست ہے۔ (ت)

مگر بالغوں کی امامت مذہب اصح میں مطلقاً نہیں کرسکتا حتی کہ تراویح و نافلہ میں بھی۔

فی ردالمحتار لایصح اقتداء الرجل بصبی مطلقا ولو فی نفل علی الاصح[2]

ردالمحتار میں ہے اصح قول کے مطابق بالغ مرد کا بچے کی اقتداء کرنا ہر حال میں درست نہیں اگرچہ نفل ہوں۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

المختار انہ لایجوز فی الصلوات کلہا[3]

مختار قول یہ ہے کہ سب نمازوں میں اس کی امامت درست نہیں۔ (ت)

اُس حافظ بالغ پر اس حیلہ میں بربنائے مذہب اصح ضرور کراہت ہے لاشتغالہ بما لایصح (بسبب ایسے عمل میں مشغول ہونے کے جو صحیح نہیں ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

صلٰوۃ العید فی القری تکرہ تحریما ای لانہ اشتغال بما لایصح[4]

دیہاتوں میں عید ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ یہ ایسے عمل میں مصروف ہونا ہے جو نادرست ہے۔ (ت)

مذہب اصح میں اُن بالغین پر اعادہ میں اسائت کیا ہوتی بلکہ ترکِ اعادہ میں اسائت ہے استاذ و غیر استاذ سب اس حکم میں برابر ہیں، ہاں اگر حافظ صحیح خواں سوا نابالغ کے نہ ملتا ہو تو باتباع مشائخ بلخ سنّت ختم حاصل کرلیں فان الاداء علی قول خیر من الترک مطلقا (کیونکہ ایک قول کے مطابق ادا کرنا مطلقاً ترک کرنے سے بہتر ہے۔ ت)

درمختار میں ہے:

الاداء الجائز عند البعض اولی من الترک کما فی القنیۃ وغیرہا[5]

بعض کے نزدیک جائز ادا، ترک سے اولیٰ ہے، جیسا کہ قنیہ وغیرہا میں ہے۔ (ت)

پھر مناسب یہ ہے کہ بلحاظِ مذہب اصح اعادۂ تراویح کرلیں لیحصل الاحتیاط بالمقدار المیسور (تاکہ بقدر

---

[1] ردالمحتار	باب الامامۃ	مطبوعہ مصطفی البابی مصر	۱/۴۲۷
[2] درمختار	"	" مجتبائی دہلی	۱/۸۴
[3] الہدایۃ	"	" المکتبۃ العربیۃ کراچی	۱/۱۰۳
[4] درمختار	باب العیدین	" مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۱۴
[5] درمختار	کتاب الصلٰوۃ	" " "	۱/۹۱

marfat.com

Marfat.com

غیرھم والا فلا کراھۃ[1] در رد المحتار
از اختیار شرح مختار و شرح الملتقی للبھنسی و شرح
درر البحار است لو عدمت ای علۃ الکراھۃ
بان کان الاعرابی افضل من
الحضری والعبد من الحر
وولد الزنا من ولد الرشدۃ
والاعمی من البصیر فالحکم بالضد[2]
ملخصاً در جامع الرموز است فان ام عبد
او اعرابی او ولد الزنا کرہ ذلک کراھۃ
تنزیھہ وفی الاختیار لو کانوا افضل
من ضدھم فالحکم بالضد[3]
در خانیہ است تجوز امامۃ الاعرابی
والاعمی والعبد وولد الزنا
وغیرھم اولٰی[4] در شرح نقایہ علامہ برجندی
است المراد بہ الکراھۃ التنزیھیۃ
علی ما صرح بہ فی الزاھدی[5]
در حاشیہ درر وغرر للعلامۃ الشرنبلالی است
وکرہ امامۃ ولد الزنا اقول الکراھۃ

میں ہے اھ ملخصاً بحرالرائق میں مجتبٰی شرح قدوری اور معراج الدرایہ شرح ہدایہ سے ہے یہ کراہت کراہت تنزیہیہ ہے کیونکہ اصل (کتاب) میں ان کا قول ہے کہ ان کے علاوہ کی امامت مجھے زیادہ پسند ہے، پھر اس کے بعد فتاوٰی اسعدیہ وغیرہ کی عبارت یُوں ہے حاصل یہ ہے کہ ان کی تقدیم مکروہ ہے اور ان کا غیر موجود ہو تو ان کی اقتدار مکروہ تنزیہی ہے ورنہ کوئی کراہت نہیں۔ ردالمحتار میں اختیار شرح مختار، شرح الملتقی للبہنسی اور شرح درر البحار سے ہے اگر علتِ کراہت معدوم ہو مثلاً اعرابی شہری سے، غلام آزاد سے، ولدِ زنا ولدِ رشد سے اور نابینا بینا سے افضل ہو تو حکم اس کے برعکس ہوگا۔ جامع الرموز میں ہے اگر غلام یا اعرابی یا ولدِ زنا امام بنا تو یہ مکروہ تنزیہی ہے۔ اور اختیار میں ہے اگر یہ افراد مذکورہ اپنے مخالف سے افضل ہوں تو حکم اس کے برعکس ہوگا۔ خانیہ میں ہے اعرابی، نابینا، غلام اور ولدِ زنا کی امامت جائز ہے اور ان کے علاوہ کی اولٰی ہے۔ علامہ برجندی کی شرح نقایہ میں ہے کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہے جیسا کہ اس بات کی تصریح زاہدی

---

۱ بحرالرائق — باب الامامۃ — مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۳۴۹
فتاوی اسعدیہ — کتاب الصلوۃ — مطبوعہ مطبع خیریہ مصر — ۱/۱۰
نوٹ: اس عبارت کے آخری حصہ یعنی ان وجد الخ میں تلخیص اور تبدیلی ہے تفصیل کیلئے دونوں کتابیں ملاحظہ ہوں۔ نذیر احمد
۲ ردالمحتار — باب الامامۃ — مطبوعہ مصطفی البابی مصر — ۱/۴۱۴
۳ جامع الرموز — فصل یجہر الامام — مطبوعہ مکتبۂ اسلامیہ گنبد قاموس ایران — ۱/۱۷۲-۷۳
۴ فتاوی قاضی خان — فصل فیمن یصح الاقتداء الخ — مطبوعہ نولکشور لکھنؤ — ۱/۴۴
۵ شرح النقایہ للعلامۃ البرجندی — فصل یجہر الامام فی الجمعۃ الخ — " " " — ۱/۱۱۲

marfat.com

Marfat.com

مکروہ، جب اس کے فسق وبیباکی کی حالت یہ ہے تو کیا اعتبار کہ بے وضو نماز پڑھا دیتا ہو [illegible] خواہ ویسے ہی نہانے کی کاہلی سے بے نہائے امامت کرلیتا ہو، آخر بے غسل کے نماز پڑھنا [illegible] سے زیادہ نہیں ہے۔ غنیہ شرح منیہ میں ہے:

انھم لوقدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراھة تقدیمه کراھة تحریم لعدم اعتنائه بامور دینه وتساھله فی الاتیان بلوازمه فلا یبعد منه الاخلال ببعض شروط الصلٰوة وفعل ماینافیھا بل ھو غالب بالنظر الی فسقه ولذا لم تجز الصلٰوة خلفه اصلا عند مالك وھو روایة عن احمد۔[1]

کیونکہ اگر لوگوں نے کسی فاسق کو مقدم (امام) کیا تو اس بنا پر گنہگار ہوں گے کہ اس کی تقدیم کی کراہت کراہت تحریمی ہے کیونکہ امورِ دینیہ میں لاپرواہی برتتا ہے اور امورِ دینیہ کے تقاضوں اور لوازمات کو پورا کرنے میں تساہل سے کام لیتا ہے، بعید نہیں کہ وہ نماز کے بعض شرائط کو خالی چھوڑنے کا ارتکاب کرتا ہو اور نماز کے منافی بعض اعمال بجالاتا ہو، بلکہ اس کے فسق کے پیشِ نظر ایسا کرنا غالب گمان ہے اسی لئے امام مالک کے نزدیک اس کے پیچھے نماز ہوتی ہی نہیں۔ امام احمد بن حنبل سے بھی ایک روایت یوں ہی ہے۔ (ت)

اور خود معاملہ نماز میں اس کی بیباکی اور طہارت نجاست سے بے پروائی اُسی بیان سے ظاہر ہو سائل نے لکھے کہ ناپاک کپڑے مسجد میں دھونے والوں کو منع نہیں کرتا بلکہ منع کرنے کو بُرا کہتا ہے اور لڑنے پر آمادہ ہوتا ہے تو جس کی یہ حالت ہے اس کے پیچھے نماز کی اصلاً اجازت نہیں ہوسکتی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۱۵ ازبنارس محلہ کندی گر ٹولہ مسجد بی بی راجی متصل شفاخانہ مرسلہ مولوی حکیم عبدالغفور صاحب ۲۰ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شہر بنارس میں ایک مسجد متصل کچہری دیوانی جس میں نماز وقتیہ و جمعہ ہوتا ہے، عرصہ دراز سے ایک جلسہ بایمائے حاکم ضلع بغرض انہدام مسجد مذکور اہل اسلام نے کیا منجملہ اور باتوں کے بیان کیا گیا کہ مسجد کا کھودنا بمعاوضہ مکان دیگر از روئے کتب فقہ جائز ہے تو یہ مسجد کھود ڈالی جائے بعوض اس کے دوسری مسجد سرکار کی جانب سے تیار کردی جائے حالانکہ مسجد کا کھودنا از روئے فقہ جائز نہیں ہے۔ عالمگیریہ میں ہے:

لوکان مسجد فی محلة ضاق علی اھله و لایسعھم ان یزیدوا فیه فسألھم بعض

اگر محلہ کی مسجد اہلِ محلہ پر تنگ ہوگئی ہو اور وہ لوگ اس میں کشادگی نہ کرسکتے ہوں تو اس مسئلہ کے متعلق بعض

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ الخ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

marfat.com

Marfat.com

الدلیل فانت لھیا ظنی الثبوت ولا صارف فتحریمیة والا فتنزیھة[1] قال الشامی نقلا عن البحر المکروہ تنزیھا مرجعه الی ما ترکه اولی وکثیرا ما یطلقونه کما ذکرہ فی الحلیة فحینئذ اذا ذکروا مکروھا فلا بد من النظر فی دلیله[2] الخ۔

حالانکہ ان میں دونوں نوعیت کے مکروہات ہوتے ہیں، اسی لئے دُرِّمختار میں کہا کہ یہ مکروہ تنزیہی کو شامل ہے جس کا انجام و مآل ترکِ اولیٰ ہوتا ہے، پس ان دونوں میں فرق دلیل کی بنیاد پر ہوگا، یعنی اگر دلیل کراہت وہ ممانعت شرعی ہو جس کا ثبوت ظنی ہو اور نہی تحریم سے استحباب کی طرف پھیرنے والا کوئی امر ہو تو مکروہ تحریمی ورنہ تنزیہی اھ امام شامی نے بحر سے نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ مکروہ تنزیہی کا مآل ترکِ اولیٰ ہوتا ہے اور اکثر اوقات اس کو مطلقاً ذکر کرتے ہیں، حلیہ میں اسی طرح مذکور ہے' لہٰذا جب فقہاء کسی مقام پہ مکروہ کا تذکرہ کریں تو اس کی دلیل میں نظر غائر کرنا ہوتا ہے الخ (ت)

جواب سوال سوم کراہت قوم اگر بلاوجہ شرعی ست چنانکہ امامت عالمی صالح را بسبب بعض منازعات دنیویہ خود شان مکروہ دارند یا امامت عبد و اعمی وامثالہما را بانکہ افضل و اعلم قوم باشند بد پندارند آنگاہ کراہت ایشاں باشد و درحق امامت اثرے ندارد، واگر بوجہ شرعی است چنانکہ امام فاسق یا مبتدع ست یا بحالِ عدم اعلمیت یکے از اربعہ مذکورین اعنی عبد و اعرابی و ولدالزنا و اعمی است یا آنکہ درقوم کسے ست بوجہ مرجحات شرعیہ مثل زیادت علم وجودت قرأت وغیرہما احق واولیٰ ازوست دریں حالت ہیچکس را باوصف مکروہ داشتن قوم بامامت پیش رفتن

جواب سوال سوم اگر قوم کی کراہت شرعی عذر کے بغیر ہو جیسا کہ صالح اور عالم کی امامت کو اپنے بعض دنیوی تنازعے کی وجہ سے مکروہ سمجھتے ہوں یا غلام، نابینا وغیرہ کی امامت کو مکروہ سمجھتے ہوں حالانکہ وہ قوم سے افضل ہوں، تو ایسی صورت میں قوم کی اپنی ناپسندیدگی کوئی معنی نہیں رکھتی لہٰذا ان افراد کی امامت میں وہ اثر انداز نہ ہوگی، اگر کراہت کسی شرعی عذر سے ہو مثلاً امام فاسق یا بدعتی ہو یا چار مذکور افراد غلام، اعرابی، ولدزنا اور نابینا دوسروں سے افضل و اعلم نہ ہوں یا قوم میں کوئی ایسا شخص موجود ہو جس میں شرعی ترجیحات ہوں، مثلاً علم زیادہ رکھتا ہے، تجوید وقرأت کا ماہر ہے تو یہ خود امامت کے

---

[1] درمختار باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۱

[2] ردالمحتار " " " مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۷۲

marfat.com

Marfat.com

آگر دین وایمان گنوا کر حکام پر جبر واکراہ کا طوفان اٹھا کر جیلے کا ذبہ اکراہ چاہیں مسجد ڈھائیں چاہے جو [illegible] سنائیں چاہے دو کے آتے تین گائیں وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1] (عنقریب ظالم جان لیں گے کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ت) ایسے لوگ نہ عند اللہ معذور ہوسکتے ہیں نہ عند الحکام مجبور۔

مبادا دل آں فرومایہ شاد
کہ از بہر دنیا دہد دیں بباد

(اس کمینے کا دل کبھی خوش نہ ہو جو دنیا کی خاطر دین کو ہوا کے حوالے کردیتا ہے۔ت)

خردمند انصاف پسند حاکموں کی نگاہ میں بھی دین فروش نہایت ذلیل وخوار ہوتا ہے کہ جس نے ذرا سی خوشامد کے لئے دین جیسی عزیز چیز کو خیر باد کہا اس سے جو ہوجائے تھوڑا ہے، جس نے ادنیٰ طمع کے واسطے حاکم حقیقی جل جلالہ سے رُوگردانی کی اس سے حاکم دنیوی کے ساتھ خیر خواہی کی توقع کیا ہے خسر الدنیا والاٰخرۃ ذٰلک ھو الخسران المبین[2] (دنیا وآخرت کا گھاٹا یہی صریح نقصان ہے۔ت) اور مسئلہ اکراہ میں یوں بے قید الفاظ جو خدا اور رسول کی جناب میں مُنہ بھر کر اس شخص نے کہے وہ بھی اس کے سُوئے ادب وقلّتِ دین پر دال ہیں شرع مطہر میں خوفِ جان کے وقت بھی حکم عزیمت یہی ہے کہ کسی طرح اصلاً کلمۂ کفر زبان سے نہ نکالے اور رخصت یہ کہ حتی الامکان توریہ کرکے پہلو دار بات سے جان بچائے، اگر توریہ پر قادر تھا اور اُسے چھوڑ کر صریح کلمۂ کفر بولا قطعاً یقیناً کافر ہوجائے گا، دُرمختار میں ہے:

ان اکرہ علی الکفر باللہ تعالٰی اوسب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بقطع او قتل رخص لہ ان یظہر ما امر بہ علی لسانہ ویوری وقلبہ مطمئن بالایمان، وان خطر بہ التوریۃ ولم یورکفر وبانت دیانۃ وقضاء، نوازل وجلالیۃ ویوجر لوصبر لترکہ الاجراء المحرم[3] الخ باختصار۔

اگر کسی کو مجبور کردیا گیا کہ وہ اللہ تعالٰی کے ساتھ معاذ اللہ کفر کرے یا نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو معاذ اللہ گالی دے ورنہ اسے قتل کردیا جائے گا یا اس کا کوئی عضو کاٹ دیا جائیگا تو اسے اجازت ہے کہ زبان پر ایسے کلمات کو جاری کردے جن کا مطالبہ کیا گیا ہو لیکن توریہ (یعنی حتی الامکان پہلو دار بات کے ذریعے جان بچائے) سے کام لے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن اور قائم رہے اور اگر اس کے دل میں توریہ کا خیال آیا مگر اس نے توریہ نہ کیا تو وہ کافر ہوجائے گا اور اس کی عورت قضاءً و

---

[1] القرآن ۲۶/ ۲۲۷ [2] القرآن ۲۲/ ۱۱
[3] درمختار کتاب الاکراہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۹۶

marfat.com

Marfat.com

[illegible] شود نماز او خالی از ثواب رود و ہذا معنی
الامام کرہ له ذلك ويكره له التقدم و اما ثانی پس تابع
یک وجہ شرعی است کہ در آنکس حاصل و ایشان را بوجہ
حق بہ کراہت حامل است کما عددنا بعضہ آں چہ
مگر در نماز موجب کراہت تحریم است کالفسق والبدعة
وغیرھما نماز نیز مکروہ تحریمی باشد ورنہ مجرد و تنزیہی
کما فی العبد ونظرائه الا ترى
انهم يصرحون بكراهة امامة
هؤلاء تنزيها ويرسلون ذلك ارسالا
ولا يقيدونه بتقدمهم برضى القوم
بل يعللونه بان فيه تنفير الجماعة
وانما النفرة تنشؤ عن كراهتهم ذلك
فدل ان الصلاة لا تكره الا تنزيها
وان كان التقدم مكروها له
تحريما لانهم كارهون ولو ان التنزيه
كان مقيدا برضاهم حتى لو
كرهوا كرهت الصلاة ايضا تحريما
لكانت كراهتهم التي نشأت عن وجه
شرعي ايضا عائدة عليهم بالوبال حيث
وقعتهم في ارتكاب ماثم لم يكن
لولم تكن وهو كما ترى وانما العود
عليهم في كراهة لا عن مستند صحيح
کما علمت بالجملہ موجب کراہت دو گونہ است
یکے ذاتی کہ خود در آنکس وجہے باشد کہ شرعاً
امامتِ او مطلقاً یا در جماعت حاضرہ ممنوع یا خلاف

ہوں تو اس کا امام ہونا مکروہ نہیں کیونکہ جاہل اور فاسق
عالم اور صالح افراد کو ناپسند کرتے ہیں الخ اقول (میں
کہتا ہوں) تحقیق مقام یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں ہیں، ایک
یہ کہ کوئی شخص خود بخود لوگوں کی نفرت کے باوجود آگے
بڑھے اور لوگوں کو اپنی اقتدا میں نماز ادا کرنے پر مجبور کرے
دوسری چیز ایسے امام کے پیچھے نماز کا معاملہ ہے، علماء
نے صورتِ مذکور میں جو مکروہ تحریمی کا حکم لگایا ہے اس کا
اطلاق پہلے کی طرف لوٹ رہا ہے یعنی اس شخص کے لئے
ایسا کرنا جائز نہیں، اگر اس نے ایسا کیا تو گنہگار
ہوگا اور اسکی نماز ثواب سے خالی رہے گی فقہاء کے ذکر کردہ
الفاظ "کرہ له ذلك ويكره له التقدم" کا یہی معنی ہے
دوسری چیز کہ اس شرعی وجہ کے تابع ہے جو اس آدمی
میں حاصل ہے اور لوگوں کو کراہت پر بطریق حق راغب
کرتی ہے جیسا کہ ہم نے اس میں سے بعض کا بیان کیا ہے
اگر یہ وجہ نماز میں کراہتِ تحریمی کا موجب ہو مثلاً فسق اور
بدعت وغیرہ تو نماز بھی مکروہِ تحریمی ہوگی ورنہ مکروہ تنزیہی
جیسا کہ غلام اور اس کے ہم مثل میں تنزیہی ہے۔ کیا آپ نہیں
دیکھتے کہ فقہاء نے ان لوگوں کی امامت کے مکروہ تنزیہی
ہونے پر تصریح کی ہے اور فقہاء نے اس میں ارسال و اطلاق
سے کام لیا اور ان کے تقدم کو قوم کی رضا کے ساتھ مقید
نہیں کیا بلکہ اس کی علت یہ بیان کی اس میں جماعت کو
متنفر کرنا لازم آتا ہے اور نفرت ان کے ناپسند کرنے
کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اب اس بات واضح کردیا کہ نماز
صرف مکروہ تنزیہی ہوگی اگرچہ اس کا امام بننا مکروہ تحریمی
تھا کیونکہ لوگ اسے ناپسند کرتے تھے، اگر مکروہ تنزیہی

marfat.com

Marfat.com

خلاف ہے ایسی عورتوں سے پرہیز کرو۔ تو وہ کہتے ہیں ہم جوان ہیں جب ہم کو شہوت ہوتی ہے تو ہم کیا کریں [illegible] پکڑ لیتے ہیں اور وہاں اکثر آدمی اسی کے موافق پڑے ہوئے ہیں جن کی عورتوں کا ذکر ہو چکا اس کے پیچھے نماز اور امامت اس آدمی کی کیسی ہے؟

الجواب

ران کھولنا حرام ہے، اور اس آزاد عورت کو سر کھولنا بھی حرام ہے۔ وہ عورتیں ان حرکات کی وجہ سے فاسقہ ہیں۔ اور شوہر پر فرض ہے کہ اپنی عورت کو فسق سے روکے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

یاایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارًا[1]۔ اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ[2]۔ تم سب اپنے متعلقین کے سردار و حاکم ہو اور ہر حاکم سے روزِ قیامت اس کی رعیت کے باب میں سوال ہوگا۔

تو یہ مرد کہ انھیں منع نہیں کرتے خود فاسق ہیں اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور اسے امام بنانا گناہ ہے۔ غنیہ میں ہے:

لو قدموا فاسقا یاثمون[3]۔ اگر لوگوں نے فاسق کو امام بنایا تو وہ گنہگار ہوں گے۔ (ت)

بلکہ جب اس کی عورت بازار میں ران کھولے پھرتی ہے اور وہ منع نہیں کرتا تو دیّوث ہے۔

فی الدرالمختار دیوث من لایغار علی امرأتہ او محرمہ[4]۔ دُرِمختار میں ہے وہ شخص دیّوث ہوتا ہے جو اپنی بیوی اور کسی محرم پر غیرت نہ کھائے۔ (ت)

ہاں اگر یہ منع کرے روکے جس قدر اپنی قدرت اس رسم شنیع کے مٹانے سے ہے صرف کرے اور پھر عورت نہ مانے تو مرد پر الزام نہ رہے گا، قال اللہ تعالٰی: لاتزر وازرۃ وزر اخرٰی[5] (کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن ۶۶/ ۶

[2] صحیح بخاری باب الجمعۃ فی القرٰی والمدن مطبوعہ قدیمی کتب خانہ اصح المطابع کراچی ۱/ ۱۲۲

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ 〃 سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[4] درمختار باب التعزیر 〃 مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۲۸

[5] القرآن ۶/ ۱۶۴

marfat.com

Marfat.com

علیہ وسلم الاباذنہ[1] وفی ردالمحتار عن
التاتارخانیۃ اضیاف فی دار یرید ان یتقدم
احدھم ینبغی ان یتقدم المالک فان قدم
واحدا منھم لعلمہ وکبرہ فھو افضل[2] الخ
اغتنم ھذا التحریر فلعلک لاتجدہ ھذا
التحبیر غیر ھذا التحریر پس اعمی مثلاً اعلم قوم
نباشد وقوم ہم بتقدیم او راضی نے آنگاہ تقدم مراورا
مکروہ تحریمی بود ونماز پس او مکروہ تنزیہی واگر قوم بتقدیم
او راضی شود کراہت اولٰی مرتفع شود وثانیہ باقی واگر اعلم قوم
است پس بحال رضائے قوم ہیچ کراہتے نیست وحال
کراہت خود برکارہین است وامام وامامت بری مثلہ
فی ذلک نظر انہ الثلثۃ علی مابحثہ فی البحر
واختارہ فی الدر وقد ثبت منصوصا فی الاختیار
وغیرہ کما مروان خالفہ فی النھر فلیس مع
النص لاحد مقال واللہ تعالٰی اعلم
بحقیقۃ الحال۔

اجتماع ہوتا ہے، ذاتی کا اثر نماز پر پڑتا ہے، خارجی کا اثر ذاتِ امام یا قوم پر ہوگا نماز پر نہیں، خارجی کا وقوعِ اثر امام پر وجودِ اول سے مشروط ہے ورنہ خود قوم پر اثر لوٹ جائے گا بخلاف پہلی (یعنی ذاتی) کے کہ اس کی تاثیر نماز پر وجہِ ثانی پر موقوف نہیں، اگر کوئی قوم فاسق یا جاہل ولدِ زنا کے تقدم پر راضی ہو جاتی ہے تو نماز کراہت سے بری (خالی) نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر مہمان صاحبِ خانہ کی رضا کے بغیر اپنے میں سے کسی ایک کو امام بنائیں تو کراہت ختم نہ ہوگی۔ پہلی صنف کا حکم تحریم و تنزیہی پر منقسم ہے اور دوسری صنف میں امام کے حق میں دائماً تحریم کا حکم ہے اور قوم کی رضامندی پر یہ حکم مرفوع ہوگا کیونکہ اس صورت میں قوم کی رضامندی سے علت ختم ہو جائے گی بخلاف پہلی صنف کے کہ اس میں کسی کی رضا یا عدم رضا کا دخل نہیں کیونکہ وہ شریعتِ مطہرہ کا حق ہے، ہاں دوسری صنف میں صاحبِ حق کی رضا کراہت کے منافی ہو جائیگی اگرچہ دیگر لوگ راضی نہ ہوں، کیونکہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اس کے اذن سے امام ہو سکتا ہے۔ ردالمحتار میں تاتارخانیہ سے ہے کہ کسی گھر میں اگر مہمان کسی کو امام بنانا چاہیں تو مناسب یہی ہے کہ صاحبِ خانہ کو امام بنایا جائے، اگر صاحبِ خانہ ان میں سے کسی کو علم یا بزرگی کی بنا پر امام بنائے تو افضل ہے الخ۔ پس اس تفصیل گفتگو کو غنیمت جان، کیونکہ اس تحریر کے علاوہ اس مسئلہ سے متعلق تفصیلی گفتگو کہیں نہیں ملے گی، پھر نابینا مثلاً جو قوم سے زیادہ عالم نہ ہو اور قوم اس کے تقدم پر راضی نہ ہو تو اس کا امام بننا مکروہ تحریمی ہوگا اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہوگی، اگر قوم اس کے تقدم پر راضی ہو تو پہلی کراہت ساقط دوسری باقی رہے گی۔ اور اگر قوم سے زیادہ عالم ہو تو قوم کی رضا کی صورت میں کوئی کراہت نہ ہوگی، اور اگر قوم ناپسند

---

[1] جامع الترمذی باب من احق بالامامۃ مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۳۲
[2] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۳

marfat.com

Marfat.com

اور مُردے کے کپڑے وغیرہ جو بہ نیت تصدق دئے جاتے ہیں اگر لینے والا محتاج ہے یا غنی ہے لہذا دینے والے کو اس کا غنی ہونا معلوم ہے یا وہاں بطور رسم امام نماز یا مُلّائے مسجد کو یہ چیزیں دی جاتی ہیں خواہ وہ محتاج ہو یا غنی تو لینا جائز ہے اگرچہ غنی کے لئے کراہت سے خالی نہیں، اور اگر یہ شخص غنی ہے اور دینے والا محتاج کو دینا چاہتا ہے لہذا اس نے اپنے آپ کو محتاج جتا کر اُس سے لے لئے تو حرام ہے۔

کمالایخفی وقد نبه فی الحدیقة الندیة شرح الطریقة المحمدیة علی ادق من هذا۔ جیسا کہ مخفی نہیں ہے اور حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں اس سے بھی بڑھ کر سخت تنبیہ ہے۔ (ت)

اور گناہِ کبیرہ خواہ ابتداءً کبیرہ ہو یا بعد عادت کبیرہ ہو جائے موجبِ فسق ہے، اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، اُسے امام بنانا گناہ ہے کماحققه المحقق الحلبی فی الغنیة (جیسا کہ محقق حلبی نے غنیہ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت)، ہاں گناہِ کبیرہ خفیہ ہو یا علانیہ فاسق کر دینے میں برابر ہے مگر ایسا خفیہ جس پر بندے مطلع نہ ہوں بندے اس پر حکم نہیں کر سکتے کہ بے جانے حکم کیونکر ممکن کما اوضحه فی الدرالمختار من الشهادة فی بیان تقیید هم شرب الخمر بالادمان (جیسا کہ درمختار میں شہادت سے متعلق گفتگو میں جہاں انھوں نے مختار کا شربِ خمر کو دوام شرب کے ساتھ مقید کرنے کو بیان کیا ہے۔ ت)، اور مسلمان پر بدگمانی خود حرام ہے جب تک ثبوتِ شرعی نہ ہو، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۱۸ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص اسمٰعیل دہلوی مصنف تقویۃ الایمان کو حق جانتا ہو اُس کے پیچھے نماز پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر اس کے ضلالات و کفریات پر آگاہی ہو کر اُسے اہلِ حق جانتا ہو تو خود اُس کی مثل گمراہ بددین ہے اور اُس کے پیچھے نماز کی اجازت نہیں، اگر نادانستہ پڑھ لی ہو تو بعد اطلاع ہو اعادہ واجب ہے،

کماهو الحکم فی سائر اعداء الدین من المبتدعین الفسقة المرتدة المفسدین۔ جیسا کہ یہی حکم تمام ان اعداءِ دین کا ہے جو بدعتی، فاسق، مرتد اور فساد پھیلانے والے ہیں۔ (ت)

اور اگر آگاہ نہیں تو اُسے اس کے اقوال ضالہ دکھائے جائیں، اس کی گمراہی بتائی جائے، رسالہ الکوکبۃ الشہابیۃ بطور نمونہ مطالعہ کرایا جائے۔ اگر اب بعد اطلاع بھی اُسے اہلِ حق کہے تو وہی حکم ہے، اور اگر توفیق پائے حق کی طرف فاخوانکم فی الدین (تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔ ت) واللہ سبحٰنه و تعالٰی اعلم و علمه جل مجده اتم واحکم۔

marfat.com

Marfat.com

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔ یہ خود کسی کو امام بنانے پر رضامند ہوں تو کوئی کلام ہی نہیں، اگرچہ یہ حضرات خود علماء وصلحاء ہی ہوں جیسا کہ صاحبِ خانہ اگر اپنے غیر کو اجازت دے دے تو کوئی اعتراض نہیں واللہ تعالٰی اعلم اور میرا حاشیہ ختم ہوا، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی۔

مسئلہ ۶۱۳: مرسلہ حافظ مولوی امیر اللہ صاحب ۳ شعبان ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے حفظ قرآن شریف کیا اور عمر اس کی تقریباً ۱۵ برس کی ہے یعنی ۳ ماہ کم ہیں اور احتلام نہ ہونا ظاہر کرتا ہے وللاکثر حکم الکل (اور اکثر کے لئے کُل کا حکم ہوتا ہے۔ت) حدِ بلوغ میں داخل ہوکر امامتِ تراویح بغرض ختم قرآن رجال کی کراسکتا ہے اور بالغین کی درصورت عدم بلوغ امامتِ تراویح کراسکتا ہے مثلاً زید مذکور کے ولی نے کسی حافظ بالغ کو نوکر رکھا اور بعد کو کہا کہ اس نابالغ کا قرآن شریف تراویح میں سن اس اجیر نے بوجہ اقتدا اس نابالغ کے قصد کیا کہ میں تراویح کا اعادہ کروں گا اس حیلہ سے اس فاعل پر کوئی کراہت ہے یا نہیں، اکثر نابالغین امامتِ تراویح حسبِ تجویزِ مشائخ بلخ کرتے ہیں درصورت عدمِ جواز کیا ان کا حکم یعنی اُن رجال کا جو تراویح باقتدائے نابالغ ادا کریں اعادہ ہے یا نہیں؟ درصورت اعادہ ان پر کوئی اساءت ہے یا نہیں؟ خصوصاً یہ مقتدی حافظ ہوکر جماعت نابالغ کرے بوجہ استاد ہونے کے اور اعادہ کرے تو اس پر کیا بحث وقباحت؟

الجواب

جبکہ ہنوز پندرہ سال کامل نہیں اور وہ احتلام نہ ہونا ظاہر کرتا ہے تو اس کی تکذیب کی کوئی وجہ نہیں قول اس کا واجب القبول ہے اور تحدیدات میں وللاکثر حکم الکل نہیں کہہ سکتے ورنہ تحدید باطل ہوجائے اور آٹھ برس میں بھی حکم بلوغ ہوکر پندرہ کا اکثر وہ بھی ہے غرض پورے تمام پندرہ درکار ہیں ایک دن بھی کم ہو تو بے اقرار یا ظہور آثار حکم بلوغ نہیں ہوسکتا،

فی الدرالمختار فان لم یوجد فیھما شیئ فحتی یتم لکل منھما خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی[1]۔

درمختار میں ہے اگر دونوں (یعنی لڑکا اور لڑکی) میں کوئی علامت نہ پائی جائے تو ہر ایک کے لئے پندرہ سال عمر کا کامل ہونا ضروری ہے اور اسی پر فتوٰی ہے (ت)،

نابالغوں کی امامتِ تراویح تو درکنار، فرائض بھی کرسکتا ہے،

فی ردالمحتار غیر البالغ فان کان

ردالمحتار میں ہے غیر بالغ اگر مذکر ہو تو اس کی امامت

---

[1] درمختار فصل بلوغ الغلام الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۹۹

marfat.com

Marfat.com

درمختار میں ہے :

دیوث من لا یغار علی امرأته او محرمه[1] جو اپنی عورت یا اپنی کسی محرم پر غیرت نہ رکھے دیوث ہے۔

اسی طرح اگر عورت جوان اور محل فتنہ ہے اور اس کے باہر پھرنے سے فتنہ اٹھتا ہے اور یہ مطلع ہو کر باز نہیں رکھتا جب بھی کھلا دیوث ہے اگرچہ پورے ستر کے ساتھ باہر نکلتی ہو، ان سب لوگوں کو امام بنانا گناہ ہے اور ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی قریب بحرام ہے نہ پڑھی جائے اور پڑھ لی تو اعادہ ضرور ہے۔ کما حققہ فی الغنیۃ وفصلناہ فی فتاونا (جیسا کہ اس کی تحقیق غنیہ میں ہے اور ہم نے اپنے فتاوی میں اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ ت) اور حرامی کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی اور خلافِ اولیٰ ہے جبکہ وہ سب حاضرین سے زیادہ مسائلِ نماز و طہارت نہ جانتا ہو، اگر امام نہ ملے تو ضرور اس کے پیچھے پڑھی جائے۔ اس عذر سے ترکِ جماعت جائز نہیں فان الواجب لا یترک لاجل (واجب کو کسی وجہ سے ترک نہیں کیا جاسکتا۔ ت) خلاف اولیٰ اور دفع کراہت کے لئے اعادہ مستحب[2] کما بینه فی الدر المختار (جیسا کہ درمختار میں اس کو بیان کیا ہے۔ ت) واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۲۰ از نجیب آباد مرسلہ حافظ محمد ایاز صاحب ۲۰ جمادی الاخری ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کو مرض بواسیر کا ہے اور مسّے کثرت سے ہوگئے ان میں سے آلائش رنگ زردی مائل خارج ہوتی ہے ونیز کثرت مسّوں سے اخراج ریح فضلہ براز کا دھبّا بھی کپڑے پر آجاتا ہے کہ جو ہجوم مسّوں کی وجہ سے وقت اجابت کسی جگہ اندر الجھا ہوا رہ جاتا ہے ان دونوں حالتوں میں کپڑا ہر وقت نجس رہتا ہے، زید مذکور ہر طرح انتظام مثل لنگوٹ باندھنا، دو یا تین پاجامے رکھنا اور ان کا وقتاً فوقتاً دھو کر پاک رکھنا یہ سب کچھ کر چھوڑا مگر کچھ نہ ہو سکا خاص کر سفر میں اس سے زیادہ دقتیں پیش آتی ہیں اور خصوصاً امامت کرنا اگرچہ وہ امامت سے درگزر کرتا ہے مگر اس صورت میں وہ کیا کرسکتا ہے کہ ادائے نماز فرض کے واسطے کھڑا ہوا اور بعد کو اور نمازی آکر مقتدی بن گئے بجز اس کے کیا چارہ کہ نماز ادا کرے، ان دقتوں کی حالت میں زید مذکور کو کیا کرنا چاہئے کہ جس سے بے کراہت نماز ادا کرے اور وہ کپڑا حکم پاکی کا رکھے، بینوا توجروا۔

الجواب

اگر حالت ایسی ہے کہ کپڑا پاک کرے یا بدلے تو فرض نہ پڑھنے پائے گا کہ پھر نجس ہوجائے گا یعنی براز ساڑھے چار ماشہ سے زائد یا وہ زرد پانی روپیہ بھر کی مساحت سے زیادہ آجائے گا تو دھونے کی کوئی ضرورت

---

[1] درمختار باب التعزیرات مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲۸
[2] " باب صفۃ الصلوٰۃ " " " ۱/۷۱

marfat.com

Marfat.com

اسے یقینِ تام حاصل ہوجائے۔ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ زید کی بیوی کچھ روز علیحدہ رہی اب اس نے زید کو چھوڑ کر بکر سے نکاح کرنا چاہا اور اب ہندہ زید کے پاس جاکر دوچار روز رہی اس سے طلاق نامہ لکھوالائی اس جگہ کے جو صاحب پیش امام ہیں وہ ہی قاضی بھی ہیں ان کو طلاق نامہ دکھایا پیش امام صاحب نے خود بھی پڑھا اور لوگوں نے بھی پڑھ کر پیش امام صاحب کو سنایا اور سب نے مع مادرِ ہندہ پیش امام صاحب سے کہا جب تک عدت کے دن پورے نہ ہوں نکاح نہیں ہوسکتا، پیش امام صاحب نے فرمایا کہ تم لوگ نہیں جانتے ہو ضرور نکاح ہوجائیگا۔چنانچہ رات کو مولوی صاحب پیش امام نے بکر کے خود گھر جاکر نکاح پڑھ دیا بلکہ ہندہ کی والدہ اس نکاح میں بلانے سے بھی نہیں آئی نکاح بطمع نفسانی پڑھایا گیا اور پہلے بھی اس قسم کے دوچار نکاح امام صاحب اور پڑھ چکے ہیں۔امام صاحب مولوی ہیں اور اکثر اس قسم کے فتوے بھی دیتے رہتے ہیں مسجد کے اندر بوجہ پمپ ہونے کے پانی کی کثرت ہے بازار اور محلہ کے آدمی اپنے گھروں کے کپڑے دھوتے ہیں پاک ناپاک چھینٹیں مسجد کے گھڑے لوٹے فرشِ مسجد پر پڑتی ہیں دُوسرا آدمی کپڑے دھونے والوں کو منع کرتا ہے تو مولوی صاحب منع کرنے والے کو بُرا کہتے ہیں اور مارنے کو اُس آدمی کے آمادہ ہوتے ہیں مسجد میں روزمرّہ دھوبی گھاٹ رہتا ہے اکثر لوگ مسجد کے اندر خط یعنی حجامت بھی بنواتے ہیں مگر مولوی صاحب کسی کے مانع نہیں آتے، دُو برس سے مولوی صاحب اس مسجد میں مقرر ہیں چار مہینے اس جگہ رہتے ہیں باقی آٹھ ماہ باہر اور شہروں میں وعظ کہتے ہیں اور اپنی اوگھائی کرتے ہیں غرض یہاں سے بھی اپنی تنخواہ سال تمام کی لیتے ہیں۔جو کوئی ان سے کہتا ہے کہ مولوی صاحب پیچھے آپ کے یہاں پر نماز پڑھانے والا میسر نہیں آتا ہم لوگوں کو بہت تکلیف ہوتی ہے تو فرماتے ہیں ہم تو ایسے ہی رہیں گے اس مسجد کی تنخواہ میں پشم پہ مارتا ہوں۔اور جن لوگوں کی عورتیں باہر کی پھرنے والی ہیں اُن کو مولوی صاحب نماز پڑھانے کی اجازت فرماتے ہیں۔فقط، جواب سے مشرف فرمائیے۔

الجواب

جس شخص کے وُہ حالات وعادات واقوال وافعال ہوں وُہ نرا فاسق ہی نہیں بلکہ کُھلا گمراہ بد دین ہے۔
عدت کے اندر نکاح ناجائز وحرام قطعی ہے جس کی حرمت پر خود قرآنِ عظیم ناطق،

قال اللہ تعالیٰ والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء[1]۔ اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے وہ عورتیں جو مطلقہ ہوجائیں وُہ اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔(ت)

مسلمانوں پر فرض ہے کہ اُس کو مسجد سے معزول کریں، اسے امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز کم ازکم سخت

---

[1] القرآن ۲/ ۲۲۸

marfat.com

Marfat.com

کی ہے۔ ت) اور جب اُس کی اپنی نہ ہو گی تو قواعد داں وغیرہ قواعد داں کسی کی اس کے پیچھے نماز نہ ہوگی لان صلوٰۃ المأموم مبتنیۃ علی صلوٰۃ الامام (کیونکہ مقتدی کی نماز امام کی نماز پر مبنی ہے۔ ت) اور اگر وہ غلط پڑھ رہے کہ حرف بروجہ صحیح ادا نہیں کرسکتا جس طرح آج کل عام دہقانیوں اور بہت شہریوں کا حال ہے تو اب جمہور متاخرین کا بھی فتوٰی اسی پر ہے کہ اس کے پیچھے صحیح خواں کی نماز باطل کما افادہ العلامۃ الغزی والعلامۃ الخیر الرملی وغیرھما (جیسے علامہ غزی اور علامہ خیر رملی اور دیگر علمائے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ ت) اور جب اس کی اپنی نہ ہوگی اور اگر عجز یوں ہے کہ سیکھنے کی کوشش نہ کی یا کچھ دنوں کرکے چھوڑ دی اگر لپٹا رہتا تو اُمید تھی کہ آجاتا جب تو ایسی غلطی اس کے تنہا بھی خود اس کی اپنی نماز کو بھی باطل کرے گی کما فی الخلاصۃ والفتح وغیرھما عامۃ الکتب (جیسے خلاصہ، فتح اور ان کے علاوہ عام کتب میں ہے۔ ت) غرض ایسا شخص امام بنانے کے لائق نہیں وقد فصلنا القول فی تلک المسائل فی عدۃ مواضع من فتاوٰنا (ہم نے ان مسائل پر اپنے فتاوٰی میں متعدد جگہ پر تفصیل سے لکھا ہے۔ ت) اور اگر ایسی غلطی نہیں کرتا جس سے فسادِ معنی ہو تو نماز خود اس کی بھی صحیح اور اس کے پیچھے اور سب کی صحیح، پھر اگر حالت ایسی ہے کہ تجوید کے امورِ ضروریہ واجباتِ شرعیہ ادا نہیں ہوتے جن کا ترک موجبِ گناہ ہے جیسے مدِ متصل بقدر ایک الف وغیرہ فما فصلنا فی فتاوٰی لنا فی خصوص الترتیل (جس کا ہم نے اپنے فتاوٰی میں ترتیل کے تحت تفصیلاً ذکر کیا ہے۔ ت) جب بھی اُسے امام نہ بنایا جائے گا نماز اس کے پیچھے بشدت مکروہ ہوگی لاشتمالہا علی امر مؤثم وکونہ فاسقا بتمادیہ علی ترک واجب متحتم (کیونکہ وہ ایسے امر پر مشتمل ہے جو گناہ ہے اور اس کا فاسق ہونا اس شک میں ڈالتا ہے کہ کہیں وہ حتمی واجب کا ترک نہ کر بیٹھے۔ ت) اور اگر ضروریات سب ادا ہولیتے ہیں صرف محسنات زائدہ مثل اظہار اخفاوروم واشمام وتفخیم وترقیق وغیرہا میں فرق پڑتا ہے تو حرج نہیں، ہاں قواعد داں کی امامت اولٰی ہے لان الامام کلما کان اکمل کان افضل (وہ شخص جو ہر لحاظ سے اکمل ہو وہی افضل امام ہوگا۔ ت) واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۲۲: از بنگالہ سلہٹ موضع پیام مرسلہ جناب سورج میاں صاحب معرفت مولوی سلطان الدین ۱۳ شعبان ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمرو سے زید نے دربارۂ جائداد مشترک فیہ بینہما نزاع مقدمہ کچہری کیا عمرو فتحیاب ہُوا زید اس گاؤں کا امام ہے اب عمرو نے بوجہ تعصب ومخاصمت کے تمام اس کے مقتدیوں کو کہا کہ زید نے کچہری میں واسطے فتحیابی اپنے مقدمہ کے جھوٹ بولا تم لوگ اب اس کے پیچھے نماز مت پڑھو وہ اب امامت کے قابل نہیں رہا، تب مقتدیوں نے عمرو سے کہا کہ تم اس کے جھوٹ بولنے کا کوئی ثبوت پیش کرو ہنوز کوئی شاہد نہیں پیش کیا گیا ہے، دعوٰی بلا دلیل ہے اور آج تک کبھی زید نے جھوٹ کلمہ اپنی زبان سے

marfat.com

Marfat.com

الجیران ان یجعلوا ذٰلک المسجد لہ لیدخلہ فی دارہ ویعطیھم مکانہ عوضا ما ھو خیر لہ فیسع فیہ اھل المحلۃ قال محمد رحمہ اللہ تعالٰی لایسعھم ذٰلک۔[1]

پڑوسی یہ کہتے ہوں کہ مسجد کو ان میں سے کوئی ایک حاصل کرے اور اپنے گھر میں شامل کرے اور اس کے عوض متبادل بہتر جگہ مسجد کے لئے خرید دے تاکہ اہل محلہ مسجد میں کشادگی حاصل کرسکیں۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا ایسا کرنا ان کے لئے جائز نہیں ہے۔ (ت)

اُس جلسہ میں بعض وہ بھی شریک تھے جو بنارس کے مولوی صاحب کہلاتے ہیں انھوں نے معلوم نہیں کس غرض سے مسجد مذکور کے کھودنے کے واسطے رائے دی اور دستخط بھی کئے بلکہ مولوی صاحب موصوف سے لوگوں نے دریافت کیا تو مولوی صاحب نے جواب دیا کھودنے کے واسطے رائے نہ دیتا تو کیا بیڑیاں اپنے پیروں میں ڈالتا، حالتِ اکراہ میں تو دو خدا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو گالیاں دینا جائز ہیں۔ حالانکہ کسی قسم کا اکراہ حاکم ضلع کی جانب سے نہ تھا صرف اہلِ اسلام سے امر مذکور الصدر میں رائے طلب کی گئی تھی، مولوی صاحب نے اکراہ کو قطعِ اَوْ قتلَ کے ساتھ مقید نہیں کیا اور نہ توریہ کو کہا جس کی قید کتبِ فقہ میں ہے۔ الغرض ایسی ایسی باتیں مولوی صاحب نے بیان کیں جس سے عوام کے گمراہ ہوجانے کا خیال ہے۔ حنفیوں پر اکثر طعنے بھی مخالفین کے ہونے لگے کہ تمہارے یہاں ایسے ایسے گندے مسائل ہیں۔ مولوی صاحب کو امام نماز کا ازروئے شرع و مصلحت بنانا چاہئے یا نہیں؟ بینوا بالکتاب وتوجروا یوم الحساب۔

الجواب

یہ شخص بنص قطعی قرآن شریف فاسق وفاجر ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا۔[2]

اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو باز رکھے خدا کی مسجدوں کو اُن میں نامِ خدا لئے جانے سے اور کوشش کرے ان کی ویرانی میں۔

عذرِ اکراہ محض جھوٹا ہے، جو کمیٹیاں رائے زنی کے لئے مقرر کی جاتی ہیں ہرگز حکام کی طرف سے گلے پر چھری نہیں رکھی جاتی کہ اگر تم نے یُوں رائے نہ دی تو قتل کردئے جاؤ گے یا زبان کاٹ لی جائے گی یا ہاتھ قلم کردئے جائیں گے، بلکہ رائے زنی کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ہر شخص آزادانہ اپنی رائے ظاہر کرے۔ ہاں دنیا پرست جیفہ خور خوشامد میں

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب الحادی عشر فی المسجد الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۵۷

[2] القرآن ۲/ ۱۱۴

marfat.com

Marfat.com

علاوہ بریں جب آدمی کا حق مارا جاتا ہو اور وہ بغیر کسی ایسے اظہار کے جو بظاہر خلافِ واقع ہے حاصل نہ ہو سکتا ہو
تو اپنے احیائے حق کے لئے ایسی بات کا بیان شرعاً جائز ہے اگرچہ سامع اُسے کذب پر محمول کرے، درمختار میں ہے:
الکذب مباح لاحیاء حقہ و دفع الظلم عن نفسہ[1] اھ وتمام تحقیقہ فی ردالمحتار عن تبیین المحارم عن الامام حجۃ الاسلام۔
اپنے حق کے حصول اور اپنے آپ سے ظلم کو دُور کرنے کے لئے کذب مباح ہے اھ اور اس کی پوری تفصیل امام حجۃ الاسلام کی تبیین المحارم کے حوالے سے ردالمحتار میں ہے (ت)

بالجملہ صورت مذکورہ میں صرف بیان مدعا علیہ کوئی چیز نہیں اگر کسی گواہ سے بھی ثابت ہو کہ زید نے اپنے دعوٰی یا تائید دعوٰی میں کوئی بات خلاف کہی تو اس سے واقعی کاذب و فاسق ہونا ثابت نہیں ہوتا، ہاں اگر شہادتِ شرعیہ سے زید کا کذاب فاسق بے حرمت ہونا پایہ ثبوت کو پہنچے تو بیشک اُسے امام بنانا ممنوع اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہوگا کما ھو حکم الفاسق (جیسا کہ فاسق کا حکم ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۲۳ از شہر کہنہ مرسلہ سید عبدالواحد صاحب مرادی ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ

عورت کا اپنے خاوند کے ساتھ ایک ہی مصلّے پر فرض نماز پڑھنا اس صورت کہ خاوند امام ہو اور عورت مقتدی، کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب

اگر عورت اس قدر پیچھے کھڑی ہے کہ اس کی ساق مرد کی ساق یا کسی عضو کے محاذی نہیں تو اقتدا صحیح ہے اور دونوں کی نماز ہو جائے گی اور اگر برابر ہے کہ نہ بیچ میں کوئی حائل ہے نہ کوئی اتنا فاصلہ جس میں ایک آدمی کھڑا ہو سکے۔ اور عورت کی ساق مرد کی ساق یا کسی عضو کے محاذی ہے تو اس صورت میں اگر مرد نے اُس کی امامت کی نیت نہ کی تو مرد کی نماز صحیح ہے اور عورت کی فاسد، اور اگر مرد نے وقت تحریمہ نیتِ امامتِ زن کی تھی تو دونوں کی گئی۔ فتاوٰی امام قاضیخان میں ہے:

المرأۃ اذا صلت مع زوجھا فی البیت ان کان قدماھا بحذاء قدم الزوج لاتجوز صلاتھما بالجماعۃ وان کان قدماھ

کسی خاتون نے جب اپنے خاوند کے ساتھ گھر میں نماز ادا کی ہو اگر اس کے قدم خاوند کے قدم کے مقابل ہوں تو دونوں کی نماز با جماعت جائز نہ ہوگی اور اگر اس کے قد

---

[1] درمختار فصل فی البیع من کتاب الحظر والاباحۃ مجتبائی دہلی ۲/۲۵۲

marfat.com

Marfat.com

دیانۃً بائعہ ہو جائیگی ۔ نافل اور جلالیہ ، اور اگر صبر و ہمت سے کام لے تو اجر پائے گا کیونکہ وہ اس نے حرام کام کے ارتکاب کا ترک کیا ہے الخ اختصاراً (ت)

ایسے شدید فاسق کو افضل الاعمال نماز و مناجات بارگاہِ بے نیاز میں اپنا امام بنانا سخت حماقت اور دین میں بے احتیاطی و جرأت ہے ، جب وہ ادنیٰ طمع یا خوشامد کے لئے مسجد ڈھانے کے لئے موجود ہے تو ادنیٰ تکلیف یا کاہلی کے باعث بے نہائے یا بے وضو نماز پڑھاتے اسے کیا لگتا ہے ، ایسے کو امام بنانے والے گنہگار رہیں گے ، مسلمانوں کو چاہئے ہرگز ہرگز اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں ۔ اگر ناواقفی میں پڑھ لی تو اعادہ کریں ۔ غنیہ شرح منیہ میں ہے :

لو قدموا فاسقا یا ثمون بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم لعدم اعتنائہ بامور دینہ وتساھلہ فی الاتیان بلوازمہ فلا یبعد منہ الاخلال ببعض شروط الصلٰوۃ وفعل ماینا فیھا بل ھو الغالب بالنظر الی فسقہ[1]

اگر لوگوں نے فاسق کو امام بنا دیا تو وہ اس بنا پر گنہگار ہوں گے کہ ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ فاسق امورِ دینیہ میں لاپروائی برتتا ہے اور دین کے لوازمات کو بجالانے میں سستی کرتا ہے ۔ پس ایسے شخص سے یہ بعید نہیں کہ وہ نماز کے بعض شرائط چھوڑ دے اور نماز کے منافی عمل کو بجالائے ، بلکہ ایسا کرنا اس کے فسق کے پیشِ نظر اغلب ہے ۔ (ت)

امام بنانا درکنار ، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :" ایسے کی صحبت سے دُور بھاگو ، اُسے اپنے سے دُور رکھو کہیں وہ تمھیں بہکا نہ دے ، فتنہ میں نہ ڈال دے "۔ صحیح مسلم شریف میں ہے : ایاکم و ایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم[2] (تم اپنے آپ کو ان فساق سے بچاؤ تاکہ وہ تمھیں گمراہ نہ کر دیں اور فتنہ میں نہ ڈال دیں ۔ ت) اللہ تعالٰی مسلمانوں کو ہدایت و توفیق بخشے ۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۱۶ ازملک اپر برہما چھاؤنی مشکینہ مرسلہ حاجی ہادی یار خاں ۹ صفر ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و حامیانِ دین اس مسئلہ میں کہ اس ملک میں رسم ہے کہ عورتیں بازار میں دُکان کرتی ہیں اور باہر نکلتی ہیں سر کھول کر ، اور بجائے پاجامہ کے تہمد باندھتی ہیں ، چلتے میں ان کا جسم ران تک معلوم ہوتا ہے مردوں کو ، اور مرد اُن کے منع نہیں کرتے ، اور جب ان کے شوہروں سے کہا گیا کہ شرع کے

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ الخ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳
[2] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ " نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۱۰

marfat.com

Marfat.com

کی نیت کی ہو کہ نماز شروع کرنے کے بعد، اور اگر امام نے عورت کی امامت کی نیت نہیں کی تو عورت کی نماز فاسد ہوگی اھ اختصاراً (ت) ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۴: ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سُود خور اور رشوت خور اور جس شخص کی بی بی بے حجاب رہتی ہے اور جو شخص جھُوٹی گواہی دیتا ہے اور جو شخص بعض اوقات نماز پڑھتا ہے ان سب کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ جواز و عدمِ جواز کی کیا دلیل ہے؟

الجواب

سُود خور اور رشوت خور اور جھُوٹی گواہی دینے والا اور قصداً بعض اوقات نماز چھوڑنے والا یہ سب فاسق ہیں اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔

کما فی الغنیۃ عن الحجۃ واقرہ فی ردالمحتار وتفصیلہ فی رسالتنا النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید۔

جیسا کہ غنیہ میں فتاوٰی حجہ سے مروی ہے ردالمحتار میں اسے ثابت رکھا، اور اس کی تفصیل ہمارے اپنے رسالے "النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید" میں ہے۔ (ت)

اور جس کی عورت بے پردہ نکلتی ہے اسی طرح کہ جن اعضاء کا چھپانا فرض ہے ان میں سے کچھ ظاہر ہوتا ہے مثلاً سر کے بال یا بازو یا کلائی یا گلا یا پیٹ یا پنڈلی کا حصّہ خواہ یُوں کہ ان مواقع پر کپڑا ہی نہ ہو یا ہو تو باریک کہ ستر نہ کرسکے یا باہر نہیں نکلتی مگر گھر میں غیر محرم بکثرت آتے جاتے ہیں اور وہ ایسی ہی حالت میں رہتی ہے اور شوہر ان امور پر مطلع ہے اور منع نہیں کرتا تو وہ خود دیوث ہے فاسق ہے۔

فان الدیوث کما فی الحدیث وکتب الفقہ کالدر وغیرہ من لا یغار علی اھلہ[1]

حدیث اور کتب فقہ مثلِ درمختار وغیرہ کے مطابق دیّوث وہ شخص ہوتا ہے جو اپنی بیوی پر غیرت نہیں کھاتا۔ (ت)

اور اگر ایسا نہیں بلکہ تمام بدن کے پورے ستر عورت کے ساتھ گھر میں کسی نامحرم مثلاً جیٹھ، دیور، بہنوئی یا اپنے چچا خالہ ماموں پھوپھی کے بیٹوں کے سامنے ہوتی ہے یا کم قوم لوگوں کی عورات جو خُوب موٹے اور ڈھیلے کپڑے پہنے سارا بدن ڈھانکے اپنی ضرورتوں کے لئے باہر آتی جاتی ہیں یا عورت تو بے حجابی اسی طرح کرتی ہے مگر مرد اسے اپنی حدِ قدرت تک روکتا ہے منع کرتا ہے اور وہ نہیں مانتی، تو ان صورتوں میں شوہر پر کچھ الزام نہیں اور اس وجہ

---

[1] درمختار باب التعزیر مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲۸

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ ۱۶۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ایک مسجد کا امام ہے اور وہ کاروبائے مندرجہ ذیل سے روزی پیدا کرتا ہے، مُردہ کا نہلانا اور اس کی اجرت لینا، سوم میں قرآن مجید پڑھنا اور ناخواندہ لوگوں سے قرآن مجید پڑھوانا اور اس کی اُجرت لینا، مُردے کے کپڑے وغیرہ لینا اور فروخت کرنا' اور سُود کھانا خفیہ طور سے۔ اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا ناجائز؟ اور دوسرا شخص جس کو عام لوگ جانتے ہیں کہ اس کی روزی ناجائز ہے اُس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

سُود لینا گناہِ کبیرہ ہے، یُوں ہی جس ناجائز طریقہ سے روزی حاصل کی جائے وُہ یا تو سرے سے خود ہی کبیرہ ہوگا یا بعد عادت کے کبیرہ ہوجائے گا۔ ناخواندہ لوگوں سے پڑھواکر اُجرت لینا ہے کے معنی سائل نے یہ بیان کئے کہ بے پڑھوں کو بُلاتا ہے اور براہِ فریب اُن کی قرآن خوانی ظاہر کرکے اُجرت لیتا ہے یہ صورت خود کبیرہ کی ہے اور تلاوتِ قرآن کریم پر اُجرت لینا ہی ناجائز ہے کما حققہ السید المحقق الشامی فی ردالمحتار وشفاء العلیل (جیسا کہ سید محقق شامی نے ردالمحتار اور شفاء العلیل میں اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ ت) اور مردے کو نہلانے یا اٹھانے یا قبر کھودنے کی اُجرت لینے میں دُو صورتیں ہیں اگر یہ فعل اسی شخص پر موقوف نہ ہو اور لوگ بھی ہیں کہ یہ نہ کرے تو وہ کرسکتے ہیں جب تو اُن پر اُجرت لینی جائز ہے اور اگر خاص یہی شخص یا جنازہ اٹھانے کو یہی دو چار اشخاص ہیں کہ یہ نہ کریں تو کام نہ ہوگا تو اُجرت لینی حرام ہے۔

فی الھندیۃ عن الخلاصۃ رجل استاجر قوما یحملون جنازۃ او یغسلون میتا ان کان فی موضع لایجد من یغسلہ غیر ھؤلاء و من یحملہ غیر ھؤلاء فلا اجرلھم وان کان ثمۃ اناس فلھم الاجر وحفر الحفار علی ھذا وفی موضع لا اجر لھم لو اخذوا الاجر لایطیب لھم۔[1]

ہندیہ میں خلاصہ سے ہے کہ ایک آدمی نے کچھ لوگوں کو جنازہ اٹھانے یا میّت کو غسل دینے کے لئے کرایہ پر حاصل کیا اگر تو وُہ ایسی جگہ ہے جہاں ان کے علاوہ اور کوئی دُوسرا غسل دینے والا نہیں اور نہ ہی جنازہ اٹھانے والا کوئی ہے تو ان کے لئے کوئی کرایہ لینا روا نہیں ہے، اور اگر وہاں دوسرے لوگ ہیں تو پھر ان کے لئے کرایہ لینا جائز ہے۔ قبر کھودنے والے کا معاملہ بھی یہی ہے اگر وہ ایسی جگہ ہے جہاں کرایہ لینا ان کے لئے جائز نہ تھا اور انہوں نے کرایہ لے لیا تو یہ ان کے لئے اچھا کام نہیں ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب السادس عشر فی مسائل الشیوع الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۴۵۲

marfat.com

Marfat.com

اور کچھ طرفداری بھی کی، آیا مولوی صاحب اس آیت کے حکم میں داخل ہوئے یا نہیں ولا تقفُ ما لیس لک بہ علم، مولوی صاحب نے مقتدیوں کو سمجھایا اور ان کی امامت قائم کرادی اور امام نے مقتدیوں سے معافی چاہی مقتدیوں نے دونوں اماموں کو قائم رکھا اور امام اول کی خطا مقتدیوں کے معاف کرنے سے یتیموں کی حق تلفی جو کی وہ بھی معاف ہوگی یا نہیں یا امام اوّل کو یتیموں کا حق دینا پڑے گا اور دلوانا پڑے گا یا نہیں، اور ایک آدمی خوش الحانی کو قرأت سے جاننے والا ہے امام کی آیا یہ شرط ہے ازروئے شرع شریف کے یا نہیں؟ اور ایک شخص پابندی نماز کی نہیں کرتا ہے فساد میں دخل بہت ہے وہ امامِ اوّل کو چاہتے ہیں کہ یہ رہے اور دوسرے کو نہیں چاہتے، اور امام دوسرے کی حقیقت یہ ہے کہ علم حدیث وتفسیر وفقہ واصولِ عربی میں دخل ہے اب اقتدا واسطے مقتدیوں کے کس کی امامت افضل اور بہتر ہے اور عالم کے پیچھے نماز پڑھنا ایسی ہے جیسے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیچھے پڑھی، آیا اس کا ثبوت شرع شریف میں ہے یا نہیں؟ اور امام اول کی اقتداء ابھی تک بعض لوگ مکروہ جانتے ہیں۔ بینوا توجروا مع حوالہ کتاب۔

الجواب

پرایا مال بے اذنِ شرعی خفیہ لینا چوری ہے اور چوری گناہِ کبیرہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یسرق السارق حین یسرق وھو مومن[1] چور چوری کرتے وقت ایمان سے الگ ہوجاتا ہے اور یتیم کا مال ناحق لینا سخت تر کبیرہ ہے، اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

ان الذین یاکلون اموال الیتٰمٰی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا[2]۔	جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں نری آگ کھاتے ہیں اور عنقریب دوزخ میں جائیں گے۔

یتیموں کا حق کسی کے معاف کئے معاف نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ خود یتیم کا دادا یا ماں یا کسی نابالغ کے ماں باپ اس کا حق کسی کو معاف کردیں ہرگز معاف نہ ہوگا فان الولایۃ للنظر لا للضرر (کیونکہ ولایت نگرانی کے لئے حاصل ہوتی ہے نقصان دینے کے لئے نہیں۔ ت) بلکہ خود یتیم و نابالغ بھی معاف نہیں کرسکتے نہ ان کی معافی کا کچھ اعتبار ہے للحجر التام عما ھو ضرر (کیونکہ نقصان دہ معاملہ میں تصرف کرنے سے انہیں مکمل روک دیا گیا ہے۔ ت) محض یتیموں کا حق ضرور دینا پڑے گا اور جو نکلوا سکتا ہے اسے چاہئے کہ ضرور دلادے، ہاں یتیم بالغ ہونے کے بعد معاف کرے تو اس وقت معاف ہوسکے گا، مقتدیوں نے کہ ایسی حرکات ناشائستہ کے باعث

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاشربہ باب الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۳۶
[2] القرآن ۴/۱۰

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ ۶۱۹ ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بغرض پیشہ کے جو شخص تصاویر دیوتائے اہلِ ہنود کی مثل گنیش و رادھن و رام چندر و سیتا وغیرہ کی بناتا ہے اور فوٹوگرافر اور مغلم اور حرامی اور علی العموم جن اشخاص کی عورات بے پردہ سربازار پھرتی ہیں تو اس حالت میں اشخاص مذکورین کے پیچھے پڑھنا نماز کا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر پڑھ لی ہو تو اعادہ اس کا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جاندار کی تصویر بنانی دستی ہو خواہ عکسی حرام ہے، اور معبودانِ کفار کی تصویریں بنانا اور سخت تر حرام و اشد کبیرہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اشد الناس عذابا یوم القیمۃ المصورون[1]۔ رواہ الائمۃ والشیخان عن عبداللہ بن مسعود عن ام المؤمنین عائشۃ الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

بیشک سب سے زیادہ سخت عذاب روزِ قیامت مصوروں پر ہوگا۔ اس کو ائمہ اور بخاری ومسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود کے حوالے سے حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے نقل کیا ہے۔

یوں ہی مغلم، فاسق، فاجر مرتکب کبائر ہے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ملعون من یعمل عمل قوم لوط[2]۔ رواہ احمد عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

ملعون ہے جو قوم لوط کا کام کرے۔ اس کو امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔

جس کی عورت بے ستر باہر پھرتی ہے کہ بازو یا گلا یا پیٹ یا سر کے بال یا پنڈلی کا حصہ غرض جس جسم کا چھپانا فرض ہے کھلا ہوا ہے یا اس پر ایک باریک کپڑا ہو کہ بدن چمکتا ہو اور وہ اس حالت پر مطلع ہو کر عورت کو اپنی حدِ مقدور تک نہ روکتا ہو بندوبست ذکرتا ہو وہ بھی فاسق و دیوث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لایدخلون الجنۃ العاق لوالدیہ والدیوث ورجلۃ النساء[3]۔ رواہ الحاکم والبیہقی بسند صحیح عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

تین شخص جنت میں نہ جائیں گے ماں باپ کو ایذا دینے والا اور دیوث اور مردوں کی صورت بنانے والی عورت۔ اس کو حاکم اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بسندِ صحیح روایت کیا ہے۔

---

[1] صحیح البخاری باب عذاب المصورین یوم القیمۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۸۰

[2] مسند احمد بن حنبل مروی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ دار الفکر بیروت ۱/ ۲۱۷

[3] السنن الکبرٰی للبیہقی باب الرجل یتخذ الغلام والجاریۃ المغنیین الخ مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۰/ ۲۲۶

marfat.com

Marfat.com

خاص یہ لفظ کہ عالم کے پیچھے نماز ایسی ہے جیسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے کسی [illegible] گزری؛ ہاں یہ صحاح کی حدیث ہے کہ:

العلماء ورثۃ الانبیاء[1] (علماء انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں)

اور ہدایہ میں ہے:

من صلی خلف عالم تقی فکانما صلی خلف نبی[2] جس نے کسی عالم متقی کے پیچھے نماز پڑھی گویا نبی کے پیچھے پڑھی۔

لکن لم یعرفہ المخرجون وقال الزیلعی ھو غریب (لیکن اصحابِ تخریج کے ہاں یہ حدیث معروف نہیں امام زیلعی نے اسے غریب قرار دیا ہے۔ ت)

امام اول اپنی اس حرکت سے ضرور فاسق ہوا اور فاسق کے پیچھے نماز ضرور مکروہ ہے جبکہ سچی توبہ نہ کرے اور مال لینے کی توبہ بغیر مال واپس دئے ہرگز صحیح نہیں تو جب تک وہ یتیموں کا حق نہ پھیرے نماز اس کے پیچھے بیشک مکروہ۔

مسئلہ ۶۲۸ ۳ شعبان المعظم ۱۳۱۸ھ

ندویوں کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

ندویوں میں کچھ نیچری ہیں کچھ منکران ضروریاتِ دین رافضی یہ بالاجماع کافر مرتد ہیں اور ان کے پیچھے نماز محض باطل، کچھ غیر کافر رافضی وہابی تفضیلی غیر مقلد وغیرہم بدمذہب ہیں کچھ وہ نئے بگڑے گمراہ ہیں جنہوں نے اب ندوہ جما کے اپنے دین کی بیخ کنی کی، ندوے کی رُوداد وں لکچروں میں جن کے کلمات ضلالت چھاپے گئے یہ سب ضال مضل گمراہ بددین ہیں اور ان کے پیچھے نماز یا ناجائز جیسے عامہ غیر مقلدین،

کما حققناہ فی النھی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید۔ جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق "النھی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید" میں کی ہے (ت)

یا گناہ و مکروہ تحریمی، کما بیناہ فی غیر موضع من فتاونا (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے فتاوٰی میں متعدد جگہ بیان کیا ہے۔ ت) یوں ہی وہ خود نہ پہلے بدمذہب تھے اور نہ اب کلمات بدمذہبی کے مگر ان لکچراروں کے

---

[1] صحیح البخاری باب العلم قبل العلم والعمل الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶

[2] الہدایہ باب الامامۃ " المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/ ۱۰۱

marfat.com

Marfat.com

[illegible] دھوئے خود اس کی اپنی نماز نہ ہوگی اور جبکہ وہ حالتِ معذوری میں ہے یعنی کوئی وقت کامل نماز کا ایسا گزر گیا شروع سے ختم تک کہ اُسے وضو کرکے فرض پڑھ لینے کی فرصت نہ ملی اور جب سے برابر ہر وقت نماز میں یہ نجاست آتی رہتی ہے اگرچہ وقت میں ایک ہی بار تو وہ ایسی حالت میں امامت نہیں کرسکتا، لوگ اگر آکر شامل ہوں پھر ذکر سے تکبیر آواز سے بتائے کہ وہ لوگ خود الگ ہوجائیں گے۔ اور اس پر بھی جُدا نہ ہوں تو بعد سلام اطلاع کردے کہ میں معذور ہوں میرے پیچھے نماز جائز نہیں تم اپنی پھر پڑھ لو۔

فی الدرالمختار ان سال علی ثوبہ فوق الدرھم جاز لہ ان لا یغسلہ ان کان لو غسلہ تنجس قبل الفراغ منھا ای الصلاۃ والا یتنجس قبل فراغہ فلا یجوز ترک غسلہ ھو المختار للفتوٰی[1]۔

درمختار میں ہے اگر معذور کے کپڑے پر درہم سے زیادہ نجاست بہہ گئی تو اس کے لئے اس کا نہ دھونا اس صورت میں جائز ہے جبکہ اس کو دھوئے تو نماز سے فارغ ہونے سے پہلے کپڑے اس کے نجس ہوجاتے ہیں اگر اس کے فارغ ہونے سے پہلے نجس ہو تو اس کے لئے دھونے کو ترک کرنا جائز نہیں۔ فتوٰی کے لئے یہی قول مختار ہے (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۲۱: از دلیر گنج پرگنہ جہاں آباد ضلع پیلی بھیت مرسلہ خلیفہ الٰہی بخش ۱۸ رجب ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص قواعد تجوید سے ناواقف ہو اُس کو امام کیا جائے یا نہیں؟ اور اگر کیا جائے تو اس کے پیچھے قواعد داں کی نماز ہوگی یا نہیں؟ اور عام لوگوں یعنی غیر قواعد داں کی نماز بھی اس کے پیچھے ہوگی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر ایسی غلطیاں کرتا ہے کہ معنٰی میں فساد آتا ہے مثلاً حرف کی تبدیل جیسے ع ط ص ح ظ کی جگہ ء ت س ہ ز پڑھنا کہ لفظ مہمل رہ جائے یا معنی میں تغیر فاحش راہ پائے یا کھڑا پڑا کی بدتمیزی کہ حرکات بڑھ کر حروفِ مدہ ہوجائیں اور وہی قباحتیں لازم آئیں، جس طرح بعض جہال نستعین کو نستاعین پڑھتے ہیں کہ بے معنی ہے یا لاالی اللہ تحشرون بلام تاکید کو لا الی اللہ تحشرون بلائے نافیہ کہ تغیر معنی ہے تو ہمارے ائمہ متقدمین کے مذہب صحیح و معتمد محققین پر مطلقاً خود اس کی نماز باطل ہے کما حققہ ورجحہ المحقق فی الفتح والحلبی فی الغنیۃ وغیرھما (محقق نے فتح میں اور حلبی نے غنیہ میں اور دیگر لوگوں نے اپنی کتب میں اس کی تحقیق

---

[1] درمختار باب الحیض مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۳

marfat.com
Marfat.com

اھل البدع شر الخلق و الخلیقۃ[1]   بدمذہب تمام مخلوق سے بدتر تمام جہان سے بدتر ہیں۔

دوسری حدیث میں ہے،

اصحاب البدع کلاب اھل النار[2]   بدمذہب لوگ جہنمیوں کے کتے ہیں۔

تو ایسے لوگوں کو خصوصاً بحال فتنہ و فساد کہ وہابیہ کی عادت قدیم ہے باوصف قدرت مساجد میں کیونکر آنے دیا جاسکتا ہے۔ قال اللہ تعالٰی،

والفتنۃ اشد من القتل[3]   فتنہ قتل سے بھی سخت تر ہے۔

عینی شرح بخاری و درمختار وغیرہما میں تصریح ہے کہ مسجد سے موذی نکال دیا جائے ولو بلسانہ اگرچہ صرف زبانی ایذا دیتا ہو۔ نجاستیں دھونے سے پاک ہوجاتی ہیں اور بدمذہب ؎

ہرچہ شوئی پلید تر باشد

(جتنی بار دھویا جائے پلید ہی رہتا ہے)

اعاذنا اللہ منھم و من حالھم و عقائدھم واعمالھم بجاہ نبیہ الکریم علیہ وعلٰی اٰلہ افضل الصلٰوۃ و التسلیم۔   اللہ تعالٰی اپنے پیارے نبی علیہ وآلہ افضل الصلٰوۃ والسلام کے صدقے میں ان سے ان کے حال اور عقائد و اعمال سے محفوظ رکھے (ت)

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۳: از جائس ضلع رائے بریلی محلہ زیر مسجد مکان حاجی محمد ابراہیم مرسلہ حاجی ولی اللہ صاحب ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس کی عورت بے پردہ عام عورتوں کی طرح پھرتی ہو اور اس کا شوہر اسے منع نہ کرتا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا اور اس کو دیوث کہنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

عورت اگر باہر بے پردہ باریک کپڑوں میں پھرتی ہو کہ ان سے بدن چمکے یا گلے یا بازو یا پیٹ یا پنڈلیوں

---

[1] کنز العمال   البدع والرفض من الاکمال   مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت   ۱/۲۲۳

جامع الصغیر مع فیض القدیر   " دار المعرفۃ بیروت   ۴/۹۴

[2] کنز العمال   فصل فی البدع   " موسسۃ الرسالۃ بیروت   ۱/۲۱۸

جامع الصغیر مع فیض القدیر   " دار المعرفۃ بیروت   ۱/۵۲۸

[3] القرآن   ۲/۱۹۲

marfat.com

Marfat.com

نہ نکالا اور کسی نے اُس پر دروغ گوئی کا کبھی شک کیا، اگر بالفرض اُس کی کذب گوئی پر کوئی گواہ ثابت ہو جائے تو زید قابلِ امامت رہے گا یا نہیں؟ اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

نماز اس کے پیچھے ہو جانے میں تو اصلاً شبہہ نہیں بحدیث صلوا کل برو فاجر،ف اور کچہری میں مقدمہ ہار جانے سے جھوٹا ہونا ثابت نہیں ہوتا، کچہریوں میں ہزاروں بار جھوٹے سچے اور سچے جھوٹے ٹھہرتے ہیں، انگریزی کچہریاں تو شرعِ مطہر سے علاقہ رکھتی ہی نہیں بلکہ یہاں کے اسلامی محکمے ہی پوری پابندی شرع سے صراحۃً کنارہ گزیں، جہاں کامل شرعی عدالتیں تھیں وہاں بھی باآنکہ قاضیِ شرع جس کے خلاف حکم فرما دے اُسے فقہا دفع تناقض کے لئے صار مکذباً شرعاً لکھتے ہیں مگر کسی مدعی یا مدعا علیہ کو صرف اس بنا پر کاذب و فاسق و مرتکب کبیرہ نہیں کہہ سکتے کہ حکم حاکم بنظرِ ظاہر ہوتا ہے اُس سے واقع میں کذب لازم نہیں آتا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما انا بشر وانکم تختصمون الیّ ولعل بعضکم ان یکون الحن بحجتہ من بعض فاقضی لہ علٰی نحو ما اسمع منہ فمن قضیت لہ بشیئ من حق اخیہ فلا یاخذنہ فانما اقطع لہ قطعۃ من النار۔[1] رواہ الشیخان عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

میں بھی ایک انسان ہوں اور تم میرے پاس اپنے مقدمات لے کر آتے ہو ممکن ہے تم میں سے کوئی آدمی دلیل پیش کرنے میں ہوشیار ہو اور دلیل کی وجہ سے دوسرے پر غالب آجائے اور میں دلائل سننے کے بعد اس کے مطابق فیصلہ کردوں، تو جس کے حق میں دوسرے بھائی کے حق کا فیصلہ ہوا ہو وہ اس کو نہ لے کیونکہ وہ آگ کا ایک ٹکڑا ہے۔ اسے بخاری و مسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔ (ت)

علاوہ بریں بعض وقت آدمی کسی شبہہ یا سہو یا جہل کے باعث اپنے آپ کو حق پر جان کر دعوٰی یا جواب دہی کرتا ہے تو بات واقع میں اگرچہ خلاف ہے مگر اس نے قصدِ کذب نہ کیا حکمِ فسق اس پر نہ ہوا،

ومثل ذلک کثیر فی خصومات الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم بل ھو المتعین فیھم۔

اس کی مثالیں مقدماتِ صحابہ میں بہت ہیں بلکہ یہی ان میں متعین ہیں۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری باب من اقام البینۃ بعد الیمین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۰/۲

ف: حدیث کے الفاظ تفصیلاً یوں ہیں: صلوا خلف کل بر وفاجر وصلوا علی کل بر وفاجر وجاھدوا مع کل بر وفاجر۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

Marfat.com

ھھنا وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطلقا بشروا ولا تنفروا[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

وہ لوگوں میں نفرت کا سبب ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مطلقاً فرمایا (ہر حال میں) خوشخبری دینے والے بنو نفرت پھیلانے والے نہ بنو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶۳۲ ۲۲ جمادی الاولٰی ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ میلاد شریف کی مجلس کے حاضر نہ ہونے والے کے پیچھے اور قیام سے کراہت کرنے والے کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب

مجلس مبارک کی عدم حاضری اور قیام سے کراہت اگر بربنائے وہابیت نہ ہو مثلاً اس وقت حاضری کی فرصت نہیں کسی امر اہم میں مصروف ہے یا وہاں پڑھنے والا زروایاتِ بے اصل یا نظم و نثر خلافِ شرع پڑھے گا یا صاحبِ مکان سے دینی یا دنیوی مخالفت ہے جس کا الزام شرعاً اسی صاحبِ مکان پر ہے وغیر ذالک من الموانع (ان کے علاوہ دیگر موانع ہے۔ ت) اور قیام سے کراہت صرف اس مسئلے میں کہ خلف کے باعث ہے نہ اصولِ وہابیت مان کر، تو ان صورتوں میں اُس کے پیچھے نماز درست بلاکراہت ہے مگر ان بلاد میں صورت انکار و کراہت بے ضلال اصول وہابیت نہیں پائی جاتی مجلس مبارک و قیام مقدس سے یہاں وہی منکر ہیں جو وہابی بدمذہب گمراہ خاسر ہیں اور وہابیہ کے پیچھے نماز ناجائز و گناہ۔ کما حققناہ فی عدۃ مواضع من فتاوٰنا ورسالتنا النھی الاکید وغیرھا (ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاوٰی میں متعدد مقامات پر اور اپنے رسالے النھی الاکید وغیرہ میں خوب کی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۳۳ ۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک حافظ نوریاف نماز کے چند مسائل جانتا ہے چند مدت سے ایک مسجد کا امام ہے لوگوں نے اُسے تعزیوں میں مرثیے پڑھتے دیکھا ہے دوسرا حافظ شیخ صدیقی پنجابی کل مسائلِ نماز سے واقف ہے مگر وہ گاہ گاہ مسجد میں آتا ہے اس کی موجودگی میں اسی معین امام کے پیچھے نماز میں کچھ قصور تو نہ ہوگا اور دونوں ہوں تو کون امامت کرے؟

الجواب

تعزیوں کی تعظیم اور آج کل کے ناجائز مرثیوں کا پڑھنا بدعت یا فسق سے خالی نہیں اور دونوں صورتوں میں

---

[1] صحیح البخاری باب ماکان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتخولہم بالموعظۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶

marfat.com

Marfat.com

تقدم الزوج الا انها طویلۃ تقع رأس المرأۃ فی السجود قبل رأس الزوج جازت صلاتهما لان العبرۃ للقدم[1]

خاوند کے قدم سے پیچھے ہوں اگرچہ خاتون کا قد لمبا ہونے کی وجہ سے اس کا سر حالتِ سجدہ میں خاوند کے سر سے آگے واقع ہوتا ہو تو پھر بھی دونوں کی نماز درست ہوگی کیونکہ اعتبار قدموں کا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

الزیلعی قال المعتبر فی المحاذاۃ الساق والکعب فی الاصح وبعضهم اعتبر القدم اھ فعلی قول البعض لو تأخرت عن الرجل ببعض القدم تفسد وان کان ساقها وکعبها متأخرًا عن ساقه وکعبه وعلی الاصح لا تفسد وان کان بعض قدمها محاذیا لبعض قدمه[2] الخ۔

زیلعی کہتے ہیں کہ اصح قول کے مطابق محاذات میں پنڈلی اور ٹخنے کا اعتبار ہے اور بعض نے قدم کا اعتبار کیا ہے اھ تو بعض کے قول پر اگر قدم کا کچھ حصہ مرد سے پیچھے ہوا نماز فاسد ہوگی اگرچہ اس کی پنڈلی اور ٹخنے مرد کی پنڈلی اور ٹخنے سے پیچھے ہوں، اور اصح یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوگی اگرچہ بعض قدم عورت کا مرد کے بعض قدم کے محاذی ہو الخ (ت)

درمختار میں ہے:

حاذته مشتهاۃ ولا حائل بینهما اقله قدر ذراع فی غلظ اصبع او فرجۃ تسع رجلا فی صلاۃ مطلقۃ مشترکۃ تحریمۃ واداء واتحدت الجهۃ فسدت صلاته لو مکلفا ان نوی الامام وقت شروعه لا بعده امامتها والا ینوها فسدت صلاتها[3] اھ مختصرا۔

مرد کے محاذی ایسی خاتون ہوگئی جو صاحبِ شہوت ہو اور ان کے درمیان کوئی مرد اور آڑ حائل نہ ہو، آڑ کم از کم بلندی میں ایک ہاتھ کے برابر اور موٹائی میں ایک انگلی کے برابر کا اعتبار ہے یا یہ کہ دونوں کے درمیان فاصلہ اتنا چھوٹا ہو جو ایک آدمی کی گنجائش رکھتا ہو (کہ آڑ اور فاصلہ کی صورت میں نماز فاسد نہ ہوگی) اور یہ کہ نماز مطلق (یعنی رکوع سجدہ والی) ہو تکبیر تحریمہ و ادا میں دونوں مشترک ہوں اور جہت بھی ایک ہو تو مرد کی فاسد ہوجائے گی اگر وہ مکلف ہو (یعنی عاقل بالغ ہو) اور امام نے شروع نماز کے تحت اس خاتون کی امامت

---

[1] فتاوٰی قاضی خان — فصل فیمن یصح الاقتداء الخ — مطبوعہ نولکشور لکھنؤ — ۱/۴۵

[2] ردالمحتار — باب الامامۃ — " مصطفی البابی مصر — ۱/۴۲۳

[3] درمختار — " — " مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۸۴

marfat.com

Marfat.com

الجواب

ایسے شخص کو کہ متہم ہے امام بنانا نہ چاہئے لان التھمۃ توجب تقلیل الجماعۃ وھو عکس مقصود الشریعۃ (کیونکہ تہمت جماعت کی قلت کا سبب ہے اور وہ مقصودِ شریعت کے خلاف ہے۔ ت) مسلمانوں کو چاہئے کہ دوسرے شخص سُنّی صحیح العقیدہ غیر فاسق وغیر متہم کو کہ قرآنِ عظیم صحیح پڑھتا ہو اور قدر ضرورت مسائل سے آگاہی رکھتا ہو امام مقرر کریں، اور یہ شخص کہ کسی طرح اس عادت سے باز نہیں آتا امامت سے جدا کر دیا جائے نہ مسجد میں سکونت کرے لان الخلوۃ القبیحۃ بالامرد اخبث من الخلوۃ بالاجنبیۃ فینزہ المسجد عنہ (کیونکہ بے ریش لڑکے کے ساتھ خلوت قبیحہ، اجنبیہ خاتون سے بھی بدتر ہے، لہذا اس سے مسجد کو پاک کرنا ضروری ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۳۶ از حیدر آباد دکن یاقوت پورہ مسجد کمیلہ مکان ۲۰۹۰ مرسلہ سید عبد اللطیف صاحب بتوسط مولوی ابوالبرکات محمد ضیاء الدین صاحب مہتمم تحفۂ حنفیہ ۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۲ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دینِ محمدی و مستفیدانِ شریعتِ مصطفوی و تابعینِ مذہبِ حنفی اس مسئلہ میں کہ ایک صاحب نوجوان خوبصورت لائقِ امامت، قرأت سے بخوبی واقفیت رکھتے ہیں اور مسائل ماتجوز بہ الصلوٰۃ سے واقف مذہبِ حنفی کے تابع ہیں، دوسرے صاحب حال میں مذہبِ حنفی ترک کرکے مذہب حنبلی اختیار فرمائے ہیں، فنِ قرأت سے بمقابلہ صاحب اول کے ناواقف ہیں مگر مسائل ماتجوز بہ الصلوٰۃ اور قدرے ریش بھی رکھتے ہیں پس حالتِ مندرجہ بالا میں حسبِ قواعدِ حنفیہ لغرضِ امامت بلا کسی علت و کراہت کے ہر دو صاحب میں سے کس کو ترجیح دی جاسکتی ہے جس مقام پر کثرت سے مقتدی تابعین مذہب حنفی کے بوقتِ جماعت موجود ہوں۔ السائل حسین خاں حنفی

الجواب

عبارت سوال ابہام و اجمال و تعدد احتمال رکھتی ہے دوسرے صاحب فنِ قرأت سے بمقابلہ صاحب اول کے ناواقف ہیں ممکن کہ یہ ناواقفی صرف امور زائدہ میں ہو جن پر صحت و فسادِ نماز مبنی نہیں اگرچہ واجباتِ تجوید بلکہ واجباتِ شرع سے بھی ہوں یا شرعاً خواہ تجویداً بھی صرف محسنات و مستحسنات ہوں جیسے وقف و وصل و مد و قصر و اظہار و اخفاء و تفخیم و ترقیق و روم و اشمام وغیرہا کہ اکثر ان میں واجباتِ تجوید سے ہیں اور امثال و مدِ متصل کی رعایت شرعاً بھی واجب اور ترک حرام مگر ان میں کسی کا ترک اصلاً مفسدِ نماز نہیں اور ممکن کہ امورِ لازمہ میں ہو جیسے تمایزِ حروف جہاں تغیر موجبِ فسادِ معنی ہو، صورتِ ثانیہ میں صاحب دوم کے پیچھے نماز باطل و فاسد ہوگی بخلاف صورتِ اولٰی، اور دوسرے صاحب قدرے ریش بھی رکھتے ہیں اس میں بھی دو احتمال ہیں ایک یہ کہ ان کے تھوڑی داڑھی نکلی ہے، پہلے صاحب محض امرد ہیں اس تقدیر پر پہلے صاحب کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہوگی،

marfat.com

Marfat.com

ان کے پیچھے نماز میں کراہت نہیں ہو سکتی۔ قال اللہ تعالیٰ لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ[1] (اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۲۵-۶۲۶ ازنسولی ضلع بدایوں مرسلہ خلیل الرحمٰن صاحب ۹ شعبان المعظم ۱۳۱۹ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں،

(۱) وہ کون کون شخص ہیں مسلمانوں میں جن کے پیچھے نماز درست نہیں؟

(۲) کون سی صورت میں نابینا کے پیچھے نماز درست ہے یا بالکل ناجائز؟

الجواب

(۱) بہت لوگ ہیں ازانجملہ غیر مقلدین اور رافضی اور وہ وہابی جن کی بدعت حدِ کفر تک پہنچی ہے، سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: الصلٰوۃ خلف اھل الھواء لا تجوز (اہلِ ہواء کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ت) جو قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا ہو جس سے فسادِ معنیٰ ہو، جس کی طہارت صحیح نہ ہو اگرچہ معذوری کے وجہ سے، مثلاً جسے معاذ اللہ سلس البول یا ہر وقت ریح خارج ہونے کا عارضہ ہے یا زخم یا پھوڑے سے خون یا زرد آب بہتا ہے۔ اسی طرح وہ شافعی المذہب مثلاً جس نے اپنے طور پر طہارت صحیحہ کی مگر مذہب حنفی میں صحیح نہ ہوئی، مثلاً سر کے صرف ایک بال کا مسح کرلیا یا فصد لگوا کر وضو کا اعادہ نہ کیا کہ حنفی کی نماز اس کے پیچھے نہ ہوگی۔ ان کے سوا اور بکثرت صورتیں ہیں کہ کتبِ مذہب میں اس کی تفصیل ہے۔

(۲) نابینا کے کپڑے پر اگر نجاست بقدرِ منعِ نماز لگی ہے اور اسے خبر نہیں یا اس کے زخم یا پھوڑے سے خون بہا اور اس نے نہ دیکھا تو اس صورت میں اس کے پیچھے نماز ناجائز ہے ورنہ صرف مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ ہے جبکہ سب حاضرین سے علم زیادہ نہ رکھتا ہے ورنہ وہی امام کیا جائے گا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۲۷ ازگورا بازار ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۸ھ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ حافظ کریم بخش امام مسجد گورا بازار یتیموں کا مال پوشیدہ لے جانے میں شریک ہے۔ ...را اقرار بھی کیا اور ماسوا اس کے اور کچھ بھی نہیں اس سبب سے مقتدیوں نے اقتدا کرنا چھوڑ دیا اور امام دوسرے کی اقتدا کی تب امام اول ایک مولوی کو بلا کر لایا اور کچھ دے کر اور یہ بھی سنا گیا کہ آٹھ آنہ ماہواری بھی دینے کا اقرار کیا، مولوی صاحب سے کچھ بیان کرایا اور اس نے کچھ حق بھی بیان کیا

---

[1] القرآن ۶/ ۱۶۴

marfat.com

Marfat.com

فی الدر المختار تکرہ خلف مخالف کشافعی لکن فی وتر البحران تیقن المراعاۃ لم یکرہ او عدمہا لم یصح وان شک کرہ[1] اھ وقد فصلنا القول فیہ فیما علقنا علٰی ردالمحتار۔

درمختار میں ہے مخالف مذہب شخص کی اقتداء مکروہ ہے مثلاً شافعی المسلک ــــــ بحرالرائق کی وتر کی بحث میں یوں تفصیل ہے کہ اگر مقتدی کو اس بات کا یقین ہو کہ شافعی المذہب دوسرے مسلک کی فرائض و ارکان کی رعایت کرتا ہے تو اقتداء میں کراہت نہیں، اور عدم رعایت کا یقین ہو تو اقتداء صحیح نہیں ہے اور اگر رعایت اور عدمِ رعایت میں شک ہو تو مکروہ ہے اھ اس بارے میں ہم نے ردالمحتار پر اپنے حاشیہ میں تفصیلاً گفتگو کی ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ فی وتر البحر الخ ھذا ھو المعتمد لان المحققین جنحوا الیہ وقواعد المذہب شاھدۃ علیہ وقال کثیر من المشائخ ان عادتہ مراعاۃ مواضع الخلاف جاز والا فلا، قولہ ان تیقن المراعاۃ ای فی الفرائض من شروط وارکان فی تلک الصلاۃ وان لم یراع فی الواجبات والسنن کما ھو ظاھر سیاق کلام البحر وظاھر کلام شرح المنیۃ ایضا وفی رسالۃ الملا علی قاری ذھب عامۃ مشائخنا الی الجواز اذا کان یحتاط فی موضع الخلاف والا فلا والمعنی انہ یجوز فی المراعی بلا کراھۃ وفی غیرہ معہا[2] اھ مختصرا۔

ماتن کا قول فی وتر البحر الخ یہی قول معتمد ہے کیونکہ محققین کا اس کی طرف میلان ہے اور قواعدِ مذہب بھی اس پر شاہد ہیں، اور کثیر مشائخ کا قول ہے اگر اس امام کی عادت مواضعِ اختلاف میں رعایت کرنا ہو تو اقتداء جائز ورنہ جائز نہیں، ماتن کا قول ان تیقن المراعاۃ سے مراد یہ ہے کہ وہ فرائضِ نماز یعنی شروط و ارکان کی رعایت کرتا ہو اگرچہ واجبات وسنن کی رعایت نہ کرتا ہو جیسا کہ بحرالرائق کے سیاقِ کلام سے ظاہر ہے، شرح المنیہ کی عبارت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے، ملّا علی قاری کے رسالے میں ہے کہ جو امام مواضعِ اختلاف میں احتیاط اور رعایت کرتا ہو تو ہمارے اکثر مشائخ جوازِ اقتداء کے قائل ہیں ورنہ اقتداء جائز نہیں اور معنی یہ ہے کہ رعایت کرنے والے کی اقتداء بلاکراہت جائز اور نہ رعایت کرنے والے کی اقتداء کراہت کے ساتھ جائز ہے اھ مختصراً (ت)

---

[1] درمختار | باب الامامۃ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۸۳

[2] ردالمحتار | " | مصطفی البابی مصر | ۱/۴۱۶

marfat.com

Marfat.com

امام اوّل کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی بہت اچھا کیا انھیں اسی کا حکم تھا کما حققہ فی الغنیۃ عن فتاوی الحجۃ واقرّہ فی ردالمحتار وقد تکرر بیانہ فی فتاونا (جیسا کہ فتاوٰی حجہ کے حوالہ سے غنیہ میں اس کی تحقیق کی ہے اور ردالمحتار میں اسے برقرار رکھا۔ اس مسئلہ کا بیان ہمارے فتاوٰی میں متعدد جگہ پر موجود ہے۔ت) جس شخص نے کہ کر بعض ناحق باتیں امامِ اوّل کی طرفداری کے حق میں ملادیں وہ ضرور آیۂ کریمہ ولا تشتروا بایٰتی ثمنا قلیلا[1] اور آیۂ کریمہ لاتلبسوا الحق بالباطل[2] کا مورد ہوا، امام کے لئے خوش الحانی کچھ ضرور نہیں جو اسے ضروری و شرط بتائے، شرع مطہر پر افترا کرتا ہے، بلکہ خوش الحانی بعض وقت مضر ہوتی ہے کہ اس کے سبب آدمی اتراتا ہے یا کم سے کم اتنا ہوتا ہے کہ نماز میں خشوع وخضوع کے بدلے اپنے الحان بنانے کا خیال رہتا ہے۔ فتاوٰی قاضی خان و فتاوٰی عالمگیری میں ہے :

لاینبغی للقوم ان یقدموا فی التراویح الخوشخوان ولکن یقدموا الدرستخوان فان الامام اذا قرأ بصوت حسن یشغلہ عن الخشوع و التدبر والتفکر[3]۔

قوم کے لئے ایسے شخص کو تراویح میں امام بنانا جو خوش الحان ہو مناسب نہیں البتہ درست پڑھنے والے کو امام بناسکتے ہیں کیونکہ امام جب قرأت کرے گا تو اس کو اچھی آواز خشوع، تدبر اور تفکر سے غافل کردے گی۔ (ت)

امامت عالم کا خاص حق ہے اس کے ہوتے دوسرے کو ترجیح نہیں جبکہ وہ عالم صحیح خواں وصحیح العقیدہ ہو، فاسق نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ان سرکم ان تقبل صلاتکم فلیؤمکم علماؤکم فانھم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم[4] رواہ الطبرانی فی الکبیر عن مرثد بن ابی مرثد الغنوی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اگر تمھیں اپنی نمازوں کا قبول ہونا پسند ہو تو چاہیے کہ تمھارے علما تمھاری امامت کریں کہ وہ تمھارے واسطہ وسفیر ہیں تمھارے اور تمھارے رب عزوجل کے درمیان۔ اس کو طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت مرثد بن ابی مرثد الغنوی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن ۲/ ۴۱ — [2] القرآن ۲/ ۴۲

[3] فتاوٰی ہندیۃ فصل فی التراویح مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۱۶

[4] المعجم الکبیر مروی عن مرثد الغنوی " المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۳۲۸

نوٹ : اصل کتاب میں فلیؤمکم علماؤکم کی جگہ فلیؤمکم خیارکم ہے۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

Marfat.com

فی الدر المختار تکرہ خلف مخالف کشافعی لکن فی وتر البحران تیقن المراعاۃ لم یکرہ اوعد مھا لم یصح وان شک کرہ[1] اھ وقد فصلنا القول فیہ فیما علی رد المحتار۔

درمختار میں ہے مخالف مذہب [illegible] مثلاً شافعی المسلک ـــــ بحرالرائق کی وتر کی بحث میں یوں تفصیل ہے اگر مقتدی کو اس بات کا یقین ہو کہ شافعی المذہب دوسرے مسلک کی شرائط و ارکان کی رعایت کرتا ہے تو اقتدا میں کراہت نہیں، اور عدم رعایت کا یقین ہو تو اقتدا صحیح نہیں ہے اور اگر رعایت اور عدمِ رعایت میں شک ہو تو مکروہ اھ اس بارے میں ہم نے ردالمحتار پر اپنے حاشیہ میں تفصیلاً گفتگو کی ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قولہ فی وتر البحر الخ ھذا ھو المعتمد لان المحققین جنحوا الیہ وقواعد المذھب شاھدۃ علیہ وقال کثیر من المشائخ ان عادتہ مراعاۃ مواضع الخلاف جاز والا فلا، قولہ ان تیقن المراعاۃ ای فی الفرائض من شروط وارکان فی تلک الصلاۃ وان لم یراع فی الواجبات والسنن کما ھو ظاھر سیاق کلام البحر وظاھر کلام شرح المنیۃ ایضا وفی رسالۃ الملا علی قاری ذھب عامۃ مشائخنا الی الجواز اذا کان یحتاط فی موضع الخلاف والا فلا والمعنی انہ یجوز فی المراعی بلاکراھۃ وفی غیرہ معھا[2] اھ مختصرا۔

ماتن کا قول فی وتر البحر الخ یہی قول معتمد ہے کیونکہ محققین کا اس کی طرف میلان ہے اور قواعدِ مذہب بھی اس پر شاہد ہیں، اور کثیر مشائخ کا قول ہے اگر اس امام کی عادت مواضعِ اختلاف میں رعایت کرنا ہو تو اقتدار جائز ورنہ جائز نہیں، ماتن کا قول ان تیقن المراعاۃ سے مراد یہ ہے کہ وہ فرائض نماز یعنی شروط و ارکان کی رعایت کرتا ہو اگرچہ واجبات و سنن کی رعایت نہ کرتا ہو جیسا کہ بحرالرائق کے سیاقِ کلام سے ظاہر ہے، شرح المنیہ کی عبارت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے، ملا علی قاری کے رسالے میں ہے کہ جو امام مواضعِ اختلاف میں احتیاط اور رعایت کرتا ہو تو ہمارے اکثر مشائخ جوازِ اقتدار کے قائل ہیں ورنہ اقتدار جائز نہیں اور معنی یہ ہے کہ رعایت کرنے والے کی اقتدار بلاکراہت جائز اور نہ رعایت کرنے والے کی اقتدار کراہت کے ساتھ جائز ہے اھ مختصراً (ت)

---

[1] درمختار | باب الامامۃ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۸۳

[2] ردالمحتار | " | " مصطفی البابی مصر | ۱/۴۱۶

marfat.com

Marfat.com

اقوال ضلالت مثلہ پسند کئے اور ان پر راضی ہوئے، ان کی اشاعت کی حمایت کی، یہ سب کل بوجہ رضا و نصرت باطل اہل باطل و ارباب ضلال اور اسی حکم میں ان کے شریک حال ہوگئے، کچھ وہ ہیں جن بیچاروں کو اطلاع نہیں کہ ان ظلمہ نے کیا کہا ہے صرف مولویوں کا جلسہ سُن کر شریک ہوگئے جب تک مطلع نہ ہوئے معذور ہیں بعد اطلاع پھر شریک رہے تو اقل درجہ فاسق ضرور ہیں اور فاسق کے پیچھے بھی نماز مکروہ۔ فتاوٰی حجہ و غنیہ شرح منیہ وغیرہما میں تصریح فرمائی کہ یہ کراہت تحریم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۲۹ از بریلی محلہ سرخہ ۲۷ محرم الحرام ۱۳۱۹ھ

علمائے دین و مفتیانِ شرع متین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ گروہ وہابیین یعنی فرقہ غیر مقلدین داخل ہے اہل سنت و جماعت میں یا خارج ان سے اور فرقِ ضالہ سے اور ہم مقلدوں کو ان کے ساتھ مخالطت اور مجالست کرنا اور ان کو اپنی مساجد میں باوجود خوفِ فساد کے آنے دینا درست ہے یا نہیں، اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؛ بینوا بالتفصیل توجروا بالاجر الجزیل۔

الجواب

فی الواقع فرقہ غیر مقلدین گمراہ بددین ضالین مضلین ہیں انھیں امام بنانا حرام ہے ان کے پیچھے نماز پڑھنا منع ہے، ان سے مخالطت آگ ہے۔ صورت مذکورہ سوال میں انھیں مساجد میں ہرگز ہرگز نہ آنے دیا جائے۔
قال اللہ تعالٰی:

وعهدنا الی ابراهیم و اسمعیل ان طهرا بیتی[1]

اور ہم نے ابراہیم و اسمٰعیل سے یہ وعدہ لیا کہ وہ میرے گھر کو صاف رکھیں گے۔ (ت)

حدیث میں ہے:

امر النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ببناء المساجد فی الدور وان تنظف و تطیب[2]

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے محلوں میں مساجد بنانے اور انھیں ستھرا و نظیف اور خوشبودار رکھنے کا حکم دیا۔ (ت)

نجاستیں درکنار قاذورات مثل آب دہن و آب بینی باآنکہ پاک ہیں مسجد سے اُن کا دُور کرنا واجب تو بدمذہب گمراہ لوگ کہ ہر نجس سے بدتر نجس ہیں۔ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] القرآن ۲/۱۲۵
[2] سنن ابو داؤد باب اتخاذ المساجد فی الدور مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۶۶

marfat.com

Marfat.com

صورت یہ ہے کہ امام کے بارے میں کسی قسم کا علم نہ ہو (یعنی نہ رعایت کا نہ عدمِ رعایت کا) تو ایسی صورتیں میں اس کی اقتدا مکروہ ہوگی۔ (ت)

پس صورتِ مستفسرہ میں اگر صاحب دوم میں کوئی امر مفسد نماز ہے مثلاً قرآن عظیم کی غلط خوانی بحدِ افسادِ معنی یا اس خاص نماز کے وقت طہارت وغیرہ کسی شرطِ نماز یا شرطِ امامت کا فوت، جب تو ظاہر ہے کہ اُس کی امامت کے کوئی معنی ہی نہیں، اب اگر صاحب اول میں کوئی وجہ کراہت تحریم نہ ہو تو اس کی امامت میں حرج نہیں مگر بوجہ اجتماع امردیت وحسنِ صورت اولٰی یہ ہے کہ کسی اور صحیح العقیدہ صحیح خواں کو امام کریں جس میں اصلاً کوئی وجہ کراہت نہ ہو اور اگر صاحب اول میں کراہت تحریم ہے تو واجب کہ دونوں کو چھوڑیں اور کسی اور صالح امامت کی اقتدا کریں، اسی طرح اگر صاحب دوم میں کوئی امر موجب کراہت تحریم ہے مثلاً داڑھی حدِ شرع سے کم کرنا یا فرائض وشرائط نماز میں مذہب حنفی کی پروا نہ کرنا اگرچہ یہ دو ایک بار اس کے افعال سے مشاہدہ ہوا ہو اور صاحب اول میں کوئی وجہ تحریم نہیں جب بھی یہی حکم ہے کہ صاحب اوّل سے بہتر امام نہ ملے تو اسی کو امام کرنا لازم اور دونوں میں کوئی وجہ کراہت تحریم ہے تو دونوں کے سوا تیسرا امام پیدا کریں، اور اگر صاحب دوم میں کوئی وجہ کراہت تحریم نہیں اور صاحب اول میں ہے تو حکم بالعکس ہوگا کہ اگر کوئی حنفی صالح امامت نظیفہ ملے تو اُسی کی اقتدا کی جائے ورنہ صاحب دوم ہی کے پیچھے پڑھیں جبکہ اُس کی عادت سے معلوم ہے کہ مذہب حنفی کی رعایت کا التزام رکھتا ہے یا معلوم ہو کہ اس خاص وقت میں جامع جملہ شرائط امامت مطابق مذہب حنفی ہے اور اگر دونوں میں کوئی کراہتِ تحریم نہیں تو اگر معلوم ہو کہ صاحب دوم خاص اس وقت شرائط حنفیہ ہے تو اور کوئی حنفی صالح نہ ملنے کی حالت میں اُسی کی امامت اولٰی کہ اس تقدیر پر اس کی امامت بلاکراہت ہے اور اگر حنفی ہوتا تو افضل ہوتا اور صاحب اول میں بوجہ امردیت وحسن کراہت ہے اور اگر خاص اس وقت شرائط جامعیت معلوم نہیں اور عادت مراعاۃ معلوم نہیں تو اور کوئی امام نظیف نہ ہونے کی حالت میں صاحب اول ہی کو ترجیح چاہئے کہ اب مذہب جمہور ومشرب منصور پر کراہت تنزیہ میں دونوں شریک ہوئے اور مخالف المذہب میں اس قدر زیادت ہے کہ اس کے پیچھے ایک قول پر مطلقاً نماز مکروہ تحریمی ہے اگرچہ مراعاۃ شرائط بھی کرے یہاں تک کہ اُس کی اقتدا پر تنہا نماز پڑھنے اور جماعت چھوڑنے کو بعض نے ترجیح دی۔ ردالمحتار میں ہے:

خالفھم العلامۃ الشیخ ابراھیم البیری بناء علی کراھۃ الاقتداء بھم لعدم مراعاتھم فی الواجبات والسنن وان الانفراد افضل لولم یدرك امامامن مذھبہ وخالفھم ایضا العلامۃ الشیخ رحمہ اللہ السندی تلمیذ ابن الھمام فقال الاحتیاط فی

علامہ شیخ ابراہیم البیری نے ان حضرات کی اس بنا پر مخالفت کی ہے کہ ان کی اقتدا مکروہ ہے کیونکہ یہ واجبات وسنن میں رعایت نہیں کرتے اور اگر اپنے مذہب کا امام نہ ملے تو تنہا نماز پڑھنا افضل ہے۔ امام ابن ہمام کے شاگرد شیخ سندی رحمہ اللہ تعالٰی نے بھی ان حضرات کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ

marfat.com

Marfat.com

یا سر کے بالوں کا کوئی حصہ کھولے پھرتی ہے اور شوہر مطلع ہے اور شوہر باوصف قدرت منع نہیں کرتا تو دیوث ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ورنہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۱۳ از چاکس ضلع رائے بریلی محلہ زیر مسجد مکان حاجی ابراہیم مرسلہ ولی اللہ صاحب ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو شخص ہیں اور دونوں عالم اور پابند صوم وصلوٰۃ کے ہیں مگر ایک رذیل ایک شریف، دونوں میں سے کس کو ترجیح ہوگی مرتبہ اور امامت وغیرہ میں۔ بینوا توجروا

الجواب

امامت میں بعد اس کے کہ دو شخص جامع شرائطِ امامت سُنّی صحیح العقیدہ غیر فاسق مجاہر ہوں، قرآن عظیم صحیح پڑھتے حروف مخارج سے بقدر تمایز ادا کرتے ہوں، سب سے مقدم وہ ہے کہ نماز وطہارت کے مسائل کا علم زیادہ رکھتا ہو پھر اگر اس علم میں دونوں برابر ہوں تو جس کی قرآت اچھی ہو، پھر جو زیادہ پرہیزگار ہو شبہات سے زیادہ بچتا ہو، پھر جو عمر میں بڑا ہو، پھر جو خوش خلق ہو، پھر جو تہجد کا زیادہ پابند ہو، یہاں تک شرف نسب کا لحاظ نہیں۔ جب ان سب باتوں میں برابر ہوں تو اب شرافت نسب سے ترجیح ہے۔

فی التنویر والدر الاحق بالامامۃ الاعلم باحکام الصلٰوۃ بشرط اجتنابہ للفواحش الظاھرۃ ثم الاحسن تجویدا ثم الاورع ثم الاسن ثم الاحسن خلقا بالضم الفۃ بالناس ثم اکثرھم تہجدا ثم الاشرف نسبا[1] اھ مختصرا۔

تنویر اور درمختار میں ہے امامت کا زیادہ حقدار وہ ہے جو احکام نماز سے زیادہ آگاہ ہو بشرطیکہ وہ فحش گناہوں سے اجتناب کرنے والا ہو، اس کے بعد جو قرآت وتلاوت کی تجوید میں زیادہ اچھا ہو، پھر صاحبِ تقوٰی، پھر عمر میں بڑا، پھر جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو، شارح نے کہا خُلق ضمۂ خا کے ساتھ لوگوں سے ملنساری کو کہتے ہیں۔ پھر زیادہ تہجد گزار، پھر خاندانی شرف والا اھ اختصاراً (ت)

ہاں اگر رذیل اس درجہ کا ہے کہ اس کی امامت سے عام لوگ نفرت کرتے ہیں، جماعت میں خلل پڑتا ہے تو اس کی امامت نہ چاہیے،

لان التنفیر من اشد ما یحترز عنہ

کیونکہ یہاں سب سے زیادہ جس بات سے بچنا ضروری ہے

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۸۲/۱

marfat.com

Marfat.com

بند و بست نہ کریں تو ویوث ہیں، اور ایسوں کو امام بنانا گناہ۔ اور اگر تمام بدن سر ... میں خوب چھپا ہوا ہے صرف منہ کی ٹکلی کھلی ہوتی جس میں کوئی حصہ کان کا یا تھوڑی کے نیچے کا یا ... کا ظاہر نہیں تو اب فتویٰ اس سے بھی ممانعت پر ہے اور یہ امر شوہروں کی رضا سے ہو تو اُن کی امامت ... انسب کہ سدِ فتنہ اہم واجبات شرعیہ سے ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۳۹ از مانو گانجہ ملک پیراگ مرسلہ نیاز محمد خاں بدایونی ۳ ربیع الآخر یوم سہ شنبہ ۱۳۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ استنجاء کلوخ سے نہیں اسی وقت ... اور فوراً پانی سے استنجاء لے لیا ان کی امامت کیسی ہے؟

الجواب

اس صورت میں ترک سنت ضرور ہے مگر صرف پانی اگر انقطاع قطرہ ہو جاتا اور ان لوگوں کو اطمینان ... تو یہ امر اس حد کا نہیں جس کے ترک پر ان کی امامت کو ناجائز کہا جائے جبکہ ان کا منشا کوئی امر قبیح مثل استخفاف سنت امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نہ ہو، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۴۰ از حیدرآباد دکن مرسلہ حسین خاں بوساطت مولوی ضیاء الدین صاحب ۵ ربیع الآخر ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متینِ مصطفیٰ اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی صاحب مذہب حنفی ترک کرکے مذہب حنبلی اختیار کیا ہے اور وجہ تبدیل مذہب یہ بتاتے ہیں کہ قریب زمانہ وفات حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے مذہب حنبلی اختیار فرمایا اس لئے میں نے بھی تبدیل مذہب ... پس بصورت صحت بیان مولوی صاحب نسبت تبدیل مذہب اقتدائے مولوی صاحب حسب اصولِ حنفیہ درست ہے یا نہیں جبکہ وہاں کثرت سے حنفی لوگ لائقِ اقتدار موجود ہوں۔

الجواب

ان بلاد میں کہ جہاں نہ حنبلی مذہب کے عالم ہیں نہ کتابیں، حنفیت چھوڑکر حنبلیت اختیار کرنا ہرگز ... نہیں، انتقال کرنے والا اگر مذہب حنفی کا عالم تھا تو یہ انتقال صراحۃً مراد شرع کے متضاد ہوگا کہ شرع نے طلب علم کا حکم ... اور یہ ترک علم و طلب جہل کرتا ہے حاشاللہ حنبلیت جہل نہیں چاروں مذہب حق و ہدی و رشاد ہیں مگر جہاں ... مذہب کے عالم نہ کتابیں وہاں اس کا اختیار صراحۃً اپنے جہل کا اختیار ہے اور اگر اول سے جاہل تھا تو اپنے علم و عمل کا دروازہ بند کرتا ہے احکامِ حنفیت سے آگاہ نہ تھا تو فاسئلوا اھل الذکر[1] (اہلِ ذکر سے پوچھو) کے امتثال پر تو قادر تھا اب کہ وہ مذہب اختیار کرتا ہے جس کے اہلِ ذکر بھی یہاں نہیں تو صراحۃً جہل کے ساتھ ملا اور اپنے منہ پر شریعت مطہرہ کا دروازہ بند کرتا ہے واللہ الہادی۔

[1] القرآن ۱۶/ ۴۳

marfat.com

Marfat.com

شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ اور وہ دوسرا حافظ اگر بلا عذر شرعی جماعت مسجد میں کبھی آتا ہے کبھی نہیں تو ترکِ جماعت کا فسق ہے اس کے پیچھے بھی نماز مکروہ۔ ایسی صورت میں تیسرے شخص کو امام کیا جائے جو عقیدۃً پورا سُنّی ہو، قرآن مجید صحیح پڑھتا ہو، فاسق نہ ہو، مسائلِ نماز و طہارت سے خوب واقف ہو۔ اور اگر یہ دوسرا حافظ سُنّی صحیح العقیدہ صحیح خواں غیر فاسق ہے جماعت کو جس وقت اس مسجد میں نہیں آتا دُوسری مسجد میں جاتا ہے یا کسی عذر صحیح شرعی کے سبب ترک کرتا ہے تو اس کی اقتدا میں حرج نہیں، اس کے ہوتے ہُوئے وہ امام مقرر نماز نہ پڑھائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۳۴: ۲۲ شعبان المعظم ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس مسجد میں امامِ مقررہ موجود ہو اس کی بغیر اجازت دوسرا شخص نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بے اس کی اجازت کے دُوسرے کو امامت نہ چاہئے جبکہ وہ امام معیّن صالح امامت ہو یعنی سُنّی صحیح العقیدہ کہ قرآنِ عظیم صحیح پڑھے اور اس کا فسق ظاہر نہ ہو۔ دُرمختار میں ہے:

امام المسجد الراتب اولٰی بالامامۃ من غیرہ مطلقا[1] الخ وفی ردالمحتار من التتارخانیۃ مایفید المنع ان ام بلا اذن[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسجد کا مقررہ امام ہر حال میں دُوسروں سے افضل ہوتا ہے الخ ردالمحتار میں تتارخانیہ سے جو کچھ مذکور ہے وہ مفید منع ہے اگر دُوسرا بلا اجازت امامت کرائے (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۳۵: ۲۸ رجب ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسجد میں رہتا ہے اور امامت پر مقرر ہے اور اس کی حالت یہ ہے کہ امرد لڑکوں سے محبت رکھتا ہے اور ایک لڑکا ضرور رکھتا ہے جب اس کو چھوڑ دیتا ہے دوسرا تجویز کرلیتا ہے، خلوت میں بھی وہ لڑکے اس کے پاس بیٹھتے ہیں بعض وقت انھیں پیار کرتے بھی دیکھا گیا ہے اس کی شکایت میں شخص مذکور کو پولیس تک بھی پہنچا ہُوا مگر پولیس کی دھمکی پر بھی باز نہ آیا، آخر مسلمانوں نے اپنی مسجد سے نکال دیا کہ ہم مسجد میں ایسی ناشائستگی پسند نہیں کرتے۔ اب دُوسری مسجد میں آیا، یہاں بھی وہی حال ہے، ایسی صورت میں اسے امام بنانا اُس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳
[2] ردالمحتار بحوالہ تاتارخانیہ باب الامامۃ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۳

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ ۶۴۲ ازکلی ناگر پرگنہ پورن پور ضلع پیلی بھیت مرسلہ اکبر علی صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص مدت دراز سے امامت کرتا ہے اور [illegible]

ہے اور بعد اس امامت کرنے کے پیش امام نے اپنے گھر میں حرام کرایا اور ایک عورت کا حرام پیٹ اپنے گھر

گروایا تو اب اس کو امامت کرنی چاہئے یا نہیں ؟

الجواب

اگر ثابت ہو کہ اس نے حرام کروایا یا حرام کا سامان جمع کیا یا حرام میں کسی طرح ساعی ہوا یا اس پر راضی ہوا تو

وہ فاسق ہے اُسے ہرگز امامت نہ کرنی چاہئے اور اگر ان میں سے کچھ نہ تھا بلکہ کوئی عورت کسی طرح معاذ اللہ حرام میں مبتلا ہوئی

اور اُسے حمل رہا اُس نے اس کی پردہ پوشی کے لئے استقاط کرایا جبکہ بچہ میں جان نہ پڑی تھی تو اس پر الزام نہیں بلکہ پردہ

امر حسن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۴۳ ازکلی ناگر پرگنہ پورن پور ضلع پیلی بھیت مرسلہ اکبر علی صاحب ۵ جمادی الآخری ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ پیش امام نے اپنے نفس کے واسطے جھوٹ

بولا اور یہ کہا کہ میرے گھر کو آگ لگ گئی ہے تو اس سے پیش امام کی امامت میں فرق تو نہیں آیا اور یہ پیش امام

امامت کے لائق ہے یا نہیں ؟

الجواب

اگر اس نے جھوٹ بول کر لوگوں کو دھوکا دیا اُن سے کچھ مال وصول کیا تو وہ فاسق ہے امامت سے

معزول کیا جائے، اور اگر مراد یہ نہیں تو مراد واضح کی جائے کہ اُس کا جواب دیا جائے، ایسے گول الفاظ سوال میں لکھنا

نادانی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۴۴ تا ۶۵۰ از پیلی بھیت محلہ منیر خاں مرسلہ جناب مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمہ اللہ تعالیٰ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِن مسائل میں :

(۱) کیا امامت میں شرعاً وراثت جاری ہے کہ امام مرجائے تو اُس کے بعد اُسی کی اولاد یا خاندان سے امام

ہونا ضرور ہے، غیر شخص امام ہو تو اُن کے حق میں دست اندازی ہو۔

(۲) کیا اہلسنّت کے مذہب میں امامت حق خاندانی ہے کہ امام کے بعد اُس کے خاندان سے باہر جانا

اُن کی حق تلفی ہے۔

(۳) امامت اصل حق علمائے دین کا ہے یا جاہلوں کا۔

(۴) اگر امامت کے شرعاً احق والیق علماء ہیں تو جو لوگ عالم دین، صالح، متدین، جامع جملہ شرائط امامت کے

ہوتے ہوئے جاہلوں کو امام بنائیں یا بنانا چاہیں یا اس میں کوشش کریں اُن پر شرعاً الزام ہے یا نہیں۔

(۵) امامت پنجگانہ وامامت جمعہ وعیدین کا ایک ہی حکم ہے یا کیا فرق ہے۔

marfat.com

Marfat.com

فی الدرالمختار تکرہ خلف امرد[1] فی رد المحتار الظاھر انھا تنزیھیۃ والظاھر ایضا کما قال الرحمتی ان المراد بہ الصبیح الوجہ لانہ محل الفتنۃ[2]

درمختار میں ہے بے ریش لڑکے کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ ردالمحتار میں ہے ظاہر یہی ہے کہ یہ مکروہِ تنزیہی ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے جیسے کہ شیخ رحمتی نے کہا کہ وہ لڑکا مراد ہے جو خوبصورت چہرے والا ہو کیونکہ وہ فتنے کا محل ہے۔ (ت)

دوسرے یہ کہ دوسرے صاحب قدرے ریش باقی رکھتے ہیں اگرچہ زیادہ کتروادیتے ہیں بخلاف صاحب اول کہ اصلاً نہیں رکھتے اس تقدیر پر دونوں کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی اور انھیں امام بنانا گناہ کہ داڑھی مُنڈانا اور کتروا کر حدِشرع سے کم کرانا دونوں حرام وفسق ہیں اور اس کا فسق بالاعلان ہونا ظاہر کہ ایسوں کے مُنہ پر جلی قلم سے فاسق لکھا ہوتا ہے اور فاسق معلن کی امامت ممنوع وگناہ ہے کما نص علیہ فی الغنیۃ عن الحجۃ وحققناہ فی فتاوٰنا (غنیہ میں حجہ کے حوالے سے اس پر تصریح ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) اور مذاہب اربعہ حقہ سے کسی دوسرے مذہب والے کے پیچھے حنفی کی اقتدار میں چند صورتیں ہیں،

(۱) اس خاص نماز میں معلوم ہو کہ امام نے کسی فرض یا شرطِ وضو یا نماز یا امامت مطابق مذہب حنفی کی رعایت نہ کی وقد اشبعنا بیان بعضہ مع ما لہ وعلیہ فی فتاوٰنا (ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس پر کچھ تفصیل سے اعتراضات مع جوابات ذکر کئے ہیں۔ ت) اس صورت میں اُس کے پیچھے حنفی کی نماز محض باطل۔

(۲) خاص نماز کا حال معلوم نہ ہو مگر اس کی عادت معلوم ہے کہ غالباً امور مذکورہ میں مذہب حنفی کی مراعات نہیں کرتا تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔

(۳) عادت بھی معلوم نہیں تو اس کی امامت مکروہ ہے اور ارجح یہ کہ اب یہ کراہت تحریمی نہیں۔

(۴) عادت یہ معلوم ہے کہ ہمیشہ مراعات کا التزام کرتا ہے تو صورت سوم سے حکم اخف ہے مگر ایک گونہ کراہت سے ہنوز خالی نہیں۔

(۵) خاص اس نماز کا حال معلوم ہے کہ اس میں اس نے جمیع امور مذکورہ کی رعایت کی ہے تو اب عندالجمہور کراہت اصلاً نہیں اگرچہ پہلے عادت عدم مراعات رکھتا ہو پھر بھی افضل یہی ہے کہ مل سکے تو موافق المذہب کی اقتدار کرے،

---

[1] درمختار | باب الامامۃ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۸۳

[2] ردالمحتار | " | " مصطفی البابی مصر | ۱/ ۴۱۵

marfat.com

Marfat.com

فوض واسند فی مرض موتہ لمن ارادصح لان المختار لا رشد ارشد فهو باطل لان الرشد صفة قائمة بالرشيد لا تحصل له بمجرد اختيار غيره له كما لا يصير الشخص الجاهل عالما بمجرد اختيار الغير له فی وظيفة التدريس وكل هذه امور ناشئة عن الجهل واتباع العادة المخالفة لصريح الحق بمجرد تحكيم العقل المختل ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظيم[1] (ملخصاً) واللہ تعالٰی اعلم۔

مرضی کے مطابق کسی کا حق [illegible] ہے کیونکہ عقلمند کا اختیار درست ہی ہوتا ہے یہ باطل ہے کیونکہ وقف کے معاملات میں رشد [illegible] صفت ہے جو رشید کے ساتھ قائم ہوتی ہے، یہ محض غیر کی پسندیدگی کی وجہ سے کسی کو حاصل نہیں ہو جاتی، جیسا کہ جاہل شخص کے لئے غیر کے محض [illegible] تدریس پسند کرنے سے جاہل عالم نہیں بن سکتا، یہ تمام امور جہالت اور ایسی عادت پر مبنی ہیں جو عقل میں خلل کی بنا پر صریح حق کے خلاف حکم جاری کرتی ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (ملخصاً) واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۲) اہلسنت کے مذہب میں امامت حق خاندانی نہیں کہ یہ رافضیوں میں بھی جاہل رافضیوں کا خیال ہے۔ اسی بنا پر ان کے نزدیک امامت بعد حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حق امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہٗ تھی۔ شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو معاذ اللہ ناحق پہنچی کہ مولٰی علی حضور کے خاندان اقدس میں سے تھے نہ شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین، آج تک اُن کے جہال عوام کو یہی بہکاتے ہیں کہ خاندان کی چیز خاندان سے باہر نہیں جاسکتی صدیق وفاروق کیونکر اس کے مستحق ہوگئے، اور اہلسنت یہی جواب دیتے ہیں کہ یہ دنیوی وراثت نہیں دینی منصب ہے اس میں وہی مستحق مقدم رہے گا جو افضل ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) امامت اصل حق حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ہے کہ نبی اپنی اُمت کا امام ہوتا ہے قال اللہ تعالٰی انی جاعلك للناس اماما[2] (اللہ تعالٰی کا فرمان ہے بلاشبہ میں آپ کو لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ ت) اب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو نبی الانبیاء و امام الائمہ ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اور ہر عاقل جانتا ہے جہاں اصل تشریف فرما نہ ہو وہاں اُس کا نائب ہی قائم ہوگا نہ کہ غیر اور تمام مسلمان آگاہ ہیں کہ علمائے دین ہی نائبانِ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں نہ کہ جہال، تو امامت خاص حقِ علماء ہے اس میں جہال کو اُن سے منازعت کا اصلاً حق نہیں، و لہذا علمائے کرام نے تصریح فرمائی ہے احق بالامامۃ اعلم قوم ہے۔

---

[1] ردالمحتار مطلب فیما شاع فی زماننا من تفویض نظر الاوقاف للصغیر مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۲۲

[2] القرآن ۲/ ۱۲۴

marfat.com

Marfat.com

امام بحرالرائق (والے) مجتبٰی سے (نقل کیا) ہے :

ان مراعیا فالاقتداء بہ یصح علی الاصح وان والا فلا یصح اصلا[1] اھ (ملخصا)

اگر وہ شافعی المذہب رعایت کرنے والا ہو تو اصح قول کے مطابق اسکی اقتدا صحیح اور مکروہ ہے ورنہ بالکل صحیح نہیں اھ ملخصاً (ت)

اقول والتوفیق بنفی کراھۃ التحریم فی المراعی واثبات کراھۃ التنزیہ۔

اقول (میں کہتا ہوں) ان میں موافقت یُوں ہے کہ رعایت کرنے والے کی اقتدا میں کراہت تحریمی کی نفی ہو اور کراہت تنزیہی کا اثبات ہو۔ (ت)

بحر میں ہے :

الاقتداء بالشافعی علی ثلثۃ اقسام الاول ان یعلم منہ الاحتیاط فی مذھب الحنفی فلا کراھۃ الثانی ان یعلم منہ عدمہ فلا صحۃ لکن اختلفوا ھل یشترط ان یعلم منہ عدمہ فی خصوص ما یقتدی بہ او فی الجملۃ صحح فی النھایۃ الاول وغیرہ اختار الثانی، وفی فتاوی الزاھدی (اذا راٰہ احتجم) ثم غاب فالاصح انہ یصح (الاقتداء بہ لانہ یجوز ان یتوضأ احتیاطاً) وحسن الظن بہ اولی الثالث ان لایعلم شیئاً فالکراھۃ۔

شافعی امام کی اقتدار کی تین صورتیں ہیں، پہلی صورت یہ ہے کہ شافعی سے مذہب حنفی کی رعایت کرنا معلوم ہو تو اس کی اقتدار میں کراہت نہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس سے عدمِ رعایت معلوم ہو تو اس کی اقتدار درست نہیں، لیکن فقہار کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ شرط ہے کہ اس سے عدمِ رعایت کا علم خاص اس نماز کے اعتبار سے ہے جس میں اقتدار مطلوب ہے یا فی الجملۃ کا اعتبار ہے۔ نہایہ میں پہلے قول کو صحیح قرار دیا ہے اور دیگر کتب نے دوسرے قول کو اختیار کیا ہے۔ اور فتاوٰی زاہدی میں ہے کہ جب کوئی حنفی شافعی کو دیکھے کہ اس نے پچھنے لگوائے پھر وہ غائب ہوگیا تو اصح مذہب یہ ہے کہ اس کی اقتداء درست ہے کیونکہ ممکن ہے اس نے احتیاطاً وضو کرلیا ہو اور اس کے ساتھ حسنِ ظن رکھنا بہتر اور اولٰی ہے تیسری

---

[1] بحرالرائق باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۵۱

[2] بحرالرائق باب الوتر والنوافل " " " " " ۲/۴۶

ف : اس عبارت میں قوسین کے درمیان والی عبارت کا اضافہ ضرورت کے تحت کیا ہے اصل میں عبارت ملخصاً مذکور ہے جو قوسین سے باہر ہے۔ نذیر احمد

marfat.com

Marfat.com

ایسا امام ہے نہ ایسے امام کا نائب و ماذون و مقرر کردہ، اس کی امامت ان نمازوں میں اصلاً [illegible] کرے گا نماز باطل محض ہوگی، جمعہ کا فرض سر پر رہ جائے گا، ان شہروں میں کہ سلطنتِ اسلام موجود نہیں [illegible] تمام ملک کا ایک عالم پر اتفاق دشوار ہے، اعلم علمائے بلد کہ اس شہر کے سُنّی عالموں میں سب سے زیادہ فقیہ ہو، نماز کے مثل مسلمانوں کے دینی کاموں میں اُن کا امام عام ہو اور بحکم قرآنِ عظیم اُن پر اُسی کی طرف رجوع اور اس کے ارشاد پر عمل فرض ہے، جمعہ و عیدین و کسوف کی امامت وہ خود کرے یا جسے مناسب جانے مقرر کرے اُس کے خلاف پر عوام بطورِ خود اگر کسی کو امام بنا لیں گے صحیح نہ ہوگا کہ عوام کا تقرر بمجبوری اُسی حالت میں روا رکھا گیا ہے جب امام عام موجود نہ ہو، اُس کے ہوتے ہُوئے اُن کی قرارداد کوئی چیز نہیں۔ تنویر الابصار و درمختار باب الجمعہ میں ہے:

یشترط لصحتہا سبعۃ اشیاء الاول المصر وفناءہ والثانی السلطان او مامورہ باقامتہا۔[1]

جمعہ کی صحت کے لئے سات اشیاء کا ہونا شرط ہے پہلی شہر اور فنائے شہر، دوسری خود بادشاہ یا وہ شخص جس کو بادشاہِ وقت نے جمعہ قائم کرنے کی اجازت دی ہو۔ (ت)

فتاوٰی امام عتابی پھر حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مطبوعہ مصر جلد اول ص ۲۴۰ میں ہے:

اذا خلی الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور موکلۃ الی العلماء ویلزم الامۃ الرجوع الیہم ویصیرون ولاۃ فاذا عسر جمعہم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائہ فان کثروا فالمتبع اعلمہم فان استووا اقرع بینہم۔[2]

جب زمانہ ذی کفایت سلطان سے خالی ہو جائے تو معاملات علماء کے سپرد کئے جائیں اور امت پر ان علماء کی طرف رجوع لازم ہوگا اور وہی حکمران کہلائیں گے اگر کسی معاملہ پر سب کا اتفاق مشکل ہو جائے تو ہر علاقہ والے اپنے علماء کی اتباع کریں، اگر زیادہ علماء ہوں تو جو ان میں سب سے زیادہ صاحبِ علم ہو اس کی اتباع کریں، اگر سب برابر ہوں تو قرعہ اندازی کر لی جائے (ت)

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی

اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو

---

[1] درمختار باب الجمعہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۰۹

[2] حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ النوع الثالث فی بیان العلوم المندوب الیہا مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۳۵۱

marfat.com

Marfat.com

امام بحرالرائق (نے) مجتبیٰ سے (نقل کیا) ہے:

اکان مراعیا فالاقتداء بہ صحیح علی الاصح یکرہ والا فلا یصح اصلا[۱] اھ (ملخصا)

اگر وہ شافعی المذہب رعایت کرنے والا ہو تو اصح قول کے مطابق اسکی اقتداء صحیح اور مکروہ ہے ورنہ بالکل صحیح نہیں اھ ملخصاً (ت)

اقول والتوفیق بنفی کراھۃ التحریم فی المراعی واثبات کراھۃ التنزیہ۔

اقول (میں کہتا ہوں) ان میں موافقت یوں ہے کہ رعایت کرنے والے کی اقتداء میں کراہت تحریمی کی نفی ہو اور کراہت تنزیہی کا اثبات ہو۔ (ت)

نیز بحر میں ہے:

الاقتداء بالشافعی علی ثلثۃ اقسام الاول ان یعلم منہ الاحتیاط فی مذہب الحنفی فلا کراھۃ الثانی ان یعلم منہ عدمہ فلا صحۃ لکن اختلفوا ھل یشترط ان یعلم منہ عدمہ فی خصوص ما یقتدی بہ او فی الجملۃ صحح فی النھایۃ الاول وغیرہ اختار الثانی، و فی فتاوی الزاھدی (اذا راٰہ احتجم) ثم غاب فالاصح انہ یصح (الاقتداء بہ لانہ یجوز ان یتوضأ (احتیاطاً) وحسن الظن بہ اولی الثالث ان لا یعلم شیئاً فالکراھۃ[۲]۔

شافعی امام کی اقتداء کی تین صورتیں ہیں، پہلی صورت یہ ہے کہ شافعی سے مذہب حنفی کی رعایت کرنا معلوم ہو تو اس کی اقتداء میں کراہت نہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس سے عدمِ رعایت معلوم ہو تو اس کی اقتداء درست نہیں، لیکن فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ شرط ہے کہ اس سے عدمِ رعایت کا علم خاص اس نماز کے اعتبار سے ہے جس میں اقتداء مطلوب ہے یا فی الجملۃ کا اعتبار ہے۔ نہایہ میں پہلے قول کو صحیح قرار دیا ہے اور دیگر کتب نے دوسرے قول کو اختیار کیا ہے۔ اور فتاوی زاہدی میں ہے کہ جب کوئی حنفی شافعی کو دیکھے کہ اس نے پچھنے لگوائے پھر وہ غائب ہوگیا تو اصح مذہب یہ ہے کہ اس کی اقتداء درست ہے کیونکہ ممکن ہے اس نے احتیاطاً وضو کرلیا ہو اور اس کے ساتھ حسنِ ظن رکھنا بہتر اور اولیٰ ہے تیسری

---

[۱] بحرالرائق باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۵۱

[۲] بحرالرائق باب الوتر والنوافل " " " " " ۲/۴۶

ف: اس عبارت میں قوسین کے درمیان والی عبارت کا اضافہ ضرورت کے تحت کیا ہے اصل میں عبارت ملخصاً مذکور ہے جو قوسین سے باہر ہے۔ نذیر احمد

marfat.com

Marfat.com

مدۃ تزید علی ثلث سنوات ولہ جار بجانبہ والرجل المذکور یتصرف فی البیت المذبور ھدما وعمارۃ مع اطلاع جارہ علی تصرفہ فی المدۃ المذکورۃ تسمع دعواہ ام لا اجاب لاتسمع دعواہ علی ما علیہ الفتوٰی[1]۔

مگر ہے وہ اس میں تین سال سے زائد عرصہ سے قیام پذیر ہے اور اس کی ایک جانب پڑوسی بھی ہے مذکورہ شخص اس گھر میں گرانے اور بنانے ہر طرح کا تصرف کرتا ہے اور مدت مذکورہ میں اس کا پڑوسی اس کے تصرف سے آگاہ بھی ہے تو کیا اس کا دعوٰی قابل سماعت ہوگا یا نہیں؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ مفتی بہ قول کے مطابق اس کا دعوٰی قابلِ سماعت نہیں۔ (ت)

اسی میں ہے:

مجرد الاطلاع علی التصرف مانع من الدعوٰی[2]۔

تصرف پر محض اطلاع ہی دعوٰی سے مانع ہوتی ہے۔ (ت)

اور مجرد سند اگرچہ مہری ہو کوئی حجتِ شرعی نہیں، نہ ہرگز ثبوت میں پیش ہونے کے قابل۔ فتاوٰی امام قاضی خان میں ہے:

احضر صکا فیہ خطوط العدول والقضاۃ الماضیین وطلب من القاضی القضاء بذلک الصک قالوا لیس للقاضی ان یقضی بذلک الصک لان القاضی انما یقضی بالحجۃ والحجۃ ھی البینۃ اوالاقرار واما الصک فلا یصلح حجۃ لان الخط یشبہ الخط[3]۔

کسی شخص نے ایسا اشٹام پیش کردیا جس میں ماضی کے حکمران اور قاضیوں کے دستخط تھے اور قاضی سے اس اشٹام کے مطابق فیصلہ چاہا تو فقہاء کہتے ہیں کہ قاضی اس اشٹام کے مطابق فیصلہ نہیں کرسکتا کیونکہ قاضی دلیل و حجت کا پابند ہوتا ہے اور حجت گواہ یا اقرار کا نام ہے، رہا معاملہ اشٹام کا تو وُہ قابلِ حجت نہیں کیونکہ تحریر ایک دوسرے سے مشابہ ہوسکتی ہے۔ (ت)

اشباہ والنظائر میں ہے: لایعتمد علی الخط ولایعمل بہ[4] (تحریر پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اس کے

---

[1] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ کتاب الدعوٰی حاجی عبدالغفار و پسران تاجران کتب ارگ بازار قندھار (افغانستان) ۲/۴
[2] " " " " " " " " " " " "
[3] فتاوٰی قاضی خان فصل فی دعوی الوقف والشہادۃ علیہ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۴/۷۲۲
[4] الاشباہ والنظائر کتاب القضاء مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۳۳۸

marfat.com

Marfat.com

عدم الاقتداء به ولو مراعیاً۔ اگرچہ مخالف رعایت کرنے والا ہو پھر بھی اقتداء نہ کرنے میں احتیاط ہے (ت) واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۳۷ از مانو گاجہ ملک پیراگ مرسلہ نیاز محمد خاں بدایونی ۳ ربیع الآخر یوم سہ شنبہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمیع اہلِ اسلام شافعی مذہب ہیں عام جن میں ایک مرتبہ اور چند مرتبہ حج بھی کر آئے ہیں مگر تارک نماز سنّت ہیں کوئی بھی کسی وقت کی نمازِ سنّت ادا نہیں کرتا صرف فرض ادا کرلیتے ہیں، ان کی امامت واسطے پیروامام حنفی کے کیسی ہے؟

الجواب

شبانہ روز میں بارہ رکعتیں سنّتِ مؤکدہ ہیں، دو صبح سے پہلے اور چار ظہر سے پہلے اور دو بعد اور دو مغرب وعشاء کے بعد، جو ان میں سے کسی کو ایک آدھ بار ترک کرے مستحق ملامت وعتاب ہے اور ان میں سے کسی کے ترک کا عادی گنہگار وفاسق ومستوجبِ عذاب ہے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، اور اس کو امام بنانا گناہ ہے۔ صرح بہ الغنیۃ عن الحجۃ (اس کے بارے میں حجہ کے حوالے سے غنیہ میں تصریح ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۳۸ از مانو گاجہ ملک پیراگ مرسلہ نیاز محمد خاں بدایونی ۳ ربیع الآخر یوم سہ شنبہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ عام دستور اور رواج اس ملک کا ہے کہ مستورات باہر نکلتی ہیں ڈولی یا پالکی کا نہ دستور ہے نہ جانتی ہیں غرضکہ پردہ قطعی نہیں ہے کسی تقریب یا عیادت یا کسی ضرورت کو پا پیادہ جانا، پوشش ان کی بجائے پاجامہ ایک تہبند مثل غلافِ تکیہ کمر سے گھٹنوں تک بدن پر مثل ہندوستان چھوٹے کپڑے یا دوپٹہ کے استعمال میں نہیں، ایک جُبّہ کے مثل پہنتی ہیں جو نیچا پیر کے تلے تک ہوتا ہے۔ رہا سر کا پردہ، جب گھر سے باہر نکلنا ہُوا تو ایک تہبند مثل بالا تحریر کے اندر جسم میں پہن لیا، سر اور کمر تک کا پردہ ہوجاتا ہے، مگر چہرہ کھُلے رکھنے کی عادت ہے، ہاتھ البتہ بحفاظت پردہ میں رہتے ہیں، ان کا نکلنا عام وارثوں کی اجازت سے ہے بلکہ خاوند یا وارث ہمراہ ہوتے ہیں، یہ طریقہ عام ہے خواہ نواب ہو خواہ غریب، ان لوگوں کی امامت کیسی ہے؟

الجواب

عورت اگر کسی نامحرم کے سامنے اس طرح آئے کہ اُس کے بال اور گلے اور گردن یا پیٹھ یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصہ ظاہر ہو یا لباس ایسا باریک ہو کہ ان چیزوں سے کوئی حصہ اُس میں سے چمکے تو یہ بالاجماع حرام اور ایسی وضع ولباس کی عادی عورتیں فاسقات ہیں، اور ان کے شوہر اگر اس پر راضی ہوں یا حسبِ مقدور

ؐ ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۱۷

marfat.com

Marfat.com

ہر نیک و بد کا مساوی حق قرار دیں۔ جب ہر صالح و طالح اُس میں یکساں ہیں تو تمہارے خاندانوں کی ... کیا ... اور جب ہر فاسق و بدکار کے پیچھے روا بتاتے ہو تو عالم دین صالح ثقہ متقی سے کیوں اُلجھتے ہو، معلوم ہوا کہ اپنے ہوائے نفس کے پیرو ہیں باقی بس اللہ تعالٰی اتباع شرع و اطاعت علمائے دین کی توفیق بخشے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۱ ۲۱ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ

اندھے کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی یا تحریمی ہے یا نہیں اور یہ امامت کے واسطے سزاوار ہے یا نہیں؟ اور مولانا روم کے اس شعر کا کیا مطلب ہے ؎

در شریعت ہست مکروہ اے کیا | در امامت پیش کردن کور را
گرچہ حافظ باشد و چست و فقیہ | چشم روشن بہ دگر باشد سفیہ

الجواب

اندھا اگر تمام موجودین میں سب سے زیادہ مسائل کا جاننے والا نہ ہو اور اس کے سوا دوسرا صحیح القرأت صحیح العقیدہ غیر فاسق معلن حاضر جماعت ہے تو اندھے کی امامت مکروہ تنزیہی ہے اور اگر وہی سب سے زیادہ علم نماز رکھتا ہے تو اسی کی امامت افضل ہے، اگر حاضرین میں دوسرا صحیح خواں بدمذہب یا فاسق معلن ہے اور اندھا ان سب عیبوں سے پاک ہے تو اسی کی امامت ضرور ہے، اور اگر صحیح خواں صرف وہی ہے جب تو اصلاً دوسرا قابل امامت ہی نہیں۔ درمختار میں ہے:

یکرہ تنزیہا امامۃ اعمی الا ان یکون اعلم القوم فہو اولی[1] اھ

نابینا شخص کی امامت مکروہ تنزیہی ہے البتہ اس صورت میں اس کی امامت اولٰی ہوگی جب وہ دوسروں سے زیادہ صاحب علم ہو اھ مختصراً (ت)

حضرت مولوی قدس اللہ تعالٰی اسرارنا بسرہ النوری اُن آنکھوں میں کلام فرماتے ہیں جن سے اُنھیں کام ہے جس کی چشم باطن روشن ہے اگرچہ علم بطور رسمی حاصل نہ کیا ہو علم رسمی کے عالم غیر عارف سے افضل و احق بالتقدیم ہے کہ علم لدنّی علم رسمی سے بدرجہا اجل و اکمل ہے۔

قال اللہ تعالٰی واتقوا اللّٰہ ط ویعلمکم اللّٰہ[2] و

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے اور اللہ سے تقوٰی اختیار کرو اور اللہ تعالٰی ہی تمہیں علم کی دولت سے نوازتا ہے، اللہ

قال تعالٰی قل ھل یستوی الذین یعلمون

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

[2] القرآن ۲/۲۸۲

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ ازملی تاگر پرگنہ پورن پور ضلع پیلی بھیت مرسلہ اکبر علی ۵ جمادی الاخری ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ منکوحہ زید کو لفظ طلاق کہنے کا ثبوت نہ پاکر جمعہ بیس مردمانِ اہلِ اسلام نے مشورہ کرکے اپنا پیش امام مقرر کیا اور مسئلہ دیکھا کہ جس پر مواہیر علمائے دین چسپاں ہیں اور علمائے دین نے نماز پڑھانے کی اجازت زید کو دی اور پیش امام مدتِ دراز سے امامت کرتے ہیں اور نمازِ جمعہ بھی پڑھاتے ہیں اور پیش امام حرام کاروں کو بھی نصیحت کرتے ہیں اور حرام کاروں نے نصیحت کرنے کے سبب سے دو جماعتیں کرلی ہیں، اب ایک مولوی صاحب ان کے یہاں واردحال مقیم ہیں کہ جو غیر اللہ کا جانور ذبح کرتے ہیں مولوی صاحب بھی ان کے یہاں کھاتے ہیں جمعہ کے روز وہ لوگ جو امام سے برگشتہ تھے مولوی صاحب کو مسجد میں لائے اور بروقت آنے مولوی صاحب کے پیش امام اُٹھے اور منبر پر بیٹھ گئے اور اذان کا حکم دیا کہ اذان پڑھو، اور جو لوگ کہ پیش امام سے برگشتہ تھے اور مولوی صاحب کو لائے تھے پیش امام سے کہا کہ منبر پر سے تم اُترو یہ مولوی صاحب نماز پڑھائیں گے، جن مردمانِ اہلِ اسلام نے کہ پیش امام اپنا مقرر کیا تھا اور جو پیش امام منبر پر بیٹھے تھے اُن کے رُوبرو اذان کہی گئی اس پر مولوی صاحب بولے کہ یہ پیش امام طلاقی ہے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے، پیش امام نے اُسی وقت مسئلہ باجازت نماز مُواہیر علمائے دین پیش کیا مولوی صاحب نے مسئلہ دیکھ کر پھینک دیا اور کہا کہ یہ مسئلہ درست نہیں، یہ کلام مولوی صاحب کا سُن کر جن اہلِ اسلام نے اپنا پیش امام مقرر کیا تھا پیش امام سے کہا کہ نماز پڑھاؤ اور مولوی صاحب سے کہا کہ ہم کو اعتبار اس مسئلہ کا ہے کہ جس پر مواہیر علمائے دین موجود اور چسپاں ہیں اگر یہ مسئلہ غلط ہوتا تو مواہیر علمائے دین کیونکر اس پر چسپاں کرتے، اگر تمھاری نماز ان کے پیچھے نہیں ہوسکتی ہے تو نہ ہو ہماری نماز تو ہوسکتی ہے، یہ کلام اہلِ اسلام کا سُن کر مولوی صاحب مسجد سے باہر چلے گئے اور بعد ہوجانے نماز جمعہ کے پھر مسجد میں آئے اور دوسری مرتبہ مولوی صاحب نے خطبہ پڑھا اور جمعہ کی نماز پڑھائی، تو حاصل کلام یہ کہ اول جمعہ کی نماز ہوجانے کے بعد دوسری نماز جمعہ کی ہوسکتی ہے اور مولوی صاحب جدید وارد حال امامت کے لائق ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جمعہ کے لئے امام وہی ہوسکتا ہے جس کا تقرر بادشاہِ اسلام سے چلا آتا ہے یا وہ کہ جسے بضرورت عام مسلمان مقرر کرلیں نمازِ جمعہ قصداً چھوڑ کر چلا جانا اور پھر بعد ختمِ جماعت اپنے چند آدمیوں کو لاکر اُسی مسجد میں دوبارہ خطبہ و نماز قائم کرنا ہرگز جائز نہیں، یہ پچھلی نماز نہ ہُوئی، اور یہ دُوسرا شخص گنہگار ہُوا، اور فتوٰی شرعی کو زمین پر پھینک دینے سے اُس کا حکم بہت سخت ہوگیا، عالمگیری وغیرہ میں اسے کفر تک لکھا ہے۔ یہ جدید شخص امام بنانے کے لائق نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

marfat.com

Marfat.com

کہ آپ مسجد کے امام ہیں اور نماز اور لوگوں کو پڑھانا پڑتی ہے تو اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اتنا میں کچھ پابند نہیں ہوں۔

(۵) اپنے وضو کا لوٹا اور گھڑا نہانے کا علیحدہ رکھتے ہیں۔

(۶) ایک رافضی سے بے تکلفی ہے کہ اس کے ساتھ کھانا کھاتے ہیں اور مسجد میں باہم دونوں کے مذاق بے تکلفانہ اور معشوقانہ ہوا کرتا ہے۔

(۷) نماز کے مسائل معلوم نہیں ہیں۔

الجواب

سہواً کسی آیت میں تقدیم و تاخیر یا کسی آیت کا چھوٹ جانا اگر نادراً ہو تو مضائقہ نہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہو تو ایسے شخص کی امامت سے احتراز اولٰی ہے جبکہ دوسرا صحیح خواں صحیح العقیدہ صحیح الطہارت غیر فاسق معلن قابلِ امامت موجود ہو، نمازِ فجر اتفاقاً قضا ہو جانے پر مواخذہ نہیں جبکہ اپنی طرف سے تقصیر نہ ہو، مگر اکثر قضا ہونا بے تقصیر نہیں ہوتا، اگر کوئی علتِ صحیح شرعی قابلِ قبول نہ رکھتا ہو تو بے پروائی ضرور اسے حدِ فسق تک پہنچاتے گی اور فاسق کو امام بنانا منع ہے۔ جو شخص آفتاب ڈھلنے ظہر کا وقت شروع ہونے سے پہلے سوئے اور کسی مرض یا ماندگی کے سبب اتفاقاً ایسا سو جائے کہ ظہر کا وقت گزر جائے تو اس پر الزام نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تفریط فی النوم انما التفریط فی الیقظۃ۔[1] سونے میں قصور نہیں، قصور جاگنے میں ہے۔

اور اگر ظہر کا وقت آگیا یعنی آفتاب دائرۂ نصف النہار سے ڈھل گیا اس کے بعد سویا اور وقت بالکل گزار دیا تو اس پر الزام ہے کما نص علیہ فی رد المحتار (جیسا کہ اس پر ردالمحتار میں تصریح کی ہے۔ ت) اور جبکہ اس کا عادی ہو، بارہا ایسا واقع ہو تو ضرور فاسق ہے اور اُسے امام بنانا گناہ، یونہی اگر اتنے سونے کا عادی ہو کہ فرض ظہر پڑھتے ہی وقتِ عصر واقعی آجاتا ہے سنّت کا وقت نہیں ملتا تو اس صورت میں بھی ترک سنّتِ مؤکدہ کی عادت کے سبب آثم و گنہ گار اور امام بنانے کا ناسزاوار ہے، مغرب کا وقت بیرِ بازار میں تنگ کردینا اگر اتنا ہو کہ چھوٹے چھوٹے ستارے بھی ظاہر ہو جائیں کہ حقیقۃً تنگ وقت یہی ہے جب تو اُس کا مکروہ و ممنوع ہونا ظاہر اور اگر اتنا بھی نہ ہو تو اس قدر میں شک نہیں کہ جماعت یا اقل درجہ جماعت اولٰی ضرور متروک ہوئی وقد حققناہ فی فتاوٰنا ان الواجب ھو ادراک الجماعۃ الاولٰی (ہم نے فتاوٰی میں اس کی تحقیق یہ کی ہے کہ

---

[1] سنن ابوداؤد باب فی من نام عن صلوٰۃ اونسیہا مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۶۳

marfat.com

Marfat.com

(۵) اگر کسی گھرانے میں سابق سے امامت رہی ہے پھر ان کے ایک شخص سے مسلمانوں نے ناراض ہو کر اسے امامت سے معزول کیا ہو اور باوجود اس خاندان میں دو تین شخص اور اسی کے مثل موجود ہوں اُن کے ہوتے ہوئے ایک عالمِ دین کو امامت کے لئے انتخاب کیا اور برسوں اُس عالم یا اُس کے نائب نے جمعہ پڑھایا اور اس گھرانے والوں نے بھی بلانزاع اُس کے پیچھے نمازِ جمعہ پڑھی ہو پھر کئی سال کے بعد دفعۃً وہ لوگ مدعی ہوں کہ امامت ہمارا حق خاندانی ہے اور اس بنا پر عالم کی امامت چھیننا چاہیں تو اُن کا یہ فعل محمود ہے یا مذموم وممنوع، اور یہ دعوٰی مسموع ہے یا ممنوع ومدفوع، اور اگر اب یہ لوگ زمانہ ریاست اسلام کی کوئی سندِ مہری ظاہر کریں کہ امامت ہمارے ہی خاندان کی ہے تو وہ سند شرعاً مستند ہے یا نہیں۔

(۷) اگر یہ لوگ اپنے اوپر عالمِ دین کی ترجیح دفع کرنے کو حدیث صلوا خلف کل بر وفاجر (ہر نیک اور فاجر کے پیچھے نماز ادا کرو۔ ت) پیش کریں تو ان کا استدلال صحیح ہے یا باطل۔ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) امامت میں وراثت جاری نہیں ورنہ سہام فرائض پر تقسیم ہو اور بحکم آیہ کریمہ یوصیکم اللّٰہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین[۱] (اللہ تعالٰی تمہیں اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ دو بیٹیوں کے برابر بیٹے کا حصہ ہوگا۔ ت) دوہرا حصہ بیٹوں کو ملے اور اکہرا بیٹیوں کو اور بحکم آیہ کریمہ ولھن الثمن مما ترکتم ان کان لکم ولد[۲] (ان بیویوں کے لئے آٹھواں حصہ ہے اگر خاوند اولاد چھوڑ گئے ہوں۔ ت) آٹھویں دن کی امامت بی بی کو ملے بلکہ پیٹ کے بچے بھی امامت کا حصہ پائیں کہ شرعاً وارث تو وہ بھی ہیں، عورات واطفال کا اصلاً اہلِ امامت نہ ہونا ہی دلیل واضح کہ امامت میں وراثت نہیں کہ وراثت خاندانی اُسی شئی میں جاری ہوسکتی ہے جو ہر وارث کو پہنچ سکے بلکہ سب کو معاً پہنچنا لازم، اور امامت میں تعدد محال، تو کس بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ امام کے بعد اُس کے وارثوں ہی میں امامت ضرور ہے، یہ صریح جہل مبین ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

اعتقادھم ان خبز الاب لابنہ لایفید لما فیہ من تغییر حکم الشرع ومخالفۃ شرط الواقف واعطاء الوظائف من تدریس وامامۃ وغیرھا الی غیر مستحقھا[۳] وکذلک اعتقادھم ان الارشد اذا

ان کا یہ اعتقاد کہ باپ کی روزی بیٹے کے لئے ہے مفید نہیں، کیونکہ اس میں حکمِ شرع کی تبدیلی ہے اور واقف کی شرط کی مخالفت ہے اور تدریس، امامت وغیرہ پر غیر مستحق کے لئے وظائف کا عطا کرنا ہے اسی طرح ان کا یہ اعتقاد کہ زیادہ صاحبِ عقل اپنی مرضِ موت میں جب اپنی

---

[۱] القرآن ۴/ ۱۱
[۲] القرآن ۴/ ۱۲
[۳] ردالمحتار مطلب فیما شاع فی زماننا من تفویض نظر الاوقاف للصغیر مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۲۲

marfat.com

Marfat.com

ادا نہیں کرتا اپنے گھر پر پڑھ لیتا ہے لیکن جمعہ کے روز مسجد میں امامت کرتا ہے اور کثرت سے لوگ اُس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں مگر بعض اشخاص اُس کے پیچھے نماز پڑھنے سے اعتراض کرتے ہیں مگر اعتراض کنندہ زید سے ہر بات میں کم تر ہیں اور محتاط و متقی بھی نہیں ہیں اور نفسانیت و ضد بھی ہے اور بیشتر یہ معترض بھی اُس کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو پس زید کے پیچھے نماز پڑھنی ایسے اشخاص مذکورۂ بالا کی درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

زید کا ترکِ جماعت کرنا اگر کسی عذرِ صحیح شرعی کے سبب ہے تو زید پر مواخذہ نہیں اور اس کے پیچھے ہر نماز بلاکراہت درست ہے جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو اشخاص مذکورین کا اُس کی اقتداء سے احتراز اس صورت میں محض جہالت و بیجا ہے، اور اگر وہ بلاعذرِ شرعی ترکِ جماعت کا عادی ہے تو یہ ضرور فسق ہے اور اس تقدیر پر اُس کی اقتدا سے بچنا بجا ہے جبکہ جمعہ دوسری جگہ صالح امامت متقی کے پیچھے مل جاتا ہو ورنہ صرف اس عذر سے کہ امام تارکِ جماعت ہے ترکِ جمعہ کی اجازت نہیں ہوسکتی۔ ردالمحتار میں ہے:

فی المعراج قال اصحابنا لاینبغی ان یقتدی بالفاسق الا فی جمعۃ لانہ فی غیرھا یجد اماما غیرہ اھ قال فی الفتح وعلیہ فیکرہ فی الجمعۃ اذا تعددت اقامتھا فی المصر علی قول محمد المفتی بہ لانہ بسبیل الی التحول[1]

معراج میں ہے ہمارے اصحاب احناف نے کہا ہے کہ جمعہ کے علاوہ فاسق کی اقتداء نہ کی جائے کیونکہ جمعہ کے علاوہ باقی نمازوں میں دوسرا امام میسر آسکتا ہے اھ فتح میں ہے اس بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ جمعہ بھی اس وقت مکروہ نہ ہوگا جب امام محمد کے قول جو مفتی بہ ہے کے مطابق شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہوتا ہو، کیونکہ ایسی صورت میں دوسرے امام کی اقتداء میسر ہوسکتی ہے (ت)

دُرمختار میں ہے:

الجماعۃ سنۃ مؤکدۃ للرجال وقیل واجبۃ وعلیہ عامۃ مشائخنا وھو الراجح عند اھل المذھب فتسن او تجب ثمرتہ تظھر فی الاثم بترکھا مرۃ اھ[2] ملتقطا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مردوں کے لئے جماعت سنّتِ مؤکدہ ہے، بعض نے واجب کہا ہے اور اکثر مشائخ اسی پر ہیں اور اہلِ مذہب کے ہاں یہی راجح ہے پس جماعت سنّت ہو یا واجب، اس کا ثمر کسی ایک دفعہ ترک کی صورت میں ظاہر ہوگا اھ ملتقطا۔ (ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۱۴

[2] درمختار ؍؍ ؍؍ ؍؍ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۲

marfat.com

Marfat.com

تنویر الابصار و درمختار وغیرہما میں ہے :

الاحق بالامامۃ تقدیما بل نصبا مجمع الانھر الاعلم باحکام الصلٰوۃ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

امامت کے لئے مقدم ہونے بلکہ مقرر کرنے میں زیادہ حقدار وہ ہے مجمع الانہر جو شخص احکامِ نماز سے زیادہ آگاہ ہو۔ (ت)

(۴) بیشک جو عالمِ دین کے مقابل جاہلوں کو امام بنانے میں کوشش کرے وہ شریعتِ مطہرہ کا مخالف اور اللہ و رسول اور مسلمانوں سب کا خائن ہے، حاکم و عقیلی، طبرانی و ابن عدی و خطیب بغدادی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی حضور پُرنور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا :

من استعمل رجلا من عصابۃ وفیھم من ھو ارضی للہ منہ فقد خان اللہ ورسولہ والمؤمنین[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

جو کسی جماعت سے ایک شخص کو کام پر مقرر کرے اور اُن میں وُہ موجود ہو جو اللہ عزّوجل کو اس سے زیادہ پسندیدہ ہے بیشک اس نے اللہ و رسول اور مسلمانوں سب کے ساتھ خیانت کی۔ (ت)

(۵) امامت جمعہ وعیدین وکسوف، امامت نمازِ پنجگانہ سے بہت تنگ تر ہے۔ پنجگانہ میں ہر شخص صحیح الایمان، صحیح القراءۃ، صحیح الطہارۃ، مرد عاقل، بالغ، غیر معذور امامت کرسکتا ہے یعنی اس کے پیچھے نماز ہوجائے گی اگرچہ بوجہ فسق وغیرہ مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہو تجوز الصلاۃ خلف کل بر و فاجر (نماز ہر نیک و فاجر کے پیچھے جائز ہے۔ ت) کے یہی معنی ہیں مگر جمعہ وعیدین وکسوف میں کوئی امامت نہیں کرسکتا اگرچہ حافظ قاری متقی وغیرہ وغیرہ فضائل کا جامع ہو مگر وُہ جو بحکم شرع عام مسلمانوں کا خود امام ہو کہ بالعموم اُن پر استحقاقِ امامت رکھتا ہو، یا ایسے امام کا ماذون و مقرر کردہ ہو اور یہ استحقاق علی الترتیب صرف تین طور پر ثابت ہوتا ہے :

اوّل : وہ سلطان اسلام ہو۔

ثانی : جہاں سلطنتِ اسلام نہیں وہاں امامتِ عامہ اس شہر کے اعلم علمائے دین کو ہے۔

ثالث : جہاں یہ بھی نہ ہو وہاں بمجبوری عام مسلمان جسے مقرر کرلیں، بغیر ان صورتوں کے جو شخص نہ خود

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۸۲

[2] المستدرک علی الصحیحین الامارۃ امانۃ " دارالفکر بیروت ۴/۹۲

ف : مستدرک میں فیھم کی جگہ فی تلک العصابۃ کا لفظ ہے۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

Marfat.com

جہالت کے ساتھ کرتا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

جبکہ اُس کی عورت کلائیاں کھولے باہر پھرتی دکان کرتی ہے یا گرمیوں میں باریک کپڑے پہنے نکلتی ہے کہ بدن چمکتا ہے اور اُس کا شوہر ان احوال سے واقف ہو کر حسب مقدور کامل بندوبست نہیں کرتا تو وہ دیوث ہے، اُس کے پیچھے نماز پڑھنا اور اسے امام بنانا گناہ ہے، اور اگر وہ عورت کو ہدایت بھی کرے اور اُس الزام سے توبہ کرکے پاک ہو جائے تو اس حالت میں بھی جبکہ وہ قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا ہو جس سے نماز فاسد ہوتی ہے، اُس کی امامت باطل ہے اور اُس کے پیچھے نماز اصلاً نہ ہوگی۔ مگر یہ الزام وہی لگا سکتے ہیں جو خود صحیح پڑھتے ہوں، ورنہ ان کی خود بھی نماز نہیں ہو سکتی وہ سب ایک سے ہوئے، اُن سب پر فرض ہے کہ حروف کی اتنی تصحیح کرلیں جس سے نماز صحیح ہو جائے، جب تک ایسا نہ کریں گے اُن سب کی نماز باطل ہوگی اور اگر غلطی وہ ایسی نہیں کرتا جس سے نماز فاسد ہو اور اس کے سوا اور کوئی صحیح پڑھنے والا وہاں نہیں تو لازم ہے کہ وہی امام کیا جائے اور بہرا ہونے کی پروا نہ کی جائے جبکہ وہ عورت کا بندوبست کرلے اور اگر اور بھی صحیح العقیدہ، غیر فاسق، صحیح پڑھنے والا وہاں موجود ہے تو یہ اگرچہ صحیح بھی پڑھے اور عورت کا بندوبست بھی کر دے اُس دوسرے صحیح خواں کی امامت اولیٰ ہے کہ جب یہ ایسا بہرا ہے کہ تکبیر کی آواز نہیں سنتا تو نماز میں اگر اُس سے کہیں بھول یا غلطی واقع ہوئی مقتدیوں کا بتانا نہ سُنے گا واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۶۵۹: از بھیکن پور ضلع علی گڑھ مرسلہ جعفر علی صاحب ۱۳ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین بیچ امامت اس شخص کے کہ جو صرف حافظ قرآن و فارسی خواں ہو اور ایک مسجد کا امام تنخواہ دار لیکن بازار میں مسلمان سے لڑتا اور مغلظات الفاظ زبان پر لاتا ہو اور کبھی مسجد میں مؤذن سے سخت کلامی اور اس کی حسب ونسب پر مجمع مقتدیان میں الزام لگاتا ہو مؤذن وبعض مقتدیوں سے عرصہ سے کدورت وکینہ رکھتا ہو تنبیہ کرنے پر مقتدیوں پر الزام لگاتا ہو کہ تم میری غیبت کرتے اور میری روزی چھیننے کی کوشش کرتے ہو اور اپنے قصور کا ہنوز اعتراف نہ کرتا ہو اور مؤذن سے سلام علیک ترک کردی ہو ایسے امام کی اقتدا بلا کراہت جائز ہے یا کچھ کراہت ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

مسلمان سے بلا وجہ شرعی کینہ وبغض رکھنا حرام ہے اور بلا مصلحت شرعیہ تین دن سے زیادہ ترک کلام بھی حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ولا تباغضوا ولا تحاسدوا ولا تدابروا وکونوا عباد اللہ اخوانا[۱]۔ بغض نہ رکھو، حسد اور غیبت نہ کرو اور اللہ کے بندے بن کر بھائی بھائی ہو جاؤ۔ (ت)

[۱] صحیح البخاری باب الہجرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۹۷

marfat.com

Marfat.com

الامر منکم[1] اور اپنوں میں سے اولی الامر کی اطاعت کرو۔ (ت)

ائمہ دین فرماتے ہیں صحیح یہ ہے کہ آیۂ کریمہ میں اولی الامر سے مراد علمائے دین ہیں نص علیہ العلامۃ الزرقانی فی شرح المواھب وغیرہ فی غیرہ (اس پر علامہ زرقانی نے شرح المواہب اور دیگر علماء نے اپنی کتب میں تصریح کی ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

نصب العامۃ الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر اما مع عدمھم فیجوز للضرورۃ۔[2]

عوام کا خطیب مقرر کرنا اس وقت معتبر نہیں ہے جبکہ مذکورہ افراد موجود ہوں، اگر مذکورہ افراد نہ ہوں تو عوام کا خطیب مقرر کرنا ضرورت کے تحت جائز ہے۔ (ت)

فتاوٰی قاضی خان و ردالمحتار وغیرہما میں ہے:

خطب بلا اذن الامام والامام حاضر لم یجز[3] الا ان یکون الامام امرہ بذلک[4] واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر کسی نے امام کی اجازت کے بغیر خطبہ دیا حالانکہ امام حاضر تھا تو یہ جائز نہیں البتہ اس صورت میں جائز ہوگا جب امام نے اسے اس بات کا حکم دیا ہو۔ (ت)

(۶) عالم سے اُن کی منازعت مذموم وممنوع اور ان کا دعوٰی مردود و نامسموع، جوابات سابقہ میں واضح ہولیا کہ امامت میں وراثت نہیں، نہ وہ کسی کا حقِ خاندانی ہے بلکہ حقِ علمائے دین ہے اور انھیں کو تقدیم و ترجیح ہے خصوصًا امامتِ جمعہ وعیدین کہ یہاں بے اُن کے اذن کے محض باطل ہے اور سالہا سال تک عالم کا امامت کرنا اور ان کا معترض نہ ہونا دلیل واضح ہے کہ وہ عامیانہ خیالات کے طور پر بھی کوئی استحقاق محکم اس کا نہ رکھتے تھے کہ ان کے خاندان سے باہر کوئی امام نہ ہو، نہ اس وقت ان کے پاس کوئی سند تھی ورنہ ضرور ظاہر کرتے، امامت اگر ان کا خاندانی حق ہوتی ہرگز سالہا سال دوسرے کو اُس میں تصرف کرتے دیکھ کر ساکت نہ رہتے، اب کہ منازعت تازی بات (نیا معاملہ) ہے جس طرح ائمۂ دین تصریح فرماتے ہیں کہ جب ایک شخص کسی شَے میں برسوں تصرف کرے اور دوسرا دیکھے اور مانع نہ ہو پھر دعوٰی کرے کہ میرا حق ہے تو اس کا دعوٰی ہرگز مسموع نہ ہوگا۔ عقود الدریہ میں فتاوٰی علامہ غزی سے ہے:

سئل عن رجل لہ بیت فی دار یسکنہ ایک ایسے آدمی کے بارے میں پُوچھا گیا جس کا ایک

---

[1] القرآن ۴/ ۵۹

[2] درمختار	باب الجمعہ	مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۱۱۰
[3] ردالمحتار	"	" مصطفی البابی مصر	۱/ ۵۹۴
[4] فتاوٰی قاضی خان	باب صلٰوۃ الجمعہ	" نولکشور لکھنؤ	۱/ ۸۶

marfat.com

Marfat.com

پاس ہے اور ان کی خاص مجلسوں میں جاتے بھی اُسے دیکھا اور اُس سے توبہ کرکہا جائے تو آیا جی کی اور حالت اس کی یہ ہے کہ رافضیوں میں رافضی، سُنّیوں میں سُنّی اور اسے بعض لوگوں نے اپنے لڑکوں کا معلم اور مسجد کا امام مقرر کیا ہے اس صورت میں اس کا اور اس کے مقرر کرنے والوں کا کیا حکم ہے اور اس کا معزول کرنا بوجہ شبہ کے واجب ہے یا نہیں، اگر ہے تو کس دلیل سے، حالانکہ وہ اہلسنّت کے سامنے کوئی بات عقیدہ روافض کی زبان سے نہیں نکالتا اور اگر وہ توبہ کرلے تو اس کے بعد بھی رکھا جائے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

جبکہ ثابت و محقق ہو کہ رافضیوں میں رافضی اور سُنّیوں میں سُنّی بنتا ہے جب تو ظاہر ہے کہ وہ رافضی بھی ہے اور منافق بھی اور اس کے پیچھے نماز باطل محض، جیسے کسی یہودی نصرانی ہندو مجوسی کے پیچھے کما بیناہ فی النھی الاکید (جیسا کہ ہم نے اسے النھی الاکید میں بیان کیا ہے۔ت) بلکہ تبرائی روافض زمانہ ان سے بھی بدتر ہیں کہ وہ کافر اصلی ہیں اور یہ مرتد، اور مرتد کا حکم سخت تر و اشد کما حققناہ فی المقالۃ المسفرۃ (اس کی تحقیق ہم نے اپنے مقالہ مسفرہ میں کی ہے۔ت) اور اگر صرف اسی قدر ہو کہ اس کی حالت مشکوک و مشتبہ ہے جب بھی اُسے امامت سے معزول کرنا بدلائل کثیرہ واجب ہے۔

فاقول وباللہ التوفیق (پس میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں)

دلیل اوّل علماء تصریح فرماتے ہیں کہ جب کسی امر کے بدعت و سنّت ہونے میں تردد ہو تو وہاں سنّت ترک کی جائے، بحرالرائق پھر ردالمحتار مکروہات الصلاۃ میں ہے:

اذا تردد الحکم بین سنۃ و بدعۃ کان ترک السنۃ راجحا علی فعل البدعۃ[1] مختصراً

جب حکم سنّت اور بدعت کے درمیان متردد ہو تو بدعت پر عمل کی بجائے ترک سنّت راجح ہے (ت)

الحیط پھر فتح القدیر اواخر سجود السہو میں ہے:

ما تردد بین البدعۃ والسنۃ ترکہ لان ترک البدعۃ لازم واداء السنۃ غیر لازم[2]

جب بدعت اور سنّت کے درمیان تردد ہو تو سنّت کو ترک کردیا جائے کیونکہ ترکِ بدعت لازم اور ادائے سنّت غیر لازم ہے۔(ت)

ظاہر ہے کہ اگر یہ شخص واقع میں سُنّی ہو تو خاص اسی کو امام کرنا کچھ سنّت بھی نہیں اور رافضی ہو تو اسے امام کرنا حرام قطعی

---

[1] ردالمحتار مطلب اذا تردد الحکم بین سنۃ و بدعۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۵

[2] فتح القدیر باب سجود السہو " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۴۵۵

marfat.com

Marfat.com

مطابق عمل کیا جائے گا۔ت) فتاوٰی عالمگیری میں ہے :

الکتاب قد یفتعل ویزور والخط یشبہ الخط والخاتم یشبہ الخاتم[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ تحریر کبھی جعلی اور جھوٹی ہوتی ہے اسی طرح کبھی تحریر تحریر کے اور مُہر مُہر کے مشابہ ہوتی ہے۔(ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۷) زمانہائے خلافت میں سلاطین خود امامت کرتے اور حضور عالم ماکان ومایکون صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ ان میں فسّاق وفجّار بھی ہوں گے فرمایا کہ ستکون علیکم امراء یؤخرون الصلوٰۃ عن وقتھا[2] (تم پر ایسے امراء وارد ہوں گے جو نمازوں کو وقت سے مؤخر کریں گے۔ت) اور معلوم تھا کہ اہلِ صلاح کے قلوب ان کی اقتداء سے تنفر کریں گے اور معلوم تھا کہ اُن سے اختلاف آتشِ فتنہ کو مشتعل کرنے والا ہوگا اور دفع فتنہ دفع اقتدائے فاسق سے اہم و اعظم تھا قال اللہ تعالٰی والفتنۃ اکبر من القتل[3] (فتنہ قتل سے بڑا وبدتر ہوتا ہے۔ت) لہذا دروازۂ فتنہ بند کرنے کے لئے ارشاد ہُوا صلوا خلف کل بر وفاجر[4] (ہر نیک وفاجر کے پیچھے نماز ادا کرو۔ت) یہ اس باب سے ہے : من ابتلی ببلیتین اختار اھونھما (جو شخص دو مصیبتوں میں مبتلا ہو جائے تو ان میں سے آسان کو اختیار کرے۔ت) اور فقہاء کا قول تجوز الصلاۃ خلف کل بر وفاجر (ہر نیک وفاجر کے پیچھے نماز ادا کرنا جائز ہے۔ت) اُسی معنی پر ہے جو اوپر گزرے کہ نماز فاسق کے پیچھے بھی ہو جاتی ہے اگرچہ غیر معلن کے پیچھے مکروہِ تنزیہی اور معلن کے پیچھے مکروہِ تحریمی ہوگی مگر ان مدعیوں کے لئے اس حدیث ومسئلہ فقہ میں کوئی حجت وسند نہیں نفسِ جواز وصحت سے مساوات کیونکر نکلی کہ منافی ترجیح ہو، اللہ تعالٰی فرماتا ہے : ام نجعل المتقین کالفجار[5] (کیا ہم صاحبِ تقوٰی کو فاجر لوگوں کے برابر کردیں گے۔ت) یہی فقہاء برابر تصریح فرماتے ہیں کہ امامت کا احق اعلم قوم کو ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ، پھر جواز بھی غیر نماز جمعہ وعیدین وکسوف میں ہے ان نمازوں کی شرط وہ تنگ ہے کہ بے امامت عامہ یعنی مذکور کسی صالح متقی کے پیچھے بھی نہیں ہوسکتی کما تقدم بیانہ۔ پھر عجب تناقض ہے کہ اپنا استحقاق جتانے کے لئے تو امامت خاص اپنے خاندان کے لئے محصور کردیں کہ خاندان سے باہر کسی عالمِ دین کو بھی اُس کا استحقاق نہ مانیں اور عالمِ دین کی ترجیح رفع کرنے کو کل بر وفاجر کے عموم کا دامن تھامیں اور اسی امامت کو

---

[1] فتاوی ہندیہ الباب الثالث والعشرون فی کتاب القاضی الی القاضی مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۳۸۱

[2] مسند الامام احمد بن حنبل مروی عن عبادہ بن الصامت مطبوعہ دار الفکر بیروت ۵/ ۳۱۴

[3] القرآن ۲/ ۲۱۷

[4] سنن الدار قطنی باب صفۃ من تجوز الصلوٰۃ الخ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۲/ ۵۷

[5] القرآن ۳۸/ ۲۸

marfat.com

Marfat.com

مقتد یا قائم فتفسد علیہما[1]۔ بناء پر صحیح ہو تو نماز کہ فاسد [illegible]
اور مقتدی کا امام ہونا مفسدِ نماز ہے اور ایسی صورت میں یہاں ہر ایک کے مقتدی ہونے کا احتمال باقی ہے لہذا
دونوں کی نماز فاسد ہوجائے گی (ت)

ظاہر ہے کہ برتقدیر سنیت اُس کے پیچھے نماز صحیح اور برتقدیر رفض فاسد، تو اس کی امامت کیونکر جائز ہوسکتی ہے۔
دلیل پنجم علماء فرماتے ہیں قاضی محض تہمت وحصول ظنی پر تعزیر دے سکتا ہے بحر و نہر و درمختار وغیرہا
میں ہے: للقاضی تعزیر المتهم وان لم یثبت علیہ[2] (قاضی محض تہمت کی بنا پر تعزیر جاری کرسکتا ہے اگرچہ
ثبوت نہ ہو۔ ت) جب تہمت ایسی چیز ہے جس کے سبب بے ثبوتِ صریح ایک مسلمان کو سزا دینے کی اجازت ہوجاتی
ہے جس میں اصل حرمت ہے تو نماز کے لئے احتیاط کرنی کیوں نہ واجب ہوجائے گی جس کی اصل فرضیت ہے جس
شخص نے اُس کے حال سے مطلع ہوکر اُسے مسلمانوں کا امام یا اپنے لڑکوں کا معلم مقرر کیا حالانکہ اہلسنت میں صاف و
پاک امام و معلم بکثرت مل سکتے ہیں اُس نے اللہ و رسول اور مسلمانوں سب کی خیانت کی وہ مسلمانوں کا بدخواہ ہے اُس
پر اپنے فعل سے توبہ اور اپنے مقرر کئے ہُوئے کو معزول کرنا لازم حاکم صحیح مستدرک میں ہے اور ابن عدی و عقیلی و طبرانی و
خطیب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استعمل رجلا من عصابة وفیهم من هو ارضی للہ منه فقد خان اللہ ورسوله والمؤمنین[3]۔

جس نے کسی جماعت سے ایک شخص کو کام پر مقرر کیا اور ان میں وہ شخص موجود تھا جو اس سے زیادہ اللہ کو پسند ہے تو اس نے اللہ و رسول اور مسلمانوں سب کی خیانت کی۔ (ت)

تیسیر شرح جامع صغیر میں اسی حدیث کی شرح میں ہے:

ای نصبه علیهم امیرا اوقیما اوعریفا اواماما للصلٰوۃ[4]۔

یعنی اس نے لوگوں پر امیر، نگہبان، محاسب یا نماز کے لئے امام بنایا۔ (ت)

پھر اگر یہ شخص توبہ بھی کرے تو بمجرد توبہ اُسے امام نہیں بنا سکتے بلکہ لازم ہے کہ ایک زمانۂ ممتد تک اُسے معزول رکھیں اور
اور اُس کے احوال پر نظر رہے، اگر خوف و طمع و غضب و رضا وغیرہا حالات کے متعدد تجربے ثابت کردیں کہ واقعی یہ

---

[1] فتح القدیر | باب صلٰوۃ المسافر | مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر | ۲/ ۱۴
[2] درمختار | باب التعزیر | " مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۳۲۹
[3] المستدرک علی الصحیحین | الامارۃ امانۃ | " دارالفکر بیروت | ۴/ ۹۲
ف: مستدرک میں فیهم کی جگہ فی تلك العصابة کا لفظ ہے۔ نذیر احمد سعیدی
[4] التیسیر شرح الجامع الصغیر | حدیث مذکور کے تحت | مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۲/ ۳۹۰

marfat.com

Marfat.com

والذین لایعلمون۔ واللہ تعالٰی اعلم — تعالٰی کا یہ بھی فرمان ہے کیا علم والے اور بے علم برابر ہوسکتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶۵۲ ازگنڈہ نالہ مرسلہ وزیر احمد ۹ جمادی الاخری یوم شنبہ ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرح متین اس مسئلہ میں کہ زید تمسکات میں سُود لکھوالیتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ میں صرف لکھوالیتا ہوں اور چار پانچ برس ہُوئے کہ اُس نے مع سُود نالش کرکے ڈگری کرائی تھی اس صورت میں اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

ہرگز نہیں، جس طرح سُود لینا حرام ہے یُونہی سود لکھوانا حرام ہے بلکہ حدیث میں دوسرے کے لئے سُود کا کاغذ لکھنے پر لعنت فرمائی، اور ارشاد فرمایا کہ وہ اور سُود لینے والا دونوں برابر ہیں[2]، تو خود اپنے لئے سُود لکھوانا کیونکر موجبِ لعنت نہ ہوگا اور یہ زعم کہ میں لیتا نہیں محض اس کا اپنا ادعا ہے کہ قبول نہ ہوگا اور اگلی نالش مع سود اس کے کذب پر گواہ ہے غرضکہ وہ فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی قریب بحرام واجب الاعادہ ہے یعنی نادانستہ پڑھ لی ہو تو جب معلوم ہو جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہوں سب کا دُہرانا واجب ہے اور دانستہ پڑھی تو نماز دُہرانا جُدا واجب، اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا گناہ علاوہ۔ لہذا توبہ کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۵۳ ۹ رجب المرجب یوم یکشنبہ ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس میں اوصاف حسب ذیل ہوں وہ شخص لائقِ امامت ہے یا نہیں:

(۱) نماز میں قرآن شریف جو پڑھتے ہیں اس میں کبھی نیچے کی آیت اُوپر پڑھ جاتے ہیں کبھی آیت چھوٹ جاتی ہے۔

(۲) فجر کی نماز اکثر قضا پڑھا کرتے ہیں۔

(۳) ظہر کا وقت کبھی سونے میں گزر جاتا ہے ایسے تنگ وقت میں نماز پڑھتے ہیں کہ فرض پڑھتے ہی عصر کا وقت آجاتا ہے۔

(۴) مغرب کا وقت سیرِ بازار میں گزرتا ہے تنگ وقت میں واپس آتے ہیں، جب ان سے کہا جاتا ہے

---

[1] القرآن ۳۹/۹

[2] صحیح مسلم — باب الربا — مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی — ۲/۲۷

[3] ایضاً

marfat.com

Marfat.com

وابن عساکرعن محمد بن سیرین قال
کتب عمربن الخطاب الی ابی موسی
اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان لا تجالسوا
صبیغا وان یحرم عطاءہ ورزقہ[1]
واخرج المقدسی فی الحجۃ عن اسحق
بن بشر القریشی قال اخبرنا ابن اسحق
او ابواسحق قال کتب ای امیرالمؤمنین
رضی اللہ تعالیٰ عنہ الی ابی موسی اما بعد
فان الاصبغ بن علیم التمیمی تکلف ماکفی
وضیع ما ولی فاذا جاءک کتابی ھذا فلا تبایعوہ
وان مرض فلا تعودوہ وان مات فلا
تشھدوہ قال فکان الاصبغ یقول قدمت
البصرۃ فاقمت بھا خمسۃ وعشرین
یوما ومامن غائب احب الی ان القیہ من
الموت ثم ان اللہ الھمہ التوبۃ وقذفہا فی
قلبہ فاتیت اباموسی وھو علی المنبر
فسلمت علیہ فاعرض عنی فقلت
ایھا المعرض انہ قد قبل التوبۃ
من ھو خیرمنک ومن عمر وانی
اتوب الی اللہ عزوجل مما اسخط
امیرالمؤمنین وعامۃ المسلمین فکتب
بذلک الی عمر فقال صدق
اقبلوا من اخیکم[2]

میں اور ابن عساکر [illegible] حضرت
عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ
اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف لکھا کر صبیغ کے پاس
نہ بیٹھو، اس کو عطا اور رزق سے محروم رکھا جائے۔ اور
المقدسی نے اسحاق بن بشر قریشی سے کتاب الحجہ میں نقل
کیا ہے کہ ہم سے ابن اسحٰق یا ابو اسحٰق نے بیان کیا
امیرالمومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو موسیٰ کو خط لکھا حمد و
صلوٰۃ کے بعد اصبغ بن علیم تمیمی نے جو کچھ اسے کافی تھا
اس میں تکلف کیا اور اس نے اپنی ولایت کو ضائع کیا
جب آپ کے پاس میرا پیغام آجائے تو اسکے ساتھ خرید و فروخت
نہ کرو، اگر وہ بیمار ہو جائے تو عیادت نہ کرو، اگر وہ
مرجائے تو جنازہ میں شریک نہ ہونا۔ راوی کہتا ہے
اصبغ کہتا تھا میں بصرہ گیا وہاں پچیس دن ٹھہرا، مجھے
موت سے بڑھ کر کوئی غائب شئی محبوب نہ تھی، پھر
اللہ تعالیٰ نے توبہ کی توفیق دی اور دل میں توبہ کا خیال
پیدا کیا تو پھر میں ابو موسیٰ کے پاس آیا آپ منبر پر
تشریف فرما تھے میں نے سلام کیا انھوں نے اعراض
کیا، میں نے کہا اے اعراض کرنے والے! اس ذات
نے توبہ قبول کر لی جو تجھ سے اور عمر سے بہتر ہے اور میں
ہر اس معاملہ سے اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں جس پر
امیرالمومنین اور عام مسلمان ناراض تھے، پھر ابو موسیٰ
نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف یہ معاملہ لکھا،
تو آپ نے فرمایا وہ سچ کہتا ہے اپنے بھائی کو

---

[1] کتاب المصاحف لابی بکر ابن الانباری

[2] کتاب الحجۃ

marfat.com

Marfat.com

جماعت اولیٰ کا پانا واجب ہے۔ت) تو اُس کے ترک کی عادت بھی فسق ہے اور ایسے کی امامت ممنوع، اور وہ لفظ کہ میں نماز کا کچھ پابند نہیں ہوں اپنے ظاہر پر بدتر وشنیع تر فسق ہے، اپنے وضو اور نہانے کے لئے برتن علیحدہ رکھنا اگر براہِ تکبر ہو تو سخت کبیرہ اور براہِ وہم ووسوسہ ہو جب بھی ممنوع، اس کا مرتکب فاسق افسق ہے یا وہی احمق، دینِ اسلام میں نہ چھوت ہے نہ وساوس پروری۔ روافضِ زمانہ علی العموم کفار و مرتدین ہیں کما حققناہ فی ردالرفضة (جیسا کہ ہم نے ردالرفضہ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ت)۔ اور مرتدین سے میل جول حرام۔ اور مسجد میں ایسا مذاق سُنّی صحیح العقیدہ سے بھی حرام۔ لاجرم شخص مذکور سخت فاسق وفاجر مرتکب کبائر ہے اور اُس کی امامت ممنوع۔ اُسے امام بنانا حرام، اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ، اور نماز کے مسائلِ ضروریہ کا نہ جاننا بھی فسق ہے، بہرحال شخص مذکور کی امامت کی ہرگز اجازت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۵۴ از فیض آباد ڈاک خانہ شہزادہ پور مرسلہ عبداللہ طالب علم ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ شرع متین آیا زانی کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں، کیونکہ اس مسئلہ میں بہت جھگڑا پیدا ہوگیا ہے یہاں تک حالت گزرگئی کہ نمازِ جماعت میں تفرق ہوگیا ہے، حدیث اور کتاب کی سند ہونا چاہئے بینوا توجروا

الجواب

زانی فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز منع ہے، اُسے امام بنانا گناہ ہے، اُس کے پیچھے جو نمازیں پڑھی ہوں اُن کا پھیرنا واجب ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

مشی فی شرح المنیة علی ان کراھة تقدیمه (یعنی الفاسق) کراھة تحریم[1]

شرح المنیہ میں ہے کہ اس (فاسق) کی تقدیم مکروہ تحریمی ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

کل صلٰوة ادیت مع کراھة التحریم تجب اعادتھا[2]۔

ہر وہ نماز جو کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی جائے اُسی کا اعادہ واجب ہے۔ (ت)

مسئلہ ۶۵۵ از گونڈہ ملک اودھ مرسلہ مسلمانانِ گونڈہ عموماً وحافظ عبدالحفیظ صاحب مدرس مدرسہ انجمن اسلامیہ گونڈہ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

زید کہ صاحبِ علم متین ہے یعنی عالم ہے اور سید و معمر و پابندِ صوم وصلٰوۃ ہے مگر اکثر جماعت سے نماز

---

[1] ردالمحتار باب الامامة مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۴

[2] درمختار باب صفة الصلٰوة " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۱

marfat.com

Marfat.com

المؤمنین ان کنت ترید قتلی فاقتلنی قتلا جمیلا وان کنت ترید تداوینی فقد واللہ برئت فاذن لہ الی ارضہ وکتب الی ابی موسی الاشعری ان لا یجالسہ احد من المسلمین فاشتد ذٰلک علی الرجل فکتب ابو موسی الاشعری الی عمر ان قد حسنت توبتہ، فکتب ان یاذن للناس فی مجالستہ[1]

اے امیر المؤمنین! اگر آپ مجھے قتل ہی کرنا چاہتے ہیں تو بہتر انداز میں قتل کیجئے اور اگر میرا علاج فرما رہے ہیں تو اللہ کی قسم اب میں درست ہوگیا۔ آپ نے اسے اپنے علاقے میں جانے کی اجازت دے دی اور ابو موسٰی اشعری کو لکھا کہ اسے مسلمانوں کی کسی مجلس میں نہ بیٹھنے دو۔ اس شخص پر یہ معاملہ گراں گزرا حتی کہ حضرت ابو موسٰی اشعری نے حضرت عمر کی طرف خط لکھا کہ آپ نے اس کی توبہ درست کر دی ہے، تو حضرت عمر نے لکھا کہ اب لوگ اسے اپنے پاس بیٹھنے کی اجازت دے دیں۔ (ت)

بلکہ اگر اس کا مکر و زور و کذب و فریب ظاہر و مشہور ہو تو بعد توبہ بھی کبھی امام نہ کریں کہ اسے امام کرنا کچھ ضرور نہیں اور معروف کذاب کی توبہ پر بھی اعتبار کا کیا ذریعہ ہے خصوصاً روافض خذلہم اللہ تعالٰی کہ تقیہ ان کا اصل مذہب اور اس کی بنیاد کا سب سے پہلا پتھر ہے خصوصاً جہاں نوکری وغیرہ کی طمع یا کسی خوف کا قدم درمیان ہو۔

امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی قدس سرہ کی کتاب بدائع پھر فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

المعروف بالکذب لا عدالۃ لہ فلا تقبل شہادتہ ابدا وان تاب بخلاف من وقع فی الکذب سہوا او ابتلی بہ مرۃ ثم تاب اھ[2] ونسأل اللہ حسن التوبۃ والعفو والعافیۃ۔

جو شخص جھوٹ بولنے میں مشہور ہو اس کی عدالت ثابت نہیں لہذا اس کی شہادت کبھی قبول نہ کی جائے اگرچہ اس نے توبہ کرلی ہو بخلاف اس شخص کے جس نے سہواً یا وقتِ مجبوری کبھی ایک دفعہ جھوٹ بولا ہو اور پھر توبہ کرلی ہو اھ ہم اللہ تعالٰی کی بارگاہ سے حسنِ توبہ، معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ (ت)

بعینہٖ یہی حکم وہابیت دیوبندیہ کا ہے کہ وہ بھی مثلِ رفض زمانہ ارتداد مبین اور اس کے اصاغر مثل روافض تقیہ گزیں تو جسے دیکھیں کہ ان لوگوں سے میل جول رکھتا، ان کی مجالسِ وعظ میں جاتا ہے، اُس کا حال مشتبہ ہے ہرگز اُسے امام نہ کریں اگرچہ اپنے کو سُنّی کہتا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] سنن الدارمی باب من ھاب الفتیا وکرہ التنطع والتبدع مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۱/ ۵۱

[2] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثانی فیمن لا تقبل شہادتہ لفسقہ ، نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۴۶۸

marfat.com
Marfat.com

مسئلہ ۶۵۶: از ریاست جاورہ مکان عبدالمجید خاں صاحب سررشتہ دار ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ذابح البقر کی امامت کیسی ہے ؟

الجواب

جائز ہے جبکہ غلط خوانی یا بدمذہبی یا فسق وغیرہا موانع شرعیہ نہ ہوں ذبح بقر کوئی مانع نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۵۷: حیات النبی ہونے سے خالد کو انکار ہے اور مدینہ طیبہ کی زیارت سے بھی، حافظِ قرآن مذکور کو انکار ہے یہاں تک کہ بہت سے مسلمانوں کو خانہ کعبہ سے لوٹا لایا اور نہ جانے دیا ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں، کیا حکم ہے ؟ بینوا توجروا

الجواب

خالد گمراہ بددین ہے اُسے امام بنانا جائز نہیں، حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلکہ جمیع انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی حیات قرآن وحدیث واجماع سے ثابت ہے اور زیارت مدینہ طیبہ سے انکار رکھنا مسلمانوں کو لوٹا لانا کارِ شیطان وخلاف رائے مسلمانان ہے،

قال اللہ تعالٰی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی ونصلہ جہنم وساءت مصیرا[1] واللہ تعالٰی اعلم

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے جو مومنین کے علاوہ کسی کے راستے کی پیروی کرتا ہے ہم اسے اس طرف پھیر دیتے ہیں جس طرف وُہ پھرتا ہے اور اسے ہم جہنم میں ڈال دیں گے اور وہ بُرا ٹھکانہ ہے (ت)

مسئلہ ۶۵۸: مسئولہ عبدالرحیم صاحب ٹھلیا موہن پور ضلع بریلی ۵ محرم الحرام یوم یکشنبہ ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص دونوں کانوں سے بہت بہرا ہے تکبیر اولٰی کانوں سے نہیں سنتا ہے اور قرآن شریف بھی اس کو صحیح یاد نہیں ہے، بیوی اس کی بے پردہ دکان پر جوتے فروخت کرتی ہے، دوپٹہ موسم سرما میں گاڑھے کا اوڑھتی ہے اور موسم گرمی میں خاصہ وتن زیب کا اوڑھتی ہے اور کُرتی دس گیارہ گرہ لانبی پہنتی ہے مگر کلائیاں ہر دو کھلی چوڑی آستینوں کے باہر رکھتی ہے اور اُس کے شوہر کو کُلیاً حال معلوم ہے بچشم خود دیکھتا ہے مگر کچھ ہدایت نہیں کرتا ہے، اگر وُہ ہدایت اپنی بیوی کو پردے کی کرے تو اس کی حالت بہرے ہونے سے اور صحیح نہ پڑھنے سے قابل پیش امام ہونے کے ہے یا نہیں؟ علاوہ گزارش مندرجہ بالا کے نہایت بدآواز بھی ہے اور جو شخص اُس کو ہدایت کرتا ہے تو اُس سے حجت وتقریر

---

[1] القرآن ۴/ ۱۱۵

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ ۶۶۳ ازمور بھنج ضلع بریسال مرسلہ عبدالرحیم صاحب ۲۱ ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ

جس شخص کو جذام کا گھاؤ ہوگیا ہو لیکن لنگڑایا انگلیاں گرانہ ہوا ہو اچھی طرح اُٹھ بیٹھ سکتا ہو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ اور جس کو سوزاک ہو یا منہ بانکا ہوگیا ہو یا ضعیف اس قدر ہو کر اُٹھنے بیٹھنے میں دیرلگتی ہو ان اشخاص کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب

جذام میں جب تک ٹپکنا نہ شروع ہُوا ہو یہ حکم ہے کہ اگر لوگوں کی نفرت کی حد تک ہے جس کے سبب اس کی امامت میں جماعت کی کمی ہو تو اس کی امامت مکروہ ہے ورنہ نہیں، اور اگر ٹپکنے لگا تو اگر معذور کی حد تک پہنچ گیا کہ ایک وقت کامل کسی نماز کا اس پر ایسا گزرا کہ وضو کرکے فرض پڑھ لینے کی مہلت نہ تھی تو جب تک ہر نماز کے وقت اگرچہ ایک ہی بار ٹپکنا پایا جائے وہ معذور ہے اسے پانچ وقت تازہ وضو کرنا کافی ہے اور اس کے پیچھے صرف ایسے ہی عارضہ والے کی جو اُسی کی سی حالت رکھتا ہو نماز ہوجائے گی باقی لوگوں کی نماز نہیں ہوسکتی، یہی حکم سوزاک کا ہے۔ اگر پیپ بہتا ہو اور اگر پیپ نہ نکلے تو اس کے پیچھے نماز میں کچھ حرج نہیں۔ جس کا منہ معاذاللہ ٹیڑھا ہوگیا ہو اگر اس کے سبب قرأت صحیح نہ پڑھ سکتا ہو حروف غلط ادا ہوتے ہوں تو اس کے پیچھے نماز جائز نہیں، اور اگر حروف صحیح نکلتے ہوں مگر پڑھنے میں بہت بدنمائی پیدا ہوگئی ہو تو اس کی امامت اولٰی نہیں ورنہ کچھ حرج نہیں، جو ضعف کے سبب دیر میں اُٹھتا بیٹھتا ہو اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں جبکہ ایسی حالت نہ ہو کہ مثلاً جب تک سجدہ سے اُٹھ کر بقدر تین بار سبحٰن اللہ کہنے کے بیٹھا نہ رہے کھڑا نہیں ہوتا اور جب ایسی حالت ہو تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۶۴ ۷ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسجد اہلسنت وجماعت کا امام اور وہ بھی مدعی ہے کہ میں سُنّی ہوں مگر اس کی رشتہ داری وقرابت روافض سے ہُوئی ہے، اس کی پھپھیاں بھی روافض کو منسوب ہوئیں اور اس کی ہمشیرگان کے روافض سے نکاح ہُوئے اور اُس نے اپنا نکاح بھی روافض میں کیا ایسی حالت میں اس کا دعوٰی قبول ہوگا یا نہیں، تقیہ جو روافض کا شعار ہے اور اس کے ذریعہ سے اہلسنت کے عبادات کو ضائع کرنا باعث نجات خیال کرتے ہیں محمول ہو کہ ایسے شخص کے پیچھے اہلسنت کو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں، بفرض محال اس کے دعوٰی کو سچ سمجھا جائے اور اس کو سُنّی خیال کیا جائے تو نکاح اُس کا اور اس کی ہمشیرگان کا صحیح ہوا یا نہیں، اور جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھیں اُن کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اگرچہ رافضیوں کے یہاں بیاہت کرنے سے خود اس شخص کا خواہی نخواہی رافضی ہونا واضح نہیں ہوتا کہ

marfat.com

Marfat.com

اور فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم :

لا یحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق الثلث[1] کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ دوسرے بھائی سے تین دن سے زائد سلام وکلام قطع کرے۔ (ت)

اور فحش بکنا خصوصاً برسرِ بازار معصیت وفسق ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لیس المومن بالطعان ولا الفحاش[2] ف مومن طعن کرنے والا نہیں ہوتا اور نہ ہی فحش بکتا ہے (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

الحیاء من الایمان والبذاء من النفاق[3] حیا، ایمان کا حصہ ہے اور بے حیائی نفاق کا حصہ ہے۔ (ت)

خصوصاً اگر اس فحش میں کسی مسلمان مرد یا عورت کو زنا کی طرف نسبت کرتا ہو جیسے آج کل فحش لوگوں کی گالیوں میں عام طور پر رائج ہے جب تو اشد کبیرہ ہے۔

قال اللہ تعالٰی یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مومنین[4] اللہ تعالٰی کا فرمان ہے : اللہ تعالٰی تمہیں حکم دیتا ہے تم آئندہ کبھی ایسی بات نہ کرو اگر تم اہلِ ایمان ہو (ت)

بالجملہ شخص مذکور فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی یعنی پڑھنی منع ہے اور پڑھ لی ہو تو پھیرنی واجب۔ فتاوٰی حجہ پھر غنیہ پھر ردالمحتار میں ہے، لوقدموا فاسقا یاثمون[5] (اگر لوگوں نے فاسق کو مقدم کردیا تو وہ گنہ گار ہوں گے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۶۰ : از سیتاپور ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص پر رفض کا شبہ ہے اُس کی نشست اُن لوگوں کے

---

[1] صحیح البخاری باب الہجرۃ حدثنا الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۹۷

[2] جامع الترمذی باب ماجاء فی اللعنۃ " امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۹

مسند احمد بن حنبل ما اسند عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۴۰۵

[3] جامع الترمذی باب ماجاء فی العی مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۲۳

[4] القرآن ۲۴/۱۷

[5] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

ف : اعلٰحضرت کی ذکر کردہ عبارت میں "الفحاش" کا لفظ ہے جبکہ کتب احادیث جن سے حوالہ منقول ہے ان میں "الفاحش" کا لفظ ہے۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

Marfat.com

اس کے کفر اور عذاب میں شک کیا وہ خود کافر ہوگیا۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۵: از ڈاک خانہ چوبکہ تحصیل وضلع مظفرپور موہرہ کتھیا لال مسئولہ غلام محمد صاحب ۲۸ محرم

مسند نشین شریعتِ غرا جناب مولٰینا صاحب دام ظلکم بعد حصول سعادت قدم بوسی عرض یہ

جو کہ کمترین کے آباء واجداد تھے وہ سب گاؤں کے امام تھے اور قدیم ایام سے امامت کرتے چلے آتے ہیں اور کمترین

جناب دادا صاحب بھی خود گاؤں کے استاد تھے اور کمترین کے جناب والد بزرگوار بھی استاذی اور امامت کرتے

اور ان کے بعد میں بھی استادی طرز رکھتا ہوں کہ گاؤں کے بہت سے لڑکوں کو قرآن مجید کی تعلیم اور کتابوں وغیرہ کی

دی ہے اور پانچ نماز بھی ہم امام ہو کر پڑھواتے رہے ہیں اور اب گاؤں کے ایک شخص زمیندار نے کہا اگر مرضی ہو تو امام

ورنہ نہ رکھیں کہ امام نوکر کی جگہ ہوتا ہے خواہ نوکر کے پیچھے نماز ادا کریں یا نہ کریں اور غرضکہ اس نے بہت بیہودہ گالیاں

نکالی ہیں اور بے ادب لفظ بولے ہیں اور اب کمترین جناب کی جانب دراز دست ہے اس شخص کی نسبت فتوٰی حدیث

شریعت کے تحریر کرکے ارسال فرمائیں کہ اُس کو تعزیر لگائی جائے از حد مہربانی ہوگی اور کمترین کا حق گاؤں پر ہے

نہیں اور شریعت میں اُس کے واسطے کیا حکم ہے وہ اب امامت سے برخاست کرنا چاہتے ہیں فتوٰی مع آیات واحادیث

کے ارسال فرمائیں۔

الجواب

کسی مسلمان کو بلاوجہ شرعی ایذا دینا حرام ہے اور گالی دینا سخت حرام ہے اور بعض گالیاں تو کسی وقت حلال

نہیں ہوسکتیں اور اُن کا دینے والا سخت فاسق اور سلطنت اسلامیہ میں اسّی کوڑوں کا مستحق ہوتا ہے اُن سے ہلکی گالی

بھی بلاوجہ شرعی حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ[1] جس نے کسی مسلمان کو بلاوجہ شرعی ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی۔

اور علمِ دین کے اُستاد کا حق باپ سے بھی زائد ہے اُسے ستانے والا عاق ہوتا ہے اور بلاوجہ شرعی کسی

مسلمان کے رزق میں خلل اندازی بہت سخت بے جا اور بلاوجہ ایذا ہے ایسوں کو خوف نہیں آتا کہ وہ کسی مسلمان کے

رزق میں بلاوجہ خلل ڈالیں اللہ قادرِ مطلق اُن کی روزی میں خلل ڈالے اُن کا رزق تنگ کردے۔ رسول اللہ صلی اللہ

تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، کما تدین تدان[2] (جیسا تُو اوروں کے ساتھ کرے گا ویسا ہی اللہ تیرے ساتھ

---

[1] کنز العمال الباب الثانی فی الترہیبات مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۱۰

[2] کنز العمال الباب الاول فی المواعظ الترغیبات " " " ۱۵/ ۷۷۲

marfat.com

Marfat.com

بات مکروہ کے تردد میں ترک سنت کا حکم ہوا تو جائز و حرام قطعی کے تردد میں وہ جائز کیوں نہ واجب الترک ہوگا۔

دلیل دوم علماء فرماتے ہیں کہ جب کسی بات کے واجب و بدعت ہونے میں تردد ہو تو وہ ترک نہ کی جائے۔ فتح و حلیہ و بحر و ردالمحتار وغیرہ میں ہے:

واللفظ لهذا فی النوافل قد تقرر ان ما دار بین وقوعه بدعة او واجبا لا یترك[1]۔

بیان نوافل میں اس (ردالمحتار) کے الفاظ یہ ہیں کہ یہ بات مسلّمہ ہے جس کام کا وقوع بدعت اور واجب کے درمیان متردد ہو تو اسے (یعنی واجب کو) ترک نہیں کیا جائے گا۔ (ت)

ظاہر ہے کہ یہ شخص سنی ہو تو اس کی جگہ دوسرا امام مقرر کرنا کچھ بدعت بھی نہیں اور رافضی ہو تو اُسے معزول کرنا فرض قطعی جب بدعت و واجب کے تردد میں فعل ضروری ہوتا ہے تو جائز و فرض قطعی کے تردد میں اُسے معزول کرنا کیوں نہ اشد ضروری ہوگا۔

دلیل سوم شرع مطہر کا قاعدہ مقرر ہے کہ اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام[2] جب ایک چیز میں حلت و حرمت دونوں وجہیں جمع ہوں تو غلبہ حرمت کو رہے گا اور وہ شے حرام سمجھی جائے گی کما فی الاشباہ والنظائر (جیسا کہ اشباہ والنظائر میں ہے۔ ت) یہ سُنی ہو تو امامت حلال اور رافضی ہو تو حرام، تو غلبہ حرمت ہی کو دیا جائیگا۔

دلیل چہارم عبادات میں احتیاط مطلقاً واجب ہے نہ کہ نماز کہ اہم و اعظم عبادات ہے جس کے لئے علماء فرماتے ہیں کہ اگر اس کی صحت و فساد میں اشتباہ پڑے ایک وجہ سے فاسد ہوتی ہو اور متعدد وجوہ سے صحیح تو اس ایک ہی وجہ کا اعتبار کرکے اُس کے فساد ہی کا حکم دیں گے، فتح القدیر صلاۃ المسافر میں ہے:

"ھذہ مسائل الزیادات" مسافر و مقیم ام احدھما الاخر فلما شرعا شکا فی الامام استقبلا لان الصلوة متی فسدت من وجه وجازت من وجوہ حکم بفسادھا و امامة المقتدی مفسدة و احتمال کون کل منھما

یہ مسائل زیادات کے ہیں مسافر اور مقیم میں سے ایک نے دوسرے کی امامت کی، جب دونوں نے نماز شروع کی تو انھیں امام کے بارے میں شک ہوگیا کہ میں امام ہوں یا دوسرا، تو نماز نئے سرے سے ادا کریں کیونکہ نماز جب ایک جہت سے فاسد اور کئی وجوہ کی

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۱۶

[2] الاشباہ والنظائر القاعدۃ الثانیۃ اذا اجتمع الحلال الخ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۴۴

marfat.com

Marfat.com

لانه لیس له اب یشفقه فیغلب علیه الجهل ولان فی تقدیم ھؤلاء تنفیر الجماعۃ فیکرہ[1] (ملتقطاً)

[illegible] طور پر یہ لوگ جاہل ہوسکتے ہیں [illegible] مکروہ ہے کہ اس کا والد شفیق نہیں جو تعلیم کا اہتمام کرے ایسے افراد اکثر طور پر جاہل رہتے ہیں اور ان کی تقدیم سے لوگوں کو جماعت میں شرکت سے نفرت پیدا ہوگی لہذا اگر امام بنانا مکروہ [illegible]

اختیار شرح مختار میں ہے :

ان کان الاعرابی افضل من الحضری والعبد من الحر، وولد الزنا من ولد الرشدۃ والاعمی من البصیر فالحکم بالضد[2]۔

اگر اعرابی شہری سے، غلام آزاد سے، ولد زنا ولد نکاح سے اور نابینا بینا سے افضل ہو تو حکم اس کے برعکس ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

نحوہ فی شرح الملتقی للبھنسی وشرح درر البحار ولعل وجھہ ان تنفیر الجماعۃ بتقدیمہ یزول اذا کان افضل من غیرہ بل التنفیر یکون فی تقدیم غیرہ[3]۔

شرح الملتقی للبہنسی اور شرح درر البحار میں بھی اسی طرح ہے، ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ جب وہ دوسرے سے افضل ہے تو اس کے امام بننے کی صورت میں جماعت سے لوگوں کی نفرت کا ازالہ ہو جائے گا، بلکہ اس صورت میں دوسرے کو مقدم کرنا نفرت کا سبب بنے گا۔ (ت)

درمختار میں ہے :

الا ان یکون غیر الفاسق اعلم القوم فھو اولٰی[4]۔

مگر یہ کہ فاسق کے علاوہ قوم سے زیادہ عالم ہو تو وہی امامت کے زیادہ لائق ہے (ت)

اُسی میں ہے :

لو امّ قوما وھم له کارھون ان الکراھۃ لفساد فیه اولانھم احق بالامامۃ منه

اگر کسی نے امامت کرائی حالانکہ لوگ اسے ناپسند کرتے تھے اگر کراہت خود اس میں کسی خرابی کی بنا پر ہو یا

---

[1] الہدایۃ | باب الامامۃ | مطبوعہ المکتبۃ العربیہ کراچی | ۱/۱۰۱
[2] الاختیار لتعلیل المختار | باب الجماعۃ | دار فراس للنشر والتوزیع | ۱/۵۸
[3] ردالمحتار | " | " مصطفی البابی مصر | ۱/۴۱۴
[4] درمختار | " | " مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۸۳

marfat.com

Marfat.com

کتاب التقیہ ثابت قدم ہے اور روافض سے اصلاً میل جول نہیں رکھتا بلکہ ان سے اور سب گمراہوں بددینوں سے متنفر ہے اس وقت اسے امام کرسکتے ہیں۔ فتاوٰی قاضی خان پھر فتاوٰی عالمگیری میں ہے :

الفاسق اذا تاب لایقبل شہادتہ مالو یمض علیہ زمان یظھر علیہ اثر التوبۃ والصحیح ان ذٰلک مفوض الی رأی القاضی[1]

فاسق جب تائب ہوجائے تو اس وقت تک اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی جب تک اتنا زمانہ نہ گزر جائے جس میں توبہ کا اثر ظاہر ہوجائے، اور صحیح یہی ہے کہ یہ قاضی کی رائے کے سپرد کیا جائے۔ (ت)

امیر المؤمنین غیظ المنافقین امام العادلین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جب صبیغ سے جس پر بوجہ بحث متشابہات بدمذہبی کا اندیشہ تھا بعد ضرب شدید توبہ لی ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ کو فرمان بھیجا کہ مسلمان اس کے پاس نہ بیٹھیں اس کے ساتھ خرید و فروخت نہ کریں بیمار پڑے تو اس کی عیادت کو نہ جائیں مرجائے تو اس کے جنازے پر حاضر نہ ہوں۔ تعمیل حکم احکم ایک مدت تک یہ حال رہا کہ اگر سو آدمی بیٹھے ہوتے اور وہ آتا سب متفرق ہوجاتے۔ جب ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرضی بھیجی کہ اب اس کا حال اچھا ہوگیا اس وقت اجازت فرمائی۔

اخرج ابوالفتح نصر بن ابراھیم المقدسی فی کتاب الحجۃ وابن عساکر عن ابی عثمان النھدی عن صبیغ انہ سأل عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ عن المرسلات والذاریات والنازعات فقال لہ عمر القِ ما علی رأسک فاذا لہ ضفیرتان فقال لو وجدتک محلوقا لضربت الذی فیہ عیناک ثم کتب الی اھل البصرۃ ان لاتجالسوا صبیغا قال ابوعثمان فلوجاء ونحن مائۃ تفرقنا عنہ[2] واخرج ابوبکر بن الانباری فی کتاب المصاحف

ابوالفتح نصر بن ابراہیم مقدسی نے کتاب الحجہ میں اور ابن عساکر نے ابوعثمان نہدی سے انھوں نے صبیغ سے بیان کیا کہ انھوں نے حضرت عمر سے سورہ المرسلات، الذاریات، والنازعات کے بارے میں پوچھا تو حضرت عمر نے انھیں فرمایا اپنا سر کا کپڑا اٹھاؤ، جب اس نے کپڑا اٹھایا تو اس کے دو چوٹیوں کی صورت بال تھے۔ حضرت عمر نے فرمایا اگر میں تجھے حلق کیا ہوا پاتا تو میں وہ (سر) اڑا دیتا جس میں تیری آنکھیں ہیں۔ پھر اہل بصرہ کی طرف آپ نے خط لکھا کہ صبیغ کے ساتھ نہ بیٹھو۔ ابوعثمان کا بیان ہے اگر صبیغ آجاتا اور ہم سو کی تعداد میں ہوتے فوراً ہم سب اس سے جدا ہوجاتے، اور ابوبکر بن انباری نے کتاب المصاحف

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثانی فیمن لاتقبل شہادتہ لفسقہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۴۶۸

[2] کتاب الحجہ

marfat.com

Marfat.com

تو اگر امام میسر ہو بہتر، ورنہ تنہا نماز پڑھی جائے۔ ہاں اگر وہاں وہابیت نہ ہوتی تو فقط [illegible]
سجود با آواز کہتا اور اس پر اصرار رکھتا ہو نماز اس کے پیچھے مکروہ ہوتی کہ اگر اور امام [illegible] ہو تو اس کے پیچھے [illegible]
حکم دیا جاتا مگر بحال وہابیت ہرگز اقتدا جائز نہ ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۶۸ تا ۶۷۴: از نجیب آباد ضلع بجنور متصل تحصیل مرسلہ محمد ظفر اللہ صاحب حنفی ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

(۱) ایک شخص اُس مسجد کا جو امام ہے جس کی بابت یہ قصہ ہے کہ صدقۂ فطر لیتا ہے حق کہ یہ خود صاحبِ [illegible] ہے، اگر اس کو صدقات سے کچھ نہ دیا جائے یا دینے میں دیر ہو جائے تو ناراض ہو جاتا ہے ایسے [illegible] نماز ترک کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) دائم المریض اور جس کے وضو کا بھی کافی طور سے احتمال ہو اور قرآن شریف کو صحتِ الفاظ کے ساتھ نہ پڑھتا ہو بلکہ غلط پڑھتا ہو باوجود اس کے کہ وہاں قاری اور حافظ موجود ہوں تو ایسے شخص کی شمولیت جماعت سے اجتناب چاہئے یا نہیں؟

(۳) جو اشخاص ناحق رعایت و پاسداری کرتے ہوں اور مدرس تدریس قرآنی سے حاسد ہوں اور وہ اس جماعت میں شامل ہوں اور عوام کی غیبت کرتے ہوں تو ایسے موقع پر ترکِ جماعت جائز ہے یا نہیں؟

(۴) وہ شخص اس بنائے فساد سے مخوف ہو کر اُس حجرے میں جو شارع عام سے کچھ فاصلہ مسجد سے واقع ہے نماز پڑھ لے تو جائز ہے یا نہیں، اگر حجرہ میں جماعت علیحدہ کرتا ہے تو ناحق مفسدہ پیدا ہوتا ہے اب کیا کرنا چاہئے؟ آیا نماز اب کس طریق پر اور کس جگہ پر ادا کرے؟

(۵) وہ امام جو اُس مسجد میں امامت کے واسطے بلائے جاتے ہوں اُس کے مقتدی ہمیشہ فحش کلامی سے یاد کرتے ہوں اور اس سے پھر مقتدی ناراض ہوں تو اُس کے پیچھے اُن کی نماز ہوتی ہے یا نہیں اور اس کو وہاں امامت کرنا روا ہے یا نہیں؟

(۶) اندر مسجد کے جمع ہو کر دنیاداری کی باتیں کرنا جائز ہے یا نہیں اور جو کرتے ہیں وہ خطاوار ہیں یا نہیں؟

(۷) مسجد کی امامت کے واسطے امام بے علم یا مشتبہ کافی ہے یا نہیں کہ نماز مع کل فرائض، واجبات سُنن کے پُوری ہو جائے۔ فقط

الجواب

(۱) غنی کو صدقۂ فطر لینا حرام ہے اگر امام غنی ہے اور صدقات فطر لیا کرتا ہے یہاں تک کہ ملنے میں دیر سے ناراض ہوتا ہے تو وہ فاسق معلن ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اگر اُسے معزول نہ کرسکیں تو وہاں ترکِ جماعت کا یہ عذر صحیح ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

marfat.com

Marfat.com

واخرج الدارمی ونصر والاصبهانی کلاهما
فی الحجة و ابن الانباری فی المصاحف
واللالکائی فی السنة وابن عساکر فی التاریخ
عن سلیمٰن ابن یسار ان رجلا من بنی تمیم
یقال له صبیغ بن عسل قدم المدینة وکان
عنده کتب فکان یسئل عن متشابه القراٰن
فبلغ ذلک عمر رضی الله تعالیٰ عنه فبعث الیه
وقد اعد له اعراجین النخل فلما دخل
علیه قال من انت قال انا عبد الله صبیغ،
قال عمر رضی الله تعالیٰ عنه وانا عبد الله عمر
واوما الیه فجعل یضربه بتلک العراجین
فما زال یضربه حتی شجه وجعل الدم
یسیل علی وجهه ، فقال حسبک یا
امیر المؤمنین والله فقد ذهب الذی
اجد فی راسی[1] واخرج الدارمی و
ابن عبد الحکیم وابن عساکر عن مولی
ابن عمر ان صبیغ العراقی جعل یسئل
عن اشیاء من القراٰن فی اجناد المسلمین
(وساق الحدیث الی ان قال) فارسل عمر
الی یطلب الجرید فضربه بها حتی ترک
ظهره دبرة ثم ترکه حتی بریٔ ثم عاد له
ثم ترکه حتی بریٔ ثم دعا به
لیعود به فقال صبیغ یا امیر

قبول کرو۔ دارمی، نصر اصبہانی دونوں نے حجۃ میں اور
ابن انباری نے مصاحف میں، لالکائی نے سنت میں
اور ابن عساکر نے تاریخ میں سلیمان بن یسار سے روایت
کیا کہ بنو تمیم کا ایک شخص تھا جس کا نام صبیغ بن عسل تھا
وہ مدینہ آیا اس کے پاس کچھ کتب تھیں وہ قرآن کے
متشابہات کے بارے میں پوچھتا تھا اس بات کی
اطلاع حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچی تو آپ نے
اسے بلایا اور اس کے لئے کھجور کی دو چھڑیاں تیار کیں،
آیا تو آپ نے پوچھا، تو کون ہے؟ اس نے کہا، میں
اللہ کا بندہ صبیغ ہوں۔ آپ نے فرمایا، میں اللہ کا بندہ
عمر ہوں۔ اس کے بعد آپ نے اس کی طرف اشارہ
کیا اور ان دو چھڑیوں کے ساتھ اسے مارا حتی کہ وہ
زخمی ہو گیا اور چہرے سے خون بہنے لگا۔ وہ کہنے لگا
اے امیر المومنین! مجھے چھوڑ دو یہی کافی ہے اللہ کی
قسم جو کچھ میرے دماغ میں (خمار) تھا وہ جاتا رہا۔ اور
دارمی، ابن عبد الحکیم اور ابن عساکر نے حضرت ابن عمر کے
آزاد کردہ غلام سے بیان کیا کہ صبیغ عراقی مسلمانوں کے
مختلف گروہوں سے قرآن کی بعض اشیاء کے بارے
میں سوال کرتا تھا (آگے چل کر کہا) حضرت عمر نے مجھ سے
چھڑی منگوائی اور اسے پیٹا حتی کہ اس کی پشت کو زخمی
چھوڑ دیا پھر مارا پھر چھوڑ دیا حتی کہ وہ صحیح ہو گیا، پھر
آپ نے دوبارہ اس کو مارا حتی کہ وہ صحیح ہو گیا پھر آپ نے
اسے بلایا تاکہ پھر اس کی پٹائی کی جائے۔ تو اس نے کہا

---

[1] سنن الدارمی باب من هاب الفتیا وکره التنطع والتبدع مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۱/۵۱

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ ۶۷۵ جو شخص داڑھی اپنی مقدارِ شرع سے کم رکھتا ہے اور ہمیشہ ترشواتا ہے شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب

وہ فاسق معلن ہے اور اسے امام کرنا گناہ، اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہے۔ لو قدموا فاسقا یاثمون[1] (اگر لوگوں نے فاسق کو مقدم کیا تو وہ لوگ گنہگار ہوں گے۔ ت) اور اس مسئلہ کی تفصیل ہمارے رسالہ لمعۃ الضحٰی فی اعفاء اللحٰی میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۷۶ از سیتاپور ضلع بریلی مسئولہ امیر علی صاحب رضوی ۱۹ شوال ۱۳۲۰ھ

ایک وقت کی نماز جس شخص کی قضا ہوگئی ہو اُس کے پیچھے نماز امامت درست ہوگی یا نہیں؟ اتفاق سے قضا ہوگئی ہو۔

الجواب

بلاقصد جس کی نماز قضا ہوجائے اُس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں۔

مسئلہ ۶۷۷ ہر ایک آدمی کی نماز کسی کی کسی وقت کی اور کسی کی کسی وقت کی قضا ہو اور سب اپنی اپنی قضا پڑھ لیں ایسی حالت میں امامت ہوگی یا نہیں، کیونکہ بعض بعض جگہ بوجہ کاشتکاری کے کام کے اکثر لوگوں کی نماز قضا ہوجاتی ہے اور سب ایسی ہی حالت میں ہیں یہ لوگ امام کریں یا اپنی اپنی نماز علیحدہ ادا کریں یا کوئی ان میں امام ہوکر نماز ادا کریں۔

الجواب

کاشتکاری خواہ کسی کام کے لئے نماز قضا کردینا سخت حرام و گناہ کبیرہ ہے، جو ایسا کرتے ہیں سب فاسق ہیں، سب پر فوراً توبہ فرض ہے، کیا نہیں جانتے کہ کھیتی بھی اسی کے اختیار میں ہے جس نے نماز سب سے بڑھ کر فرض کی ہے اگر نماز کھونے میں تمہاری کھیتی برباد کردے تو تم کیا کرسکتے ہو، نماز گھنٹوں میں نہیں ہوتی تھوڑی دیر کے لئے نماز کے واسطے کھیتی کے کام کو روک دو تو نماز اور کھیتی کا مالک تمہاری کھیتیوں میں بہت برکت دے، جہاں سب اسی طرح کے ہوں وہاں اُن سب پر توبہ تو فرض ہے ہی، جب توبہ کرلیں اُن میں سے جو قابلِ امامت ہے امامت کرے اور رافضیوں کی طرح الگ الگ نہ پڑھیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ امام اور مقتدی سب کی قضا متحد ہو مثلاً سب کی آج کی ظہر یا سب کی کل کی عصر، تو جماعت ہوسکتی ہے اور اگر نماز مختلف ہو مثلاً امام کی ظہر اور مقتدی کی عصر یا امام کی آج

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ ۶۶۱ زید وہابیہ عقیدہ رکھتا ہے اور اس کا لڑکا نابالغ بعمر تخمیناً ۱۲ سال امسال قرآن حافظ ہوا ہے اور وہ ہم لوگ مذہب حنفیہ اہلسنت وجماعت کو مجبور کرتا ہے اور زور ڈالتا ہے کہ میرے لڑکے مذکورہ بالا کے پیچھے قرآن شریف سُن لیا جائے، اس کے پیچھے تراویح وغیرہ درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اس لڑکے کے پیچھے تراویح وغیرہ کوئی نماز جائز نہیں کہ صحیح مذہب میں نابالغ بالغوں کی امامت کسی نماز میں نہیں کرسکتا اور اگر وہ عقیدہ بھی وہابیہ رکھتا ہو جیسا کہ ظاہر یہی ہے تو وہابی کے پیچھے ویسے بھی نماز ناجائز محض ہے اگرچہ بالغ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۶۲ از شہر کہنہ محلہ روہیلی ٹولہ مسئولہ جناب ہدایت اللہ خاں صاحب ۱۹ شوال ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وقت نماز چند اشخاص جمع ہیں لیکن کامل پابند شریعت نہیں ہیں ایک حافظ ہے اور مسائل سے بھی واقف ہے مگر داڑھی اس کی کسی قدر کتری ہوئی ہے موافق شرع نہیں دوسرے کا لباس ووضع تو موافق شریعت ہے اور کچھ مسائل سے بھی کسی قدر واقفیت رکھتا ہے مگر قرآن مجید بمقابلہ حافظ کے صحیح نہیں پڑھ سکتا نہ خطبہ جمعہ کا یہ کوئی شخص حافظ تو نہیں ہے مگر مسائل نماز سے واقف ہے قرآن عظیم صحیح پڑھتا ہے ملازمت پولیس کرچکا ہے پنشن پاتا ہے غرض ایسی ہی حالت ہر شخص کی ہے اس حالت میں کون شخص امامت کے لائق سمجھا جائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اُن میں جو شخص وضو وغسل وغیرہ طہارت ٹھیک کرتا ہو نماز صحیح پڑھتا ہو قرآن مجید ایسا غلط نہ پڑھتا ہو جس سے معنی بدلیں فاسد ہوں اُس کے پیچھے نماز ہوجائے گی مگر امام بنانا جائز ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ مذہب کا سُنّی خالص ہو فاسق علی الاعلان نہ ہو یعنی کوئی گناہ کبھی اعلان کے ساتھ نہ کرتا ہو صغیرہ بھی عادت واصرار سے کبیرہ ہوجاتا ہے، جو شخص ان سب باتوں کا جامع ہو اگرچہ قرآن عظیم حافظ کی مثل نہ پڑھ سکے یا پولیس کی پنشن پائے اُسے امام بنانے میں حرج نہیں، اور جو داڑھی حدِ شرع سے کم کراتا ہو وُہ فاسق معلن ہے اُسے امام بنانا گناہ ہے، سُنّی ہونا جو ہم نے جوازِ امامت کی شرطوں میں رکھا ہے نہ صحت نماز کی، اُس سے مراد یہ ہے کہ ایسا بدمذہب بھی نہ ہو جس کی بدمذہبی حدِ کفر تک نہ پہنچے کہ ایسے کو امام بنانا گناہ، اگرچہ فرض ساقط ہوجائے گا اور جس کی بدمذہبی حدِ کفر تک پہنچی ہو جیسے آج کل کے عام رافضی، وہابی، نیچری، قادیانی۔ غیر مقلد کے پیچھے تو نماز محض باطل ہے جیسے کسی ہندو یا پادری کے پیچھے، والعیاذ باللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ اعلم۔

marfat.com

Marfat.com

اُس میں ایسی نہیں جس کے سبب اُس کی امامت باطل یا گناہ ہو پھر جو لوگ براہِ نفسانیت اُس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور جماعت ہوتی رہے اور شامل نہ ہوں وہ سخت گنہگار ہیں اُن پر توبہ فرض ہے اور اُس کی عادت ڈالنے سے فاسق ہوگئے لیکن اگر امام میں ان عیوب میں سے کوئی عیب ہو اور اس کے سبب یہ لوگ اس کے پیچھے نماز سے احتراز کرتے ہوں تو درست وبجا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۸۱ از بیسلپور ضلع پیلی بھیت محلہ درگاپرشاد مکان فخرالدین صاحب مرسلہ حافظ شمس الدین صاحب ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

(۱) جو شخص کہ سُودی دستاویز لکھتا ہو لیکن لیتا نہ ہو اور جو ملازمان گورنمنٹ مثل تھانیداریا سب رجسٹرار اور نیز ملازمان چونگی اگر پنجوقتہ نماز کے پابند نہیں وہ امامت کرسکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) امام جماعت سے کس قدر فاصلہ سے کم سے کم یا زیادہ سے زیادہ کھڑا ہو اس صورت میں کہ مقتدیوں کی صف پُوری ہو۔ فقط

الجواب

(۱) سُودی دستاویز لکھنا سُود کا معاہدہ کرنا ہے اور وہ بھی حرام ہے، صحیح حدیث میں ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اٰکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سُود کھانے والے اور سُود کھلانے والے اور اس کا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہیاں کرنے والوں پر، اور فرمایا وہ سب برابر ہیں۔ (ت)

جب اُس کا تمسک لکھنا مُوجبِ لعنت اور سُود کھانے کے برابر ہے تو خود اس کا معاہدہ کرنا کس درجہ خبیث و بدتر ہے ایسے شخص کو امام نہ کیا جائے، ہر وہ نوکری جس میں خلافِ شریعت حکم دینا پڑتا ہو حرام ہے اور رجسٹراری کا حال ابھی گزر چکا کہ اس میں سُودی تمسکوں کا لکھنا اور ان کی تصدیق کرنا پڑتی ہے۔ تھانے دار اگر رشوت لے یا جھوٹے مقدمے بنائے، جھوٹی گواہیاں دلوائے، لوگوں سے دبا دھمکا کر مال حاصل کرے جب تو ظاہر ہے کہ یہ سب افعال سخت حرام ہیں ورنہ چالان میں خلافِ شریعت احکام کی اعانت ضرور ہوتی ہے تو ایسی حالت میں شرعاً امامت کے لائق نہیں، ہاں چونگی کا ملازم اگر چونگی تحصیل کرنے پر نوکر ہے اور اس میں یہ نیت رکھتا ہے کہ لوگوں پر آسانی کرے اور لوگ جو دباؤ ڈال کر زیادہ روپیہ وصول کرتے ہیں اُس سے بچائے تو اس

---

[1] صحیح مسلم باب الربا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۷

marfat.com

Marfat.com

بعض احمق نادان جاہل سُنّی بھی اس بلائے عظیم میں محض اپنی جہالت سے مبتلا ہیں اور بعض وُہ بھی ہیں کہ اُسے بُرا سمجھتے ہیں اور اپنی اگلی رشتہ داریوں وغیرہا بیہودہ وجوہ کے سبب اس میں مبتلا ہوتے ہیں اور پھپھیوں بہنوں کے نکاح میں وُہ بھی عذر سکتا ہے کہ یہ فعل اُس کے باپ دادا کا ہے بلکہ شاید اپنے نکاح میں بھی یہی کہے کہ باپ نے کر دیا اور ایسی وجوہ سے اس کے قلب و عقیدہ پر حکم نہیں لگا سکتے، اور جب وُہ اپنے آپ کو سُنّی کہتا ہے اور اُس کی کوئی بات عقیدہ اہلسنت کے خلاف نہیں تو بدگمانی کرکے رافضی ٹھہرا دینے کی اجازت نہیں۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے :

ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مؤمنا۔[1] اور جو تمھیں سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ، افلا شققت عن قلبہ[2] (کیا تُو نے اس کا دل پھاڑ کر دیکھ لیا تھا۔ ت) مگر امام بنانے کے لئے فقط سُنّی تصور کرنا ہی کافی نہیں بلکہ فاسق معلن نہ ہونا ضرور ہے اس کی حالت دیکھی جائے اگر رافضیوں سے میل جول خلا ملا دوستی اتحاد کے برتاؤ کرتا ہے تو اگر رافضی نہیں تو کم از کم سخت فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور اسے امام بنانا گناہ، اور جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہوں ان کا پھیرنا واجب کما فی فتاوی الحجۃ والغنیۃ وغیرھما من الاسفار الکثیرۃ وقد حققناہ فی النھی الاکید (جیسا کہ فتاوی الحجہ، غنیہ اور دیگر متعدد کتب میں ہے، اور ہم نے اس کی تحقیق النہی الاکید میں کی ہے۔ ت) اور اگر باوصف ان بیاہتوں کے ان لوگوں سے بالکل جُدا ہے تو اسے بتایا جائے کہ آج کل کے تبرائی رافضی علی العموم کافر و مرتد ہیں اور ان سے نکاح مرد کا ہو یا عورت کا محض باطل ہے اور اس میں قربت زنائے خالص اور اولاد اولاد الزنا ہے، یُوں نہ سمجھے تو اسے رسالہ ردالرفضہ دکھایا جائے جس میں بکثرت کتب معتمدہ کی صاف تصریحوں سے کفر ثابت کیا گیا ہے اگر پھر بھی نہ مانے تو متمرد و سرکش فاسق ہوگا اور رافضیہ عورت کے رکھنے سے زناکار ہوگا اور اسے امامت سے معزول کرنا واجب ہوگا اور اگر جاہل نہیں بلکہ جانتا ہے کہ وُہ مرتد ہے اور مرتد مرد خواہ عورت کا نکاح کسی سے نہیں ہوسکتا پھر اس عورت کو جُدا نہیں کرتا آپ ہی فاسق و زانی اور امامت سے واجب العزل ہے اور اگر رافضیوں کے عقائد کفریہ خالص پر مطلع ہے اور پھر ان کو مسلمان جانتا ہے جب تو فسق درکنار خود کفر ہے۔ بزازیہ و مجمع الانہر و درمختار وغیرہا میں ہے : من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[3] (جس نے

---

[1] القرآن ۴/ ۹۴

[2] مسند احمد بن حنبل مروی عن اسامہ بن زید مطبوعہ دارالفکر بیروت ۵/ ۲۰۷

[3] درمختار باب المرتد ” مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

marfat.com

Marfat.com

میں اس کا کیا قصور ہے، درمختار میں ہے: تکرہ خلف ابرص شاع برصہ[۱] (ایسا برص والا جس کا برص پھیل گیا ہو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ت) ردالمحتار میں ہے:

کذا اجزم برجندی والظاھر ان العلۃ النفرۃ ولذا قید الابرص بالشیوع لیکون ظاھرا[۲]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اسی طرح جذام والے کا حکم ہے "برجندی"، اور ظاہراً علت نفرت ہی ہے اسی لئے ابرص کے ساتھ پھیل جانے کی قید کا اضافہ ہے تاکہ واضح ہوجائے۔(ت)

مسئلہ ۶۸۵: از قصبہ نگینہ ضلع بجنور مرسلہ محمد عبدالحی سوداگر جفت ۲۹ محرم ۱۳۳۲ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ عنایت اللہ خاں صاحب جائداد ہے اور دوسری جائداد خریدنے کے لئے یا کسی وارث کی جائداد اپنے نام کرانے کے لئے روپیہ سودی تمسک لکھ کر بقال سے قرض لیا ایسے شخص کو امام بنانا مذہبِ حنفیہ میں کیسا ہے خصوصاً جمعہ وعیدین کا امام بنانا۔ عنایت اللہ صاحبِ نصاب ہے۔ فقط

الجواب

شخص مذکور کو جائداد خریدنا کوئی ضرورت شرعی نہ رکھتا تھا اور بے حالتِ اضطرار ومجبوری محض سود دینا اور لینا دونوں یکساں ہیں، دینے لینے والے دونوں ملعون۔ صحیح مسلم شریف میں امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اٰکل الربٰو وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء[۳]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سُود کھانے والے اور سود کھلانے والے اور اس کا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہیاں کرنے والوں پر۔ اور فرمایا وہ سب برابر ہیں۔(ت)

ایسا شخص جمعہ، عید، پنجگانہ، کسی نماز میں امام بنانے کے قابل نہیں اُسے امام بنانا گناہ اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۸۶: مسئولہ علاء الدین صاحب عرضی نویس کچہری دیوانی پرتاب گڈھ ۲۲ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ قیام کرنا محفل مولد خیر الانام اور نماز تراویح کے بعد

۱؎ درمختار	باب الامامۃ	مطبوعہ مجتبائی دہلی	۱/۸۳
۲؎ ردالمحتار	"	" مصطفی البابی مصر	۱/۴۱۶
۳؎ صحیح مسلم	باب الربا	" قدیمی کتب خانہ کراچی	۲/۲۷

ف: صحیح مسلم، باب الربا [illegible] حدیث مذکور ہے۔ نذیر احمد

marfat.com

Marfat.com

(۱) ان لوگوں کو لازم ہے کہ امام سے معافی مانگیں استاد سے خطا بخشوائیں اور اگر کوئی حرج شرعی نہ ہو تو بے سبب اُسے موقوف نہ کریں، ہاں بسببِ شرعی ہو تو بہ نرمی اُس سے کہیں اگر وُہ اس کا علاج نہ کرے یا نہ کر سکے تو نرمی کے ساتھ الگ کردیں اس وقت امام کو بھی بے جاہٹ مناسب نہیں، امامت کسی کا حق و میراث نہیں، اور وجہِ شرعی کے سبب اہلِ جماعت جس کی امامت سے ناراض ہوں اُسے امام بننا گناہ ہوتا ہے اُس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۶۶ ۸ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنا نکاح ایک عورت سے کیا کچھ عرصہ بعد اپنی عورت کی ہمشیرہ سے دوسرا نکاح کیا دونوں عورتیں اس کے پاس رہیں کچھ مدت کے بعد اس دوسری سے ایک لڑکا پیدا ہوا جب وُہ بالغ ہوا اس نے کلام مجید پڑھا اب اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

یہ لڑکا ولدالحرام ہے ولدالزنا نہیں اسے حرامی نہیں کہہ سکتے کہ عرف میں حرامی ولدالزنا کو کہتے ہیں اور یہ شرعاً اپنے اُسی باپ کا بیٹا ہے اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں، ہاں اگر جماعت کو اس کے ولدِ حرام ہونے کے باعث اُس کے پیچھے نماز پڑھنے سے نفرت ہو تو اُس کی امامت مکروہ ہوگی کہ وجہِ تقلیلِ جماعت ہوگی مگر اس صورت میں کہ یہ لڑکا سب حاضرین سے زیادہ مسائلِ نماز و طہارت کا علم رکھتا ہو تو اُسی کی امامت اولٰی ہے اور اب اگر عوام کو نفرت ہو تو اُنھیں سمجھایا جائے کہ اُن کی یہ نفرت خلافِ حکم و بے محل و بے جا ہے، یہ تو یہ اگر کوئی ولدالزنا بھی ہو تو جب حاضرین سے علم میں زائد ہو وہی مستحقِ امامت ہے۔ عالمگیریہ میں ہے:

ان تزوجھما فی عقدتین فنکاح الاخیرۃ فاسد ویجب علیہ ان یفارقھما وان فارقھا بعد الدخول فعلیھا العدۃ ویثبت النسب[1] (ملخصاً)

اگر دو بہنوں کا کسی نے دو عقدوں میں نکاح کیا تو دوسرا نکاح فاسد ہوگا اس پر اس آخری کی تفریق واجب ہوگی، اگر اس نے دخول کے بعد تفریق کی تو اس خاتون پر عدّت لازم ہوگی اور نسب ثابت ہوجائے گا (ملخصاً)۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

یکرہ تقدیم العبد لانہ لایتفرغ للتعلم والاعرابی لان الغالب فیھم الجھل وولد الزنا

غلام کی تقدیم مکروہ ہے کیونکہ اسے حصولِ علم کے لئے وقت نہیں ملتا، اور اعرابی کی تقدیم بھی مکروہ ہے کیونکہ اکثر

[1] فتاوٰی ہندیہ القسم الثالث المحرمات بالرضاع مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۷۷

marfat.com
Marfat.com

مسئلہ ۶۸۶ تا ۶۹۱ از ضلع بھنڈارہ محلہ کم تالاب مرسلہ حکیم ہدایت اللہ خاں صاحب متولی مسجد [illegible]

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک شخص حافظِ قرآن ہے اور جبراً پیش امام بننا چاہتا ہے حالانکہ جماعت مسلمین اسکی مندرجہ ذیل باتوں سے ناخوش ہیں اور اپنا پیش امام نہیں بنانا چاہتے، حافظ صاحب پہلے گورنمنٹ ملازم تھے رشوت کھا کر سزا پائی مگر قسمت کے زور سے اپیل میں رہائی پائی۔

(۲) اس حافظ صاحب نے ایک سے آٹھ آنہ لے کر رسید لکھ دی تھی بعد میں دھوکا دے کر رسید جلا دی کچہری میں انکار کیا کہ آٹھ آنہ نہیں لیا جس سے اس شخص کو بڑا بھاری نقصان ہوا حالانکہ یہ بات سچ تھی کہ پیسے حافظ صاحب لے چکے تھے اور صاف انکار کر دیا اور اسی معاملہ میں پہلے بھی قسم قرآن شریف کی کھا چکے تھے۔

(۳) حافظ صاحب اپنے پیر و مرشد پر طعن و تشنیع کرتا ہے کہ محلہ میں یا مدرسہ اسلامیہ میں جو خاص ان کے پیر و مرشد کا ایجاد کردہ ہے کہتے ہیں کہ ان کے باپ دادا کا میراث ہے کیا اور اپنے پیر کی بات پر فتویٰ بلواتا ہے حالانکہ پیر مرحوم نے ان کو اپنا خلیفہ زبانی مقرر کیا ہے نہ کہ تحریری، بعد اس طعنہ تشنیع کے پیر مرحوم پر حافظ صاحب کی خلافت باقی ہے یا باطل ہوئی یا خلافت سے نکل گئے۔

(۴) حافظ صاحب نے چمڑا قربانی کا جو کہ صاحبِ نصاب ہیں مدرسہ اسلامیہ میں دینے کو کہا تھا دھوکا دے کر اپنے صرف میں لے آئے۔

(۵) اور سیّد کو زکوٰۃ کا پیسہ لینا درست ہے یا نہیں؟

اتنی باتیں حافظ بنو علی صاحب میں موجود ہیں جس کو ہر فرد بشر اس محلہ کا بخوبی جانتا ہے اس پر بھی وہ پیش امام بننا چاہتے ہیں جبراً، اور فساد برپا کرتے ہیں کہ میں حافظ ہوں خلیفہ ہوں میرا حق زیادہ ہے پیش امام میں بنوں گا، اور جماعت کثیرہ کی رائے نہیں ہے کہ اس کو اپنا پیش امام بنائے، اس لئے جناب والا کی خدمت میں ناقابل یہ تحریر ارسال کرتا ہوں کہ تکلیف گوارا فرما کر اس کا جواب تفصیل وار ہر ایک سوال کا تحریر فرمائیں گے کہ ایسی زبردستی پیش امام جس سے مقتدی ناراض ہوں درست ہے یا نہیں؛ زیادہ کیا عرض کروں زیادہ حد ادب۔

الجواب

جس سے مقتدی اُس کے کسی عیب کی وجہ سے ناراض ہوں اُس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ حدیث میں ارشاد فرمایا:

ثلثۃ لا ترفع صلاتھم فوق اٰذانھم شبرا — تین شخصوں کی نماز اُن کے کانوں سے بالشت بھر بھی

marfat.com

Marfat.com

...لك تحريما وان هو احق لا والكراهة ...هم - والله تعالٰی اعلم

اس بنا پر کہ دوسرے لوگ اس[1] امامت کے زیادہ حقدار تھے دونوں صورتوں میں اس پر کراہت تحریمی ہوگی اگر وہ خود امامت کا زیادہ حقدار تھا تو اس پر کوئی کراہت نہ ہوگی اور لوگوں پر کراہت ہوگی۔ (ت)

مسئلہ ۶۶۷: ۱۳۳۱ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص امام مسجد ہے اور وہ فاتحہ و علم غیب وغیرہ سے منکر ہے بلکہ سجدہ میں اور رکوع میں تسبیح اس قدر زور سے کہتا ہے کہ اگلی صف والے بخوبی سن لیتے ہیں اور پیچھے والے بھی کچھ سن لیتے ہیں اور ایسے مقام پر کوئی دوسرا امام میسر نہیں آتا تو اس حالت میں کس طرح باجماعت نماز پڑھی جائے کہ ثواب جماعت کا ہو اور نماز میں بھی کوئی نقص نہ ہونے پائے۔

الجواب

اگر علم غیب بعطائے الٰہی کثیر ووافر اشیاء واسماء وصفات واحکام وبرزخ ومعاد واشراط ساعت وگزشتہ وآئندہ کا منکر ہے تو صریح گمراہ بددین ومنکر قرآنِ عظیم واحادیثِ متواترہ ہے اور ان میں ہزاروں غیب وہ ہیں جن کا علم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ملنا ضروریاتِ دین سے ہے اور ضروریاتِ دین کا منکر یقیناً کافر، یوں ہی تلبیسی طور پر بعض کا اقرار کرتا اور وہابیہ کا اعتقاد رکھتا ہے تو گمراہ بددین ہے اور جو خاص دیوبندی عقائد پر ہو وہ کافر ومرتد ہے، یوں ہی جو ان عقائد پر اپنا ہونا نہ بتائے مگر ان لوگوں کے عقائدِ کفریہ پر مطلع ہو کر ان کو اچھا جانے یا مسلمان ہی سمجھے جب بھی خود مسلمان نہیں، درمختار ومجمع الانہر وبزازیہ وغیرہما میں ہے: من شك في كفره فقد كفر[2] (جس نے اس کے کفر میں شک کیا وہ خود کافر ہوگیا۔ ت) ہاں اگر تمام خباثتوں سے پاک ہو اور علم غیب کثیر ووافر بقدر مذکور پر ایمان رکھے اور عظمت کے ساتھ اُس کا اقرار کرے صرف احاطہ جمیع ماکان ومایکون میں کلام کرے اور ان میں ادب وحرمت ملحوظ رکھے تو گمراہ نہیں صرف خطا پر ہے مگر آج کل یہاں فاتحہ کا انکار خاص وہابیہ ہی کا شعار ہے اور وہابیہ اہلِ ہوا سے ہیں اور اہلِ ہوا کے پیچھے نماز ناجائز ہے، فتح القدیر میں ہے:

لا تجوز الصلاة خلف اهل الاهواء[3] اہلِ ہوا کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ (ت)

---

[1] درمختار | باب الامامۃ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۸۳
[2] درمختار | باب المرتد | " " " | ۱/ ۳۵۶
[3] فتح القدیر | باب الامامۃ | " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر | ۱/ ۳۰۴

marfat.com

Marfat.com

زکوٰۃ دینے میں بعض نے اجازت لکھی ہے اور صحیح ومعتمد وظاہر الروایۃ عدم جواز کما بیناہ فی الزھر الباسم (جیسا کہ ہم نے اس کو الزہر الباسم میں بیان کیا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۹۲ تا ۶۹۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص گناہ کبیرہ میں مبتلا ہوچکا ہو اور بعد حسبِ ہدایت گناہ سے باز آکر اکمل الفضلائے دین واسلام کے رُوبرو توبہ کرے اور اس گناہ سے بفضلہ تعالٰی نجات پائے تو کیا اس کا ایمان کامل ہوا؟

(۲) اس کی امامت جائز ہے؟

(۳) جو لوگ بعد توبہ اس پر اعتراض کریں اُن کے واسطے کیا حکم ہے؟ فقط

الجواب

اللہ عزوجل توبہ قبول فرماتا ہے ھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہٖ[۱] (وہ اللہ تعالٰی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ ت) اور سچی توبہ کے بعد گناہ بالکل باقی نہیں رہتے۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ[۲]۔ گناہ سے توبہ کرنے والا بے گناہ کے مثل ہے۔

توبہ کے بعد اُس کی امامت میں اصلاً حرج نہیں، بعد توبہ اس پر اس گناہ کا اعتراض جائز نہیں۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من عیّر اخاہ بذنب لم یمت حتی یعملہ وفی روایۃ من ذنب قد تاب منہ[۳] وبہ فسر ابن منیع۔ رواہ الترمذی وحسنہ عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

جو کسی اپنے بھائی کو ایسے گناہ سے عیب لگائے جس سے توبہ کرچکا ہے تو یہ عیب لگانے والا نہ مرے گا جب تک خود اس گناہ میں مبتلا نہ ہوجائے اس کو ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرکے حسن قرار دیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۹۵: از میرٹھ چھاؤنی ویلر کلب مرسلہ عمر بخش خانساماں ۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع مبین کہ ایک شخص عرصہ چند سال سے امام مسجد رہ کر بباعث

---

[۱] القرآن ۴۲/۲۵

[۲] سنن ابن ماجہ باب ذکر التوبہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۳

[۳] جامع الترمذی باب از ابواب صفۃ القیمۃ ، امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۷۳

marfat.com

Marfat.com

(۲) اگر قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا ہے جس سے نماز فاسد ہوتی ہے مثلاً أ، ع یا ت، ط ث، س، ص یا ح، ہ یا ذ، ز، ظ، ض میں فرق نہیں کرتا تو اس کے پیچھے نماز باطل ہے اور اس صورت میں اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنا ترک جماعت نہیں کہ وہ جماعت کیا نماز ہی نہیں، یونہی اگر اس کا وضو مشکوک رہتا ہے جب بھی اس کے پیچھے نہ پڑھنے میں مواخذہ نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳) مقتدیوں کے گناہ کے باعث ترکِ جماعت جائز نہیں، اُن کے گناہ اُن کے گناہ ہیں اور ترکِ جماعت اُس کا گناہ ہوگا واللہ تعالٰی اعلم۔

(۴) اگر امام مسجد فاسق معلن یا بدمذہب یا بے طہارت یا غلط خواں ہے اُسے آگے پیچھے یا اُس سے الگ حجرہ میں جماعت پر بھی قدرت نہیں بلکہ فتنہ اُٹھتا ہے تو اس صورت میں تنہا پڑھنے کی اُسے اجازت ہوگی مگر یہ بات بہت دشوار ہے کہ حجرہ میں دو ایک شخص کے ساتھ جماعت کرنے میں بھی فتنہ ہو واللہ تعالٰی اعلم۔

(۵) اس صورت میں مقتدی گنہگار ہیں امام پر کچھ الزام نہیں وہ امامت کرسکتا ہے اور ان کی نماز اس کے پیچھے روا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۶) مسجد میں دنیا کی بات کے لئے بیٹھنا حرام ہے اور اس میں جمع ہو کر دنیا کی بات کرنا ضرور خطا ہے واللہ تعالٰی اعلم

(۷) امام میں چند شرطیں ضروری ہیں اوّلاً قرآنِ عظیم ایسا غلط نہ پڑھتا ہو جس سے نماز فاسد ہو جیسے وہ لوگ کہ مثلاً ا، ع یا ت، ط یا ث، س، ص یا ح، ہ یا ذ، ز، ظ، ض میں فرق نہیں کرتے۔ دوسرے وضو، غسل، طہارت صحیح رکھتا ہو۔ سوم سُنّی صحیح العقیدہ مطابق عقائد علمائے حرمین شریفین ہو، تفضیلی وغیرہ بدمذہب نہ ہو نہ کہ وہابی خصوصاً دیوبندی کہ سرے سے مسلمان ہی نہیں، یا ان کو اچھا جاننے والا کہ وہ بھی انھیں کے مثل ہے۔ شفا شریف و بزازیہ و مجمع الانہر و درمختار وغیرہا میں ہے،

ومن شك فى كفره وعذابه فقد كفر[1] جس نے اس کے کفر اور عذاب میں شک کیا وہ خود کافر ہو جائے گا۔ (ت)

چہارم فاسق معلن نہ ہو، اسی طرح او رامورِ منافی امامت سے پاک ہو، ان کے بعد ذی علم ہونا شرط صحت وحلت نہیں شرط اولیت ہے اگر جاہل ہے اور شرط مذکورہ رکھتا ہے اُس کے پیچھے نماز ہو جائیگی اگرچہ اولٰی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] درمختار باب المرتد مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

marfat.com

Marfat.com

اسے مقرر کرنا اصلاً معتبر نہیں ہوسکتا نہ حالتِ مذکورہ میں کہ قوم بوجہ شرعی اس سے کراہت رکھتی ہے، ...
بننا ناجائز۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لا ترفع صلاتھم فوق اٰذانھم شبرا وعد منھم من ام قوما وھم لہ کارھون[1]۔

تین آدمیوں کی نماز ان کے کانوں سے ایک بالشت بھی اوپر نہیں جاتی (یعنی بارگاہِ عزت میں رسائی بڑی چیز ہے) ان میں ایک وہ شخص ہے جو کچھ لوگوں کی امامت کرے حالانکہ وہ اسے ناپسند کرتے ہوں (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۹۶: از کانپور توپ خانہ بازار قدیم مسجد سہ منارہ ۲۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عالم ہے یعنی علم فقہ و حدیث بخوبی جانتے ہیں مگر عالم موصوف بائیں پیر سے مجبور ہیں جس کو لنگڑا کہتے ہیں زمین میں پیر مذکور کا فقط انگشت لگا سکتے ہیں لیکن دہنا پیر درست ہے قیام، رکوع، سجود بخوبی کرسکتے ہیں۔ یہ عالم مذکور پانچ وقتی نماز کی امامت کرسکتے ہیں اگرچہ عالم دیگر موجود ہو یا نہیں؟ باعبارت و دلائل کے تحریر فرمائیں کہ سامعین کو کسی قسم کا شبہ نہ رہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں ایسے شخص کی امامت بلاشبہہ جائز ہے پھر اگر وہی عالم ہے تو وہی زیادہ مستحق ہے اُس کے ہوتے جاہل کی تقدیم ہرگز نہ چاہئے اور اگر دوسرا عالم بھی موجود ہے جب بھی اس کی امامت میں حرج نہیں مگر بہتر وہ دوسرا ہے، یہ سب اس صورت میں کہ دونوں شخص شرائط صحت و جواز امامت کے جامع ہوں صحیح خوان صحیح الطہارۃ سُنّی صحیح العقیدہ غیر فاسق معلن ورنہ جو جامع شرائط ہوگا وہی امام ہوگا۔ درمختار میں ہے:

صح اقتداء قائم باحدب وان بلغ حدبہ الرکوع علی المعتمد وکذا باعرج وغیرہ اولٰی[2]

مختار قول پر سیدھا کھڑے ہونے والے کی نماز کُبڑے شخص کے پیچھے درست ہے اگرچہ اس کا کُبڑا پن رکوع کی حد تک ہو۔ اسی طرح لنگڑے کا حکم ہے۔ البتہ دوسرے آدمی کی امامت افضل و اولٰی ہے۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] سنن ابن ماجہ باب من ام قوماً وہم لہ کارھون مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۶۹
ف: جس کتاب سے حوالہ دیا ہے اس میں "فوق اٰذانھم" کی جگہ "فوق رؤسھم" ہے۔ نذیر احمد سعیدی
[2] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۵

marfat.com

Marfat.com

کا ظہر تو جماعت نہیں ہوسکتی اپنی اپنی الگ پڑھیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۷۸ امام کی اتفاق سے ایک وقت کی نماز قضا ہوگئی ہے تو وہ نماز پڑھا سکتا ہے یا دوسرا شخص کھڑا ہو؟ بینوا توجروا۔

الجواب

وہی امامت کرے جبکہ قصداً قضا نہ کی ہو، اور اگر قصداً قضا کی اگرچہ اتفاق سے، تو فاسق ہوگیا۔ اگر توبہ نہ کرے تو دوسرا شخص امامت کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۷۹ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی عمر اٹھارہ سال کی ہے اور حافظ ہے داڑھی نہیں ہے آیا اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر حسین وجمیل خوب صورت ہو کہ فساق کے لئے محلِ شہوت ہو تو اس کی امامت خلافِ اولیٰ ہے ورنہ نہیں، درمختار میں ہے، وتکرہ خلف امرد[1] (امرد کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ ت) ردالمحتار میں ہے:

قال الرحمتی المراد به الصبیح الوجه لانه محل الفتنة[2]

شیخ رحمتی نے کہا امرد سے مراد خوبصورت چہرے والا لڑکا ہے کیونکہ وُہ فتنے کا محل ہے۔ (ت)

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۸۰ از قصبہ دھام پور ضلع بجنور محلہ بندوقچیاں مرسلہ محمد سعید صاحب ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک جامع مسجد کا پیش امام جو ابدی نماز پڑھاتا ہے وجماعت کثیرہ اس کے پیچھے نماز پڑھے اور جملہ قصبہ والے اور دیہات والے خوش ہوں اور دس پانچ آدمی بسبب خصومت نفسی کے اُس پیش امام کے پیچھے نہ پڑھیں اور جماعت ہوتی رہے اور وُہ مسجد کے صحن میں یا دیوار کے پاس کھڑے رہیں اس انتظار میں کہ جماعت ہوجائے تو ہم دوسری جماعت اپنی کرکے نماز پڑھیں اور اگر وُہ لوگ قبل آجائیں تو امام کے مصلے پر کھڑے ہوکر نماز پڑھ کر چلے جائیں یہ فعل جائز ہے یا نہیں۔ فقط

الجواب

اگر امام سُنّی صحیح العقیدہ مطابق عقائد علمائے حرمین شریفین ومخالف عقائد غیر مقلدین ووہابیہ دیوبندیہ وغیرہم گمراہان ہے اور قرآن مجید صحیح قابلِ جواز نماز پڑھتا ہے اور فاسق معلن نہیں، غرض اگر کوئی بات

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

[2] ردالمحتار 〃 مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۵

marfat.com

Marfat.com

کوئی عذر نہیں کہ اگر تُو نے دل سے توبہ کی ہے تو اللہ قبول فرمانے والا ہے نیز اسی نیت [illegible] مرجائے گا ہم اُس کے جنازہ کے ساتھ وہ طریقہ برتیں گے جو ایک سُنی حنفی کے ساتھ کیا جاتا ہے [illegible] واللہ تعالٰی اعلم بالسرائر (کیونکہ ہم ظاہر پر حکم لگانے کے پابند ہیں، دلوں کا حال اللہ ہی جانتا ہے۔ ت) مگر اس قبول توبہ سے یہ لازم نہیں کہ ہم ایسے مضطرب شخص ایسے مشکوک حالت والے کو اپنے ایسے اہم فرض دینی کا امام ہی بنالیں اگر واقع میں وہ سچے دل سے تائب ہوا ہے تو اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی اور اگر امامت لینے کے لئے توبہ ظاہر کرتا ہے تو وہ نماز باطل وفاسد ہوگی اور اس کی حالت شک ڈالنے والی اور نفع کی طمع اس کی تائید کرنے والی کسی طرح عقل سلیم احتیاط کا مقتضا ہرگز نہیں کہ اُسے امام کیا جائے وہ پیسہ کے معاملہ میں گواہی کے لئے تو علمائے کرام یہ احتیاط فرماتے ہیں کہ فاسق اگرچہ توبہ کرلے اُس کی گواہی مقبول نہ ہوگی جب تک ایک زمانہ اُس پر نہ گزرے جس سے صدق توبہ وصلاح و تقوٰی کے آثار اُس پر ظاہر ہوں کہ جب وہ فاسق ہے تو ممکن کہ اس وقت اپنی گواہی قبول کرادینے کے لئے توبہ کا اظہار کرتا ہو فتاوٰی عالمگیری وفتاوٰی قاضی خاں میں ہے:

الفاسق اذا تاب لاتقبل شہادتہ مالم یمض علیہ زمان یظھر علیہ اثر التوبۃ والصحیح ان ذٰلک مفوض الی رأی القاضی[1]

فاسق اگر توبہ کرلے تو جب تک اتنا وقت نہ گزر جائے جس میں اس پر توبہ صدق کا اثر ظاہر ہو اس کی گواہی قبول نہ کی جائے، اور صحیح یہ ہے کہ یہ معاملہ قاضی کی رائے کے سپرد کیا جائے۔ (ت)

بلکہ جو جھوٹ کے ساتھ مشہور ہے اس کی نسبت تصریح فرماتے ہیں کہ اس کی گواہی کبھی مقبول نہ ہوگی اگرچہ سو بار توبہ کرے، بدائع امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاسانی پھر فتاوٰی ہندیہ میں ہے:

والمعروف بالکذب لاعدالۃ لہ فلا تقبل شہادتہ ابدا وان تاب بخلاف من وقع فی الکذب سھوا او ابتلی بہ مرۃ ثم تاب[2]

جو جھوٹ میں مشہور ہو وہ عادل نہیں ہوسکتا اس کی ہمیشہ گواہی قبول نہ ہوگی اگرچہ وہ تائب ہوجائے بخلاف اس شخص کے جس سے جھوٹ سہواً سرزد ہوا ہو یا وہ جھوٹ میں کسی ایک دفعہ مبتلا ہوا ہو پھر اس نے توبہ کرلی ہو۔ (ت)

جب دو پیسے کے مال میں یہ احتیاطیں ہیں تو نماز کہ بعد ایمان اعظم ارکان دین ہے اُس کے لئے کس درجہ احتیاط واجب

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فیمن لاتقبل شہادتہ لفسقہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۴۶۸

[2] ایضاً

marfat.com

Marfat.com

میں حرج نہیں کما فی الدر المختار (جیسا کہ درمختار میں ہے۔ ت) وہ اگر قابلِ امامت ہو تو اس کی امامت میں مضائقہ نہیں۔

(۴) امام صف سے اتنا آگے کھڑا ہو کر جو مقتدی اُس کے پیچھے ہے اُس کا سجدہ بطور مسنون بآسانی ہو جائے بلا ضرورت اس سے کم فاصلہ رکھنا جس کے سبب مقتدیوں کو سجدہ میں تنگی ہو منع ہے یوں ہی فاصلہ کثیر عبث چھوڑنا خلاف سنت مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۸۲ تا ۶۸۳ سرکرہ ضلع مراد آباد مسئولہ سید عبدالعزیز صاحب ۵ محرم شریف ۱۳۳۲ ہجری

(۱) باپ نے بیٹے کو عاق کر دیا اور پھر اس کی خطا معاف بھی کر دی تو اس کی خطا معاف ہوئی یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی؟

(۲) اگر کسی شخص سے چار جمعہ حالتِ مرض میں پے در پے ساقط ہو گئے تو پانچویں جمعہ میں نماز اس کے پیچھے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) ہاں اگر وُہ باپ کی نافرمانی اور باپ کو ناراض کرنے سے باز آیا اور سچے دل سے توبہ کی تو خطا معاف ہو گئی اور اب اُس کے پیچھے نماز جائز ہو جائے گی، اور اگر وہ نافرمانی وایذائے پدر سے باز نہ آیا تو ضرور سخت اشد فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی جس کا پھیرنا واجب ہے، اور اسے امام بنانا گناہ اگرچہ باپ اپنی مہربانی سے ہزار بار خطا معاف کر دے کہ یہ صرف باپ کی خطا نہیں اللہ اللہ عزوجل کا بھی گناہ اور سخت گناہ شدید کبیرہ ہے، تو فقط باپ کے معاف کئے کیونکر معاف ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اگر مرض ایسا تھا کہ قابلِ حاضری جمعہ نہ تھا تو اس پر کچھ الزام نہیں، اور اگر حاضر ہو سکتا تھا اور کاہلی اور بے ہمتی سے نہ آیا تو فاسق ہے اسے امام کرنا گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۸۴ از بیتھو ضلع وڈاک خانہ بیتھو مرسلہ حکیم رضا حسین صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ولد الزنا کا نکاح صحیح ہوا اور اُس سے اولاد ہوئی تو اس اولاد کے پیچھے اقتدا درست ہے یا نہیں۔ فقط

الجواب

ولدالزنا کا بیٹا کہ نکاحِ صحیح سے پیدا ہوا ولدالزنا نہیں اس کے پیچھے نماز میں کچھ کراہت نہیں، ہاں اگر اہلِ جماعت اُس سے نفرت کریں اور اس کے باعث جماعت کی تقلیل ہو تو اُسے امام نہ کیا جائے اگرچہ وُہ خود بے قصور ہے جیسے معاذ اللہ برص وجذام والے کی امامت مکروہ ہے جبکہ باعثِ تنفیرِ جماعت ہو اگرچہ مرض

marfat.com

Marfat.com

ثلثة لا یدخلون الجنة وعد منهم العاق لوالدیه۔[1] تین شخص جنت میں نہ جائیں گے ان میں سے ایک اپنے ماں باپ کو ستانے والا۔ (ت)

ایسا شخص قابلِ امامت نہیں ہو سکتا۔ فتاوی حجہ وغنیہ میں ہے، لو قدموا فاسقا یاثمون[2] (اگر فاسق کو لوگوں نے امام بنایا تو وہ گنہگار ہوں گے۔ ت) تبیین الحقائق وغیرہ میں ہے:

لان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا۔[3] کیونکہ امامت کے لئے اس کو مقدم کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً اس کی اہانت لازم ہے۔

اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنا گناہ اور پڑھی تو پھیرنی واجب، جب وہ ایسا بیباک ہے کہ ماں کو مارتا ہے تو اس سے کیا تعجب کہ بے وضو نماز پڑھائے یا نہانے کی ضرورت ہو جانے کے سبب بے غسل پڑھا دے، اور جو اس نے پند کے جواب میں کہا سخت بیہودہ و بے معنی ہے مگر اُس سے تکفیر نہیں ہو سکتی اُس میں تاویل ممکن ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۹۹: مسئولہ سید اشرف علی صاحب ۱۴ جمادی الاولٰی ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حنفی شافعی کے پیچھے نماز پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر شافعی نماز پڑھا رہا ہے اور حنفی آیا تو اس جماعت میں شریک ہو یا نہیں؟ فقط

الجواب

اگر شافعی طہارت و نماز میں فرائض و ارکان مذہب حنفی کی رعایت کرتا ہے اُس کے پیچھے نماز بلاکراہت جائز ہے اگرچہ حنفی کے پیچھے افضل ہے اور اگر حال رعایت و عدم رعایت معلوم نہ ہو تو قدرے کراہت کے ساتھ جائز، اور اگر عادت عدم رعایت معلوم ہو تو کراہت شدید ہے اور اگر معلوم ہو کہ خاص اس نماز میں رعایت نہ کی تو حنفی کو اس کی اقتدا جائز نہیں اس کے پیچھے نماز نہ ہوگی، صورتِ اول و دوم میں شریک ہو جائے اور صورت سوم میں شریک نہ ہو اور چہارم میں تو نماز ہی باطل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۰۰: مرسلہ مفخر حسین صاحب از بدایوں محلہ سرائے چودھری ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۲ھ

جناب مخدوم مکرم بندہ مولوی صاحب دام ظلکم بعد سلام سنت الاسلام کے عرض خدمت بابرکت میں ہے

---

[1] المعجم الکبیر حدیث نمبر ۱۳۱۸۰ ما اسند سالم عن ابن عمیر مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۲/۳۰۲

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[3] تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق باب الامامۃ والحدث فی الصلوۃ مطبعۃ المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ بولاق مصر ۱/۱۳۴

marfat.com

Marfat.com

ختمِ قرآن مجید کے اپنے پاس سے خواہ چندہ سے بخوشی اپنے شیرینی تقسیم کرنا جائز ہے یا بدعت ؟ اور ایسے شخص جو قیام کا منکر اور جو تراویح کے بعد ختمِ قرآن مجید کی شیرینی کا تقسیم کرنا بدعت سمجھتا ہو اور ناجائز کہتا ہو اُس کے پیچھے نماز کی اقتداء کرنا بروئے مذہب حنفی کیا ہے ؟ ایسے امام کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے یا نہیں یا کیا ہے ؟ فقط

الجواب

قیام وقتِ ذکرِ ولادت حضور سید الانام علیہ وعلٰی آلہٖ افضل الصلاۃ والتسلیم جس طرح حرمین طیبین و مصر و شام و سائر بلادِ اسلام میں رائج و معمول ہے ضرور مستحسن و مقبول ہے۔ علامہ سید جعفر برزنجی رحمہ اللہ تعالٰی جن کا رسالہ میلاد مبارک حرمین طیبین و دیگر بلادِ عرب و عجم میں پڑھا جاتا ہے اُس رسالہ میں فرماتے ہیں،

قد استحسن القیام عند ذکر مولدہ الشریف صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ائمۃ ذو روایۃ ودرایۃ فطوبٰی لمن کان تعظیمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غایۃ مرامہ و مرماہ[1]۔

بے شک ذکرِ ولادتِ اقدس کے وقت قیام کرنا ان اماموں نے مستحسن جانا جو اصحابِ روایت و اربابِ درایت تھے تو خوشی اور شادمانی ہو اُس کے لئے جس کی نہایت مراد و غایت مقصود محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم ہو۔ (ت)

یہاں آج کل اس قیامِ مبارک کو بدعت و ناجائز کہنے والے حضرات وہابیہ ہیں خذلھم اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی انھیں خوار کرے۔ ت) اور وہابیہ زمانہ اب بدعت و ضلالت سے ترقی کر کے معراجِ کفر تک پہنچ چکے ہیں بہرحال ان کے پیچھے نماز ناجائز اور انھیں امام بنانا حرام، یوں ہی ختمِ قرآنِ عظیم کے وقت مسلمانوں میں شیرینی کی تقسیم بھی ایک امرِ حسن و محمود ہے اُسے بدعت بتانا انھیں اصولِ ضالہ وہابیت پر مبنی ہے اللہ عزوجل نے تو وجوب و ممانعت کی یہ معیار بتائی تھی ؛

وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا[2]۔

رسول جس بات کا تمھیں حکم دیں وہ اختیار کرو اور جس بات سے منع فرمائیں باز رہو۔ (ت)

مگر وہابی صاحبوں نے معیارِ ممانعت یہ رکھی ہے کہ جسے ہم منع کردیں اُس سے بچو اگرچہ اللہ و رسول نے کہیں منع نہ فرمایا ہو، غرض یہ اس کا شرک فی الرسالت ہے، اُس کے پیچھے ہرگز نماز نہ پڑھی جائے، والعیاذ باللہ تعالٰی رب العالمین۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] رسالہ میلاد مبارک للعلامہ سید برزنجی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ قیام بوقت ذکر تولد خیر الانام، جامعہ اسلامیہ لاہور ص ۲۵، ۲۶

[2] القرآن ۵۹ /۷

marfat.com

Marfat.com

ہر دو باہم فاعل ومفعول تھے یعنی اغلام کرتے تھے، زید مفعول کے دیگر رشتہ داران مثل پدر و برادر [illegible] کرتے ہیں زید کے افعالِ قبیحہ کی خبر اس کے پدر و برادر اور دیگر رشتہ داران کو بھی تھی جن کی اطلاع ان کو بذریعہ تحریرات دی گئی مگر باینہمہ اُنھوں نے کبھی زید کو اس فعل ناجائز سے نہیں روکا اور نہ کسی قسم کی زجر و توبیخ کی بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ زید کی ناجائز آمدنی سے وُہ خود بھی فائدہ اٹھاتے تھے فاعل ومفعول کو ہنگام اختلاط کسی شخص نے بچشم خود نہیں دیکھا مگر واقعات اس امر کو پایہ ثبوت پر پہنچا رہے ہیں مثلاً برادرِ بکر کا تمام شب دونوں کو ایک جا دیکھنا اور بکر کی گوشمالی کرنا اور تحریرات کا عام لوگوں میں بذریعہ ڈاک روانہ کیا جانا اور زید کا عام لوگوں میں اپنی مفعولیت کا اقرار کرنا اور یہاں پولیس کے روبرو زید کا اقبالی بیان تحریر کرانا اور اس کے برادر کا تائید کرنا زید کا معمولی حیثیت کا آدمی ہونا مگر زیب و زینت اس درجہ رکھنا اور اس کے پدر و برادر کا اس طرف توجہ نہ کرنا، پس دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو شخص خلاف وضع وحرام فعل کریں یا کرائیں ان کی امامت شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟ اور اگر مفعول کے پدر و برادر وغیرہ کو اس امر کی خبر ہو اور وہ چشم پوشی کرکے ان کو منع نہ کریں تو ان کی امامت کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے؟ امید کہ قول مفتی بہ بحوالہ کتب تحریر فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب

یہ سخت شدید گناہِ کبیرہ ہے اور فاعل ومفعول بھی اگر بالغ وغیر مجبور ہوں فاسق ہیں ان کی یہ حالت اگر صحیح طور پر معروف مشہور ہو یا وہ خود اقرار کرتے ہوں جس طرح یہاں زید کا اقرار مذکور ہے نہ صرف قیاسات و سوئے ظن جن کا شرع میں اعتبار نہیں بلکہ ان وجوہ پر کبیرہ کی نسبت کرنے والے خود ہی مرتکب کبیرہ ہوتے ہیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

لولا اذ سمعتموہ ظن المؤمنین و المؤمنات بانفسھم خیرا[1]۔

کیوں نہ ہوا جب تم نے اسے سنا کہ مومن مردوں اور خواتین نے اپنوں پر نیک گمان کیا ہوتا۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث[2]۔

بدگمانی سے بچا کرو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے الحدیث (ت)

اس پر لحاظ کارروائی جائز نہیں بلکہ وجہ صحیح شرعی سے ثابت ومعروف ہو تو فاسق معلن ہیں ان کو امام بنانا گناہ، ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنا گناہ اور پھیرنا واجب، اور اگر ثبوت شرعی واقرار معروف نہ ہو مگر لوگوں میں افواہ اُڑ گئی ہو جس سبب

---

[1] القرآن ۲۴/ ۱۲

[2] صحیح البخاری باب قول اللہ عزوجل من بعد وصیۃ یوصی بہا او دین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۸۴

marfat.com

Marfat.com

وعد متہم من امر قوما وھم لہ کارھون[1] اونچی نہیں ہوتی یعنی بارگاہِ عزت تک رسائی تو بڑی چیز ہے ایک وہ جو کچھ لوگوں کی امامت کرے اور وہ لوگ اس سے ناراض ہوں یعنی اس میں کسی قصورِ شرعی کے سبب۔

والا فالوبال علیھم کما فی الدر المختار[2] وغیرہ (ورنہ وبال ان لوگوں پر ہوگا، جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ت) اور ظاہر ہے کہ صورتِ مستفسرہ میں اُس شخص میں متعدد قصور ہیں رشوت لینا اگر ثابت ہو تو وہ گناہِ کبیرہ ہے، حدیث میں فرمایا:

الراشی والمرتشی کلاھما فی النار[3] رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں دوزخی ہیں۔

پیسے لے کر مکر جانا اور اس پر قرآن عظیم کی جھوٹی قسم کھانا اور رسید جلا کر مسلمان پر جھوٹا دعوٰی کرنا اور اسے نقصان پہنچانا یہ سب گناہِ کبیرہ ہیں، ان وجوہ سے حافظ مذکور کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور اسے امام بنانا گناہ، اور جبراً امام بننے میں خود اس کی نماز بھی تباہ جب تک وہ ان تمام افعالِ شنیعہ سے علانیہ توبہ نہ کرے۔ قربانی کی کھال اگر دوسرے نے اسے مدرسہ میں دینے کو دی تھی اور اس نے دھوکا دے کر اپنے صرف میں کرلی تو یہ بھی دغا اور خیانت اور گناہِ کبیرہ ہے، اور اگر اپنی قربانی کی کھال مدرسہ میں دینے کو کہی تھی پھر نہ دی تو بیجا ہے مگر چنداں الزام نہیں جبکہ کسی عذرِ شرعی سے ایسا کیا ہو ورنہ اللہ عزوجل سے وعدہ خلافی ہے، چنانچہ نتیجہ بہت شدید ہے

قال اللہ تعالٰی فاعقبھم نفاقا فی قلوبھم الی یوم یلقونہ بما اخلفوا اللہ ما وعدوہ وبما کانوا یکذبون[4] اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے، تو اس کے پیچھے اللہ تعالٰی نے ان کے دلوں میں نفاق رکھ دیا اس دن تک کہ اس سے ملیں گے بدلہ اس کا کہ انھوں نے اللہ تعالٰی سے وعدہ جھوٹا کیا اور بدلہ اس کا کہ جھوٹ بولتے تھے۔(ت)

پیر پر طعن و تشنیع ارتدادِ طریقت ہے اس سے خلافت درکنار بیعت سے بھی خارج ہوجاتا ہے۔ سید حاجتمند کو

---

[1] سنن ابن ماجہ باب من ام قوما وھم لہ کارھون مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۶۹
ف: جس کتاب سے حدیث کا حوالہ دیا ہے اس میں "فوق اذانھم" کی جگہ "فوق رؤسھم" ہے۔ نذیر احمد سعیدی

[2] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

[3] کنز العمال الفصل الثالث فی الھدیۃ والرشوۃ " مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۱۱۳
ف: جس کتاب سے حوالہ دیا ہے اس میں "کلاھما" کا لفظ نہیں ہے۔ نذیر احمد سعیدی

[4] القرآن ۹/۷۷

marfat.com

Marfat.com

اس ملعون کمائی سے فائدہ نہیں لیتے تو ان پر الزام نہیں،

قال اللہ تعالیٰ لا تزر وازرۃ وزر اخری[1] اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی (ت)

لیکن افواہ عام کی بنا پر نفرت وتقلیل جماعت ہو تو ان کی امامت مکروہ تنزیہی اور نامناسب ہوگی اگرچہ پہلی صورت کی طرح مکروہ تحریمی اور گناہ نہیں، یہاں بحمد اللہ تعالیٰ فتوٰی پر کوئی فیس نہیں لی جاتی، بفضلہ تعالیٰ بفضلہ تعالیٰ تمام ہندستان و دیگر ممالک مثل چین و افریقہ و امریکہ وخود عرب شریف وعراق سے استفتا آتے ہیں اور ایک ایک وقت میں چار چار سو فتوے جمع ہوجاتے ہیں بحمد اللہ تعالیٰ حضرت جد امجد قدس سرہ العزیز کے وقت سے اس ۱۳۳۷ھ تک اس دروازے سے فتوے جاری ہوئے اکانوے[91] برس، اور خود اس فقیر غفرلہ کے قلم سے فتوے نکلتے ہوئے اکاون[51] برس ہونے آئے یعنی اس صفر کی ۱۴ تاریخ کو پچاس برس چھ[6] مہینے گزرے، اس نو کم سو برس میں کتنے ہزار فتوے لکھے گئے، بارہ[12] مجلد تو صرف اس فقیر کے فتاوے کے ہیں بحمد اللہ یہاں کبھی ایک پیسہ نہ لیا گیا نہ لیا جائے گا بعونہٖ تعالیٰ وللہ الحمد، معلوم نہیں کون لوگ ایسے پست فطرت دُنی ہمت ہیں جنھوں نے یہ صیغہ کسب کا اختیار کر رکھا ہے جس کے باعث دُور دُور کے ناواقف مسلمان کئی بار پوچھ چکے ہیں کہ فیس کیا ہوگی؟ بھائیو! ما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العلمین[2] میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا میرا اجر تو سارے جہان کے پروردگار پر ہے اگر وہ چاہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۳: از بمبئی محلہ قصابان پوسٹ ۳۰ مرسلہ مولوی عبدالرزاق ۱۷ شعبان ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید چند ماہ تک پہلے ایک مسجد میں امامت کرتا رہا اور وہاں پر زید کی کئی حرکتیں معلوم ہوئیں کہ پیشاب کرکے ڈھیلا نہ لینا بلکہ پیشاب و پاخانہ کرکے اُسی وقت اُسی جگہ پانی سے استنجا کرکے اور لنگوٹ باندھ کر نماز پڑھنا اور بازاری عورتوں کے ساتھ خلا ملا مزاح وتمسخر کرنا، ان باتوں کا چرچا اہل جماعت میں ہونے کو تھا کہ زید دوسری مسجد میں منتقل ہوگیا وہاں بھی اس کی وہی حرکتیں بدستور قائم رہیں، جب لوگوں نے اُس کو لنگوٹ باندھنے اور ڈھیلا نہ لینے کی نسبت پُوچھا تو کہا میں معذور ہوں ڈھیلا نہیں لے سکتا اور لنگوٹ بھی بوجہ عذر کے باندھتا ہوں مگر نماز کے وقت صرف کپڑے بدل لیتا ہوں۔ اور خلا ملا عورتوں سے بدستور ہے لوگ اس کی ایسی حرکتوں سے سخت بیزار ہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے بھی سخت ناراض ہیں، بلکہ لوگوں نے اُس کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کردیا، چند لوگ اپنی نفسانیت سے اُس مکار کی حمایت پر اڑے ہیں باوجود اس کے معذور ہونے اور یہ حرکتیں معلوم ہونے کے

---

[1] القرآن ۶/ ۱۶۴

[2] القرآن ۲۶/ ۱۲۷

marfat.com

Marfat.com

بات ذیل کے معزول کردیا گیا ہے ،

(۱) اتہام زنا

(۲) اتہام سرقہ دریہائے مسجد وغیرہ ، اسباب مسجد جو متعلق مسجد اس کے ماتحت تھا۔

(۳) لعیل عمل قوم لوط ، جس کے مشاہدہ و معائنہ کے چند اشخاص معتبران شاہد ہیں وغیرہ وغیرہ ، اب وہ شخص بغیر اجازت بانی مبانی مسجد و متولی مسجد چند اشخاص کے کہنے پر جو ساکنانِ غیر محلہ اس مسجد کے ہیں امام ہونا چاہتا ہے علاوہ اس کے جو بالفعل امام مسجد بانی و متولی مسجد نے مقرر کیا ہوا ہے اعلم بالسنۃ والحدیث ہونے پر سوا جامع عالم جید ہے اور معزول شدہ کا مبلغ علم صرف کنز الدقائق۔ ایسے شخص کا امام ہونا باوجود جمیع وجوہات بالا کے جائز ہے یا نہ۔ فقط

الجواب

اتہام اور بدگمانی تو شرعاً جائز نہیں۔

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[۱] وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث[۲]۔

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے : اے ایمان والو ! بہت گمانوں سے بچو بیشک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے۔ رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا : بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑی جھوٹی بات ہوتی ہے الحدیث (ت)

مگر جس بات کے معاینہ کے گواہان ثقہ بتائے جاتے ہیں وہی ممانعتِ امامت کو بس ہیں بلکہ جو ایسے افعالِ شنیعہ سے متہم ہو چکا اور طبائع اس سے نفرت کرنے لگیں اگر ثبوت نہ بھی ہو تاہم اس کی امامت میں تقلیلِ جماعت ضرور ہے اور اسی قدر کراہت امامت کو بس ہے اگرچہ وہ واقع میں بے قصور ہو کما نصوا علیہ فی من شاع برصہ والعیاذ باللہ تعالٰی کما فی الدر وغیرہ (جیسے کہ فقہاء نے اس مسئلہ کی تصریح کی ہے اس شخص کے بارے میں جس کا برص پھیل گیا ہو والعیاذ باللہ تعالٰی ، جیساکہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ ت) بہرحال وہ عالم متقی صحیح خواں کے مقابل کسی طرح مستحقِ امامت نہیں ہو سکتا خصوصاً جبکہ بانیِ مسجد و اہلِ محلہ کو اس سے کراہت ہے فان امر الامامۃ مفوض الی البانی ثم الی الجماعۃ ولا دخل فیہ للاجانب (کیونکہ امام کا مقرر کرنا بانی کا حق ہے پھر مقتدی حضرات کا امام مقرر کرنے میں اجنبی لوگوں کا کوئی حق نہیں۔ ت) تو غیر اہلِ محلہ کا

---

[۱] القرآن ۴۹ / ۱۲

[۲] صحیح البخاری کتاب الوصایا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ / ۳۸۴

marfat.com

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے :

فی الغزنویۃ المرأۃ کالرجل الا فی الاستبراء فانہ لا استبراء علیھا بل کما فرغت تصبر ساعۃ لطیفۃ ثم تستنجی ومثلہ فی الامداد وعبر بالوجوب تبعا للدرر وغیرھا وبعضھم عبر بانہ فرض وبعضھم بلفظ ینبغی وعلیہ فھو مندوب کما صرح بہ بعض الشافعیۃ ومحلہ اذا أمن خروج شیئ بعدہ فیندب ذلک مبالغۃ فی الاستبراء اوالمراد الاستبراء بخصوص ھذہ الاشیاء من نحو المشی و التنحنح اما نفس الاستبراء حتی یطمئن قلبہ بزوال الرشح فھو فرض، وھو المراد بالوجوب ولذا قال الشرنبلالی یلزم الرجل الاستبراء حتی یزول اثر البول ویطمئن قلبہ وقال عبرت باللزوم لکونہ اقوی من الواجب لان ھذا یفوت الجواز لفوتہ فلا یصح لہ الشروع فی الوضوء حتی یطمئن بزوال الرشح[1] اھ

غزنویہ میں ہے عورت مرد کی طرح ہے البتہ عورت پر استبراء لازم نہیں، بلکہ جیسے ہی فارغ ہو تھوڑی دیر کے بعد استنجاء کر سکتی ہے، اس کی مثل امداد میں بھی ہے اس نے درر وغیرہ کی اتباع کرتے ہوئے لفظ وجوب سے تعبیر کیا ہے اور بعض لوگوں نے لفظ فرض " بعض نے لفظ "ینبغی" اور "علیہ" سے تعبیر کیا ہے، پس یہ مندوب ہے جیسا کہ بعض شوافع نے تصریح کی ہے اس کا محل یہ ہے کہ جب اس کے بعد کسی شئی کے خروج کا خوف نہ ہو تو یہ استبراء میں مبالغہ کے لئے مندوب ہے یا استبراء سے مراد یہ مخصوص اشیاء ہیں مثلاً چلنا اور کھنکارنا، رہا نفس استبراء یہاں تک کہ قطروں کے زائل ہونے کے ساتھ دل مطمئن ہو جائے تو وُہ فرض ہے اور وجوب سے بھی یہی مراد ہے اسی لئے شرنبلالی نے کہا آدمی پر استبراء لازم ہے یہاں تک کہ بَول کا اثر زائل ہو جائے اور دل مطمئن ہو جائے اور کہا کہ میں نے اسے لفظ "لزوم" کے ساتھ اس لئے تعبیر کیا کہ یہ واجب سے اقوٰی ہے کیونکہ اس کے فوت ہونے سے جواز فوت ہوجاتا ہے پس نمازی کے لئے وضوء میں شروع ہونا اس وقت تک درست نہیں جب تک کہ پیشاب کی چھینٹوں کے زائل ہونے سے دل مطمئن نہ ہو جائے۔ (ت)

زید اگر ایسا ہو کہ وہیں بیٹھے بیٹھے کھنکھارنے یا ٹلنے سے اُسے اطمینان صحیح ہوجاتا ہو اور بعد استبراء صرف پانی سے استنجاء کرے جب تو یہ فرض ادا اور وضو صحیح ہو جاتا ہے اور اگر مثلاً ٹہلنا وغیرہ اسے درکار ہے بے اسے ادا کئے پانی سے دھولیتا ہے تو فرض کا تارک ہے اور اسی حالت میں وضو کرے تو وضو ناجائز اور اس کی نماز باطل،

---

[1] ردالمحتار فصل الاستنجاء مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۵۳

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ از تحصیل چونیاں ضلع لاہور مسئولہ انوار الحق صاحب ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

اس ملک پنجاب میں دین کی بہت سُستی ہے خاصکر دیہات میں تو دین مذہب کا کچھ پتا ہی نہیں، چنانچہ ہر ایک دیہات میں امام مسجد سوائے چند سورتوں کے یاد رکھنے کے اور کوئی علم نہیں رکھتا اور مقتدیوں کی غرض بھی یہی ہوتی ہے کہ امام مسجد ایسا ہو جو کہ ہماری میت کو غسل دے سکے یا نکاح پڑھ سکے یا دو تین سورتیں نماز پڑھانے کے واسطے یاد ہوں اور کوئی شوق نہیں، چنانچہ ایک گاؤں بنام تیرتھ میں ایک امام مسجد ایسی ہی صفتوں والا صبح کو گیا اور وہیں وفات پائی، اسی مذکورہ گاؤں میں ایک دہر کمہارہ جو کہ اپنے آپ کو حنفی کہتا تھا اور پھر بعد میں چند سال وہابی مذہب رہا، بعد ازیں چند سال سے چکڑالوی مذہب ہے۔ اب مذکورہ امام مسجد کی فوتیدگی پر اُس نے اس خیال سے کہ میں امام مسجد بن جاؤں مسجد کے متعلقہ گھروں کی آمدنی میرے کام آئے یہ ظاہر کیا کہ میں نے چکڑالوی مذہب سے توبہ کی مجھے امام مسجد مقرر کرو۔ چنانچہ اس کے ہم خیال چند دوستوں نے اس کو پگڑی پہنائی اور اس کو امام مسجد مقرر کر دیا۔ اب چند مسلمان اُس کے مخالف اُٹھے جن کو اس کے چند مذہب بدلنے کا رنج تھا اُنھوں نے اس کو معزول کرنا چاہا، اب چونکہ وہ کچھ علم رکھتا ہے اُس نے کہا کہ میں نے توبہ خالص کر دی ہے اور اب میں حنفی مذہب پر آگیا ہوں اگر تم اب بھی معزول کرتے ہو تو مجھے شریعت کا حکم دکھاؤ میں کنارے ہو جاؤں گا۔ چنانچہ وُہ کہتا ہے کہ کافر کی توبہ منظور ہے میری کیونکر نہ منظور ہوگی۔ پکّے مسلمانوں کا خیال ہے کہ اگر یہ امام مسجد مقرر رہا تو یہ دین میں رخنہ انداز ہوگا پھر کئی آدمی اُس کے موافق ہو جائیں گے پھر ہم میں اتنی طاقت نہ ہوگی کہ ان کو سیدھا کریں اس خیال سے وہ چاہتے ہیں کہ اگر کوئی حکم ایسے مشکوک آدمی کے بارے میں ہو تو ہمیں فتوٰی دیا جائے کہ اس کو نکالا جائے اور اس کے فتنہ سے بے فکر ہو جائیں۔ فقط

الجواب

نماز اہم عبادت ہے اور اس کے لئے غایت احتیاط درکار ہے یہاں تک کہ ہمارے علمائے تصریح فرمائی کہ اگر نماز چند وجہ سے صحیح ٹھہرتی ہو اور ایک سے فاسد، تو اُسے فاسد ہی قرار دیں گے۔ امام ابن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

لان الصلوٰۃ متی فسدت من وجہ و جازت من وجوہ حکم بفسادھا۔[1]

کیونکہ جب ایک جہت سے نماز فاسد ہو اور کئی وجوہ کی بنا پر صحیح ہو تو نماز کے فاسد ہونے کا حکم دیا جاتا ہے۔ (ت)

جو شخص ایسا مضطرب الحال ہو کہ اتنے دنوں میں تین مذہب بدل چکا اس کی توبہ بایں معنی قبول کرنے میں

---

[1] فتح القدیر باب صلوٰۃ المسافر مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۴

marfat.com
Marfat.com

اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کما فی الغنیۃ وغیرھا واقرہ فی ردالمحتار (جیسا کہ غنیہ وغیرہ میں ہے اور ردالمحتار میں اس کو ثابت رکھا ہے۔ت) تو جتنی نمازیں اُس کے پیچھے اس حالت میں پڑھی ہوں سب کا پھیرنا واجب، اگر نہ پھیریں گے گنہگار رہیں گے اگرچہ دس برس کی نمازیں ہوں کہ ہر جگہ کل صلٰوۃ ادیت مع کراھۃ التحریم[1] کما فی الدرالمختار وغیرہ (جیسا کہ کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہر نماز کا حکم ہے، دُرمختار وغیرہ میں اسی طرح ہے۔ت)

(۴) مقتدیوں کا اُس کے عیوب کے باعث اُس کی امامت سے ناراض ہونا۔ ایسے کی نماز اُس کے کانوں سے اُوپر نہیں جاتی یعنی آسمانوں پر جانا اور بارگاہِ عزت میں حاضر ہونا تو بڑی بات ہے وہیں کی وہیں پڑی رہتی ہے پُرانے چیتھڑے کی طرح لپیٹ کر اُس کے مُنہ پر ماردی جاتی ہے اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لاترفع صلاتھم فوق رؤسھم شبرا رجل ام قوما وھم لہ کارھون وامرأۃ باتت وزوجھا علیھا ساخط واخوان متصارمان[2]۔ رواہ ابن ماجۃ وابن حبان عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما بسند حسن۔

تین آدمیوں کی نماز ان کے سروں سے ایک بالشت برابر اُوپر نہیں اُٹھائی جاتی، ایک[1] وہ شخص جو قوم کا امام بنے مگر لوگ اسے پسند نہ کرتے ہوں۔ ایک[2] وہ عورت جو اس حال میں رات بسر کرے کہ اس کا خاوند اس پر ناراض ہو۔ اور[3] دو بھائی جو آپس میں جھگڑا کرنے والے ہوں۔ اس کو ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا ہے (ت)

دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لایقبل اللہ منھم صلاۃ من تقدم قوما وھم لہ کارھون ورجل اتی الصلٰوۃ دبارا والدبار ان یاتیھا بعد ان تفوتہ و

تین اشخاص کی نماز اللہ تعالٰی قبول نہیں فرماتا ایک[1] وہ شخص جو قوم کا امام بنا حالانکہ لوگ اسے پسند نہ کرتے ہوں۔ دُوسرا وہ شخص جو نماز کی طرف (جماعت کے فوت ہونے کے بعد یا نماز کا وقت فوت ہونے کے

---

[1] درمختار باب صفۃ الصلٰوۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۱

[2] سنن ابن ماجہ باب من ام قوماً وہم لہ کارھون " آفتاب عالم پریس لاہور ص ۶۹

marfat.com

Marfat.com

شریعت مطہرہ ہرگز ایسے مشکوک شخص کو امام بنانا پسند نہیں فرماتی، جو لوگ اس کی امامت میں کوشاں ہیں وہ اللہ و رسول و مسلمانوں سب کے خائن ہوں گے۔ حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استعمل رجلا من عصابۃ وفیھم من ھو ارضی للہ منہ فقد خان اللہ ورسولہ والمؤمنین۔[1] رواہ الحاکم وصححہ وابن عدی والعقیلی والطبرانی والخطیب عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جو کسی جماعت پر ایک شخص کو مقرر کرے اور ان میں وہ ہو جو اس شخص سے زیادہ اللہ کو پسندیدہ ہے تو بیشک اس نے اللہ و رسول اور مسلمانوں سب کے ساتھ خیانت کی۔ اس کو حاکم نے روایت کرکے صحیح قرار دیا۔ ابن عدی، عقیلی، طبرانی اور خطیب نے اسے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۹۸: از صدر بازار اسٹیشن و ڈاک خانہ رانی گنج ضلع بردوان مرسلہ مظفر حسین ۲۳ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

ماقولکم رحمکم اللہ (آپ کا کیا ارشاد ہے اللہ آپ پر رحم کرے۔ ت) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک مسجد میں مؤذن و امام یعنی دونوں کام پر مامور ہے اور زید مذکور اپنی والدہ کو زدوکوب کرتا ہے اس کو چند آدمیوں نے بطور پند کے کہا کہ تم اپنی والدہ کو کس طرح مارتے ہو تو تمہاری نماز وظیفہ کرنا تمہارا اللہ تعالٰی کے رُوبرو کیا کام دیں گے؟ درجواب اس کے زید مذکور نے کہا کہ جس طرح سے اور لوگ غیر عورت سے زنا کرتے ہیں وشراب پیتے ہیں اُسی طور سے ہمارا مسجد میں بیٹھ کے وظیفہ و نماز کرنا ہے، تو زید مذکور نے نماز وظیفہ کو تشبیہ دیا ساتھ افعال قبیحہ کے، تو اس صورت میں زید کا مسجد میں اذان کہنا و نماز اس کے عقب پڑھنا عندالشرع جائز ہے یا نہیں بغیر توبہ کئے ہوئے، اور یہ کس درجہ میں شمار ہوگا، آیا گناہ کبیرہ میں یا کہ درجہ کفر میں۔ درصورت اگرچہ یہ گناہ داخل ہو درجہ کفر میں، تو زید کی زوجہ اس کے عقد سے خارج ہو جائے گی یا نہیں؟ اور زید مذکور کو بعد تائب ہونے کے زوجہ سے ازسرِنو ضرورت درستگی عقد کی پڑے گی یا نہیں؟ جواب بحوالہ کتب معتبر ارشاد ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں وہ شخص سخت فاسق و فاجر، مرتکب کبائر، مستحق عذاب نار و غضب جبار ہے۔ ماں کو ایذا دینا سخت کبیرہ ہے نہ کہ مارنا جس سے مسلمان تو مسلمان کافر بھی پرہیز کرے گا اور گھن کھائے گا۔ حدیث میں ارشاد ہوا:

---

[1] المستدرک علی الصحیحین الامارۃ امانۃ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۹۲/۴

ف: مستدرک میں "فیھم" کی جگہ "فی تلک العصابۃ" کا لفظ ہے۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

Marfat.com

العبد الأبق حتّٰی یرجع وامرأۃ باتت وزوجھا علیھا ساخط وامام قوم وھم لہ کارھون[1] رواہ الترمذی عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وقال حسن غریب۔

ایک بھگوڑے غلام کی حتی کہ ... وہ خاتون جو رات اس حال میں بسر کرے کہ اس کا خاوند اس پر ناراض ہو، تیسرا وہ شخص جو قوم کا امام ہو حالانکہ لوگ اسے ناپسند کرتے تھے، اسے امام ترمذی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرکے کہا یہ حسن غریب ہے۔ (ت)

تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

ولوام قوما وھم لہ کارھون ان الکراھۃ لفساد فیہ اولانھم احق بالامامۃ منہ کرہ لہ ذلک تحریما۔[2]

اگر کسی نے قوم کی امامت کرائی حالانکہ وہ قوم اسے پسند نہ کرتی تھی اگر خود اس میں خرابی کی وجہ سے کراہت ہو یا اس لئے کہ دوسرے لوگ اس سے امامت کے زیادہ اہل تھے تو اس صورت میں اس کا امام بننا مکروہ تحریمی ہوگا۔

(۵) اُس کے سبب تفریق جماعت کہ سوال میں ہے لوگوں نے اُس کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کردیا جس کے سبب تفریق جماعت ہوا اُسے امام بنانا منع ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے اگرچہ وہ خود بے قصور ہو جیسے برص والا نہ کہ وہ خود فساد رکھتا ہے، دُرمختار میں ہے:

کذا تکرہ خلف ابرص شاع برصہ[3] اھ واستظھر فی ردالمحتار ان العلۃ النفرۃ ولذا قید الابرص بالشیوع ولیکون ظاھرا[4] اھ اقول لیس محل الاستظھار بل العلۃ ھی ھی لاشک ثم الذی یظھر لی ان کراھۃ الصلاۃ خلفہ تنزیھیۃ کما ھو قضیۃ کلام الشامی اذیقول تحت قول الدر ھذا وکذلک

اسی طرح اس صاحب برص کے پیچھے نماز مکروہ ہے جس کا برص پھیل گیا ہو اھ ردالمحتار میں اس کی علت نفرت قرار دیا اس لئے ابرص کے ساتھ الشیوع (یعنی پھیلنے) کی قید لگائی تاکہ معاملہ واضح ہوجائے اھ میں کہتا ہوں یہ مقام ظاہر کرنے کا نہیں بلکہ علت یہی نفرت ہے اس میں کوئی شک نہیں، پھر مجھ پر یہ بات واضح ہوئی کہ ابرص کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء من ام قوما وھم لہ کارھون مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۴۷

[2] و [3] درمختار باب الامامۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

[4] ردالمحتار مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۹

marfat.com

Marfat.com

ایک مسئلہ دریافت کرنے کی ضرورت پڑی وہ یہ ہے کہ جس شخص کے والدین اُس شخص سے کہیں کہ میرے جنازہ پر بھی ہرگز ہرگز نہ آئے اُس شخص کو امام کرنا چاہیئے یا نہیں؟ اور مقتدی اس شخص کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہیں؟ زیادہ حدِ ادب۔ فقط

الجواب

والدین اگر بلاوجہ شرعی ناحق ناراض ہوں اور یہ ان کی استرضا میں حدِ مقدور تک کمی نہیں کرتا تو اس پر الزام نہیں اور اس کے پیچھے نماز میں کوئی حرج نہیں، اور اگر یہ ان کو ایذا دیتا ہے اس وجہ سے ناراض ہیں تو عاق ہے اور عاق سخت مرتکب کبیرہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور امام بنانا گناہ، اور اگر ناراضی تو اُن کی بلاوجہ شرعی تھی مگر اس نے اس کی پروا نہ کی وہ کھنچے تو یہ بھی کھنچ گیا جب بھی مخالف حکم خدا و رسول ہے اُسے حکم یہ نہیں دیا گیا کہ ان کے ساتھ برابری کا برتاؤ کرے بلکہ یہ حکم فرمایا گیا، واخفض لهما جناح الذل من الرحمة[1] (بچھادے ماں اور باپ کے لئے ذلت و فروتنی کا بازو رحمت سے) اس کے خلاف و اصرار سے بھی فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ازبریلی مدرسہ منظر اسلام مسئولہ جناب استاذی مولوی رحم اللہ صاحب ۱۵ صفر ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سے خالد ظاہراً و باطناً کدورت رکھتا ہے حتی کہ زید جس وقت مسجد میں داخل ہو کر سلام علیک کہتا ہے خالد جوابِ سلام بھی نہیں دیتا اور خالد ہی امامت کرتا ہے، ایسی حالت میں زید کی نماز خالد کے پیچھے ہوگی یا نہیں؟ اور زید جماعت ترک کر کے قبل یا بعد جماعت علیحدہ نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں جبکہ خالد دل میں کدورت رکھتا ہے، اس کے واسطے کیا حکم ہوتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

محض دنیوی کدورت کے سبب اُس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں اور اس کے واسطے جماعت ترک کرنا حرام، خالد کی زید سے کدورت اور ترکِ سلام اگر کسی دنیوی سبب سے ہے تو تین دن سے زائد حرام، اور کسی دینی سبب سے ہے اور قصور خالد کا ہے تو سخت تر حرام، اور قصور زید کا ہے تو خالد کے ذمے الزام نہیں زید خود مجرم ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ازقصبہ لبی پرہ اسٹیشن سرہند گورنمنٹ پٹیالہ مسئولہ شیخ شیر محمد صاحب ۱۶ صفر ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید و بکر کی نسبت یہ مشتہر کیا گیا ہے کہ

---

[1] القرآن ۱۷/۲۴

marfat.com

Marfat.com

اذانی فقد اذی اللہ۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن۔[1]

اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی۔ اسے طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین اٰمنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاٰخرۃ۔[2]

جو یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات کا چرچا پھیلے اُن کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

جب اس پر دونوں جہان میں عذابِ شدید کی وعید ہے تو یہ بھی کبیرہ ہُوا اور مرتکبِ کبیرہ فاسق ہے اور یہ فعل بالاعلان بر سرِ مجلس وعظ ہوا تو اس وجہ سے بھی وہ شخص فاسق معلن ہُوا اور اس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی۔

(۷) ظاہر ہے کہ وہ جاہل ہے اور باوصفِ جہل اُس نے فتوے پر اقدام کیا اور ارشادِ اقدس حدیث کو اُٹھا مفتیانِ شریعتِ مطہرہ کے فتووں کو بے اعتبار کہا اور عوام جہال کو ردِ فتاویٰ شریعت پر دلیر کیا تو بلاشبہ وہ ضال مضل ہُوا خود گمراہ اور اوروں کو گمراہ کرے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اتخذ الناس رؤسا جھالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا۔[3] رواہ الائمۃ احمد والبخاری ومسلم والترمذی و ابن ماجۃ عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے اور اُن سے مسئلہ پوچھیں گے وہ بے علم فتویٰ دیں گے آپ بھی گمراہ ہُوئے اوروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ اس کو ائمہ کرام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی اور ابنِ ماجہ نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔

اس صورت میں اس کی امامت درکنار اس کے پاس بیٹھنا منع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم و ایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم۔[4]

ان سے دُور رہو اور اُنھیں اپنے سے دُور کرو کہیں تمہیں

---

[1] المعجم الاوسط حدیث نمبر ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف الریاض ۲۸۳/۴

[2] القرآن ۲۴/۱۹

[3] صحیح البخاری باب الحرص علی الحدیث مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۰/۱
صحیح مسلم باب رفع العلم وقبضہ الخ ، نور محمد اصح المطابع کراچی ۳۴۰/۲
جامع الترمذی باب ماجاء فی الاستیصاء بمن یطلب العلم ، امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۹۰/۲

[4] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ ، نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۰/۱

marfat.com

Marfat.com

اُن سے نفرت اور اُن کی امامت میں جماعت کی قلت ہو تو اس حالت میں ان کی امامت مکروہ تنزیہی ہے،

وان لم یثبت الذنب بل لو لم یکن لان التنفیر کمن شاع برصہ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

اگرچہ گناہ ثابت نہ ہو بلکہ ہو ہی نہ کیونکہ بنیاد تو نفرت ہے اس شخص کی طرح جس کا برص پھیل گیا ہو، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ (ت)

پدر و برادر اگر اس کے روکنے پر قادر ہیں اور نہیں روکتے یا اس فعل پر راضی ہیں تو وہ بھی فاسق ہیں

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا[1] وقودھا الناس والحجارۃ[2] وقال تعالٰی کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ[3]۔

اللہ تعالٰی کا فرمان مبارک ہے: اے اہلِ ایمان! اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے۔ اور اللہ تعالٰی کا یہ فرمان بھی ہے: وہ اس بُرے کام سے منع نہیں کرتے تھے جو بُرا کام لوگ کرتے تھے (ت)

اُن کی یہ حالت اگر معروف ہو تو اُن کا بھی وہی حکم ہے کہ نہیں امام بنانا گناہ اور ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔ فتاوٰی حجہ و غنیہ میں ہے: لو قدموا فاسقا یأثمون[4] (اگر انھوں نے فاسق کو مقدم کردیا تو وہ گنہ گار ہوں گے۔ ت) اور اگر اس حرام کمائی سے ان کا فائدہ لینا اُسی طرح بہ ثبوت شرعی ثابت ہو نہ فقط اتنا کہ کہا جاتا ہے یہ کوئی چیز نہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بئس مطیۃ الرجل زعموا[5]۔ رواہ احمد و ابوداؤد عن حذیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

شک اور تخمینہ کی بنیاد پر خبر دینا قبیح ہے۔ اس کو امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے (ت)

تو حرام خور بھی ہیں اور اول سے سخت تر، دُور کرنے کے سزاوار، اور اگر بقدرِ قدرت منع کرتے ہوں اور وہ باز نہیں آتا اور یہ

---

[1] القرآن ۶۶/۶ [2] القرآن ۲/۲۴
[3] القرآن ۵/۷۹
[4] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳
[5] مسند احمد بن حنبل ماروی عن حذیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۵/۴۰۱
سنن ابوداؤد باب فی الرجل یقول زعموا مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۲۳

marfat.com

Marfat.com

وہ اسے ترک کرے گا اور دوسرے مجتہد کی تعلید اس پر نہیں یا اہل ورع سے ...
شریعت مطہرہ سے فتوی جواز ہو گا اور متورع محتاط کا قلب اس پر مطمئن نہ ہوگا ... اس سبب ... اس ...
معتبر نہیں بلکہ اس لئے کہ ایسی جگہ مقام تقوی فتوی سے اعلیٰ ہے۔ ایک بی بی سیدنا امام احمد کے پاس حاضر ہوئیں
رضی اللہ تعالٰی عنہ، اور مسئلہ پوچھا بادشاہ کی سواری نکلتی ہے کیا میں اس کی روشنی میں سُوت کات ...
امام نے ان کی طرف نظر اُٹھائی اور فرمایا آپ کون ہیں؟ کہا میں بشر حافی کی بہن ہوں رضی اللہ تعالٰی عنہ، فرمایا ایسا
ورع تمہارے گھر سے نکلا ہے وباللہ التوفیق واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۰۴: از چوپرا ڈاک خانہ بانسی مرسلہ محمد کلیم الدین صاحب ۱۴ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بروز جمعہ بعد نماز فجر قبل فرض جمعہ کوئی نماز
پیش مصلی پر خواہ اشراق ہو یا قبل الجمعہ وغیرہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض علماء فرماتے ہیں منع ہے بعض فرماتے ہیں
جائز ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

وہ مصلی اگر واقف نے صرف امامت کے لئے وقف کیا ہے تو امام وغیر امام کوئی اُسے دوسرے کام میں
نہیں لاسکتا اگرچہ صراحۃً یا وہاں کے عرف کے سبب دلالۃً ممانعت ہو، اور اگر صرف امام کے لئے بطور مذکور وقف ہوا ہے
تو امام اس پر نوافل بھی پڑھ سکتا ہے دوسرا کچھ نہیں، اور اگر عام طور پر وقف ہوا یعنی صراحۃً تخصیص ہے نہ دلالۃً تو
غیر وقت امامت میں ہر شخص اس کو فرائض ونوافل سب کے کام میں لاسکتا ہے بلکہ درس وتدریس کے بھی، کما
فی القنیۃ (جیسا کہ قنیہ میں ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۰۵: از حسن پور ضلع مراد آباد مرسلہ طفیل احمد صاحب قادری برکاتی رضوی سلمہ اللہ القوی
۱۸ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

حضور مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ دیوبندی کے پیچھے نماز نہیں ہوسکتی تو حضور ہم نے جو بے خبری میں ان کے
پیچھے نمازیں پڑھی ہیں ان کا کیا کیا جائے، اور حضور حسن پور سب مسجدوں میں وہی لوگ امام ہیں تو اب ہم کیا کریں اور
اگر اپنی اپنی نماز پڑھ بھی لی تو نماز جمعہ کو کیا کیا جائے کیونکہ جہاں جہاں جمعہ ہوتا ہے وہی امام ہیں، اور عیدین بھی وہی
پڑھاتے ہیں اور جنازہ کی بھی اور نماز تراویح بھی۔ پھر یہ کہ جب ہم مریں گے تو ہمارے جنازوں کی نماز بھی وہی پڑھائیں گے
تو حضور ہم بے نماز ہی دفن ہوں گے کیونکہ اگر انھوں نے پڑھائی بھی تو وہ نماز ہی کیا ہوئی، اور سُنی بس ہم دو تین
شخص ہیں، اول حضور کوئی ایسی ترکیب ارشاد ہو کہ جو نمازیں ہم نے ان کے پیچھے پڑھی ہیں معاف ہوجائیں کیونکہ
ہمارے ایمان ایسے کمزور ہیں کہ ہم سے پنج وقتہ نماز بھی ادا نہیں ہوتی تو حضور ان کی ادا کی کیا صورت ہے، ...

marfat.com

Marfat.com

بھی اس کو علیحدہ اس منصب سے نہیں کرنا چاہتے اب زید نے اپنی سقا کی اور بے دینی کی وجہ ان کو یہ سبق پڑھا رکھا ہے کہ حدیث میں ہے :

دع ما یریبك الی ما لا یریبك وان افتاك المفتون[1] ـــــ کہ تجھے کسی چیز میں شک یا شُبہ آجائے تو اس کو چھوڑ دے اگرچہ مفتی لوگ فتوٰی دیں ـــ تو تُو اس کو نہ مان، غرض اس کی اس بیان سے یہ ہے کہ میری نسبت اگر کوئی شخص فتوی طلب کرے تو اُس فتوے کو قبول مت کرو اور چھوڑ دو اور اثنائے بیان میں یہ افترا، اہلِ اسلام پر مجلسِ وعظ میں کیا کہ بمبئی میں کوئی مکان یا کوئی گلی کوچہ ایسا نہ ہوگا کہ جس میں شبانہ روز "زنا" نہ ہوتا ہو۔ اب بتلائیے کہ جس شخص کی ایسی حالت ہو کہ ڈھیلا نہ لیتا ہو معذور ہو نجس کپڑوں سے نماز پڑھاتا ہو، دروغ گو ہو، مفتری ہو اور مسلمانوں کو ٹھگنے والا فریبی، ذکرِ خیر سے مانع ہو۔ ایسے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے ؛ اور جو اس کی حمایت کرے اُس کا کیا حکم ہے ؛ اور ایسے کو اس منصب سے خارج کرنا چاہئے یا نہیں ؛ اور اس حدیث دع ما یریبك الخ کا کیا مطلب ہے ؛ جو ایسے مسئلے سے اپنی گھڑت لگا کر لوگوں کو گمراہ کرے اس کا کیا حکم ہے ؟ بینوا توجروا

الجواب

یہاں چند امور قابلِ لحاظ :

(۱) مرد کو پیشاب کے بعد استبراء کہ اثرِ بَول منقطع ہوجانے پر اطمینانِ قلب حاصل ہوجائے فرض ہے یعنی عملی کہ واجب کی قسمِ اعلٰی ہے جس کے بغیر عمل صحیح نہیں ہوتا و لہذا البعض نے فرض بعض نے واجب بعض نے لازم فرمایا کہ فرض و واجب دونوں کو شامل ہے پھر اس میں طبائع مختلف ہیں، بعض کو وہ نم کہ سوراخِ ذکر پر بعد بَول زائل ہوتے ہی اطمینان ہوجاتا ہے کہ اب کچھ نہ آئے گا، بعض کو صرف دو تین بار کھنکھارنا کافی ہوتا ہے، بعض کو ذکر کا دو یا ایک بار اوپر سے نیچے کو سُوت دینا اور بعض کو ٹہلنے کی حاجت ہوتی ہے، دس قدم سے چار سو قدم تک، بعض کو بائیں کروٹ پر لیٹنا، بعض کو ران پر ران رکھ کر ذکر کو دبانا۔ غرض کہ مختلف طریقے ہیں اور ہر شخص اور اس کی طبیعت (مختلف ہوتی ہے) درمختار میں ہے :

یجب الاستبراء بمشی او تنحنح او نوم علی شقه الایسر ویختلف بطبائع الناس[2]۔

بَول کا اثر ختم کرنا لازم ہے خواہ پیدل چلنے، خواہ کھنکھارنے یا بائیں جانب لیٹنے سے ہو اور لوگوں کی مختلف طبائع کی وجہ سے حکم مختلف ہوتا ہے (یعنی کسی کو جلد پاکیزگی حاصل ہوتی ہے کسی کو دیر سے)۔ (ت)

---

[1] المعجم الکبیر ما اسند واثلۃ بن اسقع مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۲۲/ ۷۸
مجمع الزوائد باب التورع عن الشبہات مطبوعہ دار الکتاب بیروت ۱۰/ ۲۹۴

[2] درمختار فصل فی الاستنجاء ؍؍ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۵۷

marfat.com

Marfat.com

ساتھ ہوں ظاہر کردیا جائے کہ مسلمانوں کا مجمع وعید فلاں جگہ ہوگی، جسے اللہ تعالیٰ ہدایت [illegible]
اُن کے پیچھے جو نمازیں بے خبری میں پڑھیں اُن کا علاج ایک تو یہ ہے، دوسرے [illegible]
پڑھی جائے، اندازہ اتنا کرلیا جائے کہ کوئی نماز باقی نہ رہ جائے زیادہ ہوجائیں تو حرج نہیں [illegible] شخص مذکور
خاص کفار کی بستی میں بسے جہاں مثلاً صرف ہندو ہوں اور وہ کہے کہ میں یہاں کی سکونت [illegible]
ضرورت کے مسئلے کس سے پوچھوں تو کیا اُس سے کہہ دیا جائے گا کہ پنڈت سے پوچھ لیا کرو انا للہ وانا الیہ [illegible]
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از موضع سریا ڈاک خانہ تیلوتھو ضلع شاہ آباد آرہ مرسلہ شیخ مدار بخش ۱۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص معمولی اعمال موذنی بھی کرتا اور امامت بھی کرتا ہے اور وہی شخص گھر گھر سے صدقۂ فطر مال زکوٰۃ و کھال قربانی وغیرہ لیتا اور کھاتا ہے اور قبرستان میں جو غلّہ اور پیسہ کوڑی خیرات کیا جاتا ہے وُہ بھی لیتا ہے اور راس کا پیشہ یہی ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ امام کے لئے کون کون شرائط ہیں، کیسے شخص کو امام ہونا چاہئے؟ اگر بجائے شخص مذکور کے دوسرا شخص جو ان باتوں سے محتاط ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا افضل ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر وُہ فقیر ہے صاحبِ نصاب نہیں، نہ سیّد ہاشمی ہے تو ان اموال کا لینا اُسے جائز ہے اور اس وجہ سے اس کی امامت میں کوئی حرج نہیں۔ امامت کیلئے صحیح الاسلام، صحیح الطہارۃ، صحیح القراءۃ، سُنی صحیح العقیدہ، غیر فاسق درکار ہے، جس میں ان باتوں سے کوئی بات کم ہوگی اسکے پیچھے نماز ہوگی ہی نہیں مکروہ تحریمی ہوگی اس شخص میں ان باتوں سے کوئی بات کم ہے تو اسکے پیچھے جائز نہیں، واجب ہے کہ دوسرے کو جو ان باتوں کا جامع ہو امام کریں اور یہ سب باتیں اُس میں ہیں تو اس کی امامت میں حرج نہیں، پھر دوسرا اگر نماز و طہارت کے مسائل اس سے زیادہ جانتا ہے تو وہ دوسرا ہی اولیٰ ہے اور اگر یہ زیادہ جانتا ہے تو یہی بہتر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۱۱ تا از کراچی گاڑی احاطہ محلہ رام باغ مرسلہ نور احمد مولیڈنہ واکانی مہینہ ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

(۱) جس امام کو اس کے عقائد پوچھے جائیں اور وہ نہ بتائے تو اس کی اقتدار جائز ہے یا نہیں؟

(۲) جو امام وقتِ مقررہ کا پابند نہ ہو یعنی کہے کہ نماز مقررہ وقت پر پڑھنا عرشِ اعظم پر لکھا ہوا ہے کیا، حالانکہ مصلیوں کی آسانی کے لئے جماعت نے وقت مقرر کیا، اُس کو کیا سمجھنا چاہئے۔

(۳) جس امام سے جماعت کے بعض آدمی ناراض ہوں اور بعض اس کی خوشامد کرتے ہوں تو ایسے کی اقتدار کرنا جائز ہے یا نہیں؟

marfat.com

Marfat.com

امامت تو دوسری چیز ہے، تو حالتِ زید مشکوک ہوتی، بلکہ دریافت کرنے پر اس کا یہ نہ بتانا کہ مجھے جتنے خفیف استبراء کی حاجت ہے کر لیتا ہوں زیادہ کی ضرورت نہیں، بلکہ اپنی معذوری کا عذر پیش کرنا اس کی حالت کو مشتبہ تر کرتا ہے اور وہ خود حدیث پڑھ چکا ہے کہ شبہ کی بات چھوڑو اگرچہ لوگ کچھ فتوٰی دیں تو اُس نے خود مان لیا کہ مسلمانوں کو اس کی امامت سے احتراز کا حکم ہے اور اگر کوئی مفتی اُس کی امامت پر فتوٰی بھی دے تو نہ مانا جائے۔

(۲) یہاں تک تو اس کی امامت صرف مشتبہ ٹھہری اور خود اس کی پڑھی ہُوئی حدیث سے اُس کے چھوڑنے کا حکم ہُوا مگر اگلا بیان صراحۃً اُس کی امامت کو باطل محض کر رہا ہے اور وہ اپنے آپ کو ڈھیلا لینے سے معذور بتاتا ہے اور عادت کوئی عذر ڈھیلا لینے سے مانع نہیں مگر یہ کہ محلِ استنجاء پر زخم ہو یا دانے تپکے یا پکنے پر ہیں جن میں ریم ہے اُن کے سبب ڈھیلے کی رگڑ کی تاب نہیں زخم کی حالت تو ظاہر تھی کہ اُس سے نہ وضو رہتا نہ کپڑے پاک، دانوں میں احتمال تھا کہ شاید ابھی آب و ریم نہ دیتے ہوں مگر اُس کا کہنا کہ لنگوٹ بھی بوجہ عذر کے باندھتا ہُوں مگر نماز کے وقت صرف کپڑے بدل لیتا ہُوں، صاف دلیل روشن ہے کہ وُہ دانے آب و ریم دیتے ہیں اور اتنا جس سے ہر وقت کپڑا نجس ہوتا ہے جب تو نماز کے وقت اُسے کپڑے بدلنے کی ضرورت پڑتی ہے تو اب کھل گیا کہ وہ معذورِ شرعی ہے اور معذور کی امامت غیر معذوروں کے لئے یقیناً باطل محض ہے کما نص علیہ فی الکتب کلھا (جیسا کہ تمام کُتب میں اس پر تصریح موجود ہے۔ ت)

(۳) اس شناعت کبرٰی کے بعد باقی امور کی طرف توجہ کی زیادہ حاجت نہیں ورنہ اُس میں اور بھی وجوہ ہیں جن پر شرع مطہر اُسے امام بنانے سے منع فرماتی ہے مثلاً فاحشہ عورتوں سے خلا ملا مزاح تمسخر۔ اشباہ وغیرہا میں ہے، الخلوۃ بالاجنبیۃ حرام[1] (اجنبی عورت کے ساتھ خلوت (یعنی تنہائی میں ملنا) حرام ہے۔ ت) تو یہ حرام کا مرتکب، پھر اُس پر مُصر، پھر اُس میں مشتہر ہے تو فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ۔ فتاوٰی حجہ و غنیہ میں ہے، لوقدموا فاسقا یاثمون[2] (اگر لوگوں نے فاسق کو مقدم کیا تو وہ گنہگار ہوں گے۔ ت)

تبیین الحقائق وغیرہ میں ہے:

لان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا۔[3]	کیونکہ امامت کے لئے اُس کو مقدم کرنے میں اُس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً اُس کی اہانت لازم ہے (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر — کتاب الحظر والاباحۃ — مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۱۱۱-۵۱۲

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی — فصل فی الامامۃ — ؍؍ سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۵۱۳

[3] تبیین الحقائق — باب الامامۃ والحدث فی الصلوۃ — ؍؍ المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ بولاق مصر — ۱/ ۱۳۴

marfat.com

Marfat.com

نصوص موجود ہیں۔ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۰۱: از کراچی بندر صدر بازار دکان سیٹھ حاجی احمد حاجی کریم محمد [illegible]

حاجی ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

امام صدر را باعث افتادن از ستور دریک دست تشنج واقع شدہ است ازیں وجہ دست ماؤف او بوقت تکبیر تحریمہ مس نرمہ گوش نمی شود آیا دریں صورت امامتِ او بلاکراہت جائز است یا نہ؟

صدر کے امام کا ہاتھ گھوڑے سے گرنے کی وجہ سے بے حس و حرکت ہوگیا ہے اسی وجہ سے وہ اپنا ماؤف ہاتھ بوقت تکبیر تحریمہ کان کی لو تک نہیں اٹھا سکتا، اس صورت میں اس کی امامت بلاکراہت جائز ہے یا نہیں؟ (ت)

الجواب

جائز است بلکہ اگر اعلم قوم است ہموں احق بامامت است۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جائز ہے بلکہ اگر وہ قوم سے زیادہ عالم ہے تو امامت کا مستحق وہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۰۲: از سیتاپور محلہ قضیارہ مرسلہ الیاس حسین صاحب ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

جب ایک عالم اور شریف ہے مگر سید نہیں، ایک عالم رذیل ہے جاہل یا کم نجیب الطرفین سید کی موجودگی میں ان دونوں قسموں کے عالموں سے کون زیادہ مستحقِ امامت ہے، یا صرف سید ہی کو استحقاق ہے؟

الجواب

عالم بہرحال زیادہ مستحقِ امامت ہے جبکہ مبتدع یا فاسق معلن نہ ہو، اور دونوں عالموں میں جسے علم نماز و طہارت میں ترجیح ہو وہ مقدم ہے، اور اس میں مساوی ہوں تو قرأت و ورع و سن وغیرہا مرجحات کے بعد شریف نسب سے ترجیح دی جائے گی، عالم رذیل کہنا بہت سخت لفظ ہے عالم کسی قوم کا ہو اگر عالمِ دین ہے اللہ کے نزدیک ہر جاہل سے اگرچہ کتنا ہی شریف ہو افضل ہے۔

قال اللہ تعالیٰ قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون[1]۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں؟ (ہرگز نہیں)۔ (ت)

مطلق فرمایا کہ جو عالم نہیں عالم کے برابر نہیں ہوسکتا اس میں کوئی تخصیص نسب وغیرہ کی نہ فرمائی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] القرآن ۳۹/ ۹

marfat.com

Marfat.com

...العتيد محررا[1] - رواه ابوداؤد و ... ماجة عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

بعد آئے۔ تیسرا وہ شخص جو آزاد کو غلام بنائے۔ اسے ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ (ت)

تیسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ایما رجل ام قوما وھم کارھون لم تجز صلاتہ اذنہ[2] - رواہ الطبرانی فی الکبیر عن طلحۃ ابن عبید اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو شخص بھی قوم کا امام بنے حالانکہ وہ اسے ناپسند کرتے ہوں تو اس کی نماز کانوں سے اوپر نہیں جاتی۔ اسے طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

چوتھی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ثلثۃ لایقبل اللہ منھم صلاۃ، ولا تصعد الی السماء، ولا تجاوز رؤسھم رجل ام قوما وھم لہ کارھون ورجل صلی علی جنازۃ ولم یؤمر وامرأۃ دعاھا زوجھا من اللیل فابت علیہ[3] - رواہ ابن خزیمۃ عن عطاء ابن دینار وبسند اٰخر عن انس بن مالک متصلا رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

تین افراد کی نماز اللہ تعالٰی قبول نہیں فرماتا نہ وہ آسمان کی طرف چڑھتی ہے اور نہ ان کے سروں سے بلند ہوتی ہے ایک[1] وہ شخص جو قوم کا امام بنے حالانکہ وہ اسے پسند نہ کرتے ہوں۔ دوسرا[2] وہ شخص جو جنازہ پڑھائے حالانکہ اسے اجازت نہ دی گئی ہو۔ تیسری[3] وہ خاتون جسے رات کو خاوند طلب کرے تو وہ انکار کردے۔ اسے ابن خزیمہ نے عطاء بن دینار سے اور ایک دوسری سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے متصلاً روایت کیا ہے۔ (ت)

پانچویں حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ثلثۃ لا تجاوز صلاتھم اذانھم

تین اشخاص کی نماز ان کے کانوں سے بلند نہیں ہوتی

---

[1] سنن ابوداؤد باب الرجل یؤم وھم لہ کارھون مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۸۸

سنن ابن ماجہ باب من ام قوماً وھم لہ کارھون " " " " ص ۶۹

[2] المعجم الکبیر ما اسند طلحۃ بن عبید اللہ حدیث ۲۱۰ " المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/۱۱۵

[3] صحیح ابن خزیمۃ باب الزجر عن امامۃ المرأۃ حدیث ۱۵۱۸ " المکتب الاسلامی بیروت ۳/۱۱

marfat.com

Marfat.com

قال اللہ تعالیٰ یایھا الذین اٰمنوا لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون۱؎۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ایمان والو کیوں کہتے ہو وہ (جو) نہیں کرتے اللہ کو سخت ناپسند ہے یہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵: از قصبہ زنگ لاہور مسئولہ ابورشید محمد عبدالعزیز

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی امام گاہے گاہے مردہ شوئی کرے تو کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

میتِ مسلم کو نہلانا فرض ہے اور فرض کے ادا کرنے میں اجر ہے، اور اگر وہاں اور بھی کوئی اس قابل ہو کہ نہلا سکے تو اس کے نہلانے پر اُجرت لینا بھی جائز ہے بہرحال اس سے امامت میں کوئی خلل نہیں آتا اور اگر وہاں کوئی دُوسرا ایسا نہ ہو کہ نہلا سکے تو اب اس پر نہلانا فرضِ عین ہے اور اس پر اُجرت لینا حرام، ایسا کرے گا تو فاسق ہوگا اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور اس کا امام بنانا گناہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶: از روپٹی ڈیہہ ضلع بہرائچ بازار نیپال گنج مرسلہ سید علی ناریل فروش ۸ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

زید نے بکر کی زوجہ سے زنا کیا، بکر نے یہ حالات کماحقہ معلوم کرکے زوجہ مذکور کو طلاقِ بائن دی اور خود بھی تائب ہُوا، بکر یہاں کی جامع مسجد کا پیش امام بھی ہے، اب بکر کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

صورت مذکورہ میں زنائے زوجہ کے سبب بکر کی امامت میں کوئی خلل نہیں جبکہ وُہ بوجہ صحتِ مذہب و طہارۃ وصحتِ قرأۃ وغیرہا شرعاً قابلِ امامت ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۷: از موضع کوتانہ ضلع میرٹھ مرسلہ شیخ وجیہ الدین احمد و محمد عبداللہ خاں و محمد اسمٰعیل خاں ۲۷ ربیع الاوّل شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دینِ محمدی ومفتیان شرع احمدی حنفی المذہب اہلسنت وجماعت اس مسئلہ میں کہ ایک شخص وہابی فرقہ کا حنفی المذہب اہلِ سنّت وجماعت کے محلہ کی مسجد کا ایک ماہ وچند روز سے پیش امام ہے اور اس کے باپ دادا بھی اسی فرقہ وہابیہ میں مرگئے۔ حُسنِ اتفاق سے اس مسجد میں دو عالم واعظ تشریف لائے اور وعظ میں حضرت رسولِ مقبول محبوب رب العالمین شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمد وثنا بیان فرمائی اور امام مسجد

۱؎ القرآن ۶۱/۲

marfat.com

Marfat.com

...بعض قدمه فلا قتداء بغيره تاتارخانية وكذا اجزم برجندی[1] اھ ان لم اره فی امامة البرجندی من شرحه للنقاية لكن كراهة تقديمه اذا بلغ التنفير الى ترك الناس الجماعة كما فی السوال ينبغی ان تكون كراهة تحريم لما فيه من النقض الصريح لمقصود الشارع صلی الله تعالٰی عليه وسلم من شرعية الجماعة وايجابها وقد قال صلی الله تعالٰی عليه وسلم بشروا ولا تنفروا والتنفير المعلل به فی الهداية كراهة تقديم العبد والاعمی والاعرابی لا يبلغ عشر هذا بل هو نادر محتمل وهذا غالب متحقق فافترقا فهذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی عزوجل۔

جیسے علامہ شامی کے کلام کا تقاضا ہے کیونکہ وہ درمختار کے اسی قول کے تحت لکھتے ہیں: اسی طرح وہ لنگڑا ہے جو اپنے پاؤں کے کچھ حصّہ پر کھڑا ہوتا ہو، اس کے غیر کی اقتدا بہتر واولٰی ہے تاتارخانیہ، اور اسی طرح ہاتھ کٹے کا معاملہ ہے برجندی اھ، اگرچہ میں نے برجندی مع شرح نقایہ برجندی کے باب الامامۃ میں یہ مسئلہ نہیں پایا لیکن جب اس کی تقدیم کی ناپسندیدگی اتنی بڑھ جائے کہ لوگ جماعت کو چھوڑنا شروع کردیں جیسا کہ سوال میں ہے، تو ایسی صورت میں اسے کراہت تحریمی قرار دینا چاہئے کیونکہ اس میں تو شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مقصود کی صریح مخالفت ہے اور وہ مقصود جماعت کا مشروع اور واجب ہونا ہے حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے، لوگوں میں محبت و بشارت پیدا کرو نفرت نہ پھیلاؤ۔ اور وہ نفرت جس کی بنا پر صاحبِ ہدایہ نے غلام، نابینا اور اعرابی کی امامت کو مکروہ قرار دیا ہے وہ تو اس کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچتی بلکہ وہ نادر اور ایک احتمال ہے اور یہ غالب وثابت ہے پس ان دونوں میں فرق ثابت ہوگیا یہ میرے نزدیک ہے، اور حق کا علم میرے رب کے ہاں ہے۔ (ت)

(۶) اُس کا کہنا کہ بمبئی میں کوئی مکان یا گلی کوچہ ایسا نہ ہوگا جس میں شبانہ روز زنا نہ ہوتا ہو، اگر وہ تعمیم وتصمیم کرتا تو بمبئی کے لاکھوں مسلمان مردوں، مسلمان پارسا بیبیوں پر صریح تہمت ملعونہ زنا تھی جس کے سبب وہ لاکھوں قذف کا مرتکب ہوتا اور ایک ہی قذف گناہِ کبیرہ ہے اور قذف کرنے والے پر لعنت آئی ہے تو وہ ایک سانس میں لاکھوں گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہوتا اور لاکھوں لعنتوں کا استحقاق پاتا ہے مگر اس نے مکان اور کوچہ میں تردید سے تعمیم کو روکا: نہ "نہ ہوگا" کے لفظ سے جزم میں فرق ڈالا پھر بھی اس قدر میں شک نہیں کہ اس نے وہاں کے عام مسلمان مردوں بیبیوں کی حرمت پر دھبا لگایا اور اسے خاص مجلس وعظ میں کہہ کر مسلمانوں کو ناحق بدنام کرنے اور ان میں اشاعت فاحشہ کا بوجھ اپنی گردن پر اٹھایا اور بکثرت مسلمانوں کو بلا وجہ شرعی ایذا دی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اذی مسلما فقد اذانی ومن ... جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۶

marfat.com

Marfat.com

ثلاثتہم من رجال مسلم والاربعۃ۔ روایت کیا ہے ان سب کی ثقاہت متفق علیہ ہے اور اصحاب اربعہ کے رجال ہیں۔(ت) (یعنی اسے بلند مرتبہ محدثین نے ان سے روایت کی ہے لہٰذا لائق معتمد ہیں۔ نذیر احمد)

جسے محبت درکنار نفرت ہو ظاہر ہے کہ اُسے حضورِ انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے محبت نہیں پھر مسلمان کیسے ہو سکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین[1] رواہ الائمۃ احمد والبخاری ومسلم والنسائی وابن ماجۃ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

تم میں سے کوئی شخص مسلمان نہیں ہوتا جب تک میں اُسے اُس کے ماں باپ اولاد اور تمام آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں۔ اسے ائمہ کرام امام احمد، بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

"تجلی الیقین" کے کلمات سُن کر اثر نہ ہونا اور نعت شریف کے اُن سوالوں پر خاموش رہنا اُس کے دل کی دبی آگ کو اور ظاہر کر رہا ہے۔

قال اللہ قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بینا لکم الاٰیات ان کنتم تعقلون[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا، دشمنی ان کے مونہوں سے ظاہر ہو گئی اور وُہ جو ان کے سینوں میں (غیظ وعناد) چھپا ہے اور زیادہ ہے ہم نے تم پر نشانیاں کھول دیں اگر تمہیں عقل ہو۔(ت)

بالجملہ وہ یقیناً وہابی ہے اور وہابیہ قطعاً بے دین، اور بے دین کے پیچھے نماز محض ناجائز۔ فتح القدیر میں ہے :

روی محمد عن ابی حنیفۃ وابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما ان الصلاۃ خلف اھل الاھواء لاتجوز[3]۔

امام محمد نے امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا کہ اہلِ بدعت کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔(ت)

---

[1] صحیح البخاری باب حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم من الایمان مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷

[2] القرآن ۳/۱۱۸

[3] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴

marfat.com

Marfat.com

...مسلم عن ابی هریرة رضی الله ... عنه۔

گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ اسے مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

...ایسی حالتوں میں جو اس کی حمایت کریں اس کی امامت قائم رکھنا چاہیں مسلمانوں کے بدخواہ ہیں اور ان کی نمازوں کی خرابی ...کر تباہی و بربادی چاہنے والے اور اللہ و رسول کے خائن۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1]۔

گناہ اور حد سے بڑھنے پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من مشی مع ظالم لیعینه وهو یعلم انه ظالم فقد خرج من الاسلام[2]۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر وایضا فی صحیح المختارۃ عن اوس بن شرجبیل رضی اللہ تعالٰی عنه۔

جو دانستہ کسی ظالم کی مدد کو چلے وہ اسلام سے نکل جائے گا۔ اسے طبرانی نے معجم کبیر میں اور صحیح المختارۃ میں بھی حضرت اوس بن شرجبیل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استعمل رجلا من عصابة وفیهم من هو ارضی لله منه فقد خان الله ورسوله والمؤمنین[3]۔ رواہ الحاکم وابن عدی والعقیلی والطبرانی والخطیب عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهما۔

جو کسی جماعت میں ایک شخص کو اُن پر مقرر کرے اور اس جماعت میں وہ موجود ہو جو اللہ عزوجل کو اس سے زیادہ پسند ہے بیشک اس نے اللہ و رسول اور مسلمانوں سب کی خیانت کی۔ اسے حاکم، ابن عدی، عقیلی، طبرانی اور خطیب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔

ان لوگوں پر لازم ہے کہ توبہ کریں اور اس کی حمایت سے باز آئیں اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ اسے امامت سے معزول کریں اور کسی صالح امامت کو امام بنائیں اور حدیث مجتہد کے لئے ہے جسے کسی امر میں دلائل متعارض معلوم ہوں

---

[1] القرآن ۵/۲

[2] المعجم الکبیر ما اسند اوس بن شرجبیل رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث ۶۱۹ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/۲۲۷

[3] المستدرک علی الصحیحین الامارۃ امانۃ الخ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۴/۹۲

ف: مستدرک میں "فیهم" کی جگہ "فی تلك العصابة" ہے۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

Marfat.com

الجواب

اُس کی اقتدا حرام ہے اور اس کے پیچھے نماز باطل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰ ازدہلی چاندنی چوک متصل گھنٹہ گھر مسجد باغ والی مرسلہ مولوی عبدالمنان صاحب

۱۶ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید قدیم الایام سے ایک مسجد کا پیش امام تھا بعض اہل محلہ نے اس سے برخلاف ہوکر ایک دوسرے امام کو کھڑا کر دیا ہے اور اس سے پہلے امام میں کوئی عیب شرعی جس سے معزول ہوسکے نہیں پایا گیا اور پہلا امام ثانی کے کھڑا کرنے پر ناراض ہے اور کہتا ہے کہ میری اجازت کے سوا اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے کیا اس امام اوّل کا کہنا ٹھیک ہے کہ امام ثانی کے پیچھے نماز مکروہ ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر واقع میں امام اول نہ وہابی ہے نہ غیر مقلد نہ دیوبندی نہ کسی قسم کا بدمذہب نہ اس کی طہارت یا قرأت یا اعمال وغیرہا کی وجہ سے کوئی وجہ کراہت، تو بلاوجہ اس کو معزول کرنا ممنوع ہے حتی کہ حاکم شرع کو اس کا اختیار نہیں دیا گیا۔ ردالمحتار میں ہے:

لیس للقاضی عزل صاحب وظیفۃ بغیر جنحۃ[1]۔ بغیر کسی وجہ کے قاضی، مقرر امام کو معزول نہیں کرسکتا۔ (ت)

اور اگر واقعی اُس میں کوئی وجہ کراہت ہے تو اس کی امامت مکروہ ہے اور اس کی نماز نامقبول، صحاح احادیث میں ہے:

ثلثۃ لاترفع صلاتھم فوق اذانھم شبرا (وعد منھم) من ام قوما وھم لہ کارھون[2]۔ تین اشخاص کی نماز ان کے کانوں سے ایک بالشت برابر بلند نہیں ہوتی (اور ان میں سے ایک وہ شخص ہے) جو کسی قوم کی امامت کروائے حالانکہ وہ لوگ اسے ناپسند کرتے ہوں۔ (ت)

اور اگر اس میں کوئی وجہ فساد نماز ہے مثلاً غیر مقلد یا دیوبندی یا غیر صحیح الطہارۃ یا غیر صحیح القرأۃ ہونا، جب تو ظاہر ہے کہ اُس کی امامت فاسد اور اُس کے پیچھے نماز باطل، محض اس کا معزول کرنا فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف مطلب لایصح عزل صاحب وظیفۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳/۴۲۳

ف: ردالمحتار میں یہ عبارت اختلاف الفاظ کے ساتھ متعدد جگہ پر موجود ہے معنی متحد ہے ۳/۴۲۲، ۴۵۲، ۵۹ ۴م نذیر احمد

[2] سنن ابن ماجہ باب من ام قوماً وہم لہ کارھون مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۶۹

ف: سنن ابن ماجہ میں "فوق اذانھم" کی جگہ "فوق رؤوسھم" ہے۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

Marfat.com

...یں کیونکہ جیسی میں ایسی خطا ہوئی، اور یہ بھی ناممکن ہے کہ حسن پور چھوڑ دیا جائے۔ حضور اس پر ... جائے اور کوئی سبیل نکال دی جائے۔ اور فرائض جو مسئلہ دریافت کرتا ہو وہ کس سے دریافت کیا جائے ... وہاں جو عالم ہیں وہ وہی ہیں، گو حسن پور میں میلاد شریف، تیجہ، دسواں، چالیسواں وغیرہ کثرت سے ہوتا ... یہ خبر نہیں کہ ان کے پیچھے نماز بھی نہ پڑھی جائے۔

الجواب

دیوبندی عقیدے والوں کے پیچھے نماز باطل محض ہے، ہوگی ہی نہیں، فرض سر پر رہے گا اور ان کے پیچھے پڑھنے کا شدید عظیم گناہ۔ علاوہ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہمارے تینوں ائمہ مذہب امام اعظم و امام ابو یوسف و امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہم سے نقل فرماتے ہیں:

ان الصلوۃ خلف اھل الاھواء لا تجوز[1] اہل بدعت کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ (ت)

اس میں سب برابر ہیں نماز پنجگانہ ہو خواہ جمعہ یا عید یا جنازہ یا تراویح، کوئی نماز ان کے پیچھے ہو ہی نہیں سکتی، بلکہ اگر ان کو قابلِ امامت یا مسلمان جاننا بھی درکنار، ان کے کفر میں شک ہی کرے تو خود کافر ہے جبکہ ان کے خبیث اقوال پر مطلع ہو۔ علمائے حرمین شریفین بالاتفاق فرماتے ہیں:

من شک فی عذابہ وکفرہ فقد کفر[2] جو شخص ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ (ت)

جب وہاں میلاد شریف اور سوم وغیرہ کرنے والے بکثرت ہیں تو ضرور وہ لوگ دیوبندی نہیں، انھیں علمائے کرام مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ کے فتوے (کہ دس برس سے چھپ کر تمام ملک میں شائع ہو رہے ہیں) دکھائیے اور رسالہ "تمہید ایمان" پڑھ پڑھ کر سنائیے الحمدللہ مسلمان ایسے نہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو گالیاں دینے والے کے پیچھے نماز جائز مانیں یا اُسے مسلمان مانیں ان شاء اللہ تعالٰی اللہ عزوجل ضرور ہدایت و اثر بخشے گا اور مسلمان ہوشیار ہو کر ان کے پیچھے نماز چھوڑ دیں گے اور سُنّی عوام اپنے لئے پنجگانہ و جمعہ و عیدین و جنازہ سب کے لئے مقرر کریں گے اور اگر بالفرض کوئی نہ سُنے تو دو آدمی مل کر سوائے جمعہ سب نمازوں پنجگانہ و عید و جنازہ وغیرہ میں جماعت کرسکتے ہیں ایک امام اور ایک مقتدی بس کافی ہے اور جمعہ کے لئے ایک شخص اہل کو امام مقرر کیجئے کہ وہی عیدین کی بھی امامت کرے اور جمعہ میں کم سے کم تین مقتدی ہوں جمعہ ہو جائے گا زیادہ نہ مل سکیں تو کچھ حرج نہیں مگر یہ ضرور ہے کہ جمعہ و عیدین اعلان کے

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴
[2] درمختار باب المرتد " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶
حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۳۱

marfat.com

Marfat.com

الولد للفراش وللعاھر الحجر۔[1] صاحبِ نکاح کیلئے ولد اور زانی کیلئے پتھر ہے۔ (ت)

اور اگر عورت بے شوہر تھی اور اس نے عقیقہ کیا تو از انجا کہ اس سے نسب قطعاً ثابت ہے اور نسب فی نفسہٖ نعمت ہے جعلہ نسبا وصھرا[2] (اللہ تعالٰی نے آدمی کے رشتے اور سسرال بنائے) اگرچہ جہت سبب سے یہ سخت خبیث ہے، اس عقیقہ کی تحریم یا اس کے کھانے کی حرمت ظاہر نہیں ہوتی خصوصاً جبکہ علما نے تصریح فرمائی ہے کہ حرام پیتے پر بسم اللہ کہے تو کافر، اور پی کر الحمد للہ کہے تو نہیں کہ شراب اگرچہ سخت بلا ہے مگر اس کا حلق سے اتر جانا اور اسی وقت گلے میں پھنس کر دم نہ نکال دینا، اس شدید عصیان کی حالت میں رب عزوجل کی نعمت ہے۔ فصول عمادی و فتاوٰی ہندیہ میں ہے:

من اکل طعاما حراما وقال عند الاکل بسم اللہ حکم الامام المعروف بمشتملی (ھندیۃ) انہ یکفر ولو قال عند الفراغ الحمد للہ قال بعض المتاخرین لایکفر۔[3]

جس نے حرام کھایا اور کھانے کے وقت "بسم اللہ" پڑھی امام معروف مشتملی (ہندیہ) نے کہا کہ وہ کافر ہے اور فراغت کے بعد اگر "الحمد للہ" کہا تو بعض متاخرین نے کہا کہ اس سے وہ کافر نہیں ہوگا۔ (ت)

البتہ اگر زانی نے عقیقہ کیا تو وجہ نعمت اصلاً منتفی ہے پھر بھی زنا پر شکر اُس سے مفہوم نہیں ہوتا بلکہ بہت جہال یہ جانتے بھی نہیں کہ عقیقہ سے شکر مقصود ہے ایک رسم سمجھ کر کرتے ہیں اس صورت میں اُس میں شرکت اور اُس کا کھانا ضرور معیوب شنیع تھا۔ امامت پر لعنت تو صریح کفر ہے مگر اُس سے یہ مقصود ہو سکتا ہے کہ اگر یہ شخص امامت کرے تو اس شخص پر لعنت ہے یہ کیا تھوڑا ناپاک لفظ ہے، زید کی امامت نامناسب، خصوصاً اگر صدیق حسن خاں کے مذہب پر ہو کر ان حالات میں ضرور بددین ہے اور اسے امام بنانا حرام۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۲: زید کچہری میں جاکر مقدمہ دائر کرتا ہے اور اُس کی کوشش اور پیروی میں معروف رہتا ہے اُس کے لڑکے کی منکوحہ بیوی یتیم ہے اور کوئی دُوسرا ذریعہ معاش کا بھی نہیں ہے ایک اور اس کا لڑکا باہم کھاتے پیتے ہیں اور لڑکے کی منکوحہ بیوی کو اپنے یہاں بلاتے نہیں جس کی وجہ سے وہ سخت تکلیف میں ہے، زید نے لڑکے کا نکاح ثانی بھی کرلیا آیا اُس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اس کے واسطے شرع شریف میں کیا حکم ہے؟

---

[1] صحیح مسلم باب الولد للفراش مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۴۷۰

[2] القرآن ۲۵/۵۴

[3] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی احکام المرتدین مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۷۳

marfat.com

Marfat.com

...ں امام کے دونوں ہاتھ ہوں مگر ایک ہاتھ یعنی سیدھا ہاتھ ٹکا ہوا اور بائیں ہاتھ سے آبدست لیتا ہو ...نا وضو کرتا ہو اور کھانا کھاتا ہو امام ہوسکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب

(۱) اپنا عقیدہ و مذہب دریافت کرنے پر نہ بتانے سے ظاہر یہی ہے کہ اُس میں کچھ فساد ہے ورنہ دین بھی کچھ چھپانے ...ہے، اس کی اقتدا ہرگز نہ کی جائے کہ بطلانِ نماز کا احتمال قوی ہے اور نماز اعظم فرائضِ اسلام سے ہے اُس کے لئے ...ت احتیاط مطلوب، یہاں تک کہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا :

...الصلوٰۃ متی فسدت من وجه وجازت ...ن وجوہ حکم بفسادھا[1] واللہ تعالٰی اعلم

جب کسی ایک وجہ پر نماز فاسد ہو اور متعدد وجوہ کی بنا پر درست تو فسادِ نماز کا حکم ہوگا۔ (ت)

(۲) اس میں دونوں ہی باتیں ہیں بعض مقتدیوں کے مزاج میں تشدد اس قدر ہوتا ہے کہ وہ چند منٹ کا آگا پیچھا ...وا نہیں رکھتے ایسی حالت میں اگر امام نے اس پر انکار کیا بیجا نہ کیا اور اگر امام کی طرف سے بلاوجہ شرعی تکاسل ہے اور ...ی جماعت کو تکلیف پہنچتی ہے تو اس پر الزام ہے واللہ تعالٰی اعلم

(۳) رنجیدگی دیکھی جائے گی اگر اُس میں کسی قصور شرعی کی وجہ سے ہے تو اُسے امام بننا گناہ ہے اور بحکم حدیث ...س کی نماز مقبول نہ ہوگی۔

...ثة لا ترفع صلاتهم فوق اٰذانهم شبرا ...ان قال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم و ...ن ام قوما وھم له کارھون[2]۔

تین اشخاص کی نماز ان کے کانوں سے ایک بالشت برابر بھی بلند نہیں ہوتی، آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہاں تک فرمایا کہ ایک وہ شخص جو کسی قوم کا امام بن جائے حالانکہ وہ لوگ اسے ناپسند کرتے ہوں (ت)

...اگر اس میں کوئی قصور شرعی نہیں تو اس کی امامت میں کوئی حرج نہیں اور ان رنج رکھنے والوں پر وبال ہے کما ...ص علیه فی الدر المختار (جیسا کہ درمختار میں اس پر نص موجود ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۴) ہوسکتا ہے بلکہ اگر وہی حاضرین میں سب سے زیادہ علم رکھتا ہو تو وہی امام کیا جائے گا کما نصوا ...یه فی المتون والشروح والفتاوٰی (جیسا کہ متون، شروحات اور فتاوٰی جات میں اس مسئلہ کے متعلق

---

[1] فتح القدیر باب صلوٰۃ المسافر مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۴

[2] سنن ابن ماجہ باب من ام قوما وھم له کارھون مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۶۹

...ٹ : سنن ابن ماجہ میں "فوق اٰذانهم" کی جگہ "فوق رؤسهم" ہے۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

Marfat.com

الجواب

(۱) ایسی اجمالی باتوں پر حکم نہیں ہو سکتا وہ کیسا عالم ہے اور وجہ حسد کیا تا وقتیکہ تفصیل نہ معلوم ہو اجمالی بات کا جواب نہیں دیا جا سکتا، عالم علمائے دین ہیں اور وہابیہ وغیرہم مرتدین بھی عالم کہلاتے ہیں اور ان سے عداوت بھی فرض ہوتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جو شخص دانستہ بوہروں کا ذبیحہ کھاتا ہے مردار کھاتا ہے اُسے امام بنانا جائز نہیں اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) فقط اتنا کہ دنیا کی بات مسجد میں کرتا ہے علی الاطلاق ممانعتِ امامت کا موجب نہیں جب تک علانیہ حدِ فسق تک پہنچنا ثابت نہ ہو اگر دنیا کی بات کرنے کے لئے بالقصد مسجد میں نہیں جاتا نماز کے لئے بیٹھا ہے اور کوئی آیا دنیا کی باتیں بھی کرلیں جن میں فحش وغیرہ معاصی نہ ہوں تو اگرچہ ایسا بھی نہ چاہیے مگر اس سے امامت پر کوئی اثر نہیں پڑتا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۷، ۲۸ از موضع سہادن پور گاؤں گوپال گنج متصل ڈروہ ڈاک خانہ ڈروہ تحصیل کنڈہ ضلع پرتاب گڑھ مسئولہ بخود شاہ ۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ حنفی کی نماز شافعی کے پیچھے ہو سکتی ہے یا مکروہ ہوتی ہے؟

(۲) اور جو لوگ مولود شریف کو منع کرتے ہیں اور بدعت کہتے ہیں اُن کے پیچھے حنفی کی نماز ہو سکتی ہے یا مکروہ ہوتی ہے بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) اگر معلوم ہے کہ اس خاص نماز میں حنفی مذہب کے کسی فرض طہارت یا فرض نماز کا تارک ہے تو حنفی کی یہ نماز اُس کے پیچھے نہیں ہو سکتی، اور اگر معلوم ہے کہ وہ اس نماز میں کسی فرض و شرط مذہب حنفی کا تارک نہیں تو یہ نماز اُس کے پیچھے ضرور ہو سکتی ہے اگرچہ حنفی کے پیچھے اولیٰ ہے اور اگر اس نماز کا حال معلوم نہیں مگر اس کی عادت معلوم ہے کہ فرائض و شرائط میں مذہب حنفی کی رعایت کرتا ہے تو اس کی اقتدا میں حرج نہیں اگرچہ حنفی اولیٰ ہے اور اگر اس کی عادت معلوم ہے کہ فرائض و شرائط میں مذہب حنفی کی رعایت نہیں کرتا تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور کراہت شدیدہ ہے پھر اگر ان دونوں صورتوں میں بعد کو معلوم ہو کہ اس نماز میں اس نے رعایت نہ کی تھی تو وہ نماز پھر پڑھنی ہوگی کہ صحیح یہی ہے کہ مذہب مقتدی کا اعتبار ہے اور اگر بعد کو ثابت ہو کہ اس نماز خاص میں رعایت کی تھی تو نماز ہو گئی اعادہ کی کچھ حاجت نہیں اور اگر اس کی عادت ہی کچھ معلوم نہ ہو تو اس کی اقتدا مکروہ ہے، مگر حنفی امام کے پیچھے نماز نہ ملے تو جماعت نہ چھوڑے بعد کو ظہورِ حال

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ ۱۳: از قصبہ کاٹھیاواڑ مرسلہ احمد داؤد صاحب ۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

(۱) ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کے مقلد کی امامت یا متابعت خواہ چار اماموں میں سے کوئی ایک امام کا مقلد ہو یعنی شافعی حنفی امام کے پیچھے یا حنفی شافعی امام کے پیچھے یا حنبل حنفی کے یا حنفی حنبلی کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) اگر حنفی کا شافعی امام بنے تو کیا یہ ضرور ہے کہ حنفی کی خاطر رفع یدین یا آمین بالجہر ترک کردے یا یہ کہ ہر شخص امام ہو یا مقتدی اپنے اپنے امام کی پیروی کرے؟

الجواب

(۱) اگر معلوم ہے کہ اس وقت امام میں وہ بات ہے جس کے سبب میرے مذہب میں اس کی طہارت یا نماز فاسد ہے تو اقتدا حرام اور نماز باطل، اور اگر اس وقت خاص کا حال معلوم نہیں مگر یہ معلوم ہے کہ یہ امام میرے مذہب کے فرائض وشرائط کی احتیاط نہیں کرتا تو اس کی اقتدا ممنوع اور اس کے پیچھے نماز سخت مکروہ، اور اگر معلوم ہے کہ میرے مذہب کی بھی رعایت واحتیاط کرتا ہے یا معلوم ہو کہ اس نماز خاص میں رعایت کئے ہوئے ہے تو اس کے پیچھے نماز بلاکراہت جائز ہے جبکہ سُنّی صحیح العقیدہ ہو نہ غیر مقلد کہ اپنے آپ کو شافعی ظاہر کرے، اور اگر کچھ نہیں معلوم تو اس کی اقتدا مکروہ تنزیہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) ہر شخص اپنے امام کی پیروی کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴: از بریلی

زید امام مسجد ہے اور اس نے جھوٹ بولا اس پر ایک شخص نے اُن کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کردی اور کسی وقت کی نماز وہ شخص قبل پڑھ لیتے ہیں اور مؤذن بھی وہی شخص ہیں اور تکبیر بھی کہتے ہیں تو آیا یہ تکبیر صحیح ہوگی یا نہیں؟ اور نماز ایسے امام کے پیچھے جائز ہے یا نہیں؟ اور اس وقت تک جتنی نمازیں اُن کے پیچھے پڑھی گئیں جس وقت سے اُنھوں نے جھوٹ بولا تو نمازیں ہوگئیں یا نہیں؟

الجواب

سائل نے یہ بیان کیا کہ امام کے ذمے یہ جھوٹ رکھا جاتا ہے کہ اُس سے پوچھا گیا کیا بجا ہے؟ کہا سوا آٹھ بجے ہیں، اور بجے تھے سوا نو۔ یہ کوئی جھوٹ ایسا نہیں جس کے سبب اُس کے پیچھے نماز چھوڑ دی جائے۔ سوا نو بجے ہیں تو ضرور سوا آٹھ بھی بج چکے۔ عالمگیری میں ہے کہ اگر کوئی دس روپیہ کو خریدی اور پوچھنے پر کہا پانچ کو لی ہے تو یہ کوئی جھوٹ قابلِ مواخذہ نہیں۔ یونہی سوا نو میں سوا آٹھ داخل داخل ہیں۔ مؤذن کہ اتنی سی بات پر ترکِ جماعت کرتا ہے دُہرا گنہگار ہے ایک جماعت چھوڑنے کا گناہ دوسرا سخت گناہ یہ کہ اوروں کو اذان دے کر بلانا اور خود باز رہنا۔

marfat.com

Marfat.com

نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۵) غیر مقلد کی امامت باطل ہے اور اس کے پیچھے نماز محض ناجائز، اور جب آپ کا غیر مقلد ہونا ثابت و ظاہر تو اس کا براہ تقیہ اپنے آپ کو حنفی کہنا کچھ مفید نہیں۔

قال اللہ تعالٰی اذا جاءك المنٰفقون قالوا نشھد انك لرسول اللہ واللہ یعلم انك لرسولہ واللہ یشھد ان المنٰفقین لکٰذبون[1]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک حضور ضرور اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ جانتا ہے کہ بیشک تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

واللہ تعالٰی اعلم

(۶) استغفار کا حقدار ہر مسلمان ہے۔

قال اللہ تعالٰی واستغفر لذنبك وللمؤمنین والمؤمنات[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔

اگر انھوں نے بیجا الزام لگایا ہے سخت گنہگار و حق العبد میں گرفتار، نفاق ڈالنے کا جواب ۳ میں ہوچکا مجمل باتوں پر قطعی حکم دے کر فتوٰی کو کسی غرض نفسانی کا مؤید نہیں کرسکتے ومن لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل (جو اپنے زمانے کے احوال سے واقف نہیں وہ جاہل ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۳۵: از تحصیل سکندرہ راؤ ضلع علی گڑھ مسئولہ محمد لطیف قرق امین ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی غیر صحیح النسل یعنی کسبی زادہ کے پیچھے جو حافظِ قرآن ہو نماز پڑھنا اور خاص کر تراویح ادا کرنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

مکروہِ تنزیہی ہے اگر وہ سب حاضرین سے علمِ مسائلِ طہارت وصلاۃ میں زائد نہ ہو، ورنہ وہی اولٰی اگر جملہ شرائطِ امامت کا جامع ہو کما فی الدر المختار وغیرہ (جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۳۶: از بریلی کانکر ٹولہ متصل چوکی پولیس پرانا شہر مسئولہ عبدالغنی صاحب ۱۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ کس شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے اور کس کس کے نہیں، دیگر یہ کہ گاؤں کے

---

[1] القرآن ۶۳/ ۱

[2] القرآن ۴۷/ ۱۹

marfat.com

Marfat.com

سے ان کے پیچھے نماز پڑھنی ترک کردی اسی روز شب کو ایک شخص باشندہ محلہ نے اپنے مکان پر مولوی صاحبان نو وارد سے مجلسِ مولود شریف کرائی، امام مسجد شامل نہ ہوا، صبح کو بوقتِ ظہر دریافت کیا کہ تم مجلسِ مولود شریف کی نسبت کیا کہتے ہو؟ جواب دیا کہ اچھا کہتا ہوں، پھر کہا گیا تم اچھا کہتے ہو تو تم کیوں نہیں کرتے ہو؟ امام نے جواب دیا کہ میرے باپ دادا نے اس فعل کو نہیں کیا میں بھی نہیں کرتا۔ پھر کہا گیا کہ شب کو جو مجلس ہوئی تھی اس میں شامل کیوں نہ ہوئے؟ جواب دیا کہ وہاں پر قیام و نعت ہوتی ہے اس لئے میں شامل نہیں ہوا۔ پھر کہا گیا کہ نعت کے معنی حمد و ثنا و تعریف کے ہیں، حضرت رسولِ کریم رحمۃ للعالمین کی تعریف سے کیوں بھاگتے ہو؟ کچھ جواب نہ دیا سکوت کیا' ۱۵ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ مقدسہ کو بعد نماز فجر بمواجہہ جملہ نمازیان مسجد امام سے کہا کہ جناب مولانا مولوی حاجی قاری احمد رضا خاں صاحب کی تصنیفات سے یہ کتاب "تجلی الیقین" موجود ہے تمام و کمال انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف فرماتے ہیں تم حضرت کی تعریف و نعت سے کیوں گریز کرتے ہو؟ جواب نہ دیا خاموش رہا، اس مبارک کتاب "تجلی الیقین" کے چند موقع پڑھ کر سنائے مگر کچھ اثر نہ ہوا، اب حضورِ والا مفصل و مشرح تحریر فرمائیں کہ حنفی المذہب اہلسنت و جماعت کی نماز ایسے بدعقیدہ وہابی مذہب کے پیچھے جائز ہے یا ناجائز ہے بدلائل و براہین قرآن شریف و حدیث شریف جواب مرحمت فرمائیں اللہ جل شانہ' نے حضور والا کی ذات ستودہ صفات کو مثل آفتاب عالمتاب کے روشن و منور کیا ہے اسی طرح تا یوم القیام روشن رکھے، مکرر عرض ہے کہ کمترین وجیہ الدین کا یا اور کسی باشندہ محلہ کا کوئی دنیاوی تعلق نہیں ہے نہ کسی کا کوئی عزیز امامت کے لائق ہے صرف بغض للہ و حب للہ پر عمل ہے۔

الجواب

بیانِ سوال سے ظاہر کہ وہ شخص وہابی بلکہ وہابیوں میں بھی اونچی چوٹی کا ہے، وہابیہ کا اصل عقیدہ نعتِ اقدس سے جلنا ہے مگر مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے یوں صاف نہیں کہتے جو اس نے کہی کہ "وہاں نعت ہوتی ہے اس لئے شامل نہ ہوا"۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نفرت نہ کرے گا مگر کافر، اور کافر کے پیچھے نماز محض باطل، اگر مسلمان ہوتا نعتِ اقدس کو دوست رکھتا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من احب شیئا اکثر ذکرہ[1] رواہ ابو نعیم ثم الدیلمی عن مقاتل ابن حیان عن داؤد ابن ابی ھند عن الشعبی عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا

جو کسی شے سے محبت رکھتا ہے اُس کا ذکر زیادہ کرتا ہے۔ اسے ابو نعیم پھر دیلمی نے مقاتل بن حیان، انھوں نے داؤد بن ابی ہند، انھوں نے شعبی سے، انھوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ ابی نعیم ثم الدیلمی فضیلۃ الشیخ الخ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۵/۲۰

marfat.com

Marfat.com

اس پر انہی لوگوں کے دستخط ہیں جو خود دیوبندی خیال کے ہیں یا کم از کم دیوبندیوں کو کافر نہیں کہتے
حالانکہ علمائے حرمین شریفین باتفاق فتوٰی دے چکے کہ گنگوہی و نانوتوی و انبیٹھی و تھانوی سب مرتد ہیں اور
و مجمع الانہر و درمختار تحریر فرمایا ہے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ عقائد اہلسنت کا مدعی ہونا یا اپنے آپ
کو حنفی کہنا یا توحید و رسالت و افضلیت و کرامت کا اپنے آپ کو قائل بتانا ان میں سے کون سی بات کام آئی یہ دیوبندی
اقرار نہیں کرتے اور پھر کافر ہیں ایسے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر، بلکہ ان چاروں باتوں کے مقر تو
تک ہیں اور اپنے آپ کو مقلد امام ابوحنیفہ بھی کہتے ہیں کیا اس سے ان کا کفر اٹھ گیا۔ شریعت بیشک
پر حکم فرماتی ہے اور ظاہر یہی ہے کہ آدمی جسے کافر مرتد جانے گا اس سے علم دین نہ پڑھے گا، پاٹ شالہ اور اسکول کی مثال
ہے کیا کوئی پنڈتوں، پادریوں سے قرآن عظیم و حدیث و فقہ پڑھنے جاتا ہے اور بفرض غلط اگر وہابیہ سے پڑھنے والا
وہابیہ کی طرف مائل نہ بھی ہو اور انھیں کافر مرتد جانتا ہو جب بھی انھیں استاد بنانا اُن کی تعظیم کرنا تو ہے، اور ائمہ دین نے
فرمایا جو کسی مجوسی کو تعظیماً "یا استاذ" کہے وہ کافر ہو جاتا ہے، فتاوٰی ظہیریہ و الاشباہ والنظائر و تنویر الابصار و
منح الغفار و درمختار وغیرہا میں ہے، ولو قال لمجوسی یا استاذ تبجیلا کفر[1] (اگر کسی نے مجوسی کو تعظیماً
"یا استاذ" کہا تو کافر ہو جائے گا۔ ت) جب صرف تعظیماً "یا استاذ" کہنے پر یہ حکم ہے تو مرتد کو حقیقۃً استاذ بنانا
اور اقسام تعظیم بجا لانا کیسا ہوگا بلاشبہ ایسا شخص امام بنانے کے قابل نہیں جس کے دل میں دین کی عظمت ہے ہرگز اسے
امام نہ بنائے گا نہ اس کے پیچھے نماز پڑھے گا، ہاں جو شخص دین کو ہنسی کھیل سمجھے وہ جو چاہے کرے، اللہ تعالٰی مسلمانوں
کو ہدایت دے کہ اپنی نمازیں برباد نہ کریں، ہم اس کی ایک آسان پہچان بتا دیتے ہیں اس فتوٰی پر جن جن لوگوں کے
دستخط ہیں ان سے سوال کرو کہ "حسام الحرمین شریف" میں تمام علمائے حرمین شریفین نے جن جن وہابیوں کو نام بنام
کافر و مرتد لکھا ہے اور فرمایا ہے جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر، آیا تم لوگ بھی انھیں کافر و مرتد کہتے ہو؟
دیکھو ہرگز نہ کہیں گے، تو صاف معلوم ہوا کہ یہ بھی متہم ہیں تو ان سے فتوٰی لینا کس طرح حلال ہوا اور اس پر عمل
کون سی شریعت نے جائز کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۳۸ از بالسنک مسئولہ قاضی محمد سلیم ۲۷ جمادی الاخری ۱۳۳۹ھ

اگر حنفی مذہب کا امام اس برات اور ولیمہ میں شامل ہو جس میں مرزائی اور وہ شخص ہو جس نے کہ اپنے لڑکے
کا نکاح اس عورت سے پڑھا لیا ہو جس کو طلاق ثلاثہ چھ سال دی رکھی اور بغیر حلالہ کے نکاح پڑھا لیا ہو
ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ خلاصہ یہ کہ جو امام علم والا حنفی مذہب کا اس برات یا ولیمہ میں شامل

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲/۲۵۱

marfat.com

Marfat.com

لا یسکان بنص قرآن عظیم اُس کے پاس بیٹھنا حرام۔

قال اللہ تعالٰی واما ینسینک الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین[1] اللہ تعالٰی کا فرمان مبارک ہے، اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس مت بیٹھ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸ از اوپل ڈاکخانہ خاص ضلع کھیری مرسلہ مولوی خدا بخش صاحب ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میں جہلا لوگوں کو صوم وصلوٰۃ کی جانب رجوع کرتا ہوں اور انھوں نے خدا کے فضل سے اس جانب توجہ فرمائی لیکن بعض اشخاص بے نمازی تعزیہ دار قبر پرست اور بعضے صرف جمعہ کے نمازی، رمضان شریف کے نمازی، عید کے نمازی ان لوگوں کو میری جانب سے بدظن کرتے ہیں اور اُن کے سامنے یہ بات پیش کرتے ہیں کہ میری آنکھوں میں پھلی ہیں لیکن پُتلی پر نہ ہونے کے سبب دکھائی دیتا ہے، دوسری تہمت لگاتے ہیں کہ ان کے والد کے دو نکاح ہُوئے ایک عورت کا نکاح نہیں ہوا بلکہ انھوں نے ویسے ہی رکھا ہے حالانکہ یہ سب محض لغو اور جھوٹ بیان ہے انھیں یہ بھی نہیں معلوم کہ میرے والد کے کَے نکاح ہُوئے، جناب والد صاحب مرحوم کے تین نکاح ہُوئے، اگر یہ ثابت کردیں تو میرا حُقّہ ترک ورنہ تہمت لگانے والوں کا حقّہ ترک ہونا چاہئے۔

الجواب

آنکھ میں پھلی ہونا جبکہ وہ پتلیوں سے الگ ہو اور دیکھنے کو مانع نہ ہو نماز میں اصلاً کراہت کا بھی موجب نہیں اور سائل کے باپ پر یہ الزام لگانا کہ اُن کے دو نکاح ہُوئے اور ایک عورت بے نکاحی رکھی، اوّل تو ایک مسلمان کی طرف نسبتِ زنا بلاتحقیق ہے اور یہ سخت حرام وکبیرہ ہے اور تہمت رکھنے والے پر شرعاً اسّی اسّی کوڑے کا حکم ہے۔
ثانیاً سائل پر اس کا کیا الزام جب تک یہ ثبوت قطعی نہ دیں کہ اُس کی ولادت بے نکاح ہے اب طعن کرنے والے مستحق سزائے شدید کے ہیں جب تک توبہ نہ کریں اُن کا حقّہ پانی بند کیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹ از کوچین ضلع ملیبار محلہ مٹانچیری مکان سیٹھ سلیمان قاسم مرسلہ میمن حاجی طاہر محمد مولانا ۲۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو خدا کو مجسم ٹھہرادے اس کی اقتداء کرکے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

---

[1] القرآن ۶/ ۶۸

marfat.com

Marfat.com

ابتدا کیا کرتے ہیں اور سجدہ سے اُٹھتے وقت نصف یا زائد اُٹھ جانے پر اللہ اکبر کہتے ہیں
اس لئے کرتے ہیں کہ مقتدی اُن سے پہلے سجدے سے اُٹھنے یا سجدے میں جانے نہ پائیں۔

(۲) بقاعدۂ مذہب حنفی دونوں زانوؤں پر ہاتھ رکھتے ہوئے پہلے زمین پر گھٹنے بعدازاں ہاتھ پھر سجدہ کے لئے نہیں رکھ سکتے اور اسی طرح کھڑے بھی نہیں ہو سکتے۔

(۳) سجدہ میں جاتے وقت ایک دم لمبے ہو کر دونوں ہاتھ زمین پر رکھتے ہیں اور پیروں کو برابر کیا کرتے ہیں اسی طرح سجدے سے اُٹھتے وقت بھی لمبے ہو کر اُٹھا کرتے ہیں کیونکہ ان کے دونوں پیر مرض سے بیکار ہو گئے ہیں

(۴) بایاں پیر گھٹنے کے نیچے زیادہ تر بیکار ہے اس لئے ہر جلسہ و قعدہ میں پیر بچھانے کے لئے انھیں دقت ہوتی ہے اکثر ہاتھ سے پیر اُٹھا کر بچھاتے ہیں تب بیٹھتے ہیں یا بعض موقع پر اُونٹ کی بیٹھک کی مانند بیٹھ کر دوسرا سجدہ کرلیتے ہیں۔

(۵) قرأت میں دم پھولتا ہے دم بدم منہ سے سانس خارج کرتے ہیں بے محل وقف ہو جایا کرتا ہے ایسے امام کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

یہ پانچوں باتیں کہ سوال میں لکھیں ان میں سے کوئی مانع صحتِ نماز نہیں، نہ ان میں کہیں فعلِ کثیر ہے، یہ محض گمان غلط ہے، ان میں کہیں ترکِ واجب بھی نہیں سوائے صورت چہارم کی اس شق کے کہ بعض وقت دو سجدوں کے درمیان سیدھے نہیں بیٹھتے صرف یہ صورت ترکِ واجب کی ہے اس سے اُسے ممانعت کی جائے، اور اگر وہی علم و تقوٰی میں زائد ہے تو اسی کی امامت رکھیں، ہاں اگر اس کا کوئی استحقاق نہیں اور دوسرے اس سے احق موجود ہیں تو جو احق ہے اُسی کی امامت اولٰی ہے۔

ففی الحدیث عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اجعلوا ائمتکم خیارکم فانھم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم۔[1] واللہ تعالٰی اعلم

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: اپنے امام اپنے سے بہتر لوگوں کو بناؤ کیونکہ وہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان نمائندہ ہوتے ہیں (ت)

اور اسے چاہئے کہ سجدہ کو جاتے یا سجدہ سے اُٹھتے وقت اللہ اکبر کی ابتدا کرے اور ختم انتقال پر ختم کرے مقتدیوں کی رعایت جو وہ کرتا ہے عکسِ مقصودِ شرع ہے، حدیث میں فرمایا: انما جعل الامام لیؤتم بہ[2] (امام

---

[1] سنن الدارقطنی | باب تخفیف القرأۃ لحاجۃ | مطبوعہ نشر السنۃ ملتان | ۲/۸۸

[2] صحیح البخاری | باب الصلوٰۃ فی السطوح الخ | ، قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/۵۵

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ ۲۱ از باندی کوئی مرسلہ منشی عبدالرحمٰن ملازم ڈاک سفری ۸ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید بسبب ہونے حافظِ قرآن ایک مسجد میں بخدمت پیش امامی و برائے تعلیم قرآن طفلانِ اہلِ اسلام سنّت و جماعت کے مقرر کیا گیا چند عرصہ بعد تک بظاہر کسی قسم کا فرق نہ معلوم ہونے سے ایک گروہ جاہلوں کے معتقد و مطیع زید ہو گئے۔ جب زید دو تین لڑکوں کا حافظہ ختم کرا چکا اور اپنا رسوخ پورا پورا جما چکا تو اپنے منصبِ امامت پر فخر کرنے لگا اور مسجد کو اپنی میراث جان کر کہنے لگا کہ مجھ کو اس مسجد سے کوئی ہٹا نہیں سکتا، غرض زید کا ایک شاگردِ رشید بکر نامی جس کا حافظہ ختم ہو چکا تھا اُس کی شادی ہو جانے کے بعد اُس کے والد نے زید ہی کو زوجۂ بکر کی تعلیم قرآن کے لئے مقرر کیا چند ہی عرصہ میں انگشت نمائی ہونے لگی یہاں تک کہ برسوں کے بعد معاملہ طول ہو کر ظاہر ہُوا تو بکر سے طلاق دلایا گیا اور زید نے مطلقہ کو خود نکاح میں لاکر فخریہ کہتا ہے اب موافق ہے شرع کے حرام نہیں ہے چونکہ عورت جوان زید سن رسیدہ تھا زید کے دباؤ میں نہ رہ کر آزادانہ روش اختیار کر کے پردہ بھی بالائے طاق رکھا اور زید کے جو جوان پرانے شاگرد تھے ان سے خلا ملا رہنے لگا، چونکہ زید دیکھنے والا نواب صدیق حسن بھوپالی کا ہے ہر موقعہ پر حق کو ناحق اور ناحق کو حق بتا کر جاہلوں کو سیدھا کر لیا کرتا تھا اس پر جو تھوڑے لوگ حق شناس تھے اُن سے الگ رہنے لگا اس درمیان ایک لڑکا ولدالزنا پیدا ہُوا اُس کا عقیقہ کیا گیا یہی زید پیش امام صاحب شریک عقیقہ ہو کر بکرے کی کھال کی غرض سے خوب پلاؤ پر ہاتھ مار کر پکارنے لگے کہ عقیقہ کھانا جائز تھا ہرگز حرام نہیں جب اس پر بھی لوگ ان کی پیش امامی پر معترض ہُوئے تو خود ہی زید صاحب غیظ و غضب میں آکر چلا اُٹھے کہ پیش امامی کرنے پر لعنت ہے میں تو ہرگز نماز نہیں پڑھاؤں گا جو مجھ پر اعتراض کرتے ہیں وہی پڑھائیں قہرِ درویش برجانِ درویش ایک ہفتہ تک نماز پڑھانے سے رُکے رہے آخر جھک مار کر خود ہی نماز پڑھانے لگے اور لوگوں نے نماز پڑھی، پس ان سب باتوں پر نظر ڈالتے ہُوئے معلوم ہونا چاہئے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اگرچہ لوگوں کی انگشت نمائی کا اعتبار نہیں اکثر محض باطل بدگمانی پر ہوتی ہے مگر زید کا بعد نکاح کہنا اب تو حرام نہیں ظاہراً اس پر دلالت کرتا ہے کہ پہلے حرام تھا تو یہ اقرار حرام ہوا، اگرچہ یہ معنٰی بھی ہو سکتے ہیں کہ پہلے تم مجھ پر ناحق بدگمانی حرام کرتے تھے اب تو حرام نہیں۔ زنِ زید کی نسبت جو لکھا گیا ہے اگر برضائے زید ہے یا زید بقدرِ قدرت بندوبست نہیں کرتا تو دیوث ہے اور دیوث سخت اخبث فاسق، اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، اسے امام بنانا حلال نہیں اور اُس کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ، اور پڑھی تو پھیرنا واجب، سائل نے کچھ نہ لکھا کہ زنا سے لڑکا کس کے پیدا ہوا، اگر کسی دوسرے کے یہاں کا یہ واقعہ ہے اور وہ عورت شوہر دار ہے، شوہر نے اُسے اپنا بچہ ٹھہرا کر عقیقہ کیا تو بیشک اُس میں کوئی حرج نہ تھا، نہ اُس کے کھانے میں کوئی حرج۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

marfat.com

Marfat.com

الجواب

امام کولازم ہے کہ نماز میں وہ سورت یا آیات پڑھے جو اُسے بخوبی طور پر یاد ہوں جن کے یاد ہونے [illegible]
کرتا ہے تو یہ دیکھا جائے کہ وہ غلطی کس قسم کی ہے اُس سے فسادِ معنی یا کسی واجب کا ترک [illegible]
نہیں تو نماز دُہرانا بے معنی ہے اور اس کا الزام جہالت پر ہے نہ کہ قرأت پر، اور اگر ہاں تو [illegible]
نہیں، خطبہ میں صحتِ لفظی ہونا نماز کی طرح شرط نہیں، ہاں ایسا خطبہ خلافِ سنّت ہے۔ فحش بکنا فسق ہے
حدیث میں ارشاد ہوا کہ فحش بکا کرنا مسلمان کی شان نہیں[1]۔ ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے۔ شطرنج کھیلنے والا
چال بتانا اگر گوشۂ تنہائی میں نہیں بلکہ برملا عام نظرگاہ میں ہے یا اس پر مداومت ہے تو یہ بھی فسق ہے۔ قمار بازوں
کی طرح پانسے بنا کر اُن سے کھیلنا بھی گناہ ہے اگرچہ کوئی شرط نہ لگائی جائے۔ علمائے کرام نے فرمایا کہ شراب کے دور کی
طرح پانی پینا حرام ہے، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من تشبہ بقوم فھو منھم[2] (جو کسی قوم سے مشابہت پیدا کرے وہ انہیں میں سے ہے۔ ت)

بیوہ پسر کا جو واقعہ لکھا ہے اگر واقعی ہے اور حسبِ عادت زمانہ لوگوں کی بدگمانی نہیں جس پر وہ تہمت لگانے والے خود اسّی اسّی کوڑوں کے مستحق ہوں بلکہ ثبوتِ صحیح شرعی سے ثابت ہے تو ایسا شخص ہرگز میل جول کے قابل نہیں، مسلمانوں کو اُس کے پاس بیٹھنا منع ہے۔

قال اللہ تعالٰی واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[3]۔

اللہ تعالٰی کا ارشادِ مبارک ہے: اور اے سننے والے جب کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھ۔ (ت)

اور اسے امام بنانا حرام، فتاوٰی حجہ میں ہے:

لو قدموا فاسقا یاثمون[4]۔

اگر لوگوں نے فاسق کو امامت کے لئے مقدم کیا تو وہ گنہگار ہوں گے۔ (ت)

مسجد میں گالیاں سخت حرام اور بیت اللہ کی بے ادبی ہے، اور ناصحوں کو نصیحت پر گالیاں دینا اور بھی زیادہ خبیث اور

---

[1] جامع ترمذی باب ماجاء فی الفحش مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۱۹
[2] مسندِ احمد بن حنبل از مسند عبداللہ ابن عمر مطبوعہ دارالفکر بیروت ۲/ ۵۰، ۹۲
[3] القرآن ۶/ ۶۸
[4] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

marfat.com

Marfat.com

الجواب

عورت کو بلانا، نان ونفقہ دینا، اچھا برتاؤ کرنا شوہر کے ذمہ ہے اس کے باپ کے ذمہ نہیں۔ اللہ تعالٰی ایک کا گناہ دوسرے پر نہیں رکھتا۔ ہاں اگر بلاوجہ شرعی باپ اسے بلانے سے منع کرتا ہے یا اس کے اس ظلم پر راضی ہے تو خود شریکِ ظلم ہے۔ اگر وہ بات باعلان کرتا ہے لوگوں میں اس کے ارتکاب سے مشہور ہے تو اسے امام نہ بنایا جائے گا کہ فاسق معلن ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۲۳: از قلب پور ڈاکخانہ پیر گنج ضلع رنگ پور مسئولہ محمد رحمت اللہ ۵ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

سُود کھانے والے اور دینے والے دونوں کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

سُود خور کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے اور سُود دینے والا اگر حقیقۃً صحیح شرعی مجبوری کے سبب دیتا ہے اُس پر الزام نہیں۔ درمختار میں ہے:

یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح[1] ضرورت مند کے لئے نفع کی بنیاد پر قرض حاصل کرنا جائز ہے۔ (ت)

اور اگر بلا مجبوری شرعی سُود دیتا ہے مثلاً تجارت بڑھانے یا جائداد میں اضافہ کرنے یا اُونچا محل بنوانے یا اولاد کی شادی میں بہت کچھ لگانے کے واسطے سُودی قرض لیتا ہے تو وہ بھی سُود کھانے والے کے مثل ہے اور اسے امام بنانا بھی گناہ، اور نماز کا وہی حال، وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۷۲۴ تا ۷۲۶: از ڈونگر پور ملک میواڑ راجپوتانہ مکان سمندر خاں جمعدار مسئولہ عبدالرؤف خاں ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:

(۱) کوئی آدمی عالم کے آنے سے مسجد میں آنا چھوڑ دے اور حسد کرے اور وہ پیش امام بھی ہو اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

(۲) کوئی عالم ہو اور پیش امام و قاضی شہر ہو خود سب سے مسائل بیان کرے اور سب کو سنائے اور سب کے پہلے جا کر بوہروں کے یہاں کا ذبح کیا ہوا گوشت کھائے اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

(۳) جو شخص ہمیشہ مسجد میں دنیا کی باتیں کرتا ہو اور وہ پیش امام ہو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

[1] الاشباہ والنظائر قاعدہ خامسہ درء المفاسد مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۲۶

marfat.com

Marfat.com

(۲) مسجد میں جماعت ہو رہی ہے اور امام میں نقص شرعی ہے تو جماعت چھوڑ کر اپنا اپنا فرض [illegible]
(۳) عاق شدہ کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) جبکہ شبہ کی کوئی وجہ قوی نہ ہو جماعت سے پڑھے، پھر اگر تحقیق ہو کہ امام وہابی تھا نماز پھیرے واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اگر امام میں ایسا نقص ہے کہ اس کے پیچھے نماز باطل ہے مثلاً وہابی ہے یا قرآن عظیم غلط پڑھتا ہے یا طہارت صحیح نہیں جب تو وہ نماز نماز ہی نہیں اگر تصحیح جماعت کر سکتا ہو تو اس جماعت کے ہوتے ہوئے اپنی جماعت قائم کرے اگر فتنہ نہ ہو، اور اپنی جماعت نہ مل سکے تو تنہا پڑھے، اور اگر نقص ایسا ہے کہ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے جیسے فاسق معلن، تو دوسری جگہ جماعت کو چلا جائے ورنہ نہیں، اس جماعت کے بعد دوسری جماعت کرے یا تنہا پڑھے، اور اگر صرف کراہتِ تنزیہہ ہے تو اس جماعت کا ترک جائز نہیں شامل ہو جائے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) شرعاً عاق وہ ہے جو بلا وجہ شرعی ماں باپ کو ایذا دے، ان کی نافرمانی کرے۔ ایسا شخص فاسق ہے۔ پھر اگر وہ یہ گناہ علانیہ کرتا ہے تو فاسق معلن ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب، اور اگر علانیہ نہیں کرتا تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے کہ پڑھنی جائز اور پھیرنی مستحب، اور اگر یہ ان کو ایذا نہیں دیتا غیر معصیت میں ان کی نافرمانی نہیں کرتا اگرچہ معصیت میں ان کا کہنا نہ مانتا ہو اگرچہ اس سے ایذا ہو تو وہ عاق نہیں اگرچہ وہ سو بار کہیں کہ ہم نے تجھے عاق کیا، جب اس کے ذمہ مواخذہ شرعی نہ ہو تو اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں اگرچہ جاہل اسے عاق شدہ سمجھیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۸ از سہسرام بڑتلہ ضلع آرہ مسئولہ قدرت اللہ ۵ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اعلم بالسنۃ عالم باعمل سماع بالمزامیر سنتا ہے اور اس کی امامت جائز ہے اور اس کی امامت میں کراہت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

مزامیر حرام ہیں ان کا سننا عالم باعمل کا کام نہیں کما بیناہ فی اجل التحبیر فی حکم السماع بالمزامیر (جیسا کہ اسے اجل التحبیر فی حکم السماع بالمزامیر میں بیان کیا گیا ہے۔ ت) اگر اعلانیہ اس کا مرتکب ہو اسے امام نہ کریں، اور کراہت سے کسی حال خالی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۹ از سرکار اجمیر مقدس لنگر گلی مسئولہ حکیم غلام علی ۶ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام جامع درگاہ شریف حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ

marfat.com

Marfat.com

مگر جواب سے جواب گزرا ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) اب مجلس میلاد مبارک مطلقاً ناجائز کہنے والے نہیں مگر وہابیہ، اور وہابیہ مرتدین ہیں اور مرتد کے پیچھے نماز باطل۔
واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۴۴ تا ۲۹ از بھوساول ضلع خاندیس محلہ ستارہ مسئولہ حافظ الیس محبوب ۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین :

(۱) زید نصاریٰ کی تابعداری کرتا ہو وہ امامت کے لائق ہے یا نہیں ؟

(۲) اگر ہے تو کن لوگوں کی نماز ہوتی ہے کن لوگوں کی نہیں ؟

(۳) زید مسلمانوں میں نفاق ڈالے تو وہ قابلِ امامت ہے یا نہیں ؟

(۴) زید حاکمِ وقت کی چوری میں گرفتار ہوا ہو تو وہ قابلِ امامت ہے یا نہیں ؟

(۵) زید باطنی غیر مقلد ہو اور اہلسنت کے دکھانے کو کہے کہ میں حنفی مذہب رکھتا ہوں اور اس پر یہ بھی ساتھ فخر کے کہے تو وہ امامت کے لائق ہے یا نہیں ؟

(۶) ایک مسلمان عزت دار امامت کرتا ہو مگر دو چار مسلمانوں کے منحرف کر دینے سے ایک شخص اس پر الزام لگائے کہ یہ شخص امامت کے لائق نہیں اور وہ لوگ احادیث وغیرہ سے واقف نہ ہوں اور مسلمانوں میں نااتفاقی کرائیں تو اُن کے لئے کیا حکم ہے آیا وہ استغفار کے حقدار ہیں یا نہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) سائل نے تابعداری کا گول اور مجمل لفظ لکھا تابعداری نصاریٰ کی ہو یا ہنود کی یا مسلم کی، حلال میں حلال ہے حرام میں حرام ہے، کفر میں کفر۔ جو کفر میں کسی کی تابعداری کرے وہ کافر ہے اور اس کے پیچھے نماز باطل، اور جو حرام میں اتباع کرتا ہو فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ، اور جو حلال میں اطاعت کرے اُس پر الزام نہیں، نہ اس وجہ سے اس کی امامت میں حرج۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جو امامت کے لائق ہے اُس کے پیچھے سب کی نماز ہو سکتی ہے اس صورت میں خاصہ کو یہاں دخل نہیں کہ آدمی ایک خاص قسم کے لوگوں کی امامت کر سکتا ہو دوسرے لوگوں کی اس کے پیچھے نماز جائز نہ ہو جیسے معذور کہ اپنے مثل معذور کی امامت کر سکتا ہے اوروں کی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) مجمل سوال ہے بارہا مسئلۂ حق بیان کرنے سے جاہلوں میں اختلاف پڑتا ہے اور احمق یا بددین لوگ اسے نفاق ڈالنا کہتے ہیں یہ وجہ الزام نہیں ہو سکتا، سائل مفصل لکھے کہ کیا کہتا اور کیا نفاق ڈالتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) اگر توبہ کر چکا اور اس سے نفرت قلوب میں نہ رہی اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو تو اس کی امامت میں حرج

marfat.com

Marfat.com

ان وجوہ امام مذکور کی امامت میں اصلاً کوئی خلل کیا کراہت بھی نہیں اور جو اس [illegible]
نماز حرام بتاتا ہے اللہ عزوجل و نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و شریعت مطہرہ پر افترا کرتا ہے اس پر توبہ فرض ہے
ورنہ سخت عذاب نار و غضب جبار کا مستحق ہوگا۔

قال اللہ تعالیٰ ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون متاع قلیل ولھم عذاب الیم[1]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ جو اللہ پر جھوٹ افترا کرتے ہیں فلاح نہ پائیں گے، دنیا کا کچھ برت لینا ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

وقال اللہ تعالیٰ ویلکم لا تفتروا علی اللہ کذبا فیسحتکم بعذاب[2]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہاری خرابی ہو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو کہ تمہیں عذاب سے ہلاک کر دے گا۔

والعیاذ باللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۰: از تلونڈی رائے ضلع لودھیانہ پنجاب مسئولہ اقبال محمد ۷ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں ایک سید صاحب ہیں قرآن کریم کو کافی درست پڑھتے ہیں ایک نہایت ہی اعلیٰ بزرگ کے مرید ہیں ان بزرگ سے ان کو خلافت کا رتبہ مل گیا ہے قرآن مجید اچھا پڑھنے کی وجہ سے اکثر مسجد میں امامت کرتے ہیں لیکن سید موصوف نے ایک شغل اختیار کیا ہے وہ یہ کہ ایک باعزت نمازی تہجد خواں پرہیزگار جوان کا پیر بھائی ہے اور دو چار یوم پہلے سید صاحب نامعلوم ظاہری باطنی اس کو دوست سمجھتے تھے مگر اب لوگوں کو ان کے اور چند آدمیوں کے خلاف قطع تعلق کی ترغیب دیتے ہیں حالانکہ وہ بے قصور ہیں اور بلاوجہ سید صاحب وغیرہ نے ان کو ذلیل کرنے کے لئے یہ حرکت کی ہے کہ ایک بڑے مجمع میں سید صاحب نے بیٹھ کر قرآن شریف درمیان رکھ کر اہل مجلس کو علانیہ کہا کہ ان چند آدمیوں سے قطع تعلق کی قسم کھاؤ اور قرآن عظیم کو ہاتھ لگاؤ کہ ہمارا یہ قول تا زندگی رہے گا۔ آیا سید صاحب موصوف امامت کے قابل ہیں یا نہیں، اگر ہیں تو کیا وہ بھی ان کے پیچھے پڑھ سکتے ہیں جن کے ساتھ خواہ مخواہ بلاوجہ ایسا سلوک کیا گیا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر یہ واقعی بات ہے کہ سید صاحب مذکور نے ان مسلمانوں سے بلاوجہ شرعی محض کسی خصوصیت دنیوی کے سبب اپنے پیر بھائی اور ان مسلمانوں سے قطع تعلق کیا اور ہمیشہ کے لئے کیا اور علانیہ برسر مجلس کیا تو قابل امامت نہ رہے

---

[1] القرآن ۱۰/ ۶۹

[2] القرآن ۲۰/ ۶۱

marfat.com

Marfat.com

کارندے کے پیچھے جو حلال میں کارندگی کر رہا ہو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں، اور حضور کو خوب روشن ہوگا کہ جس طرح کارندے اپنی اولادوں کے ذرائع نکالتے ہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

ہر سنی صحیح العقیدہ صحیح القراۃ صحیح الطہارۃ غیر فاسق معلن جس میں کوئی بات ایسی نہ ہو کہ لوگوں کے لئے باعث نفرت اور جماعت کے لئے وجہ قلت ہو اس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے۔ گاؤں کے کارندے جن کا غبن اور اسامی وغیرہم سے ناجائز پیسہ لینا ظاہر و معروف ہو ان کو امام بنانا گناہ ہے اور ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، ورنہ کارندگی خود کوئی گناہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۷۳ از شہر محلہ باغ احمد علی خاں مسئولہ نیاز علی ۴ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ پانچ آدمی باوجودیکہ مسجد میں جماعت ہو رہی ہے شامل نہیں ہوتے، بعد ختم جماعت کثیر پانچوں آدمی علیحدہ جماعت پڑھتے ہیں یا مسجد میں پڑھنے آتے ہی نہیں، امام مسجد جو عرصہ سے امامت کر رہا ہے اور اپنا عقیدہ ذیل بیان کرتا ہے اس کو وہ برا کہتے ہیں ایسے کے لئے کیا حکم ہے اور ان کے ساتھ کیا برتاؤ ہونا چاہیے (عقیدہ پیش امام مسجد کا یہ ہے) "میں مذہب اہلسنت وجماعت پر عمل کرتا ہوں، میرا یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقلد ہوں، اللہ عزوجل کی توحید اور جناب رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بعد خدا کے تمام مخلوق سے افضل و اعلیٰ جانتا ہوں، کرامات اولیاء و بزرگان دین کا قائل ہوں"۔ ایسا امام اگر وہابی (جو فی زمانہ مشہور کردئے گئے ہیں) کے مدرسہ میں پڑھنے کو چلا جائے اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

صورت مسئولہ میں پیش امام موصوف کی امامت بلاشبہ صحیح و درست ہے جب پیش امام اپنا حنفی ہونا بیان کرتا ہے اور عقیدہ مطابق اہلسنت وجماعت رکھنے کا مدعی ہے اور اس کے کسی قول و فعل سے اس کا خلاف ثابت نہیں ہوتا تو محض کسی وہابی کے مدرسہ میں پڑھنا یا بالغرض کسی پاٹ شالہ یا اسکول میں تعلیم حاصل کرنا ہرگز صحت امامت کے لئے قادح نہیں ہوسکتا کیونکہ احکام شرعیہ کا مدار ظاہر پر ہے ہم شق قلب پر مامور نہیں، وہ اشخاص جو متخلف عن الجماعۃ ہیں اگر کوئی عذر شرعی رکھتے ہوں تو معذور رہیں گے اور اگر محض عصبیت و نفسانیت کی جہت سے شریک جماعت نہیں ہوتے تو وہ فاسق مردود الشہادۃ قابل تعزیر ہیں اہل محلہ کو ان سے سلام و کلام ترک کردینا چاہیے۔

العبد المجیب محمد عبداللہ کان اللہ لہ۔ صحیح ہے محمد منور العلی غفرلہ۔ الجواب صحیح محمد واحد نور عفی عنہ

الجواب

یہ فتویٰ محض غلط ہے اس میں اصل بحث سے پہلوتہی کی گئی ہے اور بے علاقہ روایتیں محض فضول نقل کردیں

marfat.com

Marfat.com

عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

حالت میں مر [illegible] اور ابوداؤد نے اسے حضرت [illegible] رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

معلوم ہوا کہ یہ کبیرہ ہے کہ اس پر وعیدِ نار ہے اور کبیرہ کا علانیہ مرتکب فاسق معلن، اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ فتاوٰی حجہ میں ہے: لوقدموا فاسقا یاثمون (اگر لوگوں نے فاسق کو مقدم کیا تو گنہگار ہوں گے۔ ت) تبیین الحقائق میں ہے:

لان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیہم اھانتہ شرعا۔[2]

کیونکہ امامت کے لئے فاسق کی تقدیم میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ اس کی اہانت شرعاً واجب ہے (ت)

اور اس میں برابر ہیں وُہ جن سے سید صاحب نے قطع تعلق کیا اور وہ جن سے قطع نہ کیا سب کی نمازان کے پیچھے مکروہ تحریمی ہوگی جب تک توبہ نہ کریں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۱، ۱۵۲: از قصبہ رچھا روڈ ضلع بریلی مسئولہ حکیم محمد احسن صاحب ۹ شوال ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں کہ:

(۱) فاسق فاجر کے پیچھے جب کوئی نماز پڑھانے والا نہ ہو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

(۲) ماہی گیر کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) اگر علانیہ فسق و فجور کرتا ہے اور دُوسرا کوئی امامت کے قابل نہ مل سکے تو تنہا نماز پڑھیں۔

فان تقدیم الفاسق اثم والصلاۃ خلفہ مکروھۃ تحریما والجماعۃ واجبۃ فھما فی درجۃ واحدۃ ودرء المفاسد اھم من جلب المصالح۔[1]

کیونکہ تقدیم فاسق گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے اور جماعت واجب ہے، پس دونوں کا درجہ ایک ہُوا، لیکن مصالح کے حصول سے مفاسد کو ختم کرنا اہم اور ضروری ہوتا ہے۔ (ت)

اور اگر کوئی گناہ چھپا کر کرتا ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھیں اور اس کے فسق کے سبب جماعت نہ چھوڑیں،

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[2] تبیین الحقائق باب الامامۃ المطبعۃ الکبری الامیریہ بولاق مصر ۱/۱۳۴

marfat.com

Marfat.com

...جماعت جس میں کہ مرزائی وغیرہ کا رکن ہو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں، آیا اس کے لئے کوئی تعزیر وغیرہ ہے ...جس کے گھر شادی ہو وہ بھی اپنے عقائد کا پورا لعین مرزائیوں کو اچھا مسلمان سمجھتا ہے۔ فقط

الجواب

فقط اتنی بات کہ جس برات یا ولیمہ میں یہ شریک ہوا اس میں قادیانی مرتد اپنی تین طلاق کی مطلقہ سے بے حلالہ نکاح کرنے والا فاسق بھی شریک تھا ایسا نہیں کہ اس نے اس کی امامت ناجائز کر دی، ہاں اگر صاحبِ خانہ مرزائیوں کو مسلمان جانتا ہو تو وہ خود ہی مرتد ہے اور اس کے یہاں تقریب میں جانا حرام، اگر امام جانتا تھا اور پھر اس کا مرتکب ہوا تو یہ اگر اس بنا پر ہو کہ امام خود بھی مرزائی کو کافر نہیں جانتا تو وہ آپ ہی کافر ہے اور اُس کے پیچھے نماز باطل، اور اگر اس کو کافر جان کر ہی شریک ہوا تو گنہگار ہوا اور اس سے توبہ لی جائے، اگر توبہ سے انکار کرے یا بارہا ایسی شرکت کر چکا ہو تو اسے امام بنانا گناہ ہے، امامت سے معزول کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۰ از ناگپور ممالک متوسطہ محلہ گانجہ کا کھیت مسئولہ چاند میاں لعل محمد سوداگر ۷ ارمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص جو چوڑی پہنانے کا پیشہ کرتے ہیں اُن کو امام بنایا، ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ اُن کی اقتدا بوجہ چوڑی پہنانے کے ناجائز اور امامت مکروہِ تحریمی ہے اور خود معترض پیشہ طبابت کرتے ہیں، بوجہ نباضی و مس دیگر اعضائے مستور آو ہی اعتراض اس پر واقع ہو گا یا نہیں، بہت زیادہ حصہ جماعت کا اس امام کی اقتدا پر رضامند ہے تو کوئی نقصان شرعی قائم رہتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

جماعت کی رضا عدمِ رضا کو اُس وقت دیکھا جاتا ہے جب شرعی نقصان نہ ہو، جہاں شرعی عدم جواز ہے مقتدیوں کی رضا کیا کام دے سکتی ہے، بلاشبہ اجنبیات کو چوڑی پہنانا اُن کی کلائی کا دیکھنا یا ہاتھ کا مس کرنا حرام ہے اور اس کا پیشہ رکھنے والا فاسق معلن، اور اسے امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب، اور طبیب کا اس پر قیاس صحیح نہیں، طبیب کا نبض دیکھنا حاجت کے لئے ہے اور ایسی حاجت و ضرورت کہ دیگر اعضاء کا مس بھی جائز ہے، رہا یہ کہ وہ نیتِ فاسدہ کرے یہ ضرور اسے حرام ہے مگر اس کا علم اللہ عزوجل کو ہے، ہاں بلاحاجت مس و نظر ناجائز کرتا ہو تو وہ بھی فاسق ہے اور اسی اعتراض کا مستحق۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۰ از بھنڈارہ محلہ کھم تالاب مسئولہ نجم الدین ریڈر ڈپٹی کلکٹر ۱۹ ارمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک حافظ نمازِ پنجگانہ و جمعہ کے امام ہیں جن کی جسمی حالت بسبب مرض حسبِ ذیل ہے، آیا اُن کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

(۱) پیش امام صاحب ہر نماز میں سجدہ جاتے وقت نصف یا نصف سے کم جھک جانے پر اللہ اکبر کی

marfat.com

Marfat.com

باطل۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۶ ازمیڑتہ سٹی ضلع جودھپور مسئولہ فخرالدین شاہ [illegible]

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:

(۱) یتیموں کو تکلیف دینا اور غیبت کرنا اور جھوٹی قسم کھانا مسلمانوں میں نفاق ڈالنے والے کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

(۲) ایک شخص یہاں میڑتہ میں پیرزادہ کہلاتے ہیں اُس نے اپنی عورت کو طلاق دی تین روز بعد اس کو سمجھایا پر نہیں مانا کہا کہ مہر دے، کہا کہ مہر میں نے معاف کروایا، پھر ہم نے اس لڑکی سے تلاش کیا، جواب دیا کہ مہر تو میں نے معاف کر دیا، اور پھر اس کے چچا وغیرہ نے اس لڑکی کو اس کے گھر بھجوا دیا بغیر نکاح کرنے، طلاق ہوئی یا نہیں، اس کے بچہ پیدا ہوا وہ حرام کا ہے یا نہیں، اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں، یتیم سے بہت عداوت رکھتا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) یتیموں کو بلاوجہ شرعی تکلیف دینا سخت حرام ہے، یونہی غیبت زنا سے سخت تر ہے جبکہ شرعاً غیبت ہو مثلاً فاسق معلن کی غیبت غیبت نہیں، اور بدمذہب کی بُرائیاں بیان کرنے کا خود شرعاً حکم ہے، جھوٹی قسم گھروں کو ویران کر چھوڑتی ہے اور مسلمانوں میں بلاوجہ شرعی تفرقہ ڈالنا شیطان کا کام ہے، اور فتنہ قتل سے سخت تر ہے، فتنہ سو رہا ہے اس کے جگانے والے پر اللہ کی لعنت ہے، جو ان افعال کا علانیہ مرتکب ہو اسے امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) طلاق ہوگئی اور مہر عورت نے معاف کر دیا ہے معاف ہوگیا۔ بچہ اگر طلاق سے دو برس کے اندر پیدا ہوا حلالی ہے اُسی شوہر کا ہے۔ طلاق دینے سے نماز کی امامت میں کوئی خلل نہیں آتا، یتیم سے بلاوجہ عداوت سخت گناہ ہے، اگر اس کی بلاوجہ عداوت علانیہ مشہور ہے تو امام بنانے کے قابل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۸ از چھاؤنی فیروزپور کباڑی بازار مسئولہ حاجی خواج الدین ٹیلر ماسٹر ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زناکار اور شرابی کے پیچھے نماز کسی وقت جائز ہے یا نہیں جب امام مقیم ہو وہ ہر ایک کو امام مقرر کر دیتا ہے یہ جائز ہے کہ نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

زانی اور شرابی کے پیچھے کسی وقت نماز پڑھنے کی اجازت نہیں مگر جہاں جمعہ و عیدین ایک ہی جگہ ہوتے ہوں اور امام فاسق ہو اُس کے پیچھے پڑھ لئے جائیں اور جمعہ کے اعادہ کو چار رکعت ظہر پڑھیں، امام غیر جمعہ و عیدین میں اگر

marfat.com

Marfat.com

اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے۔ت) یہ بات کہ ایسا نہ کرے تو مقتدی اُس سے پہلے سجدہ کرلیں گے اس کا لحاظ مقتدیان پر ضرور ہے جب اسے سجدہ تک پہنچنے میں دیر ہوتی ہو تو یہ انتظار کریں اور ایسے وقت سجدہ کو جھکیں کہ اس کے ساتھ سجدہ میں پہنچیں بل ذلك امر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اصحابہ رضی اللہ تعالٰی عنھم (نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کو یہی حکم دیا ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۱: از بہوڑہ ڈاک خانہ سلکیا گھڑی محلہ بھوتے بگان اصغر چائے والے کا باڑا مسئولہ شیخ محمد ۲۲ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو لوگ علمائے حرمین طیبین کو بدعتی بتائیں ان کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

مطلقاً علمائے حرمین شریفین کو بدعتی وہی بتائے گا جو وہابی ہو اور وہابی کے پیچھے نماز باطل محض ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۲: از مطبع شمس المطابع فرخ نگر ضلع گوڑگانواں مسئولہ حکیم شمس الدین مالک مطبع ۲۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امور ذیل کرنے والے کی امامت جائز ہے یا نہیں اور اس کی بابت کیا حکم ہے باوجود نہ یاد ہونے قرآن کے درمیان کلام مجید سے کچی پکی یاد پر نماز جمعہ میں قرأت شروع کردیتا ہے جس کی وجہ سے اکثر بلکہ عموماً نماز جمعہ میں بھول جانے کی وجہ سے نماز دُہرائی جاتی ہے خطبہ بھی صحت لفظی کے ساتھ نہیں پڑھتا ہے سمجھانے پر لوگوں کو مغلظات بکنا شطرنج سے ماہر ہونے کے سبب کھیلنے والوں کو اُن کے پاس بیٹھ کر چال بتانا ہر قسم کے لوگوں کے ساتھ کوٹلے وغیرہ کی لکیروں سے طرح طرح کے پانسے بنا کر کنکریوں کے ذریعہ سے مثل قمار بازان بغیر کسی شرط قائم کئے کھیل کا کھیلنا ایسے شخص کے ساتھ میل جول نشست برخاست رازداری رکھنی جو اپنے حقیقی پسر کی بیوہ سے اپنی زوجہ کی زندگی میں زنا کرتا ہے اور آئندہ خواہش نکاح رکھتا ہے جس کو حالات مذکورہ کی وجہ سے اہل برادری نے بھی خارج کردیا ہے مسجد میں بیٹھ کر اپنے خانگی معاملات میں یا ناصح آدمیوں کو فحش اور مغلظات سنانا شخص مندرج صدر کی اعانت کرنے والے کی بابت کیا حکم ہے جبکہ اُس کی اعانت محض نفسانیت سے کرتے ہوں بصورت حالات مندرجہ صدر نماز جمعہ دوسری مسجد میں جائز ہے یا نہیں جبکہ ایک پُرانا قصبہ مثل شہر کے ہو جس کی بنیاد شہر اور فرودگاہ افواج تواریخی حساب سے صدہا سال سے مع آبادی اہل اسلام ثابت ہے اور نمازی بھی تعداد شرعی سے زیادہ ہوجاتے ہوں۔ روزہ کی حالت میں ایسے شخص کا آٹھ دس دفعہ غسل کرنا جو بے صبری پر دال ہے۔ اصلی معاملہ کو پوشیدہ رکھ کر اپنے مطلب کی تائید میں علماء سے فتوٰی حاصل کرنا۔ بینوا توجروا

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ ۶۶۴: از مقام چھاؤنی میرٹھ قصبہ لنگر کٹرہ مرسلہ پیر سخاوت حسین صاحب عبرجان مسجد [illegible] شوال [illegible]

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حافظِ قرآن پاک ہے اور امامت بھی ٹھیک کرتا ہے علاوہ پابندِ صوم وصلوٰۃ ہے اور زوجہ اس کی پردہ نشین ہے مگر قوم سے شخص مذکور قصاب ہے کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر اس کی طہارت و نماز صحیح ہے اور مذہب کا وہابی یا دیوبندی وغیرہ بے دین و بددین نہیں سُنّی صحیح العقیدہ ہے اور فاسق و معلن نہیں تو اس کے پیچھے نماز پڑھنی بیشک جائز ہے، قصاب ہونا کوئی مانعِ امامت نہیں، متعدد اکابرِ دین نے یہ پیشہ کیا ہے، ہاں اگر جماعت والے اس سے نفرت کرتے ہوں اور اس کی امامت کے باعث جماعت میں کمی پڑے اور دُوسرا امام سُنّی صحیح العقیدہ قابلِ امامت موجود ہو تو اس دوسرے کی امامت اولٰی ہے۔

فقد کرھوا خلف ابرص شاع برصہ لاجل التنفیر مع انہ لاخطیئۃ لہ فیہ۔ فقہاء نے نفرت کے پیشِ نظر ایسے صاحبِ برص کے پیچھے نماز کو مکروہ قرار دیا ہے جس کا برص مشہور (پھیل گیا) ہو، باوجود اس بات کے کہ اس میں اس کا اپنا ذاتی کوئی گناہ نہیں۔

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۶۵ تا ۶۶۸: از میونڈی بزرگ پرگنہ اجاؤں ڈاکخانہ شاہی ضلع بریلی مرسلہ سید امیر عالم حسن صاحب ۱۶ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) جو شخص زنا کرتا ہو اور اس کا ثبوت بھی ہو گیا ہو تو جو اُس کے پیچھے نماز پڑھیں وہ ہوئیں یا نہیں۔

(۲) جب زانی ایسا شخص توبہ کرلے تو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

(۳) زانی اپنے افعال سے توبہ کرتا ہے اور گاؤں والے اُس کی توبہ کو نہیں مانتے تو وہ گاؤں والے کس جرم کے مستحق اور کس درجہ میں شمار ہیں۔

(۴) جس عورت نے اپنے شوہر سے سرکشی کی اور اُس کے حکم کو نہ مانا اور شوہر کا دل دُکھایا اور شوہر پر زبان درازی کی تو ایسی عورت کو طلاق دینا واجب ہے یا نہیں، اور اگر شوہر اپنی بی بی کی زبان درازی اور سرکشی پر راضی ہے اور وُہ امامت کراتا ہے تو ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

الجواب

(۱) زنا کا ثبوت سخت دشوار ہے جسے عوام ثبوت سمجھتے ہیں وہ اوہام ہوتے ہیں، جب تک اس کی یہ حالت نہ تھی اس وقت تک اُس کے پیچھے نمازیں کوئی حرج نہ تھا اُن کے اعادہ کی بھی کچھ حاجت نہیں فانہ لا

marfat.com

Marfat.com

خلاف مقصود شرع ہے باطل پر اعانت حرام ہے۔
قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1] اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: گناہ اور زیادتی پر باہم تعاون نہ کرو۔ (ت)

ایسا شخص جس کی امامت شرعاً ممنوع ہے اگر جمعہ پڑھاتا ہو تو دوسری جگہ جمعہ پڑھیں جبکہ وُہ قصبہ مصر شرعی ہو جہاں جمعہ صحیح و جائز ہے۔ فتح القدیر میں ہے: لانہ بسبیل من التحول[2] (کیونکہ دوسری جگہ منتقل ہونا ممکن ہے۔ ت)
اور روزہ میں غل مچانا اور اظہارِ بے صبری کرنا مکروہ ہے، حقیقت واقعہ چھپا کر علماء سے غلط فتوٰی لینا شریعت کو دھوکا دینا اور سخت حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۴۳: از منصور پور ضلع مظفر نگر مسئولہ عبدالصمد صاحب سُنّی حنفی صوفی ۲۸ رمضان ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:
(۱) جس شخص میں بوجہ حرص کے طمع ہو اور ذلّت کے ساتھ سوال کرنے کا عادی ہو باوجود معقول تنخواہ پانے کے ایسے بے حرمت آدمی کے پیچھے شرفا کی نماز کامل ہو سکتی ہے یا نہیں۔
(۲) جو شخص یہ کہے کہ میں فلاں آدمی کا معین صورت میں محض نماز پڑھانے کے واسطے ملازم ہوں نماز جنازہ پڑھانے سے یا کسی مقتدی کی اطاعت سے مجھے کیا کام ایسا آدمی قابلِ امامت ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) بے ضرورت سوال حرام ہے ایسا شخص فاسق معلن ہے اُسے امام بنانا گناہ ہے اس کے پیچھے عالم و جاہل سب کی نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ واللہ تعالٰی اعلم
(۲) امام پر بلاوجہ مقتدی کی اطاعت لازم نہیں، نہ اُسے نماز جنازہ پڑھانا ضرور، اس کہنے سے اس کی قابلیت امامت میں کوئی خلل نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۴۴ تا ۴۴۵: از مدرسہ اہلسنّت منظر اسلام مسئولہ مولوی عبداللہ صاحب مدرس مذکورہ ۳ شوال ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں:
(۱) کسی مسجد میں جماعت تیار ہے لیکن اتنا وقت نہیں کہ دریافت کیا جائے کہ امام سُنّی ہے یا وہابی، تو جماعت سے نماز پڑھنا چاہئے یا اپنی علیحدہ۔

---

[1] القرآن ۵/۲
[2] فتح القدیر باب الامامۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴

marfat.com
Marfat.com

اگر اس کا یہ حال صحیح مشہور ہے تو اُس کے پیچھے نماز مکروہ ہے اس سے میل جول [illegible] اوہام کی افواہ ہے کہ خواہی نخواہی عیب لگاتے ہیں تو اس کا اعتبار نہیں پھر بھی اگر اس کے [illegible] لوگوں کو اس کی امامت سے نفرت اور اس کے پیچھے جماعت کی قلت ہو تو اسے امام کرنا [illegible] سے بری ہے، کما شاع برصہ کما فی الدر (جیسے اس شخص کا حکم ہے جس کا برص پھیل گیا ہو [illegible] ایسا ہی ہے۔ ت)

(۲) ایسا شخص ہو تو وہ فاسق ہے اُس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے اس سے میلاد شریف نہ پڑھوایا جائے لان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعًا (کیونکہ امامت کے لئے فاسق کی تقدیم میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعی طور پر اس کی اہانت لازم ہے۔ ت) تبیین الحقائق وغیرہ۔۔۔ جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں ضرور اعادہ کی جائیں اس کا شریک حال مذکور رہنا حرام ہے اُس سے میل جول نہ چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۷۱ از شہر بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ مولوی محمد ظہور الحق صاحب ۳ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایسے شخص کے واسطے کہ وہ حافظِ قرآن ہے مگر افیون کھاتا ہے اور رمضان المبارک کا روزہ نہیں رکھتا ہے، آیا وہ امامت کرسکتا ہے یا نہیں اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں بینوا بالکتاب و توجروا یوم الحساب۔

الجواب

افیونی اور بلا عذرِ شرعی تارکِ صومِ رمضان فاسق ہیں اور ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنا گناہ اور پھیرنا واجب جبکہ اُن کا فسق ظاہر و آشکارا ہو، اور اگر مخفی ہو جب بھی کراہت سے خالی نہیں اور افیونی اگر پینک میں ہو جب تو اس کے پیچھے نماز باطل محض، قال تعالٰی حتی تعلموا ما تقولون[2] (اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے: حتی کہ تم جان لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۷۲ از شہر مدرسہ اہلسنت مسئولہ مولوی ظہور الحق صاحب طالب علم ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

اس سوال میں جو اوپر مذکور ہے خلاف واقعہ محض حسد پر کیا گیا ہے افیونی تارکِ صوم اور پھر اس پر بلا عذر یہ تینوں لفظ اور ان کے مصداق تحقیق طلب ہیں کیونکہ نتیجہ جواب انھیں پر مبنی ہے اس جواب سے یہ نہیں معلوم ہوا

---

[1] تبیین الحقائق باب الامامۃ مطبوعہ المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ بولاق مصر ۱/۱۳۴

[2] القرآن ۴/۴۳

marfat.com

Marfat.com

علیہ السلام نماز یہ کہتا ہے کہ اسے خداوندکریم اخیر شرع داڑھی منڈے جھوٹے دعویداران خلافت کو سچا دعویدار خلافت بنادے۔ اور جب کبھی وہابیوں کا ذکر آتا ہے تو ان کے مولویوں کو اور جو مولوی خلافت کو اپنے پیٹ بھرنے کا پیشہ بناتے ہیں اور ان کے سب پیروؤں کو خوب برا کہتا ہے اس کے پیچھے بموجب شریعت مطہرہ نماز پڑھنا جائز ہے اور جو مولوی اس کے پیچھے نماز پڑھنا حرام بتائے اس کے لئے شرعاً کیا حکم ہے، اگر یہ بحث مسجد میں ہو تو مسجد کی توہین ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا بالتفصیل توجروا عند الرب الجلیل۔

الجواب

اس دعا میں کوئی حرج نہیں اور وہابیہ کی برائی بیان کرنا فرض ہے، یونہی جھوٹے مدعیان خلافت اور اس نام سے شکم پروران پر آفت کی شناعت سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا ضرور ہے اور مسجد کہ مجمع مسلمانان ہو ان بیانوں کا بہتر موقع ہے اور اس میں مسجد کی کچھ توہین نہیں کہ مساجد ذکر اللہ کے لئے بنائی گئی ہیں اور نہی عن المنکر اور بیان شناعت گمراہان اعظم طرق ذکر اللہ واجل احکام شریعۃ اللہ سے ہے، حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اَترِعُون عن ذکر الفاجر متی یعرفہ الناس اذکروا الفاجر بما فیہ یحذرہ الناس[1]۔

کیا فاجر کو برا کہنے سے پرہیز کرتے ہو لوگ اسے کب پہچانیں گے فاجر کی برائیاں بیان کرو کہ لوگ اس سے بچیں۔

صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے مسجد کریم مدینہ طیبہ میں منبر بچھاتے کہ وہ اس پر کھڑے ہو کر مشرکین کا رد فرماتے۔

---

[1] نوادر الاصول للترمذی الاصل السادس والستون والمائۃ الخ مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۲۱۳

ف: اس حدیث کا پہلا لفظ نوادر الاصول میں "أتورعون" ہے جبکہ دیگر متعدد کتابوں میں "اترعون" مذکور ہے۔ نذیر احمد سعیدی

[2] مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثالث از باب البیان والشعر مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی حصہ دوم ۲/ ۴۱۰

ف: یہ حدیث ترمذی ۴/ ۱۰۷، سنن ابی داؤد ۲/ ۳۲۸، مستدرک ۳/ ۴۸۷، ابن عساکر ۴/ ۱۲۹، شرح السنۃ ۱۲/ ۳۷۷ وغیرہ متعدد کتابوں میں موجود ہے، حدیث کا یہ حصہ صحیح بخاری سے مجھے نہیں مل سکا اور صاحب تحفۃ الاحوذی اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں: قال صاحب المشکوٰۃ بعد ذکر ھذا الحدیث اخرجہ البخاری وقال الحافظ فی الفتح بعد ذکرہ وعزوہ الی الترمذی ما لفظہ وذکر المزی فی الاطراف ان البخاری اخرجہ تعلیقاً نحوہ واتم منہ لکن لم ارہ فیہ انتھی (تحفۃ الاحوذی مطبوعہ بیروت ۴/ ۳۲) نذیر احمد سعیدی

marfat.com

Marfat.com

مقتدی پر الزام ہے اور وہ اس وجہ سے سزاوار سزا ہے مگر وہ امام اس بنا پر الزام ... کیوں خاموش رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۰۲: از اورنگ آباد ضلع گیا مرسلہ محمد اسمٰعیل مدرس مدرسہ اسلامیہ ۲۴ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمرو تعزیہ کی نہایت عظمت کرتا ہے اور ... میں شریک ہوتا ہے اور حضرت سید الشہداء حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی مجلس میلاد منعقد کرتا ہے اور اس میں یا حسین سلام علیک، یا ذکی سلام علیک، یا علی سلام علیک وغیرہ بحالتِ قیام پڑھوا تا ہے اور مجلس میں سماع میں ہر قسم کے مزامیر یعنی انگریزی باجا روشن چوکی خرد ک شہنائی مشکی باجا وغیرہ بجوا تا ہے اور نماز پنجگانہ وجمعہ کے لئے مسجد میں نہیں آتا صرف عیدین کی امامت کرتا ہے مقتدی اس سے بسبب ان افعال کے سخت نفرت رکھتے ہیں تو عمرو قابل امامت ہے یا نہیں، اور عمرو کے یہ افعال شرع شریف میں کیا حکم رکھتے ہیں۔

الجواب

مزامیر حرام ہیں، صحیح بخاری شریف کی حدیث میں ہے:

یستحلون الخمر والخنزیر والمعازف[1] وہ لوگ شراب، خنزیر اور مزامیر کو حلال جانیں گے(ت)

ہدایہ میں ہے:

لان الابتلاء بالمحرم یکون[2] (امتحان وابتلاء حرام ہی سے ہوتا ہے۔ت)

تو مجلس مزامیر منعقد کرنا فسق، اور نماز عید کو ان شیطانی باجوں کے ساتھ آنا فسق اور جماعت کے لئے بلا عذر شرعی حاضر نہ ہوا کرنا فسق اور جمعہ میں بلا مجبوری نہ آنا سخت تر فسق اور تعزیہ کی تعظیم بدعت، عمرو ہرگز قابل امامت نہیں۔ تبیین الحقائق میں ہے:

لان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا۔[3] کیونکہ امامت کے لئے اس کی تقدیم میں تعظیم ہے حالانکہ ان پر شرعاً اس کی اہانت لازم ہے(ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاشربۃ باب ماجاء فیمن یستحل الخمر الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۳۷
[2] الہدایۃ کتاب الکراہیۃ مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۴۵۳
[3] تبیین الحقائق باب الامامۃ ؍؍ المطبعۃ الکبرٰی الامیریۃ بولاق مصر ۱/۱۳۴

ف: بخاری کے الفاظ اس طرح ہیں: یستحلون الخز والحریر والخمر والمعازف الخ۔ اس حدیث کو مختلف الفاظ کے ساتھ دیگر متعدد کتابوں نے بھی ذکر کیا ہے سنن ابوداؤد ۲/۲۰۴، السنن الکبرٰی للبیہقی ۱۰/۲۲۱، کنز العمال ۱۱/۱۳۴، المعجم الکبیر ۳/۲۸۲، اتحاف السادۃ المتقین ۶/۴۷۲، الترغیب والترہیب ۳/۱۰۲۔ نذیر احمد

marfat.com

Marfat.com

[illegible] ہے جب تک اس حرکت سے علانیہ توبہ نہ کریں کہ بلاوجہ شرعی تین دن سے زیادہ مسلمانوں سے قطع تعلق حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا یحل لرجل ان یھجر اخاہ فوق ثلث لیال یلتقیان فیعرض ھذا ویعرض ھذا وخیرھما الذی یبدأ بالسلام[1]۔ رواہ الشیخان عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

آدمی کو حلال نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی کو تین رات سے زیادہ چھوڑے راہ میں ملیں تو یہ ادھر منہ پھیرے وہ ادھر منہ پھیرے اور ان میں بہتر وہ ہے جو پہلے سلام کرے یعنی ملنے کی پہل کرے۔ بخاری ومسلم نے اسے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

دوسری حدیث میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

لا یحل لمؤمن ان یھجر مؤمنا فوق ثلث فان مرت بہ ثلث فلیلقہ فلیسلم علیہ وان رد علیہ السلام فقد اشترکا فی الاجر فان لم یرد علیہ فقد باء بالاثم وخرج المسلم من الھجرۃ[2]۔ رواہ ابوداؤد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

کسی مسلمان کو حلال نہیں کہ کسی مسلمان سے تین رات سے زیادہ قطع کرے، جب تین راتیں گزرجائیں تو لازم ہے کہ اس سے ملے اور اسے سلام کرے، اگر سلام کا جواب دے تو دونوں ثواب میں شریک ہوں گے اور وہ جواب نہ دے گا تو سارا گناہ اسی کے سر رہا یہ سلام کرنے والا قطع کے وبال سے نکلے گا۔ اسے ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

تیسری حدیث میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

لا یحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلث فمن ھجر فوق ثلث فمات دخل النار[3]۔ رواہ احمد وابوداؤد

مسلمان کو حرام ہے کہ مسلمان بھائی کو تین رات سے زیادہ چھوڑے، جو تین رات سے زیادہ چھوڑے اور اسی

---

[1] صحیح بخاری	باب الہجرۃ از کتاب الادب	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ اصح المطابع کراچی	۸۹۷/۲
صحیح مسلم	باب تحریم الہجرۃ فوق ثلاثۃ ایام	؍ نور محمد اصح المطابع کراچی	۳۱۶/۲
[2] سنن ابی داؤد	باب فی ہجرۃ الرجل اخاہ	؍ آفتاب عالم پریس لاہور	۳۱۷/۲
[3] مسند احمد بن حنبل	از مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ	؍ دارالفکر بیروت	۳۹۲/۲
سنن ابوداؤد	باب ہجرۃ الرجل اخاہ	؍ آفتاب عالم پریس لاہور	۳۱۷/۲

ف: مسند احمد بن حنبل کے الفاظ اس طرح ہیں لا ھجرۃ فوق ثلاث فمن ھجر اخاہ فوق ثلاث فمات دخل النار۔ نذیر احمد

marfat.com

Marfat.com

فقال ان امراتی لاتمنع ید لامس قال طلقها قال انی احبها قال فاستمتع بها[1] رواہ ابوداؤد۔

اور عرض کیا میری بیوی کسی چھونے والے کا ہاتھ نہیں روکتی، فرمایا: اسے طلاق دے دے۔ عرض کیا: میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ فرمایا: اس سے تمتع حاصل کر۔ ابوداؤد (ت)

درمختار میں ہے: لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ[2] (خاوند پر فاجرہ عورت کو طلاق دینا واجب نہیں۔ت)

بلکہ جس نے وہ ناپاک کلمات کہے اُن سے صراحۃً شریعت مطہرہ سے عناد ٹپکتا ہے اُس پر توبہ فرض ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از ریاست جے پور گھاٹ دروازہ مدرسہ قادریہ تکیہ اعظم شاہ مرسلہ حاجی عبدالمجید صاحب رضوی

کیا حکم ہے شریعتِ مطہرہ کا اس مسئلہ میں کہ زید امامت کرتا ہے اور اس کے سر کے بال لمبے یعنی دوش سے نیچے قریب سینہ تک ہیں، عمرو کہتا ہے کہ دوش سے نیچے بال بڑھانا حرام ہیں اور ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے، زید کہتا ہے کہ اتنے لمبے بال رکھنا یعنی دوش سے نیچے جائز ہے اور مشائخ سادات کا یہ شعار ہے چنانچہ اعلیحضرت فاضل بریلوی مدظلہ نے اپنے رسالہ الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن کے صفحہ ۱۹ سطر ۱ میں حضرت سیدنا امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے کہ ان کے دو گیسو شانہ پر لٹک رہے تھے لہذا سوال یہ ہے کہ زید کا کہنا صحیح ہے یا عمرو کا، اگر عمرو کا قول صحیح ہے تو جتنی نمازیں ہم مقتدیوں نے زید کے پیچھے پڑھی ہیں حساب کرکے سب کا اعادہ کریں یا نہیں؟

الجواب

مسلمانوں کو اتباعِ شریعت چاہئے۔ حکم نہیں مگر اللہ و رسول کے لئے۔ سینہ تک بال رکھنا شرعاً مرد کو حرام اور عورتوں سے تشبّہ اور بحکم احادیث صحیحہ کثیرہ معاذ اللہ باعثِ لعنت ہے۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء[3] الخ۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالٰی کی لعنت ان مردوں پر جو عورتوں کے ساتھ مشابہت کریں الخ (ت)

اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے ایک عورت کو مردانہ جُوتا پہنے دیکھا اُسے لعنت کی خبر دی۔ نبی اکرم

---

[1] سنن ابوداؤد | باب فی تزویج الابکار | مطبوعہ آفتاب عالم پریس، لاہور | ۱/ ۲۸۰
سنن نسائی | تزویج الزانیۃ | " نور محمد کتب خانہ کراچی | ۲/ ۷۱

ف: ان حوالوں میں مذکور الفاظ مختلف ہیں لیکن مفہوم ایک ہے۔ نذیر احمد سعیدی

[2] دُرمختار | کتاب الحظروالاباحۃ | فصل فی البیع | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۲/ ۲۵۴

[3] المعجم الکبیر | ما روی ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ | مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت | ۱۱/ ۲۵۲

marfat.com

Marfat.com

فان الجماعة واجبة والصلاۃ خلف فاسق غیر معلن لاتکرہ الاتنزیھا۔ واللہ تعالٰی اعلم

کیونکہ جماعت واجب ہے اور فاسق غیر معلن کے پیچھے نماز پڑھنا زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی ہے (ت)

(۲) جائز ہے، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۵۲ و ۵۵۳: از سینوتوریم ضلع نینی تال مسئولہ سراج علی خاں صاحب رضوی بریلوی ۱۶ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) فاسق کی کیا تعریف ہے؟ فاسق وفاجر میں کوئی فرق ہے؟ فاسق کے پیچھے نماز کیسی ہے؟ فاسق معلن کب کہا جائے گا اور اس کے پیچھے نماز کیسی ہے؟ اسے ایسا جان کر امام بنانے والے کا کیا حکم ہے؟

(۲) ہاتھ یا پیر میں انگوٹھی چھلے پہننا یعنی ایک نگ کی ایک انگوٹھی موافق شریعت مطہرہ سے زائد پہننے والے کا کیا حکم ہے، اس کے پیچھے نماز کیسی، اس پر اصرار کرنے والا کہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی کس درجہ موردِ گناہ ہے۔

(۳) دو یا تین شخص ایسے جمع ہو کر جماعت سے نماز پڑھنا چاہتے ہیں کہ ایک بالکل جاہل مگر صورت ہیئت لباس وغیرہ سب شریعت کے مطابق ہے اور نمازی بھی ہے مگر قرآن پاک کی تلاوت اس کو نہیں آتی اور تلفظ بالکل ادا نہیں ہوتا، دوسرا خواندہ قرآن کی قرأت کرسکتا ہے ضروری مسائل بھی جانتا ہے مگر فاسق ہے، تیسرا مسافر ہے جس پر قصر واجب ہے بے علمی میں پہلے شخص کا درجہ رکھتا ہے مگر صرف ان سورتوں میں معمولی طریقہ سے پڑھ سکتا ہے جو نماز میں بار بار آتی ہیں مثلاً الحمد شریف یا قل ہو اللہ شریف وغیرہ، ان میں سے کس کو امام بنایا جائے، اور اگر کوئی بھی امامت کے قابل نہیں تو کیا علیحدہ علیحدہ پڑھیں۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) فاسق وہ کہ کسی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا اور وہی فاجر ہے، اور کبھی فاجر خاص زانی کو کہتے ہیں، فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے پھر اگر معلن نہ ہو یعنی وہ گناہ چھپ کر کرتا ہو معروف ومشہور نہ ہو تو کراہت تنزیہی ہے یعنی خلاف اولٰی، اور اگر فاسق معلن ہے کہ علانیہ کبیرہ کا ارتکاب یا صغیرہ پر اصرار کرتا ہے تو اسے امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پڑھ لی ہو تو پھیرنی واجب۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) ایک آدھ بار پہننا گناہِ صغیرہ، اور اگر پہنی اور اتار ڈالی تو اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں اور اگر نماز میں پہنے ہو تو اسے امام بنانا ممنوع اور اس کے پیچھے نماز مکروہ، یوں ہی جو پہنا کرتا ہے اس کا عادی ہے فاسق معلن ہے اور اس کا امام بنانا گناہ اگر اس وقت نماز میں نہ بھی پہنے ہو۔ گناہ اگرچہ صغیرہ ہو اسے چھوٹی بات کہنا بہت سخت جرم ہے۔ اس شخص پر توبہ فرض ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳) صورت مذکورہ میں اس مسافر کو امام کیا جائے کہ فاسق کو امام بنانا گناہ ہے اور غلط خواں کے پیچھے نماز

marfat.com

Marfat.com

الجواب

نعم تجوز ان لم يكن مانع شرعی لانہ بالغ شرعا وان لم تظہر الاثار نعم تکرہ ان کان صبیحا محل الفتنۃ کما فی رد المحتار عن الرحمتی۔
واللہ تعالیٰ اعلم

ہاں جائز ہے بشرطیکہ کوئی مانع شرعی موجود نہ ہو کیونکہ وہ شرعی طور پر بالغ ہے اگرچہ بلوغ کے آثار ظاہر نہ ہوتے ہوں البتہ اگر وہ امرد خوبصورت ہے تو اس پر نماز مکروہ ہوگی کیونکہ وہ محل فتنہ ہوتا ہے۔ رد المحتار میں شیخ رحمتی سے یُوں ہی ذکر ہے۔ (ت)

مسئلہ ۸۴۲ تا ۸۴۸: از کوٹ ڈسکہ مرسلہ محمد حیات صاحب مدرس ہائی اسکول ۱۹ جمادی الاخری ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام ایسے امام مسجد کے بارے میں جس میں مفصلہ ذیل نقص صریحاً ہوں،

(۱) غسال وذابح ہے اگر کسی صاحب میت سے کچھ نہ ملے تو شاکی رہتا ہے۔

(۲) سامان مسجد کی مطلق حفاظت نہیں کرتا اور نہ ان کی مرمت وغیرہ کی لوگوں کو ترغیب دیتا ہے اس لئے اشیاء مسجد بگڑتی اور خراب ہوتی رہتی ہیں اور ضائع اور غبن ہوتی رہتی ہیں اور مسجد کے متعلقہ مکان میں رہائش رکھتے ہیں جو کہ مسجد سے علیحدہ متصل مسجد ہے اگر حفاظت سامان مسجد کو کہیں تو برافروختہ ہوجاتے ہیں۔

(۳) جماعت نماز صرف مغرب کی کرتے ہیں باقی نمازیں متفرق طور پر لوگ خود بخود پڑھتے ہیں، اگر کہیں تو ناراض۔

(۴) مرض بواسیر عرصہ سے ہے تقاطر بول اور پیپ اور خون سے محفوظ رہنے کے لئے نیچے لنگوٹی رکھتے ہیں پورے طور پر شکایت مرض بواسیر نہیں گئی اور نہ یہ جانے والی ہے۔

(۵) میونسپل کمیٹی قصبہ کوٹ ڈسکہ میں ایک ادنیٰ اسامی جمعداری خاکروبان مے۵ روپے ماہوار پر ملازم ہیں کام اچھا نہ ہونے پر مقامی افسر اور ممبران کمیٹی اکثر ناراض رہتے ہیں اور سخت سست کہتے ہیں جو کہ مسلمانوں کو ناگوار گزرتا ہے۔

(۶) میاں جی کے اندرون شہر میں جو مکانات ہیں ان کے بالکل متصل ایک پرانی مسجد ہے انقلاب زمانہ سے اس محلہ میں مسلمانوں کے گھر نہ رہے اور مسجد غیر آباد ہوگئی، اب میاں جی اس مسجد کو مالی مویشی خانہ اور گوبر بھینس خانہ بنا رکھا ہے، طرفہ یہ کہ حق اس مسجد کا برابر لے رہے ہیں۔

(۷) روزہ ماہ رمضان المبارک اگر معمر ہونے کی وجہ سے نہ بھی رکھتے ہوں تو نماز تراویح پڑھانے کے لئے آتے ہیں کیونکہ تراویح پڑھانے والے کی خدمت ہوتی ہے مگر نماز فرض کی جماعت سوائے مغرب ندارد' ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنی کیسی ہے؟

marfat.com

Marfat.com

دوسرے کو کہ صالح امامت ہے اور امام کئے دیتا ہے حرج نہیں بلکہ وہ اگر اس سے علم و فضل میں زائد ہو تو اسے یہی بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۵۰ از علی پور بیڑا مسئولہ منصب علی ۱۲ شعبان ۱۳۳۷ھ

قاری مکہ معظمہ کا قرأت سیکھا ہوا اور وہاں پر چند سال رہ کر معلمی کیا لیکن داڑھی ترشواتا ہے آیا اس کے پیچھے نماز پنجگانہ اور جمعہ جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

داڑھی ترشوانے والے کو امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب، اور مکہ معظمہ میں رہ کر قرأت سیکھنا فاسق کو غیر فاسق نہ کر دے گا، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۶۰ از فتحپور ضلع شاہجہاں پور مرسلہ مقبول حسن خاں نائب مدرس میونسپل اسکول ۷ اشعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شخص کی نماز فجر قضا ہو وہ نماز ظہر یا دیگر اوقات کی نمازوں میں امام ہو سکتا ہے یا نہیں؛

الجواب

اگر صاحب ترتیب ہے تو جب تک قضائے فجر ادا نہ کرلے ظہر کی امامت نہیں کر سکتا ورنہ کر سکتا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۶۱، ۶۶۲ از پیلی بھیت محلہ احمد زئی مرسلہ مولوی عبد السبحان صاحب ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) بہرے کے پیچھے تراویح یا فرض نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) بہرے کی کوئی تخصیص ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) جائز ہے اور اس کا غیر بہتر ہے اگر یہ علم و قرأت میں اس سے افضل نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اتنی ہی ہے کہ جواب اول میں گزری۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۶۳ از سہسوانی ٹولہ مسئولہ محمد یامین ۹ شوال ۱۳۳۷ھ

عمرو بہت مسخرا ہے اور بہت فحش گالی کے ساتھ مذاق کرتا رہتا ہے اُس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

الجواب

اُسے امام بنانا گناہ ہے اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

marfat.com

Marfat.com

قرأت وطہارت وغیرہا میں قابل ہو، ہاں اگر عوام اس کی امامت سے نفرت کریں اور یہ امر باعث تقلیل جماعت ہو تو اسے امام نہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۷ از کلکتہ لوئر چیت پور روڈ ۱۲۵ مرسلہ حاجی زکریا حاجی جان محمد صاحب ۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ

(۱) ایک مسجد کے متولیوں نے زید کو پچاس روپے ماہوار پر تین سال کے لئے ملازم رکھا بہ شرائط کہ ہم تین سال بعد معزول کرسکتے ہیں اسے امام نے بذریعہ تحریری اقرار نامہ کے منظور کرکے اپنے دستخط کردئے۔

(۲) باوجود متولیوں کے منع کرنے اور باضابطہ روکنے کے کہ جب تک ہم کو کسی واعظ یا لکچرار کے خیالات اور مذہب کا علم نہ ہوجائے کسی کو مسجد میں وعظ ولکچر دینے کی اجازت نہ دو وہ بے اطلاع متولیوں کے خود اجازت دیتا ہے چنانچہ گزشتہ فساد کے موقع پر کلکتہ میں اس مسجد کے اندر ہندوؤں تک کو آنے دیا۔

(۳) امام مذکور اکثر مسجد کی امامت سے غیر حاضر ہوتا اور سیر یا دعوتوں میں بے اجازت متولیوں کے چلا جاتا ہے اور متولیوں کے منع کرنے کی بالکل پروا نہیں کرتا۔

(۴) متولیوں نے بعد گزرنے میعاد اقرار نامہ اور باضابطہ تحریری اطلاع دہی کے دوسرے امام کو جو مدینہ منورہ کا ساکن اور مسجد نبوی کے امام کے خاندان سے ہے اور مسجد نبوی میں امامت کرچکا ہے اب بجائے اس کے مقرر کیا ہے تو وہ مزاحم ومانع ہے اور آمادۂ فتنہ وفساد ہے اور متولیوں پر خلاف واقعہ توہین آمیز الزام وبہتان مشتہر کرتا ہے آیا ایسے کو امام شرعاً متولیانِ مسجد معزول کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

ضرور معزول کرسکتے ہیں بلکہ ان حرکات پر اس کو معزول کرنا ہی چاہئے، لایعزل صاحب وظیفۃ الا بجنحۃ[1] وھذہ جنحۃ (صاحبِ وظیفہ کسی قصور کے بغیر معزول نہیں کیا جاسکتا اور یہ قصور ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۸ ۱۰ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ زید نے عمرو سے مثلاً بوستاں گلستاں کے بچپن میں دو یا تین سبق پڑھے تھے اب ان میں رنج ہوگیا اور عمرو نے اسے عاق (عاق) کردیا تو زید کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر شاگرد کا قصور تا حدِ فسق ہے اور بوجہ اعلان مشہور ومعروف ہے تو اسے امام بنانا جائز نہیں اور اس کے

---

[1] ردالمحتار مطلب لایصح عزل صاحب وظیفۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۴/۲۲۳

marfat.com

Marfat.com

کان فاسقا غیر معلن فما الکراھۃ خلفہ الا تنزیھیۃ (کیونکہ اگر وہ شخص فاسق غیر معلن ہو تو اسکی اقتدا میں نماز پڑھنا زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی ہے۔ ت)۔

(۲) جب بعد توبہ صلاح حال ظاہر ہو اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں اگر کوئی مانع شرعی نہ ہو۔

(۳) اللہ عزوجل اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہ بخشتا ہے ھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ویعفو عن السیئات[1] (وہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور گناہ معاف کرتا ہے۔ ت) جو لوگ توبہ نہیں مانتے گنہگار ہیں، ہاں اگر اس کی حالت تجربہ سے قابلِ اطمینان نہ ہو اور یہ کہیں کہ تُو نے توبہ کی اللہ توبہ قبول کرے۔ ہم تجھے امام اس وقت بنائیں گے جب تیری صلاح حال ظاہر ہو تو یہ بجا ہے۔

(۴) اسے جز ما طلاق دینا واجب نہیں اور اس پر صبر کرنے والا نہایت نیک کام کرتا ہے اگر نیت اللہ کے لئے ہو بہر حال یہ امر امامت میں خلل انداز نہیں کہ یہ اپنے حق سے درگزر ہے اور اس میں حرج نہیں اور یہاں راضی ہونا بایں معنیٰ نہیں تھا کہ اس کے افعال خلافِ شرع کو پسند کرتا ہے جن سے وہ قابلِ امامت نہ رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۱۹ از میونڈی از سید صاحب

(۱) زید اپنی سوتیلی ساس سے زنا کرتا ہے اور زید کے سسر کو بھی یہ معلوم ہے لیکن اس کو منع نہیں کرتا اس خوف سے کہ میرے گھر سے نکل جائے گی، تو وہ کس جُرم کا مستحق ہے اور زید جو اپنی ساس سے زنا کر رہا ہے وہی امامت بھی کرتا ہے تو یہ زید کس درجہ کا مستحق ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا یا میل جول رکھنا کیسا ہے؟

(۲) جس کا پیر ایسا ہو کہ جملہ افعال حرام ہوں جیسے زنا وغیرہ کرنا اور سُلفہ وغیرہ پینا اور اکثر محافل ناچ رنگ میں شامل ہونا وغیرہ وغیرہ ہوں اور علمائے دین اس سے بیعت کرنا حرام فرمادیں اور جو بیعت حاصل کر چکا ہو اس کو فسخ کرنے کا حکم دیں تو اب علمائے دین فرمائیں کہ جو ایسے پیر سے بیعت کئے ہوئے ہو اور ایسے پیر پر اعتقاد رکھتا ہو اور علمائے دین کے حکم کے خلاف کرتا ہو کہ علما تو ایسے پیر سے بچنے کا حکم فرمائیں اور وہ نہ مانے اور وہ متبع ہو اور امامت کرتا ہو اُس کے پیچھے نماز پڑھنا اور میلاد پڑھوانا اور شریکِ حال ہونا کیسا ہے، درست یا غیر درست اور بعض کہتے ہیں کہ جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں وہ نادرست ہیں ان کا بھی پھیرنا واجب ہے کیونکہ اس نے اتباعِ علماء نہیں کیا۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) جو باوصف قدرت اپنی عورت کو اس بیحیائی سے منع نہیں کرتا نہیں روکتا وہ دیوّث ہے، اور وہ جو زنا کرتا ہے

---

[1] القرآن ۴۲/۲۵

marfat.com

Marfat.com

الباني للمسجد اولى من القوم بنصب الامام والمؤذن في المختار[1] (وكذا اولاده وعشيرته اولى من غيرهم اشباه[2] اھ شامی) الا اذا عين القوم اصلح ممن عينه الباني[3] (لان منفعة ذلك ترجع اليهم، انفع الوسائل[4] اھ ش)

مختار قول کے مطابق امام [illegible] دوسرے لوگوں کی بنسبت بانیِ مسجد کو زیادہ حق ہے (اسی طرح اس کی اولاد اور خاندان بھی دیگر حضرات سے زیادہ حقدار ہیں اھ شامی) البتہ اس صورت میں کہ جب قوم بانیِ مسجد سے اعلیٰ وصالح امام مقرر کرے تو وہی بہتر ہوگا، (کیونکہ اس کا نفع قوم کو پہنچے گا انفع الوسائل اھ ش) ت

اور اگر امامت بلا وظیفہ ہے اور پہلا امام شرعاً اس دُوسرے سے اولیٰ تھا تو متولی نے دوہرا ظلم کیا، راجح کو ہٹانا اور مرجوح کو بڑھانا، اور دونوں برابر ہیں جب بھی بلاوجہ پہلے کو ایذا دہی کا مرتکب ہوا اور اگر یہ دوسرا اولیٰ بایں معنی کہ پہلے کے پیچھے نماز میں کچھ کراہت تھی اس کے پیچھے نہیں تو متولی نے اچھا کیا مقتدیوں کا اس پر اعتراض بیجا ہے نماز اس کے پیچھے ہی مطلقاً جائز ہے جبکہ مذہب وقرأت وطہارت واعمال صحیح ہوں، اور مسجد کا تو کوئی جرم ہی نہیں اس میں بہرحال جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۰۷: از ناتھدوار ریاست اودیپور ملک میواڑ سراج الدین صاحب ۲۲ جون ۱۹۲۰ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ ایک شخص مسائل نماز روزہ کے تھوڑا بہت واقفیت ہے مگر چند عرصہ سے اس کے کانوں میں سماعت کم ہوگئی ہے یعنی اونچا سنتے ہیں، تو ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں، ہونے کا سبب خلاصہ تحریر فرمائیں، اور اگر بہرے پیش امام نے نماز میں غلطی کی اور اپنے مقتدی کا لقمہ نہ سنا تو نماز میں کوئی خلل تو نہیں آتا ہے یا آتا ہے اس کا جواب باصواب مع فقہ وحدیث اور کتب فقہ وحدیث کا حوالہ بھی ضرور تحریر فرمائیں، اللہ تعالیٰ آپ کو اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔ ۲۲ جون ۱۹۲۰ء از ناتھدوار ریاست اودے پور ملک میواڑ سراج الدین۔

الجواب

بہرے کے پیچھے نماز جائز ہے مگر اس کا غیر اولیٰ ہے جبکہ علم مسائل نماز وطہارت میں اُس سے کم نہ ہو اور

---

[1] درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۹۰

[2] ردالمحتار " " " " " " مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۵۴

[3] درمختار " " " " " " مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۹۰

[4] ردالمحتار " " " " " " مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۵۴

marfat.com

Marfat.com

کہ اطباء نے امراض نزلہ و جریان وغیرہ میں افیون بقدر اصلاح تجویز فرمائی ہو وہ عذرِ شرعی کے اندر مجوز ہے یا نہیں، اگر نہیں تو عذرِ شرعی کیا ہے، دوسرے یہ کہ اگر کوئی شخص بباعث سفر یا مرض روزۂ رمضان قضا کرے تو تارکِ صوم ہوگا یا نہیں، اور عذرِ شرعی اس کے لئے ہے یا نہیں، اور حافظ کلام مجید امیوں میں امامت کے لئے شرعاً افضل ہے یا نہیں، اگر کوئی شخص ایک مدت تک مقتدی رہ کر محض حسد سے الزام لگائے ایسے کبیرہ گناہ کے تو وہ عند الشرع مستوجب کس تعزیر کا ہے۔

الجواب

افیون اتنی کہ پینک لائے مطلقاً حرام ہے، نہ کسی مرض کے لئے حلال ہوسکتی ہے نہ کسی طبیب کی تجویز سے۔ اللہ و رسول کے برابر حکیم کون ہے وہ منع فرماتے ہیں اُن کا منع فرمایا ہوا کسی کی تجویز سے جائز نہیں ہوسکتا، یہ عذرِ شرعی ہے نہ عذرِ شرعی فتوٰی میں دربارۂ افیون لکھا تھا بلکہ دربارۂ صوم۔ درمختار میں ہے: ظاهر المذهب المنع[1] (یعنی حرام چیز سے علاج ظاہر مذہب پر منع ہے۔ ت) ردالمحتار میں ہے:

اجاب الامام لان المرجع فیه الاطباء و قولهم لیس بحجة حتی لو تعین الحرام مدفعا للهلاك یحل کالمیتة والخمر عند الضرورة۔ (ملخصا)[2]

امام اعظم نے یہ جواب دیا ہے کہ اس میں اطباء کی طرف رجوع کیا جائے گا اور ان کا قول حجت نہیں، حتّٰی کہ اگر کوئی حرام چیز ہلاکت کو دُور کرنے کے لئے متعین ہوجائے تو وہ حلال ہوجائے گی جیسا کہ ضرورت کے وقت مردار اور شراب (ملخصاً)۔ (ت)

ہاں سفر اور مرض جس میں روزہ کا مضر ہونا ثابت و محقق ہو روزہ قضا کرنے کے لئے عذرِ شرعی ہیں، حافظ امیوں سے جب افضل ہے کہ فاسق نہ ہو اور فاسق تو عالم بھی افضل نہیں پھر جائے حافظ۔ درمختار میں ہے:

الا ان یکون غیر الفاسق اعلم القوم فهو اولٰی[3]

مگر اس صورت میں کہ جب فاسق کے علاوہ (یعنی مذکورہ افراد میں سے) کوئی شخص قوم سے زیادہ صاحبِ علم ہو تو وہی امامت کے لئے اولٰی ہوگا۔ (ت)

اگر الزام جھُوٹا لگائے تو سخت کبیرہ ہے اور اس کی سخت سزا ہے اور اگر الزام سچا ہے تو مدت تک خاموش رہنے کا اس

---

[1] درمختار — باب المیاہ — مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی — ۱/ ۳۸

[2] ردالمحتار — " — " مصطفی البابی مصر — ۱/ ۱۵۴

[3] درمختار — باب الامامۃ — " مطبع مجتبائی دہلی — ۱/ ۸۳

marfat.com

Marfat.com

واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) سُنّی امام کے پیچھے نماز ہوجائے گی مگر اس مسجد میں پڑھنے سے مسجد کا ثواب [illegible] بلاعذرِ شرعی ترکِ مسجد گناہ ہے، حدیث میں ہے:

لاصلاۃ لجار المسجد الا فی المسجد[1] — مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد ہی میں ہو سکتی ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) جماعت میں غیر مقلد کے شریک ہونے سے ضرور نماز میں نقص پیدا ہوتا ہے اول تو اس کے آمین بالجہر [illegible] طبیعت مشوش ہوگی اور دوسرا عظیم نقص یہ ہے کہ اس کی شرکت سے صف قطع ہوگی کہ اس کی نماز نماز نہیں ایک بے نمازی شخص صف میں کھڑا ہوگا اور یہ صف کا قطع ہے اور صف کا قطع ناجائز ہے۔ صحیح حدیث میں فرمایا:

من قطع صفا قطعہ اللہ[2] — جس نے صف قطع کی اُسے اللہ تعالیٰ (اپنی رحمت سے) قطع کردے۔ (ت)

معہذا بدمذہبوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے بھی حدیث میں منع فرمایا ہے، لا تصلوا معھم[3] (اُن کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۵ تا ۹۷: از شہر محلہ شاہ دانا مرسلہ جناب میر فدا حسین صاحب مورخہ ۲ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) نماز جماعت سُنّی حنفی اشخاص کی طالب علمان مدرسہ مداری دروازہ وسرائے خام کے پیچھے ہوگی یا نہیں۔

(۲) اگر کسی مسجد میں پیش امام مقرر نہ ہو تو حاضرینِ مسجد کسی شخص کو اپنے میں سے منتخب کریں تو اس میں کس کس احترام والتزام اور کس کس بات کی ضرورت ہے؟

(۳) امام ہر طبقہ کے لوگوں میں سے کہ جو اس وقت موجود ہوں کثرت رائے سے منتخب ہو سکتا ہے باوجودیکہ وہ منتخب شدہ شخص اپنے آپ کو امامت کا اہل نہ سمجھتا ہو مگر اجماع اس کی امامت پر ہوجائے تو وہ امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

---

[1] المستدرک علی الصحیحین کتاب الصلوٰۃ لاصلوٰۃ لجار المسجد الخ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۲۴۶

[2] سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف ؍ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۷

[3] کنزالعمال الباب الثالث فی ذکر الصحابہ حدیث ۳۲۵۲۸، ۳۲۵۲۹ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۱/۵۴۰

marfat.com

Marfat.com

حضرت سیدالشہداء اور حضرت مولیٰ مشکلکشا رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مجلس ذکر شریف منعقد کرنا اور یا علی سلام علیک و یا ذکی سلام علیک کہنا کچھ حرج نہیں رکھتا جبکہ منکراتِ شرعیہ سے خالی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از گونا سنٹرل انڈیا ریاست گوالیار مرسلہ محمد صدیق سیکریٹری انجمن اسلامیہ ۱۷ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی زوجہ ثانی ایک دُوسرے شخص کے ساتھ فرار ہوگئی اور فسق و فجور کرتی ہے اور زید اُس کو رکھے ہوئے ہے اور وہ زوجہ زید' زید پر حاوی ہے، زید دوسروں سے کہتا ہے کہ تم فلاں شخص کو جس کو میری زوجہ بلاتی ہے میرے گھر آنے سے روکو۔ جب زید سے کہا جائے کہ تم اس کو طلاق دے دو تو بہتر ہے۔ اس پر زید غصہ کرے اور کلمات سخت کہے اور کہے کہ میری زوجہ اولیٰ بھی تو لوگوں کو بلاتی ہے کیا اس کو بھی طلاق دے دوں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ تو ایسے اصرار سے زید دیوث ہے یا نہیں۔ اور مسلمانوں کو زید کو اگر وہ پیش امامی کرتا ہو معزول کرنا چاہئے یا نہیں۔ زید نے جو پیش امام مسجد ہے اس نے چند جاہلوں کو اپنا طرفدار بنا لیا ہے اُن میں سے ایک شخص بکر نے کہا کہ ہمارا پیش امام دو دو بوتلیں شراب کی پیئے گا اور چار رنڈیاں رکھے گا اور وہی پیش امام رہے گا۔ پس بکر کی بابت شرعاً کیا حکم ہے اور جو لوگ ایسے امام کی طرفداری کریں اور اس کو پیش امام رکھنے پر اصرار کریں ان کی بابت کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

زید اپنی زوجہ کے ایسے افعال پر اگر راضی ہے یا بقدرِ قدرت بندوبست نہیں کرتا تو بلاشبہ دیوث ہے اور اسے امامت سے معزول کرنا واجب، اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا گناہ، اور اس کا پھیرنا لازم، اور اس کے حامی گنہگار۔

قال اللہ تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1] — اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو۔ (ت)

اور اگر وہ ان افعال پر راضی نہیں اور جہاں تک اس کا امکان ہے بندوبست کرتا ہے تو عورت کے افعال پر اس کا الزام نہیں۔

قال اللہ تعالیٰ لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ[2] — اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے، کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دُوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ (ت)

نہ اس پر طلاق دینا لازم۔ حدیث میں ہے:

جاء رجل الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم — ایک شخص رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا

---

[1] القرآن ۵/۲

[2] القرآن ۶/۱۶۴

marfat.com

Marfat.com

(١) وہابی امام کے پیچھے اہلسنت وجماعت کی اقتداءِ نماز خواہ پنجگانہ یا تراویح یا جمعہ یا عیدین یا نوافل یا نمازِ جنازہ میں درست ہے یا کیا حکم ہے؟

(٢) زید مولویانِ فرقہ وہابیہ دیوبندیہ کو عالمِ دین سمجھتا ہے اور اُن کی تعظیم وتکریم بھی کرتا ہے لیکن خود عالم نہیں ہے اب زید مذکور اہلسنت وجماعت کی امامت کرسکتا ہے یا نہیں اور اُس کی امامت سے نماز سُنّی کی صحیح ہے یا کیا؟

(٣) زید فرقہ وہابیہ دیوبندیہ کو بُرا سمجھتا ہے اور کہتا ہے لیکن اُن کی امامت سے نماز بلا تکلف پڑھتا ہے اور عمرو سُنّی حنفی ہے اور وہابیہ کے پیچھے نماز پڑھنے سے احتراز کرتا ہے بخیال نہ ہونے نماز جائز کے، لہذا زید کی امامت سے عمرو مذکور کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں اور کیوں؟

(٤) امام جمعہ وہابی عقائد کا ہے اور صرف ایک ہی مسجد میں جمعہ ہوتا ہے آیا سُنّی اُس کی امامت میں نمازِ جمعہ پڑھ سکتا ہے یا نہیں، اور اگر نہیں تو کیا نمازِ ظہر ہی ادا کرے؟

(٥) اگر امام جمعہ نمبران (٢) یا (٣) مذکورہ میں سے کوئی ہو تو اہل سنت وجماعت اُس کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں اور نماز صحیح ہوگی یا کیا۔ نیز نمازِ عیدین کے بارے میں ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

(٦) امام سُنّی المذہب ہے اور چار مقتدی جن میں سے ایک سُنّی کامل ہے اور باقی تین صور تہائے متذکرہ نمبر (٢) و (٣) کے ہیں ایسی حالت میں جمعہ قائم کرسکتے ہیں یا نہیں؟

(٧) نمازِ مغرب یا کسی وقت کی بجماعت ساتھ امام صور تہائے متذکرہ نمبران (١) یا (٢) یا (٣) کے ہو رہی ہے تو کیا سُنّی المذہب شریک جماعت ہوسکتا ہے یا نہیں اور تنہا پڑھنے کی حالت میں نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

(٨) حافظ نابینا کی امامت جائز ہے یا نہیں نماز پنجگانہ یا تراویح میں بشرطیکہ سوائے اُس کے اور کوئی حافظِ قرآن موجود نہیں ہے البتہ ناظرہ خواں چند ہیں؟

(٩) صور تہائے مذکورۃ الصدر نمبران (٢) یا (٣) میں سے اگر امام ہو تو نماز تراویح میں اُس کی اقتداء جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(١) وہابی کے پیچھے کوئی نماز فرض خواہ نفل کسی کی نہیں ہوسکتی نہ اُس کے پڑھنے سے نمازِ جنازہ ادا ہو اگرچہ نمازِ جنازہ میں جماعت وامامت شرط نہیں ولہذا اگر عورت امام اور مرد مقتدی ہے نماز جنازہ کا فرض ادا ہو جائے گا کہ اگرچہ مقتدیوں کی اُس کے پیچھے نہ ہوئی خود اُس کی ہوگئی، اور اسی قدر فرض کفایہ کی ادا کو کافی ہے مگر وہابی کی تو نماز خود باطل ہے لانہ لادین لہ ولا صلوٰۃ لمن لادین لہ (کیونکہ اس کا تو کوئی دین نہیں اور جس کا

marfat.com

Marfat.com

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک عورت کو کمان لٹکائے ملاحظہ فرمایا، ارشاد فرمایا[1]:

"اللہ کی لعنت اُن عورتوں پر کہ مردوں سے تشبہ کریں اور ان مردوں پر کہ عورتوں سے مشابہت کریں۔"

حالانکہ چوٹا کوئی جزوِ بدن نہیں جزوِ لباس ہے اور کمان جزوِ لباس بھی نہیں ایک خارج شے ہے جب ان میں مشابہت پر لعنت فرمائی تو بال کہ جزوِ بدن ہیں ان میں مشابہت کس درجہ حرام اور باعثِ لعنت ہوگی۔ الحرف الحسن میں یہ ہے کہ شانہ پر لٹک رہے تھے یا یہ کہ شانہ سے اتر کر سینہ تک پہنچے تھے۔ شانہ تک لمبے گیسوؤں کا ہونا کہ آگے اصلاً نہ بڑھیں ضرور جائز بلکہ سُنن زوائد سے ہے حساب کرکے نمازوں کا اعادہ چاہئے اور امام صاحب سے امید ہے کہ حکم شرع قبول فرما کر خود معصیت سے بچیں گے اور اپنی اور مقتدیوں کی نماز کراہت سے بچائیں گے اور اپنی اور مقتدیوں کی نماز کراہت سے بچائیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۷۶۲: از مانیا والا ڈاکخانہ قاسم پور گڑھی ضلع بجنور مرسلہ سید کفایت علی صاحب ۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام اور ایک مقتدی نماز پڑھتے ہوں دوسرا مقتدی آگیا تو امام کو وہیں رہنا چاہیے یا آگے چلا جائے یا نہیں (اور آگے بڑھنے کی جگہ ہو) بینوا توجروا

الجواب

اگر پہلا مقتدی مسئلہ داں ہے اور اسے پیچھے ہٹنے کی جگہ ہے تو وہ ہٹ آئے دُوسرا مقتدی اس کی برابر کھڑا ہوجائے، اور اگر یہ مسئلہ داں نہیں یا اسے پیچھے ہٹنے کو جگہ نہیں تو امام آگے بڑھ جائے، اور اگر امام کو بھی آگے بڑھنے کو جگہ نہیں تو دُوسرا مقتدی بائیں ہاتھ کو کھڑا ہوجائے مگر اب تیسرا مقتدی آکر نہ ملے ورنہ سب کی نماز مکروہ تحریمی اور سب کو اس کا پھیرنا واجب۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۶۳: از بریلی مسئولہ محمود حسن صاحب طالب علم مدرسہ منظرِ اسلام بریلی ۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

ما قول علماء اھل السنۃ والجماعۃ رحمکم اللہ ھل تجوز الصلاۃ خلف الامرد الذی ھو ابن ستۃ عشر سنۃ افیدونا الجواب رحمکم اللہ الوھاب۔

علمائے اہلسنت وجماعت رحمکم اللہ تعالٰی کا اس بارے میں کیا ارشاد ہے کہ سولہ سالہ امرد کے پیچھے نماز جائز ہوتی ہے یا نہیں؟ ہمیں جواب سے مستفید کیا جائے، رحمکم اللہ الوہاب۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری باب المتشبھین بالنساء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۴

[2] ردالمحتار مطلب فی امامۃ الامرد مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۱۵

marfat.com

Marfat.com

لینے والا ہو اور امامت کرتا ہو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب

نجومی و رمال قابلِ امامت نہیں، یونہی جھوٹے فالنامون والے، ہاں اگر جائز طور پر فال دیکھے اور نہ اس پر یقین کرے نہ یقین دلائے تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از شہر کہنہ مسئولہ سید ممتاز علی صاحب رضوی ۱۴ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

اہلسنت و جماعت کا متفق علیہ عقیدہ ہے کہ سیدنا ابابکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام افضل البشر ہیں، زید و خالد دونوں اہلِ سادات ہیں، زید کہتا ہے کہ جو شخص حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فضیلت دیتا ہے اُس کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ خالد کہتا ہے کہ میں علی الاعلان کہتا ہوں کہ حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فضیلت ہے اور ہر سید تفضیلیہ ہے اور تفضیلیہ کے پیچھے نماز مکروہ نہیں ہوتی بلکہ جو تفضیلیہ کے پیچھے نماز مکروہ بتائے خود اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے۔

الجواب

تمام اہلسنت کا عقیدہ اجماعیہ ہے کہ صدیقِ اکبر و فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے افضل ہیں، ائمہ دین کی تصریح ہے کہ جو مولیٰ علی کو اُن پر فضیلت دے مبتدع بدمذہب ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ فتاویٰ خلاصہ و فتح القدیر و بحر الرائق و فتاویٰ عالمگیریہ وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے: ان فضل علیا علیہما فمبتدع[1] (اگر کوئی حضرت علی کو صدیق و فاروق پر فضیلت دیتا ہے تو وہ بدعتی ہے۔ ت) غنیہ و رد المحتار میں ہے: الصلوٰۃ خلف المبتدع تکرہ بکل حال[2] (بدمذہب کے پیچھے ہر حال میں مکروہ ہے) ارکانِ اربعہ میں ہے: الصلوٰۃ خلفھم تکرہ کراھۃ شدیدۃ[3] (ان یعنی تفضیلی شیعہ کی اقتدا میں نماز شدید مکروہ ہے۔ ت) تفضیلیوں کے پیچھے نماز سخت مکروہ یعنی مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الصلوٰۃ الاقتداء باہل الھواء مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۱۴۹

ف: خلاصۃ الفتاوٰی میں "ان فضل علیا علی غیرہ" ہے۔

[2] رد المحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۴

[3] رسائل الارکان فصل فی الجماعۃ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۹۹

ف: عبارت مفہوماً منقول ہے لفظاً نہیں۔ الفاظ یوں ہیں: فیجوز خلفھم الصلوٰۃ لکن یکرہ کراھۃ شدیدۃ

marfat.com

Marfat.com

الجواب

اگر یہ بیانات صحیح ہوں تو صرف نمبر ۳ و نمبر ۶ اُس کے فاسق معلن ہونے کے لئے کافی ہیں کہ چاروں نمازوں میں روزانہ تارکِ جماعت ہے اور مسجد کو ناپاک و ملوث کرنے والا اور فاسق معلن کو امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ فتاوی الحجہ وغنیہ میں ہے، لوقدموا فاسقا یاثمون[1] (اگر انھوں نے فاسق کو امامت کے لئے مقدم کیا تو وہ گنہ گار ہوں گے۔ ت) اور تقاطر بول اور جریانِ خون اگر لنگوٹ سے بند نہیں ہوتے جب تو آپ ہی اس کے پیچھے نماز باطل محض ہے، یُوں ہی اگر روزہ رکھ سکتا ہو اور بوجہ کسل نہ رکھے تو سخت شدید فاسق ہے بہرحال اُسے امامت سے معزول کرنا چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۵ از شہر مرسلہ غلام محمد صاحب درزی مورخہ ۲۱ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا قمیص چوری ہوا اور بکر پر چند قرائن کی وجہ سے بطورِ شبہ کے چوری ثابت کیا گیا اور جس روز سے بکر پر چوری ثابت ہُوئی اُس روز سے تمام محلہ والوں نے بکر کے پیچھے نماز پڑھنا قطعی چھوڑ دی بوجہ شک کے اور اسی شک کو لے کر بکر کے پیچھے نماز پڑھنا بلا توبہ جائز ہے یا نہیں، دیگر گزارش یہ ہے کہ بکر کے باپ نے کہا کہ زید اگر قسم کھائے تو مال مسروقہ ہم دیں گے اور زید نے کہا ہم قسم کھائیں گے لیکن قسم نہیں کھائی اور زید کے پیچھے بلا توبہ نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

زید پر کوئی الزام نہیں اور خالی شُبہ کے سبب بکر پر چوری ثابت نہیں ہو سکتی نہ اس کے پیچھے نماز منع نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۶ از کلکتہ نارکل ڈانگار لنڈر و گودام مرسلہ شیخ عرفان علی صاحب ۲۱ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق مغلظہ دی وہ مطلقہ مدت ایک سال تک بیٹھی رہی پھر اُس کے شوہر نے اس کو بلا عقد شرعیہ اپنی زوجیت میں رکھ لیا اور اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی یہاں تک کہ لڑکی مذکور بالغ ہُوئی پس اس لڑکی سے کسی مسلمان نے اگر عقد شادی کرلی اور اس نسل سے اولاد جو پیدا ہو وہ امامت کرسکتا ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اس کی ماں ولد الزنا ہُوئی وہ خود ولد الزنا نہیں، اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں جبکہ مذہب و اعمال د

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

marfat.com

Marfat.com

امام بنانا گناہ، اس کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ، اس میں سے کسی پرہیزگار سُنّی صحیح العقیدہ جو طہور و غسل ٹھیک کرتا ہو نماز صحیح پڑھتا ہو امام بنائیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۱۴: از ضلع سیونی چھپارہ محلہ قاضی محالک متوسط مسئولہ محمد ظہور الحسن صاحب ۲۴ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ مندرجہ ذیل حدیث شریف کو پیش کرتے ہیں وہ یہ ہے:

عن عمرو بن سلمۃ قال لما کانت وقعۃ الفتح بادر کل قوم باسلامھم وبدر ابی قومی باسلامھم فلما قدم قال جئتکم واللہ من عند النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حقا فقال صلوا صلاۃ کذا فی حین کذا وصلاۃ کذا فی حین کذا فاذا حضرت الصلاۃ فلیؤذن احدکم ولیؤمکم اکثرکم قرانا فنظروا فلم یکن احد اکثر قرانا منی لما کنت اتلقی من الرکبان فقدمونی بین ایدیھم وانا ابن ست اوسبع سنین وکانت علی بردۃ کنت اذا سجدت تقلصت عنی فقالت امرأۃ من الحی الا تغطوا عنا است قارئکم فاشتروا فقطعوا لی قمیصا فما فرحت بشیئ فرحی بذلک القمیص[1] رواہ البخاری وفی روایۃ النسائی کنت اؤمھم وانا ابن ثمان سنین[2] وفی روایۃ لابی داود وانا ابن سبع سنین اوثمان سنین[3] وفی روایۃ لاحمد وابی داود فما شھدت مجمعا من جرم الاکنت امامھم الی یومی ھذا[4]۔

عمرو بن سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ جب مکہ فتح ہُوا تو ہر ایک قوم نے اسلام لانے میں جلدی کی اور میرے والد نے اپنی قوم سے اسلام لانے میں جلدی کی پس جب وہ آں حضرت صلی اللہ تعالٰی کی خدمت سے واپس آئے تو انھوں نے فرمایا واللہ میں تمہارے پاس اُس سچے نبی اور حق کے پاس سے آیا ہوں پس تم لوگ نماز ایسے ایسے وقت میں پڑھا کرو پس جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک اذان کہے اور تم میں سے زیادہ قرآن پڑھا ہُوا تمھاری امامت کرائے پس انھوں نے دیکھا تو مجھ سے زیادہ قرآن خواں کسی کو نہ پایا کیونکہ میں سواروں سے (جو ہمارے پاس سے گزرتے تھے) سیکھ لیا کرتا تھا انھوں نے مجھ کو اپنا امام بنالیا اور میں چھوٹا سات برس کا لڑکا تھا اور مجھ پر ایک چادر ہوتی تھی جب میں سجدہ کرتا تھا تو وہ چادر مجھ سے سکڑ جاتی تھی پس قبیلہ کی ایک عورت نے کہا تم ہم سے اپنے قاری کے سرین نہیں ڈھانکتے پس انھوں نے کپڑا خریدا اور انھوں نے میرے لئے ایک کُرتا بنایا پس میں جیسا اُس کپڑے سے خوش ہُوا اور کسی چیز سے خوش نہیں ہوا۔ بخاری اور نسائی کی روایت بھی ہے کہ میں ان کی امامت کراتا تھا اور میں آٹھ برس کا تھا، اور ابی داؤد کی روایت میں زیادہ ہے کہ سات یا آٹھ برس کا لڑکا تھا، اور احمد

[1] صحیح بخاری کتاب المغازی ۲/ ۶۱۶
[2] سنن النسائی کتاب الامامۃ ۱/ ۹۱
[3] سنن ابو داؤد باب من احق بالامامۃ ۱/ ۸۶
[4] مسند احمد بن حنبل حدیث عمرو بن سلمہ ۵/ ۷۱

marfat.com

Marfat.com

پیچھے نماز مکروہ اور اگر اس کا قصد نہیں یا حدِ فسق تک نہیں یا وہ بلا اعلان اس کا مرتکب نہیں تو ان پہلی دو صورتوں میں اس کے پیچھے نماز میں اس وجہ سے کوئی کراہت نہیں اور پچھلی صورت میں مکروہ تنزیہی خلافِ اولیٰ ہے باقی عاق کر دینا کوئی شے نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از راب گڈھ صدر بازار بر دکان امیر بخش ٹیلر مرسلہ شیخ طالب حسین ۱۴ شوال بروز پنجشنبہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ راب گڈھ میں دو مسجدیں ہیں جن میں سے ایک مسجد کا متولی جو روزہ نماز کا پابند نہیں ہے اُس نے ایک پیش امام جو قوم کا صدیقی اور علم کا حافظ و مولوی حکیم مقرر تھا اس کو متولی نے بلا وجہ الگ کر دیا اور بجائے اس کے بلا رائے مقتدیوں کے دوسرا امام جو صرف حافظ و قوم کا قصاب ہے اور ہنوز ان کے یہاں پیشہ جاری ہے مقرر کر دیا جس پر میں نے متولی صاحب سے پوچھا کہ سابق پیش امام کس قصور پر علیحدہ کئے گئے تو متولی عبد الصمد صاحب نے بہت غصہ کے ساتھ جواب دیا کہ ہماری مسجد ہے ہم جو چاہیں سو کریں مقتدی پوچھ نہیں سکتے، ایسے امام کے پیچھے اور ایسی مسجد میں نماز جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر پہلا امام معاذ اللہ بدمذہب ہو تو اُس کا معزول کرنا اشد ضروری تھا اور اگر دوسرا بدمذہب ہو تو اس کا مقرر کرنا حرام ہُوا اور معزول کرنا لازم ہے، یُوں ہی اُن میں جو قرآن مجید غلط پڑھتا ہو یا طہارت صحیح نہ کرتا ہو اُس کا معزول کرنا فرض ہے، ایک ہو یا دونوں، اور اگر صحت مذہب و قرأت و طہارت میں بقدرِ جوازِ نماز ہیں اور امام وظیفہ پاتا ہے تو بلا قصور پہلے کو معزول کرنا گناہ ہُوا کہ بلا وجہ ایذائے مسلم کہ لا یعزل صاحب وظیفۃ بغیر جنحۃ[1] (کسی صاحبِ وظیفہ کو بغیر کسی گناہ کے معزول نہیں کیا جا سکتا۔ت) اور متولی کا کہنا کہ مسجد ہماری ہے ہم جو چاہیں کریں محض باطل ہے، مسجدیں اللہ عزوجل کی ہیں ان المسٰجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا[2] (یقیناً مسجدیں اللہ تعالیٰ ہی کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو۔ت) اُس میں وہی کیا جائے گا جو حکم شرع ہے اور اس کا یہ زعم باطل ہے کہ مقتدی پُوچھ نہیں سکتے بلکہ امام و مؤذن مقرر کرنے میں متولی کا اختیار نہیں جبکہ خود بانی مسجد اس کے اقارب میں سے ہو امام و مؤذن کے نصب میں پہلا اختیار بانی پھر اس کی اولاد و اقارب کا ہے اور دُوسرا اختیار مقتدیوں کا ہے یہ بھی جبکہ جس کو بانی مقرر کرنا چاہتا ہے اور جسے مقتدی چاہتے ہیں دونوں یکساں ہوں، اور اگر جسے یہ چاہتے ہیں وہی شرعاً اولیٰ ہے تو اُنھیں کا اختیار رہا، جائے گا متولی اس بارے میں کوئی چیز نہیں۔ درمختار (میں ہے):

---

[1] ردالمحتار مطلب لا یصح عزل صاحب وظیفۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳/۴۲۳

[2] القرآن ۷۲/۱۸

marfat.com

Marfat.com

کفر میں شک کرے یا اس کے کافر کہنے میں تامل کرے اُن کے پیچھے نماز محض باطل ہے اور جن کی گمراہی حدِ کفر تک نہ پہنچی ہو جیسے تفضیلیہ کہ مولیٰ علی کو شیخین سے افضل بتاتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا تفسیقیہ کہ بعض صحابہ کرام مثل امیر معاویہ و عمرو بن عاص و ابوموسیٰ اشعری و مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو برا کہتے ہیں ان کے پیچھے نماز بکراہت شدیدہ تحریمیہ مکروہ ہے کہ انھیں امام بنانا حرام اور ان کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور جتنی پڑھی ہوں سب کا پھیرنا واجب اور انھیں کے قریب ہے فاسق معلن مثلاً داڑھی منڈا یا خشخشی رکھنے والا یا کتروا کر حدِ شرع سے کم کرنے والا یا کندھوں سے نیچے عورتوں کے سے بال رکھنے والا خصوصاً وہ جو چوٹی گندھوائے اور اس میں موباف ڈالے یا ریشمی کپڑے پہنے یا مغرق ٹوپی یا ساڑھے چار ماشے زائد کی انگوٹھی یا کئی نگ کی انگوٹھی یا ایک نگ کی دو انگوٹھی اگرچہ مل کر ساڑھے چار ماشے سے کم وزن کی ہوں یا سُود خور یا ناچ دیکھنے والا اُن کے پیچھے بھی نماز مکروہ تحریمی ہے اور جو فاسق معلن نہیں یا قرآن میں وہ غلطیاں کرتا ہے جن سے نماز فاسد نہیں ہوتی یا نابینا یا جاہل یا غلام یا ولد الزنا یا خوب صورت امرد یا جذامی یا برص والا جس سے لوگ کراہت و نفرت کرتے ہوں اس قسم کے لوگوں کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے کہ پڑھنی خلافِ اولیٰ اور پڑھ لیں تو کوئی حرج نہیں، اور اگر یہی قسم اخیر کے لوگ حاضرین میں سب سے زائد مسائلِ نماز و طہارت کا علم رکھتے ہوں تو انھیں کی امامت اولیٰ ہے بخلاف ان سے پہلی دو قسم والوں سے کہ اگرچہ عالم متبحر ہو وہی حکم کراہت رکھتا ہے مگر جہاں جمعہ یا عیدین ایک ہی جگہ ہوتے ہوں اور ان کا امام بدعتی یا فاسق معلن ہے اور دوسرا امام نہ مل سکتا ہو وہاں ان کے پیچھے جمعہ و عیدین پڑھ لئے جائیں بخلاف قسم اول مثل دیوبندی وغیرہم، نہ ان کی نماز نماز ہے نہ اُن کے پیچھے نماز نماز، الغرض وہی جمعہ یا عیدین کا امام ہو اور کوئی مسلمان امامت کے لئے نہ مل سکے تو جمعہ و عیدین کا ترک فرض ہے جمعہ کے بدلے ظہر پڑھیں اور عیدین کا کچھ عوض نہیں، امام اُسے کیا جائے جو سُنّی صحیح العقیدہ صحیح الطہارۃ صحیح القراءۃ مسائل نماز و طہارت کا عالم غیر فاسق ہو نہ اُس میں کوئی ایسا جسمانی یا رُوحانی عیب ہو جس سے لوگوں کو تنفر ہو، یہ اس مسئلہ کا اجمالی جواب اور تفصیل موجب تطویل و اطناب۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۸۱۷ از شہر با موہن پور ضلع بریلی مسئولہ حافظ ابراہیم خاں ۲۸ محرم الحرام ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امامت کا مصلّٰی اگر در میں ڈالا جائے تو کون سے در میں ڈالا جائے اگر بائیں در میں ڈال لیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

سنّت یہ ہے کہ امام مسجد کے وسط میں کھڑا ہو، اگر مثلاً اندر کی مسجد چھوٹی ہو اور باہر کی مسجد جنوب یا شمال کی طرف زیادہ وسیع ہو تو جب اندر پڑھائیں اُس حصہ کے وسط میں امام کھڑا ہو اور جب باہر پڑھائیں تو اس حصہ کے وسط میں خواہ وہ کسی در کے مقابل ہو یا سب دروں سے باہر ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

marfat.com

Marfat.com

غلطی جس پر لقمہ دیا اگر مفسدِ نماز تھی نماز جاتی رہی ورنہ نہیں ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۹۱: از حسن پور مراد آباد مدرسہ مرسلہ مولوی عبدالرحمن مدرس ۸ ذی قعدہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سفر میں امام کے عقائد کی تصدیق کی ضرورت ہے یا نہیں ۔

الجواب

ضرورت ہے اگر محلِ شبہہ ہو مثلاً کسی سے سنا کہ یہ امام وہابی ہے وُہ کہنے والا اگرچہ عادل نہ ہو صرف مستور ہو تحقیق ضرور ہے۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیف و قد قیل۔[1] حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کیسے نہیں ہو سکتا، حالانکہ یہ کہا گیا ہے۔(ت)

یا وہ بستی وہابیہ کی ہو تو تحقیق کرو اور اگر کوئی وجہِ شبہہ نہیں تو نماز پڑھے پھر اگر بعد کو ثابت ہو کہ مثلاً وہابی تھا اعادہ فرض ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۹۲ تا ۶۹۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین کہ:

(۱) ایک مسجد فرقہ غیر مقلد نے سُنّی حنفی اشخاص کے محلہ میں کسی طرح پر اراضی کا بیعنامہ کرا کے تعمیر کرائی اور اس کے دروازے پر ایک پتھر جس پر لفظ اہل حدیث کندہ ہے نصب کرادیا اور نماز پڑھنے لگے اس مسجد میں بعض ناواقف لوگ سُنّی حنفی ہو کر بھی اکثر اوقات ان کی جماعت میں شریک ہو کر نماز پڑھ لیتے ہیں ان کی نماز غیر مقلد امام کے پیچھے ہوگی یا نہیں؟

(۲) اگر اس مسجد سُنّی حنفی امام کے پیچھے حنفی لوگ غیر مقلدوں کی جماعت کے بعد یا اول ہر روز یا جمعہ کے روز ادا کریں تو نماز ہوگی یا نہیں؟

(۳) اور اگر سُنّی حنفی امام کے پیچھے غیر مقلد شخص اسی مسجد میں جماعت میں شریک ہو کر نماز اپنے طریقہ پر پڑھے یعنی آمین بالجہر کرے اور رفع یدین کرے تو حنفیوں کی نماز میں کوئی نقص عائد ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) غیر مقلد کے پیچھے نماز باطل محض ہے ہرگز نہ ہوگی اور پڑھنے والے کے سر پر گناہِ عظیم ہوگا۔ فتح القدیر میں امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

ان الصلٰوۃ خلف اھل الاھواء لاتجوز۔[2] اہل ہوا و بدعت کے پیچھے نماز جائز نہیں۔(ت)

---

[1] صحیح البخاری باب الرحلۃ فی المسألۃ النازلۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹

[2] فتح القدیر باب الامامۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۰۴

marfat.com

Marfat.com

نوکری بھی کرتا ہو۔

الجواب

بیانِ سائل سے واضح ہُوا کہ یہ شخص باوصفِ قدرت اصلاً جماعت میں نہیں آتا اور اپنا آنا اس شرط پر مشروط کرتا ہے کہ مجھے تنخواہ دو تو امامت کروں، اور قبر پر قرآن مجید پڑھنے کی نوکری کیا کرتا ہے، تلاوتِ قرآن مجید کی نوکری تو ناجائز و حرام ہے کما حققہ العلامۃ الشامی فی اجارۃ رد المحتار (جیسا کہ علامہ شامی نے ردالمحتار کے باب الاجارہ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) اور امامت کی نوکری اگرچہ اب جائز ہے کما ھو مصرح بہ فی المتون (جیسا کہ متون میں اس پر تصریح ہے۔ ت) مگر نہ اس طرح کہ نوکری نہ ہو تو جماعت ہی کو نہ آئے ایسا تارکِ جماعت باوصفِ قدرت بیشک فاسق مردود الشہادۃ ہے نص علیہ العلماء الکبار وشھدت بھا الاحادیث والاٰثار (اس پر اکابر علماء نے تصریح کی اور احادیث و آثار اس پر شاہد ہیں۔ ت) اُس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی قریب بحرام ہے کما حققہ المولی المحقق ابراھیم الحلبی فی الغنیۃ شرح المنیۃ (جیسا کہ فاضل محقق ابراہیم حلبی نے غنیہ شرح منیہ میں تحقیق کی ہے۔ ت) جہاں کہ جمعہ متعدد مساجد میں ہوتا ہے نمازِ جمعہ بھی ہرگز اس کے پیچھے نہ پڑھی جائے، لانہ بسبیل من التحول[1] کما فی فتح القدیر وغیرہ (کیونکہ وہاں سے منتقل ہونا ممکن ہے۔ فتح القدیر وغیرہ میں ایسا ہی ہے۔ ت) ایسے شخص کو امام بنانا گناہ ہے کما افادہ فی فتاوی الحجۃ (جیسا کہ فتاوی الحجہ سے مستفاد ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۲۲: از پیلی بھیت محلہ بھینسا بہار مکان عبدالکریم صاحب رنگریز مرسلہ عبدالحکیم صاحب ۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں ایک شخص کو قطرہ کا عارضہ ہے مگر ہر وقت نہیں آتا ہے جس وقت پیشاب پھرتا ہے اُس کے بعد میں برابر آتا رہتا ہے اور ڈھیلے سے استنجا نہیں سُوکھتا ہے مگر پانی سے استنجا کر کے نصف گھنٹہ لنگوٹ باندھ لیتا ہے تو سُوکھ جاتا ہے پھر جب تک پیشاب نہیں پھرتا ہے نہیں آتا ہے مگر کبھی دوسرے تیسرے دن پیشاب پھرے، غیر وقت بھی آجاتا ہے، ہر روز نہیں آتا ہے۔ ایسے شخص کے پیچھے فرض پڑھنا درست ہے یا نہیں اور یہ شخص حافظِ قرآن بھی ہے اس کے پیچھے تراویح بھی درست ہے یا نہیں۔

الجواب

اس کے پیچھے فرض و تراویح وغیرہا سب درست ہیں۔ درمختار میں ہے:

یجب رد عذرہ او تقلیلہ بقدر قدرتہ معذور پر عذر کا روکنا یا کم کردینا اس کی اپنی قدرت

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴

marfat.com

Marfat.com

الجواب

(۱) جو مدرسہ خلافِ مذہبِ اہلسنّت ہو اس کے طلباء کو امام نہیں بنا سکتے واللہ تعالٰی اعلم

(۲) امام ایسا شخص کیا جائے جس کی طہارت صحیح ہو قرأت صحیح ہو سُنی صحیح العقیدہ ہو فاسق نہ ہو اس میں کوئی بات نفرتِ مقتدیان کی نہ ہو مسائلِ نماز و طہارت سے آگاہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) جو شخص شرائطِ مذکور کا جامع ہے وہ امام کیا جائے اگرچہ وہ اپنے آپ کو نااہل کہے، اور جو واقعی نااہل ہے وہ امام نہیں ہو سکتا اگرچہ سب کی رائے ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۸: مسئولہ مسلمانان شہر کہنہ روہیلی ٹولہ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کُرتا اس طرح کا پہنا کرتا ہے جس کی آستینیں کہنیوں کے برابر بلکہ کچھ اُونچی ہوتی ہیں یعنی کہنیاں کھُلی رہتی ہیں ایسا کُرتا پہنے ہُوئے پر زید کو امام بنایا جا سکتا ہے یا نہیں اور کوئی نقص اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں تو نہیں آتا ہے؟ زید کو اس قدر مقدور بھی ہے کہ وہ پوری آستینوں کے کُرتے بنواکر پہن سکتا ہے اور امامت کرنے کے وقت انگرکھا وغیرہا نہیں پہنتا، علاوہ اس کے زید کو علم بھی اچھا ہے اور ہر ایک مسائل سے واقفیت رکھتا ہے۔

الجواب

بیانِ سائل سے معلوم ہوا کہ وہ کُرتے ایسے ہی آدھے آستین کے بناتا ہے اور نماز کے وقت انگرکھا پہن سکتا ہے مگر نہیں پہنتا اور بازار کو انگرکھا پہن کر جاتا ہے، اس صورت میں زید کے پیچھے نماز اگرچہ ہو جاتی ہے مگر کراہت سے خالی نہیں فانہ إذن من ثیاب مھنۃ والصلاۃ فیھا مکروھۃ (کیونکہ یہ اس کے کام کاج والے کپڑے ہوں گے اور ان کے ساتھ نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔ ت) جب وہ ذی علم ہے اور اسے سمجھایا جائے کہ دربارِ الٰہی بازار سے زیادہ قابلِ تعظیم و تذلل ہے قال اللہ تعالٰی خذوا زینتکم عند کل مسجد[1] وقال ابن عمر اللہ احق ان تتزین لہ (اللہ تعالٰی کا ارشادِ گرامی ہے: جب تم نماز کے لئے مسجد میں جاؤ اپنی زینت اختیار کرو۔ اور حضرت ابن عمر نے فرمایا: اللہ تعالٰی سب سے زیادہ اس بات کا حقدار ہے کہ تو اس کی بارگاہ میں زینت اختیار کرے۔ ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۹ تا ۱۰۷: از قصبہ عمری ڈاک خانہ خاص ضلع مراد آباد مسئولہ غلام مصطفٰے اسرار الحق انصاری قادری ۲ المحرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین صور تہائے مفصلہ ذیل میں کہ:

---

[1] القرآن ۷/ ۳۱

marfat.com

Marfat.com

(۳) جس کسی محلہ کی مسجد میں محلہ دارانِ حنفیہ نے متفق ہوکر اپنے محلہ کی مسجد میں ایک [illegible] مقرر کیا ہو اور نماز کے وقت مؤذن کی راہ دیکھتا ہے کہ وقت ہوجائے تو اذان کہے اور پیش امام [illegible] مسجد [illegible] مصلے پر بیٹھا ہُوا ہو اس حالت میں بلا رضامندی پیش امام مقررہ کے دوسرا کوئی مسجد مذکور میں اُسی محلہ کا یا دوسرے محلہ کا یا دوسرے گاؤں کا اذان دے یا نماز پڑھائے تو جائز ہے یا نہیں، اگر بلا رضا جبرًا اذان دینا یا نماز پڑھنا مقرر کے سوائے ناجائز ہو اور محلہ داران مذکور منع کرتے ہوں اور وہ نہ مانے تو شرع شریف سے اُن کے لئے کیا حکم؟ فقط

الجواب

(۱) ان کے پیچھے نماز محض باطل ہے جیسے کسی یہودی کے پیچھے، فتح القدیر میں ہے:

ان الصلٰوۃ خلف اھل الاھواء لا تجوز۔[1] والله تعالٰی اعلم

اہلِ بدعت و بدمذہب کے پیچھے نماز جائز نہیں (ت)۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) یہ تو معلوم ہوچکا کہ نماز میں اُن کا کوئی حق نہیں، ان کی نماز نماز ہی نہیں، تو مسجد میں اُنھیں آنے کا حق نہیں اور اُن کے آنے سے فتنہ ہوتا ہے اور فتنہ کا بند کرنا فرض ہے اور وہ قصدًا مسلمانوں کو ایذا دیتے ہیں کم از کم اپنی آمین بالجہر کی آوازوں سے جو قصدًا اعتدال سے بھی زائد نکالتے ہیں اور موذی کو مسجد سے روکے جانے کا حکم ہے۔ درمختار میں ہے:

یمنع منہ وکذا کل موذ ولو بلسانہ۔[2] والله تعالٰی اعلم

ایسے شخص کو دخولِ مسجد سے منع کیا جائے اور اسی طرح ہر تکلیف دینے والے کو منع کیا جائے گا اگرچہ وہ زبان ہی سے ایذا دے۔ (ت)

(۳) امام معیّن جب موجود و حاضر ہے تو بے اس کی مرضی کے دوسرے کا زبردستی بلاوجہ شرعی امام بن جانا ناجائز و گناہ ہے۔ حدیث میں فرمایا:

الا لا یؤمن الرجل فی سلطانہ الا باذنہ۔[3]

کوئی آدمی سلطان اور حاکم (مراد صاحبِ تصرف ہے صاحبِ خانہ ہو یا صاحبِ مجلس یا امام مسجد کوئی بھی ہو) کی اجازت کے بغیر امامت نہ کروائے۔ (ت)

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴

[2] درمختار باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ ” مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۴

[3] صحیح مسلم باب من احق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۳۶

marfat.com

Marfat.com

دین نہیں اس کی نماز نہیں۔ ت) تو نہ اُس کی اپنی ہوسکتی ہے نہ اُس کے پیچھے کسی کی اگرچہ اس کا ہم مذہب ہو یا اور کسی قسم بدمذہب ہو سُنّی تو سُنّی، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) دیوبندیہ کی نسبت علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق فرمایا ہے کہ وہ مرتد ہیں۔ اور شفائے قاضی عیاض و بزازیہ و مجمع الانہر و درمختار وغیرہا کے حوالے سے فرمایا کہ من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[1] (جس نے اس کے کفر و عذاب میں شک کیا وہ بھی کافر ہوگیا۔ت) جو اُن کے اقوال پر مطلع ہو کر اُن کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر اور ان کی حالت کفر و ضلال اور اُن کے کفری وملعون اقوال طشت از بام ہو گئے ہر شخص کہ نرا جنگلی نہ ہو اُن کی حالت سے آگاہ ہے پھر انھیں عالم دین جاننے تو ضرور متہم ہے اور اس کے پیچھے نماز باطل محض۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳) ابھی گزرا کہ دیوبندیہ کے کافر ہونے میں جو شک کرے وہ بھی کافر ہے صرف انھیں بُرا جاننا کافی نہیں تو جو انھیں قابلِ امامت سمجھتا ہے اُس کے پیچھے نماز بیشک باطل محض ہے فانہ منھم (کیونکہ وہ بھی انہی میں سے ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۴) اہلِ سنّت پر فرض ہے کہ اپنا امام سُنّی صحیح العقیدہ جمعہ وعیدین کے لئے مقرر کریں وہابی کے پیچھے نماز باطل محض ہے اور شہروں میں جمعہ کا ترک حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۵) اس کا جواب انھیں نمبروں میں گزرا۔

(۶) ایسی صورت میں جمعہ قائم نہیں ہوسکتا کہ اس کے لئے امام کے سوا کم از کم تین مقتدی درکار ہیں اور یہاں ایک ہی ہے باقی تین مقتدی نہیں اینٹ پتھر کی مُورتیں ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۷) بارہا بتادیا گیا کہ اُن کے پیچھے نماز باطل اور خود اُن کی نماز باطل وہ نماز ہی نہیں لغو حرکات ہیں مسلمان اُسی وقت اپنی جماعت قائم کریں اور جماعت نہ ملے تو اپنی تنہا پڑھے۔

(۸) نابینا کی امامت جائز ہے، ہاں اگر اُس سے افضل موجود ہو تو خلافِ اولٰی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۹) کتنی بار کہا جائے کہ کسی نماز میں اصلاً جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از شہر ڈونگرپور ملک میواڑ راجپوتانہ برمکان جمعدار سکندر خاں مسئولہ عبدالرؤف خاں ۱۳ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص نجومی ہو یا رمّال یا فال دیکھنے والا اُس پر اُجرت

---

[1] درمختار باب المرتد مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

marfat.com

Marfat.com

ہوا تو اُس سے کراہت لازم نہیں آتی تاوقتیکہ اس کا ثبوت کسی خاص دلیلِ شرعی سے نہ ہو ... ہر مستحب کا ترک مکروہ ٹھہرے اور یہ صحیح نہیں، حاشیہ شامیہ میں بحرالرائق سے نقل کیا:

لایلزم من ترك المستحب ثبوت الکراهة اذلابد لها من دلیل خاص وفیها عن تحریر الاصول خلاف اولٰی مالیس فیہ صیغة نھی کترك صلاة الضحٰی بخلاف المکروہ تنزیھا[1] انتھٰی وتمامه فیھا۔

ترکِ مستحب سے ثبوتِ کراہت لازم نہیں آتا اس کے خاص اور مستقل دلیل کی ضرورت ہوتی ہے، اسی میں تحریرالاصول کے حوالے سے ہے: خلافِ اولٰی یہ ہے کہ جس میں صیغہ نہی نہ ہو مثلاً نمازِ چاشت کا ترک کرنا بخلاف مکروہ تنزیہی کے اھ اس کی پوری تفصیل وہاں ملاحظہ کیجئے۔ (ت)

بالجملہ جب تک اس بارہ میں نہی ثابت نہ ہوگی کراہت نہ مانی جائے گی، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۸۲۹: ازسرکار مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ درگاہ کلاں مسئولہ حضرت صاحبزادہ والا مرتبت بالامنقبت حضرت سید شاہ محمد میاں صاحب زید مجدہم ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۳۰ھ

جامع کمالات منبع برکات مولٰنا المعظم زادت برکاتہم، پس از سلام مسنون عارض ہوں فساق کی امامت علی المذہب مفتی بہ مکروہ تحریمی قابلِ اعادہ یا مکروہِ تنزیہی یا کچھ تفصیل، اگر فساق کی امامت سے صلحا بھی اور فساق دونوں نماز پڑھیں بر تقدیر اعادہ صرف صلحا کے لئے نماز مکروہِ تحریمی قابلِ اعادہ ہے یا صلحا و فساق دونوں کے لئے؛ اور صلحا اگر منع فساق عن الامامۃ سے عاجز ہوں تو صلواتِ خمسہ بے جماعت پڑھنا یا فساق کی امامت سے پڑھنا اولٰی، درمختار میں ہے کہ فساق واعمی وعبد وولدالزنا وغیرہ کی امامت تب مکروہ ہے جب دوسرے ان سے اچھے موجود ہوں ورنہ نہیں، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو لوگ مکروہ کہتے ہیں ان کے نزدیک بھی یہی حکم ہے یا کچھ اور؟ بینوا توجروا۔

الجواب

امامتِ فساق کی نسبت علما کے دونوں قول ہیں کراہت تنزیہہ کما فی الدر وغیرہ اور کراہت تحریمی کما فی الغنیۃ و فتاوی الحجۃ والتبیین والشرنبلالیہ وابی السعود والطحطاوی علی مراقی الفلاح وغیرہا، اور ان میں توفیق یہ ہے کہ فاسق غیر معلن کے پیچھے مکروہ تنزیہی اور معلن کے پیچھے تحریمی، بدمذہب کی بدعت اگر حدِ کفر کو پہنچی ہو اگرچہ عند الفقہا یعنی منکرِ قطعیات ہو اگرچہ منکرِ ضروریات نہ ہو، تو صحیح یہ ہے کہ اس کے پیچھے نماز باطل ہے کما فی فتح القدیر

---

[1] ردالمحتار مطلب ترک المندوب ھل یکرہ تنزیہا الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۹۱

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ ۸۱۰ شہرکہنہ محلہ کانکر ٹولہ مسئولہ ننھے خاں ۱۵ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دکاندار آدمی اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز چیز بیچنا اور جائز طور پر بیچنا کچھ حرج نہیں رکھتا، نہ اس کے سبب امامت میں کوئی خلل آئے، ہاں اگر ناجائز چیز بیچے یا مکر فریب کذب یا عقود فاسدہ مثل ربٰو وغیرہ کا ارتکاب کرے تو آپ بھی فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۱۱ و ۸۱۲ از صدر بازار بریلی مسئولہ نعمت اللہ خاں محرر پونڈ ۱۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) زید اہل سنت و جماعت ہے، تو زید کی نماز وہابی کے پیچھے جائز ہے یا نہیں؟

(۲) بکر وہابی ہے اور زید اہلسنت و جماعت ہے، تو بکر کی نماز زید کے پیچھے ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب

سُنّی کی نماز وہابی کے پیچھے نہیں ہو سکتی، امام محمد و امام ابویوسف و امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی، ان الصلٰوۃ خلف اھل الھواء لا تجوز[1] (اہلِ بدعت و بدمذہب کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ ت) بلکہ وہابی کی نماز نہ کسی کے پیچھے ہو سکتی ہے نہ خود تنہا، نہ وہابی کے پیچھے کسی کی نماز ہو سکتی ہے اگرچہ اس کا ہم مذہب ہو کہ صحتِ نماز کے لئے پہلی شرط اسلام ہے اور وہابیہ توہینِ خدا و رسول کے سبب اسلام سے خارج ہیں۔ فتاوٰی علمائے کرام حرمین شریفین میں ہے:

من شك فی کفرہ و عذابہ فقد کفر[2]۔ جس نے اس کے کفر و عذاب میں شک کیا وہ بھی کافر ہوگیا۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۱۳ از موضع برتاپور ضلع بریلی مسئولہ گلزار شاہ ۲۱ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند آدمی ناخواندہ قطعاً ہیں اور ان آدمیوں میں ایک آدمی کچھ خواندہ عربی کا ہے لیکن پیشہ فقیری کا ہے اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

فقیری کا پیشہ کہ تندرست ہوتے ہوئے بھیک مانگتے پھرتے ہیں حرام ہے اور اس کی کمائی خبیث اور اُسے

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴

[2] درمختار باب المرتد ر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین مکتبہ نبویہ لاہور ۱/۲۰۶

marfat.com

Marfat.com

پڑھی ہوں اُن کا پھیرنا واجب ہے، ردالمحتار میں ہے:

مشی فی شرح المنیۃ علی ان کراھۃ تقدیمہ (یعنی الفاسق) کراھۃ تحریم[1] — شرح منیہ میں ہے کہ فاسق کی تقدیم (یعنی اس کو امام بنانا) کراہت تحریمی ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا[2] — ہر وہ نماز جو کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہو اس کا اعادہ واجب ہے۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۳۲: از کاسگنج ضلع ایٹہ محلہ نواب مرسلہ عباد اللہ صاحب ویکسینیٹر ۷ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید بزعم امامت نماز فرض پنجگانہ و نماز جمعہ بجماعت کثیر معہ جوتا جو ہر وقت پہنا کرتا ہے پہن کر پڑھاتا ہے وقت اعتراض بکر کو ترجمہ حدیث مشکوۃ شریف دکھاتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے الدوام پڑھی ہے چونکہ یہاں نہ کوئی ذخیرہ کتب دینیہ ہے جو دیکھ کر اطمینان کرایا جائے اور نہ عالم ہے جس کے ذریعہ سے پایہ ثبوت کو پہنچیں لہذا آپ سے التجا کی جاتی ہے کہ براہ نوازش عالمانہ آپ مع حوالہ کتاب و باب و صفحہ و سطر حسب قاعدہ مرحمت فرمائیے۔

الجواب

تعظیم و توہین کا مدار عرف پر ہے عرب میں باپ کو کاف اور انت سے خطاب کرتے ہیں جس کا ترجمہ "تُو" ہے اور یہاں جو باپ کو "تُو" کہے بیشک بے ادب گستاخ اور اس آیہ کریمہ کا مخالف ہے لا تقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریما[3] (ماں باپ کو ہُوں نہ کہہ نہ جھڑک اور ان سے عزت کی بات کہہ) صدہا سال سے عرف عام ہے کہ استعمالی جوتے پہن کر مسجد میں جانے کو بے ادبی سمجھتے ہیں ائمہ دین نے اُس کے بے ادبی ہونے کی تصریح فرمائی، امام برہان الملۃ والدین صاحب ہدایہ کی کتاب التجنیس و المزید اور محقق بحر زین ابن نجیم کی بحرالرائق اور فتاوٰی سراجیہ اور فتاوٰی عالمگیریہ جلد پنجم ص ۳۲۱ کتاب الکراہیۃ باب خامس میں ہے:

دخول المسجد متنعلا مکروہ[4] (مسجد میں جوتا پہن کر داخل ہونا مکروہ ہے۔ ت) آج اگر کسی نواب کے دربار

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۴

[2] درمختار باب صفۃ الصلوۃ ؍؍ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۱

[3] القرآن ۱۷/۲۳

[4] فتاوٰی ہندیۃ باب فی آداب المسجد والقبلۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۲۱

marfat.com

Marfat.com

اسامہ بن قدامہ کی ایک روایت میں زیادہ ہے کہ میں جرم قبیلہ کے کسی مجمع میں نہیں حاضر ہوا مگر وہ آج کے دن تک وہاں مجھ کو امام بناتے ہیں۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بچہ نابالغ کی امامت جائز ہے اور امام حسن بصری اور اسحاق اور امام شافعی اور امام یحییٰ کا بھی مذہب ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ بچے کی امامت کے منع میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں، اور اگر کوئی شخص اس حدیث شریف کو جھوٹا کہے تو اس کے واسطے شریعت کی طرف سے کیا حکم ہے، اور ایک لڑکا ہے جو دیکھنے میں بالغ معلوم ہوتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں بالغ ہوں اور بالغ کی علامت پائی جاتی ہے اور اس کی عمر ۱۴ برس کی ہے اور وہ قرآن شریف کو ٹھیک طور سے حروف کی ادائی کے ساتھ پڑھتا ہے لیکن بعض لوگ اس کو نابالغ کہتے ہیں اس کی بات پر یقین نہیں کرتے، دریافت طلب یہ بات ہے کہ وہ نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے جائز ہے یا نہیں؟ ہر دو سوالوں کے جواب باصواب سے مشرف فرمایا جائے۔

الجواب

چودہ برس کی عمر کا لڑکا جب کہے کہ میں بالغ ہوں اُس کا قول واجب القبول ہے اور اسے بالغ مانا جائے گا اور اس کے پیچھے نماز جائز ہوگی جبکہ ظاہر حال اس کی تکذیب نہ کرتا ہو، اور نابالغ ہمارے ائمہ کے نزدیک بالغ کا امام نہیں ہوسکتا کہ وہ متنفل ہے اور یہ مفترض، اور نفل متضمن فرض نہیں ہوسکتا۔ حدیث مذکور صحیح ہے اسے جھوٹا کہنا جہل یا عناد، اور اس کے جوابات فتح القدیر و عینی شرح ہدایہ میں مذکور ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۱۵ از شہر محلہ قراولان مسئولہ عبدالکریم خیاط قادری رضوی ۲۳ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا ارشاد ہے شریعت مقدسہ کا اس مسئلہ میں کہ زید بدمذہبوں کے یہاں علانیہ کھاتا ہے بدمذہبوں سے میل جول رکھتا ہے مگر خود سُنّی ہے اُس کے پیچھے نماز کیسی ہے اور اس کی تراویح سننا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

اس صورت میں وہ فاسق معلن ہے اور امامت کے لائق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۱۶ از شہر محلہ ذخیرہ مسئولہ منشی شوکت علی صاحب محرر چونگی ۲۴ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ امامت کن کن شخصوں کی جائز ہے اور کن کن کی ناجائز اور مکروہ، اور سب سے بہتر امامت کس شخص کی ہے؟

الجواب

جو قرأت غلط پڑھتا ہو جس سے معنی فاسد ہوں یا وضو یا غسل صحیح نہ کرتا ہو یا ضروریاتِ دین سے کسی چیز کا منکر ہو جیسے وہابی، رافضی، غیر مقلد، نیچری، قادیانی، چکڑالوی وغیرہم یا وہ جو ان میں سے کسی کے عقائد پر مطلع ہو کر اس کے

marfat.com

Marfat.com

تو بمجبوری جسے وہاں کے عامۂ مسلمین انتخاب کرلیں وُہ امامت جمعہ یا عیدین کر سکتا ہے جو شخص ان شرائط کا جامع نہ ہو محض ایک دو یا دس بیس یا سو پچاس کے کہے سے امام جمعہ یا عیدین بن جاتے ایسا شخص اگرچہ اس کا عقیدہ بھی صحیح ہو اور عمل میں بھی فسق و فجور نہ ہو جب بھی امامت جمعہ و عیدین نہیں کر سکتا اگر کرے گا نماز اُس کے پیچھے باطل محض ہوگی کہ آخر انہی میں سے ایک وجہ کا امام یہاں شرطِ صحت نماز تھا جب شرط مفقود مشروط مفقود لہذا صورت مسئولہ میں پہلے لوگوں کا جمعہ باطل محض ہوا اور دوسرے لوگوں کا صحیح۔ درمختار میں ہے :

یشترط لصحتها السلطان او ماموره باقامتها[1]۔

جمعہ کی صحت کے لئے سلطان یا اس شخص کا ہونا جسے سلطان نے اقامتِ جمعہ کی اجازت دی ہو ضروری ہے (ت)

حدیقہ ندیہ میں ہے :

اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایة فالامور موکلة الی العلماء ویلزم الامة الرجوع الیهم ویصیرون ولاة فاذا عسر جمعهم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائه فان کثروا فالمتبع اعلمهم[2]۔

جب زمانہ کامل سلطان سے خالی ہو جائے تو معاملات علماء کے سپرد ہوں گے اور امت پر علماء کی طرف رجوع لازم ہوگا اور علماء والی بن جائیں گے اور جب علماء کا کسی ایک معاملہ پر اجماع و اتفاق مشکل ہو جائے تو ہر علاقے کے علماء کی اتباع کریں، اگر علاقے کے علماء کی کثرت ہو تو پھر ان میں سے بڑے عالم کی اتباع کریں (ت)

تنویر الابصار و درمختار میں ہے :

(نصب العامة) الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم

(عام لوگوں کا مقرر کرنا) خطیب کو معتبر نہیں جبکہ مذکورہ لوگوں میں سے کوئی ایک موجود ہو۔ (ت)

مسئلہ ۸۳۵ از کانپور ریتی ناتھ اسکول مسئولہ قاضی محمد شمس الدین ۲۱ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے بریلی اس بارہ میں کہ اگر کوئی شخص حنفی المذہب و کراماتِ اولیاء اللہ کا قائل، علم دین و فنِ تجوید سے بہرہ و درحالتِ پیری میں نابینا ہوگیا ہو تو اُس کی امامت کیسی ہے، شرح وقایہ جلد اول، باب الجمعہ صفحہ ۲۴۲ میں مرقوم ہے کہ :

---

[1] درمختار باب الجمعہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۰۹
[2] حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ النوع الثالث من انواع العلوم الثلاثۃ الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۳۵۱
[3] دُرِمختار، شرح تنویر الابصار باب الجمعہ مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی ۱/۱۱۰

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ ۸۱۸ شہر کہنہ محلہ رودھی ٹولہ مسئولہ حبیب اللہ خاں صاحب ۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص جھوٹے مسئلے ظاہر کرے اُس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر قصداً جھوٹا فتوی دیا قابل امامت نہیں کہ سخت کبیرہ کا مرتکب ہوا اور جہالت سے ایک آدھ بار فتوی میں دخل دیا اُسے سمجھایا جائے تائب ہو اور آئندہ باز رہے تو اس کی امامت میں حرج نہیں اور اگر عادی ہے اور نہیں چھوڑتا تو فاسق ہے اور لائق امامت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۱۹ از شہر محلہ بھوڑ مسئولہ حشمت علی ۲۱ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وہابیہ کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اہلسنت وجماعت کا زید کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

جو وہابی کو وہابی جان کر اُس کے پیچھے نماز پڑھے اگر وہابی کو قابل امامت جانتا ہے خود وہابی ہے اور اس کے پیچھے نماز باطل محض، ورنہ اپنی نماز کا باطل کرنے والا اور کم از کم فاسق معلن ہے اُسے امام بنانا گناہ ہے اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۲۰ بشارت گنج ضلع بریلی مسئولہ حاجی غنی رضا خاں صاحب ۲۸ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ داڑھی منڈانے والے کو اول صف میں جماعت میں شریک ہونا چاہیے یا پچھلی صف میں۔ زید کہتا ہے کہ اس کی ممانعت کسی جگہ شرع میں نہیں ہے اور داڑھی منڈانے والا جماعت بھی پڑھا سکتا ہے کیونکہ نماز فاسق کے پیچھے بھی جائز ہے، اور یہ بھی تحریر فرمائیے گا کہ امام کی داڑھی کتنی بڑی ہونی چاہئے اور داڑھی منڈانے والے کی نماز میں تنہا پڑھنے میں کچھ فرق آتا ہے کہ نہیں؟

الجواب

داڑھی منڈانا فسق ہے اور فسق سے متلبس ہو کر بلا توبہ نماز پڑھنا باعث کراہت نماز ہے جیسے ریشمی کپڑے پہن کر یا صرف پائجامہ پہن کر، اور داڑھی منڈانے والا فاسق معلن ہے، نماز ہو جانا بایں معنیٰ ہے کہ فرض ساقط ہو جائے گا ورنہ گنہگار ہوگا اسے امام بنانا اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب، باقی اگر وہ صف اول میں آئے تو اسے ہٹانے کا حکم نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۲۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں جو شخص تارک الجماعۃ بھی ہو اور نماز پنجوقتہ پڑھانے کی اُجرت یا تنخواہ بطور چندہ مسلمانوں سے طلب کرے اُس کے پیچھے نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں، اور وہ قبر کی

marfat.com

Marfat.com

زید کی ان باتوں سے متنفر ہوکر نمازِ جمعہ ترک کرکے ظہر پڑھتا ہے آیا اس صورت میں زید قابلِ امامت ہے
معتبر کتب سے ثبوت ہونا چاہئے۔ بینوا توجروا

الجواب

جو شخص وہابیہ اور اہلسنّت علماء کو یکساں سمجھتا ہے اُسی قدر بات اُس کے خارج از اسلام ہونے کو بس
ہے اُس کے پیچھے نماز باطل ہے جیسے کسی ہندو یا نصرانی کے پیچھے۔ جمعہ اگر اور جگہ نہ مل سکے نہ اُسے امامت سے
کرسکے تو فرض ہے کہ ظہر پڑھے اُس کے پیچھے جمعہ پڑھے گا تو سخت شدید وکبیرہ گناہ کرے گا اگرچہ بعد کو ظہر بھی پڑھ لے
اور اگر نہ پڑھے تو نہ جمعہ ہوگا نہ ظہر، فرض سر پر رہ جائے گا۔ فتح القدیر میں ہے:

روی محمد عن ابی حنیفۃ و ابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہم ان الصلاۃ خلف اھل الاھواء لاتجوز[1] واللہ تعالٰی اعلم

امام محمد نے امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رضی تعالٰی عنہم سے روایت کیا کہ اہلِ بدعت و بدمذہب کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ (ت)

مسئلہ ۸۳۷ ازمارہرہ شریف ضلع ایٹہ مرسلہ جناب سید ظہور حیدر میاں صاحب ۴ جمادی الآخری ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ہمیشہ ہمیشہ بوجہ کثرتِ احتلام یا کسی اور مرض کے
کے بجائے غسل تیمم سے نماز ادا کرتا ہے امامت کرنا اس کو تیمم سے بمقابلہ اور مقتدیوں کے جائز ہے یا نہیں؟
بینوا توجروا

الجواب

کثرتِ احتلام تو خود کوئی وجہ جوازِ تیمم کی نہیں جب تک نہانے سے مضرت نہ ہو بے صحیح اندیشہ مضرت کے تیمم
سے پڑھے تو اس کی خود نماز نہ ہوگی دوسرے کی اُس کے پیچھے کیا ہو، ہاں جسے بالفعل ایسا مرض موجود ہو جس میں نہانا
نقصان دے گا یا نہانے میں کسی مرض کے پیدا ہوجانے کا خوف ہے اور یہ نقصان وخوف یا تو اپنے تجربے سے معلوم
ہوں یا طبیب حاذق مسلمان غیر فاسق کے بتانے سے، تو اُس وقت اُسے تیمم سے نماز جائز ہوگی اور اب اس کے
پیچھے سب مقتدیوں کی نماز صحیح ہے، غرض امام کا تیمم اور مقتدیوں کا پانی کی طہارت سے ہونا صحتِ امامت میں خلل انداز
نہیں، ہاں امام نے تیمم ہی بے اجازتِ شرع کیا ہو تو آپ ہی نہ اُس کی ہوگی نہ اُس کے پیچھے اوروں کی۔ تنویر میں ہے:
صح اقتداء متوضئ بمتیمم[2] (وضو والے کی اقتداء تیمم والے کے ساتھ صحیح ہے۔ ت) بحرالرائق

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴
[2] درمختار شرح تنویر الابصار مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۵

marfat.com

Marfat.com

ولایصلاتہ مومئا وبہ ولایبقی ذا عذر[1] | کے مطابق واجب ہے خواہ اشارہ کرکے نماز پڑھنے سے عذر موقوف ہوسکے، عذر ہٹانے کی صورت میں وہ شخص معذور نہ رہے گا۔ (ت)
واللہ تعالٰی اعلم | واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۲۳: کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ امام مصلّی پر کھڑا ہو اور مقتدی بغیر مصلّے یعنی فقط صحن میں کھڑا ہو اس صورت میں نماز مکروہ ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

نماز میں کچھ کراہت نہیں کہ حدیث وفقہ میں کہیں اس کی ممانعت نہیں، نہ امام کی تعلیم شرعاً ممنوع ہے نہ یہ انفراد علی المکان کی قبیل سے ہے، بحر الرائق میں ہے: الکراھۃ لابد لھا من دلیل خاص[2] (کراہت کے لئے مستقل دلیل کا ہونا ضروری ہے۔ ت) منح الغفار میں ہے: بمثل ھذا لا تثبت الکراھۃ اذ لابد لھا من دلیل خاص[3] (اس طرح کی چیز سے کراہت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اس کے لئے مستقل دلیل کا ہونا ضروری ہے۔ ت) البتہ اگر امام براہِ تکبر واستعلا ایسا امتیاز چاہے تو اُس کی یہ نیت سخت گناہ وحرام وکبیرہ ہے۔

قال اللہ تعالٰی الیس فی جھنم مثوی للمتکبرین[4] | اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: کیا متکبرین کا ٹھکانہ جہنم میں نہیں ہے؟ (ت)

اعاذنا اللہ سبحٰنہ وتعالٰی بمنہ وکمال کرمہ اٰمین۔ واللہ تعالٰی اعلم | اللہ تعالٰی اپنے فضل وکرم کے ذریعے اس سے ہم سب کو پناہ عطا فرمائے، آمین (ت)

مسئلہ ۸۲۴ تا ۸۲۶: از قصبہ سرواڑ علاقہ کشن گڑھ متصل اجمیر ہوشیاروں کی مسجد مسئولہ جناب قاضی اکبر صاحب ۲۰ ذی القعدہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) غیر مقلدین کے پیچھے ہماری نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

(۲) غیر مقلدین کو ہماری مقلدین کی مسجد میں آنے دینا درست ہے یا نہیں؟

---

[1] درمختار | باب الحیض | مطبوعہ مجتبائی دہلی | ۱/۵۳
[2] بحر الرائق | باب العیدین | " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۲/۱۶۳
[3] ردالمحتار بحوالہ منح الغفار | " | " مصطفی البابی مصر | ۱/۶۱۴
[4] القرآن ۳۹/۶۰

marfat.com

Marfat.com

اوراگر سرے سے اجارہ ہی نہ ہوا نہ صراحۃً نہ دلالۃً اور اب اُجرت مانگتا ہے تو صریح ظلم [illegible]
اُس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۳۹ ۲ ذی قعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام مسجد یہ کہتے ہیں کہ نماز کے بعد مصافحہ خصوصاً نماز فجر درست نہیں اور اہلِ محلہ کہتے ہیں درست ہے اور کہتے ہیں کہ اگر تم اس کے جواز کے قائل نہ ہوگے تو ہم تمہارے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے اس لئے کہ تمہارا مذہب ہمارے مذہب کے خلاف ہے لہٰذا فرمائیے کہ شرع شریف میں کس طرح ہے اور کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

صحیح یہ ہے کہ مصافحہ بعد نماز مباح ہے نص علی تصحیحہ العلامۃ الخفاجی فی نسیم الریاض (علامہ خفاجی نے نسیم الریاض میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔ ت) امام اگر سُنّی المذہب ہے صرف اسی مسئلہ میں اس کا خیال بنظر بعض عبارات فقہیہ یہ ہے تو اُسے سمجھا دینا چاہئے کہ تصحیح و ترجیح جانبِ جواز ہے صرف اتنی بات پر وُہ ترکِ اقتدا کا مستحق نہیں، اور اگر بربنائے وہابیت اس کا انکار کرتا ہے تو وہابی بلاشبہ لائقِ امامت نہیں اہلِ محلہ کو چاہئے ہرگز اُس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۴۰ ۲۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز کی پڑھائی معیّن کرکے لینا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

درست ہے مگر بچنا بہتر ہے اللہ کے واسطے پڑھائے اور نمازی اسے حاجتمند دیکھ کر اللہ کے لئے اس کی اعانت کریں یہ صاف کرلیا جائے کہ امامت کی اُجرت کچھ نہ لی دی جائے گی یوں بلا دغدغہ حلال طیب ہے لان النفی الصریح یزیل حکم دلالۃ الحال فان الصریح یفوق الدلالۃ کما فی قاضی خان[1] (کیونکہ صراحۃً نفی دلالتِ حال کو زائل کردیتی ہے کیونکہ صراحت دلالت سے فوقیت رکھتی ہے قاضی خان میں اسی طرح ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] درمختار کتاب الھبۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۵۹

ف: سعیِ بسیار کے باوجود یہ عبارت فتاوٰی قاضی خان سے نہیں مل سکی، درمختار سے یہ عبارت مفہوماً ملی ہے اس لئے اس کا حوالہ دیا ہے۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

Marfat.com

اور موذن مقرر کئے ہوئے کے خلاف مرضی بلاوجہ شرعی اذان دینا اُس کے حق میں ناحق دست اندازی اور نفرت دلانا ہے اور صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا بشروا ولا تنفروا[1] (لوگوں کو خوش کرو اور نفرت نہ پھیلاؤ۔ت) ایسے لوگ مفسد ہیں اگر نہ مانیں تو مسجد سے باہر کردینے کا حکم ہے، ہاں اگر امام ناقابلِ امامت ہے مثلاً غلط خواں یا وہابی وغیرہ تو نہ وہ امام ہے نہ اُس کا پڑھانا امامت۔ یونہی اگر موذن ایسی حالت پر ہو جس کی اذان کے لئے شرعاً حکم اعادہ ہے تو ایسوں کو اذان وامامت سے باز رکھنا بجا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۲۷: از شہر جامع مسجد مولوی محمد افضل صاحب

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ شخص امام را خوب نمی داند باعتقادِ خود درخانہ نماز میگذارد روا ہست یانہ؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین کہ ایک شخص اپنے اعتقاد کے مطابق امام کو اچھا نہیں سمجھتا اور نماز گھر میں پڑھتا ہے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر فی الواقع امام بدمذہب یا فاسق معلن یا فاسق القراۃ است وتبدیلش نتواند نہ جماعت دیگر درمسجد می تواں کرد آنگاہ بخانہ بااہلِ خود اقامت جماعت باید کرد یا تنہا گزارد اگر دیگرے ندارد۔

اگر واقعی امام بدمذہب یا فاسق معلن یا فاسق القراۃ ہو اور اس کو تبدیل نہ کرسکتا ہو، نہ مسجد میں دوسری جماعت کرواسکتا ہو تو اس صورت میں گھر میں اپنے اہل کے ساتھ جماعت قائم کرے یا تنہا ادا کرے اگر کوئی دُوسرا گھر میں نہ ہو۔ (ت)

مسئلہ ۸۲۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر مقتدی عمامہ باندھے ہوں اور امام فقط ٹوپی پہنے تو مکروہ ہوگی یانہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اس میں شک نہیں کہ نماز عمامہ کے ساتھ نماز بے عمامہ سے افضل کہ وُہ اسباب تجمل سے ہے اور یہاں تجمل محبوب اور مقام ادب مناسب اسی لئے تلاوتِ قرآن کے وقت تعمم مندوب ہے کما فی فتاوٰی قاضی (جیسا کہ فتاوٰی قاضی خان میں ہے۔ت) اور نماز میں کہ گویا دربارِ عظیم الشان حضرت ملک السموات والارض جل جلالہ کی حاضری ہے رعایتِ آداب بہ نسبت تلاوت کے اہم اور امام کہ سردار ومطاعِ قوم ہے اُس کے ساتھ احق والیق، لہٰذا نظافتِ ثوب و پاکیزگیِ لباس وجوہ تقدیمِ استحقاق امامت سے قرار پائی کما فی الدرالمختار (جیسا کہ دُرمختار میں ہے۔ت) مگر بایں ہمہ صورت مستفسرہ میں صرف ترکِ اولٰی

---

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لیسروا الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۴

marfat.com

Marfat.com

قسم کی کراہت ہوجاتی ہے یا نہیں؟

الجواب

سورۃ سوچنے سے اتنی دیر جس میں تین بار سبحٰن اللہ کہہ لیا جائے ترکِ واجب و موجبِ سجدۂ سہو ہے کما نص علیہ فی التنویر والدر والغنیۃ وغیرھما (تنویر، در، غنیہ وغیرہ میں اس پر نص کی گئی ہے۔ ت) تو یہ جس کی عادت ہے اس کے پیچھے نماز میں ضرور کراہت ہے۔ عالمگیریہ و محیط میں ہے[۱]:

من یقف فی غیر مواضعہ ولا یقف فی مواضعہ لاینبغی لہ ان یؤم وکذا من یتنحنح عند القراءۃ کثیرا[۲]۔

جو ٹھہرنے کی جگہ وقف کرے اور وقف کی جگہ وقف نہ کرے اسے چاہئے کہ وہ امام نہ بنے، اور اسی طرح اس شخص کا حکم ہے جو قرآت کرتے وقت کثرت سے کھانستا ہو۔ (ت)

جو وقف و وصل بے جا کرے یا پڑھتے وقت بار بار کھنکارے جب اسے فرماتے ہیں کہ اس کی امامت سزاوار نہیں حالانکہ مراعات وقف و وصل واجباتِ نماز سے نہیں۔ تو جو واجب نماز یعنی وصل سورۃ وفاتحہ بے اجنبی کے ترک کا عادی ہو بدرجۂ اولٰی لائقِ امامت نہیں، ہاں فاتحہ کے بعد اتنی دیر کہ دم راست کرے آمین کہے، کوئی سورۃ ابتداء سے پڑھنی ہو تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے کہ یہ دیر بھی تقریباً کلمہ طیبہ پڑھنے کے برابر ہوجائے گی، بلاشبہ مباح وسنت و مستحب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۴۳: از شہر کہنہ ۲۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ زید کہتا ہے کہ بعد کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے محمد رسول اللہ کی کیا ضرورت ہے، اگر جنت نہ جائے گا تو کیا اعراف میں بھی نہ جائے گا۔ زید قیام میں نماز کے بقدر ساٹھ بار اللہ اکبر کہنے کے ٹھہرتا ہے۔ کہتا ہے کہ صرف سبحٰن اللہ وبحمدہ کہنے سے نماز ہوجاتی ہے، بے کرتہ ٹوپی کے نماز ادا کرتا ہے کہتا ہے کہ صرف پائجامہ سے نماز ہوجاتی ہے۔ یوں بھی کہتا ہے کہ نماز میں الحمد و سورۃ کی کچھ حاجت نہیں۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ ایسے شخص کو مسلمان سمجھنا چاہئے یا نہیں؟ اہلِ اسلام کا سا برتاؤ اس سے چاہئے یا نہیں؟ جواب بدلیل قرآن وحدیث وفقہ تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا

الجواب

صرف پائجامہ پہنے بالائی حصۂ بدن کا ننگا رکھ کر نماز بایں معنی تو ہوجاتی ہے کہ فرض ساقط ہوگیا، مگر مکروہ تحریمی

---

[۱] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل سجود السہو مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۶۵
درمختار باب سجود السہو " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۰۲

[۲] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۶

marfat.com

Marfat.com

ومفتاح السعادۃ والغیاثیۃ وغیرھا(فتح القدیر، مفتاح السعادۃ اور غیاثیہ وغیرہ میں اسی طرح ہے۔ت) کہ وہ ہی احتیاط جو متکلمین کو اُس کی تکفیر سے باز رکھے گی اُس کے پیچھے نماز کے فساد کا حکم دے گی فان الصلاۃ اذا صحت من وجہ وفسدت من وجہ حکم بفسادھا[1] (نماز جب کئی وجوہ کی بنا پر صحیح مگر ایک وجہ سے فاسد تو اس کو فاسد قرار دیا جائے گا۔ت)، ورنہ مکروہ تحریمی، جن صورتوں میں کراہت تحریم کا حکم ہے صلحاء وفساق سب پر اعادہ واجب ہے، جب مبتدع یا فاسق معلن کے سوا کوئی امام نہ مل سکے تو منفرداً پڑھیں کہ جماعت واجب ہے اور اس کی تقدیم ممنوع بکراہت تحریم اور واجب ومکروہ تحریم دونوں ایک مرتبہ میں ہیں ودرء المفاسد اھم من جلب المصالح[2] (مفاسد کا دُور کرنا مصالح کے حصول سے اہم اور ضروری ہوتا ہے۔ت) ہاں اگر جمعہ میں دوسرا امام نہ مل سکے تو مجبور پڑھیں کہ وہ فرض ہے اور فرض اہم۔ اسی طرح اگر اُس کے پیچھے نہ پڑھنے میں فتنہ ہو تو پڑھیں اور اعادہ کریں کہ الفتنۃ اکبر من القتل[3] (فتنہ قتل سے بہت بڑی بُرائی ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۳۰: ۱۲ صفر ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر استاد وہابی ہو تو شاگرد اُس کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

وہابی کے پیچھے نماز جائز نہیں اگرچہ اپنا استاد ہو بلکہ اُسے اُستاد بنانا ہی اُس کے حق میں زہر قاتل سے بدتر ہے فوراً پرہیز کرے کہ صحبتِ بد آدمی کو بد بنا دیتی ہے نہ کہ بد کی تعلیم۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم[4] اُن سے دُور بھاگو اور اُن کو اپنے سے دُور کرو کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تم کو فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۳۱: از فیض آباد ڈاک خانہ شہزادپور مرسلہ عبداللہ طالب العلم ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ آیا زانی کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں، کیونکہ اس مسئلہ میں بہت جھگڑا پیدا ہے یہاں تک حالت گزر گئی کہ نماز جماعت میں تفرق ہو گیا ہے حدیث اور کتاب کی سند ہونا چاہئے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

زانی فاسق ہے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز منع ہے اُسے امام بنانا گناہ ہے اُس کے پیچھے جو نمازیں

---

[1] فتح القدیر باب صلوٰۃ المسافر مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۴

[2] الاشباہ والنظائر الخامسۃ درء المفاسد اولٰی من جلب المصالح ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۱۲۵

[3] القرآن ۲/۲۱۷

[4] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۱۰

marfat.com

Marfat.com

هذا ما وجدته من مسائل الاجماع التی لایصح دخولها فی مرتبتی المیزان[1]

میں بیٹھنا (آگے چل کر کہا) یہ وہ مسائل ہیں جن پر میں نے اجماع پایا ہے ان کو میری مرتبہ کتاب المیزان میں داخل کرنا صحیح نہیں۔

رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ میں ہے:

اتفقوا علی ان القراءۃ فرض علی الامام و المنفرد فی رکعتی الفجر و فی الرکعتین الاولیین من غیرها[2]

فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام اور منفرد پر فجر کی دونوں رکعات اور اس کے علاوہ دیگر نمازوں کی پہلی دو رکعات میں قرأت فرض ہے۔ (ت)

بلکہ امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں:

نسب صاحب غایۃ البیان الاصم الی خرق الاجماع وھو یفید سبق الاجماع علی الافتراض قبل ذھابہ الی عدمہ[3]

صاحب غایۃ البیان نے اصم کی خرق اجماع کی طرف نسبت کی ہے اور یہ بات واضح کر رہی ہے کہ اصم کے عدم فرضیت کا قول کرنے سے پہلے اس کی فرضیت پر اجماع ہو چکا ہے۔ (ت)

عالمگیری میں ہے:

من انکر خبر الواحد لایکفر غیر انہ یاثم بترک القبول ھکذا فی الظھیریۃ[4]

خبر واحد کا منکر کافر نہیں البتہ ترک قبول کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔ ظہیریہ میں اسی طرح ہے۔ (ت)

طحطاوی میں ہے:

من کان خارجا عن ھذہ الاربعۃ فی ھذا الزمان فھو من اھل البدعۃ والنار[5]

یعنی جو ان چاروں مذہب سے اس زمانہ میں باہر ہے وہ بدعتی اور جہنمی ہے (ت)

نماز میں الحمد و سورۃ کی حاجت نہ ماننا بھی جہلِ قبیح اور ارشاداتِ حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا

---

[1] المیزان الکبرٰی | باب صفۃ الصلوٰۃ | مطبوعہ مصطفی البابی مصر | ۱/۱۴۶

[2] رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ | برحاشیہ میزان کبرٰی | باب شروط الصلوٰۃ ۱/ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۳۸

[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[4] فتاوٰی ہندیۃ | مطلب موجبات الکفر انواع الخ | مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور | ۲/۲۶۵

[5] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار | کتاب الذبائح | ر دار المعرفۃ بیروت | ۴/۱۵۳

marfat.com

Marfat.com

میں آدمی جوتا پہنے جائے تو بے ادب ٹھہرے، نماز اللہ واحد قہار کا دربار ہے، مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلنا اور اُن میں فتنہ و فساد پیدا کرنا اور انھیں نفرت دلانا قرآنِ عظیم و احادیث صحیحہ کے نصوص قاطعہ سے حرام اور سخت حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۳۳ از ترپول سولول ڈاکخانہ ہرول ضلع دربھنگہ بنگر چرسہ مرسلہ عبدالحکیم صاحب ۲۱ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

اگر کسی مسلمان کا بستی سے باہر دوسرے محلہ میں مکان ہو اور وہ امام بھی ہو اور کبھی پنجوقتی نماز میں دھوکے سے آکر نماز پڑھے اور امامت کرے اور وہ ہمیشہ اپنے محلہ میں موجود رہتا ہے اور اپنی نماز پنجوقتی اور امامت کا خیال نہیں کرتا ہے اور مسجد میں ایک ہفتہ میں جمعہ کی نماز پڑھانے کے واسطے آیا کرتا ہے اور ہمیشہ امامت کا جستجو (فخر) رکھتا ہے کہ ہم امام ہیں ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں اور اس امام کی شرکت کرنے والے جو لوگ ہیں اُن کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب

جس شخص کو جمعہ کا امام مقرر کیا ہے وہ اگر فقط جمعہ ہی کو آکر امامت کرتا ہے یا اور بھی کبھی کبھی آجاتا ہے یا نہیں آتا اور اپنے محلہ میں نماز با جماعت پابندی سے پڑھتا ہے تو اُس پر کوئی الزام نہیں، نہ اُس کے شریکوں پر کوئی الزام ہے اور وہ ضرور جمعہ کا امام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۳۴ از شہر فراشی محلہ مسئولہ اہل محلہ معرفت ہدایت اللہ نجار ۱۲ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہ جس کی نسبت تفضیلیہ ہونا کہا جاتا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ طوائفوں کے ساتھ علانیہ خلافِ شرع راہ و رسم وغیرہ رکھتا ہے نیز جس کے سر کے بال بھی مثل عورتوں کے شانوں سے نیچے لٹکتے ہوں وہ کسی جائے نماز پر بلا اجازت اس موقع کے پیش امام کے اگر نمازِ جمعہ ادا کرنے کی غرض سے بحیثیت امام آمادہ ہو اور ایک گروہ کثیر اس کے امام ماننے اور اتباع کرنے کے خلاف ہو اس پر وہ شخص متعدد آدمیوں کا امام بن کر نمازِ جمعہ ادا کرکے مع اپنے ہمراہیوں کے چلا جائے بعد اس کے باقی انبوہ اسی موقع اور جگہ پر وہیں مجوزہ امام کی تقلید سے اس کے پیچھے دوسری بار نمازِ جمعہ ادا کریں تو ایسی صورت میں پہلے امام کی نماز جو اُس نے ادا کی ہے جائز ہوئی یا دوسرے امام کی یا دونوں نہ ہوئیں۔

الجواب

مسلمانو! نماز حکمِ شرعی ہے احکامِ شرع کے مطابق ہی ہوسکتی ہے کوئی خانگی معاملہ نہیں کہ جس نے جب چاہا کرلیا، حکمِ شرعی یہ ہے کہ اقامتِ جمعہ کے لئے سلطانِ اسلام یا اُس کا نائب یا اُس کا ماذون شرط ہے اور جہاں سلطانِ اسلام نہ ہو عالمِ دین فقیہ معتمد اعلم اہل بلد کے اذن سے امام جمعہ و عیدین مقرر ہوسکتا ہے اور جہاں یہ بھی نہ ہو

marfat.com

Marfat.com

نحوہ عند الترمذی وابن ماجۃ۔ ... نے روایت کیا ہے۔

اور ان سب سے سخت تر و ناپاک تر اُس کا وہ قول مردود ہے کہ کلمہ طیبہ میں دخال کی بد بختی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہنے کی کیا ضرورت! اگر اس سے یہ مراد لیتا ہے کہ اسلام لانے کو صرف لا الٰہ الا اللہ کافی ہے محمد رسول اللہ کی حاجت نہیں جب تو قطعاً یقیناً زا کافر مرتد ہے۔ عورت اُس کی اُس کے نکاح سے نکل گئی، پاس جائے گا تو زنا ہوگا، اولاد ہوگی تو ولد الزنا ہوگی۔ عورت کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرلے۔ اور اگر یہ مراد نہیں تاہم اس ناپاک کلام کی طرز سوق سخت گستاخی و بے باکی سے خبر دے رہی ہے۔ اور وہ لفظ کہ "جنت میں نہ جائے گا تو کیا اعراف میں نہ جائے گا" دین متین کے ساتھ استہزاء کا پتا دیتا ہے۔ بہرحال اس قدر میں شک نہیں کہ شخص مذکور فاسق فاجر گمراہ بدمذہب ہے اُس کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز و ممنوع ہے کما حققناہ فی رسالتنا النھی الاکید وذکرناہ فی عدۃ مواضع من فتاوٰنا (اس کی تفصیل ہم نے اپنے رسالہ النھی الاکید اور اپنے فتاوٰی میں متعدد جگہ پر کی ہے۔ ت) مسلمان اس سے توبہ لیں اگر توبہ کرلے فبہا ورنہ اس کے ساتھ وہ معاملہ برتیں جو بددینوں کے ساتھ چاہئے واللہ الہادی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

---

marfat.com

Marfat.com

ومن صلح اماما فی غیرھا (فی غیر صلٰوۃ الجمعۃ) صلح فیھا ای ان ام المسافر او العبد فی الجمعۃ صحت الخ[1]

جو اس (نماز جمعہ) کے علاوہ میں امام بننے کی صلاحیت رکھتا ہے وہ اس میں بھی امام بن سکتا ہے، یعنی اگر مسافر، مریض یا غلام نے جمعہ کی امامت کرائی تو جمعہ صحیح ہوگا الخ (ت)

کیا اس عبارت مختصر وقایہ وشرح وقایہ سے یہ تقیید مترشح ہوتی ہے کہ جو نابینا متصف بہمہ اوصاف مذکورہ بالا ہو اُس کے امام بننے سے مقتدیوں کی نماز نہیں ہوتی، نسخہ بحر الرائق جلد اول ص ۳۶۹ کی عبارت صاف دال ہے کہ ابن ام مکتوم جو نابینا تھے امام بنائے گئے تھے بحوالہ کتب جواب مرحمت فرمائیے۔

الجواب

نابینا سُنّی صحیح العقیدہ صحیح الطہارۃ صحیح القرأۃ بلاشبہ امام ہوسکتا ہے صرف اس کا "غیر" اولٰی ہے اگر یہ اُس سے مسائل نماز وطہارت میں علم زیادہ نہ رکھتا ہو ورنہ یہی اولٰی ہے کما فی الدر[2] وغیرہ (جیسا کہ درمختار وغیرہ میں نابینا کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ ت) عبارت مذکورہ سوال کو امامت نابینا کی نفی سے کوئی تعلق نہیں، ہاں جمعہ و عیدین میں بینا ہو یا نابینا وہی شخص امام ہوسکتا ہے جو خود سلطانِ اسلام ہو یا اُس کا ماذون یا وہاں کا اعلم اہل بلد یا اُس کا ماذون ہو ورنہ بضرورت جسے عام مسلمانوں نے ان نمازوں میں امام مقرر کیا نابینا اگر ان پانچ میں سے ہے تو جمعہ عیدین اسی کے پیچھے ہوسکیں گے اور بینا اگر ان میں سے نہیں تو اُس کے پیچھے نہ ہوں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۳۶: از بشارت گنج ضلع بریلی مسئولہ حاجی رضا خاں صاحب ۴ رجب ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید قوم سادات سے ہے اور امامت بھی کرتا ہے وہابیہ اور سُنّی عالم کو یکساں سمجھتا ہے، مسئلہ علم غیب کا جب ذکر آتا ہے جواب میں یہ کہتا ہے یہ مسئلہ جدید نہیں ہے قدیم سے اسی طرح جھگڑا ہوتا چلا آیا ہے اور عالم باہمی تقریر او رحجت کرتے چلے آئے ہیں اس مسئلہ کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے اور مسائل ایک مفتی سُنّی عالم کے جو کہ واجبات سنّت ومستحب سے تعلق رکھتے ہیں اُن کے بارے میں کہتا ہے کہ کرے تو ثواب ہے نہ کرے تو حرج نہیں اور خلاف کمیٹی جو علمائے وہابیہ کر رہے ہیں اُن کی امداد پہنچانے کی غرض سے نہایت کوشش سے چندہ فراہم کرکے پہنچاتا ہے اور جب یہ کہا جاتا ہے کہ سُنّی عالم انکار کرتے ہیں تو جواب میں کہتا ہے کہ ہم کس کا منہ پکڑیں لوگ تو سُنّی عالموں کو طرفدارِ انگریز وملازم کہتے ہیں، عمرو ایک سُنّی مفتی عالم کا مرید ہے

---

[1] شرح وقایہ باب الجمعہ مطبوعہ المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۲۴۲
[2] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

marfat.com

Marfat.com

لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ علیہ ربہ وسلم ومن ؛

دیتا ہوں اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، ذات و صفات میں اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے برگزیدہ بندے اور رسول ہیں، ان پر ان کے رب کی طرف سے صلوٰۃ وسلام اور کرم و عنایت ہو۔ (ت)

امابعد یہ چند سطور کاشفۃ السطور جلیلۃ العائدہ جمیلۃ العائدہ میں اظہار صواب میں اُس سوال کے جواب میں جو فقیر ناسزا عبدالمصطفیٰ احمد رضا محمدی سُنّی حنفی قادری برکاتی بریلوی غفر اللہ لہ وحقق املہ کا صلح عملہ کے پاس مولوی فضل الرحمٰن صاحب حفظ عن الشرور امام جامع مسجد فیروزپور کا بمجانب فیروزپور ملک پنجاب سے آیا فقیر ان دنوں ایک مبارک رسالہ بجواب سوال مونگیر بنگالہ مسمّٰی بہ تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین لکھنے میں مشتغل اور اُس کے بعد اور چند مسائل دیگر بلاد کو مسئلہ پنجاب پر حق تقدم حاصل، جب اُن سے فراغت پائی اس کی نوبت آئی النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید (۱۳۰۵ھ) اس تحریر کا نام اور یہی اس کی تاریخ آغاز و انجام اس رسالہ میں اصل مقصود یہ ظاہر کرنا ہے کہ غیر مقلدوں کے پیچھے نماز ناروا ہے اس کے ضمن میں اُن کے بعض عقائد و اقوال و مکائد و دیگر فوائد بہ نہایت اجمال تحریر میں آئے، مولیٰ سے مسئول کہ قبول فرمائے اہل اسلام و سنت کو نفع پہنچائے، ازانجا کہ موضوع رسالہ رد مخالف نہیں، لہٰذا لحاظ مجادل سے کنارہ گزیں کہ وہ تو ایک فتویٰ ہے جواب مسئلہ کی حد پر مقتصر اور اپنے موافقوں پر ایک حکم کا مظہر جسے اس رنگ کا کلام مشتاق بنائے تصانیف افاضل یا فقیر حقیر کے دیگر رسائل مندرجہ مجموعۂ الباہرۃ الشاہرۃ علی مارقۃ المشارقۃ کی طرف رجوع لائے وحسبنا اللہ ونعم الوکیل وافضل الصلاۃ علی الحبیب الجمیل و اٰلہ وصحبہ بالوف التبجیل اٰمین اٰمین یا عزیز یا جلیل۔

نقل عبارت استفتا

مسئلہ ۴۲۵ باسمہ سبحانہ۔ بخدمت بابرکت حضرت مولٰینا و بالفضل والکمال اولٰنا مخدوم مکرم معظم حضرت مولٰینا احمد رضا خاں صاحب سلمہ الرحمٰن۔ سلام مسنون بہ نیاز مقرون کے بعد عرض ہے کہ للہ اس استفتا کا جواب مرحمت فرمائیں کہ عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہوں۔ مولوی غلام نبی صاحب امام مسجد قصابان خورد جو شاگرد مولویان لکھنؤ کے علاقہ فیروزپور کے ہیں اول انھوں نے رسالہ شاہ طیور جس میں حضرت ابن عربی اور مولٰینا روم و مولانا عبدالرحمٰن جامی علیہم الرحمۃ کی تکفیر درج تھی اور وہ رسالہ مطبع فیروزپور میں حافظ محمد صاحب لکھنوی نے چھاپا تھا

marfat.com

Marfat.com

ہے۔

وجیہ المذہب بفعل عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ حین صلی بقومہ بالتیمم لخوف البرد من غسل الجنابۃ وھم متوضئون ولم یأمرھم علیہ الصلٰوۃ والسلام بالاعادۃ حین علم[1]۔

واللہ تعالٰی اعلم

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کا عمل اس مذہب کی ترجیح کا سبب ہے کہ اُنھوں نے سردی کی وجہ سے غسلِ جنابت کی جگہ تیمم کرکے اپنی قوم کی امامت کی حالانکہ لوگوں نے وضو کیا ہوا تھا، اور جب حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کی خدمت میں یہ معاملہ پیش ہوا تو آپ نے نماز لوٹانے کا حکم نہیں فرمایا (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۸۶ ۲۷ شوال ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک امام فقط نمازِ جمعہ پڑھاتا ہے دیگر اوقاتِ پنجگانہ نمازیں کبھی امامت نہیں کرتا اور اس امامتِ جمعہ کے عوض میں سال بھر کے بعد رمضان المبارک کے آخر جمعہ میں اور نیز عیدین کی نماز کے بعد اجرت امامت جمعہ و امامت عیدین مصلیین سے طلب کرتا ہے یہ اجرت اُس کو حلال ہے یا حرام، اور باوجود منع بھی اخذ اُجرت سے باز نہیں آتا ایسے شخص کے پیچھے نمازِ جمعہ وعیدین مکروہ ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اُجرتِ امامت اگر اس شخص سے قرار پاگئی ہے کہ فی جمعہ یا ماہوار یا سالانہ اس قدر دیں گے یا خاص اس سے قرارداد نہ ہُوا مگر وہاں اس امامت کی تنخواہ معین ہے اسے بھی معلوم تھی یہ اُسی کے لئے امام بنا اور امام بنانے والوں نے بھی جانا اور مقبول رکھا غرض صراحۃً یا دلالۃً تعین اجرت ہولیا تو یہ اُجرت اُسے حلال ہے اور اس وجہ سے اُس کے پیچھے نماز میں کچھ کراہت نہیں کہ امامت و اذان و تعلیمِ فقہ و تعلیمِ قرآن پر اُجرت لینے کو ائمہ نے بضرورتِ زمانہ جائز قرار دیا ہے کما نصوا علیہ فی الکتب قاطبۃ (جیسا کہ اس پر کتب میں نصوص قاطعہ موجود ہیں۔ ت)، اور جب تعین ہولیا تو اجارہ صحیحہ ہُوا جس میں کوئی مضائقہ نہیں اور اگر اجارہ صراحۃً خواہ دلالۃً واقع تو ہُوا یعنی اس نے اُجرت کے لئے امامت کی اور قوم نے بھی اسے اجیر سمجھا مگر تعین اجرت نہ بیان میں آیا نہ قرائن سے واضح ہوا تو اجارہ فاسدہ ہے وہ اُجرت اُس کے حق میں خبیث ہے اُسے تصدق کر دینے کا حکم ہے مگر اصل اجارہ اب بھی باطل نہیں، نہ طلبِ اجرت ظلم ہے ایسا اجارہ اگر متعدد بار کرے گا فاسق ہوگا اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ،

---

[1] بحرالرائق باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۶۳

marfat.com

Marfat.com

التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا (الی قولہ تعالٰی) وما ترددت عن شیٔ انا فاعلہ ترددی عن قبض[و۱] نفس المؤمن یکرہ الموت وانا اکرہ مساءتہ[۱]

بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اور اس کا پاؤں بنتا ہوں جس سے چلتا ہے (آخر میں اللہ تعالٰی کا یہ بھی فرمان ہے) میں کسی شَے کے بجالانے میں اس طرح تردّد نہیں کرتا جس طرح جانِ مومن قبض کرتے وقت تردّد کرتا ہوں کہ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کے مکروہ سمجھنے کو بُرا جانتا ہوں۔ (ت)

وحدیثِ مسلم[۲]:

یاابن آدم مرضت فلم تعدنی، یاابن آدم استطعمتک فلم تطعمنی، یاابن آدم استسقیتک فلم تسقنی[۲] اخرجاھا عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اے ابنِ آدم! میں بیمار ہوا تو تُو نے میری عیادت نہیں کی، اے ابنِ آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تُو نے مجھے کھانا نہیں دیا، اے ابنِ آدم! میں نے تجھ سے پانی طلب کیا، تُو نے مجھے پانی نہیں دیا، اس کو بخاری ومسلم دونوں نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے (ت)

وحدیثِ مشہور[۳]:

قم الی امش الیک وامش الی اھرول الیک[۳] اخرجہ احمد[و۲] عن رجل من الصحابۃ والبخاری بمعناہ عن انس وعن ابی ھریرۃ

اے بندے! تو میری طرف اُٹھ میں تیری طرف چل پڑوں گا، تو میری طرف چل میں تیری طرف دوڑ پڑوں گا۔ اس کو امام احمد نے ایک صحابی سے اور امام بخاری نے معناً اسے حضرت انس اور حضرت ابوہریرہ ...

---

[۱] صحیح بخاری کتاب الرقاق باب التواضع مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۶۳

[۲] صحیح مسلم باب فضل عیادۃ المریض مطبوعہ نور محمد اصح المطابع ۲/۳۱۸

[۳] المسند لاحمد بن حنبل حدیث رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ دارالفکر بیروت ۳/۴۷۸

[و۱]: بخاری شریف کی روایت میں "عن نفس المؤمن" ہے "قبض" کا لفظ بخاری شریف میں موجود نہیں البتہ فتح الباری مطبوعہ مصر جلد ۱۱ ص ۳۰۱ پر یہ عبارت ہے "او قع فی الحلیۃ" آخر میں کہا "عن قبض روح المومن الخ" نذیر احمد

[و۲]: مسند احمد بن حنبل میں آغازِ حدیث یوں ہے: قال اللہ تعالٰی یاابن آدم قم الی الخ ۔ نذیر احمد

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ ٨٢١ از مراد آباد مرسلہ مولوی محمد عبدالباری صاحب ۷ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ بعد فراغت نماز اگر امام مقتدیوں کو مجبور کرے کہ باتباع اُس کے ویسے ہی بیٹھے رہیں اور نہ اُٹھیں تاخیر میں مقتدیوں کا قریب نصف گھنٹہ کے ضائع ہو اور بصورت عدم شرکت بوجہ مجبوری اُن پر اتہام مذکور بیجا لگائے تو یہ چیز کہاں ثابت، اس کے لئے کون سی حدیث ناطق، اور اُس چیز کا نام سنّتِ نبوی رکھنا اور اُن کو مجبور کرنا حتی کہ اُن پر الزام تو ہب کا نہیں بلکہ تلہب کا لگانا شرع شریف میں کس مقام پر وارد ہے؟

الجواب

امام کو سلام کے بعد مقتدیوں پر کوئی جبر کا اختیار نہیں، سلام سے تو اُس کی ولایت منقطع ہو چکی عین نماز میں جب تک وہ متبوع تھا اور اُس کی پیروی مقتدیوں پر واجب تھی اُس وقت بھی اُسے حرام تھا کہ سنّت سے زیادہ کوئی بات ایسی کرے جو مقتدیوں پر ثقیل وگراں ہو، اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غضب شدید فرمایا اور ایسا کرنے والے کو فتّان بتایا یعنی سخت فتنہ گر، تو بعد نماز بلا وجہ شرعی مجبور کرنا اور نہ ماننے والے کو جھوٹا اتہام لگانا کیسا سخت حرام شدید اور ظلم بعید ہے۔ پھر اس ظلم و حرام کا نام معاذ اللہ سنّت رکھنا نہایت سخت اشد اور صریح گمراہی اور سنّت پر افترا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ٨٢٢ مسئولہ مکرم احمد اللہ صاحب صدر بازار ہردوئی

تارکِ فرض و واجب نیز سنّتِ مؤکدہ اور تارکِ مستحب و مباح کس درجہ کا گنہگار ہے۔ تارک امورِ خمسہ یا تارکِ مستحب و مباح کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

فرض کے ایک بار ترک سے فاسق ہے اور ترک واجب کی عادت سے، سنّتِ مؤکدہ حکم میں قریب واجب ہے۔ فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے، اور فسق بالاعلان ہو تو اسے امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب، مستحب و مباح کے ترک میں کچھ گناہ نہیں، نہ ان کے تارک کی امامت میں کچھ نقص۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ٨٢٣ از شہر کہنہ ۲۷ رجب ۱۳۲۰ھ

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں کہ امام ضم سورہ میں اس قدر دیر کرتا ہے کہ بعد آمین کہنے کے کلمہ طیبہ پڑھ لیا جائے اس قدر دیر کرنا امام کو جائز ہے یا نہیں۔ اس کو منع کیا گیا کہ اس قدر دیر نہ کیا کرو، تو وہ کہتا ہے کہ سورۃ سوچنے میں دیر ہو جاتی ہے اور وہ دیر کرنے کو نہیں چھوڑتا ہے۔ پس اس امام کی اقتداء سے نماز میں کسی

marfat.com

Marfat.com

معاجیمہ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

امام طبرانی ... رضی اللہ تعالٰی عنہ ...

وحدیث ۱۰:

قولہ عزوجل اعطیھم من حلمی وعلمی[1] اخرجہ احمد والطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرک والبیھقی فی شعب الایمان باسناد صحیح عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اللہ عزوجل کا فرمان ہے میں ان کو اپنا علم و حلم عطا کرتا ہوں۔ اس کو احمد و طبرانی نے کبیر میں، حاکم نے مستدرک اور بیہقی نے شعب الایمان میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

وحدیث ۱۱:

من زھد فی الدنیا علمہ اللہ بلا تعلم وھداہ بلا ھدایۃ وجعلہ بصیرا وکشف عنہ العمی[2]۔ اخرجہ ابونعیم فی حلیۃ الاولیاء عن سید الاولیاء امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجھہ۔

جو دنیا سے بے رغبت رہا اسے اللہ تعالٰی بغیر حصولِ علم کے علم اور بغیر حصولِ ہدایت ہدایت دیتا ہے، اسے صاحبِ بصیرت بناتا ہے اور اس سے گمراہی اور تاریکی کو دور کردیتا ہے۔ اسے امام ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں سید الاولیاء امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

وحدیث ۱۲:

دع عنک قول معاذ فان اللہ یباھی بہ الملئکۃ قالہ لرجل قال لہ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ تعال حتی نؤمن ساعۃ فشکاہ الرجل الی النبی صلی اللہ

قولِ معاذ کو چھوڑ دو (یعنی قولِ معاذ کو برا نہ جانو) کیونکہ اللہ تعالٰی ملائکہ میں اس کے ساتھ فخر فرماتا ہے۔ یہ بات آپ نے اس شخص سے فرمائی جسے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا تھا کہ آؤ ہم ایک گھڑی ایمان ...

---

[1] مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث ابی الدرداء رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۶/۵۰
نوادر الاصول الاصل الحادی والعشرون فی خصوصیۃ ہذہ الامۃ مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۲۹ و ۳۰
[2] حلیۃ الاولیاء فضائل ومناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ۱/۷۲

marfat.com
Marfat.com

ہوتی ہے۔ واجب ترک ہوتا ہے۔ فاعل گنہگار ہوتا ہے اس کا پھیرنا گردن پر واجب رہتا ہے نہ پھیرے تو دوسرا گناہ سر پر آتا ہے، ہاں اگر اتنے ہی کپڑے کی قدرت ہے تو ایسی محتاجی میں مجبوری و معافی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لایصلی احدکم فی الثوب الواحد لیس علی عاتقه من شیئ[1] رواه الشیخان عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه۔

ہرگز تم میں کوئی شخص ایک ہی کپڑا پہن کر نماز نہ پڑھے کہ کندھے پر اس کا کوئی حصہ نہ ہو۔ اسے امام بخاری و مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

خطیب بغدادی جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے راوی: نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن الصلٰوۃ فی السراویل وحدہ[2] یعنی صرف پائجامہ سے نماز پڑھنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ خلاصہ و ہندیہ وغیرہما میں ہے:

لوصلی مع السراویل والقمیص عنده یکره[3]

اگر کسی نے فقط شلوار میں نماز ادا کی حالانکہ اس کے پاس قمیص موجود تو نماز مکروہ ہوگی (ت)

نماز میں فرضیت قرآت کا انکار احادیث کثیرہ صحیحہ صریحہ حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا رد اور اجماعِ ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا خرق بلکہ بعد انقطاع اقوال شاذہ اجماع مستقر کا خلاف اور اب گمراہی و ضلالت صاف صاف ہے۔ امام عبدالوہاب شعرانی میزان الشریعۃ الکبرٰی میں فرماتے ہیں:

اجمع الائمة رضی الله تعالٰی عنهم علی ان الصلٰوۃ لاتصح الامع العلم بدخول الوقت وعلی ان للصلٰوۃ ارکاناً داخلةً فیها وعلی ان النیة فرض وکذلك تکبیرة الاحرام والقیام مع القدرة والقرأۃ والرکوع والسجود والجلوس فی التشهد الاخیر (الی ان قال)

تمام ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اتفاق ہے کہ صحتِ نماز کے لئے نمازی کو اس بات کا علم ہونا ضروری ہے کہ نماز کا وقت شروع ہوچکا ہے، اس پر بھی اتفاق ہے کہ نماز کے ارکان نماز میں داخل ہیں، اس پر بھی اتفاق ہے کہ نیت فرض ہے، اسی طرح تکبیر تحریمہ اور قدرت کے ساتھ قیام، قرآت، رکوع، سجود، اخیری تشہد

---

[1] صحیح بخاری باب اذا صلی فی الثوب الواحد الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۲
صحیح مسلم باب الصلٰوۃ فی ثوب واحد الخ " نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۱۹۸
[2] تاریخ بغداد حدیث ۲۵۹۴ " دار الکتاب العربی بیروت ۵/۱۳۸
[3] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلٰوۃ و ما لایکرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۰۶

marfat.com

Marfat.com

فبثثته واما الاخر فلو بثثته قطع هذا البلعوم۔[1] اخرجه البخاری۔

دوسرا بیان کہ اللہ تو میرا [illegible] کو بخاری نے روایت کیا (ت)

وآیت:

یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ۔[2]

ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ (ت)

وآیت:

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی۔[3]

اور اے محبوب! وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھی۔ (ت)

وآیت:

اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔[4]

تو تم جدھر منہ کرو ادھر وجہ اللہ (خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ) ہے۔ (ت)

وآیت:

قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا۔[5]

تم فرماؤ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور تمہیں اس کا علم نہ ملا مگر تھوڑا۔ (ت)

وآیت:

اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔[6]

(تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا) جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا۔ (ت)

وآیت:

قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ۝ وَكَیْفَ تَصْبِرُ عَلٰی مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ۝

کہا آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے اور اس بات پر کیونکر صبر کریں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں۔ (ت)

---

[1] صحیح بخاری کتاب العلم باب حفظ العلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ اصح المطابع کراچی ۱/۲۳

[2] القرآن ۴۸/۱۰ [3] القرآن ۸/۱۷

[4] القرآن ۲/۱۱۵ [5] القرآن ۱۷/۸۵

[6] القرآن ۱۸/۶۵ [7] القرآن ۱۸/۶۷ [8] القرآن ۱۸/[illegible]

marfat.com

Marfat.com

انکار صریح ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاصلٰوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب[1]۔ یعنی بے سورہ فاتحہ کے نماز ناقص ہے۔ رواہ الائمۃ احمد والستۃ عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (اسے امام احمد اور اصحاب صحاح ستہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

دوسری حدیث میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من صلی صلاۃ لم یقرأ فیہا بفاتحۃ الکتاب فھی خداج[2]۔ رواہ احمد ومسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی عن ابی ھریرۃ واحمد وابن ماجۃ عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

یعنی جو نماز بے سورہ فاتحہ کے ہو وہ ناقص ہے۔ اس کو امام احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے۔

تیسری حدیث میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امرہ ان یخرج فینادی ان لاصلٰوۃ الا بقرأۃ فاتحۃ الکتاب فمازاد[3]۔ رواہ احمد وابوداؤد۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ باہر جاکر منادی کردیں کہ بے سورۃ فاتحہ اور کچھ زائد قرأت کی نماز ناقص ہے۔ اس کو امام احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

چوتھی حدیث میں ہے، فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

لا تجزئ صلاۃ الا بفاتحۃ الکتاب ومعہا غیرہا[4]۔ رواہ الامام الاعظم ابوحنیفۃ رضی اللہ عنہ عن سیدنا ابی سعید الخدری رضوان اللہ تعالیٰ علیہ ومعناہ

نماز کام نہیں دیتی بے فاتحہ اور اس کے ساتھ اور قرآت کے۔ اس کو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا ابوسعید الخدری رضوان اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت کیا اور معناً اسی طرح ترمذی اور ابن ماجہ

---

[1] صحیح بخاری باب وجوب القرأۃ للامام الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰۴

[2] صحیح مسلم باب وجوب قرأۃ الفاتحہ فی کل رکعۃ الخ " نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۱۷۰

[3] المسند لاحمد بن حنبل از مسند ابی ہریرہ " دارالفکر بیروت ۲/۴۲۸

[4] مسند الامام اعظم مع تنسیق النظام کتاب الصلٰوۃ " نور محمد اصح المطابع کراچی ص ۵۸

marfat.com

Marfat.com

وآیت:

وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ ذٰلِكَ تَاْوِیْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَلَیْهِ صَبْرًا[1] اور یہ کچھ میں نے اپنے حکم سے نہ کیا یہ پھیر ہے (وجہ) ہے ان باتوں کا جس پر آپ سے صبر نہ ہو سکا

وغیرہ ذلک آیات و احادیث سمجھ والوں کے لئے علم باطن اور اس کے رجال و مضائق، مجال دقائق، اقوال و دقائق افعال کا پتا دینے کو بہت ہیں،

ومن لم یجعل الله له نورًا فما له من نور[2] اور جسے اللہ تعالٰی نور نہ دے اس کے لئے کہیں نور نہیں (ت)

یا نہ اس بحرِ عمیق کے لئے ساحل، نہ یہ حضرات اُس کی سیر کے قابل، نہ اُس معنی سے اصل غرضِ سائل، لہذا فقیر این و آں سے قطع نظر کرکے نفس مرام مسئول عنہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے یعنی نماز میں حضرات غیر مقلدین کی اقتدا کا حکم کیا ہے، اور از انجا کہ اس کی تنقیح اُن کی کشف بعض بدعات پر موقوف لہذا اس بارے میں ایک اجمالی مقدمہ لکھ کر عنانِ قلم بجانب جواب مصروف، ہر چند اس باب میں علماء متعدد تحریریں کرچکے مگر امید کرتا ہوں کہ بحول اللہ تعالٰی یہ موجز تحریر کافی و کافل وافی و کامل شافی و نافع صافی و ناصع واقع ہو و باللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق انہ نعم المولی و نعم المعین و الحمد للہ رب العٰلمین۔

مقدمۃ فی الکلام الاجمالی علی بدعۃ غیر المقلدین

یا معشر المسلمین یہ فرقہ غیر مقلدین کہ تقلید ائمہ دین کے دشمن اور بیچارہ عوام اہل اسلام کے رہزن ہیں، مذاہبِ اربعہ کو چوراہا بتائیں، ائمہ ہُدٰی کو احبار و رہبان ٹھہرائیں، سچے مسلمانوں کو کافر و مشرک بنائیں، قرآن و حدیث کی آپ سمجھ رکھنا، ارشاداتِ ائمہ کو جانچنا پرکھنا ہر عامی جاہل کا کام کہیں، بے راہ چل کر، بیگاہ مچل کر، حرامِ خدا کو حلال کردیں حلالِ خدا کو حرام کہیں، آن کا بدعتی بدمذہب گمراہ بے ادب ضال مضل غوی مبطل ہونا نہایت جلی و اظہر بلکہ عند الانصاف یہ طائفہ تالفہ بہت فرق اہلِ بدعت سے اشر و اضر و اشنع و افجر کما لا یخفی علی ذی بصر (جیسا کہ کسی بھی صاحبِ بصیرت پر مخفی نہیں۔ت) صحیح بخاری شریف میں تعلیقًا اور شرح السنۃ امام بغوی و تہذیب الآثار امام طبری میں موصولًا وارد۔

کان ابن عمر یراھم شرار خلق الله وقال لیعنی عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما خوارج کو بدترین

---

[1] القرآن ۱۸/ ۸۲ [2] القرآن ۲۴/ ۴۰

marfat.com

Marfat.com

النّھی الاکید عن الصّلاۃ وراء عدی التقلید

(دشمنِ تقلید کے پیچھے نماز ادا کرنا سخت منع ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ھدانا السنن ٭ ووقانا المحن ٭ وجعل فینا کل امام حسن ٭ بہ یتأسّٰی وعلیہ یؤتمن ٭ واغنانا ان نقتدی باھل الفتن ٭ والصلاۃ الحانۃ والسلام الاحنّ ٭ علی الامام الامین الامان الامنّ محمد مربّی الروح والبدن ٭ والہ وصحبہ فی السر والعلن ٭ والائمۃ المجتھدین مصابیح الزمن ٭ کاشفی ما خفی و مظھری ما بطن ٭ الثقات السراۃ ھداۃ السنن ٭ السقاۃ الفراۃ من فراۃ السنن وعلینا بھم یا عظیم المنن ٭ واشھد ان

تمام خوبیاں اُس ذاتِ اقدس کے لئے جس نے ہمیں صحیح راہ کی ہدایت عطا کی اور ہمیں محنت و مشقت سے بچالیا، ہم میں اچھے و اعلیٰ امام بنائے جن کی اقتدا کی جاتی ہے اور ان پر اعتماد کیا جاتا ہے، ہمیں اہلِ فتن کی اقتدا سے محفوظ کیا۔ نہایت ہی عاجزانہ طور پر صلاۃ وسلام ہو اس امام و مقتدا پر جو امین، جائے پناہ اور سب سے بڑے محسن ہیں جن کا اسم مبارک محمد ہے جو رُوح و بدن کے مربّی ہیں، ان کی آل و اصحاب پر بھی سرًّا و جہرًا، ان ائمہ مجتہدین پر بھی جو اپنے اپنے زمانے کے لئے چراغ ہیں، مخفی امور کو کھولنے اور باطنی معاملات کو ظاہر کرنے والے، رازوں کے پختہ محافظ سُنن نبی کی طرف ہادی، سنن کی نہر فرات سے مشکیزے بھر بھر کر پلانے والے، اے احسان فرمانے والے ان کے ساتھ ہم پر بھی رحمتوں کا نزول ہو۔ میں گواہی

marfat.com

Marfat.com

اِس خبرِ صادق مخبرِ صادق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مطابق عبدالوہاب نجدی کے [illegible]

پدر اگر نتواند پسر تمام کند

(باپ اگر نہ کرسکا تو بیٹا تمام (مکمل) کر دے گا)

تیرھویں صدی میں حرمینِ طیبین پر خروج کیا اور ناکردنی کاموں ناگفتنی باتوں سے کوئی دقیقہ [illegible] اٹھا نہ رکھا۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1]۔ اور اب جان جائیں گے ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ (ت)

حاصل اُن کے عقائد زائغہ کا یہ تھا کہ عالم میں وہی مشت ذلیل موحد مسلمان ہیں باقی تمام مومنین معاذ اللہ مشرک اسی بنا پر اُنھوں نے حرمِ خدا و حرمِ مصطفٰے علیہ افضل الصلوٰۃ والثناء کو عیاذًا باللہ دار الحرب اور وہاں کے سُکانِ کرام ہمسایگانِ خدا و رسول کو (خاکم بدہانِ گستاخاں) کافر و مشرک ٹھہرایا اور بنام جہاد خروج کرکے بوالسے فتنہ عظمٰے یعنی شیطنت کبرٰی کا پرچم اُڑایا۔ علامہ فہامہ خاتمۃ المحققین مولٰنا امین الدین محمد بن عابدین شامی قدس سرہ السامی نے کچھ تذکرہ اس واقعہ ہائلہ کا فرمایا رد المحتار حاشیہ درمختار کی جلد ثالث کتاب الجہاد باب البغاۃ میں زیرِ بیانِ خوارج فرماتے ہیں:

کما وقع فی زماننا فی اتباع ابن عبد الوھاب الذین خرجوا من نجد و تغلبوا علی الحرمین وکانوا ینتحلون مذھب الحنابلۃ لکنھم اعتقدوا انھم ھم المسلمون وان من خالف اعتقادھم مشرکون واستبحوا بذلک قتل اھل السنۃ وقتل علمائھم حتی کسر اللہ تعالٰی شوکتھم وخرب بلادھم وظفر بھم عساکر المسلمین عام ثلث وثلثین ومائتین والف[2]۔

یعنی خارجی ایسے ہوتے ہیں جیسا ہمارے زمانے میں پیروانِ عبدالوہاب سے واقع ہوا جنھوں نے نجد سے خروج کرکے حرمین محترمین پر تغلب کیا اور وہ اپنے آپ کو کہتے تو حنبلی تھے مگر اُن کا یہ عقیدہ تھا کہ بس وہی مسلمان اور جو اُن کے مذہب پر نہیں وہ سب مشرک ہیں اس وجہ سے اُنھوں نے اہلسنت و علمائے اہلسنت کا قتل مباح ٹھہرا لیا یہاں تک کہ اللہ تعالٰی نے اُن کی شوکت توڑ دی اور اُن کے شہر ویران کئے اور لشکرِ مسلمین کو اُن پر فتح بخشی ۱۲۳۳ھ میں۔

والحمد للہ رب العلمین۔

---

[1] القرآن ۲۶/ ۲۲۷

[2] رد المحتار کتاب الجہاد مطبوعہ مصطفٰے البابی مصر ۳/ ۳۳۹

marfat.com

Marfat.com

اس کی تصدیق پر اپنے دستخط کر دیے تھے جس کے شاہد بہت لوگ موجود ہیں اور اس کا کسی قدر ذکر رسالۂ تصریح الجانب فریدکوٹ کے صفحہ ۱۳ کے متن وحاشیہ میں مندرج ہے۔ پھر جب ریاست فریدکوٹ میں علمائے مقلدین کا مناظرہ ہوا تھا تب بھی یہ مولوی صاحب بشمول علمائے غیر مقلدین کے تھے اور ان کے زمرہ میں ریاست سے رخصت نامہ لے کر واپس آئے تھے جیسا کہ اشتہار ۱۱ فروری ۱۸۸۲ء مطبوعہ ریاست فریدکوٹ اس پر شاہد ہے اور رسالہ کے صفحہ ۱ میں بھی اس کا نام بزمرۂ غیر مقلدین شامل ہے۔ پھر مسائل اور واقعات ان کے بھی صریح غیر مقلدی کی دلیل ہیں جن کا نمونہ ایک یہ ہے کہ مسماۃ فاطمہ بنت امام الدین خاں کو جب اس کے شوہر نے مطلقہ کیا اور طلاق نامہ تحریر ہوا تو بائیس روز بعد ازاں عدت کے اندر ہی مولوی مشار الیہ نے اس مطلقہ کا نکاح بابو مین ملازم مسکوٹ لال کرتی سے منعقد کر دیا اور اس کی دلیل مولوی جمال الدین امام مسجد بوچڑان کلاں کو دکھلائی کہ حدیث ترمذی سے ثابت ہے کہ خلع کی عدت ایک حیض ہوتا ہے، اس پر جواب دیا گیا کہ دینی کتابوں میں مثل فتح القدیر وغیرہ کے صریح لکھا ہے کہ خلع طلاق ہے بسند حدیث بخاری وغیرہ کے اور جمہور اماماں سلف وخلف کا یہی مذہب ہے کما فصل فی باب الخلع (جیسا کہ باب خلع میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ت) اور باب عدت میں بھی مذکور ہے کہ طلاق اور خلع اور لعان سب کی عدت تین حیض ہیں اھ مترجماً، پس یہ نکاح عدت کے اندر حنفی مالکی شافعی سب کے نزدیک ناروا ہے جو شخص غیر مقلد ایسے اطوار کا طور رکھے اور حرام کو حلال بتا دینے تک نوبت پہنچائے تو اس کے پیچھے اقتدا روا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ حررہ فقیر محمد فضل الرحمٰن امام جامع مسجد صدر بازار فیروزپور پنجاب ۱۰ شوال ۱۳۰۵ھ (محمد فضل الرحمٰن)

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

الجواب

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ کو زید و عمرو کی ذات سے غرض نہیں اور حضرات اولیائے کرام قدست اسرارہم کی شان عظیم میں بعد وضوح حق اس کلمۂ ملعونہ کہنے کا جواب جو روز قیامت ملے گا بس ہے، وہ حضرات جرأت شعار جسارت دثار جن کا مسلک عامۂ ائمہ وعلمائے کبار کو عیاذاً باللہ مشرک بتائے اُن سے مدارک دقیقہ حقائق اولیاء تک نہ پہنچنے کی کیا شکایت کی جائے علاوہ بریں یہ مسئلہ خود اس قابل کہ اس میں ایک رسالہ مستقلہ تصنیف میں آئے اور خدا انصاف دے تو حدیث بخاری:

حتی احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ

جب میں بندے کو محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کی سمع (کان) بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بنتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اس کا ہاتھ

marfat.com

Marfat.com

ساتھی کدھر کھسک جاتے ہیں، کیا تمہارا طائفہ دنیا کے پردے سے کہیں الگ بستا ہے جو تمہیں اٰ شرار الناس و بدترین خلق میں ہوتے جن کے دل میں رائی کے دانے برابر ایمان کا نام نہیں صاف ہم کفار کی طرف پھر کر بتوں کی پوجا میں مصروف ہیں، سچ آیا حدیث مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد کہ حبک الشئی یعمی و یصم[1] (شئی کی محبت تجھے اندھا اور بہرا کر دے گی۔ت) شرک کی محبت نے اس ذی ہوش کو ایسا اندھا بہرا کر دیا کہ خود اپنے کفر کا اقرار کر بیٹھا، غرض تو یہ ہے کہ کسی طرح تمام مسلمان معاذ اللہ مشرک ٹھہریں اگرچہ پہلے شگون کو اپنا ہی چہرہ ہموار ہو جائے، اور اس بیباک چالاک کی نہایت عیاری یہ ہے کہ اسی مشکوٰۃ کے اسی باب لاتقوم الساعۃ الاعلی شرار الناس[2] میں اسی حدیث مسلم کے برابر متصل بلا فصل دوسری حدیث مفصل اسی صحیح مسلم کی عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے موجود تھی جس سے اس حدیث کے معنے واضح ہوتے اور اس میں صراحۃً ارشاد ہوا تھا کہ یہ وقت کب آئے گا اور کیونکر آئے گا اور آغاز بت پرستی کا منشا کیا ہوگا، وہ حدیث مختصراً یہ ہے:

وعن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یخرج الدجال فی امتی فیمکث اربعین فیبعث اللہ عیسی بن مریم فیھلکہ ثم یمکث فی الناس سبع سنین لیس بین اثنین عداوۃ ثم یرسل اللہ ریحا باردۃ من قبل الشام فلا یبقی علی وجہ الارض احد فی قلبہ مثقال ذرۃ من خیر او ایمان الاقبضتہ حتی لوان احدکم دخل

یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں میری امت میں دجال نکل کر چالیس[ع] تک ٹھہرے گا پھر اللہ تعالٰی عیسٰی بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام کو بھیجے گا وہ اسے ہلاک کریں گے پھر سات برس تک لوگوں میں اس طرح تشریف رکھیں گے کہ کوئی دو دل آپس میں عداوت نہ رکھتے ہوں گے اس کے بعد اللہ تعالٰی شام کی طرف سے ایک ٹھنڈی ہوا بھیجے گا کہ روئے زمین پر جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان

ع راوی نے کہا مجھے نہیں معلوم کہ چالیس دن فرمایا یا مہینے یا برس انتہی، اور دوسری حدیث میں چالیس دن کی تصریح ہے پہلا دن سال بھر کا، دوسرا ایک مہینہ کا، تیسرا ایک ہفتہ کا، باقی دن عام دنوں کی طرح رواہ مسلم عن النواس بن سمعان رضی اللہ تعالٰی عنہ فی حدیث طویل ۱۲ منہ (م) (اسے امام مسلم نے حدیث طویل میں حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

---

[1] مسند احمد بن حنبل باقی حدیث ابی الدرداء رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۵/۱۹۴

[2] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الفتن باب لاتقوم الساعۃ الخ مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۸۰

marfat.com

Marfat.com

والطبرانی فی الکبیر عن سلمان[1] رضی الله تعالیٰ عنهم۔

اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے (ت)

وحدیث:

واذا احب الله عبداً لم یضرہ ذنب[1]

اخرجه الدیلمی والامام الاجل القشیری وابن النجار فی التاریخ عن انس رضی الله تعالیٰ عنه۔

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو محبوب بنا لیتا ہے تو اسے کوئی گناہ ضرر نہیں دیتا۔ اسے دیلمی، امام اجل قشیری اور ابن نجار نے تاریخ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

وحدیث:

الدنیا والاٰخرۃ حرام علی اهل الله[2]۔

اخرجه فی مسند الفردوس عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما۔

دنیا و آخرت اہل اللہ پر حرام ہیں۔ اسے مسند الفردوس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے (ت)

وحدیث:

انزل القراٰن علی سبعة احرف، لکل حرف منها ظهر وبطن ولکل حرف حد ولکل حد مطلع[3]۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر

قرآن سات حروف (لغتوں) پر نازل ہُوا، ہر حرف کے لئے ظاہر اور باطن ہے ہر حرف کے لئے ایک حد (انتہائے معنی) ہے اور ہر حد کے لئے ظاہر

---

[1] الرسالۃ القشیریۃ باب التوبہ مطبوعہ دار الکتب العربیۃ الکبرٰی مصطفی البابی مصر ص ۴۵

الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۴۳۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۷۷

[2] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۳۱۱۰ ″ ″ ۲/۲۳۰

[3] المعجم الکبیر مروی از عبداللہ ابن مسعود حدیث ۱۰۱۰۷ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۰/۱۳۰

″ ″ ″ ″ حدیث ۸۶۶۷ و ۸۶۶۸ ″ ″ ″ ۹/۱۴۶

ف: معجم کبیر میں مکمل حدیث ایک جگہ پر دستیاب نہیں ہو سکی بلکہ دو حصّوں میں مختلف مقامات سے ملی ہے جبکہ جامع صغیر مع فیض القدیر جلد ۳ مطبوعہ بیروت صفحہ ۵۴ پر یہ حدیث مکمل انہی الفاظ کے ساتھ موجود ہے اور حوالہ بھی طبرانی عن عبداللہ بن مسعود کا دیا ہے، ہو سکتا ہے اعلیحضرت رحمہ اللہ نے جامع صغیر سے دیکھ کر یہ حدیث نقل کی ہو۔ مجمع الزوائد جلد ۷ مطبوعہ بیروت ص ۵۲-۱۵۳ پر بھی یہ حدیث از عبداللہ ابن مسعود منقول ہے۔ نذیر احمد

marfat.com

Marfat.com

من النار[1]۔ دوزخ میں بنالے۔ (ت)

ایسوں کا مذہب معلوم اور عمل بالحدیث کا مشرب معلوم ع
قیاس کن ز گلستاں شان بہار شاں

جب اصول میں یہ حال ہے تو ظاہر ہے کہ فروع مسائل فقہیہ میں حدیثوں کی کیا کچھ گت نہ بناتے ہوں گے۔ پھر دعوی یہ ہے کہ ہم تو خیر البریہ یعنی قرآن اور قول خیر البریہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یعنی حدیث پر چلتے ہیں، سبحن اللہ یہ ہنر اور یہ دعوی سچ فرمایا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے،

یأتی فی اٰخر الزمان قوم حدثاء الاسنان سفہاء الاحلام یقولون من خیر قول البریۃ یمرقون من الاسلام کما یمرق السہم من الرمیۃ لا یجاوز ایمانہم حناجرھم[2]۔ اخرجہ البخاری ومسلم وغیرھما عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالی وجہہ واللفظ للبخاری فی فضائل القراٰن من الجامع الصحیح۔

آخر زمانہ میں کچھ لوگ حدیث السن سفیہ العقل آئیں گے کہ اپنے زعم میں قرآن یا حدیث سے سند پکڑیں گے اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے ایمان ان کے گلوں کے نیچے نہ اترے گا۔ اسے بخاری ومسلم اور دیگر محدثین نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ سے روایت کیا اور مذکورہ الفاظ حدیث جامع صحیح للبخاری کے باب فضائل القرآن سے لئے گئے ہیں۔

واقعی یہ لوگ اُن پُرانے خوارج کے ٹھیک بقیہ ویادگار ہیں وہی مسئلے وہی دعوے وہی انداز وہی وتیرے، خارجیوں کا واب تھا اپنا ظاہر اس قدر متشرع بناتے کہ عوام مسلمین انھیں نہایت پابند شرع جانتے پھر بات بات پر عمل بالقرآن کا دعوی عجب دام در سبزہ تھا اور مسلک وہی کہ ہمیں مسلمان ہیں باقی سب مشرک۔ یہی رنگ ان حضرات کے ہیں آپ موحد اور سب مشرکین، آپ محمدی اور سب بددین، آپ عامل بالقرآن والحدیث اور سب چنیں وچناں بزعم خبیث، پھر ان کے اکثر مکلبین ظاہری پابندی شرع میں بھی خوارج سے کیا کم ہیں اہلسنت کان کھول کر سُن لیں کہ دھوکے کی ٹٹی میں شکار نہ ہوجائیں، ہمارے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا،

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی تعظیم الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۰
[2] صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن باب من رایا بقرأۃ القرآن الخ " قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۵۶

marfat.com

Marfat.com

صلى الله تعالى عليه وسلم، وقال اوما نحن بمؤمنين، فقال له رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ذلك[1]۔ اخرجه سيدى محمد بن على الترمذى عن معاذ رضى الله تعالى عنه۔

لائیں اس شخص نے حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں شکایت کرتے ہوئے عرض کیا کیا ہم اہل ایمان نہیں؟ اس موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مذکورہ جملہ فرمایا تھا۔ اس کو سیدی محمد بن علی ترمذی نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

وحديث[2]:

كان عبد الله بن رواحة رضى الله تعالى عنه اذا لقى الرجل من اصحاب النبى صلى الله تعالى عليه وسلم يقول تعال نؤمن بربنا ساعة فقال ذات يوم لرجل فغضب الرجل فجاء الى النبى صلى الله تعالى عليه وسلم فقال يا رسول الله الا ترى الى ابن رواحة يرغب عن ايمانك الى ايمان ساعة فقال النبى صلى الله تعالى عليه وسلم يرحم الله ابن رواحة انه يحب المجالس التى تباهى بها الملئكة عليهم السلام۔ رواه احمد بسند حسن عن انس بن مالك رضى الله تعالى عنه۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا جب بھی کسی صحابی رسول سے ملاقات ہوتی تو کہتے آؤ ہم اپنے رب کے ساتھ ایک گھڑی ایمان لائیں، ایک دن آپ نے یہی بات ایک شخص سے کہی تو وہ ناراض ہوگیا اور بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے عبداللہ بن رواحہ کے بارے میں نہیں سنا وہ تو آپ پر ایمان لانے کی بجائے ایک گھڑی ایمان کی طرف رغبت دلاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عبداللہ بن رواحہ پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے وہ ایسی مجالس کو پسند کرتا ہے جس پر ملائکہ بھی فخر کرتے ہیں۔ اسے امام احمد نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

وحدیثِ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ[3]:

حفظت عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وعائين فاما احدهما

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے علم کے دو برتن حاصل کئے ہیں ایک کو بیان کرتا ہوں اگر

---

[1] نوادر الاصول الاصل الثانی والسبعون فی الذکر الخفی مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۱۱۰

[2] مسند احمد بن حنبل از مسند انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳/۲۶۵

marfat.com

Marfat.com

بالجملہ یہ حضرات خوارج نہروان کے رشید پس ماندے بلکہ فلرو بیباکی میں اُن سے بھی آگے بڑھ گئے [illegible]
کہ شرک وکفر تمام مسلمین کا دعوٰی اس حدیث سے ثابت کر دکھاتے جس سے ذی ہوش [illegible] استدلال کیا

ع طرفہ شاگردے کہ میگوید سبق استاد را

(کتنا اچھا شاگرد ہے کہ استاد کو بھی سبق سکھاتا ہے)

مگر حضرت حق عزوجل کا حسنِ انتقام لائقِ عبرت ہے چاہ کن را چاہ درپیش من حفر بیرًا لاخیہ فقد وقع
فیہ (جو شخص کسی کے لئے کنواں کھودتا ہے خود اس میں گرتا ہے ۔ ت) حدیث سے سند لائے تھے مسلمانوں کے
کافر مشرک بنانے کو اور بحمداللہ خود اپنے مشرک و کافر ہونے کا اقرار کرلیا کہ جب یہ وقت وہی ہے کہ روئے زمین پر
کوئی مسلمان نہیں تو یہ مستدل بھی انھیں کافروں میں کا ایک ہے قد قضی الرجل علی نفسہ (آدمی نے اپنے خلاف
فیصلہ کیا ۔ ت) اقرار مرد آزار مرد المرء مواخذ باقرارہ (آدمی اپنے اقرار پر گرفتار ہوتا ہے ۔ ت) مدعی
بیچارہ خود کردہ را علاجے نیست میں گرفتار ہوا، اور مسلمانوں کو تو خدا کی امان ہے اُن کے لئے اُن کے سچے نبی
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سچی بشارت آئی ہے کہ یہ اُمتِ مرحومہ ہرگز شرک اور غیرِ خدا کی پرستش نہ کرے گی ۔

[24] امام احمد مسند اور ابن ماجہ سنن اور حاکم مستدرک اور بیہقی شعب الایمان میں حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالٰی عنہ
سے راوی حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی اُمت کی نسبت فرماتے ہیں،

اما انھم لایعبدون شمسا ولا قمرا ولا حجرا ولا وثنا ولکن یراؤن باعمالھم[1]
خبردار ہو بیشک وہ نہ سورج کو پوجیں گے نہ چاند کو نہ پتھر کو نہ بُت کو، ہاں یہ ہوگا کہ دکھاوے کے لئے اعمال کریں گے۔

اسی لئے جب قیامت آنے کو ہوگی اور شرک محض کا وقت آئیگا ہوا بھیج کر مسلمانوں کو اٹھا لیں گے والحمد
للہ رب العٰلمین ۔ پھر اہلِ عرب کے لئے خاص مژدہ ارشاد ہوا ہے کہ وہ ہرگز شیطانی پرستش میں مبتلا نہ ہوں گے۔

[25] احمد و مسلم و ترمذی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
فرماتے ہیں ؛

ان الشیطٰن قد یئس ان یعبدہ المصلون فی جزیرۃ العرب ولکن فی التحریش بینھم[2]
بیشک شیطان اس سے ناامید ہوگیا ہے کہ جزیرۂ عرب کے نمازی اُسے پُوجیں، ہاں اُن میں جھگڑے اُٹھانے کی طمع رکھتا ہے۔

---

[1] المسند لامام احمد بن حنبل حدیث شداد بن اوس رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۴/۱۲۴
[2] " " " " از مسند جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ " کتب خانہ رشیدیہ " ۳/۳۵۴
صحیح مسلم باب تحریش الشیطان الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/۳۷۶
جامع الترمذی باب ماجاء فی التباغض " امین کمپنی دہلی ۲/۱۶

marfat.com

Marfat.com

وآیت :

قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْـَٔلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰۤی اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا

کہا تو اگر آپ میرے ساتھ رہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں (ت)

وآیت :

فَانْطَلَقَا حَتّٰۤی اِذَا رَكِبَا فِی السَّفِیْنَةِ خَرَقَهَا قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَیْـًٔا اِمْرًا قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا

اب دونوں چلے یہاں تک کہ جب کشتی میں سوار ہوئے تو اس بندہ نے اسے چیر ڈالا موسٰی علیہ السلام نے کہا کیا تم نے اسے اس لئے چیرا ہے کہ اس کے سواروں کو ڈبو دو بیشک یہ تم نے بری بات کی کہا میں نہ کہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے۔ (ت)

وآیت :

فَانْطَلَقَا حَتّٰۤی اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِیَّةًۢ بِغَیْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَیْـًٔا نُّكْرًا قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا

پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک لڑکا ملا تو اس بندے نے اسے قتل کر دیا۔ موسٰی علیہ السلام نے کہا کیا تم نے ایک ستھری جان بے کسی جان کے بدلے قتل کر دی، بیشک تم نے بہت بُری بات کی، کہا میں نے آپ سے نہ کہا تھا کہ آپ ہرگز میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے (ت)

وآیت :

قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَیْنِیْ وَ بَیْنِكَ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِیْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا

کہا یہ (وقت) میری اور آپ کی جُدائی کا ہے اب میں آپ کو ان باتوں کا پھیر (یعنی علت و وجہ) بتاؤں گا جن پر آپ سے صبر نہ ہوسکا۔ (ت)

۱؎ القرآن ۱۸/ ۷۰
۲؎ القرآن ۱۸/ ۷۱
۳؎ القرآن ۱۸/ ۷۲
۴؎ القرآن ۱۸/ ۷۴
۵؎ القرآن ۱۸/ ۷۵
۶؎ القرآن ۱۸/ ۷۸

marfat.com

Marfat.com

سے مروی حضور پُرنور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ان الدین لیأرز الی الحجاز کما تأرز الحیۃ الی جحرھا ولیعقلن الدین من الحجاز معقل الاروِیۃ من الجبل[1]

بیشک دین حجاز کی طرف ایسا سمٹے گا جیسے سانپ اپنی بِل کی طرف، اور بیشک دین حجاز میں ایسا اپنا مسکن و مامن بنائے گا جیسے پہاڑی بکری پہاڑ کی چوٹی کو۔

پھر مدینہ امینہ کا کہنا ہی کیا ہے کہ وہ تو خاصوں کا خاص اور دین متین کا اول و آخر ملجا و مناص ہے صلی اللہ تعالٰی علی من جعلھا ھکذا و بارک وسلم (اللہ تعالٰی اس ذاتِ اقدس پر رحمتیں، برکتیں اور سلام نازل فرمائے جس نے شہرِ مدینہ کو یہ شرف بخشا۔ ت) اُس کی نسبت بالتخصیص ارشاد ہوا،

انّ الایمان لیأرز الی المدینۃ کما تارز الحیۃ الی جحرھا[2]۔ رواہ الائمۃ احمد و البخاری ومسلم وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ وفی الباب عن سعد بن ابی وقاص وغیرہ رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

بیشک ایمان مدینے کی طرف یُوں سمٹے گا جیسے سانپ اپنی بِل کی طرف۔ اسے ائمہ کرام احمد، بخاری، مسلم اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس معاملہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بھی حدیث مروی ہے۔

انصاف کیجئے تو صرف یہی حدیثیں اور اُن کی مثال ان سفہا کے ابطال مذہب میں کافی و وافی و برہان شافی کہ اگر ان کا مذہب حق ہے تو اہلِ مدینہ و اہلِ مکہ و اہلِ حجاز و اہلِ عرب و اہل تمام بلاد و دارالاسلام سب کے سب معاذ اللہ مشرکین بے دین ہیں اور مسلمان صرف یہی ہند کے چند بے لجام کثیر الحیف یا نجد کے بعض بے مہار بقیۃ السیف انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اسی طرح وُہ متواتر حدیثیں ان کی مبطل مذہب جن میں ارشاد ہُوا کہ اس اُمتِ مرحومہ کا بڑا حصہ ہرگز گمراہی پر مجتمع نہ ہوگا، میں اُن کی وفور کثرت و کمال شہرت کے سبب یہاں اُن کی نقل سے دست کشی کرتا ہوں ان شاء اللہ تعالٰی تحریر جُداگانہ میں اُن کی شوکتِ قاہرہ کو جلوہ دیا جائے گا، ہر مسلمان اور یہ حضرات خود بھی جانتے ہیں کہ تمام بلادِ اسلامیہ میں اُمتِ مرحومہ مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کروڑوں اربوں آدمی بارک اللہ تعالٰی

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء ان الاسلام بدأ غریبا الخ مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۸۷

[2] صحیح البخاری باب الایمان یأرز الی المدینہ " قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۲

marfat.com

Marfat.com

انھم انطلقوا الی اٰیات نزلت فی الکفار فجعلوھا علی المؤمنین۱؎

خلق اللہ جانتے کہ انھوں نے وہ آیتیں جو کافروں کے حق میں اتریں اٹھا کر مسلمانوں پر رکھ دیں۔

بعینہٖ یہی حالت ان حضرات کی ہے۔ آیہ کریمہ:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللہِ۲؎

انھوں نے اپنے پادریوں اور جوگیوں کو اللہ تعالٰی کے سوا خدا بنالیا۔ (ت)

کہ کفار اہلِ کتاب اور اُن کے عمائد وارباب میں اُتری ہمیشہ یہ بیباک لوگ اہلِ سنّت وائمہ اہلِ سنّت کو اس کا مصداق بناتے ہیں۔ علامہ طاہر پر رحمتِ غافر کہ مجمع بحار الانوار میں قول ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نقل کرکے فرماتے ہیں:

قال المذنب تاب اللہ علیہ واشرھم من یجعل اٰیات اللہ فی شرار الیہود علی علماء الامۃ المعصومۃ المرحومۃ طھر اللہ الارض عن رجسھم۳؎

مذنب کہتا ہے اللہ تعالٰی اس پر رحم فرمائے، ان خارجیوں سے بدتر وہ لوگ ہیں کہ اشرار یہود کے حق میں جو آیتیں اُتریں انھیں اُمتِ محفوظہ مرحومہ کے علماء پر ڈھالتے ہیں اللہ تعالٰی زمین کو اُن کی خباثت سے پاک کرے۔ (ت)

اصل اس گروہ ناحق پژوہ کی نجد سے نکلی، صحیح بخاری شریف میں ہے:

عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال ذکر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال اللھم بارک لنا فی شامنا اللھم بارک لنا فی یمننا قالوا یا رسول اللہ وفی نجدنا قال اللھم بارک لنا فی شامنا اللھم بارک لنا فی یمننا قالوا یا رسول اللہ وفی نجدنا فاظنہ قال فی الثالثۃ ھناک الزلازل والفتن وبھا یطلع قرن الشیطان۴؎

نافع سے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دُعا فرمائی الٰہی! ہمارے لئے برکت دے ہمارے شام میں، ہمارے لئے برکت رکھ ہمارے یمن میں۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! ہمارے نجد میں۔ حضور نے دوبارہ وہی دعا کی الٰہی! ہمارے لئے برکت کر ہمارے شام میں الٰہی! ہمارے لئے برکت بخش ہمارے یمن میں۔ صحابہ نے پھر عرض کی یا رسول اللہ! ہمارے نجد میں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں میرے گمان میں تیسری دفعہ حضور نے نجد کی نسبت فرمایا: وہاں زلزلے اور فتنے ہیں اور وہیں سے نکلے گا شیطان کا سینگ۔ (ت)

۱؎ الصحیح البخاری کتاب استتابۃ المعاندین باب قتال الخوارج والملحدین الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۵۱

۲؎ القرآن ۹/ ۳۱

۳؎ مجمع بحار الانوار تحت لفظ حدث مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۴۲

۴؎ الصحیح للبخاری کتاب الفتن باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الفتنۃ من قبل المشرق مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۵۰
باب ما قیل فی الزلازل والآیات ۱/ ۱۴۱

marfat.com
Marfat.com

آمدہ با کفار مداہنت نمودہ و دار الاسلام را دار الکفر ساختہ اند ہر گاہ در ملکے تشیع رائج شد فتنہ و فساد و نفاق فیما بین فوج فوج بارید، حالت ہندوستان باید دید و حالت ملک عرب و شام و روم را باد سے باید سنجید[1] اھ ملخصاً۔

انھوں نے مداہنت با کفار سے کام لے کر دار الاسلام کو دار الکفر بنا دیا، جہاں کسی ملک اہل تشیع کا غلبہ تھا فتنہ و فساد اور نفاق کے باعث لوگ آپس میں گروہوں میں بٹ گئے۔ ہندوستان کی حالت دیکھ لو اور ملک عرب، شام اور روم کو اس پر قیاس کر لو اھ ملخصاً (ت)۔

یہ سب باتیں بھی حرف بحرف اس طائفہ جدیدہ پر منطبق اول تو انھیں نکلے ایسے کے دن ہوئے تاہم جب سے سر ابھارا سارا غصہ مسلمانوں ہی پر اتارا ہمیشہ مسلمانوں کو مشرک کہا مسلمانوں ہی کے قتل و غارت کا حوصلہ رہا، آخر کچھ دنوں شوکت بھی پائی، فوج و جمعیت بھی ہاتھ آئی، پھر کون سا ملک کافروں سے لیا، کون سا حملہ مشرکوں پر کیا، ہاں خدا و مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے شہروں کو دار الحرب بتایا، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ماننے والوں کا خون بہایا، آدمی کو جب قوت ملتی ہے دل کی دبی بھڑک کر جلتی ہے جس سے غیظ تھا انھیں پہ ٹوٹے، خدا و مصطفٰے کے شہر لوٹے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ وسیعلم الظلموا ای منقلب ینقلبون (عنقریب ظالم جان لے گا کہ اس کا ٹھکانا کہاں ہے۔ ت) جب وہاں ان کا ستارہ لشکر سلطانی نے گرفتار بیت الوبال کیا ان آزاد بلاد نے جہاں نہ کوئی پرسان سنت نہ خبر گیران ملت انھیں جلك علی غاربك (تیری رسی تیرے کاندھے پر ہے۔ ت) کہہ کر لیا قدموں کی برکت کہاں جائے جب نجد اجاڑ کر ہند میں آئے یہاں ان کے دم سے جو فتنہ و فساد پھیلے باہم مسلمانوں میں نفاق و شقاق کے چشمے ابلے، ظاہر و عیاں ہیں، کس پر نہاں ہیں، خصوصاً ان شہروں کی تو پوری شامت جن میں ان کے عمائد کی کثرت کچھ دین قدیم پر جھگڑ رہے ہیں کچھ بگڑ گئے کچھ بگڑ رہے ہیں، باپ سنی ذریت وہابی، شوہر سنی عورت وہابی، گھر گھر فتنے آئے دن فساد، عیش منغص چین برباد، ابتداءً بانی ثانی نے بھی وہی رنگ جمائے، بلادِ اسلام دار الکفر ٹھہرائے، جس سال نجد میں ان کے اکابر کا قلع قمع ہوا آدھ برس چکے کہ ۱۲۳۳ھ تھا اسی سال سے انھوں نے یہاں کے شہروں پر یہ فتوٰی دیا، امام الطائفہ نے ترغیب جہاد کے ضمن میں لکھا:

ہندوستان را دریں جز و زمان کہ ۱۲۳۳ھ یک ہزار و دو صد و سی و سوم ست اکثرش دریں ایام دار الحرب گردیدہ[2]۔

ہندوستان کا اس وقت یعنی ۱۲۳۳ھ میں کہ اس کا اکثر حصہ دار الحرب قرار دیا جا چکا ہے۔ (ت)

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ فصل دوم در مکائد جزئیہ روافض الخ کید یازدہم مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۷

[2] صراط مستقیم فصل چہارم افادہ ۵ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۹۵

marfat.com

Marfat.com

غرض یہ ملّتِ شنیعہ وہاں سے مطرود او رخدا ورسول کے پاک شہروں سے مدفوع و مردود ہو کر اپنے لئے جگہ ڈھونڈتا ہی تھا کہ جہر کے ٹیلوں سے اس دار الفتن ہندوستان کی نرم زمین اسے نظر پڑی، آتے ہی یہاں اپنے قدم جائے، بانیِ فتنہ سفنہ اس مذہب نامہذب کا معلّم ثانی ہوا وہی رنگ آہنگ کفر و شرک پکڑا کہ ان معدودے چند کے سوا تمام مسلمان مشرک، یہاں یہ طائفہ بحکم اَلَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا[1] (وہ لوگ جنھوں نے اپنے دین میں جُدا جُدا راہیں نکالیں اور کئی گروہ ہوگئے۔ ت) خود متفرق ہوگیا ایک فرقہ بظاہر مسائل فرعیہ میں تقلیدِ ائمہ کا نام لیتا رہا دوسرے نے گ

قدمِ عشق پیشتر بہتر
(عشق کا قدم آگے بڑھانا ہی بہتر ہے)

کہہ کر اسے بھی بالائے طاق رکھا، چلئے آپس میں چل گئی وہ انھیں گمراہ یہ اُنھیں مشرک کہنے لگے مگر مخالفتِ اہلسنّت و عداوتِ اہلِ حق میں پھر ملّۃ واحدۃ رہے، ہر چند ان اتباع نے بھی تکفیر مسلمین میں اپنی چلتی گئی نہ کی لیکن پھر کلام الامام امام الکلام (امام کا کلام، کلام کا امام ہوتا ہے۔ ت) ان کے امام و بانی و ثانی کو شرک و کفر کی وہ تیز و تند چڑھی کہ مسلمانوں کے مشرک کا فربنانے کو حدیث صحیح مسلم،

لا یذھب اللیل والنھار حتی یعبد اللات والعزٰی (الٰی قولہ) یبعث اللہ ریحا طیبۃ فتوفی کل من کان فی قلبہ مثقال حبۃ من خردل من ایمان فیبقی من لا خیر فیہ فیرجعون الٰی دین اٰبائھم[2] مشکوٰۃ کے باب لا تقوم الساعۃ الاعلی شرار الناس[3] سے نقل کرکے بے دھڑک زمانہ موجود پر جما دی جس میں حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے "زمانہ فنا نہ ہوگا جب تک لات و عزّٰی کی پھر پرستش نہ ہو اور وہ یوں ہوگی کہ اللہ تعالٰی ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو ساری دنیا سے مسلمانوں کو اُٹھالے گی جس کے دل میں رائی کے دانے برابر ایمان ہوگا انتقال کرے گا جب زمین میں نِرے کافر رہ جائیں گے پھر بتوں کی پوجا بدستور جاری ہوجائے گی" اس حدیث کو نقل کرکے صاف لکھ دیا سو پیغمبرِ خدا کے فرمانے کے موافق ہُوا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہوشمند نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ اگر یہ وہی زمانہ ہے جس کی خبر حدیث میں دی ہے تو واجب ہُوا کہ رُوئے زمین پر مسلمان کا نام و نشان باقی نہ ہو بھلے مانس اب تُو اور تیرے

---

[1] القرآن ۶/ ۱۵۹
[2] صحیح مسلم کتاب الفتن واشتراط الساعۃ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۳۹۴
[3] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الفتن باب لا تقوم الساعۃ الاعلٰی شرار الناس مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۸۰

marfat.com

Marfat.com

اُس کی طرف توجہ کا خیال ہے فاقول مستعینا بالقریب المجیب وما توفیقی الا باللّٰہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

الشروع فی الجواب بتوفیق الملک الوہاب

بلاشبہہ غیر مقلد کے پیچھے نماز مکروہ وممنوع ولازم الاحتراز، اُنھیں باختیار خود امام کرنا تو سُنّی محبِ سنّت وکارہ بدعت کا کام نہیں، اور جہاں وہ امام ہوں اور منع پر قدرت نہ ہو سُنّی کو چاہیے جگہ امام صحیح العقیدہ کی اقتداء کرے حتی کہ جمعہ میں بھی جبکہ اور جگہ مل سکے۔ امام محقق ابن الہمام فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:

یکرہ فی الجمعۃ اذا تعددت اقامتھا فی المصر علی قول محمد وھو المفتی بہ لانہ بسبیل من التحول[1]۔

امام محمد کے مفتی بہ قول کے مطابق جمعہ میں خلاف بدعتی کی اقتداء مکروہ ہے جبکہ شہر میں جمعہ متعدد مقامات پر قائم ہوتا ہو کیونکہ اس صورت میں دوسرے مقام پر منتقل ہونا ممکن ہے (ت)

اور اگر مجبوری اُن کے پیچھے پڑھ لی یا پڑھنے کے بعد حال کھلا تو نماز پھیر لے اگرچہ وقت جاتا رہا ہو اگرچہ مدت گزر چکی ہو کما حققہ المولی الفاضل سیدی امین الدین محمد بن عابدین الشامی رحمہ اللّٰہ تعالٰی فی ردالمحتار (جیسا کہ ہمارے عظیم فاضل سیدی امین الدین محمد بن عابدین شامی رحمہ اللّٰہ تعالٰی نے ردالمحتار میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) فقیر غفراللّٰہ تعالٰی لہ اس حکم کو پانچ دلیلوں سے روشن کرتا ہے، وباللّٰہ التوفیق۔

دلیل اوّل

یہ تو خود واضح اور ہماری تقریر سابق سے لائح کہ طائفہ مذکورہ بدعتی بلکہ بدترین اہلِ بدعت سے ہے، فاضل علامہ سیدی احمد مصری طحطاوی رحمۃ اللّٰہ تعالٰی حاشیہ دُرمختار میں ناقل:

من شذ عن جمھور اھل الفقہ والعلم والسواد الاعظم فقد شذ فیما یدخلہ

یعنی جو شخص جمہور اہلِ علم وفقہ وسوادِ اعظم سے جدا ہو جائے وہ ایسی چیز کے ساتھ تنہا ہوا جو اُسے

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰

marfat.com

Marfat.com

کبد جبل لدخلته علیہ حتی تقبضہ قال فیبقی شرار الناس فی خفۃ الطیر و احلام السباع لا یعرفون معروفا ولا ینکرون منکرا فیتمثل لھم الشیطان فیقول الا تستحیون فیقولون فما تأمرنا فیامرھم بعبادۃ الاوثان ثم ینفخ فی الصور (ملخصا)۔ (رواہ مسلم)

ہوگا اُس کی رُوح قبض کرلے گی یہاں تک کہ اگر تم میں کوئی پہاڑ کے جگر میں چلا جائے گا تو وہ ہوا وہاں جاکر بھی اُس کی جان نکال لے گی اب بدترین خلق باقی رہ جائیں گے فسق وشہوت میں پرندوں کی طرح ہلکے سُبک اور ظلم وشدت میں درندوں کی طرح گراں و سخت جو اصلا نہ کبھی بھلائی سے آگاہ ہوں گے نہ کسی بدی پر انکار کریں گے شیطان ان کے پاس آدمی کی شکل بن کر آئے گا اور کہے گا تمھیں شرم نہیں آتی یہ کہیں گے پھر تو ہمیں کیا حکم کرتا ہے وہ اُنھیں بُت پرستی کا حکم دے گا اس کے بعد نفخ صور ہوگا (ملخصاً)۔

عیار ہوشیار اس حدیث کو الگ بچا گیا کہ یہاں تو سارے مکر کی قلعی کُھلتی اور صاف ظاہر ہوتا کہ حدیث میں جس زمانے کی خبر دی ہے وُہ بعد خروج وہلاک دجال وانتقال عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آئے گا اُس وقت کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ رُوئے زمین پر کوئی مسلمان نہ رہے گا جس طرح احمد[1] و مسلم و ترمذی کی حدیث میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے آیا سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تقوم الساعۃ حتی لا یقال فی الارض اللہ اللہ[2]

قیامت نہ آئے گی جب تک کہ زمین میں کوئی اللہ اللہ کہنے والا رہے۔

اللہ اللہ یہ حدیث بھی مشکوٰۃ بحوالہ مسلم اسی باب کے شروع میں ہے مزوّر چالاک دلدادہ اشراک برابر کی حدیثیں نقل کرتا تو مسلمانوں کو کافر و مشرک کیونکر بناتا اور اس جھوٹے دعوے کی گنجائش کہاں سے پاتا کہ اپنے زمانے کی نسبت کہہ دیا، سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہُوا۔ مسلمان دیکھیں کہ جو عیار صریح واضح متداول حدیثوں میں ایسی معنوی تحریفیں کریں بے پر کی اڑانے میں اپنے باطنی معلم کے بھی کان کتریں جھوٹے مطلب دل سے بنائیں اور انھیں مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مقصود ٹھہرائیں حالانکہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم متواتر حدیث میں ارشاد فرمائیں،

من کذب علیّ متعمدا فلیتبوأ مقعدہ

جو جان بُوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا

---

[1] صحیح مسلم کتاب الفتن باب الدجال مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/۴۰۳

[2] ″ ″ ″ باب ذہاب الایمان آخر الزمان ″ ″ ″ ۱/۸۴

مسند احمد بن حنبل از مسند انس رضی اللہ عنہ ″ دار الفکر بیروت ۳/۱۰۷، ۲۰۱، ۲۶۸

marfat.com

Marfat.com

تحریمی ہے یعنی حرام کی مقارب، گناہ کی جالب، اعادہ نماز کی موجب،

کما اثبتنا علیہ عرش التحقیق بحول ربنا ولی التوفیق فی تحریرلنا مستقل انیق و اجبنا فیہ عما یتراای من خلاف ھذا القول التحقیق بقبول اھل التدقیق ولنذکر طرفا من الکلام افادۃ لمزید التوثیق۔

جیسا کہ اس پر ہم نے اپنی مستقل تصنیف لطیف میں اپنے رب کے فضل و کرم سے خوب تحقیق کی ہے اور اس محقق قول کے خلاف شبہات کا بڑی دقیق نظر سے رد کیا ہے، مزید توثیق کے لئے کچھ گفتگو یہاں کردیتے ہیں۔ (ت)

علما فرماتے ہیں نماز اعظم شعائرِ دین ہے اور بدمذہب کی توہین شرعاً واجب، اور امامت میں اس کی توقیر و تعظیم مقصودِ شرع سے بالکل مجانب۔ طبرانی معجم کبیر[۳۲] میں عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے موصولاً اور بیہقی شعب الایمان میں ابراہیم بن میسرہ مکی سے مرسلاً راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام[۱]۔

جو کسی بدعتی کی توقیر کرے اس نے دینِ اسلام کے ڈھانے پر مدد کی۔

اقول وباللہ التوفیق اولاً[۳۴] ظاہر ہے کہ امام سردار ہوتا ہے اور مقتدی اس کے پیرو۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما جعل الامام لیؤتم بہ[۲]۔ رواہ الائمۃ احمد والبخاری ومسلم وغیرھم عن ام المؤمنین الصدیقۃ وعن[۳۵] انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

امام تو اسی لئے مقرر ہوا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ اس کو ائمہ کرام احمد، بخاری، مسلم وغیرہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔

اور حدیث میں ہے حضور[۳۶] سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا مدح الفاسق غضب الرب واھتز لذلک العرش[۳]۔ رواہ الامام ابوبکر بن ابی الدنیا

جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے رب تبارک وتعالٰی غضب فرماتا ہے اور اس کے سبب عرش الٰہی

---

[۱] شعب الایمان باب ۶۷ فصل فی مجانبۃ الفسقۃ والمبتدعۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۶۱

[۲] صحیح البخاری کتاب الاذان باب انما جعل الامام لیؤتم بہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۹۶، ۹۵

[۳] الکامل لابن عدی ترجمہ سابن عبداللہ الرقی مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳/ ۱۳۰۷ اور ۵/ ۱۹۱۷
شعب الایمان مطبوعہ بیروت ۴/ ۲۳۰، تاریخ ابن عساکر مطبوعہ بیروت ۶/ ۴۰
تاریخ بغداد مطبوعہ بیروت ۷/ ۲۹۸ اور ۸/ ۴۲۸

marfat.com

Marfat.com

تحقرون صلاتکم مع صلاتھم وصیامکم مع صیامھم وعملکم مع عملھم[۱]

تم حقیر جانو گے اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے سامنے اور اپنے روزے اُن کے روزوں کے سامنے اور اپنے اعمال اُن کے اعمال کے مقابل۔

بالآخر ارشاد فرمایا:

ویقرؤون القرآن لا یجاوز حناجرھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ[۱] رواہ البخاری ومسلم عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ان اعمال پر ان کا یہ حال ہوگا کہ قرآن پڑھیں گے گلوں سے تجاوز نہ کرے گا دین سے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے۔ اسے بخاری و مسلم دونوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

پھر شانِ خدا کہ ان مذہبی باتوں میں خارجیوں کے قدم بقدم ہونا درکنار خارجی بالائی باتوں میں بھی بالکل یک رنگی ہے انھیں ابوسعید رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث میں ہے:

قیل ماسیماھم قال سیماھم التحلیق[۲] رواہ البخاری ولیس بعدہ فی الجامع الصحیح الاحدیث واحد۔

عرض کی گئی، یا رسول اللہ! اُن کی علامت کیا ہوگی؟ فرمایا سر منڈانا یعنی[ع] اُن کے اکثر سر منڈے ہونگے۔ اسے بخاری نے روایت کیا، اس کے بعد جامع صحیح میں فقط ایک حدیث ہے یعنی یہ حدیث صحیح البخاری کی آخری حدیث سے پہلے والی حدیث ہے۔

بعض احادیث[ف] میں یہ بھی آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کا پتا بتایا مشمری الازار (گھٹنی ازار والے) اوکما ورد عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (یا جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی ہوا ہے۔ ت) اللہ تعالٰی کی بے شمار درودیں حضور عالم ماکان ومایکون پر، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ع ظاہر ہے کہ علامت قوم وہ جو تمام قوم یا اکثر میں ہو ۱۲ منہ (م)

---

[۱] صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن باب من رایا بقراءۃ القرآن مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۵۶

[۲] صحیح البخاری " " " " " " " " " " ۲/۷۵۶، ۷۵۸

[۳] صحیح البخاری کتاب التوحید باب قراءۃ الفاجر والمنافق الخ " " " ۲/۱۱۲۸

ف: بلکہ ۶۲۴ پر دیگر چند علامات کا بھی ذکر ہے پوری عبارت یوں ہے، غائر العینین مشرف الوجنتین ناشز الجبھۃ کث اللحیۃ محلوق الرأس مشمر الازار۔ اس حدیث میں گستاخِ رسول کی علامتوں کا ذکر ہے۔ نذیر احمد

marfat.com

Marfat.com

نہ کرنا موجبِ غضبِ الٰہی ہوتا ہے تو اُسے بحالتِ اختیار حقیقۃً امام و سردار بنانا ... پیرو بننا معاذ اللہ کیونکر موجبِ غضب نہ ہوگا اور بے شک جو بات باعثِ غضبِ حق ... جو اُس ... ادنیٰ درجہ کراہت تحریم ہے۔

ثانیاً ابونعیم حلیہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اھل البدعۃ شر الخلق والخلیقۃ[1] بدعتی لوگ تمام جہان سے بدتر ہیں۔

بیہقی کی حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لایقبل اللہ لصاحب بدعۃ صلوۃ ولا صوما ولا صدقۃ ولا حجا ولا عمرۃ ولا جھادا ولا صرفا ولا عدلا یخرج من الاسلام کما تخرج الشعرۃ من العجین[2] اللہ تعالیٰ کسی بدمذہب کی نماز قبول کرے نہ روزہ نہ زکوٰۃ نہ حج نہ عمرہ نہ جہاد نہ فرض نہ نفل۔ بدمذہب اسلام سے یُوں نکل جاتا ہے جیسے آٹے سے بال۔

امام دارقطنی و ابوحاتم محمد بن عبدالواحد خزاعی اپنے جزء حدیثی میں ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اصحاب البدع کلاب اھل النار[3] اہلِ بدعت دوزخیوں کے کُتّے ہیں۔

اور ان کے سوا بہت حدیثیں بدمذہبوں کی مذمت شدیدہ میں وارد ہوئیں اور ظاہر کہ نماز مقام مناجات و راز اور تمام اعمال صالحہ میں معزز و ممتاز ہے کیا لطافت ایمانی گوارا کرسکتی ہے کہ ایسی جگہ ایسے اشرار کو بلاعذر اپنا پیشوا و سردار کیا جائے جن کے حق میں سگانِ جہنم وارد ہوا عقلِ سلیم تو یہی کہتی ہے کہ اگر اہلِ بدعت و اہوا زمانۂ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ظاہر ہوتے اُن کے پیچھے

---

[1] حلیۃ الاولیاء مروی از ابوسعید موصلی مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ۸/۲۸۹

[2] کنز العمال فصل فی البدع " مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۲۲۰
الترغیب والترہیب الترہیب من ترک السنۃ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۸۶
سُنن ابن ماجہ باب البدع والجدل مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۶

[3] کنز العمال فصل فی البدع " مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۲۱۸
الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۱۰۷۹ " دار المعرفۃ بیروت ۱/۵۲۸

marfat.com

Marfat.com

ابویعلیٰ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ان الشیطان قد یئس ان تعبد الاصنام فی ارض العرب ولکنہ سیرضی منکم بدون ذٰلک بالمحقرات[1] الحدیث۔ واصلہ عند احمد والطبرانی بسند حسن۔

یعنی شیطان یہ اُمید نہیں رکھتا کہ اب زمین عرب میں بُت پُوجے جائیں مگر وہ اس سے کم درجہ گناہ تم سے کرادینے کو غنیمت جانے گا جو حقیر و آسان سمجھے جاتے ہیں (الحدیث) اسے امام احمد اور طبرانی نے انھیں سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

بیہقی[2] حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے تذکیراً اور حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے تقریراً راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وداع کرتے وقت ارشاد فرمایا:

ان الشیطان قد یئس ان یعبد فی جزیرتکم ھذہ ولکن یطاع فیما تحتقرون من اعمالکم فقد رضی بذٰلک[2]۔

یعنی شیطان کو یہ اُمید نہیں کہ اب تمھارے جزیرے میں اس کی عبادت ہوگی ہاں اُن اعمال میں اُس کی اطاعت کروگے جنھیں تم حقیر جانو گے وہ اسی قدر کو غنیمت سمجھتا ہے۔

امام احمد[3] حضرت عبادہ بن صامت و ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہما سے معاً راوی حضور سید الکونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الشیطان قد یئس ان یعبد فی جزیرۃ العرب[3]۔

بیشک شیطان اس سے مایوس ہے کہ جزیرۂ عرب میں اس کی پرستش ہو۔

یہ چند صحابیوں کی حدیثیں ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ ہاں انھیں سن کر مسلمان کہے کہ دیکھو پیغمبر خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فرمانے کے مطابق ہوا کفر و شرک جب سے جزیرۂ عرب سے نکلے وہ دن اور آج کا دن پھر ادھر کا منہ کرنا نصیب نہ ہوا والحمد للہ رب العٰلمین۔ پھر خطۂ مبارکہ حجاز یعنی حرمین طیبین اور اُن کے مضافات کے لئے اس سے اجل و اعظم بشارت آئی جامع[4] ترمذی میں عمرو بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] مسند ابویعلیٰ از مسند عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ حدیث ۵۱۰۰ مطبوعہ دار القبلہ جدہ و موسستہ علوم القرآن بیروت ۵/۶۹
[2] شعب الایمان الایمان وہو باب فی اخلاص العمل الخ حدیث ۶۸۵۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵/۳۴۰
[3] مسند احمد بن حنبل حدیث شداد بن اوس رضی اللہ عنہ ؍؍ دار الفکر بیروت ۴/۱۲۶

marfat.com

Marfat.com

فلا تواکلوھم ولا تشاربوھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم[1]۔

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: نہ اُن کے ساتھ کھانا کھاؤ نہ پانی پیو، نہ اُن کی نماز پڑھو نہ اُن کے ساتھ نماز پڑھو۔

(۳) ابعاً ابنِ ماجہ[2] حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایؤم فاجر مؤمنا الا ان یقھرہ بسلطان یخاف سیفہ اوسوطہ[2]۔

ہرگز کوئی فاسق کسی مسلمان کی امامت نہ کرے مگر وہ اُس کو بزورِ سلطنت مجبور کرے کہ اُس کی تلوار یا کوڑے کا ڈر ہو۔

بلکہ ابن شاہین نے کتاب الافراد میں حضرت[3] عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تقربوا الی اللہ ببغض اھل المعاصی و لقوھم بوجوہ مکفھرۃ والتمسوا رضا اللہ بسخطھم وتقربوا الی اللہ بالتباعد منھم[3]۔

اللہ کی طرف تقرب کرو فاسقوں کے بُغض سے اور اُن سے تُرش رُو ہو کر ملو اور اللہ کی رضا مندی اُن کی خفگی میں ڈھونڈو اور اللہ کی نزدیکی اُن کی دُوری سے چاہو۔

جب فساق کی نسبت یہ احکام ہیں تو مبتدعین کا کیا پُوچھنا ہے کہ یہ تو فساق سے ہزار درجہ بدتر ہیں اُن کی نافرمانی فروع میں ہے ان کی اصول میں وہ گناہ کرتے اور اُسے بُرا جانتے ہیں یہ اُس سے اشد و اعظم میں مبتلا اور اُسے عین حق و ہُدیٰ جانتے ہیں، وہ گاہ گاہ نادم و مستغفر، یہ گاہ و بے گاہ مصر و مستکبر، وہ جب اپنے دل کی طرف رجوع لاتے ہیں اپنے آپ کو حقیر و بدکار اور صلحا کو عزیز و مقرب دربار بتاتے ہیں یہ جتنا غلو و توغل بڑھاتے ہیں اُتنا ہی اپنے نفسِ مغرور کو اعلیٰ و بالا اور اہلِ حق و ہدایت کو ذلیل و پُرخطا ٹھہراتے ہیں ولہذا حدیث میں ان کی نسبت بدترین

---

[1] کنز العمال الباب الثالث فی ذکر الصحابۃ الخ حدیث ۳۲۵۲۹ مطبوعہ موسستہ الرسالۃ بیروت ۱۱/۵۴۰
ف: صاحب کنز العمال نے "ابن النجار عن انس" کا حوالہ دیا ہے۔

[2] سُنن ابن ماجہ باب فرض الجمعۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۷۷

[3] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۳۲۰ باب التاء مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۵۶
کنز العمال حدیث ۵۵۱۸ و ۵۵۸۵ بحوالہ ابن شاہین مؤسستہ الرسالۃ بیروت ۳/۶۷ - ۸۱۔

marfat.com

Marfat.com

ہم وعلیہم (اللہ تعالیٰ نے ان میں اوران پر برکت نازل کرے۔ ت) اس نئے مذہب سے منزہ وبری ہیں اس کے علاوہ فقط یہی ذلیل وقلیل مٹھی بھر چند ہندی ونجدی ہیں طرفہ یہ کہ اُن کے بعض مکلبین اپنی اس شذوذ وقلت ومخالفت جماعت پر ناز کرتے اور احادیث جماعت وسواد اعظم کے مقابل آیۂ ولو اعجبك كثرة الخبيث[1] (اگرچہ تجھے خبیث کی کثرت تعجب میں ڈال دے۔ ت) پڑھتے ہیں۔ یہ کید ان صاحبوں نے کہ تمام مذاہب باطلہ کے عطر مجموعہ ہیں حضرات روافض سے اڑایا وہ اپنی ذلت وقلت کو اپنی حقانیت کی حجت ٹھہراتے اور آیاتِ قرآنیہ میں یونہی تحریفیں کرکے خواہی نخواہی مدعا پر چلاتے ہیں، شاہ عبدالعزیز صاحب تحفۂ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں:

کید یازدہم آنکہ گویند مذہب اثنا عشریہ حق ست زیرا کہ اثنا عشریہ قلیل و ذلیل اند و اہل سنت کثیر و عزیز و خدائے تعالیٰ درحق اہل حق می فرماید وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ و دریں تقریر تحریف کلام اللہ است زیرا کہ حق تعالیٰ درحق اصحاب الیمین فرمودہ است ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ واگر قلت و ذلت موجب حقیقت شود باید کہ نواصب وخوارج احق و اولیٰ بحق باشند کہ بسیار قلیل و ذلیل اند بلکہ حق تعالیٰ جابجا ظہور وغلبہ وتسلط در شان اہل حق می فرماید و در احادیث جابجا باتباع سواد اعظم از امت و موافقت باجماعت تاکید فرمودہ اند[2] اھ ملتقطا

گیارھواں فریب ان کا یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں مذہب اثنا عشریہ حق ہے کیونکہ اثنا عشریہ تھوڑے اور کمزور اور اہلسنت کثیر وغالب، اللہ تعالیٰ نے اہل حق کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے وہ بہت تھوڑے ہیں۔ اس گفتگو میں اللہ تعالیٰ کے کلام میں تحریف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب یمین کے بارے میں فرمایا: اگلوں میں سے ایک گروہ اور پچھلوں میں سے ایک گروہ۔ اگر قلت وذلت حق ہونے کا سبب ہوتی تو پھر نواصب وخوارج حق پر ہونے کے زیادہ لائق ہیں کہ وہ بہت ہی تھوڑے اور نہایت ہی کمزور ہیں، بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے جابجا اہل حق کے غلبہ، تسلط اور ظہور کا ذکر کیا ہے اور احادیث میں جابجا اُمت کے سوادِ اعظم کی اتباع اور موافقت باجماعت کی تاکید کی گئی ہے اھ تلخیصاً۔ (ت)

لطف یہ ہے کہ اس کے بعد جو شاہ صاحب نے روافض کے حالات اور اُن کی بدمذہبی کے ثمرات لکھے،

ہیچ ملک ناحیہ را از کفار بدست نیاوردہ و دارالاسلام نساختہ بلکہ اگر گاہے ایشاں را ریاست ناحیہ بدست

انھوں نے کسی ملک کو کفار سے چھڑا کر دار الاسلام نہیں بنایا اگر کبھی ان کے قبضہ میں کوئی ریاست آئی بھی تو

---

[1] القرآن ۵/ ۱۰۰

[2] تحفہ اثنا عشریہ فصل دوم درمکائد جزئیہ روافض الخ کید یازدہم مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۷

marfat.com

Marfat.com

فیہ تحریمیۃ علی ما سبق [1] (اس میں کراہت تحریمی ہے جیسا کہ پہلے گزرا [illegible]
نے ارکان اربعہ میں دربارۂ تفضیلیہ فرمایا :

اما الشیعۃ الذین یفضلون علیا علی الشیخین ولا یطعنون فیھما اصلا کالزیدیۃ فیجوز خلفھم الصلاۃ لکن تکرہ کراھۃ شدیدۃ۔ [2]

ایسے شیعہ لوگ جو حضرت علی [illegible] شیخین پر فضیلت دیتے [illegible] طعن بھی نہ کرتے ہوں مثلاً فرقہ زیدیہ ان کے پیچھے نماز جائز ہے لیکن شدید کراہت [illegible]

جب تفضیلیہ کہ صرف جناب مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو حضرات شیخین پر افضل کہنے سے مخالف اہلسنت ہوئے باقی اُن کی سرکار میں معاذ اللہ گستاخی نہیں کرتے اُن کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہوگی تو اشد [illegible] جن کی اہلسنت سے مخالفتیں غیر محصور اور محبوبانِ خدا پر طعن و تشنیع اُن کا دائمی دستور ان کے پیچھے کس عظیم [illegible] کی کراہت چاہیے ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو شخصوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع کیا اور اسی کی وجہ یہی فرمائی کہ یہ بدعتی ہیں۔

فی شرح الفقہ الاکبر عن مفتاح السعادۃ عن تلخیص الزاھدی عن الامام ابی یوسف عن الامام ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھما انہ قال فی رجلین یتنازعان فی خلق القراٰن لا تصلوا خلفھما قال ابو یوسف فقلت اما الاول فنعم فانہ لایقول بقدم القراٰن واما الاخر فما بالہ لایصلی خلفہ فقال انھما یتنازعان فی الدین والمنازعۃ فی الدین بدعۃ قال القاری ولعل وجہ ذم الاخر حیث اطلق فانہ محدث انزالہ [3] اھ اقول لعل الامام اطلع منہ

شرح فقہ اکبر میں مفتاح السعادۃ سے تلخیص زاہدی کے حوالے سے امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دو اشخاص (جو خلق قرآن کے بارے میں تنازع کرتے تھے) کے بارے میں فرمایا ان کی اقتدا میں نماز ادا نہ کرو۔ ابو یوسف فرماتے ہیں میں نے عرض کیا ایک کے بارے میں تو بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ قرآن کو قدیم نہیں مانتا، لیکن دوسرے میں کیا وجہ ہے کہ اس کی اقتدا میں نماز نہ ہوگی تو امام صاحب نے فرمایا وہ دونوں دین میں تنازعہ کررہے ہیں حالانکہ دین میں تنازعہ بدعت ہے۔ علی قاری نے فرمایا دوسرے کی مذمت میں شاید یہ

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب الامامۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۴۴
[2] رسائل الارکان فصل فی الجماعۃ ۔۔ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۹۹
[3] شرح الفقہ الاکبر لملا علی قاری فصل علم التوحید علی سائر العلوم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۵

marfat.com

Marfat.com

مگر زمانے نے زیادہ مہلت نہ دی، عمل کی حسرت دل ہی میں رہی، اتباع میں اتنا کوئی نہ ہوا کہ ٹوٹے جگ کو جوڑے، ناچار زبانِ قلم و قلمِ زبان سے چلے دل کے پھپھولے پھوڑے، تکفیرِ مسلمین اصل مذہب ہے، کفر و شرک تو پھسلا لقب ہے، ان کے بعض ولادروں نے تصریحیں کی ہیں کہ اہلسنت کفار حربی ہیں اُن کے خون و مال حلال بلکہ اس سے زائد شیطانی اقوال، موقع پائیں تو کیا کچھ نہ کر دکھائیں،

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ[1]۔

بُغض و بیر اُن کی باتوں سے جھلک اُٹھا اور وہ (غیظ و عناد) جو سینوں میں چھپائے ہیں اور بڑا ہے (ت)

ولاحول ولا قوۃ الا باللہ ھو المستعان علیٰ کل ذی شر۔

اس اللہ کے سوا کوئی طاقت و قوت نہیں رکھتا جو ہر شر کے خلاف مددگار ہے۔ (ت)

غرض کہیں خوارج کی ہمسنگی کہیں روافض سے ہمرنگی ع

مذہب معلوم و اہلِ مذہب معلوم

اور شاہ صاحب کے اخیر فقرے تو موتیوں میں تولنے کے قابل کہ:

حالت ایران و دکن و ہندوستان باید دید و حالت ملک عرب و شام و روم و توران و ترکستان را باید سنجید[2]۔

ایران و دکن اور ہندوستان کی حالت دیکھ لیجئے اور ملک عرب و شام اور روم و توران و ترکستان کو ان پر قیاس کرلینا چاہئے۔ (ت)

واقعی دیکھئے یہاں ان کی آزادی و بے قیدی سے مذہبِ حق پر کتنا ضرر ہے اور وہاں جو عام بلاد میں ان کا نشان نہیں اور نجد میں جو بقیۃ السیف رہے اُن میں سر اٹھانے کی جان نہیں دینِ متین کس قوت پر ہے ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ۔ ان صاحبوں سے پوچھئے آپ بھی شاہ صاحب کی طرح یہ عرب و روم و شام کا ہندوستان سے موازنہ مانیں گے یا ان برکت والے ملکوں کو اس سے بھی بدتر حال میں جانیں گے کہ یہاں آپ کے مذہب کو اشتہار بھی ہے، اعلان مشرب کا اختیار بھی ہے، اور وہاں تو یہ اعزاز مذہب جدیدکہ نام لیا اور آفت رسید والحمد للہ العلی المجید، غرض کہاں تک کہئے کلام طویل اور فرصت قلیل عرب و عجم کے علمائے اہلسنت شکر اللہ تعالیٰ مساعیہم الجمیلہ نے بکرات و مرات اس طائفہ تالفہ کے رد بلیغ فرمائے، اور فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کے بھی متعدد فتاوٰی میں ہر بار کلام تازہ و فوائد جدیدہ بیان میں آئے، یہاں سائل کا جس قدر سے سوال ہے

---

[1] القرآن ۳/ ۱۱۸

[2] تحفہ اثنا عشریہ فصل دوم در مکائد جزئیہ روافض الخ کید ۱۰۱ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۷

marfat.com

Marfat.com

فی الارض المغصوبة ای لا تحل وان صحت (جیسے کہ ارضِ مغصوبہ میں نماز جائز نہیں یعنی حلال نہیں اگرچہ نماز صحیح ہے۔ت) اگر یہاں معنی اخیر مراد لیں لاسیما جبکہ افعال میں اکثر وہی ہے کما ان الاکثر فی العقود الاول کما صرح بہ فی رد المحتار وغیرہ (جیساکہ عقود میں اول معنی اکثر ہے جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ میں اس پر تصریح ہے) تو یہ روایات بھی قول سابق کے منافی نہ ہوں گی کہ مکروہ تحریمی بھی بایں معنی ناجائز ہے،

ومعلوم ان ابداء الوفاق اولی من ابقاء الخلاف ولذا صرحوا بانه یوفق بین الروایات مهما امکن کما فی الشامیة۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

یہ بات مسلّمہ ہے کہ اتفاق کا اظہار اختلاف کو باقی رکھنے سے اولٰی ہے اسی لئے علماء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو روایات کے درمیان موافقت پیدا کی جائے جیسا کہ فتاوٰی شامی میں ہے واللہ تعالٰی اعلم(ت)

دلیل دوم

غیر مقلدین بد مذہبی کے علاوہ فاسق معلن بیباک مجاہر بھی ہیں اور فاسق متہتک کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، کما اثبتناہ فی تحریرنا ذالک اقول وبه یحصل التوفیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق (جیساکہ ہم نے اپنی تحریر میں اسے ثابت کیا ہے اقول (میں کہتا ہوں) اللہ تعالٰی سے توفیق حاصل ہوجاتی ہے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے۔ت) دلیل اول میں اس مسئلے پر بعض کلام اور صغیری وطحطاوی کا نص گزرا اور اسی طرف امام فخر الدین زیلعی نے تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق اور علامہ حسن شرنبلالی نے شرح نور الایضاح اور علامہ سید احمد مصری نے حاشیہ مراقی الفلاح میں ارشاد فرمایا اور یہی فتاوٰی حجہ کا مفاد اور تعلیل مشائخ کرام سے مستفاد یہاں تک کہ علماء نے تصریح فرمائی اگر غلام یا گنوار یا حرامی یا اندھا علم میں افضل ہوں تو انھیں کو امام کیا چاہئے مگر فاسق اگرچہ سب سے زیادہ علم والا ہو امام نہ کیا جائے کہ امامت میں اس کی عظمت اور وہ شرعاً مستحقِ اہانت، ملخص امداد الفتاح میں ہے:

کرہ امامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدین فتجب اهانته شرعا فلا یعظم بتقدیمه للامامة واذا تعذر منعه ینتقل عنه الی غیر مسجده للجمعة وغیرها۔[1]

فاسق عالم کی امامت مکروہ ہے کیونکہ وہ دین کا احترام نہیں کرتا تو شرعاً اس کی اہانت لازم ہے لہذا امامت کا منصب دے کر اس کی تعظیم نہ کی جائے اور اگر اس کو روکنا دشوار ہو تو جمعہ اور دیگر نمازوں کے لیے کسی دُوسری مسجد چلا جانا چاہئے (ت)

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۵

marfat.com

Marfat.com

لن انادیکم معاشر المومنین باتباع الفرقۃ الناجیۃ المسماۃ باھل السنۃ والجماعۃ فان نصرۃ اللہ تعالٰی وحفظہ وتوفیقہ فی موافقتہم وخذلانہ وسخطہ فی مخالفتہم وھذہ الطائفۃ الناجیۃ قد اجتمعت الیوم فی مذاھب اربعۃ وھم الحنفیون والمالکیون والشافعیون والحنبلیون رحمہم اللہ تعالٰی ومن کان خارجا عن ھذہ الاربعۃ فی ھذا الزمان فھو من اھل البدعۃ والنار[1]

دوزخ میں لے جائے گی تو اے گروہِ مسلمین! تم پر فرقۂ ناجیہ اہلسنّت وجماعت کی پیروی لازم ہے کہ خدا کی مدد اور اُس کا حافظ وکارساز رہنا موافقتِ اہلسنّت میں ہے اور اُس کا چھوڑ دینا اور غضب فرمانا اور دشمن بنانا سُنّیوں کی مخالفت میں ہے اور یہ نجات والا گروہ اب چار مذہب میں مجتمع ہے حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، اللہ تعالٰی ان سب پر رحمت فرمائے اس زمانے میں ان چار سے باہر ہونے والا بدعتی جہنمی ہے۔

علامہ شامی کا ارشاد گزرا کہ اُنھوں نے ان کے اسلافِ نجد کو خارجیوں میں شمار فرمایا۔ یہ اخلاف کہ اصول میں اُن کے مقلد اور فروع میں اعلانِ بے لگامی سے اُن پر بھی زائد کر وہ بظاہر ادعائے حنبلیت رکھتے تھے یہ اس نام کو بھی سیاسۂ شرک اور اپنے حق میں دشنام سخت جانتے ہیں کیونکر خوارج میں داخل اور اپنے اگلوں سے بڑھ کر گمراہ ومبطل نہ ہوں گے۔ اُن صاحبوں سے پہلے بھی ایک فرقہ قیاس واجتہاد کا منکر تھا جنھیں ظاہریہ کہتے تھے جن کی نسبت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے لکھا،

داؤد ظاہری ومتابعانش را از اہلسنّت شمردن درچہ مرتبہ از جہل وسفاہت ست الخ۔

داؤد ظاہری اور اس کے متبعین کو اہل سنّت سے شمار کرنا بڑی جہالت و بیوقوفی ہے الخ (ت)

مگر وہ بیچارے با اینہمہ تقلید کو شرک اور مقلدانِ ائمہ کو مشرک نہ جانتے تھے جب بتصریح شاہ صاحب اُنھیں سُنّی جاننا سخت جہالت وحماقت ہے تو استغفر اللہ یہ کہ ضلالت میں اُن سے ہزار قدم آگے کیونکر ممکن کہ بدعتی گمراہ نہ ٹھہریں، بالجملہ ان کا مبتدع ہونا اظہر من الشمس وابین من الامس ہے اور اہلِ بدعت کی نسبت تمام کتبِ فقہ ومتون وشروح وفتاوٰی میں صریح تصریحیں موجود کہ اُن کے پیچھے نماز مکروہ، اور تحقیق یہ ہے کہ یہ کراہت

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الذبائح مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۴/۱۵۳

marfat.com

Marfat.com

بامور دینه وتساهله فی الاتیان بلوازمه فلایبعد منه الاخلال ببعض شروط الصلاة وفعل ماینافیها بل هوالغالب بالنظر الی فسقه ولذا لم تجز الصلاة خلفه اصلا عند مالك و روایة عن احمد الخ[1]

اس بنا پر کہ [illegible] کیونکہ اسے دین کی [illegible] کر جانے میں کچھ باک نہ ہو [illegible] وُہ نماز کی کوئی شرط ہی چھوڑ دے یا کوئی فعل کرے جو نماز کے منافی ہو بلکہ اس کے فسق پر نظر کرتے ہوئے یہی اغلب ہے اسی وجہ سے امام مالک کے نزدیک فاسق کے پیچھے نماز جائز ہی نہیں، امام احمد بن حنبل سے بھی ایک روایت یہی ہے (ت)

رہا یہ کہ غیر مقلدین فساق مجاہر کیونکر ہیں یہ خود واضح و بیّن، کون نہیں جانتا کہ ان کے اصاغر عموماً و ملّاہائے شریعت و علمائے ملت و اولیائے اُمت رحمہم اللہ تعالٰی کے طعن و توہین میں گزارتے ہیں اور عام مسلمین کی سب و شتم تو اُن کا وظیفہ ہر ساعت ہے جس نے جانا اُس نے جانا اور جس نے نہ جانا وُہ اب ان کے رسائل دیکھے باتیں سُنے خصوصاً اُس وقت کے لچھے خدا نہ سُنوائے، جب یہ باہم تنہا ہوتے اور اذا خلوا کا وقت پاکر آپس میں کھلتے ہیں یا بعض اہلِ حق نے جو اپنی تصانیف میں ان کے کلمات ان کی تالیف سے نقل کئے وہی دیکھئے فقیر غفراللہ تعالٰی لہ اُن ہفوات مغضوبہ کا زبانِ قلم پر لانا پسند نہیں کرتا اور نہ نقل کرلاتا تو ان میں فسقِ اوّل سب و دشنام اہلِ اسلام ہے، حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حدیثِ مشہور میں فرماتے ہیں:

سباب المسلم فسوق[2]۔ اخرجه احمد والبخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجة والحاکم عن ابن مسعود والطبرانی فی الکبیر عنه وعن عبد اللہ بن مغفل وعن عمرو

مسلمان کو سب و شتم کرنا فسق ہے۔ اسے امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے طبرانی نے کبیر میں ان سے اور حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور حضرت عمرو

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ الخ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[2] صحیح البخاری کتاب الادب باب مانہی عن السباب واللعن قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۹۳/۲

صحیح مسلم باب بیان قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم سباب المسلم فسوق الخ " " " ۵۸/۱

مسند احمد بن حنبل از مسند عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۳۸۵/۱، ۴۱۱، ۴۳۳

المعجم الکبیر مروی از عمرو بن نعمان بن مقرن " مکتبہ فیصلیہ بیروت ۳۹/۱۷

marfat.com

Marfat.com

فی النار فعلیکم معاشر المؤمنین باتباع الفرقة الناجیة المسماة باھل السنة والجماعة فان نصرة اللہ تعالٰی وحفظه وتوفیقه فی موافقتھم وخذلانه وسخطه فی مخالفتھم وھذہ الطائفة الناجیة قد اجتمعت الیوم فی مذاھب اربعة وھم الحنفیون والمالکیون والشافعیون والحنبلیون رحمھم اللہ تعالٰی ومن کان خارجا عن ھذہ الاربعة فی ھذا الزمان فھو من اھل البدعة والنار[1]

دوزخ میں لے جائے گی تو اے گروہِ مسلمین! تم پر فرقۂ ناجیہ اہلسنّت وجماعت کی پیروی لازم ہے کہ خدا کی مدد اور اُس کا حافظ وکارساز رہنا موافقتِ اہلسنّت میں ہے اور اُس کا چھوڑ دینا اور غضب فرمانا اور دشمن بنانا سُنّیوں کی مخالفت میں ہے اور یہ نجات والا گروہ اب چار مذہب میں مجتمع ہے حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، اللہ تعالٰی ان سب پر رحمت فرمائے اس زمانے میں ان چار سے باہر ہونے والا بدعتی جہنمی ہے۔

علامہ شامی کا ارشاد گزرا کہ اُنھوں نے ان کے اسلافِ نجد کو خارجیوں میں شمار فرمایا۔ یہ اخلاف کہ اصول میں اُن کے مقلد اور فروع میں اعلانِ بے لگامی سے اُن پر بھی زائد کہ وہ بظاہر ادعائے حنبلیت رکھتے تھے یہ اس نام کو بھی سیمائے شرک اور اپنے حق میں دشنام سخت جانتے ہیں کیونکر خوارج میں داخل اور اپنے اگلوں سے بڑھ کر گمراہ ومبطل نہ ہوں گے۔ ان صاحبوں سے پہلے بھی ایک فرقہ قیاس واجتہاد کا منکر تھا جنھیں ظاہریہ کہتے تھے جن کی نسبت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے لکھا:

داؤد ظاہری ومتابعانش را از اہلسنت شمردن درجہ مرتبہ از جہل وسفاہت ست الخ۔

داؤد ظاہری اور اس کے متبعین کو اہل سنت سے شمار کرنا بڑی جہالت وبیوقوفی ہے الخ (ت)

مگر وہ بیچارے باایں ہمہ تقلید کو شرک اور مقلدانِ ائمہ کو مشرک نہ جانتے تھے جب بتصریح شاہ صاحب اُنھیں سُنّی جاننا سخت جہالت وحماقت ہے تو استغفر اللہ یہ کہ ضلالت میں اُن سے ہزار قدم آگے کیونکر ممکن کہ بدعتی گمراہ نہ ٹھہریں، بالجملہ ان کا مبتدع ہونا اظہر من الشمس وابین من الامس ہے اور اہلِ بدعت کی نسبت تمام کتبِ فقہ ومتون وشروح وفتاوٰی میں صریح تصریحیں موجود کہ اُن کے پیچھے نماز مکروہ، اور تحقیق یہ ہے کہ یہ کراہتِ

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الذبائح مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۴/۱۵۳

marfat.com

Marfat.com

مذکور کچھ مدت ہوئی کہ ان کے پانچ مکلب مجاہر بنام مہاجر وہاں رہے اور اپنے دام [illegible] آخر
پاکر نکالے گئے جس پر ان کے ہمدردوں نے کہا کہ اہلِ حرمین نے مہاجروں کو نکال کر معاذ اللہ [illegible] فی الدارین
(دونوں جہان میں کالا چہرہ ۔ت) حاصل کیا حالانکہ علاوہ اور باتوں کے اُن سفیہوں گستاخ [illegible] کہ دار الاسلام
دار الاسلام کو جانا مہاجرت نہیں یہ صورت مجاورت ہے اور مجاورت خود مکروہ تحریمی [illegible] کما
حققناہ بتوفیق اللہ تعالیٰ فی العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ (اللہ کی توفیق سے ہم نے اس کی تحقیق
اپنے فتاوی "العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ" میں کی ہے ۔ت) تو وہ جہال مدعیان فضل و کمال اس
فعل میں بھی آثم تھے خصوصاً جبکہ وہاں جا کر اشاعتِ بدعات چاہی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ یُّرِدْ فِیْهِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ۠[1] جو کہ معظمہ میں براہِ ظلم کسی بے اعتدالی کا ارادہ کرے گا اُسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔

اور یہ تو اپنی کی بات ہے کہ
ان کے امام العصر جنھیں یہ حضرات شیخ الکل فی الکل کہا کرتے ہیں بحرف مسلمانانِ عرب کشتران دہلی و بمبئی کی
چٹھیاں لے کر حج کو گئے وہاں جو گزری اُنھیں سے پوچھ دیکھئے اگر ایمان سے کہیں ورنہ صدہا حاضرین و ناظرین موجود
ہیں اور خود مکہ معظمہ کے چھپے ہوئے اشتہار شہروں شہرت پا چکے ۔غرض کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ
ان کو تمام عمائد و علمائے عرب و حجاز سے سخت بغض و عداوت ہے اور طبرانی معجم کبیر میں بسندِ حسن صحیح حضرت
عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: بغض العرب
نفاق[2] (جو اہلِ عرب سے عداوت رکھے منافق ہے)

فسق چہارم پھر یہ عداوت منجر بہ سب و دشنام ہوتی ہے جس کی ایک نظیر ہم اُوپر لکھ چکے اور
بیہقی[5] شعب الایمان میں حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من سب العرب فاولئك هم المشركون[3] جو اہلِ عرب کو سب و شتم کریں وہ خاص مشرک ہیں۔

فسق پنجم مدینہ طیبہ کو جزیرۂ عرب پر جس قدر فضیلت ہے اُسی قدر ان کی عداوت و بدخواہی کر اہلِ مدینہ

---

[1] القرآن ۲۲/۲۵
[2] المعجم الکبیر حدیث ۱۱۳۱۲ مروی از عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۱/۱۴۶
[3] شعب الایمان فصل فی الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم " دار الکتب العلمیۃ " ۲/۲۳۱

marfat.com

Marfat.com

فی ذم الغیبۃ عن انس خادم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وابن عدی[۱] فی الکامل عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جل جاتا ہے۔ اسے امام ابوبکر بن ابی الدنیا نے کتاب ذم الغیبت میں حضرت انس خادم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اور ابن عدی نے الکامل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور امام عبدالعظیم منذری زکی الدین علیہ الرحمۃ الٰی یوم الدین نے کتاب الترغیب والترہیب میں ایک ترہیب اس بارے میں لکھی کہ فاسق یا بدعتی کو سردار وغیرہ کلمات تعظیم سے یاد نہ کیا جائے،

حیث قال الترھیب من قولہ لفاسق او مبتدع یا سیدی او نحوھا من الکلمات الدالۃ علی التعظیم[۱]

ان کے الفاظ یہ ہیں کہ فاسق یا بدعتی کو یا سید وغیرہ تعظیم کے الفاظ کے ساتھ پکارنا منع ہے۔

پھر اس میں حدیث بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نقل کی کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتقولوا للمنافق یا سید فانہ ان یکن سیدا فقد اسخطتم ربکم عزوجل[۲] رواہ ابوداؤد والنسائی باسناد صحیح[۳]

منافق کو "اے سردار" کہہ کر نہ پکارو کہ اگر وہ تمہارا سردار ہوا تو بیشک تم نے اپنے رب عزوجل کو ناراض کیا۔ اسکو ابوداؤد اور نسائی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اور حاکم کے لفظ یہ ہیں:

اذا قال الرجل للمنافق یا سید فقد اغضب ربہ عزوجل[۴]۔ قلت وھکذا اخرجہ البیہقی فی شعب الایمان۔

جب کوئی شخص منافق کو اے سردار کہہ کر پکارے تو بیشک وہ اپنے رب عزوجل کو غضب میں لایا میں کہتا ہوں اور یونہی اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔

سبحٰن اللہ! جب فاسق و بدعتی کی زبانی تعریف اور انھیں صرف محل خطاب میں بلفظ سردار

---

[۱] الترہیب والترغیب الترہیب من قولہ لفاسق الخ مطبوعہ مصطفٰے البابی مصر ۳/۵۷۹
[۲] " " " " " " " " "
[۳] " " " " " " " " "
[۴] " " " " " " " " "

marfat.com

Marfat.com

حرمین طیبین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً کا ہے فریقین کو مقبول ہوگا اگر بے تکلف انصاف پر ...
جانتے کہ یہ قطعاً اہلِ حرمین کے مخالف مذہب اور سُنیانِ ہند وغیرہم کے مثل اُن پاک ...
مشرک وگمراہ و بددین جانتے ہیں پھر عداوت و بدخواہی نہ ہونا کیا معنے، اور خود ان سے ...
حرمین حفظہم اللہ تعالیٰ کے فتاوے ان صاحبوں کے رد میں بکثرت موجود، انھیں سے حال ...
کو سمجھا اور مذہب میں جیسا ایک دوسرے کو کہتا ہے دُوسرا بھی اُس کی نسبت وہی گمان رکھتا ہے، عداوت ہو تو محبت دونوں ہی طرف سے ہوتی ہے، جب وہ اکابران کے عمائد کو لکھ چکے کہ:

اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝[1] — وہ شیطان کے گروہ ہیں، بیشک شیطان ہی کا گروہ گھاٹے میں ہے۔ (ت)

تو کیونکر معقول کہ یہ اُن کے دشمن نہ ہوں، آخر نہ دیکھا کہ ان کے امام العصر نے امن وامان والی حرمین کو اپنے لیے محل خوف وخطر سمجھا اور کمشنر دہلی و بمبئی کی چٹھیوں کو سپر، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

فسق ششم عداوتِ اولیائے کرام قدست اسرارہم، جس کی تفصیل کو دفتر درکار جس نے ان کے اصول و فروع پر نظر کی ہے وہ خوب جانتا ہے کہ ان کی بنائے مذہب محبوبانِ خدا کے نہ ماننے اور اُن کی محبت و تعظیم کو جہاں تک بن پڑے گھٹانے مٹانے پر ہے یہاں تک کہ اُن کے بانیِ مذہب نے تصریح کر دی کہ اللہ کو ماننے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانئے انتہی۔ اور چوڑھے چمار اور ناکارے لوگ تو نوکِ زبان پر ہے، خود حضور سید المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت صاف کہہ دیا کہ وہ بھی مرکر مٹی میں مل گئے،

اشد مقت اللہ علی کل من عادی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علی رسولہ وآلہ وبارك وسلم۔ — سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہر اس شخص پر ہے جو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم کے ساتھ عداوت رکھے (ت)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝[2] — جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ کے رسول کو ان کے لئے دُکھ کی مار ہے۔

اور فرماتا ہے:

---

[1] القرآن ۵۸/۱۹
[2] القرآن ۹/۶۱

marfat.com
Marfat.com

ممانعت حالت آنی نہ یہ کہ صرف خلاف اولیٰ ہے پڑھ لو تو کچھ مضائقہ نہیں۔

ثالثاً بدمذہب مبغوض خدا ہے اور مبغوض خدا سے نفرت و دُوری واجب، ولہٰذا قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ[1]

اور اگر شیطان تجھے بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

اور اسی لئے احادیث میں فرق باطلہ سے قُرب و اختلاط کا منع آیا احمد و ابوداؤد[2] و حاکم حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتجالسوا اھل القدر ولا تفاتحوھم[2]۔

قدریوں کے پاس نہ بیٹھو نہ اُن سے سلام کلام کی ابتدا کرو۔

عقیلی و ابن حبان انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللّٰہ اختارنی واختارلی اصحابا واصھارا وسیأتی قوم یسبونھم وینتقصونھم فلا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تؤاکلوھم ولا تناکحوھم[3]۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لئے اصحاب و اصہار چُن لئے اور قریب ایک قوم آئے گی کہ اُنھیں بُرا کہے گی اور اُن کی شان گھٹائے گی تم اُن کے پاس نہ بیٹھنا نہ اُن کے ساتھ پانی پینا نہ کھانا کھانا نہ شادی بیاہ کرنا۔

جن کے پاس بیٹھنا خدا و رسول کو ناپسند ہو جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُنھیں امام بنانا شرع کیونکر گوارا فرمائے گی

والمکروہ تنزیھا سائغ مشروع یجامع الاباحۃ کما نص علیہ العلماء الکرام وذکرنا تحقیقہ فی رسالتنا "جمل مجلیۃ ان المکروہ تنزیھا لیس بمعصیۃ"۔

مکروہ تنزیہی مشروع اور اباحت کو جامع ہے جیسا کہ علماءِ کرام نے اس پر تصریح کی ہے۔ اس کی تحقیق ہم نے اپنے رسالے "جمل مجلیۃ ان المکروہ تنزیہا لیس بمعصیۃ" میں کی ہے (ت)

بلکہ اسی حدیث میں روایت ابن حبان ان لفظوں سے ہے:

---

[1] القرآن ٦/ ٦٨

[2] سنن ابوداؤد باب ذراری المشرکین مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ٢/ ٢٩٣

مسند احمد بن حنبل از مسند عمر فاروق رضی اللہ عنہ " دارالفکر بیروت ١/ ٣٠

المستدرک علی الصحیحین آخر کتاب الایمان " " " ١/ ٨٥

[3] کتاب الضعفاء الکبیر (١٥٣) احمد بن عمران الاخنسی " دارالکتب العلمیۃ بیروت ١/ ١٢٦

marfat.com

Marfat.com

بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝[1]

بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن [illegible]

اور فرماتے ؛

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ ۔[2]

خبردار شہیدوں کو مردہ [illegible] زندہ ہیں روزی دیتے جاتے [illegible] ہیں ۔

اور ایک سفیہ مغرور محبوبانِ خدا سے نفور خود حضور پُرنور اکرم المحبوبین صلوات اللہ وسلامہ علیہ [illegible] کی نسبت وُہ ناپاک الفاظ کہے اور وُہ بھی یُوں کہ معاذ اللہ حضور ہی کی حدیث کا یہ مطلب ٹھہرائے یعنی میں بھی ایک دن مٹی میں ملنے والا ہُوں، قیامت میں ان شاء اللہ تعالیٰ مر کر مٹی میں ملنے کا مزا الگ چکھے گا اور یہ جُدا پوچھا جائے گا حدیث کے کون سے لفظ میں اس ناپاک معنی کی بُو تھی جو تُو نے یعنی کہہ کر محبوبِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افترا کیا حضور پر افترا خدا پر افترا ہے اور خدا پر افترا جہنم کی راہ کا پرلا سرا ؎

اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۠ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝[3][4]

بیشک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں [illegible] نہیں پائیں گے ۔ یہ دُنیا متاعِ قلیل ہے اور ان کے لئے (آخرت میں) المناک عذاب ہے ۔

بھلا جب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ یہ برتاؤ ہیں تو اولیائے کرام کا کیا ذکر ہے ، اور حضرت حق عزّ جلالہٗ فرماتا ہے ؛

من عادی لی ولیّا فقد اٰذنته بالحرب[5] ۔ اخرجه امام البخاری عن ابی هریرة عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم عن ربه عزوجل ۔

جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے میں نے اعلان دے دیا اُس سے لڑائی کا ۔ اسے امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالے سے اللہ عزّ وجل سے بیان کیا ہے (یعنی یہ حدیث قدسی ہے)

---

[1] القرآن ٢/ ١٥٤
[2] القرآن ٣/ ١٦٩
[3] القرآن ١٦/ ١١٦
[4] القرآن ١٦/ ١١٧
[5] صحیح البخاری کتاب الرقاق باب التواضع مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ٢/ ٩٦٣

marfat.com

Marfat.com

فی مافیہ کما رویناہ جیسا کہ اس سے متعلق روایت ہم ذکر کر آئے ہیں۔(ت) اور غنیہ شرح منیہ میں ہے:

المبتدع فاسق من حیث الاعتقاد وھو اشد من الفسق من حیث العمل لان الفاسق من حیث العمل یعترف بانہ فاسق و یخاف و یستغفر بخلاف المبتدع[1]

بدعتی، اعتقاد کے لحاظ سے فاسق ہوتا ہے جو عمل کے اعتبار سے فسق سے کہیں بدتر ہے کیونکہ فاسق اپنے فاسق ہونے کا معترف ہوتا ہے اور اللہ تعالٰی سے ڈرتا اور معافی مانگتا ہے بخلاف بدعتی کے(ت)

بالجملہ بدمذہبی فی نفسہٖ ایسی ہی چیز ہے جسے امامت دینی سے مباینت یقینی ہے اور اُس کے بعد منع پر دوسری دلیل کی چنداں حاجت نہیں، کس کا دل گوارا کرے گا کہ جہنم کے کتّوں سے ایک کتّا مناجاتِ الٰہی میں اُس کا مقتدا ہو، علامہ یوسف چلپی ذخیرۃ العقبٰی فی شرح صدر الشریعۃ العظمٰی میں فرماتے ہیں:

بدعۃ المبتدع یفضی الی عدم الاقتداء بہ سیما فی اھم امور الدین[2]

بدعتی کی بدعت اسکی عدم اقتدا کا تقاضا کرتی ہے خصوصاً اہم امورِ دین میں (یعنی نماز میں)۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

المبتدع تکرہ امامتہ بکل حال[3]

بدعتی کی امامت ہر حال میں مکروہ ہے(ت)

علامہ ابراہیم حلبی نے تصریح فرمائی کہ فاسق و مبتدع دونوں کی امامت مکروہ تحریمی ہے اور امام مالک کے مذہب اور امام احمد کی ایک روایت میں تو اُن کے پیچھے نماز اصلاً ہوتی ہی نہیں جیسے کسی کافر کے پیچھے۔ شرح صغیر منیہ میں فرمایا:

یکرہ تقدیم الفاسق کراھۃ تحریم و عند مالک لایجوز تقدیمہ وھو روایۃ عن احمد وکذا المبتدع[4]

فاسق کی تقدیم (امامت) مکروہ تحریمی ہے اور امام مالک کے نزدیک اس کی تقدیم (امامت) جائز ہی نہیں اور امام احمد سے بھی ایک روایت یہی ہے اور یہی حال بدعتی کا ہے۔(ت)

علامہ طحطاوی حاشیۂ دُرمختار میں فاسق و بدمذہب کے پیچھے نماز کے باب میں فرماتے ہیں: الکراھۃ

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۴

[2] ذخیرۃ العقبٰی فصل فی الجماعۃ " مطبع اسلامیہ لاہور ۱/۲۹۸

[3] ردالمحتار باب الامامۃ " مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۴

[4] صغیری شرح منیۃ المصلی مباحث الامامۃ " مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۶۴

marfat.com

Marfat.com

اور کلمۂ طیبہ کا ادب وجلال بحمدہٖ وکرمہٖ ہم اہلسنت ہی کو عطا فرمایا ہے کہ [illegible]
سے قدم باہر نہ دھریں، وہ ہر وقت اس فکر میں کہ کسی طرح ہم کو مشرک بنائیں ہم ہمیشہ اس [illegible]
ہو اُنھیں مسلمان ہی بنائیں۔ جیسے وہ بھوکی اونٹنی جس کے پیچھے ہری ہری [illegible]
میدان پھر آباد شہر، وہ ببولوں کی ہریالی پر مہاریں توڑاتی اور پلٹی جاتی ہے کہ خود بھی [illegible]
مہلکہ میں ڈالے، سوار مہمیزیں کرتا تازیانے لگاتا آگے بڑھاتا ہے کہ آپ بھی نجات پائے [illegible]

هوى ناقتي خلفي وقدامي الهوى

وانی وایاها لمختلفان

(میری سواری کی خواہش میرے پیچھے ہے اور میری خواہش آگے ہے اور میں اور وہ دونوں مختلف ہیں)

منصف کے نزدیک اتنی ہی بات سے اہلِ حق و مبطلین کا فرق ظاہر والحمد للہ رب العلمین ۝

قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ۝[1] تم فرماؤ سب اپنے اپنے طریقے پر کام کرتے ہیں تو تمھارا رب خوب جانتا ہے کہ کون زیادہ راہ پر ہے۔

تنبیہ: عبارت مذکورۂ غنیہ دیکھ کر بعض اذہان میں یہ خیال گزر سکتا ہے کہ طائفۂ غیر مقلدین اگرچہ ان فسقیات کے عادی ہیں مگر وہ انھیں فسق جان کر نہیں کرتے بلکہ اپنے زعم میں کارِ ثواب وعین صواب سمجھتے ہیں یہ اُن کی فہم کی کجی اور مذہب کی بدی ہے اس سے وہ بیباکی ثابت نہ ہوئی جس کی بنا پر امامت فاسق ممنوع ہوئی تھی کہ جب اُسے دین کا اہتمام نہیں تو کیا عجب کہ بے وضو نماز پڑھائے یا شرائطِ نماز سے کوئی اور شرط چھوڑ جائے۔

اقول منع امامت فاسق صرف اسی پر مبنی نہ تھا بلکہ اس کی بڑی علت وہ تھی کہ تقدیم میں عظمت اور فاسق شرعاً مستحقِ اہانت، یہ بہرحال موجود بلکہ عیوب و ذنوب کو صواب و ثواب جانتے ہیں اور زیادہ شدید اور وہ کہ اس سے فسق ہزار چند ہو جاتا ہے تو اُسی قدر استحقاقِ اہانت ترقی پائے گا اور اس کی ترقی پر اُتنا ہی شناعتِ امامت میں جوش آئے گا معہذا جس نے تجربہ کیا ہے اُس سے پوچھئے کہ دنیا درکنار خاص امورِ دین میں اصاغر بالائے طاق ان کے اکابر و معتمدین میں جو شنیع بیباکیاں عظیم سفاکیاں پھیل رہی ہیں خدا نہ کرے کہ کسی فاسق سے فاسق کو بھی اُن کی ہوا لگے، کیا نہ دیکھا کہ ان کے امام العصر نے اپنے مہری فتوے میں دودھ کے چچا کو بھتیجی دلائی،

---

[1] القرآن ۱۷/ ۸۴

marfat.com

Marfat.com

[illegible] يريد الرياء ليخجل صاحبه لا اظهار الحق والله تعالیٰ اعلم۔

حکمت ہو کہ اُس نے مطلقاً اسے قدیم کہا حالانکہ اس کا انزال حادث ہے اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) شاید امام صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اس کے اس ارادے سے آگاہ ہوں کہ اس کا مقصد حق کا اظہار نہیں بلکہ ریاکاری سے اپنے مدمقابل کو شرمندہ کرنا ہو واللہ تعالٰی اعلم (ت)

بلکہ محرر المذہب امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی نے حضرت امام اعظم و امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ بدمذہب کے پیچھے نماز اصلاً جائز نہیں۔ محقق علّام کمال الدین بن الہمام فتح میں فرماتے ہیں:

روی محمد عن ابی حنیفۃ و ابی یوسف ان الصلاۃ خلف اھل الاھواء لاتجوز[1]

امام محمد نے امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف دونوں سے روایت کیا کہ بدمذہب کے پیچھے نماز جائز نہیں (ت)

اسی میں روایت امام ابو یوسف لایجوز الاقتداء بالمتکلم وان تکلم بحق[2] (کلامی کے پیچھے نماز جائز نہیں اگرچہ وہ حق کے ساتھ متکلم ہو۔ ت) کی شرح میں امام ابو جعفر ہندوانی سے نقل کیا:

یجوز ان یکون مراد ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی من یناظر فی دقائق علم الکلام انتھی[3] **اقول** المناظرۃ فی دقائقہ لایزید علی بدعۃ اوفسق وعلی کل یفید عدم الجواز خلف المبتدع کما لیس بخاف۔

اس سے امام ابو یوسف کی مراد وہ شخص ہے جو علم کلام کے دقائق میں مناظرہ کرے انتہی **اقول** (میں کہتا ہوں) علم کلام کے دقائق مناظرہ زیادہ سے زیادہ بدعت یا فسق کا سبب ہے اور ہر صورت میں یہ واضح کر رہا ہے کہ بدعتی کے پیچھے نماز جائز نہیں، جیسا کہ مخفی نہیں (ت)

غیاث المفتی پھر مفتاح السعادۃ پھر شرح فقہ اکبر میں امام ثانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے ہے: لاتجوز خلف المبتدع[4] (بدعتی کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ ت) **اقول** وباللہ التوفیق جواز کبھی بمعنی صحت مستعمل ہوتا ہے تقول البیع عند اذان الجمعۃ یجوز ویکرہ ای یصح ویمنع (جیسے تو کہے جمعہ کی اذان کے وقت خرید و فروخت جائز اور مکروہ ہے یعنی صحیح مگر منع ہے۔ ت) اور کبھی بمعنی حلت لاتجوز الصلاۃ

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴
[2] " " " " "
[3] " " " " "
[4] شرح الفقہ الاکبر لملا علی قاری فصل علم التوحید علی سائر العلوم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۵

marfat.com

Marfat.com

دلیل سوم

اس کی تقریر میں اوّلاً یہ سُنئے کہ ان حضرات کی فقہی مسائل متعلقہ نماز و طہارت جو انھوں نے خود اپنی تصانیف میں لکھے کیا کیا ہیں اور وُہ علی الاطلاق مذاہب راشدہ یا خاص مذہب حنفیہ کے کتنے خلاف ہیں محبنا مولوی وصی احمد صاحب سورتی سلمہ اللہ تعالیٰ نے فتوائے جامع الشواھد فی اخراج الوھابیین عن المساجد (مساجد سے وہابیوں کو نکالنے پر جامع دلائل۔ت) میں عقائد غیر مقلدین نقل کرکے اُن کے بعض عملیات بھی تلخیص کئے ہیں یہاں اُسی کے چند کلمات بطور التقاط لکھنا کافی سمجھتا ہوں۔

مسئلہ (۱) پانی کتنا ہی کم ہو نجاست پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک رنگ یا بُو یا مزہ نہ بدلے۔ نواب صدیق حسن خاں بہادر شوہر ریاست بھوپال نے طریقہ محمدیہ ترجمہ دررِ بہیہ مصنفہ قاضی شوکانی ظاہری المذہب مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی کے صفحہ ۶ و ۷ پر اس کی تصریح کی اس کتاب پر مولوی نذیر حسین صاحب نے مُہر کی اور لکھا اس پر موحدین بے دھڑک عمل کریں اور دیباچے میں خود نواب مترجم لکھتے ہیں، متبع سنت اس پر آنکھ بند کرکے عمل کرے اور اپنی اولاد اور بیبیوں کو پڑھائے۔[۱] اور یہی مضمون فتح المغیث مطبع صدیقی لاہور کے صفحہ ۵ میں ہے، یہ وہی کتاب طریقہ محمدیہ ہے جس کا نام بدل کر نواب بھوپال نے دوبارہ وسہ بارہ بھوپال اور لاہور میں چھپوایا۔ اس مسئلے کا مطلب یہ ہُوا کہ کنواں تو بڑی چیز ہے اگر پاؤ بھر پانی میں دو تین ماشے اپنا یا کتّے کا پیشاب ڈال دیجئے پاک رہے گا مزے سے وضو کیجئے نماز پڑھئے کچھ مضائقہ نہیں۔

مسئلہ (۲) اُسی فتح المغیث[۲] کے صفحہ ۵ اور طریقہ محمدیہ[۱] کے صفحہ ۷ میں ہے: نجاست گوہ اور موت ہے آدمی کا مطلق مگر موت لڑکے شیرخوار کا اور لعاب ہے کتّے کا اور لید بھی اور خون بھی حیض و نفاس کا اور گوشت ہے سوئر کا اور جو اس کے سوا ہے اُس میں اختلاف ہے اور اصل اشیاء میں پاکی ہے اور نہیں جاتی پاکی مگر نقل صحیح سے کہ جس کے معارض کوئی دوسری نقل نہ ہو۔[۲] یہاں صاف صاف نجاست کو ان سات چیزوں میں حصر کردیا باقی تمام اشیا کو اصل طہارت پر جاری کیا جب تک نقل صحیح غیر معارض وارد نہ ہو۔ میں کہتا ہوں اب مثلاً اگر کوئی غیر مقلد مرغی کے گوہ یا سوئر کے موت یا کتّے کی منی سے اپنے چہرہ و ریش و بروت (مونچھیں) و جامہ پر عطر و گلاب افشانی فرما کر نماز پڑھ لے یا یہ چیزیں کیسی ہی کثرت سے پانی میں مل جائیں اگرچہ رنگ و مزہ و بُو کو بدل دیں اور غیر مقلد صاحب

---

[۱] طریقہ محمدیہ ترجمہ دررِ بہیہ (ف: اسی کا دوسرا نام فتح المغیث ہے۔ نذیر احمد)

[۲] فتح المغیث

marfat.com

Marfat.com

سیدی احمد مصری اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

قولہ فتجب اھانتہ شرعا فلا یعظم بتقدیمہ للامامۃ تبع فیہ الزیلعی ومفادہ کون الکراھۃ فی الفاسق تحریمیۃ[1]۔

اس کا قول "پس اس کی اہانت واجب ہے تو امامت کا منصب دے کر اس کی تعظیم نہ کی جائے" زیلعی نے اسی کی اتباع کی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ فاسق کی تقدیم (امامت) مکروہ تحریمی ہے (ت)

اور حاشیہ شرح علائی میں فرماتے ہیں:

اما الفاسق الاعلم فلا یقدم لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا ومفادھذا کراھۃ التحریم فی تقدیمہ اھ ابو السعود[2] انتہی۔

فاسق بڑے عالم کو مقدم نہ کیا جائے کیونکہ اس کی تقدیم میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً لوگوں پر اس کی اہانت لازم ہے اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ تقدیم فاسق مکروہ تحریمی ہے اھ ابوالسعود انتہی (ت)

علامہ محقق حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں:

العالم اولی بالتقدیم اذا کان یجتنب الفواحش وان کان غیرہ اورع منہ ذکرہ فی المحیط ولواستویا فی العلم و الصلاح واحدھما اقرأ فقدموا الاٰخر اساؤا ولایأثمون فالاساءۃ لترک السنۃ وعدم الاثم لعدم ترک الواجب لانھم قدموا رجلا صالحا کذا فی فتاوی الحجۃ وفیہ اشارۃ الی انھم لوقدموا فاسقا یأثمون بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم لعدم اعتنائہ

عالم تقدیم (امامت) کے لئے بہتر اس وقت ہے جو وہ فاحش گناہوں سے بچنے والا ہو اگرچہ وہاں اس سے زیادہ کوئی صاحبِ تقوٰی موجود ہو، اس کا ذکر محیط میں ہے اور اگر دونوں علم وصلاح میں برابر ہوں مگر ایک اچھا قاری ہے اس صورت میں اگر لوگوں نے دوسرے کو مقدم کر دیا تو بُرا کیا مگر گنہ گار نہ ہوں گے اساءت ترکِ سنّت کی وجہ سے اور عدم گناہ واجب کو ترک نہ کرنے کی وجہ سے ہے کیونکہ انھوں نے صالح شخص کو ہی امام بنایا ہے، فتاوٰی حجہ میں اسی طرح ہے اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اگر انھوں نے کسی فاسق کو مقدم کر دیا تو گنہ گار ہونگے،

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۵

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب الامامۃ " دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۴۳

marfat.com

Marfat.com

حرام ست نہ نجس امہ ملخصاً[1] خنزیر کے گوشت کے نجس ہونے ...

دم مسفوح حرام ہے ... نجس ... ملخصاً (ت)

مسئلہ (۵) اُسی فتح المغیث کے صفحہ ۹ پر ہے، کافی ہے مسح کرنا پگڑی پر ... سر کا مسح نہ کیجئے پگڑی پر ہاتھ پھیر لیجئے وضو ہوگیا اگرچہ قرآن عظیم فرمایا کرے وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ (اپنے سروں کا مسح کرو)[2][3]

مسئلہ (۶) مولوی محمد سعید شاگرد مولوی نذیر حسین ہدایت قلوب قاسیہ کے صفحہ ۳۶ میں لکھتے ہیں جو اپنی بیوی سے جماع کرے اور انزال نہ ہو تو اُس کی نماز بغیر غسل کے درست ہے۔[4]

مسئلہ (۷) فتاوی ابراہیمیہ مصنفہ مولوی ابراہیم غیر مقلد مطبوعہ دھرم پرکاش الہ آباد کے صفحہ ۲ میں ہے: وضو میں بجائے پاؤں دھونے کے مسح فرض ہے۔[5] انھوں نے پاؤں کے مسئلے میں رافضیوں سے بھی آگے قدم رکھا وہ بیچارے بھی صرف جواز مانتے ہیں واللہ المستعان علی شر الرافض وقومہ شر من الرافض (اللہ تعالٰی ہی مددگار ہے روافض کے شر پر اور اس قوم کے شر پر جو روافض سے بھی بدتر ہے۔ت)

ثانیاً یہ خیال کیجئے کہ انھیں اہلسنت کے ساتھ کس درجہ تعصب ہے، اور تعصب وہ شئی ہے کہ خواہی نخواہی آدمی نیش عقرب (بچھو کا ڈنگ) ہوکر بتقاضائے طبع ایذاو اضرار پر کمر کستا ہے اور جہاں تک بن پڑے شقاق وخلاف کو دوست رکھتا ہے، اگر علانیہ نہ ہوسکے تو خفیہ ہی کوئی بات کر گزرے اور آپ ہی آپ دل میں ہنس لے، جہال روافض کی حکایات مشہور ہیں کہ اُن کی مجالس مرثیہ میں جو جاہل سُنّی جا بیٹھے انھوں نے قلتین کے چھینٹے شربت میں ملائے، بعض اشقیا نے اسمائے طیبہ پرچوں پر لکھ کر فرش کے نیچے رکھ دئے کہ سُنّی بیٹھیں تو پاؤں کے نیچے آئیں اگرچہ نادانستہ ہی سہی، پھر جہاں ایسا موقع ہاتھ لگا کر کوئی خاص چیز کسی مہمان یا حاجتمند سُنّی ناواقف کے کھانے پینے کو پیش کی ظاہری تکلف حد سے گزرا اور بعض نجاسات قطعیہ سے آلودہ کردی، یہ سب شاخیں تعصب کی ہیں، پھر حضرات غیر مقلدین کا تعصب اُن روافض سے کم نہیں بلکہ زائد ہے کہ یہ دشمن تازہ ہیں اور ان کے حوصلوں کی تنگی

---

[1] نہج المقبول من شرائع الرسول

[2] فتح المغیث

[3] القرآن ۵/۶

[4] ہدایت قلوب قاسیہ

[5] فتاوی ابراہیمیہ

marfat.com

Marfat.com

[illegible] وعن ابي هريرة وعن سعد بن ابي وقاص والدارقطني في الافراد عن جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنهم اجمعين۔

بن نعمان بن مقرن سے ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دارقطنی نے افراد میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے روایت کیا ہے (ت)

فسق دوم طعن علماء طبرانی کبیر میں بسند حسن ابوامامہ[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ثلثة لا یستخف بحقهم الا منافق ذو الشیبة فی الاسلام وذو العلم وامام مقسط[۱]

تین شخص ہیں جن کی تحقیر نہ کرے گا مگر منافق، ایک وہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا، دوسرا ذی علم، تیسرا امام عادل۔

احمد[۲] بسند حسن واللفظ لہ اور طبرانی وحاکم عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لیس من امتی من لم یجل کبیرنا ویرحم صغیرنا ویعرف لعالمنا[۲]

میری اُمت سے نہیں جو ہمارے بڑے کی تعظیم اور ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور ہمارے عالم کا حق نہ پہچانے۔

مسند الفردوس[۳] میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

العالم سلطان اللہ فی الارض فمن وقع فیه فقد هلك[۳] والعیاذ باللہ تعالیٰ

عالم اللہ کی سلطنت ہے اس کی زمین میں، تو جو اس کی شان میں گستاخی کرے ہلاک ہوجائے۔

فسق سوم عداوت عامہ اہلِ عرب وحجاز انھیں جو تعصب اُن کے ساتھ ہے یہی خوب جانتے ہیں،

قد بدت البغضاء من افواههم وما تخفی صدورهم اکبر[۴]

بیر ان کی باتوں سے جھلک اُٹھا وہ (غیظ وعناد) جو سینوں میں چھپائے ہیں، وہ بڑا ہے۔ (ت)

اور اس کی وجہ مخالفت مذہبی کے علاوہ بار بار بتکرار علمائے عرب کے فتاوے ان کی تضلیل وتذلیل میں آنا اور بکرات ومرات ان کے ہم مذہبوں کا وہاں ذلتیں اور سزائیں پانا جس کی حکایات خواص وعوام میں مشہور

---

[۱] المعجم الکبیر مروی از ابوامامہ باہلی مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۸/۲۳۸

[۲] مسند احمد بن حنبل حدیث عبادہ بن الصامت مطبوعہ دار الفکر بیروت ۵/۳۲۳

[۳] کنز العمال بحوالہ مسند الفردوس عن ابی ذر حدیث ۲۸۶۷۳ کتاب العلم مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۱۳۴

[۴] القرآن ۳/۱۱۸

marfat.com

Marfat.com

سے نقل کیا، فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

الاقتداء بشافعی المذھب انما یصح اذا کان الامام یتحامی مواضع الخلاف بان یتوضأ من الخارج النجس، من غیر السبیلین کالفصد ولایکون متعصبا ولایتوضأ بالماء الراکد[1] القلیل وان یغسل ثوبه من المنی[2] ویفرك الیابس منه ویمسح[3] ربع رأسه ھکذا فی النھایة والکفایة ولایتوضأ بالماء القلیل الذی وقعت فیه النجاسة کذا فی فتاوٰی قاضی خاں ولا بالماء المستعمل ھکذا فی السراجیة[1] اھ ملخصا۔

شافعی المذہب کی اقتدا اس وقت صحیح ہے جب مقاماتِ اختلاف میں احتیاط سے کام لیتا ہو، سبیلین کے علاوہ سے نجاست کے خروج پر وضو کرتا ہو جیسا کہ رگ کٹوانے پر، اور متعصّب نہ ہو اور نہ قلیل کھڑے پانی سے وضو کرنے والا ہو اور منی والا کپڑا دھوتا ہو، اور خشک منی کپڑے سے کھُرچ دیتا ہو، اور سر کے چوتھائی کا مسح کرتا ہو، نہایہ اور کفایہ میں اسی طرح ہے، اور ایسے ہی قلیل پانی جس میں نجاست گر گئی ہو اس سے وضو نہ کرتا ہو فتاوٰی قاضی خاں میں اسی طرح ہے اور نہ ہی ماءِ مستعمل سے وضو کرتا ہو جیسا کہ سراجیہ میں ہے اھ ملخصاً (ت)

فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

اما الاقتداء بشفعوی المذھب قالوا لاباس به اذا لم یکن متعصبا وان یکون متوضأ من الخارج النجس من غیر السبیلین ولایتوضأ بالماء القلیل الذی وقعت فیه النجاسة[2] اھ ملخصا۔

شافعی المذہب کی اقتداء کے بارے میں علماء نے فرمایا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ متعصب نہ ہو اور یہ کہ سبیلین کے علاوہ سے نجاست کے خروج پر وضو کرتا ہو اور اس قلیل پانی (جس میں نجاست گر گئی ہو) سے وضو نہ کرتا ہو اھ تلخیصاً (ت)

عہ[1] قلت ای بحیث تقع الغسالة فیه بناء علی نجاسة الماء المستعمل ۱۲ منه (م)

میں کہتا ہوں یعنی اس وقت جب غسالہ پانی میں گرتا ہو اس قول کی بنا پر جو ماءِ مستعمل کو نجس قرار دیتے ہیں ۱۲ منہ (ت)

عہ[2] قلت ای اذا بلغ حد المنع ۱۲ منه (م)

میں کہتا ہوں یعنی جب مانع نماز کی حد تک پہنچ جائے ۱۲ منہ (ت)

عہ[3] قلت ای لایجتزئ باقل منه ۱۲ منه (م)

میں کہتا ہوں یعنی اس سے اقل پر اکتفاء نہ کرتا ہو ۱۲ منہ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیة الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۴

[2] فتاوٰی قاضی خان فصل فی من یصلح الاقتداء وفی من لایصلح " منشی نولکشور لکھنؤ ۱/۴۳

marfat.com

Marfat.com

کےساتھ زیادت ہے اور حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لا یکید اھل المدینۃ احد الا انماع کما ینماع الملح فی الماء۔ اخرجه الشیخان عن سعد بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنه۔[1]

کوئی شخص اہلِ مدینہ کے ساتھ بداندیشہ نہ کرے گا مگر یہ کہ ایسا گل جائے گا جیسے نمک پانی میں۔ اسے بخاری و مسلم نے حضرت سعد بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

من اراد اھل المدینۃ بسوء اذابه اللہ کما یذوب الملح فی الماء۔ اخرجه احمد و مسلم و ابن ماجة عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه۔[2]

جو اہلِ مدینہ کے ساتھ کسی طرح کا بُرا ارادہ کرے اللہ تعالٰی اُسے ایسا گلا دے جیسے نمک پانی میں گل جاتا ہے۔ اسے امام احمد، مسلم اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

دوسری حدیث میں ہے حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من آذی اھل المدینۃ آذاہ اللہ وعلیه لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین لا یقبل منه صرف ولا عدل۔[3] اخرجه الطبرانی فی الکبیر عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنهما۔

جو مدینہ والوں کو ایذا دے اللہ اسے مصیبت میں ڈالے اور اس پر خدا اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے اللہ تعالٰی نہ اسکا نفل قبول کرے نہ فرض۔ اسے طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔

اگر یہ حضرات ان امور سے انکار کریں تو کیا مضائقہ اُن سے کہئے تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم[4] (ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے۔ ت) ہم اور تم سب مل کر مہر کر دیں کہ مسائل مذہبی میں جو مسلک علمائے

---

[1] صحیح البخاری فضائل المدینۃ باب اثم من کاد اہل المدینۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۲

[2] صحیح مسلم کتاب الحج باب تحریم ارادۃ اہل المدینۃ بسوء ۔ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۴۴۵
مسند احمد بن حنبل از مسند ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ۔ دار الفکر بیروت ۲/۳۵۷

[3] کنز العمال بحوالہ الطبرانی عن ابن عمر فضائل المدینۃ وما حولہا الخ حدیث ۳۴۸۳۶ ۔ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۲۳۷
مجمع الزوائد باب فیمن أخاف اہل المدینۃ واراد ہم بسوء ۔ دار الکتاب بیروت ۳/۳۰۷
الترغیب والترہیب الترہیب من اخافۃ اہل المدینۃ الخ ۔ مصطفی البابی مصر ۲/۲۴۱

[4] القرآن ۳/۶۴

marfat.com

Marfat.com

علامہ احمد مصری حاشیہ شرح نور الایضاح میں فرماتے ہیں:

صحۃ الاقتداء اذا کان یحتاط فی مواضع الاختلاف کأن یجدد الوضوء بخروج نحو دم وان یمسح رأسہ وان یغسل ثوبہ من منی اویفرکہ اذا جف الخ[1]

صحت اقتدا شافعی کی اس پر موقوف ہے کہ وہ مواضع اختلاف میں محتاط ہو، مثلاً خون جیسی چیز کے خروج پر نیا وضو کرتا ہو اور سر کا مسح کرتا ہو اور منی لگ جائے تو کپڑے کو دھوتا ہو یا خشک ہونے کی صورت میں اسے کھرچ دیتا ہو الخ (ت)

رد المحتار میں ہے:

قال کثیر من المشائخ ان کان عادتہ مراعاۃ موضع الخلاف جاز والا فلا ذکرہ السندی المتقدم ذکرہ ح قلت وھذا بناء علی ان العبرۃ لرأی المقتدی وھو الاصح الخ[2]

اکثر مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر شافعی امام کی عادت مقاماتِ اختلاف میں احتیاط کی (یعنی وضو و نماز میں مذہب حنفی کی رعایت کرتا ہو) تو پھر اس کی اقتداء جائز ورنہ نہیں۔ سندی نے اس کو ذکر کیا اس کا ذکر پیچھے بھی گزرا ہے ح۔ میں کہتا ہوں یہ اس بنا پر ہے کہ اس مسئلہ میں اعتبار مقتدی کی رائے کا ہے اور یہی اصح ہے الخ (ت)

اُسی میں ہے:

فی رسالۃ الاھتداء فی الاقتداء لمنلا علی القاری ذھب عامۃ مشائخنا الی الجواز اذا کان یحتاط فی موضع الخلاف والا فلا۔[3]

ملّا علی قاری کے رسالہ "الاھتداء فی الاقتداء" میں ہے کہ اکثر مشائخ کی رائے یہی ہے کہ اگر امام شافعی مقاماتِ اختلاف میں محتاط ہے تو اقتداء جائز ورنہ نہیں۔ (ت)

اسی طرح اور کتب میں تصریح ہے:

بقی ان الشامی نقل عن القاری بعد قولہ المذکور المعنی انہ یجوز فی المراعی

رہا یہ معاملہ کہ شامی نے علی قاری سے اپنے مذکور قول کے بعد یہ نقل کیا ہے؛ اس کا معنٰی یہ ہے کہ

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب الوتر مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۱۰
[2] رد المحتار مطلب فی الاقتداء بشافعی ونحوہ الخ " مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۶
[3] " " " " " " " " " "

marfat.com
Marfat.com

لعنھم اللّٰہ فی الدنیا والاٰخرۃ و اعدّ لھم عذابا مّھینا[1] — اللہ نے اُن پر لعنت کی دُنیا و آخرت میں اور اُن کے لئے تیار رکھا ہے ذلّت کا عذاب۔

سبحان اللہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرمائیں،

ان اللّٰہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء[2]۔ اخرجہ احمد وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ وابن حبان والحاکم و ابونعیم کلھم عن اوس بن ابی اوس الثقفی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ — بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر پیغمبروں کا جسم کھانا حرام کیا ہے۔ اس کو امام احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابنِ حبان، حاکم اور ابونعیم سب حضرات نے حضرت اوس بن ابی اوس ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور وارد کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من کلمہ روح القدس لم یؤذن للارض ان تأکل من لحمہ[3]۔ اخرجہ الزبیر بن بکار فی اخبار المدینۃ وابن زبالۃ عن الحسن مرسلا۔ — جس سے جبریل نے کلام کیا زمین کو اجازت نہیں کہ اس کے گوشت پاک میں کچھ تصرف کرے۔ اسے حضرت زبیر بن بکار نے اخبار المدینہ میں اور ابن زبالہ نے امام حسن بصری سے مرسلاً روایت کیا ہے۔

امام ابوالعالیہ تابعی نے کہا،

ان لحوم الانبیاء لاتبلیھا الارض ولا تأکلھا السباع[4]۔ اخرجہ الزبیر والبیھقی۔ — انبیاء کا گوشت زمین نہیں گلاتی نہ درندے گستاخی کریں۔ اسے زبیر اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

اور رب العالمین جل مجدہٗ اُن کے غلاموں یعنی شہدائے کرام کی نسبت ارشاد فرمائے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ — جو خدا کی راہ میں مارے گئے اُنھیں مُردہ نہ کہو

---

[1] القرآن ۳۳/۵۷

[2] سنن النسائی — اکثار الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الجمعۃ — مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۱۶۲
سُنن ابی داؤد — باب تفریع ابواب الجمعۃ — مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۵۰
مسند احمد بن حنبل — حدیث اوس بن اوس رضی اللہ عنہ — دار الفکر بیروت ۴/۸

[3] الدر المنثور زیرِ آیۃ وایدناہ بروح القدس — مطبوعہ منشورات آیۃ اللہ العظمٰی، قم، ایران ۱/۸۷

[4] اخبار مدینہ لزبیر بن بکار

marfat.com

Marfat.com

عدمها، ووجود الباس لايستلزم البطلان نعم هو مساوق لعدم الجواز بمعنى عدم الحل الجامع لكراهة التحريم، ويؤيد ذلك مانص عليه العلامة الحلبي في الغنية الاختلاف انما هو في الكراهة والافعلى الجواز يعني الصحة الاجماع۔

ثم لايذهبن عنك ان الكراهة ههنا للتحريم اذهو الذي يصح تفسير عدم الجواز به كما فعل القاري فافهم وتثبت هذا ماظهر لي وقد بقي خبايا والعبد الضعيف حقق الكلام في هذا المرام في فتاواه الملقبة بالعطايا النبوية في الفتاوى الرضوية وبالله التوفيق۔

بات کی مفید ہے کہ جیسے [illegible] لازم آئے گا اور عدم صحت بطلان [illegible] مستلزم نہیں ہاں وہ مساوی ہے عدم جواز کے جس معنی حل کا جو کراہت تحریمی کو جامع ہے، اور اس کی تائید علامہ حلبی کے الفاظ سے ہوتی ہے جو غنیہ میں ہیں کہ اختلاف کراہت میں ہے ورنہ جواز یعنی صحت پر اجماع ہے۔

پھر یہ بھی ذہن نشین رہنا چاہئے کہ یہاں کراہت تحریمی مراد ہے کیونکہ تفسیر عدم جواز کی اسی کے ساتھ درست ہوتی ہے جیسا کہ علی قاری نے کیا ہے، خوب سمجھ کر اس پر قائم رہو۔ یہ وہ تفصیل تھی جو مجھ پر واضح ہوئی اور ابھی کچھ گوشے رہ گئے ہیں بندۂ ضعیف نے اللہ کی توفیق سے اس مقصد پر اپنے فتاوٰی الملقب بہ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ میں تحقیق کی ہے۔ (ت)

سبحٰن اللہ جبکہ بے احتیاط شافعی کے پیچھے نماز جمہور ائمہ کے نزدیک ناجائز، تو ان مبتدعین تہورین کو اہلِ حق و ہدایت سے کیا نسبت ان کے پیچھے بدرجۂ اولٰی ناجائز و ممنوع تر ہونا چاہئے کما لایخفی۔

تنبیہ: خانیہ وخلاصہ ونہایہ وکفایہ و بحرالفتاوی وشرح نقایہ وہندیہ کے نصوص سن چکے کہ متعصب شافعی کے پیچھے نماز جائز نہیں اور اس کی تفسیر گزری کہ متعصب وہ[ع] جو حنفیہ سے بغض رکھتا ہو، اب غور کر لیجئے کہ غیر مقلدین کو نہ صرف حنفیہ بلکہ تمام مقلدین ائمہ دین سے کس قدر بغض شدید وکین مدید ہے خصوصاً جو عنایت حضرات حنفیہ خصهم اللہ بالطاف الحفیہ کے ساتھ ہے بیان سے باہر تو ان روایات پر یہ جداگانہ دلیل ہوئی ان کی اقتداء ناجائز ہونے کی،

لكن قال المحقق في الفتح لايخفى ان تعصبه انما يوجب فسقه اھ[1]

لیکن محقق نے فتح القدیر میں فرمایا یہ مخفی نہ رہے کہ اس کا متعصب ہونا فسق کا موجب وسبب ہے اھ

ع اقول ایسے ہی شافعیہ یا مالکیہ یا حنبلیہ سے بغض رکھنے والا لاعند من برأہ اللہ من التعصب کہ اہلِ حق سے بغض نہ رکھے گا مگر بدمذہب اور بدمذہب کے پیچھے نماز ممنوع ۱۲ منہ سلمہ (م)

[1] فتح القدیر باب صلوٰۃ الوتر مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۸۱

marfat.com

Marfat.com

اور حضور پرنور سید المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من عادی اولیاء اللہ فقد بارز اللہ بالمحاربۃ۔[1] اخرجہ ابن ماجۃ والحاکم والبیہقی فی الزھد عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال الحاکم صحیح ولا علۃ لہ۔

جس نے اولیاء اللہ سے عداوت کی وہ سرمیدان خدا کے ساتھ لڑائی کو نکل آیا۔ اس کو ابن ماجہ، حاکم اور بیہقی نے زہد میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے فرمایا یہ روایت صحیح ہے اور اس میں کوئی علت نہیں ہے۔ (ت)

اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کی سچی محبت پر دنیا سے اُٹھائے آمین بجاھھم عندک یا ارحم الراحمین یا من احبھم فامرنا بحبھم حبھم الینا وحببنا الیھم بجنا ایاھم یا اکرم الاکرمین آمین آمین۔

فسق ہفتم ہم اوپر بیان کر آئے کہ ان کا خلاصہ مذہب یہ ہے کہ گنتی کے ڈھائی آدمی ناجی باقی تمام مسلمین شرک میں پڑ کر ہلاک ہوگئے اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

اذا سمعت الرجل یقول ھلک الناس فھو اھلکھم۔[2] اخرجہ احمد والبخاری فی الادب ومسلم وابو داود عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جب تو کسی کو یوں کہتے سُنے کہ لوگ ہلاک ہوگئے تو وہ اُن سب سے زیادہ ہلاک ہونے والا ہے۔ اسے امام احمد اور بخاری نے الادب المفرد میں، مسلم اور ابوداؤد نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

حدیث سے ثابت ہُوا حقیقۃً یہی لوگ جو ناحق مسلمانوں کو چنیں وچناں کہتے ہیں خود ہلاک عظیم کے مستحق ہیں اور اللہ جل جلالہ فرماتا ہے:

فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝[3] — کون ہلاک ہُوا سوا فاسق لوگوں کے۔

پھر ان کے اشد الفاسقین سے ہونے میں کیا شبہہ ہے والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالیٰ۔ پھر ستم برستم یہ کہ وہ ان محرمات کا صرف ارتکاب ہی نہیں کرتے انھیں حلال ومباحات بلکہ افضل حسنات بلکہ اہم واجبات سمجھتے ہیں ہیہات اگر تاویل کا قدم درمیان نہ ہوتا تو کیا کچھ ان کے بارے میں کہنا نہ تھا اللہ تعالیٰ نے یہ دین پر استقلال

---

[1] سنن ابن ماجہ باب من ترجی لہ السلامۃ من الفتن مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۲۹۶
شعب الایمان باب فی اخلاص العمل حدیث ۶۸۱۲ ؍؍ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵/۳۲۸
[2] الادب المفرد (۳۲۴) باب قول الرجل ھلک الناس حدیث ۷۵۹، مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ص ۱۹۵
[3] القرآن ۴۶/۳۵

marfat.com

Marfat.com

کافر ہونا چاہا اور مسلمان کو مبتلائے کفر چاہنا رضا بالکفر ہے اھ رضا بالکفر آپ ہی کفر ہے۔ اس کے
پیچھے نماز جائز نہیں، فتح القدیر میں ہے:

قال صاحب المجتبی واما قول ابی یوسف لا تجوز الصلاۃ خلف المتکلم فیجوز ان یرید الذی قررہ ابوحنیفۃ حین رای ابنہ حمادا یناظر فی الکلام فنہاہ فقال رأیتک تناظر فی الکلام وتنہانی فقال کنا نناظر وکان علی رؤسنا الطیر مخافۃ ان یزل صاحبنا وانتم تناظرون وتریدون زلۃ صاحبکم ومن اراد زلۃ صاحبہ

صاحب مجتبیٰ نے فرمایا امام ابو یوسف کا قول کہ متکلم کے پیچھے نماز جائز نہیں تو ہو سکتا ہے اس کی مراد وہ ہو جس کو امام ابوحنیفہ نے مقرر کیا ہے کہ انہوں نے جب اپنے صاحبزادے حماد کو علم کلام میں مناظرہ کرتے ہوئے دیکھا تو اپنے بیٹے کو اس سے منع کیا، بیٹے نے عرض کی میں نے آپ کو علم کلام میں مناظرہ کرتے دیکھا ہے اور مجھے آپ اس سے منع کر رہے ہیں اس پر آپ نے فرمایا ہم اس حال میں مناظرہ کرتے تھے گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اختلف المشائخ ثم ذکر عن شیخ الاسلام ما حقہ ان یسطر علی الصدور وحاصلہ انہ انما یکون کفرا اذا کان یستحسنہ ثم قال) وقد عثرنا علی روایۃ ابی حنیفۃ ان الرضاء بکفر الغیر کفر من غیر تفصیل اھ قلت وھی ھذہ الروایۃ التی ذکر فی المجتبی قال العلامۃ القاری بعد نقل ما فی رسالۃ البدر الجواب ان روایۃ ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی اذا کانت مجملۃ او عبارتہ مطلقۃ قلنا ان نفصلہا ونقیدہا علی مقتضی القواعد الحنفیۃ[1] اھ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ سلمہ ربہ (م)

غیر کے کفر پر راضی ہونا اس میں مشائخ کا اختلاف ہے پھر وہاں شیخ الاسلام کے حوالے سے وہ لکھا جو سینوں پر لکھنے کے قابل ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ کفر اس وقت ہے کہ جب اس نے اسے پسند کیا پھر کہا ہم امام ابوحنیفہ کی اس روایت پر مطلع ہیں جس میں ہے کہ غیر کے کفر پر راضی ہونا کفر ہے بغیر کسی فرق کے اھ میں کہتا ہوں یہی وہ روایت ہے جو مجتبیٰ میں مذکور ہے، علامہ علی قاری نے رسالہ بدر کی عبارت نقل کرنے کے بعد کہا اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت جب مجمل ہو یا اس کی عبارت مطلق ہو تو ہم کہتے ہیں ہم اس کی تفصیل کرتے ہیں اور قواعد احناف کے مقتضا کے مطابق اسے مقید کرتے ہیں اھ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ سلمہ ربہ (ت)

[1] منح الروض شرح الفقہ الاکبر بحوالہ المحیط فصل فی الکفر مصطفی البابی مصر ص ۱۸۰

marfat.com

Marfat.com

کیا نہ جانا کہ اسی مسلک رشید شاگرد نے مطبوعہ رسالے میں حقیقی پھوپھی تک حلال بتائی، کیا نہ سنا کہ دوسرے شاگرد نے سوتیلی خالہ کو بھانجے کے حق میں مباح کردیا اور اس آفت کے فتنے سے استاد صاحب نے اپنی مہر کا نکاح کردیا پھر امام العصر کا اُجرت لے کر مسائل لکھنا، ایک ہی مقدمہ میں مدعی مدعا علیہ دونوں کے پاس حضرت کا فتوٰی ہونا کیسی اعلیٰ درجے کی دیانت ہے، ان سب وقائع کی تفصیل بعض احباب فقیر نے رسالہ سیف المصطفٰی علی ادیان الافترا ۱۲۹۹ھ و رسالہ نشاط السکین علی حلق البقر السمین ۱۳۰۳ھ میں ذکر کی، پھر بات بنانے کو احیا و اموات پر ہزاروں افترا و بہتان کرنا، فرضی کتابوں سے سند لانا، خیالی عالموں کے نام گھڑلینا، نقل عبارت میں قطع و برید کرنا، جرح محدثین کو نسب بدل لینا، احادیث و اقوال کے غلط حوالے دینا اور ان کے سوا دیدہ و دانستہ ہزاروں قسم کی عیاریاں ان کے عمائد و متکلمین اپنی مذہبی تصانیف میں کر گزرے، زکیں کھائیں الزام اٹھائے اور باز نہ آئے۔ رسالہ سیف المصطفٰی انھیں امور کے بیان و اظہار میں تالیف ہوا جس میں عزیزم مؤلف حفظہ اللہ نے اکابر طائفہ کی ایک سو ساٹھ ۱۶۰ دیانتوں کو جلوہ دیا۔ پھر کون گمان کرسکتا ہے کہ جرأت و جسارت میں ان کا پایا کسی فاسق سے گھٹا ہوا ہے معہذا آزما لیجئے کہ یہ حضرات جس مسئلہ میں خلاف کریں گے آرام نفس ہی کی طرف کریں گے کبھی وہ مذہب ان کے نزدیک راجح نہ ہوا جس میں ذرا مشقت کا پلہ جھکا، تراویح میں بیس رکعت چھوڑیں تو چھتیس ۳۶ کی طرف نہ گئے جو امام مالک سے مروی، نہ چالیس ۴۰ لیں جو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول اور امام اسحٰق بن راہویہ و اہل مدینہ کا مذہب تھا، آٹھ پر گرے کہ آرام کا سبب تھا۔ اور اُن کے بعض مسائل کا نمونہ ان شاء اللہ تعالٰی قریب آتا ہے۔ مسلمانو! جب بیباکی وہ ہے کہ جو چاہا کہہ دیا نہ قرآن سے غرض نہ حدیث سے کام، اجماع ائمہ تو کس چیز کا نام، ادھر آرام طلبی کا جوشش تام، تو کیا عجب کہ بے غسل یا بے وضو نماز جائز کرلیں خصوصاً جبکہ موسم سرما ہو اور پانی ٹھنڈا، آخر یہ پھوپھی بھتیجی خالہ کی حلت سے عجب تر نہ ہوگا۔ سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے:

اذا لم تستحی فاصنع ما شئت[1] — جب تُو بیحیا ہوجائے تو جو چاہے کر۔ (ت)

ع آنرا کہ حیا نیست ازو ہیچ عجب نیست

(جس کو حیا نہیں اس سے کچھ بھی تعجب نہیں)

والعیاذ باللہ تعالٰی۔

---

[1] المعجم الکبیر مروی از ابومسعود انصاری حدیث ۶۵۷ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲۳۷/۱۷

marfat.com

Marfat.com

لا یعتمد علی مذہب مجتہد بعینہ[1]   اعتماد نہ کرتا ہو۔ (ت)

امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی جن کی میزان وغیرہ تصانیف عالیہ امام العصر و دیگر کبرائے طائفہ نے جابجا اسناد کیا اسی میزان میں فرماتے ہیں:

یجب علی المقلد العمل بالارجح من القولین فی مذھبہ مادام لم یصل الی معرفۃ ھذہ المیزان من طریق الذوق و الکشف کما علیہ عمل الناس فی کل عصر بخلاف ما اذا وصل الی مقام الذوق و رأی جمیع اقوال العلماء و بحور علومھم تنفجر من عین الشریعۃ الاولی تبتدئ منھا و تنتھی الیھا فان مثل ھذا لایؤمر بالتعبد بمذھب معین لشھودہ تساوی المذاھب فی الاخذ من عین الشریعۃ[2] اھ ملخصا

یعنی مقلد پر واجب ہے کہ خاص اُس روایات پر عمل کرے جو اُس کے مذہب میں راجح ٹھہری ہو ہر زمانے میں علماء کا اسی پر عمل رہا ہے البتہ جو طریق اللہ ذوق و معرفت کی راہ سے اُس مقام کشف تک پہنچ جائے کہ شریعتِ مطہرہ کا پہلا چشمہ جو سب مذاہب ائمہ مجتہدین کا خزانہ ہے اُسے نظر آنے لگے وہاں پہنچ کر وہ تمام اقوال علماء کو مشاہدہ کرے گا کہ ان کے دریا اُسی چشمے سے نکلتے اور اُسی میں پھر آکر گرتے ہیں ایسے شخص پر تقلید شخصی لازم نہ کی جائیگی کہ وہ تو آنکھوں دیکھ رہا ہے کہ سب مذاہب چشمۂ اولیٰ سے یکساں فیض لے رہے ہیں اھ ملخصاً۔

یہاں سے ثابت کہ جو پایۂ اجتہاد نہ رکھتا ہو نہ کشف و ولایت کے اس رتبۂ عظمیٰ تک پہنچا اُس پر تقلید امام معین قطعاً واجب ہے اور اسی پر ہر زمانے میں علماء کا عمل رہا، یہاں تک امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی نے کتاب مستطاب کیمیائے سعادت میں فرمایا:

مخالفت کردن صاحب مذہب خویش نزدیک ہیچکس[عہ]   اپنے صاحبِ مذہب کی مخالفت کرنا کسی کے نزدیک

عہ اقول وانما اراد الاجماع بعد تقرر المذاھب وظھور التمذھب للائمۃ باعیانھم اذ ھو الصحیح لااضافۃ بین الناس واصحاب

میں کہتا ہوں ان کی مراد تقرر مذاہب اور ظہور تقلید معین ائمہ کے بعد کا اجماع ہے کیونکہ یہی صحیح ہے عام لوگوں اور اصحاب مذاہب کے درمیان کوئی نسبت نہیں ہے (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] رسالہ انصاف مع ترجمہ کشاف   مطبوعہ مجتبائی دہلی   ص ۵۹
[2] المیزان الکبری   فصل فان قال قائل فھل یجب الخ   مطبوعہ مصطفی البابی مصر   ۱/۱۱

marfat.com

Marfat.com

اُس سے وضو کریں اصلاً حرج نہیں کہ آخر جامہ بدن پر کوئی نجاست نہیں، نہ پانی کے اوصاف کسی نجس نے بدلے، پھر کیا مضائقہ ہے سب مباح و روا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ثم اقول آیہ کریمہ قُلْ لَا اَجِدُ فِیْمَا اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗ (محبوب فرمادیجئے میں اپنے اوپر نازل شدہ وحی میں نہیں پاتا کسی کھانیوالے پر کوئی کھانا حرام[1]) اقویہ سند کافی موجود اور جس طرح نجاست بے نقل صحیح غیر معارض ثابت نہیں ہوسکتی اور اصل اشیا میں طہارت ہے یوں ہی حرمت کا ثبوت بھی بے اس کے نہ ہوگا اور اصل اشیا میں اباحت تو غیر مقلد کو اُن چیزوں کے نوش کرنے میں کیا مضائقہ ہے ع

گر بر تو حلال ست حلالت بادا

(اگر تجھ پر پینا حلال ہے تیرا اپنا حلال کیا ہوا ہے)

مسئلہ (۳) نواب موصوف روضۂ ندیہ کے صفحہ ۱۲ میں فرماتے ہیں،

شراب و مُردار و خون کی حرمت اُن کی نجاست پر دلیل نہیں جو انھیں ناپاک بتائے دلیل پیش کرے اھ ملخصاً مترجماً[2]۔

میں کہتا ہوں شاعر بھولا کہ ناحق خلافِ شرع پینے کا لفظ بولا اگر یہ مسئلہ سُنتا یوں کہتا، ؎

چھوتا نہیں شراب کبھی بے وضو کئے

قالب میں میرے رُوح کسی پارسا کی ہے

جس میں شریعت جدیدہ کا خلاف بھی نہ ہوتا اور زیادت مبالغہ سے حسنِ شعر بھی بڑھ جاتا کہ پیتا نہیں سے چھوتا نہیں میں کہیں زیادہ مبالغہ ہے۔

مسئلہ (۴) نواب صاحب اپنے صاحبزادہ کے نام سے نہج المقبول من شرائع الرسول مطبوعہ بھوپال کے صفحہ ۲۰ پر فرماتے ہیں،

شستن منی از برائے استقذار بودہ است نہ بنا بر نجاست و بر نجاست خمر و دیگر مسکرات دلیلے کہ صالح تمسک باشد موجود نیست و اصل در ہمہ چیزہا طہارت ست و در نجاست لحم خوک خلاف ست و دم مسفوح

منی کو نفرت و نظافت کی وجہ سے دھونا ضروری ہے نہ کہ ناپاک ہونے کی وجہ سے، شراب اور دیگر نشہ آور اشیا کے ناپاک ہونے پر کوئی دلیل صالح نہیں جس سے استدلال کیا جاسکے اور تمام اشیا میں اصلاً طہارت ہے،

---

[1] القرآن ۶/۱۴۵

[2] روضۂ ندیہ شرح درر بہیہ عربی بیان الاصل فی الاشیاء الطہارۃ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ لاہور ۱/۲۳

marfat.com

Marfat.com

محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں:

مخالفته للمقلد متفق علی کونه منکرا بین المحصلین[1] ۔

تمام فنی فاضلوں کا اتفاق ہے کہ مقلد کو اپنے امام کی مخالفت کرنا شنیع و واجب الانکار ہے۔

شرح نقایہ میں کشف اصول امام بزدوی سے منقول:

من جعل الحق متعددا کالمعتزلة اثبت للعامی الخیار من کل مذهب ما یهواه ومن جعل واحدا کعلمائنا الزم للعامی اماما واحدا[2] ۔

یعنی جن کے نزدیک مسائل نزاعیہ میں حق متعدد ہے کہ ایک شے جو مثلاً ایک مذہب میں حلال دوسرے میں حرام ہو تو وہ عنداللہ حلال بھی ہے اور حرام بھی، وہ تو عامی کو اختیار دیتے ہیں کہ ہر مذہب سے جو چاہے اخذ کرلے یہ مذہب معتزلہ وغیرہم کا ہے اور جو حق کو واحد مانتے ہیں وہ عامی پر امام معین کی تقلید واجب کرتے ہیں یہ مذہب ہمارے علماء وغیرہم کا ہے۔

علامہ زین بن نجیم مصری صاحب بحر الرائق واشباہ وغیرہما رسالۂ کبائر و صغائر میں فرماتے ہیں:

اما الکبائر فقالوا هی بعد الکفر الزنا واللواطة وشرب الخمر ومخالفة المقلد حکم مقلده[3] اھ مختصرا

یعنی کبیرہ گناہ علماء نے یوں گنائے کہ عیاذاً باللہ سب میں پہلے تو کفر ہے پھر زنا و اغلام و شراب خوری اور مقلد کا اپنے امام کی مخالفت کرنا اھ مختصرا

ملل ونحل میں ہے:

علماء الفریقین لم یجوزوا ان یأخذ العامی الحنفی الا بمذهب ابی حنیفة والعامی الشفعوی الا بمذهب الشافعی[4] ۔

دونوں فریق کے علماء یہ جائز نہیں رکھتے کہ عامی حنفی مذہب ابوحنیفہ یا عامی شافعی مذہب شافعی کے سوا دوسرے مذہب پر عمل کرے۔

شاہ ولی اللہ عقد الجید میں لکھتے ہیں:

المرجح عند الفقهاء ان العامی المنتسب

فقہاء کے نزدیک ترجیح اسے ہے کہ عامی جو ایک مذہب

---

[1] احیاء العلوم الباب الثانی فی ارکان الامر الخ مطبوعہ مطبعۃ المشہد الحسینی القاہرہ مصر ۲/ ۳۲۹
[2] جامع الرموز (شرح نقایہ) کتاب الکراہیۃ " مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۴/ ۳۲۷
[3] الرسائل الفقہیہ لمؤلف الاشباہ مع الاشباہ الخ الرسالۃ الرابعۃ والثلاثون الخ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۲۷۰
[4] الملل والنحل حکم الاجتہاد والتقلید الخ مطبوعہ مصطفے البابی مصر ۱/ ۲۰۵

marfat.com

Marfat.com

متعصب ہے اب ان کی بیباکی وجرأت و مسائل مساہلت و شدتِ عداوت دیکھ کر نہ صرف احتمال قوی بلکہ ظن غالب ہوتا ہے کہ اگر یہ امام کئے جائیں ضرور اپنے اُن بعض مسائل مذکورہ پر عمل کریں گے انھیں کیا غرض پڑی ہے کہ مذہب مقتدیان کی رعایت کرکے ان امور سے باز آئیں اور تعصب برت کر دل ٹھنڈا نہ کریں پھر بعض جگہ غسل وغیرہ کی مشقت اٹھانی ہو وہ نفع میں۔

ثالثاً اب یہ غور کیجئے کہ علمائے دین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اہلِ حق و ہدیٰ کے مذاہب مختلفہ مثلاً باہم حنفیہ و شافعیہ میں ایک کی دوسرے سے اقتدا پر کیا کلام کیا ہے یہ مسئلہ ہمیشہ سے معرکۃ الآرا رہا اور اس میں تکثر شقوق و اختلافِ اقوال بشدت ہوا ہمیں یہاں صرف اس صورت سے غرض ہے کہ دوسرے مذہب والا جو نماز و طہارت میں ہمارے مذہب کی مراعات نہ کرے اور خروج عن الخلاف کی پروا نہ رکھے اُس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔ پہلے اس احتیاط و مراعات کے معنے سمجھ لیجئے بعض باتیں مذاہبِ راشدہ میں مختلف فیہ ہیں دا اختلافی مسائل مثلاً فصد و حجامت سے شافعیہ کے نزدیک وضو نہیں جاتا ہمارے نزدیک جاتا رہتا ہے، مسِ ذکر و مساسِ زن سے ہمارے نزدیک نہیں جاتا اُن کے نزدیک ٹوٹ جاتا ہے، دو قلہ پانی میں اگر نجاست پڑ جائے اُن کے مذہب میں ناپاک نہ ہوگا[ع] ہمارے نزدیک (ناپاک) ہو جائے گا، اُن کے نزدیک ایک بال کا مسح وضو میں کافی ہے ہمارے یہاں رُبع سر کا ضرور، ہمارے مذہب میں نیت و ترتیب وضو میں فرض نہیں اُن کے نزدیک فرض، وعلیٰ ہٰذا القیاس، اس قسم کے مسائل میں باجماع ائمہ آدمی کو وہ بات چاہیے جس کے باعث اختلاف علما میں واقع نہ ہو جب تک یہ احتیاط اپنے کسی مکروہ مذہب کی طرف نہ لے جائے تو محتاط شافعی فصد و حجامت سے وضو کر لیتے ہیں اور مسح میں بعض پر قناعت نہیں کرتے اور محتاط حنفی مسِ ذکر و مساسِ زن سے وضو کر لیتے ہیں اور ترتیب و نیت نہیں چھوڑتے کہ اگرچہ ہمارے امام نے اس صورت میں وضو واجب نہ کیا منع بھی تو نہ فرمایا پھر نہ کرنے میں ہماری طہارت ایک مذہب پر ہو گی دوسرے پر نہیں اور کر لینے میں بالاتفاق طاہر ہو جائیں گے اور اپنے مذہب میں وضو علی الوضو کا ثواب پائیں گے، جو ایسی احتیاط کا خیال نہیں کرتے اور دوسرے مذہب کے خلاف و وفاق سے کام نہیں رکھتے، جمہور مشائخ کے نزدیک اُن کی اقتدا جائز نہیں کہ صحیح مذہب پر رائے مقتدی کا اعتبار ہے جب اس کی رائے پر خلل طہارت یا اور وجہ سے فساد نماز کا مظنہ ہو یہ کیونکر ایسی نماز پر اپنی نماز بنا کر سکتا ہے خانیہ و خلاصہ و سراجیہ و کفایہ و نظم و بحر الفتاوی و شرح نقایہ و مجمع الانہر و حاشیہ مراقی الفلاح وغیرہا کتب میں اس کی تصریح فرمائی اور اسے علامہ سندی پھر علامہ حلبی پھر علامہ شامی نے بہت مشائخ اور علامہ قاری نے عامہ مشائخ کرام

ع بشرطیکہ پانی کا کوئی وصف مثلاً بُو یا رنگ یا مزہ متغیر نہ ہو جائے ورنہ بالاتفاق ناپاک ہو جائے گا ۱۲ منہ (م)

marfat.com

Marfat.com

مولینا عبدالحق محدث دہلوی،[25] علامہ احمد شریف مصری طحطاوی،[26] علامہ آفندی امین الدین [illegible] صاحبِ[28] سراجیہ، صاحبِ[29] جواہر، صاحبِ[30] مصفّٰی، صاحبِ[31] ادب المقال، صاحبِ [illegible] صاحبِ [illegible] صاحبِ کشف، مؤلفانِ علمگیریہ کہ باقرارِ مؤلف امداد[35] المسلمین پانسو علما تھے، یہاں تک کہ [illegible] مجدد الف ثانی شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز صاحب، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، حتّٰی کہ خود میاں نذیر حسین دہلوی اور اُن کے اتباع و مقلدین مگر یُوں کہ فاتٰھم اللہ من حیث لم یحتسبوا[1] (تو اللہ کا حکم انکے پاس آیا جہاں سے ان کا گمان بھی نہ تھا۔ ت) والحمد للہ رب العٰلمین۔

اور لطف یہ ہے کہ ان میں وُہ بھی ہیں جن سے خود امام العصر و دیگر متکلمین طائفہ نے براہِ جہالت و تجاہل استناد کیا اور اُن کے اقوالِ باہرہ و کلماتِ قاہرہ کو جو اصولِ طائفہ کے صریح بیخکن تھے دامنِ عیاری میں چھپالیا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اُس رسالہ میں یہ بھی ثابت کروں گا کہ علمائے سلف سے ان کے استناد محض مغالطہ و تلبیس عوام ہیں، ان کے مذہب کو اُن سے اصلاً علاقہ نہیں بلکہ خود ہی اقوال جنھیں اپنی سند ٹھہراتے ہیں ان کے اصول مذہب کی بنیاد گراتے ہیں مگر حضرات کو موافق و مخالف کی تمیز نہیں یا ہے تو قصداً اغوائے جہال کو سبز باغ دکھاتے ہیں۔ میں بحول اللہ تعالیٰ اُس رسالے میں یہ بھی تنبیہ کروں گا کہ اپنے مباحثہ میں ان حضرات کا تقلید شخصی کے وجوب عدمِ وجوب کی بحث چھیڑ دینا نرا کید و فریب و تلبیس بدزیب ہے کہ اہلِ تعیین و اصحابِ تخییر دونوں فریق جوازِ تعیین و عدمِ حرج کو تسلیم کئے ہوئے ہیں جن کے نزدیک سرے سے تقلید شرک و کفر اُن کے مسلک سے اسے کیا تعلق، وہ امر ابتدائی یعنی عدمِ شرک و جواز کو طے کرلیں اُس کے بعد آگے چلیں، یہ چالاک لوگ اپنے لئے راہ آسان کرنے کو ادھر سے اُدھر طفرہ کر جاتے ہیں اور ہماری طرف کے ذی علم ارحنا للعنان اُس میں گفتگو کرنے لگتے ہیں حالانکہ گربہ کشتن روزِ اول باید، ابتداءً ان ہوشیاروں کی راہ روکا چاہئے کہ پہلے شرک پھر حرمت سے جان بچا لیجئے اُس کے بعد آگے قصد کیجئے۔ فریقین کے اقوال کے اقوال ان حضرات کے رَد میں یک دل و یک زبان، اور طرفین کے علما ان کے زعم پر معاذ اللہ مشرک و گمراہ ہوتے ہیں یکساں، بلکہ میں بفضلہٖ تعالیٰ ثابت کروں گا کہ اقوالِ تخییر ان کی رد و تکذیب میں اتم و اکمل ہیں پھر اُن سے استناد یا اُن کا تذکرہ عجب تماشا ہے، میں بعونہٖ یہ بھی واضح کروں گا کہ ان حضرات کو ابھی خود اپنا ہی مسلک منقح نہیں ہوا ہے متناقض کلام متخالف احکام لکھتے اور جہاں جیسا موقع پاتے ہیں ویسا ہی بیان کر جاتے ہیں، دعوے میں کچھ دلیل میں کچھ اعتراض میں کچھ جواب میں کچھ، کبھی ایک پائے پر قرار نہیں کرتے اور بیشک تمام اہلِ بدعت کا یہی وتیرہ ہے خصوصاً جو

---

[1] القرآن ۵۹/۲

marfat.com

Marfat.com

فتاوی امام طاہر بن عبدالرشید بخاری میں ہے:

الاقتداء بشفعوی المذھب یجوز ان لم یکن متعصبا ویکون متوضأ من الخارج من غیر السبیلین ولا یتوضأ بماء الذی وقعت فیہ النجاسۃ وھو قدر قلتین[1]عہ اھ ملخصا

شافعی المذہب کی اقتدا جائز ہے اگر وہ متعصب نہ ہو اور غیر سبیلین سے نجاست کے خروج پر وضو کرنے والا ہو اور اس تھوڑے پانی سے وضو نہ کرتا ہو جس میں نجاست گر گئی ہو اور وہ دو قلوں کی مقدار ہے اھ تلخیصاً (ت)

جامع الرموز میں ہے:

ھذا اذا علم بالاحتراز عن مواضع الخلاف فلو شك فی الاحتراز لم یجز الاقتداء مطلقا کما فی النظم فلا باس بہ اذا لم یشك فی ایمانہ ولم یتعصب ای لم یبغض للحنفی (وساق الکلام فی مسائل المراعاۃ فجمع واوعی ثم قال) الکل فی بحر الفتاوی[2]۔

یہ اس وقت ہے جب وہ مقاماتِ اختلاف سے بچنے کا یقین رکھتا ہو اگر اس کے احتراز میں شک ہو تو پھر ہر حال میں اقتداء جائز نہیں، جیسا کہ نظم میں ہے پس اس وقت اس کی اقتدا میں کوئی حرج نہیں جب اس کے ایمان میں شک نہ ہو (یعنی انا مؤمن ان شاء اللہ کہنے والا نہ ہو) اور وہ متعصب نہ ہو یعنی حنفی کے ساتھ بغض نہ رکھتا ہو (اس کے بعد مقاماتِ رعایت پر گفتگو کرتے ہوئے مسائل کو اکٹھا کیا پھر فرمایا) یہ تمام بحر الفتاوی میں ہے۔ (ت)

شرح ملتقی الابحر میں ہے:

جواز اقتداء الحنفی بالشافعی اذا کان الامام یحتاط فی مواضع الخلاف[3]۔

حنفی کا شافعی کی اقتدا کرنا اس وقت جائز ہے جب شافعی امام مقاماتِ اختلاف میں محتاط ہو۔ (ت)

عہ قلت الاولی تعبیر غیرہ کالخانیۃ بالقلیل ۱۲ منہ (م)

میں کہتا ہوں اس کے غیر کی تعبیر بہتر ہے جیسے کہ خانیہ نے "قلیل" کے ساتھ تعبیر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] خلاصۃ الفتاوی کتاب الصلوۃ الاقتداء باہل الہوا مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۱۴۹
[2] جامع الرموز فصل یجہر الامام مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبدِ قاموس ایران ۱/۱۶۳
[3] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب الوتر والنوافل مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۲۹

marfat.com

Marfat.com

ارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ کذلك[1]۔ ھذا مختصراً۔ | طعن کیا تھا اسی پر پلٹ آئے گی اگر وہ ایسا نہ ہو۔

امام ابن حبان اپنی صحیح مسمّٰی بالتقاسیم والانواع میں بسند صحیح حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ما اکفر رجل رجلا قط الا باء بھا احدھما ان کان کافرا والا کفر بتکفیرہ[2]۔ | یعنی کبھی ایسا نہ ہوا کہ ایک شخص دوسرے کی تکفیر کرے اور وہ دونوں اس سے نجات پاجائیں بلکہ ان میں ایک پر ضرور رگرے گی اگر وہ کافر تھا تو یہ بچ گیا ورنہ اسے کافر کہنے سے یہ خود کافر ہوا۔

علما فرماتے ہیں یوں ہی کسی کو مشرک یا زندیق یا ملحد یا منافق کہنا۔ علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی بن اسمٰعیل نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں زیر حدیث ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں :

من دعا رجلا بالکفر باللہ تعالٰی او الشرك به وکذلك بالزندقة والالحاد والنفاق الکفر[3] اھ ملخصا | کسی شخص کے بارے میں یہ کہنا کہ اس نے اللہ تعالٰی کے ساتھ کفر کیا یا شرک کیا اسی طرح زندیق، الحاد اور نفاق کفری کی نسبت کرکے پکارا (تو خود کافر ہوجائیگا) اھ تلخیصا (ت)

اور زیر حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما فرمایا :

کذلك یا مشرك ونحوہ[4] (اسی طرح اسے مشرک وغیرہ کہا تو مشرک ہوجائے گا۔ ت)

اقول وباللہ التوفیق یہ معنی خود انھیں احادیث سے ثابت کہ ہر مشرک عدو اللہ ہے اور عدو اللہ کہنے کا حکم خود حدیث میں مصرح، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تصریح فرمائی کہ فاسق کہنا بھی پلٹتا ہے تو مشرک تو بہت بدتر بلکہ اخبث اقسام کفار سے ہے تو عموماً یا کافر میں بھی دخول اولٰی رکھتا ہے والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالٰی، وجہ اس پلٹنے کی جس طرح ارباب قلوب نے افادہ فرمائی یہ ہے کہ مسلمان کا حال مثل آئینہ کے ہے ؎

ترک و ہند درمن آں بیند کہ اوست

(ترک اور ہند مجھ میں وہی دیکھتا ہے جو اس میں ہے)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب ماینھی عن السباب واللعن مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۹۳

[2] الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان من اکفر انسانا الخ حدیث ۲۴۸ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/ ۲۱۰

[3] حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ النوع الرابع من الانواع الستین الکذب مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۱۱

[4] " " " " العاشر من الانواع الستین السب الخ " " " " ۲/ ۲۳۶

marfat.com

Marfat.com

بلا كراهة ولغير المراعی بها اه[١]

اقول وهذا يخالف تصريح الهندية بعدم الصحة لكن لا يحكم علی لانی انما عبرت بعدم الجواز الشامل للفساد وكراهة التحريم فينطبق على تفسير القاری و تصريح الهندية جميعا، والذی يظهر لی ان الجواز يكون هو الصواب ان شاء الله تعالی ان البطلان انما هو اذا علم عدم المراعاة فی خصوص الصلاة كما اختاره العلامة السغناقی وجزم به وتر الدر وغيره والا فالصواب مع القاری فتصح لعدم العلم بالمفسد وتكره لكونه غير محتاط، وان حملت الصحة فی كلام الهندية على الجواز وان كان فيه بعد فيتوافق القولان، ومن الدليل على هذا الحمل ان صاحب الهندية ادخل كلام قاضی خان تحت مسئلة عدم الصحة وانما نص الخانية كما سمعت تعليق نفی البأس بتلك الشرائط فانما يفيد بمفهوم المخالفة وجود البأس عند

رعایت کرنے والے کے پیچھے بغیر کراہت جائز ہے اور رعایت نہ کرنے والے کے پیچھے بالکراہت اھ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں) یہ فتاوٰی ہندیہ کی اس تصریح کے مخالف ہے جس میں انہوں نے عدم صحت کا ذکر کیا ہے، لیکن یہ بات مجھ پر لازم نہیں آتی کیونکہ میں نے اسے عدمِ جواز کے ساتھ تعبیر کیا ہے جو فساد اور کراہتِ تحریمی دونوں کو شامل ہے لہذا یہ علی قاری کی تفسیر اور ہندیہ کی تصریح دونوں کے موافق ہے، اور جو چیز مجھ پر ظاہر ہوئی ہے اور میں اُمید کرتا ہوں ان شاء اللہ وہی صواب ہے وہ یہ ہے کہ نماز کا باطل ہونا اس صورت میں جب امام شافعی بالخصوص نماز میں رعایت نہ کرتا ہو (اس بات کا حنفی کو یقین ہو) جیسا کہ اس کو علامہ سغناقی نے اختیار کیا اور دُر وغیرہ کے بیانِ وتر میں اس پر جزم کیا ہے ورنہ اگر علم نہ ہو کہ وہ رعایت کرتا ہے تو علی قاری کی رائے صواب ہے کہ نماز درست ہوگی کیونکہ مفسد کا علم نہیں البتہ مکروہ ہوگی، کیونکہ وہ محتاط نہیں، اور اگر ہندیہ کی عبارت میں صحت کو جواز پر محمول کرلیا جائے اگرچہ اس میں بُعد ہے تو دونوں اقوال میں موافقت ہوجائے گی، اس حمل پر ایک دلیل یہ ہے کہ صاحبِ ہندیہ نے کلام قاضی خاں کو مسئلہ عدمِ صحت کے تحت ذکر کیا ہے، اور خانیہ نے تصریح کی ہے جیسا کہ آپ سُن چکے کہ نفی حرج ان شرائط کے ساتھ معلق ہے اور یہ بات مفہوم مخالف کے طور پر اس

---

[١] ردالمحتار مطلب فی الاقتداء بشافعی ونحوہ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۹۱۴

marfat.com

Marfat.com

اور مذہب صحیح و معتمد و مرجح فقہائے کرام میں تفصیل ہے کہ اگر بطور [illegible]
نہ ہوگا جیسے بیباکوں بے قیدوں کو خرِ بے لجام و سگِ بے زنجیر کہیں کہ معنی حقیقی مراد نہیں [illegible]
ذخیرہ و فصول عمادی و شرح درر و غرر و شرح نقایہ برجندی و شرح نقایہ قہستانی و [illegible]
و درمختار و حدیقہ ندیہ و جواہر اخلاطی و فتاوٰی عالمگیری و ردالمحتار وغیرہا کتب معتمدہ میں تصریح [illegible] یہی مذہب
و مختار للفتوی و مفتی بہ ہے۔ علما فرماتے ہیں جب اس نے اپنے اعتقاد میں اسے کافر [illegible] نہیں بلکہ مسلمان
تو اس نے دینِ اسلام کو کفر ٹھہرایا اور جو ایسا کہے وُہ کافر ہے۔

اقول و باللہ التوفیق توضیح اس دلیل کی علی حسب مراھم (ان کے مقاصد کے مطابق۔ ت)
یہ ہے کہ کافر نہیں مگر وہ جس کا دین کفر ہے اور کوئی آدمی دین سے خالی نہیں، نہ ایک شخص کے ایک وقت میں دُو دین ہوسکیں،

فان الکفر والاسلام علی طرفی النقیض بالنسبۃ الی الانسان لا یجتمعان ابدا ولا یرتفعان قال تعالٰی اِمَّا شَاکِرًا وَّ اِمَّا کَفُوْرًا[1]o وقال تعالٰی مَا جَعَلَ اللّٰہُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِہٖ[2]۔

کیونکہ کفر اور اسلام ایک انسان کی بنسبت نقیض کی دو طرفیں ہیں نہ تو یہ ہمیشہ جمع ہوسکتے ہیں اور نہ ہی مرتفع۔ اللہ تعالٰی کا ارشادِ گرامی ہے، یا وہ شاکر ہوگا یا کافر۔ دوسرے مقام پر فرمایا: اور ہم نے ایک آدمی کے سینے میں دُو دل نہیں بنائے۔ (ت)

اب جو یہ شخص مثلاً زید مؤمن کو کافر کہتا ہے اس کے یہ معنے کہ اس کا دین کفر ہے اور زید واقع میں بیشک ایک دین سے متصف ہے جس کے ساتھ دوسرا دین ہو نہیں سکتا تو لاجرم یہ خاص اُسی دین کو کفر بتا رہا ہے جس سے زید اتصاف رکھتا ہے اور وُہ دین نہیں مگر اسلام تو بالضرورۃ اس نے دینِ اسلام کو کفر ٹھہرایا اور جو دینِ اسلام کو کفر قرار دے قطعًا کافر۔ اب عباراتِ علماء سُنئے، ہندیہ میں ہے:

المختار للفتوی فی جنس ھذہ المسائل ان القائل بمثل ھذہ المقالات ان کان اراد الشتم ولا یعتقدہ کافرا لایکفر وان کان یعتقدہ کافرًا فخاطبہ بھذا بناءً علی

اس قسم کے مسائل میں فتوٰی کے لئے مختار یہ ہے کہ ان اقوال کا قائل اگر مراد گالی لیتا ہے اور اسے اعتقادًا کافر نہیں گردانتا تو وہ کافر نہیں اور اگر اسے اعتقادًا کافر گردانتے ہوئے اسے کافر کہتا ہے تو پھر یہ کفر ہوگا کذافی

---

[1] القرآن ۷۶/۳
[2] القرآن ۳۳/۴

marfat.com

Marfat.com

اقول قد علمت ان عدم الجواز بمعنی عدم الحل الصادق بکراھة التحریم وان الصلاۃ خلف الفاسق مکروھة تحریمیة فان اعید الاشکال بما فی الھندیة اعدنا الکلام بما قد مناوح یؤول ھذا الدلیل الی الدلیل الثانی کما لا یخفی وبھذا الحمل تکون الروایات مؤیدات لما حققنا من ان الکراھة خلف الفاسق والمبتدع کراھة تحریم واللہ سبحٰنہ بکل شیئ علیم۔

اقول (میں کہتا ہوں) آپ نے پیچھے پڑھ لیا ہے کہ عدمِ جواز بمعنی عدمِ حلت ہے جو کراہتِ تحریمی پر صادق آتا ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی ہے اگر ہندیہ کی عبارت کے ساتھ اشکال کا اعادہ کیا جائے تو ہم سابقہ کلام سامنے لائیں گے تو اس وقت یہ دلیل دوسری دلیل کی طرف لوٹ جائے گی جیسا کہ مخفی نہیں، اور اس حمل کے ساتھ تمام روایات اس تحقیق کی مؤید ہو جائیں گی جو ہم نے کی ہے کہ فاسق اور بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے کی کراہت مکروہِ تحریمی ہے واللہ سبحٰنہ بکل شیئ علیم۔ (ت)

دلیل چہارم

حضرت امام الائمہ سراج الامہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں جو متکلم ضروریات عقائد کی بحث میں (جن میں لغزش موجبِ کفر ہوتی ہے) یہ چاہے کہ کسی طرح اُس کا مخالف خطا کر جائے وہ کافر[۱] ہے کہ اُس نے اُس کا

---

[۱] کافر سے یہ مراد کہ اُس پر کفر کا اندیشہ ہے والعیاذ باللہ تعالٰی فی الخلاصة سمعت القاضی الامام (یرید الامام الاجل قاضی خان) ان اراد تخجیل الخصم یکفر قال عندی لا یکفر ویخشی علیہ الکفر اھ وقال العلامة بدر الرشید الحنفی فی رسالتہ فی کلمات الکفر فی المحیط من رضی بکفر نفسہ فقد کفر اجماعا او بکفر غیرہ

اللہ تعالٰی کی پناہ، خلاصہ میں ہے میں نے قاضی امام (یعنی امام اجل قاضی خاں) سے سُنا کہ اگر کوئی مخالف کو شرمندہ کرنے کا ارادہ رکھتا تو اسے کافر کہا جائے فرمایا اور میرے نزدیک اسے کافر نہ کہا جائے، البتہ اس پر کفر کا خوف و اندیشہ ہے۔ علامہ بدر الرشید حنفی نے اپنے رسالہ میں کلماتِ کفر کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ محیط میں ہے وہ شخص جو اپنی ذات کے کفر پر راضی ہو گیا وہ کافر ہو گیا یعنی بالاجماع، اور جو کوئی

(باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com
Marfat.com

والمختار للفتوی فی جنس هذه المسائل الخ[1] ذکر مثل ما مر عن الذخیرۃ بنقل الهندیة والنهر معاً سواءً بسواء۔

اور مختار للفتویٰ [illegible] کے مطابق ذخیرہ [illegible] سے ذکر کیا ہے۔ (ت)

علامہ شمس الدین محمد نے جامع الرموز میں فرمایا،

المختار انه لو اعتقد هذا الخطاب شتماً لم یکفر ولو اعتقد المخاطب کافراً کفر لانه اعتقد الاسلام کفراً کما فی العمادی وما فی المواقف انه لم یکفر بالاجماع اراد به اجماع المتکلمین[2]۔

مختار یہ ہے کہ اگر اس خطاب کو گالی کا اعتقاد رکھتا ہے تو کفر نہیں اور اگر مخاطب کو کافر جانتا ہے تو کفر ہوگا کیونکہ اس صورت میں اس نے اسلام کو کفر جانا ہے، جیسا کہ عمادی میں ہے۔ اور مواقف میں جو آیا ہے کہ وہ بالاجماع کافر نہیں، تو اس سے اجماعِ متکلمین مراد ہے۔ (ت)

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے،

قذف مسلما بیا کافر واراد الشتم ولا یعتقده کفراً فانه یعزر ولا یکفر ولو اعتقد المخاطب کافراً کفر لانه اعتقد الاسلام کفراً[3]۔

اگر کسی نے کسی مسلمان کو "یا کافر" کہہ کر تہمت لگائی اور مراد گالی لی اور اسے کافر نہ جانا تو ایسی صورت میں اس پر تعزیر نافذ کی جائے گی مگر کافر نہ ہوگا، اور اگر مخاطب کو کافر جانا تو کافر ہو جائے گا کیونکہ اس نے اسلام کو کفر جانا۔ (ت)

علامہ عبدالغنی شرح طریقہ محمدیہ میں احکام سے ناقل،

المختار للفتوی (فذکر عین ما مر عن البرجندی وزاد) ومن اعتقد ان دین الاسلام کفر کفر[4]۔

مختار للفتویٰ یہ ہے (پھر بعینہٖ وہی ذکر کیا جو برجندی سے گزرا ہے اور یہ اضافہ کیا) اور جس کا یہ اعتقاد ہو کہ دینِ اسلام کفر ہے وہ کافر ہو گیا۔ (ت)

---

[1] شرح نقایہ برجندی — کتاب الحدود — مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۹۸

[2] جامع الرموز — فصل من قذف — ؍؍ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۴/ ۵۳۵

[3] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر — فصل فی التعزیر — ؍؍ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۱۰

[4] حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ — النوع الرابع من الانواع الستین الکذب — مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۱۲

marfat.com

Marfat.com

فقد اراد کفرہ فھو قد کفر قبل صاحبہ فھذا ھو الخوض المنھی عنہ وھذا المتکلم لا یجوز الاقتداء بہ انتھی۔

اس سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں ہمارا ساتھی پھسل نہ جائے لیکن تم اپنے ساتھی کو پھسلانے کا ارادہ کرکے مناظرہ کرتے ہو اور جو شخص اپنے ساتھی کو پھسلانے کا ارادہ کرے اس نے اس کا کفر چاہا تو وہ اپنے ساتھی سے پہلے کفر کا مرتکب ہُوا، پس ایسا غور و خوض ممنوع ہے اور ایسے کلامی کے پیچھے نماز جائز نہیں انتھی (ت)

جب اُس متکلم کے پیچھے نماز ناجائز ہُوئی جس کے انداز سے کفرِ غیر پر رضا نکلتی ہے تو یہ صریح متعصبین جن کا اصل مقصود تکفیرِ مسلمین دن رات اسی میں ساعی رہیں اور جب تقریراً و تحریراً اُس کی تصریحیں کرچکے اور مکابرہ بر اپنی ہی بات بالا چاہتا ہے تو قطعاً اُن کی خواہش یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو مسلمان کافر ٹھہریں اور شک نہیں کہ اپنے زعمِ باطل میں اس کی طرف کچھ راہ پائیں تو خوش ہوجائیں اور جب بحمد اللہ مسلمانوں کا کفر سے محفوظ ہونا ثابت ہو غم و غصہ کھائیں تو ان کا حکم کس درجہ اشد ہوگا اور ان کی اقتدا کیونکر روا، واللہ الھادی الی طریق الھدی۔

دلیل پنجم

یہاں تک تو ان کے بدعت و فسق وغیرہما کی بناپر کلام تھا مگر ایک امر اور اشد و اعظم ان کے طائفہ سے صادر ہوتا ہے جس کی بنا پر ان کے نفس اسلام میں ہزاروں دقتیں ہیں یہاں تک کہ احادیثِ صریحہ صحیحہ حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و اقوالِ جماہیرِ فقہائے کرام رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم سے ان کا صریح کافر ہونا اور نماز کا ان کے پیچھے محض باطل جانا نکلتا ہے وہ کیا یعنی ان کا تقلید کو شرک اور حنفیہ مالکیہ شافعیہ حنبلیہ عمّہم اللہ جمیعاً بالطائف العلیہ سب مقلدانِ ائمہ کو مشرکین کو بتانا کہ یہ صراحۃً مسلمانوں کو کافر کہنا ہے اور پھر کو نہ دو کو لاکھوں کروڑوں کو اور پھر آج ہی کل کے نہیں گیارہ سو برس کے عامہ مومنین کو جن میں بڑے بڑے محبوبانِ حضرت عزت و ارکانِ اُمت و اساطینِ ملّت و حملۂ شریعت و کملۂ طریقت تھے رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین ان کے بانی مذہب کے مرجع و مقتدا اور پدرِ نسب و علم و اقتدا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رسالۂ انصاف میں لکھتے ہیں،

بعد المأتین ظھر بینھم التمذھب للمجتھدین باعیانھم وقل من کان

دوصدی کے بعد مسلمانوں میں تقلیدِ شخصی نے ظہور کیا کم کوئی رہا جو ایک امام معین کے مذہب

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴

marfat.com

Marfat.com

ابو داود عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الحدیث۔ اسے [illegible] حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور وارد کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

الاسلام یعلو ولا یعلٰی[1]۔ اخرجہ الدارقطنی والبیہقی والضیاء عن عائذ بن عمرو المزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اسلام غالب ہے مغلوب نہیں (اسے دارقطنی، بیہقی اور ضیاء مقدسی نے حضرت عائذ بن عمرو المزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور مذکور کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

لا نکفر واحدا من اھل القبلۃ[2]۔ اخرجہ العقیلی عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اہلِ قبلہ سے کسی کو کافر نہ کہو۔ اسے عقیلی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

ہمیں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ حدیثیں اور اپنے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد:

ولا نکفر احدا من اھل القبلۃ[3]۔

اہلِ قبلہ سے کسی کو ہم کافر نہیں کہتے۔ (ت)

اور اپنے علمائے محققین کا فرمانا لا یخرج الانسان من الاسلام الا جحود ما ادخلہ فیہ (انسان کو اسلام سے کوئی چیز خارج نہیں کر سکتی مگر اس شیئ کا انکار جس نے اسے اسلام میں داخل کیا تھا۔ ت) یاد ہے اور جب تک تاویل وتوجیہ کی سب قابل احتمال ضعیف راہیں بھی بند نہ ہو جائیں مدعیِ اسلام کی تکفیر سے گریز چاہئے، پھر ان چاروں حدیثوں میں بھی مثل احادیث اربعہ سابقہ صلاح ودیانت طائفہ کے لئے پورا مرثیہ اور انھیں سے ظاہر کہ یہ مدعیان عمل بالحدیث کہاں تک ہوائے نفس کو پالتے اور اس کے آگے کیسی کیسی احادیث کو پسِ پشت ڈالتے ہیں ھذا

واقول یظھر للعبد الضعیف غفر اللہ تعالیٰ لہ ان ھھنا فی کلمات العلماء اطلاقا فی موضع التقیید کما ھو داب کثیر من المصنفین فی غیر ما مقام وانما المحل الاکفار باکفار المسلم اذا کان ذلک

میں کہتا ہوں عبد ضعیف، اللہ تعالیٰ اس کی بخشش فرمائے، پر یہ بات واضح ہوئی ہے کہ یہاں مقامِ تقیید میں عبارات علماء میں اطلاق ہے جیسا کہ بہت سے مقام پر اکثر مصنفین کا یہی طریقہ دیکھا گیا ہے کسی کو کسی مسلمان کے کافر قرار دینے پر اس وقت

---

[1] سنن الدارقطنی باب المہر مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۳/۲۵۲
صحیح البخاری کتاب الجنائز باب اذا اسلم الصبی الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۰

[2] کنز العمال بحوالہ (طس عن عائشہ) حدیث ۱۰۷۸ مطبوعہ مکتبۃ التراث الاسلامی ۱/۱۱۵

[3] شرح فقہ اکبر عدم جواز تکفیر اہل القبلۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۵۵

marfat.com

Marfat.com

روا نبود۔

بھی جائز نہیں۔ (ت)

سبحان اللہ جب تقلید شخصی معاذ اللہ کفر و شرک ٹھہری تو تمھارے نزدیک یہ ہر عصر کے علما اور گیارہ سو برس کے عامۂ مومنین معاذ اللہ سب کفار و مشرکین ہوتے، نہ سہی آخر اتنا تو اجلی بدیہیات سے ہے جس کا انکار آفتاب کا انکار کہ صدہا برس سے لاکھوں اولیا، علما، محدثین، فقہا، عامۂ اہلسنت و اصحاب حق و ہدیٰ غاشیۂ تقلید ائمۂ اربعہ اپنے دوش ہمت پر اٹھائے ہوئے ہیں جسے دیکھو کوئی حنفی، کوئی شافعی، کوئی مالکی، کوئی حنبلی یہاں تک کہ فرقۂ ناجیہ اہلسنت وجماعت ان چار مذہب میں منحصر ہوگیا جیسا کہ اس کی نقل سید علامہ احمد مصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے شروع دلیل اول میں گزری اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی کہ معتمدین و مستندین طائفہ سے ہیں تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں:

اھل السنة قد افترق بعد القرون الثلثة اوالاربعة علی اربعة مذاھب ولم یبق مذھب فی فروع المسائل سوی ھذہ الاربعة۔[2]

اہل سنت تین چار قرن کے بعد ان چار مذاہب پر منقسم ہوگئے اور فروع مسائل میں ان مذاہب اربعہ کے سوا کوئی مذہب باقی نہ رہا۔

طبقات حنفیہ و طبقات شافعیہ وغیرہما تصانیف علما دیکھوگے تو معلوم ہوگا کہ ان چاروں مذہب کے مقلدین کیسے کیسے ائمۂ ہدیٰ و اکابر محبوبان خدا گزرے جنھوں نے ہمیشہ اپنے آپ کو مثلاً حنفی یا شافعی کہا اور ہمیشہ اسی لقب سے یاد کئے گئے اور ہمیشہ اپنے ہی مذہب پر فتوے دیے اور ہمیشہ اسی کی ترویج میں دفتر لکھے یہ سب تو معاذ اللہ تمھارے نزدیک چنین و چناں ہوئے۔ جانے دو عمل نہ سہی قول تو مانوگے ان جماعات کثیرۂ علما کو کیا جانوگے جنھوں نے تقلید شخصی کے حکم دئے اور یہی اُن کا مذہب منقول ہوا، امام مرشد الانام

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

المذاھب کما لایخفی وعدم الاعتداد فی دعوی الاتفاق بمن شذ و ندر و کثیر مشتھر کما لایخفی علی ذی بصر ۱۲ منه (م)

جیسا کہ واضح ہے اور دعویٰ اتفاق میں شاذونادر کا اعتبار نہ کرنا کثیر و مشہور ہے جیسا کہ صاحب بصیرت پر مخفی نہیں ۱۲ منہ (ت)

[1] کیمیائے سعادت اصل نہم امر معروف و نہی از منکر مطبوعہ انتشارات گنجینہ تہران، ایران ص ۹۵
[2] تفسیر مظہری مسئلہ اذا صح الحدیث علی خلاف مذہبہ الخ " ادارہ اشاعت العلوم دہلی ۶۴/۲

marfat.com

Marfat.com

خیر تاہم اس قدر میں کلام نہیں کہ یہ حضرات غیر مقلدین وسائر اخلاف [illegible] مشرک ٹھہرا کر ہزارہا اکابر ائمہ کے طور پر کافر ہوگئے اس قدر معصیت ان پر کیا کم ہے [illegible] سبحنہ و تعالیٰ، علامہ ابن حجر مکی اعلام بقواطع الاسلام میں فرماتے ہیں:

انہ یصیر مرتدا علی قول جماعۃ وکفی بھذا خسارا وتفریطا۔[1]

ایک جماعت کے قول کے مطابق [illegible] مرتد ہوگیا اور یہ خسارے اور کمی میں کافی ہے۔ (ت)

تو بحکم شرع ان پر توبہ فرض اور تجدید ایمان لازم، اس کے بعد اپنی عورتوں سے نکاح جدید کریں۔

فی الدر المختار عن شرح الوھبانیۃ للعلامۃ حسن الشرنبلالی مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح فاولادہ اولاد زنی ومافیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح۔[2]

درمختار میں علامہ حسن شرنبلالی کی شرح الوہبانیہ کے حوالے سے ہے جس سے بالاتفاق کفر لازم آئے اسکی وجہ سے ہر عمل باطل، اسی طرح نکاح باطل، اور اس کی اولاد زنا کی اولاد ہوگی اور جس کے کافر ہونے میں اختلاف ہو اس پر استغفار، توبہ اور تجدید نکاح کا حکم کیا جائے۔ (ت)

اہلسنت کو چاہئے اُن سے بہت پرہیز رکھیں اُن کے معاملات میں شریک نہ ہوں، اپنے معاملات میں اُنھیں شریک نہ کریں، ہم اوپر احادیث نقل کر آئے کہ اہل بدعت بلکہ فساق کی صحبت ومخالطت سے ممانعت آئی ہے اور بیشک بدمذہب آگ ہیں اور صحبت مؤثر اور طبیعتیں سراقہ اور قلوب منقلب۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما مثل الجلیس الصالح وجلیس السوء کحامل المسک ونافخ الکیر فحامل المسک اما ان یحذیك واما ان تبتاع منہ واما ان تجد منہ ریحا طیبۃ ونافخ الکیر اما ان یحرق ثیابك واما ان تجد منہ ریحا خبیثۃ۔[3]

نیک ہمنشین اور بدجلیس کی مثال یُونہی ہے جیسے ایک کے پاس مُشک ہے اور دوسرا دھونکنی دھونکتا ہے مُشک والا یا تو تجھے مُشک ہبہ کریگا یا تُو اُس سے خریدے گا، اور کچھ نہ ہو تو خوشبو تو آئے گی، اور وہ دوسرا یا تیرے کپڑے جلادے گا یا تُو اس سے بدبو

---

[1] اعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ — مطبوعہ مکتبہ حقیقۃ استنبول ترکی ص ۳۶۲

[2] درمختار — باب المرتد — مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۹

[3] صحیح البخاری — کتاب الذبائح — باب المسک — مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۳۰

صحیح مسلم — کتاب البر — باب استحباب الخ — نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۳۳۰

marfat.com

Marfat.com

الی مذھب له مذھب فلا تجوز له مخالفته۔[1] کی طرف انتساب رکھتا ہے وہ مذہب اُس کا
اُسے اُس کا خلاف جائز نہیں ۔

اب فرمائیے تمام منتہی فاضل جن سے امام غزالی ناقل کہ ترک تقلید شخصی کو منکر و ناروا بتاتے، اکابر ائمہ قول سے کشف کا شف کہ تقلید امام معین کو واجب ٹھہراتے مشائخ کرام جن کے سجا صاحب بحر معترف کہ ترک تقلید شخصی کو گناہ کبیرہ کہتے، علمائے فریقین و فقہائے عظام جن ملل و نحل و شاہ ولی اللہ حاکی کہ تقلید معین کی مخالفت ناجائز رکھتے۔ یہ سب تو معاذ اللہ تمہارے طور پر صریح مشرکین ٹھہرے۔ اس سے بھی درگزر کرو اُن ائمہ دین کی خدمات عالیہ میں کیا اعتقاد ہے جنھوں نے خود اپنی جلیلہ و کلمات جمیلہ میں وجوب تقلید معین وغیرہ اُن باتوں کی صاف صریح تصریحیں فرمائیں جو تمہارے مذہب خالص کفر و شرک ہیں اُن سب کو تو نام بنام بتعیین اسم (خاک بدہان گستاخاں) معاذ اللہ کافر و مشرک یہ موجز رسالہ کو اطلاع اہل حق کے لئے ایک مختصر فتوی ہے جو اپنے منصب یعنی اظہار حکم فقہی کو بنہج احسن اور کرتا ہے اس میں اُن اقوال وافرہ و نصوص متکاثرہ کی گنجائش کہاں۔ مگر ان شاء اللہ العظیم توفیق ربانی فرمائے تو فقیر ایک جامع رسالہ اس باب میں ترتیب دینے والا ہے جو اُن اقوال کثیرہ سے جملہ صالحہ کو ا طرز پر جلوہ دے گا اور ان شاء اللہ تعالٰی غیر مقلدین کے اصول مذہبی کو اُن کے مستندین ہی کے کلمات مستندہ ایک ایک کرکے مستاصل کرے گا۔ میں یہاں صرف اُن ائمہ دین و علمائے مستندین کے چند اسماء شمار کرتا ہو اپنے ارشادات و تصریحات کے رُو سے مذہب غیر مقلدین پر کافر و مشرک ٹھہرے، والعیاذ باللہ رب العا میں سے ہیں؛

امام[1] ابوبکر احمد بن اسحاق جوزجانی تلمیذ التلمیذ امام محمد، امام[2] ابن السمعانی، امام[3] کیا ہراسی، امام
امام الحرمین، امام[5] محمد محمد محمد غزالی، امام[6] برہان الدین صاحب ہدایہ، امام[7] طاہر بن احمد بن عبدالرشید بخاری
خلاصہ، امام[8] کمال الدین محمد بن الہمام، امام[9] علی خواص، امام[10] عبدالوہاب شعرانی، امام[11] شیخ الاسلام زکریا
امام[12] ابن حجر مکی، علامہ[13] ابن کمال باشا صاحب ایضاح و اصلاح، علامہ[14] علی بن سلطان محمد قاری مکی،
شمس الدین محمد شارح نقایہ، علامہ[16] زین الدین مصری صاحب بحر، علامہ[17] عمر بن نجیم مصری صاحب
علامہ[18] محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی صاحب تنویر الابصار، علامہ[19] خیر الدین رملی صاحب فتاوی خیر
علامہ[20] سیدی احمد حموی صاحب غمز، علامہ[21] محمد بن علی دمشقی صاحب درمختار، علامہ[22] عبدالباقی ز
شارح مواہب، علامہ[23] برہان الدین ابراہیم بن ابی بکر بن محمد بن حسین حسینی صاحب جواہر اخلاطی، علامہ

[1] عقد الجید باب پنجم اقسام مقلد مطبوعہ قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ص

marfat.com
Marfat.com

ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ مرفوعا و البیھقی فی الشعب عنہ موقوفا و لہ شواھد بہا یرتقی الی درجۃ الحسن۔

ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعًا اور بیہقی نے شعب میں انہی سے موقوفًا روایت کیا۔ اس کے شواہد موجود ہیں جن کی وجہ سے اسے درجۂ حسن حاصل ہے۔

اور مروی کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ایاك وقرین السوء فانك بہ تعرف[1] رواہ ابن عساکر عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بُرے مصاحب سے بچ کہ تُو اسی سے پہچانا جائے گا۔ اسے ابن عساکر نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

یعنی جیسے لوگوں کے پاس آدمی کی نشست برخاست ہوتی ہے لوگ اسے ویسا ہی جانتے ہیں، اور بد مذہبوں سے محبت تو زہر قاتل ہے اس کی نسبت احادیث کثیرہ صحیحہ معتبرہ میں جو خطر عظیم آیا سخت ہولناک ہے ہم نے وہ حدیثیں اپنے رسالہ المقالۃ المسفرۃ عن احکام بدعۃ المکفرۃ ۱۳۰۱ھ میں ذکر کیں، بالجملہ ہر طرح ان سے دُوری مناسب، خصوصًا ان کے پیچھے نماز سے تو احتراز واجب' اور ان کی امامت پسند کرے گا مگر دین میں مداہن یا عقل سے مجانب۔ امام بخاری تاریخ میں اور ابن عساکر ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان سرکم ان تقبل صلاتکم فلیؤمکم خیارکم۔[2]

اگر تمہیں پسند آتا ہو کہ تمہاری نماز قبول ہو تو چاہئے کہ تمہارے نیک تمہاری امامت کریں۔

حاکم مستدرک اور طبرانی معجم میں مرثد بن ابی مرثد غنوی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان سرکم ان تقبل صلاتکم فلیؤمکم خیارکم فانہم وفدکم فیما بینکم و بین ربکم۔[3]

اگر تمہیں اپنی نماز کا قبول ہونا خوش آتا ہو تو چاہئے جو تم میں اچھے ہوں وہ تمہارے امام ہوں کہ وہ تمہارے سفیر ہیں تم میں اور تمہارے رب میں۔

---

[1] تہذیب تاریخ ابن عساکر ترجمہ حسین بن جعفر الغری الجرجانی مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۹۲

[2] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن ابی امامہ حدیث ۲۰۴۳۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت ۷/۵۹۶
الاسرار الموضوعۃ حدیث ۵۶۸ مطبوعہ بیروت ص ۱۴۸
الفوائد المجموعۃ صلوٰۃ الجماعۃ " ص ۳۲

[3] المستدرک علی الصحیحین ذکر مناقب ابو مرثد الغنوی مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳/۲۲۲

marfat.com

Marfat.com

اس قدر تو پیدا ہوکہ آخر جمتے جمتے ایک زمانہ چاہیے۔ میں یہاں اصل نزاع کی بحث وتحقیق میں نہیں ان کے اقتدا کا حکم واضح کرنا ہے لہذا اُس کی طرف رجوع مناسب۔

بالجملہ اصلا محل شبہ نہیں ان صاحبوں نے تقلید کو شرک و کفر اور مقلدین کو کافر و مشرک کہہ کر لاکھوں کروڑوں علما و اولیا و صلحا و اصفیا بلکہ امتِ مرحومہ محمدیہ علی مولٰہا وعلیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کے دس حصوں سے نَو کو علی الاعلان کافر و مشرک ٹھہرایا۔ وہی علامہ شامی قدس سرہ السامی کا ان کے اکابر کی نسبت ارشاد کہ اپنے طائفہ تالفہ کے سوا تمام عالم کو مشرک کہتے اور جو شخص ایک مسلمان کو بھی کافر کہے تو ظواہر احادیث صحیحہ کی بنا پر وہ خود کافر ہے اور طرفہ یہ کہ اس فرقہ ظاہریہ کو ظاہر احادیث ہی پر عمل کا بڑا دعوٰی ہے امام مالک و احمد و بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی واللفظ لمسلم (الفاظ مسلم شریف کے ہیں۔ ت) حضور اقدس سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایما امرئ قال لاخیہ کافر فقد باء بھا احدھما ان کان کما قال والا رجعت علیہ[1]۔ یعنی جو شخص کسی کلمہ گو کو کافر کہے تو اُن دونوں میں ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی اگر جسے کہا وہ حقیقۃً کافر تھا جب تو خیر ورنہ یہ کلمہ اسی کہنے والے پر پلٹے گا۔

صحیح بخاری میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا قال الرجل لاخیہ یا کافر فقد باء بہ احدھما[2]۔ جب کوئی شخص اپنے بھائی مسلمان کو "یا کافر" کہے تو اُن دونوں میں ایک کا رجوع اس طرف بیشک ہو۔

امام احمد و بخاری و مسلم حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس من دعا رجلا بالکفر اوقال عدو اللہ ولیس کذلك الاحار علیہ[3] ولا یرمی رجل رجلا بالفسق ولا یرمیہ بالکفر الا جو شخص کسی کو کافر یا دشمنِ خدا کہے اور وہ ایسا نہ ہو یہ کہنا اسی پر پلٹ آئے اور کوئی شخص کسی کو "فسق" یا "کفر" کا طعن نہ کرے گا مگر یہ کہ وہ اسی پر الٹا پھرے گا اگر جس پر

---

[1] صحیح مسلم باب بیان حال ایمان الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۵۷

[2] صحیح البخاری کتاب الادب باب من اکفر اخاہ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۱

[3] صحیح مسلم باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم یا کافر مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۵۷

marfat.com

Marfat.com

المرء یقیس علی نفسہ (انسان دوسرے کو اپنے اوپر قیاس کرتا ہے ت) جب اُس نے اسے کافر یا مشرک یا ف
اور وہ ان عیوب سے پاک تھا تو حقیقۃً یہ اوصاف ذمیمہ اسی کہنے والے میں تھے جن کا عکس اُس آئینۂ الٰہی م
آیا اور یہ اپنی سفاہت سے اُس کریہ بدنما شکل کو آئینۂ تاباں کی صورت سمجھا حالانکہ دامنِ آئینہ اس لوث
صاف ومنزّہ ہے۔ یہ تو حدیث تھی جو بحکم یقولون من خیر قول البریۃ (وہ ساری مخلوق سے بہتر کا ق
ہیں۔ ت) ان کا زبانی وظیفہ ہے اور دل کا وہی حال جو حدیث میں ارشاد فرمایا، لایجاوز تراقیھم (ان
سے (اسلام) تجاوز نہیں کرے گا۔ ت)

اب فقہ کی طرف چلئے بہت اکابر ائمہ مثل امام ابوبکر اعمش وغیرہ عامۂ علمائے بلخ وبعض ائمۂ بخارا رحم
علیہم احادیثِ مذکورہ پر نظر فرماکر اس حکم کو یوں ہی مطلق رکھتے اور مسلمان کی تکفیر کو علی الاطلاق موجبِ کفر جانتے
سیدی اسمٰعیل نابلسی شرح درر وغرر مولٰی خسرو میں فرماتے ہیں:

لو قال للمسلم کافر کان الفقیہ ابوبکر الاعمش یقول کفر وقال غیرہ من مشایخ بلخ لایکفر واتفقت ھذہ المسئلۃ ببخارا فاجاب بعض ائمۃ بخارا انہ یکفر فرجع الجواب الی بلخ انہ یکفر فمن افتی بخلاف قول الفقیہ ابی بکر رجع الی قولہ[1] الخ ملخصا

اگر کسی نے مسلمان کو کافر کہا تو فقیہ ابوبکر اعمش
کافر قرار دیتے، اور مشائخ بلخ میں سے دوسر
کافر نہیں کہتے۔ اتفاقاً یہ مسئلہ بخارا میں پیش
بعض ائمہ بخارا نے ایسے شخص کو کافر قرار دیا تو
بلخ گیا (یعنی کافر کہا جائیگا) تو جس جس فقیہ نے ابوبکر
خلاف فتوٰی دیا تھا انھوں نے ان کے قول ک
رجوع کرلیا اھ ملخصا (ت)

رسالہ علامہ بدر رشید پھر شرح فقہ اکبر ملا علی قاری میں ہے:

فرجع الکل الی فتاوی ابی بکر البلخی وقالوا کفر الشاتم[2]

تمام علماء نے ابوبکر بلخی کے اس فتوٰی کی طرف ر
ہوئے اس طرح گالی دینے والے کو کافر قرار د

احکام میں بعد عبارت مذکورہ کے ہے:

وینبغی ان لایکفر علی قول ابی اللیث وبعض ائمۃ بخارا[3]۔

ابو اللیث اور بعض ائمہ بخارا کے قول پر مناس
یہ ہے کہ کافر نہ کہا جائے۔ (ت)

[1] حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ النوع الرابع من الانواع الستین الکذب مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
[2] شرح فقہ اکبر لملا علی قاری فصل فی الکفر صریحا وکنایۃ ″ مصطفی البابی مصر
[3] حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ النوع الرابع من الانواع الستین الکذب ″ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

marfat.com

Marfat.com

ب

۲۰ - بدائع الصنائع	علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی	۵۸۷
۲۱ - البدایۃ (بدایۃ المبتدی)	علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۲۲ - البحرالرائق	شیخ زین الدین بن ابراہیم بابن نجیم	۹۷۰
۲۳ - البرہان شرح مواہب الرحمان	ابراہیم بن موسیٰ الطرابلسی	۹۲۲
۲۴ - بستان العارفین	فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۳
۲۵ - البسیط فی الفروع	حجۃ الاسلام محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۲۶ - البنایۃ شرح الہدایۃ	امام بدرالدین ابو محمد العینی	۸۵۵

ت

۲۷ - تاج العروس	سید محمد مرتضیٰ الزبیدی	۱۲۰۵
۲۸ - تاریخ ابن عساکر	علی بن الحسن الدمشقی بابن عساکر	۵۷۱
۲۹ - تاریخ البخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۳۰ - التجنیس والمزید	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۳۱ - تحریرالاصول	کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن الہام	۸۶۱
۳۲ - تحفۃ الفقہاء	امام علاء الدین محمد بن احمد السمرقندی	۵۴۰
۳۳ - تحقیق الحسامی	عبدالعزیز بن احمد البخاری	۷۳۰
۳۴ - الترجیح والتصحیح علی القدوری	علامہ قاسم بن قطلوبغا الحنفی	۸۷۹
۳۵ - التعریفات لسید شریف	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۸۱۶
۳۶ - تفسیر ابن جریر (جامع البیان)	محمد بن جریر الطبری	۳۱۰
۳۷ - تفسیر البیضاوی	عبداللہ بن عمر البیضاوی	۶۹۱
۳۸ - تفسیر الجلالین	علامہ جلال الدین المحلی و جلال الدین السیوطیؒ	۸۰ - ۹۱۱
۳۹ - تفسیر الجمل	سلیمان بن عمر العجیلی الشہیر بالجمل	۱۲۰۴
۴۰ - تفسیر القرطبی	ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبی	۶۷۱
۴۱ - التفسیر الکبیر	امام فخرالدین الرازی	۲۶

marfat.com

Marfat.com

اعتقادہ انہ کافر یکفر کذا فی الذخیرۃ[1] انتھی
زاد الشامی عن النھر عن الذخیرۃ لانہ
لما اعتقد المسلم کافرا فقد اعتقد دین
الاسلام کفرا[2]۔

الذخیرۃ انتہی، شامی نے نہر کے حوالے سے ذخیر
یہ اضافہ نقل کیا ہے کیونکہ وُہ ایک مسلمان کو کافر
ہے گویا اس نے دینِ اسلام کو کفر گردانا ہے
(ت)

درمختار میں ہے :

عزر الشاتم بیاکافر وھل یکفر ان اعتقد
المسلم کافرا نعم والا لا بہ یفتی[3]

"یا کافر" کے ساتھ گالی دینے والے پر تعزیر
کی جائے گی، کیا وہ شخص کافر ہوگا ۔۔۔ جو مس
کافر گردانتا ہے؟ ہاں وہ کافر ہوگا اور اگر کافر نہیں
تو کافر نہیں، اسی پر فتوٰی ہے (ت)

علامہ ابراہیم اخلاطی نے فرمایا :

المختار للفتوی فی جنس ھذہ المسائل
ان القائل اذا اراد بہ الشتم لا یکفر و اذا
اعتقد کفر المخاطب یکفر لانہ لما
اعتقد المسلم کافرا فقد اعتقد ان دین
الاسلام کفر ومن اعتقد ھذا فھو کافر[4]

ان مسائل میں مختار اور مفتی بہ یہی ہے کہ اگر قائ
سے گالی مراد لی تو کافر نہیں ہوگا اور جب مخا
کافر جانے گا تو کافر ہوجائے گا کیونکہ جب اس
ایک مسلمان کو کافر جانا تو گویا اس نے دینِ اس
کفر جانا اور جو ایسی بات کا اعتقاد رکھے وہ کاف

علامہ عبدالعلی نے شرح مختصر الوقایہ میں فرمایا :

قد اختلف فی کفر من ینسب مسلما الی
الکفر ففی الفصول العمادیۃ اذا قال لغیرہ
یاکافر کان الفقیہ ابوبکر الاعمش
یقول یکفر القائل وقال غیرہ لا یکفر

اس شخص کے کفر کے بارے میں اختلاف ہے جس
کسی مسلمان کی کفر کی طرف نسبت کی، فصو
میں ہے جب کسی نے غیر کو "یا کافر" کہا تو فقیہ ا
ایسے شخص کو کافر جانتے لیکن دیگر علماء کافر

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی احکام المرتدین مطلب موجبات الکفر الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشا

[2] ردالمحتار باب التعزیر ۔۔۔ " مصطفی البابی مصر

[3] درمختار " ۔۔۔ " مطبع مجتبائی دہلی

[4] جواہر اخلاطی کتاب السیر فصل فی الجہاد (قلمی نسخہ) ص

marfat.com

Marfat.com

ح

۶۷ ۔ حاشیۃ علی الدرر	محمد بن مصطفی ابو سعید الخادمی	۱۱[illegible]
۶۸ ۔ حاشیۃ ابن شلبی علی التبیین	احمد بن محمد الشلبی	۱۰۲۱
۶۹ ۔ حاشیۃ علی الدرر	عبد الحلیم بن محمد الرومی	۱۰۱۳
۷۰ ۔ حاش[illegible] علی الد[illegible] ملا خسرو	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	۸۸۵
حاشیۃ علی المقدمۃ العشماویۃ	علامہ سقلی	۔
۷۲ ۔ الحاشیۃ لسعدی آفندی	سعد اللہ بن عیسی الآفندی	۹۴۵
۷۳ ۔ الحدیقۃ الندیۃ شرح طریقۃ محمدیۃ	عبد الغنی النابلسی	۱۱۴۳
۷۴ ۔ الحاوی القدسی	قاضی جمال الدین احمد بن محمد نوح القابسی الحنفی	۶۰۰
۷۵ ۔ حصر المسائل فی الفروع	امام ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی الحنفی	۳۷۲
۷۶ ۔ حلیۃ الاولیاء	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی	۴۳۰
۷۷ ۔ حلیۃ المجلی	محمد بن محمد ابن امیر الحاج	۸۷۹

خ

۷۸ ۔ خزانۃ الروایات	قاضی جکن الحنفی	
۷۹ ۔ خزانۃ الفتاوی	طاہر بن احمد عبد الرشید البخاری	۵۴۲
۸۰ ۔ خزانۃ المفتین	حسین بن محمد السمعانی السمیقانی	۷۴۰ کے بعد
۸۱ ۔ خلاصۃ الدلائل	حسام الدین علی بن احمد المکی الرازی	۵۹۸
۸۲ ۔ خلاصۃ الفتاوی	طاہر بن احمد عبد الرشید البخاری	۵۴۲
۸۳ ۔ خیرات الحسان	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳

د

۸۴ ۔ الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۸۵ ۔ الدرر (درر الحکام)	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	۸۸۵
۸۶ ۔ الدر المختار	علاء الدین الحصکفی	۱۰۸۸
۸۷ ۔ الدر المنثور	علامہ جلال الدین عبد الرحمن السیوطی	۹۱۱

marfat.com

Marfat.com

اس مذہب مفتیٰ بہ پر بھی اس طائفہ تالفہ کو سخت دقت کہ بہ قطعاً اپنے اعتقاد سے مسلمانوں کو کافر مشرک کہتے اور اپنی تصانیف میں لکھتے اور اُس پر فتوے دیتے ہیں تو باتفاق ہر دو مذہب ان کا کافر ہونا لا... اور ان کے پیچھے نماز ایسی جیسے کسی یہودی یا نصرانی یا مجوسی یا ہندو کے پیچھے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ ا... العظیم سبحٰن اللہ کہ کرد کہ نیافت چاہ کن را چاہ در راہ ، مسلمانوں کو ناحق مشرک کہا تھا احادیث صحیحہ و مذاہب ائمہ کرام و فقہائے عظام پر خود انھیں کے ایمان کے لالے پڑ گئے ؎

دیدی کہ خونِ ناحق پروانہ شمع را　　چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

ماذا اخاضك یا مغرور فی الخطر　　حتی هلكت فلیت النمل لم تطر

(تُو نے دیکھا کہ پروانہ کے خونِ ناحق نے شمع کو اس طرح اماں نہیں دی کہ وہ رات کو سحر کرے ،
اے مغرور! کس چیز نے تجھے خطرے میں ڈال دیا حتی کہ تُو ہلاک ہوا کاش چیونٹی نہ اُڑتی !)

مگر حاشا للہ ہم پھر بھی دامنِ احتیاط ہاتھ سے نہ دیں گے اور یہ ہزار ہیں جو چاہیں کہیں ہم زنہار ان کو کف... نہ کہیں گے ہاں ہاں یوں کہتے ہیں اور خدا و رسول کے حضور کہیں یہ لوگ آثم ہیں خاطی ہیں ظالم ہیں بدعتی ہیں ض... ہیں مضل ہیں غوی ہیں مبطل ہیں مگر ہیہات کافر نہیں مشرک نہیں اتنے بدراہ نہیں، اپنی جانوں کے دشمن ہیں عد... نہیں، ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ؛

كفوا عن اهل لا اله الا الله لا تكفروهم بذنب ، فمن اكفر اهل لا اله الا الله فهو الى الكفر اقرب[1] اخرجه الطبرانی فی الكبير بسند حسن عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما۔

یعنی لا الٰہ الا اللہ کہنے والوں کو کسی گناہ پر کافر... جو لا الٰہ الا اللہ کہنے والے کو کافر کہے وہ خود کفر... نزدیک تر ہے ۔ اسے طبرانی نے المعجم الکبیر میں ح... عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سندِ حسن ک... روایت کیا ہے ۔

اور مروی کہ فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم ؛

ثلث من اصل الایمان الكف عمن قال لا اله الا الله ولا تكفره بذنب ولا تخرجه من الاسلام بعمل[2] الحديث ۔ اخرجه

یعنی اصل ایمان سے ہے یہ بات کہ لا الٰہ الا ال... والے سے زبان روکی جائے اسے کسی گناہ کے سبب... نہ کہیں اور کسی عمل پر دائرۂ اسلام سے خارج نہ...

---

[1] المعجم الکبیر مروی از عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما　مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت　۱۲/...
[2] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی الغزو مع ائمۃ الجور　” آفتاب عالم پریس لاہور　۱/...

marfat.com
Marfat.com

۱۰۷ - السنن لدارقطنی	علی بن عمر الدارقطنی	۳۸۵
۱۰۸ - السنن للدارمی	عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی	۲۵۵

ش

۱۰۹ - الشافی	شمس الائمۃ عبداللہ بن محمود الکردری	
۱۱۰ - شرح الاربعین للنووی	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۱۱۱ - شرح الاربعین للنووی	ابراہیم ابن عطیہ المالکی	۱۱۰۶
۱۱۲ - شرح الاربعین للنووی	علامہ احمد بن الحجازی	۹۷۸
۱۱۳ - شرح الاشباہ والنظائر	ابراہیم بن حسین بن احمد بن محمد ابن البیری	۱۰۹۹
۱۱۴ - شرح الجامع الصغیر	امام قاضی خان حسین بن منصور	۵۹۲
۱۱۵ - شرح الدرر	شیخ اسمٰعیل بن عبدالغنی النابلسی	۱۰۹۲
۱۱۶ - شرح سفر السعادۃ	شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۱۱۷ - شرح السنۃ	حسین بن منصور البغوی	۵۱۶
۱۱۸ - شرح شرعۃ الاسلام	یعقوب بن سیدی علی زادہ	۹۳۱
۱۱۹ - شرح مختصر الطحاوی للاسبیجابی	ابو نصر احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	۴۸۰
۱۲۰ - شرح المقربین		
۱۲۱ - شرح المسلم للنووی	شیخ ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی	۶۷۶
۱۲۲ - شرح معانی الآثار	ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی	۳۲۱
۱۲۳ - شرح المنظومۃ لابن وہبان	عبدالبر بن محمد ابن شحنۃ	۹۲۱
۱۲۴ - شرح المنظومۃ فی رسم المفتی	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۲۵ - شرح المنیۃ الصغیر	شیخ محمد ابراہیم الحلبی	۹۵۶
۱۲۶ - شرح مواہب اللدنیۃ	علامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی	۱۱۲۲
۱۲۷ - شرح موطا امام مالک	علامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی	۱۱۲۲
۱۲۸ - شرح المہذب للنووی	شیخ ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی	۶۷۶
۱۲۹ - شرح النقایۃ	مولانا عبدالعلی البرجندی	۹۳۲
۱۳۰ - شرح الوقایۃ	صدر الشریعۃ عبیداللہ بن مسعود	۷۴۷

marfat.com

Marfat.com

شبهة او تأويل والا فلا فانه مسلم
سرة ولم نؤمر بشق القلوب و
م الى اماكن الغيوب ولم نعثر
لى انكار شئ من ضروريات الدين
بهجم على نظير ما هجم عليه ذلك
ه هذا هو التحقيق عند الفقهاء
م ايضا يذعن بذلك من احاط
هم واطلع على مرامهم رحمة
الى عليهم اجمعين الا ترى ان
رج خذلهم الله تعالى قد اكفروا
مؤمنين ومولى المسلمين عليا رضى
الى عنه ثم هم عندنا لا يكفرون
ص عليه في الدر المختار والبحر
ورد المحتار وغيرها من معتبرات
ار واما ما مر من تقرير الدليل
تكفير فانت تعلم ان لازم المذهب
مذهب واما الاحاديث فمؤولة عند
قين كما ذكره الشراح الكرام
ومن ادل دليل عليه قوله
لله تعالى عليه وسلم في الحديث
فهو الى الكفر اقرب فلم يسمه كافرا و
به الى الكفر لان الاجتراء على الله
بمثل ذلك قد يكون بريد الكفر والعياذ
رب العلمين ولا حول ولا قوة الا بالله
العظيم ـ

کافر قرار دیا جاسکتا ہے جب اس میں کوئی تاویل و شبہ نہ ہو ورنہ
اگر ایک وہاں شبہ ہوسکتا ہو تو کافر نہیں ہوگا کیونکہ
جب وہ بظاہر مسلمان ہے تو ہم دل پھاڑ کر دیکھنے
اور امورِ غیبیہ پر مطلع ہونے کے پابند نہیں اور نہ ہی ہم
اس کے کسی ایسے عمل پر مطلع ہوئے ہیں جو ضروریاتِ
دین کے انکار میں ہو اور ہم اس طرح اس پر حملہ آور
کیسے ہوسکتے جس طرح وہ بیوقوف کسی دوسرے پر
ہُوا ہے، فقہاء کرام کی یہی تحقیق ہے نیز ہر اس شخص کو
بھی اس بات کا اذعان حاصل ہوگا جس نے فقہاء
رحمہ اللہ علیہم اجمعین کے کلام کا احاطہ کیا اور ان کے
مدعا سے آگاہ ہوا، کیا آپ نہیں جانتے کہ خوارج
(اللہ انھیں رسوا کرے) نے امیر المومنین مولائے مسلمین
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کافر قرار دیا پھر وہ ہمارے
نزدیک کافر نہیں، جیسا کہ اس پر دُرِ مختار، بحر الرائق،
ردالمحتار اور دیگر معتبر کتب میں تصریح ہے اور جو تکفیر
پر تقریرِ دلیل گزری ہے آپ جانتے ہیں لازم مذہب، مذہب
نہیں ہوتا، رہا معاملہ احادیث کا تو وہ محققین کے ہاں
مؤول ہیں اپنے ظاہر پر نہیں جیسا کہ شارحین کرام نے
ذکر کیا ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) سب سے
قوی دلیل نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گزشتہ
ارشادِ گرامی ہے کہ وہ کفر کے زیادہ قریب ہے، آپ
نے اسے کافر نہیں فرمایا قریب کفر فرمانے کی وجہ یہ ہے
کہ ایسا عمل اللہ تعالیٰ کے سامنے جرأت و دلیری ہے کیونکہ
ان جیسے الفاظ سے بعض اوقات کفر مراد ہوتا ہے رب العلمین
اپنی پناہ عطا فرمائے (ت)

marfat.com
Marfat.com

غ

۱۵۱ - غایۃ البیان	شیخ قوام الدین امیر کاتب ابن امیر الاتقانی	۷۵۸
۱۵۲ - غرر الاحکام	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	۸۸۵
۱۵۳ - غریب الحدیث	ابو الحسن علی بن مغیرۃ البغدادی المعروف بالاثرم	۲۳۰
۱۵۴ - غمز عیون البصائر	احمد بن محمد الحموی المکی	۱۰۹۸
۱۵۵ - غنیۃ ذوالاحکام	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۱۵۶ - غنیۃ المستملی	محمد ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶

ف

۱۵۷ - فتح الباری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۱۵۸ - فتح القدیر	کمال الدین محمد بن عبد الواحد بابن الہمام	۸۶۱
۱۵۹ - فتاویٰ النسفی	امام نجم الدین النسفی	۵۳۷
۱۶۰ - فتاویٰ بزازیہ	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۷
۱۶۱ - فتاویٰ حجہ		
۱۶۲ - فتاویٰ خیریہ	علامہ خیر الدین بن احمد بن علی الرملی	۱۰۸۱
۱۶۳ - فتاویٰ سراجیہ	سراج الدین علی بن عثمان الاوشی	۵۷۵
۱۶۴ - فتاویٰ عطاء بن حمزہ	عطاء بن حمزہ السغدی	
۱۶۵ - فتاویٰ غیاثیہ	داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	
۱۶۶ - فتاویٰ قاضی خان	حسن بن منصور قاضی خان	۵۹۲
۱۶۷ - فتاویٰ ہندیہ	جمعیت علماء اورنگ زیب عالمگیر	
۱۶۸ - فتاویٰ ظہیریہ	ظہیر الدین ابوبکر محمد بن احمد	۶۱۹
۱۶۹ - فتاویٰ ولوالجیہ	عبد الرشید بن ابی حنیفہ الولوالجی	۵۴۰
۱۷۰ - فتاویٰ الکبریٰ	امام صدر الشہید حسام الدین عمر بن عبد العزیز	۵۳۶
۱۷۱ - فقہ الاکبر	الامام الاعظم ابی حنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی	۱۵۰
۱۷۲ - فتح المعین	سید محمد ابی السعود الحنفی	

marfat.com

Marfat.com

ہ الشیخان عن ابی موسی الاشعری ی اللہ تعالٰی عنہ۔

پائے گا۔ اسے بخاری و مسلم نے حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے (ت)

انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث میں ہے حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جلیس السوء کمثل صاحب الکیران یبك من سواده اصابك من دخانه[۱] ہ عنہ ابوداود والنسائی۔

یعنی بد کی صحبت ایسی ہے جیسے لوہار کی بھٹی کہ کپڑے کالے نہ ہوئے تو دھواں جب بھی پہنچے گا۔ اسے ابوداؤد اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

ل یہ کہ اشرار کے پاس بیٹھنے سے آدمی نقصان ہی اٹھاتا ہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ اور فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم:

سمی القلب من تقلبہ انما مثل القلب ی ریشۃ بالفلاۃ تعلقت فی اصل شجرۃ ہا الریاح ظہرًا لبطن[۲]۔ رواہ الطبرانی لبیر بسند حسن عن ابی موسی عری رضی اللہ تعالٰی عنہ ولفظہ عند ماجۃ مثل القلب مثل الریشۃ بہا الریاح بفلاۃ[۳] اسنادہ ں۔

دل کو قلب اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ انقلاب کرتا ہے، دل کی کہاوت ایسی ہے جیسے جنگل میں کسی پیڑ کی جڑ سے ایک پَر لپٹا ہے کہ ہوائیں اسے پلٹا دے رہی ہیں کبھی سیدھا کبھی اُلٹا۔ اسے طبرانی نے المعجم میں سند حسن کے ساتھ حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہی روایت کیا اور اس روایت کے الفاظ ابن ماجہ میں یُوں ہیں: دل کی مثال اس پر کی طرح ہے جسے ہوائیں جنگل میں پلٹا دے رہی ہوں۔ اس کی سند جیّد ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

تبروا الارض باسمائہا واعتبروا الصاحب ماحب[۴]۔ اخرجہ ابن عدی عن

زمین کو اس کے ناموں پہ قیاس کرو اور آدمی کو اس کے ہمنشین پر۔ اسے ابن عدی نے حضرت

سنن ابوداود باب من یؤمران یجالس مجالستہ الصالحین مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۳۰۸/۲

شعب الایمان الحادی عشر من شعب الایمان حدیث ۷۵۲ 〃 دارالکتب العلمیہ بیروت ۴۷۳/۱

سنن ابن ماجہ باب فی القدر 〃 آفتاب عالم پریس لاہور ص ۱۰

شعب الایمان فصل فی مجانبۃ الفسقۃ الخ حدیث ۹۴۴۰ 〃 دارالکتب العلمیۃ بیروت ۵۵/۷

marfat.com

Marfat.com

۱۹۶	کشف الاسرار	علاء الدین عبد العزیز بن احمد البخاری	
۱۹۷	کشف الرمز	علامہ المقدسی	
۱۹۸	کشف الاستار عن زوائد البزار	امین الدین عبد الوہاب بن وہبان الدمشقی	۷۶۸
۱۹۹	کنز العمال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین	۹۷۵
۲۰۰	الکفایہ	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی	تقریباً ۸۰۰
۲۰۱	کف الرعاع	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۲۰۲	کنز الدقائق	عبد اللہ بن احمد بن محمود	۷۱۰
۲۰۳	الکنی للحاکم	ابو عبد اللہ الحاکم	۴۰۵
۲۰۴	الکواکب الدراری	شمس الدین محمد بن یوسف الشافعی الکرمانی	۷۸۶
۲۰۵	کتاب الجرح والتعدیل	محمد بن حبان التمیمی	۳۵۴
۲۰۶	کتاب المغازی	یحیٰی بن سعید القطان	۱۹۸
۲۰۷	کتاب الصمت	عبد اللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱
۲۰۸	کتاب الزہد	عبد اللہ بن مبارک	۱۸۰
۲۰۹	الکشاف عن حقائق التنزیل	جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری	۵۳۸

ل

۲۱۰	لمعات التنقیح	علامہ شیخ عبد الحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۲۱۱	لقط المرجان فی اخبار الجان	علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن بن محمد السیوطی	۹۱۱

م

۲۱۲	مبارق الازہار	الشیخ عبد اللطیف بن عبد العزیز ابن الملک	۸۰۱
۲۱۳	مبسوط خواہر زادہ	بکر خواہر زادہ محمد بن حسن البخاری الحنفی	۴۸۳
۲۱۴	مبسوط السرخسی	شمس الائمہ محمد بن احمد السرخسی	۴۸۳
۲۱۵	مجری الانہر شرح ملتقی الابحر	نور الدین علی الباقانی	تقریباً ۹۹۵
۲۱۶	مجمع بحار الانوار	محمد طاہر الصدیقی	۹۸۱
۲۱۷	مجموع النوازل	احمد بن موسیٰ بن عیسیٰ	۵۵۰
۲۱۸	مجمع الانہر	الشیخ عبد اللہ بن محمد بن سلیمان المعروف بداماد آفندی	۱۰۷۸

marfat.com
Marfat.com

دارقطنی وبیہقی اپنی سنن میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں،

اجعلوا ائمتکم خیارکم فانھم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم[1] — اپنے نیکوں کو اپنا امام کرو کہ وہ تمہارے وسائط ہیں درمیان تمہارے اور تمہارے رب عزوجل کے۔

اقول والاحادیث وان ضعفت فقد تعاضدت اذعن ثلثۃ من الصحابۃ وردت علیھم جمیعا رضوان المولٰی جل وعلا وتقدس وتعالٰی۔ — میں کہتا ہوں یہ احادیث اگرچہ ضعیف ہیں مگر یہ تائید کررہی ہیں کیونکہ یہ تین صحابہ سے مروی ہیں جن پر اللہ جل وعلا وتقدس تعالٰے کی رضا وارد ہے (ت)

الحمدللہ کہ یہ موجز تحریر سلخ ذی القعدہ میں شروع اور چہارم ذی الحجہ روز جاں افروز دوشنبہ ۱۳۰۵ ہجریہ قدسیہ علٰی صاحبہا الف الف صلاۃ وتحیۃ کو بدرسمائے اختتام ہوئی، وصلی اللہ تعالٰی علٰی خاتم النبیین بدر سماء المرسلین محمد وآلہٖ والائمۃ المجتہدین والمقلدین لھم باحسان الی یوم الدین والحمدللہ رب العٰلمین واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

---

[1] سنن الدارقطنی باب تخفیف القراءۃ لحاجۃ مطبوعہ نشرالسنۃ ملتان ۲/ ۸۸

marfat.com

Marfat.com

۲۴۵	معرفۃ الصحابہ	ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی	۴۳۰
۲۴۶	المعجم الاوسط	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۷	المعجم الصغیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۸	المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۹	معراج الدرایہ	قوام الدین محمد بن محمد البخاری	۷۴۹
۲۵۰	مشکوٰۃ المصابیح	شیخ ولی الدین العراقی	۷۴۲
۲۵۱	المغنی فی الاصول	شیخ عمر بن محمد الخبازی الحنفی	۶۹۱
۲۵۲	المغرب	ابوالفتح ناصر بن عبدالسید المطرزی	۶۱۰
۲۵۳	مختصر القدوری	ابوالحسین احمد بن محمد القدوری الحنفی	۴۲۸
۲۵۴	مفاتیح الجنان	یعقوب بن سیدی علی	۹۳۱
۲۵۵	المفردات للامام راغب	حسین بن محمد بن مفضل الاصفہانی	۵۰۲
۲۵۶	المقدمۃ العشماویۃ	ابوالعباس عبدالباری العشماوی المالکی	
۲۵۷	الملتقط (فی فتاوی ناصری)	ناصر الدین محمد بن یوسف الحسینی	۵۵۶
۲۵۸	مجمع الزوائد	نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی	۸۰۷
۲۵۹	مناقب الکردری	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۷
۲۶۰	المنتقیٰ (فی الحدیث)	عبداللہ بن علی ابن جارود	۳۰۷
۲۶۱	المنتقیٰ فی فروع الحنیفۃ	الحاکم الشہیر محمد بن محمد بن احمد	۳۳۴
۲۶۲	منحۃ الخالق	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۲۶۳	منح الغفار	محمد بن عبداللہ التمرتاشی	۱۰۰۴
۲۶۴	ملتقی الابحر	امام ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶
۲۶۵	منہاج	شیخ ابوزکریا یحییٰ بن شرف النواوی	۶۷۶
۲۶۶	مجمع البحرین	مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب الحنفی	۶۹۴
۲۶۷	المبتغیٰ	شیخ عیسیٰ بن محمد ابن ایناج الحنفی	
۲۶۸	المبسوط	عبدالعزیز بن احمد الحلوانی	۴۵۶
۲۶۹	مسند فی الحدیث	الحافظ ابوالفتح نصر بن ابراہیم الہروی	۵۱۰

marfat.com

Marfat.com

مآخذ و مراجع

ا

نام کتاب	مصنف کتاب	سن وفات ہجری
اجزاء فی الحدیث	عبدالرحمٰن بن عمر بن محمد البغدادی المعروف بالنحاس	۴۱۶
جناس فی الفروع	ابوالعباس احمد بن محمد الناطفی الحنفی	۴۴۶
ختیار شرح المختار	عبداللہ بن محمود (بن مودود) الحنفی	۶۸۳
لادب المفرد للبخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
رشاد الساری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی	۹۲۳
رشاد العقل السلیم	ابوسعود محمد بن محمد العمادی	۹۵۱
لارکان الاربع	مولانا عبدالعلی بحر العلوم	۱۲۲۵
لاشباہ والنظائر	شیخ زین الدین بن ابراہیم بابن نجیم	۹۷۰
اشعۃ اللمعات	شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
اصول البزدوی	علی بن محمد البزدوی	۴۸۲
الاصلاح للوقایۃ فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۹۴۰
آکام المرجان فی احکام الجان	قاضی بدرالدین محمد بن عبداللہ الشبلی	۷۶۹
انفع الوسائل	قاضی برہان الدین ابراہیم بن علی الطرسوسی الحنفی	۷۵۸
امداد الفتاح	حسن بن عمار الشرنبلالی	۱۰۶۹
انوار الائمۃ الشافعیہ	امام یوسف الاردبیلی الشافعی	۷۹۹
الایضاح للوقایۃ فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۹۴۰
امالی فی الحدیث	عبدالملک بن محمد بشران	۴۳۲
الایجاز فی الحدیث	احمد بن محمد المعروف بابن السنی	۳۶۴
القاب الرواۃ	احمد بن عبدالرحمٰن الشیرازی	۴۰۷

marfat.com
Marfat.com

و

۲۹۰ - الوافی فی الفروع	عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۹۱ - الوجیز فی الفروع	ابوحامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۲۹۲ - الوقایة	محمود بن صدر الشریعة	۶۷۳
۲۹۳ - الوسیط فی الفروع	ابی حامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵

ھ

۲۹۴ - الهدایة فی شرح البدایة	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳

ی

۲۹۵ - الیواقیت والجواہر	سید عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳
۲۹۶ - ینابیع فی معرفة الاصول	ابی عبداللہ محمد ابن رمضان الرومی	۷۶۹

marfat.com

Marfat.com

التفسیر للنیشابوری	نظام الدین الحسن بن محمد بن حسین النیشابوری	۷۲۸
تقریب القریب	ابوزکریا یحیٰی بن شرف النواوی	۹۱۱
التقریر والتحبیر	محمد بن محمد ابن امیر الحاج الحلبی	۸۷۹
التیسیر للمناوی	عبدالرؤف المناوی	۱۰۳۱
تبیین الحقائق	فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی	۷۴۳
تقریب التہذیب	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
تنویر المقباس	ابوطاہر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی	۸۱۷
تنویر الابصار	شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد التمرتاشی	۱۰۰۴
تعظیم الصلوٰۃ	محمد بن نصر المروزی	۲۹۴
تاریخ بغداد	ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی	۴۶۳
التوشیح فی شرح الہدایۃ	عمر بن اسحٰق السراج الہندی	۷۷۳

ج

جامع الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی	۲۷۹
جامع الرموز	شمس الدین محمد الخراسانی	۹۶۲
الجامع الصحیح للبخاری	امام محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
الجامع الصغیر فی الفقہ	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
الجامع الصحیح للمسلم	مسلم بن حجاج القشیری	۲۶۱
جامع الفقہ (جوامع الفقہ)	ابونصر احمد بن محمد العتابی	۵۸۶
جامع الفصولین	شیخ بدرالدین محمود بن اسرائیل بابن قاضی	۸۲۳
الجامع الکبیر	ابی الحسن عبیداللہ بن حسین الکرخی	۳۴۰
جواہر الاخلاطی	برہان الدین ابراہیم بن ابوبکر الاخلاطی	
الجواہر الزکیۃ	احمد بن ترکی بن احمد المالکی	۹۸۹
جواہر الفتاوٰی	رکن الدین ابوبکر بن محمد بن ابی المفاخر	۵۶۵
الجوہرۃ النیرۃ	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی الیمنی	۸۰۰
الجرح والتعدیل فی رجال الحدیث	یحیٰی بن معین البغدادی	۲۳۳
الجامع الصغیر فی الحدیث	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱

marfat.com

Marfat.com

ذ

۔ ذخیرۃ العقبیٰ	یوسف بن جنید الجلبی (چلپی)	۹۰۷
۔ ذخیرۃ الفتاویٰ	برہان الدین محمود بن احمد	۶۱۶
۔ ذم الغیبۃ	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱

ر

۔ الرحانیۃ		
۔ ردالمحتار	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۔ رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ	ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن الدمشقی	۷۸۱
۔ رغائب القرآن	ابو مروان عبدالملک بن حبیب السلمی (القرطبی)	۲۳۹
۔ رفع الغشاء فی وقت العصر والعشاء	شیخ زین الدین بابن نجیم	۹۷۰
۔ رد علی الجہمیۃ	عثمان بن سعید الدارمی	۲۸۰

ز

۔ زاد الفقہاء	شیخ الاسلام محمد بن احمد الاسبیجابی	المتوفی اواخر القرن السادس
۔ زاد الفقیر	کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الہمام	۸۶۱
۔ زواہر الجواہر	محمد بن محمد التمرتاشی	تقریباً ۱۰۱۶
۔ زیادات	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹

س

۔ السراج الوہاج	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد الیمنی	۸۰۰
۔ السنن لابن ماجۃ	ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجۃ	۲۷۳
۔ السنن لابن منصور	سعید بن منصور الخراسانی	۲۷۳
۔ السنن لابی داؤد	ابوداؤد سلیمان بن اشعث	۲۷۵
۔ السنن للنسائی	ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی	۳۰۳
۔ السنن للبیہقی	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸

marfat.com

Marfat.com

۱ - شرح الہدایۃ	محمد بن محمد ابن شحنۃ	۸۹۰
۱ - شرعۃ الاسلام	امام الاسلام محمد بن ابی بکر	۵۷۳
۱ - شعب الایمان	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸
۱ - شرح الجامع الصغیر	احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	۴۸۰
۱ - شرح الجامع الصغیر	عمر بن عبد العزیز الحنفی	۵۳۶

ص

۱ - صحاح الجوہری	اسمٰعیل بن حماد الجوہری	۳۹۳
۱ - صحیح ابن حبان	محمد بن حبان	۳۵۴
۱ - صحیح ابن خزیمۃ	محمد بن اسحاق ابن خزیمۃ	۳۱۱
۱ - الصراح	ابوفضل محمد بن عمر بن خالد القرشی	تقریباً ۶۹۰

ط

۱ - الطحطاوی علی الدر	سید احمد الطحطاوی	۱۳۰۲
- الطحطاوی علی المراقی	سید احمد الطحطاوی	۱۳۰۲
۱ - الطریقۃ المحمدیۃ	محمد بن پیر علی المعروف بیرکلی	۹۸۱
۱ - طلبۃ الطلبۃ	نجم الدین عمر بن محمد النسفی	۵۳۷

ع

۱ - عمدۃ القاری	علامہ بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد العینی	۸۵۵
- العنایۃ	اکمل الدین محمد بن محمد البابرتی	۷۸۶
- عنایۃ القاضی	شہاب الدین الخفاجی	۱۰۶۹
- عیون المسائل	ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۸
- عقود الدریۃ	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
- عدۃ	کمال الدین محمد بن احمد الشہیر بطاشکبری	۱۰۳۰

marfat.com

Marfat.com

فتح المعین شرح قرۃ العین	زین الدین بن علی بن احمد الشافعی	۹۲۸
الفتوحات المکیۃ	محی الدین محمد بن علی ابن عربی	۶۳۸
فواتح الرحموت	عبد العلی محمد بن نظام الدین الکندی	۱۲۲۵
الفوائد	تمام بن محمد بن عبد اللہ البجلی	۴۱۴
فوائد المخصصۃ	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	عبد الرؤف المناوی	۱۰۳۱
فوائد سمویۃ	اسمٰعیل بن عبد اللہ الملقب بسمویۃ	۲۹۷

ق

القاموس	محمد بن یعقوب الفیروز آبادی	۸۱۷
قرۃ العین	علامہ زین الدین بن علی الملیباری	۹۲۸
القنیۃ	نجم الدین مختار بن محمد الزاہدی	۶۵۸
القرآن		

ک

الکافی فی الفروع	حاکم شہید محمد بن محمد	۳۳۴
الکامل لابن عدی	ابو احمد عبد اللہ بن عدی	۳۶۵
الکبریت الاحمر	سید عبد الوہاب الشعرانی	۹۷۳
کتاب الآثار	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
کتاب الآثار	امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری	۱۸۲
کتاب الالمام فی آداب دخول الحمام	ابو المحاسن محمد بن علی	
کتاب السواک	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ	۴۳۰
کتاب الہدیۃ لابن عماد	عبد الرحمٰن بن محمد عماد الدین بن محمد العمادی	۱۰۵۰
کتاب الطہور	لابی عبید	
کتاب العلل علی ابواب الفقہ	ابو محمد عبد الرحمٰن ابن ابی حاتم محمد الرازی	۳۲۷
کتاب الاصل	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
کتاب الوسوسۃ	ابو بکر بن ابی داؤد	

marfat.com

Marfat.com

۲ - المحیط البرہانی	امام برہان الدین محمود بن تاج الدین	۶۱۶
۲ - المحیط الرضوی	رضی الدین محمد بن محمد السرخسی	۶۷۱
۲ - مختارات النوازل	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۲ - مختار الصحاح	محمد بن ابی بکر عبد القادر الرازی	۶۶۰
۲ - المختارۃ فی الحدیث	ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد	۶۴۳
۲ - المختصر	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۲ - مدخل الشرع الشریف	ابن الحاج ابی عبد اللہ محمد بن محمد العبدری	۷۳۷
۲ - مراقی الفلاح بامداد الفتاح شرح نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۲ - مرقات شرح مشکوٰۃ	علی بن سلطان ملا علی قاری	۱۰۱۴
۲ - مرقات الصعود	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۲ - مستخلص الحقائق	ابراہیم بن محمد الحنفی	
۲ - المستدرک للحاکم	ابو عبد اللہ الحاکم	۴۰۵
۲ - المستصفیٰ	حافظ الدین عبد اللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲ - مسلم الثبوت	محب اللہ البہاری	۱۱۱۹
۲ - مسند ابی داؤد	سلیمان بن داؤد الطیالسی	۲۰۴
۲ - مسند ابی یعلیٰ	احمد بن علی الموصلی	۳۰۷
۲ - مسند اسحٰق ابن راہویۃ	حافظ اسحٰق ابن راہویۃ	۲۳۸
۲ - مسند الامام احمد بن حنبل	امام احمد بن محمد بن حنبل	۲۴۱
۲ - مسند البزار	ابوبکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق البزار	۲۹۲
۲ - مسند عبد بن حمید	ابو محمد عبد بن محمد حمید الکشی	۲۹۴
۲ - مسند الفردوس	شہردار بن شیرویہ الدیلمی	۵۵۸
۲ - مصباح المنیر	احمد بن محمد بن علی	۷۷۰
۲ - المصفّٰی	حافظ الدین عبد اللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲ - مصنف ابن ابی شیبۃ	ابوبکر عبد اللہ بن محمد احمد النسفی	۲۳۵
۲ - مصنف عبد الرزاق	ابوبکر عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی	۲۱۱
۲ - مصباح الدجیٰ	امام حسن بن محمد الصغانی الہندی	۶۵۰

marfat.com

Marfat.com

المسند الكبير	يعقوب بن شيبة السدوسی	٢٦٢
منية المصلی	سديد الدين محمد بن محمد الكاشغری	٧٠٥
موطا امام مالک	امام مالک بن انس المدنی	١٧٩
موارد الظمآن	نور الدين علی بن ابی بکر الهيثمی	٨٠٧
مشکلات	احمد بن مظفر الرازی	٦٣٢
مهذب	ابی اسحٰق ابن محمد الشافعی	٤٧٦
ميزان الشريعة الكبرى	عبد الوہاب الشعرانی	٩٧٣
ميزان الاعتدال	محمد بن احمد الذہبی	٧٤٨
المستخرج علی الصحيح البخاری	احمد بن موسیٰ ابن مردويہ	٤١٠
مكارم الاخلاق	محمد بن جعفر الخرائطی	٣٢٧

ن

النقاية مختصر الوقاية	عبد الله بن مسعود	٧٤٥
نصب الراية	ابو محمد عبد الله بن يوسف الحنفی الزيلعی	٧٦٢
نور الايضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	١٠٦٩
النهاية	حسام الدين حسين بن علی السغناقی	٧١١
النهاية لابن اثير	مجد الدين مبارک بن محمد الجزری ابن اثير	٦٠٦
النهر الفائق	عمر بن نجيم المصری	١٠٠٥
نوادر فی الفقه	ہشام بن عبيد الله المازنی الحنفی	٢٠١
نور العين	محمد بن احمد المعروف بنشانجی زاده	١٠٣١
النوازل فی الفروع	ابو الليث نصر بن محمد بن ابراہيم السمرقندی	٣٧٦
نوادر الاصول فی معرفة اخبار الرسول	ابو عبد الله محمد بن علی الحكيم الترمذی	٢٥٥

marfat.com

Marfat.com

فتاوی رضویہ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

۷

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۸

پاکستان (۵۴۰۰۰)

فتاویٰ رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۸

پاکستان (۵۴۰۰۰)

Marfat.com

مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ (حدیث)

العطایا النبویۃ
فی
الفتاوی الرضویۃ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

جلد ہفتم

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ ـــــــ ۱۳۴۰ھ
۱۸۵۶ء ـــــــ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن ۰ جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ، لاہور (۸) پاکستان

marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب ———— فتاوٰی رضویہ جلد ہفتم

تصنیف ———— شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز

ترجمہ عربی عبارات ———— حضرت علامہ مفتی محمد خاں قادری، لاہور

پیش لفظ ———— حافظ محمد عبد الستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ، لاہور

تخریج و تصحیح ———— مولانا نذیر احمد سعیدی و مولانا سرار احمد حسن و مولانا محمد عمر ہزاروی

باہتمام وسرپرستی ———— مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان

ترتیب فہرست ———— حافظ محمد عبد الستار سعیدی

کتابت ———— محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالہ)

پیسٹنگ ———— مولانا محمد یٰسین قادری شطاری

صفحات ———— ۷۲۰

اشاعت ———— رجب المرجب ۱۴۱۵ھ / دسمبر ۱۹۹۴ء

مطبع ———— آر اینڈ ڈبلیو۔ ایس پرنٹرز لاہور۔

ناشر ———— رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

قیمت ———— ۲۵۰ روپے

ملنے کے پتے

- مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
- مکتبہ تنظیم المدارس، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

marfat.com

Marfat.com

اجمالی فہرست

پیش لفظ	۵
باب الجماعۃ	۳۷
باب مفسدات الصلٰوۃ	۲۵۳
باب مکروہات الصلٰوۃ	۲۹۱
باب الوتر والنوافل	۳۹۷
مآخذ ومراجع	۷۰۷

فہرست رسائل

○ القلادۃ المرصعۃ	۶۵
○ القطوف الدانیۃ	۱۱۳
○ تیجان الصواب	۳۲۱
○ اجتناب العمال	۴۸۷
○ انہار الانوار	۵۶۹
○ انہار الانوار	۶۳۳
○ وصاف الرجیح	۶۵۹

○

marfat.com

Marfat.com

رموز

محقق : علامہ کمال الدین ابن ہمام صاحب فتح القدیر
ح : علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبی صاحب غنیۃ المستملی
ش : علامہ محمد امین ابن عابدین الشامی صاحب رد المحتار
ط : علامہ سید احمد الطحطاوی صاحب حاشیۃ الدر المختار و حاشیہ مراقی الفلاح
الدر : الدر المختار ، علامہ محمد علاء الدین الحصکفی
الدرر : الدرر شرح الغرر ، ملا خسرو علامہ محمد بن فراموز
بحر : البحر الرائق ، علامہ زین الدین ابن نجیم
ہندیہ : فتاوی عالمگیری ، جماعت علمائے احناف
نہر : النہر الفائق ، سراج الدین عمر بن نجیم
فتح : فتح القدیر ، علامہ کمال الدین ابن ہمام
غنیہ : غنیۃ المستملی ، علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبی
حلیہ : حلیۃ المحلی ، ابن امیر الحاج

marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خزائن علمیہ و ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں منصۂ شہود پر لانے کے لئے "رضا فاؤنڈیشن" کے نام سے قائم شدہ ادارہ انتہائی سرعت رفتاری اور کامیابی کے ساتھ اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس سے قبل فتاوٰی رضویہ کی چھ مجلدات آپ تک پہنچ چکی ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظرِ عنایت سے ساتویں جلد آپ کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے اس جلد کی عربی و فارسی عبارات کا ترجمہ فاضلِ شہیر مترجم کتب کثیرہ حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری نے کیا ہے جبکہ جلد ششم کا ترجمہ بھی اُنھیں کی رشحاتِ قلم کا نتیجہ ہے۔

جلد ہفتم

یہ جلد فتاوٰی رضویہ (قدیم) کی جلد سوم میں سے باب الجماعۃ سے باب احکام المساجد تک ۲۶۹ سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے۔ متعدد ضمنی مسائل و فوائد کے علاوہ اس جلد میں مندرجہ ذیل چار مستقل ابواب زیر بحث ہیں:

۱۔ باب الجماعۃ

۲۔ باب مفسدات الصلوٰۃ

۳۔ باب مکروہات الصلوٰۃ

۴۔ باب الوتر والنوافل

اس کے علاوہ انتہائی وقیع اور گرانقدر تحقیقات و تدقیقات پر مشتمل سات رسائل بھی پیشِ نظر جلد میں شامل ہیں جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ القلادۃ المرصعۃ فی نحر الاجوبۃ الاربعۃ (۱۳۱۲ھ)

مولوی اشرفعلی تھانوی کے چار فتووں کا رَدِّ بلیغ

marfat.com

Marfat.com

۲۔ القطوف الدانیۃ لمن احسن الجماعۃ الثانیۃ (۱۳۱۳ھ)

جماعت ثانیہ کے ثبوت سے متعلق نادر تحقیقات

۳۔ تیجان الصواب فی قیام الامام فی المحراب (۱۳۲۰ھ)

محراب کے معنی اور امام کے محراب میں کھڑا ہونے پر نفیس بحث

۴۔ اجتناب العمال عن فتاوی الجُھّال (۱۳۱۶ھ)

قنوتِ نازلہ پڑھنے کے بارے میں ایک فتوٰی کا رد

۵۔ انہار الانوار فی یم صلوٰۃ الاسرار (۱۳۰۵ھ)

نمازِ غوثیہ کے ثبوت میں تحقیقِ رضوی

۶۔ ازھار الانوار من صبا صلوٰۃ الاسرار (۱۳۰۵ھ)

نمازِ غوثیہ سے متعلق اہم نکات اور اس کے پڑھنے کا طریقہ

۷۔ وصاف الرجیح فی بسملۃ التراویح (۱۳۱۲ھ)

ختم تراویح میں ایک بار جہر سے بسملہ پڑھنے کا بیان

مندرجہ ذیل رسائل دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے اس جلد میں شامل نہ ہو سکے:

۱۔ حسن البراعۃ فی تنفید حکم الجماعۃ

جماعت اولٰی کے بیان میں

۲۔ رعایۃ المنہ فی ان التہجد نفل او سنہ

نمازِ تہجد نفل یا سنّت

۳۔ الرد الاشد البھی فی ھجر الجماعۃ الگنگھی

جماعت ثانیہ کے بیان میں

ڈاکٹر رشید احمد جالندھری ڈائریکٹر ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور کے ۲۷ اکتوبر ۱۹۹۳ء کو آواری ہوٹل میں پڑھے گئے مقالہ کا وہ حصہ جو فتاوٰی رضویہ سے متعلق ہے جلد ہفتم میں شامل کیا جا رہا ہے۔

○

۲۳ جمادی الاولٰی ۱۴۱۵ھ
۲۹ اکتوبر ۱۹۹۴ء

حافظ محمد عبد الستار سعیدی
ناظمِ تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

marfat.com

Marfat.com

فتاویٰ رضویہ کی غیر معمولی اہمیت

پروفیسر ڈاکٹر رشید احمد جالندھری، ڈائریکٹر ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور

یہ بات محتاجِ بیان نہیں کہ دینِ قیم کے اسرار و حکم اور دقائق و حقائق انہی قلوب پر منکشف ہوتے ہیں جو مجلاّ و مصفّٰی ہیں اور حُسنِ مطلق کی جلوہ گاہ ہیں۔ چنانچہ یہی لوگ ہیں جو دین اور معاشرے کے تعلق پر گہری نظر رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ دین، دنیا میں مخلوقِ خدا کی بہتری کے لئے آیا ہے، اس کی مشکلات میں اضافہ کرنے کے لئے نہیں آیا۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ جو آدمی اپنے معاشرے کے احوال و ظروف سے آگاہ نہیں وہ "عالم" کہلانے کا مستحق نہیں۔ مولانا مرحوم نے اپنے فتاویٰ میں معاشرے کے رسم و رواج اور عرف و عادات کو نگاہ میں رکھا ہے اور مقدور بھر سعی کی ہے کہ ایک مسلمان آسانی سے حقوق اللہ اور حقوق العباد کو سرانجام دینے کی سعادت حاصل کرے۔ چنانچہ انھوں نے اس سلسلہ میں بنیادی نکتہ یہ بیان کیا ہے کہ فرائض کی ادائیگی اور محرمات سے اجتناب کو رضاءِ مخلوق پر مقدم رکھے اور فتنہ و فساد سے بچنے اور انسانی قلوب کی مدارات و مراعات کے لئے غیر اولیٰ امور کو ترک کر دیا جائے۔ چنانچہ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم (طبع جدید) میں فرماتے ہیں :

"پس ان امور میں ضابطہ کلیہ واجبۃ الحفظ یہ ہے کہ فعل فرائض و ترکِ محرمات کو ارضائے خلق پر مقدم رکھے اور ان امور میں کسی کی مطلق پروا نہ کرے اور اتیان مستحب و ترکِ غیر اولیٰ پر مدارات خلق و مراعات قلوب کو اہم جانے اور فتنہ و نفرت، ایذاء اور وحشت کا باعث ہونے سے بچے۔"

یہ بات شاید کسی وضاحت کی محتاج نہیں کہ جو لوگ شریعتِ مطہرہ کی رُوح اور حکمت و علت سے تغافل برتتے ہیں اور ظاہری الفاظ کی پیروی کرنے پر زور دیتے ہیں، وُہ بعض اوقات اُمت میں اختلاف و تشتت کا باعث بنتے ہیں اور لوگوں کو مشقت و تنگی سے دوچار کرتے ہیں۔ اگر ان کی نگاہ سے شریعت کا بنیادی مقصد و جھل نہ ہوتا تو ان کا زہدِ خشک لوگوں کو غیر اولیٰ اور لایعنی باتوں میں اُلجھنے نہ دیتا۔ اسی نکتے کی وضاحت کرتے ہُوئے فرماتے ہیں ؛

"اسی طرح جو عادات و رسوم خلق میں جاری ہوں اور شرعِ مطہر سے ان کی حرمت و شناعت نہ ثابت ہو ان میں اپنے ترفع و تنزہ کے لئے خلاف و جدال نہ کرے کہ یہ سب امور ایتلاف و موانست کے معارض اور

marfat.com

Marfat.com

مراد و محبوب شارع کے مناقض ہیں۔ ہاں ہاں ہوشیار و گوش دار! کہ یہ وہ نکتۂ جمیلہ و حکمتِ جلیلہ و کوچۂ سلامت و جادۂ کرامت ہے جس سے بہت (سے) زاہدانِ خشک اور اہلِ تکشف جاہل و غافل ہوتے ہیں، وہ اپنے زعم میں محتاط و دین پرور بنتے ہیں اور فی الواقع مغزِ حکمت و مقصودِ شریعت سے دور پڑتے ہیں۔" (فتاوی رضویہ ۴ (جدید) ص ۵۲۸)

میں یہاں مولانا مرحوم کے فتاوی سے اور مثالیں دینا چاہتا تھا، لیکن تنگیِ وقت کی بنا پر ایسا نہیں کر سکتا۔ واقعہ یہ ہے کہ مولانا کو اسلامی فقہ میں جو عبور و رسوخ حاصل ہے اس کی بنیادی وجہ قرآن و سنت سے ان کی گہری شیفتگی اور وابستگی ہے۔ چنانچہ میری اہلِ علم سے گزارش ہے کہ وہ مولانا مرحوم کے فتاوی کا گہری نظر سے مطالعہ فرمائیں اور فلسفۂ دین اور روحِ عصر سے آگاہ ہو کر لوگوں کے مسائل حل کریں اور انھیں مشقت و تنگی میں گرفتار ہونے سے بچائیں۔

---

marfat.com
Marfat.com

فہرست مضامین

باب الجماعة ٣٧

امام کے لئے وسطِ مسجد میں کھڑا ہونا سنت متوارثہ ہے ٣٧
محرابِ حقیقی، محراب صوری، مسجد شتوی، مسجد صیفی
کا بیان۔ ٣٧

امام کو در میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ ٣٨

مشغول اور مصروف طلبہ کو احیاناً بشرائطہا ترکِ جماعت
کی اجازت ہے۔ ٣٩

مسجد کی تنگی کی وجہ سے صفِ اول کے مقتدی امام
سے متصل ہوں تو کراہت ہے یا نہیں۔ ٤٠

صف میں فرجہ ممنوع ہے اس کے متعلق احادیث ٤١

آٹھ نو برس کا لڑکا مردوں کی صف میں کھڑا ہو سکتا
ہے جبکہ اکیلے ہو اس کو ہٹا کر اس کی جگہ پر دوسرے
کا کھڑا ہونا گناہ ہے۔ ٥١

کسی وجہ سے نماز کا اعادہ کیا جائے تو نیا آدمی شریک
ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ٥٢

مسبوق اپنی فوت شدہ نماز جہر سے پڑھے یا آہستہ ٥٢

قضائے عمری کے ادا کرنے کا ایک اختراعی طریقہ کا رد ٥٢

تشہد میں سلام سے پہلے شریک ہو جانے سے جمعہ
مل جاتا ہے۔ ٥٢

مقتدی نے التحیات پوری نہیں کی تھی کہ امام کھڑا
ہوگیا یا سلام پھیر دیا تو مقتدی التحیات ضرور
پوری کرے۔ ٥٢

ایک شخص تنہا فرض پڑھ رہا ہے اور دوسرا آئے
تو اس کے ساتھ اسے ملنا ضروری ہے یا نہیں۔ ٥٣

کوئی بدمذہب ایک مصلے پر نماز پڑھ رہا ہو تو دوسرا
اسی مصلے پر فوراً نماز شروع کر سکتا ہے۔ ٥٣

جماعت ثانیہ جائز ہے۔ ٥٤

ایسی جماعت جو کراہتِ تحریمہ پر مشتمل ہو اس میں
شریک ہونا چاہئے یا نہیں۔ ٥٨

امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو اور دوسرا آئے
تو مقتدی کو پیچھے لائے خواہ نیت باندھنے کے بعد
یا پہلے۔ ٦٠

○ رسالہ القلادة المرصعة فی نحر
الاجوبة الاربعة (مولوی اشرفعلی کے چار
فتووں کا رد۔ ٦٥

marfat.com

Marfat.com

سوال اول وچہارم کا جواب ۶۹
پاؤں سے معذور شخص کا حکم جو اذان سے قبل ایک شخص کو ساتھ ملا کر اقامت کے ساتھ جماعت کرالیتا ہے۔ ۶۹
عذر ساقطِ وجوبِ جماعت ہے نہ کہ ساقطِ جواز۔ ۶۹
کسی شئی کے حقیقتاً ہونے اور حکماً ہونے میں بہت فرق ہے۔ ۶۹
حدیثِ متواتر ہے کہ سورۃ اخلاص کا ثواب ثلث قرآن مجید کے برابر ہے۔ ۶۹
حدیثِ مبارک کہ نمازِ عشاء باجماعت، نصف شب اور نمازِ فجر باجماعت کامل شب کے قیام کے مساوی ہے ۶۹
حدیثِ مبارک "ما اجدلك من خصمة" کا معنی اور مصنف کی تحقیق۔ ۷۱
پاؤں کا عذر عذر فی الحضور ہے نہ عذر للحاضر ۷۶
بعض لوگوں نے مسجد میں اقامت کہہ کر باجماعت نماز پڑھ لی پھر مؤذن، امام اور دوسرے لوگوں نے جماعت کرائی تو جماعت مستحبہ دوسری ہے پہلی جماعت مکروہ ہے ۷۸
جوابِ سوال دوم ۸۱
تہجد فوت ہوجانے کے خوف سے ترکِ جماعت جائز نہیں۔ ۸۱
تہجد کے بارے میں صرف ترغیبات ہیں جبکہ ترکِ جماعت پر ہولناک وعیدیں۔ ۸۱
آئندہ کسی سنت کے فوت ہوجانے کے خوف سے فی الحال کسی سنت کا ترک ناجائز ہے۔ ۸۲
بہ نیت تہجد سونے والا اگر تہجد نہ بھی پاسکے تو ثواب تہجد پاتا ہے اور اس کی نیند اللہ تعالےٰ کی طرف سے صدقہ ہے۔ ۸۳
فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد کہ مجھے جماعتِ صبح میں حاضر ہونا تمام شب کی نماز سے زیادہ محبوب ہے۔ ۸۴
جوابِ سوال سوم ۸۵
خوفِ فوتِ تہجد کو ترکِ جماعت کے لئے عذر بنانا بیہودگی ہے۔ ۸۵
تہجد عادتِ صالحین ہے اور اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والا، گناہ سے روکنے والا اور برائیوں کا کفارہ ہے۔ ۸۵
تہجد وجماعت میں تعارض نہیں لہٰذا ان میں سے کوئی بھی دوسرے کی تفویت کا داعی نہیں۔ ۸۷
اذان سُن کر مسجد میں نہ آنا ظلم اور نفاق ہے۔ ۸۷
قیلولہ کا وقت ضحوۂ کبریٰ سے نصف النہار تک ہے ۸۷
طویل اور غفلت کی نیند کا علاج یہ ہے کہ تکیہ نہ رکھے کھانے کے فوراً بعد نہ سوئے، سوتے وقت دل کو جماعت سے خوب متعلق کرے اور کھانا تھوڑا کھائے۔ ۸۸
اگر کوئی شخص نو بجے عشا پڑھ کر سوگیا دس بجے اُٹھ کر دو رکعتیں پڑھ لیں تو تہجد ہوگیا۔ ۸۹
سوتے وقت اللہ تعالیٰ سے توفیقِ جماعت کی دُعا کرے اور اس پر سچا توکل کرے۔ ۹۰
کسی معتمد کو متعین کرے کہ وقتِ جماعت سے پہلے اس کو جگادے۔ ۹۰
ابن لہیعہ راوی میں کلام ہے۔ (حاشیہ) ۹۰

marfat.com

Marfat.com

جماعتِ اولیٰ پر تہجد کی ترجیح باطل محض ہے کیونکہ مستحب واجب کے برابر نہیں ہوسکتا۔ ۹۱
ہمارے ائمہ کے نزدیک تمام سنن رواتب تہجد سے اہم اور آکد ہیں۔ ۹۴
تہجد اور سنن رواتب کی افضلیت سے متعلق وارد احادیث میں تطبیق۔ (حاشیہ) ۹۵
جماعت، سننِ رواتب اور تہجد میں درجات کی ترتیب ۹۹
ترکِ اولویت میں حکم کراہت نہیں۔ ۱۰۰
مصنف علیہ الرحمۃ کے رسالہ "حسن البراعۃ فی تنفیذ حکم الجماعۃ" کا خلاصہ۔ ۱۰۱
حکم جماعت کے بارے میں ہمارے ائمہ کرام کے یہ چھ اقوال ہیں: فرض عین، فرض کفایہ، واجب عین، واجب کفایہ، سنتِ مؤکدہ، مستحب۔ ۱۰۱
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تارکین جماعت پر اظہار غیظ وغضب۔ ۱۰۳
سنیت و وجوب کیسے ثابت ہوتے ہیں۔ ۱۱۰
مطلق منطقی اور مطلق اصولی کی تعریف اور ان میں فرق۔ ۱۱۰
مسجد طریق جس کا امام و مؤذن معین نہیں اس میں ہر جماعت جماعتِ اولیٰ ہوتی ہے لہٰذا جو گروہ آئے اپنی اذان واقامت سے جماعت کرائے۔ ۱۱۱
○ رسالہ القطوف الدانیۃ لمن احسن الجماعۃ الثانیۃ (جماعتِ ثانیہ کے ثبوت میں) ۱۱۳
تکرارِ جماعت کے جواز وافضلیت کی بارہ صورتیں۔ ۱۱۳
جماعتِ ثانیہ کے جواز سے متعلق ضابطہ ۱۱۵
حنفی کے شافعی کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی شرائط ۱۱۶
اگر مسجدِ محلہ میں اہل محلہ نے باذان واقامت بروجہ سنت، امام موافق المذہب، سالم العقیدہ، متقی، مسائل داں، صحیح خواں کے ساتھ جماعت اولیٰ خالیہ عن الکراہۃ ادا کرلی پھر باقیماندہ لوگ آئے انھیں تکرار جماعت باعادۂ اذان ہمارے نزدیک ممنوع و بدعت ہے اور بلا اعادۂ اذان جائز ہے۔ ۱۲۵
محراب میں جماعتِ ثانیہ مکروہ اور محراب سے ہٹ کر بلاکراہت جائز ہے۔ ۱۲۸
جماعت ہورہی ہے تو الگ نماز پڑھنا گناہ ہے۔ ۱۲۹
امام کے انتظار میں مقتدیوں کو بیٹھا رہنا ضروری نہیں ۱۳۱
جماعت کا تارک کون؟ ۱۳۱
حلال خور جماعت میں شریک ہوسکتا ہے اور جہاں جگہ ملے کھڑا ہوسکتا ہے اسے جماعت سے روکنا گناہ ہے۔ ۱۳۲
جو بلا عذر شرعی جماعت میں شریک نہ ہو سخت گنہگار ہے (یہ جواب پورا دستیاب نہ ہوا) ۱۳۷
امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو اور دوسرا آئے تو بہتر ہے کہ مقتدی پیچھے ہٹے۔ ۱۳۸
امام کا مصلیٰ صف سے ملا رہے یا الگ، اور الگ رہے تو کتنا۔ ۱۴۰
جماعت ہونے سے پہلے کچھ لوگ نماز پڑھ لیں تو ان کا کیا حکم ہے۔ ۱۴۱
جماعت جتنی کثیر ہو ثواب زیادہ ہوگا۔ ۱۴۳

marfat.com
Marfat.com

جماعت ثانیہ سے متعلق سوال ۱۴۴
بوقت ضرورت محراب میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں۔ ۱۵۰
غیر مقلدین صف میں ہوں تو قطع صف ہوگا۔ ۱۵۰
امام آمین بالجہر اور رفع یدین کرے تو حنفی اس کی اقتدا میں نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔ ۱۵۱
جماعت ثانیہ سے متعلق سوال ۱۵۲
وسط مسجد میں امام کا کھڑا ہونا مسنون متوارث ہے ۱۷۲
محراب بنانے کی حکمت ۱۷۲
حدیث "اذا جئت الصلوٰۃ فوجدت الناس فصل معھم" کے متعلق ایک علمی سوال ۱۷۳
محل اختلاف علماء میں خلاف کی مراعات بالاجماع مستحب ہے جبکہ مکروہ کا ارتکاب نہ ہو۔ ۱۸۶
حدیث "وان کنت قد صلیت" اور آیہ کریمہ "من تطوع خیرا فھو خیر لہ" کی بحث۔ ۱۸۹
فجر کی جماعت ہو رہی ہے اور کوئی آئے تو سنت پڑھ کر جماعت میں شریک ہو یا بغیر پڑھے۔ ۱۹۱
جماعت کے اکثر لوگوں کو کوئی ضرورت ہو تو مستحب وقت سے پہلے جماعت کی جاسکتی ہے۔ ۱۹۱
جذامی کو مسجد سے روکا جائے یا نہیں۔ ۱۹۲
غسل کی ضرورت ہو اور غسل کرنے میں فجر کا وقت ختم ہوجانے کا اندیشہ ہو تو تیمم کرکے نماز پڑھ لے پھر اعادہ کرے۔ ۱۹۲
تکبیر کہہ کر رکوع میں شامل ہوجانے سے جماعت میں شرکت ہوگی یا نہیں۔ ۱۹۲
لوگ تنہا تنہا فرض پڑھیں جماعت سے نہ پڑھیں تو وہ تارک جماعت کہلائیں گے یا نہیں۔ ۱۹۳
داڑھی منڈے صف اول ہی میں کیوں نہ ہوں انھیں ہٹانا منع ہے۔ ۱۹۳
پانچوں نمازیں جماعت سے مسجد میں پڑھنا واجب ہے ۱۹۴
وظیفہ یا تلاوت وغیرہ کے سبب جماعت چھوڑنا جائز نہیں۔ ۱۹۴
جماعت ثانیہ کے لئے اذان کا اعادہ ناجائز ہے ۱۹۴
تکبیر میں حرج نہیں۔ ۱۹۴
بلاوجہ شرعی کسی مسلمان کو جماعت سے الگ کرنا شدید ظلم ہے۔ ۱۹۵
مغرب کے علاوہ دوسری نمازوں میں اذان کے بعد انتظار کرنا ضرور ہے کہ لوگ ضرورت سے فارغ ہوکر آجائیں۔ ۱۹۶
مکان چھوڑ کر آنے سے خطرہ ہو تو ترک جماعت کیلئے یہ عذر ہوسکتا ہے۔ ۱۹۶
جذامی کے باعث جماعت میں انتشار رہتا ہو تو اسے گھر ہی نماز پڑھنا چاہئے۔ ۱۹۶
جو وہابیہ کے عقائد سے واقف ہوکر انھیں مسلمان جانے اس کی وجہ سے صف میں قطع ہوگا۔ ۱۹۷
امام یا مقتدی کا وضو جاتا رہے تو باہر کس طرح آئے ۱۹۷
وہابیہ کی جماعت ہو رہی ہو اسی وقت سنی اپنی جماعت کرسکتے ہیں جبکہ فتنہ نہ ہو۔ ۱۹۸
ایک مسجد میں ایک وقت میں ایک فرض کی دو جماعتیں ممنوع ہیں۔ ۱۹۸
جماعت ثانیہ سے متعلق سوال ۱۹۸

marfat.com
Marfat.com

ایک صف پر دو چار آدمی الگ الگ فرض پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔ ۱۹۹

جماعت کے لئے اوقات کا تعین گھڑی سے کیا جا سکتا ہے ۲۰۰

کسی خاص شخص کے انتظار میں تاخیر جائز ہے جبکہ وقت میں گنجائش ہو۔ ۲۰۰

سنتِ مؤکدہ کی تعریف ۲۰۰

کسی مالدار کی محض مالداری کے سبب رعایت کرنا جائز نہیں مگر جبکہ رعایت نہ کرنے میں فتنہ ہو۔ ۲۰۰

مقتدی ایک ہی ہو تو امام کے برابر دہنی طرف کھڑا ہو اور پاؤں کا گٹّا امام کے گٹّے سے آگے نہ رکھے۔ ۲۰۱

مسجدیں دو طرح کی ہوتی ہیں عام اور خاص، جماعت کے لحاظ سے دونوں کا الگ الگ حکم ہے۔ ۲۰۴

چند آدمی ایک مسجد میں ایک وقت میں ایک ہی فرض فرداً فرداً پڑھیں تو کیا حکم ہے۔ ۲۰۴

امام کے انتظار میں جماعت میں تاخیر جائز ہے یا نہیں ۲۰۵

ترکِ جماعت یا مسجد میں نہ آنے کا جو عادی ہے وہ فاسق ہے۔ ۲۰۶

جماعت کو واجب یا سنتِ مؤکدہ نہ جاننا غلطی ہے ۲۰۷

جماعت ثانیہ کے متعلق سوال۔ ۲۰۷

ایک مصلے پر چند آدمی فرداً فرداً فرض پڑھیں تو فرض ادا ہوگا یا نہیں۔ ۲۰۷

عورتوں کا امام مرد ہو سکتا ہے یا نہیں اور عورتیں لقمہ دے سکتی ہیں یا نہیں۔ ۲۰۷

متون شروح فتاوٰی سے حوالے دئے جا سکتے ہیں ۲۱۰

جماعت ثانیہ کے متعلق سوال ۲۱۳

امام کے لئے مصلی ہونا اور مقتدیوں کے لئے نہ ہونا اگر اس لئے ہے کہ دونوں میں امتیاز رہے تو بُرا ہے اور اگر امام کے اکرام کے لئے ایسا ہے تو ٹھیک ہے۔ ۲۱۸

ایک ایسی صورت کا بیان جس میں کسی شخص پر کسی جماعت کا دارو مدار ہو۔ ۲۱۸

صف کے سلسلہ میں تین باتوں کا حکم دیا گیا جس کو لوگوں نے آج کل چھوڑ رکھا ہے۔ ۲۱۹

مکہ معظمہ کے چار مصلّوں کو ناجائز بتانے والے کا حکم ۲۲۵

امام پر مقتدی تحکم نہیں کر سکتا۔ ۲۲۹

کھانا تیار ہو اور جماعت بھی تیار تو پہلے کیا کرے۔ ۲۲۹

جماعت کا وقت ہو گیا ہے ابھی کچھ لوگوں نے وضو نہیں کیا ہے تو ان کے انتظار میں جماعت میں تاخیر کی جا سکتی ہے یا نہیں۔ ۲۳۰

امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو تو اسے پیچھے کھینچنا چاہیئے یا نہیں۔ ۲۳۱

مسجد کا نچلا حصہ مردوں کے لئے اور چھت عورتوں کے لئے مخصوص کر دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں۔ ۲۳۱

فصل المسبوق

فصل المسبوق ۲۳۳

جس کو مغرب کی تیسری رکعت ملی ہو وہ جب چھوٹی ہوئی نماز پڑھے تو دوسری رکعت میں قعدہ کرے یہی صحیح ہے۔ ۲۳۳

جو رکوع میں شامل ہو وہ نیت کے بعد بغیر ہاتھ باندھے جماعت میں شریک ہو جائے۔ ۲۳۵

مسبوق چھوٹی ہوئی نماز کس ترتیب سے پڑھے۔ ۲۳۵

marfat.com

Marfat.com

مسبوق جماعت میں شامل ہو جائے اگرچہ امام سجدۂ سہو میں ہو اقتداء درست ہوگی۔ ۲۳۶

امام التحیات میں ہو اس وقت سُنّتیں پڑھنا اور جماعت میں شریک نہ ہونا کیسا ہے۔ ۲۳۶

امام کے قعدۂ اخیرہ میں مسبوق تشہد کی تکرار کرے اور اگر السلام علیک سے تکرار کرے تو کوئی ممانعت نہیں ۲۳۷

مسبوق سجدۂ سہو میں امام کی متابعت کرے گا سلام میں نہیں ورنہ نماز فاسد ہوگی۔ ۲۳۸

امام مسافر ہو اور مقتدی مقیم اور مقتدی ایک یا دونوں رکوع نہ پائے تو امام کے سلام کے بعد مقتدی کس طرح نماز پوری کرے۔ ۲۳۹

مسبوق اپنی فوت شدہ نماز میں فاتحہ اور سورت دونوں پڑھے گا مگر مسافر امام کا مقتدی اپنی فوت شدہ نماز میں ساکت رہے گا۔ ۲۴۱

مسبوق جس کی تین رکعتیں چھوٹ گئی ہوں صرف ایک رکعت ملی ہو وہ کس طرح نماز پوری کرے۔ ۲۴۲

اقتدائے مقیم بالمسافر پر ایک شبہ کا ازالہ ۲۴۳

فصل الاستخلاف ۲۴۹

امام کا وضو جاتا رہے تو کیا کرے۔ ۲۴۹

امام نے ایک اُمّی کو خلیفہ بنایا اور اس نے دوسرے کو، نماز درست ہوگی یا نہیں۔ ۲۵۰

امام جو سورت پڑھ رہا تھا خلیفہ نے اس کے علاوہ کوئی دوسری سورت پڑھی نماز ہوگی یا نہیں۔ ۲۵۲

امام وضو کرنے کے بعد خلیفہ کی اقتدا میں نماز پڑھے خلیفہ کو ہٹا کر خود امام نہیں ہو سکتا۔ ۲۵۲

باب مفسدات الصلوٰۃ ۲۵۳

نمازی کو کوئی پنکھے سے ہوا کرے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔ ۲۵۳

نمازی کے آگے سے گزرنے سے نماز میں خلل نہیں آتا گزرنے والا گنہگار ہوتا ہے۔ ۲۵۴

نمازی کے آگے سے کتنے فاصلہ تک گزرنا منع ہے ۲۵۴

قعدۂ اولیٰ میں عادت سے زیادہ امام دیر لگائے اور مقتدی اس خیال سے کہ امام کو سہو ہو گیا ہے تکبیر کہے تو مقتدی کی نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔ ۲۵۷

تنہا فرض پڑھنے والا تکبیرات انتقالیہ بلند آواز سے اس لئے کہتا ہے کہ دوسرے لوگ اس کے ساتھ شامل ہو جائیں یا کسی نمازی کے پاس کوئی اس خیال سے کھڑا ہو جائے کہ یہ تکبیر بالجہر کرے تو وہ شریک ہو اور نمازی نے اطلاع کے لئے جہر سے تکبیر کہی تو ان دونوں صورتوں میں نماز فاسد ہوگی یا نہیں ۲۶۹

امام کے رکوع یا سجدہ سے فارغ ہونے کے بعد مقتدی رکوع و سجدہ کرے اس کی نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔ ۲۷۴

آیہ یاایہا الذین آمنوا صلوا علیہ امام نے پڑھی اور مقتدی کے منہ سے عادۃً صلی اللہ علیہ وسلم نکل گیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ ۲۷۹

ایسی غلطی جس سے معنی فاسد ہوں اس پر لقمہ دینا فرض کفایہ ہے ۲۸۰

لقمہ دینے کے کچھ اصول ۲۸۶

لقمہ دینا جائز ہے خواہ کوئی نماز ہو۔ ۲۸۹

marfat.com

Marfat.com

باب مکروہات الصلوٰۃ

ستون کے درمیان امام کا کھڑا ہونا مکروہ ہے ۲۹۱
امام کی جگہ مقتدیوں سے تین گرہ اونچی ہو تو کیا حکم ہے۔ ۲۹۱
سجدہ کو جاتے ہوئے پائچوں کو گھٹنے سے اوپر چڑھا لینا یا کہنیاں کھلی رہنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ ۲۹۶
نماز میں ٹوپی گر جائے تو اٹھا لینا افضل ہے۔ ۲۹۷
کسی کے واسطے امام نے قراءت یا رکوع دراز کیا تو کیا حکم ہے۔ ۲۹۷
دھوبی بدل کر دوسرے کپڑے دے جائے تو انھیں پہن کر نماز جائز نہیں۔ ۲۹۸
جوڑا باندھ کر عورتیں نماز پڑھ سکتی ہیں۔ ۲۹۸
چادر سر سے اوڑھ کر نماز پڑھنی چاہئے صرف کندھے سے ہو تو نماز مکروہ ہوگی۔ نماز میں سر سے ڈھلک کر کندھے پر آجائے تو اشارہ سے سر پر رکھ لینا چاہئے۔ ۲۹۹
سر پر رومال یا بلا ٹوپی کے رومال باندھ کر نماز پڑھنے سے مکروہ ہوگی۔ ۲۹۹
جبکہ نہ دخول ہو نہ منی نکلے غسل واجب نہیں تلاوت وغیرہ کر سکتا ہے۔ ۳۰۰
پتلون پہننا مکروہ اور نماز بھی مکروہ ہوگی، یوں ہی گلوبند، رومال، پگڑی وغیرہ جس سے پیشانی چھپی ہو نماز مکروہ ہوگی۔ ۳۰۱
در میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ ۳۰۱
محراب یا موزہ میں نماز جائز ہے۔ ۳۰۱
مزار کے روضہ کا دروازہ بند ہو تو اس کے سامنے نماز پڑھنے میں حرج نہیں۔ ۳۰۲
فرض، واجب، سنت مؤکدہ وغیرہ کے احکام۔ ۳۰۵
پاس میں تمباکو ہو تو نماز ہو جائے گی اور اگر اس میں بدبو ہو تو مکروہ ہوگی۔ ۳۰۵
چادر وغیرہ کی گھوگی بنا کر نماز پڑھنے سے نماز مکروہ ہوگی۔ ۳۰۶
ریشمی کپڑے مردوں کے لئے حرام ہیں اور ان میں نماز مکروہ، اور اگر امام ہو تو سب کی مکروہ۔ ۳۰۶
انگریزی وضع کے کپڑے حرام اور ان میں نماز مکروہ۔ ۳۰۸
کہنی کھلی رہنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ ۳۰۹
ساری یا دھوتی پیچھے سے بندھی ہو تو نماز مکروہ ہوگی۔ ۳۱۲
جہاں ان کا پہننے کا رواج نہ ہو وہاں ان کا پہننا بھی مکروہ۔ ۳۱۳
گٹے سے نیچے تہبند مکروہ ہے۔ ۳۱۳
بیٹھ کر نماز پڑھنا کب جائز ہے۔ ۳۱۳
جوتیاں سامنے رکھ کر نماز پڑھنا منع ہے، جوتے کہاں رکھے جائیں۔ ۳۱۳
وردی میں نماز مکروہ ہے یونہی دھوتی میں۔ ۳۱۸
چشمہ لگا کر نماز پڑھائے تو کیا حکم ہے۔ ۳۱۸
در کے متعلق مفصل بیان۔ ۳۱۸
○ رسالہ تیجان الصواب فی قیام الامام فی المحراب (محراب کے معانی اور اس میں کھڑے ہونے کی تحقیق) ۳۲۱

marfat.com

Marfat.com

صلوٰۃ التسبیح، وتر اور سنتِ فجر میں کون کون سی سورتیں پڑھی جائیں۔ ۴۴۶

سنتیں پڑھنے کے بعد اور فرض پڑھنے سے پہلے باتیں کرنے سے سنتوں کا ثواب تو کم ہو جاتا ہے مگر باطل نہیں ہوتیں، نہ فرض میں نقصان آتا ہے ہاں سنتوں کا اعادہ بہتر ہے۔ ۴۴۸

مسجد سے بغیر نماز پڑھے چلے جانا منع ہے۔ ۴۵۰

تراویح کی دس رکعتیں ایک سلام سے پڑھنا جائز ہے مگر مکروہ۔ ۴۵۴

اصح یہ ہے کہ بالغوں کی نماز نابالغوں کے پیچھے صحیح نہیں۔ ۴۵۵

تراویح سنتِ مؤکدہ ہے اس کو سنتِ عمری کہہ کر بدعت کہنا جہالت ہے۔ ۴۵۷

تراویح میں ایک بار پورا قرآن مجید پڑھنا سنتِ مؤکدہ ہے ۴۵۸

ختمِ قرآن کے بعد بھی تراویح پڑھتے رہنا سنتِ مؤکدہ ہے ۴۵۸

صرف سورۂ فاتحہ اور اخلاص سے تراویح پڑھنا بھی جائز ہے مگر سورۂ فیل سے پڑھنا بہتر ہے، جیسا کہ عام طور پر رائج ہے۔ ۴۵۹

تراویح میں ختمِ قرآن میں ایک بار جہر سے بسم اللہ پڑھنا چاہیے۔ ۴۵۹

الم ترکیف سے تراویح جائز ہے، ہر ترویحہ کے بعد دعا مانگنا بھی جائز۔ ۴۶۰

ایک حافظ ایک مسجد میں بارہ رکعت اور دوسری میں آٹھ رکعت پڑھائے ایسا جائز ہے یا نہیں۔ ۴۶۰

بلا عذرِ شرعی تراویح کی جماعت چھوڑنا منع ہے۔ ۴۶۱

ایک شخص ایک جگہ بیس رکعت پڑھائے اور دوسری جگہ بھی بیس رکعت پڑھائے ایسا جائز ہے یا نہیں۔ ۴۶۳

شبینہ کا حکم ۴۶۴

عشا کی نماز تنہا پڑھنے والا وتر کی جماعت میں شریک نہیں ہو سکتا۔ ۴۶۷

ایک مسجد میں دو حافظ دس دس رکعتیں تراویح پڑھائیں اور پہلے نے جو پارے پڑھے ہیں وہی دوسرا بھی پڑھے ایسا جائز ہے یا نہیں۔ ۴۶۸

عشا کی نماز تنہا پڑھنے والا تراویح کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے لیکن وتر کی جماعت میں شریک نہیں ہو سکتا۔ ۴۶۸

ختمِ قرآن کے دن بیسویں رکعت میں الم تا مفلحون اور چند دوسری آیتیں مثلاً ما کان محمد وغیرہ پڑھ کر تراویح ختم کرنے میں حرج نہیں۔ ۴۶۹

تراویح بلا عذرِ شرعی چھوڑنے والا فاسق ہے جبکہ اس کا عادی ہو۔ ۴۷۱

ختمِ قرآن پر اُجرت کی ایک صورت ۴۷۲

شبینہ مکروہ ہے ۴۷۲

تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنے کا حکم۔ ۴۷۲

تراویح کے متعلق ایک شبہ کا ازالہ ۴۷۳

تراویح میں ہر سُورہ پر جہر سے بسم اللہ شریف پڑھنے کا حکم۔ ۴۷۴

تراویح پڑھنے کا ایک طریقہ ۴۷۴

شبینہ کے متعلق ایک سوال ۴۷۵

سُورۂ توبہ پر اعوذ باللہ من النار و من شر

marfat.com

Marfat.com

الکفاد الخ پڑھنا بے اصل ہے بلکہ محدثاتِ عوام سے ہے۔ ۴۸۱

جو شخص یہ کہے کہ تراویح میں قرآن شریف سننے سے بہتر ذکرِ ولادت شریف سننا ہے ایسے کا کیا حکم ہے ۴۸۲

وتر کی جماعت چھوڑنے والے کا کیا حکم ہے۔ ۴۸۳

وتر کی تیسری رکعت میں فاتحہ کے ساتھ کوئی بھی سورت ملائی جاسکتی ہے سورۂ اخلاص ہی کا ملانا ضروری نہیں۔ ۴۸۴

دعائے قنوت میں سہو ہونے سے سجدۂ سہو کب ہوتا ہے۔ ۴۸۴

وتر کا مسبوق اپنی فوت شدہ نماز میں وتر پڑھے یا نہیں۔ ۴۸۴

دعائے قنوت یاد نہ ہو اور سورۂ اخلاص تین بار پڑھ لیا جائے تو نماز ہوگی یا نہیں۔ ۴۸۵

○ رسالہ اجتناب العمال عن فتاوی الجھال (قنوتِ نازلہ کے بیان میں) ۴۸۷

نمازِ فجر میں قنوت پڑھنا جائز نہیں لیکن جب کوئی فتنہ یا کسی قسم کی بلا واقع ہو تو نمازِ فجر میں قنوت پڑھنے میں مضائقہ نہیں۔ ۴۸۸

تحقیق یہی ہے کہ سختیوں کے وقت نمازِ صبح میں قنوت منسوخ نہیں۔ ۴۸۹

نازلہ ہر سختی زمانہ کو کہتے ہیں جو لوگوں پر نازل ہو۔ ۴۹۲

نکرہ حیز شرط میں واقع ہو تو عام ہوتا ہے۔ ۴۹۲

طاعون و وباء اور ان کی مثل ہر بلیۂ عامہ کے لئے قنوت صحیح حدیثوں کے اطلاقات سے ثابت ہے۔ ۴۹۶

اطلاق وعموم سے استدلال نہ کوئی قیاس ہے نہ مجتہد سے خاص۔ ۴۹۶

کذب و بہتان کی نسبت ائمۂ کرام اور علماءِ اعلام کی طرف کرنا گستاخی اور توہینِ شان ہے جس پر توبہ لازم ہے۔ ۴۹۷

ایک جاہل وہابی مفتی مصنفِ ”ضروری سوال“ کی تیس جہالتوں کا بیان۔ ۴۹۹

قنوتِ فجر کے بارے میں ہمارے مشائخ کرام تصریح فرماتے ہیں کہ منسوخ ہے۔ ہاں محلِ نظر یہ ہے کہ یہاں عموم نسخ ہے یا نسخِ عموم۔ ۴۹۹

آیۂ کریمہ ”لیس لک من الامر شیئ او یتوب علیھم او یعذبھم فانھم ظلمون“ کا شانِ نزول اور اس کا معنی۔ ۴۹۹

ائمۂ کرام اہلسنّت کا کوئی مسئلہ ضلالت اور فی النار نہیں وہ سب حق و ہدایت اور سبیلِ جنّت ہے۔ ۵۰۳

محاورۂ عرب میں لفظ زعم بمعنی مطلق قول اور بمعنی کلامِ نا محقق آیا ہے۔ ۵۰۳

حدیثِ اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو قنوتِ فجر کی نہی سے متعلق ہے اس میں تین راوی شدید ضعیف ہیں۔ ۵۰۴

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا والد مسعود مسلمان نہیں تھا۔ ۵۰۴

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے سے افضل و احق

marfat.com

Marfat.com

برامامت سمجھتے تھے مگر طالبِ قصاصِ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ تھے۔ ۵۰۷
صاحبِ اشباہ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہشتم رجب ۹۷۰ھ کو ہوا۔ ۵۰۸
مصنف "ضروری سوال" کی طرف سے واقع ہونے والی تصحیف اغلاط۔ ۵۱۱
مصنفِ "ضروری سوال" کی اغلاطِ ترجمہ ۵۱۳
مصنف "ضروری سوال" کی اغلاطِ روایت ۵۱۵
ایک روایت میں آٹھ غلطیاں کیں۔ ۵۱۶
شہداءِ بئرِ معونہ کو قراء کہنے کی وجہ کیا ہے ۵۱۷
ان شہداء کو شہید کرنے کی سازش کرنے والا عامر بن طفیل کفر پر مرا۔ ۵۱۸
حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل اسلام لے آیا تھا۔ ۵۱۸
مصنفِ "ضروری سوال" کی عوام کو فریب دہی۔ ۵۲۰
مصنف مذکور کی اپنے ہی توبہ نامہ کی متعدد وجوہ سے مخالفت۔ ۵۲۳
مصنف مذکور کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اول نمبر کی وہابیت اور غیر مقلدی ہے، اور یہ کہ وہ اپنی قدیم وہابیت پر قائم ہے۔ ۵۲۴
خلاصۂ کلام و تقریبِ مرام ۵۲۴
جاہل کو مفتی بننا حلال نہیں، نہ اس کے فتوی پر اعتماد جائز۔ ۵۲۵
فجر کی دوسری رکعت کے رکوع کے بعد دعائے قنوت یا دوسری دعائیں ہاتھ اٹھا کر بلند آواز سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ ۵۲۵
نازلہ کے علاوہ فجر میں دعائے قنوت پڑھنا مکروہ ہے ۵۲۷
نازلہ مثلاً طاعون و وبا وغیرہ میں دعائے قنوت پڑھنا جائز ہے۔ ۵۲۷
زمانۂ نازلہ میں فجر میں دعائے قنوت پڑھی جائے باقی نمازوں میں نہیں۔ ۵۳۰
قنوتِ نازلہ کے متعلق چند سوال ۵۳۰
مسبوق وتر کس طرح پوری کرے۔ ۵۴۳
تراویح ہو رہی ہے اور کچھ لوگ آئے جنھوں نے عشا نہیں پڑھی ہے یہ لوگ عشا کی جماعت کر سکتے ہیں، اس حکم پر ایک شبہ اور اس کا ازالہ۔ ۵۴۴
جس نے عشا تنہا یا جماعت سے پڑھی ہو مگر تراویح پڑھانے والے امام کے پیچھے عشا نہ پڑھی ہو وہ تراویح کے امام کی اقتداء کر سکتا ہے یا نہیں۔ ۵۵۵
وتر کی جماعت، جماعتِ فرض کی تابع ہے یا نہیں، اس کا مفصل بیان۔ ۵۵۵
تراویح کی دوسری رکعت میں بیٹھنا بھول گیا اور تیسری میں بیٹھا اور سجدۂ سہو کیا نماز ہوئی یا نہیں۔ ۵۶۷
ان رکعتوں میں جو قرآن پڑھا گیا اس کا اعادہ ہے یا نہیں۔ ۵۶۷
تراویح کی جماعت ہو رہی ہے وہاں عشاء کی جماعت کی جا سکتی ہے۔ ۵۶۸
○ رسالہ انہار الانوار من یم صلوٰۃ الاسرار (نمازِ غوثیہ کے ثبوت میں) ۵۶۹
صلوٰۃ الاسرار یعنی نماز غوثیہ مبارک، مشائخ عظام

marfat.com

Marfat.com

ل اور قضائے حاجات وحصولِ مرادات کے لئے عمدہ طریق مقبول ہے۔ ۵۷۱

نمازِ غوثیہ سرکار غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے جس کو اکابر علما نے اپنی تصانیف میں روایت فرمایا ۵۷۱

نمازِ غوثیہ کی ادائیگی کا طریقہ ۵۷۱

نمازِ غوثیہ کی اجازت دینے اور اجازت لینے کا بیان ۵۷۲

شیخ وجیہ الدین علوی احمد آبادی کا تعارف اور مناقب۔ ۵۷۲

نمازِ غوثیہ کی مداومت اولیاءِ طریقۂ قادریہ کے آداب میں سے ہے۔ ۵۷۳

مصنفِ بہجۃ الاسرار امام ابوالحسن نورالدین علی شطنوفی کے فضائل۔ ۵۷۳

کتاب بہجۃ الاسرار کتاب عظیم ومشہور ہے ۵۷۵

اکابر کی روایات کو بے وجہ وجیہ رد کرنا جہالت یا خبث وضلالت ہے۔ ۵۷۶

کسی خاص عبارت کو الحاقی ثابت کرنے کے دو طریقے ہیں۔ ۵۷۶

شیخ ابن عربی کی تصنیف 'فتوحاتِ مکیہ' کے ایک نسخے کا تذکرہ جو شیخ علیہ الرحمۃ کے اپنے دستخط سے مزین ہے۔ ۵۷۷

نمازِ غوثیہ کو قرآن وحدیث کے خلاف بتانا محض بہتان وافترا ہے۔ ۵۸۱

جن باتوں کا ذکر قرآن وحدیث میں نہ نکلے وہ ہرگز ممنوع نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی معافی میں ہیں۔ ۵۸۲

قاعدۂ نفیسہ کہ قرآن وحدیث سے جس چیز کی بھلائی یا برائی ثابت ہو وہ بھلی یا بری ہے اور جس کی نسبت کچھ ثابت نہ ہو وہ معاف وجائز ومباح ہے۔ ۵۸۳

فعل جواز کی دلیل ہے اور عدمِ فعل ممانعت کی دلیل نہیں۔ ۵۸۳

محبوبانِ خدا سے توسل قطعاً محمود اور ہرگز اخلاص و توکل کے خلاف نہیں۔ ۵۸۴

استشفاع وتوسل پر متعدد احادیث وآثار ۵۸۴

عثمان بن خالد بن عمر بن عبداللہ متروک الحدیث ہے جس سے ابن ماجہ کے سوا کتب ستہ میں کہیں روایت نہیں جبکہ عثمان بن عمر بن فارس عبدی بصری ثقہ ہیں جو بخاری ومسلم وغیرہما تمام صحاح کے رجال سے ہیں۔ ۵۸۸

عتبہ بن غزوان رقاشی طبقہ ثالثہ سے ہیں جن کو تقریب میں مجہول الحال کہا گیا جبکہ حضرت عتبہ بن غزوان بن جابر مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابی اور بدری ہیں جو ۱۷ ہجری میں شہید ہوئے۔ ۵۹۰

نمازِ غوثیہ کے افعال پر کلام ۵۹۳

محبوبانِ خدا کی تعظیم اہم واجبات اور اعظم قربات سے ہے۔ ۵۹۴

محبوبانِ خدا کے لئے جو تواضع کی جاتی ہے وہ درحقیقت خدا ہی کے لئے تواضع ہے۔ ۵۹۵

تواضع لغیر اللہ جو کہ ممنوع ہے اس کی شکل یہ ہے کہ کسی کافر یا دنیادار غنی کیلئے اُس کے سبب تواضع ہو۔ ۵۹۷

marfat.com

Marfat.com

حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں صحابہ کرام رضوان تعالیٰ علیہم اجمعین اور اولیاء و علماء کا خشوع و خضوع۔ ٥٩٧

حضرت امام مالک جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرتے تو رنگ بدل جاتا اور جھک جاتے۔ ٦٠٠

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار مقدس پر حاضری کے آداب۔ ٦٠١

بوقتِ توسل محبوبانِ خدا کی طرف منہ کرنا چاہیے اگرچہ قبلہ کو پیٹھ ہو جائے۔ ٦٠٢

حضرت امام شافعی اور دیگر علماء و اہل حاجات حاجت روائی کے لئے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر حاضر ہو کر ان سے توسل کرتے ٦٠٥

نکاتِ غامضہ کہ محبوبانِ خدا سے توسل کا مستحسن طریقہ کیا ہے۔ ٦٠٥

روضہ اقدس پر حاضری کے وقت منہ قبلہ کی طرف ہو یا مواجہہ شریف کی طرف، خلیفہ ابوجعفر منصور کے سوال پر امام مالک علیہ الرحمہ کا جواب۔ ٦٠٥

سوال حاجت سے پہلے دو رکعت نماز کی تقدیم مناسب ہے۔ ٦٠٦

خدا ہر جگہ سنتا ہے اور بے سبب مغفرت فرماتا ہے مگر ارشاد یوں ہوتا ہے کہ گنہگار بندے تیری خدمت میں حاضر ہو کر ہم سے دعاءِ بخشش کریں ٦٠٦

علماء متقدمین و متاخرین نے آیہ کریمہ "ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاء وك" کو زمانۂ حیات و وفات سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عام اور حاضری مزار مبارک کو حاضری مجلس اقدس کی مثل سمجھا۔ ٦٠٦

محبوبانِ خدا کی طرف جانا اور بعد وصال ان کی قبور کی طرف چلنا یکساں ہے۔ ٦٠٧

توسل میں توجہ باطن ضروری ہے اور ظاہر عنوانِ باطن لہٰذا یہ چلنا مقرر ہوا۔ ٦٠٧

قضائے حاجت کیلئے صلوٰۃ کن فیکون اور اس کے بعد دعا کرنے کا طریقہ۔ ٦٠٧

نمازِ استسقاء میں قلبِ رداء کی حکمت ٦٠٧

ظاہر مصلحِ خاطر ہوتا ہے لہٰذا جس امر میں جمع عزیمت و صدقِ ارادت کا اہتمام درکار ہو اس کے مناسب افعال و جوارح رکھے جائیں۔ ٦٠٨

تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین اور تشہد میں انگشتِ شہادت سے اشارے کی حکمت۔ ٦٠٨

جہاں انسان سے کوئی تقصیر واقع ہوئی ہو عمل صالح وہاں سے ہٹ کر کرے۔ ٦٠٩

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بابِ دعا میں تفاؤل پر بہت نظر رکھتے تھے۔ ٦٠٩

نمازِ کسوف میں جنت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیوارِ قبلہ میں نظر آئی تو چند قدم آگے بڑھے۔ ٦١٣

نماز کے افعال و احکام میں اسرار اور حکمتیں۔ ٦١٥

نہاری نمازوں میں اخفاءِ قراءت اور لیلی نمازوں میں جہر کی حکمت۔ ٦١٥

جمعہ و عیدین میں نہاریت کے باوجود حکمِ جہر کیوں ہے؟ ٦١٥

marfat.com

Marfat.com

نمازِ کسوف میں جماعتِ کثیرہ کے باوجود حکمِ جہر کیوں ہے۔ ۶۱۵

رات کو ایک نیت سے آٹھ رکعت کی اجازت اور دن کو چار سے زائد کی ممانعت کیوں ہے؟ ۶۱۵

ہر دو رکعت پر جلسہ کیوں واجب ہے اور اس میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد کیوں واجب ہے؟ ۶۱۵

فرض نماز میں پچھلی رکعتوں میں قرأت کیوں معاف ۶۱۵

منفرد پر جہر کے واجب نہ ہونے کی حکمت۔ ۶۱۵

رکوع، سجود اور قعود میں قراءت کیوں ممنوع ہے ۶۱۵

رکوع کے بعد قومہ اور دو سجدوں کے درمیان جلسہ کی حکمت۔ ۶۱۶

توبہ کے لئے بلند جگہ پر جانا چاہئے اور اس عمل کی حکمت ۶۱۶

بوقتِ حاجت عراق کی طرف چلنے کے لئے گیارہ قدموں کی تخصیص کی وجہ۔ ۶۱۷

بالجملہ نمازِ غوثیہ میں اصلاً کوئی محذورِ شرعی نہیں ہے ۶۱۹

عقائدِ وہابیہ پر اطلاع پانے اور ان کے رد کے لئے کن کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ ۶۲۰

اعمالِ مشائخ میں تجدید و احداث کی ہمیشہ اجازت ہے ۶۲۰

اصولِ مذاہبِ وہابیہ پر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مشرک و بدعتی قرار پاتے ہیں جو کہ سُنّی موحد ہیں ۶۲۲

نادِ علی کی ترکیب اور اس دُعا کے الفاظ۔ ۶۲۲

علماءِ وہابیہ سے جملہ معترضہ کے طور پر ایک چبھتا ہوا سوال۔ ۶۲۳

ختمِ خواجگان، ختمِ مجدد الف ثانی اور

دعاءِ حزب البحر کے فوائد۔ ۶۲۴

تصورِ شیخ کی ترکیب ۶۲۶

○ رسالہ انہار الانوار من یم صلوٰۃ الاسرار (نمازِ غوثیہ کے نکات اور طریقہ) ۶۳۳

مصنف علیہ الرحمہ نے مولانا الشاہ محمد ابراہیم قادری مدراسی کی استدعا پر انھیں نمازِ غوثیہ کی اجازت فرمائی۔ ۶۳۴

نمازِ غوثیہ قضاءِ حاجات اور دفعِ اشرار کے لئے مجرب ہے۔ ۶۳۴

مصنف علیہ الرحمہ کا سلسلۂ اجازتِ نمازِ غوثیہ سرکار غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ تک متصلاً پہنچتا ہے ۶۳۵

نمازِ غوثیہ کی ترکیب اور فضیلت کے بارے میں سرکار غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد۔ ۶۳۷

نمازِ غوثیہ میں مشائخ قادریہ کے ہاں دو طریقے ہیں، طریقۂ صغریٰ اور طریقۂ کبریٰ۔ ۶۳۸

طریقۂ صغریٰ کی تفصیل اور ارشادِ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شرح۔ ۶۳۸

نمازِ غوثیہ سے قبل تازہ وضو کرنا اور صدقہ کرنا مستحسن ہے۔ ۶۳۸

نمازِ غوثیہ کے بعد کن کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد کرنی چاہئے۔ ۶۳۹

نمازِ غوثیہ کے بعد درود و سلام کن الفاظ کے ساتھ پڑھا جائے۔ ۶۴۱

حمدِ باری تعالیٰ اور درود و سلام کے بعد معتدل حال

marfat.com

Marfat.com

سے بغداد کی طرف گیارہ قدم چلے۔ ۶۴۲

مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے بریلی شہر سے جہتِ بغداد اور جہتِ مدینہ منورہ کا استخراج۔ ۶۴۲

دعا ایک پرندہ ہے اور درود شریف اس کے پر۔ ۶۴۸

جس دعا کے اول و آخر درود شریف ہو وہ رد نہیں ہوتی ۶۴۹

ابوجعفر منصور کا حضرت امام مالک سے سوال کہ میں قبلہ کی طرف منہ کرکے دعا مانگوں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف۔ ۶۴۹

لطیفہ لطیفہ کہ نماز غوثیہ کے بعد عراق کی طرف چلنے کے حکم میں سرکار غوث اعظم نے گیارہ عدد قدم اٹھانے کی تخصیص کیوں فرمائی۔ ۶۵۲

○ رسالہ وصاف الرجیح فی بسملۃ التراویح (ختم تراویح میں بسم اللہ ایک بار جہر سے پڑھنا چاہئے) ۶۵۹

بسم اللہ شریف قرآن مجید کی ایک آیت ہے تو ختم میں ایک بار پڑھی جائے۔ ۶۶۱

بسم اللہ شریف تراویح میں ایک بار جہر سے پڑھی جائے ورنہ سنتِ ختم ادا نہ ہوگی۔ ۶۶۱

بسم اللہ شریف سارے قرآن مجید میں صرف ایک آیت ہے جو سورتوں میں فصل کے لئے اتاری گئی نہ وہ فاتحہ کی جز نہ ہر سورت کی تو قرآن عظیم نام ہے ایک سو چودہ [114] سورتوں اور ایک آیت کا جو کہ بسم اللہ شریف ہے۔ ۶۶۲

مسئلہ مذکورہ کی تحقیق میں پندرہ افادات ۶۶۲

بسم اللہ شریف جمہور ائمہ، صحابہ اور تابعین کے نزدیک کسی سورت کی جز نہیں۔ ۶۶۲

کسی آیۃ کے چند بار نازل ہونے سے اس کا چند آیتیں ہونا لازم نہیں ہوتا۔ ۶۶۴

بسم اللہ کا ہر سورت کی جز ہونا حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام سے متواتر ہونا تو درکنار ثابت بھی نہیں۔ ۶۶۴

قولِ جزئیت پر ادعائے اجماع محض افترا ہے بلکہ صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تو عدمِ جزئیت پر اجماع تھا۔ ۶۶۵

تمام قراء کے نزدیک بسم اللہ شریف بقرہ سے ناس تک کسی سورۃ کی جز نہیں تاہم بسم اللہ کے جزِ فاتحہ ہونے میں قراء کا اختلاف ہے۔ ۶۶۷

جزئیتِ بسم اللہ شریف ہرگز قطعی نہیں خود قائلینِ جزئیت منکرِ قطعیت ہیں۔ ۶۶۸

ختمِ قرآن عظیم میں کم از کم ایک بار بسم اللہ شریف پڑھنے پر قراء کا اجماع ہے۔ ۶۷۲

سورۃ براءۃ کے سوا کسی سورۃ کے شروع سے ابتداءِ تلاوت ہو تو اتیانِ بسملہ مجمع علیہ ہے پھر ہر دو سورتوں کے درمیان اثبات و حذف میں قراء مختلف ہیں۔ ۶۷۲

غیر مبسملین کی قراءت میں ترکِ بسملہ تو قطعاً نافیِ جزئیت ہے اور مبسملین کی قراءت میں اثباتِ بسملہ ہرگز مثبتِ جزئیت نہیں۔ ۶۷۶

اگر مذہبِ عاصم جزئیت ہو بھی تو ہم پر ان کی اتباع لازم نہیں کیونکہ مذہب میں ہم انکے مقلد نہیں۔

ایک ہی بار بسم اللہ شریف پڑھنے کی صورت میں ختمِ قرآن ہرگز ناقص نہیں۔ ۶۷۷

اگر بالفرض غلط روایتِ عاصم جزئیتِ ہر سورت

marfat.com

Marfat.com

ہو بھی تو پھر بھی ختمِ تراویح میں ہر بسملہ میں جہر کی اصلاً حاجت نہیں ۔ ۶۷۷
قراءۃ واحدہ کی اتباع وعدمِ اتباع کی تحقیق ۶۷۸
اگر بفرض غلط جہر بھی متواتر ہو جب بھی مصالحِ شرعیہ یہاں اخفاء کا حکم فرماتی ہیں ۔ ۶۷۹
تالیفِ قلوب کے لئے ترکِ افضل جائز ہے ۔ ۶۸۰
نمازِ تراویح میں جہر بسملہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر بتانا حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افتراء صریح ہے بلکہ کسی نماز میں بھی جہرِ بسملہ متواتر نہیں بلکہ اس کے ثبوت میں سخت نزاع ہے ۶۸۱
ائمہ دین جہر کو بدعت قرار دیتے ہیں ۔ ۶۸۱
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاءِ راشدین نماز میں بسم اللہ آہستہ پڑھتے تھے ۔ ۶۸۴
بسم اللہ شریف نماز میں باواز پڑھنا گنواروں کی قراءۃ ہے ۔ ۶۸۵
ہمارے علماء نے صاف فرمادیا کہ بسم اللہ شریف کے جہرو اخفاء میں امام قراءت کا اتباع بیرونِ نماز ہے نماز میں آہستہ ہی پڑھے۔ ۶۸۶
جہرو اخفاء کے بارے میں روایاتِ قراء سب بیرون نماز کی ہیں۔ ۶۸۷
دورِ صحابہ سے اب تک تعلیم وتدریسِ قرآن کا طریقہ ۔ ۶۸۹
صحابہ کرام دس دس آیتیں مع ان کے علم و عمل کے سیکھتے تھے ۔ ۶۹۰
حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارہ سال اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آٹھ سال میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سورۃ بقرہ پڑھی ۔ ۶۹۱
صحتِ روایت پر مدارِ قراءت ہونے یا نہ ہونے کی تحقیق ۔ ۶۹۲
خلاصہ کلام وتقریب مرام ۶۹۸
قاری عبد الرحمان پانی پتی اور گنگوہی صاحب کے باقی کلام کا رد ۔ ۶۹۹
گنگوہی صاحب سے پانچ سوال ۷۰۰
قاری عبد الرحمان پانی پتی پر بیس وجوہ سے رد ۔ ۷۰۰
قرآن عظیم میں روافض کے ادعائے تحریف ۷۰۲
بعض ائمہ مجتہدین اور قراء کے سنینِ وصال ۔ ۷۰۵

marfat.com
Marfat.com

فہرست ضمنی مسائل

...ر و قراءۃ

...ح میں ہر سورہ پر جہر سے بسم اللہ شریف پڑھنے ... ۴۷۴

...تیسری رکعت میں فاتحہ کے ساتھ کوئی بھی ...ت ملائی جاسکتی ہے سورۃ اخلاص ہی ملانا ...ی نہیں ۔ ۴۸۴

...للہ شریف تراویح میں ایک بار جہر سے پڑھی جائے ...نت ختم ادا نہ ہوگی ۔ ۶۶۱

...اء کے نزدیک بسم اللہ شریف بقرہ سے ناس ... سورۃ کی جز نہیں تاہم بسم اللہ کے جز فاتحہ ...یں قرا کا اختلاف ہے ۔ ۶۶۷

...آن عظیم میں کم از کم ایک بار بسم اللہ شریف ...ر قرا کا اجماع ہے ۔ ۶۷۲

...براۃ کے سوا کسی سورۃ کے شروع سے ...تلاوت ہو تو اتیان بسملہ مجمع علیہ ہے پھر ...ورتوں کے درمیان اثبات وحذف میں ...ختلف ہیں ۔ ۶۷۲

قراءۃ واحدہ کی اتباع وعدم اتباع کی تحقیق ۶۷۸

جہر واخفاء کے بارے میں روایات قراء سب بیرون نماز کی ہیں ۔ ۶۷۸

امامت

حنفی کے شافعی کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی شرائط ۱۱۶

امام آمین بالجہر اور رفع یدین کرے تو حنفی اس کی اقتداء میں نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں ۔ ۱۵۱

امام کے لئے مصلّی ہونا اور مقتدیوں کے لئے نہ ہونا اگر اس لئے ہے کہ دونوں میں امتیاز رہے تو بُرا ہے اور اگر امام کے اکرام کے لئے ایسا ہے تو ٹھیک ہے ۔ ۲۱۸

امام پر مقتدی حکم نہیں کر سکتا ۔ ۲۲۹

امام کا وضو جاتا رہے تو کیا کرے ۔ ۲۴۹

امام نے ایک اُمّی کو خلیفہ کیا اور اس نے دوسرے کو، نماز درست ہوگی یا نہیں ۔ ۲۵۰

احکام مسجد

مسجد کا نچلا حصہ مردوں کے لئے اور چھت عورتوں

marfat.com

Marfat.com

کے لئے مخصوص کردیا جائے تو جائز ہے یا نہیں۔ ۲۳۱

مسجد کے اندر اور اس کے صحن دونوں میں جماعت کرنی جائز ہے۔ ۲۶۲

حقہ، بیڑی وغیرہ کی بدبو منہ میں ہو تو نماز مکروہ ہوگی ایسی حالت میں مسجد میں جانا بھی حرام۔ ۳۸۴

جوتے پہن کر مسجد میں جانا خلافِ ادب ہے۔ ادب کی بناء عرف پر ہے۔ ۳۹۲

مسجد کے حجرہ میں نماز جائز ہے۔ ۳۹۳

مسجد سے بغیر نماز پڑھے چلا جانا منع ہے۔ ۴۵۰

سجود السہو

دعائے قنوت میں سہو ہونے سے سجدۂ سہو کب ہوتا ہے۔ ۴۸۴

تراویح کی دوسری رکعت میں بیٹھنا بھول گیا اور تیسری میں بیٹھا اور سجدۂ سہو کیا نماز ہوئی یا نہیں۔ ۵۶۷

اجارہ

ختم قرآن پر اجرت کی ایک صورت۔ ۴۷۲

امامت کی تنخواہ لینی جائز ہے مگر بچنا بہتر۔

حظر واباحت

نماز کے بعد مصافحہ کرنا جائز ہے۔

آٹھ نو برس کا لڑکا مردوں کی صف میں کھڑا ہوسکتا ہے جبکہ اکیلے ہو۔ اس کو ہٹا کر اس کی جگہ پر دوسرے کا کھڑا ہونا گناہ ہے۔ ۵۱

جذامی کو مسجد سے روکا جائے یا نہیں۔ ۱۹۲

داڑھی منڈے صفِ اوّل ہی میں کیوں نہ ہوں انھیں ہٹانا منع ہے۔ ۱۹۳

ایک صف پر دو چار آدمی الگ الگ فرض پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔ ۱۹۹

نماز میں ٹوپی گر جائے تو اٹھا لینا افضل ہے۔ ۲۹۷

دھوبی بدل کر دوسرے کپڑے دے جائے تو انھیں پہن کر نماز جائز نہیں۔ ۲۹۸

جوڑا باندھ کر عورتیں نماز پڑھ سکتی ہیں۔ ۲۹۸

چادر سر سے اوڑھ کر نماز پڑھنی چاہیے صرف کندھے سے ہو تو نماز مکروہ ہوگی، نماز میں سر سے ڈھلک کر کندھے پر آجائے تو اشارہ سے سر پر رکھ لینا چاہیے۔ ۲۹۹

سر پر رومال یا بلا ٹوپی کے رومال باندھ کر نماز پڑھنے سے مکروہ ہوگی۔ ۲۹۹

جبکہ نہ دخول ہو نہ منی نکلے غسل واجب نہیں تلاوت وغیرہ کرسکتا ہے۔ ۳۰۰

جراب یا موزہ میں نماز جائز ہے۔ ۳۰۱

چشمہ لگا کر نماز پڑھائے تو کیا حکم ہے۔ ۳۱۸

ردائے مشتمل میں نماز صحیح ہے۔ ۳۵۵

بغیر ٹوپی کے گلوبند سر پر باندھ کر نماز پڑھانا خلافِ سنت ہے۔ ۳۶۰

جوتے پہن کر نماز پڑھنے کی تحقیق ۳۶۲

نماز میں کھجلی معلوم ہو تو ضبط کرے ورنہ ایک یا دو بار کھجلائے اس سے زیادہ نہیں۔ ۳۸۴

تہبند کے نیچے لنگوٹ ہو یا داڑھی میں ڈاٹ ہو

marfat.com

Marfat.com

یا جیب میں روپیہ پیسہ ہو نماز صحیح ہوگی یا نہیں۔ ۲۸۴

کمر میں پٹکا ہو تو نماز صحیح ہے۔ ۲۸۵

شیروانی۔ انگرکھے وغیرہ کے بٹن گھنڈی نہ لگے ہوں تو نماز ہوتی ہے یا نہیں، اس کا مفصل بیان۔ ۲۸۵

امام عمامہ باندھے اور مقتدی بلا عمامہ کے ہوں تو نماز میں کوئی خرابی نہیں۔ ۲۹۴

نماز جنازہ پڑھانے میں جو جائے نماز ملتی ہے اس کو کرتا وغیرہ بنانے میں کوئی حرج نہیں، نہ اس میں نماز مکروہ۔ ۲۹۵

بالغ کی نماز نابالغ کے پیچھے جائز نہیں خواہ نفل ہی ہو۔ ۴۴۴

شبینہ کا حکم۔ ۴۶۴

شبینہ مکروہ ہے۔ ۴۷۲

سورہ توبہ پر اعوذ باللہ من النار ومن شر الکفار الخ پڑھنا بے اصل ہے۔ ۴۸۱

فوائد فقہیہ

پاؤں کا عذر عذر فی الحضور ہے نہ عذر للحاضر ۷۶

تہجد فوت ہو جانے کے خوف سے ترکِ جماعت جائز نہیں۔ ۸۱

تہجد کے بارے میں صرف ترغیبات ہیں جب کہ ترکِ جماعت پر ہولناک وعیدیں۔ ۸۱

خوف وقتِ تہجد کو ترکِ جماعت کے لئے عذر بنانا بیہودگی ہے۔ ۸۵

قیلولہ کا وقت ضحوۂ کبریٰ سے نصف النہار تک ہے ۸۸

اگر کوئی شخص نو بجے نماز عشاء پڑھ کر سو گیا دس بجے اُٹھ کر دو رکعتیں پڑھ لیں تو تہجد ہو گیا۔ ۸۹

کسی معتمد کو مقرر کرے کہ وقتِ جماعت سے پہلے اسکو جگا دے۔ ۹۰

ہمارے ائمہ کے نزدیک تمام سنن رواتب تہجد سے اہم اور آکد ہیں۔ ۹۲

جماعت سنن رواتب اور تہجد میں درجات کی ترتیب ۹۹

حکم جماعت کے بارے میں ہمارے ائمہ کرام کے یہ چھ اقوال ہیں فرض عین، فرض کفایہ، واجب عین، واجب کفایہ سنت مؤکدہ، مستحب۔ ۱۰۱

رسم المفتی

متون شروح فتاوٰی سے حوالے دئے جا سکتے ہیں۔ ۲۱۰

جاہل کو مفتی بننا حلال نہیں، نہ اُس کے فتوٰی پر اعتماد جائز۔ ۵۲۵

عقائد و کلام

کذب و بہتان کی نسبت ائمہ کرام اور علمائے اعلام کی طرف کرنا گستاخی اور توہین شان ہے جس پر توبہ لازم ہے۔ ۴۹۷

ائمہ کرام اہلسنت کا کوئی مسئلہ ضلالت اور فی النار نہیں وہ سب حق و ہدایت اور سبیلِ جنت ہے۔ ۵۰۳

اکابر کی روایات کو بے وجہ وجیہ رد کرنا جہالت یا خبث و ضلالت ہے۔ ۵۲۶

نمازِ غوثیہ کو قرآن وحدیث کے خلاف بتانا محض بہتان وافترا ہے۔ ۵۸۱

جن باتوں کا ذکر قرآن وحدیث میں نہ نکلے وہ ہرگز ممنوع نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی معافی میں ہیں۔ ۵۸۲

marfat.com

Marfat.com

قاعدۂ نفیسہ کہ قرآن وحدیث سے جس چیز کی بھلائی یا برائی ثابت ہو وہ بھلی یا بری ہے اور جس کی نسبت کچھ ثابت نہ ہو وہ معاف وجائز ومباح ہے ۵۸۲

محبوبانِ خدا سے توسل قطعاً محمود اور ہرگز اخلاص وتوکل کے خلاف نہیں۔ ۵۸۴

استشفاع وتوسل پر متعدد احادیث وآثار ۵۸۴

نمازِ غوثیہ کے افعال پر کلام ۵۹۳

محبوبانِ خدا کی تعظیم اہم واجبات اور اعظم قربات سے ہے۔ ۵۹۴

محبوبانِ خدا کے لئے جو تواضع کی جاتی ہے وہ درحقیقت خدا ہی کے لئے تواضع ہے۔ ۵۹۵

تواضع لغیر اللہ جو کہ ممنوع ہے اس کی شکل یہ ہے کہ کسی کافر یا دنیادار غنی کے لئے اُس کے سبب تواضع ہو۔ ۵۹۷

حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اولیاء وعلماء کا خشوع وخضوع۔ ۵۹۷

حضرت امام مالک جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرتے تو رنگ بدل جاتا اور جُھک جاتے۔ ۶۰۰

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزارِ مقدس پر حاضری کے آداب۔ ۶۰۱

بوقتِ توسل محبوبانِ خدا کی طرف منہ کرنا چاہئے اگرچہ قبلہ کو پیٹھ ہو جائے۔ ۶۰۲

حضرت امام شافعی اور دیگر علماء واہلِ حاجات حاجت روائی کے لئے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر حاضر ہو کر ان سے توسل کرتے۔ ۶۰۵

نکاتِ غامضہ کہ محبوبانِ خدا سے توسل کا مستحسن طریقہ کیا ہے۔ ۶۰۵

روضہ اقدس پر حاضری کے وقت منہ قبلہ کی طرف ہو یا مواجہہ شریف کی طرف، خلیفہ ابوجعفر منصور کے سوال پر امام مالک علیہ الرحمہ کا جواب۔ ۶۰۵

سوال حاجت سے پہلے دو رکعت کی تقدیم مناسب ہے۔ ۶۰۶

خدا ہر جگہ سنتا ہے اور بے سبب مغفرت فرماتا ہے مگر ارشاد یوں ہوتا ہے کہ گنہ گار بندے تیری خدمت میں حاضر ہو کر ہم سے دعاءِ بخشش کریں۔ ۶۰۶

محبوبانِ خدا کی طرف جانا اور بعد وصال ان کی قبور کی طرف چلنا یکساں ہے۔ ۶۰۷

مناظرہ و رَدِّ بدمذہباں

ایک جاہل وہابی مفتی مصنفِ "ضروری سوال" کی تیئس جہالتوں کا بیان۔ ۴۹۹

مصنف "ضروری سوال" کی طرف سے واقع ہونے والی تصحیفِ اغلاط۔ ۵۱۱

مصنف "ضروری سوال" کی اغلاطِ ترجمہ۔ ۵۱۳

مصنف "ضروری سوال" کی اغلاطِ روایت، ۵۱۵

ایک روایت میں آٹھ غلطیاں کیں۔ ۵۱۶

مصنف "ضروری سوال" کی عوام کو فریب دہی۔ ۵۲۰

مصنف مذکور کی اپنے ہی توبہ نامہ کی متعدد وجوہ

marfat.com

Marfat.com

سے مخالفت ۔ ۵۲۳

مصنف مذکور کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اوّل نمبر کی وہابیت اور غیر مقلدی ہے، اور یہ کہ وہ اپنی قدیم وہابیت پر قائم ہے ۔ ۵۲۴

عقائد وہابیہ پر اطلاع پانے اور ان کے رد کے لئے کن کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہئے ۔ ۶۲۰

اصولِ مذاہب وہابیہ پر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مشرک و بدعتی قرار پاتے ہیں جو کہ سُنی موحد ہیں ۔ ۶۲۲

علمائے وہابیہ سے جملۂ معترضہ کے طور پر ایک چبھتا ہوا سوال ۔ ۶۲۳

قاری عبدالرحمٰن پانی پتی اور گنگوہی صاحب کے باقی کلام کا رد ۔ ۶۹۹

گنگوہی صاحب سے پانچ سوال ۷۰۰

قاری عبدالرحمان پانی پتی پر بیس وجوہ سے رد ۔ ۷۰۰

قرآن عظیم میں روافض کے ادعائے تحریف ۔ ۷۰۲

تفسیر و علومِ قرآن

آیۂ کریمہ "لیس لک من الامر شیئ او یتوب علیہم او یعذبہم فانہم ظلمون" کا شانِ نزول اور اس کا معنیٰ ۔ ۴۹۹

علماء متقدمین و متاخرین نے آیۂ کریمہ "ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاءوک" کو زمانۂ حیات و وفات سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عام اور حاضریٔ مزار مبارک کو حاضریٔ مجلس اقدس کی مثل سمجھا ۔ ۶۰۶

بسم اللہ شریف سارے قرآن مجید میں صرف ایک آیت ہے جو سورتوں میں فصل کے لئے اتاری گئی نہ وہ فاتحہ کی جز نہ ہر سورت کی، تو قرآن عظیم نام ہے ایک سو چودہ (۱۱۴) سُورتوں اور ایک آیت کا جو کہ بسم اللہ شریف ہے ۔ ۶۶۲

مسئلہ مذکورہ کی تحقیق میں پندرہ (۱۵) افادات ۶۶۲

بسم اللہ شریف جمہور ائمہ، صحابہ اور تابعین کے نزدیک کسی سُورت کی جز نہیں ۔ ۶۶۲

کسی آیت کے چند بار نازل ہونے سے اس کا چند آیتیں ہونا لازم نہیں ہوتا ۔ ۶۶۴

دورِ صحابہ سے اب تک تعلیم و تدریسِ قرآن کا طریقہ ۔ ۶۸۹

فوائدِ حدیثیہ

حدیث مبارک "ما اجدلک من خصۃ" کا معنیٰ اور مصنف کی تحقیق ۔ ۷۱

تہجد اور سنن رواتب کی افضلیت سے متعلق وارد احادیث میں تطبیق ۔ ۹۵

حدیث ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو قنوتِ فجر کی نہی سے متعلق ہے اُس میں تین راوی شدید ضعیف ہیں ۔ ۵۰۴

اسماء الرجال

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا والد مسعود مسلمان نہیں تھا ۔ ۵۰۴

marfat.com

Marfat.com

عثمان بن خالد بن عمر بن عبد اللہ متروک الحدیث ہے جس سے ابن ماجہ کے سوا کتب ستہ میں کہیں روایت نہیں بلکہ عثمان بن عمر بن فارس عبدی بصری ثقہ ہیں جو بخاری و مسلم وغیرہما تمام صحاح کے رجال سے ہیں۔ ۵۸۸

عتبہ بن غزوان رقاشی طبقہ ثالثہ سے ہیں جن کو تقریب میں مجہول الحال کہا گیا جبکہ حضرت عتبہ بن غزوان بن جابر مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابی اور بدری ہیں جو سترہ ہجری میں شہید ہوئے۔ ۵۹۰

تاریخ و تذکرہ

موجودہ صورت میں محراب کی تعمیر کا آغاز ولید بن عبد الملک کے عہدِ خلافت میں حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ۳۴۶

صاحبِ اشباہ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہشتم رجب ۹۷۰ ہجری کو ہوا۔ ۵۰۸

شہدائے بئرِ معونہ کو شہید کرنے کی سازش کرنے والا عامر بن طفیل کفر پر مرا۔ ۵۱۸

حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کا قاتل اسلام لے آیا تھا ۵۱۸

شیخ ابن عربی کی تصنیف "فتوحاتِ مکیہ" کے ایک نسخے کا تذکرہ جو شیخ علیہ الرحمہ کے اپنے دستخط سے مزین ہے ۵۷۷

مصنف علیہ الرحمۃ کا سلسلۂ اجازتِ نمازِ غوثیہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک متصلاً پہنچتا ہے ۶۲۵

بعض ائمہ مجتہدین اور قراء کے سنینِ وصال ۷۰۵

فضائل و مناقب

تہجد سنت مستحبہ ہے اور تمام مستحب نمازوں سے افضل۔ ۴۰۰

حدیث متواتر ہے کہ سورۃ اخلاص کا ثواب ثلث قرآن مجید کے برابر ہے۔ ۶۹

حدیث مبارک کہ نمازِ عشاء باجماعت، نصف شب اور نمازِ فجر باجماعت کامل شب کے قیام کے مساوی ہے۔ ۶۹

بہ نیت تہجد سونے والا اگر تہجد نہ بھی پا سکے تو ثوابِ تہجد پاتا ہے اور اس کی نیند اللہ تعالیٰ کی طرف سے صدقہ ہے۔ ۸۳

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد کہ مجھے جماعتِ صبح میں حاضر ہونا تمام شب کی نماز سے زیادہ محبوب ہے۔ ۸۴

تہجد عادتِ صالحین ہے اور اللہ تعالےٰ کے قریب کرنے والا اور برائیوں کا کفارہ ہے۔ ۸۵

شیخ وجیہ الدین علوی احمد آبادی کا تعارف اور مناقب۔ ۵۷۲

مصنف "بہجۃ الاسرار" امام ابو الحسن نور الدین علی شنطوفی کے فضائل۔ ۵۷۳

کتاب "بہجۃ الاسرار" کتاب عظیم و مشہور ہے۔ ۵۷۵

نمازِ غوثیہ قضاءِ حاجات اور دفعِ اشرار کے لئے مجرب ہے۔ ۶۲۴

نمازِ غوثیہ کی ترکیب اور فضیلت کے بارے میں

marfat.com

Marfat.com

سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد ۶۲۷

فوائد اصولیہ

عذر ساقطِ وجوبِ جماعت ہے نہ کہ ساقطِ جواز۔ ۶۹
کسی شئے کے حقیقتاً ہونے اور حکماً ہونے میں بہت فرق ہے۔ ۶۹
آئندہ کسی سنت کے فوت ہوجانے کے خوف سے فی الحال کسی سنت کا ترک ناجائز ہے۔ ۸۲
تہجد و جماعت میں تعارض نہیں لہٰذا ان میں سے کوئی بھی دوسرے کی تفویت کا داعی نہیں۔ ۸۷
جماعت اولیٰ پر تہجد کی ترجیح باطل محض ہے کیونکہ مستحب واجب کے برابر نہیں ہوسکتا۔ ۹۱
ترکِ اولویت میں حکمِ کراہت نہیں۔ ۱۰۰
سنیت و وجوب کیسے ثابت ہوتے ہیں ۱۱۰
مطلق منطقی اور مطلق اصولی کی تعریف اور ان میں فرق۔ ۱۱۰
منافیٔ وجوب، ترک سے نفیٔ حرج ہے نہ کہ فعل سے۔ ۳۳۰
نکرہ حیز شرط میں واقع ہو تو عام ہوتا ہے۔ ۴۹۲
اطلاق و عموم سے استدلال نہ کوئی قیاس ہے نہ مجتہد سے خاص۔ ۴۹۶
قنوتِ فجر کے بارے میں ہمارے مشائخ کرام تصریح فرماتے ہیں کہ منسوخ ہے، ہاں محلِ نظر یہ ہے کہ یہاں عموم نسخ ہے یا نسخ عموم۔ ۴۹۹
فعل جواز کی دلیل ہے اور عدمِ فعل ممانعت کی دلیل نہیں۔ ۵۸۳

بسم اللہ کا ہر سورت کی جز ہونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متواتر ہونا تو درکنار، ثابت بھی نہیں۔ ۶۶۳
قولِ جزئیت پر ادعائے اجماع محض افترا ہے بلکہ صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تو عدمِ جزئیت پر اجماع تھا۔ ۶۶۵
جزئیت بسم اللہ شریف ہرگز قطعی نہیں خود قائلینِ جزئیت منکرِ قطعیت ہیں۔ ۶۶۸
غیر مبسملین کی قراءت میں ترکِ بسم اللہ تو قطعاً منافیٔ جزئیت ہے اور مبسملین کی قراءت میں اثباتِ بسملہ ہرگز مثبتِ جزئیت نہیں۔ ۶۷۶
تالیفِ قلوب کے لئے ترکِ افضل جائز ہے۔
صحتِ روایت پر مدارِ قراءت ہونے یا نہ ہونے کی تحقیق۔ ۶۹۴

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بابِ دعا میں تفاؤل پر بہت نظر رکھتے تھے۔ ۶۰۹
نماز کسوف میں جنت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیوارِ قبلہ میں نظر آئی تو چند قدم آگے بڑھے۔ ۶۱۳

تصوف و اخلاق

طویل اور غفلت کی نیند کا علاج یہ ہے کہ تکیہ نہ رکھے، کھانے کے فوراً بعد نہ سوئے، سوتے وقت دل کو جماعت سے خوب متعلق کرے اور

marfat.com
Marfat.com

کھانا تھوڑا کھائے۔ ۸۸

سوتے وقت اللہ تعالیٰ سے توفیقِ جماعت کی دعا کرے اور اس پر سچا توکل کرے۔ ۹۰

صلوٰۃ الاسرار یعنی نمازِ غوثیہ مبارک نماز، مشائخ عظام کا معمول اور قضائے حاجات وحصولِ مرادات کے لئے عمدہ طریق مقبول ہے۔ ۵۷۱

نمازِ غوثیہ کی اجازت دینے اور لینے کا بیان ۵۷۲

نمازِ غوثیہ کی مداومت اولیاءِ طریقہ قادریہ کے آداب میں سے ہے۔ ۵۷۲

توسل میں توجہ باطن ضروری ہے اور ظاہر عنوان باطن لہذا یہ چلنا مقرر ہوا۔ ۶۰۷

قضائے حاجت کے لئے صلوٰۃ کن فیکون اور اس کے بعد دعا کرنے کا طریقہ۔ ۶۰۷

ظاہر مصلح خاطر ہوتا ہے لہذا جس امر میں جمع عزیمت و صدقِ ارادت کا اہتمام درکار ہو اس کے مناسب افعال وجوارح رکھے جائیں۔ ۶۰۸

جہاں انسان سے کوئی تقصیر واقع ہوئی ہو عمل صالح وہاں سے ہٹ کر کرے۔ ۶۰۹

توبہ کے لئے بلند جگہ پر جانا چاہیے اور اس عمل کی حکمت۔ ۶۱۶

اعمالِ مشائخ میں تجدید واحداث کی ہمیشہ اجازت ہے۔ ۶۲۰

نادِ علی کی ترکیب اور اس دعا کے الفاظ ۶۲۲

ختم خواجگان، ختم مجدد الف ثانی اور دعاءِ حزب البحر کے فوائد۔ ۶۲۴

تصورِ شیخ کی ترکیب ۶۲۶

نمازِ غوثیہ قضاءِ حاجات اور دفعِ اشرار کے لئے مجرب ہے۔ ۶۲۴

نمازِ غوثیہ میں مشائخ قادریہ کے ہاں دو طریقے ہیں، طریقہ صغریٰ اور طریقہ کبریٰ۔ ۶۲۸

لغت

محاورۂ عرب میں لفظِ زعم بمعنی مطلق قول اور بمعنی کلام نامحقق آیا ہے۔ ۵۰۳

ریاضی

مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے بریلی شہر سے جہتِ بغداد اور جہتِ مدینہ منورہ کا استخراج ۶۴۲

متفرقات

شہداءِ بئر معونہ کو قرار کہنے کی وجہ کیا ہے ۵۱۷

کسی خاص عبارت کو الحاقی ثابت کرنے کے دو طریقے ہیں ۵۷۶

نمازِ استسقاء میں قلبِ رداء کی حکمت ۶۰۷

تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین اور تشہد میں انگشتِ شہادت سے اشارے کی حکمت۔ ۶۰۸

نماز کے افعال واحکام میں اسرار اور حکمتیں ۶۱۵

نہاری نمازوں میں اخفاءِ قرأت اور لیلی نمازوں میں جہر کی حکمت۔ ۶۱۵

جمعہ وعیدین میں نہاریت کے باوجود حکمِ جہر کیوں ہے۔ ۶۱۵

marfat.com

Marfat.com

نمازِ کسوف میں جماعتِ کثیرہ کے باوجود حکمِ اختصار کیوں ہے۔ ۶۱۵

رات کو ایک نیت سے آٹھ رکعت کی اجازت اور دن کو چار سے زائد کی ممانعت کیوں ہے۔ ۶۱۵

ہر دو رکعت پر جلسہ کیوں واجب ہے اور اس میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد کیوں واجب ہے ۶۱۵

فرض نماز میں پچھلی رکعتوں میں قرات کیوں معاف۔ ۶۱۵

منفرد پر جہر کے واجب نہ ہونے کی حکمت ۶۱۵

رکوع، سجود اور قعود میں قرات کیوں ممنوع ہے۔ ۶۱۵

رکوع کے بعد قومہ اور دو سجدوں کے درمیان جلسہ کی حکمت۔ ۶۱۶

لطیفہ نظیفہ کہ نماز غوثیہ کے بعد عراق کی طرف چلنے کے حکم میں سرکار غوث اعظم نے گیارہ عدد قدم اٹھانے کی تخصیص کیوں فرمائی۔ ۶۵۲

marfat.com
Marfat.com

باب الجماعة
(جماعت کا بیان)

مسئلہ ۸۴۶ از میرٹھ خیر نگر دروازہ خیر المساجد مرسلہ مولوی ابوالعارف محمد حبیب اللہ صاحب قادری برکاتی
۲ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس صورت میں کہ مسجد خیر نگر دروازہ کا صحن محراب کے ہر دو جانب میں مساوی نہیں ہے بلکہ دستِ راست کی جانب ۱۶ فٹ بڑھا ہوا ہے گرمی برسات وغیرہ میں جب نماز صحنِ مسجد میں پڑھی جاتی ہے تو جماعت اس سرے سے اُس سرے تک قائم ہوتی ہے جو محراب کی نسبت سے دائیں جانب ۱۶ فٹ متجاوز ہوتی ہے جس کا ایک خاکہ بھی مرسلۂ خدمت ہے اب دریافت طلب یہ ہے کہ جب صحنِ مسجد میں جماعت قائم ہو جائے تو امام کو رعایت وسطِ صف کی لازم ہے یا محاذاتِ محراب ضروری ہے بینوا توجروا۔

الجواب

امام کے لئے سنّتِ متوارثہ کہ زمانہ اقدس رسالت سے اب تک معہود ہے وسط مسجد میں قیام ہے کہ صف پوری ہو تو امام وسطِ صف میں ہو اور یہی جگہ محراب حقیقی ومتوارث ہے، محراب صوری کہ طاق نما ایک خلا وسطِ دیوارِ قبلہ میں بنانا حادث ہے اُسی محراب حقیقی کی علامت ہے، یہ علامت اگر غلطی سے غیر وسط میں بنائی جائے اس کا اتباع نہ ہو گا مگر مراعات توسط ضروری ہوگی کہ اتباعِ سنّت وانتفائے کراہت وامتثال ارشاد حدیث توسطوا الامام (امام درمیان میں کھڑا ہو۔ ت) ہو، جس مسجد میں مسقف حصہ نہ ہو وہاں یہ محراب صوری ہوتی ہی نہیں جیسے افضل المساجد مسجد الحرام شریف اور اس میں ہر مسجد کا صحن داخل ہے کہ باختلاف موسم مسجد مستقل ہے فقہائے کرام درجہ مسقفہ کو مسجد شتوی کہتے ہیں اور غیر مسقف کو مسجد صیفی جب ان کے وسط متطابق نہ ہوں تو ہر مسجد کے لئے اس کا اپنا وسط معتبر ہے پس صورت مستفسرہ میں جبکہ مسجد صیفی مسجد شتوی سے سولہ فٹ جانبِ راست زائد ہے تو امام محراب صوری اندرونی کی محاذات سے آٹھ فٹ جانب راست ہٹ کر صحن میں کھڑا ہو

marfat.com

Marfat.com

کہ اس مسجد کی محراب میں قیام حاصل ہو۔ درمختار میں ہے:

یصف الامام ویقف وسطا[1] (امام صف بنوائے اور درمیان میں کھڑا ہو۔ت)

درایہ شرح ہدایہ میں ہے:

السنۃ ان یقوم الامام ازاء وسط الصف الاتری ان المحاریب ما نصبت الا وسط المساجد وھی قد عینت لمقام الامام۔ مبسوط[2]۔

سنت یہ ہے کہ امام صف کے محاذی درمیان میں کھڑا ہو کیا تم نے ملاحظہ نہیں کیا تمام محرابیں مساجد کے وسط میں بنائی گئی ہیں اور وہ مقام امام کا تعین کر رہی ہیں، مبسوط۔(ت)

امام بکر خواہر زادہ میں ہے:

لو قام فی احد جانبی الصف یکرہ ولو کان المسجد الصیفی بجنب الشتوی وامتلأ المسجد یقوم الامام فی جانب الحائط لیستوی القوم من جانبیہ[3] اھ اثرھا ش۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر امام صف کی دونوں جانبوں میں سے کسی ایک طرف کھڑا ہوا تو یہ مکروہ ہے، اگر مسجد صیفی شتوی کے پہلو میں ہو اور مسجد بھری ہو تو امام دیوار کی جانب کھڑا ہو تاکہ امام کی دونوں طرف لوگ برابر ہوں الخ ان دونوں عبارتوں کو شامی نے نقل کیا ہے واللہ تعالٰی اعلم(ت)

مسئلہ ۸۴۷: از اروہ نگلہ ڈاک خانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ مسئولہ مرسلہ محمد صادق علی خاں صاحب رمضان شریف ۱۳۲۰ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے باہر در میں جو مشرق کی جانب ہوتا ہے اُس میں تنہا امام کو کھڑے ہو کر نماز پڑھانی کیسی ہے اور اکثر مساجد میں باہر کا صحن اندر کے صحن سے بہت نیچا ہوتا ہے بینوا توجروا۔

الجواب

امام کو در میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

فی ردالمحتار عن معراج الدرایۃ عن

ردالمحتار میں معراج الدرایہ کے حوالے سے ہے کہ

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

[2] ردالمحتار بحوالہ معراج الدرایۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۲۰

[3] " " " " " " " " "

marfat.com

Marfat.com

سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ انی اکرہ للامام ان یقوم بین الساریتین[1]	سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا میں اس بات کو مکروہ جانتا ہوں کہ امام دوستونوں کے درمیان کھڑا ہو۔ (ت)

پھر امام و مقتدیان کا درجہ بدلا ہوا کہ امام درجہ مسقف میں ہے اور سب مقتدی صحن میں، یہ دوسری کراہت ہے[2] کما فی جامع الرموز (جیسا کہ جامع الرموز میں ہے۔ ت) پھر اگر در کی کرسی صحن سے بقدر امتیاز بلند ہوئی تو یہ تیسری کراہت ہے[3] کما فی الدر المختار والتفصیل فی فتاوٰنا (جیسا کہ درمختار میں ہے اور اس کی تفصیل ہمارے فتاوٰی میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۴۸ از ڈھاکہ بنگالہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طالب علم پر جو طلب علم دین کرتا ہے جماعت نماز پنجگانہ واجب ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

علماء نے طالب و مشتغل علم کو احیانًا ترک جماعت میں معذور رکھا ہے بچند شرائط، اس کا اشتغال خاص علم فقہ سے ہو کہ مقصود اصلی ہے نہ نحو و صرف و لغت و معانی و بیان و بدیع وغیرہا اگرچہ بوجہ آلیت داخل علم دین ہیں، اور وہ اشتغال بدرجہ استغراق ہو جس کے سبب فرصت نہ پائے نہ یہ کہ اشتغالِ فقہ کا بہانہ کرکے جماعت تو ترک کرے اور اپنا وقت بطالت و فضولیات میں گزارے جیسا کہ بہت طلبائے زمانہ کا انداز ہے یا حالت ایسی ہو کہ کسی وقت اہتمامِ جماعت کے سبب اس کے کام میں حرج واقع ہو جس کا بندوبست نہ کرسکے نہ دوسرا وقت اس کا بدل سکتا ہو مثلًا ایک مجمع طلبہ کے ساتھ فقہ کا درس رکھتا ہے اگر اس جماعت کو جائے یہ جماعت نہ پائے، پھر بااینہمہ کسل نفس کے لئے اس مسئلہ کو حیلہ بناکر ترکِ جماعت پر مداومت نہ کرے بلکہ احیانًا واقع ہو ورنہ معذور نہ ہوگا بلکہ مستحق تعزیر ٹھہرے گا، درمختار میں دربارہ اعذار ترک جماعت لکھا

کذا اشتغالہ بالفقہ لا بغیرہ کذا جزم بہ الباقانی تبعا للبہنسی ای الا اذا واظب	اسی طرح جو طالب العلم فقہ میں مشغول ہو نہ کہ کسی دوسرے فن میں، اس پر بہنسی کی اتباع میں باقانی نے جزم کیا مگر

---

[1] رد المحتار باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۸

[2] جامع الرموز فصل ″ ″ ″ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۹۴

[3] درمختار باب ″ ″ ″ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۲

marfat.com

Marfat.com

تکاسلا فلا یعذر ویعزر[۱] | اس صورت میں جب سُستی کی وجہ سے دوام اختیار کرے تو وہ معذور نہ ہوگا اور اس پر تعزیر ہوگی۔ (ت)

نور الایضاح و مراقی الفلاح میں ہے:

(وتکرار فقہ) لانحو ولغۃ (بجماعۃ تفوتہ) ولم یداوم علی ترکھا[۲]۔ | (اور تکرارِ فقہ) نہ کہ نحو و لغت کا (جماعت کے ساتھ جو فوت ہوجائے) اور نہ جماعت کے ترک پر دوام اختیار کرنے والا ہو۔ (ت)

قنیہ کے لفظ یہ ہیں:

من لایحضرھا لاستغراق اوقاتہ فی تکریر الفقہ الخ[۳] | جو جمیع اوقات میں تکرار فقہ کی وجہ سے حاضر جماعت نہیں ہوسکتا الخ (ت)

علامہ شامی نے فرمایا:

ثم اشتغال لابغیر الفقہ فی بعض من الاوقات عذر معتبر[۴] واللہ تعالٰی اعلم | بعض اوقات میں وہ اشتغال جو فقہ کے علاوہ میں ہو معتبر عذر نہیں ہے۔ (ت)

مسئلہ ۸۴۹ از پٹنہ عظیم آباد مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر صفِ اول کے مقتدی امام کے ایسے متصل کھڑے ہوں کہ ان کے پنجے امام کی ایڑی کے برابر ہوں یا ایک بالشت امام کی ایڑی سے پیچھے ہوں اس غرض سے کہ دوسری صف بھی مسجد کے اندر ہوجائے حالانکہ صحن میں جگہ ہے اور صفِ اول کا کوئی مقتدی امام کے پیچھے نہ ہو اس صورت میں کراہت ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو کیسی کراہت ہوگی؟ بیّنوا توجروا

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں بیشک کراہتِ تحریمی ہوگی اور ایسے امر کے مرتکب آثم و گنہگار کہ امام کا صف پر مقدم ہونا سنّتِ دائمہ ہے جس پر حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیشہ مواظبت فرمائی اور مواظبت دائمہ دلیل وجوب ہے اور ترکِ واجب مکروہِ تحریمی اور مکروہِ تحریمی کا ارتکاب گناہ۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

---

[۱] درمختار | باب الامامۃ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۸۲
[۲] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی | باب الامامۃ | مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی | ص ۱۶۳
[۳] رد المحتار بحوالہ القنیہ | " | مصطفی البابی مصر | ۱/ ۴۱۱
[۴] رد المحتار | باب الامامۃ | مطبوعہ مصطفی البابی مصر | ۱/ ۴۱۲

marfat.com

Marfat.com

ترك التقدم لامام الرجال محرم وکذا صرح الشارح وسماه فی الکافی مکروها وھو الحق ای کراھة تحریم لان مقتضی المواظبة علی التقدم منه علیه الصلاة والسلام بلا ترك الوجوب فلعدمه کراھة التحریم[1]۔

مردوں کے امام کے لئے تقدم کا ترک حرام ہے، شارح نے بھی اسی کی تصریح کی ہے، کافی میں اسے مکروہ کا نام دیا اور یہی حق ہے، اور مکروہ سے مراد مکروہِ تحریمی ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہمیشہ آگے کھڑا ہونا اور اسے کبھی ترک نہ کرنا وجوب پر دلالت کرتا ہے اور وجوب کا ترک کراہتِ تحریمی ہوتا ہے (ت)

اُسی میں ہے:

مقتضی فعله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم التقدم علی الکثیر من غیر ترك الوجوب[2]۔

مقتدی کثیر ہونے کی صورت میں حضور علیہ السلام کا ہمیشہ آگے کھڑا ہونا اور کبھی ترک نہ فرمانا وجوب کا تقاضا کرتا ہے۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

التقدم واجب علی الامام للمواظبة من النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وترك الواجب موجب لکراھة التحریم المقتضیة للاثم[3]۔

امام کا مقدم ہونا واجب ہے کیونکہ اس پر نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مواظبت فرمائی اور واجب کا ترک کراہتِ تحریمی کا موجب ہے جو گناہ کا مقتضی ہے (ت)

اقول وباللہ التوفیق ظاہر ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ تقدم ہمیشہ یونہی تھا کہ صف کے لئے پوری جگہ عطا فرماتے نہ وہ ناقص وقاصر تقدم جو سوال میں مذکور ہوا۔ دلیل واضح اس پر یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تکمیلِ صف کا نہایت اہتمام فرماتے اور اس میں کسی جگہ فرجہ چھوڑنے کو سخت ناپسند فرماتے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کو ارشاد ہوتا:

اقیموا صفوفکم وتراصوا فانی ارٰىکم من وراء ظھری[4] اخرجه البخاری والنسائی

اپنی صفیں سیدھی کرو اور ایک دوسرے سے خوب مل کر کھڑے ہو کر بیشک میں تمھیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے

[1] فتح القدیر | باب الامامۃ | مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر | ۱/۳۰۶
[2] " | " | " | ۱/۳۰۹
[3] بحرالرائق | " | " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱/۳۵۱
[4] صحیح البخاری | باب الزاق المنکب بالمنکب الخ | " قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/۱۰۰
سنن النسائی | احث الامام علی رص الصفوف والمقاربۃ بینہا | مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور | ۱/۹۳

marfat.com

Marfat.com

عن انس بن مالك رضی اللہ تعالیٰ عنہ و مسلم بلفظ اتموا الصفوف فانی اراکم خلف ظہری[1]

دیکھتا ہوں۔ اسے بخاری اور نسائی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور مسلم شریف میں ان الفاظ سے ہے۔ اپنی صفیں مکمل کرو کیونکہ میں اپنی پشت کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں (ت)

دوسری حدیث میں ہے:

سدوا الخلل فان الشیطان یدخل فیما بینکم بمنزلۃ الحذف[2] رواہ الامام احمد عن امامۃ الباھلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

یعنی صف چھدری نہ رکھو کہ شیطان بھیڑ کے بچے کی وضع پر اس چھوٹی ہوئی جگہ میں داخل ہوتا ہے۔ اسے امام احمد نے حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور یہ مضمون حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بالفاظ عدیدہ مروی ہوا امام احمد بسند صحیح اُن سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

راصوا الصفوف فان الشیاطین تقوم فی الخلل[3]

یعنی صفیں خوب گھنی رکھو جیسے رانگ سے درزیں بھر دیتے ہیں کہ فرجہ رہتا ہے تو اس میں شیطان کھڑا ہوتا ہے۔

نسائی کی روایات صحیحہ میں ہے:

راصوا صفوفکم وقاربوا بینھا وحاذوا بالاعناق فوالذی نفس محمد بیدہ انی لاری الشیٰطین تدخل من خلل الصف کانھا الحذف[4]

اپنی صفیں خوب گھنی اور پاس پاس کرو اور گردنیں ایک سیدھ میں رکھو کہ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے بیشک میں شیاطین کو رخنۂ صف میں داخل ہوتے دیکھتا ہوں گویا وہ بھیڑ کے بچے ہیں۔

---

[1] صحیح مسلم	باب تسویۃ الصفوف الخ	مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی	۱/ ۱۸۲
[2] مسند احمد بن حنبل	حدیث ابی امامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ	" دار الفکر بیروت	۵/ ۲۶۲
[3] " " "	از مسند انس رضی اللہ عنہ	" " "	۳/ ۱۵۴
[4] سنن النسائی	حث الامام علی رص الصفوف الخ	" مکتبہ سلفیہ لاہور	۱/ ۹۳

marfat.com

Marfat.com

ابوداؤد طیالسی کی روایت میں یوں ہے:

اقیموا صفوفکم وتراصوا فوالذی نفسی بیدہ انی لاری الشیاطین بین صفوفکم کانہا غنم عفر[1]

اپنی صفیں سیدھی کرو اور ایک دوسرے سے خوب مل کر کھڑے ہو قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بیشک میں شیاطین کو تمہاری صفوں میں دیکھتا ہوں گویا وہ بکریاں ہیں بھکسے رنگ کی۔

فائدہ: بھیڑ بکری کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو اکثر دیکھا ہے کہ جہاں چند آدمی کھڑے دیکھے اور دو شخصوں کے بیچ میں کچھ فاصلہ پایا وہ اس فرجہ میں داخل ہو کر اِدھر سے اُدھر نکلتے ہیں یوں ہی شیطان جب صف میں جگہ خالی پاتا ہے دلوں میں وسوسہ ڈالنے کو آگھستا ہے اور بھکسے رنگ کی تخصیص شاید اس لئے ہے کہ حجاز کی بکریاں اکثر اسی رنگ کی ہیں یا شیاطین اس وقت اسی شکل پر متشکل ہوئے۔ چوتھی حدیث میں اس تاکید شدید سے ارشاد فرمایا:

اقیموا الصفوف فانما تصفون بصفوف الملئکۃ وحاذوا بین المناکب وسدوا الخلل ولینوا فی ایدی اخوانکم ولا تذروا فرجات للشیطین ومن وصل صفا وصلہ اللہ ومن قطع صفا قطعہ اللہ[2]۔ رواہ الامام احمد و ابوداؤد والطبرانی فی الکبیر والحاکم و ابن خزیمۃ وصححاہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما وعند النسائی والحاکم عنہ بسند صحیح الفصل الاخیر اعنی من قولہ من وصل[3] الحدیث۔

یعنی صفیں درست کرو کہ تمہیں تو ملائکہ کی سی صف بندی چاہئے اور اپنے شانے سب ایک سیدھ میں رکھو اور صف کے رخنے بند کرو اور مسلمانوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ اور صف میں شیطان کے لئے کھڑکیاں نہ چھوڑو اور جو صف کو وصل کرے اللہ اسے وصل کرے اور جو صف قطع کرے اللہ اسے قطع کرے۔ اسے امام احمد، ابوداؤد، طبرانی نے المعجم الکبیر میں، حاکم اور ابن خزیمہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا اور ان دونوں نے اسے صحیح قرار دیا۔ نسائی اور حاکم نے انہی سے سند صحیح کے ساتھ آخری جملہ "من وصل صفا" کو فصل کر کے روایت کیا ہے الحدیث۔

---

[1] مسند ابوداؤد الطیالسی حدیث ۲۱۰۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ص ۲۸۲

[2] سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف " آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۷

مسند احمد بن حنبل از مسند عبداللہ بن عمرو " دار الفکر بیروت ۲/۹۸

[3] المستدرک علی الصحیحین کتاب الصلوٰۃ من وصل صفا " " " ۱/۲۱۳

سنن النسائی کتاب الامامۃ " " مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۹۴

marfat.com

Marfat.com

ملائکہ کی صف بندی کا دُوسری حدیث میں خود بیان آیا،

خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال الا تصفون کما تصف الملٰئکۃ عند ربہا فقلنا یا رسول اللہ کیف تصف الملٰئکۃ عند ربہا قال یتمون الصف الاول و یتراصّون فی الصف[1] اخرجہ احمد و مسلم و ابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے باہر تشریف لا کر ارشاد فرمایا، ایسے صف کیوں نہیں باندھتے جیسے ملائکہ اپنے رب کے سامنے صف بستہ ہوتے ہیں۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) ملائکہ اپنے رب کے حضور کیسی صف باندھتے ہیں؟ فرمایا: اگلی صف کو پُورا کرتے ہیں اور صف میں خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔ اسے امام احمد، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور مسلمانوں کے ہاتھوں میں نرم ہوجانا یہ کہ اگر اگلی صف میں کچھ فرجہ رہ گیا اور نیتیں باندھ لیں اب کوئی مسلمان آیا وہ اس فرجہ میں کھڑا ہونا چاہتا ہے مقتدیوں پر ہاتھ رکھ کر اشارہ کرے تو انھیں حکم ہے کہ دب جائیں اور جگہ دے دیں تاکہ صف بھر جائے۔ فتح القدیر و بحرالرائق و مراقی الفلاح و درمختار وغیرہا میں ہے،

واللفظ للشرنبلالی قال بعد ایراد الحدیث الرابع وبھذا یعلم جہل من یستمسک عند دخول احد بجنبہ فی الصف یظن انہ ریاء بل ہو اعانۃ علی ما امر بہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[2]

علامہ شرنبلالی نے چوتھی حدیث ذکر کرنے کے بعد یہ الفاظ کہے کہ اس حدیث سے اس شخص کی جہالت واضح ہوجاتی ہے جو ریاکاری کا تصور کرتے ہوئے صف میں اپنی کسی جانب نمازی کو شامل ہونے سے روکتا ہو بلکہ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حکم کی بجاآوری پر دوسرے کی مدد کرنا ہے (ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الصلٰوۃ حدیث ۱۱۹ باب الامر بالسکون فی الصلٰوۃ الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۱۸۱
مسند احمد بن حنبل حدیث جابر بن سمرہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۵/ ۱۰۱
سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف " آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۹۷
سنن النسائی حث الامام علی رص الصفوف الخ " مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/ ۹۳

[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی بیان احق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۸

marfat.com

Marfat.com

اور نہایت یہ کہ اگر اگلی صف والوں نے فرجہ چھوڑا اور صفِ دوم نے بھی اس کا خیال نہ کیا مگر اپنی صف گھنی کر لی اور نیتیں بندھ گئیں حالانکہ ان پر لازم تھا کہ صفِ اول والوں نے بے اعتدالی کی تھی تو یہ پہلے اس کی تکمیل کرکے دوسری صف باندھتے، اب ایک شخص آیا اور اس نے صفِ اول کا رخنہ دیکھا اُسے اجازت ہے کہ اس دوسری صف کو چیر کر جائے اور فرجہ بھر دے کہ صفِ دوم بے خیالی کرکے آپ تقصیروار ہے اور اس کا چیرنا روا۔ قنیہ و بحرالرائق و شرح نورالایضاح و دُرمختار وغیرہا میں ہے:

واللفظ لشرح التنویر لو وجد فرجة فی الاول لا الثانی له خرق الثانی لتقصیرهم[۱]	شرح تنویر کے الفاظ یہ ہیں اگر کسی نے صفِ اول میں رخنہ پایا حالانکہ دوسری میں نہ تھا تو اس کے لئے دوسری صف والوں کی کوتاہی کی وجہ سے دوسری صف کو چیرنا جائز ہوگا۔ (ت)

بحر میں ہے، لاحرمة له لتقصیرهم[۲] (دوسری صف والوں کی کوتاہی کی وجہ سے بعد میں آنیوالے کو دوسری صف چیرنا جائز ہے)

یونہی اس رخنہ بندی کے لئے پچھلی صف کے نمازیوں کے آگے گزرنا جائز ہے کہ انھوں نے خود اس امرِ عظیم میں بے پروائی کرکے جس کا شرع میں اس درجہ اہتمام تھا اپنی حرمت ساقط کر دی۔ قنیہ میں ہے:

قام فی اٰخر الصف فی المسجد وبینه وبین الصفوف مواضع خالیة فللداخل ان یمر بین یدیه لیصل الصفوف لانه اسقط حرمة نفسه فلا یاثم المار بین یدیه[۳]	ایک آدمی آخری صف میں کھڑا ہوگیا حالانکہ اس کے اور دُوسری صفوں کے درمیان خالی جگہیں تھیں تو آنیوالے نمازی کو اجازت ہے کہ وہ اس کے آگے سے گزر کر صف مکمل کرے کیونکہ آخر میں کھڑے ہونے والے نے اپنا احترام خود ختم کیا ہے لہٰذا اس کے سامنے سے گزرنے والا گنہگار نہیں ہوگا۔ (ت)

حدیث میں ہے:

من نظر الی فرجة فی صف فلیسدها بنفسه فان لم یفعل فمر مار فلیتخط علی رقبته فانه لاحرمة له[۴] اخرجه الدیلمی	یعنی جسے صف میں فرجہ نظر آئے وُہ خود وہاں کھڑا ہوکر اسے بند کر دے اگر اس نے نہ کیا اور دوسرا آیا تو وُہ اس کی گردن پر قدم رکھ کر چلا جائے کہ اس کے لئے

---

[۱] درمختار باب الامامة مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۴

[۲] بحرالرائق " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۵۴

[۳] القنیہ باب فی السترة " کلکتہ بھارت ص ۳۹۸

[۴] المعجم الکبیر مروی از ابن عباس حدیث ۱۱۱۸۴ اور ۱۱۲۱۴ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۱/ ۱۰۵ و ۱۱۳۰۱

مف: مسند الفردوس مجھے دستیاب نہیں اور ماثورالخطاب میں یہ حدیث نہیں مل سکی۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

Marfat.com

عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ کوئی حرمت نہ رہی۔ اسے دیلمی نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔

یونہی اگر صف دوم میں کوئی شخص نیت باندھ چکا اس کے بعد اُسے صف اول کا رخنہ نظر آیا تو اجازت ہے کہ عین نماز کی حالت میں چلے اور جاکر فرجہ بند کر دے کہ یہ مشی قلیل حکم شرع کے امتثال کو واقع ہوتی، ہاں دو صف کے فاصلہ سے نہ جائے کہ مشی کثیر ہو جائے گی۔ علامہ ابن امیر الحاج حلیہ میں ذخیرہ سے ناقل:

ان کان فی الصف الثانی فرأی فرجۃ فی الاول فمشی الیہا لم تفسد صلاتہ لانہ ماموربالمراصّۃ قال علیہ الصلاۃ والسلام تراصّوا فی الصفوف ولوکان فی الصف الثالث تفسد[1]

اگر کوئی آدمی دوسری صف میں کھڑا تھا کہ اس نے پہلی میں رخنہ دیکھا اور وہ اُسے پُر کرنے کے لئے چلا تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ نماز میں مل کر کھڑا ہونا حکم شرعی ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: صفوں میں خوب مل کر کھڑا ہوا کرو۔ اور اگر نمازی تیسری صف میں تھا تو اب نماز فاسد ہو جائے گی (ت)

علامہ ابن عابدین ردالمحتار میں فرماتے ہیں،

ظاہر التعلیل بامرانہ یطلب منہ المشی الیہا تامل[2]

امر کے ساتھ علت بیان کرنا بتا رہا ہے کہ اس نمازی سے رخنہ پُر کرنے کا مطالبہ ہے تامل۔ (ت)

ثم اقول وباللہ التوفیق یہ احکام فقہ وحدیث باعلٰی ندا منادی کہ وصل صفوف اور ان کی رخنہ بندی اہم ضروریات سے ہے اور ترک فرجہ ممنوع وناجائز، یہاں تک کہ اس کے دفع کو نمازی کے سامنے گزر جانے کی اجازت ہوئی جس کی بابت حدیثوں میں سخت نہی وارد ہوئی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لویعلم المار بین یدی المصلی ماذا علیہ لکان ان یقف اربعین خیرالہ من ان یمر بین یدیہ[3]۔ اخرجہ الائمۃ احمد و الستۃ عن ابی جہیم رضی اللہ تعالٰی عنہ قال الحافظ فی بلوغ المرام ووقع

اگر نمازی کے سامنے گزرنے والا جانتا کہ اس پر کتنا گناہ ہے تو چالیس برس کھڑا رہنا اس گزر جانے سے اس کے حق میں بہتر تھا۔ اسے امام احمد اور ائمہ ستہ نے حضرت ابوجہیم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ حافظ نے بلوغ المرام میں کہا کہ مسند بزار

---

[1] ردالمحتار بحوالہ الحلیہ باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۲۱

[2] ” ” ” ” ” ”

[3] صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب اثم المار بین یدی المصلی مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷۳

marfat.com

Marfat.com

فی البزار من وجه آخر اربعین خریفاً[1] قلت والاحادیث یفسر بعضها بعضاً۔

بزار میں ایک اور سند سے مروی الفاظ یہ ہیں: چالیس سال۔ میں کہتا ہوں احادیث آپس میں ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،

لو یعلم احدکم ماله فی ان یمر بین یدی اخیه معترضا فی الصلاۃ کان لان یقیم مائة عام خیر له من الخطوۃ التی خطاها[2] رواہ احمد وابن ماجة عن ابی هریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنه۔

اگر تم میں سے کوئی جان لے کہ نمازی کے سامنے سے گزرنے پر کیا گناہ ہوتا ہے تو وہ اس ایک قدم چلنے سے سَو سال تک کھڑے رہنے کو بہتر سمجھے گا۔ اسے امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اس میں سَو برس کھڑا رہنا اُس ایک قدم رکھنے سے بہتر فرمایا۔

امام طحاوی فرماتے ہیں: پہلے چالیس ارشاد ہوئے تھے پھر زیادہ تعظیم کے لئے سَو (سال) فرمائے گئے۔

تیسری حدیث میں ہے:

لو یعلم المار بین یدی المصلی لاحب ان ینکسر فخذہ ولا یمر بین یدیه[3] رواہ ابوبکر بن ابی شیبة فی مصنفه عن عبد الحمید بن عبد الرحمٰن منقطعا۔

اگر نمازی کے آگے گزرنے والا دانش رکھتا ہو تو چاہتا اس کی ران ٹوٹ جائے مگر نمازی کے سامنے سے نہ گزرے۔ اسے ابوبکر بن ابی شیبہ نے مصنف میں شیخ عبد الحمید بن عبد الرحمٰن سے منقطع طور پر روایت کیا ہے۔

چوتھی حدیث میں ارشاد فرمایا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،

اذا صلی احدکم الی شیئ یسترہ من الناس فاراد احد ان یجتاز بین یدیه فلیدفعه فان ابی فلیقاتله فانما هو شیطان[4] اخرجه

جب تم میں سے کوئی شخص سترہ کی طرف نماز پڑھتا ہو اور کوئی سامنے سے گزرنا چاہے تو اسے دفع کرے اگر نہ مانے تو اس سے قتال کرے کہ وہ شیطان ہے

[1] بلوغ المرام مع مسک الختام باب سترۃ المصلی مطبوعہ مطبع نظامی کانپور (انڈیا) ۱/۱۷۵

[2] سنن ابن ماجہ باب المرور بین یدی المصلی " آفتاب عالم پریس لاہور ص ۶۸

[3] مصنف ابن ابی شیبہ من کان یکرہ ان یمر الرجل الخ " ادارۃ القرآن کراچی ۱/۲۸۲

[4] صحیح البخاری باب لیرد المصلی من مر بین یدیہ " قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷۳

marfat.com

Marfat.com

احمد والبخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اسے احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

ظاہر ہے کہ ایسا شدید امر جس پر یہ تشدیدیں اور سخت تہدیدیں ہیں اُسی وقت روا رکھا گیا ہے جب دوسرا اس سے زیادہ اشد اور افسد تھا کما لایخفٰی (جیساکہ مخفی نہیں۔ ت)

ایک دلیل اس وجوب اور فرجہ رکھنے کی کراہت تحریمی پر یہ ہے۔

دلیل دوم احادیث کثیرہ میں صیغۂ امر کا وارد ہونا کما سمعت وما ترکت لیس باقل مما سردت (جیساکہ تُونے سُن لیا اور جن روایات کو میں نے ترک کردیا ہے وہ بیان کردہ سے کم نہیں ہیں۔ ت) اسی لئے ذخیرہ و حلیہ میں فرمایا:

انہ مامور بالمراصّۃ[1] (کیونکہ مل کر کھڑے ہونے کا حکم ہے۔ ت)

فتح القدیر و بحرالرائق وغیرہما میں فرمایا:

سد الفرجات المأمور بھا فی الصف[2] (صف کے درمیانی رخنہ کو پُر کرنے کا حکم ہے۔ ت)

اور اصول میں مبرہن ہوچکا ہے امر مفید وجوب ہے الا ان یصرف عنہ صارف (مگر اس صورت میں جب اس کے خلاف کوئی قرینہ ہو۔ ت)

دلیل سوم علماء تصریح فرماتے ہیں کہ صف میں جگہ چھُوٹی ہو تو اور مقام پر کھڑا ہونا مکروہ ہے،

فی الخانیۃ والدرالمختار وغیرھما واللفظ للعلائی لوصلی علی رفوف المسجد ان وجد فی صحنہ مکانا کرہ کقیامہ فی صف خلف صف فیہ فرجۃ[3]۔

خانیہ، درمختار اور دیگر کتب میں ہے علائی کے الفاظ یہ ہیں اگر کسی نے رفوف مسجد میں نماز ادا کی حالانکہ صحنِ مسجد میں جگہ تھی تو مکروہ ہوگی جیسا کہ ایسی صف میں نماز پڑھنا مکروہ ہے جو ایسی صف کے پیچھے ہو جس میں رخنہ تھا۔ (ت)

اور کراہت مطلقہ سے مراد کراہت تحریم ہوتی ہے،

الا اذا دل دلیل علی خلافہ کما نص علیہ

مگر جب اس کے خلاف دلیل موجود ہو جیساکہ فتح، بحر، حواشی در

---

[1] ردالمحتار بحوالہ الحلیۃ عن الذخیرۃ باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۲۱
[2] بحرالرائق 〃 〃 ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۵۴
[3] درمختار 〃 〃 مجتبائی دہلی ۱/۸۴

marfat.com

Marfat.com

فی الفتح والبحر وحواشی الدر وغیرھما من تصانیف الکرام الغر۔

اور دیگر تصانیفِ علماءِ عظام میں تصریح ہے۔ (ت)

دلیل چہارم احادیثِ سابقہ میں حدیث رابع کے وعید شدید من قطع صفا قطعہ اللہ (جس نے صف قطع کی اللہ اسے قطع کرے گا۔ت) علامہ طحطاوی پھر علامہ شامی زیرِ عبارت مذکورۂ درمختار فرماتے ہیں،

قولہ کقیامہ فی صف الخ ھل الکراھۃ فیہ تنزیھیۃ او تحریمیۃ ویرشد الی الثانی قولہ علیہ الصلٰوۃ والسلام من قطع صفا قطعہ اللہ انتہی فافھم[1]۔

قولہ جیساکہ کھڑا ہونا اس صف میں الخ اس میں کراہت تنزیہی ہے یا تحریمی؟ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کا ارشاد من قطع اللہ الخ کراہتِ تحریمی کی طرف راہنمائی کرتا ہے انتہی فافھم (ت)

جب یہ امر واضح ہوگیا تو اب صورت مذکورۂ سوال میں دوسری وجہ کراہت تحریم کی اور ثابت ہوئی ظاہر ہے کہ جب امام وصفِ اول میں صرف اس قدر فاصلہ قلیلہ چھوٹا تو بالیقین صفِ اول ناقص رہے گی اور امام کے پیچھے ایک آدمی کی جگہ چھوٹے گی وہ بھی ایسی جسے بوجہ تنگی مقام کوئی بھر بھی نہ سکے گا تو یہ فعل ایک مکروہ تحریمی کو مستلزم اور جو مکروہِ تحریمی کو مستلزم ہو خود مکروہِ تحریمی ہے، محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں بعد عبارت منقولہ صدرِ جواب کے فرماتے ہیں،

واستلزم ماذکر ان جماعۃ النساء تکرہ کراھۃ تحریم لان ملزوم متعلق الحکم اعنی الفعل المعین ملزوم لذلک الحکم[2] انتہی

مذکورہ بات اس کو مستلزم ہے کہ خواتین کی جماعت مکروہ تحریمی ہے کیونکہ ملزوم متعلقِ حکم یعنی فعلِ معین کا اس حکم کو ملزوم ہوتا ہے انتہی۔ (ت)

بحمد اللہ اس تحقیقِ انیق سے چند مسائلِ نفیسہ ثابت ہوئے:

اوّلاً امام کا صف پر تقدم جو بنصِ ہدایہ وکافی وغیرہما واجب ہے وہ صرف تھوڑا آگے بڑھ جانے سے ادا نہیں ہوتا جب تک پوری صف کی جگہ نہ چھوٹے۔

ثانیاً ہر صف میں اوّل سے آخر تک دوسری صف کے لئے صفِ کامل کی جگہ بچنا واجب ہے۔

ثالثاً کسی صف میں فرجہ رکھنا مکروہِ تحریمی ہے جب تک اگلی صف پوری نہ کرلیں صفِ دیگر ہرگز نہ باندھیں۔

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۲۱

[2] فتح القدیر " " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۶

marfat.com
Marfat.com

رابعاً صورت مذکورۂ سوال دو کراہت تحریمی پر مشتمل ہے ایک ترکِ تقدم دوسری بقائے فرجہ۔

خامساً اکثر واقع ہوتا ہے کہ امام کے ساتھ ایک مقتدی تھا دوسرا آیا بائیں ہاتھ کو کھڑا ہوگیا یہاں تک تو کراہت تنزیہی تھی لترك السنّة پھر اور لوگ بھی آتے اور یونہی برابر کھڑے ہوجاتے ہیں نہ امام آگے بڑھتا ہے نہ مقتدی پیچھے ہٹتے ہیں یہ صورت مکروہ تحریمی کی ہے کہ اگرچہ اکیلے مقتدی کے حق میں سنت یہ ہے کہ امام کے داہنی جانب بالکل اس کے محاذی کھڑا ہو نہ متاخر اور یہ سنت عوام میں صدہا سال سے متروک ہے اکیلا بھی امام سے کچھ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہوتا ہے۔ امام نسفی کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں،

الواحد یقوم عن یمینه ای ان کان مع الامام واحد وقف عن یمین الامام لانه علیه الصلوٰة والسلام صلی بابن عباس فاقامه عن یمینه ولایتأخر عن الامام فی ظاهر الروایة وعن محمد انه یضع اصابعه عند عقب الامام وهو الذی وقع عند العوام[1] انتهی قلت وعوام زماننا قد تعدوا حتی خرجوا عن روایة محمد ایضا کما هو مشاهد۔

اکیلا نمازی امام کی دائیں جانب کھڑا ہو یعنی اگر امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو تو وہ امام کی دائیں جانب کھڑا ہو کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس کو نماز پڑھائی تو ان کو آپ نے اپنی دائیں جانب کھڑا کیا اور ظاہر روایت کے مطابق وہ امام سے پیچھے کھڑا نہ ہو۔ امام محمد سے مروی ہے کہ مقتدی اپنے پاؤں کی انگلیاں امام کی ایڑی کے پاس رکھے اور عوام میں یہی طریقہ جاری ہے انتہی۔ میں کہتا ہوں ہمارے دور کے لوگ تجاوز کر گئے ہیں حتی کہ وہ امام محمد سے مروی روایت سے بھی نکل گئے ہیں جیسا کہ مشاہدہ میں ہے (ت)

پھر جو بعد کو آئے وہ اس مقتدی کی محاذات میں کھڑے ہوں گے جس کے باعث امام کو قدرے تقدم رہے گا اس صورت میں وہ توسط جس کی نسبت درمختار میں فرمایا،

لو توسط اثنین کرہ تنزیها وتحریما لو اکثر[2]

اگر امام دو مقتدیوں کے درمیان کھڑا ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر دو سے زیادہ کے درمیان کھڑا ہوا تو مکروہ تحریمی ہے (ت)

اگر نہ بھی مانا جائے تاہم اس صورت میں کراہت تحریم ہی رہے گی کہ توسط نہ سہی فرجہ رکھنا اور صف کامل کی جگہ نہ چھوڑنا خود موجب کراہت تحریمی ہے، یہ مسائل واجب الحفظ ہیں اکثر اہلِ زمانہ ان سے غافل ولعلك لاتجد هذا التحقیق الخطیر بهذا الایضاح والتقریر فی غیر هذا التحریر (شاید ایسی بے مثال

---

[1] کافی شرح وافی

[2] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۳

marfat.com

Marfat.com

تحقیق اپنی وضاحت وتفصیل کے ساتھ اس تحریر کے علاوہ کہیں نہ ملے۔ت) والحمد للہ علی ما علم اللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۵ یکم جمادی الاخری ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سمجھ وال لڑکا آٹھ نو برس کا جو نماز خوب جانتا ہے اگر تنہا ہو تو آیا اسے یہ حکم ہے کہ صف سے دُور کھڑا ہو یا صف میں بھی کھڑا ہو سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں اُسے صف سے دُور یعنی بیچ میں فاصلہ چھوڑ کر کھڑا کرنا تو منع ہے

فان صلاۃ الصبی الممیز الذی یعقل الصلاۃ صحیحۃ قطعاً وقد امر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بسد الفرج والتراص فی الصفوف ونھی عن خلافہ بنھی شدید۔

کیونکہ وہ بچہ جو صاحبِ شعور ہو اور نماز کو جانتا ہو اس کی نماز بالیقین صحیح ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صف کے رخنہ کو پُر کرنے اور اس میں مل کر کھڑے ہونے کا حکم دیا ہے اور اس کے خلاف سے سخت منع فرمایا ہے۔(ت)

اور یہ بھی کوئی ضروری امر نہیں کہ وہ صف کے بائیں ہی ہاتھ کو کھڑا ہو علماء اسے صف میں آنے اور مردوں کے درمیان کھڑے ہونے کی صاف اجازت دیتے ہیں، درمختار میں ہے: لو واحدا دخل فی الصف[1] (اگر بچہ اکیلا ہو تو صف میں داخل ہو جائے۔ت) مراقی الفلاح میں ہے:

ان لم یکن جمع من الصبیان یقوم الصبی بین الرجال[2]

اگر بچے زیادہ نہ ہوں تو بچہ مردوں کے درمیان کھڑا ہو جائے۔(ت)

بعض بے علم جو یہ ظلم کرتے ہیں کہ لڑکا پہلے سے داخل نماز ہے اب یہ آئے تو اسے نیت بندھا ہوا ہٹا کر کنارے کر دیتے اور خود بیچ میں کھڑے ہو جاتے ہیں یہ محض جہالت ہے، اسی طرح یہ خیال کہ لڑکا برابر کھڑا ہو تو مرد کی نماز نہ ہوگی غلط وخطا ہے جس کی کچھ اصل نہیں۔

فتح القدیر میں ہے:

اما محاذاۃ الامرد فصرح الکل بعدم افسادہ الا من شذ ولا متمسک لہ فی الروایۃ کما صرحوا بہ

بے ریش بچے کے محاذی ہونے پر تمام علماء نے تصریح کی ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی مگر شاذ طور پر کوئی فساد نماز کا قائل ہے اور اس کے لئے کوئی دلیل نہ روایت

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۴

[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص۱۶۸

marfat.com

Marfat.com

الروایۃ کما صرحوا بہ ولا فی الدرایۃ[1] میں ہے جیسا کہ فقہا نے اسکی تصریح کی ہے اور نہ ہی قرآن میں ہے۔(ت)
واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۵۵۱ تا ۵۵۴ از سہسرام محلہ دائرہ ضلع آرہ مرسلہ حافظ عمر جلیل ۱۶ شوال ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذا میں،

(۱) اگر کوئی نماز کسی وجہ سے دُہرائی جائے تو وہ شخص کہ نماز مشکوکہ میں شریک نہیں تھا وہ جماعتِ ثانیہ میں شریک ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(۲) امام فرض پڑھارہا ہے ایک مقتدی دوسری یا تیسری رکعت میں ملا تو اسکا جو فرض چھوٹ گیا ہے باآوازِ بلند پڑھے یا آہستہ؟

(۳) قضاءِ عمری کو امام وداع جمعہ کو فجر سے عشا تک بجہر پڑھادے تو سب کی عمر بھر کی قضا کیا ادا ہوجائے گی؟

(۴) نمازِ جمعہ میں اگر کوئی شخص تشہد میں شریک ہو تو نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) نماز اگر ترکِ فرض کے سبب دُہرائی جائے نیا شخص شریک ہوسکتا ہے ورنہ نہیں۔

(۲) علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مسبوق اپنی چھوٹی ہُوئی رکعات میں منفرد ہے، اور تصریح فرماتے ہیں کہ منفرد کو جہری رکعتوں میں جہر جائز بلکہ افضل ہے مگر اس میں یہ دقت ہے کہ منفرد کا جہر اوروں کے شامل ہونے کا داعی ہوگا اور یہ دعوتِ خیر ہے کہ دونوں کو جماعت مل جائے گی لیکن مسبوق کا جہر کہ ناواقف کو شرکت کی طرف داعی ہوا مر ناجائز کی طرف داعی ہوگا اور اس کا وہ عمل باطل ہوجائے گا لہذا یہ ہی اصوب معلوم ہوتا ہے کہ وُہ جہر نہ کرے۔

(۳) یہ قضائے عمری کی جماعت جاہلوں کی ایجاد اور محض ناجائز و باطل ہے۔

(۴) سلام سے پہلے جو شریک ہوگیا اسے جمعہ مل گیا۔ واللہ سبحانہٗ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۵۵ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر مقتدی ابھی التحیات پوری نہ کرنے پایا تھا کہ امام کھڑا ہوگیا یا سلام پھیر دیا تو مقتدی التحیات پُوری کرلے یا اُتنی ہی پڑھ کر چھوڑ دے؟ بینوا توجروا

الجواب

ہر صورت میں پُوری کرلے اگرچہ اس میں کتنی ہی دیر ہوجائے لان التشھد واجب والواجب

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۱۲

marfat.com

Marfat.com

لایترک لسنۃ والمسئلۃ منصوص علیھا فی الخانیۃ وغیرھا فی کتب العلماء (تشہد واجب ہے اور واجب کو کسی سنّت کی وجہ سے ترک نہیں کیا جا سکتا اس مسئلہ پر خانیہ اور دیگر علماء کی کتب میں نص موجود ہے ۔ ت)
واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۵۶ و ۵۵۷ از فیض آباد مرسلہ منشی احمد حسین صاحب خرسند نقشہ نویس اسسٹنٹ انجینیر ریلوے
۲ جمادی الاخری ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دینِ متین ومفتیانِ شرع مبین اس مسئلہ میں کہ ؛

(۱) زید مسجد یا خلاف آں نمازِ فرض پڑھ رہا ہے اور اس کی پہلی رکعت ہے یا کوئی اور رکعت، اور بکر تنہا یا دو شخص داخل ہوئے باوجود اطلاع ہونے یا ہو جانے کے بکر تنہا یا دونوں شخصوں نے اُسی مقام پر اور اُسی صف پر علیحدہ فرض پڑھے اور زید کے مقتدی نہ بنے، کیا حکم ہے ان کی نماز کا ؟ یا پہلے ان کو اطلاع نہ تھی نیت باندھنے کے بعد راکع نے باآوازِ بلند کہہ دیا اب کیا حکم ہے بکر کی نماز کا، آیا وہ نماز درست ہوئی؟ اگر نہیں تو اطلاع پانے تک جس قدر ہو چکی ہے وہیں سے ترک کر دے یا پوری کر کے وہ نماز اعادہ کرے؟ مفصل فرمائیے ۔

(۲) اگر ہیجڑا یا عورت یا نابالغ یا شیعہ جن کی امامت بالاتفاق ناجائز ہے نمازِ فرض پڑھ رہا ہے مسجد میں یا باہر، اور زید بھی نمازِ فرض پڑھنا چاہتا ہے آیا اُسی مصلے پر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہ ؟ کیا اس شخص کی نماز ختم ہونے تک زید کو انتظار لازم ہے؟ بینوا توجروا ۔

الجواب

(۱) اگر زید قابلِ امامت تھا اور انھیں معلوم تھا کہ یہ فرض پڑھ رہا ہے اور انھوں نے اقتدا نہ کی بلکہ جدا جدا فرض پڑھے تو اگر جماعتِ اولیٰ ہو چکی ہے جب تو فضل سے محروم رہے اور اگر یہی جماعتِ اولیٰ ہوئی تو گنہگار ہوئے اور اگر زید قابلِ امامت نہیں اور ان دونوں میں کوئی قابلِ امامت تھا تو اب بھی وہی احکام ہیں اور اگر ان میں بھی کوئی قابلِ امامت نہیں تو اصلاً حرج نہ ہوا اور نماز تینوں صورتوں میں مطلقاً ہو جائے گی اور نیت توڑ دینا صرف جماعتِ قائمہ کی تحصیل کے لئے ہے مثلاً ایک شخص نے ظہر کے فرض شروع کئے ایک رکعت یا اُس سے کم پڑھنے پایا تھا کہ جماعت قائم ہوئی نیت توڑ دے، باقی جماعتِ معدومہ کی تحصیل کے لئے نیت توڑنے کی کہیں اجازت نہیں ۔

(۲) پڑھ سکتا ہے اور ختمِ نماز تک انتظار کرنا کچھ ضرور نہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ ۵۸۵ از میرٹھ کمبوہ دروازہ کارخانہ داروغہ یادِ الٰہی صاحب مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۱۲ رمضان ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جماعتِ ثانیہ کی نسبت کیا حکم ہے؟ یہاں بعض لوگوں کو اس کی ممانعت میں تشدد ہے جماعتِ اولیٰ کے بعد آٹھ آٹھ دس دس آدمی جمع ہو جاتے ہیں مگر جماعت نہیں کرتے برابر کھڑے ہو کر علیحدہ علیحدہ نماز پڑھتے ہیں یہ کیسا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) مسجد اگر شارع عام یا بازار کی ہے جس کے لئے اہل معین نہیں جب تو بالاجماع اس میں تکرارِ جماعت باذانِ جدید وتکبیرِ جدید جائز بلکہ یہی شرعاً مطلوب ہے کہ نوبت بہ نوبت جو لوگ آئیں نئی اذان واقامت سے جماعت کرتے جائیں۔

(۲) اور اگر مسجدِ محلہ ہے تو اگر اس کے غیر اہل جماعت کر گئے ہیں تو اہلِ محلہ کو تکرارِ جماعت بلاشبہ جائز۔

(۳) یا اول اہلِ محلہ ہی نے جماعت کی مگر بے اذان پڑھ گئے۔

(۴) یا اذان آہستہ دی تو ان کے بعد آنے والے باذانِ جدید بروجہ سنت اعادۂ جماعت کریں۔

(۵) یا اگر امام میں کسی نقص قرأت وغیرہ یا فسق یا مخالفت مذہب کے باعث جماعتِ اولیٰ فاسد یا مطلقاً مکروہ یا باقی ماندہ لوگوں کے حق میں غیر اکمل واقع ہوئی جب بھی انھیں اعادۂ جماعت سے مانع نہیں۔

یہ سب صورتیں تو قطعی یقینی ہیں اب رہی ایک صورت کہ مسجد مسجدِ محلہ ہے اور اس کے اہل بروجہ مسنون اذان دے کر امام نظیف موافق المذہب کے پیچھے جماعت کر چکے اب غیر لوگ یا اہلِ محلہ ہی سے جو باقی رہ گئے تھے آئے انھیں بھی اس مسجد میں جماعتِ ثانیہ جائز ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے ظاہر الروایہ سے حکمِ کراہت نقل کیا گیا اور علامہ محقق اجل مولی خسرو نے درر وغرر اور مدقق اکمل علامہ محمد بن علی دمشقی حصکفی نے خزائن الاسرار میں فرمایا کہ اس کراہت کا محل صرف اس صورت میں ہے جب یہ لوگ باذانِ جدید جماعت ثانیہ کریں ورنہ بالاجماع مکروہ نہیں، اور اسی طرف درمختار میں اشارہ فرمایا اور ایسے ہی منبع وغیرہ میں تصریح کی، اور قول محقق منقح یہ ہے کہ اگر یہ لوگ اذانِ جدید کے ساتھ اعادۂ جماعت کریں تو مکروہِ تحریمی، ورنہ اگر محراب نہ بدلیں تو مکروہ تنزیہی ورنہ اصلاً کسی طرح کی کراہت نہیں، یہی صحیح ہے اور یہی ماخوذ للفتوی، درمختار میں ہے:

یکرہ تکرار الجماعۃ باذان واقامۃ فی مسجد محلۃ لا فی مسجد طریق او مسجد لا امام لہ ولا مؤذن[1]	محلہ کی مسجد میں اذان وتکبیر کے ساتھ جماعت کا تکرار مکروہ ہے البتہ راستہ کی مسجد اور ایسی مسجد میں مکروہ نہیں جہاں امام اور مؤذن نہ ہو (ت)

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۸۲/۱

marfat.com

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے :

عبارته فی الخزائن اجمع مما هنا و نصها یکره تکرار الجماعة فی مسجد محلة باذان و اقامة الا اذا صلی بهما فیه اولا غیر اهله او اهله لکن بمخافتة الاذان ولو کرر اهله بدونهما او کان مسجد طریق جاز اجماعا کما فی مسجد لیس له امام ولا مؤذن ویصلی الناس فیه فوجا فوجا فان الافضل ان یصلی کل فریق باذان واقامة علیحدة کما فی امالی قاضی خان اھ[1] و نحوه فی الدرر والمراد بمسجد المحلة ماله امام وجماعة معلومون کما فی الدرر وغیرها قال فی المنبع والتقیید بالمسجد المختص بالمحلة احتراز من الشارع و بالاذان الثانی احتراز عما اذا صلی فی مسجد المحلة جماعة بغیر اذان حیث یباح اجماعا اھ[2] ثم قال اعنی الشامی بعد ما نقل الدلیل علی الکراهة ' مقتضی هذا الاستدلال ' کراهة التکرار فی مسجد المحلة ولو بدون اذان ویؤیده ما فی الظهیریة لو دخل جماعة المسجد بعد

اس کی عبارت خزائن میں یہاں سے زیادہ جامع ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں کہ مسجدِ محلہ میں جدید اذان اقامت کے ساتھ تکرارِ جماعت مکروہ ہے مگر اس صورت میں جب پہلے یہاں کسی غیر اہلِ محلہ نے اذان و اقامت کے ساتھ نماز پڑھائی ہو یا اہلِ محلہ نے نماز پڑھائی مگر اذان آہستہ دی ہو تو اس صورت میں اگر اہلِ محلہ اذان و اقامت کے بغیر تکرارِ جماعت کریں یا مسجد راستہ کی ہو تو بالاتفاق جماعت جائز ہو گی جیسا کہ اس مسجد کا حکم ہے جس کا امام اور موذن مقرر نہیں اور لوگ گروہ در گروہ اس میں نماز ادا کرتے ہوں، تو یہاں افضل یہی ہے کہ ہر فریق علیحدہ اذان و اقامت کے ساتھ نماز ادا کرے جیسا کہ امالی قاضی خاں میں ہے اھ اور اسی کی مثل درر میں ہے محلہ کی مسجد سے مراد وہ مسجد ہے جس کا امام اور جماعت معلوم ہو جیسا کہ درر وغیرہ میں ہے۔ منبع میں ہے مسجد کو محلہ کے ساتھ مقید کرنا شارع عام کی مسجد سے احتراز ہے اور اذانِ ثانی کے ساتھ مقید کرنا اس صورت سے احتراز ہے جب مسجدِ محلہ میں بغیر اذان کے جماعت ہو گئی ہو کیونکہ اب بالاتفاق تکرارِ جماعت مباح ہے اھ پھر کراہت پر دلیل نقل کرنے کے بعد شامی نے فرمایا اس استدلال کا تقاضا یہ ہے کہ مسجدِ محلہ میں تکرارِ جماعت مکروہ ہے اگرچہ تکرار بغیر اذان کے ہو اور اس کی تائید ظہیریہ کی یہ عبارت

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفے البابی مصر ۱/۴۰۸

[2] " " " " " ۱/۴۰۸

marfat.com

Marfat.com

ماصلی فیہ اهلہ یصلون وحدانا وھو ظاهر الروایة اھ وھذا مخالف لحکایة الاجماع المارة الخ[1]، وقال قبل ھذا فی باب الاذان بعد نقل عبارة الظھیریة، وفی اخر شرح المنیة وعن ابی حنیفة لوکانت الجماعة اکثر من ثلثة یکرہ التکرار والافلا وعن ابی یوسف اذا لم تکن علی الھیأة الاولی لاتکرہ والا تکرہ وھو الصحیح وبالعدول عن المحراب تختلف الھیأة کذا فی البزازیة اھ وفی التاترخانیة عن الولوالجیة وبہ ناخذ[2]۔

بھی کرتی ہے کہ اگر کچھ لوگ مسجد میں اس وقت آئے جب اہلِ محلہ اس میں جماعت کروا چکے تھے تو وہ اکیلے اکیلے نماز ادا کریں اور یہی ظاہر روایت ہے الخ اور یہ گزشتہ منقول اجماع کے مخالف ہے الخ اس سے پہلے باب الاذان میں عبارتِ ظہیریہ کے نقل کرنے کے بعد شامی نے کہا اور شرح منیہ کے آخر میں ہے اور امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ اگر افرادِ جماعت تین سے زیادہ ہوں تو تکرار مکروہ ہوگا ورنہ نہیں اور امام ابویوسف سے مروی ہے جب ہیئتِ اولٰی پر نہ ہو مکروہ نہیں ورنہ مکروہ، اور یہی صحیح ہے اور محراب سے اعراض کرلینے سے ہیئت مختلف ہوجاتی ہے، بزازیہ میں یونہی ہے اھ اور تاتارخانیہ میں ولوالجیہ کے حوالے سے ہے کہ ہم اسی پر عامل ہیں (ت)

اسی میں ہے:

قد علمت ان الصحیح انہ لایکرہ تکرار الجماعة اذا لم تکن علی الھیأة الاولٰی[3]۔

آپ جان چکے کہ صحیح یہی ہے کہ تکرارِ جماعت مکروہ نہیں جبکہ وہ ہیئتِ اولٰی پر نہ ہو۔ (ت)

بالجملہ جماعت ثانیہ جس طرح عامہ بلاد میں رائج ومعمول در روتبع وخزائن شروح معتمدہ کے طور پر تو بالاجماع اور عند التحقیق قول صحیح ومفتی بہ پر بلاکراہت جائز ہے کہ دوسری جماعت والے تجدید اذان نہیں کرتے اور محراب سے ہٹ ہی کر کھڑے ہوتے ہیں اور ہم پر لازم کہ ائمہ فتوٰی جس امر کی ترجیح وتصحیح فرماگئے اُس کا اتباع کریں۔ درمختار میں ہے:

اما نحن فعلینا اتباع مارجحوہ وما صححوہ کما لوافتونا فی حیاتھم[4]۔

رہا ہمارا معاملہ تو ہم پر اس قول کی اتباع لازم ہے جسے علماء نے ترجیح دی اور جس کی اُنھوں نے تصحیح فرمائی، جیسے اس صورت میں ہم پر ان کی پیروی لازم تھی کہ اگر وہ ہمارے زمانہ میں زندہ ہوتے اور فتوٰی دیتے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار	باب الامامۃ	مطبوعہ مصطفی البابی مصر	۱/۴۰۹
[2] 〃	باب الاذان	〃 〃 〃	۱/۲۹۱
[3] 〃	〃	〃 〃 〃	۱/۲۹۲
[4] درمختار	مقدمہ کتاب	〃 مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۵

marfat.com

Marfat.com

پھر خلاف صحیح مذہب اختیار کرکے اسے ناجائز و ممنوع بتانا اور اُس کے سبب لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کو گنہگار ٹھہرانا محض بیجا ہے۔

ثم اقول حال زمانہ کی رعایت اور مصلحتِ وقت کا لحاظ بھی مفتی پر واجب، علماء فرماتے ہیں، من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل۔ جو شخص اپنے دَور کے لوگوں کے احوال سے آگاہ نہیں وُہ جاہل ہے (ت)

اب دیکھئے کہ جماعت ثانیہ کی بندش میں کوشش و کاوش سے یہ تو نہ ہُوا کہ عوام جماعت اولیٰ کا التزام تام کرلیتے، رہا وہی کہ کچھ آئے کچھ نہ آئے، ہاں یہ ہوا کہ آٹھ آٹھ دس دس جو رہ جاتے ہیں ایک مسجد میں ایک وقت میں اکیلے اکیلے نماز پڑھ کر ناحق روافض سے مشابہت پاتے ہیں حضرات مجتہدین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے زمانے میں ایسی مشابہت پیدا ہونا درکنار خود جماعت کی برکاتِ عالیہ ظاہریہ و باطنیہ سے محروم رہنا ایک سخت تازیانہ تھا جس کے ڈر سے عوام خواہی نخواہی جماعت اولیٰ کی کوشش کرتے، اب وہ خوف بالائے طاق اور اہتمام التزام معلوم، جماعت کی جو قدر و وقعت نگاہوں میں ہے کہ اگر رہ گئے اور تنہا پڑھی ایک طرح کی خجلت و ندامت ہوتی ہے جب بفتوٰی مفتیان یہی انداز رہے اور گروہ کے گروہ اکیلے اکیلے پڑھا کئے تو ایک نو مرگ انبوہ جشنے دارد دوسرے شدہ شدہ عادت پڑجاتی ہے چند روز میں یہ رہی سہی وقعت بھی نظر سے گرجائے گی اور اُس کے ساتھ ہی سُستی و کاہلی اپنی نہایت پر آئے گی، اب تو یہ خیال بھی ہوتا ہے کہ خیر اگر پہلی جماعت فوت ہوئی ایسی دیر تو نہ کیجئے کہ اکیلے ہی رہ جائیں اور تنہا پڑھ کر محرومی و ندامت کا صدمہ اُٹھائیں، جب یہ ہوگا کہ جماعت تو آخر ہوچکی اوّل ہوچکی اب جماعت تو ملنے سے رہی اپنی اکیلی نماز ہے جب جی میں آیا پڑھ لیں گے یا پھر مسجد کی بھی کیا حاجت ہے لاؤ گھر ہی میں سہی، لہٰذا ائمہ فتوٰی رحمہم اللہ تبارک و تعالیٰ کچھ سوچ سمجھ کر ترجیح و تصحیح فرمایا کرتے ہیں من و تُو سے اُن کے علوم وسیعہ و عقولِ رفیعہ لاکھوں درجے بلند و بالا ہیں روایت و درایت و مصالح شریعت و زمانہ و حالت کو جیسا وُہ جانتے ہیں دُوسرا کیا جانے گا پھر اُن کے حضور دخل در معقولات کیسا افاللّٰہ الھادی وولی الایادی۔ اس مسئلہ میں کلام طویل ہے اور عبد ذلیل بر فیض مولیٰ عزیز و جلیل، اگر تفصیل کیجئے رسالہ مبسوط ہوتا ہے لیکن

ع در خانہ اگر کس است یکحرف بس است

(اگر خانۂ عقل میں کچھ ہے تو اس کے لئے ایک حرف بھی کافی ہے)

تنبیہ: مگر یہ اُن کے لئے ہے جو احیاناً کسی عذر کے باعث حاضریِ جماعتِ اولیٰ سے محروم رہے نہ یہ کہ جماعتِ ثانیہ کے بھروسہ پر قصداً بلا عذرِ مقبولِ شرعی جماعتِ اولیٰ ترک کریں یہ بلاشبہہ ناجائز ہے کما حققناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق کی ہے۔ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ ۵۹: از وطن مرسلہ نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب سلمہ اللہ تعالٰی ۳ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ دو جماعت دریک مسجد دریک وقت بلاعلی پس نماز مصلین جماعت ثانیہ جائز است یانہ؟ بینوا توجروا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بغیر علم ایک وقت میں ایک مسجد میں دو جماعت ہونا کیسا ہے؟ پھر دوسری جماعت کے نمازیوں کی نماز جائز ہے یا نہیں؟ بیان کرو اجر پاؤ۔ (ت)

الجواب

درجواز بمعنی صحت شک نیست اگرچہ باوصف علم باشد آرے بحال علم جواز بمعنی حل نیست مگر آنکہ امام اول ناشایان امامت باشد۔ واللہ تعالٰی اعلم

جواز بمعنی صحت میں کوئی شک نہیں (یعنی درست ہے) اگرچہ جماعتِ ثانیہ کا باوصف علم ہو البتہ باوصف علم جواز بمعنی حل لینا درست نہیں مگر اس صورت میں کہ امام اول امامت کے لائق نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶۰: از کلکتہ دھرم تلہ نمبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۸ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہ جماعت جو کراہتِ تحریمی پر مشتمل ہے جیسے پانچ چھ مقتدی امام کے برابر کھڑے ہیں یا امام کی آستین کہنیوں تک چڑھائی ہوئی ہیں یا وہ کلام مجید صحیح نہیں پڑھتا اس میں شریک ہونا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

غلط خوانی امام اگر تاحدِ فساد ہے جب تو ظاہر کہ اُس جماعت میں شرکت نہ کی جائے کہ شرعاً وہ جماعت و نماز ہی نہیں اور اگر صرف اس قدر کہ مثلاً حرف صحیح تو خوب ادا کرلیتا ہے مگر پُورے اوصاف زائدہ مثل تفخیم و ترقیق لام و را وغیرہما نہیں ادا ہوتے یا اظہار و اخفا یا مد و قصر و تحقیق و تسہیل وغیرہا اُن قواعد تجوید کی رعایت نہیں کرتا جن کی مراعات اگرچہ تجویداً واجب ہے فقہاً صحتِ نماز کے لئے کچھ ضرور نہیں تو ضرور شریک ہو کہ جماعت کا ترک یا اُس سے اعراض صرف اتنی بات پر ہرگز روا نہیں، یونہی اگر جماعت کراہتِ تحریم پر مشتمل ہو تو شرکت نہ کرے فان سلب المفاسد اھم من جلب المصالح (کیونکہ مفسدات کو ختم کرنا مصلحات کے حصول سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ ت) اور اگر صرف کراہتِ تنزیہیہ ہو جیسے امامت فاسق غیر معلن میں تو اگر دوسری جماعت پاکیزہ ملے اس میں بھی شرکت نہ چاہئے ورنہ شریک ہو جائے کہ ترکِ جماعت کراہت تنزیہی سے اشد ہے بخلاف کراہتِ تحریم کہ اُس کا مرتبہ قول سنیت جماعت پر ترکِ جماعت سے بدتر اور مسلک معتمد یعنی وجوبِ جماعت

marfat.com

Marfat.com

پر ہمسرو برابر ہے،

فی حاشیۃ الحلبی ثم الشامی علی الدر الجماعۃ واجبۃ فتقدم علی ترك کراھۃ التنزیہ[1] اھ وفیہ فی المعراج قال اصحابنا لاینبغی ان یقتدی بالفاسق الا فی الجمعۃ لانہ فی غیرھا یجد اماما غیرہ اھ قال فی الفتح وعلیہ فیکرہ فی الجمعۃ اذا تعددت اقامتھا فی المصر علی قول محمد المفتی بہ لانہ بسبیل الی التحول[2] اھ وفی الدر عن النھر عن المحیط صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعۃ[3] اھ فی رد المحتار افاد ان الصلاۃ خلفھما اولی من الانفراد[4] اھ وفیہ لو انتظر امام مذھبہ بعیدا عن الصفوف لم یکن اعراضا عن الجماعۃ للعلم بانہ یرید جماعۃ اکمل من ھذہ الجماعۃ[5]۔ واللہ تعالٰی اعلم

حاشیہ حلبی پھر شامی علی الدر میں ہے کہ جماعت واجب ہے پس یہ کراہت تنزیہی کے ترک پر مقدم ہوگی اھ اور اسی میں معراج کے حوالے سے ہے کہ ہمارے اصحابِ احناف نے فرمایا ہے کہ نمازِ جمعہ کے علاوہ کسی نماز میں فاسق کی اقتدا نہیں کرنی چاہیے کیونکہ غیر نمازِ جمعہ میں دوسرے امام کو پایا جا سکتا ہے اھ فرمایا: فتح میں ہے کہ اس دلیل کی بناء پر امام محمد کے مفتی بہ قول کے مطابق جمعہ میں بھی فاسق کی اقتدا مکروہ ہوگی جبکہ شہر میں متعدد جگہ پر جمعہ قائم ہوتا ہو کیونکہ اس صورت میں دوسری جگہ نمازِ جمعہ کا میسر آنا ممکن ہے اھ اور دُر میں نہر اور اس میں محیط کے حوالے سے ہے کہ فاسق اور بدعتی کے پیچھے نماز ادا کرنے سے جماعت کا ثواب مل جاتا ہے اھ ردالمحتار میں ہے اس سے یہ بات ثابت ہورہی ہے کہ ان کے پیچھے نماز ادا کرنا تنہا نماز ادا کرنے سے اولٰی ہے اھ اور اسی میں ہے کہ اگر کوئی شخص صفوں سے دُور کھڑے ہو کر اپنے ہم مذہب امام کا انتظار کرتا ہے تو یہ جماعت سے اعراض شمار نہیں ہوگا کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ وُہ تو اس جماعت سے اعلٰی جماعت کے ارادے میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار	باب الامامۃ	مطلب فی الاقتداء بشافعی الخ	مطبوعہ مصطفی البابی مصر	۱/۴۱۶
[2] "	"	فی تکرار الجماعۃ فی المسجد	"	۱/۴۱۴
[3] درمختار	"	باب الامامۃ	" مطبع مجتبائی دہلی	۱/۸۳
[4] ردالمحتار	"	مطلب البدعۃ خمسۃ اقسام	" مصطفی البابی مصر	۱/۴۱۵
[5] "	"	مطلب اذا صلی الشافعی قبل الحنفی الخ	" "	۱/۴۱۷

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ ۶۱: از کلکتہ دھرم تلہ نمبر ۶ مرسلہ غلام قادر بیگ صاحب ۵ رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کے ساتھ ایک مقتدی برابر کھڑا ہے دوسرا اور آیا نہ وہ مقتدی اول پیچھے ہٹا نہ امام آگے بڑھا تو یہ اُس مقتدی کو نیت باندھ کر کھینچے یا بے نیت باندھے؟ بینوا توجروا

الجواب

دونوں صورتیں جائز ہیں، فتح القدیر سے مستفاد کہ نیت باندھ کر کھینچنا اولٰی ہے، اور خلاصہ میں تصریح فرمائی کہ پہلے کھینچ کر نیت باندھنی مناسب ہے، بہرحال دونوں طریقے روا ہیں، فتح کی عبارت یہ ہے:

لواقتدی واحد باخر فجاء ثالث یجذب المقتدی بعد التکبیر ولوجذبہ قبل التکبیر لایضرہ[1]۔

اگر ایک آدمی نے دوسرے کی اقتدا کی کہ تیسرا آگیا تو وہ مقتدی کو تکبیر کے بعد کھینچے، اگر اس نے تکبیر سے پہلے ہی کھینچ لیا تو بھی کوئی حرج نہیں (ت)

خلاصہ کا نص یہ ہے:

ینبغی ان یجذب احدا من الصف فی المسجد اوفی الصحراء اولاثم یکبر[2]۔

مناسب یہی ہے کہ وہ کسی ایک نمازی کو صف سے پہلے کھینچ لے خواہ مسجد ہو یا صحرا پھر تکبیر کہے (ت)

مگر یہاں واجب التنبیہ یہ بات کہ کھینچنا اسی کو چاہئے جو ذی علم ہو یعنی اس مسئلہ کی نیت سے آگاہ ہو ورنہ نہ کھینچے کہ مبادا وہ بسبب ناواقفی اپنی نماز فاسد کرلے، تحقیق منقح اس مسئلہ میں یہ ہے کہ نماز میں جس طرح اللہ اور اللہ کے رسول کے سوا دوسرے سے کلام کرنا مفسد ہے یونہی اللہ ورسول کے سوا کسی کا کہنا ماننا (جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) پس اگر ایک شخص نے کسی نمازی کو پیچھے کھینچا یا آگے بڑھنے کو کہا اور وہ اُس کا حکم مان کر پیچھے ہٹا نماز جاتی رہی اگرچہ یہ حکم دینے والا نیت باندھ چکا ہو اور اگر اس کے حکم سے کام نہ رکھا بلکہ مسئلہ شرع کے لحاظ سے حرکت کی تو نماز میں کچھ خلل نہیں اگرچہ اس کہنے والے نے نیت نہ باندھی ہو اس لئے بہتر یہ ہے کہ اس کے کہتے ہی فوراً حرکت نہ کرے بلکہ ایک ذرہ تامل کرلے تاکہ بظاہر غیر کے حکم ماننے کی صورت بھی نہ رہے جب فرق صرف نیت کا ہے اور زمانہ پر جہل غالب، تو عجب نہیں کہ عوام اس فرق سے غافل ہو کر بلاوجہ اپنی نماز خراب کرلیں، ولہذا علماء نے فرمایا: غیر ذی علم کو اصلاً نہ کھینچے اور یہاں ذی علم وہ جو اس مسئلہ اور نیت کے فرق سے آگاہ ہو،

درمختار میں ہے:

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۰۹

[2] خلاصۃ الفتاوٰی جنس آخر ما یتصل بصحۃ الاقتداء الخ ؍؍ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۱۵۷

marfat.com

Marfat.com

لو امتثل امر غیرہ فقیل لہ تقدم فتقدم فسدت بل یمکث ساعۃ ثم یتقدم برایہ قہستانی معزیا للزاھدی[1] ملخصا۔

اگر نمازی کسی غیر کا حکم بجالایا مثلاً اسے کہا گیا آگے ہو جاوہ آگے ہو گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی بلکہ وُہ ایک گھڑی ٹھہرے اور پھر اپنی رائے سے آگے بڑھے قہستانی بحوالہ زاہدی ملخصاً (ت)

رد المحتار میں ہے:

فی المنح بعد ان ذکر لو جذبہ اٰخر فتاخر الاصح لا تفسد صلاتہ وفی القنیۃ قیل لمصل منفرد تقدم فتقدم بامرہ فسدت وعللہ فی شرح القدوری بانہ امتثال لغیر امر اللہ تعالٰی اھ کلام المصنف وذکر الشرنبلالی ان امتثالہ انما ھو لامر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلا یضر اھ قال ط لو قیل بالتفصیل بین کونہ امتثل امر الشارع فلا تفسد وبین کونہ امتثل امر الداخل مراعاۃ لخاطرہ من غیر نظر لامر الشارع فتفسد لکان حسنا[2] اھ ما فی رد المحتار ملتقطا اقول وھذا التفصیل کما تری من الحسن بمکان بل ھو المحل لکلمات العلماء وبہ یحصل التوفیق وباللہ التوفیق۔

منح میں اس کے بعد ہے کہ اگر اس کو کسی دوسرے نے کھینچا اور وُہ پیچھے ہو گیا تو اصح مذہب یہ ہے کہ اس کی نماز فاسد نہ ہو گی، اور قنیہ میں ہے منفرد (تنہا) نمازی کو کہا گیا آگے ہو اور وہ اس کے حکم کی بنا پر آگے ہُوا تو نماز فاسد ہو گی۔ شرح قدوری میں اس کی علّت یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ غیر اللہ کا حکم بجالانا ہے اھ کلامِ مصنّف ختم ہوا، شرنبلالی نے فرمایا یہ بجا آوری رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حکم کی بنا پر تھی لہذا نقصان وہ نہیں اھ طحطاوی نے فرمایا کہ اگر تفصیل بیان کی جائے درمیان اس کے کہ اگر شارع کا امر سمجھتے ہوئے بجالایا تو نماز فاسد نہ ہو گی اور درمیان اس کے اگر داخل ہونے والے کے امر کی وجہ سے اس کے ارادے کی رعایت کرتے ہُوئے بجالایا امر شارع کی طرف نظر کئے بغیر، تو نماز فاسد ہو گی، تو یہ (تفصیل بیان کرنا) بہتر ہوتا اھ یہ رد المحتار کی گفتگو کا خلاصہ تھا۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہ تفصیل اس جگہ احسن ہی نہیں بلکہ کلماتِ علماء کا محل بھی ہے اور اس کے ساتھ ان کے کلام میں تطبیق بھی پیدا ہو جاتی ہے وباللہ التوفیق (ت)

---

[1] درمختار | باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۸۹/۱
[2] رد المحتار | باب الامامۃ | " مصطفی البابی مصر | ۴۲۲/۱

marfat.com
Marfat.com

درمختار میں ہے:

یجذب احدا لکن قالوا فی زماننا ترکہ اولٰی[1] ملخصاً۔

کسی کو کھینچ لے مگر ہمارے زمانے کے علماء نے فرمایا نہ کھینچنا ہی بہتر ہے ملخصاً (ت)

خزائن الاسرار میں ہے:

ینبغی التفویض الی رأی المبتلی فان رأی عالماجذبہ[2]۔

اس معاملہ کو مبتلا ہونے والے شخص پر چھوڑ دیا جائے اگر وہ محسوس کرتا ہے کہ یہ آدمی مسئلہ جانتا ہے تو اسے کھینچ لے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ھو توفیق حسن اختارہ ابن وھبان فی شرح منظومتہ[3]۔

یہ بہت اچھی تطبیق ہے اسے ابن وہبان نے اپنی شرح منظومہ میں اختیار کیا ہے (ت)

رہا یہ کہ جب نہ مقتدی ہٹے نہ امام بڑھے نہ وہ ذی علم ہو کہ یہ کھینچ سکے یا مثلاً امام قعدۂ اخیرہ میں ہو جہاں ان باتوں کا محل ہی نہیں تو ایسی صورت میں اس آنے والے کو کیا کرنا چاہئے، اگر امام کے ساتھ ایک ہی مقتدی ہو اُس کے بائیں ہاتھ پر یہ مل جائے کہ امام کے برابر دو مقتدیوں کا ہونا صرف خلافِ اولٰی ہے۔

قال الشامی الظاھر ان ھذا اذا لم یکن فی القعدۃ الاخیرۃ والا اقتدی الثالث عن یسار الامام ولا تقدم ولا تاخر[4]۔

امام شامی نے فرمایا ظاہر یہ ہے کہ یہ اس وقت ہے جب وہ قعدہ اخیرہ میں نہ ہو ورنہ (یعنی اگر قعدہ اخیرہ میں ہو) تو تیسرا شخص امام کے بائیں جانب اقتداء کرے نہ آگے ہو اور نہ پیچھے۔ (ت)

اور اگر پہلے سے دو ہیں تو یہ پیچھے شامل ہو جائے کہ امام کے برابر تین مقتدیوں کا ہونا مکروہ تحریمی ہے۔

فی الدر توسط اثنین کرہ تنزیھا وتحریما لو اکثر[5]۔

در میں ہے اگر دو کے درمیان امام کھڑا ہو تو یہ مکروہ تنزیہی ہے اور اگر دو سے زیادہ کے درمیان ہو تو یہ مکروہ تحریمی ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۲
[2] ردالمحتار بحوالہ خزائن الاسرار " " " مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۸
[3] ردالمحتار " " " " " " "
[4] ردالمحتار باب الامامۃ " " " ۱/۴۲۰
[5] درمختار " " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

marfat.com

Marfat.com

مراقی الفلاح میں ہے:

جذب عالما بالحکم لایتاذی به والاقام وحدہٗ اھ[1]

قلت فارشد الی القیام وحدہ صونا لصلوٰۃ غیرہ عن الفساد المحتمل فکیف اذا کان فیه صون صلاۃ نفسه وغیرہ جمیعا عن الخلل المتیقن الموجب للاعادۃ ۔ و اللہ تعالٰی اعلم۔

حکمِ مسئلہ سے آگاہ نمازی کو کھینچ لے تاکہ اسے پریشانی نہ ہو اور اگر صاحبِ علم نہیں تو تنہا ہی کھڑا ہوجائے اھ

قلت (میں کہتا ہوں) جب اس کا تنہا کھڑا ہونا اس لئے بہتر ہے تاکہ فسادِ محتمل سے دوسرے کی نماز بچائی جاسکے تو اس وقت تنہا کھڑا ہونا کیوں نہ بہتر ہوگا جب اپنی اور دوسرے دونوں کی نماز ایسے خلل یقینی سے بچائی جارہی ہو جو اعادہ کا موجب ہو واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۸

marfat.com
Marfat.com

القِلادَةُ المُرَصَّعَةُ فِیْ نَحْرِ الاَجْوِبَةِ الاَرْبَعَةِ

(چار جوابوں کے مقابلہ میں پرویا ہوا ہار)

(مولوی اشرفعلی تھانوی کے ۴ چار فتووں کا رَدِّ بلیغ)

مسئلہ ۸۶۲ تا ۸۶۵ از کان پور بازار میدہ دکان نوربخش و محمد سلیم مرسلہ مولوی محمد شفیع الدین صاحب نگینوی تلمیذ مولوی احمد حسن صاحب کانپوری ۱۶ صفر ۱۳۱۲ھ

بخدمت مجمع کمالاتِ عقلیہ و نقلیہ جناب احمد رضا خاں صاحب دامت افضالہم السلام علیکم، ایک استفتا خدمت شریف میں ارسال ہے پہلا جواب مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا تھا دوسرا جواب مولوی قاسم علی مراد آبادی نے لکھا ہے چونکہ دونوں جوابوں میں تخالف ہے لہذا ارسال خدمت شریف میں کیا گیا ہے جو جواب صحیح ہو اُس کو مُہر و دستخط سے مزین فرمائیں، اگر دونوں جواب خلافِ تحقیق ہیں تو جناب علیحدہ جواب مع حوالۂ کتب تحریر فرمائیں ماجوابکم ایھا العلماء رحمکم اللہ تعالٰی (اے علماء رحمکم اللہ تعالٰی! تمہارا جواب اس سلسلہ میں کیا ہے؟ ت) ان مسئلوں میں کہ :

(۱) ایک شخص اپنے ایک پَیر سے معذور ہے چونکہ اس کو شب کو دوبارہ مسجد میں آنے سے تکلیف ہوتی ہے تو وہ شخص مسجد میں قبل اذان و جماعت کے اپنی نمازِ عشا ہمراہ ایک شخص کے اقامت کہہ کر پڑھ لیتا ہے پس شخص مذکور کو جماعت کا ثواب ہوگا یا نہ۔ اور جو جماعت مع اذان کے بعد کو ہوگی اُس میں کچھ کراہت ہوگی یا نہ؟

(۲) ہمراہ شخص مذکور کے جو نماز پڑھتا ہے تو بعد والی جماعت بسبب فوت ہونے تہجد کے ترک کرتا ہے جائز ہے یا نہ؟

(۳) ایک شخص ہمیشہ قیلولہ اس طرح کرتا ہے کہ اُس کی ظہر کی جماعت اولٰی ترک ہوجاتی ہے اور عذر اُس کا خوف فوت تہجد ہے جائز ہے یا نہ؟

marfat.com

Marfat.com

(۴) چند شخصوں کو کوئی ضرورت درپیش ہے وُہ چند شخص قبل اذان وجماعت اپنی نماز جماعت سے مسجد میں پڑھیں جائز ہے یا نہ؟ بینوا توجروا

جوابِ کان پور

جوابِ سوالِ اوّل: نفسِ جماعت کا ثواب ملے گا مگر جماعتِ اولیٰ کی فضیلت سے محروم رہے گا، جماعتِ اولیٰ وہی ہوگی جو اذان واقامت سے اس کے بعد ہوگی اور اس میں کچھ کراہت نہیں ہے۔

جوابِ سوالِ دوم: خوف فوتِ تہجد ترکِ جماعت اولیٰ میں عذر نہیں ہے۔

جوابِ سوالِ سوم: یہ عذر ترکِ جماعتِ ظہر نہیں ہوسکتا۔

جوابِ سوالِ چہارم: ضرورتِ شدیدہ میں ترکِ جماعتِ اولیٰ جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

کتبہ محمد اشرف علی عفی عنہ

اشرف علی ۱۳۰۰ از گروہِ اولیا

جوابِ مراد آباد

جوابِ سوالِ اوّل کا یہ ہے کہ شخص مندرجہ سوال کا جماعت کرنا مکروہ تحریمہ ہے ثوابِ جماعت اصلاً نہ ہوگا اس لئے کہ اوّلاً تو معذور ہے جماعت ساقط ہے بلکہ بلاجماعت امید حصول ثواب بوجہ معذوری کے ہے

کمافی الهندية وتسقط الجماعة بالاعذار حتی لا تجب علی المریض والمقعد والزمن ومقطوع الید والرجل من خلاف والمفلوج الذی لا یستطیع المشی والشیخ الکبیر العاجز اوکان قیما لمریض اویخاف ضیاع مالہ[1] انتھی ملخصا۔

جیسا کہ ہندیہ میں ہے عذر کی وجہ سے جماعت ساقط ہوجاتی ہے حتی کہ مریض، بیٹھ کر چلنے والے، لُولے اور جس کے ہاتھ پاؤں مخالف سمت کٹے ہوئے ہوں، ایسا فالج زدہ جو چلنے کی طاقت نہ رکھتا ہو، نہایت ہی عاجز بوڑھا یا وہ شخص کسی بیمار کا نگہبان ہو یا اسے اپنے مال کے ضیاع کا خطرہ ہو، ان سب افراد پر جماعت واجب نہیں ہے انتہی ملخصاً (ت)

ومعھذا (اور اس کے باوجود ۔ ت) اُس شخص کا بغیر اذان واقامت کے جماعت کرنا علی الخصوص ایسے شخص کے ساتھ کہ وُہ شرعاً معذور نہیں ہے موجب کراہت تحریمہ کا ہے۔ چنانچہ فتاوٰی عالمگیری میں

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الاول فی الجماعۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۳

marfat.com

Marfat.com

لکھا ہے:

ویکرہ اداء المکتوبۃ بالجماعۃ فی المسجد بغیر اذان واقامۃ۔[1]

مسجد میں فرض نماز بغیر اذان واقامت باجماعت ادا کرنا مکروہ ہے۔ (ت)

ونیز درانست (نیز اسی میں ہے۔ ت):

الاذان سنۃ لاداء المکتوبۃ بالجماعۃ وقیل انہ واجب الصحیح انہ سنۃ مؤکدۃ۔[2]

باجماعت فرض نماز کی ادائیگی کے لئے اذان سنّت ہے اور بعض نے اسے واجب کہا ہے صحیح یہ ہے کہ یہ سنّتِ مؤکدہ ہے (ت)

پس حصول ثواب نفس جماعت کہاں بلکہ بوجہ ترک سنّتِ مؤکدہ کے موجب معصیت ہے۔

کما قال العلامۃ الشامی صرح العلامۃ ابن نجیم فی رسالتہ المؤلفۃ فی بیان المعاصی بان کل مکروہ تحریما من الصغائر[3] وصرح ایضا بانھم شرطوا لاسقاط العدالۃ بالصغیرۃ الادمان علیھا۔[4]

جیسا کہ علامہ شامی نے فرمایا علامہ ابن نجیم نے اپنے اس رسالہ میں جو انہوں نے بیانِ معاصی میں تحریر کیا ہے فرمایا: ہر مکروہ تحریمی صغائر میں سے ہے، اور یہ بھی تصریح کی ہے کہ اہلِ علم نے صغیرہ کے سبب اسقاطِ عدالت کے لئے اس پر ہمیشگی کو شرط قرار دیا ہے۔ (ت)

اور جو جماعت بعد کو مع اذان ہوگی وہ بلاکراہت ہوگی کما مر (جیسا کہ گزرا۔ ت) فقط

جوابِ سوالِ دوم کا یہ ہے کہ جواب سوال اوّل سے بخوبی مبرہن ہوگیا کہ شرعاً یہ جماعت مکروہِ تحریمہ ہے پس دوسرے شخص کا اُس معذور کے ساتھ قبل اذان کے بخوف فوت نماز تہجد کے نماز پڑھنا ترک کرنا جماعت کا ہے اور ترک جماعت کہ سنّتِ مؤکدہ قریب واجب کے ہے واسطے ادائے صلوٰۃ تہجد کے کہ مستحب ہے درست نہیں اس واسطے کہ ترکِ سنّت معصیت ہے برخلاف امر مندوب کہ وہ معصیت نہیں، درمختار میں لکھا ہے:

ومن المندوبات رکعتا السفر والقدوم منہ

سفر پر جانے اور اس سے واپسی پر دو رکعت اور

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الاول فی صفۃ واحوال المؤذن مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۴

[2] " " " " " " " " " ۱/۵۳

[3] ردالمحتار مطلب المکروہ تحریمی من الصغائر الخ " مصطفی البابی مصر ۱/۳۳۷

[4] " " " " " " " " " "

marfat.com

Marfat.com

وصلوٰۃ اللیل[1]۔ رات کی نماز مندوبات سے ہے۔ (ت)

علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

قال فی البحر الذی یظھر من کلام اھل المذھب ان الاثم منوط بترک الواجب او السنۃ المؤکدۃ علی الصحیح لتصریحھم بان من ترک سنن الصلوات الخمس قیل لایأثم والصحیح انہ یأثم وتصریحھم بالاثم لمن ترک الجماعۃ مع انھا سنۃ مؤکدۃ علی الصحیح[2]۔ فقط

بحر میں ہے کہ اہلِ مذہب کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صحیح مذہب پر گناہ تب ہوگا جب ترکِ واجب یا ترکِ سنتِ مؤکدہ ہو کیونکہ علماء کی تصریح ہے جو شخص صلوات خمسہ کی سنن ترک کرے ایک قول کے مطابق گنہگار نہ ہوگا اور صحیح یہ ہے کہ گنہگار ہوگا اور اس بات کی بھی تصریح کی ہے کہ جماعت کا ترک گناہ ہے حالانکہ وہ صحیح قول کے مطابق سنّتِ مؤکدہ ہے۔ (ت)

جواب سوال سوم بہتر یہ ہے کہ بخوف فوت تہجد کے اس قدر قیلولہ نہ کرے کہ جو موجب ترک فضیلت جماعتِ اولیٰ کا ہووے ولہذا اگر کرے تو جائز ہے بشرطیکہ جماعت ترک نہ ہوجائے کہ جماعت ثانیہ ہووے اس لئے کہ ہمارے اساتذہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک قولِ محقق یہی ہے کہ جماعتِ ثانیہ بلا کراہت درست ہے اور مساوی ہے ثواب میں نفسِ جماعت اولیٰ کے، اور جماعتِ اُولیٰ اَولیٰ ہے، چنانچہ میرے استاد وکامل ومحدث والد ماجد قدس سرہٗ کا اثبات جماعت ثانیہ کے بارہ میں ایک رسالہ مبسوط ہے من شاء فلیطلع علیھا (جو شخص تفصیل چاہے اس کا مطالعہ کرے۔ ت) بناءً علیہ واسطے ادائے نماز تہجد کے کہ اعلیٰ درجہ کی مستحب ہے اس قدر قیلولہ کرنا کہ جس سے جماعت اولیٰ ترک ہوجائے نہ مطلق جماعت بلاشبہہ جائز ہے اس لئے کہ فضیلت جماعت کی مساوی فضیلت تہجد کے نہیں ہے بلکہ کمتر ہے من شاء فلیطالع الاحادیث المرویۃ فی ھذا الباب من الصحاح والحسان (جو شخص تفصیل چاہتا ہے وہ ان احادیث صحیحہ اور حسان کا مطالعہ کرے جو اس مسئلہ کے بارے میں مروی ہیں۔ ت) فقط۔

جواب سوال چہارم بحالت عذر شرعی کے بھی قبل اذان کے مسجد میں جماعت کرنا اشخاصِ مندرجۂ سوال کا درست نہیں مکروہ ہے البتہ بعد اذان کے درست ہے

کما فی الھندیۃ ویکرہ اداء المکتوبۃ بالجماعۃ فی المسجد بغیر اذان واقامۃ[3]۔

جیسا کہ ہندیہ میں ہے مسجد میں اذان واقامت کے بغیر فرض نماز کی جماعت مکروہ ہے (ت)

---

[1] درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۹۶/۱

[2] ردالمحتار مطلب فی السنۃ وتعریفہا ؍؍ مصطفی البابی مصر ۷۷/۱

[3] فتاوٰی ہندیہ الفصل الاول فی صفۃ واحوال المؤذن مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵۴/۱

marfat.com

Marfat.com

یہی حکم صورِ مسئولہ کا کہ تحریر ہُوا واللہ تعالٰی اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب فقط حررہ العبد المفتقر الی اللہ الغنی محمد قاسم علی عفی عنہ

قاسم علی خلف
۱۲۹۶
مولٰنا محمد عالم علی

الجواب صحیح والمجیب نجیح

بینظر سنہ ۱۳۰۰
شگفتہ محمد گل

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب

(اے اللہ! حق اور صواب کی ہدایت عطا فرما)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ الحمد للہ الذی یدہ علی الجماعۃ والصلٰوۃ والسلام علی صاحب الشفاعۃ واٰلہ وصحبہ اولی البراعۃ وسائر اھل السنۃ والجماعۃ۔

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت رحمت والا اور مہربان ہے، تمام تعریف اللہ تعالٰی کے لئے جس کا مبارک ہاتھ جماعت پر ہے اور صلٰوۃ وسلام اس ذاتِ اقدس پر جو صاحبِ شفاعت ہے اور آپ کی آل اور اصحاب پر جو صاحبِ فضیلت ہیں اور تمام اہل سنت وجماعت پر۔ (ت)

جواب سوالِ اوّل وچہارم: ہاں فعلِ مذکور مکروہ ومحظور ہے نہ اس وجہ سے کہ معذور سے جماعت ساقط یا اُسے بے جماعت ثواب ثابت کہ:

اوّلاً ساقط وجوب ہے نہ جواز بلکہ جماعت افضل وعزیمت،

وفی ردالمحتار قولہ من غیر حرج قید لکونہا سنۃ مؤکدۃ او واجبۃ فبالحرج یرتفع الاثم ویرخص فی ترکہا ولکنہ یفوتہ الافضل[1] الخ۔

ردالمحتار میں ہے کہ ماتن کا قول من غیر حرج قید ہے اس بات کی کہ جماعت سنّتِ مؤکدہ یا واجب ہے اور حرج کی وجہ سے گناہ ختم، اور جماعت کے ترک میں رخصت ہوگی البتہ وہ افضل کو فوت کردے گا الخ (ت)

ثانیاً نہ بے جماعت ثواب جماعت مانع جماعت فشتان ما بین الحکم والحقیقۃ (حکم اور حقیقت میں نہایت ہی فرق ہے۔ ت) سورۃ اخلاص ثلث قرآن عظیم کے برابر ہے کیا تین بار اسے پڑھنے والا ختم قرآن سے ممنوع ہوگا (نماز مع) جماعتِ عشا قیامِ نصف شب اور مع جماعتِ فجر قیام تمام لیل کے مساوی ہے کیا بہ نمازیں جماعت سے پڑھنے والا احیائے لیل سے باز رکھا جائے گا، شرع میں اس کی نظائر ہزار در ہزار ہیں۔

---

[1] ردالمحتار مطلب فی تکرار الجماعۃ فی المسجد مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۰

marfat.com

Marfat.com

فی الحدیث المتواتر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قل ھو اللہ احد تعدل ثلث القرآن[1] اخرجہ مالک واحمد والبخاری وابوداؤد والنسائی عن ابی سعید الخدری والبخاری عن قتادۃ بن النعمان واحمد ومسلم عن ابی الدرداء ومالک واحمد ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجۃ والحاکم عن ابی ھریرۃ واحمد والترمذی وحسنہ والنسائی عن ابی ایوب الانصاری واحمد والنسائی والضیاء فی المختارۃ عن ابی بن کعب والترمذی وحسنہ عن انس بن مالک واحمد وابن ماجۃ عن ابی مسعود البدری وفی الباب عن عبد اللہ[1] بن مسعود وعبد اللہ[2] بن عمر ومعاذ[3] بن جبل وجابر[4] بن عبد اللہ وعبد اللہ[5] بن عباس وام[6] کلثوم بنت عقبۃ وغیرھم[7]

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متواتر روایت میں ہے سورہ اخلاص "قل ھو اللہ احد" کی تلاوت قرآن کی تہائی کے برابر ہے اسے امام مالک، احمد، بخاری، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے؛ بخاری نے قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے؛ احمد ومسلم نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے؛ مالک، احمد، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے؛ احمد و ترمذی اور انہوں نے اس روایت کو حسن قرار دیا؛ اور نسائی نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے؛ احمد، نسائی اور ضیاء مقدسی نے مختارہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے، ترمذی نے اسے حسن قرار دیتے ہوئے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے؛ احمد اور ابن ماجہ نے حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمرو،

---

[1] رواہ عنہ الطبرانی فی الکبیر ۱۲ منہ (اس کو ان سے طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے۔ ت)

[2] رواہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم وابونعیم فی الحلیۃ ۱۲ منہ — اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں اور حاکم نے اور ابونعیم نے حلیہ میں روایت کیا ہے۔ (ت)

[3] الطبرانی فی الکبیر ۱۲ منہ (اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے۔ ت)

[4] البزار ۱۲ منہ (اسکو بزار نے روایت کیا ہے۔ ت) [5] ابوعبید ۱۲ منہ (اسکو ابوعبید نے روایت کیا ہے۔ ت)

[6] الامام احمد ۱۲ منہ (اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔ ت)

[7] رواہ البیہقی فی السنن عن رجاء الغنوی رضی اللہ تعالٰی عنہ فھؤلاء خمسۃ عشر صحابیا ۱۲ منہ — اس کو بیہقی نے سنن کبرٰی میں رجاء غنوی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے یہ پندرہ کے پندرہ صحابی ہیں (لہذا حدیث متواتر ہوئی) ۱۲ منہ غفرلہ

---

[1] صحیح البخاری باب فضل قل ھو اللہ احد مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۵۰

marfat.com
Marfat.com

رضی اللہ تعالٰی عنہم، مالك و احمد و مسلم عن امیر المؤمنین عثمٰن الغنی رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من صلی العشاء فی جماعۃ فکانما قام نصف اللیل ومن صلی الصبح فی جماعۃ فکانما صلی اللیل کلہ[1]۔

معاذ بن جبل، جابر بن عبد اللہ، عبد اللہ بن عباس، ام کلثوم بنت عقبہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے بھی روایات مروی ہیں۔ مالک، احمد اور مسلم نے امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے نمازِ عشا جماعت کے ساتھ ادا کی گویا اس نے نصف رات قیام کیا اور جس نے صبح کی نماز باجماعت پڑھی گویا اس نے تمام رات قیام کیا (ت)

ثالثًا ایسی حالت میں بے ادائے جماعت ثوابِ جماعت ملنا ثابت۔

قال المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر و العلامۃ ابراھیم الحلبی فی الغنیۃ فی مسألۃ الاعمی وقول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لہ ما اجدلك رخصۃ معناہ لا اجدلك رخصۃ تحصل لك فضیلۃ الجماعۃ من غیر حضورھا لا الایجاب علی الاعمی لانہ علیہ الصلٰوۃ والسلام رخص لعتبان بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ علی ما فی الصحیحین[2]۔

محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اور علامہ ابراہیم حلبی نے غنیہ میں مسئلہ اعمٰی کے تحت یہ لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نابینا کو فرمانا کہ "میں تیرے لئے رخصت نہیں پاتا" اس کا معنی یہ ہے کہ میں تیرے لئے جماعت کی فضیلت و ثواب بغیر حاضری جماعت کے نہیں پاتا اس کا یہ معنی نہیں کہ آپ نے حاضری جماعت نابینا پر لازم فرمائی کیونکہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے دوسرے صحابی عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کو اسی عذر کی بنا پر جماعت سے رخصت عنایت فرمائی ہے جیسا کہ بخاری و مسلم میں موجود ہے (ت)

تنبیہ اقول استشھادنا انما ھو بھما افادا من عدم حصول الفضیلۃ ولو للمعذور بدون الحضور وفیہ

تنبیہ اقول (میں کہتا ہوں) ہمارا استشہاد و دلیل ان دونوں بزرگوں کے اس افادہ سے ہے کہ فضیلتِ جماعت حاضری کے بغیر حاصل نہ ہوگی

---

[1] صحیح مسلم باب فضل صلٰوۃ الجماعۃ الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۳۲

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ " سہیل اکیڈمی ص ۵۱۰

marfat.com

Marfat.com

ایضا تفصیل یعلم بالرجوع الی العراق وغیرها أما کون معنی الحدیث ھذا فعندی محل نظر یعرفه من جمع طرق الحدیث ففی صحیح مسلم عن ابی ھریرة قال اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم رجل اعمی فقال یا رسول اللہ انه لیس لی قائد یقودنی الی المسجد فسأل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ان یرخص له فیصلی فی بیته فرخص فلما ولی دعاہ فقال ھل تسمع النداء بالصلاۃ فقال نعم قال فاجب[1] واخرجه السراج فی مسندہ مبینا فقال اتی ابن ام مکتوم الاعمی[2] الحدیث وعند الحاکم عن ابن ام مکتوم قلت یا رسول اللہ ان المدینة کثیرة الھوام والسباع قال اتسمع حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح قال نعم قال فحی ھلا[3] وعند احمد وابن خزیمة

خواہ وہ شخص معذور ہی کیوں نہ ہو، اور اس میں بھی تفصیل ہے جس کے جاننے کے لئے مراقی وغیرہ کی طرف رجوع ضروری ہے، باقی حدیث کا یہ معنی کرنا میرے نزدیک محل نظر ہے جس کی معرفت حدیث کے طرق کو جمع کرنے سے ہو گی ۔ تو صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک نابینا شخص آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی مسجد میں لانے والا نہیں، انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چاہا کہ آپ اسے اس بات کی اجازت دے دیں کہ وہ گھر میں نماز ادا کرلے، آپ نے اجازت مرحمت فرمائی، جب وہ لوٹے تو آپ نے دوبارہ بلایا اور پوچھا: کیا تم نماز کی اذان سنتے ہو؟ عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: اس کا جواب دو (یعنی باجماعت نماز پڑھو) اسے سراج نے مسند میں تفصیلاً بیان کرتے ہوئے اس صحابی کا نام لیا کہ آپ کی خدمت میں حضرت ابن ام مکتوم نابینا صحابی حاضر ہوئے الحدیث۔ حاکم روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! مدینہ طیبہ میں بہت سے کاٹنے والے کیڑے اور درندے ہیں، فرمایا: تم حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح سنتے ہو؟ عرض کیا ہاں۔

---

[1] صحیح مسلم باب فضل صلوۃ الجماعۃ الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۳۲

[2] عمدۃ القاری شرح البخاری بحوالہ السراج فی مسندہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۵/۱۶۳

[3] المستدرک علی الصحیحین کتاب الصلوۃ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۲۴۷

marfat.com

Marfat.com

والحاکم عنہ بسند جید ایسعنی ان اصلی فی بیتی قال اتسمع الاقامۃ قال نعم قال فأتہا[1] وفی اخری قال فاحضرہا[2] ولم یرخص لہ و للبیہقی عنہ سألہ ان یرخص لہ فی صلاۃ العشاء و الفجر قال ہل تسمع الاذان قال نعم مرۃ او مرتین فلم یرخص لہ فی ذلک[3] ولہ عن کعب بن عجرۃ جاء رجل ضریر الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیہ ایبلغک النداء قال نعم قال فاذا سمعت فاجب[4] ولاحمد و ابی یعلی والطبرانی فی الاوسط و ابن حبان عن جابر و اللفظ لہ قال اتسمع الاذان قال نعم قال فأتہا ولو حبوا[5] فکان ذلک فیما نری و اللہ تعالٰی اعلم انہ رضی

فرمایا: اس کی طرف آؤ۔ مسند احمد، ابن خزیمہ اور حاکم نے انہی سے سند جید کے ساتھ نقل کیا کہ میں نے عرض کیا کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں گھر میں نماز ادا کر لوں؟ فرمایا: کیا اقامت سنتے ہو؟ عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: اس کی طرف آؤ۔ دوسری روایت میں ہے: اس میں حاضری دو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رخصت نہ دی۔ بیہقی نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہی روایت کیا کہ انہوں نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس بات کی رخصت چاہی کہ انکو عشا اور فجر کی نماز میں جماعت سے رخصت دے دیں۔ فرمایا: کیا تم اذان سنتے ہو؟ عرض کیا: ہاں۔ ایک یا دو دفعہ پوچھا آپ نے انھیں اس بارے میں رخصت نہ دی۔ بیہقی میں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کہ ایک نابینا شخص رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا اسی میں ہے کہ آپ نے پوچھا: کیا تجھے اذان کی آواز پہنچتی ہے؟ عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: جب تو سنتا ہے تو جواب دے (یعنی جماعت میں حاضری دے) مسند احمد، ابو یعلی، طبرانی کی اوسط میں اور

---

[1] مسند احمد بن حنبل — حدیث عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ — دار الفکر بیروت — ۳/۴۲۳

[2] المستدرک علی الصحیحین — کتاب الصلوٰۃ — مطبوعہ دار الفکر بیروت — ۱/۲۴۷

[3] مجمع الزوائد — باب فی ترک الجماعۃ — دار الکتاب بیروت — ۲/۴۳

[4] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 — ۲/۴۲

ف: یہ دونوں حوالے مجمع سے اس لئے نقل کئے کہ سنن بیہقی اور شعب الایمان للبیہقی سے نہیں ملے، ہو سکتا ہے یہ لفظ للبیہقی کی بجائے للطبرانی ہو کیونکہ مجمع نے طبرانی اوسط کے حوالے سے یہ دونوں حدیثیں نقل کی ہیں۔ نذیر احمد سعیدی

[5] الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان باب فرض الجماعۃ والاعذار الخ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت ۴/۲۵۲

marfat.com

Marfat.com

اللہ تعالیٰ عنہ لم یکن یشق علیہ المشی وکان یھتدی الی الطریق من دون حرج کما یشاھد الآن فی کثیر من العمیان ثم راجعت الزرقانی علی المؤطا فرأیتہ نص علی ذلک نقلا فقال و حملہ العلماء علی انہ کان لا یشق علیہ المشی وحدہ ککثیر من العمیان[1] اھ وح یترجح بحث العلامۃ الشامی حیث بحث ایجاب الجمعۃ علی امثال ھؤلاء فقال بل یظھر لی وجوبھا علی بعض العمیان الذی یمشی فی الاسواق و یعرف الطرق بلا قائد ولا کلفۃ ویعرف ای مسجد ارادہ بلا سؤال احد لانہ حینئذ کالمریض القادر علی الخروج بنفسہ بل ربما تلحقہ مشقۃ اکثر من ھذا تامل[2] اھ ثم رأیت الامام النووی نقل فی شرح مسلم ما ذکرا لمحققان من معنی الرخصۃ عن الجمھور فقال اجاب الجمھور عنہ بانہ سأل

ابن حبان میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روی الفاظ ابن حبان کے ہیں کیا تم اذان سنتے ہو؟ عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: اس کی طرف آؤ خواہ گھٹنوں کے بل آنا پڑے۔ اس سلسلہ میں ہماری رائے یہی ہے، حقیقت حال سے اللہ ہی آگاہ ہے کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر چلنا دشوار نہ تھا اور وہ بغیر کسی حرج کے راستہ پالیتے تھے جیسا کہ اب بھی بہت سے نابینا لوگوں میں مشاہدہ کیا جاتا ہے پھر میں نے زرقانی علی المؤطا کا مطالعہ کیا تو اس میں بعینہٖ یہی بات منقول تھی کہ تمام اہل علم کی یہی رائے ہے کہ ان پر تنہا چلنے میں دشواری نہ تھی جیسا کہ اب بھی بہت نابینا افراد پر تنہا چلنا دشوار نہیں ہے اھ اور اب علامہ شامی کی وہ بحث بھی ترجیح پائے گی جو انہوں نے ایسے لوگوں پر جمعہ واجب قرار دیتے ہوئے کی ہے تو کہا بلکہ مجھ پر یہ بات واضح ہوئی ہے کہ ایسے نابینا لوگوں پر جمعہ واجب ہوگا جو بغیر کسی قائد اور بلا مشقت تنہا راستہ جان کر چل سکتے ہوں اور اس مسجد تک بغیر پوچھے پہنچ سکتے ہوں جہاں انہوں نے نماز ادا کرنی ہو کیونکہ یہ اس وقت اس مریض کی طرح ہوں گے جو خود بخود نکلنے پر قادر ہو بلکہ بعض اوقات مریض کو اس سے کہیں زیادہ مشقت اٹھانا ہوتی ہے تامل اھ پھر میں نے امام نووی کی شرح مسلم دیکھی اس میں انہوں نے دونوں محققین کا جمہور سے معنی رخصت ذکر کیا ہوا نقل کرکے فرمایا جمہور اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ حضرت

---

[1] شرح الزرقانی علی المؤطا فصل صلوٰۃ الجماعۃ مطبوعہ مکتبہ تجاریہ کبریٰ مصر ۱/۲۶۷

[2] ردالمحتار باب الجمعۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۶۰۲

marfat.com

Marfat.com

هل له رخصة ان يصلی فی بیته و تحصل له فضيلة الجماعة بسبب عذره فقیل لا قال ویؤید هذا ان حضور الجماعة یسقط بالعذر باجماع المسلمین ودلیله من السنة حدیث عتبان بن مالک[1] الخ۔

ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا کہ مجھے گھر پر نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے اور عذر کی بنا پر حاضر نہ ہونے کی وجہ سے جماعت کا ثواب بھی حاصل ہو، تو اس کا جواب نفی میں آیا امام نووی نے فرمایا اس گفتگو سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ عذر کی بنا پر حاضریٔ جماعت کے سقوط پر تمام اُمتِ مسلمہ کا اتفاق ہے اور اس کی دلیل سنت سے وہ حدیث ہے جو حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس بارے میں مروی ہے الخ (ت)

اقول وقد علمت ما فی هذا التائید فان الشان فی ثبوت الحرج له رضی اللہ تعالٰی عنه و لعل عتبان کان ممن یتحرج بالمشی وحده دون ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنهما ثم ان الامام النووی استشعر ورود قوله صلی اللہ علیه وسلم فاجب فاجاب باحتمال انه بوحی نزل فی الحال و باحتمال تغیر اجتهاده صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم و بان الترخیص کان بمعنی عدم الوجوب وقوله فاجب ندب الی الافضل۔

اقول (میں کہتا ہوں) اس تائید میں جو کچھ ہے وُہ آپ جان چکے کہ یہ اس صورت میں ہے جب ابن ام مکتوم کے لئے حرج ثابت ہو، شاید حضرت عتبان رضی اللہ تعالٰی عنہ ان لوگوں میں سے ہوں جن کو تنہا چلنا دشوار ہو بخلاف ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ان کے لئے ایسا معاملہ نہ تھا، پھر امام نووی نے حضور علیہ السلام کے ارشاد "فاجب" کے ورود سے یہ بات سمجھی تو جواب احتمال دیا کہ ممکن ہے یہ حکم اسی حال میں وحی نازل ہونے کے ساتھ دیا اور یہی احتمال ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اجتہاد میں تبدیلی ہوئی ہو، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ رخصت بمعنی عدم وجوب ہو اور آپ کا ارشاد فاجب افضل کی طرف متوجہ کر رہا ہو۔

---

[1] شرح مسلم للنووی مع مسلم باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۳۲

marfat.com
Marfat.com

اقول اما الاولان فتسلیم للقول واما حمل فاجب علی الندب فخلاف الظاهر لاسیما مع بنائه علی سماع الاذان فان الندب حاصل مطلقا فافھم واللہ تعالٰی اعلم۔

اقول (میں کہتا ہوں) پہلے دونوں احتمال قول کی وجہ سے تسلیم مگر فاجب کو ندب پر محمول کرنا خلافِ ظاہر ہے خصوصاً جب اس کی بنا اذان کے سماع پر ہو کیونکہ ندب تو ہر حال میں حاصل تھا، فافھم واللہ تعالٰی اعلم (ت)

رابعاً سب سے قطع نظر کیجئے تو پاؤں کا عذر عذر فی الحضور ہے نہ عذر للحاضر کالمطر والطین وامثالھما بلکہ وجہ اولاً وہی اتیان جماعت بے اذان کہ درباب استنان موکد اذان اگرچہ مواہب الرحمان و مراقی الفلاح و ردالمحتار کے اطلاقات بہت وسیع ہیں

ویعارضھا کثیر من روایات المبسوط والمحیط والخانیۃ والخلاصۃ والبزازیۃ والھندیۃ وغیرھا من المعتبرات حتی نفس ردالمحتار ومشروحہ الدرالمختار کما بیناہ فیما علقناہ علی ھامشہ۔

مبسوط، محیط، خانیہ، خلاصہ، بزازیہ، ہندیہ اور دیگر معتبر کتب کی اکثر روایات اس کے معارض ہیں حتی کہ خود ردالمحتار اور اس کا متن درمختار میں بھی معارض ہیں جیسا کہ ہم نے اس کے حاشیہ میں بیان کیا ہے (ت)

مگر اس قدر بلاشبہہ ثابت کہ نماز پنجگانہ[1] سے جو نماز وقتی رجال احرار غیر عُراۃ مسجد میں باجماعت ادا کریں اُس کے لئے سوا بعض صور مستثناۃ[2] کے وقت میں اذان کا پہلے ہو لینا سنتِ مؤکدہ قریب بواجب ہے اور بے اُس کے

---

[1] دخلت الجمعۃ وخرجت صلٰوۃ العیدین والکسوف والجنازۃ والاستسقاء وغیرھا والفوائت وجماعۃ النساء والصبیان والعبید والعراۃ وجماعۃ البیوت والصحراء ومستند کل ذلک مذکور فیما علقناہ علی ردالمحتار ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اس میں جمعہ داخل اور عیدین، کسوف، جنازہ اور استسقاء وغیرہ اور قضا اور جماعتِ خواتین، بچوں، غلاموں، ننگوں اور گھریلو جماعت اور جنگل کی جماعت اس سے خارج ہے اور ہر ایک پر دلیل ہم نے اپنے حاشیہ ردالمحتار میں تحریر کی ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[2] مثلاً جمعہ کے دن شہر یا قصبہ میں جو معذور ظہر پڑھیں اُنھیں اذان کی اجازت نہیں اگرچہ جماعت کریں کہ انھیں جماعت کرنا بھی جائز نہیں موسمِ حج میں عصرِ عرفہ و عشائے مزدلفہ کے لئے صرف تکبیر ہوتی ہے نہ اذان۔

(باقی برصفحہ آئندہ)

marfat.com

Marfat.com

جماعت کرلینا مکروہ و گناہ یہاں تک کہ یہ جماعت شرعاً اصلاً معتبر نہیں اس کے بعد جو جماعت باذان واقامت ہوگی وہی پہلی جماعت ہوگی بلکہ علماء فرماتے ہیں اگر کچھ لوگوں نے آہستہ اذان دے کر جماعت کرلی کہ آوازِ اذان اوروں کو نہ پہنچی تو ایسی جماعت بھی داخل شمار و اعتبار نہیں نہ کہ جب سرے سے اذان دی ہی نہ جائے، وجیز امام کردری میں ہے:

ویکرہ للرجال اداء الصلوٰۃ بجماعۃ فی مسجد بلا اعلامین لا فی المفازۃ والکروم والبیوت[1] الخ

مردوں کے لئے مسجد میں فرائض کی جماعت اذان و اقامت کے بغیر مکروہ ہے، جنگل، گھنے باغوں اور گھروں میں مکروہ نہیں الخ (ت)

اقول قولہ بلا اعلامین ای بدون الجمع بینھما فنافی الکراھۃ ھو الایتان بھما لا باحدھما بدلیل قولہ لا فی المفازۃ الخ فان ترک اعلام الشروع مکروہ مطلقا ولو فی المفازۃ وقد نص علی الاساءۃ فی ترکھما۔

اقول (میں کہتا ہوں) اس کا قول "بلا اعلامین" یعنی اذان واقامت کو جمع کئے بغیر لہٰذا منافیِ کراہۃ دونوں کے ساتھ نماز با جماعت ادا کرنا ہے نہ صرف ایک کے ساتھ، اس کا قول لا فی المفازۃ الخ اس پر دلیل ہے کیونکہ جماعت کے ساتھ اذان کا ترک ہر حال میں مکروہ ہے خواہ جنگل میں ہو اور ان دونوں کے ترک پر اساءت کی تصریح ہے (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کما فی الھندیۃ عن الخانیۃ ولا حاجۃ ھھنا الی استثناء فوائت تودی فی المسجد کما فعل الشامی ولا ما وراء اول فوائت ولو ادیت فی غیر المسجد کما زدنا ہ علیہ لان الکلام ھھنا فی الاداء ۱۲ منہ غفرلہ (م)

ہندیہ میں خانیہ کے حوالے سے یوں ہی ہے اور ان فوت شدہ نمازوں کے استثناء کی ضرورت نہیں جو مسجد میں ادا کی جائیں جیسا کہ شامی نے کیا ہے اور اور نہ ہی ماورائے اول کے فوت شدہ کا استثناء ضروری ہے اگرچہ وہ غیر مسجد میں ادا کی جائیں جیسا کہ ہم نے اس پر اضافہ کیا ہے کیونکہ یہاں گفتگو ادا میں ہو رہی ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علی حاشیہ فتاوٰی ہندیہ کتاب الصلوٰۃ فصل الاول فی الاذان مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۲۴

marfat.com

Marfat.com

درر وغرر علامہ مولیٰ خسرو میں ہے:

(یأتی بھما) ای الاذان والاقامۃ (المسافر والمصلی فی المسجد جماعۃ وفی بیتہ بمصر وکرہ للاول) ای المسافر (ترکھما) ای الاقامۃ (وللثانی) ای المصلی فی المسجد (ترکہ) ای الاذان (ایضا) ای کالاقامۃ۔[1]

(ان دونوں کو بجالائے) یعنی اذان واقامت کے ساتھ (مسافر اور نمازی مسجد میں جماعت کے لئے اور شہر میں گھر پر نماز ادا کرنے والا اور پہلے کے لئے مکروہ ہے) یعنی مسافر کے لئے (اس کا چھوڑنا) یعنی تکبیر کا (اور دوسرے کے لئے) یعنی مسجد میں نماز ادا کرنے والے کے لئے (اس کا چھوڑنا) یعنی اذان کا (بھی) یعنی اقامت کی طرح مکروہ ہے (ت)

عالمگیریہ میں ہے:

لوصلی بعض اھل المسجد باقامۃ وجماعۃ ثم دخل المؤذن والامام وبقیۃ الجماعۃ فالجماعۃ المستحبۃ لھم والکراھۃ للاولی کذا فی المضمرات۔[2]

اگر کچھ اہل مسجد نے اقامت اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کرلی پھر مؤذن، امام اور باقی لوگ آئے تو ان کی جماعت مستحب ہے، پہلی جماعت مکروہ ہوگی، مضمرات میں اسی طرح ہے (ت)

یہ خاص جزئیہ مسئلہ مسئولہ ہے خلاصہ وخانیہ وہندیہ وغیرہا میں ہے:

واللفظ للامام البخاری جماعۃ من اھل المسجد اذنوا فی المسجد علی وجہ المخافۃ بحیث لم یسمع غیرھم ثم حضر من اھل المسجد قوم وعلموا فلھم ان یصلوا بالجماعۃ علی وجھھا ولا عبرۃ للجماعۃ الاولی اھ[3]

الفاظ امام بخاری کے ہیں کہ جماعت کیلئے اہل مسجد میں سے ایک گروہ نے مسجد میں اتنی آہستہ اذان دی کہ ان کے غیر نے نہ سنی پھر دیگر لوگ آئے اور ان کو علم ہوا تو ان لوگوں کو حق حاصل ہے کہ وہ سنت طریقہ پر جماعت کروائیں پہلی جماعت کا کوئی اعتبار نہیں اھ (ت)

پس اُس معذور اور اُس کے شریک اور اُن ضرورت والوں کا یہ فعل جماعتِ مسنونہ معتبرہ شرعیہ نہیں بلکہ

---

[1] الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام باب الاذان مطبوعہ مطبع احمد کامل الکائنہ فی دار السعادت مصر ۱/۵۶
[2] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الاول من باب الاذان " نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۴
[3] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الاول فی الاذان " مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۴۸

marfat.com

Marfat.com

مکروہ ممنوعہ ہے اور جو جماعت باذان واقامت اس کے بعد ہوگی اس میں کچھ کراہت نہ ہوگی بلکہ وہی جماعت مسنونہ وجماعت اولیٰ ہے۔

ثانیاً جب یہ جماعت جماعت نہیں تو دقیق نظر حاکم کہ ان کا یہ فعل بعد دخول وقت مسجد سے بے نیت شہودِ جماعت باہر جانا ہوا یہ بھی مکروہ اور حدیث میں اس پر وعید شدید وارد،

ابن ماجة عن امیر المؤمنین عثمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ[ع]

ابن ماجہ نے امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ

[ع] سندہ ضعیف واقتصرنا علیہ تبعا للبحر وغیرہ وقد ثبت بسند صحیح من حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکن فیہ تخصیص مسجد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فانہ قال قال رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یسمع النداء فی مسجدی ھذا ثم یخرج منہ الا لحاجۃ ثم لا یرجع الیہ الا منافق[1] رواہ الطبرانی فی الاوسط ولابی داؤد فی مراسیلہ عن سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لا یخرج من المسجد احد بعد النداء الا منافق الا احد اخرجتہ حاجۃ وھو یرید الرجوع[2] ۱۲ منہ غفر لہ (م)

اس کی سند ضعیف ہے ہم نے بحر وغیرہ کی اتباع میں اسی پر اقتصار کیا ہے حالانکہ سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث ثابت ہے لیکن اس میں مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخصیص ہے۔ کہا رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اس مسجد میں کوئی شخص اذان نہیں سنتا، پھر کسی ضرورت کے بغیر مسجد سے نکل جاتا ہے اور واپس مسجد کی طرف نہیں آتا مگر یہ کہ وہ منافق ہے اسے طبرانی نے المعجم الاوسط میں ذکر کیا اور امام ابوداؤد نے مراسیل میں حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اذان کے بعد مسجد سے منافق کے علاوہ کوئی نہیں نکلتا مگر عذر کی وجہ سے جب کوئی حاجت و ضرورت اس شخص کو نکالے اور وہ شخص واپسی کا ارادہ رکھتا ہو تو منافق نہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی اوسط باب فیمن خرج من المسجد بعد الاذان مطبوعہ دارالکتاب بیروت ۲/۵

[2] کتاب المراسیل باب ماجاء فی الاذان مطبوعہ علمیہ لاہور ص ۴۳

marfat.com

Marfat.com

عليه وسلم من ادرك الاذان فی المسجد ثم خرج لم يخرج لحاجة وهو لا يريد الرجعة فهو منافق[1]

تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اذان کو مسجد میں پایا پھر وہاں سے نکل گیا حالانکہ اسے نکلنے کی کوئی حاجت بھی نہ تھی اور واپسی کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو وہ منافق ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

كره تحريما للنهی خروج من لم يصل من مسجد اذن فيه جری علی الغالب والمراد دخول الوقت اذن فيه اولا[2]۔

مکروہ تحریمی ہے بسبب ممانعت کے نکلنا اس شخص کا جس نے نماز نہ پڑھی ہو اس مسجد سے جس میں اذان ہوگئی ہو، شارح نے کہا ماتن اکثر پر چلا ہے (یعنی اکثر یہی ہوتا ہے کہ اذان کا وقت ہونے پر اذان ہو جاتی ہے) اور مراد اذان ہونے سے وقت نماز کا آجانا ہے خواہ مسجد میں اذان ہوئی ہو یا نہ۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

الظاهر من الخروج من غير صلاة عدم الصلٰوة مع الجماعة الخ[3]

نماز کے بغیر نکلنے سے ظاہراً مراد یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز ادا نہ کی ہو الخ (ت)

اقول وظاهر ان المراد بالجماعة هی الجماعة المسنونة المشروعة دون المكروهة الممنوعة فان النهی عن الخروج انما هو لطلب الجماعة فلا يتناول الا الجماعة المطلوبة شرعا كيف وقد تقدم ان الجماعة بلا اذان كلا جماعة فلا يعتد بها اصلا والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم

اقول (میں کہتا ہوں) اس سے ظاہراً مراد وہ جماعت ہے جو مسنونہ مشروعہ ہو نہ کہ وہ جو مکروہ و ممنوع ہو کیونکہ نکلنے پر ممانعت وہ طلبِ جماعت کے واسطے ہے اور یہ حکم اسی جماعت کے لئے ہوگا جو شرعاً مطلوب ہے، یہ کیسے ہو حالانکہ پہلے گزر چکا ہے کہ بغیر اذان کے جماعت ایسے ہے جیسے جماعت ہوئی ہی نہیں، پس اس کا ہرگز اعتبار نہ کیا جائے گا، اللہ تعالٰی تمام نقائص وعیوب اور کمزوریوں سے پاک ہے، وہ سب سے بہتر جانتا ہے۔ اس جل مجدہٗ

---

[1] سنن ابن ماجہ — باب الاذان وانت فی المسجد فلا تخرج — مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ص ۵۴

[2] درمختار — باب ادراک الفریضہ — ؍؍ مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۹۹

[3] بحرالرائق — ؍؍ ؍؍ ؍؍ — ؍؍ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۲/۷۲

marfat.com

Marfat.com

واحکم۔ کا علم کامل اور اکمل ہے (ت)

جوابِ سوالِ دوم: خوف فوت تہجد نہ ترک جماعت مامور بہا کا مجوز ہوسکتا ہے نہ بعد دخول وقت بے شرکت جماعت شرعیہ مسجد سے نکل جانے کا ملیح نہ جماعت مکروہہ ممنوعہ کا داعی نہ خود اس عذر کا غالباً کوئی محصل صحیح کیا اذان موجب فوت تہجد ہے غرض یہ بہانہ مسموع نہیں اگرچہ تہجد سنت ہی سہی کما ال الیہ کلام المحقق فی الفتح ومال الیہ تلمیذہ المحقق محمدؒ الحلبی فی الحلیۃ قائلا انہ الاشبہ (جیساکہ اس کی طرف فتح القدیر میں کلام محقق لوٹتا ہے اور ان کے شاگرد محمد حلبی نے حلیہ میں یہ کہتے ہوئے اسی طرف رجوع کیا کہ یہی اشبہ ہے۔ ت) کہ اولاً وہ بر تقدیر سنیت بھی معارضہ جماعت کا صالح نہیں دربارہ تہجد صرف ترغیبات ہیں اور ترکِ جماعت پر سخت ہولناک وعیدیں کہ حکم کفر تک وارد،

علی تاویلاتہ المعروفۃ فی امثال المقام[1] وحدیثہ عند احمد والطبرانی فی الکبیر عن معاذ ابن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بسند حسن وقال ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فی المتخلفین عن الجماعات لوترکتم سنۃ نبیکم[2] لکفرتم[1]۔

اس طرح کے مقامات پر تاویلات معروفہ کے ساتھ، اور اس پر سند احمد اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث سند کے ساتھ ذکر کی ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جماعت سے پیچھے رہنے والوں کے بارے میں فرمایا اگر تم نے اپنے نبی کی سنت ترک کردی تو تم نے کفر کیا (ت)

اور جماعت عشا[3] کے نہ حاضر ہونے پر گھر جلا دینے کا قصد فرمانا ثابت[2] کما فی الصحیحین من

---

[1] سیأتی نصہ فی جواب السؤال الثالث ۱۲ منہ (م)

اس حدیث کے الفاظ عنقریب تیسرے سوال کے جواب میں آرہے ہیں (ت) ۱۲ منہ

[2] ھذہ روایۃ ابی داؤد الحدیث بلفظ لضللتم عند مسلم وغیرہ ۱۲ منہ (م)

یہ ابوداؤد کی روایت ہے اور مسلم وغیرہ میں اس کے الفاظ "تم گمراہ ہوجاؤ گے" ہیں ۱۲ منہ (ت)

[3] بعض احادیث میں عشا، بعض میں فجر، بعض میں جمعہ، بعض میں مطلق جماعت وارد ہے اور سب صحیح ہیں کما فی عمدۃ القاری للامام العینی (جیساکہ امام بدرالدین عینی کی عمدۃ القاری میں ہے۔ ت) یہاں ذکر عشا ہی تھا لہٰذا اس کی تخصیص کی ۱۲ منہ غفرلہ (م)

---

[1] سنن ابی داؤد باب التشدید فی ترک الجماعۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۸۱

[2] صحیح البخاری باب فضل صلوۃ العشاء فی الجماعۃ " قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۹۰

marfat.com

Marfat.com

حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وفی الباب غیرہ[1] (جیساکہ بخاری ومسلم میں اس کو ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا اور اس باب میں اس کے علاوہ بھی احادیث موجود ہیں۔ت)

ثانیاً فوت سنت آئندہ کے خوف متیقن سے فی الحال اپنے ہاتھوں سنت جلیلہ چھوڑ دینے کی نظیر یہی ہوسکتی ہے کہ کوئی شخص مرگ فردا کے اندیشہ سے آج خودکشی کرلے۔

ثالثاً کہ جاگنے میں قصداً مکروہات ومنہیات شرعیہ کا ارتکاب ہوگا اور تہجد نہ بھی ملا تو حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نوم میں تفریط نہ رکھی۔

احمد ومسلم وابوداؤد وابن حبان[2] احمد، مسلم، ابوداؤد اور ابن حبان نے حضرت

عــہ۱ فانہ حدیث مشھور ورد من حدیث عمرو بن ام مکتوم عند احمد وعن اسامۃ بن زید عند ابن ماجۃ وعن انس بسند جید وعن ابن مسعود کلیھما عند الطبرانی فی الاوسط وعن جابر بن عبد اللہ عند الطحاوی فی مشکل الاٰثار وقد ذکرنا احادیثھم فی رسالتنا حسن البراعۃ فی تنفیذ حکم الجماعۃ اما حدیث ابی ھریرۃ فرواہ من لایحصی من اصحاب الصحاح والسنن والمسانید والمعاجیم واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (م)

کیونکہ مشہور حدیث ہے امام احمد نے حضرت عمرو ابن ام مکتوم سے، ابن ماجہ نے حضرت اسامہ بن زید سے، طبرانی نے اوسط میں حضرت انس سے سند جید کے ساتھ اور حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے طحاوی نے مشکل الآثار میں حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے ہم نے ان تمام احادیث کو اپنے رسالے "حسن البراعۃ فی تنفیذ حکم الجماعۃ" میں ذکر کیا ہے۔ رہی حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ، تو اسے لاتعداد اصحاب صحاح وسنن اور اصحاب مسانید ومعاجیم نے روایت کیا ہے واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (ت)

عــہ۲ عزاہ فی الجامع الصغیر لاحمد وابن حبان قال شارحہ المناوی ورواہ عنہ ابوداود وغیرہ[1] اھ ولاشک انہ موجود فی صحیح مسلم ۱۲ منہ (م)

جامع صغیر میں اس کی نسبت امام احمد اور ابن حبان کی طرف کی ہے اس کے شارح امام مناوی نے فرمایا اس کو ان سے ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے[1] اور بلاشک یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی موجود ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] التیسیر شرح جامع الصغیر تحت حدیث مذکور مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۲/ ۳۲۶

marfat.com

Marfat.com

عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظۃ۔[1]

ابوقتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: تفریط نیند میں نہیں بلکہ بیداری میں ہے۔ (ت)

بلکہ بہ نیت تہجد سونے والے کو اگرچہ تہجد نہ پائے ثوابِ تہجد کا وعدہ فرمایا اور اس کی نیند کو رب العزت جل جلالہ کی طرف سے صدقہ بتایا۔

مالک فی الموطا وابوداؤد والنسائی عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ما من امریٔ تکون لہ صلاۃ بلیل یغلبہ علیہا نوم الا کتب اللہ لہ اجر صلاتہ وکان نومہ علیہ صدقۃ[2] وھو عند ابن ابی الدنیا فی کتاب التہجد بسند جید، النسائی وابن ماجۃ وخزیمۃ والبزار بسند صحیح عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال من اتی فراشہ وھو ینوی ان یقوم فیصلی من اللیل فغلبتہ عیناہ حتی یصبح کتب لہ ما نوی وکان نومہ صدقۃ علیہ من ربہ عزوجل[3] وھو بمعناہ عند ابن حبان فی صحیحہ عن ابی ذر او

امام مالک نے مؤطا میں، ابوداؤد اور نسائی نے ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ شخص جو رات کی نماز (تہجد) کی نیت رکھتا ہو اس پر نیند غالب آجائے تو اللہ تعالٰی اسے نماز کا اجر وثواب عطا فرمائے گا اور اس کی نیند اس پر صدقہ ہوگی، یہ حدیث ابن ابی الدنیا نے کتاب التہجد میں سند جید کے ساتھ یہ حدیث ذکر کی۔ نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور بزار نے سندِ صحیح کے ساتھ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بستر پر اس نیت سے لیٹا کہ رات کو اٹھ کر نماز (تہجد) پڑھے گا مگر نیند کے غلبہ کی وجہ سے صبح تک اس کی آنکھ نہ کھلی تو اسے اس کی نیت کے مطابق اجر ملے گا اور اس کی نیند اللہ عزوجل کی طرف سے اس پر صدقہ ہوگی اور یہ حدیث معناً ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابوذر یا حضرت

---

[1] سنن ابوداود — باب فی من نام عن صلوٰۃ الخ — مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور — ۱/ ۶۴

[2] موطا امام مالک — ماجاء فی صلوٰۃ اللیل — ” میر محمد کتب خانہ کراچی — ص ۹۹

[3] سنن ابن ماجہ — باب ماجاء فیمن نام عن حزبہ من اللیل ” ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ص ۹۶

marfat.com

Marfat.com

ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہما ھکذا بالشك۔

ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی طرح شک کے ساتھ روایت کی ہے۔ (ت)

امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوحثمہ اور اُن کے صاحبزادہ سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جماعتِ صبح میں نہ دیکھا اُن کی زوجہ اور اُن کی والدہ شفا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سبب پوچھا، کہا نمازِ شب کے سبب نیند نے غلبہ کیا نمازِ صبح پڑھ کر سو رہے، فرمایا: مجھے جماعتِ صبح میں حاضر ہونا نمازِ تمام شب سے محبوب تر ہے۔

مالك عن ابن شهاب عن ابی بکر بن سلیمٰن بن ابی حثمة ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنه فقد سلیمٰن ابن ابی حثمة فی صلٰوة الصبح و ان عمر بن الخطاب غدا الی السوق و مسکن سلیمٰن بین السوق و المسجد (النبوی) فمر علی الشفاء ام سلیمٰن فقال لها لم ار سلیمٰن فی صلٰوة الصبح فقالت انه بات یصلی فغلبته عیناه فقال عمر لان اشهد صلٰوة الصبح فی الجماعة احب الیّ من ان اقوم لیلة[1]۔ عبدالرزاق فی مصنفه عن معمر عن الزهری عن سلیمٰن ابن ابی حثمة عن امه الشفاء بنت عبد اللہ قالت دخل علی عمر و عندی رجلان نائمان تعنی زوجها ابا حثمة و ابنها سلیمٰن فقال اما صلیا الصبح قلت لم یزالا

مالک، ابن شہاب سے وہ ابوبکر بن سلیمان بن ابی حثمہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلیمٰن ابن ابی حثمہ کو نمازِ صبح میں نہ پایا آپ صبح کو جب بازار کی طرف گئے اور سلیمٰن کا گھر بازار اور مسجدِ نبوی کے درمیان تھا تو آپ سلیمٰن کی والدہ شفاء کے پاس سے گزرے اور پوچھا میں نے سلیمٰن کو آج نمازِ صبح میں نہیں پایا تو انھوں نے عرض کیا وہ رات بیدار رہے نماز پڑھتے رہے صبح کو نیند غالب آگئی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے نمازِ فجر میں حاضر ہونا اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ میں ساری رات قیام کروں۔ امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں معمر سے انہوں نے زہری سے انہوں نے سلیمان ابن ابی حثمہ سے انہوں نے اپنی والدہ شفاء بنت عبد اللہ سے بیان کیا کہ ان کی والدہ فرماتی ہیں حضرت عمر میرے پاس آئے تو میرے پاس دو آدمی سوئے ہوئے تھے، اس سے وہ اپنا خاوند ابوحثمہ اور اپنا بیٹا سلیمان مراد لیتی ہیں۔ آپ نے

---

[1] موطا امام مالک باب ماجاء فی العتمة والصبح مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۱۵

marfat.com

Marfat.com

يصليان حتى اصبحا فصليا الصبح و ناما فقال لان اشهد الصبح فی جماعة احب الی من قیام لیلة[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم

فرمایا: انھوں نے نمازِ صبح کیوں نہ پڑھی؟ میں نے عرض کیا یہ ساری رات نماز میں مشغول رہے حتی کہ صبح ہوگئی پھر انھوں نے نمازِ صبح ادا کی اور سوگئے۔ تو آپ نے فرمایا: جماعت کے ساتھ نمازِ فجر کی میری حاضری ساری رات قیام سے مجھے زیادہ محبوب ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

جواب سوال سوم: **اقول** وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) اس مسئلہ میں جواب حق و حق جواب یہ ہے کہ عذر مذکور فی السؤال سرے سے بیہودہ و سراپا اہمال ہے وہ زعم کرتا ہے کہ سنتِ تہجد کا حفظ و پاس اُسے تفویتِ جماعت پر باعث ہوتا ہے اگر تہجد بروجہ سنت ادا کرتا تو وُہ خود فوتِ واجب سے اُس کی محافظت کرتا نہ کہ الٹا فوت کا سبب ہوتا،

قال عزوجل ان الصلٰوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: بے شک نماز بیحیائی اور بُری باتوں سے روکتی ہے۔

سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

علیکم بقیام اللیل فانه داب الصلحین قبلکم وقربة الی اللہ تعالٰی ومنھاة عن الاثم وتکفیر للسیئات ومطردة للداء عن الجسد[3]۔ رواہ الترمذی فی

تہجد کی ملازمت کرو کہ وہ (رات کا قیام) اگلے نیکوں کی عادت ہے اور اللہ عزوجل سے نزدیک کرنیوالا اور گناہ سے روکنے والا اور برائیوں کا کفارہ اور بدن سے بیماری دُور کرنے والا۔ اسے ترمذی نے اپنی جامع،

---

[1] المصنف لعبد الرزاق باب فضل الصلٰوۃ فی جماعة مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱/۵۲۶

[2] القرآن ۲۹/۴۵

[3] جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۹۴
صحیح ابن خزیمہ باب الترغیب علی قیام اللیل الخ " مکتب اسلامی بیروت ۲/۱۷۷

ف: حدیث مذکور کے الفاظ صفحہ مذکورہ مصنف میں یُوں ہیں: عن معمر عن الزھری عن سلیمٰن بن ابی حثمة عن الشفاء بنت عبد اللہ قالت دخل علیّ بیتی عمر بن الخطاب فوجد عندی رجلین نائمین فقال وما شان ھذین ما شھدا معی الصلٰوۃ؟ قلت یا امیر المؤمنین صلیا مع الناس و کان ذلک فی رمضان فلم یزالا یصلیان حتی اصبحا وصلیا الصبح و ناما، فقال عمر لان اصلی الصبح فی جماعة احب الی من ان اصلی لیلة حتی اصبح۔ نذیر احمد

marfat.com

Marfat.com

جامعہ وابن ابی الدنیا فی التھجد و ابن خزیمۃ فی صحیحہ والحاکم فی المستدرك وصححہ والبیھقی فی سننہ عن ابی امامۃ الباھلی واحمد والترمذی وحسنہ و الحاکم والبیھقی عن بلال والطبرانی فی الکبیر عن سلمان الفارسی وابن السنی عن جابر بن عبد اللہ وابن عساکر عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین۔

ابن ابی الدنیا نے کتاب التہجد، ابن خزیمہ نے اپنی صحیح اور حاکم نے مستدرک میں روایت کرکے صحیح کہا، اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابوامامہ باہلی سے، اور احمد اور ترمذی نے صحیح قرار دیتے ہوئے روایت کیا، حاکم اور بیہقی نے حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت سلمان فارسی سے، اور ابن سنی نے حضرت جابر بن عبداللہ سے اور ابن عساکر نے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے روایت کیا ہے۔

تو فوتِ جماعت کا الزام تہجد کے سر رکھنا قرآن وحدیث کے خلاف ہے اگر میزان شرع مطہر لے کر اپنے احوال وافعال تولے تو کُھل جائے کہ یہ الزام خود اسی کے سر تھا بھلا یہ تہجد وقیلولہ وُہ ہیں جو اس نے خود ایجاد کئے جب تو انھیں تفویت شعار عظیم اسلام کے لئے کیوں عذر بناتا ہے اور اگر وہ ہیں جو حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے قولاً وفعلاً منقول ہوئے تو بتائیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کب ایسے تہجد وقیلولہ کی طرف بلایا جن سے جماعتِ فریضہ فوت ہو، کیا قرآن وحدیث ایسے ہی تہجد کی ترغیب دیتے ہیں؟ کیا سلف صالح نے ایسے ہی قیام لیل کئے ہیں! حاشا وکلّا ؎

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

(اے اعرابی! مجھے ڈر ہے کہ تُو کعبہ کو نہیں پہنچے گا کیونکہ جس راستہ پر تُو چل رہا ہے وہ ترکستان کو جاتا ہے)

یا ہذا سنت ادا کیا چاہتا ہے تو بروجہ سنّت ادا کر، یہ کیا کہ سنّت لیجئے اور واجب فوت کیجئے، ذرا بگوشِ ہوش سُن اگرچہ حق تلخ گزرے، وسوسہ ڈالنے والے نے تجھے یہ جھُوٹا بہانہ سکھایا کہ اسے مفتیانِ زمانہ پر پیش کرے جس کا خیال ترغیباتِ تہجد کی طرف جائے تجھے تفویتِ جماعت کی اجازت دے جس کی نظر تاکیداتِ جماعت پر جائے تجھے ترکِ تہجد کی مشورت دے کہ من ابتلی ببلیتین اختار اھونھما (دو بلاؤں میں مبتلا شخص ان دو میں سے آسان کو اختیار کرے۔ ت) بہرحال مفتیوں سے ایک نہ ایک کے ترک کی دستاویز نقد ہے مگر حاش خدامِ فقہ وحدیث نہ تجھے تفویتِ واجب کا فتوٰی دیں گے نہ عادی تہجد کو ترکِ تہجد کی ہدایت

marfat.com

Marfat.com

کرے ارشادِ حضور سید الاسیاد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

یاعبد اللہ لاتکن مثل فلان کان یقوم اللیل فترک قیام اللیل[1] رواہ الشیخان عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

اے عبداللہ! فلاں شخص کی طرح نہ ہو جو رات کا قیام کرتا تھا مگر اب اس نے ترک کر دیا۔ اسے بخاری و مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ (ت)

کا خلاف کریں گے۔ یہ اس لئے کہ وہ بتوفیقہ عزوجل حقیقتِ امر سے آگاہ ہیں اُن کے یہاں عقلِ سلیم و نظرِ قویم دو عادل گواہ شہادت دے چکے ہیں کہ تہجد و جماعت میں تعارض نہیں اُن میں کوئی دوسرے کی تفویت کا داعی نہیں بلکہ یہ ہوائے نفس شریر و سوءِ طرزِ تدبیر سے ناشی ہوا یا ھذا اگر تو وقتِ جماعت جاگتا ہوتا اور بطلبِ آرام پڑا رہتا ہے جب تو صراحۃً آثم و تارکِ واجب اور اس عذرِ باطل میں مبطل و کاذب ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الجفاء کل الجفاء والکفر والنفاق من سمع منادی اللہ ینادی الی الصلٰوۃ فلا یجیبہ[2] حدیث حسن قد ذکرنا تخریجہ ولفظ الطبرانی ینادی بالصلاۃ ویدعو الی الفلاح[3]

ظلم پورا ظلم اور کفر اور نفاق ہے کہ آدمی اللہ کے منادی کو نماز کی طرف بلاتا سُنے اور حاضر نہ ہو۔ یہ حدیث حسن ہے اس کی تخریج کا ذکر ہم نے پیچھے کر دیا ہے۔ طبرانی کے الفاظ یُوں ہیں "نماز کی طرف بلانے والے اور فلاح کی دعوت دینے والے کو سُنے"۔

اور اگر ایسا نہیں تو اپنی حالت جانچ کہ یہ فتنۂ خواب کیونکر جاگا اور یہ فسادِ عجاب کہاں سے پیدا ہوا اس کی تدبیر کر۔ کیا تو قیلولہ ایسے تنگ وقت کرتا ہے کہ وقتِ جماعت نزدیک ہوتا ہے ناچار ہوشیار نہیں ہونے پاتا، یُوں ہے تو اول وقت خواب کر، اولیائے کرام قدسنا اللہ تعالٰی باسرارہم نے قیلولہ کے لئے خالی وقت رکھا ہے جس میں نماز و تلاوت نہیں یعنی ضحوۂ کبرٰی سے نصف النہار تک، وہ فرماتے ہیں چاشت وغیرہ سے فارغ ہو کر خواب خوب ہے کہ اس سے تہجد میں مدد ملتی ہے اور ٹھیک دوپہر ہونے سے کچھ پہلے جاگنا چاہئے کہ پیش از زوال

---

[1] صحیح البخاری باب مایکرہ من ترک قیام اللیل الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۵۴

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث معاذ بن انس رضی اللہ عنہ " دارالفکر بیروت ۳/۴۳۹

[3] المعجم الکبیر از معاذ بن انس حدیث ۳۹۴ " مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲۰/۱۸۳

marfat.com

Marfat.com

وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر وقتِ زوال کہ ابتدائے ظہر ہے ذکر و تلاوت میں مشغول ہو۔ امام اجل شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عوارف شریف میں فرماتے ہیں:

النوم بعد الفراغ من صلاۃ الضحٰی و بعد الفراغ من اعداد اخر من الرکعات حسن قال سفیٰن کان یعجبھم اذا فرغوا ان یناموا طلبا للسلامۃ وھذا النوم فیہ فوائد منھا انہ یعین علی قیام اللیل (الی قولہ قدس سرہ) وینبغی ان یکون انتباھہ من نوم النھار قبل الزوال بساعۃ حتی یتمکن من الوضوء والطھارۃ قبل الاستواء بحیث یکون وقت الاستواء مستقبل قبلۃ ذاکرا او مسبحا او تالیا[1] الخ

نمازِ چاشت سے فراغت کے بعد اور اس کے بعد کی مقررہ تعداد کی رکعتیں ادا کر کے سونا اچھا اور مناسب ہے۔ سفیان ثوری نے فرمایا کہ صوفیہ کرام جب نماز و اوراد سے فارغ ہو جاتے تو سلامتی اور عافیت کے لئے سونے کو پسند کرتے تھے اور اس (دوپہر سے قبل) سونے میں متعدد فوائد ہیں ان میں سے ایک رات کے قیام (شب بیداری) میں مدد ملتی ہے۔ (آگے چل کر شیخ قدس سرہٗ نے) فرمایا: طالبِ حقیقت کو چاہئے کہ زوال سے کچھ وقت پہلے نیند سے بیدار ہو جائے تاکہ استواء سے پہلے وضو اور طہارت سے فارغ ہو کر استواء کے وقت (جو ابتدائے ظہر ہے) قبلہ رُخ ہو کر ذکر یا تسبیح یا تلاوت میں مصروف ہو جائے الخ (ت)

ظاہر ہے کہ جو پیش از زوال بیدار ہو لیا اس سے فوتِ جماعت کے کوئی معنی ہی نہیں۔ کیا اس وقت سونے میں تجھے کچھ عذر ہے، اچھا ٹھیک دوپہر کو سو مگر نہ اتنا کہ وقتِ جماعت آ جائے، ایک ساعت قلیلہ قیلولہ بس ہے، اگر طول خواب سے خوف کرتا ہے تکیہ نہ رکھ بچھونا نہ بچھا کہ بے تکیہ و بے بستر سونا بھی مسنون ہے، سوتے وقت دل کو خیالِ جماعت سے خوب متعلق رکھ کہ فکر کی نیند غافل نہیں ہوتی، کھانا حتی الامکان علی الصباح کھا کہ وقتِ نوم تک بخاراتِ طعام فرو ہولیں اور طولِ منام کے باعث نہ ہوں، سب سے بہتر علاج تقلیلِ غذا ہے۔ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما ملأ اٰدمیّ وعاءً شرًّا من بطنہ بحسب ابن اٰدم اکلاتٌ یقمن صلبہ فان کان لامحالۃ فثلث لطعامہ وثلث

آدمی نے کوئی برتن پیٹ سے بدتر نہ بھرا آدمی کو بہت ہیں چند لقمے جو اس کی پیٹھ سیدھی رکھیں اور اگر یوں نہ گزرے تو تہائی پیٹ کھانے کے لئے تہائی

---

[1] عوارف المعارف ملحق احیاء العلوم الباب الخمسون فی ذکر العمل فی جمیع النہار مطبوعہ مطبع المشہد الحسینی قاہرہ مصر ۱۹۵

marfat.com

Marfat.com

لشرابه وثلث لنفسه[1] رواه الترمذی وحسنه وابن ماجة وابن حبان عن المقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

پانی تہائی سانس کو رکھے۔ اسے ترمذی نے روایت کرکے حسن کہا۔ ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

پیٹ بھر کر قیام لیل کا شوق رکھنا بانجھ سے بچّہ مانگنا ہے، جو بہت کھائے گا بہت پیے گا، جو بہت پیے گا بہت سوئے گا، جو بہت سوئے گا آپ ہی یہ خیرات و برکات کھوئے گا ؎

استغفر اللہ من قول بلا عمل

لقد نسبت به نسلا لذی عقم

(میں اللہ تعالٰی سے بلا عمل قول سے توبہ کرتا ہوں، تحقیق بانجھ عورت کو بچّے کے ساتھ نسل کے اعتبار سے منسوب کیا گیا ہے)

ولہذا حدیث میں آیا حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان کثرة الاکل شؤم[2] رواہ البیھقی فی شعب الایمان عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

بیشک بہت کھانا منحوس ہے۔ اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔

یُوں بھی نہ گزرسکے تو قیام لیل میں تخفیف کرے دو رکعتیں خفیف وتام بعد نماز عشاء ذرا سونے کے بعد شب میں کسی وقت پڑھنی اگرچہ آدھی رات سے پہلے ادائے تہجد کو بس ہیں، مثلاً نو بجے عشاء پڑھ کر سو رہا دس بجے اُٹھ کر دو رکعتیں پڑھ لیں تہجد ہوگیا، حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یحسب احدکم اذا قام من اللیل یصلی حتی یصبح انه قد تهجد انما التهجد المرء یصلی الصلٰوة بعد رقدة[3] رواہ الطبرانی عن الحجاج بن عمرو رضی اللہ تعالٰی

تم میں کسی کا یہ گمان ہے کہ رات کو اُٹھ کر صبح تک نماز پڑھے جبھی تہجد ہو تہجد صرف اس کا نام ہے کہ آدمی ذرا سو کر نماز پڑھے۔ اس کو طبرانی نے حجاج بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند حسن ان شاء اللہ

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی کراہیة کثرة الاکل مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۶۰

[2] شعب الایمان الفصل الثانی فی کثرة الاکل حدیث ۵۶۶۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۳۲

[3] المعجم الکبیر مروی از حجاج بن عمرو حدیث ۳۲۱۶ ″ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۳/ ۲۲۵

marfat.com

Marfat.com

عنہ بسند حسن ان شاء اللہ تعالیٰ۔ تعالیٰ سے روایت کیا ہے۔

سوتے وقت اللہ عزوجل سے توفیق جماعت کی دعا اور اس پر سچا توکل مولیٰ تبارک وتعالیٰ جب تیرا حسنِ نیت وصدق عزیمت دیکھے گا ضرور تیری مدد فرمائے گا۔ من یتوکل علی اللہ فھو حسبہ[1] (جو اللہ تعالیٰ پر توکل وبھروسہ کرتا ہے اس کے لئے اللہ کافی ہے۔ت) عوارف شریف میں ہے:

لتغییر العادۃ فی الوسادۃ والغطاء والوطاء تاثیر فی ذلک ومن ترک شیئا من ذلک و اللہ عالم بنیتہ وعزیمتہ یثیبہ علی ذلک بتیسیر ما رام[2]۔

کیونکہ تکیہ، بچھونے اور لحاف وغیرہ میں عادت کو بدل دینا یعنی ان کو ترک کردینا اس سلسلہ میں بہت مؤثر ہے اور جو ان اشیاء میں سے کسی کو ترک کردے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیت وارادہ کو دیکھتے ہوئے اس کے مقصد میں سہولت پیدا فرمادیتا ہے یعنی کم خوابی کے آداب اس کو میسر آجاتے ہیں (ت)

اپنے اہلِ خانہ وغیرہم سے کسی معتمد کو متعین کرکہ وقتِ جماعت سے پہلے جگادے

کما وکل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلالا رضی اللہ تعالیٰ عنہ لیلۃ التعریس۔

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لیلۃ التعریس میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیدار کرنے کی ذمہ داری سونپی تھی (ت)

ان ساتوں تدبیروں کے بعد کسی وقت سوئے ان شاء اللہ تعالیٰ فوتِ جماعت سے محفوظ ہوگا اور اگر شاید اتفاق سے کسی دن آنکھ نہ کھلی اور جگانے والا بھی بھول گیا یا سو رہا کما وقع لسیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ

ع علق بالمشیۃ لان فیہ ابن لھیعۃ والکلام فیہ معروف والاصوب فیہ عندی ان حدیثہ حسن ان شاء اللہ تعالیٰ ۱۲ منہ (م)

مشیت باری تعالیٰ کے ساتھ معلق کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں ابن لہیعہ ہیں اور ان میں کلام معروف ہے اور اس کے بارے میں میری رائے میں یوں کہنا چاہئے اس کی حدیث ان شاء اللہ تعالیٰ حسن ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] القرآن ۶۵/۳

[2] عوارف المعارف ملحق احیاء العلوم الباب السادس والاربعون الخ مطبوعہ مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ مصر ص ۱۸۴

marfat.com

Marfat.com

عنہ (جیساکہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ واقعہ ہوا۔ ت) تو یہ اتفاقی عذر مسموع ہوگا اور امید ہے کہ صدقِ نیت وحُسنِ تدبیر پر ثوابِ جماعت پائے گا وباللہ التوفیق۔

کیا تیری مسجد میں بہت اول وقت جماعت کرتے ہیں کہ دوپہر سے اُس تک سونے کا وقفہ نہیں جب تو سب وقتوں سے چھوٹ گیا سو کر پڑھی یا پڑھ کر سوئے بات تو ایک ہی ہے جماعت پڑھ ہی کر سوئے کہ خوف فوت اصلاً نہ رہے جیسے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم روزِ جمعہ کیا کرتے تھے

الشیخان عن سھل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ قال ماکنا نقیل ولا نتغذی الا بعد الجمعۃ[1]، وفی لفظ للبخاری کنا نصلی مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الجمعۃ ثم تکون القائلۃ[2] وعندہ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کنا نبکر الی الجمعۃ ثم نقیل[3]

بخاری ومسلم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم جمعہ کے بعد قیلولہ کرتے اور کھانا کھاتے تھے دوسری حدیث میں الفاظِ بخاری یہ ہیں ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ نمازِ جمعہ ادا کرتے پھر قیلولہ ہوتا تھا، اور بخاری میں ہی حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ ہم نمازِ جمعہ کی طرف جلدی جاتے تھے پھر قیلولہ کرتے تھے (ت)

غرض یہ تین صورتیں ہیں پیش از زوال سو اٹھنا بعد جماعت سونا ان میں کوئی خدشہ ہی نہیں، اور تیسری صورت میں وہ سات تدبیریں ہیں رب عزوجل سے ڈرے اور بصدقِ عزیمت ان پر عمل کرے پھر دیکھیں کیونکر تہجد تفویتِ جماعت کا موجب ہوتا ہے، بالجملہ نہ ماہ نیم ماہ کہ مہرِ نیمروز کی طرح روشن ہوا کہ عذر مذکور یکسر مدفوع و محض نامسموع، جماعت وتہجد میں اصلاً تعارض نہیں کہ ایک کا حفظ دوسرے کے ترک کی دستاویز کیجئے اور بوجہ تعذر جمع راہ ترجیح لیجئے ھذا ھو حق الجواب واللہ الھادی الی سبیل الصواب (اور یہی حق جواب ہے اور اللہ تعالٰی ہی راہِ صواب کی طرف ہادی ہے۔ ت)

با اینہمہ اگر اس تقدیرِ ضائع وفرضِ خلافِ واقع کا مان لینا ہی ضرور تو جماعتِ اولٰی پر تہجد کی ترجیح محض باطل ومہجور، اگر حسبِ تصریح عامۂ کتب تہجد مستحب وحسبِ اختیار جمہور مشائخ جماعت واجب مانئے جب تو ظاہر کہ واجب ومستحب کی کیا برابری، نہ کہ اس کو اس پر تفضیل وبرتری، اور اگر تہجد میں اعلی الاقوال کی طرف ترقی

---

[1] صحیح البخاری باب قول اللہ عزوجل فاذا قضیت الصلٰوۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۸

[2] " " القائلۃ بعد الجمعہ " " " " "

[3] " " قول اللہ عزوجل فاذا قضیت الصلٰوۃ الخ " " " " "

marfat.com

Marfat.com

اور جماعت میں ادنی الاحوال کی جانب تنزل کر کے دونوں کو سنّت ہی مانئے تاہم تہجد کو جماعت سے کچھ نسبت نہیں جماعت بر تقدیر سنیت بھی تمام سنن حتی کہ سنّت فجر سے بھی اہم و آکد واعظم ہے ولہذا اگر امام کو نمازِ فجر میں پائے اور سمجھے کہ سُنتیں پڑھے گا تو تشہد بھی نہ ملے گا تو بالاجماع سنتیں ترک کر کے جماعت میں مل جائے والمسئلۃ منصوص علیہا فی کتب المذہب کافۃ (اس مسئلہ پر تمام کتبِ مذہب میں نص موجود ہے۔ ت)

طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں زیرِ قول مصنف الجماعۃ سنۃ فی الاصح (اصح قول کے مطابق جماعت سنّت ہے۔ ت) فرمایا:

وفی البدائع عامۃ المشائخ علی الوجوب وبہ جزم فی التحفۃ وغیرہا وفی جامع الفقہ اعدل الاقوال واقواہا الوجوب (الی ان قال) وعلی القول بانہا سنۃ ہی اٰکد من سنۃ الفجر[1]۔

بدائع میں ہے کہ عامہ مشائخ کے نزدیک جماعت واجب ہے۔ اسی پر تحفہ وغیرہا میں جزم ہے اور جامع الفقہ میں ہے سب سے معتدل اور مضبوط قول وجوب کا ہے (آگے چل کر کہا) جن کے قول پر جماعت سنت ہے ان کے نزدیک یہ سنتِ فجر سے زیادہ مؤکد ہے۔ (ت)

ردالمحتار باب النوافل میں ہے:

لیس لہ ترک صلاۃ الجماعۃ لانہا من الشعائر فہی اٰکد من سنۃ الفجر ولذا یترکہا لو خاف فوت الجماعۃ[2]۔

عالمِ دین کیلئے باجماعت نماز کا ترک جائز نہیں کیونکہ یہ شعائرِ اسلام میں سے ہے اور اس میں فجر کی سنتوں سے زیادہ تاکید ہے یہی وجہ ہے کہ جماعت کے نہ ملنے کا خوف ہو تو سُننِ فجر کو ترک کیا جاسکتا ہے (ت)

اور سنّتِ فجر بالاتفاق بقیہ تمام سُنن سے افضل، ولہذا بصورتِ فوت مع الفریضہ بعد وقت قبل زوال اُن کی قضا کا حکم ہے بخلاف سائر سُنن کہ وقت کے بعد کسی کی قضا نہیں، ولہذا بلاعذر بیٹھ کر سنّتِ فجر کو بیٹھ کر پڑھنا ناجائز بخلاف دیگر سنن کہ بے عذر بھی روا اگرچہ ثواب آدھا، ولہذا صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی کہ قائل سنیتِ وتر ہوئے سنّتِ فجر کو اُس سے آکد ماننے کی طرف گئے، درمختار میں ہے:

السنن اٰکدہا سنۃ الفجر اتفاقا ثم قیل بوجوبہا فلا تجوز صلاتہا

وہ سنن جن پر سب سے زیادہ تاکید ہے وہ بالاتفاق فجر کی سنتیں ہیں، بعض نے انھیں واجب

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب الامامۃ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۵۶

[2] ردالمحتار باب الوتر والنوافل ؍؍ مصطفی البابی مصر ۱/۴۹۹

marfat.com

Marfat.com

قاعدا بلا عذر على الاصح ولا يجوز تركها لعالم صار مرجعا فى الفتاوى بخلاف باقى السنن وتقضى اذا فاتت معه بخلاف الباقى اھ ملخصا

قرار دیا ہے لہذا اصح قول کے مطابق بغیر عذر کے ان کو بیٹھ کر ادا کرنا جائز نہ ہوگا اور اس عالم کے لئے بھی ان کا ترک جائز نہیں جو فتوی جات کے لئے مرجع بن چکا ہو یعنی فتوی نویسی سے فراغت نہ ملتی ہو بخلاف باقی سنن کے، یعنی باقی سنن کو لوگوں کی حاجت فتوی کے پیش نظر چھوڑ سکتا ہے اور یہ سنن فرائض کے ساتھ اگر فوت ہوجائیں تو انکی قضا ہے جبکہ باقی سنن کی قضا نہیں اھ تلخیصاً (ت)

بحرالرائق میں ہے:

سنة الفجر اقوى السنن باتفاق الروايات لما فى الصحيحين عن عائشة رضى الله تعالى عنها قالت لم يكن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم على شئ من النوافل اشد تعاهدا منه على ركعتى الفجر[2]

فجر کی سنتیں بالاتفاق باقی تمام سنن سے اقوی ہیں جیسا کہ بخاری ومسلم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی حدیث سے ثابت ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نوافل میں سب سے زیادہ حفاظت فجر کی سنتوں کی فرماتے تھے (ت)

اُسی میں خلاصہ سے ہے:

اجمعوا على ان ركعتى الفجر قاعدا من غير عذر لا تجوز كذا روى الحسن عن ابى حنيفة[3]

تمام فقہا کا اتفاق ہے کہ بغیر عذر کے فجر کی سنتیں بیٹھ کر ادا کرنا جائز نہیں جیسا کہ حسن نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے (ت)

اُسی میں قنیہ سے ہے:

اذا لم يسع وقت الفجر الا الوتر والفجر، او السنة والفجر فانه يوتر ويترك السنة عند ابى حنيفة وعندهما السنة اولى من الوتر[4]

جب وقت فجر میں، وتر وفجر یا سنن وفجر کی ادائیگی کے سوا گنجائش نہ رہے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک وتر ادا کر لئے جائیں اور سنتیں ترک کر دی جائیں اور صاحبین کے ہاں سنتوں کی ادائیگی وتر کی ادائیگی سے افضل ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۹۵
[2] بحرالرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۷
[3] " " " " " "
[4] " " " " " ۲/۴۸

marfat.com

Marfat.com

پھر مذہب اصح پر سنت قبلیہ ظہر بقیہ سنن سے آکد ہیں

صححه المحسن واستحسنه المحقق فی الفتح فقال وقد احسن لان نقل المواظبة الصريحة عليها اقوى من نقل مواظبته صلى الله تعالٰى عليه وسلم علی غيرها من غير ركعتی الفجر¹ اھ وكذا صححه فی الدراية والعناية والنهاية وكذا ذكر تصحيحه العلامة نوح كما فی الطحطاوی علی مراقی الفلاح وكذا صححه فی البحر عن القنية وعلله بورود الوعيد وتبعه فی الدر۔

محسن نے اس کو صحیح اور محقق نے فتح میں اس کو مستحسن قرار دیا اور کہا انھوں نے اچھا کیا کیونکہ فجر کی سنتوں کے علاوہ سننِ ظہر پر نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جو مواظبت صریحہ منقول ہے وہ دیگر نوافل کی مواظبت منقولہ سے زیادہ اقوی ہے اھ اور اسی طرح اسے درایہ، عنایہ اور نہایہ میں صحیح کہا اور اسی طرح علامہ نوح نے اس کی تصحیح ذکر کی جیسا کہ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں مذکور ہے۔ بحر میں قنیہ کے حوالے سے صحیح کہا اور اس کی علت یہ بیان کی کہ ان کے ترک پر وعید وارد ہے اور اس کی اتباع درمختار نے کی ہے۔ (ت)

اور امام شمس الائمہ حلوانی کے نزدیک سنتِ فجر کے بعد افضل و آکد رکعتیں مغرب ہیں پھر رکعتیں ظہر پھر رکعتیں عشا پھر قبلیہ ظہر کما فی الفتح وغیرہ۔

قلت وعليه مشى فی الهندية عن تبيين الحقائق الامام الزيلعی فقال اقوى السنن ركعتا الفجر ثم سنة المغرب ثم التی بعد الظهر ثم التی بعد العشاء ثم التی قبل الظهر² (ملخصا)۔

قلت (میں کہتا ہوں) ہندیہ میں امام زیلعی کی تبیین الحقائق کے حوالے سے یہی بات بیان کرتے ہوئے کہا سب سے قوی اور مؤکد فجر کی سنتیں پھر سنتِ مغرب پھر بعدیہ ظہر پھر بعدیہ عشاء پھر قبلیہ ظہر (ملخصاً) (ت)

پھر شک نہیں کہ ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک سب سنن رواتب تہجد سے اہم و آکد ہیں۔

اقول وكيف لا وقد ثبت استنانها موكدا من دون تردد بخلاف التهجد فان

اقول (میں کہتا ہوں) یہ کیسے نہ ہو حالانکہ ان سنن رواتب کا مؤکد ہونا بغیر کسی تردد کے ثابت ہے

---

¹ فتح القدیر باب النوافل مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۸۳

² تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبعہ کبرٰی امیریہ بولاق مصر ۱/۱۷۲

marfat.com

Marfat.com

جمهور العلماء يعدونه من المندوبات حتی جاء المحقق ابن الهمام فبحث بحثا ولم يقطع قولا فتردد فی ندبه واستنانه مع التنصيص بان الادلة القولية انما تفيد الندب، ثم بحث تلميذه المحقق ابن امير الحاج اشبهية سنيته علی ما فيه من نزاع طويل ولولا غرابة المقام ومخافة الطويل لاتينا بما فيه من قال وقيل۔

بخلاف تہجد کے کیونکہ جمہور علماء اسے (یعنی تہجد کو) مندوبات میں شمار کرتے ہیں حتی کہ محقق ابن ہمام جب اس مسئلہ پر پہنچے تو انہوں نے خوب بحث کی لیکن وہ بھی اس بارے میں کوئی قطعی قول نہ کرسکے اور اس کے مندوب ومسنون ہونے میں متردد ہوئے، باوجود اس تنصیص کے کہ ادلّہ قولیہ اس کے مندوب ہونے کو ظاہر کرتی ہیں، پھر ان کے شاگرد محقق ابن امیر الحاج نے اس کے سنّت ہونے کو اشبہ ومختار کیا۔ علاوہ ازیں اس میں طویل نزاع کو ذکر کیا ہے اگر غرابتِ مقام اور طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ہم وہ تمام گفتگو یہاں ذکر کردیتے۔ (ت)

ولہذا ہمارے علماء سنن رواتب کی نسبت فرماتے ہیں:

انها لتاكدها اشبهت الفريضة[1] كما فی الدر۔

یہ سنن رواتب تاکید کی بنا پر فرائض کے مشابہ ہیں جیساکہ در میں ہے (ت)

اور یہی مذہب جمہور ومشرب منصور ہے

وان خالفهم الامام ابو اسحاق المروزی من الشافعية فقال بتفضيل التهجد مطلقا وتبعه الامام الاجل ابو زكريا النووی الشافعی فی المنهاج مستدلا بما لاحجة له فيه عند التدقيق كما بيناه[عہ] فی

اگرچہ امام ابواسحاق شافعی مروزی نے ہمارے اصحاب کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ تہجد ہر حال میں سنن رواتب سے افضل ہے، امام اجل ابو زکریا نووی شافعی نے منہاج میں ایسی دلیل دیتے ہوئے ان کی اتباع کی کہ جو تحقیق وتدقیق کے بعد حجت نہیں بن سکتی جیساکہ ہم نے

عہ اخرجه الائمة احمد ومسلم والاربعة عن ابی هريرة ومحمد بن هارون الرويانی فی مسنده والطبرانی

اسے امام احمد، امام مسلم اور دیگر چاروں محدثین ائمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، اور شیخ محمد بن ہارون رویانی نے اپنی مسند اور

(باقی برصفحہ آئندہ)

[1] درمختار باب الوتر والنوافل مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۵

marfat.com

Marfat.com

بعض تعلیقاتنا وقد علمت مذهب اصحابنا

اپنے بعض حواشی میں اسے بیان کیا ہے اور آپ جانتے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فی الکبیر عن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہما قالا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم افضل الصلوٰۃ بعد المکتوبات صلاۃ فی جوف اللیل[1] فحملہ ابواسحق المروزی و من وافقہ علی ظاہرہ فقالوا ان صلوٰۃ اللیل افضل من السنن الراتبۃ قال الامام النووی وقال اکثر اصحابنا الرواتب افضل لانہا تشبہ الفرائض قال والاول اقوی واوفق للحدیث[2] اھ وتبعہ العلامۃ میرک فقال فیہ حجۃ لابی اسحٰق المروزی من شافعیۃ علی ان صلاۃ اللیل افضل من الرواتب وقال اکثر العلماء ان الرواتب افضل و الاول اقوی لنص ھذا الحدیث قال وقد یجاب بان معناہ من افضل الصلاۃ وھو خلاف سیاق الحدیث[3] اھ اما موافقوا الجمہور فاولوہ بان المراد الفرائض وتوابعہا ای کان الرواتب لشدۃ اتصالہا بالمکتوبات وشبہہا بہا دخلت فی قولہ صلی اللہ

طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت جندب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا، دونوں صحابی کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، فرائض کے بعد سب سے افضل نماز رات کے درمیانی حصہ کی نماز ہے۔ امام ابواسحاق مروزی اور ان کے ساتھ موافقت رکھنے والے علماء نے اسے اپنے ظاہری معنی پر محمول کرتے ہوئے کہا کہ رات کی نماز سنن راتبہ سے افضل ہے۔ امام نووی نے کہا کہ ہمارے اکثر علماء نے فرمایا کہ سنن راتبہ افضل ہیں کیونکہ وہ فرائض کے مشابہ ہیں، اور فرمایا پہلا قول اقوی اور حدیث کے زیادہ موافق ہے اھ علامہ میرک نے اسی کا اتباع کرتے ہوئے کہا کہ یہ حدیث امام ابواسحاق مروزی شافعی کی اس بات پر دلیل ہے کہ رات کی نماز سنن راتبہ سے افضل ہے اور اکثر علماء نے کہا ہے کہ سنن مؤکدہ افضل ہیں۔ مگر پہلا قول اس نص حدیث کی وجہ سے قوی ہے، اور کہا کہ بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ رات کی نماز افضل نمازوں میں سے ہے، اور یہ سیاق حدیث کے خلاف ہے اھ بہرحال جو جمہور کی موافقت کرنے والے ہیں وہ اس کی تاویل یوں کرتے ہیں کہ یہاں اس سے مراد فرائض اور ان کے توابع دونوں ہیں یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

(باقی بر صفحہ آئندہ)

[1] صحیح مسلم، کتاب الصوم ۱/۳۶۸ [2] شرح صحیح مسلم للنووی ۱/۳۶۹ [3] مرقات المفاتیح بحوالہ علامہ میرک ۳/۳۱۱

marfat.com

Marfat.com

واجماعهم على ان الاقوى | ہیں کہ ہمارے اصحاب کا مذہب اور اجماع اس بات پر ہے کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تعالیٰ علیہ وسلم بعد المکتوبۃ قال المولیٰ علی القاری فی المرقاۃ افضل الصلوٰۃ بعد المفروضۃ ای توابعہا من السنن المؤکدۃ[1] اھ وقال المناوی فی تیسیرای ولواحقہا من الرواتب و نحوہا من کل نفل یسن جماعۃ اذھی افضل من مطلق النفل علی الاصح[2] اھ و مثلہا فی السراج المنیر للعزیزی وقال محمد الحفنی فی تعلیقاتہ علی الجامع الصغیر ای النفل المطلق فی اللیل افضل منہ فی النہار والافالراتبۃ فی النہار افضل من التہجد[3] اھ و ابدی القاری جوابین اخرین فقال وقد یقال التہجد افضل من حیث زیادۃ مشقتہ علی النفس وبعدہ عن الریاء والرواتب افضل من حیث الاکدیۃ فی المتابعۃ للمفروضۃ فلامنافاۃ[4] ای ان التہجد لہ ھذا الفضل الجزئی علی الرواتب فلا ینافی فضلہا الکلی قال اویقال صلاۃ اللیل افضل لاشتمالہا

کے ارشاد گرامی "فرائض کے بعد" کے تحت سنن راتبہ بھی داخل ہیں کیونکہ سنن مؤکدہ کا فرائض کے ساتھ شدید اتصال اور مشابہت ہے۔ ملا علی قاری مرقات میں لکھتے ہیں افضل الصلاۃ بعد المفروضۃ یعنی بعد سنن مؤکدہ کے اھ مناوی تیسیر میں لکھتے ہیں اور یعنی فرائض سے ان کے لواحق (سنن مؤکدہ) اور وہ نوافل جن کی جماعت سنت ہے تمام مراد ہیں کیونکہ اصح قول کے مطابق وہ مطلق نفل سے افضل ہیں اھ یہی بات عزیزی کی سراج منیر میں ہے محمد حفنی اپنی تعلیقات علی الجامع الصغیر میں لکھتے ہیں رات کے نوافل مطلقاً دن کے نوافل سے افضل ہیں ورنہ سنن راتبہ جو دن میں ہیں وہ تہجد سے افضل ہیں اھ اور ملا علی قاری نے دو جواب اور دیے اور کہا کبھی یوں کہا جاتا ہے کہ تہجد نفس پر زیادہ مشقت اور ریا سے دوری کی وجہ سے افضل ہے اور سنن جو فرائض کے ساتھ ہیں وہ فرائض کی متابعت میں زیادہ مؤکد ہیں وہ اس اعتبار سے افضل ہیں لہٰذا ان میں کوئی منافات نہیں ہے اھ یعنی اگر تہجد کو سنن مؤکدہ پر یہ فضیلت جزئی حاصل ہے تو یہ ان کی فضیلت کلی کے منافی نہیں ہے۔ فرمایا یا یوں کہا جاسکتا ہے کہ رات کی نماز (تہجد) افضل اس

(باقی اگلے صفحے پر)

[1] مرقات المفاتیح حدیث ۲۰۳۶ ۳/۳۱۱ [2] التیسیر ... [3] ... [4] ... حفنی علی السراج المنیر، مصر ۱/۲۴۴

marfat.com

Marfat.com

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

علی الوتر الذی ھو من الواجبات[1] اھ اقول ھذا لا یصلح بیانا لمعنی کلام الشارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذ لا واجب عندہ انما ثمہ طلب جازم فافتراض او غیر جازم فندب کما حققہ المحقق حیث اطلق فی الفتح فان کان الوتر عندہ واجبا لدخل فی ثنیا المکتوبۃ ولو ترک قولہ الذی ھو من الواجبات وھی الکلام علی اسنان الوتر کما ھو مذھب الصاحبین لم یتجد ایضا لان سنۃ الفجر افضل من الوتر علی قولھما کما سمعت اقول و ظھر للعبد الضعیف جواب حسن احسن من کل ما سبق وھو ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یقل ان التھجد افضل الصلوۃ بعد المکتوبات حتی یکون دلیلا لمن شذ انما قال صلوۃ اللیل فان ثبت ان صلاۃ اللیل تشتمل علی نافلۃ غیر التھجد ھی افضل النوافل مطلقا حتی رواتب سقط

لئے ہے کہ وہ وتر پر مشتمل ہے جو کہ واجبات سے ہے اھ اقول (میں کہتا ہوں) یہ بیان کلام شارع کے معنی کا بیان بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا کیونکہ اس کے ہاں کوئی واجب نہیں ہے وہاں تو طلب جازم ہو تو افتراض ہے اگر جازم نہ ہو تو ندب ہے جیسا کہ فتح میں محقق نے تحقیق کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے۔ اگر شارع کے ہاں وتر واجب ہوتا تو وہ فرض میں شامل ہوتا اور اگر ملا علی قاری کے قول الذی ھو من الواجبات کو چھوڑ دیا جائے یعنی ان کے کلام میں وتر کو استنان پر محمول کیا جائے جیسا کہ صاحبین کا مذہب ہے تو بھی درست نہیں کیونکہ آپ سن چکے کہ ان کے قول کے مطابق فجر کی سنتیں وتر سے افضل ہیں اقول (میں کہتا ہوں) اس عبد ضعیف کے لئے ایک ایسا جواب ظاہر ہوا ہے جو مذکورہ تمام جوابات سے احسن ہے وہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ تہجد فرائض کے بعد افضل صلوٰۃ ہے، حتی کہ یہ مخالفین جمہور کی دلیل بنے بلکہ آپ نے صلوٰۃ اللیل (رات کی نماز) فرمایا ہے اب اگر یہ ثابت ہو جائے کہ رات کی نماز تہجد کے علاوہ دیگر نوافل پر بھی مشتمل ہے جو کہ مطلق نوافل حتی کہ سنن مؤکدہ سے بھی افضل ہو تو پھر اس حدیث سے

(باقی بر صفحہ آئندہ)

[1] مرقات المفاتیح حدیث ۱۲۳۶ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳/ ۳۱۲

marfat.com

Marfat.com

فلا علیك من جنوح الفاضل میرك و باللہ التوفیق تعالٰی وتبارك۔

ہیں اور فاضل میرک کی بحث وگفتگو قابل توجہ نہیں وباللہ التوفیق تعالٰی وتبارک۔ (ت)

تو تہجد جماعت کے کمتر از کمتر از کمتر سے کمتر پانچویں درجہ میں واقع ہے سب سے آکد جماعت[1] پھر سنتِ فجر[2] پھر قبلیہ ظہر پھر باقی رواتب[3] پھر تہجد وغیرہ[4] سنن ونوافل، اور دوسرے قول پر تو کہیں ساتویں درجے میں جاکر پڑے گا کہ سب سے اقوی جماعت[1] پھر سنتِ فجر[2] پھر سنت مغرب[3] پھر بعدیہ ظہر[4] پھر بعدیہ عشا[5] پھر قبلیہ ظہر پھر تہجد وغیرہا۔ پس تہجد کو سنت ٹھہرا کر بھی جماعت سے افضل کیا' برابر کہنے کی بھی اصلاً کوئی راہ نہیں' نہ کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الاحتجاج به وهو ثابت بحمد اللہ تعالٰی بحدیث الصحیحین عن ام المؤمنین الصدیقة رضی اللہ تعالٰی عنها قالت کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم یصلی من اللیل ثلث عشرة رکعة منها الوتر ورکعتا الفجر[1] فهذه ام المؤمنین وامام الفقهاء والمحدثین وغرة العرب العرباء الافصحین رضی اللہ تعالٰی عنها قد عدت سنة الفجر من صلاة اللیل فهذه هی النافلة التی تفوق الصلوات کلها بعد المکتوبة فبالاشتمال علیها فضلت صلوٰة اللیل علی صلاة النهار بالاطلاق فهذا الجواب القاطع بحمد اللہ تعالٰی ثم لاغرو من الامام الاجل النووی انما العجب من العلامة میرك کیف تبعه وخالف اجماع ائمة مذهبه علی ان سنة الفجر اکد النوافل مطلقا و باللہ التوفیق ۱۲ منه (م)

استدلال ساقط ہو جائیگا اور یہ بات بحمد اللہ تعالٰی بخاری ومسلم کی اس حدیث سے ثابت ہے جو ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعت[1] پڑھتے تھے ان میں وتر اور فجر کی سنتیں بھی ہوتی تھیں۔ یاد رہے آپ رضی اللہ تعالٰی عنہا ام المؤمنین، امام الفقہاء والمحدثین اور سرتاجِ فصحاء وبلغاء ہیں انھوں نے سنن فجر کو رات کی نماز میں شمار فرمایا ہے۔ پس یہ نوافل فرائض کے بعد تمام نمازوں پر افضل ٹھہرے، چونکہ یہ نوافل صلوٰۃ اللیل پر بھی مشتمل ہیں اس لئے رات کی نماز دن کی ہر نماز سے افضل قرار پائی۔ بحمد اللہ تعالٰی یہ قاطع جواب ہے۔ پھر امام نووی پر تو کوئی افسوس نہیں تعجب تو علامہ میرک پر ہے کہ انھوں نے امام نووی کی اتباع کرتے ہوئے اپنے ائمہ مذہب کے خلاف بات کیوں کہی حالانکہ ائمہ مذہب کا اتفاق ہے کہ سنن فجر مطلقاً نوافل سے مؤکد ہیں خواہ رات کے ہوں یا دن کے، وباللہ التوفیق ۱۲ منه (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب التہجد باب کیف ... قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۵۳

marfat.com

Marfat.com

مستحب مان کر، اگر کہئے یہاں کلام جماعتِ اولیٰ میں ہے کہ سوال میں اُس کی تصریح موجود اور واجب یا اُس اعلیٰ درجہ کی مؤکد مطلق جماعت ہے نہ خاص جماعتِ اولیٰ بلکہ وہ صرف افضل و اولیٰ اور فضل تہجد اُس سے اعظم و اعلیٰ تو حفظ تہجد کے لئے ترک اولیٰ جائز و روا اگرچہ افضل اتیان و ادا۔

اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالیٰ کی مدد سے کہتا ہوں۔ت) قطع نظر اس سے کہ جب تعارض مسلّم اور فضلِ تہجد آکد و اعظم تو حفظِ تہجد کو ترک اُولیٰ نہ ترک اَولیٰ، بلکہ ترک ہی اَولیٰ کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ت) یہ تاصیل و تفریع سراسر بے اصل و احداث شنیع کہ نہ احادیث حضور پُرنور سید الانام علیہ و علیٰ آلہ الصلاۃ والسلام اُس کے مساعد، نہ کلمات و روایاتِ علمائے کرام و فقہائے عظام مؤید و شاہد، اگر ایسا ہو تو بے عذر فوت تہجد وغیرہ بھلے چنگے بیٹھے بٹھائے بھی جماعتِ اولیٰ قصداً فوت کردینا جائز و روا ہو جبکہ ایک آدمی اپنے ساتھ جماعت کے لئے حاضر و مہیا ہو کہ آخر کچھ گناہ نہ کیا صرف ایک اولویت ترک کی جس میں حکم کراہت بھی نہیں، معاذ اللہ مسلمان اگر اس پر عمل کریں تو امر جماعت میں کس قدر تفرقہ شنیعہ واقع ہوتا ہے وجوب جان کر ترک پر سخت سخت وعیدیں سُن کر تو بہت لوگ کسل و کاہلی کرجاتے ہیں کاش یہ سُن پائیں کہ جماعتِ اولیٰ کی حاضری شرعاً کچھ ضرور نہیں ایک بہتر بات ہے کی کی نہ کی نہ کی، تو ابھی جو رہا سہا انتظام ہے سب درہم برہم ہوا جاتا ہے، لوگ مزے سے اذان سُنیں اور اپنے لہو و لعب میں مشغول رہیں کہ جلدی کیا ہے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ بنالیں گے، کیا ایسی ہی متفرق بے نظم جماعتوں کی طرف حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلایا، کیا انھیں کے ترک پر سخت سخت جگر شگاف وعیدوں کا حکم سنایا! حاش للہ ثم حاش للہ! ذرا نگاہِ انصاف درکار کہ یہ قصداً تفریقِ جماعت و تقلیلِ حضار کس قدر مقاصدِ شرع سے دُور اور نورانیتِ حق و صواب سے بعید و مہجور ہے نہیں نہیں بلکہ یقیناً وجوب و تاکد مذکور، خاص جماعتِ اولیٰ کے لئے منظور اور وہی صدر اول سے معہود، اور وہی احادیث وعید علی الترک میں مقصود، اور زنہار زنہار ہرگز جائز نہیں کہ بے عذر مقبول شرعی جماعتِ ثانیہ کے بھروسے پر جماعت اولیٰ قصداً چھوڑ دیجئے اور داعی الٰہی کی اجابت نہ کیجئے جماعتِ ثانیہ کی تشریع اس غرض سے ہے کہ احیاناً بعض مسلمین کسی عذر صحیح مثل مدافعت اخبثین یا حاجت طعام وغیرہا کے باعث جماعت اُولٰے سے رہ جائیں وہ برکت جماعت سے مطلقاً محروم نہ پائیں بے اعلان و تداعی محراب سے جدا ایک گوشے میں جماعت کرلیں نہ کہ اذان ہوتی رہے داعی الٰہی پکارا کرے جماعت اُولیٰ ہوا کرے (یہ) مزے سے گھر میں بیٹھے باتیں بنائیں یا پاؤں پھیلا کر آرام فرمائیں کہ عجلت کیا ہے ہم اور کرلیں گے یہ قطعاً یقیناً بدعتِ سیئہ شنیعہ ہے۔

ع اعلان و تداعی معروف شرعی کہ نماز کے لئے مقرر ہے یعنی اذان ۱۲ منہ (م)

marfat.com

Marfat.com

هذا مما لایشك فیه من دخل بستان الفقه فشم عرفا لانوارہ الفائحة اوفتح اجفان الفکر فشام برقا من انوارہ اللائحة ومالنا نسترسل فی سرد البراهین علی مثل هذا الواضح المبین ولکن لا باس ان نذکر شیئا من التنبیه لیستظهر الفقیه ویتذکر النبیه۔

اس بارے میں اس شخص کو ہرگز شک نہیں ہوسکتا جس نے گلستانِ فقہ کے مہکتے ہوئے پھولوں سے کچھ خوشبو پائی ہو یا اسکے روشن انوار سے مشامِ جان کو معطر کیا ہو اور ہم اس معاملہ کو ترک نہیں کر سکتے باوجودیکہ اس پر واضح دلائل موجود ہیں کوئی حرج نہیں کہ ہم تنبیہ ذکر کردیں تاکہ صاحبِ فقہ پر استحضار ہوجائے اور صاحبِ فہم محفوظ کرے۔ (ت)

فاقول وبه نستعین (میں اللہ تعالٰی کی مدد سے کہتا ہوں۔ت) **اولاً** فقیر غفراللہ تعالٰی لہ کا ایک موجز وجامع رسالہ مسمّی بنامِ تاریخی حسن البراعة فی تنقیح حکم الجماعة ہے جس میں بفضلہٖ سبحٰنہ وتعالٰی حکم جماعت کی تحقیق حدیثی وفقہی اعلٰی درجہ کمال وجمال پر موفق ہوئی ہمارے علماء سے دربابِ جماعت شاذ ومشہور ومقبول ومہجور چھ قول ماثور:

(۱) فرض عین (۲) فرض کفایہ

(۳) واجب عین (۴) واجب کفایہ

(۵) سنّتِ مؤکدہ (۶) مستحب

اُس نفیس مبارک رسالہ نے بعونہٖ تعالٰی ثابت کر دکھلایا کہ ان اقوال میں اصلاً تدافع وتمانع نہیں سب حق وصحیح اور اپنے اپنے معنی پر ترجیح وتصحیح ہیں، یہ جلیل تحقیق جمیل توفیق وللہ الحمد والمنة عجب نادر وعنقائے مغرب ہے جس کا نام سُن کر ناظر متحیرانہ کہے هذا لایکون وکیف یکون (یہ نہیں ہوسکتا اور کیسے ہوسکتا ہے۔ت) اور جب اس کی زاہر تحریر باہر تقریر پر اطلاع پائے متعجبانہ اعتراف کرے کہ لمثل هذا فلیعمل العاملون (کام کرنے والوں کو ایسا ہی کام کرنا چاہئے۔ت)

اس رسالہ میں ہم نے احادیث عبداللہ بن عباس وابوہریرہ وبریدہ وکعب بن عجرہ وانس بن مالک وعثمان غنی وعمرو بن ام مکتوم وابوامامہ وجابر بن عبداللہ وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ثابت کیا کہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اذان سُن کر حاضری واجب فرمائی، اداشناس سخن انہی احادیث سے جان سکتا ہے کہ اذان کس جماعت کے لئے بلاتی اور شرع اُس کی اجابت کیوں واجب فرماتی ہے مگر میں یہاں اصرح واوضح ذکر کروں حدیث حسن معاذ بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ اُوپر گزری جس میں ندا

marfat.com
Marfat.com

سُن کر نہ حاضر ہونے پر حکم جفا وکفر ونفاق فرمایا گیا، طبرانی کے یہاں بطریق آخر یوں آئی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

حسب المومن من الشقاء والخیبۃ ان یسمع المؤذن یثوب بالصلاۃ فلا یجیبہ۔[1]

مومن کو یہ بدبختی ونامرادی بہت ہے کہ مؤذن کو تکبیر کہتے سُنے اور اُس کا بلانا قبول نہ کرے۔(ت)

اس روایت نے روایت سابقہ کی تفسیر کردی کہ وہاں بھی ندا سے یہی تکبیر مراد تھی فان الاحادیث یفسر بعضھا بعضا وخیر تفسیر للحدیث ما یستبین بجمع طرقہ (احادیث ایک دوسرے کی تفسیر ہیں اور حدیث کی سب سے بہتر تفسیر وہ ہے جو اس حدیث کے تمام طرق کو جمع کرنے پر ہو۔ت) بلکہ عند التحقیق احادیث ایجاب اجابت فعلیہ عند الاذان کا مرجع بھی اسی طرف کہ ہم نے رسالہ مذکورہ میں احادیث و آثار ابوقتادہ وجابر بن عبداللہ وام المومنین وابوہریرہ وجابر بن سمرہ وامیر المومنین فاروق اعظم وعبداللہ بن عمر وابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت کیا کہ یہ وجوب تاوقت اقامت موسع ہے اگرچہ قنیہ ومجتبی میں صراحۃً تضییق کی کہ جو اذان سُن کر تکبیر کے انتظار میں بیٹھا رہے بدکار ومردود الشہادۃ ہے۔ بحر الرائق میں ہے:

فی القنیۃ لو انتظر الاقامۃ لدخول المسجد فھو مسیئ۔[2]

قنیہ میں ہے اگر اذان سن کر دخولِ مسجد کیلئے اقامت کا انتظار کرتا رہا تو وہ گنہگار ہوگا (ت)

اُسی میں ہے:

فی المجتبی من کتاب الشھادۃ من سمع الاذان وانتظر الاقامۃ فی بیتہ لاتقبل شھادتہ۔[3]

مجتبی کی کتاب الشہادۃ سے ہے جو شخص اذان سن کر گھر میں اقامت کا انتظار کرتا ہے اس کی شہادت قبول نہیں۔(ت)

غرض حدیث سے ثابت کہ جو تکبیر سُن کر حاضرِ جماعت نہ ہو اُسے بدبخت، نامراد، ظالم، اظلم، کافر، منافق فرمایا گیا۔ للہ انصاف! کیا تکبیر کسی مطلق جماعت کی طرف بُلاتی ہے، کیا اس جماعت میں ملو نہ ملو ہر دعوت تکبیر کی اجابت ہوجاتی ہے، کیا اس میں حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح کے یہ معنی ہیں کہ چاہے اس

---

[1] المعجم الکبیر مروی از معاذ بن انس رضی اللہ عنہ حدیث ۳۹۶ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲۰/۱۸۳
[2] بحر الرائق بحوالہ القنیہ باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۴۵
[3] 〃 باب الاذان 〃 〃 〃 〃 ۱/۲۶۰

marfat.com

Marfat.com

نماز و فلاح میں حاضر ہو چاہے نہ آؤ اپنی الگ کرلینا شاید قد قامت الصلوٰۃ کا یہی مطلب ہوگا کہ یہ نماز تو کھڑی ہو ہی گئی اب اس میں آکر کیا کرو گے تم اور کوئی بیٹھی ہوئی اٹھانا حاشا و کلا بلکہ تکبیر اسی جماعت کی طرف بلاتی اور اسی کی عدم حاضری پر وہ حکم و ظلم و کفر و نفاق و شقاوت و خیبت ہے تو قطعاً حکم وجوب و تاکد کی مصداق یہی ماثور و معہود جماعت ہے۔

ثانیاً یہ توسیع تو ہمارے طور پر تھی اگر تصریح قنیہ و مجتبیٰ و تقریر بحر پر نظر کیجئے تو امر اظہر کہاں وہ تضییق کہ اذان کے بعد تکبیر کا انتظار بھی جائز نہیں، کہاں یہ توسیع شنیع کہ سرے سے جماعت اولیٰ میں حاضر ہونا ہی کچھ ضرور نہیں۔

ثالثاً روشن تر نصِ قاطع لیجئے سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کاشانۂ اطہر سے مسجد انور میں قریب[1] امامت جلوہ فرما ہوتے، ایک دن نمازِ عشاء[2] کو تشریف لائے جماعت[3] میں قلت دیکھی کچھ لوگ حاضر نہ پائے نہایت[4]

---

[1] علیٰ هذا ثابت فی غیر هذا الحدیث من عدة احادیث صحاح اوردناها فی حسن البراعة ۱۲ منه رحمه الله (م)

یہ بات اس حدیث کے علاوہ متعدد احادیثِ صحیحہ سے بھی ثابت ہے جنہیں ہم نے حسن البراعۃ فی تنفید حکم الجماعۃ میں ذکر کیا ہے ۱۲ منہ رحمہ اللہ (ت)

[2] علیٰ هذا منصوص علیه فی هذا الحدیث عند مسلم فی صحیحه و عند غیره ۱۲ منه رحمه الله

امام مسلم نے اپنی صحیح اور دیگر محدثین نے اسی حدیث میں اس بات پر تصریح کی ہے ۱۲ منہ رحمہ اللہ (ت)

[3] علیٰ هذا عند احمد وغیره من حدیث کعب بن عجرة رضی الله تعالیٰ عنه و عند سراج فی مسنده فی هذا الحدیث۔ (م)

یہ حدیث امام احمد وغیرہ محدثین کے ہاں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور سراج کے ہاں مسندِ سراج میں بھی اسی حدیث کے تحت مذکور ہے۔ (ت)

[4] علیٰ هذا فی روایة السراج قال ثم خرج الی المسجد فاذا الناس عزون واذاهم قلیلون فغضب غضبا شدیدا لا اعلم انه رأیته غضب غضبا اشد منه ثم قال لقد هممت ان امر رجلا یصلی بالناس ثم اتتبع هذه الدور التی تخلف اهلوها عن هذه الصلاة فاضرمها علیهم بالنیران[1] (م)

یہ روایت سراج میں ہے، کہا: پھر آپ مسجد کی طرف تشریف لے گئے تو جو لوگ حاضر تھے وہ تھوڑے تھے آپ سخت غضب میں ہو گئے، میں نے آج تک آپ کو اتنا غضبناک کبھی نہیں دیکھا تھا، پھر فرمایا، میں ارادہ کرتا ہوں میں کسی آدمی کو حکم دوں جو جماعت کروائے پھر میں اُن گھروں کی طرف جاؤں جن کے اہل اس نماز میں حاضر نہیں ہوئے اور ان کو آگ سے جلا دوں۔ (ت)

---

[1] عمدۃ القاری بحوالہ مسند سراج باب وجوب صلوٰۃ الجماعۃ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۵/۱۶۰

marfat.com

Marfat.com

شدید غضب و جلال محبوب ذی الجلال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس سے ظاہر ہوا ارشاد فرمایا: خدا کی قسم میرے جی میں آتا ہے کہ مؤذن کو تکبیر کا حکم دوں پھر کسی کو امامت کے لئے فرماؤں پھر بھڑکتی ہوئی مشعلیں لے جاؤں اور اُن لوگوں پر اُن لوگوں کے گھر پھونک دوں جنھیں یہ اذان سُنتے یہ وقت ہو یا اب تک گھروں سے نماز کو

ع فان قلت الیس فی نفس الحدیث ما یدل ان الاولیٰ لاتجب عینا والا لما ھم ھو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان یقیم الصلاۃ ثم ینصرف الیھم لاحراق بیوتھم۔

اگر آپ کہیں کہ کیا نفس حدیث میں ایسی کوئی چیز نہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ پہلی (جماعت) واجب عینی نہیں ہے ورنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی کو جماعت قائم کرنے کا حکم دے کر اس (جماعت میں نہ حاضر ہونے والوں) کے گھروں کو جلانے کا ارادہ نہ کرتے۔

قلت ھذا السؤال قد اورد قبل علی الاحتجاج بالحدیث لوجوب الجماعۃ وقد تصدی العلماء لجوابہ قال العلامۃ البدر محمود العینی فی عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری الثالث (ای من وجوہ الجواب عن حدیث الباب) ما قالہ ابن بزیزۃ عن بعضھم انہ استنبط من نفس الحدیث عدم الوجوب لکونہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ھم بالتوجہ الی المتخلفین فلو کانت الجماعۃ فرض عین ما ھم بترکھا اذا توجہ قال العینی ثم نظر فیہ ابن بزیزۃ بان الواجب یجوز ترکہ لما ھو اوجب منہ اھ کلام العمدۃ۔[1]

قلت (میں کہتا ہوں) پہلے بھی سوال اس حدیث سے وجوب جماعت پر استدلال کرنے پر وارد ہوا اور علما اس کے جواب کے درپے ہوئے ہیں چنانچہ علامہ بدرالدین عینی نے عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں لکھا تیسرا (یعنی حدیث باب پر اعتراض کے جوابات میں سے) جواب وہ ہے جو ابن بزیزہ نے بعض محدثین کے حوالے سے ذکر کیا وہ یہ ہے کہ نفس حدیث سے عدمِ وجوب ثابت ہوتا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضر نہ ہونے والوں کی طرف جانے کا ارادہ کیا ہے اگر جماعت فرض عین ہوتی تو آپ اسے چھوڑ کر وہاں جانے کا ارادہ نہ کرتے۔ امام عینی کہتے ہیں پھر ابن بزیزہ نے اس کو یہ کہتے ہوئے محلِ نظر قرار دیا کہ بعض اوقات اہم واجب کی وجہ سے دوسرے کم درجہ واجب کو ترک کیا جا سکتا ہے اھ (عمدۃ القاری کی عبارت ختم ہوئی) (باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] عمدۃ القاری باب وجوب صلوٰۃ الجماعۃ مطبع ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۵/ ۱۶۴

marfat.com
Marfat.com

نہیں نکلتے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اقول فلقد صح مثل ذلك عنه صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الجمعۃ اخرج مسلم فی صحیحہ عن عبداللہ یعنی ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لقوم یتخلفون عن الجمعۃ لقد ہممت ان اٰمر رجلا یصلی بالناس ثم احرق علی رجال یتخلفون عن الجمعۃ بیوتہم[1]۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہی بات صحت کے ساتھ رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے نماز جمعہ کے بارے میں بھی ثابت ہے، امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جمعہ سے غیر حاضر لوگوں کے بارے میں فرمایا، میرا جی چاہتا ہے کہ میں کسی آدمی کو جماعت کا حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے پھر میں ان لوگوں کے گھر جلادوں جو جمعہ سے غیر حاضر رہتے ہیں۔

اقول علا ان عبداللہ بن وھب روی الحدیث فی مسندہ فقال حدثنا ابن ابی ذئب حدثنا عجلان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فذکر الحدیث وفیہ لینتھین رجال من حول المسجد لایشھدون العشاء اولاحرقن بیوتھم[2] وقد قال فی حدیث سقناہ عن الجامع الصحیح ثم اٰخذ شعلا من نار ولا نسلم ان بین ان یذھب بعد الاقامۃ بشعل قد اوقدت الی بیوت حول المسجد فیضرمھا علیھم و بین الرجوع الی المسجد ما یوجب

اقول (میں کہتا ہوں) اس کے علاوہ عبداللہ بن وہب نے اپنی مسند میں ذکر کیا کہ ہمیں ابن ابی ذئب نے انھیں عجلان نے انھیں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حدیث بیان کی پھر حدیث ذکر کی اس کے الفاظ یوں ہیں: مسجد کے پڑوسی ضرور باز آجائیں جو نمازِ عشا میں حاضر نہیں ہوتے، ورنہ میں ان کے گھر جلادوں گا۔ اور اس حدیث میں جسے ہم نے جامع صحیح کے حوالے سے لکھا یہ بھی ہے، فرمایا پھر میں آگ کی مشعل لوں، اور ہم نہیں مانتے کہ درمیان اس کے کہ اقامت کے بعد آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مسجد کے ارد گرد لوگوں کے گھروں کو جلانے کیلئے مشعل لے کر جانا اور درمیان اس کے کہ مسجد کی طرف لوٹ آنا کوئی

(باقی برصفحہ آئندہ)

[1] صحیح مسلم باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ وبیان التشدید فی التخلف عنہا مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۳۲

[2] عمدۃ القاری بحوالہ مسند عبداللہ بن وہب ... المنیریۃ مصر ۵/۱۶۰

marfat.com

Marfat.com

البخاری عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لیس صلاۃ اثقل علی المنافقین من الفجر والعشاء ولو یعلمون ما فیھما لاتوھما ولو حبوًا لقد ھممت ان اٰمر المؤذن فیقیم ثم اٰمر رجلا یؤم الناس ثم اٰخذ شعلا من نار فاحرق علی من لا یخرج الی الصلاۃ

البخاری، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافقین پر فجر وعشا کی نماز سے بڑھ کر کوئی نماز بھاری نہیں۔ اگر انھیں ان کے درجہ وفضیلت کا علم ہوجائے تو وہ گھٹنوں کے بل ان کی ادائیگی کے لئے آئیں، میراجی چاہتا ہے کہ میں مؤذن کو تکبیر کا کہوں اور کسی دوسرے کو جماعت کا حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھاتے پھر میں آگ کی مشعل لے کر ان پر پھینکوں جو نماز کے لئے ابھی تک گھروں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تفویت الجماعۃ حتی یلزم الترک نعم یفوت الادراک من اول الصلاۃ وھو لیس الا فضیلۃ ربما یترک لاقل من ھذا اعنی السکینۃ فی المشی لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا سمعتم الاقامۃ فامشوا الی الصلاۃ وعلیکم بالسکینۃ والوقار فما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فاتموا رواہ الشیخان وغیرھما عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فسقط الاشکال راسا وللہ الحمد واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (م)

زیادہ وقت ہے جو جماعت کو فوت کردیتا ہے حتی کہ ترکِ جماعت لازم آئے، ہاں اول نماز کا فوت ہونا لازم آتا ہے اور وہ فضیلت کے سوا کچھ بھی نہیں، بعض اوقات اس سے بھی کم درجہ شَی کی بنا پر اعلٰی کو ترک کیا جاسکتا ہے، مثلاً جماعت کے لئے دوڑنے کی بجائے سکون سے چلنا چاہئے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان ہے جب تم اقامت سنو تو نماز کی طرف چلو دراں حال تم پر سکون ووقار لازم ہے جو حصہ نماز پالو اسے ادا کرو اور جو رہ جائے اسے پورا کرلو۔ اسے بخاری ومسلم وغیرہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے، تو اب اشکال سرے سے ختم ہوگیا وللہ الحمد واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

ۡ۱ صحیح بخاری باب ما ادرکتم فصلوا الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۹

marfat.com

Marfat.com

بقیہ عہ

سے نہیں نکلے۔ (ت)

یہ حدیث صحیح نص صریح ہے کہ وقت اقامت تک مسجد میں حاضر نہ ہونا وہ جرم قبیح ہے جس پر حضور اقدس صلوات اللہ تعالٰی وتسلیماتہ علیہ وعلٰی آلہ الکرام نے ان لوگوں کے جلا دینے کا قصد فرمایا، علماء فرماتے ہیں یہ ارشاد کہ تکبیر کہلواکر نماز شروع کراؤں اُس کے بعد تشریف لے جاؤں اسی بنا پر تھا کہ اُن کی عدم حاضری ثابت اور الزام تخلف قائم ہولے اس کا منشا وہی تحقیق ہے جو ہم نے ذکر کی کہ ایجاب اجابت تا وقت اقامت موسع ہے۔ امام اجل ابوزکریا نووی رحمہ اللہ تعالٰی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں:

انما ھم باتیانھم بعد اقامۃ الصلاۃ لان بذلک یتحقق مخالفتھم وتخلفھم

اقامت نماز کے بعد آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ان کی طرف جانے کا ارادہ اس لئے ہے کہ یہ وہی

عہ قولہ بعد نقیض قبل مبنی علی الضم فلما حذف منہ المضاف الیہ بنی علی الضم وسمی غایۃ لانتھاء الکلام الیھا والمعنی بعد ان یسمع النداء الی الصلاۃ[2] اھ عمدۃ القاری قلت والنفی اذا لاق زمانا استغرق جمیع اجزائہ فیمتد من بدء وقت المضاف الیہ الی اٰن التکلم ولذا یرجع حاصلہ فی امثال المقام الی قولک الی الاٰن تقول ما جاءنی بعد ای بعد ان ذھب الی ھذا الحین وھذا معنی قولہ سمی غایۃ لانتھاء الکلام الیھا ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

قولہ "بعد" یہ "قبل" کی نقیض ہے یہ مبنی علی الضم ہے۔ کیونکہ جب اس کا مضاف الیہ محذوف ہو تو یہ مبنی علی الضم ہوتا ہے۔ کلام اس پر ختم ہونے کی وجہ سے اسے غایت بھی کہا جاتا ہے۔ الفاظ حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو نماز کی اذان سُن کر نماز کے لئے نہیں آتے۔ عمدۃ القاری قلت (میں کہتا ہوں) جب نفی کسی زمانے پر لاحق ہو تو تمام اجزاء کو محیط ہوئی تو اس کا احاطہ وقتِ مضاف الیہ کی ابتداء سے لے کر وقت تکلم تک ہوتا ہے اسی لئے ایسی عبارت کا معنی ایسے مقامات پر مثلاً "اب تک" ہوتا ہے مثلاً کوئی کہے ماجاءنی بعد یعنی وہ جانے کے بعد اس وقت تک نہیں آیا، اور جو انھوں نے کہا کہ اس پر انتہاءِ کلام کی وجہ سے اسے غایت کہا جاتا ہے اس کا معنی ومفہوم بھی یہی ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

---

[1] صحیح البخاری باب فضل صلاۃ العشاء فی الجماعۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۹۰

[2] عمدۃ القاری " " " " مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۵/۱۶۴

marfat.com

Marfat.com

فلیتوجه اللوم علیھم[1] الخ وقت ہے جب نہ آنے والوں کی عدم حاضری اور الزام تخلف ثابت ہو چکا جس کی وجہ سے وہ ملامت کے مستحق قرار پائے ہیں الخ (ت)

اقول یہاں سے واضح ہوگیا کہ ظاہر حدیث میں جو کلام قنیہ و مجتبٰی کی تائید نکلتی تھی ممنوع و ساقط ہے معہذا شک نہیں کہ حضور مسجد بنفسہٖ عبادت مقصودہ نہیں بلکہ غرض شہود جماعت ہے اور قبل از اقامت فوت جماعت غیر معقول تو اقامت تک وجوب موسع ماننے سے چارہ نہیں مگر بات یہ ہے کہ اقامت تک تاخیر یا تو امام معین کو میسر جس کے بن آئے جماعت قائم ہی نہ ہوگی یا اُسے جس کا مکان مسجد سے ایسا ملاصق کہ تکبیر کی آواز اُس پر مخفی نہ رہے گی ان کے سوا اور نمازیوں کو انتظار اقامت کرنے کے کوئی معنی ہی نہیں کہ جب نہ تکبیر اُن پر موقوف نہ اُنھیں اس کی آواز آئے گی تو کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں ایسوں کو اُسی وقت تک تاخیر روا جب تک تفویت کا خوف نہ ہو حدیث ایسے ہی لوگوں پر محمول اور ممکن کہ کلام قنیہ و مجتبٰی بھی اسی معنی پر حمل کریں فیحصل التوفیق و باللہ التوفیق۔

رابعًا اگر بفرض باطل یہ احکام مطلق جماعت کے ہوتے کہ اولٰی و ثانیہ دونوں جس کے فرد کو واجب تھا کہ بعد فوت اولٰی ثانیہ بالتعیین واجب و مؤکد ہوتی کہ اب برا ءت ذمہ اسی فرد میں منحصر ہوگئی حالانکہ ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو بعد فوت اولٰی وجوب درکنار نفس جواز ثانیہ میں نزاع عظیم ہے ظاہر[عہ] الروایہ منع و کراہت ہے اگرچہ ماخوذ و مختار جواز ہے جبکہ بے اعادہ اذان ہیاۃ اولٰی بدل کر ہو کما بیناہ فی فتاوٰنا بما یقبل المنصف و ان کابر المتعسف (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تفصیل بیان کردی ہے جسے منصف قبول اور متعسف مخالفت کریگا۔ت) امام اجل ظہیر الدین مرغینانی رحمہ اللہ تعالٰی اپنے فتاوٰی میں فرماتے ہیں:

لودخل جماعۃ المسجد بعد ما یصلی فیہ اھلہ یصلون وحدانا وھو ظاھر الروایۃ[2]۔	اگر کچھ آدمی کسی ایسی مسجد میں داخل ہوئے کہ وہاں کے لوگ باجماعت نماز ادا کر چکے تھے تو اب تنہا تنہا پڑھیں اور یہی ظاہر روایت ہے۔(ت)

عہ یہاں کلام علی ما ھو المشھور بین کثیر من الناس ہے فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ پر اس کی تحقیق جمیل توفیق و جلیل تطبیق فائض ہوئی خاص اسباب میں تحریر فقیر سے دیدنی ۱۲ منہ رحمہ اللہ (م)

---

[1] شرح مسلم للنووی مع صحیح مسلم باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ زیر حدیث مذکور مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۳۲

[2] ردالمحتار بحوالہ فتاوٰی ظہیریہ مطلب فی تکرار الجماعۃ فی المسجد مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۰۹

marfat.com

Marfat.com

وبعبارۃ اخری جس جماعت کو علماء واجب یا سنتِ مؤکدہ کہتے ہیں اُس کا تاکد متفق علیہ ہے اور ثانیہ کا بعد فوتِ اولٰی بھی نفسِ جواز مختلف فیہ تو ثانیہ کسی وقت اُس جماعت سے نہیں جس کا حکم وجوب تاکد ہے لیکن ثانیہ وانّما مطلق جماعت کی فرد ہے تو لاجرم یہ احکام مطلق اصولی کے نہیں بلکہ خاص اولٰی کے ہیں وھو المطلوب (اور مطلوب یہی تھا۔ ت) ردالمحتار میں ہے:

قد علمت ان تکرارھا مکروہ فی ظاھر الروایۃ الا فی روایۃ عن الامام وروایۃ عن ابی یوسف[عـہ] کما قدمناہ قریبا وسیأتی ان المراجح عند اھل المذھب وجوب الجماعۃ وانہ یاثم بتفویتھا اتفاقا[1]۔

آپ نے جانا کہ جماعت کا تکرار ظاہر روایت میں مکروہ ہے مگر امام صاحب سے ایک روایت اور امام ابو یوسف سے ایک روایت میں مکروہ نہیں جیسا کہ ہم نے ابھی پہلے بیان کیا اور عنقریب آرہا ہے کہ اہل مذہب کے ہاں راجح وجوبِ جماعت ہے اور جماعت کو فوت کرنے والا بالاتفاق گنہگار ہے (ت)

بھلا وہ کیا چیز ہے جس کی تفویت بالاتفاق گناہ ہے، ثانیہ کو تو اسی عبارت میں روایت مشہورہ پر مکروہ بتا رہے ہیں لاجرم وہ اولٰی ہی ہے تو ثانیہ کے اعتماد پر اسے فوت کرنا بالاتفاق گناہ ہے اور گناہ کی اجازت دینی اُس سے بھی بدتر۔

وبعبارۃ ثالثۃ وہی علماء کہ جماعتِ ثانیہ کو مکروہ بتاتے ہیں وجوب و تاکد جماعت کی تصریح فرماتے ہیں کما لایخفی علی من تتبع کلمات القوم وقد علمت الخلف والوفاق (جیسا کہ ہر اس شخص پر واضح ہے جو فقہاء کی عبارات سے آگاہ ہے اور تو اس میں اختلاف و اتفاق کو جانتا ہے۔ ت) اور وجوب و تاکد کا کراہت سے اجتماع بمعنی نہی عن الفعل یا ندبِ ترک بعد حصول المتاکد یقیناً محال اگرچہ بمعنی المطلوب المطلوب الدفع قبل الحصول ومطلوب الفعل بعد الحصول ممکن اور شک نہیں کہ یہاں اجتماع ہوگا تو بمعنی اول۔ فاعرف وافھم ان کنت تفھم بالیقین (اسے پہچان کر اچھی طرح سمجھ لے اگر توفیق کو پانے والا ہے۔ ت) وہ حکم اجماعی ایسی ہی جماعت کا ہے جو ثانیہ کو شامل نہیں ورنہ قول مشہور نہ صرف مہجور بلکہ قول بالمحال اور معاذ اللہ

عـہ قلت وروایۃ عن محمد کما فی البحر والمجتبی والحلیۃ وغیرھا ۱۲ منہ (م)

میں کہتا ہوں امام محمد سے بھی ایک روایت یہی ہے، جیسا کہ بحر، مجتبٰی، حلیہ اور دیگر کتب میں ہے ۱۲ منہ (م)

---

[1] ردالمحتار مطلب فی کراہت تکرار الجماعۃ فی المسجد مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۹۱

marfat.com
Marfat.com

قانون عقل وتمیز سے دُور ہوگا وای شناعة اشنع من ذلك (یعنی اس سے بڑھ کر بدبختی کیا ہوگی۔ ت)

خامساً ایک بدیہی بات، سنیت کا ہے سے ثابت ہوتی ہے مواظبت حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مطلقاً یا مع الترک احیاناً اور وجوب کو کیا چاہئے انکار اعلی الترک بھی یا صرف مواظبت دائمہ، اب دیکھ لیا جائے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کس جماعت پر مواظبت فرمائی اور کس کے ترک پر نکیر آئی، ظاہر ہے کہ وہ جماعت اُولٰی ہی تھی تو وجوب یا استنان موکد اُسی کا حکم ہے نہ مطلق ثانیہ کا۔

تنبیہ احکام افراد جانب مطلق سرایت کرتے شبہہ نہیں مگر وہ مطلق مطلق منطقی ہے جس کے تحقق کو تحقق فرد واحد اور اس پر صدق حکم کو صدق علی فرد و لو علی خلاف سائر الافراد کافی، ولہذا بتضاد احکام افراد مورد احکام متضاد ہوتا ہے بایں معنی مطلق جماعت بیشک فرض واجب سنّت مستحب مباح مکروہ حرام سب کچھ ہے کہ جماعتِ جمعہ وجماعتِ پنجگانہ وجماعتِ کسوف وجماعتِ وتر رمضان وجماعتِ نوافل بلا تداعی و بتداعی وجماعت ظہر فی المصر یوم الجمعہ وغیرہ سب کو شامل، اس معنی پر حکم فرد کی مطلق سے نفی دو بار قول بالمتناقضین ہے[عہ] لثبوته ونفیه کلیهما والمطلق کلیهما (ثبوت ونفی دونوں میں اور دونوں کے دونوں مطلق میں۔ ت) کلام اس میں نہیں مطلق اصولی یعنی فرد شائع یا ماہیت متقررہ فی ای فرد یُراد میں کلام ہے اس کی طرف احکام خاصہ فرد دون فرد ہرگز ساری نہیں ہوسکتے اور جو حکم اس کے لئے ثابت وہ ہر فرد کو ثابت مالم یمنع مانع (جب تک کوئی مانع نہ پایا جائے۔ ت) یہ نکتہ ضروری الحفظ ہے کہ اس سے غفلت باعث غلط وشطط ہوتی ہے

وقد حققه تاج المحققین خاتمة المدققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد فی کتابه المسماة "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" واللہ الہادی الی سبیل السداد۔

تاج المحققین خاتم المدققین ہمارے سردار والد گرامی قدس سرہ نے اس کی تحقیق اپنی کتاب "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" میں کی ہے اور اللہ تعالٰی ہی سیدھے راہ کی ہدایت دینے والا ہے (ت)

عہ لانه ان اثبت للفرد فقد اثبت للمطلق بحکم السرایة لکنه اثبت للفرد فاثبت للمطلق وقد نفی عنه لکنه لم یثبت للمطلق فلم یثبت للفرد وقد اثبت له ۱۲ منه (م)

اس لئے کہ اگر کسی فرد کے لئے ثابت کیا تو وہ حکم سرایت کی وجہ سے مطلق کے لئے بھی ثابت ہوجاتا ہے لیکن جب اس نے فرد کے لئے ثابت کیا تو گویا مطلق کے لئے بھی ثابت کردیا حالانکہ اس نے اس سے نفی کردی لیکن جب مطلق کے لئے ثبوت نہیں تو فرد کے لئے بھی ثابت نہیں حالانکہ اس نے مطلق کے لئے ثابت کیا ہے ۱۲ (ت)

marfat.com

Marfat.com

بالجملہ نہ جماعت اُولیٰ پر ترجیح تعدد وجہ صحت رکھتی ہے نہ حکمِ وجوب و تاکد جماعت اولیٰ سے متعدی ہے نہ باعتماد ثانیہ ترک اولیٰ کی اجازت ہوسکتی ہے نہ ہرگز اولیٰ وثانیہ کا ثواب مساوی ہے بلکہ باعتماد ثانیہ تفویت اولیٰ گناہ قطعی اجماعی ہے، ہاں مسجد اگر مسجدِ شارع ہو یعنی اُس کے لئے کوئی جماعت معلوم معین نہیں جیسے بازاروں کی مسجدیں کہ کسی خاص محلہ وگروہ سے مختص نہیں کچھ راہ گیر آئے پڑھ گئے کچھ پھر آئے وہ پڑھ گئے، یوں ہی متفرق گروہ آتے اور پڑھتے جاتے ہیں تو وہاں اس قول کی گنجائش ہے کہ ایسی مساجد کی ہر جماعت جماعت اولیٰ ہے،

فان الاولی الناھیۃ عن الثانیۃ مطلقا او بشرطہ ھی ما فعلھا اھل المسجد باذان جھرا واقامۃ حتی لو ان مسجدا من مساجد الحی اتاہ قوم من غیر اھلہ فاذنوا واقاموا وصلوا جماعۃ کان لاھلہ ان یصلوا جماعۃ من دون حاجۃ الی العدول عن المحراب لان الحق لھم فلا یبطل بفعل غیرھم کما نصوا علیہ ومساجد الشوارع لا اھل لھا معینا فلا یتحقق فیھا الاولی بالمعنی المذکور بل الکل اولی اذ لیس بعض من بعض باولی۔

کیونکہ پہلی جماعت دوسری سے ہر حال میں روکنے والی ہے یا اس شرط کے ساتھ کہ پہلی جماعت اہلِ محلہ نے بلند اذان واقامت کے ساتھ ادا کی ہو حتیٰ کہ اگر غیر محلہ کے لوگ کسی محلہ کی مسجد میں آئے اور انھوں نے اذان دی اقامت کہی اور جماعت کرائی تو اب اہلِ محلہ محراب تبدیل کئے بغیر جماعت کرواتے کا حق رکھتے ہیں کیونکہ جماعت کرنے کا حق ان کا ہے تو غیر کی جماعت کی وجہ سے ان کا حق باطل نہیں ہوسکتا جیسا فقہا نے اس کی تصریح کی ہے، اور راستے کی مساجد میں کوئی جماعت متعین نہیں ہوتی لہذا باعتبار معنی مذکور کے ایسی مساجد کی کوئی ایک جماعت اُولیٰ نہ ہوگی بلکہ ہر ایک اُولیٰ ہوگی کیونکہ وہاں بعض بعض سے اُولیٰ نہیں ہوتے۔ (ت)

ولہذا ہر گروہ کہ آتا جائے اپنی اپنی جدا اذان واقامت سے جماعت کرے

کما فی رد المحتار عن خزائن الاسرار عن امالی الامام قاضیخان وفی خانیتہ مسجد لیس لہ مؤذن وامام معلوم ویصلی الناس فیہ فوجا فوجا فان الافضل ان یصلی کل فریق باذان واقامۃ

جیسا کہ رد المحتار میں خزائن الاسرار سے امالی قاضیخاں سے اور انہی کے فتاوٰی خانیہ کے حوالے سے ہے ہر وہ مسجد جہاں کوئی مؤذن وامام مقرر نہ ہو وہاں لوگ مسجد میں گروہ درگروہ نماز ادا کریں کیونکہ افضل یہ ہے کہ ہر گروہ اذان واقامت کے ساتھ

marfat.com

Marfat.com

علی حدۃ اھ[1] وفی الشامیۃ عن المنبع اما مسجد الشارع فالناس فیہ سواء لا اختصاص لہ بفریق دون فریق[2]

الگ الگ نماز پڑھے اھ اور فتاوٰی شامی میں منبع سے ہے رہا معاملہ مسجد شارع کا تو اس میں تمام لوگ برابر ہوتے ہیں اس میں کسی ایک فریق کو تخصیص حاصل نہیں ہے اھ (ت)

الحمد للہ کلام اپنے ذروہ اقصی کو پہنچا اور حکم مسائل نے غایت انجلا پایا ھکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق (تحقیق کا تقاضا یہی تھا اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے۔ ت) روشن رہے کہ فقیر غفراللہ تعالٰی لہ کو کسی کے کلام پر اخذ مقصود نہیں بلکہ صرف اظہار حق واداے واجب اکد واحق کہ بعد سوال اعانت جواب و ابانت صواب اہم واجبات شرعیہ سے ہے جس پر ہم سے حضور پر نور خاتم النبیین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عہد واثق لیا۔

اللھم اجعلنا من المفلحین ولعھد نبیک من الموفین علیہ وعلٰی اٰلہ الصلوۃ والتسلیم ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

اے اللہ! ہمیں کامیاب ہونے والوں میں سے کردے اور اپنے نبی علیہ وعلٰی آلہ الصلوۃ والتسلیم کے ساتھ عہد ایفاء کرنے والا بنادے۔ اے ہمارے رب! ہماری طرف سے قبول فرما بیشک تو ہی سننے والا اور جاننے والا ہے (ت)

الحمد للہ کہ یہ ضروری وموجز جواب کاشف صواب فرصت اختلاسی کے چند متفرق جلسوں میں ۲۴ صفر ۱۳۱۲ ہجریہ روز جان افروز دوشنبہ کو وقت اشراق مہر مشرق سماے ختام وبلحاظ تاریخ بدء وختم القلادۃ المرصعۃ فی نحر الاجوبۃ الاربعۃ اس کا پورا نام ہوا واخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین اٰمین واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ احکم۔

---

[1] رد المحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۰۹
فتاوٰی قاضی خاں فصل فی المسجد مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۳۲
[2] رد المحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۰۹

marfat.com

Marfat.com

۱۳ ھ ۱۳

اَلقُطُوفُ الدَّانِیَۃ لِمَنْ اَحْسَنَ الجَمَاعَۃَ الثَّانِیَۃ

(جماعتِ ثانیہ کو مستحسن قرار دینے والے کے لئے جُھکے ہوئے خوشے)

(جماعتِ ثانیہ کے ثبوت میں)

مسئلہ ۸۶۶ از مراد آباد مدرسہ امدادیہ مرسلہ مولوی سید محمد حبیب الرحمٰن صاحب سلہٹی
۱۱ جمادی الاولٰی ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جماعتِ ثانیہ بغیر اذان و اقامت درصورت بدل دینے ہیأت جماعتِ اولٰی کی از روئے شرع شریف بلاکراہت جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں جماعتِ ثانیہ بلاکراہت مطلقہ مطلقاً جائز و مباح عند اہل التحقیق ہے جس کی تنقیح بالغ و توضیح بازغ مع رد وامع اوہام نابلغ بعض ابنائے زمان بعونہ تعالٰی رسائل فقیر سے ظاہر و عیاں، یہاں نفس مسئلہ کے اجمالی احکام اور اُن کے متعلق نقول و نصوص علمائے کرام پر اقتصار کیجئے کہ شانِ فتوٰی اسی کے شایاں۔

فاقول وباللّٰہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق (میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی کی توفیق سے اور اللہ تعالٰی کی توفیق سے تحقیق کی گہرائی تک پہنچا جاسکتا ہے۔ ت)

اوّلاً تکرارِ جماعت کے جواز و افضلیت کی وہ صورتیں سُنئے جن میں اصلاً نزاع کو گنجائش نہیں،

(۱) جو مسجد شارع عام یا بازار یا اسٹیشن یا سرائے کی ہے جس کے لئے اہل معین نہیں، وقت پر جو لوگ گزرے یا اُترے یا آئے یا پڑھ گئے غرض کسی محلہ خاص سے خصوصیت نہیں رکھتی کہ وہاں کی معمولی جماعت

marfat.com

Marfat.com

وہی ہے اوروں کا آنا اتفاقی و عارضی ہے ایسی مسجد میں بالاجماع تکرار جماعت باذانِ جدید و تکبیر جدید جائز بلکہ یہی شرعاً مطلوب ہے کہ نوبت بنوبت جو لوگ آئیں نئی اذان و اقامت سے جماعت کرتے جائیں اگرچہ (ایک نماز کے) وقت میں دس بیس جماعتیں ہو جائیں۔

(۲) مسجد محلہ کہ ایک محلہ خاص سے اختصاص رکھتی ہے اُس میں اقامتِ جماعت اُنھیں کا حق ہے اگر اُن کے غیر جماعت کر گئے تو اہلِ محلہ کو تکرارِ جماعت بلاشبہہ جائز ہے جیسے کہ نمازِ جنازہ، حالانکہ اُس کی تکرار اصلاً مشروع نہیں پھر بھی اگر غیر ولی بے اذنِ ولی پڑھا جائے اب ولی آئے اعادہ کا مجاز ہے کہ حق اُس کا تھا۔

(۳) بعض اہل ہی جماعت کر گئے مگر بے اذان پڑھ گئے۔

(۴) اذان بھی دی تھی مگر آہستہ، ان صورتوں میں بھی بعد کو آنے والے باذانِ جدید بروجہِ سنّت اعادۂ جماعت کریں کہ جماعت معتبرہ وہی ہے جو اذان سے ہو اور اذان وہ جو اعلان سے ہو۔

(۵) محلے میں حنفی و غیر حنفی دونوں رہتے ہیں پہلے غیر حنفی امام نے جماعت کرلی اور حنفیہ کو معلوم ہے کہ اس نماز میں اس نے مذہب حنفی کے کسی فرض طہارت یا فرض صلوٰۃ یا شرطِ امامت کو ترک کیا ہے مثلاً چہارم سر سے کم کا مسح یا آبِ قلیل نجاست افتادہ سے وضو یا جسم یا کپڑے قدر درہم سے زیادہ منی یا صاحبِ ترتیب کا باوصف یادو وسعت وقت بے ادائے فائتہ وقتیہ پڑھنا یا نماز وقت تنہا پڑھ کر پھر اُسی نماز میں امامت کرنا تو ایسی حالت میں حنفیہ بلاشبہہ اپنی جماعت جداگانہ کریں کہ اگرچہ شرع اُن جماعت کرنے والوں کے لئے اسے جماعتِ اولیٰ مانے مگر حنفی تو اُس میں اقتدا نہیں کرسکتا اگر کرے تو نماز ہی نہ ہو۔

(۶) اس خاص نماز کا تو حال معلوم نہیں مگر اس امام کی بے احتیاطی اور فرائض میں ترک لحاظ مذہب حنفی ثابت ہے جیسے عامۂ غیر مقلدین کہ خواہی نخواہی اہلِ حق سے مخالفت اور مذاہب اربعہ خصوصاً مذہب مہذب حنفیہ کی مضادت پر حریص ہوتے ہیں جب بھی حنفیہ کو اُن کی اقتدا گناہ و ممنوع ہے اپنی جماعت جُدا کریں۔

(۷) اُس کی نسبت امور مذکورہ کی مراعات کا عادی ہونا نہ ہونا کچھ معلوم نہیں جیسے کوئی نامعلوم الحال شافعی مالکی حنبلی اس صورت میں بھی اُن کی اقتدا خالی از کراہت نہیں تو جماعت ثانیہ کا افضل مبین۔

(۸) عادت مراعات بھی معلوم ہی سہی تاہم بتصریح ائمہ امام موافق المذہب کے پیچھے جماعت ثانیہ ہی افضل و اکمل، اور اسی پر حرمین محترمین و مصر و شام وغیرہا بلاد دارالاسلام میں جمہور مسلمین کا عمل۔

(۹) جس نے جماعت اولیٰ کی فاسد العقیدہ بدمذہب بدعتی تھا مثلاً وہابی یا تفضیلی یا معاذ اللہ امکان کذبِ الٰہی تعالیٰ شانہٗ ماننے والا یا صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں کسی کو بُرا جاننے والا کہ عند التحقیق

marfat.com

Marfat.com

ایسوں کی اقتدا بکراہت شدیدہ سخت مکروہ ہے۔

(۱۰) فاسق تھا جیسے شرابی، زناکار یا داڑھی منڈا سود خوار کہ یہ لوگ ان وہابیوں کذابیوں وغیرہم بدمذہبوں کے مولویوں متقیوں سے بھی اگرچہ لاکھ درجہ بہتر حال میں ہیں پھر بھی اُن کی اقتدا شرعاً بہت ناپسند۔

(۱۱) امام اولیٰ نرا بے علم جاہل نماز و طہارت کے مسائل سے غافل تھا جیسے اکثر گنوار غلام وغیرہم عوام کہ ایسے کی امامت بھی کراہت انضمام۔

(۱۲) قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا تھا جس سے معنی فاسد ہوں مثلاً ا ، ع یا ت ، ط یا ث : س ، ص یا ح ، ہ یا ذ ، ز ، ظ میں تمیز نہ کرنے والے کہ آج کل اس دار الفتن ہند میں اکثر بلکہ عام عوام بلکہ بہت بلکہ اکثر پڑھے لکھے بھی اس بلا میں مبتلا ہیں وحسبنا اللہ ونعم الوکیل وانا للہ وانا الیہ راجعون پھر خواہ بے خیالی بے احتیاطی یا سیکھنے میں بے پروائی یا زبان کی نادرستی کوئی سبب ہو مذہب معتمد پر صحیح خواں کی نماز اس کے پیچھے مطلقاً فاسد ہے اگرچہ ان میں بعض صور میں مذہب متاخرین خود اُس کی اپنی نماز کے لئے بہت وسعتیں دے عند التحقیق بھی بشرائط معلومہ مضبوطہ کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں ذکر کیں تاکہ قادر نا قادر کا امام ہوسکے تو اگر یہی صورت صحت واقع ہو کر وہ جماعت اولیٰ ٹھہرے لاجرم صحیح خوانوں کو جماعت ثانیہ ہی کا حکم ملے بصورت صورت اولیٰ کی مانند ہے اول بآخر نسبتے وارد، غرض ایسی صورتیں جماعت ثانیہ کی خاص تاکید یا فضل مزید کی ہیں جن میں بالاجماع یا علی الاصح اصلا کلام کی گنجائش نہیں۔ ضابطہ یہ ہے کہ جب جماعت اولیٰ اہل مسجد[عہ] یا اہل مذہب کی نہ ہو یا اپنے مذہب میں فاسدہ یا مکروہہ ہو تو ہمیں جماعت ثانیہ کی مطلقاً اجازت بلکہ درصورت کراہت قصداً تفویت اولیٰ کی رخصت جبکہ ثانیہ نظیفہ مل سکتی ہو اور درصورت فساد تو اُس میں شرکت ہی سے صاف ممانعت اگرچہ ثانیہ بھی میسر نہ ہو، اب ان تمام مطالب پر نصوص علما، سُنیے فقیر نے ان سب مسائل میں بتوفیقہ تعالیٰ قول منقح اختیار کیا ہے اسی کے متعلق عبارات کتب بایجاز و اختصار نقل کروں کہ ذکر اقاویل وتطبیق و توفیق و ترجیح و تحقیق و تنقیح و تدقیق محتاج تطویل معہذا بعونہٖ تعالیٰ ان مباحث میں یہ سب مدارج فتاوٰی و رسائل و تعالیق فقیر میں طے ہو چکے ہیں وباللہ التوفیق۔ متن غرر میں ہے:

لاتکرر فی مسجد محلۃ باذان واقامۃ   مسجد محلہ میں اذان واقامت کے ساتھ تکرار جماعت

عہ صادق بان لا اھل لہ او صلی من لیس من اھلہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

یہ بایں طور صادق ہے کہ اس مسجد کا کوئی اہل معین نہ ہو یا جس نے نماز پڑھائی وہ مسجد کے اہل میں سے نہ ہو (یعنی اہل محلہ نہ ہو) ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

marfat.com

Marfat.com

الااذا صلی بهما فیه اولاً غیر اهله او صلی اهله بمخافتة الاذان۔[1]

جائز نہیں مگر اس صورت میں کہ غیر محلہ والوں نے وہاں اذان واقامت کے ساتھ اولاً جماعت کروائی ہو یا اہلِ محلہ نے آہستہ اذان دے کر جماعت کروائی ہو۔ (ت)

خزائن الاسرار شرح تنویر الابصار میں ہے:

لوکان مسجد طریق جاز اجماعاکما فی مسجد لیس لہ امام ولا مؤذن ویصلی الناس فیہ فوجا فوجا فان الافضل ان یصلی کل فریق باذان و اقامة علی حدة کما فی امالی قاضی خان۔[2]

اگر مسجد شارع ہے تو بالاتفاق تکرارِ جماعت جائز جیسا کہ اس مسجد کا حکم ہے جس کا امام ومؤذن مقرر نہ ہو اور لوگ اس میں گروہ در گروہ نماز ادا کرتے ہوں تو وہاں افضل یہ ہے کہ ہر فریق اپنی اپنی اذان و اقامت کے ساتھ الگ الگ نماز پڑھے جیسا کہ امالی قاضی خاں میں ہے۔ (ت)

دُرمختار میں ہے:

تکرہ خلف مخالف کشافعی لکن فی وتر البحران تیقن المراعاة لم یکرہ اوعدمها لم یصح وان شک کرہ۔[3]

مخالف کے پیچھے نماز مکروہ ہے مثلاً شافعی المسلک کے پیچھے، لیکن بحر میں وتر کی بحث میں ہے کہ اگر اس کا مذہب حنفی کی رعایت کرنا یقینی ہو تو پھر مکروہ نہیں، اگر مذہب حنفی کی رعایت نہ کرنا یقینی ہو تو صحیح نہ ہوگی، اور اس کے بارے میں شک ہو تو نماز مکروہ ہے۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

حاصلہ ان صاحب الهدایة جوز الاقتداء بالشافعی بشرط ان لایعلم المقتدی منه

حاصل یہ ہے کہ صاحبِ ہدایہ نے شافعی کی اقتداء کو اس شرط کے ساتھ جائز کہا ہے کہ جب مقتدی اس امام کے کسی ایسے عمل کو نہ جانتا ہو جو مقتدی کی

---

[1] کتاب درر الحکام شرح غرر الاحکام فصل فی الامامة مطبوعہ مطبع احمد کامل الکائنہ فی دار سعادت مصر ۸۵/۱

[2] ردالمحتار بحوالہ خزائن الاسرار باب الامامة مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۴۰۸/۱

[3] درمختار " " مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۸۳/۱

marfat.com

Marfat.com

مایمنع صحۃ صلاتہ فی رأی المقتدی کالفصد ونحوہ وعدد مواضع عدم صحۃ الاقتداء بہ فی العنایۃ وغایۃ البیان بقولہ کما اذالم یتوضأ من الفصد والخارج من غیر السبیلین[1] اوکان شاکا فی ایمانہ بقولہ انا مومن ان شاء اللہ او متوضأ من القلتین او یرفع یدیہ عند الرکوع وعند رفع الراس من الرکوع اولم یغسل ثوبہ من المنی ولم یفرکہ او انحرف عن القبلۃ الی الیسار اوصلی الوتر بتسلیمتین اواقتصر علی رکعۃ اولم یوتر اصلا اوقہقہ فی الصلاۃ ولم یتوضأ وصلی فرض الوقت مرۃ ثم ام القوم فیہ زاد فی النہایۃ وان لایراعی الترتیب فی الفوائت وان لایمسح ربع راسہ وزاد قاضی خاں وان یکون متعصبا والکل ظاہر ماعدا خمسۃ اشیاء[1]

الاول مسئلۃ التوضؤ من القلتین فانہ صحیح عندنا اذا لم یقع فی الماء نجاسۃ ولم یختلط بمستعمل

رائے کے مطابق صحتِ نماز کے منافی ہے، مثلاً رگ کٹوانا وغیرہ، عدمِ صحتِ اقتداء کے چند مواضع عنایہ اور غایۃ البیان سے، ان الفاظ سے بیان کئے کہ مثلاً جب اس امام نے رگ کٹوانے یا غیر سبیلین سے کسی شَے کے خارج ہونے پر وضو نہ کیا ہو یا اس امام کے ایمان میں شک ہے، مثلاً وہ یہ کہتا ہے کہ "ان شاء اللہ میں مومن ہوں" یا وہ قلتین پانی سے وضو کرتا ہے یا رکوع جاتے وقت اور اُٹھتے وقت رفع یدین کرتا ہے یا وہ منی لگ جانے کی وجہ سے کپڑے کو نہیں دھوتا اور نہ ہی آسے کھرچتا ہے (گاڑھی ہونے کی صورت میں) یا وہ قبلہ سے بائیں جانب پھرتا ہے یا وہ دو سلاموں سے وتر ادا کرتا ہے یا ایک رکعت وتر پڑھتا ہے یا بالکل پڑھتا ہی نہیں یا نماز میں قہقہہ سے ہنستا ہے اور وضو نہیں کرتا یا ایک دفعہ وقتی نماز پڑھا چکا ہے پھر اسی نماز کا امام بن جاتا ہے۔ اس پر نہایہ میں اضافہ ہے کہ فوت شدہ نمازوں میں ترتیب کی رعایت نہ رکھتا ہو حالانکہ وہ صاحبِ ترتیب ہو) سر کے چوتھائی حصہ کا مسح کرے قاضی خاں نے یہ اضافہ کیا ہے کہ وہ متعصب ہو، ان پانچ کے علاوہ باقی تمام واضح ہیں۔

اوّل قلتین سے وضو کرنا ہمارے نزدیک بھی صحیح ہے جبکہ اس میں نجاست نہ گری ہو، اور اس کے مساوی یا زائد اس میں مستعمل پانی نہ ملا ہو

[1] بحرالرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۵

marfat.com

Marfat.com

مساولداواکثرفلابد ان یقید قولهم بالقلتین المتنجس ما ؤها او المستعمل بالشرط المذکور لامطلقا۔

الثانی مسئلة رفع الیدین من وجهین الاول ان الفساد روایته شاذة لیست بصحیحة روایة ولادرایة الثانی ان الفساد عند الرکوع لایقتضی عدم صحة الاقتداء من الابتداء مع ان عروض البطلان غیرمقطوع به حتی یجعل کالمتحقق عند الشروع لان الرفع جائزالترك عندهم لسنیته۔

الثالث مسئلة الانحراف عن القبلة الی الیسار لان المانع عندنا ان یجاوز المشارق الی المغارب والشافعیة لاینحرفون هذا الانحراف۔

الرابع مسئلة التعصب لان التعصب علی تقدیر وجوده منهم انما یوجب الفسق والفسق لایمنع صحة الاقتداء۔

الخامس مسئلة الاستثناء فی الایمان فان التکفیر غلط و الاستثناء قول اکثرالسلف[1] اھ ملتقطا

یہ کلام بحر فی البحر تھا۔

لہذا قلتین کے ساتھ یہ شرط لگانا بھی ضروری ہے کہ قلتین کا پانی ناپاک ہو یا اس میں مستعمل پانی برابر یا زائد ملا ہو ورنہ مطلقاً حکم لگانا درست نہیں۔

دوم رفع یدین کی دو صورتیں ہیں ایک فساد والی روایت شاذہ ہے نہ روایۃً صحیح ہے نہ درایۃً۔ دوسری یہ کہ رکوع کے موقعہ پر فساد کا عارض ہونا ابتداءً اقتداء کے منافی نہیں، باوجود اس کے بطلان کا عارض ہونا بھی یقینی نہیں حتی کہ اسے بوقت شروع ہی متحقق قرار دے دیا جائے کیونکہ رفع یدین کا چھوڑنا بھی جائز ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ سنت ہی ہے (تو ممکن ہے وہ اس کو ترک کرلے)

سوم قبلہ سے بائیں طرف انحراف کا معاملہ، تو اس معاملہ میں ہمارے نزدیک مانع وہ انحراف ہے جو مشارق سے مغارب کی طرف تجاوز ہو اور شوافع ایسے انحراف کے قائل نہیں۔

چہارم رہا تعصب کا معاملہ، تو اگر ان سے تعصب ثابت ہو تو یہ فسق کا موجب ہے اور فسق صحتِ اقتداء سے مانع نہیں ہوتا۔

پنجم باقی ایمان کا ان شاء اللہ کے ساتھ معلق کرنے والا مسئلہ، تو اس میں فتویٰ کفر غلط ہے کیونکہ معلق کرنا بہت سے اسلاف کا قول ہے اھ تلخیصاً

---

[1] بحرالرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۵و۴۶

marfat.com

Marfat.com

اقول وقد کانت ظهرت لی بحمد اللہ الخمسۃ المذکورۃ اول ما نظرت الکلام مع زیادۃ فلنذکر ما بقی من الابحاث تتمیما للافادۃ الاول قولھم لم یوتر اصلا لا یظھر لہ وجہ فانہ بترکہ لا یفسق فضلا عما یوجب بطلان الاقتداء فان الوتر وان وجب عندنا فھو مجتھد فیہ ولا تفسیق بالاجتھادیات وان حمل علی انہ ان لم یصلہ لم یصح الاقتداء بہ فی الفجر بشرطہ لفوات الترتیب نافاہ قولہ زاد فی النھایۃ وان لا یراعی الترتیب ثم رأیت العلامۃ الشامی علله فی منحۃ الخالق بھذا ثم اعلہ بالتکرار قال فلیتأمل مالمراد[1] اقول بل ھو اشد من التکرار فان قولہ زاد لا یحتملہ کما علمت الثانی اقول وینبغی اسقاط صلاتہ الوتر بتسلیمتین فان طریان المبطل غیر البطلان من رأس کما افادہ البحر ثم علی ما ذھب الیہ الامام ابوبکر الرازی

اقول (میں کہتا ہوں) بحمد اللہ سرسری نظر میں یہ پانچ ہی تھے، کچھ اور بحثیں بھی ہیں ہم ان باقی کو افادہ کے لئے یہاں ذکر کر دیتے ہیں،

اوّل، اصلاً وتر نہ پڑھتا ہو ان کا یہ قول درست نہیں کیونکہ وتر کے ترک سے وہ فاسق نہیں ہوتا چہ جائیکہ اس کی اقتداء کو باطل قرار دیا جائے کیونکہ وتر ہمارے ہاں اگرچہ واجب ہیں لیکن یہ مسئلہ اجتہادی ہے اور اجتہادی مسائل میں کسی کو فاسق قرار نہیں دیا جا سکتا اور اگر اس عبارت کو اس پر محمول کیا جائے کہ اگر وتر ادا نہیں کرتا تو اس کی فجر میں اقتداء جائز نہ ہوگی کیونکہ ترتیب فوت ہو گئی ہے، تو اب اس کے قول کہ نہایہ میں اضافہ ہے کہ اگر وہ ترتیب کی رعایت نہیں تو اقتداء جائز نہیں، یہ منافی قرار پائے گا، پھر میں نے علامہ شامی کو دیکھا تو انہوں نے منحۃ الخالق میں یہ ہی علت بیان کی اور اس تکرار کا اعتراض کیا اور کہا اس سے مراد پر غور کرنا چاہئے **اقول** (میں کہتا ہوں) بلکہ یہ تکرار سے اشد ہے کیونکہ اس کا لفظ "زاد" اس کا احتمال نہیں رکھتا جیسا کہ جان لیا ہے۔ دوسرا یہ کہ **اقول** (میں کہتا ہوں) وتر کو دو سلاموں کے ساتھ ادا کرنے والے احتمال کو ساقط کر دینا چاہئے تھا کیونکہ عارضی مبطل کا لاحق ہونا دُہ اس بطلان کا غیر ہوتا ہے جو ابتداءً ہو جیسا کہ بحر میں ہے۔ پھر امام ابوبکر رازی

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۵

marfat.com
Marfat.com

لا یفسد بالمآل ایضاً. اما ما مه لم یخرج عندہ نفسه بالسلام فانه یحسب مابعدہ من الوتر وھو مجتھد فیه نعم الاصح الفساد کما جزم به فی متن التنویر وھو المؤید بقول الجمھور الصحیح المشھور من ان العبرۃ لرأی المقتدی، الثالث مثله الکلام فی اقتصارہ علی رکعة الرابع افاد الشامی قال افاد شیخنا حفظه اللہ تعالٰی ان المراد انحرافھم اذا اجتھدوا فی القبلة مع وجود المحاریب القدیمة فانه یجوز عندھم لا عندنا فلو انحرف عن المحراب القدیم (ای انحرافا جاوز المشارق الی المغارب) لا یصح الاقتداء به[1] اھ

اقول وھو وجیه مسقط لوجه اسقاط عند الانحراف نعم لا بد من التقیید وھو غیر بعید فان عدم رعایة الترتیب وعدم غسل المنی اوفرکه کل مقید کما نبھنا علیه ولم یوجب اسقاطھما فکذا ھذا وبه ظھر الخامس وھو عدم اسقاط التوضؤ من القلتین وان کان الوجه ھو التقیید الا ان

جس طرف گئے ہیں وہ یہ ہے کہ مآلاً بھی نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ ان کے نزدیک سلام کے ساتھ امام نماز سے خارج نہیں ہو رہا بلکہ وہ مابعد کو وتر سمجھتا ہے لہٰذا وہ معاملہ اجتہادی ٹھہرا، ہاں اصح فساد ہے جیسا کہ اس پر متنِ تنویر میں جزم کیا گیا ہے اور اس کی تائید جمہور کے اس صحیح مشہور قول سے ہوتی ہے کہ اعتبار مقتدی کی رائے کا ہے۔ تیسرا یہ کہ وتر کی ایک رکعت پڑھنا اس پر بھی سابقہ گفتگو ہی ہے۔ چوتھا امام شامی نے فرمایا ہمارے شیخ حفظہ اللہ نے فرمایا انحراف سے مراد یہ ہے کہ قدیم محراب ہونے کے باوجود اجتہاد سے کام لیتے ہوئے وہ انحراف کریں تو یہ ان کے ہاں جائز ہے ہمارے ہاں جائز نہیں، تو اگر امام محراب قدیم سے منحرف ہوگیا (یعنی ایسا انحراف جو مشارق سے مغارب کی طرف متجاوز ہو) تو اس کی اقتدا صحیح نہ ہوگی اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) یہ توجیہ اس توجیہ کی ساقط ہوگی جو انحراف کے وقت اسقاطاً کی گئی ہے، ہاں اسے مقید کرنا ضروری ہے اور وہ بعید نہیں کیونکہ عدم رعایت ترتیب یا عدم غسل منی یا اس کا کھرچنا تمام مقید ہیں جیسا کہ ہم نے اس پر تنبیہ کردی ہے تو یہ بات ان کے اسقاط کا سبب نہیں ہوسکتی تو یہاں (انحراف) میں بھی یہی معاملہ ہے اور اسی سے پانچویں بحث ظاہر ہے اور وہ قلتین پانی سے وضو کا عدمِ اسقاط ہے اگرچہ یہاں

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۵

marfat.com

Marfat.com

يفرق بالغالب والنادر والخفى والمتبادر ولنرجع الى ماكنا فيه من الكلام فما كان الامن تجاذب القلم عنان الرقم لمناسبة المقام۔

مناسب اس کا مقید کرنا ہے مگر غالب و نادر اور خفی و متبادر میں فرق کیا جاتا ہے اب ہم سابقہ گفتگو کی طرف لوٹتے ہیں یہ تو مناسبت مقام کی وجہ سے قلم سے مجبوراً تحریر صادر ہوگئی (ت)

نیز بحر میں ہے :

فصار الحاصل ان الاقتداء بالشافعی على ثلثة اقسام الاول ان يعلم منه الاحتياط فى مذهب الحنفى فلا كراهة فى الاقتداء به الثانى ان يعلم منه عدمه فلا صحة لكن اختلفوا هل يشترط ان يعلم منه عدمه فى خصوص مايقتدى به او فى الجملة صحح فى النهاية الاول وغيره اختار الثانى وفى فتاوى الزاهدى الاصح انه يصح وحسن الظن به اولى الثالث ان لا يعلم شيئا فالكراهة[1] (ملخصاً)۔

حاصل یہ ہے کہ شافعی کی اقتدار تین طرح کی ہے، اوّل یہ کہ اس امام کا مسلک حنفی کی احتیاط و رعایت کرنا معلوم ہو تو اب اس کی اقتدار میں کراہت نہ ہوگی۔ ثانی یہ کہ اس امام کا رعایت نہ کرنا معلوم ہو تو اب اقتدار صحیح نہ ہوگی لیکن اختلاف اس بارے میں ہے کہ کیا بالخصوص اسی نماز میں جس میں اقتدار مطلوب ہے عدمِ احتیاط کا علم ضروری ہے یا فی الجملہ عدم احتیاط کا علم ضروری ہے۔ نہایہ میں پہلے کو صحیح کہا اور دوسرے لوگوں نے دوسرے کو مختار قرار دیا۔ فتاوٰی زاہدی میں ہے کہ اصح یہ ہے کہ اقتدار صحیح ہے اور اس کے ساتھ حسنِ ظن رکھنا اولیٰ ہے۔ ثالث یہ کہ اسکے بارے میں علم نہیں کہ وُہ رعایت کرتا ہے یا نہیں (یعنی مشکوک صورت ہے)، تو اب اقتدار مکروہ ہوگی۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

نقل الشيخ خير الدين عن الرملى الشافعى انه مشى على كراهة الاقتداء

شیخ خیر الدین نے رملی الشافعی سے نقل کیا ہے کہ وہ مخالف کی اقتدار کو اس وقت مکروہ جانتے جب

[1] بحرالرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۶، ۴۷

marfat.com
Marfat.com

بالمخالف حیث امکنه غیرہ ومع ذلك هی افضل من الانفراد ویحصل له فضل الجماعة وبه افتی الرملی الکبیر واعتمدہ السبکی والاسنوی وغیرهما قال والحاصل ان عندهم فی ذلك اختلافا وقد سمعت ما اعتمدہ الرملی وافتی به والفقیر اقول مثل قوله فیما یتعلق باقتداء الحنفی بالشافعی والفقیه المنصف یسلم ذلك منه وانا رملی فقه الحنفی لامراء بعد اتفاق العالمین اھ ملخصا یعنی به نفسه ورملی الشافعیة رحمهما الله تعالٰی فتحصل ان الاقتداء بالمخالف المراعی فی الفرائض افضل من الانفراد اذا لم یجد غیرہ والا فالاقتداء بالموافق افضل[1]

غیر کی اقتداء ممکن ہو، اور اس کے باوجود اقتداء تنہا نماز سے افضل ہے اور ایسی صورت میں جماعت کا ثواب مل جائے گا۔ اسی پر رملی کبیر نے فتوٰی دیا، سبکی اور اسنوی وغیرہما نے بھی اسی پر اعتماد کیا ہے کہا حاصل یہ ہے کہ ان (فقہاء) کے ہاں اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور میں نے وہ سن رکھا ہے جس پر رملی نے اعتماد کرتے ہوئے فتوٰی دیا اور فقیر انہی کے مطابق کہتا ہے اس اقتداء میں جو حنفی کی شافعی کے ساتھ ہو اور منصف فقیہ اسے تسلیم کرے گا۔ میں رملی ہوں فقہ حنفی رکھتا ہوں دو عالموں کے اتفاق کے بعد کوئی شک نہیں ہے تلخیصاً یہاں انہوں نے انا سے اپنی ذات اور رملی سے شافعی مراد لیا ہے تو خلاصہ یہ ہوا کہ اس مخالف کی اقتداء جو رعایت کرتا ہو فرائض میں، تنہا نماز پڑھنے سے افضل ہے جبکہ اس کے علاوہ کوئی امام موجود نہ ہو ورنہ موافق ملنے کی صورت میں اس کی اقتداء افضل ہوگی۔ (ت)

اُسی میں مولٰنا علی قاری علیہ رحمۃ الباری سے ہے:

لوکان لکل مذهب امام کما فی زماننا فالافضل الاقتداء بالموافق سواء تقدم او تأخر علی ما استحسنه عامة المسلمین وعمل به جمهور المؤمنین من اهل الحرمین والقدس ومصر و

اگر ہر مذہب کا امام ہو جیسا کہ ہمارے دور میں ہے تو موافق کی اقتداء افضل ہوگی خواہ وہ پہلے امامت کرے یا بعد میں، اسے ہی عامۃ المسلمین نے مستحسن جانا ہے اور اہلِ حرمین، بیت المقدس، مصر اور شام کے جمہور مسلمان اسی پر عمل پیرا ہیں ان

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۶

marfat.com

Marfat.com

م ولاعبرة بمن شذ منهم[۱] اھ

سے جو کوئی اِکّا دُکّا اس کے خلاف رائے رکھتے ہیں، ان کا کوئی اعتبار نہیں (ت)

و فرمایا:

ی یمیل الیہ القلب عدم کراھة
ذاء بالمخالف مالم یکن غیر مراع
وائض وانہ لوانتظر امام مذھبہ
اعن الصفوف لم یکن اعراضا
جماعة للعلم بانہ یرید جماعة
من ھذہ الجماعة[۲]

جس بات کی طرف دل مائل ہو رہا ہے وہ یہ ہے کہ جو مخالف فرائض میں رعایت کرنے والا ہو اس مخالف کی اقتداء مکروہ نہ ہوگی، اور اگر کوئی شخص جماعت کی صفوں سے دُور اپنے مذہب کے امام کا انتظار کرتا ہے تو یہ جماعت سے اعراض نہ ہوگا کیونکہ وہ یقینی طور پر اس جماعت سے اکمل جماعت کے انتظار میں ہے (ت)

ی زیرِ مسئلہ امامت عبد و اعرابی وغیرہما تبعا للبحر (بحر کی اتباع میں) ہے،

وقتداء بھم تنزیھا فان امکن
ة خلف غیرھم فھو افضل و الا
تداء اولی من الانفراد[۳]

ان کی اقتداء مکروہِ تنزیہی ہے اگر ان کے علاوہ کوئی امام میسر ہو تو اس کی اقتداء افضل ہے ورنہ تنہا ادا کرنے سے ان کی اقتدا بہتر ہوگی۔ (ت)

اُسی میں ہے:

عراج قال اصحابنا لاینبغی ان
ی بالفاسق الا فی الجمعة لانہ فی
یجد اماما غیرہ[۴]

معراج میں ہے کہ ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ جمعہ کے علاوہ میں فاسق کی اقتداء جائز نہیں کیونکہ جمعہ کے علاوہ نمازوں میں دوسرے امام کی اقتدا ممکن ہوتی ہے (ت)

یں ہے:

المختار	باب الامامۃ	مطبوعہ مصطفی البابی مصر	۱/ ۴۱۷
	"	" " "	"
	"	" " "	۱/ ۴۱۳
	"	" " "	۱/ ۴۱۴

marfat.com
Marfat.com

بقی لو کان مقتدیا بمن یکرہ الاقتداء به ثم شرع من لاکراھة فیه ھل یقطع ویقتدی به استظهر ان الاول لو فاسقا لا یقطع ولو مخالفا وشك فی مراعاته یقطع اقول والاظهر العکس لان الثانی کراھته تنزیهیة کالاعمٰی والاعرابی بخلاف الفاسق فانه استظهر فی شرح المنیة انها تحریمیة لقولهم ان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علینا اهانته[1] الخ

باقی رہا یہ معاملہ کہ اگر کوئی شخص ایسے امام کی اقتدا میں ہے جس کی اقتدا مکروہ تھی، ساتھ ہی ایسا امام جماعت کروائے جس میں کراہت نہیں، تو آیا اب وہ نماز توڑ کر اس کی اقتدا کرے یا نہ، ط نے کہا ظاہر یہ ہے کہ اگر پہلا امام فاسق ہے تو نماز نہ توڑے اور اگر وہ مخالف ہے اور اس کی رعایت میں شک ہو تو نماز توڑ دے۔ میں کہتا ہوں اس کا عکس اظہر ومختار ہے کیونکہ ثانی میں کراہت تنزیہی ہے جیسا کہ اعرابی اور نابینا میں ہے بخلاف فاسق کے، اس کی اقتداء کے بارے میں شرح منیہ میں کہا کہ اس کا مکروہ تحریمی ہونا ظاہر ہے کیونکہ فقہا کہتے ہیں کہ فاسق کو امام بنانے میں فاسق کی تعظیم ہوتی ہے حالانکہ ہم پر اس کی اہانت لازم ہے الخ (ت)

غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی للعلامۃ ابراہیم الحلبی میں ہے:

یکرہ تقدیم المبتدع ایضا لانه فاسق من حیث الاعتقاد وهو اشد من الفسق من حیث العمل لان الفاسق یعترف بانه فاسق ویخاف ویستغفر بخلاف المبتدع[2]

بدعتی کی اقتدا بھی مکروہ ہے کیونکہ وہ اعتقاداً فاسق ہے اور عقیدۃً فاسق عملاً فاسق سے بدتر ہے، کیونکہ فاسق عملی اعتراف کرتا کہ وہ فاسق ہے وہ ڈرتا ہے اور اللہ سے معافی مانگتا ہے بخلاف بدعتی کے کہ وُہ ایسا نہیں کرتا۔ (ت)

تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

لا یصح اقتداء غیر الالثغ بالالثغ علی الاصح کما فی البحر وحرر الحلبی وابن الشحنة انه بعد بذل جهده دائما حتما کالامی فلا یؤم الامثله ولا تصح صلاته

اصح قول کے مطابق غیر توتلے کا توتلے کی اقتدا کرنا صحیح نہیں، جیسا کہ بحر میں ہے، حلبی اور ابن شحنہ نے کہا جب توتلا دائمی کوشش کرتا ہے تو وُہ امی کی طرح ہے اور صرف توتلے کی اقتدار کرسکتا ہے اور جب

---

[1] رد المحتار — باب ادراک الفریضۃ — مطبوعہ مصطفی البابی مصر — ۱/۵۲۵
[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی — فصل فی الامامۃ — مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۵۱۴

marfat.com
Marfat.com

... امکن تصحیحہ او ترک جھدہ او وجد ... ما لا لثغ فیہ ھذا ھو ... المختار فی حکم الالثغ وکذا من لا یقدر علی ... بحرف من الحروف[1]

اسے کسی پڑھنے والے کی اقتدار ممکن ہو تو اب تنہا نماز نہ ہوگی، اسی طرح حکم ہے جب اس نے کوشش ترک کر دی یا وہ مقدارِ فرض کی قرأت پر قادر ہوگیا جس میں اسے توتلا پن پیدا نہیں تا توتلے کے حکم میں یہی صحیح و مختار ہے اسی طرح اس شخص کا حکم ہے جو حروف میں سے کسی حرف کے صحیح تلفظ پر قادر نہ ہو۔ (ت)

... مختار میں ہے :

وذلک کالرحمن الرحیم والشیتان الرجیم والآلمین وایاک نابد وایاک نستئین السرات انامت فکل ذلک حکمہ مامر[2]۔

جیسے کوئی رحمٰن، رحیم، شیتان الرجیم، آلمین، ایاک نابد و ایاک نستئین، السرات، انامت پڑھتا ہے ان صورتوں کا حکم پیچھے گزر چکا ہے (ت)

فتاوٰی خیریہ میں ہے :

امامۃ الالثغ للفصیح
فاسدۃ فی الراجح الصحیح[3]

(راجح اور صحیح قول کے مطابق فصیح کے لئے توتلے کی اقتداء فاسد نماز ہے۔ ت)

اب محلِ نظر صرف ایک صورت رہی کہ مسجد محلہ میں اہلِ محلہ نے باذان و اقامت بروجہ سنت امام موافق المذہب سالم العقیدہ متقی مسائل داں صحیح خواں کے ساتھ جماعت اولٰی خالیہ عن الکراہۃ ادا کر لی پھر باقی ماندہ لوگ آئے انھیں دوبارہ اس مسجد میں جماعت قائم کرنے کی اجازت ہے یا نہیں، اور ہے تو بکراہت یا بے کراہت، اس بارے میں عین تحقیق وحق وثیق وحاصل انیق بنظر دقیق و اثر توفیق یہ ہے کہ اس صورت میں تکرار جماعت باعادۂ اذان ہمارے نزدیک ممنوع و بدعت ہے، یہی ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب مہذب و ظاہر الروایہ ہے، متن متین مجمع البحرین و بحرالرائق علامہ زین میں ہے :

ولا تکررھا فی مسجد محلۃ باذان ثان[4]۔

مسجدِ محلہ میں دوسری اذان کے ساتھ تکرار جماعت جائز نہیں۔ (ت)

---

[1] درمختار | باب الامامۃ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۸۵
[2] ردالمحتار | 〃 | مطبوعہ مصطفی البابی مصر | ۱/۴۳۱
[3] فتاوٰی خیریہ | کتاب الصلوٰۃ | 〃 دارالمعرفۃ بیروت | ۱/۱۰
[4] بحرالرائق | باب الامامۃ | 〃 ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱/۳۴۶

marfat.com

Marfat.com

درمختار و خزائن الاسرار میں ہے :

والنظم للدر یکرہ تکرار الجماعۃ باذان و اقامۃ فی مسجد محلۃ لافی مسجد طریق او مسجد لا امام لہ ولا مؤذن[1]۔

الفاظ در کے ہیں محلہ کی مسجد میں اذان واقامت کے ساتھ تکرارِ جماعت مکروہ ہے، راستہ کی مسجد یا ایسی مسجد جس کا کوئی امام و مؤذن مقرر نہ ہو اس میں تکرارِ جماعت مکروہ نہیں۔ (ت)

غرر الاحکام اور اُس کی شرح درر الحکام میں ہے :

لا تکرر الجماعۃ فی مسجد محلۃ باذان واقامۃ یعنی اذا کان لمسجد امام و جماعۃ معلومان فصلی بعضھم باذان واقامۃ لایباح لباقیھم تکرارھا بھما[2]۔

اذان واقامت کے ساتھ جماعت کا تکرار محلہ کی مسجد میں درست نہیں یعنی جب مسجد کے لئے امام اور جماعت متعین ہو پس بعض نے اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھ لی تو اب دوسرے لوگوں کے لئے اذان اقامت کے ساتھ دوبارہ جماعت مباح نہیں ہے۔ (ت)

شرح المجمع للمصنف الامام العلامۃ ابن الساعاتی و فتاوٰی ہندیہ میں ہے :

المسجد اذا کان لہ امام معلوم وجماعۃ معلومۃ فی محلۃ فصلی اھلہ فیہ بالجماعۃ لایباح تکرارھا فیہ باذان ثان[3]۔

جب مسجد محلہ کا امام اور جماعت مقرر ہو اور اہل محلہ نے اس مسجد میں نماز ادا کرلی ہو تو اب دوسری اذان کے ساتھ تکرارِ جماعت مباح نہیں (ت)

وجیز کردری و غنیہ علامہ حلبی میں ہے :

لوکان لہ امام ومؤذن معلوم فیکرہ تکرار الجماعۃ فیہ باذان واقامۃ عندنا[4]۔

اگر مسجد کے لئے امام اور مؤذن مقرر ہو تو ایسی مسجد میں ہمارے نزدیک اذان واقامت کے ساتھ تکرارِ جماعت مکروہ ہوگا۔ (ت)

ذخیرۃ العقبٰی شرح صدر الشریعۃ العظمٰی میں ہے :

---

[1] درمختار — باب الامامۃ — مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۲

[2] درر الحکام شرح غرر الاحکام — فصل فی الامامۃ — ر مطبعہ احمد کامل الکائنۃ دار سعادت مصر ۱/۸۵

[3] فتاوٰی ہندیہ — الفصل الاول فی الجماعۃ — ر نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۳

[4] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی — فصل فی احکام المسجد — مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۱۴

marfat.com

Marfat.com

ان کان للمسجد امام معلوم وجماعۃ معلومۃ فصلوا فیہ بجماعۃ باذان واقامۃ لایباح تکرارھا بھما[1]

اگر مسجد کا امام اور جماعت معین ہے اور اس میں لوگوں نے اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھ لی تو اب اذان واقامت کے ساتھ تکرارِ جماعت مباح نہیں۔ (ت)

جس کا حاصل عند التحقیق کراہت اذان جدید کی طرف راجع نہ نفس جماعت کی طرف ولہذا اسی مذہب کو امام محقق محمد محمد ابن امیر الحاج حلبی نے حلیہ میں اس عبارت سے ارشاد فرمایا:

المسجد اذا کان لہ اھل معلوم فصلوا فیہ اوبعضھم باذان واقامۃ کرہ لغیر اھلہ وللباقین من اھلہ اعادۃ الاذان والاقامۃ[2]

اگر مسجد کے لئے اہل معین ہوں اور اس میں وہ تمام یا بعض اہل اذان اقامت کے ساتھ نماز ادا کرلیں تو غیر اہلِ محلہ اور باقی ماندہ اہلِ محلہ کے لئے اذان و اقامت کا اعادہ مکروہ۔ (ت)

اور اگر بغیر اس کے تکرارِ جماعت کریں تو قطعاً جائز وروا ہے اسی پر ہمارے علماء کا اجماع ہوا ہے، خزائن میں ہے:

لوکرر اھلہ بدونھما جاز اجماعا[3]۔

اگر اہل محلہ نے بغیر اذان واقامت کے تکرارِ جماعت کیا تو یہ بالاتفاق جائز ہے (ت)

درر میں ہے:

لوکان مسجد الطریق یباح تکرارھا بھما ولوکرر اھلہ بدونھما جاز[4]

اگر راستہ کی مسجد ہو تو اذان و اقامت دونوں کے ساتھ تکرارِ جماعت مباح ہے اور اگر اہلِ محلہ ان دونوں کے بغیر تکرار کریں تو جماعت جائز ہے (ت)

شرح المجمع للمصنف وعلمگیریہ میں ہے:

اما اذا صلوا بغیر اذان یباح اجماعا

اگر بغیر اذان کے پڑھی تو بالاجماع مباح ہے اسی طرح

---

[1] ذخیرۃ العقبٰی کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ منشی نولکشور کانپور انڈیا ۱/۷۷
[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
[3] ردالمحتار بحوالہ خزائن الاسرار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۸
[4] درر الحکام شرح غرر الاحکام فصل فی الامامۃ مطبوعہ مطبعہ احمد کامل الکائنہ فی دار سعادت مصر ۱/۸۵

marfat.com

Marfat.com

وکذا فی مسجد قارعة الطریق۔[1] حکم ہے اگر مسجد راستہ پر واقع ہو۔(ت)

ذخیرۃ العقبٰی وشرح المجمع للعلامہ میں ہے:

لو صلوا فیہ بلا اذان یباح اتفاقا۔[2] اگر بغیر اذان کے نماز پڑھی تو بالاتفاق تکرارِ جماعت مباح ہے۔(ت)

عباب وملتقط وشرح درر البحار و رسالہ علامہ رحمہ اللہ السندی تلمیذ المحقق ابن الھمام وحاشیۃ البحر للعلامہ خیر الدین الرملی استاذ صاحب الدر المختار میں ہے:

یجوز تکرار الجماعۃ بلا اذان وبلا اقامۃ ثانیۃ اتفاقا قال وفی بعضھا اجماعا۔[3] تکرارِ جماعت اذان واقامت کے بغیر بالاتفاق جائز ہے کہا بعض کتب میں اجماع کا لفظ مستعمل ہوا ہے۔(ت)

پھر یہ جواز مطلقاً محض وخالص ہے یا کہیں کراہت سے بھی مجامع اس میں صحیح یہ ہے کہ اگر محراب میں جماعت ثانیہ کریں تو مکروہ، اور محراب سے ہٹ کر تو اصلاً کراہت نہیں، خالص مباح وماذون فیہ ہے۔ بزازیہ وشرح منیہ و رد المحتار میں ہے:

عن ابی یوسف انہ اذا لم تکن الجماعۃ علی الھیئۃ الاولٰی لا تکرہ والا تکرہ وھو الصحیح وبالعدول عن المحراب تختلف الھیأۃ۔[4] امام ابو یوسف سے مروی ہے جب جماعت پہلی ہیئت پر نہ ہو تو مکروہ نہیں ورنہ مکروہ ہے یہی صحیح ہے، اور محراب سے ہٹ کر ادا کرنا ہیئت کی تبدیلی ہے (ت)

ولوالجیہ وتاتارخانیہ وشامیہ میں ہے: بہ ناخذ[5] (اسی کو ہم لیتے ہیں۔ت) اُسی میں ہے:

قد قلت ان الصحیح تکرار الجماعۃ اذا لم تکن علی الھیأۃ الاولٰی۔[6] میں کہتا ہوں کہ تکرارِ جماعت اس وقت صحیح ہے جب وہ جماعت پہلی ہیئت پر نہ ہو (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الاول فی الجماعۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۳

[2] ذخیرۃ العقبٰی کتاب الصلوٰۃ " منشی نولکشور کانپور انڈیا ۱/۷۷

[3] منحۃ الخالق علی البحر الرائق بحوالہ حاشیۃ البحر للعلامہ خیر الدین الرملی باب الامامۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۴۶

[4] رد المحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۹

[5] " " " " " "

[6] " " " " " "

marfat.com

Marfat.com

یہ ان احکام میں اجمالی کلام تھا،

والتفصیل منتھی آخر الحمد للہ العلی الاکبر والصلاۃ والسلام علی الحبیب الاطھر وآلہ واصحابہ الاطائب الغرر۔

تفصیل کے لئے دوسرا مقام ہے تمام حمد اللہ تعالیٰ کے لئے جو بلند وبرتر ہے۔ صلوٰۃ وسلام ہو حبیب خوب پر، ان کی آل واصحاب پر جو پاکیزہ ہیں (ت)

واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۵۶۱: زید نے وقتِ مغرب ایک مسجد میں داخل ہو کر دیکھا کہ جماعت ہو رہی ہے اور امام قرآت بجہر پڑھ رہا ہے زید نے اس امام کی اقتدار نہ کی اور اُس آنِ واحد میں علیحدہ اپنی قرآت بجہر شروع کر دی اور دوسری جماعت قائم کی پس زید کا کیا حکم ہے اور اس جماعت ثانی کا جو بحالتِ موجودگی جماعت اول قائم ہوئی ہے کیا حکم ہے اور دو شخص ایک آن میں قرآت بجہر کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

تفریق جماعت حاضرین حضرت حق سبحٰنہ وتعالیٰ کو نہایت ناپسند ہے حتی کہ انتہا درجہ کی ضرورت میں یعنی جب عساکر مسلمین ولشکر کفار میں صف آرائی ہو مورچہ بندی کر چکے ہوں اور وقتِ نماز آجائے اُس وقت بھی نمازِ خوف کی وہ صورت قرآن مجید میں تعلیم فرمائی جس سے تفریق جماعت نہ ہونے پائے اور ایک ہی امام کے پیچھے نماز ہو ورنہ ممکن تھا کہ نصف بر سرِ معرکہ رہیں اور نصف باقی اپنی جماعت کرلیں پھر یہ نصف مقابلہ پر چلے جائیں اور وہ آکر اپنی نماز پڑھ لیں اتحاد جماعت کی عنداللہ ایسی ہی تو کچھ سخت ضرورت ہے جس کے لئے عین نماز میں مشیٔ کثیر جو مفسد صلوٰۃ ہے روا رکھی گئی۔ علاوہ بریں صدہا آیات واحادیث اس فعل کی مذمت پر دال ہیں اور حکمت ایک جماعت کی مشروعیت کہ ایتلاف مسلمین ہے کہ نہایت محبوبِ الٰہی ہے یہ فعل بالکلیہ اُس کے مناقض ہے کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) جس زمانے میں نظم خلافت حقہ صحیحہ اور بنائے امامت راشدہ ازہم ریختہ ہو گئی تھی اور سلطنت فساق وفجار بلکہ بدمذہبان فاسد العقیدہ کو پہنچی تھی وہ لوگ امامت کرتے اور صحابہ وتابعین وکافہ مسلمین بمجبوری ان کے پیچھے نماز پڑھتے اُس وقت بھی ان اکابر دین نے تفریق جماعت گوارا نہ کی پس اس دوسری جماعت کی شناعت میں کوئی شبہہ نہیں اور فاعل اُس کا عوض ثواب کے مستوجب طعن وملام ہوا خصوصاً جبکہ وہ اس تفریق کا سبب کسی بغض دنیاوی کے جو اسے امام اوّل سے تھا مرتکب ہوا یا بوجہ اپنے فاسد العقیدہ ہونے کے عناداً امام اوّل کو بدمذہب ومبتدع ٹھہرا کر اس کی اقتداء سے استنکاف کیا کہ ان صورتوں میں تشنیع اُس پر اشد واکد ہے مگر یہ کہ درحقیقت امام اول سے بدعت تا بحدِ کفر وارتداد مرتقی ہو گئی ہو مثلاً سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عیاذاً باللہ توہین کرتا ہو، حضور کے ختم نبوت میں کلام رکھتا ہو

marfat.com

Marfat.com

حضور والا کے بعد کسی کے حصولِ نبوت میں حرج نہ جانتا ہو حضور اقدس کی تعظیم جو بعد تعظیمِ الٰہی کے تمام معظمین کی تعظیم سے اعلیٰ واقدم ہے مثل اپنے بڑے بھائی کی تعظیم کے جانتا ہو وعلیٰ ہذا القیاس دیگر عقائد زائغہ مکفرہ رکھتا ہو اس تقدیر پر تو البتہ یہ فعل زید کا نہایت محمود ہوگا اور وہ اس پر اجرِ جزیل پائے گا کہ صورت مذکورہ میں وہ جماعت عند اللہ جماعت ہی نہ تھی کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز رأساً باطل ہے۔

فی التنویر ویکرہ امامۃ المبتدع لا یکفر بھا وان کفر بھا فلا یصح الاقتداء بہ اصلا[1] اھ ملخصا۔

تنویر میں ہے اس بدعتی کی امامت مکروہ ہے جس کی بدعت حدِ کفر تک نہ پہنچے اور اگر حدِ کفر تک پہنچ جائے تو اس کی اقتدار بالکل درست نہ ہوگی اھ تلخیصاً (ت)

اور اگر صورتِ مرقومہ میں امام ثانی مقتدا و متبوع حضار کا ہو اور جس وقت وہ شخص امامت کر رہا ہے عین اُسی حالت میں اس کا دوسری جماعت قائم کر دینا اور اس کے پیچھے نماز سے احتراز مجمع میں ظاہر کرنا باعث اُس کے زجر و توبیخ یا حاضرین کی نگاہ سے اس کے گر جانے کا ہو تو اب یہ فعل اور بھی موکد و ضروری ہو جائیگا اسی طرح اگر کفر و ارتداد کے سوا اور کوئی وجہ ایسی ہو جس کے سبب اس کے پیچھے نماز باتفاق روایات باطل محض ہوتی ہو تو جب بھی یہ جماعت ثانیہ قطعاً جائز ہوگی لما ذکرنا ان الجماعۃ الاولی لیست بجماعۃ فی الحقیقۃ لبطلان الصلاۃ بالاقتداء بالامام الاول (جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ پہلی جماعت درحقیقت جماعت ہی نہیں کیونکہ امام اول کی اقتدار میں نماز ہی باطل ہے۔ ت)

لیکن اس فعل میں اگر کوئی غرض صحیح شرعی نہ ہو تو اس تقدیر پر اُس سے احتراز اولیٰ ہے ختم جماعت کا انتظار کرکے اپنی جماعت کرلے وھذا کلہ ظاھر جد الاخفاء فیہ عند عقل سلیم وما ءنبیہ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وحکمہ عز شانہ احکم (یہ تمام کا تمام خوب واضح ہے ہر صاحبِ عقل سلیم اور سمجھدار پر کچھ مخفی نہیں واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وحکمہ عز شانہ احکم۔ ت)

مسئلہ ۸۶۸ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں ایک شخص واسطے امامت کے مقرر ہے اگر وہ امام قبل از نمازِ عشا یا کسی اور وقت میں کسی مقتدی سے یہ کہہ جائے کہ میں کسی کام کو جاتا ہوں میرا انتظار کرنا یعنی بعد پورا ہونے وقتِ معینہ کے میرا انتظار کرنا، بعدہٗ سب مصلی اپنے وقتِ معینہ پر جمع ہوگئے اور اس کے بعد اُنھوں نے پاؤ گھنٹا وقتِ معمول سے دیر کی واسطے تعمیل حکم امام صاحب

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

marfat.com

Marfat.com

پیچھے ایک شخص کو امام بنا کر نماز پڑھ لی، آیا اُن سب کی نماز درست ہوگئی یا نہیں؟ اور اگر امام صاحب پھر آکر اُن سے کہیں کہ تم لوگوں کی نماز نہیں ہوئی، تو یہ قول امام صاحب کا صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور امام صاحب کوئی فتوٰی اپنی رائے سے واسطے خواہش نفس کے دیں تو شرعاً کیا حکم ہوگا؟ بینوا توجروا

الجواب

مقتدیوں کے ذمہ امام معین ہی کے انتظار میں بیٹھا رہنا اور جب تک وہ نہ آئے جماعت نہ کرنا ہرگز ضرور نہیں، بعض اوقات حضورِ اقدس سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ میں کسی اور محلہ میں تشریف لے گئے ہیں اور واپس تشریف لانے میں دیر ہوئی ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے جماعت ادا کرلی ہے ایک بار صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو امام کیا، ایک بار عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ کو، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اسے پسند فرمایا کما ھو مصرح بہ فی الاحادیث (جیسا کہ اس پر احادیث میں تصریح موجود ہے۔ ت) امام کا کہنا کہ تمہاری نماز نہ ہوئی اگر صرف اسی بنا پر ہے کہ میرا انتظار نہ کرنے اور دوسرے کو امام بنالینے سے تمہاری نماز نہ ہوئی تو محض باطل اور شریعتِ مطہرہ پر صریح افترا ہے اپنی خواہشِ نفسانی کے لئے اپنی رائے سے فتوٰی دینے والا ولیِ امامت نہیں، ہاں جس شخص کو اُس کی غیبت میں مقتدیوں نے امام بنایا وہ اگر قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا تھا جس سے فسادِ نماز ہو یا معاذ اللہ اُس کے مذہب میں ایسا فساد تھا جس سے اُس کی امامت صحیح نہ ہو تو اس بنا پر امام کا قول درست ہے کہ تمہاری نماز نہ ہوئی۔ اس تقدیر پر مقتدیوں نے سخت خطا کی، اُٹھیں توبہ چاہیے اور اُس نماز کی قضا پڑھیں واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۶۹: از جامع مسجد ۱۸ جمادی الاولی ۱۳۱۴ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تارک الجماعت کس کو کہتے ہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

تارکِ جماعت وہ کہ بے کسی عذرِ شرعی قابلِ قبول کے قصداً جماعت میں حاضر نہ ہو مذہب صحیح معتمد پر اگر ایک بار بھی بالقصد ایسا کیا گنہگار ہوا تارک واجب ہوا مستحقِ عذاب ہوا والعیاذ باللہ تعالٰی اور اگر عادی ہو کہ بارہا حاضر نہیں ہوتا اگرچہ بارہا حاضر بھی ہوتا ہو تو بلاشبہہ فاسق فاجر مردود الشہادۃ ہے فان الصغیرۃ بعد الاصرار تصیر کبیرۃ (صغیرہ اصرار کی بنا پر کبیرہ ہو جاتا ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

(الجماعۃ سنۃ مؤکدۃ للرجال) قال الزاھدی ارادوا بالتاکید الوجوب (وقیل واجبۃ وعلیہ العامۃ) ای عامۃ

(جماعت مردوں کے لئے سنتِ مؤکدہ ہے) زاہدی نے کہا یہاں تاکید سے مراد وجوب ہے (بعض نے کہا ہے کہ جماعت واجب ہے اور اکثر علماء کی

marfat.com

Marfat.com

مشائخنا وبه جزم فی التحفة وغیرھا قال فی البحر وھو الراجح عند اھل المذھب (فتسن او تجب) ثمرته تظھر فی الاثم بترکھا مرة اھ[1] مختصرًا۔

رائے یہی ہے) یعنی ہمارے اکثر مشائخ کی رائے یہی ہے اسی پر تحفہ وغیرہ میں جزم کیا ہے، بحر میں ہے کہ اہلِ مذہب کے ہاں یہی راجح ہے (پس سنت ہو یا واجب) اس کا ثمرہ اختلاف ایک بار ترک کرنے پر گناہ کی صورت میں سامنے آئے گا اھ مختصرًا (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله، قال فی البحر وقال فی النھر ھو اعدل الاقوال واقواھا ولذا قال فی الاجناس لاتقبل شھادته اذا ترکھا استخفافا ومجانة اما سھوا او بتاویل ککون الامام من اھل الاھواء اولا یراعی مذھب المقتدی فتقبل اھ[2] ط

اس کا قول، کہا بحر میں ہے اور کہا نہر میں ہے کہ یہی معتدل اور قوی قول ہے اور اسی لئے اجناس میں ہے جب کسی نے سستی اور ہلکا سمجھتے ہوئے جماعت کو ترک کیا تو اس کی شہادت قبول نہ ہوگی، ہاں اگر سہوًا ترک ہو یا تاویلًا جیسے امام کا اہلِ ہوا میں سے ہونا یا مذہب مقتدی کی رعایت نہ کرنے والا ہو تو پھر شہادت قبول ہوجائے گی اھ ط (ت)

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۷۰: از بلڈانہ ملک برار مرسلہ شیخ فتح محمد صاحب حلال خور ۱۹ جمادی الاولٰی ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں مسلمان حلال خور جو پنجوقتہ نماز پڑھتا ہو اس طرح پر کہ اپنے پیشہ سے فارغ ہو کر غسل کرکے طاہر کپڑے پہن کر مسجد میں جائے تو وہ شریکِ جماعت ہوسکتا ہے یا نہیں، اور اگر جماعت میں شریک ہو تو کیا پچھلی صف میں کھڑا ہو یا جہاں اس کو جگہ ملے یعنی اگلی صف میں بھی کھڑا ہوسکتا ہے اور اس طرف بعد نمازِ صبح و بعد نمازِ جمعہ نمازی آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو کیا وہ بھی مسلمانوں سے مصافحہ اور مسجد کے لوٹوں سے وضو کرسکتا ہے، اور جو حلال خور اپنا پیشہ نہ کرتا ہو صرف جاروب کشی بازار وغیرہ کی کرتا ہو اس کے واسطے شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ ہر دو صورتوں میں جو حکم شرع شریف کا ہو اس سے اطلاع بخشئے۔ بینوا توجروا

الجواب

بیشک شریکِ جماعت ہوسکتا ہے اور بیشک سب سے مل کر کھڑا ہوگا اور بے شک صفِ اوّل یا ثانی میں

---

[1] درمختار | باب الامامۃ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۸۲
[2] ردالمحتار | " | مصطفی البابی مصر | ۱/۴۱۰

marfat.com

Marfat.com

جہاں جگہ پائے قیام کرے گا، کوئی شخص بلا وجہ شرعی کسی کو مسجد میں آنے یا جماعت میں ملنے یا پہلی صف میں شامل ہونے سے ہرگز نہیں روک سکتا، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان المسٰجد للّٰہ[1] بیشک مسجدیں خاص اللہ کے لئے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

العباد عباد اللّٰہ[2] بندے سب اللہ کے بندے ہیں۔

جب بندے سب اللہ کے، مسجدیں سب اللہ کی، تو پھر کوئی کسی بندے کو مسجد کی کسی جگہ سے بے حکم الٰہی کیونکر روک سکتا ہے، اللہ عزوجل نے کہ ارشاد فرمایا:

من اظلم ممن منع مسٰجد اللّٰہ ان یذکر فیھا اسمہ[3] اس سے زیادہ ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے اُن میں خدا کا نام لینے سے۔

اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے کہ بادشاہ حقیقی عز جلالہ کا یہ عام دربار خاں صاحب، شیخ صاحب، مغل صاحب یا تجار، زمیندار، معافی داروں کے لئے ہے کم قوم یا ذلیل پیشہ والے نہ آنے پائیں، علماء جو ترتیب صفوف لکھتے ہیں اُس میں کہیں قوم یا پیشہ کی بھی خصوصیت سے ہرگز نہیں، وہ مطلقاً فرماتے ہیں:

یصف الرجال ثم الصبیان ثم الخناثی ثم النساء[4] یعنی صف باندھیں مرد پھر لڑکے پھر خنثٰی پھر عورتیں۔

یہ شاک زبال یعنی پاخانہ کمانے والا یا کناس یعنی جاروب کش مسلمان پاک بدن پاک لباس جبکہ مرد بالغ ہو تو وہ اگلی صف میں کھڑا ہو جائے گا اور خان صاحب اور شیخ صاحب مغل صاحب کے لڑکے پچھلی صف میں جو اس کا خلاف کرے گا حکم شرع کا عکس کرے گا شخص مذکور جس صف میں کھڑا ہو اگر کوئی صاحب اسے ذلیل سمجھ کر اس سے بچ کر کھڑے ہوں گے کہ بیچ میں فاصلہ رہے وہ گنہگار ہوں گے اور اس وعید شدید کے مستحق کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

من قطع صفا قطعہ اللّٰہ[5] جو کسی صف کو قطع کرے اللہ اُسے کاٹ دے گا۔

---

[1] القرآن ۷۲/۱۸

[2] مسند احمد بن حنبل از مسند الزبیر بن عوام رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۱۶۶

[3] القرآن ۲/۱۱۴

[4] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۸۴

[5] سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۷

marfat.com

Marfat.com

اور جو متواضع مسلمان صادق الایمان اپنے رب اکرم و نبی اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم بجا لانے کو اس سے شانہ بشانہ خوب مل کر کھڑا ہوگا اللہ عزوجل اس کا رتبہ بلند کرے گا اور وہ اس وعدۂ جمیلہ کا مستحق ہوگا کہ حضور انور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

من وصل صفا وصله الله[1] جو کسی صف کو وصل کرے اللہ اسے وصل فرمائے گا۔

دوسری جگہ ہمارے نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہٖ افضل الصلوٰۃ والتسلیم فرماتے ہیں:

الناس بنو آدم وآدم من تراب[2]۔ رواہ ابو داؤد والترمذی وحسنه والبیھقی بسند حسن عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنه۔

لوگ سب آدم کے بیٹے ہیں اور آدم مٹی سے۔ اسے ابو داؤد و ترمذی نے روایت کرکے حسن کہا اور بیہقی نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

دوسری حدیث میں ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یا ایھا الناس ان ربکم واحد وان اباکم واحد الا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود ولا لاسود علی احمر الا بالتقوی ان اکرمکم عند اللہ اتقکم[3]۔ رواہ البیھقی عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنھما۔

اے لوگو! بیشک تم سب کا رب ایک اور بیشک تم سب کا باپ ایک، سن لو کچھ بزرگی نہیں عربی کو عجمی پر، نہ عجمی کو عربی پر، نہ گورے کو کالے پر، نہ کالے کو گورے پر مگر پرہیزگاری سے، بیشک تم میں بڑے رتبے والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ اسے بیہقی نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔

ہاں اس میں شک نہیں کہ زبالی شرعاً مکروہ پیشہ ہے جبکہ ضرورت اس پر باعث نہ ہو مثلاً جہاں نہ کافر بھنگی پائے جاتے ہوں جو اس پیشہ کے واقعی قابل ہیں نہ وہاں زمین مثل زمینِ عرب ہو کہ رطوبات جذب کرلے ایسی جگہ اگر بعض مسلمین مسلمانوں پر سے دفع اذیت و تنظیف بیوت و حفظ صحت کی نیت

---

[1] سنن ابو داؤد باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۷

[2] جامع الترمذی سورہ الحجرات ؍؍ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۵۹

[3] شعب الایمان فصل فی حفظ اللسان عن الفخر بالاباء حدیث ۵۱۳۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/۲۸۹

marfat.com

Marfat.com

مکروہ کی نوعیت کچھ تو مجبوری ہے اور جہاں ایسا نہ ہو تو بیشک کراہت ہے لتعاطی النجاسات من غیر ضرورۃ (کیونکہ یوں بغیر ضرورت کے نجاسات کو لینا لازم آتا ہے۔ ت) وہ بھی ہرگز حدِ فسق تک منتہی نہیں۔ تنویر و فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

اما شہادۃ اھل الصناعات الدنیۃ کالکساح والزبال والحائک والحجام فالاصح انھا تقبل لانھا قد تولاھا قوم صالحون فمالو یعلو القادح لا یبنی علی ظاھر الصناعۃ[1]

رہا معاملہ دنیوی پیشہ والوں کی شہادت کا، جن کو معاشرہ ہیچ تصور کرتا ہے مثلاً کوڑا کرکٹ اٹھانے والا، ٹٹی وغیرہ اٹھانے والا، جولاہا، حجام، تو اصح یہ ہے کہ ان کی شہادت قبول ہوگی کیونکہ متعدد صالح لوگوں نے انھیں اپنایا ہے، جب تک واضح قباحت معلوم نہ ہو تو بظاہر کسی پیشہ کی وجہ سے ایسا نہیں کیا جاسکتا (ت)

مگر ان قوم دار حضرات کا اس سے تنفر ہرگز اس بنا پر نہیں کہ یہ ایک امر مکروہ کا مرتکب ہے وہ تنفر کرنے والے حضرات خود صدہا امور محرمات و گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں تو اگر اس وجہ سے نفرت ہو تو وہ زیادہ لائق تنفر ہیں ان صاحبوں کی صفوں میں کوئی فشہ باز یا قمار باز یا سود خوار شیخ صاحب تجار یا رشوت ستان مرزا صاحب عہدہ دار آکر کھڑے ہوں تو ہرگز نفرت نہ کریں گے اور اگر کوئی کپتان یا کلکٹر صاحب یا جنٹ مجسٹریٹ صاحب یا اسسٹنٹ کمشنر صاحب یا جج ماتحت صاحب آکر شامل ہوں تو اُن کے برابر کھڑے ہونے کو تو فخر سمجھیں گے حالانکہ اللہ و رسول کے نزدیک یہ افعال اور پیشے کسی فعل مکروہ سے بدرجہا بدتر ہیں واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل[2] (اور اللہ تعالٰی حق فرماتا ہے اور وہی سیدھی راہ کی ہدایت دینے والا ہے۔ ت)

درمختار وغیرہ میں ذلیل پیشہ کا ذکر کرکے فرمایا:

واما اتباع الظلمۃ فاخس من الکل[3] ظالم حکام کے خدام تو سب پیشہ وروں سے خسیس تر ہیں۔ (ت)

تو ثابت ہوا کہ ان کی نفرت خدا کے لئے نہیں بلکہ محض نفسانی آن بان اور رسمی تکبر کی شان ہے، تکبر ہر نجاست سے نجاست ہے اور دل ہر عضو سے شریف تر عضو افسوس کہ ہمارے دل میں تو یہ نجاست بھری ہو اور ہم اُس مسلمان سے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فیمن لا تقبل شہادتہ لفسقہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۴۶۹

[2] القرآن ۳۳/۴

[3] درمختار باب الکفاءۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۵

marfat.com

Marfat.com

نفرت کریں جو اس وقت پاک صاف بدن دھوئے پاک کپڑے پہنے ہے، غرض جو حضرات اس بیہودہ وجہ کے باعث اس مسلمان کو مسجد سے روکیں گے وہ اس بلائے عظیم میں گرفتار ہوں گے جو آیت کریمہ میں گزری کہ اس سے زیادہ ظالم کون ہے۔ اور جو حضرات خود اس وجہ سے مسجد وجماعت ترک کریں گے وہ ان سخت سخت ہولناک وعیدوں کے مستحق ہوں گے جو ان کے ترک پر وارد ہیں، یہاں تک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

الجفاء کل الجفاء والکفر والنفاق من سمع منادی اللہ ینادی ویدعوا الی الفلاح فلا یجیبہ[1]۔ رواہ الامام احمد والطبرانی فی الکبیر عن معاذ بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

ظلم پورا ظلم اور کفر اور نفاق ہے کہ آدمی مؤذن کو سُنے کہ نماز کے لئے بلاتا ہے اور حاضر نہ ہو۔ اسے امام احمد اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اور جو بندۂ خدا اللہ عزوجل کے احکام پر گردن رکھ کر اپنے نفس کو دبائے گا اور اس مزاحمت و نفرت سے بچے گا مجاہدہ نفس و تواضع کا اللہ سے ثواب جلیل پائے گا بھلا فرض کیجئے کہ ان مساجد سے تو ان مسلمانوں کو روک دیا وہ مظلوم بیچارے گھروں پر پڑھ لیں گے، سب میں افضل واعلٰی مسجد مسجد الحرام شریف سے انھیں کون روکے گا، اس مسلمان پر اگر حج فرض ہو تو کیا اسے حج سے روکیں گے اور خدا کے فرض سے باز رکھیں گے یا مسجد الحرام سے باہر کوئی نیا کعبہ اُسے بنادیں گے کہ اُس کا طواف کرے۔ اللہ تعالٰی مسلمانوں کو ہدایت بخشے آمین۔ اس تقریر سے ثابت ہوگیا کہ مسجد کے لوٹے جو عام مسلمانوں پر وقف ہیں اُن سے وضو کرنے سے اسے کوئی منع نہیں کرسکتا جبکہ اس کے ہاتھ پاک ہیں۔ رہا مصافحہ خود ابتدا کرنے کا اختیار ہے کیجئے یا نہ کیجئے،

فان المصافحۃ بعد الصلوات علی الاصح من المباحات والمباح لایلام علی فعلہ ولا ترکہ۔

اصح قول کے مطابق نمازوں کے بعد مصافحہ مباح ہے اور مباح کے کرنے یا نہ کرنے پر ملامت نہیں ہوتی۔ (ت)

مگر جب وہ مسلمان مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے اور آپ اپنے اس خیال بے معنی پر ہاتھ کھینچ لیجئے تو بیشک بلاوجہ شرعی اس کی دل شکنی اور بیشک بلاوجہ شرعی مسلمان کی دل شکنی حرام قطعی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اذی مسلما فقد اذانی

جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اُس نے بیشک مجھے

---

[1] المعجم الکبیر مروی از معاذ بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث ۳۹۴ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲۰/۱۸۳

marfat.com

Marfat.com

(ومن آذانی فقد) اذی الله[1] رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔ واللہ تعالٰی اعلم

ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے بیشک اللہ عزوجل کو ایذا دی۔ اسے طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۷۱ از شہر کہنہ ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مقام پر جماعت نماز کی ہوتی ہے اور زید بھی نماز پڑھتا ہے اور جماعت کے وقت حاضر بھی رہتا ہے جماعت ترک کرکے اول جماعت سے یا بعد جماعت کے نماز پڑھتا ہے اس میں کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر امام میں کوئی ایسا نقص ہو جس کے سبب اس کے پیچھے نماز فاسد یا مکروہِ تحریمی ہو مثلاً قرآن عظیم غلط پڑھنا جس سے نماز میں فساد آئے یا وہابی رافضی یا غیر مقلد ہو یا کم از کم تفضیلیہ یا فاسق ہونا، تو زید پر الزام نہیں، اور اگر بلاوجہ شرعی جماعت ترک کرتا ہے تو سخت گنہگار فاسق ہے، اُس پر توبہ واجب ہے۔

قال اللہ تعالٰی ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا۔[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا جو شخص ہدایت کے واضح ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور مومنین کے راستہ کے علاوہ کوئی دوسری راہ چلے، اسے ہم اُسی طرف پھیر دیتے ہیں جدھر وہ پھرا اور ہم اسے جہنم میں ڈال دیتے ہیں جو نہایت برا ٹھکانا ہے (ت)

بحکم قرآن ایسا معلن شخص کہ بلاعذر شرعی جماعت ترک کرے مستحقِ جہنم ہے خصوصاً ترک بھی ایسا کہ جماعت ہوتی ہے اور یہ بیٹھا رہے۔

مسئلہ ۸۷۲ از بنگالہ ضلع ڈھاکہ موضع چیتارچر مرسلہ نواب عبدالواحد صاحب ۱۰ جمادی الاخری ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نے مع ایک مقتدی کے نماز شروع کی، بعد ایک

---

[1] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی اوسط باب فیمن تخطی رقاب الناس یوم الجمعۃ مطبوعہ دارالکتاب بیروت ۲/۱۷۹
الترغیب والترھیب الترھیب من تخطی الرقاب یوم الجمعہ ر مصطفی البابی مصر ۱/۵۰۴
[2] القرآن ۴/۱۱۵

marfat.com
Marfat.com

رکعت کے دوسرا اور ایک شخص آیا تو اس صورت میں امام سامنے بڑھے گا یا وہ شخص مقتدی کو پیچھے کی طرف کھینچے گا، اگر امام سامنے بڑھے تو قبل اشارہ کے یا بعد اشارہ کے، اگر بعد اشارہ کے تو قبل تکبیر تحریمہ کے اشارہ کرے گا یا بعد، اگر قبل تکبیر تحریمہ کے اشارہ سے امام بڑھے گا یا مقتدی کو قبل تحریمہ کے وہ شخص اپنی جانب کھینچے گا تو اس صورت میں نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

الجواب

جب امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو اور دوسرا آئے تو افضل یہ ہے کہ مقتدی پیچھے ہٹے، ہاں اگر مقتدی مسئلہ نہ جانتا ہو یا پیچھے ہٹنے کو جگہ نہیں تو ایسی صورت میں امام کو بڑھنا چاہئے کہ ایک کا بڑھنا دو کے ہٹنے سے آسان ہے پھر اگر (مقتدی) مسئلہ جانتا ہو تو جب کہ دوسرا ملا چاہتا ہے تو خود ہی پیچھے ہٹنا چاہئے خواہ امام خود ہی آگے بڑھ جائے ورنہ اس آنے والے شخص کو چاہئے کہ مقتدی کو اور وہ مسئلہ نہ جانتا ہو تو امام کو اشارہ کرے، انھیں مناسب ہے کہ معاً اشارہ کے ساتھ ہی حرکت نہ کریں کہ امتثال امر غیر کا شبہہ نہ ہو بلکہ ایک تامل خفیف کے بعد اپنی رائے سے اتباع حکم شرع و ادائے سنت کے لئے نہ اُس کا اشارہ ماننے کی نیت سے حرکت کریں، اس صورت میں برابر ہے کہ یہ آنے والا مقتدی نیت باندھ کر اشارہ کرے خواہ بلانیت کے بہرحال وہ اطاعتِ حکمِ شرع کریں گے، نہ اس کے حکم کی اطاعت، اور جو جاہل اس کا حکم ماننے کی نیت کرے گا تو اس کا تکبیر تحریمہ کے بعد اشارہ کرنا کیا نفع دے گا کہ امام یا مقتدی کو دوسرے مقتدی کا حکم ماننا کب جائز ہے، لقمہ قرأت میں یا افعال میں لینا کہ امام کو جائز ہے وہ بھی بحکمِ شرع ہے نہ کہ اطاعتِ حکمِ مقتدی جو اس کی نیت کرے گا اُس کی نماز خود ہی فاسد ہوجائے گی اور جب وہ امام ہے تو اُس کے ساتھ سب کی جائے گی۔

فی الدرالمختار لو امتثل امر غیرہ فقیل لہ تقدم فتقدم او دخل فرجۃ الصف احد فوسع لہ فسدت بل یمکث ساعۃ ثم یتقدم برأیہ قہستانی معزیا للزاہدی[1] وفی ردالمحتار عن المنح لوجذبہ اٰخر فتاخر الاصح لا تفسد صلاتہ اھ

درمختار میں ہے اگر نمازی نے کسی غیر نمازی کا حکم مان لیا مثلاً کہا گیا آگے ہو، وہ آگے ہوگیا یا کوئی صف کے اندر داخل ہوا اور نمازی نے اس کے لئے جگہ کشادہ کی تو نماز فاسد ہوجائے گی، بلکہ وہ ایک ساعۃ ٹھہرا رہے پھر اپنی رائے سے آگے ہوجائے، قہستانی نے زاہدی کے حوالے سے یہی بیان کیا ہے، ردالمحتار میں منح کے حوالے سے ہے اگر نمازی کو دوسرے نے

[1] درمختار باب مایفسد الصلاۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۹

marfat.com

Marfat.com

وعن الشرنبلالي عن تيسير المقاصد
ان امتثاله انما هو لامر رسول
الله صلى الله تعالى عليه وسلم
فلا يضره اه وعن الطحطاوي لو
قيل بالتفصيل بين كونه امتثل امر
الشارع فلا تفسد وبين كونه امتثل
امر الداخل مراعاة لخاطره من
غير نظر لامر الشارع فتفسد لكان
حسنا اه[2] ورأيتني كتبت عليه مانصه
اقول وهو من الحسن بمكان بل
هو المحمل لكلمات العلماء و
به يحصل التوفيق وبالله التوفيق[3]
وفي الهندية رجلان صليا في
الصحراء وائتم احدهما
بالآخر وقام عن يمين الامام
فجاء ثالث وجذب المؤتم الى
نفسه قبل ان يكبر للافتتاح حكي
عن الشيخ الامام ابي بكر
طرخان انه لا تفسد صلاة
المؤتم جذبه الثالث الى
نفسه قبل التكبير او بعده كذا في المحيط
وفي الفتاوى العتابية هو الصحيح كذا في
التاتارخانية۔ والله تعالى اعلم۔

کھینچا اور وہ پیچھے ہو گیا تو اصح مذہب پر اس کی
نماز فاسد نہ ہوگی اھ شرنبلالی سے ہے تیسیر المقاصد کے
حوالے سے ہے کہ اس کا امتثال (حکم بجالانا) حضور صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی بنا پر ہے لہذا فساد کا
سبب نہیں اھ اور طحطاوی سے ہے کہ اگر تفصیل کرتے
ہوئے کہا جائے کہ شارع کے حکم پر عمل کرتے ہوئے
کسی کا حکم بجالایا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر وہ
بغیر رعایت امر شارع کے فقط آنے والے نمازی
کو خوش کرنے کے لئے کرتا ہے تو نماز فاسد ہو جائیگی
تو یہ تفصیل کرنا نہایت ہی اچھا تھا اھ مجھے یاد آ رہا
ہے کہ میں نے یہاں یہ لکھا ہے **اقول** (میں کہتا
ہوں) یہ صرف حسن ہی نہیں بلکہ کلمات علماء کا محمل بھی ہے
اور اسی کے ساتھ ان میں موافقت بھی پیدا ہو جائیگی
اور اللہ ہی اس کی توفیق دینے والا ہے۔ فتاوی
ہندیہ میں ہے دو آدمیوں نے صحرا میں نماز ادا کی
ایک نے دوسرے کی اقتدا کی اور امام کے دائیں طرف
کھڑا ہو گیا اب تیسرا آیا تو اس نے مقتدی کو تکبیر
افتتاح سے پہلے اپنی طرف کھینچ لیا، تو امام ابو بکر
طرخان سے منقول ہے کہ اس صورت میں مقتدی
کی نماز فاسد نہ ہوگی خواہ اسے تیسرا شخص تکبیر سے
پہلے کھینچے یا بعد میں، اسی طرح محیط میں ہے۔
فتاوی عتابیہ میں ہے کہ یہی صحیح ہے اور تاتارخانیہ
میں بھی اسی طرح ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار باب الامامت ۱/۴۲۲ [2] جدالممتار علی ردالمحتار ۱/۲۷۳
[3] فتاوی ہندیہ الفصل الخامس فی بیان مقام الامام الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۸

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ ۸۵۲ تا ۸۵۳ از فیض آباد مرسلہ احمد حسین صاحب فرسٹ نقشہ نویس اسسٹنٹ انجینئر ریلوے

۲ جمادی الآخری ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین ان مسائل میں کہ:

(۱) مسجد یا خلاف مسجد امام کا مصلی مقتدیوں کی صف سے ملا رہے یا علیحدہ، اگر علیحدہ ہو تو کس قدر فاصلہ پر، امام مصلے کے کنارے پر کھڑا ہو یا کچھ آگے بڑھ کر تاکہ مقتدیوں کو کافی جگہ ملے۔ فرمائیے اللہ آپ کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

(۲) زید مسجد یا خلاف آں نمازِ فرض پڑھ رہا ہے اور اس کی پہلی رکعت ہے یا کوئی اور رکعت، اور بکر تنہا یا دو شخص داخل ہوئے باوجود اطلاع ہوجانے کے تنہا بکر یا دونوں شخصوں نے اُسی مقام پر اور اُسی صف پر علیحدہ فرض پڑھے اور زید کے مقتدی نہ بنے، کیا حکم ہے ان کی نماز کا۔ یا پہلے اُن کو اطلاع نہ تھی نیت باندھنے کے بعد رابع نے بآوازِ بلند کہہ دیا، اب کیا حکم ہے بکر کی نماز کا؟ آیا وہ درست ہوئی، اگر نہیں تو اطلاع پانے تک جس قدر ہوچکی ہے وہیں سے ترک کردے یا پوری کرکے وہ نماز اعادہ کرے؟ مفصل فرمائیے۔ بینوا توجروا

(۳) اگر ہجڑا یا عورت یا نابالغ یا شیعہ جن کی امامت بالاتفاق ناجائز ہے نمازِ فرض پڑھ رہا ہے مسجد میں یا باہر، اور زید بھی نمازِ فرض پڑھنا چاہتا ہے، آیا اس مصلے پر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہ، کیا اُس شخص کے نماز ختم ہونے تک زید کو انتظار لازم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) فصل بقدرِ کفایت وحاجت ہو جس میں مقتدی بخوبی سجدہ کرلیں اور اس سے زائد فصل کثیر مکروہ و خلافِ سنّت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) اگر زید قابلِ امامت تھا اور انھیں معلوم تھا کہ یہ فرض پڑھ رہا ہے اور انھوں نے اقتدا نہ کی بلکہ جدا جدا فرض پڑھے تو اگر جماعت اولٰی ہوچکی ہے جب تو فضل سے محروم رہے اور اگر یہی جماعت اولٰی ہوئی تو گنہگار ہوئے، اور اگر زید قابلِ امامت نہیں اور ان دونوں میں کوئی قابلِ امامت تھا تو اب بھی وہی احکام ہیں، اور اگر ان میں بھی کوئی قابلِ امامت نہیں تو اصلاً حرج نہ ہوا اور نماز تینوں صورتوں میں مطلقاً ہوجائے گی اور نیت توڑدینا صرف جماعت قائمہ کی تحصیل کے لئے ہے مثلاً ایک شخص نے ظہر کے فرض شروع کئے ایک رکعت یا اس سے کم پڑھنے پایا تھا کہ جماعت قائم ہوئی تو نیت توڑدے باقی جماعتِ معدومہ کی تحصیل کے لئے نیت توڑنے کی کہیں اجازت

marfat.com

Marfat.com

تنہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) پڑھ سکتا ہے اور ختم نماز تک انتظار کرنا کچھ ضرور نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از شہر فیروز پور محلہ پیراں والا مرسلہ منشی عنایت اللہ شاہ کی قادری

چہ می فرمایند علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بعض لوگ مسجد میں آتے ہیں اور جماعت اولیٰ پڑھی نہیں گئی اور امام کے حاضر ہونے میں ابھی کچھ وقفہ ہے وہ اپنے کام کے واسطے امام معین کا انتظار نہیں کرتے حاضرین میں سے کسی کو بغیر اجازت امام کے امام بنا دیتے ہیں اور نماز بجماعت ادا کر لیتے ہیں یا اگر جماعت ہو چکی ہے اور آنے والا شاملِ جماعت نہیں ہوا تو پھر دیکھا کہ ایک دو اور آدمی موجود ہیں جو شاملِ جماعت نہیں ہوئے ان کو ہمراہ لے کر جماعت پڑھائی یا اُن میں سے کسی اور کو امام بنا دیا اور امام سے نہیں پوچھا بعض کی یہ عادت ہے کہ مسجد میں آئے اور امام کا مصلّٰی لیا اور بچھایا اور اس پر نماز پڑھی یا یونہی بیٹھ گئے، کیا اُن کا ایسا کرنا اور بغیر امام کے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں، جواب بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں بینوا بالدلیل و توجروا بالاجر الجزیل (دلیل کے ساتھ بیان کرو اللہ تعالیٰ آپ کو اجرِ جزیل عطا فرمائے گا۔ت)

الجواب

جو لوگ جماعتِ معینہ سے پہلے جماعت کرکے چلے جائیں اُس میں چند صورتیں ہیں اگر امام معین محلہ میں واقعی کوئی معذورِ شرعی ہے مثلاً وضو طہارت ٹھیک نہ ہونا یا تجوید و قرأت میں ایسی غلطی کہ موجبِ فسادِ نماز ہو یا معاذ اللہ بد مذہبی مثل وہابیت وغیر مقلدی وغیرہا یا فسق بالاعلان مثلاً داڑھی حدِ شرع سے کم رکھنا تو ان تین صورتوں میں ان لوگوں پر کوئی الزام نہیں بلکہ اُسی جماعت محلہ پر الزام ہوگا جو ایسے امام ناقابل امامت یا ممنوع التقدیم کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں یونہی اگر وہ مسجد کسی خاص جماعت کی مسجد نہ ہو جیسے مسجد شارع وسرا و اسٹیشن، جب بھی کوئی الزام نہیں کہ وہاں امام معین ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا جو جماعت آئے جدا اذان کہے اور جدا اقامت کرے اور اپنے سے ایک شخص صالح امامت کو امام بنا کر جماعت پڑھے یہ سب جماعتیں جماعت اولیٰ ہوں گی ان میں سے کسی دوسرے پر ترجیح نہیں، اور اگر مسجدِ محلہ ہے جس کے لئے امام و جماعت معین ہے اور امام میں کوئی معذورِ شرعی نہیں اور چند لوگ اپنی کسی ضرورتِ خاصہ شرعیہ سے پیش از جماعت نماز پڑھ کر جانا چاہتے ہیں مثلاً کہیں اُنھیں جانے کی ضرورتِ جائزہ ہے اور جماعت کا انتظار کریں تو ریل کا وقت جاتا رہے گا ایسی صورت میں بھی اُن کو اجازت ہوگی کہ باہم جماعت کرکے چلے جائیں کہ شرع نہ اُن کو یہ حکم دے گی کہ جماعت کا انتظار کرو اور ریل نکل جانے دو نہ یہ حکم دے گی کہ جبکہ تم جماعت کا انتظار نہیں کر سکتے الگ الگ پڑھو اور جماعت نہ کرو نہ اس جماعت میں منصب امام معین سے کوئی منازعت ہوگی کہ وہ محلہ کی جماعتِ اولیٰ

marfat.com

Marfat.com

کا امام معین ہے، اہلِ محلہ کے لئے جماعتِ اولیٰ وہی ہوگی جو وہ اپنے امام کے ساتھ اپنے وقتِ معین پر پڑھیں گے، ان چند آدمیوں کا بضرورت پہلے جماعت کر جانا اُن کے ثوابِ جماعت میں کچھ کمی نہ کرے گا اور جب منازعت نہیں تو استیذانِ امام کی بھی حاجت نہیں، پھر بھی احسن یہ ہے کہ محراب سے ہٹ کر جماعت کریں تاکہ صورتِ معارضہ سے بچیں اور باعثِ تنفیر و وحشت امام معین نہ ہو اور اگر اُن کی کوئی ضرورت شرعیہ نہیں تو ضرور موردِ الزام شرعی ہیں کہ مرتکب تفریقِ جماعت ہُوئے پھر نیت کے اختلاف سے حکم اشد ہوتا جائے گا مثلاً اپنے کسی لہو ولعب مباح کی جلدی کے باعث جماعت کر گئے تو صرف تفریقِ جماعت کا الزام ہے اور اگر کسی لہو ولعب ناجائز کی جلدی تھی یا کسی ناجائز جگہ جانے والے تھے اور وقتِ ریل کے سبب جلدی کی تو الزام دوچند ہے اور اگر اپنی بدمذہبی کے باعث امام سنّی صحیح العقیدہ صالح امامت کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہی تو الزام سب میں سخت تر ہے والکل ظاھر عند من لہ ادنی مسکۃ فی العلم (یہ تمام اس شخص پر ظاہر ہے جسے اس علم سے ادنیٰ تمسک ہے۔ ت)

یہ صورتِ تقدیم کا جواب ہوا، رہی صورتِ تاخیر اس میں بھی اگر وہ مسجد مسجدِ محلہ نہیں تو ہم اوپر کہہ چکے کہ یہاں نہ تقدیم ہے نہ تاخیر ہے نہ معین امام کے کوئی معنی، سب جماعت اولیٰ ہیں اور سب یکساں، اور اگر مسجد مسجدِ محلہ ہے اور امام معین میں کوئی معذورِ شرعی تھا جس کے سبب انھوں نے قصداً تاخیر کی جب بھی ان پر کچھ الزام نہیں کہ مقصود اصلاح جماعت سے اثارتِ فتنہ ہے اور اس میں تقدیم و تاخیر یکساں، اور اگر امام میں کوئی معذورِ شرعی بھی نہیں مگر جماعت اولیٰ بے اذان یا اذان خفی ناکافی اعلان کے ساتھ کی گئی جب بھی ان کو باعلانِ اذان اعادہ جماعت کی اجازت بلکہ حکم ہے کہ پہلی جماعت جماعتِ مسنونہ نہ ہُوئی جماعت مکروہہ ہُوئی اور اگر یہ بھی نہیں مگر امام معین مذہب فقہی میں اس جماعت باقیہ کا مخالف ہے مثلاً وہ شافعی المذہب ہے یہ حنفیہ ہیں اپنی جماعت جُدا کرنا چاہتے ہیں تو کوئی بھی الزام نہیں کہ افضل یہی ہے کہ امام موافق المذہب کے پیچھے نماز پڑھی جائے، اگر مخالف المذہب حتی الامکان مراعات مذاہب اربع رکھتا ہو ان سب صورتوں میں اس جماعت ثانیہ کو نہ اذنِ امام اول کی حاجت نہ تبدیل محراب و مصلے کی ضرورت، اور اگر ان سب وجوہ سے جدا ہو تو پھر تاخیر میں بنظرِ باعث وہی شقوق عود کریں گے جو تقدم میں تھیں، اگر باعثِ تاخیر کوئی ضرورتِ شرعیہ تھی مثلاً بھوکا ہونا یا استنجے کی ضرورت ہونا وغیر ذلک جو اعذار فقہا نے تحریر فرمائے ہیں تو ان پر کوئی الزام نہیں مگر اعادہ اذان کی اجازت نہ ہوگی اور محراب نہ بدلنا مکروہ، اور بعد تبدیل محراب شرعی اجازت ہے اذنِ امام کی حاجت نہیں، نہ اُس کے منصب میں منازعت نہ اس میں اُس کے لئے تنفیر و وحشت، اور اگر ہو بھی اور وہ کہے کہ اگرچہ جماعتِ اولیٰ میں سنے ہی کی اور میرے حق میں کوئی دست اندازی نہ ہُوئی پھر بھی تم نے میری مسجد میں بے میرے اذن کے کیسے جماعت ثانیہ کرلی تو اس وحشیانہ وحشت کا الزام خود اُس پر ہے نہ اِن پر۔ اور اگر بے ضرورتِ شرعیہ کسی امر مباح کے سبب

marfat.com

Marfat.com

تاخیر جماعت ... جماعت اولیٰ کا اُن پر وبال ہے اور اگر کسی امر ناجائز کے سبب تو وبال دوچند اور اگر بمذہبی باعث امام سُنّی صالح الامامت کے پیچھے نماز نہ پڑھنا چاہی تو وبال سب میں سخت تر ہے کما تقدم (جیسا کہ پہلے گزرا ۔ ت) اور مصلائے امام کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ خاص اس کی مِلک ہو کہ اس نے اپنے لئے مسجد میں بچھا رکھا ہے یہ تو ظاہر ہے کہ بے اس کے اذن کے کسی کام میں استعمال نہیں ہو سکتا جو استعمال کرے گا گنہگار ہوگا۔ دوسرے یہ کہ مصلّٰی وقف ہو۔ اس میں پھر تین صورتیں ہیں، ایک یہ کہ واقف نے صرف امام کے لئے وقف کیا تو اُسے کوئی نمازی منفرد یا مقتدی بھی نہیں لے سکتا چہ جائیکہ غیر۔ بلکہ اگر خاص امامِ جماعتِ اولیٰ کے لئے وقف کیا سو تو امام جماعتِ ثانیہ بھی نہ لے سکے گا۔ دوسرے یہ کہ واقف نے نماز کے لئے وقف کیا تو ہر نمازی لے سکتا ہے اگرچہ منفرد ہو، سوائے نماز اور جلوس کے لئے نہیں لے سکتے جبکہ واقف نے اسے جائز نہ رکھا ہو۔ تیسرے یہ کہ مسجد کے لئے وقف کیا اور صراحۃً یا دلالۃً حاضرانِ مسجد کے لئے اُس کا استعمال مطلق ہے جس طرح چٹائیوں میں معروف ہے تو اُسے نماز کے لئے بھی لے سکتے ہیں اور غیر وقتِ نماز میں کسی ایسے جلوس کے لئے بھی کہ شرعاً مسجد میں جائز ہو، پھر اتنا لحاظ رہے کہ بحال اطلاق بھی جس طرح صفیں جماعت کے لئے ہوتی ہیں مصلّے میں حقِ امام زیادہ ملحوظ ہوتا ہے تو عین وقتِ امامت امام کو اس سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں خالی وقت میں لے لینا اور وقتِ امامت کے لئے مقام امام پر پھر بچھا دینا بھی کوئی حرج نہیں رکھتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از کھریا پوٹہ کلاں ضلع پیلی بھیت مرسلہ شرف الدین صاحب زمیندار ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ظہر کی نماز دو بج کر پچیس منٹ پر تین شخص جماعت کرلیں وہ بہتر ہے یا دو بج کر پینتیس منٹ پر پچیس آدمیوں کی جماعت ہو یہ بہتر ہے ان دونوں جماعتوں میں کون سی جماعت اولیٰ ہے، فقط۔

الجواب

جماعت جتنی کثیر ہوگی ثواب عظیم ہوگا اور اس دس منٹ میں کچھ وقت تنگ نہیں ہوتا کثرتِ جماعت ہی کے لئے شرع مطہر نے نمازِ فجر کو آخر وقت میں پڑھنے پر ثواب زیادہ رکھا ہے اصل حکم یہ ہے اور اگر کسی جگہ کوئی خاص صورت باعثِ فتنہ ہو تو فتنہ سے بچنا لازم ہے اور وبال فتنہ کرنے والے پر، اور مسجدِ محلہ میں امام معین اکثر اہلِ محلہ کے ساتھ جو جماعت بروجہ سنت ادا کرے وہ جماعت اولیٰ ہے اُس سے پہلے دو چار بلاوجہ یا

marfat.com

Marfat.com

اپنے کسی کام کے سبب جماعت کرجائیں تو وہ ان اکثرین کی جماعت کا ثواب کم نہ کرے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۷۸: بتوسط جناب مولانا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی ۲ صفر ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ مسجد میں آتے ہیں اور جماعت ابھی تک نہیں پڑھی گئی امام کے حاضر ہونے میں ابھی کچھ وقفہ ہے امام معین کی انتظاری نہیں کرتے، اپنے میں سے ایک کو امام بنایا اور نماز با جماعت ادا کی اور چل دیئے امام سے بھی امامت کا اذن نہیں لیا علٰی ہذا اگر جماعت ہوچکی اور دیکھا کہ دو چار آدمی اور بھی جمع ہیں جو جماعت میں شامل نہیں ہوئے ایک کو امام بنایا اور جماعت کرائی اسی طرح پر اور آئے اور انہوں نے بھی ایسا ہی کیا بعض کی عادت ہے کہ امام کا مصلی جو اس کے نام سے نامزد ہے اور وہ اُس پر ہمیشہ کھڑا ہو کر امامت کرتا ہے جیسا کہ دستور ہے اٹھایا اور اس پر نماز ادا کی یا بیٹھ گئے امام سے پُوچھا بھی نہیں، لوگوں کو اگر منع کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ نیک کام ہے اس سے روکنا نہ چاہئے سابقوا الخیرات (خیرات میں سبقت حاصل کرو۔ ت) حکم ہے ضرورت کے وقت چونکہ شمولیت جماعت مقررہ سے شریعت کی جانب سے رخصت ہے اور انفرادی حالت میں بہ نسبت جماعت کے ثواب کم ہے اس واسطے شریعت کی جانب سے ایسی امامت کی نہی نہیں معلوم ہوتی اور مضمرات کی عبارت:

ولوصلی بعض اھل المسجد باقامۃ وجماعۃ ثم دخل المؤذن والامام وبقیۃ الجماعۃ فالجماعۃ المستحبۃ لھم والکراھۃ للاولی[1] (عالمگیریۃ)	اگر اقامت وجماعت کے ساتھ بعض اہل محلہ نے نماز ادا کی، پھر مؤذن، امام اور بقیہ لوگ آئے تو ان کے لئے جماعت مستحب اور پہلی مکروہ ہوگی (ت)

کو بلاضرورت اقامت جماعت بلاعراض عن المقررۃ یا احداث فتنہ پر محمول رکھتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مساجد کی وضع عبادت کے لئے ہے صفیں جیسے مقتدیوں کی نماز کے لئے ہیں ایسے مصلی امام کے لئے، امام صف پر نماز پڑھا سکتا ہے ایسا ہی اگر مصلے پر کوئی غیر امام نماز پڑھ لے تو کچھ حرج نہیں۔ بعض کا قول ہے مصلی امام کی ملک نہیں، فقہ کی متداولہ کتابوں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ معین امام کی انتظاری لازم ہے اور بغیر اجازت امام معین کے امامت نہ کرائیں اگر انتظار میں وقت مکروہ ہوتا ہو یا کسی ضروری کام کے لئے جانا چاہتا ہو مثلاً ریل کا وقت جاتا رہے گا تو الگ الگ نماز پڑھ کر چلے جائیں ترک جماعت میں اُن کے حق میں امام کا اذن دینا اسی قبیل سے ہوگا جو اس حدیث میں ہے۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الاول فی صفتہ واحوال المؤذن مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۴

marfat.com

Marfat.com

حدیث لا یؤمن الرجل الرجل فی سلطانہ ولا یقعد فی بیتہ علی تکرمتہ الا باذنہ[1] رواہ مسلم

ایک آدمی دوسرے آدمی کی سلطنت میں اس کی اجازت کے بغیر جماعت نہ کرواسے اور نہ ہی اس کے گھر میں بغیر اجازت اعلیٰ مقام پر بیٹھے اسے مسلم نے روایت کیا معنی یہ ہے

معناہ ماذکرہ اصحابنا و غیرھم ان صاحب البیت والمجلس و امام المسجد احق من غیرہ وان کان ذلک الغیر افقہ و اقرء و اورع و افضل منہ[2] الخ نووی شرح مسلم۔

ہمارے ائمہ نے یوں بیان کیا کہ صاحب خانہ، صاحب مجلس اور امام مسجد غیر سے امامت کے زیادہ مستحق ہوتا ہے اگرچہ وہ غیر اس سے زیادہ فقیہ، قاری، صاحب تقویٰ و فضیلت ہو الخ نووی شرح مسلم (ت)

قولہ فی سلطانہ ای موضع یملکہ او یتسلط علیہ بالتصرف کصاحب المجلس و امام المسجد[3]۔ مجمع بحار الانوار

قولہ فی سلطانہ اس سے مراد کا مالک اور زیر تصرف ہونا ہے جیسا کہ صدر مجلس اور امام مسجد۔ مجمع بحار الانوار (ت)

لیس للقاضی ان یصلی بھم اذا لم یؤمر بہ صریحا او دلالۃ[4]

قاضی کے لئے نماز پڑھانا جائز نہیں جب تک اس کو صراحۃً یا اشارۃً حکم نہ ہو، کبیری (ت)

علت نہی کی یہ ہے:

وھذا لئلا یؤدی الی تھوین امر سلطنتہ و خلع ربقۃ الطاعۃ و الی التباغض و الخلاف التی شرع الاجتماع لرفعہ[5]۔ مجمع بحار الانوار۔

یہ اس لئے ہے تاکہ امر سلطنت کو ہلکا جان کر لاپرواہی نہ ہو اور طاعت امیر سے بغاوت اور بغض نہ ہو اور ایسا اختلاف نہ ہو جس کے رفع کے لئے اجتماع مشروع ہوا، مجمع بحار الانوار (ت)

---

[1] صحیح مسلم باب من احق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد، اصح المطابع کراچی ۱/۲۳۶

[2] شرح مسلم للنووی مع صحیح مسلم " " " " " "

[3] مجمع بحار الانوار زیر لفظ سلطن " نولکشور لکھنؤ ۲/۱۳۰

[4] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الجمعۃ " سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۳

[5] مجمع بحار الانوار زیر لفظ سلطن " المطبع العالی نولکشور لکھنؤ ۲/۱۳۰

marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

ان منقولات سے پایا جاتا ہے کہ امام کہیں ہو جہاں تک ممکن ہو امام سے اجازت لے کر امامت کرائیں کہ امامت بلا اذن منع ہے امام کا جماعت میں بالفعل موجود ہونا شرط نہیں اور عموم حدیث کی دلالت بھی اسی پر ہے مرض الامیر فصلی الشرطی لم یجز الا باذنہ[۱] (امیر بیمار ہو گیا کسی لشکری نے نماز پڑھائی تو اجازت کے بغیر جائز نہ ہوگی۔ ت) علمگیریہ کی عبارت کا بھی یہی مقصود ہے بعض کا خیال ہے کہ حدیث مذکورۂ بالا سے یہ امر ثابت ہے کہ منع امامت امام دیگر، بوقت حضور امام المحلہ ہے نہ بوقت عدم حضور کیونکہ مراد رجل اولیٰ سے امام دیگر ہے اور رجل ثانی سے امام محلہ یا صاحب البیت ہے اور کہا رجل اول رجل ثانی کی امامت نہ کرے، اگر رجل ثانی حاضر ہوگا تو اس کی امامت ممکن ہے اور نہی امور ممکنہ سے متعلق ہوا کرتی ہے، جماعت ثانیہ اگر تحت عموم حدیث کے ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے اور یہی علت ہے اگر خارج ہے تو بھی فقہا نے اسے مکروہ تحریمہ لکھا ہے اور بعض کہتے ہیں اگر ہیئت اولیٰ کے خلاف ہے تو مکروہ نہیں جیسا کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ نفی جو امام ابی یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مذکور ہے مراد اس سے کراہت تحریمہ کی نفی ہے نہ مطلق، بہر حال کراہت سے خالی نہیں، مصلی پر امام کے نماز پڑھنا یا بیٹھنا بلا اس کے اذن کے اس کی ممانعت بھی مذکورہ بالا کے آخری فقرہ میں ولا یقعد فی بیتہ علی تکرمتہ الا باذنہ[۲] سے پائی جاتی ہے

قولہ علی تکرمتہ ھو موضع خاص لجلوسہ عن فراش او سریر مما یعد لاکرامہ ھی بفتح تاء وکسر راء کفراش وسجادۃ ونحوھما، مجمع بحار الانوار[۳]۔

قولہ تکرمتہ سے مراد وہ جگہ ہے جو بیٹھنے کے لئے ہو یا وہ چارپائی جو اکرام کے لئے رکھی گئی ہوتی ہے اس کی تاء پر فتحہ اور کسرہ دونوں آسکتے ہیں مثلاً فراش اور سجادہ وغیرہ، مجمع بحار الانوار۔ (ت)

چونکہ ہر سہ سوالات کی نسبت اقوال علماء و عبارات کتب مختلف ہیں اس واسطے بہت تردد رہتا ہے اور تسکین نہیں ہوتی ہے بظاہر عبارات کتب سے تو نہی راجح معلوم ہوتی ہے اور اقوال علمائے مخالف، اس لئے ادب سے التماس ہے کہ حقیقت امر سے مفصل اور مدلل طور پر بحوالہ کتب اور عبارات سے آگاہ فرمائیں تاکہ شق راجح پر عملدرآمد ہو۔ بینوا توجروا

الجواب

مسجد اگر جامع یا سرا یا بازار یا اسٹیشن کی، غرض مسجد عام ہے کہ ایک جماعت خاصہ سے مخصوص نہیں

---

[۱] فتاوی ہندیۃ الباب السادس عشر فی صلوۃ الجمعۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۴۵
[۲] صحیح مسلم باب من احق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد، اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۳۶
[۳] مجمع بحار الانوار زیر لفظ [illegible] لکھنؤ ۴/ ۲۰۹

marfat.com

Marfat.com

جب تو اس میں ان سوالات کا محل ہی نہیں اس کی سب جماعتیں جماعت اولٰی ہیں جو گروہ آئے اپنی جماعت کرے اور محراب ہی میں امامت کرے، اور افضل یہ ہے کہ ہر گروہ جدا جدا اذان واقامت کرے کما نص علیہ فی فتاوٰی قاضی خاں وغیرھا (جیسا کہ فتاوٰی قاضی خاں وغیرہ میں اس پر تصریح ہے۔ ت) ہاں مسجد محلہ جس کے لئے جماعت معین امام معین ہے اُس میں ضرور امام مقرر کا حق مقدم ہے جبکہ اس کی طہارت، قرأت، عقیدے، عمل میں خلل نہ ہو کما فی الدر المختار ورد المحتار وغیرھما من الاسفار (جیسا کہ درمختار اور ردالمحتار اور دیگر کتب میں ہے۔ ت) اور قصداً بلا وجہ شرعی تفریق جماعت ضرور موجب ذم و شناعت، خواہ یُوں ہو کہ امام معین سے پہلے پڑھ جائیں یا جماعت اولٰی فوت کرکے اپنی جماعت الگ بنائیں۔ رہے اہلِ ضرورت وہ مستثنٰی ہیں اور اُن کی جماعت اگرچہ پہلے ہو (مثلاً جماعت معینہ کا ابھی وقت نہ آیا اور انتظار میں ریل کا وقت نہ رہے گا پڑھ کر چلے گئے) امام اور اہل محلہ کے حق میں جماعت اُولٰی نہ ہوگی تو اس سے حق امامت میں مزاحمت ہوگی الالایؤمن الرجل الرجل فی سلطانہ (آدمی کو دوسرے کی حکومت میں جماعت نہیں کروانی چاہئے۔ ت) کا کچھ خلاف نہ ہوا کہ نہ امام معین کی امامت کی نہ اس کی امامت میں مزاحمت کی اور ہرگز شرع مطہر سے کوئی دلیل نہیں کہ ایسے لوگ بے اذن امام جماعت سے ممنوع ہیں نہ اصلاً کہیں اُن پر یہ حکم ملے گا کہ مجتمع ہوتے ہوئے الگ الگ پڑھیں اور روافض سے تشبہ کریں، یوں ہی جو اتفاقاً بلا تقصیر جماعت سے رہ گئے وہ شرعاً انفراد پر مجبور نہیں، نہ شرع سے کوئی دلیل کہ جماعت میں اذن امام کے محتاج ہیں کہ یہاں بھی اس کے حق میں مزاحمت نہیں البتہ تمیز جماعت اولٰی وابانت فرق واحتراز صورت مزاحمت کے لئے محراب سے الگ ہونا چاہئے،

وبالعدول عن المحراب تختلف الھیئۃ ھو الصحیح وبہ ناخذ[1] کما اثرہ فی ردالمحتار۔

محراب سے ہٹ کر نماز ادا کرنے سے ہیئت مختلف ہوجاتی ہے یہی صحیح ہے اور ہم اس پر عمل پیرا ہیں جیسا کہ ردالمحتار میں منقول ہے (ت)

عبارت مضمرات کا محل وہی صورت تفریق بلا ضرورت ہے یونہی حکم انتظار محل عدم ضرورت میں ہے ماجعل علیکم فی الدین من حرج[2]

تم پر دین میں اس نے تنگی نہیں کی (ت)

بصورت ضرورت بر وجہ مذکور جماعت میں نہ امام معینہ کی تہوین نہ کوئی وجہ تباغض نہ تحزین عبارت عالمگیری وعبارت کبیری دونوں دربارہ جمعہ ہیں اور جماعات کا اُس پر قیاس باطل کہ جمعہ میں شرط ہے کہ امام خود سلطان ہو

---

[1] ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۲۹۱

[2] القرآن ۲۲/۷۸

marfat.com

Marfat.com

یا اُس کا ماذون، اسی کی تفریع میں دونوں کتابوں کی وہ عبارات ہیں کبیری میں فرمایا:

الشرط الثانی کون الامام فیھا سلطانا او من اذن لہ السلطان (الی ان قال) المتغلب الذی لامنشور لہ اذا کان سیرتہ فی الرعیۃ سیرۃ الامراء یجوز لہ اقامتھا لان بذلک تثبت السلطنۃ فیتحقق الشرط ولیس للقاضی ان یصلی بھم[1] الخ

دوسری شرط یہ ہے کہ امام سلطان ہو یا جسے سلطان نے حکم دیا ہو (آگے کہا) اقتدار پر غلبہ پانے والا وہ شخص جس کو اجازت نامہ حاصل نہیں، اگر رعیت میں وہ امیر جیسی صورت ومقبولیت حاصل کرلے تو جمعہ کا قیام جائز ہے کیونکہ اس صورت میں اقتدار قائم ہونے سے جمعہ کی شرط پائی گئی ہے (سلطان یا نائب) کی موجودگی میں قاضی کو جمعہ پڑھانا جائز نہیں الخ (ت)

علمگیریہ میں ہے:

منھا السلطان حتی لاتجوز اقامتھا بغیر امر السلطان او امر نائبہ، مرض الامیر[2] الخ

ان میں سے سلطان ہے حتی کہ اقامت جماعت امر سلطان یا اس کے نائب کے حکم کے بغیر جائز نہیں امیر بیمار ہوگیا الخ (ت)

حدیث کی عبارۃ النص اگرچہ صورت امامت للامام میں ہے مگر بلاوجہ شرعی اُس کی امامت فوت کرکے خود امام بن جانے کو بھی دلالۃً شامل،

لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بشروا ولاتنفروا[3]

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمانِ اقدس ہے لوگوں کو خوشخبری دو، نفرت نہ دلاؤ (ت)

اور جو صورتیں اُوپر گزریں نہ اُن میں عبارۃً منصوص نہ دلالۃً داخل، جماعت ثانیہ کی تفصیل فتاوٰی فقیر میں ہے جس کا مجمل یہ ہے کہ مسجد عام میں ہر جماعت اولٰی ہے اور مسجد محلہ میں قصداً تفریق یا اولٰی کی تفویت بلاعذر صحیح شرعی ناجائز ورنہ باعادہ اذان ہو تو مکروہِ تحریمی، اور محراب نہ بدلیں تو خلافِ اولٰی ورنہ اصلاً کراہت نہیں ھوالصحیح وبہ ناخذ (یہی صحیح ہے اور اسی پر ہمارا عمل ہے۔ ت) تاتارخانیہ مصلّٰی اگر ملکِ امام ہے جب تو ظاہر کہ اُس کے بے اذن اُس میں تصرف حرام اور اگر واقف نے خاص جماعت اولٰی کے لئے وقف کیا جب بھی اور لوگ استعمال کریں لان شرط الواقف کنص الشارع (کیونکہ واقف کی شرط

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الجمعۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۲
[2] فتاوٰی ہندیہ الباب السادس عشر فی صلوٰۃ الجمعۃ " نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۴۵
[3] صحیح بخاری باب ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولھم بالموعظۃ الخ مطبوعہ اصح المطابع کراچی ۱/۱۶

marfat.com

Marfat.com

بلحاظ حالی فرض ہے۔ ت) ورنہ اُس پر نماز میں اصلاً حرج نہیں جبکہ بلا وجہ امام سے مزاحمت یا تنفر تاحق یا اثارت فتنہ نہ ہو احکام کہ فقہ میں مذکور ہوئے آپ پر واضح ہیں اور بعض کی استبانت کے لئے یہ عبارت بحرالرائق پیش نظر ہونا نافع:

قال رحمہ اللہ تعالٰی من ھنا یعلم جھل بعض مدرسی زماننا من منعھم من یدرس فی مسجد تقرر فی تدریسہ او کراھتھم لذلک زاعمین الاختصاص بھا دون غیرھم حتی سمعت من بعضھم انہ یضیفھا الی نفسہ ویقول ھذہ مدرستی اولاتدرس فی مدرستی وھذا کلہ جھل عظیم فقد قال اللہ تعالٰی وان المسٰجد للہ فلا یتعین مکان مخصوص لاحد حتی لوکان للمدرس موضع من المسجد یدرس فیہ فسبقہ غیرہ الیہ لیس لہ ازعاجہ و اقامتہ منہ[1] اھ مختصرا واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

صاحب بحرالرائق رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: یہاں سے ہمارے دَور کے بعض مدرسین کی جہالت بھی واضح ہوجاتی ہے کہ وہ اس شخص کو اس مسجد میں تدریس کرنے سے منع کرتے ہیں جس تدریس کے لئے ان کا تقرر ہو یا اسے مکروہ جاننے کی وجہ یہ ہے کہ وہ ان مدارس کو دوسروں کے علاوہ اپنے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں حتی کہ بعض لوگوں کو میں نے دیکھا وہ اپنی طرف نسبت کرتے ہوئے کہتے ہیں یہ میرا مدرسہ ہے، یا تو میرے مدرسے میں تدریس نہ کر، یہ تمام بہت بڑی جہالت ہے اللہ تعالٰی کا فرمان ہے بیشک مساجد اللہ کی ہیں پس کوئی جگہ کسی کے لئے مخصوص نہیں لہذا اگر ایک مدرس مسجد کے کسی مقام پر بیٹھ کر درس دیتا تھا پھر کوئی دوسرا اس کی جگہ پر بیٹھا تو پہلے مدرس کو جائز نہیں کہ دوسرے کو وہاں سے ہٹا کر خود وہاں بیٹھے، اھ مختصراً واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ از شہر محلہ مسجد جامع مسئولہ مولوی محمد احسان صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام صاحب بہ ہنگام ضرورت محرابِ مسجد میں یعنی آثار دیوار چھیت مسجد کے اندر کھڑا ہے اور اپنے دائیں و بائیں برابر ایک ایک یا زیادہ مقتدی کھڑے کرلے باقی اور صفیں عقب مدود مسجد میں ہوں تو ایسی صورت میں نماز ہوجائے گی یا نہیں، بینوا توجروا۔

---

[1] بحرالرائق فصل کرہ استقبال القبلۃ بالفرج مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۴

marfat.com

Marfat.com

الجواب

وقتِ ضرورت امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں اور اپنے برابر کسی مقتدی کے لینے کی حاجت نہیں بلکہ دو مقتدیوں کا امام کے برابر ہونا خود مکروہ ہے، امام کا محراب میں ہونا بضرورت تھا کہ مکروہ نہ رہا کہ کسی ضرورت سے ہوا اور اگر تین یا زیادہ مقتدی امام کے برابر ہو جائیں گے تو نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہو جائے گی، محراب میں بلاضرورت کھڑا ہونا بھی ایسا ہی مکروہ بلکہ یہ سخت و شدید مکروہ و ممنوع ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۸۰ از عبدالغفور صاحب میونسپل کمشنر کیکڑی ضلع اجمیر شریف ۵ ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام مذہب حنفی امامت کر رہا ہے اور اس کے مقتدی کل حنفی ہیں اور اُن میں چند اشخاص غیر مقلد شریک ہو کر آمین بالجہر و رفع یدین کریں تو اس صورت میں ادائے نماز حنفی میں نقص واقع ہوتا ہے یا نہیں کہ جس سے نماز مکروہ ہوتی ہے یا فاسد۔

الجواب

غیر مقلدین زمانہ بحکم فقہا و تصریحات عامہ کتب فقہ کافر تھے ہی، جس کا روشن بیان رسالہ الکوکبۃ الشہابیۃ و رسالہ السیوف و رسالہ النہی الاکید وغیرہا میں ہے اور تجربہ نے ثابت کر دیا کہ وہ ضرور منکران ضروریات دین ہیں اور اُن کے منکروں کے حامی و ہمراہ، تو یقیناً قطعاً اجماعاً ان کے کفر و ارتداد میں شک نہیں، اور کافر کی نماز باطل، تو وہ جس صف میں کھڑے ہوں گے اُتنی جگہ خالی ہوگی اور صف قطع ہوگی اور قطعِ صف حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من وصل صفا وصلہ اللہ ومن قطع صفا قطعہ اللہ[1]

جو صف کو ملائے اللہ اپنی رحمت سے اُسے ملائے اور جو صف قطع کرے اللہ اپنی رحمت سے اُسے جدا کرے۔

تو جتنے اہلسنت اُن کی شرکت پر راضی ہوں گے یا باوصف قدرت منع نہ کریں گے سب گنہگار و مستحق وعید عذاب ہوں گے اور نماز میں بھی نقص آئے گا کہ قطع صف مکروہِ تحریمی ہے اور اگر صرف ایک ہی صف ہو اور اس کے کنارہ پر غیر مقلد کھڑا ہو تو اس صورت میں اگرچہ فی الحال قطع صف نہیں مگر اس کا احتمال و اندیشہ ہے کہ ممکن کہ کوئی مسلمان بعد کو آئے اور اُس غیر مقلد کے برابر یا دوسری صف میں کھڑا ہو تو قطع ہو جائیگا

---

[1] سنن ابو داؤد باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۷

marfat.com

Marfat.com

فعل حرام حرام ہے یونہی وہ کام کرنا جس سے فعل حرام کا سامان مہیا اور اُس کا اندیشہ حاصل ہو وہ بھی ممنوع ہے ولہذا حدود اللہ میں فقط وقوع کو منع نہ فرمایا بلکہ اُن کے قرب سے بھی ممانعت ہُوئی کہ تلک حدود اللہ فلا تقربوھا[1] (یہ اللہ کی حدود ہیں ان کے قریب نہ جاؤ اس کے باوجود۔ت) معہذا ابن حبان کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ولا تصلوا علیھم و لا تصلوا معھم[2]۔ نہ اُن کے جنازہ کی نماز پڑھو نہ اُن کے ساتھ نماز پڑھو۔

بدمذہبوں کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۸: ازنجیب آباد ضلع بجنور مسئولہ احمد حسین خاں صاحب ۷ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

و بار دوم از قصبہ سرواڑ علاقہ کشن گڑھ متصل اجمیر شریف ہوشیاروں کی مسجد مسئولہ قاضی اکبر صاحب ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۳۰ھ

کیا کسی امام کے مذہب میں آمین بآواز بلند کہنا جائز ہے، اگر کوئی جماعت میں آمین زور سے کہتا ہو حنفی سنیوں کی جماعت میں شریک کرنے سے نماز میں تو کچھ نقص واقع نہیں ہوتا۔

الجواب

آمین بالجہر امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب میں ہے اگر کوئی سُنّی شافعی مذہب آمین بآواز کہے وہ بلا تکلف حنفیوں کی جماعت میں شریک ہو بلکہ بشرائط مذکورہ کتب فقہ وہ امامت کرے ہم اس کے پیچھے نماز پڑھ لیں گے کہ ہم اور وہ سب حقیقی بھائی ہیں، ہمارا باپ اسلام، ہماری ماں سنّتِ سیدالانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام۔ مگر یہاں جو آمین بالجہر والے ہیں یہ غیر مقلد وہابی ہیں یہ اللہ و رسول کی توہین کرنے والے ہیں یہ ہمارے ائمہ کرام کو گالیاں دینے والے ہم کو مشرک کہنے والے ہیں ان کی شرکت جماعت حنفی سے ضرور ضرر ہے کہ ان کے عقائد باطلہ تکذیبِ خدا و توہینِ رسول کے باعث ان کی نماز ہی نہیں تو جماعت میں ان کا کھڑا ہونا بالکل ایسا ہے کہ ایک شخص بے نماز بیچ میں داخل ہے اس سے صف قطع ہوگی اور صف کا قطع کرنا حرام۔ حدیث میں فرمایا:

من وصل صفا وصلہ اللہ و من قطع صفا قطعہ اللہ[3]۔ جو صف کو ملائے اللہ اسے اپنی رحمت سے ملائیگا اور جو صف کو قطع کرے گا اللہ اسے اپنی رحمت سے جدا کردے گا (ت)

---

[1] القرآن ۲/ ۱۸۷

[2] کنز العمال الفصل الاول فی فضائل الصحابہ اجمالا مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۴۰

[3] سنن ابوداود باب تسویۃ الصفوف " آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۹۷

marfat.com

Marfat.com

حدیث میں حکم فرمایا کہ نمازمیں خوب مل کر کھڑے ہو کہ بیچ میں شیطان نہ داخل ہو۔ یہاں آنکھوں دیکھا شیطان صف میں داخل ہے یہ جائز نہیں تو بشرطِ قدرت اُسے ہرگز اپنی جماعت میں نہ شامل ہونے دیں اور جو مجبور ہے معذور ہے۔

مسئلہ ۸۸۲ از ریاست الور راجپوتانہ محلہ قاضی واڑہ مرسلہ مولوی محمد رکن الدین صاحب نقشبندی ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۲۴ ہجری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ قاطع بدعت وضلالت جامع معقول ومنقول جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب ادام فیوضہم وبرکاتہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، فقیر حقیر مسکین محمد رکن الدین حنفی نقشبندی مجددی نادیدہ مشتاق زیارت دو مسئلے خدمت شریف میں پیش کرکے امیدوار ہے کہ جناب اپنی تحقیق سے اس عاجز کو ممنون فرمائیں اللہ تعالٰی اس کا اجرِ عظیم عطا فرمائے گا، ایک مسئلہ تو جماعت ثانی کا ہے اس میں گزارش یہ ہے کہ ردالمحتار میں جو اقوال کراہت وعدمِ کراہت کے نقل کئے ہیں اُن میں سے کراہت کا قول اُس محلہ کی مسجد کی نسبت کہ جس میں امام اور مؤذن اور نمازی معین ہوں ظاہر الروایۃ بیان کیا ہے اور اس کو مدلل بھی کردیا ہے اور عدم کراہت کے قول کی صحت بھی منقول ہے کہ جو منسوب امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے ہے وہ بھی اس میں موجود ہے اب یہ فرمائیے کہ ظاہر الروایۃ کے مقابلہ میں جبکہ وہ مدلل بھی ہو دوسرے قولِ بلادلیل کی ترجیح کس طرح ہوسکتی ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم۔

بلاحظہ مولانا المبجل المکرم المکین جعلہ اللہ تعالٰی ممن شید بہم رکن الدین۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ہمارے امام ہمام سراج الامہ امام الائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب مہذب وظاہر الروایۃ یہ ہے کہ مسجد محلہ جس کے لئے اہل معین ہوں جب اُس میں اہلِ محلہ باعلانِ اذان واقامت امام موافق المذہب صالح امامت کے ساتھ جماعت صحیحہ مسنونہ بلاکراہت ادا کرچکے ہوں تو غیر اہل محلہ یا باقی ماندگان اہل محلہ کو اذان جدید کے ساتھ اس میں اعادہ جماعت مکروہ وممنوع وبدعت ہے۔ مجمع البحرین وبحرالرائق میں ہے:

لاتکرارھا فی مسجد محلۃ باذان ۔ محلہ کی مسجد میں دوسری اذان کے ساتھ تکرارِ جماعت

عہ اول یہ ہے دوسرا نوافل میں مسطور ہے ۱۲ (م)

marfat.com

Marfat.com

جائز نہیں۔ (ت)

شرح المجمع للمصنف و فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

المسجد اذا کان لہ امام معلوم وجماعۃ معلومۃ فی محلۃ فصلی اھلہ فیہ بالجماعۃ لایباح تکرارھا فیہ باذان ثان۔[۲]

جب مسجد کا امام اور جماعت محلہ میں متعین ہو اور اہل محلہ نے جماعت کے ساتھ نماز ادا کرلی تو دوسری اذان کے ساتھ اس میں تکرارِ جماعت مباح نہ ہوگی (ت)

اسی طرح فتاوٰی بزازیہ و شرح کبیر منیہ و غرر و درر و خزائن الاسرار و درمختار و ذخیرۃ العقبٰی وغیرہا میں ہے اور اس کا حاصل حقیقۃً کراہت اعادۂ اذان ہے

فان الحکم المنصب علی مقید انما ینصب علی القید کما قد عرف فی محلہ ولھذا۔

وہ حکم جو کسی مقید پر ہو وہ قید پر وارد ہوتا ہے جیسا کہ یہ ضابطہ اپنے مقام و محل پر معروف ہے (ت)

امام محقق ابن امیر الحاج حلبی ارشد تلامذہ ابن الہمام نے حلیہ میں اسی مذہب مہذب کو اس عبارت سے ادا فرمایا:

المسجد اذا کان لہ اھل معلوم فصلوا فیہ اوبعضھم باذان واقامۃ کرہ لغیر اھلہ والباقین من اھلہ اعادۃ الاذان والاقامۃ۔[۳]

جب مسجد کے اہل معلوم ہوں اور ان تمام یا بعض نے اذان و اقامت کے ساتھ نماز ادا کرلی تو اب غیر اہل اور بقیہ لوگوں کے لئے اذان و اقامت کا اعادہ جائز نہیں (ت)

ولہذا کتب مذہب طافحہ ہیں کہ بے اعادۂ اذان مسجد محلہ میں جماعت ثانیہ بالاتفاق مباح ہے اس کے جواز و اباحت پر ہمارے جمیع ائمہ کا اجماع ہے عباب و ملتقط و منبع و شرح درر البحار و شرح مجمع البحرین للمصنف و شرح المجمع ابن ملک و رسالہ علامہ رحمت اللہ تلمیذ امام ابن الہمام و ذخیرۃ العقبٰی و خزائن الاسرار شرح تنویر الابصار و حاشیۃ البحر للعلامۃ خیر الدین رملی و فتاوٰی ہندیہ وغیرہا کتب معتمدہ میں اس پر اتفاق و اجماع نقل فرمایا، خزائن میں ہے:

لوکررا ھلہ بدونھما اوکان مسجد

اگر اذان و اقامت کے بغیر اہل محلہ تکرارِ جماعت

---

[۱] بحرالرائق باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۴۵-۳۴۶

[۲] فتاوٰی ہندیہ الفصل الاول فی الجماعۃ ر نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۳

[۳] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com

Marfat.com

طریق جائز اجماعاً[1]۔ | کریں یا وہ مسجد راستہ کی ہو تو یہ تکرارِ جماعت بالاجماع جائز ہے (ت)

عالمگیریہ و شرح المجمع للمصنف میں ہے:

اما اذا صلوا بغیر اذان یباح اجماعاً[2]۔ | ہاں اگر انھوں نے نماز بغیر اذان کے ادا کی تو یہ بالاجماع جائز ہے (ت)

ردالمحتار میں منبع سے ہے:

التقیید بالمسجد المختص بالمحلۃ احتراز عن الشارع وبالاذان الثانی احتراز عما اذا صلی فی مسجد المحلۃ جماعۃ بغیر اذان حیث یباح اجماعاً[3]۔ | مسجد کو محلہ کے ساتھ مختص کرنے سے مسجدِ شارع اس سے خارج ہوگئی اور اذانِ ثانی کی قید سے وہ صورت خارج ہوجاتی ہے، جب اہلِ محلہ نے اذانِ ثانی کے بغیر جماعت کروائی ہو کیونکہ اس صورت میں تکرارِ جماعت بالاجماع مباح ہے (ت)

حاشیہ علامہ طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے:

اما اذا کررت بغیر اذان فلا کراھۃ مطلقا وعلیہ المسلمون[4]۔ | جب بغیر اذان کے تکرارِ جماعت ہو تو اب بہر حال کراہت نہیں اور تمام مسلمان اسی پر ہیں (ت)

یہ عبارت تو نہ صرف ہمارے ائمہ کا اتفاق بلکہ جملہ مسلمانوں کا اسی پر عمل بتاتی ہے اور خود لفظ اجماع کہ عامہ کتب میں واقع اسی طرف ناظر تو کیونکر ممکن کہ ظاہر الروایۃ اس کے خلاف ہو، ظہیریہ میں کہ تنہا پڑھنا لکھ کر اُسے ظاہر الروایۃ بتایا اقول واجب کہ اُس سے مراد نفی وجوب جماعت ہو نہ وجوب نفی جماعت کہ اجماع کے خلاف پڑے اور یہ ضرور حق ہے اُس کا حاصل اس قدر کہ جس طرح جماعتِ اولیٰ چھوڑ کر تنہا پڑھنا ناجائز و گناہ تھا یہاں ایسا نہیں یہ الگ الگ پڑھ لیں وہ نہیں پڑھ سکتے تھے عقل و نقل کے قاعدہ متفق علیہا سے واجب ہے کہ محتمل کو محکم کی طرف رد کریں نہ کہ محکم کو محتمل سے رُد کریں تو عبارت ظہیریہ سے رد نقول متظافرہ اجماع

---

[1] ردالمحتار بحوالہ الخزائن لاسرار | باب الامامۃ | مطبوعہ مصطفی البابی مصر | ۱/ ۴۰۸

[2] فتاوٰی ہندیہ | الفصل الاول فی الجماعۃ | ؍؍ نورانی کتب خانہ پشاور | ۱/ ۸۳

[3] ردالمحتار | باب الامامۃ | ؍؍ مصطفی البابی مصر | ۱/ ۴۰۸

[4] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار | ؍؍ | ؍؍ دارالمعرفۃ بیروت | ۱/ ۲۴۰

marfat.com

Marfat.com

—— باطل ہے بلکہ اگر وہ دوسرے معنی صحیح نہ رکھتی نہ اصلاً محتمل بلکہ خلاف اجماع میں نص مفسر ہوتی تو حسب قاعدہ قاطعہ نقول عامہ کے خلاف خود ہی بوجہ غرابت نامقبول ٹھہرتی نہ کہ بالعکس، ردالمحتار باب سجود التلاوۃ میں ہے:

هذا عزاه فی البحر الی المضمرات وقال ان الثانی غریب اھ وجه غرابته انه انفرد بذکرہ صاحب الظهیریة ولذا عزاه من بعده الیها فقط۔[1]

اس کی نسبت بحر میں المضمرات کی طرف کی ہے اور کہا دوسرا نادر ہے اھ نادر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ صرف صاحب ظہیریہ ہی نے ذکر کیا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد والوں نے اس کی نسبت صرف ان کی طرف ہی کی ہے اھ (ت)

اسی کے باب المیاہ مسئلہ اعتبار عمق میں ہے:

قوله فی الاصح ذکرہ فی المجتبی والتمرتاشی والایضاح والمبتغی وعزاه فی القنیة الی شرح صدر القضاة وجمع التفاریق وهو متوغل فی الاغراب مخالف لما اطلقه جمهور الاصحاب کما فی شرح الوهبانیة۔[2]

قولہ فی الاصح اسے مجتبی، تمرتاشی، ایضاح اور مبتغی نے ذکر کیا، قنیہ میں اس کی نسبت شرح صدر القضاۃ اور جمع التفاریق کی طرف کی ہے، شرح الوہبانیہ کے مطابق جمہور کے اطلاق کی مخالفت کی وجہ سے یہ اغراب میں ڈوبا ہوا ہے (ت)

پھر جبکہ بحال اعادہ اذان اصل مذہب وظاہر الروایۃ کراہت تحریم تھی،

لما فی ردالمحتار قوله ویکرہ ای تحریما لقول الکافی لایجوز والمجمع لایباح۔[3]

ردالمحتار میں ہے وقولہ ویکرہ یعنی تحریمی مراد ہے کیونکہ صاحب کافی نے کہا یہ جائز نہیں، اور مجمع میں ہے یہ مباح نہیں (ت)

اور بے اذان ثانی جواز وعدم کراہت پر اجماع تو اب اس میں اختلاف ہوا کہ آیا یہ جواز واباحت محض خالص ہے یا کہیں کراہت تنزیہ سے بھی مجامع، امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے روایت آئی کہ

---

[1] ردالمحتار باب سجود التلاوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۶۷
[2] 〃 〃 〃 〃 〃
[3] 〃 〃 〃 〃 〃

marfat.com

Marfat.com

محراب ہی میں ہو تو کراہت ہے،

فان المکروہ تنزیہا من قسم المباح کما فی ردالمحتار وحققناہ فی جمل مجلیۃ۔

کیونکہ مکروہ تنزیہی قسم مباح ہی ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے اور ہم نے اس کی تحقیق "جمل مجلیہ" میں کی ہے (ت)

اس باب میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے روایت آئی کہ محراب ہی میں ہو تو کراہت ہے اور اس سے ہٹ کر اصلاً کراہت نہیں، ائمہ ترجیح نے اسی کی تصحیح کی ولوالجیہ و وجیز کردری و تاتارخانیہ و غنیہ وغیرہا میں اسی کو ھوالصحیح وبہ ناخذ (صحیح یہی ہے اور اسی کو ہم نے اختیار کیا ہے۔ت) فرمایا، بحمداللہ تعالٰی اس تقریر منیر و توفیق و تحقیق سے واضح ہوا کہ نہ یہ تصحیحیں ظاہر الروایہ کے خلاف ہیں نہ ظاہر الروایہ کی حکایت اجماع کے خلاف، اور مسئلے میں قول منقح یہ نکلا کہ مسجد محلہ میں بشرائط مذکورہ (جن کے محترزات کی تفصیل جمیل فتاوٰی فقیر میں مذکور ہے) باعادہ اذان جماعت ثانیہ ناجائز و مکروہ تحریمی ہے یہی ظاہر الروایہ و مذہب امام ہے اور بے اذان ثانی بلاشبہہ جائز اس پر خود اتفاق و اجماع ائمہ ہے مگر محراب میں بکراہت اور اس سے ہٹ کر خالص مباح بلاکراہت، یہی صحیح و ماخوذ و معتمد ہے اب شبہہ اصل سے منقطع ہوگیا اور بالفرض اگر براہ تنزل مان بھی لیں کہ ائمہ نے خلاف ظاہر الروایہ کی تصحیحیں فرمائیں تو ہم پر لازم کہ انھیں کا اتباع کریں، ظاہر الروایہ کی ترجیح اس وقت ہے کہ اس کے خلاف پر تصحیح صریح نہ ہو چکی ہو ورنہ ترجیح ضمنی تصریح تصحیح کے معارض نہ ہو سکے گی اور اسی تصحیح تصریح کا اتباع ہوگا۔ درمختار میں ہے :

اما نحن فعلینا اتباع مارجحوہ وما صححوہ کما لوافتوا فی حیاتھم۔[1]

ہمارے لئے اس قول کی اتباع و پیروی لازم ہے جسے فقہائے نے ترجیح دی اور تصحیح کی جیسے اس صورت میں ہم پر ان کی پیروی لازم تھی کہ اگر وہ ہمارے زمانے میں زندہ ہوتے اور فتوٰی دیتے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

ترجیح ضمنی لکل ماکان ظاھر الروایۃ فلا یعدل عنہ بلا ترجیح صریح لمقابلہ۔[2]

ہر ظاہر روایت کو ترجیح ضمنی حاصل ہوتی ہے پھر جب تک اس کے مقابل صریح ترجیح نہ ہو اس سے عدول نہیں کیا جا سکتا۔ (ت)

---

[1] درمختار | خطبۃ الکتاب | مطبوعہ مجتبائی دہلی | ۱/۱۵
[2] ردالمحتار | " | " مصطفی البابی مصر | ۱/۵۸

marfat.com

Marfat.com

درمختار میں ہے :

اذا ذیلت روایۃ بالصحیح اوالماخوذ بہ لم یفت بمخالفہ[1] اھ مختصرا۔

جب روایت کے بعد صحیح یا ماخوذ بہ لکھا ہوا ہو تو اس کے مخالف فتوٰی نہیں دیا جا سکتا اھ مختصرا (ت)

ردالمحتار میں ہے :

اذا کان التصحیح بصیغۃ تقتضی قصر الصحۃ علی تلك الروایۃ فقط کالصحیح والماخوذ بہ ونحوھما مما یفید ضعف الروایۃ المخالفۃ لم یجز الافتاء بمخالفھا لما سیأتی ان الفتیا بالمرجوح جھل[2]۔

جب تصحیح ایسے صیغہ کے ساتھ ہو جو صرف اسی روایت کی صحت کا تقاضا کر رہا ہو مثلاً لفظ صحیح یا ماخوذ بہ وغیرہما جو مخالف روایت کے ضعف پر دال ہو تو اب اس کے مخالف پر فتوٰی دینا جائز نہ ہوگا، جیسا کہ عنقریب آرہا ہے کہ مرجوح پر فتوٰی جہالت ہوتی ہے (ت)

اُسی میں ہے :

لو ذکرت مسئلۃ فی المتون ولم یصرحوا بتصحیحھا بل صرحوا بتصحیح مقابلھا فقد افاد العلامۃ قاسم ترجیح الثانی لانہ تصحیح صریح وما فی المتون تصحیح التزامی والتصحیح الصریح مقدم علی التصحیح الالتزامی ای التزام المتون ذکر ماھو الصحیح فی المذھب[3]۔

اگر کسی مسئلہ کا ذکر متون میں ہوا اور اس کی تصحیح کی تصریح فقہاء نے نہ کی ہو بلکہ اس کے مقابل کی تصحیح کی ہو تو ایسی صورت میں علامہ قاسم کے نزدیک دوسرے کو ترجیح ہوگی کیونکہ تصحیح پر تصریح ہے اور متون میں تصحیح التزامی ہے اور تصحیح صریح تصحیح التزامی پر مقدم ہوتی ہے، یہاں تصحیح التزامی سے مراد یہ ہے کہ متون نے یہ الزام کیا ہوتا ہے کہ ہم وہی ذکر کریں گے جو مذہب میں صحیح قول ہوگا۔ (ت)

اب رہیں بعض تعلیلات، اول تو بعد تصحیح ائمہ ترجیح ہمیں نظر فی الدلیل کی حاجت نہیں، نہ وہ ہمارا منصب، پھر بعونہٖ تعالٰی اس کا حال ملاحظہ تعلیقات سے واضح ہوگا جو فقیر نے کتاب مستطاب ردالمحتار پر لکھیں اسعافاً للمرام اس

---

[1] درمختار | خطبۃ الکتاب | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۵
[2] ردالمحتار | " | " مصطفی البابی مصر | ۱/۵۴-۵۵
[3] " | " | " " | ۱/۵۳

marfat.com

Marfat.com

مقام سے اُس کی نقل مسطور،

قولہ ولنا انه علیه الصلاة والسلام کان خرج لیصلح بین قوم فعاد الی المسجد وقد صلی اهل المسجد فرجع الی منزله فجمع اهله وصلی ولو جاز ذلك لما اختار الصلاة فی بیته علی الجماعة فی المسجد[1]۔

قولہ ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام بعض لوگوں کے درمیان صلح کے لئے تشریف لے گئے جب آپ مسجد میں واپس آئے تو اہلِ مسجد نے نماز ادا کرلی تھی تو آپ گھر تشریف لائے آپ نے اپنے اہل کو جمع کیا اور نماز ادا کی اگر تکرار جماعت جائز ہوتا تو آپ مسجد میں جماعت پر گھر کی جماعت کو اختیار نہ فرماتے (ت)

اقول اولاً لایتعین هذا سببا لذلك فان فی اعادته صلی الله تعالٰی علیه وسلم الجماعة فی المسجد کان ایهاما انه لم یرض بجماعة القوم فلعله اراد دفع ذلك الوهم وتاکید تقریرهم علی ما فعلوا۔

اقول (میں کہتا ہوں) (۱) تکرارِ جماعت کے ناجائز ہونے کے لئے اس کو سبب قرار دینا متعین نہیں بلکہ اس کی وجہ اور بھی ہوسکتی ہے کہ آپ مسجد میں جماعت کا اعادہ فرماتے تو یہ وہم ہوتا کہ آپ نے لوگوں کی جماعت کو پسند نہیں کیا، تو ممکن ہے آپ نے اس وہم کے ازالے اور لوگوں کی جماعت کو صحیح قرار دینے کے لئے ایسا کیا ہو۔

وثانیاً لعل الباقی من اهله صلی الله تعالٰی علیه وسلم للجماعة النساء الطاهرات وحدهن فاحب الجماعة ولم یحب ان یخرجهن وحدهن للجماعة للمسجد وعسی ان یراه الناس ممن قد صلوا فیحبوا اعادة الصلوة خلفه صلی الله تعالٰی علیه وسلم او یجیئ بعض من لم یصل بعد فیقفوا خلفهن فتفسد صلاتهم۔

(۲) یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کی صرف ازواجِ مطہرات ہی جماعت سے باقی رہ گئی ہوں آپ نے گھر میں ہی جماعت کو پسند فرمایا اور مسجد میں صرف ان کی جماعت کے لئے ان کو نکالنا پسند نہ فرمایا، اور یہ بھی ممکن ہے کہ نماز ادا کرلینے والے آپ کو دیکھ کر آپ کے پیچھے نماز کا اعادہ پسند کریں یا بعض لوگ پہلی جماعت میں شرکت نہ کرسکے تھے اب آئے تو ان خواتین کے پیچھے کھڑے ہوگئے تو اس صورت میں ان کی نماز فاسد ہوجائے گی۔

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۹

marfat.com

Marfat.com

وثالثاً من فاتته الجماعة وحده فهو مخير فى الانفراد واتباع الجماعات وان يأتى اهله فيجمع بهم كما نص عليه فى الخانية والبزازية وغيرهما وقد نصوا كما فى رد المحتار وغيره ان الاصح انه لو جمع باهله لا يكره وينال فضيلة الجماعة لكن جماعة المسجد افضل[1] اھ وقد كان صلى اللہ تعالٰی علیہ وسلم ربما يترك الافضل لبيان الجواز وكان حينئذ هو الافضل فى حقه صلى الله تعالٰی علیہ وسلم لما فيه من التبليغ المبعوث له من عند ربه عز وجل فكيف ليسلم قوله ولو جاز ذلك لما اختار۔

(۳) جب تنہا آدمی جماعت سے رہ جائے تو اب اسے اختیار ہے کہ وہ تنہا نماز ادا کرے یا جماعت کے ساتھ کہ وہ گھر چلا جائے اور اپنے اہل کو اکٹھا کرکے نماز پڑھے، اس پر خانیہ، بزازیہ وغیرہا میں تصریح ہے، ردالمحتار وغیرہ میں یہ تصریح ہے اگر اس نے اپنے اہل کو جمع کرکے نماز ادا کی تو کراہت نہیں بلکہ جماعت کا ثواب پائے گا، البتہ مسجد کی جماعت افضل ہے اھ، اور بعض اوقات سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیانِ جواز کے لئے افضل کو ترک فرما دیتے تھے اور اس صورت میں آپ کے حق میں وہ بیانِ جواز ہی افضل ہوگا کیونکہ اس میں احکامِ خداوندی کی تبلیغ (جس کے لئے اپنے رب کی طرف سے بھیجے گئے ہیں) ہے' ان کا یہ قول "ولو جاز ذلک لما اختار" کیسے درست ہوگا۔

وفيه رابعاً ما يفيده العلامة المحشى ان قد انعقد الاجماع بلا نزاع على جواز اعادة الجماعة فى المسجد العام بل صرحوا قاطبة انه الافضل ومعلوم قطعا ان مسجده صلى الله تعالٰی علیہ وسلم ليس مسجد محلة فلو تم هذا الاستدلال لصادم الاجماع واتى بتحريم ما ليس فى حله بل ولا فضله محل نزاع۔

(۴) جو علامہ محشی نے کہا ہے کہ اس بات پر اجماع کے انعقاد میں کوئی نزاع نہیں کہ مسجد عام میں اعادۂ جماعت جائز ہے بلکہ واضح تصریح کی ہے کہ یہ افضل عمل ہے اور یہ بھی قطعاً معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مسجد مبارکہ مسجد محلہ نہیں' اگر معترض کا یہ استدلال درست ہو تو یہ اجماع سے ٹکرائے گا اور ایسی چیز کو حرام قرار دینا ہوگا جس کے حلال بلکہ اس کے افضل ہونے میں کوئی محلِ نزاع نہیں۔

---

[1] ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۹۲

marfat.com

Marfat.com

اقول ومثلہ فی الضعیف بل اضعف ماقدمر فی الاذان من الاستدلال بما روی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کانوا اذا فاتتھم الجماعۃ فی المسجد صلوا فی المسجد فرادی[1] فانہ لیس فیہ ان الجماعۃ کانت تفوت جماعۃ منھم معا فکانوا یصلون فی المسجد فرادی مجتمعین وحاش للہ متی عھد ھذا من الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم وانما کانت تفوت نادرا واحدا بعد واحد منھم ولا دلالۃ بصیغۃ الجمع علی القران فی الفعل فان معناہ انھم کانوا کل من فاتتہ الجماعۃ صلی فی المسجد منفردا ولم یکونوا یتتبعون المساجد نفیا للحرج فکان کقول انس ایضا صلیت خلف النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و ابی بکر وعمر وعثمان فکانوا یستفتحون القرأۃ بالحمد للہ رب العٰلمین رواہ احمد و مسلم[2]۔

اقول (میں کہتا ہوں) اس کی طرح ضعیف بلکہ اضعف ہے وہ استدلال جو اذان کی بحث میں اس حدیث کے حوالے سے گزرا ہے جو حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ جب اصحابِ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مسجد میں جماعت فوت ہوجاتی تو وہ مسجد میں تنہا نماز ادا کرتے تھے کیونکہ اس میں یہ ہرگز نہیں کہ اگر صحابہ کے ایک گروہ کی معاً جماعت فوت ہوجاتی تو وہ سب مسجد میں اکیلے اکیلے نماز پڑھتے تھے حاش للہ ایسی بات صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ثابت نہیں البتہ نادراً کسی ایک صحابی کی کسی وقت کی جماعت رہ جاتی تھی گروہ کی نہیں، اور جمع کے صیغہ کی قران فی الفعل پر کوئی دلالت نہیں، کہ ایک سے زیادہ افراد مسجد میں اکیلے اکیلے نماز پڑھتے تھے کیونکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر ان میں سے کسی کی جماعت فوت ہوجاتی تو وہ مسجد میں تنہا نماز ادا کرلیتا اور نفی حرج کی وجہ سے دیگر مساجد کی طرف نہ جاتے تھے یہ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اس قول کی طرح بھی ہے جس میں ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہم کی اقتدا میں نماز ادا کی ہے تو وہ الحمد للہ رب العالمین سے قرأت کی ابتداء کرتے تھے، اسے احمد اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

---

[1] ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۹۱

[2] مسند احمد بن حنبل مروی از مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۳/۲۲۳

marfat.com

Marfat.com

هل لقائل ان يقول ان فی نفس الحديث دليلا علی هذا المعنی وذلك انا لانسلم ان المراد بالجماعة الجماعة الاولی عينا بل نجريها هی علی ارسالها والجماعة لا تفوت الجماعة الا ان يمنعوا عن تكرارها، فيتوقف الاستدلال به علی اثبات ممانعة التكرار فيعود مصادرة علی المطلوب وقد ذكر البخاری فی صحيحه عن انس نفسه رضی الله تعالٰی عنه انه جاء الی مسجد قد صلی فاذن واقام وصلی جماعة[1] اھ فلم تفته الجماعة اذ لم يكن وحده و صح ان رجلا دخل المسجد وقد صلی رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم باصحابه فقال رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم من يتصدق علی هذا فيصلی معه فقام رجل من القوم فصلی معه[2] رواه احمد وابوداؤد والترمذی وابوبكر بن ابی شيبة والدارمی وابويعلی وابن خزيمة وابن حبان وسعيد بن منصور والحاكم كلهم عن

کیا کوئی قائل یہ کہہ سکتا ہے کہ اس حدیث کے مضمون میں اس مفہوم پر دلیل ہے؟ اور یہ اس لئے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ یہاں جماعت سے مراد جماعت اولٰی عینی ہے بلکہ ہم اسے مطلق جماعت پر محمول کرتے ہیں اور ایک گروہ سے جماعت تب فوت ہوگی جب انہیں تکرارِ جماعت سے منع کیا ہو، لہذا اس سے استدلال ممانعتِ تکرار کے اثبات پر موقوف ہوگا، تو یہاں مصادرت علی المطلوب عود کرے گی، اور بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ہی سے روایت کی ہے کہ وہ مسجد میں آئے حالانکہ جماعت ہوچکی تھی تو انہوں نے اذان دی تکبیر کہی اور جماعت کرائی اھ تو تنہا نہ ہونے کی صورت میں ان کی جماعت فوت نہ ہوئی اور یہ بھی ثابت ہے کہ ایک شخص مسجد میں آیا حالانکہ حضور علیہ السلام نے صحابہ کو جماعت کرادی تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر کون صدقہ کرتے ہوئے اس کے ساتھ نماز ادا کرے گا؟ تو ایک شخص کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ نماز ادا کی، اس کو مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابوبکر بن ابی شیبہ، دارمی، ابویعلی، ابن خزیمہ، ابن حبان، سعید بن منصور اور حاکم ان سب نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے،

---

[1] صحیح البخاری باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۹

[2] مسند احمد بن حنبل مروی از مسند ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۳/۴۵

marfat.com

Marfat.com

ابی سعید الخدری والطبرانی فی الکبیر عن ابی امامة وعن عصمة بن مالك و ابن ابی شیبة عن الحسن البصری مرسلا وعبد الرزاق فی مصنفه وسعید بن منصور فی سننه عن ابی عثمن النهدی مرسلا ایضا وفی الباب عن ابی موسی الاشعری والحکم بن عمیر کما فی الترمذی رضی الله تعالٰی عنهم اجمعین وفی بعضها ان ذلك المتصدق علی الرجل ابوبکر الصدیق رضی الله تعالٰی عنهما **قوله** ولان فی الاطلاق هذا تقلیل الجماعة معنی فانهم لا یجتمعون اذا علموا انها لا تفوتهم[1]

اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت ابوامامہ اور حضرت عصمہ بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہما سے، اور ابن ابی شیبہ نے حضرت امام حسن بصری سے مرسلاً روایت کیا ہے، عبدالرزاق نے مصنف اور سعید بن منصور نے سنن میں ابوعثمان النہدی سے بھی مرسلاً روایت کیا ہے۔ اس باب میں حضرت ابوموسٰی اشعری اور حکم بن عمیر سے بھی روایت ہے جیسا کہ ترمذی میں ہے رضی اللہ عنہم اور بعض روایات میں ہے کہ وہ صدقہ کرنے والے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ تھے **قولہ** کیونکہ ایسے اطلاق سے تقلیل جماعت کا معنٰی پایا جاتا ہے اس لئے کہ وہ جب جان لیں کہ جماعت فوت نہ ہوگی تو جمع نہ ہونگے

اقول لسنا نبیح تعمد ترك الجماعة الاولی اتکالا علی الاخری فمن سمع منادی الله ینادی ولم یجب بلا عذر اثم وعزر فاین الاطلاق وانما نقول فیمن غابوا فحضروا اوکانوا مشتغلین بنحو الاکل تاقت الیه انفسهم او التخلی وغیر ذلك من الاعذار فتخلفهم عن الاولی قد کان باذن الشرع فعلی ما یعاقبون بحرمان الجماعة وفیم تودی الی التقلیل وقد اثبتنا فی رسالتنا

اقول (میں کہتا ہوں) ہم جماعت اولٰی کے عمداً ترک کو دوسری جماعت پر بھروسا کی بنا پر مباح نہیں رکھتے اور جس شخص نے بھی اللہ تعالٰی کی طرف سے بلاوا سُنا اور اس نے اسے قبول نہ کیا وہ گنہ گار ہوگا اور وہ قابلِ تعزیر ہے تو یہاں اطلاق کہاں ہے، ہم تو ان لوگوں کی بات کر رہے ہیں جو موجود نہ تھے اب آئے یا وہ کسی معاملہ میں مشغول تھے مثلاً سخت بھوک کی وجہ سے کھانا کھا رہے تھے یا رفع حاجت کے لئے گئے تھے یا اس جیسے دوسرے اعذار ہوں تو اب ایسے لوگوں کا پہلی جماعت سے رہ جانا باجازتِ شرع ہوگا، اب ان پر جماعت سے

---

[1] ردالمحتار باب الامامة مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۹

marfat.com

Marfat.com

"حسن البراعة فی تنقید حکم الجماعة" ان الواجب هی الجماعة الاولی عینا فاذا علموا انهم لو لم یحضروا فاتهم الواجب فکیف لا یجتمعون، اما الکسالی وقلیل المبالاة فلا یجتمعون وان علموا انهم تفوتهم الاولی والاخری جمیعا الاتری ان بعض العصریین عه ممن یدعی العلم والدین قد شدد فی ذلك تشدیدا بلیغا وزعم ان تکرار الجماعة معصیة مطلقا فتبعه بعض عوام تلك البلاد فی ترك تکرار الجماعة ولم یتبعوه فی اتیان الاولی فتری فوجا من الاحابیش یاتون بعد الجماعة فیصلون معا فرادی فیزیدون مشابهة بالروافض والله المستعان

قوله ویؤیده ما فی الظهیریة لو دخل جماعة المسجد بعد ما صلی فیه اهله یصلون وحدانا وهو ظاهر الروایة اھ وهذا مخالف لحکایة الاجماع السابقة[1]

محروم ہونے کی وجہ سے کیونکر ملامت کی جا سکتی ہے اور انھیں تقلیل جماعت کا سبب کیوں قرار دیا جائے ؟ ہم نے اپنے رسالے "حسن البراعة فی تنقید حکم الجماعة" میں ثابت کیا ہے کہ واجب عینی جماعت اولیٰ ہی ہے پس جب انہوں نے جانا اگر وہ حاضر نہ ہوئے تو واجب فوت ہو جائے گا تو وہ جمع کیسے نہ ہوں گے ؟ رہا معاملہ سستی اور لاپروائی کرنے والوں کا، وہ جمع نہیں ہوں گے خواہ انھیں علم ہو کہ ہماری پہلی اور دوسری جماعت فوت ہو جائے گی کیا آپ کے علم میں نہیں کہ بعض معاصرین جو علم و دین کا دعوٰی کرتے ہیں انہوں نے اس میں بہت زیادہ تشدید کی اور کہا کہ تکرارِ جماعت ہر حال میں معصیت و گناہ ہے اور ان کے علاقے میں کچھ عام لوگوں نے تکرارِ جماعت کے ترک میں اس کا اتباع کیا حالانکہ وہ پہلی جماعت کے درپے نہیں ہوئے آپ متعدد گروہوں کو ملاحظہ کرینگے کہ وہ جماعت کے بعد آتے ہیں وہ ایک ہی مقام پر تنہا تنہا نماز ادا کرتے ہیں تو اس عمل سے روافض کے ساتھ مشابہت میں اضافہ کرتے ہیں اور اللہ ہی مدد کرنے والا ہے **قولہ** اور اس کی تائید ظہیریہ کی یہ عبارت کرتی ہے اگر کوئی جماعت مسجد میں داخل ہوتی حالانکہ اہلِ محلہ نے جماعت کرا لی تھی تو وہ تنہا تنہا نماز ادا کر لیں، اور یہ ظاہر روایت ہے اھ اور یہ بات سابقہ منقول اجماع کے خلاف ہے

عه وهو رشید احمد الگنگوهی (م)

[1] ردالمحتار باب الامامة مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۰۹

marfat.com
Marfat.com

اقول لا تائید ولا خلاف فان یصلون لیس نصا فی الایجاب ومن تتبع ابواب صفة الصلاة والحج من ای کتاب شاء وجد قناطیر مقنطرة من صیغ الاخبار واردة فیما لیس بواجب بل ولا سنة انما اقصاه الندب، وقد قال فی البحر الرائق والطحطاوی فی حاشیة الدر ان ذلك ای دلالة الاخبار علی الوجوب فیما اذا صدر من الشارع اما من الفقهاء فلا یدل هو ولا الامر منهم علی الوجوب کما وقع لمحمد حیث قال فی صفة الصلاة افترش رجله الیسری ووضع یدیه وامثال ذلك کثیرة اھ ولست انکر انه کثیرا ما یجیئ للوجوب کما بیناه فی کتابنا "فصل القضاء فی رسم الافتاء" وانما ارید ان المحتمل لا یقضی علی المفسر فکیف یرد به الاجماع المتظافر علی نقله المعتمدات بل کیف یصح ان یحمل علی ما یصیر به مخالفا للاجماع ولو کان کذا لکان هو احق بالرد من الاجماع اذ الحاکی الواحد عن

اقول (میں کہتا ہوں) یہاں نہ تائید ہے نہ ہی مخالفت، کیونکہ لفظ "یصلون" سے صراحۃً ایجاب ثابت نہیں ہوتا اور جس نے بھی کسی کتاب کے ابواب صفۃ صلوٰۃ وحج کا مطالعہ کیا ہے وہ بہت سے الفاظ خبر کا ذخیرہ پائے گا جو ایسی جگہ وارد ہیں جو واجب بلکہ سنت بھی نہیں، ہاں زیادہ سے زیادہ مستحب کے درجہ میں ہوتے ہیں، بحر الرائق میں ہے اور طحطاوی نے حاشیہ در میں کہا ہے جملہ خبریہ کی دلالت وجوب پر اس وقت ہوتی ہے جب وہ شارع علیہ السلام سے صادر ہو، اور اگر وہ فقہاء کرام سے منقول ہو تو اس جملہ خبریہ بلکہ فقہاء کے امر کی بھی وجوب پر دلالۃ نہیں ہوتی جیسا کہ امام محمد سے واقع ہے انہوں نے صفۃ صلوٰۃ میں فرمایا نمازی بایاں پاؤں بچھائے اور ہاتھ رکھ دے اور اس پر متعدد مثالیں شاہد ہیں اھ اور میں اس بات کا منکر نہیں کہ بہت سے مقامات پر مفید وجوب بھی ہیں جس طرح ہم نے اس کی تفصیلی گفتگو "فصل القضاء فی رسم الافتاء" میں کی ہے، مراد یہاں یہ ہے کہ محتمل کو مفسر پر ترجیح حاصل نہیں، اور معتمدات کی منقولات کے باوجود اس کے ساتھ اجماع متظافر کو کیسے رد کیا جائے بلکہ ان عبارات کو اس پر کیسے محمول کیا جائے جو اجماع کے خلاف ہوں، اگر معاملہ یہی ہے تو ایسی ظاہر الروایۃ

marfat.com

Marfat.com

فظاهر الرواية اقرب الى السهو من الجماعة بل لقائل ان يقول لا يمكن الحمل ههنا على الوجوب اصلا وان قلنا بكراهة تكرار الجماعة فى مسجد الحى مطلقا وذلك كما نصوا عليه فى الوجيز والتبيين والهندية وغيرها وسيأتى شرحا وحاشية ان من فاتته فى مسجده ندب له طلبها فى مسجد اخر الا المسجدين المكى والمدنى كما فى القنية و مختصر البحر و بحث فى الغنية الحاق الاقصى، و ذكر القدورى يجمع باهله ويصلى بهم اى وينال ثواب الجماعة كما فى الفتح فاذا الجماعة معهم لا يحتاجون الى التفتيش عنها فمن ذا الذى حرم عليهم ان يذهبوا الى بعض البيوت مثلا و يجمعوا وينالوا الفضل

فان قلت عاقهم عن الخروج الدخول **قلت** كلامهم المذكور مطلق فيمن دخل و من لم يدخل الخروج لادراك الجماعة لا يمنعه الدخول الا ترى ان مقيم الجماعة يخرج تكبير الجماعة الاولى باذنيه فلان يجوز لهؤلاء الخروج ولا تكبير ولا اولى

کو رَد کر دینا اجماع کے رو سے بہتر ہے کیونکہ اکیلا ظاہر روایت نقل کرنے والے کا بُھول جانا جماعت کے بھول جانے سے زیادہ قریب ہے بلکہ کوئی قائل یہ کہہ سکتا ہے کہ یہاں وجوب پر محمول کرنا بالکل ممکن ہی نہیں اگرچہ ہم یہ کہیں کہ مسجد محلہ میں تکرارِ جماعت ہر حال میں مکروہ ہے وہ اس لئے کہ وجیز، تبیین، ہندیہ وغیرہ میں اس پر تصریح موجود ہے اور عنقریب تفصیلاً آئے گا کہ جس نے نماز مسجد میں فوت کر دی اس کے لئے دوسری مسجد میں تلاشِ جماعت مستحب ہے مگر دو مساجد حرم مکی اور حرم مدنی میں جیسا کہ قنیہ اور مختصر البحر میں ہے، قنیہ میں مسجد اقصٰے کو بھی شامل کیا گیا ہے، قدوری نے ذکر کیا کہ وہ اپنے گھر والوں کو جمع کرے اور جماعت کرائے، یعنی وہ جماعت کا ثواب پالے گا۔ فتح میں اس طرح ہے اہل کے ساتھ جماعت اس کی تلاش کی محتاج نہیں تھی تو ان پر کس نے حرام کیا ہے اس بات کو مثلاً وہ گھر کی طرف جائیں اور انہیں جمع کریں اور ثواب جماعت پائیں۔

فان قلت (اگر کوئی کہے کہ)

مسجد میں داخلہ دوسری جگہ جانے کو مانع ہے میں کہتا ہوں ان کا مذکورہ کلام مطلق ہے خواہ وہ شخص داخل ہے یا داخل نہیں اور ادراکِ جماعت کے لئے خروج اس کو دخول سے مانع نہیں، کیا آپ نہیں جانتے کہ دوسری جگہ جماعت کا منتظم پہلی جماعت کی تکبیر کے وقت مسجد سے نکل سکتا ہے تو ان کے لئے خروج بہر طور جائز ہوگا نہ تکبیر ہے

marfat.com

Marfat.com

لاولی وبالجملة لا محل ههنا للایجاب وعلیہ کان یتوقف التائید والخلاف فان قلت فاذ لا وجوب فما منزع الکلام قلت افادة جوازا لانفراد لهم بلا حظر ولا حجر بخلاف ما لولم تقم الجماعة بعد حیث لا یجوز الصلاة منفردا الا بعذر لما فیہ من تفویت الجماعة الواجبة علی المعتمد او القریبة من الوجوب علی المشہور فاذن کان علی وزان ما قال العینی فی عمدة القاری[1] قال ابوحنیفة رضی الله تعالٰی عنه سہا او نام او شغله عن الجماعة شغل جمع باهله فی منزله وان صلی وحده یجوز اھ وهذا معنی لا غبار علیه ان شاء الله تعالٰی وبه یزول کل اشکال ولله الحمد قوله وعن هذا ذکر العلامة الشیخ رحمه الله السندی تلمیذ المحقق ابن الهمام فی رسالته ان ما یفعله اهل الحرمین من الصلاة بائمة متعددة وجماعات مترتبة مکروه اتفاقا الٰی

اور نہ جماعت اولٰی، الغرض یہاں ایجاب کا محل نہیں اور اسی پر تائید اور خلاف موقوف تھا، اگر اے معترض تو یہ کہے کہ جب وجوب ہی نہیں تو کلام کا منشا کیا ہوگا؟ تو میں اس کا جواب دیتا ہوں کہ ان کے لئے بلا خوف وخطر تنہا نماز ادا کرنے کا جواز بیان کرنا مقصود ہے، بخلاف اس صورت کے جب ابھی جماعت نہ ہوئی ہو کہ اب عذر کے بغیر تنہا نماز جائز نہ ہوگی کیونکہ اب اس جماعت کا فوت کرنا لازم آئے گا جو مختار قول کے مطابق واجب اور مشہور قول کے مطابق قریب واجب ہے اور یہ بات اس طریقہ پر ہوگی جو امام عینی نے عمدۃ القاری میں بیان کیا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا جب کوئی بھول گیا یا سو گیا یا کسی اہم مصروفیت کی بنا پر جماعت میں شرکت نہ کرسکا تو وہ اپنے گھر والوں کو جمع کرے اور باجماعت نماز ادا کرے اور اگر اس نے تنہا نماز ادا کرلی تب بھی جائز ہے اھ یہ معنی نہایت ہی واضح ہے اس میں کوئی غبار نہیں ان شاء اللہ تعالٰی اور اس کے ساتھ ہر اشکال بھی زائل ہوجاتا ہے قولہ اس بارے میں علامہ شیخ رحمہ اللہ السندی جو شیخ ہمام کے شاگرد ہیں نے اپنے رسالہ میں لکھا کہ اہل حرمین جو متعدد ائمہ اور مترتب جماعات کی صورت میں نماز ادا کرتے ہیں یہ بالاتفاق مکروہ ہے، اس کے

---

[1] عمدۃ القاری شرح بخاری باب وجوب صلوۃ الجماعۃ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۵/۱۶۲

marfat.com

Marfat.com

قولہ و اقرہ الرملی فی حاشیۃ البحر[1]

اقول یا سبحٰن اللہ ای مساس لھذا بما نحن فیہ فانّ انکارہ ھو علی التفریق العمدی کما ھو الواقع فی الحرمین المکرمین فانھم جزّؤا الجماعۃ اجزاء وعینوا لکل جزء اماما والتفریق بالقصد حیث لا باعث علیہ شرعا لا یجوز اجماعا و الا لما سنّ اللہ تعالٰی صلاۃ الخوف وھذا تستوی فیہ مساجد الاحیاء والقوارع والجوامع والبراری جمیعا قولا فصلا من دون فصل ثم وقع الخلاف فی الاقتداء بالمخالف علی وجوہ فصلھا فی البحر و ردالمحتار وغیرھما واتینا علی لبابہ فی فتاونا فمن لا کراھۃ عندہ اصلا ای اذا لم یعلم ان الامام لا یراعی مذھب غیرہ بناء علی اعتبار رأی المقتدی کما ھو الاصح او علم انہ غیر مراع عند من یقول العبرۃ برأی الامام فھذا التفریق عندہ من دون باعث شرعی

اس قول تک ذکر ہے کہ اسے رملی نے حاشیہ بحر میں ثابت رکھا ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) اے اللہ! تو پاک ہے، اس عبارت کو ہمارے زیربحث مسئلہ کے ساتھ کیا واسطہ ہے؟ ان کی انکاری گفتگو اس تفریق پر ہے جو دانستہ ہو، جیسا کہ حرمین شریفین میں واقع ہے کیونکہ وہ جماعت کو مختلف حصص میں بانٹ کر ہر ایک حصہ کے لئے الگ الگ امام مقرر کرتے ہیں اور تفریق قصدی کا شرعاً کوئی باعث نہیں اور وہ بالاتفاق جائز نہیں ورنہ اللہ تعالٰی صلٰوۃ خوف کا طریقہ یوں جاری نہ فرماتا، اور اس میں تمام مساجد برابر ہیں خواہ وہ محلہ کی ہیں یا شوارع یا شہر کی جامع یا دیہات وجنگل کی، ان میں کوئی تفریق نہیں، پھر مخالف مذہب کی اقتدا میں متعدد وجوہ پر اختلاف واقع ہوا ہے اس کی تفصیل بحر، ردالمحتار وغیرہ میں موجود ہے ہم نے اس کا خلاصہ اپنے فتاوٰی میں ذکر کردیا ہے اور جس کے نزدیک بالکل کراہت نہیں یعنی جب مقتدی کو علم نہ ہو کہ امام دوسرے مذہب کی رعایت نہیں کرتا تو یہ حکم مقتدی کی رائے کے اعتبار پر مبنی ہے اور یہی صحیح ہے یا مقتدی کو معلوم ہو کہ امام رعایت نہیں کرتا تو اس صورت میں عدم کراہت کا حکم امام کی رائے کے اعتبار پر مبنی ہے تو (عدمِ کراہت کے قائل) کے نزدیک ان متفرق جماعتوں کے لئے

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۹

marfat.com

Marfat.com

وهؤلاء هم الذين حضروا الموسم تلك السنة وانكروا و من حكم بالكراهة عند الشك فى المراعات او اعتقد ان الافضل الاقتداء بالموافق مهما امكن وان تحققت المراعاة فهو عنده بوجه شرعى وهم الجمهور وعليه العمل فلا انكار على اهل الحرمين و ليس فى فعلهم خلل ولا زلل والعلامة السيد المحشى هو الناقل فيما سياتى عن الملا على القارى انه قال لوكان لكل مذهب امام كما فى زماننا فالافضل الاقتداء بالموافق سواء تقدم او تاخر على ما استحسنه عامة المسلمين وعمل به جمهور المؤمنين من اهل الحرمين و القدس ومصر والشام ولا عبرة بمن شذ منهم[1] اھ وعلى كل فهذا الكلام مرفوع واد اخرلا تعلق له بجواز التكرار وعدمه **قوله** لكن يشكل عليه ان نحوالمسجد المكى والمدنى ليس له جماعة معلومون فلا يصدق عليه انه مسجد محلة بل هوكمسجد شارع و قد مرانه لاكراهة فى تكرار الجماعة

شرعی جواز نہیں اور یہی عدم کراہت کے قائل لوگ اس سال حاضر ہوئے اور انھوں نے انکار کیا، اور وہ شخص جس نے رعایت میں شک کی صورت میں کراہت کا حکم لگایا ہے یا وہ یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ افضل موافق کی اقتدا ہی ہے جیسے بھی ممکن ہو تو اب اگرچہ رعایت متحقق ہوجائے تو یہ اس کے نزدیک وجہ شرعی کی بنا پر ہوگا اور یہی جمہور کی رائے ہے اور اسی پر عمل ہے لہٰذا اہلِ حرمین پر کوئی انکار و اعتراض نہیں اور نہ ہی ان کے عمل میں کوئی خلل ونقص ہے اور علامہ سید محشی نے آگے چل کر ملّا علی قاری سے یہ نقل کیا ہے کہ اگر ہر مذہب کا امام ہو جیسا کہ ہمارے دَور میں ہے تو اقتدا موافق امام کی افضل ہے خواہ وہ جماعت پہلے ہو یا بعد میں، اسے عامۃ المسلمین نے مستحسن جانا اور جمہور مسلمان مثلاً اہلِ حرمین، قدس، مصر و شام کا عمل اسی پر ہے اور اس کے خلاف رائے رکھنے والے کا کوئی اعتبار نہیں اھ ہرحال میں اس کلام کا تعلق کسی اور معاملے سے ہے اس کا تعلق تکرارِ جماعت کے جواز اور عدمِ جواز سے نہیں۔

قولہ لیکن اس پر یہ اشکال ہے کہ مثلاً مسجد مکی اور مسجد مدنی جن کی جماعت معین ومعلوم نہیں تو انہیں مسجدِ محلہ نہیں کہا جاسکتا بلکہ مسجد شارع کی طرح ہوں گی، اور پہلے گزر چکا ہے کہ مسجد شارع میں بالاتفاق تکرارِ جماعت میں کراہت نہیں اس

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۱۷

marfat.com

Marfat.com

فیہ اجماعا کلیہا مل اقول انما نشأ الاشکال من حملہ علی مسئلۃ التکرار وقد علمت ان لم یقصدوھا وانما انکروا تعمد التفریق وھو محظور قطعا ولو فی مسجد شارع فالعجب من السید العلامۃ المحقق المحشی یورد علی مسئلۃ التکرار مالا ورود لہ علیھا ثم یستشکل ھذا الوارد بما لا اشکال بہ اصلا ولکن لکل جواد کبوۃ نسأل اللہ سبحٰنہ عفوہ ثم اقول واشد العجب من العلامۃ الشیخ رحمۃ اللہ رحمہ اللہ تعالٰی حیث قال الاحتیاط فی عدم الاقتداء بہ" ای بالمخالف " ولو مراعیا[1] کما سینقلہ المحشی عنہ ثم قال ھھنا بکراھۃ ترتیب الجماعۃ وادعی الاتفاق علی خلاف ما علیہ الجمھور[2] ولیت شعری اذا کان ھذا مکروھا وفاقا فکیف یعمل بالاحتیاط الذی اعترفتم بہ ایجعل الناس کلھم علی مذھب واحد امر یسکن مقلدوا کل امام فی بلدۃ علیحدۃ او یجعل لکل منھم مسجد بحیالہ ویمنع

میں مزید غور کرنا چاہئے اقول (میں کہتا ہوں) یہ اشکال تب ہے جب اس کو مسئلہ تکرار پر محمول کیا جائے حالانکہ آپ جان چکے وہ ان کے یہاں مقصود نہیں، انہوں نے دانستہ تفریق سے انکار کیا ہے اور وہ یقیناً ممنوع ہے اگرچہ مسجد شارع ہی کیوں نہ ہو تو تعجب ہے علامہ محقق محشی پر کہ انہوں نے اسے مسئلہ تکرار پر محمول کیا حالانکہ اس کا یہ محل نہیں ہے پھر اس حمل پر مبنی ایسا اشکال بنا لیا جس سے کوئی اشکال پیدا ہی نہ ہو سکتا تھا لیکن ہر شاہسوار کے لئے ٹھوکر ہوتی ہے ہم اللہ تعالٰی سے اس پر ان کے لئے معافی کے طلبگار ہیں ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں) سب سے زیادہ تعجب علامہ شیخ سندی رحمہ اللہ پر کہ انہوں نے یہ فرمایا ہے "مخالف کی اقتداء نہ کرنے میں احتیاط ہے اگرچہ وہ رعایت کرتا ہو" جیسا کہ محشی عنقریب اس کو ان سے نقل کرے گا، پھر یہاں کہا کہ ترتیب جماعت مکروہ ہے اور جمہور کے موقف کے خلاف اتفاق کا دعوٰی کیا، افسوس صد افسوس اگر یہ عمل بالاتفاق مکروہ ہے تو اس احتیاط پر عمل کیسے ہو گا جس کا تم نے خود اعتراف کیا ہے کیا تمام لوگ ایک مذہب کے ہو جائیں گے یا ہر شہر میں ہر مذہب کے مقلدین الگ الگ آباد ہوں گے، یا ہر مذہب کی الگ الگ مسجد بنائی جائے گی، اوران

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۹

[2] " " " " " ۱/۴۱۷

marfat.com

Marfat.com

اہل ثلثۃ مذاہب عن الصلاۃ فی المسجدین الکریمین او تجعل الجماعۃ لمذھب واحد ویؤمر الباقون بالصلاۃ فرادی، ثم **اقول** و یرد مثلہ علی تقریر العلامۃ خیر الملۃ والدین الرملی رحمہ اللہ تعالٰی لما مر وھو الناقل کما سیأتی حاشیۃ عن العلامۃ الرملی الشافعی انہ مشی علی کراھۃ الاقتداء بالمخالف حیث امکنہ غیرہ وبہ افتی الرملی الکبیر واعتمدہ السبکی والاسنوی وغیرھما قال والحاصل ان عندھم فی ذلک اختلافا وکل ما کان لھم علۃ فی الاقتداء بنا صحۃ و فسادا و افضلیۃ کان لنا مثلہ علیھم و قد سمعت ما اعتمدہ الرملی و افتی بہ و الفقیر اقول مثل قولہ فیما یتعلق باقتداء الحنفی بالشافعی والفقیہ المنصف یسلم ذلک

وانا رملی فقہ الحنفی
لامراء بعد اتفاق عالمین[1] اھ

فاذا کان الفقہ والانصاف ھو کراھۃ الاقتداء بالمخالف فکیف ینکر علی ما فعلہ اھل الحرمین لا جرم رجع العلامۃ

دو مبارک مساجد سے بقیہ تین مذاہب کے لوگوں کو نماز ادا کرنے سے روک دیا جائے گا یا ایک مذہب والوں کی جماعت ہوگی اور دوسرے لوگوں کو تنہا نماز ادا کرنے کو کہا جائیگا، ثم **اقول** (پھر میں کہتا ہوں) اسی طرح کا اعتراض علامہ خیر الملت و الدین رملی رحمہ اللہ پر بھی وارد ہوتا ہے جیسا کہ گزرا وہی ناقل ہیں جیسا کہ عنقریب آئے گا حاشیہ علامہ رملی شافعی سے ہے کہ جب مخالف کے علاوہ کسی امام کو پانا ممکن ہو تو مخالف کی اقتدا مکروہ ہے اسی پر رملی کبیر نے فتوٰی دیا، سبکی اور اسنوی وغیرہ نے اس پر اعتماد کیا ہے کہا الحاصل ان کے ہاں اس بارے میں اختلاف ہے اور ہر وہ علت جس کی بنا پر ہماری اقتدا ان کے لئے صحیح، فاسد یا افضل ہے ایسا ہی معاملہ ہمارا ان کے ساتھ ہے اور آپ نے وہ سُن ہی لیا ہے جس پر رملی نے اعتماد کیا اور فتوی دیا ہے میں فقیر انہی کی مثل کہتا ہوں اس مسئلہ میں جہاں حنفی کسی شافعی کی اقتدا کرے انصاف پسند فقیہ اسے تسلیم کرے گا۔

اور میں فقہ حنفی کا رملی ہوں (رملی شافعی اور رملی حنفی، دونوں عالموں کے اتفاق کے بعد کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ پس جب دانش و انصاف کا فیصلہ مخالف کی اقتدا کا مکروہ ہونا ہے تو اہل حرمین کے عمل پر انکار کیسے کیا جا سکتا ہے یقیناً علامہ خیر الدین رملی نے شرح

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۷

marfat.com

Marfat.com

...شرح زاد الفقیر للعلامة الغزی والمتن للامام ابن الہمام ...موافقة الجمہور فقال کما نقلہ فی منحة الخالق علی البحر الرائق بقی الکلام فی الافضل ما ھو الاقتداء بہ او الانفراد لم ار من صرح بہ من علمائنا وظاہر کلامہم الثانی، والذی یظہر ویحسن عندی الاول لان فی الثانی ترک الجماعة حیث لا تحصل الا بہ ولو لم یکن بان کان ہناک حنفی یقتدی بہ الافضل الاقتداء بہ الخ[1] فقد اعترف ان الافضل الاقتداء بالحنفی اذا وجد وان کان الشافعی الذی یؤم صالحا عالما تقیا نقیا یراعی الخلاف کما وصفہ فی تلک الحاشیة۔

زاد الفقیر علامہ غزی جس کا متن امام ابن ہمام کا ہے کے حاشیہ میں رجوع کرکے جمہور کے ساتھ موافقت کی اور کہا جیسا کہ اسے منحۃ الخالق علی البحر الرائق میں نقل کیا ہے، باقی رہا معاملہ اس بات کا کہ مخالف کی اقتدا افضل ہے یا انفراد، تو اس بارے میں ہمارے علماء میں سے کسی کی تصریح میری نظر سے نہیں گزری، بظاہر ان کی عبارات سے دوسری بات (انفراد کا افضل ہونا) ہی سمجھ آتی ہے اور جو میرے نزدیک واضح واحسن ہے وہ پہلی بات (اقتدائے مخالف) ہے کیونکہ دوسری صورت میں ایسی جگہ ترکِ جماعت لازم آئے گا جہاں اس کے بغیر جماعت حاصل نہیں ہوتی اور اگر ایسی صورت نہ ہو مثلاً وہاں کسی حنفی کی اقتداء کی جا سکتی ہے تو اقتدائے حنفی ہی افضل ہوگی الخ تو یہاں انہوں نے خود اس بات کا اعتراف کرلیا ہے کہ اگر حنفی امام موجود ہو تو اسی کی اقتداء افضل ہے اگرچہ شافعی امام عالم، متقی، صاحبِ ورع اور اختلافی صورت میں حنفی مذہب کی رعایت کرنے والا موجود ہو جیسا کہ اسی حاشیہ میں اس کے اوصاف بیان ہوئے ہیں۔ (ت)

یہ تمام عبارت تعلیقاتِ فقیر علی رد المحتار کی ہے اور بحمد اللہ تعالٰی اُس سے حق واضح وجلی ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۶

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ ۵۸۳ از سنبھل ضلع مراد آباد مرسلہ از سید محمد علی مدرس فارسی مدرسہ جارج مسلم اسکول

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں زید کہتا ہے کہ مسجد کے فرش پر محراب کے محاذ میں جماعت ہونا افضل ہے خواہ نمازی کم ہوں خواہ کسی درخت وغیرہ کے ہونے کی وجہ سے نمازیوں کی طبیعت پر بار ہو اور دلیل اس کی یہ ہے کہ شامی کے اندر یہ مضمون ظاہر کرتا ہے کہ محراب میں امام کا کھڑا ہونا افضل ہے اسی پر قیاس کرلیا جائے، عمر یہ کہتا ہے کہ تمام فرش مسجد کا ایک حکم میں ہے کسی جگہ کے واسطے فضیلت نہیں ہوسکتی، اگر اس قدر نمازی ہوں کہ محراب سے راست وچپ میں جماعت ممکن ہو اور نمازیوں کو بھی وہاں آسائش ہو تو ضرور جماعت کرلی جائے دوسرے یہ کہ ائمہ مجتہدین کے قیاسات کا اختتام ہوگیا، علمائے حال کا قیاس کیا ہوسکتا ہے جبکہ علمائے حال کی یہ کیفیت ہے کہ لفظ کے لغوی معنی غلطی سے کچھ سے کچھ خیال کرتے ہیں لہذا مکلف خدمت ہوں کہ جواب مع دلیل تحریر فرمائیں۔ مکرر یہ کہ زید محراب کے محاذ میں جماعت ہونے کی فضیلت میں کوئی قول منقول پیش نہیں کرتا محض قیاس سے کام لینا چاہتا ہے عمر قیاس کو رد کرکے منقول دلیل مانگتا ہے۔

الجواب

فی الواقع سنت متوارثہ یہی ہے کہ امام وسط مسجد میں کھڑا ہو اور صف اس طرح ہو کہ امام وسط صف میں رہے محراب کا نشان اسی غرض کے لئے وسط مسجد میں بنایا جاتا ہے اور اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اگر امام ایک کنارے کی طرف جھکا ہوا کھڑا ہو تو اگر جماعت زائد ہے فی الحال امام وسط صف میں نہ ہوگا اور ارشادِ حدیث توسطوا الامام (امام کو درمیان میں کھڑا کرو۔ ت) کا خلاف ہوگا اور اگر ابھی جماعت قلیل ہے تو آئندہ ایسا ہونے کا اندیشہ ہے لاجرم خود امامِ مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نص ہے کہ گوشہ میں کھڑا ہونا مکروہ ہے کنارۂ مسجد میں کھڑا ہونا مکروہ ہے کہ حدیث کا ارشاد ہے امام کو وسط میں رکھو یہ طاق جسے اب عرف میں محراب کہتے ہیں حادث ہے زمانۂ اقدس وزمانۂ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین میں نہ تھا محراب حقیقی وہی صدر مقام اس کا مسجد میں قریب حد قبلہ ہے یہ محراب صوری اُس کی علامت ہے جس مسجد کے دو حصے ہوں ایک مسقف دوسرا صحن، جیسا کہ اب اکثر مساجد یوں ہی ہیں وہ دو مسجدیں ہیں مسقف مسجد شتوی ہے یعنی جاڑوں کی مسجد اور صحن مسجد صیفی یعنی گرمیوں کی مسجد، ہر مسجد کے لئے وہ محراب حقیقی موجود ہے، اگرچہ محراب صوری صرف مسجد شتوی میں ہوتی ہے اعتبار اسی محراب حقیقی کا ہے یہاں تک کہ اگر محراب صوری وسط میں نہ ہو یا جانبِ مسجد بنا دینے سے اب وسط میں نہ رہے تو امام اُس میں نہ کھڑا ہو بلکہ محراب حقیقی میں کہ وسطِ مسجد ہے۔ اور جب یہ حکم عام ہے جملہ مساجد کو شامل، اور صحن مسجد بھی ایک مسجد ہے تو وہ بھی یقیناً اس حکم منصوص میں خود داخل ہے نہ کہ یہاں کسی قیاس کی حاجت ہے، صحنِ مسجد میں جو جگہ

marfat.com

Marfat.com

قریب منبر قبلہ وسط میں ہے وہ خود محراب حقیقی ہے خواہ محراب صوری کے محاذی ہو یا نہ ہو یا سرے سے اُس مسجد میں محراب صوری کا قربنی ہو، اس محراب حقیقی میں امام کا کھڑا ہونا سنّت ہے بشرط جماعت اولیٰ، لیکن جماعت ثانیہ کے لئے اسی مقام سے دہنے یا بائیں ہٹ کر امامت کرنا نافی کراہت ہے، معراج الدرایہ شرح ہدایہ میں ہے

فی مبسوط بکر السنۃ ان یقوم فی المحراب لیعتدل الطرفان ولو قام فی احد جانبی الصف یکرہ ولو کان المسجد الصیفی بجنب الشتوی وامتلأ المسجد یقوم الامام فی جانب الحائط لیستوی القوم من جانبیہ والاصح ماروی عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال اکرہ ان یقوم بین الساریتین اوفی زاویۃ اوفی ناحیۃ المسجد او الی ساریۃ لانہ خلاف عمل الامۃ قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توسطوا الامام وسدوا الخلل[۱]

مبسوط بکر میں ہے امام کا محراب میں کھڑا ہونا سنت ہے تاکہ دونوں اطراف میں اعتدال ہو، اگر وہ صف کی کسی جانب میں کھڑا ہوا تو یہ مکروہ ہوگا، اگر مسجد صیفی جانب شتوی میں ہو اور مسجد بھر جائے تو امام دیوار کی طرف کھڑا ہو تاکہ قوم دونوں اطراف میں برابر ہو جائے، اصح طور پر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا میں امام کے دو ستونوں کے درمیان یا گوشۂ مسجد یا کنارۂ مسجد یا ستون کی طرف کھڑے ہونے کو مکروہ جانتا ہوں کیونکہ یہ عمل اُمّت کے مخالف ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: امام کو درمیان میں کھڑا کرو اور صفوں کے خلا کو پُر کرو۔ (ت)

اُسی میں ہے:

المحاریب ما نصبت الا اوسط المساجد وھی قد عینت لمقام الامام[۲]

محراب نہیں بنائے جاتے مگر درمیان مسجد میں اور وہ مقامِ امام کو متعین کرتے ہیں۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۸۴: از کان پور نئی سڑک مسئولہ حاجی فہیم بخش صاحب عرف چھٹن ۱۳ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین زید اور عمرو کے بارے میں، دونوں حنفیت کا دعوٰی کرتے ہیں اور ترجمہ حدیث یزید بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا جواب من صلی الصلاۃ مرتین (جس نے نماز دو بار پڑھی ت)

---

[۱] ردالمحتار بحوالہ معراج الدرایۃ باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۲۰

[۲] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

٦

marfat.com

Marfat.com

میں ہے حسبِ ذیل کرتے ہیں زید آخری حصہ حدیث:

اذا جئت الصلٰوۃ فوجدت الناس فصل معھم وان کنت قد صلیت تکن لک نافلۃ وھذہ مکتوبۃ۔[1]

جب تُو نماز کے لئے آیا تو لوگوں کو نماز ادا کرتے پایا تو ان کے ساتھ نماز میں شامل ہوجا اگر تو نماز پڑھ چکا تھا تو وہ نفلی ہوگی اور یہ فرضی ہوگی (ت)

کا ترجمہ یہ کرتا ہے کہ پہلی نماز جو گھر میں پڑھی گئی ہو نفل ہوگی اور جو جماعت کے ساتھ پڑھی جائے وہ فرض ہوجائے گی دلیل یہ ہے:

وان کنت قد صلیت تکن لک نافلۃ میں ان شرطیہ ہے اور تکن جزا ہے ان وصلیہ اس وجہ سے نہیں ہوسکتا کہ وصلیہ آخر کلام میں آیا کرتا ہے اُس کے بعد مستقل جملہ اور کلام مستانف ہوا کرتا ہے یہاں ایسا نہیں، عمرو کہتا ہے کہ زید کا یہ ترجمہ مذہبِ حنفی کے موافق نہیں بلکہ مخالف ہے، عمرو آخری حصہ حدیثِ مندرجہ بالا کا ترجمہ یُوں کرتا ہے کہ گھر والی نماز جو پہلے پڑھی ہے وہ فرض ہوگی اور جو بعد میں جماعت سے پڑھی ہے وہ نفل ہوگی اِس وجہ سے کہ اِنْ وصلیہ ہے، دلیل یہ ہے کہ وان کنت قد صلیت میں اوّل واوِ داخل ہے دوسرے کنت موجود ہے جو ماضی کے لئے مخصوص ہے اور قد تحقیق ماضی کے لئے نیز ھٰذہ اسم اشارہ قریب ذکری کے لئے ہے پس قد صلیت سے جو صلٰوۃ مدلول ہے وہ مشارٌ الیہ ہے اور یہ پہلی ہی ہوگی وہی فرض ہوگی اور جو صلٰوۃ فصل معھم سے مدلول وہ بعید ذکراً ہے وہ مشارٌ الیہ نہیں اگر خود کنت ماضی کو شرط بنایا جائے تو تکن جزا مرتب کن مخاطب نہیں ہے نیز فصل معھم امر بھی جواب کو چاہتا ہے اور شرط بھی جزا کو علٰی سبیل التسلیم تب بھی تکن لک نافلۃ جواب امر کا ہے جزا نہیں بوجہ مقدم ہونے امر کے جیسے جملہ قسمیہ جب مقدم ہو شرط پر تو جزا نہیں ہوتی بلکہ جواب قسم سے استغنا ہوجاتا ہے اِن دونوں قائلوں میں کون سا قائل راستی پر ہے نیز اوپر بیان کی ہوئی دلیلیں قابلِ قبول ہیں یا نہیں؟ زید و عمرو کی دلیلوں میں سے کس کی دلیلیں زیادہ صحت کے ساتھ مانی جاسکتی ہیں اور قبول کی جاسکتی ہیں؟ دیگر جو نماز کوع وسجود والی علاوہ مجرد عصر و مغرب جماعت سے پڑھی یا پڑھائی ہو عام ہے کہ نمازِ عید و جمعہ ہی کیوں نہ ہو دوبارہ جماعت ملنے پر نفلاً تکرارِ نماز کرسکتا ہے یا نہیں؟ اگر اوپر بیان کی ہُوئی حدیث سے تکرار نماز پر اس طور سے کہ پہلے پڑھی ہوئی نماز فرض یا واجب اقتدا یا امامت کرکے دوسری جماعت دُوسرے روز ملنے پر تکرار نماز کرسکتا ہے اور وہ نفل ہوگی استدلال لایا جائے تو صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا رحمکم اللہ تعالٰی۔

الجواب

زید کا قول غلط اور دلیل باطل۔

اولاً ان وصلیہ کا آخر کلام ہی میں آنا لازم ... کے بعد جملہ اور وہ بھی کلام مستانف ہی ہونا ...

[1] سنن ابی داؤد باب من صلی فی منزلہ الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۸۵

marfat.com
Marfat.com

سبب بنا پر جملہ افل ہے وُہ کلام واحد کے وسط اجزا میں آتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ۔

قوله تعالیٰ وما اکثر الناس ولو حرصت بمؤمنین[1]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اگرچہ آپ ایمان پر حریص ہیں مگر اکثر لوگ ایمان نہ لائیں گے (ت)

رضی میں ہے :

قد تدخل الواو علی ان المدلول علی جوابها بما تقدم ولا تدخل الا اذا کان ضد الشرط اولی بذلك المقدم والظاهر ان الواو فی مثله اعتراضیة ونعنی بالجملة الاعتراضیة مایتوسط بین اجزاء الکلام متعلقا بمعنی مستانفا لفظا کقوله ع :

یری کل من فیها وحاشاك فانیا

وقد یجیئ بعد تمام الکلام کقوله صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "انا سید ولد اٰدم ولا فخر" فتقول فی الاول زید وان کان غنیا بخیل وفی الثانی زید بخیل وان کان غنیا والاعتراضیة تفصل بین ای جزئین من الکلام کانا بلا تفصیل اذا لم یکن احدهما حرفا اھ[2] مختصرا

کبھی واؤ اس لئے آتا ہے کہ اس جواب پر دال سابق ہے اور یہ وہیں ہوگا جہاں ضد شرط اس مقدم کے زیادہ مناسب ہو اور ظاہر یہ ہے کہ ایسے مقام پر واؤ اعتراضی ہوتی ہے اور جملہ معترضہ سے ہماری مراد یہ ہے کہ اجزائے کلام کے درمیان ایسے کلمات آجائیں جو معنی ومفہوم کے اعتبار سے اس سے متعلق ہوں اور لفظاً اس سے جُدا ہوں جیسے شاعر کا یہ مصرعہ ہے :

وُہ دنیا میں ہر چیز کو فانی جانتا ہے
اور تو محفوظ رہے ۔

بعض اوقات تمام کلام کے بعد واؤ آتی ہے، مثلاً حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے میں اولادِ آدم کا سردار ہوں مگر فخر نہیں ۔ پہلے کی مثال "زید وان کان غنیا بخیل" اور دوسرے کی مثال "زید بخیل وان کان غنیا" ہے، جملہ معترضہ بلاتفصیل کسی بھی کلام کے دو جزوں میں فصل پیدا کرتا ہے بشرطیکہ دونوں میں سے کوئی جز حرف نہ ہو اھ مختصراً (ت)

---

[1] القرآن ۱۲/ ۱۰۳

[2] شرح رضی مع الکافیۃ بیان المضارع مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۵۷-۵۸

marfat.com

Marfat.com

لاجرم صحیحین میں ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من عبد قال لا الٰہ الا اللہ ثم مات علی ذلك الا دخل الجنۃ وان زنی وان سرق وان زنی وان سرق وان زنی و ان سرق علی رغم انف ابی ذر[1]

جس بندے نے بھی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا پھر اسی پر فوت ہوا وہ جنت میں داخل ہوگا اگرچہ اس نے زنا وچوری کی، اگرچہ اس نے زنا و چوری کی، اگرچہ اس نے زنا وچوری کی۔ ابوذر کی ناک خاک آلود ہو۔ (ت)

ثانیاً حدیث کی بہتر تفسیر حدیث ہے امام مالک واحمد ونسائی نے محجن بن ادرع دیلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا جئت المسجد وکنت قد صلیت فاقیمت الصلٰوۃ فصل مع الناس و ان کنت قد صلیت[2]

جب تو مسجد میں آئے اور نماز پڑھ چکا تھا اور جماعت کھڑی ہوئی تو تُو لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ اگرچہ تُو نماز پڑھ چکا تھا۔ (ت)

یہاں یقیناً وصلیہ ہے، مرقاۃ میں ہے:

(فصل) ای نافلۃ لاقضاء ولا اعادۃ (مع الناس وان) وصلیۃ ای ولو (کنت قد صلیت)[3]۔

(تو نماز پڑھ) یعنی نفل نماز نہ قضاء اور نہ اعادہ (لوگوں کے ساتھ اگرچہ) "ان" وصلیہ ہے یعنی اگرچہ (تُو نماز پڑھ چکا تھا)۔ (ت)

ثالثاً صرف "ان" کا وصلیہ یا شرطیہ ہونا یہاں احد المعنیین کی تعیین نہیں کرتا تو اس میں بحث فضول اور اس سے استناد نامقبول مدار ضمیر تکن کے مرجع اور ھذہ کے مشار الیہ پر ہے اگر ضمیر ثانیہ کے لئے ہے اور اشارہ اولٰی کی طرف کہ وہی اقرب ذکراً ہے کما قالہ عمرو (جیسا کہ عمرو نے کہا۔ت) تو اولٰی فرض اور ثانیہ نفل ہوگی اگرچہ "اِن" شرطیہ ہو اور عکس ہے تو عکس اگرچہ "اِن" وصلیہ ہو وھذا ظاھر

---

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس باب الثیاب البیض مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۶۷
[2] مؤطا امام مالک اعادۃ الصلٰوۃ مع الامام " میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۱۵
مسند احمد بن حنبل حدیث محجن الدیلی مطبوعہ دار الفکر بیروت ۴/ ۳۴
سنن النسائی اعادۃ الصلٰوۃ مع الجماعۃ " مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/ ۹۹
[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثالث من باب من صلی صلٰوۃ مرتین مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/ ۱۰۶

marfat.com

Marfat.com

...) ...ت). اشعۃ اللمعات میں ہے :

(وان کنت قد صلیت) واگرچہ ہستی تو ... نماز گزاردہ (تکن لك نافلۃ) باشد نماز یکہ دوم بار میکنی با مردم نفل مرترا (وھذہ مکتوبۃ) و باشد ایں نماز کہ نخست گزاردہ فرض و ایں معنی موافق است بظاہر احادیث کہ دلالت دارد بر بودن نماز دوم نفل از جہت سقوط ذمہ باداے اولی۔[1]

(وان کنت قد صلیت) اگرچہ تُو نے نماز ادا کرلی ہو (تکن لك نافلۃ) دوسری دفعہ لوگوں کے ساتھ جو تو نے نماز پڑھی وہ تیری نفل نماز ہوگی (وھذہ مکتوبۃ) اور جو تو نے پہلے پڑھی وہ فرض نماز ہوگی اور یہ معنی ومفہوم ان ظاہر احادیث کے موافق ہے جو اس بات پر دال ہے کہ دوسری نماز نفل ہوگی کیونکہ فرضی نماز پہلی نماز ادا کرنے سے ساقط ہوگئی۔ (ت)

پھر طیبی شافعی سے دوسرے معنے نقل کئے، دیکھو اِنْ شرطیہ لیا اور نماز دوم کو نافلہ قرار دیا،
مرقاۃ میں ہے :

(فصل معھم وان کنت قد صلیت) لیحصل لك ثواب الجماعۃ وزیادۃ النافلۃ (تکن) ای صلاتك الاولی (لك نافلۃ وھذہ) ای التی صلیتھا الاٰن قیل ویحتمل العکس (مکتوبۃ)[2]

(لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ اگرچہ تو نماز پڑھ چکا ہو) تاکہ تجھے جماعت کا ثواب اور نوافل میں اضافہ حاصل ہوجائے؛ یعنی تیری پہلی نماز (تیرے لئے نفل اور یہ) یعنی وہ نماز جو تو نے ابھی پڑھی، بعض محدثین نے فرمایا کہ معاملہ میں اس کے عکس کا احتمال ہے (تیرے لئے فرض)۔ (ت)

شرح میں وان کنت قد صلیت کے بعد لیحصل لك الخ لانے سے ظاہر ہے کہ ان وصلیہ لیا ورنہ شرط وجزا کے بیچ میں اس کے لانے کا کوئی محل نہ تھا فصل معھم کے بعد لکھتے اور نماز دوم کو فریضہ بتایا

اقول ولایبعد ان یکون العدح فی ذھنہ اولا ما ھو الاوفق بالاحادیث والالصق بالقواعد فجعل ان وصلیۃ ویؤیدہ

اقول ممکن ہے ان کے ذہن میں پہلے ہی وہ کھٹکا موجود ہو جو احادیث وقواعد کے موافق ہے تو انھوں نے اِنْ کو وصلیہ بنایا اس کی تائید ان کا

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ الفصل الثالث من باب من صلی صلوٰۃ مرتین مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۴۹۵
[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ " " " " " " " مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/۱۰۷

marfat.com
Marfat.com

قولہ وزیادۃ النافلۃ وان امکن تاویلہ بان المراد بالنافلۃ ھی الاولی و ترتبہا علی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فصل معھم مع وقوعھا سابقا باعتبار وصف نافلیۃ فانہ انما یظھر بصلاتہ معھم فافھم ثم اذا اتی علی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تکن حاد النظر الی حاشیۃ الطیبی فنقل ما فیھا واللہ تعالٰی اعلم۔

قول "وزیادۃ النافلۃ" کر رہا ہے اگرچہ اس کی تاویل یُوں بھی ممکن ہے کہ نافلہ سے مراد پہلی نماز ہے اور انھوں نے حضور علیہ السلام کے ارشادِ گرامی فصل معھم (ان کے ساتھ نماز پڑھ) پر اسے مرتب کیا ہو اگرچہ اس کا وقوع باعتبار وصفِ نفل کے سابق ہے کیونکہ اس نفل نماز کا ظہور جماعت کے ساتھ ہوگا اسے یاد رکھو، پھر جب آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی تکن پر آئے تو نظر حاشیہ طیبی کی طرف گئی تو جو کچھ وہاں تھا اسے نقل کر دیا، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

عمرو کا قول صحیح اور دلائل زائل اولاً ہم بیان کرچکے کہ اِن کا وصلیہ ہونا کچھ مفید نہ شرطیہ ہونا مضر۔

ثانیاً دخول واو وصلیہ ہونے پر کیا دلیل شرطیہ پر بھی عاطفہ آتا ہے۔

ثالثاً کنت اور قد بھی منافی شرطیہ نہیں قد کا دخول خود فعل شرط پر ممنوع ہے فعلی ھذا لاتقول ان قد فعلت و ان قد تفعل اھ "رضی"[1]

یہاں فعل شرط کنت ہے جسے ابقائے معنی ماضی ہی کے لئے شرط کرتے ہیں

کقولہ تعالٰی عن عبدہ عیسٰی علیہ الصلاۃ والسلام ان کنت قلتہ فقد علمتہ[2] وقولہ تعالٰی عن شاھد یوسف علیہ الصلاۃ والسلام وان کان قمیصہ قد من دبر[3]

جس طرح اللہ تعالٰی نے اپنے بندے حضرت عیسٰی علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ قول ذکر کیا "اگر میں نے یہ کہا ہے تو تو جانتا ہے" اللہ تعالٰی نے حضرت یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کے گواہ کے حوالے سے فرمایا اگر ان کا قمیص پیچھے سے پھٹا ہے (ت)

یعنی وہ فعل ماضی جسے شرط کرنا اور معنی ماضی پر باقی رکھنا منظور ہو، اگر اس پہ ان داخل کرتے مستقبل کر دیتا

---

[1] شرح رضی مع الکافیہ بیان المضارع مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۲۶۲

[2] القرآن ۵/۱۱۶

[3] القرآن ۱۲/۲۷

marfat.com

Marfat.com

[illegible] کان کو شرط کرتے ہیں اب وہ فعل اپنے معنی ماضی پر باقی رہتا ہے، رضی میں ہے،

[illegible] یکون شرطها فی الاغلب مستقبل [illegible] المعنی فان اردت معنی الماضی [illegible] الشرط لفظ کان کقوله تعالٰی ان کنت [illegible] قلته، وان کان قمیصه وانما اختص ذٰلک بکان لان [illegible] الاستقامة منه فی الکلام الذی هو فیه النص فی الماضی فقط ومع النص علی المعنی لا یمکن استفادة الاستقبال۔

پھر جان لے کہ (اِن) کے لئے اغلب طور پر یہ شرط ہے کہ وہ معنی کے اعتبار سے مستقبل پر دلالت کرتا ہے اگر تُو معنیٰ ماضی کا ارادہ کرے تو تو لفظ کان کو شرط کر دے جیسے فرمانِ الٰہی ہے "ان کنت قلته وان کان قمیصه" اسے کان اس لئے مختص کیا ہے کہ وہ فائدہ جو اس میں مقصود ہے وہ فقط ماضی والی کلام حاصل ہے اور ماضی پر نص کے باوجود استقبال کا استفادہ ممکن نہیں رہتا۔ (ت)

اور جب وہ فعل معنی ماضی پر بحالہ ہے تو ماضی کے لئے قد کا آنا کیا محال ہے۔

سابعًا نماز اول اگر قریب ذکراً ہے دوم قریب وقوعاً ہے اور شک نہیں کہ جدید متاخر الوقوع قدیم متاخر الذکر سے اقرب ہے۔

خامسًا ضمیر بھی مرجع قریب چاہتی ہے تکن سے قد صلیت متصل ہے تو ضمیر بھی مرجع قریب چاہتی ہے تکن سے قد صلیت متصل ہے تو ضمیر صلاۃ سابقہ کی طرف اور اس کا تقاضا اقتضائے ھذہ کا سے پہلے ہولیا۔

سادسًا شرط بلاشبہہ کنت ہے مگر معنی سببیت کہ شرط میں نفس فعل شرط میں نہیں ہوتے بلکہ مع جمیع متعلقات ان تلوتم یٰسٓ فی بیتی عند رأسی ثلاث لیال مستقبلی القبلۃ متوضئین فانتم احرار (اگر تم میرے گھر میں، میرے سر کے قریب تین راتیں باوضو قبلہ رُو ہو کر یٰسٓ پڑھو تو تم آزاد ہو۔ت) ان ساتوں قیود کے جمع ہونے سے آزاد ہوں گے مجرد تلاوت سے نہیں ہوتے خصوصاً کان جس کی دلالت حدث مطلق و زمانۂ ماضی کے سوا کسی چیز پر نہیں کما قدمنا انفا عن الرضی (جیسا کہ ہم نے رضی کے حوالے سے ابھی ذکر کیا۔ت) تو سببِ کونِ مخاطب نہیں بلکہ کونہ قد صلی یعنی تقدم ایقاع صلاۃ کہ اُس کا نافلہ ہونا اُس کے وقوع پر موقوف۔

سابعًا امر کے لئے جواب لا سکتے ہیں نہ یہ کہ امر طالب جواب ہے بخلاف قسم تو نا مستدعی جواب کا

لے شرح رضی مع الکافیہ بیان المضارع مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۲۶۴

marfat.com

Marfat.com

تقدم شرط مستدعی جزا کے اقتضا پر مرجح نہیں ہوسکتا۔

ثامناً اگر تکن جواب امری ہو تو یہ بھی تعیین احد المعنیین سے عاری ہے جزائے ان کنت نہ سہی اس سے پہلے قد صلیت کلام میں تو واقع ہے رجوع ضمیر کو اتنا ہی درکار ہے۔

بالجملہ دلائل طرفین کچھ نہیں ہیں اس تمام بیان کی حاجت نہ تھی اگر سوال میں نہ ہوتا کہ کس کی دلیلیں قبول کی جاسکتی ہیں اور طریق صحیح یہ ہے کہ

اقول اولاً کلام اس میں ہے کہ پہلے فرض بہ نیت فرض وقت میں باستجماع شرائط ادا کرچکا ہو ورنہ بداہۃً پہلی نماز نماز ہی نہ تھی یا کوئی نفل تھی اگر دوسری میں شامل نہ ہوتا جب بھی وہ نفل یا باطل ہی رہتی اور جب صورت یہ ہے تو قطعاً اس وقت پڑھنے سے فرض ذمہ سے ساقط ہوگیا اب نہ وہ وقت میں عود کرسکتا ہے نہ وقت میں دو فرض ہوسکتے ہیں تو یقیناً یہ دوسری نہ ہوگی مگر نفل۔ ہاں اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ برکت و ثواب جماعت میں حصہ ملے گا۔

كما فى حديث مالك و ابى داؤد عن ابى ايوب الانصاری رضى الله تعالٰى عنه عن النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم فذلك له سهم جمع[1]

جیسا کہ امام مالک اور ابوداؤد نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اس کے لئے جماعت کے ثواب کا حصہ ہے (ت)

واقول ثانیاً اگر ثانی فرض ہو تو طلب جماعت فرض ہو حالانکہ اس حکم کو حدیث نے مصلی کے آنے پر محمول فرمایا ہے کہ

اذا جئت الى الصلاة فوجدت الناس فصل معهم و ان كنت قد صليت[2]۔

جب تو نماز کے لئے اور لوگوں کو نماز میں پائے تو ان کے ساتھ نماز پڑھ اگرچہ تو نماز پڑھ چکا ہو (ت)

یہ نہیں فرمایا:

اذا صليت فى رحلك افترض عليك ان تاتى الجماعة فتصلى معهم۔

جب تو نے اپنے گھر میں نماز پڑھ لی تو تجھ پر فرض ہے کہ تو جماعت کی طرف آئے اور ان کے ساتھ نماز ادا کرے۔ (ت)

---

[1] سنن ابی داؤد باب من صلی فی منزلہ الخ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۸۵
مؤطا الامام مالک اعادۃ الصلوٰۃ مع الامام " میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۱۶
[2] سنن ابوداؤد باب من صلی فی منزلہ الخ " آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۸۵

marfat.com

Marfat.com

[illegible] و ترمذی و نسائی کی حدیث میں یزید بن الاسود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا صلیتما فی رحالکما ثم اتیتما مسجد جماعۃ فصلیا معھم فانھا لکما نافلۃ۔[1]

جب تم دونوں اپنے اپنے گھروں میں نماز ادا کرچکو پھر تم مسجد کی طرف آؤ تو لوگوں کے ساتھ بھی نماز پڑھو کہ (جماعت والی نماز) تمہارے لئے نفل ہوگی (ت)

بلکہ حدیث میں تخییر کی تصریح ہے کہ جی میں آئے تو شامل ہوجاؤ، سنن ابی داؤد میں عبادہ ابن صامت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال سیکون علیکم بعدی امراء تشغلھم اشیاء عن الصلٰوۃ لوقتھا حتی یذھب وقتھا فصلوا الصلٰوۃ لوقتھا فقال رجل یارسول اللہ اصلی معھم قال نعم ان شئت۔[2]

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب میرے بعد تم پر ایسے امراء آئیں گے جنھیں بعض اشیاء کی مشغولیت نماز بروقت سے غافل رکھے گی یہاں تک کہ وقت چلا جائے گا، تو تم نماز بروقت ادا کرو، ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں ان کے ساتھ نماز پڑھوں؟ فرمایا: ہاں اگر تو چاہے تو پڑھ۔ (ت)

فرض میں اختیار کیسا!

اقول والمراد بالوقت المستحب ای یؤخرون الی وقت الکراھۃ اذ ھو المعھود من اولٰئک الامراء لا ان یصلوا العصر جماعۃ بعد الغروب والعشاء بعد الطلوع۔

میں کہتا ہوں یہاں وقت سے مراد وقت مستحب ہے یعنی وہ مکروہ وقت تک نماز کو مؤخر کرینگے یہی بات ان امراء سے معروف ہے یہ نہیں کہ وہ نماز عصر کی جماعت غروب کے بعد اور نماز عشاء کی جماعت طلوع کے بعد کرینگے (ت)

---

[1] سنن النسائی اعادۃ الفجر مع الجماعۃ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۹۹
جامع الترمذی باب ماجاء فی الرجل یصلی وحدہ الخ " امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۳۰

[2] سنن ابوداؤد باب اذا اخر الامام الصلٰوۃ عن الوقت مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۶۲

marfat.com

Marfat.com

وثالثاً دارقطنی بسند صحیح عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا صلیت فی اهلك ثم ادرکت فصلها الا الفجر والمغرب[1]۔

جب تُو نے اپنے اہل میں نماز ادا کرلی پھر تُو نے جماعت کو پالیا تو اسے دوبارہ پڑھ سوائے فجر و مغرب کے۔ (ت)

فجر و مغرب کا استثنا اسی بنا پر ہوسکتا ہے کہ یہ دوسری نفل ہوکر نہ فجر میں تنفل ہے نہ نفل میں ایتار، اگر یہ فرض ہوتی تو فجر و مغرب میں ادائے فرض سے کون مانع ہے۔

ورابعاً حدیث بتا رہی ہے کہ ان میں ایک کا نفل ہونا اس کے شریک جماعت ہونے پر مرتب ہے "تکن" اگر جواب امر ہے جب تو ظاہر اور جزائے ان کنت قد صلیت ہے جب بھی مطلب یہی ہے یہ ہرگز مراد نہیں کہ جس وقت فرض پہلے پڑھے تھے اُسی وقت وہ نفل ہوئے تھے چاہے بعد کو جماعت ملتی یا نہیں، شریک ہوتا یا نہیں، اور جب ترتب نفلیت شرکت پر ہے اب اگر اس ایک سے نماز دوم مراد لو تو بے تکلف مستقیم ہے کہ یہ نفل اُسے شرکت ہی سے ملیں گے، اور اگر اول مراد لو تو معنی یہ ہوں گے کہ اب تک اُس سے فرض ادا ہوئے تھے اس جماعت کی شرکت اُن فرضوں کو نفل کی طرف منقلب کردے گی اور یہ کہ حتماً مطلوب نہ تھی فرض واقع ہوگی، ان دونوں باتوں کے لئے شرع میں نظیر نہیں۔

وخامساً مسند احمد و صحیح مسلم میں ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف اذا کانت علیك امراء یمیتون الصلاۃ او قال یؤخرون الصلاۃ عن وقتها قال قلت فما تأمرنی قال صل الصلٰوۃ لوقتها فانها لك نافلة[2]۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تمہارا حال کیا ہوگا جب تم پر ایسے امراء مسلط ہوں گے جو نماز کو فوت کریں گے، یا فرمایا، وہ نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کرینگے۔ کہا میں نے عرض کیا: حضور! آپ کا میرے لئے کیا حکم ہے؟ فرمایا: تم نماز اپنے وقت پر پڑھو، پھر اگر ان کے ساتھ جماعت پالے تو نماز پڑھ لے کہ یہ تیرے لئے نفل ہوجائیگی (ت)

---

[1] المصنف لعبد الرزاق باب الرجل یصلی فی بیتہ ثم یدرک الجماعۃ حدیث ۳۹۳۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۴۲۲
کنز العمال اعادۃ الصلٰوۃ حدیث ۲۲۸۳۲ مطبوعہ مؤسستہ الرسالۃ بیروت ۸/۲۶۲

[2] صحیح مسلم باب کراہۃ تاخیر الصلٰوۃ عن وقتہا الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۳۰

marfat.com

Marfat.com

[illegible] جماعات نماز ثانی کی طرف راجع ہے اعلیٰ کی طرف ارجاع بعید عن الفہم ہونے کے [illegible] ارشاد اقدس صلوا الصلوٰۃ لوقتہا (نماز کو اس کے وقت پر پڑھو۔ ت) کے منافی ہے کہ پہلی کو [illegible] وقت میں پڑھنا اوقات فرائض کے لئے ہیں نہ کہ نفل کے واسطے۔

وسادسًا حدیث مذکور عبادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مسند احمد رحمہ اللہ تعالٰی میں یوں ہے کہ فرمایا: [illegible] صلوا معہم تطوعًا[1] (تم اپنی نماز کو ان کے ساتھ نفل بنالو۔ ت) اس میں صاف تصریح ہے کہ یہ دوسری نفل ہوگی۔

سابعًا اگر یہی مانا جائے کہ نافلہ پہلی اور مکتوبہ دوسری کو فرمایا تو فقیر کے ذہن میں یہاں ایک نکتہ بدیعہ ہے ظاہر ہے کہ نماز تنہا ناقص اور جماعت میں کامل ہے، جس نے فرض اکیلے پڑھ لئے پھر نادم ہوکر جماعت میں ملا تو قضیۂ اصل و حکم عدل یہ ہے کہ اس کے فرض ناقص اور نفل کامل ہوئے مگر اس کی ندامت اور جماعت کی برکت نے یہ کیا کہ سرکار فضل نے اس کامل کو اس کی فہرست فرائض میں داخل فرمالیا اور ناقص کو نفل کی طرف پھیر دیا تو یہ نفل کامل فرض لکھے گئے اور وہ فرض ناقص نفل میں محسوب ہوئے کہ کمال فرض کا جمال فضل پائے اور یہ اس کی رحمت سے بعید نہیں جو فرماتا ہے:

اولٰئک یبدل اللہ سیاٰتہم حسنٰت۔[2] اللہ تعالٰی لوگوں کے گناہوں کو نیکیوں کے ساتھ بدل دیتا ہے (ت)

جب اس کا کرم گناہوں کو نیکیوں سے بدل لیتا ہے نفل کو فرض میں گن لینا کیا دشوار ہے۔ اب حاصل یہ رہا کہ ہے تو پہلی ہی فرض اور دوسری نفل مگر رحمتِ الٰہی اس نفل کو فرض میں شمار فرمائے گی اسی طرف مشیر ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کا ارشاد جب ان سے پوچھا گیا میں ان دونوں میں کس کو اپنی نماز یعنی فرض تصور کروں؟ فرمایا:

او ذٰلک الیک انما ذٰلک الی اللہ عزوجل یجعل ایتہما شاء[3]۔ رواہ الامام مالک ھذا ما عندی ، والعلم بالحق

یہ کیا تیرے ہاتھ ہے، یہ تو اللہ کے اختیار میں ہے ان میں جسے چاہے (فرض) شمار فرمائے گا۔ اسے امام مالک نے روایت کیا، یہ میری تحقیق ہے

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی ابن امراۃ عبادہ رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۶/۷

[2] القرآن ۲۵/۷۰

[3] مؤطا امام مالک اعادۃ الصلوٰۃ مع الامام مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۱۶

marfat.com

Marfat.com

عند ربی۔ حق کا علم میرے رب کے ہاں ہے (ت)

ظہر وجمعہ وعشا نفلاً دوبارہ پڑھ سکتا ہے نمازِ عید کے ساتھ تنفل شرع سے ثابت نہیں۔ حدیث دُوسرے روز ملنے پر کسی طرح دلیل نہیں کہ وہ اُس صورت میں ہے کہ یہ نماز تنہا پڑھ چکا اب اُس کی جماعت قائم ہوئی، حدیث محجن رضی اللہ تعالٰی عنہ میں تھا:

کنت قد صلیت فاقیمت الصلٰوۃ۔[1] تُو نے نماز پڑھ لی پھر نماز کے لئے تکبیر کہی گئی (ت)

حدیث ابوایوب رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہے:

یصلی احدنا فی منزلہ الصلاۃ ثم یاتی المسجد فتقام الصلاۃ۔[2] جب ہم کوئی اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے پھر مسجد کی طرف آتا ہے پھر نماز کی جماعت کھڑی ہوجائے (ت)

حدیث ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ میں تھا: فان ادرکتھا معھم[3] (پس اگر تُو ان کے ساتھ نماز کو پائے۔ ت) سنن ابی داود میں حدیث یزید بن الاسود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ایک لفظ یہ ہیں:

اذا صلی احدکم فی رحلہ ثم ادرک الصلاۃ مع الامام فلیصلھا معہ فانھا لہ نافلۃ۔[4] جب کسی نے گھر پر نماز پڑھ لی پھر امام کے ساتھ نماز پالی تو اس کے ساتھ بھی نماز پڑھے کہ یہ اس کے لئے نفل ہوجائے گی (ت)

حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما میں تھا اذا صلیت فی اھلک ثم ادرکت[5] (جب تُو نے اپنے اہل میں نماز پڑھ لی پھر تُو نے جماعت کو پایا۔ ت) حدیث اخیر ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما میں ہے: اصلی فی بیتی ثم ادرک الصلاۃ فی المسجد مع الامام[6] (میں اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہوں پھر میں امام

---

[1] مسند احمد بن حنبل	حدیث محجن الدیلمی	، دارالفکر بیروت	۴/۱۱۵
سنن النسائی	اعادۃ الصلٰوۃ مع الجماعۃ	، مکتبہ سلفیہ لاہور	۱/۹۹
مشکوٰۃ المصابیح	الفصل الثالث من باب من صلی مرتین	، مجتبائی دہلی	ص ۱۰۳
[2] سُنن ابوداود	باب من صلی فی منزلہ الخ	، آفتاب عالم پریس لاہور	۱/۸۵
[3] صحیح مسلم	باب کراہتہ تاخیر الصلٰوۃ عن وقتہا الخ	، نور محمد اصح المطابع کراچی	۱/۲۳۰
[4] سنن ابوداود	باب من صلی فی منزلہ الخ	، آفتاب عالم پریس لاہور	۱/۸۵
[5] المصنف لعبدالرزاق	باب الرجل یصلی فی بیتہ الخ	، المکتب الاسلامی بیروت	۲/۴۲۲
[6] مؤطا الامام مالک	اعادۃ الصلٰوۃ مع الامام	، میر محمد کتب خانہ کراچی	ص ۱۱۵

marfat.com

Marfat.com

سے... پالیتا ہوں۔ ت) دوسرے روز اس نماز کی جماعت نہیں ہوسکتی آج کی ظہر، ظہر دیروزہ کی ... امام ومقتدی کا قضا وادا میں اختلاف مبطل اقتدا ہے اور دوسرے دن اگر لوگ کل کی قضا جماعت پڑھتے ہوں تو اسے علاوہ اس کے نہیں گے اور واجب تو اسے علاقہ ہی نہیں کہ وہ یا وتر ہے یا نماز عیدین اول میں تنفل کرتا اور ثانی میں شریعت مطہرہ سے ثابت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۹ از کانپور محلہ بوچڑ خانہ مولوی نثار احمد صاحب ۲۰ صفر ۱۳۳۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حامدا و مصلیا و مسلما (اللہ تعالیٰ کی حمد اور حضور علیہ السلام کی خدمت میں صلوٰۃ وسلام عرض کرتے ہوئے۔ ت)۔ حضرات علمائے کرام ادام اللہ بقاء ہم علیٰ رؤس المسلمین وحماہم۔ ان چند سوالوں کا جواب مرحمت فرمائیں،

(۱) یہ کہ اختلاف علماء ہو یوم النحر میں، تو قربانی کو احتیاطاً ایک روز مؤخر کرانے والا اختلافِ علماء سے بچنے کے لئے مجرم ہے یا نہیں۔

(۲) سہ شنبہ ۱۰ ذی الحجہ کو عید الاضحیٰ کی نماز واجب کی نیت سے پڑھانے والا امامت سے بوجہ ثبوت شرعی ماننے کے اور چہارشنبہ کو اُس جگہ حاضر ہو کر جہاں عید الاضحیٰ بوجہ ثبوت کامل نہ ہونے کے عید سہ شنبہ کو نہیں ہوئی تھی بلکہ آج چہارشنبہ کو عید الاضحیٰ تھی اور جماعت میں شریک ہوگیا نفل نیت سے مجرم ہُوا یا نہیں۔

(۳) سہ شنبہ کو امامت وخطبہ کے بعد احتیاطی جملہ کا تلفظ اور دوسرے روز اُسی کا جماعت میں بہ نیت نفل شریک ہونا لوگوں کو شبہہ دلاتا ہے کہ اس نے اپنی نماز دُہرالی اور ہم لوگوں کی نمازیں خوب خراب کیں مگر امام کو دوشنبہ کو اعلان وقت نماز کے یقین تھا عید کا 'اور راضی تھا' اور خود سہ شنبہ کو وہ ایک اعلان دینے پر راضی تھا کہ میں نے ثبوت کو یقین جان کر بہ نیت واجب پڑھی اور امام ہو کر اقرار کرتا ہے اصرار سے کہ واجب یقینی جان کر پڑھائی اور احتیاطی جملہ میں بھی یہ عرض کیا کہ دینی بھائیو! آج عید ہے اور اکثر جگہ ہے، نماز بھی عید کی پڑھی گئی مگر قربانی کل کرنے میں احتیاط ہے، ایسی اختلافی حالت میں کس کے قول کو مانا جائے امام کے قول کو یا مقتدیوں کے۔

(۴) پڑھی ہُوئی نماز نفل کی نیت سے پھر پڑھنا حنفیوں کے نزدیک حدیث یزید ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو باب "من صلی الصلاۃ مرتین" میں ہے' سے ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔

(۵) اس حدیث میں وان کنت قد صلیت (اگرچہ تُو نے نماز پڑھ لی ہو۔ ت) میں ان وصلیہ ہے یا شرطیہ، اولیٰ وصلیہ ہوتا ہے یا شرطیہ۔

marfat.com

Marfat.com

(۶) آیہ کریمہ و من تطوع خیرا فھو خیرلہ (اور جو کوئی اپنی طرف سے نیکی زیادہ کرے تو وہ اس کیلئے بہتر ہے۔ ت) اور من تطوع خیراً فان اللہ شاکر علیم (جو کوئی اپنی طرف سے اچھائی کرے تو اللہ تعالٰی نیکی کا صلہ دینے والا اور جاننے والا ہے۔ ت) عبادات مالیہ اور بدنیہ جس میں نفل نماز بھی داخل ہے کوئی ثابت کرے تو استدلال درست ہے یا نہیں اور معطوف علیہ نہ ہونے کی وجہ سے تحریر میں بغیر واؤ کے لکھنے والا اور آیۂ ثانیہ میں بغیر ف ترتیبیہ کے لکھنے والا غلطی کرنے والا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا رحمکم اللہ تعالٰی۔

الجواب

(۱) محلِ اختلاف علماء میں مراعات خلاف جہاں تک ارتکاب مکروہ کو مستلزم نہ ہو بالاجماع مستحب ہے، مستحب جُرم نہیں ہوتا بلکہ اسے جرم کہنا جُرم ہے، درمختار میں ہے:

یندب للخروج من الخلاف لاسیما للامام لکن بشرط عدم ارتکاب مکروہ مذھبہ[1]۔

اختلاف سے نکلنا مستحب ہے خصوصاً امام کے لئے، لیکن شرط یہ ہے کہ اپنے مذہب میں مکروہ کا ارتکاب لازم نہ آئے (ت)

(۲) جبکہ اس نے ثبوت شرعی پایا اور روزِ سہ شنبہ کو روزِ عید جان کر بہ نیت واجب نماز عید ادا کی اور دوسرے جن کو ثبوت نہ پہنچنے کے باعث اُن پر شرعاً آج عید واجب تھی اُن کی جماعت جماعتِ روزِ اول تھی اور سہ شنبہ کے دن پڑھنے والے کے نزدیک اگرچہ جماعت روزِ دوم تھی مگر امامِ صالح امامت عید اور اُس کے مقتدیوں نے کل ادا نہ کی تھی اور یہاں تاخیر بالعذر بالاجماع بلاکراہت جائز ہے اور عدمِ تحقیق ثبوت عندہم سے بڑھ کر اور کیا عذر ہوسکتا ہے بہرحال یہ نمازِ امام وقوم اور اس کل پڑھنے والے سب کے نزدیک جماعت واجبہ تھی تو اس کا بہ نیت نفل اُس میں مل جانا ہرگز جرم نہیں ہوسکتا جرم نہیں مگر مخالفت امر اللہ یہاں کون سے امر اللہ کا خلاف ہُوا اتقولون علی اللہ ما لا تعلمون[2] (کیا تم اللہ کے بارے میں ایسی بات کہتے ہو جسے تم نہیں جانتے۔ ت) ہاں اگر ایک دن نماز عید ہو کر دوسرے دن مطلقاً ناجائز ہوتی حتی کہ اُس امام صالح امامت عید وقوم کو بھی جس نے کل بعذر نہ پڑھی تو البتہ اسے شریک ہونا جرم ہوتا اگرچہ اُن پر جرم کیسا، وہ اپنا ادائے واجب کر رہے تھے کہ اُن کو کل کا ثبوت نہ پہنچا تھا مگر اس کے اعتقاد میں تو عید کل ہوچکی تھی آج

---

[1] درمختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۷

[2] القرآن ۲/۸۰

marfat.com

Marfat.com

[illegible] میں نماز ناجائز تھی تو یہ اپنے اعتقاد کی رُو سے ایک ناجائز فعل میں شرکت کرتا اور مجرم ہوتا فان المرء مواخذ بزعمه (ہر آدمی کا مواخذہ اس کے زعم واعتقاد پر ہوگا۔ت) مگر ایسا نہیں بلکہ قطعاً جائز ہے کما نصوا علیه قاطبة (جیسا کہ اس پر تمام فقہاء نے نص کی ہے۔ت) تو ایک بات جائزہ میں متنفلاً شریک ہوتا کس نے منع کیا نمازِ عید نمازِ جنازہ نہیں جس سے تنفل میں شرعاً عدمِ جواز کا حکم ثابت ہے، بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

لا یصلی علی میت الا مرة واحدة لا جماعة ولا وحدانا عندنا لما روی ان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم صلی علی جنازة فلما فرغ جاء عمر رضی الله تعالٰی عنه ومعه قوم فاراد ان یصلی ثانیا فقال له النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم الصلٰوة علی الجنازة لا تعاد ولکن ادع للمیت واستغفر له وھذا نص فی الباب (الٰی قوله) دلیل علی عدم جواز التکرار[1]

ہمارے نزدیک میت پر فقط ایک دفعہ نماز ادا کی جائے گی دوبارہ نہیں، نہ تنہا نہ جماعت کے ساتھ، کیونکہ منقول ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جنازہ پڑھایا جب فارغ ہوئے تو حضرت عمر اور ان کے ساتھ کچھ لوگ آئے اور انھوں نے دوبارہ جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنازہ کی نماز لوٹائی نہیں جا سکتی البتہ میت کے لئے دعا اور استغفار کرو، یہ اس باب میں نص ہے (یہاں تک) یہ تکرار کے عدمِ جواز پر دلیل ہے۔(ت)

صلاۃِ عید میں نہی کہاں، ہاں ثبوت بھی نہیں، پھر عدمِ ثبوت کو ثبوتِ عدم سے کیا علاقہ وھذا بحث لقد فرغنا عنه فی الرد علی الوھابیة مرارًا (یہ وہ بحث ہے جس کو ہم وہابیوں کے رد میں بارہا تفصیلاً بیان کرچکے ہیں۔ت) غایت یہ کہ بے طلبِ شرع بے وجہ ہے جبکہ کوئی عارض خاص نہ ہو مثلاً مرید یا تلمیذ یا ابن کے نزدیک کل ثبوت شرعی ہوگیا تھا پڑھ لی شیخ یا استاذ یا اب کے یہاں آج ملنے کو حاضر ہُوا اُن کے نزدیک آج عید ہے یا نماز کو کھڑے ہُوئے اب اُن کی مخالفت اس امر میں کہ شرعاً ممنوع و حرام نہیں معیوب و قبیح ہے لہذا متنفلاً شریک ہوگیا تو یہ صورت بے وجہ بھی نہیں بلکہ بوجہ وجیہ ہے، امام مجتہد مطلق عالم قریش سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے تو جب مزار مبارک امام الائمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حضور نمازِ صبح پڑھائی دعائے قنوت نہ پڑھی نہ بسم اللہ و آمین جہر سے کہی نہ غیر تحریمہ میں رفع یدین فرمایا علی ما فی الروایات (جیسا کہ روایات میں ہے)

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی صلٰوۃ الجنازہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۱۱

marfat.com

Marfat.com

خود اپنا مذہب مجتہد نے ترک کیا اور عذر بھی بیان فرمایا کہ مجھے ان امام اجل سے شرم آتی کہ ان کے سامنے ان کا خلاف کروں کما بیناہ فی حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات (جیسا کہ ہم نے "حیات الموات فی بیان سماع الموات" میں بیان کیا ہے۔ ت)

(۳) امام اپنے قلب سے نیت کرتا ہے اور قلب غیب ہے اور زبان اُس کا ذریعہ بیان۔ ہر مسلم اپنے مافی الضمیر پر امین ہے جب تک ظاہر اس کا مکذب نہ ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

افلا شققت عن قلبہ حتی تعلم اقالہا ام لا[1] رواہ مسلم۔

کیا تُو نے اس کا دل چیر کر دیکھا ہے حتی کہ تُو نے جان لیا کہ اس نے دل سے کہا یا نہیں۔ اسے مسلم نے روایت کیا (ت)

مقتدیوں کا یہ وسوسہ بدگمانی ہے اور بدگمانی حرام،

قال تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[2] وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب[3] الحدیث۔

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے اے ایمان والو! بہت زیادہ ظن سے بچا کرو کیونکہ بعض ظن گناہ ہو جاتے ہیں۔ اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑی جھوٹی بات ہے (ت)

(۴) ہاں ثابت ہے کما فصلناہ فی الفتوی السابقۃ بما لا مزید علیہ (جیسا کہ ہم نے سابقہ فتوٰی میں اس کی تفصیل بیان کی جس پر اضافہ نہیں ہو سکتا۔ ت) فجر و مغرب کا حدیث میں استثناء فرمایا[4] رواہ الدارقطنی بسند صحیح عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (اسے دارقطنی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بیان کیا ہے۔ ت) تعلیل حکم نے فجر سے عصر مغرب سے وتر

---

[1] صحیح مسلم باب تحریم قتل الکافر بعد قول لا الٰہ الا اللہ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۶۸

[2] القرآن ۴۹/۱۲

[3] صحیح البخاری کتاب الوصایا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۸۴

[4] المصنف لعبدالرزاق باب الرجل یصلی فی بیتہ الخ حدیث ۳۹۲۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۴۲۲
کنز العمال اعادۃ الصلوٰۃ حدیث ۲۲۸۳۲ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۸/۲۶۲

marfat.com

Marfat.com

...منیب ہے۔

(۵) وصلیہ اولٰی ہے بدلیل حدیث محجن رضی اللہ تعالٰی عنہ،

عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا جئت المسجد وکنت قد صلیت فاقیمت الصلوٰۃ فصل مع الناس وان کنت قد صلیت۔[1]

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جب تو مسجد میں آئے جبکہ تو نماز ادا کرچکا تھا پس جماعت کھڑی ہوگئی تو تُو لوگوں کے ساتھ نماز ادا کر اگرچہ تُو نے نماز پڑھ لی تھی (ت)

یہ وہی مضمون وحکم ہے اور اس میں وصلیہ متعین والحدیث خیر تفسیر للحدیث (ایک حدیث دوسری حدیث کے لئے سب سے بہتر تفسیر ہوتی ہے۔ت)

(۶) ہاں درست ہے جہاں شرع مطہر سے ممانعت ثابت نہ ہو اور یہ عموم آیہ کریمہ کی تخصیص نہیں بلکہ وُہ (ممنوع) عموم میں داخل ہی نہیں کہ من تطوع خیرا فرمایا ہے اور ممنوع خیر نہیں کہ خیر ممنوع نہیں۔ **اقول** تحقیق مقام یہ ہے کہ شے مطلوب الفعل او الترک باحد الطلبین الجازم وغیرہ ہوگی یا لا ولا یہیں سے احکام خمسہ پیدا ہوئے اُن کا خامس مباح وتمام الکلام فیہ بحیث لا یوجد فی شیئ من الکتب فی رسالتنا الجود الحلو فی ارکان الوضوء (اس سے متعلق تحقیق ہمارے رسالے "الجود الحلو فی ارکان الوضو" میں ہے جو کسی اور کتاب میں نہیں ملے گی۔ت) اربع اول کو ثبوت درکار اور عدم ثبوت طرفین کا نتیجہ خامس مگر یہ خامس کسی مستحسن کے نیچے اندراج اور نیت حسنہ کے اندراج سے مستحسن ہوجاتا ہے جیسے نیت قبیحہ سے مستقبح فعل لوح سادہ ہے اور نیت نقش صورت اخیرہ میں وہ مکروہ حرام اور اس سے بدتر ہوسکتا اور اولٰی میں تطوع ہوکر دونوں آیہ کریمہ کے عموم میں آئے گا۔ اشباہ و ردالمحتار وغیرہما میں ہے:

المباحات تختلف صفتہا باعتبار ما قصدت لاجلہ فاذا قصد بہا التقوی علی الطاعات او التوصل الیہا کانت عبادۃ کالاکل و النوم واکتساب المال والوطئ[2] انتہی

مباحات کا مختلف نیات کے اعتبار سے حکم مختلف ہوجاتا ہے پس جب اس سے طاعات پر قوت یا طاعات کی طرف ایصال منصور ہو تو یہ عبادات ہوں گی مثلاً کھانا پینا، سونا، حصول مال اور وطی کرنا انتہی (ت)

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثالث من باب من صلی مرتین مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۱۰۳
موطا الامام مالک اعادۃ الصلوٰۃ مع الامام مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۱۵
مسند احمد بن حنبل حدیث محجن الدیلمی " دارالفکر بیروت ۴/ ۳۴

[2] الاشباہ والنظائر بیان دخول النیۃ فی العبادات ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۳۴

marfat.com

Marfat.com

لہذا مسئلہ دائرہ میں یہ حکم نہ دیں گے کہ نماز عید دوبارہ پڑھنا مستحب ہے کہ یہ طلب شرعی سے خبر دے گا یعنی شرعاً مطلوب ہے کہ دوبارہ پڑھے اور یہ باطل ہے کہ اس کو ثبوت درکار اور ثبوت نہیں ولہذا اس کا فعل بے وجہ ہوگا کہ سبب نہیں یہ اس کا فی نفسہ حکم ہے پھر اگر خارج سے وجہ پیدا ہو مثلاً یہ امام متبرک ہے یا اس جماعت میں وُہ لوگ ہیں جن کے ساتھ پڑھنے میں امید رحمت ہے کہ ھم القوم لایشقی بھم جلیسھم[۱] (وُہ ایسی قوم ہیں جن کا ساتھی اور ہم نشین بدبخت نہیں ہوتا۔ ت) یا وُہ وجہ جو ہم نے نمبر دوم میں بیان کی کہ معظم دینی سے موافقت و محو صورت مخالفت، تو یہ سب نیت محمودہ ہیں اور مباح نیت محمودہ سے محمود اور محمود کا ادنی درجہ نفل خصوصاً نماز کہ

الصلوٰۃ خیر موضوع فمن استطاع ان یستکثر منھا فلیستکثر[۲] رواہ الطبرانی فی الاوسط عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

نماز سب سے بہترین عمل ہے اس میں جتنا بھی کوئی اضافہ کرسکتا ہے کرے۔ اسے طبرانی نے اوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے (ت)

یوں تحت کریمتین داخل ہوگا، کشف الغمہ میں امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے ہے:

فکان رضی اللہ تعالٰی عنہ لاینھی احدا تطوع لبثئی زائدا علی السنۃ و یقول فمن تطوع خیرا فھو خیرلہ[۳]۔

حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کسی کو بھی سنت سے زائد نوافل سے نہ روکتے اور فرماتے جو نیکی میں اضافہ کرنا چاہتا ہے اس کے لئے یہ بہتر عمل ہے۔ (ت)

رہا کریمتین میں ترک واو و فا یہ لکھنا تلاوت قرآن کا وقت نہ تھا بلکہ استدلال کا اور ترک کسی ایسے حرف کا نہ کیا جس پر نظماً یا معنیً صحت کو توقف یا موجب تغیر ہو تو اسے کسی طرح غلطی نہیں کہہ سکتے۔ ابن ابی حاتم و بیہقی نے امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے روایت کی:

ان رجلا سأل علیا عن الھدی مما ھو فقال من الثمانیۃ الازواج فکان الرجل شك فقال ھل تقرأ القراٰن قال نعم قال فسمعت اللہ یقول لیذکروا اسم اللہ علی ما رزقھم

ایک آدمی نے حضرت علی سے ہدی (قربانی) کے بارے میں پُوچھا کہ وہ کیا ہے؟ فرمایا آٹھ جوڑوں میں سے، اس آدمی کو شک گزرا، فرمایا کیا تُو نے قرآن حکیم پڑھا ہے؟ عرض کیا: ہاں۔ فرمایا کیا تو نے یہ سُنا ہوگا کہ اللہ تعالٰی

---

[۱] صحیح مسلم باب فضل مجالس الذکر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۴۴/۲
[۲] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی اوسط باب فضل الصلوٰۃ " دار الکتاب بیروت ۲۴۹/۲
[۳] کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ باب صلوٰۃ العیدین " دار الفکر بیروت ۱۹۱/۱

marfat.com

Marfat.com

[illegible] ومن الانعام حمولة وفرشا۔ قال نعم فسمعته یقول من الضأن اثنین ومن المعز اثنین ومن الابل اثنین ومن البقر اثنین قال نعم [1]

فرماتا ہے "چاہیے کہ وہ اللہ کا نام ذکر کریں اس کے دئے ہوئے بے زبان چوپایوں پر، اور چوپایوں میں سے بعض وہ ہیں جو بوجھ اٹھانے والے اور کچھ زمین پر بچھے"، میں نے عرض کیا ہاں، فرمایا تُو نے یہ بھی سُنا ہوگا کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے ایک جوڑا بھیڑ کا، ایک جوڑا بکری کا، ایک جوڑا اونٹ کا اور ایک جوڑا گائے کا۔ فرمایا ہاں۔ (ت)

امیرالمومنین نے ایک آیت سترھویں پارے کی لی ایک آٹھویں کی اور اُن کو سیاق واحد میں ذکر فرمایا دوبارہ سورۂ انعام کی آیتوں میں خاص وسط میں سے اتنے جملے چھوڑ دئے:

قل ءآلذکرین حرم ام الانثیین اما اشتملت علیہ ارحام الانثیین نبئونی بعلم ان کنتم صٰدقین۔

تم فرماؤ کیا اس نے دونوں نر حرام کئے یا دونوں مادہ، یا وُہ جسے دونوں مادہ پیٹ میں لئے ہیں کسی علم سے بتاؤ اگر تم سچے ہو۔ (ت)

اب یہاں کیا حکم ہوگا نبئونی بعلم ان کنتم صٰدقین۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۹۱: از شہر کہنہ بریلی محلہ کانکر ٹولہ مسئولہ محمد ظہور خاں صاحب ۱۳ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فجر کی نماز امام پڑھا رہا ہے اب دوسرا نمازی آیا تو شامل جماعت ہوجائے یا اول سنّت ادا کرے، اگر مسجد چھوٹی ہے یا صحنِ مسجد قلیل ہے اور کانوں میں امام کی آواز آرہی ہے ایسی صورت میں ادائیگی سنّت کس صورت سے ہونا چاہئے، یا بلا ادائگی سنت شامل ہوجائے اور سنت بعد طلوعِ آفتاب ہونا بہتر ہے یا اوّل یعنی جماعت میں جو شامل ہوگیا تھا اس کے بعد؟

الجواب

اگر جانتا ہے کہ سنّتیں پڑھ کر جماعت میں شامل ہوسکے گا اور صف سے دُور سُنّتیں پڑھنے کو جگہ ہے تو پڑھ کر ملے ورنہ بے پڑھے، پھر بعد بلندیٔ آفتاب پڑھے، اس سے پہلے پڑھنا گناہ ہے، کان میں آواز آنے کا اعتبار نہیں، امام اندر پڑھ رہا ہو باہر پڑھے، باہر پڑھتا ہو اندر پڑھے، حدِ مسجد کے باہر پاک جگہ پڑھنے کو ہو تو سب سے بہتر۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۹۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض نمازیوں کی کسی دنیاوی ضرورت کی وجہ سے

---

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی باب الہدایا من الابل والبقر والغنم مطبوعہ دار صادر بیروت ۵/ ۲۲۹

marfat.com

Marfat.com

مثلاً بازار کو خرید و فروخت کے لئے جانا ہوتا ہے تو اس کے لئے ان کی رعایت سے وقت مستحب پر نماز کو ترک کرنا اور اول وقت پڑھنے میں کچھ قباحت تو نہیں ہے یا امام کو وقت مستحبہ پر پڑھنا چاہئے مثلاً عصر کے وقت کے بعد گزرنے دو مثل سایہ کے پندرہ بیس منٹ کا وقفہ اذان وصلوٰۃ کے لئے دے کر جماعت کرنے میں افضلیت تو ترک نہ ہو گی۔

الجواب

عام جماعت کو ضرورت ہو تو حرج نہیں ایک کے لئے جماعت منتشر کرنا یا سب کو ترک وقت مستحبہ کی طرف بلانا بے جا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۹۳ سیکریٹری انجمن مشفق المسلمین محلہ ابراہیم پورہ بریلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مبتلائے جذام کو جس سے طبا اجتناب واجب ہے اور مسلمانان محلہ اُس کے دخول مسجد واستعمال ظروف سے حذر کرتے ہیں مسجد میں بغرض شرکتِ جماعت وغیرہ آنے سے شرعاً بغرض فائدہ عوام روکا جاسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

ہاں جبکہ اس کے آنے سے مسجد میں نجاست کا ظن غالب ہو تو وجوباً اور ایسا نہ ہو صرف نفرت عوام و احتمال تقلیل جماعت ہو تو استحباباً۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۹۴ - ۸۹۵ حافظ نجم الدین گنده نالہ بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک شخص کو غسل کی حاجت ہے اگر وہ غسل کرتا ہے تو فجر کی نماز قضا ہوئی جاتی ہے تو اس وقت اسے کیا کرنا چاہئے۔

(۲) جبکہ امام رکوع میں ہے اور ایک شخص ایک تکبیر کہہ کر شاملِ جماعت ہو گیا تو یہ تکبیر تحریمہ ہوئی یا مسنونہ، اس صورت میں نماز اس مقتدی کی ہو گی یا نہیں؟

الجواب

(۱) تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور غسل کر کے پھر اعادہ کرے۔

(۲) اگر اس نے تکبیر تحریمہ کہی یعنی سیدھے کھڑے ہوئے تکبیر کہی کہ ہاتھ پھیلائے تو زانو تک نہ جائے تو نماز ہو گئی اور اگر تکبیر انتقال کہی یعنی جھکتے ہوئے تکبیر کہی تو نماز نہ ہو گی اسے دو تکبیر کہنے کا حکم ہے تکبیر تحریمہ اور تکبیرِ انتقال، پہلی تکبیر تحریمہ قیام کی حالت میں اور دوسری تکبیرِ انتقال رکوع کو جاتے ہوئے۔ درمختار

marfat.com

Marfat.com

لوجد الامام راكعا فكبر منحنيا ان الى القيام اقرب صح ولغت فيه تكبيرة الركوع[1] واللّٰہ تعالٰی اعلم

اگر کسی نے امام کو حالتِ رکوع میں پایا تو اس نے جھکے ہوئے تکبیر کہی اگر یہ مقتدی قیام کے زیادہ قریب ہو تو درست ہے اور اس کی تکبیرِ رکوع لغو ہوجائے گی۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۸۹۶: دو شخص ایک چٹائی ایک مصلے پر جدا جدا برابر کھڑا ہو کر ایک ہی نماز فریضہ قبل جماعت یا بعد جماعت پڑھ رہے ہیں ان کی نماز ہوجائے گی یا نہیں؟

الجواب

نماز تو ہر طرح ہوجائے گی لیکن قبل جماعت الگ الگ پڑھیں اور ایک کا حال دوسرے کو معلوم ہو اور ان میں ایک قابلِ امامت ہے اس کو کوئی عذر شرعی نہ ہو تو ان پر ترکِ جماعت کا الزام ہے۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۹۷: از شہر بریلی محلہ باغ احمد خاں ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

جماعتِ جمعہ کے اندر پہلی صف میں دو یا تین شخص جن کی داڑھی منڈی ہوئی اور ایک شخص کی کتری ہوئی اس نے یہ لفظ کہا کہ بزرگ لوگ پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں وہ اگلی صف میں آجائیں اور منڈی اور کتری ہوئی پیچھے چلے جائیں، لہٰذا اس نے گناہ کیا یا نہیں، اور اگلی صف میں منڈی ہوئی ہیں اور پیچھے صف میں پرہیزگار اور متقی ہیں ان کو پہلی صف میں لے جائیں اور منڈی ہوئی کو پیچھے ہٹایا جائے یا نہیں، اور وہ لوگ جن کی داڑھی منڈی ہوئی ہے اس مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد کو نماز پڑھنے کو جاتے ہیں اور ایک کے ساتھ ایک یا دو داڑھی والے بھی جاتے ہیں اس بات کو ان لوگوں نے نہایت ناگوار معلوم کیا۔

الجواب

داڑھی کترانا منڈانا حرام ہے اور اس کے مرتکب فاسق ان کو تفہیم ہدایت کی جائے، بہتر یہ ہے کہ امام کے قریب دانشور لوگ ہوں، حدیث میں فرمایا:

لیلینی منکم اولوا الاحلام والنھی[2]۔

تم میں سے دانشور اور عقلمند لوگوں کو میرے قریب ہونا چاہئے۔ (ت)

---

[1] درمختار فصل واذا اراد الشروع فی الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۴

[2] صحیح مسلم باب تسویۃ الصفوف 〃 قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۱

marfat.com

Marfat.com

اور وہی دانشور ہے جو متقی ہو، متقیوں کو چاہیئے تھا کہ یہی پہلے آتے کہ سب سے اول میں جگہ پاتے اب کہ وہ دوسری قسم کے لوگ پہلے آگئے تو انھیں مناسب ہے کہ متقیوں کے لئے جگہ خالی کردیں ورنہ انھیں ہٹانے کی کوئی وجہ نہیں خصوصاً جبکہ سبب فتنہ ہو اعمال میں ہدایت نرمی سے چاہیئے کہ سختی سے ضد نہ بڑھے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۹۸ از شہر بانس منڈی مسئولہ محمد جان بیگ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص پانچوں وقت کی نماز ادا کرتا ہے اور صوم وصلوٰۃ کا بھی پابند ہے مگر مسجد میں صرف تین وقت کی نمازیں ظہر وعصر ومغرب باقی عشاء وفجر کی اپنے مکان پر تنہا پڑھتا ہے اور وجہ تنہائی میں پڑھنے کی یہ ہے کہ بعد نمازِ عشاء وفجر کے وظیفہ میں زیادہ وقت لگتا ہے اور قرآن عظیم کی تلاوت بھی کرتا ہے تنہا پڑھنے میں علیحدہ کوئی حرج تو نہیں ؛

الجواب

پانچوں وقت کی نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ واجب ہے ایک وقت کا بھی بلا عذر ترک گناہ ہے وظیفہ وتلاوت باعث ترک نہیں ہوسکتے فرض مسجد میں با جماعت پڑھ کر وظیفہ وتلاوت مکان پر کرے ورنہ صورت مذکورہ فسق وکبیرہ ہے فان کل صغیرۃ بالاعتیاد کبیرۃ وکل کبیرۃ فسق (ہر صغیرہ گناہ کو معمول اسے کبیرہ بنادیتا ہے اور ہر کبیرہ گناہ فسق ہے ۔ ت) حدیث میں ہے ظلم اور کفر نفاق سے ہے ۔ یہ بات کہ آدمی اللہ کے منادی یعنی مؤذن کو پکارتا سُنے اور حاضر نہ ہو وہ وظیفہ وتلاوت کہ جماعت ومسجد سے روکیں وظیفہ وتلاوت نہیں بلکہ ناجائز ومعصیت ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۹۹ از اسیریاں محلہ سادات ضلع فتح پور مسئولہ حکیم سید نعمت اللہ صاحب ۲۳ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جماعتِ ثانیہ میں اقامت کہی جائے یا نہیں اور جماعت ثانیہ میں امام کو زور سے جہری نمازیں قرأت کرنی چاہیئے یا جماعت اولیٰ کے لوگ جو سنتیں پڑھ رہے ہوں اُن کے خیال سے برائے نام آواز سے پڑھے تاکہ دوسروں کی نماز میں ذہن نہ منتقل ہو جو حکم شرعی ہو ارشاد فرمائیں ؛

الجواب

جماعت ثانیہ کے لئے اعادہ اذان ناجائز ہے تکبیر میں حرج نہیں اور اُس کا امام نمازِ جہری میں بقدرِ حاجت جماعت جہر کرے گا اگرچہ اور لوگ سنتیں پڑھتے ہوں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۰۰ ۹۰۱ شہر کہنہ محلہ لودھی ٹولہ مسئولہ حبیب اللہ خاں صاحب ۲۹ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وبکر باہم رشتہ دار ہیں دونوں میں خانگی معاملات میں مع دیگر رشتہ داران زید وبکر عرصہ سے نا اتفاقی ہے اور زید وبکر دونوں شریک ہوکر ایک جماعت میں ہمیشہ

marfat.com

Marfat.com

نماز پڑھتے ہیں، امام صاحب سے کسی کو کچھ کدورت نہیں ہے اب اہلِ محلہ زید و بکر سے کہیں کہ تم دونوں باہم میل کر لو، بکر یہ جواب دے کہ ہم باہم رشتہ دار ہیں ہمیں میل کرنے میں کچھ انکار نہیں ہے مگر اس معاملہ میں دیگر رشتہ دار علاوہ بھائی حقیقی وغیرہ بھی شریک ہیں جن کے ساتھ زید کو مع دیگر رشتہ داران ناراضگی ہے ان کی موجودگی کی بھی ضرورت ہے ــــــــــــ اُس وقت پورا میل ہو سکتا ہے تنہا میل کرنے میں دیگر رشتہ داران کو مجھ سے رنج ہو جائے گا بغیر ان کی موجودگی کے میل ناممکن ہے، یہ جواب بکر کا چند اشخاص کو ناگوار معلوم ہوا اور اُن اشخاص نے ناخوش ہو کر بکر سے کہا کہ اگر تم اس وقت ہمارے کہنے سے میل نہیں کرو گے تو ہم جماعت میں شریک نہیں ہونے دیں گے ہر طرح پریشان کریں گے لہٰذا اس بنا پر ایک شخص نے مسجد میں وقتِ نماز اعلان کیا کہ زید و بکر میں باہم رنج ہے جب دو شخص ایسے جن میں رنج ہے وہ شریکِ جماعت ہوں تو پوری جماعت کی نماز نہیں ہوتی ہے اور نہ دعا اس جماعت کی قبول ہوتی ہے اور صرف بکر کو یہ کہہ کر جماعت سے علیحدہ کر دیا، تو یہ عمل ان اشخاص کا جائز ہے یا ناجائز، اگر ناجائز ہے تو علیحدہ کر دینے والوں کو شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

(۲) سوال بصورت حال مندرجہ بالا جو اشخاص وقت نماز جماعت سے علیحدہ کر دیں ان کے واسطے شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

الجواب

(۱) اس صورت میں اُس کو جماعت سے علیحدہ کرنا جائز نہیں اور یہ کہنا محض باطل ہے کہ جس جماعت میں دو شخص آپس میں رنج رکھتے ہوں نماز نہیں ہوگی اور یہ بھی غلط محض ہے کہ وہاں دعا قبول نہیں ہوگی، ہاں باہم اہلسنت کے اتفاق رکھنے کا حکم ہے اور دو بھائیوں میں کسی دنیوی وجہ سے قطع مراسم تین دن سے زیادہ حرام ہے اور جو باہم موافقت کی طرف سبقت کرے گا وہ جنت کی طرف سبقت کرے گا اور جس سے اُس کا بھائی معافی چاہے گا اور وہ بلاعذرِ شرعی معاف نہ کرے گا تو حدیث میں فرمایا کہ اسے روزِ قیامت حوضِ کوثر پر میرے پاس حاضر ہونا نصیب نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) بلاوجہ شرعی کسی مسلمان کو جماعت سے علیحدہ کرنا ظلم شدید ہے اس میں حق اللہ کا بھی مواخذہ ہے اور حق العبد کی بھی گرفتاری تو بہ بھی کریں اور ان لوگوں سے معافی بھی چاہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۰۲ از شہر تکیہ سفر علی شاہ مسئولہ مولوی احمد بخش صاحب ۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نمازِ عشا کے واسطے (۸:۰) بجے وقت مقرر کر لیا گیا بلا انتظار کئے دوسرے کے اُس وقت جماعت کھڑی ہو جائے گی کل شب میں ۱۴ آدمی دروازے پر مسجد کے کھڑے تھے پانچ سات کو وضو کرنا تھا دو تین کر چکے تھے یہ سب ایک مسئلہ پر ذکر کر رہے تھے جماعت کی تکبیر والے نے ان سب کو

marfat.com

Marfat.com

نہیں بلایا نماز شروع کردی، آیا بلانا یا انتظار واجب تھا یا نہیں؟

الجواب

اگر اذان کے بعد انتظار بقدر مسنون کرلیا گیا ہو پھر زیادہ انتظار کی حاجت نہیں اور اگر وقت میں وسعت ہو اور حاضرین پر گراں نہ ہو تو جو آگئے ہیں اُن کے وضو کا انتظار کرلینا بہتر، اذان کے بعد غیر مغرب میں بحالتِ وسعتِ وقت اتنا انتظار مسنون ہے کہ کھانے والا کھانے سے فارغ ہوجائے جسے قضائے حاجت کرنی ہے اس سے فراغ پائے اور طہارت و وضو کرکے آجائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۰۳ از مونڈیا جاگیر ضلع بریلی مسئولہ عبدالصمد ۵ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے یہاں پانچ آدمی ہیں اور سب کلام مجید خواں اور نمازی ہیں، ایک روز زید نے بوقتِ عشا بوجہ تنہائی مکان اپنے گھر نماز ادا کی بوجہ حاضر نہ ہونے مسجد کے زید کا مع اس کے برادران اور اہلِ خانہ حقہ پانی بھنگی بہشتی دھوبی حجام کام والوں کو اس نے بند کردیا اور پانچ دن سے بند ہے یعنی یکم صفر سے ۵ صفر تک، حالانکہ زید نماز کے لئے کوئی عذر و حیلہ نہیں کرتا بلکہ بوجہ مجبوری کے حاضر نہیں ہے، آیا زید اس سزا کا مستوجب تھا یا نہیں، اگر نہ تھا تو سزا دہندگان کو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب

اگر واقعی مکان تنہا تھا اور تنہا چھوڑ کر آنے میں اندیشہ تھا تو یہ عذر قابلِ قبول ہے اور ایسی حالت میں سزا دینا ظلم ہے، اور اگر کوئی عذر صحیح نہ ہو بلا عذر جماعت چھوڑے تو شرعاً قابلِ سزا ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۰۴ از مونڈیا جاگیر ضلع بریلی مسئولہ عبدالصمد ۵ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو مرض جذام ہے سال گزشتہ میں ڈاکٹر نے مرض مذکور کی تصدیق کردی ہے اب ناخون وغیرہ کے دیکھنے سے مرض کی شدت کا ثبوت ہوتا ہے چونکہ زید مسجد میں آکر وضو کرتا ہے جس سے بعض اشخاص تنفر کرتے ہیں بلکہ مسجد میں نماز پڑھنے سے جماعت سے احتراز کرنا چاہتے ہیں اور اکثر مقتدیان کا عزم ہے کہ زید اگر جماعت میں شامل ہوگا تو ہم گھر پر نماز پڑھ لیا کریں گے دریں صورت مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے، آیا زید کو مسجد سے روک دینا چاہیے یا لوگوں کو گھر پر نماز پڑھ لینا، اور کبھی کبھی خود بھی نماز پڑھانے کو کھڑا ہوجاتا ہے۔

الجواب

اس صورت میں زید کو چاہیے کہ نماز گھر میں پڑھے جماعت منتشر نہ کرے، اور اس کی امامت مکروہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ از ... مسئولہ شمس الہدیٰ صاحب طالب علم مدرسہ منظر الاسلام ۱۲ صفر ۱۳۳۹ھ

... مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ کوئی شخص ایسا ہو کہ وہابی کے مدرسہ میں پڑھتا ہو اور اُن کے اقوال بھی جانتا ہے اور پھر وہابی کے مکان میں رہتا ہے اور اس کے یہاں کھانا کھاتا ہے تو اس صورت میں اُسے اہلسنت کی نماز جماعت میں کھڑا ہونے دیں یا نہیں اور اگر کھڑا ہوگا تو فصل لازم آئے گا یا نہیں؟

الجواب

اگر وُہ وہابیہ کے عقائد سے واقف ہوکر انھیں مسلمان جانتا ہے تو ضرور صف میں اس کے کھڑے ہونے سے فصل لازم آئے گا اور صف قطع ہوگی اور قطعِ صف حرام ہے۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من قطع صفا قطعہ اللہ[1] نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے صف کو کاٹا اسے اللہ تعالٰی اپنی رحمت سے کاٹ دے گا۔

اور اگر وہابیہ کو کافر جانتا ہے تو اُن سے میل جول کے باعث جس میں سب سے بدتر اُن سے پڑھنا ہے سخت فاسق ہے امامت کے قابل نہیں، نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہوگی مگر صف میں اس کے کھڑے ہونے سے صف قطع نہ ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۰۶: مولوی عبداللہ صاحب بہاری مدرس مدرسہ منظر الاسلام محلہ سوداگران بریلی ۹ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک جماعت میں چار صفیں ہیں، صف اول میں کسی مقتدی یا امام کا وضو جاتا رہا تب وُہ مقتدی یا امام باہر کس طرح آسکتا ہے کیونکہ درمیان میں تین صفیں ہیں جو شانہ سے شانہ ملائے ہیں اور مقتدی کی جو جگہ خالی ہے اُس کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب

مقتدی جس طرف جگہ پائے چلا جائے، یونہی امام دوسرے کو خلیفہ بناکر، اب صفوں کا سامنا سامنا نہیں کہ امام کا سترہ سب کا سترہ ہے اور مقتدی کی جو جگہ خالی رہی کوئی نیا آنے والا اسے بھردے یا یونہی رہنے دے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۰۷: از شہر محلہ باغ احمد علی خاں مسئولہ نیاز احمد صاحب ۲۴ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک محلہ میں دو گروہ آباد ہیں دیوبندی و سُنّی حنفی، اس محلہ کی مسجد میں دو دو جماعتیں ہوتی ہیں پہلی جماعت دیوبندی فرقہ کی ہوتی ہے وہ لوگ عداوت

---

[1] سنن ابو داؤد باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۷

marfat.com

Marfat.com

کی وجہ سے مغرب اور فجر کی نماز میں دیر کر دیتے ہیں اس میں جماعت (نماز) قضا ہونے کا اندیشہ ہے اگر سُنّی اپنی جماعت پہلے کرنا چاہتے ہیں تو وہ لوگ فساد پر آمادہ ہوتے ہیں ایسی حالت میں سُنّیوں کو کیا کرنا چاہیے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

علین اُن کی جماعت ہونے کی حالت میں سُنّی اپنی جماعت کر سکتے ہیں کہ نہ اُن کی جماعت جماعت ہے نہ اُن کی نماز نماز۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۰۸ ازشہر ممباسہ ضلع شرقی افریقہ دکان حاجی قاسم اینڈ سنز مسئولہ حاجی عبداللہ حاجی یعقوب ۲۶ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نماز پڑھاتا ہے جماعت کو بعد دوسرے آدمی امام شافعی علیہ الرحمۃ کے مقلد آئے اور صحن میں جماعت پڑھانے لگے اسی طرح دو جماعت ایک مسجد میں ساتھ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں اور صحن میں ایک امام نماز پڑھا رہا ہے مقلد شافعی کے ہاں مسبوق کے ساتھ اقتدا کرنا جائز ہے اسی طرح نماز جماعت سے پڑھتے ہیں اور امام آیا اور تکبیر ہوئی اور جماعت کھڑی ہوئی اُسی طرح دو جماعت ایک مسجد میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

ایک مسجد میں ایک فرض کی دو جماعتیں ایک ساتھ قصداً کرنا بلا وجہ شرعی ناجائز وممنوع ہے لیکن ایک جماعت حنفیہ کی امام حنفی کے پیچھے ہو اور دوسری شافعیہ یا مالکیہ یا حنبلیہ کی اپنے ہم مذہب امام کے پیچھے ہو اس میں حرج نہیں جس طرح حرمین شریفین میں معمول ہے کہ یہ وجہ شرعی سے ہے مسبوق کی اقتداء ہمارے مذہب میں باطل ہے اگرچہ وہ مسبوق شافعی المذہب ہو۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۹۰۹ ازموضع دھرم پور ضلع بلند شہر پرگنہ ڈبائی کوٹھی نواب صاحب مسئولہ عبدالرحیم ۲۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز با جماعت ہو چکی، بعد میں دو چار آدمی فراہم ہو گئے اور جماعت سے رہ گئے تو وہ آپس میں مل کر نماز جماعت سے پڑھ سکتے ہیں یا نہیں، کیونکہ اکثر ایسا دیکھا گیا تھا اب ایسا معلوم ہوا ہے کہ اول جماعت کے بعد پھر جماعت سے نماز پڑھنا موجبِ ثواب نہیں بلکہ عذاب ہے لہذا جو حکم شریعت ہو اس سے آگاہ فرمائیے؛ بینوا توجروا۔

الجواب

جو مسجد کسی معین قوم کی نہیں جیسے بازار یا سرا یا اسٹیشن کی مسجدیں، اُن میں تو ہر جماعت جماعتِ اولیٰ ہے

marfat.com

Marfat.com

...قیام امام محراب میں کھڑا ہو کر امامت کرے بلکہ افضل یہ ہے کہ ہر جماعت جدید اذان ... ہو۔ ہاں مسجد محلہ میں جس کے لئے امام و جماعت معین ہیں اس اعتماد پر کہ ہم اپنی جماعت دوبارہ کرلیں گے ... عذر شرعی مثل بدمذہبی امام وغیرہ جماعت اولیٰ کا قصداً ترک کرنا گناہ ہے اور اگر امام کے ساتھ اہلِ محلہ کی جماعت ہوگئی اور کچھ لوگ اتفاقاً یا عذرِ صحیح کے سبب رہ گئے تو ان کو اذانِ جدید کی اجازت نہیں اور محراب میں قیامِ امام کی جگہ ان کے امام کو کھڑا ہونا مکروہ ہے اذان دوبارہ نہ کہیں اور محراب سے ہٹ کر جماعت کریں یہی افضل ہے اسے جو موجبِ عذاب بتاتا ہے غلط کہتا ہے کما حققنا فی فتاونا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۱۰ ازمدرسہ اہلسنت منظرِ اسلام بریلی مسئولہ عبداللہ مدرس ۳ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک صف پر دو یا چار شخص علیحدہ علیحدہ فرض پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر جماعت کرسکتے ہوں تو ترک جماعت نہ کریں رافضیوں سے مشابہت نہ کریں اور اگر یہ جماعت جماعتِ اولیٰ ہے جب تو اس کا ترک گناہ اور ناجائز ہے مگر نماز سب کی بہرحال ہوجائے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۱۱ تا ۹۲۲ ازگورکھپور محلہ دھوبی مسئولہ سعید الدین ۹ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) جماعت کے لئے تعینِ وقت گھڑی سے جائز ہے یا نہیں؟

(۲) امام کو کسی مقتدی کے لئے جو ممبرِ مسجد و میرِ محلہ ہو اور سید ہو باوجود گزر جانے وقت معین گھڑی کے جماعت کے لئے انتظار کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۳) امام کے نزدیک تمام مقتدیوں کی عزت برابر ہونی چاہئے یا نہیں؟

(۴) ایک مقتدی کو جو ممبرِ مسجد و میرِ محلہ اور سید ہو دوسرے مقتدی پر فوقیت ہے یا نہیں

(۵) اگر کوئی مقتدی سنت مستحب نماز پڑھتا ہو تو اس کی سنت ختم ہونے تک امام کو انتظار کرنا چاہئے یا نہیں، سنتِ مؤکدہ کی تعریف کیا ہے؟

(۶) کسی مقتدی کا بوجہ اس کی امارت و اعزاز کے باوجود تعینِ وقت گھڑی وضو اور سنت کا انتظار کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

marfat.com

Marfat.com

(۷) امام کا کہنا کہ ہم کو مقتدیوں کے انتظار کی ضرورت نہیں بلکہ مقتدیوں کو امام کے انتظار کی ضرورت ہے صحیح ہے یا نہیں؟

(۸) امام کو وقت معین گھڑی پر آنا جائز ہے یا نہیں؟

(۹) امام کا کہنا کہ گھڑی کا معین صرف مؤذن کی اذان کے لئے ہے جماعت کے لئے نہیں درست ہے یا نہیں؟

(۱۰) باوجود تعین وقت گھڑی امام کا کہنا کہ جب امام نماز کے لئے کھڑا ہو جائے وہی وقت نماز کا ہے درست ہے یا نہیں؟

(۱۱) مقتدیوں کا پیش امام سے جو کہ وقت معین پر نماز نہ پڑھاتے ہوں کہنا کہ آپ وقت معین سے ۲-۴-۱۰ منٹ پہلے تشریف لائیے درست ہے یا نہیں؟

(۱۲) امام کا کہنا میں حشر تک نہ آؤں گا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) جائز ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) درست ہے جبکہ حاضرین پر گراں نہ ہو اور وقت وسیع ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) جس کو دینی عزت زائد ہے ہر مسلمان کے نزدیک زائد ہے اُس کی وُہ رعایت کی جائے گی جو دوسرے کی نہ ہو گی جب تک کوئی حرج شرعی لازم نہ آئے، واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) ہے مگر نہ ایسی کہ اس کی ذاتی رعایت اوروں پر باعث بار ہو اور عین نماز میں کسی معین کی رعایت جائز نہیں مثلاً امام رکوع میں ہے اور کوئی شریک ہونے کو آیا اگر امام نے نہ پہچانا تو اس کے لئے رکوع میں بعض تسبیحیں زائد کر سکتا ہے جس میں وُہ شامل ہو جائے کہ یہ دین میں اعانت ہے لیکن اگر پہچانا کہ فلاں ہے اور اس کی خاطر سے زائد کرنا چاہے تو جائز نہیں ویخشی علیہ امر عظیم (اس سے ڈرنا چاہئے یہ بہت بڑا معاملہ ہے۔ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) انتظار کر سکتا ہے اگر وقت میں وسعت ہو اور اوروں پر گرانی نہ ہو۔ سنّتِ مؤکدہ وہ امرِ دینی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا مگر نادراً یا کبھی ترک نہ فرمایا مگر اتفاق سے کسی نے ترک کیا تو اس پر انکار بھی نہ فرمایا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) اس کا جواب ۳ کے مطابق ہے مگر خاص اُس کی مالداری کے سبب رعایت کی اجازت نہیں لیکن اُس حالت میں کہ رعایت نہ کرنے سے فتنہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۷) مقتدیوں کو امام کا انتظار چاہئے امام کو تاحدِ وسعت مقتدیوں کا انتظار چاہئے۔ حدیث میں ہے:

marfat.com

Marfat.com

[illegible] ہوجاتی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلد نماز پڑھ لیتے اور لوگ دیر میں آتے تو تاخیر فرماتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۸) جائز کیا بلکہ مناسب ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۹) تعیینِ وقت جماعت ہی کے لئے کی جاتی ہے، لوگ جب وقتِ معین پر آجائیں تو امام کو بلاضرورت زیادہ دیر لگانے کی اجازت نہیں کہ وجہ ثقل و باعثِ نفرت جماعت ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۰) جب وقت معین ہوچکا تو اس کے بعد دیر کرکے امام کا نماز پڑھانا اس کا حکم ابھی سوال سابق میں گزرا اور اس سے پہلے جلدی کرکے پڑھ لینا باعثِ تفریق جماعت ہوگا اور وہ بلاضرورت جائز نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۱) پیشتر کی استدعا فضول ہے یہ استدعا کریں کہ وقتِ معین پر تشریف لایا کیجئے واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۲) اگر پیشتر آنے سے انکار ہے تو بیجا نہیں، امام انتظار کے لئے نہیں بنایا گیا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۲۳ از چاندپارہ ڈاک خانہ شہرت گنج ضلع بستی مسئولہ محمد یار علی نائب مدرس ٹریننگ اسکول ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام کو مقتدی کی صف کے آگے کھڑا ہونے کی جگہ نہیں ہے تو امام صف مقتدی میں کس صورت سے کھڑا ہو، آیا امام مقتدی سے کچھ امتیاز کے واسطے آگے کھڑا ہو یا مقتدی امام کی دونوں جانب یعنی دہنی بائیں امام کے پیر کے برابر کھڑے ہوں، بینوا توجروا

الجواب

جب صرف ایک مقتدی ہو تو سنت یہی ہے کہ وہ امام کے برابر داہنی طرف کھڑا ہو مگر اس کا لحاظ فرض ہے کہ قیام، قعود، رکوع، سجود کسی حالت میں اس کے پاؤں کا گٹا امام کے گٹے سے آگے نہ بڑھے۔ اسی احتیاط کے لئے امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ اپنا پنجہ امام کی ایڑی کے برابر رکھے' اور اگر دو مقتدی ہوں تو اگرچہ سنت یہی ہے کہ پیچھے کھڑے ہوں، پھر بھی اگر امام کے دہنے بائیں برابر کھڑے ہوجائیں گے حرج نہیں مگر دو سے زیادہ مقتدیوں کا امام کے برابر کھڑا ہونا یا امام کا صف سے کچھ آگے بڑھا ہونا کہ صف کی قدر جگہ نہ چھوٹے یہ ناجائز و گناہ ہے نماز مکروہِ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی، اگر مقتدیوں کی کثرت اور جگہ کی قلت ہے باہم صفوں میں فاصلہ کم چھوڑیں پچھلی صف اگلی صف کی پشت پر سجدہ کرے اور امام کے لئے جگہ بقدرِ ضرورت پوری چھوڑیں اور اگر اب بھی امام کو جگہ ملنا ممکن نہ ہو تو ان میں کچھ لوگ دوسری جگہ نماز کو جاسکیں مثلاً معاذ اللہ کسی ایسی کوٹھری میں محبوس ہیں جس کا عرض جانبِ قبلہ گز سوا گز ہے تو یہ صورت مجبوری محض

marfat.com

Marfat.com

ہے اس میں قواعدِ شرع سے ظاہر یہ ہے کہ جماعت کریں امام بیچ میں کھڑا ہو پھر تنہا تنہا اس کا اعادہ کریں جماعت اقامتِ شعار کے لئے اور اعادہ رفعِ خلل کے واسطے۔ درمختار میں ہے:

کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا[1]۔

جو نماز کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہو اس کا اعادہ واجب ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

لو توسط اثنین کرہ تنزیھا وتحریما لو اکثر[2] اھ ولا یقال الجماعۃ واجبۃ بل قیل سنۃ موکدۃ وکراھۃ التحریم فی جانب النھی کالوجوب فی جانب الامر والاجتناب عن المناھی اھم من اتیان الاوامر فی الحدیث لترک ذرۃ مما نھی اللّٰہ خیر من عبادۃ الثقلین لانا نقول اقامۃ الشعار اھم من کل شیئ حتی اباحوا للختان ولیس الاسنۃ صریح المحرمات من النظر والمس قیل فی الھندیۃ عن العتابیۃ فی ختان الکبیر اذا امکن ان یختن نفسہ فعل والا لم یفعل الا ان یمکنہ ان یتزوج او یشتری ختانۃ فتختنہ وذکر الکرخی فی الجامع الصغیر ویختنہ

اگر امام دو مقتدیوں کے درمیان کھڑا ہوا تو یہ مکروہ تنزیہی ہے اگر دو سے زیادہ مقتدی ہوں تو مکروہِ تحریمی ہے اھ یہ نہ کہا جائے کہ جماعت واجب ہے بلکہ اسے سنّتِ مؤکدہ کہا گیا ہے اور جانبِ نہی میں کراہت تحریمی، جانبِ امر میں وجوب کی طرح ہے اور مناہی سے اجتناب اوامر پر عمل سے اہم ہے۔ حدیث شریف میں ہے، اللہ تعالٰی کے منع کردہ ایک ذرّہ کا چھوڑ دینا تمام جن وانس کی عبادت سے افضل ہے۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ شعار کی اقامت ہر شَے سے اہم ہے حتی کہ علماء نے ختان کے لئے صریح محرمات پر نظر ومس کو مباح قرار دیا حالانکہ ختنہ صرف سنّت ہے۔ فتاوٰی ہندیہ میں عتابیہ کے حوالے سے کبیر کے ختنے کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ اگر اس کیلئے اپنا ختنہ کرنا ممکن ہو تو خود کرے ورنہ نہ کرے مگر اس صورت میں کہ جب اس کے لئے شادی ممکن ہو یا ایسی لونڈی خرید نا ممکن ہو جو اس کا ختنہ کرے تو ایسا ہی کرے۔ امام کرخی نے جامع صغیر

---

[1] درمختار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۱

[2] ؍؍ باب الامامۃ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۸۳

marfat.com

Marfat.com

اقول ویؤیدہ ماعن الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم انہم کانوالایختنون اولادھم الا بعد البلوغ وقال فی الدر وقتہ غیر معلوم وقیل سبع سنین کذا فی الملتقی وقیل عشر وقیل اقصاہ اثنتا عشرۃ سنۃ[۲] زاد الشامی عن الطحطاوی وقیل لایختن حتی یبلغ لانہ للطھارۃ ولاتجب علیہ قبلہ[۳] قال فی الدر وقیل العبرۃ بطاقتہ وھو الاشبہ[۴] قال ش ای بالفقہ زیلعی وھذہ من صیغ التصحیح[۵] اھ فتشمل اذا لم یطق الا بعد البلوغ لایقال فلیصل ثلثۃ ثلثۃ تترٰی یؤم کل اثنین امام فالجماعۃ یحرزون وعن الکراھۃ یحترزون لانا نقول لا اصل فی الشریعۃ الطاھرۃ لتفریق الجماعۃ الحاضرۃ ولم یرض اللہ بہ للمسلمین وھم فی نحر العدو فماظنک بسائر الاحوال ھذا

میں فرمایا اس کا ختنہ حجام کرے۔

اقول (میں کہتا ہوں) اس کی تائید صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کے اس عمل سے ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کا ختنہ بلوغت کے بعد کرتے تھے۔ درمختار میں ہے کہ ختنہ کا وقت مقرر نہیں، بعض نے سات سال، بعض نے دس سال، اور بعض نے کہا ہے کہ آخری وقت بارھواں سال ہے۔ شامی نے طحطاوی کے حوالے سے اضافہ کیا ہے کہ بلوغ سے قبل ختنہ نہ کیا جائے کیونکہ اس کا مقصد طہارت ہے اور وہ بلوغ سے پہلے لازم نہیں ہوتی۔ درمختار میں ہے اعتبار طاقت وقوت کا ہے، اور یہی مختار ہے۔ شارح شامی نے فرمایا یعنی یہی عقل و دانش کے زیادہ قریب ہے زیلعی، اور یہ (اشبہ) تصحیح کے صیغوں میں سے ایک ہے اھ یہ اس صورت کو بھی شامل ہے جب بلوغ کے بعد ہی طاقت رکھتا ہو، یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ تین تین الگ ہو کر نماز ادا کریں اور امام ہر دو کی امامت کرائے تو جماعت حاصل کرلیں گے اور کراہت سے بچ جائیں گے کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ شریعت طاہرہ میں جماعت حاضرہ

---

[۱] فتاوٰی ہندیۃ	الباب التاسع عشر فی الختان الخ	مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور	۵/ ۳۵۷
[۲] درمختار	مسائل شتّٰی	" مطبع مجتبائی دہلی	۲/ ۳۴۹
[۳] ردالمحتار	"	" مصطفی البابی مصر	۵/ ۵۳۰
[۴] درمختار	"	" مطبع مجتبائی دہلی	۲/ ۳۵۰
[۵] ردالمحتار	"	" مصطفی البابی مصر	۵/ ۵۳۰

marfat.com

Marfat.com

ماظھر لی وعند ربی علم حقیقۃ کل حال۔ واللہ تعالٰی اعلم۔
میں تفریق کی اجازت نہیں ہے حتی کہ دشمنوں کے سامنے بھی اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کے لئے ایسے عمل کو پسند نہیں کیا تو دیگر حالات میں یہ کیسے ہو سکتا ہے، یہ بات مجھ پر آشکار ہوئی ہے حقیقتِ حال کا علم میرے رب کریم کے پاس ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۲۴ تا ۹۲۷ ازغازی پور محلہ میاں پورہ مرسلہ منشی علی بخش صاحب محرر دفترجی غازی پور ۱۷ ذی القعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین،

(۱) ایک مسجد میں دو تین جماعتوں کا یکے بعد دیگرے ہونا کیسا ہے، چاہئے یا نہیں؟

(۲) کراہت جماعت ثانیہ میں آپ کی کیا تحقیق ہے؟

(۳) ایک مسجد میں ایک ہی وقت دو تین آدمیوں کا فرداً فرداً فرض پڑھنا کیسا ہے؟

(۴) اور اگر فرداً فرداً چند شخص فرض پڑھیں تو نماز ہوجائے گی یا نہیں؟

الجواب

(۱) مسجد دو قسم ہے ایک مسجد عام جسے کسی خاص محلہ سے خصوصیت نہیں جیسے مسجد جامع یا بازار یا سرایا اسٹیشن کی مسجد (۲) دوسری مسجد محلہ کہ ایک محلہ خاص سے اختصاص رکھتی ہو اُس کی معمولی جماعت معین ہے اگرچہ کچھ راہگیر یا مسافر بھی متفرق اوقات میں شریک ہوجایا کریں، اور یکے بعد دیگرے چند جماعتیں کرنے کی بھی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ جماعت موجودہ کے دو یا چند حصے کر دیں، جب ایک حصہ کرلے تو دوسرا کرے۔ دوسرے یہ کہ وہ حاضر ہوا پڑھ گیا دوسرا اس کے بعد آیا یہ اب جماعت کرتا ہے تعددِ جماعت کی پہلی صورت بلاضرورت شرعیہ مطلقاً حرام ہے خواہ مسجدِ محلہ ہو یا مسجد عام، ہاں بضرورت جائز ہے جیسے صلٰوۃ الخوف میں۔ رہا یہ کہ مسجد میں کوئی بد مذہب گمراہ یا فاسق معلن یا قرآن مجید کا غلط پڑھنے والا امامت کرتا ہے کچھ لوگ براہِ جہل یا تعصب اُس کے پیچھے پڑھتے ہیں دوسرے لوگ اُس کے روکنے پر قادر نہیں یہ اس کی اقتدا سے باز رہتے ہیں اور اُس کے فراغ کے بعد اپنی جماعت جُدا کرتے ہیں جس کا امام سب بلاؤں سے پاک ہے یہ صورت مطلقاً جائز بلکہ شرعاً مطلوب ہے مسجد عام ہو خواہ مسجدِ محلہ۔ اور تعددِ جماعت کی صورت ثانیہ کہ یہ گروہ پہلی جماعت کے وقت حاضر نہ تھا یہ مسجد عام میں مطلقاً جائز ومطلوب ہے یہاں تک کہ کتابوں میں تصریح ہے کہ بازار وغیرہ کی عام مساجد میں افضل یہ ہے کہ جو گروہ آتا جائے نئی اذان نئی اقامت سے جماعت کرے سب جماعتیں جماعتِ اولٰی ہوں گی کما فی فتاوی الامام قاضی خاں وغیرہ (جیسا کہ فتاوی امام قاضی خان وغیرہ

marfat.com

Marfat.com

[illegible] محلہ میں بھی اگر پہلی جماعت کسی غلط خواں یا بد مذہب یا مخالف مذہب نے کی یا بے اذان دیئے ہوگئی یا اذان آہستہ دی گئی دوسری جماعت مطلقاً جائز و مطلوب ہے اور اگر ایسا نہیں بلکہ اہلِ محلہ موافق المذہب سُنّی صالح صحیح خواں امام کے پیچھے باعلان اذان کہہ کر پڑھ گئے اب باقی ماندہ آئے تو انھیں دوبارہ اذان کہہ کر جماعت کرنی مکروہِ تحریمی ہے اور بے اذان دیئے محرابِ جماعتِ اولیٰ میں امامت کرنی مکروہِ تنزیہی اور اگر محراب بدل دیں تو اصلاً کراہت نہیں۔ اس مسئلہ کی تفصیل تام فقیر نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کی۔

(۲) اس کا جواب جوابِ اوّل میں آگیا۔

(۳) اگر ان میں کوئی شرعی حیثیت سے قابلِ امامت ہو اور دانستہ بلاوجہ شرعی ترکِ جماعت کریں تو گنہ گار ہوں گے اگرچہ نماز ہوجائے گی، اور نادانستہ ہو یعنی ایک شخص فرض پڑھ رہا ہے دوسرا آیا اسے معلوم نہیں کہ یہ فرض پڑھ رہا ہے اس نے بھی فرض کی نیت الگ باندھ لی اسی طرح تیسرا آیا اس نے بھی فرض کی نیت باندھ لی یا اُن میں کوئی قابلِ امامت نہیں تو حرج نہیں۔

(۴) نماز ہوجاتی ہے مگر ترکِ جماعت سے گناہ ہوتا ہے جبکہ کوئی عذرِ شرعی نہ ہو۔

مسئلہ ۹۲۸   ۲۹ صفر ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کے انتظار میں وقت میں تاخیر کرنا مقتدیوں کو درست ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

وقتِ کراہت تک انتظارِ امام میں ہرگز تاخیر نہ کریں، ہاں وقتِ مستحب تک انتظار باعثِ زیادتِ اجر و تحصیل افضلیت ہے پھر اگر وقت طویل ہے اور آخر وقتِ مستحب تک تاخیر حاضرین پر شاق نہ ہوگی کہ سب اس پر راضی ہیں تو جہاں تک تاخیر ہو اتنا ہی ثواب ہے کہ سارا وقت ان کا نماز ہی میں لکھا جائے گا،

وقد صح عن الصحابة رضی اللہ تعالٰی عنهم انتظار النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم حتی مضی نحو من شطر اللیل وقد اقرهم علیه النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم، وقال انکم لن تزالوا فی صلاۃ

صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کا حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہاں تک انتظار کرنا ثابت ہے کہ رات کا کافی حصہ گزر جاتا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے اس عمل کو برقرار رکھا اور فرمایا، تم جب سے نماز کے انتظار میں ہو

marfat.com

Marfat.com

ما انتظرتم الصلٰوۃ۔[1] وہ تمام وقت تمہارا نماز میں گزرا۔ (ت)

ورنہ اوسط درجہ تاخیر میں حرج نہیں جہاں تک کہ حاضرین پر شاق نہ ہو،

فی الانقرویۃ عن التاتارخانیۃ عن المنتقی للامام الحاکم الشہید ان تاخیر المؤذن وتطویل القرأۃ لادراک بعض الناس حرام، ھذا اذا کان لاھل الدنیا تطویلا وتاخیرا یشق علی الناس و الحاصل ان التاخیر القلیل لاعانۃ اھل الخیر غیر مکروہ ولا باس بان ینتظر الامام انتظارا وسطا۔[2] واللہ تعالٰی اعلم

انقرویہ میں تاتارخانیہ سے امام حاکم شہید کی المنتقی کے حوالے سے ہے کہ بعض لوگوں کی خاطر مؤذن کا اذان کو مؤخر کرنا اور امام کا قرأت کو لمبا کرنا حرام ہے' یہ تب ہے جب دنیاداروں کی خاطر ایسا کرے اور تطویل وتاخیر لوگوں پر شاق ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ اہلِ خیر کی اعانت کی وجہ سے کچھ تاخیر کرنے میں کوئی کراہت نہیں لہذا امام کو اوسط درجہ کا انتظار کرلینے میں کوئی حرج نہیں۔ (ت)

مسئلہ ۹۲۹: از فیض آباد مسجد مغل پورہ مرسلہ شیخ اکبر علی مؤذن و مولوی عبدالعلی

۱۹ ربیع الآخر ۱۳۲۶ھ

اگر کوئی پیر یا مولوی عربی خواں مسجد کے قریب رہتا ہو اور اس مسجد کا منتظم ہو جماعت میں شریک نہ ہو اور اذان وقت بے وقت ہو اور کبھی نہ ہو لوگ بلا اذان نماز پڑھ جائیں ایسا شخص گنہگار ہے یا نہیں؟

الجواب

ترکِ جماعت اور ترکِ حاضریِ مسجد کا عادی فاسق ہے اور فاسق قابلِ اتباع نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۳۰: از شہر جوناگڈھ محلہ کیتانہ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ محمد حسین

۲۰ ربیع الآخر ۱۳۲۶ھ

جو شخص جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کو مستحب کہے اُس کو علمائے دین کیا کہیں گے، یہاں پر ایک مدرسہ ہے اُس میں تھوڑے عرصہ سے شور و غوغا مچا ہے اور آپ علمائے دین کی منصفی پر سب کا اتفاق ہے

---

[1] صحیح البخاری باب السمر فی الفقہ والخیر بعد العشاء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۴، ۹۰
مسند احمد بن حنبل مروی از مسند انس بن مالک ″ دارالفکر بیروت ۳/۲۶۷
[2] فتاوٰی انقرویۃ کتاب الصلٰوۃ ″ دارالاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ۱/۵

marfat.com

Marfat.com

براے خدا ہم جاہلوں کو راہ راست بتائیں۔

الجواب

جماعت کو مستحب سمجھنے کے اگر یہ معنی ہیں کہ اُسے واجب یا سنّتِ مؤکدہ نہیں جانتا صرف ایک مستحب بات مانتا ہے تو سخت مبطل شدید خاطی ہے اور احادیثِ صحیحہ اور تمام کتبِ فقہ کے ارشاد کا مخالف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۳۱ از ترساتی کاٹھیاواڑ مرسلہ احمد داد صاحب ۲ جمادی الاخری ۱۳۳۶ھ

ایک ہی مسجد میں جماعتِ ثانی بلا وجہ ہو سکتی ہے یا نہیں، مثلاً سہو سے جماعت اوّل کو نہ پہنچ سکے اور بعد میں جماعت ثانی کرے خواہ گاؤں ہو یا شہر، شارع عام ہو یا کوچہ، قائم امام ہو یا نہ ہو۔

الجواب

جو مسجد شارع یا بازار یا سرا یا اسٹیشن کی ہو کہ کسی محلہ یا امام سے مخصوص نہیں اُس میں سب جماعتیں جماعتِ اولیٰ ہیں جو گروہ آئے نئی اذان واقامت سے محراب میں جماعت کرے اور جو مسجدِ محلہ ہے جس کے لئے امام وجماعت معین ہے اُس میں جب امام پہلی جماعت باعلانِ اذان مطابق سنّت ادا کر چکا تو بعد کو جو آئیں انھیں اعادۂ اذان ناجائز ہے اور محراب میں امامت مکروہ، اور بلا اعادۂ اذان محراب سے ہٹ کر بے کراہت جائز۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۳۲ از شہر کہنہ محلہ مرو ہی ٹولہ مسئولہ بشیر الدین صاحب ۱۹ رمضان شریف ۱۳۳۶ھ

ایک مصلّی پر دو شخص علیحدہ نمازِ فرض ادا کریں تو ایسی حالت میں فرض ادا ہوتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

اگر اُن میں کوئی امامت کے قابل ہے اور قصداً ترکِ جماعت کیا اور یہ مسجد محلہ نہ تھی یا تھی اور یہ جماعت جماعتِ اولیٰ ہوتی تو جس کی طرف سے یہ ترک ہے وہ گنہگار ہوا ایک خواہ دونوں، اور اگر یہ مسجدِ محلہ تھی اور یہ جماعت جماعتِ اولیٰ نہ ہوتی تو بُرا کیا، رافضیوں سے مشابہت تو قدیم سے تھی اب دیوبندیوں گنگوہیوں سے بھی ہوئی، اور اگر ان میں کوئی قابلِ امامت نہ تھا تو حرج نہیں بہرحال فرض ادا ہر صورت میں ہو جائیں گے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۳۳ از ملّا تلی تال کوہ نینی تال مرسلہ مولوی محمد حسین صاحب تاجر طلسمی پریس ۲۵ شوال ۱۳۳۶ھ

جماعت صرف عورتوں کی جن کا محض امام مرد ہو درست ہے یا نہیں؟ اور امام کے سہو کو وہ لڑکی یا عورت بتا سکتی ہے یا نہیں جس سے پردہ نہیں ہوتا؟

marfat.com

Marfat.com

الجواب

اگر یہ جماعت مسجد میں ہو مطلقاً مکروہ ہے کہ عورات کو حاضریِ مسجد منع ہے اور اگر مکان ہو اور مرد کو حاضریِ مسجد سے کوئی عذرِ صحیح شرعی مانع نہیں تو مطلقاً مکروہ ہے کہ مرد پر حاضریِ مسجد واجب ہے۔ اور اگر اسے عذر ہے اور جماعت میں جتنی عورتیں اس کی محرم یا زوجہ یا غیر مشتہاۃ لڑکیوں کے سوا نہیں تو مطلقاً بلاکراہت جائز ہے اور نامحرم مشتہاۃ ہیں تو مکروہ بہرحال، اگر امام کو سہو ہو تو عورت تصفیق سے اُسے متنبہ کرے یعنی سیدھی ہتھیلی بائیں پشتِ دست پر مارے آواز سے تسبیح وغیرہ نہ کہے کہ مکروہ ہے۔

دُرمختار:

المرأة تصفق لا ببطن علی بطن. ولو صفق او سبحت لم تفسد وقد ترکا السنة تاتارخانیة۔[1]

عورت تصفیق سے متنبہ کرے مگر باطن ہتھیلی کو بائیں ہتھیلی کے باطن پر نہ مارے، اگر مرد نے تصفیق کی یا عورت نے تسبیح کہی تو نماز فاسد نہ ہوگی البتہ دونوں نے سنّت کو ترک کردیا، تاتارخانیہ۔ (ت)

اقول ہاں اگر امام نے قرأت میں وہ غلطی کی جس سے نماز فاسد ہو تو عورت مجبورانہ آواز ہی سے بتائے گی جبکہ وہ تصفیق پر امام کو یاد نہ آجائے وذلك لان الضرورات تبیح المحظورات (اور وہ اس لئے کہ ضرورتیں ممنوعات کو مباح کردیتی ہیں۔ ت)۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۳۴ یکم جمادی الاخری ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک سمجھ وال لڑکا آٹھ نو برس کا جو نماز خوب جانتا ہے اگر تنہا ہو تو آیا اُسے یہ حکم ہے کہ صف سے دُور کھڑا ہو یا صف میں بھی کھڑا ہو سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں اُسے صف سے دُور یعنی بیچ میں فاصلہ چھوڑ کر کھڑا کرنا تو منع ہے

فان صلاة الصبی الممیز الذی یعقل الصلاة صحیحة قطعا وقد امر النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بسد الفرج

کیونکہ ممیز بچّے (جو نماز کو جانتا ہو) کی نماز قطعاً صحیح ہے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صفوف میں خلا نہ چھوڑنے اور متصل رکھنے کا

---

[1] دُرمختار باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۱

marfat.com

Marfat.com

والتراص فی الصفوف ونہی عن خلافہ بنہی شدید۔

حکم دیا ہے اور اس کے خلاف پر نہی شدید فرمائی ہے۔ (ت)

اور یہ بھی کوئی ضروری امر نہیں کہ وہ صف کے بائیں ہی ہاتھ کو کھڑا ہو، علماء اسے صف میں آنے اور مردوں کے درمیان کھڑے ہونے کی صاف اجازت دیتے ہیں۔ درمختار میں ہے:

یصف الرجال ثم الصبیان ظاہرہ تعددھم فلو واحدا دخل الصف[1]

مرد صف بنائیں پھر بچے، اس کا ظاہر واضح کر رہا ہے یہ اس وقت ہے جب بچے متعدد ہوں، اگر اکیلا ہو تو اسے صف کے اندر کھڑا کر لیا جائے (ت)

مراقی الفلاح میں ہے:

ان لم یکن جمع من الصبیان یقوم الصبی بین الرجال[2]

اگر بچے زیادہ نہیں تو ایک بچے کو مردوں کی صف میں کھڑا کر لیا جائے۔ (ت)

بعض بے علم جو یہ ظلم کرتے ہیں کہ لڑکا پہلے سے داخلِ نماز ہے اب یہ آئے تو اسے نیت بندھا ہوا ہٹا کر کنارے کر دیتے اور خود بیچ میں کھڑے ہو جاتے ہیں یہ محض جہالت ہے، اسی طرح یہ خیال کہ لڑکا برابر کھڑا ہو تو مرد کی نماز نہ ہوگی غلط وخطا ہے جس کی کچھ اصل نہیں۔ فتح القدیر میں ہے:

اما محاذاۃ الامرد فصرح الکل بعدم افسادہ الا من شذ ولا متمسک لہ فی الروایۃ ولا فی الدرایۃ[3] ملخصاً۔

امرد کا محاذی ہونا فسادِ نماز کا سبب نہیں، اس پر تمام فقہا نے تصریح کی ہے البتہ شاذ و نادر طور پر کچھ لوگوں نے اس کی مخالفت کی ہے ان کے لئے نہ روایۃً کوئی دلیل نہ درایۃً۔ ملخصاً (ت)

واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۹۳۵: از کلکتہ دھرم تلا ۶۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۶ صفر المظفر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آپ نے پہلے میرے سوال کے جواب میں تحریر فرمایا

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۴

[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۶۸

[3] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۱۲

marfat.com

Marfat.com

تھا کہ امام کے برابر تین مقتدی ہو جائیں گے تو نماز مکروہ تحریمی ہو گی' ایک حافظ صاحب کہ آدمی ذی علم ہیں وہ کہتے ہیں کہ جناب مولوی صاحب نے جو حوالہ دیا ہے وہ دُرِ مختار کے متن سے نہیں بلکہ شرح سے ہے اور چاہتے ہیں کہ کہ اصول سے جواب تحریر فرمادیں ۔ بینوا تو جروا

الجواب

یہ مطالبہ سخت عجیب ہے دُرِ مختار تو شرح ہی کا نام ہے ، کیا شروح معتبر نہیں ہوتیں یا ان میں درمختار نامعتبر ہے یا متن میں شرح کے خلاف لکھا ہے اور جب کچھ نہیں تو ایسا مطالبہ اہلِ علم کی شان سے بعید' درمختار بحرِ علم کی وُہ دُرِ مختار ہے کہ جب سے تصنیف ہُوئی مشارق و مغارب ارض میں فتوائے مذہب حنفی کا گویا مدار اُس کی تحقیقاتِ عالیہ و تدقیقاتِ غالیہ پر ہو گیا ۔ اللہ عزوجل رحمت فرمائے علامہ سیّد ابن عابدین شامی پر کہ فرماتے ہیں ،

ان کتاب الدر المختار ، شرح تنویر الابصار ، قد طار فی الاقطار وسار فی الامصار وفاق فی الاشتھار علی الشمس فی رابعۃ النھار ، حتی اکب الناس علیہ وصار مفزعھم الیہ وھو الحری بان یطلب ویکون الیہ المذھب، فانہ الطراز المذھب فی المذھب ، فلقد حوی من الفروع المنقحۃ والمسائل المصححۃ ، مالم یحوہ غیرہ من کبار الاسفار ولم تنسج علی منوالہ ید الافکار[1]

خلاصہ یہ کہ درمختار نے تمام عالم میں آفتاب چاشت کی طرح شہرت پائی ، مخلوق ہمہ تن اس سے گرویدہ ہو کر اپنے مہمات میں اُس کی طرف التجا لائی ، یہ کتاب اسی لائق ہے کہ اسے مطلوب بنائیں اور اس کی طرف رجوع لائیں کہ یہ دامن مذہب کی زرنگار گوٹ ہے ، وہ تصحیح و تنقیح کے مسائل جمع ہیں کہ بڑی بڑی کتابوں میں مجتمع نہیں ، آج تک اس انداز کی کتاب تصنیف نہ ہوئی۔

سبحان اللہ کیا ایسی کتاب اس قابل ہے کہ اُس کا ارشاد بلاوجہ محض قبول نہ کریں ۔ خیر فتح القدیر[2] تو معتبر ہو گی جس کے مصنّف امام ہمام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام قدس سرہ وہ امامِ اجل ہیں کہ اُن کے معاصرین تک اُن کے لئے منصبِ اجتہاد ثابت کرتے تھے کما ذکرہ فی ردالمحتار (جیسا کہ

---

[1] ردالمحتار شروع الکتاب مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲

marfat.com

Marfat.com

دو الحقایق کا ... یہ ت)، تبیین الحقائق تو مقبول ہوگی جس کے مصنف امام اجل فخر الدین ابو محمد عثمان بن علی زیلعی شارح کنز ہیں جن کی جلالت شان آفتاب نیم روز سے روشن تر۔ یہ امام محقق علی الاطلاق سے مقدم اور ان کے مستند ہیں۔ کافی امام نسفی تو معتمد ہوگی جس کے مصنف امام برکۃ الانام حافظ الملۃ والدین ابوالبرکات عبداللہ بن محمود نسفی صاحب کنز الدقائق ہیں۔ سب جانے دو ہدایہ بھی ایسی چیز ہے جس کے اعتماد و استناد میں کلام ہوسکے یہ سب اکابر ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ جماعت رجال میں امام کا قوم کے برابر ہونا حرام و مکروہِ تحریمی ہے، ہدایہ میں ہے: محرم قیام الامام وسط الصف[1] (امام کا صف کے درمیان کھڑا ہونا حرام ہے۔ ت)

فتح القدیر میں ہے:

صریح فی ان ترک التقدم لامام الرجال محرم وکذا صرح الشارح وسماہ فی الکافی مکروھا وھو الحق ای کراھۃ تحریم لان مقتضی المواظبۃ علی التقدم منہ علیہ الصلاۃ والسلام بلا ترک الوجوب فلعدمہ کراھۃ التحریم فاسم المحرم مجاز[2]

یہ عبارت اس میں صریح ہے کہ مردوں کے امام کا تقدیم کو ترک کرنا حرام ہے اور شارح نے بھی اسی کی تصریح کی ہے، اور کافی میں اسے مکروہ کہا، اور حق بھی یہی ہے یعنی مکروہِ تحریمی ہے کیونکہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا بلا ترک اس پر مواظبت فرمانا وجوب کی دلیل ہے لہذا اس کا خلاف کرنا مکروہِ تحریمی ہوا پس اس پر حرام کا اطلاق مجازاً ہے۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

محرم وھو قیام الامام وسط الصف فیکرہ کالعراۃ کذا فی الھدایۃ وھو یدل علی انہا کراھۃ تحریم لان التقدم واجب علی الامام للمواظبۃ من النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وترک الواجب موجب الکراھۃ التحریم المقتضیۃ للاثم[3]

امام کا وسط صف میں قیام حرام ہے۔ ایسا عمل ننگوں کی طرح مکروہ ہوگا، ہدایہ میں اسی طرح ہے یہ اس پر دال ہے کہ یہ عمل مکروہِ تحریمی ہے کہ امام کا مقدم ہونا واجب ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ دائمی عمل ہے اور ترکِ واجب اس کراہت تحریمی کا موجب ہے جو گناہ کی مقتضی ہے۔ (ت)

---

[1] الہدایۃ | باب الامامۃ | مطبوعہ المکتبۃ العربیہ کراچی | ۱/۱۰۳

[2] فتح القدیر | " | " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر | ۱/۳۰۶

[3] بحرالرائق | " | " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱/۳۵۱

marfat.com

Marfat.com

دررالحکام علامہ مولٰی خسرو میں ہے: مخطور قیام الامام وسط الصف[1] اھ ملخصا (امام کا صف میں کھڑا ہونا ممنوع ہے۔ت) ذخیرۃ العقبٰی میں ہے: اما کراھتھا فلعدم خلوھا عن المحرم[2] (اس کی کراہت کی وجہ یہ ہے کہ یہ حرمت سے خالی نہیں ہے۔ت) مجمع الانہر میں ہے: قیام الامام وسط الصف مکروہ کراھۃ تحریم[3] اھ ملخصا (امام کا وسطِ صف میں کھڑا ہونا مکروہِ تحریمی ہے اھ تلخیصاً۔ت) مستخلص میں ہے: محرم وھو وقوف الامام وسط الصف[4] (امام کا وسطِ صف میں کھڑا ہونا حرام ہے۔ت) فتح المعین علامہ سید ابی السعود ازہری میں زیرِ قول شارح والاثنان خلفہ وان کثر القوم کرہ قیام الامام وسطھم (اور دو امام کے پیچھے کھڑے ہوں، اگر لوگ دو سے زیادہ ہوں تو امام کا ان کے درمیان کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ت) فرمایا ای تحریما لترك الواجب[5] (یعنی مکروہِ تحریمی ہے کیونکہ ترکِ واجب لازم آرہا ہے۔ت) ردالمحتار میں ہے: تقدم الامام امام الصف واجب[6] (امام کا صف کے آگے کھڑا ہونا واجب ہے۔ت)
بااین ہمہ اگر دلیل درکار ہو تو فتح القدیر و بحرالرائق کا ارشاد پیشِ نظر کہ حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیشہ ہمیشہ صف پر تقدم فرمایا اور ایسی مداومت کہ کبھی ترک نہ فرمائیں دلیلِ وجوب ہے

اقول وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صلوا کما رأیتمونی اصلی[7] رواہ البخاری عن مالك بن الحویرث رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اقول (میں کہتا ہوں) اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز ادا کرتے دیکھتے ہو۔ اس کو امام بخاری نے حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔(ت)

---

[1] دررالحکام شرح غررالاحکام — فصل فی الامامۃ — مطبوعہ مطبعۃ احمد کامل الکائنۃ دار سعادت مصر ۱/۸۶
[2] ذخیرۃ العقبٰی — فصل فی الجماعۃ — " منشی نولکشور لکھنؤ ۱/۸۵
[3] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر — فصل مکروہات الصلوۃ — " احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۲۵
[4] مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق — باب الامامۃ — " کانشی رام پرنٹنگ ورکس لاہور ۱/۲۰۳
[5] فتح المعین — باب الامامۃ — " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۰۹
[6] ردالمحتار — " — " مصطفی البابی مصر ۱/۴۲۰
[7] صحیح البخاری — باب الاذان للمسافر الخ — مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۸

marfat.com

Marfat.com

یہاں امر صراحۃً اور امر کا مفاد وجوب تو جب تک دلیل خصوص مثلاً ترک احیاناً یا اقرار علی الترک ثابت نہ ہو اس عموم میں داخل اور وجوب حاصل اور ترک واجب مکروہِ تحریمی اور مکروہِ تحریمی گناہ صغیرہ اور صغیرہ بعد اعتیاد کبیرہ اور کبیرہ کا مرتکب فاسق اور مردود الشہادۃ اور گناہ تو ایک ہی بار میں ثابت، نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔

واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۳۶-۹۳۷ از گونڈہ ملک اودھ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ عبدالعزیز صاحب مدرس مدرسہ مذکورہ ۱۴ جمادی الاُخریٰ ۱۳۱۸ھ

سوالِ اوّل: زید کی امامت سے جماعت ثانیہ مسجد، بازار یا سرائے میں ہورہی ہے اُسی مسجد میں بکر بھی آیا اس کو معلوم ہوگیا کہ یہ جماعت ثانیہ ہے اُس نے علیحدہ و تنہا جماعت کے قریب یا کسی قدر فاصلے سے اپنی نماز ادا کی تو نماز بکر کی ادا ہوگئی یا نہیں؟

سوالِ دوم: ایک عالم صاحب فرماتے ہیں کہ جماعتِ ثانیہ کیا بلکہ جماعتِ اولیٰ بھی ہوتی ہو تو اُس وقت کوئی دوسرا شخص اُسی مسجد میں آئے اور تنہا اپنی نماز پڑھ لے تو اس کی نماز ہوجائے گی جماعت کا پچیس ۲۵ گنا ثواب نہ ملے گا، نماز ہوجانے کا سبب یہ بتایا کہ جماعت سنّتِ مؤکدہ ہے نہ فرض ہے نہ واجب؛ اس بارے میں کیا ارشاد ہے؟

الجواب

جوابِ سوالِ اوّل: نماز بایں معنی تو ہوگئی کہ فرض سر سے اتر گیا مگر سخت کراہت ولزومِ معصیت کے ساتھ کہ بے عذر شرعی ترکِ جماعت گناہ وشناعت ہے نہ کہ خود بحالِ قیامِ جماعت صریح خلاف و اضاعت، یہاں تک کہ اگر کسی نے تنہا فرض شروع کردیے ہنوز جماعت قائم نہ تھی اس کے بعد قائم ہوئی اور اس نے ابھی پہلی رکعت کا سجدہ نہ کیا تو اسے شرع مطہر مطلقاً حکم فرماتی ہے کہ نیت توڑ دے اور جماعت میں شامل ہوجائے بلکہ مغرب وفجر میں تو جب تک دوسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو حکم ہے کہ نیت توڑ کر مل جائے اور باقی تین نمازوں میں دو بھی پڑھ چکا ہو تو انھیں نفل ٹھہرا کر جب تک تیسری کا سجدہ نہ کیا ہو شریک ہوجائے۔

فی التنویر شرع فیھا اداء منفردا ثم اقیمت یقطعھا قائما بتسلیمۃ واحدۃ ویقتدی بالامام ان لم یقید الرکعۃ الاولٰی بسجدۃ

تنویر الابصار میں ہے کسی نے تنہا نماز ادا کرنا شروع کی پھر اسی فرض کی جماعت کھڑی ہوگئی تو وہ سلام واحد کے ساتھ کھڑے کھڑے نماز ختم کردے اور امام کی اقتدا کرے بشرطیکہ اس نے پہلی رکعت کا

marfat.com

Marfat.com

اوقیدها فی غیر رباعیۃ اوفیھا وضم الیھا اخری وان صلی ثلثا منھا اتم ثم اقتدی متنفلا ویدرک فضیلۃ الجماعۃ الافی العصر[1]۔

سجدہ نہ کیا ہو یا پہلی رکعت کا سجدہ کرلیا ہے مگر نماز غیر رباعی ہو (یعنی فجر و مغرب کی نماز میں) یا نماز رباعی ہو مگر اس کے ساتھ ایک اور رکعت ملا چکا ہے (ان صورتوں میں نماز توڑ کر امام کی اقتدا کرے) اگر تین رکعت ادا کرچکا ہے تو نماز پوری کرے اس کے بعد بنیتِ نوافل امام کی اقتدا کرے تو اسے ثوابِ جماعت حاصل ہوجائے گا البتہ نمازِ عصر میں ایسا نہیں کرسکتا (کیونکہ بعداز عصر نفل پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے)۔ (ت)

جب پیش از جماعت تنہا شروع کرنے والے کو یہ حکم ہے حالانکہ اس نے ہرگز مخالفتِ جماعت نہ کی تھی اور نیت توڑنا بے ضرورتِ شرعیہ سخت حرام ہے قال اللہ تعالٰی لا تبطلوا اعمالکم[2] اپنے عمل باطل نہ کرو۔ مگر شرع مطہر نے جماعت حاصل کرنے کے لئے نیت توڑنے کو ابطالِ عمل نہ سمجھا اکمالِ عمل تصور فرمایا تو یہاں کہ جماعتِ قائمہ کے خلاف اپنی الگ پڑھتا ہے کیونکر شرع مطہر کو گوارا ہوسکتا ہے بلکہ جو شخص مسجد میں نماز تنہا پوری پڑھ چکا ہو اور اب جماعت قائم ہوئی اگر ظہر یا عشا ہے تو شرعاً اس پر واجب ہے کہ جماعت میں شریک ہوکر مخالفتِ جماعت کی تہمت سے بچے اور باقی تین نمازوں میں حکم ہے کہ مسجد سے باہر نکل جائے تاکہ مخالفتِ جماعت کی صورت نہ لازم آئے،

فی الدرالمختار من صلی الظھر والعشاء وحدہ مرۃ فلایکرہ خروجہ بل ترکہ للجماعۃ الاعند الشروع فی الاقامۃ فیکرہ لمخالفتہ الجماعۃ بلاعذر بل یقتدی متنفلا ومن صلی الفجر والعصر والمغرب مرۃ فیخرج مطلقاوان اقیمت وفی النھر ینبغی ان یجب خروجہ لان کراھۃ

درمختار میں ہے جس نے ظہر و عشاء کی نماز تنہا ایک مرتبہ ادا کرلی اس کے لئے مسجد سے نکلنا مکروہ نہیں بلکہ جماعت کا ترک مکروہ ہوا مگر اس صورت میں جب اقامت شروع ہوگئی تو مکروہ ہے بلا عذر نکلنا بسبب اس کی مخالفت جماعت کے بلکہ وہ مسجد میں ٹھہرے اور بنیتِ نوافل امام کی اقتداء کرے، اور جس نے فجر، عصر اور مغرب کی نماز ادا کرلی تو وہ ہرحال میں مسجد سے نکل سکتا ہے اگرچہ

---

[1] درمختار باب ادراک الفریضۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۹

[2] القرآن ۴۷/۳۳

marfat.com

Marfat.com

مکثہ بلاصلاۃ اشد اھ مختصرا[1] فی ردالمحتار تحت قولہ الا عند الشروع فی الاقامۃ لان فی خروجہ تہمۃ قال الشیخ اسمٰعیل وھو المذکور فی کثیر من الفتاوی والتہمۃ ھنا تثبت من صلاتہ منفردا فاذا خرج یؤیدھا[2] الخ وفیہ عن المحیط مخالفۃ الجماعۃ وزر عظیم[3]۔

تکبیر شروع ہوجائے، نہر میں ہے مناسب یہ ہے کہ جماعت ہونے کے وقت اس کا نکل جانا واجب ہے کیونکہ بغیر نماز کے وہاں مسجد میں رُکے رہنا زیادہ مکروہ ہے اھ مختصراً۔ ردالمحتار میں "الا عند الشروع فی الاقامۃ" کے تحت ہے کہ اس کے نکلنے میں تہمت ہے۔ شیخ اسمٰعیل فرماتے ہیں کہ بہت سے فتاوٰی میں یہی مذکور ہے اور یہ تہمت کا سبب اس کا تنہا نماز ادا کرنا ہے اور جب وُہ نکل کھڑا ہُوا تو اس سے تائید ہوجائے گی الخ اسی میں محیط کے حوالے سے ہے کہ مخالفتِ جماعت میں بہت بڑا گناہ ہے۔ (ت)

جب جماعت سے پہلے تنہا پڑھنے والا جماعت میں شریک نہ ہو تو متہم اور مخالف جماعت اور وزرِ عظیم میں مبتلا قرار پاتا ہے تو جو باوصف قیام جماعت قصداً مخالفت کرکے اپنی الگ شروع کردے کیونکر سخت متہم و صریح مخالف و گرفتارِ گناہِ شدید نہ ٹھہرے گا بلکہ علما فرماتے ہیں کہ قیامِ جماعت کی حالت میں اگر کچھ لوگ آکر دوسری جماعت جُدا قائم کردیں مبتلائے کراہت ہوں گے کہ تفریقِ جماعت کی حالانکہ یہ نفس جماعت کے تارک نہ ہُوئے نہ اُن پر اصل جماعت سے مخالفت کی تہمت آسکتی ہے تو اکیلا اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ بنانے والا کس قدر شدید مخالف ہوگا،

فی الخلاصۃ ثم الھندیۃ قوم جلوس فی المسجد الداخل وقوم فی المسجد الخارج اقام المؤذن فقام امام من اھل الخارج فامھم وقام امام من اھل الداخل فامھم من

خلاصہ پھر ہندیہ میں ہے کچھ لوگ داخل مسجد اور کچھ مسجد سے باہر بیٹھے تھے کہ مؤذن نے اقامت کہی تو باہر والوں میں سے ایک شخص نے امامت کرائی اسی طرح اہل داخل میں سے ایک شخص نے امامت کرائی، ان دونوں میں سے جو پہلے

---

[1] درمختار | باب ادراک الفریضہ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۹۹
[2] ردالمحتار | " " " | " مصطفی البابی مصر | ۱/ ۵۲۸
[3] " " | " " " | " " " " | ۱/ ۵۲۹

marfat.com

Marfat.com

یسبق بالشروع فهو والمقتدون به لاکراھۃ فی حقھم[1]۔ شروع ہوا وہ امام ہے اور اس کی اقتدا کرنے والے درست ہیں اور ان میں کوئی کراہت نہیں (ت)

اور اس جماعت کا جماعتِ ثانیہ ہونا ان شناعتوں سے نہیں بچا سکتا اگرچہ جماعت ثانیہ کی مخالفت کا تہمت سے مطلقاً بری ہونا مان بھی لیا جائے کہ جب مسجد مسجدِ محلہ نہیں بازار یا سرا کی مسجد ہے تو اس کی ہر جماعت جماعتِ اولٰی ہے کما حققناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاوٰی میں کی ہے۔ ت) ہاں اگر یہ امام قرآن عظیم ایسا غلط پڑھتا ہے جو مفسدِ نماز ہو یا اس کی بدمذہبی تا حدِ فساد ہے یا نقصِ طہارت وغیرہ کوئی اور وجہ فساد کی ہے تو الزام نہیں کہ ان صورتوں میں وہ جماعت خود جماعت ہی نہیں بلکہ اب اس میں شرکت ممتنع ہوگی لبطلان الصلاۃ خلفہ (کیونکہ اس کے پیچھے نماز باطل ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

جواب سوالِ دوم: اس کا جواب جوابِ سوالِ اول سے واضح ہے۔ ہوجانا بمعنی سقوطِ فرض مسلّم مگر اس قائل کے فحوائے کلام سے ظاہر ہے کہ صرف اسی قدر اُس کی مراد نہیں بلکہ اس میں فقط کچھ ثواب ماننا اور لحوقِ اثم سے پاک جاننا ہے ولہٰذا تعلیل میں نہ واجب کا لفظ بڑھایا اور نہ سقوطِ فرض، تو بحال ترک جمیع واجبات بھی حاصل ہے اب یہ قول محض غلط ہے، اوّلاً مذہبِ معتمد میں جماعت واجب ہے اور اُسے سنّتِ مؤکدہ کہنا بوجہ ثبوت بالسنۃ ہے اور نہ بھی سہی تاہم اس کے قصدی ترک میں لحوقِ گناہ سے مفر نہیں۔

فی الدرالمختار الجماعۃ سنۃ موکدۃ للرجال قال الزاھدی ارادوا بالتاکید الوجوب الخ وفیہ وقیل واجبۃ و علیہ العامۃ ای عامۃ مشائخنا و بہ جزم فی التحفۃ وغیرھا قال فی البحر وھو الراجح عند اھل المذھب[2] اھ وفی البحر من باب صفۃ الصلٰوۃ الذی یظھر من کلام اھل المذھب ان

درمختار میں ہے مردوں کے لئے جماعت سنتِ مؤکدہ ہے۔ زاہدی نے کہا یہاں تاکید سے وجوب مراد لیا گیا ہے الخ اسی میں ہے وجوب کا قول بھی کیا گیا ہے اور ہمارے عام مشائخ اسی پر ہیں، تحفہ وغیرہ میں اسی پر جزم ہے، بحر میں فرمایا اہلِ مذہب کے ہاں یہی راجح ہے اھ اور بحر میں باب صفت صلٰوۃ میں ہے کہ اہل مذہب کے کلام سے جو ظاہر ہوتا ہے وہ یوں ہے کہ صحیح

---

[1] خلاصۃ الفتاوی الفصل الخامس عشر فی الامامۃ والاقتداء مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۱۴۵
فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فی بیان من ھو احق بالامامۃ ؍؍ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۴

[2] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۲

marfat.com

Marfat.com

الاثم فقط بترك الواجب او السنة المؤكدة على الصحيح لتصريحهم بان من ترك سنن الصلوة الخمس قيل لا یأثم والصحیح انه یأثم ذکره فی فتح القدیر وتصریحهم بالاثم لمن ترك الجماعة مع انها سنة مؤكدة على الصحيح وكذا فى نظائره لمن تتبع كلامهم ولا شك ان الاثم مقول بالتشکیك بعضه اشد من بعض فالاثم لتارك السنة المؤكدة اخف من الاثم لتارك الواجب اھ[1]

وفی ردالمحتار عن النھر عن الكشف الكبير عن اصول ابی الیسر حکم السنة ان یندب الى تحصيلها ويلام على تركها مع لحوق اثم يسير[2] اھ

قول کے مطابق گناہ کا مدار ترکِ واجب یا ترکِ سنّتِ مؤکدہ پر ہے کیونکہ انہوں نے تصریح کی ہے کہ جس نے صلواتِ خمسہ کی سُنن کو ترک کیا اس کے بارے میں ایک قول ہے کہ وہ گنا ہگار نہیں ہوگا' اور صحیح یہ ہے کہ وہ گنہ گار ہوگا۔ فتح القدیر میں اس کو ذکر کیا ہے اور یہ بھی ان کی تصریح ہے کہ جس نے جماعت ترک کی وہ گنہ گار ہوگا حالانکہ صحیح یہی ہے کہ جماعت سنّت مؤکدہ ہے، اسی طرح اس کی دیگر نظائر کا حکم ہے ان کے کلام سے تلاش کرنے والے کو یہی ملے گا، بلاشبہ گناہ کے بارے میں تشکیکی قول ہے، بعض کا قول بعض سے سخت ہے تو تارک سنت مؤکدہ کا گناہ تارک واجب سے اخف اور کم ہوگا اھ اور ردالمحتار میں نہر سے الکشف الکبیر کے حوالے سے ہے، اصول ابوالیسر سے ہے کہ سنّت کا حکم یہ ہے کہ اس کو حاصل کرنا مندوب و مستحب ہے اور اس کے ترک پر تھوڑے سے گناہ کے ساتھ ملامت ہوگی اھ (ت)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں،

لقد رأيتنا وما يتخلف عنها الا منافق معلوم النفاق۔

یعنی ہم نے اپنے آپ کو عہدِ رسالت میں دیکھا کہ جماعت سے پیچھے نہ ہٹتا تھا مگر کھلا منافق۔

اور فرماتے ہیں،

لو تركتم سنة نبيكم لضللتم اگر تم اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنّت ترک کرو گے گمراہ ہو جاؤ گے رواہ مسلم (اسے مسلم نے روایت کیا۔ ت)

اور ایک روایت میں ہے؛ لکفرتم تم کافر ہو جاؤ گے رواہ ابوداؤد (اسے ابوداؤد نے روایت کیا۔ ت) یعنی کفران یا یہ کہ معاصی برید کفر ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالٰی سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

[1] بحرالرائق باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۰۲

[2] ردالمحتار مطلب فی السنۃ وتعریفہا " مصطفی البابی مصر ۱/۷۷

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ ۹۳۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز میں امام کے واسطے مصلّٰی مخصوص کرنا اور مقتدی بغیر مصلّے کے قصداً کھڑے کئے جائیں بایں نیت کہ امام بہ نسبت مقتدیوں کے ممتاز ہونا چاہئے مکروہ ہے یا غیر مکروہ بینوا توجروا۔

الجواب

اتفاقاً ایسا ہو جائے تو مضائقہ نہیں یا امام نے خود بچھا یا کسی مقتدی نے نہ اس لئے کہ امام و مقتدی میں امتیاز چاہئے بلکہ امام کو کسی فضلِ دینی کی تعظیم کے لئے، مثلاً وہ عالمِ دین ہے اُس کے نیچے مصلّٰی بچھا دیا تو بھی حرج نہیں اور خاص اُس نیت سے بالقصد مقتدیوں کو بے مصلی کھڑا کرنا کہ نماز میں امام و مقتدیان کا یوں امتیاز ہونا چاہئے محض بے اصل و خلافِ سنّت اور دین میں نئی بات نکالنا ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی

مسئلہ ۹۳۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی رمضان میں اور مسجد میں کلام شریف سُننے جائے تو اپنی مسجد میں عشاء کی جماعت اس کے جانے سے بالکل جاتی ہے کیا ایسا شخص مقیم جماعت نہ ہوگا گو امام مقرر مسجد نہیں مگر قرآن شریف مایجوز بہ الصلوٰۃ پر قادر ہے، درصورت اس کے موجود ہونے کے جماعت ہوسکتی ہے؛ چنانچہ جمعہ مسجد میں یہی شخص پڑھاتا ہے اس کو غیر مسجد میں جانا اپنی مسجد کو ایک وقت معطل چھوڑنا بغرض استماعِ قرآن جائز ہے یا مکروہ یا کراہت ہے؟ لیکن استماعِ قرآن تراویح میں صرف تراویح سے ثواب اتنا زیادہ ہے کہ کراہت کان لم تکن (یعنی کراہت اصلاً نہ رہے۔ت) ہو جائے۔ بینوا توجروا

الجواب

ایسا شخص بلاشبہہ مقیم جماعت ہے اسے چاہئے کہ نمازِ فرض اپنی مسجد میں پڑھا کر تراویح کے لئے دوسری مسجد میں چلا جائے کہ جب اپنی مسجد میں قرآن عظیم نہ ہوتا ہو تو دوسری مسجد میں اس غرض سے جانا کوئی باک نہیں رکھتا بلکہ مطلوب و مندوب ہے، ہاں تعطیل جماعت فرض جائز نہیں، لہذا فرض یہاں پڑھا کر دوسری جگہ جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۴۰: ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی جواب ھذا السؤال (اے علما! اللہ تم پر رحم فرمائے اس سوال کا کیا جواب ہے؟ ت) جماعت تراویح میں بعض لوگ صفِ اوّل و دوم میں متفرق طور پر اس طرح نماز پڑھتے ہیں کہ چار آدمی کھڑے ہو کر پھر چار بیٹھ کر بعد ہی اس کے دو کھڑے ہوئے ازاں بعد پھر تین بیٹھے ہوئے پڑھتے اور قرآن سنتے ہیں اگرچہ یہ بیٹھنے والے سب ضعیف و معذور نہیں ہیں بلکہ بیشتر نوجوان ہیں جن کو بخیال تطویل قرأت امام برابر کھڑا رہنا بوجہ اپنی کاہلی و تکاسل کے ناگوار ہے آیا بیٹھ کر نماز پڑھنا ان کا اندر صفوف بلاکراہت جائز ہے؛ کیا تسویہ صفوف کا حکم اس سے قطعاً غیر متعلق ہے؟ کیا

marfat.com

Marfat.com

جماعت تراویح میں اس کی بابت کوئی حکم تخصیصی ہے، ایک فریق کہتا ہے کہ بیٹھ کر پڑھنے والے آخر صف میں نماز پڑھیں دوسرا فریق مجوز ہے کہ ایسی جماعت بلاکراہت صحیح و درست ہے چاہے کسی صف میں کوئی شخص بیٹھ کر پڑھتا ہو یا کھڑا ہو کہ اس میں کوئی محظور شرعی نہیں ہے ایسی حالت میں کون حق پر ہے ؟ بینوا توجروا

الجواب

دربارہ صفوف شرعاً تین باتیں بتاکید اکید مامور بہ ہیں اور تینوں آج کل معاذ اللہ کالمتروک ہو رہی ہیں، یہی باعث ہے کہ مسلمانوں میں نااتفاقی پھیلی ہوئی ہے۔

اول تسویہ کہ صف برابر ہو خم نہ ہو کج نہ ہو مقتدی آگے پیچھے نہ ہوں سب کی گردنیں شانے ٹخنے آپس میں محاذی ایک خط مستقیم پر واقع ہوں جو اس خط پر کہ ہمارے سینوں سے نکل کر قبلہ معظمہ پر گزرا ہے عمود ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

عباد اللہ لتسون صفوفکم اولیخالفن اللہ بین وجوھکم[1]	اللہ کے بندو! ضرور یا تم اپنی صفیں سیدھی کروگے یا اللہ تمہارے آپس میں اختلاف ڈال دے گا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صف میں ایک شخص کا سینہ اوروں سے آگے نکلا ہوا ملاحظہ کیا، اس پر یہ ارشاد فرمایا۔ رواہ مسلم عن النعمٰن بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما (اس کو مسلم نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت)

دوسری حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

رصوا صفوفکم وقاربوا بینھا وحاذوا بالاعناق فوالذی نفس محمد بیدہ انی لاری الشیاطین تدخل من خلل الصف کانھا الحذف[2]۔ رواہ النسائی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	اپنی صفیں خوب گھنی اور پاس پاس کرو اور گردنیں ایک سیدھ میں رکھو کہ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں شیاطین کو دیکھتا ہوں کہ رخنۂ صف سے داخل ہوتے ہیں جیسے بھیڑ کے بچے۔ اسکو نسائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

[1] صحیح مسلم باب تسویۃ الصفوف الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۲
[2] سنن النسائی حث الامام علی رص الصفوف الخ " مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۹۳

marfat.com

Marfat.com

تیسری حدیث صحیح میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اقیموا الصفوف فانما تصفون بصف الملٰئکۃ وحاذوا بین المناکب[1] رواہ احمد وابوداؤد والطبرانی فی الکبیر و ابن خزیمۃ والحاکم وصححاہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

صفیں سیدھی کرو کہ تمھیں تو ملائکہ کی سی صف بندی چاہیے اور شانے ایک دوسرے کے مقابل رکھو۔ اس کو امام احمد، ابوداؤد، طبرانی نے المعجم الکبیر میں، ابن خزیمہ اور حاکم نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرکے اسے صحیح قرار دیا۔

دوم اتمام کہ جب تک ایک صف پوری نہ ہو دوسری نہ کریں اس کا شرع مطہرہ کو وہ اہتمام ہے کہ اگر کوئی صف ناقص چھوڑے مثلاً ایک آدمی کی جگہ اس میں کہیں باقی تھی اُسے بغیر پورا کئے پیچھے اور صفیں باندھ لیں، بعد کو ایک شخص آیا اس نے اگلی صف میں نقصان پایا تو اُسے حکم ہے کہ ان صفوں کو چیرتا ہُوا جاکر وہاں کھڑا ہو اور اس نقصان کو پُورا کرے کہ انھوں نے مخالفت حکم شرع کرکے خود اپنی حرمت ساقط کی جو اس طرح صف پُوری کرے گا اللہ تعالٰی اس کے لئے مغفرت فرمائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

الا تصفون کما تصف الملٰئکۃ عند ربہا[2]۔

ایسی صف کیوں نہیں باندھتے جیسی ملائکہ اپنے رب کے حضور باندھتے ہیں۔

صحابہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ملائکہ کیسی صف باندھتے ہیں؟ فرمایا:

یتمون الصف الاول ویتراصون فی الصف[3] رواہ مسلم وابوداؤد

اگلی صف پُوری کرتے اور صف میں خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔ اس کو مسلم، ابوداؤد

---

[1] سنن ابوداؤد، باب تسویۃ الصفوف، مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۷
مسند احمد بن حنبل، مروی از عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ، مطبوعہ دارالفکر بیروت ۲/۹۸

[2] صحیح مسلم، باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ الخ، " قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۱
سنن ابوداؤد، باب تسویۃ الصفوف، مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۷

[3] صحیح مسلم، باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ الخ، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۱
سنن ابوداؤد، باب تسویۃ الصفوف، مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۷

marfat.com
Marfat.com

...ئی وابن ماجة عن جابر بن سمرة رضی الله تعالیٰ عنه.

نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

...وا الصف المقدم ثم الذی یلیه فما ...ن من نقص فلیکن فی الصف المؤخر[۱] ...واه الائمة احمد وابوداؤد والنسائی ...وابن حبان وخزیمة والضیاء باسانید صحیحة عن انس بن مالك رضی الله تعالیٰ عنه.

پہلی صف پوری کرو پھر جو اس کے قریب ہے کہ جو کمی ہو تو سب سے پچھلی صف میں ہو۔ اسے ائمہ کرام احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن حبان، ابن خزیمہ اور ضیاء مقدسی نے اسانید صحیحہ کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

...ن وصل صفا وصله الله ومن قطع ...صفا قطعه الله[۲] رواه النسائی والحاکم ...سند صحیح عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما وهو من تتمة حدیثه الصحیح المذکور سابقا عند احمد و ...بی داؤد والثلثة الذین معهما۔

جو کسی صف کو وصل کرے اللہ اسے وصل کرے اور جو کسی صف کو قطع کرے اللہ اسے قطع کرے۔ اسے نسائی اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے، یہ عبداللہ ابن عمر کی حدیث اس حدیث صحیح مذکور سابقہ کا تتمہ ہے جسے امام احمد اور ابوداؤد اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

...ن نظر الیٰ فرجة فی صف فلیسدها ...نفسه فان لم یفعل فمر مار فلیتخط

جو کسی صف میں خلل دیکھے وہ خود اسے بند کردے اور اگر اس نے بند نہ کیا اور دوسرا آیا تو اسے چاہیے

---

[۱] سنن ابوداؤد — باب تسویۃ الصفوف — مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۹۸
[۱] سنن النسائی — فضل الصف الاول — ″ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/ ۹۴
[۲] سنن ابوداؤد — باب تسویۃ الصفوف — ″ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۹۷
[۲] سنن النسائی — من وصل صفا — ″ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/ ۹۴

marfat.com

Marfat.com

علی رقبتہ فانہ لاحرمۃ لہ[1]۔ رواہ فی مسند الفردوس عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

کہ وہ اس کی گردن پر پاؤں رکھ کر اُس خلل کی بندش کو جائے کہ اس کے لئے کوئی حرمت نہیں۔ اسے مسند فردوس میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی الذین یصلون الصفوف ومن سد فرجۃ رفعہ اللہ بہا درجۃ[2]۔ رواہ احمد و ابن ماجۃ وابن حبان والحاکم وصححہ واقرّوہ عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

بیشک اللہ تعالٰی اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں ان لوگوں پر جو صفوں کو وصل کرتے ہیں اور جو صف کا فرجہ بند کرے اللہ تعالٰی اس کے سبب جنت میں اس کا درجہ بلند فرماتے گا۔ اسے امام احمد، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا اور صحیح کہا اور ان تمام نے اسے حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔

سوم تراص یعنی خوب مل کر کھڑا ہونا کہ شانہ سے شانہ چھلے، اللہ عزوجل فرماتا ہے: صفا کانہم بنیان مرصوص[3]۔ ایسی صف کہ گویا وہ دیوار ہے رانگا پلائی ہوئی۔ رانگ پگھلا کر ڈال دیں تو سب درزیں بھر جاتی ہیں کہیں رخنہ فرجہ نہیں رہتا، ایسی صف باندھنے والوں کو مولٰی سبحٰنہ وتعالٰی دوست رکھتا ہے اس کے حکم کی حدیثیں اوپر گزریں اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اقیموا صفوفکم وتراصوا فانی اراکم من وراء ظھری[4]۔ رواہ البخاری و النسائی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اپنی صفیں سیدھی اور خوب گھنی کرو کہ میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔ اسے بخاری اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

---

[1] المعجم الکبیر مروی از ابن عباس رضی اللہ عنہ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۱/۱۰۵-۱۱۳
[2] مسند احمد بن حنبل مروی از مسند عائشہ رضی اللہ عنہا 〃 دارالفکر بیروت ۶/۸۹
[3] القرآن ۶۱/۴
[4] صحیح بخاری باب اقبال الامام علی الناس عند تسویۃ الصفوف مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰۰

marfat.com

Marfat.com

بیچ یا پاس یا اتمام صفوف کے تمات سے اور تینوں امر شرعاً واجب ہیں کما حققنا ہ فی فتاوٰنا وکثیر من الناس عنہ غافلون (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی خوب تحقیق کی ہے اور بہت سے لوگ اس سے غافل ہیں۔ ت) اور یہاں چوتھا امر اور ہے تقارب کہ صفیں پاس پاس ہوں بیچ میں قدر سجدہ سے زائد فضول فاصلہ نہ چھوٹے جس کا ذکر حدیث دوم میں گزرا وہ یہاں زیرِ بحث نہیں صف میں کچھ مقتدی کھڑے کچھ بیٹھے ہوں تو اس سے امرِ اول یعنی تسویہ صف پر تو کچھ اثر نہیں پڑتا کہ قائم وقاعد بھی خطِ واحد مستقیم میں ہو سکتے ہیں تسویہ میں ارتفاع کی برابری ملحوظ نہیں نہ وہ ملحوظ ہونے کے قابل کہ ایک پیمائش کے قد کہاں سے آئیں گے، ہاں جبکہ بیٹھنے والے محض کسل وکاہلی کے سبب بے معذوری شرعی بیٹھیں گے تو فرائض وواجبات مثل عیدین و وتر میں امر دوم وسوم کا خلاف لازم آئے گا کہ جب بلا عذر بیٹھے تو ان کی نماز نہ ہوئی اور قطع صف لازم آیا کہ نمازیوں میں غیر نمازی دخیل ہیں ان بیٹھنے والوں کو خود فساد نماز ہی کا گناہ کیا کم تھا مگر انھیں یہاں جگہ دینا اور اگر قدرت ہو تو صف سے نکال نہ دینا یہ باقی نمازیوں کا گناہ ہوگا کہ وہ خود اپنی صف کی قطع پر راضی ہوئے اور جو صف کو قطع کرے اللہ اُسے قطع کر دے، اُن پر لازم تھا کہ اُنھیں کھڑے ہونے پر مجبور کریں اور اگر نہ مانیں تو صفوں سے نکال کر دُور کریں، ہاں نمازی اس پر قادر نہ ہوں تو معذور ہیں اور اس قطع صف کے وبال عظیم میں یہی بیٹھنے والے ماخوذ ہیں یہ حکم فرائض وواجبات کا تھا، رہی تراویح اس میں ہمارے علما کا اختلاف ہے کہ آیا یہ بھی مثل واجبات وسنتِ فجر بلا عذر بیٹھ کر ناجائز وفاسد ہوتی ہیں یا مثل باقی سنن جائز ہو جاتی ہیں اگرچہ خلاف توارث کے سبب مکروہ ہوتی ہیں بعض علما حکم اول کی طرف گئے اور صحیح ثانی ہے، درمختار میں ہے،

(التراویح تکرہ قاعدا) لزیادۃ تاکدھا حتی قیل لاتصح (مع القدرۃ علی القیام) کما یکرہ تاخیر القیام الی رکوع الامام للتشبہ بالمنافقین[1]۔

(نمازِ تراویح بیٹھ کر ادا کرنا مکروہ ہے) کیونکہ ان میں تاکید زیادہ ہے حتی کہ بعض فقہاء کے قول کے مطابق بیٹھ کر نمازِ تراویح ہوتی ہی نہیں (قیام پر قدرت کے ہوتے ہوئے) جیسا کہ رکوع امام تک قیام کو مؤخر کرنا (یعنی امام کے رکوع کے وقت نماز کا شروع کرنا) مکروہ ہے، کیونکہ اس میں منافقین کے ساتھ مشابہت ہے۔ (ت)

خانیہ و ردالمحتار میں ہے،

---

[1] درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۹

marfat.com

Marfat.com

لو صلی التراویح قاعدا قیل لا یجوز بلاعذر لما روی الحسن عن ابی حنیفۃ لو صلی سنۃ الفجر قاعدا بلاعذر لا یجوز فکذا التراویح لان کلا منہما سنۃ موکدۃ وقیل یجوز وھو الصحیح والفرق ان سنۃ الفجر سنۃ موکدۃ بلاخلاف والتراویح دونہا فی التاکد فلا یجوز التسویۃ بینہما[1]

اگر کسی نے تراویح بیٹھ کر ادا کیں تو بعض فقہائے نزدیک بلاعذر ایسا کرنا درست نہیں کیونکہ امام حسن نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نقل کیا ہے کہ اگر کسی نے فجر کی سُنتیں بلاعذر بیٹھ کر ادا کیں تو یہ جائز نہیں، اسی طرح تراویح کا معاملہ ہے، کیونکہ دونوں سنّت مؤکدہ ہیں، بعض فقہا کے نزدیک جائز ہے اور یہی صحیح ہے، فرق یہ ہے کہ سنّنِ فجر بغیر کسی اختلاف کے سنّتِ مؤکدہ ہیں اور تراویح کا درجۂ تاکید میں ہونا اس سے کم ہے لہذا ان کے درمیان مساوات وبرابری نہ ہوگی۔ (ت)

قولِ اوّل پر کاہلوں کا بلاعذر صف میں بیٹھنا ویسا ہی ناجائز ومورثِ گناہ وموجبِ قطعِ صف ہوگا جیسا واجبات میں کہ اس قول پر یہ لوگ بھی نماز سے خارج ہیں اور قولِ ثانی پر مستحب ہوگا کہ ان اہلِ کسل کو مؤخر کیا جائے اور صفوں میں یُوں دخیل نہ ہونے دیا جائے کہ ایک قول پر وہ گناہ ومعصیت ہے اور دوسرے پر محض بے ضرورت ہے تو اس سے احتراز ہی میں فضیلت ہے۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ دوسرے مذاہب جو اپنے مذہب سے بے علاقہ ہیں جیسے حنفیہ کے لئے شافعیت مالکیت حنبلیت اُن کے خلاف کی رعایت رکھنی بالاجماع مستحب ہے جب تک اپنے مذہب کا مکروہ نہ لازم آتا ہو تو یہ خلاف تو خود اپنے علمائے مذہب میں ہے، درمختار میں ہے:

لا ینقضہ مس ذکر وامرأۃ لکن یندب للخروج من الخلاف لاسیما للامام لکن بشرط عدم لزوم ارتکاب مکروہ مذہبہ[2]

مَسِ ذکر اور مَسِ امرأۃ سے وضو نہیں ٹوٹتا لیکن ایسی صورت میں اختلاف سے بچتے ہوئے وضو کرلینا مستحب ہے خصوصاً امام کے لئے بشرطیکہ امام کے اپنے مسلک میں مکروہ کا ارتکاب لازم نہ آئے (ت)

مگر یہاں ایک اور نکتہ واجب اللحاظ ہوگا کہ تاخیر اتنے کاہلوں کی ہو جس قدر تمام صف سے زائد ہوں ورنہ

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۹۹

[2] دُرمختار کتاب الطہارۃ ؍؍ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۷

marfat.com

Marfat.com

[illegible] اقامت ہو تاکہ مذہب صحیح پر قطع صف نہ لازم آئے اُس سے تحرز مستحب تھا یہاں واجب ہوگا [illegible] یہ کہ یہاں تین صورتیں ہوں گی ،

اوّل یہ کہ قائمین بقدر کمال صف ہوں یعنی اُن سے ایک یا چند صفیں پوری کامل ہو جائیں کہ کہ نہ آدمی زائد بچے نہ صف میں جگہ رہے اس صورت میں صفوف سابقہ کاملہ قائمین سے کر لی جائیں اور کاہلین سب سے آخر میں اپنی صف یا صفیں کامل یا ناقص جس قدر ہیں باندھیں یہ صورت کاہلین کی تاخیر مطلق کی ہوگی۔

دوّم قائمین سے اکمالِ صف نہیں ہوتا خواہ اس قدر کم ہیں کہ پہلی ہی صف پوری کرنے کو اور آدمیوں کی حاجت ہے یا کثیر ہیں ایک یا چند صفیں ان سے مکمل ہو گئیں اور اب اتنے بچے جن سے بعد کی صف پُوری نہیں ہوتی اور قاصرین سے تکمیل ہو جائے گی اور زیادہ نہ بچیں گے تو لازم ہے کہ قائمین کی اخیر صف میں کاہلین کو ایک کنارے پر جگہ دے کر تکمیلِ صف کریں حتی کہ اگر صفِ اوّل ہی ناقص تھی تو اسی کے کنارے پر انھیں رکھیں اس صورت میں کاہلوں نے اصلاً تاخیر نہ پائی، ہاں ایک کنارے پر جمع کر دیے گئے۔

سوّم تکمیلِ صف میں کاہلین کی حاجت ہے اور وہ بعد تکمیل بھی بچتے ہیں تو جس قدر تکمیل کے لئے مطلوب ہیں قائمین کی صف آخر کے ایک کنارے پر انھیں رکھ کر باقی کی صف تا صفوف ناقص یا کامل اخیر میں کر دی جائیں یُوں بعض کی تاخیر اور بعض کی طرف پر اقامت ہوگی اور وجہ ان سب کی وہی ہے کہ جب مذہب صحیح میں کاہلین کی نماز میں صرف کراہت ہے نہ باطل محض اور قائمین کی صف کو تکمیل کی حاجت ہے تو اس سے ہٹا کر کاہلین کو صفِ دیگر میں رکھنا صف اخیر قائمین کو ناقص چھوڑنا ہوگا اور یہ جائز نہیں پھر بہرحال اگر اور قائمین آتے جائیں یا انھیں میں سے بعض توفیق پاتے جائیں تو وہ بجائے کاہلین فی طرف الصف ہوں اور کاہلین فی الطرف مؤخر ہوتے جائیں یہاں تک کہ مثلاً صورت ثانیہ صورتِ اولیٰ کی طرف رجوع کرے اور ثالثہ ثانیہ یا اولیٰ ہو جائے الیٰ غیر ذلک من الاحتمالات (اس کے علاوہ دیگر احتمالات) یہ سب اس صورت میں ہے کہ کاہلین دستِ شرع میں نرم ہوں ورنہ بحال فتنہ قدر میسور پر عمل چاہیے، وباللہ التوفیق ھذا ما افادہ التفقہ والکتاب واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۹۲۱ از جالندھر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی محمد جان صاحب مرسلہ محمد احمد خان صاحب ۲۰ شوال ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی کتاب میں یہ

marfat.com

Marfat.com

عبارت لکھی ہے البتہ چار مصلے جو کہ مکہ معظمہ میں مقرر کئے ہیں لاریب یہ امر زبون ہے کہ تکرار جماعت افتراق اُس سے لازم آگیا کہ ایک جماعت ہونے میں دوسرے مذہب کی جماعت بیٹھی رہتی ہے اور شریک جماعت نہیں ہوتی اور مرتکب حرمت ہوتے ہیں مگر یہ تفرقہ نہ ائمہ دین حضرات مجتہدین سے ہے نہ علمائے متقدمین سے بلکہ کسی وقت سلطنت میں کسی وجہ سے یہ امر حادث ہوا ہے کہ اس کو کوئی اہل حق پسند نہیں کرتا پس یہ طعن نہ علمائے اہل حق مذاہب اربعہ پر ہے بلکہ سلاطین پر ہے کہ مرتکب اس بدعت کے ہوئے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ پس دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ چار مصلے کس کی سلطنت میں ہوئے اور کس امر و بنیاد پر قائم کئے گئے کہ جو زید لکھتا ہے کہ لاریب یہ امر زبون ہے صدہا علمائے کاملین وصلحائے مقبولین گزرے کسی نے آج تک یہ اعتراض نہیں کیا کہ جواب زید یہ اعتراض کرتا ہے اس کا لکھنا درست ہے یا خلاف؟ اور زید کو شرعاً کیا کہنا چاہئے؟ جواب مدلل مکمل صاف صاف تحریر فرمائیں بینوا بالتفصیل جزاکم اللہ الرب الجلیل۔

الجواب

حقیقت امر یہ ہے کہ حرمین طیبین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً میں چاروں مذاہب حقہ اہلسنت حفظہم اللہ تعالیٰ کے لوگ مجتمع ہیں اور اُن میں باہم طہارت و نماز کے مسائل میں اختلاف رحمت ہے، ایک بات ایک مذہب میں واجب دوسرے میں ممنوع، ایک میں مستحب دوسرے میں مکروہ، ایک کے نزدیک ایک امر ناقض طہارت دوسرے کے نزدیک نہیں، ایک کے یہاں کسی صورت میں وضو تمام دوسرے کے یہاں نہیں، تو جب امام کسی مذہب کا ہو اگر اس نے دوسرے مذہب کے فرائض طہارت و صلاۃ کی رعایت اور ان کے نواقض و مفسدات سے مجانبت نہ کی جب تو اس مذہب والوں کی نماز اس کے پیچھے باطل و فاسد ہی ہوگی اور اگر مراعات و مجانبت مشکوک ہو تو مکروہ اور تلفیق مذاہب باجماع جمہور ائمہ حرام و باطل اور بحال رعایت بھی ہر مذہب کے مکروہات سے بچنا یقیناً محال اور بعض امور ایک مذہب میں سنت اور دوسرے میں مکروہ ہیں اگر بجا لایا تو مذہب ثانی اور تارک ہوا تو مذہب اول پر کراہت و لہٰذا غایت امکان قدر فرائض و مفسدات تک ہے، محققین نے تصریح فرمائی کہ بہرحال موافق المذہب کی اقتداء اکمل و افضل، تو انتظار موافق کے لئے نوافل یا ذکر وغیرہما میں مشغول رہنا جماعت سے اعراض نہیں بلکہ اکمل و اعلیٰ کی طلب ہے اور یہ تفریق جماعت نہیں بلکہ تکمیل و تحسین ہے خصوصاً ان دو مسجد مبارک میں کہ مسجد محلہ نہیں ہر جماعت جماعت اولیٰ ہے اس لئے آٹھ سو برس یا زائد سے مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ و بیت المقدس و جدہ و مصر و شام وغیرہا بلاد اسلام میں عامہ مسلمین کا

marfat.com

Marfat.com

عمل اس پر جاری وساری رہا اور بعض کا انکار شاذ و مہجور قرار پایا تو بعد وضوحِ حق واستقرارِ امر اسے ذی ہوں حرام و بدعت کہنا باطل وجہل و سفاہت ہے، چار مصلے ہونا اسی طریقۂ انیقہ سے عبارت ہے جسے علمائے مذاہب نے بنظرِ مصالح جلیلۂ مذکورہ پسند و مقرر رکھا باقی کسی مکان یا علامت کا بنا کر یہ بھی صدہا سال سے معہود و مقبول ہے نہ اُس کے لئے ضرور نہ اُن میں مخل بلکہ وہ بھی منافع پر مشتمل، درمختار میں ہے :

یکرہ تطوع عند اقامۃ صلٰوۃ مکتوبۃ ای اقامۃ امام مذھبہ۔[1]

نمازِ فرض کی اقامت کے وقت نوافل مکروہ ہیں یعنی اقامت سے مراد اپنے ہم مذہب امام کی اقامت ہے (ت)

ردالمحتار میں :

لو انتظر امام مذھبہ بعیدا عن الصفوف لم یکن اعراضا عن الجماعۃ للعلم بانہ یرید جماعۃ اکمل من ھذہ الجماعۃ۔[2]

اگر کوئی شخص صفوں سے دُور اپنے مذہب کے امام کا انتظار کرتا رہا تو یہ جماعت سے اعراض نہ ہوگا کیونکہ یقیناً معلوم ہے کہ وہ اس موجودہ جماعت سے اکمل جماعت کا ارادہ رکھتا ہے (ت)

شیخ علمائے مکہ معظمہ مولانا علی قاری مکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ رسالۂ اہتداء میں فرماتے ہیں :

لوکان لکل مذھب امام کما فی زماننا فالافضل الاقتداء بالموافق سواء تقدم اوتاخر علی ما استحسنہ عامۃ المسلمین وعمل بہ جمہور المومنین من اھل الحرمین والقدس ومصر والشام ولاعبرۃ بمن شذ منھم۔[3]

اگر ہر مذہب کا الگ امام موجود ہو جیسا کہ ہمارے دور میں ہے تو پھر اپنے موافق کی اقتدا افضل ہے خواہ وہ پہلے ہو یا بعد جیسا کہ اس کو عامہ مسلمین نے پسند کیا، جمہور مومنین اہل حرمین، قدس، مصر اور اہلِ شام کا اسی پر عمل ہے اس کی مخالفت کرنے والے شاذ و نادر کا کوئی اعتبار نہیں۔ (ت)

---

[1] درمختار | کتاب الصلٰوۃ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۶۲/۱
[2] ردالمحتار | باب ادراک الفریضۃ | 〃 مصطفی البابی مصر | ۵۲۵/۱
[3] ردالمحتار بحوالہ رسالہ اہتداء | باب الامامۃ | 〃 〃 〃 〃 | ۴۱۷/۱

marfat.com
Marfat.com

علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں :

قد سئل بعض العلماء عن ھذہ المقامات المنصوبۃ حول الکعبۃ التی یصلون فیھا الاٰن باربعۃ ائمۃ علی مقتضی المذاھب الاربعۃ فاجاب بانھا بدعۃ ولکنھا بدعۃ حسنۃ لا سیئۃ لانھا تدخل بدلیل السنۃ الصحیحۃ و تقریرھا فی السنۃ الحسنۃ لانھا لم یحدث منھا ضرر ولا حرج فی المسجد ولا فی المصلین من المسلمین لعامۃ اھل السنۃ والجماعۃ بل فیھا عمیم النفع فی المطر والحر الشدید والبرد وفیھا وسیلۃ للقرب من الامام فی الجمعۃ وغیرھا فھی بدعۃ حسنۃ و یسمون بفعلھم للسنۃ الحسنۃ و ان کانت بدعۃ اھل السنۃ لا اھل البدعۃ لان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال من سن سنۃ حسنۃ الی اٰخرما اطال واطاب علیہ رحمۃ الملک الوھاب واللہ تعالٰی اعلم۔

بعض علماء سے کعبہ معظمہ کے ارد گرد مقامات مخصوصہ میں مذاہب اربعہ کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے اسے بدعۃ کہا، لیکن یہ بدعت حسنہ ہے سیئہ نہیں کہ یہ سنت صحیحہ کی دلیل وتقریر پر سنّت حسنہ میں داخل ہے کیونکہ اس کی وجہ سے کوئی ضرر نہیں ہوتا نہ مسجد میں کوئی تنگی ہے اور عام اہل سنت کے نمازیوں میں کوئی حرج ہے بلکہ اس میں بارش اور سخت گرمی وسردی میں فائدہ وآسانی ہے اور اس میں جمعہ وغیرہ میں امام کا قرب بھی حاصل رہتا ہے لہذا یہ بدعت حسنہ ہے اور فقہاء اپنے اس فعل کا نام سنّت حسنہ رکھتے ہیں اگرچہ یہ اہلسنت کی بدعت ہے نہ کہ اہل بدعت کی، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا "من سن سنۃ حسنۃ" (جس نے اچھا طریقہ ایجاد کیا) الی آخر العبارۃ، اللہ تعالٰی ان پر لطف وکرم فرمائے، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۹۴۲: از غازی پور محلہ میاں پورہ مرسلہ منشی علی بخش صاحب محرر دفتر ججی غازی پور
۱۷ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام پر تحکم کرنا مقتدیوں کو یا انتظار کرنا امام کو مقتدی

۱۴۶/۱

لہ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ وقد سئل بعض العلماء عن ہذہ المقامات المنصوبۃ حول الکعبۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

marfat.com

Marfat.com

کا بعد اوقات معینہ کے بھی بالخصوص ایسے مقتدی کا جو بے علم اور مشہور جھگڑالو ہو درمیان میں مقتدیوں کے، اور یہ چاہتا ہو کہ جب ہم کہیں جب ہی اذان ہو اور جب ہم کہیں جب ہی نماز ہو اگرچہ وقت کچھ ہی ہو جائے اور امام پانچوں وقت بعد اذان کے خود آکر ہمیں گھر سے بلالے جایا کرے، پس ایسے شخص کا نماز کے باب میں انتظار کرنا اور متبع ہونا امام کو سزاوار ہے یا نہیں؟

الجواب

مقتدی کو امام پر تحکم نہیں پہنچتا اور وہ خیالات جو سوال میں مذکور ہوئے محض ظلم و اثم ہیں امام کو ایسے شخص کا اتباع اور اس کی ان نفسانی خواہشوں کا لحاظ ہرگز نہ چاہئے مگر جبکہ شریر و موذی ہو اور اس کے ترک انتظار میں مظنہ فتنہ ہو تو بمجبوری تا حدِ امکان انتظار کرسکتا ہے کہ فتنہ سے بچنا ضرور ہے۔

قال اللہ تعالیٰ الفتنۃ اشد من القتل[1] اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے، فتنہ قتل سے بدتر ہے۔ (ت)

ملتزمانِ جماعت جب تک حاضر نہ ہوں اور وقت میں کراہت نہ آئے امام انتظار کرے ورنہ نہیں،

وقد کان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا حضر الناس عجل واذا تاخروا اخر۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا معمول تھا جب لوگ حاضر ہوتے آپ جلدی فرماتے جب لوگ تاخیر کرتے آپ تاخیر فرماتے (ت)

واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۹۴۳ از شہر کہنہ مرسلہ رحیم بخش بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ کھانا تیار ہے اور جماعت بھی تیار ہے تو اوّل کھانا کھائے یا نماز پڑھ لے؟

الجواب

جماعت تیار ہے اور کھانا سامنے آیا اور وقت تنگ نہ ہو جائے گا اور پہلے جماعت کو جائے تو بھوک کے سبب دل کھانے میں لگا رہے یا کھانا سرد ہو کر بے مزہ ہو جائے گا یا اس کے دانت کمزور ہیں روٹی ٹھنڈی ہو کر نہ چبائی جائے گی تو اجازت ہے کہ پہلے کھانا کھالے اور اگر کھانے میں کوئی خرابی یا دقت نہ آئے گی نہ اسے ایسی بھوک ہے تو جماعت نہ کھوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] القرآن ۲/۱۹۱

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ ۹۴۴ مرسلہ اصغر علی خاں بریلی بانس منڈی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں دس بیس شخص نمازی روزمرہ جمع ہوتے ہیں ان سب کی رائے سے وقتِ ظہر دو بجے اور عصر پانچ بجے اور عشا ۹ بجے قرار پایا ہے اذان ہوئی اور دو ایک شخص تشریف لاکر بیٹھے رہے یہاں تک کہ اور نمازی بھی جمع ہوگئے اور صف باندھ کر کھڑے ہوئے تو اُن صاحب نے جو پیشتر سے تشریف لائے ہیں کہا کہ ہم نے تو ابھی وضو ہی نہیں کیا ہے لہذا کچھ صاحبوں کی اہلِ جماعت سے رائے ہوئی کہ وضو کرلینے دو، جملہ نمازی کھڑے رہے، جب اُن صاحب نے وضو کرلیا بلکہ پاؤں دھونا باقی تھے کہ اس عرصہ میں دو چار شخص اور آگئے اُن کو وضو سے فارغ نہ ہونے دیا اور فوراً کھڑے ہوگئے۔ دیگر یہ کہ کوئی صاحب تشریف لائے اور وضو کرکے جماعت میں دیر دیکھ کر اپنے مکان کو تشریف لے گئے تو ان کا انتظار کیا جائے یا نہیں اور جماعت تیار رہے، بینوا توجروا

الجواب

یہ دو چار شخص جو بعد کو آئے اور اُن کے وضو کا انتظار نہ کیا اور جماعت قائم کردی اگر یہ لوگ اہلِ محلہ سے نہ تھے اُنھیں اُس تعیینِ وقت پر جو اہلِ مسجد نے مقرر کرلی ہے اطلاع نہ تھی اور وقت میں تنگی بھی نہ تھی اور حاضرین میں کسی پر انتظار سے کوئی ضرر حرج بھی نہ تھا تو اس صورت میں ان کے وضو کا انتظار کرلینا مناسب تھا خصوصاً جبکہ اس انتظار نہ کرنے میں اُن کی دل شکنی ہو کہ بلاوجہ کسی مسلمان کی دل شکنی بہت سخت بات ہے، دو چار منٹ میں وضو ہوجائے گا، اس میں ان کا ایک نفع اور اپنے تین، اُن کا تو یہ کہ تکبیرِ اولٰی پالیں گے اور اپنا پہلا نفع یہ کہ اُس فضیلت کے ملنے میں مسلمانوں کی اعانت ہوئی اور اس کا اجرِ عظیم ہے قال اللہ تعالٰی تعاونوا علی البر والتقوٰی[1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: نیکی اور تقوٰی پر لوگوں کے ساتھ تعاون کرو۔ ت)

یہاں تک کہ عین نماز میں امام کو چاہئے کہ اگر رکوع میں کسی کی پہچل سُنے اور اُسے پہچانا نہیں تو دو ایک تسبیح زیادہ کردے کہ وہ شامل ہوجائے، دوم اس رعایت سے اُن مسلمانوں کا دل خوش کرنا متعدد احادیث میں ہے۔

احب الاعمال الی اللہ بعد الفرائض ادخال السرور علی المسلم[2] اوکما — فرائض کے بعد سب اعمال میں اللہ کو زیادہ پیارا مسلمان کا دل خوش کرنا ہے۔ جیساکہ حضورِ اکرم

---

[1] القرآن ۵/۲

[2] الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۲۰۰ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۶۷
مجمع الزوائد باب فضل قضاء الحوائج دارالکتاب بیروت ۸/۱۹۳

marfat.com

Marfat.com

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔

سوم صحیح حدیث میں ارشاد ہوا کہ،

انکم فی صلوٰۃ ما انتظرتم الصلوٰۃ[1] بیشک تم نماز ہی میں ہو جب تک نماز کے انتظار میں ہو۔

ورنہ انتظار نہ کرنے میں کوئی حرج نہ ہوا، جو شخص جماعت میں دیر دیکھ کر چلا گیا وقتِ مقررہ کے بعد اس کے انتظار کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۴۲ از نکرالہ ضلع بدایوں مرسلہ لسیین خاں ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

ایک شخص نے نماز پڑھنا شروع کیا دوسرا آیا اُس کے برابر کھڑا ہوگیا، تیسرا آیا وہ دوسری طرف برابر کھڑا ہوگیا، چوتھا آیا اس نے دونوں مقتدیوں کو کھینچ کے پیچھے کھڑا کرکے شامل ہوا پوچھا گیا کہ نماز میں کوئی قصور تو نہ ہوا کہا حدیث میں آیا ہے کہ مقتدیوں کو کھینچ کے پیچھے کھڑا کرلے۔ بینوا توجروا

الجواب

آج کل بوجہ غلبۂ جہل کھینچنا منع ہے پھر بھی نماز ہوگئی اگر ہٹنے والے حکمِ شرع ماننے کے لئے ہٹے ہوں، اور اگر کھینچنے والے کا حکم ماننے کو ہٹے نہ مسئلہ کے لحاظ سے تو اُن ہٹنے والوں کی نماز نہ ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۴۳ از ڈیرہ غازی خاں بلاک ۱۲ مسئولہ احمد بخش صاحب ۸ صفر ۱۳۳۹ھ

حضرت ملک العلماء، شمس الفضلاء، مقتدائے اہلِ ایمان، پیشوائے اہلِ ایقان ادام اللہ تعالیٰ فضلہم ومجدہم الیٰ یوم الدین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ۔ نیازمند مشتاقِ زیارت محتاجِ دعا ہزارہزار نیاز کے بعد عرض کرتا ہے کہ ان ایام میں ایک مسجد جدید تیار کرائی جاتی ہے جس کے متعلق یہ ارادہ ہے کہ سقف پر عورتوں کے نماز پڑھنے کی جگہ تیار رہو اس حالت میں جماعت کی وضع اور صورت یہ ہوگی کہ بعض صفوف رجال جو نیچے زمین پر ہوں گی عورتوں کی صفوں سے مقدم اور بعض محاذی زیروبالا اور بعض مؤخر بیرونی صحن میں، پس کیا ایسی جماعت اس لئے کہ عورتوں کے صفوف بعض صفوف رجال کے اوپر اور بعض صفوف رجال سے جو بیرونی صحن میں ہوں گی مقدم ہیں مکروہ یا ناجائز ہوگی اس لئے کہ عورتوں کے صفوف اور صفوف رجال کے درمیان دیواریں اور پردے حائل ہوں گے یا کوئی کراہت نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

جبکہ بیچ میں سقف وجدار حائل ہیں باعثِ بطلان نماز رجال نہیں ہوسکتا کہ محاذات نہ ہوئی،

---

[1] صحیح بخاری باب السمر فی الفقہ والخیر بعد العشاء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۴-۹۰

marfat.com

Marfat.com

تنویر الابصار میں ہے :

واذا حاذته امرأة ولاحائل بینھما فی صلٰوۃ مطلقۃ فسدت صلاتہ[1]

جب عورت نماز مطلقہ میں مرد کے محاذی ہوجائے اور ان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو تو اس مرد کی نماز فاسد ہوجائے گی۔ (ت)

مگر یہ صورت بوجوہ کراہت وممانعت سے خالی نہ ہوگی،

اولًا عورتوں کا مسجد میں جانا خود ممنوع ہے تو ایک امر ممنوع کے لئے سامان کرنا ہے۔ تنویر الابصار میں ہے :

ویکرہ حضورھن الجماعۃ مطلقا علی المذھب[2]

مفتی بہ مذہب پر خواتین کا جماعت کے لئے حاضر ہونا مطلقًا مکروہ ہے (ت)

ثانیًا بے ضرورت شرعیہ مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے یہاں تک کہ شدت گرمی بھی اس کے لئے عذر نہ مانی گئی، عالمگیریہ میں ہے :

الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ ولھذا اذا اشتد الحریکرہ ان یصلوا بالجماعۃ فوقہ[3]

ہر مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے یہی وجہ ہے کہ جب گرمی سخت ہو تو مسجد کے اوپر باجماعت نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (ت)

ثالثًا یہ اگرچہ تقدیم محسوس نہیں مگر واقع میں بعض صفوف رجال سے تقدیم اور بعض سے معیت ضرور ہے اور حکم یہ ہے کہ اخروھن من حیث اخرھن اللہ[4] (ان کو مؤخر رکھو جیسا کہ اللہ تعالٰی نے انھیں مؤخر فرمایا ہے۔ ت) لہٰذا اس سے احتراز ہی کیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] درمختار	باب الامامۃ	مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی	۱/۸۴
[2] درمختار	"	" " "	۱/۸۳
[3] فتاوٰی ہندیۃ	الباب الخامس فی آداب المسجد الخ	" نورانی کتب خانہ پشاور	۵/۳۲۲
[4] فتح القدیر	باب الامامۃ	" مطبع نوریہ رضویہ سکھر	۱/۳۱۲

marfat.com

Marfat.com

فَصلُ المَسبُوق

(مسبوق کا بیان)

مسئلہ ۹۴۷ از فیض آباد مرسلہ منشی احمد حسین خرسند نقشہ نویس اسسٹنٹ انجینیر ریلوے ۲۳ ربیع الاول شریف ۱۳۲۳ھ

س کہتا ہے جس کو مغرب کی تیسری رکعت جماعت کے ساتھ ملے وہ جب اپنی نماز پوری کرنے کھڑا ہو تو اپنی دوسری رکعت میں قعدہ کرے کیونکہ قاعدہ مصرحہ ہے نماز مسبوق درحق قرأت حکم اول نماز دارد ودرحق قعود حکم آخر نماز (مسبوق کی باقیماندہ نماز) قرأت کے لحاظ سے اوّل اور بیٹھنے میں آخر کا حکم رکھتی ہے۔ت) ع کہتا ہے مسبوق دوسری رکعت پر قعدہ نہ کرے کہ بعض کتب فقہ میں ایسا ہی لکھا ہے اور جو دوسری رکعت پر قعدہ کرے گا تو تینوں رکعات علیحدہ علیحدہ ہوجائیں گی، پس سوال یہ ہے کہ قول س کا قابل عمل ہے یا ع کا۔ بینوا توجروا

الجواب

قول س کا صحیح ہے، ائمہ فتوٰی سے اُسی کا اختیار مفید ترجیح ہے، کتب معتمدہ میں اس کی تصریح ہے، درمختار میں ہے:

یقضی اول صلاتہ فی حق قراءۃ واٰخرھا فی حق تشھد فمدرك رکعۃ من غیر

قراءۃ کے حق میں وُہ اپنی ابتدا نماز اور تشہد کے حق میں آخرِ نماز تصور کرکے ادا کرے فجر کے علاوہ

marfat.com

Marfat.com

فجر یأتی برکعتین بفاتحۃ وسورۃ وتشھد بینھما وبرابعۃ الرباعی بفاتحۃ فقط ولایقعد قبلھا[1]

ایک رکعت پانے والا دو رکعتوں کو فاتحہ اور سورت کے ساتھ ادا کرے اور ان کے درمیان قعدہ بھی کرے اور چار رکعتی نماز میں چوتھی رکعت کو صرف فاتحہ کے ساتھ ادا کرے اور اس سے پہلے قعدہ نہ کرے۔ (ت)

خلاصہ وہندیہ میں ہے :

لوادرك رکعۃ من المغرب قضی رکعتین وفصل بقعدۃ فتکون بثلث قعدات[2]

اگر کسی نے مغرب کی ایک رکعت پائی تو وہ باقیماندہ دو بجالاتے اور ان کے درمیان قعدہ کے ساتھ فاصلہ کرے تو یہاں تین قعدے ہوجائیںگے (ت)

یہاں تک کہ غنیہ شرح منیہ میں فرمایا اگر ایک رکعت پڑھ کر قعدہ نہ کیا تو قیاس یہ ہے کہ نماز ناجائز ہو یعنی ترک واجب کے سبب ناقص وواجب الاعادہ البتہ استحساناً حکم جواز وعدم وجوب اعادہ دیا گیا کہ یہ رکعت من وجہ پہلی بھی ہے ، ردالمحتار میں ہے :

قال فی شرح المنیۃ ولولم یقعد جاز استحسانا لاقیاسا ولم یلزمہ سجود السھو لکون الرکعۃ اولی من وجہ[3]

شرح المنیہ میں فرمایا ہے اگر اس نے ایک رکعت پڑھ کر قعدہ نہ کیا تو اگرچہ قیاساً نماز درست نہیں مگر استحساناً درست ہے اور اس پر سجدۂ سہو لازم نہیں کیونکہ ایک لحاظ سے یہ پہلی رکعت ہے۔ (ت)

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۴۸: حافظ عبداللہ خاں موضع ٹھریا ضلع بریلی بتاریخ ۲۹ جمادی الاخری ۱۳۲۷ھ

جماعت رکوع میں ہو تو مسبوق نمازی کو نیت کرکے اور تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھنا چاہئے یا بے باندھے دوسری تکبیر کہہ کر رکوع میں جانا چاہئے یا ایک ہی تکبیر اس کے واسطے کافی ہے یا کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجّروا

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۶
[2] فتاوٰی ہندیۃ الفصل السابع فی المسبوق واللاحق مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۹۱
[3] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۴۱

marfat.com

Marfat.com

الجواب

ہاتھ باندھنے کی تو اصلاً حاجت نہیں اور فقط تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع میں مل جائے گا تو نماز ہوجائے گی مگر سنّت یعنی تکبیر رکوع فوت ہوئی لہذا یہ چاہئے کہ سیدھا کھڑا ہونے کی حالت میں تکبیر تحریمہ کہے اور سبحٰنک اللھم پڑھنے کی فرصت نہ ہو یعنی احتمال ہو کہ امام جب تک سر اٹھالے گا تو معاً دوسری تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے اور امام کا حال معلوم ہو کہ رکوع میں دیر کرتا ہے سبحٰنک اللھم پڑھ کر بھی شامل ہوجاؤں گا تو پڑھ کر رکوع کی تکبیر کہتا ہوا شامل ہو یہ سنّت ہے اور تکبیر تحریمہ کھڑے ہونے کی حالت میں کہنی تو فرض ہے بعض ناواقف جو یہ کرتے ہیں کہ امام رکوع میں ہے تکبیر تحریمہ جھکتے ہوئے کہی اور شامل ہوگئے اگر اتنا جھکنے سے پہلے کہ ہاتھ پھیلائیں تو گھٹنے تک پہنچ جائیں اللہ اکبر ختم نہ کرلیا تو نماز نہ ہوگی، اس کا خیال لازم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۳۶: از بلنڈی افریقہ سائل حاجی عبداللہ و حاجی یعقوب علی

نمازِ ظہر کی جماعت کھڑی ہے میں نے وضو کیا تب تک تین رکعت خلاص ہوگئیں چوتھی میں جا ملا، اب میں تین رکعت کس ترتیب سے ادا کروں؟

الجواب

سلامِ امام کے بعد کھڑے ہو کر سبحٰنک اللھم الخ پہلے اگر نہ پڑھا تھا تو اب پڑھے ورنہ اعوذ سے شروع کرے اور الحمد و سورت پڑھ کر رکوع و سجدہ کرکے بیٹھ کر التحیات پڑھے پھر کھڑا ہو کر الحمد و سورت پڑھے اور رکوع و سجدہ کرکے بغیر بیٹھے کھڑا ہوجائے اور چوتھی رکعت میں فقط الحمد پڑھ کر رکوع و سجدہ کرکے التحیات پڑھے اور نماز تمام کرے۔ درمختار میں ہے:

یقضی اول صلاتہ فی حق قراءۃ و اٰخرھا فی حق تشھد فمدرک رکعۃ من غیر فجر یاتی برکعتین بفاتحۃ و سورۃ و تشھد بینھما و برابعۃ الرباعی بفاتحۃ فقط ولا یقعد قبلھا[1]

قرات کے حق میں ابتدائے نماز اور تشہد کے حق میں آخر نماز تصور کرکے ادا کرے، فجر کے علاوہ ایک رکعت پانے والا دو رکعتوں کو فاتحہ اور سورت اور ان کے درمیان تشہد کے ساتھ ادا کرے اور چار رکعتی نماز میں چوتھی رکعت کو صرف فاتحہ کے ساتھ پڑھے اور اس سے پہلے قعدہ نہ کرے (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۶

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ ۹۵۰ از لشکر گوالیار محکمہ ڈاک دربار گوالیار مرسلہ مولوی نورالدین احمد صاحب ۹ صفر ۱۳۱۲ھ

مخدوم نیاز منداں بسط اللہ ظلکم ابداً، مسبوق سجدۂ سہو میں امام سے ملے یا نہیں یعنی اگر اس کو علم ہو کہ امام اور اس کے مقتدی سجدۂ سہو کر رہے ہیں یا تشہد بعد سجدۂ سہو میں بیٹھے ہیں باوجود اس علم کے اُس کی اقتداء درست ہے یا نادرست؟ بینوا توجروا

الجواب

ضرور مل جائے ہر حال میں اقتدا درست وصحیح ہے، ردالمحتار میں زیر قول درمختار:

المسبوق یسجد مع امامه مطلقا سواء کان السهو قبل الاقتداء اوبعده لکما شمل ایضا ما اذا سجد الامام واحدة ثم اقتدی به قال فی البحر فانه یتابعه فی الاخری ولا یقضی قضاء الاولٰی کما لا یقضیهما لو اقتدی به بعد ما سجدهما انتھی۔ [1]

مسبوق اپنے امام کے ساتھ ہر حال میں سجدۂ سہو کرے خواہ وہ سہو اقتدا سے پہلے ہو یا بعد میں۔ یہ اس صورت کو بھی شامل ہے جب امام نے ایک سجدہ کرلیا تو پھر اس نے امام کی اقتداء کی، بحر میں ہے کہ مسبوق دُوسرے سجدے میں اقتدا کرے تو اس صورت میں پہلے سجدہ کی قضا نہیں، جیسا کہ ان دونوں سجدوں کی ادائیگی کے بعد شمولیت کرنے پر قضا نہیں انتہی۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۵۱ ۲۲ رجب ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جب زید صبح کی نماز کے وقت وضو کرکے فارغ ہوا تو گمان کیا کہ امام نصف التحیات پڑھ چکا اور جماعت دوسری بھی تیار ہے اُس نے سنّت پڑھنا شروع کیا، بعد سنّت کے جماعت ثانی ہوئی زید اس میں شریک ہوا، آیا یہ سنتیں اس کی ہوئیں یا نہیں؟ اور زید امام اول کی التحیات میں شریک نہ ہونے سے گنہگار ہوا یا نہیں؟ اور اُس التحیات میں شریک ہونا اُسے ضروری تھا یا نہیں؟

الجواب

سنتیں ہو تو ہر حال میں گئیں مگر زید کو حکم یہی تھا کہ امام اول کی التحیات میں شریک ہو جائے۔

---

[1] ردالمحتار باب سجود السہو مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۵۴۹

marfat.com

Marfat.com

[illegible] جماعت اولیٰ کی شرکت نہ چھوڑے، زید بالقصد بلا عذر صحیح شرعی جماعت اولیٰ فوت کردینے سے گنہگار رہا۔ درمختار میں ہے:

اذا خاف فوت رکعتی الفجر لاشتغاله بسنتها ترکها[1]۔

جب سنتوں میں مشغولیت سے فرائضِ فجر کے فوت ہونے کا خوف ہو تو سنن کو ترک کردیا جائے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

الراجح عند اهل المذهب وجوب الجماعة وانه یاثم بتفویتها اتفاقا[2] اھ وقد حققنا فی فتاونا بتوفیق الله تعالٰی ان هذا الحکم للجماعة الاولٰی عینا۔

راجح اہلِ مذہب کے ہاں جماعت کا واجب ہونا ہے اور اس کا فوت کرنا بالاتفاق گناہ ہے اھ۔ اللہ تعالٰی کی توفیق سے اپنے فتاوٰی میں اس بات کی خوب تحقیق کی ہے کہ یہ حکم صرف پہلی جماعت کے لئے ہے۔ (ت)

ہاں اگر جماعتِ اولیٰ کا امام غلط خواں یا معاذ اللہ بدمذہب گمراہ یا فاسق معلن تھا اور امام ثانی ان بلاؤں سے پاک، تو زید نے بہت اچھا کیا ایسا ہی چاہئے تھا بلکہ اگر امام اول مثلاً شافعی المذہب تھا اور اس نے امام حنفی المذہب کی اقتدا چاہی اس نیت سے تاخیر کی جب بھی گناہ نہ ہوا، کما بینا کل ذٰلك فی فتاوٰنا والمسائل فی ردالمحتار وغیرہ (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس بات کی خوب تحقیق کی ہے اور ردالمحتار وغیرہ میں مسائل کی تفصیل ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۵۲: از گونڈل مرسلہ سید غلام محی الدین صاحب راندیری ۱۱ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسبوق بروقت اختتام نمازِ امام قعدۂ اخیرہ میں تمامیت تشہد کے بعد گویا فقہی اقوال کے بموجب شہادتین کو مسبوق دہرایا کرے تا سلامِ امام بجائے شہادتین کے اگر السلام علیک ایها النبی سے دہرایا کرے تو کچھ حرج ہے؟

الجواب

فقہائے تکرارِ تشہد ہی کو لکھا ہے اور اگر السلام سے تکرار کرے جب بھی کوئی ممانعت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۵۳: از بریلی مرسلہ مولوی عبدالرشید صاحب مدرس ۲۲ شوال ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسبوق امام کی متابعت سجدہ و سلام دونوں میں کرے گا

---

[1] درمختار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۹۹

[2] ردالمحتار باب الاذان مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۹۲

marfat.com

Marfat.com

یا فقط سجدہ میں، اور اگر بالفرض التقدیر سلام میں متابعت کرے تو نماز مسبوق کی باقی رہے گی یا فاسد؟ بینوا توجروا جزاکم اللہ تعالٰی۔

الجواب

مسبوق صرف سجدہ میں متابعت کرے نہ سلام میں، اگر سلام میں قصداً متابعت کرے گا اگرچہ اپنے جہل سے یہ ہی سمجھ کر کہ مجھے شرعاً سلام میں بھی اتباعِ امام چاہیے تو نماز اس کی فاسد ہو جائے گی، ہاں اگر سہواً سلام کیا تو نماز مطلق نہ جائے گی اور سجدۂ سہو بھی اپنی نماز کے آخر میں کرنا نہ ہوگا اگر یہ سلام سہواً سلامِ امام سے پہلے یا معاً اس کے ساتھ ساتھ بغیر تاخیر کے تھا اور اگر سلامِ امام کے بعد بھول کر سلام پھیرا تو اس سجدۂ سہو میں تو امام کی متابعت کرے ہی پھر جب اپنی باقی نماز کو کھڑا ہو تو اس کے ختم پر اس کے سہو سلام کے لئے سجدۂ سہو کرے۔ ردالمحتار میں ہے:

المسبوق یسجد مع امامہٖ قید بالسجود لانہ لایتابعہ فی السلام بل یسجد معہ ویتشھد فاذا سلّم الامام قام الی القضاء فان سلم فان کان عامداً فسدت والا لاولا سجود علیہ ان سلم سہواً قبل الامام او معہ وان سلم بعدہ لزمہ لکونہ منفرداً حینئذٍ بحر واراد بالمعیۃ المقارنۃ وھو نادر الوقوع کما فی شرح المنیۃ وفیہ لوسلم علی ظن ان علیہ ان یسلم فھو سلام عمد یمنع البناء۔[1]

مسبوق اپنے امام کے ساتھ سجدہ کرے، سجدہ کی قید اس لئے کہ سلام میں امام کی اتباع نہ کرے بلکہ اس کے ساتھ سجدہ کرے اور تشہد پڑھے اور جب امام سلام پھیرے تو وہ بقیہ رکعتوں کی ادائیگی کے لئے کھڑا ہو جائے، اگر اس نے سلام پھیرا اور اس کا سلام پھیرنا دانستہ تھا تو نماز فاسد ہو جائے گی ورنہ نہیں، اگر اس نے بھول کر سلام پھیرا تو اس صورت میں سجدۂ سہو نہ ہوگا جب امام سے پہلے یا معاً امام کے ساتھ ساتھ بغیر تاخیر سلام پھیرا ہو، اور اگر سلامِ امام کے بعد سلام پھیرا تو اب سجدہ لازم ہے کیونکہ اب وہ تنہا منفرد ہے بحر، اور یہاں معیت سے مراد مقارنت ہے اور اس کا وقوع بہت کم ہے اسی طرح شرح المنیۃ میں ہے کہ اگر اس نے یہ گمان کرتے ہوئے سلام پھیر دیا کہ اس پر سلام لازم تھا تو یہ عمداً سلام ہوگا جو کہ بنائے نماز سے مانع ہے۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

[1] ردالمحتار باب سجود السہو مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۴۹

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ مرسلہ مرزا باقی بیگ صاحب رام پوری ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر مقیم نے امام مسافر کی اقتدا کی اور ایک یا دونوں رکوع نہ پائے مثلاً دوسری رکعت یا صرف التحیات میں شریک ہُوا تو بعد سلام امام کے اپنی نماز کس طرح ادا کرے؟ بینوا توجروا

الجواب

یہ صورت مسبوقِ لاحق کی ہے وہ پچھلی رکعتوں میں کہ مسافر سے ساقط ہیں مقیم مقتدی لاحق ہے لانہ لم یدرکھما مع الامام بعد ما اقتدی بہ (اس لئے کہ اس نے اقتداء کے بعد امام کے ساتھ ان دو رکعتوں کو نہیں پایا۔ ت) اور اس کے شریک ہونے سے پہلے ایک رکعت یا دونوں جس قدر نماز ہو چکی ہے اس میں مسبوق ہے لانھا فاتتہ قبل ان یقتدی (اقتداء سے قبل اس نے اسے فوت کیا ہے۔ ت) درمختار و ردالمحتار میں ہے،

مقیم ائتم بمسافر فھو لاحق بالنظر للاخیرتین وقد یکون مسبوقا ایضا اھ کما اذا فاتتہ اول صلاۃ امامہ المسافر[2]

اگر مقیم نے مسافر کی اقتدار کی تو وہ آخری رکعتوں کے لحاظ سے لاحق ہے اور کبھی مسبوق بھی ہوسکتا ہے جبکہ مسافر امام کی اقتدار پہلی رکعت میں نہ کی ہو[2] (ت)

اور حکم اس کا یہ ہے کہ جتنی نماز میں لاحق ہے پہلے اُسے بے قرأت ادا کرے یعنی حالتِ قیام میں کچھ نہ پڑھے بلکہ اتنی دیر کہ سورۂ فاتحہ پڑھی جائے محض خاموش کھڑا رہے بعدہٗ جتنی نماز میں مسبوق ہُوا اُسے مع قرأت یعنی فاتحہ وسورت کے ساتھ ادا کرے،

فی الدرالمختار اللاحق یبدأ بقضاء ما فاتہ بلا قراءۃ ثم ما سبق بہ بھا ان کان مسبوقا ایضا اھ ملخصا۔

درمختار میں ہے کہ پہلے لاحق فوت شدہ رکعات بغیر قرأت کے ادا کرے پھر وہ رکعات جو امام کے ساتھ رہ گئی تھیں اگر مسبوق ہو اھ ملخصاً (ت)

ردالمحتار میں ہے،

قولہ ما سبق بہ بھا الخ ای ثم صلی

پھر ماسبق رکعات الخ یعنی اگر مسبوق ہے تو لاحق

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۴۰

[2] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۶

marfat.com

Marfat.com

اللاحق ماسبق به بقراءته کان مسبوقا ایضا بان اقتدی فی اثناء صلاۃ الامام ثم نام مثلا وھذا بیان للقسم الرابع وھو المسبوق اللاحق الخ[1]

قرأت کے ساتھ سابقہ رکعات ادا کرے مثلاً اس نے امام کے ساتھ دورانِ نماز اقتدار کی پھر مثلاً سوگیا اور یہ چوتھی قسم کا بیان ہے جو مسبوق لاحق ہے الخ (ت)

پس اگر دونوں رکوع نہ پاتے تھے تو پہلے دو رکعتیں بلا قرأت پڑھ کر بعد التحیات دو رکعتیں فاتحہ و سورت سے پڑھے، اور اگر ایک رکوع نہ ملا تھا تو پہلے ایک رکعت بلا قرأت پڑھ کر بیٹھے اور التحیات پڑھے کیونکہ یہ اس کی دوسری ہوئی، پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت اور ویسی ہی بلا قرأت پڑھ کر اس پر بھی بیٹھے اور التحیات پڑھے کہ یہ رکعت اگرچہ اس کی تیسری ہے مگر امام کے حساب سے چوتھی ہے اور رکعاتِ فائتہ کو نمازِ امام کی ترتیب پر ادا کرنا ذمۂ لاحق لازم ہوتا ہے پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت بفاتحہ و سورت پڑھ کر بیٹھے اور بعد تشہد نماز تمام کرے۔

فی رد المحتار عن شرح المنیۃ والمجمع انہ لو سبق برکعۃ من ذوات الاربع ونام فی رکعتین یصلی اولا ما نام فیہ ثم ما ادرکہ مع الامام ثم ما سبق بہ فیصلی رکعۃ مما نام فیہ مع الامام ویقعد متابعۃ لہ لانھا ثانیۃ امامہ ثم یصلی الاخری مما نام فیہ ویقعد لانھا ثانیتہ ثم یصلی التی انتبہ فیھا و یقعد متابعۃ لامامہ لانھا رابعۃ و کل ذلک بغیر قراءۃ لانہ مقتد ثم یصلی الرکعۃ التی سبق بھا بقراءۃ الفاتحۃ وسورۃ والاصل ان اللاحق یصلی علی ترتیب صلاۃ الامام

ردالمحتار میں شرح منیہ و مجمع سے ہے کہ اگر چار رکعات میں سے ایک رکعت گزر گئی اور پھر شریک ہوا پھر دو میں سوگیا تو اب جن میں سویا انھیں پہلے ادا کرے، پھر جس میں امام کے ساتھ اقتدار کی پھر چھوٹی ہوئی، پس وہ جس میں امام کے ساتھ سویا اس کی ایک رکعت پڑھے اور امام کی اتباع میں قعدہ کرے کیونکہ امام کی دوسری رکعت تھی، پھر سونے والی دوسری رکعت ادا کرے اور قعدہ کرے کیونکہ اس کی دوسری ہے پھر وہ پڑھے جس میں بیدار رہا اور اتباعِ امام کی وجہ سے بیٹھے کیونکہ یہ اس کی چوتھی ہے اور یہ تمام بغیر قرأت کے ہوں گی پھر وہ قرأت وفاتحہ کے ساتھ وہ رکعات پڑھے جو گزر چکی تھیں، ضابطہ

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۴۰

marfat.com

Marfat.com

[illegible] ما سبقه بعد فراغ الامام اقول فهذه هي الصورة المسئول عنها بيد ان ما نحن فيه اعني اقتداء المقيم بالمسافر لا يتحقق فيه الادراك بعد ما صار لاحقا لانه انما يصير لاحقا في الاخريين وذلك انما يكون بعد سلام الامام فلا تتأتى هنا صورة المتابعة بعد اداء ما هو لاحق فيه كما لا يخفى ولذلك تغير بعض الترتيب والله تعالٰی اعلم۔

یہ ہے کہ لاحق امام کی ترتیب پر نماز ادا کرے لیکن امام کی فراغت کے بعد ماسبق کی ادائیگی کرے۔[1]

اقول (میں کہتا ہوں) صورتِ مسئولہ یہی ہے علاوہ ازیں جس میں ہم بحث کر رہے ہیں یعنی مقیم کا مسافر کی اقتدا کرنا اس میں لاحق سے ادراک امام پایا نہیں جاتا کیونکہ آخری رکعتوں میں وہ لاحق ہی ہے اور یہ بات سلامِ امام کے بعد ہی ہوگی لہذا یہاں ایسی صورت نہ ہوگی کہ وہ کچھ ادائیگی کے بعد لاحق ہو جیسا کہ واضح ہے اسی لئے کچھ ترتیب میں تبدیلی آجاتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۵۵ ازبگرام ضلع ہردوئی محلہ میدانی پورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم صاحب مارہروی ۲۰ صفر ۱۳۱۱ھ

امام نمازِ ظہر یا عصر یا عشاء پڑھتا ہے اور ایک یا دو رکعت پڑھ چکا ہے کہ دوسرا شخص آکر شامل ہوا تو بعد ختم ہونے نماز کے یہ مقتدی اپنے رکعاتِ باقیہ جو پڑھے تو اس میں فاتحہ وسورت قراءت کرے یا بقدر پڑھنے فاتحہ وسورت کے ساکت رہ کر رکوع وسجود بجالائے تشریحاً لکھا جاوے اور اسی طرح اگر مسافر نمازیں مذکور نصف پڑھ کر ختم کرے تو مقتدی فاتحہ پڑھے یا بقدر قرأت ساکت رہے۔ بینوا توجروا

الجواب

صورتِ اولٰی میں مقتدی کہ بعد سلام امام رکعت اولٰی یا اولیین قضا کرے فاتحہ وسورت وجوباً پڑھے کیونکہ وہ مسبوق ہے اور مسبوق اپنے رکعات میں مثل منفرد، اور منفرد پر قراءت لازم، اور صورت ثانیہ میں مقیم کہ بعد سلام مسافر رکعتین اخیرتین ادا کرے بجائے قراءت ساکت رہے کہ وہ ان رکعات میں لاحق ہے اور لاحق حکماً مقتدی اور مقتدی کو قرأت ممنوع،

فی الدر المختار اللاحق من فاتته الرکعات کلها او بعضها

درمختار میں ہے لاحق وہ مقتدی ہوتا ہے جس کی اقتدا کے بعد تمام یا بعض رکعتیں (امام سے)

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۳

marfat.com

Marfat.com

بعد اقتدائہ کمقیم ائتم بمسافر و حکمہ کمؤتم فلا یاتی بقراءۃ و لا سھو والمسبوق من سبقہ الامام بہا او ببعضہا وھو منفرد حتی یثنی ویتعوذ ویقرؤ فیما یقضیہ فمدرك رکعۃ من غیر فجر یاتی برکعتین بفاتحۃ و سورۃ و تشھد بینھما وبرابعۃ الرباعی بفاتحۃ فقط[1] اھ ملتقطا ۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم ۔

رہ جائیں جیسے کہ کسی مقیم نے مسافر کی اقتداء کی اس کا حکم مقتدی کی طرح ہی ہے وہ قرأت نہیں کرے گا اور نہ ہی سجدۂ سہو کرے گا ' اور مسبوق وہ ہوتا ہے جس سے پیشتر امام سب رکعتیں یا بعض رکعتیں ادا کر چکا ہو اس کے بعد شریک ہو وہ مسبوق منفرد کی طرح ہوتا ہے حتی کہ وہ ثناء ' سبحنك اللھم الخ اور تعوذ پڑھے گا بقیہ رکعتوں میں قرأت بھی کرے گا ۔ فجر کے علاوہ ایک رکعت پانے والا دو رکعتوں کو فاتحہ اور سورت کے ساتھ ادا کرے اور ان کے درمیان قعدہ بھی کرے ' اور چار رکعتی نماز میں چوتھی رکعت میں صرف فاتحہ ہی پڑھے اھ ملتقطا ۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

مسئلہ ۹۵۶ از پیلی بھیت و موضع بھنڈورہ علاقہ آنولہ یکم شوال ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس امام کے ساتھ چار رکعت کی نماز میں ایک رکعت ملی ' وہ باقی نماز کیونکر ادا کرے ؟ بینوا توجروا

الجواب

امام کے سلام کے بعد اُٹھ کر ایک رکعت فاتحہ و سورت کے ساتھ پڑھے اور اس پر التحیات کے لئے بیٹھے پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت فاتحہ و سورت کے ساتھ پڑھے اور اس پر نہ بیٹھے پھر ایک رکعت صرف فاتحہ کے ساتھ پڑھے اور قعدہ اخیرہ کرکے سلام پھیر دے ۔

ھذا ما اعتمدہ الائمۃ الجلۃ و علیہ اقتصر فی الخلاصۃ وشرح الطحطاوی والاسبیجابی و فتح القدیر والبحر الرائق

یہ وہ ہے جس پر اکابر ائمہ نے اعتماد کیا خلاصہ ، شرح طحطاوی ، اسبیجابی ، فتح القدیر ، بحر رائق ، درر ، درمختار ،

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۶

marfat.com

Marfat.com

و[illegible] الدر المختار والهندية وغيرها من معتمدات المذهب۔

ہندیہ اور دیگر معتبر کتب مذہب میں اسی پر اکتفا کیا ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

يقضى اول صلاته فى حق قراءة واٰخرها فى حق تشهد فمدرك ركعة من غير فجر يأتى بركعتين بفاتحة وسورة وتشهد بينهما وبرابعة الرباعى بفاتحة فقط ولا يقعد قبلها[1]۔ والله تعالٰى اعلم۔

اور مسبوق قرأت کے حق میں اپنی نماز کو اول اور تشہد کے حق میں آخر نماز تصور کرکے نماز ادا کرے، فجر کے علاوہ ایک رکعت پانے والا دو رکعتوں کو فاتحہ اور سورت کے ساتھ ادا کرے اور ان کے درمیان قعدہ بھی کرے، چار رکعتی نماز میں چوتھی میں صرف فاتحہ پڑھے اور اس سے پہلے قعدہ نہ کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۵۷: از قصبہ میترانوالی ڈاک خانہ گھکر ریلوی ضلع گوجرانوالہ مرسلہ حافظ شاہ ولی اللہ صاحب ۷ محرم الحرام ۱۳۰۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بخدمت عالی جناب قدسی القاب مولوی احمد رضا خاں صاحب دام برکاتہ۔ از فقیر حافظ ولی اللہ شاہ بعد از تسلیمات و آداب ماوجب معروض آنکہ عرصہ ایک سال کا گزرا ہے کہ بندہ حضور کی قدمبوسی سے مشرف ہوا تھا اور ایک مسئلہ حضور سے دریافت کیا تھا در باب اقتدار مقیم کا مسافر کے ساتھ نماز رباعی میں اس حالت میں جو مسافر ایک رکعت ادا کرچکا ہو اور مقیم آکر ملا تو ایک رکعت مقیم نے امام مسافر کے ساتھ پائی پھر وہ تین کس طرح پر ادا کرے، میں نے آپ سے یہ مسئلہ دریافت کیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ اول دو رکعت جو خالی قرأت سے ہیں وہ ادا اس طرح پر کرے کہ بقدر الحمد کے قیام کرے اور اس میں قرأت نہ پڑھے بعدہ ایک رکعت جو مسبوقانہ ہے ادا کرے اور اس میں ثناء و فاتحہ و سورۃ پڑھے۔ اور یہی مسئلہ مسافر والے کا اس جگہ تنازع دو مولوی صاحبوں کا آپس میں پڑا ہوا ہے بلکہ بہت عالموں سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا ہے سب کے سب آپ کے برخلاف بیان کرتے ہیں اور یہی کہتے ہیں کہ سوا سند کتاب کے ہم نہیں مانتے اور دوسری جگہ ہمیشہ جب امام سے علیحدہ ہوکر مسبوقانہ ادا کرتا ہے تو پہلے ابتداء سے شروع کرتا ہے یعنی ثناء و فاتحہ و سورۃ شروع کرتا ہے

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۶

marfat.com

Marfat.com

کیا وجہ ہے کہ مقیم نماز رباعی میں امام مسافر کے ساتھ مسبوق ہوجائے تو اوّل خالی دو رکعت ادا کرے برخلاف ترتیب معمولہ کے، لہذا مہربانی فرماکر محض واسطے ثواب کے یہ مسئلہ مسافر والا مفصل معہ حوالہ کتب معتبرہ کے تحریر فرمائیں تاکہ تنازع رفع ہوجائے مگر بجز حوالہ کتاب کے تسلی نہ ہوگی کیونکہ ہم نے اس جگہ بہت کتب سے معلوم کیا ہے کچھ تسکین نہیں ہوتی، اور اگر پہلی خالی دو رکعت کو ادا کرے تو اس میں قعدہ ایک پر کرے یا نہ؟ اور قرأت وسجدۂ سہو بھی ادا کرے یا نہ؟ از جانب نیاز مند امیر احمد اگرچہ ظاہر آپ سے طاقات حاصل نہیں مگر زبانی حافظ ولی اللہ شاہ صاحب سے آپ کی تعریف سُن کر شائق ہوں کہ آپ جیسا شاید ہندوستان میں کوئی عالم حنفی مذہب موجود نہیں، جو مسئلہ حافظ ولی اللہ شاہ صاحب نے اوپر لکھا ہے آپ پورا پورا بعینہٖ حوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں تاکہ اطمینان کُلی حاصل ہو اور کوئی شک وشبہ باقی نہ رہے اور دوسرا صرف نیاز مند کو یہ شبہہ واقع ہوا ہے کہ مسافر کے ساتھ مقیم نے نماز چہارگانہ میں دُوسری رکعت میں آکر اقتدا کیا تو اب پہلی رکعت جو بعد فراغ امام اُٹھ کر پڑھے گا کس طرح پڑھے گا؟ کیونکہ اس کی تین رکعت باقی ہیں اور یہ جو رکعت امام کے ساتھ اس نے پائی ہے مقتدی کی کونسی رکعت ہوگی؟ آیا بالعموم قاعدہ کے جو رکعت امام کی وہی رکعت مقتدی کی، اس نماز میں تو یہ رکعت امام کی بلحاظ مسافر ہونے کے آخری کی ہے اور مقیم کی دوسری، اب وُہ دوسری رکعت میں الحمد وقل پڑھے گا یا نہیں؟ ہرسہ رکعت میں جیسے قرأت پڑھنی کتب سے ثابت ہو تحریر فرمائیں مکلف اوقات گرامی امیر احمد عفی عنہ مکرر عرض یہ ہے کہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ جو رکعت امام کی قرأت والی ہے اس کی بھی قرأت والی رکعت اس کے ساتھ ملحق ہوجائے یا کہ پہلی دو رکعت وُہ ادا کرے جو خالی سورۃ والی ہیں فقط بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ شاہ صاحب کرم فرما اکرمکم اللہ تعالٰی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، حکم مسئلہ جو کہ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے بیان کیا صحیح ومطابق کتاب تھا منشا اشتباہ ناظرین یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں یہ مقیم بھی مسبوق ہے اور ہم مسبوق کو دیکھتے ہیں کہ حق قرأت میں اوّل نماز سے ابتدا کرتا ہے، درمختار میں ہے:

المسبوق یقضی اول صلاتہ فی حق قرأتہ[1]۔ مسبوق قرأت کے حق میں اپنی پہلی رکعت تصور کرکے ادا کرے گا۔ (ت)

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۶

marfat.com

Marfat.com

تو چاہیے تھا کہ یہی بعد سلام امام رکعت اولٰی ہی ادا کرتا جس میں اس کو حکمِ قرأت ہے مگر انھوں نے یہ خیال نہ فرمایا کہ صورتِ مسطورہ میں مقیم تنہا مسبوق نہیں لاحق بھی ہے دو رکعت اخیرہ کی نظر سے لاحق اور اولٰی کے اعتبار سے مسبوق، درمختار میں ہے:

اللاحق من فاتته الرکعات کلها او بعضها بعد اقتدائه کمقیم ائتم بمسافر[1]

لاحق وہ ہوگا جس کی اقتدار کے بعد تمام یا بعض رکعات (امام سے) رہ گئی ہوں جیسا کہ وہ مقیم جس نے مسافر کی اقتدا کی۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای فهو لاحق بالنظر للاخیرتین وقد یکون مسبوقا کما اذا فاته اول صلاة امامه المسافر[2]

یعنی وہ آخری رکعتوں کے لحاظ سے لاحق ہے اور کبھی مسبوق بھی ہو سکتا ہے جب مسافر امام کے ساتھ اس کی پہلی رکعت رہ گئی ہو۔ (ت)

اور مسبوق لاحق کو یہی حکم ہے کہ پہلے دو رکعت بے قرأت ادا کرے جن میں لاحق ہے ان سے فارغ ہوکر رکعت مسبوق بہا کی قضا با قرأت کرے۔ درمختار میں ہے:

اللاحق یبدأ بقضاء ما فاته بلا قراءة ثم ما سبق به بها ان کان مسبوقا ایضا[3] (ملخصا)

لاحق پہلے بغیر قرأت کے فوت شدہ ادا کرے اور اگر مسبوق بھی ہو تو اس کے بعد وہ پڑھے جس میں مسبوق ہوا (یعنی اول رکعت جو باقی تھی اس کو قرأت کے ساتھ پڑھے)۔ (ت)

تو علماء کا فرمانا کہ مسبوق قضائے رکعات میں اوّل نماز سے آغاز کرے اس کے یہ معنی نہیں کہ سب سے پہلے رکعات مسبوق بہا کی قضا کرے، یہ تو نہ لفظوں کا مفاد نہ ان کی مراد نہ واقع میں صحیح و متصف بسداد تمام کتبِ فقہ جن میں خود انھیں علماء کی صاف و صریح تصریح ہے کہ مقتدی جس نماز میں لاحق ہوا سے مسبوق بہا سے پہلے ادا کرے اس کے بطلان پر شاہدِ عدل بلکہ علماء اس حکم سے صرف رکعات مسبوق بہا کی باہمی ترتیب ارشاد فرماتے ہیں یعنی چند رکعتوں میں مسبوق ہوا وہ ان کی قضا کے وقت الاول فالاول ادا کرے مثلاً تین میں مسبوق ہو تو پہلی میں ثناء و تعوذ و فاتحہ سب کچھ پڑھے دُوسری میں صرف و سورۃ، تیسری میں

[1] درمختار | باب الامامۃ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۸۶
[2] ردالمحتار | 〃 | 〃 مصطفی البابی مصر | ۱/۴۰۴
[3] درمختار | 〃 | 〃 مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۸۶

marfat.com

Marfat.com

فقط فاتحہ، غرض حکم منکشف ہے اور شبہہ منکسف۔ یونہی دوسرا شبہہ کہ قیاس چاہتا ہے کہ رکعتِ قرأت رکعت قرأت سے ملحق ہو،

اوّلاً نصوصِ صریحہ کے مقابل ہمارے خیالات کو کیا دخل!

ثانیاً جسے چار رکعتی نماز میں صرف اخیرہ ملی بعد سلام امام دو رکعت قرأت پڑھے گا توجیسے خالی سے خالی کا اتصال ضرور نہیں یونہی بھری سے بھری کا۔

ثالثاً یہ دیکھنا تھا کہ وہ رکعت قرأت کون سی ہے جس سے رکعتِ قرأت ملحق ہوتی ہے اور وہ کون سی ہے جو اسے امام کے ساتھ ملی ہے وہ رکعتِ قرأت رکعتِ اولیٰ ہے جس کے بعد رکعت قرأت ہوتی ہے اور اس نے ہمراہ امام رکعتِ ثانیہ پائی اس سے رکعت بے قرأت ہی ملتی ہے غرض یونہی دیکھئے تو دوسری کے بعد تیسری کا محل ہے نہ وہ پہلی کا بخلاف مسبوق کہ چوتھی تک ادا کر چکا لاجرم اب پہلی سے شروع کرے گا، رہا حکمِ قعود و سجود جب سلام امام مسافر کے بعد مقیم قائم ہوا ایک رکعت پڑھ کر اسے قعود چاہئے کہ اگر اصل میں یہ تیسری رکعت ہے مگر اس کی ادا میں دوسری ہے تو اس پر ایک شفعہ تمام ہوگا اور ہر شفعہ پر قعدہ مطلقاً چاہئے، امام، منفرد، مقتدی، مدرک، لاحق، مسبوق اس قدر حکم میں سب شریک ہیں، مسبوق کے لئے درمختار و خلاصہ و ہندیہ میں ہے:

واللفظ لهاتين لو ادرك ركعة من المغرب قضى ركعتين وفصل بقعدة فتكون بثلث قعدات ولو ادرك ركعة من الرباعية يقضي ركعة ويتشهد[1] الخ	الفاظ ہندیہ و خلاصہ کے ہیں اگر مغرب کی ایک رکعت پائی تو دو اور پڑھے اور ان کے درمیان قعدہ کرے تو اب تین قعدے ہو جائیں گے، اور اگر چار میں سے ایک رکعت پائی تو ایک رکعت پڑھ کر تشہد بیٹھے الخ (ت)

لاحق کے لئے شرح مجمع و غنیہ و ردالمحتار میں ہے:

لوسبق بركعة من ذوات الاربع ونام في ركعتين يصلي اولا ما نام فيه ثم ما ادركه مع الامام ثم ما سبق به فيصلي ركعة مما نام	اگر چار میں سے ایک رکعت (امام سے) گزر گئی اور دو رکعتوں میں وہ سو گیا تو پہلے سونے والی رکعتیں ادا کرے پھر وُہ جو امام کے ساتھ پائی اور پھر فوت شدہ ادا کرے تو وہ ایک رکعت جو سوتے میں

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل السابع فی المسبوق واللاحق مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۹۱

marfat.com

Marfat.com

فیہ مع الامام ویقعد متابعۃ لہ لانھا ثانیۃ امامہ ثم یصلی اخری مما نام فیہ ویقعد لانھا ثانیتہ الخ۔[1]

امام کے ساتھ ہوئی پڑھے گا اور اتباعاً قعدہ کرے کیونکہ امام کی دوسری تھی، پھر ایک اور رکعت سونے والی پڑھے اور قعدہ کرے کیونکہ وہ اس کی دوسری ہے الخ (ت)

دیکھو ان کی ادا میں جو رکعت دوسری تھی اس پر قعدہ کا حکم دیا اگرچہ واقع میں وہ مسبوق کی پہلی اور لاحق کی تیسری تھی کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ت) یہ عبارت بھی نص نصریح ہے کہ لاحق مسبوق جس رکعت میں لاحق ہوا سے رکعت مسبوق بہا سے پہلے ادا کرے گا اور مقیم مذکور کو بعد فراغ امام جو سہو ہُوا اگر وہ سہو رکعت مسبوق بہا میں ہے تو بالاجماع سجدۂ سہو لازم لانہ فیھا مسبوق وعلی المسبوق السجود بسہوہٖ (کیونکہ اس میں وہ مسبوق ہے اور مسبوق پر سہو کی وجہ سے سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے۔ت) اور اگر ان دو رکعت میں ہے جن میں اسے حکم لاحق دیا گیا تو لزومِ سجدہ میں علماء مختلف ہیں اور اصح لزوم ہے۔ بحر الرائق ہے،

المقیم اذا اقتدٰی بالمسافر ثم قام لاتمام صلاتہ وسہا ذکر فی الاصل انہ یلزمہ سجود السہو وصححہ فی البدائع اھ ملخصًا۔[2]

وہ مقیم جس نے مسافر کی اقتدا کی جب وہ اتمامِ نماز کے لئے کھڑا ہوا اور بھول گیا تو اصل میں ہے کہ اس پر سجدۂ سہو لازم ہے، بدائع میں اس کی تصحیح کی اھ تلخیصاً (ت)

واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم فقط۔

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۴۴۰/۱

[2] بحرالرائق باب سجود السہو " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۰۰/۲

marfat.com

Marfat.com

فصل الاستخلاف

(خلیفہ بنانے کا بیان)

مسئلہ ۹۵۸ از کیمپ بریلی ۱۱ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر نماز پڑھاتے میں امام کا وضو جاتا رہے تو مقتدی کیا کریں اور ان کی نماز کیونکر درست رہے؟ بینوا توجروا

الجواب

یہ صورت استخلاف کی ہے کہ امام قبل اس کے کہ وضو کرنے کو مسجد سے باہر نکلے مقتدیوں میں سے کسی صالح امامت کو اپنا خلیفہ کردے اور وہ خلیفہ نہ کرے تو مقتدی اپنے میں سے ایک کو امام کردیں یا ان میں سے کوئی خود ہی آگے بڑھ جائے بشرطیکہ امام ابھی مسجد سے خارج نہ ہوا ہو کر خلیفہ اس کی جگہ جا کھڑا ہو ان صورتوں میں بعد لحاظ شرائط کثیرہ نماز قائم رہے گی اور اگر پانی مسجد ہی میں مل سکے کہ وضو کے لئے باہر جانا نہ پڑے تو ان باتوں کی حاجت نہیں بلکہ مقتدی اپنی حالت پر باقی رہیں اور امام وضو کرکے آجائے اور نماز جہاں سے چھوڑی تھی شروع کردے مگر یہ مسئلہ استخلاف ایک سخت دشوار و کثیر الشقوق مسئلہ ہے جس میں بہت شرائط اور بکثرت اختلاف صورت سے اختلاف احکام ہے جن کی پوری مراعات عام لوگوں سے کم متوقع، لہذا وہ ان امور کے خیال میں نہ پڑیں بلکہ جو بات احسن و افضل و اعلیٰ و اکمل ہے اُسی پر کاربند رہیں یعنی اس نیت کو توڑ کر از سر نو نماز پڑھنا کہ جو لوگ علم کافی رکھتے اور مراعات جمیع احکام پر قادر ہیں اُن کے لئے بھی افضل یہی ہے تو عام لوگ ایک خلافِ افضل بات کے حاصل کرنے کو ایسے راہ دشوار گزار میں کیوں پڑیں۔

marfat.com

Marfat.com

فی الدر المختار اعلم ان لجواز البناء ثلثة عشر شرطا الخ ثم قال سبق الامام حدث غیر مانع للبناء استخلف ای جاز لہ ذلک مالم یجاوز الصفوف لو فی الصحراء ومالم یخرج من المسجد لو فیہ ولوکان الماء فی المسجد لم یحتج للاستخلاف واستینافہ افضل تحرزا عن الخلاف[1] اھ ملتقطا۔

درمختار میں ہے آگاہ رہنا چاہئے کہ جوازِ بناء کی تیرہ شرائط ہیں، پھر فرمایا، امام کو ایسا حدث لاحق ہوگیا جو بناء سے مانع نہیں تو وہ کسی کو خلیفہ بنائے یعنی اس کے لئے یہ جائز ہے جب تک اس نے صفوں سے تجاوز نہیں کیا بشرطیکہ وہ صحرا میں ہو اور اگر مسجد میں ہو تو جب تک مسجد سے خارج نہیں ہوا خلیفہ بنا سکتا ہے، اور اگر مسجد میں پانی ہو تو خلیفہ بنانے کی ضرورت نہیں البتہ اختلاف سے بچنے کے لئے نئے سرے سے نماز ادا کرنا افضل ہے اھ تلخیصاً (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ان قدم القوم واحدا او تقدم بنفسہ لعدم استخلاف الامام جاز ان قام مقام الاول قبل ان یخرج من المسجد ولو خرج منہ فسدت صلاۃ الکل دون الامام کذا فی الخانیۃ[2] انتہی۔

امام کے خلیفہ نہ بنانے کی وجہ سے اگر قوم نے کسی ایک کو آگے کر دیا یا کوئی خود آگے ہوگیا تو یہ جائز ہے بشرطیکہ وہ امام کے مسجد سے خارج ہونے سے پہلے پہلے قائم مقام بن جائے اور اگر امام مسجد سے خارج ہوگیا تو امام کے علاوہ باقی تمام کی نماز فاسد ہوجائے گی جیسا کہ خانیہ میں ہے انتہی۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۵۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کو حدث ہُوا اس نے ایک اُمّی مقتدی کو خلیفہ کیا، اس خلیفہ نے دوسرے کو خلیفہ کر دیا، آیا یہ نماز صحیح ہُوئی یا فاسد؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر یہ خلیفہ فی الحقیقۃ امی ہے کہ ایک آیت بھی قرآن کی اُسے یاد نہیں اور اس نے قبل اس کے کہ امام مسجد سے باہر جائے اور آپ امام کی جگہ پہنچے دوسرے شخص صالح امامت کو خلیفہ کر دیا اور وہ امام کے

---

[1] درمختار　　باب الاستخلاف　　مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی　　۱/ ۸۷
[2] ردالمحتار　　〃　　〃　　مصطفی البابی مصر　　۱/ ۴۴۴

marfat.com
Marfat.com

نکلنے سے پہلے اس کی جگہ پر پہنچ گیا تو نماز صحیح ہوگئی کہ ہرچند اُمّی صلاحیت خلافت نہیں رکھتا لیکن اس حالت میں خلیفہ دوسرا شخص ہے نہ وہ ۔

فی الھندیۃ وشرط جواز صلاۃ الخلیفۃ والقوم ان یصل الخلیفۃ الی المحراب قبل ان یخرج الامام عن المسجد کذا فی البحر الرائق ولو استخلف فاستخلف الخلیفۃ غیرہ قال الفضلی ان لم یخرج الاول ولم یأخذ الخلیفۃ مکانہ حتی استخلف جاز بصیرکان الثانی تقدم بنفسہ اوقدمہ الاول والا لم یجز ھکذا فی الخلاصۃ[1]۔

ہندیہ میں ہے خلیفہ اور قوم کی نماز کے جواز کے لئے شرط ہے کہ امام کے مسجد سے خارج ہونے سے پہلے پہلے خلیفہ محراب میں پہنچ جائے جیسا کہ بحرالرائق میں ہے اور اگر خلیفہ نے اپنی جگہ اور خلیفہ بنا لیا تو فضلی کہتے ہیں کہ اگر اول نہیں نکلا اور خلیفہ نے امام کی جگہ لینے سے پہلے کوئی اور خلیفہ بنا لیا تو جائز ہے گویا دوسرا خود بنا یا پہلے نے اسے بنایا ورنہ جائز نہ ہوگا جیسا کہ خلاصہ میں ہے۔ (ت)

اور جو امام نے اُسے تشہد میں یا اُس سے پہلے خلیفہ کیا اور اس نے امام کی جگہ پر پہنچنے کے بعد دوسرے شخص کو خلیفہ کیا تو نماز فاسد ہوئی اب اصلاح اس کے دوسرے کو خلیفہ کرنے سے متصور نہیں،

فی الدرالمختار واستخلف الامام امیا فی الاخریین ولو فی التشھد اما بعدہ فتصح لخروجہ بصنعہ تفسد صلاتھم[2]۔

درمختار میں ہے اگر امی کو آخری دو رکعات حتی کہ تشہد میں خلیفہ بنایا (تو امام کی نماز فاسد ہوگی) لیکن اس کے بعد صحیح ہے کیونکہ اس کا خروج بالارادہ ہے، لوگوں کی نماز فاسد ہوجائے گی۔ (ت)

اسی طرح دوسرا شخص امام کی جگہ پر بعد اس کے کہ امام مسجد سے خارج ہو پہنچا تو نماز فاسد ہوگئی اور جو خلیفہ اول کو ایک آیت قرآن کی یاد ہے تو وہ صالح خلافت تھا ایسی صورت میں دوسرے کو خلیفہ کرنے سے نماز اس کی فاسد ہوگئی کہ استخلاف بدون ضرورت کے نماز کو فاسد کرتا ہے کما فی الھدایۃ فی مسئلۃ من الحدث (جیساکہ ہدایہ میں مسئلہ حدث میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ فصل فی الاستخلاف مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۹۶
[2] درمختار باب الامامۃ " مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۶

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ ۹۶۰ از شہر بازار شہامت گنج نثار احمد صاحب ۹ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کا نماز میں وضو ٹوٹ گیا اور امام رکوع ات ابراہیم کان پڑھ رہا تھا اور جو خلیفہ امام نے بنایا اُس کو رکوع مذکور یاد نہیں تھا اب وہ خلیفہ کوئی سورت یعنی اخلاص یا اور کوئی سورت پڑھے تو نماز ہوجائے گی یا نہیں ؟ اور وضو کے بعد امام اپنی جگہ آسکتا ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نماز ہوجائے گی اور امام کے خلیفہ نے جتنی پڑھی اُتنی پڑھ کر اگر خلیفہ نماز میں ملے اُس کا شریک ہوجائے، یہ نہیں کرسکتا کہ باقی نماز میں اُسے ہٹا کر خود امام ہوجائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

marfat.com

Marfat.com

باب مفسدات الصلوٰۃ

(مفسداتِ نماز کا بیان)

مسئلہ ۹۶۱ از بمبئی مسجد قصاباں کرافٹ مارکیٹ مرسلہ مولوی عمر الدین صاحب ۲۹ شعبان ۱۳۳۱ھ

مولنا المعظم ذی الفضل الاعظم دامت برکاتکم العالیہ بعد تسلیمات بصد تعظیمات کے واضح رائے عالی ہو کہ زمانۂ طالب علمی میں کسی کتاب میں دیکھا تھا کہ مصلی کو غیر مصلی پنکھا کرے تو مصلی کو اگر اُس پر رضامندی ہے تو نماز اُس کی فاسد ہو جائے گی، اب اس مسئلہ کو بہت تلاش کیا ہوں نہیں ملتا البتہ مولوی عبدالحی کے رسالۂ نفع المفتی والسائل میں ہے:

قلت فما فی مجمع البرکات من فساد صلوٰۃ من یروحہ غیر المصلی بمروحۃ معللا بانہ رضی بفعل الغیر غیر معتمد علیہ فانہ مخالف للدرایۃ و الروایۃ وقد کان الوالد العلام افتی بہ مرۃ ثم رجع عنہ وحکم بکونہ غلطا وقد اغتر بہ بعض معاصریہ فاصر علی الافتاء بہ

میں نے کہا پس جو مجمع البرکات میں ہے کہ غیر نمازی اگر نمازی کو پنکھے سے ہوا دے تو نمازی کی نماز فاسد ہوگی کیونکہ وہ نمازی غیر کے فعل پر راضی ہے۔ یہ فسادِ نماز کا حکم فہم اور روایت کے مخالف ہے۔ میرے والدِ گرامی نے ایک دفعہ یہ فتوٰی دیا تھا، پھر اس سے اُنھوں نے رجوع فرمالیا اور فرمایا کہ یہ فتوٰی غلط ہے اور والد صاحب کو معاصرین میں سے ایک صاحب نے دھوکا دے کر اصرار کرتے ہوئے یہ

marfat.com
Marfat.com

واعتمد علیہ عملا وافتاءً ولم یدرکونہ لغوا[1]

فتوٰی ان سے حاصل کیا۔ والدصاحب نے ان پر اعتماد کرتے ہُوئے عملاً فتوٰی دے دیا اور انھوں نے یہ نہ سمجھا کہ یہ لغویات سے ہے۔ (ت)

مجمع البرکات کس کی تصنیف ہے اور حضور کی رائے عالی اس مسئلہ میں اُس کے موافق ہے یا مخالف، برتقدیرِ موافقت برقی پنکھا جو آدمی کی صنعت ہے اس حکم میں داخل ہے یا نہیں؟ چار چھ سطر اس کے متعلق اگر جوابی کارڈ پر تحریر فرمائی جائے تو عین بندہ نوازی ہوگی۔

الجواب

مولٰنا المبجل المکرم المغنم جعلہ المولٰی سبحٰنہ وتعالٰی کاسمہ عمر الدین آمین! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مجمع البرکات مولٰنا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کی تصنیف ہے اگر یہ عبارت اُس کے کسی نسخہ صحیحہ میں ہو تو اُس سے مراد نمازِ قلبی کا فساد ہوگا نہ نمازِ فقہی کا کہ ادائے فرض ودفع کبیرہ ترک کے لئے باذنہٖ تعالٰی کافی ہے ظاہر ہے کہ فعل غیر پر رضا عمل قلیل بھی نہیں کثیر درکنار، تو فسادِ نمازِ فقہی ناممکن ہے ہاں نمازِ قلبی تذلل وتضرع وتخشع ہے کما فی الحدیث (جیسا کہ حدیث میں ہے۔ ت) اور یہ امر نوع تجبر پر دال ہے لہذا اس میں مخل ہوسکتا ہے اگر اس کی نیت خود استخدام اور نماز میں اپنا اعظام ہو تو یقیناً مفسدِ نمازِ قلب ہے ورنہ مفسد کی صورت ہے لہذا احتراز درکار ہے پنکھا کہ کل کے ذریعہ سے چلے اگر اس کے مسالے میں مٹی کا تیل وغیرہ بدبودار چیزیں ہوں تو ایسی اشیاء کا مسجد میں لے جانا حرام ہے ورنہ کم از کم ناپسند وخلاف مصالح ہے پنکھے کا مسئلہ فتاوٰی فقیر میں بہت مفصّل ہے فلیراجع (اس کی طرف رجوع کیا جائے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۶۲: مسئولہ شوکت علی ۲۳ ربیع الآخری شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نمازی کے آگے سے نکلنے والا گنہگار ہوتا ہے اور اُس کی نماز میں تو کوئی خلل واقع نہیں ہوتا ہے اور نمازی کے آگے سے کس قدر دُور تک گزر نہ کرنا چاہئے؟

الجواب

نماز میں کوئی خلل نہیں آتا نکلنے والا گنہگار ہوتا ہے، نماز اگر مکان یا چھوٹی مسجد میں پڑھتا ہو تو دیوارِ قبلہ تک نکلنا جائز نہیں جب تک بیچ میں آڑ نہ ہو اور صحرا یا بڑی مسجد میں پڑھتا ہو تو صرف موضع سجود تک نکلنے کی

---

[1] نفع المفتی والسائل ما یتعلق بما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۸۵

marfat.com

Marfat.com

نماز کی نظر اس سے باہر نکل سکتی ہے۔ موضع سجود کے یہ معنی ہیں کہ آدمی جب قیام میں اہلِ خشوع وخضوع کی طرح اپنی نگاہ خاص جائے سجود پر جمائے یعنی جہاں سجدے میں اس کی پیشانی ہوگی تو نگاہ کا قاعدہ ہے کہ جب سامنے روک نہ ہو تو جہاں جمائے وہاں سے کچھ آگے بڑھتی ہے جہاں تک آگے بڑھ کر جائے وہ سب موضع میں ہے اس کے اندر نکلنا حرام ہے اور اس سے باہر جائز۔ درمختار میں ہے:

مرور مار فی الصحراء او فی مسجد کبیر بموضع سجودہ فی الاصح او مرورہ بین یدیہ الی حائط القبلۃ فی بیت و مسجد صغیر فانہ کبقعۃ واحدۃ۔[1]

نمازی کے آگے سے صحرا اور بڑی مسجد میں گزرنا اصح قول کے مطابق اس کی سجدہ کی جگہ سے گزرنا ہے یا گھر یا چھوٹی مسجد میں دیوارِ قبلہ تک گزرنا ہے کیونکہ یہ ایک ہی جگہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ بموضع سجودہ کما فی الدرر وھذا مع القیود التی بعدہ انما ھو للاثم و الا فالفساد منتف مطلقا قولہ فی الاصح صححہ التمرتاشی وصاحب البدائع و اختارہ فخر الاسلام ورجحہ فی النہایۃ والفتح انہ قدر ما یقع بصرہ علی المار لو صلی بخشوع ای رامیا ببصرہ الی موضع سجودہ[2] اھ مختصرا۔

ماتن کا قول "نمازی کے سجدہ کی جگہ" جیسا کہ درر میں ہے یہ بات ان قیودات کے ساتھ جو بعد میں ذکر کی گئی ہیں فقط گناہ کا سبب ہے ورنہ ہر حال میں نماز فاسد نہیں ہوتی، اس کا قول "اصح قول کے مطابق ہے" اسے تمرتاشی اور صاحب بدائع نے صحیح کہا اور اس کو فخر الاسلام نے اختیار کیا اور اس کو ترجیح دی۔ نہایہ اور فتح میں ہے کہ اس کی مقدار یہ ہے کہ خشوع سے نماز پڑھتے ہوئے نمازی کی نظر گزرنے والے پر پڑے، اور خشوع سے مراد یہ ہے کہ وہ سجدہ کی جگہ دیکھنے کا ارادہ کئے ہوئے ہو اھ تلخیصاً (ت)

منحۃ الخالق میں تجنیس سے ہے:

الصحیح مقدار منتھی بصرہ وھو موضع سجودہ وقال ابونصر رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مقدار ما بین الصف الاول وبین

صحیح یہ ہے کہ اس کی مقدار نمازی کی انتہا نگاہ ہے اور وہ اس کے سجدہ کی جگہ ہے۔ ابونصر نے فرمایا کہ اس کی مقدار صفِ اول اور امام کے درمیانی جگہ

---

[1] درمختار باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، بھارت ۱/۹۱

[2] ردالمحتار " " " " " مصطفی البابی مصر ۱/۴۶۹

marfat.com

Marfat.com

مقام الاما موھذا عین الاول ویمکن بعبارۃ اخری قال رضی اللہ تعالٰی عنہ وفیما قرأنا علی شیخنا منھاج الائمۃ رحمہ اللہ تعالٰی ان یمر بحیث یقع بصرہ وھو یصلی صلاۃ الخاشعین وھذہ العبارۃ اوضح[1]

یہ اور یہ پہلے کے عین مطابق ہے البتہ دوسرے الفاظ میں ہے انھوں نے فرمایا کہ ہم نے اپنے شیخ منہاج الائمہ رحمہ اللہ تعالٰی سے جو پڑھا وہ یہ ہے کہ نمازی خشوع والوں کی نماز ادا کررہا ہے اور اس کی نگاہ گزرنے والے پر پڑسکتی ہے، اور یہ عبارت نہایت ہی واضح ہے۔ (ت)

علامہ شامی فرماتے ہیں:

فانظر کیف جعل الکل قولا واحدا وانما الاختلاف فی العبارۃ لا فی المعنی[2]

آپ نے دیکھا کہ انھوں نے تمام اقوال کو ایک قول قرار دیا اور اختلاف فقط عبارت میں ہے معنی میں نہیں۔ (ت)

نیز ردالمحتار میں ہے:

(قولہ فی بیت) ظاھرہ ولو کبیرا وفی القھستانی وینبغی ان یدخل فیہ ای فی حکم المسجد الصغیر الدار والبیت[3]

ماتن کا قول "فی بیت" اس کے ظاہر سے پتا چلتا ہے کہ خواہ وہ گھر بڑا ہو، قہستانی میں ہے مناسب یہ ہے کہ دار اور بیت کو مسجد صغیر کے حکم میں داخل کیا جائے۔ (ت)

رہا یہ کہ مسجد صغیر وکبیر میں کیا فرق ہے، فاضل قہستانی نے لکھا چھوٹی مسجد وہ کہ چالیس[4] گز مکسر سے کم ہو

ففی ردالمحتار (قولہ ومسجد صغیر) ھو اقل من ستین ذراعا وقیل من اربعین وھو المختار کما اشار الیہ فی الجواھر[4]۔

ردالمحتار میں قہستانی سے ہے کہ چھوٹی مسجد سے مراد وہ ہے جو ساٹھ ہاتھ سے کم ہو، بعض نے چالیس ہاتھ کہا اور مختار یہی ہے جیسا کہ اس کی طرف جواہر میں اشارہ ہے۔ (ت)

---

[1] منحۃ الخالق حاشیۃ البحر الرائق باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۵

[2] تقریرات الرافعی علی ردالمحتار مطلب اذا قرأ تعالٰی جدک الخ " مصطفی البابی مصر ۱/۴۶۹

[3] ردالمحتار " " " " " " " " " " " "

[4] ردالمحتار " " " " " " " " " " " "

marfat.com

Marfat.com

...مساحت مراد ہونا چاہیے ... کما قالہ الامام قاضی خاں ... فیھما ھو المتعین بالاولٰی۔ کیونکہ ممسوحات کے یہی زیادہ مناسب ہے جیسا کہ قاضی خاں نے پانی کے بارے میں کہا، پس یہاں بطریقِ اولٰی یہی متعین ہوگا۔ (ت)

اور گزِ مساحت ہمارے اس گز سے کہ اڑتالیس انگل یعنی تین فٹ کا ہے ایک گز دو گرہ اور دو تہائی گرہ ہے کما بیناہ فی بعض فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اپنے بعض فتاوٰی میں اسے بیان کیا ہے۔ ت) تو اس گز سے چالیس گز مکسر ہمارے گز سے چوّن^{۵۴} گز ساتھ گرہ اور گرہ کا نواں حصہ ہوا کما لا یخفی علی المحاسب (جیسا کہ حساب دان پر مخفی نہیں ہے۔ ت) تو اس زعمِ علامہ پر ہمارے گز سے چوّن^{۵۴} گز سات گرہ مکسر مسجدِ صغیر ہوئی اور ساڑھے چوّن ($۵۴\frac{۱}{۲}$) گز مسجدِ کبیر یہ ہے وہ کہ انھوں نے لکھا اور علامہ شامی نے اس میں ان کا اتباع کیا۔

اقول مگر یہ شبہہ ہے کہ فاضل مذکور کو عبارت جواہر سے گزرا، عبارتِ جواہر الفتاوٰی دربارہ دار ہے ذکر دربارہ مسجد۔ مسجدِ کبیر صرف وہ ہے جس میں مثل صحرا اتصالِ صفوف شرط ہے جیسے مسجدِ خوارزم کہ سولہ ہزار ستون پر ہے، باقی عام مساجد اگرچہ دس ہزار گز مکسر ہوں مسجدِ صغیر ہیں اور ان میں دیوارِ قبلہ تک بلاحائل مرور ناجائز، کما بیناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تفصیل بیان کی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۶۳: از کلکتہ فوجداری بالاخانہ ۳۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب آخر ربیع الآخر ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام کو قعدۂ اولٰی میں اپنی عادت سے دیر لگی اور مقتدی نے بخیال اس امر کے کہ امام کو سہو ہوا ہوگا تکبیر بآواز بلند بنا بر اطلاعِ امام کہی تو نماز مقتدی کی فاسد ہوئی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان کرو اور اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ بتانا اگرچہ لفظاً قرأت یا ذکر مثلاً تسبیح و تکبیر ہے اور یہ سب اجزاء و اذکارِ نماز سے ہیں مگر معنیً کلام ہے کہ اس کا حاصل امام سے خطاب کرنا اور اُسے سکھانا ہوتا ہے یعنی تُو بھولا اس کے بعد تجھے یہ کرنا چاہئے، پر ظاہر کہ اس سے یہی غرض مراد ہوتی ہے اور سامع کو بھی یہی معنی مفہوم، تو اس کے کلام ہونے میں کیا شک رہا اگرچہ صورۃً قرآن یا ذکر، و لہذا اگر نماز میں کسی یحیٰی نامی کو خطاب کی نیت سے یہ آیۂ کریمہ یٰیَحۡیٰی خُذِ الۡکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ[1] پڑھی بالاتفاق نماز

---

[1] القرآن ۱۹/۱۲

marfat.com

Marfat.com

جاتی رہی حالانکہ وہ حقیقۃً قرآن ہے، اس بنا پر قیاس یہ تھا کہ مطلقاً بتانا اگرچہ برمحل ہو مفسدِ نماز ہو کہ جب وہ بلحاظِ معنی کلام ٹھہرا تو بہرحال افسادِ نماز کرے گا مگر حاجت اصلاحِ نماز کے وقت یا جہاں خاص نص وارد ہے ہمارے ائمہ نے اس قیاس کو ترک فرمایا اور بحکمِ استحسان جس کے اعلیٰ وجوہ سے نص و ضرورت ہے جواز کا حکم دیا' و لہذا صحیح یہ ہے کہ جب امام قرأت میں بھولے مقتدی کو مطلقاً بتانا روا اگرچہ قدرِ واجب پڑھ چکا ہو اگرچہ ایک سے دوسرے کی طرف انتقال ہی کیا ہو کہ صورتِ اولیٰ میں گو واجب ادا ہو چکا مگر احتمال ہے کہ رُکنے اُلجھنے کے سبب کوئی لفظ اس کی زبان سے ایسا نکل جائے جو مفسدِ نماز ہو' لہذا مقتدی کو اپنی نماز درست رکھنے کے لئے بتانے کی حاجت ہے، بعض عوام حفاظ کو مشاہدہ کیا گیا کہ جب تراویح میں بھولے اور یاد نہ آیا تو اٰں اٰں یا اور اسی کی قسم الفاظ بے معنی اُن کی زبان سے نکلے اور فسادِ نماز کا باعث ہوئے، اور صورتِ ثانیہ میں اگرچہ جب قرأت رواں ہے تو صرف آیت چھوٹ جانے سے فسادِ نماز کا اندیشہ نہ ہو مگر اس بات میں شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نص وارد،

وھو حدیث سورۃ المؤمنین الذی ذکرہ المحقق فی الفتح وغیرہ فی غیرہ مع اطلاقات احادیث اخر واردۃ فی الباب کما بینہ فی الحلیۃ من المفسدات اقول والاحسن من کل ذٰلك التمسك بما اخرج ابوداود و عبد اللہ ابن الامام فی زوائد المسند عن مسور بن یزید المالکی قال صلی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فترك اٰیۃ فقال لہ رجل یا رسول اللہ اٰیۃ کذا وکذا فقال فھلا اذکرتنیھا[1] و ذٰلك لان حدیث الفتح فی ترك کلمۃ وھو انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قرأ فی الصلاۃ سورۃ المؤمنین

اور وہ سورۂ مومنین کے بارے میں حدیث وارد ہے محقق نے فتح میں اور دیگر فقہائے نے مختلف کتب میں اسے ذکر کیا باوجودیکہ دیگر احادیث اس باب میں مطلق ہیں جیسا کہ حلیہ میں مفسداتِ صلوٰۃ کے باب میں بیان ہوا ہے اقول (میں کہتا ہوں) سب سے احسن تمسک کے لحاظ سے وہ حدیث ہے جسے ابوداؤد اور عبد اللہ بن امام احمد نے زوائد مسند میں حضرت مسور بن یزید مالکی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تو آپ نے ایک آیت چھوڑ دی ایک آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آیت تو ایسے ہے، تو آپ نے فرمایا: تُو نے مجھے یاد کیوں نہ کرائی۔ اور وہ اس لئے کہ حدیث جو ایک کلمہ کے ترک پر لقمہ دینے

---

[1] سنن ابوداؤد باب الفتح علی الامام فی الصلاۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۳۱

marfat.com

Marfat.com

فلما فرغ قال الم يكن فيكم أُبيّ قال بلى قال هلا فتحت علىّ فظاهر ان حكم ترك كلمة اضيق من حكم الانتقال من اٰية الى اٰية وآثر على كرم الله تعالٰى وجهه اذا استطعمكم الامام فاطعموه[2] رواه سعيد بن منصور فى سننه وذكره فى الحلية والفتح فيما اذا سكت الامام ينتظر الفتح وحديث انس رضى الله تعالٰى عنه كنا نفتح على عهد رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم على الائمة[3] رواه الدارقطنى والحاكم وصححه مجمل بخلاف ما ذكرنا ففيه تصريح ترك اٰية وان كان قد يقال على هذا و على ما تمسك به فى الفتح من حديث الكلمة انهما من وقائع العين ليس فيهما ان ذلك كان بعد ثلاث او قبلها۔

کے بارے میں ہے یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نماز میں سورہ مومنون کی تلاوت فرمائی اور ایک کلمہ چھوڑ دیا جب آپ فارغ ہوئے تو فرمایا : کیا تم میں اُبی نہیں ؟ عرض کیا : یا رسول اللہ ! موجود ہوں۔ فرمایا : مجھے لقمہ کیوں نہ دیا۔ اور یہ واضح ہے کہ کلمہ کا ترک کرنا ایک آیت سے دُوسری آیت کی طرف منتقل ہونے سے زیادہ تنگ ہے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا کہنا ہے کہ جب امام تم سے لقمہ چاہے تو لقمہ دو ، اسے سعید بن منصور نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے ، حلیہ اور فتح میں اسے اس صورت کے بارے میں کہ جب امام خاموش ہوجائے اور لقمہ کا انتظار کرے ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حدیث کہ ہم رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں اپنے ائمہ کو لقمہ دیا کرتے تھے اسے دارقطنی اور حاکم نے روایت کیا اور صحیح کہا ، یہ حدیث مجمل ہے بخلاف اس حدیث کے جو ہم نے ذکر کی ، اس میں ترکِ آیت کی تصریح ہے اگرچہ اس آیت کے ترک والی اور وہ حدیث جس میں کلمہ کا ترک مذکور ہے جس سے فتح القدیر میں استدلال کیا گیا ہے ، پر اعتراض کیا گیا ہے یہ خاص واقعات ہیں اس میں اس بات کا تذکرہ نہیں کہ یہ تین آیات پڑھنے کے بعد ہوا یا پہلے ہُوا۔ (ت)

ولہٰذا اگر کوئی مکان میں آنے کا اذن چاہے اور یہ اس غرض سے کہ اُسے نماز میں ہونا معلوم ہوجائے تسبیح یا تکبیر یا تہلیل کہے نماز فاسد نہ ہوگی کہ اس بارے میں بھی حدیث وارد،

ل فتح القدیر باب ما یفسد الصلٰوۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۴۸

ک فتح القدیر " " " " " "

ک سنن الدارقطنی باب تلقین الماموم لامامہ الخ " نشر السنۃ ملتان ۱/ ۳۹۹

marfat.com

Marfat.com

وهو علی ماذکر علمائنا فی الهدایۃ و الکافی والتبیین والفتح والحلیۃ والغنیۃ والبحر وغیرها حدیث سھل بن سعد عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من نابہ شیئ فی صلاتہ فلیسبح[1] اخرجہ الشیخان وغیرھما اقول والاقرب مااخرج احمد فی المسند عن علی کرم اللہ تعالٰی وجھہ قال کان لی ساعۃ من السحر ادخل فیھا علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فان کان قائما یصلی سبح لی[2] الحدیث۔

یہ اس حدیث کے مطابق ہے جو ہمارے علماء نے ہدایہ، کافی، تبیین، فتح، حلیہ، غنیہ اور بحر وغیرہ میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا کہ جس شخص کو نماز میں کوئی واقعہ درپیش ہو وہ تسبیح کہے۔ اسے بخاری ومسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ اقول (میں کہتا ہوں) سب سے اقرب وہ حدیث ہے جسے امام احمد نے مسند میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے کہ میرے لئے سحری کے وقت میں ایک خاص وقت تھا جس میں میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتا تو اگر آپ نماز پڑھ رہے ہوتے تو تسبیح پڑھ کر مجھے اندر آنے کی اجازت دیتے الخ الحدیث (ت)

بس جو بتانا حاجت ونص کے مواضع سے جدا ہو وہ بیشک اصل قیاس پر جاری رہے گا کہ وہاں اُس کے حکم کا کوئی معارض نہیں اس لئے اگر غیر نمازی یا دوسرے نمازی کو جو اس کی نماز میں شریک نہیں یا ایک مقتدی دوسرے مقتدی یا امام کسی مقتدی کو بتائے قطعاً نماز قطع ہوجائے گی کہ اس کی غلطی سے اس کی نماز میں کچھ خلل نہ آتا تھا جو اسے حاجت اصلاح ہوتی تو بے ضرورت واقع ہوا اور نماز گئی بخلاف امام کہ اُس کی نماز کا خلل بعینہ مقتدی کی نماز کا خلل ہے تو اس کا بتانا اپنی نماز کا بتانا ہے تبیین الحقائق میں ہے:

قولہ وفتحہ علی غیر امامہ) لانہ تعلیم وتعلم من غیر ضرورۃ فکان من کلام الناس وقولہ علی غیر امامہ یشمل فتح

ماتن کا قول (نمازی کا اپنے امام کے غیر کو لقمہ دینا) کیونکہ یہ بغیر ضرورت تعلیم وتعلم ہونے کی وجہ سے لوگوں کے کلام کی طرح ہوگا۔ اس کا قول "اپنے

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاذان باب من دخل لیؤم الناس قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۹۴

[2] مسند احمد بن حنبل مسند علی ابن ابی طالب دارالفکر بیروت ۱/۷۷

marfat.com

Marfat.com

[illegible] مقتدی وعلی غیر المصلی وعلی المصلی وحدہ وفتح الامام والمنفرد علی ای شخص کان وکل ذٰلک مفسد الا اذا قصد بہ التلاوۃ دون الفتح[1] اھ ملخصا

امام کے علاوہ "کے الفاظ" مقتدی کا مقتدی کو، غیر نمازی تنہا نمازی کے لقمہ کو اور امام اور منفرد کا کسی بھی دوسرے شخص کو لقمہ دینے کو شامل ہیں اور ان تمام صورتوں میں نماز فاسد ہوجاتی ہے لیکن اس صورت میں نماز فاسد نہ ہوگی جب تلاوت مقصود ہو، لقمہ دینا مقصود نہ ہو اھ تلخیصاً (ت)

درمختار میں ہے :

یفسدھا کل ما قصد بہ الجواب او الخطاب کقولہ لمن اسمہ یحیٰی، یایحیٰی خذ الکتٰب بقوۃ[2] اھ ملخصا

ہر وہ شَے نماز کو فاسد کردے گی جس سے جواب یا خطاب مقصود ہو جیسا کہ یحیٰی نامی شخص کو یہ کہنا یایحیٰی خذ الکتاب بقوۃ (اے یحیٰی ! کتاب کو مضبوطی سے پکڑ) اھ ملخصاً (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قولہ او الخطاب الخ ھذا مفسد بالاتفاق وھو مما اورد نقضا علی اصل ابی یوسف فانہ قراٰن لم یوضع خطابا لمن خاطبہ المصلی وقد اخرجہ بقصد الخطاب عن کونہ قراٰنا وجعلہ من کلام الناس[3]

اس کا قول "او الخطاب الخ" بالاتفاق مفسدِ نماز ہے اور یہ ان امور میں سے ہے جن سے امام ابو یوسف کے قاعدہ پر نقض وارد ہوتا ہے کہ یہ قرآن ہے اس کی وضع اس لئے نہیں کہ کوئی شخص اس سے نمازی کو مخاطب کرے، حالانکہ (وجہ یہ ہے) کہ اس نے اسے قصدِ خطاب کے طور پر، قرآن ہونے سے خارج کیا اور اسے کلام الناس میں شامل کردیا ہے ۔ (ت)

علامہ ابن امیر الحاج حلبی حلیہ میں فرماتے ہیں :

الذی یفتح کانہ یقول خذ منی کذا والتعلیم لیس من الصلاۃ فی شیئ

لقمہ دینے والا گویا کہہ رہا ہوتا ہے کہ " مجھ سے یہ لے لو" اور سکھانا نماز کا حصہ نہیں اور ایسی

---

[1] تبیین الحقائق باب ما یفسد الصلاۃ و ما یکرہ فیہا مطبوعہ امیریہ کبرٰی بولاق مصر ۱/۱۵۶

[2] الدرالمختار " " " " " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۹

[3] ردالمحتار " " " " " مصطفی البابی مصر ۱/۴۵۹

marfat.com

Marfat.com

وادخال مالیس منها فیها یوجب فسادها وکان قضیة هذا المعنی ان تفسد صلاته اذا فتح علی امامه لکن سقط اعتبار التعلیم للاحادیث وللحاجة الی اصلاح صلاة نفسه فما عدا ذلك یعمل فیه بقضیة القیاس[1] اھ ملخصا بالمعنی۔

شَیٔ کا نماز میں داخل کرنا جو نماز میں سے نہیں نماز کے فساد کا سبب ہے۔ اس بات کے پیشِ نظر ہونا یہی چاہیے کہ جب امام کو لقمہ دیا جائے تو بھی نماز فاسد ہوجائے لیکن اس صورت میں نماز کے فساد کا حکم اس لئے جاری نہیں کیا جاتا کہ احادیث میں اس کی اجازت ہے اور نماز کی اصلاح کی بھی حاجت ہے البتہ اس کے علاوہ دیگر صورتوں میں قیاس پر عمل کیا جائے گا (یعنی نماز فاسد ہوجائیگی) ملخصاً بالمعنیٰ۔ (ت)

اُسی میں ہے:

ھذا قد استعمل فی موضع الجواب وقد ارید ذلك منه وفهم فیصیر من ھذا الوجه کلام الناس فیفسد وان لم یکن من حیث الصیغة فی الاصل من کلامهم فالقیاس فساد الصلوة الا انا ترکناہ بالنص والمعدول به عن القیاس لایقاس علیه[2] اھ ملخصا۔

یہ جواب میں مستعمل ہے اور یہاں وہی مراد اور مفہوم ہے لہذا یہ لوگوں کے کلام میں سے ہونے کی وجہ سے مفسدِ نماز ہے اگرچہ الفاظ کے لحاظ سے لوگوں کے کلام میں سے نہیں۔ تو قیاس کا تقاضا ہے کہ نماز فاسد ہوجائے مگر نص کی بناء پر قیاس ترک کردیا اور جو خود خلافِ قیاس ہو اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اھ ملخصاً (ت)

اُسی میں ہے:

(م) ان فتح بعد ما قرأ قدر ما تجوز به الصلاة تفسد (ش) لانه لیس فیه اصلاح صلاته فیبقی تعلیما وجوابا له وان اخذ الامام بفتحه تفسد صلاة الکل (م)

(متن) اگر یہ لقمہ اتنی قراءت کے بعد دیا جس سے نماز ہوجاتی ہے تو نماز فاسد ہوجائے گی (شرح) کیونکہ اس میں اس کی نماز کی اصلاح نہیں ہے لہذا یہ تعلیم وجواب ہوگا اور اگر امام نے لقمہ لے لیا تو تمام کی

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] " " " "

marfat.com
Marfat.com

[illegible] كذا في الخانية والخلاصة ونص القاضي في شرح الجامع الصغير انه الاصح وعلله هو وغيره بانه لو لم يفتح ربما جرى على لسانه ما يكون مفسدا فكانت بمنزلة الفتح والاولى في التعليل حديث المسور بن يزيد واطلاق ما روي عن علي و عن انس رضي الله تعالى عنهم وان انتقل الامام الى اية اخرى ففتح عليه بعد الانتقال تفسد (ش) لوجود التلقين من غير ضرورة كذا في الهداية وغيرها وجعل صاحب الذخيرة هذا محكيا عن القاضي الامام ابي بكر الزرنجري وان غيره من المشائخ قالوا لا تفسد كذا نقلوه عن المحيط واخذ من هذا صاحب النهاية ان عدم الفساد قول عامة المشائخ ووافقه شيخنا رحمه الله تعالى على ذلك وهو الاوفق لاطلاق الرخص الذي رويناه اھ ملخصا۔

نماز فاسد ہوجائے گی (متن) صحیح یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوتی (شرح) اسی طرح خانیہ اور خلاصہ میں ہے اور قاضی نے شرح جامع الصغیر میں کہا ہے کہ یہی اصح ہے اور انہوں نے اور دیگر لوگوں نے علت یہ بیان کی ہے کہ اگر وہ لقمہ نہیں دے گا تو بعض اوقات امام کی زبان پر ایسی چیز جاری ہو جاتی ہے جو نماز کے لئے مفسد ہوتی ہے اس لئے وہ لقمہ ہی ہوگا، حضرت مسور بن یزید سے مروی اور وہ جو حضرت علی اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے مروی روایات کا اطلاق علت کے بیان کے لئے بہتر ہے (متن) اور اگر امام کسی دوسری آیت کی طرف منتقل ہوگیا اور اسے انتقال کے بعد لقمہ دیا تو نماز فاسد ہوجائے گی (شرح) کیونکہ یہ بغیر ضرورت کے تلقین ہے، ہدایہ وغیرہ میں اسی طرح ہے، اور صاحب ذخیرہ نے اسے قاضی امام ابوبکر الزرنجری نے نقل کیا ہے اگرچہ ان کے علاوہ دیگر مشائخ کہتے ہیں کہ نماز فاسد نہیں ہوتی، محیط سے اسی طرح منقول ہے، اسی سے صاحب نہایہ نے لیا اور کہا کہ اکثر مشائخ کا قول عدم فساد ہے اور ہمارے شیخ رحمہ اللہ نے اسی کی موافقت کی ہے اور یہ ان رخصتوں کے اطلاق کے بھی زیادہ موافق ہے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اھ تلخیصاً (ت)

فتح القدیر میں ہے:

خروج قصد اعلام الصلاة بالحديث لا لانه لم يتغير بعزيمته فيبقى ما وراءه على

نماز میں ہونے کی قصداً اطلاع کرنا، حدیث کی وجہ سے مفسدات سے خارج ہے، نہ اس لئے کہ اس کے

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com

Marfat.com

المنح[1] اھ ملخصا
عزم وارادہ سے تغیر نہیں ہوا لہذا اس کے علاوہ صورتیں منع ہی رہیں گی اھ ملخصاً (ت)

جب یہ اصل ممہد ہولی حکم صورت مسئولہ واضح ہوگیا ظاہر ہے کہ جب امام کو قعدہ اولٰی میں دیر ہوئی اور مقتدی نے اس گمان سے کہ یہ قعدہ اخیرہ سمجھا ہے تنبیہ کی تو دو حال سے خالی نہیں یا تو واقع میں اس کا گمان غلط ہوگا یعنی امام قعدہ اولٰی ہی سمجھا ہے اور دیر اس وجہ سے ہوئی کہ اس نے اس بار التحیات زیادہ ترتیل سے ادا کی جب تو ظاہر ہے کہ مقتدی کا بتانا نہ صرف بے ضرورت بلکہ محض غلط واقع ہوا تو یقیناً کلام ٹھہرا اور مفسد نماز ہوا

لقول الحلیۃ ان ماوراء ذلک یعمل فیہ بقضیۃ القیاس ولقول المعدول بہ عن القیاس لایقاس علیہ ولقول الفتح یبقی ماوراءہ علی المنع ولقول التبیین لایقاس علیہ غیرہ وھذا واضح جدا۔

حلیہ کے ان الفاظ کی وجہ سے کہ "ان کے علاوہ میں قیاس پر عمل ہوگا" اور اس کے اس قول کے پیش نظر کہ "خلاف قیاس پر قیاس نہیں ہوسکتا" اور فتح کے قول کہ "اس کے علاوہ ممنوع ہوں گے" اور تبیین کے قول کہ "اس پر غیر کو قیاس نہیں کیا جاسکتا" اور یہ نہایت ہی واضح ہے (ت)

یا اس کا گمان صحیح تھا، غور کیجئے تو اس صورت میں بھی اس بتانے کا محض لغو و بے حاجت واقع ہونا اور اصلاح نماز سے اصلاً تعلق نہ رکھنا ثابت کہ جب امام قعدہ اولٰی میں اتنی تاخیر کرچکا جس سے مقتدی اس کے سہو پر مطلع ہوا تو لاجرم یہ تاخیر بقدر کثیر ہوئی اور جو کچھ ہونا تھا یعنی ترک واجب ولزوم سجدۂ سہو وہ ہوچکا اب اس کے بتانے سے مرتفع نہیں ہوسکتا اور اس سے زیادہ کسی دوسرے خلل کا اندیشہ نہیں جس سے بچنے کو یہ فعل کیا جائے کہ غایت درجہ وُہ بھول کر سلام پھیر دے گا پھر اس سے نماز تو نہیں جاتی وہی سہو کا سہو رہے گا، ہاں جب وقت سلام شروع کرتا اُس وقت حاجت محقق ہوتی اور مقتدی کو بتانا چاہیئے تھا کہ اب نہ بتانے میں خلل و فساد نماز کا اندیشہ ہے کہ یہ تو اپنے گمان میں نماز تمام کرچکا، عجب نہیں کہ کلام وغیرہ کوئی قاطع نماز اس سے واقع ہوجائے، اس سے پہلے نہ خلل واقع کا ازالہ تھا نہ خلل آئندہ کا اندیشہ، تو سوا فضول و بے فائدہ کے کیا باقی رہا، لہذا مقتضائے نظر فقہی پر اس صورت میں بھی فسادِ نماز ہے، نظیر اس کی یہ ہے کہ جب امام قعدہ اولٰی چھوڑ کر پورا کھڑا ہوجائے تو اب مقتدی بیٹھنے کا اشارہ نہ کرے ورنہ ہمارے امام کے مذہب پر مقتدی کی نماز جاتی رہے گی کہ پورا کھڑے ہونے کے بعد امام کو قعدہ اولٰی کی طرف عود نا جائز تھا تو اس کا بتانا محض بے فائدہ رہا اور اپنے اصلی حکم کی رو سے

---

[1] فتح القدیر باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۴۹

marfat.com

Marfat.com

[illegible] بحر الرائق میں ہے؛

[illegible] شئ فسبح الماموم لا باس به لان المقصود به اصلاح الصلوٰة فسقط حکم الکلام عند الحاجة الی الاصلاح ولا یسبح للامام اذا قام الی الاخریین لانه لا یجوز له الرجوع اذا کان الی القیام اقرب فلم یکن التسبیح مفیدا کذا فی البدائع وینبغی فساد الصلوٰة به لان القیاس فسادها به عند قصد الاعلام وانما ترک للحدیث الصحیح من نابه شئ فی صلاته فلیسبح فللحاجة لم یعمل بالقیاس فعند عدمها یبقی الامر علی اصل القیاس ثم رأیته فی المجتبی قال ولو قام الی الثالثة فی الظهر قبل ان یقعد فقال المقتدی سبحٰن الله قیل لا تفسد وعن الکرخی تفسد عندهما[1] اھ وبه انتهی مانقلناه عن البحر قلت وقوله عندهما یرید به الطرفین فان مذهبهما تغییر الذکر بتغییر العزیمة خلافا لابی یوسف فعنده ما کان ذکرا بصیغته لا تعمل فیه النیة وکذا قوله اعنی المجتبی لو سبح او هلل یرید زجرا عن فعل او امرا به فسدت عندهما[2] اھ فانما اراد الطرفین

اگر امام کو عارضہ پیش آگیا مقتدی نے لقمہ دیا تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اس سے مقصود نماز کی اصلاح ہے لہذا حاجتِ اصلاح کی وجہ سے اس سے حکمِ کلام ساقط ہوگیا، اگر امام آخری دو رکعات کی طرف اٹھ جائے تو اسے لقمہ نہ دیا جائے کیونکہ اگر وہ قیام کے زیادہ قریب ہے تو اب اس کے لئے لوٹنا جائز نہیں لہذا لقمہ اس کے لئے مفید نہیں۔ البدائع میں ایسے ہے، اور اس سے نماز فاسد ہوجانی چاہئے کیونکہ یہ قیاس کا تقاضا ہے کہ جب مقصود امام کو اطلاع ہو تو نماز فاسد ہوجائے البتہ اس حدیث صحیح کی بنا پر اس قیاس کو ترک کردیں گے کہ جس کو نماز میں کوئی واقعہ درپیش ہو تو وہ تسبیح کہے، تو حاجت کے پیش نظر قیاس پر عمل نہ ہوگا اور جب حاجت نہ ہوگی تو معاملہ اصل قیاس پر ہی رہے گا پھر میں نے مجتبٰی میں دیکھا اگر نماز ظہر میں امام قعدہ کئے بغیر تیسری رکعت کی طرف اٹھا اور مقتدی نے سبحان اللہ کہا تو بعض کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی۔ امام کرخی سے منقول ہے کہ طرفین کے نزدیک نماز فاسد ہوجائے گی۔ اور یہاں بحر سے منقول عبارت ختم ہوگئی قلت اس کا قول "عندهما" سے مراد طرفین ہیں کیونکہ انہی کا قول ہے کہ تبدیلیٔ عزم سے ذکر تبدیل ہوجاتا ہے

[1] بحر الرائق باب ما یفسد الصلاة وما یکرہ فیہا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۷
[2] " " " " " " " " " " " "

marfat.com

Marfat.com

رضی اللہ تعالٰی عنہما ثم اقول وباللہ التوفیق لایبعد ان یکون قام فی القیل للارادۃ کقولہ تعالٰی یا ایھا الذین اٰمنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ[1] وفی روایۃ الکرخی للحقیقۃ کقولہ تعالٰی وانہ لما قام عبد اللہ یدعوہ[2] الاٰیۃ وھذا جمع کما تری حسن ان شاء اللہ تعالٰی والا فلا شك ان الدلیل مع الکرخی وانہ ھو قضیۃ مذھب الامام والامام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما فعلیہ فلیکن التعویل فان قیل فی القیل لو اراد الارادۃ فما الوجہ لتخصیص المسئلۃ بالذکر فانھا معلومۃ من اطلاق قولھم لو عرض للامام شیئ الخ اقول بلی کان لمتوھم ان یتوھم عدم الجواز ھھنا مطلقا کما یتوھم من ظاھر لفظ البدائع لایسبح للامام اذا قام

بخلاف امام ابو یوسف کے، ان کے نزدیک الفاظِ ذکر میں نیت کا دخل نہیں ہوتا، اسی طرح اس لیے المجتبٰی کا قول اگر اس نے سبحان اللہ کہا یا لاالٰہ الا اللہ، اور اس سے مقصد کسی عمل پر زجر یا کسی عمل کا حکم ہو تو ان دونوں کے نزدیک نماز فاسد ہوجائیگی اھ اس سے مراد طرفین رضی اللہ تعالٰی عنہما ہیں ثم اقول وباللہ التوفیق (پھر میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) یہ بھی ممکن ہے کہ مجتبٰی کی عبارت میں قام کا معنی ارادہ ہو، جیسا کہ اللہ تعالٰی کے اس ارشادِ گرامی میں ہے "اے اہلِ ایمان! جب تم نماز کا ارادہ کرو" اور روایتِ کرخی میں حقیقی معنٰی ہے جیسا کہ اللہ تعالٰی کا فرمان ہے "جب اللہ کا بندہ کھڑا ہوکر اپنے رب کو پکارتا ہے" آپ نے دیکھا یہ نہایت ہی اچھا تطابق ہے ان شاء اللہ تعالٰی، ورنہ اس میں کوئی شك نہیں کہ دلیل کرخی کا ساتھ دیتی ہے اور یہی ضابطہ ہے امام اعظم اور امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما کے مذہب کا، اس بنا پر اس پر اعتماد کرنا چاہئے، اگر سوال ہو کہ عبارت میں اگر ارادہ مراد ہے تو اس مسئلہ کا خصوصًا کیوں ذکر ہوا؟ کیونکہ اس کا علم تو فقہائے اس قول "اگر امام کو کوئی عارضہ لاحق ہو" کے اطلاق سے ہی ہورہا ہے اقول (میں کہتا ہوں) کیوں نہیں

[1] القرآن ۵/۶

[2] القرآن ۷۲/۱۹

marfat.com

Marfat.com

كلا الشيئين حيث لم يفصل والحاوي على الوهم ان المقتدي لا يطلع على قيام الامام بفوره بل يتاخر ذلك عن افاضته في القيام ولو لحظات كما هو معلوم مشاهد فمن ذلك يسبح ثم الامام لا ينبه بفور ما بدأ المقتدي بحرف التسبيح بل يتاخر ولو لحظة ثم هو ربما لا يتذكر بمجرد السماع والتنبه على تنبيهه بل قد يحتاج الى شئ من التامل فهذه ثلث وقفات و الامام اذا نهض نهض ولم يكن فيه تدرج يقتضي مكثا معتدا به فربما لا يتنبه بتسبيحه الا بعد ما فات وقت العود لا سيما على قول من قال بفواته اذ اقرب الى القيام كما هو مختار صاحب البدائع و الهداية والوقاية والكنز وغيرهم من الجلة الكرام وان كان الاصح العبرة بتمام القيام كما اعتمده في مواهب الرحمٰن ونور الايضاح

گویا کوئی وہم کرنے والا یہ تصور کر سکتا تھا کہ یہاں مطلقاً لقمہ ناجائز ہے جیسا کہ بدائع کے ان الفاظ کے ظاہر سے وہم کیا جا سکتا ہے کہ "امام جب آخری رکعتوں کی طرف کھڑا ہو جائے تو سبحان اللہ نہ کہا جائے" تو یہاں انھوں نے کوئی فرق نہیں کیا اور یہاں منشاءِ وہم یہ بات ہے کہ مقتدی فی الفور امام کے قیام پر مطلع نہیں ہوتا بلکہ قیام کی طرف مائل ہونے کے بعد مطلع ہوتا ہے اگرچہ کچھ لمحات ہی ہوں جیسا کہ معلوم و مشاہد ہے تو اس وقت مقتدی سبحان اللہ کہے گا، پھر امام بھی مقتدی کے لقمہ پر فی الفور متوجہ نہیں ہوتا بلکہ معاملہ متاخر ہوتا ہے خواہ ایک لمحہ بعد ہی ہو، پھر بعض اوقات اسے صرف سماع اور توجہ دلانے سے یاد نہیں آجاتا بلکہ کچھ نہ کچھ غور و فکر کا محتاج ہوتا ہے، تو یہ تین وقفے ہوئے، تو امام جب کھڑا ہوتا ہے تو کھڑا ہو جاتا ہے اس میں ایسی تدریج نہیں جو قابلِ ذکر ٹھہرنے کا تقاضا کرے۔ بعض اوقات مقتدی کی تسبیح سے بھی متوجہ نہیں ہو پاتا مگر اس وقت جب لوٹنے کا وقت ختم ہو چکا ہو خصوصاً اس قول کے مطابق جو کہتے ہیں کہ جب قیام کے زیادہ قریب ہو تو رجوع فوت ہو جاتا ہے جیسا کہ صاحبِ بدائع، ہدایہ، وقایہ، کنز اور دیگر جلیل القدر فقہائے نے اختیار کیا ہے، اگرچہ اصح یہ ہے کہ اعتبار کامل قیام کا ہے جیسا کہ اس پر مواہب الرحمٰن، نور الایضاح، تنویر، فتح،

ؐ بدائع الصنائع فصل فی بیان حکم الاستخلاف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۳۵

marfat.com

Marfat.com

والتنویر والفتح والدر المختار وغیرها وجعله فی الدر ظاهر المذهب و اذا کان الامر علی ماوصفنا لك فعسی ان یتوهم کونه عبثا مطلقا فیحکم بفساد الصلوٰة به علی الاطلاق فمست الحاجة الی التصریح بذلك فان المسموع هو کونه مفیدا حین وقوعه وهو کذلك فی فور القیام ولربما یرجی العود به بل ربما یقع وهذا حسبه ولا یضره ان تعجل الامام و لم یلتفت کما اذا فتح و لم یاخذ **فان قلت** یحتمل ان الامام لما ظن ان صلاته تمت لعله یتعمد الکلام او الذهاب او الضحك قبل ان یسلم **قلت** هذا فی غایة البعد و لا یتوقع من المسلم بل هو اساءة ظن به و الفقه لا یبنی علی نادر فضلا عما عساه لم یقع قط بل هو احتمال علی احتمال لان ظن الامام تمام الصلوٰة ایضا غیر معلوم کما قدمنا فکان شبهة الشبهة ولا عبرة بها اصلا، هذا ما وقع فی الحلیة

درمختار وغیرہ میں اعتماد کیا گیا ہے اور در میں اسے ظاہر مذہب قرار دیا ہے، اور جب معاملہ اس طرح ہے جو ہم نے آپ کے سامنے بیان کیا ہے تو قریب ہے اس کے مطلقاً عبث ہونے کے وہم پر مطلقاً فسادِ نماز کا حکم کر دیا جائے لہٰذا اس کی تصریح کی حاجت وضرورت پیش آئی کیونکہ اس کے وقوع کے وقت لقمہ کا مفید ہونا قابلِ اعتبار ہے اور علی الفور قیام کے وقت لقمہ میں یہ صورت ہے اور بسا اوقات لوٹنے کی امید کی جاتی بلکہ بعض دفعہ لوٹنے کا وقوع ہوتا ہے اور مفید ہونے کے لئے یہی کافی ہے اور امام کا جلدی کرنا اور متوجہ نہ ہونا نقصان دہ نہیں جیسا کہ اس صورت میں جب لقمہ دیا مگر امام نے نہ لیا۔ اگر آپ سوال کریں (قعدہ لمبا ہونے پر سلام سے پہلے لقمہ دینے میں فائدہ ہے) کیونکہ ممکن ہے امام نے گمان کیا ہو کہ نماز مکمل ہوگئی ہے پھر وہ دانستہ طور پر قبل از سلام کلام کرنے یا چلے جانے یا ہنسنے کا ارادہ کرلے۔ **قلت** (میں کہتا ہوں) یہ نہایت ہی بعید ہے اور اس بات کی کسی مسلمان سے توقع نہیں بلکہ کسی مسلمان کے بارے میں ایسا گمان کرنا بھی گناہ ہے اور کسی نادر معاملہ پر فتوٰی نہیں ہوا کرتا چہ جائیکہ جس کا امکان کبھی واقع نہ ہو بلکہ یہ احتمال در احتمال ہے کیونکہ امام کا اتمامِ نماز کا گمان کرنا بھی معلوم نہیں جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ گویا یہ اتمام کے گمان کے بعد کلام وغیرہ کا گمان شبہ کا شبہ ہے اور اس کا کوئی اعتبار نہیں، یہ وہ ہے جو حلیہ میں

marfat.com

Marfat.com

... الرضوی انه اذا فتح علی
امامه یجوز مطلقا لان الفتح وان
کان تعلیما ولکن التعلیم لیس بعمل
کثیر وانه تلاوۃ حقیقۃ فلا یکون مفسدا
وان لم یکن محتاجا الیہ¹ اھ **فاقول**
یجب ان یحمل فیہ لام "التعلیم" علی
العھد ای ھذا التعلیم من المقتدی
للامام کمثل لام "الفتح" فلیس المراد
الا ھذا الفتح لا مطلقا ولو من غیر
مقتد علی امامہ وذلک لان کون مطلق
التعلیم من العمل القلیل باطل بداھۃ
وتشھد بہ فروع فی المذھب متواترات
بل قد نص فی الفتح فی نفس مسئلۃ الفتح
ان التکرار لم یشترط فی الجامع ای ان
الجامع الصغیر لم یشترط للافساد تکرار
الفتح بل حکو بہ مطلقا قال وھو الصحیح
وکذا صححہ فی الخانیۃ وقد علم ھذا من
مذھب الامام فانہ اذا جعل کلاما فقلیلہ و
کثیرہ سواء فلتعرف ولتثبت وباللہ التوفیق
ھذا ما عندی واللہ سبحنہ و
تعالی اعلم۔

محیط رضوی کے حوالے سے مذکور ہے کہ امام کو لقمہ دینا ہر حال میں جائز ہے کیونکہ لقمہ دینا اگرچہ تعلیم ہے لیکن تعلیم عمل کثیر نہیں ہے اور یہ تو حقیقت میں تلاوت ہے لہٰذا یہ مفسدِ نماز نہیں، اگرچہ اس کی احتیاج نہ ہو۔

اقول یہاں پر لفظ تعلیم کے الف لام کو عہدِ خارجی ماننا ضروری ہے کیونکہ اس سے مراد وہی تعلیم ہے جو مقتدی کی امام کے لئے ہو جیسا کہ الفتح کے الف لام کا معاملہ ہے کیونکہ یہاں لقمہ سے بھی خصوصی لقمہ مراد ہوگا ہر لقمہ نہیں اگرچہ وہ غیر مقتدی کا امام کے لئے ہو، وہ اس لئے کہ ہر تعلیم کا عمل قلیل ہونا بداہۃً باطل ہے اور اس پر مذہب کی فروعات بڑی تواتر کے ساتھ گواہ ہیں بلکہ فتح میں اس مسئلہ لقمہ میں تصریح ہے کہ جامع میں تکرار کو شرط نہیں کیا یعنی جامع صغیر نے نماز فاسد ہونے کے لئے تکرارِ لقمہ کو شرط قرار نہیں دیا بلکہ مطلقاً حکم جاری کیا اور کہا یہی صحیح ہے، اسی طرح اسے خانیہ نے بھی صحیح قرار دیا اور مذہب امام کے حوالے سے یہ معلوم ہے کہ جب انھوں نے اسے کلام قرار دیا ہے تو اب کلام کے قلیل اور کثیر کا ایک ہی حکم ہوگا، اسے اچھی طرح جان لو اور ثابت رہو، اور توفیق اللہ ہی سے ہے یہ ہے جو کچھ میرے پاس تھا اور اللہ سبحانہٗ وتعالٰی ہی زیادہ جاننے والا ہے (ت)

مسئلہ ۹۶۴: از کلکتہ نل موتی گلی ۱۳ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۱ جمادی الاخری ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں اکثر لوگ بے پڑھے نماز ظہر وعصر ومغرب وعشا کے

---

¹ حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com

Marfat.com

فرض تنہا پڑھنے کی حالت میں تکبیرات انتقالیہ بجہر اس غرض سے کہتے ہیں کہ دوسرے نمازی معلوم کرلیں کہ یہ شخص فرض پڑھتا ہے اور شریک ہوجائیں اس صورت میں جہر کے ساتھ تکبیر کہنے سے نماز میں فساد ہوتا ہے یا نہیں؟ دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے دُوسرا شخص آیا اور منتظر اس امر کا ہے کہ یہ نمازی بجہر تکبیر کہے تو میں شریک ہوجاؤں، چنانچہ اس نے اُس کی اطلاع کی غرض سے تکبیر جہر کے ساتھ کہی اس صورت میں نماز فاسد ہوگی یا صحیح؟ بینوا توجروا۔

الجواب

دونوں صورتوں میں اگر نمازیوں نے اصل تکبیرات انتقال بہ نیت ادائے سنّت و ذکرِ الٰہی عزوجل ہی کہیں اور صرف جہر بہ نیتِ اطلاع کیا تو نماز میں کچھ فساد نہ آیا، ردالمحتار میں ہے:

وقال فی البحر وممالحق بالجواب ما فی المجتبی لوسبح او هلل یرید زجرا عن فعل اوامرا به فسدت عندهما اھ قلت والظاهر انه لولم یسبح ولکن جهر بالقراءة لاتفسد لانه قاصد للقراءة وانما قصد الزجر او الامر بمجرد رفع الصوت تأمل[1] اھ

بحر میں ہے کہ ان چیزوں میں سے جن کا جواب سے تعلق ہے وہ ہیں جو مجتبٰی میں ہیں اگر مقتدی نے سبحان اللہ کہا یا لا الٰہ الا اللہ کہا اور اس سے مقصد کسی عمل پر زجر یا کسی عمل کا حکم تھا تو ان دونوں (طرفین) کے نزدیک نماز فاسد ہوجائے گی اھ میں کہتا ہوں ظاہر یہی ہے کہ اگر اس نے سبحان اللہ نہیں کہا لیکن قرأت بلند آواز سے کی تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ اس سے مقصد قرأت ہے اور آواز کی بلندی کے ذریعے تو صرف زجر یا حکم مقصود ہے تأمل اھ (ت)

اور شک نہیں کہ واقع ایسا ہی ہوتا ہے نہ یہ کہ نفسِ تکبیر ہی سے ذکر وغیرہ کچھ مقصود نہ ہو صرف بغرض اطلاع بہ نیت مذکورہ کہی جاتی ہو، ہاں اگر کوئی جاہل اجہل ایسا قصد کرے تو اس کی نماز ضرور فاسد ہوجائیگی علی قول الامام والامام محمد خلافا للامام ابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنهم (یہ امام اعظم اور امام محمد کے قول کے مطابق ہے بخلاف امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہم کے۔ت) **اقول** وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ت) تحقیق مقام یہ ہے کہ ان مسائل میں حضرات طرفین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک اصل یہ ہے کہ نمازی جس لفظ سے کسی ایسے معنی کا افادہ کرے جو اعمال نماز سے نہیں وہ

---

[1] ردالمحتار باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۵۹

marfat.com

Marfat.com

بے یا ... نظر آتا ہے اگرچہ لفظاً فی نفسہٖ ذکرِ الٰہی یا قرآن ہی ہو اگرچہ اپنے محل ہی میں ہو، مثلاً کسی موسیٰ نامی شخص نے نمازی سے کہا: ماتلك بيمينك يا موسٰى (اے موسیٰ! تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟) نماز جاتی رہی اگرچہ یہ الفاظ آیۂ کریمہ ہیں۔ یا التحیات پڑھ رہا تھا جب کلمۂ تشہد کے قریب پہنچا مؤذن نے اذان میں شہادتین کہیں اس نے نہ بہ نیت قراءت تشہد بلکہ بہ نیت اجابت مؤذن اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله کہا نماز جاتی رہی، اگرچہ یہ ذکر اپنے محل ہی میں تھا۔ بحر الرائق میں ہے:

اذا ذكر فی التشهد الشهادتین عند ذكر المؤذن الشهادتین تفسد ان قصد الاجابة[1] اھ

جب دورانِ تشہد شہادتین کا ذکر مؤذن کے ذکرِ شہادتین کے موقع پر کرتا ہے تو نماز فاسد ہوجائیگی اگر اذان کا جواب مقصود ہو اھ (ت)

مگر جبکہ ایسا قصد بضرورت اصلاحِ نماز ہو جیسے مقتدیوں کا امام کو بتانا یا اس کے جواز میں خاص نص آگیا ہو جیسے کوئی دروازے پر آواز دے یہ نماز پڑھتا ہو اُس کو مطلع کرنے کے لئے سبحان اللہ یا لا الٰہ الا اللہ یا اللہ اکبر کہے تو صرف ان صورتوں میں نماز نہ جائے گی اور ان کے ماورا میں مطلقاً اسی اصل کلی پر عمل ہو کر فسادِ نماز کا حکم دیا جائے گا۔ فتح القدیر میں ہے:

قلنا خرج قصد اعلام الصلاة بقوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اذا نابت احدكم نائبة وهو فی الصلاة فليسبح الحديث اخرجه الستة لا لانه لم يتغير بعزيمته كما لم يتغير عند قصد اعلامه فان مناط كونه من كلام الناس كونه لفظا افيد به معنی ليس من اعمال الصلاة لا كونه وضع لافادة ذلك فيبقی ما وراءه على المنع[2] الخ قلت وقد اوضحنا المسألة بنقولها فيما تقدم من فتاونا۔

ہم کہتے ہیں کہ نماز میں اصلاح کا قصد حضور علیہ السلام کے ارشادِ مبارک کہ "جب کسی کو نماز میں کوئی واقعہ پیش آجائے تو وہ تسبیح کہے" کے تحت اس حکم سے خارج ہے۔ اس حدیث کو صحاح ستہ نے بیان کیا ہے اس لئے نہیں کہ اس میں تبدیلی بالارادہ نہیں کیونکہ لوگوں کے کلام میں سے ہونے کا مدار اس پر ہے کہ وہ الفاظ ہوں جو ایسے معانی کا فائدہ دیں جو اعمالِ نماز میں سے نہیں، نہ کہ وہ الفاظ ان معانی کے افادہ کے لئے موضوع ہوں لہٰذا اس کے علاوہ ممنوع ہی رہیں گے الخ قلت ہم نے اس مسئلہ کو سابقہ گفتگو میں خوب واضح کیا ہے۔ (ت)

---

[1] بحر الرائق باب ما يفسد الصلوٰة وما يكره فيها مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۶
[2] فتح القدیر " " " " مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۴۹

marfat.com

Marfat.com

اور شک نہیں کہ جب نمازی نے اللہ اکبر یا سمع اللہ لمن حمدہ کا صوت اس اطلاع کی نیت سے کہا کہ میں پڑھ رہا ہوں میرے شریک ہو جاؤ، تو یہ ایک لفظ ہے جس سے ایسے معنی کا افادہ چاہا جو اعمالِ نماز سے نہیں کہ اعمالِ نماز اس کے افعالِ مخصوصہ معلومہ ہیں نہ کسی سے یہ کہنا کہ نماز میں مل جاؤ اور اس خصوص میں نہ نص وارد ہے نہ یہ کسی نہ جاننے والے کو اس کا بتانا ہے کہ میں نماز میں مشغول بلکہ اس سے اپنے فرض میں ہونے کا اعلام اور اپنی نماز کی طرف بلانا مقصود ہے، یہ دونوں باتیں مجرد قصداً علام صلوٰۃ سے زائد ہیں کہ اس قدر تو وہ آنے والے خود ہی جانتے ہیں کہ یہ نماز پڑھ رہا ہے تو یہ صورت اُن صور استثناء میں داخل نہیں اور حکم فسادِ نماز ہے مگر اگر اصل لفظ سے کوئی امر بیرونی مقصود نہیں بلکہ صرف رفعِ صوت بقصدِ دیگر ہے تو یہاں کوئی لفظ ایسا نہ پایا گیا جس سے کسی خارج بات کا قصد کیا گیا ہو اور تنہا رفعِ صوت کلام نہیں تو مناط فساد متحقق نہ ہوا و لہذا امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام قدس سرہ نے جبکہ اُن مکبّروں کی نسبت جو تکبیراتِ انتقالات میں گانے کے طور پر اپنی آواز بنانے کے لئے گھٹاتے بڑھاتے اور سامعین کو اپنی خوش الحانی جتانے کا قصد کرتے ہیں فسادِ نماز کا حکم دیا اُسے دو امر پر مبنی فرمایا ایک یہ کہ ان تکبیرات سے ان کا قصد اقامت عبادت نہیں ہوتا بلکہ اپنی صناعت موسیقی کا اظہار مقصود ہوتا ہے تو اب یہ تکبیریں خود ہی وہ الفاظ ہیں جن سے معنی خارج کا افادہ مراد ہوا، دوسرے یہ کہ اس جزرومد سے حروف زائد پیدا ہو جاتے ہیں جو اصل کلمات تکبیر میں نہیں تو اگرچہ نفس تکبیر سے اُن کا قصدوہ نہ ہو مگر یہ حروف تو ضرور اُسی قصد سے بڑھائے گئے اور اب یہ وہ الفاظ بقصدِ افادۂ معنی خارج ہوئے بہرصورت فسادِ نماز چاہیے۔ فتح القدیر میں درایہ سے مکبرین کے لئے رفعِ صوت کا جواز نقل کرکے اشارہ فرمایا:

مقصودہ اصل الرفع لابلاغ الانتقالات اما خصوص ھذا الذی تعارفوہ فی ھذا البلاد فلا یبعد انہ مفسد فلانھم یبالغون فی الصیاح زیادۃ علی حاجۃ الابلاغ والاشتغال بتحریرات النغم اظھارا للصناعۃ النغمیۃ لااقامۃ للعبادۃ والصیاح ملحق بالکلام وھنا معلوم ان قصدہ اعجاب الناس بہ ولو قال اعجبوا من حسن صوتی وتحریری

تکبیرات میں آواز بلند کرنے کا اصل مقصد انتقالات کی اطلاع ہے، رہا وہ مخصوص انداز جو ان شہروں میں معروف ہے اس کا مفسدِ نماز ہونا بعید نہیں کیونکہ یہ مکبرین حاجت ابلاغ سے بڑھ کر چیخنے میں مبالغہ کرتے ہیں اور نغمہ کو سجانے کے لئے مشغول ہونا نغمہ سرائی ہے عبادت کا قیام نہیں اور چیخنا بھی کلام کے ساتھ ملحق ہے اور یہاں تو واضح ہے کہ مکبر کا مقصد لوگوں کو تعجب میں ڈالنا ہے اگر وہ یہ کہتا کہ لوگو! میری اچھی آواز اور سُر پہ خوش ہو جاؤ، تو اس نے نماز فاسد

marfat.com

Marfat.com

...الحروف لان مدمت التلحین اھ مختصرا[1] وقد اقرہ فی النھر و استحسنه فی الحلیة فقال وقد اجاد فیما اوضح وافاد۔

کردی ہوتی اور اظہار لحن سے حروف کا حاصل ہونا لازمی ہے اھ اختصاراً۔ اسے نہر نے ثابت رکھا اور حلیہ میں اسے ان الفاظ سے سراہا گیا کہ وضاحت میں یہ نہایت ہی عمدہ اور مفید ہے۔ (ت)

علامہ شامی تنبیہ ذوی الافہام علی احکام التبلیغ خلف الامام میں فرماتے ہیں،

ان المحقق لم یجعل مبنی الفساد مجرد الرفع بل زیادۃ الرفع ملحق بالکلام بالصیاح المشتمل علی النغم مع قصد اظہارہ لذلک والاعراض عن اقامة العبادۃ فقول المحقق والصیاح ملحق بالکلام ای الصیاح المشتمل علی ما ذکر بدلیل سوابق الکلام ولواحقه الخ

محقق نے محض بلندیٔ آواز کو فساد کی علت قرار نہیں دیا بلکہ بلندی میں ایسی زیادتی کو جو نغمہ پر مشتمل چیخ سے مل جائے اور اس کے اظہار کا اور اقامت عبادت سے اعراض کا قصد بھی ہو لہذا محقق کا قول کہ "الصیاح ملحق بالکلام" سے وہی چیخنا مراد ہے جو مذکورہ امور پر مشتمل ہو اس پر سابق ولاحق کلام شاہد عادل ہے الخ (ت)

اسی میں ہے:

فحاصل کلام المحقق ان الاشتغال بتحریر النغم والتلحین والصیاح الزائد علی قدر الحاجة لا لقصد القربة بل لیعجب الناس من حسن صوته و نغمه مفسد من وجہین الاول مایلزم من التلحین من حصول الحرف بالمفسد غالبا والثانی عدم قصد اقامة العبادۃ[2] الخ

کلام محقق کا حاصل یہ ہے کہ نغمہ، الحان اور ایسا چیخنا جو قدر حاجت سے زائد ہو، میں مشغول ہونا جس کا مقصد قربت وعبادت نہ ہو بلکہ لوگوں کو حسن آواز کی وجہ سے مسحور کرنا ہو تو یہ عمل دو وجہ سے مفسد نماز ہے اوّل یہ کہ الحان سے ایسے حروف کا حصول ہوجاتا ہے جو غالباً نماز کے لئے مفسد ہوتے ہیں، ثانی یہ کہ یہاں مقصود عبادت نہیں الخ (ت)

اقول وللعبد الضعیف فی بعض کلام العلامة الشامی ھنا کلام بینته علی ھامشه ولکن المرمی۔

اقول (میں کہتا ہوں) اس عبد ضعیف کو علامہ شامی کے اس مقام پر بعض کلام میں اعتراض ہے جسے میں نے ردالمحتار کے حاشیہ میں ذکر کیا ہے (ت)

۱؎ فتح القدیر باب الامامة مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۲۲

۲؎ رسائل ابن عابدین رسالہ تنبیہ ذوی الافہام علی احکام التبلیغ خلف الامام مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۱۴۶

marfat.com

Marfat.com

بالجملہ جبکہ لفظ بقصد مفسد نہ ہو تو مجرد رفع صوت سے کسی معنیٰ زائد کا ارادہ مفسد نہیں ولہٰذا علامہ حموی نے رسالہ القول البلیغ فی حکم التبلیغ میں فرمایا:

فی کون الصیاح بما ھو ذکر ملحقا بالکلام نظر لان المفسد للصلاۃ الملفوظ لاعزیمۃ القلب[1] اھ ملخصا

مذکورہ چیخنے کو کلام کہنا محل نظر ہے کیونکہ مفسد نماز وُہ ہوگا جو ملفوظ ہو ارادۂ قلب مفسدِ نماز نہیں اھ ملخصاً (ت)

ردالمحتار سنن الصلاۃ میں حاشیہ ابوالسعود ازہری سے ہے:

ما نقل عن الطحاوی اذا بلغ القوم صوت الامام فبلغ المؤذن فسدت صلاتہ لعدم الاحتیاج الیہ فلا وجہ لہ اذ غایتہ انہ رفع صوتہ بما ھو ذکر بصیغتہ وقال الحموی واظن ان ھذا النقل مکذوب علی الطحاوی فانہ مخالف للقواعد[2] اھ واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

طحاوی سے جو کچھ منقول ہے کہ لوگوں تک امام کی آواز پہنچ رہی ہو اس کے باوجود موذن بھی پہنچا رہا ہو تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی کیونکہ یہاں احتیاج ہی نہ تھی۔ اس (منقول) پر کوئی دلیل نہیں، زیادہ سے زیادہ یہ رفع صوت جو ذکر کے الفاظ پر مشتمل ہے اور شیخ حموی کہتے ہیں کہ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ یہ قول امام طحاوی کی طرف غلط طور پر منسوب ہے کیونکہ یہ قواعد کے مخالف ہے اھ واللہ تعالٰی اعلم اسی کا علم کامل واتم ہے (ت)

مسئلہ ۹۶۵ ازکلکتہ فوجداری ۳۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۳۰ رجب ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر مقتدی نے رکوع یا سجدہ امام کے ساتھ نہ کیا بلکہ امام کے فارغ ہونے کے بعد کیا تو نماز اس کی ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

ہوگئی اگرچہ بلاضرورت ایسی تاخیر سے گنہگار ہوا اور بوجہ ترک واجب اعادۂ نماز کا حکم دیا جائے تحقیق مقام یہ ہے کہ متابعتِ امام جو مقتدی پر فرض ہے تین صورتوں کو شامل، ایک یہ کہ اس کا ہر فعل فعلِ امام کے ساتھ کمال مقارنت پر محض بلافصل واقع ہوتا رہے یہ عین طریقہ مسنونہ ہے اور ہمارے امامِ اعظم رضی اللہ

---

[1] رسالہ القول البلیغ فی حکم التبلیغ

[2] ردالمحتار باب صفۃ الصلاۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۵۱

marfat.com

Marfat.com

تفا عند گاندیک مقتدی کو اسی کا حکم۔

دُوسرے یہ کہ اس کا فعل فعلِ امام کے بعد بدیر واقع ہوا گرچہ بعد فراغ امام فرض یُوں بھی ادا ہو جائے گا پھر یہ فصل بضرورت ہوا تو کچھ حرج نہیں ضرورت کی یہ صورت کہ مثلاً مقتدی قعدۂ اولیٰ میں آکر ملا اس کے شریک ہوتے ہی امام کھڑا ہو گیا اب اسے چاہئے کہ التحیات پُوری پڑھ کر کھڑا ہو اور کوشش کرے کہ جلد جا ملے، فرض کیجئے کہ اتنی دیر میں امام رکوع میں آگیا تو اس کا قیام قیامِ امام کے بعد اختتام واقع ہو گا مگر حرج نہیں کہ یہ تاخیر بضرورت شرعیہ تھی اور اگر بلا ضرورت فصل کیا تو قلیل فصل میں جس کے سبب امام سے جا ملنا فوت نہ ہو ترکِ سنّت اور کثیر میں جس طرح صورت سوال ہے کہ فعلِ امام ختم ہونے کے بعد اس نے فعل کیا ترک واجب جس کا حکم اس نماز کو پُورا کر کے اعادہ کرنا۔

تیسرے یہ کہ اس کا فعل فعلِ امام سے پہلے واقع ہو مگر امام اسی فعل میں اس سے آملے مثلاً اس نے رکوعِ امام سے پہلے رکوع کر دیا لیکن یہ ابھی رکوع ہی میں تھا کہ امام رکوع میں آگیا اور دونوں کی شرکت ہو گئی یہ صورت اگرچہ سخت ناجائز و ممنوع ہے اور حدیث میں اس پر وعیدِ شدید وارد، مگر نماز یُوں بھی صحیح ہو جائے گی جبکہ امام سے مشارکت ہولے اور اگر ابھی امام مثلاً رکوع یا سجود میں نہ آنے پایا کہ اس نے سر اٹھالیا اور پھر امام کے ساتھ یا بعد اُس فعل کا اعادہ نہ کیا تو نماز اصلاً نہ ہوگی کہ اب فرض متابعت کی کوئی صورت نہ پائی گئی تو فرض ترک ہُوا اور نماز باطل۔ ردالمحتار میں ہے:

وتكون المتابعة فرضا بمعنى ان يأتي بالفرض مع امامه او بعده كما لو ركع امامه فركع معه مقارنا او معاقبا وشاركه فيه او بعد ما رفع منه فلو لم يركع اصلا او ركع ورفع قبل ان يركع امامه ولم يعده معه او بعده بطلت صلاته والحاصل ان المتابعة في ذاتها ثلثة انواع مقارنة لفعل الامام مثل ان يقارن احرامه لاحرام امامه وركوعه

اور متابعتِ امام اس معنی میں فرض ہے کہ مقتدی فرض کو بجا لائے خواہ امام کے ساتھ یا اس کے بعد مثلاً امام نے رکوع کیا تو مقتدی اس کے ساتھ ہی رکوع کرے یا بعد میں کرے مگر اس کے ساتھ شریک ہو جائے اور یا اس کے سر اٹھانے کے بعد کرے، پس اگر مقتدی نے بالکل رکوع ہی نہ کیا یا رکوع کیا مگر امام کے رکوع جانے سے پہلے سر اٹھالیا اور امام کے ساتھ دوبارہ شامل نہ ہُوا یا اس نے امام کے بعد رکوع نہ کیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ الحاصل متابعت امام تین طرح کی ہے فعلِ امام سے مقارنت، مثلاً امام کی تکبیر تحریمہ کے ساتھ تکبیر تحریمہ، اس کے رکوع

marfat.com

Marfat.com

بركوعه وسلامه لسلامه ويدخل فيها ما لو ركع قبل امامه ودام حتى ادركه امامه فيه، ومعاقبة لابتداء فعل امامه مع المشاركة فی باقيه، ومتراخية عنه فمطلق المتابعة الشامل لهذه الانواع الثلثة يكون فرضا فی الفرض وواجبا فی الواجب وسنة فی السنة عند عدم المعارض او عدم لزوم المخالفة كما قدمناه والمتابعة المقيدة بعدم التأخير والتراخی الشاملة للمقارنة والمعاقبة لا تكون فرضا بل تكون واجبة فی الواجب وسنة فی السنة عند عدم المعارض وعدم لزوم المخالفة ايضا والمتابعة المقارنة بلا تعقيب ولا تراخ سنة عنده لا عندهما الی اٰخر ما افاد واجاد عليه رحمة الملك الجواد۔

اقول وفی التقسيم الذی ذكر المولی المحقق الفاضل والذی ابداه هذا العبد الظلوم الجاهل نوع تفنن ومآل الاقسام واحد فهو رحمه الله تعالٰی جعلها ثلثا مقارنة ومعاقبة ومتراخية وادخل المتقدمة التی آلت الی المشاركة فی المقارنة والعبد الضعيف قسم هكذا متصلة ومنفصلة ومتقدمة وادخل

کے ساتھ رکوع اور سلام کے ساتھ سلام، اس میں یہ صورت بھی شامل ہو جائے گی کہ جب امام سے پہلے رکوع کیا مگر طویل کیا حتی کہ امام نے اس کو رکوع میں پالیا اور فعلِ امام کی ابتداء سے معاقبت ہو اور آخر تک شرکت رہے اور امام سے متاخر ہو، عدمِ معارض اور عدمِ لزومِ مخالفت کے وقت مطلق متابعت جو ان تینوں اقسام کو شامل ہے، فرض میں فرض، واجب میں واجب اور سنت میں سنت ہے جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا ہے اور متابعت بلا تاخیر و تراخی جو مقارنت اور متابعت کو شامل ہے فرض نہیں بلکہ واجب میں واجب اور سنت میں سنت ہوگی جبکہ معارض نہ ہو اور لزومِ مخالفت بھی نہ ہو۔ اور متابعت بمعنی مقارنت بلا تعقیب و تراخی امام کے نزدیک سنت ہے صاحبین کے نزدیک نہیں، آخر کلام تک جو نہایت ہی مفید اور عمدہ ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں) فاضل محقق کی تقسیم اور اس عبد ضعیف اور ظلوم و جہول کی تقسیم میں صرف تفنن ہے کہ تمام اقسام کا مآل واحد ہے، فاضل رحمہ اللہ تعالٰی نے متابعت کی تین اقسام مقارنت، معاقبت اور متراخی کر کے متقدمہ کو جو مشارکت کی طرف راجع تھی مقارنت میں داخل کر دیا۔ عبد ضعیف نے تقسیم یوں کی ہے متصلہ، منفصلہ، متقدمہ۔ اور متراخیہ اور معاقبہ کو منفصلہ میں داخل کیا، اور

له رد المحتار باب صفة الصلاة مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۴۸

marfat.com
Marfat.com

المتراخية والمعاقبة فى المنفصلة وجعل المتقدمة قسما بحيالها وذلك لانى رأيت المتقدمة تباين المقارنة لانها مفاعلة من الطرفين فكما ان تاخر المقتدى يخرجه عن القران حتى جعل المعاقبة قسيما للمقارنة فكذلك تقدمه وايضا رأيت احكام المتابعة المجزئة ثلثة سنة وكراهة الالضرورة وكراهة شديدة مطلقا فلجبت ان تنفرز الاقسام بحسب الاحكام بخلاف ماصنع هو رحمه الله تعالٰى فان المقارنة على ما افاد تشتمل اكمل مطلوب واشنع مهروب اعنی المتصلة و المتقدمة کما سمعت وعلی کل فالحاصل واحد والحمد لله۔

متقدمہ کو ایک مستقل قسم بنا دیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے متقدمہ کو مقارنہ کے متبائن پایا کیونکہ یہ جانبین سے ہے، پس جیسا کہ مقتدی کا موخر ہونا اسے مقارنت سے خارج کر دیتا ہے اسی لئے معاقبہ کو مقارنہ کے مقابل قرار دیا گیا ہے اسی طرح مقتدی کا تقدم بھی اس کو مقارنت سے خارج کر دیتا ہے نیز جب متابعت کی قسموں کے کل احکام میں نے تین پائے سنّت، کراہت (جب بلا ضرورت ہو)، مطلق کراہت شدیدہ، تو میں احکام کی تعداد کے مطابق اقسام کی تعداد کو پسند کیا۔ اور فاضلِ محقق کی تقسیم میں ایسا نہیں، کیونکہ ان کی مقارنت والی قسم (دو متضاد صورتوں) جن میں سے ایک انتہائی کامل مطلوب ہے اور دوسری انتہائی ناپسندیدہ، یعنی متصلہ اور متقدمہ پر مشتمل ہے جیسا کہ تو معلوم کر چکا ہے بہرصورت حاصل ایک ہے، الحمد للہ۔

اسی میں ہے :

قال فی شرح المنیة متابعة الامام من غیر تاخیر واجبة فان عارضها واجب یأتی به ثم یتابع کما لوقام الامام قبل ان یتم المقتدی التشھد فانه یتمه ثم یقوم[1] اھ ملخصا۔

شرح المنیہ میں فرمایا ہے متابعتِ امام بغیر کسی تاخیر کے واجب ہے اگر کسی واجب کا متابعت کے ساتھ تعارض ہو جائے تو اسے بجا لائے پھر متابعت کرے مثلاً مقتدی کے تشہد مکمل کرنے سے پہلے امام نے قیام کر لیا تو مقتدی تشہد مکمل کر کے قیام کرے اھ تلخیصاً (ت)

درمختار میں ہے :

لو رفع الامام رأسه من الرکوع او

اگر امام نے رکوع یا سجود سے سر اٹھا لیا حالانکہ

[1] رد المحتار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۴۷

marfat.com

Marfat.com

السجود قبل ان یتم الماموم التسبیحات الثلث وجب متابعته بخلاف سلامه او قیامه لثالثة قبل تمام الموتم التشهد فانه لایتابعه بل یتمه لوجوبه[1]

مقتدی نے تین تین تسبیحات نہیں کہی تھیں تو مقتدی پر امام کی متابعت لازم ہے بخلاف مقتدی کے تشہد مکمل نہ کرنے کی صورت میں جب امام سلام پھیرے یا تیسری رکعت کی طرف کھڑا ہوجائے تو اب مقتدی متابعت نہ کرے کیونکہ تشہد واجب ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله فانه لایتابعه الخ ای ولو خاف ان تفوته الرکعة الثالثة مع الامام کما صرح به فی الظہیریة[2]۔

قولہ فانه لایتابعه الخ یعنی اگرچہ اسے یہ خوف ہو کہ امام کے ساتھ تیسری رکعت فوت ہوجائیگی، جیساکہ ظہیریہ میں اس پر تصریح ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

سجود السہو یجب علی مقتد بسہو امامه لا بسہوه اصلاً[3] (ملخصاً)

امام کے بھول جانے کی وجہ سے مقتدی پر سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے مگر مقتدی کے بھولنے کی وجہ سے سجدہ لازم نہیں ہوتا نہ مقتدی پر نہ امام پر (ملخصاً) (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال فی النہر ثم مقتضی کلامهم انه یعیدها لثبوت الکراهة مع تعذر الجابر[4]اھ قلت فاذا کان هذا فی السہو فالعمد اولی بالاعادة مع تصریحهم بانها هی سبیل کل صلاة ادیت مع کراهة التحریم واللہ تعالٰی اعلم۔

نہر میں ہے کہ کلامِ فقہاء کا تقاضا ہے کہ مقتدی نماز کو ثبوتِ کراہت کی وجہ سے لوٹائے، اس کی وجہ یہ ہے کہ (امام کی متابعت کی وجہ سے) نقصان پورا نہیں ہوسکتا اھ قلت جب یہ صورت سہو میں ہے تو عمد میں بطریقِ اولٰی اعادہ ہوگا اور اس پر تو فقہاء کی تصریح ہے کہ ہر وہ نماز جو کراہتِ تحریمی سے ادا کی جائے اس کا اعادہ واجب ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] الدرالمختار	فصل اذا اراد الشروع فی الصلٰوة کبر	مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی	۱/۷۵
[2] ردالمحتار	باب صفة الصلٰوة	" مصطفی البابی مصر	۱/۳۶۶
[3] الدرالمختار	باب سجود السہو	" مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۰۲
[4] ردالمحتار	" " "	" مصطفی البابی مصر	۱/۵۴۹

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ مولانا حشمت علی صاحب طالب علم قادری رضوی ۲۹ محرم الحرام ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نے یاایھاالذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما پڑھی مقتدی کے منہ سے عادۃً صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نکل گیا نماز فاسد ہوئی یا نہیں؟

الجواب

اس میں جواب امام مقصود نہیں ہوتا بلکہ امتثال امر الٰہی، لہٰذا فسادِ نماز نہیں۔

۹۶۷ تا ۹۶۸ مسئلہ از میرٹھ لال کرتی کوٹھی حافظ عبدالکریم صاحب مرسلہ مولوی محمد احسان الحق صاحب ۲۷ رمضان ۱۳۲۹ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں:

(۱) زید ایک مسجد کا امام تراویح میں قرآن مجید سناتا ہے عمرو اسی مسجد کا مؤذن۔ مہتممانِ مسجد کی طرف سے زید کا سامع مقرر کیا گیا ہے، محمود ایک تیسرا شخص ہے جو ہمیشہ یا کبھی کبھی اسی مسجد میں زید کے پیچھے تراویح پڑھا کرتا ہے اگر محمود کے خیال میں زید (امام) نے کچھ غلط پڑھا اور عمرو مقرر کیا ہوا سامع سہواً یا عمداً خاموش رہا یا یہ کہ زید نے صحیح پڑھا اور عمرو نے سہواً یا عمداً غلط بتایا یا یہ کہ زید نے غلط پڑھا اور عمرو نے بھی سہواً یا عمداً غلط بتایا تو ان تینوں صورتوں میں محمود شخص ثالث کو غلطی کی تصحیح کا اگرچہ وہ غلطی مفسدِ نماز نہ ہو حق حاصل ہے یا نہیں اور ایسی تصحیح اس کو حالتِ قراءت میں کرنی چاہئے یا بعد اختتام نماز کے وجوباً کرنی چاہئے یا اختیاراً۔ قرآن مجید کے غلط پڑھے جانے کے غالب گمان ہونے کی حالت میں محمود کی خاموشی اس کے لئے گنہگار ہونے کا باعث ہوگی یا نہیں؟

(۲) شرع شریف میں امامت اور مؤذن کی طرح سماعت قرآن مجید کا بھی کوئی منصب مقرر ہے یا نہیں یعنی آیا یہ بات شرعاً جائز ہے کہ کوئی شخص قرآن مجید سننے کے لئے کسی طرف سے ایسا سامع مقرر کیا جائے جس کی بلا اجازت و اذن دوسرا شخص امام کو فتح نہ کرسکے۔ کسی مہتمم مسجد کا ایک ایسی بات کو جو شرعاً مستحسن و اولٰی یا واجب ہو اپنے ذاتی رسوخ اور تمکنت اور اعلٰی شخصیت کی وجہ سے حکماً بند کردینا یعنی درصورت خلاف ورزی حکم کے خلاف کرنے والے کو مسجد سے نکلوا دینا یا آئندہ اس مسجد میں نماز نہ پڑھنے کی ہدایت کرنا یا اور تشدد کرنا شرعاً و اخلاقاً کیسا ہے خصوصاً اس حالت میں کہ جس فعل کے ارتکاب سے دوسروں کو تشدد کے ساتھ روکا جاتا ہو خود مانع اس کو انھیں تغیر کے ساتھ متعدد بار کرچکا ہو، بینوا توجروا۔

marfat.com

Marfat.com

الجواب

امام جب ایسی غلطی کرے جو موجبِ فسادِ نماز ہو تو اُس کا بتانا اور اصلاح کرانا ہر مقتدی پر فرض کفایہ ہے اُن میں سے جو بتا دے گا سب پر سے فرض اُتر جائے گا اور کوئی نہ بتائے گا تو جتنے جاننے والے تھے سب مرتکب حرام ہوں گے اور نماز سب کی باطل ہو جائے گی،

وذلک لان الغلط لما کان مفسدا کان السکوت عن اصلاحہ ابطالا للصلاۃ وھو حرام بقولہ تعالٰی ولا تبطلوا اعمالکم[1]

وجہ یہ ہے کہ غلطی جب مفسد ہو تو اس کی اصلاح کرنے پر خاموشی نماز کے بطلان کا سبب ہے اور اللہ تعالٰی کے اس ارشاد مبارک کی وجہ سے حرام ہے کہ "تم اپنے اعمال کو باطل نہ کرو"۔ (ت)

اور ایک کا بتانا سب پر سے فرض اُس وقت ساقط کرے گا کہ امام مان لے اور کام چل جائے ورنہ اوروں پر بھی بتانا فرض ہوگا یہاں تک کہ حاجت پوری اور امام کو وثوق حاصل ہو بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک کے بتائے سے امام کا اپنی غلطی یا دپر اعتماد نہیں جاتا اور وہ اس کی تصحیح کو نہیں مانتا اور اس کا محتاج ہوتا ہے کہ متعدد شہادتیں اس کی غلطی پر گزریں تو یہاں فرض ہوگا کہ دوسرا بھی بتائے اور اب بھی امام رجوع نہ کرے تو تیسرا بھی تائید کرے یہاں تک کہ امام صحیح کی طرف واپس آئے،

وذلک لان الاصلاح ھھنا فرض و مالا یتم الفرض الا بہ فھو فرض۔ اقول ونظیرہ ان الشھادۃ فرض کفایۃ فان علم الشاھد انہ اسرع قبولا عند القاضی وجب علیہ الاداء عینا وان کان ھناک من تقبل شھادتہ[2] کما فی الخانیۃ والفتح والوھبانیۃ والبحر والدر وغیرھا۔

اس لئے کہ یہاں اصلاح فرض ہے اور ہر وہ چیز جس کے بغیر فرض مکمل نہ ہو وہ فرض ہوتی ہے **اقول** اس کی نظیر گواہی ہے جو فرض کفایہ ہے اگر کوئی گواہ جانتا ہے کہ اس کی گواہی قاضی کے ہاں زیادہ مقبول ہے تو اس پر ادائیگی شہادت لازم ہے اگرچہ وہاں ایسے گواہ ہوں جن کی گواہی قبول کی جاسکتی ہو خانیہ، فتح، وہبانیہ، بحر اور درو غیرہ۔ (ت)

اور اگر غلطی ایسی ہے جس سے واجب ترک ہو کر نماز مکروہ تحریمی ہو تو اُس کا بتانا ہر مقتدی پر

---

[1] القرآن ۴۷/ ۳۳

[2] بحرالرائق کتاب الشہادات مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۵۷-۵۸

marfat.com

Marfat.com

واجب تھا یہ جب اگر ایک بتا دے اور اس کے بتانے سے کارروائی ہو جائے سب پر سے واجب اتر جائے ورنہ سب گنہگار رہیں گے،

فان قیل له مصلح اٰخر وھو سجود السھو فلا یجب الفتح حینا قلت بلی فان ترك الواجب معصیة وان لم یاثم بالسھو و دفع المعصیة واجب ولا یجوز التقریر علیھا بناء علی جابر یجبرھا کما لا یخفی۔

اگر یہ کہا جائے کہ یہاں اصلاح کی دوسری صورت، بصورت سجدہ سہو موجود ہے تو یہاں لقمہ دینا واجب نہ ہوگا، قلت کیوں نہیں، کیونکہ ترکِ واجب گناہ ہے اگرچہ امام سہو سے گناہگار نہیں ہوتا، اور گناہ سے بچنا ضروری ہے تو معصیت پر اثبات اس لئے کہ کسی دوسرے سے اس کا ازالہ کرلیا جائے گا جائز نہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔ (ت)

اور اگر اس غلطی میں نہ فسادِ نماز ہے نہ ترکِ واجب، جب بھی ہر مقتدی کو مطلقاً بتانے کی اجازت ہے ھو الصحیح کما نص علیه فی الدر وغیرہ من الاسفار الغر (یہی صحیح ہے جیسا کہ اس پر در وغیرہ میں تصریح ہے۔ ت) مگر یہاں وجوب کسی پر نہیں لعدم الموجب اقول مگر دو صورتوں میں ایک یہ کہ امام غلطی کرکے خود متنبہ ہُوا اور یاد نہیں آتا یاد کرنے کے لئے رُکا اگر تین بار سبحان اللہ کہنے کی قدر رُکے گا نماز میں کراہتِ تحریم آئے گی اور سجدۂ سہو واجب ہوگا،

فی الدر المختار اذا شغله الشك فتفکر قدر اداء رکن ولم یشتغل حالة الشك بقراءة وجب علیه سجود السھو[2]۔

درمختار میں ہے جب کوئی شک میں پڑجائے اور وہ ایک رکن کی ادائیگی کے مقدار غور کرتا رہے اور حالتِ شک میں قرأت میں مشغول نہ ہُوا تو اس پر سجدۂ سہو لازم ہوگا (ت)

تو اس صورت میں جب اُسے رُکا دیکھیں مقتدیوں پر بتانا واجب ہوگا کہ سکوت قدرِ ناجائز تک نہ پہنچے، دوسرے یہ کہ بعض ناواقفوں کی عادت ہوتی ہے جب غلطی کرتے ہیں اور یاد نہیں آتا تو اضطرار اً اُن سے بعض کلمات بے معنی صادر ہوتے ہیں کوئی اُوں اُوں کہتا ہے کوئی کچھ اور، اس سے نماز باطل ہوجاتی ہے تو جس کی یہ عادت معلوم ہے وُہ جب رُکنے پر آئے مقتدیوں پر واجب ہے کہ فوراً بتائیں قبل اس کے کہ وُہ اپنی عادت کے حروف نکال کر نماز تباہ کرے،

---

[1] درمختار | باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیھا | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۹۰

[2] درمختار | باب سجود السھو | 〃 〃 〃 〃 | ۱/۱۰۲

marfat.com

Marfat.com

وذلك لانه اذن یکون صیانتہ عن البطلان وھی فریضۃ غیران وقوعہ مظنون للعادۃ لا مقطوع بہ فینزل فیما یظھر الی الوجوب۔

وجہ یہ ہے کہ اس وقت اس کا بطلان سے بچانا ہے جو کہ فریضہ ہے لیکن عادت کی بنا پر اس کا وقوع صرف ظنی ہے قطعی نہیں ہے تو موجودہ صورت میں یہ فرض سے مرتبۂ وجوب پر آجائے گا۔ (ت)

حلیہ میں ہے:

نص القاضی فی شرح الجامع الصغیر علی انہ الاصح وعللہ ھو وغیرہ بانہ لولم یفتح بما یجری لسانہ مایکون مفسدا[1] اھ **اقول** ولایرد علیہ مافی الحلیۃ انہ کما یکرہ للامام الجاء القوم الی الفتح علیہ، یکرہ للمقتدی ان یفتح علیہ من ساعتہ، قال فی الذخیرۃ لانہ ربما یتذکر الامام من ساعتہ فتکون قراءتہ خلفہ قراءۃ من غیر حاجۃ[2] اھ فان ھذا حیث لم یخش الفساد اما اذا خشی کما ذکرنا فحاجۃ وای حاجۃ۔

قاضی نے شرح جامع صغیر میں اس کے اصح ہونے کی تصریح کی انھوں نے اور دیگر علماء نے علت یہ بیان کی ہے کہ اگر وُہ لقمہ نہیں دیتا تو بعض اوقات امام کی زبان پر ایسے الفاظ جاری ہوجاتے ہیں جو نماز کے لئے مفسد ہوتے ہیں **اقول** (میں کہتا ہوں) یہاں وُہ اعتراض وارد نہیں ہوسکتا جو حلیہ میں ہے کہ جس طرح امام کا قوم کو لقمہ پر مجبور کرنا مکروہ ہے اسی طرح مقتدی کا فی الفور امام کو لقمہ دینا بھی مکروہ ہے۔ ذخیرہ میں ہے اس لئے کہ بعض اوقات امام کو اسی وقت یاد پڑتا ہے تو امام کے پیچھے مقتدی کی قرأت بغیر حاجت کے ہوگی اھ لیکن یہ وہاں ہے کہ جہاں فساد کا خوف نہ ہو، اگر وہاں فساد کا خوف ہو جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے تو اب لقمہ کی حاجت ہوگی اور وُہ کوئی بھی ہوسکتی ہے۔ (ت)

اقول اور ان دونوں صورتوں کے سوا جب تراویح میں ختمِ قرآنِ عظیم ہو تو ویسے بھی مقتدیوں کو بتانا چاہیے جبکہ امام سے نہ نکلے یا وُہ آگے رواں ہوجائے اگرچہ اُس غلطی سے نماز میں کچھ خرابی نہ ہو کہ مقصود ختم کتابِ عزیز ہے اور وہ کسی غلطی کے ساتھ پُورا نہ ہوگا، یہاں اگرچہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت نہ بتائے بعد سلام اطلاع کرے امام دوسری تراویح میں اُتنے الفاظ کریمہ کا صحیح طور پر اعادہ کرلے مگر اولٰی ابھی بتانا ہے کہ

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] " " " "

marfat.com

Marfat.com

حق الامکان نظم قرآن اپنی ترتیب کریم پر ادا ہو۔ خانیہ و ہندیہ وغیرہما میں ہے :

اذا غلط فی القراءة فی التراویح فترك سورة او اٰیة وقرأ ما بعدها فالمستحب له ان یقرء المتروکة ثم المقروأة لیکون علی الترتیب[1]۔

جب تراویح میں قرأت میں غلطی ہو جائے سورت یا آیت چھوڑ دی اور اس کے بعد والی پڑھ لی تو مستحب یہ ہے کہ پہلے متروکہ پڑھے پھر تلاوت کردہ' تاکہ ترتیب درست ہو جائے (ت)

اور ان تمام احکام میں جملہ مقتدی یکساں ہیں امام کو بتانا کسی خاص مقتدی کا حق نہیں' ارشادات حدیث و فقہ سب مطلق ہیں ابن عساکر نے سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ،

قال امرنا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان نرد علی الامام[2]۔

ہم کو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا کہ امام پر اس کی غلطی رد کریں۔

ابن منیع نے مسند اور حاکم نے مستدرک میں ابوعبدالرحمٰن سے روایت کی ،

قال قال علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ من السنة ان تفتح علی الامام اذا استطعمك قیل لابی عبدالرحمٰن ما استطعام الامام قال اذا اسکت[3]۔

فرمایا امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا سنت ہے کہ جب امام تم سے لقمہ مانگے تو اسے لقمہ دو' ابوعبدالرحمان سے کہا گیا امام کا مانگنا کیا' کہا جب وہ پڑھتے پڑھتے چپ ہو جائے۔

کتب مذہب میں عموماً یجوز فتحہ علی امامہ فرمایا جس میں ضمیر مطلق مقتدی کی طرف ہے کہ اُسے امام کو بتانے کی اجازت ہے مسئلہ کی دلیل جو علمائے فرمائی وہ بھی تمام مقتدی کو شامل ہے۔ بحرالرائق وغیرہ میں ہے :

لانہ تعلق بہ اصلاح صلاتہ لانہ لولم یفتح ربما یجری علی لسانہ ما یکون مفسدا ولاطلاق ما روی عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ اذا استطعمکم الامام فاطعموہ

کیونکہ اس کے ساتھ اصلاحِ نماز کا تعلق ہے کیونکہ اگر لقمہ نہ دیا تو بعض اوقات امام کی زبان پر ایسے کلمات جاری ہو جاتے ہیں جو مفسدِ نماز ہیں' اور حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کا اطلاق بھی

---

[1] فتاوٰی ہندیہ فصل فی التراویح مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۱۸

[2] المستدرک علی الصحیحین کتاب الصلوٰۃ " دارالفکر بیروت ۱/۲۷۰

[3] " " " " " " " " " " " "

marfat.com

Marfat.com

واستطعامه سکوته ولهذا لو فتح علی امامه بعد ما انتقل الی اٰیۃ اخرٰی لاتفسد صلاتہ وھو قول عامۃ المشائخ لاطلاق المرخص[1] اھ مختصرا۔

یہی تقاضا کرتا ہے جب امام تم سے لقمہ مانگے تو اسے لقمہ دو، امام کا قراءت سے سکوت کرنا لقمہ طلب کرنا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اگر امام نے دوسری آیت کی طرف انتقال کرلیا پھر لقمہ دیا گیا تو نماز فاسد نہ ہوگی، اور یہی اکثر مشائخ کا قول ہے کیونکہ اجازت مرحمت فرمانے والی نصوص میں اطلاق ہے اھ اختصاراً (ت)

حتی کہ بالغ مقتدیوں کی طرح تمیزدار بچّہ کا بھی اُس میں حق ہے کہ اپنی نماز کی اصلاح کی سب کو حاجت ہے قنیہ پھر بحر پھر ہندیہ میں ہے، وفتح المراھق کالبالغ[2] (تمیزدار بچّے کا لقمہ دینا بالغ کے لقمہ کے حکم میں ہے۔ ت) قوم کا کسی کو سامع مقرر کرنے کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ اس کے غیر کو بتانے کی اجازت نہیں اور اگر کوئی اپنے جاہلانہ خیال سے یہ قصد کرے بھی تو اُس کی ممانعت سے وہ حق کہ شرع مطہر نے عام مقتدیوں کو دیا کیونکر سلب ہوسکتا ہے اور اس کے سبب کسی مسلمان پر تشدد یا مسجد میں آنے سے ممانعت یا معاذ اللہ مسجد سے نکلوادینا سخت حرام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولاتعتدوا ان اللّٰہ لایحب المعتدین[3]۔

زیادتی نہ کرو اللہ دوست نہیں رکھتا زیادتی کرنے والوں کو۔

اور فرماتا ہے:

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللّٰہ ان یذکر فیھا اسمہ[4]۔

اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں نام خدا لینے سے روکے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللّٰہ[5] رواہ الطبرانی فی المعجم الاوسط عن

جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی بیشک اُس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔ اسے طبرانی نے معجم اوسط میں

---

[1] بحرالرائق باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۶
[2] فتاوٰی ہندیہ " فیہا " " " " " " نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۹۹
[3] القرآن ۲/۱۹۰
[4] " " ۲/۱۱۴
[5] الترغیب والترہیب من تخطی الرقاب یوم الجمعۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۰۴
مجمع الزوائد بحوالہ معجم اوسط [illegible] دارالکتاب بیروت ۲/۱۷۹

marfat.com
Marfat.com

عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسندِ حسن روایت کیا۔ (ت)

اور دوسرے کو منع کرنا اور خود مرتکب ہونا دوسرا الزام ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یاایھا الذین اٰمنوا لم تقولون ما لا تفعلون ۝ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون[1] اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے اللہ کو سخت ناپسند ہے یہ کہ کہو اور نہ کرو۔

اس بیان سے جملہ مدارج سوال کا جواب منکشف ہوگیا بیشک محمود کو سب صورتوں میں عین نماز میں بتانے کا حق حاصل ہے کہیں وجوباً کہیں اختیاراً، جس کی تفصیل اُوپر گزری اور بحال وجوب عینی خاموشی میں گناہ ہوگا خصوصاً اُس حالت میں کہ عمرو غلط بتائے کہ اب تو بہت جلد فوراً فوراً صحیح بتانے کی طرف مبادرت واجب ہے کہ بتانا تعلیم وکلام تھا اور بضرورت اصلاح نماز جائز رکھا گیا اور غلط بتانے میں نہ اصلاح نہ ضرورت۔ تو اصل پر رہنا چاہئے تو عمرو نے اگر قصداً مغالطہ دیا جب تو یقیناً اس کی نماز جاتی رہی اور اگر امام اس کے مغالطے کو لے گا عام ازیں کہ امام نے غلط پڑھا ہو یا صحیح، تو ایک شخص خارج از نماز کا امتثال یا اس سے تعلّم ہوگا اور یہ خود مفسد نماز ہے تو امام کی نماز جائے گی اور اس کے ساتھ سب کی باطل ہوگی، لہذا اس فساد کا انسداد فوراً واجب ہے، بحرالرائق میں ہے:

القیاس فسادھا بہ وانما ترک للحاجۃ فعند عدمھا یبقی الامر علی اصل القیاس[2] اھ مختصراً۔ قیاس کے مطابق نماز اس کے ساتھ فاسد ہوجائے گی البتہ حاجت کی بنا پر قیاس متروک ہے جب حاجت نہیں تو معاملہ اصل قیاس کے مطابق ہی ہوگا اھ اختصاراً (ت)

اور اگر سہواً غلط بتایا تو بظاہر حکم کتاب وقضیۂ دلیل مذکور اب بھی وہی ہے **اقول** مگر فقیر امید کرتا ہے کہ شرع مطہر ختم قرآن مجید فی التراویح میں اس باب میں تیسیر فرمائے کہ سامع کا خود غلطی کرنا بھی نادر نہیں اور غالباً قاری اسے لے لیتا یا اس کے امتثال کے لئے اوپر سے پھر عود کرتا ہے تو اگر ہر بار بحال سہو فساد نماز کا حکم دیں اور قرآن مجید کا اعادہ کرائیں حرج ہوگا والحرج مدفوع بالنص (دین میں تنگی کا مدفوع ہونا نص سے ثابت ہے۔ ت) بہرحال یہ حکم قابلِ غور ومحتاج تحریر تام ہے تو اندیشۂ فساد سے تحفظ

---

[1] القرآن ۶۱/۳

[2] بحرالرائق باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۷

marfat.com

Marfat.com

کے لئے عمرو کے غلط بتانے کی حالت میں مطلقاً دوسروں کو صحیح بتانے کی طرف فوراً فوراً مبادرت چاہئے واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۶۹ ازمیرٹھ لال کرتی بازار مرسلہ حاجی شیخ علاء الدین صاحب رئیس ۲۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک امام مسجد میں تراویح پڑھاتا ہے اور ایک سامع حافظ بھی اُس کی تصحیح کے واسطے مقرر ہے امام اس کی تصحیح سے فائدہ اٹھاتا ہے اب کوئی حافظ بھی امام کو اپنے خیال کے موافق لقمہ دیتا ہے جو کبھی غلط اور کبھی صحیح ثابت ہوتا ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ سامع اپنی یادداشت کے موافق اس دوسرے بتانے والے کی تردید بھی کرتا ہے اور امام اس ششش و پنج میں پڑجاتا ہے کہ کس کا قول مانا جائے غرضکہ امام کو کئی شخصوں کے لقمہ دینے سے اور زیادہ شکوک پیدا ہوتے ہیں اور پریشان ہو کر معمول سے زیادہ غلطی کرنے لگتا ہے، چنانچہ یہ بات بارہا تجربہ سے ثابت ہوچکی ہے، علاوہ ازیں اکثر نوجوان ایسے ہوتے ہیں جو محض اپنی یاد جتانے کے واسطے ذرا ذرا شبہے پر لقمہ دیتے ہیں اور قاری کو پریشان کرتے ہیں اور بعض اوقات امام اور نئے بتانے والے میں غلط بتانے پر جھگڑا بھی ہوتا ہے اور قاری ملامت کرتا ہے کہ کیوں غلط بتایا جس کے باعث نماز میں بے لطفی پیدا ہوتی ہے' ان امور پر لحاظ فرما کر علمائے کرام اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ اور حفاظ بعد سلام اپنے شکوک کا اظہار فرمائیں اگر فی الواقع وہ غلطی نکلے گی اور اس کی وجہ سے نماز میں نقصان کچھ واقع ہوگا تو نماز دُہرائی جائے گی اور یہ بھی ممکن ہے کہ فقط کراہت کی وجہ سے نماز دُہرائی جائے؟ ایسی صورتوں میں ان حفاظ کو باوجود اپنے شک کے کہ قاری غلط پڑھتا ہے سکوت کرنے میں کچھ گناہ تو لازم نہیں آتا خصوصاً ایسی صورت میں کہ جب اُن کو ایسے شبہات کے موقع پر جس سے نماز میں قطعاً فساد پیدا ہوتا ہو، بولنے کی اجازت بھی دے دی جائے کیونکہ اگر حافظ عالم بھی ہو تو ایسے فساد معنی پر اُس کو کماحقہ آگاہی ہوجائے گی اور ایسے مواقع میں شبہۃً نہیں بلکہ یقیناً اُس کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ موقع فسادِ نماز کا ہے بیّنوا توجروا

الجواب

یہاں چند امور ہیں جن کے علم سے حکم واضح ہوجائے گا:

(۱) امام کو فوراً بتانا مکروہ ہے، ردالمحتار میں ہے:

یکرہ ان یفتح من ساعتہ[1] (فی الفور لقمہ دینا مکروہ ہے۔ ت) ہاں اگر وہ غلطی کرکے رواں ہوجائے تو اب نظر کریں اگر غلطی مفسدِ معنی ہے جس سے نماز فاسد ہو تو بتانا لازم ہے اگر سامع کے خیال میں نہ آئی ہر مسلمان کا حق ہے کہ بتائے کہ اس کے باقی رہنے میں نماز کا فساد ہے اور دفع فساد لازم اور اگر مفسدِ معنی نہیں تو بتانا کچھ

---

[1] ردالمحتار مطلب المواضع التی لایجب فیہا رد السلام مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۲۳

marfat.com

Marfat.com

فرماتے ہیں جبکہ بتانا مفسد ہے جبکہ اس کے سبب امام کو وحشت پیدا ہو فان الامر بالمعروف یسقط بالایحاش کما فی الفتاوی العلمگیریۃ وغیرھا (وحشت پیدا کرنے والا امر بالمعروف ساقط ہو جاتا ہے جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری وغیرہ میں ہے۔ ت) بلکہ بعض قاریوں کی عادت ہوتی ہے کہ غیر شخص کے بتانے سے اور زیادہ اُلجھ جاتے اور کچھ حروف اُس گھبراہٹ میں اُن سے ایسے صادر ہو جاتے ہیں جس سے نماز فاسد ہوتی ہے اس صورت میں اوروں کا سکوت لازم ہے کہ اُن کا بولنا باعث فساد نماز ہوگا۔

(۲) قاری کو پریشان کرنے کی نیت حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

بشروا ولا تنفروا ویسروا ولا تعسروا[1] لوگوں کو خوشخبریاں سناؤ نفرت نہ دلاؤ، آسانی پیدا کرو تنگی نہ کرو۔ (ت)

اور بیشک آج کل بہت حفاظ کا یہ شیوہ ہے یہ بتانا نہیں بلکہ حقیقۃً یہود کے اس فعل میں داخل ہے لا تسمعوا لھذا القراٰن والغوا فیہ[2] (اس قرآن کو نہ سنو اس میں شور ڈالو۔ ت)

(۳) اپنا حفظ جتانے کے لئے ذرا ذرا شبہہ پر روکنا ریاء ہے اور ریاء حرام ہے خصوصاً نماز میں۔

(۴) جبکہ غلطی مفسدِ نماز نہ ہو تو محض شبہ پر بتانا ہرگز جائز نہیں بلکہ صبر واجب، بعد سلام تحقیق کر لیا جائے اگر قاری کی یاد صحیح نکلے فبہا اور ان کی یاد ٹھیک ثابت ہوئی تو تکمیلِ ختم کے لئے حافظ اُتنے الفاظ کا اور کسی رکعت میں اعادہ کرلے گا حرمت کی وجہ ظاہر ہے کہ فتح حقیقۃً کلام ہے اور نماز میں کلام حرام ومفسد نماز، مگر بضرورت اجازت ہوئی جب اُسے غلطی ہونے پر خود یقین نہیں تو بیح میں شک واقع ہوا اور محرّم موجود ہے لہذا حرام ہوا جب اسے شبہ ہے تو ممکن کہ اسی کی غلطی ہو اور غلط بتانے سے اس کی نماز جاتی رہے گی اور امام اخذ کرے گا تو اس کی اور سب کی نماز فاسد ہوگی۔ تو ایسے امر پر اقدام جائز نہیں ہو سکتا۔

(۵) غلطی کا مفسدِ معنی ہونا مبنائے افسادِ نماز ہے ایسی چیز نہیں جسے سہل جان لیا جائے، ہندوستان میں جو علماء گنے جاتے ہیں اُن میں چند ہی ایسے ہو سکیں کہ نماز پڑھتے میں اس پر مطلع ہو جائیں ہزار جگہ ہوگا کہ وہ افساد گمان کریں گے اور حقیقۃً فساد نہ ہوگا جیسا کہ ہمارے فتاوٰی کی مراجعت سے ظاہر ہوتا ہے۔ ان امور سے حکمِ مسئلہ واضح ہوگیا۔ صورتِ فساد میں یقیناً بتایا جائے ورنہ تشویش قاری ہو تو نہ بتائیں اور خود شبہ ہو تو بتانا سخت ناجائز، اور جو ریاء وتشویش چاہیں اُن کو روکا جائے نہ مانیں تو اُن کو مسجد میں نہ آنے دیا جائے کہ موذی ہیں اور موذی کا دفع واجب۔

---

[1] صحیح البخاری باب ما کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتخولہم بالموعظۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶

[2] القرآن ۴۱/۲۶

marfat.com

Marfat.com

درمختار میں ہے: ویمنع کل موذ ولو بلسانہ[۱] (ہر ایذا دینے والے کو مسجد سے منع کیا جائے گا اگرچہ وہ زبان سے ایذا دے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۰: از جلال پور ڈاکخانہ خداگنج ضلع شاہجہاں پور مرسلہ سید مشتاق علی صاحب ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۰ھ

ذات فیض سمات قبلہ اربابِ علم وکعبہ اصحاب حلم کی ہمیشہ فدویوں کے سروں پر سایہ انداز رہے، بعد سلامِ نیاز وشوق قدم بوسی کے عرض پرداز ہوں کہ ایک مسئلہ میں ضرورت جناب کے حکم کی بموجب شرع شریف وحدیث نبوی کے ہے کہ اس میں ہم لوگوں کو کیا کرنا چاہئے، ذیل کے سوال کا جواب بوالپسی ڈاک، ہم لوگوں کو مکروہیت اور گناہ سے بچائیے، وہ یہ ہے کہ ایک صاحب نے نمازِ جمعہ پڑھاتے وقت مقتدی کا لقمہ درمیان قرأت کے لیا اور پھر سجدہ سہو کیا تو اس حالت میں نماز ہوئی یا نہیں؟ وجہ شک کے پیدا ہونے کی یہ ہوئی ہے کہ ایک دوسرے صاحب بمقام لکھنؤ میں نمازِ جمعہ پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے جو کہ کسی اسلامیہ اسکول کے غالباً منتہی طالب علم تھے اتفاق سے قرأت میں بھول گئے لہذا میں نے فوراً لقمہ دیا معاً انھوں نے نماز سلام کے ساتھ ترک کرکے دوبارہ نماز پڑھائی اور یہ کہا کہ فرضوں میں لقمہ دینا ناجائز ہے فرضوں میں لقمہ دینے سے سجدہ سہو کیا جائے تو بھی نماز نہیں ہوتی ہے، میری غلطی یہ ہوئی کہ میں نے اُن صاحب سے بالتشریح نہ دریافت کیا کہ اس کا کیا ثبوت۔ علاوہ اس کے اُن صاحب نے یہ بھی کہا کہ بجز تراویح کے دوسری نماز فرض یا واجب کسی میں لقمہ دینا بھی جائز نہیں لہذا اس کی بابت بوالپسی جواب جلد سرفراز فرمائیے۔

الجواب

امام جب نماز یا قراءت میں غلطی کرے تو اسے بتانا لقمہ دینا مطلقاً جائز ہے خواہ نماز فرض ہو یا واجب یا تراویح یا نفل، اور اس میں سجدہ سہو کی بھی کچھ حاجت نہیں، ہاں اگر بھولا اور تین بار سبحٰن اللہ کہنے کی دیر چپکا کھڑا رہا تو سجدہ سہو آئے گا جس نے لقمہ دینے کے سبب نیت توڑ دی اس نے محض جہالت برتی اور مبتلائے حرام ہوا کہ بے سبب نیت توڑ دینا حرام ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۱: از بنگلور ڈاکخانہ گجادھر گنج لائن مین اسٹیشن بجبر مسئولہ حاجی عبداللہ خاں ۲۳ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی نماز امام پڑھاتا ہو اور درمیان میں رک گیا لقمہ

---

[۱] الدرالمختار باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۹۴

marfat.com

Marfat.com

دینا چاہئے یا نہیں، اور اگر لقمہ دیا گیا تو سجدۂ سہو جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

امام کو لقمہ دینا ہر نماز میں جائز ہے جمعہ ہو یا کوئی نماز، بلکہ اگر اس نے ایسی غلطی کی جس سے نماز فاسد ہوگی تو لقمہ دینا فرض ہے، نہ دے گا اور اس کی تصحیح نہ ہوگی تو سب کی نماز جاتی رہے گی اور لقمہ دینے سے سجدۂ سہو نہیں آتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

marfat.com

Marfat.com

باب مکروہات الصّلوٰۃ

(مکروہاتِ نماز کا بیان)

مسئلہ ۹۷۲ از کلکتہ فوجداری بالاخانہ دکان ۶ نمبر مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کا دوستونوں کے بیچ میں اور مقتدیوں سے تین گرہ اونچی جگہ پر کھڑا ہونا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب

امام کا دوستونوں کے بیچ میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

فی معراج الدرایۃ من باب الامامۃ الاصح ماروی عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال اکرہ للامام ان یقوم بین الساریتین اوزاویۃ اوناحیۃ المسجد اوالی ساریۃ لانہ بخلاف عمل الامۃ۔[1]

معراج الدرایۃ کے باب الامامت میں ہے کہ اصح روایت کے مطابق امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے یہی منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: میں امام کا دوستونوں کے درمیان یا زاویہ یا مسجد کی ایک جانب یا ستون کی طرف کھڑا ہونا مکروہ جانتا ہوں کیونکہ یہ اُمتِ محمدیہ کے عمل کے خلاف ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب مکروہات الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۸

marfat.com

Marfat.com

اسی طرح امام کا تمام مقتدیوں سے بلند جگہ میں ہونا بھی مکروہ۔ سنن ابی داؤد میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا :

اذا ام الرجل القوم فلا یقم فی مکان ارفع من مقامھم او نحو ذٰلک[1]

یعنی جب کوئی شخص نمازیوں کی امامت کرے تو اُن کے مقام سے اُونچی جگہ میں نہ کھڑا ہو۔

ابوداؤد وابن حبان وحاکم حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ،

وھذا لفظ الحاکم فی مستدرکہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی ان یقوم الامام فوق و یبقی الناس خلفہ[2]

حاکم کی اپنی مستدرک میں یہ الفاظ ہیں کہ حضور پُرنور سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ امام اونچا کھڑا ہو اور مقتدی نیچے رہیں' پھر ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم نے ظاہر الروایہ میں اس کراہت بلندی وپستی کو کسی مقدار معین مثلاً ایک ذراع شرعی وغیرہ پر موقوف نہ مانا بلکہ جس قدر سے امام وقوم کا مقام میں امتیاز واقع ہو مطلقاً باعثِ کراہت جانا اور اسی کو امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی قدس سرہ الربانی نے بدائع میں صحیح اور امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام صاحب فتح القدیر وغیرہ محققین نے اوجہ وارجح فرمایا اور یہی اطلاق احادیث کا مفاد' تو اسی پر فتوٰی اور اسی پر اعتماد ' ولہذا منیہ ونقایہ وجامع الرموز وغیرہا میں حکمِ کراہت کو مطلق رکھا۔ درمختار میں ہے :

کرہ انفراد الامام علی الدکان للنھی و قدر الارتفاع بذراع ولاباس بما دونہ وقیل ما یقع بہ الامتیاز وھو الاوجہ ذکرہ الکمال وغیرہ[3]

امام کا اونچی جگہ تنہا کھڑا ہونا مکروہ ہے کیونکہ اس پر نہی وارد ہے اور اونچائی کی مقدار ایک ذراع ہے اس سے کم ہو تو کوئی حرج نہیں ، بعض کی رائے میں اتنی اونچائی مکروہ ہے جس سے امتیاز پیدا ہو ، یہی مختار ہے کمال وغیرہ نے اسے ذکر کیا۔ (ت)

---

[1] سنن ابو داؤد باب الامام یقوم مکانا ارفع من مکان القوم مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۸۸

[2] المستدرک علی الصحیحین نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یقوم الامام الخ ر المطبوعات الاسلامیہ بیروت ۱/۲۱۰

[3] درمختار باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مجتبائی دہلی بھارت ۱/۹۲

marfat.com

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے:

قولہ وقیل الخ ھو ظاھر الروایۃ کما فی البدائع ثم قال فی البحر والحاصل ان التصحیح قد اختلف والاولٰی العمل بظاھر الروایۃ واطلاق الحدیث[1] اھ وکذا رجحہ فی الحلیۃ۔

قولہ وقیل الخ یہی ظاہر روایت ہے جیسا کہ بدائع میں ہے۔ بحر میں کہا ہے الغرض تصحیح میں اختلاف ہے لیکن ظاہر روایت اور اطلاق حدیث پر عمل بہتر ہے اھ حلیہ میں اسی کو ترجیح ہے۔ (ت)

امام ملک العلماء ابوبکر بدائع میں فرماتے ہیں،

الصحیح جواب ظاھر الروایۃ لما روی ان حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ تعالٰی عنھما قام بالمدائن یصلی بالناس علی دکان فجذبہ سلمان الفارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ ثم قال ما الذی اصابك اطال العھد ام نسیت اما سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول لایقوم الامام علی مکان انشز مما علیہ اصحابہ وفی روایۃ اما علمت ان اصحابك یکرھون ذلك فقال تذکرت حین جذبتنی[2]

ظاہر الروایہ کا جواب صحیح ہے کیونکہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالٰی عنہما کے بارے میں مروی ہے کہ وہ مدائن میں نماز پڑھانے کے لئے اونچی جگہ کھڑے ہوتے تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انھیں نیچے کھینچا اور فرمایا کیا ہوگیا کیا وقت زیادہ گزر گیا ہے یا آپ بھول گئے ؟ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ امام ایسی جگہ کھڑا نہ ہو جہاں وہ اپنے ساتھیوں سے جدا ہوجائے۔ دوسری روایت کے الفاظ میں ہے کہ کیا آپ نہیں جانتے کہ تمہارے ساتھی اس بات کو پسند نہیں کرتے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا مجھے اس وقت یہ بات یاد آگئی جب تم نے مجھے کھینچا۔ (ت)

منیہ میں ہے:

یکرہ ان یقوم ینفرد فی مکان اعلی

یہ مکروہ ہے کہ امام اکیلا ایسی جگہ کھڑا ہو کہ قوم

[1] ردالمحتار باب مایفسد الصلوٰۃ الخ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۸

[2] بدائع الصنائع فصل واما بیان مایستحب فیہا ومایکرہ " " " " " ۱/۲۱۶

marfat.com

Marfat.com

من مکان القوم اذا لم یکن بعض القوم معہ[1] | سے بلند ہو جبکہ اس کے ساتھ کچھ لوگ بھی نہ ہوں۔ (ت)

نقایہ کے مکروہات الصلٰوۃ میں ہے، وتخصیص الامام بمکان (امام کا جگہ مخصوص کرنا۔ ت)

شرح علامہ شمس الدین محمد میں ہے:

(تخصیص الامام) ای انفرادہ (بمکان) امابان یکون مقامہ اعلی او اسفل من مکان القوم[2] الخ ویاتی تمامہ۔ | (تخصیص امام سے مراد) اس کا الگ ہونا ہے (بمکان) یا تو اس کا مقام قوم سے اوپر ہوگا یا نیچے ہوگا الخ اس کی تفصیل آرہی ہے (ت)

ہمارے مذہب کے قواعد مقررہ سے ہے کہ عند اختلاف الفتیا (جب فتوٰی میں اختلاف ہو تو) ظاہر الروایۃ پر عمل واجب ہے، بحر الرائق میں ہے،

اذا اختلف التصحیح وجب الفحص عن ظاہر الروایۃ والرجوع الیہا[3] | جب تصحیح اقوال میں اختلاف ہو تو ظاہر الروایۃ کی تلاش اور اس کی طرف رجوع واجب ہوتا ہے (ت)

اور علماء فرماتے ہیں جب روایت و درایت متطابق ہوں تو عدول کی گنجائش نہیں۔ علامہ حلبی نے غنیہ میں فرمایا:

لایعدل عن الدرایۃ ما وافقتہا روایۃ[4] | اس درایت سے اعراض نہیں کیا جائے گا جو روایت کے موافق ہو۔ (ت)

یہاں جبکہ یہی ظاہر الروایۃ اور اسی کے مطابق دلیل و روایت تو لاجرم قول یہی ہے کہ ادنی مابہ الامتیاز (جس سے کم از کم امتیاز پیدا ہو جائے۔ (ت) بلندی بھی مکروہ ہے ہاں ایسا قلیل تفاوت جس سے امتیاز ظاہر نہ ہو عفو ہے فان فی اعتبارہ حرجا والحرج مدفوع بالنص (کیونکہ اس کے اعتبار کرنے میں حرج و تنگی ہے اور تنگی نصوص کی وجہ سے مدفوع ہے۔ ت) یونہی اگر پہلی صف امام کے ساتھ ہو باقی صفیں نیچی تو بھی مذہب اصح میں کچھ حرج نہیں

---

[1] منیۃ المصلی بحث یکرہ ان یصلی علی بساط فیہ تصاویر مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۳۶۹
[2] جامع الرموز فصل ما یفسد الصلٰوۃ ″ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۱۹۴
[3] بحر الرائق باب ما یفسد الصلٰوۃ وما یکرہ فیہا ″ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۶
[4] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی واجبات الصلٰوۃ ″ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۹۵

marfat.com

Marfat.com

كما قدمنا عن المنية وغيرها وقال في الدر المختار لم يكره لو كان معه بعض القوم في الاصح[1] اھ۔ اقول وربما يشير اليه ما في حديث الحاكم ويبقى الناس خلفه فافهم۔

جیسا کہ ہم نے غنیہ وغیرہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور درمختار میں فرمایا ہے کہ اصح قول کے مطابق اگر امام کے ساتھ کچھ لوگ ہوں تو کراہت نہ ہوگی اھ اقول اس کی طرف حدیث حاکم کے یہ الفاظ اشارہ کرتے ہیں" اور لوگ اس کے پیچھے ہوں" اس کو سمجھ۔ (ت)

اور شک نہیں کہ تین گرہ بلندی قطعاً ممتاز و باعثِ امتیاز ہے کہ ہر شخص بنگاہِ اولیں فوراً تفاوت بیّن جان لے گا تو مذہب معتمد پر اس کی کراہت میں شبہہ نہیں بلکہ علما تصریح فرماتے ہیں کہ امام کے لئے تخصیص مکانی کی کراہت میں یہ صورت بھی داخل کہ مثلاً وہ مکان مسقف میں ہو اور مقتدی صحن میں، شرح نقایہ میں بعد عبارت مذکورہ ہے:

واما بان يكون في صُفّة، وهم في وسط الدار مثلا كما في الجوهر، واما بان يقوموا في المسجد والامام في طاق يتخذ في المحراب[2]۔

امام چھت میں ہو اور لوگ صحن کے درمیان، جیسا کہ جواہر میں ہے یا لوگ مسجد میں ہوں اور امام طاق میں ہو جو محراب میں بنایا گیا ہو۔ (ت)

یہاں تک کہ امام کے مقتدیوں سے تقدم کو فرماتے ہیں یہ بھی تخصیص مکانی ہے اگر شریعتِ مطہرہ میں اس کا حکم نہ آتا مکروہ ہوتا، علامہ برجندی نے شرح نقایہ میں فرمایا:

يدخل في تخصيص الامام بمكان قيامه في الطاق اي المحراب بحيث يكون قدماه فيه والتقدم على القوم وان كان تخصيصاله بمكان لكنه مستثنى شرعا[3]۔

امام کے لئے تخصیص مکان میں یہ صورت بھی شامل ہے جب وہ طاق یعنی محراب میں اس طرح کھڑا ہو کہ اس کے قدم محراب کے اندر ہوں، امام کا قوم سے مقدم ہونا بھی اگرچہ تخصیص مکان میں شامل ہے مگر اس کی شریعت نے اجازت دی ہے۔ (ت)

جب ایسے فرق کو بھی تخصیصِ مکانی ٹھہراتے ہیں حالانکہ مکان واحد اور زمین ہموار ہے جس میں فی نفسہ اصلاً

---

[1] درمختار باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۹۲

[2] جامع الرموز فصل " " " " " مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۹۴

[3] البرجندی شرح مختصر الوقایۃ فصل ما یکرہ فی الصلوۃ " مطبع منشی نولکشور لکھنؤ بھارت ۱/۱۳۰

marfat.com

Marfat.com

کوئی فرق و امتیاز نہیں تو مثلاً کرسی، مکان یا چبوترہ کی بلندی اگرچہ دو تین ہی گرہ ہو بدرجہ اولیٰ تخصیصِ مکانی باعثِ کراہت ہوگی کہ یہاں نفسِ مکان میں تفرقہ و تفاوت موجود اور دالان وصحن کے فرق میں تو سرے سے درجہ ہی بدل گیا تو یہ سب صورتیں ارشادِ امام علام صدر الشریعۃ قدس سرہٗ و تخصیص الامام بمکان (امام کا جگہ مخصوص کرنا۔ت) میں داخل ہیں جزاہ اللہ خیر جزاء کیا دو لفظوں میں تمام صور کا احاطہ فرمالیا اور بہت نزاعوں کا تصفیہ کردیا فالحمد للہ رب العٰلمین پس ثابت ہُوا کہ جہاں دالانِ مسجد کی کرسی صحنِ مسجد سے بلندیِ ممتاز رکھتی ہو جیسا کہ اکثر مساجد میں ہے وہاں امام کا دو ستونوں کے درمیان کھڑا ہونا جیسا کہ عوام ہند میں مشاہد ہے نہ صرف ایک کراہت بلکہ تین کراہتوں کا جامع ہوگا:

اوّلاً یہی بین الساریتین قیام امام،

ثانیاً مقتدیوں پر بلندیِ ممتاز،

ثالثاً اُس کا زیرِ سقف اور مقتدیوں کا صحن پر ہونا۔

ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق وھو سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہٗ اتم واحکم۔ یہی تحقیق مناسب ہے اور اللہ تعالٰی توفیق کا مالک ہے وہ پاک وبلند زیادہ جاننے والا اور اس کا علم اجل واعلیٰ ہے۔(ت)

مسئلہ ۹۷۳: ازشہرکہنہ بریلی مسئولہ محمد ظہور محمد صاحب ۱۲ شوال ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) بعض شخص نماز میں رکوع کے بعد سجدہ کو جاتے وقت دونوں ہاتھوں سے دونوں پائچوں کو گھٹنوں سے اوپر کو چڑھالیا کرتے ہیں یعنی ہر رکعت میں ایسا ہی کرتے ہیں اس کی نسبت کیا حکم ہے؟

(۲) ہاتھوں کی کہنی کھول کر آستین اوپر کو چڑھا کر نماز پڑھنے میں کس قدر نقصان ہے؟ کس درجہ کی وہ نماز ہوگی؟ زید کا خیال ہے وہ نماز مکروہ ہُوئی مگر عمرو کا خیال ہے کہ مکروہ نہیں ہُوئی اور عمرو کا سوال ہے کہ اگر مکروہ ہوئی تو صحت کے ساتھ بتلا دیا جائے۔

الجواب

(۱) مکروہ ہے۔

(۲) نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی، اگر نہ پھیرے گا گنہ گار رہے گا، درمختار، حلیہ وغیرہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ از بریلی مدرسہ منظر اسلام مسئولہ احسان علی مظفر پوری طالبعلم بتاریخ ۱۳ شوال ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ :

(۱) نماز کے اندر اگر ٹوپی گر جائے تو اٹھانا چاہئے یا نہیں ؟

(۲) امام قراءت یا رکوع کو کسی مقتدی کے واسطے دراز کر سکتا ہے یا نہیں جبکہ مقتدی وضو کر رہا ہو یا مسجد میں آگیا ہو اور یہ امام کو معلوم ہو گیا کہ کوئی شخص ہے کہ عنقریب شریک ہونا چاہتا ہے بایں صورت رکوع میں کچھ دیر کر دے تو جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

(۱) اٹھا لینا افضل ہے جبکہ بار بار نہ گرے اور اگر تذلل و انکسار کی نیت سے سر برہنہ رہنا چاہے تو نہ اٹھانا افضل۔ درمختار میں ہے :

سقطت قلنسوتہ فاعادتہا افضل الا اذا احتاجت لتکویر او عمل کثیر[1] نمازی کی ٹوپی گر جائے تو اس کا اٹھانا افضل ہے مگر اس صورت میں کہ جب باندھنے کی حاجت ہو یا عمل کثیر لازم آرہا ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

الظاہر ان افضلیۃ اعادتہا حیث لم یقصد بترکہا التذلل[2] ظاہر یہی ہے کہ اس کا اٹھانا تب افضل ہے جب اس کے ترک میں تذلل کا ارادہ نہ ہو۔ (ت)

(۲) اگر کسی خاص شخص کی خاطر اپنے کسی علاقہ خاصہ یا خوشامد کے لئے منظور تو ایک بار تسبیح کی قدر بھی بڑھانے کی ہرگز اجازت نہیں بلکہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ یخشی علیہ امر عظیم یعنی اس پر شرک کا اندیشہ ہے کہ نماز میں اتنا عمل اس نے غیر خدا کے لئے کیا، اور اگر خاطر خوشامد منظور نہیں بلکہ عمل حسن پر مسلمان کی اعانت (اور یہ اس صورت میں واضح ہے کہ یہ اس آنے والے کو نہ پہچانے یا پہچانے اور اس کا کوئی تعلق خاص اس سے نہ ہو نہ کوئی غرض اس سے اٹکی ہو) تو رکوع میں دو ایک تسبیح کی قدر بڑھا دینا جائز بلکہ اگر حالت یہ ہے کہ یہ ابھی سر اٹھائے لیتا ہے تو وہ رکوع میں شامل ہونے نہ ہونے میں شک میں پڑ جائے گا تو بڑھا دینا مطلوب اور جو ابھی نماز میں نہ ملے گا مسجد میں آیا ہے وضو وغیرہ کرے گا یا وضو کر رہا ہے اس کے لئے

---

[1] درمختار باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۱

[2] ردالمحتار باب مکروہات الصلوٰۃ ” مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۴

marfat.com

Marfat.com

قدرِ مسنون پر نہ بڑھائے بلکہ اگر بڑھائے موجب ثقل حاضرین نماز ہوگا تو سخت ممنوع و ناجائز، المسألة دوارة فی الکتب وبسطها الشامی من صفة الصلٰوة وما قلته عطر التحقیق (یہ مسئلہ کتب فقہ میں تحریر ہے، شامی نے اسے صفتِ صلوٰۃ میں تفصیلاً بیان کیا اور جو کچھ میں نے بیان کردیا ہے یہ تحقیق کا عطر و نچوڑ ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۷۷ یکم ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید نے منع کرنے پر کہ آستین چڑھے ہوئے سے نماز نہ پڑھا کرو آستین اُتار لیا کرو، جواب دیا کہ کس کا قول ہے، کس حدیث میں ہے اور اس کا راوی کون ہے ؟

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے، صحیحین کی حدیث ہے، عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما راوی ہیں، اور جاہل کو ایسے سوالات نازیبا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۷۸ از بریلی محلہ ذخیرہ مسئولہ مسعود حسین ۲۹ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر دھوبی کپڑا بدل کر لائے تو اس کو پہن کر عورتوں کو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟ اور جُوڑا باندھ کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

بدلا ہوا کپڑا پہننا مرد و عورت سب کو حرام ہے اور اس سے نماز مکروہِ تحریمی۔ جُوڑا باندھنے کی کراہت مرد کے لئے ضرور ہے، حدیث میں صاف نہی الرجل[1] ہے، عورت کے بال عورت ہیں پریشان ہوں گے تو انکشاف کا خوف ہے اور چوٹی کھولنے کا اُسے غسل میں بھی حکم نہ ہوا کہ نماز میں کف شعر گندھی چوٹی میں ہے جب اس میں حرج نہیں جُوڑے میں کیا حرج ہے، مرد کے لئے ممانعت میں حکمت یہ ہے کہ سجدے میں وہ بھی زمین پر گریں اور اُس کے ساتھ سجدہ کریں کما فی المرقاة وغیرہ (جیسا کہ مرقات وغیرہ میں ہے۔ت) اور عورت ہرگز اس کے مامور نہیں، لاجرم امام زین الدین عراقی نے فرمایا، ھو مختص بالرجال دون النساء (یہ مردوں کے ساتھ مخصوص ہے نہ کہ عورتوں کے لئے۔ت) وھو تعالٰی اعلم

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۵۱۳ مروی عن ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲۳/۲۵۲
مسند احمد بن حنبل حدیث ابی رافع رضی اللہ عنہ ” دارالفکر بیروت ۶/۸

ف : حدیث کے الفاظ یوں ہیں، نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یصلی الرجل ورأسہ معقوص۔ نذیر احمد

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ از موضع مانیا والہ ڈاک خانہ قاسم پور گڈھی ضلع بجنور پرگنہ افضل گڈھ مرسلہ سید کفایت علی ولد حمایت علی ۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

حضور کی مسجد میں ایک مرتبہ نماز عشا کی پڑھ رہا تھا سر پہ چادر اوڑھے ہوئے تھا اور چادر بدن پر قائم رہی مگر سر پر اُتر کر کندھے پر گر گئی تھی میں نے یہ مسئلہ سنا بھی نہیں تھا آپ کے خلیفہ مولوی امجد علی صاحب نے یہ فرمایا اگر چادر رکوع میں یا کھڑے ہونے سے گر جائے تو ہاتھ سے اشارہ کرکے سر پر رکھ لینی چاہئے اگر نہیں رکھے گا تو نماز مکروہ ہوگی اور بہتر چادر اوڑھنے کے ٹوپی کے دوپٹہ بندھا ہوا تھا جیسا کہ انھوں نے بتایا تھا ویسا خاکسار عمل میں لایا تھا مگر غریب خانہ آکر جو نمازیوں کو دیکھا تو وہ چادر یا رضائی سر کے اوپر سے نہیں اوڑھتے بلکہ کاندھے پر اوڑھتے ہیں میں نے اُن سے کہا کہ چادر نماز پڑھتے میں سر پر سے اوڑھنی چاہئے اگر سر پر گر جائے تو ہاتھ سے سر پر رکھ لینی چاہئے انھوں نے کہا نماز پڑھتے میں چادر سر پر رکھے گا نماز نہیں ہوگی، اب اس مسئلہ کا خواستگار ہوں تحریر کیجئے ۔ بینوا توجروا۔

الجواب

ابونعیم نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا ینظر اللہ الٰی قوم لا یجعلون عمائمھم تحت ردائھم یعنی فی الصلٰوۃ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی اُس قوم کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرماتا جو نماز میں اپنے عمامے اپنی چادروں کے نیچے نہیں کرتے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۸۰ از سرولی کلاں ڈاکخانہ کچھا ضلع نینی تال مرسلہ محمد حسین خورد ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر سر پر رومال باندھ کر نماز پڑھی جائے تو ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور بغیر ٹوپی کے رومال باندھا جائے تو نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

رومال اگر بڑا ہو کہ اتنے پیچ آسکیں جو سر کو چھپالیں تو وہ عمامہ ہی ہوگیا، اور چھوٹا رومال جس سے صرف دو ایک پیچ آسکیں لپیٹنا مکروہ ہے، اور بغیر ٹوپی کے عمامہ بھی نہ چاہئے نہ کہ رومال، حدیث میں ہے:

---

[1] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۷۷۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۶/۵

marfat.com

Marfat.com

فرق ما بیننا و بین المشرکین العمائم علی القلانس[1] | ہم میں اور مشرکوں میں ایک فرق یہ ہے کہ ہمارے عمامے ٹوپیوں پر ہوتے ہیں۔

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۸۱ از شہر ممباسہ ضلع شرقی افریقہ دکان حاجی قاسم اینڈ سنز مسئولہ حاجی عبداللہ حاجی یعقوب ۲۶ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو جاگتے میں کچھ غفلت ہوئی یا نماز پڑھتے میں کچھ شیطانی خیال آیا اور آنکھوں کے سامنے عورت کی فرج کو دیکھا اور اپنا ذکر سامنے کیا لیکن دخول نہیں کیا ایک منٹ کے بعد اُس خیال کو دُور کیا اور نماز تمام کی اب اس نے نہ دخول کیا اور نہ ذکر کھڑا ہوا تھا اور نہ منی یا مذی نکلی ہے ایک ذرا سا یہ خیال اس کو تھا لیکن پیشاب اس کو لگا ہے غسل کرنا ہوگا یا نہیں؟ اور اس کی نماز کیسی ہوئی؟ اُس کا خیال ہے کہ مجھ پر غسل نہیں اور نمازیں پڑھتا ہے قرآن مجید پڑھتا ہے اب نمازیں پڑھنا یا قرآن مجید اور درود شریف پڑھنا سب کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جب نہ اُس نے دخول کیا نہ منی نکلی، تو غسل واجب نہ ہوا۔ قرآن مجید کی تلاوت کرسکتا ہے اور سوائے قرآن مجید اور اذکار مثل کلمہ طیبہ و تسبیح و تہلیل و درود شریف وغیرہا تو حالتِ جنابت میں بھی پڑھ سکتا ہے اور جبکہ صورتِ مذکورہ میں مذی بھی نہ نکلی تو نماز بھی ہوگئی بشرطیکہ اس کا برہنہ عضو عورت کی برہنہ شرمگاہ سے ملا نہ ہو ورنہ وضو جاتا رہا اور نماز نہ ہوئی، باقی نماز میں ایسا خیال بہت بد ہے اگرچہ فرض ادا ہو جائے گا نماز سخت مکروہ ہوگی اور اگر برہنگی ایسی ہو جس سے دوسرے کی نظر سے حجاب نہ ہو تو اسی قدر سے نماز جاتی رہے گی جبکہ چہارم عضو کی قدر برہنہ کرے اگرچہ وضو نہ جائے گا جبکہ برہنہ شرمگاہِ زن سے ملنا نہ ہو یہ سب اسی صورت میں ہے کہ واقعی کوئی عورت موجود ہو ورنہ مجرد خیال سے نہ وضو جائیگا جب تک مذی نہ نکلے نہ غسل واجب ہوگا جب تک منی نہ نکلے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۸۲ از جمشید پور ڈاکخانہ خاص ضلع سنگھ بھوم آفس کارکیسے مسئولہ حمید اللہ ۹ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ پتلون پہن کر نماز درست ہے یا نہیں جبکہ اُس میں نشست و برخاست

---

[1] سننِ ابو داؤد باب فی العمائم مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۰۸

marfat.com

Marfat.com

پتلون پہنتا ہے بینوا توجروا۔

الجواب

پتلون پہننا مکروہ ہے اور مکروہ کپڑے سے نماز بھی مکروہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۸۳ گلوبند یا پگڑی یا رومال سے پیشانی چھپی ہے تو سجدہ درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب

سجدہ درست ہے اور نماز مکروہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۸۴ مرزا اصغر علی خاں بانس منڈی، بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اکثر جماعت میں امام مسجد کے در میں اور مقتدی باہر کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں اس میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

امام کا در میں کھڑا ہونا مکروہ ہے کما فی رد المحتار عن معراج الدرایۃ عن سیدنا الامام رضی اللہ تعالیٰ عنہ[1] (ردالمحتار میں معراج الدرایہ کے حوالے سے سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔ ت) واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۸۵ جرابیں پہن کر پاؤں میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ جبکہ ان کے پہننے سے ٹخنے بند ہوگئے تو نماز مکروہ ہوگی۔ بینوا توجروا

الجواب

زید کا قول غلط ہے، موزے پہن کر نماز پڑھنا بہتر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۸۶ از سرکار پاک پٹن شریف ضلع منٹگمری درگاہ اقدس مرسلہ امام علی شاہ صاحب

۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۱ھ

حق، حق، حق۔ جناب مولنا! السلام علیکم، مکلف ہوں کہ اس مسئلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ کسی بزرگ کے آستانہ پاک میں اسی بزرگ صاحبِ مزار کے روضہ منورہ کے دروازے کو بند کر کے روضہ کے آگے ہی اگر نماز پڑھ لی جائے تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ اخبار دبدبہ سکندری میں لکھ دیا جائے تاکہ سب لوگ دیکھ لیں۔ زیادہ نیاز المکلف فقیر محمد امام علی شاہ اولاد بابا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ از درگاہ حضرت جناب

---

[1] ردالمحتار باب مکروہات الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۹

marfat.com

Marfat.com

باباصاحب رحمہ اللہ تعالیٰ گنج شکر قطب عالم اغیاث ہند پاک پٹن شریف ضلع منٹگمری

الجواب

جناب شاہ صاحب وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، صورتِ مذکورہ میں نماز جائز اور بلاکراہت جائز اور قربِ مزار محبوبانِ کردگار کے باعث زیادہ مثمر برکات وانوار وموردِ رحمت جلیلۂ غفار۔ خلاصہ و ذخیرہ ومحیط و ہندیہ وغیرہا میں ہے:

والللفظ لهٰذين قال محمد اکرہ ان تکون قبلۃ المسجد الى المخرج والحمام والقبر (الی قولہ اعنی المحیط) ھذا کلہ اذا لم یکن بین المصلی وبین ھٰذہ المواضع حائط او سترۃ اما اذا کان لایکرہ ویصیر الحائط فاصلا[1][2]

ان دونوں کی عبارت یہ ہے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں مسجد کے قبلہ کا بیت الخلاء، حمام اور قبر کی طرف ہونا مکروہ جانتا ہوں (محیط کے قول تک) یہ اس وقت ہے جب نمازی اور ان کے درمیان کوئی دیوار یا سُترہ نہ ہو لیکن اگر درمیان کوئی چیز ہے تو مکروہ نہیں اب دیوار ان کے درمیان فاصل ہوجائے گی۔ (ت)

سرکارِ اعظم مدینہ طیبہ صلی اللہ تعالیٰ علی من طیبہا وآلہ وسلم میں روضۂ انور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے نمازیوں کی صفیں کی صفیں ہوتی ہیں جن کا سجدۂ خاص روضۂ انور کی طرف ہوتا ہے مگر نیّت استقبالِ قبلہ کی ہے، نہ استقبالِ روضۂ اطہر کی۔ لہٰذا ہمیشہ علمائے کرام نے اسے جائز رکھا ہاں بلامجبوری مزار اقدس کو پیٹھ کرنے سے منع فرمایا اگرچہ نماز میں ہو، منسک متوسط اور اس کی شرح مسلک متقسط ملا علی قاری میں ہے:

(لایستدبر القبر المقدس) ای فی صلاۃ ولاغیرھا الا لضرورۃ ملجئۃ الیہ[3]

(مزار اقدس کی طرف پشت نہ کرے) نماز اور غیر نماز میں البتہ جب کوئی مجبوری وضرورت ہو تو کوئی حرج نہیں (ت)

نیز شرح مذکور میں ہے:

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الخامس فی آداب المسجد الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۱۹

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۵/ ۳۲۰

[3] مسلک متقسط مع ارشاد الساری باب زیارت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ دارالکتاب العربیہ بیروت ص ۳۴۲

marfat.com

Marfat.com

ولا يصلى خلف الحجرة الشريفة الا القصد التوجه الى قبرة صلى الله تعالى عليه وسلم[1]

حجرہ شریف کے سامنے نماز ادا کرنا مکروہ نہیں مگر اس صورت میں جب توجہ سے مقصود ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر شریف ہو۔ (ت)

امام اجل قاضی عیاض شرح صحیح مسلم شریف پھر علامہ طیبی شرح مشکوٰۃ المصابیح پھر علامہ قاری مرقاۃ المفاتیح نیز علامہ محدث طاہر فتنی مجمع بحار الانوار نیز امام قاضی ناصر الدین بیضاوی پھر امام جلیل علامہ محمود عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری پھر امام احمد محمد خطیب قسطلانی ارشاد الساری شرح بخاری نیز امام ابن حجر مکی شرح مشکوٰۃ شریف پھر شیخ محقق محدث دہلوی لمعات التنقیح میں فرماتے ہیں:

وهذا لفظ الاولين من اتخذ مسجدا فى جوار صالح او صلى فى مقبرة و قصد الاستظهار بروحه او وصول اثر من اثار عبادته اليه، لا للتعظيم لـه و التوجه نحوه، فلا حرج عليه الا ترى ان مرقد اسمعيل عليه الصلاة و السلام فى المسجد الحرام عند الحطيم، ثم ان ذلك المسجد افضل مكان يتحرى المصلى لصلاته[2]

یعنی جس نے کسی نیک بندے کے قرب میں مسجد بنائی یا مقبرہ میں نماز پڑھی اور اس کی روح سے استمداد و استعانت کا قصد کیا یا یہ کہ اس کی عبادت کا کوئی اثر پہنچے، نہ اس لئے کہ نماز سے اس کی تعظیم کرے یا نماز میں اس کی طرف منہ ہونا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیا دیکھتے نہیں کہ سیدنا اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزار شریف خاص مسجد الحرام میں حطیم کے پاس ہے پھر یہ مسجد سب سے افضل وہ جگہ ہے کہ نمازی نماز کے لئے جس کا قصد کرے۔

اخیرین کے لفظ یہ ہیں:

خرج بذلك اتخاذ مسجد بجوار نبي او صالح و الصلوٰة عند قبره لا لتعظيمه و التوجه نحوه بل لوصول مدد منه حتى تكمل عبادته ببركة مجاورته

یعنی کسی نبی یا ولی کے قرب میں مسجد بنانا اور ان کی قبر کریم کے پاس نماز پڑھنا نہ اُن دو نیتوں سے بلکہ اس لئے کہ اُن کی مدد مجھے پہنچے اُن کے قرب کی برکت سے میری عبادت کامل ہو اس میں کچھ مضائقہ

---

[1] مسلک متقسط مع ارشاد الساری باب زیارت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ص ۳۲۲

[2] شرح طیبی علی مشکوٰۃ المصابیح الفصل الاول باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ مطبوعہ ادارۃ القرآن و العلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۲۳۵

marfat.com

Marfat.com

امتك الروح الطاهرة فلا حرج فی ذلك لما ورد ان قبر اسمعیل علیه الصلوٰة والسلام فی الحجر تحت میزاب وان فی الحطیم وبین الحجر الاسود وزمزم قبر سبعین نبیا ولم ینه احد عن الصلاة فیه[1]۔

نہیں کرو اور ہوا ہے کہ اسمعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزار پاک حطیم میں میزاب الرحمۃ کے نیچے ہے اور حطیم میں اور سنگِ اسود و زمزم کے درمیان ستر پیغمبروں کی قبریں ہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام اور وہاں نماز پڑھنے سے کسی نے منع نہ فرمایا۔

شیخ محقق فرماتے ہیں: کلام الشارحین متطابق فی ذلك[2] تمام اصحابِ شرح اس بارے میں یک زبان ہیں۔

الحمدللہ ائمہ کرام کے اس اجماع واتفاق نے جانِ وہابیت پر کیسی قیامت توڑی کہ خاص نماز میں مزاراتِ اولیائے کرام سے استمداد واستعانت کی ٹھہرادی، اب تو عجب نہیں کہ حضراتِ وہابیہ تمام ائمہ دین کو گور پرست کا لقب بخشیں ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم پھر روضۂ مبارک کا دروازہ مبارک بند کرنے کی بھی ضرورت اُس حالت میں ہے کہ قبرِ انور نمازی کے خاص سامنے ہو اور بیچ میں چھڑی وغیرہ کوئی سترہ نہ ہو اور قبر اتنی قریب ہو کہ جب یہ خاشعین کی سی نماز پڑھے تو حالتِ قیام میں قبر پر نظر پڑے، اور اگر مزار مبارک ایک کنارے کو ہے یا بیچ میں کوئی سترہ ہے اگرچہ آدھ گز اونچی کوئی لکڑی ہی کھڑی کرلی ہو یا مزار مطہر نماز کی جگہ سے اتنی دُور ہے کہ نمازی نیچی نظر کئے اپنے سجدہ کی جگہ نظر جمائے تو مزار شریف تک نگاہ نہ پہنچے تو ان صورتوں میں دروازہ بند کرنے کی بھی حاجت نہیں یونہی نماز بلاکراہت جائز ہے۔ تاتارخانیہ پھر فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

ان کان بینه وبین القبر مقدار مالوکان فی الصلوٰة ویمر انسان لایکره فههنا ایضا لایکره[3]۔

اگر نمازی اور قبر کے درمیان اتنا فاصلہ ہو کہ آدمی نماز میں ہو اور اس کے آگے سے کسی آدمی کا گزرنا مکروہ نہ ہو تو یہاں بھی کراہت نہ ہوگی۔ (ت)

جامع[4] مضمرات شرح قدوری پھر جامع الرموز شرح نقایہ[4] پھر طحطاوی[5] علی مراقی الفلاح و ردالمحتار[6] علامہ شامی میں ہے:

---

[1] لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح باب المساجد ومواضع الصلاۃ مطبوعہ معارف علمیہ لاہور ۲/۵۲

[2] " " " " " " " " " " " " "

[3] فتاوی ہندیہ الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلوٰۃ ومالایکرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۰۷

marfat.com

Marfat.com

ولا تکرہ الصلٰوۃ الی جھۃ القبر الا اذا کان بین یدیہ بحیث لوصلی صلٰوۃ الخاشعین وقع بصرہ علیہ[1]۔	قبر کی طرف نماز پڑھنا مکروہ نہیں مگر اس صورت میں جبکہ نمازی خشوع سے نماز پڑھ رہا ہو (جائے سجدہ پر نظر ہو) تو قبر پہ نظر پڑے (ت)

یہ قلب وہابیت پر کیسا شاق ہوگا کہ مزار مبارک بلا حائل بے پردہ صرف چار پانچ گز کے فاصلہ سے عین نماز میں نمازی کے سامنے ہے اور نماز بلا کراہت جائز، کیا یہ فقہائے کرام کو قبر پرست نہ کہیں گے، والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔ یہ سب اُس صورت میں ہے کہ وُہ بہ نیت فاسدہ نہ ہوں یعنی نماز سے تعظیم قبر کا ارادہ یا بجائے کعبہ نماز میں استقبالِ قبر کا قصد۔ ایسا ہو تو آپ ہی حرام بلکہ معاذ اللہ نیتِ عبادتِ قبر ہو تو صریح شرک کفر مگر اس میں مزارِ مقدس کی جانب سے حرج نہ آیا بلکہ اس شخص کا فاسد ارادہ یہ فساد لایا اس کی نظیر یہ ہے کہ کوئی ناخداترس کعبہ معظمہ کے سامنے اس نیت سے نماز پڑھے کہ وہ کعبہ کی طرف نہیں بلکہ وُہ خود کعبہ کو سجدہ کرتا ہے یا نماز تعظیم کعبہ کے لئے پڑھتا ہے ایسی نماز بیشک حرام اور نیت عبادت کعبہ ہو تو سلبِ اسلام مگر اس میں کعبہ معظمہ کا کیا قصور ہے یہ تو اس کی نیت کا فتور ہے، یونہی جو مزارات کے حضور ہے اور مزار کریم مستور ہے یا نظر خاشعین سے دُور ہے تو فاسد نیت سے ماذور ہے اور تبرک و استمداد کی نیت سے ماجور ہے کہ نماز و نیاز کا اجتماع نورٌ علٰی نور ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۹۸۷ تا ۹۸۹: از موضع سرنیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۲ رجب ۱۳۳۱ھ

(۱) وضو، نماز، غسل، جماعت، لباس، نمازِ جنازہ، کفن، دفن، نکاح وغیرہ میں کتنے کتنے اور کون کون سے فرض، سنت، مستحب، واجب ہیں جس کے ترک سے نماز فاسد یا مکروہ تنزیہی یا تحریمی یا کہ بطور دُہرانے کے یا سجدۂ سہو کے قابل ہوجاتی ہے یا کیا چیز ترک ہو جس سے امام نے دوبارہ جماعت شروع کی اب اور نئے آدمی شامل نہیں ہوسکتے ہیں اور کس ترک کے سبب سے اب نئے آدمی بھی شامل ہوسکتے ہیں، اسی طرح غسل، جماعت، لباس، کفن، دفن، نکاح سب کا حال علیحدہ علیحدہ ترتیب وار تحریر فرمایا جائے۔

(۲) زید قبا کو کھانے پینے کی اکثر اشیاء باندھ کر نماز پڑھتا ہے نماز ہوگی؟

(۳) زید اکثر رزائی، کمبل، چادر کی گھوکی ڈال کر نماز پڑھتا ہے ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) اس سوال کا جواب اگر مفصل لکھا جائے تو کم از کم دو ہزار ورق ہوں گے سائل کو چاہئے علم سیکھے

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۹۶

marfat.com

Marfat.com

یہ باتیں آجائیں گی، فرض کے ترک سے نماز فاسد ہوتی ہے اور واجب کے ترک سے مکروہ تحریمی، اور سنتِ مؤکدہ کا ترک بہت بُرا ہے اور غیر مؤکدہ کے ترک سے مکروہ تنزیہی، اور مستحب کے ترک سے غیر اولیٰ، فرض کے ترک میں پھر پڑھنا فرض ہے کہ پہلی نماز اصلاً نہ ہُوئی اور اسی صورت میں نئے آدمی شامل ہو سکتے ہیں، اور واجب بُھول کر چھوٹا تو سجدۂ سہو کا حکم ہے اور قصداً چھوڑا یا بُھول کر چھوٹا تھا مگر سجدۂ سہو نہ کیا تو اعادہ واجب ہے اور سنت کے ترک میں سنّت اور مستحب کے ترک میں مستحب، اور ان سب صورتوں میں نئے آدمی شامل نہیں ہو سکتے۔

(۲) ہاں نماز ہو جائے گی مگر بدبُو آئے تو کراہت ہے۔

(۳) نماز مکروہ ہوگی جب تک ایک پلّہ اُس کا دوسرے کندھے پر نہ ڈالا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۹۰ از کلکتہ دھرم تلا ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرد کو ریشمی کپڑا پہن کر نماز کیسی ہے؟ اور جب امام باوصف معلوم ہو جانے حُرمت کے لباس ریشمی پہن کر امامت کیا کرے تو ساری جماعت کی نماز میں کراہتِ تحریمی کا وبال امام پر ہوگا یا نہیں؟

الجواب

فی الواقع ریشمی کپڑا پہن کر نماز مرد کے لئے مکروہ تحریمی ہے کہ اُسے اتار کر پھر پڑھنا واجب کما ھو معلوم من الفقه فی غیر ما موضع (جیسا کہ فقہ میں متعدد مقامات پر موجود ہے۔ ت) شرح مقدمہ غزنویہ پھر فتاوی الغرویہ میں ہے:

تکرہ الصلٰوۃ فی ثوب الحریر وعلیه ایضا لانه محرم علیه لبسه فی غیر الصلٰوۃ ففیها اولی فان صلی فیها صحت صلاته لان النهی لا یختص بالصلٰوۃ[1] انتهی اقول وقوله وعلیه ایضا مبتن علی قولهما من حرمة افتراش الحریر والا فهو جائز عند الامام الاعظم رضی اللہ تعالٰی

ریشمی کپڑے میں اور اس کے اوپر نماز مکروہ ہے کیونکہ جب نماز کے علاوہ اسے پہننا حرام ہے تو نماز میں بطریق اولیٰ حرام ہوگا، اگر ان میں نماز ادا کی تو صحیح ہوگی کیونکہ نہی نماز کے ساتھ ہی مخصوص نہیں انتہی اقول اس کا قول "ریشمی کپڑے پر بھی" صاحبین کے اس قول پر مبنی ہے کہ ریشم کا بچھونا بنانا بھی حرام ہے ورنہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک جائز

---

[1] فتاوی الغرویہ کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ دار الاشاعت قندھار، افغانستان ۱/ ۰

marfat.com

Marfat.com

عند لان المحرم لبسه لا الانتفاع كما فى ردالمحتار وغيره نعم تكره الصلاة عليه وان جاز افتراشه لان الصلوٰة ليست موضع الترفه وھذہ الکراھۃ تنزیھیۃ۔

ہے کیونکہ ریشم کا پہننا حرام ہے باقی نفع کی صورتیں منع نہیں جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ میں ہے۔ ہاں اگرچہ اس کا بچھونا بنانا جائز ہے مگر اس پر نماز مکروہ ہوگی کیونکہ نماز تعیش کا مقام نہیں اور یہ کراہت تنزیہی ہوگی۔ (ت)

جبکہ اللہ عزوجل نے مرد کو ریشمیں کپڑا گھر میں پہننا حرام کیا تو خود اس کے دربار میں اسے پہن کر حاضر ہونا کس درجہ گستاخی و بے ادبی ہوگا جو بات گھر بیٹھ کر تنہائی میں کرنا تو قانونِ سلطانی میں جُرم ہو وہ خود بارگاہِ سلطانی میں اُس کے حضور کھڑے ہوکر کرنا کیسی صریح بیباکی اور بادشاہ کا موجبِ ناراضی ہوگا والعیاذ باللہ تعالٰی اور پُر ظاہر کہ نمازِ امام کی یہ کراہت نمازِ مقتدیان کی طرف بھی سرایت کرے گی تو اُن سب کی نمازیں خراب و ناقص ہونے کا یہی شخص باعث ہوا اور معاذ اللہ ارشادِ حضرت مولوی قدس سرہ المعنوی کا مصداق ٹھہرا ؎

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد
بلکہ آتش در ھمہ آفاق زد

(بے ادب تنہا اپنے آپ کو ہی تباہ نہیں کرتا بلکہ اس ایک کی بے ادبی تمام عالم کو برباد کردیتی ہے)

بعینہٖ یہی حکم اُن سب چیزوں کا ہے جن کا پہننا ناجائز ہے جیسے ریشمیں کمربند یا مغرق ٹوپی یا وہ کپڑا جس پر ریشم یا چاندی یا سونے کے کام کا کوئی بیل بُوٹا چار انگل سے زیادہ عرض کا ہو یا ہاتھ خواہ پاؤں میں تانبے سونے چاندی پیتل لوہے کے چھلّے یا کان میں بالی یا بُندا یا سونے خواہ تانبے پیتل لوہے کی انگوٹھی اگرچہ ایک تار کی ہو یا ساڑھے چار ماشے چاندی یا کئی نگ کی انگوٹھی یا کئی انگوٹھیاں اگرچہ سب مل کر ایک ہی ماشہ کی ہوں کہ یہ سب چیزیں مردوں کو حرام و ناجائز ہیں اور اُن سے نماز مکروہ تحریمی اور تانبے پیتل لوہے کے زیور تو عورتوں کو بھی حرام ہیں انھیں پہن کر اُن کی نماز بھی مکروہ تحریمی۔ ان مسائل کی تفصیل ہمارے فتاوٰی میں ہے اللہ عزوجل مسلمانوں کو ہدایت فرمائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۹۱ از بدایوں کچہری منصفی مرسلہ شیخ حامد حسین وکیل ۱۷ جمادی الاخری ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگریزی وضع کے کپڑے پہننا کیسا؟ اور ان کپڑوں سے نماز

۱؎ ردالمحتار فصل فی اللبس مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۳۵۴

marfat.com

Marfat.com

ہوتی ہے یا نہیں؟ اور ہوتی ہے تو بکراہت تحریمی یا تنزیہی یا بلاکسی فساد کے؟ بینوا توجروا

الجواب

انگریزی وضع کے کپڑے پہننا حرام سخت حرام اشد حرام، اور انھیں پہن کر نماز مکروہ تحریمی قریب بحرام واجب الاعادہ کہ جائز کپڑے پہن کر نہ پھیرے تو گنہگار مستحق عذاب والعیاذ باللہ العزیز الغفار سیدی علامہ اسمٰعیل نابلسی شرح درر وغرر پھر علامہ عارف باللہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہما القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں:

مافعله بعض[1] ارباب الحرف بدمشق لما زینت البلدة بسبب اخذ بلد من الافرنج من لبسهم زی الافرنج فی رؤسهم وسائر بدنهم وجعلهم اساری فی القیود وعرض ذلك فی البلدة علی زعم انه حسن وهو والعیاذ باللہ کفر علی الصحیح وخطأ عظیم علی القول المرجوع[2] اعاذنا اللہ من الجهل المورد موارد السوء۔[1]

دمشق شہر کی خوبصورتی کے وقت بعض ارباب صنعت نے فرنگیوں سے شہر کو قبضہ میں لیتے وقت جشن مناتے ہوئے مذاق کے طور پر فرنگیوں کا لباس سر اور جسم پر پہنا کر (کچھ لوگوں کو) قید میں ڈالا اور شہر میں پھرایا اور اس سے خوش ہوئے (اللہ کی پناہ) یہ صحیح قول کے مطابق کفر اور قول مرجوع پر خطأ عظیم ہے اللہ تعالٰی جہالت کے ایسے بُرے مواقع سے محفوظ رکھے۔ (ت)

عالمگیری میں تاتارخانیہ سے ہے: تکرہ الصلٰوۃ مع البرنس[2] (ٹوپی والے جبہ میں نماز مکروہ ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

ع[1] ذکرہ فی النوع الثامن من المبحث الاول من القسم الثانی من الصنف الثانی اٰفات اللسان وھو نوع السخریہ ۱۲ منہ (م)

اسے نابلسی نے مبحث اول کی قسم ثانی کی نوع ثامن میں آفاتِ زباں کی صنف ثانی کے تحت ذکر کیا ہے اور یہ مذاق کی قسم ہے ۱۲ منہ (ت)

ع[2] ھکذا ھو بالعین فی نسختی الحدیقۃ ۱۲ منہ (م)

میرے پاس جو حدیقہ کا نسخہ ہے اس میں یہ لفظ ع کے ساتھ ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] الحدیقۃ الندیہ النوع الثامن من الانواع الستین الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۲۳۰

[2] فتاوٰی ہندیہ فیما یکرہ فی الصلٰوۃ ومالا یکرہ " نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۰۶

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ از ملک اپرہما چھاؤنی شکینہ مرسلہ حاجی یادی یار خاں ۶ صفر ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے حامیانِ دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی ہے اُس کے کپڑا ابہت ہے لیکن آستینیں چڑھا کر کہنی سے اوپر نماز پڑھتا ہے، پھر کراہت نماز میں آتی ہے یا نہیں؟ اس کا جواب بمع حدیث شریف تحریر فرمائیے۔

الجواب

مکروہ ہے نماز پھیرنے کا حکم ہے، درمختار میں ہے:

کرہ سدل ثوبہ وکرہ کفہ ای رفعہ ولو لتراب کمشمر کم اوذیل[1]

کپڑے کا لٹکانا اسی طرح کپڑے کا اٹھانا بھی مکروہ ہے اگرچہ کیچڑ کی وجہ سے ہو جیسے کوئی آدمی آستین اور دامن اٹھا لے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

حرر الخیر الرملی مایفید ان الکراھۃ فیہ تحریمیۃ۔[2]

شیخ خیرالدین رملی کی عبارت اس بات کی مفید ہے کہ اس میں کراہت تحریمی ہے (ت)

حدیث صحیح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

امرت ان اسجد علی سبعۃ اعضاء وان لااکف شعرا ولا ثوبا رواہ الستۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔[3]

مجھے سات اعضاء پر سجدہ کا حکم دیا گیا ہے اور اس بات کا حکم ہے کہ بال اکٹھے نہ کروں اور نہ کپڑا اٹھاؤں۔ اس روایت کو صحاح ستہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۹۳ از میرٹھ مرسلہ مولوی محمد حسین ۲ صفر ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آستین کہنی تک چڑھی ہوئی نماز پڑھنی مکروہ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ضرور مکروہ ہے اور سخت وشدید مکروہ ہے، صحاح ستہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ

---

[1] الدرالمختار باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۱

[2] ردالمحتار مطلب مکروہات الصلوٰۃ ” مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۳

[3] صحیح مسلم باب اعضاء السجود ” نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۱۹۳

marfat.com

Marfat.com

وسلم فرماتے ہیں :

امرت ان اسجد علی سبعۃ اعضاء وان لا اکف شعرا ولا ثوبا[1]
مجھے سات اعضاء پر سجدہ کا حکم ہے اور اس بات کا کہ میں بال اکٹھے نہ کروں اور نہ کپڑا اٹھاؤں۔ (ت)

صحیحین میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

امرت ان لا اکف الشعر والثیاب[2]
مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں بالوں اور کپڑوں کو اکٹھا نہ کروں۔ (ت)

تمام متون مذہب میں ہے : کرہ کف ثوبہ (کپڑوں کو اٹھانا مکروہ ہے۔ ت) فتح القدیر و بحر الرائق میں ہے :

ید خل ایضا فی کف الثوب تشمیر کمیہ[3]
کپڑا اٹھانے میں آستینوں کا چڑھانا بھی داخل ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے :

کرہ کفہ ای رفعہ ولو لتراب کمشمر کمہ او ذیلہ[4]
کپڑے کا اٹھانا اگرچہ مٹی کی وجہ سے ہو مکروہ ہے جیسا کہ آستین اور دامن کا چڑھانا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

حرر الخیر الرملی ما یفید ان الکراھۃ فیہ تحریمیۃ[5]
شیخ خیر الدین رملی کی عبارت اس بات کی مفید ہے کہ اس میں کراہت تحریمی ہے (ت)

غنیہ میں ہے :

یکرہ ان یکف ثوبہ وھو فی الصلٰوۃ بعمل قلیل بان یرفعہ من بین یدیہ او من خلفہ عند السجود او ید خل فیھا
عمل قلیل کے ساتھ نماز میں کپڑا چڑھانا مکروہ ہے بایں طور کہ پیچھے یا آگے سے سجدہ کے وقت اٹھائے یا نماز میں کپڑا اٹھائے ہوئے داخل ہونا

---

[1] صحیح مسلم باب اعضاء السجود مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۱۹۳
[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍
[3] بحر الرائق باب ما یفسد الصلٰوۃ وما یکرہ فیہا ؍؍ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۴
[4] الدر المختار ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۱
[5] ردالمحتار مطلب مکروہات الصلٰوۃ ؍؍ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۳

marfat.com

Marfat.com

وهو مکروہ کما اذا دخل وھو مشمر الکم او الذیل[1]۔ جیساکہ نماز میں داخل ہوتے وقت اس نے آستین یا دامن چڑھایا ہوا تھا۔ (ت)

علامتین محققین حلبیین شارحین منیہ تحقیق فرماتے ہیں کہ اکثر کلائی پر سے آستین چڑھی ہونا ہی کراہت کو کافی ہے اگرچہ کہنی تک نہ ہو۔ غنیہ میں ہے :

(و) یکرہ ایضا (ان یرفع کمہ) ای یشمرہ (الی المرفقین) وھذا قید اتفاقی فانہ لوشمر الی مادون المرفق یکرہ ایضا لانہ کف للثوب وھی منھی عنہ فی الصلاۃ لما مر وھذا اذا شمرہ خارج الصلوۃ وشرع فی الصلوۃ وھوکذلک اما لوشمرہ فی الصلاۃ تفسد لانہ عمل کثیر[2]۔ اور یہ بھی مکروہ ہے (کہ آستین اٹھائی) یعنی چڑھائی ہو (کہنیوں تک) اور یہ قید اتفاقی ہے کیونکہ کہنیوں کے نیچے تک بھی چڑھائی ہوں تب بھی کراہت ہے کیونکہ یہ کپڑے کا اٹھانا ہے حالانکہ وہ نماز میں ممنوع ہے جیساکہ اس پر احادیث گزری ہیں اور یہ اس وقت ہے جب اس نے نماز سے باہر آستین کو چڑھایا تھا اور اسی حال میں نماز شروع کردی اور اگر دورانِ نماز آستین چڑھاتا ہے تو نماز فاسد ہوجائے گی کیونکہ یہ عملِ کثیر ہے۔ (ت)

حلیہ میں ہے :

ینبغی ان یکرہ تشمیرھما الی مافوق نصف الساعد لصدق کف الثوب علی ھذا[3]۔ آستینوں کا نصف کلائی کے اوپر تک اٹھانا بھی مکروہ ہونا چاہئے کیونکہ اس پر بھی کپڑا اٹھانا صادق آرہا ہے (ت)

تولازم ہے کہ آستینیں اتار کر نماز میں داخل ہو اگرچہ رکعت جاتی رہے اور اگر آستین چڑھی نماز پڑھے تو اعادہ کی جائے کما ھو حکم صلاۃ ادیت مع الکراھۃ کما فی الدر وغیرہ (جیساکہ ہر اس نماز کا حکم ہے جو کراہت کے ساتھ ادا کی گئی ہو جیساکہ درر وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۴۴ غرہ جمادی الاولٰی ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سنی المذہب ہے اور اس نے کسی وجہ سے نماز

---

[1] غنیۃ المستملی یکرہ فعلہ فی الصلوۃ ومالایکرہ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۴۸

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۳۵۷

[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com

Marfat.com

دست کشا پڑھی تو وہ اس کی نماز صحیح ہوگئی یا نہیں یا اس کا اعادہ کرنا چاہئے یا کیا؟

الجواب

نماز ہوجائے گی مگر بکراہت لترك السنة (ترکِ سنت کی بناپر۔ت) اعادہ چاہئے علٰی وجہ الاستحباب۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۹۵ ازمارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ محلہ کمبوہان مرسلہ تاج الدین حسین خاں صاحب

۵ جمادی الاخرٰی ۱۳۱۷ھ

موسم گرما میں مَیں ساری بہت نیچی باندھتا ہُوں اکثر نماز مولوی صاحبوں کے ہمراہ پڑھی کسی نے اعتراض نہ کیا ایک سیّد صاحب سے دریافت کیا تو فرمایا جو اونچی دھوتی باندھتے ہیں ان کو کانچھ کھولنی ضرور ہے کہ ستر پوشی ہو اور تم بہت نیچی باندھتے ہو اس میں ضرور نہیں کہ ستر چھپا رہتا ہے، میں نماز بیٹھ کر پڑھتا ہُوں کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتا اس پر چند آدمیوں نے اعتراض کیا کہ کھول دیا کرو ورنہ نماز میں خلل پڑتا ہے پس آں مخدوم کو تکلیف دیتا ہُوں حکمِ شرع بیان فرمائیے، اور اگر باندھنا ساری کا داخل پوشاکِ مشرکین ہو تو میں موقوف کردوں کیونکہ میرا اعتقاد آپ کے قول پر ہے بمقابلہ آپ کے میں کسی کے قول کو ترجیح نہیں دیتا ہُوں بقول مخدوم مینا صاحب قدس سرہ العزیز ؎

ہمہ شہر پُر زخوباں منم و خیال ماہے
چکنم کہ چشمِ بدخو نکند بکس نگاہے

(تمہارا شہر خوبصورت حضرات سے بھرا ہے، میرا ذوق اپنا ہے، میں کیا کروں کہ بدخُو آنکھ کسی پر بھی ایک نگاہ نہیں ڈالتی)

زیادہ نیاز

الجواب

مکرمی سلّمکم اللہ تعالٰی! جوابِ مسئلہ اُنہی لفظوں میں ہے جو آپ نے تحریر فرمائے کہ اس عقدے کو حل فرمائیے واقعی ساری پیچھے سے نہ کھولنا کراہتِ نماز کا موجب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

امرت ان لااکف شعرا ولا ثوبا[1] (مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں بال اکٹھے نہ کروں اور نہ کپڑا اٹھاؤں۔ت)

---

[1] صحیح مسلم باب اعضاء السجود والنہی عن کف الثوب مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۱۹۳

marfat.com

Marfat.com

غنیہ شرح منیہ میں ہے :

یکرہ ان یکف ثوبہ وھو فی الصلٰوۃ بعمل قلیل بان یرفعہ من بین یدیہ او من خلفہ عند السجود او یدخل فیھا وھو مکفوف کما اذا دخل وھو مشمر الکم او الذیل۔[1]

نماز میں عمل قلیل کے ساتھ کپڑا اٹھانا مکروہ ہے یوں کہ آگے یا پیچھے سے اپنا کپڑا اٹھائے یا نماز میں کپڑا چڑھائے ہوئے داخل ہونا اور یہی حکم ہے جبکہ نمازی آستین یا دامن چڑھائے ہوئے ہو۔ (ت)

اور ساری یا دھوتی باندھنا جہاں کے شرفا میں اس کا رواج نہ ہو جیسے ہمارے بلاد وہاں شرفا کے لئے خود بھی کراہت سے خالی نہیں کما حققناہ فی کتاب الحظر من فتاوٰنا (ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاوٰی کی کتاب الحظر میں کی ہے۔ ت) اور اگر وہاں کے مسلمان اسے لباس کفار سمجھتے ہوں تو احتراز مؤکد ہے حرج پیچھے گھرسنے میں ہے ورنہ تہبند تو عین سنّت ہے اور گٹنوں سے اُوپر تک ہونا چاہئے اس سے زیادہ نیچی مکروہ ہے واللہ تعالٰی اعلم یہ تو آپ کے سوال کا جواب تھا اور ان سب باتوں سے زیادہ ضروری مسئلہ قیام نماز ہے فرض و وتر و سنّتِ فجر بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت صرف اس حالت میں ہے کہ کھڑے ہونے پر اصلاً قدرت نہ ہو نہ دیوار کی ٹیک نہ کسی آدمی یا لکڑی کے سہارے سے، اور عجز بھی ایسا ہو کہ ایک بار اللّٰہُ اکبر کہنے کی دیر تک بھی کھڑا نہ ہو سکے اگر اتنی ہی دیر قیام کی طاقت ہو اگرچہ کسی سہارے سے، تو فرض ہے کہ تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر کہے پھر طاقت نہ رہے تو بیٹھ جائے، آج کل اکثر لوگ اس کا خلاف کرتے ہیں ذرا تکلیف ہوئی اور نماز بیٹھ کر پڑھ لی اور سیدھے کھڑے ہو کر گھر کو راہی ہوئے، یوں نمازیں قطعاً باطل ہوتی ہیں بلکہ جتنی دیر جس قدر اور جس طرح کھڑے ہونے کی قدرت ہو اتنا قیام ہر رکعت میں فرض ہے، یہ مسئلہ خوب یاد رکھنے کا ہے وقد بیناہ فی فتاوٰنا وباللہ التوفیق ثم السلام۔

مسئلہ ۹۹۶: ۲۸ جمادی الاولٰی ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وقتِ نماز اپنی جُوتیاں سجدہ کے رُوبرو رکھ کر نماز ادا کرے تو نماز میں کیا شرعاً کراہت آتی ہے اور دہنے یا بائیں طرف رکھنے سے کیا نفع نقصان ہے؟ اگر سجدہ کے برابر رکھ کر کپڑے وغیرہ سے چھپا دی جائیں تو علیحدہ ہونے کے مرتبہ میں ہوئیں یا نہیں؟ اور کس حدیث سے جُوتیوں کو سجدہ کے رُوبرو رکھنا منع آیا ہے؟ اور ایسے وقت میں نزولِ رحمت کا بند ہونا کیوں ہے؟ معمولی جوتیاں

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی کراہیۃ الصلٰوۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۴۸

marfat.com

Marfat.com

جو شخص پہنے پھرتا ہے پہنے ہوئے مسجد میں چلا آئے اور پہنے ہوئے نماز ادا کرے جائز ہے یا نہیں؟ کن بزرگانِ دین نے ایسا فعل کیا تھا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

سنن ابی داؤد میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا صلی احدکم فلا یضع نعلیہ عن یمینہ ولا عن یسارہ فتکون عن یمین غیرہ الا ان لایکون احد ولیضعھما بین رجلیہ[1] رواہ الحاکم ایضا والبیھقی۔

جب تم میں کوئی نماز پڑھے تو جوتی اپنے دائیں طرف نہ رکھے نہ اپنے بائیں طرف رکھے کہ دوسرا جو اس کے بائیں ہاتھ کو ہے اس کے دہنی طرف ہوں گی ہاں اگر بائیں طرف کوئی نہ ہو تو بائیں جانب رکھے ورنہ اپنے پاؤں کے بیچ میں رکھے، اسے بھی حاکم اور بیہقی نے روایت کیا۔

دوسری روایت میں اس ممانعت کے لئے یوں حدیث آئی:

فلا یؤذ بھما احدا[2]۔ رواہ الثلثۃ المذکورون وابن حبان رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

کسی کو ایذا نہ دے۔ مذکورہ تینوں محدثین اور ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

ایک حدیث میں اس ایذا کی یوں تصریح آئی:

لا تضعھما عن یمینک ولا عن یسارک فتوذی الملئکۃ والناس[3]۔ رواہ الخطیب عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

دہنے ہاتھ کو رکھے گا تو ملائکہ کو ایذا ہوگی، بائیں کو رکھے گا تو جو لوگ بائیں طرف ہیں انھیں ایذا ہوگی۔ اسے خطیب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بیان کیا ہے۔

علماء نے اس ایذا کی وجہ فرمائی یعنی وفیہ نوع اھانۃ لہ[4] جس کی طرف جوتا رکھا جائے اس کی

---

[1] سنن ابو داؤد باب المصلی اذا خلع نعلیہ این یضعھما مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۶

[2] المستدرک علی الصحیحین کتاب الصلوٰۃ ” دارالفکر بیروت ۱/۲۵۹

[3] تاریخ بغداد ترجمہ عبداللہ بن حمویہ نمبر ۵۰۷۸ ” دارالکتاب العربیۃ بیروت ۹/۴۴۹

[4] مرقات المفاتیح حدیث ۷۶۷ کے تحت مذکور ہے مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/۴۷۵

marfat.com

Marfat.com

اہانت ہوتی ہے قاله الطیبی ونقله فی المرقاۃ (یہ علامہ طیبی نے فرمایا اور مرقات میں نقل ہوا۔ ت) اعلیٰ درجہ کی حدیث صحیح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا کان احدکم یصلی فلا یبصق قبل وجهه فان الله تعالٰی قبل وجهه اذا صلی[1]۔ رواه مالك فی الموطا عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما وطریقه الشیخان فی الصحیحین۔

جب تم میں کوئی نماز میں ہو تو سامنے کو نہ تھوکے کہ نمازی کے سامنے اللہ عزوجل کا فضل و جلال و رحمت ہوتے ہیں۔ اسے امام مالک نے مؤطا میں امام نافع سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اور اسی سند سے بخاری ومسلم نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

ائمۂ دین اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

یجب علی المصلی اکرام قبلته بما یکرم به من یناجیه من المخلوقین عند استقبالهم بوجهه[2]۔ ذکره ابن بطال ونقله فی ارشاد الساری۔

یعنی نمازی پر واجب ہے کہ معظمین کے سامنے کھڑے ہونے میں جس بات میں ان کی تعظیم جانتا ہے وہی ادب اپنی جانب قبلہ میں ملحوظ رکھے کہ اللہ عزوجل سب سے زیادہ احق بالتعظیم ہے۔ اسے شیخ ابن بطال نے ذکر کیا اور ارشاد الساری میں مذکور ہے۔

ان احادیث میں دہنے بائیں کا حکم صاف مصرح ہے اور سامنے کا حکم اُس حدیث صحیح کہ دلالۃ النص اور اسی ارشاد علما کے عموم اور نیز اس قاعدہ مسلمہ مرعیہ عقلیہ شرعیہ سے معلوم کہ توہین وتعظیم کا مدار عرف و عادتِ ناس وبلاد پر ہے

وقد حققه المولی العلامة خاتم المحققین سیدنا الوالد قدس سره الماجد فی اصول الرشاد۔

اس کی تحقیق علامہ خاتمۃ المحققین سیدنا والد گرامی قدس سرہ الماجد نے اصول الرشاد میں فرمائی ہے۔ (ت)

اور شک نہیں کہ اب عرف عام تمام بلاد یہی ہے کہ دربارِ شاہی میں بحضور سلطانی باتیں کرنے کھڑا ہو اور جُوتا سامنے رکھے بے ادب گنا جائے گا فقیر نے بچشم خود دیکھا ہے کہ کعبۂ معظمہ پر چھوہارے برستی تھی میزاب رحمت سے

---

[1] مؤطا امام مالک النہی عن البصاق فی القبلۃ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۲

[2] ارشاد الساری شرح البخاری باب حک البزاق بالید من المسجد مطبوعہ دارالکتاب العربیہ بیروت ۱/۱۹۱

marfat.com

Marfat.com

بُوندیں ٹپک رہی تھیں مسلمان حاضر تھے اُن بوندوں کو لیتے اور چشم و دل سے ملتے، ان میں کوئی ہندی شخص جُوتا ہاتھ میں لئے کھڑا تھا ترکی خادم دوڑا اور اُس کی گردن دبا دی تناجی ربك و نعلاك بیدك جُوتیاں ہاتھ میں لئے ہُوئے اللہ تعالٰی سے مناجات کرتا ہے، بلکہ سنن ابن ماجہ میں حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ میں یوں ہے:

فاجعلهما بين رجليك ولا تجعلهما عن يمينك ولا عن يمين صاحبك ولا ورائك فتوذى من خلفك[1] یعنی جُوتے اپنے پیچھے بھی نہ رکھو جو پیچھے ہے اس کے آگے ہوں گے اسے ایذا ہوگی۔

انجاح الحاجہ میں لکھا ہے:

لانك اذا وضعتهما ورائك تكونان قدام من كان فى الصف الموخر فيتأذى و رحمة الله تعالٰى تنزل عليهم فيكون هذا الفعل اساءة۔[2] جب تُو ان کو اپنے پیچھے رکھے گا تو وُہ پچھلی صف میں کھڑے ہونے والے نمازی کے سامنے ہوں گی تو اسے اذیت ہوگی حالانکہ ان پر اللہ تعالٰی کی رحمت نازل ہو رہی ہوگی، لہٰذا یہ عمل بُرا ہے۔ (ت)

ولہٰذا ائمہ دین نے تصریح فرمائی کہ استعمالی جُوتیاں پہنے ہُوئے مسجد میں جانا بے ادبی و مکروہ ہے، امام برہان الدین صاحب ہدایہ کتاب التجنیس والمزید پھر علامہ بحر بحر الرائق میں فرماتے ہیں:

قد قيل دخول المسجد متنعلا من سوء الادب[3]۔ مسجد میں جُوتے پہنے ہوئے داخل ہونا بے ادبی ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں عمدۃ المفتی سے ہے:

دخول المسجد متنعلا من سوء الادب[4]۔ مسجد میں جُوتے پہنے ہوئے داخل ہونا بے ادبی ہے۔ (ت)

فتاوٰی سراجیہ و فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے: دخول المسجد متنعلا مکروہ[5] (مسجد میں جُوتے پہن کر داخل ہونا مکروہ ہے۔ ت)

---

[1] سنن ابن ماجہ باب ماجاء این توضع النعل اذا خلعت فی الصلٰوۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۰۵
[2] انجاح الحاجہ حاشیہ سنن ابن ماجہ " " " " " " " " " " " " " " " "
[3] بحرالرائق باب مایفسد الصلٰوۃ و مایکرہ فیہا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۴
[4] ردالمحتار مطلب فی احکام المسجد " " " " " ۱/۶۵۷
[5] فتاوٰی سراجیہ باب المسجد مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ص ۷۱

marfat.com

Marfat.com

حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ دو جوڑے رکھتے تھے استعمال جوتا پہن کر دروازۂ مسجد تک تشریف لاتے پھر دوسرا جوڑا پہن کر مسجد میں جاتے۔[1]

ذكره ايضاً فى البحر عن التجنيس واذا الامر دار على العرف فالحكم الحظر الأن مع ثبوته عن سيد المتادبين صلى الله تعالٰى عليه وسلم وذلك كترك الكلاب تدور فى المسجد ووضع السرير وادخال البعير وضرب الخيمة للمرضى وغيرهم فيه ولنا رسالة فى الباب سميناها "جمال الاجمال لتوقيف حكم الصلاة فى النعال" واخرى "نفيسة حافلة فيما تصان عنه المساجد"۔

اسے بحر میں تجنیس کے حوالے سے ذکر کیا اور مسئلہ کا مدار عرف پر ہوتا ہے اس دور میں یہ ممنوع ہے باوجودیکہ اس کا ثبوت سید المتادبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہے وہ اسی طرح ہے جیسے کتوں کا مسجد میں آنا جانا، چارپائی کا بچھانا، اونٹوں کا داخل ہونا، بیمار لوگوں اور دیگر ضروریات کے لئے خیمہ نصب کرنے کا حکم متروک ہے، ہم نے اس موضوع پر ایک رسالہ "جمال الاجمال لتوقیف حکم الصلاۃ فی النعال" اور دوسرا "نفیسۃ حافلۃ فیما تصان عنہ المساجد" لکھا ہے۔ (ت)

ہاں اگر بائیں جانب یا پیچھے رکھنے میں چوری کا خوف ہو اور یہاں جوتی پاؤں کے بیچ میں جو فرجہ نماز میں ہوتا ہے یعنی چار انگل اس قدر میں آنے کے قابل نہیں ہوتے تو کپڑے سے چھپانا کافی ہے

هذا كله ما ظهر لى تفقها وبما قررت ظهر ان لا ورود لبقية حديث الخطيب المذكور وان سلم من الضعف لان الاحكام ههنا بالعرف۔ والله تعالٰى اعلم۔

یہ تمام وہ جو مجھے ازراہ تفقہ حاصل ہوا، جو ہم نے گفتگو کی اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ خطیب کی ذکر کردہ حدیث کا یہ محل نہیں اگرچہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ یہ روایت ضعف سے خالی ہے کیونکہ ان احکام کا مدار عرف پر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۹۷
۴ ربیع الآخر ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے احناف، رحم کرے اللہ آپ لوگوں پر، اور برکت دے علم میں کہ فیض پہنچاتے رہیں علم سے اپنے خلائق کو اس قول میں کہ وردی جو کہ سپاہی پولیس کے پہنتے ہیں اور دھوتی جو کہ کفار پہنتے ہیں اس کو پہن کر نماز مکروہ ہے یا کہ مکروہ تحریمی، حکمش چیست؟

---

[1] بحر الرائق باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۴

marfat.com

Marfat.com

الجواب

وُہ وردی پہن کر نماز مکروہ ہے خصوصاً جبکہ سجدہ بر درجۂ مسنون سے مانع ہو۔ فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

او الخیاط اذا استؤجر علی خیاطۃ شیئ من زی الفساق ویعطی لہ فی ذلک کثیرا اجرا لا یستحب لہ ان یعمل لانہ اعانۃ علی المعصیۃ[1]۔

جب کسی درزی کو فاسقوں کے لباس سینے پر اُجرت دی جائے اور اسے اس پر اجر کثیر دیا جائے تو یہ عمل اس کے لئے بہتر نہیں کیونکہ یہ گناہ پر معاونت ہے۔ (ت)

اور دھوتی باندھنا بھی مکروہ ہے کہ اگر لباس ہنود وغیرہ نہ ہو تو کپڑے کا پیچھے گھرسنا ہی نماز کو مکروہ کرنے کے لئے بس ہے لنھیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن کف ثوب او شعر (کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کپڑے یا بال مجتمع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ت) ہاں پیچھے نہ گھرسیں تو وُہ دھوتی نہیں تہ بند ہے اور اس میں کچھ کراہت نہیں بلکہ سنّت ہے واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۹۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عینک لگا کر نماز پڑھاتا ہے تو مقتدیوں کی نمازیں کچھ قصور تو نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر عینک کا حلقہ یا قیمیں چاندی یا سونے کی ہیں تو ایسی عینک ناجائز ہے اور نماز اُس کی اور مقتدیوں سب کی سخت مکروہ ہوتی ہے ورنہ تانبے یا اور دھات کی ہوں تو بہتر یہ کہ نماز پڑھتے میں اُتار لے ورنہ یہ خلافِ اولٰی اور کراہت سے خالی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۹۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے در و محراب میں نماز پڑھنا و پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اکثر آگے در کے چبوترہ یا لکڑی کی مثل چوکی کے بنا کر اُس پر نماز پڑھتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم در کے باہر نماز پڑھتے ہیں، اور بعض در ایسے ہیں کہ کچھ دروازہ اُن کا عمارت میں نکال دیا گیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ در بیچ کا آگے کو ان دونوں دروں سے نکال دیا گیا ہے تب ان صورتوں میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اصل حکم یہ ہے کہ تنہا ایک شخص کہ نہ امام ہے نہ مقتدی بلکہ اپنی نماز جُدا پڑھ رہا ہے اُسے در میں کھڑے

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۴/۷۸۰

marfat.com

Marfat.com

ہوکر اپنی نماز پڑھنے میں حرج نہیں ہے اور مقتدی کو در میں کھڑا ہونا ممنوع ہے مگر بضرورت کہ جگہ نہیں ہے یا مثلاً مینہ برس رہا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے:

کما نتقی ھذا علی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1]۔	ہم اس عمل سے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں بچا کرتے تھے (ت)

کما بیناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اسے بیان کیا ہے۔ ت) یہ حکم منفرد مقتدی کے لئے تھا، رہا امام اُس کے لئے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا ہے کہ در میں کھڑے ہونا مکروہ ہے تاتارخانیہ و ردالمحتار میں امام سے ہے:

انی اکرہ للامام ان یقوم بین الساریتین[2]۔	میں امام کے ستونوں کے درمیان کھڑا ہونے کو مکروہ سمجھتا ہوں۔ (ت)

اور اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ عمل خلافِ امت ہے کما فی المعراج وغیرہ (جیسا کہ معراج وغیرہ میں ہے۔ت) اور دوسرے یہ کہ امام و مقتدی کا درجہ بدل گیا اگر امام ایک درجہ میں تنہا ہے اور مقتدی دوسرے درجہ میں ہے تو یہ مکروہ ہے کما نص علیہ القھستانی فی شرح النقایۃ (جیسا کہ قہستانی نے شرح نقایہ میں اس پر نص وارد کی ہے۔ ت) در کا آس پاس کے دروں سے آگے نکلا ہونا اس سے کراہت کا دفع نہیں ہوسکتا البتہ امام در کے باہر کھڑا ہو اور سجدہ در کے اندر کرے تو وہ کراہت جاتی رہے گی کہ اب امام و مقتدی ایک ہی درجہ میں ہیں لان العبرۃ للقدم[3] کما نصوا علیہ (کیونکہ اعتبار قدم کا ہے جیسا کہ اس پر فقہاء نے تصریح کی ہے۔ت) مگر اب غالب مساجد میں ایک اور کراہت پیش آئے گی وہ یہ ہے کہ اگلے درجے کی کرسی صحن سے بلند ہوتی ہے تو کھڑا ہوا نیچے اور سجدہ بلندی پر کیا یہ بلندی اگر دو خشت بخارا یعنی ۱۲ انگل یعنی پاؤ گز کی قدر ہوئی جب تو نماز ہی نہ ہوگی کما نص علیہ فی الدرالمختار (جیسا کہ درمختار میں اس پر نص وارد کی گئی ہے۔ت) اور اگر اس سے کم ہوئی جب بھی کراہت سے خالی نہیں، لہذا اس کا علاج یہ ہے کہ در کی کرسی اس قدر جس میں امام سجدہ کرسکے زمین کاٹ کر صحن کے برابر کردی جائے اب امام در کے باہر کھڑا ہو اور اس کٹی ہوئی زمین میں سجدہ کرے سب کراہتیں جاتی رہیں اور وہ جو چوکی رکھ دیتے ہیں یا لکڑی وغیرہ کا چبوترہ بنادیتے ہیں اس سے اگرچہ

---

[1] سنن ابوداؤد	باب الصفوف بین السواری	مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور	۹۸/۱
[2] ردالمحتار	باب مکروہات الصلوٰۃ	" مصطفی البابی مصر	۴۸۰/۱
[3] درمختار	باب مایفسد الصلوٰۃ الخ	" مطبع مجتبائی دہلی	۹۲/۱

marfat.com

Marfat.com

دو کراہتیں جاتی رہیں کہ اب نہ امام در میں ہے نہ اُس کا سجدہ پاؤں کی جگہ سے بلند ہے مگر تیسری کراہت اور عارض ہوئی کہ امام کو مقتدیوں سے بلند جگہ بقدر امتیاز کھڑا ہونا بھی مکروہ ہے کما فی الدر المختار وھو الاصح المختار (جیسا کہ درمختار میں ہے اور یہی اصح و مختار ہے ۔ ت) اور مشابہتِ یہود ہے ، اور حدیث میں فرمایا :

لاتشبھوا بالیھود[1] وقد قالوا انھم یقیمون اماما ھم علی دکان ممتاز اعمن خلفہ ۔

یہود کے ساتھ مشابہت نہ کرو ، اور منقول ہے کہ یہود اپنے ائمہ کو بلند جگہ کھڑا کرتے تھے تاکہ وہ مقتدیوں سے ممتاز ہو جائے ۔ (ت)

توچارہ کار وہی ہے جو اُوپر بتایا گیا ۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی کراہیۃ اشارۃ الید فی السلام مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۲/۹۴

marfat.com

Marfat.com

تیجان الصواب فی قیام الامام فی المحراب

(محراب میں قیامِ امام سے متعلق درستگی کے تاج)

(محراب کے معنی اور امام کے محراب میں کھڑا ہونے پر نفیس بحث)

مسئلہ ۱۰۰۱: از جبل پور قریب مسجد کوتوالی مرسلہ مولٰنا مولوی شاہ محمد عبدالسلام صاحب قادری برکاتی ۶ جمادی الاخری ۱۳۲۰ھ

اما بعد ما یقول سیدنا وسندنا ومولٰنا ومرشدنا والذخرلیومنا وغدنا ووسیلتنا وبرکتنا فی الدنیا والدین آیۃ من اٰیات اللہ رب العٰلمین نعمۃ اللہ علی المسلمین اعلم العلماء المتبحرین افضل الفضلاء المتصدرین تاج المحققین سراج المدققین مالک ازمۃ الفتاوی والمفتین ذوالمقامات الفاخرۃ والکمالات الزاھرۃ الباھرۃ صاحب الحجۃ القاھرۃ مجدد المائۃ الحاضرۃ العلامۃ الاجل الابجل حلال عقدۃ مالا ینحل بحرالعلوم کاشف السر المکتوم صدر الشریعۃ محی السنۃ المحدث

حمد وصلٰوۃ کے بعد، کیا فرماتے ہیں ہمارے سربراہ و آقا، مرشد، ہمارے آج اور کل کے لئے ذخیرہ، دنیا و آخرت میں ہمارے وسیلہ، اللہ رب العالمین کی نشانیوں میں سے ایک نشانی، مسلمانوں پر اللہ کی نعمت، متبحر علماء سے زیادہ صاحب علم فضلاء سے افضل، تاج المحققین، سراج المدققین، فتاوٰی اور اصحابِ فتاوٰی کے شیخ، صاحب مقامات کاملہ اور کمالاتِ زاہرہ و باہرہ، صاحب حجتِ قاہرہ، مجدد مائۃ حاضرہ، علامہ اجل و ابجل، نہ کھلنے والے عقدوں کو کھولنے والے، علوم کے سمندر، مخفی رازوں کے واضح کرنے والے، صدر الشریعۃ، سنت کو زندہ کرنے والے، عظیم محدث و

marfat.com
Marfat.com

الفقیہ العدیم النظیر النحریر لا زالت لوامع افکارہ توضح غوامض المشکلات وانوار اسرارہ تحل المعضلات فی ھذا المرام ۔

سوال اوّل امام راتب اگر محراب را گزاشتہ در مسجد یا در صحن بازائے وسط قیام نماید آیا ایں ترک مقام معین و مقام در غیر محراب مکروہ باشد یا نہ بر تقدیر اول انچہ در کتاب مستطاب رد المحتار در باب الامامۃ مذکور ست والظاہر ان ھذا فی الامام الراتب لجماعۃ کثیرۃ لئلا یلزم عدم قیامہ فی الوسط فلو لم یلزم ذلک لایکرہ[1] فما المراد منہ و بر تقدیر ثانی آنچہ در ہماں کتاب در مکروہات الصلوٰۃ مسطور است و مقتضاہ ان الامام لو ترک المحراب وقام فی غیرہ یکرہ ولو کان قیامہ وسط الصف لانہ خلاف عمل الامۃ وھو ظاہر فی الامام الراتب دون غیرہ والمنفرد[2] الخ فما المستفاد عنہ از عبارت اولیٰ مفہوم می شود کہ ترکِ محراب سببِ کراہت نیست بلکہ لزوم عدم قیام فی الوسط باعثِ کراہت است پس اگر امام راتب ہم ترک محراب نمودہ در غیر محراب بمحاذات وسط صف

فقیہ، جن کی مثالیں نہیں، آپ کے افکار عالیہ ہمیشہ نہایت ہی مشکل پیچیدگیوں کو واضح کرتے رہیں، اور آپ کے اسرار کے نور اس مقصد کی مشکلات روشن کرتے رہیں۔

سوال اوّل مقررہ امام اگر محراب چھوڑ کر مسجد یا صحنِ مسجد محراب کے مقابل درمیان میں کھڑا ہوا تو کیا مقامِ مقررہ کا چھوڑنا مکروہ ہے یا نہیں؟ اگر مکروہ ہے تو ردالمحتار کے باب الامامت کی اس عبارت کہ "ظاہر یہ ہے کہ یہ اس امام مقرر کے لئے ہے جو جماعتِ کثیرہ کا ہو تاکہ اس کا وسط میں کھڑا نہ ہونا لازم آئے اور اگر ایسی صورت نہیں تو کراہت نہیں" کا کیا معنی ہوگا؟ اور مکروہ نہیں تو اس کتاب کے باب مکروہاتِ نماز میں تحریر ہے" اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر امام نے محراب چھوڑ دیا اور دوسری جگہ کھڑا ہو گیا تو مکروہ ہے اگرچہ اس کا قیام صف کے درمیان میں ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اس کا یہ عمل اُمت کے عمل کے خلاف ہے اور یہ بات مقررہ امام میں واضح ہے مگر غیر مقرر امام اور منفرد میں نہیں" تو اس کا مفہوم کیا ہوگا؟ پہلی عبارت سے یہ سمجھ آرہا ہے کہ ترکِ محراب کراہت کا سبب نہیں بلکہ وسط میں کھڑا نہ ہونا سببِ کراہت ہے لہذا اگر مقرر امام بھی محراب ترک کردے اور کسی اور مقام پر اس کے محاذات میں صف کے درمیان

---

[1] ردالمحتار مطلب فی کراہۃ قیام الامام فی غیر المحراب مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۶۸

[2] ردالمحتار مطلب اذا تردد الحکم بین سنۃ وبدعۃ " " " " " ۱/۶۴۶

marfat.com

Marfat.com

قیام نماید در مسجد باشد یا در صحنِ مسجد یا جماعت قلیل کہ از عدم محاذات وسط صف لازم نیاید مکروہ نباشد واز عبارت اخری مستفاد می شود کہ امام راتب را ترک محراب وقیام در غیر محراب مطلقاً اگرچہ بازائے وسط صف باشد و بہر جا کہ بود اندرونِ مسجد یا بیرونِ مسجد در صحن وغیرہ مکروہ باشد لانہ خلاف عمل الامۃ وظاهرهما یدل علی التضارب و التنافی بینهما فکیف التطبیق ۔

سوال دوم قیام امام در محراب بطوریکہ مصرح فقہائے کرام رحمہ اللہ تعالیٰ است یعنی قیامہ خارجہ وسجودہ فیہ چہ حکم دارد مباح یا سنت، امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ در جامع صغیر می فرمایند عن یعقوب عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ لاباس ان یکون مقام الامام فی المسجد وسجودہ فی الطاق ویکرہ ان یقوم فی الطاق اھ[1] وهکذا فی الهدایۃ و در کتاب الآثار می نویسند واما نحن فلا نری باسا ان یقوم بحیال الطاق مالم یدخل فیہ اذا کان مقامہ خارجا منہ و سجودہ فیہ وهو قول ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ[2] فیفهم من هذہ العبارات

کھڑا ہو خواہ مسجد کے اندر ہو یا صحنِ مسجد میں یا جماعت قلیل ہو تاکہ وسطِ صف کی عدمِ محاذات لازم نہ آئے تو یہاں کراہت نہ ہوگی اور دوسری عبارت سے پتا چلتا ہے کہ مقرر امام کا محراب کو ترک کرکے غیر محراب میں کھڑا ہونا خواہ صف کے وسط میں ہو اندرونِ مسجد یا صحنِ مسجد میں ہر جگہ مکروہ ہے کیونکہ یہ عملِ اُمت کے خلاف ہے اور ان دونوں عبارات میں بظاہر تعارض و منافات ہے ان میں تطبیق کیسے ہوگی؟

سوال دوم امام کا محراب میں اس طرح کھڑا ہونا جو فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے یعنی خود خارج میں کھڑا ہو اور سجدہ محراب میں کرے کیا حکم رکھتا ہے مباح یا سنت؟ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے جامع صغیر میں فرمایا کہ امام یعقوب نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ امام کا مسجد میں کھڑا ہو کر محراب میں سجدہ کرنے میں کوئی حرج نہیں البتہ محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے اھ اور ہدایہ میں بھی اسی طرح ہے اور کتاب الآثار میں امام محمد لکھتے ہیں کہ رہا معاملہ ہمارا تو اگر امام محراب کے گوشے میں کھڑا ہو بشرطیکہ اس میں داخل نہ ہو اور اس کی قیام گاہ اس سے باہر ہو اور سجدہ اس کے اندر ہو تو ہمارے نزدیک کوئی حرج نہیں، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی موقف ہے، ان تمام عبارات سے

---

[1] الجامع الصغیر باب فی الامام این یستحب لہ ان یقوم الخ مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ ص ۱۱

[2] کتاب الآثار باب الصلوٰۃ فی الطاق " ادارۃ القرآن کراچی ص ۲۱

marfat.com

Marfat.com

الاذن والرخصۃ فیہ واز اکثر کتب معتمدۂ فقہیہ
ہم جواز مطلق مفہوم می شود کہ عباراتِ متون و شروح
معتبرۂ مشہورہ یکرہ قیام الامام فی الطاق ولایکرہ سجودہ
فی الطاق اذا کان قائما خارج المحراب[1] اھ ملخصا
عینی کنز، لاسجود فیہ وقدماہ
خارجہ[2] الخ مختصرا درمختار، لایکرہ ان
قام الامام فی المسجد و سجد فی الطاق
الخ مختصرا قہستانی[3] وغیرہا من
العبارات المتقاربۃ لہا
مشعر ہمیں معنی خواہند شد ازایں تصریحات
معلوم می شود کہ قیام امام در محراب بطور مذکور مباح
جائز ست نہ کہ سنت و مندوب پس از ترک
محراب و قیام در غیر آں ہیچ کراہتے لازم نیاید
اما علامہ محقق شامی رحمۃ اللہ علیہ در ردالمحتار
از معراج الدرایہ و مبسوط نقل می فرمایند
السنۃ ان یقوم فی المحراب
لیعتدل الطرفان ولو
قام فی احد جانبی
الصف یکرہ[4] الخ ایضا السنۃ ان
یقوم الامام ازاء وسط الصف الاتری

یہی محسوس ہوتا ہے کہ اس میں اجازت و رخصت
ہے، اور اکثر کتبِ فقہ جو معتمد ہیں ان سے بھی مطلق
جواز مفہوم ہوتا ہے کیونکہ مشہور متون اور شروحات
میں درج ہے کہ امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے
مگر محراب میں سجدہ کرنا مکروہ نہیں جبکہ وہ خارج محراب
کھڑا ہو اھ تلخیصا عینی کنز، محراب میں اس کا سجدہ
مکروہ نہیں جبکہ اس کے قدم محراب سے خارج ہوں
الخ اختصاراً، درمختار میں ہے اگر امام مسجد میں کھڑا ہو
اور سجدہ محراب میں ہو تو کراہت نہیں الخ اختصاراً،
قہستانی اور دیگر کتب میں ایسی ہی قریب المعنی عبارات
ہیں جن سے یہی معنی مترشح ہوتا ہے، ان تمام تصریحات
سے معلوم ہو رہا ہے کہ امام کا محراب میں مذکورہ طریقہ
پر کھڑا ہونا جائز و مباح ہے سنت و مندوب نہیں
لہذا محراب کا ترک اور دوسری جگہ کھڑے ہونے سے
کراہت لازم نہیں آتی۔ لیکن علامہ محقق شامی رحمۃ اللہ
علیہ نے ردالمحتار میں معراج الدرایہ اور مبسوط سے
نقل کیا کہ امام کا محراب میں کھڑا ہونا سنت ہے تاکہ
دونوں اطراف میں اعتدال ہوجائے، اگر کسی ایک جانب
کھڑا ہوا تو کراہت ہوگی الخ وہاں یہ بھی ہے امام کا
وسطِ صف کے مقابل کھڑا ہونا سنت ہے کیا آپ نے

---

[1] عینی علی الکنز باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۴۳
[2] درمختار باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۲
[3] جامع الرموز للقہستانی فصل " " " مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۹۴
[4] ردالمحتار مطلب فی کراہۃ قیام الامام فی غیر المحراب " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۶۸

marfat.com
Marfat.com

ان المحاریب ما نصبت الاوسط المساجد وھی عینت لمقام الامام[1] ایضا والاصح ما روی عن ابی حنیفۃ انہ قال اکرہ ان یقوم بین الساریتین اوفی زاویۃ اوفی ناحیۃ المسجد او الی ساریۃ لانہ خلاف عمل الامۃ قال علیہ الصلٰوۃ و السلام توسطوا الامام[2] الخ واز تاتارخانیہ می آرند ویکرہ ان یقوم فی غیر المحراب الا بضرورۃ[3] ونیز می فرمایند یفھم من قولہ اوالی ساریۃ کراھۃ قیام الامام فی غیر المحراب ویؤیدہ قولہ قبلہ السنۃ ان یقوم فی المحراب وکذا قولہ فی موضع اٰخر والسنۃ ان یقوم الامام ازاء وسط الصف[4] الی اٰخر ما ھو المنقول والمذکور فیہ ھکل ذلک یدل علی ان السنۃ للامام ان یقوم فی المحراب ویکرہ ان یقوم فی غیرہ فما صورۃ التطبیق بین ھذہ الاقوال المختلفۃ اوالترجیح لواحد علی وجہ یتبین بہ الصواب والحکم الصحیح آیا امام راتب

نہیں دیکھا کہ محرابیں مساجد کے درمیان بنائی جاتی ہیں جو امام کے مقام کا بھی تعین کر دیتی ہیں اور اصح قول جو امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ میں امام کا دو ستونوں کے درمیان یا زاویہ یا مسجد کے گوشے یا ستون کی طرف کھڑا ہونے کو ناپسند کرتا ہوں کیونکہ یہ عمل اُمت کے خلاف ہے۔ حضور علیہ الصلٰوۃ و السلام نے فرمایا، امام کو درمیان میں کھڑا کرو۔ تاتارخانیہ میں ہے کہ امام کا ضرورت کے بغیر محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ امام صاحب کے قول "یا ستون کی طرف" سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر محراب میں امام کا قیام مکروہ ہے اس کی تائید اس پہلے قول سے ہوتی ہے کہ محراب میں کھڑا ہونا سنت ہے، اسی طرح دوسرے مقام پر ہے کہ سنت یہ ہے کہ امام وسطِ صف کے مقابل کھڑا ہو، اس بارے میں جو کچھ منقول و مذکور ہے وہ تمام اس پر دال ہے کہ امام کا محراب میں کھڑا ہونا سنت ہے اور غیر محراب میں قیام مکروہ ہے، تو اب ان مختلف اقوال میں تطبیق کیسے ہوگی یا ان میں سے کسی ایک کو ترجیح کیسے دی جائے تاکہ درست رائے اور حکم صحیح واضح و متعین ہو جائے، کیا امام کا

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۶۸

[2] ردالمحتار باب ما یفسد الصلٰوۃ وما یکرہ فیہا " " " " " " ۱/۶۴۶

[3] ردالمحتار مطلب فی کراہۃ قیام الامام فی غیر المحراب " " " " " " ۱/۵۶۸

[4] " " " " " " " " " " "

marfat.com

Marfat.com

راقیام در صحنِ مسجد بمحاذاۃ محراب در صف کما ھو المتعاد فی دیارنا بنا بر اعتبار فرق مسجد صیفی و شتوی جائز داشتہ شدہ یا بوجہے دیگر فالمسئول من الحضرۃ العلیۃ البھیۃ السنیۃ الرضیۃ المطھرۃ القدسیۃ ان نستفیض بتحقیق المقام وتوضیح المرام بحیث ینکشف بہ المشکل و ینحل بہ المعضل فتطمئن بہ الاوھام۔

محراب کے محاذی صحنِ مسجد میں قیام جیسا کہ ہمارے علاقے میں متعارف ہے بنا بر اعتبار مسجد صیفی و شتوی جائز ہے یا کوئی اور صورت ہے، اس بارگاہ میں سوال ہے جو بلند، اعلیٰ، محبوب، پاکیزہ ومقدس ہے کہ ہمیں اس مقام کی ایسی تحقیق اور مقصد کی وضاحت عطا فرمائے جس سے مشکل حل ہو جائے اور ذہن مطمئن ہو جائیں۔(ت)

بینوا توجروا۔ فقیر حقیر مستہام غلام تراب الاقدام اذل خدام الحضور عالی مقام احقر الطلبہ محمد عبدالسلام سُنّی حنفی قادری جبلپوری عفی عنہ۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد بر ضمیر منیر ہدیٰ تخمیر مولٰنا الفاضل الکامل العالم العامل التقی النقی الحفی الوفی الصفی الزکی الذکی السُنّی السنی الجمیل الجلیل المولوی الشاہ محمد عبدالسلام القادری البرکاتی السنی الحنفی سلمہ اللہ تعالٰی بالعز والاکرام و السلامۃ والسلام وحمایۃ الاسلام وجعلناہ و ایاہ دار السلام آمین آمین یا ذا الجلال والاکرام مستتر نیست کہ مسئلہ مرسلہ سامی بر چہار سوال اشتمال دارد، یکے نفی تنافی از دو عبارت علامہ شامی کہ جائے مبنائے کراہت درحق امام عدم توسط صف را داشتہ است نہ ترک محراب را تا آنکہ اگر میانہ صف ایستد کراہت نبود اگرچہ ترکِ محراب گوید، ودگر جا نفس ترکش را تا آنکہ اگر در غیر محراب ایستد کراہت باشد گو میانہ صف باشد، دوم دفع

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہم اس کی حمد بجا لاتے ہیں اور اس کے رسولِ کریم کی خدمت میں صلوٰۃ وسلام عرض کرتے ہیں، حمد وصلوٰۃ کے بعد، اے روشن ضمیر سراپا ہدایت، مولٰنا الفاضل الکامل العالم العامل تقی نقی لائق تام، پاکیزہ، ستھرا، سنی، قیمتی، جمیل، بزرگ، اللہ تعالٰی ان کو عزت واکرام سے زندہ رکھے، ہمیں اور ان کو جنت میں داخل کرے، یا ذا الجلال والاکرام آمین! ارسال کردہ مبارک مسئلہ چار سوالات پر مشتمل ہے ایک یہ ہے کہ علامہ شامی کی دو عبارات میں منافات کی نفی مقصود ہے کہ ایک جگہ امام کے صف میں عدم توسط کو علتِ کراہت قرار دیا ہے نہ کہ ترکِ محراب کو، حتی کہ اگر امام صف کے درمیان کھڑا ہو جاتا ہے اگرچہ محراب میں نہیں تو اب کراہت نہ ہوگی، دوسرے مقام پر ترکِ محراب کو مکروہ کہا ہے حتی کہ اگر امام محراب چھوڑ کر

marfat.com

Marfat.com

تدافع از تنصیصات متون وغیرہا کہ قیام در نفس
محراب را مکروہ فرمودہ اند و بازائے اُو استادن
را چنانکہ سجدہ در محراب افتد بہ لفظ لا باس بہ کہ
مفید مجرد اباحت عاری از فضیلت بلکہ در غالب
اطلاق مشعر بکراہت است تعبیر نمودہ ، و تصریحات
مبسوط امام خواہرزادہ و معراج الدرایہ و تاتارخانیہ
وغیرہا کہ قیام امام در محراب سنت است و ترکش
موجب کراہت و اساءت ، سوم آنکہ امام راتب
را ترک محراب با وصف توسط صف در مسجد
صیفی خواہ شتوی مکروہ باشد یا خیر ، چہارم
آنکہ امام را بازائے محراب ایستادن چنانکہ
سجدہ درون طاق باشد سنت و وجہ فضیلت
ست یا محض مباح ، دو سوال پیشیں متشابہ و
متماثل ست عبارت اول شامی کہ ترک محراب
را وجہ ایراث کراہت نداشت با نصوص متون
موافق می آید کہ قیام بازائے محراب را لا باس
بہ گفتند پیداست کہ ترک مباح کراہتے ندارد
و عبارت دومش با قوال مبسوط و ما معہ مشایعت
نماید کہ قیام فی المحراب چوں مسنون ست نفس
ترکش ہر آئینہ مکروہ و زبون ست و سوال
سوم نیز از ہمیں مناشی ناشی آمدہ کہ او نیز از
کراہت و عدم کراہت ترک محراب مستحسن می راند
واگر نیکو بنگرند سوال چہارم نیز از ہمیں گریبان
سر بر زدہ زیرا کہ چونکہ بتصریحات ائمہ مذہب قیام
در نفس طاق مکروہ است لاجرم آنجا کہ حکم فضیلت

دُوسری جگہ کھڑا ہوا تو یہ مکروہ ہے خواہ وہ درمیان
صف ہی کھڑا ہوا ہو، دوم متون وغیرہ کی
نصوص کے درمیان اختلاف کا تدافع ہے کہ بعض میں ہے
کہ محراب میں قیام مکروہ ہے اور اس کے سامنے کھڑا ہونا
اور سجدہ محراب میں کرنے کی صورت کو "اس میں کوئی حرج
نہیں" کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے جو اس بات پر دال ہے
کہ یہ مباح ہے او فضیلت سے عاری ہے بلکہ اغلب
طور پر ان کا اطلاق کراہت پر ہوتا ہے، دوسرے متون
مثلاً مبسوط امام خواہرزادہ، معراج الدرایہ اور تاتارخانیہ
وغیرہ میں ہے کہ امام کا محراب میں کھڑا ہونا سنت ہے
اور اس کا ترک کراہت و اساءت کا موجب ہے تیسرے
یہ کہ امام مقررہ کا محراب کو چھوڑنا خواہ مسجد صیفی ہو یا
شتوی، اگرچہ وہ صف کے درمیان ہی کھڑا ہو مکروہ ہے
یا نہیں۔ چہارم یہ کہ امام کا محراب کے سامنے اس طرح
کھڑا ہونا کہ سجدہ محراب کے اندر ہو، سنت اور سبب
فضیلت ہے یا صرف مباح ، پہلے دونوں سوالات
ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ امام شامی کی
پہلی عبارت کہ امام کا ترکِ محراب مکروہ نہیں ان نصوص
متون کے موافق ہے کہ امام کا مقابلِ محراب کھڑا ہونے
میں کوئی حرج نہیں کیونکہ ترکِ مباح میں کراہت
نہیں ہوتی ، دُوسری عبارت شامی کی مبسوط وغیرہ
کتب کے مناسب و موافق ہے کہ جب امام کا محراب
میں کھڑا ہونا مسنون ہے تو اس کا ترک بہرطور مکروہ
ہوگا۔ تیسرا سوال بھی اسی تشابہ کی بنا پر پیدا ہوا کہ
ترکِ محراب کی کراہت و عدمِ کراہت ہے یا نہیں، اگر

marfat.com

Marfat.com

یاسلب کراہت کنند مراد نباشد مگر قیام بازائے او قریباً پس سوال از دو شق فضیلت و اباحت محضہ راجح شود بتخالف ما فی المتون والمبسوط پس گرہے کہ ایں جا باید کشود ہمیں ست کہ معنی قیام فی المحراب و حکمش در حق امام از کراہت و اباحت و استحباب چیست و ہرچہ منقح شود در کلمات کرام ایں چہ تنافی ست ۔

فقیر گوید غفر اللہ لہ اما دفع تدافع میان حکم سنیت وتعبیر بلاباس بہ بنظر ظاہر خود آسان ست کلمۂ لاباس گاہے برائے دفع توہم باس آید گو آں کار خود سنت بلکہ واجب باشد قال اللہ تعالٰی ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بہما[1] عروہ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما خالہ اش ام المومنین محبوبہ محبوب رب العلمین عائشہ صدیقہ بنت الصدیق صلی اللہ تعالٰی علٰی بعلہا الکریم

اسے مستحسن جانتے ہیں تو چوتھا سوال اسی سے جنم لے گا کیونکہ جب ائمہ مذہب کی تصریحات ہیں کہ محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے تو اب ہر صورت فضیلت یا عدم کراہت کا حکم نہیں ہوسکتا مگر اس صورت میں جب قیام محراب کے مقابل ہو پس ان دو شقوں کی وجہ سے، فضیلت و اباحت محضہ کا سوال متون اور مبسوط میں تخالف وتضاد کی طرف راجح ہوگیا، یہاں اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ امام کا محراب میں کھڑے ہونے کا معنی ومفہوم کیا ہے، امام کے حق میں اس کا کیا حکم ہے مکروہ، مباح یا مستحب ہے جب ان بزرگوں کے کلمات سے یہ واضح ہوجائیگا تو (پھر دیکھنا ہے کہ) منافات کیا ہے!

فقیر (اللہ تعالٰی اسے معاف کرے) کہتا ہے کہ اسے سنّت قرار دینا اور "اس میں کوئی حرج نہیں" کہنا اس پر منافات کا دور کرنا نہایت ہی آسان ہے کیونکہ "لاباس بہ" کے کلمات دفع وہم کے لئے بھی آجاتے ہیں اگرچہ وُہ کام سنّت بلکہ واجب بھی ہو۔ اللہ تعالٰی کا ارشادِ گرامی ہے: "صفا و مروہ اللہ تعالٰی کی نشانیوں میں سے ہیں پس جو بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے اس پر کوئی گناہ نہیں کہ ان دونوں کا طواف کرے"۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے اپنی خالہ ام المومنین محبوبہ محبوب رب العلمین حضرت عائشہ صدیقہ بنت صدیق (اللہ تعالٰی ان کے

---

[1] القرآن ۲/۱۵۸

marfat.com
Marfat.com

وابیہا علیہما وسلم را ازیں آیت پرسید و گفت فواللہ ما علی احد جناح ان لا یطوف بالصفا والمروۃ ام المؤمنین فرمود بئس ما قلت یا ابن اختی ان ھذہ لو کانت کما اولتہا علیہ کانت لاجناح علیہ ان لا یطوف بھما ولکنھا انزلت فی الانصار کانوا قبل ان یسلموا یھلون لمناۃ الطاغیۃ التی کانوا یعبدونہا عند المشلل فکان من اھل یتحرج ان یطوف بالصفا والمروۃ فلما اسلموا سئلوا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن ذلک قالوا یارسول اللہ انا کنا نتحرج ان نطوف بین الصفا والمروۃ فانزل اللہ تعالٰی ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ الآیۃ وقد سن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الطواف بینھما فلیس لاحد ان یترک الطواف بینھما[1] نظر کردنی ست ام المؤمنین چساں نفی حرج را بر دفع توہم حرج فرود آورد وہم عروہ را بیک دم دلیل ساطع رد کرد کہ اگر چناں بودے لاجناح علیہ ان لا یطوف بودے

مبارک خاوند، ان کے والدگرامی، خود ان کی ذات پر رحمت و سلام نازل فرمائے) سے اس آیت مبارکہ کے بارے میں پوچھتے ہوئے کہا اللہ کی قسم صفا و مروہ کا طواف نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں تو ام المومنین نے فرمایا اے بھتیجے! تُو نے بہتر قول نہیں کیا اگر اس کا معنٰی یہی ہوتا جو تُو نے کیا ہے تو اس کے الفاظ یوں ہوتے "نہیں گناہ اس پر اگر وہ ان کا طواف نہ کرے" لیکن یہ تو انصار کے بارے میں نازل ہوئی جو اسلام سے پہلے مقام مشلل میں "مناۃ" کی عبادت کیا کرتے تھے تو ان میں سے جو شخص حج کے لئے آتا وہ صفا و مروہ کے طواف میں حرج محسوس کرتا جب انصار اسلام لائے تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس کے بارے میں سوال کرتے ہوئے عرض کیا کہ ہم صفا و مروہ کے طواف میں حرج محسوس کرتے ہیں، تو اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی کہ "صفا و مروہ اللہ تعالٰی کی نشانیاں ہیں" (الآیۃ) اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صفا و مروہ کے درمیان طواف کو سنّت قرار دیا، تو اب کوئی ان کے طواف کو ترک نہیں کرسکتا۔ دیکھا ام المومنین نے نفی حرج کو دفع توہم پر چسپاں کرتے ہوئے حضرت عروہ کے وہم کو واضح دلیل سے رَد کردیا اور کہا اگر معاملہ ایسے ہوتا تو الفاظ یہ ہوتے "نہیں گناہ اس پر کہ ان دونوں کا طواف نہ کرے" "ان کا طواف کرے" کے الفاظ

---

[1] صحیح البخاری باب وجوب الصفا والمروۃ وجعل من شعائر اللہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۲۲

marfat.com

Marfat.com

نہ ان یطوف یعنی منافی وجوب نفی حرج از ترک است نہ از فعل کہ او خود لازم وجوب است زیراکہ واجب را در ترک حرج باشد و ثبوت حرج دراں مستلزم انتفائے آں از فعل است و اثبات لازم منافی ثبوت ملزوم نباشد بلکہ مؤکد و معتمد آں است ایں معنی شریف را بالطف و اخصر لفظے ادا فرمود ولہذا چوں عروہ ایں حکایت پیش ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام برد ابوبکر گفت ان ھذا لعلم و آیت را سببے دیگر از اہلِ علم آورد کہ ذکر اللہ تعالٰی الطواف بالبیت ولم یذکر الصفا والمروۃ فی القراٰن قالوا یارسول اللہ کنا نطوف بالصفا والمروۃ وان اللہ تعالٰی انزل الطواف بالبیت فلم یذکر الصفا فھل علینا من حرج ان نطوف بالصفا والمروۃ فانزل اللہ تعالٰی ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ الاٰیۃ قال ابوبکر فاسمع ھذہ الاٰیۃ نزلت فی الفریقین[1] الخ رواہ الشیخان ایں دگر نیز از ہماں وادی ست کما لا یخفی در ردالمحتار باب ما یکرہ فی الصلوٰۃ قبیل احکام المسجد

نہ ہوتے یعنی وجوب کے منافی ترک سے حرج کی نفی ہے، فعل سے حرج کی نفی منافی نہیں، فعل تو خود لازمِ واجب ہے کیونکہ ترکِ واجب میں حرج ہے اور اس میں ثبوتِ حرج اس بات کو مستلزم ہے کہ اس فعل کی نفی ہو اور کسی لازم کا اثبات ملزوم کے ثبوت کے منافی نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے مؤکد اور ثابت کرنے والا ہوتا ہے، اس مبارک معنی کو انھوں نے کتنے احسن اختصار کے ساتھ بیان فرمادیا، یہی وجہ ہے کہ جب یہ بات حضرت عروہ نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام کے سامنے رکھی تو انھوں نے کہا علم یہی ہوتا ہے، اس آیت کے نزول کا سبب اہلِ علم نے ایک اور بھی ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالٰی نے قرآن میں بیت اللہ کے طواف کا ذکر کیا مگر صفا و مروہ کے طواف کا ذکر نہ کیا تو صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ہم صفا و مروہ کا طواف کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالٰی نے بیت اللہ کے طواف کا ذکر فرمایا اور صفا و مروہ کا ذکر نہیں کیا تو کیا ہمارا صفا و مروہ کا طواف کرنا صحیح نہیں؟ تو اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی: "بلاشبہ صفا و مروہ اللہ کی نشانیاں ہیں" ابوبکر نے کہا اس آیت کو سنو جو دونوں فریقوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے الخ (بخاری و مسلم) یہ دوسرا بھی اسی (دفعِ وہم) معاملہ سے تعلق رکھتا ہے جیسا کہ واضح ہے۔ ردالمحتار میں احکامِ مسجد سے تھوڑا سا

---

[1] صحیح البخاری باب وجوب الصفا والمروۃ وجعل من شعائر اللہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۲۳

marfat.com

Marfat.com

است[1] "قد يقال ان لا باس هنا لدفع ما يتوهم ان عليه باسا في عدم الاجابة" نيز در اوائل ادراك الفريضة گويد "ليس كلمة لا باس هنا للخلاف الاولى لان ذلك غير مطرد فيها بل قد تاتى بمعنى يجب"[2] هم در باب العيدين فرمود "كلمة لا باس قد تستعمل في المندوب كما في البحر من الجنائز والجهاد ومنه هذا الموضع"[3] اينجا نيز از آنكه قيام في الطاق را مكروه فرموده بودند توهم مي شود كه شايد اين چنان قيام كه سجده در طاق افتد نيز مكروه باشد دفع اين التباس را لا باس آوردند — اما نفي تنافي از دو كلام شامي فاقول محقق سامي علامه شامي رحمه الله تعالى در هر دو باب كلام امام امام الكلام و كلمات علمائے كرام از مبسوط و درايه و تاتارخانيه آورده مقتضايش وانمود كه قضيه اين سخن كراهت ترك محراب است مر امام را مطلقا اگرچه ميانه صف ايستد اين اطلاق را بنظر او دو تخصيص بود ، يكے مستفاد از حكم

پہلے "باب مایکرہ فی الصلوٰۃ" میں ہے یہ کہا گیا ہے کہ اس مقام پر "لا باس" کا ذکر اس وہم کے ازالے کے لئے، کہ یہاں حرج ہے، ادراک الفریضہ کی ابتداء میں ہے لا باس کا کلمہ یہاں خلافِ اولیٰ کے لئے نہیں ہے کیونکہ اس کا یہ معنی غیر یقینی ہے بلکہ وہ تو بعض اوقات وجوب کا معنی دیتا ہے اور باب العیدین میں بھی فرمایا لا باس کا کلمہ مندوب کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ بحر کے باب الجنائز اور باب الجہاد میں ہے اور مذکورہ مقام اس کے باب الجہاد سے ہے یہاں بھی فقہاء نے جو طاق میں قیام کو مکروہ فرمایا تو اس سے وہم پیدا ہوا شاید اس طرح کھڑا ہو کر سجدہ طاق میں کرنا بھی مکروہ ہے لہٰذا اس کو لا باس کے ساتھ دفع کر دیا — رہا معاملہ امام شامی کی دو عبارات میں منافات ہونے کا فاقول (تو میں کہتا ہوں) محقق سامی علامہ شامی نے دونوں مقامات پر امام کی گفتگو جو کلام کی امام ہے اور دیگر فقہاء کرام کی مبسوط، درایہ اور تاتارخانیہ کے حوالے سے جو عبارات نقل کی ہیں ان کا مقتضی یہ ہے کہ امام کے لئے محراب کا ترک ہر حال میں مکروہ ہے خواہ صف کے درمیان ہی میں کھڑا ہو، اس کے اطلاق کے لئے ان کی نظر میں دو تخصیصیں

---

[1] رد المحتار باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۸۲

[2] " باب ادراک الفریضہ " " " " ۱/۵۲۶

[3] " باب العیدین " " " " ۱/۶۲۱

marfat.com

Marfat.com

منصوص وآں تخصیص امام غیر راتب ست اے در
مسجد محلہ زیرا کہ فرق احکام راتب وغیراو ہمانجاست
امامساجد القوارع والجوامع
العامۃ وامثالھا فلا راتب لھا وان
کان فلا فضل لہ علی غیرہ بل الکل فیھا
سواء ولذا کانت کل جماعۃ فیھا جماعۃ
اولٰی وکان الافضل فی کل جماعۃ
ان تقام باذان واقامۃ جدیدین[1] کما
نص علیہ فی الخانیۃ وغیرھا
وبیناہ فی فتاوٰنا علماء تصریح فرمودہ اند
کہ بعد امام راتب اعنی بعد جماعت اولٰی در مسجد محلہ
امام دیگر را باید کہ از محراب عدول نماید **اقول** و
لعل ذلک ابانۃ لشرف الاولٰی وتنبیھا
علی ان من تاخر اُخر عن اشرف المقامات
وایضا قد تأدی حق المسجد فلا
یکرر فی صلوۃ مرتین لحدیث لا یصلی
بعد صلوۃ مثلھا[2] رواہ ابن ابی شیبۃ
عن امیر المؤمنین الفاروق الاعظم
رضی اللہ تعالٰی عنہ من قولہ و
ظاھر کلام الامام محمد انہ عن
النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
قال المحقق علی الاطلاق فی الفتح

ہیں، ایک تو حکم منصوص سے مستفاد ہے اور وہ
تخصیص غیر مقررہ امام جب محلہ کی مسجد میں ہو، کے
اعتبار سے ہے، کیونکہ مقرر اور غیر مقرر کے درمیان
فرق مسجدِ محلہ ہی کے اعتبار سے ہے۔ رہا معاملہ
مساجد شوارع یا عام جامع مسجد کا تو وہاں امام مقرر
نہیں ہوتا اور اگر ہو بھی تو اُسے دوسرے پر فضیلت
نہیں بلکہ اس میں تمام برابر ہیں اسی لئے وہاں کی
ہر جماعت، جماعتِ اولٰی ہوتی ہے اور ہر جماعت میں
افضل یہی ہے کہ وُہ نئی اذان وتکبیر کے ساتھ ہو، اس
پر خانیہ وغیرہ میں تصریح ہے کہ مقرر امام یعنی جماعت
اولٰی کے بعد مسجدِ محلہ میں دوسرے امام کو محراب سے
عدول کرنا چاہئے **اقول** شاید اس میں پہلی کے
شرف کا اظہار ہے اور اس پر تنبیہ ہے کہ ہر وُہ شخص
جو جماعت اولٰی سے مؤخر ہوجاتا ہے وہ اعلٰی
مقامات سے بھی مؤخر رہ جاتا ہے، اور یہ بھی ہے کہ
مسجد کا حق ادا ہوگیا تھا لہذا نماز میں دو دفعہ تکرار
اس حدیث کی بنا پر "مناسب نہیں کہ نماز کے بعد
اس کی مثل نہ پڑھی جائے"، ابن ابی شیبہ نے اسے
امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے
قول کے طور پر نقل کیا ہے اور امام محمد کی عبارت سے
واضح ہوتا ہے کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
کا ارشاد عالی ہے، محقق علی الاطلاق نے فتح میں

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فی المسجد مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ ۱/ ۳۲
[2] مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوٰۃ " ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۲۰۶

marfat.com
Marfat.com

[illegible] اعلم بذلك منا[1] اھ وقد حمله [illegible] الجماعة الثانية الامامان الجليلان [illegible] الاسلام وفخر الدين قاضی خان قال فی [illegible] فالحاصل ان تكرار الصلٰوة ان كان مع الجماعة فی المسجد علی هيأته [illegible] فمكروه[2] الخ وفی رد المحتار عن الغنية عن البزازية عن ابی يوسف اذا لم تكن علی الهيأة الاولٰی لاتكره والا تكره قال وهو الصحيح وبالعدول عن المحراب تختلف الهيأة وفيه عن التاتارخانية عن الولوالجية وبه ناخذ[3] ایں تخصیص چوں مبنی بر تنصیص بود ہردوجا اورا بیان نمود، و در مکروہات خود سخنے درآں نفرمود بلکہ در آخرش بجملہ فاغتنم هذه الفائدة لب کشود دوم آنکہ از حکمت و علتش استنباط خواست و تحقیقش علی ما اقول چنانست کہ معہود و متوارث از زمان برکت نزامان حضور سید الانس والجان وعلٰی آلہ افضل الصلٰوۃ والسلام قیام امام در محراب است فاما ظاہر ایں سنت مقصود لعینہا نیست بلکہ لغیرہا واصل سنت توسط امام در صف است لحکم بالغۃ سیاتیک بیان بعضہا ان شاء اللہ تعالٰی ولہذا جائیکہ قیام در محراب

فرمایا امام محمد ہم سے زیادہ جاننے والے ہیں، دو بزرگ امام فخر الاسلام اور فخر الدین قاضی خاں نے اسے دوسری جماعت پر محمول کیا ہے۔ بحر میں ہے حاصل یہ ہے کہ اگر تکرار جماعت محلہ کی مسجد میں پہلی حالت پر ہے تو مکروہ ہے الخ ردالمحتار میں غنیہ وہاں بزازیہ سے امام ابو یوسف کے حوالے سے ہے کہ جب پہلی حالت کے مطابق نہ ہو تو کراہت نہیں ورنہ کراہت ہوگی فرمایا یہی صحیح ہے اور محراب سے عدول کرلینے سے حالت بدل جاتی ہے اور اسی میں تاتارخانیہ وہاں ولوالجیہ سے ہے کہ ہمارا عمل اسی پر ہے یہ تخصیص چونکہ دونوں جگہ پر نصوص فقہاء پر مبنی تھی اس لئے اس کی تصریح کردی اور مکروہات میں اس پر خود کچھ نہ فرمایا بلکہ اس کے آخر میں یہ جملہ کہہ دیا " اس فائدہ کو غنیمت جان لو" دوسری (تخصیص) اس کی حکمت اور علت سے مستنبط ہوتی ہے اس کی تفصیل میرے نزدیک یہ ہے کہ حضور سید الانس والجن صلی اللہ علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلٰوۃ والسلام کی ظاہری حیات سے امام کا محراب میں کھڑا ہونا آرہا ہے لیکن ظاہر یہی ہے کہ یہ سنت بذاتہٖ مقصود نہیں بلکہ غیر کی وجہ سے مقصود ہے بلکہ اصل سنت امام کا صف کے درمیان کھڑا ہونا ہے ان عظیم حکمتوں کی وجہ سے جن میں سے بعض کا تذکرہ آرہا ہے ان شاء اللہ تعالٰی، لہذا وہ جگہ جہاں محراب

---

[1] ردالمحتار بحوالہ فتح القدیر باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۱۶

[2] بحرالرائق " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۶۲

[3] ردالمحتار مطلب فی کراہیۃ تکرار الجماعۃ فی المسجد " مصطفی البابی مصر ۱/۲۹۱

marfat.com

Marfat.com

باتوسط صف برطرف افتد اعنی جمع میان ہر دو نتواں کرد آنجا توسط صف اختیار کنند وقیام محراب راترک دہند مثلاً مسجد صیفی درجنب شتوی باشد ومردماں بکثرت گرد آمدند کہ ہردو مسجد بصفوف صلوٰۃ یکے شد آں گاہ راامام راحکم ست کہ محراب گزاشتہ بکنار دیوار ایستد تامیانہ صفہا باشد فی ردالمحتار عن معراج الدرایۃ عن مبسوط الامام بکرخواھرزادہ السنۃ ان یقوم فی المحراب لیعتدل الطرفان ولوقام فی احد جانبی الصف یکرہ ولوکان المسجد الصیفی بجنب الشتوی وامتلأ المسجد یقوم الامام فی جانب الحائط لیستوی القوم من جانبیہ والاصح ماروی عن ابی حنیفۃ الی قولہ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام توسطوا الامام[1] پس ایں استدلال بحدیث وآں فرع نفیس خاصہ بعدازاں مقال کہ السنۃ ان یقوم فی المحراب وتعلیلش بآں کہ لیعتدل الطرفان وتعقیبش بقول او ولوقام فی احد جانبی الصف یکرہ[2] ایں ہمہ ہا دلیل روشن است برآنکہ اصل مقصود توسیط امام ست نہ نفس قیام فی المحراب

میں کھڑا ہونا اور وسط صف دونوں جمع نہ ہوسکتے ہوں تو وہاں امام وسط صف کو اختیار کرے اور محراب میں قیام کو ترک کردے مثلاً مسجد صیفی شتوی کے پہلو میں ہو اور لوگ کثیر ہوں اور دونوں مساجد کی دو صفیں ایک ہوجائیں تو امام کے لئے حکم ہے کہ وہ محراب کو چھوڑ کر دیوار کے پاس کھڑا ہو تاکہ صفوں کے درمیان ہوجائے، ردالمحتار میں معراج الدرایہ وہاں مبسوط امام بکر خواہرزادہ سے ہے کہ امام کے لئے محراب میں کھڑا ہونا سنت ہے تاکہ دونوں اطراف میں برابری ہوجائے، اگر صف کی ایک جانب کھڑا ہوا تو یہ مکروہ ہے اور اگر مسجد صیفی، شتوی کے پہلو میں ہو، مسجد بھرجائے تو امام دیوار کی جانب کھڑا ہو تاکہ لوگ دونوں طرف برابر ہوجائیں اور اصح طور پر امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا امام کو درمیان میں کھڑا کرو، پس اس حدیث سے استدلال اور اس پر اس فرع کا ذکر کہ محراب میں کھڑا ہونا سنت ہے، اس کی علت یہ تاکہ دونوں اطراف برابر ہوجائیں اور اس کے بعد یہ قول ذکر کرنا کہ اگر امام کسی صف کی ایک جانب کھڑا ہوا تو یہ مکروہ ہوگا۔ یہ تمام کے تمام اس بات پر روشن دلیل ہیں کہ اصل مقصود امام کا درمیان میں کھڑا ہونا ہے محراب میں کھڑا ہونا مقصود نہیں،

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۲۰
[2] ایضاً

...مخالفت کہ محراب مقام تعادل طرفین
است چوں صف کامل باشد خود ظاہر نیست و آں گاہ
بترک محراب ترک سنت مقصودہ بالفعل مفقود ست
ورنہ در عامۂ مساجد استکمال صف بہ پس
آیندگاں مرجو و متوقع می باشد و زیادتش بنحیکہ
توسط موجود ازہم باشد پس ترک محراب تعرض
بترک سنت و مخالفت عمل امت بود
واحکام فقہیہ بر امور غالبہ انسحاب یابد ازیں
امر حکم بہ سنیت قیام فی المحراب کردہ اند اما اگر
مسجد در جائے خالی بعید از ممر و مورد باشد
کہ ہمیں چند کساں در وحاضر اند و آں بقدر زیادت
اصلا متوقع نیست آں جا اگر امام راتب در گوشہ
از مسجد میانۂ صف موجود ایستد ظاہر مخالف سنت
نباشد زیرا کہ سنت قولیہ وسطوا الامام
خود ادا شد و سنتِ فعلیہ مبتنی بر ہمیں
حکمت بود و ایں جا از عدم توقع زیادت
مذکور خود را بمعرض مخالفت افگندن لازم
نیست و فعل متوارث از زمان اقدس
در مسجدے ست از اشہر و اعمر مساجد
بود ہمچو مسجدے خالی را برآں قیاس نتواں
کرد و کراہت حکم شرعی ست بے دلیل
شرعی رنگ ثبوت نیابد پس
ظاہراً ایں صورت نادر تر باشد
ایں ست مطمع نظر علامۂ شامی و
ایں جملہ مطالب را باوجیز کلام

ہاں اغلب یہی ہے کہ محراب ایسی جگہ ہوتا ہے جہاں
دونوں جانبوں میں برابری ہوتی ہے۔ جب صف مکمل
ہو تو خود ظاہر ہے کہ اس وقت محراب کو چھوڑنا موقعہ پر
سنتِ مقصودہ کو ترک کرنا یعنی وسط کا ترک لازم آئیگا،
ورنہ عام مساجد میں بعد میں آنے والے حضرات سے
صف کا مکمل ہونا متوقع ہوتا ہے اور صف سے زائد بھی ہوسکتے ہیں
لیکن توسط موجود ہونے پر کوئی حرج نہیں پس اس صورت
میں محراب کو ترک کرنا سنت کا ترک اور امت کی مخالفت ہوگی۔
اور احکام فقہیہ اکثر طور پر امورِ غالبہ پر جاری کیے جاتے
ہیں اسی وجہ سے امام کے محراب میں کھڑے ہونے
کو سنت قرار دیا گیا ہے، اب اگر بے آباد مسجد
ایسی جگہ پہ ہے جو گزرگاہ اور جائے ورود سے دُور
ہے اس میں چند لوگ اکٹھے ہیں اب اس سے
زیادہ افراد کی توقع بھی نہیں تو امام اس مسجد کے
کسی کونے میں موجود صف کے درمیان کھڑا ہوسکتا
ہے اور ظاہر یہی ہے کہ یہ سنت کے خلاف نہیں
کیونکہ سنتِ قولیہ "امام کو درمیان میں کھڑا کرو"
پر عمل ہو رہا ہے اور سنتِ فعلیہ بھی اسی حکمت پر
مبنی ہے اور اس جگہ زیادہ کی عدم توقع سے مخالفت
میں ڈالنا لازم نہیں آتا، اور آپ کی ظاہری حیات
سے جو معمول چلا آرہا ہے وہ مشہور اور آباد مسجد
میں ہے اس طرح کی گمنام مسجد کو اس پر قیاس
نہیں کیا جا سکتا، کراہت حکم شرعی ہے جو کسی شرعی
دلیل کے بغیر ثابت نہیں ہو سکتی تو ایسی صورت کا
ظہور نادر تر ہے، علامہ شامی کا مطمعِ نظر یہی ہے
اور ان تمام مطالب کو انھوں نے نہایت ہی اختصار

marfat.com

Marfat.com

دریں دو لفظ ادا فرمود والظاهر ان هذا
فی الامام الراتب لجماعة کثیرة [1]
فمعنی قوله الامام
الراتب ای امام الجماعة الاولی دون
الثانیة وهو فی مسجد المحلة ظاهر و
فی غیرہ کل امام لان جمیع جماعاته
اولی فالکل فی حکم الراتب فی مسجد
المحلة ومعنی قوله لجماعة کثیرة
ای واقعة اومتوقعة وکذا قوله لئلا
یلزم ای حالا او مآلا ظنا واحتمالا
هذا ما یعطیه الفقه فی تفسیر
کلامه وتبیین مرامه والله تعالٰی
اعلم باحکامه لکن ازانجا کہ برخلاف
تخصیص اول اینجا نصے کہ مفید او باشد
بدست نبود باستظهار خودش بودن او تصریح
نمود و در آخر امر بتأمل فرمود زیرا کہ می تواند
کہ شارع علیہ الصلٰوۃ والسلام را در نفس
قیام امام راتب فی المحراب حکمتے باشد پس
جزم بحکم نتواں نمود کما هو دأب العلماء فی
ابحاثهم ایں را تنافی نتواں گفت
کہ جائے بر منصوص ومفاد بر نصوص اقتصار
ورزیدہ وجائے برائے خود استظهار
خصوصے وگر نمودہ نظر بایں ترک و

کے ساتھ ان دو الفاظ میں بیان کر دیا ہے [1] اور ظاہر
یہی ہے کہ یہ مقرر امام اور جماعت کثیرہ کے لئے ہے"
امام راتب سے مراد پہلی جماعت کا امام ہے دوسری
کا نہیں اور یہ بات مسجدِ محلہ میں ظاہر ہے، اس
کے علاوہ مسجد میں ہر امام مراد ہے کیونکہ وہاں کی
تمام جماعتیں اُولٰی ہیں لہذا وہاں کا ہر امام مسجد محلہ
کے امام مقرر کے حکم میں ہوگا، جماعت کثیرہ سے
مراد نفس الامر میں لوگ کثیر موجود ہوں یا ان کی
توقع ہو اسی طرح اس کا قول" تاکہ لازم نہ آئے"
حالاً یا مآلاً، ظناً اور احتمالاً مراد ہے جو شامی کے
کلام کی تفسیر ومقصد کی تفصیل کے بارے میں عطا
ہوا، اللہ تعالٰی اپنے احکام کا سب سے زیادہ
عالم ہے لیکن اس وجہ سے کہ تخصیص اول کے خلاف
اس جگہ کوئی ایسی نص جو انھیں مفید ہوتی ان کے
ہاتھ میں نہ تھی تاکہ اپنے اظہار کی صورت میں اس
کی تصریح کرتے اور آخر میں " غور کرو" فرمایا کیونکہ
ہو سکتا ہے کہ شارع علیہ الصلٰوۃ والسلام
کے ہاں محراب میں امام راتب کے نفسِ قیام میں
کوئی حکمت ہو۔ لہذا اس پر جزماً حکم جاری نہیں
کیا، علماء کا ایسے مقامات میں بحث کا یہی طریقہ
رہا ہے۔ تو اسے منافات نہیں کہہ سکتے ایک جگہ
پر حکم منصوص اور نصوص سے مستفاد پر منحصر ہے اور
دوسری جگہ خود اپنی رائے کا اظہار ہے اس ترک و

---

[1] رد المحتار باب الامامة مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۲۰

marfat.com

Marfat.com

انهار و اقتصار و استظهار در کلام شراح و محشی و خود علامہ شامی بالافراط می شود فانهم اذا لم یجزموا بما استظهروا والمرئیات لهم المشی علیه وانما یمشون علی النصوص وینقطعون الیه ویقفون لدیه۔

اما تحقیق کلام در تفسیر و احکام محراب و قیام

فاقول وباللّٰه التوفیق وبه الاعتصام

حضرت عزہ منزہ از صورت جلت آلائہ و توالت نعماؤہ دریں عالم ہر شئے را صورتے دادہ است و ہر صورت را حقیقتے نہادہ شرع مطہر در غالب احکام مطمح نظر حقیقت شئ را داشت و صورت را نیز مہمل نگذاشت اے بسا احکام کہ تنہا بر صورت میرود وگاہے مجموع حقیقت و صورت بہیأت اجتماعیہ ملحوظ می شود وکل ذلك جلی عند فضلکم لا یخفی علی مثلکم پس چنانکہ مسجد را حقیقتے ست وآں بقعۂ مخصوصہ موقوفہ للصلوٰۃ معزوۃ فی جمیع الجهات عن حقوق العباد ست کہ ہیچ بنائے عمارت را در سنخ ماہیتش مدخلے نیست فی الخانیۃ و فی الهندیۃ عن الذخیرۃ عن الواقعات للامام الصدر الشهید رجل له ساحة لا بناء

اظہار اور اقتصار و استظہار کے متعدد نظائر شارحین و محشین اور خود علامہ شامی کے ہاں کثرت کے ساتھ موجود ہیں کیونکہ جب تک فقہاء کو اپنی رائے پر جزم نہ ہو وہ اس پر عمل نہیں کرسکتے وہ احکام منصوصہ پر چلتے ہیں انھیں کی طرف انقطاع اور رجوع کرتے ہیں اور انھیں پر گامزن ہوجاتے ہیں۔

اب رہ گیا معاملہ محراب و قیام کے احکام و تفسیر کا تو اللہ کی توفیق اور اس کے سہارے سے میں کہتا ہوں اس ذات اقدس نے جو صورت سے منزہ ہے اس کی قدرتیں اور نعمتیں مسلسل ہیں اس کائنات میں ہر شئ کو اس نے صورت بخشی ہے اور ہر صورت کو ایک حقیقت دے رکھی ہے شریعتِ مطہرہ کے احکام میں مطمح نظر اغلب طور پر شئے کی حقیقت ہے لیکن صورتِ شئے کو بھی بے فائدہ نہیں چھوڑا، بہت دفعہ احکام صورت پر جاری ہوتے ہیں اور بعض اوقات حقیقت و صورت دونوں کے مجموعہ پر بحیثیت اجتماعی احکام لاگو ہوتے ہیں، فاضل لوگوں کے ہاں یہ نہایت ہی واضح اور آپ جیسے لوگوں سے مخفی نہیں جیسا کہ مسجد کی حقیقت ہے جس سے مراد وہ بقعہ ہے جو نماز کے لئے مخصوص وقف شدہ ہو اور ہر لحاظ سے بندوں کے حقوق سے علیحدہ کیا گیا ہو اس کی حقیقت میں عمارت کا کوئی دخل نہیں، خانیہ اور ہندیہ میں ذخیرہ سے وہاں امام صدر الشہید کی واقعات کے حوالے سے ہے کہ ایک آدمی کی کھلی جگہ تھی جس میں کوئی

marfat.com

Marfat.com

فیھا امرقوما ان یصلوا فیھا ابدا او
امرھم بالصلٰوۃ مطلقا ونوی الابد
صارت الساحۃ مسجدا لومات
لایورث عنہ[1] اھ مختصرا ور آیہ کریمہ
انما یعمر مسٰجد اللہ من اٰمن باللہ[2]
وکریمۂ ولا تباشروھن وانتم عاکفون
فی المسٰجد[3] وحدیث خیر البقاع المساجد
وشر البقاع الاسواق[4] رواہ
الطبرانی وابن حبان والحاکم
بسند صحیح عن ابن عمر
ومعناہ لمسلم عن ابی ھریرۃ
ولاحمد والحاکم عن جبیر بن
مطعم رضی اللہ تعالٰی عنھم عن النبی
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وحدیث
لاصلٰوۃ لجار المسجد الا فی المسجد[5]
رواہ الدارقطنی عن جابر وابی ھریرۃ وفی
الباب عن امیر المؤمنین علی وعن ام

تعمیر نہ تھی اس نے لوگوں سے کہا یہاں تم ہمیشہ نماز پڑھا کرو یا صرف مطلق نماز کا حکم کیا اور ہمیشگی کی نیت کی تو یہ جگہ مسجد قرار پائے گی اب وہ شخص اگر فوت ہوجاتا ہے تو اس کے ورثا اس زمین کے مالک نہ ہوں گے اھ آیت مبارکہ "اللہ کی مساجد وہی تعمیر کرتے ہیں جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں"۔ آیت کریمہ "جب تم مساجد میں معتکف ہو تو اپنی بیویوں سے مباشرت نہ کرو" اور یہ حدیث کہ "سب سے اعلٰی جگہ مساجد ہیں اور بدتر جگہ بازار ہیں"۔ اسے طبرانی، ابن حبان اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اور مسلم نے اسی معنٰی کی روایت حضرت ابوہریرہ سے امام احمد اور حاکم نے حضرت جبیر بن مطعم سے اور انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بیان کیا ہے۔ یہ اور حدیث کہ "مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے علاوہ نہیں"۔ اسے دارقطنی نے حضرت جابر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے، اس سلسلہ میں امیر المومنین

---

[1] فتاوٰی ہندیہ باب المسجد وما یتعلق بہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۵۵
[2] القرآن ۹/۱۸
[3] القرآن ۲/۱۸۷
[4] مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی عن ابن عمر باب فضل المسجد مطبوعہ دار الکتاب بیروت ۲/۶
الجامع الصغیر حدیث ۴۰۰۲ " دار المعرفۃ بیروت ۳/۴۷۰
کنز العمال فضائل المسجد مطبوعہ مکتبۃ التراث الاسلامی مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۷/۶۴۸-۵۲
[5] سنن الدارقطنی کتاب الصلٰوۃ " نشر السنۃ ملتان ۱/۴۲۰

marfat.com
Marfat.com

المؤمنین الصدیقة رضی اللہ
تعالیٰ عنہم کلہم عن النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم واکثر احادیث و احکام فقہیہ
متعلقہ بمساجد نظر اصلی یا کلی ہمیں حقیقت است و
او را صورتے ست کہ عبارت از بنائے مخصوص
بروجہ مخصوص در آیۂ کریمہ ولولا دفع اللہ الناس
بعضہم ببعض لہدمت صوامع
وبیع وصلوات و مساجد یذکر
فیہا اسم اللہ کثیرا[1] وکریمہ والذین اتخذوا
مسجدا ضرارا[2] وحدیث ابنوا المساجد
واتخذوہا جما[3] رواہ البیہقی عن
انس وابن ابی شیبۃ عنہ و
عن ابن عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہم عن النبی صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحدیث
ما امرت بتشیید المساجد[4] رواہ
ابو داؤد عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
عنہما بسند صحیح عن النبی صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و مسئلہ نقش و نگار
مسجد بآب زر وغیرہا مراد ہمیں صورت

حضرت علی اور ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہما نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
روایت کیا ہے۔ یہ تمام اور دیگر احادیث اور احکام
فقہیہ کا تعلق بنظر اصلی یا کلی مسجد کی حقیقت کے
ساتھ ہے البتہ مسجد کی ایک صورت ہوتی ہے
جو بنائے مخصوص بروجہ مخصوص سے عبارت ہے،
درج ذیل آیات اور احادیث میں یہی صورت مراد ہے،
"اگر اللہ تعالیٰ بعض کو بعض کے ذریعے دفع نہ کرتا
تو یہود و نصاریٰ کی عبادت گاہیں اور مساجد
گرا دی جاتیں جن میں اللہ کا ذکر کثیر کیا جاتا ہے"
وہ لوگ جنہوں نے مسجد ضرار کو بنایا' اور حدیث
"مساجد مُنڈی بناؤ ان میں کنگرے نہ رکھو"۔ اسے
بیہقی نے حضرت انس اور ابن شیبہ نے ان سے
اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے انہوں
نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا'
حدیث "مجھے مساجد مزین کرنے کا حکم نہیں دیا گیا"
اسے ابو داؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
عنہما سے صحیح سند کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم سے بیان کیا۔ مسجد کو سونے کے پانی کے
ساتھ نقش و نگار کرنا کا تعلق صورت مسجد کے ساتھ

---

1 القرآن ۲۲/۴۰
2 القرآن ۹/۱۰۷
3 السنن الکبریٰ للبیہقی باب کیفیۃ بناء المسجد مطبوعہ دار صادر بیروت ۲/۴۳۹
4 السنن ابو داؤد باب فی بناء المسجد مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۶۵

marfat.com
Marfat.com

ست ہمچناں محراب صورتے وارد و آں طاق معین درجدار قبلہ است وحقیقتش کہ ایں صورت برآں علم باشد موضعے ست از مسجد برائے قیام امام ملحوظ بدو لحاظ یکے آنکہ درعرض مسجد (کہ خطِ عمود ست برخط مار از مصلی بقبلہ چنانکہ در دیارِ ما جنوباً شمالاً) واقع در وسط بود لحدیث وسّطوا الامام و سُدّوا الخلل[1] رواہ ابوداؤد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وحکمت درآں تعدیل و اعتدال درقُرب وبُعد رجال وسماع قرارت واطلاع انتقال وسریان فیوض بہ یمین و شمال از امام ست دوم آنکہ در جہت قبلہ تا حد تیسر شرعی و عادی ہرچہ تمام تر اقرب بقبلہ باشد لحدیث کان بین مصلی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وبین الجدار ممرالشاۃ[2]، رواہ الائمۃ احمد والشیخان عن سھل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ و حدیث لایزال قوم یتأخرون حتی

ہی ہے۔ اسی طرح محراب کی ایک صورت ہے کہ وہ طاق جو قبلہ کی دیوار میں ہوتا ہے اور اس کی حقیقت جس پر یہ صورت علامت ہے وہ جگہ ہے جو قیام امام کے لئے دو لحاظ سے ہو، اس میں ایک لحاظ یہ ہو کر عرض مسجد میں (کہ گزرنے والے خط پر خطِ عمود ہو جو نمازی سے قبلہ کی طرف گزرنے والے خط پر جیسا کہ ہمارے علاقے میں جنوباً شمالاً) وسط میں واقع ہے اس حدیث کی وجہ سے کہ "امام کو درمیان میں کھڑا کرو اور صفوں کے رخنے بند کرو" اسے ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے، اور اس میں حکمت یہ ہے کہ لوگوں کے قرب وبُعد میں برابری ہو تاکہ قرأت سننے، امام کے اوپر نیچے انتقال پر اطلاع اور دائیں بائیں لوگوں پر فیضان میں آسانی ہو جائے دوسرا لحاظ یہ کہ جہتِ قبلہ میں ہو تاکہ حدِ شرعی و عادی تمام تر قبلہ سے اقرب ہو اس حدیث کی بنا پر کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مصلّی اور دیوار کے درمیان بکری کے گزرنے کی جگہ ہوتی، اسے امام احمد، بخاری و مسلم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا، اور یہ حدیث کہ "ہمیشہ لوگ پیچھے ہوتے رہیں گے حتّی کہ

---

[1] سُنن ابو داؤد مقام الامام فی الصف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۹

[2] صحیح البخاری باب قدرکم ان ینبغی ان یکون بین المصلی والسترہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷۱

marfat.com

Marfat.com

يؤخرهم الله عزوجل رواه مسلم
وابوداؤد والنسائی وابن ماجة
عن ابی سعید رضی الله تعالیٰ عنه عن
النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم
وحدیث ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه لایصلین
احدکم وبینه وبین القبلة فجوة[2] رواه
عبد الرزاق فی مصنفه پس حکمت درے
توسیع برائے مقتدیان وپس آیندگان و
عدم تضییق بر ذاکران وگزرندگان وعدم تعطیل
پارهٔ از قبلهٔ مسجد باہمال آں وتفاؤل حسن
بقرب رحمت ونزدیکی رحمان ست جل وعلا
فان احدکم اذا قام فی صلوته فانه
یناجی ربه وان ربه بینه
وبین القبلة[3] کما رواه الشیخان
وغیرهما عن انس رضی الله
تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله
تعالیٰ علیه وسلم پیداست وتعیین ایں
موضع رابطاق معروف بلکہ بہ ہیچ بنا ہرگز نیاز نیست
تا آنکہ اگر مسجد ساختہ سادہ باشد ایں موضع
بتعیین وتحدید او خود متعین می شود در زبان عرب نیز معنی
محراب باصورت طاق جفت نیست عرباں ہر مکان رفیع وصدر

اللہ تعالیٰ انھیں مؤخر فرمادے گا"۔ اسے مسلم،
ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ حضرت ابن سعد
کی یہ حدیث کہ "تم میں ہرگز کوئی نماز اس طرح ادا
نہ کرے کہ اس کے اور قبلہ کے درمیان بیکار خالی
جگہ رہے" اسے عبدالرزاق نے مصنف میں ذکر
کیا ہے اس میں مقتدیوں اور بعد میں آنے والوں
کے لئے وسعت، ذاکرین اور گزرنے والوں کے لئے
عدم تنگی، مسجد کے قبلہ کی جانب کسی گوشے کا مہمل
نہ ہونا، اللہ تعالیٰ کے قربِ رحمت کے لئے نیک
فال ہے کیونکہ جب کوئی نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو
وہ اپنے رب سے سرگوشی کر رہا ہوتا ہے اس نمازی
اور قبلہ کے درمیان اس کا رب ہوتا ہے جیسا کہ
بخاری ومسلم وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ
عنہ اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ذکر کیا"
محراب کو طاقِ معروف یا کسی اور تعمیر کی حاجت نہیں
بلکہ اگر مسجد سادہ میدان ہو تو بھی مسجد کی حدود
خود بخود متعین ہوجاتی ہیں اور عربی زبان میں محراب
کا اطلاق صرف طاق پر ہی نہیں ہوتا بلکہ ہر بلند جگہ،
صدرِ مجلس اور گھر کی اعلیٰ جگہ کو محراب کہا جاتا ہے

---

[1] صحیح مسلم تسویۃ الصفوف واقامتہا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۲
[2] المصنف لعبد الرزاق حدیث ۲۳۰۶ باب کم یکون بین الرجل وبین سترتہ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۱۶
[3] صحیح البخاری حک البزاق بالید من المسجد مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۸

marfat.com

Marfat.com

مجلس واشرف مواضع بیت را محراب نامند لانہ
ممایتنافس فیہ ویتنازع علیہ فربما
ادی الی حرب وقتال وفی الحدیث
اتقوا ھذہ المذابح یعنی المحاریب[1]
رواہ الطبرانی فی الکبیر والبیھقی فی
السنن عن عبداللہ بن عمرو بن
العاص رضی اللہ تعالٰی عنھما عن النبی
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال المناوی
فی التیسیر ای تجنبوا تحری صدور
المجالس یعنی التنافس فیھا[2] ومحراب مسجد
حسب تصریح ائمہ لغت وتفسیر ازہمیں معنی ماخوذ ست
لانہ صدر المقام ومقدمہ واشرف
موضع فیہ لکونہ مقام الامام اوسط قطعۃ
تلی القبلۃ لاجرم محراب را مطلق مقام فی المسجد
تفسیر کردہ اند در مجمع بحارالانوار ست دخل
محرابا لھم ھو الموضع العالی المشرف وصدر
المجلس ایضا ومنہ محراب المسجد وھو
صدرہ واشرف موضع فیہ ومنہ[3] ح انس
کان یکرہ المحاریب ای لم یکن یحب ان یجلس
فی صدر المجالس ویترفع علی الناس
در قاموس فرمود المحراب الغرفۃ وصدر البیت واکرم

کیونکہ اس میں ایک دوسرے پر رشک کرتے اور
اس حصول میں جھگڑتے ہیں بسا اوقات جنگ وقتال
تک نوبت جا پہنچتی ہے، اور حدیث میں ہے ان
مذابح یعنی محرابوں سے بچو، اسے طبرانی نے کبیر اور
بیہقی نے سُنن میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص
رضی اللہ تعالٰی عنہما سے انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا، شیخ مناوی نے
تیسیر میں فرمایا یعنی صدورِ مجالس کی تلاش سے
بچو یعنی اس میں تنافس سے بچو۔ ائمہ لغت وتفسیر
کی تفسیر کے مطابق مسجد کا محراب بھی اسی معنی سے
ماخوذ ہے کیونکہ یہ صدر مقام اور اعلٰی جگہ ہوتی ہے
اس لئے کہ امام کی جگہ قبلہ سے متصل سب سے
وسط میں ہے اسی لئے محراب کی تفسیر مسجد میں مطلق
مقام سے کی ہے، مجمع بحارالانوار میں ہے وہ ان
کے محراب میں داخل ہُوا اور وہ محراب بلند و
عالی جگہ ہے، صدرِ مجلس کو بھی کہا جاتا ہے اسی سے
محرابِ مسجد ہے اور یہ صدر اور اعلٰی جگہ ہے، اسی
پر حدیث دال ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی
عنہ محاریب کو پسند نہ کرتے یعنی لوگوں پر بلند اور
صدر مجلس کے طور پر بیٹھنا پسند نہ کرتے۔ قاموس
میں ہے محراب المارِی، صدر گھر، گھر کا اعلٰی مقام،

---

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی باب فی کیفیۃ بناء المساجد مطبوعہ دار صادر بیروت ۲/۴۳۹
[2] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ۱۵۲ " دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۴۴
[3] مجمع بحارالانوار باب الحاء مع الراء " منشی نولکشور لکھنؤ ۱/۲۴۹

marfat.com
Marfat.com

[...] الامام من المسجد و
[...] ینفرد به الملك فیتباعد عن
الناس[1] در مختار رازی منتخب صحاح ست المحراب
صدر المجلس ومنه محراب المسجد[2] در صراح
ست محاریب پیشگاه ہائے مجالس و منه
محراب المسجد[3] در مصباح المنیر ست المحراب
صدر المجلس ویقال هو اشرف المجالس
وهو حیث یجلس الملوك والسادات و
العظماء ومنه محراب المصلی[4] در تاج العروس
ست المحراب الغرفة وموضع العالی نقله
الهروی فی غریبه عن الاصمعی و قال
الزجاج المحراب ارفع بیت فی الدار وارفع
مکان فی المسجد و قال ابو عبیدة المحراب
اشرف الاماکن قال ابن الانباری سمی
محراب المسجد لانفراد الامام فیه وبعده
من القوم[5] وفی لسان العرب المحاریب
صدور المجالس ومنه محراب المسجد
ومنه محاریب غمدان بالیمن
والمحراب القبلة ومحراب

مسجد میں امام کی جگہ، اور اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں
بادشاہ تنہا بیٹھتا ہو تاکہ لوگ دُور رہیں، مختار
رازی منتخب صحاح میں ہے کہ محراب صدرِ مجلس کو
کہا جاتا ہے، اور اسی سے محرابِ مسجد ہے۔ صراح
میں ہے محاریب مجالس کی اگلی جگہ، اسی سے
محرابِ مسجد ہے۔ مصباح المنیر میں ہے محراب
مجلس کے لئے اونچی جگہ کو کہا جاتا ہے وہ اعلیٰ جگہ
ہے کہ وہاں بادشاہ، سادات اور بڑے
لوگ بیٹھتے ہیں، اسی سے عیدگاہ کا محراب ہے۔
تاج العروس میں ہے لفظ محراب کو ہروی نے
غریب میں اصمعی سے نقل کیا اور زجاج نے کہا
کہ گھر کا سب سے بلند مقام محراب کہلاتا ہے اور
مسجد میں بلند جگہ۔ ابو عبیدہ نے کہا محراب بزرگ
جگہ ہے۔ ابن الانباری کہتے ہیں کہ محراب کی
وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس میں امام اکیلا کھڑا ہوتا ہے
اور لوگوں سے دُور ہوتا ہے۔ لسان العرب میں
ہے کہ محاریب سے مراد جائے صدور ہے اسی سے
محرابِ مسجد ہے، اسی سے محرابِ مسجد ہے،
اسی سے یمن میں غمدان کے محراب اور محراب قبلہ ہے،

---

[1] القاموس باب الباء فصل الحاء مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۵
[2] الصحاح " " " دار العلم للملایین بیروت ۱/۸۸
[3] الصراح " " " مجیدی کانپور ص ۲۴
[4] مصباح المنیر تحت لفظ الحرب " منشورات دار الہجرۃ قم ایران ۱/۱۲۸
[5] تاج العروس فصل الحاء من باب الباء " احیاء التراث بیروت ۱/۲۰۷

marfat.com
Marfat.com

المسجد ایضاصدرہ واشرف موضع
فیہ والمحراب اکرم مجالس الملوك عن
ابی حنیفة وقال ابوعبیدة المحراب سید
المجالس ومقدمها واشرفها قال وکذلك
هو من المساجد[1] اھ ملخصاً درمعالم التنزیل
فرمود المحراب اشرف المجالس ومقدمها و
کذلك هو من المسجد[2] درانوار التنزیل ست
(المحراب) ای الغرفة او المسجد او اشرف
مواضعہ ومقدمها سمی به لانه
محل محاربة الشیطان کانها
(ای سیدتنا مریم) وضعت فی اشرف
موضع من بیت المقدس[3] درشرح او
عنایة القاضی ست ذکر للمحراب معانی
المشهور منها الاخیر ولذا اقتصر
علیه اخیراً فی قوله کانها[4] الخ درجلالین ست
(المحراب) الغرفة وهی اشرف
المجالس[5] درتفسیر کبیر ست
المحراب الموضع العالی الشریف
وقیل المحراب اشرف المجالس

مسجد کا محراب بھی اس کی اعلیٰ واشرف جگہ ہوتی ہے، یہ امام ابوحنیفہ سے ہے۔ ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ محراب مجالس کی اعلیٰ واشرف جگہ ہوتی ہے اور اسی طرح مساجد کے محراب ہیں اھ تلخیصاً۔ معالم التنزیل میں ہے محراب سے مراد مجالس کی اعلیٰ اور مقدم جگہ ہے اور مسجد میں بھی محراب کا معاملہ ایسا ہی ہے۔ انوار التنزیل میں ہے (محراب) یعنی کمرہ یا مسجد یا کمرہ و مسجد کی اعلیٰ و اشرف جگہ مراد ہے یہ نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ شیطان سے محاربہ کی جگہ ہوتی ہے گویا (سیدہ مریم علیہا السلام) بیت المقدس کی اعلیٰ جگہ پر پیدا ہوئیں، اس کی شرح عنایۃ القاضی میں ہے کہ محراب کے متعدد معانی ہیں ان میں سے مشہور آخری ہے اسی لئے ماتن نے اس آخری معنی پر "کانها وضعت الخ" کے الفاظ سے اقتصار کیا۔ جلالین میں ہے (محراب) کمرہ، یہ مجالس کی اعلیٰ جگہ ہوتی ہے تفسیر کبیر میں ہے محراب سے مراد بلند و اعلیٰ جگہ ہے، بعض کے نزدیک مجالس کے لئے

---

[1] لسان العرب — فصل الحاء المهملہ — مطبوعہ دار صادر بیروت — ۱/۳۰۵
[2] معالم التنزیل علی ہامش الخازن — سورہ آل عمران — مطبوعہ مصطفی البابی بیروت — ۱/۳۴۲
[3] انوار التنزیل (بیضاوی) — " — " مطبع مجتبائی دہلی — ۲/۸
[4] حاشیۃ الشہاب المعروف عنایۃ القاضی — " — " دار صادر بیروت — ۳/۳۳
[5] تفسیر جلالین — " — " مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۴۸

marfat.com

Marfat.com

و[illegible] در کشاف ست غرفة و قیل اشرف المجالس و مقدمها[2] این ست معظم عبارات ائمۂ فن کہ از ہماں نص[1] موضع نشان می دہند نہ از صورت طاق و چپان از و نشان دہند کہ او خود حادث ست در مساجد قدیمہ تا سال ہشتاد و ہشت ہجری نامے ازاں نبود افضل المساجد مسجد الحرام ہنوز ازاں خالیست و در مسجد اکرم سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نیز نہ بزمان اقدس بود نہ بعہد خلفائے راشدین نہ بعہد امیر معاویہ و عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین بلکہ ولید بن عبدالملک مروانی زمانۂ امارتِ خود احداث کردہ است و مانا کہ حامل برآں غیر زینت اعلام مقام امام بعلامتے ظاہرہ متبینہ باشد کہ در توسط صف خاصہ بمساجد کبار حاجت بنظر و آزمودن نیفتد و بشب نیز بے روشنی مدرک شود و برائے مقتدیاں بسجدۂ امام در طاق فراخی فراغے ہم نماید چوں کار مشتمل مصالح بود رواج گرفت و زاں باز در عامہ بلادِ اسلام معہود شد پس اطلاق محراب برآں نام مُعَیَّن برائے مُعَیَّن ست اعنی تسمیة الدال باسم المدلول سیّد سمہودی[عہ]

اعلیٰ وارفع جگہ ہے۔ کشاف میں ہے محراب کا معنٰی کمرہ، بعض کے نزدیک مجالس کے لئے اعلیٰ واشرف جگہ مراد ہوتی ہے۔ محراب کے بارے یہ ہیں تمام ائمہ فن کی عبارات جن سے واضح ہو رہا ہے کہ اس سے مراد جگہ ہے طاق وغیرہ کی صورت کا نام نہیں بلکہ اٹھاسی ہجری سے پہلے مساجد قدیمہ میں اس کا وجود نہ ہوتا تھا سب سے افضل مسجد مسجد حرام اس سے اب تک خالی ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ظاہری حیات، خلفاء راشدین، امیر معاویہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہم کے دور میں مسجد نبوی میں صورت محراب نہیں تھی بلکہ ولید بن عبدالملک مروانی نے اپنے دَورِ امارت میں محراب بنایا اور یہ تسلیم ہے کہ زینت کے علاوہ امام کی جگہ پر علامت کے طور پر محراب کا ہونا بہتر ہے خصوصاً بڑی مساجد میں تاکہ ہر دفعہ غور وفکر نہ کرنا پڑے اور رات کو بغیر روشنی کے امام کو پایا جاسکے اور امام کے محراب میں سجدہ کی وجہ سے مقتدیوں کو وسعت بھی مل جاتی ہے تو جب محراب میں یہ مصالح تھے تو اس کا رواج ہوگیا اور تمام بلادِ اسلامیہ میں یہ معروف ہُوا تو یہ یہاں مدلول کا نام دال کو دیا گیا ہے۔ سیّد سمہودی قدس سرہٗ نے

عہ بتصریحات ہؤلاء الکبراء رحمہم اللہ

اکابر رحمہم اللہ تعالٰی کی ان تصریحات سے یہ بات (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] التفسیر الکبیر سورۂ آل عمران میں مذکور ہے مطبوعہ البہیۃ المصریۃ مصر ۸/ ۳۱

[2] تفسیر الکشاف " " انتشارات آفتاب تہران ایران ۱/ ۴۲۷

marfat.com

Marfat.com

قدس سرہ در خلاصۃ الوفا در فصل ہشتم باب چہارم
فرماید یحیٰی عن عبد المہیمن بن عباس
عن ابیہ مات عثمٰن ولیس فی المسجد
شرفات ولا محراب فاول من احدث
المحراب والشرفات عمر بن عبد العزیز[1]
ہمدر فصل دوم ازاں فرمود لم یکن للمسجد
محراب فی عھدہ صلی اللہ تعالٰی علیہ
وسلم ولا فی عھد الخلفاء بعدہ حتی
اتخذ عمر بن عبد العزیز فی امارۃ
الولید[2] امام عسقلانی در فتح الباری شرح صحیح بخاری
آورد قال الکرمانی من حیث انہ
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یقوم
بجنب المنبر ای ولم یکن لمسجدہ محراب[3]
امام عینی در عمدۃ القاری شرح بخاری فرمود

خلاصۃ الوفا کے باب چہارم کی آٹھویں فصل میں فرمایا
یحیٰی نے عبد المہیمن بن عباس سے انھوں نے اپنے والد
سے بیان کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ شہید
ہوئے تو مسجد میں کنگرے اور محراب نہ تھے سب سے
پہلے محراب اور کنگرے بنانے والے حضرت عمر بن
عبد العزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں، اسی کی دوسری
فصل میں ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
کی ظاہری حیات اور خلفائے راشدین کے دَور
میں محراب نہ تھا حتی کہ امارتِ ولید بن عبد الملک
میں عمر بن عبد العزیز نے بنوایا۔ امام عسقلانی فتح الباری
شرح البخاری میں فرماتے ہیں کہ امام کرمانی نے لکھا ہے
کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منبر کی ایک جانب
کھڑے ہوتے یعنی اس وقت مسجد میں محراب نہ تھا۔
امام عینی نے عمدۃ القاری شرح البخاری میں فرمایا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)
تعالٰی ظہر ان ما وقع فی الفتح مسألۃ
القیام فی الطاق انہ نبی فی المساجد
المحاریب من لدن رسول اللہ صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم اھ سہو فلیتنبہ
۱۲ منہ غفرلہ (م)

واضح ہوگئی کہ فتح القدیر[4] میں امام کے محراب میں
کھڑا ہونے کے بیان میں جو کہا گیا کہ یہ محراب
مساجد میں رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی
ظاہری حیات سے ہیں سہو و بھول ہے اس پر
متنبہ رہنا چاہئے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] وفاء الوفاء الفصل السابع عشر مطبوعہ احیاء التراث بیروت ۲/۵۲۵
[2] وفاء الوفاء محراب المسجد النبوی ومتی صنع " " " " " ۱/۳۷۰
[3] فتح الباری شرح بخاری قدر کم ینبغی ان یکون بین المصلی والسترۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۲/۱۲۱
[4] فتح القدیر باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۶۰

marfat.com

Marfat.com

انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان
یقوم بجنب المنبر لانہ لم یکن لمسجد
محراب[1] علامہ شیخ محقق محدث دہلوی قدس سرہ
العزیز در جذب القلوب شریف فرماید در زمان
آں سرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علامت محراب
کہ الآن در مساجد متعارف ست نبود ابتداے
آں از وقت عمر بن عبدالعزیز ست در وقتیکہ
امیر مدینہ منورہ بود از جانب ولید بن عبدالملک
اموی اھ[2] ہمدر آں ست طولِ مسجد در زمانِ
ولید دو صد ذراع بود و عرض آں یکصد و
شصت و ہفت ذراع و وی در تکلف و تصنع عمارت
باقصی الغایۃ کوشید و علامت محراب کہ الآن در
مساجد متعارف ست او ساخت و پیش ازاں
نبود اھ[3] مختصراً ازیں تقریر منیر مستنیر شد کہ ہیچ مسجد
شتوی خواہ صیفی تا آنکہ بقعۂ سادہ موقوفہ
للصلوٰۃ نیز از محراب حقیقی تہی نتواں بود و ہموں ست
مقام امام متوارث از زمان امام الانام علیہ وعلیٰ آلہ
افضل الصلوٰۃ والسلام پس جائیکہ قیام امام فی المحراب
راسنت گفتہ اند مراد ہمیں ست، نہ قیام
در محراب صوری یا بازاے آں
کہ او خود در زمان سنت بود و جائیکہ

حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر کے پہلو
میں قیام فرماتے کیونکہ اُس وقت مسجد میں محراب نہ تھا
علامہ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز
جذب القلوب میں فرماتے ہیں یہ محراب جو آج متعارف
ہے رسالتماب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری
حیات میں نہ تھا اس کی ابتداء ولید بن عبدالملک
اُموی کے دور میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کی
جبکہ وُہ مدینہ طیبہ کے گورنر تھے اھ اور اسی میں ہے
کہ ولید کے دور میں مسجد کا طول چالیس[۲۰۰] ہاتھ
اور عرض ایک سو سڑسٹھ[۱۶۷] ہاتھ تھا اور عمارت بنانے
میں تکلف و تصنع سے انھوں نے کام لیا اور علامت
محراب جو آج کل مساجد میں متعارف ہے اُس دور
میں نہ تھا اھ المختصر اس پُرنور تقریر سے یہ بات
آشکارا ہوگئی کہ کوئی بھی مسجد خواہ شتوی ہو یا
صیفی جب سے وُہ وقف ہوئی ہے وہ محراب حقیقی
سے خالی نہیں ہوتی اور یہی وُہ مقام ہے جو امام
الانام علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری
حیات سے امام کی جگہ بنتا رہا لہٰذا جس جگہ بھی
علماء نے امام کے محراب میں کھڑے ہونے کو سنت
کہا ہے وہاں یہی محراب حقیقی مراد ہے نہ کہ محراب
صوری میں قیام مراد ہے یا اُس کے برابر جو اُس وقت

---

[1] عمدۃ القاری شرح بخاری قدرکم ینبغی ان یکون بین المصلی والسترۃ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۴/۲۸۰
[2] جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب باب ششم دربیان عمارت مسجد شریف نبوی مطبوعہ مکتبہ نعیمیہ چوک دالگراں لاہور ص ۷۳
[3] جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب باب ہفتم دربیان تغیرات و زیادات کہ بعد از وصلت الخ " " " " ص ۸۸

marfat.com

Marfat.com

مکروہ گفتند مراد در محراب صوری استادن ست بوجہیکہ پائے اندر قضائے او باشد بدلیل و آں اشتباہ حال امام ست بر قولے و تشبہ بیہود و شبہہ اختلاف مکان بر قول اصح و وجہ اطلاق محمد۔

اقول وفی تعلیل الاشتباہ نظر واشتباہ فانہ لایحصل غالبا الا اذا ازداد طول الصف وھو یحصل بدون القیام فی المحراب بل مع عدم المحراب والبناء اصلا وایضا ان ارید اطلاع الکل بنظر نفسہ فان النظر لہ حد لایتجاوزہ فکما یعجز عند قیام الامام فی المحراب لبعد ما یعجز ایضا بدونہ علی بعد اخروان اکتفی بالاطلاع ولو بواسطۃ من معہ فی الصلوۃ فلا معنی للاشتباہ بالقیام فی المحراب ولا شک ان الاخیر ھو المعتبر والا لم یکن لکل من بعد الصف الاول بد من الاشتباہ ولا لمن فی طرفی الاول علی بعد

بھی سنّت تھا، اور جہاں علماء نے محراب میں امام کے قیام کو مکروہ قرار دیا ہے وہاں محراب صوری میں کھڑا ہونا ہے اس طریقہ پر کہ اس کے پاؤں محراب کے اندر ہوں، اس پر دلیل، ایک قول کے مطابق امام کے حال کا مشتبہ ہونا اور ایک قول پر یہود کے ساتھ تشابہ، لیکن اصح قول کے مطابق مکان کا مختلف ہوجانا ہے اور ایک وجہ امام محمد کے قول کا اطلاق ہے۔

اقول مشتبہ ہونے کی علت میں نظر و اشتباہ ہے کیونکہ یہ اکثر طور پر حاصل نہیں ہوتا مگر اس صورت میں جب صف زیادہ لمبی ہو اور یہ اشتباہ قیام فی المحراب کے بغیر بھی حاصل ہوجاتا ہے بلکہ اس وقت بھی جب محراب اور عمارت نہ ہو اور یہ بھی معاملہ ہے کہ کیا تمام مقتدیوں کا امام کو اپنی اپنی آنکھوں سے دیکھنا ضروری ہے کیونکہ نظر کی ایک حد ہے جس سے متجاوز نہیں ہوتی، تو جس طرح محراب کے اندر کھڑے ہونے پر امام کے بُعد کی وجہ سے وہ نظر نہیں آتا اسی طرح اس کے بغیر بھی بُعد کی وجہ سے ممکن ہے کہ وُہ نظر نہ آئے اور اگر محض اطلاع کافی ہے خواہ وہ بالواسطہ کسی مقتدی کے ذریعے ہو تو محراب میں کھڑے ہونے سے اشتباہ کا پیدا ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا اور بلاشُبہ آخری بات (وجہ) ہی معتبر ہے ورنہ ہر وُہ شخص جو صفِ اوّل کے بعد والی صف میں ہو اسے اشتباہ کے بغیر کوئی چارہ نہیں، اسی طرح

marfat.com

Marfat.com

يمكنهم النظر الا بالتفات عن
القبلة در ردالمحتار صرح محمد
في الجامع الصغير بالكراهة
ولم يفصل فاختلف المشائخ
في سببها فقيل كونه يصير
ممتازا عنهم في المكان
المحراب في معنى بيت
آخر وذلك صنيع اهل الكتب
واقتصر عليه في الهداية و
اختاره الامام السرخسي و
قال انه الاوجه وقيل اشتباه
حاله على من في يمينه
ويساره فعلى الاول يكره
مطلقا وعلى الثاني لا يكره
عند عدم الاشتباه وايد الثاني
في الفتح بان امتياز الامام
في المكان مطلوب و تقدمه
واجب وغاية اتفاق الملتين
في ذلك وارتضاه في الحلية وايده
لكن نازعه في البحر بان
مقتضى ظاهر الرواية الكراهة
مطلقا بان امتياز الامام المطلوب
حاصل بتقدمه بلا وقوف في مكان
آخر و لهذا قال في الولوالجية
وغيرها اذا لم يضق المسجد

اس کو بھی جو صف اوّل کے اطراف میں اتنا دور کھڑا ہو کہ نظر سے دیکھ نہ پائے۔ اشتباہ کو دور کرنے کے لئے ان کو اپنے قبلہ سے انحراف ضروری ہوگا۔

ردالمحتار میں ہے کہ امام محمد نے جامع صغیر میں اس محراب میں ہونے پر کراہت کا حکم لگایا ہے اور کوئی تفصیل نہیں دی اس لئے سبب کے بیان میں مشائخ کا اختلاف ہوا، ایک یہ ہے کہ امام ایسی صورت میں ممتاز ہو کر یُوں ہو جاتا ہے جیسے وُہ کسی دوسرے کمرے میں ہے اور یہ اہل کتاب کا طریقہ ہے۔ ہدایہ میں اسی پر اکتفار کیا گیا ہے۔ امام سرخسی نے اسے ہی پسند کیا اور کہا یہی مختار ہے۔ بعض نے کہا کہ امام اپنے دائیں بائیں مقتدیوں پر مشتبہ ہو جاتا ہے، پہلی صورت میں ہر حال میں کراہت ہے اور دوسری صورت میں جب اشتباہ نہ ہو کراہت نہ ہوگی۔ فتح میں یہ کہتے ہُوئے دُوسری کی تائید کی اور کہا کہ امام کا ممتاز مقام پر کھڑا ہونا تو مطلوب ہے اور اس کا مقدم ہونا واجب ہے اور اس میں دونوں فریق متفق ہیں اسے حلیہ میں پسند کیا گیا اور اس کی تائید کی لیکن بحر میں یہ کہتے ہوئے اس سے اختلاف کیا کہ ظاہر روایت کا تقاضا یہی ہے کہ ہر حال میں کراہت ہو اور یہ کہ امام کا مطلوبہ امتیاز آگے ہونے سے حاصل ہو جاتا ہے یہ اس کے دوسرے مقام پر کھڑے ہونے پر موقوف نہیں ہے اسی لئے ولوالجیہ وغیرہ میں ہے کہ جب مقتدیوں پر مسجد

marfat.com

Marfat.com

بعن خلف الامام لاینبغی له ذلک لانه یشبه تباین المکانین اھ یعنی وحقیقۃ اختلاف المکان تمنع الجواز فشبھۃ الاختلاف توجب الکراھۃ والمحراب وان کان من المسجد فصورتہ وھیأتہ اقتضت شبھۃ الاختلاف اھ ملخصا قلت ای لان المحراب انما بنی علامۃ لمحل قیام الامام لیکون قیامہ وسط الصف کما ھو السنۃ لا لان یقوم فی داخلہ فھو وان کان من بقاع المسجد لکن اشبہ مکانا اٰخر فاورث الکراھۃ ولا یخفی حسن ھذا الکلام فافھم لکن تقدم ان التشبہ انما یکرہ فی المذموم وفیما قصد بہ التشبہ لا مطلقا ولعل ھذا من المذموم تامل[1] اھ کلام الشامی۔

تنگ نہ ہو تو امام کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں کیونکہ دونوں مقامات کا جُدا ہونا لازم آتا ہے اھ اور حقیقۃً جگہ کا اختلاف جوازِ نماز سے مانع ہے اور جہاں اختلاف کا شُبہ ہو وہاں کراہت ہوگی اور محراب اگرچہ مسجد میں ہی ہے لیکن اس صورت و ہیئت سے شُبہ اختلاف پیدا ہوتا ہے اھ تلخیصاً قلت (میں (شامی) کہتا ہوں) محراب کا مقصد یہ ہے کہ وہ قیامِ امام کی علامت ہو تاکہ اس کا قیام صف کے درمیان ہو یہ مقصد نہیں کہ امام محراب کے اندر کھڑا ہو۔ محراب اگرچہ مسجد کا ہی حصّہ ہے لیکن ایک دوسرے مقام کے مشابہ ہے لہٰذا اس سے کراہت ہوگی۔ اس کلام کا حسن واضح ہے اسے اچھی طرح محفوظ کرلو، لیکن پیچھے گزرا کہ تشبّہ بُری بات میں مکروہ ہوتا ہے اور اس صورت میں جب تشبّہ مقصد ہو ہر حال میں مکروہ نہیں اور ممکن ہے یہ مذموم میں سے ہو۔ (کلام شامی ختم ہوا)

اقول ولا محل المترجی بعد ما افادنا قلا عن الولوالجیۃ وغیرھا انہ یشبہ تباین المکانین وحقیقتہ تفسد فشبھتہ تکرہ بل لو عد ھذا دلیلا براسہ لکفی وشفی کما

اقول (میں کہتا ہوں) یہ "شاید" کہنے کا محل نہیں کیونکہ اس نے ولوالجیہ وغیرہ سے نقل کردیا ہے کہ یہ عمل دو جگہوں کے متخالف ہونے کے مشابہ ہے اور اگر تباین حقیقۃً ہو تو اس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے اور اگر تباین کا تشابہ ہو تو نماز میں کراہت آئے گی بلکہ اگر اسے

---

[1] ردالمحتار باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۷۷

marfat.com

Marfat.com

[illegible] ست کہ ایں شبہہ وتشبہ و
اشتباہ ہمہ با ہیں در محراب صوری ست
نہ حقیقی اما قیام بمحاذات محراب صوری
آنچناں کہ سجدہ در طاق افتد پس
فی نفسہ نہ کراہتے دارد لعدم الوجوہ
المذکورۃ من الشبھۃ و
التشبہ و الاشتباہ فیہ
نہ فضیلتے لما قدمنا انہ
لم یکن فی اصل السنۃ
محراب صوری ولا محاذاتہ
پس نظر بذات خودش نباشد جز مباح
ازینجاست کہ ایں را سنت نگفتہ اند و
چوں مکروہ ہم نبود دفع توہم را لا باس
آوردند آرے اگر قیام بمحل محرابِ حقیقی
موافق آید کما ھو الغالب لاجرم
سنت باشد نہ ازاں رو کہ محاذات محراب
صوری ست بل ازاں جہت کہ موافات
محراب حقیقی ست ازیں تحقیق انیق بحمداللہ
روشن شد کہ اگر امام در مسجد صیفی
بمحراب حقیقی ایستد یقیناً اصابت سنت یافتہ
باشد وہیچ کراہتے بر و نبود گو محراب صوری را
محاذی ہم مباش چنانکہ صیفی در عرض
ازید از شتوی باشد آنگاہ باید کہ از
محاذاتِ طاق بجانب زیادت
میل کنند و بوسط صیفی بایستند

مستقل دلیل بنایا جائے تو یہ کافی وشافی ہے
جیساکہ واضح ہے اور یہ ظاہر بات ہے کہ یہ
شبہ، تشبہ اور اشتباہ وغیرہ تمام صورتیں محراب
صوری میں ہیں، نہ کہ حقیقی میں، محراب صوری کی
محاذات میں اس طرح کھڑا ہونا کہ سجدہ محراب
میں ہو فی نفسہٖ مکروہ نہیں کیونکہ وجوہ مذکورہ یعنی
شبہ، تشبہ اور اشتباہ یہاں نہیں ہیں اور
نہ اس میں کوئی فضیلت ہے کیونکہ ہم نے پہلے بیان
کردیا ہے کہ اصلِ سنّت میں نہ محراب صوری ہے
اور نہ اس کی محاذات پس وہ اپنی ذات کے
حوالے سے سوائے مباح کے کچھ نہیں، یہی وجہ
ہے کہ اسے سنّت نہیں کہا گیا، چونکہ مکروہ بھی
نہیں تو علماء دفعِ توہم کے لئے لفظ "لا باس"
لے آئے ہیں، اگر اس کی محاذات کا قیام
محراب حقیقی کے موافق ہوجاتا ہے جیساکہ اکثر ہوتا
ہے تو اب یہ سنّت ہوگا مگر اس کی وجہ محرابِ
صوری کے محاذی ہونا نہیں بلکہ محرابِ حقیقی کے
موافق ہونا ہے، بحمداللہ اس شفاف تحقیق
سے واضح ہوگیا کہ اگر امام مسجد صیفی میں محراب
حقیقی میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ یقیناً سنت
کو پانے والا ہے اور اس پر ہرگز کوئی کراہت
نہ ہوگی اگرچہ وہ محراب صوری کے محاذی نہ ہو،
کیونکہ جب مسجد صیفی عرض میں شتوی سے زیادہ
ہو تو اس وقت محراب کی محاذات میں جانب
زیادت کی طرف ہو کر صیفی کے درمیان میں

marfat.com

Marfat.com

محراب حقیقی قیام کردہ باشد و بدستور در شتوی
نیز اگر طاق در حاق وسط نبود امام را طاق گزاشتہ
بوسط شتوی عدول باید کہ محراب حقیقی بدست
آید در ولایت افغانستان از علماے زمان کہ
قیام امام را در مسجد صیفی مکروہ گویند دلیل بر آں
از ہماں مسئلہ سنیت قیام فی المحراب چوں در
سوالیکہ نزد فقیر از اں ولایت آمدہ بود وانمود
ناشی از اشتباہ معنی محراب است عزیزان
او را محراب صوری گماشتند و از حقیقی غفلت
کردہ اند و دانستہ شد کہ قیام در صوری سنّت
نیست بلکہ بمعنی حقیقتش خود مکروہ ہست وانکہ
سنّت است بہ مسجد صیفی نیز نقد وقت ست
پس کراہت از کجا امام ابن الہمام در فتح ایں معنی
را رنگ ایضاح داد کہ فرمود لو لم
تبن (ای المحاریب) کانت
السنۃ ان یتقدم فی محاذاۃ ذلک
المکان لانہ یحاذی وسط
الصف وھو المطلوب اذ قیامہ
فی غیر محاذاتہ مکروہ[1]
اھ و اگر چناں باشد کہ صیفی
مطلقاً از صلاحیت اقامت جماعت
بدر رود زیراکہ آنجا محراب صوری نتواں یافت
و مجرد محاذات اگرچہ از دور بستہ نیست کما

کھڑا ہونا چاہئے تاکہ محراب حقیقی میں قیام ہوجائے
اسی طرح شتوی میں بھی اگر طاق وسط میں نہیں
تو امام طاق چھوڑ کر شتوی کے وسط میں ہوجائے
تاکہ محراب حقیقی کو پایا جاسکے، افغانستان کے
علاقے میں اس وقت کے علماء مسجد صیفی میں امام
کے قیام کو مکروہ قرار دیتے ہُوئے یہی دلیل
دیتے ہیں کہ محراب میں کھڑا ہونا سنّت ہے کیونکہ
اس ملک سے فقیر کے پاس جو سوال آیا ہے اس سے
واضح ہوتا ہے کہ انھیں معنیٔ محراب میں اشتباہ ہے
اور انھوں نے محراب صوری مقرر کئے ہیں مگر محراب
حقیقی سے غافل ہوگئے ہیں اور معلوم ہوا کہ
صوری میں قیام سنّت نہیں بلکہ اسے حقیقی سمجھنا
بذاتِ خود مکروہ ہے اور جو سنّت ہے
وُہ صیفی مسجد میں بھی درست ہے، پس یہاں
کراہت کہاں! امام ابن الہمام نے فتح القدیر
میں اسے واضح کرتے ہُوئے کہا کہ اگر وہ بنے ہوئے
نہیں (یعنی محاریب) تو سنّت یہ ہے کہ اس
جگہ کے محاذی کھڑا ہوجائے کیونکہ وہ وسط صف
کے محاذی ہے اور یہی مطلوب ہے کیونکہ محاذات کے
علاوہ امام کا قیام مکروہ ہے اھ اور اگر ایسے ہو
کہ صیفی اقامت جماعت کی صلاحیت نہ رکھتی کیونکہ
وہاں محراب صوری نہیں اور صرف محاذات اگرچہ
دُور سے ہو محراب کی نشانی نہیں ہے جیسا کہ تونے

---

[1] فتح القدیر فصل یکرہ المصلی مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۶۰

marfat.com

Marfat.com

علمت ذلك اعترفوا به والا لم يحكموا
بكراهة قيام الامام في الصيفي
مطلقا وایں برخلاف عمل ونیت جملہ امت
ست مسجد را بر دو درجہ سرما وگرما از ہمیں
رو بخش میکنند کہ بہر موسم اقامت جماعت
بہ مسجد نتوانند اگر ایں پارہ از قیامِ امام
معطل ماند لاجرم جماعت را نیز لازم
باشد ہم در پارۂ شتوی صفہا بستن کہ
انفراد امام بدرجۂ خود مکروہ ست پس از صیفی
بہرہ نیابند مگر بعض قوم در بعض احیان
آنگاہ کہ شتوی ہمہ آمودہ شود وایں یقیناً مخالف
نیت وقصد جملہ بانیان وعمل وتوارثِ عامہ
مومنان ست باز در ہندیہ و بزازیہ و خلاصہ
وظہیریہ و خزانۃ المفتین وغیرہا کتب معتمدہ ست
قوم جلوس فی المسجد الداخل
وقوم فی المسجد الخارج اقام
المؤذن فقام امام من اهل الخارج
فامهم وقام امام من اهل الداخل
فامهم قال من سبق بالشروع فهو
والمقتدون به لا كراهة في حقهم [1]
چرا لائے نفی جنس مطلقاً سلب مستغرق نمایند چرا
نگویند کہ امام مسجد صیفی ومقتدیانش بہرحال
درگرد کراہت اند زیرا کہ قیام

سمجھا اور جیسا کہ انھوں نے اس کا اعتراف
کیا ہے ورنہ وہ صیفی میں مطلقاً قیامِ امام کو
مکروہ قرار نہ دیتے حالانکہ یہ بات تمام امت کے
عمل کے خلاف ہے کیونکہ مسجد کے دو درجے
موسم گرما و سرما کے لحاظ سے کئے جاتے ہیں کہ
ہر موسم میں ایک جگہ جماعت نہیں کرائی جاسکتی تو
اگر یہ حصہ قیامِ امام سے معطل ہو تو لازم ہوگا کہ
جماعت بھی شتوی حصے میں صفیں بنائے
کیونکہ امام کا تنہا ہونا بذاتِ خود مکروہ ہے تو اس
طرح صیفی حصہ سے فائدہ صرف بعض اوقات بعض
لوگ اس وقت ہی اٹھا سکیں گے جب شتوی حصہ
پُر ہو جائے گا' اور یہ بات تمام بانیانِ مساجد کی
نیت اور عمل اور توارثِ اُمت کے خلاف ہے ہندیہ،
بزازیہ، خلاصہ، ظہیریہ، خزانۃ المفتین وغیرہ کتب
معتمدہ میں ہے کہ کچھ لوگ مسجد کے اندر اور کچھ مسجد کے
صحن میں تھے مؤذن نے اذان کہی اہلِ خارج میں سے
امام نے جماعت کرائی اسی طرح اندر والوں میں سے امام
نے جماعت کرائی تو جس نے پہل کر دی وہ امام ہوگا اور
تمام لوگ اس کے مقتدی ہوں گے ان کے حق میں کوئی
کراہت نہ ہوگی کیونکہ یہاں لا نفی جنس انھوں نے
استعمال کیا ہے جو مطلق سلب کا احاطہ کرتا ہے
انھوں نے یہ کیوں نہ کہا کہ مسجد صیفی کا امام اس کے
مقتدی بہرحال کراہت میں مبتلا ہونگے کیونکہ انھوں نے

---

[1] خلاصۃ الفتاوی الفصل الخامس فی الامامۃ والاقتداء مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۱۴۵

marfat.com

Marfat.com

فی المحراب را ترک گفتند بالجملہ ایں خطائے فاحش ست کہ ولایتیان دریں جزو زمان احداث کردہ اند ازیں باخبر باید بود۔

سخن راندن ماند از استظہار علامہ شامی عاملہ اللہ باللطف النامی **اقول** انچہ بالا گفتہ ایم غایت توجیہ کلام آں فاضل علام بود وہنوز کل نظرے ومیدان دارد ماثور وموروث چنانکہ دانی ہماں قیامِ امام در محرابِ حقیقی ست وآں مقام اشرف موضع وصدر مسجد ست چنانکہ شنیدی پس ترک او بے عذر شرعی عدول از افضل وخلاف متوارث العمل وفرع مبسوط دلالت برآں ندارد کہ اینجا فی نفسہٖ اصلاً منظور نیست بلکہ غایتش آنست کہ توسط صف سنت عظیمہ مہم تر ازآں ست چوں ہر دو دست وگریبان شود اختیار بسنت توسط رود پس انچہ بدل می چسپد کلمات ائمہ را بر اطلاق آنہا داشتن اگرچہ در کمال خمول باشد غیر امام جماعت ثانیہ فی مسجد المحلہ را محراب حقیقی گزاشتن ست ھذا اخر الکلام فی ھذا المقام وقد اتضح بہ کل مرام وانکشف بہ جمیع الاوھام والتأمت کلمات الائمۃ الکرام وما توفیقی الا باللہ الملک العلام والسلام مع الاکرام علی مولٰنا عبد السلام واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

محراب میں قیام کو ترک کیا ہے، حاصل کلام یہ کہ یہ بہت بڑی غلطی ہے جو اس دَور میں ان علاقوں میں پیدا ہوئی ہے اس سے باخبر ہونا چاہیے۔

رہا معاملہ علامہ شامی کے مختار قرار دینے کا تو **میں کہتا ہوں** کہ جو کچھ ہم نے بیان کیا اس فاضل علام کے کلام کی غایت توجیہ ہے اور جو کچھ منقول و متوارث ہے وہ امام کا محرابِ حقیقی میں قیام ہے اور وُہ مقام سب سے اعلیٰ اور صدرِ مسجد ہوتا ہے جیسا کہ آپ پڑھ چکے لہذا اس کا ترک بغیر کسی عذر کے افضل سے اعراض اور متوارث عمل کے خلاف ہے اور مبسوط کا جزئیہ اس پر دلالت نہیں کرتا کہ یہ مقام فی نفسہٖ مقصود نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ یہ کہ صف کے درمیان کھڑا ہونا سنّتِ عظیمہ ہے کیونکہ جب دونوں میں تعارض ہو تو وسط میں کھڑا ہونا سنّت اور مختار ہوگا، دل لگتی بات یہ ہے کہ ائمہ کے کلام کو اپنے اطلاق پر رکھیں اگرچہ یہ کمزور سی بات ہے تاہم اس سے محلہ کی مسجد میں پہلے امام کا حقیقی محراب کو چھوڑنا مراد ہے، یہ اس مقام میں آخری کلام ہے اور اس سے پُورا مقصد واضح ہوگیا اور تمام ائمہ کا کلام موافق ہوگیا وما توفیقی الا باللہ الملک العلام والسلام مع الاکرام علٰی مولٰنا عبد السلام واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۰۲: از بنگالہ ضلع چاٹگام تھانہ راؤجان موضع پھرا مرسلہ مولوی اسمٰعیل صاحب ۱۴ شوال ۱۳۲۱ھ

چہ می فرمایند علمائے دین وفضلائے شرع متین

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور فضلائے شرع متین

marfat.com

Marfat.com

اندریں صورت کہ شخصے مصلی رداے خود را بدیں نوع پوشد کہ اولاً وسط ردا را بر پشت نہادہ و ہر دو سرش را تحت الابطین بیروں آوردہ باز جانب چپ را بر منکب راست وطرف راست را بر منکب چپ انگند حتی کہ ہر دو سرش نیز بطرف پشت و سرین رسند ایں صورت در حالت صلوٰۃ شرعاً جائز ست یا نہ ؟

اس مسئلہ میں کہ نمازی ایک چادر اس طرح پہنتا ہے کہ پہلے اس کا نصف حصہ اپنی پشت پر ڈالتا ہے اور اس کے دونوں کونوں کو بغلوں کے نیچے سے باہر لاکر اس کی بائیں جانب کو دائیں کاندھے اور اس کے دائیں حصہ کو بائیں کاندھے پر ڈالتا ہے حتّٰی کہ اس کے دونوں کونے بھی پشت و سرین تک پہنچ رہے ہوتے ہیں اس حالت میں نماز جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

جائز ست فی الصحیحین عن عمر بن ابی سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یصلی فی ثوب واحد مشتملا بہ فی بیت ام سلمۃ واضعا طرفیہ علی عاتقیہ[1] وللبخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول من صلی فی ثوب واحد فلیخالف بین طرفیہ[2] شیخ محقق دہلوی قدس سرہ در اشعۃ اللمعات می فرماید صورت اشتمال آن ست کہ طرفے راست از جامہ کہ بر دوش راست است گرفتہ بر دوش چپ بیند از د و طرف چپ

جائز ہے کیونکہ بخاری ومسلم میں حضرت عمر بن ابی سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ میں نے بیتِ حضرت ام سلمہ میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ایک کپڑے میں اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ اس کی دونوں اطراف آپ کے کاندھوں پر تھیں۔ بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کہ میں نے رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا جو آدمی ایک کپڑے میں نماز ادا کرے اسے چاہئے کہ وہ اس کی دونوں اطراف کو مخالف سمت میں ڈال لے۔ شیخ محقق دہلوی قدس سرہ اشعۃ اللمعات میں صورتِ اشتمال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کپڑے کی دائیں طرف جو کپڑا دائیں کاندھے پر ہے بائیں پر ڈال دے اور بائیں کاندھے

---

[1] صحیح مسلم باب الصلوٰۃ فی ثوبِ واحد مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۱۹۸

[2] صحیح بخاری باب اذا صلی فی الثوب الواحد الخ " " " " " " " " ۱/۵۲

marfat.com

Marfat.com

کہ بر دوش چپ است از زیر دست چپ گرفتہ بر دوش راست بیندازد و پستر بندد ہر دو طرف را بر سینہ و غالباً احتیاج بہ بستن ہر دو طرف بر سینہ بر تقدیر یست کہ گوشہائے جامہ دراز نباشد و بیم واشدن بود و اگر دراز بسیار باشد احتیاج بہ بستن نباشد چنانکہ از لباس فقرائے یمن ظاہر میگردد ولہذا در عبارت بعض شارحان ایں قید واقع نشدہ[۱]۔ واللہ تعالٰی اعلم

کی طرف کو بائیں کے نیچے سے نکال کر دائیں کاندھے پر ڈال دے اس کے بعد دونوں اطراف کو سینہ پر باندھ لے، غالباً دونوں کو سینہ پر باندھنے کی وجہ یہ ہے کہ کپڑے کے کنارے طویل نہ تھے اور اس کے گر جانے کا خطرہ تھا، اور اگر اطراف لمبے ہوں تو باندھنے کی ضرورت نہیں جیسا کہ فقرائے یمن کا لباس ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ بعض شارحین کی عبارت میں اس قید کا ذکر نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۰۳: از ملک بنگالہ ضلع میمن سنگھ مرسلہ عبدالحکیم ۲۸ جمادی الاولٰی ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چبوترہ جو صحن میں ملاصق بیچ کے در میں جو کچھ بلندی ہوتی ہے اُس پر نمازِ جماعت میں امام کا کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور اس کو اگر دُور کر دیا جائے تو نماز جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب

یہ صورت مکروہ ہے،

لمشابھۃ الیھود فانھم یجعلون لامامھم علی دکان ممتازا عمن خلفہ والاصح ان لا تقدیر، بل کل مایقع بہ الامتیاز یکرہ کما فی الدر[۲]۔

یہ یہود کے ساتھ مشابہت ہے کیونکہ امام کے لئے اونچی جگہ بناتے ہیں اور اصح یہ ہے کہ اس کی مقدار کا تعین نہیں بلکہ اتنی اونچائی جس سے امتیاز ہو جائے مکروہ ہے جیسا کہ در میں ہے۔ (ت)

اور اگر اسے دُور کر دیں تو امام اگر در میں کھڑا ہو تو یہ بھی مکروہ ہے

لقول امامنا رضی اللہ تعالٰی عنہ انی اکرہ للامام ان یقوم بین الساریتین[۳]

ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد ہے کہ امام کے دو ستونوں کے درمیان کھڑا ہونے کو

---

[۱] اشعۃ اللمعات باب الستر الفصل الاول مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۴۴
[۲] درمختار باب مایفسد الصلوٰۃ الخ ؍؍ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۲
[۳] ردالمحتار مطلب فی کراہۃ قیام الامام فی غیر المحراب مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۲۰

marfat.com

Marfat.com

المعراج۔ ناپسند جانتا ہوں، جیسا کہ معراج میں ہے (ت)

اور اگر صحن میں کھڑا ہو کر کرسی کی بلندی پر سجدہ کرے تو یہ سخت تر مکروہ ہے یہاں تک کہ وہ بلندی بالشت بھر ہو تو نماز ہی نہ ہوگی کما فی الدر المختار وغیرہ (جیسا کہ دُرِ مختار وغیرہ میں ہے۔ ت) تو جب صحن میں صفوں کے لئے زیادہ وسعت چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ در کی کرسی بقدر سجدہ کھود کر طاق کے شکل بنائیں اور اتنا ٹکڑا صحن سے ہموار کردیں امام صحن میں کھڑا ہو کر اس طاق نما میں سجدہ کرے اب کوئی کراہت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: اناترولی ضلع علی گڑھ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ عبدالکریم صاحب مدرس

۸ جمادی الاخری ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پہلی رکعت میں قل یا پڑھے، دوسری رکعت میں انا اعطینا پڑھے ترتیب واجب میں فرق آیا الٹا قرآن پڑھنے سے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

ترتیب اُلٹنے سے نماز کا اعادہ واجب ہو نہ سجدۂ سہو آئے، ہاں یہ فعل ناجائز ہے اگر قصداً کرے گنہگار ہوگا ورنہ نہیں، اور اگر بعد کی سورت پڑھنا چاہتا تھا زبان سے اُوپر کی سورت کا کوئی حرف نکل گیا تو اب اُسی کو پڑھے اگرچہ خلافِ ترتیب ہوگا کہ یہ اس نے قصداً نہ کیا اور اس کا حرف نکل جانے سے اُس کا حق ہوگیا کہ اب اُسے چھوڑنا قصداً چھوڑنا ہوگا۔ ردالمحتار میں ہے:

ترتیب السور فی القراءة من واجبات التلاوة وانما جوز للصغار تسهیلا لضرورة التعلیم ط التنکیس او الفصل بالقصیرة انما یکرہ اذا کان عن قصد فلو سهوا فلا، شرح المنیة، واذا انتفت الکراهة فاعراضه عن التی شرع فیها لاینبغی، وفی الخلاصة افتتح سورة و قصده سورة اخری فلما قرأ اٰیة او اٰیتین اراد ان یترك تلك السورة ویفتتح التی ارادها یکرہ الخ

قراءت میں سورتوں کے درمیان ترتیب رکھنا واجب ہے، چھوٹے بچوں کے لئے ضرورتِ تعلیم کے پیشِ نظر جائز ہے تاکہ آسانی ہو ط۔ خلافِ ترتیب یا تھوڑا فاصلہ اس وقت مکروہ ہے جب دانستہ ہو اگر بھول کر ہو تو مکروہ نہیں شرح المنیہ، اور جب کراہت ختم ہو تو مشروع سے اعراض مناسب نہیں۔ خلاصہ میں ہے کسی ایک نے سورت شروع کی اور دوسری کا ارادہ کیا جب ایک آیت یا دو آیات تلاوت کیں تو اس نے چاہا کہ یہ سورت چھوڑ دے اور وہ شروع کرے جس کا ارادہ تھا تو یہ مکروہ ہے الخ

marfat.com

Marfat.com

وفی الفتح ولوکان ای المقرؤ حرفا واحدا[1] الخ

اور فتح میں ہے کہ اگرچہ پڑھا ہوا محض ایک حرف ہو الخ

فی ردالمحتار انهم قالوا یجب الترتیب فی سورة القرأن فلو قرأ منکوسا اثم لکن لایلزمه سجود السهو لان ذلك من واجبات القراءة لامن واجبات الصلوة کمافی البحر باب السهو[2] الخ شامی اقول وبه یظهر مافی افتاء الشیخ الملا نظام الدین والد ملك العلما بحر العلوم رحمهما الله تعالٰی بایجاب السجود فیه بناءً علی وجوبه فانه خلاف المنقول المنصوص علیه فی کتب المذهب وقدکان یتوقف فیه المولی بحرالعلوم قدس سرہٗ، والله تعالٰی اعلم۔

ردالمحتار میں ہے کہ فقہاء نے فرمایا ہے کہ قرآنی سورتوں میں ترتیب ضروری ہے اگر کسی نے خلافِ ترتیب پڑھا تو وہ گنہگار ہوگا لیکن اس پر سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا کیونکہ یہ واجباتِ قراءت میں سے ہے نماز کے واجبات میں سے نہیں جیسا کہ بحر کے باب السہو میں ہے الخ شامی، اقول (میں کہتا ہوں) اسی کے ساتھ یہ بھی واضح ہوگیا کہ شیخ ملا نظام الدین والد گرامی ملک العلماء بحرالعلوم رحمہما اللہ تعالٰی نے جو فتوٰی دیا کہ اس صورت میں سجدۂ سہو لازم ہے کیونکہ یہ عمل واجب ہے یہ کتبِ مذہب میں منقول نصوص کے خلاف ہے اور اس میں بحرالعلوم قدس سرہٗ نے توقف سے کام لیا ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۰۵
۲۱ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

اگر کسی شخص نے صبح کی نماز کے وقت جلدی میں غلطی سے یا اندھیرے میں اُلٹی دُلائی اوڑھ کر نماز پڑھی تو وہ نماز مکروہ تحریمی یا واجب الاعادہ ہوگی یا فاسد وغیرہ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

واجب الاعادہ اور مکروہِ تحریمی ایک چیز ہے، کپڑا اُلٹا پہننا اوڑھنا خلافِ معتاد میں داخل ہے اور خلافِ معتاد جس طرح کپڑا پہن یا اوڑھ کر بازار میں یا اکابر کے پاس نہ جاسکے ضرور مکروہ ہے کہ دربارِ عزت احق بادب و تعظیم ہے۔

واصل کراهة الصلوة فی ثیاب مهنة قال فی الدر وکره صلوته فی ثیاب

اصل یہ ہے کہ کام و مشقت کے لباس میں نماز مکروہ ہے در میں ہے نمازی کا کام کے کپڑوں میں نماز ادا کرنا

---

[1] ردالمحتار فصل ویجہر الامام قبیل باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۴

[2] ردالمحتار باب صفۃ الصلوٰۃ " " " ۱/۳۳۷

marfat.com

Marfat.com

مهنة قال الشامي وفسرها في شرح الوقاية بما يلبسه في بيته ولا يذهب به الى الاكابر[1]

مکروہ ہے، شامی نے فرمایا اور اس کی تفسیر شرح وقایہ میں ہے وہ کپڑے جو آدمی گھر پہنتا ہے مگر ان کے ساتھ اکابر کے پاس نہیں جاتا۔ (ت)

اور ظاہر کراہت تنزیہی

فان كراهة التحريم لابد لها من نهي غير مصروف عن الظاهر كما قال ش في ثياب المهنة والظاهر ان الكراهة تنزيهية[2]۔

کیونکہ کراہت تحریمی کے لئے ایسی نہی کا ہونا ضروری ہے جو ظاہر سے مؤول نہ ہو، جیسا کہ علامہ شامی نے کام کے کپڑوں کے بارے میں کہا کہ ظاہر کراہت تنزیہی ہے۔ (ت)

اور اسے سدل میں کہ مکروہ تحریمی اور اس سے نہی وارد دخل نہیں کہ وہ بر لبس خلاف معتاد نہیں بلکہ کپڑا اوپر سے اس طرح سے ڈال لینا کہ دونوں جانبین لٹکتی رہیں مثلاً چادر سر یا کندھوں پر ڈال لی اور دوبالا نہ مارا یا انگرکھا کندھے پر ڈال لیا اور آستین میں ہاتھ نہ ڈالے[3] كما في الدر وغیرہ (جیسا کہ در وغیرہ میں ہے۔ ت) اور اگر آستینوں میں ہاتھ ڈالے اور بند نہ باندھے تو یہ بھی سدل نہ رہا اگرچہ خلافِ معتاد ضرور ہے، ہاں امام ابوجعفر ہندوانی نے اس صورت کو مشابہ سدل ٹھہرا کر فرمایا کہ بُرا کیا امام ابن امیر الحاج نے حلیہ میں ایک قید اور بڑھائی کہ اگر نیچے کُرتا نہ ہو ورنہ حرج نہیں، اور اقرب یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں حرج ہے

قال في رد المحتار قال في الخزائن بل ذكر ابوجعفر انه لو ادخل يديه في كميه ولم يشد وسطه اولم يزر ازاره فهو مسئ لانه يشبه السدل اھ قلت لكن قال في الحلية فيه نظر ظاهر بعد ان يكون تحته قميص او نحوه

ردالمحتار میں ہے کہ خزائن میں ہے بلکہ ابوجعفر نے ذکر کیا کہ اگر نمازی نے اپنے بازوؤں کو آستینوں میں داخل کر دیا اور درمیان کو نہیں باندھا یا اس نے اس کے بٹن بند نہ کئے تو خطا کار ہے کیونکہ سدل کی طرح ہے اھ میں کہتا ہوں حلیہ میں ہے کہ اس میں واضح اعتراض ہے جبکہ اس کے نیچے قمیص یا ایسا کپڑا

---

[1] درمختار باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۹۱
[2] ردالمحتار " " " " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۴۳۱
[3] " " " " " " " " " " " "
[4] درمختار " " " " " " مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۹۱

marfat.com

Marfat.com

ممایستر البدن[1] اھ اقول وفیہ نظر ظاھر فان انکشاف شیئ من صدر الرجل وبطنہ لا اساءۃ فیہ اذا کان عاتقاہ مستورین وانما نھی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عما اذا صلی فی ثوب واحد ولیس علی عاتقہ منہ شیئ[2] ولا شك ان ارسال اطراف مثل الشایۃ من دون ان یزرازارھا انما یشبہ السدل بنفس ھیأۃ ولا مدخل فیہ لوجود القمیص تحتہ وعدمہ لما ان السدل سدل وان کان فوق القمیص ورأیتنی کتبت علی ھامشہ مانصہ اقول النظر ان کان ففی کراھۃ التحریم اما التنزیھی فلا شك فی ثبوتہ[3]۔

ہو جو بدن ڈھانپ دے اھ اقول (میں کہتا ہوں) اس میں نظر ہے کیونکہ انسان کے سینے اور بطن کے کسی حصّے کا ظاہر ہونا اس میں کوئی برائی نہیں جبکہ اس کے کاندھے مستور ہوں اور رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس صورت میں ایک کپڑے میں نماز سے منع فرمایا ہے جبکہ اس کے کاندھے پر کوئی شئی نہ ہو اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اطراف کا کھلا ہونا بٹن باندھے کے بغیر سدل کے مشابہ ہے اس میں نیچے قمیص اور عدم قمیص کا کوئی دخل نہیں کیونکہ سدل' سدل ہی ہوتا ہے اگرچہ قمیص پر ہو اور مجھے یاد آرہا ہے کہ میں نے اس کے حاشیہ پر لکھا ہے اقول نظر تب ہے کہ اگر کراہت تحریمی ہو اور اگر تنزیہی ہو تو اس کے ثبوت میں کوئی شک نہیں۔ (ت)

ہاں اگر قصداً ایسا کیا یوں کہ نماز کو محل بے پرواہی جانا اور اس کا ادب و اجلال ہلکا مانا تو کراہت و حرمت درکنار معاذ اللہ اسلام ہی نہ رہے گا۔ کما قالوا فی الصلٰوۃ حاسر الراس اذا کان للاستھانۃ (جیسا کہ علماء نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو سُستی و کاہلی کی وجہ سے ننگے سر نماز ادا کرتا ہے۔ ت) والعیاذ باللہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۰۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی نے گلوبند سر میں لپیٹ کر نماز پڑھائی بغیر ٹوپی کے، تو یہ نماز مکروہِ تحریمی یا تنزیہی ہُوئی یا نہیں؟

الجواب

مخالفِ سنّت ہُوا، حدیث میں ہے:

الفرق بیننا وبین المشرکین العمائم ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپیوں پر

---

[1] ردالمحتار باب مایفسد الصلٰوۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۶۴۰

[2] صحیح بخاری باب اذا صلی فی ثوب واحد الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۵۲

[3] جد الممتار علی ردالمحتار مکروہات الصلٰوۃ المجمع الاسلامی مبارکپور انڈیا ۱/ ۳۰۴

marfat.com

Marfat.com

عمامہ باندھنا ہے۔ (ت)

وذکر الشیخ قدس سرہ فی اللمعات ان تعمیم مشرکی العرب ثابت معلوم فالمعنی انا نجعل العمائم علی القلانس وھم یتعممون بدونھا۔

اور شیخ قدس سرہ نے لمعات میں ثابت کیا ہے کہ مشرکین عرب کا عمامہ باندھنا ثابت ہے، اب معنی یہ ہوگا کہ ہم ٹوپیوں پر عمامہ باندھتے ہیں اور مشرکین ٹوپیوں کے بغیر۔ (ت)

پھر اگر گلوبند چھوٹا ہو کہ ایک دو پیچ سے زائد نہ کرسکے تو یہ سنتِ عمامہ کا بھی ترک ہوگا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۰۱: از رام پور مرسلہ جناب مولٰنا مولوی شاہ سلامت اللہ صاحب ۴ محرم الحرام ۱۳۲۲ھ
(مع رسالہ نعم الجواب فی مسئلۃ المحراب)

خلاصۂ سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید امام مسجد کہتا ہے کہ محراب ہی کے پاس نماز پڑھنا مسنون ہے باہر مسجد کے مکروہ ہے باوجودیکہ اندر مسجد کے عشا کے وقت سخت گرمی اور لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے زید اندر ہی محراب کے پاس پڑھتا ہے اکثر ضعفا کو اس تکلیف وگرمی سے قے بھی ہوجاتی ہے اور بیہوشی ہوتی خوفِ ہلاکت ہوتا ہے لیکن زید نہیں مانتا۔ بینوا توجروا

الجواب

تحریرِ فقیر بر جواب مولوی معز اللہ خاں صاحب وتائید مولٰنا شاہ سلامت اللہ صاحب

جزی اللہ المجیب خیرا وشیب وایدی الفاضل المؤید بنصرۃ القریب (جواب دینے والے کو اللہ جزائے خیر دے اور اس فاضل کو مددِ قریب سے نوازے۔ ت) فی الواقع زید کا قول محض باطل وجہالت اور اس پر ایسا اصرار اور اس کے سبب نمازیوں بلکہ خود نماز وجماعتِ نماز کو اس درجہ اضرار صریح ضلالت ہے، فقیر نے اپنے فتاوٰی میں اس مسئلہ کی تنقیح تام اور محراب کی حقیقی وصوری اقسام اور حدیثاً وفقہاً اُن کے احکام اور تحقیق مرام وازالۂ اوہام بفضلہ تعالٰی بروجہ کافی وشافی ذکر کی یہاں اسی قدر کافی کہ ہندیہ وبزازیہ وخلاصہ وظہیریہ وخزانۃ المفتین وغیرہا کتب معتمدہ میں ہے:

قوم جلوس فی المسجد الداخل وقوم فی المسجد الخارج اقام المؤذن فقام

کچھ لوگ داخل مسجد اور کچھ خارج مسجد میں مؤذن نے تکبیر کہی اہلِ خارج میں سے امام نے جماعت کرائی

؎ سنن ابو داؤد باب فی العمائم مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۸
مشکوٰۃ المصابیح کتاب اللباس " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۷۴

marfat.com

Marfat.com

امام من اهل الخارج فامهم وقام امام من اهل الداخل فامهم من یسبق بالشروع فهو والمقتدون به لاکراھۃ فی حقهم[1]۔

اور اسی طرح اہلِ داخل میں سے ایک نے جماعت کروائی تو جس نے سبقت لی وہ امام ہے اور لوگ اس کے مقتدی، ان کے حق میں کوئی کراہت نہیں۔ (ت)

امام ابن امیر الحاج حلبی شرح منیہ میں فرماتے ہیں: المسجد الخارج صحن المسجد[2] (مسجد خارج سے صحنِ مسجد مراد ہے۔ ت) دیکھو کیسی تصریح ہے کہ صحنِ مسجد میں نماز پڑھنی جماعت کرنی امامت کرنی اصلاً کسی طرح مکروہ نہیں

لان السابق بالشروع فی الصورۃ المذکورۃ انکان امام الخارج وھوالذی ھو ومقتدوہ کلھم فی الصحن کان ھو المحکوم لہ بقول الائمۃ ھو والمقتدون بہ لاکراھۃ فی حقھم ولا ھذہ لنفی الجنس فتفید نفی کل کراھۃ عنھم وھو المقصود۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کیونکہ صورتِ مذکورہ میں شروع میں سبقت کرنے والا اگر امامِ خارج ہے تو وہ امام اور اس کے مقتدی تمام صحن میں ہوں گے اور ائمہ کا یہ بیان کردہ حکم کہ وہ امام اور لوگ اس کے مقتدی ہوں گے اور ان پر کوئی کراہت نہیں اسی پر لاگو ہوگا اور یہ "لا" نفی جنس کے لئے ہے جس سے ہر کراہت کی نفی ہوجاتی ہے اور یہی مقصود ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ از مارہرہ مطہرہ کمبوہ محلہ مرسلہ چودھری محمد طیب صاحب ۴ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ

جوتیوں سمیت نماز پڑھنا ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا کہا ہم سے شعبہ نے کہا ہم کو ابو مسلمہ سعید بن یزید ازدی نے خبر دی کہا میں نے انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جوتیاں پہنے پہنے نماز پڑھتے تھے؟ انھوں نے کہا

حدثنا اٰدم ابن ابی ایاس قال انا ابو مسلمۃ سعید بن یزید الازدی قال سألت انس بن مالک اکان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یصلی فی نعلیہ قال نعم

آدم ابن ابی ایاس بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابو مسلمہ سعید بن یزید الازدی نے بتایا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھا کیا نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نعلین میں نماز ادا کی ہے؟ انھوں نے فرمایا ہاں۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ فصل فی بیان من ہو احق بالامامۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۴
خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الخامس فی الامامۃ والاقتداء مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۱۴۵
[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com
Marfat.com

ابن [illegible] جب جوتے پاک ہوں تو اُن میں نماز پڑھنا جائز ہے میں کہتا ہوں مستحب ہے کیونکہ ابوداؤد اور حاکم کی [illegible] ہے کہ یہودیوں کا خلاف کرو وہ جوتوں اور موزوں میں نماز نہیں پڑھتے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نماز میں جوتے اتارنا مکروہ جانتے تھے اور ابوعمرو شیبانی کوئی نماز میں جوتا اتارے تو اُس کو مارتے تھے اور ابراہیم سے جو امام ابوحنیفہ کے استاذ ہیں ایسا ہی منقول ہے۔ شوکانی نے کہا صحیح اور قوی مذہب یہی ہے کہ جوتیاں پہن کر نماز پڑھنا مستحب ہے اور جوتوں میں اگر نجاست ہو تو وہ زمین پر رگڑ دینے سے پاک ہو جاتے ہیں خواہ وہ کسی قسم کی نجاست ہو، تر یا خشک، جرم والا یا بے جرم۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب **اقول** وباللہ التوفیق و بہ الوصول الی ذری التحقیق (اے اللہ! حق اور صواب کی ہدایت دے **اقول** اور اللہ ہی توفیق دینے والا اور وہ ہے جو تحقیق کی منزل پر پہنچانے والا ہے۔ ت) سخت اور تنگ پنجے کا جوتا جو سجدہ میں انگلیوں کا پیٹ زمین پر بچھانے اور اُس پر اعتماد کرنے زور دینے سے مانع ہو ایسا جوتا پہن کر نماز پڑھنی صرف کراہت و اساءت درکنار مذہب مشہور و مفتی بہ کی رُو سے راساً مفسد نماز ہے کہ جب پاؤں کی انگلی پر اعتماد نہ ہوا سجدہ نہ ہوا اور جب سجدہ نہ ہوا نماز نہ ہوئی، امام ابوبکر جصاص و امام کرخی و امام قدوری و امام برہان الدین صاحب ہدایہ وغیرہم اجلّہ ائمہ نے اس کی تصریح فرمائی، محیط و خلاصہ و بزازیہ و کافی و فتح القدیر و سراج و کفایہ و مجتبٰی و شرح المجمع للمصنف و منیہ و غنیہ شرح منیہ و فیض المولی الکریم و جوہرہ نیرہ و نور الایضاح و مراقی الفلاح و درمنتقی و درمختار و عالمگیریہ و فتح المعین علامہ ابوالسعود ازہری و حواشی علامہ نوح آفندی وغیرہا کتب معتمدہ میں اسی پر جزم فرمایا زاہدی نے کہا یہی ظاہر الروایۃ ہے علامہ ابراہیم کرکی نے فرمایا اسی پر فتوٰی ہے، جامع الرموز میں قنیہ سے نقل کیا یہی صحیح ہے، ردالمحتار میں لکھا کتب مذہب میں یہی مشہور ہے، درمختار میں ہے:

فیہ (ای فی شرح الملتقی) یفترض وضع اصابع القدم ولو واحدۃ نحو القبلۃ والالم تجز والناس عنہ غافلون وشرط طہارۃ المکان وان یجد حجم الارض والناس عنہ غافلون[1] اھ ملخصا

اس (شراح الملتقی) میں ہے قدم کی انگلیوں کا زمین پر جانب قبلہ رکھنا فرض ہے خواہ وہ ایک ہی کیوں نہ ہو ورنہ جائز نہیں اور لوگ اس سے غافل ہیں اور مکان کا پاک ہونا بھی شرط ہے اور حجم زمین کو پانا اور لوگ اس سے بھی غافل ہیں اھ تلخیصا (ت)

---

[1] درمختار فصل واذا اراد الشروع فی الصلوۃ کبّر مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۷۲

marfat.com

Marfat.com

اسی میں ہے :

منہا (ای من الفرائض) السجود بجبہتہ وقدمیہ ووضع اصبع واحدۃ منہما شرط۔[1]

ان میں سے (یعنی فرائض میں سے) پیشانی اور قدمین پر سجدہ کرنا ہے اور ان دونوں پاؤں میں سے ایک انگلی کا لگنا شرط ہے۔ (ت)

منیہ میں ہے :

لو سجد ولم یضع قدمیہ علی الارض لایجوز ولو وضع احدھما جاز۔[2]

اگر سجدہ کیا لیکن قدم زمین پر نہ لگے تو وہ جائز نہ ہوگا اور اگر ان سے ایک قدم لگ گیا تو جائز ہوگا (ت)

غنیہ میں ہے :

المراد من وضع القدم وضع اصابعہا قال الزاھدی ووضع رؤس القدمین حالۃ السجود فرض وفی مختصر الکرخی سجد ورفع اصابع رجلیہ عن الارض لاتجوز وکذا فی الخلاصۃ والبزازی ووضع القدم بوضع اصابعہ وان وضع اصبعا واحدۃ اووضع ظہر القدم بلا اصابع ان وضع مع ذٰلک احدی قدمیہ صح والا فلا فھم من ھذا ان المراد بوضع الاصابع توجیہہا نحو القبلۃ لیکون الاعتماد علیہا والا فہو وضع ظہر القدم وقد جعلہ غیر معتبر وھذا مما یجب التنبیہ لہ فان اکثر الناس عنہ غافلون۔[3]

قدم رکھنے سے مراد اس کی انگلیوں کو رکھنا ہے، زاہدی نے کہا حالتِ سجدہ میں دونوں قدموں کی انگلیوں کے سروں کا زمین پر رکھنا فرض ہے۔ مختصر کرخی میں ہے اگر کسی نے سجدہ کیا مگر پاؤں کی انگلیاں زمین سے اُٹھی رہیں تو سجدہ نہ ہوگا۔ اسی طرح خلاصہ میں ہے۔ بزازیہ میں قدم رکھنے سے مراد انگلیوں کا رکھنا ہے اور اگر قدم کی پشت انگلیوں کے بغیر لگائی تو اگر اس کے ساتھ کسی ایک قدم کو بھی لگایا تو صحیح ورنہ نہیں، اس سے یہ بھی سمجھ آرہا ہے کہ انگلیوں کے رکھنے سے مراد انھیں قبلہ کی طرف کرنا ہے تاکہ ان پر ٹیک ہو ورنہ قدم کی پشت پر ہوگا اور اسے تو غیر معتبر قرار دیا گیا ہے اور اس پر متنبہ ہونا نہایت ضروری ہے کیونکہ اکثر لوگ اس سے غافل ہیں۔ (ت)

---

[1] درمختار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۷۰

[2] منیۃ المصلی باب فرائض صلوٰۃ مبحث السجود ″ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۲۶۱

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فرائض صلوٰۃ ″ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۸۵

marfat.com

Marfat.com

بحرالرائق شرح نقایہ میں ہے :

السجود فی الشریعۃ وضع بعض الوجہ مما لاسخریۃ فیہ وخرج بقولنا لاسخریۃ فیہ ما اذا رفع قدمیہ فی السجود فانہ لایصح لان السجود مع رفعہما بالتلاعب اشبہ منہ بالتعظیم والاجلال ویکفیہ وضع اصبع واحدۃ فلولم یضع الاصابع اصلا ووضع ظہر القدم فانہ لایجوز لان وضع القدم بوضع الاصبع اھ ملتقطا۔[1]

شریعت میں سجدہ یہ ہے چہرہ کا زمین پر رکھنا اور اس میں تمسخریت نہ ہو" لاسخریۃ فیہ" سے وہ صورت خارج ہوجاتی ہے جس میں دونوں قدم حالتِ سجدہ میں زمین پر نہ ہوں کیونکہ حالتِ سجدہ میں ان کا زمین سے اٹھا ہوا ہونا تعظیم وعزت کے بجائے مذاق پر دلالت کرتا ہے اور اس میں ایک انگلی کا زمین پر لگ جانا کافی ہوتا ہے۔ پس اگر کسی نے انگلیاں بالکل نہیں لگائیں مگر پشتِ قدم کو لگایا تو یہ جائز نہیں کیونکہ قدم کے رکھنے سے مراد انگلی کا لگانا ہے اھ تلخیصاً (ت)

جوہرہ نیرہ میں ہے :

من شرط جواز السجود ان لایرفع قدمیہ فان رفعہما فی حال سجودہ لاتجزیہ السجدۃ وان رفع احدہما قال فی المرتبۃ یجزیہ مع الکراھۃ ولوصلی علی الدکان وادلی رجلیہ عن الدکان عند السجود لایجوز وکذا علی السریر اذا ادلی رجلیہ عنہا لایجوز۔[2]

جوازِ سجدہ کے لئے شرط یہ ہے کہ دونوں قدم زمین سے اُٹھے ہُوئے نہ ہوں اگر حالتِ سجدہ میں اُٹھے ہوئے رہے تو سجدہ جائز نہیں ہوگا، اور اگر ان میں ایک رکھا ہُوا تھا تو مرتبہ میں ہے کہ سجدہ جائز مگر مکروہ ہوگا، اگر کسی نے اونچی جگہ نماز پڑھی اور سجدہ کے وقت پاؤں نیچے لٹکا دیئے تو جائز نہیں، اسی طرح چارپائی سے اگر پاؤں نیچے لٹکا دیئے تو سجدہ نہ ہوگا۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے :

اما افتراض وضع القدم فلان السجود

قدم کا زمین پر لگنا اس لئے ضروری ہے کہ ان کا

---

[1] بحرالرائق باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۹۳

[2] جوہرہ نیرہ شرح قدوری " " " " مکتبہ امدادیہ، ملتان ۱/۶۳

marfat.com

Marfat.com

معرفعهما بالتلاعب اشبہ منہ بالتعظیم والاجلال ویکفیہ وضع اصبع واحدۃ وفی الوجیز وضع القدمین فرض فان رفع احدھمادون الاخری جاز ویکرہ[1]

اٹھا ہوا ہونا تعظیم وعزت کے بجائے مذاق کے زیادہ قریب ہے البتہ ایک انگلی کا لگ جانا بھی کافی ہوتا ہے وجیز میں ہے کہ دونوں قدموں کا لگانا فرض ہے اگر ایک لگا رہا اور دوسرا اُٹھ گیا تو جائز مگر مکروہ ہے۔ (ت)

شرح نقایہ قہستانی میں ہے :

الصحیح ان رفع القدمین مفسد کما فی القنیۃ[2]

صحیح یہی ہے کہ قدمین کا زمین سے اٹھ جانا نماز کو فاسد کردیتا ہے جیسا کہ قنیہ میں ہے۔ (ت)

فتح اللہ المعین میں ہے :

وضع اصبع واحدۃ من القدمین شرط[3]

قدمین کی ایک انگلی کا لگنا شرط ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے :

یفترض وضع واحدۃ من اصابع القدم[4]

قدم کی انگلیوں میں سے ایک کا لگنا فرض ہے۔ (ت)

اُسی میں زیر قول کنز وجہ اصابع رجلیہ نحو القبلۃ (پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف کرکے زمین پر لگایا جائے۔ت) فرمایا :

خص اصابع الرجلین بالذکر مع ان اصابع الیدین کذلک حتی یکرہ تحویلھا عن القبلۃ انما خصھا وضعھا موجھۃ کما ذکرہ نوح أفندی و نصہ

یہاں پاؤں کی انگلیوں کا ذکر ہوا ہے حالانکہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کا لگنا بھی اسی طرح ہے حتی کہ ان کا قبلہ سے پھر جانا بھی مکروہ ہے مگر مخصوص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انھیں قبلہ کی طرف متوجہ کرنا فرض ہے جیسا کہ نوح آفندی نے ذکر کیا اور اس کے الفاظ

---

[1] فتح القدیر باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۶۵
[2] جامع الرموز فصل فی فرائض الصلوٰۃ " مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۴۰
[3] فتح اللہ المعین باب صفۃ الصلوٰۃ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۹
[4] " " " " " " " " " " ۱/۱۹۱

marfat.com

Marfat.com

قال الزاھدی وضع رؤس القدمین حالۃ السجود فرض وفی مختصر الکرخی سجد ورفع اصابع رجلیہ عن الارض لایجوز قال وفہم من ھذا ان المراد بوضع الاصابع توجیہھا نحو القبلۃ لیکون الاعتماد علیھا والا فہو وضع ظھر القدم وھو غیر معتبر الخ وکذا الحلبی عن المنیۃ الخ۔[1]

یہ ہیں زاہدی نے کہا حالتِ سجدہ میں قدمین کی انگلیوں کے سروں کا لگانا فرض ہے، مختصر کرخی میں ہے کسی نے سجدہ کیا مگر پاؤں کی انگلیاں زمین پر نہ لگیں تو یہ جائز نہیں، اور فرمایا اس سے یہ بھی سمجھ آرہا ہے کہ انگلیوں کے لگانے سے مراد انہیں قبلہ کی طرف متوجہ کرنا ہے تاکہ اعتماد ان پر ہو ورنہ تو پشتِ قدم پر ہوگا جو معتبر نہیں الخ حلبی میں منیہ سے یہی ہے۔ (ت)

نورالایضاح و مراقی الفلاح میں ہے:

من شرط صحۃ السجود وضع شیئ من اصابع الرجلین موجھا بباطنہ نحو القبلۃ ولایکفی لصحۃ السجود وضع ظاھر القدم[2]

صحتِ سجدہ کے لئے پاؤں کی انگلیوں کا قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر زمین پر لگنا شرط ہے فقط ظاہر قدم کا زمین پر لگنا کافی نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

وکذا قال فی الھدایۃ واما وضع القدمین فقد ذکر القدوری انہ فرض فی السجود اھ فاذا سجد ورفع اصابع رجلیہ لایجوز کذا ذکرہ الکرخی والجصاص ولو وضع احدھما جاز قال القاضی خان و یکرہ قال فی المجتبی قلت ظاھر ما فی مختصر الکرخی والمحیط والقدوری انہ اذ رفع احدھما دون الاخری لایجوز وقد رأیت فی

ہدایہ میں اسی طرح ہے، رہا قدمین کا لگنا تو قدوری نے کہا کہ یہ سجدہ میں فرض ہے پس جب سجدہ کیا مگر پاؤں کی انگلیاں نہ لگیں تو سجدہ صحیح نہ ہوگا، اسی طرح کرخی اور جصاص نے کہا اور اگر ایک انگلی لگ گئی تو جائز ہے، قاضی نے کہا مگر کراہت ہے۔ مجتبٰی میں ہے مختصر، کرخی، محیط اور قدوری کا ظاہر بتا رہا ہے کہ جب ایک پاؤں اٹھا ہوا ہو تو یہ جائز نہیں اور میں نے اس کے بعض نسخوں

---

[1] فتح اللہ المعین باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۹۲

[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۲۷

marfat.com

Marfat.com

بعض النسخ فيه روايتان اھ ومشى على رواية
الجواز برفع احدهما في الفيض والخلاصة
وغيرهما' وذهب شيخ الاسلام الى ان
وضعهما سنة واختار في العناية هذه
الرواية وقال انها الحق واقره في الدرر ووجهه
ان السجود لايتوقف تحققه على وضع
القدمين فيكون افتراض وضعهما زيادة
على الكتاب بخبر الواحد لكن رده
في شرح المنية وقال ان قوله هو
الحق بعيد عن الحق وبضده احق
اذ لا رواية تساعده والدراية تنفيه لان
مالايتوصل الى الفرض الا به فهو فرض و
حيث تظافرت الروايات عن ائمتنا بان
وضع اليدين والركبتين سنة ولم ترد رواية
بانه فرض تعين وضع القدمين او احدهما
للفرضية ضرورة التوصل الى وضع الجبهة
وهذا لو لم ترد به عنهم رواية كيف و
الروايات فيه متوافرة اھ ويؤيده ما في شرح
المجمع لمصنفه حيث استدل على ان وضع
اليدين والركبتين سنة بان ماهية السجدة
حاصلة بوضع الوجه والقدمين على الارض الخ
وكذا ما في الكفاية عن الزاهدي من ان
ظاهر الرواية ما ذكر في مختصر الكرخي وبه
جزم في السراج وفي الفيض وبه يفتى هذا وقال في الحلية
والاوجه على منوال ما سبق هو الوجوب

میں دو روایتیں دیکھی ہیں اھ فیض اور خلاصہ
وغیرہ میں روایتِ جواز پر عمل کیا ہے ۔ شیخ الاسلام
کہتے ہیں کہ دونوں پاؤں کا رکھنا سنت ہے عنایہ
میں اسی روایت کو مختار کہا ہے اور کہا یہی حق
ہے اور درر میں اسے ہی ثابت رکھا ، وجہ یہ ہے
کہ سجدہ قدمین کے لگنے پر موقوف نہیں لہذا ان
کے لگنے کو فرض قرار دینے سے خبرِ واحد سے کتاب اللہ
پر زیادتی لازم آئے گی لیکن شرح منیہ میں اس کی
تردید ہے کہ اسے حق کہنا حق سے بعید ہے بلکہ
اس کا خلاف احق ہے کیونکہ کوئی روایت تائید
نہیں کرتی اور درایت اس کی نفی کرتی کیونکہ
جو فرض تک پہنچائے وہ بھی فرض ہوتا ہے ، اور
اس مقام پر اپنے ائمہ سے کثرت کے ساتھ روایات
ہیں کہ قدمین اور ہاتھوں کا زمین پر لگانا سنت ہے اور
فرض کی روایت نہیں تاہم پیشانی لگانے کیلئے دو یا ایک قدم کا
لگانا فرض متعین ہے اگر کوئی روایت نہ ہوتی تب بھی یہ حکم تھا حالانکہ اس بارے
میں روایات کثیر ہیں اس کی تائید خود ماتن کی شرح مجمع کے اس استدلال سے بھی ہوتی ہے
ہاتھوں اور قدموں کا زمین پر لگانا سنت ہے کیونکہ
سجدہ کی ماہیت چہرہ اور قدمین زمین پر رکھنے سے
حاصل ہوجاتی ہے الخ اسی طرح کفایہ میں زاہدی
کے حوالے سے ہے کہ ظاہر الروایہ وہی ہے جس کا
ذکر مختصر الکرخی میں ہے اور اسی پر سراج میں جزم فرمایا اور فیض میں ہے
اسی پر فتوٰی ہے ، حلیہ میں ہے گزشتہ طریقہ کے
مطابق سابقہ حدیث کے پیشِ نظر وجوب ہی مختار
ہے اھ یعنی اس طریقہ پر جو ان کے شیخ نے ہاتھوں اور

marfat.com

Marfat.com

لما سبق من الحديث اداى على منوال ما حققه شيخه من الاستدلال على وجوب وضع اليدين والركبتين وتقدم انه اعدل الاقوال فلذا اهنا واختاره فی البحر والشرنبلالية قلت ویمکن حمل کل من الروايتين السابقتين عليه بحمل عدم الجواز على عدم الحل لا عدم الصحة ونفی شیخ الاسلام فرضية وضعهما لا ينافی الوجوب وتصريح القدوری بالفرضية يمكن تاویله فان الفرض قد يطلق على الواجب تامل، وما مرعن شرح المنية للبحث فيه مجال لان وضع الجبهة لا يتوقف على وضع القدمين بل توقفه على الركبتين واليدين ابلغ فدعوی فرضية وضع القدمين دون غيرهما ترجيح بلا مرجح والروايات المتظافرة انما هی فی عدم الجواز كما يظهر من كلامهم لا فی الفرضية وعدم الجواز صادق بالوجوب كما ذكرنا والحاصل ان المشهور فی کتب المذهب اعتماد الفرضية والارجح من حيث الدليل والقواعد عدم الفرضية (ملخصاً) و الله تعالٰی اعلم۔

قدموں کے رکھنے پر یہ استدلال کیا تھا اور یہ گزر چکا کہ یہ معتدل قول ہے پس یہاں بھی یہی معاملہ ہے اور اسے بحر اور شرنبلالیہ میں مختار کہا میں کہتا ہوں کہ یہ ممکن ہے کہ سابقہ دونوں روایات میں عدمِ جواز کو عدمِ حلت پر محمول کریں نہ کہ عدمِ صحت پر، شیخ الاسلام کی ان کے زمین پر لگنے کی فرضیت کی نفی کرنا وجوب کے منافی نہیں، قدوری کی تصریح کہ یہ فرض ہے اس کی تاویل ممکن ہے کیونکہ بعض اوقات فرض کا اطلاق وجوب پر ہوتا ہے، تامل۔ شرح المنیہ کے حوالے سے جو کچھ گزرا ہے وہ قابلِ بحث ہے کیونکہ پیشانی کا رکھنا قدمین کے رکھنے پر موقوف نہیں بلکہ ہاتھوں اور گھٹنوں پر موقوف ہونا زیادہ واضح ہے لہٰذا قدمین کو زمین پر رکھنے کو فرض قرار دینا اور دوسروں کو نہ قرار دینا ترجیح بلا مرجح ہے اور روایات کثیرہ اس کے عدمِ جواز میں ہیں جیسا کہ علماء کے کلام سے واضح ہے نہ کہ عدمِ فرضیت میں، اور عدمِ جواز، وجوب کی صورت میں بھی صادق آتا ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے، حاصل یہ کہ مشہور کتبِ مذہب میں فرضیت ہے اور قواعد کے مطابق راجح وجوب ہے (ملخصاً) واللہ تعالٰی اعلم

قولہ ولو واحدۃ صرح بہ فی

قولہ اگرچہ ایک انگلی ہو، فیض میں

لہ ردالمحتار فصل ای فی بیان تالیف الصلٰوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۶۹

marfat.com

Marfat.com

الفیض قولہ نحو القبلۃ اقول وفیہ نظر فقد قال فی الفیض ولو وضع ظھر القدم دون الاصابع بان کان المکان ضیقا او وضع احدھما دون الاخری لضیقہ جاز کما لو قام علی قدم واحد و ان لم یکن المکان ضیقا یکرہ اھ فھذا صریح فی اعتبار وضع ظاھر القدم وانما الکلام فی الکراھۃ بلا عذر لکن رأیت فی الخلاصۃ ان وضع احدھما بان الشرطیۃ بدل او العاطفۃ اھ لکن ھذا لیس صریحا فی اشتراط توجیہ الاصابع بل المصرح بہ ان توجیھھا نحو القبلۃ سنۃ یکرہ ترکھا کما فی البرجندی والقہستانی۔[1] (ملخصًا)

اسی کی تصریح ہے قولہ قبلہ کی طرف اقول اس میں نظر ہے فیض میں ہے اگر قدم کی پشت لگی اور انگلیاں نہ لگیں مثلاً جگہ تنگ ہے یا تنگی کی وجہ سے ایک قدم لگا دوسرا نہ لگ سکا تو جائز ہے جیسا کہ کوئی ایک قدم پر کھڑا ہوتا ہے اگر مکان تنگ نہ ہو تو کراہت ہے اھ یہ عبارت اس بات پر تصریح کہ پشتِ قدم کا اعتبار ہے کلام اس میں ہے کہ بلا عذر یہ مکروہ ہے لیکن میں نے خلاصہ میں دیکھا ہے کہ وہاں او وضع کی بجائے ان وضع احدٰھما ہے (یعنی ان شرطیہ کے ساتھ) لیکن یہ بات انگلیوں کے متوجہ کرنے کو شرط قرار دینے میں صریح نہیں بلکہ تصریح یہ ہے کہ قبلہ کی طرف انگلیوں کو متوجہ کرنا سنت ہے اور اس کا ترک مکروہ، جیسا کہ برجندی اور قہستانی میں ہے۔ (ملخصاً)

یہ علامہ شامی کا کلام ہے کہ قدرے اختصار کے ساتھ منقول ہوا۔

انا اقول وباللہ العون حمل عدم الجواز علی عدم الحل فی الصلاۃ بعید ولھذا اعترفتم ان المشھور فی کتب المذھب اعتماد الفرضیۃ مع قولکم ان تظافر الروایات انما ھو فی عدم الجواز فلولا ان مرادہ الشائع الذائع ھو الافتراض فمن این یکون اعتماد الفرضیۃ

میں اللہ کی مدد سے کہتا ہوں نماز میں عدمِ جواز کو عدمِ حلت پر محمول کرنا بعید ہے اسی لئے تم نے اعتراف کیا کہ مشہور کتبِ مذہب میں فرضیت ہے باوجود اس کے کہ تمہارا قول ہے کہ اکثر روایات عدمِ جواز پر ہیں اگر ان کی مراد مشہور و معروف فرض قرار دینا نہیں تو فرضیت پر اعتماد کتبِ مشہورہ میں کیسے ہوگیا؟ پھر محل میں گنجائش ہے کہ "لم یجز" کہا گیا اور ضمیر مثلاً رفع قدمین کی طرف لوٹ رہی ہو جب

---

[1] رد المحتار فصل ای فی بیان تالیف الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۶۹

marfat.com

Marfat.com

مشهور في كتب المذهب ثم للحمل مساغ
حيث يقال لم يجز والضمير لما فهم القدمين
مثلا اما اذا قيل لم تجز والضمير للصلاة تعين
مفيد العدم الصحة وثبوت الفرضية بالمعنى
المقابل للوجوب وهو كذلك في غير ما كتاب
منها مختصر الكرخي كما تقدم هذا وجه والثاني
مثله اضافة عدم الجواز للسجود كما مضى عن
الجوهرة والثالث اظهر منه التعبير بعدم الاجزاء
كما سلف عنها ايضا فهو مفسر لا يقبل التاويل
والرابع كذا الحكم بالفساد كما سمعت عن جامع
الرموز عن القنية والخامس مقابلتهم عدم
الجواز هذا بحكم الجواز على ما اذا رفع
احدى القدمين كما في الفتح والوجيز
والجوهرة وغيرها نص ايضا في ارادة
الجواز بمعنى الصحة الا ترى انهم حكموا
عليه بالكراهة والمراد كراهة التحريم
كما هو المحمل عند الاطلاق و
كما هو قضية الدليل هنا فالجواز
بمعنى الحل منتف فيه ايضا و
السادس قد عبر في عدة كتب كالخلاصة و
البزازية والغنية والبحر الرائق ونور الايضاح
ومراقي الفلاح وغيرها كما سبق بعدم الصحة
وهو صريح في المراد والسابع مثله الحكم
بالشرطية كما في الدرر والجوهرة وابي السعود
نور الايضاح ومراقي الفلاح وغيرها والثامن

"لم تجز" کہا جائے تو ضمیر نماز کی طرف
لوٹے جس سے عدمِ صحت کا تعین ہوجاتا اور اس
فرضیت کا بھی جو معنیٰ وجوب کے مقابل ہے اور
متعدد کتب میں اسی طرح ہے ان میں سے مختصر الکرخی
بھی ہے جیسا کہ پہلے گزرا، یہ ایک صورت ہے،
دوسری اس کے مثل کہ عدمِ جواز کی سجدہ کی طرف اضافت
جیسا کہ جوہرہ کے حوالے سے گزرا ہے، تیسری جو کہ
واضح ہے کہ عدمِ اجزاء سے تعبیر کرنا جیسا کہ پیچھے آیا
یہ بھی مفسر ہے اور یہ تاویل کو قبول نہیں کرتا۔ چوتھی
اسی طرح حکم بالفساد جیسا کہ آپ نے جامع الرموز
سے قنیہ کے حوالے سے پڑھا ہے۔ پانچویں یہ کہ
انہوں نے مقابلہ عدمِ جواز کا جواز کے ساتھ کیا ہے اور
جواز کا حکم اس صورت میں ہوگا جب ایک قدم
اٹھا ہُوا ہو جیسا کہ فتح، وجیز، جوہرہ وغیرہ میں ہے
اس پر بھی تصریح ہے کہ جواز بمعنی صحت مراد
ہے کیا آپ دیکھتے نہیں کہ انہوں نے اسے مکروہ
کہا ہے اور کراہت سے مراد تحریمی ہے جیسا کہ اطلاق
کے وقت ہُوا کرتا ہے اور یہاں دلیل کا تقاضا بھی
یہی ہے تو جواز بمعنی حلت یہاں بھی نہ ہُوا، چھٹی
کہ بہت سی کتب مثلاً خلاصہ، بزازیہ، غنیہ، بحر الرائق،
نور الایضاح، مراقی الفلاح وغیرہ میں اسے عدمِ صحت
کے ساتھ تعبیر کیا ہے اور یہ مراد پر واضح تصریح ہے۔
ساتویں اسی کی مثل حکم بالشرطیہ ہے جیسا کہ دُرر، جوہرہ،
ابو السعود، نور الایضاح اور مراقی الفلاح میں ہے۔
آٹھویں شرح مجمع، کافی، فتح، بحر وغیرہ میں ہے

marfat.com

Marfat.com

صرح فی شرح المجمع والکافی والفتح والبحر وغیرہ کما مر بدخول ذلک فی حقیقۃ السجود شرعا وکل قاض بالافتراض بالمعنی الخاص غیر قابل للتاویل الذی ابدیتموہ فکیف یمکن ارجاع جمیع تلک الصرائح الی ما ماباہ بالاباء الواضح فانی یتاتی التوفیق ومن این یسوغ ترک النصوص المذہب الی بحث ابداہ العلامۃ ابن امیر الحاج وان تبعہ البحر والشرنبلالی علی مناقضۃ منہما لانفسہما رحمہم اللہ تعالی والبحر صرح ھھنا وقبلہ بان السجود مع رفع القدمین تلاعب والشرنبلالی قد جزم فی متنہ وشرحہ بافتراض وضع بعض الاصابع والمحقق علی الاطلاق اعلم وافقہ من تلمیذہ ابن امیر الحاج وقد جزم بما جزم وقد سمعت کل ذلک ثم النظر فی دلیل العلامۃ ابراھیم الحلبی مدفوع بما قدمنا عن الفتح والبحر والشرنبلالی ان السجود مع رفع القدمین بالتلاعب اشبہ منہ بالتعظیم ولا نسلم ان کذلک الیدان والرکبتان وکون توقف وضع الوجہ علی وضعھا تین ابلغ من توقفہ علی وضع القدمین مع ظھور ضعفہ فی الیدین فلا حاجۃ فی وضعہ الی وضعھما اصلا وکذا فی الرکبتین فان الواقع ھھنا التساوی لا الابلغیۃ نحن لا نبنی الکلام علی توقف

جیسا کہ گزر گیا ماہیت سجدہ میں شرعاً داخل ہے اور یہ تمام امور یہاں فرض بمعنی خاص کیلئے فیصلہ کن ہیں جو قابل تاویل نہیں ہیں تو یہ تصریحات جس سے واضح انکار ہیں اس پر ان کو کیسے محمول کیا جا سکتا ہے یہ توفیق کہاں ہوئی اور مذہب کی نصوص کو چھوڑ کر علامہ ابن امیر الحاج کی بحث کی گنجائش کہاں سے نکل اگرچہ بحر اور شرنبلالی میں اس کی اتباع کی گئی ہے علاوہ ازیں ان کا خود اپنا تضاد ہے بحر نے یہاں اور اس سے پہلے تصریح کی ہے کہ قدموں کے اٹھائے ہوئے سجدہ مذاق ہے۔ شرنبلالی نے متن اور شرح میں کچھ انگلیوں کے لگانے پر جزم کیا ہے، اور محقق علی الاطلاق اپنے شاگرد ابن امیر الحاج سے زیادہ صاحب علم و فقہ ہیں اور انھوں نے اسی پر جزم کیا جس پر کرنا تھا اور وہ تمام آپ نے پڑھ لیا ہے پھر علامہ ابراہیم حلبی کی دلیل پر اعتراض اسی سے ختم ہو جاتا ہے جو ہم نے پہلے فتح، بحر، شرنبلالی کے حوالے سے بیان کیا کہ قدم اٹھائے ہوئے سجدہ کرنا تعظیم کے بجائے مذاق کے زیادہ قریب ہے اور ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ ہاتھوں اور گھٹنوں کا یہی معاملہ ہے اور چہرے کا قدمین کے لگنے سے ان پر زیادہ موقوف ہے باوجود اس کے اس کا ضعف ہاتھوں میں ظاہر ہے کیونکہ چہرے کے رکھنے میں ان دونوں کی ضرورت اصلاً نہیں اسی طرح گھٹنوں کا معاملہ ہے کیونکہ یہاں مساوات ہے زیادتی نہیں اور ہم کلام کی

marfat.com

Marfat.com

وضع الوجه بل علی توقف السجود المطلوب الشرعی علیه وهو الذی یکون علی جهة التعظیم و الاجلال ولا تعظیم اذا وضع الوجه و رفع القدمین کما افاد المحقق علی الاطلاق فعن هذا کان وضع القدم مما لا یتوصل الی الفرض الا به فکان فرضا لاجرم لم یتفرد العلامة الحلبی بهذا التعلیل بل سبقه الیه امام جلیل وهو الامام ابو البرکات النسفی قال فی شرح وافیة الکافی وضع القدمین فرض فی السجود لانه لا یمکن تحقیق السجود الا بوضع القدمین[1] اه فلم یقل لا یمکن وضع الوجه بل تحقیق السجود اما قول الغنیة نحو القبلة وقد تبعه علیه العلامة الشرنبلالی فی مراقی الفلاح والمدقق العلائی والعلامة نوح افندی والعلامة ابو السعود الازهری وقد تلونا علیك نصوصهم جمیعا **فاقول** حمله علی ما فهمتم بعید من مرامهم کل البعد وکیف یرومونه وهم مصرحون بانفسهم ان توجیه الاصابع سنة یکره ترکه فلم یحتج علیهم بالبرجندی و القهستانی لم لا یحتج علیهم بهم

بنیاد چہرے کے رکھنے کے موقوف پر نہیں رکھتے بلکہ سجدہ کے موقوف ہونے پر رکھتے ہیں جو مطلوب شرعی ہو اور اس میں تعظیم وتوقیر ہو نہ کہ اس صورت میں جب چہرہ رکھا ہو اور قدم اُٹھے ہوئے ہوں جیسا کہ محقق علی الاطلاق نے فرمایا تو اب قدموں کا رکھنا فرض کی تکمیل کے لئے ضروری ہُوا تو وہ لامحالہ فرض ہوگا اور علامہ حلبی اس تعلیل کے بیان کرنے میں تنہا نہیں بلکہ اس سے پہلے ایک امام جلیل جن کا اسم گرامی ابو البرکات نسفی ہے نے بیان کی ہے، شرح وافیہ الکافی میں فرمایا سجدے میں قدموں کا لگانا فرض ہے کیونکہ سجدہ کا وجود قدمین کے رکھنے کے بغیر ممکن نہیں اھ انھوں نے یہ نہیں کہا کہ چہرے کا رکھنا ممکن نہیں بلکہ کہا کہ سجدے کا وجود ممکن نہیں۔ رہا غنیہ کا قول "قبلہ کی طرف" تو اس کی علامہ شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں، مدقق علائی، علامہ نوح آفندی، علامہ ابو السعود ازہری نے اتباع کی ہے، اور ہم نے ان کی عبارات کا تذکرہ کر دیا ہے **فاقول** ان کی عبارات کو جو تم نے سمجھا ہے وہ ان کے مقصود سے کہیں دُور ہے اور یہ مراد لے بھی کیسے سکتے ہیں حالانکہ خود انھوں نے تصریح کی ہے کہ انگلیوں کا قبلہ کی طرف متوجہ کرنا سنّت اور اس کا ترک مکروہ ہے۔ پس برجندی اور قہستانی کے حوالے سے ان کے خلاف احتجاج کیوں کیا ہے، کیوں نہ ان کے

---

[1] کافی شرح وافی

marfat.com

Marfat.com

قال الحلبي قبيل فصل النوافل يعني كل شئ لم يذكر انه فرض او واجب قد ذكرنا في صفة الصلوٰة مما سوی ما عينا ههنا انه سنة فهو ادب لكن هذا التعميم فيه نظر و فان من جملة ذلك وضع اليدين والركبتين في السجود وهو سنة وكذا ابداء الضبعين و مجافاة البطن عن الفخذين و توجيه الاصابع نحو القبلة فيه فان كل ذلك سنة لما تقدم من ادلته هناك[1] وقال الشرنبلالي متنا وشرحا يكره تحويل اصابع يديه او رجليه عن القبلة في السجود وغيره لما فيه من ازالتها عن الموضع المسنون[2] وقال العلائي يستقبل باطراف اصابع رجليه القبلة ويكره ان لم يفعل ذلك[3] بل انما ارادوا رحمهم الله تعالٰی علی ما الهمني الملك المنعام عز جلاله ان يقولوا يفترض وضع بطن الاصبع ولا يكفي وضع ظهرها ولا رأسها الكائن عند ظفرها لان علی الاول يكون وضع ظهر القدم وقد اسقطوه عن الاعتبار وعلی الثاني

خلاف خود ان کی عبارات سے احتجاج کیا ——
حلبی نے فصل النوافل سے تھوڑا پہلے فرمایا کہ نوافل سے مراد ہر وہ شَی ہے جس کا فرض یا واجب ہونا مذکور نہ ہو اور جن اشیاء کو ہم نے صفۃ الصلوٰۃ میں سنّت ہونا معین کیا ہے ان کے سوا تمام آداب ہیں لیکن یہ تعمیم محلِ نظر ہے کیونکہ ان میں حالت سجود میں ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا بھی ہے حالانکہ وہ سنّت ہے اسی طرح پہلوؤں کا رانوں کا پیٹ سے دُور رکھنا، حالتِ سجدہ میں انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ کرنا بھی ہے کیونکہ یہ سابقہ دلائل کی بنا پر سنّت ہیں شرنبلالی نے متن اور شرح میں کہا حالتِ سجود وغیرہ میں ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا قبلہ سے پھیرنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں طریقہ سنت کی خلاف ورزی ہے۔ علائی نے کہا پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رُخ کیا جائے اور اگر نہ کیا تو کراہت ہوگی، اللہ تعالٰی نے مجھے جو آگاہ فرمایا ہے اس کے مطابق یہ سمجھا ہوں کہ وہ تمام بزرگ رحمہم اللہ تعالٰی یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ایک انگلی کا باطن لگانا فرض ہے اس کا ظاہر اور اس کا سر جو ناخن والا حصہ ہے لگالینا کافی نہیں کیونکہ پہلی صورت میں قدم کی پشت پر سجدہ ہوگا جس کا وہ اعتبار ہی نہیں کرتے، دُوسری صورت میں

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی سنن الصلوٰۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۸۳
[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی المکروہات ” نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۹۴
[3] درمختار فصل واذا اراد الشروع فی الصلوٰۃ ” مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۶

marfat.com

Marfat.com

يكون [illegible] ساجدا عن الاعتماد والمقصود الاعتماد وقد بين هذا بقوله ليكون الاعتماد عليها والا فهو وضع ظهر القدم وقد جعله غير معتبر وانما عبر عنه بالتوجيه نحو القبلة لان المصلى ان اراد فى سجوده الاعتماد على بطن اصبع قدمه لم يمكنه ذلك الا بتوجيهها نحو القبلة اعنى بالمعنى المفترض فى الاستقبال ممتدا بين الجنوب والشمال لا بالمعنى المسنون المنافى للانحراف، وكذلك ان اراد توجيهها للقبلة بالمعنى العام لم يتأت له الا باصابة بطنها الارض، وهذا ظاهر جدا فبينهما تلازم فى الصلوٰة وان كان يمكن خارجها لمن سجد غلطا او عمدا لغير القبلة ان يعتمد على بطنها وهى على خلاف جهة القبلة، فكان هذا من باب اطلاق اللازم وارادة الملزوم، اما السنة فجعلها على مسامتة القبلة من دون انحراف، وهذا الذى ليس فى تركه الا الكراهة والاساءة، هكذا ينبغى ان يفهم هذا المقام والحمد لله الملك المنعام وذلك ما نقل الامام ابن امير الحاج فى الحلية عن التحقيق مقرا عليه المعتبر فى القدمين بطون الاصابع الخ اما ما نقلتم عن الفيض فى العبارة فى الخلاصة والوجيز والحلية والغنية و

اعتماد نہیں ہوگا حالانکہ مقصود اعتماد ہے جسے ان الفاظ سے بیان کیا گیا ہے تاکہ ان پر اعتماد ہو ورنہ سجدہ قدم کی پشت پر ہوگا حالانکہ اسے معتبر تسلیم نہیں کیا گیا، یہاں فقہاء نے قبلہ کی طرف متوجہ کرنا کہا ہے کیونکہ نمازی اگر حالتِ سجدہ میں قدم کی ایک انگلی کے باطن پر اعتماد چاہے تو یہ ممکن نہیں مگر اس وقت جب اسے قبلہ کی طرف متوجہ کرے میری مراد جنوباً و شمالاً استقبالِ قبلہ کے لئے اسے بچھاتا ہے نہ کہ وہ معنی مسنون جو انحراف کے منافی ہے اور اسی طرح اگر متوجہ ہونے کا عام معنی لیا جائے تو بھی انگلیوں کے باطن کا زمین پر لگنا ضروری ہوگا اور یہ بالکل واضح ہے پس ان دونوں کے درمیان نماز میں تلازم ہے اگرچہ نماز سے باہر یہ ممکن ہے اس شخص کے لئے جس نے غیر قبلہ کی طرف غلطی سے یا عمداً سجدہ کیا کہ وہ انگلیوں کو قبلہ رُو کئے بغیر ان پر ٹیک لگائے تو یہاں اطلاق لازم اور مراد ملزوم ہے، رہا معاملہ سنّت ہونے کا تو وہ قبلہ کی جانب ہے بغیر کسی انحراف کے، اور وہ یہ ہے جس کے ترک میں کراہت و اساءت کے علاوہ کچھ نہیں اس مقام کو اس طریقہ سے سمجھنا چاہئے تمام حمد اللہ تعالٰی کے لئے جو حامد و منعم ہے اور یہی وہ ہے جو امام ابن امیر الحاج نے حلیہ میں ثابت رکھتے ہوئے تحقیق سے نقل کیا کہ معتبر قدمین میں انگلیوں کا باطن ہے الخ اور جو تم نے فیض سے نقل کیا ہے کہ خلاصہ، وجیز، حلیہ، غنیہ، ہندیہ

marfat.com

Marfat.com

وغیرھا بلا خلاف بان الشرطیة دون او العاطفة فاؤفی نسخة الفیض تصحیف و قد اغتربہ العلامة البرجندی فی شرح النقایة فلیتنبہ وبالجملة فتحرر مما تقرر ان الاعتماد فی السجود علی بطن احدی اصابع القدم العشر فریضة فی المذھب المعتمد المفتی بہ والاعتماد علی بطون کلھا او اکثرھا من کلتا القدمین لایبعد ان یجب لما حررہ فی الحلیة وتوجیھھا نحو القبلة من دون انحراف سنة اغتنم ھذا التحریر المفرد المنیر فلعلك لاتجدہ من غیر الفقیر وللہ الحمد والمنة۔

وغیرہ میں بالاتفاق ہے "ان" شرطیہ ہے "او" عاطفہ نہیں ہے پس "او" نسخہ فیض میں تحریف ہے اور اس سے علامہ برجندی نے شرح نقایہ میں دھوکا کھایا ہے اس پر متنبہ رہنا چاہیے۔ اس تمام گفتگو سے آشکار ہوگیا کہ حالتِ سجدہ میں قدم کی دس انگلیوں میں سے ایک کے باطن پر اعتماد مذہبِ معتمد اور مفتی بہ میں فرض ہے اور دونوں پاؤں کی تمام یا اکثر انگلیوں پر اعتماد بعید نہیں کہ واجب ہو اس بنا پر جو حلیہ میں ہے اور قبلہ کی طرف متوجہ کرنا بغیر کسی انحراف کے سنّت ہے اس یکتا، منفرد اور روشن گفتگو کو غنیمت جانو شاید اس فقیر کے علاوہ کسی اور کے ہاں تم کو نہ ملے، اللہ تعالٰی کے لئے ہی حمد و احسان ہے۔ (ت)

اور شک نہیں کہ ان بلاد میں اکثر جوتے سلیم شاہی پنجابی خورد نوک کے منڈے گرگابی وغیرہا خصوصاً جبکہ نئے ہوں ایسے ہی ہوتے ہیں کہ انگلیوں کا پیٹ زمین پر باعتماد تمام بچھنے نہ دیں گے تو ان جُوتوں کو پہن کر مذہب مفتی بہ پر نماز ہوگی ہی نہیں اور گناہ و ناجوازی تو ضرور نقد وقت ہے عرب شریف کے جوتوں میں صرف پاؤں کے نیچے چمڑا ہوتا تھا اور اوپر بندش کے لئے تسمہ جسے شراک کہتے تھے پھر عرب میں نعل کی تعریف یہ تھی کہ نرم و رقیق ہو یہاں تک کہ صرف اکہرے پرت کی زیادہ پسند رکھتے، مجمع بحار الانوار میں زیرِ حدیث:

ان رجلا شکا الیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رجلا من الانصار فقال یا خیر من یمشی بنعل فرد، والفرد ھی التی تخصف ولم تطارق وانما ھی طارق واحد والعرب یمدح برقة النعال ویجعلھا من لباس الملوك[1]

ایک آدمی نے رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں ایک انصاری کی شکایت کرتے ہوئے کہا: اے ایک پرت والے جُوتے پہننے والوں میں افضل ترین ذات۔ فرد اس نعل کو کہتے ہیں جس کا ایک پرت ہو، اور عرب جُوتے کی نرمی کو پسند کرتے ہیں اور یہ ملوک کا لباس ہے (ت)

---

[1] مجمع بحار الانوار لفظ نعل کے تحت مذکور ہے مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۳۳

marfat.com

Marfat.com

وقت پہنے ہوتے سجدہ میں فرض وواجب کیا کسی طریقہ مسنونہ کو بھی مانع نہ ہوتے اُن نعال پر یہاں کی جُوتیوں کا قیاس صحیح نہیں، پھر اگر اُسی طرح کے جُوتے ہوں کہ سنت سجدہ میں بھی خلل نہ ڈالیں تو اگر وُہ نئے بالکل غیر استعمالی ہیں تو اُنھیں پہن کر نماز پڑھنے میں حرج نہیں بلکہ افضل ہے اگرچہ مسجد میں ہو۔ درمختار میں ہے:
صلاتہ فیھما افضل[1] (ان میں نماز افضل ہے۔ ت) مگر عند التحقیق استعمالی جُوتے پہن کر نماز پڑھنی مکروہ ہے اور اگر معاذ اللہ نماز کو کہ حاضری بارگاہ شہنشاہ حقیقی ملک الملوک رب العرش عز جلالہ ہے ہلکا جان کر استعمالی جُوتا پہنے ہوئے نماز کو کھڑا ہوگیا تو صریح کفر ہے پھر بے نیت استخفاف نری کراہت بھی اُس حالت میں ہے کہ غیر مسجد میں ایسا کرے اور مسجد میں تو استعمالی جُوتے پہنے جانا ہی ممنوع و ناجائز ہے نہ کہ مسجد میں یہ جُوتا پہنے شرکت جماعت نماز و دخولِ مسجد کے یہ احکام بحمد اللہ تعالٰی دلائل کثیرہ سے روشن ہیں تفصیل موجبِ تطویل ہوگی لہٰذا چند کلمات نافع وسُود مند باذن اللہ تعالٰی القاء کریں کہ بعونہ تعالٰی احکام کا ایضاح اور اوہام کا ازالہ کریں

فاقول وباللہ استعین (پس میں اللہ تعالٰی سے مدد طلب کرتے ہوئے کہتا ہوں۔ ت)

افادۂ اوّل متون و شروح و فتاوٰی تمام کتب مذہب میں بلا خلاف تصریح صاف ہے کہ ثیاب بذلت و مہنت یعنی وُہ کپڑے جن کو آدمی اپنے گھر میں کام کاج کے وقت پہنے رہتا ہے جنھیں میل کچیل سے بچایا نہیں جاتا اُنھیں پہن کر نماز پڑھنی مکروہ ہے، تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

کرہ صلوتہ فی ثیاب بذلۃ (یلبسھا فی بیتہ) (ومھنۃ) ای خدمۃ ان لہ غیرھا[2]۔

کام کے کپڑوں میں نماز مکروہ ہے (وہ کپڑے جو گھر میں پہنتا ہے) (اور صنعت کے کپڑوں میں) یعنی خدمت والے اگر اس کے پاس دوسرے کپڑے ہوں (ت)

درر و غرر و شرح وقایہ و شرح نقایہ و مجمع الانہر و بحر الرائق و ردالمحتار میں ان کی تفسیر کی:

مایلبسہ فی بیتہ ولا یذھب بہ الی الاکابر[3]۔

جو کپڑے صرف گھر میں پہنتا ہو وُہ پہن کر اکابر کے ہاں نہ جاتا ہو۔ (ت)

غنیہ میں اُن کی تفسیر کی: مالا یصان ولا یحفظ من الدنس ونحوہ[4] (جن کپڑوں کو وہ میل کچیل سے محفوظ

[1] درمختار	باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیھا	مطبوعہ مجتبائی دہلی	۱/۹۳
[2] ؍؍	؍؍ ؍؍ ؍؍	؍؍ ؍؍ ؍؍	۱/۹۱
[3] ردالمحتار	مطلب مکروہات الصلٰوۃ	؍؍ مصطفی البابی مصر	۱/۴۷۴
[4] غنیۃ المستملی	فصل کراہیۃ الصلٰوۃ	؍؍ سہیل اکیڈمی لاہور	ص ۳۴۹

marfat.com

Marfat.com

نذر لکھتا ہوں۔ت) اُسی میں ہے:

یکرہ تکمیلا لرعایۃ الادب فی الوقوف بین یدیہ تعالٰی بما امکن من تجمیل الظاھر والباطن وفی قولہ تعالٰی خذوا زینتکم عند کل مسجد اشارۃ الٰی ذٰلک وان کان المراد بھا ستر العورۃ علی ما ذکرہ اھل التفسیر کما تقدم[1]

اللہ تعالٰی کی بارگاہِ اقدس میں ظاہری و باطنی جمال کا حصول اس بارگاہ کے آداب میں سے ہے اور اللہ تعالٰی کے ارشادِ گرامی "تم ہر مسجد میں جانے کے وقت زینت اختیار کرو" میں اسی طرف اشارہ ہے اگرچہ اس سے مراد سترِ عورت ہے جیسا کہ مفسرین نے بیان کیا (ت)

امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک شخص کو ایسے ہی کپڑوں میں نماز پڑھتے دیکھا، فرمایا، بھلا بتاؤ تو اگر میں کسی آدمی کے پاس تجھے بھیجوں تو انھیں کپڑوں سے چلا جائے گا؟ کہا نہ۔ فرمایا، تو اللہ عزوجل زیادہ مستحق ہے کہ اس کے دربار میں زینت و ادب کے ساتھ حاضر ہو۔ حلیہ پھر بحرالرائق میں ہے،

احتج لہ فی الذخیرۃ بانہ روی ان عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ رأی رجلا فعل ذٰلک فقال ارأیت لو ارسلتک الٰی بعض الناس اکنت تمر فی ثیابک ھذہ فقال لا فقال عمر فاللہ احق ان یتزین لہ[2]

ذخیرہ میں اس پر یوں استدلال ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک شخص کو ایسے کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کیا خیال ہے اگر تجھے میں کسی آدمی کے پاس بھیجوں تو تُو انھیں کپڑوں میں چلا جائے گا؟ عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: اللہ تعالٰی سب سے زیادہ حقدار ہے کہ اس کے ہاں حاضری کے لئے زینت اختیار کی جائے۔ (ت)

سبحٰن اللہ کام خدمت کے کپڑے کہ گھر میں پہنے جاتے ہیں انھیں پہن کر نماز مکروہ ہو اور استعمالی جُوتے کہ پاخانے میں پہنے جاتے ہیں انھیں پہن کر نماز مکروہ نہ ہو، معمولی کپڑے کہ میل سے محفوظ نہیں رکھے جاتے اُن سے نماز میں کراہت ہو اور مستعمل جُوتے کہ نجاسات سے بچائے نہیں جاتے اُن سے نماز میں کراہت نہ ہو یہ بداہت عقل کے خلاف اور صریح خونِ انصاف ہے ولیس ھذا من باب القیاس بل کما تری استدلال بفحوی الخطاب لایحوم حولہ شک ولا ارتیاب (یہ مسئلہ قیاسی نہیں بلکہ اندازِ خطاب سے آپ

---

[1] غنیۃ المستملی فصل کراہیۃ الصلوٰۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۴۹

[2] بحرالرائق آخر مکروہات الصلوٰۃ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳

marfat.com

Marfat.com

استدلال ذکر نہ ہے میں اس میں نہ کوئی شک ہے نہ ریب۔ ت)

افادہ دوم متون و شروح و فتاوٰی تمام کتب مذہب میں بلاخلاف تصریح صاف ہے کہ اندھے کے پیچھے نماز مکروہ ہے کہ اسے نجاست سے کامل احتیاط دشوار ہے، ہدایہ میں ہے:

یکرہ تقدیم الاعمی لانہ لایتوقی النجاسۃ[1]
نابینا کا امام بنانا مکروہ ہے کیونکہ وہ نجاست سے نہیں بچ سکتا۔ (ت)

کافی امام نسفی میں ہے:

الاعمی لایصون ثیابہ عن النجاسات فالبصیر اولٰی بالامامۃ[2]
نابینا اپنے کپڑوں کو نجاسات سے محفوظ نہیں رکھ سکتا لہذا امامت کے لئے بینا ہونا بہتر ہے (ت)

درمختار میں ہے:

ونحوہ الاعشی نہر[3] (اسی کی مثل اعشی ہے، نہر۔ ت)

ردالمحتار میں ہے:

الاعشی ھوسیئ البصر لیلا ونھارا قاموس وھذا ذکرہ فی النھر بحثا اخذا من تعلیل الاعمی بانہ لایتوقی النجاسۃ[4]
اعشی سے مراد وہ شخص ہے جس کی دن یا رات کو نظر کم ہوجائے، قاموس۔ نہر میں نابینا کی علت یہی بیان ہوئی ہے کہ وہ نجاست سے نہیں بچ سکتا۔ (ت)

ابوالسعود علی الکنز میں ہے:

والاعمی لانہ لایتوقی النجاسۃ وھذا یقتضی کراھۃ امامۃ الاعشی[5]
نابینا کیونکہ وہ نجاست سے نہیں بچ سکتا اور یہ تقاضا کرتا ہے کہ اعشی کی امامت بھی مکروہ ہو۔ (ت)

---

[1] الہدایہ باب الامامۃ مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/ ۱۰۱
[2] کافی شرح وافی
[3] الدرالمختار باب الاحق بالامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۳
[4] ردالمحتار باب الامامۃ " مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۱۴
[5] فتح المعین حاشیہ علی شرح الکنز باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۰۸

marfat.com

Marfat.com

طحطاوی علی المراقی میں اس کے بعد ہے : وھوالذی لایبصرلیلاً[1] (وہ شخص جسے رات کو دکھائی نہ دے۔ ت)

محلِ انصاف ہے کہ نمازی پرہیزگار نابینا بلکہ ضعیف البصر کے کپڑوں یا بدن پر اندیشہ و مظنۂ نجاست زیادہ ہے یا ان استعمالی جوتوں پر جنھیں پہن کر پاخانے تک میں جانا ہوتا ہے پھر وہاں کراہت ہونا یہاں نہ ہونا صریح عکس مدعا ہے بلکہ وہاں ایک حصہ کراہت ہو تو یہاں کئی حصے ہونا ہے۔

افادۂ سوم علمائے حدیث مذکور سوال کی شرح میں تصریح فرمائی کہ عام لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر قیاس صحیح نہیں حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے برابر کون احتیاط کرسکتا ہے!

اقول اور اگر نادراً کوئی شئے واقع ہو تو جبریل امین علیہ الصلٰوۃ والتسلیم حاضر ہو کر عرض کردیتے ہیں جیسا کہ حدیث خلع نعال فی الصلٰوۃ سے ثابت ہے۔ مجمع بحار الانوار میں برمز "ن" فرمایا:

یصلی فی النعلین لایوخذ منہ لغیرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لان حفظ غیرہ لایلحق بہ[2]۔

حضور علیہ السلام نے نعلین میں نماز ادا کی اس سے کوئی دوسرا استدلال نہیں کرسکتا کیونکہ کوئی دوسرا آپ کی طرح حفاظت نہیں کرسکتا۔ (ت)

افادۂ چہارم بے جرم نجاست مثل بول وغیرہ کا مطلقاً صرف زمین پر رگڑ دینے سے پاک ہوجانا جیسا کہ سوال میں بیان کیا حسبِ تصریح صریح کتب معتمدہ تمام ائمۂ مذہب کے خلاف ہے، امام محمد کے نزدیک تو نعل و خف بھی مطلقاً بے دھوئے پاک نہیں ہوسکتے جیسے کپڑے کا حکم ہے اور امام اعظم کے نزدیک نجاست جرمدار اور خشک ہوگئی ہو اس کے بعد اس قدر رگڑیں کہ اس کا اثر زائل ہوجائے اُس وقت طہارت ہوگی اور تر نجاست یا بے جرم جیسے پیشاب وغیرہ بے دھوئے پاک نہ ہوں گے، اور امام ابی یوسف کی روایت میں اگرچہ خشک ہوجانا شرط نہیں تر بھی ملنے دلنے اثر زائل کردینے سے پاک ہوسکتی ہے مگر جرم دار نجاست کی ضرور قید ہے، اکثر مشائخ نے قولِ امام ابی یوسف ہی اختیار کیا اور یہی مختار للفتوی ہے تو بے جرم نجاست کی بے دھوئے تطہیر ائمۂ ثلثہ مذہب کے بھی خلاف اور جمہور مشائخ مذہب کے بھی خلاف اور قول مختار للفتوی کے بھی خلاف ہے وقد صرحوا ان لاعبرۃ بالبحث علی خلاف المنقول (اس کی تصریح کی ہے کہ خلافِ منقول بحث کا اعتبار نہیں۔ ت) ہدایہ میں ہے:

---

[1] طحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۵

[2] مجمع بحار الانوار تحت لفظ نعل مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ ۴/۳۷۳

marfat.com

Marfat.com

اذا اصاب الخف نجاسة لها جرم كالروث والعذرة والدم فجفت فدلکه بالارض جاز وهذا استحسان وقال محمد رحمه الله تعالٰی لا یجوز وهو القیاس وفی الرطب لا یجوز حتی یغسله وعن ابی یوسف رحمه الله تعالٰی انه اذا مسحه بالارض حتی لم یبق اثر النجاسة یطهر لعموم البلوی واطلاق مایروی وعلیه مشائخنا رحمهم الله تعالٰی فان اصابه بول فیبس لم یجز حتی یغسله وکذا کل مالا جرم له کالخمر[1] (مختصراً)

جب موزے پر ایسی نجاست لگ جائے جس کا جسم ہو مثلاً لید، پاخانہ، خون اور خشک ہوجائے تو زمین پر رگڑ لیا جائے تو جائز ہے اور یہ استحساناً ہے۔ امام محمد نے فرمایا یہ جائز نہیں قیاس کا تقاضا یہی ہے اور اگر نجاست تر ہو تو دھونے سے پہلے جائز نہیں۔ امام ابویوسف نے کہا جب زمین پر رگڑا حتی کہ نجاست کا اثر باقی نہ رہا تو عمومی ضرورت کے پیش نظر یہ پاک ہوجائے گا اور مروی کا اطلاق یہی ہے اور ہمارے مشائخ رحمہم اللہ تعالٰی اسی پر ہیں اور اگر پیشاب موزے پر لگ گیا اور خشک ہوگیا تو دھوئے بغیر جائز نہیں اور یہی حکم ہر اس نجاست کا ہے جس کا جسم نہیں مثلاً شراب۔ (مختصراً) (ت)

فتح القدیر میں ہے:

وعلی قول ابی یوسف اکثر المشائخ وھو المختار[2]

اکثر مشائخ قولِ ابویوسف پر ہیں اور یہی مختار ہے (ت)

عنایہ میں ہے:

علیه اکثر مشائخنا قال شمس الائمة السرخسی وھو صحیح وعلیه الفتوٰی[3]

ہمارے اکثر مشائخ اسی پر ہیں، شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا یہی صحیح ہے اور اسی پر فتوٰی ہے (ت)

حلیہ میں ہے:

فی الخلاصة وعلیه عامة المشائخ وھو الصحیح ونص فی الفتاوی الخانیة والکافی والحاوی

خلاصہ میں ہے اسی پر عام مشائخ ہیں اور یہی صحیح ہے اور خانیہ، کافی اور حاوی میں تصریح ہے کہ

---

[1] الہدایہ باب الانجاس وتطہیرہا مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۵۶

[2] فتح القدیر " " " نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۷۲

[3] عنایہ شرح ہدایۃ علی حاشیۃ فتح القدیر باب الانجاس وتطہیرہا مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر "

marfat.com

Marfat.com

علی ان الفتوی علیہ[1]۔

فتوٰی اسی پر ہے۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

علی قولہ اکثرالمشائخ وفی النہایۃ والعنایۃ والخانیۃ والخلاصۃ وعلیہ الفتوی و فی فتح القدیر وھوالمختار[2]۔

اکثر مشائخ اسی قول پر ہیں نہایہ، عنایہ، خانیہ اور خلاصہ میں ہے کہ فتوٰی اسی پر ہے، فتح القدیر میں ہے یہی مختار ہے۔ (ت)

تنویرالابصار میں ہے:

یطھر خف ونحوہ تنجس بذی جرم بدلك والا فیغسل[3]۔

اگر موزہ یا اس کی مانند کوئی شئی صاحبِ جسم نجاست سے ناپاک ہوجائے تو وہ رگڑنے سے پاک ہوجائے گی ورنہ دھونا ضروری ہوگا۔ (ت)

طحطاوی علی المراقی الفلاح میں ہے:

واحترز بہ عن غیر ذی الجرم فانہ یغسل اتفاقا ذکرہ العینی[4]۔

اس سے اس نجاست سے احتراز ہے جو جسم والی نہ ہو کیونکہ اس صورت میں اسے بالاتفاق دھونا ضروری ہے۔ اسے عینی نے ذکر کیا۔ (ت)

بحر میں ہے:

ان لم یکن لھا جرم فلا بد من غسلہ واشتراط الجرم قول الکل لانہ لو اصابہ بول فیبس لم یجزہ حتی یغسلہ لان الاجزاء تتشرب فیہ فاتفق الکل علی ان المطلق

اگر جسم والی نجاست نہ ہو تو اس کا دھونا ضروری ہے اور جسم کا شرط ہونا تمام کا قول ہے اس لئے کہ اگر پیشاب لگ گیا اور خشک ہوگیا تو دھونے کے سوا جواز نہ ہوگا کیونکہ اس کے اجزاء اس شئے میں داخل ہوچکے ہیں تو سب کا اتفاق ہے اس بات پر

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] بحرالرائق باب الانجاس مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۲۳

[3] درمختار " " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۵۳

[4] طحطاوی علی المراقی الفلاح " مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۸۷

marfat.com

Marfat.com

مقید الخ مختصرا۔ کہ مطلق مقید ہے الخ تلخیصاً (ت)

منحۃ الخالق میں ہے:

الحاصل انهم اتفقوا على التقييد بالجرم[2]۔

خلاصہ یہ ہے کہ تمام فقہاء کا اس قید پر اتفاق ہے کہ وہ نجاست جسم والی ہو۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

ان لم يكن لها اى للنجاسة التى اصابت الخف جرم كالبول والخمر ونحوهما فلابد من الغسل بالاتفاق رطبا كان او يابسا[3]۔

اگر اس نجاست کے لئے جسم نہیں جو موزے کو لگی مثلاً بول وشراب وغیرہ تو وہ خشک ہوگی یا ابھی تر ہے اسے بالاتفاق دھونا ضروری ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں علامہ مقدسی سے ہے: البحث لا يقضى على المذهب[4] (اختلاف، مذہب پر فائق نہیں۔ ت) اُسی میں ہے:

الفرض فى اشواط الطواف اكثر السبع لاكلها وان قال المحقق ابن الهمام ان الذى ندين الله تعالى به ان لا يجزئ اقل من السبع ولا يجبر بعضه بشئ فانه من ابحاثه المخالفة لاهل المذهب قاطبة كما فى البحر وقد قال تلميذه العلامة قاسم ان ابحاثه المخالفة للمذهب لا تعتبر[5]۔

طواف میں فرض سات چکروں کا اکثر ہے نہ کہ تمام، اگرچہ محقق ابن ہمام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالٰی ہمیں تب جزا دے گا جب سات سے کم نہ کریں اور اس کی کا ازالہ کسی اور شَے سے نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ ابحاث اہل مذہب کے مخالف ہیں جیسا کہ بحر میں ہے ان کے شاگرد علامہ قاسم نے کہا کہ مذہب کے مخالف ابحاث کا کوئی اعتبار نہیں۔ (ت)

اور شک نہیں کہ اکثر نجاست کہ عام لوگوں کے جُوتوں کو لگتی ہے یہی نجاست رقیقہ استنجے کے پانی اور پیشاب کی ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

---

[1] بحرالرائق باب الانجاس مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۲۳
[2] منحۃ الخالق حاشیۃ علی البحرالرائق باب الانجاس " " " ۱/۲۲۳
[3] غنیۃ المستملی فصل فی الآسار مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۷۸
[4] ردالمحتار باب نکاح الرقیق " مصطفی البابی مصر ۲/۴۱۰
[5] ردالمحتار باب الجنایات مصطفی البابی مصر ۲/۲۲۴

marfat.com
Marfat.com

مسئلہ ۱۰۰۹ ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ حقہ تمبا کو پینے والے کے منہ کی بُو نماز میں دوسرے نمازی کو معلوم ہوتی تو کوئی قباحت تو نہیں ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

مُنہ میں بدبُو ہونے کی حالت میں نماز مکروہ ہے اور ایسی حالت میں مسجد میں جانا حرام ہے جب تک منہ صاف نہ کرلے، اور دوسرے نمازی کو ایذا پہنچنی حرام ہے، اور دوسرا نمازی نہ بھی ہو تو بدبو سے ملائکہ کو ایذا پہنچی ہے، حدیث میں ہے:

ان الملئکۃ تتاذی مما یتاذی منہ بنو اٰدم[1]۔ ملائکہ کو ہر اس شَی سے اذیت ہوتی ہے جس سے بنی آدم کو اذیت پہنچتی ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۱۰ از ریاست جاورہ مکان عبدالمجید خاں صاحب سررشتہ دار ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حالتِ نماز میں کسی مقام پر کھجلی چلے تو کھجاوے یا نہیں اور اگر کھجاوے تو کتنی مرتبہ؟

الجواب

ضبط کرے، اور نہ ہوسکے یا اس کے سبب نماز میں دل پریشان ہو تو کھجالے مگر ایک رُکن مثلاً قیام یا قعود یا رکوع یا سجود میں تین بار نہ کھجاوے دوبار تک اجازت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۱۱ تا ۱۰۱۶ مرسلہ احمد شاہ از موضع نگریہ سادات یکم ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِن مسائل میں:

(۱) اگر تہبند کے نیچے لنگوٹ بندھا ہو تو نماز جائز ہے یا نہیں؟

(۲) تہبند کا پیچ کھول کر نماز کیوں پڑھتے ہیں؟

(۳) داڑھی میں ڈاٹا باندھ کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) کمر میں پٹکا باندھ کر نماز درست ہے یا نہیں؟

(۵) کسی چیز کی مُورت (تصویر) اگر جیب میں رکھی ہو تو نماز ہوگی یا نہیں؟

(۶) روپیہ پیسہ جیب میں رکھ کر نماز درست ہے یا نہیں؟

---

[1] صحیح مسلم باب نہی من اکل ثوماً او بصلاً او کراثاً الخ مطبوعہ اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۰۹

marfat.com

Marfat.com

الجواب

(۱) درست ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نماز میں کپڑا سمیٹنے گُرسنے سے منع فرمایا ہے[۱] واللہ تعالٰی اعلم

(۳) منع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نماز میں بالوں کے روکنے سے منع فرمایا ہے[۲] واللہ تعالٰی اعلم

(۴) درست ہے مگر دامن اس کے نیچے نہ دب جائے واللہ تعالٰی اعلم

(۵) نماز درست ہوگی مگر یہ فعل مکروہ و ناپسند ہے جبکہ کوئی ضرورت نہ ہو روپے اشرفی میں ضرورت ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

(۶) درست ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از شہر کہنہ ۲۸ شوال ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگرکھے کے بند یا گھنڈی بلا باندھے یا لگائے یا کُرتے کے بٹن جو سامنے سینہ پر گوٹ میں لگے ہوتے ہیں بلا لگائے ہوئے یا کُرتہ کی وہ گھنڈی جس کے کہ گوٹ آگے سینہ پر نہیں ہوتے بلکہ دونوں کندھوں پر ایک ایک گھنڈی لگی ہوتی ہے ایک گھنڈی لگا کر نماز پڑھے تو کوئی حرج تو نہیں ہے؛ اگر کسی شخص کی ہمیشہ یہ عادت ہے کہ وہ گھنڈی کُرتے کے گلے میں جو ہیں ایک کُھلی رکھے جس سے کہ کچھ گلا کُھلا ہوا رہے تو کوئی حرج ہے یا نہیں؛ بینوا توجروا۔

الجواب

اصل یہ ہے کہ سدل یعنی پہننے کے کپڑے کو بے پہنے لٹکانا مکروہ تحریمی ہے اور اس سے نماز واجب الاعادہ جیسے انگرکھا یا کُرتا کندھوں پر سے ڈال لینا بغیر آستینوں میں ہاتھ ڈالے یا بعض بارانیاں وغیرہ ایسی بنتی ہیں کہ اُن کی آستینوں میں مونڈھوں کے پاس ہاتھ نکال لینے کے چاک بنے ہوتے ہیں ان میں سے ہاتھ نکال کر آستینوں کو بے پہنے چھوڑ دینا یا رضائی یا چادر کندھے یا سر پر ڈال کر دونوں آنچل چھوڑ دینا یا شال یا رومال ایک شانہ پر اس طرح ڈالنا کہ اس کے دونوں پلو آگے پیچھے چھوٹے رہیں اور اگر رضائی یا چادر کا مثلاً سیدھا آنچل بائیں شانے پر ڈال لیا اور بایاں آنچل چھوڑ دیا تو حرج نہیں اور کسی کپڑے کو ایسا خلافِ عادت پہننا جسے مہذب آدمی مجمع یا بازار میں نہ کر سکے اور کرے تو بے ادب خفیف الحرکات سمجھا جائے یہ بھی مکروہ ہے جیسے انگرکھا پہننا اور گھنڈی یا باہر کے بند نہ لگانا

---

[۱] صحیح بخاری باب لایکف شعراً مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۳

[۲] " باب لایکف ثوبہ " " " " "

marfat.com

Marfat.com

یا ایسا کُرتا جس کے بٹن سینے پر ہیں پہننا اور بوتام اتنے لگانا کہ سینہ یا شانہ کُھلا رہے جبکہ اُوپر سے انگرکھا نہ پہنے ہو یہ بھی مکروہ ہے اور اگر اوپر سے انگرکھا پہنے ہے یا اتنے بوتام لگالئے کہ سینہ یا شانہ ڈھک گئے اگرچہ اُوپر کا بوتام نہ لگانے سے گلے کے پاس کا خفیف حصّہ کھلا رہا یا شانوں پر کے چاک بہت چھوٹے چھوٹے ہیں کہ بوتام نہ لگائیں جب بھی کُرتا نیچے ڈھلکے گا شانے ڈھکے رہیں گے تو حرج نہیں اسی طرح انگرکھے پر جو صدری یا چُغہ پہنتے ہیں اور عرفِ عام میں اُن کا کوئی بوتام بھی نہیں لگاتے اور اسے معیوب بھی نہیں سمجھتے تو اس میں بھی حرج نہیں ہونا چاہئے کہ یہ خلافِ معتاد نہیں هذا ما ظهرلی من کلماتهم والعلم بالحق عند ربی (یہ وہ ہے جو عباراتِ فقہاء سے بھرپور واضح ہُوا باقی حق کا علم میرے رب کے پاس ہے۔ ت) دُرمختار میں ہے :

کرہ تحریما سدل ثوبه ای ارساله بلا لبس معتاد وکذا القباء بکم الی وراء ذکرہ الحلبی کشد ومندیل یرسله کتفیه فلو من احدهما لم یکرہ کحالة عذر وخارج صلٰوۃ فی الاصح[1]

کپڑے کو لٹکانا مکروہ تحریمی ہے یعنی ایسا لٹکانا جو معتاد پہننے کے خلاف ہو اسی طرح آستین والی قبا کا پیچھے کی طرف ڈالنا اسے حلبی نے ذکر کیا مثلاً پٹکا یا رومال دونوں کاندھوں سے لٹکانا، اگر ایک طرف سے ہو تو مکروہ نہیں جیسا کہ اصح قول کے مطابق حالتِ عذر اور نماز سے باہر کا معاملہ ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

ظاهر کلامهم انه لا فرق بین ان یکون الثوب محفوظا من الوقوع اولا فعلی هذا لا تکرہ فی الطیلسان الذی یجعل علی الراس وقد صرح به فی شرح الوقایة اھ ای اذا لم یدرہ علی عنقه والا فلا سدل، والاقبیة الرومیة التی تجعل لاکمامها خروق عند العضد اذا اخرج المصلی یدہ من الخرق وارسل الکم یکرہ لصدق السدل لانه

ان کے کلام کے ظاہر سے پتا چلتا ہے اس میں کوئی فرق نہیں کہ کپڑا گرنے سے محفوظ ہو یا نہ ہو لہٰذا اس صورت میں ٹوپی والے کوٹ میں کراہت نہیں ہوگی جو سر پر ہو، اس کی تصریح شرح وقایہ میں ہے اھ یعنی جب اس نے گردن کو نہ باندھا ہو ورنہ کوئی سدل نہ ہوگا وہ رومی قبائیں جن کی آستینوں میں کندھوں کے پاس سوراخ ہوتے ہیں، اگر نمازی اس پھٹی ہوئی جگہ سے ہاتھ نکالے اور آستین کو ویسے ہی ڈال لے تو یہ مکروہ ہے اس پر سدل کا صدق ہے کیونکہ یہ

---

[1] درمختار باب مایفسد الصلٰوۃ وما یکرہ فیها مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۱

marfat.com

Marfat.com

اھ فتعدد الخ غیر لبس لان لبس الکم بادخال الید وتمامہ فی شرح المنیۃ، والشد شیئ یعتادوضعہ علی الکتفتین کمافی البحر و ذلک نحو الشال فاذا ارسل طرفا منہ علی صدرہ وطرفا علی ظھرہ یکرہ، وفی الخزائن بل ذکر ابوجعفر انہ لوادخل یدیہ فی کیسہ ولم یزرہ ان رأہ فھو مسئ لانہ یشبہ السدل اھ لکن فی الحلیۃ فیہ نظر ظاھر بعدان یکون تحت قمیص او نحوہ مما یستر البدن اھ مختصرا ولنا فی ماقال فی الحلیۃ نظر قدمناہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

بغیر پہننے کے چھوڑنا ہے اور آستین کا پہننا ہاتھ داخل کرکے ہوتا ہے اس کی تفصیل شرح منیہ میں ہے بحر میں ہے شد (صافا یا پڑنا) عادی شیئ ہے اسے کاندھے پر رکھا جاتا ہے اس کی مثل شال ہے جب اس کی ایک طرف اپنے سینے پر اور ایک طرف اپنی پشت پر رکھی تو یہ مکروہ ہے، خزائن میں ابوجعفر نے ذکر کیا اگر کسی نے دونوں ہاتھ آستینوں میں ڈالے اور ان کے بٹن بند نہ کئے تو یہ گنہگار ہوگا کیونکہ یہ سدل کے مشابہ ہے لیکن حلیہ میں کہا کہ جب وُہ قمیص یا ایسے کپڑے کے تحت ہو جو بدن کو ڈھانپ رہا ہو تو اس میں نظر ہے اھ اختصاراً جبکہ خود حلیہ کی گفتگو میں نظر ہے جیسا کہ پیچھے ہم نے بیان کر دیا ہے۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۱۸: از کالج علی گڑھ کمرہ ۶۱ مرسلہ محمد عبدالمجید خاں یوسف زئی سرسید کورٹ ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس کمرہ میں یا مکان میں تصاویر مردم آویزاں ہوں اُس میں نماز پڑھنا جائز یا ناجائز حرام ہے یا مکروہ؟ اگر ناجائز یا مکروہ ہے تو شارع نے جو مصلحت اس میں رکھی ہے وُہ برائے خوبی اور باریکی ظاہر ہونے کے بیان فرمائے جائیں، دوسرے یہ کہ نماز ساتھ خیال غیر اللہ اور ہمہ تن مصروف ہوکر ہونا چاہئے لہذا کیا مضائقہ ہوسکتا ہے اگر تصاویر اُس جگہ ہوں یا احتیاطاً کیا اس قدر کافی نہیں ہوسکتا ہے کہ صرف سامنے یا اُس حد تک کے جہاں تک نظر پڑسکے تصاویر ہٹادی جائیں اور پس پشت اگر تصاویر ہوں وُہ رہیں اور نماز پڑھ لی جائے تو نماز ہوجائے گی یا کیا نقص پیدا ہوجائے گا؟ فقط

الجواب

جاندار کی اتنی بڑی تصویر کہ اُسے زمین پر رکھ کر کھڑے ہوکر دیکھیں تو اعضاء بالتفصیل نظر آئیں بشرطیکہ نہ سر بریدہ ہو نہ چہرہ محو کردہ نہ پاؤں کے نیچے نہ فرش پا انداز میں نہ مخفی پوشیدہ جس کمرہ میں ہو اُس میں نماز مطلقاً

۱؎ ردالمحتار باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۷۲-۴۷۳

marfat.com

Marfat.com

مکروہ ہے خواہ آگے ہو یا پیچھے یا دہنے یا بائیں یا اُوپر یا سجدہ کی جگہ اور اُن سب میں بدتر جائے سجود ہے پھر جانب قبلہ ہونا ہے پھر اوپر پھر دہنے بائیں پھر پیچھے اور اس میں کراہت کے متعدد وجوہ ہیں اُس مکان کا معبدِ کفار سے مشابہ ہونا، تصویر کا بطورِ اعزاز ظاہر طور پر رکھا یا لگا ہونا، آگے یا جائے سجود پر ہو تو اس کی عبادت سے مشابہ ہو، ملائکۂ رحمت کا اُس مکان میں نہ آنا متواتر حدیثوں میں ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الملئکۃ لاتدخل بیتا فیہ کلب ولا صورۃ[1] بیشک فرشتے اُس گھر میں نہیں جاتے جس میں کُتا یا تصویر ہو۔

یہ وجہ اُن تمام صور مذکورہ کو شامل اور وہم مذکور فی السوال کا علاج کامل ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۱۹ از بھنڈی بازار مرسلہ محمد فضل الرحمٰن سادہ کار ۵ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو امام ازار ٹخنوں کے نیچے تک پہن کر نماز پڑھائے وہ نماز مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟ قبلہ رُخ ایک قدم کو نہ رکھنا یا ایک قدم پر کھڑا رہنا نماز میں جائز ہے یا خلافِ سنّت اور مکروہِ تنزیہی ہے؟ براہِ ہمدردی استفتا بحوالہ عبارت کتب متداولہ معتبرہ فقیہ ارقام فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

ازار کا گٹوں سے نیچے رکھنا اگر برائے تکبر ہو حرام ہے اور اس صورت میں نماز مکروہ تحریمی ورنہ صرف مکروہِ تنزیہی، اور نماز میں بھی اُس کی غایت خلافِ اولٰی۔ صحیح بخاری شریف میں ہے، صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! میرا تہبند لٹک جاتا ہے جب تک میں اس کا خاص خیال نہ رکھوں۔ فرمایا: لست ممن یصنعہ خیلاء[2] (تم ان میں نہیں ہو جو براہِ تکبّر ایسا کریں)۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

اسبال الرجل ازارہ اسفل من الکعبین ان لم یکن للخیلاء ففیہ کراھۃ تنزیہ کذا فی الغرائب[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ کسی آدمی کا ٹخنوں سے نیچے تہبند لٹکا کر چلنا اگر تکبّر کی بنا پر نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔ غرائب میں یونہی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی عن ابی طلحۃ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۴/ ۳۰

[2] صحیح بخاری باب فی جر ازارہ من غیر خیلاء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۶۰

[3] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع فی اللبس ؍؍ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۳۳

marfat.com

Marfat.com

دونوں باتیں خلافِ سنّت و مکروہ ہیں، ہاں تراوح بین القدمین یعنی تھوڑی دیر ایک پاؤں پر زور رکھنا پھر تھوڑی دیر دوسرے پر سنّت ہے کما حققہ فی الحلیۃ وبیناہ فی فتاوٰنا (حلیہ میں اس کی تفصیل ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں بھی اسے بیان کیا ہے۔ ت)

مسئلہ از قادری گنج ضلع بیر بھوم ملک بنگالہ مرسلہ سید ظہور الحسن صاحب قادری رزاقی کرمانی ۲۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

آج کل دیارِ بنگال کے بعض بعض شہروں میں بعض لوگوں نے فرض جماعت میں سر ننگا کرکے نماز پڑھنا اختیار کیا ہے اگر کسی نے کہا کہ جماعت کی اہانت ہوتی ہے تو اس کے جواب میں یہ لوگ کہتے ہیں کہ عاجزی انکساری کی وجہ سے پڑھتا ہوں اسی طرح عاجزی و انکساری کے بہانے سے بعض لوگوں نے علاوہ نماز کے بھی سر پر ٹوپی رکھنا چھوڑ دیا ہے تو کیا ننگا سر فرض جماعت میں نماز پڑھنے سے نماز جائز ہوگی یا مکروہ ہوگی اگر جائز ہوگی تو کیا حضور سرورِ کائنات یا حضرت مولائے کائنات یا حضرات امامین مطہرین یا حضرات صحابہ کرام یا اولیائے عظام نے کبھی فرض جماعت میں ننگا سر نماز پڑھی ہے یا نہیں، اور علاوہ نماز کے بھی ان حضرات نے کبھی کبھی سر کو ننگا رکھا ہے یا نہیں؟ اور صوفیائے عظام کی کتابوں میں ننگا سر رہنا تہذیب اور آداب آیا ہے یا نہیں اور احادیث شریفہ و فقہ سے اس کی کراہت ثابت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنّت کریمہ نماز مع کلاہ وعمامہ ہے اور فقہائے کرام نے ننگے سر نماز پڑھنے کو تین قسم کیا ہے اگر بہ نیتِ تواضع و عاجزی ہو تو جائز اور بوجہ کسل ہو تو مکروہ، اور معاذ اللہ نماز کو بے قدر اور ہلکا سمجھ کر ہو تو کفر، جب مسلمان اپنی نیت تواضع بتاتے ہیں تو اُسے نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں، مسلمان پر بدگمانی حرام ہے ننگے سر رکھنے کا احرام میں حکم ہے اور اس حالت میں شبانہ روز برابر سر برہنہ رہنا حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و صحابہ کرام سب سے ثابت، بغیر اس کے ننگے سر کی عادت ڈالنا کوچہ و بازار میں اسی طرح پھرنا نہ ہرگز ثابت ہے نہ شرعاً محمود بلکہ وہ منجملہ اسباب شہرت ہے اور ایسی وضع جس پر انگلیاں اُٹھیں شرعاً مکروہ، مجمع البحار وغیرہ میں ہے:

الخروج عن عادۃ البلد شھرۃ ومکروہ[1] اہل شہر کے معمول سے نکلنا شہرت اور مکروہ ہے۔ (ت)

صوفیہ کرام کا اس بارے میں کوئی قول اس وقت ذہن میں نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] مجمع البحار

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ ۱۰۲۱ از شہر کہنہ محلہ سہسوانی ٹولہ مسئولہ حافظ رحیم اللہ صاحب ۱۱ جمادی الاخری ۱۳۳۶ھ

بعد الحمد کے محمد رسول اللہ والذین معہ رکوع پڑھا ایک مقتدی کے منہ سے سہواً صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نکلا اور دوسرے مقتدی نے عمداً صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہا حضور ان دونوں مقتدیوں کی نماز ہوئی یا نہیں؟ اور جو شخص یہ کہے کہ نماز کے اندر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نہ سہواً کہنا چاہئے نہ عمداً، ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب

اللہ عزوجل کا نام پاک سُن کر حکم ہے کہ عزوجل یا جل جلالہٗ یا اس کی مثل کلمات تعظیمی کہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک سُن کر واجب ہے کہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام یا اس کے مثل کلمات درود کہے مگر یہ دونوں وجوب بیرونِ نماز ہیں نماز میں سوا ان کلمات کے جو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقرر فرما دئے ہیں اور کی اجازت نہیں خصوصاً جہریہ نماز میں وقت قراءت امام مقتدی کا سننا اور خاموش رہنا واجب ہے یونہی امام کے خطبہ پڑھتے میں جب اللہ عزوجل اور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اسمائے طیبہ آئیں سامعین دل میں کلمات تقدیس و درود کہیں، زبان سے کہنے کی وہاں بھی اجازت نہیں، نماز میں نام الٰہی سن کر جل وعلا یا نامِ مبارک سُن کر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہنا اگر بقصد جواب ہے نماز جاتی رہے گی سہواً ہو خواہ قصداً، اور اگر بلا قصد جواب تو قصداً ممنوع اور سہواً پر مواخذہ نہیں، درمختار میں ہے:

سمع اسم اللہ تعالٰی فقال جل جلالہ او النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فصلی علیہ اوقراءۃ الامام فقال صدق اللہ ورسولہ لفسد ان قصد جوابہ[1] اھ قال العلامۃ الشامی ذکر فی البحر انہ لو قال مثل ما قال المؤذن ان اراد جوابہ تفسد وکذا ولو لم تکن نیۃ لان الظاہر انہ اراد الاجابۃ وکذلک اذا سمع اسم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فصلی

اگر اللہ تعالٰی کا نام سُن کر جل جلالہٗ، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام سُن کر درود شریف، امام کی قراءت سُن کر صدق اللہ ورسولہٗ کہا تو مقصود جواب تھا تو نماز فاسد ہوجائے گی اھ علامہ شامی نے فرمایا بحر میں ہے کہ اگر نمازی نے اذان کا جواب دیتے ہوئے اذان کے کلمات کہے تو نماز فاسد ہوجائے گی، اسی طرح اس صورت کا حکم ہے جب کوئی نیت نہ تھی کیونکہ ظاہر جواب دینا ہی ہے اسی طرح جب سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] درمختار باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۹

marfat.com

Marfat.com

علیہ فھذا اجابۃ اھ ویشکل علی ھذا الکلمۃ ما مر من التفصیل فیمن سمع العاطس فقال الحمد للہ تأمل[1] استفید انہ لولم یقصد الجواب بل قصد الثناء والتعظیم لاتفسد لان نفس تعظیم اللہ تعالٰی والصلٰوۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاینافی الصلٰوۃ کما شرح المنیۃ اھ کلام العلامۃ ش۔

اقول والذی مر التفصیل ان سامع عطسۃ غیرہ، لوقال الحمد للہ فان عنی الجواب اختلف المشائخ او التعلیم فسدت اولم یرد واحدا منھما لاتفسد نھر وصحح فی شرح المنیۃ عدم الفساد مطلقا لانہ لم یتعارف جوابا قال بخلاف جواب السار بالحمد للہ التعارف[2] اھ ش ورأیتنی کتبت علی قولہ عدم الفساد مطلقا مانصہ۔

اقول لابد من استثناء ارادۃ التعلیم کما لایخفی

کا اسمِ گرامی سُنا اور درود شریف پڑھا تو یہ بھی جواب ہی ہے اھ اور اس پر گزشتہ گفتگو کے ساتھ اعتراض ہوگا جس میں فرق کیا گیا تھا مثلاً کسی نے چھینک سُن کر الحمد للہ کہا غور کرو، جو واضح کررہا ہے کہ اگر مقصود جواب نہ ہو بلکہ اللہ کی ثنا و تعظیم ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ اللہ تعالٰی کی تعظیم اور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں سلام نماز کے منافی نہیں شرح المنیہ اھ علامہ شامی کا کلام ختم ہوا۔

اقول (میں کہتا ہوں) جو تفصیل پیچھے گزری کہ اگر غیر کی چھینک سننے والے نے الحمد للہ کہا تو اگر مقصود جواب تھا تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے یا مقصود تعلیم تھا تو نماز فاسد ہوجائے گی یا دونوں میں سے کوئی بھی مقصود نہ تھا تو نماز فاسد نہ ہوگی نہر، اور شرح منیہ میں اس بات کو صحیح قرار دیا ہے کہ کسی صورت میں بھی نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ یہ جواب متعارف نہیں بخلاف اس صورت کے جب خوش کن بات پر الحمد للہ کہے تو یہ جواب متعارف ہے اھ ش۔ مجھے یاد آتا ہے کہ اس کے قول "عدم الفساد مطلقا" پر یہ لکھا تھا

اقول یہاں ارادہ تعلیم کو مستثنٰی کرنا ضروری ہے جیسا کہ واضح ہے اور تعلیل اس سے متعلق نہیں

---

[1] ردالمحتار باب مایفسد الصلٰوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۵۹

[2] " " " ۱/ ۴۵۸

marfat.com

Marfat.com

والتعلیل لایمسہ فان العلۃ فیہ شیئ اخر غیر کونہ جوابا وھو کونہ خطاءً فھذا مامر من التفصیل وانت تعلم انہ لامساس لہ بانھا من الفروع فان الحمد للّٰہ لیس جوابا للعطاس وانما ھو سنۃ العاطس فاذا لم یرد بہ التعلیم لم یکن الا انشاء حمد بخلاف ماھنا فکلہ جواب وقد عرف جوابا فقد عرف الجواب عن الاشکال۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

ہوسکتی کیونکہ اس میں علت اور شیئ ہے اور وہ جواب ہونا نہیں بلکہ وہ اس کا خطاء ہونا ہے یہی گزشتہ تفصیل تھی اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس کا کوئی تعلق نہیں کہ یہ اس کی فروعات میں سے ہے کیونکہ الحمدللہ چھینک کا جواب نہیں بلکہ وہ چھینک والے کے لئے سنت ہے تو جب اس سے مقصود تعلیم نہیں تو اب حمد کرنا ہی ہوگا بخلاف مذکورہ صورتوں کے کہ یہ بہرصورت جواب ہیں کیونکہ ان کا جواب ہونا معروف ہے تو اس سے اشکال کا جواب معلوم ہوگیا ــــــــ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۲۲: از داتا گنج ضلع بدایوں مرسلہ عاشق حسین صاحب ۱۹ جمادی الاخری ۱۳۳۶ھ

جُوتا پہن کر یعنی فل بُوٹ جو ٹخنوں تک بندھا ہوتا ہے خشک ہو غلاظت نہ لگی ہو خواہ نیا ہو یا پرانا، نماز جائز ہے یا نہیں؟ یہ اور بات ہے کہ مسجد میں چونکہ سب لوگ رواجاً آج کل جُوتا اتار کر جاتے ہیں ان میں ایک شخص انگشت نمائی کے خوف سے جوتا پہن کر نہ جائے مگر مسئلہ کیا ہے آیا کوئی شخص اپنے مکان میں یا جنگل میں یا سفر میں بُوٹ پہن کر نماز پڑھ سکتا ہے؟ ایک مولوی نے فرمایا تھا کہ بُوٹ نیا ہو یا پُرانا، خشک ہو، غلاظت نہ لگی ہو پہن کر نماز جائز اور صحیح بخاری میں لکھا ہوا بتایا تھا۔

الجواب

مسجد میں جُوتا پہن کر جانا خلافِ ادب ہے ردالمحتار[1] میں ہے دخول المسجد متنعلا سوء الادب[2] (مسجد میں جُوتا پہن کر داخل ہونا بے ادبی ہے۔ ت) ادب کی بنا عرف و رواج ہی پر ہے اور وہ اختلاف زمانہ و ملک و قوم سے بدلتا ہے، عرب میں باپ سے اَنتَ کہہ کر خطاب کرتے ہیں یعنی تُو۔ زمانہ اقدس نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں بھی یُونہی خطاب ہوتا تھا، سیدنا اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے والد ماجد سیدنا ابراہیم شیخ الانبیاء خلیل کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی اے میرے باپ! تُو کر جس بات کا تجھے

[1] جدالممتار علی ردالمحتار باب مایفسد الصلوٰۃ المجمع الاسلامی مبارکپور انڈیا ۱/۲۸۵

[2] ردالمحتار باب یفسد الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۸۶

marfat.com

Marfat.com

حکم دیا جاتا ہے اب اگر کوئی بے ادب اسے حجت بنا کر اپنے باپ کو تُو تُو کہا کرے ضرور گستاخ مستحق سزا ہے نماز حاضری بارگاہ بے نیاز ہے کسی نواب کے دربار میں تو آدمی جُوتا پہن کر جائے، یہ تو ادب کا حکم ہے اور آجکل لوگوں کے جُوتے صحابہ کرام کے جُوتوں کی طرح نہیں ہوتے، ردالمحتار میں ہے، نعالهم المتنجسة[1] (لوگوں کے جُوتے ناپاک ہوتے ہیں۔ ت) پھر بُوٹ غالباً ایسا پھنسا ہُوا ہوتا ہے کہ سجدے میں انگلیوں کا پیٹ زمین پر بچھنے نہ دے گا تو آداب درکنار سرے سے نماز ہی نہ ہو گی۔ و ھو تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۲۳ از گرالہ ضلع بدایوں مرسلہ یٰسین خاں ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

ایک شخص نے پہلی رکعت میں لم یکن الذین کفروا پڑھی اور دُوسری میں سُورۂ دہر، اُس سے کہا کہ ایک تو تم نے قرآن شریف اُلٹا پڑھا دوسرا پہلی سورہ چھوٹی پڑھی اور بعد کی بڑی نماز میں کراہت تو نہیں آئی، کہا کچھ حرج نہیں حدیث سے ثابت ہے۔ فقط

الجواب

اس میں دو کراہتیں ہُوئیں، ایک دُوسری رکعت کی پہلی سے اس قدر تطویل، اور دوسری سخت اشد کراہت ہے۔ قرآن مجید کو معکوس پڑھنا یہ گناہ وسخت ناجائز ہے حدیث میں ہے ایسا شخص خوف نہیں کرتا کہ اللہ تعالٰی اس کا دل اُلٹ دے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۲۴ از دھام پور ضلع بجنور مرسلہ حافظ سید بنیاد علی صاحب ۸ محرم الحرام ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے حجرہ میں کوئی شخص علیحدہ نماز پڑھے تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

مسجد کے حجرہ میں فرضوں کے سوا اور نمازیں پڑھنا بہتر ہے یہاں تک کہ فرائض کے قبل و بعد کے سنن مؤکدہ میں بھی بربنائے اصل حکم افضل یہی ہے کہ غیر مسجد میں ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

افضل صلوۃ المرء فی بیتہ الا المکتوبۃ[2] فرض نماز کے علاوہ آدمی کی نماز گھر میں افضل ہے۔ (ت)

مگر فرائض بے عذر قوی مقبول اگر حجرہ میں پڑھے اور مسجد میں نہ آئے گنہگار ہے، چند بار ایسا ہو تو فاسق

---

[1] ردالمحتار باب صلوۃ الجنائز مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۶۵۴
[2] صحیح مسلم باب صلوۃ النافلۃ ؍؍ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۶۶

marfat.com

Marfat.com

مردود الشہادۃ ہوگا، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاصلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجد[1]۔ مسجد کے پڑوسی کی نماز صرف مسجد میں ہوتی ہے (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۲۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چوری کا کپڑا پہن کر نماز کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

چوری کا کپڑا پہن کر نماز پڑھنے میں اگرچہ فرض ساقط ہوجائیگا لان الفساد مجاور (کیونکہ فساد نماز سے باہر ہے۔ ت) مگر نماز مکروہ تحریمی ہوگی للاشتمال علی المحرم (حرام چیز اٹھائے ہوئے ہونے کی وجہ سے) کہ جائز کپڑے پہن کر اس کا اعادہ واجب کالصلوٰۃ فی الارض المغصوبۃ سواء بسواء (جس طرح مغصوبہ زمین پر نماز کا حکم اور یہ برابر ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۲۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کے سرپہ دستار نہ ہو اور مقتدی کے دستار ہو توکسی کی نماز میں کچھ خلل آتا ہے یا نہیں؟ اور اگر کچھ خلل آتا ہے تو امام کے یا مقتدی کے؟ اور اگر خلل ہے تو کس قسم کا خلل ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

کسی کی نماز میں کچھ خلل نہیں، عمامہ مستحباتِ نماز سے ہے اور ترکِ مستحب سے خلل درکنار کراہت بھی نہیں آتی،

وذلک لان التعمم من سنن الزوائد و سنن الزوائد حکمہا حکم المستحب۔ اس لئے کہ عمامہ باندھنا سنن زوائد میں سے ہے اور سنن زوائد کا حکم مستحب والا ہوتا ہے (ت)

درمختار میں ہے:

لہا اٰداب ترکہ لایوجب اساءۃ ولاعتابا کترک سنۃ الزوائد لکن فعلہ افضل[2]۔ نماز کے آداب ہیں جن کا ترک اساءت وعتاب لازم نہیں کرتا مثلاً سنن زوائد کا ترک، لیکن ان کا بجالانا افضل ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

السنۃ نوعان سنۃ الہدی و ترکہا سنت کی دو اقسام ہیں، سنّتِ ہدٰی، اس کے

[1] سنن الدارقطنی باب البحث لجار المسجد علی الصلوٰۃ فیہ الخ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۱/۴۲۰

[2] درمختار آخر باب صفۃ الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۷۳

marfat.com

Marfat.com

یوجب ترکھا اساءۃ وکراھۃ کالجماعۃ و الاذان والاقامۃ ونحوھا وسنۃ الزوائد وترکھا لایوجب ذلک کسیر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی لباسہ والنفل و منہ المندوب یثاب فاعلہ ولایسیئ تارکہ کذا حققہ العلامۃ ابن کمال فی تغییر التنقیح وشرحہ فلا فرق بین النفل و سنن الزوائد من حیث الحکم لانہ لایکرہ ترک کل منھما وقد مثلوا السنۃ الزوائد بتطویلہ علیہ الصلٰوۃ والسلام القراءۃ و الرکوع والسجود ولما لم تکن مکملات الدین وشعائرہ سمیت سنۃ الزوائد بخلاف سنۃ الھدی وھی السنن المؤکدۃ القریبۃ من الواجب التی یضلل تارکھا[1] اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم

ترک سے اساءت وکراہت لازم آتی ہے مثلاً جماعت اذان اور تکبیر وغیرہ، سنّت زوائد اس کے ترک سے اساءت وکراہت لازم نہیں آتی مثلاً آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا لباس پہننا، نفل و مندوب کا معاملہ بھی یہی ہے اس کے کرنے والے کو ثواب ہوگا مگر تارک گنہگار نہیں۔ علامہ ابن کمال نے تغییر التنقیح اور اور اس کی شرح میں اسی طرح تحقیق کی ہے پس نفل اور سنن زوائد میں حکم کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں کیونکہ کسی کا بھی ترک مکروہ نہیں، فقہا نے بعض اوقات سنّت زوائد کی مثال نماز میں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا قرأت، رکوع اور سجود کو لمبا کرنا بھی دی ہے جب وہ دین اور شعائر دین کا حصہ نہیں تو انہیں سنّت زوائد کہا جاتا ہے بخلاف سنّت ہدٰی کے، وہ سنن مؤکدہ ہوتی ہیں جو واجب کے قریب ہیں ان کا تارک گمراہ ہے اھ تلخیصاً۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۲۷: مرسلہ محمد ابراہیم محلہ خواجہ قطب بریلی ۲۲ شوال المکرم ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مُردہ کی نماز پڑھانے کے واسطے جو جائے نماز ملتی ہے اس سے کُرتا یا کچھ اور کپڑا بنوانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز نہیں تو اس سے جو نمازِ مفروضہ پڑھی گئی وہ لوٹائی جائیگی یا نہیں؟ اور اُس کفن سے یہ جائے نماز کے واسطے کپڑا نکالنا جائز ہے یا نہیں؟ بادلیل وحوالہ کتب تحریر کریں۔ بینوا توجروا

الجواب

اس جائے نماز سے دو غرضیں لوگوں کی ہیں، ایک یہ اکثر نمازِ جنازہ راستے وغیرہ بے احتیاطی کے مقامات پر ہوتی ہے مسجد کہ صاف و پاکیزہ رکھی جاتی ہے اُس میں نمازِ جنازہ منع ہے تو بغرضِ احتیاط امام کے نیچے جائے نماز

---

[1] ردالمحتار مطلب فی السنۃ وتعریفہا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۳

marfat.com

Marfat.com

بچھادی جاتی ہے کہ سب مقتدیوں کے لئے اُس کا مہیا کرنا دشوار ہوتا ہے، اور اگر فرض کیجئے کہ وہ تمام جگہ ایسی ناپاک ہے کہ سب کی نماز نظر بواقع نہ ہوسکے تو جائے نماز کے سبب امام کی نماز ہوجائے گی اور اسی قدر سب مسلمانوں کی طرف سے ادائے فرض وابرائے ذمہ کے لئے کافی ہے کہ نماز جنازہ میں جماعت شرط نہیں، دوسری نفع فقیر کہ وہ جانماز بعد از نماز کسی طالب علم اور فقیر پر تصدق کردی جاتی ہے اور یہ دونوں غرضیں محمود ہیں تو اُس کے جواز میں کلام نہیں اور جس فقیر پر وہ تصدیق کی گئی اُس کی ملک ہے کُرتا وغیرہ جو چاہے بنالے اس میں نماز مکروہ بھی نہیں نہ اصلاً حاجتِ اعادہ کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

marfat.com
Marfat.com

باب الوتر والنوافل

(وتر اور نوافل کا بیان)

مسئلہ ۱۰۲۸ ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص نماز ظہر و عشاء باجماعت پڑھ چکا خواہ امام تھا یا مقتدی اب دوسری جماعت قائم ہوئی وہ شریک جماعت ہوا تو وہ نیت نماز کی کیا کرے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نفل کی نیت چاہئے،

فان الفریضۃ فی الوقت لاتکرر، وفی الحدیث لایصلی بعد صلوۃ مثلہا[1] کیونکہ وقتی فریضہ میں تکرار نہیں، حدیث میں ہے نماز کی مثل نماز کے بعد ادا نہ کی جائے۔ (ت)

اور اگر فرض کی نیت کرے گا جب بھی نفل ہی ہوں گے فان الفریضۃ فی الوقت لاتکرر (کیونکہ فریضہ ایک وقت میں متکرر نہیں ہوا کرتا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۲۹ از موضع سرنیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۲ رجب ۱۳۳۱ھ

نیا کپڑا اور جوتا پہن کر نفل پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب

نیا کپڑا پہن کر نفل پڑھنا بہتر ہے، یونہی نیا جوتا بھی اگر اُس کا پنجہ اتنا کڑا نہ ہو کہ پاؤں کی کسی انگلی کا

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ من کرہ ان یصلی بعد الصلوۃ مثلہا مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۲/۲۰۶

marfat.com

Marfat.com

پیٹ زمین سے نہ لگنے دے ایسا ہوگا تو نماز نہ ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۳۰: از بریلی مرسلہ نواب سلطان احمد خاں صاحب ۱۳ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

آج کل وتر با جماعت پڑھنا بوجہ فضل جماعت افضل یا بوقتِ تہجد بھی بہتر ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب

وتر رمضان المبارک میں ہمارے علمائے کرام قدست اسرارہم کو اختلاف ہے کہ مسجد میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے یا مثل نماز گھر میں تنہا، دونوں قول باقوت ہیں اور دونوں طرف تصحیح و ترجیح اول کو یہ مزیت کہ اب عامہ مسلمین کا اُس پر عمل ہے اور حدیث سے بھی اس کی تائید نکلتی ہے، ثانی کو یہ فضیلت کہ وہ ظاہر الروایۃ ہے، ردالمحتار میں زیرِ قولِ درمختار الجماعۃ فی وتر رمضان مستحبۃ علی قول (ایک قول کے مطابق رمضان میں وتر کی جماعت مستحب ہے۔ ت) فرمایا:

وغیر مستحبۃ علی قول اٰخر بل یصلیھا وحدہ فی بیتہ وھما قولان مصححان وسیاتی قبیل ادراک الفریضۃ توجیح الثانی بانہ المذھب[1]۔

ایک اور قول کے مطابق مستحب نہیں ہے بلکہ انھیں گھر میں تنہا ادا کرے، اور یہ دونوں اقوال صحیح قرار دئے گئے ہیں عنقریب ادراک فریضہ سے تھوڑا سا پہلے آئے گا کہ دوسرے قول کو ترجیح ہے کہ یہی مذہب ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

ھل الافضل فی الوتر الجماعۃ ام المنزل تصحیحان لکن نقل شارح الوھبانیۃ مایقتضی ان المذھب الثانی واقرہ المصنف وغیرہ[2]۔

کیا وتر میں جماعت افضل یا گھر میں ادا کرنا دونوں کی تصحیح ہے لیکن شارح وہبانیہ نے جو نقل کیا ہے اس کا تقاضا ہے کہ دوسرا قول مذہب ہے اور اسے مصنف وغیرہ نے بھی ثابت رکھا ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

رجح الکمال الجماعۃ بانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان اوتربھم

کمال نے اس بنا پر جماعت کو ترجیح دی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحابہ کو وتر پڑھائے،

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۸

[2] درمختار 〃 〃 〃 مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۹۹

marfat.com

Marfat.com

[illegible] السلف تأخرہ مثل ما صنع فی التراویح فالوتر کالتراویح فکما ان الجماعۃ فیھا سنۃ فکذلک الوتر بحر وفی شرح المنیۃ الصحیح ان الجماعۃ فیھا افضل الا ان سنیتھا لیست کسنیۃ جماعۃ التراویح اھ قال الخیر الرملی وھذا الذی علیہ عامۃ الناس الیوم اھ وقواہ المحشی ایضا بانہ مقتضی ما مر من ان کل ما شرع بجماعۃ فالمسجد افضل فیہ[1] اھ ما فی ردالمحتار **اقول** فی ھذہ التقویۃ عندی نظر ظاھر فانہ لو کان المراد ان ما جاز بجماعۃ فالمسجد افضل فیہ فممنوع فان کل نفل یجوز بجماعۃ مالم یکن علی سبیل التداعی مع ان الافضل فیہ البیت وفاقا وان کان المراد ما ندب فیہ الشرع الی الجماعۃ فمسلم لکن ھذا اول المسئلۃ فالاستناد بہ صریح المصادرۃ فلیتأمل۔

پھر جماعت چھوڑنے پر وہی حکمت بیان کی جو نمازِ تراویح میں تھی تو وتر کا حکم تراویح والا ہے جس طرح ان میں جماعت سنّت ہے اسی طرح وتروں میں بھی، بحر۔ شرح المنیہ میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جماعت وتروں میں افضل مگر اس کی سنیت تراویح کی جماعت کی طرح نہیں اھ خیر رملی نے فرمایا اسی پر آج لوگوں کا عمل ہے اھ محشّی نے بھی یہ کہتے ہوئے اس کی تائید کی گزشتہ اصول کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ہر وہ نماز جو جماعت کے ساتھ مشروع ہے وہ مسجد میں افضل ہے اھ ردالمحتار کی عبارت ختم ہوئی **اقول** اس کی تائید میں میرے نزدیک نظر ظاہر ہے اگر یہ مراد ہو کہ ہر وہ نماز جو جماعت کے ساتھ جائز ہے اس میں مسجد افضل ہے تو یہ ممنوع ہے کیونکہ جن نوافل کی علی سبیل التداعی جماعت نہ ہو ان کی جماعت جائز ہے حالانکہ ان کی ادائیگی بالاتفاق گھر میں افضل ہے، اور اگر مراد یہ ہو کہ جس نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا شریعت نے مستحب قرار دیا ہو تو یہ مسلّم ہے لیکن یہ بعینہٖ سوال ہے اسی کے ساتھ استناد کرنا صراحۃً مصادرہ علی المطلوب ہے۔ پس غور کیجئے۔ (ت)

بالجملہ اس مسئلہ میں اپنے وقت وحالت اور اپنی قوم وجماعت کی موافقت سے جسے انسب جانے اُس پر عمل کا اختیار رکھتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۹

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ ۱۰۳۱ از کلکتہ دھرم تلا ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۱۲ رمضان شریف ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رمضان شریف میں عشاء کی نمازِ فرض جس میں مصلّی تہجد گزار یا غیر تہجد گزار نے جماعت کے ساتھ ادا کی ہو اُس کو نمازِ وتر جماعت کے ساتھ ادا کرنا ضرور ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

کسی کو بھی ضرور نہیں بلکہ افضلیت میں اختلاف ہے، ہمارے اصل مذہب میں افضل یہی ہے کہ تنہا گھر میں پڑھے۔ اور ایک قول پر مسجد میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے، اب اکثر مسلمین کا عمل اسی پر ہے کما فی الدر وحواشیہ[1] وبیناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ در اور اس کے حواشی میں ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ ت) بہرحال ضروری کسی کے نزدیک نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۳۲ از سوروں ضلع ایٹہ محلہ ملک زادان مرسلہ مرزا عابد حسین صاحب ۲۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ نمازِ تہجد واجب ہے یا سنّت؟ اگر سنّت ہے تو موکدہ یا غیر موکدہ؟ اس کا تارک گنہگار ہے یا نہیں یعنی قصداً ترک کرنے والا؟ مفصل مع احادیث ارقام فرمایئے گا۔ بینوا توجروا

الجواب

تہجد سنّتِ مستحبہ ہے تمام مستحب نمازوں سے اعظم واہم، قرآن واحادیث حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُس کی ترغیب سے مالامال۔ عامۂ کتبِ مذہب میں اُسے مندوبات ومستحبات سے گنا اور سنّتِ مؤکدہ سے جُدا ذکر کیا، تو اُس کا تارک اگرچہ فضلِ کبیر وخیر کثیر سے محروم ہے گنہگار نہیں۔ بحرالرائق وعلمگیری ودرمختار وفتح اللہ المعین السید ابو السعود الازہری میں ہے: المندوبات صلٰوۃ اللیل[1] (رات کی نماز مندوبات میں سے ہے۔ ت) مراقی الفلاح میں ہے: سن تحیۃ المسجد وندب صلٰوۃ اللیل[2] (تحیۃ المسجد سنّت اور رات کی نماز مستحب ہے۔ ت) غنیہ شرح منیہ میں ہے: من النوافل المستحبۃ قیام اللیل[3] (نوافل مستحبہ میں سے رات کی نماز ہے۔ ت)

---

[1] فتح المعین حاشیہ علی شرح الکنز باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۵۴

[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی بیان النوافل " نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص۲۱۶-۲۱۵

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل من النوافل بحث قیام اللیل مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۳۲

marfat.com

Marfat.com

فمشی صاحب الحاوی القدسی علی انھا مندوبۃ۔ | صاحب الحاوی القدسی کی رائے یہی ہے کہ رات کی نماز مستحب ہے۔ (ت)

جامع الرموز میں ہے :

الاحسن اتمام السنن المؤقتۃ بذکرصلٰوۃ الضحی والمستحبات بذکرالتہجد[2] اھ ملخصا۔ | وقتی سنن میں چاشت کی نماز اور مستحبات میں تہجد کا ذکر ان کا اچھا اتمام ہے اھ ملخصا (ت)

غرض ہمارے کتب مذہب کے احکام منصوصہ مذکورہ علی جہۃ النفل میں اس کا استحباب ہی مصرح ہاں بعض علمائے مالکیہ وشافعیہ مثل امام ابوعمرابن عبدالبروامام ابوزکریا نووی جانب سنیت گئے۔ اور بعض ائمہ تابعین حسن بصری وعبیدہ سلمانی ومحمد بن سیرین قائل وجوب ہوئے کما یظھر بمطالعۃ عمدۃ القاری وشرح الموطا للزرقانی وغیرھما (جیسا کہ عمدۃ القاری، شرح الموطا للزرقانی وغیرہ کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے۔ ت) قولِ وجوب کو تو جمہور علمائے مذاہب اربعہ رد فرماتے اور مخالف اجماع بتاتے ہیں کما فیھما وفی شرح مسلم للنووی والبخاری للقسطلانی والمواھب للزرقانی وغیرھما (جیسا کہ ان دونوں میں ہے اور شرح مسلم للنووی، شرح بخاری للقسطلانی اور مواہب للزرقانی وغیرہ میں ہے۔ ت) اور ہمارے علماء وجوب وسنیت کی یکساں تضعیف فرماتے ہیں۔ شرح نقایہ قہستانی میں ہے :

ثمان رکعات بتسلیمۃ اوتسلیمتین للتھجد وقیل لہ رکعتان سنۃ وقیل فرض کما فی المحیط[3]۔ | تہجد کی ایک یا دو سلاموں کے ساتھ آٹھ رکعات ہیں بعض کے نزدیک دو رکعات سنت ہیں بعض کے نزدیک یہ فرض ہے جیسا کہ محیط میں ہے (ت)

البتہ ہمارے علماء متاخرین سے امام ابن الہمام نے سنیت واستحباب میں تردد اور بالآخر جانب اول میل اور انھیں کے اتباع سے اُن کے تلمیذ علامہ حلبی نے حلیہ میں اسے اشبہ فرمایا، یہ ان

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] جامع الرموز فصل الوتر مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۲۰۷

[3] ایضاً

marfat.com

Marfat.com

امام کی اپنی بحث ہے۔ نہ مذہب منصوص باآنکہ خود اعتراف فرماتے ہیں کہ احادیث قولیہ حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صرف استحباب ہی کا افادہ فرماتے ہیں۔ مستند اُن کا مواظبت فعلیہ حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے مگر خود فرماتے ہیں کہ مواظبت وہی مفید سنیت جو فعل نفل پر ہو، تو اس مسئلہ کی بناء حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر تہجد فرض ہونے نہ ہونے پر رہی۔ اگر حضور پر فرض نہ تھا تو بوجہ مواظبت اُمت کے لئے سنت ہوگا ورنہ مستحب۔

قال قدس سرہ بقی ان صفۃ صلوۃ اللیل فی حقنا السنیۃ او الاستحباب یتوقف علی صفتھا فی حقہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فان کانت فرضا فی حقہ فھی مندوبۃ فی حقنا لان الادلۃ القولیۃ فیھا انما تفید الندب والمواظبت الفعلیۃ لیست علی تطوع لتکون سنۃ فی حقنا وان کانت تطوعا فسنۃ لنا[1]

امام ابن ہمام قدس سرہٗ نے فرمایا کہ باقی رہا معاملہ رات کی نماز کا کہ آیا ہمارے حق میں سنت ہے یا مستحب، تو یہ بات اس پر موقوف ہے کہ وہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حق میں کیا تھی، اگر وہ آپ پر فرض تھی تو ہمارے حق میں مستحب ہے کیونکہ ادلہ قولیہ اس کے بارے میں مستحب ہونے کا فائدہ دیتی ہیں اور مواظبت فعلیہ نفل پر نہیں کہ وہ ہمارے حق میں سنّت بن جائے، اور اگر آپ کے لئے یہ نفل تھی تو ہمارے لئے یہ سنّت ہوگی۔ (ت)

اب اسی مبنٰی کو دیکھئے تو اس میں بھی قول جمہور مذہب مختار و منصور حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حق میں فرضیت ہے اسی پر ظاہر قرآن عظیم شاہد اور اسی طرف حدیث مرفوع وارد۔

قال اللہ تعالٰی یایھا المزمل قم الیل[2]
وقال تعالٰی ومن الیل فتھجد بہ[3]

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے اے چادر اوڑھنے والے رات کو قیام کیا کرو۔ دوسرے مقام پر فرمایا: رات کو تہجد ادا کیا کرو۔ (ت)

ان آیتوں میں خاص حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو امرِ الٰہی ہے اور امرِ الٰہی مفید وجوب،

ولاینافیہ قولہ تعالٰی نافلۃ فانما فلۃ   اللہ تعالٰی کا نافلہ فرمانا اس وجوب کے منافی نہیں

---

[1] فتح القدیر   باب النوافل   مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر   ۱/ ۳۹۱
[2] القرآن ۷۳/ ۱-۲
[3] القرآن ۱۷/ ۷۹

marfat.com

Marfat.com

... فی الفرائض او ف ... تخصیص ایجابه بك فان الفرائض اعظم درجات واکبر تفضیلا بل مؤیدہ قوله تعالٰی لك قال الامام ابن الهمام یعطی التقیید بالمجرور ذلك فانه اذا کان النفل المتعارف یکون کذلك له ولغیرہ[1] اھ

کیونکہ نافلہ کا معنٰی زائدہ ہے اب معنٰی ہوگا کہ آپ کے فرائض یا درجات میں یہ اضافہ ہے کہ آپ پر یہ لازم واجب ہے کیونکہ فرائض سب سے بڑے درجے و فضیلت پر فائز کرنے کا سبب بنتے ہیں بلکہ اس کی تائید اللہ تعالٰی کے اس ارشاد "لک" سے ہورہی ہے۔ امام ابن ہمام کہتے ہیں کہ بعض اوقات مجرور "لک" کے ساتھ مقید کرنا اسی بات کا فائدہ دیتا ہے (یعنی یہ فرائض میں آپ کے لئے اضافہ ہے) کیونکہ متعارف نوافل صرف آپ ہی کے لئے نہیں بلکہ اس میں آپ اور دیگر لوگ مشترک ہیں (ت)

طبرانی معجم اوسط اور بیہقی سنن میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ثلث هن علیّ فرائض وهن لکم سنة الوتر والسواك وقیام اللیل[2]

تین چیزیں مجھ پر فرض اور تمہارے لئے سنت ہیں: وتر و مسواک و قیامِ شب۔

اقول والحدیث ان لم یصلح حجة فقد استظهر بظاهر الکتاب العزیز، وقد نص المحقق نفسه فی الفتح القدیر مسألة امرأة المفقود ان الحدیث الضعیف یصلح مرجحا لا مثبتا بالاصالة قال و موافقة ابن مسعود مرجح اٰخر[3]

اقول (میں کہتا ہوں) اگرچہ یہ حدیث حجت نہیں بن سکتی مگر قرآن عزیز کے ظاہر سے اس کی تائید ہورہی ہے اور خود محقق نے فتح القدیر میں مسئلہ مفقود کی بیوی کے تحت لکھا ہے کہ حدیث ضعیف کسی شیئ کی اصل کو ثابت نہیں کرسکتی البتہ مرجح

---

[1] فتح القدیر   باب النوافل   مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر   ۱/ ۳۹۱

[2] تفسیر درمنثور بحوالہ معجم اوسط وسنن بیہقی زیرآیہ ومن اللیل فتهجد به نافلة لك مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمٰی قم ایران ۴/ ۱۹۶
تفسیر خازن   سورہ بنی اسرائیل میں مذکور ہے   مطبوعہ مصطفی البابی مصر   ۴/ ۱۲۴
کنزالعمال بحوالہ البیہقی الاکمال من وقت الوتر ۱۹۵۴۰ " مکتبۃ التراث الاسلامی موسسۃ الرسالۃ بیروت ۷/ ۴۰۴
مجمع الزوائد بحوالہ معجم اوسط باب ماجاء فی الخصائص مطبوعہ دارالکتاب بیروت ۸/ ۲۶۴
المعجم الاوسط   حدیث ۳۲۹۰   مکتبۃ المعارف الریاض   ۴/ ۱۶۵

[3] فتح القدیر   کتاب المفقود   مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر   ۵/ ۳۷۲

marfat.com

Marfat.com

بن سکتی ہے اور کہا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی موافقت دوسرا مرجح ہے (ت)

اقول وھھنا موافقۃ سلطان المفسرین مرجح اٰخر (اور یہاں سلطان المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی موافقت ایک دوسرا مرجح ہے۔ ت) ابوجعفر طبری حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی،

اُمر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بقیام اللیل وکتب علیہ دون امتہ[1]

حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو قیام شب کا حکم تھا حضور پر فرض تھا اُمت پر نہیں۔

امام محی السنۃ بغوی معالم میں فرماتے ہیں:

کانت صلوٰۃ اللیل فریضۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الابتداء و علی الامۃ، ثم صار الوجوب منسوخا فی حق الامۃ، وبقی فی حق النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2] اھ ملخصا

ابتداءً قیام شب سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور آپ کی امت دونوں پر فرض تھا پھر اُمت کے حق میں وجوب منسوخ ہوگیا لیکن رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حق میں وجوب باقی رہا اھ تلخیصاً (ت)

فتح القدیر میں ہے: علیہ کلام الاصولیین من مشائخنا[3] (ہمارے مشائخ اصولیین کی رائے یہی ہے۔ ت) شرح مواہب زرقانی میں ہے: ھو قول الاکثر و مالک[4] (اکثر علماء اور امام مالک کا یہی قول ہے۔ ت) مواہب میں ہے: ھذا ما صححہ الرافعی و نقلہ النووی عن الجمھور[5] (رافعی نے اسی کی تصحیح کی اور نووی نے اسے جمہور سے نقل کیا ہے۔ ت)

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

مختار آنست کہ از امت منسوخ شد بر آنحضرت

مختار یہی ہے کہ اُمت سے یہ منسوخ ہے اور

---

[1] تفسیر ابن جریر طبری المسمّی جامع البیان مطبوعہ مطبعۃ میمنۃ مصر ۱۵/ ۹۰
المواہب اللدنیۃ بحوالہ طبری الباب الثالث فی ذکر تہجدہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۷۸

[2] معالم التنزیل علی حاشیۃ الخازن زیر آیۃ ومن الیل فتہجد بہ الخ ۴/ ۱۷۴

[3] فتح القدیر باب النوافل مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۹۱

[4] شرح الزرقانی علی المواہب الباب الثالث فی ذکر تہجدہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۷/ ۴۵۵

[5] مواہب اللدنیہ

marfat.com

Marfat.com

[illegible] علیه وسلم باقی ماند تا آخر عمر وقد [illegible] تحقیق ذلک فی موضعه[1]

سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حق میں یہ وجوب تمام عمر باقی رہا اور اس کی تحقیق اس کے مقام پر ہُوئی ہے۔ (ت)

[illegible] یُوں بھی سنیت تہجد ثابت نہ ہُوئی، اور وہی مذہب وا ستحباب مؤید بقول جمہور و مشرب و مختار و منصور رہا۔

اقول شک نہیں کہ تہجد ابتدائے امر میں حضور اقدس صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ اور حضور کی اُمت سب پر فرض تھا کما شھدت بہ سورۃ المزمل "صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم" (جیسا کہ اس پر سورہ مزمل (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) گواہ ہے۔ ت) تو اب ان کی فرضیت ثبوت ناسخ پر موقوف، امت کے حق میں ناسخ بدلیلِ اجماعِ اُمت ثابت وان لم نعلم سند الاجماع (اگرچہ ہم اس اجماع کی سند سے آگاہ نہیں۔ ت) حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے باب میں دعوٰی نسخ کو بھی کوئی ایسی ہی روشن دلیل چاہیے جو اپنے افادہ میں احتمالات سے منزّہ ہوں فان الاحتمال یقطع الاستدلال ولا یقوم بامر محتمل حجۃ (کیونکہ احتمال استدلال کو ختم کر دیتا ہے اور امرِ محتمل حجت نہیں ہوسکتا۔ ت) حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا:

ان اللہ عزوجل افترض قیام اللیل فی اول ھذہ السورۃ فقام نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واصحابہ حولا وامسک اللہ خاتمتھا اثنی عشر شھرا فی السماء حتی انزل اللہ فی اٰخر ھذہ السورۃ التخفیف فصار قیام اللیل تطوعا بعد فریضۃ[2] رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی۔

اللہ عزوجل نے اس سُورہ کی ابتدا میں قیامِ شب فرض فرمایا تو سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین نے ایک سال تک قیام کیا اور اس سورۃ کے آخری حصہ کو اللہ تعالٰی نے بارہ ماہ تک آسمان پر روکے رکھا حتی کہ اس سورۃ کے آخر میں تخفیف نازل ہوئی تو فرض ہونے کے بعد اب قیامِ شب نفل بن گیا۔ اس کو مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا (ت)

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے نسخ میں نص نہیں ولہذا علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں فرمایا، دلالتہ لیست بقویۃ لاحتمالہ[3] (اس کی دلالت احتمال کی وجہ سے (حضور اکرم کے حق

---

[1] اشعۃ اللمعات | باب صلوٰۃ اللیل | مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر | ۱/ ۵۰۶

[2] صحیح مسلم | " | " نور محمد اصح المطابع کراچی | ۱/ ۲۵۶

سُنن نسائی | باب قیام اللیل | " نور محمد کارخانہ آرام باغ کراچی | ۱/ ۲۳۷

[3] شرح الزرقانی علی المواہب | الباب الثالث فی ذکر تہجدہ صلی اللہ علیہ وسلم | مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر | ۷/ ۴۵۷

marfat.com

Marfat.com

میں نسخ پر) قوی نہیں۔ت) رسائل الارکان مولنا بحر العلوم میں ہے:

هذا لا یقنع به القائل بالفریضة لانه یقول لعل ام المؤمنین ارادت ان صلوٰة اللیل کانت فریضة علی الامة ثم نسخها اللّٰه تعالٰی عن الامة وصارت نفلا واما علیه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فبقیت الفریضة کما کانت یظهر من خاتمة سورة المزمل[1] اھ اقول کانه یرید قوله تعالٰی علم ان لن تحصوه فتاب علیکم وقوله تعالٰی علم ان سیکون منکم مرضٰی و اٰخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللّٰه[2] فان الظاهر ان الخطاب فیه للامة۔

جو حضور پر فرضیتِ تہجد کا قائل ہے وہ ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اس فرمان سے قانع نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ کہہ سکتا ہے آپ کا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ پہلے قیامِ شب اُمت پر فرض تھا پھر فرض منسوخ ہو کو نفل ہوگیا۔ رہا معاملہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا تو وہاں یہ فرض ہی باقی رہا جیساکہ خاتمۂ سورۃ سے ظاہر ہورہا ہے اھ **اقول** شاید اس سے ان کی مراد خاتمہ سورۃ کے یہ الفاظ ہوں کہ اللہ تعالٰے نے فرمایا "وہ جانتا ہے اے مسلمانو! تم سے رات کا شمار نہ ہوسکے گا تو اس نے اپنے کرم سے تم پر رجوع فرمایا" اور اللہ تعالٰی کا یہ فرمان "وہ جانتا ہے کہ عنقریب تم میں کچھ بیمار ہوں گے اور کچھ زمین پر سفر کریں گے، اللہ کا فضل تلاش کریں گے" کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ یہاں خطاب اُمت کے لئے ہے(ت)

ثم اقول ہمیں احتمال کافی خصوصاً جبکہ بوجوہ عدیدہ اُس کا پتا چلتا ہو **اوّلًا** اسی حدیث میں لفظِ ابوداؤد یوں ہیں:

قال (ای سعد بن هشام) قلت حدثنی عن قیام اللیل قالت الست تقرأ یایها المزمل قال قلت بلٰی قالت فان اول هذه السورة نزلت فقام اصحاب رسول اللّٰه صلی اللّٰه

اس (یعنی سعد بن ہشام) نے کہا کہ میں نے عرض کیا کہ مجھے قیامِ شب کے بارے میں بیان کیجئے تو اُم المومنین نے فرمایا کیا تُو نے سورۃ یایھا المزمل نہیں پڑھی؟ عرض کیا ہاں پڑھی ہے۔ فرمایا اس سورۃ کا ابتدائی حصہ جب نازل ہوا تو حضور کے اصحاب

---

[1] رسائل الارکان فصل فی صلوٰۃ اللیل مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۱۳۵
[2] القرآن ۷۳/ ۲۰

marfat.com

Marfat.com

...حتی انتفخت اقدامهم وحبس خاتمتها فی السماء اثنی عشر شهرا ثم نزل اٰخرھا فصار قیام اللیل تطوعا بعد فریضۃ[1]	نے یہاں تک قیام کیا کہ ان کے پاؤں سوج گئے، لیکن اس کا آخری حصہ بارہ ماہ تک آسمان پر روک لیا، پھر جب آخری حصہ نازل فرمایا تو قیام شب فرض ہونے کے بعد نفل بن گیا (ت)

ثانیاً خود ام المومنین سے حدیث گزری کہ قیام لیل حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر فرض، اُمت کے لئے سنت تھا۔

ثالثاً اسی طرح ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے نسخ ذکر فرمایا[2] کما رواہ ابوداؤد (جیسا کہ ابوداؤد نے اسے روایت کیا ہے۔ت) حالانکہ وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حق میں فرضیت مانتے ہیں کما تقدم (جیسا کہ پیچھے گزرا۔ت)

رابعاً جب ام المومنین کا ارشاد ان تک پہنچا فرمایا: صدقت، کما بیّنہ مسلم والنسائی (انہوں نے سچ فرمایا، جیسا کہ اسے مسلم اور نسائی نے بیان کیا ہے۔ت) اور فرمایا ھذا واللہ ھو الحدیث[3] کما عند ابی داؤد (اللہ کی قسم یہ وہی حدیث ہے جیسا کہ ابوداؤد کے ہاں ہے۔ت) اگر اس کے معنٰی وہ اپنے خلاف سمجھتے بیان فرماتے۔

ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں) بلکہ تحقیق یہ ہے کہ آخر سورۃ نے مطلق قیام لیل نسخ نہ فرمایا بلکہ اوّل سورۃ میں جو نصف شب یا قریب بہ نصف کے تقدیر تھی اُسے منسوخ فرما کر مطلق قیام کی فرضیت باقی رکھی لقولہ تعالٰی فتاب علیکم فاقرءوا ما تیسر من القراٰن[4] (کیونکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے اللہ تعالٰی نے تم پر اپنے کرم سے رجوع فرمایا ہے کہ اب تم اتنا قرآن پڑھو جو تم پر آسان ہو۔ت) اس کے بعد پھر دوبارہ نسخ مطلق ہو کر استحباب رہا ہے، جلالین شریف میں ہے:

خفف عنھم بقیام ما تیسر منہ ثم نسخ ذٰلک بالصلوات الخمس[5]	اللہ تعالٰی نے تخفیف فرماتے ہوئے آسانی کے ساتھ بندوں پر قیام رکھا پھر یہ قیام پانچ نمازوں کی فرضیت کے بعد منسوخ ہوگیا (ت)

---

[1] سنن ابوداؤد باب رفع الصوت بالقراءۃ الخ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۹۰
[2] سنن ابوداؤد باب نسخ قیام اللیل الخ " " " " ۱/۱۸۵
[3] " " " باب رفع الصوت بالقراءۃ الخ " " " " ۱/۱۹۰
[4] القرآن ۷۳/۲۰
[5] تفسیر جلالین سورۃ مزمل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۴۷۷

marfat.com

Marfat.com

کشاف وارشاد العقل وغیرہما میں ہے :

عبر عن الصلٰوۃ بالقراءۃ لانہا بعض ارکانہا کما عبر عنہا بالقیام والرکوع والسجود یرید فصلوا ما تیسر علیکم ولم یعذر من صلٰوۃ اللیل وھذا ناسخ للاول ثم نسخا جمیعا بالصلوات الخمس[1]

یہاں نماز کو قرآت سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ قرآت نماز کا رکن ہے جیساکہ نماز کو قیام، رکوع اور سجود کے ساتھ تعبیر کیا ہے مقصد یہ تھا کہ تم اتنی نماز پڑھتے رہو جو تم پر آسان ہو لیکن قیامِ شب نہیں چھوڑ سکتے، اور یہ حکم ابتدائے سورۃ کے لئے ناسخ پھر پانچ نمازوں کا حکم ان سب کے لئے ناسخ قرار پایا۔ (ت)

تفسیر کرخی وفتوحاتِ الٰہیہ میں ہے : ھذا ھو الاصح[2] (یہی اصح ہے۔ ت) ام المومنین یقیناً ناسخ اول کا ذکر فرمارہی ہیں ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھی داخل، پھر اس سے انتفائے فرضیت کہاں حاصل، ناسخ ثانی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دخول کب ثابت ہُوا، نہ ہرگز اس میں کوئی نص نازل، تو حدیث مذکور سے انتفائے وجوب پر تمسک سرے سے زائل،

وھھنا تحقیقات اخر اجل واعز اتینا بہا بتوفیق اللہ العلی الاکبر فی رسالۃ لنا صنفناھا بعد ورود ھذا السؤال فی تحقیق ھذا المقال سمیناھا "رعایۃ المنۃ فی ان التہجد نفل ام سنۃ" (۱۳۱۲ھ) فلینظر ثمہ والحمد للہ علی کشف الغمۃ۔

یہاں دیگر نہایت اہم تحقیقات ہیں اللہ کی توفیق سے ان کا ذکر ہم نے اس سوال کے ورود کے بعد اپنے ایک رسالے (جس کو ہم نے اسی مقال کی تحقیق میں تصنیف کیا ہے) میں کیا ہے اس کا نام "رعایۃ المنۃ فی ان التہجد فضل ام سنۃ" (۱۳۱۲ھ) اس کا مطالعہ کیجئے، اللہ تعالٰی کا شکر ہے کہ اس نے عقدے کھول دئے۔ (ت)

ثم اقول وباللہ التوفیق فقیر کے نزدیک اسی مبحث میں حق تحقیق یہ ہے کہ یہاں دو۲ چیزیں ہیں صلٰوۃِ لیل و نمازِ تہجد، صلٰوۃ لیل ہر وہ نمازِ نفل کہ بعد فرضِ عشاء رات میں پڑھی جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

---

[1] تفسیر الکشاف سورۃ مزمل مطبوعہ انتشارات آفتاب تہران، ایران ۴/۱۷۹

[2] تفسیر الفتوحات الالٰہیہ الشہیر بالجمل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۴/۴۲۳

marfat.com

Marfat.com

ماکان بعد صلوۃ العشاء فھو من اللیل[1] رواہ الطبرانی عن ایاس بن معٰویۃ المزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

جو نماز بعد عشاء پڑھی جائے وہ سب نماز شب ہے اسے طبرانی نے سند حسن کے ساتھ حضرت ایاس بن معاویہ المزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

یہ بیشک سنّتِ مؤکدہ ہے کہ اس میں عشاء کی سنّتِ بعدیہ بلکہ سنّتِ فجر بھی داخل، صحیحین میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے،

کانت صلوتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی شھر رمضان وغیرہ ثلث عشرۃ رکعۃ باللیل ومنھا رکعتا الفجر[2]

آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نمازِ شب رمضان وغیرہ میں تیرہ رکعتیں تھیں، ان میں دو رکعات فجر کی بھی ہیں (ت)

اس معنی پر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صلوٰۃِ لیل کو بعد فرائض ہر نماز سے افضل بتایا،

کما لمسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ یرفعہ افضل الصلٰوۃ بعد الفریضۃ صلٰوۃ اللیل[3]

جیسا کہ مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ فرائض کے بعد افضل نماز رات کی نماز ہے (ت)

ورنہ جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ سُننِ راتبہ سب مسنون نمازوں سے افضل ہیں اور ہمارے ائمہ کا اجماع ہے کہ سنّتِ فجر سُننِ راتبہ سے بھی اعلٰی واجل اور نمازِ تہجد وہ نفل کہ بعد فرضِ عشا قدرے سوکر طلوعِ فجر سے پہلے پڑھے جائیں، طبرانی حجاج بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی،

انما تھجد المرء یصلی الصلٰوۃ بعد رقدۃ[4]

قدرے سوکر آدمی جو نماز ادا کرے اسے تہجد کہا جاتا ہے (ت)

معالم میں ہے، التھجد لایکون الا بعد النوم[5] (تہجد سونے کے بعد ہی ہوتی ہے۔ت)

---

[1] المعجم الکبیر ترجمہ ۵۵ حدیث ۷۸۰ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱/۲۷۱
[2] صحیح مسلم باب صلٰوۃ اللیل " نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۵۵
[3] " " باب فضل صوم المحرم " " " " ۱/۳۶۸
[4] المعجم الکبیر ترجمہ ۲۵۸ حدیث ۳۲۱۶ " مکتبہ فیصلیہ بیروت ۳/۲۲۵
[5] معالم التنزیل علی حاشیۃ الخازن تحت قولہ تعالٰی ومن اللیل فتھجد بہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۴/۱۷۴

marfat.com

Marfat.com

حلیہ میں قاضی حسین سے ہے:

انه فی الاصطلاح صلٰوۃ التطوع فی اللیل بعد النوم[1]۔ | اصطلاح میں رات کو سونے کے بعد نوافل کی ادائیگی کو تہجد کہا جاتا ہے (ت)

ولہذا ردالمحتار میں فرمایا:

صلٰوۃ اللیل وقیام اللیل اعم من التہجد[2]۔ | رات کی نماز اور قیامِ لیل تہجد سے عام ہے۔ (ت)

یہ مستحب سے زائد نہیں ورنہ سونا بھی سنتِ موکدہ ہوجائے اور شب بیداری گناہ ٹھہرے کہ تہجد سنتِ موکدہ ہُوئی اور وُہ بے نوم حاصل نہیں ہوسکتی اور سنّتِ مؤکدہ کا حصول جس پر موقوف ہے وُہ سنّت مؤکدہ ہے لان حکم المقدمۃ حکم ما ھی مقدمتہ (کیونکہ مقدمہ کا حکم وہی ہوتا ہے جو اس پر موقوف ہونے والے کا ہے۔ت) اور سنّتِ مؤکدہ کا ترک مطلقاً یا بعد عادت گناہ اور بعد اصرار کبیرہ، شب بیداری کی غایت یہ تھی کہ مستحب ہوتی مگر جب وہ ترک سنت مؤکدہ کی موجب تو مستحب کیسی، مکروہ و ممنوع ہونی لازم، کوئی مستحب کیسی ہی فضیلت والا ہو جب کسی سنّتِ مؤکدہ کے فوت کا موجب ہو مستحب نہیں ہوسکتا مذموم ہوگا۔ ہمارے امام مذہب سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے پینتالیس[۴۵] برس عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی کیا معاذ اللہ پینتالیس[۴۵] سال کامل ترک سنتِ مؤکدہ پر اصرار فرمایا، فقد ظھر الحق واسفر الفلق وبقیۃ الکلام فی تلک الرسالۃ والحمد للہ رب الجلالۃ (حق واضح ہوگیا صبح طلوع ہوگئی اور بقیہ کلام ہمارے اس مذکورہ رسالہ میں ہے، حمد ہے صاحبِ جلال رب کی۔ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۳۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سنتیں گھر میں پڑھنا افضل ہے یا مسجد میں؟ اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عادت کس طرح تھی یا کوئی عادت نہ تھی؟ بلکہ کبھی گھر میں پڑھتے کبھی مسجد میں؟ اور روافض کی مشابہت اور رفض کی تہمت سے بچنے کو مسجد میں پڑھنا ضرور ولازم ہے یا نہیں؟ اور حدیثوں میں جو گھر میں پڑھنے کی فضیلت وارد ہُوئی وہاں صرف نوافل ہیں یا سنتیں بھی؟

الجواب

ومن اللہ سبحٰنہ توفیق الصدق والصواب تراویح وتحیۃ المسجد کے سوا تمام نوافل

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] ردالمحتار مطلب فی صلٰوۃ اللیل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۴

marfat.com

Marfat.com

سنتوں کا پڑھنا خواہ راتبہ مؤکدہ ہوں یا غیر مؤکدہ گھر میں پڑھنا افضل اور باعثِ ثواب اکمل۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

علیکم بالصلٰوۃ فی بیوتکم فان خیر صلٰوۃ المرء فی بیتہ الا المکتوبۃ۔[۱] رواہ البخاری ومسلم۔

تم پر لازم ہے گھروں میں نماز پڑھنا کہ بہتر نماز مرد کیلئے اس کے گھر میں ہے سوا فرض کے۔ اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا۔

اور فرماتے ہیں:

صلٰوۃ المرء فی بیتہ افضل من صلاتہ فی مسجدی ھذا الا المکتوبۃ۔[۲] رواہ ابوداؤد۔

نماز مرد کی اپنے گھر میں میری اس مسجد میں اس کی نماز سے بہتر ہے مگر فرائض۔ اسے ابوداؤد نے روایت کیا۔

اور خود عادت کریمہ سید المرسلین کی اسی طرح تھی، احادیثِ صحیحہ سے حضور والا کا تمام سنن کا شانہ فلک آستانہ میں پڑھنا ثابت۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھر میں چار رکعت ظہر سے پہلے پڑھتے پھر باہر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو نماز پڑھاتے پھر گھر میں رونق افروز ہو کر دو رکعتیں پڑھتے، اور مغرب کی نماز پڑھ کر گھر میں جلوہ فرما ہوتے اور دو رکعتیں پڑھتے، اور عشا کی امامت کرکے گھر میں آتے اور دو رکعتیں پڑھتے، جب صبح چمکتی دو رکعتیں پڑھ کر باہر تشریف لے جاتے اور نمازِ فجر پڑھاتے۔

اخرج مسلم فی صحیحہ وابوداؤد فی السنن واللفظ لمسلم عن عبداللہ بن شقیق قال سألت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عن صلٰوۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن تطوعہ فقالت کان یصلی فی بیتی قبل الظھر اربعا، ثم یخرج فیصلی بالناس ثم یدخل

مسلم نے صحیح میں اور ابوداؤد نے سنن میں روایت کیا ہے مسلم کے الفاظ ہیں کہ عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نفلی نماز کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا میرے حجرے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعات ادا فرماتے پھر باہر تشریف لے جاتے اور

---

[۱] صحیح مسلم باب استحباب صلٰوۃ النافلۃ فی بیتہ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۶۶

[۲] سنن ابوداؤد باب صلٰوۃ الرجل التطوع فی بیتہ ؍؍ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۴۹

marfat.com

Marfat.com

فیصلی رکعتین وکان یصلی بالناس المغرب ثم یدخل فیصلی رکعتین ویصلی بالناس العشاء ویدخل بیتی فیصلی رکعتین، ثم ذکرت صلٰوۃ اللیل والوتر الٰی ان قالت وکان اذا طلع الفجر صلی رکعتین[1] زاد ابوداؤد ثم یخرج فیصلی بالناس صلٰوۃ الفجر[2]۔

لوگوں کو جماعت کرواتے پھر حجرے میں جلوہ افروز ہوتے تو دو رکعت پڑھتے، جب مغرب کی نماز کی جماعت کرواتے پھر حجرہ میں تشریف لاکر دو رکعات پڑھتے، لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھاکر میرے ہاں تشریف لاتے تو دو رکعات ادا کرتے۔ پھر انھوں نے رات کی نماز اور وتر کا ذکر کرتے ہوئے کہا جب طلوعِ فجر ہوجاتی تو آپ دو رکعات ادا کرتے۔ ابوداؤد میں یہ اضافہ ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ سے نکل کر لوگوں کو فجر کی نماز پڑھاتے۔ (ت)

اسی طرح سننِ جمعہ کا مکانِ جنّت نشان میں پڑھنا۔ صحیحین میں مروی زمانہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ میں لوگ مغرب کے فرض پڑھ کر گھروں کو لوٹ جاتے یہاں تک کہ مسجد میں کوئی شخص نہ رہتا گویا وہ بعد مغرب کچھ پڑھتے ہی نہیں،

فی الفتح عن السائب بن یزید قال لقد رأیت الناس فی زمن عمر بن الخطاب اذا انصرفوا من المغرب انصرفوا جمیعا حتی لایبقی فی المسجد احد کانھم لایصلون بعد المغرب حتی یصیروا الٰی اھلیھم[3]۔

فتح میں سائب بن یزید سے ہے کہ میں نے دورِ فاروقی میں لوگوں کو مغرب کے بعد اکٹھے لوٹتے ہوئے دیکھا حتی کہ کوئی مسجد میں باقی نہ رہتا، گویا وہ مغرب کے بعد کوئی نماز ادا نہ کرتے یہاں تک کہ وہ اپنے گھروں میں چلے جاتے۔ (ت)

سید العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لوگوں کو دیکھا کہ مغرب کے فرض پڑھ کر مسجد میں سنتیں پڑھنے لگے ارشاد فرمایا: یہ نماز گھر میں پڑھا کرو۔

اخرج ابوداؤد والترمذی والنسائی ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت کعب

---

[1] صحیح مسلم باب جواز النافلۃ قائماً وقاعداً الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۵۲

[2] سنن ابوداؤد باب تفریع ابواب التطوع ورکعات السنۃ " آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۷۸

[3] فتح القدیر باب ادراک الفریضہ " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۴۱۶

marfat.com

Marfat.com

عن کعب بن عجرۃ وابن ماجۃ عن حدیث رافع بن خدیج والسیاق لابی داؤد قال ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اتٰی مسجد بنی عبد الاشہل فصلی فیہ المغرب فلما قضوا صلٰوتھم راٰھم یسبحون بعدھا فقال ھذہ صلٰوۃ البیوت[1] ولفظ الترمذی والنسائی علیکم بھذہ الصلٰوۃ فی البیوت[2]، وابن ماجۃ ارکعوا ھاتین الرکعتین فی بیوتکم[3]۔

بن عجرہ سے، اور ابن ماجہ نے حضرت رافع بن خدیج سے روایت کیا ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بنو عبد الاشہل کی مسجد میں تشریف لائے تو آپ نے مغرب کی نماز ادا کی جب لوگ فرائض پڑھ چکے تو آپ نے انھیں نوافل پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: یہ گھروں کی نماز ہے۔ ترمذی اور نسائی کے الفاظ ہیں کہ تم یہ نماز اپنے گھروں میں ادا کیا کرو۔ ابن ماجہ کے الفاظ ہیں: یہ دو۲ رکعات تم اپنے گھروں میں ادا کیا کرو۔ (ت)

شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

ہرگاہ تمام کردند مردم نماز فرض را دید آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایشاں را کہ نماز نفل می گزارند کہ مراد بوے سنت مغرب است بعد از فرض یعنی در مسجد پس گفت آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم این یعنی سنت مغرب یا مطلق نماز نفل نماز خانہا است کہ در خانہا باید گزارد نہ در مسجد بدانکہ افضل آنست کہ نماز نفل غیر فرض در خانہ بگزارند ہمچنیں بود عملے آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مگر بسببے یا عذرے خصوصاً سنت مغرب کہ ہرگز در مسجد نگزارد و بعضے از علما گفتہ اند کہ اگر سنت مغرب را در مسجد بگزارد از سنت واقع نمی شود و بعض

جب لوگوں نے فرض نماز ادا کرلی تو حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے انھیں فرائض کے بعد نوافل یعنی سننِ مغرب کو مسجد میں ادا کرتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: یہ سننِ مغرب یا مطلقاً نماز نفل گھروں کی نماز ہے انھیں گھروں میں ادا کرنا چاہئے نہ کہ مسجد میں۔ واضح رہے کہ فرض کے علاوہ نوافل گھر میں ادا کرنے چاہئیں۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہی عمل تھا البتہ کسی سبب یا عذر کی صورت مستثنٰی ہے خصوصاً نمازِ مغرب کی سنن مسجد میں ادا نہ کی جائیں۔ بعض علماء نے فرمایا کہ اگر کسی نے سننِ مغرب مسجد میں ادا کیں تو سنت واقع نہ ہوں گی اور بعض کے نزدیک ایسا آدمی

---

[1] سنن ابوداؤد باب رکعتی المغرب این تصلیان مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۸۴

[2] کنز العمال، حدیث ۱۹۴۲۳، موسسۃ الرسالۃ بیروت ۷/۳۹۶ [3] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی الرکعتین بعد المغرب، سعید کمپنی کراچی ص۸۲

marfat.com

Marfat.com

گفتہ اند کہ عاصی می گردد از جہت مخالفت امر کہ ظاہرش در وجوب است وجمہور بر آنند کہ امر برائے استحباب است[1] الخ

گنہ گار بھی ہوگا کیونکہ اس نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے امر (جس سے ظاہر وجوب ہے) کی مخالفت کی ہے اور جمہور کے نزدیک یہاں امر استحباب کے لئے ہے الخ (ت)۔

گا ہے اگر بعض سُنن مسجد میں پڑھنے کا اتفاق ہُوا تو علماء فرماتے ہیں وُہ کسی عذر و سبب سے تھا کما مر عن الشیخ وبمثلہ قال العلامۃ ابن امیر الحاج فی شرح المنیۃ (جیساکہ شیخ کے حوالے سے گزرا اسی کی مثل علامہ ابن امیر الحاج نے شرح منیہ میں فرمایا۔ت) معہذا ترک احیاناً منافی سنیت و استحباب نہیں بلکہ اس کا مقرر و مؤکد ہے کہ مواظبت محققین کے نزدیک امارت وجوب کما فی البحر وغیرہ (جیساکہ بحر وغیرہ میں ہے۔ت) علاوہ بریں اگر بالفرض رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دائماً سب سنتیں مسجد ہی میں پڑھی ہوتیں، تاہم بعد اس کے کہ حضور ہم سے ارشاد فرما چکے "فرضوں کے سوا تمام نمازیں تمھیں گھر میں پڑھنی چاہئیں" اور فرمایا "ماورائے فرائض اور نمازیں گھر میں پڑھنا مسجدِ مدینہ طیبہ میں پڑھنے سے زیادہ ثواب رکھتا ہے" بلکہ مسجد میں پڑھتے دیکھ کر وہ ارشاد فرمایا کہ "نماز گھروں میں پڑھا کرو" کما مرکل ذلك (جیساکہ یہ سب کچھ پیچھے گزرا ہے۔ت) تو ہمارے لئے بہتر گھر ہی میں پڑھنے میں رہے کہ قول فعل پر مرجح ہے اور ان احادیث میں نماز سے صرف نوافل مطلقہ مراد نہیں ہوسکتی کہ ماورائے فرائض میں سُنن بھی داخل، اور قضیہ مسجد بنی عبدالاشہل کا خاص سنن مغرب میں تھا کما سبق (جیساکہ پیچھے گزرا۔ت) اسی طرح فقہاء بھی عام حکم دیتے اور نوافل کی تخصیص نہیں کرتے، ہدایہ میں ہے:

والافضل فی عامۃ السنن والنوافل المنزل وھو المروی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2]۔

تمام سُنن و نوافل کو گھر میں ادا کرنا افضل ہے اور یہی بات رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی ہے۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

عامتھم علی اطلاق الجواب کعبارۃ الکتاب وبہ افتی

عام فقہاء نے عبارتِ کتاب (ہدایہ) کی طرح مطلقاً جواب دیا ہے، اور فقیہ ابوجعفر نے اسی پر

---

[1] اشعۃ اللمعات باب من صلی صلوٰۃ مرتین فصل ثالث مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۵۰۳

[2] الہدایۃ جزء اول باب ادراک الفریضہ " مکتبہ عربیہ کراچی ۱/ ۱۳۲

marfat.com

Marfat.com

[illegible] قال الا ان يخشى ان يشتغل عنها اذا رجع فان لم يخف فالافضل البيت[1]

یہ کہتے ہوئے فتوٰی دیا ہے مگر اس صورت میں کہ جب کسی مشغولیت کی بناء پر گھر لوٹ کر نوافل کے فوت ہوجانے کا خطرہ ہو (تو مسجد میں ہی پڑھ لے) ہاں اگر خوف نہ ہو تو گھر میں ادا کرنا افضل ہے (ت)۔

شرح صغیر میں ہے:

ثم السنة فی سنة الفجر وکذا فی سائر السنن ان یاتی بها اما فی بیته و هو الافضل، او عند باب المسجد و اما السنن التی بعد الفریضة فانه ان تطوع بها فی المسجد فحسن وتطوعه بها فی البیت افضل، وهذا غیر مختص بما بعد الفریضة بل جمیع النوافل ما عدا التراویح وتحیة المسجد الافضل فیها المنزل لما روی عن النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم انه کان یصلی جمیع السنن والوتر فی البیت[2] اھ ملخصا۔

پھر سنّت، سنن فجر میں اسی طرح بقیہ سنن میں یہ ہے کہ ان کو گھر میں ادا کرے اور یہی افضل ہے یا دروازۂ مسجد کے پاس ادا کرے۔ رہیں وہ سُنتیں جو فرائض کے بعد ہیں اگر مسجد میں ادا کرے تو بھی ٹھیک اور اگر گھر میں ادا کرے تو زیادہ بہتر ہے، اور یہ صرف ان سنن کا معاملہ نہیں جو فرائض کے بعد ہیں بلکہ تراویح وتحیۃ المسجد کے علاوہ باقی تمام نوافل کو گھر میں ادا کرنا افضل ہے کیونکہ رسالتمآب صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارے میں مروی ہے کہ آپ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم سُنن و وتر کو گھر میں ہی ادا فرماتے تھے اھ تلخیصاً (ت)

اور جب ثابت ہوچکا کہ سنن ونوافل کا گھر میں پڑھنا افضل اور یہی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم کی عادتِ طیبہ، اور حضور نے یُونہی ہمیں حکم فرمایا تو بخیال مشابہت روافض اُسے ترک کرنا کچھ وجہ نہ رکھتا ہے۔ اہلِ بدعت کا خلاف اُن کی بدعت یا شعارِ خاص میں کیا جائے نہ یہ کہ اپنے مذہب کے امورِ خیر سے جوبات وُہ اختیار کریں ہم اُسے چھوڑتے جائیں آخر رافضی کلمہ بھی تو پڑھتے ہیں۔ بالجملہ اصل حکمِ استحبابی یہی ہے کہ سُننِ قبلیہ مثل رکعتینِ فجر و رباعیِ ظہر وعصر وعشا مطلقاً گھر میں پڑھ کر مسجد کو جائیں کہ ثواب زیادہ پائیں، اور سُننِ بعدیہ مثل رکعتینِ ظہر ومغرب وعشا میں جسے اپنے نفس پر اطمینانِ کامل حاصل ہو

---

[1] فتح القدیر باب ادراک الفریضۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۴۱۶

[2] صغیری شرح منیۃ المصلی فصل فی النوافل مطبع مجتبائی دہلی بھارت ص ۵-۲۰۴

marfat.com

Marfat.com

کہ گھر جاکر کسی ایسے کام میں جو اسے ادائے سنن سے باز رکھے مشغول نہ ہوگا وہ مسجد سے فرض پڑھ کر پلٹ آئے اور سُنتیں گھر ہی میں پڑھے تو بہتر، اور اس سے ایک زیادتِ ثواب یہ حاصل ہوگی کہ جتنے قدم بارادۂ ادائے سنن گھر تک آئے گا وہ سب حسنات میں لکھے جائیں گے،

قال تبارك وتعالٰی ونکتب ما قدموا واٰثارھم وکل شیئ احصینٰہ فی امام مبین[1]

اللہ تبارک وتعالٰی کا فرمان ہے: ہم لکھ رہے ہیں جو انھوں نے آگے بھیجا اور جو نشانیاں پیچھے چھوڑ گئے اور ہر شیئ کو ہم نے کتاب مبین میں شمار کر رکھا ہے۔ (ت)

اور جسے یہ وثوق نہ ہو وہ مسجد میں پڑھ لے کہ لحاظ افضلیت میں اصل نماز فوت نہ ہو، اور یہ معنی عارضی افضلیت صلٰوۃ فی البیت کے منافی نہیں، نظیر اس کی نماز وتر ہے کہ بہتر اخیر شب تک اس کی تاخیر ہے مگر جو اپنے جاگنے پر اعتماد نہ رکھتا ہو وہ پہلے ہی پڑھ لے کما فی کتب الفقہ (جیسا کہ کتبِ فقہ میں ہے۔ ت) مگر اب عام عمل اہلِ اسلام سنن کے مساجد ہی میں پڑھنے پر ہے اور اس میں مصالح ہیں کہ ان میں وہ اطمینان کم ہوتا ہے جو مساجد میں ہے اور عادتِ قوم کی مخالفت موجب طعن و انگشت نمائی و انتشار ظنون و فتح باب غیبت ہوتی ہے اور حکم صرف استحبابی تھا تو ان مصالح کی رعایت اس پر مرجح ہے، ائمہ دین فرماتے ہیں: الخروج عن العادۃ شھرۃ و مکروہ (معمول کے خلاف کرنا شہرت اور مکروہ ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۳۴ تا ۱۰۳۵ از لشکر گوالیار محکمہ ڈاک مرسلہ مولوی نور الدین احمد صاحب غرہ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

(۱) نفل کا سوائے تراویح و نماز کسوف و خسوف بجماعت منسوخ ہونا تو معلوم ہے لیکن بعض مشائخ کے یہاں جو باعتبار کسی کتاب کے بعض نمازیں نفل کی مثلاً صلٰوۃ قضائے عمری (۴ نفل قبل آخری جمعہ کے) اور نفل شب برات بجماعت ہوتے ہیں ان کی کیا اصل ہے، جواز کس بنا پر ہے اور ممانعت کیوں ہے، جن فتاوٰی کی رُو سے جواز نکالا ہے وہ کہاں تک معتبر ہے؟

(۲) نفل یومِ عاشورا ہم کو پڑھنا مناسب ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک نوافل کی جماعت بتداعی مکروہ ہے۔ اسی حکم میں

---

[1] القرآن ۳۶/ ۱۲

marfat.com

Marfat.com

..... [illegible] مکروہ یعنی تنہا پڑھی جائے اگرچہ امامِ جمعہ حاضر ہو۔ کما فی الشامی عن اسمٰعیل عن البرجندی (جیسے کہ شامی نے اسمٰعیل سے اور انھوں نے برجندی سے نقل کیا ہے۔ ت) حلیہ میں ہے:

اما الجماعۃ فی صلٰوۃ الخسوف فظاھر کلام الجم الغفیر من اھل المذھب کراھتھا الخ[2]

رہا صلٰوۃِ خسوف کی جماعت کے بارے میں حکم تو اہلِ مذہب کے جمِ غفیر کے کلام سے یہی ظاہر ہے کہ یہ مکروہ ہے الخ (ت)

صرف تراویح و صلٰوۃ الکسوف و صلٰوۃ الاستسقاء مستثنٰی ہیں

وذلک بوفاق ائمتنا علی الاصح فالخلف فی الاخیر فی الاستنان دون الجواز کما صرح بہ فی الدر المختار۔[3]

اصح مذہب کے مطابق ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے، اختلاف آخری (صلٰوۃ الاستسقاء) کے مسنون ہونے میں ہے نہ کہ جواز میں، جیسے کہ درمختار میں تصریح ہے (ت)

تداعی مذہب اصح میں اُس وقت متحقق ہوگی جب چار یا زیادہ مقتدی ہوں دو تین تک کراہت نہیں،

فی الدر یکرہ ذلک لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعۃ بواحد کما فی الدرر[4] اھ فی الطحطاوی علی مراقی الفلاح فی اقتداء ثلثۃ الاصح عدم الکراھۃ۔[5]

درمختار میں ہے یہ مکروہ ہے اگر علی سبیل التداعی ہو مثلاً چار آدمی ایک کی اقتداء کریں جیسا کہ درر میں ہے اھ، طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے اگر تین نے ایک کی اقتداء کی تو اصح یہی ہے کہ یہ مکروہ نہیں۔ (ت)

نماز قضائے عمری کہ آخر جمعہ ماہِ مبارک رمضان میں اُس کا پڑھنا اختراع کیا گیا اور اُس میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس نماز سے عمر بھر کی اپنی اور ماں باپ کی بھی قضائیں اُتر جاتی ہیں محض باطل و

---

[1] ردالمحتار باب الکسوف مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۸۳
[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
[3] درمختار باب الاستسقاء مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۸
[4] " آخر باب الوتر والنوافل " " " ۱/۹۹
[5] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح " نور محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی ص ۲۱۱

marfat.com

Marfat.com

بدعت سیئہ شنیعہ ہے کسی کتاب معتبر میں اصلاً اس کا نشان نہیں، نماز شب برات اگرچہ مشائخ کرام قدست اسرارہم نے بجماعت بھی پڑھی، قوت القلوب شریف میں ہے:

یستحب احیاء خمس عشرۃ لیلۃ (الی قولہ) لیلۃ النصف من شعبان وقد کانوا یصلون فی ھذہ اللیلۃ مأتہ رکعۃ بالف مرۃ قل ھو اللہ احد عشرا فی کل رکعۃ ویسمون ھذہ الصلٰوۃ صلٰوۃ الخیر ویتعرفون برکتھا ویجتمعون فیھا وربما صلوھا جماعۃ۔[1]

پندرہ راتوں میں شب بیداری مستحب ہے (آگے چل کر فرمایا) ان میں ایک شعبان المعظم کی پندرھویں رات ہے کہ اس میں شب بیدار رہنا مستحب ہے کہ اس میں مشائخ کرام سو رکعت ہزار مرتبہ قل ھو اللہ احد کے ساتھ ادا کرتے ہر رکعت میں دس دفعہ قل ھو اللہ احد پڑھتے۔ اس نماز کا نام انھوں نے صلٰوۃ الخیر رکھا تھا، اس کی برکت مسلمہ تھی، اس رات (یعنی پندرہ شعبان) میں اجتماع کرتے اور احیاناً اس نماز کو باجماعت ادا کرتے تھے۔ (ت)

اور یہی مذہب علمائے تابعین سے لقمان بن عامر و خالد بن معدان اور ائمہ مجتہدین سے اسحٰق بن راہویہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا ہے مگر ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مذہب وہی ہے کہ جماعت بتداعی ہو تو مکروہ ہے

کما نص علیہ فی البزازیۃ والتاتارخانیۃ والحاوی القدسی والحلیۃ والغنیۃ ونور الایضاح ومراقی الفلاح والاشباہ وشروحھا والدر المختار وحواشیہ وغیرذلک من الکتب المعتمدۃ۔

جیسا کہ اس پر بزازیہ، تتارخانیہ، الحاوی القدسی، حلیہ، غنیہ، نور الایضاح، مراقی الفلاح، الاشباہ اور اس کی شروح، درمختار اور اس کے حواشی، اور اس کے علاوہ دیگر معتمد کتب میں تصریح ہے (ت)

(۲) عاشورا ایام فاضلہ سے ہے اور نماز بہترین عبادات اور اوقات فاضلہ میں اعمال صالحہ کی تکثیر قطعاً مطلوب ومندوب مگر اس دن نوافل معینہ بطرق مخصوصہ میں جو حدیث روایت کی جاتی ہے علماء اسے موضوع و باطل بتاتے ہیں کما صرح بہ ابن الجوزی فی موضوعاتہ واقرہ علیہ فی اللاٰلی (اس کی تصریح ابن جوزی نے اپنی موضوعات میں کی اور امام سیوطی نے اللاٰلی میں

---

[1] قوت القلوب فصل العشرون فی ذکر احیاء اللیالی مطبوعہ دار صادر بیروت ۱/ ۶۲

marfat.com

Marfat.com

...کا ہے۔ت) موضوعات کبیر ملا علی قاری میں ہے، صلوٰۃ عاشوراء موضوع بالاتفاق[1] (عاشورا کی نماز بالاتفاق موضوع ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۳۶: ازعلاقہ جاگل تھانہ ہری پور کوٹ نجیب اللہ خاں مرسلہ شیر محمد شیخ ۱۷ رمضان شریف ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وتر میں نیت وتر کی کرے یا واجب کی یا سنت کی یا کیا؟ بینوا توجروا

الجواب

وتر کی نیت تو ضرور ہی ہے پھر چاہے اسی قدر پر قناعت کرے اور بہتر یہ ہے کہ وتر واجب کی نیت کرے کہ ہمارے مذہب میں وتر واجب ہی ہیں اور اگر سنت بمعنی مقابل واجب کے نیت کی تو ہمارے امام کے نزدیک وتر ادا نہ ہوں گے۔

فی الدر المختار لابد من التعیین عند النیۃ لفرض انہ ظہر او عصر و واجب انہ وتر او نذر[2] اھ مختصرا وفی رد المحتار ای لایلزمہ تعیین الوجوب وان کان حنفیا ینبغی ان ینویہ لیطابق اعتقادہ[3] الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم

درمختار میں ہے نیت کے وقت اس بات کا تعین کہ یہ فرض ہے مثلاً یہ ظہر و عصر کی نماز ہے یا واجب مثلاً وتر یا نذر کی نماز ہے ضروری ہے اھ اختصاراً، اور ردالمحتار میں ہے کہ تعینِ وجوب لازم نہیں، ہاں اگر وہ حنفی ہو تو مناسب یہی ہے کہ اس کی نیت کرے تاکہ وہ اس کے اعتقاد کے مطابق ہوجائے الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۳۷: از ملک بنگالہ ضلع چاٹگام ڈاکخانہ جلدی مرسلہ محمد حبیب اللہ صاحب ۸ جمادی الاخری ۱۳۱۷ھ

چہ می فرمایند علمائے دین اندریں مسئلہ کہ جناب قاضی ثناء اللہ صاحب در مالابدمنہ آوردہ اندکہ

اس مسئلہ میں علماء کی کیا رائے ہے کہ مالابدمنہ میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے ذکر کیا ہے کہ

---

[1] الاسرار المرفوعۃ لملا علی قاری حدیث ۱۱۳۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۲۸۹
[2] درمختار باب شروط الصلوٰۃ ؍؍ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۶۷
[3] ردالمحتار ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۱۹

marfat.com

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در صلوٰۃ تہجد قیام بسیار می فرمودند حتی کہ درپائے مبارک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورم ومنشق شدہ است؛ قول مذکور قابلِ اعتبار است یا نہ و ورم ومنشق در صحاح ستہ ثابت است یا خارج از صحاح بعض عالم میگویند کہ ورم قدم مبارک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در صحاح ثابت است ومنشق ثابت نیست قول کدام کس معتبر است بینوا بسند الکتاب و توجروا من اللہ الوھاب۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نمازِ تہجد میں قیام طویل فرماتے حتی کہ آپ کے پاؤں مبارک متورم ہوجاتے اور پھٹ جاتے، یہ قول قابلِ اعتبار ہے یا نہیں، متورم ہونا اور پھٹنا دونوں صحاح ستہ سے ثابت ہیں یا صحاح کے علاوہ سے؟ بعض علماء کا یہ کہنا ہے کہ مبارک قدموں کا متورم ہونا تو صحاح سے ثابت ہے مگر پھٹ جانا ثابت نہیں، کس کا قول معتبر ہے؟ مسئلہ کتاب کے ساتھ بیان کریں اور عطا کرنے والے اللہ تعالیٰ سے اجر پائیں۔

الجواب

ایں جا سخن قاضی درست و سوی ست انکارش از نادیدہ روی ست، تورم و انشقاق ہر دو در صحاح ستہ خبر ایں سنن ابی داؤد مروی ست و در جامع صحیح امام بخاری ست حدثنا صدقۃ بن فضل اخبرنا ابن عیینہ ثنا زیاد انہ سمع المغیرۃ یقول قام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی تورمت قدماہ فقیل لہ قد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر قال افلا اکون عبدا شکورا[1] حدثنا الحسن بن عبد العزیز ثنا عبد اللہ بن یحیی اخبرنا حیوۃ عن ابی الاسود

قاضی صاحب کا کلام درست و صحیح ہے اس کا انکار ناواقفیت ہے، پاؤں کا متورم ہونا اور پھٹ جانا دونوں ہی صحاح ستہ سے ثابت ہیں، یہ خبر سُنن ابی داؤد اور جامع صحیح امام بخاری میں مروی ہے کہ ہمیں صدقہ بن فضل، انھیں ابن عُیینہ، انھیں زیاد نے بتایا کہ میں نے حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیام فرمایا حتی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک قدم متورم ہوگئے، آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان الفاظ کے ذریعے مغفرت و بخشش کی خوشخبری دی ہے لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر، تو

---

[1] صحیح البخاری سُورۃ الفتح زیر قول لیغفر لک اللہ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۱۶

marfat.com
Marfat.com

عن عائشة رضی اللہ تعالٰی عنہا ان نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یقوم من اللیل حتی تتفطر قدماہ فقالت عائشۃ لم تصنع ھذا یارسول اللہ وقد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تأخر قال افلا احب ان اکون عبدا شکورا[1] الحدیث قال البخاری فی کتاب الصلٰوۃ تفطر قدماہ الفطور الشقوق انفطرت انشقت[2] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

آپ نے فرمایا: کیا میں اس کا شکرگزار بندہ نہ بنوں! حسن بن عبدالعزیز انھیں عبداللہ بن یحیٰی انھیں حیوۃ انھیں ابوالاسود نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عروہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سُنا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رات کو قیام فرماتے حتی کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قدم مبارک پھٹ جاتے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہو حالانکہ اللہ تعالٰی نے آپ کے اگلے اور پچھلے معاملات پہ مغفرت وبخشش کی ضمانت فراہم کردی ہے۔ تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں اس کا شکرگزار بندہ نہ بنوں؟ اس حدیث کو امام بخاری نے کتاب الصلٰوۃ میں ذکر کرکے فرمایا: تفطر قدماہ الفطور کا معنٰی پھٹ جانا ہے کیونکہ انفطرت اور انشقت دونوں کا معنٰی "پھٹ جانا" ہے اھ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۳۸: از بریلی محلہ صندل خاں کی بزریہ ۲۹ ذی القعدہ ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز عشاء میں آخری نفل بیٹھ کر پڑھنا چاہیے یا کھڑے ہوکر؟ سرکار اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کس طور پر ہمیشہ ان نفلوں کو ادا فرمایا اور کس طرح پڑھنا باعث زیادتِ ثواب ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ نفل بیٹھ کر پڑھے مگر ساتھ ہی فرمادیا کہ میں تمھارے مثل

---

[1] صحیح البخاری سورۃ الفتح زیر قول لیغفرلک اللہ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۱۶

[2] " باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللیل الخ " " " " ۱/ ۱۵۲

marfat.com

Marfat.com

نہیں، میرا ثواب قیام وقعود دونوں میں یکساں ہے تو اُمت کے لئے کھڑے ہوکر پڑھنا افضل اور دونا ثواب ہے اور بیٹھ کر پڑھنے پر بھی کوئی اعتراض نہیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۳۹ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نمازِ تہجد ادا کرتا ہے لہذا اس کو وتر بعد فراغت تراویح پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ یا کسی کی تراویح اتفاق سے کچھ باقی رہ گئی ہیں تو وہ امام کے بعد تراویح پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

تہجد پڑھنے والا بعد تراویح وتر پڑھ سکتا ہے بلکہ جاگنے پر اعتماد نہ ہو تو پہلے ہی پڑھ لینا بہتر ہے، جس نے امام کے ساتھ بعض تراویح نہ پائیں تو بعد امام اُن کو پڑھے خواہ وتروں سے پہلے یا بعد، اور اول بہتر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۴۰ از ریاست الور راجپوتانہ محلہ قاضی واڑہ مرسلہ مولوی محمد رکن الدین صاحب نقشبندی ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

مسئلہ یہ ہے کہ جمعہ کی پہلی چار سُنتیں اگر قضا ہوجائیں تو بعد فرض جماعت کے اُسے سنّت وقت کے اندر قضا کرلے یا نہیں؟ اس میں بھی صاحب ردالمحتار تحریر فرماتے ہیں کہ جمعہ کی سنّت مثل سنّت ظہر کے نہیں ہیں لہذا گزارش ہے کہ اس کی تحقیق سے بوالیسی ڈاک اطلاع بخشی جائے۔ دو چار علماء سے جو گفتگو ہوئی تو انھوں نے جناب کی تحقیق کی طرف توجہ دلائی۔

الجواب

ہاں وقت میں انھیں ادا کرلے وُہ ادا ہوگی نہ کہ قضا، درمختار میں ہے:

بخلاف سنۃ الظھر وکذا الجمعۃ فانہ ان خاف فوت رکعۃ یترکھا ویقتدی ثم یاتی بھا علی انہ سنۃ فی وقتہ ای الظھر[1]

بخلاف ظہر کی سنّت کے، اسی طرح جمعہ کا معاملہ ہے، پس اگر نماز کی ایک رکعت نکل جانے کا خطرہ ہو تو سنن ترک کرکے جماعت میں شامل ہوجانا چاہئے پھر ان سنتوں کو اپنے وقت یعنی ظہر میں ادا کرے۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

وحکم الاربع قبل الجمعۃ کالاربع | جمعہ کی پہلی چار سنتوں کا حکم وہی ہے جو ظہر سے

---

[1] درمختار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۱۰۰

marfat.com

Marfat.com

قبل الظهر کما لا یخفی[1] — پہلی چار سنتوں کا ہے جیسا کہ واضح ہے (ت)

حاشیہ علامہ خیرالدین الرملی علی البحرالرائق میں فتاوٰی علامہ سراج الدین حانوتی سے ہے:

فعلی ما قالوہ فی المتون وغیرھا من ان سنۃ الظھر تقضی، یقتضی ان تقضی سنۃ الجمعۃ اذ لا فرق اھ[2] ثم نقل عن روضۃ العلماء ما ردہ فی منحۃ الخالق ورد المحتار۔

اس بنا پر کہ جو فقہا نے کہا ہے کہ متون وغیرہ میں کہ ظہر کی سنتیں ادا کی جائیں اس کا تقاضا ہے کہ جمعہ کی سنتیں بھی ادا کی جائیں کیونکہ ان میں کوئی فرق نہیں اھ پھر انھوں نے روضۃ العلماء سے وہ نقل کیا جسے منحۃ الخالق اور ردالمحتار میں رد کیا ہے (ت)

جامع الرموز میں ہے:

یترک سنۃ الظھر ولو حکما فیدخل فیہ سنۃ الجمعۃ فتقضی علی الخلاف سنۃ الظھر[3]

ظہر کی سنتیں چھوڑ دی جائیں اگرچہ ظہر حکمی ہو تو جواز ترک میں جمعہ کی سنتیں بھی داخل ہوں گی تو انھیں برخلافِ سنّتِ ظہر ادا کیا جائے (ت)

رہا علامہ شامی کا استدلال کہ:

قد یستدل للفرق بینھما بان القیاس فی السنن، عدم القضاء وقد استدل قاضی خان لقضاء سنۃ الظھر بما عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان اذا فاتتہ الاربع قبل الظھر قضاھن بعدہ فیکون قضاؤھا ثابت بالحدیث علی خلاف القیاس[4]۔

بعض اوقات ان کے درمیان فرق کے لئے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ قیاس کا تقاضا ہے کہ سنن میں قضا نہیں، اور قاضی خاں نے ظہر کی سنتوں کی قضا پر اُس حدیث سے استدلال کیا ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ اگر ظہر سے پہلے کی چار رکعات حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام سے رہ جاتیں تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ظہر کے بعد انھیں ادا فرمایا کرتے تھے پس ان کی ادا خلافِ قیاس حدیث سے ثابت ہوئی (ت)

---

[1] بحرالرائق — باب ادراک الفریضۃ — مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۲/ ۷۵

[2] حاشیۃ منحۃ الخالق علی البحرالرائق — قول حکم الاربع قبل الجمعۃ کے تحت — " " " — ۲/ ۷۵

[3] جامع الرموز — فصل ادراک الفریضۃ — مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران — ۱/ ۲۲۳

[4] ردالمحتار — باب " " — " مصطفی البابی مصر — ۱/ ۵۳۱

marfat.com

Marfat.com

اس پر فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اپنی تعلیقات میں یہ لکھا :

اقول فیہ ان الحاق سنۃ الجمعۃ بسنۃ الظھر بدلیل المساواۃ فلا یضر کون القضاء فیھن علی خلاف القیاس لان الالحاق دلالۃ لایختص بمعقول المعنی کما نص علیہ الامام ابن الھمام وغیرہ من الاعلام بل لقائل ان یقول ان سنۃ الجمعۃ من افراد سنۃ الظھر فلا الحاق فافھم وبالجملۃ فالاحوط الایتان بھا خروجا عن العھدۃ بیقین۔[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

اقول جمعہ کی سنتوں کو ظہر کی سنتوں کے ساتھ مساوات کی بناء پر لاحق کرنے میں ان کو خلافِ قیاس قضا کرنے میں کوئی ضرر نہیں کیونکہ دلالۃً الحاق کے لئے معقول المعنی ہونا ضروری نہیں جس طرح اس پر امام ابن ہمام وغیرہ نے تصریح کی ہے بلکہ قائل کے لئے یہ کہنا ممکن ہے کہ جمعہ کی سنتیں ظہر کی سنتوں کا ہی فرد ہیں تو پھر کوئی الحاق نہ ہوگا اسے سمجھو الغرض احتیاط یہی ہے کہ انھیں بجالایا جائے تاکہ ذمہ داری سے بالیقین عہدہ برآ ہوا جاسکے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۴۱ ۲۸ محرم ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے فوتِ جماعت کے خوف سے سنتیں فجر کی ترک کیں اور جماعت میں شامل ہوگیا اب وہ ان سنتوں کو فرضوں کے بعد سورج نکلنے سے پیشتر پڑھے یا بعد؟ بینوا توجروا

الجواب

جبکہ فرض فجر پڑھ چکا تو سنتیں سورج بلند ہونے سے پہلے ہرگز نہ پڑھے، ہمارے ائمہ رحمہم اللہ تعالٰی عنہم کا اس پر اجماع ہے بلکہ پڑھے تو سورج بلند ہونے کے بعد دوپہر سے پہلے پڑھ لے، نہ اس کے بعد پڑھے نہ اس سے پہلے۔ ردالمحتار میں ہے :

اذا فاتت وحدھا فلا تقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع لکراھۃ النفل بعد الصبح، واما بعد طلوع الشمس فکذلک عندھما وقال محمد احب الی ان یقضیھا الی الزوال کما فی الدرر۔[2]

جب اکیلی سنن رہ گئی ہوں تو بالاجماع طلوعِ آفتاب سے پہلے انھیں قضا نہ کرے کیونکہ اس وقت نفل نماز مکروہ ہے۔ رہا طلوعِ آفتاب کے بعد تو شیخین کے نزدیک یہی حکم ہے مگر امام محمد فرماتے ہیں کہ زوال سے پہلے پہلے ان کا ادا کرلینا مجھے پسند ہے جیسا کہ درر میں ہے (ت)

---

[1] جد الممتار علی ردالمحتار باب ادراک الفریضۃ المجمع الاسلامی مبارکپور (انڈیا) ۱/۳۴۳

[2] ردالمحتار باب ادراک الفریضۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۵۰

marfat.com

Marfat.com

الغرض یہاں کہ اس میں قصداً وقت قضا کرانا ہے ناواقفی سے ناشی، یہ سنتیں جب فرضوں سے پہلے نہ پڑھی گئیں تو وہی قضا ہوگئیں، اُن کا وقت یہی تھا کہ فرضوں سے پیشتر پڑھی جائیں، اب اگر فرضوں کے بعد سُورج نکلنے سے پیشتر پڑھے گا جب بھی قضا ہی ہوں گی ادا ہرگز نہ ہوں گی الا ترٰی الی قولہ لا تقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع فقد سمّی صلٰوتھا قبل الطلوع بعد الفرض قضاء (آپ نہیں دیکھتے کہ انہوں نے کہا، بالاجماع طلوعِ آفتاب سے پہلے قضا نہ کرے، اس میں فرض کے بعد طلوع سے پہلے نماز کو قضا کہا گیا ہے۔ ت) لیکن طلوع سے پہلے قضا کرنے میں فرض فجر کے بعد نوافل کا پڑھنا ہے اور یہ جائز نہیں، لہٰذا ہمارے اماموں نے اس سے منع فرمایا اور بعد طلوع وہ حرج نہ رہا لہٰذا اجازت دی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴۲ از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب ۲۲ شعبان ۱۳۱۱ھ

اس مسئلہ میں کیا حکم ہے کہ بکر وضو نمازِ فجر کا کرکے ایسے وقت میں آیا کہ امام قعدۂ اخیرہ میں ہے جو سنّت پڑھتا ہے تو جماعت جاتی ہے اور جماعت میں ملتا ہے تو سنتیں فوت ہوتی ہیں اس صورت میں سنتیں پڑھے یا قعدہ میں مل جائے؟ بینوا توجروا

الجواب

اس صورت میں بالاتفاق جماعت میں شریک ہوجائے کہ جماعت میں ملنا سنتیں پڑھنے سے اہم و آکد ہے، جب یہ جانے کہ سنتیں پڑھوں گا تو جماعت ہوچکے گی بالاتفاق جماعت میں مل جانے کا حکم ہے اگرچہ ابھی امام رکعت ثانیہ کے شروع میں ہو، قعدہ تو ختمِ نماز ہے اس میں کیونکر امید ہوسکتی ہے کہ امام کے سلام سے پہلے یہ سنتیں پڑھ کر جماعت میں مل سکے گا،

فی الدرالمختار اذا خاف فوت رکعتی الفجر لاشتغالہ بسنتھا ترکھا لکون الجماعۃ اکمل[1] الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے کہ سنتوں میں مصروفیت کی بنا پر فجر کے فرائض کے فوت ہونے کا خوف ہو تو انھیں چھوڑ دیا جائے کیونکہ جماعت ان سے اکمل ہے الخ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار باب ادراک الفریضۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۹۹

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ ۱۰۴۳ ازمقام بوید قلعہ رام چھاؤنی ڈیرہ اسمٰعیل خاں رجمنٹ ۲۵ بنگال ملک وزیرستان مرسلہ عبداللہ خاں صاحب سوار ۱۳ صفر ۱۳۲۰ھ

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

(آپ سے ملاقات بھی ہر سوال کا جواب ہے اور بغیر قیل وقال آپ سے سوال حل ہوجاتا ہے)

بعد تمنائے قدمبوسی کے مدعا یہ ہے کہ یہاں ہم لوگوں میں ایک حافظ قرآن شریف بہت عمدہ تلاوت کرتے ہیں سب جوانوں کا مشورہ ہوا کہ حافظ صاحب ہم کو پورا قرآن سنائیں سب کی صلاح سے بعد نماز عشاء پچھلی دو رکعت نفل میں دو پارے روز سنائے دس یوم بعد معلوم ہوا کہ نفلوں میں جماعت درست نہیں بعد کو سب کی رائے سے عشا کے فرضوں میں دو رکعت پیشتر میں قرآن سنایا ۸ یوم سنا ہوگا کہ بعض نے کہا تمھاری نماز درست نہ ہوئی اب آپ لکھئے کہ کسی طرح قرآن شریف علاوہ رمضان مبارک سنانا درست ہے یانہیں؟ اب سب کہتے ہیں وتروں میں سناؤ اور اب یہ بھی سنا ہے کہ سنتوں میں جماعت درست نہیں ہے پھر کیا بندوبست کیا جائے؟ اور جو نماز اُس طور پڑھی ہے وہ قبول ہوئی یا پھر قضا کریں؟ یہ جگہ پہاڑ ہے ایک قلعہ ہے جس میں ہم قریب سو جوانوں کے رہتے ہیں۔

الجواب

استسقاء کے سوا ہر نمازِ نفل و تراویح و کسوف کے سوا ہر نماز سنّت میں ایسی جماعت جس میں چار یا زیادہ شخص مقتدی بنیں مکروہ ہے اور وتروں کی جماعت غیر رمضان میں اگر اتفاقاً کبھی ہوجائے تو حرج نہیں مگر التزام کے ساتھ وہی حکم ہے کہ چار یا زیادہ مقتدی ہوں تو کراہت ہے اور فرضوں میں قراءت طویل قدر سنّت سے اس قدر زائد کہ مقتدیوں میں سے کسی شخص پر بار گزرے سخت ناجائز و گناہ ہے یہاں تک کہ اگر ہزار مقتدی ہیں اور سب خوشی سے راضی ہیں کہ قراءت قدر سنّت سے زیادہ پڑھی جائے مگر ایک شخص کو ناگوار ہے تو اسی ایک کا لحاظ واجب ہوگا اور قدر سنّت سے بڑھانا گناہ ہوگا، درمختار میں ہے:

یصلی بالناس من یملك اقامۃ الجمعۃ رکعتین کالنفل وصلوۃ الکسوف سنۃ واختار فی الاسرار وجوبھا واختلف فی استنان صلوۃ

وہ شخص جو جمعہ قائم کرسکتا ہے لوگوں کو مثل نفل کے دو رکعات نماز پڑھا سکتا ہے اور صلوٰۃ کسوف سنت ہے، اور اسرار میں اس کے وجوب کو مختار کہا ہے، نمازِ استسقاء کے سنّت ہونے

marfat.com

Marfat.com

الاستسقاء وهو بلا جماعة مسنونة بل هي جائزة[1] اھ ملتقطا۔

میں اختلاف ہے اور یہ بلا جماعت مسنون بلکہ جائز ہے اھ تلخیصاً (ت)

اُسی میں ہے :

لایصلی الوتر ولا التطوع بجماعة خارج رمضان ای یکرہ ذلك لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعة بواحد کما فی الدرر[2]۔

رمضان کے علاوہ وتر اور نوافل کو جماعت کے ساتھ ادا نہ کیا جائے یعنی یہ عمل مکروہ ہے اگر علی سبیل التداعی ہو بایں طور کہ چار آدمی کسی ایک کی اقتداء کریں جیساکہ درر میں ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قوله یکرہ ذلك اشار الی ماقالوا ان المراد من قول القدوری فی مختصرہ لایجوز الکراھة لاعدم اصل الجواز لکن فی الخلاصة عن القدوری انه لایکرہ وایدہ فی الحلیة بما اخرجه الطحاوی عن المسور بن مخرمة قال دفنا ابابکر رضی اللہ تعالٰی عنه لیلا فقال عمر رضی اللہ تعالٰی عنه انی لم اوتر فقام وصففنا وراءہ فصلی بنا ثلث رکعات لم یسلم الا فی اٰخرھن ثم قال و یمکن ان یقال الظاھر

ان کا قول " یکرہ ذلك " علماء کے اس قول کی طرف اشارہ ہے جو انھوں نے فرمایا کہ قدوری کے اپنی مختصر میں قول " لایجوز " کا معنی یہ ہے کہ کراہت ہے نہ کہ اصلِ جواز معدوم ہے لیکن خلاصہ میں قدوری سے ہے کہ یہ مکروہ نہیں، اور اس کی تائید حلیہ میں اس روایت سے کی ہے جو طحاوی نے حضرت مِسوَر بن مخرمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کو رات کو دفن کیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا : میں نے ابھی وتر نہیں پڑھے، آپ کھڑے ہوئے تو ہم ان کے پیچھے صف بنالی تو انھوں نے ہمیں تین رکعات پڑھائیں اور ان کے آخر میں سلام پھیرا، پھر کہا کہ یہ کہنا

---

[1] درمختار باب الکسوف مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۱۱۸ - ۱۱۷
[2] " باب الاستسقاء " " " " " ۱/ ۱۱۸
[3] " آخر باب الوتر والنوافل " " " " " ۱/ ۹۹

marfat.com

Marfat.com

ان الجماعة فيه غير مستحبة ثم ان كان ذلك احيانا كما فعل عمر رضی الله تعالٰی عنه كان مباحا غير مكروه وان كان على سبيل المواظبة كان بدعة مكروهة لانه خلاف المتوارث وعليه يحمل ما ذكره القدوری فی مختصره وما ذكره فی غير مختصره يحمل على الاول[1] والله تعالٰی اعلم۔

ممکن ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ وتروں میں جماعت غیر مستحب ہے، اور اگر یہ بعض اوقات ہو تو جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کیا تو یہ مباح غیر مکروہ ہے، اور اگر اس میں دوام ہو تو یہ بدعت و مکروہ ہے کیونکہ منقول کے خلاف ہے اور مختصر قدوری میں جو مذکور ہے اسے بھی اسی پر محمول کیا جائیگا اور مختصر کے علاوہ میں جو مذکور ہے اسے پہلی صورت پر محمول کیا جائیگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

درمختار میں ہے:

يكره تحريما تطويل الصلٰوة على القوم زائدا على قدر السنة[2] الخ وتمام الكلام عليه فی رد المحتار والحلية وغيرهما وبالبحث والتنقير يظهر ما ذكرنا۔

نماز کا مقتدیوں پر قدرِ سنّت سے زیادہ لمبا کرنا مکروہ تحریمی ہے الخ اس پر تفصیلی کلام ردالمحتار اور حلیہ وغیرہ میں موجود ہے اور بحث و تمحیص سے وہ ظاہر ہوگا جو ہم نے ذکر کیا ہے (ت)

پس اگر اس کا بندوبست منظور ہو تو اس کی تین صورتیں ہیں،

(۱) یہ کہ فرضوں کی دو رکعت پیشیں میں قراءت ہو اس شرط پر کہ جماعت کے آدمی گنے بندھے ہوں اور وہ سب دل سے اس تطویل پر راضی ہوں کسی کو گراں نہ گزرے،

فان الله لا يمل حتى تملوا[3] كما فی الصحيح عن رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم۔

اللہ تعالٰی ملال نہیں دیتا یہاں تک کہ تم ملال میں ہو جاؤ، جیسا کہ صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان ہے (ت)

اگر یہ معدود لوگ راضی ہوں مگر جماعت میں یہی معین نہیں اور لوگ بھی آکر شریک ہو جاتے ہیں اور اُن کا اس تطویل پر راضی ہونا معلوم نہیں تو جائز نہ ہوگا حذرا عن الوقوع فی الحرام (حرام میں واقع ہونے

---

[1] ردالمحتار | باب الوتر والنوافل | مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۲/۴۸
[2] درمختار | باب الامامۃ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت | ۱/۸۳
[3] سُنن ابوداؤد | باب ما یومر بہ من القصد فی الصلوٰۃ | مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور | ۱/۱۹۴

marfat.com

Marfat.com

...ت)

(۲) سنتوں، نفلوں، وتروں میں حافظ قراءت کرے اور ہر بار مختلف لوگ مقتدی ہوں کہ کسی بار میں تین سے زیادہ مقتدی نہ ہوں مثلاً عشاء کے بعد دو سنتوں میں تین مقتدیوں کے ساتھ آدھا پارہ پڑھ لیا پھر وتروں میں دوسرے تین آدمی شریک ہو گئے آدھا ان میں پڑھا پھر نفلوں میں دوسرے تین مل گئے آدھا اب پڑھا یا وتروں سے پہلے جتنے نفل چاہے امام نے مختلف تین تین آدمیوں کے ساتھ پڑھے کہ سَو یا زیادہ شخص سب کو حصہ رسد ایک قراءت طویل میں شرکت پہنچ گئی۔

(۳) سنتوں خواہ نفلوں میں سب مقتدی ایک ساتھ شریک ہو کر ایک ہی بار میں ساری قراءت سب سُنیں مگر یُوں کہ مقتدی سب یا تین سے جتنے زیادہ ہیں یُوں منت مان لیں کہ میں نے اللہ تعالٰی کے لئے نذر کی کہ یہ رکعتیں اس امام کے ساتھ باجماعت ادا کروں اس صورت میں بھی کراہت نہ رہے گی اگرچہ کوئی ایسی پسندیدہ بات یہ بھی نہیں، درمختار میں ہے:

فی الاشباہ عن البزازیۃ یکرہ الاقتداء فی صلٰوۃ رغائب وبراءۃ وقدر الا اذا قال نذرت کذا رکعۃ بھذا الامام جماعۃ اھ[1] قلت وتتمۃ عبارۃ البزازیۃ من الامامۃ ولاینبغی ان یتکلف کل ھذا التکلف لامر مکروہ اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم

اشباہ میں بزازیہ کے حوالہ سے ہے کہ نمازِ رغائب اور براءۃ (شبِ براءت کی نماز) اور قدر (شبِ قدر کی نماز) میں اقتداء مکروہ ہے مگر اس صورت میں جب کوئی یُوں کہے کہ میں نے اللہ تعالٰی کے لئے نذر کی ہے کہ میں اس امام کی اقتداء میں یہ رکعتیں ادا کروں گا اھ قلت بزازیہ کے باب الامامت میں اختتامی عبارت یُوں ہے کہ اس امر مکروہ کے لئے یہ تمام تکلفات مناسب نہیں اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۴۴: از احمد آباد گجرات دکن محلہ مرزا پور مدرسہ اسلامیہ مرسلہ شیخ علاء الدین صاحب ۲۲ ربیع الاول شریف ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نزدیک امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور علمائے حنفیہ کی نمازِ تہجد کی ساتھ جماعت کے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور دیگر ایام مخصوصہ مثلاً یوم عاشورا وغیرہ میں نفل جماعت سے جائز ہیں یا نہیں؟ اور یہاں کے مولوی نماز تہجد کی جماعت سے پڑھنا از حدیثِ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما

---

[1] درمختار آخر باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۹۹

marfat.com

Marfat.com

منصوص کہتے ہیں اور وقت تہجد کے جماعت بھی کرتے ہیں، آیا جماعت تہجد اور نفلوں کی کرنا مستحب یا سنت کیا ہے؛ اور جبکہ برعکس ہو تو کیا مکروہ ہے یا بدعت ہے یا کیا ہے؟ اللھم اھدنا بینوا بحکم الکتاب توجروا یوم الحساب۔

الجواب

تراویح وکسوف واستسقاء کے سوا جماعت نوافل میں ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مذہب معلوم ومشہور اور عامہ کتب مذہب میں مذکور ومسطور ہے کہ بلاتداعی مضائقہ نہیں اور تداعی کے ساتھ مکروہ۔ تداعی ایک دوسرے کو بلانا جمع کرنا اور اسے کثرتِ جماعت لازم عادی ہے اور اس کی تحدید امام نسفی وغیرہ نے کافی میں یُوں فرمائی کہ امام کے ساتھ ایک دو شخص تک بالاتفاق بلاکراہت جائز اور تین میں اختلاف اور چار مقتدی ہوں تو بالاتفاق مکروہ، یہ تحدید امام شمس الائمہ سے منقول ہے کافی کا نص عبارت یہ ہے:

(لایصلی تطوع بجماعۃ الاقیام رمضان) وعن شمس الائمۃ ان التطوع بالجماعۃ انما یکرہ اذا کان علی سبیل التداعی امالو اقتدی واحد بواحد او اثنان بواحد لایکرہ واذا اقتدی ثلثۃ بواحد اختلف فیہ وان اقتدی اربعۃ بواحد کرہ اتفاقا۔[1]

(نفل جماعت کے ساتھ ادا نہ کئے جائیں مگر رمضان کا قیام) شمس الائمہ سے یُوں منقول ہے کہ نوافل کی جماعت اس صورت میں مکروہ ہے جب علی سبیل التداعی ہو، اگر ایک نے ایک کی اقتداء کی یا دو نے ایک کی تو کراہت نہیں، اور جب تین ایک کی اقتداء کریں تو اس میں اختلاف ہے اور اگر چار نے ایک کی اقتداء کی تو یہ بالاتفاق مکروہ ہے۔ (ت)

اور اصح یہ ہے کہ تین مقتدیوں میں بھی کراہت نہیں، طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

قولہ اختلف فیہ والاصح عدم الکراھۃ۔[2]

ان کا قول "اختلف فیہ" اس میں اصح یہ ہے کہ کراہت نہیں۔ (ت)

مگر انھیں امام شمس الائمہ سے خلاصہ وغیرہ میں یُوں منقول کہ تین مقتدیوں تک بالاتفاق کراہت نہیں

---

[1] بحوالہ خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الخامس عشر فی الامامۃ والاقتداء مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ ۱/۱۵۳
[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح آخر باب الوتر مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۲۱۱

marfat.com

Marfat.com

بعینہ خلاف ہے اور اصح کراہت۔ فتاوٰی خلاصہ کا نص عبارت کتاب الصلوٰۃ فصل خامس عشر میں یہ ہے:

اصل ھذا ان التطوع بالجماعۃ اذا کان علی سبیل التداعی یکرہ فی الاصل للصدر الشھید اما اذا صلی بجماعۃ بغیر اذان واقامۃ فی ناحیۃ المسجد لا یکرہ وقال شمس الائمۃ الحلوانی رحمہ اللہ تعالٰی ان کان سوی الامام ثلثۃ لا یکرہ بالاتفاق وفی الاربع اختلف المشائخ والاصح انہ یکرہ[1]

اس مسئلہ کی اصل یہ ہے کہ جب نوافل کی جماعت علٰی سبیل التداعی ہو تو صدر شہید کی اصل میں ہے کہ یہ مکروہ ہے لیکن اگر مسجد کے گوشے میں بغیر اذان و تکبیر نفل کی جماعت ہوئی تو کراہت نہیں، اور شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا کہ اگر امام کے علاوہ تین افراد ہوں تو بالاتفاق کراہت نہیں اور اگر مقتدی چار ہوں تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور اصح کراہت ہے (ت)

بالجملہ دو مقتدیوں میں بالاجماع جائز اور پانچ میں بالاتفاق مکروہ، اور تین اور چار میں اختلاف نقل و مشائخ، اور اصح یہ کہ تین میں کراہت نہیں چار میں ہے، تو مذہب مختار یہ نکلا کہ امام کے سوا چار یا زائد ہوں تو کراہت ہے ورنہ نہیں، ولہذا درر وغرر پھر درمختار میں فرمایا:

یکرہ ذلک لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعۃ بواحد[2]

اگر نفل کی جماعت علٰی سبیل التداعی ہو بایں طور پر کہ چار آدمی ایک کی اقتدا کریں تو مکروہ ہے (ت)

پھر اظہر یہ کہ یہ کراہت صرف تنزیہی ہے یعنی خلافِ اولٰی لمخالفۃ التوارث (کیونکہ یہ طریقہ توارث کے خلاف ہے۔ ت) نہ تحریمی کہ گناہ وممنوع ہو، ردالمحتار میں ہے:

فی الحلیۃ الظاھر ان الجماعۃ فیہ غیر مستحبۃ ثم ان کان ذلک احیانا کان مباحا غیر مکروہ وان کان علی سبیل المواظبۃ کان بدعۃ مکروھۃ لانہ خلاف المتوارث اھ ویؤیدہ ایضا ما فی البدائع من قولہ

حلیہ میں ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ نفل میں جماعت مستحب نہیں پھر اگر کبھی کبھی ایسا ہو تو یہ مباح ہے مکروہ نہیں اور اس میں دوام ہو تو طریقہ متوارث کے خلاف ہونے کی وجہ سے بدعت مکروہ ہے اھ اس کی تائید بدائع کے اس قول سے

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی، الفصل الخامس عشر الخ، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ ۱/۱۵۴

[2] درمختار، آخر باب الوتر والنوافل، مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۹۹

marfat.com

Marfat.com

ان الجماعۃ فی التطوع لیست بسنۃ الا فی قیام رمضان اھ فان نفی السنیۃ لایستلزم الکراھۃ ثم ان کان مع المواظبۃ کان بدعۃ فیکرہ وفی حاشیۃ البحر للخیر الرملی علل الکراھۃ فی الضیاء والنہایۃ بان الوتر نفل من وجہ والنفل بالجماعۃ غیر مستحب لانہ لم تفعلہ الصحابۃ فی غیر رمضان اھ وھو کالصریح فی انہا کراھۃ تنزیہ تامل اھ[1] اھ مختصرا۔

بھی ہوتی ہے کہ جماعت، قیام رمضان کے علاوہ نوافل میں سنت نہیں اھ کیونکہ نفی سنیت کراہت کو مستلزم نہیں پھر اگر اس میں دوام ہو تو یہ بدعت و مکروہ ہوگی، خیر رملی نے حاشیہ بحر میں کہا کہ ضیاء اور نہایہ میں کراہت کی علت یہ بیان کی ہے کہ وتر من وجہ نفل ہیں اور نوافل کی جماعت مستحب نہیں کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین نے رمضان کے علاوہ وتر کی جماعت نہیں کرائی اھ یہ گویا اس بات کی تصریح ہی ہے کہ جماعت مکروہ تنزیہی ہے تامل اھ اھ اختصاراً (ت)

صلٰوۃ الرغائب وصلٰوۃ البراءۃ وصلٰوۃ القدر کہ جماعات کثیرہ کے ساتھ بکثرت بلادِ اسلام میں رائج تھیں متاخرین کا اُن پر انکار اس نظر سے ہے کہ عوام سنت نہ سمجھیں ولہذا وجیز کردری میں بعد بحث کلام فرمایا:

فلو ترك امثال ھذہ الصلوات تارك لیعلم الناس انہ لیس من الشعار فحسن[2]۔

اگر ان نمازوں کو کوئی اس لئے ترک کرتا ہے کہ لوگ جان لیں کہ یہ شعارِ اسلام نہیں تو یہ اچھا کام ہے۔ (ت)

اور بعض ناس کا غلو و افراط مسموع نہیں اور حدیث بروایت مجاہیل آنا موجب وضع نہیں نہ وضع حدیث موجب منع عمل ہے، عمل بالحدیث الموضوع اور عمل بما فی الحدیث الموضوع میں زمین آسمان کا بل ہے کما حققنا کل ذلك فی منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین (جیسا کہ ہم نے اس کی پوری تحقیق رسالہ "منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین" میں کی ہے۔ ت) خصوصاً ان کا فعل بجماعت اجلۂ اعاظم اولیائے کبار و علمائے ابرار حتی کہ ایک جماعت تابعین کرام و ائمہ مجتہدین اعلام سے ثابت و منقول ہے، لطائف المعارف امام حافظ زین الدین ابن رجب میں ہے:

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۸

[2] فتاوٰی بزازیہ علٰی حاشیۃ فتاوٰی ہندیہ کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۵۴

marfat.com

Marfat.com

وليلة النصف من شعبان كان التابعون
من اهل الشام كخالد بن معدان و
مكحول ولقمان بن عامر وغيرهم
يعظمونها ويجتهدون فيها في العبادة
وعنهم اخذ الناس فضلها وتعظيمها
وقد قيل انه بلغهم في ذلك آثار اسرائيلية،
فلما اشتهر ذلك عنهم في البلدان
اختلف الناس في ذلك ، فمنهم من
قبله ووافقهم على تعظيمها منهم
طائفة من عباد اهل البصرة وغيرهم،
وانكر ذلك اكثر العلماء من اهل الحجاز منهم عطاء وابن
ابي مليكة وعبد الرحمن بن زيد بن اسلم
عن فقهاء المدينة وهو قول اصحاب مالك
وغيرهم وذلك كله بدعة ، واختلف علماء
اهل الشام في صفة احيائها على قولين
احدهما انه يستحب احياؤها جماعة في
المساجد كان خالد بن معدان ولقمان بن
عامر وغيرهما يلبسون فيها احسن ثيابهم
ويتبخرون ويكتحلون ويقومون في
المساجد ليلتهم ذلك ووافقهم
اسحق بن راهوية على ذلك الخ
وقد ذكر بعده القول الاخر وهو
كراهة الجماعة دون الانفراد
وان عليه امام الشام الاوزاعي،
لكن فيه سقط في نسختي

یعنی اہل شام میں ائمہ تابعین مثل خالد بن معدان
و امام مکحول و لقمان بن عامر وغیرہم شب برات
کی تعظیم اور اس رات عبادت میں کوشش عظیم
کرتے اور انھیں سے لوگوں نے اُس کا فضل ماننا اور
اُس کی تعظیم کرنا اخذ کیا ہے، کوئی کہتا ہے انھیں
اسباب میں کچھ آثار اسرائیلی پہنچے تھے، خیر جب
ان سے یہ امر شہروں میں پھیلا علماء اس میں مختلف
ہو گئے ایک جماعت نے اسے قبول کیا اور تعظیم
شب برات کے موافق ہوئے اُن میں سے ایک
گروہ عابدین اہلِ بصرہ وغیرہم ہیں، اور اکثر علماء
نے اس کا انکار کیا اُن میں سے ہیں امام عطاء و
ابن ابی ملیکہ و عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم فقہائے
مدینہ سے ہیں اور یہ قول مالکیہ وغیرہم کا ہے کہ
یہ سب نو پیدا ہے، علمائے اہل شام اس
رات کی شب بیداری میں کہ کس طرح کی جائے دو
قول پر مختلف ہوئے، ایک قول یہ ہے کہ مسجدوں
میں جماعت کے ساتھ مستحب ہے، خالد بن
معدان و لقمان بن عامر وغیرہما اکابر تابعین
اس رات اچھے سے اچھے کپڑے پہنتے، بخور کا
استعمال کرتے، سُرمہ لگاتے اور شب کو مسجدوں
میں قیام فرماتے۔ امام مجتہد اسحٰق بن راہویہ نے
بھی اس بارے میں اُن کی موافقت فرمائی الخ،
دُوسرا قول یہ کہ مساجد میں اس کی جماعت مکروہ
ہے اور یہ قول شام کے امام و فقیہ و عالم امام
اوزاعی کا ہے۔ لیکن میرے پاس موجود نسخہ سے

۱؎ لطائف المعارف المجلس [illegible] شعبان [illegible] کثیر بیروت ص ۲۶۳

marfat.com

Marfat.com

فلو تیسرلی نقلہ ویتضح بما اذکرہ عن الشرنبلالی فانہ انما اخذہ عنہ ۔

کچھ عبارت ساقط ہے اس کی عبارت نقل کرنا میسر نہیں اس کی وضاحت اس سے ہو جائے گی جسے میں شرنبلالی کے حوالے سے ذکر کر رہا ہوں کیونکہ انہوں نے اس سے اخذ کیا ہے ۔

مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے :

انکرہ اکثر العلماء من اھل الحجاز منھم عطاء وابن ابی ملیکۃ وفقھاء اھل مدینۃ واصحاب مالک وغیرھم وقالوا ذلک کلہ بدعۃ ولم ینقل عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولا عن اصحابہ احیاء لیلتی العید جماعۃ واختلف علماء الشام فی صفۃ احیاء لیلۃ النصف من شعبان علی قولین احدھما انہ استحب احیاؤہ بجماعۃ فی المسجد طائفۃ من اعیان التابعین کخالد بن معدان ولقمان بن عامر ووافقھم اسحٰق بن راھویۃ والقول الثانی انہ یکرہ الاجتماع لھا فی المساجد للصلٰوۃ وھذا قول الاوزاعی امام اھل الشام وفقیھھم وعالمھم[1]

اہلِ حجاز میں سے اکثر علماء نے اس کا انکار کیا ہے ان میں سے ہیں امام عطاء وابن ابی ملیکہ و فقہاء مدینہ اور اصحاب امام مالک وغیرہم ۔ یہ علماء کہتے یہ سب نو پیدا ہے ۔ نہ ہی نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عیدین کی دونوں راتوں کی باجماعت شب بیداری منقول ہے اور نہ ہی صحابہ کرام سے مروی ہے، اور علماءِ شام بیداریٔ شبِ براءت میں کہ کس طرح کی جائے دو قول پر مختلف ہوئے، ایک قول یہ ہے کہ مسجدوں میں جماعت کے ساتھ بیداری مستحب ہے یہ قول اکابر تابعین مثل خالد بن معدان اور لقمان بن عامر کا ہے، امام مجتہد اسحٰق بن راہویہ نے بھی اس بارے میں ان کی موافقت فرمائی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مساجد میں اس کی جماعت مکروہ ہے یہ قول اہلِ شام کے امام و فقیہ و عالم امام اوزاعی کا ہے ۔ (ت)

شیخ محقق اعلم علماء الہند مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ ماثبت بالسنۃ میں حدیث صلٰوۃ الرغائب پر محدثین کا کلام ذکر کرکے ارشاد فرماتے ہیں :

ھذا ماذکرہ المحدثون علی طریقھم فی تحقیق

یعنی یہ وہ کلام ہے کہ محدثین نے اپنے طریقہ تحقیق اسناد

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح آخر باب الوتر واحکامہ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۲۰-۲۱۹

marfat.com

Marfat.com

...ت الاحاديث وعجبا منهم ان يقولوا في هذا الباب هذه المبالغة و منهم ان يقولوا لم يصح عندنا ذلك و العجب من الشيخ محي الدين النووي مع سلوكه طريق الانصاف في الابواب الفقهية وعدم تعصبه مع الحنفية كما هو داب الشافعية فما نحن فيه اولى بذلك لنسبته الى المشائخ العظام والعلماء الكرام قدس اسرارهم[1]

وتنقید آثار پر ذکر کیا اور ان سے اس قدر مبالغہ کا تعجب ہے انھیں اتنا کہنا کافی نہ تھا کہ حدیث ہمارے نزدیک درجۂ صحت کو نہ پہنچی، اور زیادہ تعجب امام محی الدین نووی سے ہے کہ وہ تو مسائل فقہ میں راہِ انصاف چلتے ہیں اور دیگر شافعیہ کی طرح حنفیہ کے ساتھ تعصب نہیں رکھتے، تو یہ مسئلہ جس میں ہم بحث کر رہے ہیں زیادہ انصاف وترک افراط کے لائق تھا اس لئے کہ یہ فعل اولیائے عظام وعلمائے کرام قدست اسرارہم کی طرف منسوب ہے۔

پھر شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ نے در بارہ صلوٰۃ الرغائب خود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک حدیث بحوالہ جامع الاصول کتاب امام رزین سے نقل کی جس کی وضع اس لئے ہے کہ صحاح ستہ کی حدیثیں جمع کرے اور اس کے آخر میں ابن اثیر سے نقل کیا،

هذا الحديث مما وجدته في كتاب رزين ولم اجده في واحد من الكتب الستة و الحديث مطعون فيه[2]

یعنی یہ حدیث میں نے کتاب رزین میں پائی اور صحاح ستہ میں مجھے نہ ملی اور اس پر جرح ہے۔

پھر فرمایا:

وقد وقع في كتاب بهجة الاسرار ذكر ليلة الرغائب في ذكر سيدنا وشيخنا القطب الرباني وغوث الصمداني الشيخ محي الدين عبد القادر الحسيني الجيلاني رضي الله تعالى عنه قال اجتمع المشائخ وكانت ليلة الرغائب الى اخر ما ذكر من الحكاية

یعنی کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف میں حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر اقدس میں صلوٰۃ الرغائب کا ذکر آیا ہے کہ شب رغائب میں اولیاء جمع ہوئے الی آخر کلماتہ، نیز امام ابوالحسن نورالدین علی قدس سرہ نے بسندِ خود حضرات عالیات سیدنا سیف الدین عبدالوہاب وسیدنا

---

[1] ما ثبت بالسنۃ — حدیث صلوٰۃ الرغائب — مطبوعہ ادارہ نعیمیہ رضویہ لاہور ص ۲۴۶
[2] ایضاً

marfat.com
Marfat.com

وذکر ایضا انه نقل عن الشیخین القدوتین الشیخ عبد الوهاب والشیخ عبد الرزاق قالا بکر الشیخ بقا بن بطو سحر یوم الجمعة الخامس من رجب السنة ثلث واربعین وخمسمائة الی مدرسة والدنا الشیخ محی الدین عبد القادر رضی الله تعالیٰ عنه و قال لنا الا سألتمونی عن سبب بکوری الیوم انی رأیت البارحة نورا اضاءت به الافاق وعم اقطار الوجود ورأیت اسرار ذوی الاسرار فمنها ما یتصل به ومنها ما یمنعه مانع من الاتصال به وما اتصل به سرالا تضاعف نوره فطلبت ینبوع ذلك النور فاذا هو صادر عن الشیخ عبد القادر فاردت الکشف عن حقیقته فاذا هو نور شهوده قابل نور قلبه وتقادح هذان النوران وانعکس ضیاؤهما علی مرأة حاله واتصلت اشعة المتقادحات من محط جمعه الی وصف قربه فاشرق به الکون ولم یبق ملك نزل اللیلة الا اتاه وصافحه واسمه عندهم الشاهد والمشهود قالا فاتیناه رضی الله تعالیٰ عنه وقلنا له اصلیت اللیلة صلوة الرغائب فانشد ہ

اذا نظرت عینی وجوه حبائبی
فتلك صلاتی فی لیالی الرغائب

تاج الدین ابوبکر عبد الرزاق ابنائے حضور پُر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی کہ روز جمعہ پنجم رجب ۵۴۳ھ کو حضرت شیخ بقا بن بطو قدس سرہ العزیز صبح تڑکے مدرسہ انور حضور پُر نور رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حاضر آئے اور ہم سے کہا مجھ سے پوچھتے نہیں کہ اس قدر اوّل وقت کیوں آیا میں نے آج کی رات ایک نور دیکھا جس سے تمام آفاق روشن ہوگئے اور جمیع اقطار عالم کو عام ہوا اور میں نے اہل اسرار کے اسرار دیکھے کہ کچھ تو اس نور سے متصل ہوتے ہیں اور کچھ کسی مانع کے سبب اتصال سے رُک گئے ہیں جو اس سے اتصال پاتا ہے اُس کا نور دو بالا ہو جاتا ہے تو میں نے غور کیا کہ اس نور کا خزانہ و منبع کیا ہے کہاں سے چمکا ہے ناگاہ کھلا کہ یہ نور حضور پُر نور سیدنا شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صادر ہوا ہے اب میں نے اس کی حقیقت پر اطلاع چاہی تو معلوم ہوا کہ یہ حضور کے مشاہدے کا نور ہے کہ حضور کے نورِ قلب سے مقابل ہو کر ایک کی جوت دوسرے پر پڑی اور دونوں کی روشنی حضور کے آئینۂ حال پر منعکس ہوئی اور یہ آپس میں ایک دوسرے کی جوت بڑھانے والے نوروں کے بقعے حضور کے مقام جمع سے منزلت قرب تک متصل ہوئے کہ سارا جہان اُس سے جگمگا اٹھا اور جتنے فرشتے اُس رات اُترے تھے سب نے حضور کے پاس آکر حضور سے مصافحہ کیا (اور بہجۃ الاسرار شریف میں فقیر نے یوں دیکھا کہ کوئی فرشتہ باقی نہ رہا جو اُس رات زمین پر نہ اُترا اور حضور کے پاس آکر حضور سے مصافحہ

marfat.com

Marfat.com

وجوهاً اذا ما اسفرت عن جمالها ۔ اضاءت لها الاکوان من کل جانب ۔ ومن لم یوف الحب ما یستحقہ ۔ فذاک الذی لم یأت قط بواجب[۱] ما نقله الشیخ قدس سرہ والذی رواہ العبد الضعیف غفر اللہ له فی البھجۃ الکریمۃ نصه ھکذا او لم یبق ملک انزل اللیلۃ الی الارض واتاہ وصافحه[۲] الخ

نہ کیا ہو یعنی تمام ملائکۃ اللہ زمین پر آئے اور محبوب خدا سے مصافحے کئے) فرشتوں کے یہاں حضور کا نام پاک شاہد مشہود ہے (شاہد کہ مشاہدہ والے ہیں اور مشہود کہ سب ملائکہ ان کے پاس آئے قال تعالیٰ ان قراٰن الفجر کان مشہوداً[۳] ای تشھدہ الملٰئکۃ) دونوں شاہزادگان دوجہاں نے فرمایا ہم یہ سُن کر حضور پُرنور کے پاس حاضر ہوئے اور حضور سے عرض کی کیا آج کی رات حضور نے صلوٰۃ الرغائب پڑھی (یعنی جس کے انوار یہ چکے یہ شب رغائب ہی تھی کہ رجب کی نوچندی شب جمعہ تھی) حضور پُرنور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس پر یہ اشعار ارشاد فرمائے، جب میری آنکھ میری پیاریوں کے چہرے دیکھے تو یہ شب ہائے رغائب میں میری نمازہے، وہ چہرے کہ جب اپنے جمال کا جلوہ دکھائیں تو ہر طرف سے سارا جہان چمک اُٹھے اور جس نے محبت کا حق پُورا نہ کیا وہ کبھی کوئی واجب نہ لایا (پیاریاں عالم قدس کی تجلیاں ہیں) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴۵ ازریاست جاورہ مکان عبدالمجید خاں صاحب سررشتہ دار ۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ بعد وتر کے نفل جو پڑھے جاتے ہیں اُن کا بیٹھ کر پڑھنا بہتر ہے یا کھڑے ہوکر؟ کتاب مالا بدمنہ ہندی میں صفحہ ۵۴ سطر ۵ میں تحریر ہے کہ بعد وتر کے دو رکعت بیٹھ کر پڑھنا مستحب ہے۔

الجواب

کھڑے ہوکر پڑھنا افضل ہے، بیٹھ کر پڑھنے میں آدھا ثواب ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان صلی قائما فھو افضل ومن صلی قاعدا فله نصف اجر القائم[۳] رواہ البخاری عن عمران بن حصین

اور اگر کھڑے ہوکر پڑھے تو وہ افضل ہے اور جو بیٹھ کر پڑھے اس کے لئے کھڑے ہوکر پڑھنے والے سے نصف ثواب ہے۔ اسے بخاری نے حضرت

---

[۱] ما ثبت من السنۃ حدیث صلوٰۃ الرغائب ادارہ نعیمیہ رضویہ لاہور ص ۲۴۸

[۲] المعجم الکبیر ۱/ ۷۸ مصطفی البابی مصر ص ۵۸

[۳] صحیح البخاری باب صلوٰۃ القاعد مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۵۰

marfat.com

Marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن الصحابۃ جمیعا۔

عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور جمیع صحابہ سے اللہ راضی ہو۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ رکعتیں بیٹھ کر بھی پڑھی ہیں

کما عند مسلم عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت بعد ما ذکرت وترہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثم یصلی رکعتین بعد ما یسلم وھو قاعد[1] ولاحمد عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یصلیھما بعد الوتر وھو جالس[2]

جیسے کہ مسلم میں ہے حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز وتر ذکر کرنے کے بعد فرماتی ہیں کہ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد بیٹھ کر دو رکعات نماز ادا کرتے۔ اور امام احمد نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتروں کے بعد بیٹھ کر دو رکعات نماز ادا فرماتے تھے (ت)

اور کبھی ان میں قعود وقیام کو جمع فرمایا ہے کہ بیٹھ کر پڑھتے رہے جب رکوع کا وقت آیا کھڑے ہو کر رکوع فرمایا

فلابن ماجۃ عن ام المومنین ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یصلی بعد الوتر رکعتین خفیفتین وھو جالس فاذا اراد ان یرکع قام فرکع[3]

ابن ماجہ میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتروں کے بعد دو رکعات نماز اختصار کے ساتھ بیٹھ کر ادا کرتے تھے اور جب آپ رکوع کا ارادہ فرماتے تو قیام فرماتے پھر رکوع کرتے (ت)

مگر بیٹھ کر پڑھنا دواماً نہ تھا بلکہ اس بات کے بیان کے لئے کہ بیٹھ کر پڑھنا بھی جائز ہے جیسا کہ خود ان نفلوں کا پڑھنا بھی اس بیان کے واسطے تھا کہ وتر کے بعد نوافل جائز ہیں اگرچہ اولٰی یہ ہے کہ جتنے نوافل پڑھنے ہوں سب پڑھ کر آخر میں وتر پڑھے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اجعلوا اخر صلٰوتکم باللیل وترا[4]۔ رواہ اپنی نمازِ شب میں سب سے آخر وتر رکھو۔ اسے

---

[1] صحیح مسلم باب صلوۃ اللیل وعدد رکعات النبی الخ مطبوعہ اصح المطابع کراچی ۲۵۶/۱

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہا " دارالفکر بیروت ۵۴/۶

[3] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی رکعتین بعد الوتر جالساً " آفتاب عالم پریس لاہور ۸۵/۱

[4] صحیح مسلم باب صلوۃ الیل وعدد رکعات النبی الخ " اصح المطابع کراچی ۲۵۷/۱

marfat.com

Marfat.com

مسلم عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا۔ — مسلم نے ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔

امام نووی منہاج پھر علامہ قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

ھاتان الرکعتان فعلہما رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جالسا لبیان جواز الصلٰوۃ بعد الوتر وبیان جواز النفل جالسا ولم یواظب علی ذلک[1] — ان دو رکعات کو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس لئے بیٹھ کر ادا فرماتے تھے تاکہ وتر کے بعد جوازِ نماز اور بیٹھ کر جوازِ نفل کا اظہار ہوجائے، البتہ آپ نے اس پر ہمیشگی نہیں فرمائی (ت)

بلکہ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمیشہ یہ نفل بیٹھ کر پڑھتے جب بھی ہمارے لئے کھڑے ہو کر پڑھنا ہی افضل ہوتا کہ یہ حضور پُر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اپنے لئے فعل ہوتا اور ہمارے لئے صاف وہ ارشاد قولی ہے کہ کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے اور بیٹھے کا ثواب آدھا ہے، اور اصول کا قاعدہ ہے کہ قول فعل پر ترجیح قول کو ہے کہ فعل میں احتمالِ خصوصیت ہے نہ کہ یہاں تو صریحًا بیانِ خصوصیت فرمایا ہے۔ صحیح مسلم شریف میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے: "مجھے حدیث پہنچی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹھے کی نماز آدھی ہے، میں خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بیٹھ کر نماز پڑھتے پایا میں نے سرِ انور پر ہاتھ رکھا[2] (**اقول** یعنی یہ خیال گزرا کہ شاید بخار وغیرہ کے سبب بیٹھ کر پڑھ رہے ہوں)

وھذا بحمد اللہ منزع نفیس واضح یستغنی بہ عما اطال الطیبیؒ[ع] وابن حجر و — الحمدللہ یہ بات عمدہ، نفیس اور واضح ہونے کے ساتھ ساتھ اس طویل گفتگو سے مستغنی کردیتی ہے جو علامہ طیبیؒ ابن حجر اور

ع (فوجدتہ یصلی جالسا فوضعت یدی) لعلہ بعد الفراغ من الصلٰوۃ ثم رأیت — (تو میں نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بیٹھ کر نماز پڑھتے ہُوئے پایا تو میں نے سرِ انور پر ہاتھ رکھ دیا) شاید یہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد کا معاملہ ہو

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] المرقات شرح مشکوٰۃ باب القصد فی العمل فصل اول مطبوعہ کتب خانہ امدادیہ ملتان ۳/۱۶۳

[2] صحیح مسلم باب جواز النافلۃ قائماً وقاعداً الخ ″ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۵۳

marfat.com

Marfat.com

والقاری و وقعوا فیما کان لھم منہ وحتہ | ملاّعلی قاری نے کی اور یہ حضرات طوالت کے باعث

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ابن حجر جزم بہ وقال بعد فراغہ اذ لا یظن بہ الوضع قبلہ (علی رأسہ) ای لیتوجہ الیہ وکانہ کان ھناك مانع من ان یحضر بین یدیہ ومثل ھذا لا یسمی خلاف الادب عند طائفۃ العرب لعدم تکلفھم وکمال تألفھم وکذلك فی قولھم لہ انت دون انتم الذی ھو مقتضی حسن الاداب فی معرض الخطاب لا یتوجہ علی قائلہ العتاب وتکلف الطیبی ھنا فی شرح الکتاب واورد السؤال والجواب ونسب قلۃ الادب الی الاصحاب وقال علی وجہ الاطناب فان قلت الیس یجب علیہ خلاف ذلك توقیرا لہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قلت لعلہ صدر عنہ لا عن قصد اولعلہ استغرب کونہ علی خلاف ماحدث عنہ واستبعدہ فاراد تحقیق ذلك فوضع

پھر میں نے دیکھا کہ ابن حجر نے یہ کہتے ہوئے اس پر جزم کا اظہار کیا کہ یہ معاملہ فراغت کے بعد ہوا کیونکہ اس سے پہلے ہاتھ رکھنے کے بارے میں سوچا ہی نہیں جاسکتا (آپ کے سراقدس پر) یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسکی طرف متوجہ ہوں اور گویا آپ کے سامنے آنے سے وہاں کوئی رکاوٹ تھی اور ایسے طریقے کو بعض عربوں کے ہاں عدمِ تکلف اور کمالِ محبت کی وجہ سے خلافِ ادب تصور نہیں کیا جاتا اور اسی طرح بعض عربوں کا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے "اَنْتَ" (تُو) استعمال کرنا نہ کہ "انتم" (تم) جو کہ خطاب کے موقع پر حُسنِ آداب کا مقتضی ہے اس کے قائل پر عتاب کا موجب نہیں بنتا۔ علامہ طیبی نے کتاب کی شرح میں اس مقام پر تکلف کرتے ہوئے سوال وجواب وارد کیا اور صحابہ کی طرف قلتِ ادب کی نسبت کی اور طوالت سے کام لیتے ہوئے سوالاً کہا اگر تو کہے کیا ان پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم وتوقیر کے پیشِ نظر اس کے خلاف عمل لازم نہ تھا؟ جواباً کہا میں کہتا ہوں شاید ان سے یہ معاملہ عدمِ دانستگی میں ہوا ہو یا ممکن ہے کہ انھوں نے ان سے حادث شدہ واقعہ کے خلاف معاملہ کو نہایت ہی اجنبی اور بعید تصور کیا اور اس کی تحقیق کا

(باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

Marfat.com

عنہ وباللہ التوفیق۔ ایسی چیز میں واقع ہوئے جس سے محفوظ رہنا اللہ تعالٰی کی توفیق سے ان کے لئے مفید تھا (ت)

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا اے عبداللہ بن عمر! کیا ہے؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ!

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

یدہ علی رأسہ ولذلك انکرصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بقولہ مالك الخ فسماہ ونسبہ الی ابیہ وکذا قول عبد اللہ وانت تصلی قاعدا فانہ حال مقررۃ لجھۃ الاشکال، ثم رأیت ابن حجر قال کان ذلك فی عادتھم یفعلہ المستغرب الشئ المتعجب من وقوعہ مع من استغرب منہ ذلك فلاینافی المتعارف الا ان ذلك خلاف الادب ونظیرہ ان بعض العرب کان ربما لمس لحیۃ الشریفۃ عند مفاوضتہ معہ اھ وقد شوھد فی زماننا ان بعض اجلاف العرب یمسك لحیۃ شریف مکۃ ویقول انا فداك یا حسن والحال انہ قد یکون نعلہ معلق فی اصبعہ ۱۲ منہ (م)

ارادہ کرتے ہوئے اپنا ہاتھ سر اقدس پر رکھ دیا اسی لئے سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ناپسند کیا اور فرمایا تجھے کیا ہوگیا ہے؟ الخ تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کا نام لیا اور ان کی نسبت ان کے باپ کی طرف کی۔ اور اسی طرح حضرت عبداللہ کا قول کہ آپ بیٹھ کر نماز ادا فرما رہے ہیں کیونکہ یہ حال جہت اشکال کو پختہ کر رہا ہے پھر میں نے ابن حجر کو دیکھا کہ انھوں نے یہاں یہ لکھا ہے کہ عربوں کی عادات میں سے ہے کہ جب کوئی ان میں سے کسی سے ایسی چیز دیکھتا ہے جو نہایت اجنبی ہو تو وہ ایسا ہی کرتا ہے تو یہ متعارف کے منافی نہیں البتہ خلاف ادب ہے جو خلاف ادب ہو اس کی نظیر یہ ہے کہ بعض عرب گفتگو و ملاقات کے وقت آپ کی داڑھی مبارک کو مس کرتے تھے اھ اور ہمارے دور میں اس کا مشاہدہ یوں کیا جا سکتا ہے کہ بعض بزرگ عرب شریف مکہ کی داڑھی پکڑ کر یہ کہتے ہیں اے حسن میں تجھ پر فدا۔ حالانکہ اس کا جوتا اسکی انگلیوں کے ساتھ لٹک رہا ہوتا ہے ۱۲ منہ (ت)

ف: حاشیہ کی یہ عبارت مرقاۃ شرح مشکوۃ سے نقل کی گئی ہے مطالعہ کے لئے باب القصد فی العمل جلد سوم مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ص ۱۵۹ ملاحظہ ہو۔

نذیر احمد سعیدی

marfat.com

Marfat.com

میں نے سُنا تھا کہ حضور نے فرمایا بیٹھے کی نماز آدھی ہے اور خود حضور بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں۔ فرمایا: اجل ولکن لست کاحد منکم[1] ہاں بات وہی ہے کہ بیٹھے کا ثواب آدھا ہے مگر میں تمہاری مثل نہیں میرے لئے ہر طرح پورا کامل اکمل ثواب ہے یہ میرے لئے خصوصیت وفضلِ رب الارباب ہے۔

مرقاۃ میں ہے:

یعنی ھذا من خصوصیاتی ان لاینقص ثواب صلواتی علی ای وجھہ تکون من جلواتی و ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء قال تعالٰی وکان فضل اللہ علیک عظیما[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

آپ کی مراد یہ ہے کہ یہ میری خصوصیت ہے کہ میری نماز جس طریقہ پر بھی ہو اس کے ثواب میں کمی نہیں کی جاتی کہ میری نماز میرے خاص تعلق سے ہے اور یہ اللہ تعالٰی کا فضل ہے جسے وہ چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے آپ کی ذاتِ اقدس پر اللہ تعالٰی کا فضلِ عظیم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۴۶: از بھنڈی بازار کارخانہ کرسی مرسلہ ننھے خاں ولد احمد خاں معمار ۲۹ رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کی کیا ترکیب اور اس کا کیا وقت ہے؟

الجواب

اس نماز کی بہت فضیلت اور بڑا ثواب اور اس میں بڑی معافی کی اُمید ہے وہ چار رکعت نفل ہے کہ غیر وقت مکروہ میں ادا کی جائے یعنی صبح صادق کے طلوع ہونے سے آفتاب نکل کر بلند ہونے تک جائز نہیں اور ٹھیک دوپہر کو جائز نہیں، اور جب آفتاب ڈوبنے کے قریب آئے کہ اس پر نگاہ بے تکلف ٹھہرنے لگے اُس وقت جائز نہیں، نمازِ عصر کے فرض پڑھنے کے بعد شام تک جائز نہیں، جس وقت امام خطبہ پڑھ رہا ہو اُس وقت جائز نہیں غرض جتنے وقت نفل نماز کی کراہت کے ہیں اُن اوقات سے بچ کر جس وقت چاہے پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ ظہر سے پہلے پڑھے[3] کما فی الھندیۃ عن المضمرات عن المعلی (جیسا کہ ہندیہ میں مضمرات اور معلی کے حوالے سے ہے۔ ت) اور افضل دن جمعہ کا ہے اور اس کا مناسب طریقہ کہ ہمارے ائمہ کرام کے مذہب سے موافق ہے یہ ہے کہ سبحٰنک اللھم پڑھ کر پندرہ[15] بار سُبحٰن اللہ والحمد للہ ولا الٰہ

---

[1] صحیح مسلم باب جواز النافلۃ قائماً وقاعداً مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۵۳

[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القصد فی العمل فصل ثالث مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/ ۱۹۰

[3] فتاوٰی ہندیہ باب التاسع فی النوافل ؍؍ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۱۳

marfat.com

Marfat.com

الا اللہ واللہ اکبر پھر الحمد و سورت پڑھ کر یہی کلمہ دس بار پھر رکوع میں تسبیحاتِ رکوع کے بعد دس بار پھر رکوع سے کھڑے ہو کر ربنا ولک الحمد کے بعد دس بار پھر سجدہ میں تسبیحوں کے بعد دس بار پھر سجدہ سے سر اٹھا کر دس بار پھر دوسرے سجدہ میں اسی طرح دس بار، یہ ایک رکعت میں پچھتر بار ہوا، پھر دوسری رکعت کو کھڑا ہو کر الحمد سے پہلے پندرہ بار پھر الحمد و سورت کے بعد دس بار پھر رکوع میں بدستور کہ یہ بھی پچھتر ہوئے، اسی طرح باقی دونوں رکعتوں میں بھی کہ یہ سب مل کر تین سو بار ہو جائیں گے، سورت کا اختیار ہے جو چاہے پڑھے اور بہتر یہ کہ پہلی رکعت میں الھٰکم التکاثر دوسری میں والعصر تیسری میں قل یایھا الکفرون چوتھی میں قل ھو اللہ، یہ نماز ہر روز پڑھے ورنہ ہر جمعہ ورنہ ہر مہینے ورنہ سال میں ایک بار تو ہو جایا کرے اور نہ ہو تو عمر بھر میں ایک بار تو ہو جائے کہ اس میں بڑی دولت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴۲: از اروہ نگلہ ڈاک خانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ مسئولہ جناب محمد صادق علی صاحب رمضان ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چار رکعت تراویح یا اور نوافل ایک نیت سے پڑھے قعدہ اولٰی میں درود شریف و دعا اور تیسری رکعت میں سبحٰنک اللھم پڑھے یا نہیں؟

الجواب

پڑھنا بہتر ہے، درمختار میں ہے:

لایصلی علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی القعدۃ الاولٰی فی الاربع قبل الظھر والجمعۃ وبعدھا ولایستفتح اذا قام الی الثالثۃ منھا وفی البواقی من ذوات الاربع یصلی علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویستفتح ویتعوذ ولو نذرا لان کل شفع صلٰوۃ۔[1]

ظہر اور جمعہ کی پہلی چار سنتوں اور بعد کی چار سنتوں کے پہلے قعدہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں درود شریف نہ پڑھا جائے اور تیسری رکعت میں ثنا بھی نہ پڑھی جائے اور باقی چار رکعتوں والی سنتوں اور نفلوں میں درود شریف پڑھا جائے، تیسری رکعت میں ثناء اور تعوذ بھی پڑھا جائے گا اگرچہ اس نے نوافل کی نذر مانی ہو کیونکہ یہ جوڑا جوڑا نماز ہے۔ (ت)

مگر تراویح خود ہی دو رکعت بہتر ہے لانہ ھو المتوارث (کیونکہ طریقہ متوارثہ یہی ہے۔ ت) تنویر میں ہے، عشرون رکعۃ بعشر تسلیمات[2] (بیس رکعتیں دس سلاموں کے ساتھ پڑھائی جائیں۔ ت)

---

[1] درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۹۵

[2] " " " " " " " ۱/ ۹۸

marfat.com

Marfat.com

سراجیہ میں ہے :

کل ترویحۃ اربع رکعات بتسلیمتین[1] — ہر ترویحہ چار رکعتوں کا دو سلاموں کے ساتھ پڑھا جائے۔ (ت)

یہاں تک کہ اگر چار یا زائد ایک نیت سے پڑھے گا تو بعض ائمہ کے نزدیک دو ہی رکعت کے قائم مقام ہونگی اگرچہ صحیح یہ ہے کہ جتنی پڑھیں شمار ہوں گی جبکہ ہر دو رکعت پر قعدہ کرتا رہا ہو۔ عالمگیری میں ہے :

ان قعد فی الثانیۃ قدر التشھد اختلفوا فیہ فعلی قول العامۃ یجوز عن تسلیمتین وھو الصحیح ھکذا فی فتاوی قاضی خان[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ — اگر دوسری رکعت میں تشہد کی مقدار نمازی بیٹھ گیا تو اس میں اختلاف ہے اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ دو سلاموں کے قائم مقام ہے اور یہی صحیح ہے، فتاوٰی قاضی خاں میں اسی طرح ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۴۸: مسئولہ علی حسین صاحب از آنولہ محلہ خیل حکیمان معرفت جناب حاجی علیم اللہ صاحب ۱۷ رمضان ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ رمضان شریف میں لڑکوں کے پیچھے دن میں دو تین بالغ حافظ وغیرہ نماز کے اندر قرآن مجید سنتے ہیں یہ امر مشروع ہے یا نہیں؟ بظاہر کتب فقہیہ سے مفہوم ہوتا ہے کہ نوافل روز میں سرّاً پڑھنا واجب ہے بموجب اس کے لڑکا ہو یا بالغ اس کی نماز کراہت تحریمی سے تو خالی نہ ہوگی یہ اور بات ہے کہ لڑکے کے ذمہ اعادہ واجب نہ ہو جیسا کہ لڑکا اگر نماز نفل کو فاسد کر دے گا تو اجماعاً اس کے ذمے قضا نہ آئے گی اور یہ اقتدا لڑکے کے پیچھے مختار مذہب کے موافق تو صحیح ہی نہیں ہے اس کے متعلق جواب باصواب بحوالہ عبارت کتب فقہیہ تحریر فرمائیے، اجر جزیل کے عند اللہ مستحق ہوجیے۔ بینوا توجروا

الجواب

یہ امر بالاتفاق نامشروع وممنوع ہے مذہب صحیح پر تو اس لئے کہ وہ جماعت باطل ہے لان نفل البالغ مضمون فلا یصح بناء الاقوی علی الاضعف (کیونکہ بالغ کے نوافل اس کے ذمہ لازم ہو جاتے ہیں لہذا اقوی کی بناء اضعف پر صحیح نہیں۔ ت) اور درمختار میں ہے :

---

[1] فتاوٰی سراجیہ باب التراویح مطبوعہ نولکشور لکھنؤ بھارت ص ۲۰

[2] فتاوٰی ہندیہ فصل فی التراویح مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۱۸

marfat.com

Marfat.com

صلٰوۃ العید فی القری تکرہ تحریما لانہ اشتغال بما لا یصح[1] دیہاتوں میں نمازِ عید مکروہ تحریمی ہے کیونکہ یہ ایسے عمل کا ارتکاب ہے جو صحیح نہیں۔ (ت)

اور مذہب حنیف پر اس لئے کہ دن کے نفل میں اخفا واجب ہے، حدیث میں ہے: صلٰوۃ النھار عجماء[2] (دن کی نماز سِرّی ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

یجھر الامام وجوبا فی الفجر و اولی العشائین الی قولہ ویسر فی غیرھا کمتنفل بالنھار[3] واللہ تعالٰی اعلم امام فجر اور عشائین کی پہلی دو رکعتوں میں جہر کرے (آگے چل کر لکھا) ان کے علاوہ میں امام سِرّاً پڑھے جیسا کہ دن کے نوافل کا معاملہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۴۴: از قصبہ اترولی ضلع علی گڑھ محلہ کٹرہ بر مکان شیخ عبدالحق صاحب رسالدار مسئولہ شیخ عبدالحمید صاحب زاہد نعمانی قادری ۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وصوفیائے محققین اس مسئلہ میں کہ بعد نمازِ فجر آفتاب طلوع ہونے پر جو نوافل اشراق (دو لغایت چھ رکعت) اور ایک پہر دن چڑھے پر جو نوافل نماز چاشت (دو لغایت بارہ رکعت پڑھے جاتے ہیں شرح مشکوٰۃ میں ان نوافل یعنی اشراق اور چاشت ہی کو نماز ضحٰی لکھا ہے، لیکن ایک بزرگ صوفی مشرب نماز ضحٰی کو ان نوافل یعنی اشراق اور چاشت سے علیحدہ بتاتے ہیں اور خود بھی عرصہ چالیس سال سے اشراق اور چاشت کے علاوہ نماز ضحٰی کے نوافل (دو لغایت آٹھ رکعت) علیحدہ پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرے پیر طریقت نے علیحدہ پڑھنا بتلایا ہے اور ملک سندھ میں عام آدمی نماز ضحٰی کے نوافل نماز اشراق اور چاشت کے علاوہ علیحدہ پڑھتے ہیں اور بعض علما سے تصدیق کرلینا بھی ظاہر کرتے ہیں چونکہ اس مسئلہ میں اختلاف واقع ہوگیا ہے اس لئے استفتاء ہے کہ صحیح طریقہ کیا ہے؟ اور نماز ضحٰی، اشراق اور چاشت کے نوافل کو کہتے ہیں یا علیحدہ نماز ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

نماز ضحٰی وہی نماز چاشت ہے نوافل پڑھنے کا اختیار ہے تمام اوقات غیر مکروہہ میں اگر نوافل ہی پڑھے کون منع کرتا ہے مگر شرعی معنی میں اپنی طرف سے جدت نکالنا ضرور شنیع و معیوب ہے ہر شخص

---

[1] درمختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۱۱۴

[2] الہدایہ کتاب الصلٰوۃ فصل فی القراءۃ ″ مکتبہ عربیہ کراچی ۱/۹۶

[3] درمختار باب صفۃ الصلٰوۃ فصل یجہر الامام ″ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۷۹

marfat.com

Marfat.com

جانتا ہے کہ ضحیٰ کا ترجمہ چاشت ہی ہے تو صلوٰۃ الضحیٰ نہیں مگر نمازِ چاشت۔ اور ان دو کے سوا کسی تیسری نماز کا اصلاً کسی حدیث سے ثبوت بھی نہیں ومن ادعی فعلیہ البیان (جو دعوٰی کرتا ہے وہ دلیل لائے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۵۰ تا ۱۰۵۵ از عثمان پور ضلع بارہ بنکی مسئولہ محمد حسن یار خاں صاحب ۱۹ رمضان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نماز تہجد میں خیر متین ترجمہ حصن حصین کے دیکھنے سے بروایت چار رکعت اور آٹھ رکعت اور تیرہ رکعت نماز تہجد میں ہے، ایک شخص تہجد گزار اجہل سے معلوم ہوا کہ بارہ رکعت تہجد کی اور ترکیب پڑھنے کی یہ ہے کہ اول رکعت میں ایک مرتبہ قل ہو اللہ شریف دوسری میں دو بار بارھویں میں بارہ مرتبہ یا ہر رکعت میں تین تین بار قل ہو اللہ شریف پڑھا جائے، یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ صحیح کون سا قاعدہ ہے اور تہجد میں کے رکعت پڑھنا چاہئے اور بعد الحمد کے جیسا کہ نماز میں قاعدہ ہے کہ جو سورہ چاہے ملائے، خیر متین میں قل ہو اللہ پڑھنے کا قاعدۂ مسطورہ بالا نہیں لکھا ہے اور جو بعد وتر کے دو رکعت نفل پڑھے جاتے ہیں ان کو بھی تہجد کے وقت میں پڑھنا چاہئے مثل وتر کے، یا عشاء کے وقت ادا کرنا چاہئے؟ اور نماز[۲] صلوٰۃ التسبیح میں کلمۂ تمجید سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العظیم ایک شخص کہتا ہے کہ ہر رکعت میں گیارہ گیارہ بار پڑھنا چاہئے۔ چار[۳] رکعت میں دو رکعت کی نیت کی جائے یا چار کی؟ دعائے[۴] ماثور کیا ہے معلوم نہیں اور کس موقع پر پڑھی جائے، دعائے تہجد بغرض تصحیح مرسل ہے یا مقلب القلوب قلب قلبی الیك یا مصرف القلوب صرف قلبی علی دینك وطاعتك اور[۵] خیر متین میں سنت فجر میں قل یایھا الکفرون اور قل ھو اللہ پڑھنے کو لکھا ہے اس ترکیب سے پڑھنا سنتِ فجر یا نفل میں جائز ہے یا نہیں؟ اور جیسا کہ فرض میں بقید سورہ پڑھنا ناجائز ہے اور سنن ابن ماجہ کے ترجمہ رفع الحاجہ کی دو جلدیں میرے پاس ہیں جن میں تہجد وغیرہ کا ذکر نہیں ہے جلد اول میں ہے اور ایک کتاب وظیفہ میں قلیا اور قل ہو اللہ سنت میں پڑھنے کو لکھا ہے اور دوسری میں الم نشرح اور الم ترکیف لکھا ہے جو فرض و وتر میں بغرض فلاحیت لکھا ہے اور[۶] وتر میں اخیر رکعت میں قل ہو اللہ پڑھنا ضرور ہے یا اور سورہ کو ملا کر پڑھنے سے نماز ہوجائے گی؟ بینوا توجروا

الجواب

عشا کے فرض پڑھ کر آدمی سو رہے پھر اُس وقت سے صبح صادق کے قریب جس وقت آنکھ کھلے دو[۱] رکعت نفل صبح طلوع ہونے سے پہلے پڑھ لے تہجد ہوگیا اقل درجہ تہجد کا یہ ہے اور سنت سے آٹھ رکعت مروی ہے اور مشائخ کرام سے بارہ اور حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ

marfat.com

Marfat.com

دو ہی رکعت پڑھتے اور ان میں قرآن عظیم ختم کرتے ، غرض اس میں کمی بیشی کا اختیار ہے اُتنی اختیار کرے جو ہمیشہ نبھ سکیں اگرچہ دو ہی رکعت ہو کہ حدیث صحیح میں فرمایا :

احب الاعمال الی اللہ ادومہا وان قل[1] — اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند وہ عمل ہے کہ ہمیشہ ہو اگرچہ تھوڑا ہو ۔

قرات کا بھی اختیار ہے چاہے ہر رکعت میں تین تین بار سورۂ اخلاص پڑھے کہ اس کا ثواب ایک ختم قرآن کے برابر ہے خواہ یوں کہ بارہ رکعتیں ہوں پہلی میں ایک بار ، دوسری میں دو بار ، یا پہلی میں بارہ دوسری میں گیارہ ، اخیر میں ایک کریوں ۲۶ ختم قرآن کا ثواب ہوگا ، اور پہلی صورت میں بیس کا ہوتا ۔ اور بہتر یہ ہے کہ جتنا قرآن مجید یاد ہو اس نماز میں پڑھ لیا کرے کہ اس کے یاد رہنے کا اس سے بہتر سبب نہیں ۔ تہجد پڑھنے والا جسے اپنے اُٹھنے پر اطمینان ہو اُسے افضل یہ ہے کہ وتر بعد تہجد پڑھے پھر وتر کے بعد نفل نہ پڑھے جتنے نوافل پڑھنا ہوں وتر سے پہلے پڑھ لے کہ وہ سب قیام اللیل میں داخل ہوں گے اور اگر سونے کے بعد ہیں تو تہجد میں داخل ہوں گے ۔

(۲) صلوٰۃ التسبیح میں سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ہر جگہ دس دس بار پڑھنا چاہیئے ، گیارہ بار بتانے والا غلط کہتا ہے مگر ہر قیام میں قرارت سے پہلے پندرہ[۱۵] بار ہے ۔

(۳) صلوٰۃ التسبیح میں چار رکعت کی نیت کی جائے ۔

(۴) بعد دونوں درودوں کے قبل سلام یہ دعا پڑھے :

اللھم انی اسألك توفیق اھل الھدیٰ واعمال الیقین ومناصحۃ اھل التوبۃ وعزم اھل الصبر وجد اھل الخشیۃ وطلب اھل الرغبۃ وتعبد اھل الورع وعرفان اھل العلم حتی اخافك ۔ اللھم انی اسألك مخافۃ تحجزنی عن معاصیك حتی اعمل

اے اللہ ! میں تجھ سے اہلِ ہدیٰ جیسی توفیق ، اہلِ یقین جیسے اعمال ، اہلِ توبہ جیسی نصیحت ، اہلِ صبر کا عزم ، اہلِ خشیت کی محنت ، اہلِ رغبت کی طلب ، اہلِ ورع کی عبادت ، اہلِ علم کا عرفان مانگتا ہوں کہ مجھے تیرا خوف نصیب ہو ۔ اے اللہ ! میں تجھ سے اس بات کا سوال کرتا ہوں کہ مجھے ایسا خوف عطا فرما جو تیری نافرمانی سے روک لے

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح باب القصد فی العمل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ص ۱۱۰

marfat.com

Marfat.com

بطاعتك عملا استحق به رضاك وحتى اناصحك بالتوبة خوفا منك وحتى اخلص لك النصيحة حيالك وحتى اتوكل عليك فی الامور حسن ظن بك سبحٰن خالق النور[1]

حتی کہ میں ایسے عمل کروں جو مجھے تیری رضا کا مستحق بنادے اور حتی کہ میں تیرے خوف کی بنا پر خالصۃً توبہ کروں اور تیرے ساتھ محبت کی بنا پر مخلصانہ تیرے حقوق ادا کروں، حتی کہ تمام امور میں تجھ پر بھروسا کروں تیرے ساتھ مجھے حسنِ ظن نصیب ہو، اے خالقِ نور! تیری ذات تمام عیوب اور نقائص سے پاک ہے۔ (ت)

(۵) سنتِ فجر میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی و ماثور سنت وہی ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ کٰفرون اور دوسری میں اخلاص اور الم نشرح اور الم ترکیف پڑھنا مشائخ سے بطور عمل مروی ہے جس کا فائدہ دفع اعدا ہے اور یہ کہ نوافل میں اختیار ہے جس طرح جو چاہے پڑھے۔

(۶) وتر میں اخیر رکعت میں قل ھو اللہ احد شریف پڑھنا ماثور ہے مگر ضرور نہیں جو چاہے پڑھے، بہتر یہ ہے کہ پہلی میں سبح اسم ربك الاعلٰی یا انا انزلناہ اور دوسری میں کٰفرون تیسری میں اخلاص۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۵۶: امام نے ظہر کے وقت چار رکعت نماز سنت ادا کرنے کے بعد کلامِ دنیا کیا بعد اس کے نماز پڑھائی تو اس فرض نماز میں کچھ نقصان آوے گا یا نہیں؟ اور نماز سنّت کا ثواب کم ہو جائے گا یا باطل ہو جائے گی؟

الجواب

فرض میں نقصان کی کوئی وجہ نہیں کہ سنتیں باطل نہ ہوں گی، ہاں اس کا ثواب کم ہو جاتا ہے۔ تنویر الابصار میں ہے:

ولو تکلم بین السنۃ والفرض لا یسقطھا ولکن ینقص ثوابھا[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم

اگر کوئی سنن وفرائض کے درمیان کلام کرتا ہے تو اس سے سنن ساقط نہیں ہو جاتی مگر ان کے ثواب میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۵۷: از ریاست جاورہ مکان عبدالمجید خاں صاحب سررشتہ دار ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سنتیں پڑھنے کے بعد اگر گفتگو کی جائے تو پھر اعادہ سنتوں کا کرے یا نہیں؟

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۸

[2] درمختار مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۹۵

marfat.com

Marfat.com

الجواب

اعادہ بہتر ہے کہ قبلی سنتوں کے بعد کلام وغیرہ افعال منافی تحریمہ کرنے سے سنتوں کا ثواب کم ہو جاتا ہے اور بعض کے نزدیک سنتیں ہی جاتی رہتی ہیں تو تکمیلِ ثواب وخروج عن الاختلاف کے لئے اعادہ بہتر ہے جبکہ اُس کے سبب شرکتِ جماعت میں خلل نہ پڑے مگر فجر کی سنتیں کہ اُن کا اعادہ جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۵۹ ازپیلی بھیت محلہ پنجابیان متصل مسجد مرسلہ شیخ عبدالحکیم صاحب غرہ رجب ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ان مسائل میں:

(۱) ایک مسجد کہ اُس میں فجر کی نماز کے وقت بعد شروع ہو جانے جماعت کے اکثر نمازی آتے جاتے ہیں اور بعد حصول طہارت سنتیں فجر ادا کرکے شریکِ جماعت ہو جاتے ہیں مگر سنتیں فجر کی خلاف قاعدۂ شرعیہ ادا ہوتی ہیں صورت یہ ہے کہ ایامِ گرما میں اندرونی درجۂ مسجد میں تو بسبب گرمی کے جماعت نہیں ہوتی اکثر اوقات دوسرے سائبان مسجد میں ہوا کرتی ہے بسا اوقات اندرونی درجہ میں سنتیں ادا کرنے کے واسطے جانے کی گنجائش نہیں رہتی یا بسبب شدت گرمی کے نمازی اندر جانا بھی گوارا نہیں کرتا ایسی شکل میں بعض واقفین تو صحنِ مسجد میں ستونوں کی آڑ میں سنتیں پڑھ لیتے ہیں وُہ بھی چار پانچ شخص بقدر تعداد ستونوں کے پڑھ سکتے ہیں مگر نمازی بعد کو آنے والے زیادہ ہوتے ہیں سب لوگ آڑ ستونوں کی نہیں پاتے اور بعض لوگ بوجہ عدم واقفیت یا کم توجہی کے اس کی ضرورت بھی نہیں سمجھتے اور بعض اوقات شدتِ گرمی سے صحنِ مسجد میں نماز ہوتی ہے تو ستون بھی سنتوں کی آڑ کو نہیں ملتے اکثر بدون حائل کسی شَے کے سنتیں پڑھی جاتی ہیں مگر از رُوئے اُس مسئلہ فقہیہ کے کہ جماعت شروع ہو جانے کے بعد سنتیں فجر کی خارج از مسجد ادا کی جائیں ہم کو عمدہ موقع حاصل ہے کہ مسجد سے ملحق چہار طرف مسجد کے چار کمرے مدرسہ کے ہیں اس طرح سے کہ فرش سے فرش ملا ہے حدِ فاصل مابین مسجد اور مدرسہ کے صحنوں کی فصیلیں ہیں جو ایک ہاتھ تخمیناً چوڑی اور ایک بالشت اونچی ہیں اور یہ جملہ مکانات مسجد اور مدرسہ ایک احاطہ کے اندر ہیں اگر ہم ایک صف خواہ چٹائی صحنِ مدرسہ میں یا کسی کمرۂ مدرسہ میں ملحق صحنِ مسجد کے واسطے ادائے سنتوں فجر کے بچھا دیں اور وہ لوگ جو پیچھے آتے ہیں طہارت حاصل کرکے اُس چٹائی پر جو مدرسہ میں خارج از مسجد بچھی ہے سنتیں فجر ادا کرکے شریکِ جماعت ہوتے جائیں تو سنتیں بھی حسبِ قاعدۂ شرعیہ ادا ہوں اور نمازیوں کی بھی سہولت کا باعث ہو مگر زید اس کو دو بنا پر ناجائز کہتا ہے، ایک یہ کہ نمازی جب مسجد کی فصیلوں پر جو وضو کرنے کا موقع ہے بیٹھ کر وضو کرے گا تو لابد مسجد کے صحن ہی سے گزر کر مدرسہ کے صحن میں جو چٹائی بچھی ہے سنتیں ادا کرنے کے واسطے جائے گا تو یہ صورت خلاف شرعیہ ہے اس وجہ سے کہ بعد اذان مسجد سے خارج ہونا جائز نہیں اس گناہ کا مرتکب ہوگا سائل کہتا ہے کہ اگر ایسا ہی خارج ہونا ہے تو اس بنا پر اور بھی مسائل متفرع ہوتے،

marfat.com

Marfat.com

ہیں وُہ یہ ہیں کہ پانی لینے کا کُنواں اور سقاوے اور پاکی حاصل کرنے کا غسل خانہ یہ سب کہ احاطۂ مسجد کے اندر ہیں مگر مسجد کے حدود فصیلوں سے باہر ہیں نمازی حسبِ عادت مروّجہ زمانہ کے اکثر اوّل مسجد میں آتا ہے اپنا کپڑا وغیرہ مسجد میں رکھ کر بعدکو پانی لے کر طہارت وضو وغیرہ کرتا ہے بلکہ یہ عادات زمانہ کی عام مقامات کی مساجد کے موافق ہیں تو کیا یہ سب بعد اذان مسجد سے خارج ہونے کے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں یا احاطۂ مسجد کے بیرونی دروازہ سے نکلنے والا اور وہ بھی جو مسجد میں واپس آنے کا قصد نہ رکھتا ہو۔

(۲) دوسری وجہ ممانعت زید کی یہ ہے کہ صحنِ مدرسہ کا بھی فرش پختہ ہے اور چھوٹے لڑکے بعض برہنہ پا پیشاب کو یا پاخانہ میں اور غسل خانہ میں جاتے ہیں اور اُسی فرش صحنِ مدرسہ پر ہو کر گزرتے ہیں اور فجر کو اکثر شبنم کی کچھ نمی فرش پر ہوتی ہے اور گاہے شب کی بارش کی بھی نمی فرش پر ہوتی ہے پس ایسے مشکوک فرش پر چٹائی کا بچھانا چٹائی کا نجس کرنا اور نیز نمازیوں کی نماز خراب کرنا ہے حالانکہ افضل عبادات کی نماز ہے، سائل کہتا ہے پس ایسے شکوک کی وجہ سے صحنِ مدرسہ میں جو چٹائی بچھائی گئی ہے اس پر سنتیں ادا کرنا یا اُس پر سے وضو کرکے جس حالت میں کہ نمازی کے پَیر وضو کے پانی سے ہنوز خشک نہیں ہوئے ہیں گزر کر کمرۂ مدرسہ میں سنتیں ادا کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟ اور وہ چٹائی نجس ہوگی یا پاک قابل ادائے نماز رہے گی اور پیر اُس نمازی کے جو وضو کرکے اُس مشکوک فرش سے گزرا ہے پاک رہیں گے یا ناپاک ہوجائیں گے؟ اور ایسی چٹائی کا بچھانے والا واسطے اہتمام ادائے سنتوں فجر کے طریقۂ نیک کا جاری کرنے والا ہوگا اور ثواب پائے گا؟ اُن وجوہاتِ مرقومۂ صدر جو باعث ممانعت زید کے ہیں اُن کی وجہ سے بعد اذان مسجد سے نمازیوں کے خارج کرنے کا اور مشکوک فرش پر سنتیں ادا کرنیوالے نمازیوں کی نماز خراب کرانے کا باعث ہو کر عذاب پائے گا یا اس قسم کے شکوک پیدا کرکے تمام نمازیوں کو تنگی میں ڈالنے والا ہوگا؟ بیان فرمائیے ثواب پائیے۔

الجواب

زید کے دونوں اعتراض باطل و بے معنی ہیں۔ مسجد سے بے نماز پڑھے باہر جانا دو شرط سے ممنوع ہے ایک[1] یہ کہ وُہ خروج بے حاجت ہو ورنہ بلاشبہہ جائز ہے مثلاً جس شخص کی ذات سے دوسری مسجد کی جماعت کا انتظام وابستہ ہے وُہ بعد اذان بلکہ خاص اقامت ہوتے وقت باہر جاسکتا ہے یونہی جسے دوسری مسجد میں بعد نماز دینی سبق پڑھنا یا سُنّی عالم کا وعظ سُننا ہو اسی طرح پیشاب یا استنجے یا وضو کی حاجتیں۔ دوسرے[2] یہ کہ شروع جماعت تک واپسی کا ارادہ نہ ہو ورنہ مضائقہ نہیں اگرچہ بے ضرورت ہی سہی۔

فی الدرالمختار، کرہ تحریما للنھی خروج من لم یصل من مسجد اذن

درمختار میں ہے کہ نکلنا اس شخص کا جس نے نماز نہ پڑھی ہو اس مسجد سے جس میں اذان ہوچکی ہو

marfat.com

Marfat.com

ينبني على الغالب والمراد دخول الوقت
أذن فيه اولا الا لمن ينتظم به امر جماعة
اخرى اوكان الخروج لمسجد حيه ولم
يصلوا فيه اولاستاذ لدرسه او لسماع الوعظ
اولحاجة ومن عزمه ان يعود نهر اه
وفي رد المحتار قوله للنهي هو ما في ابن
ماجة من ادرك الاذان في المسجد ثم
خرج لم يخرج لحاجة وهو لايريد الرجوع
فهو منافق اه وفيه عن البحر ولوكانت
الجماعة يؤخرون لدخول الوقت المستحب
كالصبح مثلا فخرج ثم رجع وصلى معهم
ينبغي ان لايكره اه قال وجزم بذلك
كله في النهر لدلالة كلامهم عليه قوله الا لمن
ينتظم به له الخروج ولو عند الشروع
في الاقامة وبه صرح في متن الدرر و
القهستاني وشرح الوقاية[2] اه مختصرا

مکروہِ تحریمی ہے یہ غالب پر حکم ہے اور مراد دخولِ وقت
ہے خواہ اذان ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو البتہ اس شخص
کو جانے کی اجازت ہے جس نے کسی دوسری جماعت
کا انتظام کرنا ہے یا اپنے محلہ کی مسجد کی طرف جاتا ہے
درانحالیکہ وہاں لوگوں نے نماز ادا نہیں کی یا استاد
سے سبق لینا ہے یا وعظ سننا ہے یا کوئی حاجت
ہے اور وہ شخص دوبارہ آجانے کا ارادہ رکھتا ہو
نہر اھ ردالمحتار میں قولہ للنھی (یعنی اس پر نہی
وارد ہے) سے مراد ابن ماجہ کی وہ روایت ہے
جس میں ہے کہ مسجد میں اذان کو پایا پھر بغیر کسی
حاجت وضرورت کے چلا گیا اور واپسی کا ارادہ
بھی نہیں رکھتا تو وہ منافق ہے اور اسی میں بحر
سے ہے کہ اگر جماعت لوگوں نے اس لئے مؤخر
کی کہ وقتِ مستحب آجائے مثلاً صبح کی نماز، تو کوئی
شخص چلا گیا پھر لوٹ آیا اور ان کے ساتھ نماز ادا کی تو
اسے مکروہ نہ قرار دینا ہی مناسب ہے اور نہر میں اس پر
کلام علماء کی وجہ سے جزم کا اظہار کیا ہے، ماتن کا قول الا لمن ینتظم (مگر جس نے نماز کا انتظام کرنا ہے)
وہ نکل سکتا ہے خواہ اقامت شروع ہو چکی ہو، اور اسی پر متن درر، قہستانی اور شرح وقایہ میں جزم
کیا گیا ہے اھ اختصاراً (ت)

یہاں دونوں شرطوں سے ایک بھی متحقق نہیں سنتیں بحالِ قیامِ جماعت بیرونِ مسجد پڑھنے کا حاجت شرعی
ہونا بھی ظاہر اور قصدِ رجوع بھی بدیہی تو عدمِ جواز و حصولِ گناہ کا حکم صریح باطل قطعی،

في الدر المختار اذا خاف فوت الوقت
لاشتغاله بسنتها ترکها

درمختار میں ہے جب نمازی کو سنن میں مشغولیت
سے وقت کے فوت ہونے کا خوف ہو تو انھیں

---

[1] درمختار باب ادراک الفریضۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۹۹
[2] ردالمحتار " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۵۴

marfat.com
Marfat.com

والا لابل یصلیھا عند باب المسجد[1] وفی ردالمحتار ای خارج المسجد کما صرح بہ القھستانی وقال فی العنایۃ لانہ لوصلاھا فی المسجد کان متنفلا فیہ عند اشتغال الامام بالفریضۃ وھو مکروہ ومثلہ فی النھایۃ والمعراج[2] اھ مختصرین۔

ترک کرے ورنہ ترک نہ کرے بلکہ انھیں مسجد کے دروازے کے پاس ادا کرے۔ ردالمحتار میں ہے یعنی مسجد سے باہر ادا کرے، جیسا کہ اس پر قہستانی نے تصریح کی ہے۔ عنایہ میں ہے اگر اس نے سنن مسجد میں ادا کیں تو یہ امام کے فریضہ میں مشغول ہونے کے وقت نوافل پڑھنے والا قرار پائے گا جو کہ مکروہ ہے۔ اسی کی مثل نہایہ اور معراج میں ہے اھ دونوں کتابوں کی عبارت اختصاراً منقول ہے (ت)

بعینہ یہ صورت سیدنا عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ثابت ہے ایک روز وہ ایسے وقت تشریف لائے کہ جماعتِ فجر قائم ہو چکی تھی انھوں نے ابھی سنتیں نہ پڑھی تھیں ان کی بہن ام المومنین حفصہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا حجرۂ مطہرہ مسجد سے ملا ہوا تھا جس کا دروازہ عین مسجد میں تھا وہاں چلے گئے اور سنتیں حجرہ میں پڑھ کر پھر مسجد میں آکر شامل جماعت ہوئے۔ امام اجل ابو جعفر طحاوی شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں:

حدثنا علی بن شیبۃ ثنا الحسن بن موسی ثنا شیبان بن عبدالرحمن عن یحیی بن ابی کثیر عن زید بن اسلم عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما انہ جاء والامام یصلی الصبح ولم یکن صلی الرکعتین قبل صلوۃ الصبح فصلاھما فی حجرۃ حفصۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا ثم انہ صلی مع الامام ففی ھذا الحدیث عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما انہ صلاھما فی المسجد لان حجرۃ حفصۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا من المسجد[3]

زید بن اسلم سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما آئے تو امام صبح کی نماز پڑھا رہا تھا آپ نے فجر کی دو سنتیں ابھی ادا نہیں کی تھیں تو آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے حجرہ مبارکہ میں انھیں ادا کیا پھر امام کے ساتھ شریک ہوئے۔ اس حدیث نے واضح کر دیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فجر کی سنتیں مسجد میں ادا کیں کیونکہ حجرہ حفصہ رضی اللہ تعالٰی عنہا مسجد کا حصہ تھا۔ (ت)

---

[1] درمختار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۹۹ - ۱۰۰
[2] ردالمحتار باب ادراک الفریضہ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۵۶
[3] شرح معانی الآثار باب الرجل یدخل المسجد والامام فی صلوۃ الفجر مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۵۸

marfat.com

Marfat.com

بلکہ جب وہ مدارس متعلق مسجد حدود مسجد کے اندر ہیں اُن میں اور مسجد میں راستہ فاصل نہیں صرف ایک فصیل سے صحنوں کا امتیاز کر دیا ہے تو ان میں جانا مسجد سے باہر جانا ہی نہیں یہاں تک کہ ایسی جگہ معتکف کو جانا جائز کہ وہ گویا مسجد ہی کا ایک قطعہ ہے۔

وھذا ما قال الامام الطحاوی ان حجرۃ ام المؤمنین من المسجد[1] فی رد المحتار عن البدائع لو صعد ای المعتکف المنارۃ لم یفسد بلاخلاف لانھا منہ لانہ یمنع فیھا من کل ما یمنع فیہ من البول و نحوہ فاشبہ زاویۃ من زوایا المسجد[2]۔

یہی بات امام طحاوی نے فرمائی کہ ام المومنین کا حجرہ مسجد کا حصہ ہے۔ ردالمحتار میں بدائع سے ہے اگر معتکف منارہ پر چڑھا تو بالاتفاق اس کا اعتکاف فاسد نہ ہوگا کیونکہ منارہ مسجد کا حصہ ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اس میں ہر وہ عمل مثلاً بول وغیرہ منع ہے جو مسجد میں منع ہے تو یہ مسجد کے دیگر گوشوں کی طرح ایک گوشہ ٹھہرا۔ (ت)

چٹائی کو اُن خیالات بعیدہ کی بنا پر نجس بتانا محض پیروی اوہام ہے شرع مطہر نے دربارہ طہارت ظاہر ایسے لیت ولعل کو اصلاً گنجائش نہ دی

کما فصلہ فی الطریقۃ المحمدیۃ والحدیقۃ الندیۃ وبینہ العبد الضعیف غفر اللہ تعالٰی لہ فی الاحلی من السکر لطلبۃ سکر روسر۔

جیسا کہ اس کی تفصیل طریقہ محمدیہ اور حدیقہ ندیہ میں ہے اور اسے عبد ضعیف غفراللہ تعالٰی نے "الاحلی من السکر لطلبۃ سکر روسر" میں بیان کیا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں تاتارخانیہ سے ہے:

من شك فی انائہ او ثوبہ او بدنہ اصابتہ نجاسۃ اولا فھو طاھر مالم یستیقن وکذا الاٰبار والحیاض والحباب الموضوعۃ فی الطرقات ویستقی منھا الصغار والکبار والمسلمون والکفار[3]۔

اگر کپڑے یا بدن یا برتن کو نجاست لگنے میں شک ہے تو وہ پاک ہوگا جبکہ نجاست کا یقین نہ ہو، یہی حکم ان کنوؤں، حوضوں اور تالابوں کا ہے جو راستوں میں بنائے گئے ہیں ان سے چھوٹے بڑے، مسلمان اور کفار سبھی پانی حاصل کرتے ہیں (ت)

---

[1] شرح معانی الآثار باب الرجل یدخل المسجد والامام فی الصلٰوۃ الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۵۸

[2] ردالمحتار باب الاعتکاف " " " " " " ۲/۴۴۶

[3] ردالمحتار کتاب الطہارۃ " مصطفی البابی مصر ۱/۱۱۱

marfat.com

Marfat.com

طریقہ وحدیقہ میں ہے:

سئل الامام الخجندی عن رکیۃ وجد فیھا نعل تلبس ویمشی بھا صاحبھا فی الطرقات لایدری متی وقع فیھا ولیس علیہ اثرالنجاسۃ ھل یحکم بنجاسۃ الماء قال لا۔[1]

امام خجندی سے ایک ایسے کنویں کے بارے میں پُوچھا گیا جس میں ایسا جُوتا گرگیا جسے پہنا گیا تھا اور مختلف راستوں پر چلا گیا۔ یہ علم نہ ہوسکا کہ کب گرا ہے اور اس پر اثرِ نجاست نہ تھا تو کیا کنواں ناپاک ہوگا یا نہ؟ فرمایا، ناپاک نہیں ہوگا۔ (ت)

انھیں میں ہے:

کذلک حکم الماء الذی ادخل الصبی یدہ فیہ لان الصبیان لایتوقون النجاسۃ لکن لایحکم بھا بالشک والظن[2] اھ ملخصین۔

یہی حکم ہے اس پانی کا جس میں بچے نے ہاتھ داخل کردیا ہو کیونکہ بچے نجاست سے بچتے نہیں لیکن شک وظن کی بنا پر نجاست کا حکم جاری نہیں ہوگا اھ ملخصین (ت)

نیت مذکور سے چٹائی بچھانے والوں کے لئے امیدِ ثواب ہے واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۱۰۶۰ از کھنڈوہ ضلع برہان پور مسجد دارالشفاء مرسلہ محمد مسلم صاحب ۱۸ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک پیرزادہ سید صاحب نے نماز تراویح میں بہ یک سلام دس رکعت سفر کی حالت میں امامت سے پڑھادئے جماعت معترض ہُوئی کہ نماز ناجائز ہوئی۔ سید صاحب نے کہا کہ منیۃ المصلی میں صاف طور سے بلاکراہت بیک سلام جائز ہے وُہ عبارت یہ ہے:

ولوصلی التراویح کلھا بتسلیمۃ واحدۃ وقد قعد علی راس کل رکعتین جاز ولایکرہ لانہ اکمل، ذکرہ فی المحیط۔

اگر تمام تراویح ایک سلام کے ساتھ ادا کیں اور ہر دو رکعت کے بعد نمازی نے قعدہ کیا تو جائز ہے مکروہ نہیں کیونکہ یہ اکمل ہے۔ محیط میں اس کو ذکر کیا گیا ہے۔ (ت)

اس پر سید صاحب کو بُرا کہنا اور نماز کو ناجائز وحرام کہنا ان کے حق میں کیسا ہے؟

الجواب

نماز کو ناجائز وحرام کہنا باطل ہے اور سید کی توہین وبے ادبی سخت گناہ ہے اور صحیح اس مسئلہ میں

---

[1] الحدیقۃ الندیہ الصنف الثانی مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۶۷۴

[2] ؍؍ ؍؍ النوع الرابع ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/۶۱۱

marfat.com

Marfat.com

یہ ہے [illegible] دسوں رکعتیں تراویح میں شمار ہوں گی مگر خلاف و مکروہ ضرور ہوئیں منیہ کا قول لایکرہ (مکروہ نہیں۔ت) خلاف صحیح ہے۔ غنیہ شرح منیہ میں ہے: قول المصنف ولایکرہ لانہ اکمل مخالف لما ذکر فی الخلاصۃ وغیرھا انہ یکرہ[1] (مصنف کا قول کہ مکروہ نہیں ہے کیونکہ یہ اکمل ہے خلاصہ وغیرہ کے مخالف ہے کیونکہ وہاں لکھا ہے مکروہ ہے۔ت) حلیہ شرح منیہ میں ہے:

وھو مشکل بانہ خلاف المنقول واذا قالوا بکراھۃ الزیادۃ علی ثمان فی مطلق التطوع لیلا فلان یکونوا قائلین بکراھتھا فیما کان منہ مسنونا اولی فلاجرم ان فی النصاب و خزانۃ الفتاوٰی والصحیح انہ لو تعمد ذلک یکرہ[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

یہ مشکل ہے کیونکہ یہ منقول کے خلاف ہے اور جب انھوں نے رات کے نوافل مطلقہ کو آٹھ سے زائد پر کراہت کا حکم نافذ کیا ہے تو انھیں تراویح جو کہ مسنون ہیں میں کراہت کا حکم بطریق اولٰی جاری کرنا چاہئے۔ لاجرم نصاب اور خزانۃ الفتاوٰی میں ہے کہ اگر کسی نے عمداً ایسا کیا تو مکروہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۶۱: از پیلی بھیت مدرسہ پنجابیاں مرسلہ حافظ محمد احسان صاحب ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ نابالغ کے پیچھے نمازِ تراویح جائز یا ناجائز اور جس حافظ کا سن چودہ سال کا ہو وہ بلوغ میں داخل ہے یا خارج؟ اور شرعاً حد بلوغ کی ابتداء از روئے سن کے سال سے معتبر ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب

مسئلہ میں اختلافِ مشائخ اگرچہ بکثرت ہے مگر اصح وارجح واقوی یہی کہ بالغوں کی کوئی نماز اگرچہ نفل مطلق ہو نابالغ کے پیچھے صحیح نہیں۔ ہدایہ میں ہے:

المختار انہ لا یجوز فی الصلوات کلھا[3]

مختار یہی ہے کہ تمام نمازوں میں جائز نہیں۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی النوافل مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۰۵

[2] التعلیق المجلی لما فی منیۃ المصلی مع منیۃ المصلی فصل فی السنن مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۳۹۹

[3] الہدایہ باب الامامت ،، مکتبہ عربیہ کراچی ۱/۱۰۳

marfat.com

Marfat.com

وھو قول العامۃ کما فی المحیط وھو ظاھر الروایۃ[1]

اکثر علماء کا یہی قول ہے اور یہی ظاہر روایت ہے۔ (ت)

اور اقل مدت بلوغ پسر کے لئے بارہ[2] سال اور زیادہ سے زیادہ سب کے لئے پندرہ[15] برس ہے اگر اس بیچ سال میں اثر بلوغ یعنی انزال منی خواب خواہ بیداری میں واقع ہو فبہا ورنہ بعد تمامی پندرہ[15] سال کے شرعاً بالغ ٹھہرجائیگا اگرچہ اثر اصلاً ظاہر نہ ہو،

فی التنویر بلوغ الغلام بالانزال فان لم یوجد فیھما شیئ منھما فحتی یتم خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی وادنی مدتہ لہ اثنتا عشرۃ سنۃ ھو المختار اھ ملخصاً[2]

تنویر میں ہے لڑکا احتلام سے بالغ ہوجاتا ہے اگر احتلام نہ ہو تو پندرہ[15] سال کی عمر میں بالغ ہوگا، اسی پر فتوٰی ہے، کم از کم مدت بارہ[12] سال ہے، یہی مختار ہے اھ ملخصاً (ت)

پسر چاردہ سالہ کا بالغ ہونا اگر معلوم ہو (اگرچہ یُونہی کہ وہ خود اپنی زبان سے اپنا بالغ ہوجانا اور انزال منی واقع ہونا بیان کرتا ہو اور اُس کی ظاہر صورت وحالت اس بیان کی تکذیب نہ کرتی ہو) تو وہ بالغ مانا جائے گا ورنہ نہیں۔

فی الدرالمختار فان راھقا بان بلغا ھذا السن فقالا بلغنا صدقا ان لم یکذبھما الظاھر کذا قیدہ فی العمادیۃ وغیرھا فبعد سنتی عشرۃ سنۃ یشترط شرطاً اٰخر لصحۃ اقرارہ بالبلوغ وھو ان یکون بحال یحتلم مثلہ والا لایقبل قولہ شرح وھبانیۃ وھما حینئذ کبالغ حکما فلا یقبل جحودہ البلوغ بعد اقرارہ مع احتمال حالہ الخ[3]۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے اگر وہ اس عمر کو پہنچے کہ قریب البلوغ ہیں اور دعوٰی کرتے ہیں کہ ہم بالغ ہیں تو ظاہراً کوئی بات ان کی تکذیب نہ کرتی ہو تو ان کی تصدیق کی جائے گی، اسی طرح عمادیہ وغیرہ میں اسے مقید کیا گیا ہے اور بارہ سال کے بعد صحت اقرار بلوغ کے لئے ایک اور شرط لگائی گئی ہے کہ اسی طرح کے لڑکوں کو احتلام ہوتا ہو ورنہ ان کا دعوٰی قبول نہ ہوگا شرح وہبانیہ، اور اب وہ دونوں بالغ کے حکم میں ہوں گے احتمال کی وجہ سے اقرار کے بعد ان کا انکار بلوغ قابل قبول نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] بحرالرائق	باب الامامت	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/۳۵۹
[2] درمختار	فصل بلوغ الغلام	" مطبع مجتبائی دہلی	۲/۱۹۹
[3] ایضاً			

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ از اوجین مرسلہ یعقوب علی خاں ۱۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۱ھ

چہ می فرمایند علمائے کرام دریں مسئلہ کہ غیر مقلدین نمازِ تراویح را بدعتِ عمری قرار دادہ از بست تخفیف نمودہ یازدہ رکعت میخوانند جائز است یا نہ؟ بینوا توجروا۔

علماءِ کرام اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ غیر مقلدین نے بیس تراویح کو بدعتِ عمر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) قرار دیتے ہوئے ان میں تخفیف کرکے گیارہ کر لی ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

تراویح سنّتِ مؤکدہ است ونزد محققین بترک سنّت مؤکدہ نیز آثم شود خاصہ چوں ترک را عادت گیرد و عددش نزد جمہور علمائے اُمت بست رکعت ست و در روایتے از امام مالک سی وشش رکعت فی الدرالمختار التراویح سنۃ مؤکدۃ لمواظبۃ الخلفاء الراشدین وھی عشرون رکعۃ[1] بازسنّت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ عین سنّت حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ست سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مارا حکم باقتدائے ابوبکر وعمر فرمود رضی اللہ تعالٰی عنہما تاکید تام باتباع سنت خلفائے راشدین نمود رضی اللہ تعالٰی عنہم احمد و ابوداؤد و الترمذی وابن ماجۃ عن العرباض بن ساریۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین عضوا علیھا بالنواجذ[2] الترمذی

تراویح سنّتِ مؤکدہ ہے، محققین کے نزدیک سنّتِ مؤکدہ کا تارک گنہ گار ہے خصوصاً جب ترک کی عادت بنالے، تراویح کی تعداد جمہور امت کے ہاں بیس۲۰ ہی ہے۔ ایک روایت کے مطابق امام مالک کے ہاں ان کی تعداد چھتیس۳۶ ہے۔ درمختار میں ہے تراویح سنّتِ مؤکدہ ہیں کیونکہ خلفاءِ راشدین نے اس پر دوام فرمایا اور وہ بیس رکعات ہیں، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سنت رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ہی سنت ہے کیونکہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی اقتدا کا حکم دیا ہے اور خلفاءِ راشدین کی اتباع سنت میں تاکید کامل فرمائی ہے۔ امام احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تم پر میری اور خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے اسے دانتوں سے اچھی طرح مضبوطی کے ساتھ تھام لو۔ ترمذی نے

---

[1] درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مجتبائی دہلی بھارت ۱/۹۸

[2] سنن ابوداؤد آخر باب فی لزوم السنۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۷۹

marfat.com

Marfat.com

وحسنه عن عبد اللہ بن مسعود و احمد والترمذی و ابن ماجۃ و الرویانی عن حذیفۃ بن الیمان و ابن عدی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہم قالوا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اقتدوا باللذین من بعدی من اصحابی ابی بکر و عمر[1] و آنکہ ایں بے باکاں سنت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ را بکاسلیسی روافض بدعت عمری نامند و متہوران ایشاں خذلہم اللہ تعالٰی تصریح بضلالت حضرت والایش کنند جوابش محول بروز جزا ست وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[2]۔ نسأل اللہ العفو والعافیۃ ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کیا اور اسے حسن کہا۔ احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور رویانی نے حضرت حذیفہ بن یمان اور ابن عدی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : لوگو ! تم میرے بعد میرے صحابہ ابو بکر و عمر کی اقتداء کرنا۔ یہ بیباک لوگ جو اہل تشیع کی نقل کرتے ہوئے حضرت عمر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کی سنت کو بدعت عمری کہتے ہیں اور ان میں سے کچھ دریدہ دہنی کرنے والے حضرت کے عمل کو گمراہی کہتے ہیں اس کا حساب و کتاب بروز جزا انھیں دینا ہوگا عنقریب ظالم جان لیں گے کہ وہ کس طرف پلٹا کھائیں گے۔ اللہ تعالٰی سے عفو و عافیت کا سوال ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۶۳: از بلگرام شریف محلہ میدان پورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم صاحب ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تراویح میں پورا کلام اللہ تعالٰی سننا پڑھنا سنتِ مؤکدہ ہے یا سنت یا مستحب وغیرہ ؟ اور بعد سننے ایک پورے کلام اللہ شریف کے جو لوگ سورۂ فیل سے آخر تک دوبارہ پڑھتے ہیں ان کا کیا حکم ہے یعنی ہر رات رمضان شریف میں تراویح بست رکعتیں پڑھنا سنت مؤکدہ یا سنت یا مستحب وغیرہ ہے یا کیا ارشاد ہے ؟ ایک رات اسی ماہِ صیام میں طبیعت میری نادرست تھی تراویح ایک شب کی مجھ سے نہ ہوئیں اب ان کی قضا کروں یا نہیں اور کروں تو کس وقت ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

تراویح میں پورا کلام اللہ شریف پڑھنا اور سننا سنتِ مؤکدہ ہے اور صحیح یہ ہے کہ بعد ختم کلام مبارک بھی تمام

---

[1] جامع الترمذی مناقب ابی بکر صدیق مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰۷

[2] القرآن ۲۶/ ۲۲۷

marfat.com

Marfat.com

یعنی ماہِ مبارک میں بیس رکعت تراویح پڑھنا سنتِ مؤکدہ ہے، تراویح اگر ناغہ ہوگئیں تو اُن کی قضاء نہیں کل ذٰلک منصوص بہ فی الکتب الفقھیۃ (ان تمام پر کتبِ فقہ میں تصریح ہے ۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۶۴ از بگرام شریف محلہ میدان پورہ مرسلہ حضرت صاحبزادہ سید ابراہیم میاں صاحب قادری دامت برکاتہم ۲۳ رمضان شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں تراویح میں بعد سورہ فاتحہ سورہ اخلاص پڑھنا جائز ہے یا مکروہ باوجودیکہ امام اور شوریٰ بھی جانتا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

جائز ہے بلاکراہت اگرچہ سورۂ فیل سے آخر تک تکرار کا طریقہ بہتر ہے کہ اس میں رکعات کی گنتی یاد رکھنی نہیں پڑتی۔ ردالمحتار میں ہے:

فی التجنیس، واختار بعضھم سورۃ الاخلاص فی کل رکعۃ وبعضھم سورۃ الفیل ای البداءۃ منھا ثم یعیدھا وھذا احسن لئلا یشتغل قلبہ بعدد الرکعات[1]

تجنیس میں ہے بعض نے ہر رکعت میں سورۃ اخلاص کو مختار کہا بعض نے سورۃ فیل یعنی اس سے ابتدا ہو اور پھر تکرار کیا جائے اور سب سے بہتر ہے تاکہ دل تعدادِ رکعات کی طرف متوجہ نہ ہو۔ (ت)

درمختار میں ہے:

لاباس ان یقرء سورۃ ویعیدھا فی الثانیۃ (الٰی قولہ) ولایکرہ فی النفل شیئ من ذٰلک[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایک سورت پڑھی جائے اور دوسری رکعت میں اسے دوبارہ لوٹایا جائے (یہاں تک) کہ نفل میں ان میں سے کوئی شئے بھی مکروہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۶۵ از شہر کہنہ بریلی مرسلہ مولوی شجاعت علی صاحب ۲۵ رمضان مبارک ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تراویح میں ختم قرآن شریف کے لئے ایک بار جہر سے بسملہ پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ فقط بینوا توجروا

الجواب

ہاں ـــ فی المسلم وشرح الفواتح البسملۃ مسلم اور شرح الفواتح میں ہے کہ بسملہ قرآن کی

---

[1] ردالمحتار	مبحث التراویح	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۲/ ۴۷
[2] درمختار	آخر فصل یجہر الامام	ر مطبع مجتبائی دہلی بھارت	۱/ ۸۱

marfat.com

Marfat.com

من القراٰن اٰیۃ فتقرأ فی الختم مرۃ علی ھذا ینبغی ان یقرأھا فی التراویح بالجھر مرۃ ولاتتأدی سنۃ الختم دونھا[1] واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

آیت ہے ختم قرآن میں ایک دفعہ اسے پڑھاجانا چاہئے لہذا تراویح میں اسے ایک دفعہ جہراً پڑھنا لازم ہے کیونکہ اس کے بغیر سنّت کے مطابق ختم قرآن نہ ہوگا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۶۶ تا ۱۰۶۸ ازصاحب گنج گیا مرسلہ مولوی کریم رضا صاحب یکم ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

(۱) نماز تراویح کی جماعت اس طور پر کہ الم ترکیف سے شروع کرتے ہیں اور والناس تک ایک ایک سورہ ایک ایک رکعت میں پڑھتے ہیں اور پھر الم ترکیف سے والناس تک دوبارہ دس رکعتوں میں پڑھتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ہر ترویحہ کے بعد دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) کسی حافظ کو اس طور پر نماز تراویح کی پڑھانی کہ پہلے ایسی قوم کے ساتھ جو آٹھ رکعتیں تراویح منفرد پڑھ چکے ہوں بارہ رکعتیں ختم تراویح پڑھا کر پھر دوسری قوم کے پاس جو بارہ رکعتیں تراویح کی منفرد پڑھ چکے ہوں جاکر آٹھ رکعتیں تراویح کی ہر شب میں پڑھانی جائز ہیں یا نہیں؟ بینوا بالفقہ والسنۃ والکتاب توجروا من اللہ حسن المآب (فقہ اور کتاب وسنت کے مطابق جواب عنایت کرکے اللہ تعالٰی سے اجرِ عظیم پاؤ۔ ت)

الجواب

(۱) جائز ہے

فی الھندیۃ بعضھم اختار قل ھواللہ احد فی کل رکعۃ وبعضھم اختار قرأۃ سورۃ الفیل الی اٰخر القراٰن وھذا احسن القولین لانہ لایشتبہ علیہ عدد الرکعات ولایشتغل قلبہ بحفظھا کذا فی التجنیس[2] اھ واللہ تعالٰی اعلم

ہندیہ میں ہے بعض نے ہر رکعت میں قل ھو اللہ احد کو اختیار کیا اور بعض نے سورہ فیل سے آخر تک کو، اور یہ احسن قول ہے کیونکہ اس صورت میں عددِ رکعات میں اشتباہ نہیں ہوتا اور نہ ہی ان کے یاد رکھنے میں مصروف ہوتا ہے جیسا کہ تجنیس میں ہے اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مسئلۃ البسملۃ من القرآن مطبوعہ قم، ایران ۲/ ۱۴

[2] فتاوٰی عالمگیری الباب التاسع فی النوافل مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۱۸

marfat.com

Marfat.com

(۲) جائز ہے

فی رد المحتار قال القہستانی فیقال ثلاث مرات سبحٰن ذی الملك والملکوت سبحٰن ذی العزۃ والعظمۃ والقدرۃ والکبریاء والجبروت سبحٰن الملك الحی الذی لایموت سبوح قدوس رب الملٰئکۃ والروح لا الٰہ الا اللہ نستغفر اللہ نسألك الجنۃ ونعوذبك من النار کما فی منہج العباد اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

رد المحتار میں ہے کہ قہستانی نے کہا کہ تین دفعہ یہ کلمات پڑھے جائیں: ملک وملکوت کے مالک تیری ذات پاک ہے اے صاحبِ عزت وعظمت اور جبروت وکبریا تیری ذاتِ اقدس پاک ہے، اے مالک جو زندہ ہے اس پر موت نہیں، تیری ذات پاک ہے تو پاک وقدوس ہے ملائکہ اور جبریل کا رب ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، ہم اللہ تعالٰی سے معافی مانگتے ہوئے جنت کا سوال اور دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں منہج العباد اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۳) اصل یہ ہے کہ ہمارے نزدیک بیس رکعت تراویح سنت عین ہیں کہ اگر کوئی شخص مرد یا عورت بلا عذر شرعی ترک کرے مبتلائے کراہت واساءت ہو اور اُن کی جماعت کی مساجد میں اقامت سنت کفایہ کہ اگر اہلِ محلہ اپنی اپنی مسجدوں میں اقامت جماعت کریں اور اُن میں بعض گھروں میں تراویح تنہا یا باجماعت پڑھیں تو حرج نہیں اور اگر تمام اہلِ محلہ ترک کریں تو سب گنہ گار رہیں، رد المحتار میں ہے،

اصل التراویح سنۃ عین فلو ترکھا واحد کرہ[1]

تراویح سنت عینی ہیں، اگر انھیں کسی نے بھی ترک کیا تو مکروہ ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے،

والجماعۃ فیھا سنۃ علی الکفایۃ فی الاصح فلو ترکھا اھل مسجد اثموا، لا لو ترك بعضھم[3]

ان میں اصح قول کے مطابق سنت کفایہ ہے، اگر تمام اہلِ مسجد نے اسے ترک کیا تو گنہ گار رہیں گے اور اگر بعض نے ترک کیا تو گنہ گار نہ ہوں گے (ت)

---

[1] رد المحتار | مبحث التراویح | مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۲/۴۶

[2] ” | | ” ” ” | ۲/۴۵

[3] درمختار | فصل فی الوتر والنوافل | ” مجتبائی دہلی بھارت | ۱/۹۸

marfat.com

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے :

ظاهر کلامهم هنا ان المسنون کفایة اقامتها بالجماعة فی المسجد حتی لو اقاموها جماعة فی بیوتهم و لم تقم فی المسجد اثم الکل[1]

یہاں سنت کفایہ سے مراد یہ ہے کہ تراویح کو مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کیا جائے اگر تمام نے گھروں میں جماعت کے ساتھ ادا کیں اور مسجد میں ادا نہ کیں توسب گنہ گار ہوں گے۔ (ت)

پس صورتِ مستفسرہ میں امام اور دونوں جگہ کے مقتدی تینوں فریق سے جس کے لئے یہ فعل اس شناعت کا موجب ہو اُس کے حق میں کراہت واساءت ہے ورنہ فی نفسہٖ اُس میں حرج نہیں مثلاً امام و ہر دو قوم کی مساجد میں جماعتِ تراویح جُدا ہوتی ہے یہ گھروں پر بطور مذکور جماعۃً وانفراداً پڑھتے ہیں توکسی پر مواخذہ نہیں کہ ہرگروہ مقتدیان نے اگر بعض ترویحات تنہا اور ہر سہ فریق نے مسجد سے جدا پڑھیں مگر جبکہ اُن کی مساجد میں اقامتِ جماعت ہوتی ہے سنتِ کفایہ ادا ہوگئی، ہاں امام دونوں قوموں کو پُوری تراویح پڑھاتا تو یہ جُدا کراہت ہوتی اس سے صورتِ مستفسرہ خالی ہے۔

فی الهندیة امام یصلی التراویح فی مسجدین فی کل مسجد علی الکمال لایجوز کذا فی المحیط السرخسی والفتوی علی ذلك کذا فی المضمرات[2]

ہندیہ میں ہے ایک امام دو مساجد میں تمام تراویح پڑھاتے ہیں تو یہ جائز نہیں جیسا کہ محیط سرخسی میں ہے مضمرات میں ہے کہ فتوٰی اسی پر ہے۔ (ت)

اور اگر اُن میں کسی فریق کی مسجد میں یہی جماعت بطور مذکور ہوتی ہے تو اُس کے لئے کراہت ہے کہ اُس کی مسجد میں پُوری تراویح جماعت سے نہ ہوئیں لہٰذا اس صورت میں یہ چاہئے کہ ایک فریق آٹھ یا بارہ رکعتیں دوسرے امام کے پیچھے پڑھ کر باقی میں اس حافظ کی اقتدا کرے اور دوسرا فریق بارہ یا آٹھ رکعات میں دوسرے کا مقتدی ہوکر باقی میں اس کا مقتدی ہو کہ اب دونوں مسجدوں میں پوری تراویح کی اقامت جماعت سے ہوجائے گی اور اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ بعض ترویحات میں ایک امام کی اقتدا ہو اور بعض دیگر میں دوسرے کی، ہاں یہ ناپسند ہے کہ ایک ترویحہ میں دو رکعت کا امام اور ہو دو کا اور،

فی الخانیة اقاموا التراویح بامامین فصلی

خانیہ میں ہے تراویح دو اماموں نے پڑھائیں، ہر

---

[1] ردالمحتار مبحث التراویح " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۵

[2] فتاوٰی عالمگیری فصل فی التراویح مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۱۶

marfat.com

Marfat.com

کل امام تسلیمۃ بعضھم جوزوا ذلک والصحیح انہ لایستحب وانما یستحب ان یصلی کل امام ترویحۃ لیکون موافقا عمل اھل الحرمین۔[1]

امام نے دو رکعات پڑھائیں تو بعض نے اسے جائز کہا اور صحیح یہ ہے کہ یہ طریقہ مستحب نہیں۔ مستحب یہ ہے کہ ہر امام چار رکعات پڑھائے تاکہ اہلِ حرمین کے موافق عمل ہوجائے۔ (ت)

سراج وہاج میں ہے،

ان صلوھا بامامین فالمستحب ان یکون انصراف کل واحد علی کمال الترویحۃ فان انصرف علی تسلیمۃ لایستحب ذلک فی الصحیح[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر نمازِ تراویح دو اماموں نے پڑھائی مستحب یہ ہے کہ ہر ایک کامل ترویحہ کے بعد مصلّی چھوڑے، اگر دو رکعات پر چھوڑتا ہے تو صحیح قول کے مطابق یہ مستحب نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۶۹: از بدایوں محلہ کٹرہ براہم پورہ مرسلہ شیخ عبدالغنی صاحب ۱۱ رمضان شریف ۱۳۱۲ھ

ایک شخص ایک مسجد میں فرض جماعت سے پڑھا کر تراویح بیس رکعت پڑھاتا ہے پھر وہی شخص دوسری مسجد میں تراویح بیس رکعت جماعت سے پڑھاتا ہے آیا یہ امامت اس کی صحیح ہے نہیں؟ اور مقتدیان مسجد دیگر کی تراویح ہوجاتی ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

مذہب راجح میں امامت صحیح ہے تراویح ہوجاتی ہیں مگر خلافِ علماء و اختلافِ تصحیح و مخالفت طریقہ متوارثہ سے بچنے کے لئے بے ضرورت اس سے احتراز کیا جائے۔

فی الخانیۃ والخلاصۃ والظھیریۃ وغیرھا اذا صلی التراویح مقتدیا بمن یصلی المکتوبۃ او بمن یصلی نافلۃ غیر التراویح اختلفوا فیہ والصحیح انہ لایجوز اھ[3] و فی الھندیۃ امام یصلی التراویح

خانیہ، خلاصہ اور ظہیریہ میں ہے کہ جب تراویح ایسے شخص کے پیچھے پڑھی جو فرائض پڑھا رہا ہے یا اس شخص کی اقتداء میں جس نے تراویح کے علاوہ نوافل پڑھائے تو اس میں علماء کا اختلاف ہے صحیح یہی ہے کہ جائز نہیں اھ اور ہندیہ میں ہے کہ

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں باب التراویح مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ، بھارت ۱/۱۱۰

[2] سراج الوہاج شرح قدوری

[3] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الثالث فی التراویح مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۶۴

marfat.com

Marfat.com

فی مسجدین فی کل مسجد علی الکمال لایجوز کذا فی محیط السرخسی والفتوی علی ذلك کذا فی المضمرات[1] اھ وفی امامة التنویر والدرو متنفل بمفترض فی غیرالتراویح فی الصحیح خانیة و کانه لانها سنة علی ھیأة مخصوصة فیراعی وضعها الخاص للخروج عن العھدة[2] اھ فی ردالمحتار ان ماذکرہ المصنف ھھنا مخالف لماقدمه فی شروط الصلوٰة بقوله وکفی مطلق نیة الصلوٰة لنفل وسنة وتراویح وذکرالشارح ھناك انه المعتمد ونقلنا ھناك عن البحرانه ظاھرالروایة وقول عامة المشائخ وصححه فی الھدایة وغیرھا ورجحه فی الفتح ونسبه الی المحققین[3] الخ والفتوی متی اختلف رجح ظاھرالروایة ۔ واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

وُہ امام کا دو مساجد میں تمام تراویح پڑھانا ہے جائز نہیں، محیط سرخسی اور مضمرات میں ہے کہ فتوٰی اسی پر ہے ۔ تنویر اور در کے باب الامامت میں ہے کہ نفل پڑھنے والے کی فرض پڑھنے والے کی اقتدار، تراویح کے علاوہ صحیح ہے خانیہ، کیونکہ تراویح ہیئت مخصوصہ کے ساتھ سنت ہیں تو عہدہ برآ ہونے کے لئے ان میں اس وجہ مخصوص کی رعایت کرنا ضروری ہے اھ ردالمحتار میں ہے مصنف نے جو کچھ یہاں ذکر کیا ہے وہ اس کے خلاف ہے جو اس نے شروط صلوٰۃ میں یوں ذکر کیا کہ نفل، سنت اور تراویح کے لئے مطلق نیت کافی ہے اور شارح نے وہاں کہا کہ معتمد یہی ہے اور وہاں بحر سے نقل کیا کہ یہی ظاہر روایت اور اکثر مشائخ کا قول ہے، ہدایہ وغیرہ میں اس کو صحیح قرار دیا گیا ہے ۔ فتح میں اس کو ترجیح دیتے ہُوئے اسے محققین کی طرف منسوب کیا الخ تو جب فتوٰی میں اختلاف ہو جائے تو ظاہر روایت کو ترجیح ہوتی ہے ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۰۱: از کیمپ میرٹھ کوٹھی حافظ عبدالکریم صاحب بازار لال کرتی مرسلہ مولوی احسان اللہ صاحب ۲۷ ماہ مبارک ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو اکثر جگہ رمضان شریف کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں نوافل میں شبینہ پڑھا جاتا ہے یعنی ایک یا ایک سے زیادہ رات میں ختم قرآن عظیم

---

[1] فتاوٰی عالمگیری فصل فی التراویح مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۱۶
[2] درمختار باب الامامت مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۸۵
[3] ردالمحتار " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۹۰

marfat.com
Marfat.com

ہوتا ہے اور یہ نوافل باجماعت پڑھے جاتے ہیں یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ اگرچہ کلام مجید باجماعت نوافل میں ترتیل کے ساتھ ہی کیوں نہ پڑھا جائے وہ بھی ممنوع ہے اور نیز کہتے ہیں کہ جماعت نوافل کی سوا تراویح کے اصلاً جائز نہیں ہے اور جس حدیث میں تہجد کے وقت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی شرکت نوافل تہجد میں آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیچھے مروی ہے وہ مثبت صرف اقتدا ایک شخص کی ہے، تیسری بات وہ یہ کہتے ہیں کہ سنتیں فجر کی اگر رہ جائیں اور فرضوں میں کوئی شامل ہو جائے تو پھر اس کو وہ سنتیں نہ قبل طلوع آفتاب پڑھنی چاہئیں نہ بعد میں، ان تینوں مسائل کو امید ہے کہ مشرح بیان فرمائیں۔ جزاك الله خير الجزاء۔

الجواب

علمائے بنظر منع کسل و ملال اقل مدت ختم قرآن عظیم تین دن مقرر فرمائی مگر اہل قدرت و نشاط بہر عبادت کو ایک شب میں ختم کی بھی ممانعت نہیں، بہت اکابر دین سے منقول ہے،

كما بسطه المولى عبد الغنى النابلسى قدس سره القدسى فى الحديقة الندية وغيرة فى غيرها[1]۔

جیسا کہ اس پر تفصیلی بحث علامہ عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے حدیقہ ندیہ اور دیگر علماء نے اپنی کتب میں کی ہے۔ (ت)

خود امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دو رکعت میں قرآن شریف ختم کیا كما فى الدر المختار[2] (جیسا کہ درمختار میں ہے۔ ت) نفل غیر تراویح میں امام کے سوا تین آدمیوں تک تو اجازت ہے ہی چار کی نسبت کتب فقہیہ میں کراہت لکھتے ہیں یعنی کراہت تنزیہ جس کا حاصل خلاف اولٰی ہے نہ کہ گناہ حرام كما بيناه فى فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اس کی تفصیل اپنے فتاوٰی میں دی ہے۔ ت) مگر مسئلہ مختلف فیہ ہے اور بہت اکابر دین سے جماعت نوافل بالتداعی ثابت ہے اور عوام فعلِ خیر سے منع نہ کئے جائیں گے علمائے اُمت و حکمائے ملت نے ایسی ممانعت سے منع فرمایا ہے، درمختار میں ہے،

اما العوام فلا يمنعون من تكبير ولا تنفل اصلا لقلة رغبتهم فى الخيرات بحر[2]۔

عوام کو تکبیرات اور نوافل سے کبھی بھی منع نہ کیا جائے کیونکہ پہلے ہی نیکیوں میں ان کی رغبت کم ہوتی ہے، بحر۔ (ت)

---

[1] درمختار | مقدمۃ الکتاب | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت | ۱/ ۹

[2] درمختار | باب العیدین | " " " " | ۱/ ۱۱۴

marfat.com

Marfat.com

اُسی میں ہے :

ولایمنع العامۃ من التکبیر فی الاسواق فی الایام العشر وبہ ناخذ بحر ومجتبی وغیرہ[1]

عوام کو ان (ذوالحج کے) دس دنوں میں بازار میں تکبیرات پڑھنے سے منع نہ کیا جائے، اسی پر ہمارا عمل ہے، بحر، مجتبیٰ وغیرہ (ت)

حدیقہ ندیہ میں ہے :

ومن ھذا القبیل نھی الناس عن صلوٰۃ الرغائب بالجماعۃ وصلوٰۃ لیلۃ القدر ونحوذلک وان صرح العلماء بالکراھۃ بالجماعۃ فیھا فلایفتی بذلک العوام لئلا تقل رغبتھم فی الخیرات وقد اختلف العلماء فی ذلک فصنف فی جوازھا جماعۃ من المتاخرین وابقاء العوام راغبین فی الصلوٰۃ اولی من تنفیرھم[2]

اسی قبیل سے نماز رغائب کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا اور لیلۃ القدر کے موقع پر نماز وغیرہ بھی ہیں اگرچہ علماء نے ان کی جماعت کے بارے میں کراہت کی تصریح کی ہے مگر عوام میں یہ فتوٰی نہ دیا جائے تاکہ نیکیوں میں ان کی رغبت کم نہ ہو، علماء نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے اور متاخرین میں سے بعض نے اس کے جواز پر لکھا بھی ہے، عوام کو نماز کی طرف راغب رکھنا انھیں نفرت دلانے سے کہیں بہتر ہوتا ہے۔ (ت)

صبح کی سُنتیں اگر نہ پڑھیں اور فرضوں میں شامل ہو گیا قبل طلوع وارتفاع شمس تو البتہ ان کی اجازت نہیں اگر پڑھے گا گنہگار ہوگا اور بعد بلندیٔ آفتاب اُن کا پڑھنا ممنوع نہیں ضرور مستحب ہے کلام علماء میں لایقضی (ادا نہ کیا جائے۔ت) بمعنی نفی مطالبہ ہے نہ مطالبہ نفی، ردالمحتار میں ہے :

اذا فاتت وحدھا لاتقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع اما بعد طلوع الشمس فکذلک عندھما وقال محمد رحمہ اللہ تعالٰی احب الیّ ان یقضیھا الی الزوال کما فی الدرر قیل

جب فجر کی سنتیں تنہا فوت ہو جائیں تو انھیں بالاجماع طلوعِ آفتاب سے پہلے ادا نہ کیا جائے طلوعِ آفتاب کے بعد شیخین کے ہاں اسی طرح ہے، لیکن امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں کہ زوال سے پہلے قضا کر لینا پسندیدہ ہے جیسا کہ

---

[1] درمختار | باب العیدین | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت | ۱/ ۱۱۷
[2] الحدیقۃ الندیہ | الخلق الثامن والاربعون من الاخلاق الخ | مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۱۵۰

marfat.com
Marfat.com

ھذا قریب من الاتفاق لان قولہ احب المتولین علی انہ لولم یفعل لالوم علیہ وقالا لایقضی وان قضی لاباس بہ کذا فی الخبازیۃ ومنھم من قال الخلاف فی انہ لوقضی کان نفلا مبتدأ اوسنۃ کذا فی العنایۃ یعنی نفلا عندھما سنۃ عندہ کما ذکرہ فی الکافی اسمعیل[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

درر میں ہے کہ یہاں اتفاق ہی ہے کیونکہ امام محمد نے احب کہا جو دلالت کررہا ہے کہ اگر اس نے قضا نہ کیں تو اس پر ملامت وغیرہ نہیں ہوگی، اور جس نے لایقضی کہا ہے اگر کوئی قضا کرلیتا ہے تو کوئی حرج نہیں خبازیہ۔ بعض نے کہا کہ اختلاف اس بات میں ہے کہ اگر قضا کرتا ہے تو وہی سنن ہوں گی یا مستقل نوافل، اسی طرح عنایہ میں ہے یعنی شیخین کے نزدیک نفل مگر امام محمد کے نزدیک سنت، جیسا کہ الکافی لاسمعیل میں ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۱: از سنبھل مرسلہ حکیم کفایت اللہ صاحب ۹ شوال ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے فرض عشا تنہا ادا کیا اور تراویح جماعت سے اب وتر جماعت سے ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اولٰی کیا ہے؟ مع ادلہ وحوالۂ کتب بیان فرمایا جائے۔ بینوا توجروا عنداللہ۔

الجواب

جس نے فرض تنہا پڑھے وتر کی جماعت میں شریک نہ ہوگا کما فی الغنیۃ[2] وجامع الرموز ورد المحتار[1] (جیسا کہ غنیہ، جامع الرموز اور ردالمحتار میں ہے۔ ت) جس نے فرض کسی جماعت میں پڑھے ہوں اس کے باب میں بھی علماء مختلف ہیں کہ وتر جماعت سے ادا کرنا اولٰی ہے یا تنہا پڑھنا دونوں طرف ترجیحیں ہیں اور زیادہ رجحان اس طرف ہے کہ جماعت افضل ہے۔

رجحہ الامام ابن الھمام وصححہ العلامۃ الحلبی فی الغنیۃ[2] وقال خیر الرملی علیہ عامۃ الناس الیوم[3] واللہ تعالٰی اعلم

امام ابن الہمام نے اسے ترجیح دی، علامہ حلبی نے غنیہ میں اس کی تصحیح فرمائی، اور خیرالدین رملی نے فرمایا، آج لوگوں کی اکثریت اس پر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۳۰

[2] غنیۃ المستملی فصل فی النوافل ر سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۱۰

[3] منحۃ الخالق علی البحرالرائق بحوالہ خیر الرملی باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۶۹

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ ۱۰۷۲: از بیلپور ضلع بریلی مرسلہ حافظ کلن صاحب ۲۳ شوال ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ماہِ رمضان شریف میں دو حافظوں نے ایک مسجد میں قرآن عظیم اس ترتیب سے سنایا کہ ایک حافظ نے اول مثلاً دس تراویح میں ایک یا سوا یا ڈیڑھ پارہ آخر سے سنایا اور پھر دوسرے حافظ نے آخر دس تراویح میں وہی پارہ ایک یا سوا یا ڈیڑھ آخر کا پڑھا یعنی ابتدائے انتہا تک یہی طریقہ قرأت کا رکھا کہ جو کچھ پہلے حافظ نے پڑھا تھا وہی پارہ دوسرے حافظ نے پڑھا اور ایک ہی تاریخ پر مثلاً پچیس یا چھبیس تک دونوں نے ختم قرآن کریم فرمایا پس ازروئے شرع مطہر یہ طریقہ قرآن شریف کے پڑھنے کا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا بالکتاب توجروا بغیر حساب (کتاب و سنت سے جواب دیجئے اور بغیر حساب اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

یہ طریقہ مکروہ ہے اور اگر ثابت ہو کہ بعض مقتدیوں پر گراں گزرنے کا باعث تھا (اور ضرور ہوگا) تو سخت ممنوع ہے کیونکہ دو ختم معاً سنت سے زائد ہیں تو ایک امر زائد از سنت کے لئے مقتدیوں پر گرانی کی گئی اور یہ ناجائز ہے وانما علل عدم ترك ختم بكسل القوم لانه سنة فما زاد يترك لانه فتنة (قوم کی سستی کی وجہ سے ایک ختم قرآن ترک نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ سنت ہے اور جو اس سے زائد ہے وہ ترک کر دیا جائے گا کیونکہ یہ فتنہ ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۷۳: از بلنڈی افریقہ سائل حاجی عبداللہ و حاجی یعقوب علی ۲۴ محرم ۱۳۳۱ھ

رمضان المبارک میں میں نے نماز عشاء جماعت سے نہیں پڑھی ہے مسجد میں جاتے وقت جماعت عشاء ہوگئی تھی اور نماز تراویح کی کھڑی تھی میں نے جلدی سے نماز عشاء ادا کی اب تراویح کی جماعت میں شامل ہو کر نماز تراویح ادا کر سکتا ہوں یا نہیں؟ یا اکیلے پڑھنا چاہئے؟

الجواب

جس شخص نے نماز عشاء تنہا پڑھی وہ تراویح کی جماعت میں شامل ہو سکتا ہے تنہا نہ پڑھے، ہاں وتر کی جماعت میں شامل نہیں ہو سکتا۔ جس نے فرض تنہا پڑھے ہوں وہ وتر بھی تنہا پڑھے۔ درمختار میں ہے:

فصليه وحده يصليها معه[1] اھ ای مصلی الفرض وحده يصلی التراويح مع الامام۔

فرض تنہا پڑھنے والا تراویح جماعت کے ساتھ پڑھے اھ یعنی تنہا فرض ادا کرنے والا تراویح امام کے ساتھ ادا کرے۔ (ت)

---

[1] درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۹۹

marfat.com

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے:

اذالم یصل الفرض معہ لایتبعہ فی الوتر[1] - واللہ تعالٰی اعلم۔

جب فرض امام کے ساتھ ادا نہیں کئے تو وتر میں اس کی اقتداء نہ کرے۔ اھ - واللہ تعالٰی اعلم - (ت)

مسئلہ از فیض آباد محلہ رکاب گنج مرسلہ فیاض حسین ٹھیکیدار پتھر ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ

حضور والا دست بستہ سلام مسنون کے بعد عرض ہے تا بعدار بخیریت ہے خوشنودی مزاج اقدس درکار ازراہِ شفقت مربیانہ معاف فرمایا جاؤں کہ آج سے پہلے عریضہ نہ لکھ سکا اور آج پھر جو موقع ملا ہے وہ خاص ضرورت سے، براہِ کرم شرع شریف کے مقدس قانون کے مطابق رائے صائب وحکم مناسب سے اطلاع بخشی جائے، میرے وطن اٹاوہ میں ایک بزرگ مفتی قوم میں سے ازراہِ خیر وبرکت ختم قرآن شریف کے دن بیسویں رکعت میں الٓم تا مفلحون پڑھنے کے بعد چند آیات مختلف ماکان محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وغیرہ کے ساتھ تراویح ختم کرنے کی ہدایت فرمایا کرتے ہیں لیکن اس زمانے کی نئی روشنی اس کے خلاف ہے لہذا اس کے جواز کے متعلق جو آیاتِ شریفہ کتبِ احادیث سے پائی جائیں اُن سے اطلاع بخشی جائے تاکہ مخالفین کو سمجھا دی جائیں، براہِ کرم وشفقت مربیانہ بواپسی ڈاک جواب باصواب عریضہ ہذا سے شاد فرمایا جائے کیونکہ اس کی یہاں فوری ضرورت ہے، فقط

الجواب

یہ صورت بلاشبہہ جائز ومباح ہے سننِ ابی داؤد میں ابوقتادہ اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تہجد کی نماز میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بہت پست آواز سے پڑھتے دیکھا اور فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بہت بلند آواز سے، اور بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کو دیکھا کہ کچھ ایک سورت سے پڑھا اور کچھ دوسری سورت سے لیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تینوں صاحبوں سے وجہ دریافت فرمائی، صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: قد اسمعت من ناجیت یارسول اللہ میں جس سے مناجات کرتا ہوں وہ اس پست آواز کو بھی سنتا ہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ اوقظ الوسنان واطرد الشیطان یارسول اللہ میں اس لئے اتنی آواز سے پڑھتا ہوں کہ اونگھتا جاگے اور شیطان بھاگے۔ بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: کلام طیب یجمعہ اللہ

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۸

marfat.com

Marfat.com

بعضہ الی بعض یارسول اللہ قرآن مجید سب پاکیزہ کلام ہے کچھ یہاں سے کچھ وہاں سے ملالیتا ہوں ارادۃ الٰہیہ یونہی ہوتا ہے۔ فرمایا: کلکم قد اصاب[1] تم تینوں نے ٹھیک بات کی درست کام کیا۔ فتاوٰی خلاصہ میں ہے:

الانتقال من اٰیۃ من سورۃ الی اٰیۃ اخری من سورۃ اخری او اٰیۃ من ھٰذہ السورۃ بینھما اٰیات مکروہ فی الفرائض اما فی النوافل لایکرہ[2] اھ ملتقطا

ایک سورت کی آیت سے دوسری سورت کی آیت یا اسی سورت کی دوسری آیت کی طرف انتقال کرنا جبکہ ان کے درمیان چند آیات ہوں فرائض میں مکروہ ہے مگر نوافل میں مکروہ نہیں اھ ملتقطا (ت)

غنیہ شرح منیہ میں ہے:

قراءۃ اٰیۃ من بین الاٰیات کقراٰۃ سورۃ من بین السور فکما لایکون قراءۃ سورۃ متفرقۃ من اثناء القراٰن مغیر التالیف والنظم لایکون قراءۃ اٰیۃ من کل سورۃ مغیرا لہ[3]

آیات میں سے کسی آیت کا پڑھنا ایسے ہی ہے جیسے سورتوں میں سے کسی سورت کا پڑھنا ہے تو جس طرح متفرق سورتوں میں سے قرأت کرنا قرآنی تالیف ونظم میں تبدیلی پیدا نہیں کرتی اسی طرح ہر سورت سے کسی ایک آیت کا پڑھنا تبدیلی پیدا نہیں کرتا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

اما ضم اٰیات متفرقۃ فلا یکرہ کما لا یکرہ ضم سور متفرقۃ بدلیل ما ذکرناہ من القراءۃ فی الصلٰوۃ[4] واللہ تعالٰی اعلم۔

بہرحال آیاتِ متفرقہ کو ملانا مکروہ نہیں جیسا کہ سور متفرقہ کا ملانا مکروہ نہیں اس پر دلیل وہی ہے جو ہم نے قراءۃ فی الصلٰوۃ میں ذکر کی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۷۵ از دھامپور محلہ بندوقچیاں ضلع بجنور ۸ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ مسئولہ اللہ دیا

جناب فیض انتساب فضائل مآب جناب مولانا صاحب زادفضلکم بعد آداب گزارش ہے کہ شخص جو

---

[1] سنن ابوداؤد باب رفع الصوت بالقراءۃ فی صلٰوۃ اللیل مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۸۸

[2] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الحادی عشر فی القراءۃ مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۹۷

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی تتمات فیما یکرہ من القرآن فی الصلٰوۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۰۰

[4] ردالمحتار آخر باب سجود التلاوۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۱۹

marfat.com

Marfat.com

سوم [illegible] پابند ہے مگر تراویح قصداً چھوڑ دیتا ہے اس کے واسطے وعید ہے یا نہیں؟ اور یہ بھی تحریر کریں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کیوں نہیں پڑھیں؟ ان پر وعید ہے یا نہیں؟

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین عضوا علیھا بالنواجذ[1] — تم پر لازم ہے میری سنت کا اتباع اور خلفائے راشدین کی سنت کا، اسے دانتوں سے مضبوط پکڑو۔

اور فرمایا:

اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر[2]۔ — ابوبکر و عمر (رضی اللہ تعالٰی عنہما) کی پیروی کرو جو میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔

سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تین شب تراویح میں امامت فرما کر بخوفِ فرضیت ترک فرمادی تو اُس وقت تک وُہ سنتِ مؤکدہ نہ ہوئی تھی، جب امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اُسے اجرا فرمایا اور عامہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم اس پر مجتمع ہوئے اُس وقت سے وہ سنتِ مؤکدہ ہوئی نہ فقط فعلِ امیرالمومنین سے، بلکہ ارشاداتِ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ——— اب ان کا تارک ضرور تارکِ سنتِ مؤکدہ ہے اور ترک کا عادی فاسق و عاصی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۷۶ از بنارس رام نگر مرسلہ حافظ امام الدین صاحب ۵ رمضان ۱۳۳۶ھ

جب احقر کا حافظہ ہوگیا تو لوگوں نے اسی سے پڑھوایا مسجد کے پیش امام صاحب نے بخوشی ۵ؔ روپے احقر کو عنایت کئے جسے احقر نے اُسی وقت اپنے استاذ مکرم کی نذر کردی میرے ایک مکتبی بھائی کی خواہش تھی کہ ان پانچ میں سے چندۂ تبرک میں کچھ دوں مگر حضرت استاذی کی حالت بمقابلہ تبرک قابلِ ترجیح معلوم ہوئی لہذا میں نے چندۂ تبرک میں اس میں سے کچھ نہ دیا دوسرے سال معلوم ہُوا کہ اب کے سال امام صاحب ۱۰ؔ دیں گے پھر سُنا گیا کہ ۵ؔ ہی دیں گے، اس پر قوی خیال کی بنا پر سمجھا گیا کہ انھیں مکتبی بھائی صاحب کی بدولت پانچ کردیا گیا ہے جن کی غرض کے مطابق چندۂ تبرک میں نے نہیں دیا تھا اس لئے میں نے ان سے شکایت کی کہ استاذ

---

[1] سنن ابو داؤد آخر باب فی لزوم السنۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۷۹

[2] جامع الترمذی مناقب ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ ، امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی بھارت ۲/ ۲۰۷

marfat.com

Marfat.com

میرے بھی ہیں اور آپ کے بھی، پھر آپ ان کی بھلائی کے بجائے ان کی نقصان رسانی کے درپے کیوں ہیں؟ اس پر بات بڑھی اور امام صاحب مسجد کے کانوں تک پہنچی، اس کے بعد مجھے روپے کی گفتگو پر سخت افسوس ہوا اور دل میں خطرہ پیدا ہوا کہیں میرا ثواب زائل ہو جائے اس لئے میں نے باعلان کہا کہ صاحبو میں کوئی اُجرت نہیں مقرر کرتا، یہ جس قدر باتیں ہوئی ہیں بھائی صاحب سے بات بڑھ جانے کے سبب ہوئیں پھر ختم کے دن امام صاحب نے سات ہی روپے دئے جنھیں لیتے وقت احقر کے دل کی عجب حالت تھی مگر بخیال نفع استاذ مکرم لے لئے اور اسی وقت اُن کی خدمت میں پیش کر دیا تاہم مجھے ہر وقت اس کا خطرہ رہتا ہے کہ گو ہم اپنے لئے نہیں لیتے پھر بھی لیتے ہیں۔ لیکن اس خیال سے کہ اب استاذ مکرم کو بھروسا رہتا ہوگا کہ اسے سات روپے ملیں گے اور یہ مجھے دے گا اور پھر اس سے میرا فلاں فلاں کام چلے گا لینے سے انکار کرتے بھی نہیں بنتا۔ شبینہ کیسا ہے جو ایک دن میں چند حفاظ مل کر ختم کرتے ہیں۔

الجواب

مولیٰ سبحٰنہ وتعالیٰ ایسے بندوں کو برکت دے جو قرآن عظیم پر اُجرت لینے سے بچیں آپ صاف کہہ دیں کہ محض ادائے سنت وحصولِ ثواب کے لئے پڑھتا ہوں کوئی معاوضہ نہ چاہتا ہوں نہ ہوگا اس کے بعد امام یا جو مسلمان کچھ خدمت کریں وہ اُجرت نہیں ہو سکتی اُس کا لینا حلال اور استاذ کو دینا سعادتمندی، فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے: الصریح یفوق الدلالۃ[1] (صریح کو دلالت پر فوقیت ہے۔ ت) شبینہ کہ ایک یا چند حافظ مل کر کرتے ہیں مکروہ ہے، اکابر نے ایک ایک رات میں برسوں ختم فرمایا ہے مگر وہ خاص اپنے لئے نہ کہ جماعت میں جس میں ہر قسم کے لوگ ہوں خصوصاً اکثر بلکہ شاید کل وہی ہوں جو اسے بار سمجھیں اور شرما شرمی شریک رہیں۔ حدیث صحیح میں ہے: اذا ام احدکم الناس فلیخفف[2] (جب تم میں کوئی لوگوں کی امامت کرائے تو تخفیف سے کام لے۔ ت) اور ارشاد فرمایا: لایسأم حتی تسأموا[3] (اللہ تعالیٰ ثواب میں کمی نہیں فرماتا جب تک تم نہ اکتاؤ۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۱: از اوریا ضلع اٹاوہ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ عبدالحی صاحب مدرس ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تراویح کے ہر چار رکعت پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

---

[1] درمختار کتاب الهبة مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۲/ ۱۵۹
[2] صحیح البخاری باب اذا صلی لنفسہ فلیطول ماشاء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۹۷
[3] مسند احمد بن حنبل حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا " دار الفکر بیروت ۶/ ۲۴۷

marfat.com

Marfat.com

چاہئے یا صرف تسبیح بلا ہاتھ اٹھائے پڑھے؟

الجواب

تسبیح میں ہاتھ اٹھانے کی کیا ضرورت، ہاں کوئی دُعا مانگے تو ہاتھ اٹھائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۱۱: از کلکتہ مانک تلہ حاجی زکریا لین ۱ مرسلہ شیخ روشن علی صاحب ۳ شوال ۱۳۳۷ھ

ایک شخص جو اپنے کو اہلسنت سے کہتا ہے اس کا قول ہے کہ نماز تراویح کے اندر دو چیزیں ہیں ایک قراءت قرآن مجید کی جو کہ فرض ہے اور دوسری تراویح سنّت مؤکدہ۔ جب نماز تراویح میں قرآن شریف پڑھا گیا تو دونوں مذکورہ بالا چیزوں سے ایک ادا ہوئی ایک باقی رہ گئی ہے یعنی تراویح سنت مؤکدہ کا ثواب تو حاصل ہوا مگر قراءت کے ثواب سے محروم رہ گیا جو کہ فرض ہے اس لئے جماعت کے لوگ بعد نماز تراویح کے بیٹھ جائیں کسی سے قرآن شریف سن لیں تاکہ دونوں ثواب حاصل ہو جائیں، کیا یہ قول زید کا صحیح ہے؟

الجواب

زید کا قول محض باطل اور دین میں بدعت پیدا کرنا ہے اور شریعتِ مطہرہ پر افتراء ہے، تراویح سنّتِ مؤکدہ ہے صرف ایک آیت کا پڑھنا ہر نماز میں ہر مہینے ہر وقت میں فرض ہے تمام قرآن مجید کی تلاوت خارج نماز خاص رمضان شریف میں فرض ہو یہ جہل محض ہے، جب تراویح پڑھیں اور اُن میں قرآن عظیم پورا پڑھا سنا دونوں سُنتیں ادا ہو گئیں دونوں کا ثواب بعونہٖ تعالٰی مل گیا بعد تراویح بیٹھ کر پھر قرآن مجید پورا سننا فرض درکنار نہ واجب نہ سنتِ مؤکدہ نہ غیر مؤکدہ۔ اگر کوئی کرے تو ایک مستحب ہے جیسے اور اوقات میں تلاوت اور اسے فرض یا واجب یا مؤکد سمجھنا حرام و بدعت، اور وہ قرآن کریم کہ تراویح میں پڑھا گیا اسے ناکافی سمجھنا سخت جہالت ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ردالمحتار میں ہے:

قراءۃ الختم فی صلٰوۃ التراویح سنۃ، و صححہ فی الخانیۃ وغیرھا، وعزاہ فی الھدایۃ الی اکثر المشایخ، وفی الکافی الی الجمھور، وفی البرھان، وھو المروی عن ابی حنیفۃ والمنقول فی الاثار[1]

تراویح میں ختم قرآن سنّت ہے، خانیہ وغیرہ میں اسی کو صحیح کہا ہے، ہدایہ میں اس کی نسبت اکثر مشائخ کی طرف کی ہے، کافی میں جمہور کی طرف کی ہے اور برہان میں ہے کہ یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی سے آثار میں منقول ہے۔ (ت)

کافی و ہندیہ میں ہے:

السنۃ فی التراویح انما ھو الختم

تراویح میں ایک دفعہ ختم قرآن سنت ہے تو قوم

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۶

marfat.com

Marfat.com

مرۃ فلایترك لکسل القوم[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم ‌‌ کی سُستی اور کاہلی کی وجہ سے اسے ترک نہ کیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۷۹: از قصبہ کاشی پور محلہ قاضی باغ ضلع نینی تال مسئولہ جناب شیخ اللہ بخش و محمد وزیر خاں ۱۴ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قرآن شریف کے اندر جو ایک سو چودہ سُورتیں ہیں اگر حافظ قرآن تراویح میں ہر سُورہ میں بسم اللہ شریف پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟ یا کیا نفع نقصان ہے؟ ایک شخص یہاں پر ہر سُورہ میں بسم اللہ شریف ظاہر کرکے پڑھتے ہیں تو اُن پر اعتراض واجب ہے یا نہیں؟ ان سے کہتے ہیں کہ آپ ہر سورہ میں بسم اللہ شریف پڑھتے ہیں ہم نے کسی حافظ اور عالم کو ظاہر کرکے بسم اللہ پڑھتے ہُوئے نہیں دیکھا۔

الجواب

نماز میں بسم اللہ شریف آواز سے پڑھنا منع ہے صرف تراویح میں جب ختم کلام مجید کیا جائے سورہ بقرہ سے سورہ ناس تک کسی ایک سورہ پر آواز سے پڑھ لی جائے کہ ختم پُورا ہو، ہر سورۃ سے آواز سے پڑھنا ممنوع ہے اور مذہب حنفی کے خلاف۔ گنگوہ وغیرہ کے بعض جاہلوں نے جو اس کے خلاف فتوٰی دیا ہے حماقت و جہالت ہے والتفصیل فی رسالتنا وصاف الرجیح فی بسملۃ التراویح (اس کی تفصیل ہمارے رسالہ "وصاف الرجیح فی بسملۃ التراویح" میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۸۰: از دھرم پور ضلع بلند شہر پرگنہ ڈبائی کوٹھی نواب صاحب مسئولہ عبدالرحیم ۲۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز تراویح حافظ کے نہ ہونے سے سورۂ الم ترکیف سے پڑھی جائیں بیس رکعت، لیکن اس طریق سے کہ ایک ایک رکعت میں ایک سورۃ دوسری میں قل ھو اللہ یہاں تک کہ بیس رکعت میں نو سورہ الم ترکیف سے اور گیارہ سورہ قل ہو اللہ پڑھی جائیں مگر گیارھویں رکعت میں جبکہ سورۂ اذا جاء پڑھی جائے اور بارھویں میں قل ہو اللہ تو ایک سورہ تبت بیچ میں رہ جاتی ہے اور اسی طرح سے جب انیسویں رکعت میں قل ہو اللہ اور بیسویں میں ناس تو فلق رہ جاتی ہے اس صورت میں کچھ کراہت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

یہ دونوں صورتیں وجہ کراہت ہوں گی کہ بیچ میں چھوٹی سُورت کا چھوڑ دینا مکروہ ہے یہ آسان ہے کہ

---

[1] فتاوٰی ہندیہ ‌ فصل فی التراویح ‌ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ‌ ۱/۱۱۷

marfat.com

Marfat.com

وشک ... تک پڑھے پھر انھیں کا اعادہ کرے،

اما ما فی الدر المختار، ولا یکرہ فی النفل شیئ من ذلك[1] فمع قطع النظر عما اورد علی ھذہ الکلیۃ لم یثبت ان النفل ھھنا یشمل السنۃ المؤکدۃ بل ھو مقابلھا وقد قالہ فی الدر المختار قبیلہ، وفی الحجۃ یقرأ فی الفرض بالترسل حرفا حرفا وفی التراویح بین بین وفی النفل لیلا، لہ ان یسرع بعد ان یقرأ کما یفھم[2] اھ وفی الغنیۃ الاصح کراھۃ اطالۃ الثانیۃ علی الاولٰی فی النفل ایضا الحاقا لہ بالفرض فیما لم یرد فیہ التخصیص من التوسعۃ کجوازہ قاعدا بلا عذر ونحوہ[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم

درمختار میں جو ہے کہ ان میں سے کوئی شئے نوافل میں مکروہ نہیں، تو اس پر وارد شدہ اعتراض سے قطع نظر کرتے ہوئے یہاں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نفل سنتِ مؤکدہ کو بھی شامل ہے بلکہ وہ اس کے مقابل ہے، اس سے تھوڑا پہلے درمختار میں یہی بات کہی: حجہ میں ہے کہ فرائض میں قرأت آہستہ آہستہ حرف حرف پڑھے اور تراویح میں ترسل و اسراع کے درمیان درمیان اور رات کے نوافل میں اتنا تیز پڑھ سکتا ہے جو سمجھ آسکے اھ۔ غنیہ میں ہے کہ اصح یہ ہے کہ نوافل میں بھی دوسری رکعت کو پہلی رکعت پر طویل کرنا مکروہ ہے یہ حکم نفل کو فرض کے ساتھ ان امور میں ملحق کرنے کی بناء پر ہے جن میں نفل کے لئے تخصیص وسعت وارد نہیں ہوئی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۸۱: از مین پوری مسئولہ حکیم محمد احمد صاحب علوی شب ۱۰ ارشوال ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ شبینہ پڑھنا یعنی ایک شب میں قرآن مجید ختم کرنا تراویح یا تہجد یا نفل میں جائز ہے یا نہیں اور جو شخص اس طرح پر کہ نہایت صحت اور قواعد کے ساتھ صاف صاف پڑھتا ہے اُس کی اقتدا میں اگر کچھ لوگ ذوق و شوق اور خلوص و ہمت سے داخل ہو کر شرکت کریں تو ان مقتدیوں اور امام کی بابت کیا حکم ہے، زید کہتا ہے کہ شبینہ مطلقاً ناجائز ہے اس کی کوئی اصل نہیں بلکہ حرام ہے صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے زمانہ میں کبھی نہیں ہُوا، اور یہ جو بعض بزرگوں کی نسبت مشہور ہے کہ فلاں بزرگ نے ایک رات میں اتنے ختم کئے بالخصوص حضرت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت وہ محض خصوصیات ہیں اُن کا یہ

---

[1] درمختار فصل ویجہر الامام مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۸۱

[2] " " " " ۱/ ۸۰

[3] غنیۃ المستملی کرھیۃ الصلوٰۃ فصل فی بیان مایکرہ فعلہ فی الصلوٰۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۵۶

marfat.com

Marfat.com

فعل ہمارے لئے حجت نہیں ہے، بکر کہتا ہے کہ نفسِ شبینہ جائز اور مباح ہے بلکہ بزرگانِ دین کا معمول ہے یہ اور بات ہے کہ اگر منہیاتِ شرع اس میں شامل ہوں یا لوگ اُس کو اچھی طرح نہ سنیں بلکہ اُس وقت بیٹھے باتیں کریں یا حقہ اور چائے پینے میں مشغول رہیں یا قرآن مجید ایسا غلط اور جلد جلد پڑھا جائے کہ سمجھ میں نہ آئے تو بیشک ایسی صورت ناجائز ہوگی بلکہ ایسی صورت اگر تراویح میں واقع ہو تو تراویح کے لئے کیا حکم نہ ہوگا کیا نفسِ تراویح ان عوارض کی وجہ سے ناجائز ٹھہرے گی؟ زید کہتا ہے شبینہ پڑھنے والے اور سننے والے کو پانسو جوتے لگانے چاہئیں، امسال رمضان مبارک ۱۳۳۹ھ میں ہم چند مسلمانانِ مین پوری نے اپنے اپنے ذوق وشوق سے چند حافظ بلوائے جو نہایت عمدہ اور صاف پڑھنے والے تھے سب نے مل کر نفل نماز میں ستائیسویں شب کو ایک قرآن مجید ختم کیا جس میں نہ منہیاتِ شرعیہ تھے نہ کسی پر بار ہوا سب نے نہایت مستعدی اور سکون سے سنا اس پر زید کو بہت غصہ آیا زید امامِ جامع مسجد ہے انھوں نے بالاعلان ہم سب مسلمانوں پر اسی جامع مسجد میں بعد نماز مغرب مصلے پر کھڑے ہوکر ماں بہن کی گالیاں دیں اور کہا شبینہ سُننا اور وہاں جانا سب گناہ ہے کوئی شبینہ کو جائز ثابت کر دکھائے تو پچاس ۵۰ روپیہ دُوں گا ایسے شخص کی نسبت جو اس قسم کے سب وشتم مسلمانوں کو دے بازاری اور فحش کلمات اس کے زبان زد رہتے ہوں اور مسلمانوں کو جو اس کے مقتدی نہیں ماں بہن کی گالیاں دے، چنانچہ اسی بنا پر وہ کل مقتدی اُس سے ناخوش ہوں اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

فقیر ۲۹ شعبان سے بوجہ علالت رمضان شریف کرنے اور شدتِ گرما گزارنے کو پہاڑ پر آیا ہوا ہے وطن سے مہجور اپنی کتب سے دُور، لہذا زیادہ شرح وبسط سے معذور مگر حکم مسئلہ بفضلہٖ تعالٰی واضح ومیسور۔ شبینہ فی نفسہٖ قطعاً جائز وروا ہے اکابر ائمہ دین کا معمول رہا ہے اسے حرام کہنا شریعت پر افترا ہے، امام الائمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے تیس برس کامل ہر رات ایک رکعت میں قرآن مجید ختم کیا ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

قال الحافظ الذهبی قد تواتر قیامه باللیل وتهجده وتعبده، ای ومن ثم کان یسمی بالوتد لکثرة قیامه باللیل، بل احیاه بقراءة القراٰن فی رکعة ثلاثین سنة ۱؎

حافظ ذہبی نے فرمایا کہ آپ کا قیام اللیل، تہجد اور تعبد تواتر کے ساتھ منقول ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو وتد (کیل) کہا جاتا کیونکہ آپ کے قیامِ لیل میں کثرت تھی بلکہ آپ تیس سال تک رات کو ایک رکعت میں پورے قرآن کی تلاوت کرتے (ت)

۱؎ ردالمحتار مقدمہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۲

marfat.com

Marfat.com

بلا دلیل شرعی کسی حکم کو بعض جا دے خاص مان لینا جزاف ہے اور یہ کہنا کہ اُن کا یہ فعل ہمارے لئے حجت نہیں ادب کے خلاف محض لاف ہے، ان کا فعل حجت نہ ہوگا تو کیا زید و عمرو کا ہوگا! جواہر الفتاوی امام کرمانی پھر فتاوی عالمگیریہ میں ہے:

انما یتمسک بافعال اھل الدین[1] اہل دین کے افعال سے تمسک کیا جائے گا (ت)

علمائے کرام نے فرمایا ہے سلف صالحین میں بعض اکابر دن رات میں دو ختم فرماتے بعض چار بعض آٹھ، میزان الشریعۃ امام عبدالوہاب شعرانی میں ہے کہ سیدی علی مرصفی قدس سرہٗ نے ایک رات دن میں تین لاکھ ساٹھ ہزار ختم فرمائے۔[2] آثار میں ہے امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بایاں پاؤں رکاب میں رکھ کر قرآن مجید شروع فرماتے اور دہنا پاؤں رکاب تک نہ پہنچتا کہ کلام شریف ختم ہوجاتا۔ بلکہ خود حدیث میں ارشاد ہے کہ داؤد علیہ السلام اپنے گھوڑے زین کرنے کو فرماتے اور اتنی دیر سے کم میں زبور یا توراۃ مقدس ختم فرمالیتے۔ توراۃ شریف قرآن عظیم سے حجم میں کئی حصے زائد ہے

والحدیث رواہ احمد والبخاری عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال خفف علی داؤد القراٰن فکان یامر بدوابہ فتسرج فیقرأ القراٰن من قبل ان تسرج دوابہ۔[3]

امام احمد اور امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث شریف روایت کی ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے تلاوت آسان فرمادی تھی آپ سواری پر زین رکھنے کا حکم دیتے اور زین رکھی جاتی تو آپ زین رکھنے سے پہلے زبور تلاوت کرلیتے۔ (ت)

یہ سب روایات اور ان سے زائد ہماری کتاب "الفیوض المکیۃ لمحب الدولۃ المکیۃ" میں ہیں ان افعال کریمہ کو حجت نہ ماننا کیسی گستاخی ہے، جاہل وہ کہ اُسوت اور حجت میں فرق نہ جانے، ہم ان میں اقتدار پر قادر نہیں مگر وہ حجت شرعیہ ضرور ہیں کہ فی نفسہٖ یہ فعل حسن ہے کراہت یا ممانعت اگر آئے گی تو عوارض

---

[1] فتاوی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب السابع عشر فی الغناء نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۲

[2] المیزان الکبرٰی فصل فی بیان لبعض ما اطلعت علیہ من کتب الشریعۃ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۹،

[3] صحیح البخاری کتاب الانبیاء قول اللہ اٰتینا داؤد زبورا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۸۵

marfat.com

Marfat.com

سے، اور وہ یہاں پانچ ہیں :

اوّل عدمِ تفقّہ یعنی جلدی کی وجہ سے معانیِ قرآن کریم میں تفکر و تدبر نہ ہو سکے گا، اصل وجہ منصوص فی الحدیث یہی ہے سنن دارمی وابی داؤد و ترمذی وابن ماجہ میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے :

لم یفقه من قرأ القرآن فی اقل من ثلاث [1]

جس نے تین رات سے کم میں قرآن مجید ختم کیا اس نے سمجھ کر نہ پڑھا۔

یہ وجہ صرف نفیِ افضلیت کرتی ہے جس سے کراہت بھی ثابت نہیں ہوتی۔ ولہذا عالمگیری میں کراہت شبینہ کے قول کو بصیغۂ ضعف و مرجوحیت نقل کیا

حیث قال افضل القراءة ان یتدبر فی معناه حتی قیل یکره ان یختم القرآن فی یوم واحد [2]

یہاں الفاظ یہ ہیں کہ افضل قرأت یہ ہے کہ اس کے معانی میں تدبّر ہو حتی کہ یہ کہا گیا ہے کہ ایک دن میں ختمِ قرآن مکروہ ہے۔ (ت)

اقول پھر یہ بھی ان کے لئے ہے جو تفکر معانی کریں یہاں کے عام لوگ کر کتنا ہی دیر میں پڑھتے تفکر سے محروم ہیں اُن کے لئے دیر بے سُود ہے اور وُہ مقصود لذاتہٖ نہیں بلکہ اسی لئے مقصود ہے اُن کے لئے معتدل جلدی ہی کا افضل ہونا چاہئے کہ جس قدر جلد پڑھیں گے قرأت زائد ہو گی اور قرآن کریم کے ہر حرف پر دس نیکیاں ہیں سَو کی جگہ پانسو حرف پڑھے تو ہزار کی جگہ پانچ ہزار نیکیاں ملیں، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من قرأ حرفا من کتاب الله فله حسنة و الحسنة بعشر امثالها لا اقول الٓمّ حرف ولکن الف حرف ولام حرف و میم حرف [3] رواه الدارمی والترمذی و صححه عن ابن مسعود رضی الله تعالٰی عنه۔

جس نے قرآن کریم کا ایک حرف پڑھا اس کے لئے ایک نیکی ہے اور ہر نیکی دس نیکیاں، میں نہیں فرماتا کہ الٓمّ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔ اسے دارمی اور ترمذی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور اسے صحیح کہا۔ (ت)

---

[1] جامع الترمذی ابواب القرأۃ مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۱۹

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الرابع فی الصلوٰۃ الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۱۷

[3] جامع الترمذی باب ماجاء فی من قرأ حرفا من القرآن الخ مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۱۵

marfat.com

Marfat.com

...حضرت سیدنا امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے رب عزوجل کو خواب میں دیکھا عرض کی: اے رب! کیا چیز تیرے بندوں کو تیرے عذاب سے نجات دینے والی ہے۔ فرمایا: میری کتاب۔ عرض کی: یا رب! بفہم او بغیر فہم اے میرے رب! سمجھ کر یا بے سمجھے بھی۔ فرمایا: بفہم و بغیر فہم سمجھ کر اور بے سمجھے۔

دوم کسل، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ان اللہ لا یسأم حتی تسأموا[1] بیشک اللہ تعالٰی ثواب دینے میں کمی نہیں فرماتا جب تک نہ اکتاؤ۔

اقول یہ وجہ عام عوام کو عام ہے اور احکامِ فقہیہ میں غالب ہی کا اعتبار ہوتا ہے کما بیناہ فی رسالتنا کشف الرین علی حکم مجاورۃ الحرمین و رسالتنا جمل النور فی نھی النساء عن زیارۃ القبور (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے رسالے کشف الرین علی حکم مجاورۃ الحرمین اور اپنے رسالے جمل النور فی نہی النساء عن زیارۃ القبور میں بیان کیا ہے۔ ت) مگر اس وجہ کا مفاد صرف کراہت تنزیہی ہے، علماء نے تصریح فرمائی کہ کسلِ قوم کے سبب تراویح میں قرآن نہ چھوڑیں۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

الختم مرۃ سنۃ و لا یترک الختم لکسل القوم[2] (ملخصا)	ایک دفعہ ختمِ قرآن سنت ہے لہذا اسے قوم کی سستی کی بنا پر ترک نہ کیا جائے (ملخصا)۔ (ت)

اگر کراہت تحریم ہوتی اُس سے احتراز احترازِ سنت پر مقدم رہتا اور مکروہِ تنزیہی جواز و اباحت رکھتا ہے نہ کہ گناہ و حُرمت کما حققناہ فی رسالتنا جمل مجلیہ ان المکروہ تنزیھا لیس بمعصیۃ (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالے جمل مجلیہ ان المکروہ تنزیہا لیس بمعصیۃ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت)

سوم ہزرمہ گھاس کاٹنا۔ درمختار میں ہے:

یاتی الامام والقوم بالثناء فی کل شفع و یزید الامام علی التشھد[3] (بان یاتی بالدعوات بحر، ش) الا ان یمل	امام اور مقتدی ہر شفع میں ثنا پڑھیں اور امام تشہد پر اضافہ کرے (بایں طور کہ دعائیں پڑھے، بحر، ش) مگر قوم اکتا جائے تو صلوٰۃ پڑھ لے اور

[1] مسند احمد بن حنبل — حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا — مطبوعہ دارالفکر بیروت — ۶/۲۴۷

[2] درمختار — باب الوتر والنوافل — مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت — ۱/۹۸

[3] " " " ۱/۹۹

[4] ردالمحتار — آخر باب الوتر والنوافل — مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۲/۴۷

marfat.com

Marfat.com

القوم فیاتی بالصلوات ویترك الدعوات و یجتنب المنکرات ھذرمۃ القراءات وترك تعوذ وتسمیۃ و طمانینۃ و تسبیح و استراحۃ ؎۱

اور دعائیں ترک کر دے، ممنوعات سے اجتناب کرے مثلاً بہت زیادہ تیز قرأت کرنا، تعوذ و تسمیہ کو ترک کرنا اطمینان کے ساتھ نماز ادا نہ کرنا، تسبیح اور جلسہ استراحت کا ترک کرنا۔ (ت)

بعض لوگ ایسا جلد پڑھتے ہیں علیم یا حکیم، یعقلون، تعلمون غرض لفظ ختم آیت کے سوا کچھ سمجھ میں نہیں آتا یہ نفس سنت کا فانی اور بدعت شنیعہ اور اساءت ہے۔

چہارم ترک واجبات قرأۃ مثل مد متصل، یہ صورت گناہ و مکروہ تحریمی ہے۔

پنجم امتیاز حروف متشابہ مثل ث س ص، ت ط، ز ذ ظ وغیرہا نہ رہنا، یہ خود حرام و مفسد نماز ہے مگر ہندوستان کی جہالتوں کا کیا علاج، حفاظ و علماء کو دیکھا ہے کہ تراویح درکنار فرائض میں بھی اس کی رعایت نہیں کرتے، نمازیں مفت برباد جاتی ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شبینہ مذکورہ سوال کہ ان عوارض سے خالی تھا اس کے جواز میں کوئی شبہہ نہیں مگر اتنا ضرور ہے کہ جماعت نفل میں تداعی نہ ہوئی ہو کہ مکروہ ہے۔ مسلمانوں کو فحش گالیاں دینا خصوصاً ماں بہن کی خصوصاً مسجد میں سخت فسق ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس المؤمن بالطعان ولا اللعان ولا الفاحش ولا البذی ؎۲ رواہ احمد والبخاری فی الادب المفرد والترمذی وحسنہ و ابن حبان والحاکم فی صحیحھما عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

مسلمان نہیں ہوتا بہت طعنہ کرنے والا بہت لعنت کرنے والا نہ بے حیا فحش گو۔ اسے امام احمد، بخاری نے ادب المفرد میں، ترمذی نے اسے حسن کہا۔ ابن حبان اور حاکم نے اپنی اپنی صحیح میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

خصوصاً جو اس کا عادی ہے اُس کے سخت فاسق معلن ہونے میں کلام نہیں اُسے امام بنانا گناہ ہے اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ، اور پڑھ لی ہو تو پھیرنی واجب۔ فتاوٰی حجہ وغنیہ میں ہے:

لوقدموا فاسقا یاثمون ؎۳ (اگر فاسق کو امامت کے لئے مقدم کر دیا تو تمام لوگ گنہ گار ہوں گے۔ ت)

؎۱ درمختار آخر باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۹۹

؎۲ جامع الترمذی باب ما جاء فی اللعنۃ " امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۱۹

؎۳ غنیۃ المستملی فصل فی الامامۃ " سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

marfat.com

Marfat.com

[...]ن امام زیلعی میں ہے : لان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته
(کیونکہ امامت کے لئے تقدیم میں تعظیم ہے حالانکہ شرعاً اس کی اہانت لازم ہے۔ ت) واللہ
[...] اعلم۔

مسئلہ ۱۰۸۱: از گھوسی ضلع اعظم گڈھ محلہ کریم الدین پور مرسلہ جامع فنون عقلیہ ونقلیہ فقیہ ملت مولٰنا حکیم
[...] امجد علی صاحب اعظمی رضوی رحمۃ اللہ علیہ مصنف بہارِ شریعت ۸ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ

حضور والا برکت دامت برکاتہم بعد سلام ونیاز غلامانہ معروض حافظ نے تراویح میں فاتحہ اور سورۃ
[تو]بہ کے درمیان اعوذ باللہ من النار ومن شر الکفار الخ بالجہر قصداً پڑھا اب دریافت طلب امر ہے
[ک]ہ نماز ہوئی یا نہیں؟ اور ہوئی تو کیسی؟ اگر نماز واجب الاعادہ ہو تو ان دونوں رکعتوں میں جو قرآن پڑھا گیا
[خت]م کے پورا ہونے میں اُس کا اعادہ بھی ضرور ہے یا کیا؟

الجواب

سورۃ توبہ شریف کے آغاز پر بجائے تسمیہ یہ تعوذ محدثاتِ عوام سے ہے شرع میں اس کی اصل نہیں،
[غ]یر بیرونِ نماز اُس میں حرج نہ تھا۔ رہی نماز اگر سورۃ فاتحہ کے بعد ہی سورۃ توبہ شروع کی اور اس سے پہلے وہ
[ت]عوذ پڑھی تو نماز مکروہِ تحریمی واجب الاعادہ ہوئی کہ واجب ضم سورۃ بوجہ فصل بالاجنبی ترک ہوا مگر اعادۂ تراویح سے
[ا]عادۂ قرآن لازم نہیں یہ جب تھا کہ تراویح باطل ہوجاتی اور اگر فاتحہ کے بعد کچھ آیات انفال پڑھ کر توبہ شروع کی
[ا]ور اُس سے پہلے وہ تعوذ پڑھا تو اگرچہ کراہت تحریم ووجوب اعادہ نہیں مگر جماعت تراویح میں مثل جماعت فرائض و
[و]اجبات یہ فعل مکروہ وخلافِ سنت ضرور ہے اور اس کا جہر سے پڑھنا اور زیادہ نادانی وقلت شعور ہے اُن
[د]و رکعتوں کا اعادہ اولٰی ہے۔ قرآن عظیم کے اعادہ کی اصلاً حاجت نہیں۔ درمختار میں ہے:

[و]الامام لایشتغل بغیر القراٰن وما ورد حمل [ع]لی النفل منفرداً[2]۔

امام قرآن کے علاوہ میں مشغول نہ ہو اور جو دعائیں وغیرہ منقول ہیں وہ اس صورت پر محمول ہیں جب اکیلا آدمی نفل پڑھ رہا ہو۔ (ت)

ردالمحتار وحلیہ میں ہے:

[ا]ما الامام فی الفرائض فما ذکرنا من انه

فرائض میں امام کا معاملہ تو وہی ہے جو ہم ذکر کر آئے

---

[1] تبیین الحقائق باب الامامۃ مطبوعہ مطبعۃ کبری امیریہ مصر ۱/۱۳۴
[2] درمختار فصل یجہر الامام " مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۸۱

marfat.com

Marfat.com

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یفعلہ فیھا، وکذا الائمۃ من بعدہ الی یومنا ھذا فکان من المحدثات، ولانہ تثقیل علی القوم فیکرہ، واما فی التطوع فان کان فی التراویح فکذلک[1] الخ واللہ تعالٰی اعلم۔

یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نماز میں ایسا فعل نہیں کیا اسی طرح آپ کے بعد آج تک ائمہ نے بھی نہیں کیا تو اب اس کے خلاف کرنا بدعت ہوگا، اور دوسرا یہ بھی ہے کہ قوم پر ثقل ہوگا لہذا مکروہ ہے رہا معاملہ نوافل کا تو اگر تراویح میں تو وہاں بھی یہی حکم ہے الخ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۸۳: از جالندھر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی احمد جان صاحب مرسلہ محمد احمد خاں صاحب ۲۰ شوال ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص کہے کہ نماز تراویح میں قرآن شریف کے سننے سے ذکرِ ولادت باسعادت آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سننا اچھا ہے، آیا یہ شخص غلطی پر ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتب تحریر کریں۔

الجواب

اگرچہ قرآن عظیم وتہلیل وتکبیر وتسبیح وذکر شریف حضور پُرنور سید العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سب ذکرِ الٰہی ہیں کریمہ ورفعنا لک ذکرک کی تفسیر میں حدیث قدسی ہے:

جعلتک ذکرا من ذکری فمن ذکرک فقد ذکرنی[2]۔

یعنی رب العزت عزوجلا اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرماتا ہے میں نے تمھیں اپنے ذکر میں سے ایک ذکر بنایا تو جس نے تمہارا ذکر کیا اُس نے میرا ذکر کیا۔ (ت)

مگر قرآن عظیم اعظم طرق اذکار الٰہیہ ہے حدیث قدسی میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں رب عزوجل فرماتا ہے:

من شغلہ القراٰن عن ذکری ومسألتی اعطیتہ افضل من اعطی السائلین، وفضل کلام اللہ علی سائر الکلام

جسے قرآن عظیم میرے ذکرودعا سے روکے یعنی بجائے ذکرودعا قرآن عظیم ہی میں مشغول رہے اسے مانگنے والوں سے بہتر عطا کروں اور کلام اللہ کا فضل

---

[1] ردالمحتار فصل فی القراءۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۵۴۵

[2] کتاب الشفاء الفصل الاول من الباب الاول مطبوعہ شرکۃ صحافیۃ دولت عثمانیہ ترکی ۱/ ۱۵

marfat.com

Marfat.com

كفضل الله على خلقه[1] رواه الترمذی وحسنه۔ | سب کلاموں پر ایسا ہے جیسا اللہ عزوجل کا فضل اپنی مخلوق پر۔ اسے ترمذی نے روایت کرکے حسن قرار دیا ہے۔(ت)

خصوصاً تراویح کا ایک ختم کہ سنّتِ جلیلہ ہے اور مجلس میلاد مبارک عمل مستحبات اور سنّت مستحب سے بلاشبہہ افضل، ہاں اگر کسی شخص کے لئے کوئی عارض خاص پیدا ہو تو ممکن کہ ذکر شریف سُننا اُس کے حق میں قرآن مجید سننے بلکہ اصل تراویح سے بھی اہم و آکد ہوجائے مثلاً اس کے قلب میں عدو رجیم نے معاذاللہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے کچھ وسوسہ ڈالے اور ایک عالم دین مجلس مبارک میں ذکر اقدس فرمارہا ہے اُس کا سننا اس وساوس کو دور کرے گا اور دل میں معاذاللہ معاذاللہ اُن کے جم جانے کا احتمال ہے تو قطعاً اس پر لازم ہوگا کہ ذکر شریف میں حاضر ہوکہ محبت و تعظیم حبیب کریم علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلٰوۃ والتسلیم اصل کار و مدارِ ایمان ہے، معاذاللہ یہ نہ ہو تو پھر نہ قرآن مفید نہ تراویح نافع، نسأل اللہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور درگزر کا سوال کرتے ہیں۔ت)

مسئلہ ۱۰۸۴: از بنگالہ ضلع چاٹگام تھانہ راؤجان موضع پھرا مرسلہ مولوی مہدی صاحب ۴ شوال ۱۳۲۱ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ درماہِ رمضان المبارک جماعت وتر نہ نمودن وہرروز از جماعتِ موجودہ بیروں رفتن شرعاً جائز است یانہ وتارکِ جماعتِ وتر را فاسق وفاجر وغیرآں خواندہ شود یانہ، حسبِ شرع چہ حکم ست۔ بینوا توجروا۔ | اس مسئلہ میں علمائے دین کیا فرماتے ہیں کہ ماہِ رمضان میں جماعتِ وتر میں شرکت نہ کرنا اور ہر روز جماعتِ موجودہ سے باہر چلا جانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ وتر کی جماعت کے تارک کو فاسق وفاجر وغیرہ کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟ شریعت کا حکم کیا ہے بینوا توجروا۔

الجواب

جماعتِ وتر نہ واجب ست نہ مؤکد در ترک او ہیچ بزہ کاری نیست بلکہ اختلاف درانست کہ افضل جماعت ست یا وتر تنہا گزاردن فی الدرالمختار ھل الافضل فی الوتر | جماعتِ وتر نہ واجب نہ سنّتِ مؤکدہ، اس کے ترک میں کوئی گناہ نہیں بلکہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جماعت افضل ہے یا تنہا وتر ادا کرنا۔ درمختار میں ہے کہ کیا وتر جماعت کے ساتھ افضل

---

[1] جامع الترمذی ابواب فضائل القرآن مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۱۶

[2] سنن الدارمی باب فضل کلام اللہ تعالٰی الخ حدیث ۳۳۵۹ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۲/۳۱۷

marfat.com

Marfat.com

الجماعۃ ام المنزل تصحیحان[1] اھ واللہ تعالٰی اعلم | ہیں یا گھر پر تنہا پڑھنا، دونوں قولوں کی تصحیح ہوئی ہے الخ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۸۵: از موضع خورد متو ڈاک خانہ بدوسرائے ضلع بارہ بنکی مسئولہ سید صفدر علی صاحب ۲۳ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ کچھ قید ہے کہ نماز وتر کی تیسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ سورۃ اخلاص ہی ضم ہو دوسری سورۃ نہ ہو؟

الجواب

کوئی قید نہیں اختیار ہے جو سورۃ چاہے پڑھے یا چھوٹی آیتیں یا بڑی ایک آیت۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۸۶: از مولوی عبداللہ صاحب مدرس مدرسہ منظر الاسلام بریلی ۹ صفر ۱۳۳۹ھ

وتروں میں مشابہ سے دعائے قنوت بھول جانے پر کیا پڑھنا چاہئے؟ اور ایسی حالت میں سجدۂ سہو کرنا ہوگا یا نہیں؟

الجواب

ہر دعا پڑھنے سے واجب قنوت ساقط ہوجاتا ہے، ہاں اگر بالکل کوئی دعا بھول کر نہ پڑھی تو سجدۂ سہو کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۸۷: از شہر مراد آباد محلہ مغلپورہ حصہ اول مرسلہ مولٰنا مولوی سید اولاد علی صاحب ۹ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وتروں کے مسبوق کو اپنے فوت شدہ رکعت میں قنوت پڑھنی چاہئے یا نہیں؟

الجواب

مسبوق کی اگر وتر کی تینوں رکعتیں فوت ہوئیں اخیر میں قنوت پڑھے اور اگر ایک رکعت بھی ملی ہے اگرچہ تیسری کے رکوع ہی میں شامل ہوا تو اب باقی نماز میں قنوت نہ پڑھے گا۔ درمختار میں ہے:

المسبوق فیقنت مع امامہ فقط ویصیر مدرکا بادراک الرکوع الثالثۃ[2] واللہ تعالٰی اعلم | مسبوق امام کے ساتھ صرف قنوت پڑھے اور وہ تیسری رکعت کا رکوع پانے سے مدرک ہوجائیگا واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار آخر باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، بھارت ۱/۹۹

[2] " " " ۱/۹۴

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ مسئولہ شوکت علی صاحب ۱۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا حکم ہے اہلِ شریعت کا اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز وتر کی تیسری رکعت میں بعد الحمد وقل کے تکبیر کہہ کر دعائے قنوت کے بدلے میں تین بار قل ہو اللہ شریف پڑھ لیتا ہے اور دُعائے قنوت اُس کو نہیں آتی ہے پس اُس کی نماز وتر کی صحیح ہوتی ہے یا نہیں ؟ اور اگر وُہ ہر روز سجدۂ سہو کر لیا کرے تو نمازِ وتر اُس کی صحیح ہو جایا کریگی ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

نماز صحیح ہوجانے میں تو کلام نہیں، نہ یہ سجدۂ سہو کا محل کہ سہواً کوئی واجب ترک نہ ہوا، دعائے قنوت اگر یاد نہیں یاد کرنا چاہیے کہ خاص اُس کا پڑھنا سنت ہے اور جب تک یاد نہ ہو اللّٰھم ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار پڑھ لیا کرے، یہ بھی یاد نہ ہو تو اللّٰھم اغفرلی تین بار کہہ لیا کرے، یہ بھی نہ آتا ہو تو صرف یا رب تین بار کہہ لے واجب ادا ہو جائے گا، رہا یہ کہ قل ہو اللہ شریف پڑھنے سے بھی یہ واجب ادا ہُوا کہ نہیں' اتنے دنوں کے وتر کا اعادہ لازم ہو۔ ظاہر یہ ہے کہ ادا ہوگیا کہ وُہ ثنا ہے اور ہر ثنا دعا ہے

بل قال العلامۃ القاری وغیرہ من العلماء کل دعاء ذکر وکل ذکر دعاء[1] وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم افضل الدعاء الحمد للہ۔ رواہ الترمذی[2] وحسنہ والنسائی وابن ماجۃ وابن حبان والحاکم وصححہ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما ھذا ولیحرر واللہ تعالٰی اعلم۔

بلکہ علامہ علی قاری اور دیگر علماء نے فرمایا ہر دعا ذکر ہے اور ہر ذکر دُعا۔ رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان ہے سب سے افضل دُعا الحمد للہ ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کرکے حسن کہا۔ نسائی، ابن ماجہ، ابنِ حبان اور حاکم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرکے صحیح کہا اسے محفوظ کرلو اور غور کرنا چاہیے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب ثواب التسبیح والتحمید الخ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۵/۱۱۲

[2] جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۷۴

مستدرک علی الصحیحین باب افضل الذکر الخ " دار الفکر بیروت ۱/۴۹۸

marfat.com

Marfat.com

اجتناب العمال عن فتاوی الجہال

(قنوتِ نازلہ پڑھنے کے بارے میں ایک فتوٰی کا رَد)

مسئلہ ۱۰۸۹ تا ۱۰۹۵ از شہر دمن علداری پرتگیز مرسلہ ضیاء الدین صاحب ۲۶ جمادی الاُخرٰی ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وہابی نے اوّل چند رسائل عقائدِ وہابیت و گستاخی شان معظمانِ دین پر مشتمل طبع کئے جس پر علمائے بمبئی وغیرہ نے ۱۳۱۳ھ میں اُس کی وہابیت پر فتوٰی دیا اُس نے باصرار جماعت اہلسنّت مجبور ہوکر اپنے تحفظ کے لئے ربیع الاول ۱۳۱۴ھ اُس وقت ایک پرچہ باظہار توبہ چھاپ کر شائع کردیا جب اہلسنّت اُس کی طرف سے مطمئن ہوگئے تو اُس نے اپنے اُسی زمانہ سابق وہابیت کی تحریرات سے ایک تحریر حال کی بتاکر ظاہر کی جس کا تاریخی نام "ضروری سوال" لکھا ہے جس سے وہی ۱۳۱۳ھ پیدا ہے اگرچہ آخر میں ۱۳۱۵ھ لکھ دیا ہے اس تحریر پر وہ طالب مباحثہ ہے اور چند شرائطِ بحث لکھے ہیں وہ تحریر خاص اُس کے قلم کی لکھی ہُوئی مع توبہ نامہ و شرائط مباحثہ حضرات علمائے اہلسنت کے ملاحظہ میں حاضر کرکے چند امور کا استفسار ہے:

(۱) اس تحریر میں جو حکم اُس نے قرار دیا کہ نمازِ فجر میں قنوت پڑھنا وقت فتنہ و فساد و غلبہ کفار جائز و باقی و غیر منسوخ ہے اور باقی کسی سختی مثل طاعون و وبا وغیرہ کے وقت جائز نہیں، یہ حکم تفصیلی ہمارے ائمہ کا ہے یا اُس کا اپنا اختراع ہے۔

(۲) طاعون یا وبا کے لئے قنوت ماننے کو کذب و بہتان بتانا علمائے کرام و فقہائے اعلام کی شان میں گستاخی ہے یا نہیں؟

marfat.com

Marfat.com

(۳) اس تحریر کے مضامین و الفاظ و طرزِ بیان و املاء انشا سے اس شخص کا بے علم و جاہل و منصب فتوی کے ناقابل ہونا ظاہر ہے یا نہیں۔

(۴) اگر ظاہر ہے تو نااہل کو مفتی بننا حلال ہے یا حرام اور اس کے فتوے پر عوام کو اعتماد چاہیے یا نہیں؟

(۵) اُس نے اس تحریر میں جو سندیں تقریر میں لکھی ہیں اگر ان سے اُس کا مطلب ثابت نہیں تو آیا یہ امر صرف اُس کی جہالت و بے علمی سے ہے یا کہیں بددیانتی اور عوام کو فریب دہی بھی پیدا ہوتی ہے؟

(۶) جو اس تحریر ضروری سوال کو صحیح و درست بتائے وہ جاہل و نافہم ہے یا نہیں؟

(۷) شرائطِ مباحثہ جو اُس نے لکھے ہیں وہ اُس کے اگلے اشتہار توبہ کے خلاف ہیں یا نہیں اور اُس سے اُس کی قدیم وہابیت کی بُو پیدا ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اللھم لک الحمد تحریرات مذکورہ نظر سے گزریں، ضروری سوال میں جو حکم اختیار کیا محض خلافِ تحقیق ہے ہمارے ائمہ کرام کی تصریحاتِ کتبِ متون دیکھئے تو عموماً یہ ارشاد ہے کہ غیر وتر میں قنوت نہیں ان میں وقتِ غلبۂ کفار کا بھی کہیں استثنا نہیں اور اگر تحقیقاتِ جمہور شارحین پر نظر ڈالئے تو مطلقاً نازلہ کے لئے قنوت لکھتے ہیں خاص فتنہ و غلبۂ کفار کی ہرگز قید نہیں لگاتے۔ غنیہ شرح منیہ میں ہے،

قال الحافظ ابوجعفر الطحاوی انما لا یقنت عندنا فی صلوٰۃ الفجر من غیر بلیۃ فاذا وقعت فتنۃ او بلیۃ فلا باس بہ[1]

یعنی امام ابوجعفر طحاوی نے فرمایا نمازِ فجر میں ہمارے یہاں قنوت نہ ہونا اُس وقت ہے کہ کوئی بلا و مصیبت نہ ہو جب کوئی فتنہ یا کسی قسم کی بلا واقع ہو تو نمازِ صبح میں قنوت پڑھنا مضائقہ نہیں۔

شرح نقایہ برجندی میں ہے، فی الملتقط قال الطحاوی فذکر نحوہ[2] یعنی امام ناصر الدین محمد سمرقندی نے ملتقط میں امام طحاوی کا قول مذکور نقل فرمایا۔ بحرالرائق میں ہے،

وفی شرح النقایۃ معزیا الی الغایۃ وان نزل بالمسلمین نازلۃ قنت الامام[3] الخ۔

یعنی علامہ شمنی نے شرح نقایہ میں بحوالہ غایہ امام سروجی بیان کیا کہ اگر مسلمانوں پر (معاذ اللہ) کوئی سختی آئے تو امام قنوت پڑھے الخ

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی صلوٰۃ الوتر مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۲۰

[2] شرح نقایہ برجندی فصل الوتر " نولکشور لکھنؤ ۱/۱۳۰

[3] بحرالرائق شرح کنزالدقائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۴

marfat.com

Marfat.com

(۳) اس تحریر کے مضامین والفاظ وطرزِ بیان و املاو انشا سے اس شخص کا بے علم وجاہل ومنصبِ فتوٰی کے ناقابل ہونا ظاہر ہے یا نہیں۔

(۴) اگر ظاہر ہے تو نااہل کو مفتی بننا حلال ہے یا حرام اور اس کے فتوے پر عوام کو اعتماد چاہئے یا نہیں؟

(۵) اُس نے اس تحریر میں جو سندیں تقریر میں لکھی ہیں اگر ان سے اُس کا مطلب ثابت نہیں تو آیا یہ امر صرف اُس کی جہالت و بے علمی سے ہے یا کہیں بد دیانتی اور عوام کو فریب دہی بھی پیدا ہوتی ہے؟

(۶) جو اس تحریر ضروری سوال کو صحیح و درست بتائے وہ جاہل و نافہم ہے یا نہیں؟

(۷) شرائطِ مباحثہ جو اُس نے لکھے ہیں وہ اُس کے اگلے اشتہار توبہ کے خلاف ہیں یا نہیں اور اُس سے اُس کی قدیم وہابیت کی بُو پیدا ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اللھم لک الحمد تحریرات مذکورہ نظر سے گزریں، ضروری سوال میں جو حکم اختیار کیا محض خلافِ تحقیق ہے ہمارے ائمہ کرام کی تصریحاتِ کتبِ متون دیکھئے تو عموماً یہ ارشاد ہے کہ غیر وتر میں قنوت نہیں ان میں وقتِ غلبۂ کفار کا بھی کہیں استثنا نہیں اور اگر تحقیقاتِ جمہور شارحین پر نظر ڈالئے تو مطلقاً نازلہ کے لئے قنوت لکھتے ہیں خاص فتنہ وغلبۂ کفار کی ہرگز قید نہیں لگاتے۔ غنیہ شرح منیہ میں ہے،

قال الحافظ ابوجعفر الطحاوی انما لا یقنت عندنا فی صلٰوۃ الفجر من غیر بلیۃ فاذا وقعت فتنۃ او بلیۃ فلا باس بہ[1]

یعنی امام ابوجعفر طحاوی نے فرمایا نمازِ فجر میں ہمارے یہاں قنوت نہ ہونا اُس وقت ہے کہ کوئی بلا ومصیبت نہ ہو جب کوئی فتنہ یا کسی قسم کی بلا واقع ہو تو نمازِ صبح میں قنوت پڑھنا مضائقہ نہیں۔

شرح نقایہ برجندی میں ہے، فی الملتقط قال الطحاوی فذکر نحوہ[2] یعنی امام ناصر الدین محمد سمرقندی نے ملتقط میں امام طحاوی کا قول مذکور نقل فرمایا۔ بحر الرائق میں ہے،

و فی شرح النقایۃ معزیا الی الغایۃ وان نزل بالمسلمین نازلۃ قنت الامام[3] الخ۔

یعنی علامہ شمنی نے شرح نقایہ میں بحوالہ غایۃ امام سروجی بیان کیا کہ اگر مسلمانوں پر (معاذ اللہ) کوئی سختی آئے تو امام قنوت پڑھے الخ

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی صلٰوۃ الوتر مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۲۰

[2] شرح نقایہ برجندی فصل الوتر " نولکشور لکھنؤ ۱/۱۳۰

[3] بحر الرائق شرح کنز الدقائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۴

marfat.com

Marfat.com

منحۃ الخالق میں ہے ؛

کذا فی شرح الشیخ اسمعیل لکنہ عزاہ الی غایۃ البیان ولم اجد المسألۃ فیہا فلعلہ اشتبہ علیہ غایۃ السروجی لغایۃ البیان لکنہ نقل عن البنایۃ مانصہ اذا وقعت نازلۃ قنت الامام فی الصلوٰۃ الجہریۃ وقال الطحاوی لایقنت عندنا فی صلوٰۃ الفجر فی غیر بلیۃ اما اذا وقعت فلا باس بہ[۱] اھ

یعنی اسی طرح پر مسئلہ شرح شیخ اسمٰعیل للدرر والغرر میں ہے انھوں نے اُسے غایۃ البیان علامہ اتقانی کی طرف نسبت کیا مگر مجھے غایۃ البیان میں نہ ملا، شاید غایۂ سروجی سے اشتباہ ہوا لیکن اس نے بنایہ سے نقل کیا جس کی عبارت یہ ہے جب کوئی سختی آئے تو امام جہری نماز میں قنوت پڑھے، اور طحاوی نے فرمایا ہمارے نزدیک فجر میں بغیر مصیبت نہ پڑھے تاہم جب مصیبت نازل ہو تو حرج نہیں اھ (ت)

اور انھیں نے غایۂ امام عینی سے نقل کیا کہ جب کوئی سختی واقع ہو امام قنوت پڑھے اور امام طحاوی کا وہی ارشاد ذکر فرمایا ـــــــ اسی میں ہے ؛

(قولہ ولہما انہ منسوخ) قال العلامۃ نوح أفندی ھذا علی اطلاقہ مسلم فی غیر النوازل واما عند النوازل فی القنوت فی الفجر فینبغی ان یتابعہ عند الکل لان القنوت فیہا عند النوازل لیس بمنسوخ علی ماھو التحقیق کما مر[۲] الخ۔

یعنی علامہ نوح آفندی نے فرمایا جب حنفی کسی شافعی کے پیچھے نماز فجر پڑھے تو بغیر کسی نازلہ کے قنوت میں اس کا اتباع نہ کرے کہ وہ ہمارے نزدیک منسوخ ہے لیکن بلاؤں کے وقت صبح میں ہمارے سب اماموں کے ہاں مقتدی کو باتباعِ امام قنوت پڑھنا چاہئے کہ تحقیق یہی ہے کہ سختیوں کے وقت نماز صبح میں قنوت منسوخ نہیں۔

اشباہ والنظائر میں ہے ؛

فی فتح القدیر ان مشروعیۃ القنوت النازلۃ مستمرۃ لم تنسخ[۳]

یعنی فتح القدیر میں ہے کہ سختی کے لئے قنوت پڑھنے کی شرعاً اجازت برابر چلی آئی ہے منسوخ نہ ہوئی۔

اسی میں ہے ،

ذکر فی السراج الوہاج قال الطحاوی[۴] الخ

سراج الوہاج میں امام طحاوی کا وہ ارشاد ذکر کیا کہ کوئی بلا آئے تو قنوت فجر میں حرج نہیں۔

---

[۱] منحۃ الخالق علی البحر الرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۴

[۲] " " " " " " " ۲/ ۴۵

[۳] الاشباہ والنظائر فائدہ فی الدعاء لرفع الطاعون مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۶۲-۲۶۱

[۴] " " " " " " ۲/ ۶۳-۲۶۲

marfat.com

Marfat.com

مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں غایۃ سروجی کا کلام نقل کرکے مثل علامہ ابراہیم حلبی شارح منیہ فرمایا :

فتکون مشروعیتہ مستمرۃ وھو محمل قنوت من قنت من الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم بعد وفاتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو مذھبنا وعلیہ الجمھور وقال الامام ابوجعفر الطحاوی رحمہ اللہ تعالٰی الخ[1]

یعنی سختیوں کے وقت قنوت کا مشروع ہونا باقی ہے اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے بعد وفات اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو قنوت پڑھی اُس کا موقع یہی ہے یعنی سختی کے وقت پڑھتے تھے ، ہمارا اور جمہور ائمہ کا یہی مذہب ہے ، امام طحاوی فرماتے ہیں کوئی فتنہ یا بلا ہو تو قنوت میں مضائقہ نہیں ۔

حاشیہ مراقی السید الطحاوی میں ہے :

قولہ وھو محمل الخ ای حصول نازلۃ قولہ وھو مذھبنا ای القنوت للحادثۃ[2]

اس کا قول 'وہ موقع ہے الخ ' یعنی سختی کے وقت ۔ اس کا قول 'وہ ہمارا مذہب ہے' یعنی کسی سختی کے واقع پر ۔ (ت)

درمختار میں ہے :

لایقنت لغیرہ الالنازلۃ[3] یعنی وتر کے سوا کسی نماز میں قنوت نہ پڑھے مگر کسی سختی کے لئے ۔

فتح اللہ المعین حاشیہ کنز للعلامۃ السید ابی السعود الازہری میں امام طحاوی کا ارشاد مذکور کہ کسی بلا کے وقت قنوتِ فجر میں حرج نہیں نقل کرکے فرمایا :

وظاھرہ انہ لوقنت فی الفجر لبلیۃ انہ یقنت قبل الرکوع حموی[4]۔

یعنی علامہ سید احمد حموی نے فرمایا امام طحاوی کے اس ارشاد سے ظاہر یہ ہے کہ اگر کسی بلا کے سبب نمازِ فجر میں قنوت پڑھے تو رکوع سے پہلے پڑھے ۔

طحطاوی حاشیہ در میں ہے :

قال العلامۃ نوح بعد کلام قدمہ فعلی

یعنی علامہ نوح نے ایک کلام ذکر کرکے فرمایا تو اس

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب الوتر واحکامہ مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۲۰۶
[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح " " " " " " "
[3] درمختار باب الوتر والنوافل " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۴
[4] فتح اللہ المعین " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۵۲

marfat.com

Marfat.com

هذا لایکون القنوت فی صلٰوة الفجر عند وقوع النوازل منسوخا بل یکون امرا مستمرا ثابتا ویدل علیه قنوت من قنت من الصحابة بعده صلی الله تعالٰی علیه وسلم فیکون المراد بالنسخ نسخ عموم الحکم لانسخ نفس الحکم قال فی الملتقط قال الطحاوی الخ (ثم قال) قال بعض الفضلاء هو مذهبنا وعلیه الجمهور[1]

تقدیر پر بلائیں اُترتے وقت نمازِ فجر میں قنوت منسوخ نہ ہوگی بلکہ باقی وثابت ہوگی اور اس کی دلیل صحابہ کا بعد نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قنوت پڑھنا ہے تو ہمارے علماء جو قنوتِ فجر کو منسوخ بتاتے ہیں اس کی مراد یہ ہے کہ سختی وغیر سختی ہر صورت میں قنوت کا عموم منسوخ ہوگیا نہ یہ کہ قنوت رہا ہی نہیں ملتقط میں ہے امام طحاوی نے فرمایا کوئی فتنہ یا بلا ہو تو فجر میں قنوت پڑھ سکتے ہیں، بعض علماء نے فرمایا یہ ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے۔

ردالمحتار میں عباراتِ بحر و شرنبلالی و شرح شیخ اسمٰعیل و بنایہ و اشباہ و غایہ و غنیہ ذکر کرکے فرمایا (قنوت النازلة عندنا مختص بصلٰوة الفجر[2] سختی کے لئے قنوت ہمارے نزدیک نمازِ فجر سے خاص ہے۔

مرقاة شرح مشکوٰة میں ہے:

قال الخطابی فیه دلیل علی جواز القنوت فی غیر الوتر قلت لکن یقید بما اذا نزلت نازلة وحینئذ لاخلاف فیه[3]

یعنی نمازِ فرض میں قنوت خاص اس صورت میں ہے جب کوئی سختی اُترے اُس وقت اُس میں خلاف نہیں،

کلام یہاں مسئلہ قنوت نوازل اور اس کے اجماعی یا خلافی ہونے کے بحث میں نہیں۔

وقد تقدم عن الشرنبلالی والحلبی و نوح أفندی و الطحطاوی بنسبة الی الجمهور المشعرة بحصول خلاف و افاد الامام ابن الهمام فی الفتح وتبعه الحلبی فی الغنیة ان قنوت النوازل امر

پہلے شرنبلالی، حلبی، نوح آفندی اور طحطاوی سے جمہور کی نسبت گزرا جو اختلاف کی طرف مشعر ہے، امام ابن ہمام نے فتح میں اور حلبی نے ان کی اتباع میں غنیہ میں کہا کہ قنوتِ نازلہ اجتہادی معاملہ ہے اور دونوں طرف کے دلائل

---

[1] حاشیة الطحطاوی علی الدرالمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ دارالمعرفة بیروت ۱/۲۸۳
[2] ردالمحتار مطلب فی قنوت النازلة " مصطفی البابی مصر ۱/۴۹۶
[3] مرقاة شرح مشکوٰة باب القنوت، الفصل الاول " مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/۱۷۹

marfat.com

Marfat.com

مجتهد فیه وذکر کلام النظریٰن۔ ذکر کئے۔ (ت)

کلام اس میں ہے کہ **اولاً** ان سب عبارات میں نازلہ، بلیہ، حادثہ سب لفظ مطلق ہیں کسی میں خاص فتنہ وغلبہ کفار کی تخصیص نہیں، نازلہ ہر سختی زمانہ کو کہتے ہیں جو لوگوں پر نازل ہو۔ اشباہ میں ہے:

قال فی المصباح النازلۃ المصیبۃ الشدیدۃ تنزل بالناس انتھی وفی القاموس النازلۃ الشدیدۃ انتھی وفی الصحاح النازلۃ الشدیدۃ من شدائد الدھر تنزل بالناس[1] انتھی

مصباح میں ہے کہ قنوت نازلہ اس وقت پڑھی جائیگی جب لوگوں پر شدید قسم کی مصیبت نازل ہوا انتہی، قاموس میں ہے نازلہ کا معنی شدیدۃ انتہی، صحاح میں ہے کہ نازلہ اسے کہتے ہیں جو شدائد دہر میں لوگوں پر نازل ہوں انتہی۔ (ت)

خود مصنف ضروری سوال کو اقرار ہے کہ عند النازلۃ (سخت مصیبت کے وقت۔ ت) کی قید سے ہر سختی سمجھی جاتی ہے بااینہمہ برخلاف اطلاقات علماء، اپنی طرف سے خاص فتنہ وفساد وغلبہ کفار کی قید لگانا اور کہنا کہ "ہر ایک نازلہ نہیں" کلام علماء میں تصرف بیجا ہے۔

ثانیاً میں اطلاق سے احتجاج کرتا ہوں کلمات علماء میں صاف تعمیم موجود ہے عامہ عبارت مذکورہ دیکھئے لفظ نازلۃ یا بلیۃ نکرہ موضع شرط میں واقع ہوا کہ اگر کوئی سختی یا کسی قسم کی بلا آئے تو نماز فجر میں قنوت پڑھے یہ صراحۃً ہر مصیبت ناس کو عام ہے "لما نصوا ان النکرۃ فی حیز الشرط تعم" (کیونکہ علماء نے تصریح کی ہے کہ نکرہ شرط کے تحت ہو تو عام ہوتا ہے۔ت) تو زید کا ان کے معنی میں وہ حکم لگا دینا کلمات علماء کا بگاڑنا بدلنا ہے۔

ثالثاً ابن حبان نے اپنی صحیح بالتقاسیم والانواع میں بطریق ابراہیم بن سعد عن الزہری عن سعید و ابی مسلمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی:

قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا یقنت فی صلٰوۃ الصبح الا ان یدعوا لقوم او علی قوم[2]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز صبح میں قنوت نہ پڑھتے مگر جب کسی قوم کے لئے ان کے فائدے کی دعا فرماتے یا کسی قوم پر ان کے نقصان کی دعا فرماتے

فتح القدیر وغنیہ ومرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرمایا: وھو سند صحیح[3] یہ سند صحیح ہے۔ خطیب بغدادی

---

[1] الاشباہ والنظائر فائدہ فی الدعاء لرفع الطاعون مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۱۲۹۳

[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القنوت الفصل الثانی ر مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/۱۸۲

[3] " " " " " " " ۳/۱۸۲

marfat.com

Marfat.com

لے کتاب القنوت میں بطریق محمد بن عبداللہ الانصاری ثنا سعید بن ابی عروبۃ عن قتادہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ،

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان لایقنت الا اذادعا لقوم اودعا علی قوم۔[۱]

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قنوت نہ پڑھتے مگر جب کسی قوم کے لئے یا کسی قوم پر دعا فرمانی ہوتی ۔

کتب ثلثہ مذکورہ میں ہے ، ھذا سند صحیح قالہ صاحب تنقیح التحقیق[۲] یہ سند صحیح ہے صاحب تنقیح التحقیق نے اس کی تصریح کی ۔ امام زیلعی نصب الرایہ میں یہ دونوں حدیثیں ذکر کرکے فرماتے ہیں ،

قال صاحب التنقیح و سند ھذین الحدیثین صحیح وھما نص فی ان القنوت مختص بالنازلۃ۔[۳]

یعنی صاحب تنقیح نے کہا ان دونوں حدیثوں کی سند صحیح ہے اور ان میں صاف تصریح ہے کہ قنوت وقت مصیبت کے ساتھ خاص ہے ۔

یہ دونوں حدیثیں بھی مطلق ہیں ان میں کوئی تخصیص فتنہ وغلبہ کفار کی نہیں اور شک نہیں کہ مثلاً رفع طاعون' دفع وبا ، زوالِ قحط کے لئے دعا بھی "دعا لقوم" کے اطلاق میں داخل کہ یہ بھی مسلمانوں کے لئے دعائے نفع ہے' تو یہی حدیثوں سے اس کا جواب ثابت ہوا ۔

فان اعتل بحمل المطلق علی المقید ، قلنا لیس ھذا محلہ فان ذکر واقعۃ عین داخلۃ فی اجمال بیان لایحصرہ فیھا عند احد علی انہ انما ھو مسلك الشافعیۃ وانت تظھر من نفسك الاعتماد علی مذھب الحنیفۃ وقد انبأت فی غضون کلامك انك ھھنا بصدد اثبات مذھبھم وصرحت فی اٰخر الرسالۃ انھا علی اصول مذھب

اگر کوئی یہ علت بیان کرے کہ مطلق کو مقید پر محمول کیا گیا ہے تو ہم کہیں گے کہ یہ اس حمل کا محل ہی نہیں اگر کوئی مخصوص ایسا واقعہ ذکر کرے جو بیانِ اجمال میں داخل ہو تو اس بات کا حصر مخصوص واقعہ میں کسی کے ہاں درست نہیں ، علاوہ ازیں یہ شوافع کا مسلک ہے حالانکہ آپ مذہب حنفیہ پر اعتماد کا اظہار کررہے ہیں ، آپ کی یہ گفتگو آگاہ کررہی ہے کہ آپ احناف کا مذہب ثابت کرنے کے درپے ہیں' حالانکہ آخر رسالہ میں آپ نے یہ تصریح کی ہے

لے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القنوت الفصل الثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/ ۱۸۲

ے " " " " " " " " "

سے نصب الرایہ لاحادیث الہدایۃ باب احادیث القنوت فی الفجر مطبوعہ مکتبۃ الاسلامیہ ریاض ۲/ ۱۳۰

marfat.com

Marfat.com

امامنا الاعظم ابی حنیفۃ النعمان رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن مقلدیھم اھ بلفظك مع ان الصحیح فی المسئلۃ الاصولۃ قولنا فقد اقام ائمتنا علیھا براھین لاقیل لاحد بھا فیتم الالزام ولا یبقی لاحد مجال کلام۔

یہ رسالہ ہمارے امام ابوحنیفہ نعمان رضی اللہ عنہ کے اور ان کے مقلدین کے اصولوں پر ہے اھ یہ تمہارے اپنے الفاظ ہیں باوجودیکہ صحیح مسئلہ اصول میں ہمارا قول ہے ہمارے ائمہ نے اس پر ایسے دلائل قائم کئے ہیں کہ کوئی ان پر قیل وقال نہیں کرسکتا، پس الزام تام ہوا اور اس کے بعد کسی کو کلام کی مجال و طاقت نہیں (ت)

رابعًا مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے،

قال ابن حجر اخذ منہ الشافعی انہ یسن القنوت فی اخیرۃ سائر المکتوبات للنازلۃ التی تنزل بالمسلمین عامۃ کوباء قحط وطاعون او خاصۃ ببعضھم کأسر العالم او الشجاع ممن تعدی نفعہ و قول الطحاوی لم یقل بہ فیھا غیر الشافعی غلط منہ بل قنت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ فی المغرب بصفین اھ و نسبۃ ھذا القول الی الطحاوی علی ھذا المنوال غلط، اذ أطبق علماءنا علی جواز القنوت عند النازلۃ[1]۔

ابن حجر نے فرمایا کہ امام شافعی نے یہاں سے یہ بات اخذ کی ہے کہ اس وقت تمام فرائض کی آخری رکعت میں قنوتِ نازلہ پڑھنا سنّت ہے جب عام مصیبت مسلمانوں پر مثلاً وبا قحط، طاعون نازل ہو یا خاص مصیبت بعض لوگوں پر نازل ہو مثلاً کسی عالم یا بہادر جس کے نفع کثیر ہوں، کا مقید ہوجانا، اور امام طحاوی کا یہ قول کہ نازلہ میں اس بات کا قول امام شافعی کے علاوہ کسی نے نہیں کیا یہ ان کی طرف سے غلطی ہے بلکہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مقامِ صفین پر مغرب کے وقت قنوت پڑھی ہے اھ اور اس قول کی اس طریق پر امام طحاوی کی طرف نسبت کرنا غلط ہے کیونکہ ہمارے علماء شدید مصیبت کے وقت قنوتِ نازلہ پر متفق ہیں۔ (ت)

اُسی میں ہے:

قال الامام النووی القنوت مسنون

امام نووی نے فرمایا فجر کی نماز میں ہمیشہ قنوت سنت

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوۃ باب القنوت مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/ ۱۶۸

marfat.com

Marfat.com

فی غیر الصبح واماواما فی غیرها ففیہ ثلثۃ اقوال والصحیح المشہور انہ اذا نزلت نازلۃ کعدو او قحط او وباء او عطش اوضرر ظاہر فی المسلمین ونحو ذلک قنتوا فی جمیع الصلوات المکتوبۃ والافلا ذکرہ الطیبی وفیہ ان مسنونیتہ فی الصبح غیر مستفادۃ من ھذا الحدیث[1]

ہے اس کے علاوہ باقی نمازوں کے بارے میں تین اقوال ہیں، صحیح اور مشہور یہ ہے کہ جب کوئی شدید مصیبت آئے مثلاً دشمن کا حملہ، قحط، وبا، پیاس یا کوئی ضرر مسلمانوں پر غالب ہو تو تمام فرائض نمازوں میں قنوت پڑھیں ورنہ نہیں، اس کو طیبی نے ذکر کیا۔ اور اُسی میں ہے کہ اس حدیث سے نماز صبح کے اندر قنوت کی سنیت مستفاد نہیں ہو سکتی۔ (ت)

دیکھو مولٰنا علی قاری نے امام ابن حجر مکی سے تصریح صریح نقل فرمائی کہ جس نازلہ کے لئے قنوت پڑھی جاتی ہے وُہ وبا و قحط و طاعون وغیرہا سب کو شامل ہے اور امام طیبی سے انھوں نے امام اجل ابوزکریا نووی سے نقل کیا کہ نازلہ میں قحط و وبا و تشنگی وغیرہا سب داخل ہیں اور ان اقوال کو مسلّم و مقرر رکھا اور بعض بیان کہ خلافِ مذہب سمجھے اُن پر اعتراض کردیا اِسے برقرار رکھا بلکہ نازلہ کے معنی مذکور نقل کرکے صاف فرمادیا کہ امام طحاوی کی طرف قنوت نازلہ کا انکار اس طرح نسبت کردینا ٹھیک نہیں کہ اُس کے جواز پر تو ہمارے علما کا اتفاق ہے اس سے صاف مفہوم کہ وہی نازلہ جس کے معنی ابھی بیان ہوچکے کہ قحط و وبا و طاعون سب اس میں داخل ہیں اسی کے لئے ہمارے علماء جوازِ قنوت کے قائل ہیں۔

خامساً کیوں راہ دور سے نشان معنی مقصود دیکھئے، کلمات علماء سے صاف صریح تصریحیں لیجئے،

اسی مرقاۃ شریف میں ہے:

قال ابن الملک وھذا یدل علی ان القنوت فی الفرض لیس فی جمیع الاوقات بل اذا نزلت بالمسلمین نازلۃ من قحط وغلبۃ عدو وغیر ذلک[2]

یعنی علامہ ابن ملک نے فرمایا اس حدیث سے ثابت ہے کہ فرض میں قنوت ہمیشہ نہیں بلکہ خاص اس وقت ہے جب معاذ اللہ مسلمانوں پر کوئی سختی آئے، جیسے قحط اور دشمن کا غلبہ وغیرہ۔

علامہ زین العابدین بن ابراہیم بن محمد مصری نے کتاب الاشباہ میں غایہ و شمنی و فتح کی عبارات کہ نوازل میں قنوت رواہے نقل کرکے فرمایا،

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القنوت مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/۱۷۹

[2] " " " " " " " ۳/۱۸۱

marfat.com

Marfat.com

فالقنوت عندنا فی النازلۃ ثابت وھو الدعاء برفعھا ولاشک ان الطاعون من اشد النوازل[1]۔

یعنی ان عباراتِ علماء سے ثابت ہُوا کہ ہمارے نزدیک بلاسختی کے وقت قنوت پڑھنا ثابت ہے اور وہ یہی ہے کہ اُس بلا کے دفع کی دعا کی جائے اور شک نہیں کہ طاعون سخت تر بلاؤں میں سے ہے۔

اسی طرح علامہ سید احمد مصری نے حاشیۂ نورالایضاح اور علامہ سید محمد دمشقی نے حاشیۂ شرح تنویر میں دفع طاعون کے لئے قنوت پڑھنے کی تصریح فرمائی اور انھیں بحرمحقق صاحبِ بحر کا حوالہ دیا ان کی عبارت ان شاء اللہ تعالٰی عنقریب آتی ہے اور ثانی نے زیرِ قولِ شارح مدقق لایقنت لغیرہ الا لنازلۃ (شدید مصیبت کے بغیر قنوت نہ پڑھی جائے۔ ت) فرمایا:

قال فی الصحاح النازلۃ الشدیدۃ من شدائد الدھر ولاشک ان الطاعون من اشد النوازل اشباہ[2]۔

صحاح میں ہے نازلہ اس مصیبت کو کہا جاتا ہے جو شدائدِ دہر میں سے ہو اور اس میں کوئی شک نہیں کہ طاعون شدید ترین مصیبتوں میں سے ہے اشباہ (ت)

تنبیہ: ان بیانوں سے چند امر روشن ہُوئے:

اوّل یہ کہ طاعون و وباء اور ان کے مثل ہر بلیۂ عامہ کے لئے قنوت صحیح حدیثوں کے اطلاقات سے ثابت ہے تو زید یعنی مصنفِ "ضروری سوال" کا قنوت نوازل کو جائز و ثابت مان کر اُسے بعض نازلہ سے خاص کرنا اور باقی کی نسبت کہنا جب تک شریعت سے کسی کام کی اصل نہ ملے وہ کام یا تو بدعت ہوگا یا گناہ محض بے معنی ہے کیا اطلاقِ احادیث اس شخص کے نزدیک کوئی اصلِ شرعی نہیں کہ اس کے حکم کو بے اصل و گناہ مانتا ہے۔

دوم قنوت طاعون و وبا کو نہ صرف اطلاقاتِ کلام علما بلکہ اُن کی صاف تعمیمیں شامل جن میں خود امام اجل ابوجعفر طحاوی بھی داخل، تو اس کی بنا پر زید کا ادعا کہ "نہ اقوالِ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ثابت اور نہ ہمارے امام صاحب کے تابعین کے اقوال سے، وہ ایک زائد بات ہے" صریح نافہمی ہے۔

سوم اطلاق و عموم سے استدلال نہ کوئی قیاس ہے نہ مجتہد سے خاص کما بینہ، خاتم المحققین سیدنا الجد قدس سرہ الامجد فی کتابہ المستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد (جیسا کہ ہمارے والدگرامی خاتم المحققین قدس سرہ نے اپنی مبارک کتاب "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد"

---

[1] الاشباہ والنظائر فائدۃ فی الدعا لرفع الطاعون مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۲۶۲
[2] ردالمحتار مطلب فی القنوت للنازلۃ ” ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۱

marfat.com

Marfat.com

میں بلا و مصیبت) مثلاً اس اخیر زمانہ فتن میں طرح طرح کے نشے، قسم قسم کے باجے ایسے پیدا ہوئے جن کی حرمت کا ذکر نہ قرآن مجید میں ہے نہ حدیث شریف میں نہ اقوالِ ائمہ میں، مگر انھیں حرام ہی کہا جائے گا کہ وہ کل مسکر حرام (ہر نشہ آور شے حرام ہے۔ ت) کے عموم اور یہ حدیث یستحلون الحر و الحریر والخمر والمعازف (وہ ریشم، شراب اور مزامیر کو حلال سمجھیں گے۔ ت) وکریمہ من الناس من یشتری لھو الحدیث (اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں۔ ت) کے شمول واطلاق میں داخل، اب اگر کوئی جاہل کہہ اٹھے کہ یہ تو تم قیاس کرتے ہو احادیث میں کہیں تصریح نہیں پائی جاتی نہ ہمارے امام صاحب کے تابعین سے، ہمارا تمہارا قیاس مسائل فقہیہ دینیہ میں بیکار ہے تو اس سے یہی کہنا چاہئے کہ اے ذی ہوش! یہ قیاس نہیں بلکہ جب ایک مطلق یا عام احادیث وکلماتِ علمائے کرام میں وارد ہے تو اس کے دائرے میں جو کچھ داخل سب کو وُہ حکم محیط وشامل، تو ثابت ہُوا کہ زید کا "ضروری سوال" میں خود ہی یہ سوال قائم کرنا کہ "جب قنوت عندالنازلہ ثابت اور جائز ہوئی تو ہر قسم کی بلا اور مصیبت پر جائز ہونی چاہئے" اور اس کا یہ مہمل جواب دینا کہ "ہمارا تمہارا قیاس مسائل فقہیہ دینیہ میں بیکار ہے احادیث میں کہیں تصریح نہیں پائی جاتی نہ ہمارے امام صاحب کے تابعین کے اقوال سے" صریح نادانی ہے۔

چہارم اگر صرف یہی اطلاق وعموم احادیث واقوال ائمہ ہوتے تو ثابت کہنے کے لئے کافی تھے ایسے مسئلے کو ہرگز کذب وبہتان نہیں کہہ سکتے، دوسرے دلائل کی نظر سے راجح اور ارجح کا اختلاف دوسری بات ہے مگر آپ اوپر سُن چکے کہ طاعون ووبا وقحط وغیرہا کے لئے قنوت کی صاف صریح تصریحیں امام اجل ابوزکریا نووی شارح صحیح مسلم شریف (جن کی جلالتِ شان پر علمائے جمیع مذاہب حقہ کا اجماع ہے) اور امام جلیل شرف الدین حسن بن محمد طیبی شارح مشکوٰۃ و امام شہاب الحق والدین احمد بن حجر مکی ہاشمی و علامہ عبداللطیف بن عبدالعزیز شہیر بابن فرشتہ از اجلہ علمائے حنفیہ ومحقق فقیہ زین بن نجیم مصری عمدہ حنفیہ ومولٰنا علی محمد سلطان محمد ہروی قاری مکی حنفی و فاضل جلیل سیّد احمد مصری طحطاوی حنفی و عالم نبیل سیّد محمد آفندی شامی حنفی نے فرمائیں اور امام ابن حجر مکی نے اسے امام مجتہد عالم قریش سیدنا امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نقل کیا تو مصنفِ "ضروری سوال" کا قول کہ "طاعون یا وبا کے لئے قنوت ثابت نہیں وُہ ایک قسم کا کذب اور بہتان ہے اگر غلطاً ایسا کلمہ بے موقع کسی سے سرزد ہو جائے جنابِ الٰہی میں توبہ واستغفار جلد کرلے"، محض کذب وبہتان اور ان ائمہ کرام وعلمائے اعلام کی جناب میں گستاخی وتوہینِ شان ہے، زید پر لازم ہے کہ اپنی اس خطا اور بے موقع کلمے سے جنابِ الٰہی میں توبہ واستغفار کرے اگر بالفرض باطل یہ قنوت نوازل صرف امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب ہوتا اور ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم بالاتفاق اس سے انکار فرماتے تو غایت یہ کہ یہ مسئلہ ائمہ مجتہدین کا

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الاشربہ، قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۳۷ [2] ... [3] القرآن الکریم ۳۱/ ۶

marfat.com

Marfat.com

اختلافیہ اور ہمارے مذہب کے خلاف ہوتا' اسے کذب و بہتان کہنا اس حالت میں بھی حلال نہ تھا نہ کہ اس صورت میں کہ خود ہمارے ائمہ و علماء کے بھی اطلاق و عموم و نصوص سب کچھ موجود' اور اگر اسے خصوص نقل فعل کا منکر ٹھہرائیے تو اولاً تو یہاں اس کا محل نہیں کہ اس خصوص کا مدعی کون تھا جس کے رَد میں زید یہ الفاظ لکھتا۔

ثانیاً اوپر واضح ہوچکا کہ عدم نقل فعل نہ زید کو مفید نہ اس کے مخالف کو مضر، تو اس کا ذکر محض فضول و نادانی ہے بالجملہ آفتاب کی طرح واضح ہُوا کہ زید نے اس تحریر "ضروری سوال" میں نہ ہمارے متون مذہب کے ظاہر پر عمل کیا نہ ہمارے شارحین اعلام کا قول لیا بلکہ اپنی طرف سے ایک نیا فتوٰی گھڑ دیا۔

بلی قد وقع ما یوھمہ فی کلام بعض ائمۃ الحدیث فی تقریر مذھب الامام احمد بن حنبل رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ وفی کلام بعض ائمتنا فی توجیہ مذھب بعض الصحابۃ رضوان اللّٰہ تعالٰی علیھم ثم لم یعتمدہ ولا جعلہ مذھب علمائنا ولا ذکرہ فی تقریر کلامھم مع انہ قد اثر عنہ التعمیم صریحا فیحتمل ان یکون القصر ھھنا وقع وفاقا لاحصرا وایاما کان فجعل ھذا مذھبا لا سلف لزید فیہ فیما اعلم واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

ہاں مذہب امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ کی تفصیل کرتے ہوئے بعض ائمہ حدیث کے کلام اور بعض صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مذہب کی توجیہ کرتے ہوئے ہمارے بعض ائمہ کے کلام میں کچھ ایسی گفتگو واقع ہوئی ہے جو ایسا وہم پیدا کرتی ہے پھر اس پر کسی نے اعتماد نہیں کیا نہ ہمارے علماء کا مذہب ہے اور نہ ہی یہ ان کے کلام میں مذکور ہے باوجودیکہ ان کی عموم پر تصریح منقول ہے لہذا ممکن ہے کہ یہاں قصر اتفاقاً واقع ہوگیا ہو اور حصر مقصود نہ ہو' جو بھی ہُوا اسے ہمارا مذہب بنا دیا گیا میرے علم کے مطابق اس میں زید کے لئے کوئی فائدہ نہیں۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

"ضروری سوال" کے اظہار خطا کو اسی قدر بس تھا بے حاجت شرعیہ ناقصوں قاصروں کی جہالتوں سفاہتوں کا شمار اپنا شیوہ نہیں لقولہ تعالٰی و اعرض عن الجٰھلین (اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے کہ جاہلوں سے رُوگردانی کیجئے۔ ت) مگر امور متعلقہ بدین میں بعد سوال سائل بیان امر حق ضروری' اور یہاں مصلحت دینی اُس کی طرف داعی کہ جب ایک ایسا بے علم و کم فہم و مشکوک و متہم شخص اپنے آپ کو مفتی و مصنف بنائے ہُوئے ہے اور بعض عوام اسے عالم و قابلِ اعتماد سمجھتے ہیں تو اس کے پُرجہل و نااہل ہونے کا آشکارا کرنا ان شاء اللہ دین عوام کو نافع اور ضلالت وجہالت میں پڑنے کا دافع ہوگا وباللہ التوفیق زید کی ترکیب و بندش الفاظ و انشاء و املا میں اگرچہ خطا ہائے فاحشہ موجود ہیں مگر ان سے تعرض داب محصلین نہیں

marfat.com

Marfat.com

...تک باقی کثیر و بسیار اغلاط و جہالت سے صرف بعض کا اظہار کیا جاتا ہے :

جہالت ۱: حدیث مذکور ابن حبان کو زید کے دعویٰ تخصیص کا صاف رد تھی براہِ نادانی اپنی دلیل بنا کر لکھی اور اس پر فائدہ یہ جما دیا کہ "یہاں سے سمجھا گیا کہ کفار ظلم کریں تو نصرت چاہئے طاعون کے لئے قنوت ثابت نہیں" عقلمند سے پوچھا جائے کہ اس حدیث میں ظلم کفار کی تخصیص کہاں ہے اور اس کے ذکر سے سوا فرد کے تمھیں کیا فائدہ حاصل ہوا۔

جہالت ۲: قنوتِ فجر کے بارے میں ہمارے مشائخ کرام تصریح فرماتے ہیں کہ منسوخ ہے ولہذا حکم دیتے ہیں کہ حنفی اگر فجر میں شافعی کی اقتدا کرے قنوت میں اس کا اتباع نہ کرے کہ منسوخ میں پیروی نہیں، اس قدر پر تو کلماتِ علماء متفق ہیں، ہاں محلِ نظر یہ ہے کہ یہاں عموم نسخ ہے یا نسخ عموم۔ عموم نسخ یہ کہ نازلہ و بے نازلہ کسی حال میں قنوتِ فجر کی مشروعیت باقی نہیں عموماً نسخ ہوگیا، اور نسخ عموم یہ کہ نازلہ و بے نازلہ ہر حال میں عموماً قنوت کا پڑھا جانا یہ منسوخ ہوا صرف بحالتِ نازلہ باقی رہا، نسخ عموم پر تو بہت احادیث صحیحہ دلیل ہیں جن کی تفصیل امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں افادہ فرمائی اور مسند احمد و صحیح مسلم و سنن نسائی و ابن ماجہ میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے :

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قنت شھرا یدعو علی احیاء من احیاء العرب ثم ترکہ[1] زاد ابن ماجۃ فی صلٰوۃ الصبح[2] وھو عند البخاری فی مغازی بزیادۃ بعد الرکوع و ترک ثم ترکہ[3]۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک مہینے تک نمازِ صبح میں قنوت پڑھی، عرب کے کچھ قبیلوں پر دعائے ہلاکت فرماتے تھے پھر چھوڑ دی۔ ابن ماجہ نے یہ اضافہ کیا کہ نمازِ صبح میں قنوت پڑھتے تھے۔ بخاری کے مغازی میں یہ اضافہ ہے کہ قنوت رکوع کے بعد تھی "پھر اسے ترک کر دیا" کے الفاظ کو انھوں نے ترک کردیا۔ (ت)

اور صحاح ستّہ میں بضمنِ حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے کہ ترک کا سبب نزول آیۂ کریمہ لیس لک من الامر شیئ او یتوب علیھم او یعذبھم فانھم ظلمون[4] (آپ کے ہاتھ میں معاملہ نہیں چاہے تو

---

[1] صحیح مسلم باب استحباب القنوت فی جمیع الصلوات مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۳۷

[2] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی القنوت فی صلٰوۃ الفجر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۸۹

[3] صحیح بخاری باب غزوۃ الرجیع و رعل و ذکوان قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷-۵۸۶

[4] القرآن ۳/ ۱۲۸

marfat.com

Marfat.com

اللہ تعالٰی ان کی توبہ قبول فرمائے یا انھیں عذاب دے کیونکہ یہ ظالم ہیں۔ ت) ہے، یہاں نظر دو طرف جاتی ہے اگر معنی آیت مطلقاً ممانعت اور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ترک فرمانا بربنائے ارتفاعِ شریعت ہو یعنی فجر میں قنوت اصلاً مشروع نہ رہی تو عموم نسخ ثابت ہوگا اور اب قنوتِ نازلہ بھی منسوخ ٹھہرے گی، اور اگر معنی آیت اُن خاص لوگوں پر دعائے ہلاکت سے ممانعت ہو کہ اُن میں بعض علمِ الٰہی میں مشرف باسلام ہونیوالے تھے اور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ترک اُنھیں کے بارے میں ہوا نہ مطلقاً تو صرف نسخ عموم ہی ثابت ہو گا اور قنوتِ نازلہ مشروع رہے گی، یہی دونوں نظریں امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر[1] پھر ان کی تبعیت سے علامہ محقق حلبی نے شرح کبیر میں افادہ فرمائیں، ان دونوں کتابوں اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:

واذا ثبت النسخ وجب حمل الذی عن انس من روایۃ ابی جعفر (ھو الرازی) ونحوہ (کدینار بن عبد اللہ خادم انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ماز ال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقنت فی الصبح حتی فارق الدنیا) اما علی الغلط (لان الرازی کثیر الوھم قالہ ابوزرعۃ ودینار وقد قیل فیہ ما قیل) اوعلی طول القیام فانہ یقال علیہ ایضا او یحمل علی قنوت النوازل ویکون قولہ (ای قول انس رضی اللہ تعالٰی عنہ) ثم ترک فی الحدیث الاخر (المراد فی الصحاح) یعنی الدعاعلی اولٰئک القوم لامطلقاً[2] اھ مختصرا مزید امنی ما بین ھلالین۔

جب نسخ ثابت ہو تو اس روایت کو جسے حضرت انس سے ابوجعفر (رازی) یا اس کی مثل دیگر روایات (مثلاً دینار بن عبد اللہ حضرت انس کے خادم ہیں سے مروی ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصال تک فجر کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے) یا غلطی پر محمول کیا جائے گا (کیونکہ بقول رازی ابوزرعہ کثیر الوہم ہیں، اور دینار کے بارے میں بھی جو کچھ کہا گیا ہے وہ ہی کچھ ہے) یا طولِ قیام پر محمول کیا جائیگا کیونکہ قنوت کا اطلاق اس پر بھی ہوتا ہے یا اسے قنوتِ نازلہ پر محمول کیا جائے گا اور ان (حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ) کا قول دوسری حدیث (جو صحاح میں موجود ہے) میں کہ پھر اسے ترک کردیا گیا یعنی قوم کے خلاف دُعا ترک کردی نہ کہ ہر دعا اھ اختصاراً اور میری طرف سے وہ اضافہ ہے جو ہلالین کے درمیان ہے (ت)

---

[1] فتح القدیر باب صلوٰۃ الوتر مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۷۷
[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القنوت الفصل الثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/ ۱۸۲

marfat.com

Marfat.com

...فتح القدیر میں مذکور ہیں ہے:

یجب کون بقاء القنوت فی النوازل مجتہدا فیہ وذلک ان ھذا الحدیث (ای حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ بطریق حماد بن ابی سلیمان وابی حمزۃ القصاب عن ابراھیم عن علقمۃ عنہ قال لم یقنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الصبح الاشھرا ثم ترکہ لم یقنت قبلہ ولا بعدہ ولفظ حماد لم یر قبل ذلک ولا بعدہ) لم یؤثر عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من قولہ ان لا قنوت فی نازلۃ بعد ھذہ، بل مجرد العدم بعدھا فیتجہ الاجتہاد بان یظن ان ذلک انما ھو لعدم وقوع نازلۃ بعدھا تستدعی القنوت فتکون شرعیۃ مستمرۃ وھو محمل قنوت من الصحابۃ بعد وفاتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اوان یظن رفع الشرعیۃ نظرا الٰی سبب ترکہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو انہ لما نزل قولہ تعالٰی لیس لک من الامر شیئ ترکہ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔ اھ بزیادۃ۔

مصائب کے وقت قنوت پڑھنے کو باقی رکھنے کے معاملے کو اجتہادی قرار دینا واجب ہے کیونکہ یہ حدیث (یعنی حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ دو طریقوں سے مروی ہے حماد بن ابی سلیمان، ابوحمزہ قصاب نے ابراہیم سے انھوں نے علقمہ سے کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک ماہ تک صبح کی نماز میں قنوت پڑھا پھر آپ نے اسے ترک فرمادیا اس سے پہلے بھی آپ نے قنوت فجر میں کبھی نہ پڑھی اور نہ بعد میں۔ حماد کے الفاظ یہ ہیں کہ اس سے پہلے بھی نہ دیکھا اور نہ بعد میں اور نہ ہی آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے یہ قول منقول ہے کہ شدید مصیبت میں اس کے بعد قنوت نہیں پڑھی جائے گی بلکہ اس کے بعد محض عدم منقول ہوا لہٰذا اس معاملہ میں اجتہاد ہوگا بایں طور کہ غالب گمان ہے کہ اس کے بعد کوئی ایسی شدید مصیبت ہی نازل نہ ہوئی جو قنوت کا تقاضا کرتی لہٰذا قنوت دائماً جائز ہوگی اور یہی محمل ہے اس قنوت کا جو حضور علیہ السلام کے صحابہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم سے منقول ہے یا بایں طور کہ گمان یہ ہے کہ اس کا جواز ختم ہونا آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ترک کے باعث ہے سبب یہ کہ جب اللہ تعالٰی کا قول لیس لک من الامر شیئ نازل ہو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کو ترک کردیا واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم اھ بزیادۃ۔ (ت)

ؔ فتح القدیر باب صلوٰۃ الوتر مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۷۹

marfat.com

Marfat.com

روشن علم تو یہ ہے مگر مصنف "ضروری سوال" کی سخت نافہمی کہ دو متنافی باتوں کو ایک کر دیا اور کچھ نہ سمجھا، خود اُسی کا ایک کلام دوسرے کو رد کر دے گا مسلک تو وہ اختیار کیا کہ قنوتِ نازلہ باقی ہے منسوخ نہیں اگرچہ نازلہ کے معنی خاص فتنہ و فساد و غلبۂ کفار کے لئے ایک جگہ لکھا عند النازلہ بدعت نہیں مداومت بدعت اور دین میں نیا کام ہے۔ پھر لکھا "دلیل اوپر نسخ قنوت کے مداومت کے طور پر اور دلیل واسطے جواز قنوت کے عند النازلہ"۔ پھر لکھا مداومت کے طور پر منسوخ اور عند النازلہ غیر منسوخ"۔ اور مزے سے وہی آیۂ کریمہ اور وہی حدیث بحوالہ صحیحین ذکر کرکے کہہ دیا "اسی آیت سے اور حدیث متفق علیہ سے نسخ قنوت عموماً ثابت ہُوا سوائے قنوت وتر کے"۔ ذی ہوش سے پُوچھا جائے کہ اس حدیث سے کس چیز پر قنوت مذکور تھی نازلہ پر اور نزولِ آیت کس قنوت کے بارے میں ہوا قنوت نازلہ میں اگر آیت وحدیث سے اس کا نسخ ثابت مانتا ہے تو قنوت نازلہ کہاں باقی رہی، وہی تو صراحۃً ان سے منسوخ ہوئی، یہ طرفہ تماشا ہے کہ وہی منسوخ وہی باقی، ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔

جہالت ۳: حدیث طارق اشجعی رضی اللہ تعالٰی عنہ در بارہ انکارِ قنوتِ فجر (جس طرح معمولِ شافعیہ ہے) نسائی نے اس طرح روایت کی کہ میں نے حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے پیچھے نماز پڑھی کسی نے قنوت نہ پڑھی وہ بدعت ہے[1]۔

اور ترمذی و ابن ماجہ نے یوں کہ اُن کے صاحبزادے سعد ابو مالک نے اُن سے پوچھا آپ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی تعالٰی علیہ وسلم و خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھیں کیا وہ فجر میں قنوت پڑھتے تھے؟ فرمایا: نئی نکالی ہوئی ہے[2]۔

ایک ہی حدیث مضمون ایک ہی صحابی ایک ہی مخرج، اور مصنّفِ "ضروری سوال" نے اسے بلفظ اول ذکر کرکے نسائی و ابن ماجہ و ابن ترمذی سب کی طرف نسبت کیا اور لفظ دوم کو بے نسبت چھوڑ کر کہہ دیا: "ان دونوں حدیثوں میں لفظ بدعت اور محدث کا وارد ہے"۔ ایسی حدیث کو دو حدیثیں کہنا اصطلاحِ فقہا در کنار اصطلاحِ محدثین پر بھی ٹھیک نہیں آسکتا یہ زید کی بے خبری و غفلت ہے۔

جہالت ۴: قنوت مذکورہ ائمہ شافعیہ و ائمہ مالکیہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کو حدیث مذکور سے بدعت بتا کر آگے حاشیہ جمایا: "اور حکم بدعت کا یہ ہے کہ کل محدث بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار" (ہر نو پیدا چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی اور ہر گمراہی دوزخ میں جائے گی۔ ت) قطع نظر اس سے کہ

---

[1] سنن النسائی	باب لعن المنافقین فی القنوت	مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور	۱/ ۱۲۸
[2] جامع الترمذی	باب فی ترک القنوت	؍؍ امین کمپنی دہلی	۱/ ۵۳
سنن ابن ماجہ	باب ماجاء فی القنوت فی صلوٰۃ الفجر	؍؍ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	ص ۸۹

marfat.com

Marfat.com

بلکہ مطلق حکم بدعت نہیں حکم بدعت ہے، اجتہادیات ائمہ دین کو ایسے احکام کا مورد قرار دینا کیسی بے باکی و جرأت ہے حاشا ائمہ کرام اہلسنت کا کوئی مسئلہ ضلالت و فی النار کا مصداق نہیں وہ سب حق و ہدایت و سبیلِ جنت ہے۔

جہالت ۵ تا ۸ : حدیث عاصم بن سلیمان ذکر کی ،

قلنا لانس بن مالك ان قوما يزعمون ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یزل یقنت فی الفجر فقال کذبوا انما قنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شھرا واحدا یدعو علی احیاء من احیاء المشرکین[1].

اور اس کا ترجمہ کیا " ہم نے پوچھا انس بیٹے مالک سے یہ کہ مقرر ایک قوم گمان کرتی ہے یہ کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمیشہ قنوت پڑھتے تھے نمازِ فجر میں، سو جواب دیا مالک نے کہ وہ لوگ اپنے گمان میں جھوٹے ہیں سوائے اس کے نہیں کہ قنوت پڑھی آپ نے مہینا ایک، سو بھی بددعا کرنے کو اوپر قبیلوں کے قبیلوں سے مشرکین کے"۔

اوّلاً محاورۂ عرب میں زعم بمعنی مطلق قول بھی شائع یہاں تک کہ صحیح حدیث میں زعمِ جبریل تک واقع۔

ثانیاً کلام ناحق یا خلافِ تحقیق بھی مراد ہو تو یہ حکم اس قائل کے نزدیک ہوتا ہے جو اسے بلفظِ زعم تعبیر کرتا ہے اس سے یہ مستفاد نہیں کہ وہ زاعم خود بھی اُسے مشکوک یا مظنون سمجھتا ہے، زید نے زبردستی یزعمون کے معنی یہ بنائے کہ جو قنوتِ فجر کی بقا کے قائل ہیں خود ہی اُسے شک و گمان کے مرتبے میں جانتے ہیں اور اسی بنا پر کذبوا کا ترجمہ کیا "کہ وہ اپنے گمان میں جھوٹے ہیں" یہ نیو جما کر اب اس پر فائدہ جڑا اس حدیث سے یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ زمانۂ تابعین میں قنوت کا فقط گمان ہی گمان تھا یقینی امر نہ تھا، پس جتنی روایات ان روایات کے مخالف ہیں وہ سب ظنیات ہونی چاہئیں واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔ افسوس کہ جو کہنا چاہا تھا وہ بھی کہہ نہ جانا عقلمند سے پوچھا جائے کہ قائلانِ قنوت مالکیہ و شافعیہ نے کس دن کہا تھا کہ قنوتِ فجر یقینی ہے یا مانعانِ قنوت حنفیہ و حنبلیہ کب کہہ سکتے ہیں کہ عدمِ قنوت قطعی ہے مسائلِ اجتہادیہ دونوں طرف ظنیات ہوتے ہیں پھر یہ کون سا فائدہ آپ نے نکالا اور اس سے بحث میں کیا نفع حاصل ہو۔

ثالثاً اس سب سے قطع نظر کیجئے تو ان قوما یزعمون میں لفظ قوم نکرہ حیزِ اثبات میں ہے جس کا مفاد صرف اس قدر ہوگا کہ کچھ لوگ بطور وہم بقائے قنوت مانتے ہیں اس سے کب لازم ہوا کہ زمانۂ تابعین میں سب قائلانِ قنوت اُسے اسی درجے میں جانتے ہیں۔

---

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ بحوالہ قصاب باب القنوت فصل ثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/ ۱۸۲
مسند احمد بن حنبل ۳/ ۱۶۷ مسلم شریف ۱/ ۲۳۷ بخاری شریف ۱/ ۱۳۶

marfat.com

Marfat.com

جہالت ۹ : حدیث ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا :

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن القنوت فی الفجر[1]	نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قنوتِ فجر سے منع فرمایا۔

جس میں تین راوی ضعیف و شدید الضعیف ہیں ذکر کر کے تضعیفِ رواۃ کا جواب دیا کہ "امام صاحب کی تحقیق کو وُہ مانع نہیں۔

" دوم یہ کہ انس بن مالک نے بدعت اور محدث کہا تو گمان یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو اس نہی کی ضرور خبر ہوگی اگرچہ بدعت اور محدث کی جگہ لفظِ نہی کا نہ ذکر کیا ہو اور اسی پر اکتفا کیا، قطع نظر اس سے کہ بدعت یا محدث کے قائل حضرت طارق اشجعی ہیں نہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو پیدا کہنے سے اس گمان کی راہ کدھر سے ملی ضرور انھیں اس نہی کی خبر ہوگی' انھوں نے صراحۃً تو پیدا ہونے کی وجہ ارشاد فرمادی تھی کہ میں نے سید عالم و خلفاءِ کرام صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم سب کے پیچھے نماز پڑھی' اے فرزند! وُہ نئی نکلی ہے اس میں نہی پر اطلاع کی بُو بھی نہیں نکلتی نہ کہ اس سے گمان ہو کہ ضرور نہی معلوم ہوگی بلکہ انصافاً اس سے یہی متبادر کہ نہی یا تو واقع ہی نہ ہوئی یا ہُوئی تو انھیں خبر نہ تھی ورنہ عدمِ فعل کا ذکر نہ کرتے صاف جواب دیتے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو اسے منع فرما چکے ہیں' جواب مسئلہ میں دلیل اقوی کا ترک کیوں کیا جاتا۔

جہالت ۱۰ : ایک حدیث کی سند ذکر کی ، عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ' اور ترجمہ میں بھی لکھا " اس نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے"۔ عالم صاحب کو اتنی خبر نہیں کہ صحابیت درکنار مسعود سرے سے مسلمان ہی نہ ہوا ، جاہلیت میں مرا۔ اُسے رضی اللہ عنہ میں شامل کرنا کیسی جہالت' اور دانستہ ہو تو سخت تر آفت۔

جہالت ۱۱ : آگے لکھا فتح القدیر میں تحت حدیث عبد اللہ بن مسعود کے بیان کیا ہے چنانچہ

لو یکن انس نفسہ یقنت فی الصبح کما رواہ الطبرانی واذا ثبت النسخ وجب حمل الذی عن انس من روایۃ ابی جعفر اما علی الغلط او علی طول القیام ، فانہ یقال علیہ ایضًا فی الصحیح عنہ علیہ الصلوٰۃ	خود حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فجر میں قنوت نہیں پڑھتے تھے اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے' اور جب نسخ ثابت ہو گیا تو وہ روایت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ابو جعفر سے مروی ہے یا تو اسے غلطی پر محمول کیا جائے گا یا طولِ قیام پر

---

[1] سنن ابن ماجہ باب ما جاء فی القنوت فی صلوٰۃ الفجر مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۸۹

marfat.com

Marfat.com

...افضل الصلٰوۃ طول القنوت ای القیام[1] | کیونکہ حدیث صحیح میں اس پر قنوت کا اطلاق موجود ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: نماز میں افضل ترین عمل طولِ قنوت یعنی قیام ہے۔ (ت)

قطع نظر اس سے کہ تحت حدیث فلاں یا زیر آیت چناں اہل علم کے محاورہ میں اس معنی پر بولا جاتا ہے کہ ...آیت وحدیث کی تفسیر وشرح یا اُس کی بحث میں ایسا کہا یہاں مبحوث عنہ حدیث ابی جعفر رازی ہے اُسی کے تحت اُسی کی بحث میں حدیث ابن مسعود وحدیث طبرانی وغیرہما مذکور ہیں نہ کہ ایک دوسرے کے تحت میں عبارت فتح کا صاف مطلب جسے ہر حرف شناس عربی بے تکلف پہلی ہی نگاہ میں سمجھ لے یہ ہے کہ حدیث ابی جعفر میں جو دوام قنوت مذکور ہوا ممکن ہے کہ وہاں قنوت سے طولِ قیام مراد ہو کہ لفظ قنوت اس معنی پر بھی بولا جاتا ہے دیکھو حدیث صحیح میں ارشاد ہوا کہ بہتر نماز طولِ قنوت ہے یعنی جس میں قیام دیر تک ہو۔ مصنفِ "ضروری سوال" ایسی سلیس عبارت کے واضح معنی کو خاک نہ سمجھا لفظ ایضًا کو کہ مراجعت "بقال" کی طرف ناظر تھا اس سے قطع نظر کرکے مابعد سے ملایا اور "ایضًا فی الصحیح" کو سند جداگانہ ٹھہرایا ولہذا لفظ "ایضًا" پر نشان (س) کہ علامت فصل ہے لگایا اور عبارت کا ترجمہ یُوں فرمایا "کیونکہ وہ لفظ قنوت کا مقرر بولا گیا ہے اوپر طول قیام کے اور بھی بیچ حدیث کے وہ لفظ قنوت کا آیا ہے جو مروی ہے آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کہ افضل ترین نمازوں کی وہ نماز ہے جس میں قنوت یعنی قیام دراز ہو" اس جہالت کی کچھ حد ہے اور ذرا یہ حُسنِ ادا بھی قابلِ لحاظ کہ "بیچ صحیح حدیث کے وہ لفظ قنوت کا آیا ہے" گویا یہاں اس کی بحث تھی کہ حدیث میں کہیں لفظ قنوت آیا ہی نہیں۔

جہالت ۱۲: اسی عبارت فتح کے آخر میں تھا،

...والاشکال نشأ من اشتراک لفظ القنوت بین ما ذکر وبین الخضوع والسکوت والدعاء وغیرھا[2]. | یہاں اشکال قنوت کے ان معانی میں اشتراک کی وجہ سے پیدا ہوا ہے یعنی مذکورہ شَی (طول قیام)، خضوع، سکوت اور دعاء وغیرہ کے درمیان لفظِ قنوت مشترک ہے۔ (ت)

...یہاں ماذکر سے مراد وہی طول قیام تھا اور اُس کے معطوفات خضوع وسکوت ودعا وغیرہا یعنی قنوت کا

---

[1] ...فتح القدیر | باب صلٰوۃ الوتر | مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر | ۱/۳۷۷

[2] ...ایضًا

لفظ جبکہ ان سب معانی پر بولا جاتا ہے اس وجہ سے حدیث ابی جعفر میں قائلان قنوتِ فجر کو اشتباہ پیش آیا اس سے دعا سمجھ لئے حالانکہ مراد طولِ قیام تھا کہ ہمیشہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نمازِ فجر میں قیام طویل فرمایا یہ ایسے صاف معنی ہیں کہ عربی کا ہر مبتدی بے تامل سمجھ لے، اب مصنف صاحب کا علم دیکھئے عبارت صرف "ماذکر" تک نقل کی اور ترجمہ فرمادیا" اور جو مشکلیں پیدا ہوتی ہیں وہ لفظ قنوت کے مشترک المعنی کے سبب اور وجہ سے درمیان اُس چیز کے جو مذکور ہوئی یعنی اپنے محل پر پورا ہوا ترجمہ فتح القدیر کی عبارت کا"۔ گویا آپ کے نزدیک بین صرف شئے واحد پر داخل ہوتا ہے معطوف کی حاجت ہی نہیں ماذکر کے معنی یہ کہ اپنے محل پر مذکور ہوئی ہے اسی پر مطلب تمام ہوگیا۔

جہالت ۱۳ : سوال قائم کیا "جب نسخ قنوت ثابت ہُوا تو عندا لنازلہ جواز کہاں رہا" اور اس کے جواب میں لکھا "جواب بصورت اجمالیہ اجماعیہ یہ ہے فی فتح القدیر وتر و نوافل کی بحث میں قولہ ان مشروعیۃ القنوت فی النازلۃ مستمرۃ لم تنسخ[1] الخ تحقیق کے جائز ہونا قنوت کا بیچ وقت سختی منسوخ نہیں" فتح القدیر سے استناد اور قنوتِ نازلہ کے اجماعی ہونے کا ادعا بکف چراغ دارد کا تماشا ہے فتح القدیر کی اسی عبارت میں صراحۃً فرمایا کہ نازلہ میں بقائے قنوت مجتہد فیہ ہے منسوخ ہونا نہ ہونا دونوں طرف نظر جاتی ہے وقد تقدم نصہ فی بیان الجھالۃ الثانیۃ (اس کے الفاظ کا تذکرہ جہالت نمبر۲ میں ہوچکا ہے۔ ت) اسی عبارت منقولۂ زید کے بعد بلافصل فرمایا تھا "وبہ قال جماعۃ من اھل الحدیث[2]" (محدثین کی ایک جماعت نے یہی قول کیا ہے۔ ت) کہاں ایک گروہِ محدثین کا قول ہونا اور کہاں اجماع۔

جہالت ۱۴ : "جو قنوت دونوں حضرات نے نمازِ فجر میں پڑھی وہ بارادہ اصلاح ذات البین کے تھی نہ بددعا" بددعا نہیں مگر دعائے وصول مکروہ، اور شک نہیں کہ فریقین میں ہر ایک کو اپنی مغلوبی مکروہ ہوتی ہے اور شک نہیں کہ دونوں جماعتیں اپنا غلبہ مانگتی تھیں مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ میں امیرالمومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے ہے :

انہ لما قنت فی صلٰوۃ الصبح انکر الناس علیہ فقال انما استنصرنا علی عدونا۔[3]	جب اُنھوں نے نمازِ فجر میں قنوت پڑھی تو لوگوں نے آپ پر اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا ہم نے دشمن پر مدد مانگی ہے۔ (ت)

---

[1] و [2] فتح القدیر باب صلٰوۃ الوتر مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۷۹
[3] مصنف ابن ابی شیبہ من کان لایقنت فی الفجر مطبوعہ ادارۃ القرآن و العلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۳۰۷

marfat.com
Marfat.com

محررِ مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب الآثار میں فرماتے ہیں:

قال ابراھیم (ھو النخعی) وان اھل الکوفة انما اخذوا القنوت عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ قنت یدعو علی معویہ حین حاربہ، واما اھل الشام فانما اخذوا القنوت عن معویة رضی اللہ عنہ قنت یدعو علی علی رضی اللہ عنہ حین حاربہ قال محمد و بقول ابراھیم ناخذ وھو قول ابی حنیفة[1]

حضرت ابراہیم (نخعی) نے بیان فرمایا ہے کہ اہل کوفہ نے قنوت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اخذ کی ہے کیونکہ انہوں نے اس وقت قنوت پڑھی جب حضرت معاویہ سے ان کی جنگ ہوئی، اور اہل شام نے حضرت معاویہ سے قنوت اخذ کی ہے کیونکہ وہ بھی جنگ علی رضی اللہ عنہ کے وقت قنوت پڑھا کرتے تھے، امام محمد نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم کے قول پر ہمارا عمل ہے اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے۔ (ت)

جہالت ۱۵: "بعید نہیں کہ اُن حضرات نے قنوت اس مضمون کی پڑھی ہو" کہ اللھم اصلح بیننا و بین قومنا فانھم اخواننا بغوا علینا (اے اللہ! ہمارے اور قوم کے درمیان صلح پیدا فرما کیونکہ وہ ہمارے بھائی ہیں انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کردی ہے۔ ت) امیر المومنین کی طرف سے یہ قنوت محتمل کیا امیر معٰویہ بھی معاذ اللہ امیر المومنین کو باغی سمجھتے تھے یہ نرا جاہلانہ افترا ہے امیر معٰویہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے صاف تصریح بسند صحیح موجود ہے کہ مجھے خلافت میں نزاع نہیں نہ میں اپنے آپ کو مولٰی علی کا ہمسر سمجھتا ہوں،

وانی لاعلم انہ افضل منی واحق بالامر ولکن لستم تعلمون ان عثمٰن قتل ظلما وانا ابن عمہ وولیہ اطلب بدمہ[2] رواہ یحیی بن سلیمٰن الجعفی استاذ الامام البخاری فی کتاب صفین بسند جید عن ابی مسلم الخولانی۔

میں خوب جانتا ہوں کہ امیر المومنین کرم اللہ تعالٰے وجہہ مجھ سے افضل و احق بہ امامت ہیں مگر تمہیں خبر نہیں کہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظلماً شہید ہوئے ہیں اُن کا ولی اور ابن عم ہوں اُن کا قصاص مانگتا ہوں۔ اسے امام بخاری کے استاد یحیٰی بن سلیمٰن الجعفی نے کتاب صفین میں سند جید کے ساتھ ابومسلم خولانی سے روایت کیا ہے۔

---

[1] کتاب الآثار باب القنوت فی الصلوٰة مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ص ۴۴

[2] کتاب صفین

marfat.com
Marfat.com

جہالت ۱۶: خود ہی سوال میں لکھا "جب قنوت عند النازلہ جائز ہوئی تو ہر مصیبت پر جائز ہونی چاہئے جس طرح قلتِ باراں وسیلاب، زلزلہ، آندھی، امراض مختلفہ خاص کر وبا اور طاعون کہ وہ اشد النازلہ ہے" اور جواب دیا "ہمارا تمہارا قیاس بیکار ہے ان مصیبتوں کے لئے شارع علیہ السلام نے جُدا جُدا طریقہ بتادیا اور اُن کا حکم بھی سنادیا چنانچہ کتب فقہ ان سے مملوہیں الخ" اس کو قیاس بتاتے کی جہالت اوپر مذکور ہوچکی مگر طاعون کو خود "اشد النازلہ" لکھنے سے رہا سہا اور بھی جہل کا پردہ کھول دیا جب قنوت نازلہ ثابت اور طاعون سب سے سخت تر نازلہ ہے تو اس کے لئے بدلالۃ النص قنوت ثابت اور دلالۃ النص سے اثبات کو قیاس بتانا سخت جہالت، اب مصنف "ضروری سوال" کی مثال اس ذی ہوش کی طرح ہے جس سے کہا جائے والدین کو مارنا حرام ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: لاتقل لھما اُف ماں باپ سے "ہوں" نہ کہہ۔ جب ہُوں کہنے سے ممانعت ہے تو مارنا اس سے سخت تر ہے بدرجۂ اولیٰ منع ہے وہ کہے "ہمارا تمہارا قیاس مسائل فقہیہ دینیہ میں بیکار ہے" قرآن میں تو کہیں والدین کو مارنے کی ممانعت نہیں ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

جہالت ۱۷: قطع نظر اس سے قلت وکثرتِ باراں وسیلاب وزلازل ورِیاح وامراض مختلفہ سب کے لئے جدا جدا طریقہ شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہاں بتایا، اگر اس بیان پر مصنف سے مطالبہ کیا جائے تو خود ہی اپنی جہالت کا اقرار کرنا پڑے، بالفرض جدا جدا طریقے ارشاد بھی ہُوئے ہوں تو سب کے لئے ایک طریقہ عامہ ہونے کی کیا منافی ہے پھر اس باب سے سوا اپنے اظہار علم اور کیا حاصل ہوا۔

جہالت ۱۸: اشباہ والنظائر والے صاحب نے فرمایا ہے کہ ۹۹۹ھ نوسو ننانوے میں مصر القاہرہ میں لوگوں نے مجھ سے پُوچھا تھا طاعون میں قنوت پڑھنے سے، سو میں نے جواب دیا کہ اس کی تصریح کہیں نہیں، میں حکم نہیں کرسکتا، چنانچہ

قولہ سئلت عنہ فی الطاعون سنۃ تسع وتسعین وتسعمائۃ بالقاھرۃ فاجبت بانی لم ارہ صریحًا۔	ان کا قول کہ قاہرہ میں مجھ سے طاعون کے وقت قنوت پڑھنے سے متعلق ۹۹۹ھ میں سوال کیا گیا تو میں نے جوابًا کہا اس پر تصریح میرے مطالعہ میں نہیں آئی۔ (ت)

صاحبِ اشباہ رحمہ اللہ کا انتقال ہشتم رجب ۹۷۰ھ کو ہوا۔ علامہ حموی شرح اشباہ فن ثانی کتاب الوقف میں نقل فرماتے ہیں:

قد توفی المصنف رحمہ اللہ لثمان مضین	مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات رجب ۹۷۰ھ

لہ الاشباہ والنظائر فائدہ فی الدعا لرفع الطاعون مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ ۲/ ۶۲-۲۶۱

marfat.com

Marfat.com

میں صاحب حقیقۃ سبعین وتسعمائۃ[1] میں ہوئی (ت)

آپ ۹۹۹ھ کا واقعہ اُن سے لکھوا رہے ہیں حقیقۃ اشباہ میں یہاں سنۃ تسع وستین وتسعمائۃ[1] یعنی ۹۶۹ھ نو سو انہتر جسے آپ ۹۹۹ھ بتا رہے ہیں۔

جہالت ۱۹: اور پھر بیان کیا (یعنی صاحبِ اشباہ نے) کہ اگر کوئی قنوت پڑھنا چاہے تو اکیلا دو رکعت نماز نفل کی نیت کرکے پڑھے چنانچہ

یقنت للطاعون لانہ اشد[علم] النوازل بل ذکرہ[عہ۲] انہ یصلی رکعتین فرادی فرادی وینوی رکعتی[عہ۳] لدفع الطاعون[عہ۴]

قنوت پڑھے واسطے طاعون کے مقرر وہ بڑی سخت ہے سختیوں سے مگر جماعت سے نہ پڑھے بلکہ پڑھے دو دو رکعتیں اکیلے اکیلے اور نیت کرے دو رکعت نفل کی واسطے دفع طاعون، پورا ہوا حاصل مطلب اشباہ والے کا۔

قطع نظر اس سے کہ یہ عبارت اشباہ کی نہیں بلکہ صاحبِ اشباہ سے ناقل[عہ] کی ہے اور اس میں بل ذکر کی ضمیر خود

عہ ۱ "ضروری سوال" میں یونہی لکھا اور اسی غلطی کی بنا پر طاعون کو خود بھی اشد النازلہ کہا حالانکہ اشباہ میں من اشد النوازل ہے ۱۲ (م)

عہ ۲ ہکذا بخطہ وصوابہ بل ذکر ۱۲ (م) — یہ ان کی تحریر ہے اور درست "بل ذکر" ہے (ت)

عہ ۳ ہکذا بخطہ وصوابہ رکعتین (م) — یہ ان کی تحریر ہے درست "رکعتین" ہے۔ (ت)

عہ ۴ ظاہرًا کہیں طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح دیکھنے کو مل گئی اس میں انھوں نے فرمایا تھا،

فی الاشباہ یقنت للطاعون لانہ من اشد النوازل بل ذکر انہ یصلی لہ رکعتین فرادی وینوی رکعتا رفع الطاعون[3]

اشباہ میں ہے کہ طاعون کے لئے قنوت پڑھی جائے کیونکہ یہ شدید مصائب میں سے ہے بلکہ یہ ذکر کیا کہ دو رکعات الگ الگ ادا کی جائیں اور ان کی نیت طاعون کے دفع کے لیے دو رکعات کی کی جائے۔ (ت)

یہ صاحب اپنی خوش فہمی سے سمجھے کہ یہ سب عبارت فی الاشباہ کے تحت میں داخل ہے ۱۲ (م)

---

[1] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ فن ثانی، کتاب الوقف مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۳۰۸

[2] " " " " " " " " "

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب الوتر " نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۲۰۶

marfat.com

Marfat.com

صاحبِ اشباہ ہی کی طرف سے جسے آپ نے چنانچہ لکھ کر عبارت اشباہ ہونے کا اشعار کیا اور بل ذکر کا مطلب کچھ نہ بنا لہذا اُسے ترجمہ سے خارج کر دیا طرفہ سخت جہالت فاحشہ یہ ہے کہ دو رکعت پڑھنے کے مسئلے کو مسئلہ قنوت کا تتمہ بنا دیا کہ "قنوت پڑھا چاہے تو اکیلا دو رکعت نفل کی نیت کرکے پڑھے" اور اسی لئے اپنی طرف سے ترجمے میں "مگر" تراش لیا کہ "مگر جماعت سے نہ پڑھے" حالانکہ کوئی کم علم بھی عبارتِ اشباہ خواہ عبارت مذکورہ ناقل عن الاشباہ دیکھ کر کسی طرح اس جہالت کا گمان بھی نہ کرے گا، اشباہ میں تو قنوت طاعون ثابت فرما کر نماز طاعون کا مسئلہ ہی جدا شروع فرمایا اور جُداگانہ دلیلوں سے اُس کا ثبوت دیا۔

حیث قال صرح فی الغایۃ بانہ اذا نزل بالمسلمین نازلۃ قنت الامام فی صلوٰۃ الفجر فالقنوت عندنا فی النازلۃ ثابت ولا شك ان الطاعون من اشد النوازل وفی السراج الوھاج قال الطحاوی لایقنت فی الفجر عندنا من غیر بلیۃ فان وقعت فلا باس بہ کذا فی الملتقط انتھی فان قلت ھل لہ صلوٰۃ قلت ھو کالخسوف لما فی منیۃ المفتی فی الخسوف والظلمۃ فی النھار واشتداد الریح والمطر والثلج والافزاع وعموم المرض یصلی وحدانا انتھی ولا شك ان الطاعون من قبیل عموم المرض فتسن لہ رکعتان فرادی[1] اھ مختصرا

الفاظ یہ ہیں کہ غایہ میں تصریح ہے کہ جب مسلمانوں پر کوئی بڑی مصیبت اُترے تو امام نمازِ فجر میں قنوت پڑھے، پس بڑی مصیبت کے وقت قنوت ہمارے نزدیک ثابت امر ہے اور بیشک طاعون بڑی مصیبتوں میں سے ہے السراج الوہاج میں ہے کہ طحاوی نے فرمایا کہ بغیر کسی مصیبت کے ہمارے نزدیک فجر میں قنوت نہ پڑھی جائے اور اگر کوئی مصیبت نازل ہوجائے تو پڑھنے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ ملتقط میں ہے انتہی اگر آپ پوچھیں کہ اس کے لئے نماز ہے تو میں کہتا ہوں کہ طاعون کا معاملہ خسوف کی طرح ہی ہے۔ منیۃ المفتی کے باب الخسوف میں ہے کہ سخت تاریکی، شدید طوفان، شدید بارش یا شدید ژالہ باری، شدید خوف یا مرض عام لاحق ہوجائے تو تنہا نماز ادا کریں' انتہی' اور اس میں کوئی شک نہیں کہ طاعون ایسی مرض ہے جو عام لوگوں کو لاحق ہوجاتی ہے لہذا اس کے رفع کے لئے بھی دو رکعات تنہا ادا کرنا سنت ہوگا اھ مختصراً (ت)

-۱ اور ناقل نے بھی بل ذکر لکھ کر اُسے جُدا کر دیا تھا مگر جب آدمی کو سہل سہل عبارات کا ترجمہ سمجھنے کی لیاقت نہ ہو تو مجبور ہے۔

---

[1] الاشباہ والنظائر فائدہ فی الدعاء لرفع الطاعون مطبوعہ مطبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۱۶۲

marfat.com

Marfat.com

جہالت ۳۰: اس سے بھی سخت تر جہالت یہ کہ صاحبِ اشباہ کا مطلب وہ ٹھہرایا "کہ طاعون میں قنوت کی تعریح کہیں نہیں میں حکم نہیں کرسکتا" اور عبارت یہ نقل کی کہ یقنت للطاعون جس کا آپ ہی ترجمہ کیا کہ "قنوت پڑھے واسطے دفع طاعون کے" کیوں حضرت! کیا یہ حکم نہ ہوا، واقعی جو بزرگوار اپنا لکھا آپ نہ سمجھ سکے پُورا معذور ہے یہ سر پرست مبتلی جہالتیں ہیں، اور شروع کلام میں اولاً سے خامساً اور اس کے تنبیہ میں اول سے چہارم تک جو سخت وجوہ ظاہر ہوئے "ضروری سوال" کی بطالتیں جہالتیں ثابت کی گئیں انھیں شامل کیجئے تو یہاں تک **۲۹ جہالات شدیدہ** بیان ہوئیں اب **تیسویں جہالت** سب سے بڑھ کر سفاہت ملاحظہ ہو۔ "ضروری سوال" کی ساری محنت وجانکاہی اپنے اس ادعائے باطل کے اثبات کو تھی کہ فتنہ وغلبۂ کفار کے سوا طاعون وغیرہ نوازل کی قنوت کذب باطل وبہتان بے ثبوت وگناہ و بدعت وضلالت و فی النار ہے جو اُسے ثابت مانے اس پر حکم تعجیل توبہ واستغفار ہے ساڑھے پانچ ورق کی تحریریں دس صفحے اسی مضمون میں سیاہ کئے یہ سب کچھ لکھ لکھا کر اب چلتے وقت حاشیہ پر ایک فائدہ کا نشان دیا "**ف** زمانۂ طاعون میں نماز پڑھنے کی ترکیب" اور متن میں لکھا "ھذہ الکیفیۃ لصلٰوۃ الطاعون (یہ نمازِ طاعون کا طریقہ ہے۔ ت) پہلے دل میں نیت کرکے زبان سے کہے نویت ان اصلی للہ تعالٰی رکعتین صلٰوۃ النفل لدفع الطاعون متوجھا الی جھۃ الکعبۃ الشریفۃ اللہ اکبر (میں اللہ تعالٰی کی رضا کے لئے رفع طاعون کی خاطر دو رکعات ادا کرتا ہوں اس حال میں کہ میں کعبۃ اللہ کی طرف متوجہ ہوں۔ ت) پھر دوسری رکعت کے آخر رکوع[عہ۱] میں جو قنوت ماثورہ[عہ۲] ہو پڑھے کہ مشتمل ہو اوپر طاعون کے، اور اگر ایسی قنوت اس کو یاد ہی نہ ہو تو ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وقنا ربنا عذاب النار پڑھے یہ آیہ وافی ہدایہ جامع جمیع ادعیہ کی ہے"۔ اللہ تعالٰی دلوں کے ارادے سب جانتا ہے، چلتے وہ اگلا پچھلا لکھا یا بھولنا در کنار یہی یاد نہ رہا کہ "ضروری سوال" کی تحریر کس غرض کے لئے تھی، کس بات کا دعوٰی کا ہے سے انکار تھا، اپنے زعم میں جنت کا راستہ کیا طریقِ نار تھا خود ہی کذب وبہتان بنانے لگے ضلالت و فی النار کی ترکیبیں بنانے لگے، یارب مگر اسے اختلالِ حواس کے سوا کیا کہئے، طرفہ یہ کہ اُوپر سوال قائم کیا تھا "بارادہ دفعِ طاعون یا دبا کون سی قنوت ہے" اور جواب دیا تھا "کہیں پتا نہیں"۔ اب حکم ہوتا ہے کہ قنوت ماثورہ پڑھے کہ مشتمل ہو اوپر طاعون کے"۔ اب خدا جانے کہاں سے اُس کا پتا لگ گیا۔ **تصحیف اغلاط یعنی** عبارت کچھ ہے اور پڑھیں کچھ، یُوں تو زیادت ونقص وتبدیل ہر قسم کی خطا اس "ضروری سوال" میں موجود ہے یہیں

عہ۱: یہ ترکیب بھی نئی ہے قنوت میں علما مختلف ہیں کہ قبل رکوع ہے یا بعد، آپ فرماتے ہیں خود رکوع میں پڑھے ۱۲ (م)
عہ۲: تحریرِ زید میں یُونہی ہے جیسے کچہریوں میں پنج کو پیخ مقبولہ لکھتے ہیں ۱۲ (م)

marfat.com
Marfat.com

"قنا ربنا عذاب النار" کو آیت بنادیا حالانکہ قرآن عظیم میں قنا کے بعد لفظ ربنا کہیں نہیں، من اشد النوازل سے من اڑاکر طاعون کو اشد النازلۃ کہا اور اپنے ہی پاؤں پر تیشہ مارا۔ عبارتِ اشباہ میں سبعین کو تسعین بنایا مگر زیادہ اظہارِ علم کو تصحیفین یہ ہیں شیبان بن فروخ کو اصل عبارت سند اور ترجمہ دونوں میں شیبان بن فرخ لکھا یہ نام صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی میں خدا جانے کتنی جگہ آیا ہے اگر یہ کتابیں پڑھی ہوتیں تو ایسی غلطی شائدنہ ہوتی اللھم اشدد وطأتك علی مضر دو جگہ آیا دونوں جگہ وطائك بہمزہ[عـه۱] بجائے تا بنایا، اور قبیلۂ قارہ کو کہ یہ لفظ بھی دو جگہ وارد ہوا تھا دونوں جگہ صاف فارہ[عـه۳] بحرف فا بجائے قاف تحریر کیا اور سب میں اخیر کا لطیفہ یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مناجات مروی ہے:

اللھم لاقابض لما بسطت ولا باسط لما قبضت ولا ھادی لما اضللت ولا مضل لمن ھدیت، ولا معطی لما منعت و لا مانع لما اعطیت، ولا مقرب لما باعدت ولا مباعد لما قربت۔[۱]

اے اللہ! جس چیز کو تُو نے کشادہ کیا اسے کوئی سمیٹنے والا نہیں، اور جسے تُو نے بند کر دیا اسے کوئی کھولنے والا نہیں، اور جس کو تُو نے ہدایت دی اسے کوئی کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کو تُو نے گمراہ کیا اسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں، اور جو تُو نے عطا کیا اسے کوئی روکنے والا نہیں، اور جو تُو نے روک لیا اُسے کوئی عطا کرنے والا نہیں، اور جس کو تُو نے دُور کر دیا اس کو قریب کرنے والا کوئی نہیں، جس کو تُو نے قریب کیا اُسے دُور کرنے والا کوئی نہیں۔ (ت)

آپ اُسے لکھتے ہیں اللھم لاقابض لما بسطت و یا باسط لما قبضت۔ اہلِ علم کی غلطی اس طرح کی نہیں ہوتی، اتنا بھی نہ سمجھا کہ یُوں ہوتا تو یاقابضا لما بسطت و یا باسطا لما قبضت نصب کے ساتھ ہوتا نہ بالضم کہ بوجہ حصول معمول کلمہ شبیہ مضاف ہو کر مفرد نہ رہا اور نصب واجب ہُوا کقولك یا طالعا جبلا و یا خیرا من زید، اور یہ جو حدیث نقل کی جس میں یہ مناجات مذکور ہوئی

عـه۱: یعنی چوزہ ۱۲ (م) عـه۲: یعنی تشبیب ۱۲ (م) عـه۳: یعنی چوہا ۱۲ (م)

---

[۱] مسند الامام احمد بن حنبل حدیث عبداللہ الزرقی مطبوعہ دارالفکر بیروت ۳/ ۴۲۴
[۲] دُرِ منثور تحت آیت ولکن اللہ حبب الیکم الایمان مطبوعہ منشورات مکتبہ آیۃ اللہ العظمٰی قم ایران ۶/ ۸۹
[۳] کنز العمال غزوۂ اُحد حدیث ۳۰۰۴۰ مطبوعہ موسستہ الرسالہ مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت ۱/ ۴۲۳

marfat.com

Marfat.com

علامہ مناوی اسے سخت منکر بتاتے ہیں، یہاں تک کہ امام ذہبی فرماتے ہیں: اخاف ان لایکون موضوعا میں ڈرتا ہوں کہیں موضوع نہ ہو۔ خاتم الحفاظ امام جلیل سیوطی جمع الجوامع میں اسے نقل کرکے مقرر رکھتے ہیں؛ **اغلاط ترجمہ** گزری جہالتوں کے بیان میں متعدد جگہ واضح ہوا کہ زید کو سیدھی سادی عربی سمجھنے اور اُس کا ٹھیک ترجمہ کرلینے کی استعداد نہیں اور میں ایسے ترجموں کا شاکی بھی نہیں کہ ان یدعو لقوم اور علی قوم کے ترجمے میں لکھا: "واسطے دُعا کرنے کے کسی قوم کے لئے یا اوپر بددعا کرنے کے کسی قوم پر" یا "سندہ صحیح" کا ترجمہ "سند اس حدیث کی بہت صحیح ہے" یا "عن ابی مالك سعد بن طارق الاشجعی" کا ترجمہ "روایت کی مالک سعید بیٹے طارق اشجعی نے"۔ لطیف خوش فہمیوں کے ترجمے وُہ ہیں جن کا بیان جہالات ۵ و ۶ و ۸ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۹ میں گزرا علی الخصوص ثلثہ اخیرہ، اور اسی قبیل سے ہے: اللھم انج الولید بن الولید و مسلمۃ بن ھشام و عیاش بن ابی ربیعۃ و المستضعفین من المؤمنین و غفار غفر اللہ لھا و اسلم سالمھا اللہ[عہ][1] کا ترجمہ "اے پروردگار خلاصی بخش ولید اور مسلمہ اور عیاش کو اور ناتواں مومنوں کو اور قبیلۂ غفار کو مغفرت کرے اللہ اُن کی اور قبیلۂ اسلم کو سلامت رکھے اللہ ان کو یعنی شر سے اعدا کے غفار غفر اللہ لھا و اسلم سالمھا اللہ" دو مستقل جملے جداگانہ خبریہ یا دُعائیہ ہیں۔

عہ سالمہا اللہ کا ظاہر ترجمہ اللہ نے اُن سے صلح کی،

علیہ درج فی اشعۃ اللمعات وفی الصراح مسالمۃ مصالحۃ وفی القاموس سالما صالحا وفی تاج العروس ومنہ الحدیث اسلم سالمھا اللہ وھو من المسالمۃ و ترك الحرب وفی مجمع البحار اسلم سالمھا اللہ ھو المسالمۃ و ترك الحرب ۱۲ (م)

اسی معنی کو اشعۃ اللمعات میں بیان کیا، اور صراح میں ہے مسالمۃ بمعنی مصالحۃ کو کہتے ہیں۔ اور قاموس میں ہے سالما کا معنی صالحا ہے۔ اور تاج العروس میں ہے کہ اسی سے حدیث اسلم سالمھا اللہ ہے۔ اس کا معنی صلح جوئی اور جنگ نہ کرنا ہے۔ اور مجمع البحار میں ہے اسلم سالمھا اللہ کا معنی صلح جوئی اور جنگ نہ کرنا ہے ۱۲ (ت)

لہ صحیح بخاری باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۶
عمدۃ القاری شرح بخاری " " " " " ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۷/ ۲۶

marfat.com

Marfat.com

اقول والاول عندی اولی لقول رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسلم سالمہا اللہ وغفار غفر اللہ لہا اما و اللہ ما انا قلتہ ولکن اللہ قالہ رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ واحمد والطبرانی فی الکبیر والحاکم عن سلمۃ بن الاکوع وابوبکر بن ابی شیبۃ عن خفاف بن ایماء الغفاری وابویعلی الموصلی عن ابی برزۃ الاسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

اقول میرے نزدیک پہلا احتمال اولٰی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اسلم سے اللہ تعالٰی نے مصالحت فرمائی اور غفار کے لئے اللہ تعالٰی نے مغفرت فرمائی، خبردار! خدا کی قسم میں نے یہ بات خود نہیں کی لیکن اللہ تعالٰی نے فرمائی ہے۔ اس کو امام مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور امام احمد نے اور طبرانی نے کبیر میں اور امام حاکم نے سلمہ بن اکوع اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے خفاف ابن ایماء غفاری سے اور ابویعلٰی موصلی نے ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

مصنف "ضروری سوال" نے اپنی نادانی سے غفار و اسلم کو ولید پر معطوف اور انج کے نیچے داخل سمجھا گویا یہ قبائل انصار بھی مثل ولید و سلمہ و عیاش وضعفائے مومنین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین دستِ کفار میں گرفتار تھے ان سب کی نجات کے لئے دعا فرمائی جاتی تھی حالانکہ یہ حدیث اُس حدیث سے جُدا ہے صحیح بخاری شریف صفۃ الصلٰوۃ میں بے ذکر غفار و اسلم صرف حدیثِ اول روایت فرمائی اور استسقا میں کہ اسے اس کے ساتھ روایت کیا صاف فصل بتادیا

حیث قال عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان اذا رفع رأسہ من الرکعۃ الاخرۃ یقول اللھم انج عیاش بن ابی ربیعۃ اللھم انج سلمۃ بن ھشام اللھم انج الولید بن الولید اللھم انج المستضعفین من المؤمنین اللھم اشدد وطأتک علی مضر

جہاں فرمایا' ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ جب حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام آخری رکعت سے سر اٹھاتے تو یہ کہتے اے اللہ! نجات دے عیاش بن ابی ربیعہ کو، اے اللہ! نجات دے سلمۃ بن ہشام کو، اے اللہ! نجات دے ولید بن ولید کو، اے اللہ! نجات دے مومنین میں سے ضعیفوں کو، اے اللہ! تو اپنی سخت گرفت فرما مضر پر، اے

---

[1] صحیح مسلم باب من فضائل غفار و اسلم الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/۳۰۶
مسند احمد بن حنبل حدیث سلمہ بن الاکوع " دار الفکر بیروت ۴/۴۸

marfat.com

Marfat.com

اللّٰھم اجعلھا سنین کسنی یوسف وان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال غفار غفر اللہ لھا واسلم سالمھا اللہ تعالٰی۔

اللہ! ان پر قحط مسلط فرما جس طرح یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قحط ہوا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: غفار کے لئے اللہ تعالٰی نے مغفرت فرمائی ہے اور اسلم سے اللہ تعالٰی نے صلح فرمائی ہے۔ (ت)

فتح الباری و عمدۃ القاری و ارشاد الساری شروح صحیح بخاری میں ہے:

قولہ وان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخ حدیث اخر وھو عند (البخاری) بالاسناد المذکور کانہ سمعہ ھکذا فاوردہ کما سمعہ زاد العینی وقد اخرجہ احمد کما اخرجہ البخاری[2]

قولہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخ یہ دوسری حدیث ہے اور یہ بخاری کے ہاں مذکورہ سند سے ہی مروی ہے، گویا انہوں نے اسی طرح سن کر شامل کرلیا۔ اور عینی نے یہ بات زیادہ لکھی کہ اس کو امام احمد نے بھی تخریج کیا جس طرح اس کو امام بخاری نے تخریج کیا۔ (ت)

ذی ہوش نے یہ بھی نہ دیکھا کہ روایت میں غفار مرفوع ہے نہ منصوب نہ ولید پر عطف کیونکر ممکن **اغلاط روایت** "ضروری سوال" میں واقعہ بئر معونہ بطور خود ذکر کیا جسے بے اصل اغلاط سے بھر دیا، خلاصہ عبارت یہ ہے ایک عامر بیٹا مالک کا دو گھوڑے دو اونٹ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس ہدیہ لایا حضور نے فرمایا ہم کافر کا ہدیہ قبول نہیں کرتے، وہ اسلام تو نہ لایا مگر انکار بھی نہ کیا اور بولا اے حبیب خدا! میرے پیچھے ایک قوم ہے آپ چند اصحاب ہمراہ دو تو امید کہ وہ سب مسلمان ہوجائیں، آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ستر یا چالیس جوان انصار عہ سے جو سب کے سب قرآن مجید کے حافظ تھے عامر کے ہمراہ کر دئے اور ایک راہبر بھی ہمراہ ہو لیا ان

عہ سب انصاری نہ تھے بعض مہاجر تھے خمیس میں ہے: کان اکثرھم من الانصار واربعۃ من المھاجرین[3]
(ان میں اکثر انصار تھے اور چار مہاجرین۔ ت) (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] صحیح بخاری ابواب الاستسقاء باب دعاء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۳۶

[2] عمدۃ القاری شرح بخاری " " " " مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۷/۲۶

فتح الباری " " " " " " دار المعرفۃ بیروت ۲/۴۱۰

ارشاد الساری " " " " " " دار الکتاب العربیہ بیروت ۲/۲۳۶

[3] تاریخ الخمیس سریۃ المنذر بن عمرو الی بئر معونۃ مطبوعہ مؤسسۃ شعبان بیروت ۱/۴۵۲

marfat.com

Marfat.com

پر منذر کو سردار کیا اور بنام عامر بن طفیل ایک خط لکھوا کر حوالہ منذر کے کر دیا، یہ صحابہ بئر معونہ کے قریب پہنچ کر وہیں قیام کیا پھر ایک شخص کے ہاتھ وُہ خط عامر بن طفیل کے پاس بھجوا دیا، جب وہ خط عامر بن طفیل نے پڑھا آگ کا شعلہ بن گیا اور جھپٹ کر خط پہنچانے والے کو قتل کر ڈالا، پھر اپنے تمام حلیفوں اور قبیلوں کی کمک کے ساتھ اُن صحابہ کو قتل کر ڈالا اور منذر کو زندہ قید کر لیا، قطع نظر اس سے **اوّلاً** عامر بن مالک ابو براء نے " اسے حبیبِ خدا " ہرگز نہ کہا کہ یہ خاص کلمہ اسلامی تھا۔

ثانیاً " ہمراہ ہولیا " سے ظاہر یہ کہ بطور خود ساتھ ہولیا حالانکہ حدیث میں ہے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مُطّلب سلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو رہبری کے لئے ہمراہ فرمادیا تھا۔

فقد اخرج الطبرانی من طریق عبد اللہ ابن لھیعۃ عن ابی الاسود عن عروۃ قال ثم بعث النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم المنذر بن عمرو الساعدی وبعث معہ المطلب السلمی لیدلھم علی الطریق، الحدیث ذکر فی الاصابۃ فی ترجمۃ المطلب[1]۔

طبرانی نے اس کی تخریج عبد اللہ بن لہیعہ کے طریق سے انھوں نے ابو الاسود انھوں نے عروہ سے روایت کیا، کہا کہ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منذر بن عمرو الساعدی کو بھیجا اور ان کے ساتھ مطلب اسلمی کو بھی بھیجا تاکہ ان کو راستہ بتائیں، الحدیث۔ اس کو الاصابہ میں مطلب کے عنوان کے تحت ذکر کیا۔ (ت)

ثالثاً فرمانِ اقدس خاص بنام عامر بن طفیل نہ تھا بلکہ رؤسائے نجد و بنی عامر کے نام تھا، خمیس میں ہے، وکتب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مدارج میں ہے: اکثر ایشاں انصار بودند و بعضے از مہاجران[2] (ان میں اکثر انصار تھے اور کچھ مہاجر تھے۔ ت) نیز خمیس میں ہے:

لم یکن القراء المذکورون کلھم من الانصار بل کان بعضھم من المہاجرین مثل عامر بن فھیرۃ مولی ابی بکر الصدیق و نافع بن بدیل بن ورقاء الخزاعی وغیرھما رضی اللہ تعالٰی عنہم[3]۔

مذکور تمام قراء انصار نہ تھے بلکہ کچھ مہاجر بھی تھے، جیسا کہ عامر بن فہیرہ مولٰی ابو بکر الصدیق اور نافع بن بدیل بن ورقاء خزاعی وغیرہما رضی اللہ تعالٰی عنہم مہاجر تھے۔ (ت)

---

[1] الاصابہ فی تمیز الصحابۃ بحوالہ الطبرانی ترجمہ عبد المطلب السلمی ۸۰۲۹ مطبوعہ دار صادر بیروت ۴۲۵/۳

[2] مدارج النبوۃ سریہ بئر معونہ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱۴۳/۲

[3] تاریخ الخمیس سریۃ المنذر الی بئر معونۃ ؍؍ موسسۃ شعبان بیروت ۴۵۲/۱

marfat.com

Marfat.com

کتب الی اھل نجد وبنی عامر[1] (اور آپ نے نجد کے رئیسوں اور بنی عامر کے نام خط لکھا ۔ت) مدارج میں ہے:
مکتوب بر رؤسائے نجد و بنی عامر نوشت[2]۔

رابعاً حافظ قرآن کے اگر یہ معنی کہ قرآن مجید سے کچھ یاد تھا تو اس میں ان صحابہ کی کیا خصوصیت، انھیں قرّانام رکھنے کی یہ وجہ نہیں ہوسکتی، اور اگر یہ مراد کہ جس قدر قرآن عظیم اُس وقت اُترا وہ سب اُن سب کو یاد تھا تو اس کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ انھیں قرّاء کہنے کی وجہ یہ کہ شب کو درس و تلاوتِ قرآن مجید میں بکثرت مشغول رہتے۔ صحیح بخاری[ف] میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے: یتدارسون القرآن باللیل ویصلون[3] (رات کو قرآن اور نماز پڑھتے ۔ت) عمدۃ القاری کتاب الجہاد باب العون بالمدد میں ہے: سموا به لكثرة قراءتهم[4] (قراء اس لئے انھیں کہا گیا کہ کثرت سے قرآن پاک پڑھتے تھے ۔ت)

خامساً عامر بن طفیل کے خاص اپنے قبیلہ بنی عامر نے ہرگز کمک نہ دی بلکہ صاف انکار کردیا کہ تیرا چچا عامر بن مالک انھیں اپنی پناہ میں لے چکا ہے ہم اس کا ذمہ ہرگز نہ توڑیں گے۔ مواہب لدنیہ میں ہے:

استصرخ علیھم بنی عامر فلم یجیبوہ، وقالوا لن نخفر ابا براء، وقد عقد لھم عقدا وجوارا[5]۔

عامر بن طفیل نے مسلمانوں کے خلاف بنو عامر قبیلہ کو مدد کے لئے آواز دی پس انھوں نے مدد سے انکار کیا اور انھوں نے صاف کہہ دیا ہم تیرے چچا ابوبراء کا معاہدہ نہیں توڑیں گے کیونکہ اس نے ان مسلمانوں کو پناہ دینے کا معاہدہ کر رکھا ہے۔(ت)

---

[1] تاریخ الخمیس	سریۃ المنذر بن عمرو الی بئر معونہ	مطبوعہ موسسۃ شعبان بیروت	۱/ ۴۵۲
[2] مدارج النبوۃ	سریہ بئر معونہ	" نوریہ رضویہ سکھر	۲/ ۱۴۳
[3] صحیح بخاری	کتاب الجہاد	" قدیمی کتب خانہ کراچی	۱/ ۴۳۱
صحیح بخاری	کتاب المغازی	" " " "	۲/ ۵۸۲
مسند احمد بن حنبل	از مسند انس رضی اللہ عنہ	" دارالفکر بیروت	۳/ ۲۳۵ و ۲۷۰
شرح الزرقانی علی المواہب	سریہ بئر معونہ	" دارالمعرفۃ بیروت	۲/ ۷۵
[4] عمدۃ القاری شرح بخاری	باب العون بالمدد	" ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت	۱۴/ ۳۱۰
[5] مواہب لدنیہ	سریہ بئر معونہ	" المکتب الاسلامی بیروت	۱/ ۴۲۶

ف: صحیح بخاری میں یہ حدیث دو جگہوں پر منقول ہے اس میں یتدارسون کی جگہ یحطبون کا لفظ ہے البتہ بعینہٖ انہی الفاظ کے ساتھ یہ حدیث شرح الزرقانی میں موجود ہے حوالہ ملاحظہ ہو۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

Marfat.com

سیرت ابن ہشام میں ہے :

استصرخ علیهم بنی عامر فابوا ان یجیبوہ الی مادعاهم الیه وقالوا لن نخفر الی أخر ماحرّ[1]۔

عامر بن طفیل نے مسلمانوں کے خلاف بنو عامر کو اپنی مدد کے لئے پکارا تو انہوں نے اس کی مدد کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم تیرے چچا کا معاہدہ نہیں توڑیں گے الخ (ت)

خمیس میں ہے :

استصرخ عامر بن الطفیل بنی عامر علی المسلمین فامتنعوا وقالوا لا نخفر ذمۃ ابی براء عمك الخ[2]

عامر بن طفیل نے بنو عامر کو مسلمانوں کے خلاف کارروائی کے لئے آواز دی تو انھوں نے انکار کیا اور کہا تیرے چچا ابو براء کے ذمہ کو نہیں توڑیں گے الخ (ت)

مدارج میں ہے : تمامہ بنی عامر از جنگ مسلمانان ابا آوردند[3] تمام بنو عامر نے مسلمانوں سے جنگ کرنے سے انکار کر دیا۔ ت)

سادساً عامر بن طفیل کا حامل فرمان اقدس حرام بن ملحان رضی اللہ تعالٰی عنہ کو شہید کرنا بھی خلاف تحقیق ہے بلکہ ان کا قاتل اور شخص تھا کہ بعد کو اسلام لے آیا کما رواہ الطبرانی عن ثابت البنانی عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ (اس کو طبرانی نے ثابت بنانی سے انھوں نے انس بن مالک سے روایت کیا۔ ت)

اور عدو اللہ عامر بن طفیل کفر پر مرا کما فی صحیح البخاری عن اسحٰق بن ابی طلحۃ عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ (جیسا کہ صحیح بخاری میں اسحٰق بن ابی طلحہ سے انھوں نے انس بن مالک سے روایت کیا۔ ت)

صحیح بخاری شریف میں ہے :

جعل یحدثهم فاوماوا الی رجل فاتاہ من خلفه فطعنه[4]

یعنی حرام رضی اللہ تعالٰی عنہ ان کافروں کو پیام اقدس پہنچاتے اور ان سے باتیں فرمارہے تھے کہ انھوں نے کسی کو اشارہ کیا اس نے پیچھے سے آکر نیزہ مارا۔ (ت)

امام حافظ الشان عسقلانی نے فتح الباری میں فرمایا : لم اعرف اسم الرجل الذی طعنه[5] مجھے اُس

---

[1] سیرت ابن ہشام سریہ بئر معونہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳/۱۸۵
[2] تاریخ الخمیس سریہ المنذر الی بئر معونہ ؍؍ موسسۃ شعبان بیروت ۱/۴۵۲
[3] مدارج النبوۃ سریہ بئر معونہ ؍؍ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۴۴
[4] صحیح بخاری غزوۃ الرجیع ورعل وذکوان الخ ؍؍ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۵۸۶
[5] فتح الباری شرح البخاری ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ مصطفی البابی مصر ۸/۳۹۱

marfat.com
Marfat.com

[illegible] کا انجام معلوم ہوا۔ زرقانی شرح مواہب میں ہے :

فی الطبرانی من طریق ثابت عن انس ان قاتل حرام بن ملحان اسلم و عامر بن الطفیل مات کافرا کما تقدم انتھی من الفتح[1]۔

طبرانی میں ثابت کے طریق سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حرام بن ملحان کا قاتل مسلمان ہوگیا اور عامر بن طفیل کفر پر مرا جیسا کہ پہلے فتح الباری سے گزرا انتہی۔ (ت)

سابعًا ان سب سے قطع نظر کے بعد اُس میں ایک غلطی یہ ہے کہ "جب وہ خط عامر نے پڑھا آگ بگولہ ہوگیا"۔ کتب سیر میں تصریح ہے کہ اُس خبیث نے فرمانِ اقدس دیکھا تک نہیں۔ سیرتِ ابنِ اسحٰق و سیرتِ ابن ہشام و مواہب لدنیہ میں ہے، لما اتاہ لم ینظر الی الکتاب[2] (جب اسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خط ملا تو اس نے خط نہ پڑھا۔ ت)

ثامنًا سخت غلطی فاحش یہ ہے کہ "منذر کو زندہ قید کرلیا" حالانکہ منذر رضی اللہ تعالٰی عنہ عین معرکہ میں شہید ہوئے، معالم التنزیل میں ہے :

قتل المنذر بن عمرو واصحابہ الا ثلثۃ نفر کانوا فی طلب ضالۃ لھم[3] الخ

منذر بن عمرو اور اس کے ساتھی شہید ہوئے صرف وہ تین بچے جو ایک گم شدہ کی تلاش میں گئے تھے الخ (ت)

مدارج میں ہے :

تمام اصحاب شہید شدند الا منذر بن عمرو باو گفتند اگر خواہی ترا امان دہیم او امان ایشاں را قبول نہ کرد و با ایشاں مقاتلہ کرد تا شہید شد[4]۔

تمام صحابہ شہید ہوگئے مگر منذر بن عمرو کو انھوں نے کہا اگر تو چاہے تو ہم تجھے امن دیں مگر اس نے ان کا امن قبول نہ کیا اور ان سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوگئے۔ (ت)

سیرتین ابنائے اسحاق و ہشام میں ہے :

لما رأوھم اخذوا سیوفھم ثم قاتلوھم حتی قتلوا من عند اخرھم یرحمھم اللہ

جب کفار نے مسلمانوں کو دیکھا تو کفار نے ان سے تلواریں چھین لیں اور پھر ان کو شہید کردیا مگر انہوں نے

---

[1] شرح الزرقانی علی المواھب — سریہ بئر معونہ — مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۷۹

[2] مواہب لدنیہ — " — " المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۴۲۶

تاریخ الخمیس — سریہ منذر بن عمرو الی بئر معونہ — " مؤسسۃ شعبان بیروت ۱/ ۴۵۳

[3] معالم التنزیل

[4] مدارج النبوۃ — سریہ بئر معونہ — مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۴۴

ف : معالم التنزیل میں منذر بن عمرو کا ذکر دو جگہ (ص ۱۷، ۱۸۱ و ۲۸۴) پر نظر سے گزرا ہے وہاں یہ عبارت نہیں مل سکی البتہ تاریخ الخمیس میں معالم التنزیل کے حوالے سے بعینہٖ یہی عبارت نقل کی ہے اس لئے تاریخ الخمیس سے حوالہ نقل کیا ہے۔
نذیر احمد

marfat.com

Marfat.com

الاکعب بن زید اخا بن دینار بن النجار فانھم ترکوہ وبہ رمق فارتث من بین القتلی فعاش حتی قتل یوم الخندق شھیدا یرحمہ اللہ۔[1]

کعب بن زید، دینار بن نجار کے بھائی کو زخمی حالت میں چھوڑ دیا اور لاشوں میں سے وہ زندہ رہے اور بعد میں وُہ اپنی زندگی میں جنگِ خندق میں شریک ہوئے اور وہاں وہ شہید ہُوئے، رحمہ اللہ تعالٰی (ت)

مواہب میں ہے: قتلوا الی اخرھم الاکعب بن زید[2] الخ (انھوں نے سب کو شہید کردیا صرف کعب بن زید زندہ بچے الخ۔ت) خمیس میں ہے: قتلوا من عند اخرھم الاکعب بن زید[3] الخ (انھوں نے کعب بن زید کے علاوہ سب کو موقعہ پر شہید کردیا الخ۔ ت) تو حدیث میں ہے حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خبر دی:

ان اخوانکم لقوا المشرکین فاقتطعوھم فلم یبق منھم احد وانھم قالوا ربنا بلغ قومنا انا قد رضینا ورضی عنا ربنا فانا رسولھم الیکم قد رضوا ورضی عنھم[4] رواہ الحاکم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

تمھارے بھائی مشرکین سے مقابلہ کرتے ہُوئے شہید ہوگئے ان میں سے کوئی نہ بچا اور انھوں نے شہید ہوتے ہوئے یہ دعا کی کہ اے ہمارے رب! ہماری طرف سے ہماری قوم کو یہ پیغام پہنچا دے کہ ھم اللہ تعالٰی سے راضی ہُوئے اور اللہ تعالٰی ہم سے راضی ہوا، حضور علیہ السلام نے فرمایا میں ان کا پیغام تمھیں پہنچا رہا ہُوں کہ وُہ بھی اور اللہ بھی راضی ہوا۔ اس کو حاکم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

فریب دہی عوام جہالت واغلاط کثیرہ کے ساتھ فریب دہی عوام بھی "ضروری سوال" میں ضرور ہے:

فریب ۱: حدیث مذکور ابن حبان ذکر کی جو صراحۃً مطلق تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نمازِ صبح میں قنوت نہ پڑھتے مگر جب کسی قوم کے نفع یا ضرر کی دعا فرمانی ہوتی تو مصنفِ "ضروری سوال" نے اس کا ترجمہ لکھ کر معاً جوڑ لگا دیا "یعنی سوا اس کے پیمبر خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور کسی مصیبت پر قنوت نہیں پڑھتے تھے" جس سے عوام سمجھیں حدیث میں کسی خاص مصیبت کا ذکر ہے اسی کے لئے قنوت پڑھنے کا ثبوت ہے

---

[1] سیرت ابن ہشام سریہ بئر معونہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲/ ۱۸۵
[2] مواہب لدنیہ " " المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۴۲۲
[3] تاریخ الخمیس " " مؤسسۃ شعبان بیروت ۱/ ۴۵۲
[4] المستدرک علی الصحیحین کتاب الجہاد قول الشھداء ربنا بلغ الخ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲/ ۱۱۱

marfat.com

Marfat.com

[illegible] اس مغالطے سے جو فائدہ اٹھانا چاہا اسے یہیں ظاہر بھی کر دیا کہ" اب یہاں سے سمجھا گیا کہ کفار ظلم کریں قتل وزجر میں نصرت چاہیے طاعون یا وبا کے لئے قنوت ثابت نہیں" حالانکہ ہر ابجد خواں عربی بتا سکتا ہے یہ محض دھوکا دیا ہے حدیث میں اصلاً کسی مصیبت خاص کا نام نہیں جس کے غیر پر نفی قنوت ہو۔

فریب ۲: "قنوتِ نازلہ خود بھی تو غیر منسوخ مانی ہے اگرچہ خاص ایک نازلے میں۔ اب جو اس پر سند پیش کرنی ہوئی تو علامہ طحطاوی و علامہ شامی و محقق سامی بحر طامی صاحبِ اشباہ نامی کا دامن پکڑا کہ" چنانچہ حاشیہ درمختار طحطاوی و شامی و اشباہ والنظائر وغیرہ وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے" حالانکہ اوپر واضح ہو چکا کہ یہ علمائے کرام تو نہ صرف تعمیم نوازل بلکہ خاص طاعون ہی کے لئے قنوت ثابت کرتے ہیں جس کے سبب معاذ اللہ اس شخص کے نزدیک کذب و بہتان میں پڑے ہیں ان کے کلام پورے طور نقل نہ کرنا درکنار جو عبارت اُن کے نام سے نقل کی اُس میں دو کارروائیاں کیں، ایک یہ کہ خود اُن کے ترجمہ کلام میں وہ الفاظ ملا دیے جو اپنے ساختہ مذہب کے مطابق تھے، دوسرے یہ کہ ایک عربی عبارت اپنی طرف سے بنا کر اُس کلام سے ملا دی اور سب کا ایک ساتھ ترجمہ کر دیا جس سے ناواقف کو دھوکا ہو کہ یہ سارا کلام ان علمائے کرام کا ہے، وہ نقل و ترجمہ ملخصاً یہ ہے: "وغیرہ وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے اور وہ یہ ہے کہ

وقد قنت ابو بکر الصدیق وعمر وعلی ومعٰویۃ فالقنوت فی النازلۃ ثابت فافھم واغتنم قلت والمراد بالنازلۃ ھناک ھو الذی مذکور فی الاحادیث ولا یقاس علٰی غیرہ واللّٰہ اعلم۔

ترجمہ اور مقرر قنوت پڑھی ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور حضرت علی اور حضرت معٰویہ نے پس قنوت بیچ واقع ہونے سختی (فتنہ و فساد و غلبۂ کفار اشرار) کے ثابت ہے سو سمجھ اور غنیمت جان، اب کہتا ہوں میں کہ مراد نازلہ سے اس جگہ وہی نازلہ مراد ہے جو مذکور ہوا ہے حدیثوں میں، اور نہیں خیال کیا جاوے گا او پر غیر اُس نازلہ کے یعنی ہر ایک نازلہ نہیں۔"

ترجمہ اصل میں "فتنہ و فساد و غلبۂ کفار اشرار" لفظ بڑھا دیے کہ نرے بے علم کہیں دیکھو جو بات مولوی صاحب نے کہی تھی وہی ان کتابوں میں لکھی ہے ورنہ اصل عبارتِ علما میں نہ ان لفظوں کا اصلاً پتا نہ اُس غرض فاسد کے سوا ترجمہ میں اس پیوند کا کوئی منشا، پھر قلت سے آخر تک ایک عبارت عربی گھڑ کر عبارت سے ملا دی اور اس کا ترجمہ اردو کیا کہ ناواقف کم علم جانیں یہ قلت اُنہی علما نے فرمایا ہے

ع: اس خوبیِ علم کو دیکھئے کہنا یہ مقصود ہے کہ لا یقاس علیہ غیرہ اور نازلہ اس پر قیاس نہ کیا جائیگا اور کہا یہ کہ لا یقاس علٰی غیرہ نہ قیاس کیا جائیگا او پر غیر اس نازلہ کے۔ (م)

marfat.com

Marfat.com

ورنہ یہ کہیں کا دور نہیں کہ اردو رسالے میں جو بات اُردو ہی زبان میں ظاہر کرنی ہو اُسے پہلے عربی میں بولیں پھر اپنی عربی کی اُردو کریں اور کلامِ علما میں قلت ہزار جگہ ہوتا ہے تو صاف اسی طرف ذہن جائیگا کہ یہ کلام بھی اُنہی کا ہے۔

فریب ۲ : اشباہ میں فرمایا تھا:

فائدہ فی الدعاء برفع الطاعون سئلت عنہ فاجبت بانی لم ارہ صریحا۔[1]

یعنی فائدہ طاعون دُور ہونے کی دعا میں مجھ سے اس کا سوال ہُوا تھا میں نے جواب دیا کہ اس کی تصریح میں نے نہ دیکھی۔

پھر غایۃ دشمنی و فتح القدیر کی وُہ عبارتیں نقل فرمائیں کہ نازلہ کی قنوت پڑھے، پھر فرمایا:

فالقنوت عندنا فی النازلۃ ثابت، ولا شك ان الطاعون من اشد النوازل۔[2]

یعنی ان عبارات سے واضح کہ ہمارے نزدیک بلا میں قنوت ثابت ہے اور شک نہیں کہ طاعون سخت تر بلاؤں میں سے ہے۔

پھر اس دعوے کے ثبوت کو کہ نازلہ ہر شدت وسختی کو عام ہے مصباح وقاموس وصحاح کی عبارات مذکورۂ سابق نقل فرمائیں پھر عبارت سراج وہاج وملتقط وکلام امام طحاوی سے ثبوت مؤکد قائم فرمایا کہ جو کوئی بلا ہو اُس کے لئے قنوت پڑھنے میں حرج نہیں کسی عاقل غیر مجنون کے نزدیک اس کلام کے معنی سوا اس کے کچھ نہیں ہوسکتے کہ طاعون کے لئے قنوت پڑھی جانے کو فرمارہے ہیں، لاجرم علامہ سید شریف طحطاوی نے حاشیۂ مراقی الفلاح میں فرمایا:

فی الاشباہ یقنت للطاعون لانہ من اشد النوازل۔[3]

یعنی اشباہ میں ہے کہ طاعون کے لئے قنوت پڑھے اس لئے کہ وُہ سخت تر بلاؤں میں سے ہے۔

اب مصنفِ "ضروری سوال" کی سُنئے "اشباہ والنظائر والے صاحب نے فرمایا ہے لوگوں نے مجھ سے پُوچھا طاعون میں قنوت پڑھنے سے سو میں نے جواب دیا کہ صریح مسئلہ اس کا کہیں نہیں دیکھا میں حکم کر نہیں سکتا"۔ اول تو سوال خاص قنوت طاعون سے ہونا بنایا کہ جو جواب گھڑا جائے گا وہ بالتخصیص صراحۃً اسی پروارد ہو، پھر جواب میں یہ لفظ اپنی طرف سے بڑھا دئے کہ "میں حکم کر نہیں سکتا" حالانکہ عبارت اشباہ

---

[1] الاشباہ والنظائر فائدہ فی الدعاء لرفع الطاعون مطبوعہ مطبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۲۶۱

[2] " " " " " " " ۲/۲۶۲

[3] حاشیۃ الطحطاوی باب الوتر " نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۲۰۶

marfat.com

Marfat.com

[illegible] وغیرہ بلکہ بالتصریح اُس میں قنوت کا حکم دینا موجود، اسے کس درجہ کی تحریف و بد دیانتی و مغالطہ و فریب دہی کہا چاہئے والعیاذ باللہ رب العلمین ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مخالفت توبہ نامہ خود اس "ضروری سوال" سے بھی پیدا اولاً اُس میں اپنے طرفداروں کے ایک رسالے کی نسبت لکھا تھا کہ "اُس میں سادات کرام و علمائے عظام کی شان و عظمت کے خلاف الفاظ رکیکہ برتے گئے ہیں واقعی یہ کمال درجے کی بے ادبی میرے طرفداروں سے تو گویا مجھی سے ہوئی میں للہ اُن کل حضرات بابرکات سے معافی چاہتا ہوں خواہ حضرات سادات و علماء اہل سورت خواہ اہل بمبئی خواہ آفاقی" وہاں تو آج کل کے علما کو جو آپ کے طرفداروں نے کچھ الفاظ رکیکہ لکھے اُس سے معافی چاہی اور "ضروری سوال" میں خود آپ اکابر سابقین علمائے عظام و فقہائے کرام و سادات فخام مثل امام نووی و امام ابن حجر و امام طیبی و علامہ ابن ملک و محقق زین العابدین ابن نجیم و مولٰنا علی قاری مکی و سید علامہ شامی و امثالہم کو معاذ اللہ کذب و بہتان کی طرف نسبت فرما رہے ہیں شاید یہ الفاظ رکیکہ نہ ہوں گے۔

ثانیاً اُس میں لکھا تھا "واللہ باللہ میں مذاہب اربعہ حقہ کو سچے دل سے حق جانتا ہوں" یہاں صراحۃً قنوتِ فجر کو کہ مذہب امام مالک و امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہے بدعت و ضلالت و فی النار بتایا ادھر قنوتِ طاعون و وبا کو کذب و بہتان ٹھہرایا، شراح حنفیہ سے قطع نظر بھی کیجئے تو ائمہ شافعیہ کے یہاں اُس کی صریح تصریحیں موجود، اور امام ابن حجر مکی نے خود امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان مذہب میں اُسے ذکر فرمایا۔

ثالثاً اُسی میں لکھا تھا: "جمہور علماء کا اتباع اختیار کیا اولیائے کرام نذر و نیاز عرفی میں جبکہ فقہائے کرام نے تصفیہ کر دیا ہے اور مستحسن کر رکھا ہے تو ہم انہی کی پیروی کریں یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے لیکن بندہ اپنے پرانے خیالات سے باز آ کر اولیاء کی نذر و نیاز عرفی جو فی زماننا خاصاً عوام میں مروج ہے کہ اس کو مستحسن جانتا ہوں سوائے اس کے میری تصانیف میں جو بات خلاف اقوال جمہور علما ہو اُس کو واپس لیتا ہوں اور عہد کرتا ہوں کہ آئندہ علمائے کرام کے مخالف کوئی مسئلہ نہیں کہوں گا" اور یہاں نہ ظاہر ارشاد جمیع متون پر اقتصار لیا نہ طریقۂ مصرحۂ جمہور شارحین اختیار کیا سب کے مخالف مسئلہ لکھ دیا یہ "ضروری سوال" کی مخالفتیں تھیں۔

رابعاً شرائط بحث میں تو صراحۃً اس توبہ کو توڑ دیا نذر و نیاز عرفی اولیائے کرام قدست اسرارہم جو فی زماننا مروج ہے ظاہر ہے کہ زمانہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین میں اس پر کوئی نزاع قائم نہ ہوئی نہ اس کا کوئی تصفیہ اُس وقت کے فقہائے کرام نے کیا تو لاجرم توبہ نامے میں جمہور علمائے متاخرین ہی کی پیروی کو لکھا اور ان کی مخالفت کا عہد کیا تھا اب شرائط ثلٰثہ کی بحث میں قرون ثلٰثہ کے متاخرین متقدین سب کو بالائے طاق رکھ کر صاف لکھ دیا کہ سند دین میں اصول و فروع مسائل میں زمانہ خیر القرون کی ہونی چاہئے یعنی صحابہؓ و تابعینؒ

marfat.com

Marfat.com

تبع تابعین اور اُس پر عمل بھی جاری ہُوا ہو تو وہابیت پیدا ہونے کو اولاً و ثانیاً ضروری سوال ہی کی وہ تقریریں کہ "یہ ارشاد فقہا کذب وبہتان ہے اور وہ مذہب ائمہ بدعت وضلالت وفی النار ہے" کافی تھیں۔

ثالثاً مگر شرائطِ بحث میں تو صاف صاف وہی معمولی تقریر وہابیہ کہ "قرون ثلثہ کی سند معتبر ہے" باقی سب باطل صراحۃً لکھ دی اور اس کے ساتھ اور تنگی بڑھا دی کہ صحابہ وتابعین کی سند بھی مقبول نہیں جب تک اُس پر عمل نہ جاری ہوا ہو یہ باتیں ضرور وہابیت کی ہیں۔

رابعاً اور شرط لگائی کہ "کوئی مسئلہ کسی کتاب میں بے سند لکھا ہو وہ بغیر اسناد کے تسلیم نہ کیا جائے گا" ہر شخص جانتا ہے کہ کتب فقہیہ متون وشروح وفتاوٰی کسی میں ذکرِ اسناد نہیں ہوتا تو اس شرط میں صاف بتا دیا کہ کتبِ فقہ مہمل وناقابلِ عمل ہیں اُن کا مسئلہ تسلیم نہ کیا جائے گا یہ اول نمبر کی وہابیت غیر مقلدی ہے ان وجوہ سے ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ زید اپنی قدیم وہابیت پر باقی ہے والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

بالجملہ ان تمام بیانات جلیلہ سے واضح ہُوا کہ "ضروری سوال" کی تحریر ہمارے علمائے کرام کے خلاف ہے وہ سراسر غلطیوں سے بھری ہے جو اسے صحیح درست بتائے سخت جاہل ونافہم ہے ضروری سوال کا مصنف علمِ دین سے بہرہ نہیں رکھتا وہ نہ عبارت سمجھ سکتا ہے نہ ترجمہ کی لیاقت رکھتا ہے پھر مطلب سمجھنا تو بڑا درجہ ہے وہ خود اپنا لکھا نہیں سمجھتا نہ نافع ومضر میں تمیز کرتا ہے اور اس کے ساتھ کلماتِ علماء کو بدلنا، گھٹانا، بڑھانا مغالطۂ عوام کو کچھ کا کچھ مطلب بنانا علاوہ ہے ایسا بے علم وکج فہم ہرگز فتوٰی دین کی قابلیت نہیں رکھتا نہ اُس کے فتوٰی پر اعتماد ہو سکتا ہے۔ صحیح بخاری وصحیح مسلم ومسند امام احمد وجامع ترمذی وسنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اتخذ الناس رؤسا جهالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا[1]

لوگ جاہلوں کو سردار بنائیں گے ان سے مسئلے پوچھے جائیں گے وہ بغیر علم کے فتوٰی دیں گے آپ بھی گمراہ ہوں گے اوروں کو بھی گمراہ بنائیں گے۔

اس صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ جو ایسے شخص کے فتوے پر اعتماد کرے گا گمراہ ہو جائے گا نیز اُس کے اقوال وکلمات سے یہ بھی ظاہر ہُوا کہ وہ فقہائے کرام کی شان میں گستاخ ہے ارشاداتِ علماء کو کذب وبہتان بتاتا اور مذہب اہلِ حق کو ضلالت وفی النار بتاتا اور تمام کتب فقہ کو مہمل وبیکار ٹھہراتا ہے اس نے اپنی توبہ توڑی اور قدیمی وہابیت اب تک نہ چھوڑی مسلمانوں کو اس کی صحبت سے احتراز چاہئے کہ بحکم صحیح گمراہی میں پڑنے کا

[1] صحیح بخاری کتاب العلم باب کیف یقبض العلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۰
صحیح مسلم باب رفع العلم وقبضہ الخ ؍؍ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/۳۴۰

marfat.com

Marfat.com

اندیشہ ہے ایسی حالت میں جو اس کی اعانت کرے گمراہی کی بنیاد قائم کرتا ہے ہاں اگر وہ پھر از سر نو ان تمام حرکات سے تائب ہو اور ایک زمانہ ممتد گزرے جس میں اس سے وہ باتیں صادر ہوں جن سے اس کی توبہ دوم کا بر خلاف توبہ اول سچا ہونا ظاہر ہو تو اس وقت اس سے تعرض نہ کیا جائے گا مگر اس کے فتوے پر اعتماد پھر بھی نہیں ہو سکتا کہ اس قدر سے اس کا جہل زائل ہو کر عالم نہ ہو جائے گا لاکھوں عوام سنی المذہب بحمد اللہ ایسے ہیں جن سے تمام عمر میں کبھی کوئی بات بد مذہبی یا گستاخی شان ائمہ و فقہاء و کتب فقہیہ کی صادر ہی نہ ہوئی مگر جب کہ وہ بے علم ہیں مفتی نہیں بن سکتے۔ اللہ عزوجل ضلال سے بچائے اور بطفیل خاکپائے بندگان بارگاہ بیکس پناہ حضور پُر نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توفیق علم و عمل عطا فرمائے آمین آمین آمین والحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا وآلہ وصحبہ اجمعین آمین۔

واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ وجل مجدہ اتم واحکم کتبہ محمدؐ المعروف بحامد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدؐ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

اور اللہ تعالیٰ پاک و بلند زیادہ علم والا ہے اور اس کا علم اتم اور زیادہ محکم ہے۔ اس کو لکھا محمد المعروف حامد رضا بریلوی نے، اللہ تعالیٰ اس کو اپنے پیارے اُمّی نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے معاف فرمائے۔ (ت)

فی الواقع یہ تفصیل کہ قنوت نازلہ جائز ہے مگر اس کا جواز صرف ایک نازلہ سے خاص، باقی اس میں ناجائز، ہمارے ائمہ کرام کا مذہب نہیں، مصنف "ضروری سوال" کی تحریروں سے اُس کی جہالت و بطالت صاف ظاہر ہے بیشک ایسے شخص کو مفتی بنانا حلال نہیں، نہ اس کے فتوے پر اعتماد جائز، مجیب سلمہ القریب المجیب نے جو امور بالجملہ میں لکھے ضرور قابل لحاظ و مستحق عمل ہیں مسلمانوں کو ان کی پابندی چاہئے کہ باذنہٖ تعالیٰ مضرت دینی سے محفوظ رہیں،

وباللہ العصمۃ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدؐ المصطفی النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

اللہ کی رحمت سے ہی حفاظت ہے اور اللہ تعالیٰ سبحانہ زیادہ علم والا ہے۔ اس کو گنہگار بندے احمد رضا بریلوی نے لکھا اُسے حضرت محمد مصطفی النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ سے معافی ہو۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۹۶: از رنگون گلی نمبر ۲۵، دکان نمبر ۴۵ مسئولہ حافظ محمد یوسف صاحب ۵ ذیقعدہ ۱۳۲۹ھ

ہمارے سنی حنفی عالم لوگ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ اس شہر میں ایک مسجد کا امام صاحب دو تین روز سے فجر کے فرض دوسری رکعت میں سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر قنوت پڑھتا ہے یعنی

marfat.com

Marfat.com

سلطان کے واسطے دُعا مانگتا ہے اور سب مقتدی لوگ بلند آواز سے پکارتے ہیں پس دریافت طلب یہ بات ہے کہ ہمارا مذہب حنفی سے یہ امام صاحب کیسے ہیں اور ان کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب

اگرچہ متون میں مطلق حکم ہے کہ لایقنت فی غیرہ[1] غیر وتر میں قنوت نہ پڑھے، مگر محققین شراح نے باتباعِ امام طحاوی وقت نازلہ وحدوث بلائے عام نمازِ فجر میں قنوت پڑھنے کی اجازت دی ہے لہٰذا یہ مسئلہ ایسا نہیں جس کی بنا پر اُس عالم کے پیچھے نماز میں کچھ حرج ہو جبکہ وہ واقع میں سنی المذہب صحیح العقیدہ ہے، اور اگر غیر مقلد ہے تو آپ ہی گمراہ بددین ہے اور اُس کے پیچھے نماز ناجائز محض کما حققناہ فی النھی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ "النھی الاکید عن الصلوٰۃ وراء التقلید" میں تحقیق کی ہے۔ ت)

درمختار میں ہے، لایقنت لغیرہ الا لنازلۃ[2] (صرف مصیبت میں قنوتِ نازلہ پڑھے۔ ت) غنیہ میں ہے: ھو مذھبنا وعلیہ الجمھور[3] (یہی ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے۔ ت) ردالمحتار میں کلامِ امام طحاوی نقل کرکے فرمایا:

ھو صریح فی ان قنوت النازلۃ عندنا مختص بصلوٰۃ الفجر دون غیرھا من الصلوٰۃ الجھریۃ والسریۃ[4]	یہ اس بات کی صراحت ہے کہ قنوت نازلہ صرف فجر کی نماز کے لئے مختص ہے دوسری جہری یا سری نمازوں میں نہیں۔ (ت)

امام کو چاہئے کہ یہ قنوت بھی آہستہ پڑھے اور مقتدی بھی دعا ہی میں پڑھیں، ہاں اگر امام قنوت بآواز پڑھے تو مقتدی آمین کہیں مگر بآواز نہ کہیں بلکہ آہستہ کہ جہر بآمین نماز میں مکروہ ہے، پھر علماء کو اختلاف ہوا کہ یہ قنوت رکعت ثانیہ کے رکوع کے بعد ہو یا پہلے، اور تحقیق یہ ہے کہ رکوع سے پہلے ہونا چاہئے۔ ردالمحتار میں ہے:

ھل المقتدی مثلہ ام لا وھل القنوت قبل الرکوع	کیا قنوتِ نازلہ پڑھنے میں مقتدی بھی امام کی طرح پڑھے یا نہیں، اور کیا قنوت رکوع سے قبل پڑھی جا

---

[1] کنز الدقائق | باب الوتر والنوافل | مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱/۴۱
[2] الدر المختار | " " " | " مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۹۴
[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی | صلوٰۃ الوتر | " سہیل اکیڈمی لاہور | ص ۴۲۰
[4] ردالمحتار | باب الوتر والنوافل | " مصطفی البابی مصر | ۱/۴۹۶

marfat.com

Marfat.com

اذبعد الفراغ والذی یظهر لی ان المقتدی یتابع امامه الااذاجهرفیؤمن وانه یقنت بعد الرکوع ثم رأیت الشرنبلالی فی مراقی الفلاح صرح بانه بعده واستظهر الحموی انه قبله والاظهر ماقلناه واﷲ تعالٰی اعلم[1]

اقول بل الاحق بالقبول ما قال السید الحموی لقول الفتح ولما توجه ذٰلک خرج مابعد الرکوع من کونه محلا للقنوت اھ وقال ایضا وھذا تحقیق خروج القومۃ عن المحلیۃ بالکلیۃ الا اذا اقتدی بمن یقنت فی الوتر بعد الرکوع فانه یتابعه اتفاقا[2] اھ واﷲ تعالٰی اعلم۔

یا بعد میں، مجھے یہ تفصیل نظر نہیں آئی، مگر مجھے معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی امام کی اتباع کرے لیکن جب امام قنوت پڑھنے میں جہر کرے تو مقتدی کو چاہئے کہ وہ آمین کہے، اور قنوت رکوع کے بعد پڑھے، اس کے بعد مجھے شرنبلالی کا قول مراقی الفلاح میں ملا جس میں انھوں نے رکوع کے بعد کی تصریح کی ہے اور حموی نے رکوع سے قبل کو ظاہر قرار دیا لیکن زیادہ واضح یہی ہے جو میں نے کہا ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

اقول ــــــ بلکہ حموی کا قول زیادہ مقبول ہو کیونکہ فتح القدیر کا قول یہ ہے کہ "جب رکوع سے قبل کو ترجیح ہے تو رکوع کے بعد قنوت کا محل نہ رہا" اھ اور انھوں نے یہ بھی کہا کہ قومہ کلیۃً قنوت کی محلیت سے باہر ہے تحقیق یہی ہے، ہاں اگر کوئی ایسے امام کی اقتدا میں ہے جو رکوع کے بعد وتر میں قنوت پڑھتا ہے تو نمازی کو چاہئے کہ وہ اس امام کی اتباع کرے اس میں اتفاق ہے اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۹۷

از کراچی گاڑی کھاتہ مولیڈ نہ میمن محلہ رام باغ مرسلہ نور احمد ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

کیا حنفی امام نمازِ فجر میں دعائے قنوت و دیگر دعاؤں کو بآوازِ بلند پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

حنفی مذہب میں وتر کے سوا اور نمازوں میں قنوت منع ہے متون کا مسئلہ ہے **ولا یقنت فی غیرہ** (غیر وتر میں قنوت نہ پڑھے۔ ت) مگر جب معاذ اللہ کوئی بلائے عام نازل ہو جیسے طاعون و وبا وغیرہ، تو امام اجل طحاوی و امام محقق علی الاطلاق وغیرہ شراح نے نمازِ فجر میں دعائے قنوت جائز رکھی ہے **کما فصلناہ فی فتاوٰنا** (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تفصیل بیان کر دی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۹۸

سائل مذکور الصدر

حنفی امام بسم اللہ و آمین آہستہ حنفی طریقہ پر نہ پڑھے اور دعائے قنوت و دیگر دعاؤں کو شافعی

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۹۶

[2] فتح القدیر باب صلوٰۃ الوتر [illegible] ۱/۳۷۴

marfat.com

Marfat.com

طریقہ سے پڑھے تو نماز اور ایسے امام کی اقتدار جائز ہے یا نہیں ؟ یہ فعل امام نے متواتر تین روز بغیر اطلاع مقتدیوں کے کیا جس سے مقتدیوں کی جداگانہ حالتیں مثلاً کوئی رکوع میں کوئی قیام میں اور کوئی سجدہ میں تھا یہ نماز ہوئی یا نہیں ؟

الجواب

(۱) بے صورت نازلہ جو کوئی ایسا کرے گا موجب کراہت ہوگا اُسے منع کیا جائے گا اگر نہ مانے اُس کی اقتدار نہ کریں۔

(۲) جس نے امام سے پہلے کوئی فعل کیا اور امام سے پہلے ہی فارغ ہولیا اور پھر امام کا اُس میں ساتھ نہ دیا مثلاً وہ متوجہ قنوت ہوا اور یہ رکوع میں گیا اور امام رکوع میں نہ آنے پایا تھا کہ اس نے سر اٹھا لیا اور پھر امام کے ساتھ یا بعد رکوع نہ کیا تو ایسے مقتدی کی نماز نہ ہوئی ورنہ ہوگئی اور اُس میں جو بدنظمی ہُوئی اُس کا وبال امام کے سر، ائمہ دین نے تو جمعہ وعیدین میں سجدۂ سہو معاف رکھا ہے جبکہ جماعت کثیر ہو کہ ہر قسم کے لوگوں کا مجمع ہوگا بعض کو باعثِ وحشت ہوگا کہ یہ کیا چیز ہے حالانکہ وُہ بعد ختم نماز ہے نہ کہ عین وسطِ نماز میں، بے اطلاع مقتدیان ایسی نئی حرکت کس قدر باعثِ فتنہ ہے نسأل اللہ العفو والعافیۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۹۹ از کراچی بندر صدر بازار دکان سیٹھ حاجی احمد حاجی کریم محمد شریف جنرل مرچنٹ مرسلہ عبداللہ ولد حاجی ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

امام حنفی المذہب در وقت حدوث حادثہ و نازلہ طاعون و وبا در رکعت اخیر نماز فرض فجر دعا قنوت شفعویہ مع چند الفاظ دعائے عربیہ دافع الوبا سہ روز یا ہفت روز خواند آیا دریں صورت ایں فعل امام مطابق مذہب جمہور حنفیہ است یا نہ و اگر کسے ایں امام را بباعث مرتکب شدن فعل صدر وہابی وغیر مقلد خوانست پس حکم او چیست۔

کسی حادثہ یا طاعون کی وبا وغیرہ کے پھیلنے کے موقعہ پر حنفی امام فجر کی آخری رکعت میں دعائے قنوت مرویہ اور اس کے ساتھ چند مزید عربی الفاظ جو دافع بلاء کے لئے تین یا سات روز پڑھے تو کیا یہ فعل جمہور احناف کے مطابق ہے یا نہیں ؟ اور اگر کوئی شخص امام کے مذکور عمل کی بنا پر امام کو وہابی اور غیر مقلد کہہ دے تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے ؟

الجواب

قنوت در نازلہ محققین حنفیہ مثل امام طحاوی و امام ابن الہمام وغیرہما کبرائے اعلام اثبات کردہ اند عمل بروئے ہیچ علاقہ بوہابیت

حنفی محققین مثلاً امام طحاوی، امام ابن ہمام وغیرہما بڑے حضرات نے مصیبت کے نزول پر قنوتِ نازلہ کے عمل کا اثبات کیا ہے، اور اس معاملہ میں وہابیت

marfat.com

Marfat.com

دیگر متعلقہ وہمگر بایں طعنہ زندہ جاہل ست تعلیم باید کرد آنجا کہ پیش ہجوم عوام باشد اقدام بایں کار نباید کرد کہ باعث تغیر وفتح باب غیبت نشود قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بشروا ولا تنفروا ائمہ منع فرمودہ اند کہ پیش جہال قراءتہائے کہ گوش او باوآشنا نیست نخوانند تا منجر بفتنہ ایشاں نشود اگرچہ ہمہ قراءتہا یقینا حق ست کما فی غنیۃ العلامۃ ابراھیم الحلبی وغیرھا واللہ تعالٰی اعلم۔

اور غیر مقلدیت کا کوئی دخل نہیں، جو یہ طعنہ دے وہ جاہل ہے اسے سمجھانا چاہئے، اور عوام کے مجمع میں ایسی بات نہیں کرنی چاہئے جو عوام میں نفرت پیدا کرے اور غیبت بنے، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ لوگوں کے لئے نفرت کی بجائے خوشی کا سامان بنو۔ اسی لئے ائمہ کرام نے ایسی قرارت جو لوگوں میں معروف و مانوس نہیں ہے پڑھنے سے منع فرمایا ہے تاکہ لوگوں میں شکوک وشبہات کا فتنہ نہ بنے اگرچہ تمام قراءات برحق ہیں، جیسا کہ علامہ ابراہیم حلبی کی غنیہ وغیرہا میں ذکر فرمایا ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۰۱ تا ۱۱۰۲ ازبمبئی ۳ مسئولہ محمد سعد اللہ گلی خطیب زکریا مسجد ۳ صفر ۱۳۳۹ھ

ماقولکم دام فضلکم (علمائے کرام اللہ تعالٰی تمہارے فضل وکرم کو قائم ودوام فرمائے آپ کا کیا ارشاد ہے۔ ت) نظر بر مصائب حاضرہ جنھوں نے آج کل بالخصوص سلطنت اسلامیہ عثمانیہ اور بالعموم تمام مسلمانانِ عالم کو گھیر رکھا ہے بعض مفتین جہری فرض نمازوں میں باآواز بلند قنوت خوانی کا فتوٰی دیتے ہیں نمونتاً فتوٰی مولوی کفایت اللہ دہلوی کا لفافہ ہذا ہے علمائے احناف اہلسنت کے نزدیک،

(۱) وقت نازلہ قنوت تمام جہری فرض نمازوں میں ہے یا صرف فجر میں؟
(۲) بعد سمع اللہ لمن حمدہ ہاتھ اٹھا کر پڑھی جائے یا کس طرح؟
(۳) یہ وقت اس کا مقتضی ہے یا نہیں کہ قنوت پڑھی جائے؟ بینوا اجرکم اللہ

الجواب

قنوت نازلہ امام طحاوی وغیرہ شراح نے جائز رکھی ہے وہ صرف نماز فجر میں ہے اور ہمارے نزدیک بعد رکوع قنوت کا محل ہی نہیں قبل رکوع چاہئے کما نص علیہ المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر (جیسا کہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔ ت) اس ہندوستان میں اسلام اس وقت خود مسلمان کہلانے والوں کے ہاتھوں سے سخت نزع میں ہے قنوت کا وقت ہے واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] صحیح بخاری کتاب العلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶

marfat.com

Marfat.com

وہ رکعت ثانیہ میں بعد قراءت ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہیں اور امام و مقتدی سب آہستہ قنوت پڑھیں جس مقتدی کو یاد نہ ہو آہستہ آہستہ آمین کہتا رہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۰۳ ازدھامپور محلہ موچیاں ڈاک خانہ خاص ضلع بجنور مسئولہ غلام محمد صاحب ۸ شعبان ۱۳۳۹ھ

جناب مولوی صاحب رہنمائے گمرہان دام افضالہٗ بعد ادائے نیاز مندانہ کے معروض خدمت ہے یہاں قصبہ دھامپور میں زمرہ خلافت نے نماز میں ایک نیا طریقہ نکالا ہے وہ یہ ہے کہ پانچوں وقت کی نماز میں اخیر فرض میں رکوع کر کے کھڑے ہوجاتے ہیں اور امام صاحب دعا باآوازِ بلند پڑھتا ہے اور مقتدی باآوازِ بلند کئی مرتبہ آمین کہتے ہیں بلکہ بیس بیس مرتبہ سے زیادہ مقتدی آمین کہتے ہیں بعدہٗ سجدہ میں جا کر سلام پھیرتے ہیں۔ عالی جاہ! ہمارے امام صاحب حنفی کے طریقہ میں یہ نماز جائز ہے یا ناجائز؟ یا کہ کسی اصحاب نے یا کہ امامین میں سے کسی نے پڑھی ہے؟ اور اس طریقہ سے نماز ہوتی ہے یا کہ فاسد ہوجاتی ہے؟ ہم کو اس نماز میں شریک ہونا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

یہ طریقہ قنوت نازلہ کا ہے جو متون مذہب حنفی کے خلاف ہے مگر بعض شراح نے اجازت دی ہے اُس سے بھی چار باتوں میں مخالف ہے:

اوّل بعد رکوع ہمارے نزدیک محلِ قنوت ہی نہیں کما حققہ المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر (جیسا کہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اس کی تحقیق کی ہے۔ت)

دوم امام کا جہر سے دعا پڑھنا مخالف قرآن کریم و مذہب حنفی ہے۔

سوم یُونہی مقتدیوں کا آمین بالجہر۔

چہارم قنوتِ نازلہ ہمارے یہاں صرف نمازِ فجر میں ہے اور بعض کتب میں نمازِ جہر واقع ہوا، پانچوں نمازوں میں ہونا ہمارے یہاں کسی کا قول نہیں تو ہمارے نزدیک اس کے سبب تاخیر فرض لازم آئے گی اور اس کے سبب نماز واجب الاعادہ ہوگی ایسی نماز میں شرکت نہ کی جائے جبکہ خالص حنفی جماعت مل سکتی ہو اور شرکت کی ہو ظہر و عصر بلکہ عند التحقیق غیر فجر کا اعادہ کرلیں بلکہ فجر کا بھی جبکہ لوگ بعد رکوع قنوت کریں کہ مذہب حنفی میں خلاف محل ہے اگرچہ شامی و شرنبلالی کو شبہہ ہُوا وہ مذہب میں صاحبِ قول نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۰۴ تا ۱۱۰۵ ازکوہ کسوٹی کمسریٹ روئی گودام مسئولہ عبداللہ ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ عرصہ ایک سال سے میں سُنا کرتا ہوں کہ:

marfat.com

Marfat.com

[illegible] اور دیگر شہروں میں ایک نماز رواجاً پڑھی جا رہی ہے جس کا ثبوت مجھ کو آج تک کسی نے نہ دیا اور یہ کہہ کر ٹال دیا کہ حدیث کی کتابوں میں دیکھو تو تم کو معلوم ہو جائے گا، نماز اس طرح پڑھی جاتی ہے کہ ہر ایک فرضی نماز کی آخر رکعت میں بعد رکوع امام کچھ پڑھتا ہے اور مقتدی آمین کہتے ہیں اور استفسار کرنے پر کہ امام کیا پڑھتا ہے یہ جواب ملتا ہے کہ دعائے قنوت پڑھی جاتی ہے اور اگر دعائے قنوت کی عربی دریافت کی جاتی ہے تو اس سے صاف جواب۔ سخت حیرت اور تعجب کا مقام، میں مسجد جانے سے قاصر بلکہ مستثنیٰ، اس وجہ سے یہ مسئلہ حل طلب بہت ضروری ہے۔

(۲) اس خادم کی نظر سے ربع اوّل مظاہر حق " جلد اول کتاب الصلوٰۃ باب القنوت مندرجہ ذیل احادیث گزریں جس سے بالکل حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امر ظاہر نہیں ہوتا کہ آپ نے امت کے لوگوں کو امر کیا ہو کہ وہ بھی اس کو پڑھا کریں بلکہ حدیث خود ظاہر کر رہی ہے کہ حضور نے بفرمانِ ربّی اس کو ترک کر دیا، فصل اوّل کتاب مذکور:

وعن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان اذا اراد ان يدعو على احد او يدعو لاحد قنت بعد الركوع فربما قال اذا قال سمع الله لمن حمده ربنا لك الحمد اللهم انج الوليد وسلمة بن هشام وعياش بن ابى ربيعة اللهم اشدد وطأتك على مضر سنين كسنى يوسف يجهر بذلك وكان يقول فى بعض صلوته اللهم العن فلانا وفلانا لاحياء من العرب حتى انزل الله ليس لك من الامر شئ الاية متفق عليه وعن عاصم الاحول قال سئلت عن انس بن مالك عن القنوت فى الصلوة كان قبل الركوع

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کسی کے خلاف یا کسی کے حق میں دُعا فرمانے کا ارادہ فرماتے تو کبھی رکوع کے بعد سمع اللہ کہہ کر یوں فرماتے: اے اللہ! ولید، سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے، اے اللہ! قبیلہ مضر کو سخت پکڑ ان پر قحط نازل فرما جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط نازل ہوا' اور یہ بددعا بلند آواز سے پڑھتے اور کبھی آپ کسی نماز میں یوں پڑھتے: اے اللہ! فلاں و فلاں پر لعنت فرما۔ اس سے مراد عرب کے بعض قبائل مراد ہوتے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آیہ کریمہ نازل فرمائی کہ اے پیارے حبیب! یہ معاملہ آپ کے ذاتی اختیار میں نہیں ہے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ اور حضرت عاصم احول رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا

marfat.com

Marfat.com

او بعدہ قال قبلہ انما قنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد الرکوع شهرا انہ کان بعث اناسا یقال لهم القراء فاصیبوا فقنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد الرکوع شهرا یدعوا علیهم متفق علیہ فصل ثانی کتاب مذکور عن ابن عباس قال قنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شهرا متتابعا فی الظهر والعصر والمغرب والعشاء وصلوٰۃ الصبح اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ من الرکعۃ الاخیرۃ یدعو علی احیاء من بنی سلیم، رعل وذکوان وعصیۃ ویؤمن من خلفہ رواہ ابوداؤد، وعن انس ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قنت شهرا ثم ترکہ۔ رواہ ابوداؤد والنسائی۔

کہ کیا نماز میں قنوت رکوع سے پہلے تھی یا بعد میں، تو انھوں نے فرمایا پہلے تھی۔ حضور علیہ السلام نے صرف ایک ماہ رکوع کے بعد قنوت پڑھی کیونکہ آپ نے قراء کی ایک جماعت کو تعلیم کے لئے بھیجا تو ان کو راستہ میں شہید کر دیا گیا، تو اس واقعہ پر حضور علیہ السلام نے ایک ماہ رکوع کے بعد قاتلین پر بددعا فرمائی (متفق علیہ) کتاب مذکور کی دوسری فصل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ماہ مسلسل ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نماز میں قنوت پڑھی اور جب نماز کی آخری رکعت کے رکوع کے بعد سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو اس وقت عرب کے قبائل بنی سلیم، رعل، ذکوان اور عصیہ پر بددعا فرماتے اور مقتدی آمین کہتے۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے یہ قنوت ایک ماہ پڑھ کر پھر چھوڑ دی، اس کو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ (ت)

چونکہ حنفی مذہب کے مطابق آمین آواز سے کہنا روکا گیا ہے مگر اب تو پورے پندرہ منٹ آمین اس زور سے کہی جاتی ہے کہ مسجد گونج اٹھتی ہے بلکہ نمازِ جمعہ میں لوگوں کی کثرت سے آمین کا شور تو حد درجہ بڑھ جاتا ہے اس بستی میں صرف ایک مسجد ایک قبرستان ہے، مذہب حنفی کے سب پیرو ہیں، امام مسجد جن سے اس کا رواج ہوا ہر شخص کو مجبور کر رہے ہیں کہ اس کی ادا میں اگر کوئی قاصر ہوگا اسلام سے خارج سمجھا جائیگا اُس کا جنازہ مسلمان نہیں اٹھائیں گے بسبب ملازمت لوگ باہر سے آتے ہیں اُن کے لئے ایسا نادر شاہی حکم بہت ہی گراں ہو رہا ہے اور بے وقت پردیس میں موت ہونے کے لحاظ سے مجبوراً ادا کر رہے ہیں وہی مثل کہ "زبردست مارے رونے نہ دے"، اور حنفیہ "قہرِ درویش برجانِ درویش" کے مصداق

marfat.com

Marfat.com

...بادیسینی۔ والسلام

الجواب

(۱) اصل مسئلہ متون یہ ہے کہ وتروں کے سوا کسی نماز میں دعائے قنوت نہیں، تنویر الابصار وغیرہ میں ہے:
ولا یقنت فی غیرہ[1] (غیر میں قنوت نہ کرے۔ ت) مگر امام طحاوی وغیرہ شراح نے معاذ اللہ کسی نازلہ یعنی عام مصیبت کے وقت اس کے دفع کے لئے بھی قنوت جائز رکھی، اسی بارے میں حدیث ہے:

قنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شھرا علی عدۃ قبائل من الکفار[2] حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرب کے چند قبائل کے خلاف قنوت ایک ماہ پڑھی۔ (ت)

اس کے لئے کوئی دعا مخصوص نہیں بلکہ جو بلا مثل طاعون و وبا یا غلبۂ کفار، والعیاذ باللہ تعالٰی اس کے دفع کی دعا کی جائے گی تحقیق یہ ہے کہ قنوت صرف نماز فجر میں ہے وما وقع فی بعض الکتب فی صلوٰۃ الجھر فمصحف من صلوٰۃ الفجر (جو بعض کتب میں آیا ہے کہ جہر والی نماز تو یہ "جہر" بدل گیا ہے اصل فجر ہے۔ ت) اور تحقیق یہ ہے کہ فجر کی دوسری رکعت میں بعد قراءت قبل رکوع ہو لان ما بعد الرکوع قد خرج عن محلیۃ القنوت کما حققہ المحقق فی الفتح (کیونکہ رکوع کے بعد قنوت کا محل نہیں ہے جیسا کہ محقق نے اسے فتح میں ثابت کیا ہے۔ ت) اور امام و مقتدی سب آہستہ پڑھیں لانہ دعاء و سنۃ الدعاء الاخفاء (کیونکہ وہ دعا ہے اور دعا کا طریقہ اخفاء ہے۔ ت) جن مقتدیوں کو یاد نہ ہو وہ آہستہ آہستہ آمین کہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) اوپر بیان ہوا کہ اس قنوت کا جواز ہی ظاہر متون مذہب حنفی کے خلاف ہے نہ کہ معاذ اللہ اس پر ایسا اصرار کہ جو نہ کرے خارج از اسلام سمجھا جائے اور مسلمان اس کا جنازہ نہ اٹھائیں، یہ ظلم اور اشد ظلم ہے اور سخت کبیرہ ہے اور اللہ و رسول پر افترا۔ اور نئی شریعت دل سے گھڑنا اور مسلمانوں کو ناحق معاذ اللہ کافر بنانا اور بحکم ظواہر احادیث خود کافر بننا ہے قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقد باء بہ احدھما (رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، دونوں میں سے ایک اس کو اپنے پر وارد کرے گا۔ ت) اور آمین بالجہر مذہب حنفی میں کہیں نہیں، ہاں شراح وقت نازلہ قنوت اسی طریقہ پر روا رکھتے ہیں جس کی تحقیق اوپر بیان ہوئی اور حدیث فعلی بھی مثل حدیث قولی حجت ہے لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صلوا کما رأیتمونی اصلی[3] (اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ

---

[1] کنز الدقائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۴۱
[2] شرح معانی الآثار باب القنوت فی صلوٰۃ الفجر وغیرہا " " " " " ۱/ ۱۲۸
[3] سنن الدار قطنی باب فی ذکر بالاذان والامامۃ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۱/ ۲۷۳

marfat.com

Marfat.com

والسلام نے فرمایا ہے کہ ایسے نماز پڑھو جیسے تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا۔ ت) اور ترک دعا بوجہ قضائے حاجت یا بعض مخصوصین پر دعا سے رب عزوجل کی ممانعت نفسِ دُعا سے منع نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۰۶ از دمن قریب سورت بخدمت جناب مولنا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی (رحمہ اللہ تعالیٰ) وازانجا بغرض تحقیق نزد فقیر ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ دعائے قنوت کا کسی مصیبت کے نازل ہونے کے وقت فرائض پنجگانہ میں پڑھنا یا خاص کسی وقت کے فرض نماز میں پڑھنا شرع شریف سے ثابت ہے یا نہیں؛ خاص کر ایام وبائے طاعون میں اور اُس کے پڑھنے کا محل فرض کی آخری رکعت میں قبل رکوع کے یا قومہ میں امام اور مقتدی دونوں پڑھیں یا صرف امام بآوازِ بلند پڑھے اور مقتدی آمین آہستہ آہستہ کہیں بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰ اللّٰھم لک الحمد (اے اللہ! تیرے لئے حمد ہے۔ ت) عامہ بلکہ عام متون مذہب میں دربارہ وتر ارشاد ہوا،

لایقنت فی غیرہ وکن اصرحوان المأموم لایتبع امامہ القانت فی الفجر وعللوہ بانہ منسوخ وانہ محدث[1]

غیر وتر میں قنوت نہ پڑھے جیسا کہ فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ مقتدی اس امام کی جو فجر میں قنوت پڑھتا ہے پیروی اس معاملہ میں نہ کریں، اور انھوں نے وجہ یہ بتائی ہے کہ یہ منسوخ ہے لہذا یہ نئی چیز ہے۔ (ت)

اور محققین شراح مثل امام ابن الہمام وعلامہ سروجی وامام عینی شارحین ہدایہ وعلامہ شمنی شارح نقایہ وعلامہ ابراہیم حلبی شارح منیہ وعلامہ زین بن نجیم شارح کنز وعلامہ شرنبلالی شارح نورالایضاح وعلامہ علائی شارح تنویر وعلامہ سید حموی شارح اشباہ وعلامہ نوح آفندی وعلامہ سید ابوالسعود ازہری محشی کنز وعلامہ سید محمد شامی محشیان در وغیرہ بہ تبعیت امام اجل حافظ الحدیث ابوجعفر طحاوی ہنگام نزول نوازل مثل طاعون وغیرہ (والعیاذ باللہ تعالیٰ) صرف نمازِ فجر میں تجویز قنوت کی تنقیح وتنقید اور اطلاق متون کی اس سے تقیید فرماتے ہیں غنیہ المستملی ومراقی الفلاح وغیرہما میں ہے،

وھو مذھبنا وعلیہ الجمھور[2] اھ وقد صح

یہی ہمارا مذہب ہے اور جمہور بھی اس کے قائل ہیں اھ

---

[1] درمختار | باب الوتر والنوافل | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۹۴

[2] غنیۃ المستملی | صلوٰۃ الوتر | " سہیل اکیڈمی لاہور | ص ۴۲۰

marfat.com

Marfat.com

به الحديث فى الصحيحين وغيرهما عن انس وابى هريرة وغيرهما رضى الله تعالٰى عنهم قالوا وهو محمل ماروى من قنوت امراء المؤمنين الصديق و الفاروق والمرتضٰى ومعٰوية وغيرهم رضوان الله تعالٰى عليهم قلت وليست المسئلة مما تجرى فيه المماكسة۔

اور اس بارے میں صحیح حدیث بخاری اور مسلم وغیرہما میں موجود ہے اور وہ حضرت انس اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے اور حضرت امیر المومنین صدیق اکبر، عمر فاروق، علی مرتضٰی اور امیر معاویہ وغیرہم رضی اللہ عنہم کا قنوت کے بارے میں عمل اس حدیث کے مطابق تھا، میں کہتا ہوں یہ وہ مسئلہ نہیں جس میں کھچاؤ پایا جائے۔ (ت)

پھر بر تقدیر قنوت بلاشبہہ سبیل وہی ہے جو فاضل مجیب سلمہ المجیب نے اختیار فرمائی کہ امام و مقتدی سب آہستہ پڑھیں۔

اقول وما وقع من الخلف بين ائمتنا الكرام ومشائخنا الاعلام فى قنوت الوتر هل يجهر به ام يسر وهو المختار، كما فى الهداية وهو الاصح، كما فى المحيط والصحيح، كما فى شرح الجامع الصغير لقاضى خان وهل يؤمن المأموم ام يقنت وهو الصحيح المختار، كما فى المحيط والشرح المذكور وغيرهما فانما منشؤه ان لقنوت الوتر اللهم انا نستعينك الخ شبهة القرأن على ماذكروه فكما يجهر الامام بالقرأن فكذا بما فيه شبهته وكما لايقرؤ المؤتم القرأن فكذا ماله شبهته كما قرره فى الحلية و الغنية والبحر وغيرها

اقول ہمارے ائمہ کرام سے متاخرین اور ہمارے مشائخ عظام نے وتر کی قنوت کے بارے بحث میں جو فرمایا کہ یہ قنوت جہر پڑھی جائے یا آہستہ، تو آہستہ پڑھنا ہی مختار ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے اور یہی اصح ہے جیسا کہ محیط میں ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ قاضی خاں کی شرح جامع صغیر میں ہے۔ اور یہ کہ کیا مقتدی صرف آمین کہیں یا وہ بھی قنوت پڑھیں، تو ان کا قنوت پڑھنا صحیح و مختار ہے جیسا کہ محیط اور مذکور شرح وغیرہما میں ہے۔ اور اس بات کی وجہ یہ ہے کہ قنوتِ وتر جو کہ اللھم انا نستعینک الخ ہے کی قرآن سے مشابہت ہے جیسا کہ فقہاء نے بیان کیا ہے۔ لہذا جس طرح قرآن کا جہر کرتا ہے اسی طرح قرآن کے مشابہ چیز کا بھی امام جہر کرے اور جس طرح مقتدی قرآن کی قراءت نہیں کرتا اسی طرح قرآن کی مشابہت والی چیز کی بھی مقتدی قراءت نہ کرے جیسا کہ حلیہ، غنیہ، بحر وغیرہا میں تقریر کی گئی ہے

marfat.com

Marfat.com

ولاكذلك قنوت النوازل وانما هو دعاء محض فيشترك فيه الامام والماموم ويخفيانه كسائر الادعية فانه هوالمندوب اليه في الدعاء۔

جبکہ قنوت نوازل کا یہ مقام نہیں ہے وہ تو محض دعا ہے جس میں امام اور مقتدی مساوی شریک ہیں لہٰذا دونوں اس کو آہستہ پڑھیں گے، جس طرح تمام دعاؤں میں مستحب یہ ہے کہ آہستہ پڑھا جائے (ت)

مگر اخفاء واجب نہیں کہ جہر گناہ ہو،

وقد صرحوا بانه اذا جهر سهوا بشیئ من الادعية والاثنية لا يجب عليه السجود[1] كما في ردالمحتار ولو وجب لوجب كما لا يخفى۔

جبکہ فقہاء نے تصریح کی ہے اگر کوئی شخص بھول کر کوئی دعا وثناء جہر سے پڑھے تو سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا جیسا کہ ردالمحتار میں ہے اور اگر قنوت نازلہ یا دعا کا اخفاء واجب ہوتا تو اس کے جہر سے سجدۂ سہو واجب ہوتا جیسا کہ واضح ہے۔ (ت)

پھر اگر امام جہر کرے تو بنظرِ حشمت امامت مقتدیوں کا اُس کی دُعا پر آہستہ آمین کہنا ہی اُس سے جُدا اپنی اپنی متفرق دعا میں مشغول ہونے سے اولٰی ہے كما استظهره العلامة الشامی (جیسا کہ علامہ شامی نے اس کو ظاہر قرار دیا ہے۔ ت) رہا یہ کہ قول لقنوت نازلہ پر اُس کا محل قبل رکوع ہے یا بعد۔ مشائخ مذہب وعلمائے متقدمین سے اس باب میں کوئی قول منقول نہیں متاخرین شراح کی نظر مختلف ہوئی، علامہ شرنبلالی کے کلام سے بعد رکوع ہونا ظاہر، علامہ شامی نے اسی کو اظہر کہا، علامہ سید حموی نے فرمایا: قبل رکوع چاہئے، علامہ ازہری نے اسے مقرر رکھا۔ علامہ طحطاوی نے فرمایا: مقتضائے نظر تخییر ہے چاہے قبل پڑھے یا بعد۔ شرح نورالایضاح میں ہے:

قال الامام ابو جعفر الطحاوی رحمه الله تعالٰی انما لا يقنت عندنا في الفجر من غير بلية فان وقعت فتنة او بلية فلا باس به فعله رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم ای بعد الركوع كما تقدم[2]

امام ابوجعفر طحاوی نے فرمایا ہے کہ ہمارے نزدیک کسی مصیبت وبلاء کے نزول کے بغیر فجر کی نماز میں قنوت نازلہ نہ پڑھی جائے، اور اگر کوئی فتنہ یا بلاء واقع ہوتی ہو تو پھر کوئی حرج نہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے یعنی رکوع کے بعد پڑھے، جیسا کہ پہلے گزرا ہے (ت)

---

[1] ردالمحتار باب سجود السہو مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۸۲

[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب الوتر ؍؍ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۰۷

marfat.com

Marfat.com

فتح اللہ المعین میں بعد نقل قول امام طحاوی ہے:

ظاهره انه لوقنت فى الفجر لبلية انه يقنت قبل الركوع[1]

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر نزولِ بلاء کے موقعہ پر قنوت پڑھے تو رکوع سے قبل پڑھے۔ (ت)

طحطاوی حاشیہ مراقی میں ہے:

قال الحموی وينبغى ان يكون القنوت قبل الركوع فى الركعة الاخيرة ويكبر له[2]

حموی نے کہا ہے کہ مناسب یہ ہے قنوت آخری رکعت کے رکوع سے قبل پڑھے اور اس کے لئے تکبیر بھی کہے۔ (ت)

قول شرنبلالی ای بعد الرکوع (یعنی بعد رکوع۔ ت) پر لکھا: هذا يخالف ما قدمناه عن الحموی[3] (یہ حموی سے مروی کے خلاف ہے۔ ت) رد المحتار میں ہے:

الذى يظهر لى ان المقتدى يتابع امامه الا اذا جهر فيؤمن وانه يقنت بعد الركوع لا قبله بدليل ان ما استدل به الشافعى على قنوت الفجر وفيه التصريح بالقنوت بعد الركوع حمله علماؤنا على القنوت للنازلة ثم رأيت الشرنبلالى فى مراقى الفلاح صرح بانه بعده واستظهر الحموى انه قبله والاظهر ما قلناه[4]

میرے نزدیک ظاہر بات یہ ہے کہ مقتدی بھی امام کی پیروی میں پڑھے لیکن اگر امام قنوت پڑھنے میں جہر کرے تو پھر مقتدی صرف آمین کہے اور قنوت رکوع کے بعد پڑھے، پہلے نہ پڑھے۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس سے امام شافعی رحمہ اللہ نے فجر میں قنوت پڑھنے پر استدلال کیا ہے اس حدیث میں بعد از رکوع کی تصریح ہے۔ اس حدیث میں بعد از رکوع قنوت کو قنوت نازلہ پر ہمارے علماء نے محمول کیا ہے، پھر میں نے دیکھا کہ شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں بعد از رکوع کی تصریح کی ہے اور حموی نے قبل از رکوع کو ظاہر قرار دیا ہے جبکہ زیادہ واضح وہ ہے جو میں نے کہا ہے۔ (ت)

---

[1] فتح المعین باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۵۲

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب الوتر " نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۰۶

[3] " " " " " " " ۲۰۷

[4] رد المحتار مطلب فی القنوت للنازلۃ " مصطفی البابی مصر ۱/۴۹۶

marfat.com

Marfat.com

طحطاوی علی الدر المختار میں ہے:

قلت قد ورد فعله قبله وبه قال الامام مالك وبعده وبه قال الامام الشافعي فمقتضى النظر التخيير وذكر الشرنبلالی انه يقنت بعد الركوع[1]

میں کہتا ہوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمل قبل از رکوع کے بارے میں مروی ہے یہ امام مالک کا قول و مسلک ہے، اور دوسری روایت میں حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کا عمل بعد از رکوع مروی ہے، اور یہ امام شافعی کا قول و مسلک ہے، غور وفکر سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں طرح کا اختیار ہے، اور شرنبلالی نے بعد از رکوع کو ذکر کیا ہے۔ (ت)

اقول اس قضیہ نظر میں نظر ظاہر ہے

فليس اختلاف المجتهدين قاضيا بالتسوية عندنا اذا كان احد القولين اليق بمذهبنا واقعد باصولنا۔

ہمارے نزدیک مجتہدین کے اختلاف کا مطلب دونوں طرح کی مساوات نہیں ہے جبکہ ہمارے مذہب اور ہمارے اصول کی ایک قول تائید کرتا ہے تو وہ راجح ہے۔ (ت)

اور فقیر کے نزدیک اقرب وانسب مختار سید علامہ حموی ہے محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا:

لما ترجح ذلك خرج ما بعد الركوع من كونه محلا للقنوت فلذا روی عن ابی حنيفة رحمه الله تعالٰی انه لو سهی عن القنوت فتذكره بعد الاعتدال لا يقنت[2]

جب قبل از رکوع قنوت پڑھنا ترجیح پا چکا ہے تو اب رکوع کے بعد قنوت کا محل ختم ہوگیا اسی لئے امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ اگر کوئی شخص قبل از رکوع قنوت پڑھنے کو بھول جائے اور رکوع سے کھڑا ہوجائے تو اب یاد کرکے قنوت نہ پڑھے (ت)

ہاں اس میں شک نہیں کہ بر تقدیر قنوت نوازل مقتدی قبلیت و بعدیت میں اتباع امام کرے گا اور اگر امام بعد رکوع پڑھے تو یہ بھی بعد ہی پڑھے گا

فانه اذا كان يتابعه فی قنوت الوتر بعد الركوع مع نص المذهب انه قبل الركوع فهذا اولی۔

کیونکہ جب وتر کی قنوت میں مقتدی رکوع کے بعد پڑھنے میں امام کی پیروی کرسکتا ہے حالانکہ ہمارے مذہب میں قبل از رکوع قنوت پر تصریح موجود ہے تو اس قنوت نازلہ میں بطریق اولٰی امام کی پیروی کرسکتا ہے (ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۸۱
[2] فتح القدیر باب صلوٰۃ الوتر " نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۷۲

marfat.com

Marfat.com

فتح القدیر میں ہے:

هذا یحقق خروج القومة عن المحلیة بالکلیة الا اذا اقتدی بمن یقنت فی الوتر بعد الرکوع فانه یتابعه اتفاقاً[1] والله تعالٰی اعلم۔

یہ بات ثابت کرتی ہے کہ قومہ قنوت کے محل سے خارج ہے مگر جب ایسے امام کی اقتداء کی ہو جو وتروں میں بعد از رکوع قنوت پڑھنے کا قائل ہو تو پھر امام کی پیروی کرے، باتفاق یہ حکم ہے اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دفعِ طاعون و وباء کے لئے نمازِ فجر میں قنوت پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

وقتِ نزولِ نوازل وحلولِ مصائب اُن کے دفع کے لئے نمازِ فجر میں قنوت پڑھنا احادیثِ صحیحہ سے ثابت اور مشروعیت اس کی مستمر غیر منسوخ۔

روی الامام البخاری والامام مسلم فی صحیحیهما والحافظ النسائی فی سننه واللفظ للبخاری قال اخبرنا احمد بن یونس ثنا زائدة عن التیمی عن ابی مجلز عن انس رضی الله تعالٰی عنه قال قنت النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم شهرا یدعو علی رعل وذکوان[2] ولفظ المسلم من طریق المعتمر عن سلیمٰن التیمی عن ابی مجلز عن انس ابن مالك رضی الله تعالٰی عنه قنت رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم شهرا بعد الرکوع فی صلٰوة الصبح یدعوا علی رعل و ذکوان ویقول عصیة عصت الله ورسوله[3] وفی صحیحه

بخاری اور مسلم نے اپنی صحیحین میں اور حافظ نسائی نے اپنی سنن میں اور بخاری کے الفاظ یہ ہیں، احمد بن یونس نے خبر دی کہ زائدہ نے تیمی اور انھوں نے ابو مجلز سے اور انھوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قنوت پڑھتے ہُوئے رعل اور ذکوان پر ایک ماہ بددعا فرمائی، اور مسلم نے معتمر عن سلیمٰن التیمی عن ابی مجلز عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ، یہ الفاظ کہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ماہ فجر کی نماز میں رکوع کے بعد رعل، ذکوان اور عصیہ کے خلاف قنوت کے ذریعہ بددعا فرمائی اور فرمایا عصیہ نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اور امام مسلم کی صحیح میں بھی یہ ہے کہ محمد بن

---

[1] فتح القدیر — باب الصلوٰۃ — مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۷۴

[2] صحیح بخاری — کتاب المغازی — باب غزوۃ الرجیع الخ — قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۵۸۷

[3] صحیح مسلم — باب استحباب القنوت فی جمیع الصلوات الخ — مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۳۷

marfat.com

Marfat.com

ایضاحدثنا محمد بن مهران الرازی فذکر باسنادہ عن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ حدثھم ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قنت بعد الرکعۃ فی صلوٰۃ شھرا، اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ یقول فی قنوتہ اللھم انج الولید بن الولید، اللھم نج سلمۃ بن ھشام، اللھم نج عیاش بن ابی ربیعۃ، اللھم نج المستضعفین من المؤمنین، اللھم اشدد وطأتک علی مضر، اللھم اجعلھا علیھم سنین کسنی یوسف، قال ابوھریرۃ ثم رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ترک الدعاء بعد، فقلت اری رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قد ترک الدعاء لھم، قال فقیل وما تراھم قد قدموا۔[1]

مہران نے اپنی سند کے ساتھ ابوسلمہ سے انھوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ماہ رکوع کے بعد سمع اللہ لمن حمدہ کہنے پر قنوت پڑھی اور قنوت میں یہ پڑھا لے اللہ! نجات دے ولید کو، اے اللہ نجات دے سلمہ بن ہشام کو، اے اللہ نجات دے عیاش بن ابی ربیعہ کو، اے اللہ نجات دے ضعیف مومنوں کو، اے اللہ! اپنی سخت پکڑ فرما مضر پر، اے اللہ! ان پر قحط مسلط فرما جتنے سال یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط نازل ہوا۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ آپ نے بددعا چھوڑ دی تو میں نے دل میں کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا چھوڑ دی اور کہا کہ مجھے کہا گیا کہ وہ حفاظ آگئے تمھارا کیا خیال ہے۔ (ت)

عبدالرزاق، حاکم، دارقطنی باسناد صحیح بطریق امام باقر حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یزل یقنت فی الصبح حتی فارق الدنیا۔[2]

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ قنوت تاحیات پڑھتے رہے۔ (ت)

یہ حدیث اور دیگر احادیث قنوت فجر برخلاف شافعیہ کہ انھیں فجر میں دوام قنوت کی دلیل ٹھہراتی ہیں صریح نوازل میں وارد اُن پر محمول۔ پس حاصل یہ کہ جناب سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وقت نزول شدائد دواماً قنوت پڑھی اور جب وہ بلا دفع ہوجاتی بوجہ ارتفاع ضرورت ترک فرماتے اور مشروعیت

---

[1] صحیح مسلم باب استحباب القنوت فی جمیع الصلوات الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۳۷

[2] المصنف لعبدالرزاق باب القنوت حدیث ۴۹۶۴ ″ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۱۱۰

سنن الدارقطنی باب صفۃ القنوت الخ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۲/۳۹

marfat.com

Marfat.com

اس قنوت کی کتب حنفیہ میں بھی تصریح جیسا کہ اشباہ و درمختار و بحر الرائق و غایہ و ملتقط و سراج وہاج و شرح نقایہ شمنی و فتح القدیر ابن الہمام و کلام رئیس الحنفیہ امام ابوجعفر بن سلامہ طحاوی وغیرہ سے ثابت، متون میں غیر وتر میں قنوت پڑھنا ممنوع ٹھہرایا شارحین کرام نے قنوت نوازل کو اس سے استثنا فرمایا۔

في الدر المختار ولا يقنت في غيره الا لنازلة فيقنت الامام في الجهرية وقيل في الكل[1] وفي البحر الرائق في شرح النقاية معزيا الى الغاية وان نزل بالمسلمين نازلة قنت الامام في صلوة الجهر وهو قول الثوري واحمد، وقال جمهور اهل الحديث القنوت عند النوازل مشروع في الصلوات كلها[2] وفي الاشباه والنظائر فائدة في الدعاء برفع الطاعون سئلت عنه في طاعون سنة تسع وستين وتسعمائة بالقاهرة، فاجبت باني لم اره صريحا، ولكن صرح في الغاية وعزاه الشمني اليها بانه اذا نزل بالمسلمين نازلة قنت الامام في صلواة الفجر وهو قول الثوري واحمد، وقال جمهور اهل الحديث القنوت عند النوازل مشروع في الصلوات كلها انتهى، وفي فتح القدير ان مشروعية القنوت للنازلة مستمرة لم تنسخ، وبه قال جماعة من اهل الحديث وحملوا عليه حديث ابي جعفر

درمختار میں ہے کہ غیر وتر میں صرف قنوت نازلہ پڑھ سکتا ہے، اور قنوت نازلہ امام جہری نماز میں پڑھے، اور بعض نے کہا تمام نمازوں میں پڑھے، اور بحر الرائق میں ہے کہ شرح نقایہ میں غایہ کے حوالہ سے ذکر کیا کہ اگر مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہو تو امام نمازِ فجر میں قنوت پڑھے، یہ امام احمد اور امام ثوری کا قول ہے اور جمہور محدثین نے کہا کہ قنوتِ نازلہ تمام نمازوں میں جائز ہے اور الاشباہ والنظائر ــــ "طاعون کو ختم کرنے میں دُعا کا فائدہ" میں ہے، قاہرہ میں ۹۶۹ھ میں طاعون کے موقعہ پر مجھ سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو میں نے جواب میں کہا کہ میں نے صریح طور پر اس بارے میں نہیں دیکھا لیکن غایہ میں تصریح ہے کہ شمنی نے اس بات کو صاحبین کی طرف منسوب کیا اور کہا کہ اگر کوئی مصیبت نازل ہو تو امام نمازِ فجر میں قنوت پڑھے، یہ امام احمد اور امام ثوری کا قول ہے اور جمہور اہل حدیث نے فرمایا کہ تمام نمازوں میں قنوت جائز ہے انتہی، اور فتح القدیر میں ہے قنوتِ نازلہ جاری ہے منسوخ نہیں ہے، اور اہل حدیث کی جماعت کا یہ قول ہے اور انھوں نے ابوجعفر کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے

---

[1] درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۴

[2] بحر الرائق شرح کنز الدقائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۴

marfat.com

Marfat.com

عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہما ما زال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقنت حتی فارق الدنیا ای عند النوازل، وما ذکرنا من اخبار الخلفاء یفید تقررہ لفعلھم ذلک بعدہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقد قنت الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ فی محاربۃ الصحابۃ رضی اللہ عنہم مسیلمۃ الکذاب وعند محاربۃ اھل الکتٰب، وکذلک قنت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ، وکذلک قنت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ فی محاربۃ معاویۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما، وقنت معاویۃ فی محاربتہ رضی اللہ تعالٰی عنہما انتھی، فالقنوت عندنا فی النازلۃ ثابت وھو الدعاء برفعھا ولا شك ان طاعون من اشد النوازل، قال فی المصباح النازلۃ المصیبۃ الشدیدۃ تنزل بالناس انتھی، وذکر فی السراج الوھاج قال الطحاوی ولا یقنت فی الفجر عندنا من غیر بلیۃ فان وقعت بلیۃ فلا باس بہ کما فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانہ قنت شھرا فیھا یدعو علی رعل وذکوان وبنی لحیان ثم ترکہ کذا فی الملتقط[1] انتھی (ملتقطا)۔

مروی حدیث اسی معنی پر محمول کیا ہے اور وہ یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تا حیات قنوتِ نازلہ مصیبت پر پڑھتے رہے۔ اور خلفاء کے عمل کے بارے میں جو ہم نے ذکر کیا ہے وہ بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد یہ عمل جاری رکھا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مسیلمہ کذاب سے صحابہ کی جنگ اور اہل کتاب سے جنگ میں قنوت پڑھی، اسی طرح عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قنوت پڑھی اور ایسے ہی علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کے دوران پڑھی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جنگوں کے دوران قنوت پڑھی انتہی پس قنوتِ نازلہ ہمارے ہاں مصیبت کو ختم کرنے کے لئے دعا کے طور پر ثابت ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ طاعون بھی بڑی مصیبت ہے، اور مصباح میں فرمایا کہ نازلہ، لوگوں پر شدید مصیبت کے نزول کو کہتے ہیں انتہی، اور سراج الوہاج میں ذکر ہے کہ امام طحاوی نے فرمایا کہ نزولِ مصیبت کے بغیر نمازِ فجر میں قنوت نہ پڑھی جائے لیکن اگر مصیبت نازل ہو تو ہمارے نزدیک قنوت پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ماہ قنوت پڑھی اور اس میں رعل، ذکوان اور بنو لحیان پر بددعا فرمائی اور پھر آپ نے ترک کر دی۔ ملتقط میں اسی طرح ہے انتہی ملتقطا۔ (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثالث فائدۃ فی الدعاء لرفع الطاعون ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۲۶۱ و ۲۶۲

marfat.com

Marfat.com

تو بیان سے ظاہر کہ اختلاف شافعیہ وحنفیہ دربارہ قنوت فجر کہ وہ علی الدوام حکم دیتے اور ہم انکار کرتے ہیں غیر نوازل میں ہے نہ قنوت نوازل میں اور بلاشبہ طاعون و وبا اشد نوازل سے ہیں اور ان کے عموم میں داخل کما مر من الاشباہ (جیسا کہ اشباہ سے گزرا۔ت) پس اگر امام دفع طاعون و وبا کے لئے نمازِ فجر میں قنوت پڑھے تو اس کے جواز و مشروعیت میں کوئی شبہ نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۰۷: ۸ جمادی الاخری ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جسے امام کے پیچھے نماز وتر میں بھی رکعتیں فوت ہوئیں اور قنوت بھی وہ جب اپنی باقی نماز پڑھنے کو کھڑا ہو تو اخیر رکعت میں دعائے قنوت دوبارہ پڑھے یا وہی جو امام کے پیچھے پڑھی کافی ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

اُسی پر اکتفا کرے دوبارہ نہ پڑھے کہ تکرار قنوت مشروع نہیں،

فی الدر اما المسبوق فیقنت مع امامہ فقط[1] اھ وفی ردالمحتار لانہ اٰخر صلوتہ ومایقضیہ اولھا حکما فی حق القراءۃ وما اشبھہا واذا وقع قنوتہ فی موضعہ بیقین لایکرر لان تکرارہ غیر مشروع شرح المنیۃ اھ[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

دُر میں ہے کہ مسبوق (جس کی کوئی رکعت جماعت سے رہ جائے) صرف امام کے ساتھ قنوت پڑھے اھ۔ ردالمحتار میں ہے کیونکہ امام کے ساتھ اس کی نماز کا آخری حصہ ہے اور جس کو قضا کر رہا ہے وہ قراءۃ وغیرہ کے اعتبار سے حکماً نماز کا اول ہے، اور جب قنوت امام کے ساتھ اپنے محل میں ادا ہوچکی ہے تو اس کا تکرار نہ کیا جائے کیونکہ اس کا تکرار جائز نہیں، شرح منیہ اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۰۸: از اوجین علاقہ گوالیار مرسلہ محمد یعقوب علی خاں صاحب ازمکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ یکم ربیع الآخر ۱۳۰۷ھ

دو سہ مردم در آں مسجد کہ امام بجماعت تراویح مشغول تام ست حاضر گردیدند آنہا نماز فرض بجماعت ادا نمایند یا جداگانہ خواندہ ملحق جماعت تراویح شوند و باز وتر

دو تین آدمی مسجد میں آئے تو امام نمازِ تراویح میں مصروف تھا، کیا یہ آنے والے اپنے فرض کی ادائیگی کے لئے جماعت کرائیں یا علیحدہ علیحدہ پڑھیں اور اس کے بعد

---

[1] درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۹۴/۱
[2] ردالمحتار " " " مصطفی البابی بمصر ۴۹۶/۱

marfat.com

Marfat.com

را ہمراہِ امام بخوانند یا تنہا چراکہ امام را بجماعت فرض نیافتہ۔ بینوا توجروا

تراویح کی جماعت میں شامل ہوں، اور کیا یہ لوگ وتر امام کے ساتھ جماعت سے ادا کریں یا اس امام کی جماعت کے ساتھ فرض ادا نہ کرنے کی وجہ سے وتر علیحدہ پڑھیں؟ بیان کرو اجر پاؤ۔ (ت)

الجواب

جماعت تراویح مانع جماعت فرض نیست لان قیام جماعۃ انما یمنع اقامۃ جماعۃ اخری فی زمانہا و مکانہا اذا کانت الاولی داعیۃ لکل من یأتی الی الدخول فی نفسہا وجماعۃ التراویح لا تدعو من لم یصل الفرض الی الدخول فیہا فان الصحیح المعتمد بطلان التراویح قبل اداء الفرض ولذا قال فی جامع الرموز اذا دخل واحد فی المسجد والامام فی التراویح یصلی فرض العشاء اولا ثم یتابعہ[1] پس آنانکہ ازپس رسیدند چوں شرعاً مامور اند بادائے فرض پیش از تراویح چرا ممنوع باشد از جماعت حالانکہ چوں امام در تراویح ست محراب مشغول باشد پس عدول ازوکہ مبدل ہیأت وبرمذہب صحیح ومفتی بہ نافی کراہت ست کما نص علیہ فی مواضع من رد المحتار اینجا خود حاصل ست پس برمذہب صحیح ایناں را ہیچ مانع از اقامت جماعت نیست آرے ہرقدر کہ توانند دور از جماعت قوم جماعت فرض برپا کنند تاہم خویشتن از التباس افعال واشتغال بال ایمن باشند وہم براہل تراویح

تراویح کی جماعت، فرض کی جماعت کے لئے مانع نہیں ہے کیونکہ دوسری جماعت کے لئے وہ موجودہ جماعت مانع ہوتی ہے جو کہ تمام آنے والوں کے لئے یہ پہلی موجودہ جماعت اپنے اندر داخل ہونے کی داعی ہو، جبکہ بعد میں آنے والے ان لوگوں کو جنھوں نے فرض نماز نہیں پڑھی، کے لئے یہ موجودہ جماعتِ تراویح داعی نہیں ہے کہ اس میں شامل ہوں، کیونکہ فرض ادا کرنے سے قبل تراویح کا پڑھنا صحیح مذہب میں باطل ہے، اسی بناء پر جامع الرموز میں کہا ہے کہ جب کوئی ایک شخص جماعتِ تراویح ہوتے وقت آئے تو اس کو پہلے عشا کے فرض پڑھنے ہوں گے اور اس کے بعد تراویح کی جماعت میں شریک ہو، پس بعد میں آنے والے لوگ جب اس بات کے پابند ہیں کہ وہ پہلے فرض ادا کریں اور بعد میں تراویح پڑھیں تو شرعاً ان کو فرض کی ادائیگی جماعت کرانے میں کیا مانع ہے خصوصاً جبکہ امام تراویح پڑھاتے ہوئے محراب میں ہے تو بعد میں آنے والے اپنی جماعت کو محراب سے ہٹ کر کرائیں گے جس سے پہلی جماعت کی ہیئت تبدیل ہوجائے گی اور دوسری جماعت کی کراہت ختم ہوجائیگی جیسا کہ ردالمحتار

---

[1] جامع الرموز الوتر والنوافل مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۲۱۴

marfat.com

Marfat.com

تا بر امام تالی قرآن تلبیس ننماید هذا کله مما لا یخفی علی من له مساس بالفقه باز آنکس که فرض بجماعت گزارده است خواه خود امام بود یا بامام دیگر غیر ایں امام اقتدا نموده او را میرسد که در وتر بایں امام اقتدا کند آرے هر که فرض به تنهائی ادا نمود او را در وتر هم منفرد باید بود علامه شامی در ردالمحتار فرمود لو صلاها (یعنی صلوٰة العشاء) جماعة مع غیره ثم صلی الوتر معه لا کراهة تأمل[1] ومن فقیر ایں مسئله را در فتاوٰی خودم هرچه تمام تر رنگ تفصیل داده ام۔ والله تعالیٰ اعلم

کی تصریح کے مطابق صحیح اور مفتی بہ مذہب یہی ہے جب کراہت کی وجہ خود بخود ختم ہوگئی تو ان لوگوں کی جماعت کے لئے کوئی بھی مانع نہ رہا، ہاں ممکن حد تک ان کو چاہئے کہ تراویح کی جماعت سے دُور اپنی جماعت کریں تاکہ آپس میں قرأت اور افعال میں اشتباہ نہ پیدا ہو اور اطمینان قلبی سے نماز ادا ہوسکے، نیز تراویح کے امام جو کہ تلاوت میں مصروف ہے کو اشتباہ سے بچایا جاسکے۔ فقہ سے مس رکھنے والے کو یہ تمام معاملہ معلوم ہے، اور پھر جو شخص عشاء کے فرض جماعت سے ادا کرچکا ہو خواہ اپنی جماعت کرائی ہو یا کسی اور امام یا اس تراویح والے کے ساتھ جماعت میں شامل ہوا ہو اس کو تراویح اور وتر کی جماعت میں شریک ہونا جائز ہے، ہاں جس نے فرض بغیر جماعت اکیلے پڑھے ہوں اس کو وتر اکیلے پڑھنے چاہئیں۔ علامہ شامی نے ردمحتار میں فرمایا کہ اگر کسی نے عشاء کی نماز کسی دوسرے امام کے ساتھ جماعت سے ادا کی ہو تو وہ بلا کراہت اس امام کے ساتھ وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے، غور کیجئے، جبکہ اس فقیر نے اس مسئلہ کو ہمہ پہلو تفصیل کے ساتھ اپنے فتاوٰی میں بیان کردیا ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۹: از اوجین علاقہ گوالیار مرسلہ یعقوب علی خاں صاحب از مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ
۲۹ ربیع الآخر ۱۳۰۷ھ

بقلم خجستہ رقم حضرت فتاوٰی صاحب چنیں ترقیم آمدہ است کہ ہر آنکس کہ نماز فرض بجماعت گزاردہ است خود امام بود یا بامام دیگر غیر ایں امام اقتدا نمودہ او را میرسد کہ در وتر اقتدا بکند آرے ہر کہ فرض بہ تنہائی ادا نمود او را در وتر ہم منفرد باید بود بدیں طور علامہ شامی در ردالمحتار فرمودہ است فقط صاحبہا

آپ کے مبارک قلم سے فتوٰی یوں جاری ہوا ہے کہ جو شخص عشاء کی نماز یعنی فرض جماعت سے پڑھ چکا ہے خواہ خود امام بنا یا کسی دوسرے امام کے ساتھ جماعت میں پڑھ چکا ہو اس کو اس امام کے ساتھ باجماعت وتر پڑھنے کا اختیار ہے، ہاں جو شخص اکیلے فرض ادا کرے اس کو وتر بھی اکیلے پڑھنے چاہئیں

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۲۴

marfat.com

Marfat.com

در فوائد الاعمال تصنیف قاضی محمد تقی صاحب فیروزپوری کہ فیروزپورہ از توابع ملک میوات ست و ایں کتاب در علم فقہ معتبر ست ارقام فرمودہ کہ بعد نماز فرض درجۂ واجب ست پس سبب سنت جماعت واجب را ترک نماید و سنت را ادا سازد کے روا بود بل لازم و واجب ست بعد ادائے نماز وتر تراویح باقیماندہ ادا کند اگرچہ بجماعت فرض بشمول نشدہ باشد ہمیں ست حکم کتب الفقہ و در شامی جلد اول صفحہ ۴۷۶ و در طحطاوی جلد اول صفحہ ۲۹۷ و در در المختار و تزکیۃ القیام مصنفہ مولنا صاحب عبدالحق محدث دہلوی نوشتہ است کہ اگرچہ جماعت فرض بدست نیامدہ باشد تاہم وتر را ضرور بجماعت ادا سازد لابد ست پس بعدم جماعت فرض وتر را بجماعت ادا نمودن درست ست یا قطعی حکم ممانعت ست مطلع فرمایند و ایں گستاخی کہ ازیں احقر البریہ رفتہ است معاف فرمایند و بخوف طول اصل عبارت موقوف داشتہ۔

علامہ شامی نے ردالمحتار میں یونہی بیان کیا ہے فقط حالانکہ فوائد الاعمال جو کہ قاضی محمد تقی فیروزپوری کی تصنیف ہے اور فیروزپور میوات کے علاقہ سے تعلق رکھتا ہے، اور یہ کتاب علم فقہ میں معتبر ہے، اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ فرض کے بعد واجب کا درجہ ہے لہٰذا سنت جماعت کی وجہ سے واجب کو یعنی وتر کو ترک کرنا اور سنت یعنی تراویح کو ادا کرنا کب جائز ہو سکتا ہے اس لئے لازم ہے کہ وتر با جماعت ادا کر کے باقی تراویح کو بعد میں پڑھے اگرچہ اس نے فرض اکیلے ہی پڑھے ہوں، یہی حکم کتب فقہ میں ہے اور شامی جلد اول صفحہ ۴۷۶، اور طحطاوی جلد اول صفحہ ۲۹۷، اور در مختار اور تزکیۃ القیام مصنفہ مولانا عبدالحق محدث دہلوی، میں لکھا ہے کہ اگرچہ فرض جماعت سے ادا نہ کئے ہوں تب بھی ضروری ہے کہ وتر جماعت سے ادا کر لے۔ اب سوال یہ ہے کہ فرض با جماعت ادا نہ کئے ہوں تب بھی وتر جماعت سے ادا کرنا جائز ہیں یا جائز نہ ہونے کا قطعی حکم ہے، مطلع فرمائیں، اس فقیر سے اگر گستاخی ہوئی ہو تو معاف فرمائیں اور طوالت کے ڈر سے اصل عبارت موقوف کر دی ہے (ت)

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب، مہربانا حکم مسئلہ ہماں ست کہ فقیر نوشت وانچہ از چار کتاب آوردہ اند کہ جماعت وتر مطلق ضروری و لابدی ست در سہ پیشین اعنی حاشیۂ شامی و طحطاوی و در مختار زنہار ازیں معنی نشانے نیست و

اے اللہ! حق اور درستگی کی رہنمائی فرما۔ میرے مہربان اس مسئلہ کا حکم وہی جو اس فقیر نے لکھا ہے، اور انہوں نے جن چار کتابوں کے حوالہ سے لکھا ہے کہ وتر کو جماعت سے پڑھنا مطلقاً ضروری ہے ان میں سے پہلی تین یعنی شامی، طحطاوی اور در مختار میں قطعاً اس مفہوم کا کوئی نشان تک نہیں ہے اور

marfat.com

Marfat.com

تزکیۃ القیام فقیر کتابے ندیدہ بلکہ نامش نشنیدہ ام اگر از تصانیف شیخ محقق قدس سرہ العزیز ست یقین دارم کہ ایں حکم دروہرگز نباشد وچساں گمان بردہ آید کہ عالمے معتمد ہمچو شیخ مستند ایں چنیں کلامے بے سند برخلاف اجماع رقم زند ضروری و لابدی بودنش درکنار علمارا اختلاف ست کہ افضل در وتر جماعت ست یا بخانۂ خویش تنہا گزاردن ائمۂ افتا ہر دو قول راتصحیح فرمودہ اند طرفہ آنکہ در مختار ہمیں قول اخیر یعنی افضلیت انفراد را مذہب قرار داد و شیخ محقق در ماثبت بالسنۃ ہموں را مختار گفت و آنانکہ افضلیت جماعت را مرجح داشتند سپید نگاشتند کہ جماعت در وتر سنتے بیش نیست بلکہ سنیت او از سنیت جماعت تراویح نازل تر ست و در بحر الرائق وغیرہ ہمیں بہ لفظ استحباب تعبیر رفت۔ اینک عبارت در مختار ھل الافضل فی الوتر الجماعۃ ام المنزل تصحیحان لکن نقل شارح الوھبانیۃ مایقتضی ان المذھب الثانی و اقرہ المصنف وغیرہ[۱] شیخ فرماید اختلفوا فی الافضل فقال بعضھم

تزکیۃ القیام نام کی کتاب اس فقیر نے نہ دیکھی نہ سنی، اگر واقعی یہ کتاب شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ہے تو پھر مجھے یقین ہے کہ اس کتاب میں یہ حکم ہرگز نہ ہوگا حضرت شیخ جیسے قابل اعتماد عالم کے بارے میں یہ کیسے گمان کیا جاسکتا ہے کہ انھوں نے ایسی بے سند بات اور خلافِ اجماع تحریر کردی ہے چہ جائیکہ انھوں نے ضروری اور لابدی قرار دیا ہو۔ علماء میں تو یہ اختلاف ہے کہ رمضان میں وتر با جماعت پڑھنا افضل ہے یا تنہا گھر میں، جبکہ ائمہ کرام نے دونوں باتوں کو صحیح قرار دیا ہے، اور پھر تماشا یہ ہے کہ درمختار میں دوسرے قول یعنی گھر میں اکیلے پڑھنے کو احناف کا مسلک قرار دیا ہے اور شیخ محقق نے بھی اپنی کتاب ماثبت بالسنۃ میں اسی دوسرے قول کو ترجیح دی ہے اور وہ لوگ جو وتر کو جماعت سے پڑھنے کو افضل کہتے ہیں ان کے نزدیک بھی وتر با جماعت، سنّت سے زیادہ نہیں بلکہ یہ سنّت ان کے ہاں تراویح کے سنت سے کم درجہ ہے، اور بحر الرائق میں تو اس کو استحباب سے تعبیر کیا ہے۔ درمختار کی عبارت یہ ہے کیا وتر کی جماعت افضل ہے یا گھر میں پڑھنا، دونوں کی تصحیح موجود ہے۔ لیکن وہبانیہ کے شارح نے جو نقل کیا اس کا مقتضٰی یہ ہے کہ دوسرا قول مذہب و مسلک ہے اسی کو مصنف وغیرہ نے ثابت کیا ہے، اور شیخ عبدالحق نے یوں فرمایا ہے علماء نے وتر کے بارے میں اختلاف

---

[۱] درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۹

marfat.com

Marfat.com

الافضل الجماعة وقال الآخرون
الافضل ان یوتر فی منزلہ منفردا
وھو المختار[1]۔ علامہ شامی قدس سرہ السامی
فرمودہ رجح الکمال الجماعة فی شرح
المنیة والصحیح ان الجماعة فیھا
افضل الا ان سنیتھا لیست کسنیة
جماعة التراویح اھ ملخصا[2]۔ علامہ
طحطاوی زیر قولش فی رمضان یصلی الوتر
بھا ای بالجماعة "تحریر نمود" ای استحبابا
کما فی البحر وظاھر ما سیأتی لہ انھا
فیہ سنة کالتراویح[3] پس روشن شد
کہ نسبت کلام مذکور بایں علما غلط بودہ است
واگر از حکم ضروری ولابدی بودن جماعت قطع نظر
نمودہ آید تاہم نسبت بعلامہ شامی نسبت
بمخالف ست زیرا کہ او رحمہ اللہ تعالیٰ تصریح
فرمودہ است کہ ہر کہ در فرض منفرد بود در
وتر ہم اقتدا نکند از علامہ شمس قہستانی آورد
واذا لم یصل الفرض معہ لا یتبعہ
فی الوتر[4] باز خود گفتہ
ینبغی ان یکون قول القہستانی

کیا کہ افضل جماعت ہے یا افضل یہ ہے کہ گھر میں
اکیلے پڑھے، اور یہ دوسرا قول ترجیح یافتہ ہے۔ علامہ
شامی نے فرمایا ہے کہ کمال نے جماعت والے قول
کو ترجیح دی ہے۔ اور منیہ کی شرح میں ہے کہ صحیح یہ
ہے کہ جماعت افضل ہے، لیکن وتر کی جماعت سنت،
تراویح کی جماعت کی سنت کی طرح نہیں ہے اھ ملخصاً
اور علامہ طحطاوی نے ماتن کے اس قول کہ "رمضان
میں وتر جماعت سے پڑھے" کے بعد لکھا ہے کہ یہ
استحباب ہے جیسا کہ بحر میں ہے اور ظاہر یہ ہے
کہ جو ان سے آگے آئیگا کہ رمضان میں وتر کی جماعت
سنت ہے جیسے تراویح سنت ہے۔ پس معلوم ہوا
کہ مذکورہ بات ان علما کی طرف غلط منسوب کی گئی ہے
اور لابدی اور ضروری حکم سے قطع نظر بھی علامہ شامی
کی طرف اس بات کو منسوب کرنا ایک مخالف
چیز کو منسوب کرنا ہے کیونکہ انھوں نے تصریح کی ہے
کہ اگر فرض جماعت سے نہ پڑھے ہوں تو وتر بھی
جماعت سے نہ پڑھے' اور علامہ قہستانی کے حوالہ سے
انھوں نے کہا ہے کہ جب فرض امام کی اقتدا میں
نہ پڑھے ہوں تو وتر میں اس کی اقتدا نہ کرے،
اور علامہ نے خود فرمایا کہ علامہ قہستانی کا یہ کہنا کہ

---

[1] ماثبت بالسنۃ   الفصل السابع   ادارہ نعیمیہ رضویہ لاہور   ص ۳۰۲
[2] رد المحتار   باب الوتر والنوافل   " مصطفی البابی مصر   ۱/۵۲۵
[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار   باب الوتر والنوافل   مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت   ۱/۲۹۷
[4] رد المحتار   آخر باب الوتر والنوافل   مطبوعہ مصطفی البابی مصر   ۱/۵۲۴

marfat.com
Marfat.com

معہ اختار انہ من صلوتها منفردا اما لو
صلاها بجماعة مع غيره ثم صلی الوتر
معہ لا کراهة تامل[1] اھ و در درمختار ایں
مسئلہ را اصلاً ذکرے نیست۔ مصنف و شارح
اعظم اللہ تعالیٰ اجورھما و افاض
علینا نورھما ہمیں نوشتہ اند کہ ہرکہ تراویح
منفرد بود در جماعت وتر داخل می تواند شد
حیث قالا لو لم یصلہا ای التراویح
بالامام او صلاها مع غیرہ لہ
ان یصلی الوتر معہ[2] ایں مسئلہ
را با مسئلہ ما چہ علاقہ کہ اینجا کلام
در منفرد فی الفرض ست نہ منفرد فی التراویح
وضرور نیست کہ ہر کہ تراویح
تنہا گزاردہ است در فرض نیز
منفرد بودہ باشد باز شارح رحمہ اللہ
تعالیٰ سوالے آوردہ است کہ اگر ہمہ ہا
جماعت تراویح را ترک کردہ باشد آیا
ایشاں را می رسد کہ وتر بجماعت گزارند
اینجا ہیچ حکمے نمود و امر بمراجعت کتب
فرمود حیث قال بقی لو
ترکھا الکل ھل یصلون
الوتر بجماعة فلیراجع[3] آرے

اُس امام کے پیچھے فرض نہ پڑھے ہوں" کا مطلب یہ ہے
اکیلے پڑھے ہوں، لیکن اگر اس نے فرض کسی دوسرے
امام کی اقتداء میں پڑھے ہوں تو پھر وتر میں امام کے ساتھ
جماعت میں پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں ہے، غور کرلو
اور درمختار میں اس مسئلہ کا بالکل ذکر نہیں ہے مصنف
اور شارح (اللہ تعالیٰ ان کے اجر کو عظیم فرمائے اور
ان کے نور کا ہم پر فیضان فرمائے) دونوں نے لکھا ہے
کہ کسی نے صرف تراویح اکیلے پڑھی ہوں تو وہ وتر کی
جماعت میں شریک ہوسکتا ہے۔ انھوں نے یوں فرمایا
اگر اس نے تراویح امام کے ساتھ نہ پڑھی ہوں یا کسی
اور امام کے ساتھ پڑھی ہوں تو اس کو اس امام کے
ساتھ وتر پڑھنا جائز ہیں لیکن اس مسئلہ کا ہمارے
مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ ہمارا مسئلہ تو اکیلے فرض
پڑھنے والے کے بارے میں ہے نہ کہ اکیلے تراویح
پڑھنے کے بارے میں ہے، کیونکہ تراویح اکیلے پڑھنے
کو یہ لازم نہیں کہ فرض بھی اکیلے پڑھے ہوں۔ اس کے
بعد شارح نے خود سوال اٹھایا کہ اگر تمام حاضرین نے
تراویح باجماعت نہ پڑھی ہوں تو ان کو یہ جائز ہوگا
کہ وہ وتر باجماعت ادا کریں۔ شارح نے یہ سوال بیان
کرکے کوئی جواب نہ دیا بلکہ یہ کہا اس بارے میں کتب
کو دیکھا جائے، انھوں نے اس کو یوں بیان فرمایا
"یہ بات باقی ہے کہ اگر تمام حاضرین نے تراویح کی

---

[1] ردالمحتار آخر باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۲۴
[2] و [3] درمختار " " " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۹

marfat.com

Marfat.com

علامہ حلبی محشی درجواب این سوال از رائے وفہم خود
چناں بحث کرد کہ گو جماعت تراویح یکسر متروک باش
تاہم مقتضائے تعلیل آں ست کہ جماعت وتر روا باشد
زیرا کہ او نماز مستقل بنفسہ است و ھذا
نصہ علی ما نقل العلامۃ الطحطاوی
قولہ فلیراجع قضیۃ التعلیل فی
المسئلۃ السابقۃ بقولھم لانھا
تبع ان یصلی الوتر بجماعۃ فی ھذہ
الصورۃ لانہ لیس بتبع للتراویح
ولا للعشاء عند الامام رحمہ اللہ
تعالٰی این جانیز چنانکہ دیدی کلام در
منفرد فی الفرض نیست نعم ربما یوھم
قولہ ولا للعشاء جواز جماعۃ
الوتر وان ترکوا جماعۃ الفرض
اصلا لکنہ کما علمت خلاف
المنقول وما کان لبحث
ان یقبل علی خلاف
المنصوص لاسیما وھو غیر مستقیم
فی نفسہ اذ لیس قضیۃ
التعلیل ما مر کما افاد
العلامۃ الشامی و اجاد
حیث قال قولہ بقی الخ الذی
یظھر ان جماعۃ الوتر

جماعت کو ترک کیا ہو تو وہ وتر جماعت سے پڑھ سکتے
ہیں تو اس مسئلہ میں کتب کو دیکھا جائے، ہاں علامہ
حلبی محشی نے از خود اس سوال کے جواب میں اپنی رائے
اور فہم سے یہ بحث کی ہے کہ اگرچہ تراویح کی جماعت
متروک ہوگئی مگر اب وتر کی جماعت کو ترک نہ کریں اس
کی وجہ یہ ہے کہ وتر ایک مستقل علیحدہ نماز ہے، اور ان
کا بیان یہ ہے جیسا کہ علامہ طحطاوی نے ان کا بیان نقل
کیا ہے "کتب کی طرف رجوع کرو" یہ اس علت کا قرینہ
ہے جو انہوں نے سابقہ مسئلہ میں بیان کی ہے کہ تراویح
تابع ہیں اس لئے اس کو جائز ہے کہ وہ وتر با جماعت
پڑھے، کیونکہ وتر نہ تو تراویح کے تابع ہیں اور نہ ہی
عشاء کے۔ امام صاحب کے قول میں رحمہ اللہ تعالیٰ
آپ نے ملاحظہ کیا کہ یہاں بھی فرض اکیلے پڑھنے والے
کے بارے میں بات نہیں ہے۔ ہاں اس کا قول
"عشاء کے بھی تابع نہیں" وہم پیدا کرتا ہے کہ وتر کی
جماعت جائز ہے اگرچہ سب حضرات نے فرض کی جماعت
کو ترک کر دیا ہو، لیکن آپ کو معلوم ہے کہ یہ بات نقل
کے خلاف ہے اور منقول کے خلاف کوئی بحث
قابل قبول نہیں ہوتی خصوصاً جبکہ وہ بحث خود بھی
درست نہ ہو، کیونکہ علت والا معاملہ وہ نہیں جو بیان
ہوا، جیسا کہ علامہ شامی نے خوب بیان فرمایا جہاں
انھوں نے یہ کہا "یہ بات باقی ہے الخ" ان کا یہ
سوال اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ وتر کی جماعت

لہ حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۹۷

marfat.com

Marfat.com

تبع للجماعة فی التراویح وانه کان الوتر نفسه اصلاً فی ذاته لان سنة الجماعة فی الوتر انما عرفت بالاثر تابعة للتراویح علی انهم اختلفوا فی افضلیة صلاتها بالجماعة بعد التراویح کما یأتی اھ ومن فقیر در فتوی عربیہ کہ بجواب سوال مولوی محمد عبداللہ صاحب پنجابی ہزاری بتاریخ نوزدہم شہر ربیع الآخر ۱۳۰۶ ہجریہ نوشتہ ام ایں مقام را باقصائے مراتب تنقیح وتوضیح رسانده ام وباللہ التوفیق سخن گفتن ماند از کتاب فوائد الاعمال مہربانا معتبر بودن کتابے نزد بعض معتقدین چیزے ومعتبر بودنش فی نفسہ چیزے دیگرست، باز اعتبار کتابے مستلزم آں نیست کہ ہرچہ درو مذکور ست مختار ومنصور ست، زنہار در کتب اجلۂ ائمہ ہیچ یک کتابے نیابی کہ در بعض مواضع مجال نقد وتنقیح نداشتہ باشد تا بتالیف ما احداث ہند چہ رسد، مؤلف اگر ایں مسئلہ را از پیش خود گفتہ است بجوے نیرزد ورنہ برو لازم بود کہ نص کتاب آوردے یا لااقل نام کتاب بردے، تنہا گفتنش کہ ہمیں ست حکم کتب الفقہ، چگونہ قبول افتد

تراویح کی جماعت کے تابع ہے اگرچہ وتر فی نفسہ مستقل نماز ہے، کیونکہ وتر کی جماعت کا سنت ہونا یہ نقل سے ثابت ہے کہ یہ تراویح کے تابع ہے یہ علیحدہ بات ہے کہ علماء نے تراویح کے بعد وتر باجماعت پڑھنے کی افضلیت میں اختلاف کیا ہے، جیسا کہ آئندہ آرہا ہے اھ اور مجھ فقیر نے عربی فتوی جو کہ مولوی عبداللہ صاحب پنجابی ہزاری کے سوال کے جواب میں بتاریخ ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۰۶ھ لکھا ہے اس میں اس مقام پر خوب اعلیٰ تنقیح وتوضیح سے کام لیا ہے وباللہ التوفیق، فوائد الاعمال کے متعلق بات کرنا باقی ہے، میرے مہربان، کسی کتاب کا معتقدین کے ہاں معتبر ہونا ایک بات ہے اور اس کتاب کی اپنی حیثیت میں معتبر ہونا اور بات ہے نیز کسی کتاب کے معتبر ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اس میں جو کچھ موجود ہے وہ تمام معتبر ومختار ہو ہرگز ایسا نہیں ہے کیونکہ بڑے بڑے ائمہ کرام کی کتابوں میں سے کوئی بھی کتاب ایسی نہیں کہ اس کے بعض مقامات قابل تنقید وتنقیح نہ ہوں، تو ہم نئے لوگوں کی کتابوں کے بارے میں یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ان میں سب کچھ درست ہے۔ فوائد الاعمال کے مصنف نے اگر یہ مسئلہ خود اپنی طرف سے کہہ دیا تو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے ورنہ ان پر لازم تھا کہ وہ کسی ایک کتاب کا ہی حوالہ ذکر کر دیتے اور

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۲۲

marfat.com

Marfat.com

حالانکہ در کتبِ فقہ ہمچو منیۃ الفقہاء و غنیہ و شرح
نقایہ و رد المحتار تنصیص بخلافش می یابیم
باز اگر بر خاطر احباب گراں نیاید سخن
از نقد کلامش رانم و بر ہمگناں واضح و لائح
گردانم کہ ایں کلام چہ قدر از پایۂ فقاہت
دور و مہجور افتادہ است اوّلاً باید دانست
کہ علماء را در وقت تراویح دو قول ذیل بطراز
تصحیح ست یکے آنکہ وقتش مابین عشاء و وتر ست
تا آنکہ بعد وتر روا نبود چنانکہ پیش از فرض روا
نیست صححہ فی الخلاصۃ ورجحہ
فی غایۃ البیان بانہ
الماثور المتوارث[1] اھ ش عن
البحر دوم آنکہ بعد عشاء تا طلوع
فجر و ہمیں ست ارجح التصحیحین
عزاہ فی الکافی الی الجمہور
وصححہ فی الہدایۃ و
الخانیۃ والمحیط[2] اھ ش عن
الزین بر مذہب اول ہر کرا
چیزے از تراویح باقی ماند و امام بوتر برخاست
حکم ہمین ست کہ بہ بقیہ تراویح
اشتغال نماید و بجماعت وتر در نیاید
زیراکہ نزد ایشاں پس از وتر وقت تراویح

صرف یہ کہہ دینا کہ کتبِ فقہ کا یہ حکم ہے، کیسے قابلِ قبول
ہوسکتا ہے حالانکہ کتبِ فقہ مثلاً منیۃ الفقہاء، غنیہ،
شرح النقایہ اور ردالمحتار میں ہم اس کا خلاف
پاتے ہیں پھر اگر دوستوں پر گراں نہ گزرے تو ہم اس کا
تنقیدی جائزہ پیش کریں، اور ان پر واضح کردیں کہ ان
کے بیان کی کیا حیثیت ہے اور یہ کہ فقہ سے اس کا
کوئی تعلق نہیں ہے اوّلاً معلوم ہونا چاہئے کہ
تراویح کے وقت کے بارے میں علماء میں اختلاف
ہے اور اس میں دو قول ہیں جو کہ تصحیح کے معیار پر
آتے ہیں: ایک یہ کہ تراویح کا وقت، نماز یعنی فرضِ
عشاء اور وتر کے درمیان ہے اس بنا پر فرض سے
قبل تراویح جائز نہیں جس طرح کہ وتر کے بعد جائز
نہیں، اس قول کو خلاصہ میں صحیح قرار دیا ہے ، اور
غایۃ البیان نے اس کو زمانہ بزمانہ منقول کہہ کر ترجیح
دی ہے اھ۔ یہ شارح نے بحر سے نقل کیا ہے۔
دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا وقت بعد از عشاء
تا طلوعِ فجر ہے، یہی قول صحت میں راجح ہے اور
کافی میں اس کو جمہور کی طرف منسوب کیا ہے اور
ہدایہ، خانیہ اور محیط میں اس کو صحیح قرار دیا ہے اھ۔
یہ شارح نے زین سے نقل کیا ہے اب پہلے قول کے
مطابق اگر کسی کی کچھ تراویح رہتی ہوں اور امام وتر
شروع کرچکا ہے اس کو یہ حکم ہے کہ وہ امام کے

---

[1] رد المحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۲۱
[2] " " " " " " " " "

marfat.com
Marfat.com

فوت گردد. امام طاہر بن احمد بخاری در خلاصہ فرمودہ یشتغل بالترویحۃ الفائتۃ لانہ لا یمکنہ الاتیان بہا بعد الوتر و بر مذہب دوم ہر دو امر خیر است اما اختلاف در افضل افتادہ ہر کہ در وتر انفراد را بہتر دانستہ نزد او اشتغال بترویحہ فائتہ احسن باشد و ہر کہ جماعت نیکو تر گفتہ پیش او بجماعت وتر درساختن و ترویحہ فائتہ را بس انداختن خوشتر و ماناکہ ہمیں احب باشد و فقیر گویم چوں صحیح دوم جانب عدم صحت تراویح بعد وتر است ینبغی الانسب مراعات آں باشد واللہ تعالٰی اعلم. قال فی الدر المختار وقتھا بعد صلٰوۃ العشاء الی الفجر قبل الوتر وبعدہ فی الاصح فلوفاتہ بعضھا وقام الامام الی الوتر اوتر معہ ثم صلی مافاتہ[2] اھ قال فی ردالمحتار قولہ فلوفاتہ بعضھا الخ تفریع علی الاصح لکنہ مبنی علی ان الافضل فی الوتر الجماعۃ لا المنزل

ساتھ وتر نہ پڑھے بلکہ بقیہ تراویح کو پہلے پڑھے کیونکہ اس قول والوں کے ہاں وتر کے بعد تراویح کا وقت ختم ہوجاتا ہے۔ امام طاہر بن احمد بخاری خلاصہ میں فرماتے ہیں کہ وہ بقیہ تراویح ادا کرے کیونکہ وتر کے بعد اس کو تراویح پڑھنا ممکن نہیں۔ اور دوسرے قول کے مطابق اس کو دونوں طرح اختیار ہے کہ بقیہ تراویح وتر سے پہلے پڑھے یا بعد۔ لیکن افضل ہونے میں ضرور اختلاف ہے کہ جو لوگ وتر تنہا پڑھنا افضل کہتے ہیں کہ تراویح پہلے پڑھے اور جو جماعت کو بہتر جانتے ہیں انکے نزدیک پہلے وتر جماعت کے ساتھ پڑھ کر اسکے بعد باقیماندہ تراویح پڑھے، یہ تسلیم ہے کہ پسندیدہ امر یہی ہے لیکن ایک قول میں وتر کے بعد تراویح جائز نہیں ہے، اس لئے یہ فقیر کہتا ہے کہ اُس قول کی رعایت زیادہ مناسب ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔ درمختار میں کہا کہ تراویح کا وقت عشاء کی نماز کے بعد تا طلوع فجر ہے وتر سے قبل یا بعد اصح قول ہے۔ پس اگر کچھ تراویح رہ جائیں اور امام وتر کے لئے کھڑا ہوجائے تو اسے چاہئے کہ وہ امام کے ساتھ وتر پڑھے اور فوت شدہ تراویح اس کے بعد پڑھے اھ۔ اس پر ردالمحتار میں کہا (قولہ فلوفاتہ بعضھا الخ) یعنی ماتن کا قول کہ اگر کچھ تراویح رہ جائیں، یہ اصح قول کی تفریع ہے لیکن یہ تفریع اس بات پر مبنی ہے کہ وتر گھر کی بجائے

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی — الفصل الثالث فی التراویح — مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ — ۱/۶۳

[2] درمختار — باب الوتر والنوافل — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۹۸

marfat.com

Marfat.com

وفیہ خلاف سیاق فقولہ اوترمعہ ای علی وجہ الافضلیۃ الخ بالجملہ بریک مذہب راہ ہمین ست کہ بجماعت وتر شرک نکند وبر مذہب دیگر نزد بعضے افضل ہمین ست ونزد بعضے اگرچہ اقتدا افضل اما وجوب ولزوم اقتدا کہ صاحب فوائد نوشت مذہب ہیچ عالمے نیست ونزنہار از شرع بروے دلیلے۔ ثانیاً قول او پس بسبب سنت، جماعت واجب راترک نماید وسنت را ادا سازد کے روا بود طرفہ استدلالے ست اگر لفظ واجب صفت جماعت ست بداہۃ غلط و باطل بالا گفتہ ایم کہ جماعت وتر نزد ہیچ کسے واجب نیست واگر مضاف الیہ است پس دلیل واضح الاختلال سخن در ترک جماعت ست نہ در ترک وتر پس قول او "کے روا بود" کے روا بود، الحاصل حکم ہمان ست کہ فقیر در فتوائے پیشیں نوشتہ ام واز رد وقدح ہچو کلمات سکوت اولی بود اگر ایضاح صواب وکشف ارتیاب مقصود نبودے باز در ضمن بیان مسائل نافعہ کہ بروئے کار آمد نفع خوبی ست کہ حامل بریں تحریر می تواند شد مہربانا سخن برانچہ نقل فرمودہ اند رواں کردم ورنہ فقیر کتاب فوائد الاعمال ہم ندیدہ ام، ندانم کہ اصل جبار تش چیست ومولفش کیست واللہ تعالٰی اعلم

باجماعت پڑھنا افضل ہے اور اس میں اختلاف ہے جو آگے آرہا ہے۔ اور اس کا قول کہ امام کے ساتھ وتر پڑھے یعنی مستحب یہ ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ایک قول میں یہ متعین ہے کہ وہ جماعت کے ساتھ وتر نہ پڑھے اور دوسرے مذہب پر افضل یہ ہے کہ وتر باجماعت نہ پڑھے، ایک قول کے مطابق اور دوسرے قول کے مطابق اگرچہ اقتدار، اور جماعت افضل ہے تاہم جماعت کا لازم ہونا اور واجب ہونا وتر کے لئے کسی عالم کا مذہب اور قول نہیں جیسا کہ فوائد الاعمال والے نے لکھا ہے اور نہ ہی شرع میں اس پر کوئی دلیل ہے۔ ثانیاً اس کا یہ کہنا کہ سنت کی وجہ سے جماعت واجب کا ترک کرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے، یہ عجیب استدلال ہے، اس میں لفظ واجب اگر جماعت کی صفت ہے تو یہ غلط اور باطل ہے کیونکہ وتر کی جماعت کسی کے ہاں بھی واجب نہیں ہے اور لفظ واجب جماعت کا مضاف الیہ ہے یعنی واجب کی جماعت، تو پھر یہ دلیل واضح طور پر خلل والی ہے کیونکہ بات تو ہو رہی ہے جماعت کے ترک میں نہ کہ واجب یعنی وتر کے ترک میں، اس کا یہ کہنا کہ "کیسے جائز ہوسکتا ہے"، کیسے جائز اور درست ہوسکتا ہے! الحاصل یہ کہ اس مسئلہ کا حکم وہی ہے جو اس فقیر نے پہلے فتوے میں لکھا ہے، ایسی باتوں پر بحث کرنے سے سکوت بہتر تھا، اگر درست موقف کی وضاحت اور شکوک کو دفع کرنا مقصود نہ ہوتا نیز بحث میں ضمنی مسائل ہیں جو کہ برشئے کار لانے میں مفید ہوسکتے تھے جن کی وجہ سے میں نے یہ بحث کی ہے ورنہ ضرورت نہ تھی،

ف ۱ ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۲۱

marfat.com

Marfat.com

جناب نے جیسی عبارت نقل کی اس کے مطابق میں نے تسلیم کرتے ہوئے جواب لکھ دیا ورنہ اس فقیر نے کتاب نماز الاعمال نہیں دیکھی اور نہ یہ معلوم کہ اصل عبارت کیا اور کتاب کا مصنف کون ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۱: مرسلہ مولوی محمد عبداللہ صاحب پنجابی ہزاری مدرس اول مدرسہ عربیہ بریلی ۱۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۰۶ھ

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی الرجل الذی اقتدی بالامام فی التراویح وقد صلی الفرض فی بیتہ او مع غیر ذلك الامام ھل یصلی الوتر بالجماعۃ امر لا والوتر بالجماعۃ تابع لرمضان ام لجماعۃ الفرض بینوا توجروا۔

اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے، آپ کا کیا ارشاد ہے ایسے شخص کے بارے میں جس نے فرض اکیلے گھر میں پڑھے یا کسی دوسرے امام کے ساتھ جماعت میں پڑھے کیا وہ شخص باجماعت تراویح والے امام کے پیچھے وتر باجماعت پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور وتر باجماعت رمضان کے تابع ہے یا فرض کی جماعت کے تابع ہیں، بیان کرو اجر پاؤ۔ (ت)

الجواب

من صلی الفرض منفردا لایدخل فی جماعۃ الوتر ومن صلاھا جماعۃ ولو خلف غیر ھذا الامام فلہ ان یأتم بہ فی الوتر ای وان لم یکن ادرك التراویح معہ ھو الصحیح المعتمد فی الغنیۃ شرح المنیۃ للعلامۃ ابراھیم الحلبی اذا لم یصل الفرض مع الامام فعن عین الائمۃ الکرابیسی انہ لایتبعہ فی التراویح ولا الوتر وکذا اذا لم یتابعہ فی التراویح لایتابعہ فی الوتر وقال ابو یوسف البانی اذا صلی مع الامام شیئا من التراویح یصلی معہ الوتر وکذا اذا

جس نے فرض اکیلے پڑھے ہوں وہ وتر کی جماعت میں شریک نہ ہو اور جس نے فرض جماعت سے ادا کئے ہوں اگرچہ کسی دوسرے کی جماعت کے ساتھ پڑھے ہوں وہ اس وتر پڑھانے والے کے ساتھ جماعت میں شریک ہو سکتا ہے اگرچہ اس نے اس امام کے ساتھ تراویح نہ پڑھی ہوں، یہی صحیح اور قابل اعتماد ہے، منیہ کی شرح غنیہ میں علامہ ابراہیم حلبی نے فرمایا کہ جب فرض جماعت کے ساتھ نہ پڑھے تو عین الائمہ کرابیسی سے روایت ہے کہ وہ تراویح اور وتر امام کے ساتھ نہ پڑھے اور یوں اگر اس نے تراویح امام کے ساتھ نہ پڑھی ہو تو بھی وہ وتر امام کے ساتھ پڑھے، اور ابو یوسف البانی نے فرمایا کہ اگر امام کے ساتھ کچھ تراویح پڑھ لی ہوں تو اس کے ساتھ وتر پڑھ سکتا ہے اور یوں ہی اگر اس نے تراویح

marfat.com

Marfat.com

لم يدرك معه شيئا منها وكذا اذا صلى التراويح مع غيره له ان يصلى الوتر معه وهو الصحيح ذكره ابو الليث وكذا قال ظهير الدين المرغينانى لو صلى العشاء وحده فله ان يصلى التراويح مع الامام وهو الصحيح حتى لو دخل بعد ما صلى الامام الفرض وشرع فى التراويح فانه يصلى الفرض اولا وحده ثم يتابعه فى التراويح وفى القنية لو تركوا الجماعة فى الفرض ليس لهم ان يصلوا التراويح جماعة لانها تبع للجماعة[1] اھ وقال فى رد المحتار عند قوله لو لم يصلها (اى التراويح) بالامام له ان يصلى الوتر معه، فى التاتارخانية عن التتمة انه سئل على بن احمد عمن صلى الفرض و التراويح وحده او التراويح فقط هل يصلى الوتر مع الامام فقال لا اھ ثم رأيت القهستانى ذكر تصحيح ما ذكره المصنف (اى من جواز الوتر جماعة لمن صلى التراويح منفردا اى و الفرض جماعة قال الشامى

جماعت سے کچھ بھی نہ پڑھی ہوں تو وہ شریک ہوسکتا ہے، اور اگر اس نے ایسے ہی تراویح کسی دوسرے امام کے ساتھ پڑھی ہوں تو وہ وتر کی جماعت میں شریک ہوسکتا ہے، یہی صحیح ہے اس کو ابولیث نے ذکر کیا ہے اور ظہیر الدین مرغینانی نے بھی یہی کہا ہے کہ اگر اس نے فرض اکیلے پڑھے ہوں تو تراویح امام کے ساتھ پڑھ سکتا ہے یہی صحیح ہے حتی کہ اگر وہ امام کے فرض پڑھا لینے کے بعد اور تراویح میں شروع ہونے کے بعد مسجد میں آیا تو اس کو چاہئے کہ پہلے اکیلے فرض پڑھ کر بعد میں تراویح کی جماعت میں شریک ہو۔ اور قنیہ میں ہے اگر کچھ لوگوں نے فرض کی جماعت ترک کر دی تو ان کو تراویح با جماعت نہیں پڑھنی چاہئے کیونکہ تراویح فرض با جماعت کے تابع ہیں اھ اور رد محتار میں اس کے قول پر، اگر اس نے تراویح امام کے ساتھ نہ پڑھی ہوں تو اس کو وتر امام کے ساتھ پڑھنے کی اجازت ہے۔"

تاتارخانیہ میں تتمہ سے نقل ہے کہ علی بن احمد سے سوال کیا گیا کہ وہ شخص جس نے فرض اور تراویح اکیلے پڑھے ہوں یا صرف تراویح اکیلے پڑھی ہوں کیا وہ وتر امام کے ساتھ پڑھ سکتا ہے؟ تو انھوں نے جواب میں کہا کہ نہیں پڑھ سکتا اھ۔ پھر میں نے قہستانی کو مصنف کی تصحیح ذکر کرتے ہوئے پایا، یعنی جس نے تراویح اکیلے اور فرض جماعت سے پڑھے ہوں تو اس کو وتر جماعت سے پڑھنے کی اجازت ہے۔ علامہ شامی نے فرمایا کہ

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی باب التراویح مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۱۰

marfat.com

Marfat.com

وقال لا يتبعه القهستانی، لكنه اذا لم يصل الفرض معه لا يتبعه فی الوتر[1] اھ قلت وعزاه القهستانی للمنية وهی منية الفقهاء لا منية المصلی كما ظنه بعض المتصدين للفتوی فی عصرنا فنسبه الی عدم مطابقة النقل للمنقول عنه قال الشامی فقوله (يعنی المصنف) ولو لم يصلها ای وقد صلی الفرض معه لكن ينبغی ان يكون قول القهستانی معه احترازا عن صلٰوتها منفردا[2] قلت فيكون علی وزان قول الغنية المار اذا لم يدرك معه شيئا منها فانما اراد به الانفراد لا ما يشمل الادراك مع غيره بدليل قوله عطفا عليه "وكذا اذا صلی التراويح مع غيره"، قال الشامی اما لو صلاها (يعنی الفريضة) جماعة مع غيره ثم صلی الوتر معه لا كراهة تأمل[3] انتهی اقول معلوم ان الضمير فی قوله لا يتبعه للامام مطلقا لا لخصوص

قہستانی نے پھر فرمایا، لیکن اگر فرض اس نے جماعت سے نہ پڑھے ہوں تو وتر بھی با جماعت نہ پڑھے اھ میں کہتا ہوں کہ اس بات کو قہستانی نے منیہ کی طرف منسوب کیا ہے یاد رہے کہ یہ منیۃ الفقہاء مراد ہے منیۃ المصلی نہیں جیسا کہ بعض معاصر فتوٰی نویسوں کو یہاں غلط فہمی ہوئی ہے اور انھوں نے نقل کو اصل کے مطابق نہ ہونے کی شکایت کی ہے علامہ شامی نے فرمایا کہ مصنف کا قول کہ اگر اس نے تراویح امام کے ساتھ نہ پڑھی ہوں یعنی فرض امام کے ساتھ پڑھے ہوں، لیکن مناسب یہ ہے کہ قہستانی کا "معہ" کہنا، یہ تراویح اکیلے پڑھنے کی صورت کو جدا کرنا ہے۔ میں کہتا ہُوں یہ غنیہ کے گزشتہ قول "جب امام کے ساتھ کچھ تراویح نہ پڑھے" کے انداز پر ہے کہ اس سے مراد اکیلے پڑھنا ہے نہ کہ وُہ معنی جس میں کسی دوسرے امام کے ساتھ پڑھنا شامل ہو۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ انھوں نے دوسرے امام کے ساتھ پڑھنے کو علیحدہ عطف کے ذکر کیا ہے۔ اور علامہ شامی نے فرمایا، اور اگر اس نے فرض کسی اور امام کے ساتھ جماعت میں پڑھا ہو اور پھر وتر اس امام کے پیچھے پڑھ لے تو کوئی کراہت نہیں، غور کر، انتہی۔ میں کہتا ہوں یہ بات واضح ہے کہ "لا یتبعه" میں ضمیر کا مرجع خاص امام نہیں

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبع مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۲۴
[2] " " " " " " " "
[3] ردالمحتار " " " " " " "

marfat.com

Marfat.com

هذا الامام فان من صلى الفريضة منفردا ليس له ان يدخل فى جماعة الوتر لا مع هذا الامام ولا مع غيره فكذلك فى قوله معه وبالجملة فالمتحصل شيئان احدهما ان المنفرد فى الفرض ينفرد فى الوتر او ماوقع فى "منهية الدر الفريد فى مسائل الصيام والقيام للعيد" للفاضل المفتى محمد عنايت احمد عليه رحمة الاحد ان لم يصل الفرض بجماعة فله ان يدخل فى جماعة الوتر وعزاه لحاشية الطحطاوى فسهو۔ وانا قد راجعت المعزى اليه فلم اجده ناصا بما ظن نعم قد تشم من بعض كلماته رائحة ذلك حيث قال عند قول الدر المختار لو تركها الكل (يعنى جماعة التراويح) هل يصلون الوتر بجماعة فليراجع[۱] قضية التعليل فى المسئلة السابقة (اى لو تركوا الجماعة فى الفرض لم يصلوا التراويح جماعة) بقولهم لانها تبع ان يصلى الوتر جماعة فى هذه الصورة لانه ليس بتبع

بلکہ کوئی بھی ہوسکتا ہے، کیونکہ جس نے فرض اکیلے پڑھے ہوں وُہ کسی امام کے ساتھ وتر باجماعت نہیں پڑھ سکتا خواہ یہ امام ہو یا کوئی اور ہو، اور اسی طرح اس کے قول "معہ" میں بھی ضمیر کا مرجع عام ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں حاصل ہوئیں، ایک یہ کہ جس نے فرض اکیلے پڑھے وُہ وتر بھی اکیلے پڑھے۔ ودر الفرید فی مسائل الصیام والقیام والعید جو کہ فاضل مفتی محمد عنایت احمد علیہ الرحمۃ کی کتاب ہے، کے منہیہ میں جو مذکور ہے کہ اگر کسی نے فرض جماعت سے نہ پڑھے ہوں تو وتر کی جماعت میں شریک ہوسکتا ہے، اور اس بات کو انھوں نے حاشیہ طحطاوی کی طرف منسوب کیا ہے، تو یہ سہو ہے۔ حالانکہ میں نے حاشیہ طحطاوی کو دیکھا ہے میں نے اس میں یہ بات صراحۃً مذکور نہ پائی، ہاں علامہ طحطاوی کی ایک عبارت سے اس بات کی بُو آتی ہے، جہاں اُنھوں نے درمختار کے اس قول "اگر سب نے جماعتِ تراویح کو ترک کردیا ہو تو کیا وہ وتر جماعت سے ادا کرسکتے ہیں، اس بارے میں رجوع کرنا چاہئے" پر لکھا ہے کہ سابقہ مسئلہ کی تعلیل کی طرف رجوع کرنے کا اشارہ ہے یعنی وہ سابقہ مسئلہ یہ ہے کہ "اگر فرض باجماعت کو انھوں نے ترک کیا ہو تو تراویح جماعت سے ادا نہ کریں" اس مسئلہ کی تعلیل یہ ہے، جس کو انھوں نے یوں بیان کیا ہے، کیونکہ تراویح تابع

---

[۱] درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۹

marfat.com

Marfat.com

...العشاء عند الامام رضي الله تعالى عنه انتهى[1] حلبي انتهى
ففيه يوهم قوله "ولا للعشاء" جواز
الوتر بجماعة ولو لم يصل هو بل
الكل الفرض بها لكنه كما علمت خلاف
المنصوص فان الذي في
رد المحتار عن شرح النقاية
عن المنية ان لم يحمل
على ما مر كان ادخل في
الرد على هذا الايهام واما
ما ذكر انه ليس بتبع عند
الامام فنعم ونعم الجواب
عنه ما افاد المولى المحقق
ابن عابدين ان اصالته في
ذاته لا تنافي كون جماعته تبعا
قلت الا ترى ان الظهر و
العصر من اعظم الفروض
المستقلة والجمع بينهما من
توابع الوقوف بعرفة ولو في حجة
نافلة فافهم قال الشامي
انهم اختلفوا في افضلية صلاتها
بالجماعة بعد التراويح اھ[2]

ہیں وہ وتر کو اس صورت میں جماعت کے ساتھ پڑھے
کیونکہ وتر تراویح کے تابع ہیں اور نہ ہی عشاء کے
تابع ہیں امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک،
انتہی حلبی انتہی۔ اس میں اس کا قول کہ وتر عشاء کے تابع
نہیں ہے' وہم پیدا کرتا ہے کہ اس کے یا سب کے
فرض باجماعت پڑھے بغیر وتر کو باجماعت پڑھنا
جائز ہے لیکن یہ بات علماء کی نص کے خلاف ہے
ردمحتار میں شرح نقایہ سے اور اس نے منیہ سے
نقل کرتے ہوئے جو ذکر کیا ہے اگر اس کو گزشتہ
مفہوم پر محمول نہ کیا جائے تو وہ اس وہم کا بہترین
رَد ہے اور یہ بیان کہ وتر امام صاحب کے نزدیک
عشاء کے تابع نہیں ہیں' ہاں یہ درست ہے۔ اور
اس کا بہترین جواب وہ ہے جس کو آقا محقق ابن عابدین
نے بیان فرمایا ہے کہ وتر فی ذاتہٖ اصل ہیں اور ان کی
جماعت کا عشاء کے تابع ہونا فی ذاتہٖ اصل ہونے
کے منافی نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کیا آپ نے نہیں
دیکھا کہ ظہر اور عصر کے فرض عظیم اصل اور مستقل ہیں
لیکن اس کے باوجود ان دونوں فرضوں کو مقامِ
عرفات کے تابع قرار دے کر جمع پڑھا جاتا ہے خواہ
نفلی حج ہی کیوں نہ ہو۔ غور کر۔ علامہ شامی نے ماتن
کی اس عبارت پر کہ "وتر کو تراویح کے بعد باجماعت
پڑھنے کی افضلیت میں اختلاف ہے" پر فرمایا

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ بیروت ۱/۲۹۷
[2] رد المحتار " " مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۸

marfat.com

Marfat.com

اى فكانت جماعته ادون حالا من جماعة
التراويح المسنونة عند الجمهور حتى
لو تركها الكل اثموا فكيف بجماعة الفرض
الواجبة على الصحيح الرجيح فساغ
ان يكون تبعا فى الجماعة وان
كان اصلا فى الذات حتى
افسد تذكره المكتوبات **قلت** على
ان التعليل بالقضية المذكورة
تعليل بالنفى وهو عندنا من
التعليلات الفاسدة كما صرحوا
به فى الاصول و حصر العلة فى التبعية
ممنوع محتاج الى البيان هذا
والاخر ان من صلى الفرض
بجماعة يجوز له الدخول فى جماعة
الوتر سواء صلى الفرض خلف هذا الامام
او خلف غيره كما قرره الشامى وسواء
صلى التراويح وحده او
خلف هذا الامام او غيره كما
نصوا عليه **قلت** بل ومن لم
يصلها راسا كما يشمله اطلاق
قوله ولو لم يصلها بالامام
له ان يصلى الوتر معه
فانه يصدق بانتفاء القيد و
المقيد جميعا وليحرر اما ما ذكروا
ان جماعة الوتر هل هى تبع

یعنی وتر کی جماعت تراویح کی جماعت سے ادنیٰ ہے
کیونکہ تراویح کی جماعت جمہور کے ہاں مسنون ہے حتی کہ
اگر تمام لوگ تراویح کی جماعت کے تارک ہوں تو سب
گنہگار ہوں گے، تو جماعتِ وتر کا فرض کی جماعت سے
جو کہ راجح قول کے مطابق واجب ہے، کیا مقابلہ ہے'
پس یہ بات ظاہر ہوگئی کہ وتر اگرچہ فی ذاتہٖ مستقل نماز ہیں
لیکن ان کی جماعت عشاء کی نماز فرض کے تابع ہے اس
لئے اگر وتر کی جماعت میں یاد آئے کہ عشاء کے فرض
باقی ہیں تو وتر فاسد ہو جائیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ علامہ
شامی کا متن کے قول مذکور کو علت قرار دینا یہ تعلیل بالنفی
ہے جبکہ ہم احناف کے ہاں تعلیل بالنفی فاسد ہے
جیسا کہ اصولِ فقہ میں اس کی انھوں نے تصریح کی ہے
پھر اس کلام کو وتر کی جماعت کا فرض کے تابع بنانے
کے لئے ہی علت ماننا محتاج بیان ہے، اس کو
محفوظ کر۔ اس بحث سے حاصل شدہ دوسری چیز یہ ہے
کہ جس نے فرض با جماعت ادا کئے ہوں خواہ کسی دوسرے
امام کے ساتھ جماعت میں پڑھے تو اس کو اس امام کے
ساتھ با جماعت وتر پڑھنا جائز ہے جیسا کہ علامہ شامی
نے اس کی تقریر کی ہے خواہ اس نے تراویح با جماعت
اس امام یا کسی دوسرے امام کے ساتھ پڑھی ہوں یا
تراویح اکیلے پڑھی ہوں جیسا کہ فقہائے اس کو صراحۃً
بیان فرمایا۔ **قلت** (میں کہتا ہوں کہ) خواہ اس نے
تراویح سرے سے پڑھی ہی نہ ہوں کیونکہ اس کا یہ قول
کہ "اگر اس نے تراویح امام کے ساتھ نہ پڑھی ہوں تو بھی وتر
با جماعت پڑھ سکتا ہے" مطلق ہے، جو اس صورت کو

marfat.com

Marfat.com

جماعة التراويح ام لا، جزم الفاضلان
حلبي والطحطاوي في حواشي
د بالثاني كما سمعت واستظهر
شامي الاول قائلا ان سنة
الجماعة في الوتر انما عرفت
تابعة للتراويح[1] قلت و هذا
هو الاظهر فان مشروعية
جماعته لو كانت لاصالته فاصالته
دائمة لا تختص برمضان ، ثم
رأيت العلامة البرجندي
في شرحه للنقاية ان
الجماعة فيه لما كانت
بتبعية التراويح على ما هو
المشهور[2] اه فقد ثبت روايته
واعتضد درايته و ترجح
شهرة فانقطع النزاع، فاعلم
ان هذا كله فيما لو ترك
الكل جماعة التراويح
كما قدمنا من الغنية
عن القنية ، اما اذا جمع

بھی شامل ہے کیونکہ مقید کلام کی نفی سے قید اور مقید دونوں کی نفی بھی ہوسکتی ہے (جس سے تراویح نہ پڑھنے کی صورت بھی بھی جاتی ہے) اس کو نوٹ کر۔ لیکن علماء کا یہ بیان کہ وتر کی جماعت کیا تراویح کی جماعت کے تابع ہے یا نہیں، تو حلبی اور طحطاوی دونوں کا رجحان یہ ہے کہ تابع نہیں ہے' یہ بات انھوں نے درمختار کے حاشیہ میں کہی ہے جیسا کہ تو سماعت کرچکا ہے' اور علامہ شامی نے پہلے احتمال یعنی تابع ہونے کو ظاہر قرار دیا ہے یہ کہتے ہوئے کہ وتر کی جماعت کا سنت معلوم ہونا تراویح کے تابع ہونے کی وجہ سے ہے۔
میں کہتا ہوں کہ یہ علامہ شامی کا قول زیادہ ظاہر ہے کیونکہ اگر وتر کی جماعت خود اصل ہوتی تو پھر یہ جماعت پورا سال ہوتی صرف رمضان کی تخصیص نہ ہوتی، پھر اس کے بعد میں نے یہی بات علامہ برجندی سے صراحۃً پائی کہ انھوں نے اپنی نقایہ کی شرح میں کہا کہ وتر کی جماعت تراویح کے تابع ہے جیسا کہ یہی مشہور ہے اھ ان کی روایت ثابت اور ان کی درایت مضبوط اور شہرت کو ترجیح ہے لہٰذا یہ اختلاف ختم ہوگیا ہے، معلوم ہونا چاہئے کہ یہ ساری بحث اس صورت میں تھی جبکہ تمام نے تراویح کی جماعت کو ترک کیا ہو جیسا

جواب امّا فی قولہ اما ماذکروا ۱۲ (م)

---

[1] ردالمحتار — باب الوتر والنوافل — مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۲/۴۸
[2] شرح النقایۃ للبرجندی — فصل فی التراویح — " منشی نولکشور لکھنؤ — ۱/۱۴۱

marfat.com
Marfat.com

القوم و تخلف عنها ناس ثم ادركوا الوتر مع الامام، فلا شك ان لهم الدخول فی جماعة الوتر اذا كانوا صلوا الفرض بجماعة كما سمعت، نعم ذهب بعض كالامام علی بن احمد وعين الائمة الكرابيسی الی تبعية لجماعة التراويح فی حق كل مصل بمعنی ان من لم يدركها مع الامام لا يتبعه فی الوتر، لكنه كما علمت قول مرجوح، **قلت** وبهذا التحقيق ظهر التوفيق بين كلام العلامة البرجندی المذكور وكلام الفاضل شيخی زاده فی مجمع الانهر شرح ملتقى الابحر حيث قال لو لم يصلها (يعنی التراويح) مع الامام صلی الوتر به لانه تابع لرمضان وعند البعض لا لانه تابع للتراويح عنده، وفی القهستانی و يجوز ان يصلی الوتر بالجماعة وان لم يصل شيئا من التراويح مع الامام او صلاها مع غيره وهو الصحيح[1] اه مافی المجمع فانه صريح فی ان القول

کہ ہم نے غنیہ سے قنیہ کے حوالے سے پہلے بیان کر دیا ہے لیکن اگر لوگوں کی جماعت تراویح سے کچھ لوگ رہ گئے ہوں اور یہ لوگ بعد میں آکر امام کو وتر کی جماعت میں پائیں تو کوئی شک نہیں کہ یہ لوگ وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتے ہیں بشرطیکہ انھوں نے فرض باجماعت پڑھے ہوں جیسا کہ تو سن چکا ہے، ہاں بعض حضرات جیسا کہ علی بن احمد اور عین الائمہ کرابیسی اس طرف گئے ہیں کہ وتر کی جماعت تراویح باجماعت کے تابع ہے لہٰذا ہر نمازی کے لئے ضروری ہے کہ وہ تراویح باجماعت پڑھے بغیر وتر کی جماعت میں شامل نہ ہو لیکن تو معلوم کر چکا ہے کہ یہ بات مرجوح ہے ۔ میں کہتا ہوں کہ اس تحقیق سے علامہ برجندی کے کلام اور فاضل شیخی زادہ کی مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ذکر کردہ کلام میں موافقت واضح ہو گئی فاضل نے وہاں یہ کہا کہ اگر اس نے تراویح امام کے ساتھ نہ بھی پڑھی ہوں تو وہ امام کے ساتھ وتر پڑھ سکتا ہے کیونکہ وتر کی جماعت رمضان کے تابع ہے، بعض کے نزدیک وہ وتر امام کے ساتھ نہیں پڑھ سکتا کیونکہ ان کے نزدیک وتر کی جماعت تراویح کے تابع ہے ۔ اور قہستانی میں ہے کہ اگر کسی نے تراویح جماعت سے نہ پڑھی ہوں یا کسی اور امام کے ساتھ پڑھی ہوں تو وہ بھی وتر امام کے ساتھ باجماعت پڑھ سکتا ہے، یہی صحیح ہے اھ ۔ مجمع کا بیان اس بات میں صریح ہے کہ وتر کی جماعت کا تراویح کے تابع ہونے

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل فی التراویح مطبوعہ احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۳۸

marfat.com

Marfat.com

بتبعية التراويح قول مرجوح خلاف الجمهور وصريح ما فى البرجندى انه هو القول المشهور ووجه التوفيق ان التبعية فى كلام المجمع ماخوذة بالنظر الى كل احد فى خاصة نفسه ولذا بنى عليه منع من لم يدركها مع الامام عن دخوله فى الوتر، و فى كلام البرجندى بمعنى وقوعه بعد اقامة الناس جماعة التراويح وان لم يدركها بعض القوم فليكن التوفيق و بالله التوفيق ثم انما المعنى بتبعيته لرمضان ان جماعته غير مشروعة الا فيه لاسلب تبعيته عما سواه مطلقا حتى ينافى تبعيته لجماعة التراويح بل والفرض فان فيه ما قد علمت، فاذن لا خلاف بين التبعيتين الا على قول البعض المرجوح، هكذا ينبغى التحقيق و الله تعالٰى ولى التوفيق، نعم وقع فى شرح المنية الصغير، ما نصه "اذا لم يصل الفرض مع الامام قيل لايتبعه فى التراويح ولا فى الوتر وكذا اذا لم يصل معه التراويح لايتبعه فى الوتر والصحيح انه يجوز ان يتبعه

کا قول مرجوح ہے اور جمہور کے خلاف ہے۔اور برجندی کا بیان یہ ہے کہ یہ قول مشہور ہے۔ اور موافقت کی وجہ یہ ہے کہ مجمع کے کلام میں جس تابع کو مرجوح کہا ہے اس سے مراد وُہ صورت ہے جبکہ تراویح کی جماعت بالکل نہ ہُوئی ہو اور کسی نے بھی تراویح جماعت سے نہ پڑھی ہوں؛ اسی لئے اس نے وتر کی جماعت میں شامل ہونے کی ممانعت کی بنا اس بات کو بنایا ہے کہ امام کے ساتھ تراویح نہ پڑھی ہوں، جبکہ علامہ برجندی کا یہ کہنا کہ وتر کی جماعت تراویح کے تابع ہونا مشہور قول ہے' اس سے مراد وُہ صورت ہے کہ جب بعض نے تراویح کی جماعت کی ہو اور بعض لوگ اس جماعت سے رہ گئے ہوں، یُوں توفیق ہوگئی اللہ کی دی ہوئی توفیق سے' پھر وتر کی جماعت کا رمضان کے تابع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کے بغیر وتر کی جماعت جائز نہیں یہ مطلب نہیں کہ یہ کسی اور چیز کے تابع نہیں تاکہ اس کا تراویح اور فرض کے تابع ہونے کی نفی ہو سکے، کیونکہ یہ مطلب لینے میں اعتراض ہے ، لہٰذا دونوں کے تابع ہونا ایک دوسرے کے منافی نہیں ہے ماسوائے ایک مرجوح قول کے ، تحقیق یُوں چاہئے، اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے۔ ہاں غنیہ صغیر میں یہ بات مذکور ہے کہ جس نے فرض با جماعت نہ پڑھے ہوں وُہ تراویح اور وتر کی جماعت میں ایک قول کے مطابق شریک نہ ہو اور وُہ بھی جو اس امام کے ساتھ تراویح کی جماعت میں شریک نہ ہُوا تو وہ بھی اس امام کے ساتھ وتر کی جماعت میں

marfat.com

Marfat.com

فی ذلك كلہ حتی لو دخل بعد ما صلی الامام الفرض وشرع فی التراویح فانہ یصلی الفرض اولا وحدہ ثم یتابعہ فی التراویح وفی القنیۃ لو ترکوا الجماعۃ فی الفرض لیس لھم ان یصلوا التراویح جماعۃ[1] اھ فاوھم ذلك عند بعض الناس ان الحلبی صحح جواز اتباع الامام فی الوتر وان لم یتبع فی الفرض، وانا اقول لیس ھو رحمہ اللہ تعالیٰ من اصحاب التصحیح وانما وظیفتہ النقل عن ائمۃ الترجیح ومعلوم ان شرحہ الصغیر انما ھو ملخص من شرحہ الکبیر و ھذہ عبارۃ الکبیر بمرأی عین منك لا تری فیہ تصحیحا اصلا ناظرا الی ھذا المتوھم وانما فیہ تصحیحان الاول من الامام الفقیہ ابی اللیث بجواز اتباع الامام فی الوتر سواء صلی التراویح کلھا او بعضھا معہ او مع غیرہ او وحدہ منفردا وھذا مجمل قولہ "یجوز ان یتبعہ فی ذلك کلہ والثانی عن الامام ظھیر الدین المرغینانی لجواز الاتباع فی التراویح وان لم یتبعہ فی الفرض،

شریک نہ ہو لیکن یہ بات درست نہیں، کیونکہ ان مذکور تمام صورتوں میں وہ وتر امام کے ساتھ باجماعت پڑھ سکتا ہے، حتی کہ امام کے فرض سے فارغ ہونے کے بعد اگر مسجد میں آیا ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ پہلے اکیلے فرض پڑھ کر پھر تراویح کی جماعت میں شریک ہو جائے اور قنیہ میں ہے کہ اگر لوگ فرض کی جماعت کے تارک ہوں تو وہ تراویح باجماعت امام کے ساتھ نہ پڑھیں اھ۔ اس سے بعض حضرات کو یہ وہم ہوا ہے کہ حلبی نے فرض باجماعت کے بغیر وتر کی جماعت میں شرکت کو صحیح قرار دیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ حلبی رحمۃ اللہ علیہ اصحابِ تصحیح میں سے نہیں، ان کا کام صرف ائمۂ ترجیح کے قول کو نقل کرنا ہے اور یہ بات بھی واضح ہے کہ ان کی شرح صغیر یہ ان کی کبیر شرح کا خلاصہ ہے اور کبیر شرح کی عبارت آپ کے سامنے ہے اس میں اس وہم کے متعلق کوئی تصحیح نظر نہیں آتی، اس مسئلہ میں صرف دو تصحیحیں موجود ہیں ایک امام فقیہ ابو اللیث کی جو کہ کسی طرح بھی تراویح پڑھ لینے والے کو خواہ اکیلے یا جماعت کے ساتھ اسی امام یا کسی دوسرے امام کے ساتھ، پھر یہ کہ تمام تراویح یا بعض باجماعت پڑھی ہوں، وتر کی جماعت میں شرکت کے جواز کے بارے میں ہے اور اس کو بطور اجمال حلبی نے اپنے اس قول سے تعبیر کیا کہ اس وتر کی جماعت میں شرکت کی ان تمام صورتوں میں جائز ہے۔ اس بارے میں دوسری تصحیح امام ظہیر الدین مرغینانی کی ہے جو کہ امام کے ساتھ تراویح کی جماعت میں شرکت کے جواز سے

[1] صغیری شرح منیۃ المصلی فروع فاتتہ ترویحۃ الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۱۰

marfat.com

Marfat.com

وعليه يتفرع الفرع المذكور في الشرحين معاً حتى لو دخل بعد ما صلى الامام الفرض" فالتوهم الحاصل في عبارة الشرح الصغير انما منشؤه ما وقع فيه ههنا من الاختصار المخل الاترى انه اقتصر في التفريع المذكور كاصله الكبير على قوله' يتابعه في التراويح ، ولو كان مراده بقوله في ذلك كله' ما يشمل المتوهم لزاد ايضا والوتر' وبالجملة فالمعروف المعلوم من تصحيحات الائمة هو الذي بينه في الشرح الكبير ، وهذا المتوهم لا يعرف له تصحيح ولا ترجيح ، فلا يعارض ما نص عليه في منية الفقهاء وحكوبه حكما جازما من دون ذكر خلاف فعليك بالتبصر والانصاف ولك ان تقول ان "الامام" معرف باللام وضمير "يتبعه" راجع اليه والمعرفة اذا اعيدت معرفة كان المراد عين الاول غالبا' فالمعنى اذا لم يصل الفرض مع هذا الامام فله ان يتبعه في الوتر اي لا يجب لاتباعه في الوتر ان يكون اتبع هذا الامام بعينه في الفرض ،

متعلق ہے اس شخص کے بارے میں جس نے اس امام کے ساتھ فرض نہ پڑھے ہوں، اسی تصحیح پر صغیر و کبیر شرحوں کی تفریع مرتب ہے کہ کوئی شخص امام کے فرض سے فارغ ہونے کے بعد مسجد میں آیا الخ لہٰذا شرح صغیر کی عبارت سے جو وہم پیدا ہوا وہ اس اختصار کی وجہ سے پیدا ہوا، کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ انھوں نے تفریع بیان کرتے ہُوئے صرف اتنا کہا کہ وُہ فرض پڑھنے کے بعد امام کے ساتھ تراویح میں شامل ہو جائے، اور شرح کبیر میں بھی اتنا ہی ذکر ہے، اور اگر اس کے قول" ان سب صورتوں میں" وُہ صورت بھی شامل ہوتی جس کا وہم ہوا ہے تو پھر تفریع میں، تراویح میں شامل ہونے کے ساتھ وتر میں شامل ہونے کو بھی ذکر کرتے، الحاصل ائمہ کرام کی تصحیحات سے صرف وہی بات معلوم ہوتی ہے جو کہ شرح کبیر میں ہے حالانکہ وہم شدہ کی اس میں کوئی تصحیح یا ترجیح نظر نہیں آتی، لہٰذا شرح کبیر کی عبارت منیۃ الفقہاء کی صریح عبارت کے معارض نہیں ہوسکتی جبکہ اس منیہ میں جزمی حکم ہے اور اس میں کسی اختلاف کا اس بارے میں کوئی ذکر نہیں ہے، تجھے غور وفکر میں انصاف چاہیئے، اور تو یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ شرح صغیر کی عبارت میں لفظ' الامام' معروف بالام ہے اور لفظ یتبعہ' میں ضمیر کا مرجع وہی امام ہے، اور اکثر طور پر معرفہ کو جب دوبارہ معرفہ ذکر کیا جائے تو وہی ایک مراد ہوتا ہے، تو اس قاعدہ کے مطابق معنی یہ ہوگا کہ جب اس خاص امام کے ساتھ فرض نہ پڑھے تو اس امام مذکور کے ساتھ وتر با جماعت پڑھ سکتا ہے یعنی کسی امام کے

marfat.com

Marfat.com

وھذا اصحیح لا شك ویؤید ھذا الفھم ان القھستانی لما قال اذا لم یصل الفرض معه لا یتبعه فی الوتر[1] احتاج الشامی الی ابانة مرادہ وان المقصود مع امام ما لا مع خصوص ھذا الامام، وان جادل مجادل فنقول الشرح الصغیر مطالب بتصحیح نقل ھذا التصحیح الذی لا یعلم له اثرا اصلا فی کتاب قبله حتی فی الکبیر الذی کان اصله، واللہ الموفق فقد تحرر بما تقرر، ان جماعة الوتر تبع لجماعة الفرض فی حق کل احد من المصلین، ولجماعة التراویح فی الجملة لا فی حق کل، ولرمضان بمعنی انها تکرہ فی غیرہ لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعة بواحد[2] کما فی الدر عن الدرر

ساتھ وتر پڑھنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ فرض بھی اسی کے ساتھ باجماعت پڑھے ہوں، اور یہ مفہوم بلاشک وشبہ صحیح ہے، اس مفہوم کی تائید قہستانی کے اس قول سے ہوتی ہے جس کی مراد کو علامہ شامی نے واضح کیا ہے، وہ یہ کہ جب قہستانی نے کہا جب امام کے ساتھ فرض نہ پڑھے ہوں تو وتر اس کے ساتھ نہ پڑھے اس پر علامہ شامی نے مراد کو واضح کرتے ہوئے کہا کہ اس امام سے مراد کوئی امام ہے یعنی اگر کسی بھی امام کے ساتھ فرض نہ پڑھے تو پھر وتر بھی جماعت سے نہ پڑھے، اگر کوئی اس وہم پر بحث کا اصرار کرتا ہے تو اس کو یہ کہہ دیا جائے کہ صغیر شرح کا یہ صحیح کہنا باعث مطالبہ ہے کہ اس نے یہ کیوں کہا جبکہ اس سے قبل کسی کتاب میں اس تصحیح کا نام ونشان نہیں ہے حتی کہ ان کی اپنی کتاب کبیر میں بھی نہیں جو اس صغیر کا اصل ہے، واللہ الموفق، پس اس تقریر سے یہ بات صاف ہوگئی کہ وتر کی جماعت فرض کی جماعت کے تابع ہے تمام نمازیوں کے لئے اور وتر کی جماعت، تراویح کی جماعت کے تابع ہے کچھ نمازیوں کے لئے (یعنی بعض حضرات نے بھی تراویح باجماعت پڑھ لیں تو دوسروں کو وتر کی جماعت میں شرکت جائز ہے) اور وتر کی جماعت رمضان کے بھی تابع ہے لیکن اس معنی میں کہ غیر رمضان میں یہ جماعت مکروہ ہے، جب یہ غیر رمضان میں وتر کی جماعت بطور دعوت و اہتمام ہو یعنی چار افراد ایک امام کی اقتداء کریں تو مکروہ ہے،

---

[1] جامع الرموز باب الوتر والنوافل مطبوعہ گنبد ایران تہران ۱/۲۱۶
[2] درمختار " " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۹

marfat.com

Marfat.com

حتی جاز لو اقتدا ثلثة بامام بلاکراھة فی الاصح[1] کمافی حاشیة العلامة الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نورالایضاح للعلامة الشرنبلالی رحمۃ اللہ تعالٰی علی العلماء جمیعا تقن ھذا فلعلك لا تجد ھذا التحریر فی غیر ھذا التقریر وما توفیقی الا بالعلیم الخبیر واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

جیساکہ درمختار میں وِتر سے منقول ہے، حتی کہ اگر تین آدمی وتر کی جماعت میں ایک امام کی اقتدا کریں تو یہ اصح قول کے مطابق بلاکراہت جائز ہے، جیساکہ علامہ طحطاوی نے مراقی الفلاح شرح نورالایضاح کے حاشیہ میں ذکر کیا ہے۔ نورالایضاح علامہ شرنبلالی کی کتاب ہے۔ اللہ تعالٰی تمام علماء پر رحمت فرمائے۔ اس تحریر کو مضبوط کر، ہوسکتا ہے کہ تجھے دوسری جگہ یہ مفصل بحث نہ ملے وما توفیقی الا باللہ العلیم الخبیر واللہ تعالٰی سبحٰنہ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۱۱۱۱: دو رکعت تراویح کی نیت کی قعدۂ اولٰی بھول گیا تین پڑھ کر بیٹھا اور سجدہ کیا تو نماز ہوئی یا نہیں اور ان رکعتوں میں جو قرآن شریف پڑھا اس کا اعادہ ہو یا نہیں اور چار پڑھ لیں تو یہ چاروں تراویح ہوئیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ اولٰی میں مذہبِ اصح پر نماز نہ ہوئی اور قرآن عظیم جس قدر اس میں پڑھا گیا اعادہ کیا جائے،

فی ردالمحتار لو تطوع بثلاث بقعدۃ واحدۃ کان ینبغی الجواز اعتبارا بصلوۃ المغرب لکن الاصح عدمہ لانہ قد فسد ما اتصلت بہ القعدۃ وھو الرکعۃ الاخیرۃ، لان التنفل بالرکعۃ الواحدۃ غیر مشروع فیفسد ما قبلھا[2]۔

ردالمحتار میں ہے کہ اگر کسی نے تین نفل ایک قعدہ کے ساتھ پڑھے مغرب کی نماز پر قیاس کرتے ہوئے جائز ہونا چاہئے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ نفل جائز نہیں کیونکہ اس کی آخری رکعت جس کے بعد قعدہ کیا ہے وہ فاسد ہے کیونکہ وہ دو پر زائد ایک رکعت نفل رہ گئی جبکہ ایک رکعت نفل جائز نہیں لہذا اس آخری رکعت کے فساد سے پہلی دو رکعت بھی فاسد ہوجائیں گی۔ (ت)

اور چار پڑھ لیں اور قعدۂ اولٰی نہ کیا تو مذہب مفتی بہ پر یہ چاروں دو ہی رکعت کے قائم مقام گنی جائیں گی باقی اور پڑھ لے

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب الوتر مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۱۱

[2] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۲

marfat.com

Marfat.com

کماصرح به فی ردالمحتار عن النهر الفائق عن الزاھدی (جیساکہ ردالمحتار میں نہرالفائق اس نے زاہدی سے وضاحت کردی گئی ہے۔ ت) اور دونوں قعدے کئے تو قطعاً چاروں رکعتیں ہوگئیں۔

ولاکراھۃ ایضا کمایفیدہ التعلیل المذکور فی ردالمحتار نعم الافضل مثنی مثنی کما لایخفی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

چار رکعت نفل دو قعدوں اور ایک سلام سے جائز ہیں اور کوئی کراہت نہیں ہے جیسا کہ ردالمحتار کی بیان کردہ علت سے حاصل ہے تاہم نفل دو دو پڑھنا افضل ہے جیساکہ واضح ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۱۲: از جوالاپور ضلع سہارنپور مرسلہ سید یاد علی صاحب ۱۹ شوال ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام جماعت تراویح میں مشغول ہے اب چند آدمی آئے وہ فرض جماعت سے پڑھیں تو کوئی حرج ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

صحیح یہ ہے کہ کوئی حرج نہیں،

ولوفی مسجد محلۃ حیث لم یکرروا الاذان وعدلوا عن المحراب کما ھو معلوم مشاھد۔

اگرچہ محلہ کی مسجد ہی میں جبکہ دو بارہ اذان نہ دیں اور محراب سے ہٹ کر جماعت کرائیں جیساکہ معلوم و معروف ہے۔ (ت)

طحطاویہ میں ہے:

اذاکررت بغیراذان فلاکراھۃ مطلقا وعلیہ المسلمون[1]۔

جب تو جماعت کا تکرار اذان کے بغیر کرے تو کوئی کراہت نہیں ہے، مسلمانوں کا یہی عمل ہے۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

عن ابی یوسف اذالم یکن علی الھیئۃ الاولٰی لایکرہ[2] والایکرہ وھوالصحیح وبالعدول عن المحراب تختلف الھیأۃ کذا فی فتاوی البزازیۃ[2]۔

امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ جب دوسری جماعت پہلی جماعت کی طرز پر نہ ہو تو مکروہ نہیں ورنہ مکروہ ہے، یہی صحیح ہے، اور محراب سے ہٹ کر کرنے سے پہلی جماعت کی طرز بدل جاتی ہے۔ فتاوٰی بزازیہ میں ایسے ہی ہے (ت)

مگر جہاں تک ممکن ہو جماعت تراویح سے دُور جماعت کریں اور ان کا امام ضرورت سے زیادہ آواز بلند نہ کرے تاکہ تخلیط وتلبیس سے امین رہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب الامامۃ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۴۰

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی احکام المسجد سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۱۵

marfat.com

Marfat.com

۱۳

اَنْہارُ الانوار من یَمِّ صلٰوۃ الاسرار

(صلوٰۃ الاسرار کے پانی سے انوار کی نہریں)

(نمازِ غوثیہ کے ثبوت میں تحقیقِ رضوی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۱۱۳ از دہلی کھڑکی فراش خانہ مسجد حضرت حافظ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ مرسلہ جناب مستطاب مولانا مولوی حافظ شاہ سراج الحق محمد عمر صاحب قادری اواخر ربیع الاوّل شریف ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صلوٰۃ الاسرار یعنی نمازِ غوثیہ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی اور شرع میں جائز ہے یا نہیں؟ زید اس کی روایت کو بے اصل اور اسے بہجۃ الاسرار میں کسی فاسق بدعتی کا الحاق بتاتا اور تصانیف شیخ اکبر و امام شعرانی کی نظیر دیتا ہے کہ ان میں الحاق ہوئے۔ اور کہتا ہے کہ نماز فرض کے بعد قبلے سے انحراف اور کسی مزار و ولی کی تعیین سمت اور بہیاتِ نماز یا تعظیم اُس طرف چلنا تذلل و خشوع تمام کرنا ہرگز درست نہیں، اور کہتا ہے آنجناب یعنی حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کتاب و سنّت و سیرتِ صحابہ کے اتباع اور احکامِ شرع پر قیام اور محدثات سے اجتناب تام اور طاعات میں اخلاص اور ہر حال میں خدا پر توکل و اعتماد میں استقامت کاملہ تھی وہ ان امور کے خلاف کیونکر فرماتے کہ بعد نمازِ مغرب عراق کی طرف بتعظیم تمام چلو اور دل سے متوجہ ہوکر میرا نام لے کر حاجت چاہو، یہ فعل کتاب و سنّت و طریقہ خلفائے راشدین کے خلاف ہے اور سیرت و عمل صحابہ کے موافق نہیں اور تابعین و تبع تابعین و دیگر اسلافِ کرام و ائمہ عظام سے اس کا مثل منقول نہیں، عوام کہ اسے عملِ مشائخ کہتے ہیں قابلِ التفات نہیں مشائخ میں جو اہلِ علم فقہاء و ائمہ ہوئے کسی نے اس کے مثل تصریح نہ کی اور قول و فعل بعض غیر موثوق پر عمل نہ چاہیے بلکہ سوادِ اعظم کا اتباع

marfat.com

Marfat.com

چاہیئے، صحابہ محبت وتعظیمِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہم سب سے زیادہ اور ثواب وحسنات پر بہت حریص تھے اگر یہ عمل موجبِ ثواب وقربتِ الی اللہ ہوتا تو سلف کرام بلکہ خود حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ مدینہ منورہ کی طرف کرتے، آیا یہ کلام اس کا غلط ہے یا صحیح؟ بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ علی حسن بلائہ، ملأ ارضہ وملأ سمائہ، وملأ ما شاء فی قدرہ وقضائہ، والشکر للمصطفیٰ علی نعمائہ، شکرا یوافی حسن الائہ، ویکافئ عنا مزید عطائہ، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی ابنائہ، وازواجہ واصحابہ واحبائہ ووارث علمہ ومجدہ وسنائہ، غوثنا الاعظم رافع لوائہ، ومشایخنا الکرام وسائر اولیائہ، صلوٰۃ تکشف لنا الاسرار، وتصرف عنا اذی الاشرار، وتکون عدۃ لیوم لقائہ، واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ شھادۃ موجبۃ لرضائہ، واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ الصادع بالحق بعد خفائہ، صلی اللہ تعالیٰ وسلم علیہ، وعلی کل عبد مرضی لدیہ، صلوٰۃ تأتی علی قدر کبریائہ، وسلاما یدوم بدوامہ و

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اس کے اچھے امتحان پر، زمین وآسمان کو عجائبات سے بھرنے اور اپنی قدرت وقضاء میں جسے چاہے بھرنے پر اور شکر مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ان کے انعامات پر ایسا شکر جو ان کی بہترین نعمتوں کو پورا ہو اور ان کی مزید عطاؤں کو ہماری طرف سے کفایت کرے، اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کے صاحبزادوں اور ازواج اور اصحاب اور آپ کے علم، بزرگی اور بلندی کے وارث ہمارے غوثِ اعظم پر جو آپ کے جھنڈے کو بلند کرنے والے ہیں، اور تمام اولیاء پر رحمت نازل فرمائے ایسی رحمت جو ہمارے لئے اسرار کو کھول دے اور شریر لوگوں کی اذیت کو ہم سے پھیرے، اور اللہ تعالیٰ کے ہاں حاضری کے دن کے لئے ذخیرہ بنے، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے ایسی گواہی جو اس کی رضا کی موجب ہو، اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں جو حق کو خفا سے ظاہر کرنے والے ہیں صلی اللہ تعالیٰ وسلم آپ پر اور اس کے دربار میں تمام پسندیدہ بندوں پر، وہ صلوٰۃ جو اس کی کبریائی کے شایانِ شان ہو اور وہ سلام جو اس کی بقاء اور

marfat.com

Marfat.com

بقائه، اٰمین اٰمین، الٰه الحق امین
یا راحم العبد وسامع دعائه، قال
العبد الذلیل، للمولی الجلیل،
ابو محمد عبد المصطفی احمد رضا
المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی
البریلوی، لطف به اللّٰه فی شدته و
رخائه، مستعینا باللّٰه فی دفع الارتیاب،
ورفع الحجاب، عن وجه الصواب،
مسمیا للجواب، بعلم یُعلو عام املائه،
انھار[1] الانوار من یم[2] صلٰوة الاسرار، جعلها
اللّٰه ذخیرة لدیه، و ذریعة الیه،
یوم تشرق الارض بنور ربها وجمیل
ضیائه، اٰمین، والحمد للّٰه رب العٰلمین،
اللھم ھدایة الحق والصواب۔

دوام تک دائم ہو، آمین آمین اے اللہ برحق آمین،
بندے پر رحم کرنے اور اس کی دعا کو سننے والے،
اپنے جلیل القدر آقا کے سامنے حقیر اور ناتواں بندہ
ابو محمد عبد المصطفٰی احمد رضا محمدی سُنّی حنفی قادری برکاتی بریلوی
(اللہ تعالیٰ اس کی شدت وسہولت میں لطف و
مہربانی فرمائے) نے اللہ تعالیٰ سے امداد چاہتے ہوئے
اور حق وصواب کے چہرے سے پردہ اٹھاتے اور شک کو
دُور کرتے ہُوئے جواب کا ایسا نام جو اس کی تحریر کے
سال کو ظاہر کرے "انھار الانوار من یم صلٰوۃ الاسرار"
رکھتے ہُوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ اس کو ذخیرہ اور ذریعہ
اپنے دربار میں بنائے جس دن زمین اپنے رب کے
نُور سے چمک جائے ____ اور خوب
روشن ہو جائے، آمین، الحمد للہ رب العالمین، اے
اللہ حق وصواب کی رہنمائی فرما۔ (ت)

فی الواقع یہ مبارک نماز حضرات عالیہ مشائخ کرام قدست اسرارہم العزیزہ کی معمول اور قضائے حاجات وحصولِ مرادات کے لئے عمدہ طریق مرضی ومقبول اور حضور پُرنور غوث الکونین غیاث الثقلین صلوات اللہ وسلامہ علیٰ جدہ الکریم وعلیہ سے مروی ومنقول، اجلۂ علما واکابر کملا اپنی تصانیف علیہ میں اسے روایت کرتے اور مقبول ومقرر ومسلم معتبر رکھتے آئے، امام اجل ہمام اجل سیدی ابو الحسن نور الدین علی بن جریر لخمی شطنوفی قدس اللہ سرہ العزیز بسند خود بہجۃ[1] الاسرار شریف میں اور شیخ شیوخ علماء الہند شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی نور اللہ مرقدہ زبدۃ[2] الآثار لطیف میں اور دیگر علمائے کرام وکملائے عظام رحمہم اللہ تعالیٰ اپنے اپنے اسفار منیف میں اُس جناب ملائک رکاب علیہ رضوان العزیز الوہاب سے راوی وناقل کہ ارشاد فرمایا:

من صلی رکعتین (زید فی روایة) بعد
المغرب (وزادا) یقرأ فی کل رکعة بعد
الفاتحة سورة الاخلاص احدی عشرة مرة
ثم اتفقوا فی المعنی واللفظ للامام ابی الحسن

جو بعد مغرب دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں بعد
فاتحہ سورۂ اخلاص یازدہ بار پھر بعد سلام نبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام عرض کرے پھر عراق شریف
کی طرف گیارہ قدم چلے اور میرا نام یاد اور اپنی حاجت

marfat.com
Marfat.com

قال ثم یصلی علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد السلام ویسلم علیہ ویذکرنی ثم یخطو الی جہۃ العراق احدی عشرۃ خطوۃ ویذکر اسمی ویذکر حاجتہ فانہا تقضی (زاد الشیخ) بفضل اللہ وکرمہ (وقال اٰخر) قضی اللہ تعالیٰ حاجتہ[1]

ذکر کرے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس کی مراد پوری ہو۔ اس عبارت میں "مغرب کے بعد" ایک روایت میں زائد ہے اور صاحب بہجۃ الاسرار اور صاحب زبدۃ الآثار نے "ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص گیارہ مرتبہ" زائد ذکر کیا، پھر شیخ عبدالحق نے "بفضل اللہ وکرمہ" کو بھی اور دوسرے نے صرف "قضی اللہ تعالیٰ حاجتہ" ذکر کیا۔ (ت)

اسی طرح امام جلیل علامہ نبیل امام عبداللہ[2] یافعی مکی طیب اللہ ثراہ صاحب خلاصۃ المفاخر فی اختصار مناقب الشیخ عبدالقادر نے روایت کی، یونہی فاضل کامل مولانا علی قاری ہروی نزیل مکہ معظمہ صاحب شروح فقہ اکبر و مشکوٰۃ اکرم اللہ نزلہ نے نزہۃ الخاطر میں ذکر فرمایا زبدۃ مبارکہ میں اپنے شیخ و استاذ احسن اللہ مثواہ کا اس نماز کی اجازت دینا اور اپنا اجازت لینا بیان کیا اور حضرت شیخ محقق تغمدہ اللہ برحمتہ سے اس نماز مبارک میں خاص ایک رسالہ نفیس علٰحدہ عجالہ ہے اُس سے ثابت کہ حضرت وَرِع سراپا سعادت حاملِ شریعت کاملِ طریقت سیّدی عبدالوہاب متقی مکی برد اللہ مضجعہ نے کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار کو معتمد و معتبر اور اس مبارک روایت کو مسلّم و مقرر فرمایا اور مولٰنا شیخ وجیہ الدین علوی احمد آبادی علیہ رحمۃ الرؤف الہادی کہ سال[3] وفات امام اجل علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ میں متولد ہوئے، حضرت شیخ غوث گوالیاری علیہ رحمۃ الملک الباری کے مرید سعید اور حضرت شیخ محقق کے استاذ مجید اور شاہ ولی اللہ دہلوی کے شیخ سلسلہ اور صاحب مقاماتِ رفیعہ و تصانیف کثیرہ بدیعہ ہیں، بیضاوی و ہدایہ و تلویح و شرح وقایہ و مطول و مختصر

---

[2] نقلہا برمتہا مولٰنا سراج الحق محمد عمر القادری حفظہ اللہ تعالیٰ ابن الفاضل الجلیل مولانا فرید الدین الدہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فی کتابہ ریاض الانوار من شاء فلیرجع الیہا ۱۲ منہ

[3] یعنی سنہ ۹۱۱ھ ووفاتہ لسلخ صفر سنہ ۹۹۸ھ ۱۲ منہ

یہ تمام مولانا سراج الحق محمد عمر قادری ابن فاضل جلیل مولانا فریدالدین دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب "ریاض الانوار" میں نقل کیا ہے جو چاہے اسے دیکھے ۱۲ (ت)

یعنی سنہ ۹۱۱ھ اور ان کی وفات ماہِ صفر کے آخر سنہ ۹۹۸ھ۔ (ت)

---

[1] بہجۃ الاسرار   فضل اصحابہ وبشراہم   مطبوعہ مصطفی البابی مصر   ص ۱۰۲

marfat.com

Marfat.com

شروح حصن حصین وغیرہا پر حواشی مفیدہ رکھتے ہیں اور کبرائے منکرین نے بھی اپنے رسائل میں اُن سے استناد کیا روایت شدہ سند سے اس نمازِ مبارک کی اجازت دیتے اور اس پر بتاکید اکید تحریص وترغیب فرماتے، یونہی شیخ نے اخبار الاخیار شریف اور مولٰنا ابو المعالی محمد مسلمی عالمہ اللہ تعالٰی بلطفہ نے جنھیں رسالۂ مذکورہ شیخ محقق میں علمائے سلسلۂ علیہ سے شمار کیا تحفۂ شریفہ اور حضرت سیدنا و مولٰنا اسد الواصلین جبل العلم والیقین حضرت سید شاہ حمزہ عینی قادری فاطمی حسینی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کاشفُ الاستار شریف میں اسے نقل وارشاد فرمایا اور امام یافعی بل اللہ تربتہ (اللہ تعالٰی ان کی قبر کو ٹھنڈا رکھے۔ت) تصریح فرماتے ہیں کہ حضور پُر نور غوث اعظم صلی اللہ تعالٰی علٰی جدہ الاکرم وعلیہ وسلم کے اصحاب کرام عطر اللہ ضرائحھم العادسۃ (اللہ تعالٰی ان کی قبروں کو معطر فرمائے۔ت) اس نماز کو عمل میں لاتے اور زبدۃ الآثار میں اولیائے طریقۂ علیہ عالیہ روحت ارواحھم (ان کی روحیں معطر ہوں۔ت) کے آداب میں فرمایا: وملازمتہ صلٰوۃ الاسرار التی بعد ھا التخطی احدی عشرۃ خطوۃ [1] یعنی اس خاندانِ پاک کے آداب سے ہے صلٰوۃ الاسرار کی مداومت کرنی جس کے بعد گیارہ قدم چلنا ہے۔

بایں ہمہ اس کا اعمالِ مشائخ کرام سے ہونا نہ ماننا آفتابِ روشن کا انکار کرنا ہے اور خود کون سی راہ ہے کہ ان ائمہ و اکابر کو خواہی نخواہی جھٹلایئے اور عیاذًا باللہ بدعتی وناحق کوش ٹھہرایئے، پھر یہ مقبولانِ خدا صرف اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ اُسے خاص حضور پُر نور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد بتاتے ہیں اور حضور کے ارشاد واجب الانقیاد پر رُدّ وایراد اگر انجانی سے نہ ہو تو معاذ اللہ وہ آتشِ سوزاں وبلائے بے درماں وقہر بے اماں ہے جس کا مزہ اس دار الغرور والالتباس میں نہ کھلا تو کل کیا دُور ہے "ان موعدھم الصبح الیس الصبح بقریب [2]" (بیشک ان کا وعدہ صبح کا وقت ہے کیا صبح قریب نہیں۔ت) حضور خود ارشاد فرماتے ہیں:

تکذیبک لی سم قاتل لادیانکم وسبب لذھاب دنیاکم واخراکم۔ میرے ارشاد کو خلاف بتانا تمھارے دین کے لئے زہر قاتل اور تمھاری دنیا وعقبٰی دونوں کی بربادی ہے۔

والعیاذ باللہ تعالٰی۔

اور ان اکابرِ ملت وعلمائے اُمت کو نقل وروایت میں بھی غیر موثوق جاننا اسی دار الفتن ہندوستان میں آسان ہے جہاں نہ کسی مُنہ کو لگام نہ کسی زبان کی روک تھام۔ یہ امام ابو الحسن نور الدین علی شطنوفی قدس سرہٗ

---

[1] بحوالہ زبدۃ الاسرار خاتمۃ الکتاب مطبوعہ مطبع بکسلنگ کمپنی دہلی ص ۱۲۶

[2] القرآن ۱۱/۸۱

marfat.com

Marfat.com

کہ بہجۃ الاسرار شریف کے مصنف اور بطرز حدیث بسند متصل اس روایت جلیلہ کے پہلے مخرج ہیں اجلہ علما و ائمہ قرأت و اکابر اولیاء و سادات طریقت سے ہیں امام اجل شمس الدین ابن الجزری رحمہ اللہ تعالیٰ کہ اجلہ محدثین و علمائے قراءت سے ہیں جن کی حصن حصین مشہور و معروف دیار و امصار ہے اُس جناب کے سلسلۂ تلامذہ میں ہیں اُنھوں نے یہ کتاب بہجۃ الاسرار شریف اپنے شیخ سے پڑھی اور اس کی سند و اجازت حاصل کی اپنے رسالہ طبقات[1] القراء میں فرماتے ہیں:

انی قرأت ھذا الکتاب اعنی بھجۃ الاسرار بمصر وکان فی خزانۃ سلطان المصر، علی الشیخ عبد القادر وکان من اجلۃ مشایخ مصر فاجازنی روایتہ الخ

یعنی میں نے یہ کتاب بہجۃ الاسرار مصر میں خزانۂ شاہی سے حاصل کرکے شیخ عبد القادر سے کہ اکابر مشائخ مصر سے تھے پڑھی اور انھوں نے مجھے اس کی روایت کی اجازت دی الخ۔

امام شمس الدین ذہبی مصنف میزان الاعتدال کہ علم حدیث و نقد رجال میں اُن کی جلالت شان عالم آشکار، اُس جناب کے معاصر تھے اور باآنکہ حضرات صوفیہ کرام کے ساتھ اُن کی روش معلوم ہے سامحنا اللہ تعالیٰ وایاہ (ہم پر اور ان پر اللہ تعالیٰ نرمی فرمائے۔ ت) امام ابوالحسن ممدوح کی ملاقات کو اُن کی مجلس تدریس میں گئے اور اپنی کتاب طبقات المقرئین میں اُن کی مدح و ستائش سے رطب اللسان ہوئے فرماتے ہیں:

علی بن جریر اللخمی الشطنوفی الامام[ع] الاوحد نور الدین شیخ القراء بالدیار المصریۃ ابوالحسن اصلہ من الشام ولد بالقاھرۃ سنۃ اربع واربعین وستمائۃ وتصدر للاقراء بجامع الازھر وغیرہ تکاثر علیہ الطلبۃ وحضرت مجلس اقرائہ فاعجبنی سمتہ وسکوتہ وکان ذا عزام

یعنی علی بن جریر لخمی شطنوفی امام یکتا ہیں نور الدین لقب ابوالحسن کنیت بلاد مصر میں علمائے قرات کے استاد ہیں اصل اُن کی شام سے ہے ۶۴۴ھ میں قاہرۂ مصر میں پیدا ہوئے اور جامع ازہر وغیرہ میں مسند اقرا پر صدر نشینی کی بکثرت طلبہ ان کے پاس جمع ہوئے میں اُن کی مجلس درس میں حاضر ہوا ان کی نیک روش و کم سخنی مجھے پسند آئی حضور شیخ عبد القادر جیلانی رضی

ع بعینہٖ اسی طرح امام اجل جلال الملۃ والدین سیوطی نے حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر والقاہرۃ میں اُس جناب کو الامام الاوحد لکھا یعنی بے مثل امام ۱۲ منہ غفرلہ (م)

---

[1] رسالہ طبقات القراء

marfat.com

Marfat.com

بالشیخ عبد القادر الجیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و جمع اخبارہ ومناقبہ فی نحو ثلث مجلدات اھ ملخصا

تعالیٰ عنہ کے شیدائی تھے انھوں نے حضور کے فضائل تین مجلد کے قریب میں جمع کئے ہیں۔

پُر ظاہر کہ امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مثل سے یہ کلمات جلیلہ اُس جناب کی کمال وثاقت وعدالت ووفورِ علم وجلالت پر شاہد عدل و دلیل فصل ہیں اور خود امام اوحد یعنی بے مثل امام یکتا، کا لفظ اجل واعظم تمام فضائل ومناقب جلیلہ کا یکتا جامع اکمل واتم ہے وہ جناب سند عالی رکھتے اور زمانۂ اقدس حضور پُر نور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہایت قریب ہیں انھیں حضور اقدس تک صرف دو[1] واسطے ہیں قاضی القضاۃ امام اجل حضرت سیدنا ابو صالح نصر قدس سرہٗ کے اصحاب سے ہیں اور وہ اپنے والد ماجد حضرت سیدنا ابوبکر تاج الملۃ والدین عبد الرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ اور وہ اپنے والد ماجد حضور پُر نور سید السادات غوث الافراد قطب الارشاد غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ و مرید وصاحب ومستفید ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ زبدۃ الآثار شریف میں فرماتے ہیں یہ کتاب بہجۃ الاسرار کتاب عظیم وشریف ومشہور ہے اور اس کے مصنف علمائے قرأت سے عالم معروف ومشہور اور ان کے احوال شریفہ کتابوں میں مذکور ومسطور، پھر ذہبی وابن الجزری کے وہ اقوال نقل فرمائے اور رسالہ مذکورہ شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں اسی نماز مبارک کے بارے میں مرقوم،

اقوی دلائل واوضح مسائل دریں باب کتاب عزیز بہجۃ الاسرار معدن الانوار کہ معتبر ومقرر ومشہور ومذکور ست ومصنف ایں کتاب از مشاہیر مشائخ وعلماست میانِ وے وحضرت شیخ یعنی حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو واسطہ است ومقدم است برامام عبد اللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ کہ ایشان نیز از منتسبان سلسلۂ شریفہ ومحبان جناب غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ[2] ملتقطا)

اس باب میں اقوی دلیل "بہجۃ الاسرار" معدن الانوار ہے جو کہ معتبر اور مشہور ہے، اس کتاب کے مصنف اور حضرت شیخ یعنی غوث اعظم کے درمیان صرف دو واسطے ہیں اور یہ امام یافعی سے مقدم ہیں جبکہ امام یافعی خود سلسلہ قادریہ سے متعلق ہیں اور حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عقیدت رکھتے ہیں (ت)

ہیں۔ امام یافعی وعلامہ علی قاری وحضرت شیخ محقق دہلوی وغیرہم اکابر کی امامت وجلالت ووثاقت عدالت سے کون آگاہ نہیں۔

---

[1] طبقات المقرئین

[2] رسالہ متعلق بصلوٰۃ الاسرار لعبد الحق المحدث الدہلوی

marfat.com

Marfat.com

۵ وکیف یصح فی الاعیان شئ اذا احتاج النہار الی دلیل

(جب روزِ روشن دلیل کا محتاج ہو جائے تو پھر کسی چیز کا وجود کیسے ثابت ہو سکتا ہے)

بالجملہ ایسے اکابر کی روایاتِ معتمدہ کو بے وجہ وجیہ رُد کر دینا یا سخت جہالت ہے یا خبث وضلالت والعیاذ باللہ سبحنہ وتعالیٰ اور بے دلیل دعوی الحاق محض مردود، ورنہ تصانیف ائمہ سے امان اُٹھ جائے اور نظامِ شریعت درہم وبرہم نظر آئے جو سند پیش کیجئے مخالف کہہ دے یہ الحاقی ہے، چلئے تمسک واستناد کا دروازہ ہی بند ہو گیا "ہیہات" کیا بزورِ زبان کچھ کہہ دینا قابلِ قبول ہو سکتا ہے، حاشا وکلّا اُدعائے بے دلیل مطرود دوذلیل، ہاں ہم کو مسلّم کہ بعض کتابوں میں بعض الحاق بھی ہوئے مگر اس سے ہر کتاب کی ہر عبارت تو مطروح یا مشکوک نہیں ہو سکتی کسی خاص عبارت کی نسبت یہ دعوی زنہار مسموع نہیں جب تک بوجہ وجیہ اُس میں الحاق ثابت نہ کر دیں جس کے لئے امثالِ عــہ مقام میں صرف دو طریقے متصور، ایک تو یہ کہ اُس کتاب کے صحیح معتمد عمدہ قدیم نسخے اس عبارت سے خالی ملیں یا خاص مصنف کا اصل مسودہ پیش کیا جائے جس میں اس عبارت کا نشان نہ ہو، حضرت

عــہ اشارة الی انه قد یعلم ذلك بالرجوع الی المتکلم وانکارہ عند من لا یتهمه، ویعرف تارة باعتراف المفتری کما وقع لبعض الوضاعین، ویقبل اخری اذا نص علی ذلك من یرجع الیه لعظمه وفضله، ولا ینکر علیه لثقته وعدله وکذلك یحکم به اذا لم یأت ذلك الا من طریق من عرف بالکذب کقول المحدثین ان هذا موضوع ای فی سندہ وضاع او کذاب وهذا انما یعطی عدم الجزم لا الجزم بالعدم الا اذا ضم الیه دلیل اٰخر فالکذوب قد یصدق واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ

یہ اس طرف اشارہ ہے کہ الحاق کبھی خود متکلم کی طرف رجوع کرنے پر اور اس کا ایسے شخص کے سامنے الحاقی عبارت سے انکار کرنا جس کو کذب سے متہم نہیں کیا جا سکتا اور کبھی خود افترا کرنے والے کے اعتراف سے معلوم ہوتا ہے جیسا کہ بعض ایسے لوگوں سے اعتراف واقع ہوا ہے اور کبھی ایسی معظم اور افضل شخصیت جس کے تقوی اور عدل کی بنا پر اس کی بات کا انکار نہیں کیا جا سکتا کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے اور کبھی الحاق کا حکم تب کیا جاتا ہے جب کہ اس بات کو صرف جھوٹ بولنے میں مشہور شخص ہی بیان کرے جیسا کہ محدثین کہہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے کیونکہ اس کی سند میں من گھڑت اور کذاب راوی ہے، یہ آخری وجہ صرف عدمِ جزم کا فائدہ دیتی ہے اور جزم بالعدم کا نہیں کیونکہ جھوٹا بھی کبھی سچ بول دیتا ہے ہاں اگر کوئی اور دلیل بتائے کہ یہ جھوٹ ہے تو پھر جزم بالعدم کا فائدہ ہو سکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ (ت)

marfat.com

Marfat.com

جناب شیخ اکبر و امام شعرانی قدس سرہما کی تصانیف میں الحاق یونہی ثابت ہوا، امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لواقح الانوار میں فرماتے ہیں :

قدم علینا الاخ العالم الشریف شمس الدین السید محمد ابن السید ابی الطیب المدنی المتوفی سنہ ۹۵۵ سنۃ خمس وخمسین و تسعمائۃ فذاکرتہ فی ذلک فاخرج الی نسخۃ من الفتوحات التی قابلھا علی النسخۃ التی علیھا خط شیخ محی الدین نفسہ بقونیۃ فلم ار فیھا شیئا مما توقفت فیہ وحذفتہ فعلمت ان النسخ التی فی مصر ان کلھا کتبت من النسخۃ التی دسوا علی الشیخ فیھا ما یخالف عقائد اھل السنۃ والجماعۃ کما وقع لہ ذلک فی کتاب الفصوص وغیرہ[1] الخ

یعنی ہمارے دوست عالم شریف سید شمس الدین محمد بن سید ابو الطیب مدنی جن کی وفات ۹۵۵ھ میں ہوئی ہمارے یہاں آئے میں نے فتوحات شیخ اکبر قدس سرہٗ کا تذکرہ کیا اُنھوں نے ایک نسخہ فتوحات نکالا جسے اُنھوں نے اس نسخے سے مقابلہ کیا تھا جو شہر قونیہ میں کہ شیخ اکبر قدس سرہٗ کا وطن ہے خاص شیخ قدس سرہٗ کے دستخط شریف سے مزین ہے اس نسخے میں مَیں نے کہیں ان عبارتوں کا نشان نہ پایا جن میں مجھے تردد تھا اور میں نے فتوحات کے انتخاب میں قلم انداز کر دی تھیں تو مجھے یقین ہوا کہ اب جس قدر نسخے مصر میں ہیں سب اسی نسخے سے نقل ہوئے ہیں جس میں لوگوں نے عقائدِ اہلسنت و جماعت کے خلاف عبارتیں شیخ پر افترا کر کے ملا دی ہیں جیسا کہ ان کی فصوص وغیرہ کے ساتھ بھی یہی واقع ہوا الخ

اس کے بعد امام شعرانی نے دو تحریریں نقل فرمائیں جو عالم ممدوح سید شریف مدنی مرحوم نے نسخۂ مذکورۂ قونیہ پر خود حضرت شیخ و دیگر علماء رحمہم اللہ تعالیٰ کے دستخطوں سے لکھی دیکھیں اور بیان کیا کہ یہ نسخہ خود حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ تعالیٰ کا وقف فرمایا ہوا ہے شیخ نے اپنی علامت وقف یوں تحریر فرمائی ہے :

وقف محمد بن علی بن عربی الطائی ھذا الکتاب علی جمیع المسلمین[2]

یہ کتاب محمد بن علی بن عربی طائی نے تمام مسلمانوں پر وقف کی۔

اور اس کے آخر میں قلمِ شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ سے یہ تحریر ہے :

قد تم ھذا الکتاب علی ید منشئہ وھو

یہ کتاب بقلم مصنف تمام ہوئی اور یہ میرے

---

[1] کشف الظنون بحوالہ لواقح الانوار القدسیہ من الفتوحات المکیہ مطبوعہ مکتبۃ المثنی بغداد ۲/۱۲۳۸

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۲/۱۲۳۹

marfat.com

Marfat.com

النسخة الثانية منه بخط يدی وكان الفراغ منه بكرة يوم الاربعاء الرابع و العشرين من شهر ربيع الاول سنة ست و ثلثين وستمائة وكتبه منشؤه[1]

خط سے دوسرا نسخہ ہے اس کی تحریر سے روز چہار شنبہ وقت صبح بتاریخ بست و چہارم ماہ مبارک ربیع الاول ۶۳۶ھ فراغ لکھا ہوا ہے اس کے مصنف نے، رحمہ اللہ تعالیٰ۔

اور سید موصوف نے یہ بھی بیان فرمایا کہ سینتیسؔ مجلد میں ہے اور اس میں اس نسخے سے جس میں ملحدوں نے عقائد شنیعہ الحاق کئے عبارت زیادہ ہے اور اس کی پشت پر نام کتاب بخط مصنف علیہ الرحمہ لکھا ہے اس کے نیچے شیخ صدر الدین قونوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خط سے یہ عبارت تحریر ہے ؛

انشاء مولانا شیخ الاسلام وصفوة الانام محی الدین بن عربی[2]

یہ کتاب ہمارے آقا سردار مسلمانان برگزیدہ جہان محی الدین بن عربی کی تصنیف ہے۔

اور اس کے نیچے لکھا ہے : ملك هذه المجلدة لمحمد بن اسحٰق القونوی یہ مجلد محمد بن اسحٰق قونوی کی ملک میں آیا۔ اس کے نیچے شیخ صدر الدین ممدوح کے خط سے محمد بن ابی بکر تبریزی کی روایت کہ اُن سے بطریق سماع حاصل ہوئی مکتوب ہے اور محمد بن اسحٰق قونوی کی شرح دستخط یہ ہے ؛

انتقل الی خادمه وربیب لطفه محمد بن اسحٰق سنة سبعین وثلثین وستمائة ۶۳۷ھ

یہ کتاب مصنف کے خادم ولطف پروردہ محمد بن اسحٰق قونوی کی طرف ۶۳۷ میں منتقل ہوئی۔

انتہیٰ ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ کون سا نسخہ معتمد ہوگا خود قلم خاص حضرت مصنف قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کی تحریر اور اس کے اول و آخر میں خود مصنف و دیگر علماء و عمائد کے دستخط کثیر، جب یہ نسخہ اُن عبارات شنیعہ سے خالی بلا تو الحاق و افترا میں کیا شک رہا والحمد للہ رب العلمین ولہٰذا مفتی سلطنت عثمانیہ عمدۂ علمائے روم علامہ ابو السعود علیہ رحمۃ الملک الودود نے اپنے فتوے میں تصریح فرمائی کہ یتقنا ان بعض الیہود افتراھا علی الشیخ قدس اللہ سرہ ہمیں یقین ہے کہ بعض یہودیوں نے یہ کلمات شیخ قدس سرہٗ پر افترا کئے ہیں۔ کما نقلہ فی الدر المختار عن معروضاتہ۔

اب کلام امام شعرانی کا حال سنئے، خود امام موصوف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میزان میں فرماتے ہیں ؛

وقع لی ذلك من بعض الاعداء فانهم دسوا فی کتابی المسمی بالبحر المورود فی المواثیق

یعنی مجھے یہ واقعہ بعض اعدا کے ساتھ پیش آ چکا ہے اُنھوں نے میری کتاب البحر المورود فی المواثیق والعہود

---

[1] تا [2] کشف الظنون بحوالہ لواقع الانوار القدسیہ من الفتوحات المکیۃ مطبوعہ مکتبۃ المثنی بغداد ۲/۱۲۳۹

marfat.com

Marfat.com

والفوا امورا تخالف ظاهر الشریعۃ و داروا بھا فی الجامع الازھر وغیرہ و حصل بذلک فتنۃ عظیمۃ وما خمدت الفتنۃ حتی ارسلت لھم نسختی التی علیھا خطوط العلماء ففتشھا العلماء فلم یجدوا فیھا شیئا مما یخالف ظاھر الشریعۃ مما دسہ الاعداء فاللہ تعالٰی یغفر لھم ویسامحھم[1] اھ۔

میں خلافِ شرع باتیں الحاق کردیں اور اسے جامع ازہر وغیرہ میں لئے پھرے اور اس کے سبب بڑا فتنہ اٹھا اور فرو نہ ہُوا یہاں تک کہ میں نے ان کے پاس اپنا نسخہ جس پر علما کے دستخط تھے بھیج دیا اہلِ علم نے تلاش کی تو اُس میں وُہ امور مخالفہ شریعت جو دشمنوں نے ملا دئے تھے اصلاً نہ پائے اللہ تعالٰی ان کی مغفرت کرے اور درگزر فرمائے۔

خیر ایک طریقہ تو ثبوت الحاق کا یہ ہے دوسرے یہ مصنّف کا امام معتمد و عالم متدین مستند ہونا معلوم ہے اور یہ کلام کہ بے تواتر حقیقی اُس کی طرف نسبت کیا گیا صریح معصیت یا بد مذہبی وضلالت جس میں اصلاً تاویل و توجیہ کی گنجائش ہی نہیں تو اس وجہ سے کہ علماء تو علما عام اہلِ اسلام کی طرف بے تحقق تواتر و ثبوت قطعی کسی کبیرہ کی نسبت مقبول نہیں کما نص علیہ الامام الاجل حجۃ الاسلام محمد الغزالی قدس سرہ العالی فی الاحیاء (جیسا کہ امام غزالی قدس سرہٗ نے "احیاء العلوم" میں اس کی تصریح کی ہے۔ ت) رَد کردیں گے اور تحسیناً للظن الحاق کہیں گے اور اسی سے ملحق ہے بات کا ایسا سخیف و رذیل ہونا کہ کسی طرح عقلِ سلیم اس امام عظیم سے اس کا صدور منظور نہ کرے جیسے باب ذوی الارحام میں قبیل فصل صنف اول سراجیہ میں یہ مہمل عبارت لان عندھما کل واحد منھم اولی من فرعہ وفرعہ وان سفل اولی من اصلہ[2] (کیونکہ ان دونوں کے نزدیک ان میں سے ہر ایک اپنی فرع سے اولٰی ہے اور اس کی فرع اگرچہ نچلی ہو اصل سے اولٰی ہے۔ ت) جس کے لئے اصلاً کوئی محصل نہیں ولہذا علامہ سید شریف نے شرح میں نقل فرمایا:

لم یتحصل منھا معنی فھی من ملحقات بعض الطلبۃ القاصرین[3] الخ

اس کا کوئی معنی نہیں بنتا لہذا یہ بعض نالائق طلبا کی الحاق کردہ عبارت ہے الخ (ت)

اور اسی قبیل سے ہے وُہ عبارت جس میں کسی طائفہ زائغہ کے لئے کوئی غرض فاسد ہو اور امام مصنف اس

---

[1] المیزان الکبرٰی مقدمۃ الکتاب مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۹
[2] السراجی فی المیراث باب ذوی الارحام " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۹
[3] حاشیۃ ضیاء السراج مع السراجی بحوالہ شرح سید شریف مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی "

marfat.com

Marfat.com

سے بَری اور جابجا خود اُس کا کلام اُس غرض مردود کے خلاف پر شاہد جیسے بعض خدا نا ترسوں کا امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی کی طرف معاذ اللہ کلمات مذمت امام الائمہ مالک الازمہ کاشف الغمہ سراج الامۃ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نسبت کرنا حالانکہ اُن کی کتب متواترہ احیاء وغیرہ مناقب امام کی شاہد عدل ہیں[عــہ] اور مثل آفتاب روشن و بے نقاب کہ ما نحن فیہ میں ان صورتوں سے کوئی شکل نہیں والحمد للہ رب العٰلمین، اگر منکر بہجۃ الاسرار شریف کے نسخ قدیمہ صحیحہ معتمدہ اُس روایت سے خالی دکھا دیتا یا زبانی انکار کے سوا کوئی دلیل معقول قابل قبول ارباب عقول اُس کے یقینی ضلالت و مخالف عقیدۂ اہل سنت ہونے پر قائم کرلیتا تو اُس وقت دعوی الحاق زیب دیتا، نہ کہ علی الرغم اُس کے علمائے مابعد طبقۃ فطبقۃ اُس روایت کو نقل فرمائیں اور مقررہ مسلّم رکھتے آئیں اور بہجۃ کا ایک نسخہ معتمدہ بھی اُس کے خلاف نہ ملے اور محض براہ سینہ زوری الحاق کا ادعائے باطل کردیا جائے فن اصول میں جسے ادنیٰ مداخلت ہے اس پر کالشمس واضح کہ مجرد امکان منافی قطع و یقین بالمعنی الاعم نہیں، جب تک احتمال ناشیئ عن دلیل نہ ہو ورنہ تمام نصوص قرآن وحدیث سے ہاتھ دھو بیٹھے، اور یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ منکر کا تصانیفِ شریفہ جناب شیخ اکبر و امام شعرانی قدس سرہما کی نظیر دینا کس درجہ لغو و بے محل تھا، کہاں وُہ روشن وقائع قطعی ثبوت، کہاں یہ زبانی شو سے حیلۂ مبہوت، کاش منکر نے جہاں تصانیفِ مذکورہ کا نام لیا تھا وہاں امام شعرانی کے اقوالِ مسطورہ بھی نقل کرلاتا، کہ دعوی مدلل و ادعائے

[عــہ] ما ینسب الی الامام الغزالی یردہ ما ذکرہ فی احیائہ المتواتر عنہ حیث ترجم الائمۃ الاربعۃ وقال واما ابو حنیفۃ فلقد کان ایضا عابدا زاھدا عارفا باللہ خائفا منہ مریدا وجہ اللہ تعالٰی بعلمہ[1] الخ اھ درمختار۔

امام اعظم کے بارے میں جو امام غزالی کی طرف منسوب ہے اس کا رَد خود امام غزالی کا ذکر کردہ وہ کلام ہے جو انھوں نے تواتر سے مروی "احیاء العلوم" میں ائمہ اربعہ کے تراجم میں بیان کیا ہے اور انھوں نے وہاں فرمایا کہ بیشک امام ابوحنیفہ بھی عابد، زاہد، عارف باللہ، اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے، اپنے علم کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے طالب تھے الخ اھ درمختار (ت)

یعنی امام حجۃ الاسلام احیاء العلوم میں فرماتے ہیں ابوحنیفہ خدا کی قسم عابد زاہد عارف باللہ تھے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے اور اپنے علم سے وجہ اللہ کا ارادہ رکھنے والے ۱۲

---

[1] احیاء العلوم بیان العلم الذی ھو فرض الکفایۃ مطبوعہ مطبعۃ المشھد الحسینی القاہرہ مصر ۱/ ۲۸

marfat.com

Marfat.com

جعلہا لکم فی کل حیاۃ وللہ الحجۃ السامیۃ ۔

اور اس نماز کو قرآن وحدیث کے خلاف بتانا محض بہتان وافترا، ہرگز ہرگز قرآن وحدیث میں کہیں اس کی ممانعت نہیں، نہ مخالف کوئی آیت یا حدیث اپنے دعوے میں پیش کرسکا، ہرجگہ صرف زبانی ادّعا سے کام لیا مگر یہ وہی جہالتِ قبیحہ وسفاہتِ فضیحہ ہے جس میں فرقہ جدیدہ وطائفہ حادثہ قدیم سے مبتلا یعنی قرآن وحدیث میں جس امر کا ذکر نہیں وہ ممنوع ہے اگرچہ اس کی ممانعت بھی قرآن وحدیث میں نہ ہو، ان ذی ہوشوں کے نزدیک امرونہی میں کوئی واسطہ ہی نہیں اور عدم ذکر ذکرِعدم ہے پھر خدا جانے سکوت کس شئے کا نام ہے! ترمذی و ابن ماجہ وحاکم سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ماحرم اللہ فی کتابہ وما سکت فھو مما عفا عنہ۔[1]

حلال وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حرام بتایا اور جس سے سکوت فرمایا وہ عفو ہے

یعنی اس میں کچھ مواخذہ نہیں، اور اس کی تصدیق قرآن عظیم میں موجود کہ فرماتا ہے جل ذکرہ:

یایھا الذین اٰمنوا لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم وان تسئلوا عنھا حین ینزل القراٰن تبد لکم عفا اللہ عنھا واللہ غفور رحیم۔[2]

اے ایمان والو! وہ باتیں نہ پوچھو کہ تم پر کھول دی جائیں تو تمھیں بُرا لگے اور اگر قرآن اُترتے وقت پوچھو گے تو تم پر ظاہر کردی جائیں گی اللہ نے اُن سے معافی فرمائی ہے اور اللہ تعالٰی بخشنے والا مہربان ہے۔

ف: یہاں سے اعلٰحضرت علیہ الرحمۃ ایک فائدہ نفیسہ کا بیان شروع کر رہے ہیں جو چار احادیث اور ایک آیت قرآنی پر مشتمل ہے جس سے بہت سی فروعات مثل عید میلاد النبی، گیارھویں شریف، تیجا، دسواں، چہلم اور صلوۃ الاسرار وغیرہ کے جواز کا ثبوت ملتا ہے۔ نذیر احمد سعیدی

---

[1] جامع الترمذی ابواب اللباس باب ماجاء فی لبس الفراء مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۲۰۶
سنن ابن ماجہ باب اکل الجبن والسمن مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۴۹
[2] القرآن ۵/۱۰۱

marfat.com

Marfat.com

بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ اُن کا حکم دیتے تو فرض ہو جاتیں اور بہت ایسی کہ منع کرتے تو حرام ہو جاتیں پھر جو انھیں چھوڑتا یا کرتا گناہ میں پڑتا، اُس مالک مہربان نے اپنے احکام میں اُن کا ذکر نہ فرمایا یہ کچھ بھول کر نہیں کہ وہ تو بھول اور ہر عیب سے پاک ہے بلکہ ہمیں پر مہربانی کے لئے کہ یہ مشقت میں نہ پڑیں تو مسلمانوں کو فرماتا ہے تم بھی اُن کی چھیڑ نہ کرو کہ پوچھو گے حکم مناسب دیا جائے گا اور تمہیں کو دقت ہوگی۔ اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ جن باتوں کا ذکر قرآن و حدیث میں نہ نکلے وہ ہرگز منع نہیں بلکہ اللہ کی معافی میں ہیں، دارقطنی ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ تعالیٰ فرض فرائض فلا تضیعوھا، وحرم حرمات فلا تنتھکوھا، وحد حدودا فلا تعتدوھا، وسکت عن اشیاء من غیر نسیان فلا تبحثوا عنھا۔[1]

بیشک اللہ تعالیٰ نے کچھ باتیں فرض کیں اُنھیں ہاتھ سے نہ جانے دو اور کچھ حرام فرمائیں اُن کی حُرمت نہ توڑو اور کچھ حدیں باندھیں اُن سے آگے نہ بڑھو اور کچھ چیزوں سے بے بھولے سکوت فرمایا اُن میں کاوش نہ کرو۔

احمد و بخاری و مسلم و نسائی و ابن ماجہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ذرونی ما ترکتکم فانما ھلک من کان قبلکم بکثرۃ سؤالھم واختلافھم علی انبیائھم فاذا نھیتکم عن شیئ فاجتنبوہ واذا امرتکم بامر فأتوا منہ ما استطعتم۔[2]

یعنی جس بات میں مَیں نے تم پر تضییق نہ کی اُس میں مجھ سے تفتیش نہ کرو کہ اگلی اُمتیں اسی بلا سے ہلاک ہُوئیں، میں جس بات کو منع کروں اس سے بچو اور جس کا حکم دوں اسے بقدرِ قدرت بجالاؤ۔

احمد، بخاری، مسلم سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] سنن الدارقطنی — باب الرضاع — مطبوعہ نشر السنۃ ملتان — ۴/۱۸۳

[2] صحیح مسلم — باب فرض الحج مرۃ فی العمر حدیث ۴۱۲ — مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی — ۱/۴۳۲

سنن ابن ماجہ — باب اتباع سنت رسول اللہ — مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۲

مسند احمد بن حنبل — از مسند ابو ہریرہ — ؍؍ دار الفکر بیروت — ۲/۲۴۷

marfat.com

Marfat.com

ان اعظم المسلمین فی المسلمین جرما من سأل عن شئ لم یحرم علی الناس فحرم من اجل مسألتہ[1]

بیشک مسلمانوں کے بارے میں اُن کا بڑا گناہگار وُہ ہے جو ایسی چیز سے سوال کرے کہ حرام نہ تھی اُس کے سوال کے بعد حرام کر دی گئی۔

یہ احادیث باعلی ندا منادی کہ قرآن وحدیث میں جن باتوں کا ذکر نہیں نہ اُن کی اجازت ثابت نہ ممانعت وارد، اصل جواز پر ہیں ورنہ اگر جس چیز کا کتاب وسنت میں ذکر نہ ہو مطلقاً ممنوع و نادرست ٹھہرے تو اس سوال کرنے والے کی کیا خطا اُس کے بغیر پوچھے بھی وُہ چیز ناجائز ہی رہتی۔ بالجملہ یہ قاعدہ نفیسہ ہمیشہ یاد رکھنے کا ہے کہ قرآن وحدیث سے جس چیز کی بھلائی یا برائی ثابت ہو وہ بھلی یا بری ہے اور جس کی نسبت کچھ ثبوت نہ ہو وُہ معاف وجائز ومباح و روا اور اس کو حرام وگناہ و نادرست وممنوع کہنا شریعتِ مطہرہ پر افترا۔

قال ربنا تبارك وتعالٰی لاتقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللّٰه الکذب ان الذین یفترون علی اللّٰه الکذب لا یفلحون[2]○

ہمارے رب تعالٰی نے فرمایا، اپنی زبانوں کا من گھڑت جھوٹ مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے اللہ تعالٰی پر جھوٹ افترا کرتے ہو بیشک جو لوگ اللہ تعالٰی پر افترا کریں وُہ فلاح نہیں پائیں گے۔ (ت)

اسی طرح اس نماز کو طریقۂ خلفائے راشدین وصحابۂ کرام کے خلاف کہنا بھی اُسی سفاہتِ قدیمہ پر مبنی کہ جو فعل اُن سے منقول نہ ہو عموماً ان کے نزدیک ممنوع تھا حالانکہ عدمِ ثبوت فعل و ثبوت عدم جواز میں زمین و آسمان کا فرق ہے، امام علامہ احمد بن محمد قسطلانی شارح صحیح بخاری مواہب لدنیہ و منح محمدیہ میں فرماتے ہیں:

الفعل یدل علی الجواز وعدم الفعل لا یدل علی المنع[3]

کرنا تو جواز کی دلیل ہے اور نہ کرنا ممانعت کی دلیل نہیں۔

رافضیوں نے اس طائفہ جدیدہ کی طرح ایک استدلال کیا تھا اُس کے جواب میں شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں:

نکردن چیزے دیگرست و منع فرمودن چیزے دیگراست[4] ملخصاً۔

نہ کرنا اور چیز ہے اور منع کرنا اور چیز ہے ملخصاً (ت)

---

[1] صحیح بخاری باب مایکرہ من کثرۃ السؤال مطبوعہ اصح المطابع کراچی ۲/ ۱۰۸۲

[2] القرآن ۱۶/ ۱۱۶

[3] مواہب اللدنیہ

[4] تحفہ اثنا عشریہ باب دہم مطاعن ابوبکر رضی اللہ عنہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۶۹

marfat.com

Marfat.com

امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں بعد بیان اس امر کے کہ اذانِ مغرب کے بعد فرضوں سے پہلے دو رکعت نفل پڑھنا نہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہے نہ صحابہ سے۔ فرماتے ہیں:

ثم الثابت بعد ھذا نفی المندوبیۃ اما ثبوت الکراھۃ فلا الا ان یدل دلیل اٰخر۔[1]

یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابہ کرام کے نہ کرنے سے اس قدر ثابت ہوا کہ مندوب نہیں۔ رہی کراہت وہ اس سے ثابت نہ ہوئی جب تک اور کوئی دلیل اس پر قائم نہ ہو۔

اور اسے اخلاص وتوکل کے خلاف ماننا عجب جہالت بے مزہ ہے اس میں محبوبانِ خدا کی طرف توجہ بغرضِ توسل ہے اور ان سے توسل قطعاً محمود، اور ہرگز اخلاص وتوکل کے منافی نہیں، اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون۔[2]

اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں کوشش کرو کہ تم مراد کو پہنچو۔

اور انبیاء و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت فرماتا ہے:

اولٰئک الذین یدعون یبتغون الٰی ربھم الوسیلۃ۔[3]

وُہ ہیں کہ دعا کرتے اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں۔

اور آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام و دیگر انبیاء وصلحاء وعلماء وعرفاء علیہم التحیۃ والثناء کا قدیماً وحدیثاً حضور اقدس غایۃ الغایات نہایۃ النہایات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیمات سے حضور کے ظہورِ پرنور سے پہلے اور بعد بھی حضور کے زمان برکت نشان میں اور بعد بھی عہد مبارک صحابہ وتابعین سے آج تک اور آج سے قیام قیامت و عرصات محشر ودخولِ جنت تک "استشفاع وتوسل" احادیث وآثار میں جس قدر دفور وکثرت وظہور وشہرت کے ساتھ وارد محتاجِ بیان نہیں، جسے اس کی گونہ تفصیل دیکھنی منظور ہو مواہب لدنیہ امام قسطلانی وخصائص کبرٰی امام جلال الدین سیوطی وشرح مواہب علامہ زرقانی ومطالع المسرات علامہ فاسی ولمعات واشعۃ اللمعات شروح مشکوٰۃ وجذب القلوب الی دیار المحبوب ومدارج النبوۃ تصانیف شیخ محقق مولٰنا عبدالحق محدث دہلوی وغیرہا کتب و کلام علمائے کرام وفضلائے عظام علیہم رحمۃ العزیز العلام کی طرف رجوع لائے کہ وہاں حجابِ غفلت منکشف

---

[1] فتح القدیر باب النوافل مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۸۹

[2] القرآن ۵/۳۵ [3] القرآن ۱۷/۵۷

ف: یہاں سے اعلیحضرت علیہ الرحمۃ شفاعت، وسیلہ، استمداد، التجا اور ہنگامِ توسل ندائے محبوبانِ خدا کے جواز پر کلام شروع کررہے ہیں جو کہ آیاتِ قرآنی، احادیث اور کتبِ سیرۃ سے ماخوذ ہے، غور کرو۔ نذیر احمد

marfat.com

Marfat.com

ہو تا ہے اور صیغہ خطاب متعرف و باللہ سبحٰنہ و تعالیٰ التوفیق۔

اسی طرح صحیح بخاری شریف میں امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طلب باراں میں توسل کرنا مروی و مشہور، حصن حصین میں ہے:

وان یتوسل الی اللہ تعالیٰ بانبیائہ خ مس والصالحین من عبادہ[1] خ۔ یعنی آدابِ دعا سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے انبیاء سے توسل کرے۔ اسے بخاری و بزاز و حاکم نے امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور اللہ کے نیک بندوں کا وسیلہ پکڑے، اسے بخاری نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

اور سب سے زیادہ وہ حدیث صحیح و مشہور ہے جسے نسائی و ترمذی و ابن ماجہ و حاکم و بیہقی و طبرانی و ابن خزیمہ نے عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور طبرانی و بیہقی نے صحیح اور ترمذی نے حسن غریب صحیح اور حاکم نے بر شرطِ بخاری و مسلم صحیح کہا اور حافظ امام عبد العظیم منذری وغیرہ ائمہ نقد و تنقیح نے اس کی تصحیح کو مسلّم و مقرر رکھا جس میں حضور اقدس ملجاء بیکساں ملاذ دو جہاں افضل صلوات اللہ تعالیٰ و تسلیماتہ علیہ وعلیٰ ذریاتہ نے نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز کہے:

اللھم انی اسئلک و اتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یا محمد انی اتوجہ بک الیٰ ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی لی اللھم فشفعہ فیّ[2]

الٰہی! میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کہ مہربانی کے نبی ہیں یا رسول اللہ! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روا ہو، الٰہی! ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

اور لطف یہ ہے کہ بعض روایات حصن حصین میں لتقضی لی بصیغہ معروف واقع ہوا یعنی یا رسول اللہ! میں آپ کے توسل سے خدا کی طرف توجہ کرتا ہوں کہ آپ میری حاجت روائی کر دیں۔

مولٰنا فاضل علی قاری علیہ الرحمۃ الباری حرزِ ثمین شرح حصن حصین میں فرماتے ہیں:

وفی نسخۃ بصیغۃ فاعل ای لتقضی الحاجۃ — اور ایک نسخہ میں معروف کا صیغہ ہے یعنی تو میری حاجت روائی

---

[1] حصن حصین — آدابِ دعا — افضل المطابع انڈیا — ص ۱۸

[2] جامع الترمذی — ابواب الدعوات — امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی — ۲/ ۱۹۷

marfat.com

Marfat.com

لی والمعنی تکون سببا لحصول حاجتی ووصول مرادی فالاسناد مجازی اھ[1] — فرمایا اور معنیٰ یہ ہے کہ آپ میری حاجت روائی کا سبب بنیں۔ پس یہ اسناد مجازی ہے اھ (ت)

اور یہ حدیث نفیس نجیح منذیل بطراز گرانبہائے تصحیح[2] امام ابو القاسم سلیمٰن لخمی طبرانی کے پاس یوں ہے:

ان رجلاکان یختلف الی عثمٰن بن عفان رضی اللہ تعالٰی عنہ فی حاجۃ لہ، فکان عثمٰن لایلتفت الیہ ولا ینظر فی حاجتہ، فلقی عثمٰن بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ فشکا ذٰلک الیہ، فقال لہ عثمٰن بن حنیف: ائت المیضأۃ فتوضأ ثم ائت المسجد فصل فیہ رکعتین ثم قل اللھم انی اسألک واتوجہ الیک بنبینا محمد

یعنی ایک حاجتمند اپنی حاجت کے لئے امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمت میں آتا امیر المومنین نہ اس کی طرف التفات کرتے نہ اس کی حاجت پر نظر فرماتے، اس نے عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس امر کی شکایت کی انھوں نے فرمایا وضو کرکے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھ پھر یوں دعا مانگ، الٰہی! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نبی رحمت کے وسیلے سے

عـــہ۱ امام منذری ترغیب میں فرماتے ہیں: قال الطبرانی بعد ذکر طرقہ والحدیث صحیح[2] طبرانی نے اس حدیث کی متعدد اسنادیں ذکر کرکے کہا حدیث صحیح ہے ۱۲ منہ (م)

عـــہ۲ ھکذا ھو ھٰھنا یثبت الصلٰوۃ فی نفس الحدیث فی النسخۃ الصحیحۃ للترغیب التی من اللہ تعالٰی بہا علی ھذا المحتاج ولعل عثمٰن بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ اذا روی الحدیث اتی بہ کما ھو واذا علم الرجل زاد الصلٰوۃ کما ھو المطلوب فی امثال المقام، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (م)

یوں ہی وہ یہاں نماز کا ثبوت نفس حدیث میں ہے "ترغیب" کے صحیح نسخہ میں ہے یہ نسخہ اللہ تعالٰی نے اس محتاج کو بطور احسان عطا فرمایا ہے ہوسکتا ہے کہ عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جب روایت کیا تو انھوں نے حدیث کو درست بیان فرمایا اور جب انھوں نے آدمی کو ترغیب دی ہو تو نماز کا لفظ زائد کردیا ہو جیسا کہ ایسے مقام میں مطلوب ہوتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (ت)

---

[1] حرز ثمین شرح حصن حصین مع حصن حصین صلٰوۃ الحاجۃ افضل المطابع انڈیا ص ۱۲۵

[2] الترغیب والترہیب فی الصلٰوۃ الحاجۃ ودعاءہا مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۷۶

marfat.com

Marfat.com

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی الرحمۃ، یا محمد انی اتوجہ بك الی ربی فتقضی لی حاجتی، وتذکر حاجتك ورح الی حتی اروح معك، فانطلق الرجل فصنع ما قال له، ثم اتی باب عثمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فجاء البواب حتی اخذہ بیدہ فادخلہ علی عثمن بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاجلسہ معہ علی الطنفسۃ، فقال حاجتك، فذکر حاجتہ فقضاھا لہ، ثم قال، ما ذکرت حاجتك حتی کانت ھذہ الساعۃ وقال ماکانت لك من حاجۃ فاذکرھا ثم ان الرجل خرج من عندہ فلقی عثمن بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فقال لہ جزاك اللہ خیرا ماکان ینظر فی حاجتی ولا یلتفت الی حتی کلمتہ فی، فقال عثمن بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ واللہ ما کلمتہ، ولکن شھدت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واتاہ رجل ضریر فشکا الیہ ذھاب بصرہ، فقال لہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ائت المیضاۃ فتوضأ ثم صل رکعتین ثم ادع بھذہ الدعوات، فقال عثمن بن حنیف فواللہ ما تفرقنا وطال بنا الحدیث حتی دخل علینا الرجل کانہ لم یکن بہ ضرقط[1]

توجہ کرتا ہوں یارسول اللہ! میں حضور کے توسل سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ میری حاجت روا فرمائے اور اپنی حاجت کا ذکر کرکے شام کو پھر میرے پاس آنا کہ میں بھی تیرے ساتھ چلوں، حاجت مند نے یُوں ہی کیا پھر آستانِ خلافت پر حاضر ہوا دربان آیا اور ہاتھ پکڑ کر امیر المؤمنین کے حضور لے گیا امیر المؤمنین نے اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا مطلب پوچھا عرض کیا فوراً روا فرمایا اور ارشاد کیا اتنے دنوں میں اس وقت تم نے اپنا مطلب بیان کیا پھر فرمایا جو حاجت تمھیں پیش آیا کرے ہمارے پاس چلے آیا کرو۔ یہ شخص وہاں سے نکل کر عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا اور کہا اللہ تمھیں جزائے خیر دے امیر المؤمنین میری حاجت پر نظر اور میری طرف التفات نہ فرماتے تھے یہاں تک کہ آپ نے اُن سے میرے بارے میں عرض کی، عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم میں نے تو تیرے معاملے میں امیر المؤمنین سے کچھ بھی نہ کہا، مگر ہُوا یہ کہ میں نے سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا حضور کی خدمتِ اقدس میں ایک نابینا حاضر ہُوا اور نابینائی کی شکایت کی حضور نے یُوں ہی اسے ارشاد فرمایا کہ وضو کرکے دو رکعت پڑھے پھر یہ دُعا کرے خدا کی قسم ہم اُٹھنے بھی نہ پائے تھے، باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ ہمارے پاس آیا گویا کبھی اندھا ہی نہ تھا۔

---

[1] المعجم الکبیر للطبرانی ما اسند عثمان بن حنیف ۸۳۱۱ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۹/۱۷

marfat.com

Marfat.com

تنبیہ : ایھا المسلمون حضرات منکرین کی غایت دیانت سخت محل افسوس وعبرت' اس حدیث جلیل کی عظمت رفیعہ وجلالت منیعہ اوپر معلوم ہو چکی اور اس میں ہم اہل سنت وجماعت کے لئے جوازِ استمداد والتجاء ہنگام توسل' ندائے محبوبانِ خدا کا بحمد اللہ کیسا روشن وواضح وبین ولائح ثبوت جس سے اہلِ انکار کو کہیں مفر نہیں اب ان کے ایک بڑے عالم مشہور نے باوجود اس قدر دعوی بلند علم وتدین کے اپنے مذہب کی حمایت بیجا میں جس صریح بیباکی وشوخ چشمی کو کام فرمایا ہے انھیں اس سے شرم چاہئے تھی حضرت نے حصن حصین شریف کا ترجمہ لکھا' جب اس حدیث پر آئے اُس کی قاہر شوکت عظیم عزت نے جرأت نہ کرنے دی کہ نفسِ متن میں اُس پر طعن فرمائیں اور ادھر پاسِ مشرب' ناخن بدل جوشِ عصبیت تاب گسل' ناچار حاشیۂ کتاب پر یوں ہجوم ہموم کی تسکین فرمائی کہ،

یک راوی این حدیث عثمن بن خالد بن عمر بن عبد اللہ متروک الحدیث است چنانکہ در تقریب موجود است وحدیث' راوی متروک الحدیث قابلِ حجت نمی شود۔

ایک راوی اس حدیث میں عثمن بن خالد بن عمر بن عبد اللہ ہے جو متروک ہے جیسا کہ "تقریب" میں موجود ہے، اور متروک الحدیث راوی کی حدیث حجت کے قابل نہیں ہوتی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون، انصاف ودیانت کا تو یہ مقتضی تھا کہ جب حق واضح ہوگیا تھا تسلیم فرماتے ارشاد مفترض الانقیاد حضور پُرنور سید الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلی آلہ الامجاد کی طرف رجوع لاتے نہ کہ خواہی نخواہی بزورِ تحریف' ایسی صحیح رجیح حدیث کو جس کی اس قدر ائمہ محدثین نے یک زبان تصحیح فرمائی معاذ اللہ ساقط ومردود قرار دیجئے اور انتقامِ خدا ومطالبہ حضور سید روزِ جزا علیہ افضل الصلوٰۃ والثناء کا کچھ خیال نہ کیجئے اب حضرات منکرین کے تمام ذی علموں سے انصاف طلب کہ اس حدیث کا راوی عثمن بن خالد بن عمر بن عبد اللہ متروک الحدیث ہے جس سے ابن ماجہ کے سوا کتب ستہ میں کہیں روایت نہیں ملتی یا عثمان بن عمر بن فارس عبدی بصری ثقہ جو صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہما تمام صحاح کے رجال سے ہیں، کاش اتنا ہی نظر فرما لیتے کہ جو حدیث کئی صحاح میں مروی اُس کا مدارِ روایت وہ شخص کیونکر ممکن جو ابن ماجہ کے سوا کسی کے رجال سے نہیں، وائے بیباکی مشہور ومتداول صحاح کی حدیث جن کے لاکھوں نسخے ہزاروں بلاد میں موجود اُن کی اسانید میں صاف صاف عن عثمن بن عمر مکتوب' پھر کیا کہا جائے کہ ابن عمر کا ابنِ خالد بنا لینا کس درجہ کی حیا ودیانت ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اور سنئے ابن السنی عبد اللہ بن مسعود اور بزار عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم سے راوی

marfat.com

Marfat.com

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا انفلتت دابۃ احدکم بارض فلاۃ فلیناد یا عباد اللہ احبسوا فان للہ تعالٰی عبادا فی الارض تحبسہ۔[1]

جب تم میں کسی کا جانور جنگل میں چھوٹ جائے تو چاہیے یوں ندا کرے "اے خدا کے بندو! روک لو" کہ اللہ تعالٰی کے کچھ بندے زمین میں ہیں جو اُسے روک لیں گے۔

بزار کی روایت میں ہے یوں کہے: اعینوا یا عباد اللہ مدد کرو اے خدا کے بندو! ۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما ان لفظوں کے بعد رحمکم اللہ[2] (اللہ تم پر رحم کرے۔ ت) اور زیادہ فرماتے رواہ ابن شیبۃ فی مصنفہ (اسے ابن شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا۔ ت) امام نووی رحمہ اللہ تعالٰی اذکار میں فرماتے ہیں: ہمارے بعض اساتذہ نے کہ عالم کبیر تھے ایسا ہی کیا، چھوٹا ہوا جانور فوراً رک گیا۔ اور فرماتے ہیں: ایک بار ہمارا ایک جانور چھٹ گیا لوگ عاجز آگئے ہاتھ نہ لگا، میں نے یہی کلمہ کہا فوراً رک گیا جس کا اس کہنے کے سوا کوئی سبب نہ تھا[3] نقلہ سیدی علی القاری فی الحرز الثمین (ملا علی قاری نے اسے حرز ثمین میں نقل کیا۔ ت) امام طبرانی سیدنا عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور پُرنور سید العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا اضل احدکم شیئا واراد عونا وھو بارض لیس بھا انیس فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی فان للہ عبادا لایراھم۔[4]

جب تم میں سے کوئی شخص سنسان جگہ میں بہکے بھولے یا کوئی چیز گم کردے اور مدد مانگنی چاہے تو یوں کہے: اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، کہ اللہ کے کچھ بندے[ع] ہیں جنھیں یہ نہیں دیکھتا۔

ع جن کے سید و مولا و سند و ماوٰی حضور پُرنور سیدنا عبدالقادر جیلانی ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہ۔
(باقی برصفحہ آئندہ)

[1] المعجم الکبیر مروی از عبداللہ ابن مسعود حدیث ۱۰۵۱۸ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۰/ ۲۶۷
المطالب العالیہ بزوائد المسانید الثمانیہ ۳/ ۲۳۹ ۔ کشف الاستار عن زوائد البزار ۴/ ۳۴
مجمع الزوائد ۱۰/ ۱۳۲ الاذکار للنووی ص ۱۰۱

[2] المصنف لابن ابی شیبہ مایدعو بہ الرجل حدیث ۹۷۶۹ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۰/ ۳۹۰

[3] الاذکار للنووی باب مایقول اذا انفلتت دابتہ ؍ دار الکتاب العربیہ بیروت ص ۲۰۱

[4] المعجم الکبیر ماسند عتبہ بن غزوان حدیث ۲۹۰ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۰/ ۱۱۷ و ۱۱۸

marfat.com

Marfat.com

عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں : قد جرب ذلک[1] بالیقین یہ بات آزمائی ہوئی ہے رواہ الطبرانی ایضاً (اسے طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔ت) فاضل علی قاری علامہ میرک سے وہ بعض علمائے ثقات سے ناقل ھذا حدیث حسن یہ حدیث حسن ہے۔ اور فرمایا مسافروں کو اس کی ضرورت ہے، اور فرمایا مشائخ کرام قدست اسرارہم سے مروی ہوا انہ مجرب قرن بہ النجاح[2] یہ مجرب ہے اور مراد ملنی اس کے ساتھ مقرون۔ ذکرہ فی الحرز الثمین (اس کو حرز ثمین میں ذکر کیا ہے۔ت) ان احادیث میں جن بندگان خدا کو وقتِ حاجت پکارنے اور ان سے مدد مانگنے کا صاف حکم ہے وُہ ابدال ہیں کہ ایک قسم ہے اولیائے کرام سے قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم و افاض علینا انوارھم یہی قول اظہر واشہر ہے کما نص علیہ فی الحرز الوصین (جیسا کہ حرز الوصین میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔ت) اور ممکن کہ ملائکہ یا مسلمان صالح جن مراد ہوں وکیفما کان ایسے توسل و ندا کو شرک و حرام اور منافی توکل و اخلاص جاننا معاذ اللہ شرع مطہر کو اصلاح دینا ہے۔

تنبیہ : یہاں تو حضرات منکرین کے اُنھیں عالم نے یہ خیال فرما کر معجم طبرانی بلاد ہند میں متداول نہیں بے خوف و خطر خاص متن ترجمہ میں اپنے زورِ علم و دیانت و جوشِ تقوٰی و امانت کا جلوہ دکھایا فرماتے ہیں : اس حدیث کے راویوں میں سے عتبہ بن غزوان مجہول الحال ہے تقوٰی اور عدالت اس کی معلوم نہیں جیسا کہ کہا ہے تقریب میں کہ نام ایک کتاب کا ہے اسماء الرجال کی کتابوں سے۔

اقول مگر بحمداللہ آپ کا تقوی و عدالت تو معلوم کیسا طشت از بام ہے خدا کی شان کہاں عتبہ بن غزوان رقاشی کہ طبقہ ثالثہ سے ہیں جنھیں تقریب میں مجہول الحال اور میزان میں لا یعرف کہا، اور کہاں اس حدیث کے راوی عتبہ بن غزوان بن جابر مازنی بدری کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی جلیل القدر مہاجر و مجاہد غزوہ بدر ہیں جن کی جلالتِ شان بدر سے روشن مہر سے آئین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ مترجم صاحب دیباچہ ترجمہ میں معترف کہ حرز ثمین

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کما نص علیہ سیدنا الخضر علیہ الصلوٰۃ والسلام رواہ ونقلہ فی البہجۃ و الزبدۃ والتحفۃ وغیرھا ۱۲ منہ (م)

جیسا کہ سیدنا خضر علیہ السلام نے اس کی تصریح کی اور بہجۃ الاسرار، الزبدۃ اور التحفہ وغیرہا میں اس کو روایت کیا اور نقل کیا ۱۲ منہ (ت)

---

[1] المعجم الکبیر ما سند عتبہ بن غزوان حدیث ۲۹۰ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۰/ ۱۱۸

[2] حرز ثمین حواشی حصن حصین دعاء الرکوب فی البحر افضل المطابع انڈیا ص ۴۶

marfat.com

Marfat.com

اس کے بعد حرز ثمین ہے، شاید اس حرز میں یہ عبارت تو نہ ہوگی:

رواہ الطبرانی عن زید بن علی عن عتبۃ بن غزوان رضی اللہ تعالٰی عنہ عن نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[1]

اس کو طبرانی نے زید بن علی سے انھوں نے عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔ (ت)

یا جس تقریب کا آپ نے حوالہ دیا اس میں خاص برابر کی سطر میں یہ تحریر تو نہ تھی:

عتبۃ بن غزوان بن جابر المزنی صحابی جلیل مهاجری بدری مات سنۃ سبع عشرۃ[2] اھ ملخصا۔

عتبہ بن غزوان بن جابر المزنی صحابی جلیل بدری اور مہاجر ہیں جن کا وصال ۱۷ھ میں ہوا۔ اھ ملخصاً۔ (ت)

پھر کون سے ایمان کا مقتضٰی ہے کہ اپنے مذہبِ فاسد کی حمایت میں ایسے صحابی رفیع الشان عظیم المکان کو بزورِ زبان و بزورِ جنان درجۂ صحابیت سے طبقۂ ثالثہ میں لا ڈالئے اور شمسِ عدالت و بدرِ جلالت کو معاذ اللہ مردود الروایۃ و مطعونِ جہالت بنانے کی بدراہ نکالئے

ولکن صدق نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا لم تستحی فاصنع ما شئت۔[3]

لیکن حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تجھے حیا نہیں تو پھر جو چاہے کر۔ (ت)

مسلمان دیکھیں کہ حضرات منکرین انکارِ حق و اصرارِ باطل میں کیا کچھ کر گزرے پھر ادعائے حقانیت گویا تمیز کا وضوئے محکم ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، خیر یہ تو حدیثیں تھیں اب شاہ ولی اللہ صاحب کی سنئے اپنے قصیدہ اطیب النغم کی شرح میں پہلی بسم اللہ یہ لکھتے ہیں کہ:

لابدست از استمداد بروحِ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[4]

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی روحِ پاک سے مدد حاصل کرنا ضروری ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

بنظر نمی آید مرا مگر آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ

مجھے تو ہر مصیبت میں اور ہر پریشان حال کے لئے حضور

---

[1] حرز ثمین شرح حصن حصین مع حصن حصین دعاء الرکوب فی البحر افضل المطابع انڈیا ص ۴۵

[2] تقریب التہذیب ترجمہ ۴۴۵۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۶۵۳

[3] المعجم الکبیر مروی از ابو مسعود حدیث ۶۵۰ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۷/۲۳۷

[4] شرح قصیدہ اطیب النغم فصل اول در تشبیب بذکر او " مطبع مجتبائی دہلی ص ۲

marfat.com

Marfat.com

جائے دست زدن اندوہگین ست در ہر شدتے۔[1]

علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دستِ تصرف ہی نظر آتا ہے (ت)

اسی میں ہے:

بہترین خلق خداست در خصلت و در شکل و نافع ترین ایشان ست مردماں را نزدیک ہجوم حوادث زماں۔[2]

زمانے کے حوادث میں لوگوں کے لئے آپ سے بڑھ کر کوئی نافع نہیں ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

فصل یازدہم در ابتہال بجناب آں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رحمت فرستد بر تو خدائے تعالٰی اے بہترین کسیکہ امید داشتہ شود اے بہترین عطا کنندہ۔[3]

گیارھویں فصل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح میں ہے اے بہترین مددگار اور جائے امید اور بہترین عطا کرنے والے! آپ پر اللہ تعالٰی کی بے شمار رحمتیں ہوں۔ (ت)

اسی میں ہے:

اے بہترین کسیکہ امید داشت شود برائے ازالہ مصیبتے۔[4]

اے بہترین امیدگاہ، مصیبتوں کے ازالہ کے لئے۔ (ت)

اسی میں ہے:

تو پناہ دہندہ منی از ہجوم کردن مصیبتے وقتیکہ بخلاند در دل بدترین چنگال ہا را۔[5]

آپ مجھے ہر ایسی مصیبت میں جو دل میں بدترین اضطراب پیدا کرے، پناہ دیتے ہیں۔ (ت)

اور اپنے قصیدہ ہمزیہ کی شرح میں تو قیامت ہی توڑ گئے، لکھتے ہیں:

آخر حالتی کہ ثابت است مادح آں حضرت را صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقتیکہ احساس کند نارسائی خود را از حقیقت ثنا ضراعۃ (بالفتح) خواری وزاری، ابتہال و اخلاص در دعا آنست کہ ندا کند زار و خوار شدہ بشکستگی دل و اظہار بے قدری خود باخلاص در مناجات و پناہ گرفتن باین طریق: اے رسول خدا! اے بہترین مخلوقات عطائے ترا میخواہم روز فیصل کردن۔[6]

مایوسی کے وقت مدح کرنے والے کی آخری حالت میں یہ دعا اور ثنا ہونی چاہئے کہ وہ اپنے کو انتہائی گریہ زاری اور دل جمعی اور اظہار بے قدری میں خلوص کے ساتھ پناہ حاصل کرتے ہوئے یہ مناجات کرے اور کہے کہ اے رسولِ خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اے اللہ تعالٰی کی مخلوق میں بہترین ذات! قیامت کے روز میں آپ کی عطا کا خواستگار ہوں۔ (ت)

---

[1] شرح قصیدہ اطیب النغم فصل اول در تشبیب بذکر الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۴

[2] " " " فصل چہارم " " " ص ۶

[3] و [4] و [5] شرح قصیدہ اطیب النغم فصل یازدہم " " " ص ۲۲

[6] شرح قصیدہ ہمزیہ فصل ششم " " " ص ۳۲

marfat.com

Marfat.com

اسی میں ہے :

وقتیکہ فرود آید کارعظیم درغایت تاریکی پس تو ئی پناہ از ہر بلا[1] — جب کوئی کام تاریکی کی گہرائی میں گر جائے تو آپ ہی ہر بلا میں پناہ دیتے ہیں۔ (ت)

اسی میں ہے :

بسوئے تست آوردن من و بہ تست پناہ گرفتن من و در تست امید داشتن من[2] — میری جائے پناہ، میری جائے امید اور میرے مرجع آپ ہی ہیں۔ (ت)

بالجملہ بندگانِ خدا سے توسل کو اخلاص و توکل کے خلاف نہ جانے گا مگر سخت جاہل محروم یا ضال مکابر ملوم، رہا اس نمازِ مبارک کے افعال پر کلام، **اولاً** جب اس کی ترغیب خود حضور پُرنور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ارشاد سے ثابت تو مدعی سنن کو کیا گنجائشِ انکار، خود منکرین کی زبانیں اس شہادت میں ہمارے دل و زبان کی شریک ہیں کہ وہ جناب اتباعِ قرآن و حدیث واقتفائے سنت سنیہ و مراعات سیرت صحابہ و اجتناب محدثات شنیعہ والتزام احکام شرعیہ پر استقامت کاملہ رکھتے تھے رضی اللہ تعالٰی عنہ وارضاہ وامدنا فی الدارین بنعماہ آمین (اللہ تعالٰی اس سے راضی ہو اور اس کو راضی کرے اور اپنی نعمتوں سے دونوں جہاں میں ہماری امداد فرمائے آمین۔ ت)

ثانیاً وہ علماء و اولیاء جن میں بعض کے اسمائے طیبہ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ بہم نے ذکر کئے جنھوں نے یہ نماز پسند کی اجازت دی سند لی خود پڑھی، منکرین میں کون ان کے پائے کا ہے؟ پھر ان کے کہے سے کیونکر مسلّم ہو کہ حکمِ شرع پر یہی چلے، اور وہ سب معاذ اللہ گنہگار، فساق، بدعتی گزرے اور ان اکابر کو غیر موثوق کہہ کر اتباعِ سوادِ اعظم کی طرف بلانا وہی پُرانی تلبیس ہے سوادِ اعظم کا خلاف جب ہو کہ جمہور ائمہ دین، فقہا و محدثین، عرفائے محدثین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اس نماز سے ممانعت کرتے آئے ہوں، جب منکرین دو چار ائمہ معتمدین سے صحیح طور پر (جو دیدہ و دانستہ کذب و افترا و وضع اسمائے کتب و علماء و استناد بمجاہیل و اجزائے خالیہ سے کہ داب قدیم اکابر منکرین ہے خالی ہو) اس نمازِ کریم کی ممانعت کا ثبوت نہ دے سکے نہ ان شاء اللہ تعالٰی قیامِ قیامت دے سکیں تو سوادِ اعظم کا نام لینا صرف عوام کو دھوکا دینا ہے۔

ثالثاً ان صاحبوں کے اصول پر تو اس نماز کے جواز و اباحت اور منع و انکار کی قباحت و شناعت

---

[1] شرح قصیدہ ہمزیہ فصل ششم مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۳

[2] " " " " " " ص ۴۴

marfat.com

Marfat.com

پرنئے طور سے (جسے معارضہ بالقلب کہئے) سوادِ اعظم ائمہ و علما و محدثین و فقہا کا اجماع قطعی ثابت ہوگا، پہلے معلوم ہوچکا کہ ان حضرات کے مذہب میں عدم ذکر ذکرِ عدم ہے اور خود یہاں منکرین کے ادعائے سوادِ اعظم کا یہی مبنٰی کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ت) اب ہم کہتے ہیں کلماتِ ائمہ میں اس نماز پر انکار جائز ہونا ہرگز مذکور نہیں، ومن ادعی فعلیہ البیان ولا یستطیعہ حتی یرجع القارظان (جو دعوٰی کرے اس پر بیان لازم ہے جبکہ یہ اس کی استطاعت سے خارج ہے۔ت)، اور عدم بیان، بیان عدم تو لاجرم اس کے یہ معنے ہوں گے کہ اُن سب ائمہ کے نزدیک اس نمازِ مبارک پر انکار روا نہیں اور جس پر انکار ناجائز ہوگا وہ اقل درجہ مباح ہوگا فثبت المقصود و بھت العنود والحمد للہ العلی الودود (مقصود ثابت ہوا، مخالف مبہوت ہوا، الحمدللہ العلی الودود۔ت)

رابعاً ان حضرات کی عجیب عادت ہے جواز کہ عقلاً و نقلاً محتاجِ دلیل نہیں بے دلیل خاص قبول نہیں کرتے اور عدمِ جواز کے لئے ان کے زبانی دعوے کافی ہوجاتے ہیں کاش جہاں یہ کہتے ہیں کہ توجہ لعراق و روش باوسب درست نہیں وہاں اس پر کوئی دلیل شرعی بھی قائم کرتے اور جب کچھ نہیں تو ہمارے لئے اصل جواب وہی ہے جو مدعیان بے ثبوت کے مقابل قرآن عظیم نے تعلیم فرمایا کہ قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین[1] ۝ (فرما دیجئے اگر سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔ت) اور منکر نے اثنائے تقریر میں جو اپنے لئے بات آسان کرنے کو ہیأت نماز و تذلل تام و انتہائے تعظیم کی قیدیں بڑھالیں وہ خود اسی پر مردود کہ ہرگز ترکیب صلوۃ الاسرار میں ان باتوں کا نشان نہیں، ہاں محبوبانِ خدا کی نفسِ تعظیم بیشک اہم واجبات و اعظم قربات سے ہے،

قال اللہ تعالٰی ومن یعظم حرمٰت اللہ فھو خیرلہ عند ربہ[2] ۔ وقال تعالٰی من یعظم شعائراللہ فانھا من تقوی القلوب[3] ۝ وقال تعالٰی انا ارسلنٰك شاھدا و مبشرا و نذیرا ۝ لتؤمنوا باللہ و رسولہ

اللہ تعالٰی نے فرمایا جو شخص اللہ تعالٰی کی عزت والی چیزوں کی تعظیم کرے گا تو یہ اس کے لئے اللہ تعالٰی کے ہاں بہتر ہے۔ اور نیز فرمایا جو شخص اللہ تعالٰی کی نشانیوں کی تعظیم کرے گا تو یہ قلبی تقوٰی ہوگا۔ اور نیز فرمایا ہم نے آپ کو مشاہدہ کرنے والا، بشارت سنانے

---

[1] القرآن ۲/ ۱۱۱
[2] القرآن ۲۲/ ۳۰
[3] القرآن ۲۲/ ۳۲

marfat.com

Marfat.com

وتعزروہ وتوقروہ[1] والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ اے مومنو! تم اللہ اور اس کے رسول کی تعظیم و توقیر بجالاؤ (ت)

خود منکر نے اکابر صحابۂ کرام تعظیمِ سیّد الانام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام میں ہم سے زیادہ تھے بلکہ شاید ابھی منکرین کو خبر نہیں کہ علمائے دین نے روضۂ منورہ کے حضور خاص ہیأت نماز قائم کرنے کا حکم دیا تو منکر کو اس قید کا اضافہ بھی کام نہ آیا بلکہ گناہ بے لذت ٹھہرا۔ لباب و شرح لباب کی عبارت عنقریب مذکور ہوگی بالفعل اختیار شرح مختار و فتاوٰی عالمگیری کی تصریح لیجئے فرماتے ہیں:

یتوجه الی قبرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویقف کما یقف فی الصلوٰۃ ویمثل صورته الکریمة البھیة اھ[2] ملتقطا۔

یعنی قبر شریف سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف توجہ کرے اور یوں کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور حضور کی صورت مبارک کا تصور باندھے۔ اھ ملتقطا۔

اے عزیز! اصل کار یہ ہے کہ محبوبانِ خدا کے لئے جو تواضع کی جاتی ہے وہ درحقیقت خدا ہی کے لئے تواضع ہے و لہٰذا بکثرت احادیث میں اُستاذ و شاگرد و علماء و عام مسلمین کے لئے تواضع کا حکم ہوا جنھیں جمع کیجئے تو دفتر طویل ہوتا ہے طبرانی معجم اوسط اور ابن عدی کامل میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تعلموا العلم وتعلموا للعلم السکینة والوقار وتواضعوا لمن تعلمون منه[3]۔

علم سیکھو اور علم کے لئے سکون و مہابت (وقار) سیکھو اور جس سے علم سیکھتے ہو اُس کے لئے تواضع کرو۔

---

[1] القرآن ۴۸/ ۹
[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب المناسک مطلب زیارۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۶۵
[3] الکامل فی ضعفاء الرجال من اسمہ عباد عباد بن کثیر ثقفی بصری مطبوعہ دار الفکر بیروت ۴/ ۱۶۴۲

ف: محبوبانِ خدا (مثلاً انبیاء، اولیاء، علماء، استاد اور شاگرد کہ وہ اللہ کے نبی، یہ اللہ کے ولی۔ وہ دینِ الٰہی کے قیم ہیں اور ملتِ الٰہیہ پر قائم) کی تواضع اور تعظیم کرنا درحقیقت خدا ہی کی تواضع اور تعظیم کرنا ہے ورنہ محض کسی دُنیادار یا کافر کی تعظیم جائز نہیں۔ نذیر احمد

marfat.com

Marfat.com

اور خطیب نے کتاب الجامع لآداب الراوی والسامع میں اُن سے یُوں روایت کی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا :

تواضعوا لمن تعلمون منه وتواضعوا لمن تعلمونه ولا تکونوا جبابرة العلماء فیغلب جهلکم علمکم[1]

جس سے علم سیکھتے ہو اُس کے لئے تواضع کرو اور جسے علم سکھاتے ہو اُس کے لئے تواضع کرو اور متکبر عالم نہ ہو کہ تمہارا جہل تمہارے علم پر غالب ہو جائے ۔

بااینہمہ علما نے تصریح فرمائی کہ غیر خدا کے لئے تواضع حرام ہے ، فتاوٰی ہندیہ میں ہے : التواضع لغیر الله حرام کذا فی الملتقط[2] (غیر خدا کے لئے تواضع حرام ہے جیسا کہ ملتقط میں ہے ۔ ت) تو بات وہی ہے کہ انبیاء و اولیاء و مسلمین کے واسطے تواضع اس لئے ہے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں یہ اللہ کے ولی ہیں وہ دینِ الٰہی کے قیم ہیں یہ ملتِ الٰہیہ پر قائم ہیں تو علت تواضع جب وہ نسبت ہے جو انھیں بارگاہِ الٰہی میں حاصل تو یہ تواضع بھی درحقیقت خدا ہی کے لئے ہوئی جیسے

یہ فائدہ ضرور ملاحظہ ہو عہ عجیب تر بشنو (نہایت عجیب بات سُن ۔ ت) مرزا مظہر جانجاناں صاحب اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں :

ایشاں بجناب پیر خود نوشتند کہ محبت شما بر محبت خدا و رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غالب ست موجب انفعال میشود در جواب برنگاشتند کہ محبت پیر ہمیں محبتِ خدا و رسول ست و سبب جذب کمالات الٰہیہ کہ در باطن پیر ثابت ست می شود ۔

چوں دیدہ عقل آمد احول
معبود تو سری ست اول

انتہی بلطفہ[3] ۱۲ منہ (م)

انہوں نے اپنے پیر کی خدمت میں لکھا کہ آپ کی محبت اللہ تعالٰی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی محبت پر غالب ہے جو کہ فیضیاب ہونے کا سبب ہے پیر صاحب نے جواب میں لکھا کہ پیر کی محبت بھی اللہ تعالٰی اور رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی ہی کی محبت ہے جو کہ پیر کے باطن میں ثابت شدہ اللہ تعالٰی کے کمالات کو جذب کرنے کا باعث ہے ۔

---

[1] الجامع لاخلاق الراوی باب ذکر ماینبغی للراوی والسامع دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۹۱
الکامل فی ضعفاء الرجال من اسمہ عباد عباد بن کثیر ثقفی بصری مطبوعہ دار الفکر بیروت ۴/ ۱۶۴۳

[2] فتاوٰی ہندیہ الباب الثامن والعشرون فی ملاقات الملوک الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۶۸

[3] ملفوظات مرزا مظہر جان جاناں مجتبائی دہلی ص ۱۸۲

marfat.com

Marfat.com

صحابہ کرام واہلبیت عظام کی تعظیم ومحبت بعینہٖ محبت وتعظیم سیدِ عالم ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

کما نص علیہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی غیر ماحدیث ونص فی غنی عن سردھا ھھنا فماھی شوارد بل معلومۃ الموارد۔

جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر تصریح فرمائی، ایسی بہت سی احادیث ہیں ہمیں ان کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں، وہ احادیث اجنبی نہیں ہیں ان کا مورد سب کو معلوم ہے۔ (ت)

تواضع لغیر اللہ کی شکل یہ ہے کہ عیاذاً باللہ کسی کافر یا دنیا دار غنی کے لئے اس کے سبب تواضع ہو کہ یہاں وُہ نسبت موجود ہی نہیں یا موجود ہے تو ملحوظ نہیں، اے عزیز! کیا وہ احادیث کثیرہ بشیرہ جن میں صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے خشوع وخضوع بجالانا مذکور، اس درجۂ اشتہار پر نہیں کہ فقیر کو اُن کے جمع واستیعاب سے غنا ہو، ابوداؤد ونسائی ترمذی ابن ماجہ اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال اتیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واصحابہ حولہ کانّ علی رؤسھم الطیر۔[1]

فرمایا میں سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہُوا، حضور کے اصحاب حضور کے گرد ایسے تھے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں یعنی سر جھکائے گردنیں خم کئے بے حس و حرکت کہ پرندے لکڑی یا پتھر جان کر سروں پر آبیٹھیں اس سے بڑھ کر اور خشوع کیا ہوگا!

ہند بن ابی ہالہ وصاف النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورضی عنہ کی حدیث حلیۂ اقدس میں ہے:

اذا تکلم اطرق جلساؤہ کانّ علی رؤسھم الطیر۔[2]

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کلام فرماتے جتنے حاضرانِ مجلس ہوتے سب گردنیں جھکا لیتے گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں ؎

عجب ست با وجودت کہ وجود من بماند　　　تو بگفتن اندر آئی و مرا سخن بماند

(تعجب ہے کہ تیرے وجود سے میرا وجود باقی ہے تیری گفتگو نافذ ہے اور میری بات باقی ہے)

مولانا جامی قدس سرہ السامی نفحات الانس شریف میں لکھتے ہیں:

یکے از مشایخ گوید کہ من وشیخ علی ہیتی در مدرسۂ شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالٰی عنہ بودیم کہ یکے از اکابر بغداد پیش آمد و

ایک بزرگ نے فرمایا کہ میں اور شیخ علی ہیتی حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مدرسہ میں تھے کہ اتنے میں بغداد کے

[1] سنن ابوداؤد　کتاب الطب　باب الرجل یتداوٰہ　مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور　۲/ ۱۸۳
مسند احمد بن حنبل　حدیث اسامہ بن شریک　" دار الفکر بیروت　۴/ ۲۷۸
[2] المعجم الکبیر　حدیث ہند بن ابی ہالہ ۴۱۴　" مکتبہ فیصلیہ بیروت　۲۲/ ۱۵۸

marfat.com

Marfat.com

گفت یا سیدی قال جدك رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم من دعی فلیجب وھا انا ادعوك الی منزلی گفت اگر مرا اذن کنند بیایم زمانے سر و پیش انداخت پس گفت مے آیم و برا ستر سوار شد شیخ علی ہیتی رکاب راست وی گرفت و من رکاب چپ تا بسرائے آں شخص رسیدیم ہمہ مشایخ بغداد و علما و اعیان آنجا بودند سماطے بر کشیدند بر وی انواع نعمتہا و سلّۂ بزرگ سرپوشیدہ دو کس بر داشتہ پیش آوردند و در آخر سماط نہادند بعد ازاں آں شخص کہ صاحب دعوت بود گفت الصلا و شیخ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ سر در پیش افگندہ بود ہیچ نخورد و اذن نیز نداد و ہیچکس ہم نخورد و اھل المجلس کأن علی رؤسھم الطیر ھیبتہ[1]

ایک بزرگ تشریف لائے اور انھوں نے عرض کی اے آقا! غوثِ اعظم، آپ کے جدِ امجد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو دعوت دے اس کی دعوت قبول کی جائے، لو میں آپ کو اپنے گھر کے لئے دعوت دیتا ہوں تو آپ نے فرمایا اگر مجھے اجازت ملی تو آؤں گا، یہ فرما کر آپ نے کچھ دیر سر مبارک کو جھکایا پھر فرمایا میں آرہا ہوں آپ گھوڑے پر سوار ہوتے شیخ علی ہیتی نے دایاں رکاب اور میں نے بایاں رکاب پکڑا، حتی کہ ہم سب اس شیخ کے گھر پہنچے تو وہاں پر بغداد کے مشائخ اور علما اور خاص لوگ موجود تھے دسترخوان بچھایا گیا جس پر مختلف قسم کی نعمتیں موجود تھیں اور ایک بھاری بوجھل تابوت کو دس آدمی اٹھائے ہوئے لائے جو اوپر سے ڈھانپا ہوا تھا وہ دسترخوان کے قریب ایک طرف رکھ دیا گیا، اس کے بعد صاحبِ خانہ شیخ نے کھانا کھانے کو کہا تو حضرت غوثِ اعظم نے سر مبارک جھکایا نہ خود کھانا تناول فرمایا اور نہ ہی ہمیں کھانے کی اجازت دی، اور کسی نے بھی نہ کھایا جبکہ تمام اہلِ مجلس ایسے خاموش سر جھکائے ہوئے تھے جیسے کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ (ت)

یعنی اہلِ مجلس کہ تمام اولیاء و علماء و عمائدِ بغداد تھے ہیبتِ سرکارِ قادریت کے سبب ایسے بیٹھے تھے گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں۔ مقصود اسی قدر تھا مگر ایسی جانفزا بات کا ناتمام رہنا دل کو نہیں بھاتا لہذا تفریحِ قلوبِ سنّت و غیظِ صدورِ بدعت کے لئے تتمۂ روایت نقل کروں، فرماتے ہیں:

شیخ رضی اللّٰہ تعالیٰ بمن و شیخ علی ہیتی اشارتی کرد کہ آں سلّہ را پیش آرید برخاستیم و آں را پیش برداشتیم و بس گران بود در پیش شیخ نہادیم فرمود تا سر آنرا بکشادیم دیدیم کہ فرزند آں شخصے بود نابینائے مادر زاد

حضرت نے مجھے اور شیخ علی ہیتی کو اشارہ فرمایا کہ اس تابوت کو میرے سامنے لاؤ، وہ بھاری تابوت ہم نے اٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دیا پھر آپ نے فرمایا اس پر سے کپڑا ہٹاؤ، جب ہم نے دیکھا وہ اس شخص کا

[1] نفحات الانس حالات شیخ ابوعمرو صریفینی رحمۃ اللّٰہ علیہ مطبوعہ انتشارات کتاب فروشی ایران ص ۵۲۰

marfat.com

Marfat.com

بجا ماندہ و مجذوم و مفلوج گشتہ شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وی را گفت قم باذن اللہ معافیٰ آں کودک برخاست دواں و بینا و براں ہیچ آفتے نے فریاد از حاضراں برخاست شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و در انبوہ مردم بیروں آمد و ہیچ نخورد پیش شیخ ابوسعید قیلوی رفتم و آں قصہ باوے بگفتم گفت شیخ عبدالقادر یبرئ الاکمہ والابرص و یحیی الموتی باذن اللہ عزوجل ست انتہی۔[1]

لڑکا تھا جو مادر زاد نابینا اور مفلوج تھا تو حضرت نے اس لڑکے کو حکماً فرمایا قم باذن اللہ معافی (اللہ کے حکم سے کھڑے ہو جاؤ عافیت والے ہو کر) وہ لڑکا فوراً تندرست حالت میں کھڑا ہو گیا جیسا کہ اسے کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ اس کے بعد حضرت حاضرین میں سے اُٹھ کر پوری جماعت کے ساتھ باہر تشریف لے گئے اور کچھ نہ کھایا۔ اس کے بعد میں شیخ ابوسعید قیلوی کے پاس گیا اور ان کو میں نے یہ تمام قصہ سنایا تو انھوں نے فرمایا کہ شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو تندرست اور مُردے کو زندہ اللہ کے اذن سے کرتے ہیں۔ (ت)

سے

قادرا قدرت تو داری ہر چہ خواہی آں کنی
مُردہ را جانے دہی و درد را درماں کنی

(اے قدرت والے تجھے قدرت ہے جو چاہے تو کرے، مُردہ کو جان دیتا ہے اور درد کو آرام دیتا ہے)

امام ابو ابراہیم تجیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کتاب الشفاء میں ہے:

واجب علی کل مومن متی ذکرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او ذکر عندہ ان یخضع و یخشع و یتوقر و یسکن من حرکتہ و یأخذ فی ہیبتہ و اجلالہ بما کان یاخذ بہ نفسہ لو کان بین یدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و یتأدب بما ادبنا اللہ تعالیٰ بہ۔[2]

ہر مسلمان پر واجب ہے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یاد کرے یا اس کے سامنے حضور کا ذکر آئے خضوع و خشوع بجالائے اور باوقار ہو جائے اور اعضاء کو حرکت سے باز رکھے اور حضور کے لئے اُس ہیبت و تعظیم کی حالت پر ہو جائے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رُوبرو اس پر طاری ہوتی اور ادب کرے جس طرح خدا تعالیٰ نے ہمیں ان کا ادب سکھایا ہے۔

---

[1] نفحات الانس حالات ابو عمرو صریفینی رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ انتشارات کتاب فروشی ایران ص ۵۲۰

[2] کتاب الشفاء فصل واعلم ان حرمۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد موتہ مطبوعہ مطبعۃ شرکۃ صحافیۃ ترکی ۲/۳۴

marfat.com

Marfat.com

امام علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض میں اس قول کے نیچے لکھتے ہیں؛

یفرض ذلك ویلاحظہ ویتمثلہ فکانہ عندہ[1]

یعنی یادِ حضور کے وقت یہ قرار دے کر میں حضور اقدس کا تصور باندھے گویا حضور کے سامنے حاضر ہوں۔

امام اجل سیدی قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ شفا شریف میں امام تجیبی کا ارشاد نقل کرکے فرماتے ہیں؛

وھذہ کانت سیرۃ سلفنا الصالح وائمتنا الماضین رضی اللہ تعالیٰ عنہم[2]

ہمارے سلف صالح وائمہ سابقین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی داب وطریقہ تھا۔

اور فرماتے ہیں؛

کان مالك اذا ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتغیر لونہ وینحنی[3]

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرتے رنگ اُن کا بدل جاتا اور جھک جاتے۔

نسیم میں ہے: لشدۃ خشوعہ[4] یہ جھک جانا بسبب شدتِ خشوع تھا۔ شفا شریف وغیرہ تصانیفِ علماء میں اس قسم کی بہت روایات مذکور، شاہ ولی اللہ قصیدہ ہمزیہ میں لکھتے ہیں؛ ؎

ینادی ضارعا لخضوع قلب　　　وذل وابتھال والتجاء

رسول اللہ یا خیر البرایا　　　نوالك ابتغی یوم القضاء[5]

(حاجتمندی، دل کی عاجزی، انکساری، تضرع اور التجاء کے ساتھ رسول اللہ کو ندا کرے اور عرض کرے کہ اے مخلوق سے افضل ذات! میں آپ سے قیامت کے روز عطا کا خواستگار ہوں)

دیکھو صاف بتاتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ندا اور حضور سے عرضِ حاجت کرے تو تضرع و خضوعِ قلب و تذلل و الحاح و زاری سب کچھ بجالائے۔ میں کہتا ہوں واللہ ایسا ہی چاہیے مگر آپ کے ان شرک فروشوں کی دوا کون کرے، غرض اس مطلب نفیس میں کلماتِ علماء کا استیعاب کیجئے تو دفتر چاہیے لہذا

---

[1] نسیم الریاض شرح شفاء　فصل واعلم ان حرمۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد موتہ　مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳/۳۹۶

[2] کتاب الشفاء　〃　〃　〃　〃　〃　〃　مطبوعہ شرکۃ صحافیۃ ترکی ۲/۳۴

[3] 〃　〃　〃　〃　〃　〃　〃　〃　〃　۲/۳۶

[4] نسیم الریاض شرح شفاء　〃　〃　〃　〃　〃　دار الفکر بیروت ۳/۳۹۹

[5] شرح قصیدہ ہمزیہ شاہ ولی اللہ　فصل ششم　مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی　ص ۳۲

marfat.com

Marfat.com

میں یہاں منسک متوسط اور اُس کی شرح مسلک متقسط کی ایک نفیس عبارت کہ بہت فوائد جلیلہ پر مشتمل تلخیصاً اور ذکر کرتا ہوں مولٰنا رحمۃ اللہ سندی متن اور فاضل علی قاری شرح میں فرماتے ہیں،

فاذا فرغ من ذلك قصد التوجه الى القبر المقدس وفرغ القلب من كل شئ من امور الدنيا، واقبل بكليته لما هو بصدده ليصلح قلبه للاستمداد منه صلى الله تعالى عليه وسلم، وليلاحظ مع ذلك الاستمداد من سعة عفوه صلى الله تعالى عليه وسلم وعطفه ورأفته (اى شدة رحمته على سائر العباد) ان يسامحه فيما يعجز عن ازالته من قلبه، ثم توجه (اى بالقلب والقالب) مع رعاية غاية الادب فقام تجاه الوجه الشريف متواضعا خاضعا خاشعا مع الذلة والانكسار والخشية والوقار والهيبة والافتقار غاض الطرف مكفوف الجوارح (من الحركات) فارغ القلب (عمن سوى مقصوده ومرامه) واضعا يمينه على شماله (تادبا فى حال اجلاله) مستقبلا للوجه الكريم مستدبر القبلة ناظرا الى الارض متمثلا صورته الكريمة فى خيالك مستشعرا بانه صلى الله تعالى عليه وسلم عالم بحضورك وقيامك وسلامك (بل بجميع افعالك واحوالك وارتحالك ومقامك) مستحضرا عظمته وجلالته وشرفه وقدره صلى الله تعالى عليه وسلم ثم قال من غير رفع صوت (لقوله تعالى ان الذين يغضون اصواتهم عند رسول الله الاية)

یعنی جب مقدمات زیارت سے فارغ ہو قبر انور کی طرف توجہ کا قصد اور دل کو تمام خیالاتِ دنیویہ سے فارغ کرے اور ہمہ تن اس طرف متوجہ ہو جائے تاکہ اس کا قلب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استمداد کے لائق ہو با اینہمہ جو خیال مجبورانہ دل میں باقی رہے جس کے ازالہ پر قادر نہ ہو اُس کی معافی کے لئے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کمال مغفرت و مہربانی و رافت اور تمام بندوں پر حضور کی شدت رحمت سے مدد مانگے پھر دل و بدن دونوں سے نہایت ادب کے ساتھ مواجہہ شریف میں حاضر ہو تواضع و خضوع و خشوع و تذلل و انکسار و خوف و وقار و ہیبت و احتیاج کے ساتھ آنکھیں بند کئے اعضا کو حرکت سے روکے دل اس مقصود مبارک کے سوا سب سے فارغ کئے ہوئے ادب و تعظیم حضور کے لئے دہنا ہاتھ بائیں پر رکھے حضور کی طرف مُنہ اور قبلے کو پیٹھ کرے نگاہ زمین پر جائے رہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت کریمہ کا تصور باندھے اور ہوشیار ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی حاضری و قیام و سلام بلکہ تمام افعال و احوال اور منزل بمنزل کے قیام و ارتحال پر مطلع ہیں اور حضور کی عظمت و جلال و شرف و منزلت کو خوب خیال کرے پھر نہ تو آواز بلند ہو کہ اللہ تعالیٰ ان کے حضور پست آواز کا حکم دیتا ہے نہ بالکل آہستہ جس میں سُنانے کی سنّت فوت ہو اگرچہ سرکار پر کچھ پوشیدہ نہیں اس طرح حضور قلب و شرم و حیا

marfat.com

Marfat.com

ولا اخفاء (ای بالمرۃ لفوت الاسماع الذی ہو السنۃ وان کان لایخفی شئ علی الحضرۃ) بحضور (قلب واستحیاء) السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ[1] ثم یقول یارسول اللہ اسألك الشفاعۃ ثلثا (لانہ اقل مراتب الالحاح لتحصیل المنال فی مقام الدعاء والسؤال)[2]

وصلی اللہ تعالٰی علی قاضی حاجاتنا و معطی مراداتنا سیدنا ومولانا محمد و اٰلہ وصحبہ اجمعین۔

کے ساتھ عرض کرے السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر کہے یارسول اللہ! میں حضور سے شفاعت مانگتا ہوں یارسول اللہ! میں حضور سے شفاعت مانگتا ہوں یارسول اللہ! میں حضور سے شفاعت مانگتا ہوں، تین بار اس لئے کہے کہ یہ دعا وسوال میں حصول مقصود کے واسطے ادنٰی مرتبہ الحاح کا ہے۔ (م)

اللہ تعالٰی ہمارے حاجت روا اور مرادوں کو پورا کرنے والے ہمارے آقا ومولٰی محمد اور آپ کی آل وصحابہ کرام سب پر رحمت نازل فرمائے۔ (ت)

ان احادیث و روایات وکلمات طیبات سے کالشمس فی وسط السماء روشن وآشکار ہوگیا کہ ہنگام توسل محبوبانِ خدا کی طرف منہ کرنا چاہئے اگرچہ قبلہ کو پیٹھ ہو، اور دل کو ان کی طرف خوب متوجہ کرے یہاں تک کہ ہر این وآن خاطر سے محو ہوجائے اور ان کے لئے خضوع وخشوع محمود ومشروع، اور اس میں ان کا زمانۂ وفاتِ ظاہری وحضور مرقد وذکر مجرد سب برابر ہے اور ان کے سوا عبارات اخیرہ سے جو اور فوائد جمیلہ وعوائد جلیلہ حاصل ہوئے بیان سے غنی ہیں والحمد للہ رب العلمین پس زید منکر نے کہ توجہ قلب وخشوع وہیأتِ نماز وغیرہ کی قیدیں بڑھا کر گمان کیا تھا کہ اب اُسے اثبات عدمِ جواز کی طرف راہ آسان ہوگی۔ بحمد اللہ ثابت ہوا کہ اُس کا محض خیال ہی خیال تھا واللہ یحق الحق بکلمتہ ولوکرہ المجرمون[3] (اور اللہ تعالٰی حق کو اپنے کلمہ سے ثابت فرماتا ہے اگرچہ باطل والے ناپسند کریں۔ ت) فقیر حیران ہے کہ اس نماز مبارک میں اول تو صلوٰۃ مفروضہ کے بعد قبلے سے انحراف کہاں، اور ہو بھی تو اس میں کیا گناہ ہے، ہر نمازِ مفروضہ کے بعد امام کو قبلے سے انحراف سنّتِ معلومہ ہے، پھر اسے ممانعت میں کیا مداخلت، ہاں جو کچھ غیظ وغضب کرنا ہو تعیینِ سمت پر کیجئے اور اس کا جواب مرزا مظہر جانجاناں شہید سے لیجئے جنھیں شاہ ولی اللہ دہلوی اپنے مکتوبات میں نفس زکیہ، قیم طریقہ احمدیہ، داعی سنّتِ

---

[1] مسلک متقسط شرح منسک متوسط مع ارشاد الساری، فصل ولوتوجہ الی الزیارۃ مطبوعہ دارالکتاب العربیہ بیروت ص ۳۳۶

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ص ۳۳۹

[3] القرآن ۱۰/ ۸۲

marfat.com

Marfat.com

نمودہ حق بانواع فضائل وفواضل لکھتے ہیں اور حاشیہ مکتوبات پر شاہ صاحب مذکور سے مرزا صاحب موصوف کی نسبت منقول ؛

انچہ قدر ایشاں ما مردم میدانیم شما چہ دانید احوال مردم ہند بر ما مخفی نیست کہ خود مولد ومنشاء فقیر ست و بلاد عرب را نیز دیدہ ایم وسیر نمودہ واحوال مردم ولایت از ثقات آنجا شنیدہ ایم وتحقیق کردہ عزیزے کہ بر جادۂ شریعت وطریقت واتباعِ کتاب وسنت ہمچنیں استوار ومستقیم باشد ودر ارشاد طالبان شان عظیم ونفسے قوی دارد ودریں جزو زمان مثل ایشاں در بلاد مذکور یافتہ نمی شود مگر در گزشتگان بلکہ در ہر جزو زمان وجود ایں چنیں عزیزاں کمتر بودہ است چہ جائے ایں زمان کہ پر فتنہ وفساد ست انتہی[1]

ان کی جو قدر ہم جانتے ہیں تم کیا جانو، ہندوستان کے لوگوں کے احوال ہم سے مخفی نہیں کیونکہ ہندوستان فقیر کا جائے پیدائش وپرورش ہے اور عرب بھی میں نے دیکھا ہے اور اس کی سیر کی ہے اور ولایت کے لوگوں کے احوال بھی سُنے ہیں، تحقیق کی ہے کہ ان صاحب عزت، جو کہ شریعت وطریقت کے مرتبہ پر فائز ہیں اور کتاب وسنت پر عمل پیرا ہیں اور طالب حضرات کی رہنمائی میں عظمت اور مضبوطی رکھتے ہیں، جیسا بلادِ مذکورہ میں فی زمانہ کوئی نہیں ہے گزشتہ لوگوں (اسلاف) میں ہو سکتا ہے، بلکہ ہر دور میں ان جیسے بزرگ بہت کم ہوئے ہیں اس پُر فتن زمانہ کی بات ہی کیا ہے اھ (ت)

یہی جناب مرزا صاحب اپنے مکتوبات میں ایک مرید رشید کو (جن کی بی بی کی نسبت فرمایا، تخمے پاک در خاک آں عفیفہ کاشتہ ایم بروقت مقدر سرسبز خواہد شد (ہم نے اس پاکیزہ کی مٹی میں ایک پاک بیج کاشت کیا ہے جو مقررہ وقت پر سرسبز ہوگا۔ ت) تحریر فرماتے ہیں ؛

انچہ از قصد خود ومردم خانہ بجانب شاہجہان آباد نوشتہ اند بشرط امن مبارک ست وتا رسیدن شما فقیر ان شاء اللہ تعالٰی بعد نماز یک دو گھڑی روز بر آمدہ پیش از حلقہ یا بعد آں بجانب آں مستورۂ شما متوجہ خواہد شد باید کہ ہر روز منتظر ومتوقع فیض رو بایں طرف کردہ بعد نماز صبح بنشیند کہ محبت ایں عفیفہ کہ فرزند ماست در دل فقیر تاثیر کردہ است الخ[2]

میں نے اور گھر والوں نے شاہجہان آباد کی طرف جو خط لکھا ہے وہ بشرطِ امن مبارک ہے اور تمہارے پہنچنے تک ان شاء اللہ فقیر روزانہ ایک دو گھڑی حلقہ ذکر سے قبل یا بعد باہر آکر آپ کی مستورہ بیوی کی طرف توجہ کرتا ہے ہو سکتا ہے تو روزانہ فیض کا متوقع ہو کر اس طرف منہ کرکے صبح کی نماز کے بعد بیٹھا کرو تاکہ اس پاکیزہ کی جو میری بیٹی ہے کی محبت کی تاثیر اس فقیر کے دل پر ہو۔ الخ (ت)

---

[1] حاشیہ مکتوبات شاہ ولی اللہ دہلوی از مجموعہ کلمات طیبات فصل چہارم "مکاتیب شاہ ولی اللہ" مطبعہ مجتبائی دہلی ص ۱۵۸

[2] مکتوبات مرزا مظہر جانجاناں از مجموعہ کلمات طیبات مکتوب سی وہفتم مطبعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۷

marfat.com

Marfat.com

دُوسرے مکتوب میں فرماتے ہیں :

جانِ من سلامت باشی دریں مدت مفارقت دو رقعہ شما رسید و حرزِ جاں گردید باید دید کہ انتظار با ماچہ میکند، ہر صبح بعد نماز متوجہ بفقیر بنشینید بے ناغہ توجہ می دہم از کسی توجہ نگیرید زیادہ عمر و مزۂ عمر باد انتہی ملخصاً[1]

میری جان! سلامت رہو، اس جدائی کی مدت میں تمہارے دو رقعے ملے ہیں جو حرزِ جاں ہیں، غور کرو کہ ہمارا انتظار کیا اثر کرتا ہے روزانہ صبح کی نماز کے بعد مجھ فقیر کی طرف منہ کرکے بیٹھا کرو اور ناغہ نہ کرو، میں خود توجہ کیا کروں گا کسی دوسرے کی توجہ کی ضرورت نہیں ان شاء اللہ عمر زیادہ اور عمر کا مزہ بھی پاؤ گے اھ ملخصاً

انھیں مرزا صاحب کے ملفوظات میں ہے :

نسبت ما بجناب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ مے رسد و فقیر را نیازے خاص با نجناب ثابت ست در وقت عروض عارضہ جسمانی توجہ با نحضرت واقع می شود و سبب حصول شفا میگردد الخ[2]

میرا خاص تعلق حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے قائم ہے اور فقیر کو آپ سے خاص نیاز حاصل ہے، فقیر جسمانی عارضہ کے وقت آپ کی طرف توجہ کرتا اور شفا پاتا ہے الخ (ت)

شاہ ولی اللہ صاحب نے مکتوب شرح رباعیات میں اپنی یہ رباعی لکھی :[3]

آنانکہ زاو ناس بھمی جستند　　　بالجنۃ انوارِ قدم پیوستند
فیض قدس از ہمت ایشان میجو　　　دروازۂ فیضِ قدس ایشان ہستند[3]

(وُہ ذات جس سے لوگ بھلائی چاہتے ہیں اور ان کے قدم کے انوار لباس بناتے ہیں ان کی توجہ سے مقدس فیض کی خواہش کر کیونکہ وُہ فیض قدس کا دروازہ ہیں)

پھر اس کی شرح میں لکھا :

یعنی توجہ بارواح طیبہ مشایخ در تہذیب روح وسر نفع بلیغ دارد[4]

یعنی مشائخ کی ارواحِ طیبہ روح اور سر کی صفائی میں انتہائی مفید ہیں (ت)

---

[1] مکتوبات مرزا مظہر جانجاناں از مجموعہ کلمات طیبات مکتوب چہل و دوم مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۹
[2] ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں از مجموعہ کلمات طیبات ملفوظات " " " " ص ۷۸
[3] مکتوبات شاہ ولی اللہ از مجموعہ کلمات طیبات مکتوب بست و دوم در شرح رباعیات " " " " ص ۱۹۴
[4] شرح رباعیات شاہ ولی اللہ " " " " " " " " " "

marfat.com

Marfat.com

[illegible] شاہ صاحب نے ہمعات میں حدیثِ نفس کا یوں علاج بتایا،

بارواحِ طیبہ مشائخ متوجہ شدہ و براستے ایشاں فاتحہ خواندیا بزیارت قبر ایشاں رود و ازانجا انجذاب دریوزہ کند۔

مشائخ کی ارواح کی طرف متوجہ ہو اور ان کے لئے فاتحہ پڑھو اور ان کی قبروں کی زیارت کے لئے جاؤ اور وہاں سے فیض حاصل کرو۔ (ت)

تفسیر: امام علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان میں فرماتے ہیں:

لم یزل العلماء وذو و الحاجات یزورون قبر الامام ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ویتوسلون عندہ فی قضاء حوائجھم و یرون نجح ذلک منھم الامام الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ فانہ جاء عنہ انہ قال انی لاتبرک بابی حنیفۃ واجیئ الی قبرہ فاذا عرضت لی حاجۃ صلیت رکعتین وجئت الی قبرہ و سألت اللہ تعالٰی عندہ فتقضی سریعًا۔

یعنی ہمیشہ سے علما و اہلِ حاجت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مزار مبارک کی زیارت اور اپنی حاجت روائیوں کو بارگاہِ الٰہی میں اُن سے توسّل کرتے اور اس سبب سے فوراً مرادیں پاتے ہیں اُن میں سے ہیں امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ فرماتے ہیں میں ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے تبرک کرتا اور اُن کی قبر پر جاتا ہُوں اور جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے دو رکعت نماز پڑھتا اور ان کی قبر کی طرف آکر خدا سے سوال کرتا ہُوں کچھ دیر نہیں لگتی کہ حاجت روا ہوتی ہے۔

فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالٰی لہ یہاں نکاتِ غامضہ ہیں کہ اُن پر مطلع نہیں ہوتے مگر توفیق والے، جب معلوم ہولیا کہ حق جل وعلا عزمجدہ کی طرف اُس کے محبوبوں سے توسّل محمود و مقصود و سنتِ ماثورہ و طریقۂ ماُمورہ اور ہنگامِ توسّل اُن کی جانب توجہ درکار، یہاں تک کہ جب خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی نے سیّدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پُوچھا، دُعا میں قبلہ کی طرف منہ کروں یا مزار مبارک حضور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف؟ فرمایا:

ولم تصرف وجھک عنہ وھو وسیلتک

کیوں اپنا مُنہ اُن سے پھیرتا ہے وُہ قیامت کو تیرا

---

[1] ہمعات — ہمعہ ۸ — مطبوعہ اکادیمیہ الشاہ ولی اللہ الدہلوی حیدر آباد — ص ۳۴

[2] الخیرات الحسان — الفصل الخامس والثلاثون فی تادب الائمۃ — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ص ۱۴۹

marfat.com

Marfat.com

ووسیلة ابیك اٰدم علیه الصلوٰة و السلام الی اللہ تعالٰی یوم القیٰمة بل استقبلہ واستشفع به فیشفعك اللہ تعالٰی[1] اخرجه الامام القاضی عیاض فی الشفاء وغیرہ فی غیرہ۔

اور تیرے باپ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اللہ تعالٰی کی طرف وسیلہ ہیں بلکہ اُنھیں کی طرف منہ کر اور شفاعت مانگ کہ اللہ تعالٰی تیری درخواست قبول فرمائے۔

اور سوالِ حاجت سے پہلے دو رکعت نماز کی تقدیم مناسب کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے: واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ[2] (صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔ ت) پھر کامل اکسیر یہ ہے کہ کسی محبوبِ خدا کے قریب جائیے اسی طرف حق جل وعلا نے قرآن عظیم میں ہدایت فرمائی کہ ارشاد کرتا ہے:

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوك فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما۝[3]

اور اگر وہ جب اپنی جانوں پر ظلم کریں تیرے حضور حاضر ہو کر خدا سے بخشش چاہیں اور رسول اُن کیلئے استغفار کرے تو بیشک اللہ تعالٰی کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

سبحان اللہ خدا ہر جگہ سنتا ہے اور بے سبب مغفرت فرماتا ہے مگر ارشاد یُوں ہوتا ہے کہ گنہگار بندے تیری خدمت میں حاضر ہو کر ہم سے دعائے بخشش کریں اور قدیماً وحدیثاً علماء وصلحا اس آیۂ کریمہ کو زمانۂ حیات و وفاتِ سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں عام اور حاضری مزار مبارک کو حاضری مجلس اقدس کی مثل سمجھا کئے اور اوقاتِ زیارت میں یہی آیۂ کریمہ تلاوت کرکے اللہ تعالٰی سے استغفار کرتے رہے اس مضمون کی بہت روایات وحکایات مواہب لدنیہ و منح محمدیہ و مدارج النبوۃ و جذب القلوب الٰی دیار المحبوب و خلاصۃ الوفا فی اخبار دار المصطفٰی وغیرہا تصانیف علما میں مذکور و مشہور بعض اُن سے حضرت مقدام المحققین حضرت والد قدس سرہ الماجد نے سرور القلوب فی ذکر المحبوب میں ذکر کرکے اس مسئلے کا اثبات فرمایا من شاء فلیتشرف بمطالعته (جو چاہے اس کے مطالعہ سے مشرف ہو۔ ت) اسی طرح بہت علما مصنفان مناسک باب

---

[1] کتاب الشفاء فصل واعلم ان حرمۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبوعہ شرکۃ صحافیۃ فی بلاد عثمانیۃ ۲/ ۳۵
نسیم الریاض شرح شفاء 〃 〃 〃 〃 〃 دار الفکر بیروت ۳/ ۳۹۸

[2] القرآن ۲/ ۱۵۳

[3] القرآن ۴/ ۶۴

marfat.com

Marfat.com

زیارت شریف سید علیہ میں وقت حاضری اس آیت کو پڑھ کر استغفار کا حکم دیتے ہیں تو ثابت ہوا کہ محبوبانِ خدا کی طرف جانا اور بعد وصال اُن کی قبور کی طرف چلنا دونوں یکساں جیسا کہ سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ سیدنا امام ابوحنیفہ کے مزار فائض الانوار کے ساتھ کیا کرتے، اب یہ گدائے سرکار قادریہ اُس آستان فیض نشان سے دُور و مہجور ہے گو بعد نماز مزار اقدس تک جانے کی حقیقت اسے میسر نہیں تاہم دل سے توجہ کرنا اور چند قدم اُس سمت چل کر اُن چلنے والوں کی شکل بناتا ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حدیث حسن میں فرمایا:

من تشبہ بقوم فھو منھم[1]۔ اخرجہ الطبرانی فی الاوسط عن حذیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ باسناد حسن وان کان طریق ابی داود عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما لیس بذلک۔

جو کسی قوم سے مشابہت پیدا کرے وہ انھیں سے ہے۔ اس کی تخریج طبرانی نے اوسط میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کی ہے یہ سند جید ہے اگرچہ ابوداؤد کے طریق پر ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی قوی نہیں ہے۔ (ت)

ثانیاً توسل میں توجہ باطن ضرور اور ظاہر عنوانِ باطن، لہٰذا یہ چلنا مقرر ہوا کہ حالتِ قالب حالتِ قلب پر شاہد ہو جس طرح سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے استسقا میں قلب ردا فرمایا کہ قلب لباس، قلب احوال و کشف باس کی خبر دے، شاہ ولی اللہ نے قول الجمیل میں قضائے حاجت کے لئے "صلوٰۃ کن فیکون" کی ترکیب لکھی جس کے آخر میں ہے کہ پھر پگڑی اتارے آستین گلے میں ڈالے پچاس بار دعا کرے ضرور مستجاب ہو[2]۔ اس پر اُن کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں: "بعض ناواقفوں نے اعتراض کیا ہے آستین گردن میں ڈالنا کیونکر جائز ہوگا، حالانکہ ادعیۂ ماثورہ میں یہ ثابت نہیں، ہم جواب دیتے ہیں کہ قلب ردا یعنی چادر کا اُلٹنا پلٹنا نمازِ استسقاء میں رسول علیہ السلام سے ثابت ہے تا حالِ عالم کا بدل جائے تو اس طرح آستین گردن میں ڈالنا امرِ مخفی کے اظہار کے واسطے یعنی تضرع کے واسطے حصولِ شعار گردشِ حال کے یا مقصود کے کیونکر ناجائز ہوگا"[3]۔ انتہی مترجما بترجمۃ المولوی خرم علی البلھوری فی شفاء العلیل ترجمۃ القول الجمیل۔ میں کہتا ہوں جب آستین گلے میں باندھنا باآنکہ طرق ماثورہ میں وارد نہیں، اس وجہ سے کہ اس میں تضرع مخفی کا اظہار شدید ہے، اگرچہ نفس

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از عبداللہ ابن عمر مطبوعہ دارالفکر بیروت ۲/ ۵۰ و ۹۲
مجمع الزوائد بحوالہ معجم اوسط کتاب الزہد " دارالکتاب العربیہ بیروت ۱۰/ ۲۷۱

[2] القول الجمیل مترجم اردو پانچویں فصل صلوٰۃ کن فیکون ۔ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷۴

[3] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل " " " " " " " " " " " ص ۷۴

marfat.com

Marfat.com

اظہار گڑگڑانے کی صورت سے حاصل تھا، جائز ٹھہرا تو یہ چند قدم جانبِ عراق محترم چلنا اس وجہ سے کہ اس میں توجہ مخفی کا اظہار قوی ہے کیونکر ناجائز ہوگا۔

ثالثاً ظاہر مصلح خاطر ولہذا جس امر میں جمع عزیمت وصدق ارادت کا اہتمام چاہتے ہیں وہاں اس کے مناسب احوال وجوارح رکھے جاتے ہیں کہ ان کی مدد سے خاطر جمع اور انتشار دفع ہو، اسی لئے نماز میں تلفظ بہ نیت قصد جمع عزیمت علماء نے مستحسن رکھا کما فی المبسوط والہدایۃ والکافی والحلیۃ وغیرھا (جیساکہ مبسوط، ہدایہ، کافی اور حلیہ وغیرہ میں ہے۔ ت) شاہ ولی اللہ حجۃ البالغہ میں لکھتے ہیں:

من جبلۃ الانسان انہ اذا استقر فی قلبہ شیئ جری حسب ذلک الارکان واللسان وھو قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "ان فی جسد ابن اٰدم مضغۃ" الحدیث ففعل اللسان والارکان اقرب مظنۃ وخلیفۃ لفعل القلب[1]

انسانی فطرت ہے کہ جب کوئی چیز اس کے دل میں جم جاتی ہے تو اعضاء اور زبان اسی کے مطابق حرکت کرتے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد مبارک کا کہ انسان کے جسم میں ایک ٹکڑا ہے الحدیث، پس زبان اور اعضاء کی حرکت دل کے فعل کے تابع ہوتی ہے۔ (ت)

اور یہی سر ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین اور تشہد میں انگشتِ شہادت سے اشارہ مقرر ہوا۔ شاہ ولی اللہ اسی کتاب میں لکھتے ہیں:

الھیأۃ المندوبۃ ترجع الی معان، منھا تحقیق الخضوع کصف القدمین، ومنھا محاکاۃ ذکر اللہ تعالٰی باصابعہ ویدہ حذو ما یعقلہ بجنانہ کرفع الیدین والاشارۃ بالمسبحۃ لیکون بعض الامر معاضداً لبعض[2] اھ ملخصاً

مستحب حالت کئی معانی کی طرف راجع ہے، ایک خشوع کا پایا جانا، جیسے قدموں کا برابر ہونا، اور ایک اللہ کے ذکر کی حکایت ہاتھ اور انگلیوں سے کرنا تاکہ دل میں جو کچھ ہے اس کی مطابقت ہوسکے، جیسے ہاتھ اٹھانا اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا جس سے بعض افعال کی بعض سے تقویت ہوتی ہے اھ ملخصاً (ت)

اور اسی قبیل سے ہے دعا میں ہاتھ اٹھانا چہرے پر پھیرنا، شاہ ولی اللہ تصریح کرتے ہیں کہ یہ افعال رغبت باطنی کی تصویر بنانے کو ہیں کہ قلب اس پر خوب متنبہ ہوجائے اور حالت قلب ہیأت سے تائید پائے۔

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ الامور التی لابد منہا فی الصلوٰۃ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ۲/۵

[2] ” ” اذکار الصلوٰۃ وہیأتہا المندوب الیہا ” ” ” ” ۲/۷

marfat.com
Marfat.com

کتاب مذکور میں ہے :

اما رفع الیدین و مسح الوجہ بہما فتصویر للرغبۃ و مظاہرۃ بین الہیأۃ النفسانیۃ وما یناسبہا من الہیأۃ البدنیۃ و تنبیہ للنفس علی تلک الحالۃ[1]

اور ہاتھ اٹھانا اور دعا کے بعد ہاتھوں کو چہرے پر ملنا یہ اپنی دُعا میں رغبت کا اظہار ہے اور ہیئت نفسانیہ کی تصویر اور ہیئت بدنیہ کی مناسبت ہے اور نفس کو اپنی حالت پر تنبیہ ہے۔ (ت)

بعینہٖ یہی حالت اس چلنے کی ہے کہ رغبت باطنی کی پُوری تصویر بتاتا اور قلب کو انجذاب تام پر متنبہ کرتا ہے جیسا کہ اس عمل شریف کے بجالانے والوں پر روشن، گو منکر محروم بیخبر باش ؎

ذوقِ ایں مے نہ شناسی بخدا تا نچشی

(اس شراب کا مزہ تُو اسے چکھے بغیر نہ پا سکے گا)

رابعًا سنّتِ نبویہ علٰی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ ہے کہ جہاں انسان سے کوئی تقصیر واقع ہو عمل صالح وہاں سے ہٹ کر کرے اسی لئے جب ایک بار سفر میں آخر شب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے نزول فرمایا اور آنکھ نہ کھلی یہاں تک کہ آفتاب چمکا حضور نے وہاں نماز نہ پڑھی اور فرمایا اس جگہ شیطان حاضر ہُوا تھا اپنے مرکبوں کو یونہی لئے چلے آؤ، پھر وہاں سے تجاوز فرما کر نماز قضا کی، مسلم فی صحیحہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال عرسنا مع نبی اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلم نستیقظ حتی طلعت الشمس فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لیأخذ کل رجل برأس راحلتہ فان ھذا منزل حضرنا فیہ الشیطان قال ففعلنا ثم دعا بالماء فتوضأ[2] الحدیث (حدیث کا ترجمہ متن حدیث سے پہلے موجود ہے) یہاں بھی جب یہ محتاج دو رکعت نماز پڑھ چکا اور اب وقت وہ آیا کہ جہت توسل کی طرف منہ کرکے اللہ جل جلالہ سے دُعا چاہتا ہے نفس نماز میں جو قلت حضور وغیرہ قصور سرزد ہوئے یاد آئے اور سمجھا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں شیطان کے دخل نے مجھ سے مناجاتِ الٰہی میں تقصیر کرا دی ناچار ہٹتا ہے اور پُر ظاہر کہ جہت توجہ اس کے لئے اولٰی والیسر یمینًا وشمالًا انصراف میں ترک توجہ اور رجعت قہقری بُعد کی صورت اور اقبال نشان اقبال فکان ھو المختار۔

خامسًا خادمِ شرع جانتا ہے کہ صاحبِ شرع صلوات اللہ وسلامہ علیہ کو باب دعا میں تفاؤل

---

[1] حجۃ اللہ البالغۃ الاذکار وما یتعلق بہا مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ۲/ ۷۵

[2] صحیح مسلم باب قضاء الصلوٰۃ الفائتۃ ؍ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۳۸

marfat.com

Marfat.com

پر بہت نظر ہے اسی لئے استسقاء میں قلب رداء فرمایا کہ تبدل حال کی فال ہو

الدارقطنی بسند صحیح علی اصولنا عن الامام ابن الامام ابن الامام جعفر بن محمد بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہم عن ابیہ انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم استسقی وحوّل رداءہ لیتحول القحط[1]۔

ہمارے اصول کے مطابق دارقطنی نے صحیح سند کے ساتھ امام ابن امام ابن امام جعفر بن محمد بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہم وہ اپنے والد سے راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے (بارش کے لئے دعا میں) چادر مبارک الٹی تاکہ قحط ختم ہوجائے۔ (ت)

امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں،

قالوا والتحویل شرع تفاؤلا بتغییر الحال من القحط الی نزول الغیث والخصب و من ضیق الحال الی سعتہ[2]۔

ائمہ کرام نے فرمایا کہ چادر الٹنا اس لئے مشروع ہے کہ قحط سے بارش کی طرف اور تنگی سے خوشحالی کی طرف حالت کو تبدیل کرنے کے لئے نیک فال بن سکے۔ (ت)

اسی لئے بدخوابی کے بعد جو اس کے دفع شر کی دعا تعلیم فرمائی، ساتھ ہی یہ بھی ارشاد ہوا کہ کروٹ بدل لے تاکہ اُس حال کے بدل جانے پر فال حسن ہو

مسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما مرفوعا اذا رأی احدکم الرؤیا یکرھھا فلیبصق عن یسارہ ثلثا ولیستعذ باللہ من الشیطان ثلثا ولیتحول عن جنبہ الذی کان علیہ[3]۔

مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو تین مرتبہ بائیں جانب تھوکے اور اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم تین مرتبہ پڑھے اور اپنی کروٹ دوسری جانب بدلے۔ (ت)

علامہ مناوی تیسیر میں لکھتے ہیں، تفاؤلا بتحول تلک الحال[4] (تاکہ اس سے نجات کےلئے

---

[1] سنن الدارقطنی کتاب الاستسقاء حدیث ۲ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۲/ ۶۶

[2] شرح مسلم للنووی مع مسلم کتاب صلوٰۃ الاستسقاء ؍؍ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۹۲

[3] صحیح مسلم کتاب الرؤیا ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/ ۲۴۱

سنن ابو داؤد باب فی الرؤیا ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/ ۶۸۵

[4] التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث اذا رأی احدکم کے تحت مکتبہ امام الشافعی الریاض ۱/ ۹۷

marfat.com

Marfat.com

نیک فال ہو گی۔ ت) اسی لئے ہنگام استسقا پشتِ دست جانب آسمان رکھے کہ ابر چھانے اور باران آنے کی فال ہو۔

مسلم عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم استسقی فاشار بظھر کفیہ الی السماء[1]

مسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب بارش کے لئے دعا فرماتے تو ہتھیلی مبارک کی پشت سے آسمان کی طرف اشارہ فرماتے (ت)

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے:

طیبی گفتہ ایں نیز برائے تفاؤل ست بقلبِ تبدل حال مثل صنیع وے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم در تحویل رداء اشارتست بمطلوب کہ بطون سحائب بجانب زمین گردد و بریزد انچہ در وے ست از امطار واللہ تعالٰی اعلم[2]

طیبی نے فرمایا یہ عمل بھی حالت کو تبدیل کرنے کی نیک فال کے طور پر ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چادر تبدیل کرتے تھے جس میں بادلوں کے پیٹ زمین کی طرف ہو جانے اور بادلوں سے بارش ہونے کے مطلوب کی طرف اشارہ تھا واللہ تعالٰی اعلم (ت)

اسی لئے علما نے مستحب رکھا جب دفعِ بلا کے لئے دُعا ہو پشتِ دست سُوئے سما ہو گو یا ہاتھوں سے آتشِ فتنہ کو بجھاتا اور جوشِ بلا کو دباتا ہے۔ اشعہ میں ہے:

گفتہ اند چوں دعا برائے طلب وسوال چیزے از نعما بود مستحب است کہ گردانیدہ شود بطون کفہا بجانب آسمان و ہرگاہ کہ برائے دفع و منع فتنہ و بلا باشد پشت ہائے دست بجانب آسمان کند از برائے اطفائے نائرۂ فتنہ و بلا و پست کردن قوت حادثہ و غلبۂ آں[3]

علما نے فرمایا ہے کہ جب کسی نعمت کے حصول کیلئے دعا کی جائے تو مستحب یہ ہے کہ دعا میں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو آسمان کی طرف کیا جائے اور اگر کسی دفعِ شر کے لئے دعا کی جائے تو پھر ہاتھوں کی پشت کو آسمان کی طرف کیا جائے تاکہ فتنہ اور مصیبت کی شدت کم ہو اور حادثہ کی قوت و غلبہ پست ہو جائے۔ (ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ الاستسقا مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۹۳

[2] اشعۃ اللمعات " " " " نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۲۳

[3] " " " " " " " " " " " " "

marfat.com

Marfat.com

اسی لئے دُعا کے بعد چہرے پر ہاتھ پھیرنا مسنون ہوا کہ حصول مراد و قبول دعا کی فال ہو گویا دونوں ہاتھ خیر و برکت سے بھر گئے اس نے وہ برکت اعلیٰ واشرف اعضا پر اُلٹ دی کہ اس کے توسط سے سب بدن کو پہنچ جائے گی۔ ترمذی و حاکم کی حدیث میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا رفع یدیہ فی الدعاء لم یحطھما حتی یمسح بھما وجہہ[1]۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دعا میں ہاتھ اٹھاتے تو چہرہ مبارک پر پھیرے بغیر ہاتھوں کو نیچے نہ کرتے۔ (ت)

علامہ عبدالرؤف مناوی تیسیر میں فرماتے ہیں:

تفاؤلا باصابۃ المراد وحصول الامداد[2]۔

مراد کو پانے اور امداد حاصل کرنے کے لئے نیک فال کے طور پر۔ (ت)

اور حدیث حسن:

ابی داؤد عن السائب بن یزید عن ابیہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا دعا فرفع یدیہ مسح وجہہ بیدیہ۔

ابوداؤد نے حضرت سائب بن یزید سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دعا فرماتے تو ہاتھ اٹھا کر چہرہ مبارک پر ملتے۔ (ت)

کے نیچے لکھا:

تفاؤلا وتیامنا بان کفیہ ملئتا خیرا فافاض منہ علی وجہہ[3]۔

یہ نیک فال ہے کہ ہاتھ خیر سے بھر گئے ہیں اور اس خیر کو چہرہ پر فائض فرمایا۔ (ت)

اور حدیث ابی داؤد:

بیھقی عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلوا اللہ ببطون اکفکم

بیہقی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ

---

[1] جامع الترمذی "الدعوات" باب ما جاء فی رفع الایدی عند الدعاء مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۷۶
المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء مسح الوجہ بالیدین مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۵۳۶
[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث کان اذا رفع یدیہ فی الدعاء کے تحت مکتبہ امام الشافعی الریاض ۲/۲۵۰
[3] " " " " " حدیث کان اذا دعا فرفع کے تحت ۲/۲۴۹

marfat.com
Marfat.com

ولا تسئلوہ بظہورھا فاذا فرغتم فامسحوا بہا وجوھکم۔

نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے ہاتھوں کے باطن میں سوال کرو اور ہاتھوں کی پشت میں سوال نہ کرو اور جب دُعا سے فارغ ہوجاؤ تو ہاتھوں کو چہرے پر پھیرو۔(ت)

کے تحت میں لکھا:

تفاؤلا باصابۃ المطلوب وتبرکا بایصالہ الی وجھہ الذی ھو اشرف الاعضاء و منہ یسری الی بقیۃ البدن [1]

تاکہ نیک فال ہوسکے کہ مطلوب پالیا اور اس کو برکت کے لئے چہرے تک پہنچایا جو کہ اعضا میں افضل ہے اور اس سے تمام بدن میں سرایت کرے۔(ت)

فاضل علی قاری نے حرزِ ثمین میں فرمایا:

لعل وجھہ انہ ایماء الی قبول الدعاء و تفاؤل بدفع البلاء وحصول العطاء فان اللہ سبحنہ یستحیی ان یرد یدعبد صفرا ای خالیا من الخیر فی الخلاء والملاء [2]

ہوسکتا ہے کہ یہ اس بات کا اشارہ ہو کہ دعا قبول ہوچکی ہے اور دفعِ بلا اور حصولِ عطا کے لئے نیک فال بن سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے ہاتھوں کو خلاء اور ملاء میں خیر سے خالی لوٹانے پر حیا فرماتا ہے۔(ت)

اسی طرح صاحبِ شرع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نائب جلیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقاصدِ شرع پر لحاظ فرماکر خاص اُن کے موافق یہ چلنا مقرر فرمایا کہ نفی اعراض وعطائے قربت وحصول اغراض واقبال اجابت کے لئے فالِ حسن ہو واللہ تعالیٰ الموفق۔

سادساً صحیح مسلم شریف میں بروایت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ثابت کہ سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عین نماز میں چند قدم آگے بڑھے جب جنت خدمتِ اقدس میں اتنی قریب حاضر کی گئی کہ دیوارِ قبلہ میں نظر آئی یہاں تک کہ حضور بڑھے تو اس کے خوشہ ہائے انگور دستِ اقدس کے قابو میں تھے

ف: آئندہ سطور میں ہلالین کے اندر اعلیٰحضرت کی اپنی عبارت ہے اور ہلالین سے باہر حدیث کی عبارت ہے۔ نذیر احمد

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث سلوا اللہ کے تحت مکتبۃ امام الشافعی الریاض ۲/ ۶۰

[2] حرزِ ثمین حواشی حصن حصین مع حصن حصین آداب الدعاء افضل المطابع انڈیا ص ۱۱

marfat.com

Marfat.com

اور یہ نماز صلوٰۃ الکسوف تھی۔

وذلك قوله (بعد ما وصف صلوة النبي صلى الله تعالٰى عليه وسلم في الكسوف) ثم تأخر (يعني النبي صلى الله تعالٰى عليه وسلم) وتأخرت الصفوف خلفه حتى انتهينا (قال مسلم وقال ابوبكر يعني ابن ابي شيبة شيخه حتى انتهى) الى النساء ثم تقدم وتقدم الناس معه حتى قام في مقامه فانصرف حين انصرف وقد أضت الشمس فقال (وقص الحديث حتى قال) ما من شئ توعدونه الا وقد رأيته في صلوٰتي هذه لقد جئ بالنار وذلكم حين رأيتموني تأخرت (وساق الخبر الى ان قال) ثم جئ بالجنة وذلكم حين رأيتموني تقدمت حتى قمت في مقامي ولقد مددت يدي وانا اريد ان اتناول من ثمرها[1] (الحديث مختصر)

ان کا قول یہ کہ سورج گرہن کی نماز کو بیان کرتے ہوئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز میں پیچھے ہٹ گئے اور آپ کے پیچھے صفیں بھی ہٹ گئیں حتی کہ ہم ہٹ گئے' مسلم نے فرمایا کہ ان کے استاد ابوبکر ابن ابی شیبہ نے فرمایا یعنی ہم عورتوں کی صف تک پیچھے ہٹ گئے، پھر حضور علیہ السلام آگے بڑھے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ آگے بڑھ گئے حتی کہ حضور علیہ السلام اپنے پہلے مقام پر کھڑے ہوئے، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو سورج روشن ہوگیا، پس انھوں نے کہا کہ راوی نے پوری حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے فرمایا تمھیں جن امور کا وعدہ دیا گیا میں نے نماز میں ان سب چیزوں کو دیکھا ہے اور تحقیق میرے سامنے آگ (جہنم) پیش کیا گیا یہ اس وقت ہوا جب تم نے مجھے پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھا اور واقعہ بیان کرتے ہوئے راوی نے کہا، پھر آپ نے فرمایا میرے سامنے جنت کو پیش کیا گیا اور یہ اس وقت ہوا جب تم نے مجھے آگے بڑھتے ہوئے دیکھا حتی کہ میں اپنی جگہ کھڑا ہوا اور میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا اس خیال سے کہ میں جنت کا پھل حاصل کروں (الحدیث مختصراً)۔ (ت)

اسی طرح جب ارباب باطن و اصحابِ مشاہدہ یہ نماز پڑھ کر بروجہ توسل عراق شریف کی طرف متوجہ ہوتے ہیں انوار و برکات و فیوض و خیرات اس جانب مبارک سے باہزاراں جوش و ہجوم پیہم آتے نظر آتے ہیں، یہ بیتابانہ ان خوشہائے انگور جنّات نور و باغات سرور کی طرف قدم شوق پر بڑھتے اور ان عزیز مہمانوں کے لئے رسم باجمال تلقی و استقبال بجالاتے ہیں سبحان اللہ کیا جائے انکار ہے اس نیک بندے پر جو اپنے رب کی برکات و خیرات کی طرف مسارعت کرے۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الکسوف مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۹۷

marfat.com

Marfat.com

ان جئتکم قاصدا اسعی علی بصری
لم اقض حقا و ای الحق ادیت

(اگر میں تمہارے قصد سے آؤں تو آنکھوں کے بل دوڑتا ہُوا آؤں، تو حق ادا نہ کرسکوں اور کونسا حق ہے جو میں نے ادا کردیا ہے)

تہ ہے ہم جاہل جن کا حصّہ یہی شقشقۂ لسان و اضطراب ارکان ہے وبس نسأل اللّٰہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالٰی سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ ت) ہم اس امر جمیل میں اُن اہلِ بصائر کے طفیلی ہیں ع

وللارض من کأس الکرام نصیب

(کریم حضرات کے پیالوں سے زمین کا بھی حصہ ہے)

جیسے نماز کہ اس کے اکثر افعال و احکام ان اسرار و حِکَم پر مبنی جو حقیقۃً صرف احوال سنیۂ اہل قلوب پر مبتنی پھر عوام بھی صورتِ احکام میں اُن کے مشارک مثلاً نماز نہاری میں اخفاء واجب ہوا اور لیلی میں جہر کہ لیل آیت لطف ہے اور اس کی تجلی لطیف اور نہار آیت قہری ہے اور اس کی تجلی شدید پھر تجلی جہری تجلی سری سے بہت قوی و گرم تر، لہذا التعدیل کے لئے تجلی قہری کے ساتھ ٹھنڈی تجلی رکھی گئی اور لطفی کے ساتھ گرم، جمعہ و عیدین میں باوجود نہاریت حکم جہر ہوا کہ بوجہ کثرت حاضرین اُنس حاصل اور دہشت زائل اور قلب بوجہ شہود تجلی سے قدرے ذاہل بھی ہوگا، معہذا ایک ہفتہ کی تقصیرات جمع ہو کر حجاب میں گونہ قوت پیدا کرتی ہیں تو گویا یہ معالجہ مناسب ہُوا جو اپنی حرارت سے اُسے گلا دے جیسے اطباء خطوط دقیقہ دیکھنے سے منع کرتے اور نادراً بغرض تمرین اُسے علاج سمجھتے ہیں اور کسوف میں گو جماعت کثیر اور وقفہ طویل ہے پھر بھی اخفاء ہی رہا کہ وہ وقت تخویف و تجلی جلال اور وقفہ طویل ہے جہر نہ ہو سکے گا، اسی لئے ہمارے نزدیک نماز جنازہ میں اصلاً قرأت نہیں کہ یہ ہیبت عظیم و تجلی جلال، تجلی شدید قرآنی سے جمع نہ ہو اور جو قرارت کہتے ہیں وہ بھی جہر نہیں رکھتے کہ شدت بر شدت بڑھ جائے گی۔ شب کو آٹھ رکعت تک ایک نیت سے جائز اور دن کو چار سے زیادہ منع کہ سنتِ الٰہیہ ہے تجلی شیئاً فشیئاً وارد کرتے اور ہر ثانی میں اول سے قوی بھیجتے ہیں تو تجلی گرم نہاری کے ساتھ چار سے آگے تاب نہ آئے گی اسی لئے ہر دو رکعت پر جلسہ طویلہ کا حکم ہوا کہ خوب آرام پالے، اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یاد واجب ہُوئی کہ لطفِ جمال سے حظ اٹھالے اور پچھلی رکعتوں میں قرأت معاف کہ تجلیات بڑھتی جائیں گی شاید دشواری ہو اور منفرد پر جہر واجب نہیں کہ بوجہ تنہائی دہشت و ہیبت زیادہ ہوتی ہے عجب نہیں کہ تاب نہ لائے تو اُسے اُس کے حال و وقت پر چھوڑنا مناسب رکوع و سجود میں قرأت قرآن ممنوع ہُوئی کہ ان کی تجلی تجلیِ قیام سے سخت اشد، دوسری تجلی شدید قرارت مل کر

marfat.com

Marfat.com

افراط ہو گی نیز قعود[۱۴] میں قراءت ممنوع ہوئی کہ وہ آرام دینے کے لئے رکھا گیا تجلی قرآنی کی شدت مل کر اسے مقصود سے خالی کر دے گی اسی[۱۵] لئے رکوع کے بعد قومہ کا حکم ہوا کہ اس تجلی قوی سے آرام لے کر تجلی اقوی کی طرف جائے ورنہ تاب نہ لائے گا اسی[۱۶] بنا پر بین السجدتین اطمینان سے بیٹھنا واجب کیا گیا کہ تجلی سجدۂ ثانیہ اوراشد و اعظم ہو گی اشد یا اشد کی توالی سے بنیان بشری نہ منہدم ہو جائے۔ امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی میزان میں نقل فرماتے ہیں:

انه وقع لبعض تلامذة سیدی عبدالقادر جیلی رضی اللہ تعالٰی عنه انه سجد فصار یضمحل حتی صار قطرة ماء علی وجه الارض فاخذها سیدی عبدالقادر رضی اللہ تعالٰی عنه بقطنة و دفنها فی الارض وقال سبحن اللہ رجع الی اصله بالتجلی علیه[۱]۔

یعنی حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بعض مریدوں نے سجدہ کیا جسم گھلنا شروع ہوا یہاں تک کہ گوشت پوست ہڈی پسلی کسی شے کا نشان نہ رہا صرف ایک بوند پانی کی زمین پر پڑی رہ گئی حضور پر نور نے روئی کے پھوئے سے اٹھا کر زمین میں دفن کر دی اور فرمایا سبحن اللہ تجلی کے سبب اپنی اصل کی طرف پلٹ گیا۔

۵ قسمت نگر کہ کشتۂ شمشیر عشق یافت
مرگے کہ زندگان بدعا آرزو کنند

(قسمت دیکھ کہ عشق کی تلوار کے مقتول نے ایسی موت کو پایا جس کے لئے زندہ لوگ دعا کی آرزو کرتے ہیں)

سابعاً دیدۂ انصاف بے غبار و صاف ہو تو احادیث صحیحہ سے اس کا بھی پتا چلتا ہے کہ جہاں جانا چاہے اُس طرف چند قدم قریب ہونا اور جہاں سے جُدائی مقصود ہو اُس سے کچھ گام دُور ہونا بھی نافع و بکار آمد ہوتا ہے جب کمال قُرب و بُعد میسر نہ ہو۔ طبرانی نے معجم کبیر اور حاکم نے بسند صحیح مستدرک میں برشرط شیخین ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

کل شئ یتکلم به ابن اٰدم فانه مکتوب علیه فاذا اخطأ الخطیئة ثم احب ان یتوب الی اللہ عزوجل فلیأت بقعة

آدمی کا ہر بول اس پر لکھا جاتا ہے تو جو گناہ کرے پھر اللہ تعالٰی کی طرف توبہ کرنا چاہے اسے چاہئے بلند جگہ پر جائے اور اللہ تعالٰی کی طرف ہاتھ پھیلا کر

---

[۱] المیزان الکبرٰی باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۵۷

marfat.com

Marfat.com

مرفوعا یلبث ویدیه الی اللہ ثم یقول اللھم انی اتوب الیک منھا لا ارجع الیھا ابدا فانه یغفر له مالم یرجع فی عمله ذلك[1]

کہ الٰہی! میں اس گناہ سے تیری طرف رجوع لاتا ہوں اب کبھی اُدھر عود نہ کروں گا۔ اللہ تعالٰی اس کے لئے مغفرت فرمادے گا جب تک اس گناہ کو پھر نہ کرے۔

توبہ کے لئے بلندی پر جانے کی یہی حکمت ہے کہ حتی الوسع موضع معصیت سے بُعد اور محلِ طاعت و منزلِ رحمت یعنی آسمان سے قرب حاصل ہو، جب سیّدنا موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانۂ انتقال قریب آیا تیہ میں تشریف رکھتے تھے اور ارضِ مقدسہ پر جبارین کا قبضہ تھا وہاں تشریف لے جانا میسر نہ ہُوا دعا فرمائی کہ اس پاک زمین سے مجھے ایک سنگ پرتاب قریب کردے۔ بخاری، مسلم، نسائی ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

ارسل ملك الموت الی موسی علیھما الصلوٰۃ والسلام (فذکر الحدیث الی ان قال) نسأل اللہ ان یدنیه من الارض المقدسة رمیة بحجر[2]

موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف اللہ تعالٰی نے ملک الموت کو بھیجا، پس حدیث کو بیان کرتے یہاں تک بیان کیا کہ موسٰی علیہ السلام نے اللہ تعالٰی سے سوال کیا کہ مجھے بیت المقدس کے اتنا قریب کردے جتنا کہ پتھر پھینکنے کا فاصلہ ہوتا ہے۔ (ت)

شیخ محقق رحمہ اللہ تعالٰی شرح مشکوٰۃ میں دُعائے موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یُوں ترجمہ کرتے ہیں:

نزدیک گردان مرا ازاں اگرچہ بمقدار یک سنگ اندازہ باشد[3]

مجھے اس قدر نزدیک کردے اگرچہ ایک پتھر کا اندازہ ہو۔ (ت)

ظاہر ہے کہ ہنگامِ حاجت سرِدست عراق شریف کی حاضری متعذر لہذا چند قدم اس ارض مقدسہ کی طرف چلنا ہی مقرر ہوا کہ مالایدرك کله لایترك کله وللہ الحمد دقه وجله (جو مکمل حاصل نہ ہوسکے تو وہ مکمل چھوڑا بھی نہ جائے، اللہ تعالٰی ہی کے لئے ہر چھوٹی اور بڑی حمد ہے۔ ت) رہی عدد یازدہ کی تخصیص، اس کی وجہ ظاہر کہ ان اللہ تعالٰی وتر یحب الوتر[4] اللہ تعالٰی طاق ہے طاق کو

[1] المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء دعا قضاء الدین مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/ ۵۱۶

[2] صحیح بخاری باب وفات موسٰی علیہ السلام الخ " قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۸۴

صحیح مسلم باب من فضائل موسٰی علیہ السلام " نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۲۶۷

[3] اشعۃ اللمعات کتاب الفتن باب بدأ الخلق الخ " نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۴۵۳

[4] جامع الترمذی ابواب الوتر مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۶۰

مسند احمد بن حنبل مروی از ابن عمر رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۲/ ۱۰۹، ۱۵۵، ۲۵۸، ۲۶۶، ۲۷۷

marfat.com

Marfat.com

تابعین سے منقول نہیں، صحابہ محبت وتعظیم میں ہم سے زیادہ تھے ثواب ہوتا تو وہی کرتے۔

اولاً وہی معمولی باتیں ہیں جن کے جواب علمائے اہلسنت کی طرف سے ہزار ہزار بار ہوچکے جسے آفتاب روشن پر اطلاع منظور ہو اُن کی تصانیفِ شریفہ کی طرف رجوع لائے علی الخصوص کتاب مستطاب "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" وکتاب لاجواب "اذاقۃ الاثام لمانعی عمل المولد والقیام" وغیرہما تصانیف لطیفہ وتالیف منیفہ حضرت تاج المحققین سراج المدققین حامی السنن ماحی الفتن بقیۃ السلف حجۃ الخلف فرد الاماثل فخر الاکابر وارث العلم کابراً عن کابر سیدی ووالدی حضرت مولانا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب محمدی سُنّی حنفی قادری برکاتی بریلوی اعظم اللہ اجرہ ونور قبرہ وقدس سرہ ورزقنا برہ واعطاہ المسرۃ ووقاہ المضرۃ وکل معرۃ بجاہ المصطفٰی وآلہ الشرفا علیہ وعلیہم الصلٰوۃ والثنا اٰمین اٰمین یا اھل التقوی واھل المغفرۃ (اللہ تعالٰی ان کا اجر بڑا کرے، ان کی قبر کو منور کرے، ان کے اسرار کو مقدس بنائے، ان کی بھلائی ہمیں نصیب فرمائے اور ان کو سرور عطا فرمائے، اور ان کو ہر ضرر و تکلیف سے محفوظ فرمائے، حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام اور ان کی آل کی وجاہت کی برکت سے علیہم الصلٰوۃ والسلام اے تقوٰی اور مغفرت والو!۔ ت) اور فقیر غفر اللہ تعالٰی بھی اس بحث اور اس کے امثال کو بروجہ اجمال رسالہ "اقامۃ القیامۃ علی طاعن القیام لنبی تہامۃ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم" ورسالہ "منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین" وغیرہما اپنے رسائل ومسائل میں بقدر کفایت منقح کرچکا والحمد للہ رب العلمین۔

ثانیاً یہاں تو ان جہالات کا کوئی محل ہی نہیں، یہ نماز ایک عمل ہے کہ قضائے حاجات کے لئے کیا جاتا ہے اور اعمالِ مشائخ میں تجدید واحداث کی ہمیشہ اجازت، شاہ ولی اللہ ہوامع میں لکھتے ہیں:

اجتہاد را در اختراع اعمال تصریفیہ راہ کشادہ است مانند استخراج اطبا نسخہائے قرابادین را ایں فقیر را معلوم شدہ است کہ در وقت صبح صادق تا اسفار مقابل صبح نشستن وچشم را باآں نور دوختن و یا نور را گفتن تا ہزار بار کیفیت ملکیہ را قوت میدہد واحادیث نفس رامی نشاند[1]

جاری اعمال میں اجتہاد سے اختراع کا راستہ کشادہ ہے جیسا کہ طبیب حضرات کے ہاں قرابادین کے نسخوں میں ہے اس فقیر کو معلوم ہے کہ صبح صادق تا روشنی بیٹھنا اور منہ مشرق کی طرف کرنا اور آنکھوں کو صبح کے نور پر لگانا اور یانُور ہزار بار تک پڑھنے سے قوتِ ملکیہ حاصل ہوتی ہے اور دل کی باتوں پر آگاہی ہوتی ہے۔ (ت)

---

[1] ہوامع شاہ ولی اللہ

marfat.com

Marfat.com

اسی میں ہے :

چند نوع از کرامت از شیخ ولی اللہ شاہ - اللہ منفک
نمی شود از انجملہ ظہور تاثیر در اعمال تصر لیفیہ او تا عاملے
بفیض او منتفع شوند[1] اھ ملخصاً۔

چند کرامتیں ایسی ہیں جو کسی ولی سے جدا نہیں ہو پاتیں
جن میں ایک یہ کہ اس کے جاری اعمال و وظائف
کی ایسی تاثیر جو ان پر عمل پیرا کو اس کے فیض سے نفع
دیتی ہے اھ ملخصاً (ت)

خود شاہ ولی اللہ اور ان کے والد شاہ عبد الرحیم صاحب اور اُن کے فرزند ارجمند شاہ عبد العزیز صاحب نے ہر گونہ حاجات کے لئے صدہا اعمال بتائے کہ تازہ بنے تھے جن کا پتا قرون ثلثہ میں اصلاً نہ تھا بعض اُن میں سے فقیر نے اپنے رسالہ منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین میں ذکر کئے، اور خود اُن کی "قول الجمیل" ایسی باتوں کی حائز و کفیل۔ جامع تر سُنئے شاہ ولی اللہ کتاب الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ[2] میں تصریح کرتے ہیں کہ انھوں نے جواہر خمسہ شیخ محمد غوث گوالیاری علیہ رحمۃ الباری کی سندیں اور اس کے اعمال کی اجازتیں اپنے استاذ علم حدیث مولانا ابو طاہر مدنی و شیخ محمد سعید لاہوری مرحومین سے حاصل کیں، حیث قال :

ایں فقیر خرقہ از دست شیخ ابو طاہر کردی پوشیدہ
وایشاں بعمل انچہ در جواہر خمسہ است اجازت دارند
عن ابیہ الشیخ ابراھیم الکردی عن الشیخ
احمد القشاشی عن الشیخ احمد الشناوی
عن السید صبغۃ اللہ عن الشیخ وجیہ
الدین علوی الکجراتی عن الشیخ محمد
غوث الکوالیاری وایضاً لبسھا الشیخ
ابو طاھر عن الشیخ احمد النخلی بسندہ
الی اٰخرہ وایضا ایں فقیر در سفر حج چوں بلاہور
رسید و دست بوس شیخ محمد سعید لاہوری دریافت
ایشاں اجازت دعائے سیفی دادند بل اجازت

اس فقیر نے شیخ ابو طاہر کُردی کے ہاتھ سے خرقہ پہنا
اور انھوں نے جواہر خمسہ کے تمام وظائف کی اجازت
دی یہ اجازت اُن کو اپنے والد شیخ ابراہیم کُردی سے
اور اُن کو اپنے شیخ احمد قشاشی سے اور ان کو شیخ
احمد شناوی اور ان کو سید صبغۃ اللہ سے ان کو شیخ
وجیہ الدین علوی گجراتی سے ان کو شیخ محمد غوث
گوالیاری سے۔ نیز خرقہ پایا شیخ ابو طاہر نے احمد نخلی
سے ان کی آخری سند تک۔ اور نیز فقیر جب حج کے
سفر میں لاہور پہنچا تو وہاں شیخ محمد سعید لاہوری کی
دست بوسی کی تو انھوں نے مجھے دعائے سیفی کی
اجازت مرحمت فرمائی بلکہ انھوں نے ان تمام وظائف

---

[1] ہوامع شاہ ولی اللہ

[2] الانتباہ فی سلاسل اولیاء، مترجم اردو طریقہ شطاریہ مطبوعہ آرمی برقی پریس دہلی ص ۱۲۷

marfat.com

Marfat.com

جمیع اعمال جواہر خمسہ وسند خود بیان کردند و ایشاںؒ دریں زمانہ یکی از اعیان مشائخ طریقہ احسنیہ و شطاریہ بودند و چوں کسے را اجازت می دادند او را دعوت رجعت نمی شود رحمہ اللہ تعالیٰ، سندؒ قال الشیخ المعمر الثقۃ حاجی محمد سعید لاهوری اخذت الطریقۃ الشطاریۃ واعمال الجواهر الخمسۃ من السیفی وغیرہ عن الشیخ محمد اشرف لاهوری عن الشیخ عبد الملك عن الشیخ البایزید الثانی عن الشیخ وجیہ الدین الکجراتی عن الشیخ محمد غوث الکوالیاری[1] انتھی۔

واعمال کی اجازت دی جو جواہر خمسہ میں ہیں، اور انھوں نے اپنی سند بھی بیان کی اور آپ اس زمانہ کے مشائخ شطاریہ احسنیہ کے سلسلہ کے خاص بزرگوںؒ میں سے تھے، اور جب آپ کسی کو اپنے سلسلہ کی اجازت دیتے تو پھر اس کو رجوع کی حاجت نہ رہتی (اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے) سند یہ ہے شیخ بزرگ باوثوق حاجی محمد سعید لاہوری نے فرمایا کہ میں نے سلسلہ شطاریہ اور جواہر خمسہ کے وظائف واعمال سیفی وغیرہ، شیخ محمد اشرف لاہوری انھوں نے شیخ عبد الملک بایزید ثانی سے انھوں نے وجیہ الدین گجراتی انھوں نے شیخ محمد غوث گوالیاری سے حاصل کئے، انتہی (ت)

حضرات منکرین ذرا مہربانی فرما کر جواہر خمسہ پر نظر ڈال لیں اور اُس کے اعمال کا ثبوت قرون ثلثہ سے دے دیں بلکہ اپنے اصولِ مذہب پر اُن اعمال کو بدعت و شرک ہی سے بچالیں جن کے لئے شاہ ولی اللہ جیسے سُنّی موحد محدثانہ سند لیتے اور اپنے مشائخ حدیث و طریقت سے اجازت حاصل کرتے ہیں زیادہ نہ سہی یہی دعائے سیفی جس کی نسبت شاہ ولی اللہ نے لکھا کہ میں نے اپنے شیخ سے اخذ کی اور اجازت لی اسی کی ترکیب میں ملاحظہ ہو کہ جواہر خمسہ میں کیا لکھا ہے:

نادعلی ہفت بار یا سہ بار یا یکبار بخواند و آں اینست نادعلیا مظهر العجائب تجدہ عونا لك فی النوائب کل ھم وغم سینجلی بولایتك یا علی یا علی یا علی[2]

نادعلی سات بار یا تین بار یا ایک بار پڑھو اور وہ یہ ہے: پکار علی کو جو عجائب کے مظہر ہیں تو ان کو اپنے مصائب میں مددگار پائے گا ہر پریشانی اور غم ختم ہوگا آپ کی مدد سے یا علی یا علی یا علی (ت)

مسئلہ: قال اللہ تعالیٰ واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتب لتبیننہ

اور جب خدا نے عہد لیا اُن لوگوں سے جنھیں کتاب دی گئی اسے صاف بیان کردیں گے لوگوں سے

---

[1] الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ مترجم اردو طریقہ شطاریہ مطبوعہ آرمی برقی پریس دہلی ص ۱۳۸

[2] فتوح الغیب ضمیمہ جواہر خمسہ مترجم اردو نادعلی کا بیان " دار الاشاعت کراچی ص ۴۵۳

marfat.com

Marfat.com

[illegible] اور چھپائیں گے نہیں۔

اب کیا فرماتے ہیں علمائے ملّتِ نجدیہ ھداھم اللہ تعالٰی الی الملۃ الحنفیۃ (اللہ تعالٰی ان کو حق کی طرف رہنمائی کرے) کہ جو لوگ نادِ علی پڑھیں پڑھائیں سیکھیں، اُس کی سندیں دیں، اجازتیں لائیں، اس کے سلسلے کو سلاسلِ اولیاء اللہ میں داخل کرجائیں، اُس کے حکم دینے والوں کو ولیِ کامل بتائیں اپنا شیخ و مرشد و مرجع سلسلہ بتائیں، اُن میں بعض کو بلفظ ثقہ و احیانِ مشائخ اور اُن کی ملاقات کو بکلمہ دستبوس تعبیر فرمائیں اُنھوں نے غم و مصیبت و رنج و آفت کے وقت یاعلی یاعلی کہنا روا رکھا یا نہیں اور اسے ورد و وظیفہ بنایا یا نہیں اور غیرِ خدا کو خدا کا شریک فی العلم و شریک فی التصرف ٹھہرایا یا نہیں اور وہ اس سبب سے مشرک کافر بے ایمان جہنمی ہُوئے یا نہیں پھر جو ایسوں کو اپنا پیر جانیں عالمِ اُمت، حامیِ سنّت و قطبِ زمان و مرشدِ دوراں مانیں (جیسے جناب شاہ عبدالعزیز صاحب) اُنھیں مقتدائے دین و پیشوائے مسلمین بتائیں ان کے علم و افضال و عرفان و کمال پر سچے دل سے ایمان لائیں (جیسے تمام اصاغر و اکابر حضرات وہابیہ) انھیں سیّد الحکما و سیّد العلما و قطب المحققین، فخر العرفاء المکملین، اعلمہم باللہ و قبلہ اربابِ تحقیق و کعبہ اصحابِ تدقیق و قدوۃ اولیا و زبدۃ اربابِ صفا بلکہ امام معصوم و صاحبِ وحیِ تشریعی ٹھہرائیں (جیسے میاں اسمٰعیل دہلوی) ان سب صاحبوں کی نسبت کیا حکم ہے یہ حضرات ایک مشرک شرک جُو شرک پسند شرک آموز کو پیر و پیشوا و امام و مقتدا بنا کر سیّد العلما و مقبولِ خدا بتا کر خود بھی کافر و مشرک و مستحق عذاب الیم و مہلک ہوئے یا نہیں اور ان پر بھی مسئلہ الرضاء بالکفر کفر (کفر پر رضامندی کفر ہے۔ ت) و مسئلہ من شك فی کفرہ وعذابه فقد کفر (جس نے اس کے کفر اور اس کے عذاب پر شک کیا وہ کافر ہوگیا۔ ت) وحکم آیۂ کریمہ ومن یتولھم منکم فانه منھم[2] (تم میں سے جو جس سے محبت کرتا ہے وہ انھیں میں سے ہوگا۔ ت) وحدیث صحیح المرء مع من احب[3] (آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرتا ہے۔ ت) جاری ہوگا یا نہیں، بینوا توجروا۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا پھر اصل مبحث یعنی دربارۂ اعمال تجدید و اختراع کی طرف چلئے، یہی شاہ ولی اللہ صاحب اسی انتباہ میں قضائے حاجات کے لئے ختم خواجگانِ چشت قدست اسرارہم کی ترکیب بتاتے اور اس کے آخر میں یُوں فرماتے ہیں:

---

[1] القرآن ۳/ ۱۸۷

[2] القرآن ۵/ ۵۱

[3] صحیح البخاری کتاب الادب باب علامۃ الحب فی اللہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۱۱

marfat.com

Marfat.com

دہ مرتبہ درود بخوانند ختم کنند و بر قدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگانِ چشت عموماً بخوانند و حاجت از خدائے تعالیٰ سوال نمایند ہمیں طور ہر روز میخوانده باشند ان شاء اللہ تعالیٰ در ایام معدودہ مقصود بحصول انجامد[1]

دس مرتبہ درود شریف پڑھ کر ختم دیں اور کچھ شیرینی پر خواجگانِ چشت کے نام کی فاتحہ پڑھیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال کریں، یہ عمل روزانہ کریں ان شاء اللہ چند روز میں مقصود حاصل ہو جائے گا۔ (ت)

مرزا مظہر جانجاناں صاحب اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

دعائے حزب البحر وظیفۂ صبح و شام و ختم حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم ہر روز بجہت حل مشکلات باید خواند[2]

حزب البحر شریف کا وظیفہ صبح و شام اور روزانہ خواجگان (قدس اسرارہم) کا ختم مشکلات کے حل کے لئے پڑھیں۔ (ت)

دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں:

ختم خواجہا رضی اللہ تعالیٰ عنہم و ختم حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر روز بعد حلقۂ صبح لازم گیرند[3]۔

ختم خواجگان اور ختم حضرت مجدد صاحب (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) صبح حلقۂ ذکر کے بعد ضروری کریں۔ (ت)

مکتوب آخر میں کہتے ہیں:

ختم حضرت خواجہا و ختم حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہم نیز اگر یاراں جمع آیند بعد از حلقۂ صبح براں مواظبت نمایند کہ از معمولات مشایخ ست و فائدۂ بسیار و برکت بے شمار دارد[4]

ختم خواجگان و ختم حضرت مجدد صاحب رضی اللہ عنہم صبح کے حلقۂ ذکر کے بعد پابندی سے کریں کیونکہ یہ مشایخ کے معمولات میں سے ہے بہت مفید اور بابرکت ہے۔ (ت)

اور مرزا صاحب موصوف کے معمولات مسمّی بہ معمولاتِ مظہری سے اس کی ترکیب یوں منقول:

اوّل دست برداشتہ سورۂ فاتحہ یکبار بخوانند[5] الخ

پہلے ہاتھ اٹھا کر ایک بار سورۂ فاتحہ پڑھیں الخ (ت)

---

[1] الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ذکر طریقۂ ختم خواجگانِ چشت مطبوعہ آرمی برقی پریس دہلی ص ۱۰۰

[2] ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں از مجموعہ کلمات طیبات ملفوظات مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۸

[3] مکتوبات " " " " " مکتوب بست و ہشتم " " " ص ۴۱ و ۴۲

[4] ملفوظات " " " " " نصائح و وصایا " " " ص ۹۲

[5] معمولات مظہری " " " " حاشیہ بر عبارت مذکورہ " " " "

marfat.com

Marfat.com

بعدازاں از جناب خدائے عزوجل حصول مطالب بتوسل ایں بزرگواراں باید خواست و تا سرانجام مقصود مداومت باید نمود[1] الخ

اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کے حصول کیلئے ان بزرگوں کے توسل سے دُعا کرنی چاہئے تاکہ انجام میں دائمی طور پر مقصد ظاہر ہوجائے الخ (ت)

ان صاحبوں سے کوئی نہیں کہتا کہ یہ طریقے قرونِ ثلٰثہ میں کہاں منقول ہیں، ان میں کچھ ثواب یا تقرب الی اللہ کی امید ہوتی تو صحابہ ہی بجالاتے اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فاتحہ شیرینی پر دلاتے والحمد للہ علی وضوح الحق (حق کے واضح ہونے پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے۔ ت)

ثالثاً خیر صلوٰۃ الاسرار شریف تو ایک عمل لطیف ہے کہ مبارک بندہ اپنے حصول اغراض و دفع اعراض کے لئے پڑھتا ہے مزاج پرسی ان حضرات کی ہے جو خاص امور ثواب و تقرب رب الارباب میں جو محض اسی نیت سے کئے جاتے ہیں ہمیشہ تجدید و اختراع کو جائز مانتے اور ان محدثات کو ذریعہ وصول الی اللہ جانتے ہیں وہ کون، شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز، مرزا مظہر جانجاناں، شیخ مجدد الف ثانی، مولوی اسمٰعیل دہلوی، مولوی خرم علی بلہوری وغیرہم جنہیں منکرین بدعتی و گمراہ کہیں تو کس کے ہوکر رہیں، خود شاہ ولی اللہ قول الجمیل میں اپنے اور اپنے پیرانِ مشائخ کے آداب طریقت و اشغال ریاضت کی نسبت صاف لکھتے ہیں:

لم یثبت تعیین الاداب ولا تلك الاشغال[2]

یہ خاص آداب و اشغال نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہوئے۔ (ت)

شاہ عبدالعزیز صاحب حاشیۂ قول الجمیل میں فرماتے ہیں، اسی طرح پیشوایانِ طریقت نے جلسات[3] و ہیأت واسطے اذکار مخصوصہ کے ایجاد کئے ہیں مناسبات مخفیہ کے سبب سے جن کو مرد صافی الذہن اور علوم حقہ کا عالم دریافت کرتا ہے[4] (الی قولہ) تو اس کو یاد رکھنا چاہئے[5] انتھی بترجمۃ البلھوری۔

مولوی خرم علی صاحب مصنف نصیحۃ المسلمین اسے نقل کرکے لکھتے ہیں، یعنی ایسے امور کو مخالفِ شرع یا داخلِ بدعات سیئہ نہ سمجھنا چاہئے جیسا کہ بعض کم فہم سمجھتے ہیں[6] انتہی۔

---

[1] معمولاتِ مظہری از مجموعہ کلمات طیبات حاشیہ بر عبارت مذکور نصائح ووصایا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۹۲

[2] القول الجمیل مع شفاء العلیل گیارھویں فصل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۳

[3] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل چوتھی فصل " " " " ص ۵۱

[4] " " " " " " " " " ص ۵۲

[5] " " " " " " " " " ص ۵۲

marfat.com

Marfat.com

اور سنئے اسی قول الجمیل میں اشغال مشائخ نقشبندیہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم میں تصور شیخ کی ترکیب لکھی کہ؛

ثالثہا الرابطة بشيخه فاذا صحبه خلى نفسه من كل شئ الا محبته وينتظر لما يفيض منه واذا غاب الشيخ عنه يخيل صورته بين عينيه بوصف المحبة والتعظيم فتفيد صورته ما تفيد صحبته[1] اه ملخصا۔

یعنی تیسرا طریقہ وصول الی اللہ کا رابطہ شیخ ہے جب شیخ کی صحبت میں ہو تو اپنا دل اس کی محبت کے سوا ہر چیز سے خالی کرے اور فیض کا منتظر ہو اور جب شیخ غائب ہو تو اس کی صورت اپنے پیش نظر محبت و تعظیم کے ساتھ تصور کرے جو فائدے اس کی صحبت دیتی تھی اب یہ صورت دے گی اھ ملخصا (ت)

شفاء العلیل میں شاہ عبد العزیز صاحب سے نقل کیا حق یہ ہے کہ "سب راہوں سے یہ راہ زیادہ قریب ہے"[2] انتہی۔

اب کون کہے کہ یہ وہی راہ ہے جسے آپ کے سچے معتقدین ٹھیٹ بُت پرستی بتائیں گے، مرزا مظہر صاحب نے اگرچہ کتاب و سنت کو طرق حادثہ سے افضل مانا اور بے شک ایسا ہی ہے مگر ان کے بھی مباح و مفید ہونے کی تصریح فرمائی، مکتوب ۱۱ میں لکھتے ہیں؛

ذکر جہر با کیفیات مخصوصہ و نیز مراقبات باطوار معمولہ کہ در قرون متاخرہ رواج یافتہ از کتاب و سنت ماخوذ نیست بلکہ حضرات مشائخ بطریق الہام و اعلام از مبدء فیاض اخذ نمودہ اند و شرع ازاں ساکت ست و دائرۂ اباحت و فائدہا دراں متحقق و انکار آں ضرور نیست[3]

آخری زمانہ جو ذکر بالجہر مخصوص کیفیت کے ساتھ ہو رہا ہے نیز مراقبات جن کا عمل جاری ہے یہ کتاب و سنت سے ماخوذ نہیں بلکہ یہ مشائخ کرام نے بطور الہام مبدء فیاض سے پایا ہے اور شریعت اس کے منع پر خاموش ہے لہٰذا یہ دائرۂ اباحت میں داخل ہے اس میں فائدہ ہے اس کا انکار ضروری نہیں۔ (ت)

اور سنئے مکتوب ۱۶ میں ہے؛

اگرچہ از مصحف مجید فال زدن در حدیث شریف نیامدہ

اگرچہ نیک فال قرآن مجید سے نکالنا حدیث شریف میں

---

[1] القول الجمیل مع شفاء العلیل چھٹی فصل طریقہ مراقبہ بسیط مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۸۰ - ۸۱

[2] " " " " " " " " ص ۸۰

[3] مکتوبات مرزا مظہر جانجاناں از مجموعہ کلمات طیبات مکتوب یازدہم مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۳

marfat.com

Marfat.com

اما مردم نیست اگر کسے زند مضائقہ ندارد۔[۱]

مذکور نہیں لیکن ممنوع بھی نہیں، اگر کوئی نکالے تو مضائقہ نہیں۔ (ت)

انہیں کے ملفوظات میں ہے:

حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ طریقہ نو بیان نمودہ و مقامات وکمالات طریقہ خود بسیار تحریر فرمودہ و در آں مقامات ہیچ شبہہ نیست کہ باقرار ہزاراں علماء و عقلاء بتواتر رسیدہ[۲] اھ ملخصا

حضرت مجدد صاحب نے نئے طریقے بیان فرمائے ہیں اور اپنے طریقہ کے کمالات و مقامات کو خوب بیان فرمایا ہے، ان مقامات میں کوئی شک و شبہہ نہیں کیونکہ ہزاروں علماء و عقلاء نے اس کی تصدیق فرمائی ہے جو تواتر کو پہنچی ہے اھ ملخصاً (ت)

اُسی میں ہے:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ طریقہ جدیدہ بیان نمودہ اند و در تحقیق اسرار معرفت طرز خاص دارند مثل ایشاں در محققانِ صوفیہ کہ جامع اند در علم ظاہر و باطن وعلم نو بیان کردہ اند چند کس گزشتہ باشند[۳] اھ ملخصا

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جدید طریقہ بیان فرمایا ہے وہ معرفت کے اسرار کی تحقیق میں خاص طرز رکھتے ہیں اور یہ ان چند محقق صوفیوں میں سے ہیں جنھوں نے ظاہری و باطنی علوم جمع فرمائے اور نئے علوم بیان کئے ہیں ایسے چند بزرگ ہوئے ہیں اھ ملخصاً (ت)

عہ اقول یہ جناب مرزا صاحب کا خیال تھا، صحیح یہ ہے کہ قرآن عظیم سے فال کھولنا منع ہے، حدیقہ ندیہ میں ہے:

قال والدی رحمہ اللہ تعالیٰ فی شرحہ علی شرح الدرر وفی کتاب التحفۃ اخذ الفال من المصحف مکروہ کذا ذکرہ القہستانی یعنی کراھۃ التحریم الخ ۱۲ منہ دام ظلہ (م)

میرے والد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا درر کی شرح میں اور کتاب التحفہ میں ہے کہ قرآن پاک سے فال نکالنا مکروہ ہے، قہستانی نے ایسے ہی ذکر کیا ہے یعنی مکروہ تحریمی ہے الخ ۱۲ منہ دام ظلہ (ت)

---

[۱] مکتوبات مرزا مظہر جانجاناں از مجموعہ کلمات طیبات مکتوب شصت و یکم مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۵۶

[۲] ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں " " " " ملفوظات " " " " ۷۰

[۳] " " " " " " " " " " " " ص ۸۳ و ۸۴

marfat.com

Marfat.com

میاں اسمعیل دہلوی صراط مستقیم میں لکھتے ہیں،

اشغالِ مناسبہ ہر وقت و ریاضات ملائمہ ہر قرن جدا جدا می باشند ولہذا محققان ہر وقت از اکابر ہر طرق در تجدید اشغال کوششہا کردہ اند بناءً علیہ مصلحت دید وقت چناں اقتضا کرد کہ یک باب ازیں کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب ایں وقت ست تعیین کردہ شود[1] الخ۔

ہر وقت کے مناسب وظائف اور ہر زمانہ کے لائق ریاضتیں جدا جدا ہیں لہذا ہر زمانہ کے محققین نے ہر سلسلہ کے اکابرین سے نئے وظائف حاصل کرنے کی کوشش کی ہے اس بنا پر میں نے مصلحت دیکھی کہ وقت کا تقاضا ہے کہ اس کتاب کا ایک باب نئے وظائف و اعمال میں جو اس وقت کے مناسب ہوں، کے لئے معین کروں الخ

اب خدا جانے یہ حضرات بدعتی کیوں نہ ہوئے اور انھیں خاص ان امور دینیہ میں جو محض تقرب الی اللہ کہلائے کئے جاتے ہیں نئی نئی باتیں جو قرآن میں نہ حدیث میں نہ صحابہ میں نہ تابعین میں، نکالنی اور عمل میں لانی اور ان سے امید وصول الی اللہ رکھنی کس نے جائز کی۔

مسئلہ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من سئل عن علم فکتمہ الجمہ اللہ یوم القیمۃ بلجام من نار[2] اخرجہ احمد وابوداود والترمذی وحسنہ والنسائی وابن ماجۃ والحاکم وصححہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جس سے کوئی علمی بات پوچھی جائے وہ اسے چھپائے اللہ تعالٰی روزِ قیامت اسے آگ کی لگام دے گا۔ اس حدیث کو ابوداود، ترمذی نے تحسین کی۔ نسائی، ابن ماجہ، حاکم نے ابوھریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے صحیح روایت کیا۔ (ت)

اب کیا فرماتے ہیں علمائے ملتِ اسمٰعیلیہ ھداھم اللہ تعالٰی الی الشریعۃ الحقۃ الابراھیمیۃ (اللہ تعالٰی شریعت حقہ ابراہیمیہ کی طرف ان کی رہنمائی فرمائے۔ ت) کہ دینِ خدا میں ایسی نئی نئی باتیں نکالنا اور یہ اقرار کرکے کہ کتاب وسنت سے اس کا ثبوت نہیں ان پر عمل کرنا اور انھیں موجبِ ثواب وقربِ رب الارباب سمجھنا بدعت سیئہ شنیعہ ہے یا نہیں، اور یہاں حدیث من احدث فی امرنا مالیس منہ فھو

---

[1] صراط مستقیم قبیل باب اول مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۷

[2] سنن ابو داود باب کراہیۃ منع العلم مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۵۹
جامع الترمذی باب ماجاء فی کتمان العلم " امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۸۹
مسند احمد بن حنبل مروی از مسند ابوہریرہ رضی اللہ عنہ " دارالفکر بیروت ۲/۳۰۵، ۳۴۴، ۳۵۳، ۴۹۵

marfat.com

Marfat.com

حدیث [illegible] نکالی جو اس میں نہیں تو وہ مردود ہے۔ت) وحدیث کل بدعة ضلالة (ہر بدعت گمراہی ہے۔ت) وکل ضلالة فی النار[۳] (اور ہر گمراہی جہنم میں ہے۔ت) و حدیث شر الامور محدثاتها[۴] (سب سے بُری بات نئے امور ہیں۔ت) وحدیث اصحاب البدع کلاب اھل النار[۵] (بدعت والے جہنم کے کتّے ہیں۔ت) وارد ہوں گی یا نہیں، اور جن صاحبوں نے یہ باتیں ایجاد فرمائیں آپ کیں، اوروں سے کرائیں، کتابوں میں لکھیں، زبانی بتائیں، حسبِ تصریح تقویۃ الایمان اُن کے اصل ایمان میں خلل آیا یا نہیں، اور وُہ بدعتی فاسق مخالفِ سنّت قرار پائے یا نہیں، اور اُن سے بھی کہا جائے گا یا نہیں کہ صحابہ ثواب وحسنات پر تم سے زیادہ حریص تھے بھلائی ہوتی تو وہی کرجاتے، اور میاں بشیر قنوجی یہاں بھی ہیأت عبادات کو توقیفی بتائیں گے یا نہیں، پھر جو لوگ ان صاحبوں کو امام وپیشوا جانتے اور ان کی مدح وستائش میں حد سے زیادہ غلو کرتے ہیں (جیسے شاہ ولی اللہ مداح ومعتقد مرزا مظہر صاحب اور شاہ عبدالعزیز وصاف و مرید شاہ ولی اللہ صاحب اور مولوی اسمٰعیل غلام و بادخوانِ ہر دو شاہ صاحب اور تمام حضرات وہابیہ مداحین ومعتقدین جمیع صاحبان مذکورین) ان سب کے بارے میں کیا حکم ہے، آیا بحکم حدیث من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی ھدم الاسلام[۶] (جس نے بدعت والے کی تعظیم کی اس نے اسلام کو ڈھانے میں مدد کی۔ت) یہ سب کے سب قصرِ اسلام کے ڈھانے والے ہُوئے یا نہیں، یا یہ احکام صرف مجلسِ میلاد

---

۱ صحیح بخاری	کتاب الصلح	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی	۱/۳۷۱
صحیح مسلم	کتاب الاقضیہ	″ نور محمد اصح المطابع کراچی	۲/۷۷
السنن الکبرٰی	کتاب آداب القاضی	″ دارصادر بیروت	۱۰/۱۱۹
۲ صحیح مسلم	کتاب الجمعہ	″ نور محمد اصح المطابع کراچی	۱/۲۸۵
سنن ابن ماجہ	باب اجتناب البدع والجدل	″ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/۶
۳ درمنثور	تحت آیۃ من یہدی اللہ فھو المہتدی	″ منشورات مکتبہ آیۃ اللہ قم ایران	۴/۱۴۷
۴ صحیح مسلم	کتاب الجمعہ	″ نور محمد اصح المطابع کراچی	ص ۲۸۵
مشکوٰۃ المصابیح	باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ فصل اول	مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی	ص ۲۷
۵ کنز العمال	فصل فی البدع حدیث ۱۰۹۴	مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت	۱/۲۱۸
۶ مشکوٰۃ المصابیح	باب الاعتصام والسنۃ فصل سوم	″ مطبع مجتبائی دہلی	ص ۳۱
کنز العمال	فصل فی البدع حدیث ۱۱۰۲	″ موسسۃ الرسالہ بیروت	۱/۲۱۹

marfat.com

Marfat.com

وغیرہ اُنھیں امور کے لئے ہیں جن میں محبوبانِ خدا کی محبت و تعظیم ہو باقی سب حلال و طیب، اور شاہ عبد العزیز صاحب نے کہ تصورِ برزخ کو اتنا پسند کیا کہ اُسے سب سے زیادہ قریب تر راستہ خدا کا بتایا اور مولوی خرم علی صاحب نے اسے نقل کر کے مسلّم رکھا یہ دونوں صاحب مع اصل کاتب یعنی شاہ ولی اللہ صاحب پھر ان صاحبوں کے معتقدین و مداح سب کے سب مشرک و شرک پرست ٹھہرے یا نہیں، یا یہ حضرات احکامِ شرع سے مستثنیٰ ہیں، اور تقویۃ الایمان و تذکیر الاخوان وغیرہما کی آیتیں حدیثیں صرف مؤمنین اہلِ سنت کو جو خاندانِ عزیزی سے نہ ہوں معاذ اللہ مشرک بدعتی بنانے کے لئے اتری ہیں، بینوا توجروا سبحٰن اللہ ان صاحبوں کے یہ احداث و اختراع سب مقبول ہوں، اور ناجائز و بدعت ٹھہرے تو وہ نماز جو حضور پُر نور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قضائے حاجات کے لئے ارشاد فرمائی ؂

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

(دیکھ راستہ کہاں سے کہاں تک ٹیڑھا ہے)

حق جل علا مسلمانوں کو نیک توفیق بخشے اور اپنے محبوبوں کی جناب میں معاذ اللہ بدعقیدہ نہ کرے خصوصاً حضور سید المحبوبین مطلوب المطلوبین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم اجمعین آمین۔ یہ ہے جو اس گدائے سرکار فیضبار قادریہ پُر برکات و نعمات حضور پُر نور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فائض ہُوا، ؂

گر قبول افتد زہے عز و شرف

گدائے بے نوا فقیر ناسزا اپنے تاجدار عظیم الجود عمیم العطا کے لطفِ بے منت و کرم بے علت سے اس صلے کا طالب کہ عفو و عافیت و حسنِ عاقبت کے ساتھ اس دارِ ناپائدار سے رخصت ہوتے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عزیز پسرِ بتول زہرا کے لختِ جگر علی مرتضیٰ کے نورِ نظر، حسن و حسین کے قرۃ بصر، محی سنّت ابی بکر و عمر صلی اللہ تعالیٰ علی الحبیب وعلیہم وسلم یعنی حضور غوثِ صمدانی قطبِ ربانی واہب الآمال و معطی الامانی حضور پُر نور غوثِ اعظم قطبِ عالم محی الدین ابو محمد عبد القادر حسنی حسینی جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ وجعل حرزنا فی الدارین رضاہ کی محبت و عشق و عقیدت و اتباع و اطاعت پر جائے اور جس دن یوم ندعوا کل اناس بامامہم[1] (جس دن ہر جماعت کو ہم اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔ ت) کا ظہور ہو یہ سراپا گناہ زیرِ لوائے بیکس پناہ سرکار قادریت ظل آلہ جگہ پائے،

---

[1] القرآن ۱۷/۷۱

marfat.com

Marfat.com

فان ذالک علی اللہ یسیر ان اللہ علی کل شیئ قدیر بحمد اللہ وقع الفراغ من تسویدہ لثمان خلون للشہر الزاہر من شہر سیدنا الثالث الفاخر اعنی شہر ربیع الآخر فی ثلثۃ مجالس من ثلث غدوات عام الف وثلث مائۃ وخمس من ہجرۃ سید الکائنات علیہ وعلی الہ وابنہ الوارث لمجدہ وکمالہ افضل الصلوات واکمل التسلیمات وازکی التحیات وانمی البرکات آمین آمین والحمد للہ رب العلمین واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

پس بیشک یہ اللہ تعالٰی کے لئے آسان ہے اللہ تعالٰی ہر چیز پر قادر ہے، بحمداللہ تعالٰی اس رسالہ کے مسودہ سے ۸ ربیع الثانی ۱۳۰۵ھ کو فراغت ہوئی یہ مسودہ تین دن کی تین مجلسوں میں تیار ہوا۔ سیدالکائنات پر ان کی آل پر اور آپ کے بیٹے جو آپ کی بزرگی اور کمال کے وارث ہیں پر افضل درود اور کامل سلام اور پاکیزہ تعریفیں اور بڑی برکات ہوں آمین آمین اور سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں اللہ سبحانہٗ وتعالٰی زیادہ علم والا ہے اور اس کا علم بڑا ہے اور اس کی بزرگی مضبوط اور تام ہے۔ (ت)

---

marfat.com

Marfat.com

ازہار الانوار من صبا صلوٰۃ الاسرار

(صلوٰۃ الاسرار کی بادِ صبا سے غنچوں کے پھول)

(نمازِ غوثیہ سے متعلق اہم نکات اور اس کے پڑھنے کا طریقہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شکرالك یا من بالتوسل الیه یغفر کثر الذنوب، وحمدالك یا من بالتوکل علیه یجبر کسر القلوب، اسألك ان تصلی وتسلم وتبارك علی سراج افقك، وملجأ خلقك، وافضل قائم بحقك، المبعوث بتیسیرك ورفقك، رحمة للعٰلمین، وشفیعا للمذنبین، وامانا للخائفین، ولیسرا للبائسین (صفت حاجتمنداں)، وبشری للآئسین (نا امیداں)، محمد النبی الرؤف الرحیم، الجواد الکریم، العلی العلیم، الغنی الحی الحکیم الحلیم، مصحح الحسنات، مقیل العثرات، قاضی الحاجات،

تیرا شکر ہے اے ایسی ذات جس کی طرف وسیلہ پیش کرنے سے کثیر گناہ معاف ہوتے ہیں اور تیری حمد ہے اے وہ ذات کہ جس پر توکل سے شکستہ دلی ختم ہو جاتی ہے اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ رحمت، سلامتی اور برکتیں نازل فرما اُس پر جو تیری کائنات کا چراغ اور تیری مخلوق کا ملجا اور تیرے حق کے لئے قائم لوگوں سے افضل اور تیری سہولت اور مہربانی لے کر مبعوث ہونے والے رحمۃ للعالمین اور شفیع المذنبین اور ڈرنے والوں کے لئے امان اور حاجت مندوں کی سہولت اور نا امید ہونے والوں کے لئے بشارت رؤف، رحیم نبی کرم والے سخی، بلند مرتبہ، بڑے علم والے، غنی، تابندہ، حکمت والے، بُردبار، نیکیوں کو بنانے والے، غلطیوں کو مٹانے والے، حاجتوں کو پورا کرنے والے، مرادیں

marfat.com

Marfat.com

واهب المرادات ، صلى الله تعالىٰ عليه
وعلىٰ اٰله الطاهرين ، واصحابه الطاهرين ،
وازواجه الطيبات امهات المؤمنين ،
واولياء امته الكاملين العارفين ، وامناء
ملته الراشدين المرشدين ، لاسيما
على هذا الفرد الفريد ، الغوث المجيد ،
الغيث المجيد ، واهب النعم ، سالب
النقم ، كاسب العدم ، صاحب القدم ،
جود الجود وكرم الكرم ، ملاذ العرب ومعاذ
العجم ، مناح العطايا ، مناع الرزايا ، القطب
الربانی ، الغوث الصمدانی ، سیدنا ومولانا ابی محمد عبدالقادر
الحسنی الحسینی الجیلانی ، رضی الله تعالیٰ عنه و
ارضاه ، وجعل حرزنا فی الدارین ، اٰمین اٰمین ،
یاارحم الراحمین ، واشهد ان لا اله الا الله وحده
لاشریك له ، واشهد ان محمدًا عبده ورسوله بالرحمة
ارسله ، صلوات الله وسلامه علیه ، وعلی
کل محبوب ومرضی لدیه ، اما بعد
فقد سألنی الفاضل الکامل ، جمیل الشمائل ،
جامع الفضائل ، والفخر الجسیم ، والشرف
العظیم ، مولانا الشاه محمد ابراهیم القادری
المدراسی الحیدرآبادی ، جعله الله من اولی
الایادی ، وحفظه من شر الاعادی ، اجازة الصلوٰة
الغوثیة ، المبارکة المرضیة ، المعروف عندنا
بصلوٰة الاسرار ، المجربة مرارًا لقضاء الاوطار ،
ودفع الاشرار ، تحسین ظن منه بهذا العبد

بر لانے والے ، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ الطاہرین اور حق کو
ظاہر کرنے والے صحابہ اور اس کی پاک ازواج پر جو
مومنین کی مائیں ہیں اور اس کے کامل ، عارف اولیاء امت
ہدایت یافتہ ۔ رہنما ، اس کی اُمت کے امینوں پر خصوصًا
ایسی یکتا ، منفرد ، غوث بزرگی والے ، برکت دینے والی
بارش ، انعامات دینے والے ، محروموں کو بنانے والے
تسلط والے ، سخیوں کے سخی ، کریموں کے کریم ، عرب و
عجم کی جائے پناہ ، عطیات دینے اور مصیبتوں کو دفع کرنے
والے ، قطب ربانی ، خدائی مدد ، ہمارے آقا و مولیٰ
ابو محمد عبدالقادر حسنی حسینی جیلانی پر رضی اللہ عنہم اور جس
کو وہ راضی کرے اور اس کو دونوں جہانوں میں ہمارے
لئے محفوظ خزانہ بنائے آمین آمین یا ارحم الراحمین ،
اور میں گواہ ہوں کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے اور
گواہ ہوں کہ بیشک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے
خاص بندے اور اس کے خاص رسول ہیں جن کو اس
نے رحمت بنا کر بھیجا ہے اس پر اللہ کی رحمتیں اور سلام
ہو اور ہر اس پر جو اس کا محبوب اور پسندیدہ ہو۔ امابعد
کامل فاضل ، اچھے اخلاق والے ، فضائل کے جامع ، بڑے
فخر ، عظیم شرف والے ، مولانا شاہ محمد ابراہیم قادری
مدراسی حیدرآبادی (اللہ تعالیٰ ان کو صاحب قوت بنائے
اور ان کو دشمنوں کے شر سے محفوظ فرمائے) نے مجھ سے
"صلوٰۃ غوثیہ" مبارک پسندیدہ جو کہ ہمارے ہاں "صلوٰۃ
الاسرار" کے نام سے معروف ہے کی اجازت طلب کی ،
یہ صلوٰۃ الاسرار قضائے حاجت اور دفع شر کے لئے بارہا
مجرب ہے ، انھوں نے مجھ فقیر ، حقیر ، اپنے نفس پر ظلم

marfat.com

Marfat.com

الملوم، الفقير الآثام، الفقير الاذل، الحقير
الارذل، عبد المصطفى احمد رضا، المحمدی السنی
الحنفی، القادری البرکاتی البریلوی، لطف الله به،
وعفا عن ذنبه، واصلح عمله، وحقق امله،
مع انی لست هنالك، ولا اهلا لذلك، لكنی
اجبته بالانقیاد، واجزته بالمراد، راجاء
البرکة لی وله فی الدنیا والآخرة، ان ربنا
تعالیٰ هو اهل التقوی واهل المغفرة، کما
اجازنی بها سیدی و مولای، وسندی
و ماوای، شیخی ومرشدی، وکنزی
و ذخری لیومی وغدی، تاج الکاملین،
سراج الواصلین، حضرة السید الشاه
آل الرسول الاحمدی، المارهری، رضی الله
تعالیٰ عنه بالرضی السرمدی، بحق روایته
لها واجازته بها عن شیخه الاجل، وعمه
الابجل، الامام الاکمل، والکرم الاشمل،
والقمر الاجمل، فرد عصره، وقطب
دهره، ذی الفیض العظیم والفضل المبین،
حضرة ابی الفضل شمس الملة والدین، السید
الشاه آل احمد اچھے میاں المارهری، رضی الله
تعالیٰ عنه بالرضوان الابدی، عن ابیه العریف،
النبیه الغطریف، البحر الطمطام، والحبر الصمصام،
ذی الفناء والبقاء، والوصول واللقاء، حضرة السید
الشاه حمزة العینی المارهری علیه الرضوان
الدائم من العلی القوی، بسنده المسلسل کابرا

کرنے والے، نہایت گنہگار، عبد المصطفیٰ احمد رضا محمدی
سُنّی حنفی قادری برکاتی بریلوی کے بارے میں حسنِ ظن
رکھتے ہُوئے یہ سوال کیا (اللہ تعالیٰ ان پر مہربانی فرمائے
اور ان کو معاف فرمائے اور ان کے اعمال کو درست فرمائے)
حالانکہ میں اس قابل نہیں ہُوں اور نہ ہی اس کا اہل ہوں
لیکن ان کے حکم کی تعمیل کرتے ہُوئے میں ان کو اس کی
اجازت دیتا ہُوں یہ امید کرتے ہوئے کہ دنیا و آخرت
میں ہم دونوں کے لئے باعثِ برکت ہو (تقویٰ اور مغفرت
کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے) (ان کو میری طرف سے
اجازت ہے جیسا کہ مجھے میرے آقا، مولیٰ، جائے اعتماد،
ماویٰ اور میرے شیخ، مرشد، سہارا، خزانہ اور میرے
آج اور کل کے ذخیرہ اور کاملین کے تاج، واصلین کے
چراغ، حضرت شاہ آلِ رسول احمدی مارہروی رضی اللہ
عنہ نے مجھے اجازت دی جیسا کہ ان کو روایت اور اجازت
ملی، ان کے عظیم شیخ اور اُن کے بزرگوار چچا، کامل امام،
وسیع کرم، خوبصورت چاند، اپنے زمانہ کے منفرد اور قطب،
عظیم فیض اور واضح فضیلت، حضرت ابوالفضل، ملت اور
دین کے سورج، سید شاہ آلِ احمد اچھے میاں مارہروی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، اور ان کو اپنے والدِ گرامی عارفِ
کامل، مضبوط فہم، بحرِ بیکراں، پختہ ماہر، صاحبِ بقاء
و فناء، صاحبِ وصول و حضور، حضرت شاہ حمزہ
عینی مارہروی (ان پر اللہ تعالیٰ کی دائمی رضا) سے
اسلاف در اسلاف سے ان کی مسلسل، سند سے،
جوان کو بلند دربار، مضبوط چوکھٹ، مخلوق کے مرجع
دربارِ قادریہ (وہاں کے رہنے والوں اور وہاں کے

marfat.com

Marfat.com

عن کابر، عن الحضرة الرفیعة، والسدة المنیعة، مرجع البریة، الحضرة القادریة، علی حضارها وخدامها رضوان القادر، فان اصلها ماثور بطرق عدیدة، عن الحضرة المجیدة، کما ذکرہ العلماء، منهم الامام ابو الحسن نور الدین علی بن جریر[ع] اللخمی الصوفی الشطنوفی فی بهجة الاسرار، والامام الاجل عبد الله بن الاسعد الیافعی الشافعی، والفاضل علی بن سلطان محمد القاری الهروی المکی، والشیخ المحقق شیخ

خدام پر اللہ تعالیٰ کی رضا ہو) سے حاصل ہوئی کیونکہ "صلوٰۃ الاسرار" کا ثبوت متعدد طرق سے منقول ہے برگزیدہ دربار سے جیسا کہ اس کو بہت سے علماء نے ذکر فرمایا ہے جن میں امام ابو الحسن نور الدین علی بن جریر لخمی صوفی شطنوفی نے بہجۃ الاسرار میں، اور امام اجل عبد اللہ بن اسعد یافعی شافعی و فاضل علی بن سلطان محمد القاری الہروی المکی اور شیخ محقق علماء ہند کے شیوخ کے شیخ عبد الحق بن سیف الدین محدث دہلوی وغیرہم رحمۃ اللہ

ع یجب ان یعلم انه لیس با بن جهضم الذی تکلم فیه الذهبی علی دابه مع الصوفیة الکرام فی "المیزان" فانه مقدم علی سیدنا الغوث رضی اللہ تعالیٰ عنه بزمان وهذا معاصر الذهبی وبینه و بین سیدنا واسطتان صحب المولی اباصالح قاضی القضاة نصرا صحب اباه سیدی عبد الرزاق صحب اباه سیدنا الغوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنهم وقد وصفه الذهبی نفسه فی "طبقات القراء" بالامام الاوحد وکذلک الامام الجلال السیوطی فی "حسن المحاضرة" اما نسبة الذهبی کتاب بهجة الاسرار الی ذلک فان کان له ایضا کتاب اسمه هذا افذاک والا فاشتباه عظیم واجب التنبیه ۱۲ (م)

یاد رہے کہ یہ ابن جہضم نہیں ہیں جن کے اولیاء کرام کے بارے میں خصوصی نظریات پر ذہبی نے اعتراض کیا ہے کیونکہ وہ غوث اعظم سے بہت پہلے کے ہیں اور یہ امام ذہبی کے معاصر ہیں جبکہ ان کے اور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان دو واسطے ہیں، انھوں نے قاضی القضاۃ نصر کی انھوں نے اپنے والد اور انکے والد نے حضرت عبد الرزاق کی انھوں نے اپنے والد حضرت غوث اعظم کی صحبت پائی جن کو خود امام ذہبی نے "طبقات القراء" میں ذکر فرمایا اور امام سیوطی نے بھی "حسن المحاضرہ" میں ذکر کیا، امام ذہبی کا ابن جہضم کی طرف کتاب بہجۃ الاسرار کو منسوب کرنا جب درست ہوگا جب اس نام کی کوئی کتاب ان کی ہو ورنہ یہ نسبت درست نہیں ہے بلکہ ان کو اشتباہ ہوا ہے ۱۲

(ت)

marfat.com

Marfat.com

عليهم [illegible] سيف الدين المحدث الدهلوي الحقير رحمة الله تعالیٰ عليهم اجمعين انه قال سيدنا ومولٰنا الغوث الاعظم رضی الله تعالیٰ عنه من توسل بی فی شدة فرجت عنه ومن استغاث بی فی حاجة قضيت له ومن صلی بعد المغرب رکعتين ثم يصلی ويسلم علی النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم ثم يخطو الی جهة العراق احدیٰ عشرة خطوة يذکر فيها اسمی قضی الله تعالیٰ حاجته[1] **قلت** وفرجت وقضيت تحتملان صيغة المجهول لواحدة[ع] غائبة ، وصيغة المعلوم للواحد المتکلم وعلی هذه ترجمة الشاه ابی المعالی رحمه الله تعالیٰ فی التحفة القادرية ، وايا ما کان فالحاصل واحد ، او لهما تحتمل الحقيقة الباطنة الذاتية[ع] والظاهرة[ع] المستفادة ، -

علیہم اجمعین سے منقول کہ غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس نے کسی مصیبت میں میرا وسیلہ دیا تو اس کی مصیبت ختم ہو گی ، اور جس نے اپنی حاجت کے لئے مجھ سے مدد مانگی تو اس کی حاجت پوری ہو گی ، اور جس نے نمازِ مغرب کے بعد دو رکعتیں پڑھ کر صلوٰۃ وسلام پڑھا اور پھر عراق کی جانب گیارہ قدم میرا نام کہتے ہوئے چلا تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت کو پورا فرمائے گا ۔ **قلت** "فرجت" اور "قضیت" دونوں صیغے ، واحد غیب مونث مجہول اور واحد متکلم معلوم بن سکتے ہیں ، اور شاہ ابوالمعالی نے "تحفہ قادریہ" میں واحد متکلم معلوم کا ترجمہ فرمایا ہے (یعنی میں اس کی مشکل کشائی اور حاجت روائی کروں گا) بہرحال جو بھی صیغہ ہو ماحصل ایک ہے کیونکہ پہلا صیغہ ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذاتی باطنی حقیقت کا احتمال ہے جبکہ دوسرا

ع وهی التی تثبت بالذات من دون عطاء ولا الاستناد الی جعل وهذا مختص بصفات الله سبحٰنه وتعالیٰ فحسب ۱۲ (م)

ع وهی التی حصلت بالعطاء ولا ثبوت لها الا بالجعل وهکذا جميع صفات المخلوق کالعلم والقدرة والعطاء والعون حتی الوجود ۱۲ (م)

یہ بالذات ثابت ہے عطاء اور جعل کی طرف منسوب نہیں ، اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کی صفات سے مختص ہے اور بس ۱۲ ۔ (ت)

یہ صرف عطاء سے حاصل ہے اس کا ثبوت اللہ تعالیٰ کے عطا فرمانے پر ہے جیسا کہ مخلوق کی تمام صفات ہیں مثلاً انسان کا علم ، قدرت ، عطا ، امداد حتی کہ مخلوق کا وجود بھی عطائی ہے ۱۲ ۔ (ت)

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر فضل اصحابہ وبشراہم مطبوعہ مصطفی البابی الحلبی مصر ص ۱۰۲

marfat.com

Marfat.com

والاخرى تتعين للاخير والمرجع ما ذكره رضي الله تعالىٰ عنه اخرا بقوله قضى الله تعالىٰ حاجته ان الى ربك المنتهى ، **ثم** ان لمشايخنا قدست اسرارهم ورحمنا الله تعالىٰ بهم في هذا الصلوٰة طريقتين، صغرىٰ، وكبرىٰ، والمعمول عندنا الاسهل الاشمل من حيث السوغ لكل احد من دون الاختصاص بالقائمين في محب الى الشهود الهائمين في فيافي الوجود هي الطريقة الانيقة الصغرى. **صفتها** بحيث يكون كالشرح للفظ الكريم ويتضمن مختارات هذا العبد الاثيم، ان **من** عرضت له حاجة دينية او دنيوية **صلى بعد** صلوٰة المغرب بسنتها **ركعتين** من غير فريضة ناويا صلوٰة الاسرار تقربا الى الله تعالىٰ و هدية لروح سيدنا الغوث الاعظم رضي الله تعالىٰ عنه ، وان جدد لهما الوضوء فهو اضوء ، وقد عهدنا ذلك من النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في صلوٰة الحاجة ، والا فهو بسبيل من الرخصة فان توضأ فليحسن وضوءه هكذا امر النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ذلك المكفوف بصره واحب الى ان يقدم صدقة[ع] فانها اسرع في

صیغہ، ظاہری حاصل کردہ حقیقت کا معین احتمال ہے لیکن بہتر وہ ہے جس کو خود حضور غوث اعظم نے بعد میں یوں ذکر فرمایا ہے کہ "اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرے گا کیونکہ تیرے رب کی طرف ہر چیز کی انتہی ہے"۔ پھر ہمارے مشائخ (رحمہم اللہ تعالیٰ اور ان کے سبب ہم پر رحم فرمائے) نے اس نماز کے بارے میں دو طریقے بتائے ہیں' ایک مختصر اور دوسرا طویل ہے، اور ہمارے ہاں جو مروج ہے وہ آسان اور جامع اور ہر ایک کے مناسب ہے یہ مرتبۂ شہود پہ فائز لوگوں یا مرتبہ وجود میں طالبین کے لئے مخصوص نہیں، یہ بہترین طریقہ اختصار والا ہے۔ اس کا طریقہ ایسا ہے جو خود لفظ (صلوٰۃ الاسرار) کی شرح جیسا ہے اور اس عاجز بندے کا پسندیدہ ہے کہ جس شخص کو کوئی حاجت درپیش ہو خواہ وہ دینی ہو یا دنیوی، تو وہ مغرب کی نماز کے بعد سنتوں کے ساتھ دو رکعت "صلوٰۃ الاسرار" کی نیت سے اللہ تعالیٰ کی قربت اور حضور غوث اعظم کی روح کو ہدیہ کے لئے پڑھے اور اگر اس کے لئے نیا وضو کرے تو یہ نور ہو گا کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک نابینا کو یہ فرمایا تھا' ورنہ نیا وضو ضروری نہیں، مجھے تو یہ پسند ہے کہ صلوٰۃ الاسرار پڑھنے سے پہلے کوئی صدقہ کرے کیونکہ یہ عمل کامیابی جلدی لاتا ہے اور مصیبتوں کے دروازوں کو خوب بند کرتا ہے جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مناجات کیلئے

ع الافضل الاسرار بنص القرآن وهي

صدقہ میں افضل یہ ہے کہ پوشیدہ ہے کیونکہ قرآن کا
(باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com
Marfat.com

[illegible] البلاء، وقد امر الله تعالیٰ من ناجی رسوله ان یقدموا بین یدی نجواهم صدقة، فنجوی الله احق مع ان هذه الصلوٰة تشتمل علی نجوی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ایضاً، والوجوب وان نسخ رحمة من الله تعالیٰ فلا مریة فی الاستحباب هذا ویقرأ فیها بعد الفاتحة ماتیسر من القرآن فان قرأ الاخلاص احدی عشرة مرة فهو احسن حتی اذا سلم حمد الله تعالیٰ واثنی علیه بما هو اهله، والافضل الصیغ الواردة عن النبی صلی الله

پہلے صدقہ دینے کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا، تو اللہ تعالیٰ سے مناجات میں اور زیادہ بہتر ہے باوجودیکہ اس نماز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی مناجات موجود ہے، اگرچہ اس صدقہ کا وجوب منسوخ ہو چکا ہے جس میں اُمت کی آسانی ہے مگر استحباب کے طور پر جواز میں کوئی شک نہیں ہے۔ اس نماز میں فاتحہ کے بعد کوئی آسان سُورت پڑھے بہتر ہے کہ سُورہ اخلاص گیارہ بار پڑھے تو بہت اچھا ہے، نماز سے سلام پھیرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اس کی شان کے مطابق بجا لائے اور اس میں بہتر وُہ الفاظ ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تقی مصارع السوء کما فی الحدیث و فضائلها اکثر من ان تحصی والاحسن ان یتصدق بزوجین بفضل ذلك ورد حدیث وفلسان زوجان و خبزان زوجان ومن لم یجد فودعتان زوجان والودعة خرمهرة ۱۲ (م)

عـــہ کقوله اللهم لك الحمد حمدا یوافی نعمك و یکافیٔ مزید کرمك وقوله اللهم لك الحمد انت قیم السمٰوٰت والارض ومن فیهن ولك الحمد انت ملك السمٰوٰت والارض ومن فیهن ولك الحمد انت نور السمٰوٰت

یہ حکم ہے، اور یہی بُرے احتمال سے بچاؤ ہے، جیسا کہ حدیث میں بیان کیا گیا ہے اور اس میں بہت زیادہ فضیلت ہے، اور بہتر یہ ہے کہ صدقہ میں جو دے، دو کی تعداد دے، دو پیسے، دو روٹیاں، اگر اور کچھ نہ پائے تو کم از کم دو خرمہرے دے ۱۲ (ت)

اور جیسے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہے اے اللہ! تیرے لئے ایسی حمد جو تیری نعمتوں کے برابر ہو اور مزید کرم کو کفایت کرے، اور حضور کا ارشاد کہ تیری حمد کہ تُو آسمانوں اور زمین کا نگران ہے، اور تیری حمد کہ تُو آسمانوں اور زمین اور ان میں ہر چیز کا مالک ہے، اور تیری حمد کہ تُو زمین اور آسمانوں اور ان میں

(باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

Marfat.com

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فانہ لایقدر احد ان یحمد الاحد کحمد احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومن احسنہا اللھم ربنا لک الحمد حمدا کثیرا طیبا مبٰرکا فیہ کما تحب ربنا وترضی ملأ السمٰوٰت وملأ الارض وملأ ما شئت من شئ بعد، ومنھا اللھم لک الحمد حمدا دائما مع دوامک ولک الحمد حمدا خالدا مع خلودک ولک الحمد حمد لا منتہی لہ دون مشیتک ولک الحمد حمداً دائماً لا یرید قائلہ الا رضاک ولک الحمد حمداً عند کل طرفۃ عین وتنفس کل نفس ،

بطور حمد وثنا پڑھے ہیں کیونکہ حضور علیہ السلام سے بڑھ کر بہتر حمد اور اچھی ثنا کوئی نہیں کرسکتا ، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیان کردہ بہترین محامد میں ایک یہ ہے : اے اللہ! ہمارے رب! تیرے لئے کثیر، طیب، مبارک حمد جیسے تجھے پسند ہے اور تو راضی ہے، زمینیں اور آسمان اور ہر وہ چیز بھر کر جس کو تو چاہے۔ اور ان میں سے ایک اور یہ ہے : اے اللہ! تیرے لئے دائمی حمد جیسا کہ تیرا دوام ہے اور تیری حمد جو باقی رہنے والی ہو تیری بقاء کے ساتھ، تیری ایسی حمد جو تیری مشیئت کے بغیر ختم نہ ہو اور ایسی دائمی حمد جس کو بیان کرنے والا صرف رضا کا طالب ہو، اور تیرے لئے ایسی حمد جو آنکھ کی ہر پلک

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

والارض ومن فیھن وملک الحمد وقولہ اللھم لک الحمد فی بلائک وصنیعک الی خلقک ولک الحمد فی بلائک وصنیعک الی اھل بیوتنا ولک الحمد فی بلائک وصنیعک الی انفسنا خاصۃ ولک الحمد بما ھدیتنا ولک الحمد بما اکرمتنا ولک الحمد بما سترتنا ولک الحمد بالقراٰن ولک الحمد بالاھل والمال ولک الحمد بالمعافاۃ و لک الحمد حتی ترضی ولک الحمد اذا رضیت یا اھل التقوی واھل المغفرۃ الی غیر ذلک من صیغ کثیرۃ ۱۲ منہ (م)

ہر چیز کا نور ہے اور مالکِ حمد ہے۔ اور آپ کا یہ قول: اے اللہ! تیری مخلوق کے لئے تیرے امتحان اور تیری حکمت والے عمل پر تیری حمد۔ ہمارے گھر والوں کے لئے امتحان اور تیری کارسازی پر حمد۔ اور خاص ہماری جانوں میں تیرے امتحان وکارسازی پر حمد۔ ہمیں ہدایت دینے پر تیری حمد، اور ہمیں عزت دینے اور ہمیں مستور کرنے پر تیری حمد، قرآن سے تیری حمد اہل ومال دینے پر، عافیت دینے پر تیری حمد، حتی کہ تو راضی ہو جائے، تیرے لئے حمد ہے جب تو راضی ہو، اے تقویٰ اور مغفرت والو۔ اور ان جیسے دیگر الفاظ کثیرہ سے حمد پڑھے ۱۲ منہ (ت)

marfat.com

Marfat.com

ومنها اللهم لك الحمد كما ينبغي لجلال وجهك وعظيم سلطانك، ومنها اللهم لك الحمد شكراً ولك المن فضلاً، ومنها اللهم لك الحمد كما تقول وخيراً مما نقول الى غير ذلك مما وردت به الاحاديث فليجمعها او ليكتف ببعضها، ويعجبني ان يختمها بقوله اللهم لا احصي ثناء عليك انت كما اثنيت على نفسك فانه من اجمع حمد واوسع ثناء عليه سبحنه وتعالى ومن لم يحسن من ذلك شيأ فليقل الحمد لله ثلث او ليقرء الفاتحة او اية الكرسي بنية الثناء فلا يجد ثناء افضل منها ثم يصلي ويسلم على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم احدى عشرة مرة اذ لا يستجاب دعاء الا بالصلوٰة عليه صلى الله تعالى عليه وسلم وامر بالسلام احرازا للفضلين واحترازا عن الخلاف فان من العلماء من كره الافراد ثم العبد يختار ههنا الصلوٰة الغوثية المروية عن سيدنا الغوث الاعظم رضي الله تعالى عنه، وهي اللهم صل على (سيدنا ومولٰنا)[1] محمد

اور ہر سانس کے وقت ہو، اور ایک اور یہ ہے: اے اللہ! تیرے لئے تیری ذات کے جلال اور تیری عظیم سلطنت کے شایانِ شایان حمد ہو اور ایک یہ ہے: اے اللہ! شکر بجا لانے کے لئے تیری حمد اور تیرا احسان فضل ہے۔ اور ایک یہ ہے: اے تیرے لئے وہ حمد جو تُو نے فرمائی اور وہ بہتر جو ہم کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر جو احادیث میں مروی ہیں سب کو یا بعض کو پڑھے۔ اور مجھے تو پسند ہے کہ آخر میں یہ حمد پڑھے، اے اللہ! میں تیری ثناء کو بجا نہیں لا سکتا جس طرح تُو نے خود اپنی ثناء فرمائی ہے کیونکہ یہ حمد بہت جامع اور وسیع ہے۔ اور اگر کسی مذکورہ محامد میں سے کوئی حمد یاد نہ ہو تو تین بار الحمد للہ پڑھ لے یا سورہ فاتحہ یا آیۃ الکرسی حمد و ثنا کی نیت سے پڑھے، ان سے بہتر ثناء نہ پاؤ گے، اور پھر آخر میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود و سلام گیارہ مرتبہ پڑھے کیونکہ درود شریف کے بغیر کوئی دعا قبول نہیں ہوتی اور سلام کا بھی حکم ہے تاکہ دونوں کی فضیلت ہو جائے۔ اور بعض علمائے دونوں میں سے ایک پر اکتفا مکروہ قرار دیا ہے اس لئے دونوں کو ملا کر پڑھنے سے اس خلاف سے بچے گا۔ پھر مجھ بندہ کو یہاں درودِ غوثیہ جو آپ سے مروی ہے

---

[1] اعلم ان لفظه سيدنا ومولانا من زيادات للفقير على ما بلغنا عن مشايخنا وقد زاد امير المؤمنين عمر وابنه عبد الله

سیدنا و مولانا کا لفظ اس فقیر نے بڑھایا ہے، یہ لفظ ہمارے مشائخ کا نہیں، یہ اضافہ جائز ہے جیسا کہ امیر المومنین عمر فاروق اور ان کے صاحبزادے عبد اللہ

(باقی بر صفحہ آیندہ)

marfat.com

Marfat.com

معدن الجود والكرم وآله وسلم والعبد يقولها هكذا اللهم صل على سيدنا ومولانا محمد معدن الجود والكرم وآله الكرام وابنه الكريم وامته الكريمة يا اكرم الاكرمين وبارك وسلم ثم ليتوجه بقلبه الى المدينة الطيبة و ليقل احدى عشرة مرة يا رسول الله يا نبي الله اغثني وامددني في قضاء حاجتي يا قاضي الحاجات **ثم يخطو الى جهت العراق** وهو من بلادنا بين الشمال والمغرب افاده سيدي حمزة رضي الله تعالى عنه وهي ايضا جهة المدينة المنورة وكربلاء و العبد الضعيف قد استخرج جهة حضرة بغداد من بلد تا بريلي بالمؤامرة البرهانية على ان عرضها لج ك وطوله مد لح وعرض بريلي

پسندیدہ ہے اور وہ یہ ہے۔ اے اللہ! ہمارے آقا و مولیٰ محمد جود و کرم کی کان پر رحمت نازل فرما اور آپ کی آل پر اور سلامتی نازل فرما۔ جس کو یہ بندہ یوں پڑھتا ہے۔ اے اللہ! ہمارے آقا و مولیٰ محمد جود و کرم کی کان پر اور آپ کی برگزیدہ آل اور کریم بیٹے اور برگزیدہ امت پر صلوٰۃ و سلام فرما اے برگزیدوں کے برگزیدہ۔ اس کے بعد مدینہ منورہ کی طرف دل توجہ کر کے گیارہ مرتبہ یوں پڑھے، یا رسول اللہ یا نبی اللہ! میری مدد کرو، اور اے حاجات پوری کرنے والے! میری حاجت کے پورا ہونے میں مدد فرماؤ۔ اور پھر عراق کی طرف قدم بڑھائے، اور ہمارے ہاں عراق شمال مغرب میں ہے یہ میرے آقا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے اور یہی مدینہ منورہ اور کربلا معلیٰ کی جہت ہے۔ اور اس عبد ضعیف نے اپنے علاقہ بریلی سے دربار بغداد کی جہت جیومیٹری کی بنیاد پر متعین کی ہے یوں کہ بغداد کا عرض لج ک اور اس کا طول مد لح اور بریلی کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

رضي الله تعالى عنهما على تلبية رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم واجاز العلماء زيادة السيادة في الصلوة كما في در المختار فكيف في غيرها وقصة الترك في قراءة دلائل الخيرات معلومة والولاية مثل السيادة ١٢ (م)

عہ ثلاث وثلاثون درجة وثلث ١٢ (م)

عہ اربع واربعون درجة وثمان وعشرون دقيقة ١٢ (م)

رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تلبیہ کے الفاظ میں زائد الفاظ شامل کئے۔ اور ہمارے علماء نے بھی درود شریف میں "سیدنا" کا لفظ بڑھایا جیسا کہ درمختار میں ہے تو اس کے غیر میں بھی جائز ہوگا، نیز دلائل الخیرات میں ترکی کا قصہ معلوم ہے جبکہ ولایت بھی سیادت کے معنی میں ہے (ت)

تینتیس درجے اور ایک ثلث ١٢ (ت)

چوالیس درجے اور ٢٨ دقیقے ١٢ (ت)

marfat.com

Marfat.com

[illegible] عرض [illegible] فالانحراف الشمالي
[illegible] من نقطة المغرب الى نقطة الشمال
[illegible] فليستخرج خط الزوال ويقيم عليه
عمودا الى المغرب ويدير عليهما قوسا
يجعل راس القائمة مركزا فيجزيها
اخماسا ويصل خطا بين الراس والخمس
الاول مما يلي المغرب فهذا
الخط هو سمت حضرة
بغداد اما المدينة
الكريمة فاربع درج اعني

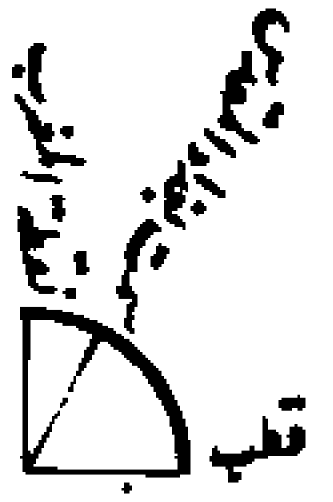

۴ من نقطة المغرب الى الشمال على
ما استخرجت بعدة طرق برهانية احدى
عشرة خطوة معتدلة معتادة فانه
المتبادر من الكلام لا ما يفعله بعض العوام
من انهم لا يرفعون قدما ولا يخطون
خطوة وانما يتقدمون كل مرة نحو ثلاث
اصابع او اربع فليس هذا من الخطوة في شئ
وانما امرنا بالخطا فالعدول عنها بدون ضرورة

عرض ۲۱ اور اس کا طول عط ۲۱ ہے۔ اس سے شمالی
انحراف یعنی نقطۂ مغرب سے نقطۂ شمال کی طرف ۲۱ ۲۱
حاصل ہوا، اب خطِ زوال نکال کر اس پر قائمہ کی صورت
میں عمود، مغرب کی طرف کھینچا جائے اور خطِ زوال اور عمود
پر قوس اس طرح بنایا جائے کہ راس القائمہ کو مرکز قرار دیا جائے
اور قوس کے پانچ جز بنائے جائیں اور راس القائمہ اور
مغرب کی طرف سے پہلے خمس کو خط
کے ذریعے ملایا جائے تو یہ خط دربارِ
بغداد کی جہت ہو گی۔ لیکن مدینہ منورہ
نقطۂ مغرب سے شمال کی جانب چار درجے

ہے جیسا کہ میں نے جیومیٹری کے متعدد طریقوں سے معلوم
کیا ہے بغداد شریف کی طرف گیارہ قدم عادت کے مطابق
درمیانے قدم چلے کیونکہ کلام سے یہی سمجھا جا رہا ہے اور
بعض عوام کی طرح نہ کرے کہ وہ قدم چلنے کی بجائے
ہر مرتبہ صرف تین یا چار انگشت آگے بڑھتے ہیں حالانکہ
یہ قدم کا فاصلہ نہیں کہلاتا، جبکہ ہمیں گیارہ قدم کے بارے
میں حکم ہے اس لئے بغیر ضرورت اور بلا عذر اس حکم سے
عدول نہیں کرنا چاہئے، اور یہ عدول غلط ہے۔ ہاں اگر

عـلـه ثمان وعشرون درجة واحدى وعشرون دقيقة ١٢ (م)
عـلـه تسع وسبعون درجة وسبع وعشرون دقيقة من قرنيس مرصد لندن ١٢ (م)
عـلـه ثماني عشرة درجة ومثلها الدقائق ١٢ (م)
عـلـه اقتصر على التخميس لعدم الحاجة الى تدقيق الدقائق مع ما فيه من الدقة ١٢ (م)

۲۸ درجے اور ۲۱ دقیقے ۱۲ (ت)
۷۹ درجے اور ۲۷ دقیقے۔ لندن کی قرنیس رصدگاہ سے ۱۲ (ت)
۱۸ درجے اور ۱۸ دقیقے ۱۲ (ت)
پانچ حصوں کو بیان کیا ہے کیونکہ دقیقے بنانے میں دقت ہے ۱۲ (ت)

marfat.com

Marfat.com

عین الخطا نعم ان کان فی مضیق لا یجد مساغا للخطوات المعهودة ولا الخروج الی مندوحة فلیأت بما استطاع وأشد شناعة من هذا ما رأیت بعضهم من انه یصلی رکعتین حتی اذا کان فی اٰخر قراءة الاخری انحرف الی العراق فتخطی، ثم عاد الی مکانه فتوجه نحو القبلة واتم الصلوٰة ولا یدری المسکین ان هذا مع مخالفته للوارد[عہ۱] مفسد[عہ۲] لصلوٰته وابطال العمل حرام ثم النفل یجب بالشروع فیلزمه القضاء وهو لا یریده ولا یدری به فیأثم مرتین[عہ۳] ولمثل هذا ورد[عہ۴] فی الحدیث " المتعبد بغیر فقه کالحمار

عذر ہو مثلاً جگہ تنگ ہو اور پورا قدم چلنے کی گنجائش نہ ہو اور کھلی جگہ نہ ملے تو پھر حسب گنجائش قدم کا فاصلہ رکھے اور اس سے بڑھ کر قابل اعتراض وہ صورت ہے جو میں نے بعض جہال کو کرتے دیکھا کہ وہ دو رکعت پڑھتے ہوئے دوسری رکعت کی قراءت کے آخر میں نماز میں ہی عراق کی طرف منہ پھیر کر چلتے ہیں اور گیارہ قدموں کے بعد پھر واپس پہلی جگہ پر لوٹ کر قبلہ رُو ہوجاتے ہیں اور پھر نماز کو مکمل کرتے ہیں، ان غریبوں کو یہ معلوم نہیں کہ یہ طریقہ مرویہ کے خلاف بھی ہے اور اس سے نماز بھی فاسد ہوجاتی ہے، حالانکہ عبادت کو شروع کرکے توڑنا حرام ہے۔ چونکہ نفل ہیں اور نفل شروع کرنے سے لازم ہوجاتے ہیں اس لئے ان پر دو رکعتوں کی قضا لازم ہے، جبکہ اسے مسئلہ معلوم ہی نہیں تو قضا کیا کرے گا لہذا اس کو دوہرا گناہ ہے۔ ایسے ہی شخص کے بارے میں حدیث شریف

عہ۱ فی صفة هذه الصلوٰة عن سیدنا الغوث الاعظم رضی الله تعالٰی عنه کما سمعت ۱۲ (م)

عہ۲ لان المشی عمل کثیر ۱۲ (م)

عہ۳ اثم الابطال حاضر الوقت واثم ترک القضاء یظهر عند الموت، والعیاذ بالله تعالٰی ۱۲ (م)

عہ۴ اخرجه ابونعیم فی الحلیة عن واثلة بن الاسقع رضی الله تعالٰی عنه، ومثله قول علی کرم الله وجهه قصم ظهری اثنان جاهل متنسک وعالم متهتک نسأل الله العفو والعافیة ۱۲ (م)

اس نماز کو غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بیان کردہ طریقہ میں جیسا کہ میں نے سنا ۱۲ (ت)

کیونکہ چلنا، کثیر عمل ہے ۱۲ (ت)

ایک جاری عبادت کو توڑنا وقتی گناہ اور دوسرا گناہ قضا کا ترک جو موت کے وقت ظاہر ہوگا العیاذ باللہ تعالٰی ۱۲ (ت)

اس کی تخریج امام ابونعیم نے واثلہ بن الاسقع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اپنی کتاب حلیہ میں کی ہے، اور ایسا ہی ایک قول حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بھی ہے کہ دو چیزوں نے میری کمر توڑ دی ہے ایک جاہل عامل نے اور دوسرے متشدد عالم نے۔ ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کے خواستگار ہیں ۱۲ (ت)

marfat.com
Marfat.com

فی الحلیۃ[1] "وکیداً انما منہ شیخہ الذی علمہ ھذا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ھذا ولیکن عند التنقل علی ھیأۃ الھیبۃ والخضوع والادب والخشوع، وانا احب ان یتخیل کانہ حاضر فی بغداد و مرقدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بین عینیہ وھو راقد فیہ مستقبل القبلۃ الکریمۃ والعبد یتعمد کرمہ فیرید ان یتقدم الیہ اذ یعتریہ الحیاء من قبل المعاصی فیقف حیران کانہ یستأذن ویستشفع الیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسعۃ جودہ و بشری مقالتہ "ان لم یکن مریدی جیدا فانا جید"[2]، فبینا ھو

میں آیا ہے کہ بغیر علم عبادت کرنے والا اس گدھے کی طرح ہے جو آٹے کی چکی میں جُتا ہو۔ ایسا عمل کرنے والے سے بڑھ کر اس کا وُہ شیخ مجرم ہے جس نے اسے یہ طریقہ بتایا ہے، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، اور قدم چلتے وقت خشوع، خضوع اور ادب وہیبت کی کیفیت ہونی چاہئے، اور مجھے یُوں پسند ہے کہ اس وقت یوں خیال کرے کہ وُہ بغداد شریف میں آپ کی مرقد شریف کے سامنے حاضر ہے اور اسے دیکھ رہا ہے اور یہ خیال کرے کہ حضور غوثِ اعظم اپنی قبر انور میں قبلہ رُو سوئے ہوئے ہیں اور قدم چلنے والا بندہ آپ کے کرم پر اعتماد کرتے ہوئے آگے بڑھنے کا ارادہ کئے ہُوئے ہے مگر اپنے گناہوں کے پیش نظر آگے جانے میں حیا کرتے ہُوئے حیران کھڑا ہوجاتا ہے اور گویا اب آپ سے بڑھنے کی اجازت طلب کرتا ہے اور آپ سے شفاعت طلب کر رہا ہے کیونکہ آپ کا جُود وسخا وسیع ہے اور آپ کی یہ بات بشارت ہے کہ "اگر میرا مرید خوب نہیں میں تو خوب تر ہوں۔" قدم

عہ اخرج الامام الشنطوفی رحمہ اللہ تعالٰی روحہ فی بھجۃ الاسرار عن الشیخ القدوۃ ابی الحسن علی القرشی قال قال سیدی الشیخ محی الدین عبدالقادر الجیلی رضی اللہ تعالٰی عنہ اعطیت

امام شنطوفی نے بہجۃ الاسرار میں شیخ امام ابوالحسن علی قرشی سے تخریج فرمائی ہے کہ میرے آقا حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مدِ بصر تک دراز ایک دفتر مجھے عطا کیا گیا جس میں میرے

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] حلیۃ الاولیاء عنوان ۳۱۸ خالد بن معدان عن واثلۃ بن الاسقع مطبوعہ دارالکتاب العربیہ بیروت ۵/ ۲۱۹

[2] بہجۃ الاسرار و معدن الانوار ذکر فضل اصحابہ و بشراہم مصطفی البابی مصر ص ۱۰۰

marfat.com

Marfat.com

كذلك وهو رضى الله تعالىٰ عنه ينظر اليه و يعلم فقره وحياءه اذ يجئ الكرم العميم فيشفع للعبد الاثيم فكانه رضى الله تعالىٰ عنه يقول" اذنت لهذا الفقير المضطرات يخطو الى تلك الخطوات، و **يذكر فيها اسمى** ولا يخشى المعاصى عندى فانى اناضمينه وكفيل مهماته فى الدنيا والآخرة" فينشط العبد ويتقدم على اقدام الوجد قائلا على كل خطوة يا غوث الثقلين ويا كريم الطرفين فانه رضى الله تعالىٰ عنه حسنى الاب حسينى الام اغثنى و امددنى فى قضاء حاجتى يا قاضى الحاجات

بڑھانے والے کی اس کیفیت کو آپ دیکھ رہے ہیں اور اس کے فقر و حیا کو جان کر آپ وسیع کرم فرمائیں گے اور اس بندے گنہ گار کی شفاعت فرمائیں گے، اور گویا یہ فرمائیں گے کہ میں اس فقیر تنگدست کو اپنی طرف قدم بڑھانے کی اجازت دیتا ہوں، یہ چلتے ہوئے میرا نام ذکر کرے اور میرے پاس آکر اپنے گناہوں کا فکر نہ کرے کیونکہ میں دنیا و آخرت میں اس کی مشکلات کا کفیل اور ضامن ہوں، تو بندہ یہ سن کر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے آگے بڑھتا ہے اور ہر قدم پر وجدانی کیفیت میں "یا غوث الثقلین" "یا کریم الطرفین" پکارتا ہے (کریم الطرفین اس لئے کہ آپ والد کی طرف سے حسنی اور والدہ کی طرف سے حسینی ہیں) اور کہتا ہے میری حاجت براری میں میری مدد کرو اے حاجات کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

سجلامد البصر فيه اسماء اصحابى ومريدى الى يوم القيمة وقيل لى قد وهبوا لك وسألت مالكا خازن النار هل عندك من اصحابى احد فقال لا وعزة ربى و جلاله ان يدى على مريدى كالسماء على الارض ان لم يكن مريدى جيدا فانا جيد وعزة ربى و جلاله لا برحت قدماى من بين يدى ربى حتى ينطلق بى وبكم الى الجنة اهـ والحمد لله رب العلمين الكرم عميم والرجاء عظيم ۱۲ منه (م)

ساتھیوں اور مریدین کے نام ہیں جو قیامت تک میرے سلسلے میں داخل ہوں گے مجھے کہا گیا یہ آپ کی ملکیت ہے۔ اور میں نے جہنم کے خازن فرشتے سے پوچھا کہ کیا تیرے پاس میرے اصحاب میں سے کوئی ہے؟ تو اس نے نفی میں جواب دیا۔ اس پر حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے رب ذوالجلال کی عزت کی قسم کہ تمام مریدین پر میرا ہاتھ ایسے ہے جیسے زمین پر آسمان سایہ فگن ہے۔ اور فرمایا: اگر میرا مرید خوب نہیں تو میں خوب تر ہوں، اور رب ذوالجلال کی عزت کی قسم میں اس وقت اللہ تعالیٰ کے دربار سے حرکت نہ کروں گا جب تک مجھے اور تم سب کو جنت کا پیغام نہ مل جائے گا، الحمد للہ رب العلمین الکریم ۱۲ منہ (ت)

لہ بہجۃ الاسرار ... مصطفی البابی مصر ص ۱۰۰

marfat.com

Marfat.com

ثم ليبتهل الى الله سبحانه وتعالى متوسلا اليه
بجاه سيد المرسلين صلى الله تعالى عليه
وسلم ثم بجاه ابنه هذا السيد الكريم غوثنا
الاعظم رضی الله تعالى عنه ، وليراع آداب
الدعاء المذكورة فی كلمات العلماء كالحصن
الحصين وغيره وممن احسن من فضلها وجمع
شتاتها مقدام المحققين امام المدققين
العالم الربانی سیدی و والدی[عه] قدس
سره الزکی فی کتابه الشریف "احسن الوعاء
لاداب الدعاء" وقد لخصها تلخيصا حسنا

پورا کرنے والے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے حضور علیہ
السلام اور ان کے صاحبزادے (غوث اعظم) کے
وسیلے سے دعا کرے، مذکورہ دعا میں ان آداب کا
خیال رکھے جو علماء کرام نے ذکر فرماتے جیسا کہ "حصن حصین"
وغیرہ کتب میں مذکور ہے۔ مختلف دعاؤں کو جمع کرنے
اور فضیلت بیان کرنے والوں میں میرے والد گرامی
نے اپنی کتاب "احسن الوعاء لآداب الدعاء" میں
بہترین دعاؤں کو ذکر فرمایا ہے اور پھر ان کا خلاصہ
محققین کے امام، مدققین کے پیشوا، عالم ربانی میرے
آقا والد گرامی قدر قدس سرہٗ نے اپنی بہترین کتاب

عـه هو البحر الزاخر، البدر الباهر، النجم
الزاهر، حامی السنن، ماحی الفتن، العالم
العامل، الفاضل الكامل، الحاج الزائر، الجامع
المفاخر مولانا المولوى محمد نقی علی خان
المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی
اجل خلفاء حضرة شيخنا و مرشدنا بحر
الرحمة مولى النعمة حضرة السيد الشاه آل
الرسول الاحمدی مارهری قدس الله تعالى
سرهما و افاض علينا برهما، ولد رحمه
الله تعالى مستهل رجب ۱۲۴۶ھ ونشأ فی حجر
العلم والعرفان تفقه علی ابیه الفاضل الاجل
العارف الاكمل مولانا المولوی محمد رضا
علی خان قدس سره وصنف تصانيف

یہ گہرا سمندر، روشن چاند، چمکنے والا ستارہ، سنت کی حمایت
والا اور فتنوں کو مٹانے والا، عالم باعمل، کامل فاضل
الحاج اور مدینہ منورہ کی زیارت والا، فخر کا جامع،
مولانا مولوی محمد نقی علی خاں محمدی سنی، حنفی، قادری،
برکاتی، بریلوی، خلیفہ اجل حضرت ہمارے شیخ، مرشد،
رحمت کے دریا، نعمت کے مالک، حضرت شاہ آل رسول
احمدی مارہروی (قدس اللہ سرہما) اللہ تعالیٰ ان کی
بھلائی کا ہم پر فیضان فرمائے، آپ کی پیدائش ابتدائے
رجب ۱۲۴۶ھ میں ہوئی، انھوں نے علمی اور عرفانی
ماحول میں پرورش پائی اور اپنے والد فاضل اجل عارف
اکمل، مولانا مولوی محمد رضا علی خاں قدس سرہٗ سے علم
حاصل کیا، اور ۲۵ کے قریب تصنیفات جلیلہ تصنیف
فرمائیں، اور ان کتب میں سے یہ کتاب "جواہر البیان"

(باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com
Marfat.com

فی باب الحج من کتابہ" المستطاب جواھر البیان فی اسرار الارکان" ولیبدأ بیا ارحم الراحمین ثلثا فان من قالہ ناداہ ملک موکل بہ ان ارحم الراحمین قد اقبل علیک و بیا بدیع السمٰوٰت والارض یاذا الجلال والاکرام فانہ اسم اللہ الاعظم علیٰ قول وکذا تسبیح سیدنا ذی النون علیٰ نبینا الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم ولیختمہ بامین ثلثا فانہ خاتم الدعاء ومما خص اللہ تعالیٰ بہ ھذہ الامۃ المرحومۃ وبالصلوٰۃ والسلام علیٰ خاتم النبیین والحمد للہ رب العٰلمین لیکون البدء وختم کلامھا بالصلوٰۃ علی واھب الصلوٰۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فان الدعاء طائر والصلوٰۃ جناحہ فبذلک یتم الجناحان ولان الصلوٰۃ علیہ علیہ الصلوٰۃ و

"جواہر البیان فی اسرار الارکان" کے باب الحج میں بیان فرمایا اور دُعا کی ابتداء میں "یا ارحم الراحمین" تین مرتبہ کہے، کیونکہ جو شخص یہ کہتا ہے تو اس کو فرشتے جواب میں کہتے ہیں کہ بیشک ارحم الراحمین تیری طرف متوجہ ہے اور "یا بدیع السمٰوٰت والارض یاذا الجلال والاکرام" بھی ابتداء میں پڑھے کیونکہ ایک قول کے مطابق یہ "اسم اعظم" ہے، ایسے ہی حضرت سیدنا ذی النون علیہ السلام کی تسبیحاتِ باری تعالیٰ کو ابتداء میں پڑھے اور دعا کے آخر میں تین مرتبہ آمین کہے کیونکہ یہ دُعا کی مُہر ہے اور یہ خاص اس اُمّتِ مرحومہ کو عطیہ ہے، اور دعا کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود وسلام، اور "الحمد للہ رب العٰلمین" پڑھے تاکہ دُعا کی ابتدا اور اس کا خاتمہ، نمازیں عطا کرنے والے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درود شریف پر ہو جائے، یہ اس لئے کہ دُعا ایک پرندہ ہے اور درود شریف اس کے پَر ہیں، اور اس لئے بھی کہ درود شریف مقبول ہے،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

جلیلۃ تافت خمسۃ وعشرین من اجلھا ھذا الکتاب "جواھر البیان" الذی لم یُر مثلہ فی بابہ والتفسیر الکبیرۃ لسورۃ الانشراح وسرور القلوب فی ذکر المحبوب واصول الرشاد لقمع مبانی الفساد واذاقۃ الاثام لمانعی عمل المولد والقیام وغیرذلک توفی سلخ ذی القعدۃ ۱۲۹۷ھ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ (م)

بے مثل ہے، اور ایک سورہ الم نشرح کی تفسیر فرمائی ہے اور ایک سرور القلوب فی ذکر المحبوب، اور ایک اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد، اور اذاقۃ الاثام لمانعی عمل المولد والقیام وغیرہ ذلک ہیں۔ اور آپ کی وفات آخر ذیقعدہ ۱۲۹۷ھ میں ہوئی، رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ (ت)

marfat.com

Marfat.com

السلام مقبولة لا شك فاذا استجيب الطرفان
فالله تعالى اكرم من ان يدع ما بينهما
وليكن الدعاء وترافان الله وتر يحب الوتر
وليصل بعد كل مرة على النبي صلى الله
تعالى عليه وسلم فانه لم يرشئ اجلب للاستجابة
من الصلوة والسلام على هذا النبي الكريم
عليه وعلى اله افضل الصلوة والتسليم
وليجتهد ان تخرج دمعة فانها علم
الاجابة فان لم يبك فليتباك فمن تشبه
بقوم فهو منهم ثم المختار عندي ان
يبقى حيث الدعاء ايضا كما هو مستقبل
الجهة العراقية فانها كما اسمعناك جهة
الشفعاء الكرام ولا عليه ان لا ينحرف
الى القبلة وقد سأل ابوجعفر المنصور
ثاني الخلفاء العباسية

تو جب دعا کے ابتداء وانتہاء میں درود ہوگا تو اللہ
تعالیٰ کے کرم سے بعید ہے کہ وہ درمیان میں دعا کو قبول
نہ فرمائے، اور دعا میں وتر کا لحاظ ہونا چاہئے کیونکہ
اللہ تعالیٰ وتر ہے اور وتر کو پسند فرماتا ہے اور ہر بار
درود شریف پڑھے کیونکہ درود شریف سے بڑھ کر کوئی
چیز مقبولیت کو حاصل کرنے والی نہیں ہے صلی اللہ تعالیٰ
علی النبی الکریم وآلہٖ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ، اور
کوشش کرے کہ دعا میں آنسو نکلیں کیونکہ یہ بھی قبولیت
کی علامت ہے، اگر رونا نہ آئے تو رونے والی صورت
بنائے کیونکہ جو کسی کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ بھی
انہی میں شمار ہوتا ہے پھر مجھے یہ پسند ہے کہ دعا کے
وقت بھی عراق کی طرف متوجہ رہے کیونکہ یہ جہت شفاعت
والوں کی ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، لہذا اس
دعا میں قبلہ کی طرف متوجہ نہ رہنے میں کوئی مضائقہ
نہیں ہے۔ ابو جعفر منصور خلیفہ ثانی خاندانِ عباسیہ نے

ع قال الفقير احمد رضا غفر الله تعالى
له انبأنا سراج الحنفية عبد الرحمن
بن عبد الله السراج المكي عن مفتي الحنفية
جمال بن عمر المكي عن المولى عابد السندي
المدني عن الشيخ صالح الفلاني عن محمد
بن سنة عن الشريف محمد بن عبد الله عن
محمد بن اركماش عن الحافظ ابن حجر العسقلاني
عن ابي اسحق القنوجي عن ابي المواهب ربيع

فقیر احمد رضا غفرلہ کہتا ہے کہ مجھے خبر دی حنفیوں کے چراغ
عبدالرحمٰن بن عبداللہ سراج مکی نے، انھوں نے حنفیوں
کے مفتی جمال بن عمر مکی سے روایت کی، انھوں نے
آقا عابد سندی مدنی سے، انھوں نے شیخ صالح فلانی
سے، انھوں نے محمد بن سنۃ سے، انھوں نے شریف محمد
بن عبداللہ سے، انھوں نے محمد بن ارکماش سے، انھوں
نے حافظ ابن حجر عسقلانی سے، انھوں نے ابو اسحٰق
قنوجی سے، انھوں نے ابو مواہب ربیع بن ابی عامر

(بقیہ بر صفحہ آئندہ)

marfat.com

Marfat.com

عالم المدینة مالک بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ یا ابا عبد اللہ استقبل القبلۃ وادعوام استقبل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال ولم تصرف وجھک عنہ وھو وسیلتک ووسیلۃ ابیک اٰدم علیہ السلام الی اللہ عزوجل یوم القیٰمۃ بل استقبلہ واستشفع بہ فیشفعک اللہ تعالٰی اھ[1] فمن فعل ذٰلک موقنا بقلبہ

ایک دفعہ حضرت امام مالک عالم مدینہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سوال کیا کہ میں قبلہ رُو ہو کر دُعا کروں یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف متوجہ رہوں، تو امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جواب دیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اپنا چہرہ نہ پھیر کیونکہ وُہ تیرا اور تیرے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا قیامت کے روز اللہ تعالٰی کے دربار میں وسیلہ ہیں بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بن ابی عامر یحیی بن عبد الرحمٰن بن ربیع انا الحسن بن علی الغافقی اجازنا القاضی عیاض ثنا القاضی ابی عبد اللہ محمد بن عبد الرحمٰن الاشعری وابو القاسم احمد بن بقی الحاکم وغیر واحد فیما اجازونیہ قالوا انا ابو عباس احمد بن عمر بن دلہاث نا ابو الحسن علی بن فھر ابو بکر محمد بن احمد بن فرج نا ابو الحسن عبد اللہ بن منتاب نا یعقوب بن اسحٰق بن ابی اسرائیل نا ابن حمید قال ناظر ابو جعفر امیر المؤمنین مالکا فذکر الحدیث، وفیہ وقال یا ابا عبد اللہ ما استقبلُ الحدیث ۱۲ منہ یحفظہ اللہ تعالٰی

ا بدا۔ (م)

یحیٰی بن عبد الرحمٰن بن ربیع سے، انھوں نے کہا کہ مجھے حسن بن علی غافقی نے خبر دی، انھوں نے کہا کہ مجھے قاضی عیاض نے اجازت دی، انھوں نے کہا کہ مجھے حدیث بیان کی قاضی ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمٰن اشعری اور ابو القاسم احمد بن بقی حاکم وغیرہم نے مجھے اجازت دی اور انھوں نے فرمایا کہ ہمیں بیان کیا ابو عباس احمد بن عمر بن دلہاث نے، انھوں نے کہا کہ مجھے بیان کیا ابو الحسن علی بن فھر ابو بکر محمد بن احمد بن فرج نے، انھوں نے کہا مجھے بیان کیا ابو الحسن عبد اللہ بن منتاب نے، انھوں نے کہا مجھے بیان کیا یعقوب بن اسحٰق بن ابی اسرائیل نے، انھوں نے کہا مجھے بیان کیا ابن حمید نے اور کہا کہ ابو جعفر امیر المومنین نے امام مالک سے بحث کی اور پُوری حدیث بیان کی اور اس میں ہے کہ ابو جعفر نے کہا اے ابو عبد اللہ (مالک) میں کس طرف منہ کروں، الحدیث ۱۲ منہ اللہ تعالٰی اس کی حفاظت فرمائے۔ (ت)

---

[1] کتاب الشفاء فصل واعلم ان حرمۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبوعہ مطبعۃ شرکۃ صحافیۃ بلاد عثمانیہ ۲/ ۳۵
نسیم الریاض شرح شفاء " " " " " " دار الفکر بیروت ۳/ ۳۹۸

marfat.com

Marfat.com

غير مستعجل من ربه يقول دعوت فلم
يجب لى قضى الله تعالىٰ حاجته مالم
يدع باثم او قطيعة رحم فهذه صفتها و
اللفظ الكريم مكتوب فيها بالحمرة ، و ما
عليه خط احمر فهو الذى بلغنا عن
مشايخنا قدست اسرارهم ، و ما دون
ذلك فهو من هذا العبد الاثيم غفر
الله تعالىٰ له وليعلمن العارف
ان ما ذكرته لا يركن الى خلاف
لذرة من الكلمات العلية ، ولا
فيه عليها زيادة اجنبية ، وانما
هو تصريح مطوى ، او توضيح
منوى ، او تبيين مجمل ، او تعيين
افضل ، معتمدا فى ذلك على احاديث
كثيرة ، اشرت اليها فى جمل
يسيرة ، يعرفها الماهر كالشمس
فى فئ ، و يمر الغافل كأن
لم يكن شئ ، فجاءت بحمد
الله عروسا مليحة ، مكشوفة
النقاب عن عوارضها الصبيحة ،
بحليتها حليتها ، ثم اجتليتها ،
فالحمد لله اولا و آخرا ، و باطنا
وظاهرا ، والمامول من لطف مولنا
الشاه محمد ابراهيم ، و غيره من
اخواننا القادرية سلمهم المولى الكريم ،

طرف متوجہ ہو کر ان کو شفیع بنا اللہ تعالیٰ تیرے لئے ان کی
شفاعت قبول فرمائے گا، جو شخص دلی یقین سے یہ دعا
کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی حاجت کو پورا فرمائے گا
بشرطیکہ عجلت سے کام لیتے ہوئے مایوسی کا اظہار نہ کرے
کہ میں نے دعا کی اور قبول نہ ہوئی۔ یہ دعا قبول ہوگی جبکہ
اس میں کسی گناہ یا قطع رحمی کا سوال نہ ہو۔" صلوٰۃ الاسرار"
کا یہ طریقہ ہے (آپ کی طرف لکھی گئی تحریر میں) اصل منقول
الفاظ سرخ سیاہی سے لکھے گئے ہیں اور جن الفاظ پر
سرخ خط ہے وہ الفاظ ہمیں اپنے مشائخ کرام سے
پہنچے ہیں، ان کے علاوہ باقی الفاظ مجھ گنہگار بندے کے
زائد کردہ ہیں، اور عارف شخص ضرور جانے کہ میرے ذکر کردہ
الفاظ اصل کلمات کے ذرہ بھر خلاف نہیں ہیں اور نہ ہی
یہ کوئی اجنبی زیادتی ہے بلکہ یہ مخفی کی تصریح اور نیت میں
مراد کی وضاحت ہے یا پھر مجمل کا بیان یا افضل کی
تعیین ہے اور یہ سب کچھ کثیر احادیث سے اخذ کردہ ہے
جن کی طرف میں نے مختصر جملوں میں اشارہ کیا ہے جن کو
ماہر خوب جانتا ہے جس طرح دھوپ اور سایہ کی معرفت
رکھتا ہے اور غافل شخص کوئی توجہ کئے بغیر گزر جائے گا،
الحمد للہ، صلوٰۃ الاسرار کا طریقہ، دلکش دلہن جس کے
خوبصورت رخسار سے نقاب اٹھایا گیا ہو، کی طرح
واضح طور پر حاصل ہو گیا، میں نے اس دلہن کو زیورات
سے آراستہ کر کے مزید جلا دی ہے۔ الحمد للہ اولاً و آخراً،
باطناً و ظاہراً۔ مجھے مولانا شاہ محمد ابراہیم (سائل) کی
مہربانی سے توقع اور امید ہے کہ وہ اور دوسرے ہمارے
قادری بھائی (اللہ تعالیٰ ان کو سلامت رکھے) اس

marfat.com

Marfat.com

ان لا ینسوا هذا الفقیر فی صالح دعائهم، غب هذه الصلوٰة و فی سائر اٰنائهم، و یسمحوا له بسؤال المغفرة، و کمال العافیة فی الدنیا و الاٰخرة، و العبد[1] یدعو له ولهم، و الدعاء یغنی عن ذروع[2] واطم، لاسیما دعوة المسلم لاخیه بظهر الغیب، طهرنا الله جمیعا من کل عیب، ووقانا شرور الجهل والریب، وحشرنا طرا[3] فی الامة المحمدیة، والجماعة المبارکة السنیة السَّنِیَّة، والزمرة الکریمة القادسة القادریة، انه علی مایشاء قدیر، فنعم المولٰی ونعم النصیر۔

لطیفة نظیفة: بامره رضی الله تعالٰی عنه ان یخطواحدی عشرة خطوة، علمان لهذا العدد مزیة اختصاص بالحضرة القادریة من زمنه رضی الله تعالٰی عنه ولیس ان القادریین هم اختاروه لکون العرس الشریف فی الحادی عشر ولکن لم اکن اعلم سرا فی ذلک حتی صلیت فی شاهجهان اٰباد

صلوٰۃ الاسرار کو پڑھنے کے بعد کسی مرحلہ پر بھی اس فقیر کو اپنی دعاؤں میں نہ بھولیں گے، اور اس کے لئے مہربانی فرماتے ہوئے مغفرت اور دنیا و آخرت میں عافیت کی دعا کریں گے، اور یہ بندہ بھی ان کے لئے دعا گو رہے گا، حقیقت یہ ہے کہ ہتھیاروں اور قلعوں سے دعا مستغنی کردیتی ہے خصوصاً وہ دعا جو پسِ پشت مسلمان بھائی کے لئے کی جائے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالٰی ہم سب کو ہر قسم کے عیب سے پاک فرمائے اور جہالت کے شر و شک سے محفوظ فرمائے اور ہم سب کو اُمتِ محمدیہ میں اٹھائے اور اہل سنت و جماعت کی مبارک اور قیمتی جماعت اور سلسلہ کریمہ قادریہ میں شامل رکھے، اللہ تعالٰی جو چاہتا ہے اس پر قادر ہے پس وہ اچھا مددگار اور اچھا آقا ہے۔

پاکیزہ لطیفہ: حضور غوثِ اعظم کے حکم کے مطابق گیارہ قدم چلے اور یہ یقین کرے کہ اس عدد کو خاص خصوصیت دربار قادریہ سے حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے حاصل ہے، اور یہ خیال نہ کرے بعد میں قادری سلسلہ والوں نے گیارھویں شریف کی مناسبت سے ایسا کیا ہے، لیکن مجھے خود گیارہ قدموں کا راز معلوم نہ تھا حتی کہ ایک روز میں نے شاہجہان آباد

---

[1] ای المجیب ۱۲
[2] ای دروع
[3] ای جمیعا ۱۲

عـه هی قاعدة دیار الهند المعروفة بدهلی وکان ذلک سنة اثنتین بعد الالف وثلثمائة حین شددت الیها رحلی قاصدا زیارة سیدی سلطان المشایخ نظام الحق والدین قدس الله تعالٰی سره المکین ۱۲ منه (م)

یہ ہندوستان کا مرکزی مقام (ضلع) ہے جو دہلی کے نام سے معروف ہے اور یہ واقعہ ۱۳۰۲ھ کا ہے جب میں وہاں سیدی سلطان المشائخ نظام الدین قدس سرہٗ کی حاضری کے ارادہ سے گیا ۱۲ منہ (ت)

marfat.com

Marfat.com

[illegible] صلوٰة الاسرار وانا مقبل عليها بشراشر[عله] قلبي ما كانت مني التفاتة الى ذلك اذ لمعت بارقة سر جليل، في خاطر كليل، والله اعلم متى جاءت وكيف جاءت ما شعرت بها الا وهي حليلة ببالي فتأملتها بعد الفراغ من الصلوٰة فاذا هي كما اود واشتهي، وهي ان في احد عشر عقدا ووحدة، وهما[عله۲] بالحروف ياء والف والمجموع 'يا' ا...

میں رات کے وقت صلوٰۃ الاسرار پڑھی اور میں پوری توجہ قلبی سے مصروف تھا اور میرا اس راز کی طرف ذرا بھی التفات نہ تھا کہ میرے دل پر ایک عظیم راز وارد ہوا اور تجلی چمکی، خدا کی قسم مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ کب اور کس طرح یہ چمک آئی جبکہ وہ میرے دل میں سرایت کر چکی تھی میں نے نماز سے فارغ ہو کر غور و تأمل کیا تو وہ میری مراد اور خواہش میری تمنا کے مطابق تھی وہ قلبی القاء یہ تھا کہ گیارہ کے عدد میں ایک دہائی اور ایک کا عدد ہے، اور (ابجد کے حساب سے) دس کا حرف "ی" اور

عله ای بجمیع اجزائه ١٢ (م)

عله۲ اعلم ان ما لا يوجد له حرف واحد فالمصير فيه الى التركيب ويجب القصر على اقل ما يمكن فلا يختار الثلاثي ما امكن الثنائي ولا الرباعي ما ساغ الثلاثي كما لا يختار الثنائي ما وجد حرف واحد ثم الحاجة الى التركيب انما تقع فيما بين عقد وعقد الى مائة وفي العقود غير المئات المحضة ايضاً من مائة الى الف ثم تدوم الى ما لا نهاية له وذلك لان العقود والمئات لكل منهما حروف معلومة فالتركيب الثنائي مثلا وان تصور بجمع آحاد الى آحاد كمثل طب وجج ونمد وهو في احد عشر وهو اول ما يحتاج الى ذلك لكن اختيار بعض منها دون بعض ترجيح بلا مرجح

یعنی مکمل طور پر ١٢ منہ (ت)

جب کوئی عدد ایک حرف والا نہ ہو تو وہاں ترکیب ضروری ہے اور ترکیب حسبِ ضرورت ہوگی اگر ترکیب ثنائی کافی ہو ثلاثی کی ضرورت نہیں اور ثلاثی کافی ہو تو رباعی کی ضرورت نہیں جیسا کہ ایک حرف والے کے لئے ثنائی ترکیب کی ضرورت نہیں ہے، پھر اکائیوں اور دہائیوں میں سَو تک ہوگی، اور اسی طرح سَو سے اوپر ہزار تک، لیکن خالص دہائیوں اور خالص سَو کے لئے ترکیب کی ضرورت نہیں (کیونکہ ان کے لئے ایک ایک حرف ہے مثلاً ترکیب ثنائی تمام اکائیوں کی آپس میں ہو سکتی ہے مثلاً طَبَ، حَجَ، نَدَ، گیارہ میں جو کہ پہلا عدد ہے جس میں ترکیب ثنائی کی ضرورت ہے اگرچہ کوئی دو حرف ملائے جا سکتے ہیں مگر ان حروف میں سے یہاں بعض کو لینا اور بعض کو نہ لینا بے مقصد ہے

(باقی برصفحہ آئندہ)

marfat.com

Marfat.com

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

والترکیب الطبعی ان یلتمس العقد فیوضع حرفه ثم حرف ما نزادعلیه من الآحاد و هکذا فیقدم الالف ثم المئات ثم العشرات ثم الآحاد ویکفی هذا الی الف وتسعة وتسعین فلفظها "غظصط" فاذا نزادفید ورا الامر فالفان "بغ" وثلثة آلاف "جغ" ومائة الف "قغ" والف الف "غغ" وهکذا الی مالا نهایة له یعرف ذلك من یعلم ارقام الهیأة والنجوم ومن منافع هذا الوضع الامن من الالتباس فی غالب الصور فان "غظصط" المذکور مثلاً ان کتب من دون نقط لتعینت الحروف بالوضع الطبعی فالاول لا یمکن ان یکون ع مهملة لانه لا یتقدم ظ ولا الثانی ط مهملة لانها لا تتقدم ص ولا الثالث ض معجمة لانها لا تعقب ظ ولا الرابع ظ معجمة لانها لا تعقب ص وتمام الکلام فی رسالتنا اطیب الاکسیر ۱۲ منه (ھ)

اس لئے طبعی ترکیب کو ملحوظ رکھنا ہوگا وہ یہ کہ جو دہائی مقصود ہو پہلے اسے پھر اکائی جو مقصود ہو، اگر ہزار ہو تو پہلے ہزار پھر سو اور پھر دہائی اور پھر اکائی کو ترتیب وار ذکر کرکے ترتیب دی جائے گی یہ ترکیب ایک ہزار نوسو ننانوے تک کام دے گی، اس کے لئے حروف میں غظصط سے مرکب ہوگا، اور اس پر ایک زائد ہو تو دو ہزار ہوگا جس کے لئے حروف میں بغ، اور تین ہزار جغ، لاکھ کے لئے قغ، اور دس لاکھ کے لئے غغ، اسی طرح جتنا چاہے آگے جائے، جس کو علم نجوم اور ہیأۃ کی رقموں کی معرفت سے خوب جانتا ہے۔ اس ترکیب کا ایک فائدہ یہ ہے کہ انسان ہندسوں میں غلطی سے بچ جاتا ہے کیونکہ مثلاً غظصط میں اگر نقطے دبھی لکھے جائیں تو مذکورہ حروف اپنی طبعی ترتیب کے لحاظ سے سمجھے جاسکتے ہیں کیونکہ غ کو ع اور ظ کو ط نہیں پڑھ سکتے کیونکہ اس ترکیب میں ظ سے غ مقدم ہوتا ہے اور ع مقدم نہیں ہوسکتا ہے، اسی طرح ص سے ظ مقدم ہے ط مقدم نہیں ہوسکتا، اور آخری دو حروف ص، ط کو ض، ظ نہیں پڑھا جاسکتا، کیونکہ ض ظ کے بعد نہیں ہوسکتا اور یونہی ظ بھی ص کے بعد نہیں ہوسکتا ہے یہ اس لئے کہ ایک ترکیب میں بڑے عدد والا حرف پہلے اور چھوٹے والا بعد ہوتا ہے یہی ترکیب طبعی ہے اور یہ پوری بحث ہمارے رسالہ "اطیب الاکسیر" میں ہے ۱۲ منہ (ت)

marfat.com

Marfat.com

[illegible] والتشاء و إلى للايجاب فكانت
و ذلك اشارة الى معاملته رضي الله تعالى
عنه مع السائلين والفقراء المستغيثين
فانهم في مقام الكثرة مع كثرتهم
في انفسهم ، واذا ارادوا سؤال
حاجاتهم من الحضرة العلية
توجهوا الى الوحدة وكان عليهم
افراغ القلوب من تشتت الخاطر
مع كونهم ههنا على منهج
واحد ، سواء منهم العاكف
والباد وعظيم[ع٣] الملك و عديم
الزاد فقد انتقلوا بوجهين
من الكثرة الى الوحدة و

حرفوں کا مجموعہ "یا" ہے اور اگر الٹ کریں تو مجموعہ "ای"
ہے جبکہ "یا" ندا اور طلب کے لئے ہے اور "ای" قبول و
منظوری کے لئے ہے تو اس طرح گیارہ کے عدد میں
حضور غوث اعظم کا سوال اور امداد و طلب کرنے کا لوگوں سے
معاملہ سمجھ آتا ہے (کہ جس طرح "یا" میں "ی" دہائی اور
کثرت اور اس کے بعد "الف" وحدت ہے) یوں ہی
سائلین کثیر تعداد والے کثیر مطالبہ کرنے والے اپنے مطالبات
کو دربارِ عالیہ میں پیش کرتے ہوئے کثرت سے وحدت کی
طرف متوجہ ہوں گے (کیونکہ آپ واحد ہیں) نیز یوں بھی
کہ سائلین اور حاجتمند کثیر تعداد میں ہونے کے باوجود
غوث پاک کی طرف متوجہ ہونے میں یکساں ہیں خواہ وہ
شہری ہوں یا دیہاتی، شہنشاہ ہوں یا گدا، تو قلبی حاجات
مختلف و کثیر مگر ان کے ازالہ کا ڈھنگ ایک، لہذا کثرت

ع۱ وقوعه ههنا على قول انه كنعم مطلقا
ظاهر والا فالتقدير يا سيدي هل تقضي
حاجتي الجواب اي والله ۱۲ منه (م)

ع۲ وذلك طريق الارقام الجفرية
يقدمون فيها الآحاد ثم عشرات الخ
فالف ومائة واحد عشر بارقامهم
"ايقغ" وبالارقام النجومية "غقيا" ۱۲ (م)

ع۳ الاضافة لفظية اي عظيم ملكه او
معنوية فالعظيم بمعنى السلطان كعظيم
الروم اي سلطانه ۱۲ (م)

یہاں اس کا استعمال "نعم" کی طرح ہے جیسا کہ
ایک قول ہے ورنہ اصل میں ' اے میرے آقا! کیا
آپ میری حاجت روائی فرمائیں گے، جواب میں
ای واللہ ہے ۱۲ منہ (ت)

یہ جفری علم کی رقم کا طریقہ ہے جس میں اکائی کو دہائی پر
مقدم کرتے ہیں مثلاً ہزار، سو کے بعد گیارہ کا ذکر
ان کی رقم میں "ایقغ" ہے اور نجومی رقم میں
"غقیا" ہے ۱۲ (ت)

یہ اضافت لفظی ہے یعنی اس کا ملک عظیم ہے اور اگر
اضافت معنوی بنائی جائے تو عظیم بمعنی سلطان ہوگا
جیسے عظیم الروم ہے ۱۲ (ت)

marfat.com
Marfat.com

هذا شان[علہ] یا و حرکة الیاء لاضطرابهم فی الطلب و تخصیص الفتح یدل مالهم من فتح وفیض ببرکة هذا النداء، ثم هو رضی الله تعالیٰ عنه مستغرق فی بحار الوحدة رفیع مقامه عن مجامع الکثرة فاذا نودی لکشف بلاء اورشف عطاء دعاه الکرم الی التنزل من غیب الوحدة الی مشاهد الکثرة و ذلك شان[علہ] إِی والکسر یحکی التنزل و سکون الیاء لتسکین قلقهم فکان المعنی انهم تحرکوا من مقام الکثرة مضطربین وهم یوزعون متوجهین الی حضرة الوحدة متحدین هنالك فی الرغبة والرهبة وکان رضی الله تعالیٰ عنه ساکنا فی مقام الوحدة فتنزل منه الی نادی الکثرة لتسکین قلوبهم و اصلاح خطوبهم والحاصل انه اذا دعی یجیب وسائله لایخیب ومن عجائب

کے بعد وحدت جیسے "ی" کے بعد "الف" ہے، دو طرح سے ثابت ہے۔ یہ "یا" کے لحاظ سے ہے پھر "ی" کی حرکت، طالبین کے اضطراب، اور اس حرکت کا فتح ہونا اس ندا کی برکت سے فتح و فیض کی علامت ہے، اور "اِی" کے اعتبار سے یہ کہ حضور غوث اعظم بحر وحدت میں مستغرق ہیں اور کثیر اجتماعات سے آپ کا مقام بلند و بالا ہے، جب آپ کو مصائب مٹانے اور عطیات نچھاور کرنے کے لئے پکارا جاتا ہے تو آپ کو کرم و سخا مجبور کرتا ہے کہ آپ وحدت غیب سے تنزل فرما کر کثرت مشاہد پر توجہ فرمائیں (یہ وحدت سے کثرت کی طرف رجوع ہے جیسا کہ "اِی" میں "الف" اور پھر "ی" ہے) اور "اِی" کا کسرہ (زیر) تنزل کی حکایت ہے اور "ی" کا سکون طالبین کا پریشانی سے سکون ہے۔ معنیٰ یہ ہوا کہ حاجتمند لوگ اضطراب کی حالت میں متفرق طور پر مقام کثرت سے مقام وحدت کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں اور سب کے سب امید و خوف میں یکساں ہیں اور آپ یعنی غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام وحدت پر ساکن ہیں، پھر آپ نداء کرنے والے کثیر لوگوں کی طرف تنزل فرما کر ان کے دلوں کو تسکین دیتے ہیں اور ان کی پراگندہ حالت کی اصلاح فرماتے ہیں غرضیکہ جب آپ کو نداء دی جائے تو آپ جواب دیتے ہیں اور

علہ فانه ینتقل فیها من العقد الی الواحد ۱۲ (م)

علہ فان الواحد مقدم فیه علی الکثیر ۱۲ (م)

کیونکہ اس میں دہائی سے اکائی کا انتقال ہے ۱۲ (ت)

کیونکہ واحد، کثیر پر مقدم ہے ۱۲ (ت)

marfat.com

Marfat.com

ـمـنتم اللہ سبحنہ تعالیٰ ان ا اول الحروف
فلا حرف فوقھا وی اٰخر الکل
فلا حرف تحتھا فمن ترقی من ی فلا مظھر
له وراء ا ومن تنزل من ا فلا منزل
له تحت ی فدل ذلك ان سیدنا
رضی الله تعالیٰ عنه اخذ فی الطرفین بغایة
الغایات فتنقطع مطایا الکاملین دون
سیرہ فی الله فلذا کانت قدمه
علی جمیع الرقاب ولذا
قال رضی الله تعالیٰ عنه الانس لهم
مشایخ، والجن لهم مشایخ، والملٰئکة
لهم مشایخ، وانا شیخ الکل بینی وبین مشایخ
الکل کما بین السماء والارض لاتقیسونی باحد ولا
تقیسوا علی احدا وکذا اما استکمل المکملون عـہ
سیرہ من الله ولذا کانت

سائل کو محروم نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کے عجائبات
میں سے ہے کہ "الف" پہلا حرف ہے اور "ی" آخری
حرف ہے جس کے بعد کوئی حرف نہیں ہے، اگر کوئی "ی"
سے آگے بڑھنا چاہے تو آگے الف ہی پائے گا، اور اگر
کوئی الف سے آگے بڑھے گا تو "ی" سے آگے کوئی منزل
نہ پائے گا تو گیارہ کے حرف یعنی "یا" سے پتا چلا کہ آپ
دونوں طرف انتہائی مقاصد پر رسائی رکھتے ہیں اور تمام
کاملین حضرات سیر فی اللہ میں غوث اعظم کی سیر فی اللہ سے
بہت پیچھے ہیں، اسی لئے آپ کا قدم گردنوں پر ہے اور
اسی لئے آپ نے فرمایا کہ انسان اور جن اور ملائکہ کے
اپنے اپنے مشائخ ہیں جبکہ میں ان سب کا شیخ ہوں
اور میرے اور تمام مخلوق کے درمیان زمین و آسمان کا
فرق ہے مجھے کسی دوسرے پر اور کسی دوسرے کو مجھ پر
قیاس نہ کرو، اور ایسے ہی کوئی کامل شخص آپ کی سیر فی اللہ
کو اللہ تعالیٰ سے کامل طور پر حاصل نہ کر سکا۔ یہی وجہ ہے کہ

عـہ۱ ای یجمع اولهم واٰخرهم ۱۲ (م)

یعنی ان کے اول اور آخر سب کو جمع کریں گے ۱۲ (ت)

عـہ۲ ولاحاجة الی ابداء استثناء الانبیاء
والمرسلین علیهم الصلوٰة والسلام فانه
مرکوز فی اذهان المسلمین وکذا الصحابة
والتابعون لهم باحسان لما عرف فی
محله وبالجملة فسیدنا رضی الله تعالیٰ عنه
افضل الاولیاء الا من قائم الدلیل علی
استثنائه ۱۲ (م)

یہاں انبیاء و مرسلین کے استثناء کا اظہار ضروری
نہیں کیونکہ یہ بات تمام مسلمانوں کے ذہنوں میں مرکوز
ہے یوں ہی صحابہ و تابعین کا استثناء بھی معلوم ہے
حاصل یہ کہ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام اولیاء
سے افضل ہیں مگر اس میں سے وہ لوگ
مستثنیٰ ہیں جن کے بارے میں دلیل موجود
ہے ۱۲ (ت)

عـہ۳ هذا کذلك ۱۲ منه (م) یہ بھی اسی طرح ۱۲ منہ (ت)

عـہ۴ هذا کذلك ۱۲ منه (م) یہ بھی اسی طرح ۱۲ منہ (ت)

marfat.com

Marfat.com

هدايته اتم واوفر، وطريقته انفع و
ايسر، وكراماته اكثر واظهر، حتى لم
ينقل عشرها ولا معشارها عن احد من
الاولياء فيما نعلم ذلك فضل الله يؤتيه
من يشاء والله ذو الفضل العظيم، وآخر
دعوٰنا ان الحمد لله رب العٰلمين،
والصلوٰة والسلام على خاتم النبيين، محمد
وآله وصحبه اجمعين، وابنه هذا الفرد
المكين، والغوث المبين، وعلينا بهم
يا ارحم الراحمين، واوفى ختامه ستّ بقين
من صفر الخير يوم جمع المسلمين، سنة الف و
ثلثمائة وخمس، من هجرة من اُتي بالصلوات
الخمس، ورُدّت لامره من المغرب الشمس، صلى
الله عليه وعلى اله اجمعين، والحمد لله رب العٰلمين۔

آپ کی رہنمائی اتم اور اکمل ہے اور آپ کا طریقہ آسان
واضح ہے اور آپ کی کرامات کثیر اور غالب ہیں حتی کہ کسی
ولی کی کرامات آپ کی کرامات کی نسبت عشر عشیر بھی
منقول نہیں جیسا کہ ہمیں معلوم ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے
جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا
ہے۔ ہمارا آخری اعلان ہے کہ سب تعریفیں اللہ رب العٰلمین
کے لئے ہیں اور صلوٰۃ وسلام خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ
وسلم اور آپ کی آل وصحابہ پر اور آپ کے اس حاکم بیٹے
اور واضح غوث پر اور ان کے ساتھ ہم پر یا ارحم الراحمین۔
اس رسالے کا اختتام ۲۴ صفر بروز جمعہ ۱۳۰۵ھ کو ہوا،
سن ہجری اس ذات کی ہجرت جس کو پانچ نمازیں عطا
کی گئیں اور جن کے حکم پر مغرب سے سورج واپس پلٹا،
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین، الحمد للہ
رب العٰلمین۔ (ت)

marfat.com
Marfat.com

وصّاف الرجیح فی بسملة التراویح [12] [13]

(تراویح میں بسم اللہ سے متعلق راجح قول کو بیان)

(ختم تراویح میں ایک بار جہر سے بسملہ پڑھنے کا بیان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۱۴ از اوجین، مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی ملّا محمد یعقوب علی خاں صاحب ۲۶ رجب ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں تمام بلادِ ہندوستان میں کہ سب اہل سنت وجماعت بفضلہ تعالیٰ حنفی المذہب ہیں ہمیشہ سے یہی رواج دیکھا سُنا کہ تمام حفاظِ قرآن تراویح میں بسم اللہ شریف سارے قرآن مجید میں کسی نہ کسی سُورت پر بس ایک بار آواز سے پڑھ لیتے ہیں اور بعض لوگ پیدا ہُوئے کہ اس میں بہت جھگڑا اٹھاتے ہیں زید کہ اس کا رسالہ مرسل خدمت والا ہے باتباع دو مولویوں گنگوہی و پانی پتی کے دعوٰی کرتا ہے کہ تراویح میں بسم اللہ بالجہر ہر سورت کے سرے پر ماسوا سُورہ برأت کے از بس لازم ہے ورنہ ایک سو تیرہ، اور کبھی کہتا ہے ایک سو چودہ آیت کا نقصان لازم آئے گا بسم اللہ کا جزویت اور غیر جزویت ہونا آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے آج تک تواتراً منقول ہے حنفیہ کے نزدیک بھی علٰی سبیل القطع والتواتر ہے متفق علیہ، بلکہ اجماع امت متفق ہیں عمرو نے اس جہر سے انکار کیا، اس پر زید نے اُسے کہا بتسویل نفسانی منہمک سیأت کے ہوا اور تخریب دین محمدی میں کمر باندھ کر اصول وقواعدِ دینیہ سے برطرف ہوا، اس رسالہ میں ایک عبارت اور دو فتوے مولوین مذکورین سے نقل کئے صفحہ ۵ پر لکھا قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی تبیین الضاد ترجمہ تحفہ نذریہ میں فرماتے ہیں جان لو کہ جب اہلِ قرأت کا اس امر میں اختلاف ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کا جزو ہے یا نہیں، پس تمام قرآن کو تراویح میں پڑھنے

marfat.com

Marfat.com

والے پر جو اُن قاریوں کی قراءت پڑھے جو بسم اللہ کو ہر سورت کا جزو جانتے ہیں، واجب ہے کہ بسم اللہ کو ہر سورت کے سرے پر پکار کر پڑھے ورنہ ختم قرآن مجید میں سے اس کو ایک "۱۱۴" سو چودہ آیتوں کا کم کرنا اور ترک کر دینا لازم آتا ہے اور جائز نہیں ہے، اُن شہروں میں جہاں کے اکثر باشندے حنفی مذہب رکھتے ہیں اس کے خلاف دستور ہے، پس معلوم نہیں اس ترک وغفلت کا کیا سبب ہے فقط، صفحہ ۷ پر لکھا "استفتائے مولوی رشید احمد گنگوہی: بسم اللہ کا جہر سے پڑھنا تراویح میں مضائقہ نہیں اور نماز میں اس سے کوئی قباحت نہیں ہوتی یہ بھی قراء کا مذہب ہے اگر حضرت حفص کی اقتداء کرو درست ومعقول ہے اور جو حسب مذہب حنفیہ نہ پڑھے تاہم کوئی عیب نہیں سب حق پر ہیں سب مذاہب صحیح و درست ہیں لیکن حفاظ قرآن مجید کو لازم ہے کہ پڑھا کریں ورنہ بموجب فرمان مولوی عبدالرحمان صاحب کے عند الحفص ختم میں نقصان رہے گا فقط واللہ اعلم کتبہ رشید احمد گنگوہی" صفحہ ۸ پر لکھا "استفتاء قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی، زمانہ قراء سبعہ کا زمانہ اجتہاد وعمل بالسنہ کا تھا، زمانہ تابعین کا تھا اور مذہب مسائل اجتہادیہ میں ہوتا ہے نہ منقولہ میں، اور مدار قراء کا فقط روایت وصحت پر ہے اور قراء سب اپنی اپنی قراءت کی روایت صحیح رکھتے ہیں اس میں دخل مذہب کو نہیں ہے لہذا قراءت میں کسی اہل ہوا کا خلاف نہیں ہے نہ ائمہ مذہب تا زمانہ قراء محتاج الیہ ومحصور نہ تھے بلکہ بعد قراء کے تھے ائمہ قراءت کو پوچھنا کہ کیا مذہب رکھتے تھے حمق ہے بعد صحت روایت کے آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پھر حاجت کسی مذہب اور کسی اجتہاد کی نہیں ہے اذا صح الحدیث فھو مذھبی (جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے۔ ت) قول احناف کا ہے جب مدار صحت روایت پر مذاہب اربعہ میں ہوا پھر جو کوئی کسی مذہب کا کسی قاری کی قراءت پڑھے گا اس کی قراءت میں جو ہو اس کی اتباع کرے، جو کہ امام عاصم کی قراءت میں بروایت حفص بسم اللہ درمیان ہر دو سورت کے ثابت ہے روایۃً، اور کہیں حنفیہ کی کتب میں ممانعت قراءت عاصم وحفص کی استیعاباً واقع نہیں ہے تو تراویح میں بسم اللہ پڑھنا جائز ہوا والا پورا ختم روایت حفص میں نہ ہوا فقط واللہ اعلم بالصواب، العبد عبدالرحمان عفی عنہ" صفحہ ۲۱ پر لکھا "صلوٰۃ مفروضہ میں ختم مقصود نہیں اس لئے وہاں جہر لازم نہیں وہاں اتباع ابوحنیفہ کا چاہئے اور تراویح میں مقصود ختم کامل قرآن ہے وہاں اتباع قراء مسلمین بسم اللہ کو جہراً پڑھنا ساتھ تاکد کے جائز ہے ورنہ ختم میں نقصان لازم آتا ہے چنانچہ یہی تحریر خاکسار نے بارہا قاری عبدالرحمان صاحب کی زبانی بھی سنی ہے"، اب علماء سے عرض ہے کہ یہ بیانات وفتاوی صحیح ہیں یا غلط، اور یہاں مذہب حنفی میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ سرا وجهارا ولیلا ونهارا حمدا — سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں آہستہ اور بلند، دن اور

marfat.com

Marfat.com

كما للدامعة والكاء اوالصلوات السامية والتحيات النامية على من سن فى الصلوٰة اسرار التسمية وعلى اٰله وصحبه النفوس الهامية لبيضة السنة من الغوغاء العامية اٰمين اٰمين يا ارحم الراحمين۔

ذات کو، بڑی حدیں اور زیادہ، بلند درود اور اونچا سلام اس ذات پر جس نے نماز میں بسم اللہ کو آہستہ پڑھنا سنّت فرمایا اور آپ کی آل و اصحاب پر جو کہ خالص سنّت کو عوام کے شورش سے محفوظ رکھنے والے ہیں آمین آمین یا ارحم الراحمین۔ (ت)

بسم اللہ شریف کا تراویح میں ہر سورت پر جہر مذہب حنفی میں لازم وواجب ہونا محض بے اصل و باطل صریح اور حنفیہ کرام پر افترائے قبیح ہے تحصیل سنّت ختم فی التراویح کے لئے صرف ایک بار کسی سورت پر جہر کرنے کی ہماری کتب میں صاف تصریح ہے زید بے علم اور اس کے دونوں متبوعوں کی تحریر سراسر بے تحریر و غیر صحیح ہے، مسلم الثبوت میں ہے:

البسملة من القراٰن اٰية فتقرأ فى الختم مرة[1]

یعنی بسم اللہ شریف قرآن عظیم کی ایک آیت ہے تو ختم میں ایک بار پڑھی جائے۔

ملک العلما بحر العلوم اس کی شرح فواتح الرحموت میں فرماتے ہیں:

على هذا ينبغى ان يقرأها فى التراويح بالجهر مرة ولا تتأدى سنة الختم دونها[2]

یعنی اس بنا پر چاہئے کہ بسم اللہ شریف تراویح میں جہر سے ایک بار پڑھی جائے بے اس کے سنت ختم ادا نہ ہوگی۔

شرح مولانا ولی اللہ میں ہے:

من قال بكون البسملة جزء من القراٰن من غير تعيين المحل او بجزئيتها له فى اول كل سورة قال بوجوب قراءتها فيما يختم فيه القراٰن من الصلوٰة كالتراويح الا ان الجماعة الاولى تقول بوجوب قراءتها جهراً مرة والثانية

یعنی جو علماء بسم اللہ شریف کو جزو قرآن مجید مانتے ہیں خواہ بے تعیین محل (جیسے علماء حنفیہ وغیرہم) یا یوں کہ ہر سورت کی پہلی آیت ہے (جیسے علماء شافعیہ) ان سب کے نزدیک جس نماز میں قرآن مجید کا ختم کیا جائے جیسے تراویح، اس میں بسم اللہ شریف کا پڑھنا ضرور ہے مگر ہمارے ائمہ وجمہور علماء کے نزدیک

---

[1] مسلم الثبوت کامل، مسئلۃ البسملۃ من القرآن مطبوعہ مطبع انصاری دہلی ص ۱۵۱

[2] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفٰی مسئلۃ البسملۃ من القرآن مطبوعہ مطبعۃ امیریہ بولاق مصر ۲/ ۱۴

marfat.com

Marfat.com

تقول بوجوب قرأتها جهرا فی اول کل سورة سواء البراءة [1]

صرف ایک بار بآواز اور شافعی مذہب میں سورۂ برأت کے سوا ہر سورت کی ابتدا میں۔

قمر الاقمار مولانا عبدالحلیم انصاری میں ہے:

اعلوان التسمیة اٰیة من القراٰن کله انزلت للفصل بین السور ولیست جزء من الفاتحة ولا من کل سورة فالقراٰن عبارة عن مائة واربعة عشر سورة واٰیة وھی التسمیة فلابد فی ختم القراٰن من قراءة التسمیة مرة علی حدۃ ایة سورة کانت وھذا اکله عند نا علی المختار [2] اھ مختصرا

یعنی بسم اللہ شریف سارے قرآن مجید میں صرف ایک آیت ہے کہ سورتوں میں فصل کے لئے اتاری گئی نہ وہ فاتحہ کی جُز ہے نہ ہر سورت کی، تو قرآن عظیم نام ہے ایک سَو چودہ سُورتوں اور ایک آیت کا کہ وہ بسم اللہ شریف ہے پس ختم قرآن میں بسم اللہ شریف کا کسی سُورت کے سرے پر ایک بار پڑھنا ضرور ہے یہ سب ہمارے ائمہ کا مذہب مختار ہے اھ مختصراً

جوابِ مسئلہ تو اسی قدر سے ہوگیا مگر فقیر غفر اللہ تعالٰی بعون رب قدیر جل جلالہٗ تحقیق حق نجیح و تلخیص قول رجیح کے لئے چند افاداتِ عالیہ لکھے جن سے بتوفیقہٖ تعالٰی احکامِ مسئلہ کو نورِ انکشاف اور اوہامِ باطلہ کو ظہورِ انکساف ملے واللہ المعین وبه نستعین (اللہ تعالٰی مددگار ہے اور اسی سے ہم مدد طلب کرتے ہیں۔ ت)

افادۂ اُولٰی: بسم اللہ شریف کے باب میں ہمارے ائمہ کرام بلکہ جمہور ائمہ صحابہ و تابعین وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مذہبِ حق و محقق یہ ہے کہ وُہ کسی سورتِ قرآن کی جُز نہیں جداگانہ آیت واحدہ ہے کہ تبرک و فصل بین السور کے لئے مکرر نازل ہُوئی۔ امام عبدالعزیز بن احمد بن محمد بخاری علیہ رحمۃ الباری کہ اجلۂ ائمہ حنفیہ ہیں کتاب التحقیق شرح حسامی میں فرماتے ہیں:

الصحیح من المذهب انها من القراٰن لکنها لیست جزء من کل سورة عندنا بل ھی اٰیة منزلة للفصل بین السور کذا ذکر ابوبکر الرازی ومثله روی عن محمد رحمه الله تعالٰی۔ [3]

صحیح مذہب ہمارا یہ ہے کہ وُہ قرآن کی جُز ہے مگر ہر سُورت کی جُز نہیں بلکہ یہ ایسی آیۃ ہے جو سُورتوں میں فاصلہ کے لئے نازل کی گئی ہے، یوں ابوبکر رازی نے ذکر کیا اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے بھی ایسے ہی مروی ہے۔ (ت)

---

[1] شرح مسلم الثبوت ولی اللہ

[2] قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار | مقدمۃ الکتاب | مطبوعہ مطبع علیمی دہلی | ص ۹

[3] کتاب التحقیق شرح حسامی | " | " منشی نولکشور لکھنؤ | ص ۶

marfat.com

Marfat.com

امام محقق ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں :

المشہور عن اصحابنا انہا لیست باٰیۃ من الفاتحۃ ولا من غیرھا بل ھی اٰیۃ من القراٰن مستقلۃ نزلت للفصل بین السور[1]

ہمارے اصحاب سے یہی مشہور ہے کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ یا کسی اور سُورۃ کی جُز نہیں ہے بلکہ یہ قرآن کی مستقل آیۃ ہے جو سورتوں میں فصل کے لئے نازل کی گئی ہے (ت)

علامہ ابراہیم حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں :

ان مذھبنا ومذھب الجمھور لیست اٰیۃ من الفاتحۃ ولا من کل سورۃ[2]

ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ یا کسی اور سورۃ کی جز نہیں ہے (ت)

امام ابو البرکات نسفی کنز الدقائق اور علامہ ابراہیم حلبی ملتقی الابحر اور علامہ محمد بن عبد اللہ غزی تمرتاشی تنویر الابصار میں فرماتے ہیں :

ھی اٰیۃ من القراٰن انزلت للفصل بین السور ولیست من الفاتحۃ ولا من کل سورۃ[3]

یہ قرآن کی آیۃ ہے جو سُورتوں میں فصل کے لئے نازل کی گئی ہے فاتحہ یا کسی اور سُورۃ کی جُز نہیں ہے (ت)

امام عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں :

قال اصحابنا البسملۃ اٰیۃ من القراٰن انزلت للفصل بین السور لیست من الفاتحۃ ولا من اول کل سورۃ[4]۔

ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ بسم اللہ قرآن کی آیت ہے جو سُورتوں میں فصل کے لئے نازل کی گئی ہے نہ تو یہ فاتحہ کی جُز ہے اور نہ ہی کسی سورۃ کا یہ اول ہے (ت)

اسی طرح بہت کُتب میں ہے۔

افادہ ثانیہ : مجرد تکرر نزول ہرگز موجب تعدد نہیں ورنہ قائلان تکرار نزول فاتحہ قرآن عظیم میں دو سورۃ فاتحہ مانتے کہ اُن کے نزدیک فاتحہ مکہ معظمہ میں نازل ہو کر مدینہ طیبہ میں دوبارہ اُتری۔ علامہ حسن چلپی حاشیہ تلویح

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی بیان صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۰۶

[3] ملتقی الابحر مع مجمع الانہر باب صفۃ الصلوٰۃ " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۹۵

درمختار فصل اذا اراد الشروع فی الصلوٰۃ " مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۷۵

[4] عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری خطبۃ الکتاب " ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۱/۱۲

marfat.com

Marfat.com

میں فرماتے ہیں :

تعدد نزولہا لا یقتضی تعدد قرأنیتہا کیف و قد قیل بتکرار نزول الفاتحۃ ولم یقل احد بتعدد قرأنیتہا[1]

بسم اللہ کے نزول کا تعدد اس بات کو لازم نہیں کہ وہ متعدد بار قرآن کا جزء بنے ، یہ کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ سورۂ فاتحہ کے نزول میں تعدد کا قول ہے لیکن فاتحہ کا قرآن کے متعدد جزء ہونے کا قول کسی نے نہیں کیا (ت)

علامہ ملّا خسرو کے حاشیۂ تلویح میں ہے :

القول بتکررہ لا یقتضی القول بتعددہا کیف و قد قیل الیٰ اٰخر ما مر[2] ۔

بسم اللہ کے تکرارِ نزول کا قول اس کے متعدد ہونے کو لازم نہیں ، یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ سُورۂ فاتحہ کے بارے ، الیٰ اٰخرہٖ ۔ (ت)

ولہذا علامہ بحر نے بحرالرائق میں فرمایا :

انہا فی القراٰن اٰیۃ واحدۃ یفتتح بہا کل سورۃ وعند الشافعی اٰیات فی السور[3]

یہ بسم اللہ قرآن کی ایک آیت ہے اس سے ہر سُورۃ کا افتتاح کیا جاتا ہے ، اور امام شافعی کے نزدیک یہ ہر سورۃ کی علیحدہ آیت ہے ۔ (ت)

اسی طرح قمر الاقمار سے بھی گزرا کہ وہ ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک تمام قرآن میں صرف ایک آیت ہے نہ یہ کہ ایک سو تیرہ یا چودہ آیتیں ہوں اور جب آیت واحدہ ہے تراویح میں اس کی صرف ایک بار تلاوت ادائے سنت ختم کے لئے آپ ہی کافی کما لا یخفی علی کل عاقل (یہ کسی عاقل سے مخفی نہیں چہ جائیکہ فاضل سے مخفی ہو ۔ ت) کون جاہل کہے گا کہ ایک آیت کو جب تک سَو بار نہ پڑھو ختم پورا نہ ہو ۔

افادۂ ثالثہ بسم اللہ شریف کا جزءِ سورت ہونا ہرگز ہرگز حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہونا درکنار ثابت کرنا دشوار ، اس کے تواتر کا ادعا محض بہتان وافتراء بلکہ احادیث صحیحہ اس کلیہ کے نقض پر صاف گواہ ،

کحدیث قسمۃ الصلوٰۃ و حدیث ثلثین اٰیۃ

جیسا کہ تقسیم نماز والی حدیث ، اور وہ حدیث جس سورۃ

---

[1] تتمہ حاشیہ چلپی علی التوضیح والتلویح حاشیہ ۵ متعلق ص ۵۰ مطبوعہ منشی نولکشور کانپور ص ۵۵
[2] حاشیہ تلویح لملا خسرو " " " " ص ۳۱
[3] بحرالرائق باب صفۃ الصلوٰۃ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۱۳

marfat.com
Marfat.com

للمطالب وغيرها كما فصله العلماء الكرام في تصانيفهم ولا حاجة الى ايرادها هنا فان شهرة الكلام فيه اغنتنا عن اعادته و اطالة المقال بتذكاره۔

ملک کی تیس آیتوں کا ذکر اور ان جیسی اور احادیث جن کو علماء کرام نے مفصل طور پر اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے یہاں ان کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس بات کی شہرت نے ہمیں یہاں ذکر کرنے سے مستغنی کر دیا ہے نیز ان کے ذکر سے بات لمبی ہو گی۔ (ت)

افادۂ رابعہ، یونہی اُس پر اجماعِ اُمت کا بیان افترا و بہتان، بلکہ علماء فرماتے ہیں صحابہ کرام و تابعین اعلام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اجماع تھا کہ بسم اللہ شریف جزوِ سورہ نہیں، قول جزئیت اُن کے بعد حادث و نو پیدا ہوا، سیدی فقیہ مقری علی نوری سفاقسی غیث النفع فی القراءات السبع میں فرماتے ہیں:

هذا ان قلنا ان البسملة ليست باية ولا بعض اية من اول الفاتحة ولا من غيرها وانما كتبت في المصاحف للتيمن والتبرك او انها في اول الفاتحة لابتداء الكتاب على عادة الله جل وعز في ابتداء كتبه وفي غير الفاتحة للفصل بين السور قال ابن عباس رضي الله تعالٰى عنهما كان رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم لا يعرف فصل السورة حتى ينزل عليه بسم الله الرحمٰن الرحيم وهو مذهب مالك وابي حنيفة والثوري وحكي عن احمد وغيره وانتصر له مكي في كشفه وقال انه الذي اجمع عليه الصحابة والتابعون والقول بغيره محدث بعد اجماعهم وشنع القاضي ابو بكر بن الطيب بن الباقلاني المالكي البصري نزيل بغداد على من خالفه

یہ تب ہے جب ہم یہ کہیں کہ بسم اللہ آیت نہیں اور فاتحہ اور کسی سورۃ کی جز نہیں اور یہ صرف قرآن میں برکت کے طور پر لکھی گئی ہے یا اس لئے کہ اللہ تعالٰی کی عادت کریمہ ہے کہ اس نے اپنی تمام کتابوں میں بسم اللہ سے ابتداء فرمائی لہذا سورۃ فاتحہ کے ابتداء میں بھی ذکر فرمائی اور باقی سورتوں کے ابتداء میں صرف سورتوں کے درمیان فصل کے لئے ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام دو سورتوں کا فصل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے نازل ہونے پر معلوم کرتے تھے، یہی امام مالک، ابوحنیفہ، ثوری کا مذہب ہے، اور امام احمد وغیرہ سے یہی بیان کیا گیا ہے، اور امام مکی نے اسی کو اپنی کتاب کشف میں اپنایا ہے اور فرمایا کہ یہی وہ ہے جس پر صحابہ و تابعین کا اجماع ہے، بسم اللہ کے بارے میں کوئی اور بات اس اجماع کے بعد نئی چیز ہو گی، اور قاضی ابوبکر بن طیب بن باقلانی مالکی بصری نیز بغدادی نے اس کی مخالفت کرنے والوں کی مذمت فرمائی ہے اور یہ

marfat.com

Marfat.com

وکان اعرف الناس بالمناظرۃ واد قہم فیھا نظرا [1]

قاضی ابوبکر خود بحث کے ماہر اس میں دقتِ نظر رکھتے ہیں۔ (ت)

امام زیلعی تبیین الحقائق پھر علامہ سید ابوالسعود ازہری فتح اللہ المعین میں فرماتے ہیں :

قال بعض اھل العلم ومن جعلھا من کل سورۃ فی غیر الفاتحۃ فقد خرق الاجماع لانھم لم یختلفوا فی غیر الفاتحۃ۔[2]

بعض علماء نے فرمایا کہ جو شخص بسم اللہ کو فاتحہ کے علاوہ کسی سُورت کا جُز مانتا ہے وہ اجماع کا خلاف کرتا ہے کیونکہ فاتحہ کے بغیر کسی سورۃ کے بارے میں اختلاف نہیں ہے۔ (ت)

امام بدرالدین محمود عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں :

فان قیل نحن نقول انھا اٰیۃ من غیر الفاتحۃ فکذلك انھا اٰیۃ من الفاتحۃ قلت ھذا قول لم یقل بہ احد ولھذا قالوا ان زعم الشافعی انھا اٰیۃ من کل سورۃ وما سبقہ الی ھذا القول احد لان الخلاف بین السلف انما ھو فی انھا من الفاتحۃ اولیست باٰیۃ منھا ولم یعدھا احد اٰیۃ من سائر السور۔[3]

اگر اعتراض کیا جائے کہ ہم بسم اللہ کو آیت مانتے ہیں تو اس کا معنٰی یہ ہُوا کہ فاتحہ کی آیت ہے اور کسی اور سورۃ کی بھی آیت ہے، میں کہتا ہُوں کہ یہ کسی کا قول نہیں ہے اسی لئے جمہور نے کہا کہ صرف امام شافعی کا خیال ہے کہ یہ ہر سورۃ کی آیت ہے جبکہ امام شافعی سے پہلے کسی نے یہ بات نہیں کی، کیونکہ اس سے پہلے اسلاف میں صرف یہ تھا کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ کی آیت ہے یا نہیں، اور اس کو کسی نے باقی سورتوں کا جُز نہیں مانا۔ (ت)

افادۂ خامسہ : تمام مصاحف حنفیہ میں ہر بسم اللہ شریف پر نشانِ آیت موجود ہے وہ بلاشبہ اُن کے نزدیک آیت تامہ ہے، اب سورۂ بقرہ سے لے کر سورۂ ناس تک تمام سورتیں آیاتِ حنفیہ کی گنتی بتائیے، دیکھئے تو کہیں بھی بسم اللہ شریف گنتی میں آتی ہے، مثلاً سورۂ اخلاص چار آیت ہے بسم اللہ سے الگ ہی چار آیتیں ہیں، سورۂ کوثر میں تین آیتیں ہیں بسم اللہ سے جُدا ہی تین آیتیں ہیں وعلی ھذا القیاس بخلاف سورۂ فاتحہ کہ سات آیتیں ہیں اور ان کے نزدیک انعمت علیھم پر آیت نہیں ولھذا ہمارے مصاحف

---

[1] غیث النفع فی القراءات السبع باب البسملۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۵۷

[2] فتح المعین علی شرح الکنز فصل واذا اراد الدخول الخ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۸۷

[3] عمدۃ القاری شرح بخاری باب مایقول بعد التکبیر مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۵/۲۹۲

marfat.com

Marfat.com

میں کمی تھی والیٓت عندالغیر، لکھتے ہیں نہ ۞ یہ صاف دلیل واضح ہے کہ ہمارے قراء کے نزدیک بسم اللہ بقرہ سے والناس تک کسی سورت کا جزو نہیں بلکہ ایک انھیں قاریوں کی کیا تخصیص سب کے نزدیک سوا فاتحہ کے کہ مختلف فیہا ہے باقی تمام سورتوں کے شمار آیات سے بسم اللہ شریف خارج ہے یہ بھی اُس ارشاد علما کا پتا دیتا ہے کہ قولِ جزئیت حادث و خلاف اجماع ہے۔ امام زیلعی تبیین پھر علامہ ازہری فتح المعین میں فرماتے ہیں:

ان کتاب المصاحف کلھم عدوا اٰیات السور فاخرجوھا من کل سورۃ وقال بعض اھل العلم الی اٰخر ما مر۔

قرآن پاک کے تمام کاتبوں نے سورتوں کی آیات کو شمار کیا ہے اور انھوں نے بسم اللہ کو کسی سورت کی آیات میں شمار نہیں کیا اور بعض علماء نے گزشتہ قول کو انھوں نے آخر تک بیان کیا۔ (ت)

عمدہ میں امام عینی کا ارشاد گزرا: لم یعدھا احد اٰیۃ من سائر السور (اس کو کسی نے باقی سورتوں کی آیۃ نہیں مانا۔ ت)

تنبیہ: شمار سے اخراج تو عدمِ جزئیت میں صریح ظاہر ہے اور ادخال میں علمائے کرام نے جائز فرمایا کہ صرف ظن کی طرف مستند ہو تو مفید قطعیت جزئیت نہ ہو سکے گا، امام زیلعی نصب الرایہ اور امام عینی عمدہ میں فرماتے ہیں:

لعل ابا ھریرۃ سمع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقرأھا فظنھا من الفاتحۃ، فقال انھا احدی اٰیاتھا ونحن لا ننکر انھا من القراٰن، ولکن النزاع وقع فی مسئلتین احدٰھما انھا اٰیۃ من الفاتحۃ، والثانیۃ ان لھا حکم سائر اٰیات الفاتحۃ جھرا وسرا، ونحن نقول، انھا اٰیۃ مستقلۃ قبل السورۃ، ولیست منھا جمعا بین الادلۃ، وابوھریرۃ لم یخبر عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ قال، ھی احدی اٰیاتھا،

ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پڑھتے ہوئے سنا تو خیال فرمایا کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ کی جُز ہے تو انھوں نے کہہ دیا کہ یہ فاتحہ کی آیات میں شامل ہے، بسم اللہ کا قرآن کی آیت ہونے سے ہمارا انکار نہیں ہے صرف بحث دو مسئلوں میں ہے ایک یہ کہ کیا یہ سورہ فاتحہ کی آیت ہے اور دوسرا یہ کہ کیا بسم اللہ کا حکم فاتحہ کی دوسری آیات والا ہے کہ جہر و سر میں ان کی طرح پڑھی جائے گی یا نہیں، جبکہ ہم یہ کہتے ہیں یہ ایک مستقل آیت ہے یہ سورہ فاتحہ کی آیات میں شمار نہیں، یہ بات دلائل کو مطابق بنانے کے لئے ہے، حالانکہ

ؔ۱ فتح المعین علی شرح الکنز فصل واذا اراد الدخول مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۸۷

ؔ۲ عمدۃ القاری شرح بخاری باب مایقول بعد التکبیر مطبوعۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۵/ ۲۹۲

marfat.com

Marfat.com

وقراءتها قبل الفاتحة لا یدل علی ذلك و اذا جاز ان یکون مستند ابی هریرة قراءة النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم لها، وقد ظهر ان ذلك لیس بدلیل علی محل النزاع، فلا یعارض به ادلتنا الصحیحة الثابتة اھ[1]

ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ خبر نہیں دی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ سورۃ فاتحہ ایک آیۃ ہے جبکہ محض سورۃ فاتحہ سے پہلے پڑھنے سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی اور جب صرف حضور کا پڑھنا ہی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی دلیل ہو تو یہ محل نزاع یعنی فاتحہ کا جُز ہونے پر دلیل نہیں ہوسکتی، لہذا یہ روایت ہمارے صحیح ثابت شدہ دلائل کے مقابل نہیں ہوسکتی اھ (ت)

افادۂ سادسہ: جزئیتِ بسم اللہ شریف کو قطعی کہنا محض جہالت اور تصریحات ائمہ کرام علمائے عظام سے غفلت ہے بلکہ جزئیتِ سورت درکنار جزئیتِ قرآن بھی خبراً متواتر نہیں،

ولذا انکرها الامام الاوزاعی والامام مالك و بعض مشایخنا ونسب للمتقدمین بل وقع فی التلویح وحواشی الکشاف وغیرهما انه المشهور من مذهب ابی حنیفة رضی الله تعالٰی عنه[2] قال القهستانی ان هذا لم یوجد[3] قال الشامی فی رد المحتار ای بل هو قول ضعیف عندنا[4]

بسم اللہ کے قرآن کا جُز ہونے کا امام اوزاعی، امام مالک اور ہمارے بعض مشائخ نے انکار کیا ہے۔ متقدمین کی طرف منسوب بلکہ تلویح میں اور کشاف کے حواشی وغیرہ میں ہے کہ یہی امام ابوحنیفہ کا مشہور مذہب ہے۔ امام قہستانی نے فرمایا اس قول کا وجود نہیں ہے۔ علامہ شامی نے ردمحتار میں فرمایا ہے بلکہ یہ قول ضعیف ہے۔ (ت)

علامہ حسن چلپی حاشیۂ تلویح میں فرماتے ہیں:

قال الجد المحقق فی تفسیر الفاتحة قال ابوحنیفة ومالك رحمهما الله تعالٰی المعتبر التواتر فی قرآنیتها لا فی نقله فقط وهو الحق

بزرگ محقق نے سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں فرمایا کہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے فرمایا ہے بسم اللہ کے قرآن ہونے کیلئے صرف نقل متواتر نہیں بلکہ اس کا قرآن ہونا متواتر چاہیے اور یہی معتبر اور حق ہے

---

[1] عمدۃ القاری شرح بخاری — احادیث البسملۃ فی الصلوٰۃ — مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۵/۲۸۶
نصب الرایۃ لاحادیث الہدایۃ — کتاب الصلوٰۃ — ” المکتبۃ الاسلامیۃ ریاض الشیخ ۱/۳۴۳
[2] التوضیح والتلویح مع حاشیہ چلپی — بیان ادلۂ اربعہ — ” منشی نولکشور کانپور ص ۵۰
[3] جامع الرموز — فصل صفۃ الصلوٰۃ — مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۵۱
[4] ردالمحتار — مطلب قراءۃ البسملۃ بین الفاتحۃ والسورۃ — مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۹۱

marfat.com
Marfat.com

[illegible] النقل اذا لم يكن على القطع ان لا يثبت القرآنية والتواتر فی نقل البسملة ليس على انه قرآن والا لم يخالف فيه بل كتب فی المصاحف للفصل والتبرك بها الخ[1]

کیونکہ ظاہر بات ہے کہ اگر قرآن ہونا منقول نہ ہو تو پھر بسم اللہ کا قرآن ہونا ثابت نہیں ہوگا، اور بسم اللہ کے نقل میں جو تواتر ہے وہ اس کے قرآن ہونے کا تواتر نہیں ورنہ اس میں اختلاف نہ ہوتا بلکہ بسم اللہ کو قرآن میں سورتوں کے فصل اور تبرک کے لئے لکھا گیا ہے الخ (ت)

ہمارے ائمہ کہ اثبات فرماتے ہیں بوجہ اثبات فی المصاحف و امر بالتجرید دلیل عقلی قائم فرماتے ہیں نہ تواتر سمعی، بالجملہ حق یہ کہ بسم اللہ شریف کا جزء قرآن عظیم ہونا تو ہمارے نزدیک دلیل قطعی سے ثابت ہے مگر جزء سور ہونا ہرگز نقلاً عقلاً کسی طرح قطعی نہیں بلکہ ہمارے علمائے کرام اسے دلیل قطعی سے باطل اور بعض اخبار احاد کو کہ موہم جزئیت واقع ہوئے مخالف قاطع کے سبب نامقبول و مضمحل بتاتے ہیں نہایت یہ کہ علمائے شافعیہ رحمہم اللہ تعالٰی کہ قائلین جزئیت ہیں خود منکر قطعیت ہیں، امام نووی شافعی فرماتے ہیں، یہی صحیح ہے۔ امام عبدالعزیز بن احمد بخاری تحقیق میں فرماتے ہیں:

النقل المتواتر لما لم يثبت انها من السورة لم يثبت ذلك[2]

جب نقل متواتر بسم اللہ کو سورت کا جز ہونا ثابت نہیں کرتا تو اس کا جز ہونا ثابت نہ ہوگا۔ (ت)

علامہ بہاری مسلم الثبوت اور علامہ بحر فواتح الرحموت میں فرماتے ہیں:

(لم يتواتر انها جزء منها) فلا تثبت الجزئية اذ قد سبق ان تواتر الجزئية شرط لاثباتها[3]

اس کا جز ہونا تواتر سے ثابت نہیں، لہذا جزئیت ثابت نہ ہوگی کیونکہ پہلے معلوم ہوچکا ہے جزئیت کے اثبات کے لئے جزئیت کا تواتر شرط ہے۔ (ت)

اُنہیں میں ہے:

(عارضه القاطع) وهو عدم تواتر الجزئية الدال على عدمها فی الواقع فيضمحل المظنون

بسم اللہ کے جز ہونے کو ایک قطعی دلیل معارض ہے اور وہ جزئیت کے تواتر کا نہ ہونا جو کہ فی الواقع جز نہ ہونے

---

[1] تمہ حاشیہ چلپی علی التوضیح والتلویح بیان ادلۂ اربعہ حاشیہ ۲۶ متعلق ص ۵۰ مطبوعہ منشی نولکشور کانپور ص ۵۵
[2] کتاب التحقیق شرح الحسامی مقدمۃ الکتاب مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ص ۶
[3] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلۃ البسملۃ من القرآن مطبوعہ مطبعۃ امیریۃ بولاق مصر ۲/ ۱۴

marfat.com

Marfat.com

وھذا ھو الجواب عن الاخبار الاحاد التی توھم الجزئیۃ بل یجب ان تکون ھذہ الاخبار مقطوع السھو والالتواترات الخ[1]

کی دلیل ہے پس ظنّی امر کمزور قرار پائے گا، یہ جزئیت کا وہم پیدا کرنے والی اخبارِ احاد کا جواب ہے لہٰذا ان اخبار کا سہو قطعی ہے ورنہ اگر بسم اللہ سورۃ کا جز ہوتی تو تواتر سے ثابت ہوتی۔ (ت)

علامہ ابراہیم حلبی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں :

لایثبت کونہا اٰیۃ من کل سورۃ من السور بلا دلیل قطعی کما فی سائر الاٰیات واجماع الصحابۃ علی اثباتھا فی المصحف لایلزم منہ انھا اٰیۃ من کل سورۃ بل اللازم منہ مع الامر بالتجرید عن غیر القراٰن انھا من القراٰن وبہ نقول انھا اٰیۃ منہ نزلت للفصل بین السور[2]

قطعی دلیل کے بغیر اس کا تمام سورتوں میں سے کسی کا جز ہونا اور آیت ہونا ثابت نہیں ہوسکتا، جس طرح باقی آیات کے بارے میں ہے، اور صحابہ کرام کا اس کو مصحف میں لکھنے پر اجماع ہونا اس بات کو مستلزم نہیں کہ یہ کسی سورۃ کی آیت ہے بلکہ قرآن کو غیر سے مبرا رکھنے کے حکم سے اتنا لازم آتا ہے کہ یہ بسم اللہ قرآن کی آیت ہے جو کہ فصل کے لئے نازل کی گئی ہے۔ (ت)

علامہ بحر الفقہ زین بن نجیم مصری شرح منار پھر علامہ سید محمد آفندی شامی منحۃ الخالق حاشیہ بحر الرائق میں فرماتے ہیں :

ھی قراٰن لتواتر فی محلھا ولا کفر لعدم تواتر کونھا فی الاوائل قراٰنا[3]

بسم اللہ قرآن ہے کیونکہ تواتر سے قرآن میں شامل چلی آرہی ہے لیکن سورتوں کی ابتدائی آیت ہونے کے انکار سے کفر لازم نہیں آئے گا کیونکہ یہ بات تواتر سے ثابت نہیں۔

علامہ سید ابو السعود ازہری فتح اللہ المعین میں فرماتے ہیں :

ثبوت قراٰنیتھا لاعلی سبیل التواتر ولھذا علل فی النھر عدم تکفیر جاحدھا بعدم

بسم اللہ کے قرآن ہونے پر تواتر نہ ہونے کی وجہ سے اگر کوئی اس بات کا انکار کرے تو کفر

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلۃ البسملۃ من القرآن مطبوعہ مطبعۃ امیریۃ بولاق مصر ۲/ ۱۵
[2] غنیۃ المستملی صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۰۷
[3] منحۃ الخالق حاشیہ علی البحر الرائق فصل واذا اراد الدخول فی الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۱۲

marfat.com
Marfat.com

نہ ہوگا نہر میں عدمِ تکفیر کی یہی علت بیان کی گئی ہے (ت)

علامہ سید احمد طحطاوی مصری حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں فرماتے ہیں :

لتفاوت تواتر کتابتها فی المصاحف لم یتواتر کونها قراٰناً[2]	مصحف میں اس کو لکھنے کے تواتر سے اس کے قرآن ہونے کا تواتر ثابت نہیں ہوتا۔ (ت)

علامہ شہاب خفاجی عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی میں فرماتے ہیں :

ولم یتواتر تسمیتها قراٰناً اواٰیة بالنقل عنه علیه الصلٰوۃ والسلام اذ لو تواتر لکفر جاحدها وهو لایکفر بالاتفاق[3]	بسم اللہ کا نام قرآن یا سُورۃ کی آیۃ، تواتر سے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام سے منقول نہیں اور اگر یہ بات تواتر سے ثابت ہوتی تو اس کا انکار کفر ہوتا حالانکہ باتفاق یہ کفر نہیں ہے۔ (ت)

اُسی سے امام قرطبی رحمہ اللہ سے ہے :

المسألة اجتهادیة ظنیة لاقطعیة کماظنه بعض الجهلة من المتفقهة[4]	یہ مسئلہ ظنی اور اجتہادی ہے، قطعی نہیں ہے جیسا کہ بعض جاہل لوگوں کا خیال ہے۔ (ت)

اُسی میں تفسیر امام سمین مسمی بالوجیز سے ہے :

المطلوب هنا الظن لا القطع[5]	اس مسئلہ میں ظن مطلوب ہے یقین مطلوب نہیں (ت)

اُسی میں امام حجۃ الاسلام محمد غزالی شافعی سے ہے :

انه اقام الدلیل علی الاکتفاء بالظن فیما نحن[6]	ہماری بحث میں جو دلیل پیش کی گئی ہے وہ صرف ظن کا فائدہ دیتی ہے۔ (ت)

امام ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ تعالٰی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں :

---

[1] فتح اللہ المعین علی شرح الکنز فصل واذا اراد الدخول فی الصلٰوۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۸۷
[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی بیان سنن الصلٰوۃ ، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۴۱
[3] حاشیۃ الشہاب علی تفسیر البیضاوی مبحث البسملۃ ، دار صادر بیروت ۱/ ۳۰
[4] ، ، ، ، ، ، ، ۱/ ۳۰
[5] ، ، ، ، ، ، ، ۱/ ۳۰
[6] ، ، ، ، ، ، ، ۱/ ۳۰

marfat.com

Marfat.com

البسملة آية من الفاتحة عملا وظنا لا قطعا[1] الخ نقله عنه القاری فی المرقات۔

بسم اللہ کا سورہ فاتحہ کا جز ہونا ظنی ہے قطعی اور یقینی نہیں ہے الخ اسے ملا علی قاری نے مرقات میں ان سے نقل کیا ہے (ت)

علامہ سفاقسی غیث النفع فی القراءات السبع میں فرماتے ہیں :

ان المحققین من الشافعیة وعزاہ الماوردی للجمهور علی انه آیة حکما لا قطعا قال النووی والصحیح انها قرآن علی سبیل الحکم ولو کانت قرآنا علی سبیل القطع لکفرنا فیها وهو خلاف الاجماع[2]

محققین شافعیہ نے اور ماوردی کے بیان کے مطابق ان کے جمہور نے کہا ہے کہ بسم اللہ کا فاتحہ کی جز ہونا حکمی بات ہے قطعی نہیں ہے، اور امام نووی نے فرمایا صحیح یہ ہے کہ بسم اللہ کا قرآن ہونا حکمی ہے اور اگر قطعی ہوتا تو ہم مخالف کو کافر کہتے جبکہ یہ بات اجماع کے خلاف ہے۔ (ت)

اسی میں شرح منہاج النووی تصنیف امام جلال الدین محلی شافعی سے ہے :

البسملة منها ای من الفاتحة عملا لانه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم عدها آیة منها صححه ابن خزیمة والحاکم ویکفی فی ثبوتها من حیث العمل الظن[3]

بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا حصہ ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو فاتحہ کی آیت شمار کیا ہے جس کی ابن خزیمہ اور حاکم نے تصحیح کی ہے اور اس کے عملی ثبوت کے لئے ظن ہی کافی ہے۔ (ت)

افادۂ سابعہ : اقول وباللہ التوفیق قرآن عظیم کے ختم میں لا اقل ایک بار بسم اللہ شریف پڑھنے پر تمام قراء کا اجماع قطعی ہے کہ ابتداء تلاوت[ع] سورت غیر برائت میں اتیان بسملہ مجمع علیہ ہے پھر ہر دو سورت کے درمیان اثبات وحذف میں قراء مختلف ہیں امام نافع مدنی بروایت قالون اور امام عبداللہ بن کثیر مکی و

ع شروع تلاوت اگر ابتدائے سورت کے علاوہ کہیں وسط سے ہو تو بسم اللہ کی حاجت نہیں بہتر ہے اور اگر ابتدائے سورت سوائے برات سے تلاوت آغاز کرے تو بسم اللہ بالاجماع پڑھے پھر اثنائے تلاوت میں جو سورتیں آجائیں اُن پر بسم اللہ پڑھنے نہ پڑھنے میں اختلاف ہے ۱۲ (م)

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القراءۃ فی الصلوٰۃ فصل اول مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۲۹۶

[2] و [3] غیث النفع فی القراءات السبع علٰی حاشیہ سراج القاری باب البسملۃ مطبوعہ مصطفٰے البابی مصر ص ۵۹

marfat.com
Marfat.com

[illegible] کوفی وامام علی بن حمزہ کسائی کوفی پڑھتے اور امام مدنی بروایت ورش اور امام عبداللہ بن عامر شامی وامام حمزہ بن حبیب زیات کوفی وامام ابوعمرو بن العلاء بصری حذف کرتے ہیں تو اگر جلسۂ واحدہ میں کوئی شخص قرآن عظیم بابتدائے واحد ختم کرے تاہم ایک بار بسم اللہ شریف باجماع قراء پڑھے گا اور تکرار میں اختلاف رہے گا۔ غیث النفع میں ہے:

لاخلاف بینھم فی ان القاریٔ اذا افتتح قراءتہ باول سورۃ غیر براءۃ انہ یبسمل سواء کان ابتداء او عن قطع او وقف (الی ان قال) واختلفوا فی اثباتھا بین السورتین سواء کانتا مرتبتین او غیر مرتبتین فاثبتھما قالون والمکی وعاصم وعلی وحذفھا حمزۃ ووصل السورتین (الی قولہ) وانما اختلفوا فی الوصل ولم یختلفوا فی الابتداء لانھا مرسومۃ فی المصاحف فمن یترکھا فی الوصل لولم یأت بھا فی الابتداء لخالف المصاحف وخرق الاجماع[1] الخ۔

اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ قاری کسی سورۃ کو ابتداء سے شروع کرے تو بسم اللہ پڑھے ماسوا سورۃ برارت کے، خواہ قاری قطع کے بعد ابتداء کرے یا وقف کے بعد، ہر طرح بسم اللہ پڑھے (اس کے بعد یہاں تک فرمایا) اور تلاوت میں دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ پڑھنے میں انھوں نے اختلاف کیا ہے خواہ دونوں کو ترتیب سے پڑھے یا غیر ترتیب پر پڑھے، امام قالون، مکی، عاصم اور علی نے بسم اللہ کو ثابت مانا ہے اور امام حمزہ نے حذف کرنا قرار دیا ہے اور دونوں سورتوں میں وصل کا قول کیا ہے (اور پھر اس کو بیان کیا کہ) ان ائمہ نے دونوں سورتوں کے وصل کے بارے میں یہ اختلاف کیا ہے، اور ابتداء کرتے وقت بسم اللہ پڑھنے میں اختلاف نہیں کیا، کیونکہ بسم اللہ قرآن میں لکھی ہے لہذا اگر کوئی دونوں سورتوں میں وصل کرتے وقت بسم اللہ کو ترک کرے اور سورۃ سے ابتداء کرتے وقت بھی ترک کرے تو مصاحف اور اجماع کے خلاف ارتکاب کرے گا الخ (ت)

سراج القاری شرح شاطبیہ میں ہے:

اخبر ان رجالا بسملوا بین السورتین وھم قالون والکسائی وعاصم وابن کثیر والباقین لایبسملون بین السورتین لان ھذا من قبیل الاثبات والحذف[2] اھ ملخصا۔

معلوم ہوا ہے کہ کئی لوگوں نے کوئی دو سورتوں میں بسم اللہ پڑھنے کا قول کیا ہے اور وہ قالون، کسائی، عاصم اور ابن کثیر ہیں اور باقی لوگوں نے ان دونوں سورتوں میں بسم اللہ نہ پڑھنے کا قول کیا ہے کیونکہ یہ معاملہ اثبات وحذف والا ہے اھ ملخصاً (ت)

---

[1] غیث النفع فی القراءات السبع علی حاشیہ سراج القاری باب البسملۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۵۲

[2] سراج القاری شرح شاطبیہ لابن القاصح مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۴۸

marfat.com

Marfat.com

اب نظرِ غائر کیجئے تو حذف صراحۃً نافی و منافی جزئیت ہے کہ اگر جز ہوتی تو حذف کیونکر ہو سکتی، اور اثبات اصلاً مفیدِ جزئیت نہیں کہ اثبات اعوذ پر بھی اجماع قراء ہے اور وہ بھی مثل اثبات بسملہ متواتر، حالانکہ باجماعِ مسلمین قرآن نہیں، غیث النفع میں ہے:

لا خلاف بین العلماء ان القاریٔ مطلوب منہ فی اول قراءتہ ان یتعوذ[1] الخ

علماء میں یہ کوئی اختلاف نہیں کہ قاری قرآن کی تلاوت کے شروع میں اعوذ باللہ پڑھے الخ (ت)

شرح الشاطبیہ لابن القاصح میں ہے:

الاستعاذۃ قبل القراءۃ باجماع وقولہ مسجلا ای مطلقا لجمیع القراءۃ وفی جمیع القراٰن[2]

اعوذ باللہ قرأت شروع کرنے سے قبل بالاجماع پڑھی جائے، اس کے قول مسجلا کا معنٰی تمام قراء کے نزدیک تمام قرآن کے شروع میں۔ (ت)

تو مجرد اثبات و روایت متواترۃ قراء سے عند التحقیق جزئیتِ قرآن پر بھی جزم نہ ہو سکتا نہ کہ خاص جزئیت سورت پر، ولہذا علمائے عالم جیسا کہ اثبات و تواترِ تعوذ پر اجماع کرکے اس کی عدم قرآنیت پر اجماع رکھتے ہیں یونہی اثبات و تواتر بسملہ یک بار مطلقاً پر اجماع فرما کر اس کی قرآنیت میں اختلاف رکھتے ہیں تو مجرد اثباتِ قراء و تواترِ روایت سے جزئیت پر دلیل لانی محض باطل ہے، ہاں قرآنیتِ بسم اللہ پر اس کے سوا ایک دلیل قطعی قائم ہوئی جس کا ذکر اوپر گزرا، جمہور ائمہ قائلِ قرآنیت ہو لئے اور جزئیتِ سورت پر کوئی دلیل قطعی نہیں لہذا جمہور ائمہ جانبِ جزئیت نہ گئے، بحمد اللہ تعالٰی اس تقریر سے مثل آفتاب روشن ہو گیا کہ ائمہ قرأت کا اثبات متواتر اصلاً مفیدِ جزئیت نہیں، اس بنا پر حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے تواترِ جزئیت کا ادعائے باطل درکنار قراء سے تواتر قول بالجزئیت بھی ثابت نہیں ہو سکتا بالجملہ یہ کہنا حق ہے کہ اثبات و حذف دونوں متواتر قطعی اور یہ کہنا باطل کہ جزئیت و عدم دونوں القطع مروی کہ اثبات و جزئیت میں شرق و غرب کا فرق ہے اس پر ایک دلیل جلیل واضح و روشن یہ بھی ہے کہ قائلانِ جزئیت بعض احادیث احاد سے احتجاج و استناد کی طرف جھکے اور اس بنا پر کہ ثبوت قطعی نہیں ظنیت مسئلہ کی تصریحیں کر گئے دفع اعتراض کے لئے یہاں کفایت ظن کے قائل ہو لئے جیسا کہ ابھی کلمات امام حجۃ الاسلام و امام ماوردی و امام نووی و امام محلی و امام ابن حجر وغیرہم سے مذکور ہوا اگر اثبات قراء مثبت جزئیت ہوتا تو اسی پر تعویل کرتے قطعیت چھوڑ کر ظنیت کی طرف کیوں اُترتے ھذا کلہ جلی واضح عند کل من لہ فہم و عقل فضلا

---

[1] غیث النفع فی القرأت السبع — باب البسملۃ — مطبوعہ مصطفی البابی مصر — ص ۴۸

[2] تذکار المقری شرح شاطبیہ لابن القاصح — " — " — " — " — ص ۲۶

marfat.com

Marfat.com

عن اهل الصلوٰۃ والفضل (یہ تمام اہلِ فہم اور اہلِ عقل کے ہاں واضح ہے چہ جائیکہ اہلِ علم وفضل پر واضح نہ ہو۔ت) اور ہمیں سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ اس مسئلہ میں مذہب کو دخل نہ ماننا محض جہالت وسخت سفاہت ہے بلکہ حقیقتاً روایت قراءت نے جزئیت میں کچھ دخل نہ دیا وائے گوں فہموں نے الٹا سمجھ لیا، آخر امام قرطبی وغیرہ کا ارشاد سُن چکے کہ مسئلہ اجتہادیہ ہے۔ علامہ بہاری وعلامہ بحر فرماتے ہیں:

(ترکہا نصف القراء) وھم ابن عامر ونافع بروایۃ الورش وحمزۃ وابوعمرو وقال مطلع الاسرار الالھیۃ قدس سرہ فی غیر الفاتحۃ (وتواترانہ) صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ واصحابہ وسلم (ترکہا) عند قراءۃ السور لان قراءۃ القراء متواترۃ (ولا معنی عند قصد قراءۃ سورۃ ان یترک اولہا) فیجب أن لا تکون جزأ ویشھد علیہ ما روی فی الخبر الصحیح عدم الجھر بہا فی الصلوٰۃ فان قلت قد قرأھا الباقون من القراء فتواتر قراءتہ علیہ وعلٰی اٰلہ واصحابہ الصلوٰۃ والسلام فیجب ان تکون جزأ قال (وتواتر قراءتہا عنہ) صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (بقراءۃ) القراء (الاٰخرین لایستلزم کونہا) جزء (منہا) لجواز ان یکون للتبرک کالاستعاذۃ[1]۔

اس کو نصف اہلِ علم اور قراء حضرات نے ترک کیا ہے اور وہ ابن عامر، نافع اور ورش کی روایت کے مطابق ابو عامر اور حمزہ ہیں، اور مطلع الاسرار الالٰہیہ قدس سرہٗ نے غیر فاتحہ کے بارے میں فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ سورتوں کو پڑھنے میں آپ نے بسم اللہ کو ترک فرمایا کیونکہ قراء حضرات کی قرأت متواترہ ہیں اور ممکن نہیں کہ سورۃ کو پڑھتے وقت اس کے اول (بسم اللہ) کو چھوڑ دیں لہٰذا ضروری ہے کہ بسم اللہ سورتوں کا جز نہیں، اور یہ بات اس کی شاہد ہے کہ صحیح طور پر مروی حدیث میں ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز میں بسم اللہ کا جہر نہیں فرمایا، اگر تیرا یہ اعتراض ہو کہ باقی قراء حضرات نے بسم اللہ کو سورتوں کے ساتھ پڑھا ہے اور جب قراء حضرات کی قرأت متواتر ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ بسم اللہ کا سورتوں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وعلٰی آلہ وصحبہ سے متواتر ہوگا، اس سے تو ثابت ہوتا ہے کہ یہ سورتوں کا جز ہے، تو جواب میں کہا کہ باقی قراء حضرات کی قرأت سے حضور علیہ السلام کی قرأت کے متواتر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ سورتوں کا جز ہو جائے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تبرک کے طور پر پڑھا ہو جیسا کہ اعوذ باللہ کا حکم ہے۔(ت)

اسی طرح اور کتب میں ہے مگر جہالِ زمانہ کو خبر نہیں۔

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلۃ البسملۃ من القرآن مطبوعہ منشورات الرضی قم ایران ۲/ ۱۴

marfat.com

Marfat.com

افادۂ ثامنہ اقول روایت اثبات کا اثبات جزئیت عند البسملین سے بھی بے علاقہ ہونا تو ظاہر ہو چکا اور ہم یہ بھی ثابت کر آئے کہ شمارِ آیات وسور دلیل واضح ہے کہ قراء بسملین بھی جزئیت سور نہیں مانتے تاہم اب اگر بالفرض کسی طریقہ سے ثابت بلکہ متواتر بھی ہو کہ امام عاصم کا مذہب جزئیت تھا تو وہ جدا بات ہے اس میں ہمیں کلام نہیں، مذہب میں ہم اُن کے مقلد نہیں، نہ اُن کی قراءت کا اختیار برخلاف مذہب، ان کے مذہب پر عمل لابد کر سکے، امر واضح پر دلیل روشن درکار ہو تو سُنئے، شک نہیں کہ ہمارے ائمہ نے قراءت عاصم وروایت حفص اختیار فرمائی اور شک نہیں کہ بالاجماع نمازِ سریہ وجہریہ سب میں ہمارے یہاں اخفاء بسملہ کا حکم اور شک نہیں کہ مذہب امام پر نمازِ جہریہ میں ایک آیت کے سہواً اخفاء پر بالاتفاق سجدہ اور عمداً پر اعادہ لازم، تو قطعاً ثابت کہ حفص و عاصم اگرچہ جزئیتِ فاتحہ کی طرح جزئیتِ ہر سُورت بھی مانتے ہوں مگر ان کی قراءت اختیار کرنے نے ہمیں عمل قولِ جزئیت پر مجبور نہ کیا ورنہ ضرور جہریہ میں جہر تسمیہ علی الفاتحہ کا حکم ہوتا اور اُس کا ترک سجدۂ سہو یا اعادہ چاہتا، پھر بعد فاتحہ سر سورت پر اتیان بسملہ میں عامۂ متون مذہب مثل ہدایہ و وقایہ ونقایہ واصلاح وغرر وملتقی الابحر وتنویر وغیرہا انکار محض پر ہیں اور اسی پر بدائع وشرح وقایہ و درر و جوہرہ نیرہ ومجمع الانہر وغیرہا شروح نے مشی فرمائی محققین کے نزدیک اگرچہ اُس کا حاصل کراہت نہیں صرف نفی سنیت ہے کما بیناہ فی فتاوٰنا العطایا النبویۃ فی فتاوی الرضویۃ (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے فتاوی "العطایا النبویۃ فی فتاوی الرضویۃ" میں بیان کیا ہے۔ ت) تاہم اگر اختیارِ قراءت عاصم اختیارِ جزئیت لازم کرتا تو نفی سنیت اور التزام ترک بسملہ میں نفی کراہت پر اجماع حنفیہ ناممکن تھا، ابھی مسلم وفواتح سے سُن چکے کہ سُورت پڑھتے وقت اُس کے اول سے ایک آیت چھوڑ دینا بے معنی ہے سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

فیہ ھجر شیئ من القرآن وذلک لیس من اعمال المسلمین[1] اھ نقلہ الشامی عن النہر عن الامام فی باب سجود التلاوۃ۔	اس میں بعض قرآن کا ترک لازم آئے گا، حالانکہ یہ بات مسلمانوں کے عمل سے بعید ہے اھ اس کو علامہ شامی نے باب سجود التلاوۃ میں نہر کے حوالے سے امام صاحب سے نقل کیا ہے۔ (ت)

پس آفتاب کی طرح روشن ہُوا کہ ہمیں عمل قولِ جزئیت پر مجبور کرنا ہمارے ائمہ کرام کے اجماعِ تام کے خلاف اور محض اپنے ذہن کی تراشیدہ بات ہے قصد وعدم قصد ختم سے تفرقہ محض جہالت، اختیار قراءۃ عاصم موجب عمل بر جزئیت نہیں، تو ختم میں کیا نقصان، اور اگر ہے تو فرض میں وجوب جہر کیوں نہیں، کیا فرائض میں ہم قرآن

---

[1] ردالمحتار باب سجود التلاوۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۱۷

marfat.com

Marfat.com

[illegible] ختم میں اتنا ہی ہے کہ سنت ناقص رہی یہاں تو واجب ترک ہوتا ہے۔

افادۂ تاسعہ **اقول** بطور مناظرہ علی التنزل اگر مان لیجئے کہ اختلاف قراء روایت جزئیت و عدم جزئیت ہے تاہم جس نے ختم میں ایک بار بسم اللہ شریف پڑھی اس نے یقیناً کلام اللہ ختم کیا نقص اگر ہوا تو روایت میں نہ کہ قرآن میں، تو پورے قرآن کا ثواب نہ ملنا کیا معنی، کیا سنت یہ ہے کہ مثلاً امام عاصم کی روایت تراویح میں پوری کی جائے یا یہ کہ قرآن عظیم کا ختم کامل ہو، اگر اول مانو تو محض باطل اور شرع مطہر پر کھلا افتراء کس دلیل شرعی کا حکم ہے کہ خاص فلاں روایت کا اہتمام مسنون، اور ثانی مانو اور وہی حق ہے تو قرآن عظیم تو بالقطع والیقین یوں بھی ختم ہو گیا پھر کامل ثواب نہ ملنا یعنی چہ، کیا بعض روایات پر قرآن کامل ہے بعض پر معاذ اللہ ناقص، حاش للہ ہر طرح تام و کامل ہے ورنہ لازم آئے کہ بعض بلکہ ہر عرض میں حضور پر نور سید العالمین و حضرت جبریل روح الامین صلی اللہ تعالٰی علیہما وسلم میں ناقص قرآن کا دورہ ہوا ہر قاری کے پاس ناقص قرآن رہا کہ ہر قراءت میں بہ نسبت دوسری کے کچھ نہ کچھ اثبات و حذف ہے، اپنے نزدیک تمامی عنداللہ تمامی کو مستلزم نہیں، اور جب عنداللہ تمامی تو نقص ثواب کا زعم رب العزت کی جناب میں سوئے ظن ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ[1] (بیشک اللہ تعالٰی نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔ ت) اگر کہئے گو یہ قرآن فی نفسہٖ تام و کامل ہے مگر مثلاً امام عاصم کے نزدیک پورا نہ ہوا۔

اقول دو حال سے خالی نہیں یا تو قراء کے نزدیک روایات اُخر بھی متواترہ نہیں اور اُن میں ایک کا اعتبار اس بنا پر کہ اپنے اساتذہ پر یونہی پڑھا اُن کے نزدیک اپنی ہی روایت متواتر ہوئی یا تواتر باقی پر اطلاع نہ ملی علی الاول بلاشبہہ امام عاصم پر یہ اعتقاد فرض کہ کلام الٰہی پورا ختم ہو گیا اگرچہ اُن کی روایت پوری نہ ہوئی اور ثواب کامل اسی پر منوط تھا نہ خاص ان کی روایت پر، و علی الثانی جب ہم پر مہر نیمروز و ماہ نیم ماہ کی طرح اُن روایات کا تواتر روشن ہو گیا تو امام عاصم کا نہ جاننا، مطلع نہ ہونا کچھ حجت نہیں، غرض نہ عاصم کی روایت پر ثواب محصور نہ عاصم کے خیال کی تقلید ضرور جبکہ بالقطع والیقین حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اُس کا خلاف بتواتر ماثور، کیا مزے کی بات ہے کہ امام مذہب بلکہ انصافاً امام الائمہ ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب تو محض اپنے اس زعمِ باطل پر چھوڑا جائے کہ اذا صح الحدیث فھو مذھبی (جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے۔ ت) قولِ احناف ہے اور امام عاصم کا ایک خیال کہ عدم اطلاع پر مبنی ہو اُس پر جمود ایسا ضرور کہ اُس کے مقابل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر قطعی بھی نامنظور۔

---

[1] القرآن ۹/ ۱۲۰

marfat.com

Marfat.com

افادہ عاشرہ اگر بعد طلوع فجر ساطع وظہور حق لامع اپنی خطا پر مطلع ہو کر دعوی نقصان ثواب سے عدول کرکے اس راہ چلئے کہ بلا شبہہ قرآن بھی کامل ختم، ختم کامل کا ثواب بھی حاصل مگر جبکہ ہم قراءت امام عاصم اختیار کئے ہوئے ہیں تو ہم پر شرعًا یہی واجب کہ انھیں کی روایت پر قرآن ختم کریں۔

اقول یہ بھی محض باطل اتباع قراءت واحدہ صرف ہنگام روایت واجب ہے کہ روایت احد القراء کا نام کرکے بعض حروف روایت دیگر پڑھے تو کذب فی النسبۃ وتخلیط وتغلیط لازم آئے کہ اس تقدیر پر اس کا مفاد یوں ہوگا کہ یہ لفظ اس طرح اس امام کی روایت ہے حالانکہ وہ اس کی روایت نہیں، تلاوت میں تعیین قراءت واجب نہیں کہ آخر سب قرآن اور سب حق منزل من عند الرحمٰن ہے تو تخصیص بعض وانکار بعض کے کیا معنی، اختلاف قراءت مثل اختلافِ مذاہب نہیں کہ تعیین واجب یا تلفیق باطل ہو، یہاں اگر بعض سور بلکہ ایک سورت کی بعض آیات بلکہ ایک آیت کے بعض کلمات ایک قراءت کے مطابق پڑھے اور بعض دیگر بعض دیگر کے تو عند التحقیق اصلاً ممانعت نہیں جب تک وہ تلفیق موجب اختلال نظم یا فسادِ معنی نہ ہو، اور اگر ایک کلام ختم ہوکر دوسری بات شروع ہو جب تو احق واولی بالجواز ہے خصوصاً جبکہ مجلس متبدل ہو، امام خاتم الحفاظ جلال الحق والدین سیوطی اتقان شریف میں امام سید القراء شیخ المقرئین شمس الملۃ والدین ابو الخیر ابن الجزری سے نقل فرماتے ہیں،

الصواب ان یقال ان کانت احدی القرائتین مرتبۃ علی الاخری منع ذلك منع تحریم کمن یقرأ فتلقی ادم من ربہ کلمت برفعھما او نصبھما اخذا رفع ادم من قراءۃ غیر ابن کثیر ورفع کلمات من قراءتہ ونحو ذلك مما لایجوز فی العربیۃ واللغۃ ومالم یکن کذلك فرق فیہ بین مقام الروایۃ وغیرھا فان کان علی سبیل الروایۃ حرم ایضا لانہ کذب فی الروایۃ وتخلیط وان کان علی سبیل التلاوۃ جاز[1]

یہ کہنا درست ہوگا کہ دونوں قراءات میں ایک دوسری پر مرتب ہے تو یہ ممنوع بطور تحریم ہے جیساکہ فتلقی اٰدم من ربہ کلمٰت میں لفظ "اٰدم" اور "کلمٰت" دونوں پر پیش پڑھے یا دونوں پر زبر پڑھے، یوں کہ "اٰدم" پر پیش کو غیر ابن کثیر کی قراءت سے اور "کلمٰت" کی پیش ابن کثیر کی قراءت سے اخذ کرے، اس طرح یہ عربی میں اور لغت میں جائز نہیں، اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر روایت اور غیر روایت کے مقام میں فرق ہوگا، اور اگر روایت کے طور پر ہو تو بھی حرام ہے کیونکہ یہ روایت میں خلط اور کذب ہوگا، اور اگر بر سبیلِ تلاوت ہو تو یہ جائز ہے۔ (ت)

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الخامس فی آداب تلاوۃ مطبوعہ مصطفٰے البابی مصر ۱/۱۱۰

marfat.com

Marfat.com

اور ائمہ کرام نے خود دین عوام کو یہ وصیت فرمائی کہ جاہلوں کے سامنے قراءت غریبہ و وجوہ عجیبہ نہ پڑھیں کہ مبادا وہ انکار یا طعن یا استہزاء کی آفت میں نہ پڑیں، درمختار میں ہے:

یجوز بالروایات السبع لکن الاولی ان لایقرء بالغریبۃ عند العوام صیانۃ لدینھم[1]

قرأت سبعہ پڑھنا جائز ہے مگر عوام کے لئے اجنبی قراءات کو نہ پڑھے تاکہ عوام کے دین میں خلل نہ ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ یجوز بالروایات السبع، بل یجوز بالعشر ایضا کما نص علیہ اھل الاصول، قولہ بالغریبۃ ای بالروایات الغریبۃ و الامالات، لان بعض السفھاء یقولون مالا یعلمون فیقعون فی الاثم والشقاء، ولاینبغی للائمۃ ان یحملوا العوام علی مافیہ نقصان دینھم، ولایقرؤ عندھم مثل قراءۃ ابی جعفر وابن عامر وعلی بن حمزۃ والکسائی صیانۃ لدینھم فلعلھم یستخفون اویضحکون وان کان کل القراءات والروایات صحیحۃ قطعیۃ ومشائخنا اختاروا قراءۃ ابی عمرو وحفص عن عاصم اھ عن التاتارخانیۃ عن فتاوی الحجۃ[2]

قولہ روایت سبعہ جائز ہے بلکہ عشرہ بھی جائز ہے جیسا کہ اہل اصول نے تصریح کی ہے، قولہ اجنبی یعنی روایات اور امالات اجنبیہ کو نہ پڑھے کیونکہ بعض جاہل لوگ لاعلمی کی وجہ سے باتیں بنائیں گے اور گناہ اور بدی میں مبتلا ہوں گے، امامت کرانے والے حضرات کو مناسب نہیں کہ لوگوں کو دینی نقصان میں ڈالیں اور ان کے سامنے امام ابوجعفر، ابن عامر، علی اور کسائی جیسی قراءت نہ کریں، ہوسکتا ہے کہ عوام لاعلمی کی بنا پر ان کی قراءات کو حقیر جانتے ہوئے ان پر ہنسنا شروع کر دیں اور ان کا دین محفوظ رکھنا ضروری ہے اگرچہ یہ تمام قراءات قطعی طور پر صحیح ہیں، جبکہ ہمارے مشائخ نے ابوعمرو کی عاصم سے روایت کردہ قراءت کو اپنایا ہے اھ یہ فتاوی الحجہ سے تتارخانیہ کی روایت ہے۔ (ت)

اسی طرح عالمگیریہ وغیرہا میں ہے۔

افادۂ حادیہ عشر اقول جس مصلحت کے لئے یہاں علما نے پیش عوام روایت غریبہ کی

---

[1] درمختار فصل ویجہر الامام مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۸۰

[2] ردالمحتار " " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۴۱

marfat.com

Marfat.com

تلاوت سے منع کیا، مسئلۂ بسملہ میں انصافاً دیکھئے تو ہمارے بلاد میں خاص صورت اخفاء میں ہے کہ یہاں کے تمام حفاظ و قراء و سامعین عامۂ مسلمین کے کان ہر سورت پر جہر بسم اللہ سے آشنا نہیں وہ اسے سُن کر مخالفت کریں گے طعن و اعتراض سے پیش آئیں گے تمہارے زعم میں یہ اعتراض اُس امر پر ہوگا جو قرناً فقرناً حضور پُرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہے، اور دوسرا امر جس کے وہ عادی ہیں یعنی اخفاء تم خود بھی مقر ہو کہ وہ بھی حق و صحیح اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایسا ہی متواتر ہے تو اُسی کو کیوں نہ لیجئے اور عکس کر کے مسلمانوں میں فتنہ عوام میں شورش کیوں پیدا کیجئے اب اپنے زعم باطل پر تم خود اس کے باعث ہوتے ہو کہ امر متواتر عن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مسلمانوں سے انکار و اعتراض کراؤ کیا اسی کا شریعتِ مطہرہ نے حکم دیا ہے، کیا اسی پر قاری یا مُلّا ہونا رہ گیا ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ جب تک بات نئی نئی بیگانہ تازی جدا اکثر مسلمین کے گوش نا آشنا نہ ہو شہرت نام کا ذریعہ نہیں ہوتی مگر بنا ہم بحمداللہ قاریانِ قرآن قراءتِ قرآن سے شہرت نام کی نیت رکھیں، علمائے کرام ایسے محل پر ترک افضل کی رائے دیتے ہیں نہ کہ ترک مساوی، امام علامہ جلال الدین زیلعی نصب الرایہ میں نقل فرماتے ہیں:

یسوغ للانسان ان یترك الافضل لاجل تالیف القلوب و اجتماع الکلمة خوفا من التنفیر، کما ترك النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بناء البیت علی قواعد ابراھیم لکون قریش کانوا حدیثی عھد بالجاھلیة، وخشی تنفیرھم بذلك، ورای تقدیم مصلحة الاجتماع علی ذلك، ولما انکر الربیع علی ابن مسعود اکمالہ الصلوٰة خلف عثمان، قال الخلاف شر، وقد نص احمد وغیرہ علی ذلك فی البسملة وفی وصل الوتر وغیر ذلك مما فیہ العدول عن الافضل الی الجائز المفضول مراعاة لائتلاف المامومین اولتعریفھم السنة وامثال ذلك و ھذا اصل کبیر فی سد

لوگوں کی تالیف قلبی اور ان کو مجتمع رکھنے کے لئے افضل کو ترک کرنا انسان کے لئے جائز ہے تاکہ لوگوں کو نفرت نہ ہو جائے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیت اللہ شریف کی عمارت کو اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر قائم رکھا تاکہ قریشی نومسلم ہونے کی وجہ سے اس کی نئی بنیادوں پر تعمیر کو نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھیں تو آپ نے اجتماع کو قائم رکھنے کی مصلحت کو مقدم سمجھا، اور جیسا کہ حضرت ربیع نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز میں اختلاف کی بنا پر روکا تو انھوں نے فرمایا کہ خلاف کرنے میں شر ہے، اسی لئے امام احمد وغیرہ نے بسم اللہ اور وتر کے وصل وغیرہ کے بارے میں اس کی تصریح کی ہے، یہ وہ معاملات ہیں جن میں افضل سے عدول کر کے جائز مفضول کو

marfat.com

Marfat.com

الله اعلم ... اختیار کیا گیا ہے تاکہ مقتدی حضرات کی تالیفِ قلبی اور ان کی سنت سے شناسی وغیرہ کا پاس کیا جاسکے، یہ بات فتنہ کے سدِ باب کے لیے بڑا ضابطہ ہے۔ (ت)

یہ سب اس تقدیر پر تھا کہ بفرضِ باطل قطعیت جزئیت مان لی جائے ورنہ حق وتحقیق کا ایضاح پہلے ہوچکا اس تقدیر پر قاری وطوائفِ اس تغیر واثارتِ فتنہ کی حدیں بتائیں یہاں تو بداہۃً عوام اُس غیر قصدی الزام سے بھی محفوظ اور یہ تغیر وایقاعِ اختلاف ویسے مستند معتمد سے نامحفوظ کما لا یخفی واللہ الھادی (جیسا کہ مخفی نہیں، اور اللہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔ ت)

افادۂ ثانیہ عشر یہاں تک دعوٰی قطعیت جزئیت ولزوم نقصان ختم کا رد تھا کہ بحمد اللہ باحسن وجوہ ظاہر ہوا اب بعونہٖ تعالٰی جہر واخفا کی طرف چلئے، تراویح میں جہر بسملہ کا حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متواتر کہنا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر صریح افترا ہے تواتر درکنار زنہار کسی حدیث احاد سے بھی اس کا ثبوت نہیں، جہر فی التراویح تو جدا مطلقاً کسی نماز میں حضور والا صلوات اللہ وسلامہ علیہ کا بسم اللہ شریف جہر سے پڑھنا ہرگز ہرگز متواتر نہیں، تواتر کیسا نفس ثبوت میں سخت کلام ونزاع ہے، امام حافظ عقیلی کتاب الضعفاء میں لکھتے ہیں:

لا یصح فی الجھر بالبسملۃ حدیث مسند[2] ۔ ذکرہ فی عمدۃ القاری۔

بسم اللہ میں کوئی حدیث مسند صحیح نہیں، اسے عمدۃ القاری میں ذکر کیا گیا۔

امام دارقطنی فرماتے ہیں:

لم یصح فی الجھر حدیث[3] ۔ ذکرہ فی عنایۃ القاضی۔

جہر تسمیہ میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہوئی۔ اسے عنایۃ القاضی میں ذکر کیا گیا۔

یہی امام دارقطنی جب مصر تشریف لے گئے کسی مصری کی درخواست سے دربارۂ جہر ایک جزء تصنیف فرمایا بعض مالکیہ نے قسم دے کر پوچھا کہ اس میں کون سی حدیث صحیح ہے آخر براہِ انصاف اعتراف فرمایا کہ:

کل ما روی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ

یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے جہر میں جو کچھ

---

[1] نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۱/۳۲۸
[2] عمدۃ القاری باب مایقول بعد التکبیر ر ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۵/۲۸۸
[3] عنایۃ القاضی علی تفسیر البیضاوی مبحث البسملۃ ر دار صادر بیروت ۱/۳۱

marfat.com

Marfat.com

وسلم فی الجھر فلیس بصحیح[1]۔ ذکرہ الامام الزیلعی عن التنقیح عن مشایخہ عن الدارقطنی والمحقق فی الفتح۔

روایت کیا گیا ہے اس میں کچھ صحیح نہیں۔ اس کو امام زیلعی نے اپنے مشائخ کی تنقیح قرار دے کر دارقطنی سے نقل کیا ہے اور محقق نے فتح القدیر میں ذکر کیا۔

امام ابن الجوزی نے کہا:

لم یصح عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الجھر شیئ[2] ذکرہ القاری فی المرقاۃ۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے جہر بسم اللہ میں کوئی روایت صحیح نہیں۔ اسے ملا علی قاری نے مرقاۃ میں ذکر کیا۔

یہاں تک کہ تنقیح میں احادیثِ جہر لکھ کر فرماگئے:

ھذہ الاحادیث فی الجملۃ لاتحسن بمن لہ علم بالنقل ان یعارض بھا الاحادیث الصحیحۃ، ولولا ان یعرض للمتفقۃ شبھۃ عند سماعھا فیظنھا صحیحۃ لکان الاضراب عن ذکرھا اولی، ویکفی فی ضعفھا اعراض المصنفین للمسانید والسنن عن جمہورھا[3]۔

ان احادیث کو صحیح احادیث کے معارض قرار دینا نقل کے فن میں علم والے کو درست نہیں۔ اگر ان روایات کو فقیہ سُن کر غلط فہمی کی بنا پر صحیح گمان کرنے کا خدشہ نہ ہوتا تو ان کو ذکر نہ کرنا مناسب تھا، اور ان روایات کے ضعف پر دلیل تمام مسانید وسنن کے مصنفین کا ان کو ذکر نہ کرنا ہی کافی ہے۔ (ت)

خلاصہ یہ کہ وہ احادیث نہ احادیث صحیحہ کے مقابل نہ ذکر کے قابل، ولہذا مصنفانِ مسانید وسنن نے اُن کے ذکر سے اعراض کیا نقلہ فی نصب الرایۃ (اس کو نصب الرایہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ ت) خود پیشوائے وہابیہ ابن القیم نے اپنی کتاب مسمی بالھدی میں لکھا:

فصحیح تلک الاحادیث غیر صریح وصریحھا غیر صحیح[4]۔ نقلہ امام الوھابیۃ الشوکانی

ان حدیثوں میں جو صحیح ہے وُہ جہر میں صریح نہیں اور جو جہر میں صریح ہے وہ صحیح نہیں۔ اس کو وہابیوں کے

---

[1] نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۱/۳۵۹
[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القراءۃ فی الصلوٰۃ " مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۲۸۶
[3] نصب الرایہ بحوالہ التنقیح کتاب الصلوٰۃ " مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۱/۳۵۸
[4] نیل الاوطار باب ماجاء فی بسم اللہ الخ " مصطفی البابی مصر ۲/۲۲۸

marfat.com

Marfat.com

في نيل الاوطار ۔ — امام شوکانی نے نیل الاوطار میں ذکر کیا ہے۔

امام زیلعی تبیین الحقائق میں فرماتے ہیں ؛

الحاصل ان احادیث الجهر لم تثبت[1] اثرہ السید الازهری فی الفتح ۔ — خلاصہ یہ کہ جہر کی حدیثیں ثابت نہ ہوئیں۔ سید ازہری نے اس کو فتح میں نقل کیا ہے۔

امام زیلعی نصب الرایہ میں فرماتے ہیں ؛

فهذه الاحادیث کلها لیس فیها صریح صحیح، ولیست مخرجة فی شیئ من الصحیح و لا المسانید ولا السنن المشهورة وفی رواتها الکذابون والضعفاء والمجاهیل[2] الخ — ان حدیثوں میں کوئی حدیث صریح و صحیح نہیں، نہ یہ صحاح ومسانید وسنن مشہورہ میں مروی ہوئیں ان کی روایتوں میں کذاب، ضعیف، مجہول لوگ ہیں الخ

امام عینی عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں ؛

احادیث الجهر لیس فیها صریح بخلاف حدیث الاخفاء فانه صحیح صریح ثابت مخرج فی الصحیح والمسانید المعروفة و السنن المشهورة[3]۔ — جہر کی حدیثوں میں کوئی حدیث صحیح وصریح نہیں بخلاف حدیث اخفا کہ وہ صحیح وصریح اور صحاح و مسانید و سنن مشہورہ میں ثابت ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ وامام مالک وامام شافعی وامام احمد چاروں ائمہ مذہب اور بخاری ومسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ چھوں ائمہ حدیث اور دارمی وطحاوی وابن خزیمہ وابن حبان ودارقطنی وطبرانی و ابو یعلی وابن عدی وبیہقی وابونعیم وابن عبدالبر اکابر حفاظ واجلہ محدثین اپنی صحاح وسنن ومسانید ومعاجیم میں باسانید کثیرہ حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں ؛

صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وخلف ابی بکر وعمر وعثمٰن فلم اسمع احدا منهم یقرأ بسم اللہ الرحمٰن — میں نے حضور اقدس رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وابوبکر صدیق وعمر فاروق وعثمان غنی کے پیچھے نماز پڑھی ان میں کسی کو بسم اللہ شریف پڑھتے نہ سنا

---

[1] تبیین الحقائق فصل اذا اراد الدخول فی الصلٰوۃ مطبوعہ مکتبہ امیریہ بولاق مصر ۱/ ۱۱۲

[2] نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ کتاب الصلٰوۃ ؍؍ مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۱/ ۳۵۵

[3] عمدۃ القاری النوع الرابع اختلاف الفقہاء فی البسملۃ ؍؍ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۵/ ۲۹۱

marfat.com

Marfat.com

الرحیم[1] ھذا لفظ مسلم و فی لفظ للامام احمد والنسائی وابن حبان فی صحیحہ وغیرھم باسناد علی شرط الصحیح کما افادہ فی الفتح کانوا لا یجھرون ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم[2] وفی لفظ لابن خزیمۃ والطبرانی وابی نعیم کانوا یسرون ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم[3] ولابن ماجۃ فکلھم یخفون بسم اللہ الرحمٰن الرحیم[4]

وہ بسم اللہ شریف کا جہر نہ فرماتے تھے وہ بسم اللہ شریف آہستہ پڑھتے تھے، یہ امام مسلم کے الفاظ تھے، امام احمد، نسائی اور ابن حبان اپنی صحیح میں اور دوسروں نے اپنی صحیح سندوں کے ساتھ جیسا کہ فتح القدیر نے بیان کیا ہے، جن کے الفاظ یہ ہیں کہ یہ حضرات بسم اللہ کا جہر نہ فرماتے تھے، اور ابن خزیمہ، طبرانی، ابونعیم کے الفاظ یہ ہیں کہ وہ بسم اللہ کو پوشیدہ پڑھتے تھے، اور ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں کہ، کہ وہ سب بسم اللہ کا اخفاء فرماتے تھے۔ (ت)

یہ وہ حدیث جلیل ہے جس کی تخریج پر چاروں ائمہ مذہب اور چھوں اصحاب صحاح متفق ہیں بلکہ طبرانی ف نے انھیں سے روایت کی:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یسر ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم وابابکر وعمر وعثمٰن وعلیا[5]۔

بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ تعالٰی عنہم بسم اللہ شریف آہستہ پڑھتے تھے۔

امام الائمہ امام ابوحنیفہ و امام محمد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ وغیرہم ابن عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، قال،

---

[1] صحیح مسلم باب حجۃ من قال لایجھر بالبسملۃ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۱۷۲

[2] مسند احمد بن حنبل مروی از انس بن مالک رضی اللہ عنہ " دار الفکر بیروت ۳/۱۷۹، ۲۷۵

فتح القدیر باب صفۃ الصلٰوۃ " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۵۴

[3] صحیح ابن خزیمہ معنی قول انس رضی اللہ عنہ انہم کانوا یسرون الخ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۴۹

[4] سنن ابن ماجہ باب افتتاح القراءت مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۹

[5] المعجم الکبیر مروی از انس رضی اللہ عنہ حدیث ۷۳۹ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱/۲۵۵

صحیح ابن خزیمہ معنی قول انس رضی اللہ عنہ انہم کانوا یسرون الخ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۵۰

ف: طبرانی کبیر اور صحیح ابن خزیمہ میں عثمان و علی رضی اللہ عنہما کا ذکر نہیں۔ نذیر احمد

marfat.com

Marfat.com

سمعنی ابی وانا اقول بسم الله الرحمٰن الرحیم فقال ای بنی ایاک والحدث قال ولم ار احدا من اصحاب رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم کان ابغض الیه الحدث فی الاسلام یعنی منه قال وصلیت مع النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم ومع ابی بکر ومع عمر ومع عثمٰن فلم اسمع احدا منهم یقولها فلا تقلها، انت اذا صلیت فقل الحمد لله رب العٰلمین[۱]

یعنی مجھے میرے باپ نے نماز میں بسم اللہ شریف پڑھتے سنا، فرمایا اے میرے بیٹے! بدعت سے بچ۔ ابن عبداللہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں اُن سے زیادہ کسی کو اسلام میں نئی بات نکالنے کا دشمن نہ دیکھا، انھوں نے فرمایا میں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہم کے ساتھ نماز پڑھی کسی کو بسم اللہ شریف پڑھتے نہیں سنا تم بھی نہ کہو جب نماز پڑھو الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرو۔

انہی عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کسی امام کو بسم اللہ جہر سے پڑھتے سُنا، پکار کر فرمایا:

یا عبد الله انی صلیت خلف رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم وابی بکر وعمر وعثمٰن رضی الله تعالٰی عنهم فلم اسمع احدا منهم یجهر بها[۲] رواه الامام الاعظم ذکره فی الفتح۔

اے خدا کے بندے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و ابوبکر و عمر و عثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھیں ان میں کسی کو بسم اللہ جہر سے پڑھتے نہ سنا۔ اس کو امام اعظم رحمہ اللہ نے روایت کیا اسے فتح میں ذکر کیا گیا۔

امام اعظم و امام محمد و امام احمد و امام طحاوی و امام ابوعمر ابن عبد البر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

الجهر ببسم الله الرحمٰن الرحیم قراءة الاعراب[۳]

بسم اللہ شریف آواز سے پڑھنی گنواروں کی قرات ہے۔

---

[۱] جامع الترمذی باب ماجاء فی ترک الجہر ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۳۳
سنن ابن ماجہ باب افتتاح القراءت مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۹
[۲] مسند الامام الاعظم بیان عدم الجہر بالبسملۃ " نور محمد اصح المطابع کراچی ص ۵۸
فتح القدیر باب صفۃ الصلوٰۃ " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۵۴
[۳] شرح معانی الآثار باب قراءت بسم اللہ الخ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۰
المصنف لابن ابی شیبۃ من کان لایجہر ببسم اللہ الخ ادارۃ القرآن الخ کراچی ۱/۴۱۱

marfat.com
Marfat.com

نیز اسی جناب سے مروی ہوا:

لم یجهر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالبسملة حتی مات[1] ذکرہ المحقق فی الفتح۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی بسم اللہ شریف کا جہر نہ فرمایا یہاں تک کہ دنیا سے تشریف لے گئے۔ اسے محقق نے فتح میں ذکر کیا۔

اثرم بسند صحیح عکرمہ تابعی شاگرد خاص حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

انا اعرابی ان جهرت ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم[2]۔

میں گنوار ہوں اگر بسم اللہ شریف جہر سے پڑھوں۔

سعید بن منصور اپنی سنن میں راوی:

حدثنا حماد بن زید عن کثیر بن شنظیر ان الحسن سئل عن الجهر بالبسملة فقال انما یفعل ذلك الاعراب[3]۔

حماد بن زید نے کثیر بن شنظیر سے بیان کیا کہ امام حسن بصری سے جہر بسم اللہ کا حکم پوچھا گیا، فرمایا یہ گنواروں کا کام ہے۔

ابن ابی شیبہ اپنے مصنف میں امام ابراہیم نخعی تابعی سے راوی: الجهر ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم بدعة[4]۔ بسم اللہ شریف جہر سے کہنا بدعت ہے۔ اثرم انھیں سے راوی:

ما ادرکت احدا یجهر ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم والجهر بها بدعة[5]۔

میں نے صحابہ و تابعین میں کسی کو بسم اللہ شریف کا جہر کرتے نہ پایا اُس کا جہر بدعت ہے۔

سبحان اللہ! حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تواتر درکنار ان حضرات عالیہ کے نزدیک کچھ بھی ثبوت ہوتا تو کیا یہ اجلہ صحابہ و تابعین معاذ اللہ اسے بدعت بتاتے یا گنواروں کا فعل کرسکتے تھے ولکن الجھلة یقولون مالا یعلمون (لیکن جاہل لوگ غیر معلوم باتیں کرتے ہیں۔ ت) نہایت کہ امام الفقہا امام المحدثین اوحد الاولیا اوحد المجتہدین سیدنا امام سفیان ثوری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اختیار جہر بسم اللہ کا قول سخت مہجور مجبور مانا اور اس کے اخفا کو افضل و اولٰی سمجھنا تتمہ عقائد اہل سنت جانا محدث لالکائی کتاب السنہ میں بسند صحیح راوی:

---

[1] فتح القدیر باب صفة الصلوٰة مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۵۴

[2]

[3] نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ بحوالہ سنن سعید بن منصور کتاب الصلوٰة مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۱/۳۵۸

[4] مصنف ابن ابی شیبہ من کان لایجہر ببسم اللہ الخ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۴۱۱

[5] نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ بحوالہ الاثرم کتاب الصلوٰة مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۱/۳۵۸

marfat.com

Marfat.com

حدثنا السیلفی ثنا ابو الفضل شعیب بن محمد ثنا علی بن حرب بن بسام سمعت شعیب بن جریر یقول قلت لسفین الثوری حدث بحدیث السنۃ ینفعنی اللہ بہ فاذا وقفت بین یدیہ وسألنی عنہ قلت یا رب حدثنی بھذا اسفین فانجوا انا وتوخذ فقال اکتب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم القراٰن کلام اللہ غیر مخلوق منہ (وجعل یسرد الی ان قال) یا شعیب لا ینفعک ماکتبت حتی تری المسح علی الخفین وحتی تری ان اخفاء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم افضل من الجھر بہ وحتی تؤمن بالقدر (الی ان قال) اذا وقفت بین یدی اللہ فسألک عن ھذا فقل یا رب حدثنی بھذا اسفین الثوری ثم خل بینی و بین اللہ عزوجل[1]

یعنی شعیب بن جریر نے امام سفیان ثوری سے کہا مجھے عقائدِ اہلسنت بتا دیجئے کہ اللہ عزوجل مجھے نفع بخشے اور جب میں اس کے حضور کھڑا ہوں اور مجھ سے ان کے متعلق سوال ہو تو عرض کر دوں کہ الٰہی! یہ مجھے سفیان نے بتائے تھے تو میں نجات پاؤں اور جو پُوچھ گچھ ہو آپ سے ہو تو فرمایا لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرآن اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں اور اسی طرح اور عقائد و مسائل لکھوا کر فرمایا اے شعیب! یہ جو تم نے لکھا تمھیں کام نہ دے گا جب تک مسح موزہ کا جواز نہ مانو اور جب تک یہ اعتقاد نہ رکھو کہ بسم اللہ کا آہستہ پڑھنا آواز پڑھنے سے افضل ہے اور جب تک تقدیرِ الٰہی پر ایمان نہ لاؤ جب تم اللہ عزوجل کے حضور کھڑے ہو اور تم سے سوال ہو تو میرا نام لے دینا کہ یہ عقائد و مسائل مجھے سفیان ثوری نے بتاتے پھر مجھے اللہ تعالیٰ کے حضور چھوڑ کر الگ ہو جانا۔

امام ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں فرماتے ہیں، ھذا ثابت عن سفین وشیخ المخلص ثقۃ[1]۔ یہ روایت سفیان سے ثابت ہے اور راوی ثقہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

افادۂ ثالثہ عشر **اقول** ہم آفتاب روشن کی طرح ثابت کر آئے کہ اگر بفرض باطل مذہب ثابت نہیں کہ اُن کا طریقہ نماز میں ہر جگہ جہر بسم اللہ تھا تاہم ان کی قراءت اختیار کرنی ہرگز اسے مستلزم نہیں کہ نماز میں دربارۂ جہر و اخفاء اُن کی پیروی ضرور ہو کہ یہ مسئلہ فقہیہ ہے اور ہم فقہ میں اُن کے مقلد نہیں، آخر نہ دیکھا کہ ہمارے ائمہ کرام نے اُن کی قراءت اختیار فرمائی اور نماز میں بسم اللہ شریف کے اخفاء کا حکم دیا، لاجرم ہمارے علماء نے صاف صریح تصریح فرمائی کہ جہر و اخفائے بسم اللہ شریف میں امامِ قراءت کا اتباع بیرونِ نماز

---

[1] تذکرۃ الحفاظ للذہبی عنوان سفیان بن سعید ثوری ۲۰۳ بحوالہ اللالکائی مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱/۱۹۳

[2] "

marfat.com

Marfat.com

سے نماز میں اخفا ہی کرے اور بیرونِ نماز بھی اتباعِ قاری خاص صرف بوجہ اولویت ہے نہ بطورِ وجوب و لزوم و ضرورت۔

لما قدمنا ان القراءات کلها حقة بالیقین لا احتمال فیها للخطأ ولا ینافی بعضها بعضا فلا نهجر فی شیئ منها لا جمعا ولا افرادا ما لم یؤد التلفیق الی التغییر بخلاف المجتهدات الخلافیة فان المجتهد یخطئ ویصیب فلا نعدو عما اعتقدنا انه صواب یحتمل الخطأ الی ما ظننا انه خطأ یحتمل الصواب ولئن لفقت لربما اتفق الاقوال علی فساد العمل۔

جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے کہ تمام قراءات برحق ہیں، ان میں خطاء کا احتمال نہیں ہے اور ایک دوسرے کے منافی بھی نہیں ہیں، لہذا ان کو ملا کر پڑھنا یا علیحدہ علیحدہ پڑھنا اس وقت تک جائز ہے جب تک ان کا مختلف انداز معنی کی تبدیلی پیدا نہ کرے۔ اس کے برخلاف اجتہادی اختلافی مسائل میں چونکہ مجتہد کے اجتہاد میں درستی اور خطا دونوں کا احتمال موجود ہے اس لئے وہاں ہم اپنے ظن میں درست کو اپنائیں گے اور جس کو ہم خطا سمجھیں گے اس کو نہیں اپنائیں گے کیونکہ ہم اعتقاد کے پابند ہیں اگرچہ فی الواقع اس کی خطاء کا احتمال ہے، اور یہاں اجتہادی مسائل میں مختلف مجتہدین کے اجتہاد کو اپنانا عمل میں فساد پیدا کر دے گا۔ (ت)

مجتبٰی شرح قدوری پھر کفایہ شرح ہدایہ پھر ردالمحتار حاشیہ درمختار میں ہے:

لا یجهر بها فی الصلوٰة عندنا خلافا للشافعی وفی خارج الصلوٰة اختلاف الروایات والمشایخ فی التعوذ والتسمیة قیل یخفی التعوذ دون التسمیة والصحیح انه یتخیر فیهما ولکن یتبع امامه من القراء وهم یجهرون بهما الا حمزة فانه یخفیهما اھ۔[1]

ہمارے نزدیک نماز میں جہر نہیں ہے، امام شافعی اس کے خلاف ہیں، اور خارج از نماز بسم اللہ اور اعوذ باللہ میں مشائخ اور روایات کا اختلاف ہے ایک قول میں اعوذ باللہ کو مخفی اور بسم اللہ کو جہر کے ساتھ لیکن صحیح یہ ہے قاری کو اختیار ہے کہ دونوں کو آہستہ پڑھے یا بلند پڑھے، لیکن ائمہ قراء میں اپنے امام کی اتباع بہتر ہے امام حمزہ جہر کے قائل نہیں ہیں باقی ائمہ جہر کے قائل ہیں اھ (ت)

بحمداللہ تعالٰی یہ خیالات جدیدۂ وہابیہ کے رَد میں ہمارے علماء کا نص صریح ہے۔

افادۂ رابعہ عشر اقول وباللہ التوفیق حقیقت امر یہ ہے کہ روایاتِ قراء

---

[1] ردالمحتار بحوالہ الکفایۃ عن المجتبٰی فصل واذا اراد الشروع فی الصلوٰۃ الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۹۰

marfat.com

Marfat.com

طبعۃً فطرتہً [illegible] مدرسہ تدریس و تعلیم و تلقی تلامذہ عن الشیوخ ہیں تو یہ جہر و اخفا اوقات تعلیم و اقرا کی خبر دیتے ہیں نہ خاص حالِ نماز کی حضور پر نور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تو طریقہ تعلیم قرآن عظیم معین ہو کر تلامذہ پڑھتے استاذ سنتے بتاتے نہ یہ کہ نمازوں میں سُن سن کر سیکھتے جس میں سوال و جواب و تفہیم و تفہم کا کوئی موقع نہیں، بیرون نماز بھی قراءتِ شیوخ کا دستور نہ تھا بلکہ اسے ناکافی سمجھتے اگرچہ یہاں ممکن تھا کہ جو طرز ادا تلمیذ کی سمجھ میں نہ آتا دریافت کرلیتا استاد اعادہ کر دیتا۔ اتقان شریف میں ہے:

اوجه التحمل عند اهل الحديث السماع من لفظ الشيخ والقراءة عليه، والسماع عليه بقراءة غيره، والمناولة والاجازة والمكاتبة والعرضية والاعلام والوجادة، فاما غير الاولين فلا ياتى هنا لما يعلم مما سنذكره، واما القراءة على الشيخ فهى المستعملة سلفا وخلفا، واما السماع من لفظ الشيخ فيحتمل ان يقال به هنا لان الصحابة رضى الله عنهم انما اخذوا القراٰن من فى النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لكن لم يأخذ به احد من القراء والمنع فيه ظاهر لان المقصود ههنا كيفية الاداء وليس كل من سمع من لفظ الشيخ يقدر على الاداء كهيأته، بخلاف الحديث فان المقصود فيه المعنى او اللفظ لا بالهيأت المعتبرة فى اداء القراٰن، واما الصحابة فكانت فصاحتهم وطباعهم السليمة تقتضى قدرتهم على الاداء كما سمعوه من النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لانه نزل بلغتهم، ومما يدل للقراءة على الشيخ

محدثین کے ہاں اپنے شیخ سے حدیث اخذ کرنے کے کئی طریقے ہیں، شیخ کے الفاظ کو سُننا، شیخ پر پڑھنا، دوسرے شاگرد کو پڑھتے ہُوئے سننا، لکھے ہوئے کو لینا، مرویات کی اجازت لینا، لکھنا، وصیت کے طور اپنانا، اطلاع حاصل کرنا، شیخ کے لکھے ہُوئے کو پہچان کر یاد کرنا، لیکن قرآن کی قراءت کے بارے میں پہلے دو طریقوں کے علاوہ دوسرے طریقے جائز نہیں جیسا کہ اس کی وجہ ہم بیان کریں گے، یہاں قراءت میں شیخ پر شاگرد کا پڑھنا ابتداء سے آج تک مروّج ہے اور شیخ سے سننا بھی یہاں جائز ہو سکتا ہے کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے قرآن کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے سن کر اخذ کیا ہے، لیکن قراء حضرات نے اس طریقہ کو نہیں اپنایا اس کی وجہ یہ ہے کہ قراءۃ میں ادائیگی کی کیفیت حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے، اور یہ ضروری نہیں کہ استاذ کی ادائیگی کی کیفیت کو محض سننے پر اخذ کرلے، لہٰذا قراءت میں یہ طریقہ منع ہے مگر حدیث میں معاملہ اس کے برخلاف ہے کیونکہ یہاں معنی یا لفظ مقصود ہوتے ہیں لیکن ادائیگی والی کیفیت قرآن کی طرح یہاں معتبر نہیں ہے، ہاں صحابہ کرام کا معاملہ

marfat.com

Marfat.com

عرض النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم القراٰن علٰی جبریل فی رمضان کل عام[1] اھ

الگ ہے کیونکہ وہ اپنی فصاحت اور سلامتی طبع کی بنا پر حضور علیہ السلام سے سن کر قراءت کو اسی کیفیت سے ادا کرنے پر قدرت رکھتے تھے اور اس لئے بھی کہ قرآن ان کی لغت میں نازل ہوا ہے، اور قرآن کو اخذ کرنے میں شیخ کو سنانے والا طریقہ اس لئے بھی جائز ہے کہ ہر سال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رمضان میں جبرائیل علیہ السلام کو قرآن سناتے تھے اھ (ت)

اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اگرچہ بسبب کمال افادۂ حضور فاعل کامل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ونہایت استعداد نفوس قوابل رضی اللہ تعالٰی عنہم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سُن کر سیکھا مگر وہ بھی بطور تعلیم و تلقین ظاہر و باطن و نظم و معنٰی و حکم و حکمت تھا نہ یوں کہ صرف نماز میں قراءت اقدس سے لفظاً یاد کرلئے، صحابہ کرام دس دس آیتیں مع ان کے علم و عمل کے سیکھتے جب اُن پر قادر ہوجاتے درس اور تعلم فرماتے۔ اسی طرح امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بارہ برس میں سورۂ بقر حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پڑھی جب ختم فرمائی ایک اونٹ ذبح کیا، عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے آٹھ سال میں پڑھی کہ جس قدر تدبر زائد دیر زائد۔ ابن عساکر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، قال:

کنا اذا تعلمنا من النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عشر اٰیات من القراٰن لم نتعلم من العشر التی نزلت بعدھا حتی نعلم ما فیہ، فقیل لشریک من العمل قال نعم[2]۔

ہم جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قرآن کی دس آیات کا علم حاصل کرتے تو اس کے بعد والی دس آیات کی تعلیم حاصل نہ کرتے جب تک پہلی آیات میں بیان شدہ اعمال کو معلوم نہ کرلیتے۔ شریک سے پُوچھا گیا کہ آیات کے بیان شدہ اعمال سیکھنا مراد ہے، تو انہوں نے کہا ہاں۔ (ت)

ابوبکر بن ابی شیبہ اپنی مصنف میں ابو عبدالرحمان سلمی سے راوی، قال،

حدثنا من کان یقرئنا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انھم کان یقترؤن من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عشر اٰیات ولا یاخذون فی العشر الاخری

صحابہ کرام میں سے جو حضرات ہمیں قراءت پڑھاتے انہوں نے فرمایا ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دس آیات پڑھتے اور ان کے بعد دس آیات کو اس وقت تک اخذ نہ کرتے جب تک پہلی دس آیات کے علم و عمل کو

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الرابع والثلاثون الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۹۹

[2] مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر عنوان عبداللہ بن مسعود بن غافل ۲۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴/۵۹

marfat.com

Marfat.com

حتی یتعلموا ما فی ہذہ من العلم والعمل فانا علمنا العلم والعمل[1]

نہ سیکھ لیتے، یُوں ہم علم اور عمل دونوں کو حاصل کرتے۔(ت)

ابن سعد طبقات میں بطریق عبداللہ بن جعفر عن ابی الملیح عن میمون اور امام مالک موطا میں بلاغاً راوی:

ان ابن عمر تعلم البقرۃ فی ثمان سنین[2]

بیشک عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے سورۂ بقرہ کو آٹھ سال میں سیکھا۔(ت)

خطیب بغدادی کتاب رواۃ مالک میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، قال:

تعلم عمر البقرۃ فی اثنتی عشرۃ سنۃ فلما ختمہا نحر جزورا[3]

حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے سورۂ بقرہ کو بارہ سال میں سیکھا، جب انہوں نے اسے ختم کیا تو ایک اونٹ ذبح کیا۔(ت)

تو ظاہر ہُوا کہ یہ روایات جہر واخفا قراءات خارج از نماز کی نقل ہیں اب بحمداللہ تعالٰی اُس ارشاد علماء کا راز واضح ہوا کہ بیرونِ نماز اتباع امام قرات مناسب ہے اس کی نظیر منیر مسئلہ تعوذ ہے عامہ قرا کا اُس کے جہر پر اتفاق ہے۔ امام اجل ابوعمرو دانی نے اس پر اجماع اہل ادا نقل فرمایا، امام عارف باللہ شاطبی نے باوصف حکایت خلاف[عہ] تصریح فرمائی کہ ہمارے حفاظ و رواۃ اُس کا اخفا نہیں مانتے۔ تیسیر باب ذکر الاستعاذہ میں ہے:

لا اعلم خلافا بین اہل الاداء فی الجہر بہا عند افتتاح القرآن وعند الابتداء برؤس الاجزاء وغیرہا فی مذہب الجماعۃ اتباعا للنص واقتداء بالسنۃ[4]

قرآنی نص اور سنّت کی اتباع میں قرآن کی ابتداء میں اور پاروں وغیرہ کی ابتداء میں تلاوت شروع کرتے وقت جیساکہ ایک جماعت کا مذہب ہے۔ اعوذ باللہ کو جہر سے پڑھنے میں اہل ادا یعنی قرار حضرات کا اختلاف نہیں ہے۔(ت)

عہ ای وان جاءت الروایۃ علی انحاء فصلہا ۱۲ منہ

اگرچہ تعوذ کے بارے میں مختلف صورتیں مروی ہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ کتاب فضائل قرآن ۱۷۵۵ حدیث ۹۹۰۸ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۰/۴۶۰

[2] موطا امام مالک باب ما جاء فی القرآن مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/۱۹۰

[3] رواۃ مالک للخطیب بغدادی

[4] تیسیر باب ذکر الاستعاذہ

marfat.com

Marfat.com

حرز الامانی ووجہ التہانی میں ارشاد فرمایا :؎

اذا ما اردت الدھر تقرء فاستعذ
جھاراً من الشیطان باللہ مسجلاً [1]

(تو زندگی بھر جب بھی قرآن کی قراءت کرے تو اعوذ باللہ کو بلند آواز سے پڑھ، مسجلاً۔ ت)

سراج القاری میں ہے :

"قولہ مسجلا ای مطلقا لجمیع القراء و فی جمیع القرآن"[2] اس کا قول مسجلاً یعنی تمام قراء حضرات کے نزدیک اور تمام قرآن میں۔ (ت)

پھر فرمایا :؎

واخفاؤہ فصل اباہ وعاتنا
وکم من فتی کالمھدوی فیہ اعملا[3]

اس کی شرح میں ہے :

ای روی اخفاء التعوذ عن حمزۃ و نافع اشار الی حمزۃ بالفاء من فصل والی نافع بالالف من اباہ وجھربہ الباقون وھم ابن کثیر و ابوعمرو و ابن عامر وعاصم والکسائی ھذا ھو المقصود بھذا النظم بالباطن ونبہ بظاھرہ علی ان من ترجم قراء تہ الیھم من الائمۃ ابوا الاخفاء و لم یاخذوا بہ بل اخذوا بالجھر للجمیع و لذلک امربہ مطلقا فی اول الباب[4] ملخصا

یعنی امام حمزہ اور نافع سے اعوذ باللہ کا اخفاء مروی ہے "فصل" کی فاء سے حمزہ کی طرف "اباہ" کے الف سے نافع کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور باقی قراء حضرات نے اعوذ باللہ کو جہر مانا ہے اور باقی حضرات یہ ہیں : ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، عاصم اور امام کسائی۔ باطنی طور پر اس نظم کا یہ مقصد ہے، اور ظاہر میں انھوں نے یہ تنبیہ کی ہے کہ جن ائمہ کی طرف قراءت منسوب ہے انھوں نے اخفاء کا انکار کیا ہے اور اس پر عمل نہیں کیا بلکہ انھوں نے اعوذ باللہ کا جہر کیا ہے اور یہاں اول میں مطلقاً کہہ کر تمام قرآن میں تعوذ کے جہر کی طرف اشارہ کیا ہے (ت)

---

[1] حرز الامانی ووجہ التہانی باب الاستعاذہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۱۰
[2] سراج القاری المبتدی شرح منظومہ حرز الامانی باب الاستعاذہ " " " ص ۳۱
[3] حرز الامانی ووجہ التہانی باب الاستعاذہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۱۰
[4] سراج القاری المبتدی شرح منظومہ حرز الامانی باب الاستعاذہ " " " ص ۳۲

marfat.com

Marfat.com

۲۲ [illegible] نقل کہ یہ اطباق جمہور رواۃ و اتفاق جمیع اہلِ ادا نماز وغیر نماز سب کو شامل، وہ سب تمام قراء کے طور پر نماز میں بھی اعوذ بجہر پڑھتے تھے، حاشا بلکہ قطعاً یہ روایات ونقول سب محل روایت و تلاوت بیرونِ نماز سے متعلق ہیں لاجرم شرح میں فرمایا:

قولہ فاستعذ جہارا ھو المختار لسائر القراء وھذا فی الاستعاذۃ القاری علی المقریٔ او بحضرۃ من یسمع قراءتہ اما من قرأ خالیا او فی الصلٰوۃ فالاخفاء اولٰی[1]

اس کا قول "جہارا" یہ تمام قراء حضرات کا قول ہے، یہ اس صورت میں ہے جب قاری استاذ کے سامنے یا مجمع میں پڑھے۔ لیکن اگر کوئی شخص خلوت میں یا نماز میں قراءت کرے تو پھر اخفاء کرنا اولٰی ہے (ت)

امام جلیل جلال سیوطی اتقان میں کتاب النشر امام القراء محمد محمد ابن الجزری سے ناقل:

المختار عند ائمۃ القراءۃ الجہر بہا وقیل یسر مطلقا وقیل فیما عدا الفاتحۃ وقد اطلقوا اختیار الجہر وقیدہ ابو شامۃ بقید لا بد منہ وھو ان یکون بحضرۃ من یسمعہ لان الجہر بالتعوذ اظہار شعار القراءۃ کالجہر بالتلبیۃ وتکبیرات العید ومن فوائدہ ان السامع ینصت للقراءۃ من اولہا لا یفوتہ منہا شیٔ واذا اخفی التعوذ لو یعلم السامع بہا الا بعد ان فاتہ من المقرو شیٔ وھذا المعنی ھو الفارق بین القراءۃ فی الصلٰوۃ وخارجہا اھ[2]

قراءت کے ائمہ کے ہاں اعوذ باللہ کا جہر ہے اور ایک قول میں یہ ہے کہ اس کو مطلقاً آہستہ پڑھے، اور ایک قول میں ہے کہ سورہ فاتحہ کے علاوہ باقی قرآن میں آہستہ پڑھے جبکہ جہر کا عموم راجح ہے، اور ابو شامہ نے اس جہر کو ایک ضروری قید سے مقید کیا ہے کہ جب مجلس میں سننے والے ہوں تو جہر کرے کیونکہ اعوذ باللہ کا جہر قراءۃ کا شعار ہے اور اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ جب قاری اعوذ باللہ کا جہر کرے گا تو سامع ابتداء سے ہی خاموشی سے سُننا شروع کرے گا اور اس کا سماع فوت نہ ہوگا، اور جب اعوذ باللہ کو آہستہ پڑھے گا تو سامع کو تلاوت کے شروع ہونے کا علم نہ ہونے کی وجہ سے کچھ سماع ابتداءً فوت ہو جائے گا، نماز اور خارج نماز اعوذ باللہ کے بارے میں یہی وجہِ فرق ہے۔ (ت)

افادۂ خامسہ عشر

قرآنیتِ بسم اللہ ضرور حق ہے مگر وہ ہرگز من حیث الروایہ ثابت

---

[1] سراج القاری المبتدی شرح حرز الامانی باب الاستعاذہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۳۱

[2] الاتقان النوع الخامس والثلاثون فی آداب تلاوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۰۵

marfat.com

Marfat.com

نہیں بلکہ کتابت مصاحف و اجماع علی التجرید سے، ولہذا جب امام ولی صالح قدس سرہ المجید نے قصیدہ میں فرمایا:

وبسمل بین السورتین بسنة
رجال نموها دریة وتحملا

(دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ سنتِ صحابہ سے ثابت ہے جس کو انھوں نے جاری رکھا، عقل و نقل کے طور پر)

شارح علامہ نے صاف تصریح فرمادی کہ مراد بالسنة التی نموھا کتابة الصحابة لھا فی المصحف (سنة التی نموھا سے مراد صحابہ کرام کا بسم اللہ کو مصحف شریف میں لکھنا ہے۔ ت) پھر اس کا حاصل بھی صرف اس قدر کہ بسم اللہ کلامِ الٰہی ہے نہ یہ کہ ہر سورت کی جز ہے یا ختم میں ہر جگہ اُس کا جہر لازم کما مرفی الافادة السادسة (جیسا کہ چھٹے افادہ میں گزرا۔ ت) اور جب اسے چھوڑ کر نفس روایت بمعنی متعارف کی راہ لیجئے اور صرف اس کی صحت کو مناط امان کر اثبات مدعا کا حوصلہ کیجئے تو یہ محض باطل وہوس عاطل، فقط صحت روایت پر مدارِ قراءت ہونے سے کیا مقصود ہے، آیا یہ کہ صرف اس قدر سے قرآنیت ثابت ہوجاتی ہے تو قطعاً مردود کہ قرآنیت بے دلیل قطعی یقیناً مفقود، افادہ ششم میں اس کا بیان موجود۔

اقول ولانسلم انه فی القراٰن حتی عن السبعة مالم یتواتر وان اشتھر بل القراٰن متواتر قطعا بجمیع اجزائه وان لم تقف انت علی تواتر بعضه فلیس من شرط المتواتر تواتره عندك۔

اقول (میں کہتا ہوں) قرآن ہونا محض شہرت سے اگرچہ قراء سبعہ سے منقول ہو ثابت نہیں ہوگا جب تک قطعی تواتر سے تمام اجزاء منقول نہ ہوں، اگر تجھے تواتر کا بعض اجزاء کے بارے میں علم نہیں تو متواتر ہونے کے لئے تیرے ہاں تواتر ضروری بھی نہیں ہے۔ (ت)

اتقان میں ہے:

لاخلاف ان کل ما ھو من القراٰن یجب ان یکون متواترا فی اصله واجزائه واما فی محله ووضعه وترتیبه فکذلك عند محققی اھل السنة للقطع بان العادة تقضی بالتواتر فی تفاصیل مثله لان ھذا

اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو کچھ قرآن کا حصہ ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود اور اس کے تمام اجزاء متواتر ہوں۔ قرآنی حصہ کا محل، مقام اور ترتیب بھی اسی طرح متواتر ہونا اہلسنت کے محققین کے ہاں ضروری ہے کیونکہ اس معاملہ میں تفصیل عادتاً تواتر سے ثابت ہوتی ہے اس لئے کہ

marfat.com

Marfat.com

[illegible] اصل الدين القويم والصراط المستقيم مما تتوفر الدواعي على نقل جمله وتفاصيله فما نقل آحاداً ولم يتواتر يقطع بانه ليس من القرآن قطعاً الخ۔

یہ عظیم معجزہ جو کہ دینِ قویم اور صراطِ مستقیم کی بنیاد ہے اس کے اجمال و تفصیل کے دواعی وافر طور پر پائے جاتے ہیں، جو اجزاء خبرِ واحد یا غیر متواتر طور پر ثابت ہوں ان کے قطعی طور پر قرآن ہونے کا یقین نہیں کیا جاسکتا الخ (ت)

اور اگر یہ مراد کہ جب روایت صحیح ہو رد نہ کریں گے صرف اسی قدر پر پڑھنا جائز سمجھیں گے تو **اوّلاً** یہ بھی چاروں مذہب میں باطل جمہور محققین قراء و محدثین و فقہاء و اصولیین اس کے بطلان کے قائل،

اقول کیف لا وانما الکلام فی قراءته قرآناً وهی موقوفة علی ثبوت قرآنیته الموقوف علی تواترها والا فلا شك فی جواز قراءة الاحاد بل الشواذ للاحتجاج بها فی حکم کخبر الواحد او الاستشهاد بها علی مسئلة ادبیة مثلا اذا لم یعتقد قرآنیتها ولم یوهمها والاحرم باجماع مسلمین کما نص علیه فی غیث النفع عن ابی القاسم النویری فی شرح طیبة النشر عن الامام ابی عمر فی التمهید۔

اقول یہ کیسے نہ ہو جبکہ بحث قرآن ہونے کے لحاظ سے قراءت میں ہے، قراءت بطور قرآن کا ثبوت اس کے قرآن ہونے پر اور قرآن ہونا موقوف ہے اس کے تواتر پر، ورنہ محض قراءت کا جواز تو احاد بلکہ شاذ سے بھی ثابت ہوجاتا ہے جبکہ اس سے کسی حکم کا استدلال کرنا ہو جیسا کہ خبرِ واحد کا حکم ہے یا اس کو کسی ادب کے بارے مسئلہ پر شاہد بنانا مقصود ہو بشرطیکہ اسے قرآن نہ سمجھا جائے اور نہ ہی اس سے قرآن ہونے کا وہم پیدا ہو، ورنہ قرآن ہونے کا اعتقاد کرنا تمام مسلمانوں کے اجماع پر حرام ہے جیسا کہ اس کی تصریح غیث النفع میں ابوالقاسم نویری کے حوالہ سے کی ہے کہ انھوں نے طیبۃ النشر کی شرح میں امام ابوعمر کے حوالہ سے کہ انھوں نے تمہید میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

غیث النفع میں ہے،

مذهب الاصولیین وفقهاء المذاهب الاربعة والمحدثین والقراء ان التواتر شرط فی صحة القراءة ولا تثبت

اہلِ اصول، چاروں فقہاء کرام، محدثین اور قراء حضرات کا مذہب یہ ہے کہ قرآن کی قراءت کے طور پر متواتر ہونا ضروری ہے، اور محض صحیح سند سے ثابت ہونا

ل؎ الاتقان النوع الخامس والثلاثون فی آداب تلاوته مطبوعہ مصطفٰے البابی مصر ۱/ ۷۷

marfat.com

Marfat.com

بالسند الصحیح غیر المتواتر ولو وافقت رسم المصاحف العثمانیة والعربیة وقال الشیخ ابو محمد مکی القراءۃ الصحیحۃ ما صح سندھا الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وساغ وجھھا فی العربیۃ ووافقت خط المصحف وتبعہ علی ذلک بعض المتأخرین ومشی علیہ ابن الجزری فی نشرہ وطیبتہ وھذا قول محدث لایعول علیہ ویؤدی الی تسویۃ غیر القرآن بالقرآن ولا یقدح فی ثبوت التواتر اختلاف القراء فقد تواتر القراءۃ عند قوم دون قوم الخ[1]

کافی نہیں ہے اگرچہ وُہ الفاظ مصاحف عثمانیہ کے رسم الخط اور عربی کلام کے معیار پر کیوں نہ ہو، شیخ ابو محمد مکی نے فرمایا کہ قراءۃ صحیحہ وُہ ہے کہ جس کی سند حضور علیہ السلاۃ و السلام تک صحیح ہو اور اس کا انداز عربی ہو اور قرآنی رسم الخط کے موافق ہو، اس کو بعض متاخرین نے معیار بنایا ہے اور ابن جزری نے بھی اپنی کتاب نشر اور طیبہ میں اس کی پیروی کی ہے حالانکہ یہ معیار نئی بات ہے اور اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس سے قرآن اور غیر قرآن مساوی ہو جائیں گے، تواتر کے ثبوت میں قراء حضرات کا آپس کا اختلاف مانع نہیں ہے کیونکہ ہر ایک تواتر سے قراءت کرتا ہے اگرچہ ہر ایک کا تواتر مختلف ہے الخ (ت)

اور بعض متاخرین کہ جائز رکھتے ہیں وُہ بھی شہرت و استفاضہ و قبول قراء شرط کرتے ہیں، مجرد صحت روایت پر قناعت کسی معتمد فی الفن کا قول نہیں، خود امام ابن الجزری جنھوں نے نشر میں یہ ضابطہ باندھا کہ:

کل قراءۃ وافقت العربیۃ ولو بوجہ ووافقت احدی المصاحف العثمانیۃ ولو احتمالا و صح سندھا فھی القراءۃ الصحیحۃ۔[2]

ہر وہ قراءت جو کسی طرح عربی معیار، مصاحف عثمانیہ میں سے کسی سے موافق ہونے کا احتمال، اور اس کی سند صحیح ہو تو یہ قراءۃ صحیحہ ہے۔ (ت)

انھیں نے اس ضابطہ کی تشریح میں آپ ہی فرمایا:

اذا کانت القراءۃ مما شاع وذاع وتلقاہ الائمۃ بالاسناد الصحیح اذھو الاصل الاعظم و الرکن الاقوم[3]

جب وُہ قراءۃ مشہور و معروف ہو اور امت نے صحیح سند سے اس کو قبول کر لیا ہو، یہ اس لئے ضروری ہے کہ تلقی اُمت، رکنِ اعظم اور مضبوط بنیاد ہے (ت)

---

[1] غیث النفع فی القراءات السبع علی ھامش سراج القاری، فوائد تشدید الحاجۃ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۶،۵

[2] الاتقان بحوالہ کتاب النشر لابن جزری النوع الثانی الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۷۵

[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/ ۷۵

marfat.com

Marfat.com

نقله به امثالهم وتلقته القراءة العدل الضابط عن مثله وهكذا حتى تنتهى وتكون مع ذلك مشهورة عند ائمة هذا الشان[1]

ہماری مراد یہ ہے کہ اس قراءت کو عادل کامل ضبط شخص نے اپنے ہی جیسے سے آخر تک سلسلہ وار روایت کیا ہو اور اس کے باوجود وہ ایسے ہی عظیم شخصیات کے ہاں مشہور بھی ہو۔ (ت)

امام جلیل جلال سیوطی جنہوں نے یہاں کلام امام القراء کی تعریف کی اگرچہ اس کے بعد وہ کلام مذکور سابق افادہ فرمایا جس نے اس کے مضمون کی تضعیف[عـ۱] کی:

اعنی لاخلاف ان کل ما هو من القرآن يجب ان يكون متواترا[عـ۲] الی اخر ما مر۔

یعنی جو بھی قرآن ہے اس کا متواتر ہونا واجب ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ (ت)

اس کلام کی تلخیص میں فرماتے ہیں:

اتقن الامام ابن الجزری هذا الفصل جدا وقد تحرر لی منه ان القراءات انواع الاول المتواتر الثانی المشهور وهو ما صح سنده ولم يبلغ درجة التواتر ووافق العربية والرسم واشتهر عند القراء ويقرأ به على ماذكر ابن الجزری الثالث الأحاد وهو ما صح سنده وخالف الرسم او العربية او لم يشتهر الاشتهار المذكور ولا يقرأ به[2] اھ۔

امام ابن جزری نے اس بحث کو خوب مضبوط بنایا، مجھے ان کی بحث سے یہ واضح ہوا کہ قراءتیں کئی قسم ہیں: ایک متواتر، دوسری مشہور، یہ وہ ہے کہ جس کی سند صحیح ہو مگر درجۂ تواتر کو نہ پہنچی ہو اور عربی قواعد اور رسم الخط کے موافق ہو اور قراء حضرات کے ہاں مشہور ہو اور اس کی قراءت کی جاتی ہو، جیسا کہ ابن جزری نے ذکر کیا ہے، اور تیسری احاد ہے اور یہ وہ ہے کہ جس کی سند صحیح ہو لیکن عربی رسم الخط یا قواعد کے خلاف ہو اور مذکورہ شہرت کے معیار کو نہ پائے اور نہ ہی اس کی قراءت کی جاتی ہو اھ (ت)

عـ۱ بلکہ یہاں بھی ایک لفظ سے اپنی براءت اس سے ظاہر فرمادی کما سیاتی ۱۲ منہ (م)

عـ۲ هذه كلمة التبری ۱۲ منه (م)

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن بحوالہ کتاب النشر النوع الثانی والثالث مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۷۶

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/ ۷۷

marfat.com

Marfat.com

ثانیاً اگر بالفرض یہ مسلّم بھی ہو تو اس سے حاصل کتنا جوازِ قراءت نہ بروجہ قرآنیت، یہ محض ایک امرِ زائد و خارج ہے جس سے نہ لزوم و ضرورت ثابت ہوسکے نہ بحالِ ترک کسی عاقل کے نزدیک حکمِ نقصانِ ختم کی راہ ملے،

اللھم الا عند مجنون نابذ العقول لایسمع مایقال ولایدری مایقول۔ اے اللہ! مگر جو مجنون بے عقل ہو جو بات کو نہ سُنے نہ سمجھے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ (ت)

بالجملہ یہاں تین چیزیں اثباتِ بسملین کتابتِ مصاحف، روایتِ منصوصہ۔

اول تو اولاً بحث سے محض برکران جس سے جزئیتِ سور درکنار قرآنیت کا اثبات بھی ظاہر البطلان۔

ثانیاً روایاتِ جہر و اثبات سب بیرونِ نماز کی حکایات، اُس سے مطلق نماز یا خاص تراویح پر حکم ناقابلِ التفات۔

ثالثاً بفرض باطل بطورِ مناظرہ ادعائے نقصانِ ختم میں یُوں بھی کلام کہ خلاف و اثبات دونوں طور پر قرآن تمام۔

دوم ثبوتِ قرآنیت پر ضرور دلیل مبین مگر حاشا جزئیتِ سور و جہر فی الصلوٰۃ سے علاقہ نہیں نہ تکرر نزول تعدد آیات پر دلیل معقول، تو ایک بار پر اقتصار میں نقصانِ ختم کا زعم مخذول۔

سوم کی دو صورتیں ہیں، تواتر یا مجرد صحت، اور ہر ایک دربارۂ جہر فی التراویح یا درباب جزئیت بسم اللہ شریعت میں تواتر نص تو سرے سے دربارۂ قرآنیت ہی نہیں تا بجزئیت چہ رسد اور جہر مذکور وجزئیت سور میں نفسِ صحت معدوم تا بتواتر چہ کشد، خود قائلانِ جزئیت مصرحانِ ظنیت اور نافیانِ ظنیت اور عند المحققین انتفائے قطعیت خود انتفائے جزئیت ولہذا صحابہ و تابعین و جمہور ائمۂ دین کو اس سے انکار اور قولِ جزئیت کے محدث و نوپیدا ہونے کا صاف اظہار، ہاں صرف دربارۂ فاتحہ بعض اخبار آحاد مذکور کہ عند المحققین مخالفتِ قاطع کے سبب مہجور اور مجرد صحت روایت پر اقتصار، قناعت باطل و مقہور، پھر علی التسلیم اُن سے ثابت ہوگا تو وہ امر جدید جو دعوے مخالف کے عموم و خصوص دونوں کا مخالف و رد شدید یعنی صرف جزئیتِ فاتحہ تو ہر سورت پر جہر کے لئے یہ تعمیم سور کا رد ہُوا اور فاتحہ کے ساتھ فرائض جہریہ میں اخفا رکس وجہ سے اس نے تخصیص تراویح کو باطل کیا، یہ تو امور ثابتہ تھے ولو بوجہ جن میں مخالف کے لئے اصلاً سند نہ کوئی صورت کسی پہلو پر اُس کی مستند اور یہیں سے واضح کہ مسئلے کو منصوصہ قطعیہ اجماعیہ غیر اجتہادیہ ماننا مذہب کو اس میں دخل نہ جاننا محض جہل مستر داب نہ رہا مگر یہ جاہلانہ زعم زاعم کہ جزئیت سور یا جہر فی التراویح مذہب عاصم اور اُن کی قراءت کے آخذ پر جہر و اخفاء نماز میں اُن کا اتباع لازم، اول ائمہ قراءت پر افترا و تہمت اور ثانی محض جہل و سفاہت مخالفت تصریح ائمہ حنفیت غرض حفاظِ حنفیہ پر سر ہر سورت پر جبر جہر محض ظلم و قہر نہ شرع سے اس پر دلیل قائم بلکہ دلائل شرعیہ اصلیہ و فرعیہ ہمارے قول پر حاکم، ہمارے ہی قول کی ناصر و راعی مصالح شرعیہ ہمارے ہی قول کی طرف داعی وللہ الحمد والمنۃ والصلوٰۃ والسلام علی نبینا سید الانس والجنۃ وآلہ وصحبہ سادات الجنۃ۔ آمین!

marfat.com

Marfat.com

تذییل

الحمدللہ آفتاب عالم تاب حق وصواب بے نقاب وحجاب شک وارتیاب جلوہ فرمائے منظر احباب ہوا اب کیا حاجت کہ حشویات زائدہ ولغویات بے فائدہ کے ردو ابطال میں تضییع وقت کیجئے زید بے قید اپنی شدت جہالت و قوت سفاہت کے باعث خود اس قابل نہیں کہ اس کی بات قابل التفات ہو اس نے کوئی مطلب روشن علم پر تحریر نہ کیا زور تناقض وشور تعارض سے جابجا اپنا ہی لکھا خود رد کردیا عناد واجتراء ومکابرہ وافتراء سب وشتم علمائے کرام بیت اللہ الحرام کے ماوراء جو باتیں اصل مقصد میں لکھیں اپنے دونوں متبوعوں ہی کے کلام سے اخذ کیں متبوعین میں گنگوہی صاحب نے طرفہ تماشا کیا کہ اول تو اپنے پیشوا جناب قاری صاحب کا صاف رد لکھا قاری صاحب نے فرمایا تھا اس مسئلے میں مذہب کو کچھ دخل نہیں گنگوہی صاحب فرماتے ہیں قبلہ یہ باطل مبین، دخل نہ ہوتا کیا معنی صریح اجتہاد یہ ہے حفص کا مذہب جہر امام اعظم کا مذہب اخفاء ہے جس کی پیروی کیجئے درست و بجا ہے، قاری صاحب جہر فی الختم اگرچہ نماز میں ہو حفص کی روایت ہے، عاصم کی قراءت ہے منقول عن الرسول بدرجہ صحت ہے، گنگوہی صاحب حضرت نہیں بلکہ حفص کی رائے ہے عقلی اجتہاد سے، ہاں مذہب سب بجا ہیں یوں حق و رشاد ہے، قاری صاحب یہ ان امور سے جن میں نزاع کی گنجائش ہی نہیں یہاں تک کہ بدمذہب بھی خلاف سے کنارہ گزیں، گنگوہی صاحب قبلہ یہ لاف ہے صاف گزاف ہے، خود ائمہ سنت نزاع کررہے ہیں، خود امام اعظم کا صریح خلاف ہے، قاری صاحب یہاں چاروں مذہب میں صرف صحت روایت پر مدارِ کار ہے، گنگوہی صاحب حضرت چاروں درکنار خود اپنے مذہب میں اس سے انکار ہے، قاری صاحب جب مسئلہ بروایت صحیحہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول ہوچکا خلاف ابوحنیفہ باقی ہی کب رہا" اذا صح الحدیث فھو مذھبی (جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے۔ ت) قول احناف ہے تو بعد صحت روایت خلاف وتخالف سے مطلع صاف ہے گنگوہی صاحب قبلہ یہ تو بداہۃً مردود، خلاف امام اعظم قطعاً موجود، قاری صاحب بعد صحت روایت کسی مذہب کی کیا حاجت یعنی کوئی خلاف کرے بھی تو کیا قابل سماعت، گنگوہی صاحب واہ حضرت سب حق وہدایت جس کی اقتداء کرو اہتداء کی بشارت، غرض اولاً قاری صاحب کے خیالات کا ندگلی فرماکر اخیر میں سارا دھڑا قاری صاحب کے سر دھرا کہ یہ سب کچھ ہے مگر حافظوں پر وہی ضرور جو حضرت قبلہ قاری صاحب کو منظور، ملک خدائے غالب کا حکم جناب قاری صاحب کا، جو ہر سورت پر جہر بسم اللہ نہ کرے گا ختم کامل کے ثواب سے محروم پھرے گا۔

marfat.com

Marfat.com

اقول ان سب خرافات کا رد بالغ وطرز بازغ، تو طرح طرح سے افادات میں گزرا یہاں حضرت سے **اولاً** اتنا دریافت کرنا ہے کہ جب سب مذہب حق تھے سب کا اتباع ہدایت، سب کے اقتدا کی عام اجازت، تو اب حفاظ پر خاص ایک ہی کا اتباع کیوں لازم وضرور ہو گیا، حفص کا خلاف تو پہلے بھی معلوم ہی تھا اس وقت تو آپ یہی فرمارہے تھے کہ اس میں عیب، نہ اس میں حرج۔ اب قاری صاحب کے فرمان میں کیا کسی تازہ وحی نے نزول کیا جس نے ایک حق کو ناحق، ایک ہدایت کو ضلالت، ایک جائز کو ناجائز کر دیا۔

ثانیاً یہ آپ فتویٰ لکھ رہے ہیں یا کوئی اپنی خانگی پنچایت، قاری صاحب کا فرمان حدیث ہے یا آیت یا فقہی روایت، کون سی شرعی حجت۔

ثالثاً ثبوت تو دیجئے کہ مذہب حفص تمام سور میں جزئیت بسائل تھا۔

رابعاً پہلے اسی سے چلئے کہ امام حفص کو منصب اجتہاد حاصل تھا۔

خامساً مسئلہ اجتہادیہ ہے یا نہیں، اگر نہیں تو اپنے فتویٰ میں ذکر فرمان پانی پت تک جو کچھ لکھا سب پر پانی پھیر لیے اور اگر ہاں تو آپ اجتہادیات میں امام اعظم ملت امام ائمہ امت کے مقلد ہیں یا مجتہد العصر پانی پت کے، باتباع ہوا تقلید امام کو آگ دکھانا، پانی پت کی خاک پر دھونی رمانا، کس نے مانا اور یوں بھی سہی تو آپ کو اپنی ذات کا اختیار مسلم حنفیہ کو ان کے خلاف امام فتویٰ بتانا کیسا ستم، افسوس کہ آپ نے اول تو تقلید شخصی کو ایسا چھوڑا کہ سب مذہب بجا سب پر عمل روا، آخر میں پکڑا تو ایسا پکڑا کہ امام کا اتباع متروک ومہجور، اور تقلید پانی پت کی پت رکھنی ضرور، اس شتر گربگی کی کیا سند، صُلت علی الاسد وبلت عن النقد (شیر پر حملہ کیا اور بکری کے ڈر سے پیشاب آگیا۔ ت) خیر انھوں نے تو سب ڈھلی بگڑی، قاری صاحب پر ڈھال کر ان کی ڈھال پکڑی۔ قاری صاحب کی سُنئے تو ان سے بہت کچھ کہنا ہے:

یکم وہ بھی کوئی سند نہ لاسکے، ایک کتاب کی عبارت بھی نہ دکھا سکے، اور عاقل جانتا ہے کہ محل فتویٰ میں ادعائے بے دلیل، ذلیل وعلیل۔

دوم سند دکھانا کہاں کا خوب جانتے تھے کہ یہ چلے خلاف مذہب کہے، لہذا وہ راہ چلے کہ اتباع مذہب کا جھگڑا ہی نہ رہے، اتنی عمر آئی غیر مقلدوں سے معرض ہیں، ترک تقلید پر معترض ہیں، انھیں گمراہ ومفسد بتایا کرتے ہیں، تحریراً وتقریراً جلی کٹی سنایا کرتے ہیں، اب کہ اپنا اجتہاد گرمایا، وہ کچھ فرمایا کہ انھیں بھی شرمایا، بعد صحت روایت کسی مذہب کی کیا حاجت، عمل بالحدیث ہی طریق انصاف نہ ہے، جب حدیث صحیح ہو پھر کیا خلاف ہے فھو مذھبی (حدیث صحیح ہی میرا مذہب ہے۔ ت) خود قول احناف ہے، زمانۂ قرار زمانۂ اجتہاد وعمل بالسنہ گزرا، تخصیص دلیل ہے کہ جب دور تقلید آیا عمل بالسنہ نے منہ چھپایا، حالانکہ تقلید ائمہ ہی عمل بالسنہ ہے اس کا خلاف صریح فتنہ ہے

marfat.com

Marfat.com

[illegible] العظیم۔

سوم اذا صح الحدیث کو تسلیم کیا تو صحتِ فقہی و صحتِ حدیثی میں فرق نہ کیا، خاص اس باب میں فقیر کا رسالہ [illegible] معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی مطالعہ کیجئے کہ مطلب کھلے، شک و ریب کی ظلمت دُھلے۔

چہارم اگر تقیہ و القائے بیرونِ نماز میں صحت روایت جہر مراد، چشم ما روشن دلِ ما شاد، اس سے تراویح پر حکم خرطِ القتاد، اور اگر خود مطلق نماز یا خاص تراویح میں روایت جہر کی صحت مقصود تو ممنوع و مردود، افادہ ۱۲ و ۱۳ یاد کیجئے اور رضائے انصاف دے اذا صح الحدیث سے اپنے عکس مراد کا مژدہ لیجئے کہ حدیثِ صحیح ہمارے ہی ساتھ، اور خصوصِ تراویح میں تو آپ یک دست خالی ہاتھ۔

پنجم مذہب کو دخل نہ ہونے کی بھی ایک ہی کہی، مجرد کسی روایت صحیحہ کا وجود، مسئلے کو مجتہد فیہا نہ رکھے یہ تو بداہۃً مردود و کتب مطولہ خلافیہ دیکھئے ہزاروں مسائل اجتہادیہ ہیں ہر فریق یا ایک ہی کے پاس ایک یا چند روایات صحیحہ موجود، ہاں نص قطعی مشہور متواتر دکھا سکئے کہ بسم اللہ ہر سورت کا جزء ہے یا ختم تراویح میں ہر سورت پر اُس کا جہر چاہیے تو یہ کہنا ٹھکانے سے ہو تاکہ مذہب مسائلِ اجتہادیہ میں ہوتا ہے نہ ان منقولہ میں اور جب اس کی قدرت نہیں تو محض زبانی ادعاؤں سے مذہب حنفیہ رَد ہو جائے حاشا یہ ہوس ہی ہوس ہے۔

ششم جزئیت جمیع سور میں اختلاف ائمہ قرأت آپ نے کہیں دیکھا یا محض طبعی جودت، افادہ ۴ ملاحظہ ہو کہ ماورائے فاتحہ میں قول جزئیت حادث و بے اصل ہے، افادہ ۵ معلوم ہو کہ سورۂ بقرہ سے سورۂ ناس تک بسم اللہ باتفاقِ قرا سورت سے خارج امارت فصل ہے۔

ہفتم ایک سو چودہ[114] آیتوں کی گنتی کس حساب سے جمی، قرآن عظیم میں کُل سُورتیں اسی قدر ہیں اور برارت میں بالاجماع بسم اللہ نہیں تو بسائل اوائل ایک سو تیرہ[113] ہی رہیں، حفاظ بالاتفاق ایک بار جہر کے عامل، تو آپ کے طور پر بھی صرف ایک سو بارہ[112] ہی کا نقصان حاصل، چودہ[14] کس گھر سے آئیں، کیا حفد و خلع بھی دو[2] سورتیں شمار فرمائیں، بالفرض کوئی جاہل حافظ مطلقاً تارک جہر ہی سہی تاہم کیا برارت مستثنیٰ ہو کر بھی گنتی چودہ[14] کی چودہ[14] ہی رہی، اس سے تو زید بیچارہ آپ کا مقلد ہی اچھا رہا جس نے کہیں کہیں اپنے خیال سے تیرہ[13] کہا۔

ہشتم یہ تو اہل اہوا گمراہان باطنوی کی خوب ہی حمایتیں فرمائیں، قرأت امر منقول ہے نہ اجتہادی لہٰذا اُس میں کسی بدمذہب کا خلاف نہیں، سبحان اللہ مگر گمراہوں کا خلاف فروعات ظنیہ اجتہادیہ سے مخصوص یا وہ اشقیاء صراحۃً بداہۃً منکر صدہا قواطع و نصوص دیکھئے یا مقری کا نک لاتدری ما علی لسانک یجری ۔۔ فانکنت لاتدری الخ (افسوس ہے اے استاذ! معلوم ہوتا ہے تجھے سمجھ نہیں جو تیری زبان پر جاری ہے، پس اگر تو سمجھ نہیں رکھتا الخ)

marfat.com

Marfat.com

تھم قراءت میں اہلِ ہوا کا خلاف نہ ماننا بھی عجب بے خبری ہے یا کوتہ نظری، خلاف کی دو صورتیں ہیں ہمارے ائمہ کی کسی قراءت پر طاعن و منکر ہوں یا کہیں اپنی نئی گھڑت کے مظہر، اہلِ ہوا خذلہم اللہ تعالیٰ دونوں راہ چل چکے، سرِدست تحفۂ اثنا عشریہ ہی کا تحفہ کافی جسے ہر فارسی خواں بھی سمجھ سکے، باب دوم مکائد روافض قتلہم اللہ تعالیٰ میں فرماتے ہیں،

کید سیز دہم آنست کہ گویند عثمان ابن عفان بلکہ ابوبکر و عمر نیز رضی اللہ تعالیٰ عنہم قرآن را تحریف کردند و آیات فضائلِ اہلبیت اسقاط نمودند ازاں جملہ وجعلنا علیا صھرك کہ در الم نشرح بود[1]" ملخصاً

تیرھواں مکر یہ ہے کہ کہتے ہیں عثمان ابن عفان بلکہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے قرآن میں تحریف کر دی ہے، اور انھوں نے فضائلِ اہلِ بیت کی آیات کو ساقط کر دیا ہے اور ان میں سے ایک "الم نشرح" میں یہ آیت تھی کہ علی کو ہم نے تیرا داماد بنایا ہے۔ (ت)

ایک سُنّی نے اس پر ظرافۃً کہا ہاں اس کے بعد ایک آیت اور تھی وہ رافضیوں نے گھٹا دی یعنی وعلی الروافض قھرك (رافضیوں پر تیرا قہر ہے۔ ت) تتمہ باب چہارم میں اُن اشقیا کا زعم نقل کیا:

"صحابہ بجائے من المرافق الی المرافق ساختند وبجائے ائمۃ ھی ازکی من ائمتکم، امۃ ھی اربی من امۃ نوشتند وعلیٰ ہذا القیاس[2]"

صحابہ نے من المرافق کی بجائے الی المرافق کر دیا اور ائمۃ ھی ازکی من ائمتکم کی بجائے امۃ ھی اربی من امۃ کر دیا (یعنی "تمہارے اماموں سے زیادہ پاکیزہ امام" کی جگہ "امت یہ دوسری امت سے بڑی" کر دیا) علیٰ ہذا القیاس۔ (ت)

شرح حدیث الثقلین میں ذکر کیا کلینی رافضی نے کافی میں کہ روافض کے نزدیک اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے روایت کی کسی نے امام جعفر صادق کے حضور قرآن کے کچھ لفظ ایسے پڑھے کہ لوگوں کی قراءت میں نہ تھے امام نے فرمایا کیا ہے ان الفاظ کو نہ پڑھ جیسا لوگ پڑھ رہے ہیں اسی طرح پڑھ، یہاں تک کہ مہدی آکر قرآن کو ٹھیک ٹھیک پڑھیں[3]۔ اُسی میں روایت ہے امام زین العابدین نے یہ آیت یُوں پڑھی، وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی ولا محدث (نہ بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہ نبی نہ محدَّث جس سے فرشتے باتیں کریں) اور فرمایا مولیٰ علی محدث تھے[4]۔ اسی میں روایت ہے امام جعفر صادق نے فرمایا، امۃ ھی اربیٰ من

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ فصل دوم از باب دوم کید سیز دہم مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۸

[2] " " تتمۃ الباب در دلائل شیعہ باب چہارم " " " " " ۱۳۰

[3] و [4] " " " " " " " " " " " " " ۱۳۰

marfat.com

Marfat.com

امۃ (یہ امت دوسری امت سے بڑی ہے۔ت) کلام اللہ نہیں اس میں تحریف ہوئی اللہ تعالیٰ نے یوں اتارا تھا ائمۃ ھی ازکیٰ من ائمتکم (یہ ائمہ تمہارے ائمہ سے زیادہ پاکیزہ۔ت) یہیں شاہ صاحب نے ان ملاعنہ کا زعم نقل فرمایا کہ:

لفظ ویلک قبل از لا تحزن ان اللہ معنا نیز ساقط کردہ اند و لفظ عن ولایۃ علی بعد ازیں آیت وقفوھم انھم مسئولون ۝ و یملکہ بنوامیۃ بعد خیر من الف شھر و بعلی بن ابی طالب بعد وکفی اللہ المومنین القتال و آل محمد ازیں لفظ وسیعلم الذین ظلموا آل محمد منقلب ینقلبون و لفظ علی بعد از ولکل قوم ھاد، و ذکر کل ذلک ابن شھر آشوب المازندرانی فی کتاب المثالب لہ و علی ھذا القیاس کلمات بسیار و آیات بے شمار را کردہ اند[1] ملخصاً

"نہ ڈر اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے" سے پہلے لفظ "ویلک" (تجھے ہلاکت ہو) ساقط کر دیا۔ "ان کو کھڑا کرو ان سے سوال کیا جائے گا" کے بعد "عن ولایۃ علی" (علی کی ولایت کے بارے میں) ساقط کر دیا۔ "اور بنوامیہ بادشاہ بنیں گے" کو "خیر من الف شھر" (ہزار مہینوں سے بہتر) کے بعد بڑھا دیا ہے، اور "کفی اللہ المؤمنین القتال" کے بعد "بعلی بن ابی طالب" بڑھایا، یعنی "اللہ تعالیٰ مومنوں کو جنگ میں کافی" کے بعد رافضیوں نے "علی کی وجہ سے" بڑھا دیا۔ اور "سیعلم الذین ظلموا" کے بعد "آل محمد" کا لفظ انھوں نے بڑھا دیا۔ یعنی "عنقریب اللہ تعالیٰ اپنے علم کو ظالموں کے بارے میں ظاہر فرمائے گا" کے بعد "آل محمد پر ظلم کرنے والے" بڑھا دیا۔ اور "ہر قوم کے لئے ہادی" کے بعد لفظ "علی" بڑھا دیا۔ یہ سب کچھ ابن شہر آشوب المازندرانی نے اپنی کتاب "المثالب" میں ذکر کیا، اور اسی طرح انھوں نے بہت سے کلمات اور بہت سی آیات بڑھا دیں۔ (ت)

نیز کلینی نے امام جعفر صادق سے روایت کی انھوں نے امۃ ھی اربی کی جگہ ائمۃ ھی ازکی پڑھا۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کی میں آپ پر قربان جاؤں کیا ائمۃ ہے، فرمایا ہاں خدا کی قسم، میں نے کہا لوگ تو اربی پڑھتے ہیں، حقارت سے ہاتھ جھٹک کر فرمایا اربی کیا[2]۔

دہم آپ کے زعم میں بسم اللہ شریف کا جزء ہر سورت ہونا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایۃً صحیح ہو چکا

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ تتمۃ الباب در دلائل شیعہ از باب چہارم مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۳۰
[2] " " " " " " " " " " " ۱۳۱
[3] " " " " " " " " " " " ۱۳۲

marfat.com

Marfat.com

اور آپ تصریح کرتے ہیں کہ باتفاق مذاہب اربعہ یہاں صرف صحتِ روایت پر مدار ہے، ائمہ حنفیہ کا حال تو افادہ ۸ میں ظاہر ہولیا کہ انھوں نے کیونکر آپ کے اس مدار کا دمار نکالا، مالکیہ سے پوچھئے وہ کیا فرماتے ہیں ہمارے یہاں تو باوصف جہر سوا اخفا ہی کا حکم تھا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب مشہور یہ کہ فرضوں میں بسم اللہ ہرگز پڑھے ہی نہیں، نہ آواز سے نہ آہستہ، روایتِ اباحت ضعیف ہے، پڑھے گا تو نماز مکروہ ہوگی، ہاں نفلوں میں اختیار ہے کیا اُنھیں اپنے شہر مبارک مدینہ طیبہ کے امام قراءت حضرت نافع کا حال معلوم نہ تھا کہ بروایت قالون بسم اللہ پڑھتے ہیں، علامہ زرقانی مالکی شرح موطائے امام مالک میں فرماتے ہیں:

المشهور من مذهب مالك كراهتها في الفرض[1]

امام مالک رحمہ اللہ تعالٰی کا مشہور مذہب یہ ہے کہ فرضوں میں یہ مکروہ ہے (ت)

مقدمہ عشماویہ علامہ عبدالباری منوفی رفاعی مالکی میں ہے:

المشهور في البسملة والتعوذ الكراهة في الفريضة دون النافلة وعن مالك القول بالاباحة[2]

بسم اللہ اور اعوذ باللہ کے بارے میں مشہور ہے کہ ان کا پڑھنا فرضوں میں مکروہ ہے نفلوں میں مکروہ نہیں، اور امام مالک سے ایک قول میں مباح ہے۔ (ت)

عمدۃ القاری میں ہے:

قال ابو عمر قال مالك لاتقرؤ البسملة في الفرض سراولاجهرا وفي النافلة ان شاء فعل وان شاء ترك[3]

ابو عمر نے کہا کہ امام مالک نے فرمایا بسم اللہ کو فرضوں میں نہ بلند آواز سے پڑھو نہ پست آواز سے، اور نفلوں میں پڑھنے نہ پڑھنے کا اختیار ہے۔ (ت)

ذرا اس تفریق کو بھی اپنے مدار سے تطبیق دیجئے۔

یازدہم تا شانزدہم تقریر شریف میں یہ فقرات عجیب ہیں کہ زمانۂ قراء سبعہ زمانۂ اجتہاد تھا زمانۂ تابعین تھا، ائمہ مذہب تا زمانۂ قراء محتاج الیہ و محصور نہ تھے بلکہ بعد قراء کے تھے، قراء کا مذہب پوچھنا عبث ہے، اِن فقرات کو مقصود میں بھی کچھ دخل ہے یا برائے بیت ہیں جب آپ کے نزدیک اس مسئلے میں مذہب کو اصلاً دخل ہی نہیں تو زمانۂ قراء زمانۂ اجتہاد ہو یا عصر تقلید، عہدِ تابعین ہو یا وقتِ جدید، ائمہ مذہب اس وقت

---

[1] شرح الزرقانی علی الموطا

[2] المقدمۃ فی الفروع المالکیۃ للعشماوی

[3] عمدۃ القاری شرح بخاری باب مایقول بعد التکبیر حدیث ۱۳۱ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۵/۲۸۴

marfat.com

Marfat.com

شانزدہم ائمہ مذاہب معدودے چند ہوں یا بے شمار، قراء سابق ہوں یا لاحق، قاری مجتہد ہوں یا مقلد، ان امور سے علاقہ ہی کیا رہا اور ان کے خلاف بھی مانئے تو تفاوت کیا، فتاوائے شامی میں اس سے پہلے تین چار سطر کی تقریر اسی کے متعلق کہ زمانہ تبع تابعین و محدثین تک چار میں حصر مذاہب نہ تھا مجتہدین بکثرت تھے، جب اور مذہب مندرس ہو گئے مذہب اہل حق ان چار میں محصور ہو گیا، اور یہی ہے کہ وہ بھی محل سے یوں ہی بیگانہ واجنبی ہے۔

ہفدہم ثبوت تو دیجئے کہ قراء سبعہ سب مجتہد مطلق تھے اگر مجتہد فی المذہب بھی ہوئے تو مذہب پوچھنا کیوں حماقت ہونے لگا۔

ہیجدہم اُس زمانہ میں عدم حصر و کثرت مجتہدین مسلم مگر کیا اُس وقت کا ہر فرد بشر یا ہر عالم اگرچہ کسی فن کا ہو فقیہ و مجتہد تھا اس کا تو زعم نہ کرے گا مگر سخت احمق جاہل، یا انتساب گو عام نہ تھا اصلاً نہ تھا اس کا بھی مدعی نہ ہو گا مگر بے خبر غافل۔ کیا امام ابو یوسف و امام محمد وغیرہما حنفیہ اور امام اشہب و امام قاسم وغیرہما مالکیہ میں معدود نہیں (کتب طبقات ملاحظہ ہوں) اور جب یقیناً قطعاً تقلید بھی تھی اختصاص بھی تھا تو اس وقت کے قاریوں کا مذہب پوچھنا کیوں حمق ہوا۔

نوزدہم در فن تاریخ ہم کمالے دارند (فنِ تاریخ میں بھی کمال رکھتے ہیں۔ ت) ائمہ مذہب بعد قراء کے تھے شُہب جانتے دیجئے بدوریہی میں کلام کیجئے سات میں چار ہمارے امام سے وفاۃً متاخر ہیں، امام ابو عمرو بن العلاء بصری نے ۱۵۴ھ یا ۱۵۵ھ، امام حمزہ زیارت نے ۱۵۴ یا ۱۵۶ یا ۱۵۸ھ، امام نافع مدنی نے ۱۶۹ھ، امام علی کسائی نے ۱۸۹ھ، امام الائمہ ابو حنیفہ نے ۱۵۰ھ میں انتقال فرمایا رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ اور یہ امام کسائی تو ہمارے امام سے چالیس پچاس برس چھوٹے ہیں، امام کی ولادت ۸۰ یا ۷۰ھ؎ میں ہے اور ان کی ۱۱۹ھ میں۔ یہ ہمارے امام کے صاحب صغیر سیدنا امام محمد کے اقران سے ہیں، دونوں صاحبوں نے ایک ہی سال انتقال فرمایا جس پر خلیفہ ہارون رشید نے کہا تھا میں نے رَے میں فقہ وادب دونوں دفن کر دئے۔ اب کون جاہل کہے گا کہ امام اعظم امام محمد کے بعد ہوئے ہیں۔

بستم ائمہ مذہب محتاج الیہ ومحصور نہ تھے یہ خاص ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی نسبت فرمایا یا مطلقاً اول تو بداہۃً عقل سے عاطل، چار کبھی بھی نامحصور نہیں ہو سکتے اور ثانی اس سے بڑھ کر شنیع و باطل، زمانۂ صحابہ سے آج تک کوئی وقت ایسا نہ گزرا کہ ائمہ کی طرف احتیاج نہ ہو، ہر زمانے میں مقلدین کا عدد مجتہدین سے بدرجہا زائد رہا ہے

؎ بلکہ ایک قول میں ولادت امام ۶۱ھ ہے کما فی وفیات الاعیان (جیسا کہ وفیات الاعیان میں ہے۔ ت) یوں تقریباً ۶۰ برس چھوٹے ہوں گے ۱۲ (م)

marfat.com

Marfat.com

توائمہ سے بے نیازی کیونکر ممکن بلکہ علما کی طرف حاجت تو جنت میں بھی ہوگی حالانکہ وہاں احکامِ تکلیفی نہیں، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اھل الجنۃ یحتاجون الی العلماء فی الجنۃ وذلك انھم یزورون اللہ تعالٰی فی کل جمعۃ فیقول لھم تمنوا علی ما شئتم فیلتفتون الی العلماء فیقولون ماذا نتمنی فیقولون تمنوا علیہ کذا وکذا فھم یحتاجون الیھم فی الجنۃ کما یحتاجون الیھم فی الدنیا۔[1] رواہ ابن عساکر عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

بے شک اہلِ جنت جنت میں علماء کے محتاج ہوں گے یُوں کہ ہر جمعہ کو انھیں اللہ تعالٰی کا دیدار نصیب ہوگا، مولٰی سبحانہ تعالٰی فرمائے گا جو جی میں آئے مجھ سے مانگو (اب جنت سے مکان میں جاکر کون سی حاجت باقی ہے کچھ سمجھ میں نہ آئے گا کہ کیا مانگیں) علما کی طرف منہ کرکے کہیں گے ہم کیا تمنا کریں، وہ فرمائیں گے اپنے رب سے یہ مانگو تو لوگ جنت میں بھی علما کے محتاج ہونگے۔ اس کو ابن عساکر نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ذکر کیا۔

اللھم انی اسألك بعلماء امۃ حبیبك محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان ترحمنا بھم فی الدنیا والاٰخرۃ وترزقنا بجاھھم عندك العلم النافع والقلب الخاشع والعفو والعافیۃ والمغفرۃ وصل وسلم وبارك علی سیدنا ومولانا محمد واٰلہ وصحبہ اٰمین والحمد للہ رب العٰلمین۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اے اللہ! میں تجھ سے تیرے حبیب پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علماء کے وسیلے سے دُعا کرتا ہُوں کہ تُو ہم پر ان کے وسیلے سے دنیا و آخرت میں رحم فرما اور ان کو جو عزت وکرامت تیرے ہاں حاصل ہے اس کی برکت سے ہمیں نافع علم، خشوع والا دل، معافی، عافیت اور مغفرت عنایت فرما اور درود وسلام اور برکت ہمارے آقا و مولٰی محمد اور ان کی آل اور صحابہ پر فرما، آمین والحمد للہ رب العالمین۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[1] الجامع الصغیر بحوالہ ابن عساکر حدیث ۲۲۳۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۵ و ۱۳۶
[2] تہذیب تاریخ ابن عساکر زیرِ عنوان صفوان ثقفی ” احیاء التراث العربی بیروت ۶ / ۴۳۷
مختصر تاریخ ابن عساکر ” ” ” ” دار الفکر بیروت ۱۱ / ۹۹

marfat.com
Marfat.com

مآخذ و مراجع

نام کتاب	مصنف کتاب	سن وفات ہجری
ا		
۱۔ الاجزاء فی الحدیث	عبدالرحمن بن عمر بن محمد البغدادی المعروف بالنحاس	۴۱۶
۲۔ الاجناس فی الفروع	ابوالعباس احمد بن محمد الناطفی الحنفی	۴۴۶
۳۔ الاختیار شرح المختار	عبداللہ بن محمود (بن مودود) الحنفی	۶۸۳
۴۔ الادب المفرد للبخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۵۔ ارشاد الساری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی	۹۲۳
۶۔ ارشاد العقل السلیم	ابو سعود محمد بن محمد العمادی	۹۵۱
۷۔ الارکان الاربع	مولانا عبدالعلی بحر العلوم	۱۲۲۵
۸۔ الاشباہ والنظائر	شیخ زین الدین بن ابراہیم بابن نجیم	۹۷۰
۹۔ اشعۃ اللمعات	شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۱۰۔ اصول البزدوی	علی بن محمد البزدوی	۴۸۲
۱۱۔ الاصلاح للوقایۃ فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۹۴۰
۱۲۔ آکام المرجان فی احکام الجان	قاضی بدر الدین محمد بن عبداللہ الشبلی	۷۶۹
۱۳۔ انفع الوسائل	قاضی برہان الدین ابراہیم بن علی الطرسوسی الحنفی	۷۵۸
۱۴۔ امداد الفتاح	حسن بن عمار الشرنبلالی	۱۰۶۹
۱۵۔ انوار الائمۃ الشافعیہ	امام یوسف الاردبیلی الشافعی	۷۹۹
۱۶۔ الایضاح للوقایۃ فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۹۴۰
۱۷۔ امالی فی الحدیث	عبدالملک بن محمد بن بشران	۴۳۲
۱۸۔ الایجاز فی الحدیث	احمد بن محمد المعروف بابن السنی	۳۶۴
۱۹۔ القاب الرواۃ	احمد بن عبدالرحمن الشیرازی	۴۰۷

marfat.com

Marfat.com

ب

۲۰ - بدائع الصنائع	علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی -	۵۸۷
۲۱ - الہدایۃ (بدایۃ المبتدی)	علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۲۲ - البحر الرائق	شیخ زین الدین بن ابراہیم با بن نجیم	۹۷۰
۲۳ - البرہان شرح مواہب الرحمان	ابراہیم بن موسیٰ الطرابلسی	۹۲۲
۲۴ - بستان العارفین	فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۲
۲۵ - البسیط فی الفروع	حجۃ الاسلام محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۲۶ - البنایۃ شرح الہدایۃ	امام بدر الدین ابو محمد العینی	۸۵۵

ت

۲۷ - تاج العروس	سید محمد مرتضیٰ الزبیدی	۱۲۰۵
۲۸ - تاریخ ابن عساکر	علی بن الحسن الدمشقی با بن عساکر	۵۷۱
۲۹ - تاریخ البخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۳۰ - التجنیس والمزید	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۳۱ - تحریر الاصول	کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن الہمام	۸۶۱
۳۲ - تحفۃ الفقہاء	امام علاء الدین محمد بن احمد السمرقندی	۵۴۰
۳۳ - تحقیق الحسامی	عبد العزیز بن احمد البخاری	۷۳۰
۳۴ - الترجیح والتصحیح علی القدوری	علامہ قاسم بن قطلو بغا الحنفی	۸۷۹
۳۵ - التعریفات لسید شریف	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۸۱۶
۳۶ - تفسیر ابن جریر (جامع البیان)	محمد بن جریر الطبری	۳۱۰
۳۷ - تفسیر البیضاوی	عبد اللہ بن عمر البیضاوی	۶۹۱
۳۸ - تفسیر الجلالین	علامہ جلال الدین المحلی و جلال الدین السیوطی م	۸—۹۱۱
۳۹ - تفسیر الجمل	سلیمان بن عمر العجیلی الشہیر بالجمل	۱۲۰۴
۴۰ - تفسیر القرطبی	ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی	۶۷۱
۴۱ - التفسیر الکبیر	امام فخر الدین الرازی	۲۶

marfat.com

Marfat.com

۴۲ التفسیر النیشابوری	نظام الدین الحسن بن محمد بن حسین النیشابوری	۷۲۸
۴۳ - تقریب التقریب	ابو زکریا یحییٰ بن شرف النواوی	۹۱۱
۴۴ - التقریر والتحبیر	محمد بن محمد ابن امیر الحاج الحلبی	۸۷۹
۴۵ - التیسیر للمناوی	عبد الرؤف المناوی	۱۰۳۱
۴۶ - تبیین الحقائق	فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی	۷۴۳
۴۷ - تقریب التہذیب	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۴۸ - تنویر المقباس	ابو طاہر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی	۸۱۷
۴۹ - تنویر الابصار	شمس الدین محمد بن محمد بن عبد اللہ بن احمد التمرتاشی	۱۰۰۴
۵۰ - تعظیم الصلوٰۃ	محمد بن نصر المروزی	۲۹۴
۵۱ - تاریخ بغداد	ابو بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی	۴۶۳
۵۲ - التوشیح فی شرح الہدایہ	عمر بن اسحٰق السراج الہندی	۷۷۳

ج

۵۳ جامع الترمذی	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی	۲۷۹
۵۴ - جامع الرموز	شمس الدین محمد الخراسانی	۹۶۲
۵۵ - الجامع الصحیح للبخاری	امام محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۵۶ - الجامع الصغیر فی الفقہ	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۵۷ - الجامع الصحیح للمسلم	مسلم بن حجاج القشیری	۲۶۱
۵۸ - جامع الفقہ (جوامع الفقہ)	ابو نصر احمد بن محمد العتابی	۵۸۶
۵۹ - جامع الفصولین	شیخ بدر الدین محمود بن اسرائیل بابن قاضی	۸۲۳
۶۰ - الجامع الکبیر	ابی الحسن عبید اللہ بن حسین الکرخی	۳۴۰
۶۱ - جواہر الاخلاطی	برہان الدین ابراہیم بن ابو بکر الاخلاطی	
۶۲ - الجواہر الزکیۃ	احمد بن ترکی بن احمد المالکی	۹۸۹
۶۳ - جواہر القتاوی	رکن الدین ابو بکر بن محمد بن ابی المفاخر	۵۶۵
۶۴ - الجوہرۃ النیرۃ	ابو بکر بن علی بن محمد الحداد الیمنی	۸۰۰
۶۵ - الجرح والتعدیل فی رجال الحدیث	یحییٰ بن معین البغدادی	۲۳۳
۶۶ - الجامع الصغیر فی الحدیث	جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱

marfat.com

Marfat.com

ح

۶۷ - حاشیۃ علی الدرر	محمد بن مصطفیٰ ابوسعید الخادمی	۱۱۷۶
۶۸ - حاشیۃ ابن شلبی علی التبیین	احمد بن محمد الشلبی	۱۰۲۱
۶۹ - حاشیۃ علی الدرر	عبد الحلیم بن محمد الرومی	۱۰۱۳
۷۰ - حاشیۃ علی الدرر لملاخسرو	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	۸۸۵
۷۱ - حاشیۃ علی المقدمۃ العشماویۃ	علامہ سفطی	
۷۲ - الحاشیۃ لسعدی آفندی	سعد اللہ بن عیسیٰ الآفندی	۹۴۵
۷۳ - الحدیقۃ الندیۃ شرح طریقۃ محمدیۃ	عبد الغنی النابلسی	۱۱۴۳
۷۴ - الحاوی القدسی	قاضی جمال الدین احمد بن محمد نوح القابسی الحنفی	۶۰۰
۷۵ - حصر المسائل فی الفروع	امام ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی الحنفی	۳۷۲
۷۶ - حلیۃ الاولیاء	ابونعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی	۴۳۰
۷۷ - حلیۃ المجلی	محمد بن محمد ابن امیر الحاج	۸۷۹

خ

۷۸ - خزانۃ الروایات	قاضی جکن الحنفی	
۷۹ - خزانۃ الفتاویٰ	طاہر بن احمد عبد الرشید البخاری	۵۴۲
۸۰ - خزانۃ المفتین	حسین بن محمد السمعانی السمیقانی	۷۴۰ کے بعد
۸۱ - خلاصۃ الدلائل	حسام الدین علی بن احمد المکی الرازی	۵۹۸
۸۲ - خلاصۃ الفتاویٰ	طاہر بن احمد عبد الرشید البخاری	۵۴۲
۸۳ - خیرات الحسان	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳

د

۸۴ - الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۸۵ - الدرر (درر الحکام)	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	۸۸۵
۸۶ - الدر المختار	علاء الدین الحصکفی	۱۰۸۸
۸۷ - الدر النثیر	علامہ جلال الدین عبد الرحمن السیوطی	۹۱۱

marfat.com

Marfat.com

۸ - ذخیرة ال[illegible]	یوسف بن جنید الجلبی (چلپی)	۹۰۵
۸ - ذخیرة الفتاوی	برہان الدین محمود بن احمد	۶۱۶
۹ - ذم الغیبة	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱

ر

۹۱ - الرحمانیة		
۹۲ - ردالمحتار	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۹۳ - رحمة الامة فی اختلاف الائمة	ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن الدمشقی	۷۸۱
۹۴ - رغائب القرآن	ابومروان عبدالملک بن حبیب السلمی (القرطبی)	۲۳۹
۹۵ - رفع الغشاء فی وقت العصر والعشاء	شیخ زین الدین بابن نجیم	۹۷۰
۹۶ - رد علی الجہمیة	عثمان بن سعید الدارمی	۲۸۰

ز

۹۷ - زادالفقہاء	شیخ الاسلام محمد بن احمد الاسبیجابی	المتوفی اواخر القرن السادس
۹۸ - زادالفقیر		
۹۹ - زواہرالجواہر	کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الہمام	۸۶۱
	محمد بن محمد التمرتاشی	تقریباً ۱۰۱۶
۱۰۰ - زیادات	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹

س

۱۰۱ - السراج الوہاج	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد الیمنی	۸۰۰
۱۰۲ - السنن لابن ماجة	ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجة	۲۷۳
۱۰۳ - السنن لابن منصور	سعید بن منصور الخراسانی	۲۷۳
۱۰۴ - السنن لابی داؤد	ابوداؤد سلیمان بن اشعث	۲۷۵
۱۰۵ - السنن للنسائی	ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی	۳۰۳
۱۰۶ - السنن للبیہقی	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸

marfat.com
Marfat.com

۱۰۷ - السنن للدارقطنی	علی بن عمر الدارقطنی	۳۸۵
۱۰۸ - السنن للدارمی	عبد اللہ بن عبد الرحمٰن الدارمی	۲۵۵

ش

۱۰۹ - الشافی	شمس الائمۃ عبد اللہ بن محمود الکردری	
۱۱۰ - شرح الاربعین للنووی	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۱۱۱ - شرح الاربعین للنووی	ابراہیم ابن عطیۃ المالکی	۱۱۰۶
۱۱۲ - شرح الاربعین للنووی	علامہ احمد بن الحجازی	۹۷۸
۱۱۳ - شرح الاشباہ والنظائر	ابراہیم بن حسین بن احمد بن محمد ابن البیری	۱۰۹۹
۱۱۴ - شرح الجامع الصغیر	امام قاضی خان حسین بن منصور	۵۹۲
۱۱۵ - شرح الدرر	شیخ اسمٰعیل بن عبد الغنی النابلسی	۱۰۶۲
۱۱۶ - شرح سفر السعادۃ	شیخ عبد الحق المحدّث الدہلوی	۱۰۵۲
۱۱۷ - شرح السنۃ	حسین بن منصور البغوی	۵۱۶
۱۱۸ - شرح شرعۃ الاسلام	لیعقوب بن سیدی علی زادہ	۹۳۱
۱۱۹ - شرح مختصر الطحاوی للاسبیجابی	ابو نصر احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	۴۸۰
۱۲۰ - شرح الغریبین		
۱۲۱ - شرح المسلم للنووی	شیخ ابو زکریا یحیٰی بن شرف النووی	۶۷۶
۱۲۲ - شرح معانی الآثار	ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی	۳۲۱
۱۲۳ - شرح المنظومۃ لابن وہبان	عبد البر بن محمد ابن شحنۃ	۹۲۱
۱۲۴ - شرح المنظومۃ فی رسم المفتی	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۲۵ - شرح المنیۃ الصغیر	شیخ محمد ابراہیم الحلبی	۹۵۶
۱۲۶ - شرح مواہب اللدنیۃ	علامۃ محمد بن عبد الباقی الزرقانی	۱۱۲۲
۱۲۷ - شرح مؤطا امام مالک	علامۃ محمد بن عبد الباقی الزرقانی	۱۱۲۲
۱۲۸ - شرح المہذب للنووی	شیخ ابو زکریا یحیٰی بن شرف النووی	۶۷۶
۱۲۹ - شرح النقایۃ	مولانا عبد العلی البرجندی	۹۳۲
۱۳۰ - شرح الوقایۃ	صدر الشریعۃ عبید اللہ بن مسعود	۷۴۷

marfat.com
Marfat.com

۱۳۱ - شرح الهدایہ	محمد بن محمد بن محمد ابن شحنہ	۸۹۰
۱۳۲ - شرعۃ الاسلام	امام الاسلام محمد بن ابی بکر	۵۷۳
۱۳۳ - شعب الایمان	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸
۱۳۴ - شرح الجامع الصغیر	احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	۴۸۰
۱۳۵ - شرح الجامع الصغیر	عمر بن عبد العزیز الحنفی	۵۳۶

ص

۱۳۶ - صحاح الجوہری	اسمٰعیل بن حماد الجوہری	۳۹۳
۱۳۷ - صحیح ابن حبان	محمد بن حبان	۳۵۴
۱۳۸ - صحیح ابن خزیمۃ	محمد بن اسحاق ابن خزیمۃ	۳۱۱
۱۳۹ - الصراح	ابوالفضل محمد بن عمر بن خالد القرشی	تقریباً ۶۹۰

ط

۱۴۰ - الطحطاوی علی الدر	سید احمد الطحطاوی	۱۳۰۲
۱۴۱ - الطحطاوی علی المراقی	سید احمد الطحطاوی	۱۳۰۲
۱۴۲ - الطریقۃ المحمدیۃ	محمد بن پیر علی المعروف برکلی	۹۸۱
۱۴۳ - طلبۃ الطلبۃ	نجم الدین عمر بن محمد النسفی	۵۳۷ھ

ع

۱۴۴ - عمدۃ القاری	علامہ بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد العینی	۸۵۵
۱۴۵ - العنایۃ	اکمل الدین محمد بن محمد البابرتی	۷۸۶
۱۴۶ - عنایۃ القاضی	شہاب الدین الخفاجی	۱۰۶۹
۱۴۷ - عیون المسائل	ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۸
۱۴۸ - عقود الدریۃ	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۴۹ - عدۃ	کمال الدین محمد بن احمد الشہیر بطاشکبری	۱۰۲۰

marfat.com

Marfat.com

غ

۱۵۱ ۔ غایۃ البیان	شیخ قوام الدین امیر کاتب ابن امیر الاتقانی	۷۵۸
۱۵۲ ۔ غرر الاحکام	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	۸۸۵
۱۵۳ ۔ غریب الحدیث	ابو الحسن علی بن مغیرۃ البغدادی المعروف باثرم	۲۳۰
۱۵۴ ۔ غمز عیون البصائر	احمد بن محمد الحموی المکی	۱۰۹۸
۱۵۵ ۔ غنیۃ ذوالاحکام	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۱۵۶ ۔ غنیۃ المستملی	محمد ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶

ف

۱۵۷ ۔ فتح الباری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۱۵۸ ۔ فتح القدیر	کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن الہمام	۸۶۱
۱۵۹ ۔ فتاوی النسفی	امام نجم الدین النسفی	۵۳۷
۱۶۰ ۔ فتاوی بزازیہ	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۷
۱۶۱ ۔ فتاوی حجہ		
۱۶۲ ۔ فتاوی خیریہ	علامہ خیر الدین بن احمد بن علی الرملی	۱۰۸۱
۱۶۳ ۔ فتاوی سراجیہ	سراج الدین علی بن عثمان الاوشی	۵۷۵
۱۶۴ ۔ فتاوی عطاء بن حمزہ	عطاء بن حمزہ السغدی	
۱۶۵ ۔ فتاوی غیاثیہ	داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	
۱۶۶ ۔ فتاوی قاضی خان	حسن بن منصور قاضی خان	۵۹۲
۱۶۷ ۔ فتاوی ہندیہ	جمعیت علماء اورنگ زیب عالمگیر	
۱۶۸ ۔ فتاوی ظہیریہ	ظہیر الدین ابوبکر محمد بن احمد	۶۱۹
۱۶۹ ۔ فتاوی ولوالجیہ	عبدالرشید بن ابی حنیفہ الولوالجی	۵۴۰
۱۷۰ ۔ فتاوی الکبری	امام صدر الشہید حسام الدین عمر بن عبدالعزیز	۵۳۶
۱۷۱ ۔ فقہ الاکبر	الامام الاعظم ابی حنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی	۱۵۰
۱۷۲ ۔ فتح المعین	[illegible] الحنفی	

marfat.com

Marfat.com

۱۷۳ - فتح المعین شرح قرة العین	زین الدین بن علی بن احمد الشافعی	۹۲۸
۱۷۴ - الفتوحات المکیة	محی الدین محمد بن علی ابن عربی	۶۳۸
۱۷۵ - فواتح الرحموت	عبد العلی محمد بن نظام الدین الکندی	۱۲۲۵
۱۷۶ - الفوائد	تمام بن محمد بن عبد اللہ البجلی	۴۱۴
۱۷۷ - فوائد المخصصة	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۷۸ - فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	عبد الرؤف المناوی	۱۰۳۱
۱۷۹ - فوائد سمویة	اسمٰعیل بن عبد اللہ الملقب بسمویة	۲۶۷

ق

۱۸۰ - القاموس	محمد بن یعقوب الفیروزآبادی	۸۱۷
۱۸۱ - قرة العین	علامہ زین الدین بن علی الملیباری	۹۲۸
۱۸۲ - القنیة	نجم الدین مختار بن محمد الزاہدی	۶۵۸
۱۸۳ - القرآن		

ک

۱۸۴ - الکافی فی الفروع	حاکم شہید محمد بن محمد	۳۳۴
۱۸۵ - الکامل لابن عدی	ابو احمد عبد اللہ بن عدی	۳۶۵
۱۸۶ - الکبریت الاحمر	سید عبد الوہاب الشعرانی	۹۷۳
۱۸۷ - کتاب الآثار	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۱۸۸ - کتاب الآثار	امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری	۱۸۲
۱۸۹ - کتاب الالمام فی آداب دخول الحمام	ابو المحاسن محمد بن علی	
۱۹۰ - کتاب السواک	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ	۴۳۰
۱۹۱ - کتاب الہدیة لابن عماد	عبد الرحمٰن بن محمد عماد الدین بن محمد العمادی	۱۰۵۰
۱۹۲ - کتاب الطہور	لابی عبید	
۱۹۳ - کتاب العلل علی ابواب الفقہ	ابو محمد عبد الرحمٰن ابن ابی حاتم محمد الرازی	۳۲۷
۱۹۴ - کتاب الاصل	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۱۹۵ - کتاب الوسوسة	ابو بکر بن ابی داؤد	

marfat.com

Marfat.com

۱۹۶	کشف الاسرار	علاء الدین عبد العزیز بن احمد البخاری	۷۳۰
۱۹۷	کشف الرمز	علامۃ المقدسی	-
۱۹۸	کشف الاستار عن زوائد البزار	امین الدین عبد الوہاب بن وہبان الدمشق	۷۶۸
۱۹۹	کنز العمال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین	۹۷۵
۲۰۰	الکفایۃ	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی تقریباً	۸۰۰
۲۰۱	کف الرعاع	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۲۰۲	کنز الدقائق	عبد اللہ بن احمد بن محمود	۷۱۰
۲۰۳	الکنی للحاکم	ابو عبد اللہ الحاکم	۴۰۵
۲۰۴	الکواکب الدراری	شمس الدین محمد بن یوسف الشافعی الکرمانی	۷۸۶
۲۰۵	کتاب الجرح والتعدیل	محمد بن حبان التمیمی	۳۵۴
۲۰۶	کتاب المغازی	یحیٰی بن سعید القطان	۱۹۸
۲۰۷	کتاب الصمت	عبد اللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱
۲۰۸	کتاب الزہد	عبد اللہ بن مبارک	۱۸۰
۲۰۹	الکشاف عن حقائق التنزیل	جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری	۵۳۸

ل

۲۱۰	لمعات التنقیح	علامہ شیخ عبد الحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۲۱۱	لقط المرجان فی اخبار الجان	علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن بن محمد السیوطی	۹۱۱

م

۲۱۲	مبارق الازہار	الشیخ عبد اللطیف بن عبد العزیز ابن الملک	۸۰۱
۲۱۳	مبسوط خواہرزادہ	بکر خواہرزادہ محمد بن حسن البخاری الحنفی	۴۸۳
۲۱۴	مبسوط السرخسی	شمس الائمۃ محمد بن احمد السرخسی	۴۸۳
۲۱۵	مجری الانہر شرح ملتقی الابحر	نور الدین علی الباقانی تقریباً	۹۹۵
۲۱۶	مجمع بحار الانوار	محمد طاہر الصدیقی	۹۸۱
۲۱۷	مجموع النوازل	احمد بن موسیٰ بن عیسیٰ	۵۵۰
۲۱۸	مجمع الانہر	[illegible] سلیمان المعروف بداماد آفندی	۱۰۷۸

marfat.com

Marfat.com

	امام برہان الدین محمود بن تاج الدین	۶۱۶
۲۲۰ - [illegible]	رضی الدین محمد بن محمد السرخسی	۶۷۱
۲۲۱ - مختارات النوازل	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۲۲۲ - مختار الصحاح	محمد بن ابی بکر عبد القادر الرازی	۶۶۰
۲۲۳ - المختارۃ فی الحدیث	ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد	۶۴۳
۲۲۴ - المختصر	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۲۲۵ - مدخل الشرع الشریف	ابن الحاج ابی عبد اللہ محمد بن محمد العبدری	۷۳۷
۲۲۶ - مراقی الفلاح بامداد الفتاح شرح نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۲۲۷ - مرقات شرح مشکوٰۃ	علی بن سلطان ملا علی قاری	۱۰۱۴
۲۲۸ - مرقات الصعود	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۲۲۹ - مستخلص الحقائق	ابراہیم بن محمد الحنفی	
۲۳۰ - المستدرک للحاکم	ابو عبد اللہ الحاکم	۴۰۵
۲۳۱ - المستصفی	حافظ الدین عبد اللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۳۲ - مسلم الثبوت	محب اللہ البہاری	۱۱۱۹
۲۳۳ - مسند ابی داؤد	سلیمان بن داؤد الطیالسی	۲۰۴
۲۳۴ - مسند ابی یعلیٰ	احمد بن علی الموصلی	۳۰۷
۲۳۵ - مسند اسحٰق ابن راہویہ	حافظ اسحٰق ابن راہویہ	۲۳۸
۲۳۶ - مسند الامام احمد بن حنبل	امام احمد بن محمد بن حنبل	۲۴۱
۲۳۷ - مسند البزار	ابوبکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق البزار	۲۹۲
۲۳۸ - مسند عبد بن حمید	ابو محمد عبد بن محمد حمید الکشی	۲۴۹
۲۳۹ - مسند الفردوس	شہردار بن شیرویہ الدیلمی	۵۵۸
۲۴۰ - مصباح المنیر	احمد بن محمد بن علی	۷۷۰
۲۴۱ - المصفّٰی	حافظ الدین عبد اللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۴۲ - مصنف ابن ابی شیبۃ	ابوبکر عبد اللہ بن محمد احمد النسفی	۲۳۵
۲۴۳ - مصنف عبد الرزاق	ابوبکر عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی	۲۱۱
۲۴۴ - مصباح الدجی	امام حسن بن محمد الصغانی الہندی	۶۵۰

marfat.com

Marfat.com

۲۴۵ - معرفة الصحابة	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی	۴۳۰
۲۴۶ - المعجم الاوسط	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۷ - المعجم الصغیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۸ - المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۹ - معراج الدرایة	قوام الدین محمد بن محمد البخاری	۷۴۹
۲۵۰ - مشکوٰة المصابیح	شیخ ولی الدین العراقی	۷۴۲
۲۵۱ - المغنی فی الاصول	شیخ عمر بن محمد الخبازی الحنفی	۶۹۱
۲۵۲ - المغرب	ابو الفتح ناصر بن عبد السید المطرزی	۶۱۰
۲۵۳ - مختصر القدوری	ابو الحسین احمد بن محمد القدوری الحنفی	۴۲۸
۲۵۴ - مفاتیح الجنان	یعقوب بن سیدی علی	۹۴۱
۲۵۵ - المفردات للامام راغب	حسین بن محمد بن مفضل الاصفہانی	۵۰۲
۲۵۶ - المقدمة العشماویة	ابو العباس عبد الباری العشماوی المالکی	
۲۵۷ - الملتقط (فی فتاوی ناصری)	ناصر الدین محمد بن یوسف الحسینی	۶۵۶
۲۵۸ - مجمع الزوائد	نور الدین علی بن ابی بکر الهیثمی	۸۰۷
۲۵۹ - مناقب الکردری	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۷
۲۶۰ - المنتقیٰ (فی الحدیث)	عبد اللہ بن علی ابن جارود	۳۰۷
۲۶۱ - المنتقیٰ فی فروع الحنیفه	الحاکم الشہیر محمد بن محمد بن احمد	۳۳۴
۲۶۲ - منحة الخالق	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۲۶۳ - منح الغفار	محمد بن عبد اللہ التمرتاشی	۱۰۰۴
۲۶۴ - ملتقی الابحر	امام ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶
۲۶۵ - منہاج	شیخ ابو زکریا یحییٰ بن شرف النواوی	۶۷۶
۲۶۶ - مجمع البحرین	مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب الحنفی	۶۹۴
۲۶۷ - المبتغیٰ	شیخ عیسیٰ بن محمد ابن ایناج الحنفی	
۲۶۸ - المبسوط	عبد العزیز بن احمد الحلوانی	۴۵۶
۲۶۹ - مسند فی الحدیث	الحافظ ابو الفتح نصر بن ابراہیم الہروی	۵۱۰

marfat.com

Marfat.com

۲۷۰ - المسند الکبیر	یعقوب بن شیبۃ السدوسی	۲۶۲
۲۷۱ - منیۃ المصلی	سدید الدین محمد بن محمد الکاشغری	۷۰۵
۲۷۲ - موطا امام مالک	امام مالک بن انس المدنی	۱۷۹
۲۷۳ - موارد الظمآن	نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی	۸۰۷
۲۷۴ - مشکلات	احمد بن مظفر الرازی	۶۴۲
۲۷۵ - مہذب	ابی اسحٰق ابن محمد الشافعی	۴۷۶
۲۷۶ - میزان الشریعۃ الکبریٰ	عبد الوہاب الشعرانی	۹۷۳
۲۷۷ - میزان الاعتدال	محمد بن احمد الذہبی	۷۴۸
۲۷۸ - المستخرج علی الصحیح البخاری	احمد بن موسیٰ ابن مردویۃ	۴۱۰
۲۷۹ - مکارم الاخلاق	محمد بن جعفر الخرائطی	۳۲۷

ن

۲۸۰ - النقایۃ مختصر الوقایۃ	عبید اللہ بن مسعود	۷۴۵
۲۸۱ - نصب الرایۃ	ابو محمد عبد اللہ بن یوسف الحنفی الزیلعی	۷۶۲
۲۸۲ - نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۲۸۳ - النہایۃ	حسام الدین حسین بن علی السغناقی	۷۱۱
۲۸۴ - النہایۃ لابن اثیر	مجد الدین مبارک بن محمد الجزری ابن اثیر	۶۰۶
۲۸۵ - النہر الفائق	عمر بن نجیم المصری	۱۰۰۵
۲۸۶ - نوادر فی الفقہ	ہشام بن عبید اللہ المازنی الحنفی	۲۰۱
۲۸۷ - نور العین	محمد بن احمد المعروف بنشانجی زادہ	۱۰۳۱
۲۸۸ - النوازل فی الفروع	ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی	۳۷۶
۲۸۹ - نوادر الاصول فی معرفۃ اخبار الرسول	ابو عبد اللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی	۲۵۵

marfat.com

Marfat.com

و

۲۹۰ - الوافی فی الفروع	عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۹۱ - الوجیز فی الفروع	ابو حامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۲۹۲ - الوقایۃ	محمود بن صدر الشریعۃ	۶۷۳
۲۹۳ - الوسیط فی الفروع	ابی حامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵

ھ

۲۹۴ - الھدایۃ فی شرح البدایۃ	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳

ی

۲۹۵ - الیواقیت والجواہر	سید عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳
۲۹۶ - ینابیع فی معرفۃ الاصول	ابی عبداللہ محمد ابن رمضان الرومی	۷۶۹

marfat.com

Marfat.com

فتاویٰ رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

۸

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور

پاکستان

فتاوٰی رضویّہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور
پاکستان (۵۴۰۰۰)

Marfat.com

مَن یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیرًا یُّفَقِّهْهُ فِی الدِّین

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

جلد ہشتم

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ ــــــ ۱۳۴۰ھ

۱۸۵۶ء ــــــ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن ۰ جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ، لاہور (۸) پاکستان (۵۴۰۰۰)

فون ۷۶۵۷۳۱۴

Marfat.com

کتاب ——— فتاوی رضویہ جلد ہشتم
تصنیف ——— شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
ترجمہ عربی عبارات ——— حضرت علامہ مفتی محمد خاں قادری، لاہور
پیش لفظ ——— حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
تخریج و تصحیح ——— (۱) مولانا نذیر احمد سعیدی (۲) مولانا محمد رب نواز
باہتمام و سرپرستی ——— حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہلسنت، پاکستان
ترتیب فہرست ——— حافظ محمد عبدالستار سعیدی
کتابت ——— محمد شریف گل، کرٹیال کلاں (گوجرانوالا)
پروف ریڈنگ ——— (۱) مولانا نذیر احمد سعیدی (۲) مولانا محبوب احمد چشتی
پیسٹنگ ——— محمد سہیل عمر
صفحات ——— ۶۶۴
اشاعت ——— محرم الحرام ۱۴۱۶ھ / جون ۱۹۹۵ء
مطبع ——— آر۔ اینڈ۔ ڈبلیو۔ ایس پرنٹرز لاہور
ناشر ——— رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
قیمت ———

○

ملنے کے پتے

- ○ مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
- ○ مکتبہ تنظیم المدارس، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
- ○ مکتبہ ضیائیہ، بوہڑ بازار، راولپنڈی
- ○ ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

Marfat.com

اجمالی فہرست

پیش لفظ ———— ۵
فتاوٰی رضویہ کا خطبہ (مقالہ) ———— ۹
باب احکام المساجد ———— ۵۷
باب ادراک الفریضۃ ———— ۱۲۹
باب قضاء الفوائت ———— ۱۴۱
باب سجود السہو ———— ۱۷۷
باب سجود التلاوۃ ———— ۲۲۳
باب صلٰوۃ المسافر ———— ۲۴۱
باب الجمعۃ ———— ۲۷۳
باب العیدین ———— ۵۰۹
باب الاستسقاء ———— ۶۴
مآخذ و مراجع ———— ۶۴۱

فہرست رسائل

⊙ التبصیر المنجد ———— ۵۹
⊙ مرقاۃ الجمان ———— ۴۱۳
⊙ رعایۃ المذہبین ———— ۴۷۷
⊙ اوفی اللمعۃ ———— ۴۹۷
⊙ سرور العید ———— ۵۱۱
⊙ وشاح الجید ———— ۶۰۱

⊙

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمدللہ اعلیٰحضرت امام احمد رضاخان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خزائن علمیہ وذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں منصہ شہود پر لانے کے لئے "رضا فاؤنڈیشن" کے نام سے قائم شدہ ادارہ انتہائی سرعت اور کامیابی کے ساتھ اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے، اس سے قبل فتاوٰی رضویہ کی سات مجلدات آپ تک پہنچ چکی ہیں، اب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظرِ عنایت سے آٹھویں جلد آپ کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے، اس جلد کی عربی وفارسی عبارات کا ترجمہ فاضل شہیر مترجم کتب کثیرہ حضرت علامہ مفتی محمد خاں قادری نے کیا ہے جبکہ جلد ششم و ہفتم کا ترجمہ بھی انہی کی رشحات قلم کا نتیجہ ہے۔

جلد ہشتم

یہ جلد فتاوٰی رضویہ (قدیم) کی جلد سوم میں سے باب احکام المساجد سے جلد سوم کے آخر تک ۳۳۷ سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے۔ متعدد ضمنی مسائل و فوائد کے علاوہ اِس جلد میں مندرجہ ذیل نو مستقل ابواب زیر بحث ہیں:

(۱) باب احکام المساجد

(۲) باب ادراک الفریضۃ

(۳) باب قضاء الفوائت

(۴) باب سجود السہو

(۵) باب سجود التلاوۃ

Marfat.com

(۶) باب صلوٰۃ المسافر

(۷) باب الجمعۃ

(۸) باب العیدین

(۹) باب الاستسقاء

اس کے علاوہ انتہائی وقیع اور گرانقدر تحقیقات وتدقیقات پر مشتمل چھ رسائل بھی پیشِ نظر جلد میں شامل ہیں جن کے نام یہ ہیں:

(۱) التبصیر المنجد بان صحن المسجد مسجد (۱۳۰۷ھ)
صحنِ مسجد کے مسجد ہونے کا بیان

(۲) مرقاۃ الجمان فی الہبوط عن المنبر لمدح السلطان (۱۳۲۰ھ)
تعریفِ حاکم کے لئے خطیب کے منبر کی ایک سیڑھی اُترنے پھر چڑھنے کے بارے میں تحقیق

(۳) رعایۃ المذہبین فی الدعاء بین الخطبتین (۱۳۱۰ھ)
دو خطبوں کے درمیان دعا کرنے کا بیان

(۴) اوفی اللمعۃ فی اذان یوم الجمعۃ (۱۳۲۰ھ)
اذانِ ثانی مسجد سے باہر دینے کا بیان

(۵) سرور العید السعید فی حل الدعاء بعد صلوٰۃ العید (۱۳۳۹ھ)
نمازِ عید کے بعد ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنے کا ثبوت

(۶) وشاح الجید فی تحلیل معانقۃ العید (۱۳۱۲ھ)
نمازِ عید کے بعد معانقہ کے جائز ہونے کا بیان

مندرجہ ذیل رسائل دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے اس جلد میں شامل نہ ہو سکے:

(۱) شمامۃ العنبر فی النداء بازاء المنبر
اذانِ جمعہ بیرونِ مسجد محاذیٔ منبر چاہیے

(۲) لوامع البہا فی المصر للجمعۃ والاربع عقبہا
جمعہ کے لئے شہر شرط ہونے اور احتیاطی ظہر کے بیان میں

(۳) احسن المقاصد فی بیان ما تنزہ عنہ المساجد
مسجد میں کیا کیا کام ناروا ہیں

Marfat.com

(۴) مایجلی الاصر عن تحدید المصر

شہر کی تعریف، جمعہ و عیدین کہاں جائز ہیں

رسالہ جلیلہ وشاح الجید فی تحلیل معانقۃ العید جو اس سے پہلے فتاوٰی رضویہ میں شامل نہیں تھا وہ حضرت علامہ مولانا محمد احمد مصباحی کے ترجمہ کے ساتھ اس جلد میں شامل کر دیا گیا ہے۔

حضرت علامہ مولانا قاضی عبدالدائم دائم ایڈیٹر ماہ نامہ جام عرفان' خانقاہ نقشبندیہ، ہری پور ہزارہ کا فتاوٰی رضویہ کے خطبہ سے متعلق وہ مقالہ جو ۲۷ اکتوبر ۱۹۹۳ء کو آواری ہوٹل میں پڑھا گیا جلد ہشتم میں شامل کیا جارہا ہے۔

حافظ عبدالستار سعیدی
ناظم تعلیمات
جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

محرم الحرام ۱۴۱۶ھ
جون ۱۹۹۵ء

Marfat.com

مولانا قاضی عبدالدائم دائم
ایڈیٹر ماہنامہ جامِ عرفان
خانقاہ نقشبندیہ، ہری پور

فتاویٰ رضویہ کا خطبہ

- علم و فضل کا شہ پارہ ——— فکر و فن کا مہ پارہ
- فصاحت و بلاغت اور براعتِ استہلال کا دمکتا ہوا شہکار
- کتبِ فقہ اور ائمۂ کرام کے ناموں کا مہکتا ہوا گلزار

سلسبیل و کوثر و تسنیم کی موجِ رواں
کیف آگیں، جاں فزا تحریرِ شاہ احمد رضا

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

؎

اَلْحَمْدُ لِلْمُتَوَحِّدِ بِجَلَالِہِ الْمُتَفَرِّدِ
وَصَلٰوتُہٗ دَوْمًا عَلٰی خَیْرِ الْاَنَامِ مُحَمَّدِ
وَ الْاٰلِ وَالْاَصْحَابِ ھُمْ مَاْوَایَ عِنْدَ شَدَائِدِیْ
فَاِلَی الْعَظِیْمِ تَوَسُّلِیْ بِکِتَابِہٖ وَ بِاَحْمَدِ

(امام احمد رضا)

ارشادِ ربّانی ہے ؛

وَاَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ یعنی اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کیجئے۔

اعلحضرت امام احمد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ اسی فرمانِ خداوندی پر عمل کرتے ہوئے یُوں زمزمہ سرا ہوتے ہیں : ؎

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلّم
جس سمت آگئے ہو سکّے بٹھا دیئے ہیں

اگرچہ سیاق و سباق کے اعتبار سے یہاں "سخن" سے مراد منظوم کلام ہے ؛ لیکن درحقیقت امام احمد رضا کی شاہی ہر نوعِ سخن میں مسلّم ہے —— خواہ نظم ہو یا نثر۔

مزید کمال کی بات یہ ہے کہ کلام و بیان پر آپ کی قدرت کسی ایک زبان سے مختص نہیں ہے ؛ بلکہ عربی، فارسی، اردو اور ہندی میں سے جس زبان کو ذریعۂ اظہار بنانا چاہیں، اس کے تمام الفاظ آپ کے بے پایاں حافظے میں مستحضر ہو جاتے ہیں اور ان میں سے آپ جس کو موقع و محل کے لحاظ سے موزوں سمجھتے ہیں، اس کو اتنی خوبصورتی اور تناسب سے استعمال میں لاتے ہیں کہ خوش گفتاری کا حق ادا کر دیتے ہیں اور نثر میں بھی نظم کا سماں باندھ دیتے ہیں۔

Marfat.com

مسجع الفاظ کی ایسی لڑیاں اور مقفّٰی جملوں کی ایسی مالائیں آپ کے منظوم و منثور کلام میں اتنی کثرت سے پائی جاتی ہیں کہ ان کا احاطہ ازبس دشوار ہے؛ تاہم ان میں سب سے زیادہ حیرت انگیز "فتاوٰی رضویہ" کا عربی خطبہ ہے، جو بلاشبہہ فصاحت وبلاغت کا ایک اچھوتا شہکار ہے۔ دلکش اشارات، روشن تلمیحات، خوبصورت استعارات اور خوشنما تشبیہات پر مشتمل اس بلاغت پارے کی خصوصیت یہ ہے کہ خطبے کے جملہ لوازمات و مناسبات ــــ یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف، صحابہ اور اہلبیت کی مدح، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے اہل بیت پر درود وسلام ــــ یہ تمام چیزیں کتب فقہ اور ائمہ کے ناموں سے ادا کی گئی ہیں یعنی کتب فقہ کے ناموں اور ائمہ کے اسماءِ گرامی کو اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ کہیں حمد کے غنچے چٹک اُٹھے ہیں اور کہیں نعت کے پھول کھل پڑے ہیں، کہیں منقبت کے گجرے بن گئے ہیں اور کہیں درود وسلام کی ڈالیاں تیار ہو گئی ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ جملہ محسّنات بدیعیہ از قسم براعتِ استہلال ورعایتِ سجع وغیرہ بھی پوری طرح ملحوظ رکھی گئی ہیں۔ اتنی قیودات اور پابندیوں کے باوجود خطبے کی سلاست وروانی میں ذرہ برابر فرق نہیں پڑا ــــ نہ جملوں کی بے ساختگی میں کہیں جھول پیدا ہوا، نہ تراکیب کی برجستگی میں کوئی خلل واقع ہوا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ○

اس مختصر مقالے میں اتنی گنجائش تو نہیں کہ اس ضیا بار خطبے کی تمام خوبیاں گنائی جائیں؛ تاہم چند دلآویز جھلکیاں خوش ذوق قارئین وسامعین کی نذر ہیں ؏

گر قبول افتد زہے عزّ وشرف

حمدِ باری تعالیٰ

فقہ حنفی میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مشہور تصنیف کا نام الفقہ الاکبر ہے، اسی طرح جامع کبیر، زیادات، فیض، مبسوط، دُرَر، غُرَر بھی بلند پایہ فقہی تصانیف ہیں۔ امام احمد رضا نے ان ناموں میں کہیں ضمیر کا، کہیں حرفِ جر وغیرہ کا اضافہ کر کے ان کو اس انداز میں ترتیب دیا ہے کہ کتابوں کے یہ نام ہی اللہ تعالیٰ کی بہترین حمد بن گئے ہیں، فرماتے ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ هُوَ الْفِقْهُ الْاَكْبَرُ وَالْجَامِعُ الْكَبِيْرُ لِزِيَادَاتِ فَيْضِهِ الْمَبْسُوْطِ الدُّرَرِ الْغُرَرِ (سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، اللہ کی تعریف ہی سب سے بڑی دانائی ہے اور اللہ تعالیٰ کے پھیلے ہوئے فیض کے شفاف اور تابناک اضافوں کی بڑی جامع ہے)

Marfat.com

سبحان اللہ، کیا دلپذیر حمد ہے!

یعنی فیضانِ الٰہی کے اضافے اور زیادات موتیوں کی طرح شفاف اور روشن پیشانیوں کی طرح تابناک ہیں۔ اب آپ خود ہی سوچیئے کہ جس فیض کے اضافے اور زیادات اس قدر منزّہ اور روشن ہوں اس فیض کی اپنی شفافیت و تابندگی کا کیا عالم ہوگا! پھر صاحبِ فیض جل وعلا کی تابانی و درخشانی کی تو بات ہی نہ پوچھیئے کہ وہ انسانی فہم و ادراک سے ماوراء ہے اور زبان و بیان اس کی ترجمانی سے قاصر ہیں۔ بقول شیخ سعدیؒ ؎

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
وز ہر چہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر
ما ہمچناں در اولِ وصفِ تو ماندہ ایم

جزاک اللہ، اے امام احمد رضا! کیا البیلی اور انوکھی حمد بیان کی ہے آپ نے، اللہ رب العلمین کی! لیکن واضح رہے سامعین و قارئین کرام! کہ حمد کا یہ پہلو ضمنی ہے، جبکہ امام احمد رضا درحقیقت یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی حد ہے نہ انتہا۔ یعنی ع:

حمدِ بحد مر خدائے پاک را

لیکن محض "حمدِ بے حد" کہہ دینے سے وہ بات نہیں بنتی جو امام احمد رضا کہنا چاہتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فیضِ مبسوط کا ذکر کرتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ کے فیض کی کوئی انتہا نہیں، اور غیر متناہی فیض کی زیادات، غیر متناہی در غیر متناہی ہوں گی اور جو حمد ان زیادات کی جامع ہوگی وہ غیر متناہی در غیر متناہی ہوگی، اور امام احمد رضا اللہ تعالیٰ کی ایسی ہی حمد کرنا چاہتے ہیں — الجامع لزیادات فیضہ ......

کیا کمال درجے کا اغراق فی المبالغہ ہے! "حمد بے حد" یا "بے انتہا تعریف" میں اس مبالغے کا عشر عشیر بھی نہیں پایا جاتا۔

صلوٰۃ وسلام اور اس کے ضمن میں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کا بیان

بارگاہِ رسالت میں صلوٰۃ وسلام پیش کرتے ہوئے امام احمد رضا نے پہلے تو ائمہ فقہ کے ناموں اور معروف القاب کو اس طرح ترتیب دیا کہ کچھ ان میں سے سرورِ عالم کے نام بن گئے اور کچھ ان کی صفات۔ اس کے بعد اسمائے کتب سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل بیان کئے ہیں البتہ صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کے دوران امام احمد رضا نے مندرجہ بالا تمام محاسن و لطائف کے علاوہ ایک اور خوبی کا اضافہ کیا ہے، یعنی سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں اپنے عقیدے کی بھی وضاحت کر دی ہے اور یوں اہلسنت کی ترجمانی کا فریضہ بھی انجام دے دیا ہے۔

Marfat.com

امام احمد رضا کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم سب کے بلکہ سارے عالم کے مالک ہیں، لیکن بالذات نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی تملیک سے مالک ہیں ۔ اپنے نعتیہ کلام میں فرماتے ہیں : ؎

ان کو تملیکِ ملیک الملک سے
مالکِ عالم کہا ، پھر تجھ کو کیا!

ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بروزِ محشر عاصیوں کی شفاعت فرمائیں گے اور حق تعالیٰ سے ان کو بخشوائیں گے ؎

پیشِ حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے
آپ روتے جائیں گے، ہم کو ہنساتے جائیں گے

اب دیکھئے کہ ائمۂ کرام کے اسماء و القاب سے کس طرح اپنے عقیدے کی وضاحت فرمائی ہے ، لکھتے ہیں :

وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی الْاِمَامِ الْاَعْظَمِ لِلرُّسُلِ اَلْکِرَام ۃ مَالِکِیْ وَشَافِعِیْ اَحْمَدُ الْکُرَام ۔

(اور صلوٰۃ وسلام ہو رسولوں کے سب سے بڑے امام پر، جو میرے مالک ہیں اور میرے لئے شفاعت کرنے والے ہیں ، ان کا نام احمد ہے ، بہت ہی عزت والے ہیں ، امام اعظم ، امام مالک ، امام شافعی ، امام احمد)

ائمۂ مذاہب اربعہ کے معروف القاب و اسماء مذکور ہیں ، انہی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف کی جا رہی ہے اور ساتھ ساتھ اپنا عقیدہ بیان کیا جا رہا ہے ۔

تھوڑا آگے بڑھئے اور اہلِ سنت کے ایک اور عقیدے کی ترجمانی کا انداز دیکھئے ۔ اہلِ سنت کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام کائنات کی اصل اور مبدأ ہیں ؎

تو اصلِ وجود آمدی از نخست
دگر ہر چہ موجود شد فرعِ تست

یہی عقیدہ امام احمد رضا کا ہے : ؎

اصلِ ہر بود و بہبود ، تخمِ وجود
قاسمِ کنزِ نعمت پہ لاکھوں سلام

اس عقیدے کے اظہار کے لئے آپ نے امام اعظم کے تین مشہور شاگردوں یعنی امام محمد ، امام حسن ابن زیاد اور امام قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے ناموں کا انتخاب کیا اور انھیں اس طرح یکجا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسم گرامی کا بھی اظہار ہو گیا ، آپ کے حُسن و جمال کا بھی بیان ہو گیا اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ

Marfat.com

حُسنِ یُوسف پرتو حُسنِ مصطفےٰ ہے، بلکہ خود یوسف علیہ السلام فرعِ مصطفےٰ اور ابنِ مصطفیٰ ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔
چنانچہ فرماتے ہیں : ؎

یَقُوْلُ الْحُسْنُ بِلَا تَوَقُّفْ
مُحَمَّدُنِ الْحَسَنُ اَبُوْ یُوْسُفْ

آپؐ کے جمالِ بے مثال کو دیکھ کر خود حُسن بغیر کسی توقف کے پکار اُٹھتا ہے کہ حُسن والے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درحقیقت یوسف علیہ السلام کے اَب' اور اصل ہیں۔

ایک یوسف علیہ السلام پر ہی کیا موقوف ـــــ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام مخلوقات کی اصل ٹھہرے تو ظاہری وجود میں جو آپ کے جدِّ امجد ہیں، یعنی ابو البشر آدم علیہ السلام، وُہ بھی حقیقت کے اعتبار سے آپؐ کے پسر قرار پاتے ہیں۔ "حدائق بخشش" میں اس حقیقت کو یوں واضح کیا : ؎

ان کی نبوّت، ان کی ابوّت ہے سب کو عام　　اُمّ البشر عروس انہی کے پسر کی ہے
"ظاہر میں میرے پھول، حقیقت میں میرے نخل"　　اس گُل کی یاد میں یہ صدا ابو البشر کی ہے

اور یوسف علیہ السلام کے حُسن پر ہی کیا منحصر ـــــ اہلِ سنّت کے نزدیک تو تمام انبیاء و رسل کے جملہ کمالات بارگاہِ مصطفوی کا فیضان وعطا ہے۔ امام بوصیری فرماتے ہیں : ؎

وَکُلُّهُمْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ
غُرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّیَمِ

(تمام انبیاء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بحرِ کرم سے ایک چُلّو کے یا آپؐ کی بارانِ رحمت سے ایک چھینٹے کے طلبگار ہیں)

اور امام احمد رضا یُوں نغمہ سرا ہوتے ہیں : ؎

لا و ربّ العرش ! جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

اسی عقیدے کو 'فتاوٰی رضویہ' کے خطبے میں تلمیح کے انداز میں بیان کیا ہے :

اَلْبَحْرُ الرَّائِقُ ؛ مِنْهُ یَسْتَمِدُّ کُلُّ نَهْرٍ فَائِقٍ۔

" البحر الرائق " اور " النهر الفائق " " کنز الدقائق " کی دو شرحیں ہیں۔ اعلیٰحضرت نے "منه یستمد کل" کا اضافہ کر کے کیا ایمان افروز معنی پیدا کئے ہیں، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ حیران کن سمندر ہیں کہ ہر فوقیت رکھنے والا دریا اور نہر انہی سے مدد لیتی ہے۔

Marfat.com

گویا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فضل و کمال کے بحرِ ذخار ہیں اور باقی انبیاء و رسل فوقیت رکھنے والے دریا اور نہریں۔ ظاہر ہے کہ دریاؤں اور نہروں میں وہی پانی بہتا ہے جو بھاپ بن کر سمندر سے اٹھتا ہے اور کہیں بارش بن کر برستا ہے، کہیں برف بن کر گرتا ہے۔

منقبت

اگر کسی مسئلے میں امام ابوحنیفہ اور قاضی ابو یوسف متفق ہوں تو فقہاء ان کو "شیخین" کہتے ہیں اور اگر قاضی ابو یوسف اور امام محمد کا اتفاق ہو تو ان کو "صاحبین" کہا جاتا ہے، اور اگر امام ابوحنیفہ اور امام محمد کی ایک رائے ہو تو ان کو "طرفین" کا لقب دیا جاتا ہے۔ اب امام احمد رضا کا کمال دیکھئے کہ انھوں نے ان تینوں فقہی اصطلاحات کو صدیقِ اکبر اور فاروقِ اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) پر منطبق کر دیا اور فرمایا:

لَا سِيَّمَا الشَّيْخَيْنِ الصَّاحِبَيْنِ؛ اَلْاٰخِذَيْنِ مِنَ الشَّرِيْعَةِ وَالْحَقِيْقَةِ بِكِلَا الطَّرَفَيْنِ۔

(خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وہ دو بزرگ ساتھی جو شریعت و حقیقت کے دونوں کناروں کو تھامنے والے ہیں)

غرضیکہ کیا کیا لکھوں اور کہاں تک لکھوں کہ ؏

نہ حُسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں

مگر فی الحال اختصار کے پیشِ نظر اتنا ہی کہوں گا کہ اتنے اوصاف و محاسن پر مشتمل خطبہ آج تک نہیں لکھا گیا— باقی خصوصیات کو چھوڑیئے، صرف ایک خصوصیت پر نظر ڈال لیجئے، آپ کو میرے دعوے کی صداقت کا یقین آجائے گا۔ اور وہ حیرت فزا خصوصیت یہ ہے کہ اس خطبے میں مجموعی طور پر نوّے [۹۰] کتابوں اور اماموں کے نام مذکور ہیں اور جس خوبی و لطافت سے مذکور ہیں اس پر فصاحت ناز کرتی ہے اور بلاغت جھوم جھوم اُٹھتی ہے۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ فصاحت و بلاغت کی یہ رعنائیاں صرف خطبے تک ہی محدود نہیں؛ بلکہ پورا فتاویٰ تخیل کی نزاکتوں اور ادبی لطافتوں سے مالامال ہے۔ اگر اس کی تفصیل بیان کی جائے تو سینکڑوں صفحات درکار ہیں؛ تاہم ایک امتیازی کمال کی طرف اہلِ ذوق کو متوجہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ احمد رضا کا معمول ہے کہ اگر کسی سوال کا جواب زیادہ تفصیل سے دینا ہو تو اس کو مستقل رسالہ بنا دیتے ہیں اور باقاعدہ اس کا نام رکھتے ہیں۔ یہ نام اس قدر موزوں، مناسب اور واقع کے مطابق ہوتا ہے کہ پڑھنے والا امام احمد رضا کی دسترس اور رسائی پر حیران رہ جاتا ہے۔ ہر نام میں مندرجہ ذیل چار خصوصیات مشترک ہوتی ہیں:

Marfat.com

(۱) ہر نام عربی میں ہوتا ہے خواہ رسالہ کسی بھی زبان میں ہو۔

(۲) ہر نام دو حصوں پر مشتمل ہوتا ہے اور دونوں حصوں کا آخری حرف ایک ہی ہوتا ہے، یعنی سجع کا پورا پورا خیال رکھا جاتا ہے۔

(۳) ہر نام اسم بامسمّٰی ہوتا ہے، یعنی نام ہی سے پتا چل جاتا ہے کہ اس رسالے کا موضوع کیا ہے۔

(۴) ہر نام تاریخی ہوتا ہے، یعنی ابجد کے حساب سے اگر اس کے حروف کے اعداد نکالے جائیں تو ان کا مجموعہ اس سن پر دلالت کرتا ہے جس میں وہ رسالہ لکھا گیا۔

مثال کے طور پر رضا فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام انتہائی آب و تاب سے چھپنے والی فتاویٰ رضویہ کی پہلی جلد میں گیارہ رسالے ہیں ان میں سے بطور نمونہ صرف تین نام پیش خدمت ہیں؛

(ا) اگر امام ابوحنیفہ اور صاحبین و متاخرین فقہاء کا کسی مسئلے میں اختلاف ہو جائے تو اس صورت میں کس کے قول پر فتویٰ ہوگا؟ —— امام صاحب کے؟ —— صاحبین و دیگر فقہاء کے؟ —— یا بعض معمولات میں امام صاحب کے قول پر اور بعض میں صاحبین و دیگر فقہاء کی رائے پر؟ —— اس مسئلے کی توضیح کے لئے امام احمد رضا نے جو رسالہ لکھا اس کے نام سے ہی ان کی تحقیق واضح ہو جاتی ہے:

اجلی الاعلام، ان الفتوی مطلقا علی قول الامام

(واضح اعلان کہ فتویٰ بہر صورت امام ابوحنیفہ کے قول پر ہے)

(ب) کون سی نیند ناقضِ وضو ہے اور کون سی نہیں —— اس کی تفصیلات سے قوم کو آگاہ کرنے کے لئے جو رسالہ لکھا اس کا نام ہے:

نبہ القوم، ان الوضوء من ای نوم

(قوم کو آگاہ کرنا کہ کون سی نیند کے بعد وضوء ہے)

(ج) حالتِ جنابت میں قرأت جائز ہے یا نہیں؟ —— اگر جائز ہے تو کن کن صورتوں میں؟ —— ان مسائل سے پردہ اٹھانے والے رسالے کا نام ہے:

ارتفاع الحجب عن وجوہ قراءۃ الجنب

(پردوں کا اُٹھ جانا، ان تمام صورتوں سے جو جنبی کی قرأت سے متعلق ہیں)

تینوں رسائل کے نام مندرجہ بالا چاروں خصوصیات کے جامع ہیں جن میں سے پہلی تین تو واضح طور پر نظر آ رہی ہیں؛ البتہ چوتھی خصوصیت یعنی نام کا تاریخی ہونا، استخراج کا تقاضا کرتی ہے۔ نبہ القوم کا استخراج درج ذیل ہے کیونکہ یہ نام تینوں میں مختصر ہے، باقیوں کو اس پر قیاس کر لیجئے۔

Marfat.com

نبه القوم   ن ، ب ، ه ، ا ، ل ، ق ، و ، م

۵۰ + ۲ + ۵ + ۱ + ۳۰ + ۱۰۰ + ۶ + ۴۰ ———— = ۲۳۴

ان الوضوء من ای نوم   ا ، ن ، ا ، ل ، و ، ض ، و ، م ، ن ، ا ، ی ، ن ، و ، م +

۱ + ۵۰ + ۱ + ۳۰ + ۶ + ۸۰۰ + ۶ + ۴۰ + ۵۰ + ۱ + ۱۰ + ۵۰ + ۶ + ۴۰ = ۱۰۹۱

۱۳۲۵

۱۳۲۵۔ اس کا مجموعۂ اعداد ہے اور یہی سنِ تاریخ ہے۔

امام احمد رضا کے سوا ایسے عمدہ، اعلیٰ، دلنشین اور فکر و فن کے شہکار نام کون رکھ سکتا ہے! تاریخ میں کسی ایک فاضل کا نام بتا دیجئے جس نے اتنے رسالے لکھے ہوں اور ان کے ایسے خوبصورت نام رکھے ہوں!

بلاشبہہ امام احمد رضا متنبّی کے اس شعر کا حقیقی مصداق ہیں: ؎

مضت الدھور وما اتین بمثلہ

ولقد اتی فعجزن عن نظرائہ

وصلی اللہ علیٰ سیدنا و مولٰنا محمد وعلیٰ اٰلہ واصحابہ و ذریاتہ اجمعین

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام   شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

اُن کے مولیٰ کے ان پر کروروں درود   اُن کے اصحاب و عترت پہ لاکھوں سلام

شافعی، مالک، احمد، امامِ حنیف   چار باغِ امامت پہ لاکھوں سلام

بے عذاب و عتاب و حساب و کتاب   تا ابد اہلِ سنّت پہ لاکھوں سلام

ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں

شاہ کی ساری اُمّت پہ لاکھوں سلام

آمین یا ربّ العٰلمین!

Marfat.com

فہرست مضامین

پیش لفظ ۵

فتاوٰی رضویہ کا خطبہ ۹

باب احکام المساجد ۵۷

بلا ضرورت مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ ہے ۵۷

○ رسالہ التبصیر المنجد بان صحن المسجد مسجد (صحن مسجد کے مسجد ہونے کے بیان میں) ۵۹

صحنِ مسجد قطعاً جزءِ مسجد ہے جس طرح صحنِ دار جزءِ دار ہے۔ ۶۰

اگر قسم کھائی کہ زید کے گھر نہ جاؤں گا اور صحن میں گیا تو حانث ہوگا۔ ۶۰

اگر قسم کھائی کہ مسجد سے باہر نہ جاؤں گا اور صحن میں آیا تو حانث نہ ہوگا۔ ۶۰

معتکف کو مسجد کے صحن میں آنا جانا بیٹھنا یقیناً روا ہے۔ ۶۰

جس مسئلہ پر تمام بلاد میں عام مسلمین کے تعامل و افعال شاہد عدل ہوں وہ محتاجِ دلیل نہیں۔ ۶۰

جو دعوٰی خلاف تعامل کرے اپنے دعوے پر دلیل لائے۔ ۶۰

صحنِ مسجد کے مسجد ہونے کی وضاحت کے لئے دس وجوہ کا ذکر۔ ۶۰

مسجد اُس بقعہ کا نام ہے جو بغرض نماز پنجگانہ وقف خالص کیا گیا ہو۔ ۶۰

عمارات و بنا یا سقف وغیرہ مسجد کی ماہیت میں داخل نہیں۔ ۶۰

اگر عمارت اصلاً نہ ہو صرف چبوترہ یا محدود میدان نماز کے لئے وقف کردیا جائے تو قطعاً مسجد ہوجائیگا اور تمام احکامِ مسجد کا استحقاق پائے گا۔ ۶۰

مسقف و غیر مسقف میں فرق کرنا اُسے مسجد اسے فناءِ مسجد ٹھہرانا محض بے معنی ہے۔ ۶۱

مسجد و معبد ہو یا منزل و مسکن ہر مکان کو بلحاظ اختلاف موسم دو حصوں پر تقسیم کرنا عادتِ مطردہ

Marfat.com

بنی نوع انسان سے ہے۔

ایک پارہ مسقف کرتے ہیں کہ برف و بارش و آفتاب سے بچائے دوسرا کھلا رکھتے ہیں کہ دھوپ میں بیٹھنے اور ہوا لینے کے کام آئے۔ ۶۱

زبانِ عرب میں مسقف حصے کو شتوی اور غیر مسقف کو صیفی کہتے ہیں۔ ۶۱

صرف شتوی یعنی مسقف کو مسجد اور صیفی یعنی صحن کو خارج از مسجد ٹھہرانا غرضِ واقفین کے خلاف ہے ۶۱

عام مسلمین صحنِ مسجد کو مسجد ہی سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ گرمیوں میں فجر و مغرب و عشاء کی نمازیں صحن میں پڑھتے ہیں، ان کے حفاظ تراویح وہیں پڑھاتے ہیں، معتکف وہاں بیٹھتے اور ذکر و عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ ۶۲

مسجدیتِ صحن سے انکار اجماع کے خلاف ہے۔ ۶۲

حقِ مسجد کی رعایت اتباعِ جماعت سے اہم و اقدم ہے۔ ۶۲

جس مسجد میں کوئی نمازی نہ آئے تو اُس مسجد کا مؤذن اذان دے، اقامت کہے اور اکیلے نماز پڑھے، یہ اُس کے لئے دوسری مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے سے زیادہ بہتر ہے۔ ۶۲

صحنِ مسجد کو مسجد نہ ماننے کے نزاع بے جا کا انجام مساجد کو ویران کرنا ہے۔ ۶۳

زمانۂ نبوی میں مسجد نبوی کی حدود کیا تھیں یعنی اس کا طول و عرض کتنا تھا۔ ۶۴

صفہ جو کہ مسجد شریف کی جانب شام جنوب رویہ ایک مسقف والان تھا جزوِ مسجد تھا اور اہل صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اُس میں سکونت رکھتے تھے۔ ۶۴

اصحابِ صفہ فقراء تھے۔ ۶۴

محرابِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محراب امیر المومنین عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب شمال ہے۔ ۶۵

مسجد میں پیڑ بونا ممنوع، ہاں اگر اس میں مسجد کی منفعت ہو تو جائز ہے۔ ۶۵

جامع مسجد بخارا میں درخت لگانے کی اجازت مشائخ نے ضرورت و حاجت کی وجہ سے دی۔ ۶۶

دروازۂ مسجد پر جو دکانیں ہیں فنائے مسجد ہیں۔

دروازۂ مسجد پر بنی ہوئی دکانوں کی چھت پر کھڑے ہونے والے نمازیوں کی اقتداء صحیح ہے۔ ۶۶

فناء وُہ ہے جو متصل بہ مسجد ہو نہ وہ کہ متصل بہ فناء ہو۔ ۶۶

اگر فناء کی تعریف یوں کی جائے کہ وہ متصل بہ فناء ہے تو اس سے دور لازم آئے گا۔ ۶۶

یہ ادعا کہ صحن و فناء کا مفہوم واحد ہے جہل شدید ہے۔ ۶۶

جنبی کا صحنِ مسجد میں جانا جائز نہیں۔ ۶۷

اگر پانی کا چشمہ مسجد میں ہے اور اس کے سوا کہیں نہ ملے تو جنبی تیمم کرکے وہاں جاسکتا ہے۔ ۶۷

صحنِ مسجد کا جزءِ مسجد ہونا اجلیٰ بدیہیات ہے۔ ۶۷

بارہ ائمہ دین کی تصریحات کہ صحنِ مسجد بھی مسجد ہے۔ ۶۷

Marfat.com

صحنِ مسجد کو علماء کبھی مسجد صیفی اور کبھی مسجد الخارج
سے تعبیر فرماتے ہیں۔ ۷۰
صرف اس قول سے کہ میں نے اس زمین کو مسجد کیا
اس خطہ زمین سے واقف کی ملکیت زائل ہو جاتی ہے ۷۰
نمازیوں کو تکلیف دینے والے، بدمذہب اور جن
کے بدن سے بدبو نکلتی ہو مسجد آنے سے انھیں
روکا جائے۔ ۷۲
مسجد کا صحن مسجد ہی ہوتا ہے اس میں نہ اذان
دی جا سکتی ہے نہ جنازہ کی نماز پڑھی جا سکتی ہے ۷۳
مسجد کی فصیل خارج از مسجد ہوتی ہے۔ ۷۳
بلا وجہِ شرعی کسی کو مسجد آنے سے روکا نہیں
جا سکتا۔ ۷۴
ختمِ نبوت کا انکار کفر ہے۔ ۷۴
غیر مقلدینِ زمانہ پر حکمِ کفر ہے۔ ۷۵
مسجدوں پر کسی کا کوئی حق نہیں پہنچتا، نہ کسی کو
نماز پڑھنے سے روکا جا سکتا ہے۔ ۷۶
سنیوں کی مسجدوں پر روافض کا کوئی حق نہیں۔ ۷۷
مسجدِ ضرار کی تعریف۔ ۷۷
ایک مسجد ہوتے ہوئے دوسری مسجد بنائی جائے
تو یہ مسجدِ ضرار ہو گی یا نہیں؟ ۷۸
ضرورت ہو تو ایک مسجد کو دو کیا جا سکتا ہے۔ ۷۹
اگر باہمی رنجش کی بنا پر دوسری مسجد بنائی جائے
تو یہ مسجدِ ضرار نہیں۔ ۷۹
صغیر و کبیر مسجدوں میں فرق۔ ۸۰
مسجد سے متصل کوئی مکان مسجد سے بلند ہو تو حرج
نہیں اور یہ خیال کہ جس مسجد سے متصل کوئی بلند
مکان ہو اس میں نماز نہیں ہوتی محض غلط ہے۔ ۸۵
مسجدِ ضرار کی ایک صورت۔ ۸۶
ضرورت پر متعدد مسجدیں بنائی جا سکتی ہیں۔ ۸۷
مسجد منہدم کر کے دکان وغیرہ
بنا لینا حرام ہے۔ ۸۷
نئی مسجد بنانے میں یہ لحاظ رکھنا ضروری ہے
کہ پرانی مسجد ویران نہ ہو جائے ورنہ گناہ ہوگا۔ ۸۷
حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق ایک
روایت کی تردید۔ ۸۸
ہر شہر میں ایک جامع مسجد بنانا واجب ہے
اور محلوں میں بھی مسجدیں بنانے کا حکم ہے۔ ۸۸
بلند مسجدیں بنانا جائز ہے۔ ۸۹
سود کی مخلوط آمدنی سے مسجد کے فرش، کنواں وغیرہ
بنانے سے مسجد میں کوئی حرج نہیں آتا۔ ۸۹
مسجدوں میں پاک چیزیں لگائی جائیں، نئی ہوں
یا پرانی۔ ۹۰
مسجدوں کی بیع ناجائز ہے۔ ۹۰
کسی نے مسجد پر ظلماً قبضہ کر لیا اور حصول یابی
کی کوئی صورت نہ ہو اور وہ دوسری جگہ معاوضہ
میں دینے کے لئے تیار ہو تو وہ جگہ لے کر مسجد
بنائی جا سکتی ہے۔ ۹۱
مسجد میں معتکف کو سونا جائز ہے اور غیر معتکف
کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے مصنف
کی تحقیق۔ ۹۲

Marfat.com

مسجدوں کو چوپال بنانا جائز نہیں۔ ۹۵
صحیح یہ ہے کہ معتکف کے سوا دوسروں کو مسجد میں کھانا پینا جائز نہیں۔ ۹۵
مسجد یا صحن میں گالی گلوچ وغیرہ لغویات جائز نہیں ایسے کو مسجد سے نکال دینا چاہیئے۔ ۹۵
مسجد کا حجرہ اور فنا مسجد کے حکم میں ہیں۔ ۹۵
مسجد کے حجرہ میں تعویذ لکھ کر اجرت پر دینا جائز نہیں۔ ۹۵
معتکف مسجد میں احتیاط سے کھائے پیئے۔ ۹۶
مسجد میں اُگالدان رکھنا یا مسند سے ٹیک لگانا وغیرہ جائز ہے یا نہیں۔ ۹۶
بہت احکام ومسائل نیت کے فرق سے بدل جاتے ہیں۔ ۹۸
مسجدوں میں درود۔ وظائف۔ تلاوت وغیرہ جہر سے کرنا جس سے نمازیوں یا سونے والوں کو تکلیف ہو منع ہے۔ ۹۹
مسافر مسجد میں ٹھہر سکتا ہے جبکہ مسجد کے اسباب کو اس سے اندیشہ نہ ہو۔ ۱۰۱
مسجدوں میں مٹی کا تیل جلانا جائز نہیں، اور اگر بدبو زائل کر دی جائے تو اس کا جلانا جائز ہے۔ ۱۰۲
نماز کے اوقات میں مسجدوں کے دروازے بند رکھنا منع ہے۔ ۱۰۳
بلاضرورت مسجد میں چراغ جلانا منع ہے۔ ۱۰۴
مسجد کے سائبان میں گملے وغیرہ لٹکانا جائز ہے جبکہ نمازیوں کی نگاہ کے سامنے نہ ہوں۔ ۱۰۴
مسجد کی دیواروں پر طغرے وغیرہ لٹکانا جائز ہے جبکہ بلندی پر ہوں۔ ۱۰۴
مسجدوں میں نقش ونگار کرنے کا حکم۔ ۱۰۵
کرسی پر بیٹھ کر مسجد میں وعظ کہنا جائز ہے جبکہ نمازیوں کو کوئی خلل نہ ہو۔ ۱۰۸
قولی وفعلی حدیثوں میں تعارض ہو تو قولی پر عمل ہوگا۔ ۱۰۸
مسجدوں میں جُوتے کہاں رکھے جائیں۔ ۱۰۹
بلاضرورت سامنے جُوتے نہ رکھے جائیں۔ ۱۰۹
مسجد کے کنوئیں سے لوگوں کو پانی بھرنے سے منع نہیں کیا جا سکتا البتہ مسجد کی رسی اور ڈول سے غیر نماز کے لئے پانی بھرنا منع ہے۔ ۱۱۰
طہارت میں اوہام کو دخل نہیں۔ ۱۱۰
بے ضرورت مسجد میں درخت لگانا منع ہے۔ ۱۱۱
مسجد کے درخت کے پھل پھول بلا قیمت لینا جائز نہیں۔ ۱۱۱
مسجدوں میں دنیا کی باتیں یا شور شغب حرام ہے ایسے کو مسجد سے نکال دینا چاہیئے۔ ۱۱۲
مسجد منہدم ہوگئی اور اس کے متعلق دکانیں ہوں تو ان کے کرایہ سے مسجد تعمیر کی جائے۔ کرایہ کی آمدنی کو دوسری مسجد یا امام پر خرچ کرنا حرام ہے۔ ۱۱۳
قبروں کو ہموار کر کے مسجد میں شامل کر لینا حرام ہے۔ ۱۱۳
مسجدوں میں مدرسے قائم کرنے کے شرائط۔ ۱۱۶
مسجدوں میں کندہ پتھر لگانے کا حکم۔ ۱۱۹

Marfat.com

مسجدوں پر جھنڈے لہرانے کا حکم ۔ ۱۲۲
مسجدوں میں میلاد شریف یا وعظ کہنا کیسا ہے ۱۲۳
مسجدوں میں علماء او مشائخ کے لئے قیام کیا جا سکتا ہے ۔ ۱۲۴
قبریں پاٹ کر مسجد بنانا کیسا ہے ۔ ۱۲۴
مسجد کی تعمیر کے لئے رقمیں کیسی ہوں ۔ ۱۲۵
مسجد میں جمعہ کے لئے دریاں دی گئیں اور وہاں جمعہ پڑھنا بند ہوگیا تو ان دریوں کو دوسری مسجد میں دینا جائز نہیں ۔ ۱۲۷

باب ادراک الفریضۃ ۱۲۹

کوئی نفل یا سنت پڑھ رہا ہے اور جماعت قائم ہوئی تو پوری کرکے جماعت میں شریک ہو یا چھوڑ دے ۔ ۱۲۹
امام قعدہ اخیرہ میں ہو تو فجر کی سنتیں پڑھ کر شریک ہونا چاہیے یا بغیر پڑھے ۔ ۱۳۶
فرض پڑھ چکا ہے اور جماعت کھڑی ہوئی تو کیا کرے ۔ ۱۳۷
امام فجر کے قعدہ اخیرہ میں ہو اور سنت پڑھ کر شریک ہو سکتا ہے تو سنت پڑھے ورنہ شریک ہو جائے اور آفتاب بلند ہونے کے بعد سنت پڑھے ۔ ۱۳۸
فجر کی جماعت ہو رہی ہے تو سنت کہاں پڑھی جائے ۔ ۱۳۹

باب قضاء الفوائت ۱۴۱

فجر کی فرض پڑھ لی ہو اور سنت رہ گئی ہو تو زوال سے پہلے تک پڑھ سکتا ہے ۔ ۱۴۱
نمازیں کچھ چھوٹی ہوں اور کچھ پڑھی ہوں تو کس ترتیب سے پڑھی جائیں ۔ ۱۴۲
فجر کی سنت رہ گئی ہو تو آفتاب بلند ہونے کے بعد زوال تک پڑھ لے ۔ طلوعِ آفتاب سے پہلے پڑھنا منع ہے ۔ ۱۴۳
صاحبِ ترتیب خطبہ کے وقت بھی قضا پڑھ لے ورنہ اس کا جمعہ نہیں ہوگا اور جو صاحبِ ترتیب نہ ہو وہ دورانِ خطبہ میں قضا نہیں پڑھ سکتا ۔ ۱۴۴
سنّتِ فجر بلا عذر بیٹھ کر صحیح نہیں ہوگی اور سنّتِ فجر قضا ہو جائے تو اس کے پڑھنے کا وقت ۔ ۱۴۵
عشا سے پہلے والی سنّت فوت ہو جائے تو اس کی قضا نہیں ، ہاں عشا کے بعد دو رکعت سنت کے بعد اسے پڑھ لے تو کوئی ممانعت نہیں ۔ ۱۴۶
سنّتِ فجر فوت ہو جائے تو طلوعِ شمس سے پہلے پڑھنا گناہ ہے ۔ ۱۴۸
جمعہ کی سنّت چھوٹ گئی ہے تو جمعہ کے بعد اس کو بہ نیت سنّت پڑھ لے ۔ ۱۵۳
سنّتِ فجر قضا ہو جائے تو طلوعِ شمس کے بعد زوال سے پہلے تک پڑھ لے زوال کے بعد اس کی قضا نہیں ۔ ۱۵۳
میت کی جانب سے قضائے عمری ادا کرنے کی ایک صورت ۔ ۱۵۴
قضائے عمری کا ایک غلط طریقہ ۔ ۱۵۵
قضائے عمری کے پڑھنے کا طریقہ اور اس کی نیت ۔ ۱۵۷

Marfat.com

جس کے ذمہ قضا نمازیں ہوں وہ نفلوں کی جگہ بھی قضا نمازیں پڑھے ۔ ۱۵۸

نماز قضا ہو جانے کی ایک صورت ۔ ۱۵۸

قضا نمازوں کی جماعت ہو سکتی ہے یا نہیں ، اور ہو سکتی ہے تو کہاں ، مسجد یا مکان میں ۔ ۱۶۲

قضائے عمری ادا کرنے کا طریقہ ۔ ۱۶۳

نماز ، روزہ ، حج وغیرہ کے چھوڑنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا البتہ ان کی قضا اس پر فرض ہے ۔ ۱۶۳

جب تک کھڑے ہونے کی طاقت ہو بیٹھ کر نماز نہیں ہو گی ۔ ۱۶۴

فجر کی نماز قضا ہو جائے وہ جمعہ اور عید کی نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں ۔ ۱۶۴

میت کے ذمہ نماز و روزہ کا کفارہ ہو اور کفارہ میں قرآن شریف کا ہدیہ مسکین کو دیا جائے تو کفارہ ادا ہو گا یا نہیں ۔ ۱۶۴

میت کے کفارہ ادا کرنے کے لئے مال نہ ہو یا کم ہو تو کفارہ کیسے ادا ہو ۔ ۱۶۵

قضا نماز کے کفارہ کا مستحق کون ہے ۔ ۱۶۵

میت کی جانب سے کفارہ ادا کرنے کا طریقہ ۔ ۱۶۶

کفارہ میں قرآن شریف دینے سے پورا کفارہ ادا نہیں ہوتا بلکہ قرآن شریف جس ہدیہ کا ہے اتنا ہی ادا ہو گا ۔ ۱۷۵

باب سجود السہو ۱۷۷

سورۃ سوچنے میں بقدر ادائے رکن یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار دیر ہو جائے تو سجدۂ سہو واجب ہے ۔ ۱۷۷

بھول کر کھڑا ہو جائے یا کھڑا ہونے سے قریب ہو تو کیا کرے ۔ ۱۸۱

قعدۂ اخیرہ کو قعدۂ اولیٰ سمجھ کر کھڑا ہو گیا اور سجدہ کرنے سے پہلے لوٹ آیا تو بیٹھتے ہی سجدۂ سہو کرے دوبارہ التحیات نہ پڑھے ۔ ۱۸۲

قعدۂ اولیٰ میں کھڑا ہونے کے قریب تھا کہ بیٹھ گیا تو سجدۂ سہو واجب ہو گا یا نہیں ۔ ۱۸۳

امام پر سجدۂ سہو نہیں تھا اور سجدۂ سہو کیا تو اس کے بعد جو لوگ اس نماز میں شریک ہوں گے ان کی نماز نہیں ہو گی ۔ ۱۸۵

سجدۂ سہو کے لئے امام سلام کرے تو مسبوق بھی سلام کرنے میں شریک ہو گا یا نہیں ۔ ۱۹۱

قعدۂ اولیٰ میں اللھم صل علی محمد تک پڑھے گا تو سجدۂ سہو واجب ہو گا ۔ ۱۹۱

مسبوق سجدۂ سہو کا سلام نہ کرے ۔ ۱۹۱

قعدۂ اولیٰ میں شک ہوا اور سجدۂ سہو کرلے تو نماز ہو جائے گی ۔ ۱۹۲

فاتحہ کے بعد بسم اللہ ترتیل سے پڑھی جس سے کافی دیر ہو گئی تو سجدۂ سہو واجب نہیں سکوت یا سورت سوچنے میں دیر ہو جائے تو سجدۂ سہو واجب ہو گا ۔ ۱۹۲

چار رکعت والی نماز میں پچھلی دو رکعتوں میں سورت کا ضم کرنا کیسا ہے ۔ ۱۹۲

Marfat.com

سجدۂ سہو کے لئے ایک طرف سلام چاہیے دونوں طرف نہیں۔ ۱۹۶

فاتحہ کے ساتھ سورت نہیں ملائی اور رکوع میں چلا گیا تو یاد آنے پر فوراً کھڑے ہو کر سورت پڑھے اور پھر رکوع کرے، اور اگر رکوع کے بعد یاد آئے تو سجدۂ سہو کرے۔ ۱۹۶

مقتدی سے سہو ہونے پر نہ اعادۂ صلوٰۃ ہے نہ سجدۂ سہو، یہ کیوں، اس کے متعلق ایک علمی بحث۔ ۱۹۷

امام کے سہو سے لاحق پر بھی سجدہ واجب ہوتا ہے مگر امام کے ساتھ نہ کرے اپنی نماز پوری کرنے کے بعد کرے۔ ۲۱۰

سجدۂ سہو کا سلام داہنی طرف ہے دونوں طرف نہیں ورنہ سجدۂ سہو ساقط اور گناہ لازم۔ ۲۱۲

قعدۂ اولیٰ میں امام عادت سے زیادہ دیر لگائے تو مقتدی لقمہ دے سکتا ہے یا نہیں۔ ۲۱۲

بغیر قنوت پڑھے رکوع میں چلا جائے تو پلٹے نہیں سجدۂ سہو کرے۔ ۲۱۲

قعدۂ اولیٰ میں امام سہواً کھڑا ہو گیا اور مقتدی نے لقمہ دیا تو نماز ہو گی یا نہیں۔ ۲۱۳

امام کو قعدہ سے سہو ہو تو اللہ اکبر یا التحیات سے بھی لقمہ دیا جا سکتا ہے مگر سنت سبحان اللہ کہنا ہے۔ ۲۱۴

نسیان کی وجہ سے رکعت وغیرہ کی تعداد یاد نہ رہتی ہو تو یاد دلانے کے لئے آدمی مقرر کرنا جائز نہیں۔ ۲۱۵

تین سجدے کرنے سے سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ ۲۱۵

سجدۂ سہو واجب ہو اور سجدہ نہ کرے تو نماز کا اعادہ واجب ہے۔ ۲۱۵

تیسری یا چوتھی رکعت میں سہواً فاتحہ کے بعد آیت پڑھ دی یا رکوع کی تسبیحات سجدہ میں یا سجدہ کی رکوع میں یا مقتدی نے تعوذ پڑھا یا امام نے تسمیع کے بجائے تکبیر کہی تو سجدۂ سہو نہیں۔ ۲۱۶

قعدۂ اخیرہ میں بھول کر کھڑا ہو جائے تو کیا کرے۔ ۲۱۶

کسی کو نسیان ہو اور دوسرے کے بتانے پر وہ نماز پڑھے تو نماز نہیں ہوگی، ایسا شخص نماز کس طرح پڑھے۔ ۲۱۶

بغیر قنوت پڑھے رکوع چلا جائے تو پلٹے نہیں اور اگر پلٹا تو نماز ہو جائے گی مگر گنہگار ہوگا پلٹنے کیلئے مقتدی نے لقمہ دیا تو اس کی نماز فاسد ہوگی۔ ۲۱۹

باب سجود التلاوۃ ۲۲۲

کتاب وغیرہ میں آیاتِ سجدہ ہوں تو ان کے پڑھنے سے سجدہ واجب ہوگا یا نہیں۔ ۲۲۳

آیت سجدہ پڑھنے کے بعد فوراً سجدہ کرنا واجب ہوتا ہے یا نہیں۔ ۲۲۳

امام نے سجدۂ تلاوت کی نیت رکوع میں کی تو امام اور مقتدی سب کا سجدہ ادا ہوگا یا نہیں۔ ۲۳۴

آیت سجدہ کے ترجمہ پڑھنے سے سجدہ لازم ہوتا ہے یا نہیں۔ ۲۳۸

سجدۂ تلاوت کے لئے طہارت اور نیت ہونا ضروری ہے۔ ۲۳۹

Marfat.com

سجدہ کرنے میں قرآن شریف سامنے ہو تو حرج نہیں۔ ۲۳۹

آیت سجدہ تلاوت کرنے کے بعد سجدہ کرنا واجب؛ تراویح ہو یا کوئی دوسری نماز۔ ۲۳۹

تلاوت آیت سجدہ میں ایک شاخ سے دوسری پر جانے سے مجلس تبدیل ہو جاتی ہے۔ ۴۲۵

سجود تلاوت صلوتیہ میں دو آیتیں بالاتفاق اور تین علی الاختلاف قاطع فور نہیں۔ ۵۳۹

باب صلوٰۃ المسافر ۲۴۱

حکام سرکاری دوروں میں مسافر ہوں گے یا نہیں۔ ۲۴۱

مسافر ہونے کے لئے ضروری ہے کہ مدت قصر تک مسلسل جانے کا ارادہ ہو ورنہ مسافر نہیں ہوگا۔ ۲۵۴

منزل، کوس اور فرسنگ کی مسافتوں کا بیان۔ ۲۵۵

قصر تین منزل سے کم میں نہیں ہوتا۔ ۲۵۵

مسافر جس راستہ سے سفر کرے گا وہی معتبر ہوگا ۲۵۵

دو مسافروں کے درمیان ایک مشترک غلام ہو اور ایک نے اقامت کی نیت کر لی اور دوسرے نے نہیں کی تو غلام قصر کرے یا نہیں۔ ۲۵۵

آبادی سے باہر نکلتے ہی مسافر ہو جاتا ہے اور جب تک وطن واپس نہ آجائے یا کہیں اقامت کی نیت نہ کرے مسافر رہے گا۔ ۲۵۸

جنگلات میں جو ملازمین ہوتے ہیں وہ مسافر کہلائیں گے یا نہیں۔ ۲۵۸

جو اسٹیشن جنگلوں میں ہوتے ہیں ان کے ملازمین مسافر ہیں یا نہیں۔ ۲۶۷

سفر میں نماز پوری پڑھنا، قصر نہ کرنا گناہ ہے۔ ۲۶۸

۵۷½ میل کے ارادہ سے سفر کرنے سے آدمی مسافر ہوتا ہے دس دس بیس بیس میل ادھر ادھر جانے سے شرعی سفر نہیں ہوگا۔ ۲۶۸

جنگلات کے ملازمین کے متعلق ایک سوال۔ ۲۶۸

سسرال مدتِ سفر پر ہو تو وہاں جانے پر نماز میں قصر ہوگا۔ ۲۷۰

۵۷½ میل کے فاصلہ پر علی الاتصال جانا ہو تو قصر ہے۔ ۲۷۰

مسافر امام نے پوری نماز پڑھائی تو مقیم کی نماز نہیں ہوگی۔ ۲۷۱

کہیں دکان ہو تو وہ وطن اصلی نہیں بن جاتا۔ ۲۷۱

باب الجمعۃ ۲۷۳

دیہات میں جمعہ جائز نہیں۔ ۲۷۳

جمعہ کے لئے شہر شرط ہے۔ ۲۷۴

شہر کی تعریف۔ ۲۷۴

شہر کی یہ تعریف کہ جمیع سکان جن پر جمعہ فرض ہے آجائیں تو مسجد میں نہ آسکیں ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے۔ ۲۷۴

جمعہ کے متعلق ایک شبہ کا ازالہ احتیاطی ظہر خواص کے لئے ہے۔ ۲۷۹

فتاوی ابوالبرکات کے ایک فتوی کا رد۔ ۲۸۲

خطبہ کے الفاظ کے معانی سمجھنا صحت جمعہ کے لئے

Marfat.com

شرط نہیں۔ ۲۸۲
خطبہ میں خطبہ کا ترجمہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ ۲۸۶
قلعے وغیرہ میں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔ ۲۸۷
صحتِ جمعہ کے لئے اذنِ عام ضروری ہے۔ ۲۸۸
جمعہ کی سنتوں کی تعداد کتنی ہے۔ ۲۸۸
احتیاطی ظہر پڑھنے کا طریقہ۔ ۲۹۴
جمعہ سے متعلق چند سوال۔ ۲۹۶
اذانِ ثانی کا جواب زبان سے دینا یا اذان کے بعد زبان سے دعا کرنا منع ہے دل سے کرسکتا ہے ۳۰۰
تعوذ سے خطبہ شروع کرنا چاہئے۔ ۳۰۲
اردو کے قصائد وغیرہ خطبہ میں پڑھنا خلاف سنت ہے ۳۰۲
عصا لے کر خطبہ پڑھنا کیسا ہے۔ ۳۰۳
عربی، فارسی اور اردو اشعار میں خطبہ ہو تو کیسا ہے ۳۰۴
نابالغ خطبہ پڑھے اور بالغ نماز پڑھائے تو کیا حکم ہے۔ ۳۰۹
احتیاطی ظہر کے متعلق ایک سوال۔ ۳۱۰
متعدد جگہ جمعہ ہو سکتا ہے مگر ایک جگہ پڑھنا افضل ہے۔ ۳۱۲
جہاں صحتِ جمعہ کے شرائط میں اشتباہ ہو تو وہاں خواص کے لئے چار رکعت احتیاطی پڑھنے کا حکم ہے۔ ۳۱۲
جمعہ کس سال فرض ہوا۔ ۳۱۳
جمعہ عیدین وغیرہ میں کثیر جماعت ہو تو سہو کا سجدہ چھوڑا جا سکتا ہے۔ ۳۱۴
ایک مسجد میں جمعہ ہو جائے تو دوسرے لوگ اس مسجد میں جمعہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔ ۳۱۵
ایک مسجد میں دو بار جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں ۳۲۰
یا ایک وقت میں جمعہ کی دو جماعتیں ہو سکتی ہیں یا نہیں۔ ۳۲۰
عربی میں خطبہ پڑھنا پھر اردو میں ترجمہ کرنا یا اردو میں پڑھنا یا کچھ عربی اور کچھ اشعار میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ ۳۲۲
جمعہ کے بعد ظہر کی نیت سے دو رکعت پڑھنا جائز نہیں۔ ۳۲۶
خطبہ کے متعلق دوسروں کے دو فتوے اور مصنف کی تحقیق۔ ۳۲۹
خطبہ میں دہنے بائیں منہ پھیرنا بے اصل ہے۔ ۳۴۲
عربی کے علاوہ دوسری زبان میں خطبہ پڑھنا خلافِ سنت ہے۔ ۳۴۳
منبر کے کتنے زینے ہوں اور کس زینہ پر خطبہ ہو اور منبر کا رواج کب سے ہے۔ ۳۴۳
احتیاطی ظہر کے متعلق ایک سوال۔ ۳۴۴
جہاں آبادی اتنی ہو کہ وہاں کی بڑی مسجد میں نہ آسکیں، حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کی بنا پر وہ شہر ہے متاخرین نے اس کو اختیار کیا ہے، اس روایت پر وہاں جمعہ اور عیدین ہو سکتے ہیں۔ ۳۴۷
شہر اور دیہات کا فرق (افسوس کہ پورا جواب نہ مل سکا۔ ۳۴۸
شوکتِ اسلامی کے خیال سے جمعہ اور عیدین

Marfat.com

گاؤں میں پڑھے جائیں تو جائز ہے یا نہیں۔ ۳۵۰

نماز وظیفہ وغیرہ خطبہ کے وقت پڑھنا جائز نہیں ۳۵۲

جمعہ ہو چکنے کے بعد دوسرے لوگ اس مسجد میں جمعہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔ ۳۵۲

جامع مسجد تنگ پڑتی ہو تو عیدگاہ میں جمعہ پڑھا جائے۔ ۳۵۴

احتیاطی ظہر پڑھنے کا طریقہ ۳۵۴

جمعہ اور ہر نماز کے بعد قبلہ سے انحراف امام کے لئے سنت ہے۔ ۳۵۶

قبلہ رو بیٹھا رہنا بالاجماع مکروہ ہے۔ ۳۵۶

جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں طویل دعا بہتر نہیں اور یونہی جبکہ مقتدیوں پر گراں گزرے۔ ۳۵۶

دعا کے انتظار میں مقتدیوں کو بیٹھا رہنا ضروری نہیں۔ ۳۵۶

جمعہ، عیدین اور کسوف میں امام کیسا ہو۔ ۳۵۹

ایک مسجد میں جمعہ کی نماز دوبارہ پڑھنا جائز نہیں۔ ۳۵۹

جمعہ کے لئے شہر یا فنائے شہر شرط ہے جہاں شہر نہ ہو وہاں فنائے شہر کافی ہے۔ ۳۶۳

فنائے شہر کس کو کہتے ہیں۔ ۳۶۳

مالم یسع اکبر مساجدہ اھلہ مصر کو علماء نے رد کر دیا ہے۔ ۳۶۴

احتیاطی ظہر عوام کے لئے نہیں ہے۔ ۳۶۵

خطبہ میں حضور کا نام پاک آئے تو دل میں درود پڑھے زبان سے سکوت فرض ہے۔ ۳۶۵

مصر، قریٰ اور شہر کا فرق۔ ۳۶۵

متصل بستیاں ہوں اور کثیر مسلمان آباد ہوں وہاں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔ ۳۶۵

تحقیق یہ ہے جمعہ کے لئے شہر شرط ہے ہم اسی پر فتویٰ دیتے ہیں لیکن دیہات میں جمعہ پڑھنے سے عوام کو نہ منع کرتے ہیں اور نہ منع کرنا پسند کرتے ہیں ایک روایت پر جمعہ صحیح ہو جاتا ہے عوام جس طرح بھی خدا اور رسول کا نام لیں غنیمت ہے ۳۷۴

جہاں تین چار سو مسلمان آباد ہوں، منصفی، ڈاک خانہ، شفاخانہ، بازار وغیرہ ہوں وہ شہر ہے یا دیہات۔ ۳۷۶

جمعہ کی امامت کے لئے سلطان یا ماذون کی شرط کوئی بنیادی شرط نہیں۔ ۳۸۴

نماز پنجگانہ، جمعہ، عیدین اور کسوف کی امامت میں کوئی فرق ہے یا نہیں۔ ۳۸۴

دیہات میں جمعہ، عیدین جائز نہیں عوام پڑھیں تو انھیں منع کرنے کی ضرورت نہیں۔ ۳۸۷

خطبہ میں غیر عربی کا خلط مکروہِ تنزیہی اور خلافِ سنت ہے۔ ۳۸۹

خطبۂ اولیٰ میں اوصیکم بتقوی اللہ نہ پڑھا جائے تو شوافع کی نماز ہوگی یا نہیں۔ ۳۹۴

ایک مسجد میں اذان و اقامت اور خطبہ کے ساتھ جمعہ ہو چکنے کے بعد پھر دوسروں کو چند بار ایسے ہی جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ ۳۹۶

دونوں خطبہ کے مابین دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں۔ ۳۹۶

Marfat.com

جیل خانوں میں جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ۳۹۷

جہاں جمعہ صحیح ہونے میں اشتباہ نہ ہو وہاں احتیاطی ظہر منع ہے۔ ۳۹۸

امام میں شرعی عیب ہو اور اسے معزول نہ کرسکیں تو دوسری جگہ جمعہ کے لئے جانا واجب ہے۔ ۳۹۹

جہاں لوگ عربی نہیں سمجھتے ہیں ان کی رعایت میں اُردو میں خطبہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ ۳۹۹

مسجد میں اذانِ ثانی دینا مکروہ ہے۔ ۴۰۲

جمعہ کی پہلی اذان کب سے شروع ہوئی، خلفائے راشدین کے زمانہ میں اذانِ ثانی کہاں ہوتی تھی۔ ۴۰۲

قلعہ میں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔ ۴۰۲

شافعی امام کے پیچھے حنفی کا جمعہ ہوگا یا نہیں۔ ۴۰۴

بے اذنِ امامِ معین کے دوسرے نے خطبہ پڑھا اور نماز پڑھائی جمعہ نہیں ہوگا، ہاں امامِ معین نماز میں شریک ہو جائے تو ہو جائے گا۔ ۴۰۴

مسجد سے باہر کوئی ایسی جگہ نہ ہو جہاں مؤذن خطیب کے محاذی میں اذان دے سکے تو وہاں کیا کیا جائے۔ ۴۰۵

جمعہ کے دونوں خطبے فرض ہیں یا ایک فرض دوسرا سنت۔ ۴۱۱

○ رسالہ مرقاۃ الجمان فی الهبوط عن المنبر لمدح السلطان (ثانی خطبہ میں ایک سیڑھی اترنے پھر چڑھنے کے بارے میں) ۴۱۳

مسلمانوں کے کسی فعل کو بدعت شنیعہ کہنا ایک حکم تو اللہ و رسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم پر لگانا ہے کہ ان کے نزدیک یہ فعل ناروا ہے اور ایک حکم مسلمانوں پر لگانا ہے کہ وہ اس فعل کے باعث گنہ گار و مستحقِ عذاب ہیں اور ایسا حکم لگانا بلا دلیل شرعی واضح کے ناجائز ہے۔ ۴۱۷

دلیل شرعی مجتہد کے لئے اصول اربعہ اور ہمارے لئے قولِ مجتہد ہے۔ ۴۱۷

جس جگہ قولِ مجتہد موجود ہو علماء اسی جگہ حکم بالجزم لکھتے ہیں۔ ۴۱۷

اگر کسی عالم غیر مجتہد نے کسی امر کی بحث کی ہو تو علماء اس کو بطور جزم نہیں لکھتے بلکہ صراحۃً بتا دیتے ہیں کہ یہ فلاں یا بعض کی بحث ہے تاکہ یہ منقول فی المذہب معلوم نہ ہو۔ ۴۱۷

اگر کوئی عالم قولِ غیر مجتہد کو بطور جزم لکھ جائے تو اس پہ گرفت ہوتی ہے۔ ۴۱۷

علامہ شامی نے منبر سے ایک سیڑھی اُترنے اور پھر چڑھنے کو ممنوع یا بدعتِ شنیعہ نہیں فرمایا بلکہ ابن حجر شافعی کا کلام نقل فرمایا۔ ۴۱۷

امام ابن حجر نے بھی مسئلہ مذکورہ کو بطور جزم نہیں لکھا بلکہ فرمایا کہ بعض نے یوں بحث کی۔ ۴۱۷

بحث وہیں کہیں گے جہاں مسئلہ نہ منقول ہو اور نہ صراحۃً کسی کلیہ نامخصوصہ کے تحت داخل ہو۔ ۴۱۷

کلیاتِ نامخصوصہ سے استناد بحث و نظر پر موقوف نہیں۔ ۴۱۷

کسی لڑکے نے چھ مہینے پانچ دن چار گھڑی تین منٹ کی عمر میں ایک عورت کا دودھ پیا

Marfat.com

اُس کی دختر اُس پر حرام ہے۔ ۴۱۸
مدّتِ رضاعت میں جو ارتفاع ہو موجبِ تحریم ہے ۴۱۸
امام ابن حجر کے قول "بَحَثَ بَعْضُهُمْ" میں لفظ بعض پر مصنف کی تحقیقی بحث۔ ۴۱۸
مجہول الحال کی بحث، مجہول المآخذ قابلِ استناد نہیں۔ ۴۱۹
مقلد محض نہ خود اپنی بحث پر حکم لگا سکتا ہے نہ دوسرے پر اس کی بحث حجت ہو سکتی ہے۔ ۴۱۹
تقلیدِ مقلد اجماعاً باطل ہے۔ ۴۱۹
مجرد حدوث شرعاً دلیلِ منع نہیں۔ ۴۱۹
بدعت کبھی حرام، کبھی واجب، کبھی مندوب، کبھی مکروہ اور کبھی مباح ہوتی ہے۔ ۴۱۹
بدعت حسنہ کے مندوب ہونے پر اتفاق ہے
جشنِ میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منانے کے لئے لوگوں کا جمع ہونا بدعتِ حسنہ اور مندوب ہے۔ ۴۲۰
نفسِ بدعیت مستلزم قبح و شناعت نہیں۔ ۴۲۰
ندب حکمِ شرعی ہے جس کے لئے دلیل ضروری ہے ۴۲۱
زیادۃ علی السنہ وہ مکروہ ہے جو باعتقادِ سنت ہو نہ کہ باعتقادِ اباحت و ندب۔ ۴۲۱
حدیث قد تعدّٰی میں تعدی اعتقاد پہ محمول ہے۔ ۴۲۲
لزومِ ایہامِ سنیت، عدمِ مداومت کا مقتضی ہے نہ کہ مداومت علی الترک کا۔ ۴۲۳
دورانِ خطبہ ذکرِ سلطان پر خطیبار کے منبر کی ایک سیڑھی اُترنے اور چڑھنے میں نکتہ جمیلہ اور دقیقہ جلیلہ۔ ۴۲۳
مجلسِ واحد حسبِ تصریح کافہ ائمہ جامع کلمات ہوتی ہے۔ ۴۲۵
ایجاب و قبول تب مرتبط ہوتے ہیں جب ایک ہی مجلس میں ہوں۔ ۴۲۵
موجود معدوم کے ساتھ مرتبط نہیں ہوتا۔ ۴۲۵
تلاوت آیت سجدہ میں ایک شاخ سے دوسری پر جانے سے مجلس تبدیل ہو جاتی ہے۔ ۴۲۵
مجلس تبدیل ہونے کی بعض صورتوں کا بیان۔ ۴۲۵
المصر ما لا یسع اکبر مساجدہ اھلہ یہ نہ مذہبِ امام اور نہ صاحبین کا قول۔ ۴۲۷
دیہات کے لوگوں پر جمعہ واجب نہیں۔ ۴۲۸
اذانِ ثانی کا جواب امام دے سکتا ہے مقتدی نہیں مگر مقتدی دے تو اس سے نزاع نہیں کرنا چاہئے۔ ۴۳۶
تعوذ سے خطبہ شروع کرنا چاہئے اور کوئی بسم اللہ سے شروع کرے تو جواز میں شک نہیں۔ ۴۳۶
خطبہ میں اسمِ جلالت یا حضور کا اسمِ مبارک آئے تو دل میں جل جلالہٗ یا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہے زبان سے نہیں۔ ۴۳۷
خطبہ کے وقت سنتیں پڑھنا ممنوع ہے۔ ۴۳۷
خطبہ زبانی اور دیکھ کر دونوں طور پر پڑھا جا سکتا ہے اور زبانی پڑھنا افضل ہے۔ ۴۳۸
نہ ہم دیہات میں جمعہ پڑھیں گے اور جہاں

Marfat.com

قائم نہ ہو نہ وہاں قائم کریں گے مگر عوام کو منع بھی نہ کریں گے۔ ۴۳۸
امام قابل امامت نہ ہو اور اسے بدل بھی نہ سکتا ہو تو تنہا ظہر پڑھے۔ ۴۴۰
خطبہ سننے کی حالت میں کوئی حرکت کرنا منع ہے اور ولذکر اللہ اعلی پر نماز کے لئے کھڑے ہونا حرام ہے۔ ۴۴۱
امام نے جمعہ پڑھا کر دوسری مسجد میں جمعہ کی نماز میں شرکت کی یہ کیسا ہے۔ ۴۴۱
ایک شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہو سکتا ہے۔ ۴۴۱
جمعہ کا امام کون ہو۔ ۴۴۱
میدان میں بھی جمعہ ہو سکتا ہے اس کے لئے مسجد یا عمارت ہونا ضروری نہیں۔ ۴۴۴
جمعہ کے شرائط۔ ۴۴۴
خطبہ میں آیت شروع کرنے سے پہلے تعوذ پڑھنا چاہئے اور وہ آیت سورہ کی ابتداء میں ہو تو بسم اللہ بھی پڑھ لینے میں حرج نہیں۔ ۴۴۶
جمعہ کے لئے خطبہ شرط ہے۔ ۴۴۶
خطبہ مختصر ہونا چاہئے۔ ۴۴۶
علمی خطبہ کے مصنف سُنّی تھے۔ ۴۴۷
بن میں جمعہ حرام اور گاؤں میں ناجائز۔ ۴۴۹
جامع مسجد میں جمعہ پڑھنا افضل ہے مسجد محلہ کا حق نماز پنجگانہ میں ہے۔ ۴۵۰
جہاں متصل بستیاں ہوں وہاں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔ ۴۵۰
الوداعی خطبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ثابت نہیں، ہاں وہ فی نفسہٖ مباح ہے۔ ۴۵۲
چھوٹے چھوٹے گاؤں متصل ہوں تو وہاں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔ ۴۵۲
غیر عربی میں خطبہ نہیں ہونا چاہئے۔ ۴۵۴
مختصر خطبہ پڑھنا عقلمندی کا ثبوت ہے۔ ۴۵۴
الوداعی کوئی حکم شرعی نہیں اور نہ اس کا التزام اچھا۔ ۴۵۴
جمعہ میں قراءت کی مقدار کیا ہے۔ ۴۵۴
دیہات میں جمعہ جائز نہیں اور جہاں قائم ہو بند کرنا جاہلوں کا کام ہے۔ ۴۵۶
اب جمعہ میں قاضی سے مراد والی قاضی ہے نکاح کا قاضی نہیں۔ ۴۵۷
مجلس خانوں میں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔ ۴۵۸
دھوپ کی وجہ سے چھتری لگا کر خطبہ سننا جائز ہے یا نہیں۔ ۴۵۸
جمعہ کے دن دوپہر سے پہلے سفر کرنا جائز ہے ۴۵۹
جمعہ کا وقت ہو جانے کے بعد سفر کرنا گناہ ہے۔ ۴۵۹
گھر میں کوئی جگہ نماز کے لئے مقرر کر لی جائے تو وہ مسجد کے حکم میں نہیں۔ ۴۵۹
جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں۔ ۴۶۰
حضور کی تبعیت میں حضرت غوث الاعظم پر درود پڑھنا جائز ہے۔ ۴۶۱
ہندوستان کے شہروں میں جمعہ صحیح ہے،

Marfat.com

احتیاطی ظہر خواص کے لئے ہے، جہاں جمعہ صحیح ہوگا ظہر ساقط ہوگی۔ ۴۶۲

لوگوں کے مقرر کردہ امام کے پیچھے جمعہ صحیح ہے۔ ۴۶۲

دریا، سمندر وغیرہ میں جمعہ جائز نہیں نہ دار الحرب میں۔ ۴۶۳

ایک زینہ اُترنے پھر چڑھنے کو علماء نے ایک مصلحت سے خطیب کے لئے رکھا تھا وہ اب نہیں۔ ۴۶۵

سلاطین کے لئے مبالغہ آمیز الفاظ ممنوع ہیں۔ ۴۶۵

جمعہ کا اول اور آخر وقت۔ ۴۶۵

خطبہ میں کیا ہو خلفائے راشدین کے نام نہ لئے جائیں تو کیا حرج ہے۔ ۴۶۵

قادیانیوں کی نماز باطل ہے۔ ۴۶۶

بجائے خطبہ کے وعظ و نصیحت ہو تو کیا حرج ہے۔ ۴۶۶

غیر عربی میں خطبہ کیسا ہے۔ ۴۶۶

جو شاہی زمانہ سے خطبہ اور امامت کے منصب پر مقرر ہو اس کے خطبہ سننے کو ناجائز کہنا منع ہے۔ ۴۶۸

اذانِ خطبہ کا جواب دینا اور دعا مانگنا اور نامِ پاک پر انگوٹھا چومنا نہیں چاہیئے۔ ۴۶۸

درود شریف دل میں پڑھے زبان سے نہیں۔ ۴۶۸

اُردو میں خطبہ خلافِ سنّت ہے۔ ۴۶۹

امام جمعہ مقرر کرنے کا حق بادشاہ یا نائب کو ہے۔ ۴۶۹

سنّت پڑھنے میں خطبہ شروع ہو تو کیا حکم ہے۔ ۴۷۱

○ رسالہ رعایة المذہبین فی الدعاء بین الخطبتین (مابین الخطبتین دعا کرنے کے بارے میں) ۴۷۷

امام کے لئے دعا بین الخطبتین کے جواز میں اصلاً کلام نہیں۔ ۴۷۷

جواز کے لئے نہی شرعی کا نہ ہونا ہی سند کافی ہے۔ ۴۷۷

ممنوع وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منع فرمائیں۔ ۴۷۷

خدا اور رسول کی نہی کے بغیر ہرگز کوئی شئ ممنوع نہیں ہوسکتی۔ ۴۷۷

حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عین خطبہ میں دست مبارک بلند فرما کر ایک جمعہ کو مینہ برسنے اور دوسرے جمعہ کو مدینہ طیبہ پر سے کھل جانے کی دُعا مانگنا صحیح بخاری ومسلم وغیرہما میں حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ ۴۷۷

جب عین خطبہ میں دُعا مانگنا حدیث سے ثابت ہُوا جو کہ قطع خطبہ کو مستلزم ہے تو بین الخطبتین دُعا کا جواز بدرجۂ اولیٰ ثابت ہوگیا۔ ۴۷۷

بین الخطبتین دُعا کے جواز پر متعدد شارحینِ حدیث کے اقوال۔ ۴۷۷

صحیح حدیث حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و متعدد اقوال صحابہ و تابعین کی رو سے یہ جلسہ اُن اوقات میں ہے جن میں ساعتِ اجابتِ جمعہ کی امید ہے۔ ۴۷۸

ساعتِ اجابتِ جمعہ کے بارے میں روایات۔ ۴۷۸

Marfat.com

۱۔ وہ امام کے جلوس سے نماز ختم ہونے تک ہے۔ ۴۷۹
۲۔ وہ شروع خطبہ سے ختم خطبہ تک ہے۔ ۴۷۹
۳۔ وہ خروج امام سے ختم نماز تک ہے۔ ۴۷۹
۴۔ وہ خروج امام سے ختم خطبہ تک ہے۔ ۴۷۹
۵۔ وہ اذان سے نماز تک ہے۔ ۴۷۹
۶۔ وہ دونوں خطبوں کے درمیان ہے۔ ۴۷۹
اکابر علماء حنفیہ کے نزدیک جلسہ بین الخطبتین میں دعا مستحب ہے۔ ۴۸۰
منکرین کے امام شوکانی نے بھی نیل الاوطار میں جواز کے قول کو نقل کیا اور مسلّم رکھا۔ ۴۸۰
یہ جواز و استحباب کا حکم امام کا ہے، رہے مقتدی ان کے بارے میں ہمارے ائمہ کرام میں اختلاف ہے ۴۸۰
حاصل کلام یہ ہے کہ مقتدی دل میں دعا مانگیں زبان کو حرکت نہ دیں۔ ۴۸۱
دورانِ خطبہ اگر حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر خطیب کرے تو مقتدی دل میں درود شریف پڑھیں۔ ۴۸۱
علماء محتاطین مسائل اجتہادیہ میں تو انکار بھی ضروری نہیں جانتے چہ جائیکہ تضلیل و تکفیر کی جائے۔ ۴۸۴
مسلمانوں کو بلاوجہ مشرک و بدعتی کہنا بالاجماع حرام قطعی ہے۔ ۴۸۵
امام کے لئے دعا بین الخطبتین اگرچہ جائز ہے مگر خوف مفسدۂ اعتقاد عوام ہو تو التزام نہ کرے۔ ۴۸۵
فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ (یعنی مصنف رحمۃ اللہ علیہ) اس جلسہ میں اکثر سکوت کرتا کبھی اخلاص کبھی درود شریف پڑھتا ہے اور رفع یدین کبھی نہیں کرتا تاکہ مقتدی دیکھ کر دعا میں مشغول نہ ہوں۔ ۴۸۵
دونوں خطبوں کے درمیان ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں۔ ۴۸۵
نماز جمعہ میں قراءۃ کی مقدار ۴۹۴

○ رسالہ اوفی اللمعۃ فی اذان الجمعۃ
(اذان ثانی مسجد سے باہر ہونے کے بیان میں) ۴۹۷
ہمارے علماء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ مسجد میں اذان دینی مکروہ ہے۔ ۴۹۷
اذان منارے پر یا مسجد کے باہر چاہئے مسجد میں اذان نہ کہی جائے۔ ۴۹۸
اقامت ضرور مسجد میں ہو گی۔ ۴۹۸
اذان کے لئے اگر منارہ نہ ہو تو مسجد سے باہر ایسی زمین پر دی جائے جو مسجد سے متعلق ہو۔ ۴۹۸
اذان بلندی پر اور تکبیر زمین پر ہونا سنّت ہے۔ ۴۹۸
مغرب کی اذان میں مشائخ کا اختلاف ہے ۴۹۸
اور ظاہر یہ ہے کہ مغرب کی اذان بھی بلندی پر ہونا سنّت ہے۔ ۴۹۹
اذان وہاں ہونی چاہئے جہاں سے ہمسایوں کو خوب آواز پہنچے۔ ۴۹۹
سنّت یہ ہے کہ اذان منارے پر ہو اور تکبیر مسجد میں۔ ۴۹۹
اگر اذان کے لئے کوئی بلند مکان نہ بنا ہو تو مسجد کے آس پاس اُس کے متعلق زمین میں اذان دے ۴۹۹

Marfat.com

جمعہ کی اذانِ ثانی کا حکم بھی یہی ہے کہ مسجد کے اندر نہ دی جائے، اس میں کوئی تخصیص اور استثناء نہیں۔ ۴۹۹

جمعہ کی اذانِ ثانی کے مسجد میں جائز ہونے پر لفظ بین یدی الامام یا بین یدی المنبر سے استدلال محض ناواقفی ہے۔ ۴۹۹

لفظ بین یدی المنبر اور بین یدی الامام کا حاصل یہ ہے کہ اذانِ ثانی خطیب کے سامنے منبر کے آگے امام کے مواجہہ میں ہو۔ اِس سے داخلِ مسجد اذان کا ہونا مستنبط نہیں۔ ۴۹۹

بین یدی سمتِ مقابل میں منتہائے جہت تک صادق ہے۔ ۵۰۰

بین یدی کے معنٰی کی وضاحت اور اُس پر قرآن وحدیث سے شواہد کا ذکر۔ ۵۰۰

جمعہ کی اذانِ ثانی زمانۂ اقدس حضور پُر نور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفاءِ راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں منبر کے سامنے دروازۂ مسجد پر ہُوا کرتی تھی۔ ۵۰۱

مصنف (رحمۃ اللہ علیہ) کی طرف سے دہلی کی ایک مسجد کے مؤذن کو عقلی دلیل سے مسئلہ سمجھانا۔ ۵۰۲

بانیِ مسجد نے تمامِ مسجدیت سے پہلے مسجد کے اندر اذان کے لئے منارہ یا کوئی محلِ مرتفع بنایا تو جائز ہے۔ اتنا ٹکڑا اذان کے لئے جُدا سمجھا جائیگا یہاں کراہت عارض نہ ہوگی۔ ۵۰۲

مسجد میں جوازِ وضو کی ایک صورت۔ ۵۰۲

مئذنہ بیرونِ مسجد تھا بعدہٗ مسجد بڑھائی گئی اب مئذنہ اندرونِ مسجد ہوگیا اس پر اذان میں حرج نہ ہوگا۔ ۵۰۴

تمامیِ مسجد کے بعد اگر بانیِ مسجد اذان کے لئے مسجد میں نیا مکان مستثنٰی کرنا چاہے تو اُس کی اجازت نہیں۔ ۵۰۴

تمامیتِ مسجد کے بعد مسجد میں امام کا مکان بنانے کا حکم۔ ۵۰۴

اُن احادیث کی تشریح جن میں اذان کے ساتھ فی المسجد کا لفظ آیا ہے۔ ۵۰۴

باب العیدین ۵۰۹

عید کے خطبہ میں لبیک یا درود پڑھنا کیسا ہے۔ ۵۰۹

○ رسالہ سرور العید فی حل الدعاء بعد صلوٰۃ العید (نماز عید کے بعد ہاتھ اٹھاکر دعا مانگنے کے ثبوت میں) ۵۱۱

مولوی عبدالحی لکھنوی صاحب کے ایک فتوٰی سے متعلق سوال۔ ۵۱۱

نمازِ عیدین کے بعد تابعین عظام اور مجتہدین اعلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے۔ ۵۱۱

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم الشان سند جو امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے ہوتی ہوئی امام المجتہدین حضرت امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتی ہے۔ ۵۱۲

Marfat.com

زمانۂ تابعین میں نمازِ عید خطبہ سے پہلے ہوتی پھر امام اپنے راحلہ پر وقوف کر کے دعا مانگتا۔ ۵۱۵

زمانۂ تابعین میں نمازِ عید اذان واقامت کے بغیر ہوتی تھی۔ ۵۱۵

نمازِ عیدین کے بعد دعا مانگنا سنّتِ تابعین ہے۔ ۵۱۵

راحلہ پر وقوف وعدمِ وقوف سنّتِ دُعا کی نفی نہیں کرسکتا۔ ۵۱۵

امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عادتِ کریمہ ہے جو اثر اپنے خلاف مذہب ہوتا ہے اس پر تقریر نہیں فرماتے۔ ۵۱۵

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے نمازِ عید کے بعد دعا کے مسئلہ کو دو عیدوں پر منقسم فرمایا۔ ۵۱۵

عیدِ اوّل قرآن وحدیث سے اس دعا کے جواز اور ردِ ادعائے مانعین کی غلطی کے بیان میں۔ ۵۱۵

عیدِ دوم فتوٰی مولوی عبدالحی لکھنوی سے اسناد پر کلام اور ردِ اوہام مانعین کے ازالۂ تام کے بیان میں۔ ۵۱۵

نمازِ عید کے بعد دعا کی شرع مطہر سے کہیں ممانعت نہیں۔ ۵۱۵

جس امر سے شرع نے منع نہ فرمایا ہو ہرگز ممنوع نہیں ہوسکتا۔ ۵۱۵

جو ادعائے منع کرے اثباتِ ممانعت اس کے ذمہ ہے۔ ۵۱۵

اللہ تبارک وتعالیٰ کے ارشاد فاذا فرغت فانصب ٥ والی ربك فارغب کی تفسیر۔ ۵۱۶

آیاتِ مذکورہ میں بقول سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فراغ سے مراد نماز سے فارغ ہونا اور نصب سے مراد دعا میں جدوجہد کرنا ہے۔ ۵۱۶

آیۂ کریمہ مطلق ہے اور اپنے اطلاق کے ساتھ فرض، واجب اور نفل سب کو شامل ہے لہذا نمازِ عیدین بھی اس حکم میں داخل ہیں۔ ۵۱۶

احادیث سے ادبارِ صلوات کا مطلقاً محلِ دعا ہونا مستفاد ہے۔ ۵۱۶

علماء بشہادتِ حدیث نمازِ مطلق کے بعد دُعا مانگنے کو آداب سے گنتے ہیں۔ ۵۱۶

مطلوب کی دُعا نمازِ ذاتِ رکوع وسجود کے بعد واقع ہونا آداب سے ہے۔ ۵۱۷

اعمالِ صالحہ وجہ رضائے مولیٰ جل وعلا ہوتے ہیں۔ ۵۱۷

دعا کا محل عملِ صالح سے فراغت کے بعد ہے۔ ۵۱۷

ہر ختمِ قرآن پر ایک دعا مقبول ہے۔ ۵۱۸

افطار کے وقت روزہ دار کی ایک دعا رد نہیں ہوتی۔ ۵۱۸

یہ فضیلت روزہ، فرض، واجب ونفل سب کو عام ہے کیونکہ نصوص میں قید وخصوص نہیں۔ ۵۱۹

نماز افضلِ اعمال واعظمِ ارکانِ اسلام ہے۔ ۵۱۹

نماز روزے سے زائد موجبِ رضائے ذوالجلال والاکرام ہے۔ ۵۱۹

Marfat.com

بعد فراغ محلیت دعاء فرائض سے خاص نہیں۔ ۵۱۹
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دو رکعت نفل کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا حکم دیا۔ ۵۱۹
دعا مانگنے کا مستحسن طریقہ۔ ۵۱۹
رات کے نصف اخیر میں اور فرض نمازوں کے بعد دعا زیادہ سنی جاتی ہے۔ ۵۲۰
واجبات نوافل سے اعلیٰ اور اعظم اور رضائے الٰہی میں اوفر و اتم ہیں۔ ۵۲۰
فریضہ و نافلہ کے لئے ثبوت خاص بعینہٖ واجبات کے لئے ثبوت خاص ہے۔ ۵۲۱
فرض و واجب و نفل میں فرق ۵۲۱
بشہادت قرآن وحدیث و اقوال علماء ثابت ہے کہ نماز پنجگانہ و عیدین و تہجد وغیرہا کے بعد دعا مانگنا شرعاً جائز بلکہ مندوب و مرغوب ہے۔ ۵۲۲
دعا بنص قرآن وحدیث و اجماع ائمہ قدیم و حدیث اعظم مندوبات شرع سے ہے۔ ۵۲۲
مظان اجابت دعا کی تحری مسنون و محبوب ہے ۵۲۲
تحری مذکور پر قرآن وحدیث سے دلائل۔ ۵۲۲
حبیب بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مستجاب الدعوات تھے ۵۲۲
گروہ مسلمین میں سے بعض دعا کریں اور بعض آمین کہیں تو ان کی دعا مقبول ہے۔ ۵۲۳
علماء نے مجمع مسلمین کو اوقات اجابت سے شمار کیا ہے۔ ۵۲۳
مجمع مسلمین کا اوقات اجابت سے ہونا حدیث صحاح سے ثابت ہے۔ ۵۲۳
جس قدر مجمع کثیر ہوگا اسی قدر امید اجابت ظاہر تر ہوگی۔ ۵۲۳
دعاء نماز پر اقتصار ہرگز شرعاً مطلوب نہیں۔ ۵۲۳
بعد نماز ہاتھ اٹھا کر دعا نہ مانگنے والے کی نماز ناقص ہے۔ ۵۲۳
سب سے زیادہ قرب بندے کو اپنے رب سے حالت سجود میں ہوتا ہے۔ ۵۲۳
تسبیح سجود بھی دعا ہے۔ ۵۲۳
ہر ذکر دعا ہے۔ ۵۲۳
نماز میں آدمی ہر قسم کی دعا نہیں مانگ سکتا۔ ۵۲۴
مجمع عیدین میں بعد نماز دعا خاص اذن حدیث و ارشاد شرع سے ثابت ہے۔ ۵۲۵
عیدین کے اجتماع میں دعاء کی تحریص و ترغیب سے متعلق احادیث۔ ۵۲۵
عید کی صبح ہر شہر میں فرشتے بھیجے جاتے ہیں۔ ۵۲۶
اللہ کا فرمان ہے کہ مجمع عید میں آخرت کے لئے جو مانگو گے عطا کروں گا۔ ۵۲۶
دنیا کی چیزیں خیر و شر دونوں کو متحمل ہیں۔ ۵۲۶
اگر دنیاوی اشیاء سے متعلق دعا قبول نہ ہو تو اس کے برابر بلا دفع کی جاتی ہے یا وہ دعاء روز قیامت کے لئے ذخیرہ رکھی جاتی ہے جو بندہ کے لئے بہر صورت بہتر ہے۔ ۵۲۶
حدیث سے مستفاد ہے کہ بعد نماز عید خود اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے دعا کا تقاضا فرماتا ہے۔ ۵۲۷
ہر جلسہ کے بعد دعا کی تاکید سے متعلق

Marfat.com

حدیث سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تخریج وتشریح۔	۵۲۷
نکرہ سیاق شرط میں واقع ہو تو عام اور جزا میں واقع ہو تو خاص ہوتا ہے۔	۵۲۹
نکرہ نفی کے تحت آئے تو عام اور اثبات میں آئے تو خاص ہوتا ہے۔	۵۲۹
اسمائے شروط سب صورتوں کو عام ہوتے ہیں۔	۵۲۹
ادعائے تخصیص بے مخصص محض مردود و باطل ہے۔	۵۲۹
جلسۂ خیر سے اُٹھتے وقت دُعا کرنا خیر کے حفظ و نگہداشت کے لئے ہے۔	۵۲۹
خیر جس قدر اعظم ہو اُسی قدر اُس کا حفظ اہم ہوتا ہے۔	۵۲۹
خیر نماز سب چیزوں سے افضل ہے۔	۵۲۹
جلسۂ صلوات کے بعد تاکید دعا پر حدیثِ اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے عموم لفظ اور شہادتِ معنیٰ سے استدلال۔	۵۲۹
دعا مطلقاً اعظم مندوباتِ دینیہ و اجل مطلوباتِ شرعیہ سے ہے۔	۵۳۰
شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بے تقییدِ وقت و تخصیص ہیئت مطلقاً دعا کی اجازت دی۔	۵۳۰
شرع میں تکثیرِ دُعا پر ترغیب اور ترکِ دعا پر وعید وارد ہوئی ہے۔	۵۳۰
قرآن مجید سے استدلال۔	۵۳۰
حدیث قدسی سے استدلال۔	۵۳۰
فضائل و ترغیب دُعا سے متعلق احادیث کا ذخیرہ کن کتابوں میں ہے۔	۵۳۲
دعا کی تاکید و تکثیر اور ترکِ دُعا پر تہدید سے متعلق گیارہ احادیثِ کریمہ۔	۵۳۲
خدا و رسول جل مجدہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس چیز کو عام و مطلق رکھا دوسرا اُس کو مخصوص و مقید کرنے والا کون ہے	۵۳۴
خدا و رسول جل مجدہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس چیز سے منع نہ فرمایا دوسرا اُس سے منع کرنے والا کون ہے۔	۵۳۵
اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو کسی ہیئتِ خاصہ اور محلِ معین سے مخصوص فرمایا اُس سے تجاوز جائز نہیں۔	۵۳۵
اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو اطلاق و ارسال پر رکھا ہرگز کسی ہیئت و محل پر مقتصر نہ ہوگی۔	۵۳۵
تکثیرِ ذکرِ الٰہی پر دلائل۔	۵۳۵
ہر دعا بالبداہۃ ذکرِ الٰہی ہے۔	۵۳۵
اجازتِ عامۂ ذکر کے دلائل بعینہا اجازتِ عامۂ دعا کے دلائل ہیں۔	۵۳۵
تکثیرِ ذکر سے متعلق احادیث۔	۵۳۵
ذکرِ الٰہی اتنی کثرت سے کرو کہ لوگ مجنون بتائیں۔	۵۳۵
دعا و ذکر قطعاً متساوی ہیں۔	۵۳۵
جو ذکرِ الٰہی کی کثرت نہ کرے وہ ایمان سے بیزار ہو گیا۔	۵۳۶
کثرتِ ذکرِ الٰہی سے متعلق آیات کی تفسیر	۵۳۶

Marfat.com

ذکر، تسبیح، تہلیل اور دعا ہر جگہ اور ہر وقت مشروع ہیں۔ ۵۳۸
نہیں اور نہ دیکھا میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ۵۳۹
نہ دیکھنا نہ ہونے کی دلیل نہیں ہوسکتا۔ ۵۴۰
مولوی عبدالحی صاحب کے فتوٰی کے دو محمل ہیں، ایک یہ کہ ثبوتِ عدم کا ادعا ہو، دوسرا یہ کہ عدمِ ثبوت کا دعوٰی ہو۔ ۵۴۰
محملِ اوّل کا وجوہِ کثیرہ سے بطلان۔ ۵۴۰
فائے تعقیب اتصالِ حقیقی پر دال نہیں۔ ۵۴۰
زید وعدہ کرے کہ نماز پڑھ کر فوراً آتا ہوں تو بعد نماز معمولی دو حرفی دعا ہرگز عرفاً و شرعاً مبطل فور نہیں۔ ۵۴۱
سجود تلاوت صلوتیہ میں دو آیتیں بالاتفاق اور تین علی الاختلاف قاطع فور نہیں۔ ۵۴۱
توابع فاصل نہیں ہوتے۔ ۵۴۱
مسئلہ ضم سورۃ میں آمین فاتحہ و سورۃ میں فاصل نہیں کیونکہ تابعِ فاتحہ ہے۔ ۵۴۱
سنن توابع فرائض ہیں۔ ۵۴۱
حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نو برس عید کی نمازیں پڑھی ہیں۔ ۵۴۲
احادیثِ متعددہ کا وقائع متعددہ پر محمول ہونا ممکن ہے۔ ۵۴۲
وقائع حال کے لئے عموم نہیں۔ ۵۴۲
ترک مرۃً وجوب ولزوم کے منافی ہوتا ہے۔ ۵۴۲
ثُمّ فاصلہ ومہلت چاہتا ہے۔ ۵۴۳
سات احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور صدیق و فاروق وعثمٰن غنی رضی اللہ تعالٰی عنہم نمازِ عیدین کا سلام پھیر کر کچھ دیر کے بعد خطبہ شروع فرماتے۔ ۵۴۳
وہ حدیث جو خطبۂ عید اور معاودت میں فصل بتاتی ہے۔ ۵۴۵
وہ حدیث جو نماز و خطبہ اور خطبہ و معاودت میں فصل کا اظہار کرتی ہے۔ ۵۴۵
نماز و خطبہ اور خطبہ و معاودت میں اتصال کا ادّعاء باطل، لہذا عدمِ دعا پر استدلال غلط۔ ۵۴۵
ثُمّ کبھی مجازاً بحالتِ عدمِ مہلت بھی آتا ہے۔ ۵۴۵
مستدل کو احتمال کافی نہیں خصوصاً خلافِ اصل۔ ۵۴۶
فاء بارہا مجرد ترتیب کے لئے آتی ہے بے معنی اتصال وتعقیب کے۔ ۵۴۶
ایجاب کلی اور سلبِ جزئی میں منافاۃ ہے۔ ۵۴۶
محمد بن الصباح البزار صدوق ہے۔ ۵۴۶
محمد بن یحیٰی بن ایوب ثقہ ہے۔ ۵۴۶
ہدیہ بن عبدالوہاب صدوق ہے۔ ۵۴۶
عمر بن رافع البجلی ثقہ ہے۔ ۵۴۶
فضل بن موسٰی ثقہ ہے۔ ۵۴۷
من وجہ قول فعل سے اعلٰی واتم ہے۔ ۵۴۹
فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالاجماع مقبول اور اثبات استحباب میں کافی ووافی ہے۔ ۵۴۹

Marfat.com

باجماع واطباق عقل ونقل حکم مطلق اپنی تمام خصوصیات میں جاری وساری ہوتا ہے۔ ۵۴۹

اطلاق حکم کے معنی کا بیان۔ ۵۴۹

جب تک شرعی استناد ہو تمام خصوصیات و تعینات حکم مطلق میں داخل ہوتے ہیں۔ ۵۴۹

عدمِ وجدان عدمِ وجود کو مستلزم نہیں۔ ۵۵۰

عدمِ نقل نقلِ عدم نہیں۔ ۵۵۰

عدمِ نقل نافیِ وجود نہیں۔ ۵۵۱

عدمِ ثبوت کو اثباتِ عدم لازم نہیں۔ ۵۵۱

بارہا رُواۃِ حدیث امورِ مشہورہ ومعروفہ کو چھوڑ جاتے ہیں مگر وُہ ترک دلیلِ عدم نہیں ہوتا۔ ۵۵۱

نقلِ عدم نقلِ منع نہیں۔ ۵۵۱

نہ کرنا اور چیز ہے اور منع کرنا اور چیز۔ ۵۵۱

مجرد عدمِ نقل اور عدمِ فعل مستلزمِ ممانعت نہیں۔ ۵۵۱

قرونِ ثلثہ سے عدمِ ورود کو دلیلِ منع جاننا وہابیہ کا مغالطہ عامۃ الورود ہے۔ ۵۵۲

وہابیہ کے خلاف مولوی عبدالحی لکھنوی کے فتاوی سے پندرہ ۱۵ عبارتیں۔ ۵۵۳

عید صحرا میں پڑھنی چاہئے یا مسجد میں۔ ۵۶۰

خطبہ میں یا نماز سے پہلے چندہ کی تحریک کیسی ہے ۵۶۶

جمعہ وعیدین اور نماز پنجگانہ کی امامت میں فرق۔ ۵۶۷

قاضی کی تعریف اور شرائط۔ ۵۶۷

جامع مسجد میں عید پڑھنی جائز ہے اور عیدگاہ میں بہتر۔ ۵۷۰

قصداً نمازِ عید چھوڑنا گناہ ہے۔ ۵۷۰

عید کس پر واجب ہے۔ ۵۷۰

تکبیراتِ زوائد کب سے شروع ہوئیں۔ ۵۷۱

بلا عذر پہلے روز عید نہیں پڑھی گئی دوسرے روز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں۔ ۵۷۲

ایک عیدگاہ میں دو بار عید پڑھی گئی پہلی خطبہ کے ساتھ اور دوسری بلا خطبہ، نماز ہوئی یا نہیں۔ ۵۷۵

خراجی زمین میں عیدگاہ بنی ہو وہ عیدگاہ ہوگی یا نہیں۔ ۵۷۶

نماز کے بعد مصافحہ کرنا کیسا ہے۔ ۵۷۶

دن چڑھنے کے بعد چاند کی تحقیق ہو اور شدید بارش ہو اور کچھ لوگ پہلے روز پڑھ لیں دوسرے روز باقی لوگ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔ ۵۷۶

حکام کی اجازت سے عیدگاہ بنی ہو اس میں عید پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔ ۵۸۰

گورنمنٹ کی زمین پر بلا اجازت عید پڑھنی کیسی ہے۔ ۵۸۰

عیدگاہ کے لئے عمارت ہونا ضروری نہیں۔ ۵۸۰

عید کے امام کے لئے وہی شرائط ہیں جو جمعہ کے امام کے لئے ہیں۔ ۵۸۲

نمازِ عید سے پہلے مزدوری وغیرہ کرنا جائز ہے۔ ۵۸۲

عید پڑھنے والا عید کی امامت نہیں کرسکتا۔ ۵۸۳

لوگوں کو جمع کرنے کے لئے صرف الصلوۃ جامعۃ کہنے کی اجازت ہے اس کے لئے بنگولہ جلانا یا گھنٹا بجانا حرام ہے۔ ۵۸۴

مسجد کا فرش وغیرہ عیدگاہ لے جانا جائز نہیں۔ ۵۸۴

نماز کے بعد دعا مانگنا جائز ہے۔ ۵۸۵

Marfat.com

چاند کے بارے میں تار وغیرہ معتبر نہیں۔ ۵۸۶
مسجد میں عید پڑھی جا سکتی ہے اور عید گاہ میں سنّت ہے۔ ۵۸۷
ایک شہر میں متعدد جگہ عید کی نماز ہو سکتی ہے۔ ۵۸۸
ایک شہر کے لئے دو عید گاہ نہیں چاہیئے۔ ۵۹۰
بقر عید میں نماز سے پہلے کچھ نہ کھانا اور نماز کے بعد قربانی کا گوشت کھانا مسنون ہے۔ ۵۹۲
چاند میں اختلاف ہو تو قربانی کے ایام میں احتیاط چاہیئے۔ ۵۹۴
چاند میں تردد ہوتے ہوئے عید پڑھ لی گئی تو نماز ہو گی یا نہیں۔ ۵۹۵
نیت میں صلوٰۃ عید الاضحٰی کے بجائے عید الفحا کہا جائے نماز ہو گی یا نہیں۔ ۵۹۵
عید گاہ کے احکام مسجد کے احکام ہیں۔ ۵۹۷
تکبیرات میں تقدیم و تاخیر ہو جائے تو کیا حکم ہے۔ ۵۹۸
دوران خطبہ میں خطیب یا سامعین سے سبحان اللہ وغیرہ پڑھوائے تو کیا حکم ہے۔ ۵۹۹

⊙ رسالہ وشاح الجید فی تحلیل معانقۃ العید (نمازِ عید کے بعد معانقہ کے جائز ہونے کا بیان)

مصافحہ و معانقہ کے بارے میں عباراتِ ۶۰۱
دونوں فتووں کا سبب تحریر۔ ۶۰۲
معانقہ کا جواز اور اس کے شرائط۔ ۶۰۳

معانقہ آمدِ سفر سے خاص نہیں۔ ۶۰۴
جہاں معانقہ سے ممانعت ہے وہاں معانقہ بروجہِ شہوت مراد ہے۔ ۶۰۶
سولہ احادیث سے بے آمدِ سفر بھی جوازِ معانقہ کا ثبوت۔ ۶۰۸
امام حسین کی محبوبیتِ رسول۔ ۶۰۸
حسنین سے سرکار کی محبت۔ ۶۰۹
حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے عالم حکمت ہونے کی دعا۔ ۶۰۹
عدل رسالت ۔ حضرت اُسید کی محبتِ رسول۔ ۶۰۹
حضرت ابوذر پر سرکار کا کرم۔ ۶۱۰
حضرت علی کی محبوبیتِ رسول اور ان کا مقام۔ ۶۱۰
حضرت ابوبکر کی عظمت و مقبولیت۔ ۶۱۰
حضرت ابوبکر کی افضلیت۔ ۶۱۱
صدیق اکبر کا عشقِ رسول اور ان کی افضلیت۔ ۶۱۲
حضرت عثمان کی مقبولیتِ رسول۔ ۶۱۲
حضرت بتول زہرا کی مقبولیتِ رسول۔ ۶۱۴
مولوی اسمٰعیل دہلوی کے نزدیک قرآن خوانی، فاتحہ خوانی، مصافحہ بعد فجر و عصر اور معانقہ عید بدعتِ حسنہ ہے۔ ۶۱۴
معانقہ عید سے متعلق مولانا عبد الحی فرنگی محلی کا فتویٰ۔ ۶۱۵
ردالمحتار و مرقات۔ ۶۱۷
ہر سن رسیدہ مسلمان قابلِ ادب ہے، اہلِ علم

Marfat.com

اور سادات کرام اور زیادہ ادب و احترام کے مستحق ہیں۔ ۶۱۹

فتاویٰ مولانا عبدالحی میں وہابیت کی بیخ کن عبارتیں۔ ۶۲۰

(۱) بہت سی بدعات جائز ہیں۔ ۶۲۰

(۲) خطبۃ الوداع بدعت ہونے کے باوجود جائز و ثواب ہے۔ ۶۲۰

(۳) وجودیہ شہودیہ حضرات کو بدعتی کہنے والا جاہل ناواقف اور قابلِ ملامت ہے۔ ۶۲۰

(۴) شغلِ برزخ شرک و گمراہی نہیں۔ ۶۲۰

(۵) تراویح کے ختمِ قرآن میں تین بار سورۂ اخلاص پڑھنا مستحسن ہے۔ ۶۲۱

(۶) میت کی پیشانی پر بسم اللہ لکھنا مستحسن ہے۔ ۶۲۱

(۷) مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور جدہ میں مجالسِ میلاد کا انعقاد اور ان میں سورۂ والضحیٰ سے ختمِ قرآن تک ہر سورۃ پر تکبیر۔ ۶۲۱

مولانا فرنگی محلی نے ایسی مجالس میں خود شرکت کی اور انھیں متبرک بتایا۔ ۶۲۱

خلافِ اولیٰ مکروہ نہیں، جائز و مباح ہے۔ ۶۲۲

ثبوتِ کراہت کے لئے دلیلِ خاص ضروری ہے، خواہ کراہت تنزیہی ہو۔ ۶۲۳

احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ معانقہ ابتدائے ملاقات سے خاص نہیں۔ ۶۲۴

بدمذہبوں سے مشابہت صرف تین صورتوں میں ممنوع ہے۔ ۶۲۴

قرونِ سابقہ میں نہ ہونا ممانعت کی دلیل نہیں۔ ۶۲۵

بدعت کی پانچ قسمیں ہیں، حرام، واجب، مندوب، مکروہ، مباح۔ ۶۲۵

جو بدعت کتاب و سنت کے خلاف نہ ہو وہ مذموم نہیں۔ ۶۲۵

مصحف (قرآن) میں سورتوں کے نام، آیتوں کی تعداد لکھنا بدعت ہے مگر بدعتِ حسنہ۔ ۶۲۵

مندوبیت کی نفی سے مکروہ ہونا ثابت نہیں ہوتا (تنزیہی بھی نہیں) ۶۲۶

عباراتِ فقہائے سے مصافحہ بعد فجر و عصر بلکہ مصافحہ بعدِ ہر نماز کا جائز بلکہ سنت ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ۶۲۷

دو مسلمان باہم مصافحہ کریں تو ہاتھوں کی تحریک کے ساتھ ان کے گناہ جھڑتے ہیں۔ ۶۲۹

ان کی مغفرت ہوتی ہے، ان پر سو رحمتیں نازل ہوتی ہیں، ننانوے ۹۹ اس کے لئے جو سبقت کرے۔ ۶۲۹

اصح یہی ہے کہ مصافحہ بعد نماز جائز ہے۔ ۶۳۲

تصحیح و فتویٰ میں اختلاف ہو تو اطلاقِ متون کو ترجیح ہوگی۔ ۶۳۳

فقہا نے جسے راجح و صحیح قرار دیا ہمیں اُسی کی پیروی کرنی ہے۔ ۶۳۳

قولِ مرجوح پر فتویٰ دینا جہالت اور مخالفتِ اجماع ہے۔ ۶۳۳

اہلِ باطل کا شعار اُسی وقت تک قابلِ احتراز ہے جب تک اُن کا شعار رہے، اگر ان سے رواج اُٹھ گیا اور وہ امر فی نفسہٖ شرعاً جائز ہے تو اب

Marfat.com

اُس سے ممانعت نہیں۔ ٦٣٤
مسلمان مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے تو اپنا
ہاتھ کھینچنا نہیں چاہیئے۔ ٦٣٦
مسلمان کی خاطرداری رعایتِ ادب پر مقدم ہے۔ ٦٣٦
مسلمانوں کے عادات و رسوم کی موافقت ہی
کرنی چاہیئے بشرطیکہ شرع سے صریح اور
ناقابلِ تاویل ممانعت نہ ہو۔ ٦٣٦
بدعتِ مذمومہ کا ارتکاب ترکِ سنّت سے
بُرا ہے۔ ٦٣٨
بدعتِ مباحہ سے بچنا مطلوب نہیں لہذا اگر
کسی ایسی بدعت کی بجاآوری میں کسی سنّت پر
بھی عمل ہوتا ہے تو کرے۔ ٦٣٨

باب الاستسقاء ٦٤١

استسقاء دعا ہے یا نماز، اور یہ کب ہو۔ ٦٤١

Marfat.com

فہرست ضمنی مسائل

اذان واقامت

اذان ثانی کا جواب زبان سے دینا یا اذان کے بعد زبان سے دُعا کرنا منع ہے دل سے کر سکتا ہے۔ ۳۰۰

اذان ثانی کا جواب امام دے سکتا ہے مقتدی نہیں، مگر مقتدی دے تو اس سے نزاع نہیں کرنا چاہیئے۔ ۴۳۶

اذان خطبہ کا جواب دینا اور دعا مانگنا اور نام پاک پر انگوٹھا چُومنا نہیں چاہیئے۔ ۴۶۸

ہمارے علماء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ مسجد میں اذان دینی مکروہ ہے۔ ۴۹۷

اذان منارے پر یا مسجد کے باہر چاہیئے مسجد میں اذان نہ کہی جائے۔ ۴۹۸

اقامت ضرور مسجد میں ہوگی۔ ۴۹۸

اذان کے لئے اگر منارہ نہ ہو تو مسجد سے باہر ایسی زمین پر دی جائے جو مسجد سے متعلق ہو۔ ۴۹۸

اذان بلندی پر اور تکبیر زمین پر ہونا سنّت ہے۔ ۴۹۸

مغرب کی اذان میں مشائخ کا اختلاف ہے، اور ظاہر یہ ہے کہ مغرب کی اذان بھی بلندی پر ہونا سنت ہے۔ ۴۹۹

اذان وہاں ہونی چاہیئے جہاں سے ہمسایوں کو خوب آواز پہنچے۔ ۴۹۹

سنّت یہ ہے کہ اذان منارے پر ہو اور تکبیر مسجد میں۔ ۴۹۹

اگر اذان کے لئے کوئی بلند مکان نہ بنا ہو تو مسجد کے آس پاس اُس کے متعلق زمین میں اذان دے۔ ۴۹۹

اوقات

جمعہ کا اوّل اور آخر وقت۔ ۴۶۵

Marfat.com

جماعت

دروازۂ مسجد پہ بنی ہوئی دکانوں کی چھت پر کھڑے ہونے والے نمازیوں کی اقتدار صحیح ہے۔ ۶۶

قضا نمازوں کی جماعت ہو سکتی ہے یا نہیں، اور ہو سکتی ہے تو کہاں، مسجد یا مکان میں۔ ۱۶۲

امامت

جمعہ، عیدین اور کسوف میں امام کیسا ہو۔ ۳۵۹

جمعہ کی امامت کے لئے سلطان یا ماذون کی شرط کوئی بنیادی شرط نہیں۔ ۳۸۴

نماز پنجگانہ، جمعہ، عیدین اور کسوف کی امامت میں کوئی فرق ہے یا نہیں۔ ۳۸۴

امام میں شرعی عیب ہو اور اسے معزول نہ کر سکیں تو دوسری جگہ جمعہ کے لئے جانا واجب ہے۔ ۳۹۹

شافعی امام کے پیچھے حنفی کا جمعہ ہوگا یا نہیں۔ ۴۰۴

امام قابل امامت نہ ہو اور اسے بدل بھی نہ سکتا ہو تو تنہا ظہر پڑھے۔ ۴۴۰

امام نے جمعہ پڑھا کر دوسری مسجد میں جمعہ کی نماز میں شرکت کی، یہ کیسا ہے۔ ۱۴۴

جمعہ کا امام کون ہو۔ ۱۴۴

لوگوں کے مقرر کردہ امام کے پیچھے جمعہ صحیح ہے۔ ۴۶۲

امام جمعہ مقرر کرنے کا حق بادشاہ یا نائب کو ہے۔ ۴۶۹

جمعہ وعیدین و نماز پنجگانہ کی امامت میں فرق۔ ۵۶۷

عید کے امام کے لئے وہی شرائط ہیں جو جمعہ کے امام کے لئے ہیں۔ ۵۸۲

عید پڑھنے والا عید کی امامت نہیں کر سکتا۔ ۵۸۳

قرات

فاتحہ کے بعد بسم اللہ شریف ترتیل سے پڑھی جس سے کافی دیر ہو گئی تو سجدۂ سہو واجب نہیں سکوت یا سورت سوچنے میں دیر ہو جائے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ ۱۹۲

چار رکعت والی نماز میں پچھلی دو رکعتوں میں سورۃ کا ضم کرنا کیسا ہے۔ ۱۹۲

فاتحہ کے ساتھ سورت نہیں ملائی اور رکوع میں چلا گیا تو یاد آنے پر فوراً کھڑے ہو کر سورت پڑھے اور پھر رکوع کرے، اور اگر رکوع کے بعد یاد آئے تو سجدۂ سہو کرے۔ ۱۹۶

مسائل لقمہ

قعدۂ اولیٰ میں امام عادت سے زیادہ دیر لگا دے تو مقتدی لقمہ دے سکتا ہے یا نہیں۔ ۲۱۲

قعدۂ اولیٰ میں امام سہواً کھڑا ہو گیا اور مقتدی نے لقمہ دیا تو نماز ہوگی یا نہیں۔ ۲۱۳

امام کو قعدہ سے سہو ہو تو اللہ اکبر یا التحیات سے بھی لقمہ دیا جا سکتا ہے مگر سنت سبحان اللہ کہنا ہے۔ ۲۱۴

بغیر قنوت پڑھے رکوع چلا جائے تو پلٹے نہیں اور اگر پلٹا تو نماز ہو جائے گی مگر گنہگار ہوگا پلٹنے

Marfat.com

کے لئے مقتدی نے لقمہ دیا تو اس کی نماز فاسد ہوگی ۔ ۲۱۹

احکامِ مسبوق

سجدۂ سہو کے لئے امام سلام کرے تو مسبوق بھی سلام کرنے میں شریک ہو یا نہیں ۔ ۱۹۱
مسبوق سجدۂ سہو کا سلام نہ کرے ۔ ۱۹۱

ذکرِ الٰہی

تکثیرِ ذکرِ الٰہی پر دلائل ۔ ۵۳۵
ہر دعا بالبداہۃ ذکرِ الٰہی ہے ۔ ۵۲۵
تکثیرِ ذکر سے متعلق احادیث ۔ ۵۳۵
ذکرِ الٰہی اتنی کثرت سے کریں کہ لوگ مجنون بتائیں ۔ ۵۳۵
جو ذکرِ الٰہی کی کثرت نہ کرے وہ ایمان سے بیزار ہوگیا ۔ ۵۳۶

آدابِ دعا

جمعہ اور ہر نماز کے بعد قبلہ سے انحراف امام کے لئے سنت ہے ۔ ۳۵۶
قبلہ رو بیٹھا رہنا بالاجماع مکروہ ہے ۔ ۳۵۶
جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں طویل دعا بہتر نہیں اور یونہی جبکہ مقتدیوں پر گراں گزرے ۔ ۳۵۶
دعا کے انتظار میں مقتدیوں کو بیٹھا رہنا ضروری نہیں ۔ ۳۵۶
دونوں خطبوں کے مابین دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں ۔ ۳۹۶

نمازِ عیدین کے بعد دعا تابعین عظام اور مجتہدین اعلام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے ۔ ۵۱۱
علماء بشہادتِ حدیث نمازِ مطلق کے بعد دعا مانگنے کو آداب سے گنتے ہیں ۔ ۵۱۶
مطلوب کی دعا نمازِ ذاتِ رکوع وسجود کے بعد واقع ہونا آداب سے ہے ۔ ۵۱۷
دعا کا محل عملِ صالح سے فراغت کے بعد ہے ۔ ۵۱۸
بعد فراغ محلیتِ دعا فرائض سے خاص نہیں ۔ ۵۱۹
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر دو رکعت نفل کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا حکم دیا ۔ ۵۱۹
دعا مانگنے کا مستحسن طریقہ ۔ ۵۱۹
رات کے نصف اخیر میں اور فرض نمازوں کے بعد دعا زیادہ سنی جاتی ہے ۔ ۵۲۰
مظانِ اجابت دعا کی تحری مسنون ومحبوب ہے ۔ ۵۲۲
تحری مذکور پر قرآن وحدیث سے دلائل ۔ ۵۲۲
گروہِ مسلمین میں سے بعض دعا کریں اور بعض آمین کہیں تو ان کی دعا مقبول ہے ۔ ۵۲۳
علماء نے مجمعِ مسلمین کو اوقاتِ اجابت سے شمار کیا ہے ۔ ۵۲۳
مجمعِ مسلمین کا اوقاتِ اجابت سے ہونا حدیثِ صحاح سے ثابت ہے ۔ ۵۲۳
جس قدر مجمع کثیر ہوگا اسی قدر امیدِ اجابت ظاہر تر ہوگی ۔ ۵۲۳
دعا نماز پر اقتصار ہرگز شرعاً مطلوب نہیں ۔ ۵۲۳
بعد نماز ہاتھ اٹھا کر دعا نہ مانگنے والے کی نماز

Marfat.com

ناقص ہے۔ ۵۲۳
تسبیح سجود بھی دعا ہے۔ ۵۲۳
اللہ کا فرمان ہے کہ مجمع عید میں آخرت کے لئے جو مانگو کے عطا کروں گا۔ ۵۲۶
اگر دنیاوی اشیاء سے متعلق دعا قبول نہ ہو تو اس کے برابر بلا دفع کی جاتی ہے یا وہ دعا روز قیامت کے لئے ذخیرہ رکھی جاتی ہے جو بندہ کے لئے بہر صورت بہتر ہے۔ ۵۲۶
جلسہ خیر سے اُٹھتے وقت دعا کرنا خیر کے حفظ و نگہداشت کے لئے ہے۔ ۵۲۹
دعا مطلقاً اعظم مندوبات دینیہ و اجل مطلوبات شرعیہ سے ہے۔ ۵۳۰
دعا کی تاکید و تکثیر اور ترکِ دعا پر تہدید سے متعلق گیارہ احادیث کریمہ۔ ۵۳۲

قضائے عمری

میت کی جانب سے قضائے عمری ادا کرنے کی ایک صورت۔ ۱۵۴
قضائے عمری کا ایک غلط طریقہ۔ ۱۵۵
قضائے عمری کے پڑھنے کا طریقہ اور اس کی نیت۔ ۱۵۷
قضائے عمری ادا کرنے کا طریقہ۔ ۱۶۳

حیلہ اسقاط

میت کے ذمہ نماز و روزہ کا کفارہ ہو اور کفارہ میں قرآن شریف کا ہدیہ مسکین کو دیا جائے تو کفارہ ادا ہوگا یا نہیں۔ ۱۶۴
میت کے کفارہ ادا کرنے کے لئے مال نہ ہو یا کم ہو تو کفارہ کیسے ادا ہو۔ ۱۶۵
قضا نماز کے کفارہ کا مستحق کون ہے۔ ۶۵
میت کی جانب سے کفارہ ادا کرنے کا طریقہ۔ ۶۶
کفارہ میں قرآن شریف دینے سے پورا کفارہ ادا نہیں ہوتا بلکہ قرآن شریف جس ہدیہ کا ہے اتنا ہی ادا ہوگا۔ ۷۵

احکامِ قبور

قبروں کو ہموار کر کے مسجد میں شامل کرلینا حرام ہے۔ ۱۳
قبریں پاٹ کر مسجد بنانا کیسا ہے۔ ۲۴

اعتکاف

معتکف کو مسجد کے صحن میں آنا جانا بیٹھنا یقیناً روا ہے۔ ۱۰
مسجد میں معتکف کو سونا جائز ہے اور غیر معتکف کے بارے میں علما کا اختلاف ہے مصنف کی تحقیق۔ ۲
صحیح یہ ہے کہ معتکف کے سوا دوسروں کو کھانا پینا مسجد میں جائز نہیں۔ ۵
معتکف مسجد میں احتیاط سے کھائے پیئے۔ ۶

عقائد و کلام

ختمِ نبوت کا انکار کفر ہے۔ ۴

Marfat.com

غیر مقلدین زمانہ پر حکم کفر ہے۔ ۷۵
نماز، روزہ، حج وغیرہ کے چھوڑنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا البتہ ان کی قضا اس پر فرض ہے۔ ۱۶۳
بدعت حسنہ کے مندوب ہونے پر اتفاق ہے۔ ۴۲۰
جشن میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منانے کے لئے لوگوں کا جمع ہونا بدعت حسنہ اور مندوب ہے۔ ۴۲۰
زیادۃ علی السنۃ وہ مکروہ ہے جو باعتقاد سنت ہو نہ کہ باعتقاد اباحت وندب۔ ۴۲۱
موجود معدوم کے ساتھ مرتبط نہیں ہوتا۔ ۴۲۵
قادیانیوں کی نماز باطل ہے۔ ۴۶۶
مسلمانوں کو بلا وجہ مشرک و بدعتی کہنا بالاجماع حرام قطعی ہے۔ ۴۸۵
بہت سی بدعات جائز ہیں۔ ۶۲۰
خطبۃ الوداع بدعت ہونے کے باوجود جائز و ثواب ہے۔ ۶۲۰
وجودیہ و شہودیہ حضرات کو بدعتی کہنے والا جاہل و ناواقف اور قابلِ ملامت ہے۔ ۶۲۰
شغلِ برزخ شرک و گمراہی نہیں۔ ۶۲۰

لغت

بَیْنَ یَدَی سمتِ مقابل میں منتہائے جہت تک صادق ہے۔ ۵۰۰
بَیْنَ یدی کے معنیٰ کی وضاحت اور اس پر قرآن و حدیث سے شواہد کا ذکر۔ ۵۰۰

فوائدِ حدیثیہ

حدیث "قد تعدّی" میں تعدی اعتقاد پر محمول ہے۔ ۴۲۲
ان احادیث کی تشریح جن میں اذان کے ساتھ فی المسجد کا لفظ آیا ہے۔ ۵۰۴
احادیث سے ادبار صلوات کا مطلقاً محلِ دعا ہونا مستفاد ہے۔ ۵۱۶
حدیث سے مستفاد ہے کہ بعد نماز عید خود اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے دعا کا تقاضا فرماتا ہے۔ ۵۲۷
ہر جلسہ کے بعد دعا کی تاکید سے متعلق حدیث سیدہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تخریج و تشریح۔ ۵۲۷
جلسۂ صلوات کے بعد تاکید دعا پر حدیث سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے عموم لفظ اور شہادت معنیٰ سے استدلال۔ ۵۲۹
وہ حدیث جو خطبۂ عید اور معاودت میں فصل بتاتی ہے۔ ۵۴۵
وہ حدیث جو نماز و خطبہ اور خطبہ و معاودت میں فصل کا اظہار کرتی ہے۔ ۵۴۵
فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالاجماع مقبول اور اثبات استحباب میں کافی و وافی ہے۔ ۵۴۹

Marfat.com

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا عین خطبہ میں دستِ مبارک بلند فرما کر ایک جمعہ کو مینہ برسنے اور دوسرے جمعہ کو مدینہ طیبہ پر سے کُھل جانے کی دُعا مانگنا صحیح بخاری و مسلم وغیرہما میں حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ ۴۷۷

حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نو برس عید کی نمازیں پڑھی ہیں۔ ۵۴۲

فاروق و عثمٰن غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نمازِ عیدین کا سلام پھیر کر کچھ دیر کے بعد خطبہ شروع فرماتے۔ ۵۴۳

اسماءُ الرجال

محمد بن الصباح البزار صدوق ہے۔ ۵۴۶

محمد بن یحییٰ بن ایوب ثقہ ہے۔ ۵۴۶

ہدیہ بن عبد الوہاب صدوق ہے۔ ۵۴۶

عمر بن رافع البجلی ثقہ ہے۔ ۵۴۶

فضل بن موسیٰ ثقہ ہے۔ ۵۴۷

فوائد اصولیہ

جس مسئلہ پر تمام بلاد میں عام مسلمین کے تعامل و افعال شاہد عدل ہوں وہ محتاجِ دلیل نہیں۔ ۶۰

جو دعویٰ خلاف تعامل کرے اپنے دعویٰ پر دلیل لائے۔ ۶۰

قولی و فعلی حدیثوں میں تعارض ہو تو قولی پر عمل ہوگا۔ ۱۰۸

کلیات نامخصوصہ سے استناد بحث و نظر پر موقوف نہیں۔ ۴۱۷

امام ابن حجر کے قول "بحث بعضہم" میں لفظ بعض پر مصنّف کی تحقیقی بحث۔ ۴۱۸

مجہول الحال کی بحث، مجہول الماخذ قابلِ استناد نہیں۔ ۴۱۹

مقلد محض نہ خود اپنی بحث پر حکم لگا سکتا ہے نہ دوسرے پر اس کی بحث حجت ہو سکتی ہے۔ ۴۱۹

تقلید مقلد اجماعاً باطل ہے۔ ۴۱۹

مجرد حدوث شرعاً دلیل منع نہیں۔ ۴۱۹

نفسِ بدعیت مستلزم قبح و شناعت نہیں۔ ۴۲۰

لزومِ ایہامِ سنّیت، عدم مداومت کا مقتضی ہے نہ کہ مداومت علی الترک کا۔ ۴۲۳

جوازِ فعل کے لئے نہی شرعی کا نہ ہونا ہی سند کافی ہے۔ ۴۷۷

ممنوع وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منع فرمائیں۔ ۴۷۷

خدا و رسول کی نہی کے بغیر ہرگز کوئی شئے ممنوع نہیں ہو سکتی۔ ۴۷۷

راحلہ پر وقوف و عدم وقوف سنّتِ دعا کی نفی نہیں کر سکتا۔ ۵۱۵

جس امر سے شرع نے منع نہ فرمایا ہو ہرگز ممنوع نہیں ہو سکتا۔ ۵۱۵

Marfat.com

فرضیہ و نافلہ کے لئے ثبوتِ خاص بعینہٖ واجبات کے لئے ثبوتِ خاص ہے۔ ۵۲۱

ہر ذکر دُعا ہے۔ ۵۲۳

نکرہ سیاق شرط میں واقع ہو تو عام اور جزا میں واقع ہو تو خاص ہوتا ہے۔ ۵۲۹

نکرہ نفی کے تحت آئے تو عام اور اثبات میں آئے تو خاص ہوتا ہے۔ ۵۲۹

اسماءِ شروط سب صورتوں کو عام ہوتے ہیں۔ ۵۲۹

اِدعائے تخصیص بے مخصص محض مردود و باطل ہے۔ ۵۲۹

خیر جس قدر اعظم ہو اسی قدر اُس کا حفظ اہم ہوتا ہے۔ ۵۲۹

خدا و رسول جل مجدہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس چیز کو عام و مطلق رکھا دوسرا اس کو مخصوص و مقید کرنے والا کون ہے۔ ۵۳۴

خدا و رسول جل مجدہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس چیز سے منع نہ فرمایا ہو دوسرا اس سے منع کرنے والا کون ہے۔ ۵۳۵

اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو کسی ہیئت خاصہ اور محل معین سے مخصوص فرمایا اس سے تجاوز جائز نہیں۔ ۵۳۵

اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو اطلاق و ارسال پر رکھا ہرگز کسی ہیئت و محل پر مقتصر نہ ہوگی۔ ۵۳۵

اجازت عامۂ ذکر کے دلائل بعینہا اجازت عامۂ دُعا کے دلائل ہیں۔ ۵۳۵

نہیں اور نہ دیکھا میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ۵۳۹

نہ دیکھنا نہ ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ ۵۴۰

فائے تعقیب اتصالِ حقیقی پر دال نہیں۔ ۵۴۰

توابع فاصل نہیں ہوتے۔ ۵۴۱

احادیثِ متعددہ کا وقائع متعددہ پر محمول ہونا ممکن ہے۔ ۵۴۲

وقائع حال کے لئے عموم نہیں۔ ۵۴۲

ترک مرۃً وجوب ولزوم کے منافی ہوتا ہے۔ ۵۴۲

ثمّ فاصلہ و مہلت چاہتا ہے۔ ۵۴۳

ثمّ کبھی مجازاً بحالت عدم مہلت بھی آتا ہے۔ ۵۴۵

مستدل کو احتمال کافی نہیں خصوصاً خلاف اصل۔ ۵۴۶

فاء بارہا مجرد ترتیب کے لئے آتی ہے بے معنی اتصال و تعقیب کے۔ ۵۴۶

من وجہ قول فعل سے اعلیٰ و اتم ہے۔ ۵۴۹

باجماع و اطباق عقل و نقل حکم مطلق اپنی تمام خصوصیات میں جاری و ساری ہوتا ہے۔ ۵۴۹

اطلاق حکم کے معنی کا بیان۔ ۵۴۹

جب تک شرعی استثناء نہ ہو تمام خصوصیات و تعینات حکم مطلق میں داخل ہوتے ہیں۔ ۵۴۹

عدمِ وجدان عدمِ وجود کو مستلزم نہیں۔ ۵۵۰

عدمِ نقل نقلِ عدم نہیں۔ ۵۵۰

عدمِ نقل نافیِ وجود نہیں۔ ۵۵۱

عدمِ ثبوت کو اثباتِ عدم لازم نہیں۔ ۵۵۱

بارہا رواۃِ حدیث امورِ مشہورہ و معروفہ کو

Marfat.com

چھوڑ جاتے ہیں مگر وہ ترکِ دلیلِ عدم نہیں ہوتا۔ ۵۵۱

نقلِ عدمِ نقل منع نہیں۔ ۵۵۱

نہ کرنا اور چیز ہے اور منع کرنا اور چیز۔ ۵۵۱

مجرد عدمِ نقل اور عدمِ فعل مستلزم ممانعت نہیں۔ ۵۵۱

بدمذہبوں سے مشابہت صرف تین صورتوں میں ممنوع ہے۔ ۶۲۴

قرونِ سابقہ میں نہ ہونا ممانعت کی دلیل نہیں۔ ۶۲۵

بدعت کی پانچ قسمیں ہیں: حرام، واجب، مندوب، مکروہ، مباح۔ ۶۲۵

جو بدعت کتاب وسنّت کے خلاف نہ ہو وہ مذموم نہیں۔ ۶۲۵

مصحف (قرآن) میں سورتوں کے نام، آیتوں کی تعداد لکھنا بدعت ہے مگر بدعتِ حسنہ۔ ۶۲۵

مندوبیت کی نفی سے مکروہ ہونا ثابت نہیں ہوتا (تنزیہی بھی نہیں) ۶۲۶

اہلِ باطل کا شعار اُسی وقت تک قابلِ احتراز ہے جب تک اُن کا شعار رہے، اگر ان سے رواج اُٹھ گیا اور وہ امر فی نفسہٖ شرعاً جائز ہے تو اب اُس سے ممانعت نہیں۔ ۶۳۴

فوائد فقہیہ

مسجد اُس بقعہ کا نام ہے جو بغرضِ نماز پنجگانہ وقف خالص کیا گیا ہو۔ ۶۰

عمارات وبنا یا سقف وغیرہ مسجد کی ماہیت میں داخل نہیں۔ ۶۰

مسجدیت صحن سے انکار اجماع کے خلاف ہے۔ ۶۲

حقِ مسجد کی رعایت اتباعِ جماعت سے اہم واقدم ہے۔ ۶۲

فناء وہ ہے جو متصل بہ مسجد ہو نہ وہ کہ متصل بہ فناء ہو۔ ۶۶

اگر فناء کی تعریف یوں کی جائے کہ وہ متصل بہ فناء ہے تو اس سے دور لازم آئے گا۔ ۶۶

یہ ادعا کہ صحن وفناء کا مفہوم واحد ہے جہل شدید ہے۔ ۶۶

صحنِ مسجد کا جزءِ مسجد ہونا اجلی بدیہیات ہے۔ ۶۷

صحنِ مسجد کو علماء کبھی مسجدِ صیفی اور کبھی مسجد الخارج سے تعبیر فرماتے ہیں۔ ۷۰

بہت احکام ومسائل نیت کے فرق سے بدل جاتے ہیں۔ ۹۸

شہر کی تعریف۔ ۲۷۴

شہر کی یہ تعریف کہ جمیع سکان جن پر جمعہ فرض ہے آجائیں تو مسجد میں نہ آسکیں، ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے۔ ۲۷۴

خطبہ کے الفاظ کے معانی کا سمجھنا صحتِ جمعہ کے لئے شرط نہیں۔ ۲۸۲

احتیاطی ظہر پڑھنے کا طریقہ۔ ۲۹۴

جمعہ، عیدین وغیرہ میں کثیر جماعت ہو تو سہو کا سجدہ چھوڑا جا سکتا ہے۔ ۳۱۴

فنائے شہر کس کو کہتے ہیں۔ ۳۶۳

احتیاطی ظہر عوام کے لئے نہیں ہے۔ ۳۶۵

مصر، قری اور شہر کا فرق۔ ۳۶۵

جہاں جمعہ صحیح ہونے میں اشتباہ نہ ہو وہاں

Marfat.com

احتیاطی ظہر منع ہے ۔ ۲۹۸

جس جگہ قولِ مجتہد موجود ہو علماء اسی جگہ حکم بالجزم لکھتے ہیں ۔ ۴۱۷

اگر کسی عالم غیر مجتہد نے کسی امر کی بحث کی ہو تو علماء اس کو بطورِ جزم نہیں لکھتے بلکہ صراحۃً بتا دیتے ہیں کہ یہ فلاں یا بعض کی بحث ہے تاکہ یہ منقول فی المذہب معلوم نہ ہو ۔ ۴۱۷

اگر کوئی عالم قولِ غیر مجتہد کو بطورِ جزم لکھ جائے تو اس پر گرفت ہوتی ہے ۔ ۴۱۷

بدعت کبھی حرام، کبھی واجب، کبھی مندوب، کبھی مکروہ اور کبھی مباح ہوتی ہے ۔ ۴۱۹

ندب حکم شرعی ہے جس کے لئے دلیل ضروری ہے ۔ ۴۲۱

مجلسِ واحد حسبِ تصریح کافہ ائمہ جامع کلمات ہوتی ہے ۔ ۴۲۵

ایجاب وقبول تب مرتبط ہوتے ہیں جب ایک ہی مجلس میں ہوں ۔ ۴۲۵

المصر مالا یسع اکبر مساجدہ اھلہ یہ نہ مذہبِ امام اور نہ صاحبین کا قول ۔ ۴۲۷

اب جمعہ میں قاضی سے مراد والی قاضی ہے نکاح کا قاضی نہیں ۔ ۴۵۷

جمعہ کی اذانِ ثانی کے مسجد میں جائز ہونے پر لفظ بین یدی الامام یا بین یدی المنبر سے استدلال محض ناواقفی ہے ۔ ۴۹۹

فرض وواجب ونفل میں فرق ۔ ۵۲۱

زید وعدہ کرے کہ نماز پڑھ کر فوراً آتا ہوں تو بعد نماز معمولی دو حرفی دعا ہرگز عرفاً وشرعاً مبطلِ فور نہیں ۔ ۵۴۱

مسئلہ ضم سورۃ میں آمین فاتحہ وسورۃ میں فاصل نہیں کیونکہ تابع فاتحہ ہے ۔ ۵۴۱

سنن توابع فرائض ہیں ۔ ۵۴۱

نماز وخطبہ اور خطبہ ومعاودت میں اتصال کا ادعاء باطل، لہٰذا عدمِ دعاء پر استدلال غلط ۔ ۵۴۵

قاضی کی تعریف اور شرائط ۔ ۵۶۷

خلافِ اولیٰ مکروہ نہیں، جائز ومباح ہے ۔ ۶۲۲

ثبوتِ کراہت کے لئے دلیل خاص ضروری ہے، خواہ کراہت تنزیہی ہو ۔ ۶۲۳

ریاضی

منزل، کوس اور فرسنگ کی مسافتوں کا بیان ۔ ۲۵۵

تاریخ وتذکرہ

زمانہ نبوی میں مسجد نبوی کی حدود کیا تھیں یعنی اس کا طول وعرض کتنا تھا ۔ ۶۴

صفہ جو کہ مسجد شریف کی جانب شام جنوب رویہ ایک مسقف دالان تھا جزءِ مسجد تھا اور اہلِ صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس میں سکونت رکھتے تھے ۔ ۶۴

اصحابِ صفہ فقراء تھے ۔ ۶۴

جمعہ کس سال فرض ہوا ۔ ۳۱۲

جمعہ کی پہلی اذان کب سے شروع ہوئی،

Marfat.com

خلفائے راشدین کے زمانہ میں اذانِ ثانی کہاں ہوتی تھی۔ ۴۰۲

جمعہ کی اذانِ ثانی زمانۂ اقدس حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں منبر کے سامنے دروازۂ مسجد پر ہوا کرتی تھی۔ ۵۰۱

زمانۂ تابعین میں نمازِ عید خطبہ سے پہلے ہوتی، پھر امام اپنے راحلہ پر وقوف کرکے دُعا مانگتا۔ ۵۱۵

زمانۂ تابعین میں نمازِ عید اذان و اقامت کے بغیر ہوتی تھی۔ ۵۱۵

تکبیراتِ زوائد کب سے شروع ہوئیں۔ ۵۷۱

فضائل و مناقب

اعمالِ صالحہ وجہِ رضائے مولیٰ جل و علا ہوتے ہیں۔ ۵۱۷

ہر ختمِ قرآن پر ایک دُعا مقبول ہے۔ ۵۱۸

افطار کے وقت روزہ دار کی ایک دُعا رد نہیں ہوتی۔ ۵۱۸

یہ فضیلت روزہ فرض و واجب و نفل سب کو عام ہے کیونکہ نصوص میں قیدِ خصوص نہیں۔ ۵۱۹

نماز افضلِ اعمال و اعظمِ ارکانِ اسلام ہے۔ ۵۱۹

نماز روزے سے زائد موجبِ رضائے ذوالجلال والاکرام ہے۔ ۵۱۹

واجبات نوافل سے اعلیٰ و اعظم اور رضائے الٰہی میں اوفر و اتم ہیں۔ ۵۲۰

دُعا بنصِ قرآن و حدیث و اجماعِ ائمہ قدیم و حدیث اعظم مندوباتِ شرع سے ہے۔ ۵۲۲

حبیب بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مستجاب الدعوات تھے۔ ۵۲۲

سب سے زیادہ قرب بندے کو اپنے رب سے حالتِ سجود میں ہوتا ہے۔ ۵۲۳

خیر نماز سب چیزوں سے افضل ہے۔ ۵۲۹

امام حسین کی محبوبیتِ رسول۔ ۶۰۸

حسنین سے سرکار کی محبت۔ ۶۰۹

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے عالمِ حکمت ہونے کی دعا۔ ۶۰۹

عدلِ رسالت — حضرت اُسید کی محبتِ رسول۔ ۶۰۹

حضرت ابوذر پر سرکار کا کرم۔ ۶۰۹

حضرت علی کی محبوبیتِ رسول اور ان کا مقام۔ ۶۱۰

حضرت ابوبکر کی عظمت و مقبولیت۔ ۶۱۰

حضرت ابوبکر کی افضلیت۔ ۶۱۱

صدیقِ اکبر کا عشقِ رسول اور ان کی افضلیت۔ ۶۱۲

حضرت عثمان کی مقبولیتِ رسول۔ ۶۱۲

حضرت بتولِ زہرا کی مقبولیتِ رسول۔ ۶۱۴

ہر سن رسیدہ مسلمان قابلِ ادب ہے، اہلِ علم اور سادات کرام اور زیادہ ادب و احترام کے مستحق ہیں۔ ۶۱۹

دو مسلمان باہم مصافحہ کریں تو ہاتھوں کی تحریک کے ساتھ ان کے گناہ جھڑتے ہیں۔ ۶۲۹

ان کی مغفرت ہوتی ہے۔ ان پر سو رحمتیں نازل ہوتی ہیں، ننانوے اس کے لئے جو سبقت کرے ۶۲۹

Marfat.com

حظر و اباحت

مسجد میں پیڑ بونا ممنوع، ہاں اگر اس میں مسجد کی منفعت ہو تو جائز ہے۔ ۶۵

جنبی کا صحن مسجد میں جانا جائز نہیں۔ ۶۷

اگر پانی کا چشمہ مسجد میں ہے اور اس کے سوا کہیں پانی نہ ملے تو جنبی تیمم کرکے وہاں جاسکتا ہے۔ ۶۷

مسجد سے متصل کوئی مکان مسجد سے بلند ہو تو حرج نہیں اور یہ خیال کہ جس مسجد سے متصل کوئی بلند مکان ہو اس میں نماز نہیں ہوتی محض غلط ہے۔ ۸۵

ضرورت پر متعدد مسجدیں بنائی جاسکتی ہیں۔ ۸۷

بلند مسجدیں بنانا جائز ہے۔ ۸۹

سود کی مخلوط آمدنی سے مسجد کے فرش، کنواں وغیرہ بنانے سے مسجد میں کوئی حرج نہیں آتا۔ ۸۹

مسجدوں میں پاک چیزیں لگائی جائیں نئی ہوں یا پرانی۔ ۹۰

مسجدوں کو چوپال بنانا جائز نہیں۔ ۹۵

مسجد یا صحن میں گالی گلوچ وغیرہ لغویات جائز نہیں ایسے کو مسجد سے نکال دینا چاہئے۔ ۹۵

مسجدوں میں درود، وظائف، تلاوت وغیرہ جہر سے کرنا جس سے نمازیوں یا سونے والوں کو تکلیف ہو منع ہے۔ ۹۹

تعوذ سے خطبہ شروع کرنا چاہئے اور کوئی بسم اللہ سے شروع کرے تو جواز میں شک نہیں۔ ۴۳۶

خطبہ میں اسم جلالت یا حضور کا اسم مبارک آئے تو دل میں جل جلالہ یا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہے زبان سے نہیں۔ ۴۳۷

خطبہ کے وقت سنتیں پڑھنا ممنوع ہے۔ ۴۳۷

خطبہ زبانی اور دیکھ کر دونوں طور پر پڑھا جاسکتا ہے اور زبانی پڑھنا افضل ہے۔ ۴۳۸

خطبہ میں آیت شروع کرنے سے پہلے تعوذ پڑھنا چاہئے، اور وہ آیت سورہ کی ابتدا میں ہو تو بسم اللہ بھی پڑھ لینے میں حرج نہیں۔ ۴۴۶

الوداعی خطبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ثابت نہیں، ہاں وہ فی نفسہ مباح ہے۔ ۴۵۲

دھوپ کی وجہ سے چھتری لگا کر خطبہ سننا جائز ہے یا نہیں۔ ۴۵۸

جمعہ کے دن دوپہر سے پہلے سفر کرنا جائز ہے ۴۵۹

جمعہ کا وقت ہوجانے کے بعد سفر کرنا گناہ ہے ۴۵۹

حضور کی تبعیت میں حضرت غوث الاعظم پر درود پڑھنا جائز ہے۔ ۴۶۱

سلاطین کے لئے مبالغہ آمیز الفاظ ممنوع ہیں ۴۶۵

اردو میں خطبہ خلاف سنت ہے۔ ۴۶۹

دوران خطبہ اگر حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر خطیب کرے تو مقتدی دل میں درود شریف پڑھیں۔ ۴۸۱

بانی مسجد نے تمام مسجدیت سے پہلے مسجد کے اندر اذان کے لئے منارہ یا کوئی محل مرتفع بنایا تو جائز ہے، اتنا ٹکڑا اذان کے لئے جدا

Marfat.com

سمجھا جائے گا یہاں کراہت عارض نہ ہوگی۔ ۵۰۲
مسجد میں جوازِ وضو کی ایک صورت۔ ۵۰۲
منذنہ بیرونِ مسجد تھا بعدہٗ مسجد بڑھائی گئی اب منذنہ اندرونِ مسجد ہوگیا تو اس پر اذان میں حرج نہ ہوگا۔ ۵۰۴
تمامیِ مسجد کے بعد اگر بانیِ مسجد اذان کے لئے مسجد میں نیا مکان مستثنیٰ کرنا چاہے تو اس کی اجازت نہیں۔ ۵۰۴
تمامیتِ مسجد کے بعد مسجد میں امام کا مکان بنانے کا حکم۔ ۵۰۴
عید کے خطبہ میں لبیک یا درود پڑھنا کیسا ہے ۵۰۹
عیدین و تہجد وغیرہا کے بعد دعا مانگنا شرعاً جائز بلکہ مندوب و مرغوب ہے۔ ۵۲۲
نماز میں آدمی ہر قسم کی دعا نہیں مانگ سکتا۔ ۵۲۴
شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بے تقییدِ وقت و تخصیص ہیئت مطلقاً دعا کی اجازت دی۔ ۵۳۰
شرع میں تکثیرِ دعا پر ترغیب اور ترکِ دعا پر وعید وارد ہوئی ہے۔ ۵۳۰
ذکر، تسبیح، تہلیل اور دعا ہر جگہ اور ہر وقت مشروع ہیں۔ ۵۳۸
خطبہ میں یا نماز سے پہلے چندہ کی تحریک کیسی ہے؟ ۵۹۶
خراجی زمین میں عیدگاہ بنی ہو وہ عیدگاہ ہو گی یا نہیں۔ ۵۷۶
نماز کے بعد مصافحہ کرنا کیسا ہے۔ ۵۷۶

تراویح کے ختمِ قرآن میں تین بار سورۂ اخلاص پڑھنا مستحسن ہے۔ ۶۲۱
میت کی پیشانی پر بسم اللہ لکھنا مستحسن ہے۔ ۶۲۱
مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور جدہ میں مجالسِ میلاد کا انعقاد اور ان میں سورۂ والضحیٰ سے ختمِ قرآن تک ہر سورۃ پر تکبیر۔ ۶۲۱
مسلمان مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے تو اپنا ہاتھ کھینچنا نہیں چاہیے۔ ۶۳۶
مسلمان کی خاطرداری رعایتِ ادب پر مقدم ہے۔ ۶۳۶
مسلمانوں کے عادات و رسوم کی موافقت ہی کرنی چاہیے بشرطیکہ صریح اور ناقابلِ تاویل ممانعت نہ ہو ۶۳۴
بدعتِ مباحہ سے بچنا مطلوب نہیں لہٰذا اگر کسی ایسی بدعت کی بجاآوری میں کسی سنت پر بھی عمل ہوتا ہے تو کرے۔ ۶۳۸

تفسیر و علومِ قرآن

اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد فاذا فرغت فانصب ○ والیٰ ربك فارغب کی تفسیر۔ ۵۱۶
آیۂ مذکورہ میں بقول سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فراغ سے مراد نماز سے فارغ ہونا اور نصب سے مراد دعا میں جدوجہد کرنا ہے۔ ۵۱۶
آیت کریمہ مطلق ہے اور اپنے اطلاق کے ساتھ نماز فرض، واجب اور نفل سب کو شامل ہے لہٰذا نمازِ عیدین بھی اس حکم میں داخل ہیں۔ ۵۱۶
کثرتِ ذکرِ الٰہی سے متعلق آیات کی تفسیر۔ ۵۲۶

Marfat.com

منطق

ایجاب کلی اور سلب جزی میں منافاۃ ہے۔ ۵۴۶

مناظرہ و ردِّ بدمذہباں

سنیوں کی مسجدوں پر روافض کا کوئی حق نہیں۔ ۷۷

مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے دہلی کی ایک مسجد کے مؤذن کو عقلی دلیل سے مسئلہ سمجھانا۔ ۵۰۲

عبدہ دوم فتویٰ مولوی عبدالحی لکھنوی سے اسناد پر کلام اور اوہام مانعین کے ازالۂ تام کے بیان میں۔ ۵۱۵

جوادّعا منع کرے اثباتِ ممانعت اُس کے ذمہ ہے۔ ۵۱۵

قرونِ ثلثہ سے عدمِ ورود کو دلیلِ منع جاننا وہابیہ کا مغالطہ عامۃ الورود ہے۔ ۵۵۲

وہابیہ کے خلاف مولوی عبدالحی لکھنوی کے فتاوی سے پندرہ عبارتیں۔ ۵۵۳

رضاعت

کسی لڑکے نے چھ مہینے پانچ دن چار گھڑی تین منٹ کی عمر میں ایک عورت کا دُودھ پیا اُس کی دختر اس پر حرام ہے۔ ۴۱۸

مدتِ رضاعت میں جوارتفاع ہو موجبِ تحریم ہے۔ ۴۱۸

وقف

صرف اس قول سے کہ میں نے اس زمین کو مسجد کیا اس خطہ زمین سے واقف کی ملکیت زائل ہوجاتی ہے۔ ۷۰

بیع

مسجدوں کی بیع ناجائز ہے۔ ۹۰

غصب

کسی نے مسجد پر ظلماً قبضہ کرلیا اور حصولیابی کی کوئی صورت نہ ہو اور وہ دوسری جگہ معاوضہ میں دینے کے تیار ہو تو وہ جگہ لے کر مسجد بنائی جاسکتی ہے۔ ۹۱

اجارہ

مسجد کے حجرہ میں تعویذ لکھ کر اجرت پر دینا جائز نہیں۔ ۹۵

تمدن

مسجد و معبد ہو یا منزل و مسکن ہر مکان کو بلحاظ اختلافِ موسم دُو حصوں پر تقسیم کرنا عادات مطردہ بنی نوع انسان سے ہے، ایک پارہ مسقف کرتے ہیں کہ برف و بارش و آفتاب سے بچائے دوسرا کھلا رکھتے ہیں کہ دھوپ میں بیٹھنے اور ہوا لینے کے کام آئے۔ ۶۱

Marfat.com

رسم المفتی

مسلمانوں کے کسی فعل کو بدعتِ شنیعہ کہنا ایک حکم تو اللہ و رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لگانا ہے کہ ان کے نزدیک یہ فعل ناروا ہے، اور ایک حکم مسلمانوں پر لگانا ہے کہ وہ اس فعل کے باعث گنہ گار و مستحقِ عذاب ہیں اور ایسا حکم لگانا بلا دلیل شرعی واضح کے ناجائز ہے۔ ۴۱۷

دلیل شرعی مجتہد کے لئے اصولِ اربعہ اور ہمارے لئے قولِ مجتہد ہے۔ ۴۱۷

علماء محتاطین مسائلِ اجتہادیہ میں تو انکار بھی ضروری نہیں جانتے چہ جائیکہ تضلیل و تکفیر کی جائے۔ ۴۸۴

تصحیح و فتویٰ میں اختلاف ہو تو اطلاقِ متون کو ترجیح ہوگی۔ ۶۲۳

فقہاء نے جسے راجح و صحیح قرار دیا ہمیں اُسی کی پیروی کرنی ہے۔ ۶۲۳

قولِ مرجوح پر فتویٰ دینا جہالت اور مخالفتِ اجماع ہے۔ ۶۲۳

قسم

اگر قسم کھائی کہ زید کے گھر نہ جاؤں گا اور صحن میں گیا تو حانث ہوگا۔ ۶۰

اگر قسم کھائی کہ مسجد سے باہر نہ جاؤں گا اور صحن میں آیا تو حانث نہ ہوگا۔ ۶۰

متفرقات

زبانِ عرب میں مسقف حصّے کو شتوی اور غیر مسقف کو صیفی کہتے ہیں۔ ۶۱

مسجد ضرار کی تعریف۔ ۷۷

صغیر و کبیر مسجدوں میں فرق۔ ۸۰

مسجد ضرار کی ایک صورت۔ ۸۶

منبر کے کتنے زینے ہوں اور کس زینہ پر خطبہ ہو اور منبر کا رواج کب سے ہے۔ ۳۴۳

شہر اور دیہات کا فرق (افسوس کہ پورا جواب نہ مل سکا) ۳۴۸

مجلس تبدیل ہونے کی بعض صورتوں کا بیان ۴۲۵

مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عظیم الشان سند جو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے ہوتی ہوئی امام المجتہدین حضرت امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتی ہے۔ ۵۱۲

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی عادت کریمہ ہے جو اثر اپنے خلاف مذہب ہوتا ہے اُس پر تقریر نہیں فرماتے۔ ۵۱۵

دنیا کی چیزیں خیر و شر دونوں کو محتمل ہیں۔ ۵۲۶

فضائل و ترغیب دُعا سے متعلق احادیث کا ذخیرہ کن کتابوں میں ہے۔ ۵۳۲

دعا و ذکر قطعاً متساوی ہیں (حاشیہ) ۵۳۵

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب احکام المسجد

(احکامِ مسجد کا بیان)

مسئلہ ۱۱۱۵ از لکھنؤ محلہ علی گنج مرسلہ حافظ عبداللہ ۵ ذی الحجہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین جواب اس مسئلہ کا کہ سقفِ مسجد پر بسبب گرمی کے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

مکروہ ہے کہ مسجد کی بے ادبی ہے، ہاں اگر مسجد جماعت پر تنگی کرے نیچے جگہ نہ رہے تو باقی ماندہ لوگ چھت پر صف بندی کرلیں یہ بلاکراہت جائز ہے کہ اس میں ضرورت ہے بشرطیکہ حالِ امام مشتبہ نہ ہو۔

فی العلمگیریۃ الصعود علی کل مسجد مکروہ و لھذا اذا اشتد الحر یکرہ ان یصلوا بالجماعۃ فوقہ الا اذا ضاق المسجد فحینئذ لا یکرہ الصعود علی سطحہ لضرورۃ کذا فی الغرائب[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

عالمگیری میں ہے ہر مسجد کے اوپر چڑھنا مکروہ ہے، یہی وجہ ہے کہ شدید گرمی کے وقت اس کے اوپر جماعت کرانا مکروہ ہے البتہ اس صورت میں کہ مسجد نمازیوں پر تنگ ہوجائے تو ضرورت کی وجہ سے مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ نہیں۔ جیسا کہ غرائب میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب الخامس فی آداب المسجد مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۳۲۲

Marfat.com

اَلتّبصیر المنجد بانّ صحن المسجد مسجد ١٣

(اس بارے میں عمدہ رہنمائی کہ مسجد کا صحن مسجد ہی ہوتا ہے)

مسئلہ ۱۱۶۱: از قصبہ کٹھور اسٹیشن سائن ضلع سورت، ملک گجرات، مسجد پُرب والے، مرسلہ مولوی عبد الحق صاحب مدرس مدرسہ عربی کٹھور و سیٹھ بانا بھائی صاحب مہتمم مدرسہ، ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت اُس صحنِ مسجد کے حکم میں کہ جس پر موسمِ گرما میں ہمیشہ نماز فرض با جماعت مغرب و عشاء و فجر اور کبھی عصر بھی ادا کی جائے، اور یہ مسجد چونکہ برسرِ بازار واقع ہے اس واسطے آمد و رفت نمازیوں کی زیادہ ہے عصر و مغرب کو کبھی جماعت ہو چکی ہو تو اکثر آدمی آکر اُس صحن پر اکیلے فرض نماز پڑھ لیتے ہیں کبھی دو چار آدمی آگئے تو وہاں پر جماعت بھی کر لیتے ہیں اور موسمِ اعتدال ربیع و خریف میں بھی کبھی معمولی جماعت صحنِ مذکور پر ہو جایا کرتی ہے، اب صحنِ مذکور کو حکم مسجد کا دیا جائے یا نہیں؟ اس پر جنبی وغیرہ ناپاک آدمی کا بلا عذرِ شرعی کے جانا جائز ہے یا نہیں؟ دو شخص باہم مناظرہ کرتے ہیں ایک کے نزدیک صحن مذکور مسجد ہے اور جنبی کا اُس پر جانا حرام، اور دوسرے کے نزدیک مصلّے عید کے حکم میں ہے جنبی کو اس پر جانا جائز ہے۔ دلیل اُس کی یہ ہے کہ ہمارے شہر سُورت میں اندرونِ مسجد کو جماعت خانہ اور صحنِ مسجد کو خارج بولتے ہیں، دوسری دلیل یہ کہ فنا اور حریمِ مسجد اور صحنِ مسجد باعتبار مفہوم کے متحد ہیں فنا اور حریمِ مسجد پر جب جنبی کو جانا جائز ہو تو صحن پر بھی جائز ہوگا کس واسطے کہ فناء کو حکم مصلّے عید کا ہے اور علمائے سورت میں سے دو عالم صحن مذکور حکم مسجد کا فرماتے ہیں ان دونوں عالموں میں سے ایک عالم صاحب اس شخص کے جو صحنِ مسجد کو خارجِ مسجد کہتا ہے استاذ بھی ہیں، اب ہر ایک مناظرینِ مرقومۂ بالا میں سے ایک دوسرے کو مفسد کہتا ہے مفسد فی الدّین کون ہے اور مصلح عند الشرع کون؟ اور لفظ فناء مسجد اور حریم مسجد کے معنی صحن مسجد کے سمجھنا صحیح ہیں یا غلط؟ اور دوسرے یہ کہ ساکنانِ شہر سورت کا عرف کہ

Marfat.com

اندرون مسجد جماعت خانہ اور صحنِ مسجد خارج مسجد بولنا یہ عند الشرع معتبر ہے یا نہیں ؟ اور کس قدر یں نمازیں ہر سال میں اُس صحن پر ادا کی جائیں کہ وہ صحن مسجد بن جائے ؟ اُس صحن کی مسجد بن جانے میں سوائے نماز کے اور کوئی دوسری شرط بھی عند الشرع معتبر ہو تو تحریر فرمائیں۔ بیتوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ

صحنِ مسجد قطعاً جزءِ مسجد ہے جس طرح صحنِ دار جزءِ دار، یہاں تک کہ اگر قسم کھائی زید کے گھر نہ جاؤں گا، اور صحن میں گیا بیشک حانث ہوگا کما یظھر من الھدایۃ والھندیۃ والدر المختار ورد المحتار و عامۃ الاسفار (جیسا کہ ہدایہ، ہندیہ، دُرمختار، ردالمحتار اور عام کتب میں ہے۔ ت) اسی طرح اگر قسم کھائی مسجد سے باہر نہ جاؤں گا اور صحن میں آیا ہرگز حانث نہ ہوا، ولہذا معتکف کو صحن میں آنا جانا بیٹھنا رہنا یقیناً روا، یہ مسئلہ اپنی نہایت وضاحت وغایت شہرت سے قریب ہے کہ بدیہیات اولیہ سے ملتحق ہو، جس پر تمام بلاد میں عام مسلمین کے تعامل وافعال شاہد عدل، جن کے بعد اصلاً احتیاج دلیل نہیں، ہاں جو دعوٰی خلاف کرے اپنے دعوے پر دلیل لائے، اور ہرگز نہ لاسکے گا حتی یلج الجمل فی سم الخیاط (یہاں تک کہ اُونٹ سوئی کے سوراخ میں داخل ہوجائے۔ ت) مدعی خلاف نے کہ صحنِ مسجد کے مسجد نہ ہونے پر دو دلیلیں پیش کیں، ایک عام جس میں دلیل کی صورت بھی نہیں بلکہ محض دعوٰی بے دلیل ہے، دُوسری خاص مساجد سورت سے متعلق دونوں محض باطل وزاہق۔ فقیر غفر اللہ تعالیٰ اس مسئلہ واضحہ کی ایضاح کو بحکمِ ضرورت صرف دس وجہیں ذکر کرتا ہے جن سے حکم انجلائے تام پائے اور دونوں دلیلِ خلاف کا ازالہ اوہام ہوجائے، اسی کے ضمن میں اِن شاء اللہ تعالیٰ تمام مراتب سوال کا جواب منکشف ہوجائے گا۔

فاقول وباللہ التوفیق وافاضۃ التحقیق (میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ ہی توفیق اور تحقیق عطا کرنے والا ہے):

اوّلاً مسجد اس بُقعہ کا نام ہے جو بغرضِ نماز پنجگانہ وقف خالص کیا گیا وتمام تعریفہ مع فوائد قیودہ فی الوقف من کتابنا العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ (مسجد کی کامل تعریف اور اس کے تمام قیود کے فوائد کی تفصیل ہمارے فتاوٰی "العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ" کے باب الوقف میں ملاحظہ کیجئے۔ ت)، یہ تعریف بالیقین صحن کو بھی شامل، اور عمارات وبنا یا سقف وغیرہ ہرگز اس کی ماہیت میں داخل نہیں یہاں تک کہ اگر عمارت اصلاً نہ ہو صرف ایک چبوترہ یا محدود میدان نماز کے لئے وقف کردیں قطعاً مسجد

Marfat.com

ہو جائے گا اور تمام احکامِ مسجد کا استحقاق پائے گا۔ فتاوٰی قاضی خاں و فتاوٰی ذخیرہ و فتاوٰی علمگیری وغیرہا میں ہے :

رجل لہ ساحۃ امر قوما ان یصلوا فیھا بجماعۃ ان قال صلوا فیھا ابدا او امرھم بالصلٰوۃ مطلقا ونوی الابد صارت الساحۃ مسجدا لومات لایورث عنہ[1] اھ ملخصاً

ایک آدمی کی کھلی جگہ ہے لوگوں سے کہتا ہے کہ یہاں نماز ادا کرو، اب اگر اس نے یہ کہا کہ یہاں ہمیشہ تم نماز پڑھو، یا اتنا کہا نماز پڑھو مگر نیت ہمیشہ کی، تو وہ جگہ مسجد کہلائے گی ——— اگر وہ فوت ہو جاتا ہے تو وہ زمین وراثت میں شامل نہ ہو گی اھ ملخصاً (ت)

پھر مسقف وغیر مسقف میں فرق کرنا اسے مسجد اسے فنائے مسجد ٹھہرانا محض بے معنی۔

ثانیاً ہر عاقل جانتا ہے کہ مسجد و معبد ہو یا مسکن و منزل ہر مکان کو بلحاظ اختلافِ موسم دو حصّوں پر تقسیم کرنا عاداتِ مطردۂ بنی نوع انسان سے ہے جس پر معظم معمورۃ الارض میں تمام اعصار و امصار کے لوگ اتفاق کئے ہوئے ہیں ایک پارہ مسقف کرتے ہیں کہ برف و بارش و آفتاب سے بچائے، دوسرا کھلا رکھتے ہیں کہ دھوپ میں بیٹھنے، ہوا لینے، گرمی سے بچنے کے کام آئے، زبانِ عرب میں اوّل کو شتوی کہتے ہیں اور دوم کو صیفی ۔ کما افادہ العلامۃ بدرالدین محمود العینی فی کتاب الایمان من البنایۃ شرح الھدایۃ (جیسا کہ علامہ بدرالدین محمود عینی نے بنایہ شرح الہدایہ کے کتاب الایمان میں تصریح کی ہے۔ ت) یہ دونوں ٹکڑے قطعاً اس معبد یا منزل کے یکساں دو جزء ہوتے ہیں جن کے باعث وہ مکان ہر موسم میں کام کا ہوتا ہے اور بالیقین مساجد میں صحن رکھنے سے بھی واقفین کی یہی غرض ہوتی ہے ورنہ اگر صرف شتوی یعنی مسقف کو مسجد اور صیفی یعنی صحن کو خارج از مسجد ٹھہرایئے تو کیا واقفین نے مسجد صرف موسم سرما و عصرین گرما کے لئے بنائی تھی کہ ان اوقات میں تو نماز مسجد میں ہو باقی زمانوں میں نماز و اعتکاف کے لئے مسجد نہ ملے یا ان کا مقصود یہ جبر کرنا تھا کہ کیسی ہی حبس و حرارت کی شدت ہو مگر ہمیشہ مسلمان اسی بند مکان میں نماز پڑھیں، معتکف رہیں، ہوا و راحت کا نام نہ لیں، یا انھیں دُنیا کا حال معلوم نہ تھا کہ سال میں بہت اوقات ایسے آتے ہیں جن میں آدمی کو درجۂ اندرونی میں مشغولِ نماز و تراویح و اعتکاف ہونا درکنار دم بھر کو جانا ناگوار ہوتا ہے، اور جب کچھ نہیں تو بالجزم ثابت کہ جس طرح انھوں نے اپنے چین کے لئے مکانِ سکونت میں صحن و دالان دونوں درجے رکھے ہیں یونہی عام مسلمان کی عام اوقات میں آسائش و آرام کے لئے مسجد کو بھی انہی دو حصّوں پر تقسیم کیا۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب الحادی عشر فی المسجد وما یتعلق بہ مطبوعہ مطبع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۵۵

Marfat.com

ثالثاً اب نمازیوں سے پُوچھئے آپ اذان سُن کر گھر سے کس ارادہ پر چلتے ہیں، یہی کہ مسجد میں نماز پڑھیں گے یا کچھ اور، قطعاً یہی جواب دیں گے کہ مسجد میں نماز پڑھنے آتے ہیں، اب دیکھئے کہ وُہ موسم گرما میں فجر و مغرب و عشا کی نمازیں کہاں پڑھتے ہیں اور اُن کے حفاظ قرآن مجید کہاں سُناتے ہیں اور اُن کے معتکف کہاں بیٹھتے اور ذکر و عبادت میں مشغول رہتے ہیں، خود ہی کُھل جائے گا کہ مسلمانوں نے صحن کو بھی مسجد سمجھا ہے یا نہیں، تو مسجدیت صحن سے انکار اجماع کے خلاف۔

رابعاً بلکہ غور کیجئے تو جو صاحب انکار رکھتے ہیں خود اُنہی کے افعال اُن کی خطا پر دال، اگر وہ مسجد میں نماز پڑھنے آتے ہوں تو لاجرم موسم گرما میں عام مسلمانوں کی طرح صحن ہی پر پڑھتے ہوں گے پھر ان سے پُوچھئے آپ گھر چھوڑ کر غیر مسجد میں نماز پڑھنے کیوں آئے، اور جب یہ مسجد نہیں تو یہاں نماز پڑھنے میں کیا فضیلت سمجھی، فضیلت درکنار داعی اللہ کی اجابت کب کی، اور حدیث لا صلٰوۃ لجار المسجد الا فی المسجد[1] (مسجد کے پڑوسی کی نماز، مسجد کے علاوہ نہیں ہوسکتی۔ ت) کی تعمیل کہاں ہُوئی اور سنتِ عظیمہ جلیلہ کس واسطے چھوڑی، کیا کوئی ذی عقل مسلمان گوارا کرے گا کہ مکان چھوڑ کر آواز اذان سُن کر نماز کو جائے اور مسجد ہوتے ساتے مسجد میں نہ پڑھے بلکہ اس کے حریم و حوالی میں نماز پڑھ کر چلا آئے، کیا اہلِ عقل ایسے شخص کو مجنون نہ کہیں گے، تو انکار والوں کا قول و فعل قطعاً متناقض، اگر یہ عذر کریں کہ جہاں امام نے پڑھی مجبوری ہمیں پڑھنی ہُوئی ہے تو محض بیجا و نامعقول و ناقابل قبول، آپ صاحبوں پر حقِ مسجد کی رعایت اتباعِ جماعت سے اہم و اقدم تھی، جب آپ نے دیکھا کہ سب اہلِ جماعت مسجد چھوڑ کر غیر مسجد میں نماز پڑھتے ہیں آپ کو چاہئے تھا خود مسجد میں جا کر پڑھتے، اگر کوئی مسلمان آپ کا ساتھ دیتا جماعت کرتے ورنہ تنہا ہی پڑھتے کہ حقِ مسجد سے ادا ہوتے، یہاں تک کہ علما اس تنہا پڑھنے کو دوسری مسجد میں باجماعت پڑھنے سے افضل بتاتے ہیں نہ کہ غیر مسجد میں۔ فتاوٰی امام قاضی خاں پھر خزانۃ المفتین پھر ردالمحتار وغیرہا میں ہے:

یذھب الی مسجد منزلہ ویؤذن فیہ ویصلی وان کان واحداً لان لمسجد منزلہ حقا علیہ فیؤدی حقہ مؤذن مسجد لایحضر مسجدہ احد قالوا یؤذن ویقیم ویصلی وحدہ فذلک احب من ان یصلی فی مسجد اخر[2]	آدمی اپنے محلہ کی مسجد میں جائے اس میں اذان دے اور نماز پڑھے اگرچہ تنہا ہو کیونکہ اس پر محلہ کی مسجد کا حق ہے جس کی ادائیگی ضروری ہے، ایسی مسجد کے مؤذن کے بارے میں جس میں کوئی نہیں آتا فقہاء نے کہا ہے کہ وہ وہاں تنہا ہی اذان دے اور نماز پڑھے یہ دوسری مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے

---

[1] مستدرکِ حاکم کتاب الصلٰوۃ لاصلٰوۃ لجار المسجد الخ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۲۴۶

[2] فتاوٰی قاضیخاں فصل فی المسجد ؍؍ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۲

Marfat.com

تنبیہ: انہیں وجوہ سے ظاہر ہوگیا کہ اہلِ سورت کا خاص درجۂ شتوی کو جماعت خانہ کہنا ایک اصطلاح خاص ہے اور صیفی یعنی صحن کو خارج اسی معنی پر کہتے ہیں کہ اُس جماعت خانہ مصطلحہ سے باہر ہے نہ بایں معنی کہ جزءِ مسجد نہیں، اور اگر مسجد ہی کہتے ہوں تو یہ کہنا ایسا ہے جیسے علماء کرام ظاہر بدن کو خارج البدن فرماتے ہیں جس کے یہ معنی کہ بدن بیرونی حصّہ نہ یہ کہ بدن سے باہر، یونہی خارج مسجد یعنی مسجد کا بیرونی ٹکڑا، نہ یہ کہ مسجد سے خارج۔ اور بالفرض اگر انھوں نے اپنی اصطلاح میں مسجد صرف شتوی یعنی مسقف ہی کا نام رکھا ہو تو اسے مسجد نہ کہنے کا حاصل اس قدر ہوگا کہ درجۂ شتویہ نہیں نہ یہ کہ شرعاً مسجد نہیں، اُن کے افعال دائمی یعنی موسمِ گرما میں ہمیشہ جماعتِ مغرب و عشا و فجر صحن ہی پر پڑھنا اور اذان سننے پر مکانوں سے بارادۂ صلوٰۃ فی المسجد آکر یہاں جماعت کرنا جس کی تصریح سوال میں موجود۔ اور رمضانِ گرما میں یہیں تراویح پڑھنا، معتکف رہنا کہ عادۃً بالقطع معلوم و مشہود، اس مراد مقصود پر شاہد مبین و مفید تعیین و مورث یقین، کما لایخفی علی صبی عاقل فضلا عن فاضل (جیسا کہ کسی عاقل بچے سے مخفی نہیں چہ جائیکہ کسی فاضل پر مخفی رہے۔ ت)

خامساً طرفہ یہ کہ انکار کرنے والے حلتِ دخولِ جنب میں بحث و نزاع کرتے ہیں اُن کے قول پر معاذ اللہ صراحۃً بدعتِ شنیعہ مسلمانوں سے علی الدوام والالتزام واقع ہوتی ہے یعنی گرمی میں مسجد چھوڑ کر غیر مسجد میں جماعت پڑھنا اور حقِ مسجد تلف کرنا اس پر کیوں نہیں انکار کرتے بلکہ اس میں تو خود بھی شریک ہوتے ہیں کہ خلاف میں اپنی بھی تکلیف ہے، اب اگر وُہ اپنے قول باطل پر اصرار کرکے اسی فکر میں پڑیں کہ نمازِ صحن مطلقاً بند کر دی جائے اور ہمیشہ ہر موسم ہر وقت کی جماعت اندر ہی ہوا کرے، اور بالفرض اُن کی یہ بات خلق کو نمازِ صحن سے مانع آئے تو دیکھئے موسمِ گرما میں کتنی مسجدیں نماز و جماعت و تراویح و اعتکاف سے معطل محض ہوئی جاتی ہیں کہ لوگ جب صحن سے روکے جائیں گے اور اندر ان افعال کی بجا آوری سے بالطبع گھبرائیں گے، لاجرم مسجد کے آنے سے باز رہیں گے اور اگر ایک دو نے یہ ناحق و بے سبب کی سخت مصیبت گوارا بھی کر لی تو عام خلائق کا تنفر قطعی یقینی، تو اس نزاع بیجا کا انجام معاذ اللہ مساجد کا ویران کرنا اور اُن میں ذکر و نماز سے بندگانِ خدا کو روکنا ہے۔

قال اللہ عزوجل ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا[1]

اللہ عزوجل نے فرمایا: اس سے بڑھ کر ظالم کون جو خدا کی مسجدوں کو اُن میں نامِ خدا یاد کئے جانے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔

اب صحن کو مسجد نہ ماننے والے غور کریں کہ کس کا قول افساد فی الدین تھا ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

---

[1] القرآن ۲/ ۱۱۴

Marfat.com

سادساً اس مسئلہ جلیلہ کو کلماتِ ائمہ کرام ہی سے استخراج کرنا چاہیے تو بوجوہ کثیرہ میسر، علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مسجدِ مبارکِ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم زمانۂ اقدس میں جنوباً شمالاً یعنی دیوارِ قبلہ سے پائینِ مسجد تک سَو گز طول رکھتی تھی اور اسی قدر شرقاً غرباً عرض تھا اور پائین میں یعنی جانبِ شام ایک مسقف دالان جنوب رویہ تھا جسے صُفّہ کہتے اور اہلِ صفہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اُس میں سکونت رکھتے یہ بھی جزءِ مسجد تھا، علامہ رحمۃ اللہ سندی تلمیذ امام محقق علی الاطلاق ابن الہمام منسک متوسط اور مولانا علی قاری مکی اس کی شرح مسلک متقسط میں فرماتے ہیں:

(حدہ) ای حدود المسجد الاول (من المشرق من وراء المنبر نحو ذراع ومن المغرب الاسطوانة الخامسة من المنبر ومن الشام حیث ینتھی مائة ذراع من محرابه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم) وھو معلوم لاھل المدینة بالعلامة الموضوعة[1] اھ ملخصاً۔

(اس کی حد) یعنی مسجد اول کی حدود (منبر کی دوسری طرف مشرق کی طرف ایک گز کے برابر ہے اور جانبِ مغرب پانچویں ستون تک اور جانبِ شام حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے محراب سے سَو گز ہے) اور نشانات مخصوصہ کی وجہ سے اہلِ مدینہ کو معلوم ہے اھ تلخیصاً۔ (ت)

علامہ طاہر فتنی مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

اھل الصفة فقراء المھاجرین ومن لم یکن له منھم منزل یسکنه فکانوا یاوون الی موضع مظلل فی مسجد المدینة[2]۔

اہلِ صفہ مہاجر فقراء میں سے تھے اور جس کے لئے گھر نہ ہوتا وہ وہیں ٹھہرتا، پس صفہ مسجدِ نبوی میں ایک چھتدار جگہ میں رہتے تھے۔ (ت)

صحیح بخاری شریف میں ہے:

باب نوم الرجال فی المسجد، وقال ابو قلابة عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه قدم رھط من عکل علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فکانوا فی الصفة، وقال عبد الرحمٰن

باب لوگوں کا مسجد میں سونے کے بارے میں، ابوقلابہ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ عکل کا ایک وفد رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں آیا اور وہ صفہ میں تھے

---

[1] مسلک متقسط مع ارشاد الساری فصل ولیغتنم ایام مقامه بالمدینة المشرفة مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۴۳

[2] مجمع بحار الانوار لفظ صفف کے تحت مذکور ہے مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۲/۲۵۳

Marfat.com

بن ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہما کان اصحاب الصفۃ الفقراء[1] | حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا کہ اصحابِ صفہ فقراء تھے۔ (ت)

علامہ احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

الصُّفَّۃ بضم الصاد وتشدید الفاء موضع مظلل فی اخریات المسجد النبوی تاوی الیہ المساکین[2] | الصُّفَّہ، صاد پر پیش، فاء پر تشدید، مسجد نبوی کے آخری حصہ میں وہ چھتی ہوئی جگہ جہاں مساکین پناہ لیتے تھے۔ (ت)

اب مشاہدہ کرنے والا جانتا ہے کہ محرابِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ محرابِ امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی جانب شمال ہے، پائینِ مسجد کو پیمائش کرتے آئیے تو سوگز کی مساحت ایک حصہ صحن میں آئے گی اور قطعاً معلوم کہ زمانۂ اقدس میں جس قدر بنائے مسجد تھی اُس میں کمی نہ ہُوئی بلکہ افزونیاں ہی ہوتی آئیں تو واجب کہ اس وقت بھی یہ سوگز مع صحن تھی اور جبکہ صفہ تک جزءِ مسجد تھا کما ظہر مما نقلنا من العبارات (جیسے کہ ہماری نقل کردہ عبارات سے ظاہر ہے۔ت) تو کیونکر معقول کہ بیچ میں صحن خارج مسجد گنا جائے۔

سابعاً علماء ارشاد فرماتے ہیں کہ مسجد میں پیڑ بونا ممنوع ہے کہ اُس سے نماز کی جگہ رُکے گی مگر جبکہ اس میں منفعتِ مسجد ہو اس طرح کہ زمینِ مسجد اس قدر نگل ہو کہ ستون بوجہ شدّتِ رطوبت نہ ٹھہرتے ہوں تو جذبِ تری کیلئے پیڑ بوئے جائیں کہ جڑیں پھیل کر زمین کی نم کھینچ لیں۔ ظہیریہ وخانیہ وخلاصہ وہندیہ وبحرالرائق وغیرہا میں ہے:

یکرہ غرس الشجر فی المسجد لانہ یشبہ بالبیعۃ ولیشغل مکان الصلٰوۃ الا ان تکون فیہ منفعۃ للمسجد بان کان الارض نزۃ لاتستقر اساطینہا فیغرس فیہ الشجر لیقل النز[3]۔ | مسجد میں درخت لگانا مکروہ ہے کیونکہ یہ بیعہ (گرجے) کی مشابہت ہے اور نماز کی جگہ مشغول کرنا ہے۔ البتہ اس صورت میں جائز ہوگا جب اس میں کوئی نفع ہو، مثلاً زمین سیلابی ہے اس پر ستون کھڑے نہیں ہوتے تو اس میں درخت لگائے جائیں تاکہ سیلابیت کم ہوجائے۔ (ت)

ظہیریہ کے لفظ یہ ہیں:

فتغرس لتجذب عروق الاشجار ذلک | پس درخت لگائیں تاکہ ان کی جڑیں اس تری کو جذب

---

[1] صحیح البخاری باب نوم الرجال فی المسجد مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۶۳

[2] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری ″ ″ دارالکتاب العربی بیروت ۱/۴۳۷

[3] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی المسجد ″ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۱

Marfat.com

المنزفج یجوز و الا فلا وانما جوز مشائخنا فی المسجد الجامع ببخاری لما فیہ من الحاجۃ اھ[1]

کرلیں، تواب درخت لگانا جائز ہوگا ورنہ نہیں، ہمارے مشائخ نے بخارا کی جامع مسجد میں درخت لگانے کو جو جائز قرار دیا ہے اس میں یہی ضرورت و حاجت پیشِ نظر ہے اھ (ت)

ظاہر ہے کہ ستون مسجد مسقف ہی میں ہوتے ہیں اور پیڑ درجہ اندرونی میں نہیں بوئے جاتے بلکہ سائے میں پرورش نہیں ہوتے معہذا جب تری کی وہ بیشتری کہ ستون نہیں ٹھہرتے تو ایسی رطوبت پھلواری وغیرہ کے چھوٹے چھوٹے پودوں سے دفع نہیں ہوسکتی، نہ ان کی جڑیں اتنی پھیلیں کہ اطراف سے جذب کرلیں اور بڑے پیڑ اندر بوئے جانا معقول نہیں تو واجب کہ اس سے مراد صحنِ مسجد میں بونا ہے اور اسے انھوں نے مسجد میں بونا قرار دیا ——— جب تو غرس فی المسجد کی صورت جواز میں رکھا، اور مثالِ ظہیریہ نے تو اس معنی کو خوب واضح کردیا، قطعاً معلوم کہ جامع بخارا نامسقف نہیں نہ زنہار اُس کے درخت زیرِ سقف ہیں بلکہ یقیناً صحن میں بوئے گئے، اور اسی کو علمائے کرام نے غرس فی المسجد جانا۔

ثامناً علماء فرماتے ہیں دروازۂ مسجد پر جو دُکانیں ہیں فنائے مسجد ہیں کہ مسجد سے متصل ہیں، فتاوٰی امام قاضی خاں پھر فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

یصح الاقتداء لمن قام علی الدکاکین التی تکون علی باب المسجد لانہا من فناء المسجد متصلۃ بالمسجد[2]

اس شخص کی اقتداء درست ہے جو اس دکان پر کھڑا ہے جو مسجد کے دروازے پر ہے کیونکہ یہ فنائے مسجد میں ہونے کی وجہ سے مسجد سے متصل ہے۔ (ت)

ظاہر ہے کہ جو دُکانیں دروازہ پر ہیں صحنِ مسجد سے متصل ہیں نہ درجۂ مسقفہ سے، تو لاجرم صحنِ مسجد مسجد ہے، اور یہیں سے ظاہر کہ صحن کو فنا کہنا محض غلط ہے اگر وہ فنائے مسجد ہوتا تو دکانیں کہ اس سے متصل ہیں متصل بہ فنا ہوتیں، نہ متصل بہ مسجد، پھر ان دکانوں کے فنا ٹھہرنے میں کلام ہوتا کہ فنا وہ ہے جو متصل بہ مسجد ہو نہ وہ کہ متصل بہ فنا ہو، ورنہ اس تعریف پر لزوم دَور کے علاوہ متصل بالفنا بھی فنا ٹھہرے تو سارا شہر یا لااقل تمام محلہ فنائے مسجد قرار پائے کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) اور یہ ادعا کہ صحن و فنا کا مفہوم واحد

---

[1] بحرالرائق بحوالہ الظہیریۃ فصل لما فرغ من بیان الکراہۃ الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۵

[2] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی المسجد مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۳۲

Marfat.com

جہل شدید ہے کہ کسی عاقل سے معقول نہیں، شاید یہ قائل اُن دکانوں کو بھی صحنِ مسجد کہے گا۔

تاسعًا انصاف کیجئے تو یہ خاص جزئیہ بھی یعنی صحنِ مسجد میں جنب کا جانا ناجائز ہونا کلماتِ علما سے مستفاد ہوسکتا ہے۔ ائمہ فرماتے ہیں جنب کو مسجد میں جانا جائز نہیں مگر جبکہ پانی کا چشمہ مسجد میں ہو اور اس کے سوا کہیں پانی نہ ملے تو تیمم کرکے لے آئے۔ مبسوط و عنایہ و ردالمحتار و فتاوٰی حجہ و فتاوٰی ہندیہ وغیرہا اسفار میں ہے:

والّلفظ للثلثۃ الاول مسافر مر بمسجد فیہ عین ماء وھو جنب ولا یجد غیرہ، فانہ یتیمم لدخول المسجد لان الجنابۃ تمنعہ من دخول المسجد علٰی کل حال عندنا[1]۔

پہلی تین کتب کے الفاظ یہ ہیں: ایک جنبی مسافر ایسی مسجد سے گزرا جس کے اندر پانی کا چشمہ ہے اور اس کے علاوہ وہ پانی نہیں پاتا تو وہ دخولِ مسجد کے لئے تیمم کرے کیونکہ ہمارے نزدیک ہر حال میں جنابت لئے دخولِ مسجد سے مانع ہے۔ (ت)

ظاہر ہے کہ عامہ بلاد میں عامۂ مساجد جماعات مسقف ہوتی ہیں اور چشمۂ آب عادۃً صحن ہی میں ہوتا ہے اور کلماتِ فقہاء امورِ عادیہ غالبہ ہی پر مبتنی ہوتے ہیں، بہت نادر ہے کہ حصّہ اندرونی میں چشمۂ آب ہو، تو انھوں نے صحن ہی میں جنب کو جانے پر یہ احکام فرمائے فافہم وتبصر (پس سمجھو اور غور کرو۔ت) ان کے سوا اور بہت وجوہ کثیرہ سے استنباط ممکن مگر بعد اُن دلائلِ قاہرہ کے جو ابتداءً زیرِ گوشِ سامعین ہوئے حاجتِ تطویل نہیں۔

عاشرًا یا ھذا اُن براہینِ ساطعہ کے بعد صحنِ مسجد کا جزءِ مسجد ہونا اجلی بدیہیات تھا جس پر اصلاً تصریحِ کتب کی احتیاج نہ تھی بلکہ جو اسے مسجد نہیں مانتا وہی محتاجِ تصریحِ صریح و قطعی تھا اور ہرگز نہ دکھا سکتا نہ کبھی دکھا سکے تاہم فقیر نے بطورِ تبرع یہ چار استنباط بھی کلماتِ ائمہ سے ذکر کئے کہ یہ بدیہی مسئلہ اپنے غایت وضوح و اشتہار کے باعث اُس قبیل سے تھا جس پر خادمِ فقہ کو کتبِ ائمہ میں تصریحِ جزئیہ ملنے کی امید نہ ہوتی کہ ایسی روشن و مشہور باتوں پر فقہائے کرام کم توجہ فرماتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی اس امر کی تصریح کتابوں سے نکالنا چاہے کہ مسجد کے درجہ شتوی میں جسے اہلِ سورت جماعت خانہ کہتے ہیں تین درہیں اُن میں بائیں طرف کا در بھی جزءِ مسجد ہے اور اُس میں بھی جنب کو جانا ممنوع یا نہیں تو غالباً ہرگز اس کا جزئیہ نہ پائے گا مگر بحمد اللہ تعالٰی جب فقیر یہاں تک لکھ چکا مسئلہ کا خاص جزئیہ کلماتِ علماء میں یاد آیا جس میں ائمۂ دین نے صاف تصریحیں فرمائی ہیں کہ مسجد کے صیفی و شتوی یعنی صحن و مسقف دونوں درجے یقیناً مسجد ہیں۔ اب سُنئے امام طاہر بن احمد بن عبدالرشید بخاری فتاوٰی خلاصہ پھر امام فخر الدین ابو محمد عثمان بن علی زیلعی تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق پھر امام حسین بن محمد سمعانی خزانۃ المفتین پھر امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام فتح القدیر پھر علامہ عبدالرحمٰن بن محمد رومی مجمع الانہر شرح

---

[1] المبسوط للسرخسی باب التیمم مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۱۸

Marfat.com

ملتقی الابحر پھر علامہ سیّد احمد مصری حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح پھر خاتم المحققین سیدی محمد بن عابدین شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں :

واللفظ للخلاصۃ والخزانۃ رجل انتھی الی الامام والناس فی صلوٰۃ الفجران رجا ان یدرك ركعۃ فی الجماعۃ یاتی بركعتی الفجر عند باب المسجد وان لم یمكن یاتی بھما فی المسجد الشتوی ان كان الامام فی الصیفی وان كان الامام فی الشتوی ھو یاتی فی الصیفی وان كان المسجد واحدا یقف فی ناحیۃ المسجد ولا یصلیھما مخالطا للصف مخالفا للجماعۃ فان فعل ذلك یكرہ اشد الكراھۃ اھ[1]۔

خلاصہ اور خزانہ کی عبارت یہ ہے : ایک آدمی مسجد میں پہنچا، امام اور لوگ نمازِ فجر ادا کر رہے تھے اب اگر آنے والا شخص امید رکھتا ہے کہ اسے ایک رکعت جماعت کے ساتھ مل جائے گی تو وہ مسجد کے دروازہ کے پاس دو سنتیں ادا کرے، اور اگر وہاں ممکن نہ ہو مسجد شتوی (یعنی سردیوں والے حصّہ) میں دو رکعات ادا کرے، جب امام صیفی مسجد (یعنی گرمیوں والے حصہ) میں ہو اور اگر اس کا عکس ہو یعنی امام شتوی مسجد میں ہو تو یہ صیفی میں پڑھے۔ اگر مسجد واحد ہی ہو تو مسجد کے ایک گوشے میں ادا کرے اور ان دو رکعتوں کی ادائیگی کے لئے صف کے متصل کھڑا نہ ہو کیونکہ یہ جماعت کی مخالفت ہے۔ اگر ایسا کیا تو یہ شدید مکروہ ہوگا اھ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قولہ عند باب المسجد ای خارج المسجد كما صرح بہ القھستانی[2] الخ۔

ماتن کا قول "مسجد کے دروازے کے پاس" یعنی مسجد سے باہر، جیسے کہ قہستانی نے اس پر تصریح کی ہے (ت) الخ

اقول ویوضحہ قول الھدایۃ والھندیۃ یصلی ركعتی الفجر عند باب المسجد ثم یدخل[3]۔

اقول (میں کہتا ہوں) ہدایہ اور ہندیہ کے الفاظ نے واضح کر دیا ہے کہ وُہ فجر کی سنتیں مسجد کے دروازے پر پڑھ کر پھر مسجد میں داخل ہو۔ (ت)

امام ابوالبرکات حافظ الدین نسفی کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں :

الافضل فی السنن المنزل ثم باب المسجد

سنتوں کے لئے افضل مقام گھر ہے اور اگر امام مسجد

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الصلوٰۃ الجنس فی السنن مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۶۱ و ۶۲
[2] ردالمحتار باب ادراک الفریضہ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۵۶
[3] الہدایۃ " " " " المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۱۳۲

Marfat.com

ان کان الامام یصلی فی المسجد ثم المسجد الخارج ان کان الامام یصلی فی الداخل اوالداخل ان کان فی الخارج[1] اھ ملخصاً

میں جماعت کروا رہا ہو تو مسجد کا دروازہ بہتر مقام ہے اگر امام داخل مسجد میں جماعت کروا رہا ہو تو پھر خارج مسجد، اسی طرح امام خارج مسجد ہو تو سنتوں کے لئے داخل مسجد بہتر ہے اھ تلخیصاً (ت)

محقق علامہ زین[9] بن نجیم مصری بحرالرائق پھر علامہ[10] سیدی احمد طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:

السنة فی السنن ان یاتی بھا فی بیتہ اوعند باب المسجد وان لم یمکنہ ففی المسجد الخارج[2] الخ

سنتوں کے لئے سنت یہ ہے کہ انھیں گھر میں ادا کرے یا مسجد کے دروازے کے پاس، اور اگر وہاں ممکن نہ ہو تو پھر صحنِ مسجد میں ادا کرے الخ (ت)

منیہ[11] وشرح صغیر[12] منیہ للعلامہ ابراہیم الحلبی میں ہے:

(والسنة) المؤکدة (فی سنة الفجر) ھو ان لا یاتی بھا مخالطا للصف ولاخلف الصف من غیر حائل و (ان یاتی بھا) اما (فی بیتہ) وھو الافضل (اوعند باب المسجد) ان امکن بان کان ھناك موضع لائق للصلاة (وان لم یمکنہ) ذلك (ففی المسجد الخارج) ان کانوا یصلون فی الداخل و بالعکس ان کان ھناك مسجدان صیفی وشتوی[3] اھ

(سنّت) مؤکدہ (فجر کی سنتوں میں) یہ ہے کہ انھیں صف کے متصل اور بغیر رکاوٹ کے صف کے پیچھے بھی ادا نہ کرے (انھیں بجالائے) یا (گھر میں) اور یہی افضل طریقہ ہے، یا (مسجد کے دروازے کے پاس) اگر ممکن ہو یعنی اگر وہاں نماز ادا کی جاسکتی ہو تو (اور اگر ممکن نہ ہو) یہ بات (تو پھر صحنِ مسجد میں) اگر لوگ داخل مسجد نماز ادا کررہے ہوں اور عکس کی صورت میں عکس ہوگا اگر وہاں دو مساجد صیفی اور شتوی ہیں اھ (ت)

امام محقق علامہ[13] محمد محمد ابن امیر الحاج حلبی حلیہ میں اسی قول منیہ کے نیچے فرماتے ہیں: المسجد الخارج صحن المسجد[4] اھ (مسجد خارج سے مراد صحنِ مسجد ہے اھ۔ت)

---

[1] کافی شرح وافی

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۳۰۰

[3] صغیری شرح منیۃ المصلی فصل فی النوافل ؍؍ مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۲۰۴

[4] التعلیق الجلی لما فی منیۃ المصلی بحوالہ حلیہ ابن امیر الحاج مع منیۃ المصلی فصل فی السنن مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور ص ۲۹۴

Marfat.com

دیکھو اول کی سات کتابوں میں صیفی و شتوی دونوں کو مسجد فرمایا اور آٹھ سے گیارہ تک چار کتابوں میں اُنھیں مسجد داخل و مسجد خارج سے تعبیر کیا۔ صغیری نے ان عبارات شتی کا مصداق واحد ہونا ظاہر کردیا اور حلیہ میں تصریح فرمادی کہ مسجد بیرونی صحنِ مسجد کا نام ہے، تو صاف واضح ہوگیا کہ صحنِ مسجد قطعاً مسجد ہے جسے علما کبھی مسجد صیفی اور کبھی مسجد الخارج سے تعبیر فرماتے ہیں والحمد للہ علیٰ وضوح الحق (حق کے واضح ہوجانے پر اللہ کی حمد ہے۔ ت)۔ ان نصوصِ صریحہ کے بعد اُن استنباطوں کی حاجت نہ تھی مگر کیا کیجئے کہ فقیر انھیں پہلے ذکر کرچکا تھا معہذا اُن کے ابقا میں طالبانِ علم و خادمانِ فقہ کی منفعت کہ اقوالِ علماء سے استنباطِ مسائل کا طریقہ دیکھیں وباللہ التوفیق اب کہ بحمد اللہ کالشمس علیٰ نصف النہار واضح و آشکار ہوگیا کہ صحنِ مسجد بالیقین جزءِ مسجد ہے تو اس کے لئے تمام احکامِ مسجد آپ ہی ثابت' جن کا ثبوت صحن پر نمازیں پڑھے جانے خواہ کسی شرط پر اصلاً موقوف نہیں کہ مسجد مذہب راجح پر واقف کے صرف اس کہنے سے کہ میں نے اس زمین کو مسجد کیا اور دوسرے مذہب پر ایک قول مصحح ظاہر الروایہ میں دو آدمیوں کی جماعت باذان و اقامت بلکہ واقف کے سوا ایک ہی شخص کی اذان و اقامت و نماز بر ہیئتِ جماعت اور ایک قول ظاہر الروایہ میں سوائے واقف ایک ہی آدمی کے منفرداً نماز پڑھ لینے سے بجمیع اجزائہ مسجد ہوجاتی ہے تو ہر ہر جزء میں جُداگانہ نماز ہونے کی بالاجماع حاجت نہیں، مذہبِ اول پر تو خود ظاہر کہ مطلقاً نماز کی شرط ہی نہیں صرف قول کفایت کرتا ہے اور ثانی پر بھی واضح کہ منفرد کی نماز یا دو شخصوں کی جماعت ہر پارہ مسجد کو شامل نہیں ہوسکتی کما لا یخفی فوضح المقصود والحمد للہ العلی الودود (جیسا کہ واضح ہے تمام حمد اللہ تعالیٰ کے لئے جو بلند اور محبت کرنے والا ہے۔ ت)

تنویر الابصار و درمختار و ردالمحتار میں ہے:

یزول ملکہ عن المسجد بقولہ جعلتہ مسجدا عند الثانی (وفی الدر المنتقی وقدم فی التنویر والدرر والوقایۃ وغیرھا قول ابی یوسف وعلمت ارجحیتہ فی الوقف والقضاء اھ ش) و شرط محمد والامام الصلوۃ فیہ بجماعۃ (واشتراط الجماعۃ لانھا المقصودۃ من المسجد، ولذا شرط ان تکون جھرا

اس کی ملکیت مسجد سے ان الفاظ سے زائل ہوجاتی ہے کہ میں نے اسے مسجد بنادیا ہے یہ ثانی امام (ابو یوسف) کے نزدیک ہے (الدرالمنتقی میں ہے کہ تنویر، درر اور وقایہ وغیرہ میں قولِ ابو یوسف کو مقدم ذکر کیا، اور آپ جانتے ہیں کہ ان کا قول وقف اور قضا میں راجح ہے اھ ش) امام محمد اور امام صاحب نے اس میں جماعت کے ساتھ نماز کو بھی لازم و شرط قرار دیا ہے (جماعت کا شرط قرار دینا اس لئے ہے کہ مسجد سے مقصود یہی ہے اسی لئے یہ شرط ہے

Marfat.com

باذان واقامة والا لم یصر مسجدا قال الزیلعی، وھذہ الروایة ھی الصحیحة وقال فی الفتح، ولو اتحد الامام والمؤذن وصلی فیہ وحدہ صار مسجدا بالاتفاق لان الاداء علی ھذا الوجہ کالجماعة، لکن لو صلی الواقف وحدہ فالصحیح انہ لایکفی اھ ش) وقیل یکفی واحد و جعلہ فی الخانیة ظاھر الروایة (وعلیہ المتون کالکنز والملتقی وغیرھما وقد علمت تصحیح الاول وصححہ فی الخانیة ایضاً وعلیہ اقتصر فی کافی الحاکم فھو ظاھر الروایة ایضا اھ ش[1] (مختصرا) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کہ وہاں اذان واقامت بلند آواز سے ہوں ورنہ وہ مسجد قرار ہی نہ پائے گی۔ امام زیلعی کہتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے، اور کہا کہ فتح میں ہے کہ اگر امام اور مؤذن ایک ہی آدمی تھا اور اس نے وہاں تنہا نماز ادا کی تو وہ بالاتفاق مسجد ہی قرار دی جائے گی کیونکہ اس طریقہ پر ادائیگی جماعت ہی کی طرح ہے لیکن اگر وقف کرنے والے نے فقط نماز ادا کی تو صحیح یہی ہے کہ یہ کافی نہیں اھ ش) ایک قول یہ ہے کہ ایک آدمی کا نماز ادا کرلینا بھی کافی ہے اور اسے خانیہ نے ظاہر الروایہ قرار دیا ہے، (اور متون میں یہی ہے جیسے کہ کنز، ملتقی وغیرہ، اور آپ اول کی تصحیح جان ہی چکے، اور اسی کو خانیہ نے صحیح کہا، اور حاکم نے کافی میں اسی پر اقتصار کیا، پس یہی ظاہر روایت ہے ایضاً اھ ش) مختصراً۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

مسئلہ ۱۱۷: از بریسال مرسلہ جان محمود ساکن چاند

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی کے مکان میں ایک مسجد مدت سے قائم ہے اور وُہ خود متولی ہے اور جمعہ کی نماز بھی ہمیشہ پڑھی جاتی ہے ابھی متولی مسجد نے ایک شخص کو کسی وجہ سے منع کیا کہ وہ اس مسجد میں نہ آئے، جب اُس کو منع کیا تو وہ شخص اور چند مصلی مجتمع ہوکر دوسری جگہ پر ایک مسجد نئی بنا کرلی اس قدر فاصلہ پر ہے کہ اگر بلند آواز سے اذان کہے تو احتمال سنائی کی ہے، اس صورت میں دونوں مسجدوں میں جمعہ کی نماز جائز ہے یا ایک میں، اگر ایک میں ہے تو اول یا ثانی، اگر صورتِ مذکورہ میں منع کرنا کسی مصلی کو شرعاً کوئی وجہ سے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا بحوالة الکتاب توجروا یوم الحساب۔

---

[1] رد المحتار علی الدر المختار شرح تنویر الابصار کتاب الوقف مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/ ۳۵۵

Marfat.com

الجواب

جو شخص موذی ہو کہ نمازیوں کو تکلیف دیتا ہے بُرا بھلا کہتا ہے شریر ہے اُس سے اندیشہ رہتا ہے ایسے شخص کو مسجد میں آنے سے منع کرنا جائز ہے، اور اگر بدمذہب گمراہ مثلاً وہابی یا رافضی یا غیر مقلد یا نیچری یا تفضیلی وغیرہا ہے اور مسجد میں آکر نمازیوں کو بہکاتا ہے اپنے مذہب ناپاک کی طرف بلاتا ہے تو اُسے منع کرنا اور مسجد میں نہ آنے دینا ضرور واجب ہے۔

فقد نص فی العینی ثم الدر المختار وغیرھما من معتمدات الاسفار باخراج کل موذ ولو بلسانہ[1]

علامہ عینی نے تصریح کی ہے پھر درمختار وغیرہ معتمد کتب میں ہے کہ ہر ایذا دینے والے کو مسجد سے نکال دیا جائے خواہ اس کی اذیت زبان سے ہو۔ (ت)

یُونہی جس کے بدن میں بدبُو ہو کہ اس سے نمازیوں کو ایذا ہو مثلاً معاذ اللہ گندا دہن یا گندا بغل یا جس نے خارش وغیرہ کے باعث گندھک ملی ہو اُسے بھی مسجد میں نہ آنے دیا جائے لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلا یقربن مصلانا[2] (رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ وہ ہرگز ہماری نمازگاہ کے قریب نہ آئے۔ ت)

اور بلاوجہ شرعی اپنی کسی رنجش دنیوی کے باعث مسجد سے کسی مسلمان کو روکنا سخت گناہ ہے۔

لقولہ تعالٰی ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا[3]

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: اور کون اس سے بڑھ کر ظالم ہو سکتا ہے جو اللہ کی مساجد میں اللہ کے نام کے ذکر سے روکے اور ان کی بربادی میں کوشاں ہو۔ (ت)

اور مسجد جبکہ بہ نیت خالصہ بنائی جائے تو پہلی مسجد کے کسی قدر قریب ہو کچھ حرج نہیں۔

لما فی الاشباہ والدر ان لاھل المحلۃ جعلوا المسجد الواحد مسجدین[4]

اشباہ اور در میں ہے کہ اہلِ محلہ کے لئے جائز ہے کہ ایک مسجد کو دو مساجد بنالیں۔ (ت)

مگر جمعہ قائم کرنے کے لئے ضرور ہے کہ امام جمعہ وہ ہو جسے بادشاہِ اسلام نے امام جمعہ مقرر کیا یا وُہ جسے اُس نے اپنا نائب کیا اور یہ نہ ہو تو وُہ جسے اہلِ اسلام جمع ہو کر امامِ جمعہ مقرر و معین کریں، ہر شخص جمعہ وعیدین کی امامت نہیں کرسکتا

---

[1] دُرمختار آخر باب ما یفسد الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۴

[2] مجمع الزوائد کتاب الصلوٰۃ باب فیمن اکل ثوما الخ مطبوعہ دارالکتاب بیروت ۲/۱۷

[3] القرآن ۲/۱۱۴

[4] الاشباہ والنظائر القول فی احکام المسجد مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۲۳۲-۲۳۳

درمختار قبیل باب الوتر والنوافل ر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۴

Marfat.com

کمانصوا علیہ فی معتمدات المذھب (جیسا کہ اس پر معتمدات مذہب نے تصریح کی ہے۔ ت)
اس طرح کا امام اگر اس دوسری مسجد کو میسر ہوگا تو اس میں بھی جمعہ جائز ہوگا ورنہ نہیں۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۱۸ تا ۱۱۲۱ از شہر پوربندر ملک کاٹھیاواڑ محلہ ڈیڈرروڈ مسئولہ کھتری عمر ابوبکر صاحب
۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل ذیل میں:
(۱) صحنِ مسجد داخل مسجد ہے یا خارج مسجد ہے؟
(۲) اذانِ ثانی جمعہ جو صحنِ مسجد میں پڑھی جائے تو داخل مسجد قرار پائے گی یا نہ؟
(۳) کوئی شخص باوجود داخل مسجد ہونے کے صحنِ مسجد میں نماز پڑھے تو اس کو مسجد کا پورا ثواب ملے گا یا کم؟
(۴) جنازہ مسجد میں یا صحنِ مسجد میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

صحنِ مسجد جزوِ مسجد ہے کما نص علیہ فی الحلیۃ (جیسا کہ حلیہ میں اس پر تصریح ہے۔ ت) اس میں نماز مسجد ہی میں نماز ہے، پٹے ہوئے درجے کو مسجد شتوی کہتے ہیں یعنی موسمِ سرما کی مسجد اور صحن کو مسجد صیفی یعنی موسمِ گرما کی مسجد۔ اذان مسجد میں منع ہے، نہ دالان میں اجازت ہے نہ صحن میں۔ مسجد و صحنِ مسجد میں جنازے کے لئے اجازت نہیں ھو الصحیح (یہی صحیح ہے۔ ت)۔ صحن کسی حکم میں مسجد سے جدا نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۲۲ از پیلی بھیت محلہ بھورے خاں مرسلہ حاجی عزیز احمد صاحب ۷ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ فصیلِ حوض خارج مسجد ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

حوض قدیم کی فصیل فنائے مسجد ہے، نہ عین مسجد، ورنہ اس پر وضو ناجائز ہوتا، اور فنائے مسجد میں اذان جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۲۳ از ترپول سولول ڈاک خانہ ہرول ضلع دربھنگہ بلگرام چرسہ مرسلہ عبدالحکیم صاحب
۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

ایک جگہ بستی میں بستی کے سارے مسلمان مل کر کے مسجد بنوایا لیکن زمین دوسرے آدمی کے نام سے، جس کے نام سے زمین ہے وہ دعوٰی کرتا ہے کہ وہ مسجد ہماری ہے ہم جس کو حکم دیں گے وہ نماز پڑھے گا اور ہم جس کو حکم دیں گے وہ امامت کرے گا۔ وہ جسے روک دیتا ہے اس مسجد میں اس کی نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ اور اس

Marfat.com

ملتقی الابحر پھر علامہ سیّدی احمد مصری حاشیہ مراقی الفلاح شرح نورالایضاح پھر خاتم المحققین سیّدی محمد بن عابدین شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں :

واللفظ للخلاصة والخزانة رجل انتهى الى الامام والناس فى صلوة الفجران رجا ان يدرك ركعة فى الجماعة ياتى بركعتى الفجر عند باب المسجد وان لم يمكن ياتى بهما فى المسجد الشتوى ان كان الامام فى الصيفى وان كان الامام فى الشتوى هو ياتى فى الصيفى وان كان المسجد واحدا يقف فى ناحية المسجد ولا يصليهما مخالطا للصف مخالفا للجماعة فان فعل ذلك يكره اشد الكراهة اھ[1]۔

خلاصہ اور خزانہ کی عبارت یہ ہے : ایک آدمی مسجد میں پہنچا، امام اور لوگ نمازِ فجر ادا کر رہے تھے اب اگر آنے والا شخص امید رکھتا ہے کہ اسے ایک رکعت جماعت کے ساتھ مل جائے گی تو وہ مسجد کے دروازہ کے پاس دو سنتیں ادا کرے، اور اگر وہاں ممکن نہ ہو مسجد شتوی (یعنی سردیوں والے حصہ) میں دو رکعات ادا کرے، جب امام صیفی مسجد (یعنی گرمیوں والے حصہ) میں ہو اور اگر اس کا عکس ہو یعنی امام شتوی مسجد میں ہو تو یہ صیفی میں پڑھے۔ اگر مسجد واحد ہی ہو تو مسجد کے ایک گوشے میں ادا کرے اور ان دو رکعتوں کی ادائیگی کے لئے صف کے متصل کھڑا نہ ہو کیونکہ یہ جماعت کی مخالفت ہے۔ اگر ایسا کیا تو یہ شدید مکروہ ہوگا اھ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قوله عند باب المسجد اى خارج المسجد كما صرح به القهستانى الخ[2]۔

ماتن کا قول "مسجد کے دروازے کے پاس" یعنی مسجد سے باہر، جیسے کہ قہستانی نے اس پر تصریح کی ہے الخ (ت)

اقول ويوضحه قول الهداية و الهندية يصلى ركعتى الفجر عند باب المسجد ثم يدخل[3]۔

اقول (میں کہتا ہوں) ہدایہ اور ہندیہ کے الفاظ نے واضح کر دیا ہے کہ وُہ فجر کی سنتیں مسجد کے دروازے پر پڑھ کر پھر مسجد میں داخل ہو۔ (ت)

امام ابوالبرکات حافظ الدین نسفی کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں :

الافضل فى السنن المنزل ثم باب المسجد

سنتوں کے لئے افضل مقام گھر ہے اور اگر امام مسجد

---

[1] خلاصة الفتاوى كتاب الصلوٰة الجنس فى السنن مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۶۱ و ۶۲

[2] ردالمحتار باب ادراک الفریضہ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۵۶

[3] الهداية " " " " المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۱۳۲

Marfat.com

ان کان الامام یصلی فی المسجد ثم المسجد الخارج ان کان الامام یصلی فی الداخل اوالداخل ان کان فی الخارج[1] اھ ملخصاً

میں جماعت کروا رہا ہو تو مسجد کا دروازہ بہتر مقام ہے اگر امام داخل مسجد میں جماعت کروا رہا ہو تو پھر خارج مسجد، اسی طرح امام خارج مسجد ہو تو سنتوں کے لئے داخل مسجد بہتر ہے اھ تلخیصاً (ت)

محقق علامہ زین[9] بن نجیم مصری بحرالرائق پھر علامہ[10] سیدی احمد طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:

السنۃ فی السنن ان یاتی بھا فی بیتہ اوعند باب المسجد وان لم یمکنہ ففی المسجد الخارج[2] الخ

سنتوں کے لئے سنت یہ ہے کہ انھیں گھر میں ادا کرے یا مسجد کے دروازے کے پاس، اور اگر وہاں ممکن نہ ہو تو پھر صحنِ مسجد میں ادا کرے الخ (ت)

منیہ[11] وشرح صغیر[12] منیہ للعلامہ ابراہیم الحلبی میں ہے:

(السنۃ) المؤکدۃ (فی سنۃ الفجر) ھو ان لا یاتی بھا مخالطا للصف ولا خلف الصف من غیر حائل و (ان یاتی بھا) اما (فی بیتہ) وھو الافضل (اوعند باب المسجد) ان امکن بان کان ھناك موضع لائق للصلاۃ (وان لم یمکنہ) ذلك (ففی المسجد الخارج) ان کانوا یصلون فی الداخل و بالعکس ان کان ھناك مسجدان صیفی وشتوی[3] اھ

(سنّت) مؤکدہ (فجر کی سنتوں میں) یہ ہے کہ انھیں صف کے متصل اور بغیر رکاوٹ کے صف کے پیچھے بھی ادا نہ کرے (انھیں بجالائے) یا (گھر میں) اور یہی افضل طریقہ ہے، یا (مسجد کے دروازے کے پاس) اگر ممکن ہو یعنی اگر وہاں نماز ادا کی جاسکتی ہو تو، (اور اگر ممکن نہ ہو) یہ بات (تو پھر صحن مسجد میں) اگر لوگ داخل مسجد نماز ادا کر رہے ہوں اور عکس کی صورت میں عکس ہوگا اگر وہاں دو مساجد صیفی اور شتوی ہیں اھ (ت)

امام محقق علامہ[13] محمد محمد ابن امیر الحاج حلبی حلیہ میں اسی قول منیہ کے نیچے فرماتے ہیں: المسجد الخارج صحن المسجد[4] اھ (مسجد خارج سے مراد صحنِ مسجد ہے اھ۔ت)

---

[1] کافی شرح وافی

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۳۰۰

[3] صغیری شرح منیۃ المصلی فصل فی النوافل ؍ مجتبائی دہلی بھارت ۱/۲۰۴

[4] التعلیق المجلی لما فی منیۃ المصلی بحوالہ حلیہ ابن امیر الحاج مع منیۃ المصلی فصل فی السنن مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور ص ۲۹۴

Marfat.com

دیکھو اول کی سات کتابوں میں صیفی و شتوی دونوں کو مسجد فرمایا اور آٹھ سے گیارہ تک چار کتابوں میں اُنھیں مسجد داخل و مسجد خارج سے تعبیر کیا۔ صغیری نے ان عباراتِ شتی کا مصداق واحد ہونا ظاہر کردیا اور حلیہ میں تصریح فرمادی کہ مسجد بیرونی صحنِ مسجد کا نام ہے، تو صاف واضح ہوگیا کہ صحنِ مسجد قطعاً مسجد ہے جسے علما کبھی مسجد صیفی اور کبھی مسجد الخارج سے تعبیر فرماتے ہیں والحمد للہ علٰی وضوح الحق (حق کے واضح ہوجانے پر اللہ کی حمد ہے۔ ت)۔ ان نصوصِ صریحہ کے بعد اُن استنباطوں کی حاجت نہ تھی مگر کیا کیجئے کہ فقیر انھیں پہلے ذکر کرچکا تھا معہذا اُن کے ابقا میں طالبانِ علم و خادمانِ فقہ کی منفعت کہ اقوالِ علماء سے استنباطِ مسائل کا طریقہ دیکھیں وباللہ التوفیق اب کہ بحمد اللہ کالشمس علٰی نصف النہار واضح و آشکار ہوگیا کہ صحنِ مسجد بالیقین جزءِ مسجد ہے تو اُس کے لئے تمام احکامِ مسجد آپ ہی ثابت، جن کا ثبوت صحن پر نمازیں پڑھے جانے خواہ کسی شرط پر اصلاً موقوف نہیں کہ مسجد مذہب راجح پر واقف کے صرف اس کہنے سے کہ میں نے اس زمین کو مسجد کیا اور دوسرے مذہب پر ایک قول مصحح ظاہر الروایہ میں دو آدمیوں کی جماعت با اذان و اقامت بلکہ واقف کے سوا ایک ہی شخص کی اذان و اقامت و نماز بہیئتِ جماعت اور ایک قول ظاہر الروایہ میں سوائے واقف ایک ہی آدمی کے منفرداً نماز پڑھ لینے سے بجمیع اجزائہ مسجد ہوجاتی ہے تو ہر ہر جزء میں جداگانہ نماز ہونے کی بالاجماع حاجت نہیں، مذہب اول پر تو خود ظاہر کہ مطلقاً نماز کی شرط ہی نہیں صرف قول کفایت کرتا ہے اور ثانی پر بھی واضح کہ منفرد کی نماز یا دو شخصوں کی جماعت ہر پارۂ مسجد کو شامل نہیں ہوسکتی کما لایخفی فوضح المقصود والحمد للہ العلی الودود (جیسا کہ واضح ہے، تمام حمد اللہ تعالٰی کے لئے جو بلند اور محبت کرنے والا ہے۔ ت)

تنویر الابصار و درمختار و ردالمحتار میں ہے:

یزول ملکہ عن المسجد بقولہ جعلتہ مسجدا عند الثانی (وفی الدر المنتقی وقدم فی التنویر والدرر والوقایۃ وغیرھا قول ابی یوسف وعلمت ارجحیتہ فی الوقف والقضاء اھ ش) وشرط محمد والامام الصلٰوۃ فیہ بجماعۃ (واشتراط الجماعۃ لانھا المقصودۃ من المسجد، ولذا شرط ان تکون جھرا

اس کی ملکیت مسجد سے ان الفاظ سے زائل ہوجاتی ہے کہ میں نے اسے مسجد بنادیا ہے یہ ثانی امام (ابو یوسف) کے نزدیک ہے (الدر المنتقی میں ہے کہ تنویر، درر اور وقایہ وغیرہ میں قولِ ابو یوسف کو مقدم ذکر کیا، اور آپ جانتے ہیں کہ ان کا قول وقف اور قضا میں راجح ہے اھ ش) امام محمد اور امام صاحب نے اس میں جماعت کے ساتھ نماز کو بھی لازم و شرط قرار دیا ہے (جماعت کا شرط قرار دینا اس لئے ہے کہ مسجد سے مقصود یہی ہے اسی لئے یہ شرط ہے

Marfat.com

باذان واقامة والا لم یصر مسجدا قال الزیلعی، وھذہ الروایۃ ھی الصحیحۃ وقال فی الفتح، ولواتحد الامام والمؤذن وصلی فیہ وحدہ صار مسجدا بالاتفاق لان الاداء علی ھذا الوجہ کالجماعۃ، لکن لوصلی الواقف وحدہ فالصحیح انہ لایکفی اھ ش) وقیل یکفی واحد وجعلہ فی الخانیۃ ظاھر الروایۃ (وعلیہ المتون کالکنز والملتقی وغیرھما وقد علمت تصحیح الاول وصححہ فی الخانیۃ ایضاً وعلیہ اقتصر فی کافی الحاکم فھو ظاھر الروایۃ ایضا اھ ش[1] مختصرا) واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کہ وہاں اذان واقامت بلند آواز سے ہوں ورنہ وہ مسجد قرار ہی نہ پائے گی۔ امام زیلعی کہتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے، اور کہا کہ فتح میں ہے کہ اگر امام اور مؤذن ایک ہی آدمی تھا اور اس نے وہاں تنہا نماز ادا کی تو وہ بالاتفاق مسجد ہی قرار دی جائے گی کیونکہ اس طریقہ پر ادائیگی جماعت ہی کی طرح ہے لیکن اگر وقف کرنے والے نے فقط نماز ادا کی تو صحیح یہی ہے کہ یہ کافی نہیں اھ ش) ایک قول یہ ہے کہ ایک آدمی کا نماز ادا کرلینا بھی کافی ہے اور اسے خانیہ نے ظاہر الروایہ قرار دیا ہے، (اور متون میں یہی ہے جیسے کہ کنز، ملتقی وغیرہ، اور آپ اول کی تصحیح جان ہی چکے، اور اسی کو خانیہ نے صحیح کہا، اور حاکم نے کافی میں اسی پر اقتصار کیا، پس یہی ظاہر روایت ہے ایضاً اھ ش) مختصراً۔ واللہ سبحنہ و تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)۔

مسئلہ ۱۷۱ از بریسال مرسلہ جان محمود ساکن چاند

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی کے مکان میں ایک مسجد مدت سے قائم ہے اور وُہ خود متولی ہے اور جمعہ کی نماز بھی ہمیشہ پڑھی جاتی ہے ابھی متولی مسجد نے ایک شخص کو کسی وجہ سے منع کیا کہ وہ اس مسجد میں نہ آئے، جب اُس کو منع کیا تو وہ شخص اور چند مصلی مجتمع ہو کر دوسری جگہ پر ایک مسجد نئی بنا کرلی اس قدر فاصلہ پر ہے کہ اگر بلند آواز سے اذان کہے تو احتمال سنائی کی ہے، اس صورت میں دونوں مسجدوں میں جمعہ کی نماز جائز ہے یا ایک میں، اگر ایک میں ہے تو اوّل یا ثانی، اگر صورتِ مذکورہ میں منع کرنا کسی مصلی کو شرعاً کوئی وجہ سے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا بحوالۃ الکتاب توجروا یوم الحساب۔

---

[1] ردالمحتار علی الدرالمختار شرح تنویر الابصار کتاب الوقف مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/ ۳۵۵

Marfat.com

الجواب

جو شخص موذی ہو کہ نمازیوں کو تکلیف دیتا ہے بُرا بھلا کہتا ہے شریر ہے اُس سے اندیشہ رہتا ہے ایسے شخص کو مسجد میں آنے سے منع کرنا جائز ہے، اور اگر بدمذہب گمراہ مثلاً وہابی یا رافضی یا غیر مقلد یا نیچری یا تفضیلی وغیرہا ہے اور مسجد میں آکر نمازیوں کو بہکاتا ہے اپنے مذہب ناپاک کی طرف بلاتا ہے تو اُسے منع کرنا اور مسجد میں نہ آنے دینا ضرور واجب ہے۔

فقد نص فی العینی ثم الدر المختار وغیرھما من معتمدات الاسفار باخراج کل موذ ولو بلسانہ[1] علامہ عینی نے تصریح کی ہے پھر درمختار وغیرہ معتمد کتب میں ہے کہ ہر ایذا دینے والے کو مسجد سے نکال دیا جائے خواہ اس کی اذیت زبان سے ہو۔ (ت)

یونہی جس کے بدن میں بدبو ہو کہ اس سے نمازیوں کو ایذا ہو مثلاً معاذ اللہ گندا دہن یا گندا بغل یا جس نے خارش وغیرہ کے باعث گندھک ملی ہو اُسے بھی مسجد میں نہ آنے دیا جائے لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلا یقربن مصلانا[2] (رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ وہ ہرگز ہماری نمازگاہ کے قریب نہ آئے۔ ت) اور بلاوجہ شرعی اپنی کسی رنجش دنیوی کے باعث مسجد سے کسی مسلمان کو روکنا سخت گناہ ہے۔

لقولہ تعالٰی ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعٰی فی خرابہا[3] اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: اور کون اس سے بڑھ کر ظالم ہوسکتا ہے جو اللہ کی مساجد میں اللہ کے نام کے ذکر سے روکے اور ان کی بربادی میں کوشاں ہو۔ (ت)

اور مسجد جبکہ بہ نیتِ خالصہ بنائی جائے تو پہلی مسجد کے کسی قدر قریب ہو کچھ حرج نہیں۔

لما فی الاشباہ والدر ان لاھل المحلۃ جعلوا المسجد الواحد مسجدین[4] اشباہ اور در میں ہے کہ اہلِ محلہ کے لئے جائز ہے کہ ایک مسجد کو وہ دو مساجد بنالیں۔ (ت)

مگر جمعہ قائم کرنے کے لئے ضرور ہے کہ امام جمعہ وہ ہو جسے بادشاہِ اسلام نے امام جمعہ مقرر کیا یا وہ جسے اُس نے اپنا نائب کیا اور یہ نہ ہو تو وہ جسے اہلِ اسلام جمع ہو کر امامِ جمعہ مقرر و معین کریں، ہر شخص جمعہ و عیدین کی امامت نہیں کرسکتا

---

[1] درمختار آخر باب ما یفسد الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۴

[2] مجمع الزوائد کتاب الصلوٰۃ باب فیمن اکل ثوما الخ مطبوعہ دار الکتاب بیروت ۲/۱۷

[3] القرآن ۲/۱۱۴

[4] الاشباہ والنظائر القول فی احکام المسجد مطبوعہ ادارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۲۳۴-۲۳۵

درمختار قبیل باب الوتر والنوافل ؍؍ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۴

Marfat.com

کمانصوا علیہ فی معتمدات المذھب (جیساکہ اس پر معتمداتِ مذہب نے تصریح کی ہے۔ ت)
اس طرح کا امام اگر اس دوسری مسجد کو میسر ہوگا تو اس میں بھی جمعہ جائز ہوگا ورنہ نہیں۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۱۸ تا ۱۱۲۱ از شہر پوربندر ملک کاٹھیاواڑ محلہ ڈیڈرروڈ مسئولہ کھتری عمر ابوبکر صاحب
۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائلِ ذیل میں،
(۱) صحنِ مسجد داخل مسجد ہے یا خارج مسجد ہے؟
(۲) اذان ثانی جمعہ جو صحن مسجد میں پڑھی جائے تو داخل مسجد قرار پائے گی یا نہ؟
(۳) کوئی شخص باوجود داخل مسجد ہونے کے صحنِ مسجد میں نماز پڑھے تو اس کو مسجد کا پورا ثواب ملے گا یا کم؟
(۴) جنازہ مسجد میں یا صحنِ مسجد میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

صحنِ مسجد جزوِ مسجد ہے کمانص علیہ فی الحلیۃ (جیسا کہ حلیہ میں اس پر تصریح ہے۔ ت) اُس میں نماز مسجد ہی میں نماز ہے، پٹے ہُوئے درجے کو مسجد شتوی کہتے ہیں یعنی موسمِ سرما کی مسجد اور صحن کو مسجد صیفی یعنی موسمِ گرما کی مسجد۔ اذان مسجد میں منع ہے، نہ دالان میں اجازت ہے نہ صحن میں۔ مسجد وصحنِ مسجد میں جنازے کے لئے اجازت نہیں ھو الصحیح (یہی صحیح ہے۔ ت)۔ صحن کسی حکم میں مسجد سے جُدا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۲۲ از پیلی بھیت محلہ بھُورے خاں مرسلہ حاجی عزیز احمد صاحب ۷ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ فصیلِ حوض خارج مسجد ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

حوض قدیم کی فصیل فنائے مسجد ہے، نہ عین مسجد، ورنہ اس پر وضو ناجائز ہوتا، اور فنائے مسجد میں اذان جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۲۳ از تر پول سولول ڈاک خانہ ہرول ضلع دربھنگہ بلگرام چرسہ مرسلہ عبدالحکیم صاحب
۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

ایک جگہ بستی میں بستی کے سارے مسلمان مل کر کے مسجد بنوایا لیکن زمین دوسرے آدمی کے نام سے، جس کے نام سے زمین ہے وہ دعوٰی کرتا ہے کہ وہ مسجد ہماری ہے ہم جس کو حکم دیں گے وہ نماز پڑھے گا اور ہم جس کو حکم دیں گے وہ امامت کرے گا۔ وہ جسے روک دیتا ہے اُس مسجد میں اُس کی نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ اور اُس

Marfat.com

مسجد کو کیا کہا جائے گا؟

الجواب

اللہ عزوجل فرماتا ہے: ان المسٰجد للّٰہ[1] مساجد خاص اللہ کی ہیں۔ ان میں کسی کا کوئی دعوٰی نہ زمین والے کو نہ محلے والوں کا، اور بلاوجہ شرعی کسی سُنّی مسلمان کو مسجد سے منع کرنا حرام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

و من اظلم ممن منع مسٰجد اللّٰہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا[2]۔ اُس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے اُن میں اللہ کا نام لیا جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔

مگر اُس کے منع کرنے سے نہ مسجد میں کوئی نقصان آئے گا نہ وُہ جسے منع کیا اُسے مسجد میں نماز پڑھنا منع ہوجائیگا، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۲۴ ازشہرِ رانچی قصاب محلہ مرسلہ شیخ ولی محمد سوداگر چرسہ ۴ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ غیر مقلد وہابی جو تقلید کو بدعت کہے، ائمہ مجتہدین پر طعن کرے، ختمِ نبوت اور کراماتِ اولیا کا قائل نہ ہو، جناب ولی الاولیا، غوث الاعظم پر طعن کرے، انعقادِ مجلسِ میلاد اور یارسول اللہ کہنے کو بدعت کہے، آمین بالجہر و رفع الیدین کرے وغیرہ وغیرہ، ایسے شخص کی اقتداء اور اس کی موانست و مکالمت صوم وصلٰوۃ جائز ہے یا نہیں؟ ایسے عقیدہ والوں کو واسطے دفع فتنہ و فساد کے جو موجب اس کا خلاف عقیدت باہمی سے مسجد میں نہ آنے دینا جائز ہے یا نہیں؟ بحسبِ فرمانِ شرع شریف بحوالہ کتب ارشاد ہو۔

الجواب

ایسا شخص کافر و مرتد ہے، اُس کے مرتد ہونے کے لئے صرف انکارِ خاتمیت ہی کافی ہے۔ قال اللہ تعالٰی ولکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیین[3] (اللہ تعالٰی کا ارشادِ گرامی ہے: اور لیکن اللہ کے رسول اور نبیوں کے خاتم ہیں۔ت) تتمۃ الفتاوٰی اور اشباہ والنظائر میں ہے:

ان لم یعرف ان محمدا صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم اٰخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من الضروریات[4]۔ اگر کوئی شخص یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان ہی نہیں کیونکہ یہ ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن ۷۲/۱۸
[2] القرآن ۲/۱۱۴
[3] القرآن ۳۳/۴۰
[4] الاشباہ والنظائر کتاب السیر والردۃ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۲۹۶

Marfat.com

تقلید کو بدعت کہنا، ائمہ مجتہدین پر طعن کرنا اور بے تقلیدِ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ رفع یدین اور جہر سے آمین کہنا خباثات وعلاماتِ غیر مقلدی ہیں، اور کراماتِ اولیا سے انکار اور حضور سیّدالاولیا پر طعن گمراہی و بد نصیبی، اور مجلسِ میلادِ پاک اور یا رسول اللہ کہنے کو بدعت کہنا شعارِ وہابیت ہے اور وہابی لوگ وغیر مقلدین زمانہ پر حکمِ کفر ہے جس کی تفصیل الکوکبۃ الشہابیۃ اور سل السیوف الھندیۃ اور حسام الحرمین سے روشن۔ شخص مذکور کے پیچھے نماز باطل محض ہے، اور اس سے مجالست وموانست حرام۔

قال اللہ تعالٰی و اما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین[1]۔ اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

وقال اللہ تعالٰی ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[2]۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمھیں آگ چھوئے گی۔ (ت)

دفع فتنہ وفساد بقدرِ قدرت فرض ہے، اور مفسدوں موذیوں کو بشرطِ استطاعت مسجد سے روکا جائے گا۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری شریف میں ہے پھر درمختار میں ہے: ویمنع منہ کل موذ ولو بلسانہ[3] (اور ہر ایذا دینے والے کو مسجد سے روکا جائے گا اگرچہ اس کی اذیت زبان سے ہو۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۲۵: از دیرم گام ضلع احمد آباد گجرات جامع مسجد مرسلہ سیّد غلام محی الدین صاحب ۱۳ رجب ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دیرمگام گجرات میں جو عیدگاہ ہے اُس پر چند لوگ جن کا چار پانچ نفر سے زیادہ عدد نہیں خود بخود بلا اجازت بانیِ مسجد و بلا اجازت مسلمانانِ شہر ایسے قابض ومتصرف ہوگئے ہیں کہ گویا وُہ مالک ہی ہیں، چنانچہ علی الاعلان اس امر کا اظہار کرتے رہتے ہیں کہ اس مسجد میں سوائے ہمارے دوسرے کا حق نہیں جس کو ہم چاہیں گے امام بنائیں گے، اور امام جو بناتے ہیں تو ایسا کہ جس کے پیچھے نماز پڑھنے میں تمام مسلمانانِ شہر اور اہلِ علم حضرات کراہت کرتے ہیں اور یہ کراہت شرعی ہوئی نہ مخالفت ذاتی پر قابضین کی قلیل جماعت کے عقائد کی یہ کیفیت ہے کہ نکاحِ ثانی کو حرام قطعی سمجھتے ہیں، اور مسجد پر تصرفات میں سے یہ بھی ہے کہ اہلِ شہر کے ساتھ نماز پڑھنے میں مزاحمت کرتے ہیں، آیا اہلِ شہر کو اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور دوسری عیدگاہ قرار دے کر اہلِ شہر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

---

[1] القرآن ۶/ ۶۸

[2] القرآن ۱۱/ ۱۱۳

[3] درمختار آخر باب مایفسد الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۴

Marfat.com

الجواب

اہلِ شہر کو اُس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے، اور اُن لوگوں کو مزاحمت کا کوئی حق نہیں، اگر وُہ مانع آئیں گے سخت ظالم ہوں گے۔

قال اللہ تعالٰی ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی مساجد میں اللہ کے نام کے ذکر سے روکے اور ان کی ویرانی کی کوشش کرے۔ (ت)

اور ایسا امام کہ وہ مقرر کریں معتبر نہ ہوگا، امام وہی مانا جائے گا جسے عام مسلمانانِ شہر حسبِ شرائطِ شرعیہ مقرر کریں گے، اس کے سوا وہ امام جسے وُہ پانچ چھ برخلافِ اہلِ شہر مقرر کریں نمازِ عید باطل محض ہوگی، اہلِ شہر اگر کسی وجہ سے اُس عیدگاہ میں نماز نہ پڑھ سکیں دوسری جگہ پڑھیں اگرچہ کسی میدان میں کہ عیدگاہ میں عمارت کی حاجت نہیں، اور اگر دوسری عیدگاہ ہی تعمیر کرنی مناسب ہو تو انھیں اس کا بھی اختیار ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۲۶ از مراد آباد مرسلہ مولوی عبدالباری ۷ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام بعد فراغت نماز جمعہ کے مقتدیوں کو اپنے پیچھے قطعی نماز نہ پڑھنے دے اور خود اذکار وغیرہ سے مشغول رہے اور مصلّی سے لے کر مسجد کے دروازے تک سیدھ میں کوئی نمازی نماز نہ پڑھنے پائے بلکہ اگر کسی نے نیت بھی باندھ لی تو وہ نیت جبراً تڑوا دے اس لئے کہ اُس کے نکلنے میں حرج ہوگا کیونکہ اس کی عادت ہے بعد فراغتِ جمعہ بہت دیر کے بعد وُہ اپنے حجرہ میں جاتا ہے، تو اتنی دیر تک کوئی مصلّی اس کے محاذ او رعقب میں نماز نہ پڑھے، اگر کسی ناواقف نے ایسا کر بھی لیا تو اس پر نہایت تشدد کرتا ہے، یہ کہاں تک روا ہے؟

الجواب

اللہ عزّوجل فرماتا ہے: وان المسٰجد للہ[2] مسجدیں خالص اللہ کے لئے ہیں، اُن میں کسی کا ذاتی دعوٰی نہیں پہنچتا۔ اور فرماتا ہے: ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ[3] اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو اُن میں نامِ الٰہی لئے جانے سے روکے، یہ سب ظلمِ شدید ہے اور بندھی ہوئی

---

[1] القرآن ۲/ ۱۱۴

[2] القرآن ۷۲/ ۱۸

[3] القرآن ۲/ ۱۱۴

Marfat.com

نیت تڑوا دینا اشد ظلم، ولا تبطلوا اعمالکم[1] (اور اپنے اعمال باطل نہ کرو۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۲۷ از شہر کہنہ محلہ نجار پورہ مسئولہ عبدالرحمان بیگ صاحب ۵ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد جو قدیمی تعمیر کردہ اہلسنت و جماعت کی ہے اور زمانہ قدیم سے آج تک مسجد مذکورہ پر قبضہ بھی اہلسنت والجماعت کا، ایسی مسجد میں شیعہ و سُنّی ہر دو فریق کا باہم نماز پڑھنا اور اذان واقامت بھی ہر دو فریق کی ہونا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اہل سنّت کی مسجد میں روافض کا کوئی حق نہیں، اہل سنّت کی معتمد کتابوں خلاصہ و فتح القدیر و علمگیری و تنویر الابصار و درمختار میں تصریح ہے کہ روافض کافر ہیں اور کافر کا مسجد میں کوئی حق نہیں۔ عبارت یہ ہے:

الرافضی اذا کان یسب الشیخین و یلعنهما والعیاذ باللہ تعالٰی، فهو کافر[2] واللہ تعالٰی اعلم

رافضی جب شیخین کریمین کو گالی دے یا ان پر لعنت کرے (والعیاذ باللہ تعالٰی) تو وہ کافر ہوگا (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۲۸ از ملک بنگالہ قصبہ گوری پور ضلع میمن سنگھ مرسلہ میاں عبدالجلیل ۱۸ ذی القعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص بڑا فتّان و مفسد ہے، جماعت المسلمین بوجہ اُس کے افتراق ہوگیا ہے، لوگ دُوسری مسجد میں نماز پڑھتے ہیں اور وہ مفسد امام اس قوم باغین کا ہے اور یہ بغاوت دینی نہیں بلکہ محض نفسانیت ہے اس صورت میں اس مسجد کہنہ کو مسجد ضرار کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مسجد کہنہ اُن کے جانے اور نماز پڑھنے پڑھانے سے مسجد ضرار نہیں ہوسکتی کہ مسجد ضرار وہ مسجد ہے جو ابتداءً افساد فی الدین و تفریق بین المومنین کے لئے بنائی گئی ہو۔

قال تعالٰی "والذین اتخذوا مسجدا ضرارا وکفرا وتفریقا بین المومنین" الٰی قولہ تعالٰی "امن اسس بنیانہ علٰی شفا

اللہ تعالٰی نے فرمایا: "وہ لوگ جنھوں نے مسجد بنائی نقصان پہنچانے کو اور کفر کے سبب، اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو" (اللہ تعالٰی کے اس قول تک)

---

[1] القرآن ۴۷/ ۳۳

[2] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الفاظ الکفر مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۸۱

Marfat.com

جرف ھار[۱] الاٰیۃ   یا وہ جس نے اپنی نیو چُنی ایک گراؤ گڑھے کے کنارے"۔ الآیۃ (ت)،

تعمیر شدہ مسجد میں مفسدین کا جانا خواہ ان کا قبضہ وتسلط ہوجانا اُسے مسجد ضرار نہیں کرسکتا، جیسے واقعہ حرہ میں لشکریانِ یزید یا حادثہ نجد میں متبعانِ نجدی بلید کا مساجد طیبہ حرمین محترمین میں مفسدانہ دخل، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۲۹ از گوہالیاڑی ضلع مالوہ انگریز آباد ڈاک خانہ بھولاہاٹ مرسلہ شیخ غریب اللہ صاحب ۴ رجب ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بستی میں مسلمانان ہم قوم ہم مذہب قریب دو اڑھائی سو گھر کے رہتے ہیں اور ایک مسجد پختہ عرصہ دس بارہ برس سے کہ بنوائی ہُوئی انھیں مسلمانان کی ہے اور ایک دل ایک رائے ہوکر اسی مسجد میں نماز پنجگانہ جمیع مسلمانان باشندہ بستی مذکورہ ادا کرتے ہیں اتفاق وقت کہ بعد چند سال کے دو مسلمان رئیس میں جو رہنے والے اُسی بستی کے ہیں جھگڑا وتکرار دنیاوی دربارہ زمین خواہ کسی امر دنیاوی کے برپا ہوا اور ہنوز ہے یا نہیں ہے کہ منجملہ دو کے ایک نے بلا سبب اپنے زورِ نفسانی وضد میں آکر چالیس پچاس گھر مسلمانوں کو شامل اپنے لے کر اُس مسجد مذکورہ سے رُوگرداں ہوا اور ہوکر ایک مسجد گیاہی جسے پھوس کہتے ہیں اپنے مکان کے قریب تعمیر کراکر نماز پنجگانہ مع ہمراہیان خود ادا کرتا ہے تو کیا رہتے ہوئے مسجد پختہ کے کہ مسجد ہذا سے مسجد گیاہ اندازی دو سو قدم پر واقع ہے اور اُن دونوں کے راستہ درمیان کسی طرح کا خوف جان ومال کا نہیں ہے نماز پنجوقتی مسجد گیاہ میں ادا ہوسکتی ہے کہ نہیں؟ اس کے جواز ولاجواز سے جہاں تک تعجیل فرماکر ممتاز فرمایا جائے گا عین نوازش واکرام ہے، اور ان دونوں رئیسوں کا بلکہ سائر مسلمانان کا فیصلہ ہے مکرر آنکہ اُن لوگوں نے جتنے روز تک اُس مسجد گیاہ میں جان بوجھ کر نماز پڑھی تو اُن سبھوں کی نماز ہُوئی یا نہیں، اور بصورت نکلنے حکم جواز آمنّا وصدقنا وبصورت نکلنے ناجواز اُن مسلمانوں روگرداںوں پر از روئے شرع شریف کے کیا لازم آسکتا ہے اور اُن لوگوں کو جماعت میں پھُوٹ ڈالنے والا کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور جماعت میں پھُوٹ ڈالنے والے پر کیا حکم مطابق شرع کے جاری کیا جائے گا اور وہ لوگ کیا کہے جاسکتے ہیں؟ آگاہ فرمایا جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جتنی نمازیں اُن لوگوں نے اس نئی مسجد میں پڑھیں اُن کی صحت اور اُن سے ادائے فرض میں تو اصلاً شبہہ نہیں اگرچہ یہ مسجد اُنھوں نے کسی نیت سے بنائی ہو،

---

[۱] القرآن ۹/ ۱۰۷ و ۱۰۸ و ۱۰۹

Marfat.com

لقول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جعلت لی الارض مسجدا وطھورا فایما رجل من امتی ادرکتہ الصلوٰۃ فلیصل[1]
کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میری خاطر ساری زمین مسجد اور پاک کردی گئی ہے، میرا امتی جہاں نماز کا وقت پائے وہاں ہی ادا کرلے۔ (ت)

ہاں یہ کہ وُہ مسجد شرعاً مسجد ہُوئی یا نہیں اور اُس میں نماز پڑھنے کی اجازت ہے یا نہیں، اور یہ لوگ جماعت میں پھُوٹ ڈالنے والے ہُوئے یا نہیں۔ یہ امور اُن لوگوں کی نیت پر موقوف ہیں، اگر یہ مسجد انھوں نے بغرضِ نماز خالص اللہ عزوجل ہی کے لئے بنائی اگرچہ اُس پر باعث باہمی رنجش ہُوئی کہ بسبب رنج ایک جگہ جمع ہونا مناسب نہ جانا اور نماز بے مسجد ادا کرنی نہ چاہی، لہذا یہ مسجد بہ نیت بجاآوری نماز ہی بنائی تو اس کے مسجد ہونے اور اس میں نماز جائز و ثواب ہونے میں کوئی شبہ نہیں لانہ وقف صدر عن اھلہ فی محلہ علی وجھہ (کیونکہ یہ وقف ہے اہلِ وقف سے محلِ وقف میں طریق وقف کے بمطابق وقف ہوئی ہے۔ ت) اور اس نیت کی حالت میں یہ لوگ جماعت میں پھُوٹ ڈالنے والے بھی نہیں ٹھہر سکتے کہ اُن کا مقصود اپنی نماز باجماعت ادا کرنا ہے نہ دوسروں کی جماعت میں تفرقہ ڈالنا، یہاں تک کہ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اہلِ محلہ کو جائز ہے کہ بغرضِ نماز ایک مسجد کی دو مسجدیں کرلیں۔ درمختار میں ہے:

لاھل المحلۃ جعل المسجدین واحدا او عکسہ لصلوٰۃ لا لدرس او ذکر[2]
اہلِ محلہ دو مساجد کو ایک یا اس کا عکس کرسکتے ہیں مگر نماز کے لئے، درس یا ذکر کے لئے ایسا نہیں کرسکتے۔ (ت)

اشباہ میں ہے:

لاھل المحلۃ جعل المسجد الواحد مسجدین والاولی ان یکون لکل طائفۃ مؤذن[3]
اہلِ محلہ ایک مسجد کو دو مساجد بنا سکتے ہیں اور بہتر یہ ہے کہ ہر گروہ کے لئے الگ موذن ہو۔ (ت)

اور اگر یہ نیت نہ تھی مسجد اللہ کے لئے نہ بنائی بلکہ اس سے مقصود اگلی مسجد کو ضرر پہنچانا اور اس کی جماعت کا متفرق کردینا تھا تو بیشک یہ مسجد نہ ہُوئی نہ اس میں نماز کی اجازت بلکہ نہ اس کے قائم رکھنے کی اجازت، اور اس صورت میں یہ لوگ ضرور تفریق جماعت مومنین کے وبال میں مبتلا ہُوئے کہ حرام قطعی و گناہِ عظیم ہے۔

قال اللہ تعالیٰ والذین اتخذوا مسجدا
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اور وہ لوگ جنھوں نے مسجد

---

[1] صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب قول النبی جعلت لی الارض مسجدا الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۶۲
[2] درمختار آخر باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۹۴
[3] الاشباہ والنظائر القول فی احکام المسجد ″ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۲۳۴-۲۳۵

Marfat.com

ضرارا وکفرا وتفریقا بین المؤمنین[1]۔ الآیۃ
نقصان کا ذریعہ، کفر اور مسلمانوں کے درمیان تفریق پیدا کرنے کا ذریعہ بنایا۔ (ت)

مگر نیت امر باطن ہے اور مسلمان پر بدگمانی حرام وکبیرہ، اور ہرگز مسلمان سے متوقع نہیں کہ اس نے ایسی فاسد ملعون نیت سے مسجد بنائی۔

قال اللہ تعالٰی ولا تقف مالیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولٰئک کان عنہ مسئولا[2]۔
اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: نہ پیچھے لگ اس چیز کے جس کا تجھے علم نہیں کیونکہ سمع، بصر اور دل ہر ایک کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ (ت)

تو بے ثبوت کافی شرعی ہرگز اس بُری نیت کا گمان کرنا جائز نہیں بلکہ اُسی پہلی نیت پر محمول کریں گے اور مسجد کو مسجد اور اس میں نماز کو جائز وثواب اور اس کی آبادی کو بھی ضرور سمجھیں گے۔

مسئلہ ۱۱۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد صغیر وکبیر میں کیا فرق ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الٰی ذری التحقیق (اللہ تعالٰی کی توفیق سے اور اس کے ذریعے تحقیق تک وصول ہوتا ہے۔ ت) تحقیق یہ ہے کہ علمائے کرام ان مسئلوں میں مسجد صغیر وکبیر میں فرماتے ہیں: ایک مسئلہ صحت اقتدا واتصال صفوف کہ مسجد بقعۂ واحدہ ہے اُس میں امام ومقتدی کا فصل مانع صحتِ اقتدا نہیں اگرچہ امام محراب میں اور مقتدی یا صف قریب باب ہو مگر مسجد کبیر میں حکم مثل صحرا ہے کہ اگر امام وصف میں اتنا فاصلہ ہو جس میں دو صفیں ہو سکیں تو اقتدا صحیح نہ ہوگی۔ دوسرے مسئلہ اثم مرور پیش مصلی کہ مسجد میں دیوارِ قبلہ تک جائز نہیں جب تک بیچ میں حائل نہ ہو، ہاں مسجد کبیر مثل صحرا ہے کہ مصلی جب خاشعین کی سی نماز پڑھے کہ نگاہ موضع سجود پر جمائے رہے تو اس حالت میں جہاں تک اس کی نظر پہنچے کہ نظر کا قاعدہ ہے جہاں جمائی جائے اس سے کچھ آگے بڑھتی ہے وہاں تک گزرنا ممنوع وناجائز ہے اس سے آگے روا، ان دونوں مسئلوں میں مسجد کبیر سے ایک ہی مراد ہے یعنی نہایت درجہ عظیم ووسیع مسجد جیسی جامع خوارزم کہ سولہ ہزار ستون پر تھی یا جامع قدس شریف کہ تین مسجدوں کا مجموعہ ہے، باقی عام مساجد جس طرح عامہ بلاد میں ہوتی ہیں سب ان دونوں حکموں میں متحد ہیں اگرچہ طول وعرض میں سَو سَو گز ہوں،

---

[1] القرآن ۹/ ۱۰۷
[2] القرآن ۱۷/ ۳۶

Marfat.com

اما ماوقع فی القهستانیۃ عند ذکر المسجد الصغیر، ھو اقل من ستین ذراعا ، و قیل من اربعین وھو المختار ، کما اشار الیہ فی الجواھر[1] و فی الطحطاوی قولہ او بمسجد کبیر ھو ماکان اربعین ذراعا فاکثر و الصغیر ماکان اقل من ذلک وھو المختار قھستانی عن الجواھر[2] وفی الشامیۃ[3] بمثلہ بالسند المذکور فرأیتنی کتبت علیہ فیما علقت علی ردالمحتار مانصہ **اقول** و باللہ التوفیق یظھر لی ان ھذا خطاء بل الحاصل ھھنا فی الصغیر والکبیر ماتقدم فی الکتاب (اعنی ردالمحتار عن الامداد) فی مسئلۃ الفصل المانع عن الاقتداء انہ لایمنع الا فی مسجد کبیر جدا کمسجد القدس وذلک لانھم عللوکراھۃ المرور بین یدیہ فی المسجد الصغیر الی جدار القبلۃ بان المسجد بقعۃ واحدۃ کما فی شرح الوقایۃ و فی شرحنا ھذا وقد ذکر محشینا فی تقریرہ مسألۃ الفصل المانع فقال بخلاف المسجد الکبیر فانہ جعل فیہ مانعا الخ فانظر ای کبیر ذلک ماھو الا الکبیر جدا

قہستانیہ میں مسجد صغیر کے تذکرہ میں جو ہے کہ وہ ساٹھ گز سے کم ہوتی ہے بعض کے نزدیک چالیس گز، یہی مختار ہے۔ اسی کی طرف جواہر میں اشارہ ہے طحطاوی میں ہے کہ اس کا قول" یا مسجد کبیر جو چالیس گز یا اس سے زائد ہو اور صغیر وُہ ہے جو اس سے چھوٹی ہو، یہی مختار ہے"۔ قہستانی عن الجواہر اور شامیہ میں سند مذکور کے ساتھ اسی طرح ہے، مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے ردالمحتار کے حاشیہ میں لکھا' **اقول** (میں کہتا ہُوں) اللہ کی توفیق سے مجھ پر یہ واضح ہُوا کہ یہ خطاو غلط ہے بلکہ صغیر و کبیر مسجد میں حاصل وہی چیز ہے جو کتاب (یعنی ردالمحتار میں امداد کے حوالے سے) اس فصل کے تحت گزرا جو" اقتدا سے مانع کے بیان" میں ہے اس مسجد میں مانع ہے جو بہت ہی بڑی ہو مثلاً مسجد قدس، کیونکہ فقہاء نے مسجد صغیر میں قبلہ کی جانب نمازی کے آگے سے گزرنے سے منع پر جو علت بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ مسجد ایک ہی ٹکڑا کی طرح ہے جیساکہ شرح الوقایہ اور ہماری اس شرح میں ہے اور ہمارے محشی نے فاصل مانع کو بیان کرتے ہوئے کہا بخلاف مسجد کبیر کے، کیونکہ اس میں مانع بنایا گیا ہے الخ غور کرو بڑی کونسی مسجد ہے وُہ وہی ہوگی جو بہت ہی بڑی ہو مثلاً

---

[1] جامع الرموز فصل مایفسد الصلٰوۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۲۰۱

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب مایفسد الصلٰوۃ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۶۸

[3] ردالمحتار " " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۶۳۴

Marfat.com

کمسجد القدس، وما ذکر القهستانی عن الجواھر فانما کان فی الدار فی مسئلۃ الفصل لا فی المسجد کما مرت عبارۃ الجواھر (حیث قال العلامۃ المحشی فی القہستانی : البیت کالصحراء والاصح انہ کالمسجد، ولھذا یجوز الاقتداء فیہ بلا اتصال الصفوف کما فی المنیۃ اھ ولم یذکر حکم الدار فلیراجع، لکن ظاھر التقیید بالصحراء والمسجد الکبیر جدا ان الدار کالبیت تامل، ثم رأیت فی حاشیۃ المدنی عن جواھر الفتاوی ان قاضی خاں سئل عن ذلك، فقال، اختلفوا فیہ، فقدرہ بعضھم بستین ذراعا وبعضھم قال ان کانت اربعین ذراعا فھی کبیرۃ والا فصغیرۃ، ھذا ھو المختار اھ وحاصلہ ان الدار الکبیرۃ کالصحراء والصغیرۃ کالمسجد، و ان المختار فی تقدیر الکبیرۃ اربعون ذراعا[1]۔

اقول وبھذا تلتئم کلماتھم وللہ الحمد۔ فان منھم من قید ھذہ المسئلۃ بالمسجد الصغیر کمتننا ھذا و

مسجد قدس۔ جو کچھ قہستانی نے جواہر سے نقل کیا ہے وہ گھر میں مسئلہ فصل کے بارے میں ہے نہ کہ مسجد کے بارے میں، جیسے کہ عبارتِ جواہر سے گزرا (کیونکہ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ علامہ محشی نے قہستانی میں کہا کہ گھر کھلے میدان کی طرح ہے اور اصح یہ ہے کہ بیت، مسجد کی طرح ہوتا ہے اسی لئے اس میں بلا اتصالِ صفوف بھی اقتدا جائز ہوتی ہے، جیسا کہ منیہ میں ہے اھ اور دار کا حکم بیان نہیں کیا، چاہئے کہ غور کیا جائے، لیکن ظاہراً صحرا یا مسجدِ کبیر کو بہت بڑا قرار دینا آگاہ کر رہا ہے کہ دار کا حکم گھر والا ہے تامل، پھر میں نے حاشیہ مدنی میں جواہر الفتاوی سے دیکھا کہ قاضی خاں سے اس بارے میں پُوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا اس میں اختلاف ہے بعض نے ساٹھ گز کہا ہے بعض نے کہا کہ اگر چالیس گز ہو تو بڑی مسجد ورنہ چھوٹی، اور یہی مختار ہے اھ حاصل یہ ہے کہ بڑی دار صحرا کی طرح اور چھوٹی دار مسجد کی طرح ہے اگرچہ مختار بڑی مسجد کیلئے چالیس گز ہونا ہی ہو۔

اقول اس سے فقہاء کی تمام عبارات میں تطبیق ہوگئی وللہ الحمد، کیونکہ بعض نے اس مسئلہ کو مسجد صغیر کے ساتھ مقید کیا ہے جیسے کہ ہمارے

ف : اعلحضرت رحمہ اللہ نے یہاں سے اقول تک شامی کی عبارت نقل کی ہے پھر اقول وبھذا تلتئم سے آخر تک اعلحضرت کا اپنا حاشیہ ہے۔ نذیر احمد

[1] جد الممتار علی رد المحتار باب ما یفسد الصلوۃ الخ المجمع الاسلامی مبارکپور، انڈیا ۱/۳۰۰ و ۳۰۱۔
رد المحتار باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۸۵

Marfat.com

الغرر والنقاية والبحر والكافي والبرجندي عن المنصورية عن الامام قاضي خان وظهير الدين المرغيناني ، ومنهم من اطلق كالخلاصة وجوامع الفقه كما في الفتح والمراد واحد فان الصغير احتراز عن الكبير جدا ، فعامة المساجد في حكم الصغير فساغ الاطلاق لمن اطلق بل اوضحه جدا كلام العلامة الشبلي على التبيين عن الدراية عن شيخ الاسلام ان هذا اعتبار موضع السجود اذا كان في الصحراء اوفي الجامع الذي له حكم الصحراء اما في المسجد فالحد هو المسجد اھ فانظر كيف اطلق المسجد واراد به مقابل ذلك الكبير جدا ، وايضا تلتئم كلمات الذخيرة فانه ذكر في الفصل الرابع من كتاب الصلوٰة في مسئلة المرور والاصح ان بقاع المسجد في ذلك كله على السواء الخ ۔ واستشهد عليه بكلام محمد المطلق في المساجد ، غير المختص قطعاً بما دون اربعين ثم اعاد المسئلة في الفصل التاسع فقال ان كان المسجد صغيرا يكره في اي موضع يمر والى هذا اشار محمد في الاصل فذكر ذلك الكلام لمحمد بعينه فعلم ولله الحمد ان المراد بالمطلق والمقيد واحد وهي المساجد كلها سوى ما يمنع فيه الفصل بصفين الاقتداء ولا ينافيه اطلاق من اطلق وقال انما ياثم بالمرور في موضع السجود كفخر الاسلام وصاحب الهداية والوقاية وغيرهم وذلك لان المشائخ

اس متن غرر، نقایہ، بحر، کافی اور برجندی میں منصوریہ سے قاضی خاں اور ظہیر الدین مرغینانی کے حوالے سے کہا اور بعض نے اس کو مطلق رکھا، مثلاً خلاصہ اور جوامع الفقہ، جیسا کہ فتح میں ہے، اور مراد ایک ہی ہے کیونکہ صغیر ایسی کبیر سے احتراز ہے جو بہت ہی بڑی ہو تو اکثر مساجد صغیر کا حکم رکھتی ہیں تو جس نے مطلق رکھا اس کا اطلاق جائز ہوگیا بلکہ علامہ الشبلی نے تبیین پر درایہ سے شیخ الاسلام کے حوالے سے خوب واضح کیا ہے کہ موضع سجدہ کا اعتبار تب ہوتا ہے جب صحرا ہو یا ایسی جامع مسجد ہو جو حکم صحرا رکھتی ہو، رہا دیگر مسجد کا معاملہ تو وہاں یہ حد مسجد ہی ہے اھ آپ غور کریں انھوں نے مسجد کو مطلق رکھا اور اس سے مراد ایسی مسجد لی جو بہت ہی بڑی کے مقابل ہو اور کلماتِ ذخیرہ بھی جمع ہو گئے کیونکہ انھوں نے کتاب الصلوٰۃ کی فصل رابع میں نمازی کے آگے سے گزرنے کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ اصح یہ ہے کہ مسجد کے تمام مقامات اس میں برابر ہیں الخ اور اس پر استشہاد امام محمد کے کلام سے کیا جو مساجد کے معاملہ میں مطلق ہے اور چالیس گز سے کم مسجد کے ساتھ ہرگز مخصوص نہیں پھر نویں فصل میں مسئلہ دُہرایا اور کہا اگر مسجد چھوٹی ہو تو ہر جگہ سے گزرنا مکروہ ہے اور اسی کی طرف امام محمد نے اصل میں اشارہ فرمایا اور امام محمد کی عبارت بعینہٖ نقل کی للہ الحمد اس سے واضح ہوگیا کہ یہاں مطلق اور مقید دونوں سے مراد ایک ہی ہے اور تمام مساجد کا معاملہ مساوی ہے سوا ان کے جن میں دو صفوں کا فاصلہ اقتداء کے لئے مانع ہے، اور مطلق کہنے والے کا اطلاق جس نے یوں کہا ہے

Marfat.com

کبقعة واحدة فالی جدار القبلة کلہ فی حکم موضع السجود کما قالہ فی شرح الوقایۃ بل اشار الیہ محمد فی الاصل کما فی الذخیرۃ فتحصل وللہ الحمد ان لاخلاف بینہم وان الممنوع فی المسجد المرور مطلقا الی جدار القبلۃ وفی الجامع الکبیر جدا والصحراء الی موضع نظر المصلی الخاشع وبہ ظھران بحث المحقق فی الفتح وقع مخالفا للمذھب ولما اطبقوا علیہ فاغتنمہ فان ھذا التحریر من فیض القدیر علی العاجز الفقیر وللہ الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ[1] اھ ماکتبت علیہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کہ نمازی کے آگے سے جائے سجدہ پر گزرنے والا گنہگار ہوگا، اس کا یہ اطلاق فخرالاسلام، صاحب ہدایہ اور وقایہ وغیرہ کے منافی نہیں ہے، یہ اس لئے کہ مساجد ایک ٹکڑا کی مانند ہوتی ہیں پس وہ قبلہ کی دیوار تک تمام کی تمام موضع سجدہ کا حکم رکھتی ہیں جیسا کہ شرح وقایہ میں ہے، بلکہ اس کی طرف امام محمد نے اصل میں اشارہ فرمایا جیسا کہ ذخیرہ میں ہے، للہ الحمد واضح ہوگیا کہ ان کے درمیان اختلاف نہیں اور گزرنا مسجد میں دیوارِ قبلہ تک مطلقاً ممنوع ہے اور بہت بڑی جامع مسجد ہو یا صحرا ہو تو پھر خشوع کے ساتھ نماز پڑھنے والے نمازی کی نظر کے پھیلاؤ تک آگے سے گزرنا ممنوع ہے۔ اسی سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ فتح میں محقق کی بحث مذہب متفق علیہ کے خلاف ہے۔ اس تقریر کو غنیمت جان لو کیونکہ اس عاجز فقیر پر رب قدیر کا عطیہ ہے، اللہ ہی کے لئے حمد کثیر مبارک اور طیب ہے، وہ ختم ہوا جو میں نے وہاں لکھا تھا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۳۱: از شہر محلہ جسولی مسئولہ مولوی غلام جان پنجابی طالب علم مدرسہ اہلسنت وجماعت ۱۶ شعبان ۱۳۳۶ھ

زید نے دس برس ہوئے مسجد کے پیچھے جو زید کا مکان مسجد کے متصل بلاخلا تھا اور مسجد کی بنا سے اُس کی بنا جُداگانہ تھی اور زمین بھی زید کی اپنی موروثی تھی اُس مکان پر زید نے ایک بالاخانہ بنایا اور زید کے نیچے مکان کا چھت مسجد کی چھت کے برابر ہے صرف بالاخانہ مسجد سے اُونچا ہے بلکہ بالاخانہ مسجد کے برابر بھی نہیں ہے، مسجد کے بائیں جانب طالب علم کے حجرے کے برابر ہے، ہاں کچھ تھوڑا سا کونا بالاخانے کا مسجد کے کونے کے برابر بھی ہے لیکن زید بالاخانہ بنانے کے بعد دل میں نادم ہُوا اور چونکہ روپیہ خرچ ہوچکا تھا اس وجہ سے اس نے بالاخانے کو اُکھیڑا نہیں لیکن مسجد کی عزت کی وجہ سے زید مع آل وعیال بالاخانہ میں نہیں رہتا نیچے مکان میں رہتا ہے اب اس بالاخانے کو اُکھیڑنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

جبکہ مسجد کی کسی چیز میں تصرف نہ ہو تو اس کا اکھیڑنا کچھ ضرور نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] جد الممتار علی رد المحتار باب یفسد الصلٰوۃ الخ المجمع الاسلامی بیروت ۱/ ۳۰۱-۰۲

Marfat.com

مسئلہ ۱۳۲ از سیرام پور ضلع ہوگلی مرسلہ محمد عبد الحکیم بڑی مرچنٹ ۲۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد قبل سے ہے اور نماز پنجگانہ ہوا کرتی ہے اور متولی مسجد کا سہ منزلہ مکان مسجد کے متصل ہے بعد انتقال متولی کے لوگوں نے مسجد میں نماز پڑھنا چھوڑ دیا اور عذر یہ ہے کہ جس مسجد کے قریب کوئی اونچی عمارت ہو اُس مسجد میں نماز نہیں جائز ہے، لہذا لوگوں نے دوسری مسجد متصل پہلی مسجد کے پندرہ قدم کے فاصلہ میں بناتے ہیں اور منع کرنے سے نہیں مانتے حالانکہ اس مسجد کے بنانے سے سابق مسجد کے ویران ہونے کا احتمال ہے لہذا حکم خدا و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیا ہے؟

الجواب

یہ محض جاہلانہ باطل خیال ہے، شرع میں اس کی کوئی اصل نہیں، کعبہ معظمہ کے گرد مکہ مکرمہ میں بہت بلند بلند کئی کئی منزل کے مکان ہیں کہ بظاہر کعبہ معظمہ سے بہت اُونچے معلوم ہوتے ہیں حالانکہ نہ کوئی مکان کعبہ معظمہ سے اونچا ہوسکتا ہے نہ کسی مسجد سے کعبہ و مسجد اُن ظاہری دیواروں کا نام نہیں بلکہ اُتنی جگہ کے محاذی ساتوں آسمان تک سب مسجد ہے اُس سے اُونچا کیا اُس کے کروڑویں حصے برابر کوئی مکان بلند نہیں ہوسکتا اگرچہ سو منزلہ ہو، درمختار میں ہے:

انہ مسجد الی عنان السماء[1] (یہ آسمان تک مسجد ہے۔ ت) ردالمحتار میں ہے:

وکذا الی تحت الثرٰی کما فی البیری عن الاسبیجابی[2] اور اسی طرح تحت الثرٰی تک، جیسا کہ بیری میں اسبیجابی سے ہے۔ (ت)

اس بیہودہ خیال کی بنا پر دوسری مسجد پندرہ بیس قدم کے فاصلہ پر بنانا جس سے پہلی مسجد کی جماعت کو نقصان پہنچے خود ہی ممنوع تھا، ایک تو وہ خیال باطل، دوسرے جماعت میں تفریق کہ مسجد ضرار کے اغراض فاسدہ سے ایک غرض ہے، قال تعالٰی وتفریقا بین المؤمنین[3] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو۔ ت) یہاں کہ اس سے مقصود مسجد اوّل کا باطل و معطل کردینا ہے یہ سخت حرام اشد ظلم ہے۔

قال اللہ تعالٰی ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعٰی فی خرابہا[4]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون، جو اللہ کی مساجد سے اس کے نام کے ذکر کو روکتا ہے اور انھیں خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] درمختار باب ما یفسد الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۳

[2] ردالمحتار " مطلب فی احکام المسجد " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۶۵۶

[3] القرآن ۹/ ۱۰۷ [4] القرآن ۲/ ۱۱۴

Marfat.com

مسئلہ ۱۱۳۲ از موضع بیرا ڈاک خانہ سراگنج ضلع ڈھاکہ ملک بنگال مرسلہ مولوی خواجہ شمس الدین محمد فریدی ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اطراف ضلع فریدپور موضع کھونڈا میں قدیم سے ایک مسجد ہے جس میں اہل محلہ پنجگانہ و نمازِ جمعہ پڑھتے چلے آئے ہیں ان دنوں دنیاوی کسی لین دین کے جھگڑے میں بعض مصلی وغیر مصلی اس مسجد قدیم کے مقابل چار پانچ سو ہاتھ کے فاصلہ میں محض ضد و مخالفت سے دوسری ایک مسجد بنائی ہے اور اس مسجد قدیم کے باقی مصلی صاحبوں کو یہاں سے بھگا کر لے جانے کی پوری کوشش کر رہا ہے تاکہ یہ مسجد ویران ہو جائے اور یہاں پڑھنے والے لوگ اچھی طرح سے ضبط ہو جائیں، مسجد قدیم میں امام صاحب و متولی صاحب و دیگر مصلی صاحبان کبھی کسی کو پڑھنے سے مانع مزاحم نہ ہوا اور نہ اس لین دین کے جھگڑے میں شامل ہے تاہم چند قدیمی مصلی صاحبوں کو بوجہ عداوت و مخالفت یہاں سے بھگا لے گیا ہے۔ پس اس صورت میں مسجد جدید میں نماز جائز ہوگی یا حکم میں مسجد ضرار کے ہوگا؟ اگر شرعاً مسجدِ ضرار قرار پائے بوجہ مخالفت و عداوت و تفریقِ جماعت، تو اس مسجد کو کیا کرنا ہوگا؟ اگر شرعاً مسجد جدید مسجدِ ضرار ثابت ہو جائے تو جن مولوی صاحبان نے جدید مسجد میں نماز عدمِ جواز و مسجدِ ضرار فرمایا تھا اُن عالموں کو گالی دینے و بُرا کہنے و عداوت رکھنے، حقیر جاننے والے پر شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر واقع میں ایسا ہی ہے کہ یہ لوگ یہ مسجد اللہ کے لئے نہیں بناتے محض ضد اور نفسانیت اور مسجد قدیم کی جماعت متفرق کرنے کے لئے بناتے ہیں تو ضرور وہ مسجد ضرار کے حکم میں ہے اور اس حالت میں اُن لوگوں کو جو اسے مسجد ضرار کہتے ہیں بُرا کہنا اور گالی دینا سخت حرام اور موجب عذاب شدید ہے اور اگر واقعی کسی جھگڑے کے سبب وہ مسجد قدیم میں نہیں آسکتے اور وہاں نماز پڑھنے میں صحیح اندیشہ اپنی آبرو وغیرہ کا رکھتے ہیں اس مجبوری سے اس میں آنا ترک کرکے اور اپنی جماعت کے لئے دوسری مسجد لوجہ اللہ بناتے ہیں تو وہ ہرگز مسجد ضرار نہیں ہو سکتی، جو اسے ضرار کہتے ہیں بُرا کرتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۳۳ از موضع سیسی تحصیل و ڈاک خانہ کچھا ضلع نینی تال مرسلہ عبدالرحمن پدھان ۲ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میرے گاؤں کی مسجد پرانی خام تھی، وہ شکستہ بھی ہے، دوسرے آبادی کم ہو جانے سے ایک کنارے پر آبادی کے ہوگئی ہے جو بہت بے موقع ہے۔ اس لئے مسجد اندر آبادی جدید تعمیر کرانے کی خواہش ہے۔ اس واسطے مطابق حکم شرع شریف دوسری جگہ میں مسجد جدید تعمیر ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اگر ہو سکتی ہے تو کس طرح؟ خلاصہ حکم سے آگاہی بخشئے۔

Marfat.com

الجواب

مسجد بیچ آبادی میں تعمیر کریں ثواب عظیم پائیں گے، اور اُس پہلی مسجد کا بھی آباد رکھنا فرض ہے اُس کنارے والے پانچوں وقت اُس میں نماز پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۳ تا ۱۱۷ ازشہر محلہ گڑھیا موصولہ از شیخ ولایت حسین

ایک مسجد متصل کتب خانہ دو منزلہ پر واقع تھی دیوار زینہ مسجد پر اہلِ ہنود سے بحق ملکیت تنازعہ ہو کر کل مکانات مع جائے تنازعہ کے اہلِ اسلام صاحبان بریلی نے بحق مسجد و زیارت مع ایک قطعہ دیگر اراضی ہنود سے خرید لیا، مسجد نہایت چھوٹی ہونے کے سبب توسیع اُس کی ہونا تجویز کیا گیا، انجمن اسلامیہ بریلی نے تمام تعمیر وغیرہ کا انتظام اپنے ذمہ یعنی سپردگی میں لیا اور توسیع مسجد مذکورہ قطعہ اراضی دیگر میں تجویز کر کے کام تعمیر شروع کیا، مسجد کہنہ کو چھوڑ کر متصل اُس کے دوسری مسجد جدید تعمیر کی اور مسجد کہنہ کو ایسا منہدم کیا کہ نشان تک اُس کا باقی نہ رہا اور جائے مسجد کہنہ کو دیگر دُکانات میں بغرضِ حصولِ زر شامل کر لیا جاتا ہے، سوالاتِ ذیل برائے جواب پیش ہیں:

(۱) بجائے توسیع مسجد کہنہ کے دوسری جگہ جدید مسجد تعمیر ہونا کیا مسجد اول کا حکم بموجب شرع شریف رکھے گی؟

(۲) جگہ مسجد کہنہ منہدمہ کو دیگر تعمیر دنیوی میں شامل کر کے کام میں لانا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) جن اہلِ اسلام صاحبان سے یہ فعلِ مذکورہ بالا ظہور میں آیا حکماً یا عملاً مشیر، اُن کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

(۴) بقیہ اہلِ اسلام کو فاعل مذکورہ بالا سے کیا عمل در آمد کرنا چاہئے؟

الجواب

جبکہ اس مسجد جدید کو بھی مسلمانوں نے مسجد کر لیا یہ بھی مسجد ہو گئی، مسجد اول کی اور اس کی دونوں کی حفاظت و آبادی فرض ہے، مسجد اول کو منہدم کر کے تعمیرِ دنیوی نہیں تعمیر دنیوی ہی میں شامل کر دینا حرام حرام سخت حرام ہے جنھوں نے ایسا کیا ہو اور جو اس میں مشیر ہوں اور جو اسے جائز رکھیں سب اس آیۂ کریمہ کے تحت میں ہیں:

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا اولٰئک ما کان لھم ان یدخلوھا الا خائفین ۵ لھم فی الدنیا خزی ولھم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم[1]

اُن سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو اُن میں اللہ کا نام لئے جانے سے روکیں اور اُن کی ویرانی میں کوشاں ہوں، انھیں تو مسجدوں میں قدم رکھنا روا نہ تھا مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لئے دنیا میں رسوائی اور اُن کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

---

[1] القرآن ۲/ ۱۱۴ و ۱۱۵

Marfat.com

فرض فرض قطعی فرض ہے کہ مسجد اول کو بھی بدستور مسجد رکھیں، اور اگر اُس کی دُکانیں کر لی گئی ہوں فرض قطعی ہے کہ فوراً فوراً اُن دکانوں کو منہدم کرکے بدستور مسجد کا اعادہ کریں ورنہ عذابِ عظیم کے مستحق ہوں گے، جو نہ مانیں اور قرآنِ عظیم کی مخالفت پر اڑے رہیں مسلمانوں کو اُن سے اجتناب لازم ہے، اُن کے پاس بیٹھنا منع ہے۔

قال اللہ تعالیٰ واما ینسینک الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین[1] اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر کبھی شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو مسجد ویران کرکے اُس کا دُکانیں کرلے وہ لوگ اگر مخالفتِ خدا سے باز نہ آئیں تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ کوشش کرکے مسجدِ منہدم کو پھر مسجد کرلیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۳۸ از چھاؤنی نیمچہ توپ خانہ مین نزد مسجد حافظ محمد عبد الرؤف خاں پیش امام مسجد

مسجد بنانا فرض ہے یا واجب یا مستحب؛ اور بُرا ہے وُہ پیسہ جو خرچ ہو گارے پتھر میں، اس واسطے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں چند آدمی حاضر ہُوئے، عرض کیا: یا امام! ہم ایک مسجد بنواتے ہیں کچھ آپ تبرکاً عنایت فرمائیے کہ برکت ہو۔ امام صاحب نے پہلے چہرہ سائلین کی طرف سے پھیر کر خراب مُنہ بنایا اور ایک درہم نکال کر دے دیا، دوسرے روز وہ شخص آئے اور وُہ درہم واپس دے کر کہنے لگے کہ حضرت! لیجئے یہ درہم کھوٹا ہے اس کو بازار قبول نہیں کرتا۔ امام صاحب نے وہ درہم لے کر رکھ لیا اور فرمایا خوش ہو کر کہ: خراب ہے وُہ پیسہ جو گارے پتھر میں خرچ ہووے۔

الجواب

یہ شیطانی خیال ہیں، اور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو حکایت نقل کی وہ محض کذب، دروغ اور شیطانی گھڑت ہے۔ ہر شہر میں ایک مسجد جامع بنانا واجب ہے اور ہر محلہ میں ایک مسجد بنانے کا حکم ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

امر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ببناء المساجد فی الدور وان تنظف[2] رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر محلے میں مسجدیں بنوائی جائیں اور یہ کہ وہ سُتھری رکھی جائیں۔

بنائے مسجد میں جو مال صرف ہوتا ہے وُہ گارے پتھر میں صرف نہیں ہوتا بلکہ رضائے ربِ اکبر میں۔ اللہ عزوجل

---

[1] القرآن ۶/ ۶۸

[2] سنن ابو داؤد | باب اتخاذ المساجد فی الدور | مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور | ص ۶۶

سنن ابن ماجہ | باب تطہیر المساجد وتطیبہا | " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ص ۵۵

Marfat.com

فرماتا ہے :
فی بیوت اذن اللہ ان ترفع[1] محلوں میں مسجدیں بلند کرنے کا اللہ نے اذن دیا ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من بنی للہ مسجدا بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ زاد فی روایۃ من در ویاقوت[2]	جو اللہ کے لئے مسجد بنائے اللہ اس کے لئے جنت میں موتیوں اور یاقوت کا گھر بنائے ۔

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۳۹ از قطب پور ڈاکخانہ پیرگنج ضلع رنگ پور مسئولہ رحمت اللہ صاحب ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ

چہ می فرمایند علمائے دین کہ ایک مسجد قدیم از مال حلال تیار کیا گیا تھا اور وقف بھی کیا گیا اس وقت ایک سود خور کے سُود کا مال اور حلال مال دونوں مخلوط ہوگئے ، دونوں میں تمیز نہیں ہوسکتی کہ کون حرام کون حلال ہے ، مسجد قدیم کو تعمیر کیا یعنی گھر کو ٹین دیا اور صحنِ مسجد کو اینٹ سے پختہ کیا اور مصلیوں کے وضو کے واسطے کنواں بنوادیا ۔ اب عرض یہ ہے کہ ایسی مسجد میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا ۔

الجواب

صورت مذکورہ میں اُس مسجد میں نماز پڑھنا فقط جائز ہی نہیں بلکہ اُس کا آباد رکھنا فرض ہے اور سُود کی مخلوط آدمی سے ٹین اور فرش اور کنواں بنانے میں مسجد میں کوئی حرج نہیں آتا بلکہ اُس فرش پر نماز جائز اور اس کنویں سے پینا اور وضو کرنا حلال ۔ امام محمد فرماتے ہیں : بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ[3] (اسی پر ہمارا عمل ہے جب تک ہم کسی شیئ کو حرام نہ جان لیں ۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۴۰ از کیس اسٹریٹ صاحب بگانی مرسلہ حکیم سید محمد سمٰعیل صاحب ۲۸ جمادی الاخری ۱۳۳۷ھ

حضرت مولانا مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ، حضور کو ایک امر کی تکلیف دی جاتی ہے اور چونکہ یہ خدا کا کام ہے اور حضور ہم لوگوں کے آقا ہیں ، حضور سے دریافت کرنا

---

[1] القرآن ۲۴/۳۶

[2] الصحیح للمسلم کتاب المساجد مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۰۱
کتاب الزہد ۲/۴۱۱
مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب بناء المساجد مطبوعہ دار الکتاب بیروت ۲/۷

[3] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ الظہیریۃ الباب الثانی عشر فی الہدایا والضیافات مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

Marfat.com

میرا فرضِ منصبی ہے، ایک مسجد بنانے کی خواہش، صرف حضور سے اجازت اس امر کی لینی ہے، یہاں اکثر پرانی اینٹ ملتی ہے اور وہ اینٹ پاک عمدہ ملتی ہے تو اس اینٹ سے مسجد بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ حضور کی جیسی رائے عالی ہو اس سے بہت جلد بواپسی ڈاک مطلع فرمائیں، خداوندِ کریم حضور کو اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔

الجواب

جناب سید صاحب مکرم اکرمکم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! فقیر جبلپور آیا ہوا ہے، آپ کا عنایت نامہ بریلی سے یہاں آیا، ایسے سوالوں کا خیال ادب والے دلوں میں پیدا ہوتا ہے، مولیٰ تعالیٰ توفیق و برکات زائد دے، اینٹ اگرچہ پرانی استعمال شدہ ہے مگر جبکہ پاک ہے مسجد میں لگا سکتے ہیں جیسے زمینِ مسجد کہ اصل مسجد وہی ہے، پہلے کوئی مکان معبدِ کفار ہو اور اسے توڑ کر مسجد کیا جاتا ہے، مسجد اقدس مدینہ طیبہ کی زمین میں مشرکین کا قبرستان تھا اُن کی قبریں کھدوا کر اُن کی ہڈیوں وغیرہا کی نجاستوں سے صاف فرما کر حضورِ انور علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے اُسے مسجد فرمایا۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۴۱ از ہلدوانی ضلع نینی تال مرسلہ حافظ اسرار الحق صاحب ۱۵ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک مکان پختہ وقف کر دیا، تھوڑے عرصہ کے بعد وہ مکان گورنمنٹ نے اُٹھا دیا، اس مکان کے بدلے دوسری جگہ زمین دے دی، جو زمین مکان کے عوض میں ملی تھی وہ چند شخص جمع ہو کر کے مبلغ پچاس روپے کو فروخت کر دی گئی، آیا زمین کا بیع کرنا جائز ہے یا ناجائز ہے؟

الجواب

وہ زمین اگر مسلمانوں نے مسجد کر دی تو اُسے بیچنا جائز نہیں، اور اگر ہنوز ابھی مسجد نہ کی تھی اور وہ مناسب نہیں اسے بیچ کر دوسری مناسب جگہ مسجد بنانا چاہتے ہیں تو حرج نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۴۲ تا ۱۱۴۳ از قصبہ ڈبھوئی ریاست بڑودہ مرسلہ حاجی شرف الدین عمر میاں متولی جامع مسجد ۱۲ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) اس قصبہ ڈبھوئی ریاست بڑودہ میں ایک عیدگاہ قدیم زمانے کی بنی ہوئی ہے، اس کے نزدیک ریل کا احاطہ ہے، اب ریلوے کمپنی والے اس ریل کے احاطے کو بڑھانے کی غرض سے عیدگاہ کو گرا کر اور جا پر بنا دینا چاہتے ہیں، آیا یہ شرع شریف میں درست ہے یا نہیں؟ اگر مسلمانِ ڈبھوئی اس عیدگاہ کو نہ دیں تو ریاست کی جانب سے جبراً گرا دینے کا اندیشہ ہے اس حالت میں کیا کیا جائے؟

(۲) ریاست بڑودہ تعلقہ سنکھیڑا موضع ماکنی کے قریب جنگل میں ایک مسجد قدیم شاہی زمانے کی بنی ہوئی اس

Marfat.com

وقت مسمار حالت میں ہے، اس مسجد میں چند قیمتی پتھر، محرابیں، کھمبے وغیرہ جو نقشی کام کئے ہوئے ہیں زمین پر گرے ہوئے ہیں، اس موضع کے ہنود وغیرہ جن کی حالت اچھی ہے اٹھا کر لے جاتے ہیں اور اس موضع کے مسلمانوں کی حالت ایسی نہیں ہے کہ اس مسجد کو پھر تعمیر کر سکیں، لہٰذا ان پتھروں کو لے جا کر کسی اور قصبہ کی مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؛ اگر مسلمان ان پتھروں کو نہ لے جائیں گے تو ہنود لوگوں کا ان پتھروں کو اٹھا کر لے جانے کا اندیشہ ہے۔

الجواب

(۱) محض اندیشہ کا لحاظ نہیں، واقعی جبر ہو تو اُس کے عوض دوسری زمین لے کر چھوڑ سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) صورتِ مستفسرہ واقعی ہے تو مسلمان ان پتھروں کو دوسری مسجد میں لگا سکتے ہیں کما بیّنتہ فی ردالمحتار (جیساکہ اسے ردالمحتار میں بیان کیا ہے۔ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۴ از بمبئی بھنڈی بازار مرسلہ محمد فضل الرحمٰن سادہ کار ۵ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سوائے معتکف اور مسافر کے مقیم یا اہلِ شہر کو مطلقاً مسجد میں سونا حرام ہے یا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؛ اگر بیرونی یا شہری بہ نیت اس کے کہ نمازِ صبح باجماعت ملے یا تہجد بھی نصیب ہو کیونکہ اگر گھر میں رہ کر نمازِ صبح باجماعت یا نمازِ تہجد نہیں ملتی ہے مسجد میں سوئے تو یہ سونا حرام ہے یا مکروہ یا تحریمی یا تنزیہی، اور نیز مسجد میں کھانا یا پینا سوائے معتکف اور مسافر کے شرعاً حرام ہے یا مباح؛ بظاہر ابن ماجہ[ف] کی کتاب الاطعمہ کی روایت سے اباحت معلوم ہوتی ہے:

عن عبداللہ بن حارث بن جزء قال اتی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بخبز و لحم وھو فی المسجد فاکل واکلنا معہ ثم	حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں روٹی اور گوشت لایا گیا، اس وقت

ف: سائل نے ابن ماجہ کے حوالہ سے جو حدیث ذکر کی ہے وہ دراصل دو حدیثوں کا مجموعہ ہے، اصل عبارتیں یوں ہیں:

(۱) ص ۲۴۵، کنا ناکل علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد الخبز واللحم۔

(۲) ص ۲۴۶: اکلنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طعاماً فی المسجد قد شوی فمسحنا ایدینا بالحصباء ثم قمنا نصلی ولم نتوضأ ۔۔۔ ابواب الاطعمہ میں دونوں حدیثیں انہی الفاظ کے ساتھ ملی ہیں۱۲۔ نذیر احمد

Marfat.com

قام فصلی وصلینا معه ولم نزد علی ان مسحنا ایدینا بالحصباء[1] بینوا توجروا۔

آپ مسجد میں تشریف فرما تھے، آپ نے اسے تناول فرمایا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ گوشت روٹی کھائی، پھر کھڑے ہوئے نماز پڑھی اور ہم نے آپ کے ساتھ نماز ادا کی، اور ہم نے سوائے اس کے کچھ نہ کیا کہ اپنے ہاتھ پتھروں کے ساتھ صاف کئے۔ (ت) بیّنوا توجروا

الجواب

مسجد میں معتکف کو سونا تو بالاتفاق بلاکراہت جائز ہے اور اُس کے غیر کے لئے ہمارے علماء کے تین قول ہیں:

اوّل یہ کہ مطلقاً صرف خلافِ اولیٰ ہے،

صححه فی الهندیة عن خزانة الفتاوی ومشی علیه فی جامع الاسبیجابی کما نقله ابن کمال باشا والکافی فی معراج الدرایة والیه یمیل کلام الدر فی الاعتکاف قلت وفیه حدیث ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما۔

اس کی ہندیہ میں خزانۃ الفتاوٰی کے حوالے سے تصحیح کی ہے اور جامع الاسبیجابی نے اسی کو اختیار کیا، جیساکہ اسے ابنِ کمال باشا نے نقل کیا۔ اور کافی نے معراج الدرایہ میں، اعتکاف میں در کا کلام بھی اسی طرف مائل ہے۔ میں کہتا ہوں اس میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث ہے۔ (ت)

دوم مسافر کو جائز ہے اس کے غیر کو منع،

وبه جزم فی الاشباه وعلیه مشی فی الدر قبیل باب الوتر۔

اسی پر اشباہ میں جزم ہے، در میں باب الوتر سے تھوڑا پہلے اسی کو اختیار کیا ہے۔ (ت)

سوم معتکف کے سوا کسی کو جائز نہیں،

وبه جزم فی السراجیة وفی جامع الفتاوی ومنیة المفتی وغمز العیون ومتن الوقایة وغیرها من المعتمدات۔

سراجیہ، جامع الفتاوٰی، منیۃ المفتی، غمز العیون، متن الوقایہ اور دیگر معتمد کتب میں اسی پر جزم کیا گیا ہے۔ (ت)

اور یہ کراہتِ تحریم ہے۔

لقوله یمنع منه وانما المنع عن المکروه

کیونکہ اس کا قول ہے: اس سے منع کیا گیا ہے اور

[1] سنن ابن ماجہ ابواب الاطعمہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۴۵ و ۲۴۶

Marfat.com

تحریما واما کراھة التنزیه فتجامع الاباحة کما فی رد المحتار وغیرہ۔

منع مکروہ تحریمی سے ہوتا ہے، کراہت تنزیہی تو اباحت کے ساتھ جمع ہوجاتی ہے جیساکہ ردالمحتار وغیرہ میں ہے۔ (ت)

اقول تحقیق امر یہ ہے کہ مرخص وحاظر جب جمع ہوں حاظر کو ترجیح ہوگی اور احکام تبدل زمان سے متبدل ہوتے ہیں ومن لم یعرف اھل زمانه فھو جاھل (جو شخص اپنے زمانے کے لوگوں کے احوال سے آگاہ نہیں وہ جاہل ہے۔ ت) اور ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہاں ایک ضابطہ کلیہ عطا فرمایا ہے جس سے ان سب جزئیات کا حکم صاف ہوجاتا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من سمع رجلا ینشد ضالة فی المسجد فلیقل لاردھا اللہ علیك فان المساجد لم تبن لھذا[1]۔ رواہ مسلم عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالٰی عنه۔

جو کسی شخص کو سُنے کہ مسجد میں اپنی گم شدہ چیز دریافت کرتا ہے تو اس پر واجب ہے کہ اس سے کہے اللہ تیری گمی چیز تجھے نہ ملائے مسجدیں اس لئے نہیں بنیں۔ اسے مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

اسی حدیث کی دوسری روایت میں ہے:

اذارأیتم من یتباع فی المسجد فقولوا لاار بح اللہ تجارتك[2] رواہ الترمذی وصححه والحاکم عنه رضی اللہ تعالٰی عنه۔

جب تم کسی کو مسجد میں خرید وفروخت کرتے دیکھو تو کہو اللہ تیرے سودے میں فائدہ نہ دے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور اسے صحیح کہا اور حاکم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

اور ظاہر ہے کہ مسجدیں سونے، کھانے پینے کو نہیں بنیں تو غیر معتکف کو اُن میں ان افعال کی اجازت نہیں اور بلاشبہہ اگر ان افعال کا دروازہ کھولا جائے تو زمانہ فاسد ہے اور قلوب ادب وہیبت سے عاری، مسجدیں چوپال ہوجائیں گی اور ان کی بے حُرمتی ہوگی وکل ما ادی الی محظور محظور (ہر وہ شَے جو ممنوع تک پہنچائے ممنوع ہوجاتی ہے۔ ت)، جو بخیالِ تہجد یا جماعتِ صبح مسجد میں سونا چاہے تو اُسے کیا مشکل ہے

---

[1] صحیح مسلم باب النہی عن نشد الضالۃ فی المسجد الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۱۰
[2] جامع الترمذی ابواب البیوع باب النہی عن البیع فی المسجد ″ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۵۸

Marfat.com

کر اعتکاف کی نیت کرلے کچھ حرج نہیں کچھ تکلیف نہیں، ایک عبادت بڑھتی ہے، اور سونا بالاتفاق جائز ہُوا جاتا ہے، منیۃ المفتی پھر غمز العیون اور سراجیہ پھر ہندیہ پھر ردالمحتار میں ہے:

واذا اراد ذٰلك ینبغی ان ینوی الاعتکاف فیدخل فیذکر اللہ تعالٰی بقدر ما نوی اویصلی ثم یفعل ما شاء[1] واللہ تعالٰی اعلم

جب ارادہ کرے کھانے پینے کا، تو اعتکاف کی نیت کرے، پھر مسجد میں داخل ہو جائے۔ پس اللہ تعالٰی کا ذکر نیت کے مطابق کرے یا نماز پڑھے، پھر وہاں جو چاہے کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسجد[2] میں ایسا اکل وشرب جس سے اس کی تلویث ہو مطلقاً ناجائز ہے اگرچہ معتکف ہو۔ ردالمحتار باب الاعتکاف میں ہے:

الظاھر ان مثل النوم الاکل والشرب اذا لم یشغل المسجد ولم یلوثه لان تنظیفه واجب کما مر[2]

ظاہر یہی ہے کہ کھانا پینا جبکہ مسجد کو ملوث نہ کرے اور نہ مسجد کو مشغول رہے تو یہ سونے کی طرح ہے کیونکہ مسجد کی نظافت کا خیال نہایت ہی ضروری ہے، جیسا کہ گزرا۔ (ت)

اسی طرح اتنا کثیر کھانا مسجد میں لانا کہ نماز کی جگہ گھیرے مطلقاً ممنوع ہے۔ اور جب ان دونوں باتوں سے خالی ہو تو معتکف کو بالاتفاق بلاکراہت جائز ہے اور غیر معتکف میں وہی مباحث و اختلافات عائد ہوں گے اور ہمیں ارشاد اقدس کا وہ ضابطہ کلیہ کافی ہے کہ ان المساجد لم تبن لھذا (مساجد اس خاطر نہیں بنائی جاتیں۔ ت) اعتکافِ نفل کے لئے نہ روزہ شرط ہے نہ طول مدت درکار، صرف نیّت کافی ہے، جتنی دیر بھی ٹھہرے بہ یفتی (اسی پر فتوٰی ہے۔ ت) تو اختلاف میں پڑنے کی کیا حاجت، وما کان اقرب الی الادب فھو الاحب الاوجب نسأل اللہ حسن التوفیق (جو ادب کے زیادہ قریب ہو وہی زیادہ پسندیدہ اور واجب ہوتا ہے، اللہ تعالٰی سے حسنِ توفیق کا سوال ہے۔ ت)

رہی حدیث ابنِ ماجہ، وُہ ایک واقعۂ عین ہے اور علماء بالاتفاق تصریح فرماتے ہیں کہ وقائع عین کے لئے عموم نہیں ہوتا، ممکن کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم اُس وقت معتکف ہوں اور صحابی کو یہاں مسئلۂ اکل بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ یہ کہ ما مسّته النار (وہ چیز جسے آگ چھُولے۔ ت)

---

[1] ردالمحتار باب الاعتکاف مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۴۶
[2] ” ” ” ” ” ۲/۴۴۹

Marfat.com

سے وضو نہیں، علاوہ بریں فعل و تقریر سے قول اور مبیح سے حاظر ارجح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۴۵ از فیض آباد مسجد منو پورہ مرسلہ شیخ اکبر علی مؤذن و مولوی عبد العلی ۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

جو لوگ عرس میں آئیں وہ مسجد ہی میں قیام کریں اور جائے نماز وغیرہ استعمال کریں، کھانا وہاں کھائیں، دُنیا کی بات کریں، اشعار پڑھیں، جائز ہے؟

الجواب

مسجد کو چوپال بنانا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۴۶ از گونڈل کاٹھیاواڑ مرسلہ سیٹھ عبد الستار صاحب رضوی ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

امام مسجد اور عوام مسلمین جن کے پاس رہنے سونے کو مکان ہیں وُہ مسجد میں کسی وقت سو سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز ایسے مسلمان مسافر جو آج کل شہروں میں آیا جایا کرتے ہیں اور چندے لے کر گزارہ کرتے ہیں انھیں مسجدوں میں رکھنا اور وہ وہاں پر بطور گھروں کے رہیں، سوئیں، کھائیں پئیں، جائز ہے؟

الجواب

صحیح و معتمد یہ ہے کہ مسجد میں کھانا پینا، سونا سوا معتکف کے کسی کو جائز نہیں۔ مسافر یا حضری اگر چاہتا ہے تو اعتکاف کی نیت کیا دشوار ہے، اور اُس کے لئے نہ روزہ شرط نہ کوئی مدت مقرر ہے۔ اعتکافِ نفل ایک ساعت کا ہو سکتا ہے۔ مسجد کو گھر بنانا کسی کے لئے جائز نہیں، وُہ لوگ بھی بہ نیتِ اعتکاف رہ سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۴۷ از بھوساول ضلع خاندیس محلہ ستارہ مسئولہ حافظ الیس محبوب ۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ مسجد خاص میں یا صحن میں اگر واہیات لغویات اور گالی گلوچ ایک دوسرا آپس میں جمع خاص و عام کے رُو برو کرے تو اُن لوگوں کے لئے کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب

ایسے لوگ گنہ گار ہیں اور شرعاً مستحقِ تعزیر، مگر تعزیر یہاں کون دے سکتا ہے، اتنا کریں کہ اُنھیں مسجد سے باہر کر دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۴۸ از شہر عقب کوتوالی مسئولہ مولوی بدیع الزماں صاحب بنگالی ۲۷ شوال ۱۳۳۸ھ

مسجد کا ایک امام جو شب و روز مسجد کے حجرہ میں رہتا ہے اور عملیات تعویذ گنڈا وغیرہ آیاتِ قرآنی سے کرتا ہے اُس کو بصورتِ قیامِ مسجد ایسا روزگار کرنا اور اس سے اُجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

عوضِ مالی پر تعویذ دینا بیع ہے اور مسجد میں بیع و شرا ناجائز ہے، اور حجرہ فنائے مسجد ہے اور

Marfat.com

فنائے مسجد کے لئے حکمِ مسجد، عالمگیریہ میں ہے :

یبیع التعویذ فی المسجد الجامع ویکتب فی التعویذ التوراۃ والانجیل والفرقان و یاخذ علیھا المال ویقول ادفع الی الھدیۃ لا یحل لہ ذلک کذا فی الکبرٰی[1]

ایک آدمی مسجد جامع میں تعویذ بیچتا ہے، اس تعویذ میں تورات، انجیل اور قرآن لکھتا ہے اور اس پر رقم لیتا ہے، اور یہ کہتا ہے کہ اس کا ہدیہ مجھے دے دے تو یہ جائز نہیں۔ الکبرٰی میں اسی طرح ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے :

قیم المسجد لا یجوز لہ ان یبنی حوانیت فی حد المسجد أو فی فنائہ لان المسجد اذا جعل حانوتا ومسکنا تسقط حرمتہ وھذا لا یجوز والفناء تبع المسجد فیکون حکمہ حکم المسجد کذا فی محیط السرخسی[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

مسجد کے منتظم کے لئے جائز نہیں کہ وہ مسجد یا فنائے مسجد میں دُکانیں یا رہائش گاہ بنائے کیونکہ جب مسجد دکان یا رہائش گاہ بن جائے تو اس کا احترام برقرار نہیں رہتا، اور یہ جائز نہیں۔ فنا مسجد کے تابع ہے لہذا اس کا حکم مسجد والا ہی ہوتا ہے۔ محیط سرخسی میں یونہی ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۴۹ یکم ذیقعدہ ۱۳۲۷ھ

ایک شخص کچہری میں ملازم ہے فرصت کے وقت دن و رات میں مسجد میں قیام کرکے سوتا ہے اور کھانا وغیرہ کھاتا ہے بہت عرصہ سے، اب منع کرنے پر جواب دیا کہ میں نیتِ اعتکاف کرلیتا ہوں کوئی حرج میرے قیام اور کھانے سونے میں نہیں ہے۔

الجواب

اگر واقعی وہ ہر بار نیت اعتکاف کرتا اور کچھ دیر ذکرِ الٰہی کرکے کھاتا سوتا ہے تو حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۵۰ از بریلی ۴ ربیع الاول ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی عالم یا اور کوئی شخص مسجد میں سوئے اور مسند تکیہ مسجد میں اندر مسجد کے لگائے اور کھانا مسجد میں ایک جماعت کے ساتھ کھائے اور اُگالدان مسجد میں رکھے اور گھوڑے کی زین اور اسباب وغیرہ مسجد میں رکھے یہ سب شرع سے درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس فی آداب المسجد مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۲۱

[2] ؍؍ کتاب الوقف الفصل الثانی فی الوقف علی المسجد ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/۴۶۲

Marfat.com

الجواب

مسجد میں سونا کھانا بحالتِ اعتکاف جائز ہے ، اگر ایک جماعت معتکف ہو تو مل کر کھا سکتے ہیں ، بہرحال یہ لازم ہے کہ کوئی چیز ، شوربا یا شیرہ وغیرہ کی چھینٹ مسجد میں نہ گرے ، اور سوائے حالتِ اعتکاف مسجد میں سونا یا کھانا دونوں مکروہ ہیں خاص کر ایک جماعت کے ساتھ کہ مکروہ فعل کا اور لوگوں کو بھی اس میں مرتکب بناتا ہے ۔

عالمگیری میں ہے :

یکرہ النوم والاکل فیہ لغیر المعتکف[1] مسجد میں سونا اور کھانا غیر معتکف کے لئے مکروہ ہے (ت)

مسند لگانا اگر براہِ تکبر ہے تو یہ خارج مسجد بھی حرام ہے ۔

قال تعالٰی الیس فی جھنم مثوی للمتکبرین[2] اللہ تعالٰی کا فرمان ہے : کیا نہیں ہے جہنم میں ٹھکانہ متکبرین کا ۔ (ت)

اور اگر براہِ تکبر نہیں کسی دوسرے نے اس کے لئے رکھ دی یہ اُس کی خاطر سے بدیں لحاظ کہ امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم فرماتے ہیں :

لایابی الکرامۃ الا حمار[3] عزت واحترام کا انکار کوئی گدھا ہی کرسکتا ہے (ت)

ٹیک لگا کر بیٹھ گیا تو بھی یہ مسجد میں نہ ہونا چاہئے کہ ادبِ مسجد کے خلاف ہے ، ہاں ضعف یا درد کے سبب مجبور ہو تو معذور ہے ، اگالدان اگر پیک کے لئے رکھا ہے تو غیر معتکف کو مسجد میں پان کھانا خود مکروہ ہے اور اگر کھانسی ہے بلغم بار بار آتا ہے اس غرض کے لئے رکھا تو حرج نہیں ، اور گھوڑے کا زین وغیرہ اسباب بھی بلاضرورت شرعیہ مسجد میں رکھنا نہ چاہئے ، مسجد کو گھر کے مشابہ بھی کرنا نہ چاہئے ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ان المساجد لم تبن لھذا[4] (مساجد ان چیزوں کی خاطر نہیں بنائی جاتی ۔ ت) خصوصاً اگر چیزیں رکھے جن سے نماز کی جگہ رُکے تو سخت ناجائز وگناہ ہے ۔

قال اللہ تعالٰی ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ[5] ۔ اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے : اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوسکتا ہے جو اللہ کے گھروں میں اللہ کا نام لینے سے روکے ۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس فی آداب المسجد مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۲۱

[2] القرآن ۳۹/۶۰

[3] کنز العمال بحوالہ الدیلمی عن ابن عمر رضی اللہ عنہ حدیث ۲۵۴۹۲ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۹/۱۵۵

[4] صحیح مسلم کتاب المساجد باب النھی عن نشد الضالۃ فی المسجد ” نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۱۰

[5] القرآن ۲/۱۱۴

Marfat.com

بااین ہمہ یہ بھی یاد رکھنا فرض ہے کہ حقیقۃً عالمِ دین ہادیِ خلق سُنّی صحیح العقیدہ ہو عوام کو اُس پر اعتراض اُس کے افعال میں نکتہ چینی اس کی عیب بینی حرام حرام حرام اور باعثِ سخت محرومی اور بدنصیبی ہے، اوّل تو لاکھوں مسائل و احکام فرقِ نیت سے تبدل ہو جاتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما الاعمال بالنیات وانما لکل امریٔ مانوی[1]۔ اعمال کا مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔ (ت)

علمِ نیت ایک عظیم واسع علم ہے جسے علمائے ماہرین ہی جانتے ہیں، عوام بیچارے فرق پر مطلع نہ ہو کر ان کے افعال کو اپنی حرکات پر قیاس کرتے اور حکم لگا دیتے اور "کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر" کے مورد بنتے ہیں، اسی مسئلہ میں دیکھئے شرعاً اعتکاف کے لئے نہ روزہ شرط ہے نہ کسی قدر مدت کی خصوصیت، ولہذا مستحب ہے کہ آدمی جب مسجد میں جائے اعتکاف کی نیت کرلے، جب تک مسجد میں رہے گا اعتکاف کا ثواب بھی پائے گا۔ علما اعتکاف ہی کی نیت سے مسجد میں داخل ہوتے ہیں اور اب اُن کو سونا، کھانا، پیک کے لئے اُگالدان رکھنا روا ہوگا، اور اس سے قطع نظر بھی ہو تو جاہل کو سُنّی عالم پر اعتراض نہیں پہنچتا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث میں عالمِ بے عمل کی مثال شمع سے دی ہے کہ آپ جلے اور تمھیں روشنی و نفع پہنچائے، احمق وہ جو اُس کے جلنے کے باعث اُسے بُجھا دینا چاہے اس سے یہ خود ہی اندھیرے میں رہ جائے گا، علماء کو چاہئے کہ اگرچہ خود نیت صحیح رکھتے ہوں عوام کے سامنے ایسے افعال جن سے اُن کا خیال پریشان ہو نہ کریں کہ اس سے دو فتنے ہیں جو معتقد نہیں اُن کا معترض ہونا غیبت کی بلا میں پڑنا عالم کے فیض سے محروم رہنا، اور جو معتقد ہیں اُن کا اس کے افعال کو دستاویز بنا کر بے علم نیت خود مرتکب ہونا عالم فرقۂ ملامتیہ سے نہیں کہ عوام کو نفرت دلانے میں اُس کا فائدہ ہو مسندِ ہدایت پر ہے، عوام کو اپنی طرف رغبت دلانے میں اُن کا نفع ہے، حدیث میں ہے:

راس العقل بعد الایمان باللہ التودد الی الناس[2]۔ ایمان باللہ کے بعد سب سے بڑی عقلمندی لوگوں کے ساتھ محبت کرنا ہے۔ (ت)

دوسری حدیث صحیح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: بشروا ولا تنفروا[3] ـــــ (محبت پھیلاؤ

---

[1] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الخ ,, قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱

[2] شعب الایمان فصل طلاقۃ الوجہ وحسن البشر الخ حدیث ۸۰۶۱ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ۶/۲۵۵

[3] صحیح البخاری کتاب العلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶

صحیح مسلم کتاب الجہاد باب تامیر الامراء علی البعوث الخ ,, نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/۸۲

Marfat.com

نفرت نہ پھیلاؤ۔ ت) احیاناً ایسے افعال کی حاجت ہو تو اعلان کے ساتھ اپنی نیت اور مسئلہ شریعت عوام کو بتا دے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۱ از الہ آباد مسجد صدر مرسلہ حافظ عبدالحمید صاحب فتحپوری ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ

اگر کوئی مسجد میں بآواز بلند درود و وظائف خواہ تلاوت کر رہا ہو اُس سے علیحدہ ہو کر نماز پڑھنے میں بھی آواز کانوں میں پہنچتی ہے لوگ بھول جاتے ہیں خیال بہک جاتا ہے' ایسے موقع پر ذکر بالجہر تلاوت کرنے والے کو منع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یعنی آہستہ پڑھنے کو کہنا یا جہر سے منع کرنا، اگر نہ مانے تو کہاں تک ممانعت کرنا جائز ہے؟ اس کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے دین؟

الجواب

بیشک ایسی صورت میں اُسے جہر سے منع کرنا فقط جائز نہیں بلکہ واجب ہے کہ نہی عن المنکر ہے اور کہاں تک کا جواب یہ کہ تاحدِ قدرت جس کا بیان اس ارشادِ اقدسِ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں ہے:

من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و ذلك اضعف الایمان[1]

جو تم میں کوئی ناجائز بات دیکھے اس پر لازم ہے کہ اپنے ہاتھ سے اُسے مٹا دے بند کردے' اور اُس کی طاقت نہ پائے تو زبان سے منع کرے، اور اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اسے بُرا جانے' اور یہ سب میں کمتر درجہ ایمان کا ہے۔ (ت)

اور جہاں لوگ اپنے کاموں میں مشغول ہوں اور قرآنِ عظیم کے استماع کے لئے کوئی فارغ نہ ہو وہاں جہراً تلاوت کرنے والے پر اس صورت میں دوہرا وبال ہے، ایک تو وہی خلل اندازیِ نماز وغیرہ کہ ذکر جہر میں تھا، دوسرے قرآنِ عظیم کو بے حرمتی کے لئے پیش کرنا۔ ردالمحتار میں ہے:

فی الفتح عن الخلاصۃ رجل یکتب الفقہ وبجنبہ رجل یقرأ القراٰن فلا یمکن استماع القراٰن فالاثم علی القاری' وعلی ھذا لوقرأ علی

فتح میں خلاصہ سے ہے ایک آدمی فقہ لکھ رہا ہے اور اس کے پاس دوسرا شخص قرآن کی تلاوت کر رہا ہے جبکہ قرآن کا سننا ممکن نہیں تو اب گناہ تلاوت کرنے والے پر ہے۔ اسی طرح اگر اُونچی

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان کون النہی عن المنکر من الایمان مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۵۱

Marfat.com

السطح والناس نیام یأثم ای لانه یکون سببا لاعراضهم عن استماعه او لانه یوذیهم بایقاظهم[1]

جگہ پڑھتا ہے حالانکہ لوگ سوئے ہوئے تھے تو پڑھنے والا گنہ گار ہوگا اس لئے کہ یہ شخص ان کے قرآن سُننے سے اعراض کا سبب بنا یا اس وجہ سے کہ ان کی نیند میں خلل واقع ہوگا۔ (ت)

اُسی میں غنیہ سے ہے:

یجب علی القاری احترامه بان لا یقرأہ فی الاسواق ومواضع الاشتغال فاذا قرأہ فیھا کان ھو المضیع لحرمته فیکون الاثم علیه دون اھل الاشتغال دفعاً للحرج[2] واللہ تعالٰی اعلم

تلاوت کرنے والے پر یہ احترام لازم ہے کہ وہ بازار میں اور ایسے مقامات پر نہ پڑھے جہاں لوگ مشغول ہوں، اگر وُہ ایسے مقام پر پڑھتا ہے تو وہ قرآن کا احترام ختم کرنے والا ہے لہٰذا دفع حرج کے پیش نظر یہ پڑھنے والا گنہ گار ہوگا، مشغول ہونے والے لوگ گنہ گار نہ ہونگے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۵۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک یا زیادہ شخص نماز پڑھ رہے ہیں یا بعد جماعت نماز پڑھنے آئے ہیں اور ایک یا کئی لوگ بآوازِ بلند قرآن یا وظیفہ یعنی کوئی قرآن کوئی وظیفہ پڑھ رہے ہیں یہاں تک کہ مسجد بھی گونج رہی ہے تو اس حالت میں کیا حکم ہونا چاہئے کیونکہ بعض دفعہ آدمی کا خیال بدل جاتا ہے اور نماز بھول جاتا ہے۔

الجواب

جہاں کوئی نماز پڑھتا ہو یا سوتا ہو کہ بآواز پڑھنے سے اس کی نماز یا نیند میں خلل آئے گا وہاں قرآن مجید وظیفہ ایسی آواز سے پڑھنا منع ہے، مسجد میں جب اکیلا تھا اور بآواز پڑھ رہا تھا جس وقت کوئی شخص نماز کے لئے آئے فوراً آہستہ ہوجائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۵۳: از ریاست نانپارہ ضلع بہرائچ محلہ توپ خانہ مرسلہ منشی حامد علی خاں صاحب ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

زید اگر مسافرانہ طور پر کسی مقام پر وارد ہوا اور وہاں اُس کا کوئی ایسا شخص شناسا نہ ہو کہ جس کے

---

[1] ردالمحتار فصل فی القراءۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۳
[2] " " " " "

Marfat.com

مکان میں قیام کرسکے اور لسبب پابندی نماز جماعت و وضو وغیرہ کسی مسجد میں ٹھہر جائے تو جائز ہے یا نہیں اور اس کا سلف سے ثبوت ہے یا نہیں؟ اور جو شخص زید کو بصورتِ مذکورہ جبراً مسجد سے نکالے اور کہے کہ یہ مسجد خالد کی ملک ہے اور میں چونکہ ملازمِ خالد ہوں لہذا مجھے حکمِ خالد ہے کہ بے اِذن ہمارے کسی کو ہماری مسجد میں نہ رہنے دو اور اس پر بو سرپیکار ہو تو زید کا اخراج عن المسجد بصورتِ فتنہ و فساد جائز ہے یا نہیں، اور مسجد کی ملک کی نسبت خالد کی جانب جائز ہے یا نہیں؟ اور مسجد مذکورہ میں اس صورت میں نماز کا کیا حکم ہے؟ اور ایسی مسجد پر مسجد ضرار کی تعریف صادق ہے یا نہیں؟

الجواب

ایسے مسافر کو مسجد میں ٹھہرنا بیشک جائز ہے، خود مسجد اقدس میں حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہدِ اقدس میں حکمِ انور سے اصحابِ صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم قیام پذیر تھے مسجد سے بالجبر اس کا اخراج ظلم ہے والظلم ظلمات یوم القیمۃ (ظلم قیامت کے روز تاریکیاں ہوگا۔ ت) ہاں نظر بحالاتِ زمانہ بعض مساجد میں اجنبی غیر معروف کا قیام نامناسب و وجہِ اندیشہ ہوتا ہے جیسے صدہا سال سے مسجد مدینہ طیبہ کے دروازے بعد عشا بند کر دیتے ہیں اور سوا خدام کے سب لوگ باہر کر دئے جاتے ہیں، اگر واقعی ایسی صورت تھی تو نرمی کہنا چاہئے تھا اور مسجد کو خالد کی مِلک کہنا ظلم ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے: وان المسٰجد للہ مسجدیں خالص اللہ کے لئے ہیں۔ بہرحال اُس مسجد میں نماز ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں، نہ وہ مسجد ضرار ہوسکتی ہے، یہ جہل محض ہے۔ پھر اگر یہ مسجد اموال وغیرہ سے محل احتیاط مذکور نہیں یا زید مشتبہ نہیں، تو اسے جبراً نکال دینے والے پر لازم ہے کہ اُس سے معافی چاہے کہ مسلمان کو بلاوجہ شرعی ایذا دینا بہت سخت ہے۔

من اذی مسلماً فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ[1] (الحدیث)

جس نے کسی مسلمان کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو اذیت دی۔ (الحدیث۔ ت)

زید کو چاہئے کہ اگر مسجد میں قیام کرے سونے اور کھانے سے کچھ پہلے اعتکاف کی نیت کرکے کچھ ذکرِ الٰہی کرکے کھائے سوئے کہ مسجد میں کھانا سونا معتکف کو بلاخلاف جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] الجامع الصغیر مع فیض القدیر بحوالہ طبرانی اوسط مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۶/۹

کنزالعمال حدیث ۴۳۷۰۳ "مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۶/۱۰

مجمع الزوائد باب فیمن یتخطی رقاب الناس یوم الجمعۃ " دارالکتاب بیروت ۲/۱۷۹

Marfat.com

مسئلہ ۱۵۴: از شہر کہنہ مسئولہ منیر الدین صاحب ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مٹی کا تیل مسجد میں جلانا جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ جائز کہتے ہیں اور عدمِ جواز کی دلیل چاہتے ہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

مٹی کے تیل میں سخت بدبو ہے اور مسجد میں بدبو کا لے جانا کسی طرح جائز نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اکل من ھذہ الشجرۃ المنتنۃ فلا یقربن مسجدنا فان الملئکۃ تتاذی مما یتاذی منہ الانس[1]۔ رواہ الشیخان عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جس شخص نے اس بدبودار پودے کو کھایا وہ ہماری مساجد کے قریب نہ آئے کیونکہ ملائکہ کو بھی ہر اُس شئ سے تکلیف ہوتی ہے جس سے انسانوں کو ہوتی ہے۔ اسے بخاری ومسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

امام عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری پھر علامہ سید شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

ویلحق بما نص علیہ فی الحدیث کل مالہ رائحۃ کریھۃ ماکولا اوغیرہ[2]۔

حدیث کے مطابق ہر اس شئ کا یہی حکم ہے جس کی بُو اچھی نہ ہو خواہ وہ شئ کھائی جاتی ہو یا نہ۔ (ت)

ہاں مٹی کے تیل میں بعض انگریزی عطر جن کو لونڈر کہتے ہیں ملانے سے اُس کی بدبو جاتی رہتی ہے اس صورت میں جائز ہوجائے گا بشرطیکہ اس لونڈر میں اسپرٹ وغیرہ کوئی ناپاک شئ نہ ہو ورنہ ناپاک تیل کا بھی مسجد میں جلانا جائز نہیں ہے، دُرمختار میں ہے:

کرہ تحریما ادخال نجاسۃ فیہ فلا یجوز الاستصباح بدھن نجس فیہ[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسجد میں نجاست داخل کرنا مکروہ تحریمی ہے، لہذا ناپاک تیل کے ساتھ وہاں چراغ جلانا درست نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساجد باب من اکل ثوماً الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۰۹
صحیح البخاری کتاب الاذان باب ما جاء فی الثوم الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۸
[2] ردالمحتار باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا ؍؍ مصطفی البابی مصر ۱/۴۸۹
[3] درمختار ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۳

Marfat.com

مسئلہ ۱۱۵۵ از شہر بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ مولوی رحیم بخش بنگالی ۱۶ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں روغن مٹی کا جلانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

مسجد میں مٹی کا تیل جلانا حرام ہے مگر جبکہ اُس کی بُو بالکل دُور کر دی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۵۶ از داناپور محلہ سگونہ مسئولہ محمد حنیف خاں ۸ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد ہے جس میں تین دروازے لگے ہیں، صبح کی نماز میں بوجہ سردی کے تینوں در بند کرکے اور چراغ جلا کر لوگ نماز پڑھا کرتے ہیں اور نمازِ صبح اپنے وقت پر ادا کرتے ہیں، ایک شخص کہتا ہے کہ چراغ جلا کر نماز نہ پڑھنا چاہئے منع ہے مگر کوئی ثبوت اس کا نہیں دیتا ہے اس لئے دریافت طلب ہے کہ ایسا کرنے میں شرعاً کوئی قباحت ہے یا نہیں، اور کہاں تک اس کا کہنا صحیح ہے؟ مہربانی فرما کر جواب معہ حوالہ کتبِ فقہ شریف عنایت ہو۔

الجواب

وقتِ حاجت چراغ جلا کر نماز پڑھنے میں تو کوئی حرج نہیں،

وفیہ حدیث تمیم الداری رضی اللہ تعالٰی عنہ وایقادہ القنادیل فی المسجد الشریف واستحسانہ من النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وحدیث علی رضی اللہ تعالٰی عنہ لما رأی المسجد ین ھو قال نور اللہ قبر عمر کما نور مساجدنا[1]

اس بارے میں حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حدیث ہے، مسجد نبوی میں قندیلوں کا جلانا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا انھیں پسند کرنا ثابت ہے اور وُہ حدیث جس میں منقول ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دونوں مساجد کو روشن دیکھا تو کہا، اللہ تعالٰی عمر (رضی اللہ عنہ) کی قبر کو اسی طرح روشن کرے جیسے اُنھوں نے مساجد کو روشن کیا۔ (ت)

مگر نماز کے وقت مسجد کے کواڑ بند کرنا ضرور ممنوع و بدعت سیئہ ہے۔ درمختار میں ہے،

کرہ غلق باب المسجد الا لخوف علی متاعہ بہ یفتی[2] اقول ھذا فی غیر وقت الصلوٰۃ

مسجد کا دروازہ بند کرنا مکروہ ہے البتہ اس صورت میں جائز ہے جب مسجد کا سامان چوری ہونے کا اندیشہ ہو،

---

[1] تاریخ الخلفاء فصل فی اولیاتِ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۹۷

[2] درمختار باب مایفسد الصلوٰۃ و مایکرہ فیہا " " " ۱/۹۳

Marfat.com

لقول الشامی الا فی اوقات الصلٰوۃ[1] فکیف عند نفس قیام الصلٰوۃ ھذا مردود باجماع اھل الصلٰوۃ۔

فتوٰی بھی اسی پر ہے اھ میں کہتا ہُوں یہ وقتِ نماز کے علاوہ میں ہے، کیونکہ شامی نے کہا مگر اوقاتِ نماز میں دروازہ بند کرنا مکروہ ہے' تو نماز کی جماعت ہو رہی ہو تو اس وقت منع کیوں نہ ہوگا ! اور اس کے مردود ہونے پر تمام اہلِ نماز کا اجماع ہے۔ (ت)

اُس وقت چراغ روشن کرنا بھی اگر اسی کواڑ بند کرنے کی بنا پر ہو اگر بند نہ کریں چراغ کی حاجت نہ ہو تو یہ چراغ بھی بے حاجت کہ وُہ حاجت بروجہ باطل ہے اور اگر اتنے اندھیرے سے پڑھتے ہیں کہ کُھلے کواڑوں میں بھی حاجتِ چراغ ہو تو یہ خلاف افضل ہے، مذہبِ حنفی میں نمازِ فجر جس قدر وقت روشن کرکے پڑھی جائے زیادہ اجر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۵۷: شہر بریلی محلہ گھیر جعفر خاں محمود علی خاں ۲۸ ذی القعدہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اندرونِ مسجد مرزائی یعنی ٹین کے دالان کے دروں میں بغرضِ زیبائشِ مسجد گملے درختاں پھول وغیرہ لٹکائے جانے کے لئے تیار کئے گئے ہیں جن میں کھاد وغیرہ پاک مٹی کی دی گئی ہے۔ اب چند حضرات کو اعتراض ہے کہ نئی بات مسجد میں نہیں ہونا چاہئے۔ ازرُوئے شرع شریف کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر نماز میں نگاہ کے سامنے ہوں تو مکروہ ہیں اور زیادہ بلند ہوں تو حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۵۸: از منصور پور متصل ڈاک خانہ شیش گڈھ تحصیل بہیڑی ضلع بریلی مسئولہ محمد شاہ خاں ۲۹ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس باب میں، مسجد میں اکثر کاپیاں عربی کی و نقشجات وغیرہ چہار جانب دیواروں پر مسجد کی نصب کئے جاتے ہیں منجملہ اُن کے منبر کے قریب دیوار پر عربی و مناجات ایسے موقع پر نصب یعنی چسپاں کئے جاتے ہیں کہ بروقت پڑھنے کے امام کے پسِ پشت یا اس سے کسی قدر اونچے یعنی قریب پس گردن عربی مناجات ہوتے ہیں، ایسی صُورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب

ایسی چیزوں کا دیوارِ قبلہ میں نصب کرنا نہ چاہئے جس سے لوگوں کا نماز میں دھیان بٹے اور اتنی نیچی ہونا کہ خطبہ میں امام کی پُشت اس کی طرف ہو، یہ اور بھی نامناسب ہے۔ ہاں اگر اس سے بلند رہے تو یہ حرج اس میں نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] ردالمحتار باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۸۵

Marfat.com

مسئلہ ۱۵۹ از علی گڑھ کالج مسئولہ حضرت مولانا محمد سلیمان اشرف صاحب بہاری (رحمۃ اللہ علیہ) پروفیسر دینیات، خلیفۂ اعلیحضرت رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۳۳۲ھ

مسجد میں طلائی نقش و نگار جائز ہے یا نہیں؟ کیا نمازیوں کے پیشِ نظر گل بوٹے چمکتے دمکتے مخلِ صلٰوۃ نہیں؟ کیا اس طرح کی زیبائش مسجد کی من جہت معبد ہونے کے شایانِ شان نہیں؟ محض مختصر جواب اس کا تحریر فرما کر فقیر کو ممنون فرمائیں، یہاں مسئلہ درپیش ہے کالج کی مسجد منقش و مطلا کی جارہی ہے۔ فقط

الجواب

مساجد میں زینت ظاہری زمانۂ سلف صالحین میں فضول وناپسند تھی کہ اُن کے قلوب تعظیم شعائر اللہ سے مملو تھے ولہذا احادیث میں مباہاۃ فی المساجد کو اشراط ساعت سے شمار فرمایا، اور عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا:

لتزخرفنّھا کما زخرفت الیھود والنصارٰی[1] تم مساجد کو اسی طرح مزیّن کرو گے جس طرح یہود ونصارٰی نے مزیّن کیں۔ (ت)

تبدلِ زمان سے علماء نے تزیینِ مساجد کی اجازت فرمائی کہ اب تعظیم ظاہر مورث عظمت فی العیون و وقعت فی القلوب ہوتی ہے فکان کتحلیۃ المصحف فیہ من تعظیمہ (یہ ایسے ہی ہے جیسے تعظیم کی خاطر قرآن حکیم کو طلا کی صورت میں لکھا جائے۔ ت) مگر اب بھی دیوارِ قبلہ عموماً اور محراب کو خصوصاً شاغلاتِ قلوب سے بچانے کا حکم ہے بلکہ اولٰی یہ ہے کہ دیوار یمین و شمال بھی ملہیات سے خالی رہے کہ اُس کے پاس جو مصلّی ہو اُس کی نظر کو پریشان نہ کرے۔ ہاں گنبدوں، میناروں، سقف اور دیواروں کی وہ سطح کہ مصلیوں کے پسِ پشت رہے گی ان میں مضائقہ نہیں اگرچہ سونے کے پانی سے نقش و نگار ہوں بشرطیکہ اپنے مال حلال سے ہوں، مسجد کا مال اس میں صرف نہ کیا جائے، مگر جبکہ اصل بانیِ مسجد نے نقش ونگار کئے ہوں یا واقف نے اس کی اجازت دی ہو یا مالِ مسجد فاضل بچا ہو، اور اگر صرف نہ کیا جائے تو ظالموں کے خورد بُرد میں جائے گا پھر جہاں جہاں نقش و نگار اپنے مال سے کرسکتا ہے اُس میں بھی دقائق نقوش سے تکلف مکروہ ہے سادگی و میانہ روی کا پہلو ملحوظ رہے۔ امام ابن المنیر شرح جامع صحیح میں فرماتے ہیں:

استنبط منہ کراھۃ زخرفۃ المساجد لاشتغال قلب المصلی بذلك اولصرف المال اس سے مساجد کا مزیّن کرنا مکروہ ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس میں نمازی کے دل کا مشغول یا مال کا

---

[1] الصحیح للبخاری کتاب الصلٰوۃ باب بنیان المسجد مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۶۴

Marfat.com

فی غیر وجھہ نعم اذا وقع ذلك علی سبیل تعظیم الساجد ولم یقع الصرف علیہ من بیت المال فلاباس بہ و لو اوصی بتشیید مسجد وتحمیرہ وتصفیرہ و نفذت وصیتہ لانہ قد حدث للناس فتاوی بقدر ما احدثوا وقد احدث الناس مؤمنھم وکافرھم تشیید بیوتھم و تزیینھا ولوبنینا مساجد تا باللبن وجعلناھا متطامنۃ بین الدور الشاھقۃ وربما کانت لاھل الذمۃ لکانت مستھانۃ[1]

غلط طور پر استعمال لازم آتا ہے، ہاں جب یہ تزیین مساجد کی تعظیم کی خاطر ہو اور بیت المال سے نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اگر کسی شخص نے مسجد کو پختہ کرنے اور اسے سُرخ و سفید کرنے کی وصیت کی تو اس کی وصیت نافذ ہوگی کیونکہ لوگوں میں فتوٰی اُن کے حال کے مطابق ہوتا ہے اب لوگ خواہ مومن ہیں یا کافر ہر کوئی اپنے گھر کو مزین کر رہا ہے اب اگر ہم اپنی مساجد کو کچی اینٹوں سے بنائیں گے اور انھیں بلند عمارات کے درمیان چھوٹا بنائیں تو ان کی توہین ہوگی جبکہ یہ مکانات اہل الذمہ کے بھی ہوسکتے ہیں (ت)

درمختار میں ہے:

(ولاباس بنقشہ خلا محرابہ) فانہ یکرہ لانہ یلھی المصلی، ویکرہ التکلف بدقائق النقوش ونحوھا، خصوصا فی جدار القبلۃ. قال الحلبی وفی حظر المجتبٰی وقیل یکرہ فی المحراب دون السقف والمؤخر انتھی وظاھرہ ان المراد بالمحراب جدار القبلۃ فلیحفظ، (بجص وماء ذھب) لو (بمالہ) الحلال (لامن مال الوقف) فانہ حرام (وضمن متولیہ لوفعل) النقش اوالبیاض الا اذا خیف طمع الظلمۃ فلا باس بہ، کافی، والا اذا کان لاحکام البناء اوالواقف

(مسجد کو محراب کے علاوہ منقش کرنے میں کوئی حرج نہیں) کیونکہ محراب کا نقش ونگار نمازی کو مشغول کردیتا ہے، البتہ بہت زیادہ نقش ونگار کے لئے تکلف کرنا خصوصاً دیوارِ قبلہ میں مکروہ ہے۔ حلبی اور مجتبٰی کے باب الحظر میں ہے کہ محراب کا منقش کرنا مکروہ ہے چھت یا پچھلی دیوار کا منقش کرنا مکروہ نہیں اھ اور ظاہر یہی ہے کہ محراب سے مراد دیوارِ قبلہ ہے، پس اسے محفوظ کرلو (چونے اور سونے کے پانی سے) اگر (اپنے مال) حلال سے ہو (مال وقف سے نہیں) کیونکہ وہ حرام ہے (متولی نے اگر کیا تو وہ ضامن ہوگا) نقش یا سفیدی البتہ جب ظالموں سے مال وقف کو خطرہ ہو تو کوئی حرج نہیں، کافی، اور اس صورت میں

---

[1] ارشاد الساری بحوالہ ابن المنیر باب بنیان المسجد مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت ۱/۴۴۰

Marfat.com

فعل مثله لقولهم انه یعمر الوقف کما کان وتمامه فی البحر[1]۔

جب یہ بنا کی پختگی کے لئے یا واقف نے خود ایسے کیا ہو کیونکہ فقہاء نے فرمایا کہ وقف کی مرمت حسب سابق کرنا ہے۔ اس کی تفصیل بحر میں ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں بحر سے ہے:

واراد وا من المسجد داخله فیفید ان تزیین خارجه مکروه[2] اھ رایتنی کتبت علیه ما نصه، اقول فی هذه الاستفادة نظر ظاهر، بل الظاهر منه جوازه بلاکراهة بالشروط الثلثة ان یکون بماله الحلال و لا یتکلف دقائق النقوش لان خارج المسجد لیس محل الهاء المصلی، وفیه تعظیمه فی العیون وزیادة وقعته فی القلوب و ترغیب الناس فی حضوره و تعمیره، و کل ذلك مطلوب محبوب، و انما الامور بمقاصدها، وانما لکل امرئ ما نوی[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

یہاں انھوں نے داخلِ مسجد مراد لیا ہے جو واضح کر رہا ہے کہ باہر مسجد کی تزیین مکروہ ہے اھ میں نے اس پر جو لکھا وہ یہ ہے کہ اس استفادہ میں نظر ظاہر ہے بلکہ ظاہر یہ ہے کہ شروط ثلثہ کے ساتھ بلاکراہت جائز ہے یہ کہ اپنا مال حلال کا ہو اور نقوش میں تکلف نہ ہو کیونکہ خارج مسجد نمازی کو مشغول نہیں کرتا اس میں دیکھنے میں تعظیم اور دلوں میں وقعت کا اضافہ اور لوگوں کا حضور و آبادی میں شوق کا سبب ہے اور ان میں سے ہر شئ مطلوب محبوب ہے، اور امور کا اعتبار ان کے مقاصد پر ہوتا ہے، ہر آدمی کے لئے وہی کچھ ہے جو اس نے نیت کی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۱۶۰: از فیض آباد مسجد مغلپورہ مرسلہ شیخ اکبر علی مؤذن و مولوی عبدالعلی ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

مسجد کے کنارے کسی بزرگ کی قبر ہو اور وہاں گانا مع آلات ڈھولکی وغیرہ ہو اور تماشائی لوگ اندر مسجد کے بلالحاظ پاکی اور ادب کے اور گاگر کے وقت ہجوم ہو لوگ اندر مسجد داخل ہوں، جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

مزامیر کے ساتھ گانا اور اُس کا سُننا دونوں حرام ہیں اور حرام فعل کا مسجد میں کرنا اور سخت، اور گاگر کا ہجوم اگر کسی

---

[1] درمختار باب مایفسد الصلوٰۃ و مایکرہ فیہا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۳
[2] ردالمحتار " " " " مصطفی البابی مصر ۱/۴۸۷
[3] جدالممتار علی ردالمحتار باب احکام المسجد المجمع الاسلامی مبارکپور، انڈیا ۱/۳۱۵

Marfat.com

منکرِ شرعی پر مشتمل نہیں، نہ یہ وقت نماز کا ہو جس سے نمازیوں پر تنگی ہو، نہ یہ لوگ مسجد کی بے حرمتی کریں تو حرج نہیں، اور بے ثبوتِ شرعی مسلمانوں کو سمجھ لینا کہ ناپاکی کی حالت میں مسجد میں داخل ہوئے بدگمانی ہے اور بدگمانی حرام۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۶۱ ازلال پور ضلع پیڑا بنگال مرسلہ مولوی ابوسعید محمد عارف مورخہ ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی مسجد میں کرسی پر بیٹھ کر وعظ کہنے کو بعض لوگ عدمِ سنّت کہتے ہیں سنّت ہونے کی دلیل چاہتے ہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

واعظ کا کرسی پر مسجد میں بیٹھنا جائز ہے جبکہ نماز اور نمازیوں کا حرج نہ ہو، ایک آدھ بار حدیث سے یہ ثابت ہے مگر ایک آدھ بار سے فعل سنّت نہیں بن جاتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۶۲ از جوہڑ کوٹ بارکھاں ملک بلوچستان ۲۱ محرم ۱۳۲۷ھ

مجموعہ فتاوٰی عبدالحی صفحہ ۵۵ و مجموعہ فتاوٰی ہمایونی تصنیف مولنا مفتی عبدالغفور نے چارپائی والے مسئلہ مسجد میں جواز لکھا ہے وہ حدیث پیش کرتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعتکاف کے موقع میں سریر پر سوئے تھے۔

الجواب

حدیث قولی اور فعلی جب متعارض ہوں تو عمل حدیث قولی پر ہے ان المسجد لم تبن لھذا[1] (مساجد کی بنا ان چیزوں کے لئے نہیں۔ ت) نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اونٹ پر سوار مسجد الحرام شریف میں داخل ہوئے اور یونہی کعبہ معظمہ کا طواف فرمایا۔ سعد بن معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ زخمی ہوئے خون اُن کے زخموں سے جاری تھا اُن کے لئے مسجد اقدس میں خیمہ نصب فرمایا کہ قریب سے عیادت فرمائیں کہ سوا مسجد شریف کے کوئی مکان نشست کا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس نہ تھا۔ کیا ان احادیث سے استناد کرکے کوئی ایسی جرأت کرسکتا ہے! واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ از شہر بریلی مسئولہ کفایت اللہ یکم رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید دریافت کرتا ہے کہ:

(۱) مسجد میں استعمالی جوتا رکھنا چاہیے یا نہیں؟ چونکہ زید نے ایک مولوی صاحب کی زبانِ مبارک سے سُنا ہے کہ جوتا مسجد کے اندر رکھنا حرام ہے اس وجہ سے منع کیا تو جواب ہوا کہ ہر مسجد میں جوتا رکھتے دیکھتے ہیں اور

---

[1] سنن ابن ماجہ باب النہی عن انشاد الضوال فی المسجد مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۶
صحیح مسلم باب النہی عن نشد الضالۃ فی المسجد نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۱۰

Marfat.com

کہتے ہیں کہ عیدگاہ اور جامع مسجد میں بھی دیکھا اور یہاں تک کہا کہ شرع کی کتابوں میں بھی دیکھا ہے تو جُوتا خشک پاک ہے اور مسجد میں کوئی حرج نہیں آیا اس میں کیا حکم ہے ؟

(۲) اگر غسل خانہ مسجد کے فرش سے جُدا ہے اور غسل خانہ اتنا تر رہتا ہے کہ پاؤں پر تری لگ جاتی ہے تو جُوتا پہن کر جانا چاہئے یا ویسے ہی ؟

الجواب

(۱) اگر مسجد سے باہر کوئی جگہ جُوتا رکھنے کی ہو تو وہیں رکھے جائیں مسجد میں نہ رکھیں اور اگر باہر کوئی جگہ نہیں تو باہر جھاڑ کر تلے ملا کر ایسی جگہ رکھیں کہ نماز میں نہ اپنے سجدے کے سامنے ہو نہ دوسرے نمازی کے، نہ اپنے دہنے ہاتھ کو ہوں نہ دُوسرے نمازی کے، نہ اُن سے قطعِ صف ہو اور ان سب پر قادر نہ ہوں تو سامنے رکھ کر رومال ڈال دیں۔

(۲) جُوتا پہن کر جانا چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۶۵ یکم ذی قعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر نمازی مسجد میں جُوتا سامنے رکھتے ہیں، منع کرنے پر کہتے ہیں کہ کہاں منع ہے؛ کس قول سے منع ہے ؟

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان احدکم اذا قام فی الصلوٰۃ فانما یناجی ربہ وان ربہ بینہ وبین القبلۃ فلا یبزقن احدکم قبل قبلتہ، ولکن عن یسارہ او تحت قدمہ[۱]۔ رواہ البخاری عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

تم میں سے جب کوئی شخص نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے اور رب تعالٰی کو نمازی اپنے اور قبلہ کے درمیان پاتا ہے تو کوئی قبلہ کی جانب نہ تھوکے البتہ بائیں جانب یا پاؤں کے نیچے تھوک دے۔ اسے بخاری نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اور فرمایا:

اذا قام احدکم الی الصلوٰۃ فلا یبصق

جب تم میں سے کوئی نماز شروع کرے تو سامنے

---

[۱] صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب حک البزاق بالید من المسجد مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۸

Marfat.com

امامه، فانما يناجي الله ما دام في مصلاه ولا عن يمينه فان عن يمينه ملكا وليبصق عن يساره او تحت قدمه فيدفنها[1]۔ رواه الشيخان عن ابي هريرة رضي الله تعالٰی عنه۔

نہ تھوکے کیونکہ جب تک وُہ نماز میں ہے اپنے رب سے ہم کلام ہے، نہ ہی دائیں طرف تھُوکے کیونکہ اس کے دائیں طرف فرشتہ ہوتا ہے، البتہ بائیں طرف یا قدم کے نیچے تھوک لے اور اسے دفن کر دے۔ اسے بخاری ومسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

اور فرمایا:

اذا صلی احدکم فلا یضع نعلیه عن یمینه ولا عن یساره فتکون عن یمین غیره الا ان لا یکون علی یساره احد ولیضعهما بین رجلیه[2]۔ رواه ابوداود عن ابي هريرة رضي الله تعالٰی عنه۔ والله تعالٰی اعلم

جب تم میں کوئی نماز پڑھے تو جوتے نہ دائیں طرف رکھے نہ بائیں طرف کیونکہ وہ کسی کی دائیں جانب ہوگی البتہ اُس صورت میں جب بائیں جانب کوئی نہ ہو، اور انھیں اپنے دونوں پاؤں کے درمیان رکھ لے۔ اسے ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۶۶: ازسرائے چھبیلہ ضلع بلند شہر مرسلہ راحت اللہ امام مسجد جامع ۱۹ رمضان ۱۳۳۸ھ

مسجد کے چاہ سے عموماً پانی بھرنا اپنے گھروں کو اور ننگے پیروں سے آنا، اور رسّی سے بھی وہ خراب پیر لگتے ہیں پھر اُس کی چھینٹیں کنویں میں ضرور جاتی ہیں، منع کرنے پر کہتے ہیں کہ پہلے سے یونہی بھرتے آئے ہیں، ان کا کیا حکم ہے؟

الجواب

کنویں کی ممانعت نہیں ہوسکتی رسّی ڈول اگر مسجد کا ہے اس کی حفاظت کریں، غیر نماز کے لئے اُس سے نہ بھرنے دیں، دربارۂ طہارت اوہام کو شریعت نے دخل نہیں دیا ورنہ عافیت تنگ ہوجائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۶۷: از بریلی شہر کہنہ مسئولہ محمد ظہور صاحب ۱۰ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ مسجد میں درخت پھلدار مثلاً جامن مولسری کھنّی وغیرہ کے ہو اور پھل اس مقدار پر آیا کہ جس کو فروخت کیا جائے، ایسی صورت میں وُہ پھل نمازی یا غیر نمازی بلا کچھ قیمت ادا کئے ہُوئے

---

[1] صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب دفن النخامۃ فی المسجد مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۹
[2] سُنن ابوداؤد ؍؍ باب المصلی اذا خلع نعلیہ الخ ؍؍ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۶۹

Marfat.com

کھا سکتے ہیں یا نہیں ؟ دیگر یہ کہ مسجد میں درخت بیلہ، چنبیلی، مولسری کا ہے اس کے پھول نمازی لوگ بلاکوئی قیمت ادا کئے ہوئے گھر کو لا سکتے ہیں یا نہیں ؟

الجواب

مسجد میں بے ضرورت شدیدہ درخت بونا منع ہے اور اس کے پھل پھول بے قیمت نہیں لے سکتے۔ ہندیہ میں ہے :

اذا غرس شجرا فی المسجد فالشجر للمسجد کذا فی الظھیریۃ[1]۔

جب کسی نے مسجد میں پودا لگایا تو وہ مسجد ہی کا ہوگا، جیسا کہ ظہیریہ میں ہے۔(ت)

اُسی میں ہے :

فی فتاوی اھل سمرقند مسجد فیہ شجرۃ تفاح یباح للقوم ان یفطروا بھذا التفاح قال الصدر الشھید رحمہ اللہ تعالٰی المختار انہ لا یباح کذا فی الذخیرۃ[2] اھ **اقول** وھذا تصحیح صریح من امام جلیل ولا شك انہ ھو قضیۃ الوقفیۃ فان الوقف کما لا یملك لا یباح فیقدم علی ما فی صلح الخانیۃ قبیل فصل المھایاۃ، طریق غرس فیہ رجل شجرۃ الفرصاد قالوا لا باس بہ اذا کان لا یضر بالطریق و یطیب للغارس ورقھا واکل فرصادھا وان کانت الشجرۃ فی المسجد قال الفقیہ ابوجعفر رحمۃ اللہ تعالٰی

فتاوٰی اہل سمرقند میں ہے، ایک مسجد میں ناشپاتی کا درخت ہے لوگوں کا اسکی ناشپاتی کے ساتھ روزہ افطار کرنا مباح ہے، صدر الشہید کہتے ہیں کہ مختار یہ ہے کہ یہ جائز نہیں، جیسا کہ ذخیرہ میں ہے اھ۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) یہ ایک عظیم امام کی صراحۃً تصحیح ہے اور بلا شبہ یہ معاملہ وقف سے متعلق ہے اور وقف جس طرح کسی کی ملکیت نہیں ہوتا اسی طرح وہ کسی کے لئے مباح نہیں ہوتا، اور جو کچھ خانیہ میں مہایات کی فصل سے تھوڑا سا پہلے ہے اس پر اس قول کو تقدیم حاصل ہے کہ راستہ میں ایک شخص نے تُوت کا درخت لگادیا تو فقہاء نے فرمایا: جب وہ راستہ کے لئے ضرر رساں نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں اور درخت لگانے والے کے لئے اس کے پتے اور پھل کا استعمال مباح ہوگا اور اگر

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف الباب الثانی عشر فی الرباطات مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۷۴

[2] " " " " " " " " " ۲/۴۷۴

Marfat.com

لاباس باکل توتھا ولا یجوز اخذ ورقھا[1] اھ واللہ تعالٰی اعلم

درخت مسجد میں ہے توفقیہ ابوجعفر رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: اسے اپنے توت کا پھل کھانا جائز اور پتّوں کا لینا ناجائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۶۸ ازبسولی ضلع بدایوں مرسلہ خلیل الرحمان صاحب ۱۹ شعبان المعظم ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مساجد میں معاملاتِ دُنیا کی باتیں کرنے والوں پر کیا ممانعت ہے اور بروزِ حشر کیا مواخذہ ہوگا؟

الجواب

دُنیا کی باتوں کے لئے مسجد میں جاکر بیٹھنا حرام ہے۔ اشباہ و نظائر میں فتح القدیر سے نقل فرمایا:

"مسجد میں دنیا کا کلام نیکیوں کو ایسا کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔"

یہ مباح باتوں کا حکم ہے پھر اگر باتیں خود بُری ہوئیں تو اُس کا کیا ذکر ہے، دونوں سخت حرام درحرام، موجبِ عذابِ شدید ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۶۹ ازغازی پور محلہ میاں پورہ مرسلہ منشی علی بخش محرر دفتر جی غازی پور ۱۷ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں شور وشر کرنا اور دنیا کی باتیں کرنا اور اسی طرح سے وضو میں درست ہے یا نہیں؟ اور اپنے پاس سے غیبت کرنے والوں اور تہمت رکھنے والوں اور جن میں شیوہ منافقت کا مفسدہ کا انداز پایا جائے نکلوا دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

مسجد میں شور وشر کرنا حرام ہے، اور دنیوی بات کے لئے مسجد میں بیٹھنا حرام، اور نماز کے لئے جاکر دنیوی تذکرہ مسجد میں مکروہ اور وضو میں بے ضرورت دُنیوی کلام نہ چاہئے۔ اور غیبت کرنے والوں اور تہمت اٹھانے والوں منافقوں مفسدوں کو نکلوا دینے پر قادر ہو تو نکلوا دے جبکہ فتنہ نہ اُٹھے ورنہ خود اُن کے پاس سے اٹھ جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۷۰ ازشہر بریلی مدرسہ منظرالاسلام مسئولہ غلام جان صاحب طالب العلم ۸ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد ویران شدہ یعنی چھت وغیرہ اُس کا گرگیا صرف دیواریں و دیگر آثار اُس کے سب نمودار ہیں اُس مسجد کے متعلق جو دُکان ہو اُس کا کرایہ دوسری مسجد پہ

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الصلح فیما یجوز لاحد الشریکین مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۳/ ۶۱۱

Marfat.com

خرچ ہو سکتا ہے یا نہ ؟ اور اُس کرایہ میں سے دُوسری مسجد کے پیش امام کو دینا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

نہیں جائز، بلکہ اس کے کرایہ سے اُسی مسجد کی تعمیر کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۷۱ ازمراد آباد محلہ اصالت پورہ مسئولہ کار دعلی صاحب ۱۵ محرم ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صحنِ مسجد میں کچھ قبریں آگئی ہیں اور ان قبروں میں فرش پختہ بنادیا گیا ہے اب کوئی نشان قبر کا صحنِ مسجد میں معلوم نہیں ہوتا ہے البتہ یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ یہاں فلاں فلاں کی قبریں ہیں لہذا یہ معلوم کرنا ہے کہ اس صحنِ مسجد میں کہ جہاں قبریں تھیں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟ اور جو نمازیں پڑھی ہیں وہ نمازیں ہوگئیں یا نہیں ؟ سوال کا جواب بحوالہ کتبِ احادیث ارقام فرمائیں۔

الجواب

مسلمانوں کی قبریں ہموار کر کے صحنِ مسجد میں شامل کرلینا حرام ہوا اور اُن قبروں پر نماز حرام ہے اور اُن کی طرف نماز حرام ہے، قبر اُوپر کے نشان کا نام نہیں کہ اُس کے مٹنے سے قبر جاتی رہے بلکہ اُس جگہ کا نام ہے جہاں میت دفن ہے، جتنی نمازیں اس طرح پڑھی گئیں سب پھیری جائیں اور قبروں کے نشان بدستور بنادئے جائیں کہ مسلمان اُن پر پاؤں رکھنے اور چلنے اور اُن پر اور اُن کی طرف نماز پڑھنے کی آفتوں سے محفوظ رہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۷۲ از شاہی علاقہ رام پور مرسلہ نادر شاہ خاں و انعام اللہ خاں ۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جامع مسجد کے یمین و یسار قبرستان خام ہے نشانِ قبور موجود ہیں، قبرستان کو نئی مٹی سے یا پختہ چبوترہ باندھ کر فرش مسجد کا بڑھا لیا جائے ایسا کہ بالکل نشانِ قبر بالکل ظاہر نہ رہے تو اُس پر نماز پڑھنا درست ہے یا ناجائز ؟ بینوا توجروا

الجواب

ناجائز و حرام ہے مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھنا بھی حرام، اور قبر پر نماز پڑھنی حرام، اور حرام تو اس ناجائز فعل میں قبروں کی بھی بے عزتی ہے اور نماز کا بھی نقصان۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۷۳ منشی مردان علی از بجنور محلہ قاضی خاں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جامع مسجد بجنور جو محلہ قاضیان میں واقع ہے اُس کا فرش موجودہ شرقاً و غرباً یعنی عرض میں بہت کم ہے کہ جو بعض جمعہ کو نمازیوں کے لئے کافی نہیں ہوتا لہذا اُس کے فرش بڑھانے کی تدبیر درپیش ہے درصورت بڑھانے فرش کے ایک قبر پختہ جس کا حضیرہ زمین سے قریب بارہ گرہ کے اونچا بنا ہوا ہے بیچ فرش میں پڑ گئی، صاحبِ قبر کے انتقال کو قریب سو سال کے گزری ہوں گی

Marfat.com

لہذا علمائے دین کی خدمت میں التماس ہے کہ اس قبر کو کیا کیا جائے تاکہ نماز میں کچھ حرج نہ ہو، یا فرش کے برابر کر دی جائے یا اونچی رہنے دی جائے؟ درصورت بحالتِ موجودہ رکھنے قبر کے' نماز میں کچھ حرج ہوگا یا نہیں؟ ورثائے صاحبِ قبر سوائے ایک شخص کے قبر کو برابر کرنے کے لئے راضی ہیں اگر برابر کرنا درست ہو تو یہ بھی مع حوالہ کتبِ فقہ تحریر کیا جائے کہ کتنے میعاد کے بعد برابر کرنا درست ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں قبرِ مسلمان کو برابر کر دینا کہ لوگ اس پر چلیں پھریں، اُٹھیں بیٹھیں، نماز پڑھیں، محض حرام ہے۔

کما نطقت بہ احادیث جمۃ وقد صرح علمائنا ان المرور فی سکۃ حادثۃ فی المقابر حرام کما فی فتح القدیر ورد المحتار وغیرھما۔

جیسے کہ اس پر تمام احادیث شاہد عادل ہیں اور ہمارے علماء نے یہ تصریح کی ہے کہ قبرستان میں نئے بنائے گئے راستے پر چلنا حرام ہے۔ جیسا کہ فتح القدیر اور ردالمحتار وغیرہ میں ہے۔ (ت)

پھر اس برابر کرنے سے نماز کا بھی کچھ آرام نہیں بلکہ نقصان ہے کہ قبر پر نماز پڑھنا حرام' اور قبر کی طرف بے حائل نماز پڑھنا بھی مسجد صغیر میں مطلقاً حرام اور کبیر میں اتنے فاصلے تک حرام کہ جب نماز خاشعین کی پڑھی اور قیام میں موضعِ سجود پر نظر جمائے تو قبر تک نگاہ پہنچے، اور عام مساجد صغیر ہیں، مسجد کبیر ایسی ہے جیسے جامع خوارزم کہ سولہ ہزار ستون پر ہے، اور قبر اُس جگہ کا نام ہے جہاں میت دفن ہے، اُوپر کا بلند نشان حقیقتِ قبر میں داخل نہیں تو اُس کے برابر کر دینے سے قبر قبر ہی رہے گی غیر قبر نہ ہو جائے گی۔ ردالمحتار میں ہے:

تکرہ الصلوۃ علیہ والیہ لورود النھی عن ذلک[1]

قبر پر اور قبر کی طرف نماز مکروہ ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعنۃ اللہ علی الیھود والنصارٰی اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد[2]۔ رواہ الشیخان وغیرھما عن ام المؤمنین الصدیقۃ

اللہ تعالٰی کی لعنت ہو یہود و نصارٰی پر جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ اسے بخاری ومسلم نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ

---

[1] ردالمحتار | فصل الاستنجاء | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۱/ ۲۲۹

[2] ردالمحتار | باب صلوۃ الجنائز | مطبوعہ مصطفی البابی مصر | ۱/ ۶۶۷

[3] صحیح البخاری | کتاب الصلوۃ | " قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/ ۶۲

صحیح مسلم کتاب المساجد باب النھی عن بناء المسجد علی القبور مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۰۱

Marfat.com

وعبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے۔ (ت)

بلکہ اس کا طریق یہ ہے کہ قبر کو فرش کے برابر کریں اور اگر فرش اونچا ہو کر آئے گا تو قبر جس قدر نیچی ہو رہنے دیں اور اُس کے گرداگرد ایک ایک بالشت کے فاصلے سے ایک چاردیواری اٹھائیں کہ سطح قبر سے پاؤ گز یا زیادہ اونچی ہو، ان دیواروں پر پتھر ڈال دیں یا لکڑیاں چُن کر پاٹ دیں کہ چھت ہو جائے، اب یہ ایک مکان ہو گیا جس کے اندر قبر ہے، اب اس کی چھت پر اور اُسی کی دیوار کی طرف ہر طرح نماز جائز ہو گئی کہ یہ نماز قبر پر یا قبر کی طرف نہ رہی بلکہ ایک مکان کی چھت پر یا اس کی دیوار کی جانب ہوئی اور اس میں حرج نہیں۔ مسلک متقسط[ف] میں ہے:

ان کان بین القبر والمصلی حجاب فلا تکرہ الصلٰوۃ۔[1] اگر قبر اور جائے نماز کے درمیان پردہ ہو تو نماز مکروہ نہ ہوگی۔ (ت)

خلاصہ و ذخیرہ وغیرہما میں ہے:

ھذا اذا لم یکن بین المصلی وھذہ المواضع حائل کالحائط وان کان حائطا لا تکرہ۔[2] یہ اس وقت ہے جب جائے نماز اور ان مقامات کے درمیان پردہ مثلاً دیوار وغیرہ حائل نہ ہو، اور اگر دیوار ہے تو کراہت نہیں۔ (ت)

اور بہتر یہ ہے کہ ان مختصر دیواروں میں جنوباً شمالاً دیوار جانب قبلہ میں بھی کچھ باریک جالیاں رکھیں، اس سے دو فائدے ہوں گے: اوّلاً میّت کی قبر تک ہواؤں کا آنا جانا کہ بحکم حدیث موجب نزول رحمت ہے۔ دوم جالیاں دیکھ کر ہر شخص سمجھ لے گا کہ یہ قبر نہیں اور اس پر یا اس کی طرف نماز پڑھنے میں اندیشہ نہ کرے گا ورنہ ناواقف اُسے بھی قبر جان کر احتراز کرے گا اور صحنِ مسجد کے اندر اتنی جگہ تین چار گرہ بلندی رہنے کو جاہل نادانوں کی طرح ناگوار نہ جانیں کہ اس میں میت و احیاء و مسجد و قبر سب کی بھلائی ہے کما اشرنا الیہ (جیسا کہ ہم نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] مسلک متقسط فی المنسک المتوسط مع ارشاد الساری فصل ولیغتنم الخ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت ص ۳۴۲

[2] خلاصۃ الفتاوی کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۶۰

ف: کتاب مذکور کے الفاظ یُوں ہیں: بل لایکون بینہ وبینہ حجاب من جدار ہ والا فلا تکرہ الصلٰوۃ۔ نذیر احمد

Marfat.com

مسئلہ ۱۱۴: از شہر الہ آباد زیر جامع مسجد چوک مرسلہ مرزا واحد علی خوشبو ساز ۲۹ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں ایک مدرسہ ہے جس میں تعلیم کلام مجید و تفسیر و فقہ و حدیث کی ہوتی ہے، بعض منتظمین نے چاہا کہ تعلیم مسجد سے اٹھادی جائے، بعد گفتگو بسیار کے یہ طے پایا کہ دونوں طرف سے تحریریں ہوجائیں اور رجسٹری کردی جائے، منتظمانِ مسجد لکھ دیں کہ ہم مدرسہ نہ اٹھائیں گے، جب تک مدرسہ تین شرائط پر قائم رہے گا، ایک یہ کہ سات آٹھ برس کے لڑکے نہ داخل ہوں، دوسرے مدرسہ میں تعلیم ہندی ناگری انگریزی غیر مذہب کی تعلیم نہ داخل ہو، مدرسہ مسجد کی کسی چیز پر قبضہ نہ کرے۔ مہتمم مدرسہ نے اس کو تسلیم کیا اور تحریر کردیا کہ ہم اس کے پابند رہیں گے، بکر کہتا ہے کہ یہ تحریر کرنا اور رجسٹری کرانا جائز نہیں ہے منتظمین کو شرعاً یہ حق حاصل نہیں کہ اس قسم کی تحریر کرائیں اور رجسٹری کرائیں۔ زید کہتا ہے کہ یہ سب جائز ہے جو جو کام مسجد میں جائز ہیں اس کی مزاحمت کسی کو جائز نہیں لہذا عدم مزاحمت کی توثیق کرانا شرعاً کوئی مضائقہ نہیں جیسا کہ کوئی متولی کسی نمازی سے کہہ دے یا لکھ دے کہ ہم تم کو نماز سے کبھی نہ روکیں گے جب تک تم کسی کو ایذا نہ پہنچاؤ گے اور مسجد میں فساد کی بات نہ کرو گے لہذا کس کا قول صحیح ہے زید کا یا بکر کا؟ بینوا توجروا

الجواب

مسجد میں تعلیم بشرائط جائز ہے:

(۱) تعلیم دین ہو۔

(۲) معلم سُنّی صحیح العقیدہ ہو، نہ وہابی وغیرہ بد دین کہ وہ تعلیم کفر و ضلال کرے گا۔

(۳) معلم بلا اُجرت تعلیم کرے کہ اُجرت سے کارِ دنیا ہوجائے گی۔

(۴) ناسمجھ بچے نہ ہوں کہ مسجد کی بے ادبی کریں۔

(۵) جماعت پر جگہ تنگ نہ ہو کہ اصل مقصد مسجد جماعت ہے۔

(۶) غل شور سے نمازی کو ایذا نہ پہنچے۔

(۷) معلم خواہ طالب علم کسی کے بیٹھنے سے قطع صف نہ ہو۔

ان شرائط کا اگر وثیقہ لکھا لیا جائے کیا مضائقہ ہے بلکہ بہتر ہے وہ تحریر کہ لکھانا چاہتے ہیں اس کی پہلی شرط ان میں کی چوتھی اور دوسری اُن میں کی پہلی ہے اور تیسری کوئی خاص تعلیم کی نہیں مطلقاً ہے اُس کا لکھا لینا بھی اچھا ہے گرمی کی شدت وغیرہ کے وقت جبکہ اور جگہ نہ ہو بضرورت معلم با جرت کو اجازت ہے مگر نہ مطلقاً، یُونہی سلائی پر سینے والا درزی اگر مسجد کی حفاظت اور اُس میں بچّوں کو نہ آنے دینے کے لئے مسجد میں بیٹھے اور اپنا سِیتا بھی رہے تو اجازت دی ہے یوں ہی غیر نماز کے وقت متعلمان علم دین کو تکرارِ علم میں رفعِ صوت کی حدیث میں فرمایا:

Marfat.com

جنبوا مساجدکم صبیانکم و مجانینکم[1] | اپنی مساجد کو اپنے بچّوں اور دیوانوں سے بچاؤ۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

قالوا ولا یجوزان تعمل فیه (ای فی المسجد) الصنائع لانه مخلص للہ تعالٰی فلا یکون محلا لغیر العبادة غیرانھم قالوا فی الخیاط اذا جلس فیه لمصلحة من دفع الصبیان و صیانة المسجد لاباس به للضرورة ولا یدق الثوب عند طیه دقا عنیفا والذی یکتب ان کان باجر یکرہ وان کان بغیر اجر لا یکرہ قال فی فتح القدیر ھذا اذا کتب القراٰن و العلم لانه فی عبادة اما ھولاء المکتبون الذین یجتمع عندھم الصبیان واللغط فلا ولو لم یکن لغط لانھم فی صناعة لا عبادة اذھم یقصدون الاجارة لیس ھو للہ تعالٰی بل للارتزاق و معلم الصبیان القراٰن کالکاتب ان کان لاجر لا وحسبة لاباس به اھ[2]

فقہاء نے فرمایا کہ مسجد میں کوئی عمل جائز نہیں یعنی مسجد میں کوئی کاروبار جائز نہیں کیونکہ وہ خالصۃً اللہ تعالٰی کے لئے بنائی گئی ہوتی ہے تو اب وہ عبادت کے علاوہ کسی دوسری شے کا محل نہیں بن سکتی البتہ اس صورت میں مثلاً کوئی درزی وہاں اس لئے بیٹھ کر کام کرتا ہے کہ بچے داخل نہ ہوں اور مسجد کی حفاظت ہو، تو چونکہ یہ ضرورت کی وجہ سے ہے اس لئے اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن وہ بھی کپڑے کو لپیٹتے وقت سخت آواز سے کپڑے کو نہ جھاڑے، اسی طرح اگر وہاں کوئی لکھتا ہے اور اس کا معاوضہ لیتا ہے تو مکروہ ہے اور اگر معاوضہ نہیں لیتا تو مکروہ نہیں۔ فتح القدیر میں ہے کہ یہ اس وقت ہے جب قرآن اور علم لکھ رہا ہو کیونکہ یہ عبادت ہے، لیکن یہ کتابت سکھانے والے لوگ جن کے پاس بچے اکٹھے ہوں اور شور ہوتا ہو وہ جائز نہیں اگرچہ عملاً شور نہ ہو کیونکہ یہ کاروبار ہے نہ کہ عبادت، کیونکہ وُہ تو معاوضہ و اجر کی خاطر ہوتا ہے نہ کہ اللہ تعالٰی کی رضا کے حصول کی خاطر، بلکہ یہ رزق کمانے کے لئے ہے، اور بچّوں کو قرآن کی تعلیم دینے والے کا حکم بھی کاتب کی طرح ہے اگر معاوضہ کی خاطر ہے تو جائز نہیں اور اگر رضائے الٰہی کے لئے ہے تو کوئی حرج نہیں اھ (ت)

فتاوٰی خلاصہ میں قبیل کتاب الحیض ہے:

المعلم الذی یعلم الصبیان باجر اذا جلس | وُہ استاد جو بچّوں کو معاوضہ کے لئے پڑھاتا ہوا اگر گرمی

---

[1] سنن ابن ماجہ | باب ما یکرہ فی المساجد | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ص ۵۵
المعجم الکبیر | حدیث ۷۶۰۱ | مکتبہ فیصلیہ بیروت | ۸/ ۱۵۸

[2] بحرالرائق | باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا | مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۲/ ۳۵

Marfat.com

فی المسجد یعلم الصبیان لضرورة الحر وغیرہ لایکرہ وفی نسخة القاضی الامام رحمہ اللہ وفی اقرار العیون جعل مسئلة المعلم کمسألة الکاتب والخیاط فان کان یعلم حسبة لاباس بہ وان کان باجر یکرہ الا اذا وقع ضرورة[1]۔

وغیرہ کی وجہ سے مسجد میں بیٹھ کر تعلیم دے تو مکروہ نہیں، اور قاضی امام رحمہ اللہ کے نسخہ اور اقرار العیون میں مسئلہ معلم کو مسئلہ کاتب اور مسئلہ درزی کی طرح ہی قرار دیا گیا ہے کہ اگر وہ رضائے الٰہی کے لئے تعلیم دیتا ہے تو کوئی حرج نہیں اور اگر معاوضہ لیتا ہے تو مکروہ ہے البتہ اس صورت میں جائز جب ضرورت ہو۔ (ت)

درمختار میں ہے:

اذا ضاق فللمصلی ازعاج القاعد ولو مشتغلا بقراءة اودرس[2]۔

جب نمازی کے لئے جگہ تنگ ہو تو بیٹھے ہوئے آدمی کو اٹھا سکتا ہے خواہ وہ تلاوت میں مصروف ہو یا تعلیم دے رہا ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

اقول وکذا اذا لم یضق ولکن من قعودہ قطع للصف[3]۔

میں کہتا ہوں اسی طرح اس کا حکم ہے جس کے بیٹھنے کی وجہ سے صف منقطع ہو رہی ہو اگرچہ تنگی نہ ہو (ت)

درمختار مکروہات وممنوعات مسجد میں ہے:

ورفع صوت بذکر الا للمتفقھة[4]۔

ذکر بلند آواز سے کرنا منع ہے مگر اس شخص کیلئے جو فقہ کی تعلیم دے رہا ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

الا ان یشوش جھرھم علی نائم اومصل اوقاری الخ[5]۔

البتہ اس صورت میں بھی جائز نہیں جب ذکر بالجہر سے کسی سونے والے کی نیند، کسی نمازی کی نماز یا تلاوت کرنے والے کی تلاوت میں خلل کا اندیشہ ہو۔ (ت)

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی	قبیل کتاب الحیض	مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ	۱/ ۲۲۹
[2] درمختار	قبیل باب الوتر والنوافل	مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۹۴
[3] ردالمحتار	" " " "	" مصطفی البابی مصر	۱/ ۴۹۰
[4] درمختار	" " " "	" مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۹۳
[5] ردالمحتار	" " " "	" مصطفی البابی مصر	۱/ ۴۸۸

Marfat.com

مناقب کردری میں ہے:

عن ابن عیینة قال مررت به (ای بالامام رضی اللہ تعالٰی عنہ) وھو مع اصحابہ فی المسجد قد ارتفعت اصواتھم فقلت یا اباحنیفة ھذا المسجد والصوت لایرفع فیه فقال دعھم فانھم لایفقھون الا بہ[1] واللہ تعالٰی اعلم

ابن عیینہ سے ہے کہ میں ان (امام رضی اللہ تعالٰی عنہ) کے پاس سے گزرا، آپ شاگردوں کے ساتھ مسجد میں تھے لیکن ان کی آواز بلند تھی، میں نے کہا: اے ابوحنیفہ! یہ مسجد ہے اس میں آواز بلند نہیں ہونی چاہئے۔ فرمایا: ان کو چھوڑ دو کیونکہ دینی علوم کو اس آواز کے بغیر حاصل نہیں کرسکتے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۷۵: سائل مذکور الصدر

ایک مسجد قدیم چندہ کے روپیہ سے ازسرِ نو تعمیر کی گئی اس کی مغربی دیوار پر عبارتِ ذیل تین پتھر میں کندہ کرکے ہر سہ محراب کے اُوپر چسپاں کی گئی، عبارت یہ ہے:

"یہ جامع مسجد مع دُکانات جنوبی و شرقی و حمام شاہی عہد کے بنے ہوئے ایک عرصہ تک متولیوں کے اہتمام میں رہی، آخری متولی کی بے ایمانیوں سے حمام مسجد سے نکل گیا اور مسجد کی مغربی دیوار پر ایک شخص کا دومنزلہ مکان بن گیا، مغربی دیوار اور گنبد کی دیوار شق ہوگئی، دکاناتِ مسجد کی نسبت متولی مذکور نے اپنی خانگی جائداد ہونے کا دعوٰی کیا، بالآخر متولی بحکم کچہری تولیت سے خارج کردیا گیا اور مسجد دکانات کا انتظام کچہری کی طرف سے کمیٹی کو سپرد ہوا، اس کمیٹی نے حمام کو واپس لے کر جزوِ مسجد قرار دیا اور اُس وقت سے مسجد کی زینت و آبادی میں روز افزوں ترقی ہوتی رہی، مسجد کی مغربی دیوار اور گنبد کی ڈاٹ شق ہوجانے سے مسجد کے گرجانے کا اندیشہ تھا لہذا مسجد کی کل موجودہ عمارت بنیاد سے ازسرِ نو کمیٹی کے زیرِ اہتمام تعمیر کی گئی تعمیر کا کام ۱۳۳۱ھ میں شروع ہوا ۱۳۳۶ھ میں ختم ہوا، تعمیر میں چالیس ہزار روپیہ خرچ ہوا جس میں سے ایک ہزار نوسو دُکانات کے کرایہ سے ملا اور باقی چندہ جمع کیا گیا، ضلع الہ آباد کے علاوہ دیگر اضلاع کے مسلمانوں اور والیانِ ملک نے بھی چندہ عطا فرمایا، دُکاناتِ زیرین مسجد مع حمام وقف ہیں ان کی آمدنی اخراجاتِ مسجد میں صَرف ہُوئی ہے، اللہ تعالٰی اس مسجد کو حوادثِ زمانہ سے محفوظ رکھے اور جملہ مسلمانانِ معاونینِ مسجد کو جزائے خیر عطا فرمائے، ناظرین ارکانِ کمیٹی و سیکریٹری و دیگر کارکنان کے حق میں دعائے مغفرت کریں۔ سیّد امیرالدین احمد عفرلہ المخاطب بہ خان بہادر سیکریٹری

---

[1] المناقب للکردری الامام ابوحنیفہ واصحابہ فاسوا علی السنة مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ۲/ ۷۳

Marfat.com

کمیٹی انتظام جامع مسجد چوک الہ آباد ساکن دائرہ شاہ رفیع الزماں رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ واقع محلہ یحیٰی پور شہر الہ آباد۔"

زید کہتا ہے کہ بچند وجوہ یہ عبارت چسپاں کرانا مغربی دیوار پر درست نہیں ہے، اوّل یہ کہ درمختار میں لکھا ہے کہ مغربی دیوار پر نقش کرنا درست نہیں ہے،

وھو ھذا (ولاباس بنقشہ خلا محرابہ) فانہ یکرہ لانہ یلھی المصلی ویکرہ التکلف بدقائق النقوش ونحوھا خصوصا فی جدار القبلۃ قالہ الحلبی وفی حظر المجتبٰی وقیل یکرہ فی المحراب دون السقف والمؤخر اھ وظاھرہ ان المراد بالمحراب جدار القبلۃ فلیحفظ۔[1]

اور وُہ یہ ہے (مسجد کو محراب کے علاوہ منقش کرنے میں کوئی حرج نہیں) کیونکہ محراب کا منقش کرنا مکروہ ہے وہ نمازی کو مشغول کر دیتا ہے اور باریک نقش و نگار کے لئے تکلف کرنا خصوصاً دیوارِ قبلہ میں مکروہ ہے۔ حلبی نے کہا کہ المجتبٰی کے باب الحظر میں ہے کہ بعض کے نزدیک محراب میں نقش و نگار مکروہ، مگر چھت یا پچھلی دیوار پر مکروہ نہیں۔ اور اس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ محراب سے مراد قبلہ کی دیوار ہے، اسے محفوظ کرلو۔ (ت)

اور یہاں نحوھا کا لفظ بھی ہے کہ جو ہر ایک ایسی چیز کو شامل ہے کہ جس سے دل بٹنے کا اندیشہ ہو۔

دوم یہ کہ اس میں متولی سابق کی خیانت لکھی ہے جن کو اس لقب سے یہاں ہر شخص جانتا ہے وُہ اپنے کردار کو پہنچ بھی چکے اور کچہری نے بھی ان کو تولیت سے علیحدہ کر دیا لیکن وہ جب دنیا سے رحلت فرمائیں گے تو اُن کی بُرائی ہمیشہ کے لئے کندہ رہے گی اور لوگ بُرائی سے اُن کو یاد کریں گے، اور یہ حدیث شریف میں منع ہے۔

سوم یہ کہ ایسے موقع پر کسی کا نام ہونا شہرت اور ریا سے خالی نہیں اور یہ غیر مستحسن ہے، جیسا کہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے:

وعن عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من بنی للہ مسجدا ای معبد افیتناول معبد الکفرۃ فیکون للہ لاخراج ما بنی معبدا لغیر اللہ قالہ ابن الملک والاظھر ان یکون المسجد علی

حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کے لئے مسجد (عبادت گاہ) بنائی، یہ کافروں کے عبادت خانے کو بھی شامل ہے۔ اب "اللہ کی خاطر" سے وہ عبادت گاہ خارج ہو جائے گی جو

---

[1] درمختار باب مایفسد الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۹۳/۱

Marfat.com

یا بہ ویکون ﷲ لاخراج ما بنی للریا والسمعۃ ولذا قیل من کتب اسمہ علی بنائہ دل ذلک منہ علی عدم اخلاصہ قال ابن حجر وھوظاھر مالم یقصد بکتابۃ اسمہ نحو الدعاء والترحم وفیہ ان الدعاء والترحم یحصل مجملا ومبھما فلا یحتاج الی تعیین الاسم[1]۔

غیر اللہ کی خاطر ہو۔ یہ ابن الملک کا قول ہے۔ اور اظہر یہی ہے کہ مسجد کا یہی حکم ہے، اب "اللہ کی خاطر" سے وُہ مسجد نکل جائے گی جو ریا اور دکھاوے کی خاطر ہو، اسی لئے کہا گیا ہے کہ جس نے مسجد پر اپنا نام لکھا تو یہ عدم اخلاص پر دلیل ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں یہی ظاہر ہے جب تک نام لکھنے سے مقصد دعا و رحمت نہ ہو اس پر اعتراض یہ ہے کہ دعا و رحمت مجملًا ہو جاتی ہے لہذا نام کی تعیین کی ضرورت نہیں۔ (ت)

چہارم یہ کہ ایک خاص ایسے شخص کے نام ہونے سے اُس کا اور اُس کے خاندان کا ایک قسم کا استحقاق ثابت ہوتا ہے اور آئندہ یہ مسجد کی آمدنی کے حق میں نہایت مضر ہوگا جیسا کہ تمام اوقاف میں ہو رہا ہے، بہرحال اگر اس میں کوئی اختلاف بھی کرے تو اختلافی بات مسجد میں رہنا اچھا نہیں، احتیاط کا یہی منشا ہے کہ یہ پتھر نہ رہے۔ بکر کہتا ہے کہ یہ پتھر چھپاں کرنا درست ہے بہت مساجد میں ایسے کتبے لگے ہُوئے ہیں اور نماز میں وہاں نظر لے جانے کی ضرورت کیا ہے اور نام کندہ کرانا دُعا کے واسطے ہے اور اس خیال سے کہ کسی منتظم ذمہ دار کے نام ہونے کی ضرورت ہے، بہرحال زید کا قول صحیح ہے یا بکر کا؟ بینوا توجروا

الجواب

اس سوال کا جواب رمضان ۱۳۳۷ھ میں دیا جا چکا ہے اس کی نقل مرسل ہے وہی جواب ہے اس میں دیوارِ قبلہ پر نام کا سوال زائد ہے، بیشک دیوارِ قبلہ میں عام مصلیوں کے موضعِ نظر تک کوئی چیز ایسی نہ چاہئے جس سے دل بٹے اور ہو تو کپڑے سے چھپا دی جائے۔ احمد و ابوداؤد عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

ان النبی صلی ﷲ تعالٰی علیہ وسلم دعاہ بعد دخولہ الکعبۃ فقال انی کنت رأیت قرنی الکبش حین دخلت البیت فنسیت ان اٰمرك ان تخمرھا فخمرھا فانہ لاینبغی ان یکون فی قبلۃ البیت شیئ

رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دخولِ کعبہ کے بعد انھیں بلایا اور فرمایا جب میں بیت اللہ میں داخل ہُوا تو میں نے دُنبے کے دو سینگ دیکھے مجھے تجھ سے یہ کہنا یاد نہ رہا کہ انھیں ڈھانپ دے، پس ڈھانپ دو، کیونکہ قبلہ بیت اللہ میں ایسی کسی

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوۃ باب المساجد ومواضع الصلوۃ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/ ۱۹۳

Marfat.com

شی کا ہونا مناسب نہیں جو نمازی کو مشغول کردے (ت)
یلھی المصلی[1]

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کعبہ معظمہ میں تشریف فرما ہوئے عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کلید بردار کعبہ کو طلب فرماکر ارشاد فرمایا: ہم نے کعبہ میں دُنبے کے سینگ ملاحظہ فرمائے تھے (دُنبہ کہ سیدنا اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فدیہ ہوا اُس کے سینگ کعبہ معظمہ کی دیوار غربی میں لگے ہوئے تھے) ہمیں تم سے یہ فرمانا یاد نہ رہا کہ ان کو ڈھانک دو اب ڈھانکو کہ نمازی کے سامنے کوئی چیز ایسی نہ چاہئے جس سے دل بٹے۔ ہاں اگر اتنی بلندی پر ہو کہ سر اٹھاکر دیکھنے سے نظر آئے تو یہ نمازی کا قصور ہے، اُسے آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا کب جائز ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں:

لینتھین اقوام یرفعون ابصارھم الی السماء فی الصلوٰۃ او لتخطفن ابصارھم[2]۔ رواہ احمد ومسلم والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

وہ جو نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے ہیں یا تو اس سے باز آئیں گے یا ان کی نگاہ اُچک لی جائیگی یعنی واپس نہ آئے گی اندھے ہوجائیں گے۔ اسے امام احمد، مسلم اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

نام کندہ کرانا نیت پر ہے، اگر بہ نیت دُعا ہے بے شُبہہ روا ہے اور مبہم دعا کافی ہونا بالتعیین دعا چاہنے کا نافی نہیں، اور اگر مقصود نام ہے بیشک حرام ہے، مگر مسلمان پر بدگمانی کس نے جائز کی، یہ امر قلب ہے وہ جانے اور اس کا رب۔ پہلی جمادی الاخریٰ ۱۳۳۶ھ میں بھی اس کا جواب جاچکا تھا، یہی حکم تھا، وہ مجمل یہ قدرے مفصل۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۷۶: از شہر دفتر انجمن خادم المسلمین مسئولہ گوہر علی حسینی معتمد انجمن ۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ سقفِ مساجد پر بخیال شوکتِ اسلام اسلامی سیاہ جھنڈا یعنی لوائے اسلام نصب کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

شوکتِ اسلام اطاعتِ اسلام میں ہے، مسجد پر جھنڈا ایک نئی بات ہے، اور کوئی مزاحمت ہو توسُبکی وخفت، اور اس کا اندیشہ نہ ہو تو فی نفسہٖ کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل مروی از امراۃ ام عثمان بن طلحہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۵/ ۳۸۰
[2] صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب النہی عن رفع البصر الی السماء الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۱۸۱

Marfat.com

مسئلہ ۱۱۷۷ از بھیرہ شاہ پور ملک پنجاب دروازہ ملتانی مسئولہ فضل حق صاحب چشتی ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ

بخدمت جناب سلطان العلماء المتبحرین برہان الفضلاء والمتصدرین کنز الہدایۃ والیقین شیخ الاسلام والمسلمین مولینا مفتی العلامہ شاہ احمد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی، السلام علیکم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مولود خوانی مسجد میں جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ مرزائی وغیرہ اعتراض کرتے ہیں کہ مسجد میں راگ منع ہیں اور حتی الامکان منع ہیں، چونکہ مولود بھی راگ ہیں اس لئے یہ قطعاً ناجائز ہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

مجلسِ میلادِ مبارک کہ روایاتِ صحیحہ سے ہو اور اشعار کہ پڑھے جائیں مطابق شرع مطہر ہوں اور الحان سے پڑھنے والے مرد غیر امرد ہوں، مسجد میں بھی جائز ہے کہ مساجد ذکرِ الٰہی کے لئے بنیں اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر بھی ذکرِ الٰہی ہے، حدیث میں ہے رب عزوجل نے کریمہ ورفعنا لك ذكرك کے نزول کے بعد کہ ہم نے بلند کیا تمہارے لئے تمہارا ذکر، جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدمتِ اقدس حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں بھیج کر ارشاد فرمایا: اتدری کیف رفعت لك ذكرك[1] جانتے ہو میں نے تمہارا ذکر تمہارے لئے کیونکر بلند فرمایا؟ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عرض کی: تُو خوب جانتا ہے۔ فرمایا: جعلتك ذكرا من ذكرى فمن ذكرك فقد ذكرنى[2] میں نے تمہیں اپنے ذکر میں سے ایک ذکر بنایا تو جس نے تمہارا ذکر کیا اُس نے میرا ذکر کیا۔ قادیانی مرتدین ہیں اُن کی بات پر کان لگانا جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۷۸ مسجد میں مسائل کا بطور وعظ کے قبل نماز کے کوئی نفل پڑھتا ہو کوئی سنتیں بیان کرنا چاہیے یا نہیں، یا بعد نماز کے؟

الجواب

مسائل قبل نماز خواہ بعد نماز، ایسے وقت بیان کئے جائیں کہ لوگ سننے کے لئے فارغ ہوں، نمازیوں کی نماز میں خلل نہ آئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] کتاب الشفاء الباب الاول فی ثناء اللہ تعالٰی فصل اول مطبوعہ شرکت صحافیۃ ترکی ۱/۱۵
تفسیر دُرِ منثور آیۃ ورفعنا لک ذکرک کے تحت مذکور ہے منشورات مکتبہ آیۃ العظمٰی قم ایران ۶/۳۶۴

[2] کتاب الشفاء الباب الاول فی ثناء اللہ تعالٰی فصل اول مطبوعہ شرکت صحافیہ فی البلاد العثمانیہ ترکی ۱/۱۵

Marfat.com

مسئلہ ۱۱۷۹ از جاورہ مرسلہ مولوی حافظ مصاحب علی صاحب یکم رجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں اگر نماز کے واسطے صفیں باندھ کر منتظرِ جماعت یا خطبہ بیٹھے ہوں اور مشغولِ ذکرِ الٰہی ہوں اس صورت میں کسی حاکم یا مشائخ یا رئیس یا بادشاہ یا خود امام مسجد کے آجانے پر کسی شخص کو یا عام لوگوں کو تعظیم کے لئے کھڑا ہونا یا استقبال کو بڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جبکہ لوگ جماعت یا خطبہ کے انتظار میں نہ ہوں اور ابھی امام خطبہ کے لئے نہیں گیا تو اپنے باپ یا پیر یا استاذِ علمِ دین کے لئے ہر شخص قیام کرسکتا ہے، اور اگر عالمِ دین کا تشریف لانا ہو تو تمام مسجد قیام کرے، ان کی تعظیم بعینہٖ اللہ و رسول کی تعظیم ہے جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، باقی صرف دنیوی عزت یا تو انگری رکھنے والے کے لئے بلاضرورت و مجبوری جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۸۰ غرہ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس مقام پر بہت قبریں ہوں اُس مقام کو پاٹ کر اُس پر مسجد بنائی جائے اُس میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب

سائل مظہر ہے کہ قبرستان عامہ مسلمین کے خاص مواضع قبور پر مٹی ڈال کر چبوترہ بنایا اور اُس پر عمارت قائم کرکے اُسے مسجد ٹھہرایا یہ قطعاً ناجائز و باطل ہے، نہ وہ مسجد مسجد ہوسکتی ہے فان الوقف لا یملک فلا یوقف مرۃ اخری علی جھۃ اخری (کیونکہ وقف کسی کی ملکیت نہیں رہتا لہذا دوبارہ کسی دوسرے پر وقف نہیں کیا جاسکتا۔ ت) نہ اُس میں نماز مباح لان القبر لا یخرج عن القبریۃ باضافۃ تراب علیہ فھی صلوۃ علی القبر ثم ھو تصرف فی الوقف بما لیس لہ و تغییر لہ عما قد کان لہ فلا یجوز (کیونکہ قبر پر مٹی زیادہ ڈالنے سے قبر، قبریت سے خارج نہیں ہوسکتی لہذا یہ نماز قبر پر ہوگی پھر یہ وقف میں ایسا تصرف و تبدیلی ہے جو اس کے لئے جائز نہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۸۱ تا ۱۱۸۴ از میرٹھ علاقہ جودھپور متصل مسجد جامع چوتھ کی گلی مرسلہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب وکیل کچامن ۸ ذی الحجہ یوم چہارشنبہ ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کثر اللہ جماعتہم سوالات مستفسرۂ ذیل کے جوابات میں:

(۱) ہمارے ادھر ایک قوم ہے جس کا پیشہ شراب کشید کرنے کا ہے اور مذہباً مسلمان ہے اس قوم میں کچھ آدمیوں نے دو چار پشت سے شراب کی کشید موقوف کردی ہے اور دوسرے پیشے مثلاً پیشہ بساطی

Marfat.com

اور معماری وغیرہ وغیرہ جن سے اکلِ حلال میسر ہوسکتا ہے اختیار کرلئے ہیں ان لوگوں نے ایک مسجد بنائی ہے اس میں ہم لوگوں کی نماز ہوسکتی ہے یا نہیں ؟

(۲) مذکورۂ بالا قوم کے بعض مسلمان ابھی تک شراب کشید کرتے ہیں مگر وُہ نماز اور روزہ کے پابند ہیں ، یہ لوگ اس مسجد میں نماز پڑھنے آتے ہیں اُسی میں وضو بناتے ہیں مگر مسجد میں جب داخل ہوتے ہیں اس وقت شراب سے بدن کو ملوث نہیں رکھتے بلکہ کپڑوں سے اور بدن کی طہارت سے داخل ہوتے ہیں اس صورت میں ان کو مسجد میں آنے دینا چاہیے یا نہیں اور وضو کرنے دیں یا منع کیا جائے اور جماعت میں شریک کریں یا نہ کریں؟

(۳) وہ مسلمان جنھوں نے شراب کی کشید ترک کردی ہے ان کے یہاں کی دعوت قبول کی جائے یا نہیں اور ان کی بنا کردہ مسجد میں امامت کرنے والے کے حق میں شریعت سے کیا حکم ہے ؟

(۴) قوال یعنی بڑھ مچھے اور طوائف بڑھیا کو مسجد میں آنے دینا چاہیے یا نہیں اور ان کے جنازہ کی نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

وُہ مسجد کہ ان لوگوں نے بعد توبہ مال حلال سے بنائی ہے بیشک مسجد شرعی ہے اور اس میں نماز فقط ہوسکتی ہی نہیں بلکہ اس کے قُرب وجوار والوں اہلِ محلّہ پر اس کا آباد رکھنا واجب ہے ، اس میں اذان واقامت وجماعت و امامت کرنا ضرور ہے ، اگر ایسا نہ کریں گے گنہگار ہوں گے ، اور جو اس میں نماز سے روکے گا وہ ان سخت ظالموں میں داخل ہوگا جن کی نسبت اللہ عزوجل فرماتا ہے :

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللّٰہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا۔[1] اس سے بڑھ کر کون ظالم جو اللہ کی مسجدوں سے روکے اُن میں خدا کا ذکر ہونے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔

اور ان تائبوں کی دعوت بھی قبول کی جائے کہ اب اس کا مال بھی حلال ہے اور توبہ سے گناہ بھی زائل ، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ،

التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔[2] رواہ ابن ماجۃ بسند حسن والبیھقی جس نے گناہ سے توبہ کرلی وہ ایسے ہے جیسے گناہ کیا ہی نہیں۔ اسے ابن ماجہ نے بسندِ حسن ، بیہقی نے سنن

---

[1] القرآن ۲/۱۱۴

[2] سنن ابن ماجہ ابواب الزہد باب ذکر التوبہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۳
السنن الکبرٰی کتاب الشہادات باب شہادت القاذف " دار صادر بیروت ۱۰/۱۵۴

Marfat.com

فی السنن والطبرانی فی الکبیر عن عبد اللہ بن مسعود والحکیم الترمذی عن ابی سعید الخدری والبیہقی فی الشعب والسنن وابن عساکر عن ابن عباس وفی السنن عن عقبۃ الخولانی والاستاذ القشیری فی رسالتہ والدیلمی وابن النجار عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

میں اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، حکیم ترمذی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، بیہقی نے شعب الایمان میں، اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اور سنن میں عقبہ خولانی سے، اور استاد القشیری نے اپنے رسالہ میں، اور دیلمی اور ابن نجار نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور ان میں جو لوگ اب تک اس فسقِ عظیم میں مبتلا ہیں اگرچہ مستحقِ لعنتِ خدا ہیں مگر جبکہ پاک بدن پاک کپڑوں سے مسجد میں آتے ہیں تو انھیں وضو مسجد وجماعت سے نہیں روک سکتے: اگر ان کے آنے سے فتنہ نہ ہو، یونہی قوال کو بھی، اور عورتیں اگرچہ پارسا اور بڑھیا ہوں مسجد سے ممنوع ہیں، خصوصاً زنا پیشہ فاحشات کہ ان کے باب میں وہ رسوم سُنے گئے ہیں جن کا بعد ایمان قائم رہنا سخت دشوار ہے، قوال وغیرہ جو مسلمان مرے کہ زمین میں فساد نہ پھیلاتا ہو چند صور استثنائی مذکور فقہیہ کے سوا سب کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الصلوٰۃ واجبۃ علیکم علی کل مسلم یموت برا کان او فاجرا وان ھو عمل الکبائر[1] رواہ ابوداؤد وابویعلٰی والبیہقی بسند حسن صحیح عن ابی ھریرۃ ومعناہ لابن ماجۃ عن واثلۃ بن الاسقع وللطبرانی فی الکبیر وابی نعیم فی الحلیۃ عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

ہر مسلمان کے جنازہ کی نماز تم پر فرض ہے وہ نیک ہو یا بد، اگرچہ اس نے کبیرہ گناہ کیے ہوں۔ اسے ابوداؤد، ابویعلٰی اور بیہقی نے سند حسن صحیح کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور معناً اسے ابن ماجہ نے حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں اور ابونعیم نے حلیہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے روایت کیا ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۸۵: از بریلی مسئولہ شیخ العزیز بسطامی دوم ذوالقعدہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک مسجد میں جمعہ کی نماز کے واسطے دریاں وغیرہ

---

[1] سنن ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی الغزو مع ائمۃ الجور مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۴۳
السنن الکبرٰی کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ خلف من لایحمد فعلہ " دار صادر بیروت ۳/۱۲۱ و ۸/۱۸۵

Marfat.com

بنوائیں مگر کچھ دنوں وہاں جمع ہو کر رہ گیا اب وُہ چاہتا ہے کہ یہ دریاں کسی دوسری مسجد میں دے دُوں۔ پس یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جب دریاں سپرد کردیں ملکِ مسجد ہوگئیں، جب تک ناقابلِ استعمال نہ ہو جائیں واپس نہیں لے سکتا نہ دوسری مسجد میں دے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

Marfat.com

باب ادراك الفريضة

(نمازِ فرض کو پالینے کا بیان)

مسئلہ ۱۱۸۶: از اوجین علاقہ گوالیار مرسلہ محمد یعقوب علی خاں از مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ یکم ربیع الآخر ۱۳۰۷ھ

چہ می فرمایند علمائے دیندار ومفتیان ورع شعار دریں مسئلہ کہ مردے نیت چہار رکعت نماز سنت خواہ نفل نمودہ یک رکعت نماز باتمام رسانیدہ بادائے رکعت دوم برخاست دراں وقت کسے تکبیر نماز فرض گفت ادا کنندۂ نفل وسنت بر چہار رکعت تمام نماید یا بر دو رکعت اکتفا سازد و دو رکعت باقیہ را نخواند یا نہ؟ بیّنوا توجّروا۔

علماء شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے چار رکعت نماز سنّت یا نفل کی نیت کرکے شروع کی ابھی دوسری رکعت کی طرف اٹھا تھا کہ نماز فرض کی جماعت کے لئے تکبیر ہوگئی نفل وسنت ادا کرنے والا چار رکعت پُوری کرے یا دو پر اکتفاء کرے، باقی دو رکعات ادا کرے یا نہ؟ بینوا توجروا

الجواب

مصلی نفل از آغاز ثنا تا انجام تشہد در ہرچہ کہ باشد چوں ہنوز در شفع اول ست و بہر شفع دوم یعنی رکعت ثالثہ قیام نکردہ کہ جماعت فرض قائم شد لاجرم برہمیں دو رکعات پیشیں اکتفا نماید و بجماعت درآید

نفل ادا کرنے والا نمازی ثنا سے تشہد کے آخر تک جو پہلی دو رکعت میں ہے ابھی تیسری رکعت کی طرف اس نے قیام نہیں کیا تھا کہ جماعتِ فرض کھڑی ہوگئی تو ایسے شخص پر لازم ہے کہ وُہ انھیں دو رکعات پر اکتفا کرے

Marfat.com

فی الدر المختار الشارع فی نفل لا یقطعہ مطلقا و یتمہ رکعتین [1]

و دو رکعت کہ باقی ماند قضائے آنہا بر ذمہ اش نیست زیرا کہ ہر شفع نفل نماز جداگانہ است تا در شفع دوم آغاز نکرد واجب نشد و چوں واجب نشد قضا نیامد۔

فی الدر المختار لا قضاء لو نوی اربعا و قعد قدر التشہد ثم نقض [2]

و ہمیں ست حکم سنن غیر راتبہ مانند چار رکعت قبلیہ عصر و عشا کہ آنہم نافلہ بیش نیست اما سنن راتبہ رباعیہ کہ قبلیہ ظہر و جمعہ است و ہمچو سائر رواتب حکمہا دارد فائق بر احکام نفل مطلق ایں جا علماء را معرکے عظیم ست بسیاری آنہا را نیز در حکم مذکور ہمرنگ نوافل داشتہ اند پس اگر جماعتِ ظہر قائم شد یا امام بخطبہ جمعہ رفت ہر کہ در شفع اول سنت است ہمیں بر دو رکعت سلام دہد این ست روایت نوادر از امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کما فی الہدایۃ و از امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نیز کما فی فتح القدیر و بہمیں قول رجوع فرمود امام شیخ الاسلام علی سغدی کما فیہ ایضا و قاضی نسفی نیز کما فی الشامی عن الوجیز و فی غنیۃ الحلبی من الاوقات المکروھۃ عن قاضی خان

اور جماعت میں شریک ہو جائے۔

در مختار میں ہے نوافل میں شروع ہونے والا انھیں مطلقاً قطع نہیں کر سکتا بلکہ دو رکعات پُوری کرے۔

اور جو دو رکعات باقی تھیں ان کی قضا اس کے ذمہ نہیں کیونکہ نوافل کی ہر دو رکعت الگ نماز ہے، جب تک دُوسرے شفع کا آغاز نہیں کیا جاتا وہ لازم نہیں ہوگا اور جب وُہ واجب ہی نہیں ہوا تو اسکی قضا کیسے لازم ہوگی!

در مختار میں ہے قضا لازم نہیں اگرچہ نمازی نے چار کی نیت کی تھی اور اس نے مقدارِ تشہد بیٹھ کر نماز توڑ دی۔

اور غیر مؤکدہ سُنن کا حکم بھی یہی ہے مثلاً عصر اور عشا کی پہلی سنتیں، ان کا درجہ بھی نوافل کا ہے لیکن وہ چار سنن مؤکدہ جو مثلاً ظہر اور جمعہ سے پہلے ہیں تو ان کا حکم نوافل سے فائق ہوتا ہے، اس جگہ علما کا بہت زیادہ اختلاف ہے اکثر نے ان سنن مؤکدہ کو نوافل کا درجہ دیا ہے، اب اگر جماعتِ ظہر کھڑی ہوگئی یا امام نے خطبہ شروع کر دیا تو جو شخص سنن کی پہلی دو رکعات میں ہے وہ دو رکعت پر سلام کہہ دے، یہ روایت نوادرِ امام ابو یوسف سے ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے، اور امام اعظم سے بھی مروی ہے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے اور اسی قول کی طرف امام شیخ الاسلام علی سغدی نے رجوع کیا جیسا کہ فتح القدیر میں ہے اور قاضی نسفی نے بھی یہی کہا ہے جیسا کہ شامی میں وجیز سے اور حلبی کی غنیہ کے اوقات مکروہہ

---

[1] در مختار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۹

[2] در مختار باب الوتر والنوافل " " " ۱/۹۷

Marfat.com

وامام بقالی را نیز ہمیں سو میل ست کما قالہ الکمال
وشمس الائمہ سرخسی راہم کما ذکر ایضا وتبعہ فی
الغنیۃ وفی مراقی الفلاح واقرہ فی
رد المحتار، وللعبد الضعیف فیہ وقفۃ
واللہ تعالیٰ اعلم وظاہر ہدایہ اختیار اوست کما
فی الشامی وظاہر کافی شرح وافی للامام النسفی نیز
کما رأیتہ فیہ وبرہمیں جزم کردہ است علامہ طرابلسی
دربرہان ومواہب الرحمٰن ومولیٰ خسرو در درر وعلامہ
کرکی در فیض وظاہر اعلامہ علی مقدسی را نیز ہمیں
سو میلان ست کما فی رد المحتار وعلامہ ابراہیم حلبی
درمتن ملتقی ہمبریں اعتماد کرد وقول دیگر را بلفظ قیل
آورد ودر خانیہ اول الصلوٰۃ فصل معرفۃ الاوقات
فرمود بہ اخذ المشائخ ودر فتح انہ اوجہ
تلمیذ محقق علامہ محمد حلبی در حلیہ پس از نقلش فرماید
ھو کما قال در نور الایضاح علامہ شرنبلالی ونیز
در ادراک الفریضہ از حاشیہ او بر درر الحکام است
ھو الاوجہ خاتمۃ المحققین علامہ شامی نیز ہمیں را
تایید وتشیید کرد بریں قول ایں دو رکعت کہ گزاردہ
است نفل محض گردد ودو باقی را قضا نیست علی
ماھو ظاھر الروایۃ وارجح التصحیحین
کما حققہ فی رد المحتار باز بعد از فرض
بلکہ علی اولی الترجیحین عندی کما حققتہ
علی ھامش حاشیۃ الشامی پس از سنت بعدیہ
ایں سنن قبلیہ را ادا کند تا ہم سنت ادا شود وہم
فضل جماعت واستماع خطبہ از دست نرود

میں قاضی خاں سے ہے، اور امام بقالی نے بھی اسی
طرف میلان کیا ہے جیسا کہ شیخ کمال نے فرمایا، اور
شمس الائمہ سرخسی نے بھی یہی فرمایا جیسا کہ یہ بھی مذکور ہے
اور اسی کی اتباع غنیہ اور مراقی الفلاح میں ہے،
اور رد المحتار میں اس کو ثابت رکھا ہے، لیکن اس
عبد ضعیف کو اس میں توقف ہے، ظاہراً ہدایہ
نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے جیسا کہ شامی میں ہے، اور
کافی شرح وافی للامام نسفی سے بھی یہی ظاہر ہے جیسا
کہ میں نے اسے دیکھا ہے، اور اسی پر علامہ طرابلسی نے
برہان اور مواہب الرحمٰن میں جزم کیا، ملا خسرو نے درر،
علامہ کرکی نے فیض اور علامہ علی مقدسی نے بھی ظاہراً
اسی کی طرف میلان کیا ہے جیسا کہ رد المحتار میں ہے۔
علامہ ابراہیم حلبی نے ملتقی کے متن میں اسی پر اعتماد کیا ہے
اور دوسرے قول کو لفظ "قیل" کے ساتھ بیان کیا،
خانیہ نے باب الصلوٰۃ کی فصل فی معرفۃ الاوقات میں
فرمایا کہ مشائخ نے اسی پر عمل کیا ہے۔ فتح میں ہے کہ
یہی مختار ہے، تلمیذ محقق علامہ محمد حلبی نے حلیہ میں اسے
نقل کر کے کہا وہ اسی طرح ہے جو انھوں نے فرمایا ہے،
نور الایضاح میں علامہ شرنبلالی اور اس کے ادراک الفریضہ
کے حاشیہ میں درر الحکام سے ہے کہ یہی مختار ہے،
خاتمۃ المحققین علامہ شامی نے بھی اسی قول کی تائید
کی ہے، اس قول پر یہ جو رکعات ادا کی گئی ہیں محض
نفل ہیں اور باقی دونوں کی قضا نہیں جیسا کہ ظاہر الروایت
سے واضح ہے اور دونوں اقوال کی تصحیح میں یہی راجح
ہے جیسا کہ رد المحتار میں اس کی تفصیل ہے، پھر فرض کے بعد

Marfat.com

في نور الايضاح وشرحه مراقي الفلاح للعلامة الشرنبلالي ان كان في سنة الجمعة فخرج الخطيب او في سنة الظهر فاقيمت الجماعة سلم على رأس ركعتين، و هو الاوجه لجمعه بين المصلحتين، ثم قضى السنة اربعا بعد الفرض مع ما بعده فلا يفوت الاستماع والاداء على وجه اكمل اهـ ملخصا۔

بلکہ میرے نزدیک دونوں ترجیحات میں سے پہلی ہے جیسا کہ میں نے شامی کے حاشیہ میں تحقیق کی ہے ان میں پہلی سنتوں کو بعد کی سنتوں کے بعد ادا کر لے تاکہ سنت ادا ہوجائے اور فضیلتِ جماعت اور خطبہ کی سماعت کا ثواب بھی ہاتھ سے نہیں جائیگا' نورالایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں ہے اگر نمازی جمعہ کی سنتیں ادا کر رہا ہے اور خطیب آگیا یا ظہر کی سنتیں ادا کر رہا ہے تو تکبیر جماعت کہی گئی تو دو رکعات پر سلام پھیر دے کیونکہ دونوں مصلحتوں کو جمع کرلینا ہی مختار ہے، پھر فرائض کے بعد ان پہلی چار سنتوں کو قضا کر لے تو ثواب خطبہ کا سُننا (جو فرض تھا) فوت نہ ہُوا اور ادائیگی بھی وجہ کامل پر ہوگی اھ تلخیصاً

قولِ دیگر آنکہ مصلی ایں دو سنت ہر چہار رکعت اتمام کند اگرچہ ہنوز تحریمہ بستہ است کہ جماعتِ ظہر یا خطبۂ جمعہ آغاز نہادند زیرا کہ ایں ہمہ رکعات ہمچو نماز واحد ست لہذا در قعدۂ اولیٰ درود نخواند نہ در شروع ثالثہ ثنا و تعوذ آرد و چوں در شفع اولیں خبر بیع شنود و بشفع دوم انتقال نمود شفعہ ساقط نشود و ہمچناں زن مخیرہ را اختیار از دست نرود و کذلک تا از ہر چہار فراغ نیابد خلوت بازن صحیح نشود و کمال مہر لازم نیاید کل ذلک فی تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق للامام العلامۃ الزیلعی، عامہ مشائخ بترجیح و تصحیح ایں قول تصریح نمودہ اند، امام ولوالجی[1] و صاحب ملتقی

دوسرا قول یہ ہے کہ ان دونوں سنتوں (قبل از ظہر و جمعہ) کی چار چار رکعات پوری کرلے اگرچہ خطبہ جمعہ یا ظہر کی جماعت کھڑی ہوجائے کیونکہ یہ تمام نماز واحد کی طرح ہیں یہی وجہ ہے کہ پہلے قعدہ میں درود اور تیسری رکعت میں ثنا اور تعوذ نہیں پڑھا جاتا، جب کسی نے پہلی دو رکعات میں خرید و فروخت کی خبر سنی اور وہ دوسری دو رکعات میں شروع ہوگیا تو اس سے حقِ شفعہ ساقط نہیں ہوجاتا۔ اسی طرح صاحبِ اختیار عورت کا اختیار بھی ساقط نہیں ہوتا ——

اسی طرح جب تک وہ چار رکعات سے فارغ نہیں ہوجاتا عورت کے ساتھ خلوت صحیحہ نہیں پائی جائیگی،

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب ادراک الفریضۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۴۵

Marfat.com

وصاحب[۳] محیط وعلامہ[۴] شمنی فرمودند الصحیح انہ یتمہا اربعا[۱] کما فی البحر من ادراک الفریضۃ خود علامہ[۵] زین در بحر بعد نقلش فرمود الظاہر ما صحح المشائخ لانہ لاشک ان فی التسلیم علی رأس الرکعتین ابطال وصف السنیۃ لا لاکمالہا وتقدم انہ لایجوز[۱] الخ برادرش[۶] علامہ عمر بن نجیم در نہر اورا مقرر داشت کما فی رد المحتار در فتاوی[۷] صغری فرمود علیہ الفتوی علامہ[۸] شرنبلالی در جمعہ غنیہ ذوی الاحکام فرماید قولہ وان کانت سنۃ الجمعۃ یسلم علی راس الرکعتین، اقول الصحیح خلافہ وھو انہ یتم سنۃ الجمعۃ اربعا وعلیہ الفتوی کما فی الصغری، و ھو الصحیح کما فی البحر عن الولوالجیۃ والمبتغی لانہا بمنزلۃ صلوۃ واحدۃ واجبۃ اھ[۳] امام[۹] ظہیر الدین مرغینانی در ظہیریہ فرمود ھو الصحیح[۴] کما فی القہستانی[۱۰] والغنیۃ شرح المنیۃ من الاوقات المکروھۃ و محیط[۱۱] در سراج وہاج ست[۵] کما فی الہندیۃ[۱۲] امام[۱۳] سرخسی فرماید ھو

مرکامل لازم نہ ہوگا۔ یہ تمام گفتگو امام علامہ زیلعی کی تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں ہے۔ عام مشائخ نے اسی قول کو ترجیح اور اسی کی تصحیح پر تصریح کی ہے۔ امام[۱] ولوالجی، صاحب[۲] ملتقی، صاحب[۳] محیط اور علامہ[۴] شمنی فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ نمازی چار رکعات پوری کرے، جیسا کہ بحر کے ادراک الفریضہ میں ہے، خود علامہ[۵] زین بحر میں اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں ظاہر یہی ہے جس کی تصحیح مشائخ نے فرمائی ہے کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ دو رکعات کے بعد سلام وصفِ سنیت کے ابطال کے لئے ہے نہ کہ ان کے اکمال کے لئے، اور پیچھے گزر چکا ہے کہ یہ جائز نہیں الخ، ان کے بھائی[۶] علامہ عمر بن نجیم نے نہر میں اسی کو ثابت رکھا ہے جیسا کہ رد المحتار میں ہے، فتاوی صغری میں فرمایا "فتوی اسی پر ہے۔" علامہ شرنبلالی نے غنیہ ذوی الاحکام کے جمعہ میں فرمایا ماتن کا قول (اگر نمازِ جمعہ کی سنتیں ادا کر رہا ہے تو دو رکعتوں پر سلام پھیر لے) میں کہتا ہوں کہ صحیح اس کے خلاف ہے اور وہ یہ ہے کہ جمعہ کی چار رکعتیں ادا کرے اسی پر فتوی ہے جیسا کہ صغری میں ہے اور یہی صحیح ہے

---

۱ بحر الرائق | باب ادراک الفریضہ | مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۲/ ۷۱
۲ " " " " " " " " " "
۳ غنیۃ ذوی الاحکام علی الدرر الحکام | باب الجمعہ | " مطبوعہ احمد کامل دار سعادت بیروت | ۱/ ۱۴۱
۴ غنیۃ المستملی بحوالہ المرغینانی | الشرط الخامس ہو الوقت | مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور | ص ۲۴۲
۵ فتاوی ہندیہ بحوالہ السراج الوہاج | الباب العاشر فی ادراک الفریضہ | مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور | ۱/ ۱۲۰

Marfat.com

الاصح[1] کما فیھا ایضا علامہ غزی[14] در متن تنویر الابصار فرمود علی الراجح علامہ[15] دمشقی در درمختار تقریرش کرد وگفت خلافا لما رجحہ الکمال[2] ودر جمعۃ تبعا للبحر فرمود یتم فی الاصح[3] در مجمع[16] الانہر گفت صححہ اکثر المشائخ[4] ہم در آنست الصحیح انہ یتم[5] تا آنکہ محرر مذہب حضرت امام[17] محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ در مبسوط کہ از کتب ظاھر الروایۃ ست باین معنی ایما فرمود ناھیك بہ حجۃ وقدوۃ محقق علی الاطلاق در فتح فرماید الیہ اشار فی الاصل[6]

جیسے بحر میں ولوالجیہ اور المبتغی سے ہے کیونکہ یہ بمنزل ایک نماز واجبہ کے ہے اھ امام ظہیر الدین مرغینانی ظہیریہ میں فرماتے ہیں یہی صحیح ہے جیسا کہ قہستانی اور غنیہ شرح منیہ کے اوقات مکروہہ میں ہے اسی طرح سراج وہاج میں ہے جیسے فتاوٰی ہندیہ میں ہے، امام سرخسی فرماتے ہیں کہ یہی اصح ہے اور اسی میں یہ بھی ہے علامہ غزی نے متن تنویر الابصار میں فرمایا کہ راجح یہی ہے، علامہ دمشقی نے درمختار میں اس پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا یہ مخالف ہے اس بات کے جس کو کمال نے ترجیح دی اور باب جمعہ میں بحر کی اتباع میں فرمایا اصح قول یہی ہے مجمع الانہر میں فرمایا اکثر مشائخ نے اسی کو صحیح کہا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ صحیح یہی ہے کہ نمازی چار رکعات ادا کرے، حتی کہ محرر مذہب حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے مبسوط جو کتب ظاہر الروایہ میں سے ہے میں اسی کی طرف اشارہ کیا اور یہی حجت کافی ہے قدوۃ محقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا اسی کی طرف (امام محمد نے) اصل میں اشارہ فرمایا ہے۔

۱؎ فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ المحیط السرخسی الباب العاشر فی ادراک الفریضۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۲۰
۲؎ درمختار باب ادراک الفریضۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۹
۳؎ " باب الجمعۃ " " " " ۱/۱۱۳
۴؎ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب ادراک الفریضۃ " داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۴۱
۵؎ " " " " " " " " " "
۶؎ فتح القدیر باب ادراک الفریضۃ " نوریہ رضویہ سکھر ۱/۴۱۱

Marfat.com

اقول دیدی کہ ہرجانب قوتے ست بس علیہ و رفعتے شامخۃ جلیلہ اما دلیل قول اول کہ امام ابن الہمام قدس سرہ ذکر فرمود گو بدل چسپندہ تر باش لکن عامہ تصحیحات صریحہ ایں طرف ہجوم آوردہ ولفظ ھو الصحیح کہ از جمہور ائمہ طراز دامن قول دوم شد بر لفظ ھوا وجہ کہ از امام محقق علی الاطلاق نصیبہ قول اول ست گراں سنگیہا دارد ہم از روئے مادہ وہم از راہ ہیئت وہم از جہت زوائد کما لا یخفی علی الفقیہ النبیہ العارف باسالیب الکلام۔ آں طرف اگر بہ اخذ المشائخ ست کہ بظاہر مراد بالیشاں مشائخ خود امام قاضی خاں ست ایں طرف صححہ اکثر المشائخ ست ونیز آنکہ از عامہ الفاظ اکدست واقوی اعنی لفظ علیہ الفتوی باز آں طرف اگر از حضرات شیخین مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہما روایت نوادر ست ایں جانب اشارہ اصل واشارۃ اصل نہ چیزے ست سہل علماء پیداگفتہ اند کہ مفہوم متون بر منطوق فتاوٰی تقدم دارد علامہ سیدی احمد حموی در غمز العیون نگارد غیر خاف ان مافی المتون والشروح ولوکان بطریق المفہوم مقدم علی مافی الفتاوی وان لم یکن فی عبارتہا اضطراب[1] و پیداست کہ نسبت نوادر بہ اصول ہچو نسبت فتاوی ست بمتون وبالآخر مسئلہ از آں قبیل ست کہ انسان ہر دو قول

اقول (میں کہتا ہوں) آپ نے دیکھ لیا کہ ہر طرف قوت ہے، تونہایت بلند اور جلیل رفعت دونوں میں ہے پس قول اول پر جو دلیل امام ابن ہمام قدس سرہ نے ذکر کی ہے وہ اگرچہ دل کو پسند ہے لیکن عام تصحیحات صریحہ کا ہجوم اس طرف زیادہ ہے کہ جہاں لفظ "ھو الصحیح" ہے جو کہ جمہور ائمہ کا خاص انداز جس کو دوسرے قول نے اپنے دامن میں لے رکھا ہے اور لفظ "ھو اوجہ" جو کہ محقق علی الاطلاق کی طرف سے قولِ اول کے لئے مزید وزنی ہے ہیئت، مادہ اور زائدامور، ہر لحاظ سے، جیسا کہ کلام کے اسلوب سے واقف فقیہ اور ماہر پر مخفی نہیں، اس طرف اگر مشائخ کی پسند ہے جو کہ بظاہر خود امام قاضی خاں سے مراد ہے تو دوسری طرف بھی "صححہ اکثر المشائخ" اور "صححہ المشائخ" کے الفاظ ہیں نیز وہاں "علیہ الفتوی" کے الفاظ بھی ہیں جو کہ عام الفاظ کی نسبت زیادہ تاکید اور قوت پر دال ہیں، پھر اگر وہاں (پہلے قول) کی طرف نوادر روایت کے مطابق شیخین (امام اعظم وامام ابو یوسف) رضی اللہ تعالٰی عنہما کا مذہب مذکور ہے تو یہاں (دوسرے قول) کے لئے اصل (مبسوط امام محمد) کا اشارہ موجود ہے جبکہ اصل کا اشارہ کوئی معمولی بات نہیں ہے مشہور علماء کا قول ہے کہ "متون" کا مفہوم بھی فتاوی کے "منطوق" (ظاہر عبارت) پر مقدم ہے۔ علامہ سیدی احمد حموی نے غمز العیون میں لکھا ہے کہ مخفی نہیں کہ

---

[1] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر کتاب الحجر والماذون مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۹

Marfat.com

بر ہرچہ خواہد عمل نماید ہیچ جائے ملامت نیست ومن فقیر بقول اخیر خود را مائل ترمی بینم بوجوہے کہ شنیدی ومی شنوی۔ **فاقول** بر دلیل قول اول می تواں گفت کہ سنت چوں از وقت خود برگشت نقصان پذیرفت وسنت بروجہ سنت ادا نشد وسنن مکملات فرائض ست وشک نیست کہ تکمیل کامل اکمل از تکمیل ناقص ست پس نقصان سنن بنقصان فرائض منجر شود پس در تسلیم بر رکعتین ہم ابطال وصف سنیت ست بے آنکہ بروجہ سنت انجبار یابد وہم انعدام تکمیل فرض ست علی الوجہ الاکمل بخلاف اتمام کہ سنت از نقصان محفوظ مطلق ماند ودر فرض اگر جہتے از اکملیت فوت شود جہتے دیگر بدست آید ھذا ما ورد علی قلبی والعلم بالحق عند ربی ان ربی بکل شیئ علیم۔

متون اور شروح میں جو بات بطور مفہوم ہے وہ فتاوٰی کے واضح اقوال پر مقدم ہے، حاصل یہ کہ نوادر کا مقابلہ اصول سے ایسے ہے جیسا کہ فتاوٰی کا متون سے ہے یعنی اصول کے اشارہ کو نوادر کی تصریحات پر ترجیح ہے غرضیکہ یہ مسئلہ اس قبیل سے ہے کہ اس کے دونوں اقوال میں سے جس پر انسان چاہے عمل کرے تو کوئی اعتراض نہیں ہے، اور میں خود دوسرے قول کی طرف اپنے آپ کو مائل پاتا ہوں اس کے وجوہ کچھ تو آپ نے سُن لئے اور کچھ کو سُنیں گے **فاقول** پہلے قول کی دلیل پر کہا جاسکتا ہے کہ جب سنّت اپنے وقت سے مؤخر ہوجائے تو وہ ناقص ہوجاتی ہے اور یہ سنت بطریقہ سنّت ادا نہ ہوگی جبکہ سنّتیں فرائض کو کامل بناتی ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ کامل چیز کا مکمل کرنا زیادہ کامل ہوتا ہے ناقص چیز کی تکمیل کے مقابلہ میں، تو یوں سنت کا نقصان فرض کے نقصان کا باعث ہوتا ہے، تو جب دو رکعتوں پر سلام سنّت کے وصف میں نقصان ہے جو کہ پُورا نہیں ہوتا، تو اس سے فرض کی تکمیل میں عدم لازم آئے گا کہ فرض اکمل نہ ہوسکے گا برخلاف اس بات کے کہ جب سنت کو تام کیا جائے تو وُہ نقصان سے مطلقاً محفوظ رہے گی تو اس سے اگرچہ فرض کے اکمل ہونے میں فرق آیا مگر دوسری وجہ (سنّتوں کی تکمیل) سے متبادل کمال حاصل ہوجائے گا۔ یہ ہے جو میرے دل میں ڈالا گیا اور حقیقی علم میرے رب کو ہے، میرا رب ہر چیز کا عالم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۱۸۷ از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب ۲۲ شعبان ۱۳۱۱ھ

اس مسئلہ میں کیا حکم ہے کہ بکر وضو نمازِ فجر کا کرکے ایسے وقت میں آیا کہ امام قعدۂ اخیرہ میں ہے، جو سنت پڑھتا ہے تو جماعت جاتی ہے اور جماعت میں ملتا ہے تو سنتیں فوت ہوتی ہیں، اس صورت میں سنتیں پڑھے یا قعدہ میں مل جائے۔ بینوا توجروا

الجواب

اس صورت میں بالاتفاق جماعت میں شریک ہوجائے کہ جماعت میں ملنا سنتیں پڑھنے سے اہم و

Marfat.com

آگے ہے، جب یہ جانے کہ سنتیں پڑھوں گا تو جماعت ہو چکے گی بالاتفاق جماعت میں مل جانے کا حکم ہے اگرچہ ابھی امام رکعت ثانیہ کے شروع میں ہو، قعدہ تو ختم نماز ہے اس میں کیونکر امید ہو سکتی ہے کہ امام کے سلام سے پہلے یہ سنتیں پڑھ کر جماعت میں مل سکے گا،

فی الدر المختار اذا خاف فوت رکعتی الفجر لاشتغاله بسنتها ترکها لکون الجماعة اکمل[1] الخ واللہ تعالٰی اعلم

درمختار میں ہے جب کسی کو یہ خطرہ ہو کہ اگر فجر کی سنتیں ادا کیں تو جماعت فوت ہو جائے گی تو وہ سنتیں ترک کر دے کیونکہ جماعت اکمل ہے الخ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۸۸: ۱۵ رمضان المبارک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص فرض تنہا پڑھ چکا تھا اب مسجد میں جماعت قائم ہوئی اور یہ اس وقت مسجد میں موجود ہے تو اب اسے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

ظہر وعشا میں ضرور شریک ہو جائے کہ اگر تکبیر سن کر باہر چلا گیا یا وہیں بیٹھا رہا تو دونوں صورت میں مبتلائے کراہت وتہمت ترک جماعت ہوا اور فجر وعصر ومغرب میں شریک نہ ہو کہ قول جمہور پر تین رکعت نفل نہیں ہوتے اور چوتھی ملائے گا تو بسبب مخالفت امام کراہت لازم آئے گی اور فجر وعصر کے بعد تو نوافل مکروہ ہی ہیں اور ویسے بیٹھا رہے گا تو کراہت اور اشد ہوگی لہذا ان نمازوں میں ضرور ہوا کہ باہر چلا جائے۔

قال العلامة الشرنبلالی رحمة اللہ علیه فی نور الایضاح وشرحه مراقی الفلاح ان خرج بعد صلوته منفردا لایکره لانه قد اجاب داعی اللہ مرة فلا تجب علیه ثانیا الا انه یکره خروجه اذا اقیمت الجماعة قبل خروجه فی الظهر وفی العشاء، لانه یجوز النفل فیهما مع الامام یتهم بمخالفة الجماعة کالخوارج والشیعة وقد قال

علامہ شرنبلالی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں فرمایا جب تنہا نماز ادا کر کے کوئی مسجد سے باہر نکلا تو کراہت نہیں کیونکہ اس نے ایک دفعہ اللہ تعالٰی کی طرف بلانے والے کی آواز پر لبیک کہا ہے لہذا دوبارہ اس پر واجب نہیں البتہ اس صورت میں کراہت ہوگی جب اس کے نکلنے سے پہلے ظہر اور عشا کی جماعت کے لئے تکبیر کہہ دی گئی کیونکہ ان میں امام کے ساتھ نوافل ادا کر سکتا ہے تاکہ

---

[1] درمختار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۹

Marfat.com

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من کان یومن باللہ والیوم الاخر فلا یقفن مواقف التھم، فیقتدی فیھما ای الظھر والعشاء متنفلا لدفع التھمۃ عنہ، ویکرہ جلوسہ من غیر اقتداء لمخالفۃ الجماعۃ بخلاف الصبح والعصر والمغرب لکراھۃ النفل، والمخالفۃ فی المغرب[1] الٰی آخرہ قال العلامۃ الطحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فی حاشیۃ المراقی قولہ لکراھۃ النفل ای بعد الصبح والعصر وفی النھر ینبغی ان یجب خروجہ لان کراھۃ مکثہ بلا صلٰوۃ اشد[2] واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ سبحنہ اتم واحکم۔

جماعت کی مخالفت کی تہمت اس پر نہ لگے مثلاً خوارج اور شیعہ وغیرہ اسے نہ کہا جائے۔ رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالٰی اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ تہمت کے مقامات پر نہ کھڑا ہو، لہذا وہ شخص ظہر و عشا میں نفل کی نیت سے اقتدا کرے تاکہ اس پر تہمت نہ لگے، اور اقتداء نہ کرتے ہوئے بیٹھنا مکروہ ہے کیونکہ جماعت کی مخالفت ہے بخلاف صبح، عصر اور مغرب کے، کیونکہ یہاں نفل مکروہ ہیں، اور مغرب میں (امام) کی مخالفت لازم آئے گی الخ علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے حاشیہ المراقی میں کہا ماتن کا قول نفل مکروہ ہونے کی وجہ سے، یعنی صبح اور عصر کے بعد، نہر میں ہے کہ ان اوقات میں مسجد سے چلے جانا واجب ہے کیونکہ بغیر نماز کے وہاں ٹھہرنا یہ زیادہ ناپسند ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ سبحنہ اتم واحکم (ت)

مسئلہ ۱۱۸۹ از ریاست جاورہ مکان عبدالمجید خاں صاحب سررشتہ دار ۱۳۲۵ھ

فجر کی سنت وقت قائم ہوجانے جماعت کے کب تک ادا ہوجانا چاہئے اور جو رہ جاتی ہیں تو کیا بعد فرضوں کے بھی ادا کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

اگر جانے کہ سنتیں پڑھ کر جماعت میں شریک ہوجاؤں گا تو سنتیں پڑھ لے اگرچہ التحیات ہی ملتی سمجھے ورنہ فرضوں میں شریک ہوجائے، اور اول سنتوں کو قضا کرنا چاہے تو بعد بلندیٔ آفتاب کرے فرضوں کے بعد طلوع سے پہلے جائز نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب ادراک الفریضہ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۴۹

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح " " " " " " " " "

Marfat.com

مسئلہ ۱۱۹۰ از چمن سرائے سنبھل مرسلہ احمد خاں صاحب ۸ جمادی الاول ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نزدیک علمائے حنفیہ اہلسنت وجماعت کے صبح کی سنت اگر فرض جماعت سے ہوتے ہوں تو پڑھے یا نہیں؟ بعض یہ کہتے ہیں کہ اگر فرض نماز کی دوسری رکعت کا رکوع بھی مل جانے کا یقین ہو تو سنتیں پڑھ لے ورنہ سورج نکلنے پر ادا کرے، بعض کا قول ہے قاعدہ اخیرہ کی شرکت بھی کافی ہے سنت کو پہلے پڑھے، بعض کہتے ہیں کہ جس وقت تکبیرِ اولٰی فرضوں کی ہو ترک سنت کرے فرضوں میں فوراً شریک ہوجائے اور پھر نمازِ سنت نہ بعد سلام پڑھے وقت ہونے پر نہ بعد طلوعِ آفتاب۔

الجواب

تیسرے شخص کا قول محض باطل ہے اور پہلے دو قول صحیح ہیں اور ان میں دوسرا اصح ہے اگر تشہد تک بھی جماعت میں ملنا دیکھے تو صبح کی سنتیں صف سے دور ادا کرکے شامل ہوجائے، اور جو یہ سمجھتا ہے کہ سنتیں پڑھنے میں جماعت بالکل فوت ہوجائے گی تو اس وقت نہ پڑھے اور جماعت میں شریک ہوجائے پھر بعد فرض نہیں پڑھ سکتا جب تک آفتاب بلند نہ ہو اگر پڑھے گا گنہگار ہوگا' ہاں بعد بلندی پڑھے تو مستحب ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

Marfat.com

باب قضاء الفوائت

(فوت شدہ نمازوں کی قضاء کا بیان)

مسئلہ ۱۱۹۱ ۲۸ محرم ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے فوتِ جماعت کے خوف سے سنتیں فجر کی ترک کیں اور جماعت میں شامل ہوگیا اب وہ ان سنتوں کو فرضوں کے بعد سورج نکلنے سے پیشتر پڑھے یا بعد، بینوا توجروا

الجواب

جبکہ فرض فجر پڑھ چکا تو سنتیں سورج بلند ہونے سے پہلے ہرگز نہ پڑھے، ہمارے سب ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اس پر اجماع ہے بلکہ پڑھے تو سورج بلند ہونے کے بعد دوپہر سے پہلے پڑھ لے، نہ اس کے بعد پڑھے نہ اُس سے پہلے۔ ردالمحتار میں ہے:

اذا فاتت وحدھا فلا تقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع لکراھۃ النفل بعد الصبح واما بعد طلوع الشمس فکذلك عندھما، وقال محمد احب الی ان یقضیھا الی الزوال کما فی الدرر[1]

جب فجر کی سنتیں تنہا فوت ہوجائیں تو بالاتفاق طلوعِ آفتاب سے پہلے ادا نہ کی جائیں کیونکہ نمازِ فجر کے بعد نوافل مکروہ ہیں، رہا معاملہ طلوعِ فجر کے بعد کا، تو شیخین کے نزدیک قضا نہیں، اور امام محمد نے فرمایا کہ زوال تک سنتیں قضا کرلینا میرے نزدیک پسندیدہ ہیں جیسا کہ درر میں ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب ادراک الفریضۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۳۰

Marfat.com

اور یہ خیال کہ اس میں قصداً وقت قضا کردینا ہے ناواقفی سے ناشئ، یہ سنتیں جب فرضوں سے پہلے نہ پڑھی گئیں خود ہی قضا ہوگئیں کہ اُن کا وقت یہی تھا کہ فرضوں سے پیشتر پڑھی جائیں، اب اگر فرضوں کے بعد سورج نکلنے سے پیشتر پڑھے گا جب بھی قضا ہی ہوں گی ادا ہرگز نہ ہوں گی الاترى الى قوله لا تقضى قبل طلوع الشمس بالاجماع فقد سمی صلوتها قبل الطلوع بعد الفرض قضاء (کیاآپ نے ان کے یہ الفاظ نہیں دیکھے کہ بالاتفاق طلوعِ آفتاب سے پہلے سنتیں قضا نہ کی جائیں تو انھوں نے فرائض کے بعد طلوع سے پہلے ان کی ادائیگی کو قضا کا نام دیا ہے۔ ت) لیکن طلوع سے پہلے قضا کرنے میں فرض فجر کے بعد نوافل کا پڑھنا ہے اور یہ جائز نہیں، لہذا ہمارے اماموں نے اس سے منع فرمایا اور بعد طلوع وُہ حرج نہ رہا لہذا اجازت دی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۹۲: از کلکتہ تار نب راہ ڈاک خانہ ویلزلی اسٹریٹ ۶ مرسلہ رشید احمد خاں ۱۶ جمادی الاخری ۱۳۰۹ھ

جناب مولوی صاحب بعد آداب کے عرض خدمت میں یہ ہے کہ اگر زید برابر نماز پڑھتا رہے لیکن یکم جنوری سے ۱۵ تک قضا ہوگئی ۱۶ سے پھر پڑھی اور قضا بھی ترتیب وار ادا کرنے لگا۔ ۲۰ تک برابر پڑھتا رہا پھر پانچ روز کی قضا ہوگئی ۲۵ سے شروع کی تو قضا کس طرح ادا کرے یعنی ترتیب وار جیسے یکم جنوری کی صبح پھر ظہر و عصر و مغرب و عشا پھر ایسے ہی ۱۵ تاریخ تک رفتہ رفتہ دو چار یوم میں ادا کرچکا اب ۱۵ سے ۲۰ تک تو پہلے ہی پڑھ چکا ہے ۲۰ سے ۲۵ تک کے قضا پھر اسی طور پر ادا کرے یا کیا حکم ہے؟ باقی آداب!

الجواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، زید پر نہ اُن ۱۵ دن کی قضا میں ترتیب ضرور تھی نہ ان پانچ دن کی قضا میں ضرور ہے اُسے اختیار ہے اُن میں جو نماز چاہے پہلے ادا کرے جو چاہے پیچھے کہ قضا نمازیں جب پانچ فرضوں سے زائد ہوجاتی ہیں ترتیب ساقط ہوجاتی ہے یعنی باہم ان میں بھی ہر ایک کی تقدیم و تاخیر کا اختیار ہوتا ہے اور اُن میں اور وقتی نمازمیں بھی رعایت ترتیب کی حاجت نہیں رہتی پھر ان نمازوں کے حق میں ترتیب نہ باہمی نہ بلحاظ وقتی کوئی کبھی عود نہیں کرتی اگرچہ ادا کرتے کرتے چھ سے کم رہ جائیں مثلاً اب اسی صورت میں زید پر پانچ دن کی پچیس ۲۵ نمازیں ہیں جب دو ہی رہ جائیں گی تو بھی اسے اختیار ہے کہ اس کی ادا سے پہلے وقتیہ نماز پڑھ لے، ہاں اصح مذہب پر اتنا لحاظ ضرور ہے کہ نماز نیت میں معین مشخص ہوجائے ھو الاحوط من تصحیحین (دونوں تصحیحوں میں احوط یہ ہے۔ ت) مثلاً دس فجریں قضا ہیں تو یُوں گول نیت نہ کرے کہ فجر کی نماز کہ اس پر ایک فجر تو نہیں جو اسی قدر بس ہو بلکہ تعیین کرے کہ فلاں تاریخ کی فجر، مگر یہ کیسے یاد رہتا ہے اور ہو بھی تو اس کا خیال حرج سے خالی نہیں لہذا اس کی سہل تدبیر یہ نیت ہے کہ پہلی فجر جس کی قضا مجھ پر ہے، جب ایک پڑھ چکے پھر یوں ہی پہلی فجر کی نیت کرے کہ ایک تو پڑھ لی اس کی قضا اس پر نہ رہی نو کی ہے اب ان میں کی پہلی نیت میں آئے گی یونہی اخیر تک نیت کی جائے، اسی طرح باقی سب نمازوں

Marfat.com

میں کے اور جس سے ترتیب ساقط ہو، جیسے یہی دس یا چھ فجر کی قضا والا پہلی کی جگہ پچھلی بھی کہہ سکتا ہے نیچے سے اوپر کو ادا ہوتی چلی جائے گی، ردالمحتار میں ہے:

لایلزم الترتیب بین الفائتة والوقتیة ولا بین الفوائت اذا کانت الفوائت ستا کذا فی النھر[1]۔

جب فوت شدہ نمازیں چھ ہوجائیں تو فوت شدہ نمازوں کے درمیان اور فوت شدہ اور وقتی نمازوں کے درمیان ترتیب لازم نہیں رہتی، جیساکہ نہر میں ہے (ت)

درمختار میں ہے:

ولا یعود لزوم الترتیب بعد سقوطه بکثرتھا، ای الفوائت بعود الفوائت الی القلة بسبب القضاء لبعضھا علی المعتمد، لان الساقط لایعود[2]۔

اکثر فوت شدہ نمازوں کو قضا کرلینے پر ترتیب لوٹ نہیں آتی یعنی اگر فوت شدہ نمازیں کثیر تھیں ان میں سے اکثر قضا کرلیں اور باقی تھوڑی رہ گئیں تو معتمد قول کے مطابق ترتیب نہیں لوٹتی۔ کیونکہ ساقط لوٹ کر نہیں آتا۔ (ت)

اُسی میں ہے:

یعین ظھر یوم کذا علی المعتمد والاسھل نیته اول ظھر علیه او اٰخر ظھر[3] الخ وتمامه فی ردالمحتار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

معتمد قول کے مطابق اس بات کا تعین کیا جائے کہ فلاں دن کی ظہر ہے، اور سب سے آسان یہ ہے کہ اوّل ظہر یا آخر ظہر کی نیت کرلی جائے۔ اس کی تمام تفصیل ردالمحتار میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۹۳: ۲۹ صفر ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ فجر کی سنتیں بعد جماعتِ فرض کے مسبوق ادا کرے، درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

سنّتِ فجر کہ تنہا فوت ہوئیں یعنی فرض پڑھ لئے سنتیں رہ گئیں اُن کی قضا کرے تو بعد بلندیٔ آفتاب

---

[1] ردالمحتار باب قضاء الفوائت مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۳۸
[2] درمختار " " " مجتبائی دہلی ۱/۱۰۱
[3] " باب شروط الصلٰوۃ " " ۱/۶۷

Marfat.com

پیش از نصف النہار شرعی کرے، طلوعِ شمس سے پہلے اُن کی قضا ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک ممنوع و مکروہ ہے

لقول رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاصلٰوۃ بعد الصبح حتی ترتفع الشمس[1] واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے "صبح کے بعد سورج کے بلند ہونے تک نماز نہیں"۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم۔ (ت)

مسئلہ ۱۱۹۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ صبح کی نماز بوقت خطبہ کے جائز ہے، اور عمرو کہتا ہے بوقت خطبہ کے جائز نہیں اس واسطے کہ حدیث شریف میں وارد ہے لاصلٰوۃ و لاکلام (اُس وقت نہ نماز ہے نہ گفتگو۔ ت)، ان دونوں میں کون حق پر ہے اور کون مطابق حدیث شریف کے عمل کرتا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

جو صاحبِ ترتیب نہیں اُسے قضا نماز بھی خطبہ کے وقت ادا کرنی جائز نہیں کہ بعد کو بھی پڑھ سکتا ہے اور صاحبِ ترتیب کو وقتی نماز سے پہلے قضا کا ادا کرنا ضرور، ورنہ وقتی بھی نہ ہوگی، ایسے شخص نے اگر ابھی قضائے فجر ادا نہ کی اور خطبہ شروع ہوگیا تو اُسے قضا پڑھنے سے ممانعت نہیں بلکہ ضرور و لازم ہے ورنہ جمعہ بھی نہ ہوگا، ہاں بلاعذر شرعی اتنی دیر لگائی کہ خاص خطبہ کے وقت پڑھنی پڑے اُسے بھی جائز نہیں۔

لتادیہ الی ترک الاستماع وھو فی نفسہ محظور وکل ما ادی الی محظور محظور۔

کیونکہ اس میں خطبہ کا عدمِ سماع لازم آرہا ہے جو فی نفسہ ممنوع ہے اور ہر وہ شَے جو ممنوع تک پہنچائے ممنوع ہوتی ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

اذا خرج الامام فلا صلٰوۃ ولا کلام الی تمامہا خلا قضاء فائتۃ لم یسقط الترتیب بینہا وبین الوقتیۃ فانہا لاتکرہ[2]

جب امام جمعہ آجائے تو اتمام جمعہ تک نہ نماز ہے نہ کلام، البتہ فوت شدہ نماز کی قضا مکروہ نہیں کیونکہ فوت شدہ اور وقتی نماز کے درمیان ترتیب ساقط نہیں ہوئی تھی۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلٰوۃ باب لاتتحری الصلٰوۃ قبل غروب الشمس مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۸۲ و ۸۳

[2] درمختار باب الجمعہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۱۳

Marfat.com

سراج وغیرہ میں ہے: لضرورۃ صحۃ الجمعۃ والالا[1] (جمعہ کی صحت کے پیشِ نظر ہے ورنہ نہیں۔ ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ فانہا لاتکرہ) بل یجب فعلہا قولہ والا لا) ای وان سقط الترتیب تکرہ[2]۔ انتہی واللہ تعالٰی اعلم۔

ماتن کا قول "کیونکہ اس میں کراہت نہیں" بلکہ اس کا کرنا واجب ہے (ورنہ نہیں) یعنی اگر ترتیب ساقط ہوچکی ہو تو کراہت لازم آئے گی انتہی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۹۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی سنّت فجر کی قضا ہوگئیں اب وُہ قضا کرے یا نہیں اور اگر قضا کرے تو کس وقت، اور یہ سنتیں بیٹھ کر بھی بلا عذر پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

سنّتِ فجر بلامجبوری ومعذوری بیٹھ کر نہیں ہوسکتیں، اور اگر مع فرض قضا ہُوئی ہوں تو ضحوہ کبرٰی آنے تک اُن کی قضا ہے اس کے بعد نہیں، اور اگر فرض پڑھ لئے سنتیں رہ گئی ہیں تو بعد بلندیٔ آفتاب اُن کا پڑھ لینا مستحب ہے قبل طلوع روا نہیں۔ عالمگیریہ میں ہے:

سنۃ الفجر لایجوزان یصلیہا قاعدا مع القدرۃ علی القیام ولذا قیل انہا قریبۃ من الواجب کذا فی التاتارخانیۃ ناقلا عن النافع ولایجوز اداءھا راکبا من غیر عذر کذا فی السراج الوہاج والسنۃ اذا فاتت عن وقتہا لم یقضہا الا رکعتی الفجر اذا فاتتا مع الفرض یقضیہما بعد طلوع الشمس الٰی وقت الزوال ثم یسقط ھکذا فی محیط السرخسی وھو الصحیح ھکذا فی البحر الرائق واذا فاتتا بدون الفرض

فجر کی سنتیں قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر ادا کرنا جائز نہیں، اسی لئے کہا گیا ہے کہ یہ واجب کے قریب ہیں۔ تاتارخانیہ میں نافع سے اسی طرح منقول ہے، بغیر عذر کے سواری کی حالت میں بھی انھیں ادا کرنا جائز نہیں، جیسا کہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور سنتیں اگر اپنے وقت سے قضا ہوجائیں تو ان کی قضا نہیں البتہ اگر فجر کی سنتیں فرائض کے ساتھ رہ جائیں تو طلوعِ شمس کے بعد زوال سے پہلے پہلے قضا کی جائیں اس کے بعد ساقط ہوجائیں گی، اسی طرح محیط سرخسی میں ہے کہ یہی صحیح ہے، اسی طرح البحرالرائق میں ہے

---

[1] سراج الوہاج

[2] ردالمحتار | باب الجمعہ | مطبوعہ مصطفی البابی مصر | ۱/۶۰۲

Marfat.com

لایقضی عندھما خلافا لمحمد رحمہ اللہ تعالٰی کذا فی المحیط السرخسی[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جب یہ سنتیں فرض کے بغیر رہ جائیں توشیخین کے نزدیک ان کی قضا نہیں، امام محمد کی رائے اس کے خلاف ہے (کہ قضا کی جائیں)، جیساکہ محیط سرخسی میں ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۹۶ ۲ شعبان ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی چار سنتیں قبل عشا کے فوت ہوگئیں مثلاً جماعت قائم ہوگئی نہ پڑھنے پایا شریک ہوگیا، اب بعد نماز اُن کی قضا جائز ہے یا نہیں ؟ علمائے عصر سے بعض مولویوں نے فرمایا قضا کرے اور اُن کے خلاف بعض عالموں نے فتوی لکھا کہ اُن کی قضا نہیں وہ مستحب ہیں اور قضا سنّت مؤکدہ کی ہے، نہ مستحب کی۔ جب اُس کا محل جاتا رہا پڑھنا بھی دُور ہوا، اور بعض اجلّہ فضلا نے یہ تحریر فرمایا کہ اُن کی قضا خلافِ قیاس وخلافِ اجماعِ فقہا ہے، اور اگر لازم سمجھے گا تو بدعتِ مذمومہ ہوگا، اس صورت میں قولِ فیصل کیا ہے ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب قولِ فیصل اس مسئلہ میں یہ ہے کہ یہ سنتیں اگر فوت ہوجائیں تو ان کی قضا نہیں، علامہ علائی درمختار میں فرماتے ہیں:

اما ماقبل العشاء فمندوب لایقضی اصلا[2]۔

عشا کے فرائض سے پہلے جو رکعتیں ہیں وہ مستحب ہیں ان کی قضا نہیں۔ (ت)

لیکن اگر کوئی بعد دو سنت بعدیہ کے پڑھے تو کچھ ممانعت بھی نہیں، علامہ طحطاوی حاشیہ شرح نورالایضاح میں فرماتے ہیں:

لا مانع من قضاء التی قبل العشاء بعدھا[3]۔

عشا کی پہلی سنتوں کو عشا کے بعد ادا کر لینے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ (ت)

ہاں اس شخص سے وہ سننِ مستحبہ ادا نہ ہوں گی جو عشا سے پہلے پڑھی جاتی تھیں بلکہ ایک نفل نماز مستحب ہوگی جیسے تراویح

---

[1] فتاوی ہندیۃ باب فی النوافل مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۱۲

[2] درمختار باب ادراک الفریضہ " مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۰۰

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب ادراک الفریضہ " نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۴۶

Marfat.com

وسنتِ مغرب و دو سنتِ عشا کہ اُن کی قضا نہیں، پھر اگر کوئی آج کی فوت شدہ تراویح کل پڑھے تو نفل ہوں گے نہ سُنن و تراویح نہ شرعاً مکروہ و قبیح۔ علامہ امین الدین محمد ردالمحتار میں انہی سُننِ عشا کی نسبت فرماتے ہیں:

لو قضاها لا تكون مكروهة بل تقع نفلا مستحبا لاعلى انها هي التي فاتت عن محلها كما قالوه في سنة التراويح[1]

اگر انھیں قضا کرلیا جائے تو کراہت نہیں بلکہ نفل مستحبہ ہوجائیں گی اور یہ اپنے محل سے فوت ہونے والی نماز نہیں بلکہ (یہ نئی نماز ہوگی) جیسا کہ فقہاء نے تراویح کے بارے میں فرمایا ہے۔ (ت)

تنویر الابصار و درمختار کی مبحثِ تراویح میں ہے:

لا تقضى اذا فاتت اصلا ولا وحده في الاصح فان قضاها كانت نفلا مستحبا وليس بتراويح كسنة مغرب وعشاء[2]

جب تراویح فوت ہوجائیں تو ان کی قضا نہیں نہ جماعت سے نہ اکیلے، اصح قول کے مطابق۔ اور اگر کوئی قضا کرلیتا ہے تو نفلِ مستحب بن جائیں گی اور یہ نماز تراویح نہ ہوگی جیسا کہ مغرب و عشا کی سنتوں کا حکم ہے۔ (ت)

اقول وبالله التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) تحقیقِ مقام و تنقیحِ مرام یہ ہے کہ حقیقۃً قضا نہیں مگر فرض یا واجب کی،

الاداء في محل اداء النبي صلى الله تعالى عليه وسلم داخل في مطلق السنة فما ادي في غير المحل لايكون سنة فلا يكون قضاء اذ القضاء مثل الفائت بل عينه عند المحققين نعم ماعين له النبي صلى الله تعالى عليه وسلم محلا بعد فوته فيقع سنة فيكون قضاء حقيقة۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ادائیگی کے محل میں ادا مطلق سنت میں شامل ہے لہذا جو اس کے علاوہ وقت میں ادا ہوں گے وہ سنت ہی نہیں ہوں گے لہذا قضا کہاں! کیونکہ قضاء فوت شدہ کی مثل بلکہ محققین علماء کے ہاں عین نماز ہوتی ہے، ہاں فوت ہونے کے بعد جس کا وقت خود رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے معین فرمادیا وہ ادائیگی سنت ہوگی اور قضا بھی حقیقی ہوگی۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۳۱

[2] درمختار باب الوتر والنوافل " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۸

Marfat.com

باقی نوافل وسنن اگرچہ موکدہ ہوں مستحق قضا نہیں کہ شرعاً لازم ہی نہ تھی جو بعد فوت ذمہ پر باقی رہیں،

فی الهدایة الاصل فی السنة ان لا تقضی لاختصاص القضاء بالواجب[1] اھ و تمام تحقیقه فی الفتح۔

ہدایہ میں ہے سنت میں اصل یہ ہے کہ اس کی قضا نہیں کیونکہ قضا' واجب کے ساتھ مخصوص ہے اھ اور اس پر تمام گفتگو فتح میں ہے۔ (ت)

مگر بعض جگہ برخلاف قیاس نص وارد ہوگیا کہ وہی سنتیں جو ایک محل میں ادا کی جاتی تھیں بعد فوت دوسری جگہ ادا فرمائی گئیں جیسے فجر کی سنتیں جبکہ فرض کے ساتھ فوت ہوں بشرطیکہ بعد بلندی آفتاب وقبل از زوال ادا کی جائیں، یا ظہر کی پہلی چار سنتیں جو فرض سے پہلے نہ پڑھی ہوں تو بعد فرض بلکہ مذہب ارجح پر بعد سنت بعدیہ کے پڑھیں بشرطیکہ ہنوز وقت ظہر باقی ہو نص علی کل ذلك فی غیر ما کتاب کرد المحتار (اس پر متعدد کتب مثلاً ردالمحتار میں تصریح ہے۔ ت) ان شرائط کے ساتھ جب یہ دونوں سنتیں بعد فوت پڑھی جائیں گی تو بعینہا وہی سنتیں ادا ہوں گی جو فوت ہوئی تھیں اور ان کے سوا اور فوت شدہ سنتیں یا یہی سنتیں بے مراعات ان شرائط کے پڑھی جائیں گی تو صرف نفل ہوں گی نہ سنت فائتہ۔

بالجملہ جو یہ کہے کہ ان کی قضا کا حکم ہے وہ خطا پر ہے اور جو کہے ان کی قضا ممنوع ہے وہ بھی غلطی پر ہے اور جو کہے ان کی قضا نہیں مگر بعد کو پڑھ لے تو کچھ حرج نہیں وہ حق پر ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۹۷: مسئولہ حافظ مولوی عبدالوحید صاحب ۲۹ جمادی الاولٰی ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ صبح کی سنتیں قضا قبل طلوعِ شمس کے پڑھنا بہتر ہے اور عمرو کہتا ہے بعد کو بہتر ہے اول حدیث پر عمل کرنا چاہئے، اور عمرو کہتا ہے دوسری حدیث پر عمل کرنا چاہئے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر صبح کی نماز اور سنتیں بسبب خوفِ جماعت خواہ کسی اور وجہ سے رہ گئیں تو ان کی قضا اگر کرے تو بعد بلندیِ آفتاب پڑھے قبل طلوع نہ صرف خلافِ اولٰی بلکہ ناجائز وگناہ وممنوع ہے۔ صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہما صحاح وسنن ومسانید میں امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم عن الصلوٰة بعد الصبح حتی تطلع الشمس و بعد العصر حتی

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے طلوعِ سحر کے بعد طلوعِ آفتاب تک اور عصر کے بعد غروبِ آفتاب تک نماز سے

---

[1] الہدایۃ باب ادراک الفریضہ مطبوعہ المکتبۃ العربیہ دستگیر کالونی کراچی ۱/۱۳۲

Marfat.com

تغرب[1]۔ منع کیا ہے۔ (ت)

صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہما میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاصلٰوۃ بعد الصبح حتی ترتفع الشمس ولا بعد العصر حتی تغرب الشمس[2]۔ صبح کے بعد سورج کے بلند ہونے تک نماز نہیں اور عصر کے بعد غروبِ آفتاب تک نماز نہیں۔ (ت)

صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہما میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی عن الصلٰوۃ بعد العصر حتی تغرب الشمس وعن الصلٰوۃ بعد الصبح حتی تطلع الشمس[3]۔ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عصر کے بعد غروبِ آفتاب تک اور صبح کے بعد طلوعِ آفتاب تک نماز سے منع فرمایا ہے۔ (ت)

علما فرماتے ہیں اس مضمون کی حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متواتر ہیں ذکرہ المناوی فی التیسیر فی شرح الجامع الصغیر (اسے امام مناوی نے التیسیر فی شرح الجامع الصغیر میں ذکر کیا ہے۔ ت)

درمختار میں ہے:

کرہ نفل قصدا ولو تحیۃ مسجد وکل ماکان واجبا لغیرہ کمنذور ورکعتی طواف والذی شرع فیہ ثم افسدہ ولو سنۃ فجر بعد صلٰوۃ فجر وعصر[4] اھ ملخصاً۔ نمازِ فجر اور عصر کے بعد وہ تمام نوافل ادا کرنے مکروہ ہیں جو قصداً ہوں اگرچہ تحیۃ المسجد ہوں، اور ہر وہ نماز جو غیر کی وجہ سے لازم ہو مثلاً نذر اور طواف کے نوافل، اور ہر نفل نماز جس میں شروع ہوا پھر اسے توڑ ڈالا اگرچہ وہ فجر اور عصر کی سنتیں ہی کیوں نہ ہوں اھ ملخصاً (ت)

ردالمحتار میں ہے:

الکراھۃ ھنا تحریمیۃ ایضا کما صرح بہ فی الحلیۃ ولذا عبر فی الخانیۃ و یہ کراہت تحریمہ ہے جیسا کہ اس کی تصریح حلیہ میں ہے، اسی لئے خانیہ اور خلاصہ میں عدمِ جواز سے تعبیر کیا گیا

---

[1] صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلٰوۃ باب الصلٰوۃ بعد الفجر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۸۲

[2] " " " " لا تتحر الصلٰوۃ الخ " " " ۱/ ۸۳

[3] " " " " الصلٰوۃ بعد الفجر " " " ۱/ ۸۲ و ۸۳

[4] درمختار کتاب الصلٰوۃ " مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۶۱

Marfat.com

الخلاصۃ بعد مر الجواز والمراد عدم الحل[1] اور اس سے مراد یہ ہے کہ حلال نہیں۔ (ت)

امام احمد و ترمذی و حاکم بسند صحیح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلھما بعد ما تطلع الشمس[2] قال الحاکم صحیح و اقرہ الذھبی فی التلخیص۔

جس نے صبح کی سنتیں نہ پڑھی ہوں وہ بعد طلوعِ آفتاب پڑھے۔ امام حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا اور امام ذہبی نے تلخیص میں اس کی صحت کو برقرار رکھا۔ (ت)

رہی حدیث ابوداؤد:

حدثنا عثمٰن بن ابی شیبۃ نا ابن نمیر عن سعد بن سعید ثنی محمد بن ابراھیم عن قیس بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہ قال رأی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رجلا یصلی بعد صلٰوۃ الصبح رکعتین فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صلٰوۃ الصبح رکعتان فقال الرجل انی لم اکن صلیت الرکعتین اللتین قبلھما فصلیتھما الان، فسکت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[3]۔

عثمان بن ابی شیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ ابن نمیر نے سعد بن سعید سے کہ محمد بن ابراہیم نے قیس بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کیا کہ انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک شخص کو بعد صلٰوۃِ صبح دو رکعتیں پڑھتے دیکھا فرمایا صبح کی دو ہی رکعتیں ہیں؟ اس شخص نے عرض کی: سنتیں میں نے نہ پڑھی تھیں وہ اب پڑھ لیں، اس پر نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سکوت فرمایا۔

و رواہ ابن ماجۃ حدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ ثنا عبداللہ بن نمیر الخ سندا و متنا نحوہ غیر انہ قال قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اصلٰوۃ الصبح مرتین[4]۔

اسے ابن ماجہ نے سنداً و متناً روایت کیا ہے اور کہا ہمیں ابوبکر بن ابی شیبہ نے عبداللہ بن نمیر سے بیان کیا الخ البتہ ان الفاظ کے علاوہ کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کیا صبح کی نماز دو دفعہ ہے؟ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۷۶

[2] جامع الترمذی ابواب الصلٰوۃ باب ماجاء فی اعادتہا بعد طلوع الشمس مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۱/۵۷

[3] سنن ابوداؤد کتاب الصلٰوۃ باب من فاتتہ متی یقضیہا مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۸۰

[4] سنن ابن ماجہ باب فی ماجاء فیمن فاتتہ الرکعتان الخ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۸۲

Marfat.com

اور اسی حدیث میں ترمذی کی روایت یوں ہے :

حدثنا محمد بن عمرو السواق نا عبد العزیز بن محمد عن سعد بن سعید عن محمد بن ابراھیم عن جدہ قیس قال خرج رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاقیمت الصلٰوۃ فصلیت معہ الصبح ثم انصرف النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فوجدنی اصلی فقال مہلا یا قیس اصلاتان معا، قلت یا رسول اللہ انی لم اکن رکعت رکعتی الفجر قال فلا اذاً[1]

محمد بن عمرو السواق نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالعزیز بن محمد نے سعد بن سعید سے، انھوں نے محمد بن ابراہیم سے انھوں نے اپنے دادا حضرت قیس سے بیان کیا کہ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف لائے جماعت کے لئے تکبیر کہی گئی میں نے آپ کی اقتداء میں نمازِ صبح ادا کی، پھر رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے چہرۂ اقدس پھیرا تو آپ نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے پایا، فرمایا، اے قیس! ٹھہر جا، کیا دو نمازیں اکٹھی ہو گئی ہیں؟ عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم! میں فجر کی دو سنتیں ادا نہیں کر سکا۔ فرمایا، تو اب حرج نہیں۔ (ت)

جس میں بیان ہے کہ وہ شخص خود یہی قیس تھے ان کا وہ عذر سُن کر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تو اب حرج نہیں، یہ حدیث اُن احادیثِ جلیلہ صحیحہ کے مقابل لانے کے قابل نہیں،

اوّلاً اس کی سند منقطع ہے خود امام ترمذی نے بعد روایتِ حدیث فرمایا :

اسناد ھذا الحدیث لیس بمتصل محمد بن ابراھیم التیمی لم یسمع من قیس[2]

اس حدیث کی سند متصل نہیں کیونکہ محمد بن ابراہیم التیمی نے حضرت قیس سے سماع نہیں کیا۔ (ت)

ثانیاً خود سعد بن سعید پر اس کی سند میں اختلاف کیا گیا، بعض نے صحابی کو ذکر ہی نہ کیا، جامع ترمذی میں ہے :

وروی بعضھم ھذا الحدیث عن سعد بن سعید عن محمد بن ابراھیم ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خرج فرأی قیساً[3]

بعض نے یہ حدیث اس سند سے بیان کی ہے سعد بن سعید، محمد بن ابراہیم سے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف لائے اور قیس کو دیکھا۔ (ت)

---

[1] جامع الترمذی ابواب الصلٰوۃ باب ماجاء فی من تفوتہ الرکعتان الخ مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۱/۵۷

[2] " " " " " " " "

[3] " " " " " " " "

Marfat.com

ثالثاً عامہ رواۃ نے اسے مرسلاً روایت کیا خود انھیں سعید کے دونوں بھائی عبدربہ بن سعید و یحیٰی بن سعید کہ دونوں سعد سے اوثق واحفظ ہیں مرسلاً روایت کرتے، جامع ترمذی میں ہے:

انما یروی ھذا الحدیث مرسلاً[1] (یہ حدیث مرسلاً مروی ہے۔ ت)

سنن ابی داؤد میں ہے:

روی عبدربہ و یحیی ابنا سعید ھذا الحدیث مرسلا ان جدھم[عہ] زیدا صلی مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2]

سعید کے بیٹے عبدربہ اور یحیٰی دونوں نے اس حدیث کو مرسلاً روایت کیا کہ ان کے دادا زید نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی۔ (ت)

رابعاً مدار اس روایت کا سعد بن سعید پر ہے، جامع ترمذی میں ہے:

حدیث محمد بن ابراھیم لانعرفہ مثل ھذا الا من حدیث سعد بن سعید[3]

ہم محمد بن ابراہیم سے مروی اس حدیث کو سعد بن سعید کے علاوہ کسی سے نہیں جانتے۔ (ت)

اور سعد باوصف توثیق مقال سے خالی نہیں، ان کا حافظہ ناقص تھا، امام احمد نے انھیں ضعیف کہا، امام نسائی نے فرمایا قوی نہیں، امام ترمذی نے فرمایا تکلموا فیہ من قبل حفظہ[4] یعنی ائمہ حدیث نے ان سعد میں ان کے حافظہ کی طرف سے کلام فرمایا۔ لاجرم تقریب میں ہے: صدوق سیئ الحفظ[5] آدمی سچے ہیں حافظہ بُرا ہے۔

عہ وقع فی نسخ السنن الثلث التی عندی ان جدھم زید وھو مشکل فان جد یحیٰی قیس لا زید وقد انکرہ الحافظ فی الاصابۃ فقال بعد ذکر الروایۃ ھکذا قرأت ۱۲ منہ (م)

میرے پاس تینوں سنن کے نسخوں میں یہ ہے کہ ان کے جد کا نام زید ہے لیکن یہ محلِ اشکال ہے کیونکہ یحیٰی کے جد کا نام قیس ہے زید نہیں۔ حافظ ابن حجر نے اصابہ میں اس کا انکار کیا اور روایت ذکر کرنے کے بعد کہا میں نے اسی طرح پڑھا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] جامع الترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی من تفوتہ الرکعتان الخ مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۱/۵۷

[2] سنن ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب من فاتتہ متی یقضیھا مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۸۰

[3] جامع الترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی من تفوتہ الرکعتان الخ مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۱/۵۷

[4] تہذیب التہذیب ترجمہ سعد بن سعید ۸۷۶ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ہند ۳/۴۷۱

[5] تقریب التہذیب " " ۲۲۴۴ حرف السین المہملۃ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۳۴۳

Marfat.com

ان وجوہ کی نظر سے یہ حدیث واحد خود اُن احادیث صحیحہ کثیرہ کے مقابل نہ ہوسکتی خصوصاً اس حالت میں کہ وہ مثبت ممانعت ہیں اور یہ ناقل اجازت، اور قاعدہ مسلمہ ہے کہ جب دلائلِ حلت وحرمت متعارض ہوں حرمت و ممانعت کو ترجیح دی جائے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۹۸ ۴ صفر ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ سننِ اربعہ جو بروز جمعہ قبل از خطبہ پڑھی جاتی ہیں اگر وہ کسی عذر سے ترک ہوجائیں تو بعد خطبہ اور فرضوں کے اُن کی ادا ہے یا نہیں؟ بینوا بحوالۃ الکتاب وتوجروا عند اللہ الوھاب۔

الجواب

ہے اور سنتوں ہی کی نیت کرے وہ سنّت ہی واقع ہوں گی،

فی الدرالمختار بخلاف سنۃ الظھر وکذا الجمعۃ فانہ ان خاف فوت رکعۃ یترکھا ویقتدی، ثم یأتی بھا علی انھا سنۃ فی وقتہ ای الظھر[1]

درمختار میں ہے کہ بخلاف ظہر کی سنتوں کے اور اسی طرح جمعہ کی سنتوں کے، اگر ایک رکعت کے فوت ہونے کا خطرہ ہے تو سنتیں چھوڑ کر امام کی اقتدا کرے پھر ان کو وقت ظہر میں ادا کرے۔ (ت)

ہاں اگر وقتِ ظہر نکل گیا تو اب قضا نہیں لما قدمنا (جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کردیا ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۹۹ ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے فرض فجر کی جماعت سے پڑھے اور سنت اس کی فوت ہوئیں بوجہ ادائے فرض کے اب ان سنتوں کو بعد ادائے فرض پڑھے یا بعد طلوعِ آفتاب اور وقت بھی ادائے سنت کا باقی ہو اور کسی کے فرض وسنّت دونوں فوت ہوئے ہوں تو ان سنت و فرض کو بعد طلوع آفتاب کے پڑھے اور سنت کی قضا کس وقت تک چاہیے؟

الجواب

جب فجر کے فرض پڑھ لئے تو آفتاب بلند ہونے سے پہلے سنتیں پڑھنے کی اجازت نہیں اگرچہ فجر کا ابھی ایک گھنٹا وقت باقی ہو، ہاں بعد بلندیٔ آفتاب پڑھے۔ اور جس کے فرض وسنّت دونوں فوت ہوئے ہوں وہ طلوع کے بعد استوا سے پہلے فرض وسنت دونوں کی قضا کرے، اور اگر یہ وقت بھی گزر گیا بعد زوال فرضوں کی قضا

---

[1] درمختار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۰۰

Marfat.com

پڑھے تو اب سنتوں کی قضا نہیں والمسائل مبسوطۃ فی الدر وغیرہ عامۃ الاسفار الغر (ان مسائل کی تفصیل در اور دیگر کتب مبارکہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۰۰ از ملک بنگال ضلع نواکھالی ڈاک خانہ چندراگنج موضع ودالیا مرسلہ محمد ابراہیم ۶ شوال ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص عمر بھر نماز کبھی نہیں پڑھی اب یہ شخص مرگیا تو اس وقت اس کی قضائے عمری کی کیا صورت ہے اس کا اگر کوئی تدارک ہوسکے تو کیا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر وقت بلوغ نہ معلوم ہو تو مرد کے لئے اس کی عمر سے بارہ برس اور عورت کے لئے ۹ برس کم کریں اور باقی تمام برسوں کے دن کرکے ہر دن کی نماز کے لئے آٹھ سو دس تولے گیہوں کہ سو روپے بھر کے سیر سے کچھ کم نو سیر ہوئے یا سولہ سو بیس تولہ جَو یا ان کی قیمت ادا کریں، کُل کے ادا کی طاقت نہ ہو تو جس قدر پر قدرت ہو محتاج کو دے کر قابض کردیں محتاج اپنی طرف سے پھر اُن کو ہبہ کردے یہ قبضہ کرکے پھر کفارہ میں محتاج کو دیں وہ بعد قبضہ پھر اُن کو ہبہ کردے، یہ پھر قبضہ کرکے کفارہ میں دیں، یُونہی دَور کرتے رہیں یہاں تک کہ ادا ہوجائے۔ عورت کی عادتِ حیض اگر معلوم ہو تو اس قدر دن اور نہ معلوم ہو تو ہر مہینے سے تین دن نو برس کی عمر سے پچاس برس کی عمر تک مستثنٰی کریں مگر جتنی بار حمل رہا ہو مدتِ حمل کے مہینوں سے ایامِ حیض کا استثناء نہ کریں عورت کی عادت دربارۂ نفاس اگر معلوم ہو تو ہر حمل کے بعد اُتنے دن مستثنٰی کرے اور نہ معلوم ہو تو کچھ نہیں کہ نفاس کے لئے جانب اقل میں شرعاً کچھ تقدیر نہیں ممکن ہے کہ ایک ہی منٹ آکر فوراً پاک ہوجائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۰۱ از اوجین علاقہ گوالیار مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ محمد یعقوب علی صاحب رمضان المبارک ۱۳۰۷ھ

چہ می فرمایند علمائے محقق دین ومفتیان مدقق پابند شرع متین دریں مسئلہ کہ اکثر عوام الناس در آخر جمعہ رمضان المبارک نماز قضائے عمری پنجوقتہ متخلف امام می خوانند درست است یا ممنوع زیرا کہ نماز قضا بدون ادا ساقط و دور نمی شود اگر کسے بروز جمعہ آخری رمضان شریف قضائے نماز تمام عمر بہ نیت قضائے عمری بخواہد کہ ادا شود تعجب ست انتہی ونیز صورت نماز قضائے روز متفرقہ چیست یعنی

علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک کے آخری جمعہ میں عوام الناس امام کی اقتداء میں پانچ وقتی نماز قضا عمری پڑھتے ہیں یہ درست ہے یا ممنوع؟ کیونکہ قضا نماز جب تک ادا نہ کی جائے ساقط نہیں ہوسکتی اور اگر کوئی شخص رمضان کے آخری جمعہ کو تمام عمر کی قضا نمازوں کی نیت سے قضا عمری پڑھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ تمام عمر کی نمازیں ساقط ہوجائیں گی اس پر

Marfat.com

قضائے عصر یکے روز سہ شنبہ و نماز قضائے عصر دوم چہار شنبہ اگر ایں ہر دو مردم نماز قضائے عصر جداگانہ بجماعت ادا نمایند درست ست یا منع چرا کہ نماز ہر دو مردم روز یکے نیست علاوہ بریں امام صاحب ترتیب ست و مقتدیان ازیں خوبی عاری پس چنیں امام نماز قضائے یقینی مقتدیان کہ اکثر قضائے نماز ذمہ اوست فارغ الذمہ میشوند یا حکم آں چہ ۔ اعنی پس ادا کنندہ نفل نماز فرض بچہ طور ادا می شود بشرح بسیط بیان فرمایند بحوالہ عبارت کتب رحمۃ اللہ علیکم اجمعین۔

تعجب ہے انتہی، مختلف دنوں کی نمازوں کی قضاء کی صورت کیا ہے؟ مثلاً ایک آدمی کی منگل کی عصر اور دوسرے کی بدھ کی عصر قضا ہوگئی ہے اگر دونوں عصر کی قضا آپس میں باجماعت ادا کرتے ہیں تو یہ درست ہے یا ممنوع؟ کیونکہ دونوں کی نماز ایک دن کی نہیں ۔ علاوہ ازیں امام صاحبِ ترتیب ہے لیکن مقتدی صاحبِ ترتیب نہیں، اس طرح کے امام کے پیچھے مقتدیوں کی نماز سے ان کی قضا نمازیں ساقط ہوجائینگی یا ان کا حکم کیا ہے یعنی نفل ادا کرنے سے فرض کس طرح ساقط ہوسکتے ہیں؟ عبارتِ کتب کے حوالہ جات سے تفصیلاً بیان فرمائیں تم پر اللہ کی رحمت ہو۔ (ت)

الجواب

ایں طریقہ کہ بہر تکفیر صلوات فائتہ احداث کردہ اند بدعتِ شنیعہ در دین نہادہ اند حدیثش موضوع و فعلش ممنوع و ایں نیت و اعتقاد باطل و مدفوع اجماعِ مسلمین بر بطلان ایں جہالت شنیعہ و ضلالت فظیعہ قائم ست حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمودہ اند:

من نسی صلوٰۃ فلیصلہا اذا ذکرھا لا کفارۃ لھا الا ذٰلک[1] ہر کہ نمازے فراموش کرد چوں یاد آید آں نماز باز گزارد جز ایں مر اورا کفارہ نیست اخرجہ احمد والبخاری ومسلم واللفظ لہ والترمذی

فوت شدہ نمازوں کے کفارہ کے طور پر یہ جو طریقہ (قضائے عمری) ایجاد کرلیا گیا ہے یہ بدترین بدعت ہے اس بارے میں جو روایت ہے وہ موضوع (گھڑی ہوئی) ہے یہ عمل سخت ممنوع ہے، ایسی نیت و اعتقاد باطل و مردود، اس جہالتِ قبیحہ اور واضح گمراہی کے بطلان پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

جو شخص نماز بھول گیا تو جب اسے یاد آئے اسے ادا کرلے، اس کا کفارہ سوائے اس کی ادائیگی کے کچھ نہیں۔ اسے امام احمد، بخاری، مسلم (مذکورہ الفاظ بھی انہی کے ہیں)، ترمذی، نسائی اور دیگر محدثین نے حضرت

---

[1] صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب من نسی صلوٰۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۴

صحیح مسلم باب قضاء الصلوٰۃ الفائتۃ ؍ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۴۱

Marfat.com

والنسائی وغیرھم عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔
علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری در موضوعات کبیر گوید:
حدیث "من قضی صلوٰۃ من الفرائض فی اٰخر جمعۃ من رمضان کان ذلک جابرا لکل صلوٰۃ فائتۃ فی عمرہ الی سبعین سنۃ" باطل قطعا، لانہ مناقض للاجماع علی ان شیئا من العبادات لاتقوم مقام فائتۃ سنوات[1] الخ
امام ابن حجر مکی در تحفہ شرح منہاج الامام النووی باز علامہ زرقانی در شرح مواہب امام قسطلانی رحمہم اللہ تعالٰی فرمایند:
اقبح من ذلک ما اعتید فی بعض البلاد من صلوٰۃ الخمس فی ھذہ الجمعۃ عقب صلوٰتھا زاعمین انھا تکفر صلوات العام او العمر المتروکۃ وذلک حرام لوجوہ لا تخفی[2]
واقتدائے قاضی عصر امروز بقاضی عصر دیروز ناروا ست زیرا کہ اتحاد نماز شرط صحت اقتدا ست وہمچناں اقتدائے مفترض بمتنفل نیز کہ زنہار درست نباشد پس بدیں صورت ہا ذمہ از نماز فارغ نشود۔
فی نور الایضاح وشرحہ مراقی الفلاح

انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔
علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری موضوعات کبیر میں کہتے ہیں:
حدیث "جس نے رمضان کے آخری جمعہ میں ایک فرض نماز ادا کرلی اس سے اس کی ستر سال کی فوت شدہ نمازوں کا ازالہ ہوجاتا ہے" یقینی طور پر باطل ہے کیونکہ اس اجماع کے مخالف ہے کہ عبادات میں سے کوئی شئی سابقہ سالوں کی فوت شدہ عبادات کے قائم مقام نہیں ہوسکتی الخ۔ امام ابن حجر مکی تحفہ شرح منہاج للامام النووی میں پھر علامہ زرقانی شرح مواہب امام قسطلانی رحمہم اللہ تعالٰی میں فرماتے ہیں:
اس سے بھی بدتر وہ طریقہ ہے جو بعض شہروں میں ایجاد کرلیا گیا ہے کہ جمعہ کے بعد پانچ نمازیں اس گمان سے ادا کرلی جائیں کہ اس سے سال یا سابقہ تمام عمر کی نمازوں کا کفارہ ہے اور یہ عمل ایسی وجوہ کی بنا پر حرام ہے جو نہایت ہی واضح ہیں۔
باقی آج کی عصر قضا کرنے والے کی اقتدا میں کل کی عصر قضا کرنے والا نماز ادا نہیں کرسکتا کیونکہ اقتداء کے لئے نماز کا ایک ہونا شرط ہے اور اسی طرح فرض پڑھنے والے کا نفل پڑھنے والے کی اقتدا کرنا ہرگز درست نہیں لہذا اس صورت میں نمازوں کا ذمہ ساقط نہیں ہوگا۔
نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں

---

[1] الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ حدیث ۹۵۳ مطبوعہ دار الکتب العربیۃ بیروت ص ۲۴۲
[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ واما حفیظۃ رمضان دار المعرفۃ بیروت ۷/ ۱۱۰

Marfat.com

شرط صحة الاقتداء ان لایکون الامام مصلیا فرضا غیر فرضه ای غیر فرض المأموم کظہر وعصر وظہرین من یومین[1] اھ ملخصا وفی تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار لامفترض بمتنفل وبمفترض فرضا اٰخر کمصلی ظہر امس بمصلی ظہر الیوم، لان اتحاد الصلوتین شرط[2] انتہت ملخصۃ واللہ تعالٰی اعلم

ہے اقتدا کے لئے یہ شرط ہے کہ امام اور مقتدی کے فرائض الگ الگ نہ ہوں مثلاً ایک ظہر اور دوسرا عصر یا دونوں دو دونوں کی ظہر ادا کررہے ہوں (تو پھر اقتداء جائز نہ ہوگی) تلخیصاً۔ تنویر الابصار، درمختار اور ردالمحتار میں ہے کہ فرض ادا کرنے والا، نفل پڑھنے والے کی اقتداء نہیں کرسکتا۔ اسی طرح ایک اور فرض پڑھنے والا ہے دوسرا دوسرے فرض والا ہے ان کا ایک دوسرے کی اقتدار کرنا بھی جائز نہیں مثلاً کل کی ظہر پڑھنے والے کی آج کی ظہر پڑھنے والا اقتدا کرے کیونکہ دونوں کی نمازوں کا ایک ہونا شرط ہے انتہت تلخیصاً واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۰۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس پر قضا نمازیں زیادہ ہوں وہ ان کی نیت کیونکر کرے اور قضا میں کیا کیا نماز پھیری جاتی ہے اور جس کے ذمہ قضائیں بہت کثیر ہیں جن کی ادا سخت دشوار ہے تو آیا اس کے لئے کوئی تخفیف نکل سکتی ہے جس سے ادا میں آسانی ہوجائے کہ ادا میں جلدی منظور ہے کہ موت کا وقت معلوم نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

قضا ہر روز کی نماز کی فقط بیس رکعتوں کی ہوتی ہے دو فرض فجر کے، چار ظہر، چار عصر، تین مغرب، چار عشا کے، تین وتر۔ اور قضا میں یوں نیت کرنی ضرور ہے کہ نیت کی میں نے پہلی فجر جو مجھ سے قضا ہوئی یا پہلی ظہر جو مجھ سے قضا ہوئی، اسی طرح ہمیشہ ہر نماز میں کیا کرے، اور جس پر قضا نمازیں بہت کثرت سے ہیں وہ آسانی کے لئے اگر یوں بھی ادا کرے تو جائز ہے کہ ہر رکوع اور ہر سجدہ میں تین تین بار سبحان ربی العظیم، سبحان ربی الاعلٰی کی جگہ صرف ایک بار کہے، مگر یہ ہمیشہ ہر طرح کی نمازمیں یاد رکھنا چاہئے کہ جب آدمی رکوع میں پورا پہنچ جائے اس وقت سبحان کا سین شروع کرے اور جب عظیم کا میم ختم کرے اُس وقت رکوع سے سر اٹھائے اسی طرح جب سجدوں میں پورا پہنچ لے اُس وقت تسبیح شروع کرے اور جب پوری تسبیح ختم کرلے اُس وقت سجدہ سے

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب الامامۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۵۸

[2] ردالمحتار معہ الدرالمختار 〃 〃 مصطفی البابی مصر ۱/۴۲۹

Marfat.com

سر اٹھائے۔ بہت سے لوگ جو رکوع سجدہ میں آتے جاتے یہ تسبیح پڑھتے ہیں بہت غلطی کرتے ہیں۔ ایک تخفیف کثرت قضا والوں کی یہ ہوسکتی ہے، دوسری تخفیف یہ کہ فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں الحمد شریف کی جگہ فقط سبحان اللہ، سبحان اللہ، سبحان اللہ تین بار کہہ کر رکوع میں چلے جائیں مگر وہی خیال یہاں بھی ضرور ہے کہ سیدھے کھڑے ہوکر سبحان اللہ شروع کریں اور سبحان اللہ پورے کھڑے کھڑے کہہ کر رکوع کے لئے سر جھکائیں۔ یہ تخفیف فقط فرضوں کی تیسری چوتھی رکعت میں ہے وتروں کی تینوں رکعتوں میں الحمد اور سورت دونوں ضرور پڑھی جائیں۔ تیسری تخفیف پچھلی التحیات کے بعد دونوں درودوں اور دعا کی جگہ صرف اللھم صل علی محمد و اٰلہ کہہ کر سلام پھیر دیں۔ چوتھی تخفیف وتروں کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت کی جگہ اللہ اکبر کہہ کر فقط ایک یا تین بار ربِّ اغفرلی کہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۰۳ از مولوی عبداللہ صاحب مدرس منظر الاسلام محلہ سوداگران بریلی ۹ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قضائے عمری نماز ادا کرنے کی حالت میں جو نفل ہر وقت کی نمازمیں پڑھے جاتے ہیں وہ قبول ہوں گے یا نہیں؟

الجواب

خالی نفلوں کی جگہ بھی قضائے عمری پڑھے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۰۴ کتاب ترکیب الصلوٰۃ میں لکھا ہے کہ ایک شخص تین بجے رات سے جاگتا رہا اور وقتِ نمازِ صبح صادق سوگیا اور آفتاب نکل آیا تو وہ وقت کی نماز پڑھے ثواب اس کو ادا کا ملے گا وقت میں قضا کا لفظ نہ کہے۔

الجواب

اس نماز کے قضا ہوجانے میں شک نہیں کہ نماز کے لئے شرعاً اوقات معین ہیں،

قال اللہ تعالیٰ ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا[1]۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بیشک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے۔

اور قضا ہوجانے کے یہی معنی ہیں کہ شرعاً جو وقت مقرر فرمایا گیا تھا وہ جاتا رہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان للصلوٰۃ اولا و اٰخرا وان اول وقت الفجر حین یطلع الفجر وان اٰخر وقتھا بیشک ہر نماز کے لئے اول و آخر ہے اور بیشک نمازِ صبح کا اوّل وقت طلوعِ فجر کے وقت ہے اور اس کا

---

[1] القرآن ۴/ ۱۰۳

Marfat.com

حین تطلع الشمس[1]۔ رواہ الترمذی والامام الطحاوی بسند صحیح عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ مطولا وھذا مختصر۔

آخر طلوعِ شمس پر ہے۔ اسے امام ترمذی اور امام طحاوی نے بسندِ صحیح اعمش سے، انھوں نے ابوصالح سے اور انھوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے تفصیلاً روایت کیا ہے اور یہ مختصر ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں:

ھذا اتفاق المسلمین ان اول وقت الفجر حین یطلع الفجر و اٰخر وقتھا حین تطلع الشمس[2]۔

یعنی اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ نمازِ صبح کا وقت طلوعِ فجر سے شروع ہوتا ہے اور طلوعِ شمس پر جاتا رہتا ہے۔

اما ماذکر فی بعض کتب الفقۃ مرفوعا من نام عن صلوۃ اونسیھا فلیصلھا اذا ذکرھا فان ذلک وقتھا **فاقول** الحدیث فی الصحیحین بلفظ من نسی صلوۃ فلیصلھا اذا ذکرھا لاکفارۃ لھا الا ذلک[3] اخرجاہ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، وفی لفظ لمسلم عنہ من نسی صلوۃ او نام عنھا فکفارتھا ان یصلھا اذا ذکرھا[4] وفی اخر لہ عنہ فلیصلھا اذا ذکرھا فان اللہ عز و جل یقول اقم الصلوۃ لذکری[5]۔ ولہ عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بلفظ فلیصلھا

جو بعض کتبِ فقہ میں مرفوعاً روایت مروی ہے کہ جو شخص نماز سے سوگیا یا اسے بھول گیا تو وہ جب یاد آجائے اسی وقت نماز ادا کرے کیونکہ یہی اس کا وقت ہے۔ **فاقول** (میں کہتا ہوں) اس حدیث کو بخاری و مسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جو نماز بھول گیا وُہ یاد آنے پر ادا کرے اس نماز کا کفارہ سوائے اس کے کچھ نہیں۔ مسلم شریف میں انہی سے یہ روایت ان الفاظ میں ہے: جو شخص نماز ادا کرنا بھول گیا یا سوگیا نماز رہ گئی تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب یاد آئے اسے ادا کرے۔ مسلم کی دوسری روایت جو اسی صحابی سے مروی ہے میں یہ الفاظ ہیں کہ جب نماز

---

[1] جامع الترمذی	ابواب الصلوٰۃ باب منہ	مطبوعہ امین کمپنی دہلی	۱/ ۲۲
[2] شرح معانی الآثار	باب مواقیت الصلوٰۃ	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/ ۱۰۳
[3] صحیح البخاری	باب من نسی صلوٰۃ فلیصل اذا ذکرالخ	" قدیمی کتب خانہ کراچی	۱/ ۸۴
صحیح مسلم	باب قضاء الصلوٰۃ الفائتۃ	" نور محمد اصح المطابع کراچی	۱/ ۲۴۱
[4] و [5] "	" "	" " " "	" "

Marfat.com

حین ینتبه لها فاذا کان الغد فلیصلها عند وقتها[1]
وله کالستة الا البخاری والترمذی عن
ابی ھریرة رضی اللہ تعالٰی عنه کاخر الفاظه
عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه و للترمذی و
صححه والنسائی فی حدیث ابی قتادہ رضی اللہ
تعالٰی عنه فلیصلها اذا ذکرها[2] و مثله لابی یعلی
والطبرانی فی الکبیر عن ابی حنیفة رضی اللہ
تعالٰی عنه و نحوه لهذا فی الاوسط عن
ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنه و
لمالك فی موطاه عن زید بن اسلم
عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اذا
رقد احدکم عن الصلٰوة او نسیها ثم
فزع الیها فلیصلها کما کان یصلیها لوقتها[3]
وللطبرانی عن میمونة بنت سعد رضی اللہ
تعالٰی عنها اذا ذکرها فلیصلها و لیحسن صلٰوته
ولیتوضأ فلیحسن وضوءه فذلك کفارته[4]
ولیس فی شیئ من ذلك "فان ذلك وقتها" بل
قد ارشد صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم

یاد آئے تو اسے ادا کرے کیونکہ اللہ تعالٰی کا فرمان ہے
نماز میری یاد کے لئے قائم کرو۔ اور مسلم نے حضرت ابوقتادہ
رضی اللہ تعالٰی عنہ سے یہ الفاظ روایت کئے ہیں کہ وہ
شخص جب بیدار ہو تو ادا کرے اور جب دوسرا دن
آئے تو اسے وقت پر ادا کرے۔ بخاری کے سوا صحاح
ستہ میں ایسے ہی ہے۔ ترمذی نے حضرت ابوہریرہ
رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث کے آخری الفاظ اس طرح
نقل کئے ہیں جو حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بھی
مروی ہیں۔ ترمذی اور نسائی میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ
تعالٰی عنہ سے مروی حدیث میں ہے؛ پس اسے پڑھ لے
جب اسے یاد آئے۔ ترمذی نے اس روایت کو
صحیح کہا ہے، ابویعلی اور المعجم الکبیر للطبرانی میں یہ حدیث
امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسی کی مثل مروی ہے،
اسی طرح اوسط میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی
عنہ سے اور امام مالک کے موطا میں زید بن اسلم سے مروی ہے کہ
نبی اکرم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز سے سو جائے یا اسے
بھول جائے پھر اسے نماز کے (قضاء) ہونے کا خوف
لاحق ہوا تو اسے اسی طرح ادا کرے جس طرح وقتی نماز

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساجد باب قضاء الصلٰوۃ الفائتۃ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۳۹
[2] جامع الترمذی ابواب الصلٰوۃ باب ماجاء فی النوم عن الصلٰوۃ مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۱/۲۵
سنن النسائی کتاب المواقیت فیمن نام عن صلٰوۃ " المکتبۃ السلفیہ لاہور ۱/۷۱
[3] موطا امام مالک کتاب وقوت الصلٰوۃ باب النوم عن الصلٰوۃ " میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۰
[4] المعجم الکبیر مروی از میمونہ بنت سعد رضی اللہ عنہا مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۲۵/۳۵

Marfat.com

فی حدیث ابی قتادة رضی اللہ تعالٰی عنہ بقولہ فاذاکان الغد فلیصلھا عند وقتھا ان الذی یصلی الیوم لیس لوقتہ والیہ یؤمی حدیث زید فلیصلھا کما کان یصلیھا لوقتھا نعم للطبرانی فی الاوسط و البیھقی فی السنن عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالٰی عنہ رفعا من نسی صلٰوة فوقتھا اذا ذکرھا[1] وقد نص البیھقی علٰی تضعیفہ فانی تقوم بہ الحجة بل ولئن صح لم یقادح الاجماع علی انہ یقبل التاویل ای انہ یطالب بھا الاٰن کما یطالب بھا فی وقتھا۔

ادا کرتا ہے۔ طبرانی میں حضرت میمونہ بنت سعد رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے کہ جب اسے یاد آئے ادا کرے اور اچھی طرح وضو کرے پس یہی اس کا کفارہ ہے۔ ان تمام روایات میں یہ الفاظ کہ "یہی اس کا وقت ہے" ہرگز نہیں ہیں بلکہ رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حدیث ابوقتادہ کے الفاظ "دوسرے دن کی نماز اپنے وقت پر ادا کرے" کے ذریعے یہ رہنمائی عطا فرمادی ہے کہ آج اس نے جو نماز پڑھی وہ وقت پر نہ تھی۔ حدیث زید کے الفاظ "اسے اسی طرح ادا کرے جیسے وقتی ادا کرتا ہے" بھی اسی طرف اشارہ کررہے ہیں، ہاں طبرانی نے اوسط اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جو نماز بھول گیا اس کا وقت وہی ہے جب اسے یاد آئے۔ لیکن امام بیہقی نے اس کے ضعیف ہونے کی تصریح کردی ہے تو یہ روایت دلیل کیسے بن سکتی ہے، بلکہ اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تو اجماع کو توڑ نہیں سکتی، علاوہ ازیں اس کی تاویل کرنا درست ہے کہ جب نماز یاد آئی ہے تو اس سے اس کی ادائیگی کا اسی طرح مطالبہ ہے جیسے کہ اس کے وقت میں تھا۔ (ت)

وقت میں قضا کا لفظ کہنے کی تو کوئی حاجت اس میں بھی نہیں جبکہ جیتے جاگتے قصداً معاذ اللہ قضا کردی ہو بلکہ ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ قضا بہ نیت ادا اور ادا بہ نیت قضا دونوں صحیح ہیں مگر اس سے ممانعت کی کوئی وجہ نہیں جبکہ وہ یقیناً قضا ہے تو قضا کہنے میں کیا مضائقہ رکھا ہے، رہا ادا کا ثواب ملنا یہ اللہ عزوجل کے اختیار میں ہے اگر وہ جانے گا کہ اس نے اپنی جانب سے کوئی تقصیر نہ کی صبح تک جاگنے کے قصد سے بیٹھا تھا اور بے اختیار آنکھ لگ گئی تو ضرور اس پر گناہ نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اما انہ لیس فی النوم تفریط انما التفریط علی من لم یصل الصلٰوة حتی یجیئ وقت الصلٰوة الاخری[2]۔ رواہ مسلم عن

سو جانے کی وجہ سے نماز رہ گئی تو گناہ نہیں لیکن جس شخص نے جان بوجھ کر نماز نہ پڑھی حتی کہ دوسری نماز کا وقت آگیا تو یقیناً گنہگار ہوگا۔ اسے مسلم نے حضرت ابوقتادہ

---

[1] مجمع الزوائد بحوالہ المعجم اوسط باب فیمن نام عن الصلٰوة مطبوعہ دارالکتاب العربیہ بیروت ۱/ ۳۲۲
السنن الکبرٰی کتاب الصلٰوة باب لاتفریط علی من نام عن صلٰوة مطبوعہ دار صادر بیروت ۲/ ۲۱۹

[2] صحیح مسلم کتاب المساجد باب قضاء الصلٰوة الفائتة " نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۳۹

Marfat.com

ابی قتادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وللنسائی والترمذی وصححہ عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بلفظ انہ لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظۃ[1]

و رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ نسائی اور ترمذی نے اسی صحابی سے ان الفاظ میں روایت کی ہے سوجانے کی صورت میں گناہ نہیں البتہ بیداری میں گناہ ہے۔ (ت)

اور جب اس کی جانب سے کوئی تقصیر نہیں تو امید یہی ہے کہ ثواب نماز کامل عطا ہو مگر اس سے وہ نماز قضا سے خارج نہ ہوجائے گی ثواب کا مدار نیت پر ہے بلکہ ثواب محض نیت پر مل جاتا ہے۔ صحیح حدیث میں ارشاد ہے کہ جو نماز کے قصد پر چلا اور جماعت ہوچکی جماعت کا ثواب پائے گا لیکن اس سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ جماعت فوت نہ ہوئی وھذا ظاھر جدا (یہ بالکل واضح ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۰۵: از نجیب آباد ضلع بجنور محلہ مجید گنج مرسلہ کریم بخش صاحب ٹھیکیدار ۷ ا جمادی الاول ۱۳۳۱ھ

قضا نماز کی جماعت ہوسکتی ہے یا نہیں؟ تنہا پڑھنا افضل ہے یا با جماعت؟ اور مسجد میں یا مکان پر؟ اگر جماعت ہوسکتی ہے تو صبح و عشا و مغرب کی نماز خاموش پڑھنا چاہئے یا با آواز؟ اور ہر ایک قضا عین وقت ہی پر پڑھی جائے مثلاً عشا کی عشا کے وقت اور ظہر کی ظہر کے وقت علی ہذا القیاس یا حتی الامکان جلد بلا تعین وقت؟

الجواب

اگر کسی امر عام کی وجہ سے جماعت بھر کی نماز قضا ہوگئی تو جماعت سے پڑھیں، یہی افضل و مسنون ہے اور مسجد میں بھی پڑھ سکتے ہیں، اور جہری نمازوں میں امام پر جہر واجب ہے اگرچہ قضا ہو۔ اور اگر بوجہ خاص بعض اشخاص کی نماز جاتی رہی تو گھر میں تنہا پڑھیں کہ معصیت کا اظہار بھی معصیت ہے قضا حتی الامکان جلد ہو، تعیین وقت کچھ نہیں ایک وقت میں سب وقتوں کی پڑھ سکتا ہے، درمختار میں ہے:

یکرہ قضاءھا فیہ (ای فی المسجد) لان التاخیر معصیۃ فلا یظھرھا۔ بزازیۃ۔[2]

مسجد میں نماز کی قضا مکروہ ہے کیونکہ تاخیر معصیت ہے جس کا اظہار نہیں ہونا چاہئے، بزازیہ۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

وفی الامداد انہ اذا کان التفویت لامر عام فالاذان فی المسجد لایکرہ لانتفاء العلۃ

امداد میں ہے جب نماز کا فوت ہونا کسی عام امر کی وجہ سے ہو تو اب مسجد میں قضا کے لئے اذان مکروہ نہیں

[1] سنن النسائی کتاب المواقیت فیمن نام عن صلوٰۃ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ۱/ ۷۱
جامع الترمذی ابواب الصلوٰۃ ماجاء فی النوم عن الصلوٰۃ " امین کمپنی دہلی ۱/ ۲۵
[2] درمختار باب الاذان مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۶۹

Marfat.com

کفعلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لیلۃ التعریس[1] کیونکہ وُہ علت معدوم ہے جیسے کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لیلۃ التعریس میں کیا تھا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

یجھر الامام وجوبا فی الفجر واولی العشائین اداء وقضاء[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم امام فجر اور مغرب وعشاء کی پہلی دو رکعات میں جہراً قرأت کرے خواہ نماز ادا پڑھائے یا قضاء۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۰۶ از نواب گنج ضلع بریلی مرسلہ امانت علی شاہ ۱۷ رمضان ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص کی بہت نمازیں قضا ہوگئی ہیں یا اُس نے دیر سے نماز شروع کی تو اُس کو کیا کرنا چاہئے کہ اُس کی پچھلی نمازیں پُوری ہوجائیں۔

الجواب

اُن نمازوں کی قضا کرے جس قدر روز پڑھ سکے اُسی قدر بہتر ہے مثلاً دس دن کی روز پڑھے یا آٹھ کی یا سات کی، اور چاہے ایک وقت میں پڑھے یا متفرق اوقات میں، اور ہر بار یُوں نیت کرے کہ سب میں پہلی وہ نماز جو مجھ سے قضا ہُوئی، جب ایک پڑھ لی پھر یُوں نیت کرے یعنی اب جو باقیوں میں پہلی ہے، اخیر تک اتنی پڑھے کہ اب اُس پر قضا باقی رہنے کا گمان نہ رہے، قضا ہر روز کی صرف بیس رکعت ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۰۷ و ۱۲۰۸ دبیر انجمن نعمانیہ لاہور ۱۴ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) ایک شخص جس نے اپنی چالیس سال کی عمر تک باوجود مسلمان کہلانے کے نماز روزہ حج زکوٰۃ ادا نہ کی ہو یا کبھی کچھ کرلیا اور کبھی کچھ نہیں اور بعد ازاں وُہ تائب ہوا اور تجدید ایمان کی اور کسی اہل اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی کہ اس شخص کو بھی ان عبادات کا اعادہ فرض ہوگا یا تجدید ایمان کافی ہوگی کیونکہ اسلام قبول کرنے سے پہلے تمام نقائص کو رفع کر دیتا ہے اور کسی کبائر وغیرہ کا بھی وُہ جوابدہ نہیں رہتا۔

(۲) اگر اس کی عمر ایسی مدت تک پہنچ گئی ہے کہ وہ سب قضا نمازیں کھڑے ہو کر ادا نہیں کرسکتا تو بیٹھ کر ادا کرنے سے ادا ہوجائے گی یا نہیں؟

الجواب

(۱) نماز روزہ حج زکوٰۃ ادا نہ کرنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا جتنے دنوں ادا نہ کرے گا اس کی قضا اس پر

---

[1] ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۸۸

[2] درمختار فصل ویجہر الامام " مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۷۹

Marfat.com

فرض رہے گی، کافر کا اسلام لانا اُس کے اگلے کبائر کو محو کر دیتا ہے، مسلمان صرف تجدید اسلام سے اپنے گناہوں سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا جب تک توبہ نہ کرے، جو فرائض ترک کئے ہیں اُس سے توبہ میں یہ بھی شرط ہے کہ اُن کی قضا کرے صرف زبانی توبہ توبہ نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جب تک کھڑے ہونے کی طاقت ہے کھڑا ہونا فرض ہے اگرچہ لکڑی یا آدمی یا دیوار کے سہارے سے، جتنی اس طور سے پڑھ سکے کھڑے ہو کر پڑھے، جب تھک جائے تھم جائے، اس طرح ادا میں اگر قصور کرے گا اور موت آگئی تو امید ہے کہ مولیٰ تعالیٰ باقی نمازیں معاف فرمائے گا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۰۹ جس شخص نے نمازِ صبح نہ پڑھی ہو تو اس کی جمعہ اور عید کی نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

عید کی تو مطلقاً ہو جائے گی اور جمعہ کی بھی اگر صاحبِ ترتیب نہ ہو یعنی اُس کے ذمہ پانچ نمازوں سے زیادہ قضا جمع ہو گئی ہوں اگرچہ ادا کرتے کرتے اب کم باقی ہوں، اگر صاحبِ ترتیب ہے تو جب تک صبح کی نماز نہ پڑھ لے جمعہ نہ ہوگا، اگر صبح کی نماز اسے یاد ہے اور وقت اتنا تنگ ہو گیا کہ صبح کی نماز پڑھے تو ظہر کا وقت ہی نکل جائے اور یہ جمعہ میں ہونا متوقع نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۱۰ از بنگالہ ضلع سلہٹ ڈاکخانہ کمال گنج موضع پھول ٹولی مرسلہ عبدالغنی صاحب
۲۰ شوال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے انتقال کیا اُس پر کفارہ صوم وصلوٰۃ کا واجب تھا بسبب غربت کے، حیات میں ادا نہ کیا، اب اس کے وارثوں نے قرض لے کر اُس کی جانب سے ایک قرآن شریف ہدیہ مسکین کو دے دیا اُس صورت میں کفارہ مذکورہ ذمہ زید سے ساقط ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

بازار کے بھاؤ سے وہ نسخہ مصحف شریف جس قیمت کا تھا بقدر اُس کے کفارہ ادا ہونے کی امید ہے مثلاً دو روپیہ ہدیہ کا تھا تو دو روپے کے گیہوں جتنے کفارے کو کافی ہوں وہی ادا ہو سکتا ہے باقی نماز روزے زید کے ذمے بدستور رہے، قرآن مجید بیشک بے بہا ہے اُس کے ایک کلمے ایک حرف کی برابر ساتوں آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے برابر نہیں ہو سکتے، مگر ان امور میں اعتبار مالیت کا ہے۔ قرآن عظیم مال نہیں۔ ہاں یہ کاغذ و جلد جو متضمن نقوش ہیں یہ مال ہیں انھیں کی قیمت ملحوظ ہوگی و بس، ورنہ یوں تو جس پر دس کروڑ روپے کسی کے قرض آتے ہوں ایک کلمہ اللہ پرچہ پر لکھ کر دے دے اور دین سے ادا ہو کر بے شمار اس کا اُس پر فاضل رہے وھذا کلہ ظاھر جدا (اور یہ سارا اچھی طرح واضح ہے۔ ت) واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

Marfat.com

مسئلہ ۱۲۱۱ ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مرگیا اُس نے عمر بھر نماز نہ پڑھی یا کبھی کبھی پڑھی اُس کی عمر ستر پچھتر برس کی ہُوئی کفارہ نماز کے بہت سے گیہوں یا جَو ہوں گے اور اس قدر مال نہیں تو اس کے ادا ہونے کا کیا طریقہ ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

اس کا طریقہ یہ ہے کہ مثلاً بارہ برس ادنٰی مدت بلوغ کی نکال کر ساٹھ برس کی نمازیں اُس کے ذمہ تھیں سال کے دن تین سو چھپن ہیں تو ایک سال کی نمازوں کے فدیے دو ہزار ایک سو تئیس ہُوئے اور ساٹھ برس کے ایک لاکھ ستائیس ہزار آٹھ سو ایک نماز کا فدیہ گیہوں سے نصف صاع یعنی بریلی کی تول سے ایک سیر سات چھٹانک دو ماشے ساڑھے چھ رتی اور انگریزی سیر سے کہ اسی روپیہ بھر کا ہے پونے دو سیر اور پون چھٹانک اور بیسواں حصہ چھٹانک کا یعنی ایک سیر تیرہ چھٹانک پانچواں حصہ چھٹانک کا کم، اس مقدار کو ۲۱۳۰ میں ضرب دیں تو سال بھر کی نمازوں کا کفارہ ہوا اور ۱۲۷۸۰۰ میں ضرب دیں تو ساٹھ سال کا، یہ تقریباً پونے پانچ ہزار من گیہوں ہُوئے، اس قدر دینے کی طاقت نہیں تو جتنے کی قدرت ہو اُس قدر فقیر کو دے کر مالک کر دیں قبضہ دلا دیں پھر فقیر اپنی طرف سے انھیں ہبہ کر دے یہ پھر دوبارہ نیتِ کفارہ اُسے دے کر قبضہ دلا دیں وہ پھر انھیں ہبہ کر دے یہ سہ بارہ ایسا ہی کریں یہاں تک کہ یہ اُلٹ پھیر اُس مقدار کو پہنچ جائے جتنے بڑی مقدار سے دور کریں گے جلد ختم ہوگا دَور کے لئے یہ بھی کر سکتے ہیں کہ کسی سے مثلاً سَو روپیہ کی تھیلی قرض لے کر وہ کفارے میں فقیر کو دیں اور یُوں ہی اُلٹ پھیر کریں کہ روپے سے دَور آسان ہوگا، اخیر میں فقیر کو کچھ دے کر راضی کریں۔ فتاوٰی بزازیہ میں ہے:

ان لم یکن لہ مال یستقرض نصف صاع ویعطیہ المسکین علی الوارث ثم الوارث علی المسکین ثم و ثم حتی یتم لکل صلوٰۃ نصف صاع کما ذکرنا[1]اھ وتفصیل الکلام فی فتاوٰنا۔ واللہ تعالٰی اعلم

اگر میّت کا مال نہیں تو نصف صاع قرض لے کر مسکین کو دیا جائے پھر وہ مسکین اسے وارث پر صدقہ کرے پھر وارث مسکین پر، اسی طرح کرتے جائیں یہاں تک کہ ہر نماز عوض نصف صاع ہو جائے، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اھ۔ اور تفصیلی گفتگو ہمارے فتاوٰی میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۱۲ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا انتقال ہُوا اور اُس کی نمازیں و روزہ قضا ہیں

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علی حامش الفتاوی الہندیۃ التاسع عشر فی الفوائت مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۶۹

Marfat.com

اُس کے ورثا اُن کا فطرہ ادا کرنا چاہتے ہیں اور اُس مقام پر آبادی اہل ہنود رعیت و مسلمان رعیت و سادات کی ہے جو بوجہ قحط سال انتہا درجہ کے محتاج ہیں اور ذوالقربٰی اور ہمسایہ بھی احتیاج رکھتے ہیں تو اُس فطرہ کو ان سب پر تقسیم کرنا جائز یا ناجائز اور دینا اولٰی اس میں سے کس گروہ کو ہے، متوفی کی سکونت سے دُور مقامات میں طلباء دین کو دینا اولٰی ہے یا مذکورین سابقین جو اسی آبادی میں اور قرب وجوار میں محتاج ہیں اور ایک نماز و روزہ کے فطرہ کو پورا ایک شخص کو دینا جائز ہے یا اُس کی قیمت کرکے نقد دینا جائز ہے یا نہیں، اگر نماز و روزہ کا غلّہ یا قیمت حساب لگا کر مساکین پر کم و بیش تقسیم کر دے تو جائز ہے یا نہیں یعنی ایک سو نمازیں اور پچاس روزہ کا فطرہ پیمائش کرکے انبار کیا یا اُس کی قیمت جمع کی اور پانچسو مساکین پر تقسیم کرنا منظور ہے تو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب

یہ صدقہ حضرات سادات کرام کے لائق نہیں اور ہنود وغیرہم کفارِ ہند اس صدقے کے لائق نہیں ان دونوں کو دینے کی اصلاً اجازت نہیں، نہ ان کے دیے ادا ہو۔ مسلمین مساکین ذوالقربٰی غیر ہاشمیین کو دینا دونا اجر ہے مدرسۂ دینیہ کے طلبۂ علم دین کے صحیح العقیدہ کو بھیجنے کی اجازت ہے اگرچہ وہ دوسرے شہر میں ہوں حتی کہ زکوٰۃ بھی۔ درمختار میں ہے:

کرہ نقلھا الا الی قرابۃ او احوج او اصلح و انفع للمسلمین او الی طالب علم[1]

زکوٰۃ کی رقم کا دوسری جگہ منتقل کرنا مکروہ ہے مگر اس صورت میں جب دوسرے مقام پر رشتہ دار یا زیادہ محتاج یا زیادہ صالح یا مسلمانوں کا زیادہ نفع ہے یا طالب علم ہو۔ (ت)

اقارب وجیران اور دور کے طلبۂ علم دونوں میں ایک ایک وجہ اولیت کی ہے جو اسے انفع معلوم ہو اُس پر عمل کرے چاہے اناج دے یا اُس کی قیمت ایک فقیر کو متعدد نمازوں روزوں کا فدیہ دے سکتا ہے جب تک وہ اُس کے دینے سے مالک نصاب نہ ہو جائے، ہاں مدیون ہو تو بقدر دین ہزار نصابوں کی مقدار ایک کو دے سکتا ہے کسی فقیر کو ایک کفارہ کی مقدار سے کم نہ دے بلکہ پُوری مقدار یا مقادیر یا اُس کی یا اُن کی پوری قیمت ہو، احتیاط اس میں ہے خروجا عن الخلاف (اختلاف سے بچنے کے لئے۔ ت) درمختار میں اسی کفارہ کے بارے میں ہے:

لوادی للفقیر اقل من نصف صاع لم یجز

اگر فقیر کو نصف صاع سے کم دیا تو یہ جائز نہیں اور اگر اسے

---

[1] درمختار کتاب الزکوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۱

Marfat.com

ولو اعطاہ الکل جاز[1] | تمام دے دیا تو جائز۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ھذا ثانی قولین حکاھما فی التتارخانیة بدون ترجیح وظاھر البحر اعتمادہ والاول منھما انہ یجوز کما یجوز فی صدقة الفطر[2]

یہاں دو اقوال میں سے دوسرا ہے جنھیں تتارخانیہ میں بغیر ترجیح کے نقل کیا اور بحر سے اسی پر اعتماد کا اظہار ہو رہا ہے اور پہلا قول یہ ہے کہ یہ اسی طرح جائز ہے جس طرح صدقۃ الفطر میں جائز ہے۔ (ت)

یہاں سے ظاہر ہوا کہ سو نمازوں اور پچاس روزوں کا فدیہ ڈیڑھ سو مساکین سے زائد کو نہ دیا جائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۱۳ ازموضع بکہ جیلی والا علاقہ جاگل تھانہ ہری پور ڈاک خانہ کوٹ نجیب اللہ خاں مرسلہ مولوی شیر محمد صاحب ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ملک پنجاب میں رواج ہے کہ میّت کے جنازہ کے وقت اسقاط کرتے ہیں یہ درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اسقاط کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ اگر میّت پر نماز روزہ قضا ہیں اور اس نے اتنا مال نہ چھوڑا جس کے ثلث سے بحالتِ وصیت اُس کا فدیہ ادا ہوسکے یا وصیّت نہ کی اور سب ورثا ادائے فدیہ پر راضی نہیں تو پہلی صورت میں اُس کے تہائی مال کا حساب لگائیں کہ اس سے کس قدر کا فدیہ ادا ہوسکتا ہے، مثلاً فرض کرو کہ چہارم کی قدر ہے تو ثلث مال فقیر کو بہ نیتِ فدیہ دیں فقیر اُسے لے کر پھر وارث کو ہبہ کردے یہ پھر بہ نیتِ فدیہ دے فقیر پھر لے کر ہبہ کردے اور ہر بار فقیر و وارث قبضہ کرتے جائیں یہاں تک کہ فدیہ ادا ہوجائے، یا مال بالکل نہیں ہے تو وارث مثلاً ڈیڑھ سیر گیہوں یا اس کی قیمت کسی سے قرض لے کر اُس کا الٹ پھیر کرلے اگرچہ ہزار بار یا زائد میں فدیہ کی حد تک پہنچے۔

فی الدر المختار لومات وعلیہ صلوات فائتة واوصی بالکفارة، یعطی لکل صلوة نصف صاع من بر کالفطرة وکذا حکم الوتر و

درمختار میں ہے اگر کوئی شخص فوت ہوجاتا ہے اور اس پر نمازیں ہیں اور وہ اپنے کفارہ کی وصیت کرجاتا ہے تو ہر نماز کے عوض فطرہ کی طرح گندم کا نصف صاع دیا جائیگا

---

[1] درمختار | باب قضاء الفوائت | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۰۱

[2] ردالمحتار | " " " | " مصطفی البابی مصر | ۱/ ۵۴۳

Marfat.com

الصوم وانما یعطی من ثلث مالہ ، ولولم یترك مالا یستقرض وارثہ نصف صاع مثلا ویدفعہ لفقیر ثم یدفعہ الفقیر للوارث ثم وثم حتی یتم[1]

وتر اور روزے کا بھی یہی حکم ہے اور یہ اس کے تہائی مال سے دیا جائے گا اور اگر میت نے مال ہی نہیں چھوڑا تو وارث نصف صاع قرض لے کر کسی فقیر کو دے اور پھر فقیر وارث کو دے، اسی طرح دیتے رہیں یہاں تک کہ تمام نمازوں کا عوض ہوجائے۔(ت)

اس کے سوا یہ جو عوام میں رائج ہے کہ سارے فدیہ کے عوض ایک قرآن دے دیا کہ وہ تو بے بہا ہے یوں ادا نہیں ہوتا قرآن مجید بیشک بے بہا ہے مگر جو بے بہا ہے یعنی کلام الٰہی کہ ورقوں میں لکھا ہے وہ مال نہیں، نہ وہ دینے کی چیز ہے تو جو مال ہے یعنی کاغذ اور پٹھے اسی کی قیمت معتبر ہوگی اور وہ جب مقدار فدیہ کو نہ پہنچے گی فدیہ کیونکر ادا ہوگا وھذا ظاھر جدا (یہ نہایت ہی واضح ہے۔ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۱۴ از دھولقہ ضلع احمد آباد گجرات مسئولہ محمد یوسف صاحب ۲۲ ذی القعدہ ۱۳۳۶ھ

بخدمت ہادیِ برحق مولٰنا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام برکاتہ، گزارش یہ ہے کہ ہم قصبہ دھولقہ کے رہنے والے ہیں ہم لوگ بالکل سیدھے سادھے اور صرف راہِ حق کے تلاش کرنے والے ہیں، کسی فریق یا پارٹی سے ہمیں کوئی لگاؤ یا تعلق نہیں، آپ کے حکم پر ہمیشہ گردن جھکانے کو تیار ہیں مگر ہم لوگوں میں اردو کی معمولی لیاقت کے اور علم نہیں ہے آپ کا ایک فتوٰی اول گجراتی کتاب میں چھپا ہے اور دوسری ایک تحریر مولوی علاء الدین صاحب پر آئی ہوئی چھپی ہے، ان دونوں تحریروں کو سمجھنے کی ہم لوگ لیاقت نہیں رکھتے اس لئے خدمتِ والا میں عرض کرتے ہیں کہ ہمارے اس قصبہ میں چھبیس سیر گیہوں فی سیر ۸۰ روپیہ کے حساب سے اور نقد سوا روپیہ اور ایک کلام اللہ شریف اتنی چیزوں کا حیلہ اس طرح کرتے ہیں کہ جنازہ کا امام کچھ پڑھتا ہے کیا پڑھتا ہے وہ ہمیں معلوم نہیں بعد پڑھنے کے حاضر فقیروں میں تین دَور کرا دیتا ہے اور پھر وہ چیزیں امام وغیرہ بانٹ لیتے ہیں، یہ حیلہ شریعت کے مطابق ہے اور جائز ہے یا نہیں، صرف مختصر جواب اردو آسان لفظوں میں ہوگا تو بھی ہماری کافی تسلی ہوگی۔

الجواب

امام جنازہ جو کچھ پڑھتا ہے اگر اُس میں کوئی بات خلافِ شرع نہ ہو (مثلاً یہ نہ ہو کہ اس میت کے گناہ ہم نے اپنے سر لئے یا اس کا عذاب وثواب ہمارے اوپر کہ ایسا کہنا شریعت میں حرام ہے) اور وہ لوگ جن پر اُن چیزوں کا دَور کراتا ہے، فقیر محتاج زکوٰۃ لینے کے قابل ہوں تو اس چھبیس سیر گیہوں کی جو قیمت وہاں اُس وقت

---

[1] درمختار باب قضاء الفوائت مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۰۱

Marfat.com

بازار کے بھاؤ سے ہوا اور اُس مصحف شریف کا جو ہدیہ وہاں اُس وقت ہوا اور وہ سوا روپیہ ان کے مجموعہ کو ان دَور والے محتاجوں مصرف زکوٰۃ کے سرچند میں ضرب دینے سے جو حاصل ہو یہ مال جتنے نماز روزوں کا کفارہ ہوا اُس قدر کا ہوگیا اگر میت پر زیادہ کفارہ تھا تو باقی اُس کے ذمہ پر باقی رہا مثلاً وہ گیہوں تین روپے کے ہوں اور وہ مصحف پونے تین روپے ہدیہ کا ہو تو یہ اور وہ سوا روپیہ مل کر سب ساٹ روپیہ کا مال ہوا اب اگر دَور میں اس فقیر میں اور اُن پر تین بار دَور ہوا تو گویا تیس[۳۰] فقیروں کو سات سات روپے دئے گئے مجموع دو سَو دس[۲۱۰] روپے ہُوئے، میت پر نماز روزے وغیرہ کا مطالبہ اگر اس قدر یا اس سے کم تھا تو سب ادا ہوگیا اور زیادہ کا تھا تو جتنا زائد تھا باقی رہا مثلاً اُس کے نماز روزوں کے حساب سے جتنے گیہوں کفارہ کے ہوتے اُن کی قیمت وہاں اُس وقت کے بھاؤ سے ہزار روپے تھی اور یہ دو سَو دس[۲۱۰] روپے ہُوئے تو سات سَو نو[۹] روپے کا مطالبہ میت پر رہا اور اگر دَور والوں میں بعض وُہ ہوں کہ اگرچہ فقیر بنتے ہیں مگر مالدار ہیں حاجتِ اصلیہ کے علاوہ چھپّن[۵۶] روپے کے مال کے مالک ہیں تو اُن کے شامل ہونے سے دَور میں حرج نہ آئے گا فقط اتنا ہوگا کہ دَور میں اُن کا شمار نہ ہوگا مثلاً دس[۱۰] فقیروں پر دَور کیا اور اُن میں تین غنی تھے تو سات ہی پر دَور سمجھا جائے گا، صورتِ مذکورہ میں تیس[۳۰] فقیروں کی جگہ اکیس[۲۱] ہی رکھے جائیں گے اور دو سَو دس[۲۱۰] روپے کی جگہ ایک سَو سینتالیس[۱۴۷] روپے کا کفارہ ادا ہوگا، ہاں اگر اُن میں کوئی بھی محتاج نہ ہوا سب غنی تھے تو بیشک کفارہ بالکل ادا نہ ہوگا، غرض یہ حیلہ یا تو بالکل کافی ہے جبکہ میت پر مطالبہ اسی قدر یا اس سے کم ہو ورنہ نافع ضرور ہے جبکہ ان دَور والوں میں ایک بھی فقیر ہو کہ آخر کچھ نہ کچھ مطالبہ تو میت پر سے کم ہُوا، ہاں جیسے بہت عوام دَور ہی نہیں کرتے ایک مصحف شریف دے دیا اور سمجھ لیے کہ عمر بھر کا سب کفارہ ادا ہوگیا' یہ محض مہمل و باطل ہے، یُونہی یہاں جب پُورے مطالبہ کے قدر نہ ہو تو اُس سے بالکل ادا سمجھ لینا غلط و باطل ہے پھر بھی اس سے اُس حیلہ کا جتنا فائدہ ہے زائل نہیں ہوتا، بعض کو کل سمجھ لینا اُن کی غلطی ہے جیسے کسی کے ہزار روپے زید پر قرض ہوں اور زید سَو[۱۰۰] روپے ادا کرے اور سمجھ لے کہ سب ادا ہوگیا تو یہ اُس کی غلطی ہے، مگر اس غلطی کے سبب وہ سَو[۱۰۰] روپیہ جو ادا کئے باطل نہ ہو جائیں گے وہ فائدہ اسے حاصل رہے گا کہ اب ہزار[۱۰۰۰] کی جگہ نو سَو[۹۰۰] کا مطالبہ اُس پر رہا، بہرحال اس میں فائدہ ضرور ہے مگر اُس طرح کی کوئی خلافِ شرع بات نہ کی جاتی ہو، جس کی مثال اُوپر گزری، بغیر اس کے اُسے مطلقاً ناجائز بتانے والا محض غلطی پر ہے، البتہ مسلمانوں کو مناسب یہ ہے کہ وُہ طریقہ دَور کا کریں جس سے میت پر سے باذنہٖ تعالیٰ سب مطالبہ ادا ہو جائے، اس کا بیان ہمارے فتوٰی میں مفصل موجود ہے اور اس پر یہ اعتراض کہ قرآن مجید کا صدقہ حرام بلکہ کفر ہے جہل و حماقت ہے ورنہ[۱] مسکین طالب علم کو قرآن مجید دینا حرام و کفر ہو، اسے صدقہ کہہ کر نہ دے ہبہ کہے جب بھی تو صدقہ ہی ہوگا جیسا کہ فقہاء تصریح فرماتے ہیں۔ درمختار میں ہے:

Marfat.com

الھبة للفقیر صدقة والصدقة علی الغنی ھبة۔[1] ہبہ فقیر کے لئے صدقہ اور صدقہ غنی کے لئے ہبہ ہوجاتا ہے۔ (ت)

اور محققین کے نزدیک یہاں نفس قربت مؤثر وان کان الاثر اشد مع الاسقاط (اگرچہ اثر اسقاط کے ساتھ اشد ہے۔ ت) فتح القدیر میں ہے:

الذی نعقلہ ان کلا من التقرب والاسقاط موثر۔[2] ہم یہ سمجھے ہیں کہ تقرب اور اسقاط دونوں ہی مؤثر ہیں۔ (ت)

پھر[2] قرآن مجید وقف کرنے کا جواز کتبِ مذہب میں مصرح ہے، درمختار میں ہے:

وفی الدرر وقف مصحفا علی اھل مسجد للقرأۃ ان یحصون جاز وان وقف علی المسجد جاز ویقرأ فیہ۔[3] درر میں ہے اگر کسی نے برائے تلاوت اہلِ مسجد کے لئے قرآن وقف کیا تو وہ اسے محفوظ رکھیں تو جائز ہے اور اگر مسجد کے لئے وقف کیا تو بھی جائز ہے اور اس سے تلاوت بھی جائز ہوگی۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ ان یحصون جاز ھذا الشرط مبنی علی ما ذکرہ شمس الائمۃ من الضابط وھو انہ اذا ذکر للوقف مصرفا لابد ان یکون فیھم تنصیص علی الحاجۃ حقیقۃ کالفقراء او استعمالا بین الناس کالیتامٰی والزمنی لان الغالب فیھم الفقر فیصح للاغنیاء والفقراء منھم ان کانوا یحصون والا فللفقراء منھم فقط۔[4] ماتن کا قول "اگر اسے وہ محفوظ رکھیں" یہ اس ضابطہ پر مبنی ہے جس کا تذکرہ شمس الائمہ نے کیا کہ جب واقف وقف کے لئے کوئی مصرف بیان کرے تو ضروری ہے کہ لوگوں میں اس کی حاجت وضرورت بیان کرے خواہ وہ ضرورت حقیقۃً ہو مثلاً ضرورتِ فقراء یا لوگوں کے درمیان استعمالاً ہو مثلاً یتامٰی اور بے دست وپا لوگ، کیونکہ ان میں اغلب طور پر فقر ہوتا ہے پس اغنیاء وفقراء کے لئے یہ صحیح ہوگا جبکہ وہ اسے محفوظ رکھنے والے ہوں ورنہ فقط فقرا کیلئے ہوگا۔ (ت)

---

[1] درمختار | کتاب الھبۃ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۲/۱۶۱
[2] فتح القدیر | | " نوریہ رضویہ سکھر |
[3] درمختار | کتاب الوقف | " مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۳۸۰
[4] ردالمحتار | " | " مصطفی البابی مصر | ۳/۴۱۱

Marfat.com

وقف بھی صدقہ ہی ہے بلکہ صدقہ جاریہ مستمرہ حتی کہ اگر خاص چند اغنیاء پر ہو جب بھی اس کا آخر فقراء کے لئے ہونا لازم، صحیح بخاری و صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی:

ان عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ اصاب ارضا بخیبر فاتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یستامرہ فیھا فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان شئت حبست اصلھا وتصدقت بھا قال فتصدق بھا عمر انہ لایباع ولا یوھب ولا یورث وتصدق بھا فی الفقراء وفی القربٰی وفی الرقاب وفی سبیل اللہ وابن السبیل والضیف[1]۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے خیبر میں کچھ زمین حاصل کی تو رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ اس کے بارے میں آپ سے رہنمائی حاصل کی جائے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر آپ چاہیں تو اسے (منتقل ہونے سے) روک لیں اور صدقہ کردیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اسے صدقہ کردیا اسی طرح کہ نہ اسے بیچا جائے گا نہ ہبہ کیا جائے گا۔ اس میں وراثت جاری نہ ہوگی اور اسے فقراء، قریبی رشتہ داروں، غلاموں کی آزادی، راہِ خدا میں، مسافروں اور مہمانوں کے لئے صدقہ کردیا۔ (ت)

یہ حدیث محرر المذہب سیدنا امام محمد نے مبسوط میں یُوں روایت فرمائی:

اخبرنا صخر بن جویرۃ مولٰی عبداللہ بن عمران عمر بن الخطاب کان لہ ارض تدعی ثمغا وکان نخلا نفیسا فقال یارسول اللہ انی استفدت مالا ھو عندی نفیس افاتصدق بہ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تصدق باصلہ لایباع ولا یوھب ولا یورث ولکن تنفق ثمرتہ فتصدق بہ عمر فی سبیل اللہ وفی الرقاب وللضیف وللمسافر و

ہمیں صخر بن جویرہ جو کہ عبداللہ بن عمر کے آزاد کردہ غلام تھے، نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس ایک ثمغ نامی زمین کا ٹکڑا تھا اور وہاں نہایت اچھا کھجوروں کا باغ تھا انھوں نے حضور اکرم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کیا میں نے ایسا مال حاصل کیا ہے جو میرے نزدیک نہایت ہی قیمتی ہے کیا میں اسے صدقہ کردوں؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا اصل صدقہ کردو اس طرح کہ نہ اسے بیچا جائے نہ ہبہ کیا جائے اور نہ ہی اس کا وارث بنایا جائے لیکن اس کا پھل خرچ کیا جائے۔

---

[1] صحیح مسلم باب الوقف مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۴۱

Marfat.com

لابن السبیل ولذی القربیٰ، الحدیث۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے راہِ خدا، غلاموں کی آزادی، مہمان نوازی، مسافر، ابن سبیل اور قریبی رشتہ داروں پر صدقہ کردیا۔ (ت)

صحیح بخاری کے بھی بعض طرق میں بالفاظ امام محمد ہے: تصدق باصلہ لا یباع[2]، الحدیث (اس کا اصل صدقہ کردو اسے فروخت نہ کیا جائے، الحدیث۔ ت)

مانعین کیا کہتے ہیں اُس صورت میں جبکہ مثلاً کوئی اہلِ خیر سو مصحف شریف اُن کے مدرسہ یا یتیم خانے میں بھیجے کہ ان میں غربا کے بچے اور یتامیٰ پڑھا کریں اُس کا یہ فعل حسن و باعثِ ثواب ہے یا حرام و موجب عذاب بلکہ معاذ اللہ کفر، اور اگر اس نے نذر مانی ہو کہ اللہ تعالیٰ کے لئے دس مصحف شریف فقرائے مسلمین کو دُوں گا تو یہ نذر حلال ہے یا حرام و کفر، اور اگر وصیت کی ہو کہ میری مِلک کے مصاحف سب میرے بعد فقرائے مسلمین کو دے دئے جائیں اور وہ ثلث مال سے زائد نہ ہوں تو یہ وصیت صحیح یا باطل اور یہ دینا وصی پر واجب ہے یا حرام، پھر یہ حکم صرف مصحف شریف کے لئے ہے یا کتب حدیث و فقہ کے لئے بھی، طرفہ یہ کہ مانعین کے امام الطائفہ گنگوہی کے فتاوٰی حصہ ۳ میں ہے:

سوال: خرید کر قرآن دینا درست ہے یا نہیں؟

جواب: زکوٰۃ کے روپے سے قرآن کتاب کپڑا وغیرہ جو کچھ خرید کر دے دیا جائے زکوٰۃ ادا ہوجاتی ہے اھ۔

بات یہ ہے کہ مانعین حقیقتِ امر سے غافل ہیں جو اس کی تحقیق بازغ کا طالب ہو ہمارے فتاوٰی کی طرف رجوع کرے وباللہ التوفیق واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۱۵: از ریاست رامپور مرسلہ حبیب اللہ بیگ جماعت مولوی فاضل اورنٹیل کالج ۱۷ صفر ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طریقہ اسقاط جو ملک افغانستان میں مروج ہے وہ شرعاً ثابت اور مستحسن ہے یا نہیں، اگر ثابت ہے تو اُس کی کیا دلیل ہے، اور فدیہ صوم اگرچہ منصوص ہے لیکن فدیہ صلوٰۃ پر کون سی نص ہے اور یہ یعنی دوران قرآن کیوں متروک العمل ہے اور یہ ہندوستان میں کیوں مروج نہیں، برتقدیر ثانی یہ عبارت فتاوٰی سمرقندیہ کی بالکل غلط ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے:

لما صنف الامام الربانی محمد بن حسن الشیبانی کتاب الحیل فی کل باب انکر

جب امام ربانی محمد بن حسن الشیبانی نے ہر معاملہ کے بارے میں کتاب الحیل لکھی تو اس پر علماءِ بغداد نے

---

[1] سنن الدارقطنی باب کیف یکتب الحبس مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۴/۱۹۳

[2] صحیح البخاری باب الوقف وکیف یکتب " قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۸۹

Marfat.com

علیه علماء البغداد بلغوا تلك القصة الى
خلیفة البغداد فقال الخلیفة ارسل الی ذلك
فان كان موافقا للاصول فیها والا فنخرقه
فقال ان العلماء احسادوا وانكروا حسدا
فجاء الامام بذلك الكتاب الی الخلیفة فنظر
فیه فتعجب فطلب العلماء وقال انظروا
فیه بدقة النظر من غیر حسد فلما
رأوه قالوا فقد احسن محمد ضاعف
الله اجره الی الابد ثم سئل الخلیفة عن
الامام من ای اصل اخرجت تلك المسائل
قال اخرجت من قصة ایوب و یوسف
وسنة حیلة الرباء والحد فقال
الخلیفة للعلماء من انكر الحلیة فقد انكر
القرآن والحدیث و اجماع العلماء
فالتعزیر واجب علیه فلما حول
ورقة وقع النظر علی حیلة الاسقاط
فقال الامام اسهل طریقته ان
یبیع الوارث علی الفقیر مصحفا قابل
القراءة ثم یهب الفقیر للوارث ثم
فثم حتی یتم لعل الله یجعل فدیة
الصوم والصلوٰة والزكوٰة وغیرها
فقال العلماء قلت قولا حسنا بارك الله فی
عمرك فاكتب فی كتابك فكتب الامام
تلك الحیلة فی كتابه فشاع فی زمان الخلیفة
رالدررالبرر للامام الغزالی قال الشارح السمرقندی

اعتراض کیا یہ بات خلیفۂ بغداد کو پہنچی تو اس نے کہا وہ کتاب مجھے لاکر دو اگر اس کی عبارات اصول کے موافق ہیں تو ٹھیک ورنہ ہم اسے جلا دیں گے اور علماء نے اعتراض حسداً کیا تھا، امام نے کتاب خلیفۂ وقت کو دی اس نے جب اسے پڑھا تو بہت متعجب ہوا، علماء کو طلب کیا اور کہا حسد سے بالاتر ہو کر دقتِ نظر سے اس کا مطالعہ کرو، جب انھوں نے اس کتاب کو پڑھا تو سب کہنے لگے کہ امام محمد نے بہت خوب کام کیا ہے اللہ تعالیٰ تاقیامت ان کو اجر عطا فرمائے، پھر خلیفہ نے امام سے پوچھا ان مسائل کا استنباط کرتے وقت کونسی اصل آپ کے پیشِ نظر تھی، تو انھوں نے فرمایا میں نے حضرت ایوب، حضرت یوسف علیہم السلام کے واقعات اور حیلہ ربا کی سنت اور حد سے انھیں مستنبط کیا ہے خلیفہ نے علماء سے کہا جو شخص حیلہ کا انکار کرتا ہے اس نے تو قرآن، حدیث اور اجماع کا انکار کیا تو اس پر تعزیر لازم ہے۔ جب خلیفہ نے کتاب کا ایک ورق اٹھایا تو اس کی نظر حیلہ اسقاط پر پڑی، امام نے کہا کہ حیلہ کا آسان طریقہ یہ ہے کہ وارث محتاج کو قابلِ قرأت قرآن بیچ دے پھر وہ فقیر اس وارث کو ہبہ کر دے، پھر اسی طرح مسلسل کیا جائے حتیٰ کہ پورا ہو جائے شاید اللہ تعالیٰ اسے روزہ، نماز اور زکوٰۃ وغیرہ کا فدیہ بنا دے۔ علما نے کہا کہ آپ نے بہت خوب بات فرمائی ہے اللہ تعالیٰ تمھاری عمر میں برکت دے پس اسے اپنی کتاب میں تحریر فرمادو اور یہ طریقہ خلیفہ کے دور میں مروج رہا الدر البرر للامام غزالی۔ شارح سمرقندی نے فرمایا، ہمیں

Marfat.com

حدثنا عباس بن سفیان عن ابن عتبة عن
ابن عوف عن محمد عن عبد الله قال
قال عمر ایها المومنون اجعلوا القرآن
وسیلة لنجاة الموتی فتحلقوا وقولوا
اللهم اغفر لهذا المیت بعزة القرآن
وتناولوا بایدیکم وفعل عمر فی آخر
خلافته فی وفاة امرأة ملقبة الحبیبة
بنت عربد زوجة ملاب لجزء من
القرآن فمالوا الی عمر ولم یشتهر
فی خلافة عثمان ثم اشتهر فی
خلافة هارون الرشید من غیر انکار
دوران القرآن بحیلة الاسقاط فاصله
ثابت عن عمر وهذا وان لم یذکر
فی کتب المشهورة من الاحادیث ولکنه
مشهور فی بعض الکتب من التواریخ بسند
قوی کما قال المورخ اللبیب صاحب الفتوح
اخبرنا ابو عاصم عن ابن جریج عن ابن شهاب
عن ابن سلمة عن ابن موسی قال فعل عمر
دوران القرآن لجزء منه بحلقة عشرین
رجلا بعد صلوۃ الجنازة لامرأة ملقبة
بحبیبة بنت عربد زوجة ملاب لرجل
من الانصار ما حفظنا اسمه فانکار مطلقة
الحیلة کفر وعن حیلة الاسقاط فسق لانه ثبت
عن عمر، اخبرنا سعید بن ایوب عن جمیع عن
عبد الله بن ابی بکر انه اوجد عمر بدور القرآن

عباس بن سفیان نے ابن عتبہ سے انھوں نے ابن عوف
سے انھوں نے محمد انھوں نے عبد اللہ بن عمر سے کہ حضرت عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے اہلِ ایمان! قرآن
کو مُردوں کی نجات کے لئے وسیلہ بناؤ اور حلقہ بنا کر
یُوں عرض کرو اے اللہ! اس میت کو عزتِ قرآن کی
برکت سے بخش دے اور اسے ایک دوسرے کے ہاتھ
میں دو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت
کے آخری دَور میں حبیبہ بنت عربد زوجۂ ملاب کی
وفات کے موقعہ پر قرآن کے ایک حصہ سے ایسا کیا،
لیکن یہ عمل خلافتِ عثمان میں مشہور نہ ہوا پھر ہارون الرشید
کے زمانہ میں قرآن کا دَور حیلۂ اسقاط کے لئے بغیر کسی
اعتراض کے مشہور رہا تو اس حیلہ کی اصل حضرت عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت، اور یہ بات اگرچہ مشہور
کتبِ احادیث میں نہیں لیکن کتبِ تاریخ میں سند قوی
کے ساتھ مشہور ہے جیسا کہ عظیم مورخ صاحب الفتوح
نے بیان کیا کہ ہمیں ابو عاصم نے ابن جریج سے انھوں نے
ابن شہاب، انھوں نے ابن سلمہ، انھوں نے ابن موسیٰ
سے بتایا کہ حضرت عمر نے بیس آدمیوں کے حلقہ میں قرآن
کے ایک جُزء کو لیا دیا اور یہ اس خاتون کے جنازہ
کے بعد کیا جو ملاب انصاری کی بیوی اور حبیبہ بنت عربد
کے لقب سے مشہور تھی اس کا نام محفوظ نہیں، تو مطلقاً
حیلہ کا انکار کفر اور حیلۂ اسقاط کا انکار فسق ہے کیونکہ یہ
حضرت عمر سے ثابت ہے ہمیں سعید نے ایوب سے،
انھوں نے جمیع سے انھوں نے عبد اللہ بن ابی بکر سے
بتایا کہ نمازِ جنازہ کے بعد قرآن کا دَور حضرت عمر رضی اللہ

Marfat.com

بعد صلوٰۃ الجنازۃ انتھی فتاوی سمرقندی من عتبۃ۔ تعالٰی عنہ نے ایجاد کیا انتہی، فتاوٰی سمرقندی میں عتبہ کے حوالے سے منقول ہے۔ (ت)

نیز اس میں دورانِ قرآن کی نسبت حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف ہے وہ صحیح ہے یا نہیں اور اس کی سند کیسی ہے؟

الجواب

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ اور ان کے سوا اور حضرات سے جو کچھ روایات بے سرو پا اس عبارت میں مذکور ہیں سب باطل و افترا ہیں، نہ یہ عبارت فتاوٰی سمرقندیہ میں ہے اُس پر بھی افترا ہے، اور بے چارہ افتراء کرنے والا عربی عبارت بھی باقاعدہ نہ بنا سکا اپنی ٹوٹی پھوٹی جاہلانہ خرافات کو صحابہ و ائمہ کی طرف منسوب کیا مسئلہ دَور عامہ کتب متداولہ مذہب میں مصرح ہے خود مصحف شریف سے ہو یا کسی مال سے مگر ہر بار کے دینے میں اُتنا ہی مجرا ہوگا کہ بازاری نرخ سے وہ مصحف شریف جتنے ہدیہ کا ہے یہ جاہلانہ خیال کہ یہ تو بے بہا ہے ایک ہی دفعہ میں اگلے پچھلے بلکہ سات پشت کے سب کفارے ادا ہو جائیں گے محض جاہلانہ خیال باطل ہے کما بیناہ فی فتاونا بما لامزید علیہ (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اتنی تفصیل سے بیان کیا ہے جس پر اضافہ نہیں کیا جاسکتا۔ ت) فدیہ صلوٰۃ پر اگرچہ نصِ شارع علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم نہ آیا نص مجتہد مذہب ہے وکفی بہ حجۃ (یہ دلیل کے لئے کافی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

Marfat.com

باب سُجُود السہو

(سجدۂ سہو کا بیان)

مسئلہ ۱۲۱۶: ۷ ربیع الآخر ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص الحمد شریف پڑھ کر سوچتا رہا کہ کون سی سورت پڑھوں اور اس میں کچھ دیر لگ گئی تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر بقدر ادائے رکن ای مع سنتہ کما فی الغنیۃ (یعنی سنت کے مطابق جیسے غنیہ میں ہے۔ت) یعنی مثلاً جتنی دیر میں تین بار سبحان اللہ کہہ لیتا اتنے وقت تک سوچتا رہا تو سجدۂ سہو لازم ہے ورنہ نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

التفکر الموجب للسہو مالزم منہ تاخیر الواجب او الرکن عن محلہ بان قطع الاشتغال بالرکن او الواجب قدر اداء رکن وھو الاصح[1] اھ ملخصا۔ واللہ تعالٰی اعلم

ایسا سوچنا جو سہو کا سبب ہے وہ ہوگا جو واجب یا رکن کو اپنے مقام سے مؤخر کر دے مثلاً ادائے رکن کی مقدار کسی رکن یا واجب سے اعراض کر لیا جائے، یہی اصح ہے اھ ملخصاً۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار باب سجود السہو مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۵۸

Marfat.com

مسئلہ ۱۲۱۶ ۲۳ جمادی الاخری ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام جمعہ کی نماز میں دوسری رکعت میں بعد فاتحہ کے واذکر فی الکتٰب موسٰی سے وھبنالہ تک کہ تین آیات قصار ہوگئیں پڑھ کر بند ہوگیا کسی قدر تامل کرکے پھر دوبارہ واذکر سے وھبنالہ تک پڑھا پھر سہ بارہ یہیں تک پڑھ کر کچھ تامل کیا جب آگے کو نہ چلا رکوع کر دیا، اس صورت میں امام پر سجدۂ سہو آیا یا نہیں؟ اگر آیا اور نہ کیا تو فاسد ہوئی یا کیسی؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر ایک بار بھی بقدر ادائے رکن مع سنت یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار تک تامل کیا سجدۂ سہو واجب ہوا، ردالمحتار میں ہے:

التفکر الموجب للسھو مالزم منہ تاخیر الواجب او الرکن عن محلہ بان قطع الاشتغال بالرکن او الواجب قدر اداء رکن وھو الاصح[1]۔

ہر وہ تفکر سہو کا موجب ہے جو واجب یا رکن کو اپنے مقام سے مؤخر کر دے مثلاً ادائے رکن کی مقدار کسی رکن یا واجب سے اعراض کرلیا جائے، یہی اصح ہے۔ (ت)

اگر نہ کیا نماز مکروہِ تحریمی ہوئی جس کا اعادہ واجب، درمختار میں ہے:

تعاد وجوبا فی العمد والسھو ان لم یسجد لہ[2]۔

دانستہ یا نادانستہ سجدۂ سہو نہ کیا تو نماز کا لوٹانا واجب ہے (ت)

اصل حکم یہ ہے مگر علماء نے جمعہ وعیدین میں جبکہ جمع عظیم کے ساتھ ادا کئے جائیں بخوف فتنہ سجدۂ سہو کا ترک اولٰی رکھا ہے۔ درمختار میں ہے:

السھو فی صلوۃ العید والجمعۃ والمکتوبۃ والتطوع سواء والمختار عند المتاخرین عدمہ فی الاولیین لدفع الفتنۃ کما فی جمعۃ البحر واقرہ المصنف وبہ جزم فی الدرر[3]۔

سہو نمازِ عید، جمعہ، فرض اور نوافل میں برابر ہے، متاخرین کے نزدیک پہلی دو (نمازِ عید وجمعہ) میں دفعِ فتنہ کی وجہ سے سجدۂ سہو نہ کرنا مختار ہے، جیسا کہ بحر کے باب الجمعہ میں ہے۔ مصنف نے اسے ثابت رکھا اور درر میں اسی پر جزم ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب سجود السہو مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۵۸

[2] درمختار باب صفۃ الصلوۃ 〃 مجتبائی دہلی ۱/۷۱

[3] درمختار باب سجود السہو 〃 〃 〃 ۱/۱۰۳

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے :

فی جمعة حاشیة ابی السعود عن العزمیة انه لیس المراد عدم جوازہ بل الاولٰی ترکه لئلا یقع الناس فی فتنة[1]

حاشیہ ابوالسعود کے باب الجمعہ میں عزمیہ کے حوالے سے ہے کہ اس سے مراد سجدۂ سہو کا عدمِ جواز نہیں بلکہ اس لئے اولٰی ہے تاکہ لوگ فتنہ میں مبتلا نہ ہوں (ت)

پس جہاں جمعہ بھی جماعتِ عظیم سے نہ ہوتا ہو بلاشبہہ سجدہ کرے ، اگر نہ کیا اعادہ کرے ، اگر وقت نکل گیا ظہر پڑھ لیں ۔ ردالمحتار میں ہے :

قیدہ الوافی بما اذا حضر جمع کثیر والا فلا داعی الی الترك[2]

وافی نے اس بات کے ساتھ مقید کردیا ہے کہ یہ اس وقت ہے جب حاضرین کثرت کے ساتھ ہوں ، اور اگر اتنا کثیر اجتماع نہیں تو پھر سجدۂ سہو کے ترک کی ضرورت نہیں ۔ (ت)

اُسی میں ہے :

المرجح وجوب الاعادۃ فی الوقت و بعدہ[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم

ترجیح یہی ہے کہ وقت کے اندر یا وقت کے بعد نماز کو لوٹایا جائے ۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۱۸ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نمازِ جمعہ رکعتِ اول میں بقدر مایجوز بہ الصلوٰۃ کے پڑھ کر ایک منٹ سے زیادہ ساکت رہا اور بعد تمام کرنے نماز کے سجدہ بھی نہ کیا جب لوگوں نے کہا تم نے سجدۂ سہو نہیں کیا تو جواب دیا کہ مسئلہ اسی طرح ہے جیسا کہ میں نے کیا ۔ آیا یہ قولِ زید صحیح ہے یا غلط ؟ اور وہ نماز کامل ہوئی یا ناقص ؟ بینوا توجروا

الجواب

ایک منٹ تو بہت ہوتا ہے اگر بقدر تین تسبیح کے بھی ساکت رہا تو سجدۂ سہو لازم ہے ، اصل حکم یہی ہے ، ردالمحتار میں خاص اس کی تصریح ہے مگر نمازِ جمعہ میں جبکہ ہجومِ نمازیاں کثیر ہو سجدۂ سہو ساقط کر دیا گیا ہے کما فی ردالمحتار ایضا (جیسا کہ ردالمحتار میں بھی ہے ۔ ت) پس اُس نماز میں ہجوم کثیر تھا تو زید نے سجدۂ سہو کا

---

[1] ردالمحتار باب سجود السہو مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۵۶

[2] ردالمحتار " " " " ۱/"

[3] ردالمحتار باب صفۃ الصلوٰۃ " " " ۱/۵۳۶

Marfat.com

ترک بجا کیا اور اگر تھوڑے آدمی تھے تو بے جا اور سخت بے جا، اور وہ ناقص نماز ہوئی ظہر اعادہ کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واکرم۔

مسئلہ ۱۲۱۹ دو رکعت تراویح کی نیت کی قعدۂ اولٰی بھول گیا تین پڑھ کر بیٹھا اور سجدہ کیا تو نماز ہوئی یا نہیں؟ اور ان رکعتوں میں جو قرآن شریف پڑھا اس کا اعادہ ہو یا نہیں؟ اور چار پڑھ لیں تو یہ چاروں تراویح ہوئیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ اولٰی میں مذہبِ اصح پر نماز نہ ہوئی، اور قرآن عظیم جس قدر اس میں پڑھا گیا اعادہ کیا جائے،

فی ردالمحتار لو تطوع بثلاث بقعدۃ واحدۃ کان ینبغی الجواز اعتبارا بصلوۃ المغرب لکن الاصح عدمہ لانہ قد فسد ما اتصلت بہ القعدۃ وھو الرکعۃ الاخیرۃ لان التنفل بالرکعۃ الواحدۃ غیر مشروع فیفسد ما قبلھا[1]۔

ردالمحتار میں ہے اگر کسی نے تین نوافل ایک قعدہ کے ساتھ ادا کئے تو مغرب کی نماز پر قیاس کرتے ہوئے ان کو جائز کہنا چاہئے مگر اصح یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں کیونکہ وہ رکعت (آخری) باطل ہو جائے گی جس کے ساتھ قعدہ نہیں کیونکہ ایک نفل مشروع نہیں لہذا پہلے بھی فاسد ہوں گے۔ (ت)

اور چار پڑھ لیں اور قعدۂ اولٰی نہ کیا تو مذہبِ مفتی بہ پر یہ چاروں دو ہی رکعت کے قائم مقام گنی جائیں گی باقی اور پڑھ لے کما صرح بہ فی ردالمحتار عن النہر الفائق عن الزاھدی (جیسا کہ ردالمحتار میں نہر الفائق سے زاہدی کے حوالے سے ہے۔ ت) اور دونوں قعدے کئے تو قطعاً چاروں رکعتیں ہو گئیں ولا کراھۃ ایضا کما یفیدہ التعلیل المذکور فی ردالمحتار نعم الافضل فیھا مثنی مثنی کما لا یخفی (اب بھی کراہت نہیں جیسے کہ ردالمحتار میں مذکور علت اسی کا فائدہ دیتی ہے البتہ دو رکعات افضل ہیں جیسا کہ واضح ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۲۰ اگر امام پر سہو ہوا اور وہ سجدہ نہ کرے تو مقتدیوں کی نماز صحیح اور ان پر سے سجدۂ سہو ساقط ہو جائیگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

بیشک۔ فی التنویر یجب (ای سجدۃ السھو) علی منفرد ومقتد بسھو امامہ ان

تنویر میں ہے (سجدۂ سہو) تنہا نماز والے پر بھی واجب، اور امام کی سہو کی وجہ سے مقتدی پر بھی

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۱۲

Marfat.com

سجد امامہ[1] اھ ملتقطا قلت فالشرط یفید انہ ان لم یسجد الامام لم یجب علی المقتدی وبالسقوط صرح فی البحر الرائق نعم بقی نقصان یظھر ان یعید لانجبارہ ان اطلع علیہ وھذا لاینافی الصحۃ اذا لصحیح یقابل الفاسد ھو الباطل فی العبادات کما صرح بہ ائمتنا فی غیر ما کتاب۔ واللہ تعالٰی اعلم

لازم ہوتا ہے بشرطیکہ امام سجدہ کرے اھ تلخیصا، میں کہتا ہوں یہ شرط بتا رہی ہے کہ اگر امام نے سجدہ نہیں کیا تو مقتدی پر لازم نہ ہوگا، بحرالرائق میں اس کے ساقط ہونے کی تصریح ہے، ہاں نقص باقی رہ جائے گا۔ اور اگر امام کی غلطی پر مطلع ہو جائے تو کمی کے ازالے کی خاطر نماز لوٹا لی جائے، لیکن یہ صحت کے منافی نہیں کیونکہ صحیح فاسد کے مقابل ہوتا ہے اور عبادات میں فاسد باطل ہی ہوتا ہے جیسا کہ مختلف کتب میں ہمارے ائمہ نے تصریح کی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۲۱: ۲۰ جمادی الاولٰی ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز فرض یا وتر میں پہلا قعدہ بھول کر کھڑا ہوگیا یا کھڑا ہونے لگا تو اس صورت میں کیا حکم ہے لوٹ آئے یا نہ لوٹے؟ اور اگر کھڑا ہوگیا یا کھڑا ہونے کے قریب تھا اُس کے بعد لوٹ آیا تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ اگر ہو جائے گی تو سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر ابھی قعود سے قریب ہے کہ نیچے کا آدھا بدن ہنوز سیدھا نہ ہونے پایا جب تو بالاتفاق لوٹ آئے اور مذہبِ اصح میں اُس پر سجدۂ سہو نہیں اور اگر قیام سے قریب ہوگیا یعنی بدن کا نصف زیریں سیدھا اور پیٹھ میں خم باقی ہے تو بھی مذہب اصح وارجح میں پلٹ آنے ہی کا حکم ہے مگر اب اُس پر سجدۂ سہو واجب، اور اگر سیدھا کھڑا ہوگیا تو پلٹنے کا اصلاً حکم نہیں بلکہ ختمِ نماز پر سجدہ سہو کرلے پھر بھی اگر پلٹ آیا بہت بُرا کیا گناہگار ہوا، یہاں تک کہ حکم ہے کہ فوراً کھڑا ہو جائے، اور امام ایسا کرے تو مقتدی اُس کی پیروی نہ کریں کھڑے رہیں یہاں تک کہ وہ پھر قیام میں آئے، مگر مذہبِ اصح میں نماز یُوں بھی نہ جائے گی صرف سجدۂ سہو لازم رہے گا۔

فی تنویر الابصار والدرالمختار وردالمحتار (سھا عن القعود الاول من الفرض) ولو عملیا اما النفل فیعود مالم یقید بالسجدۃ

تنویر الابصار، ردالمحتار اور درمختار میں ہے کہ (اگر فرض کا قعدہ اول بھول گیا) اگرچہ وہ فرض عملی ہو، رہا معاملہ نفل کا تو لوٹ آئے جب تک رکعت کا سجدہ نہیں کیا

[1] درمختار باب سجود السہو مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۰۲

Marfat.com

(ثم تذكرہ عاد الیہ) وتشھد ولا سھو علیہ فی الاصح (مالم یستقم قائما) فی ظاھر المذھب وھو الاصح فتح[1] یعنی اذا عاد قبل ان یستقیم قائما وکان الی القعود اقرب فانہ لاسجود علیہ فی الاصح وعلیہ الاکثر، اما اذا عاد وھو الی القیام اقرب فعلیہ سجود السھو کما فی نور الایضاح و شرحہ بلا حکایۃ خلاف فیہ وصحح اعتبار ذلک فی الفتح بما فی الکافی ان استوی النصف الاسفل وظھرہ بعد منحن فھو اقرب الی القیام وان لم یستو فھو اقرب الی القعود[2] وان استقام قائما لایعود وسجد للسھو فلو عاد الی القعود لاتفسد لکنہ یکون مسیئا[3] ای یاثم کما فی الفتح فلوکان اماما لایعود معہ القوم تحقیقا للمخالفۃ ویلزمہ القیام للحال شرح المنیۃ عن القنیۃ[4] ویسجد لتاخیر الواجب وھو الحق بحر[5] اھ ملخصا۔ واللہ تعالٰی اعلم

(پھر اسے یاد آیا تو اس کی طرف لوٹ آئے) اور تشہد پڑھے اور اصح قول کے مطابق اس پر سجدہ سہو نہیں (جب تک وہ سیدھا کھڑا نہیں ہوا) ظاہر مذہب کے مطابق، اور یہی اصح ہے فتح۔ یعنی سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے لوٹا حالانکہ قعود کے قریب تھا تو اب اصح قول کے مطابق اس پر سجدۂ سہو نہیں، اور اکثریت کی یہی رائے ہے، اور اگر لوٹا لیکن قیام کے قریب تھا تو اس پر سجدۂ سہو لازم ہوجائے گا جیسا کہ نور الایضاح اور شرح میں اسے بلا اختلاف ذکر کیا ہے اور کافی کی اس عبارت کو فتح میں صحیح اعتبار کیا ہے کہ اگر نصف اسفل سیدھا مگر پشت ابھی ٹیڑھی تھی تو نمازی قیام کے قریب، اور اگر برابر نہیں تو نمازی قعود کے قریب ہوگا، اور اگر کھڑا ہوگیا نہ لوٹا تو سجدہ سہو کرے اور اگر اب بھی واپس لوٹ آتا ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی البتہ گنہگار ہوگا جیسا کہ فتح میں ہے، اگر وہ امام ہے اور کھڑا ہوکر واپس لوٹے تو مقتدی اس کی موافقت میں واپس نہ لوٹیں تاکہ مخالفت ظاہر کریں تو اس امام پر اس وقت قیام لازم ہے، شرح المنیہ میں قنیہ سے ہے اور تاخیر واجب کی وجہ سے سجدۂ سہو کرے، اور یہی حق ہے بحر اھ تلخیصًا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار	باب سجود السھو	مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۱۰۲
[2] ردالمحتار	"	" مصطفی البابی مصر	۱/ ۵۵۰
[3] درمختار	"	" مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۱۰۲
[4] ردالمحتار	"	" مصطفی البابی مصر	۱/ ۵۵۰
[5] درمختار	"	" مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۱۰۲

Marfat.com

مسئلہ ۱۲۲۲ ۴ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قعدہ اخیرہ کے بعد گمان ہُوا کہ یہ قعدہ اولٰی تھا کھڑا ہوگیا اور قبل سجدہ کے یاد آگیا تو اب عود کرکے دوبارہ التحیات پڑھ کر سجدۂ سہو میں جائے یا ویسے ہی سجدہ کو چلاجائے؟ بینوا توجروا

الجواب

عود کرکے بیٹھنا چاہیے اور معًا سجدۂ سہو میں چلاجائے دوبارہ التحیات نہ پڑھے۔

فی الدرالمختار وان قعد فی الرابعۃ مثلاقدر التشہد ثم قام عاد وسلم ولوسلم قائما صح[1]۔

درمختار میں ہے کہ اگر چوتھی رکعت میں مثلاً تشہد کی مقدار بیٹھ گیا پھر کھڑا ہُوا تو لوٹ آئے اور سلام پھیر دے اگر کھڑے کھڑے سلام پھیر دے تب بھی صحیح ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ ثم قام ای ولم یسجد قولہ عاد وسلم ای عاد للجلوس، وفیہ اشارۃ الی انہ لایعید التشہد، وبہ صرح فی البحر، قال فی الامداد، والعود للتسلیم جالسا سنۃ لان السنۃ التسلیم جالسا[2] الخ ملخصاً

ماتن کا قول "پھر کھڑا ہوا" یعنی پھر سجدہ نہ کیا، ماتن کا قول "لوٹے اور سلام کہے" یعنی بیٹھنے کے لئے لوٹے۔ پس اس میں اشارہ ہے کہ تشہد نہ لوٹائے۔ اور بحر میں اس کی تصریح ہے۔ امداد میں ہے سلام بیٹھ کر پھیرنے کے لئے لوٹنا سنّت ہے کیونکہ سنّت یہی ہے کہ سلام بیٹھ کر پھیرا جائے۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۲۳ از شہر کہنہ بریلی ۱۱ جمادی الآخر ۱۳۱۷ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ ترک آرد قعدۂ اولٰی رالیکن باستادن نزدیک ترشد آں گاہ نشست باز باقی نماز گزارد دریں حال نماز او جائز است یا نے؟ بینوا توجروا

علمائے دین اس مسئلے میں کیا فرماتے ہیں کہ نمازی نے پہلا قعدہ ترک کردیا، وُہ سیدھا کھڑا ہونے کے قریب تھا وہاں سے لوٹ آیا اور باقی نماز ادا کی اس صورت میں نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

ہرکہ در فرض یا وتر قعدۂ اولٰی فراموش کردہ استادہ

جو شخص فرض یا وتر کا قعدۂ اولٰی بھول کر کھڑا ہوجائے

---

[1] درمختار باب سجود السہو مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۰۲

[2] ردمحتار " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۸۷

Marfat.com

تا بتمام ایستادہ نشود بسوئے قعود رجوعش باید پس اگر ہنوز بقعود اقرب بود سجدہ سہو نیست و اگر بقیام نزدیک تر شدہ باشد سجدۂ سہو لازم آید تا نیمۂ زیریں از بدن انسان راست نشدہ است بنشستن نزدیک است و چوں ایں نصف راست شد و پشت ہنوز خمیدہ است بایستادن قریب است و اگر بتمام راست ایستاد آنگاہ نشستن روا نیست اگر بقعدۂ اولیٰ باز میگردد گنہگار شود اما راجح آنست کہ نماز دریں صورت ہم از دست نرود و سجدۂ سہو واجب شود۔

فی الدر المختار سہا عن القعود الاول ولو عملیا ثم تذکرہ عاد الیہ ولا سہو علیہ فی الاصح مالم یستقم قائما فی ظاہر المذہب وہو الاصح فتح وان استقام قائما لا یعود فلو عاد لا تفسد لکنہ یکون مسیئا ویسجد لتاخیر الواجب وہو الاشبہ کما حققہ الکمال وہو الحق بحر[1] اھ مختصرا و فی رد المحتار قولہ ولا سہو علیہ فی الاصح یعنی اذا عاد قبل ان یستقم قائما وکان الی القعود اقرب فانہ لا سجود علیہ فی الاصح وعلیہ الاکثر اما اذا عاد وہو الی القیام اقرب فعلیہ

اگر سیدھا کھڑا نہیں ہوا تھا تو اسے قعدہ کی طرف لوٹ آنا چاہئے اب اگر بیٹھنے کے قریب تھا تو اس پر سجدۂ سہو لازم نہیں اور اگر قیام کے قریب تھا تو سجدہ لازم ہوگا، جب بدن کا نچلا حصہ سیدھا نہیں ہوا تو وہ بیٹھنے کے قریب ہوگا اور اگر نصف حصہ سیدھا ہوگیا مگر پشت ابھی ٹیڑھی تھی تو وہ کھڑے ہونے کے قریب ہے، اور اگر سیدھا کھڑا ہوگیا تو اس وقت بیٹھنا جائز نہیں، اب اگر قعدۂ اولیٰ کی طرف لوٹتا ہے تو گنہگار ہوگا لیکن راجح یہی ہے کہ اس صورت میں بھی نماز باطل نہ ہوگی سجدۂ سہو لازم ہوگا۔

درمختار میں ہے (اگر نمازی فرض کے قعدۂ اولیٰ میں بھول گیا) اگرچہ فرض عملی ہو پھر یاد آگیا تو اس کی طرف لوٹ آئے اور اصح قول کے مطابق سجدۂ سہو نہ ہوگا جب تک وہ سیدھا کھڑا نہ ہوجائے، ظاہر مذہب یہی ہے اور یہی اصح ہے فتح، اور اگر سیدھا کھڑا ہوگیا تو نہ لوٹے اگر لوٹ آیا تو نماز فاسد نہ ہوگی البتہ گنہگار ہوگا، تاخیر واجب کی وجہ سے سجدۂ سہو کرے یہی مختار ہے جیسا کہ اس کی تحقیق کمال نے کی اور یہی حق ہے بحر اھ اختصاراً، ردالمحتار میں ہے کہ ماتن کا قول کہ "اس پر اصح قول کے سجدہ نہیں یعنی جب وہ سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے لوٹا اور وہ بیٹھنے کے قریب تھا تو اب اس پر سجدہ نہیں، یہی اصح ہے اور اکثر کا قول ہے، اور جب وہ لوٹا حالانکہ قیام کے قریب تھا تو اب اس پر

[1] درمختار باب سجود السہو مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۰۲

Marfat.com

سجود السھو کما فی نور الایضاح و شرحہ بلا حکایۃ خلاف فیہ وصحح اعتبار ذلك فی الفتح بما فی الکافی ان استوی النصف الاسفل وظھرہ بعد منحن فھو اقرب الی القیام، وان لم یستو فھو اقرب الی القعود، قولہ لکنہ یکون مسیئا ای ویاثم کما فی الفتح فلو کان اماما لا یعود معہ القوم تحقیقا للمخالفۃ ویلزمہ القیام للحال شرح المنیۃ عن القنیۃ اھ ملتقطا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

سجدۂ سہو لازم ہوگا جیساکہ نورالایضاح اور اس کی شرح میں اس مسئلہ کو بغیر کسی اختلاف کے ذکر کیاہے اور کافی کی عبارت کو فتح میں صحیح کہا ہے کہ اگر نمازی کا نصف سیدھا ہوگیا حالانکہ پشت ابھی ٹیڑھی تھی تو یہ قیام کے قریب ہوگا اور اگر نصف اسفل سیدھا نہیں تو وُہ قعود کے قریب ہے ۔ ماتن کے قول "یکون مسیئا" کا معنٰی یہ ہے کہ وہ گنہ گار ہے فتح ، اور اگر وُہ امام ہے تو وہ نہ لوٹے اور لوٹ گیا تو نماز فاسد ہوگی لیکن گناہگار ہوگا۔ اور واجب کی تاخیر کی وجہ سے سجدہ سہو کرے، یہی اشبہ بالحق ہے جیسا کہ کمال نے اس کی تحقیق کی، اور یہی حق ہے بحر اھ مختصراً۔ اس پر فی الحال قیام لازم ہے شرح منیہ میں قنیہ کے حوالے سے ہے اھ ملتقطا واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۲۴: ۲۲ شوال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی امام بھول کر سجدۂ سہو کرلے تو اس صورت میں نمازِ امام و مقتدیان اور بعد سجدۂ سہو کے جو مقتدی ملے ان سب کی نماز کیسی ہوگی؟ اور حقیقت میں سہو نہیں تھا بینوا توجروا

الجواب

امام و مقتدیانِ سابق کی نماز ہوگئی جو مقتدی اس سجدۂ سہو میں جانے کے بعد ملے اُن کی نماز نہیں ہُوئی کہ جب واقع میں سہو نہ تھا دہنا سلام کہ امام نے پھیرا ختمِ نماز کا موجب ہوا یہ سجدہ بلا سبب لغو تھا تو اس سے تحریمہ نماز کی طرف عود نہ ہوا اور مقتدیانِ مابعد کو کسی جزءِ امام میں شرکتِ امام نہ ملی لہذا ان کی نماز نہ ہُوئی ولہذا اگر سجدہ سہو میں مسبوق اتباعِ امام کرے بعد کو معلوم ہو کہ یہ سجدہ بے سبب تھا اُس کی نماز فاسد ہوجائے گی کہ ظاہر ہوا کہ محلِ انفراد میں اقتدا کیا تھا، ہاں اگر معلوم نہ ہوا تو اس کے لئے حکمِ فساد نہیں کہ وہ حال امام کو صلاح وصواب پر حمل کرنا ہی چاہئے۔ درمختار میں ہے:

ل؎ ردالمحتار باب سجود السہو مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۵۰

Marfat.com

سلام من علیہ سجود سھو یخرجہ من الصلٰوۃ خروجا موقوفا ان سجد عاد الیھا والا لا۔[1]

اس کا سلام جس پر سجدۂ سہو تھا نماز سے موقوف خروج ہے اگر سجدہ کرلیا تو وہ نماز کی طرف لوٹ آیا ورنہ نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

انہ اذا سجد وقع لغوا فکانہ لم یسجد فلم یعد الی حرمۃ الصلٰوۃ۔[2]

جب اس نے سجدہ کیا تو یہ لغو ہوگا گویا اس نے سجدہ سہو کیا ہی نہیں، لہذا وہ حرمتِ نماز کی طرف نہیں لوٹا۔ (ت)

خزانۃ المفتین میں فتاوٰی قاضی خاں سے ہے:

اذا ظن الامام ان علیہ سھوا فسجد للسھو وتابعہ المسبوق فی ذلک ثم علم ان الامام لم یکن علیہ سھو الاشھر ان صلوتہ تفسد وان لم یعلم انہ لم یکن علی الامام سھو لم تفسد صلٰوۃ المسبوق۔[3]

جب امام کو یہ گمان ہو کہ اس پر سجدۂ سہو ہے اور اس نے سجدہ سہو کیا اور مسبوق نے بھی اس کی اتباع میں سجدہ کیا پھر اس نے جانا کہ امام پر سجدۂ سہو نہ تھا تو مشہور یہی ہے کہ اس کی نماز فاسد ہوگی اور اگر اسے اس بات کا علم نہیں کہ امام پر سجدۂ سہو نہیں تھا تو مسبوق کی نماز فاسد نہ ہوگی (ت)

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے: ھو المختار کذا فی المحیط[4] (یہی مختار ہے جیسا کہ محیط میں ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۲۵: از رامپور سررشتہ پولیس مرسلہ سید جعفر حسین صاحب محرر سہ شنبہ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۱۸ھ

زید نمازِ مغرب میں اخیر رکعت میں آکر جماعت میں شریک ہوا، خالد جو امام تھا ایک طرف سلام پھیر کر سجدہ سہو میں چلا گیا، اب زید ایک طرف سلام پھیر کر سجدۂ سہو میں جائے یا بدوں سلام کے سجدہ کرے؟ بعض علماء کہتے ہیں کہ اگر اس نے بھی قصداً سلام پھیرا تو نماز مسبوق کی فاسد ہوگئی ورنہ نہیں، اور شامی اور بحرالرائق وغیرہما میں جو

---

[1] درمختار باب سجود السہو مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۰۳
[2] ردالمحتار " " مصطفی البابی مصر ۱/۵۵۵
[3] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی المسبوق " نولکشور لکھنؤ ۱/۴۸
[4] طحطاوی علی مراقی الفلاح باب سجود السہو " نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۵۳

Marfat.com

روایت لکھی ہے وہ درباب اخیر سلام ہے، نہ درباب سلام سہو۔ اور فریقین کی دلیل یہی دونوں کتاب کی روایت ہے اس کا فیصلہ چاہیے، رامپور کے علماء سے بخوبی فیصلہ جس سے تسلی ہو نہ ہوسکا۔ بینوا توجروا

الجواب

حکم مسئلہ میں قولِ اوّل صحیح ہے فی الواقع مسبوق سلام سے مطلقاً ممنوع وعاجز ہے جب تک فوت شدہ رکعات ادا نہ کرلے امام سجدۂ سہو سے قبل یا بعد سلام پھیرتا ہے اُس میں اگر قصداً اس نے شرکت کی تو اس کی نماز جاتی رہے گی کہ یہ سلام عمدی اس کے خلال نماز میں واقع ہوا، ہاں اگر سہواً پھیرا تو نماز نہ جائے گی

لکونہ ذکرا من وجہ فلا یجعل کلاما من غیر قصد وان کان العمد والخطأ والسھو کل ذلک فی الکلام سواء کما حققہ علمائنا رحمھم اللہ تعالٰی۔

کیونکہ یہ من وجہ ذکر ہے لہذا اسے بغیر قصد کے کلام قرار نہ دیا جائے اور اگرچہ عمد، خطا اور سہو کلام میں برابر ہیں جیسا کہ ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالٰی نے اس کی تحقیق کی ہے۔ (ت)

بلکہ وُہ سلام جو امام نے سجدۂ سہو سے پہلے کیا اگر مسبوق نے سہواً امام سے پہلے یا معاً بلا وقفہ اُس کے ساتھ پھیرا تو ان صورتوں میں مسبوق پر سہو بھی لازم نہ ہوا کہ وُہ ہنوز مقتدی ہے اور مقتدی پر اس کے سہو کے سبب سجدہ لازم نہیں، ہاں یہ سلامِ اخیر اگر امام کے بعد پھیرا تو اس پر سجدہ اگرچہ کرچکا ہو دوبارہ لازم آیا کہ اپنی آخر نماز میں کرے گا، اس لئے اب یہ منفرد ہوچکا تھا۔ خزانۃ المفتین میں شرح مختصر امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالٰی سے ہے:

علیہ سجدۃ من صلب الصلٰوۃ سلم وھو ناس لھا ثم تذکر بعد ذلک فانہ بھذا السلام لا یخرج عن حرمۃ الصلٰوۃ بالاجماع حتی صح الاقتداء وان عاد الامام وسجد یسجد ھذا المقتدی معہ علی طریق المتابعۃ ولا یعتد بھذہ السجدۃ لانہ لم یدرك الرکوع ویتشھد مع الامام ولا یسلم اذا سلم الامام ویسجد سجدتی السھو مع الامام فاذا سلم الامام ثانیا لا یسلم ھو ایضا بل یقوم الی قضاء ماسبق[1] اھ باختصار

اگر کسی شخص پر نماز کا سجدہ تھا اس نے بھُول کر سلام پھیر دیا اسے پھر سجدہ یاد آگیا تو وہ اس سلام کی وجہ سے بالاتفاق حرمتِ نماز سے خارج نہیں ہوا حتی کہ اس کی اقتداء درست ہے اور اگر امام لوٹا اور سجدہ کیا اور مقتدی نے امام کی متابعت میں سجدہ کرلیا تو یہ اس کا یہ سجدہ معتبر نہ ہوگا کیونکہ اس نے امام کو رکوع میں نہیں پایا، امام کے ساتھ تشہد پڑھے لیکن جب امام سلام کہے تو یہ سلام نہ کہے البتہ امام کے ساتھ دونوں سجود سہو کرے جب امام دوبارہ سلام پھیرے تو وہ اب بھی سلام نہ کہے بلکہ گزشتہ رکعات کی قضا کیلئے کھڑا ہوجائے اھ اختصاراً (ت)

---

[1] خزانۃ المفتین فصل فی السھو الا الاحد ... قلمی ...

Marfat.com

دیکھو مسبوق کو سجدۂ سہو سے قبل وبعد دونوں وقت سلام سے منع فرمایا، حلیہ شرح منیہ للامام ابن امیر الحاج میں ہے :

موافقة المقتدی المدرك للامام فی سجود السهو ظاهر واما المسبوق فلا یتابعه بالسلام للخروج عن الصلوة وقد بقی علیه ارکان الصلوة ویتابعه فی سجود السهو وعن ابراهیم النخعی انه لایسجد بسهوه اصلا لان محل السهو بعد السلام وانه لایتابعه فیه فلا یتصور المتابعة فی السهو ولنا ان سجود السهو یؤدی فی تحریمة الصلوة فکانت الصلوة باقیة واذا بقیت التبعیة فیتابعه فیما یؤدی من الافعال[1]

مدرک مقتدی کی امام کے ساتھ سجدہ سہو میں موافقت واضح ہے۔ رہا مسبوق کا معاملہ تو وہ امام کے اس سلام میں اتباع نہ کرے جو نماز سے خارج ہونے کے لئے تھا کیونکہ اس پر نماز کے ارکان کی ادائیگی رہتی ہے البتہ سجدہ سہو میں اتباع کرے۔ امام ابراہیم نخعی سے منقول ہے کہ مسبوق امام کے سہو کی وجہ سے ہرگز سجدہ نہ کرے کیونکہ سجدہ سہو سلام کے بعد ہوتا ہے اور جب وہ سلام میں امام کی اتباع نہیں کررہا تو سجدہ میں متابعت کیسے متصور ہوسکتی ہے ہماری رائے یہ ہے کہ سجدۂ سہو نماز کی حرمت میں ادا ہوتا ہے تو ابھی نماز باقی ہے اور جب تابعیتِ امام باقی ہے تو ان افعال میں امام کی اتباع کی جائے جو ادا ہو رہے ہیں (ت)

محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں :

لوسبق الامام الساهی الحدث بعد سلامه استخلف لیسجد الخلیفة کما لوبقی علیه التسلیم ولیس للمسبوق ان یتقدم فی هذا الاستخلاف لانه لایقدر علیه اذ محله بعد السلام وهو غیر قادر علی السلام وانما یسجد قبل السلام حالة الاقتداء بمن یسجد قبله وهو هنا

اگر بھول جانے والے امام کو حدث لاحق ہوگیا اور اس نے کسی کو خلیفہ بنایا تاکہ وہ سجدۂ سہو کرائے جیسا کہ امام پر سلام کہنا باقی ہو تو حدث لاحق ہوجائے تو خلیفہ یہ کام سرانجام دے اور مسبوق کے لئے جائز نہیں کہ وہ ایسی صورت میں خلیفہ بنے کیونکہ وہ سجدہ سہو پر قادر نہیں ہوتا کیونکہ یہ سجدہ سلام کے بعد ہوگا اور مسبوق سلام پر قادر نہیں البتہ وہ شافعی کی اقتدا میں

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

Marfat.com

قد صار اماما للمستخلف ومع هذا لو تقدم لم تفسد لانه یقدر علی الاتمام فی الجملة بان یتاخر و یقدم مدرکا لیسلم بھم و یسجد ویسجد الخلیفة المسبوق معھم لانه الاٰن مقتد ثم یقوم الی قضاء ما سبق بهٖ[1] الخ۔

سلام سے پہلے امام کی سجدہ سہو میں اقتدا کر سکتا ہے اور مذکورہ صورت میں تو مسبوق امام کا امام بن جائیگا اس کے باوجود اگر مسبوق آگے ہوگیا تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ نماز کے اتمام پر قادر تو ہے ہی مثلاً یُوں کہ خود پہلے ہٹ جائے اور کسی مدرک مقتدی کو آگے کر دے جو نمازوں کو سلام پھرائے اور سجدہ سہو کرائے اور خلیفہ مسبوق بھی ان کے ساتھ سجدہ کرے کیونکہ اب یہ مقتدی ہے پھر گزشتہ نماز کیلئے قیام کرے۔ (ت)

رہی عبارتِ بحر الرائق کہ بعد بیان اس امر کے کہ مسبوق سجدۂ سہو میں امام کی متابعت کرے گا، فرمایا:

ثم المسبوق انما یتابع الامام فی السھو لا فی السلام فیسجد معه ویتشھد فاذا سلم الامام قام الی القضاء فان سلم فان کان عامدا فسدت والا فلا ولا سجود علیه ان سلم قبل الامام او معه وان سلم بعده لزمه لکونه منفردا حینئذ[2]۔

پھر مسبوق امام کی سجدۂ سہو میں اتباع کرے مگر سلام میں نہیں، پس مسبوق امام کے ساتھ سجدہ کرے تشہد پڑھے، اور جب امام سلام پھیرے تو یہ گزشتہ نماز کیلئے کھڑا ہو جائے۔ اور اگر مسبوق سلام پھیرتا ہے تو اگر عمداً کیا تو نماز فاسد ورنہ نہیں۔ اگر مسبوق نے امام سے پہلے یا اس کے ساتھ سلام سہواً پھیر دیا تو اب اس پر سجدۂ سہو نہیں، اور اگر امام کے بعد سلام پھیرا تو اب سجدۂ سہو لازم ہوگا کیونکہ اب وہ منفرد ہے (ت)

اسی طرح اُس سے ردالمحتار میں ہے:

حیث قال قوله والمسبوق یسجد مع امامه قید بالسجود لانه لایتابعه فی السلام بل یسجد معه ویتشھد[3] الخ

ماتن کا قول "مسبوق اپنے امام کے ساتھ سجدۂ سہو کرے" یہاں سجدہ کے ساتھ مقید ہے کیونکہ سلام میں اتباع نہیں بلکہ سجدہ کرے اور تشہد پڑھے الخ (ت)

---

[1] فتح القدیر | باب سجود السہو | مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور | ۱/۴۴۴
[2] بحر الرائق | " | " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۲/۱۰۰
[3] ردالمحتار | " | " مصطفی البابی مصر | ۱/۵۴۹

Marfat.com

اس میں تحقیق وقولِ فیصل یہ ہے کہ ان سلم بعدہ (اگر مسبوق نے امام کے بعد سلام پھیرا۔ت) سے یقیناً سلام اخیر مراد ہے جس کے بعد کچھ نہیں کہ اس سے پہلا سلام جس کے بعد امام نے سجدۂ سہو کیا اگر مسبوق سہواً امام کے بعد بھی پھیرے گا اُس پر سہو لازم نہیں ہو سکتا کہ وُہ اب بھی مقتدی ہے تو لکونہ منفرداحینئذ (کیونکہ اب وہ منفرد ہے۔ت) وہاں صادق نہیں اور قولِ بحر لا فی السلام (سلام میں نہیں۔ت) وقول شامی قید بالسجود لانہ لایتابعہ فی السلام (ماتن نے سجدہ کی قید لگائی ہے کیونکہ سلام میں اتباع نہیں کی جائیگی۔ت) میں یا تو نظر باطلاق لفظ وعموم حکم مطلق سلام مراد ہے خواہ سجدۂ سہو سے پہلے ہو یا بعد یا بقرینۂ مقام سلام قبل سجدۂ سہو مراد لیجئے یعنی سجدۂ سہو میں مسبوق بھی اگرچہ متابعتِ امام کرے گا مگر فقط سجدے میں شریک ہوگا ولہذا متابعت میں سجود کی قید لگادی کہ پیروی اسی پر مقصور ہے سلام میں مسبوق متابعت نہیں کرسکتا۔

وھذا معنی واضح جلی یسبق الی الذھن اول مایسمع ھذا الکلام اذا صفت القریحۃ عن ظلام الاوھام۔ یہ حقیقت اتنی واضح ہے کہ مذکورہ کلام سنتے ہی انسان کا ذہن اس طرف چلا جاتا ہے بشرطیکہ اوہام کی تاریکیوں سے ذہن صاف ہو۔(ت)

اور اُسے خاص سلام اخیر بعد سجودِ سہو پر حمل کرنا محض بے دلیل ہے جس پر اصلاً قرینہ نہیں بلکہ ظاہراً قرینہ اس کے خلاف کی طرف مشیر کما لایخفی علی العارف البصیر (جیسا کہ عارف بصیر پر مخفی نہیں۔ت) باقی دو جگہ جو لفظ ان سلم (اگر سلام پھیرا۔ت) واقع ہے اگر سیاق سخن ونظمِ کلام دیکھئے تو وہ بھی مثل ان سلم بعدہ (اگر مسبوق نے امام کے بعد سلام پھیرا۔ت) سلام اخیر بعد سجود سہو میں ہیں کہ اذا سلم الامام (جب امام نے سلام پھیرا۔ت) سے یقیناً یہی سلام اخیر مراد ہے جو لیسجد معہ ویتشھد (امام کے ساتھ سجدہ کرے اور تشہد پڑھے۔ت) کے بعد اور قام الی القضاء (گزشتہ نماز کے لئے کھڑا ہوجائے۔ت) اُس سے متصل ہے تو کلام آتی اسی صورت کی طرف ناظر ہونا زیادہ متبادر ہے خصوصاً ان تشقیقوں میں ایک شق ان سلم بعدہ (اگر امام کے بعد سلام پھیرے۔ت) بلاشبہہ مختص بسلام آخر ہے اور حکم پر نظر کیجئے تو دونوں ان سلم (اگر سلام پھیرے۔ت) متوسط میں جو بیان ہے سلام قبل سجدہ وبعد سجدہ دونوں کو عام ہے کما اشرنا الی کل ذلک (جیسا کہ ہم نے ان تمام شقوں کی طرف اشارہ کیا۔ت) علامہ سید طحطاوی رحمہ اللہ تعالٰی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں قول شارح:

ان سلم مع الامام مقارنا له اوقبله ساھیا فلاسھو علیه لانه فی حال اقتدائه وان سلم بعدہ یلزمه السھو لانه منفرد[1]۔ اگر مسبوق نے امام کے ساتھ یا پہلے بھول کر سجدہ کرلیا تو اب اس پر سجدۂ سہو نہیں کیونکہ وہ حالتِ اقتداء میں ہے اور اگر امام کے بعد سلام پھیرا تو اب سجدۂ سہو لازم ہوگا کیونکہ وہ اب تنہا نماز ادا کررہا ہے۔(ت)

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب سجود السہو مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۵۳

Marfat.com

کی یہی شرح فرمائی ؛

حیث قال قولہ وان سلم مع الامام الخ سواء فی ذلك تسلیمۃ التحلیل الاولیٰ وتسلیم سجود السھو لظھور العلۃ فی ذلك وقولہ وان سلم بعدہ ای بعد سلام الامام من سجود السھو فقط اما سلامہ بعد سلام الامام الاول من الصلوٰۃ فلا یلزم بہ السھو لانہ لما سجد للسھو معہ عاد الی الاقتداء ولا سھو علی المقتدی فتامل فیہ کلہ[1] اھ

ان کے الفاظ یہ ہیں قول" اگر مسبوق نے امام کے ساتھ سلام کہا الخ" میں نماز سے فارغ ہونے کے لئے سلام یا سجدۂ سہو کے لئے سلام دونوں برابر ہیں کیونکہ علت ایک ہے قولہ اگر مسبوق نے اس کے بعد سلام پھیرا یعنی امام کے فقط سجودِ سہو کے سلام کے بعد پھیرا اگر امام کے پہلے سلام کے بعد پھیرا تو بھی مسبوق پر سجدۂ سہو نہیں کیونکہ جب وہ امام کے ساتھ سجدۂ سہو کرے گا تو وہ اقتداء کی طرف لوٹ آیا اور مقتدی پر سجدۂ سہو نہیں ہوتا، اس تمام گفتگو میں خوب غور و فکر سے کام لو اھ (ت)

بالجملہ بحر و شامی کی ان عبارات سے فریق ثانی کا مسئلۂ نزاعیہ پر استدلال محض باطل، اور فریق اوّل کا اُن سے استناد بوجہ تطرق احتمال گونہ ناکامل، اور حکم مسئلہ میں حق فریقِ اوّل کے ساتھ ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۲۶ - ۱۲۲۷ ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ :

(۱) چار رکعت نماز میں درمیانی قعدے میں تشہد کے بعد سہو سے اللھم صل کہاں تک پڑھے کہ سجدۂ سہو واجب ہوجائے۔

(۲) جماعت میں سجدۂ سہو کے قبل کا سلام اُس شخص کو جس کی ایک دو رکعت باقی ہے اور اس کو یہ معلوم نہ ہو کہ یہ سلام اختتامِ نماز کا ہے یا سجدۂ سہو کا ہے، چاہئے یا نہیں ؟

الجواب

(۱) اللھم صل علی محمد وبہ یفتی (اللہم صل علٰی محمد اور اسی پر ہی فتوٰی ہے۔ ت) واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

(۲) جائز نہیں، اور اگر قصداً پھیرے گا تو نماز جاتی رہے گی لوقوعہ خلال صلوٰتہ (کیونکہ یہ سلام

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب سجود السھو مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۵۳

Marfat.com

نماز کے درمیان ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۲۸ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قعدۂ اوّل میں شک ہُوا مگر یقین نہیں اور سجدہ سہو کا کیا، اب نماز جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۲۹ ۲۵ ربیع الاوّل شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نے جہری نماز میں بعد الحمد قبل سورۃ اتنی دیر سکوت کیا کہ چھوٹی سورت پڑھ لیتا، اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب

الحمد شریف کے بعد امام نے سانس لیا اور آمین کہی اور شروع سورت کے لئے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی اور بسم اللہ کو خوب ترتیل سے ادا کیا تو اس قدر میں ایک سورت چھوٹی پڑھنے کی ضرور دیر ہوجائے گی مگر اس میں حرج نہیں بلکہ یہ سب باتیں مطابق سنّت ہیں، ہاں اگر ان کے علاوہ محض سکوت اتنی دیر کیا کہ تین بار سبحان اللہ کہہ لیتا تو یہ سکوت اگر بنائے تفکّر تھا کہ سوچتا رہا کہ کیا پڑھوں، تو سجدۂ سہو واجب ہے، اگر نہ کیا تو اعادہ نماز کا واجب ہے، اور اگر وہ سکوت عمداً بلاوجہ تھا جب بھی اعادہ واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۳۰ ۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں صورت (کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں۔ ت) کہ ایک شخص نمازِ فرض پڑھتا ہے اور اس نے سہواً پچھلی دو رکعت میں بھی بعد الحمد کے ایک ایک سُورت پڑھی بعدہٗ سلام پھیرا اب اس کی نماز فرض ہوئی یا سنّت؟ جیسا ہو ویسا ہی ارقام فرمائیے، اور اگر وہ سجدۂ سہو کرلیتا تو کیا اس کی نمازِ فرض ہوجاتی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

فرض ہوئی اور نماز میں کچھ خلل نہ آیا، نہ اس پر سجدۂ سہو تھا بلکہ اگر قصداً بھی فرض کی پچھلی رکعتوں میں سورت ملائی تو کچھ مضائقہ نہیں صرف خلافِ اولیٰ ہے، بلکہ بعض ائمہ نے اس کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی۔ فقیر کے نزدیک ظاہراً یہ استحباب تنہا پڑھنے والے کے حق میں ہے امام کے لئے ضرور مکروہ ہے بلکہ مقتدیوں پر گراں گزرے تو حرام۔ درمختار میں ہے:

Marfat.com

ضم سورة فی الاولیین من الفرض وھل یکرہ فی الاخریین المختار لا[1] ملخصاً

فرض کی پہلی دو رکعات میں سُورت کا ملانا، کیا آخری دو رکعتوں میں سورۃ ملانا مکروہ ہے؟ مختار قول کے مطابق مکروہ نہیں۔ ملخصاً (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای لایکرہ تحریما بل تنزیھا لانہ خلاف السنۃ قال فی المنیۃ وشرحھا فان ضم السورۃ الی الفاتحۃ ساھیا یجب علیہ سجدتا السھو فی قول ابی یوسف لتاخیر الرکوع عن محلہ وفی اظھر الروایات لا یجب لان القراءۃ فیھما مشروعۃ من غیر تقدیر والاقتصار علی الفاتحۃ مسنون لاواجب اھ وفی البحر عن فخر الاسلام ان السورۃ مشروعۃ فی الاخریین نفلا وفی الذخیرہ انہ المختار وفی المحیط وھو الاصح اھ والظاھر ان المراد بقولہ نفلا الجواز والمشروعیۃ بمعنی عدم الحرمۃ فلا ینافی کونہ خلاف الاولی کما افادہ فی الحلیۃ اھ[2] مافی ردالمحتار۔

یعنی مکروہ تحریمی نہیں بلکہ تنزیہی ہے کیونکہ خلافِ سنّت ہے۔ منیہ اور اس کی شرح میں ہے اگر بھول کر فاتحہ کے ساتھ سورۃ ملائی تو امام ابویوسف کے قول کے مطابق اس پر سجدۂ سہو ہوگا کیونکہ رکوع اپنے مقام سے مؤخر ہوگیا ہے، اور اظہر روایات کے مطابق اس پر سجدۂ سہو لازم نہیں کیونکہ ان آخری رکعتوں میں بغیر مقرر کرنے کے قرأت مشروع ہے اور فاتحہ پر اکتفا سنت ہے واجب نہیں اھ اور بحر میں فخر الاسلام سے ہے کہ آخری رکعات میں سورۃ ملانا نفلی طور پر مشروع ہے۔ اور ذخیرہ میں ہے کہ یہ مختار ہے۔ اور محیط میں اسی کو اصح کہا ہے اھ اور نفل سے واضح طور پر یہاں مراد جواز و مشروعیت بمعنی عدمِ حرمت ہے پس یہ اس کے خلافِ اولیٰ ہونے کے منافی نہیں، جیسا کہ حلیہ میں ہے۔ ردالمحتار کی عبارت ختم ہوگئی۔

اقول لفظ الحلیۃ ثم الظاھر اباحتھا کیف لاوقد تقدم من حدیث ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ فی صحیح مسلم وغیرہ انہ

اقول (میں کہتا ہوں) کہ حلیہ کے الفاظ کہ پھر ظاہر سورت کا مباح ہونا ہے اور یہ کیسے نہ ہو کہ پیچھے صحیح مسلم وغیرہ کے حوالے سے گزرا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ

---

[1] درمختار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۱
[2] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۳۳۸

Marfat.com

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقرأ فی
صلوٰۃ الظہر فی الرکعتین الاولیین قدر
ثلثین اٰیۃ وفی الاخریین قدر خمسۃ عشرۃ
اٰیۃ او قال نصف ذلک فلا جرم ان قال فخر
الاسلام فی شرح الجامع الصغیر واما السورۃ
فانہا مشروعۃ نفلا فی الاخریین حتی
قلنا فی من قرأ فی الاخریین لم یلزمہ سجدۃ
سہوا انتہی ثم یمکن ان یقال الاولی عدم الزیادۃ
ویحمل علی الخروج مخرج البیان لذلک
حدیث ابی قتادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (یرید
ما قدم بروایۃ الصحیحین ان النبی صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقرأ فی الظہر فی
الاولیین بام القراٰن وسورتین وفی الرکعتین
الاخریین بام الکتاب الحدیث) وقول المصنف
المذکور (ای ولا یزید علیہا شیئا) وقول
غیر واحد من المشائخ کما فی الکافی وغیرہ
ویقرأ فیہما بعد الاولیین الفاتحۃ فقط ویحمل
علی بیان مجرد الجواز حدیث ابی سعید رضی اللہ
تعالیٰ عنہ وقول فخر الاسلام فان النبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کان یفعل الجائز فقط فی بعض
الاحیان تعلیما للجواز وغیرہ من غیر کراھۃ فی حقہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما یفعل الجائز الاولی
فی غالب الاحوال والفعل لا ینافی
عدم الاولویۃ فیندفع بہذا ما عساہ یخال
من المخالفۃ بین الحدیثین المذکورین و

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعات میں
تیس آیات اور آخری دو میں پندرہ آیات (یا نصف)
تلاوت فرماتے۔ فخر الاسلام نے شرح الجامع الصغیر
میں فرمایا آخری دو رکعات میں سورت بطور نفل
مشروع ہے حتی کہ اگر کسی نے سورت پڑھی تو ہم کہتے
ہیں کہ اس پر سجدۂ سہو لازم نہیں ہوگا انتہی، پھر یہ
کہنا ممکن ہے کہ عدم اضافہ (سورت) اولیٰ ہے اور
اس پر دلیل حدیثِ ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے
(اس سے مراد وہ حدیث ہے جو بخاری و مسلم کے حوالے
سے گزری کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہر کی پہلی
دو رکعات میں سورۂ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے اور
آخری دو رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھتے۔ الحدیث) اور
مصنف کا قول مذکورہ (یعنی اس (فاتحہ) پر اضافہ
نہ کیا جائے) اور متعدد مشائخ کا قول جس طرح کافی
وغیرہ میں ہے کہ پہلی دو رکعات کے بعد صرف فاتحہ
پڑھی جائے اور حدیثِ ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
محض جوازِ بیان پر محمول کیا جائے، اور فخر الاسلام کا قول
کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعض جائز افعال
کو تعلیم جواز وغیرہ کیلئے بجالاتے جبکہ یہ آپ کے حق میں مکروہ نہیں جس طرح
آپ جائز کو غالب اوقات بجالاتے تھے اور فعل عدم اولیٰ کے
منافی نہیں ہوتا، اس گفتگو سے وہ تمام معاملہ
ختم ہوجاتا ہے جو خیال کیا گیا تھا کہ ان مذکورہ دونوں
احادیث اور اقوالِ مشائخ میں مخالفت ہے اھ شاید
آپ پر یہ بات مخفی نہیں رہی کہ نفل مشروع کو مکروہ تنزیہی
پر محمول کرنا نہایت ہی بعید ہے اور آخری رکعتوں

Marfat.com

وبين اقوال المشائخ والله سبحٰنه اعلمؐ اھ ولعلك لايخفى عليك ان حمل المشروع نفلا على المكروه تنزيها مستبعد جدا وقراءة السورة فى الاخريين ليست فعلا مستحبا مستقلا يعتريه عدم الاولوية بعارض كصلوٰة نافلة مع بعض المكروهات وانما المستفاد من العلة ههنا هو استحباب فعلها فكيف يجامع عدم الاولوية والذى يظهر للعبد الضعيف ان سنية الاقتصار على الفاتحة انما تثبت عن المصطفى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى الامامة فانه لم يعهد منه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم صلوٰة مكتوبة الا اماما الا نادرا فى غاية الندرة فيكره للامام الزيادة عليها لاطالته على المقتدين فوق السنة بل لو اطال الى حد الاستثقال كره تحريما اما المنفرد فقد قال فيه النبى صلى الله تعالى عليه وسلم فليطول ما شاء وزيادة خير ولم يعرضه ما يعارض خيريته فلا يبعد ان يكون نفلا فى حقه فان حملنا كلام المشائخ على الامام وكلام الامام فخر الاسلام وتصحيح الذخيرة والمحيط على المنفرد حصل التوفيق وبالله التوفيق هذا ما عندى والله سبحنه وتعالى اعلم۔

میں سورت کا پڑھنا مستقل فعل مستحب نہیں کہ اسے کسی عارضہ کی وجہ سے عدم اولویت لاحق ہو جیسے کہ نفل نماز کسی مکروہ پر مشتمل ہو اور یہاں علت سے قرأت سورت کا استحباب ثابت ہو رہا ہے تو اب یہ عدم اولویت کے ساتھ کیسے جمع ہو سکتا ہے۔ اس عبدِ ضعیف پر یہ چیز واضح ہوئی ہے کہ فاتحہ پر اکتفا کرنا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے امامت کی صورت میں منقول ہے کیونکہ آپ کی فرض نماز جو بھی منقول ہے وہ امام ہونے کی صورت میں ہی ہے البتہ شاذ و نادر ہی کوئی فرض نماز اس کے علاوہ ہو گی لہٰذا امام کے لئے فاتحہ پر اضافہ مکروہ ہوگا کیونکہ یہاں مقتدیوں پر سنّت سے بڑھ کر طوالت ہو جاتی ہے بلکہ اگر اتنی طوالت کی کہ مقتدیوں پر گراں گزری تو یہ کراہت تحریمی ہو گی۔ اگر آدمی تنہا نماز ادا کر رہا ہے تو اس میں رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ نماز جتنی لمبی کرنا چاہے کرے، اور فاتحہ پر اضافہ خیر ہے اور اس کے خیر ہونے کے خلاف کوئی دلیل بھی نہیں تو منفرد کے حق میں اس اضافہ کا نفل ہونا بعید نہیں، اگر ہم کلام مشائخ کو امام پر اور امام فخر الاسلام اور تصحیح ذخیرہ اور محیط کو منفرد پر محمول کر لیں تو موافقت پیدا ہو جائے گی اور توفیق دینے والا اللہ ہی ہے اور یہ میرے نزدیک ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی خوب جاننے والا ہے۔

ؐ حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

Marfat.com

مسئلہ ۱۲۳۱ ازاترولی ضلع علی گڈھ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ عبدالکریم صاحب مدرس ۸ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کے ساتھ یا اکیلا بعد التحیات کے سجدہ سہو کا ایک سلام بعد کرنا چاہئے یا کہ دونوں طرف سلام پھیرکے ؟

الجواب

ایک سلام کے بعد چاہئے، دوسرا سلام پھیرنا منع ہے، یہاں تک کہ اگر دونوں قصداً پھیر دے گا سجدۂ سہو نہ ہوسکے گا اور نماز پھیرنا واجب رہے گا، درمختار میں ہے:

یجب بعد سلام واحد عن یمینہ فقط وھو الاصح بحر وعلیہ لو اتی بتسلیمتین سقط عنہ السجود[1] الخ۔

فقط دائیں جانب سلام کے بعد واجب ہے اور یہی اصح ہے بحر۔ اور اگر سجدۂ سہو لازم تھا اور اس نے دونوں طرف سلام پھیر دیا تو سجود ساقط ہوجائیگا الخ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

وعلیہ فیجب ترك التسلیمۃ الثانیۃ[2] الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اگر سجدۂ سہو لازم ہو تو دوسرے سلام کا ترک ضروری ہوتا ہے الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم (ت)

مسئلہ ۱۲۳۲ مرسلہ حافظ عبداللہ خاں موضع ٹھریا ضلع بریلی ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۳۷ھ

نمازی کسی رکعت میں صرف الحمد پڑھے اور سہواً سورت نہ ملائے اور پھر سہو کا سجدہ کرے تو نماز ہوجائیگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

جو سورت ملانا بھول گیا اگر اُسے رکوع میں یاد آیا تو فوراً کھڑے ہوکر سورت پڑھے پھر رکوع دوبارہ کرے پھر نماز تمام کرکے سجدۂ سہو کرے اور اگر رکوع کے بعد سجدہ میں یاد آیا تو صرف اخیر میں سجدۂ سہو کرلے نماز ہوجائے گی اور پھیرنی نہ ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۳۳ از تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خاں مسئولہ مولٰنا مولوی احمد بخش ساکن ڈیرہ غازی خاں مہتمم مدرسہ محمودہ محمودیہ، ۲۴ ذیلقعدہ ۱۳۳۶ھ

سیّدی سندی اعتضادی وعلیہ اعتمادی الحبر البحر العلامۃ الفہامۃ الالمعی اللوذعی حضرت مجدد المائۃ الحاضرہ

---

[1] درمختار باب سجود السہو مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۱۰۱

[2] ردالمحتار " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۷۸

Marfat.com

ادام اللہ برکاتہم والقابہم الٰی یوم الدین آداب عجز و نیاز بے انداز بجالاکر عرض کرتا ہُوں کہ خاکسار کو ہر لحظہ عافیت مزاج شریف و قضائے حاجات ذات مستجمع الصفات اہم مآرب و اعظم مطالب ہے ان ایام میں ایک واقعہ پیش آیا جس میں بعض ابناء الزمان مخالف ہیں اور مفصل طور پر میری اس تحریر ناقص سے جو بغرض استصواب ابلاغ خدمت اقدس ہے واضح ہوگا چونکہ جناب کے بغیر خاکسار کا کوئی محلِ اعتماد نہیں اس لئے تکلیف دی گئی ہے کہ براہِ بندہ نوازی جواب باصواب سے جو مدلل و مفصل ہو خاکسار کو معزز و ممتاز فرمائیں عین عنایت ہوگی اور اس تقریر کے اخیر میں اپنی رائے صائب سے آگاہ فرماکر بدستخط خاص مزین فرمادیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

یارب بك الاعتصام و منك التوفیق

ویاشفیق یارفیق نجنی من کل ضیق

(اے میرے رب کریم! تُو ہی میرا آسرا ہے اور تجھ ہی سے توفیق ہے۔ اے شفیق و رفیق! مجھے ہر تکلیف سے نجات عطا فرما)

مسئلہ: اگر موتم سے سہو ہو تو اعادۂ صلٰوۃ اُس پر واجب نہیں کیونکہ جمیع فقہاء نے متون اور شروح میں تصریح فرمائی ہے کہ موتم پر اپنے سہو سے سجدۂ سہو لازم نہیں کیونکہ اگر وُہ اکیلا سجدۂ سہو ادا کرے تو مخالفتِ امام لازم ہے اور اگر امام بھی اس کے ساتھ سجدہ کرے تو معاملہ برعکس ہوجاتا ہے یعنی اصل تابع اور تابع اصل بن جاتا ہے اس بیان سے یہ مستفاد کیا جائے گا کہ گویا مقتدی کی نماز میں کوئی ایسا نقص واقع نہیں ہوا یا کراہت جس کے جبر کے لئے سجدۂ سہو واجب ہو، پس اس بناء پر اعادہ لازم نہیں کیونکہ اعادہ وجود کراہت پر متفرع ہے واذ لیس فلیس (جب کراہت نہیں تو اعادہ نہیں۔ت)

سوال: علامہ شامی نے نہر فائق سے نقل کیا ہے کہ:

ثم مقتضی کلامھم انه یعیدھا بثبوت الکراھة مع تعذر الجابر[1] انتھی۔

کلامِ فقہاء سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز ثبوتِ کراہت کی وجہ سے لوٹائی جائے گی جبکہ نقصان کو پورا کرنا دشوار ہو انتہی (ت)

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عدمِ لزوم سجدۂ سہو اس امر پر مبنی ہے کہ اس کا ادا کرنا ناممکن ہے نہ یہ کہ اُس کی نماز میں کوئی نقص یا کراہت واقع نہیں بلکہ نماز مکروہ ہے اور حسبِ کلیہ مسلّمہ فقہاء کہ "جو نماز کراہت سے ادا ہو اُس کا اعادہ لازم ہے" اعادہ لازم ہے۔

---

[1] ردالمحتار باب سجود السہو مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۸۲

Marfat.com

جواب: اگر ایسا ہو تو لازم آتا ہے کہ فقہاء نے احادیثِ ذیل کی مخالفت کی جس سے یہ مفہوم ہے کہ امام مقتدی سے سجدۂ سہو کو اٹھالیتا ہے جیسا کہ قراءت کو۔

حدیث اوّل: مشکوٰۃ شریف میں ہے،

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الامام ضامن (الحدیث)[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: امام ضامن ہوتا ہے (الحدیث) (ت)

جس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام مقتدی کی نماز کا متکفل ہے اگر مخالف سجود سہو کو اس کفالت سے خارج ہونے کا دعوٰی کرے تو اُس کے لئے مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول اپنی شرح مرقاۃ میں ای متکفل لصلٰوۃ المؤتمین بالاتمام[2] (یعنی امام مقتدیوں کی نماز کے اتمام کے لئے کفیل ہوتا ہے۔ ت) اور ناقلاً عن ابن حجر رضی اللہ تعالٰی عنہ:

والضمانۃ اما لحملھم نحو القراءۃ عن المسبوق او السھو عن الساھی[3]

امام کے ضامن ہونے کا یہ معنٰی ہے کہ وہ مسبوق کی طرف سے قراءت اور بھول جانے والے کے سہو کا ضامن ہوتا ہے۔ (ت)

اور علامہ عینی کا قول شرح صحیح بخاری میں:

یعنی ان صلٰوتھم فی ضمن صلٰوۃ الامام صحۃ وفسادا[4]۔

یعنی مقتدیوں کی نماز صحت اور فساد کے لحاظ سے امام کی نماز کے تابع ہے۔ (ت)

ونیز ان کا قول:

ونستدل بما فی صحیح ابن حبان الامام ضامن بمعنی یضمنھا صحۃ وفسادا[5]۔

اور ہم صحیح ابن حبان کی اس روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ امام ضامن ہے یعنی وہ نماز کی صحت اور فساد کا ضامن ہوتا ہے۔ (ت)

اور نیز ان کا قول:

وقال ابن الملک لانھم المتکفلون (ای الائمۃ ۱۲) لھم

اور ابن الملک نے کہا کہ ائمہ اپنے مقتدیوں کی نماز کے

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح باب فضل الاذان واجابت المؤذن فصل ثانی مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ص ۶۵

[2] و [3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ 〃 〃 〃 〃 مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۱۶۵

[4] عمدۃ القاری شرح بخاری باب اذا لم یتم الامام واتم من خلفہ 〃 ادارۃ الطباعۃ منیریہ بیروت ۵/۲۲۹

[5] 〃 〃 〃 باب اذا طوّل الامام وکان للرجل حاجۃ الخ 〃 〃 ۵/۲۳۹

Marfat.com

صحۃ صلوتھم وفسادھا وکمالھا ونقصانھا بحکم المتبوعیۃ والتابعیۃ[1]

فساد وصحت اور نماز کے کامل وناقص ہونے کے ضامن ہوتے ہیں تبوع اور تابع کے اعتبار سے یہ حکم ہوگا (ت)

کفایت نہ کریں تو گوسرخشت۔

حدیث دوم: مراقی الفلاح میں ہے،

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الامام لکم ضامن یرفع عنکم سھوکم وقراءتکم[2]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: امام تمھارے لئے ضامن ہے وہ تمھاری سہو اور قراءت کو اٹھالیتا ہے۔ (ت)

اسی حدیث کے مطابق حضرت ابن حجر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حدیث اول کی تفسیر فرمائی جو پہلے ذکر ہوچکی ہے اور جس کا ترجمہ کب سے نام حق میں "سہو اورا امام برگیرد" (اس کے سہو کو امام اٹھالیتا ہے۔ت) سے کیا گیا نیز اس حدیث کے متعلق حضرت امام طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رفع سہو کے ساتھ رفع قراءۃ کا ذکر کرنے سے یہ اشارہ ہے کہ جیسا کہ مقتدی پر ترک قراءۃ سے کوئی گناہ نہیں اسی طرح سہو کے ترک کرنے سے بھی کوئی گناہ نہیں اس کے بعد نہر فائق کی عبارت متقدمۃ الذکر نقل کرکے فرماتے ہیں: وقد علمت مفاد الحدیث افادہ بعض الافاضل[3] (آپ حدیث کا وُہ معنٰی جان چکے جو بعض افاضل نے بیان کیا۔ت) یعنی کہ مفاد حدیث کے مخالف ہے جو نہر سے منقول ہُوا۔

حدیث سوم: علامہ شامی نے معراج الدرایہ سے نقل کیا ہے کہ عدم لزوم سجدہ سہو کے ثابت کرنے کے لئے بہتر یہ ہے کہ اس حدیث سے استدلال کیا جائے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی، لیس علی من خلف الامام سھو[4] (جو امام کے پیچھے ہو اس پر (سجدہ) سہو نہیں۔ت)

حدیث چہارم: حضرت قطب شعرانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کشف الغمہ میں بہ صفحہ ع وع فرماتے ہیں:

وکانوا لایسجدون لسھوھم خلف الامام ویقولون الامام یحمل اوھام من خلفہ

صحابہ اپنے سہو کی وجہ سے امام کے پیچھے سجدہ نہیں کرتے تھے اور یہ کہتے کہ امام اپنے مقتدیوں کے وہموں کو

---

[1] عمدۃ القاری

[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب سجود السہو مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۵۲

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح " " " "

[4] رد المحتار " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۸۲

Marfat.com

من الماموميين وكذلك كان يقول صلى الله تعالٰی علیه وسلم من سها خلف الامام فلیس علیه سهو و امامه کافیه فان سها الامام فعلیه وعلی من خلفه السهو[1] انتهی

اٹھالینا ہے اور اسی طرح رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جو امام کے پیچھے بھول گیا اس پر سجدۂ سہو نہیں اور اس کا امام کافی ہے اور اگر امام بھول گیا تو امام اور اس کے مقتدی دونوں پر سجدۂ سہو لازم ہوگا انتہی (ت)

جس سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان مبارک و امامہ کافیہ (اور اس کا امام کافی ہے۔ت) اور پھر اسی پر عمل صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم مخالف کے برخلاف کافی حجت ہے اگر مخالف ان احادیث متذکرہ بالا کے متعلق کہے کہ سوائے حدیث اول کے باقی احادیث کسی کتاب حدیث سے منقول نہیں اور نہ کوئی سند ذکر کی گئی ہے اور ان کے ناقلین حضرت قطب شعرانی رضی اللہ تعالٰی عنہ اور طحطاوی اور صاحب مراقی الفلاح اور صاحب معراج الدرایہ نقادِ حدیث میں سے نہیں لہٰذا یہ احادیث قابلِ اعتبار نہیں، تو اس کے جواب میں مجھے مختصر طور پر یہ کہنا ضروری ہے کہ حدیثِ اول کے متعلق مولانا علی قاری اور ابن حجر رضی اللہ تعالٰی عنہ اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال اگر اتمام حجت کے لئے کافی سمجھے گئے تو دوسروں کے مناقب بیان کرنے اور حفظِ مراتب کے لئے موعظۃ سے چنداں کوئی حاصل نظر نہیں آتا دوسرے یہ کہ کشف الغمہ کے متعلق اس قسم کا خیال اُس کتاب کے مقدمہ سے ناواقف ہونے کی دلیل ہے جس میں فرماتے ہیں کہ کتبِ صحاح فلاں وفلاں سے یہ سب احادیث ماخوذ و منقول ہیں، تیسرے یہ کہ ایسے عذرات اہلِ تحقیق کے نزدیک قابلِ وقعت نہیں،

قال بعض الاذکیاء فالمختار عندی جواز نقل الحدیث من الکتب الصحاح والحسان بلا شرط و من غیرها بشرط التنقیح علی اهل العلم و مؤلفاتهم و فی الاشباه من الفقه الحنفی نقل السیوطی عن ابی اسحٰق الاسفرائنی الاجماع علی جواز النقل من الکتب المعتمدة ولا یشترط اتصال السند الی مصنفیها[2] انتهی

بعض اذکیاء نے فرمایا کہ میرے نزدیک کتبِ صحاح اور حسان سے حدیث کا بلا شرط نقل کرنا جائز ہے اور ان کے علاوہ دیگر کتب سے اہلِ علم اور ان کی تصانیف سے بشرطِ تحقیق نقل کرنا جائز ہے، فقہ حنفی کی اشباہ میں ہے کہ امام سیوطی نے ابو اسحاق اسفرائنی سے نقل کیا ہے کہ معتمد کتب سے ان کے مصنفین تک اتصال سند کے بغیر بھی نقلِ حدیث کے جواز پر اجماع ہے انتہی (ت)

---

[1] کشف الغمہ باب سجود السہو مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۱۵۹

[2] الاشباہ والنظائر احکام الکتابۃ " ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۱۹۰

Marfat.com

الغرض ان احادیث کے ہوتے ہی فقہا کے اس قول سے کہ سجدۂ سہو لازم نہیں ایسے معنی کا ارادہ کرنا جو احادیث کے برخلاف ہو تمام فقہا پر حملہ کرنے کے علاوہ عمداً ترکِ عمل بالحدیث نہیں تو اور کیا ہے پس بہتر ہے کہ فقہاء کے کلام سے بھی وہی مراد ہو جو احادیث سے ثابت ہو۔

سوال: صاحب النہر الفائق ثقات حنفیہ سے ہے، پس یہ کس طرح گوارا ہو سکتا ہے کہ اس کی رائے کے برخلاف حکم کیا جائے کہ کلام فقہا کا مقتضی نہ کراہت ہے اور نہ اعادہ۔

جواب: من ابتلی ببلیتین فلیختر اھونھما (جو شخص دو مشکلات میں گھر جائے وہ ان میں سے آسان کو اختیار کرے۔ ت) صرف صاحبِ نہر فائق کا خلاف بمقابلہ اس کے کہ سب فقہاء کے کلام احادیث کے برخلاف ہو اور احادیثِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر عمل نہ ہو نہایت ہی آسان ہے ولعل اللہ یحدث بعد ذلك امرا (شاید اس کے بعد اللہ کوئی امر پیدا فرمادے۔ ت) اس کے بعد میں ان چند مسائل اور روایتِ فقہاء کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں جس سے صاف ثابت ہے کہ مقتدی پر سجدۂ سہو کے نہ کرنے کی وجہ سے اعادہ لازم نہیں:

(۱) سجودِ تلاوت کے باب میں فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر موتم نے آیتِ سجدہ تلاوت کی تو سجدۂ تلاوت لازم نہیں نہ موتم پر اور نہ امام پر اور نہ کسی دوسرے مقتدی پر، اور اس کی دلیل صاحبِ شرح منیہ وغیرہ نے بعینہٖ وہی لکھی ہے جو سجودِ سہو کے لازم ہونے کی ہے، یعنی ان سجد الامام یلزم انقلاب المتبوع تابعا والا لزم مخالفتھم[1] انتھی (اگر امام سجدہ کرے گا تو یہ متبوع کا تابع ہونا لازم آئے گا ورنہ اس کی مخالفت لازم آتی ہے انتہی۔ ت) اگر اس دلیل کا مقتضی ثبوت کراہت اور اعادۂ صلوٰۃ ہو تو لازم آتا ہے کہ سجودِ تلاوت کے متعلق بھی ایسا حکم ہو حالانکہ یہاں نہ اعادۂ سجدۂ تلاوت ہے اور نہ اعادۂ صلوٰۃ۔

(۲) فتاوٰی قاضی خاں کی روایت مندرجہ ذیل سے مدعا ثابت ہے اور وہ یہ ہے:

اذا سھا المقتدی لایلزمہ سجود السھو انما یجب بالسھو والسبب انما یعمل عملہ اذا امکن اعتبارہ فی حق الحکم فاما اذا لم یمکن اعتبارہ فی حق الحکم کان ملحقا بالعدم کما قال ابو حنیفۃ وابو یوسف فی تلاوۃ المقتدی وکما فی بیع المحجور	جب کوئی مقتدی بھول جائے تو اس پر سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا کیونکہ سجدۂ سہو اس وقت لازم ہوتا ہے جب حقِ حکم میں نمازی کا اعتبار ممکن ہو اور جب حقِ حکم میں نمازی کا اعتبار ممکن نہ ہو تو سجدۂ سہو کالعدم تصور ہوتا ہے جیسا کہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف

---

[1] ردالمحتار بحوالہ شرح منیہ وغیرہ باب سجود التلاوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۶۶

Marfat.com

وشرائه وهنا لا يمكن اعتبار سهو المقتدي في حق الحكم وهو وجوب سجدة السهو[1] انتهى

نے مقتدی کی تلاوت کے بارے میں فرمایا، اور مجور کی بیع وشرار میں ہے اور یہاں حق حکم یعنی وجوب سہو میں مقتدی کی سہو کا اعتبار ممکن ہی نہیں انتہی (ت)

(۳) علامہ شامی صفحہ ۴۹۶ میں فرماتے ہیں اس مسئلہ کے متعلق کہ جہاں سجود ساقط ہوجائے اعادہ لازم ہوتا ہے یا نہیں

والذي ينبغي انه ان سقط بصنعه كحدث عمد مثلا يلزم والا فلا تامل[2] انتهى

اور وُہ صورت جس میں نماز سے خروج بالارادہ ہوا مثلاً عمداً وضو توڑ دیا تو اب سجدۂ سہو ساقط مگر اعادۂ نماز لازم، اور اگر ایسی صورت نہیں تو اعادہ لازم نہ ہوگا، غور کیجئے، انتہی (ت)

جس سے صاف ظاہر ہے کہ مانحن فیہ میں اس لئے کہ سقوط سجدۂ سہو مقتدی کے اپنے فعل اختیاری سے نہیں ہوا بلکہ اس لئے کہ امام کے پیچھے وُہ ادا نہیں کرسکتا نہ قبل السلام نہ بعد السلام، اعادہ واجب نہیں۔

(۴) علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۳۰۶ پر فرماتے ہیں:

وينبغي تقييد وجوب الاعادة بما اذا لم يكن الترك لعذر كالامي او من اسلم في اخر الوقت فصلى قبل ان يتعلم الفاتحة فلا تلزم الاعادة[3] انتهى

وجوبِ اعادہ کو اس قید کے ساتھ مقید کیا جانا چاہئے کہ یہ اس صورت میں ہے جب ترک (واجب) کسی عذر کی بنا پر نہ ہو مثلاً اُمّی کا ترک فاتحہ یا وہ شخص جو نماز کے آخری وقت میں اسلام لایا اور اس نے فاتحہ سیکھنے سے پہلے نماز ادا کی تو اب اعادۂ نماز لازم نہیں ہوگا (ت)

جس سے عیاں ہے مانحن فیہ میں بوجہ اس کے کہ ترک سجود بوجہ تعذر ہوا کل صرح به الفقهاء (ان تمام فقہائے تصریح کی ہے۔ت) اعادہ لازم نہیں۔

(۵) في الدر المختار يجب على منفرد ومقتد بسهو امامه ان سجد امامه لوجوب المتابعة[4] انتهى في رد المحتار

درمختار میں ہے کہ تنہا نمازی پر سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے اور امام کی بھول کی وجہ سے مقتدی پر بشرطیکہ امام سجدہ کرے کیونکہ مقتدی پر امام کی متابعت لازم

---

[1] فتاوٰی قاضی

[2] ردالمحتار | باب السجود السهو | مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۲/۷۹

[3] ردالمحتار | باب صفة الصلوٰة | " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱/۴۵۶

[4] درمختار | باب سجود السہو | " مطبع مجتبائی دہلی بھارت | ۱/۱۰۲

Marfat.com

قولہ ان سجد امامہ اما لو سقط عن الامام بسبب من الاسباب بان تکلم او احدث متعمدا او خرج من المسجد فانہ یسقط عن المقتدی بحر والظاھر ان المقتدی تجب علیہ الاعادۃ کالامام ان کان السقوط بفعلہ العمد لتقرر النقصان بلاجابر من غیر عذر[1] تامل انتہی۔

ہے انتہی، قولہ "اگر امام نے سجدہ کیا" اور اگر امام سے کسی وجہ سے سجدہ ساقط ہوگیا مثلاً اس نے کلام کیا یا جان بُوجھ کر حادث ہوگیا یا مسجد سے نکل گیا تو اب مقتدی سے بھی سجدۂ سہو ساقط ہوجائے گا بحر، اور ظاہر یہی ہے کہ اگر سقوطِ سجدہ عمداً ہو تو امام کی طرح مقتدی پر بھی اعادہ لازم ہوگا کیونکہ اب بغیر کسی عذر کے ایسے نقصان کا ثبوت ہوا جس کا کوئی ازالہ نہ ہوا غور کرو، انتہی (ت)

مانحن فیہ میں اگرچہ مقتدی کا اپنا سہو ہے نہ کہ سہوِ امام، لیکن جبکہ سجدۂ سہو کے ساقط ہونے میں عمد کو دخل نہیں لہذا اعادہ بھی واجب نہیں۔

(۶) آج تک اعادۂ صلوٰۃ کا عمل نامسموع ہے اگر وجوب اعادہ سے حکم کیا جائے لکھوکھا نمازیوں کی نمازیں ناجائز و تباہ ہوجاتی ہیں اور نمازی تارکِ صلوٰۃ اور آثم ٹھہرتے ہیں، حالانکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: الدین یسر[2] (دین میں آسانی ہے۔ ت) ونیز فرماتے ہیں: یسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا[3] (آسانی کرو، تنگی نہ کرو اور اچھی خبر دو، نفرت نہ پھیلاؤ۔ ت) یہاں تک کہ فقہاء کے نزدیک مختار یہ ہے کہ صلوٰۃِ عید و جمعہ میں سجودِ سہو ادا نہ کئے جائیں دفعاً للفتنۃ (فتنہ کے دفع کے لئے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم بالصواب وانا العبد العاصی المدعو باحمد بخش عفی عنہ۔

الجواب

اقول وباللہ التوفیق مؤید السائل الفاضل دام بالفضائل (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے سائل فاضل (جن کے فضائل ہمیشہ رہیں) کی تائید کرتے ہُوئے میں کہتا ہوں:)

(۱) بزار مسند اور بیہقی سنن میں امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] ردالمحتار	باب سجود السہو	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۸۲/۲
[2] صحیح بخاری	باب الدین یسر	" قدیمی کتب خانہ کراچی	۱۰/۱
[3] "	باب کان النبی یتخولھم بالموعظۃ الخ	" " "	۱۶/۱

Marfat.com

ليس على من خلف الامام سهو فان سها الامام فعليه وعلى من خلفه[1]

امام کے پیچھے نماز پڑھنے والے پر سہو نہیں، اگر امام بھول گیا تو اس پر اور اس کے مقتدیوں پر سجدۂ سہو ہے۔ (ت)

مقتدی پر سہو کی نفی فرمائی اور وُہ نفیِ وقوع نہیں لاجرم نفیِ حکم ہے کما دلت علیہ کلمۃ علی (جیساکہ اس پر "علی" کا حکم دلالت کررہا ہے۔ ت) تو ثابت ہُوا کہ سہوِ مقتدی کوئی حکم نہیں رکھتا۔

(۲) طبرانی معجم کبیر میں عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لایؤم عبد قوما الا تولی ماکان علیھم فی صلوتھم[2]

کوئی آدمی کسی قوم کی امامت نہیں کرتا مگر وہ ہر اس شئی کا ذمہ دار ہوتا ہے جو قوم کی نماز میں ہوتا ہے (ت)

پرظاہر کہ تولّٰی ماعلیھم یُونہی ہے کہ علیھم نہ رہے اگر مقتدی کو اپنے سہو کے سبب حکمِ اعادہ ہو تو امام سے اُن سے تحمل نہیں بلکہ ان پر اثقل کی تحمیل کردے اس کے دو سجدوں ہی سے کام چل جاتا اب ساری نماز کا اعادہ کرنا پڑا۔

(۳) بدائع امام ملک العلماء جلد اول صفحہ ۱۷۵ میں ہے: المقتدی اذا سھا فی صلوتہ فلا سھو علیہ[3] (اگر مقتدی نماز میں بھول جائے تو اس پر سجدۂ سہو لازم نہیں۔ ت)

(۴) محیط پھر ہندیہ جلد اول صفحہ ۱۲۸ مصری میں ہے: لوترک الامام سجود السھو فلا سھو علی المامُوم[4] (اگر امام نے سجدۂ سہو ترک کردیا تو مقتدی پر سجدۂ سہو نہیں۔ ت)

(۵) تبیین الحقائق امام زیلعی جلد اول صفحہ ۱۹۵:

لوسلم المسبوق مع الامام ینظر فان سلم مقارنا لسلام الامام او قبلہ فلا سھو علیہ لانہ مقتد بہ وان سلم بعدہ یلزمہ السھو لانہ منفرد[5]

اگر مسبوق نے امام کے ساتھ سلام کہہ دیا تو اب دیکھیں گے اگر اس نے امام کے ساتھ یا اس سے پہلے سلام کہہ دیا تو اب مقتدی ہونے کی وجہ سے سجدۂ سہو لازم نہ ہوگا، اور اگر امام کے بعد سلام کیا تو اب منفرد ہونے کی وجہ سے سجدۂ سہو لازم ہوگا۔ (ت)

---

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی — باب من سہا خلف الامام الخ — دار صادر بیروت — ۲/ ۳۵۲
[2] المعجم الکبیر للطبرانی — مسند عقبہ بن عامر — مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت — ۱۷/ ۳۲۹
[3] بدائع الصنائع — فصل من یجب علیہ سجود السہو — " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/ ۱۷۵
[4] فتاوٰی ہندیۃ — الباب الثانی عشر فی السجود — " نورانی کتب خانہ پشاور — ۱/ ۱۲۸
[5] تبیین الحقائق — باب السجود — " المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ بولاق مصر — ۱/ ۱۹۵

ف: سنن کبرٰی کے الفاظ یوں ہیں: ان الامام یکفی من ورائہ فان سہا الامام فعلیہ سجدتا السہو وعلی من وراءہ ان یسجد وا معہ وان سہا احد ممن خلفہ فلیس علیہ ان یسجد والامام یکفیہ۔

Marfat.com

(۶) بحرالرائق جلد دوم صفحہ ۱۰۸ :

المسبوق فیما یقضیہ کالمنفرد کما تقدم و علیہ یفرع ما اذا سلم ساھیا فان کان قبل الامام او معہ فلا سھو و ان کان بعدہ فعلیہ کما ذکرناہ[1]

مسبوق باقی رکعات ادا کرنے میں منفرد کی طرح ہوتا ہے جیسے گزرا، اس پر یہ صورت متفرع ہے کہ جب مقتدی نے بھُول کر سلام کہہ دیا تو اگر امام سے پہلے یا ساتھ ہے تو سجدۂ سہو لازم نہیں، اور اگر بعد میں ہے تو اس پر سجدہ لازم ہوگا جیسا کہ پیچھے گزرا۔ (ت)

ان چاروں عبارتوں میں مثل حدیث اول سہو مقتدی کی مطلقاً نفی فرمائی ہے یعنی اس کے لئے کوئی حکم نہیں کما قررناہ (جیسا کہ ہم نے اس کی تقریر کردی ہے۔ ت)

(۷) امام اجل ابوجعفر طحاوی شرح معانی الآثار جلد اول صفحہ ۲۴۸ اقتدی مفترض بمتنفل (فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے امام کی اقتداء کرے۔ ت) میں فرماتے ہیں :

اما حکمہ بطریق النظر فانا قد رأینا صلٰوۃ المأمومین مضمنۃ بصلٰوۃ امامھم بصحتھا وفسادھا یوجب ذٰلك النظر الصحیح من ذلك انا رأینا الامام اذا سھا وجب علی من خلفہ لسھوہ ما وجب علیہ ولو سھوا ھم ولم یسہ ھو لم یجب علیھم ما یجب علی الامام اذا سھا[2]۔

لیکن اس کا حکم بطریق نظر ہے ہم دیکھتے ہیں کہ مقتدیوں کی نماز صحت وفساد کے اعتبار سے امام کی نماز کے تابع ہے، یہ نظر صحیح لازم کرتی ہے کہ جب امام بھُول گیا تو اس کی بھُول کی بنا پر جو کچھ امام پر لازم ہوا وہ اس کے پیچھے والوں پر بھی لازم ہوگا، اور اگر مقتدی بھول جائیں اور امام نہ بھُولے تو مقتدیوں پر وُہ چیز لازم نہیں ہوتی جو امام کے بھُولنے پر اس پر لازم ہوتی ہے۔ (ت)

امام (طحاوی) نے لم یجب علیھم السجود (مقتدیوں پر سجدہ واجب نہیں۔ ت) نہ فرمایا بلکہ ما یجب علی الامام (جو امام پر لازم (وہ مقتدیوں پر لازم ہے) ۔ ت) کہ سجدہ و اعادہ دونوں کو شامل۔

(۸) ذخیرہ پھر ہندیہ جلد اول صفحہ ۱۳۰ میں ہے :

وسھا الاول بعد الاستخلاف لا یوجب سھوہ شیئا[3]۔

اگر پہلا امام خلیفہ بنانے کے بعد بھُولتا ہے تو اس کی بھُول کوئی شئ لازم نہیں کرتی۔ (ت)

---

[1] بحرالرائق باب سجود السہو مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۰۰

[2] الطحاوی شرح معانی الآثار باب الرجل یصلی الفریضۃ خلف من یصلی تطوعاً " " " ۱/۲۴۰

[3] فتاوٰی ہندیۃ باب الثانی عشر فی سجود السہو مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۳۰

Marfat.com

(۹) کافی امام اجل حاکم شہید جس میں جمیع کتب ظاہر الروایہ کو جمع فرمایا ہے ضمناً شرح امام سرخسی جلد اوّل صفحہ ۲۲۵ میں ہے:

اذا احدث الامام فی خلال صلوتہ و قد سھا فاستخلف رجلا یسجد خلیفتہ للسھو بعد السلام و ان لم یکن الامام الاول سھا لزمہ سجود السھو لسھو الثانی ولو سھا الاول بعد الاستخلاف لا یوجب سھوہ شیئا۔[1]

اگر بھولے ہُوئے امام نے دورانِ نماز کسی کو اپنا خلیفہ بنایا تو سلام کے بعد خلیفہ سجدۂ سہو کرے، اور اگر پہلا امام بھولا نہیں تھا اور دوسرا امام (خلیفہ) بھول گیا تو پہلا امام واپس آیا تو وہ بھی خلیفہ کی بھُول کی وجہ سے سجدہ کرے، اور اگر پہلا امام اپنا خلیفہ بنانے کے بعد بھُولا تو اس بھول سے سجدۂ سہو لازم نہ آئے گا۔ (ت)

امام سرخسی نے فرمایا: لانہ صار فی حکم المقتدی[2] (کیونکہ وہ مقتدی کے حکم میں ہوگیا ہے۔ ت)

یہ خود محرر المذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نص جلی ہے جو بوجہ عدم ذکر خلاف خود امام اعظم و امام ابو یوسف سب کا نص ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین، ان عبارات سے روشن بین سالبہ کلیہ ہے کہ مقتدی کا سہو اصلاً کسی چیز کو واجب نہیں کرتا اور عام کا حکم اُس کے ہر فرد میں قطعی ہوتا ہے تو خود نص ائمہ ثلثہ ابوحنیفہ و ابو یوسف و محمد رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ثابت کہ مقتدی پر اپنے سہو کے سبب ہرگز نہ سجدہ ہے نہ اعادہ۔

(۱۰) لاجرم امام اجل طحاوی نے بعد عبارت مذکورہ صریح تر فرمایا:

تثبت ان المأمومین یجب علیھم حکم السھو لسھو الامام وینتفی عنھم حکم السھو بانتفائہ عن الامام۔[3]

یہ بات ثابت ہوگئی کہ امام کے سہو کی وجہ سے مقتدیوں پر سجدۂ سہو واجب ہے اور امام سے نفی کی صورت میں مقتدیوں سے بھی اس کی نفی ہوگی۔ (ت)

(۱۱) امام جلیل شمس الائمہ سرخسی مبسوط جلد اول صفحہ ۲۲۹ میں فرماتے ہیں:

اللاحق فی حکم المقتدی فیما یتم وسھو المقتدی متعطل۔[4]

لاحق اپنی بقیہ رکعتوں میں مقتدی کے حکم میں ہوتا اور مقتدی پر سجدۂ سہو نہیں ہوتا۔ (ت)

(۱۲) امام ملک العلما ابوبکر مسعود بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع جلد اول صفحہ ۱۷۶ میں فرماتے ہیں:

---

[1] و [2] المبسوط للسرخسی باب سجود السہو مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۲۵
[3] الطحاوی شرح معانی الآثار باب الرجل یصلی الفریضۃ خلف من یصلی تطوعا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۸۰
[4] المبسوط للسرخسی باب سجود السہو مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۲۹

Marfat.com

المسبوق انما یتابع الامام فی سجود السھو لا فی سلامہ وان سلم فان کان عامدا تفسد صلٰوتہ وان کان ساھیا لا تفسد ولا سھو علیہ لانہ مقتد وسھو المقتدی باطل۔[1]

مسبوق سجدۂ سہو میں امام کی اتباع کرے لیکن سلام میں نہ کرے، اور اگر اس نے سلام پھیر دیا تو اگر دانستہ تھا تو مسبوق کی نماز فاسد ہوجائے گی اور اگر بھُول کر تھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اس پر سجدۂ سہو بھی نہیں کیونکہ وہ مقتدی ہے اور مقتدی کا سہو باطل ہوتا ہے۔ (ت)

وہیں فرمایا:

ان سلم قبل تسلیم الامام او سلما معا لا یلزمہ لان سھوہ سھو المقتدی وسھو المقتدی متعطل۔[2]

اگر مسبوق نے امام کے سلام سے پہلے سلام کیا یا دونوں نے اکٹھے سلام کیا تو مسبوق پر سجدہ سہو لازم نہیں کیونکہ اس کا سہو مقتدی کا سہو ہے اور مقتدی کا سہو قابلِ اعتنا نہیں۔ (ت)

کیسے نصوصِ جلیلہ ہیں کہ مقتدی کا سہو معطل ہے باطل ہے اس کا کچھ حکم نہیں، اگر اعادہ واجب کرے تو یہ احکام ہی باطل معطل ہوں گے نہ کہ اُس کا سہو۔

(۱۴) **اقول** مسئلہ مسبوق نے حکم کو آفتاب سے زیادہ روشن کردیا، تو تمام کتب میں تصریح ہے کہ مسبوق اگر سہواً امام کے ساتھ سلام پھیر دے اس پر سجدۂ سہو نہیں، اگر سہو مقتدی کچھ مؤثر ہوتا تو واجب تھا کہ مسبوق پر سجدہ واجب ہوتا کہ اپنی فائت رکعت یا رکعات پُوری کرکے آخر میں بجالاتا اور اب نہ امام کی مخالفت لازم آتی نہ قلب موضوع، مگر تصریح کرتے ہیں کہ اُس پر سے یہ سہو بوجہ اقتداء ساقط ہے تو ثابت ہُوا کہ سہو مقتدی اصلاً معتبر و ملحوظ ہی نہیں ورنہ باوصف امکان جابر قصداً ترک جابر کرائیں پھر خود ہی اعادہ کا حکم فرمائیں یہ محال ہے کہ بلا عذر صحیح ترک جابر گناہ ہے، متون میں ہے: تجب سجدتان (دو سجدے واجب ہیں۔ ت) اور شریعت گناہ کا حکم نہیں دیتی۔

فان قلت انما لا یسجد بعد قضاء ما فاتہ لانھما صلٰوتان حکما وان اتحدت التحریمۃ وسھو صلٰوۃ لا یسجد لہ فی اخری قال فی البدائع صفحہ ۱۷۶ فان قیل ینبغی ان لا یسجد المسبوق مع الامام

اگر آپ سے سوال کریں کہ فوت شدہ رکعات کے بعد سجدہ نہیں کیا جائے گا کیونکہ اب اگرچہ تحریمہ کی وجہ نماز ایک ہے مگر حکماً دو نمازیں ہیں اور ایک نماز کا سجدہ دوسری نماز میں نہیں کیا جاتا، بدائع ص ۱۷۶ میں فرمایا اگر یہ سوال کیا جائے کہ مسبوق کو امام کے ساتھ سجدہ نہیں

---

[1] و [2] بدائع الصنائع فصل بیان من یجب علیہ سجود السھو مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۷۶

Marfat.com

لانه ربما یسهو فیما یقضی فیلزمه السجود ایضا فیؤدی الی التکرار وانه غیر مشروع ، فالجواب ان التکرار فی صلوٰۃ واحدۃ غیر مشروع وهما صلوٰتان حکما وان کانت التحریمۃ واحدۃ لان المسبوق فیما یقضی کالمنفرد ونظیرہ المقیم اذا اقتدی بالمسافر فسها الامام یتابعه المقیم فی السهو وان کان المقتدی ربما یسهو فی اتمام صلوٰته[1] اھ

وفی الکافی شرح الوافی للامام النسفی الورقۃ ۵۸ فیمن قعد للرابعۃ ثم صلی خامسۃ ساهیا فضم سادسۃ مانصه لا یسجد للسهو قیاسا لان هذا سهو وقع فی الفرائض وقد انتقل منه الی النفل ومن سها عن صلوٰۃ لا یسجد له فی صلوٰۃ اخری[2] اھ۔

اقول هما کصلوٰۃ واحدۃ فی حق الجبر لاتحاد التحریمۃ الا تری الی ما قاله فی الکافی متصلا بالعبارۃ المذکورۃ ویسجد للسهو استحسانا لان النقصان دخل

کرنا چاہئے کیونکہ بعض اوقات بقیہ رکعتوں میں مسبوق بھُول جاتا ہے جس کی وجہ سے اس پر سجدہ سہو لازم آجاتا ہے تو اب سجدہ سہو میں تکرار ہوجائے گا اور یہ مشروع نہیں، تو جواب یہ ہے کہ سجدہ سہو کا تکرار ایک نماز میں نامشروع ہے اور اس صورت میں نماز اگرچہ تحریمہ کے لحاظ سے ایک ہے مگر حکم کے اعتبار سے دُو نمازیں ہیں کیونکہ مسبوق بقیہ رکعات میں منفرد کی طرح ہوتا ہے اس کی نظیر یہ ہے کہ مقیم جب مسافر کی اقتداء کرے اور امام بھُول جائے تو سجدۂ سہو میں مقیم امام کی اتباع کرے گا اگرچہ بعض اوقات مقتدی بقیہ رکعتوں میں بھُول جاتا ہے اھ

اور امام نسفی کی کافی شرح الوافی ص ۵۸ پر ہے ایسا شخص جس نے چوتھی رکعت کا قعدہ کیا پھر بھول کر پانچویں رکعت ادا کی تو وُہ چھٹی رکعت بھی ساتھ ملالے کے بارے میں الفاظ ہیں کہ وُہ قیاساً سجدۂ سہو نہ کرے کیونکہ یہ ایک سہو تھا جو فرائض میں واقع ہُوا حالانکہ اب وُہ نمازی نوافل کی طرف منتقل ہوچکا ہے اور جو شخص ایک نماز میں بھولا وہ اس کا سجدہ دوسری نماز میں نہیں کرسکتا اھ

اقول اتحاد تحریمہ کی وجہ سے نقصان کو پُورا کرنے کے لئے یہ دونوں ایک نماز کی طرح ہیں آپ نے کافی کی وُہ عبارت نہیں دیکھی جو مذکورہ عبارت کے متصل ہے کہ (قیاساً تو نہیں) مگر بطورِ استحسان سجدہ کرے کیونکہ امام محمد کے نزدیک نقصان فرائض میں ہُوا ہے کیونکہ

---

[1] بدائع الصنائع فصل بیان من یجب علیہ سجود السہو مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۷۶

[2] کافی شرح وافی ص ۸۵

Marfat.com

فی فرضه عند محمد بترك السلام الذی هو واجب وهذا النفل بناء علی التحریمة الاولی فیجعل فی حق وجوب السهو کانها صلٰوۃ واحدۃ کمن صلی ست رکعات تطوعا بتسلیمة و سها فی الشفع الاول یسجد للسهو فی اخر الصلٰوۃ وان کان کل شفع صلٰوۃ علی حدۃ[1] اھ فاذا کان هذا فی صلٰوتین مستقلتین بل مختلفتین فرضیة و تنفلا فلان یکون فی اجزاء صلٰوۃ واحدۃ اولی وان اختلفت اقتداء وانفرادا ویقطع النزاع ما نصوا علیه ان المسبوق ان لم یسجد لسهو الامام مع الامام یجب علیه ان یسجد له فی اٰخر ما یقضیه ، قال فی البدائع صف۱۷۶ و لوقام المسبوق الی قضاء ما سبق به و لم یتابع الامام فی السهو سجد فی اخر صلٰوته فان المسبوق یبنی ما یقضی علی تلك التحریمة فجعل الکل کانها صلٰوۃ واحدۃ لاتحاد التحریمة واذا کان الکل صلٰوۃ واحدۃ و قد تمکن فیها النقصان بسهو الامام لم یجز ذلك بالسجدتین فوجب جبرہ[2] اھ فاذا کان هذا علیه بسهو امامه فلو کان لسهو نفسه حالة الاقتداء حکم

نمازی نے واجب سلام کو ترک کر دیا ہے اور یہ (دو رکعتیں) پہلی تحریمہ کی ہی وجہ سے نفل بن رہی ہیں لہذا وجوبِ سجدہ سہو میں یہ دونوں ایک ہی نماز ہیں جس طرح کہ وہ شخص جس نے چھ نوافل ایک سلام سے پڑھے اور پہلی دو رکعات میں بھول گیا تو اب اگرچہ یہاں ہر شفع مستقل نماز ہے مگر سجدۂ سہو آخر میں کرے گا اھ جب دو الگ الگ نمازوں بلکہ وہ فرض و نفل کے اعتبار سے مختلف بھی ہیں کا حال یہ ہے تو ایک ہی نماز کے اجزاء میں بطریقِ اولیٰ ہونا چاہئے اگرچہ وہ اقتدا و انفراد کے لحاظ سے مختلف ہیں اور اب نزاع ختم ہو گیا جس پر فقہاء نے تصریح کی ہے کہ مسبوق نے سہوِ امام کی وجہ سے اگر امام کے ساتھ سجدہ نہیں کیا تو اپنی نماز کے آخر میں سجدہ کرنا واجب ہوگا ، بدائع کے صفحہ ۱۷۶ پر فرمایا کہ اگر مسبوق اپنی بقیہ نماز کی ادائیگی کے لئے کھڑا ہو گیا اور سہو میں امام کی اتباع نہ کی تو اپنی نماز کے آخر میں سجدہ سہو کرے کیونکہ مسبوق نے بقیہ نماز کی بنا اسی سابقہ تحریمہ پر کی ہے تو اب اتحادِ تحریمہ کی وجہ سے مسبوق نے نماز کو ایک بنا لیا ہے اور جب یہ تمام نماز ایک ہے اور اس میں سہوِ امام کی وجہ سے ایسا نقصان ہو چکا ہے جس کا ازالہ دو سجدوں سے نہیں ہو سکتا تو اس کا ازالہ واجب ہوگا اھ جب یہ بات امام کے سہو کی وجہ سے ہے تو اب اگر حالتِ اقتداء میں خود اس سے غلطی

---

[1] کافی شرح وافی ص ۸۵

[2] بدائع الصنائع فصل بیان من یجب علیه سجود السهو مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۷۷

Marfat.com

لوجب علیہ ان یسجد له فی اخر صلٰوتہ لکن نصوا قاطبۃ انہ لیس علیہ فثبت باجماعھم ان سھو المقتدی لا حکم له۔

ہو جانے پر حکم لاگو ہو تو اس پر نماز کے آخر میں لازم ہو جانا چاہئے لیکن فقہائے نے قطعی تصریح کی ہے کہ اس پر اس صورت میں سجدہ سہو نہیں کیونکہ فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ مقتدی کی سہو پر کوئی حکم نافذ نہیں ہو سکتا۔ (ت)

(۱۵) یہیں سے روشن ہُوا کہ بحثِ نہر اصلاً قابلِ التفات نہیں اگرچہ سید ابو السعود نے اُس کا اتباع کیا اور علامہ شامی نے رد المحتار و منحۃ الخالق میں اُسے مقرر رکھا حدیث ہی کے مقابل اُن کی بحث معتبر نہ ہوتی۔ طحطاوی علی الدر المختار جلد اول صفحہ ۱۸۱ "مسئلہ دو رکعت نفل قبل نماز مغرب" میں ہے:

فی البخاری انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال صلوا قبل المغرب رکعتین وھو امر ندب ومنع صاحب النہر لایظھر لوجود الدلیل المروی فی الصحیح[1]

بخاری میں ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: مغرب سے پہلے دو رکعات ادا کرو۔ اور یہ حکم برائے ندب ہے، صاحب نہر نے اس سے منع کیا لیکن یہ (منع) واضح نہیں کیونکہ امرِ ندب صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ (ت)

اسی طرف علامہ نے حاشیہ مراقی الفلاح میں اس مسئلہ دائرہ صفحہ ۲۰۲ میں اشارہ کیا ہے کلامِ نہر نقل کرکے فرمایا،

وقد علمت مفاد الحدیث افادہ بعض الافاضل[2]

آپ حدیث کا وہ معنی جان چکے جو بعض افاضل نے بیان کیا۔ (ت)

بلکہ ہم ثابت کر چکے کہ نص صریح امام اعظم و امام ابو یوسف و امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہم و اطباق جملہ کتبِ مذہب کے خلاف ہے تو مقتضی کلام ہم نہیں بلکہ نقیض کلام ہم ہے ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق والحمد للہ رب العٰلمین۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۲۳۴ از رام پور مسئولہ محمد سعید صاحب

اگر امام پر سہو واجب ہو تو امام کے ساتھ لاحق کو سجدہ کرنا چاہئے یا نہیں اور جو مصلی بعد اس سجدہ سہو امام کے ساتھ شریک ہووے اُن کی نماز کا بنا صحیح ہے یا نہیں؟

---

[1] طحطاوی علی الدر المختار کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۸۱
[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب سجود السہو مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۵۲

Marfat.com

الجواب

امام کے سہو سے لاحق پر بھی سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے مگر امام کے ساتھ نہ کرے بلکہ نماز پُوری کرکے، ہاں اگر سلامِ امام سے پہلے فوت شدہ نماز پُوری کرکے پھر شامل ہوگیا کہ امام کے ساتھ سلام پھیرا تو امام کے ساتھ ہی سجدہ سہو کرے ورنہ بعدِ اتمام۔ اگر قبلِ اتمام کے سجدہ سہو کرلے گا نماز تو نہ جائے گی مگر یہ سجدہ بیکار جائے گا اور خلافِ حکم کا مرتکب ہوگا اور بعدِ اتمام پھر سجدۂ سہو کرنا ہوگا، دُرِمختار میں ہے:

اللاحق یسجد فی اٰخر صلٰوته ولو سجد مع امامه اعادہ[1]

لاحق اپنی نماز کے آخر میں سجدہ کرے اور اس نے امام کے ساتھ سجدہ کرلیا تو پھر دوبارہ لوٹائے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لانه فی غیر اوانه ولا تفسد صلٰوته لانه مازاد الا سجدتین[2]

کیونکہ یہ اپنے وقت پر نہیں، البتہ نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ اس نے دو سجدوں کے علاوہ کسی شئی کا اضافہ نہیں کیا۔ (ت)

جو مصلی سجدۂ سہو کے بعد قعدہ میں شریکِ امام ہوئے شریکِ جماعت ہوگئے اُن کی بنا صحیح ہے باتفاقِ ائمہ۔

وانما الخلاف فی الجمعة والمذھب فیه ایضا الصحة۔

اختلاف فقط جمعہ میں ہے اور اس میں بھی مذہب یہی ہے کہ یہ صحیح ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

ادرکھا فی تشھد او سجود سھو (ولو فی تشھدہ ش عن ط) یتمھا جمعة خلافا لمحمد کما یتم فی العید اتفاقا کما فی عید الفتح[3] واللہ تعالٰی اعلم

اگر کسی نے امام کو تشہد یا سجودِ سہو میں پالیا (اگرچہ تشہدِ جمعہ ہو، ش از ط) تو جمعہ ادا کرے البتہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کا اس میں اختلاف ہے جیسا کہ عید کو اگر تشہد میں پالینا ہے تو بالاتفاق عید ہی ادا کرے (فتح القدیر، باب العید) واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار | باب سجود السہو | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۰۲
[2] ردالمحتار | " | " مصطفی البابی مصر | ۱/ ۵۴۹
[3] درمختار | باب الجمعة | " مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۱۳

Marfat.com

مسئلہ ۱۲۳۵ ازچوہر کوٹ بارکھان ملک بلوچستان مرسلہ قادر بخش صاحب ۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ در سجدہ سہو سلام بہر دو جانب گوید یا یکے جانب اگر امام باشد یا مفرد بکدام روایت فتوٰی است۔

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ سجدہ سہو کے لئے دونوں جانب سلام کہنا ہوتا ہے یا فقط ایک جانب امام ہو یا منفرد، کس روایت پر فتوٰی ہے۔ (ت)

الجواب

سلام ہمیں جانب راست دہد امام باشد خواہ منفرد تا آنکہ گفتہ اند کہ اگر سلام دیگر دہد سجدہ سہو ساقط شود و بزہ کار گردد۔ واللہ تعالٰی اعلم

فقط دائیں جانب سلام کہنا ہوتا ہے خواہ امام ہو یا منفرد، حتی کہ فقہائے نے فرمایا ہے کہ اگر دوسری جانب سلام کہتا ہے تو سجدہ سہو ساقط اور ایسے عمل سے گنہگار ہوگا۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۳۶ از جرڑہ ضلع میرٹھ مسئولہ سید سراج احمد صاحب ۱۲ شعبان ۱۳۳۷ھ

چار رکعت والی نماز میں امام دُو رکعت کے بعد بیٹھا اور التحیات کے بعد درود شریف شروع کردیا مقتدی کو معلوم ہوگیا ایسی حالت میں مقتدی امام کو اشارہ کرسکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر کرسکتا ہے تو کس طرح سے؟

الجواب

اُس کا معلوم ہونا دشوار ہے کہ امام آہستہ پڑھے گا، ہاں اگر یہ اتنا قریب ہے کہ اس کی آواز اس نے سُنی کہ التحیات کے بعد اُس نے درود شریف شروع کیا تو جب تک امام اللھم صل علٰی سے آگے نہیں بڑھا ہے یہ سُبحان اللہ کہہ کر بتائے اور اگر اللھم صل علٰی سیدنا یا صل علٰی محمد کہہ لیا ہے تو اب بتانا جائز نہیں بلکہ انتظار کرے اگر امام کو خود یاد آئے اور کھڑا ہوجائے فبہا اور اگر سلام پھیرنے لگے تو اُس وقت بتائے، اس سے پہلے بتائے گا تو بتانے والے کی نماز جاتی رہے گی اور اس کے بتانے کو امام لے گا تو اُس کی اور سب کی جائے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۳۷ از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ مولوی احسان علی صاحب طالبعلم ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وتر میں قبل دعائے قنوت کے سہواً رکوع کیا اور دو ایک تسبیح بھی پڑھ چکا اب خیال ہُوا کھڑے ہو کر قنوت پڑھی تو اس صورت میں سجدۂ سہو لازم ہے یا نہیں؟

الجواب

تسبیح پڑھ چکا ہو یا ابھی کچھ نہ پڑھنے پایا ہو اُسے قنوت پڑھنے کے لئے رکوع چھوڑنے کی اجازت نہیں، اگر قنوت کے لئے قیام کی طرف عَود کیا گناہ کیا پھر قنوت پڑھے یا نہ پڑھے اس پر سجدہ سہو ہے۔ درمختار میں ہے:

Marfat.com

ولو نسیہ القنوت ثم تذکرہ فی الرکوع لایقنت فیہ لفوات محلہ ولا یعود الی القیام، فان عاد الیہ وقنت ولم یعد الرکوع لم تفسد صلوتہ، ویسجد للسھو قنت اولا لزوالہ عن محلہ[1] اھ (ملخصاً) اقول وقولہ ولم یعد الرکوع ای ولم یرتفض بالعود للقنوت لا ان لو اعادہ فسدت لان زیادۃ مادون رکعۃ لا تفسد نعم لا یکفیہ اذن سجود السھو لانہ اخر السجدۃ بھذا الرکوع عمدا فعلیہ الاعادۃ سجد للسھو اولم یسجد۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر نمازی قنوت پڑھنا بھول گیا پھر اسے رکوع میں یاد آیا تو اب قنوت نہ پڑھے کیونکہ اپنے محل سے فوت ہوگئی ہے اور نہ اب قیام کی طرف لوٹے، اگر لوٹ کر قنوت پڑھی اور رکوع دوبارہ نہ کیا تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی وہ سجدہ سہو کرے خواہ اس نے قنوت پڑھی یا نہ پڑھی کیونکہ قنوت اپنے مقام سے ہٹ گئی اھ (تلخیصاً) اقول، قولہ اور اس نے رکوع دوبارہ نہ کیا یعنی اس نے قنوت کی خاطر لوٹنے میں رکوع ترک نہ کیا ہو، یہ معنی نہیں کہ اگر اس نے رکوع لوٹا لیا تو نماز فاسد ہوجائیگی کیونکہ رکعت سے کم کا اضافہ نماز فاسد نہیں کرتا، ہاں اب سجدۂ سہو کافی نہیں کیونکہ اس نے عمداً سجدہ کو رکوع کی وجہ سے مؤخر کیا، پس اب اس نماز کا اعادہ لازم ہے خواہ اس نے سجدۂ سہو کیا یا نہ کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۳۸ تا ۱۲۳۹: از مانیاوالا ڈاک خانہ قاسم پور گڑھی ضلع بجنور مرسلہ سید کفایت علی صاحب

۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) امام کی نیت چار فرضوں کی تھی دو رکعت اولٰی ختم کرچکا تھا بیچ میں التحیات بھول گیا اور اللہ اکبر کہہ کر کھڑا ہوگیا، بعد کو مقتدی نے بتایا وُہ بیٹھ گیا التحیات پڑھی اور آخر میں سجدۂ سہو کیا، آیا مقتدی کی امام کی نماز ہُوئی یا نہیں؟

(۲) ایک شخص وتر پڑھ رہا تھا تیسری رکعت میں اللہ اکبر کہہ کر دُعائے قنوت کا ارادہ تھا وُہ بھُول گیا اور بیٹھ کر سجدۂ سہو کیا، پھر دوبارہ وتر پڑھے پھر وہیں آکر اللہ اکبر کہنا بھُول گیا دُعائے قنوت پڑھی سجدہ سہو کیا آیا ہُوا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) اگر امام ابھی پُورا سیدھا کھڑا نہ ہونے پایا تھا کہ مقتدی نے بتایا اور وُہ بیٹھ گیا تو سب کی نماز ہوگئی

---

[1] دُرمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۴

Marfat.com

اور سجدۂ سہو کی حاجت نہ تھی اور اگر امام پُورا کھڑا ہو گیا تھا اس کے بعد مقتدی نے بتایا تو مقتدی کی نماز اُسی وقت جاتی رہی اور جب اس کے کہنے سے امام لوٹا تو اس کی بھی گئی اور سب کی گئی، اور اگر مقتدی نے اُس وقت بتایا تھا کہ امام ابھی پُورا سیدھا نہ کھڑا ہُوا تھا کہ اتنے میں پُورا سیدھا ہو گیا اُس کے بعد لوٹا تو مذہب اصح میں نماز ہو تو سب کی گئی مگر مخالفتِ حکم کے سبب مکروہ ہُوئی کہ سیدھا کھڑا ہونے کے بعد قعدۂ اولیٰ کے لئے لوٹنا جائز نہیں نماز کا اعادہ کریں خصوصاً ایک مذہبِ قوی پر نماز ہُوئی ہی نہیں، تو اعادہ فرض ہے، اسی کی امام زیلعی نے تصریح کی ہے اور یہی مشاہیر کتب میں ہے۔

وما بحث المحقق فی الفتح وتبعہ فی البحر ففیہ بحث بیناہ فیما علقناہ علی ردالمحتار ص۴۷۹۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

محقق نے فتح میں بحث کی ہے، بحر میں اسی کی اتباع ہے اور اس میں بحث ہے جو ہم نے ردالمحتار ص۴۷۹ پر حاشیہ میں تحریر کی ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۲) پہلی بار کہ دُعا قنوت پڑھنا بھُول گیا تھا اور سجدۂ سہو کرلیا وتر ہو گئے، دوبارہ پڑھنا گناہ ہوا، حدیث میں ہے: لاوتران فی لیلۃ[1] ایک رات میں دو وتر نہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۴۰

۲۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کو سہو ہوا یعنی کھڑا ہونا تھا بیٹھ گیا یا برعکس اس کے، تو کوئی مقتدی بجائے تسبیح (سُبحان اللہ) کے تکبیر (اللہُ اکبر) کہہ دے تو نماز میں اُس کی کچھ قباحت و خرابی نہیں آئے گی، اور جو شخص یہ کہے کہ امام کو اگر قعدہ کرنا ہے تو لفظ التّحیات کہنا چاہئے اور جو قیام کرنا ہے تو اللہُ اکبر، یعنی جونسا رکن کرنا ہے اُس میں کا پہلا لفظ کہنا چاہئے، صحیح ہے یا غلط؟

الجواب

نماز میں اللہُ اکبر یا التحیات کہنے سے خرابی نہیں، اور سنّت سُبحان اللہ کہنا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۴۱

از پنڈول بزرگ ڈاک خانہ رائے پور ضلع مظفر پور مسئولہ نعمت شاہ خاکی بورا ہا

۹ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا حکم ہے علمائے دین شرع متین کثرہم اللہ بقاءہم کا اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص انتہائی سہو و نسیان کی وجہ سے کوئی بات ٹھکانے سے یاد نہیں رکھتا ہے یہاں تک کہ نماز کے لئے جب وضو کرتا ہے تو ایک ایک اعضاء کو دس دس مرتبہ دھوتا ہے اور پھر بھی اُس کو خیال ہوتا ہے کہ دو ہی مرتبہ یا ایک ہی مرتبہ دھویا ہے، نماز کے لئے

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث طلق بن علی مطبوعہ دارالفکر بیروت ۴/۲۳

Marfat.com

کھڑا ہوا تو تکبیر تحریمہ پانچ پانچ مرتبہ کہی چار رکعت پڑھیں دو رکعت خیال کیں علٰی ہذا القیاس تسبیح رکوع وسجود میں غرضیکہ دُنیوی کاموں میں بھی مثلاً کوئی چیز کہیں رکھ دی یا کسی کو دے دی پھر خیال جو کیا اُس کے خلاف ہُوا ایسی حالت میں اُس شخص نے ایک آدمی اُس کے ارکان و تسبیح و رکعت وغیرہ شمار کرنے کے لئے مقرر کیا تاکہ وُہ گن کر بتا دے آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور وُہ شخص ایسے سہو ونسیان کی حالت میں ان سب باروں میں کیا کرے؟

الجواب

آدمی معتبر رکرنا جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۴۲ وکیل الدین طالب علم مدرسہ منظر الاسلام بریلی ۱۰ محرم الحرام ۱۹۳۹ء

اگر امام نے رکعت ثانیہ میں سہو سے تین سجدے کئے اور اس کو ظن غالب دو سجدوں کا تھا و تا خروج عن الصلوٰۃ امام کو بالکل یاد نہ ہوا، مقتدیان بہت تھے یعنی تین صف میں سے ہر صف میں ۲۵، ۲۶ اشخاص تھے لیکن امام کو کسی نے یاد کرایا نہیں، اب نمازِ امام وقوم کی صحت وعدمِ صحت کی وجہ کیا ہے؟

الجواب

فرض ادا ہوگیا، واجب ترک ہُوا، سجدۂ سہو لازم تھا، نمازیں پھیریں اُتنے آدمی، ایسی کثیر جماعت نہیں جس کے سبب سجدۂ سہو ساقط ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۴۳ ضلع سکھر سندھ اسٹیشن ڈھرکی ڈاکخانہ خیر پور ڈھرکی خاص دربار معلی قادریہ چونڈے شریف

ازطرف ابوالنصر فقیر سرور شاہ ۱۷ جمادی الآخر

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی کہ شخصے را در نمازِ مغرب سجدہ سہو لازم بود نہ داد جبر نقصان گزارد یا نہ، اگر گزارد چگونہ نیت بندد وچند رکعت گزارد وہمیں جبر نقصان حکم نفل دارد یا واجب یا فرض؟

اس بارے میں آپ (اللہ تعالٰی آپ پر رحمتیں نازل فرمائے) کا کیا فرمان ہے کہ ایک شخص پر نمازِ مغرب میں سجدۂ سہو لازم ہوگیا مگر اس نے نہ کیا اب نقصان کا ازالہ کرے یا نہ؟ اگر کرنا ہے تو کس نیت سے؟ کتنی رکعات ادا کرے اور یہ ازالہ نفل کا حکم رکھتا ہے یا واجب و فرض کا؟ (ت)

الجواب

جبر نقصان واجب است سہ رکعت بہ نیت اعادہ ہماں نمازِ مغرب برائے تلافیِ مافات کند۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

نقصان کا اعادہ لازم ہے پھر دوبارہ تین رکعت اس نیت سے ادا کرے کہ میں کمی کا ازالہ کررہا ہُوں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

Marfat.com

مسئلہ ۱۲۴۳ تا ۱۲۴۵ از مدرسہ اہلسنت منظر اسلام بریلی مسئولہ مولوی عبد اللہ بہاری ۳ شوال ۱۹۳۹ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) فرضوں کی تیسری یا چوتھی رکعت میں بعد الحمد شریف کے کسی آیت کا پورا یا نصف لفظ زبان سے نکل گیا یا رکوع میں سہواً ایک بار سبحان ربی الاعلیٰ کہہ دیا، اسی طرح سجدہ میں اور اسی طرح فرضوں کی پہلی رکعت میں جبکہ مقتدی ہے سبحٰنک کے بعد اعوذ باللہ شریف پڑھ لی تو کیا الحمد شریف کا پڑھنا بھی ضرور ہوگا اور اوپر کی صورتوں میں سجدہ سہو ہوگا یا نہیں؟

(۲) جماعت میں امام نے سمع اللہ لمن حمدہ کی جگہ اللہ اکبر کہا اور سجدۂ سہو نہیں کیا، کیا نماز ہوئی یا نہیں؟

(۳) فجر کے فرضوں میں دوسری رکعت کے بعد اور دیگر وقتوں میں چوتھی رکعت کے بعد امام یا منفرد التحیات پڑھنی بھول کر کھڑا ہو گیا، اب اس کو کیا کرنا چاہیے؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) ان میں سے کسی صورت میں سجدۂ سہو نہیں اور مقتدی کو الحمد شریف پڑھنا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) نماز ہوگئی اور سجدۂ سہو کی اصلاً حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) جبکہ قعدۂ اخیرہ بھول کر زائد رکعت کے لئے کھڑا ہوا تو جب تک اس رکعتِ زائدہ کا سجدہ نہیں کیا ہے بیٹھ جائے اور التحیات پڑھ کر سجدۂ سہو کرے، اور اگر اس نے رکعتِ زائدہ کا سجدہ کر لیا تو اب فرض باطل ہو گئے پھر سے پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۴۶ از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مسئولہ نعمت شاہ خاکی بورابا ۱۱ محرم الحرام ۱۹۳۹ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کمال درجہ کا بھول رکھتا ہے نماز کے اندر وضو و تکبیر و رکوع و سجود و قیام بلکہ ہر رکعت نماز پنجوقتی میں بھول کے خوف سے بلند قرات کے ساتھ پڑھتا ہے تاکہ ہم بھول نہ جائیں، کتنا ہی وہ شخص دل میں خیال و غور کر کے پڑھتا ہے تاہم بھول جاتا ہے کچھ بھی خیال نہیں رہتا ہے اور وہ شخص جب نماز پڑھنے لگتا ہے تو ایک شخص کو اس غرض سے بٹھاتا ہے کہ جو کچھ سہو واقع ہو اس کو بتلاتا جائے اس شخص کو نماز کے اندر بہت پریشانی ہوتی ہے اس کے علاوہ وہ کہتا ہے کہ نماز چھوڑ دوں، پھر کہتا ہے کہ نماز کس طرح سے چھوڑوں، اور وہ شخص بہت تندرست اور مستقل مزاج ہے ایسی حالت میں اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

Marfat.com

الجواب

کسی شخص کو پاس بٹھالینا اور اس کے بتانے پر نماز پڑھنا نماز باطل کرے گا، فجر و مغرب و عشاء میں منفرد کو باآواز پڑھنے کی اجازت ہے، ظہر و عصر میں صحیح مذہب پر اجازت نہیں، چارہ کار یہ ہے کہ وہ شخص جماعت میں مقتدی ہو کر پڑھے تو مقتدی کو قراءت کرنی نہ ہوگی اور امام کے افعال اُسے بتانے اور یاد دلانے والے ہوں گے، جماعت ویسے بھی واجب ہے اور ایسے شخص پر تو نہایت اہم واجب ہے کہ بغیر اُس کے اس کی نماز ٹھیک ہی نہیں، سنتیں اور نفل جو پڑھے اُن میں کسی شخص کو امام کرلے کہ نفل محض میں تین تک جماعت جائز ہے، اور جب کوئی شخص امامت کو نہ ملے اپنی یاد پر پڑھے، رکعتوں میں اگر شبہہ ہو تو کم سمجھے، مثلاً ایک اور دو میں شبہہ ہو تو ایک سمجھے اور دو اور تین میں ہو تو دو، اور جہاں جہاں قعدہ اخیرہ کا شبہہ ہو تو وہاں بیٹھتا جائے اور اخیر میں سجدہ سہو کرے، اور اگر کسی طرح اپنی یاد سے نماز ادا کرنے پر قادر ہی نہ ہو تو معاف ہے، درمختار میں ہے:

(ولو اشتبہ علی مریض اعداد الرکعات والسجدات لنعاس یلحقہ لایلزمہ الاداء) ولو اداھا بتلقین غیرہ ینبغی ان یجزیہ کذا فی القنیۃ[1] قال العلامۃ ط قد یقال انہ تعلیم وتعلم وھو مفسد کما اذا قرأ من المصحف او علمہ انسان القراءۃ وھو فی الصلٰوۃ[2] قال العلامۃ ش قلت وقد یقال انہ لیس بتعلیم وتعلم بل ھو تذکیر او اعلام فھو کاعلام المبلغ بانتقالات الامام فتأمل[3] اھ ورأیتنی کتبت علیہ مانصہ اقول فیہ ان الفتح

(اگر کسی مریض پر بسبب اُونگھ کے جو اسے لاحق ہوتی ہے رکعات وسجدوں کی تعداد میں اشتباہ پیدا ہوگیا تو اس پر ادائے نماز لازم نہیں) اور اگر غیر کی تلقین کی بنا پر انھیں ادا کرلیا تو چاہئے کہ یہ اسے کافی ہو جیسا کہ قنیہ میں ہے۔ علامہ طحطاوی نے فرمایا اس پر یہی اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ تعلیم و تعلّم ہے جو کہ مفسد نماز ہوتا ہے جیسے کہ کسی آدمی نے مصحف سے پڑھا یا اسے دوسرے آدمی نے قراءت سکھادی حالانکہ وہ نماز میں تھا، علامہ شامی نے فرمایا میں کہتا ہوں کہ کہا گیا ہے کہ تعلیم و تعلّم نہیں بلکہ یاد دلانا اور اطلاع کرنا ہے، پس یہ اسی طرح ہے جس طرح بڑے مجمع میں امام کے انتقالات کی اطلاع دینے والا ہوتا ہے فتأمل اھ میں نے وہاں یہ حاشیہ

---

[1] درمختار باب صلٰوۃ المریض مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۰۴

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب صلٰوۃ المریض مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۳۱۹

[3] ردالمحتار باب صلٰوۃ المریض مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۶۲

Marfat.com

لایزید علی التذکیر بشیئ وقد قال[1] قوم وصحح ان المقتدی اذا فتح علی امامه بعد ما قرأ قدرالواجب تفسد صلوٰته لانه تعلیم من دون ضرورة فان اخذ به الامام فسدت صلوٰة الکل لانه تعلم من دون ضرورة والقائلون بالجواز (وھو المعتمد) انما اعتمدوا علی انه للحاجة کما بینه فی الحلیة مع الاعتراف بانه تعلیم وتعلم انی استشھد بخلاف الیسوا قد اجمعوا أن لو فتح علی المصلی غیرہ فاخذ فسدت صلوٰته، وقد مرالتنصیص علی کل ذلك والاستشھاد بالمبلغ لم یصادف محله فانھم جمیعا حینئذ فی صلوٰة واحدة فالصواب عندی الجواب بان ھذا لضرورة وھی تجلب التیسیر وبعد فیه بعد کیف ولوجاز (ھذا) کان ینبغی ان یلزمه الاداء کما یلزمه التوجه اذا وجد من یوجھه ففی تجویزہ ابطال اصل المسئلة المنقولة فلا عبرة ببحث القنیة وقد یقال عن ھذا الاخیر انه قادر بقدرة غیرہ فلا یلزمه وان فعل صح فلیتأمل حق التأمل ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

تحریر کیا ہے اقول اس میں لقمہ دینا یا دولانے سے زائد نہیں ہوتا اور ایک جماعت نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ مقتدی جب اپنے امام کو قدر واجب قراءت کے بعد لقمہ دے تو اس مقتدی کی نماز فاسد ہوجاتی ہے کیونکہ یہ بغیر ضرورت کے تعلیم ہے ایسی صورت میں اگر امام نے لقمہ لے لیا تو سب کی نماز فاسد ہوگی کیونکہ یہ بغیر ضرورت کے تعلم ہے اور جو جواز (اور معتمد بھی یہی ہے) کے قائل ہیں انھوں نے اعتماد کرتے ہُوئے کہا کہ یہ ضرورت کی وجہ سے ہے جیسا کہ حلیہ میں بیان کیا گیا ہے باوجود اس اعتراف کے کہ یہ تعلیم وتعلم ہے، میں اس کے خلاف شہادت پیش کرتا ہُوں، کیا فقہار کا اس پر اجماع نہیں کہ اگر غیر نمازی نے نمازی کو لقمہ دیا اور اس نے قبول کرلیا تو نماز فاسد ہوجائیگی' اور اس تمام گفتگو پر پہلے تصریحات گزرچکی ہیں اور مقتدی مکبر کو بطور استشہاد پیش کرنا اپنے محل پر نہیں کیونکہ مذکورہ صورت میں تمام کی نماز ایک ہے لہذا میرے نزدیک درست جواب یہ ہے کہ یہ ضرورت ہے جو آسانی کا تقاضا کرتی ہے اور ابھی اس میں بُعد ہے، کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ یہ جائز ہو تو مناسب تھا کہ اس پر ادا لازم ہو جس طرح توجہ دلانے والے کی موجودگی میں توجہ کرنا لازم ہے لہذا اس کے جواز میں اصل منقول مسئلہ کا ابطال لازم آتا ہے اس لئے قنیہ کی بحث کا اعتبار نہیں ہوگا اور اس آخری مسئلہ (جو اپنے آپ نماز درست نہیں کرسکتا) کے بارے میں کہا گیا ہے کہ چونکہ یہ دوسرے کی قدرت سے قادر ہوتا ہے اس لئے اس پر نماز کی صحت لازم نہیں اور اگر اس نے غیر سے اصلاح لے لی تو صحیح ہے، اس میں مکمل غور کرو۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

[1] جدالممتار علی رد المحتار باب صلوٰۃ المریض المجمع الاسلامی بیروت ۱/۳۵۴

Marfat.com

مسئلہ ۱۲۴۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وتروں میں رکعتِ ثالث میں امام بجائے قنوت پڑھنے کے تکبیر قنوت کہہ کر رکوع کو چلا گیا اور مقتدیان کی تکبیر کہنے سے واپس ہو کر قنوت پڑھا اور پھر دوبارہ رکوع کیا اور سجدہ سہو کیا نماز ادا ہوگئی یا وتر فاسد ہوئے رکوع میں پورا جھک گیا تھا جب قنوت کی طرف رجوع کی۔ بینوا توجروا

الجواب

جو شخص قنوت بھول کر رکوع میں چلا جائے اُسے جائز نہیں کہ پھر قنوت کی طرف پلٹے بلکہ حکم ہے کہ نماز ختم کرکے اخیر میں سجدہ سہو کرلے پھر اگر کسی نے اُس حکم کا خلاف کیا تو بعض ائمہ کے نزدیک اُس کی نماز باطل ہو جائے گی اور اصح یہ ہے کہ بُرا کیا گنہگار ہُوا مگر نماز نہ جائے گی، ردالمحتار میں ملتقی سے ہے:

لوسها عن القنوت فرکع فانه لو عاد وقنت لا تفسد علی الاصح[1] اھ وفیه عن الفتح فی مسئلة العود الی التشهد بعد القیام للثالثة لا یحل ولکنه بالصحة لا یخل[2] اھ

اگر قنوت بھول گئی اور رکوع کیا اب اگر لوٹ کر قنوت پڑھی تو اصح قول کے مطابق نماز فاسد نہ ہوگی اھ اور اسی میں مسئلہ تیسری رکعت کی طرف قیام کے بعد تشہد کی طرف لوٹنا کے تحت ہے کہ یہ جائز نہیں البتہ صحتِ نماز میں مخل نہیں اھ (ت)

بہرحال اس عود کو جائز کوئی نہیں بتاتا تو جن مقتدیوں نے اُسے اس عودِ ناجائز کی طرف بلانے کے لئے تکبیر کہی اُن کی نماز فاسد ہُوئی امام اُن کے کہنے کی بنا پر نہ لوٹتا نہ اُن کے بتائے سے اُسے یاد آتا بلکہ اُسے خود ہی یاد آتا اور لوٹنا اگرچہ اُس کا یاد کرنا اور اُن کا تکبیر کہنا برابر واقع ہوتا تو اس صورت میں مذہب اصح پر امام اور باقی مقتدیوں کی نماز ہوجاتی یعنی واجب اُتر جاتا اگرچہ اس کراہتِ تحریم کے باعث اعادہ واجب ہوتا اب کہ وہ ان مقتدیوں کے بتانے سے پلٹا اور یہ نماز سے خارج تھے تو خود اُس کی بھی نماز جاتی رہی اور اُس کے سبب سب کی گئی لانه امتثل امرهم وتذکر بتکبیرهم فعاد برأی نفسه فقد تعلم ممن هو خارج الصلوة کما افاده فی البحر (کیونکہ اس نے ان کی بات مانی یا اسے ان کی تکبیر سے یاددہانی ہُوئی اور وہ اپنی رائے سے لوٹا تو اب اس نے نماز سے خارج آدمی سے سیکھا یا جانا ہے، جیسا کہ بحر میں اس کا افادہ کیا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۴۸: از شہر کہنہ ۱۱ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

ترک آرد قعدۂ اولی لیکن باستادن نزدیک ترشد آنگاہ

اگر پہلا قعدہ ترک کرکے تیسری رکعت کے لئے نمازی

---

[1] ردالمحتار باب سجود السہو مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۵۱

[2] " " " ۱/۵۵۰

Marfat.com

نشست باز باقی نماز گزارد دریں حال نماز او جائز است یا نے؟ بینوا توجروا

سیدھا کھڑا ہوگیا پھر واپس لوٹا اور باقی نماز ادا کی اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

ہرکہ در فرض یا وتر قعدۂ اولیٰ فراموش کردہ استادہ تا بتمامہ استادہ نشود بسوئے قعود رجوعش باید پس اگر ہنوز بقعود اقرب بود سجدۂ سہو نیست واگر بقیام نزدیک تر شدہ باشد سجدۂ سہو لازم آید تانیم زیریں از بدن انسان راست نشدہ است بہ نشستن نزدیک ست و چوں ایں نصف راست شد و پشت ہنوز خمیدہ است بہ استادن قریب ست اگر بتمامہ راست استاد آنگاہ نشستن روا نیست اگر بقعدہ اولیٰ باز میگردد گناہگار شود اما راجح آنست کہ نماز دریں صورت ہم از دست نرود سجدہ سہو واجب شود فی الدر المختار سها عن القعود الاول من الفرض ولو عمليا ثم تذكره عاد اليه ولا سهو عليه في الاصح ما لم يستقم قائما في ظاهر المذهب وهو الاصح فتح، وان استقام قائما لا يعود فلو عاد لا تفسد لكنه يكون مسيئا ويسجد لتاخير الواجب وهو الاشبه كما حققه الكمال وهو الحق بحر[1] اھ مختصرا وفي رد المحتار قوله ولا سهو عليه في الاصح يعني اذا عاد قبل ان يستتم قائما وكان

جو شخص فرض یا وتر میں پہلا قعدہ بھول کر کھڑا ہونے لگے اگر وہ سیدھا کھڑا نہیں ہوا تو واپس لوٹ آئے اب اگر وہ قعود کے قریب تھا تو سجدہ سہو لازم نہ ہوگا اور اگر قیام کے قریب تھا تو سجدہ سہو لازم ہوگا، جب تک انسان کا نیچے والا حصہ سیدھا نہ ہو وہ بیٹھنے کے قریب ہوتا ہے اور اگر نیچے والا نصف حصہ سیدھا ہوجائے خواہ ابھی پشت ٹیڑھی ہو وہ کھڑا ہونے کے قریب ہوگا، اگر سیدھا کھڑا ہوگیا تو اب بیٹھنا جائز نہیں، اب اگر پہلے قعدے کی طرف لوٹ آتا ہے تو گنہگار ہوگا، اور راجح یہ ہے کہ اس کی نماز ختم نہ ہوئی اس پر سجدۂ سہو لازم ہوگا۔ درمختار میں ہے اگر فرض (اگرچہ عملی ہوں) کے پہلے قعدے کو بھول گیا پھر اُسے یاد آیا اور لوٹ آیا تو اب اصح قول کے مطابق اس پر سجدۂ سہو نہیں بشرطیکہ وہ سیدھا کھڑا نہ ہُوا یہی ظاہر مذہب ہے اور یہی اصح ہے فتح۔ اور اگر سیدھا کھڑا ہوگیا تو نہ لوٹے اگر لوٹ آیا تو نماز فاسد نہ ہوگی لیکن گناہگار ہوگا اور تاخیرِ واجب کی وجہ سے سجدہ کرے اور یہی مختار ہے جیسا کہ اس کی تحقیق کمال نے کی ہے اور یہی حق ہے بحر اھ مختصرا۔ ردالمحتار میں ہے قولہ اصح

---

[1] درمختار باب سجود السہو مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۰۲

Marfat.com

الی القعود اقرب فانہ لاسجود علیہ فی الاصح وعلیہ الاکثر[1] و اللہ تعالٰی اعلم۔

قول کے مطابق اس پر سجدہ سہو نہیں یعنی جب کہ وہ سیدھا کھڑے ہونے سے پہلے لوٹا حالانکہ وہ قعود کے قریب تھا تو اب اس پر اصح قول کے مطابق سجدہ نہیں اور اکثر فقہاء کی یہی رائے ہے۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] ردالمحتار باب سجود السہو مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۵۰

Marfat.com

باب سجود التلاوۃ

(سجدۂ تلاوت کا بیان)

مسئلہ ۱۲۴۹ از مارہرہ مطہرہ باغ پختہ مرسلہ جناب سید محمد ابراہیم صاحب ہشتم ربیع الاول ۱۳۰۶ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر کتب نظم و نثر میں آیات سجدہ لکھی ہوتی ہیں اُن کا کیا حکم ہے آیا سجدہ کرنا چاہئے یا نہیں؟ جیسے منقبت میں جناب مولوی عبدالقادر صاحب خصصہم اللہ بالمواہب کا شعر ہے : ؎

راہِ حق میں کردیا سجدہ میں قرباں اپنا سر
ایسی واسجد واقترب کی کس نے کی تفسیر ہے

بینوا توجروا۔

الجواب

وجوبِ سجدۂ تلاوت، تلاوتِ کلماتِ معینۂ قرآن مجید سے منوط ہے۔ وہ کلمات جب تلاوت کئے جائیں گے سجدہ تالی و سامع پر واجب ہوگا کسی نظم یا نثر کے ضمن میں آنے سے غایت یہ ہے کہ اوّل و آخر کچھ غیر عبارت مذکور ہوئی جسے ایجابِ سجدہ میں دخل نہ تھا، نہ یہ کہ حکم سجدہ کی رافع و مزیل ہو اُس کا ہونا نہ ہونا برابر ہوا جس طرح حرف اسی قدر کلمات تلاوت کریں اور اول و آخر کچھ نہ کہیں سجدۂ تلاوت واجب ہو گا، ایسے ہی یہاں بھی کہ جس عبارت کا عدم و وجود یکساں ہے وہ نظر سے ساقط اور حکمِ سکوت میں ہے وھذا اظاھر جدا (اور یہ نہایت واضح ہے۔ ت) ہاں قابلِ غور یہ بات ہے کہ سجدۂ تلاوت کس قدر قرات سے ہوتا ہے اصل مذہب و ظاہر الروایہ میں ہے کہ ساری آیت بتمامہا اس کا سبب ہے یہاں تک کہ اگر ایک حرف باقی رہ جائے گا سجدہ نہ آئے گا مثلاً اگر ج میں الم تر ان اللہ سے ان اللہ

Marfat.com

یفعل مااتک پڑھ گیا سجدہ نہ ہوا جب تک یشاء بھی نہ پڑھے، اور یہی مذہب آثار صحابہ عظام و تابعین کرام سے مستفاد اور ایسا ہی امام مالک و امام شافعی وغیرہما ائمہ کا ارشاد بلکہ ائمہ متقدمین سے اس بارے میں اصلاً خلاف معلوم نہیں کتب اصحاب سے متون کہ نقل مذہب کے لئے موضوع ہیں قاطبۃً اسی طرف گئے اور دلائل و کلمات عامہ شروح کہ تحقیق وتنقیح کی متکفل ہیں اسی پر مبنی و منتبنی ہوئے اور اکابر اصحاب فتاوٰی بھی اُن کے ساتھ ہیں وقایہ[1] و نقایہ و ملتقی الابحر میں ہے: تجب علی من تلا اٰیۃ (سجدہ آیت کی تلاوت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ت) کنز[2] و وافی میں ہے: تجب باربع عشر اٰیۃ (سجدۂ تلاوت چودہ آیات کی وجہ سے لازم ہوتا ہے۔ ت) تنویر[3] میں ہے: تجب سبب تلاوۃ اٰیۃ (سجدہ آیت کی تلاوت کی وجہ سے واجب ہوجاتا ہے۔ت) غنیہ[4] میں ہے:

اذا قرأ اٰیۃ السجدۃ یجب علیہ ان یسجد اھ ملخصا

جب کسی نے آیتِ سجدہ پڑھی تو اس پر سجدہ کرنا لازم ہے اھ ملخصا (ت)

خانیہ[5] میں ہے:

سجدۃ التلاوۃ تجب علی من تجب علیہ الصلوۃ اذا قرأ اٰیۃ السجدۃ او سمعھا۔

سجدۂ تلاوت اس شخص پر واجب ہوتا ہے جس پر نماز واجب ہے جبکہ اس نے آیتِ سجدہ پڑھی یا سُنی۔ت)

برجندی[6] شرح نقایہ فتاوٰی ظہیریہ امام ظہیر الملۃ والدین مرغینانی سے ہے:

المراد بالاٰیۃ اٰیۃ تامۃ حتی لوقرأ اٰیۃ السجدۃ کلھا الا الحرف الذی فی اخرھا لایسجد الخ

آیت سے مراد پوری آیت ہے حتی کہ کسی نے آیت پڑھی مگر اس کا آخری حرف نہ پڑھا تو سجدہ لازم نہیں الخ (ت)

ہدایہ[11] میں ہے:

موضع السجدۃ فی حٰم السجدۃ عند قولہ تعالٰی لایسأمون فی قول عمر رضی اللہ تعالٰی

حٰم السجدۃ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے فرمان کے مطابق لایسأمون پر سجدہ ہے، احتیاط کی

---

[1] شرح الوقایۃ	باب سجود التلاوۃ	مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ دہلی	۱/ ۲۲۹
[2] کنز الدقائق	"	" ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/ ۴۵
[3] درمختار	"	" مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۱۰۴
[4] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی	"	" سہیل اکیڈمی لاہور	ص ۴۹۸
[5] فتاوٰی قاضی خاں	فصل فی قرأۃ القرآن خطأً	" نولکشور لکھنؤ	۱/ ۷۵
[6] شرح نقایہ برجندی	فصل فی سجدۃ التلاوۃ	" "	۱/ ۱۵۵

Marfat.com

عنہ وھو الماخوذ للاحتیاط۔[1]

بنا پر اسی پر عمل ہے۔ (ت)

فتح القدیر[2] میں ہے :

وجہہ انہ ان کان السجود عند تعبدون لایضرہ التاخیر الی الاٰیۃ بعدہ وان کان عند لایسأمون ۰ لم یکن السجود قبل مجزئا۔[2]

اس کی وجہ یہ ہے اگر سجدہ تعبدون پر لازم ہوجاتا ہے تو اس کے بعد آیت سے نقصان دہ نہیں اور اگر سجدہ لایسأمون پر ہو تو اب پہلے ہونے کی وجہ سے کافی نہ ہوگا۔ (ت)

کافی[3] میں ہے :

موضع السجدۃ فی حم عند قولہ لایسأمون ۰ وھو مذھب ابن عباس وقال الشافعی عند قولہ ان کنتم ایاہ تعبدون ۰ وھو مذھب علی رضی اللہ تعالٰی عنھم لان الامر بالسجود فیھا والاحتیاط فیما قلنا لیخرج عن الواجب بیقین فانھا ان کانت عند الاٰیۃ الثانیۃ والسجود قبلھا غیر جائز فلو سجد عند تعبدون ۰ لا یخرج عن العھدۃ الخ[3]

سورہ حم میں سجدہ لایسأمون کے الفاظ پر ہے اور یہ حضرت ابن عباس کا مذہب ہے، امام شافعی کے مطابق سجدہ ان کنتم ایاہ تعبدون کے الفاظ پر ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہی مذہب ہے کیونکہ سجدہ کا حکم اسی میں ہے، اور احتیاط ہمارے قول میں ہے تاکہ مکلّف سے واجب کی ادائیگی بالیقین ہوجائے کیونکہ اگر سجدہ دوسری آیت پر ہے تو اس سے پہلے سجدہ جائز نہیں لہذا اگر سجدہ تعبدون پر کیا تو مکلف اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآنہ ہوگا الخ (ت)

ردالمحتار[14] میں امداد الفتاح[15] اس میں بحرالرائق[16] اس میں بدائع[17] سے ہے :

رجحنا الاول للاحتیاط عند اختلاف مذاھب الصحابۃ لانھا لو وجبت عند تعبدون ۰ فالتاخیر الی لایسأمون ۰ لایضر بخلاف العکس

ہم نے صحابہ میں اختلاف کی وجہ سے احتیاطاً پہلے کو ترجیح دی ہے کیونکہ اگر سجدہ تعبدون پر لازم ہو تو لایسأمون تک تاخیر نقصان دہ نہیں اور اس کے عکس میں نقصان ہے کیونکہ ایسی صورت میں وجوب

---

[1] الہدایہ فصل فی سجدۃ التلاوۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۱۴۳

[2] فتح القدیر " " " " نوریہ رضویہ سکھر ۱/۴۶۵

[3] کافی شرح وافی

Marfat.com

لانها تکون قبل وجود سبب الوجوب[1] الخ | سبب سے پہلے ہوگا الخ (ت)

اسی طرح شرح[18] وقایہ و مجمع[19] الانہر و مستخلص[20] وغیرہا میں ہے:

فقد نصوا علی ان سبب الوجوب الاٰیۃ بتمامها حتی جعلوا التقدیم علیها کتقدیم الصلٰوۃ علی وقتها۔

فقہاء نے تصریح کی ہے کہ وجوب سجدہ کا سبب پوری آیت ہوتی ہے حتی کہ پوری آیت سے پہلے سجدہ کرنا ایسے ہی ہے جیسے نماز وقت سے پہلے ادا کرلی ہو۔ (ت)

حلیہ[21] میں ہے:

سجدۃ التلاوۃ واجبۃ فی الاعراف عقب اٰخرها وفی الرعد عقب قوله وظلالهم بالغدو والاٰصال ۝ وفی النحل عقب قوله ویفعلون مایؤمرون ۝ وفی بنی اسرائیل عقب قوله ویزیدهم خشوعا ۝ وفی مریم عقب قوله خروا سجدا وبکیا ۝ وفی الحج عقب قوله ان الله یفعل مایشاء ۝ وفی الفرقان عقب قوله وزادهم نفورا ۝ وفی النمل عقب قوله ویعلم ما تخفون وما تعلنون ۝ وهو معزو الی اکثر الفقهاء وقال مالك عند قوله رب العرش العظیم و ذکر النووی انه الصواب وانه مذهب الشافعی کما صرحت به اصحابه وفی الم السجدۃ عقب قوله وهم لا یستکبرون ۝ وفی ص عقب قوله واناب ۝ وفی قول عند المالکیۃ وهو روایۃ عن مالك عقب

سجدۂ تلاوت اعراف میں آخری آیت کے بعد ہے رعد میں ظلالهم بالغدو والاٰصال کے بعد ہے، نحل میں ویفعلون مایؤمرون پر، بنی اسرائیل میں ویزیدهم خشوعا پر، مریم میں خروا سجدا وبکیا پر، حج میں ان الله یفعل مایشاء پر، فرقان میں وزادهم نفورا کے بعد، نمل میں ویعلم ما تخفون وما تعلنون پر۔ اور یہ اکثر فقہاء کی طرف منسوب ہے امام مالک رب العرش العظیم پر سجدہ کے قائل ہیں امام نووی نے کہا یہی صواب اور مذہب شافعی ہے جیسا کہ ان کے اصحاب نے تصریح کی ہے۔ الم السجدۃ میں وهم لا یستکبرون پر، ص میں واناب کے بعد، اور مالکیہ کے نزدیک ماٰب کے بعد، اور یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے

---

[1] ردالمحتار باب سجود التلاوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۱۵

Marfat.com

ماٰب ٥ وفی حم السجدۃ عقب قولہ ولایسأمون ٥ ومشہور مذہب مالک عقب تعبدون ٥ وفی النجم عقب اٰخرھا وفی الانشقاق عقب قولہ لایسجدون ٥ ومشہور مذہب مالک عقب اٰخرھا وفی العلق عقب اٰخرھا ثم لم یحک عن احد ممن قال بالسجود فی ھذہ المواضع الاربعۃ عشر خلاف فی شیئ من محالھا المذکورۃ فیما عدا المواضع الاربعۃ التی بینت الخلاف فیھا نعم فی الذخیرۃ ذکر فی الرقیات الخ وذکر ھھنا روایۃ غریبۃ عن الامام محمد رحمہ اللہ تعالٰی اھ ملتقطا

حم السجدۃ میں ولا یسأمون کے بعد، اور مذہب مالک میں مشہور تعبدون کے بعد ہے۔ النجم میں آخری آیت کے بعد' انشقاق میں لا یسجدون کے بعد' اور مذہب مالک مشہور اس کی آخری آیت پر، علق میں آخری آیت کے بعد لازم ہے، ان چودہ مقامات میں کوئی اختلاف مروی نہیں ماسوائے ان چار مقامات کے جن میں اختلاف ذکر کردیا گیا ہے' ہاں ذخیرہ میں ہے کہ الرقیات میں ہے الخ اور وہاں امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے روایت غریبہ ذکر کی گئی ہے اھ ملتقطاً (ت)

اقول فانظر الی قولہ واجبۃ عقب کذا وعقب کذا فان عقب ظرف للوجوب فلا وجوب قبل تمام الاٰیۃ وانظر ما ذکر من اقوال المالکیۃ والشافعیۃ تستفید بھا انھم ایضا معنا فی ذٰلک ثم انظر الی قولہ لم یحک عن احد الخ تشعربہ ان لاخلاف فیہ لائمۃ السلف اللھم الا روایۃ نادرۃ عن امامنا الثالث رحمہ اللہ تعالٰی۔

اقول آپ نے انکے الفاظ فلاں لفظ کے بعد' فلاں کے بعد واجب ہے' ملاحظہ کئے، لفظ عقب' وجوب کے لئے جگہ کا بیان ہے پس تمام آیت سے پہلے سجدہ کا وجوب نہ ہوگا، مالکیہ اور شوافع جو اقوال ذکر کرتے ہیں انھیں دیکھیں ان سے مستفاد کہ اس معاملہ میں ہمارے ساتھ ہیں پھر یہ الفاظ دیکھو کہ کسی سے اختلاف مروی نہیں الخ جس سے واضح ہو رہا ہے کہ ائمہ سلف کو اس میں کوئی اختلاف نہیں مگر وہ روایت جو ہمارے تیسرے امام رحمۃ اللہ تعالٰی سے مروی ہے۔ (ت)

اسی طرح شرح معانی الآثار امام طحاوی میں تصریح فرمائی کہ اواخر آیات موضع سجود ہے اور حم السجدہ میں اختلافِ محل یوں نقل کیا:

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

Marfat.com

قال بعضهم موضعه تعبدون ۰ وقال بعضهم موضعه لا یسأمون ۰ وکان ابوحنیفة و ابویوسف ومحمد یذهبون الی المذهب الاخیر واختلف المتقدمون فی ذلک[1] ـ ثم اسند عن ابن عباس و ابی وائل وابن سیرین و مجاهد وقتادة مثل مذهب اصحابنا وعن ابن مسعود وابن عمر مثل مذهب المالکیة واسند عن مجاهد قال سألت ابن عباس عن السجدة التی فی حم قال اسجد باٰخر الاٰیتین[2] اھ ۔

بعض نے فرمایا کہ سجدہ کا مقام تعبدون ہے، بعض نے فرمایا لا یسأمون ہے۔ امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد تینوں آخری کی طرف گئے ہیں، متقدمین نے اس میں اختلاف کیا ہے پھر انھوں نے سنداً بتایا کہ ابن عباس، ابو وائل، ابن سیرین، مجاہد اور قتادہ کا مذہب ہمارے اصحاب کی طرح ہے، ابن مسعود اور ابن عمر کا مسلک مالکیہ والا ہے، اور مجاہد سے سنداً بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے حم میں سجدہ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا دونوں آیات کے آخر میں سجدہ کرو اھ۔

قلت والباء لسببیة ثم اخرج عنہ بطریق اٰخر قال سجد رجل فی الاٰیۃ الاولی من حم فقال ابن عباس عجل ھذا بالسجود[3]۔

قلت (میں کہتا ہوں کہ) باء سببیہ ہے پھر دوسری سند سے ابن عباس سے روایت کیا ایک آدمی نے حم کی پہلی آیت پر سجدہ کیا اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سجدہ میں جلدی کردی۔ (ت)

پھر فرمایا:

فکانت ھذہ السجدۃ التی فی حم مما قد اتفق علیہ واختلف فی موضعھا وما ذکرنا قبل ھذا من السجود فی السور الاخر فقد اتفقوا علیھا وعلی مواضعھا التی ذکرناھا الخ۔

حم کے سجدہ پر اتفاق ہے لیکن اس کے مقام میں اختلاف ہے اور جو اس سے پہلے سورتوں کے آخر میں سجدوں کا ذکر آیا ان پر اور ان کے مذکورہ مقامات پر اتفاق ہے الخ (ت)

امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

لو سجد قبل تمام الاٰیۃ ولو بحرف لم یصح اگر کسی نے تمام آیت سے ایک حرف بھی پہلے سجدہ کیا

---

[1] و [2] و [3] شرح معانی الآثار باب سجود التلاوۃ فی المفصل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۴۰
[4] شرح معانی الآثار " " " " ۱/ ۲۴۴

Marfat.com

لان وقتہا انما یدخل بتمامہا[1] | تو صحیح نہ ہوگا کیونکہ اس کا وقت تمام آیت پڑھنے پر شروع ہوتا ہے (ت)

اس مذہب جلیل الشان مشید الارکان پر شعرِ مذکور کے پڑھنے سننے سے سجدہ نہیں آسکتا کہ اس میں آیتِ سجدہ بتمامہا نہیں، اسی طرح ہر وہ نظم جس میں پُوری آیت سجدہ نہ ہو، اور یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ قرارت وسماعت نظم مطلقاً موجب سجدہ نہیں کہ آیات چاردہ گانہ[ع] سے کوئی آیت وزن عروضی کی مساعدت نہیں فرماتی جسے نظم میں لانا چاہیں گے یا پُوری نہ آئے گی یا ترتیبِ کلمات بدل جائے گی بہرحال آیت بحالہا باقی نہ رہے گی،

اللھم الا اٰیتی النجم والعلق فلعل الوزن یسعھما فی بعض الشطور النادرۃ او الزحافات البعیدۃ او الابنیۃ الغریبۃ ولو بضم بعض الکلمات فی الاول او الاخر فلیعمل الفکر۔

ہاں، صرف سورہ نجم اور علق کی دو آیتوں میں وزن شعری کی گنجائش شاید بعض نادر وجوہ اور بعید تبدیلیوں اور اجنبی وزنوں میں وہ بھی اول یا آخر میں بعض کلمات ملانے کی وجہ سے پیدا ہوجائے، لہذا غور وفکر کو عمل میں لانا چاہئے۔ (ت)

ہاں بعض علمائے متاخرین کا یہ مذہب ہے کہ آیتِ سجدہ سے صرف دو کلمے پڑھنا موجب سجدہ ہے جن میں ایک وُہ لفظ جس میں ذکر سجود ہے جیسے آیت سوال میں لفظ واسجد اور دوسرا اُس کے قبل یا بعد کا، جیسے اُس میں واقترب ۵ یہ مذہب اگرچہ ظاہر الروایہ بلکہ روایاتِ نوادر سے بھی جُدا، اور مسلک ائمہ سلف، وتصریح وتلویح متونِ شروح کے بالکل خلاف ہے مگر سراج وہاج وجوہرہ نیرہ ومراقی الفلاح میں اس کی تصحیح واقع ہُوئی، شرح نورالایضاح میں ہے:

قراءۃ حرف السجدۃ مع کلمۃ قبلہ او بعدہ من اٰیتہا توجب السجود کالاٰیۃ المقروءۃ بتمامہا فی الصحیح[2]۔

صحیح قول کے مطابق اگر آیتِ سجدہ میں صرف حرف سجدہ کو اس کے ماقبل یا مابعد کلمہ کے ساتھ پڑھ لیا تو سجدہ لازم ہوجائے گا جیسے کہ تمام آیت کی تلاوت سے لازم ہوتا ہے۔ (ت)

علامہ طحطاوی اُس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

فی الجوھرۃ الصحیح افادہ انہ اذا قرأ حرف السجدۃ وقبلہ کلمۃ وبعدہ کلمۃ

جوہرہ میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جب حرف سجدہ پڑھا اور اس کے ساتھ اس سے پہلے یا بعد کا کلمہ بھی پڑھا

---

[1] ارشاد الساری شرح البخاری ابواب سجود القرآن " دارالکتاب العربی بیروت ۲/ ۲۸۱

[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب سجود التلاوۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۶۱

[ع] سجدے والی چودہ آیتیں۔

Marfat.com

وجب السجود والا فلا[1]

تو سجدہ سہو لازم ہوگا اور اگر پہلے یا بعد کا کلمہ نہ پڑھا تو سجدہ لازم نہ ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

فی السراج وھل تجب السجدۃ بشرط قراءۃ جمیع الآیۃ ام بعضہا فیہ اختلاف والصحیح انہ اذا قرأ حرف السجدۃ وقبلہ کلمۃ او بعدہ کلمۃ وجب السجود والا فلا[2]۔

سراج میں ہے کہ کیا سجدہ لازم ہونے کے لئے تمام آیت کی تلاوت ضروری ہے یا بعض کی، اس میں اختلاف ہے، اور صحیح یہی ہے کہ جب کسی نے حرفِ سجدہ کو اس سے پہلے یا بعد کے کلمہ کے ساتھ ملا کر پڑھا تو سجدۂ سہو لازم ہوجائے گا ورنہ نہیں۔ (ت)

علامہ ابن امیر الحاج نے ائمہ متقدمین کا مذہب بیان فرماکر روایت نادرۂ رقیات ذکر کی جس کی نسبت فرمایا :

ذکر فی تتمۃ الفتاوی الصغری ان الفقیہ اباجعفر ذکرہ فی غریب الروایۃ عن محمد[3]۔

فتاوٰی صغرٰی کے تتمہ میں ہے کہ فقیہ ابوجعفر نے امام محمد سے ایک غریب روایت کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ (ت)

پھر فرمایا :

وقال الفقیہ ابوجعفر اذا قرأ حرف السجدۃ ومعہا غیرہا قبلہا او بعدہا امر بالسجود وسجد وان کان دون ذلک لایسجد[4]۔

فقیہ ابوجعفر نے فرمایا اگر کسی نے حرفِ سجدہ کو پڑھا اور غیر یعنی ماقبل اور مابعد کو بھی پڑھا تو اسے سجدہ کا حکم دیا جائے گا اور وہ سجدہ کرے اور اس کے بغیر پڑھا تو سجدہ تلاوت لازم نہ ہوگا (ت)

اس سے ظاہر کہ یہ مذہب صرف فقیہ ابوجعفر ہندوانی کا ہے ائمہ سے نوادر میں بھی منقول نہیں۔ **اقول** رہیں تصحیحیں وہ تعددِ کتب سے متکثر نہیں ہوتیں کہ جسے منصب اجتہاد فتوٰی نہیں اُس کا ھو الصحیح (یہی صحیح ہے۔ ت) کہنا نقل محض و تقلید مجرد ہے، پھر خادمِ فقہ جانتا ہے کہ اجماعِ متون کی شان عظیم ہے خصوصاً جبکہ

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب سجود التلاوۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۶۱

[2] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۵۶۵

[3] و [4] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

Marfat.com

جماہیر شراح وکبرائے اہلِ فتاوی بھی ان کے ساتھ ہوں یہاں تک کہ بعض صریح تصحیحوں کو اسی وجہ سے نہ مانا گیا کہ مخالف متون ہیں کمابیناہ فی کتاب النکاح من العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ علی الخصوص (جیساکہ ہم نے اس کا تفصیلی بیان "العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ" کے کتاب النکاح میں خصوصی طور پر کیا ہے ۔ت) جبکہ وُہ مذہب ائمہ مذہب سے منقول بھی نہیں صرف بعض مشائخ کا مسلک ہے اور حکم اُس قبیل سے نہیں جو اختلاف زمانہ سے بدل جائے، ایسی حالت میں اس تصحیح پر تعویل و اعتماد ضروری ہونا بغایت حیز منع و انکار میں ہے، لاجرم محقق ابن عابدین شامی نے عبارت مذکورۂ سراج کے بعد حٰم السجدہ میں تعبدون ہ ولا یسأمون ہ کا اختلاف اور اُس میں ہمارے علماء کا استدلال مذکور عن الامداد عن البحر عن البدائع نقل کرکے فرمایا:

الظاهر ان هذا الاختلاف مبنی علی ان السبب تلاوة اٰیة تامة کما هو ظاهر اطلاق المتون وان المراد بالاٰیة مایشمل الاٰیة والاٰیتین اذا کانت الثانیة متعلقة بالاٰیة التی ذکر فیها حرف السجدة وهذا ینافی مامر عن السراج من تصحیح وجوب السجود بقراءة حرف السجدة مع کلمة قبله اوبعده، لایقال مافی السراج بیان لموضع اصل الوجوب ومامر عن الامداد بیان لموضع وجوب الاداء اوبیان لموضع السنة فیه لانا نقول ان الاداء لایجب فور القراءة کما سیأتی، ومامر فی ترجیح مذهبنا من قولهم لانها تکون قبل وجود سبب الوجوب، وقد ذکر مثله ایضا فی الفتح وغیره یدل علی ان الخلاف بیننا وبین الشافعی فی موضع اصل الوجوب

ظاہر یہی ہے کہ اس اختلاف کی بنیاد اس پر ہے کہ سجدہ کا سبب پُوری آیت کی تلاوت ہے جیسا کہ متون کے اطلاق سے ظاہر ہے اور آیت سے مراد وُہ حصّہ ہے جو ایک آیت یا دو آیات پر مشتمل ہو جبکہ دُوسری آیت اس پہلی سے متعلق ہو جس میں حرف سجدہ ہے لیکن یہ بات سراج کی اس سابقہ تصریح کے منافی ہے کہ حرف سجدہ کو پہلے یا بعد کے کلمہ کے ساتھ ملاکر پڑھنے سے سجدہ لازم ہوجاتا ہے (جواباً) یہ نہیں کہا جاسکتا کہ سراج میں اصل وجوب کے مقام کا بیان ہے اور امداد کے حوالے سے جو گزرا اس سے مراد وجوب ادا کے مقام یا اس میں سنت طریقے کا بیان منصور ہے اس لئے کہ ہم کہتے ہیں کہ ادا، قراءت پر فی الفور لازم نہیں ہوتی جیساکہ عنقریب آرہا ہے، ہمارے مذہب کی ترجیح میں فقہا کا جو قول گزرا کہ اختتام آیت سے قبل سجدہ سبب وجوب سے پہلے ہونا لازم آئے گا اور اسی کی مثل فتح وغیرہ میں جو مذکور ہے وُہ دلالت کرتا ہے کہ ہمارے اور شوافع کے درمیان اصل وجوب کے مقام میں اختلاف ہے،

Marfat.com

وانه لا يجب السجود في سورة حم السجدة الا عند انتهاء الآية الثانية احتياطا كما صرح به في الهداية وغيرها، لان الوجوب لا يكون الا بعد وجود سببه فلو سجدها بعد الآية الاولى لا يكفي لانه يكون قبل سببه وبه ظهر ان ما في السراج خلاف المذهب الذي مشى عليه الشراح والمتون[1] انتهى **اقول** تاملناه فوجدناه حقا و اما قولكم الظاهر ان هذا الاختلاف الخ فليس هذا محل الظاهر بل هو المتعين قطعا كما لا يخفى ثم العجب من علامة الشرنبلالي حيث جزم في متنه بما صححه السراج وعول في شرحه على كلام البدائع مع تنافيهما صريحا وللعبد الضعيف غفر الله تعالى له في تحقيق هذا المرام رسالة مستقلة الفتها بعد ورود هذا السؤال و اوضحت فيها المرام بتوفيق الملك المتعال۔

اور سورہ حٰم السجدہ میں وہ سجدہ احتیاط کے پیش نظر دوسری آیت کے اختتام پر لازم کرتے ہیں جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں تصریح ہے کیونکہ وجوب اپنے سبب کے بعد ہوتا ہے، اگر کسی نے پہلی آیت کے بعد سجدہ کرلیا تو کافی نہیں ہوگا کیونکہ یہ اس کے سبب سے پہلے ہوگا اور اس سے ظاہر ہوگیا کہ سراج میں جو کچھ ہے وہ اس مذہب کے خلاف ہے جس پر متون اور شروحات ہیں انتہی **اقول** ہم نے اس پر غور کیا تو اسے حق پایا، باقی رہا معاملہ تمہارے اس قول کا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ اختلاف الخ تو یہ محل ظاہر ہی نہیں بلکہ قطعی طور پر متعین ہے جیسا کہ واضح ہے، پھر علامہ شرنبلالی پر تعجب ہے کہ انہوں نے متن میں اس پر جزم کیا ہے جسے سراج نے صحیح قرار دیا اور شرح میں کلام بدائع پر اعتماد کیا حالانکہ ان دونوں کے درمیان صراحۃً منافات ہے عبدِ ضعیف (اللہ تعالٰی اس کی مغفرت فرمائے) نے اس سوال کے بعد اس مسئلہ کی تحقیق پر مستقل رسالہ لکھا ہے جس میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے مقصد کو واضح کیا ہے۔ (ت)

بالجملہ اصل مذہب معلوم ہے تاہم محل وُہ ہے کہ سجود میں ضرر نہیں اور برتقدیر وجوب ترک معیوب اور صریح تصحیح جاذب قلوب، لہٰذا انسب یہی ہے کہ اسی مذہب مصحح پر کاربند ہو کر شعر مذکور کی سماعت و قرات پر سجدہ کرلیں اسی طرح ہر نظم و نثر میں جہاں آیت سجدہ سے صرف سجدہ مع کلمہ متقاربہ پڑھا جائے سجدہ بجا لائیں،

والله الموفق واعلموا ان في المسألة ثلثة مذاهب اخر اجلها ما في الرقيات وهو الوجوب باكثر الآية مع حرف السجدة

اور اللہ تعالٰی توفیق دینے والا ہے۔ واضح رہے کہ مسئلہ میں تین اور (بھی) مذاہب ہیں ان میں سے اجل وُہ ہے جو رقیات میں ہے کہ اگر کسی نے حرف

---

[1] ردالمحتار باب سجود التلاوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۶۵

Marfat.com

مشی علیہ ماتنون کالتبیین والخلاصۃ والدر المختار وغیرھا ولکن لم یذل بالتصحیح والباقیان انزل درجۃ فلا یعرج علی شیئ منھا فی مخالفۃ المتون وعامۃ الشروح وقد ذکرنا الکلام علی کل ذلک فی رسالتنا المذکورۃ بتوفیق اللہ سبحٰنہ وتعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

سجدہ اگر آیت کے ساتھ پڑھ لیا تو اس پر سجدہ واجب ہوجائے گا اور اسی کو بعض ماتنین نے اختیار کیا مثلاً صاحبِ تبیین، خلاصہ اور درمختار وغیرہ، لیکن اس کی تصحیح نہیں کی اور بقیہ دو درجہ کے لحاظ سے اتنے نیچے ہیں کہ وُہ متون اور اکثر شروحات کے مقابل نہیں آسکتے، ہم نے اللہ تعالٰی کی توفیق سے اس پر اپنے مذکورہ رسالے میں تفصیلاً گفتگو کی ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۵: ازمارہرہ منورہ باغ پختہ مرسلہ جناب سید محمد ابراہیم صاحب ۱۵ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سجداتِ کلام اللہ شریف وقتِ تلاوت معاً ادا کرے یا جس وقت چاہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

سجدہ صلوٰتیہ جس کا ادا کرنا نماز میں واجب ہوا، کا وجوب علی الفور ہے، یہاں تک کہ دو تین آیت سے زیادہ تاخیر گناہ ہے اور غیر صلوٰتیہ میں بھی افضل واسلم یہی ہے کہ فوراً ادا کرے جبکہ کوئی عذر نہ ہو کہ اُٹھا رکھنے میں بھول پڑتی ہے وفی التاخیر اٰفات (دیر کرنے میں آفات ہیں۔ ت) ولہذا علماء نے اس کی تاخیر کو مکروہِ تنزیہی فرمایا مگر ناجائز نہیں،

فی الدر المختار ھی علی التراخی علی المختار ویکرہ تاخیرھا تنزیھا، ان لم تکن صلوٰیۃ فعلی الفور لصیرورتھا جزء منھا فیاثم بتاخیرھا[1] اھ ملخصا

درمختار میں ہے مختار یہی ہے کہ سجدۂ تلاوت فی الفور لازم نہیں ہوتا اور اس کا مؤخر کرنا مکروہ تنزیہی ہے بشرطیکہ وُہ نماز میں لازم نہ ہوا ہو، اور اگر نماز میں لازم ہوا تو فی الفور لازم ہوگا کیونکہ اب وہ نماز کا حصّہ بن جائیگا اب اس کی تاخیر سے گناہ ہوگا اھ ملخصاً (ت)

ردالمحتار میں ہے:

تفسیر الفور عدم طول المدۃ بین

فی الفور کی تفسیر یہ ہے کہ تلاوت اور سجدہ کے درمیان

---

[1] درمختار باب سجود التلاوۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۰۵

Marfat.com

التلاوۃ والسجدۃ بقراءۃ اکثر من اٰیتین اوثلاث علی ما سیأتی حلیۃ[1] انتھی، واللہ تعالٰی اعلم

دو یا تین آیات کی قرأت کی مقدار کا فاصلہ نہ ہوجائے جیسا کہ عنقریب آرہا ہے حلیہ انتہی، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۵۱: از بریلی محلہ ملوکپور مسئولہ مولوی حکیم حافظ امیر اللہ صاحب مدرس اول عربیہ اکبریہ ۲ جمادی الاولٰی ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص اقرأ پڑھے فرضوں میں، اور ضم دو سورتوں کا آیا نہیں، اور سجدہ سورت کے آخر میں ہے، اور امام ہے اگر رکوع میں نیت کرے تو مقتدی کا سجدۂ تلاوت ادا نہ ہوگا، آیا یوں جائز ہوگا کہ سورت ختم کرکے سجدہ کرے؟ پھر کھڑا ہوکر رکوع کرے یا تین سجدے کرے؟ مطلع فرمائیے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

فی الواقع اگر صورتِ مستفسرہ میں امام نے فوراً رکوع کیا اور رکوع میں نیتِ سجدۂ تلاوت کرلی تو اس کا سجدہ تو ادا ہوگیا مگر جن مقتدیوں نے نیت نہ کی اُن کا سجدہ ایک مذہبِ علماء پر ادا نہ ہوگا۔

اعنی عند من لایتجزئ للماموم بنیۃ الامام وھما قولان حکاھما القھستانی۔

میری مراد وہ علماء ہیں جو امام کی نیت کو مقتدی کے لئے کافی نہیں سمجھتے، اور یہ دو قول ہیں جنھیں قہستانی نے نقل کیا ہے (ت)

نہ وہ آپ جداگانہ سجدہ کرسکیں گے للزوم خلاف الامام (کیونکہ اس میں امام کی مخالفت لازم آرہی ہے۔ت) نہ سجدۂ نماز انھیں سجدۂ تلاوت سے کافی ہوگا اگرچہ وہ اس میں سجدۂ تلاوت کی نیت بھی کرلیں لانہ لما نواھا الامام فی رکوعہ تعین لھا افادہ ح[2] قالہ ش (کیونکہ جب امام نے اس کی ادائیگی کی رکوع میں نیت کی تو وہی اس کے لئے متعین ہوگیا اسے 'ح' نے بیان کیا اور 'ش' نے نقل کیا۔ت) بلکہ اس کی سبیل ہوگی کہ بعد سلامِ امام سجدۂ تلاوت کریں پھر یہ سجدہ رافع قعدہ ہوگا کما تقرر فی مقرہٖ (جیسا کہ اپنے مقام پر ثابت شدہ ہے۔ت) تو فرض ہوگا کہ قعدہ کا اعادہ کریں نہ کریں گے تو نماز جاتی رہے گی۔

فی الدرالمختار عن القنیۃ لونواھا فی رکوعہ ولم ینوھا المؤتم لم تجزہ و

درمختار میں قنیہ سے ہے اگر امام نے سجدۂ تلاوت کی نیت رکوع میں کرلی اور مقتدی نے نیت نہیں کی تو

---

[1] ردالمحتار باب سجود التلاوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۶۹
[2] 〃 〃 〃 ۱/۵۷۱

Marfat.com

یسجد اذا سلم الامام ویعید القعدۃ ولو ترکھا فسدت صلوتہ[1]

مقتدی کے لئے کافی نہ ہوگا، لہذا جب امام سلام کہے تو مقتدی سجدہ کرے اور قعدہ کو لوٹائے، اور اگر مقتدی نے سجدہ کو ترک کردیا تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی۔ (ت)

جب یہ دقتیں ہیں تو ایسی حالت خصوصاً اس زمانہ جہالت میں رکوع نماز سے سجدۂ تلاوت ادا کرلینا مقتدیوں کو فتنے میں ڈالنا ہے لہذا امام کو اس سے بچنا چاہئے۔

فی رد المحتار ینبغی للامام ان لاینویھا فی الرکوع[2]

ردالمحتار میں ہے کہ امام کا رکوع میں سجدہ (تلاوت) کی نیت کرنا مناسب نہیں۔ (ت)

اور اگر یہ کرتا ہے کہ سورت ختم کرکے فوراً سجدۂ تلاوت کرے اور اس کے بعد کھڑا ہوکر معاً رکوع میں چلا جائے تو سجدہ تو سب کا ادا ہوجائے گا مگر یہ فعل مکروہ ہوگا کہ سجود تلاوت و رکوع میں فصل نہ کیا۔

فی مراقی الفلاح لورکع بمجرد قیامہ منھا کرہ[3]

مراقی الفلاح میں ہے کہ اگر سجدۂ تلاوت کے بعد محض قیام کرکے رکوع کرلیا تو مکروہ ہوگا۔ (ت)

پس اگر تلاوت کے لئے سجدۂ مستقلہ ہی کرنا چاہے تو اس کا یہ طریقہ اسلم کہ سجدہ سے اُٹھ کر دوسری سورت مثلاً سورت مستفسو میں سورۂ قدر یا تلاوت والنجم میں سورۂ قمر کے اول سے دو تین آیتیں خواہ زیادہ پڑھ کر رکوع کرے اس میں اگرچہ ایک رکعت میں دو سورتوں سے پڑھنا ہوگا اور فرضوں میں اس کا ترک اولٰی، مگر سورتوں میں فصل نہ ہو تو مکروہ نہیں، شرح صغیر منیہ میں ہے:

لوجمع بین السورتین فی رکعۃ واحدۃ الاولٰی ان لایفعل فی الفرض ولوفعل لایکرہ الا ان یترك بینھما سورۃ او اکثر[4]

اگر دو سورتیں ایک رکعت میں جمع کرلیں اور بہتر یہ ہے کہ فرائض میں ایسا نہ کیا جائے اور اگر ایسا کر بھی لیا تو کراہت نہیں مگر اس صورت میں جب ان کے درمیان ایک سورۃ یا اکثر سُوَر ہوں۔ (ت)

---

[1] درمختار باب سجود التلاوۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۰۵

[2] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۵۷۱

[3] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب سجود التلاوۃ مطبوعہ نورمحمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۶۴

[4] صغیری شرح منیۃ المصلی تتمات فیمایکرہ فعلہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۵۶

Marfat.com

بخلاف بعد سجود تلاوت بلافصل رکوع میں جانے کے کہ یہ مکروہ ہے کما قدمنا (جیسا کہ پیچھے ہم نے بیان کر دیا ۔ ت) تو اس کے دفع کو اُسے گوارا کیا جائے گا، مراقی الفلاح میں ہے :

اذا کانت اخر تلاوتہ ینبغی ان یقرأ ولو ایتین من سورۃ اخری بعد قیامہ منھا حتی لایصیر بانیا للرکوع علی السجود[1]۔

جب یہ آخری تلاوت ہو تو سجدہ تلاوت سے قیام کے بعد قراءت مناسب ہے اگرچہ وہ کسی دوسری سورت کی آیات ہوں تاکہ رکوع کی سجدہ پر بنا رکھنے والا نہ ہو جائے (ت)

ایک طریقہ تو یہ تھا اور ان سب سے بہتر و خوشتر اور ہر خدشہ سے سالم و محفوظ تر یہ ہے کہ صورت مستفسرہ میں تلاوت کے لئے مستقل سجدہ اصلاً نہ کرے بلکہ آیت سجدہ پڑھتے ہی معاً نماز کا رکوع بجالائے اور اس میں نیت سجدہ نہ کرے پھر قومہ کے بعد فوراً نماز کے سجدہ اولٰی میں جائے اور اس میں نیت سجدہ کرے اب نہ کوئی قباحت یا کراہت یا تفویت فضیلت لازم ہوئی نہ مقتدیوں پر کچھ دقت آئی اگرچہ انھوں نے کہیں نیت سجدہ تلاوت کی نہ کی ہو کہ سجدہ نماز جب فی الفور کیا جائے تو اس سے سجدہ تلاوت خود بخود ادا ہو جاتا ہے اگرچہ نیت نہ ہو۔

فی ردالمحتار لورکع وسجد لھا ای للصلوۃ فورا ناب ای سجود المقتدی عن سجود التلاوۃ بلانیۃ تبعا لسجود امامہ لما مر انفا انھا تؤدی بسجود الصلوۃ فورا وان لم ینو[2]۔

ردالمحتار میں ہے اگر امام نے نماز کا رکوع اور سجدہ فوراً کرلیا تو مقتدی کا سجدہ تلاوت بلانیت امام کی اتباع میں سجدہ کے ساتھ ادا ہو جائے گا جیسا کہ ابھی پیچھے گزرا کہ سجدہ تلاوت فوراً سجدہ نماز سے ادا ہو جاتا ہے اگرچہ نیت نہ کی ہو۔ (ت)

اور یہیں سے ظاہر کہ اس محمود و محفوظ صورت میں اگر خود امام بھی اصلاً نیت سجدہ تلاوت نہ کرے تاہم سب کا سجدہ ادا ہو جائے گا اور امام و مقتدی ہر وقت سے امان میں رہیں گے بلکہ ہمارے علماء بحالت کثرت جماعت یا اخفائے قراءت اسی طریقہ کو مطلقاً افضل ٹھہراتے ہیں کہ آیت سجدہ پڑھ کر فوراً نماز کے رکوع و سجود کرلے تاکہ تلاوت کے لئے جدا سجدے کی حاجت نہ پڑے جس کے باعث جہال کو اکثر التباس ہو جاتا ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے :

ینبغی ذٰلک للامام مع کثرۃ القوم او حال المخالفۃ حتی لایؤدی الی التخلیط[3]۔

لوگوں کی کثرت اور مخالفت حال میں امام کے لئے یہی مناسب ہے تاکہ اختلاط کا سبب نہ بنے۔ (ت)

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب سجود التلاوۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۶۴
[2] ردالمحتار " " " مصطفی البابی مصر ۱/۵۷۱
[3] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی " " " نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۶۴

Marfat.com

علامہ طحطاوی اُس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں :

ای ولا یجعل لھا رکوعا و سجودا مستقلا خوف الفساد من غیرہ[1] یعنی امام سجدۂ تلاوت کے لئے مستقل رکوع و سجود نہ کرے کیونکہ دُوسروں کی نماز میں فساد آئے گا۔ (ت)

میں کہتا ہُوں کثرتِ جماعت کی قید اس نظر سے ہے کہ جب ہجوم ہوگا تو عوام بھی ضرور ہوں گے ، اب ہمارے زمانہ میں کہ عام لوگ عوام ہی عوام ہیں کثرت وقلت سب یکساں، تو سجود مستقل سے مطلقاً یہی صورت انسب و اولٰی ، مگر یہ کہ امام جانتا ہو کہ اس وقت میرے پیچھے صرف وہی لوگ ہیں جو دینی مسائل کا علم رکھتے ہیں لیکن اس قدر ضرور یاد رکھنا چاہئے کہ یہ صورت اسی حالت میں بن پڑے گی کہ آیت سجدہ کے بعد رکوع و سجود نماز میں دیر نہ کی فوراً بجالایا ورنہ اگر آیتِ سجدہ پڑھ کر تین چار آیتیں اور پڑھ لیں تو اب سجدۂ تلاوت ہرگز بے خاص مستقل سجدے ہی کے ادا نہ ہوگا اور تاخیر کا گناہ ہُوا وہ علاوہ ، درمختار میں ہے :

ان لم تکن صلویۃ فعلی الفور لصیرورتھا جزء منھا فیأثم بتاخیرھا[2] نماز میں لازم آنے والا سجدہ اگر علیحدہ نہ کیا تو فی الفور رکوع و سجدہ کرے کیونکہ یہ سجدہ جزءِ نماز ہونے کی وجہ سے فی الفور واجب ہوتا ہے تاخیر کی وجہ سے آدمی گنہ گار ہوتا ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے :

فلو انقطع الفور لابد لھا من سجود خاص بھا مادام فی حرمۃ الصلوۃ وعللہ فی البدائع بانھا صارت دینا والدین یقضی بما لہ لا بما علیہ والرکوع والسجود علیہ فلا یتأدی بہ الدین[3] اھ۔ اگر فی الفور نہ ہوا تو الگ سجدۂ تلاوت کرنا لازم ہوگا جب تک نمازی حرمتِ نماز میں ہے اور اس کی علّت بدائع میں یہ بیان ہوئی ہے کہ سجدۂ تلاوت قرض ہے اور قرض اس سے ادا ہوگا جو اس کا اپنا حق ہے نہ کہ اس سے جو اس پر خود لازم ہے اور رکوع و سجود تو نمازی پر لازم ہیں لہذا ان سے دین کیسے ادا ہوسکتا ہے اھ (ت)

اُسی میں ہے :

ت فات الفور لا یصح ان یرکع لھا و لو اگر فی الفور نہ ہوسکا تو اب حرمتِ نماز میں رہتے

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب سجود التلاوۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۶۴

[2] درمختار باب سجود التلاوۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۰۵

[3] ردالمحتار " " مصطفی البابی مصر ۱/۵۷۱

Marfat.com

فی حرمۃ الصلٰوۃ بدائہ ای فلا بد من سجود خاص بھا[1] الخ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

ہُوئے بھی اس کے لئے رکوع نہیں کیا جا سکتا بدا... یعنی اب اس کے لئے الگ مستقل سجدہ کرنا ہوگا ا... واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت

مسئلہ ۱۲۵۲ مسئولہ نواب سلطان احمد خاں صاحب بریلی

(سوال منظوم)

عالمانِ شرع سے ہے اس طرح میرا سوال — دیں جواب اس کا برائے حق مجھے وہ خوشخصال
گر کسی نے ترجمہ سجدہ آیت کی پڑھا — تب بھی سجدہ کرنا کیا اُس شخص پر واجب ہُوا
اور ہوں سجدے تلاوت کے ادا کرنے جسے — پھر ادا کرنے سے اُن سجدوں کے پہلے وہ مرے
پس سبکدوشی کی اُس کے شکل کیا ہوگی جناب! — چاہئے ہے آپ کو دینا جواب باصواب

الجواب منظوم

ترجمہ بھی اصل یہاں ہے وجہِ سجدہ بالیقیں — فرق یہ ہے فہمِ معنی اس میں شرط اُس میں نہیں
آیتِ سجدہ سُنی جانا کہ ہے سجدہ کی جا — اب زباں سمجھے نہ سمجھے سجدہ واجب ہوگیا
ترجمہ میں اُس زباں کا جاننا بھی چاہئے — نظم و معنی دو ہیں ان میں ایک تو باقی رہے
تاکہ من وجہٍ تو صادق ہو سُنا قرآن کو — ورنہ اک موجِ ہوا تھی چھو گئی جو کان کو
ہے یہی مذہب بہٖ یُفْتٰی عَلَیْہِ الْاِعْتِمَاد — شامی از فیض و نہر واللہُ اعلم بالرشاد
سجدہ کا فدیہ نہیں اشباہ میں تصریح کی — صیرفیہ میں اسی انکار کی تصحیح کی
کہتے ہیں واجب نہیں اُس پر وصیت وقتِ موت — فدیہ گر ہوتا تو کیوں واجب نہ ہوتا جبر فوت
یعنی اس کا شرع میں کوئی بدل ٹھہرا نہیں — جز ادا یا توبہ وقتِ عجز کچھ چارہ نہیں
یہ نہیں معنی کہ جائز ہے یا بیکار ہے — آخر اک نیکی ہے نیکی ماحی اوزار ہے
قُلْتُہٗ اَخْذًا مِّنَ التَّعْلِیْلِ فِیْ اَمْرِ الصَّلٰوۃ — وَھُوَ بَحْثٌ ظَاھِرٌ وَّالْعِلْمُ حَقًّا لِّلْاِلٰہ

مسئلہ ۱۲۵۳ و ۱۲۵۴ امانت علی شاہ قصبہ نواب گنج ضلع بریلی ۱۷ رمضان شریف ۱۳۳۱ھ

(۱) اگر بے وضو تلاوت میں لفظ سجدہ آجائے تو بعد کو سجدہ کس طرح کرے؟ کیا بعد کو سجدہ کی نیت کرنا ہوگا یا اور کسی طرح سے؟ بینوا توجروا

---

[1] ردالمحتار باب سجود التلاوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۷۰

Marfat.com

(۲) اگر باوضو مصلے پر تلاوت کرتا ہو اور کلام مجید سامنے رکھا ہو اُس وقت لفظ سجدہ آئے تو کلام مجید علیحدہ رکھ کر سجدہ کرنا چاہئے یا اور کسی طرح سے، اور اگر علیحدہ رکھا جائے تو بند کر کے یا کُھلا ہوا ؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) بعد کو بھی سجدہ اُسی طرح کرنا ہوگا جیسا اُس وقت کیا جاتا، یہ نیت ہر وقت کرنی ہوتی ہے کہ تلاوت کے سبب جو سجدہ مجھ پر واجب ہوا اُسے ادا کرتا ہوں، یہ سمجھ کر اللہ اکبر کہتا ہوا کھڑے سے سجدہ میں جائے پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھائے، اس کے سوا اور کوئی نیت زبان سے نہیں کہی جاتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اس کے لئے کوئی خاص حکم نہیں جو آسان ہو اور قرآن عظیم کے ادب کا لحاظ ضرور ہے اور سجدہ میں اس کا سامنے ہونا کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۵۵
۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر تراویح پڑھنے میں مقام سجدہ آگیا تو کیا امام سجدہ کر سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب

تراویح خواہ کسی نماز میں اگر آیتِ سجدہ پڑھے تو فوراً سجدہ واجب ہے تین آیت سے زیادہ دیر لگانا گناہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

Marfat.com

باب صلوٰۃ المسافر

(مسافر کی نماز کا بیان)

مسئلہ ۱۲۵۶: خلیل پور تحصیل گنور اسٹیشن ببرالہ لشکر سید محمد حسن صاحب ڈپٹی کلکٹر مرسلہ عظیم اللہ خاں صاحب ۱۴ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

بندہ نے بتقریب ملازمتِ انگریزی دورہ شروع کیا ہے، دو ماہ دورہ ہوگا، اور اصلی مقام سے ۴۴ کوس کے فاصلہ تک جانے کا ارادہ ہے لیکن اب تک ۳۰ کوس سے کم فاصلہ پر رہا اور ہمیشہ درمیان میں مقامِ اصلی کی واپسی کا ارادہ رہا اور واپس ہوتا رہا، اب اصلی مقام سے چل کر ریل کی سواری میں ۳۰ کوس سے زیادہ پر پہنچنے کا ارادہ ہے اور دورہ کے طور پر کہیں دو روز کہیں چار روز ٹھہرنا ہوگا ایسی حالت میں باعتبار مسافت سفر نماز میں قصر کرنا چاہئے یا اہل خبا کی طرح پوری نماز پڑھنا چاہئے، جناب دورہ وغیرہ کے حال سے واقف ہیں اگر سوال میں کچھ اجمال یا اطلاق رہا ہو تو اُس کو جواب میں رفع فرمادیں اور مفصل عام فہم جواب بواپسی ڈاک ارشاد ہو منزل دس کوس کی شمار ہوتی ہے یا بارہ کوس کی، اب تک جو پوری نماز پڑھی یہ صحیح کیا یا غلط؟ والسلام خیر ختام۔

الجواب

دورہ غالباً جس طور پر ہوتا ہے کہ آٹھ آٹھ دس دس کوس کی نیت سے چلتے اور ایک جگہ پہنچ کر پھر دوسرے کو روانہ ہوتے ہیں یہ حالت حالتِ سفر نہیں اگرچہ اس میں سو کوس کا فاصلہ ہوجائے، یونہی اگر اُس موضع بعید سے واپسی بھی اسی طریق دورہ ہو کہ یکے بعد دیگرے قریب قریب مقامات کے قصد سے چلتے ہوئے محلِ اقامت کے نزدیک آکر پلٹ آئیں تو اس رجوع میں بھی قصر نہیں، ہاں اگر جانے خواہ آنے کسی محل اقامت سے بالخصوص ایسی جگہ

Marfat.com

کے عزم پر چلیں جو وہاں سے مدتِ سفر پر ہو تو سفر متحقق اور قصر واجب ہوگا اسی طرح اگر دورہ کسی ایسے مقام پر ختم ہُوا جہاں سے محلِ اقامت تین منزل ہے اب بخطِ مستقیم وہاں کو پلٹے تو بھی وہاں سے یہاں تک حالتِ سفر ہے، فتح القدیر میں ہے:

الخلیفۃ ان کان انما قصد الطواف فی ولایتہ فالاظھر انہ حینئذ غیر مسافر حتی لایقصر الصلٰوۃ فی طوافہ کالسائح[1] اھ ملخصا ذکرہ فی باب الجمعۃ مسئلۃ تمصر منٰی فی الموسم۔

حاکمِ وقت اپنی مملکت میں دورہ کرنے کی نیت سے سفر کرے تو وہ مسافر نہ ہوگا حتی کہ وُہ سیاحت کرنے والے کی طرح نماز میں قصر نہیں کرسکتا اھ ملخصا، اسے صاحبِ فتح القدیر نے باب الجمعہ مسئلہ "منٰی موسمِ حج میں شہر بن جاتا ہے" کے تحت ذکر کیا ہے (ت)

اختیار شرح مختار و خزانۃ المفتین میں ہے:

الخلیفۃ اذا سافر یقصر الصلٰوۃ الا اذا طاف فی ولایتہ[2]۔

حاکم جب سفر کرے تو وہ قصر کرے گا مگر اس صورت میں جب وہ دورہ کر رہا ہو تو پھر قصر نہیں کرسکتا (ت)

فتاوٰی بزازیہ میں ہے:

خرج الامیر مع الجیش لطلب العدو لا یقصر وان طال سیرہ وکذا اذا خرج لقصد مصر دون مدۃ سفر ثم منہ الی اٰخر کذلك لعدم نیۃ السفر[3]۔

امیر لشکر کے ساتھ دشمن کی طلب کے لئے نکلا تو قصر نہ کرے اگرچہ اس کا سفر کتنا ہی طویل ہو اور اس طرح اس صورت میں بھی قصر نہیں، جب وہ مدتِ سفر سے کم شہر کے ارادے سے نکلا پھر وہاں سے دوسرے ایسے شہر کی طرف چلا جو مدتِ سفر سے کم مسافت تھا کیونکہ اس میں نیتِ سفر نہ تھی۔ (ت)

اُسی میں ہے:

وفی الرجوع لو من مدۃ سفر قصروا[4]۔

اور رجوع کی صورت میں اگر مدتِ سفر ہے تو نماز میں قصر کرلیں (ت)

---

[1] فتح القدیر باب صلٰوۃ الجمعہ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر سندھ ۲/۲۶
[2] خزانۃ المفتین
[3] و [4] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش الفتاوٰی الہندیہ الثانی والعشرون فی السفر مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۲۷

Marfat.com

باب صلوٰۃ المسافر

(مسافر کی نماز کا بیان)

مسئلہ ۱۲۵۶ خلیل پور تحصیل گنور اسٹیشن ببرالہ لشکر سید محمد حسن صاحب ڈپٹی کلکٹر مرسلہ عظیم اللہ خاں صاحب ۱۴ جمادی الآخرہ ۱۳۱۳ھ

بندہ نے بتقریب ملازمتِ انگریزی دورہ شروع کیا ہے، دو ماہ دورہ ہوگا، اور اصلی مقام سے ۴۳ کوس کے فاصلہ تک جانے کا ارادہ ہے لیکن اب تک ۳۰ کوس سے کم فاصلہ پر رہا اور ہمیشہ درمیان میں مقامِ اصلی کی واپسی کا ارادہ رہا اور واپس ہوتا رہا، اب اصلی مقام سے چل کر ریل کی سواری میں ۳۰ کوس سے زیادہ پر پہنچنے کا ارادہ ہے اور دورہ کے طور پر کہیں دو روز کہیں چار روز ٹھہرنا ہوگا ایسی حالت میں باعتبار مسافت سفر نماز میں قصر کرنا چاہیے یا اہلِ خبا کی طرح پوری نماز پڑھنا چاہیے، جناب دورہ وغیرہ کے حال سے واقف ہیں اگر سوال میں کچھ اجمال یا اطلاق رہا ہو تو اُس کو جواب میں رفع فرمادیں اور مفصل عام فہم جواب بواپسی ڈاک ارشاد ہو منزل دس کوس کی شمار ہوتی ہے یا بارہ کوس کی، اب تک جو پوری نماز پڑھی یہ صحیح کیا یا غلط؟ والسلام خیر ختام۔

الجواب

دورہ غالباً جس طور پر ہوتا ہے کہ آٹھ آٹھ دس دس کوس کی نیت سے چلتے اور ایک جگہ پہنچ کر پھر دوسرے کو روانہ ہوتے ہیں یہ حالت حالتِ سفر نہیں اگرچہ اس میں سو کوس کا فاصلہ ہوجائے، یونہی اگر اُس موضع بعید سے واپسی بھی اسی طریق دورہ ہو کہ یکے بعد دیگرے قریب قریب مقامات کے قصد سے چلتے ہوئے محلِ اقامت کے نزدیک آکر پلٹ آئیں تو اس رجوع میں بھی قصر نہیں، ہاں اگر جانے خواہ آنے کسی محل اقامت سے بالخصوص ایسی جگہ

Marfat.com

داخل المیقات لحاجۃ قصدھا ونیۃ مدۃ الاقامۃ لیست بشرط علی المذھب لہ دخول مکۃ غیر محرم ووقتہ البستان ولاشیئ علیہ لانہ التحق باھلہ وھذہ حیلۃ لافاقی یرید دخول مکۃ بلا احرام[1]۔

اندرِ حل میں ایک جگہ ہے) میں قصداً داخل ہوا تو وہاں مذہب کے مطابق مدّتِ اقامت کی بھی نیت شرط نہیں، اب اس کے لئے بغیر احرام مکہ کا داخلہ جائز ہے اور اس کا میقات وہ بستان ہے، اور اس پر کوئی شیئ لازم نہ ہوگی کیونکہ وہ وہاں کے اہل کے ساتھ ملا ہے اور یہ اس غیر ملکی کے لئے حیلہ ہے جو بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو۔ (ت)

نیز اسی میں قبیل فصل احرام ہے:

لوقصد موضعا من الحل کخلیص وحدۃ حل لہ مجاوزتہ بلااحرام فاذا حل بہ التحق باھلہ فلہ دخول مکۃ بلا احرام وھو الحیلۃ لمرید ذلک الا انما مور بالحج للمخالفۃ[2]۔

اگر حل میں کسی جگہ مثلاً خلیص کا ارادہ کیا تو اب بغیر احرام داخلہ جائز ہے اور وہ جب وہاں پہنچ گیا تو وہاں اہل سے لاحق ہوگیا تو اب مکہ میں بغیر احرام داخلہ جائز ہوگا اور یہ حیلہ ہر اس شخص کے لئے جو مکہ کا ارادہ بغیر احرام کے کرے البتہ اگر حجِ فرض کا ارادہ ہو پھر جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں احکامِ شرع کی مخالفت لازم آئے گی۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قصد موضعا من الحل ای قصدا اولیا کما اذا قصدہ لبیع او شراء وانہ اذا فرغ منہ یدخل مکۃ ثانیا[3]۔

"حل میں کسی مقام کا ارادہ کیا" یعنی قصد اولی مثلاً خرید یا فروخت کا ارادہ کیا جب اس عمل سے فارغ ہوگیا تو اب مکہ میں قصد ثانی سے داخل ہوسکتا ہے۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

لانہ لم یقصد اولا دخول مکۃ وانما قصد البستان، قالوا وھذہ حیلۃ الاٰفاقی اذا اراد ان یدخل مکۃ بغیر احرام

کیونکہ اس نے اوّلاً دخولِ مکہ کا ارادہ ہی نہیں کیا تھا اس کا ارادہ تو بستان تھا، فقہاء نے کہا ہے یہ اس آفاقی کے لئے حیلہ ہے جو مکہ میں بغیر احرام داخل

---

[1] درمختار | باب الجنایات | مطبوعہ مجتبائی دہلی | ۱/۱۸۰
[2] " | کتاب الحج | " " " | ۱/۱۶۲
[3] ردالمحتار | " | " مصطفی البابی مصر | ۲/۱۶۷

Marfat.com

اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی مدد سے کہتا ہوں۔ ت) تحقیق مقام یہ ہے کہ تحقق سفر شرعی کے لئے نہ مجرد سیر بے قصد کافی نہ تنہا قصد بے سیر بلکہ دونوں کا اجتماع ضرور کما تفیدہ الاسفار قاطبۃ وبینہ فی خزانۃ المفتین وغیرھا (جیساکہ اس پر عبارات کتب شاہد عادل ہیں اور اسے خزانۃ المفتین وغیرہ میں بیان کیا ہے۔ ت) اور قصد سے مراد قصد فی الحال مستتبع فعل مقارن سیر ہے جسے عزم کہتے ہیں

کما یدل علیہ تعبیرھم جمیعا بلفظۃ الحال فحد المسافر بمن جاوز عمران موطنہ قاصدا مسیرۃ ثلثۃ ایام۔ جیسے کہ تمام فقہاء کا لفظ حال سے تعبیر کرنا اس پر دال ہے لہذا مسافر کی تعریف یوں کی گئی ہے ہر وہ شخص جو تین دن کے سفر کے ارادے سے اپنی آبادی سے نکل جائے (ت)

نہ قصد فی الاستقبال کہ بالاجماع کافی نہیں

کمن خرج قاصدا قریۃ قریبۃ ومن نیتہ ان ینشئ بعدھا سفرا الی بلد بعید فانہ لایکون فی مسیرہ الیھا مسافرا قطعا۔ مثلاً وہ شخص جو کسی قریبی قریہ کے ارادے سے نکلا اور اس کی نیت یہ تھی کہ اس قریہ کے بعد وہ کسی بعید شہر کا سفر کرے گا تو اب وہ اس نکلنے میں قطعاً مسافر نہ ہوگا۔ (ت)

اور نیت اپنی غایت مقصودہ بالذات پر پہنچ کر منتہی ہوجاتی ہے کہ غایت ماھی غایۃ لہ (غایت، جس کے لئے غایت بن رہی ہوتی ہے۔ ت) سے متاخر فی الوجود ہے اور حرکت کے لئے بعد وجود بقا نہیں، تو اس کے بعد اگر دوسرے مقصود کی طرف نہضت ہو تو وہ سیر آخر و قصد آخر ہے اور قبل وصول منتہی نہیں ہوتی اگرچہ سکون و نزول متخلل ہو، ولہذا اگر کسی منزل میں کوئی شخص ملے نازل کہے گا میں فلاں جگہ جاتا تھا کہ وہ بلایا جاتے میں اُس سے ملاقات ہُوئی یا جاتے ہوئے راہ میں مل گیا تو وہ نہایات مختلفہ کا قصد مقارن اول توجہ جزئی منعقد بمبدء معین ومنتہائے معین ہیں کہ اُن کا تعین اُس کے تشخص کو لازم ہے ہرگز نہ ہوگا بلکہ صرف غایت اولٰی ہی کا قصد فی الحال اور ثانیہ کا ہو تو فی المال و الاستقبال اگرچہ باعث علی الخروج لحاظ امرین ہو اس سیر خاص میں کسی طرف توجہ اور چیز اور دل میں کہیں جانے کا خیال اور چیز، ثانی قصد مستقبل کو بھی شامل جسے یوں تعبیر کریں گے کہ وہاں بھی جاؤں گا یا یہاں ہوکر وہاں جانا ہے اور اوّل خاص اسی کے لئے ہے جو اس سیر جزئی مخصوص کا منتہی ہے جس کے حصول پر یہ منتہی ہوجائے گی اس پر دلیل واضح مسئلہ آفاقی ہے جو بقصد حاضری مکہ معظمہ چلا بے احرام باندھے، میقات سے تجاوز اسے حرام ہے، اگر حلت چاہے تو علماء فرماتے ہیں حیلہ یہ ہے کہ بین الحرم والمیقات کسی مقام مثلاً جدہ وغیرہ کا قصد کرے کہ وہاں پہنچ کر اُس کے اہل سے ملحق ہوجائے گا اور اب مکہ معظمہ کو جانا داخل میقات سے ہوگا نہ کہ گھر سے، تو اب اس کی میقات نسک کے لئے ہے۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

دخل آفاقی البستان ای مکانا من الحل اگر غیر مکی کسی حاجت کی وجہ سے بستان (میقات کے

Marfat.com

مسلک متقسط میں ہے:

ذکر الفقهاء فی حیلة دخول الحرم بغیر احرام ان یقصد بستان بنی عامر ثم یدخل مكة فالوجه فی الجملة ان یقصد البستان قصدا اولیا ولا یضرہ قصدہ دخول الحرم بعدہ قصدا ضمنیا او عارضیا کما اذا قصد هندی جدة لبیع وشراء ولا یکون فی خاطرہ انه اذا فرغ منه ان یدخل مكة ثانیا بخلاف من جاء من الهند مثلا بقصد الحج اولا وانه یقصد دخول جدة تبعا ولو قصد بیعا وشراء[1] اھ تلك النقول باختصار۔

فقہا نے بغیر احرام، حرم میں داخل ہونے کے لئے یہ حیلہ بیان کیا ہے کہ وہ شخص بستانِ بنی عامر کا ارادہ کرے پھر وہاں سے مکہ میں داخل ہوجائے اور فی الجملہ وجہ یہ ہے کہ اس نے اوّلاً بستان کا ارادہ کیا تھا تو اس کے بعد حرم میں داخل ہونا ضمناً اور عارضی ہونے کی وجہ سے نقصان دہ نہیں ہوسکتا جیسے کہ ہندی شخص اوّلاً بیع وشرا کے لئے جدہ کی نیت کرکے آیا ہے اور ذہن میں تھا کہ فارغ ہوکر ثانیاً مکہ چلا جائے گا بخلاف اس شخص کے جو ہندوستان سے اوّلاً حج کے ارادے سے آتا ہے اور وہ جدہ میں دخول کا ارادہ تبعاً رکھتا ہے اگرچہ وہ بیع وشرا کا ارادہ رکھتا ہو اھ اختصار کے ساتھ نقول ختم ہوگئیں۔ (ت)

ظاہر ہے کہ جب اس کی نیت حاضری مکہ معظمہ ہے تو جدہ کا ارادہ کرلینے سے دل کا وہ خیال ہرگز منتفی نہ ہوا ولہذا علماء اسے بلفظ حیلہ تعبیر اور خود ارادۂ دخول مکہ بغیر احرام سے تصویر فرماتے ہیں اگر قصدِ مکہ منتفی ہوجاتا تو ان عبارات کا اصلاً کوئی محل ومحل نہ تھا، ہاں یہ ہُوا کہ قصدِ مکہ باعتبار مآل واستقبال رہا، قصدِ اوّل جدہ کے لئے قرار پایا جیسا کہ بحرالرائق وردالمحتار وشرح لباب سے گزرا، اسی بنا پر علمائے کرام نے مجاوزتِ میقات بلا احرام جائز فرمائی حالانکہ خیالِ مکہ یقیناً اول سے موجود ہے تو ثابت ہُوا کہ جب دو نہایات مختلفہ مقصود بالذات ہوں تو قصد مقارن خاص حصہ اولیٰ ہے اور ثانیہ کے لئے وہی مآل واستقبال کا خیال، جیسا کہ عبارتِ مولٰنا علی قاری ویکون فی خاطرہ انه اذا فرغ منه ان یدخل مكة ثانیا[2] (اس کے ذہن میں ہو کہ وہ فارغ ہوکر ثانیاً مکہ چلا جائے گا۔ ت) نے روشن کردیا یہ قصد حقیقۃً قصد بالفعل نہیں ولہذا اسی کو ذخیرہ وہندیہ میں باآنکہ شروع تصویر مسئلہ بلفظ اراد دخول مكة من غیر احرام (بغیر احرام دخولِ مکہ کا ارادہ رکھتا ہے۔ ت) بلفظ ان لا یقصد دخول مكة

---

[1] المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط مع ارشاد الساری، فصل فی مجاوزۃ المیقات بغیر احرام، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ص ۶۰

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۶۱

Marfat.com

فینوی ان یدخل خلیصا مثلا فله مجاوزۃ رابغ الذی ھو میقات الشامی والمصری المحاذی للجحفۃ الخ[1]۔

ہونے کا ارادہ رکھتا ہو پس وُہ مثلاً خلیص میں داخل ہونے کی نیت کرے تو اس کے لئے بغیر احرام رابغ سے گزرنا جائز ہے جو شامی اور مصری لوگوں کا میقات اور جحفہ کے مقابل ہے الخ (ت)

اُسی میں قبیل باب الاحرام ہے:

الافاقی اذا قصد موضعا من الحل کخلیص یجوز لہ ان یتجاوز المیقات غیر محرم وھی الحیلۃ لمن اراد ان یدخل مکۃ بغیر احرام وینبغی ان لا تجوز ھذہ الحیلۃ للمامور بالحج لانہ حینئذ لم یکن سفرہ للحج[2]۔

آفاقی جب حل میں خلیص وغیرہ کا ارادہ کرے تو اس کے لئے میقات سے بغیر احرام کے گزرنا جائز ہے، اور یہ ہر شخص کے لئے حیلہ ہے جو میقات سے مکہ بغیر احرام جانا چاہتا ہو لیکن یہ حیلہ اس شخص کے لئے جائز نہیں جس پر حج فرض ہے کیونکہ اب کا سفر حج نہ رہے گا۔ (ت)

اشباہ میں ہے:

اذا اراد الافاقی دخول مکۃ بغیر احرام من المیقات قصد مکانا اخر داخل المواقیت کبستان بنی عامر[3]۔

اگر کوئی غیر مکی بغیر احرام دخولِ مکہ چاہتا ہے تو وہ میقات کے اندر کسی اور جگہ کا ارادہ کرے مثلاً بنی عامر کے بستان۔ (ت)

ذخیرہ و ہندیہ میں ہے:

الحیلۃ للافاقی اذا اراد دخول مکۃ من غیر احرام من المیقات ان لایقصد دخول مکۃ وانما یقصد مکانا اخر وراء المیقات خارج الحرم نحو بستان بنی عامر ثم اذا وصل ذلک الموضع یدخل مکۃ بغیر احرام[4]۔ (ملخصاً)

اِس آفاقی کے لئے جو دخولِ مکہ بغیر احرام کے چاہتا ہے حیلہ یہ ہے کہ وُہ دخولِ مکہ کا ارادہ نہ کرے بلکہ میقات کے اندر کسی اور جگہ کا ارادہ کرے جو خارجِ حرم ہو مثلاً بنو عامر کے بستان تو جب وہاں پہنچ جائے تو اب مکہ میں بغیر احرام داخل ہوجائے۔ (ت)

---

[1] بحرالرائق باب مجاوزۃ المیقات بغیر احرام مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۴۹
[2] ؍؍ کتاب الحج ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/ ۳۱۸
[3] الاشباہ والنظائر الفن الخامس من الاشباہ والنظائر مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۲۹۳
[4] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الحیل الفصل الخامس فی الحج ؍؍ نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۳۹۳

Marfat.com

كما افاده المولى على القارى بقوله بخلاف من جاء من الهند مثلاً يقصد الحج اولاً[1] الخ

جیسا کہ ملا علی قاری نے اپنے ان الفاظ میں بیان کیا بخلاف اس شخص کے جو ہندوستان سے قصدِ اولی کے ساتھ حج کے لئے آیا الخ (ت)

مگر غالباً دورہ کی یہ حالت نہیں ہوتی اس میں بالخصوص مقصودِ اصلی وہ موضع بعید ہی نہیں ہوتا نہ خاص اُس کے قصد پر چلنا بلکہ سب مواضع میں گشت کا ارادہ اور ہر موضع مقصود بالذات ہوتا ہے تو اگرچہ باعث سیر لحاظ جمیع ہے مگر ہر مقصود اپنی سیر خاص جزئی پر محدود موضع قریب کو جاتے ہوئے قصد مقارن اسی کے لئے ہے اور قصد بعید صرف بمعنی خیال وارادۂ مآل، تو جب کسی موضع سے دوسرے تک مسیرت سفر نہیں اصلاً کوئی سیر بقصد مسیرتِ سفر متحقق نہ ہوئی ہاں وُہ چند قصدوں سے چند سیریں ہیں جن کا مجموعہ مسیرت سفر سے زائد سہی آخر نہ دیکھا کہ علامہ بحر صاحب بحر رحمہ اللہ تعالٰی نے مامور بالحج کے لئے دخول مکہ بغیر احرام میں اُس حیلہ کا جواز نہ مانا کہ جب وہ بایں قصد چلے گا کہ یہاں سے بستان بنی عامر جاتا ہُوں پھر وہاں سے مکہ معظمہ چلوں گا تو اُس کا یہ سفر حج کے لئے نہ ہوا، معلوم ہوا کہ مقصود سیر وہی مقصود اولیٰ ہوتا ہے وبس، ولہٰذا ذخیرہ وہندیہ میں ان لا یقصد مکۃ (وہ مکہ کا ارادہ نہ کرے۔ ت) فرمایا تھا تو روشن ہوا کہ بالمآل مسیرتِ سفر کی دُوری پر جانے کا خیال سیر بقصد مسیرت سفر نہیں اور موجب سفر شرعی یہی تھی کہ متحقق نہ ہُوئی۔

وبه تبين ولله الحمد ان ما ذكر المولى الفاضل ابراهيم الحلبى فى الغنية بما نصه قد يفهم من التمثيل بالخليفة فى اول مسئلة التبع ان الخليفة والسلطان كغيره فى انه اذا نوى السفر يصير مسافرا ويقصر، فقيل هذا اذا لم يكن فى ولايته، اما اذا طاف فى ولايته فلا يقصر والاصح انه لا فرق لما تقدم من فعل النبى صلى الله تعالى عليه وسلم والخلفاء الراشدين انهم قصروا حيث سافروا من المدينة الى مكة وغير ذلك، ومراد من قال

للہ الحمد اس سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ فاضل ابراہیم حلبی نے غنیہ میں یہ جو کہا کہ مسئلہ تبع کی ابتداء میں خلیفہ کو مثال بنانے سے سمجھ آرہا ہے کہ اس معاملہ (کہ جب وہ سفر کی نیت کرے تو وہ مسافر ہوجاتا ہے اور قصر کرسکتا ہے) میں خلیفہ اور سلطان دوسرے لوگوں کی طرح ہی ہیں، کہا گیا ہے کہ یہ اس وقت ہے جب وُہ اپنی ولایت میں نہ ہو، اور اگر اپنی ولایت میں دورہ کررہا ہو تو پھر قصر نہ کرے، اور اصح یہ ہے کہ کوئی فرق نہیں کیونکہ پیچھے گزرا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور خلفاءِ راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم جب مدینہ سے مکہ وغیرہ کا سفر فرماتے تو نماز میں قصر کرتے۔ اور جس نے کہا "جب خلیفہ اپنی

---

[1] المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط فصل فی مجاوزۃ المیقات بغیر احرام مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ص ۶۰

Marfat.com

(دخولِ مکہ کا ارادہ نہ کرے۔ت) تعبیر فرمایا۔

وبهذا التحقيق الشريف الفائض على قلب العبد الضعيف من فيض الفتاح العليم الخبير اللطيف ولله الحمد طاح وزاح ماكان يورد على هذا الاحتيال من الاشكال الذى اضطربت فيه الاقوال وكثر فيه القيل و القال واختلف فى حله افهام الرجال وكان اقرب من جنح الى ماجنحت اليه العلامة القارئ الجلى الافضال ولقد احسن اذا استشكل بتظافر العلماء على ذكر هذه الحيلة كلام اللباب الموهم لاختصاص المسألة بمن حث له قصد مكة بعد دخول البستان ولم يكن فى خاطره دخول الحرم من قبل اصلا وعكس العلامة الفاضل الشامى فى رد المحتار ومنحة الخالق فاستشكل بظاهر اللباب ما تظافرت عليه كلمات الائمة اولى الالباب وبما وفقنا المولى سبحنه وتعالى ظهر ان لاصعوبة ولا اشكال وان لامخالفة لنفى قصد الحرم مطلقا او قصدا اوليا او حصر القصد فى البستان مع الاحتيال لمن يريد الحرم بلا احرام والحمد لله على ابانة الصواب واصابة المرام۔

اس مبارک تحقیق (جو اس عبدِ ضعیف کے دل میں فتاح، علیم، خبیر اور لطیف ذاتِ اقدس نے فیض کے طور پر فرمائی) سے للہ الحمد اس حیلہ پر وارد ہونے والا اعتراض رَد ہوگیا جس میں اقوال مضطرب اور کثرتِ قیل وقال تھی اور اس کے جواب میں لوگوں کے ذہن مختلف تھے اور جس کی طرف میرا ذہن گیا اس کے قریب تر علامہ علی قاری ہیں اور انھوں نے لباب میں نہایت ہی احسن بات کی جب کثرت کے ساتھ حیلہ بیان کرنے والے علماء کے کلام سے اشکال ظاہر کیا تو لباب کے کلام سے یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ فقط اس شخص کیلئے ہے جسے دخولِ بستان کے بعد دخولِ مکّہ کا شوق ہُوا اور اس سے پہلے دخولِ حرم کا قطعاً اس کے ذہن میں نہ تھا، علامہ شامی نے رد المحتار اور منحۃ الخالق میں اس کا عکس کیا تو لباب کی ظاہر عبارت سے ائمہ کے مجموعی کلام پر اشکال پیدا ہوگیا، اللہ تعالٰی کی توفیق ومہربانی واضح ہوگیا کہ اس میں کوئی صعوبت اور اشکال نہیں اور کوئی مخالفت نہیں خواہ حرم کا قصد بالکل نہ ہو یا قصد اولٰی نہ ہو یا قصد بستان کا ہی ہو، اس کے لئے جو حیلہ کے ساتھ حرم میں بغیر احرام کے داخل ہونا چاہتا ہو صواب کے ظہور اور مقصد کے حصول پر اللہ تعالٰی کی حمد ہے۔(ت)

جب بتوفیق اللہ تعالٰی یہ مقدمات ممہد ہولئے حکم مسئلہ واضح ومنکشف ہوگیا آدمی اگر کسی مقام اقامت سے خاص ایسی جگہ کے قصد پر چلے جو وہاں سے تین منزل ہو تو اُس کے مسافر ہونے میں کلام نہیں اگرچہ راہ میں ضمنی طور پر اور مواضع میں بھی دو ایک روز ٹھہرنے کی نیت رکھے،

Marfat.com

فیه قصد مسیرۃ سفر فهذا مما لا یخالف فیه الحلبی ولا احد فلا غبار علی ما افادہ المحقق علی الاطلاق فی الفتح والامام البزازی فی فتاوٰیه والعلامة ابن الساعاتی فی الاختیار والامام ابن السمعانی فی الخزانة ولله الحمد علی حسن الابانة هکذا ینبغی التحقیق والله تعالٰی ولی التوفیق۔

کا ارادہ کرنا صادق نہیں آتا اور اس میں حلبی اور کوئی شخص بھی اختلاف نہیں کرسکتا، پس محقق علی الاطلاق نے فتح، امام بزازی نے فتاوٰی، علامہ ابن ساعاتی نے اختیار اور امام ابن سمعانی نے خزانہ میں جو کہا اس پر اب کوئی غبار نہیں رہی۔ اس حسنِ وضاحت پر اللہ تعالٰی کی حمد ہے، تحقیق اسی طرح ہونی چاہیے اور توفیق کا مالک اللہ تعالٰی ہے۔ (ت)

یہ تحقیق انیق کہ فقیر نے بتوفیقِ ربِ قدیر ذکر کی مطلقاً ہر صورت کو شامل ہے اگرچہ مقصودِ اصلی قریب، مقصودِ اصلی بعید کی راہ میں واقع ہو اور اگر اس کی راہ سے بالکل جدا ہو اور دورۂ رائجہ میں اکثر ایسا واقع ہوتا ہے مثلاً اس شکل میں ب محلِ اقامت ہے اور نقاط باقیہ مواضع مقصودہ، ان میں کوئی ایک دوسرے سے مسیرتِ سفر پر نہیں مگر ب سے دورہ کرنے والا جس وقت ب سے ج کی طرف چلا کوئی نہ کہے گا کہ اس وقت یے کی طرف متوجہ ہے، یے کو جاتا ہے، یے کے قصد پر چلا ہے، بلکہ بالیقین اس سیر میں ج مقصود ہے اگرچہ خیال یہ بھی ہے کہ ان نقطوں پر ہوتا ہُوا یے کو بھی جاتا ہے تو کسی سیر میں قصد مقارن مسیرتِ سفر کا نہ پایا گیا۔

بالجملہ یہ دورے سفر نہیں ہوتے اگرچہ کتنے ہی دُور تک ہوں اب تک کہ نمازیں پُوری پڑھیں بہت بجا کیا۔

تنبیہ یہاں سے سیاحین و واعظین کا حکم بھی واضح ہوگیا جنھیں کوئی مقام محل اقامت سے مدتِ سفر پر خاص مقصود بالذات نہیں بلکہ شہر بشہر قریہ بقریہ چند چند کوس کے فاصلوں پر گشت کرنا سیر دیکھنا یا ہر جگہ وعظ وغیرہ کے ذریعہ سے کمانا مقصود ہے تو جب تک کسی محل اقامت سے مسیرتِ سفر کا قصدِ اولی نہ ہو مسافر نہ ہوں گے اگرچہ سارے ملک میں پھر آئیں جس طرح سیاح کی نسبت خود فتح القدیر میں مصرحاً ارشاد ہُوا یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے اور لوگ اس سے غافل، منزل ہمارے بلاد میں تقریباً بارہ کوس کی ہے یہی قول مفتی بہ کے قریب تر ہے جسے ظہیریہ ومحیط برہانی ونہایہ وکفایہ شروح ہدایہ وخزانۃ المفتین وغیرہا میں علیه الفتوی (فتوٰی اسی پر ہے۔ ت) کہا کہ منزل اٹھارہ میل ہے اٹھارہ میل کے سوا گیارہ کوس ہوتے ہیں، یہ قول اصل مذہب ظاہر الروایہ کے خلاف نہیں بلکہ ان بلاد کے مناسب اسی کی تقدیر وشرح ہے کما نبه علیه العلامة اسمٰعیل مفتی دمشق الشام کما نقله فی منحة الخالق (جیساکہ مفتی دمشق شام

Marfat.com

اذا طاف فی ولایته لا یقصر هو ما صرح بـه
حافظ الدین البزازی فی فتاواه انـه
اذا خرج لتفحص احوال الرعیة و قصد
الرجوع متی حصل مقصوده و لم یقصد
مسیرة سفر حتی انه فی الرجوع یقصر لو کان
من مدة سفر ولا اعتبار بمن علل بان
جمیع الولایة بمنزلة مصره لان هذا
تعلیل فی مقابلة النص مع عدم الروایة
عن احد من الائمة الثلثة فلا یسمع[1]
اهـ فمع ان ما ذکر من قصد الرجوع متی
حصل مقصوده انما ذکره البزازی فی مسألة
اخری غیر التی نقلنا عنها وهی ما قال
بعدها وکذا الامام و الخلیفة و
الامیر والکاشف لیفحص الرعیة و
قصد کل الرجوع متی حصل مقصوده ولم
یقصدوا مسیرة سفر قصر أتموا[2] ـ الخ
لا یخالف ما نحن نریده فی شئ فانما مقصوده
کما هو صریح سوق کلامه الرد علی
من زعم ان الخلیفة لا یصیر
مسافرا فی ولایته وان قصد
مسیرة سفر وهو امر بین البطلان
اما ما نحن فیه فقد بینا انه لا یصدق

ولایت میں دورہ کرے تو قصر نہ کرے" اس کی مراد وہی
ہے جس کی تصریح حافظ الدین البزازی نے اپنے فتاوٰی
میں کی کہ جب خلیفہ رعیّت کے احوال کی خبر کے لئے نکلے
اور حصولِ مقصود کے بعد واپس لوٹے لیکن اس نے سفر
کی نیت نہ کی کہ ـــــــ وُہ رجوع میں قصر
کرسکتا تھا بشرطیکہ مدّتِ سفر ہو اور اس شخص کا اعتبار
نہیں کیا جائیگا، جس نے علّت بیان کرتے ہوئے کہا
کہ تمام ولایت خلیفہ کے لئے اپنے شہر کی طرح ہے
کیونکہ یہ علّت نص کے مقابل ہے اور پھر ائمہ ثلٰثہ میں
سے کسی سے بھی یہ مروی نہیں ہے لہذا یہ بات قابلِ
سماعت نہیں اھ باوجودیکہ مذکورہ عبارت "خلیفہ نے
حصولِ مقصود کے بعد رجوع کا ارادہ کیا" کو بزازی نے
اس مسئلہ کے علاوہ کے تحت ذکر کیا ہے جسے ہم نے نقل
کیا ہے اور وُہ یہ ہے کہ امام، خلیفہ، امیر اور محتسب
دورہ کریں تاکہ لوگوں کے احوال کا علم ہو اور حصولِ مقصود
کے بعد رجوع کریں لیکن وہ سفرِ قصر کا ارادہ نہ کریں تو
وہ پُوری نماز ادا کریں گے ۔ یہ تمام اس کے منافی نہیں
جو ہم نے مراد لیا کیونکہ شیخ حلبی کا مقصود (جیسا کہ ان
کے سیاقِ کلام سے واضح ہے اس شخص کا رد ہے جس
نے کہا کہ خلیفہ اپنی ولایت میں مسافر نہیں ہوسکتا
خواہ وُہ مسافتِ سفر کا ارادہ کرلے اور یہ امر واضح طور
پر باطل ہے باقی ہم نے جو کچھ بیان کیا اس پر مسافتِ سفر

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی صلوٰۃ المسافر مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۴۱
[2] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش الفتاوٰی باب الثانی والعشرون فی السفر مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۷۲

Marfat.com

تین منزل کے فاصلہ پر نہیں اگرچہ دس بیس بلکہ چھپن میل تک ہو تو سفر نہ ہوگا اُس مقامِ دیگر میں بھی نماز پوری پڑھنی ہوگی اور الٰہ آباد میں بھی ان سب صورتوں کو خُوب غور سے سمجھ لو۔

فی الدر المختار لو دخل الحاج مکۃ ایام العشر لم تصح نیتہ لانہ یخرج الی منٰی وعرفۃ فصار کنیۃ الاقامۃ فی غیر موضعھا و بعد عودہ من منٰی تصح کما لو نوی مبیتہ باحدھما[1] الخ وفی رد المحتار قیل ھذہ المسألۃ کانت سبب تفقہ عیسٰی بن ابان و ذلک انہ کان مشغولا لطلب الحدیث قال فدخلت مکۃ فی اول العشر من ذی الحجۃ مع صاحب لی وعزمت علی الاقامۃ شھرا فجعلت اتم الصلٰوۃ فلقینی بعض اصحاب ابی حنیفۃ فقال لی اخطأت فانک تخرج الی منی وعرفات فلما رجعت من منی بدالصاحبی ان یخرج و عزمت علی ان أصاحبہ و جعلت اقصر الصلٰوۃ فقال لی صاحب ابی حنیفۃ اخطأت فانک مقیم بمکۃ فمالم تخرج منھا لا تصیر مسافرا فقلت

درمختار میں ہے کہ اگر کوئی حاجی مکہ میں ذوالحج کے عشرہ میں داخل ہوا تو اس کی نیت (برائے اقامت) درست نہیں کیونکہ اس نے منٰی اور عرفات کی طرف انہی دنوں میں جانا ہے اس نیتِ اقامت کی طرح ہی ہے جو مقام اقامت نہ ہو اور منٰی سے لوٹ کر نیت کرنا درست ہے جیسا کہ ان دونوں میں سے ایک میں رات بسر کرنے کی نیت کرے الخ ردالمحتار میں ہے کہ منقول یہ ہے کہ یہ مسئلہ امام عیسٰی بن ابان رحمہ اللہ تعالٰی کے فقہ سیکھنے کا سبب بنا تھا ان کا اپنا بیان ہے کہ میں طلبِ حدیث میں مشغول تھا ذوالحجہ کے عشرہ میں مَیں مکہ گیا میرے ساتھ میرے دوست بھی تھے میں نے وہاں ایک ماہ اقامت کی نیت کی اور پُوری نماز ادا کرنا شروع کر دی مجھے امام ابوحنیفہ کے ایک ساتھی ملے انھوں نے کہا کہ تُو نے غلط کیا ہے کیونکہ تُو تو منٰی اور عرفات کی طرف چلا جائے گا، پس جب میں منٰی سے لوٹا تو میرے ساتھی کو مکہ سے نکلنے کی حاجت پیش آگئی اور میں نے ارادہ کیا تھا کہ میں ان کے ساتھ رہوں تو میں نے نماز قصر شروع کر دی تو مجھے امام ابوحنیفہ کے ساتھی نے کہا تُو نے غلط کیا کیونکہ تُو مکہ میں مقیم ہے تو جب تُو اس سے نکلے گا نہیں تو مسافر نہیں ہو سکتا، تو میں نے سوچا کہ میں نے

---

[1] الدرالمختار باب صلٰوۃ المسافر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۰۷

Marfat.com

علامہ اسمعیل نے اس پر تنبیہ کی ہے اور وہ منحۃ الخالق میں منقول ہے۔ت) ہمارے بلاد میں دس کوس کا اندازہ قابل قبول نہیں کہ یہاں اقصر ایام یعنی تحویل جدی کے دن میں فجر سے زوال تک سات ساعت کے قریب ہوتا ہے اور شک نہیں کہ پیادہ اپنی معتدل چال سے سات گھنٹہ میں بارہ کوس بے تکلف چل لیتا ہے جس پر بارہا کا تجربہ شاہد، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۲۵۵: از الٰہ آباد کوٹھی حشمت اللہ خاں جنٹ مجسٹریٹ مرسلہ علی محمد خاں ۲۸ جمادی الاولی ۱۳۱۷ھ

میں آج کل الٰہ آباد میں ہوں تو الٰہ آباد میرے واسطے سفر خیال کیا جائے گا یا نہیں، لیکن جنٹ صاحب کی کوٹھی میں رہتا ہوں اور الٰہ آباد ایک ہفتہ سے زیادہ رہنا نہیں ہوتا لیکن پھر اُسی روز واپس آنا پڑتا ہے، الٰہ آباد میں نماز سفر کی پڑھی جائے گی یا نہیں؟ اور الٰہ آباد سے کرنا ایک مقام ہے جو قریب دس میل کے ہے وہاں پر بھی سفر کی نماز پڑھی جائے گی یا نہیں؟ وہ الٰہ آباد ہی کے ضلع میں ہے جواب جلد مرحمت فرمائیے۔

الجواب

الٰہ آباد تمہارا وطن اصلی نہیں، نہ جنٹ صاحب کی کوٹھی میں ٹھہرنا اسے کسی طرح کا وطن کر دے گا جبکہ جنٹ خود آج کل وہاں نہیں بلکہ پندرہ دن قیام کی نیت دیکھی جائے گی اگر اس سے کم مدت قیام کی نیت ہے یا مقدار قیام کچھ معلوم نہیں کسی کام کے لئے گئے ہو اس کے ہوجانے کا انتظار ہے آج ہوجائے تو آج چلے جاؤ، بیس دن بعد ہو تو بیس دن بعد، تو اس صورت میں الٰہ آباد کا رہنا تمہارے لئے سفر ہی سمجھا جائے گا نماز سفر کی پڑھو اگرچہ انتظار انتظار میں مہینے گزر جائیں، یونہی اطراف میں جہاں جا ہو چار رکعت کی دو ہی پڑھو جب تک کسی خاص جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کرلو، اور اگر الٰہ آباد میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت الٰہ آباد میں کرلی ہے تو اب الٰہ آباد وطن اقامت ہوگیا نماز پوری پڑھی جائے گی جب تک وہاں سے تین منزل کے ارادہ پر نہ جاؤ اگرچہ ہر ہفتہ پر بلکہ ہر روز الٰہ آباد سے کہیں تھوڑی دُور یعنی چھتیس ۳۶ کوس سے کم باہر جانا اور دن کے دن واپس آنا ہو جبکہ نیت کرتے وقت اُس پندرہ دن میں کسی رات دوسری جگہ شب باشی کا ارادہ نہ ہو ورنہ وُہ نیت پورے پندرہ دن کی نہ ہوگی مثلاً الٰہ آباد میں پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت کی اور ساتھ ہی یہ معلوم تھا کہ ان میں ایک شب دوسری جگہ ٹھہرنا ہوگا تو یہ پورے پندرہ دن کی نیت نہ ہُوئی اور سفر ہی رہا اگرچہ دوسری جگہ الٰہ آباد کے ضلع میں بلکہ اس سے تین چار ہی کوس کے فاصلہ پر ہو، اور اگر پندرہ راتوں کی نیت پوری یہیں ٹھہرنے کی تھی اگرچہ دن میں کہیں اور جانے اور واپس آنے کا خیال تھا تو اقامت صحیح ہوگئی نماز پوری پڑھی جائے گی جبکہ وُہ دوسری جگہ الٰہ آباد سے چھتیس ۳۶ کوس یعنی ستاون ۵۷ اٹھاون ۵۸ میل کے فاصلے پر نہ ہو غرض قیام کی نیت کرتے وقت ان خیالوں کا اعتبار ہے بعد کو جو پیش آئے اُس کا لحاظ نہیں مثلاً پندرہ رات پورے کا قیام ٹھہرالیا اور اس کے بعد اتفاقاً چند راتوں کے لئے اور جگہ جانا ہُوا جو الٰہ آباد سے

Marfat.com

الاقامة نصف شہر فی مکان واحد واللہ تعالٰی اعلم[۱]

قولہ کما لونوی مبیتہ باحدھما فان دخل اولا الموضع الذی نوی المقام فیہ نہارا لایصیر مقیما وان دخل اولا ما نوی المبیت فیہ یصیر مقیما ثم بالخروج الی الموضع الاخر لایصیر مسافرا لان موضع اقامۃ الرجل حیث یبیت بہ، حلیۃ[۲] اھ وبہ ظہر کل ما ذکرناہ، واللہ تعالٰی اعلم۔

نصف ماہ اقامت کا عزم ہے، واللہ تعالٰی اعلم

قولہ" اس نے دو مقامات میں سے کسی ایک میں رات بسر کرنے کی نیت کی"۔ پس اگر تو وہ شخص پہلے اس مقام پر گیا جس پر دن کو ٹھہرنا تھا تو وہ مقیم نہ ہوگا اور پہلے اس جگہ گیا جہاں رات ٹھہرنا تھا تو مقیم ہوجائیگا' اس کے بعد دوسری جگہ کے ارادے سے مسافر نہیں بنے گا کیونکہ آدمی کی اقامت کا مقام ہوتا ہے جہاں وہ رات بسر کرتا ہے اھ حلیہ اس کے ساتھ وہ تمام واضح ہوگا جس کا تذکرہ ہم نے کیا، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۵۸: ۳ شعبان المعظم ۱۳۱۹ھ از تلہر مسئولہ خلیل الدین صاحب

زید کے وطن سے ایک مقام تیس کوس کے فاصلے پر واقع ہے اور زید نے ایسی راہ سے سفر کیا کہ اُس مقام تک چالیس کوس مسافت طے کرنی ہُوئی تو زید پر نماز کا قصر ہے یا نہیں؟

الجواب

ہے جبکہ قصد دو جگہ پر منقسم نہ ہو مثلاً اُس راہ میں بیس کوس پر ایک شہر ہے، ارادہ یُوں کیا کہ پہلے وہاں جاؤں گا وہاں سے فارغ ہوکر دوسرے مقام پر کہ وہاں سے بیس کوس ہے جاؤں گا یُوں چالیس کوس ہوجائیں گے توقصر نہیں، مکان سے بیس ہی کوس کے مقصد کو چلا ہے اگرچہ وہاں سے دوسرا قصد دوسری جگہ کا ہونے والا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۵۹ تا ۱۲۶۳: از بریلی مسئولہ شیخ عبدالعزیز بساطی دوم ذوالقعدہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل کے جواب میں:

(۱) منزل کتنے فرسنگ کی ہوتی ہے؟

(۲) کَے منزل پر قصر ہوگا؟

(۳) طے منزل میں راہِ راست کا اعتبار ہے یا جس راستے پر چلے؟

---

[۱] ردالمحتار باب صلٰوۃ المسافر مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۸۲

[۲] " " " "

Marfat.com

اخطأت فی مسألة فی موضعین فرحلت الی مجلس محمد واشتغلت بالفقه قال فی البدائع وانما اوردنا هذه الحکایة لیعلم مبلغ العلم فیصیر مبعثة للطلبة علی طلبه اھ بحر ویظهر من هذه الحکایة ان نیته الاقامة لم تعمل عملها الا بعد رجوعه لوجود خمسة عشر یوما بلا نیة خروج فی اثنائها بخلاف ما قبل خروجه الی عرفات لانه لما کان عازما علی الخروج قبل تمام نصف شهر لم یصر مقیما و یحتمل ان یکون جدد نیة الاقامة بعد رجوعه و بهذا سقط ما اورده العلامة القاری فی شرح اللباب من ان کان فی کلام صاحب الامام تعارضا حیث حکم اولا بانه مسافر وثانیا بانه مقیم مع ان المسألة بحالها والمفهوم من المتون انه لو نوی فی احدهما نصف شهر صح فح لا یضره خروجه الی عرفات اذ لا یشترط کونه نصف شهر متوالیا بحیث لا یخرج فیه اھ ملخصا[1] ووجه السقوط ان التوالی لا یشترط اذا لم یکن من عزمه الخروج الی موضع اٰخر لانه یکون ناویا الاقامة فی موضعین نعم بعد رجوعه من منی صحت نیته لعزمه علی

ایک مسئلہ میں دو جگہ خطا کی ہے تو میں امام محمد کی خدمت میں گیا اور فقہ سیکھنا شروع کی۔ بدائع میں ہے کہ یہ حکایت ہم نے اس لئے وارد کی ہے کہ علم کی قدر معلوم ہو سکے اور طلباء کے لئے طلب علم کا باعث بن سکے، اھ بحر۔ اس حکایت سے واضح ہوگیا کہ ان کی نیتِ اقامت رجوع کے بعد مؤثر ہوئی کیونکہ اب ایسے پندرہ دنوں کا قیام ہوگا جن کے درمیان نیت خروج نہیں بخلاف عرفات کی طرف نکلنے سے پہلے کے، کیونکہ جب نصف ماہ کے اتمام سے پہلے نکلنے کا ارادہ ہے تو اب مقیم نہیں ہو سکتا اور ممکن ہے کہ انھوں نے رجوع کے بعد تجدید نیت کی ہے اس سے وہ اعتراض ساقط ہو جاتا ہے جو علامہ قاری نے شرح اللباب میں اٹھایا کہ امام صاحب کے ساتھی کے کلام میں تعارض ہے کیونکہ پہلے انھوں نے مسافر ہونے کا حکم لگایا اور دوبارہ مقیم کیا حالانکہ معاملہ اپنی جگہ پر تھا، متون سے مفہوم یہ ہوتا ہے کہ اگر دونوں میں سے کسی ایک میں نصف ماہ کی نیت کی تو درست ہے تو اب عرفات کی طرف نکلنا مضر نہیں کیونکہ نصف ماہ کا مسلسل اس طرح ہونا شرط نہیں کہ اس میں خروج نہ ہو انتہی وجہ سقوط یہ ہے کہ تسلسل اس وقت شرط نہیں جب آدمی کا عزم دوسری جگہ جانے کا نہ ہو کیونکہ اس وقت وہ دو مقامات کی نیت کئے ہوئے ہے، ہاں منٰی سے رجوع کے بعد نیت صحیح ہو گی کیونکہ اب ایک جگہ میں

---

[1] ردالمحتار باب صلوٰۃ المسافر مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۸۲

Marfat.com

کی نیت سفر ہے اور اُس کے حق میں افضل یہ ہے کہ جہاں تک مل سکے کسی مقیم کی اقتدار وقت میں کرے۔ درمختار میں ہے :

عبد مشترك بين مقيم ومسافر ان تهايأ قصر فى نوبة المسافر والا يفرض عليه القعود الاول ويتم احتياطا ولا يأتم بمقيم اصلا وهو مما يلغز۔[1]

ایک غلام مقیم اور مسافر کے درمیان مشترک ہے ، اور دونوں کی خدمت نوبت بہ نوبت قرار دی گئی ہے تو مسافر کی نوبت میں قصر کرے ورنہ (اگر باری نہ ٹھہرائی ہو) تو قعدہ اولٰی اس پر فرض ہوگا اور وُہ نماز کا اتمام احتیاطاً کرے (کیونکہ جب اس کے مالک دو ہیں تو وُہ ایک لحاظ سے مقیم اور دوسرے کے اعتبار سے مسافر ہے) اور وُہ کسی مقیم کے ساتھ اقتدار بالکل نہ کرے۔ یہ غلام کے مسائل میں سے پیچیدہ مسئلہ ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قوله ولا يأتم الخ فى شرح المنية وعلى هذا فلا يجوزله الاقتداء بالمقيم مطلقا فليعلم هذا اھ اى لا فى الوقت ولا بعده ولا فى الشفع الاول ولا فى الثانى ولعل وجهه كما افاده شيخنا ان القعدة الاولى فرض عليه ايضا لحاقا له بالمسافر فاذا اقتدى بمقيم يلزم اقتداء المفترض بالمتنفل فى حق القعدة الاولى اھ[2]

قولہ "اور نہ اقتدار کرے الخ" شرح المنیہ میں ہے اور اس بنا پر لازم آتا ہے کہ اس کے لئے مقیم کی اقتدا کسی حال میں جائز نہ ہو، پس اسے اچھی طرح جان لینا چاہیے اھ یعنی نہ وقت میں اور نہ وقت کے بعد، نہ شفع اول میں نہ ثانی میں، شاید اس کی وجہ وُہ ہی ہو جو ہمارے شیخ نے فرمائی کہ قعدہ اولٰی الحاقِ مسافر کی وجہ سے اس پر فرض تھا، پس جب اس نے مقیم کی اقتدار کی تو اب قعدہ اولٰی کے لحاظ سے لازم آئے گا کہ ایک فرض ادا کرنے والا نفل ادا کرنے والے کی اقتدار کر رہا ہے۔

اقول لكن قول شارح المنية و على هذا الخ يظهر منه انه تفريع من

اقول (میں کہتا ہوں) شارح المنیہ کے قول "اور اس بنا پر الخ" سے ظاہر ہوتا ہے کہ بطور

---

[1] درمختار باب صلوٰۃ المسافر مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۰۸
[2] ردالمحتار " " مصطفی البابی مصر ۱/۵۸۹

Marfat.com

(۴) یہاں سے بیسلپور ۱۸ کوس براہ سواری گاڑی اور براہ ریل گاڑی چھتیس ۳۶ کوس ہوجاتا ہے وہاں جانے میں قصر کب ہوگا ؟

(۵) ایک شخص نے ایک مسجد میں جمعہ کی نماز کے واسطے دریاں وغیرہ بنوائیں مگر کچھ دنوں وہاں جمعہ ہوکر رہ گیا اب وُہ چاہتا ہے کہ یہ دریاں کسی دوسری مسجد میں دے دوں پس یہ جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) عرف میں منزل بارہ ۱۲ کوس ہے اور ان بلاد میں ہر کوس ۸/۵ میل یعنی ایک میل اور میل کے تین خمس، اور تین میل کا ایک فرسنگ، تو ایک منزل چھ ۶ فرسخ اور دو خمس فرسخ کی ہُوئی۔

(۲) تین منزل پر قصر ہے۔

(۳) جس راستے سے جائے اُس کا اعتبار ہے۔

(۴) ریل میں جائے تو قصر کرے ورنہ نہیں۔

(۵) جب دریاں سپردِ مسجد کردیں ملکِ مسجد ہوگئیں، جب تک ناقابلِ استعمال نہ ہوجائیں واپس نہیں لے سکتا نہ دُوسری مسجد میں دے سکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۶۴ از درو ضلع نینی تال ڈاکخانہ کچھا مرسلہ عبدالعزیز خاں ۴ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص دو ۲ آدمیوں کا غلام تھا ہر دو مع غلام کے سفر کو گئے راستے میں دونوں نے قیام کیا، ایک نے نیتِ اقامت کی دُوسرے نے نہ کی، اب وُہ عبدِ مشترک نماز قصری ادا کرے یا حضری؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر وُہ ان دونوں سے صرف ایک کے قبضہ میں ہے تو جس کے قبضہ میں ہے اُسی کی نیت کا اعتبار ہے لانہ ح لیس تابعا الا لہ و سیأتیک مایفیدہ۔ کیونکہ وُہ جس کا ہے اُسی کا تابع ہوگا اور عنقریب اس پر مفید گفتگو آرہی ہے۔ (ت)

اور اگر دونوں کے قبضہ میں ہے تو اگر اُن میں اس کی خدمت نوبت بہ نوبت قرار پائی ہے مثلاً ایک دن اِس کی خدمت کرے اور دُوسرے دن اُس کی، تو ہر ایک کی نوبت میں اُس کی نیت پر عمل کرے یعنی جس دن خدمت کی باری ہو غلام بھی اپنے آپ کو مقیم سمجھے اور جس دن خدمت مسافر کی باری ہو اپنے آپ کو مسافر جانے، اور اگر باہم نوبت نہ قرار دی بلکہ یُوں ہی دونوں کی خدمت میں ہے وہ من وجہٍ مقیم اور من وجہٍ مسافر ہے قصر اصلاً نہ کرے اس لحاظ سے کہ اس کے ایک مولٰی نے نیتِ اقامت کی اور قعدۂ اولٰی بھی اپنے اوپر فرض جانے اس نظر سے کہ دوسرے مولٰی

Marfat.com

بالسبب اعنی الوقت بخلاف ما اذا اقتدی بعد انقضائہ فاذا کان ھذا فی حقہ فکیف بمن لیس مسافرا من کل وجہ ولا القعدۃ فریضۃ علیہ وجھا واحدا فھذا ینبغی ان یومر باقتداء المقیم فی الوقت مھما وجد کی یخرج عن احتمال الاتمام فی السفر[1] اھ ما حررتہ ولشدۃ وضوحہ وثبوت الروایۃ بل نقل الاتفاق علی جواز اقتدائہ بالمقیم جزمت بہ فان کان صوابا فمن ربی اللہ وارجو ان لایکون الا ایاہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

وہ اس لیے کہ یہاں سبب (وقت) متصل ہے بخلاف اس صورت کے کہ جب اقتداء وقت گزرنے کے بعد ہو، جب یہ معاملہ ہر لحاظ سے مسافر کا ہے تو اس کا حال کیا ہوگا جو ہر لحاظ سے مسافر نہیں اور اس پر قعدہ کے فرض ہونے کی ایک جہت متعین نہیں لہذا اسے حکم دیا جائے کہ وہ مقیم کا ساتھ جب بھی پائے اس کی اقتداء کرے تاکہ سفر میں احتمال اتمام سے خارج ہو جائے (جو میں نے وہاں لکھا ختم ہوا) شدتِ وضوح ثبوتِ روایت بلکہ مقیم کی اقتداء کے جواز پر اتفاق منقول ہونے کی وجہ سے میں نے اسی پر جزم اختیار کیا ہے، پس اگر صواب ہے تو اللہ تعالٰی کی طرف سے ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ صواب ہی ہوگا۔ (ت)

مسئلہ ۱۲۶۵: بریلی محلہ صندل خاں کی بزریہ ۲۹ ذی القعدہ ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے وطن سے ستر یا اسی کوس کے فاصلے پر کسی شہر میں ملازم ہے وہاں سے سال دو سال کے بعد آٹھ دس روز کے واسطے اپنے مکان پر آیا اور پھر چلا گیا اس آمد و رفت میں اس کو نماز قصر پڑھنا چاہئے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

جب وہاں سے بقصدِ وطن چلے اور وہاں کی آبادی سے باہر نکل آئے اس وقت سے جب تک اپنے شہر کی آبادی میں داخل نہ ہو قصر کرے گا جب اپنے وطن کی آبادی میں آگیا قصر جاتا رہا، جب تک یہاں رہے گا اگرچہ ایک ہی ساعت، قصر نہ کرسکے گا کہ وطن میں کچھ پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت ضرور نہیں، پھر جب وطن سے اس شہر کے قصد پر چلا اور وطن کی آبادی سے باہر نکل گیا اس وقت سے قصر واجب ہو گیا راستے بھر تو قصر کرے گا ہی، اور اگر اس شہر میں پہنچ کر اس بار پندرہ روز یا زیادہ قیام کا ارادہ نہیں بلکہ پندرہ دن سے کم میں واپس آنے یا وہاں سے اور کہیں جانے کا قصد ہے تو وہاں جب تک ٹھہرے گا اس قیام میں بھی قصر ہی کرے گا اور اگر وہاں اقامت کا ارادہ ہے تو صرف راستہ بھر قصر کرے جب اس شہر کی آبادی میں داخل ہوگا قصر جاتا رہے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۶۶: از پیلی بھیت مرسلہ حبیب احمد صاحب رضوی برکاتی ۳۰ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۳۶ھ

ایک شخص جنگل یا اسٹیشن پر جو جنگل میں واقع ہو ملازم ہے اور اس کو آقا جب بھیجتے ہیں تو کم از کم ایک ماہ

---

[1] جد الممتار علی ردالمحتار باب صلوٰۃ المسافر المجمع الاسلامی بیروت ۳۶۶/۱

Marfat.com

عندہ علی وجہ البحث والافالذی رأیتہ فی التاترخانیۃ عن الحجۃ انہ ان لم یکن بالمھایاۃ وھوفی ایدیھما فکل صلوۃ یصلیھا وحدہ یصلی اربعا و یقعد علی راس الرکعتین ویقرأ فی الاخریین وکذا اذا اقتدی بمسافر یصلی معہ رکعتین وفی قرأتہ فی الرکعتین اختلاف واما اذا اقتدی بمقیم فانہ یصلی اربعا بالاتفاق[1] اھ ما فی رد المحتار۔

بحث یہ ان کی اپنی طرف سے تفریع ہے ورنہ میں نے جو تاتارخانیہ میں حجہ کے حوالے سے دیکھا ہے اگر وہ باری باری پابند نہیں اور وہ دونوں کے قبضہ میں ہے تو وہ ہر نماز تنہا چار رکعات ادا کرے اور ہر دو کے بعد بیٹھے اور آخری دو رکعتوں میں قراءت کرے، اور اسی طرح جب کسی مسافر کی اقتدار کرے تو اس کے ساتھ دو رکعات ادا کرے اور اس کے بعد دو رکعتوں میں قراءت کرنے میں اختلاف ہے لیکن جب وہ کسی مقیم کی اقتدار کرے تو وہ بالاتفاق چار رکعتیں ادا کرے گا (ردالمحتار کی عبارت ختم ہوئی)

فقیر کہتا ہے:

غفر اللہ تعالٰی لہ رأیتنی کتبت علی ھامش قولہ فاذا اقتدی بمقیم یلزم اقتداء المفترض الخ ما نصہ **اقول** ھذا مما لست احصلہ فان المسافر من کل وجہ القعدۃ الاولی فریضۃ علیہ من کل وجہ، و مع ذلک یجوز لہ الاقتداء بالمقیم اجماعا، ولا یعد بذلک مفترضا خلف متنفل اذا اقتدی فی الوقت بل یقال ان فرضہ تحول بالقدوۃ رباعیا فلم تبق القعدۃ الاولٰی فریضۃ علیہ لمصادفۃ المغیر محلہ القابل لہ بحیث اتصل

اللہ تعالٰی ان کی بخشش فرمائے، مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے ان کی اس عبارت "جب اس نے کسی مقیم کی اقتدار کی تو فرض والے کی اقتدار لازم آئیگی الخ" پر حاشیہ تحریر کیا **اقول** یہ ایسی چیز ہے جس سے مجھے کچھ اتفاق نہیں ہو رہا، کیونکہ جو شخص ہر لحاظ سے مسافر ہے اس پر بھی قعدۂ اولٰی ہر لحاظ سے فرض ہے حالانکہ وہ بالاتفاق مقیم کی اقتدار کرسکتا ہے، جب وقت میں ادا کرے تو اسے فرض والے کا نفل والے کی اقتدا کرنا شمار نہیں کیا جاتا بلکہ یہ کہا جائے گا کہ اقتدا کی وجہ سے اس پر فرض دو کے بجائے چار ہو گئے ہیں تو اب قعدۂ اولٰی اس پر فرض نہیں رہا کیونکہ یہاں تبدیلی کے قابل محل میں تبدیلی پیدا کرنے والا پایا گیا ہے

---

[1] ردالمحتار باب صلوۃ المسافر مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۸۹

Marfat.com

یوما لم یصیروا مقیمین لانہا حمولۃ ولیست بمساکن کذا فی المحیط[1]۔

کیونکہ وہ سامان اٹھانے والے ہیں وہاں ان کے گھر نہیں۔ المحیط۔ (ت)

دوم نرے جنگل میں کہ نیت اقامت صحیح نہیں، مدّتِ سفر چل لینے کے بعد ہے کہ تین منزل قطع کر چکا ہو، اب کسی جنگل میں ۱۵ دن یا زائد قیام کی نیت کرے تو مسافر ہی رہے گا لیکن مدّتِ سفر پوری ہونے سے پہلے جنگل میں بھی نیت اقامت صحیح ہے، مثلاً تین منزل کے ارادے پر چلا تھا ایک یا دو منزل چل کر نیت سفر قطع کی اور وہاں اقامت کی نیت کر لی مسافر نہ رہا نماز پوری پڑھے گا اگرچہ بن میں ہو۔ درمختار میں ہے:

صلی الفرض الرباعی رکعتین حتی یدخل موضع مقامہ ان سار مدۃ السفر والا فیتم بمجرد نیۃ العود لعدم استحکام السفر[2]۔

(مسافر) اپنے مقام پر واپسی تک چار فرض کے دو فرض ادا کرے اور جب مدتِ سفر ہو ورنہ محض رجوع کی نیت سے پوری نماز ادا کرے کیونکہ سفر کا اثبات نہ ہوا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ینوی بموضع صالح لھا ان سار ثلثۃ ایام والا فیتم ولو فی المفازۃ والحاصل ان نیۃ الاقامۃ قبل تمام المدۃ تکون نقضا للسفر کنیۃ العود الی بلدہ والسفر قبل استحکامہ یقبل النقض[3] اھ ملتقطا

اگر ایسی جگہ نیتِ اقامت کی جو اقامت کی صالح تھی بشرطیکہ تین دن کا سفر طے کیا ہو ورنہ پوری نماز پڑھے۔ اگرچہ جنگل میں ہو، حاصل یہ ہے کہ تمام مدت سے پہلے اقامت کی نیت سفر کو ختم کر دیتی ہے جس طرح اپنے شہر کی طرف لوٹنے کی نیت سے سفر ختم ہو جاتا ہے جبکہ سفر اپنی مدت مکمل ہونے سے قبل کالعدم ہو سکتا ہے اھ ملتقطا (ت)

معراج الدرایہ پھر عالمگیریہ میں ہے:

اذا لم یسر ثلثۃ ایام فعزم علی الرجوع اونوی الاقامۃ یصیر مقیما وان کان فی المفازۃ[4]۔

جب تین دن کا سفر طے نہ کیا اور رجوع کا عزم کر لیا یا اقامت کی نیت کر لی تو مقیم ہو جائے گا اگرچہ جنگل میں ہو۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ باب الخامس عشر فی صلوٰۃ المسافر مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۳۹
[2] درمختار باب صلوٰۃ المسافر ؍؍ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۰۷
[3] ردالمحتار ؍؍ ؍؍ مصطفی البابی مصر ۱/۵۸۱
[4] فتاوٰی ہندیۃ باب الخامس عشر فی صلوٰۃ المسافر ؍؍ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۳۹

Marfat.com

کے ارادے سے بھیجتے ہیں تو اُس ملازم پر نماز قصر ہے یا پُوری ؟ اور مندرجہ ذیل دلیلوں میں زید حق پر ہے یا عمرو ؟ زید کا قول ہے کہ ملازم کو ہر حالت میں نماز کرنا چاہئے اگرچہ آقا ایک ماہ کے ارادے سے بھیجے کیونکہ اگر آقا چاہے تو آٹھ روز میں دُوسری جگہ منتقل کر دے، دوسرے جنگل ہونے کی وجہ سے ہر حالت میں قصر واجب ہے کیونکہ وہاں آبادی نہیں ہے جو اقامت کی جگہ ہے۔ عمرو کی دلیل ہے کہ کل کام ارادے کے لحاظ پر ہوتے ہیں یعنی جس وقت آقا بھیجتا ہے تو ایک ماہ کے ارادے سے بھیجتا ہے پر وُہ چاہے ایک روز میں بلالے اس حالت میں ارادے کی وجہ سے نماز قصر نہیں ہوئی، دوسرے جس جنگل میں اقامت نہیں ہوتی وُہ دوسرے جنگل ہیں اور ایسے جنگل یا اسٹیشن جو جنگل میں ہوں جہاں بیس پچیس انسان ہر وقت رہتے ہوں و تیز ریلوے کے ملازم بھی اسٹیشن پر کام کرتے ہوں (اگر آبادی گاؤں وہاں سے دو چار کوس پر ہوں) اقامت کو باطل نہیں کرتی ایسی جگہ ان میں قول کس کا درست ہے ؟

الجواب

یہاں چند امور پر اطلاع لازم جن سے بعونہٖ تعالٰی انکشاف حکم ہو،

اوّل اسٹیشن اگرچہ آبادی سے کچھ فاصلے پر ہو وہاں عمارت ہوتی ہے سامان اقامت مہیا ہوتا ہے، ہاں اگر آبادی سے کوسوں دُوری ہے جنگل میں متعین ہوں جیسے بن کی لکڑی لینے والے، تو وہ محلِ اقامت نہیں اگرچہ خیمے ڈیرے ساتھ ہوں مگر اُن کے لئے جن کی طرزِ معیشت ہی یہ ہو، جیسے سانسیے۔ درمختار میں ہے،

اونوی اقامۃ نصف شھر بموضع صالح لھا اوقریۃ اوصحراء دارنا وھو من اھل الاخبیۃ۔[1]

یا وہ نصف ماہ اقامت کی نیت کسی ایسی جگہ کرے جو اقامت کی صلاحیت رکھتی ہو یا قریہ ہو یا ہمارے ملک کا صحراء ہو اور نیت کرنے والا خانہ بدوش ہو (ت)

عالمگیری میں ہے،

قال شمس الائمۃ الحلوانی عسکر المسلمین اذا قصدوا موضعا ومعھم اخبیتھم و خیامھم وفساطیطھم فنزلوا مفازۃ فی الطریق ونصبوا الاخبیۃ والفساطیط و عزموا فیھا علی اقامۃ خمسۃ عشر

شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا کہ مسلمانوں کا لشکر اگر کسی جگہ جائے اور ان کے خیمے کا سامان ان کے ساتھ ہو، انھوں نے راہ میں جنگل میں پڑاؤ ڈالا اور وہاں خیمے وغیرہ نصب کئے اور پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کر لیا تو وہ مقیم نہیں ہوں گے

---

[1] درمختار باب صلٰوۃ المسافر مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۰۷

Marfat.com

واپس آیا اور یہاں پندرہ دن سے کم ٹھہرنا ہے تو جاتے اور آتے اور ٹھہرتے قصر کرے گا کہ یہ سچی نیت ہوئی اگرچہ وہاں جانے سے کوئی کام نہ تھا، درمختار میں ہے:

لودخل الحاج مکۃ ایام العشر لم تصح نیتہ لانہ یخرج الی منٰی وعرفۃ[1]

اگر حاجی مکہ میں ذوالحج کے عشرہ میں داخل ہوا تو اس کی نیتِ اقامت درست نہ ہوگی کیونکہ اس نے منٰی اور عرفہ کی طرف نکلنا ہے۔ (ت)

معراج الدرایہ پھر عالمگیریہ میں ہے:

قال اصحابنا رحمھم اللّٰہ تعالٰی فی تاجر دخل مدینۃ لحاجۃ نوی ان یقیم خمسۃ عشر یوما لقضاء تلک الحاجۃ لایصیر مقیما لانہ متردد بین ان یقضی حاجتہ فیرجع وبین ان لایقضی فیقیم فلا تکون نیتہ مستقرۃ وھذا الفصل حجۃ علی من یقول من اراد الخروج الی مکان ویرید ان یترخص برخص السفر ینوی مکانا ابعد منہ، وھذا غلط[2]۔

ہمارے اصحاب رحمہم اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ وہ تاجر جو کسی شہر میں کسی ضرورت کے لئے گیا اس نے حصولِ حاجت کے لئے پندرہ دن اقامت کی نیت کرلی تو وہ مقیم نہ ہوگا کیونکہ وہ متردد ہے اس بارے میں کہ اگر ابھی کام ہوجاتا ہے تو لوٹ جائے اور اگر نہیں ہوتا تو اقامت کرے، تو اس کی پختہ نیت نہ ہوئی، یہ صورت اس شخص کے خلاف حجت ہے جو کہتا ہے کہ جو کوئی کسی جگہ کی طرف نکلنا چاہتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اسے سفر کی سہولت میسر ہو (حالانکہ وہ جگہ اتنی دُور نہیں) تو وہ کسی دُور جگہ کی نیت کرکے نکل پڑتا ہے تاکہ رخصت حاصل ہوجائے تو یہ غلط ہے۔ (ت)

ششم وطن اقامت یعنی جہاں پندرہ دن یا زیادہ قیام کی نیت صحیحہ کرلی ہو آدمی کو مقیم کردیتا ہے اور اقامت وسفر میں واسطہ نہیں تو وہاں سے بے ارادۂ مدت سفر اگر ہزار کوس دورہ کرے مثلاً دس کوس کے ارادے پر وہاں سے چلے پھر وہاں سے پندرہ کوس کا ارادہ کرے وہاں سے بیس کوس کا قصد ہو مسافر نہ ہوگا اور قصر نہ کرسکے گا، جیسے وطن اصلی سے یُوں دَورہ کرنے میں حکم ہے یہاں تک کہ اگر مثلاً وطن اقامت سے بیس کوس گیا اور وہاں سے چھتیس کوس کا ارادہ کرکے چلا اور بیچ میں یہ وطن اقامت آکر پڑے گا تو سفر جاتا رہے گا، ہاں اگر تین منزل چلنے کے بعد یہ وطن بیچ میں نہ آئے گا تو قصر کرے گا اور یہ وطن وطنِ اقامت نہ رہے گا۔ ردالمحتار میں ہے:

---

[1] درمختار | باب صلٰوۃ المسافر | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۰۷

[2] فتاوٰی ہندیۃ | باب الخامس عشر فی صلٰوۃ المسافر | مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور | ۱/ ۱۴۰

Marfat.com

سوم نوکر کی اپنی نیت معتبر نہ ہونا بلکہ نیتِ آقا کا تابع ہونا اُس حالت میں ہے کہ آقا کے ساتھ ہو ورنہ خود اس کی نیت معتبر ہے، تنویر الابصار و درمختار و ردالمحتار میں ہے :

المعتبر نیۃ المتبوع لا التابع کامرأۃ وفاھا مھرھا المعجل وعبد وجندی اذا کان یرتزق من الامیر او بیت المال واجیر، مشاھرۃ او مسانھۃ، تاتارخانیہ، واسیر وغریم وتلمیذ معرزوجۃ ومولی وامیر ومستاجر واسر ودائن واستاذ فقید المعیۃ ملاحظ فی تحقیق التبعیۃ[1] اھ ملتقطا ۔

سربراہ کی نیت کا اعتبار ہے تابع کا نہیں جیسا کہ وہ خاتون جس کا مہر معجل ادا کر دیا گیا اور غلام، سپاہی اس وقت جب امیر سے یا بیت المال سے روزی لیتا ہو یا ماہانہ یا سالانہ مزدوری پر ہو تاتارخانیہ ۔ قیدی، مقروض اور شاگرد جب لوگ اپنے متبوع خاوند، مولیٰ مستاجر، قید کرنے والا، قرض خواہ اور استاذ کے ساتھ ہوں اور تابع ہونے کے اثبات کے لئے معیت کی قید ملحوظ خاطر رکھنا ہوگا اھ ملتقطاً (ت)

چہارم مجرد احتمال کہ شاید آج چلا جانا ہو منافیِ اقامت نہیں ورنہ اپنے وطن کے سوا آدمی کبھی کہیں مقیم نہ ہو اگرچہ سال بھر اقامت کی نیت کرے کہ کیا معلوم شاید آج ہی کوئی ضرورت سفر کی پیش آئے بلکہ اس کے لئے غالب گمان درکار ہے یقین کی حاجت نہیں کہ بے اعلام نبی غیب پر یقین کی کوئی صورت نہیں۔ تبیین الحقائق امام زیلعی پھر ہندیہ میں ہے :

لابد للمسافر من قصد مسافۃ ثلثۃ ایام ویکفی غلبۃ الظن یعنی اذا غلب علی ظنہ انہ یسافر قصر ولا یشترط فیہ التیقن[2]

مسافر کے لئے تین دن کی مسافت کا ارادہ ضروری ہے اور غلبہ ظن کافی ہوگا یعنی جب اس کا ظن غالب یہ ہو کہ وہ سفر کرے گا تو قصر کرے کیونکہ یقین شرط نہیں۔ (ت)

پنجم نیت سچے عزمِ قلب کا نام ہے، پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کرلے، اور جانتا ہے کہ اس سے پہلے چلے جانا ہے تو یہ نیت نہ ہوئی محض تخیل ہوا، یُوں ہی دل میں عزم دو ہی منزل کا ہے اور گھر سے تین منزل کا ارادہ کرلیا کہ آبادی سے نکل کر راہ میں قصر کی اجازت مل جائے ہرگز اجازت نہ ہوگی کہ یہ نیت نہیں وہی خیال بندی ہے، البتہ اگر دو ہی منزل جاتا ہے اور سچا ارادہ تین منزل کا کرلیا اور تین منزل جاکر ایک منزل اپنے محل مقصود کو

---

[1] ردالمحتار شرح الدرالمختار باب صلوٰۃ المسافر مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۸۷
[2] فتاوٰی ہندیہ باب الخامس عشر فی صلوٰۃ المسافر ؍؍ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۳۹

Marfat.com

ہاں اگر مدتِ سفر سے یہاں نوکر ہو کر آیا اور معلوم ہے کہ پندرہ دن ٹھہرنا ہو گا تو البتہ مقیم نہ ہو گا، جب اُس دوسری جگہ سے فارغ ہو کر آئے گا اور یہاں ملازمانہ قیام کرے گا اُس وقت سے مقیم ہو گا،

کما قال فی ردالمحتار فی واقعۃ عیسٰی بن ابان رحمہ اللہ تعالٰی ان نیۃ الاقامۃ لم تعمل عملہا الا بعد رجوعہ لوجود خمسۃ عشر یوما بلا نیۃ خروج فی اثنائہا بخلاف ماقبل خروجہ الی عرفات لانہ لما کان عازما علی الخروج قبل تمام نصف شہر لم یصر مقیما۔[1]

جیسا کہ ردالمحتار میں شیخ عیسٰی بن ابان رحمہ اللہ تعالٰی کے واقعہ میں ہے کہ نیتِ اقامت مؤثر نہیں مگر رجوع کے بعد کیونکہ پندرہ دنوں کی نیت ہے اور اس میں نکلنے کی نیت بھی نہیں بخلاف عرفات کی طرف نکلنے سے پہلے کے کیونکہ جب نصف ماہ کے اتمام سے پہلے نکلنے کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ مقیم نہیں ہو گا۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

سقطت فان عاد عادت وان توطنہا سواء قل او کثر لاتعود وھذا یفید ان التوطن غیر مجرد نیۃ الاقامۃ خمسۃ عشر یوما والظاھر ان معناہ ان یتخذھا وطنا ولا یحد فی ذلک حدا فتسقط النفقۃ ثم العود انشاء سفر لحاجۃ نفسہ ولو بعد یومین فلا یستحق بہ النفقۃ علی المیت واللہ سبحٰنہ اعلم[2] اھ فافہم ۱۲ منہ (م)

نفقہ ساقط ہو جائے گا، اگر سفر سے لوٹا ہے تو نفقہ لوٹ آئے گا، اور اگر مکہ کو اپنا وطن بناتا ہے خواہ تھوڑے دن یا زیادہ تو نفقہ نہیں لوٹے گا، اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ پندرہ دن کی نیت کے بغیر بھی اگر وُہ رہا تو وہ متوطن ہو گا، ظاہراً اس کا مفہوم یہی ہے کہ وہ اگر مکہ کو اپنا وطن بناتا ہے تو اس میں دنوں وغیرہ کی کوئی حد نہیں لہذا اس کا نفقہ ساقط ہو جائے گا اب اس کے بعد رجوع اپنی ذات کے لئے نیا سفر ہو گا اگرچہ وہ سفر دو دن کے بعد ہی کیوں نہ ہو لہذا وہ میّت کی طرف سے نفقہ کا مستحق نہ ہو گا واللہ سبحٰنہ اعلم اھ فافہم ۱۲ منہ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب صلوٰۃ المسافر مطبوعہ دارالکتب العربیہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۸۲

[2] فتح القدیر باب الحج عن الغیر مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۶۹

Marfat.com

والحاصل ان انشاء السفر یبطل وطن الاقامة اذاکان منه اما لو انشاءه من غیرہ فان لم یکن فیه مرور علی وطن الاقامة اوکان ولکن بعد سیر ثلثة ایام فکذلك ولو قبله لم یبطل الوطن بل یبطل السفر لان قیام الوطن مانع من صحته[1]

حاصل یہ ہے کہ سفر شروع کرنے سے وطن اقامت باطل ہوجاتا ہے جبکہ سفر وہاں سے ہو اور اگر سفر کسی اور جگہ سے ہو تو اب وطن اقامت سے گزر نہیں ہُوا یا ہوا ہو لیکن تین دن بعد، تو حکم یہی ہے، اور اگر اس سے پہلے ہوا تو وطن بالکل باطل نہ ہوگا بلکہ سفر باطل ہوجائے گا، کیونکہ قیام وطن صحت سفر سے مانع ہوتا ہے (ت)

ہفتم نوکری ملازمت ہے اُس میں قصد استدامت ہوتا ہے تو جو جہاں نوکر ہو کر رہنا اختیار کرے مقیم ہوجائیگا اگرچہ بالخصوص پندرہ دن کی نیت نہ ہو لان نیة الاستدامة فوق ذلك (کیونکہ دوام کی نیت اقامت کی نیت سے فائق ہے۔ ت)

عہ فتح القدیر باب الحج عن الغیر میں ہے:

لو توطن مکة بعد الفراغ خمسة عشر یوما بطلت نفقته فی مال المیت لانه توطن لحاجة نفسه بخلاف ما اذا قام اقل فانه مسافر علی حاله فان بدا له بعد ذلك ان یرجع رجعت نفقته فی مال المیت وقد روی عن ابی یوسف انه لا تعود لانه فی الرجوع عامل لنفسه لا للمیت لکنها قلنا ان اصل سفرہ کان للمیت فما بقی ذلك السفر بقیت النفقة کذا فی المبسوط، وذکر غیر واحد من غیر ذکر خلاف انه ان نوی الاقامة خمسة عشر یوما

اگر (حج بدل کرنے والے نے) فراغت کے بعد مکہ معظمہ میں پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت کرلی تو اب مال میت سے خرچ نہیں کرسکتا کیونکہ یہ اب اپنے ذاتی کام کے لئے ٹھہرا ہے بخلاف اس صورت کے کہ جس میں پندرہ دن سے کم ہو کیونکہ اب وُہ حالتِ سفر میں ہی ہے پس اگر پندرہ کے بعد وُہ رجوع کا ارادہ کرتا ہے تو خرچہ مالِ میت کی طرف لوٹ آئے گا، امام ابویوسف سے مروی ہے کہ مالِ میت کی طرف نہیں لوٹے گا کیونکہ رجوع اپنی ذات کے لئے ہے نہ کہ میت کے لئے، لیکن ہم کہتے ہیں کہ سفر میت کے لئے ہے، تو جب تک سفر میں رہے گا اس کا نفقہ میت کی طرف سے ہی گا، مبسوط میں اسی طرح ہے، اور متعدد فقہاء نے اسے بغیر اختلاف کے بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر اس نے پندرہ دن کی نیت کرلی تو

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] ردالمحتار باب صلٰوۃ المسافر مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۸۶

Marfat.com

پڑھے گا اور یہاں پہنچ کر بھی کہ قبل سیر سہ روزہ جنگل میں نیتِ اقامت صحیح ہے اور بوجہ عدم انشائے سفر اُس کی وہ اقامت باطل نہ ہُوئی نہ وہ وطن اقامت باطل ہوا، اس صورتِ ششم میں اُس کا حکم شقوق صورتِ ثانیہ آئندہ کی طرف عود کر جائے گا۔

صُورتِ ثانیہ: مقیم ہے اور یہ جگہ محلِ اقامت نہیں، اس میں:

(۱) جب تک بعد تعین بلا فصل یہاں رہے گا پُوری پڑھے گا کہ مقیم کا بَن میں ٹھہرنا سفر نہیں۔

(۲) اگر یہاں سے کہیں مدّتِ سفر سے کم کی نیت سے جائے گا جاتے اور آتے اور وہاں ٹھہرتے ہر حال میں اتمام کرے گا اگرچہ وہاں ایک ہی دن ٹھہرے کہ ہنوز سفر متحقق نہ ہوا۔

(۳) اگر مدّتِ سفر کی نیت سے جائے گا راہ میں قصر کرے گا اور وہاں بھی اگر پندرہ دن کی نیت نہ کرے ورنہ وہاں پُوری پڑھے گا۔

(۴) یہی واپسی میں جب وہاں سے اُس مقام کو بقصدِ واحد واپس آئے گا راہ میں قصر کرے گا۔

(۵) جب یہاں پہنچے گا از انجا کہ مدّتِ سفر سے آیا ہے اور یہ محلِ اقامت نہیں، اب اس کا حکم شقوق صورتِ اولیٰ گزشتہ کی طرف عائد ہو گا کہ ابتدائے واپسی سے بلا فصل جب تک یہاں رہے گا قصر کرے گا اس آخرہ کہ اب یہاں مسافر بمعنی مذکور ہو کر آیا، بالجملہ جب یہاں بعد سفر آئے گا صورتِ اولیٰ ہو گی اور مقیم ہو کر صورتِ ثانیہ یہی دورہ رہے گا۔

صُورتِ ثالثہ: مسافر بمعنی مذکور ہے اور یہ جگہ محلِ اقامت جیسے اسٹیشن، اس میں:

(۱) اگر ابتدائے تعین میں معلوم تھا کہ پندرہ دن کے اندر یہاں سے جانا ہے تو مقیم نہ ہو گا قصر ہی پڑھے گا۔

(۲) یہاں سے کہیں قبل اقامت جائے راہ میں قصر ہی کرے اور واپسی میں بھی۔

(۳) جب وہاں سے واپس آئے اور اب بھی پندرہ دن کے اندر کہیں جانے کا ارادہ ہے تو یہی شقوق و احکام ہیں۔

(۴) اب وُہ ارادہ نہیں یا ابتدائے تعین ہی میں ۱۵ روز کے اندر کہیں جانے کی نیت نہ تھی تو جبھی سے یا اب یہاں آکر مقیم ہو جائے گا پُوری پڑھے، اس صورت چہارم میں اُس کا حکم شقوق اربعہ آئندہ کی طرف رجوع کرے گا۔

صُورتِ رابعہ: مقیم ہے اور یہ جگہ محلِ اقامت، اس میں:

(۱) جب تک یہاں رہے گا اتمام کرے گا اگرچہ ایک ہی دن ٹھہرنے کا ارادہ ہو۔

(۲) یہاں سے کہیں جائے اور جاتے اور آتے اور ٹھہرتے اور واپس آکر ہمیشہ پُوری پڑھے گا جبکہ وُہ جگہ

Marfat.com

اور جبکہ ایک جگہ نوکر ہو کر رہے اور پندرہ دن کے اندر وہاں سے دوسری جگہ جانا معلوم نہ ہو تو صرف احتمال قاطع اقامت نہ ہوگا ورنہ کوئی وطن اقامت نہ ہو سکے اور اپنے وطن سے مدتِ سفر پر جو لاکھوں آدمی نوکر ہوتے اور برسوں وہاں رہتے ہیں کبھی مقیم نہ ہوں کہ بدلی یا کسی کام پر بھیجے جانے کا احتمال ہر وقت ہے ھذا ما عندی واللہ تعالٰی اعلم (یہ تو میرے نزدیک ہے اور اللہ تعالٰی بہتر جاننے والا ہے۔ ت) جب یہ امور سبعہ معلوم ہو لئے اب مسئلہ مسئولہ کی طرف چلئے۔

فاقول وباللہ التوفیق (پس میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) اُوپر معلوم ہوا کہ یہاں دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ جہاں متعین ہوا وہ نرا جنگل ہے جائے اقامت نہیں۔ دوسرے یہ کہ محلِ اقامت ہے جیسے اسٹیشن۔ اور ہر تقدیر پر دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ یہ شخص متعین ہوتے وقت مسافر ہے یعنی تین منزل چل کر آیا اور ہنوز کہیں مقیم نہ ہوا۔ دوسرے یہ کہ مقیم ہے مثلاً اُسی شہر یا قریب جگہ کا ساکن ہے اور یہاں شہر سے دو چار کوس کے فاصلے پر متعین ہوا یا آیا تو تین منزل طے کرکے مگر شہر میں پندرہ دن نیت کے ساتھ ٹھہرا کہ مقیم ہوگیا۔ اور اب یہاں متعین ہو تو چار صورتیں آگئیں:

صورتِ اُولٰی: مسافر بمعنی مذکور ہے اور یہ جگہ محلِ اقامت نہیں، اس میں:

(۱) ابتدائے تعین سے بلافصل جب تک یہاں رہے گا قصر کرے گا اگرچہ دس برس یہیں رہنے کی نسبت اس کے آقا نے کہہ دیا اور اس نے بھی ارادہ کرلیا کہ جب وہ مدتِ سفر سے آیا اور کہیں مقیم نہ ہوا اور یہ محلِ اقامت نہیں تو جب تک بھی یہاں رہے گا مسافر ہی رہے گا۔

(۲) اگر یہاں سے حکماً خواہ صرف بارادہ خود کسی دوسری جگہ جائے گا راہ میں قصر ہی کرے گا اگرچہ وہ جگہ یہاں سے مدتِ سفر پر نہ ہو۔

(۳) اُس دوسری جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ ہو تو وہاں بھی قصر ہی پڑھے اور وہاں سے واپسی میں بھی اور اس مقام پر واپس آکر بھی، اگرچہ یہاں کتنا ہی ٹھہرنے کا ارادہ ہو کہ ہنوز اس کا سفر بوجہ عدم اقامت ختم نہ ہوا۔

(۴) اگر وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت حکماً خواہ فقط اپنے ارادے سے کی تو وہاں پوری پڑھے گا۔

(۵) جب وہاں سے واپس ہوگا اگر اُس جگہ اور مقامِ تعین میں تین منزل کا فاصلہ ہے تو واپسی میں بھی قصر کرے گا اور یہاں پہنچ کر بھی، اگرچہ یہاں کتنے ہی دن ٹھہرنے کا ارادہ ہو کہ مدتِ سفر سے یہاں پہنچ کر اُس کی پھر حالت اُولٰی عود کر آئی اور انشائے سفر کے سبب اُس اقامت جائے دیگر کا کوئی اثر نہ رہا۔

(۶) اگر بعد اقامت پانزدہ روزہ وہاں سے واپس ہوا اور بیچ میں مدتِ سفر نہیں تو اب راہ میں بھی پوری

Marfat.com

الجواب

بیشک گنہگار و مستحقِ عذاب ہوگا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

صدقۃ تصدق اللہ بھا علیکم فاقبلوا صدقتہ[1] واللہ تعالیٰ اعلم

یہ قصر صدقہ ہے اللہ تعالیٰ نے تم پر صدقہ کیا ہے اس کے صدقہ کو قبول کرو۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۶۹ از اولدن ضلع جھانسی مرسلہ محمد تقی خاں سب انسپکٹر پولیس اسٹیشن ۳ ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میں ضلع جھانسی میں ملازم ہوں جو کہ ضلع بدایوں سے قریب ۲۰۰ میل کے فاصلہ پر ہے اور مقام جھانسی میں تھانہ اولدن میں تعیناتی ہے پندرہ روز تک کبھی تھانہ میں ٹھہرنا نہیں ہوتا علاقہ کے دیہات میں برابر بسلسلہ کار گورنمنٹ تفتیش وغیرہ کے گشت رہتا ہے لہذا التماس ہے کہ ایسی صورت میں نماز قصر پڑھنا چاہئے یا پوری نماز پڑھنا۔

الجواب

جو مقیم ہو اور وہ دس دس پانچ پانچ بیس بیس تیس تیس کوس کے ارادے پر جائے کبھی مسافر نہ ہوگا ہمیشہ پوری پڑھے گا اگرچہ اس طرح دنیا بھر کا گشت کر آئے جب تک ایک نیت سے پورے چھتیس کوس یعنی ساڑھے ستاون میل انگریزی کے ارادے سے نہ چلے یعنی نہ بیچ میں کہیں ٹھہرنے کی نیت ہو اور اگر دو سو میل کے ارادے پر چلا مگر ٹکڑے کرکے یعنی بیس میل جاکر یہ کام کروں گا وہاں سے تیس میل جاؤں گا وہاں سے پچیس میل، وعلی ہذا القیاس مجموعہ دو سو میل تو وہ مسافر نہ ہوا کہ ایک لخت ارادہ ۵۷ میل کا نہ ہوا، ہاں جو مسافر ہے مقیم نہیں وہ جہاں ہے وہاں بھی قصر پڑھے گا اور وہاں سے ایک ہی میل یا کم کو جائے خواہ زیادہ کو، وہاں بھی قصر ہی کرے گا اور وہاں سے ایک ہی میل یا کم کو جائے خواہ زیادہ کو، وہاں بھی قصر ہی کرے گا جب پورے پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کسی محلِ اقامت میں نہ کرے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۷۰ از پیلی بھیت محلہ شیر محمد خاں مسئولہ حبیب احمد بریلوی ۲۵ ذی الحجہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص علاقہ نیپال کے جنگل میں منجانب تاجران لٹھ ملازم ہے اور ایسی جگہ رہنا ہوتا ہے جہاں سے ایک یا دو میل یا کم و زیادہ کے فاصلہ پر آبادی اور زراعت ہوتی ہے تا انگریزی عملداری کے جنگلات میں ملازم ہے جو بصورت متذکرہ بالا ہے یا اسٹیشن ریلوے جنگل میں ہے وہاں سے بھی دو یا تین میل کے فاصلہ پر آبادی اور زراعت ہے، اور آقا جب بھیجتا ہے تو کچھ مدت مقرر نہیں کرتا تو ان صورتوں میں ملازم کو نماز قصر ادا کرنا واجب ہے یا پوری؟ اور اگر خود مختار ہے تو اس کو قصر پڑھنا چاہئے یا پوری؟ زید کا قول کہ نمازِ قصر ادا کرنا واجب ہے کیونکہ اول عملداری ہندو کی ہے یعنی نیپال۔ دوسرے جگہ اقامت پر نہ زراعت ہوتی ہے نہ آبادی ہے یعنی کچھ فاصلے

---

[1] سنن ابی داؤد باب صلوٰۃ المسافر مطبوعہ آفتاب عالم پریس، لاہور ۱/۱۷۰

Marfat.com

مدتِ سفر پر نہ ہو۔

(۳) اگر مدتِ سفر پر جائے راہ میں قصر کرے اور وہاں پوری پڑھے اگر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہو، ورنہ وہاں بھی قصر کرے۔

(۴) جب وہاں سے واپس آئے راہ میں قصر کرے یہاں پہنچ کر یہی شقوق و احکام ہیں جبکہ پندرہ دن کے اندر جانے کا ارادہ نہ ہو۔

(۵) اگر بعد واپسی یہاں پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہے تو یہاں آکر بھی مقیم نہ ہوگا کہ یہ وطن اقامت بوجہ سفر باطل ہو گیا اور اب قصدِ اقامت نہیں، اس صورت پنجم میں اس کا حکم شقوق صورتِ ثالثہ کی طرف راجع ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۶۷ ازاسٹیشن دودھوا گھاٹ ضلع کھیری لکھیم پور کارخانہ عبد اللطیف خاں صاحب ٹھیکہ دار مرسلہ فرخ شاہ خاں ۸ اجمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اسٹیشن دودھوا گھاٹ ایک جنگل کا مقام ہے اور یہاں پر نہ آبادی ہے نہ زراعت ہوتی ہے اور میں ایک ٹھیکہ دار کا ملازم ہوں اور بظاہر مجھ کو امید ہے کہ اس جگہ میرا قیام جب تک کہ ملازمت قائم ہے برابر رہے گا اسی خیال سے میں پوری نماز ادا کرتا تھا، اب ایک شخص سکنہ پیلی بھیت نے یہ کہا کہ تم کو یہاں پر قصر پڑھنا چاہئے خواہ تم ایک سال رہو یا زائد رہو، لہذا آپ کی خدمت میں یہ تحریر ارسال کرتا ہوں کہ اس مسئلہ کا جو حکم ہو اُس سے مطلع فرمائیے تاکہ شک رفع ہو اور اُس کے مطابق نماز ادا کی جائے۔

الجواب

جبکہ وہاں نہ آبادی ہے نہ جائے قیام ہے تو اگر یہ وہاں مسافر ہو کر پہنچا یعنی تین منزل سے ارادہ کرکے بیچ میں بغیر سفر توڑے وہاں پہنچا تو جب تک وہاں رہے گا قصر کرے گا اگرچہ کتنی ہی مدت گزرے اور اگر وہاں مقیم ہو کر پہنچا یعنی تین دن کی راہ سے کم فاصلہ وہاں تک تھا یا زیادہ تھا مگر بیچ میں دوسری جگہ ٹھہرتا ہُوا آیا کہ پچھلے قصد سے یہاں تک مدتِ سفر نہ تھی تو جب تک رہے گا پوری پڑھے گا اگرچہ ایک ہی دن رہے قیام کا اصلاً قصد نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۶۸ از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ غلام جان صاحب طالبعلم ۱۸ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص جس پر نماز قصر ہو وہ سفر میں اگر دیدہ و دانستہ بہ نیت زیادہ ثواب، پوری نماز پڑھے گا تو گنہ گار ہوگا یا نہیں؟

Marfat.com

مسئلہ ۱۲۷۱ از اٹاوہ محلہ ثابت گنج مرسلہ محمد ابراہیم خاں صابری مارہروی ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

زید کی سسرال اُس کے مکان مسکونہ سے بسفر ریل ۱۴۰ میل کے فاصلے پر ہے اور بیوی بچے اُس کے سب سسرال میں رہتے ہیں مگر زید اپنے کاروبار کی وجہ سے زیادہ تر اپنے مسکن پر رہتا ہے اور بال بچے جو اس کے سسرال میں رہتے ہیں بلکہ ضرورۃً عرصہ ۸ ماہ سے اُن کو وہاں چھوڑ رکھا ہے ایسی صورت میں جب زید اپنے مسکن سے اپنے بال بچوں میں ہونے کے واسطے بایں ارادہ گیا کہ میں چوتھے روز یا پندرہ دن کے بعد یا مہینہ بھر کے بعد واپس آؤں گا تو اُس پر قصر واجب ہے یا نہیں؟ اور اگر کسی موقع سے اُس نے قصر نماز ادا نہ کی ہو جس کو کہ وُہ اپنے علم کے موافق قصر نہیں جانتا مگر شرعی اصول کے موافق اُس پر قصر واجب ہو تو اُس کے ذمّہ کچھ مواخذہ ہے یا نہیں؟

الجواب

جبکہ مسکن زید کا دوسری جگہ ہے اور بال بچوں کا یہاں رکھنا عارضی ہے تو جب یہاں آئے گا اور پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کرے گا قصر کرے گا اور پندرہ دن یا زیادہ کی نیت سے مقیم ہو جائے گا پُوری پڑھے گا جس پر شرعاً قصر ہے اور اُس نے جہلاً پڑھی اُس پر مواخذہ ہے اور اُس نماز کا پھیرنا واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۷۲ از ریاست فرید کوٹ ضلع فیروز پور پنجاب مرسلہ منشی محمد علی ارم ۶ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ریل میں ایک کثیر عملہ ریلونگ رہتا ہے جس کا یہی کام کہ ہفتہ عشرہ ایک دن دو دن زیادہ کم کسی ملازم ریلوے کے بیمار ہو جانے تخفیف میں آجانے رخصت جانے پر اس کی جگہ جاتے رہتے ہیں جس سے کہیں بیس دن مہینہ اور زیادہ دو دو چار چار دن ہی رہنا پڑتا ہے ان کے لئے نماز میں قصر کا حکم ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر اپنے مقام اقامت سے ½ ۵۷ میل کے فاصلے پر علی الاتصال جانا ہو کہ وہیں جانا مقصود ہے بیچ میں جانا مقصود نہیں اور وہاں پندرہ دن کامل ٹھہرنے کا قصد نہ ہو تو قصر کریں گے ورنہ پُوری پڑھیں گے، ہاں یہ جو پوچھا گیا اگر اس وقت حالتِ سفر میں ہے مقیم نہیں تو کم بیش جتنی دُور بھی بھیجا جائے گا مسافر ہی رہے گا جب تک پندرہ دن کامل ٹھہرنے کی نیت نہ کرے یا اپنے وطن نہ پہنچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۷۳ از شہر محلہ بہاری پور مسئولہ نواب وزیر احمد خاں صاحب ۲۰ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آج قصد تلہر اس وقت دس بجے کی گاڑی سے ہے تلہر تک قصر نہیں تلہر سے قصد رامپور کا ہے تلہر سے رامپور تک قصر ہے لیکن درمیان میں بریلی پڑے گی اُترنا نہیں ہوگا اس صورت میں قصر کا کیا حکم ہے، تلہر میں بھی قصر پڑھا جائے یا نہیں اور اگر تلہر میں قصد رامپور کا فسخ ہو جائے تو قصر کو قصر کیا جائے یا نہیں؟ بینوا توجروا

Marfat.com

پر ہے، تیسرے یہ صورتِ اول میں خود مختار نہیں، آقا جب چاہے منتقل یا علیحدہ کرسکتا ہے اور عملداری انگریزی میں بھی اگرچہ اسٹیشن سے مگر زراعت نہیں ہوتی ہے نوکری پر بوجوہ مذکورہ و خود مختار پر بوجہ نہ ہونے زراعت کے قصر واجب ہے، اقامت کی شرائط میں زراعت بھی ہے، عمر کی دلیل یہ ہے کہ صورت مذکورہ بالا جن مقام اقامت سے ایک میل یا کم یا زیادہ پر زراعت ہوتی ہے مگر فراہمی غلّہ وغیرہ میں کوئی دقت پیش نہیں آتی ہے۔ دوسرے مقامِ اقامت گو جنگل میں ہے مگر دس بیس پچاس آدمی ہمراہ ہوتے ہیں جو عرصہ تک ایک جگہ مقیم رہتے ہیں۔ جانور درندہ وغیرہ کا بالکل خوف نہیں ہوتا ہے، تیسرے یہ کہ کوئی آقا ملازم کو جب بھیجتا ہے تو کام ختم کرکے آنے تک کے لئے درمیان میں اگر ضرورت ہوئی تو وہاں سے منتقل یا علیحدہ کردیا یہ معتبر نہیں، اس صورت میں ارادہ ملازم کا معتبر ہے، اگر پندرہ یوم کا ارادہ ہے تو پوری ادا کرے تو دونوں کی اقتدار درست ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جو مسافر نہ تھا اور اُس جنگل تک جانے میں بھی اُسے سفر کرنا نہ پڑا کہ فاصلہ تین منزل سے کم تھا، وہ تو ظاہر ہے کہ مقیم تھا اور مقیم رہا اُسے قصر حرام ہے اور پُوری پڑھنی فرض ہے اگرچہ وُہ جگہ زراعت نہ ہو۔ بحر الرائق و ردالمحتار میں ہے:

هذا ان سار ثلثة ایام والا فتصح ولو فی المفازة۔[1]

یہ اُس وقت ہے جب تین دن کا سفر طے کرلیا ہو ورنہ وہ مقیم ہوگا اگرچہ وُہ جنگل میں ہو۔ (ت)

اور جو مسافر تھا یا وہاں تک جانے سے مسافر ہُوا کہ فاصلہ تین منزل یا زائد کا تھا وُہ ضرور مسافر ہے، اگر عادت معلوم ہے کہ جس کام کے لئے بھیجا گیا وُہ پندرہ دن یا زائد میں ہوگا اور جگہ ایسی ہو جہاں اقامت ممکن ہے اگرچہ آبادی وہاں سے دو تین میل فاصلہ پر ہو اور زراعت نہ ہو وہاں پہنچ کر مقیم ہوجائے گا اور پُوری پڑھنی لازم ہوگی خاص وہاں زراعت ہونا کچھ ضرور نہیں، نہ ہندو کی عملداری ہونا کچھ مانع کہ یہ آمد و رفت امان کے ساتھ ہے اس سے تعرض نہیں کیا جاتا۔ درمختار میں ہے: من دخلها بامان فانه یتم[2] (جو امان کی بنا پر داخل ہُوا وہ نماز پُوری پڑھے۔ ت) اور یہ احتمال کہ شاید کوئی ضرورت پیش آئے اور جس کا نوکر ہے وُہ دوسری جگہ بھیجے معتبر نہیں، ایسا احتمال ہر شخص کو ہر حال میں ہے۔ اور جب نوکر کا یہ حکم ہے تو خود مختار تو بدرجۂ اولیٰ جبکہ پندرہ دن یا زائد کی نیت کی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] ردالمحتار باب صلوٰۃ المسافر مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۸۱

[2] دُرمختار ؍؍ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۰۷

Marfat.com

ولادتہ اوتأھلہ اوتوطنہ[1]

یا وہاں اس نے شادی کی ہو یا اس نے وہاں اسے اپنا وطن بنایا ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ اوتأھلہ ای تزوجہ قال فی شرح المنیۃ ولو تزوج المسافر ببلد ولم ینوالاقامۃ بہ فقیل لایصیر مقیما وقیل یصیر مقیما وھو الاوجہ. قولہ أوتوطنہ ای عزم علی القرار فیہ و عدم الارتحال وان لم یتأھل فلوکان لہ ابوان ببلد غیر مولدہ وھو بالغ ولم یتأھل بہ فلیس ذلک وطنا الااذاعزم علی القرار فیہ وترک الوطن الذی کان لہ قبلہ[2]. شرح المنیۃ۔

قولہ "تاھلہ" یعنی اس نے وہاں شادی کی، شرح المنیہ میں ہے کہ اگر مسافر نے کسی شہر میں شادی کرلی اور وہاں اقامت نہ کی تو قول یہ ہے کہ وہ مقیم نہیں ہوگا اور ایک قول میں مقیم ہوجائے گا، یہی مختار ہے۔ اس کا قول" او توطنہ" یعنی اگرچہ وہاں شادی نہیں کی مگر ٹھہرنے اور کُوچ نہ کرنے کا عزم کرلیا، اگر آدمی کے ایک شہر میں والدین ہیں لیکن وہ جگہ اس کی جائے ولادت نہیں اور نہ ہی اس نے وہاں شادی کی ہے تو وہ شہر اس کا وطن نہ ہوگا البتہ اس صورت میں کہ وہاں ٹھہرنے کا ارادہ کرے اور سابقہ وطن ترک کردے۔ شرح المنیۃ۔ (ت)

تنویر میں ہے:

ویبطل وطن الاقامۃ بمثلہ والاصلی والسفر[3] واللہ تعالٰی اعلم

وطن اقامت، وطن اقامت، وطن اصلی اور سفر سے باطل ہوجاتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار باب صلوٰۃ المسافر مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۰۸
[2] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۵۸۶
[3] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۰۸

Marfat.com

الجواب

یہاں سے تلہر تک اور تلہر کے قیام تک قصر نہ کریں جب تلہر سے بخطِ مستقیم رامپور کا ارادہ ہو تو راہ میں بھی اور رامپور میں بھی اور بریلی تک واپس آنے میں بھی قصر کریں، رامپور جانے میں اگرچہ بریلی کے اسٹیشن پر گزر ہوگا مگر وہ بریلی میں گزر نہیں کہ قصر کا قصر کردیں اس لئے کہ یہاں اسٹیشن خارج شہر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۷۴ از سنبھل مراد آباد محلہ دیپا سرائے مسئولہ مولوی محمد ایوب صاحب ۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۵ھ

مسافر اگر نماز پوری چار رکعت پڑھادے تو مقیمین کی نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

مسافر اگر بے نیتِ اقامت چار رکعت پوری پڑھے گا گنہگار ہوگا اور مقیمین کی نماز اُس کے پیچھے باطل ہوجائیگی اگر دو رکعت اولیٰ کے بعد اس کی اقتداء باقی رکھیں گے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۷۵ از پیلی بھیت محلہ پنجابیاں مرسلہ شیخ عبدالعزیز صاحب ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کوئی شخص اپنے وطن اصلی سے سفر کرکے دوسری جگہ میں جو سفر شرعی تین منزل سے زائد ہے بضرورت تعلقات تجارت یا نوکری وغیرہ کے جا رہا ہو مگر اہل وعیال اس کے وطن اصلی میں ہوں اور اکثر قیام اُس کا وطن ثانی میں رہنا ہو گاہی، سال بھر میں مہینہ دو مہینہ کے واسطے اہل وعیال میں بھی رہ جاتا ہو یا بعض اہل کو ہمراہ لے جائے اور بعض کو وطن میں چھوڑ جائے یا کل متعلقین ہمراہ لے جائے صرف مکانات وغیرہ کا تعلق وطن اصلی میں باقی ہو اور ان سب صورتوں میں اُن کا زیادہ تر اور اکثر قیام وطن ثانی میں رہتا ہے اور کم اتفاق رہنے کا وطن اصلی میں ہوتا ہے اور بظاہر وجہ قیام ثانی کے وہی تعلقات جدید ہیں اور درصورت قطع تعلقات جدیدہ کے وطن اصلی میں واپس آجانے کا بھی قصد رکھتا ہے ایسی صورت میں یہ شخص کہیں سے سفر کرتا ہوا وطن ثانی میں آئے اور ۱۵ روز قیام کا قصد نہ رکھتا ہو تو صلاۃ رباعیہ کو پورا پڑھے مثل وطن اصلی کے یا قصر کرے مثل مسافروں کے؟ بینوا توجروا

الجواب

جبکہ وہ دوسری جگہ نہ اس کا مولد ہے نہ وہاں اس نے شادی کی نہ اُسے اپنا وطن بنالیا یعنی یہ عزم نہ کرلیا کہ اب یہیں رہوں گا اور یہاں کی سکونت نہ چھوڑوں گا بلکہ وہاں کا قیام صرف عارضی بربنائے تعلق تجارت یا نوکری ہے تو وہ جگہ وطن اصلی نہ ہوئی اگرچہ وہاں بضرورت معلوم قیام زیادہ اگرچہ وہاں برائے چندے یا تاحاجت اقامت بعض یا کل اہل وعیال کو بھی لے جائے کہ بہرحال یہ قیام ایک وجہ خاص سے ہے نہ مستقل ومستقر، تو جب وہاں سفر سے آئے گا جب تک ۱۵ دن کی نیت نہ کرے گا قصر ہی پڑھے گا کہ وطن اقامت سفر کرنے سے باطل ہوجاتا ہے۔

فی الدر المختار الوطن الاصلی وھو موطن — درمختار میں ہے وطنِ اصلی آدمی کی جائے ولادت ہے

Marfat.com

فرادى حاضرين فى المسجد فى وقت واحد فقد تركوا الجماعة واتوا بهذه الشنيعة زيادة عليه فيؤدى الى ثلث محظورات بل اربع بل خمس لان ما يصلونه لما لم يكن مفترضا عليهم كان نفلاً واداء النفل بالجماعة والتداعى مكروه ثم هم يعتقدونها فريضة عليهم و ليس كذلك فهذه خامسة وهذان مشتركان بين الجمعة والعيدين۔

لوگ تنہا نماز ادا کرتے ہیں تو انھوں نے جماعت ترک کر دی اور انھوں نے ایسا عمل کیا جو اس خرابی پر اضافہ ہے پس اب تین بلکہ چار، نہیں بلکہ پانچ ممنوعات لازم آجاتے ہیں کیونکہ جو نماز انھوں نے ادا کی وہ ان پر فرض نہ تھی بلکہ وُہ ان پر نفل تھی اور نفل کو جماعت اور تداعی کے ساتھ ادا کرنا مکروہ ہے پھر ان کا اسے اپنے فرض ماننا حالانکہ وہ فرض نہیں یہ پانچویں خرابی ہے اور یہ دونوں چیزیں جمعہ اور عیدین کے درمیان مشترک ہیں۔

صحتِ جمعہ کے لئے شہر شرط ہے، اور شہر کی یہ تعریف کہ جس کی اکبر مساجد میں اس کے سکان جن پر جمعہ فرض ہے یعنی مرد عاقل بالغ تندرست نہ سما سکیں، ہمارے ائمہ ثلٰثہ رحمہم اللہ تعالٰی سے ظاہر الروایہ کے خلاف ہے اور جو کچھ ظاہر الروایہ کے خلاف ہے مرجوع عنہ اور متروک ہے کما فی البحر الرائق والخیریۃ و ردالمحتار وغیرھا (جیسا کہ بحرالرائق، خیریہ اور ردمحتار وغیرہ میں ہے۔ ت) اور فتوٰی جب مختلف ہو تو ظاہر الروایہ پر عمل واجب ہے کما فی البحر والدر وغیرھما (جیسا کہ بحر اور در وغیرہ میں ہے۔ ت)

اقول محققین تصریح فرماتے ہیں کہ قولِ امام پر فتوٰی واجب ہے اُس سے عدول نہ کیا جائے اگرچہ صاحبین خلاف پر ہوں اگرچہ مشائخ مذہب قولِ صاحبین پر افتا کریں۔

اللّٰھم الا لضعف دلیل اوتعامل بخلافہ نص علی ذلک العلامۃ زین بن نجیم فی البحر و العلامۃ خیر الدین الرملی فی فتاواہ وشیخ الاسلام صاحب الھدایۃ فی التجنیس والمحقق حیث اطلق فی الفتح والسید احمد الطحطاوی والسید الشامی فی حواشی الدر وغیرھم من اجلۃ العلماء الکرام الغر کما بیناہ فی کتاب النکاح من عطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ۔

اے اللہ! مگر یہ کہ دلیل کمزور ہو یا عمل اس کے خلاف ہو اس پر علامہ زین بن نجیم نے بحر میں، علّامہ خیر الدین رملی نے اپنے فتاوٰی میں، شیخ الاسلام صاحب الہدایہ نے تجنیس میں، محقق نے فتح میں، شریف طحطاوی اور سید شامی نے حواشی در میں اور دیگر علماء اجلہ نے اس پر تصریح کی ہے جیسا کہ ہم نے اسے "العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ" کے کتاب النکاح میں بیان کیا ہے۔ (ت)

تو جہاں قولِ صاحبین بھی امام ہی کے ساتھ ہے ایک روایت نوادر صرف بوجہ اختلاف فتاوٰی متاخرین کیونکر معمول و مقبول اور ائمہ ثلٰثہ کا ظاہر الروایہ میں جو ارشاد ہے متروک ولائق عدول ہو، لاجرم شرح نقایہ و مجمع الانہر میں

Marfat.com

باب الجُمعۃ
(نمازِ جمعہ کا بیان)

مسئلہ ۱۲۷۶: مرسلہ مولوی حافظ امیر اللہ صاحب مدرس اول مدرسہ عربیہ اکبریہ ۷ محرم ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دیہات میں جمعہ جائز ہے کہ نہیں؛ اور وُہ آبادی جس کی مسجد میں اُس کے ساکن نہ سماسکیں شہر ہے یا گاؤں؟ بیّنوا توجّروا۔

الجواب

دیہات میں جمعہ ناجائز ہے اگر پڑھیں گے گنہگار رہوں گے اور ظُہر ذمّہ سے ساقط نہ ہوگا۔

فی الدرالمختار فی القنیۃ صلوۃ العید فی القری تکرہ تحریما ای لانہ اشتغال بما لایصح لان المصر شرط الصحۃ[1] انتہی اقول فالجمعۃ اولی لان فیہا مع ذلک اما ترک الظھر وھو فرض او ترک جماعتہ وھی واجبۃ ثم الصلوۃ فرادی مع الاجتماع، وعدم المانع شنیعۃ اخری غیر ترک الجماعۃ فان من صلی فی بیتہ منعزلا عن الجماعۃ فقد ترک الجماعۃ وان صلوا

درمختار میں ہے کہ قنیہ میں ہے عید کی نماز دیہاتوں میں مکروہِ تحریمی ہے یعنی یہ ایسی شَی میں مصروف ہونا ہے جو صحیح نہیں کیونکہ شہر کا ہونا صحتِ عید کے لئے شرط ہے انتہی اقول جمعہ بطریق اولٰی مکروہِ تحریمی ہوگا کیونکہ اس جمعہ کی صورت میں ترکِ ظہر ہوگا جو فرض ہے یا ترکِ جماعت ہوگا حالانکہ وُہ واجب ہے، باوجود اجتماع اور عدمِ مانع کے تنہا نماز ادا کرنا ترکِ جماعت سے الگ خرابی ہے کیونکہ جو جماعت سے الگ گھر میں نماز ادا کرے گا اس نے جماعت ترک کردی اور ایک وقت میں مسجد میں حاضر

---

[1] درمختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۱۴

Marfat.com

اور یہی مذہب ہمارے امام اعظم کے استاذ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے شاگرد خاص حضرت امام عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا ہے،

کما فی مصنف عبد الرزاق حدثنا ابن جریج عن عطاء بن ابی رباح قال اذا کنت فی قریۃ جامعۃ فتودی بالصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فحق علیك ان تشھدھا سمعت النداء او لم تسمعہ[1] قال قلت لعطاء ما القریۃ الجامعۃ قال ذات الجماعۃ والامیر والقاضی والدور المجتمعۃ غیر المفترقۃ الاٰخذ بعضھا ببعض مثل جدۃ[2]

جیساکہ مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ ہمیں ابن جریج نے حضرت عطاء بن ابی رباح سے بیان کیاکہ جب تم کسی جامع قریہ میں ہوں تو وہاں جمعہ کے لئے اذان ہو تو تم پر جمعہ کے لئے جانا فرض ہے خواہ اذان سنی ہو یا نہ، کہتے ہیں میں نے عطاء سے پوچھاکہ جامعہ قریہ کون سا ہوتاہے؟ انہوں نے فرمایا جس میں جماعت، امیر، قاضی اور متعدد کوچے اس میں ملے جلے ہوں جس طرح جدہ ہے۔ (ت)

اور یہی قول امام ابو القاسم صفار تلمیذ التلمیذ امام محمد کا مختار ہے کما فی الغنیۃ (جیساکہ غنیہ میں ہے۔ ت) اسی کو امام[2] کرخی نے اختیار فرمایا کما فی الھدایۃ (جیساکہ ہدایہ میں ہے۔ ت) اسی پر امام[3] قدوری نے اعتماد کیا کما فی مجمع الانھر (جیساکہ مجمع الانہر میں ہے۔ ت) اسی کو امام شمس[4] الائمہ سرخسی نے ظاھر المذھب عندنا (ہمارے نزدیک ظاہر مذہب یہی ہے۔ ت) فرمایا کما فی الخلاصۃ (جیساکہ خلاصہ میں ہے۔ ت) اسی پر امام علاء[5] الدین سمرقندی نے تحفۃ الفقہاء اور ان کے تلمیذ امام ملک[6] العلماء ابوبکر مسعود نے بدائع شرح تحفہ میں فتوٰی دیاکما فی الحلیۃ (جیساکہ حلیہ میں ہے۔ ت) اسی پر امام[7] فقیہ النفس قاضی خاں نے جزم و اقتصار کیاکما فی فتاواہ (جیساکہ ان کے فتاوٰی میں ہے۔ ت) اور اسی کو شرح[8] جامع صغیر میں قول معتمد فرمایا کما فی الحلیۃ والغنیۃ (جیساکہ حلیہ اور غنیہ میں ہے۔ ت) اسی کو امام شیخ الاسلام[9] برہان الدین علی فرغانی نے مرجح رکھا کما فی شرح المنیۃ (جیساکہ شرح منیہ میں ہے۔ ت) اسی کو مضمرات[10] میں اصح ٹھہرایا کما فی جامع الرموز (جیساکہ جامع الرموز میں ہے۔ ت) ایسا ہی جواہر[11] الاخلاطی میں لکھ کر ھذا اقرب الاقاویل الی الصواب (اقوال میں سے یہ قول صواب کے زیادہ قریب ہے۔ ت) کہا کما رأیتہ فیھا (جیساکہ اس میں مروی دیکھاہے۔ ت) ایسا ہی غیاثیہ[12] میں لکھا کما فی الغنیۃ (جیساکہ غنیہ میں ہے۔ ت) اسی کو تاتارخانیہ میں

---

[1] المصنف لعبد الرزاق باب القری الصغار مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۶۸
[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی صلوٰۃ الجمعۃ " سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۰

Marfat.com

تصریح فرمائی کہ شہر کی یہ تعریف محققین کے نزدیک صحیح نہیں کما ستسمع نصہ (جیساکہ عنقریب اس پر آپ نص سنیں گے۔ت)

اقول معھذا ہمارے ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے جو اقامتِ جمعہ کے لئے مصر کی شرط لگائی اُس کا ماخذ حضرت مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کی حدیث صحیح ہے جسے ابوبکر بن ابی شیبہ وعبدالرزاق نے اپنی مصنفات میں روایت کیا:

لاجمعۃ ولا تشریق ولا صلٰوۃ فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او مدینۃ عظیمۃ[1]

جمعہ، تکبیراتِ تشریق، عیدالفطر اور عیدالاضحی خارج شہر یا بڑے شہر میں ہو سکتے ہیں۔(ت)

ظاہر ہے کہ اس روایت غریبہ کی تعریف بہت سے چھوٹے چھوٹے مزرعوں پر صادق جنھیں کوئی مصر جامع یا مدینہ نہ کہے گا کما اشار الیہ العلامۃ الطحطاوی فی حاشیۃ العلائی (جیساکہ علامہ طحطاوی نے حاشیۃ العلائی میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ت) تو اس قول کا اختیار اصل مذہب سے عدول اور اس کے ماخذ کا صریح خلاف ہے اور گویا مخالفوں کے اس اعتراض کا پُورا کرلینا ہے کہ حنفیہ نے یہ شرط بے توقیف شارع اپنی رائے سے لگالی ہے۔ اس کے سوا عندالتحقیق اس پر بہت اشکال وارد ہیں جن کی تفصیل کو دفتر درکار۔ طرفہ یہ ہے کہ وُہ پاک مبارک دو شہر جس کی مصریت پر اتفاق ہے اور ان میں زمانۂ اقدس حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے جمعہ قائم یعنی مدینہ ومکّہ زادہما اللہ تعالٰی شرفاً وتکریماً اس تعریف کی بنا پر وہی شہر ہونے سے خارج ہوئے جاتے ہیں ماصرح بہ العلامۃ ابراہیم الحلبی فی الغنیۃ والعلامۃ السید احمد الطحطاوی فی حاشیۃ مراقی الفلاح شرح نورالایضاح (جس طرح کہ علامہ ابراہیم حلبی نے غنیہ میں اور علامہ السید احمد طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح شرح نورالایضاح میں تصریح کی ہے۔ت) تو اس کی بے اعتباری میں کیا شبہہ ہے۔ صحیح تعریف شہر کی یہ ہے کہ وہ آبادی جس میں متعدد کُوچے ہوں، دوامی بازار ہوں، نہ وہ جسے پیٹھ کہتے ہیں، اور وُہ پرگنہ ہے کہ اس کے متعلق دیہات گنے جاتے ہوں اور اُس میں کوئی حاکم مقدماتِ رعایا فیصل کرنے پر مقرر ہو جس کی حشمت وشوکت اس قابل ہو کہ مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے۔ جہاں یہ تعریف صادق ہو وہی شہر ہے اور وہیں جمعہ جائز ہے۔ ہمارے ائمہ ثلٰثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے یہی ظاہر الروایہ ہے،

کما فی الھدایۃ والخانیۃ والظھیریۃ والخلاصۃ والعنایۃ والدرالمختار والھندیۃ وغیرھا۔

جیساکہ ہدایہ، خانیہ، ظہیریہ، خلاصہ، عنایہ، حلیہ، غنیہ، درمختار اور فتاوٰی ہندیہ وغیرہ میں ہے(ت)

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوٰۃ من قال لاجمعۃ الخ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۱۰۱
مصنف لعبدالرزاق باب القری الصغار ” المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۶۷

Marfat.com

ملتقی الابحر و مجمع الانہر میں ہے:

ھو ظاھر المذھب علی ما نص علیہ السرخسی وھو اختیار الکرخی والقدوری، وقیل قائلہ صاحب الوقایۃ وصدر الشریعۃ وغیرھما ما لو اجتمع اھلہ فی اکبر مساجدہ لا یسعھم وھو اختیار الثلجی وانما اورد بصیغۃ التمریض لانھم قالوا ان ھذا الحد غیر صحیح عند المحققین مع ان الاول یکون ملائما بشرط وجود السلطان ونائبہ ومناسبا لما قالہ الامام رحمہ اللہ تعالٰی، وفی الغایۃ ھو الصحیح[1] اھ ملخصا ھذا اجملۃ الکلام وللتفصیل محل اٰخر، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

امام سرخسی کے بقول یہی ظاہر مذہب ہے، امام کرخی و قدوری کا بھی یہی مختار ہے، بعض کے نزدیک یہ صاحبِ وقایہ اور صدر الشریعۃ وغیرہ کا قول ہے (اور شہر کی یہ تعریف) کہ اگر اس کی بڑی مسجد میں اہلِ شہر جمع ہوں تو وہ اُن کی گنجائش نہ رکھے، یہ امام ثلجی کا مختار ہے صیغہ تمریض کے ساتھ وارد کرنے کی وجہ یہ ہے کہ فقہاء نے فرمایا کہ یہ تعریف محققین کے ہاں صحیح نہیں باوجودیکہ پہلی تعریف وجودِ سلطان اور نائب سلطان کے موافق اور امام نے جو کچھ فرمایا اس کے مناسب ہے، اور غایہ میں ہے کہ یہی صحیح ہے اھ ملخصاً یہ فی الجملہ گفتگو ہے تفصیل کے لئے دوسرا مقام ہے۔ واللہ سبحانہٗ و تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۷۷ ازکلانور ضلع گورداسپور مرسلہ شیخ مراد علی صاحب ۲۱ صفر ۱۳۰۹ھ

بشرفِ خدمت باعظمت حضرت من مولانا فیاض دارین حضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب مقیم بریلی زاد اللہ فیضانہٗ بعد السلام علیکم وتمنائے زیارت خدمت شریف میں عرض یہ ہے کہ نمازِ جمعہ کی فرضیت میں اختلاف چلا آتا ہے اس سے اطمینان حاصل نہیں بعض عالم فاضل قابل فتوٰی کے فرماتے ہیں کہ نماز جمعہ کی عین فرض ہے کوئی کوئی امر حالات موجودہ سلطنت سے اُس کی فرضیت کا مانع نہیں خالصاً بلاشک وشبہہ عین فرض یقیناً نماز جمعہ پر آمنّا وصدقنا سے یقین رکھنا چاہئے اور جو بعد نماز جمعہ کے احتیاطی فرض نماز پیشیں کے پڑھے جاتے ہیں یہ نہیں پڑھنے چاہئیں، اور بعض بعض عالم فاضل لائق فتوٰی کے بنظر حالات سلطنت وقت کے فرماتے ہیں کہ نمازِ جمعہ واقعی عین فرض تھی مگر اس وقت بوجہ نہ ہونے سلطنت اسلام کے وہ فرضیت جو دراصل تھی اب وہ نہیں رہی نماز جمعہ کی بجائے فرضیت کے بمنزلہ مستحب کے فرماتے ہیں اور فتوٰی دیتے ہیں کہ نماز جمعہ کی ایک بڑا بھاری رکن اسلام کا ہے اس کا ترک اوران کا مطلقاً چھوڑنا اچھا نہیں بہرحال پڑھنا نمازِ جمعہ ثواب اور اچھا ہے، اور ساتھ اس کے

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب الجمعۃ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۶۶ و ۱۶۷

Marfat.com

علیہ الاعتماد (اسی پر اعتماد ہے۔ت) فرمایا کما فی الھندیۃ (جیسا کہ ہندیہ میں ہے۔ت) اسی کو غایہ[14] شرح ہدایہ و غنیہ[15] شرح منیہ و مجمع[16] الانہر شرح ملتقی الابحر و جواہر[17] و شرح[18] نقایہ قہستانی میں صحیح کہا اخیر میں ہے یہی قول معول علیہ ہے اسی کو ملتقی[19] الابحر میں مقدم و ماخوذ بہ ٹھہرایا اسی پر کنز[20] الدقائق و کافی[21] شرح وافی و نور[22] الایضاح و علمگیریہ[23] میں جزم و اقتصار کیا قولِ دیگر کا نام بھی نہ لیا اسی کو عنایہ[24] شرح ہدایہ میں علیہ اکثر الفقہاء (اکثر فقہاء اسی پر ہیں۔ت) فرمایا کما فی حاشیۃ المراقی للعلامۃ الطحطاوی (جیسا کہ علامہ طحطاوی کی مراقی الفلاح کے حاشیہ میں ہے۔ت) اسی کو علامہ حسن[25] شرنبلالی نے شرح نور الایضاح میں اصح و علیہ الاعتماد (اسی پر اعتماد ہے۔ت) فرمایا، اسی پر علامہ سید[26] احمد مصری نے حاشیہ شرنبلالیہ میں اعتماد اور قول آخر کا رد بلیغ کیا، اسی پر امام ابن[27] الہمام محمد و علامہ اسمٰعیل[28] نابلسی و علامہ[29] نوح آفندی و علامہ[30] سید احمد حموی وغیرہم کبرائے اعلام نے بنائے کلام فرمائی شرح کل ذلك یطول (ہر ایک کی شرح طویل ہے۔ت) علامہ ابراہیم حلبی شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

الحد الصحیح ما اختارہ صاحب الھدایۃ انہ الذی لہ امیر وقاض ینفذ الاحکام و یقیم الحدود وتزییف صدر الشریعۃ لہ عند اعتذارہ عن صاحب الوقایۃ حیث اختار الحد المتقدم ذکرہ بظھور التوانی احکام الشرع سیما فی اقامۃ الحدود فی الامصار مزیف بان المراد القدرۃ علی اقامۃ الحدود وعلی ما صرح بہ فی التحفۃ الفقہاء عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ بلدۃ کبیرۃ فیھا سکك واسواق ولھا رساتیق و فیھا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ وعلمہ او علم غیرہ یرجع الناس الیہ فیما تقع من الحوادث وھذا ھو الاصح[1] اھ

شہر کی وہ صحیح تعریف جسے صاحبِ ہدایہ نے پسند کیا ہے یہ ہے کہ وہاں امیر اور قاضی ہو جو احکام نافذ اور حدود قائم کرسکیں، اور صاحبِ وقایہ کے پہلی تعریف کو اختیار کرنے پر ان کی طرف سے صدر الشریعۃ کا یہ عذر کرنا کہ احکام شرع خصوصاً حدود کے نفاذ میں سستی کا ظہور ہو رہا ہے کمزور ہے کیونکہ مراد اقامت حدود پر قادر ہونا ہے جیسے کہ تحفۃ الفقہاء میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے تصریح ہے کہ وہ شہر کبیر ہو اس میں شاہراہیں، بازار اور وہاں سرائے ہوں اور اس میں کوئی نہ کوئی ایسا والی ہو جو ظالم سے مظلوم کو انصاف دلانے پر قادر ہو خواہ اپنے دبدبہ اور علم کی بنا پر یا غیر کے علم کی وجہ سے تاکہ حوادثات میں اس کی طرف رجوع کرسکیں اور یہی اصح ہے اھ (ت)

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی صلٰوۃ الجمعۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۰

Marfat.com

میں ہے ھوالصحیح وھوالاصح وعلیہ الفتوی (یہی صحیح اور یہی اصح اور اسی پر فتوٰی ہے۔ ت) آفندی شامی فرماتے ہیں فھو ح قول معتمد فی المذھب لاقول ضعیف (پس یہی یہاں معتمد قول اور مذہب ہے ضعیف قول نہیں ہے) ان وجوہ کی نظر سے ائمہ مرو[1] واکثر مشائخ[2] بخارا واصحاب[3] امام ابوعبداللہ حاکم شہید واصحاب[4] امام شیخ ابی عمرو واساتذہ[5] صاحب مختار الفتاوی وغیرہم جمہور ائمہ دین وعلمائے معتمدین نے ایسی جگہ ان چار رکعت احتیاطی کا حکم دیا اور اسی کی محیط[6] برہانی و فتاوٰی ظہیریہ[7] و فتاوٰی حجہ[8] و واقعات[9] و مطلب[10] و مختار[11] الفتاوی و نہایہ[12] و کافی[13] و جامع[14] المضمرات و خزانہ[15] المفتین و فتح[16] القدیر و شرح[17] المجمع و فتاوٰی[18] سراجیہ و تاتارخانیہ[19] و حلیہ[20] و غنیہ[21] و صغیری[22] و مجمع[23] الانہر و تیسیر[24] المقاصد و نہر[25] الفائق و عالمگیریہ[26] و فتاوٰی صوفیہ[27] و خزانہ[28] الروایات و قنیہ[29] و حاوی[30] و غرائب[31] و فتاوٰی رحمانیہ[32] و طحطاوی[33] حاشیہ مراقی الفلاح وغیرہا میں تصریح کی اسی کو امام الحسن[34] و امام تمرتاشی[35] و قاضی بدیع الدین[36] و محقق[37] ابن جُرباش و علامہ ابن الشحنہ[38] و شیخ[39] الاسلام جد ابن الشحنہ و علامہ[40] باقانی و علامہ[41] مقدسی و علامہ[42] ابوالسعود و محقق[43] شامی و جماعت کثیرہ[44] شراح ہدایا و غیرہا[45] وغیرہم ائمہ و علمائے نے اختیار فرمایا علامہ ابراہیم حلبی نے اسی کو اولٰی اور امام محمود عینی نے احسن و احوط اور علامہ باقانی نے ھوالصحیح (یہی صحیح ہے۔ ت) اور سراجیہ میں ھو حسن (یہ حسن ہے۔ ت) اور حجہ و مضمرات وغیرہما میں الصحیح المختار (صحیح مختار۔ ت) رکھا ان سب کتب و علماء کے نصوص فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے اپنے فتاوٰی میں ذکر کئے یہاں بقدر حاجت صرف دو تین عبارت پر اقتصار ہوتا ہے امام محقق علامہ محمد بن محمد ابن امیر الحاج حلبی حلیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

قد یقع الشك فی صحۃ الجمعۃ بسبب فقد بعض شروطھا ومن ذلك ما اذا تعددت فی المصر وھی واقعۃ اھل مرو فیفعل ما فعلوہ قال المحسن لما ابتلی اھل مرو باقامۃ الجمعۃ فی موضعین مع اختلاف العلماء فی جوازھا امرائمتھم باداء الاربع بعد الجمعۃ حتما احتیاطا[1]۔

بعض شرائط جمعہ کے فقدان کی وجہ سے بعض اوقات صحتِ جمعہ میں شک واقع ہوجاتا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہو اور یہ واقعہ اہلِ مرو کا ہے لہذا وہی کیا جائے جو اہلِ مرو نے کیا تھا' محسن کہتے ہیں کہ جب جوازِ جمعہ میں علما کے اختلاف کے باوجود جب اہلِ مرو نے دو جگہ جمعہ شروع کیا تو انھیں ائمہ نے حکم دیا کہ وہ جمعہ کے بعد ضروری طور پر چار رکعت فرض ظہر احتیاطاً ادا کریں۔ (ت)

علامہ ابراہیم حلبی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی　　فصل فی صلوۃ الجمعۃ

[2] غنیۃ المستملی　　مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور　　ص ۵۵۷

Marfat.com

یہ بھی فتوٰی فرماتے ہیں کہ بعد نماز جمعہ کے احتیاطاً نماز سب پیشیں کی معہ فرضوں کے پڑھ لینا ضرور چاہیئے، اس واسطے جناب میں التماس پیش کیا جاتا ہے کہ جناب اس میں کس طرح فرماتے ہیں آیا مطابق فرقہ علمائے اول کے جو عین فرضیت کا فتوٰی فرماتے ہیں یا برخلاف اُس کے اور مطابق فرقہ علمائے گروہ ثانی کے جو مستحب فرماتے اور پیچھے نماز جمعہ کے جملہ نماز پیشیں معہ فرضوں کے احتیاطاً پڑھ لینا فرماتے ہیں جناب بالتشریح اسے درخواست کے محاذ پر مفصل حال جو جناب کے فتوٰی سے بہتر اور اولٰی ہو تحریر فرمادیں تاکہ ان دونوں فریق کی بحث مختلف سے یک سُو اطمینان حاصل ہو

فقط ۲۲ ماہ ستمبر ۱۸۹۱ء

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب (اے اللہ! حق اور درستی کی رہنمائی فرما۔ ت) اصل فرضیت جمعہ میں کسی کو کلام نہیں کہ وہ نہ صرف مجمع علیہا یا نص قطعی سے ثابت بلکہ اعلٰی و اجل ضروریاتِ دین سے ہے مگر جمعہ باجماعِ اُمت مشروط بشروط ہے، ہمارے ائمہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین نے جو شرائط اس کے لئے معین فرمائے شک نہیں کہ ان بلاد میں اُن کا پُورا پُورا اجماع قدرے محل اشتباہ و نزاع معہذا یہاں عامہ بلاد میں جماعاتِ جمعہ متعدد ہوتی ہیں اور اگرچہ مذہب مفتی بہ میں تعدد جمعہ مثل عیدین مطلقاً جائز، اسی پر کنز[۱] و وافی[۲] و کافی[۳] و ملتقی[۴] و تنویر[۵] و ہندیہ[۶] و طحاوی[۷] و شامی[۸] وغیرہا میں اعتماد فرمایا امام[۹] اجل مفتی الجن والانس نجم الدین نسفی پھر علامہ[۱۰] ابن وہبان نے اپنے منظومہ اور علامہ[۱۱] یوسف چلپی نے ذخیرۃ العقبٰی اور علامہ[۱۲] شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں اسی کو قول صحیح امام اعظم و امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما بتایا، شرح[۱۳] وقایہ میں ہے بہ یفتی (اسی پر فتوٰی ہے۔ ت) شرح[۱۴] المجمع للعلامہ البدر العینی میں ہے: علیہ الفتوی (اسی پر فتوٰی ہے۔ ت) فتح[۱۵] القدیر میں ہے: علی المفتی بہ (مفتٰی بہ قول پر۔ ت) محیط[۱۶] شمس الائمہ سرخسی میں ہے: الصحیح و بہ ناخذ (صحیح ہے اور ہم اسی پر عمل پیرا ہیں۔ ت) تبیین[۱۷] الحقائق و بحر[۱۸] و فتح[۱۹] و شرح[۲۰] وہبانیہ و منح[۲۱] الغفار و عقود الدریہ وغیرہا میں ہے: الاصح (زیادہ صحیح۔ ت) بحرالرائق و در[۲۲] مختار میں ہے، علی المذھب (مذہب پر۔ ت) حتی کہ علامہ حسن شرنبلالی و علامہ محمد بن علی علائی وغیرہما نے قول آخر کے ضعیف ہونے کی تصریح فرمائی مگر عند التحقیق روایت عدم جواز تعدد بھی ساقط نہیں بلکہ مذہب کا باقوت قول ہے امام[۱] طحاوی و تمرتاشی و صاحب[۳] مختار نے اُسی کو اختیار فرمایا، امام[۴] فقیہ النفس قاضی خاں نے خانیہ میں اسی کو مقدم رکھا، خزانۃ[۵] المفتین میں اُسی پر اقتصار کیا، عتابی[۶] و اخلاطی[۷] نے اُسی کو اظہر اور جوامع[۸] الفقہ میں اظہر الروایتین اور امام[۹] ملک العلماء ابوبکر مسعود نے ظاہر الروایہ کہا، تکملہ[۱۰] رازی میں ہے: بہ ناخذ (ہم اسی پر عمل پیرا ہیں۔ ت) حاوی[۱۱] القدسی میں ہے علیہ الفتوی (فتوی اسی پر ہے۔ ت) بدائع امام ملک العلماء میں ہے علیہ الاعتماد (اعتماد اسی پر ہے۔ ت) جواہر[۱۲] الاخلاطی

Marfat.com

اس تحقیق سے ظاہر کہ ان بلاد میں مطلقاً صحتِ جمعہ کو قطعی یقینی بلا اشتباہ ماننا افراط اور اقاویل مذہب و خلافیاتِ مشائخ سے غفلت و ذہول ہے اور جمعہ کو صرف درجہ مستحب میں جاننا محض باطل و تفریط و قواعد شرع و مقاصدِ ائمہ سے عدول، اگر اول حق ہوتا تو احتیاط کی کیا حاجت تھی کہ خروج عن العہدہ بالیقین ہولیا، اور ثانی صحیح ہوتا تو صرف احتیاط ماننے کے کیا معنی تھے بلکہ یقیناً ظہر فرض قطعی ہوتا اور ایک مستحب کے سبب جماعتِ ظہر کو کہ علی المعتمد واجب ہے ترک کرنا مکروہ تحریمی معہذا جمعہ مستحبہ نہ شرع سے معہود نہ کلماتِ علماء اُس کے مساعد، پس قولِ وسط و انصاف یہ ہے ان شہروں میں جمعہ ضرور لازم ہے اور اُس کا ترک معاذ اللہ ایک شعار عظیم اسلام سے اعراض، اور ان چار رکعت احتیاطی کا خواص کو حکم اور نافہم عامیوں کے حق میں اغماض۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۷۸ مرسلہ مولوی الہ یار خاں صاحب ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ جو فتاوٰی ابوالبرکات میں لکھا ہے لا تجوز الجمعۃ حتی یعلم الخطیب معناہ (جب خطیب، خطبہ کے معانی سے آگاہ نہ ہو جمعہ جائز نہیں۔ ت) یہ صحیح ہے یا کیا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

خطیب کا معنی عبارت خطبہ سمجھنا شرط کیا معنی ہرگز واجب بھی نہیں کہ آثم کہہ سکیں جمعہ ناجائز ہونا تو درکنار اگر یہ قول صحیح ہوتا واجب تھا کہ کتب مشہورہ متداولہ اُس کی تصریحوں سے مالامال ہوتیں ایسا نہایت ضروری مسئلہ جس پر نمازِ فرض کے صحت و بطلان کا مدار ہو اور متون و شروح و فتاوٰی کہیں اس کا پتانہ دیں ہرگز عقل سلیم اسے قبول نہیں کرسکتی ولہذا مجتبٰی میں جو بہت سی شرائط نیت نمازِ فرض و نفل میں ذکر کیں جن کا تصانیف معتمدہ میں وجود نہ تھا علماء نے اسی وجہ سے ان کی طرف اصلاً التفات نہ فرمایا، اشباہ میں ہے:

من الغریب ما فی المجتبٰی لابد من نیۃ العبادۃ والطاعۃ والقربۃ وانہ یفعلہا مصلحۃ لہ فی دینہ وان یکون اقرب الی ماوجب عندہ عقلاً[عہ] من الفعل واداء الامانۃ وابعد

عجیب ہے وُہ چیز جس کا تذکرہ مجتبٰی میں ہے کہ نیتِ عبادت، طاعت اور ثواب کا ہونا ضروری ہے، اور یہ بھی ضروری ہے کہ وُہ اسے اپنے دین کی مصلحت کی اور عقلاً واجب شدہ عمل اور ادائیگی امانت سے قرب اور حرام شدہ ظلم اور

عہ قلت افصح الزاھدی ھھنا عن اعتزالہ فان الوجوب عند اھل الحق شرعی لاعقلی ۱۲ منہ (م)

میں کہتا ہُوں زاہدی نے یہاں اپنے معتزلہ ہونے کا اظہار کیا ہے کیونکہ اہل حق کے نزدیک فعل شرعی ہوتا ہے عقلی نہیں ہوتا ۱۲ منہ (ت)

Marfat.com

عن ھذا وعن الاختلاف فی المصر قالوا فی کل موضع وقع الشك فی جواز الجمعۃ ینبغی ان یصلی اربع رکعات ینوی بہا الظہر فالاولٰی ھو الاحتیاط لان الخلاف فیہ قوی وکون الصحیح جواز التعدد للضرورۃ للفتوی لایمنع شرعیۃ الاحتیاط للتقوٰی[1] (ملخصاً)

اس اختلاف اور تعریفِ شہر میں اختلاف کی وجہ سے فقہاء نے فرمایا ہے کہ جس جگہ جوازِ جمعہ میں شک ہو وہاں ظہر کی نیت سے چار رکعات ادا کرنی چاہئیں، تو احتیاط ہی بہتر ہے کیونکہ یہاں بڑا سخت اختلاف ہے اور جمعہ کا ضرورت کے پیشِ نظر متعدد جگہ پر جواز کے فتوٰی کا صحیح ہونا شرعاً تقوٰی کے طور پر احتیاط کے منافی نہیں۔ (ملخصاً) (ت)

امام اجل ظہیر الملۃ والدین مرغینانی اپنے فتاوٰی میں فرماتے ہیں:

اکثر مشائخ بخارا علیہ لیخرج عن العھدۃ بیقین[2]

مشائخِ بخارا کی اکثریت کی یہی رائے ہے تاکہ ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو جائے۔ (ت)

فتاوٰی سراجیہ میں ہے:

احتاطت الائمۃ فی اکثر البلاد فانھم یصلون الظھر بعد ما یؤدون الجمعۃ خلف نواب ھؤلاء وھو حسن[3]

اکثر شہروں میں ائمہ یہ احتیاط کرتے ہیں کہ جمعہ کی ادائیگی کے بعد ظہر پڑھتے ہیں نائبین کے پیچھے جمعہ کی ادائیگی کے بعد اور یہ اچھا ہے۔ (ت)

ہاں وہ نرے جاہل عامی لوگ کہ تصحیح نیت پر قادر نہ ہوں یا ان رکعات کے باعث راساً جمعہ کو غیر فرض یا جمعہ کے دن دو نمازیں فرض سمجھنے لگیں اُنھیں ان رکعات کا حکم نہ دیا جائے بلکہ ان کی ادا پر مطلع نہ کیا جائے کہ مفسدہ اشد و اعظم کا دفع آکد و اہم ہے اُن کے لئے اسی قدر بس ہے کہ بعض روایات و اقوالِ ائمہ مذہب پر اُن کی نماز صحیح ہو جائے لہذا سیدی نور الدین مقدسی نور الشمعہ میں فرماتے ہیں:

نحن لا نأمر بذلك امثال ھذہ العوام بل ندل علیہ الخواص ولو بالنسبۃ الیھم[4]

ہم اس طرح کے معاملات کا حکم عوام کو نہیں دیتے بلکہ ہم خواص کو اس پر آگاہ کرتے ہیں اگرچہ وہ ان کی نسبت سے ہو۔

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی صلوٰۃ الجمعۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۲

[2] فتاوٰی امام اجل ظہیر الدین المرغینانی

[3] فتاوٰی سراجیہ باب الجمعۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ص ۱۷

[4] نور الشمعۃ

Marfat.com

حضور القلب ھو العلم بالعمل بالفعل والقول الصادرین من المصلی وھو غیر التفھم فان العلم بنفس اللفظ غیر العلم بمعنی اللفظ[1] (ملخصاً)

حضورِ قلب، صادر ہونے والے فعل وقول کا علم ہے اور تفہم کا غیر ہے کیونکہ نفس لفظ کا علم اور اس علم کا غیر ہوتا ہے جو لفظ کے معنی کا علم ہو۔ (ت)

اور خطبہ جمعہ کا ذکر تذکیر کے لئے مشروع ہونا کما قال تعالٰی فاسعوا الٰی ذکر اللّٰہ[2] (جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا پس اللہ کے ذکر کی طرف جلدی چلو۔ ت) ہرگز اس دعوٰی کا مثبت نہیں ہوسکتا کہ جب الفاظ الفاظ ذکر ہیں اور اس نے بالقصد انھیں ادا کیا قطعاً ذکر متحقق ہوا، تذکر معنی پر توقف نہیں ورنہ واجب کہ نماز میں بھی فہم معنی قال تعالٰی اقم الصلٰوۃ لذکری[3] (اللہ تعالٰی نے فرمایا میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو۔ ت) علاوہ بریں تذکیر سے تذکر زیادہ محتاج فہم و تدبر ؎

مرد باید کہ گیرد اندر گوش
ور نوشت ست پند بر دیوار

(انسان کو چاہئے کہ وہ محفوظ کرے اگرچہ نصیحت لکھی ہو دیوار پر)

حالانکہ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مقتدی اگر بہرے یا سوتے یا اس قدر دُور ہوں کہ آواز نہ جائے مگر وقتِ خطبہ حاضر ہوں کافی ہے شرط ادا ہوگئی فہم معنی جدا نفسِ سماع کی بھی ضرورت نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

لایشترط لصحتھا کونھا مسموعۃ لھم بل یکفی حضورھم حتی لو بعدوا عنہ اوناموا اجزأت[4]

صحتِ خطبہ کے لئے تمام لوگوں کا سُننا ضروری نہیں بلکہ لوگوں کا حاضر ہوجانا کافی ہوگا حتی کہ اگر وہ خطیب سے دُور رہے اور سوگئے تب بھی خطبہ ادا ہوجائیگا (ت)

تنویر میں ہے، ولوصمّاً[5] (اگرچہ نہ سننے والا ہو۔ ت)

اقول وباللہ التوفیق حقیقت امر یہ ہے کہ ہرچند احکام شرعیہ عموماً حِکَم ومصالح سے ناشی ہوتے ہیں اور مشروعیت خطبہ کی حکمت یہی تذکیر و تذکر ہے مگر حکمت مدارِ حکم نہیں ہوتی کہ اُس کے فقدان سے فساد و بطلان لازم

---

[1] ردالمحتار باب شروط الصلٰوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۰۷
[2] القرآن ۶۲/۹
[3] القرآن ۲۰/۱۴
[4] ردالمحتار باب الجمعۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۹۸
[5] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۱

Marfat.com

عما حرم علیہ من الظلم وکفران النعمۃ ثم ہذہ النیات من اول الصلوۃ الی اٰخرھا خصوصا عند الانتقال من رکن الی رکن ولابد من نیۃ العبادۃ فی کل رکن والنفل کالفرض فیہا الا فی وجہ واحد وھو ان ینوی فی النوافل انہا لطف فی الفرائض و تسہیل لہا[1] اھ ملخصا

کفرانِ نعمت سے بُعد کی خاطر کر رہا ہے ــــــ پھر یہ نیت اول نماز سے لے کر آخر تک خصوصاً جب ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف انتقال ہو، اور ہر رکن میں عبادت کی نیت ضروری ہے اور اس معاملہ میں نفل بھی فرض کی طرح ہے مگر ایک صورت میں، اور وہ یہ ہے نوافل میں یہ ارادہ کرے کہ یہ فرائض میں لُطف اور ان میں آسانی کے لئے ہیں اھ ملخصاً (ت)

غمز العیون میں ہے :

الغرابۃ فی کون ھذہ الاشیاء لابد من نیتہا فان الفقہاء لم یذکروا ذلک فی کتبہم متونا وشروحا وفتاوی[2] اھ۔

ان اشیاء کی غرابت یہ ہے کہ اس کی نیت کا ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے حالانکہ فقہاء نے یہ بات اپنی کتب کے متون وشروح اور فتاوٰی میں کہیں نہیں لکھی اھ (ت)

اور مجتبٰی اگرچہ مثل سائر تصانیف زاہدی کتب معتمدہ سے نہیں تاہم مشہور مصنف کی مشہور تصنیف ہے جس سے علمائے مابعد نے صدہا مسائل نقل فرمائے مگر ایسے ہی نوادر وغرائب کے باعث پایۂ اعتماد سے ساقط ہُوئی پھر بالفرض اگر فتاوی ابوالبرکات کا یہ مطلب ہو بھی تو اس قسم کے فتاوی ایک بات اور وُہ بھی اتنی بے ثبات جس پر شرع سے اصلاً دلیل نہیں، کیونکر ادنٰی التفات کے قابل ہوسکتی ہے، اس میں شک نہیں کہ تدبرِ معنیٰ جمال محمود و کمال مقصود ہے مگر فقہائے کرام نے عموماً عبادات کے کسی ذکر میں نفس نیت کے سوا قلب کا کوئی حصہ ایسا نہیں رکھا جس پر فساد وصحت کی بنا ہو یہاں تک کہ اصل حضورِ قلب جس کے معنی یہ ہیں کہ صدورِ فعل و قول پر متنبہ ہو اگرچہ معنی کلام نہ سمجھے یہ بھی صحتِ نماز کے لئے ضروری نہیں، ملتقط و خزانہ و سراجیہ و شرح قیدانی للقہستانی و غمز العیون و ردالمحتار وغیرہا میں ہے :

لا یعتبر قول من قال لا قیمۃ لصلوۃ من لم یکن قلبہ فیہا معہ[3]

اس کا قول معتبر نہیں جس نے کہا کہ اس شخص کی نماز کی کوئی قیمت نہیں جس کے ساتھ اس کا دل نہ تھا (ت)

علامہ شامی نے فرمایا :

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول قاعدہ ثانیہ مطبوعہ ادارۃ القرآن و علوم اسلامیہ کراچی ۱/۶۹-۷۰

[2] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر " " " " ۱/۷۰

[3] ردالمحتار باب شروط الصلوۃ " مصطفی البابی مصر ۱/۳۰۷

Marfat.com

نام خطبہ جانا بھی اور یہ نہ جانا کہ خطبہ کسے کہتے ہیں بلکہ لوگوں کے دیکھا دیکھی بے سمجھے ایک فعل کر دیا تو بیشک نمازِ جمعہ ادا نہ ہوگی کہ یہ وہی نام خطبہ کا خیال ہوا نہ نیتِ خطبہ۔

وقدمنا عن الشامی العلوبنفس اللفظ غیر العلم بمعنی اللفظ[1] والشرط انما ھو نیة ما یعنی من الخطبة لا نیة لفظ الخطبة وھذا ظاھر جدا۔

ہم نے پہلے شامی سے بیان کیا ہے کہ لفظ کا علم اس کے معنی کے علم سے الگ ہے تو شرط اس کی نیت ہے جو خطبہ سے مراد ہے نہ کہ الفاظ خطبہ کی نیت، اور یہ نہایت ہی واضح ہے۔ (ت)

اور جب نیت نہ ہوئی کہ شرطِ صحتِ خطبہ تھی خطبہ نہ ہوا، اور جب خطبہ نہ ہوا کہ شرطِ صحتِ جمعہ تھا جمعہ نہ ہوا جس طرح کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھ کر خود بھی ان کے سے افعال کرے اور معنیٔ نماز سے جاہل ہو یعنی نہ جانے کہ نماز کا ایک فرض ہے کہ بغرض امتثال امر ادا کیا جاتا ہے ہرگز نماز نہ ہوگی، اشباہ میں ہے :

لایعلم ان اللہ تعالٰی علی عبادہ صلوٰۃ مفروضۃ ولکنہ کان یصلیھا لاوقاتھا لم یجزہ[2]۔

اگر کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالٰی کیلئے بندوں پر نماز فرض ہے ——— لیکن وہ اوقاتِ نماز پر نماز ادا کرتا ہے تو یہ کافی نہیں۔ (ت)

یہ معنی ہیں معنیٔ خطبہ نہ جاننے کے، نہ یہ کہ جو عبارت پڑھے اس کا ترجمہ سمجھنا ضروری ہے، یہ کسی کا بھی مذہب نہیں ھکذا ینبغی التوجیھہ (عبارت کی توجیہ اسی طرح ہونی چاہئے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۷۹ از افضل گڈھ ضلع بجنور مرسلہ یوسف خاں وغیرہ ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید جمعہ کے دن جب خطبہ پڑھتا ہے تو اس کے بعد ترجمہ بھی پڑھتا ہے اس لئے خطبہ ثانیہ میں توقف ہوتا ہے اور خطبہ ثانیہ کے بعد ترجمہ پڑھنے سے نماز میں تاخیر ہوتی ہے تو یہ خطبہ مع ترجمہ بزبان غیر عربی جمعہ یا عیدین کا جائز ہے یا نہیں؟ اور توقف ما بین ہر دو خطبہ شرعاً جائز ہے؟ اور خطبہ ثانیہ کے بعد تاخیر نمازِ جمعہ میں ہوگی وہ بھی شرعاً جائز ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

ترجمہ کے سبب خطبہ ثانیہ یا نمازِ جمعہ میں تاخیر فصل اجنبی تو نہیں ہے کہ ترجمۂ خطبہ بھی خطبہ ہے اذ فیہ مافیھا من الذکر والتذکیر (کیونکہ اس میں ذکر و نصیحت ہے۔ ت) ہاں خطبہ کی تطویل ہوگی اور

---

[1] ردالمحتار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۰۷
[2] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الثانیۃ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۱۹

Marfat.com

آتے مثلاً شرعِ نکاح کی حکمت تکثیرِ امت اور نفس کی عفت کہ مردِ عنین و زنِ رتقاو قرنا میں دونوں اور بحالتِ عقم اول منتفی، مگر پھر بھی صحتِ نکاح میں شبہہ نہیں۔ صوم کی حکمت کسرِ شہوت اور نفس کی ریاضت، پھر اگر کسی شخص کے مزاج پر رطوبت غالب اور اس کی وجہ سے شہوتین میں ضعف ہو کہ روزہ اُسے نافع و موجبِ قوت پڑے تو کیا اُسے روزے کا حکم دیں گے یا اُس کے صوم کو فاسد مانیں گے وقس علی ھذا (اور اس پر قیاس کر۔ ت) یہ سب کلام اُس تقدیر پر ہے کہ عبارت مذکورۂ سوال کا وہ مطلب ہو یہ فتاوٰی فقیر کی نظر سے نہ گزرا کہ سیاق وسباق دیکھ کر تعیین مراد کی جاتی مگر جتنے لفظ سائل نے نقل کئے فقیر غفرالله تعالٰی لہٗ کی رائے میں ان کی عمدہ توجیہ یُوں ممکن کہ نیت نام قصدِ قلبی کا ہے اور قصدِ شئے اُس کے علم پر موقوف، آدمی جس چیز کو جانتا ہی نہ ہو اُس کا قصد محض بے معنی، اور کسی شئے کا جاننا اسے نہیں کہتے کہ صرف اس کا نام معلوم ہو جس کے معنی و مراد سے ذہن بالکل خالی ہو بلکہ اس کے مفہوم سے آگاہی ضروری ہے مثلاً طوطے کو زید کا نام سکھا دیں تو یہ نہ کہیں گے کہ وُہ زید کو جانتا ہے، اسی لئے علماء فرماتے ہیں اگر کوئی شخص نمازِ فرض میں فرض کی نیت تو کرے مگر یہ نہ جانے کہ فرض کسے کہتے ہیں نماز نہ ہوگی کہ صلوۃِ فریضہ میں نیتِ فرض بھی ضروری تھی جب وہ معنیٔ فرض سے غافل ہے تو لفظِ فرض کا خیال ہُوا نہ نیتِ فرض کہ فرض تھی

فی الاشباہ عن العنایۃ انہ ینوی الفریضۃ فی الفرض الخ ثم نقل عن القنیۃ ینوی الفرض ولا یعلم معناہ لا یجزیہ[1]۔

اشباہ میں عنایہ سے ہے کہ فرض میں فرض ہونے کی نیت کی جائے الخ پھر قنیہ سے منقول ہے کہ اگر فرض کی نیت کی لیکن اس کا معنٰی نہ جانتا تھا تو اب یہ اس کے لئے کافی نہیں۔ (ت)

جب یہ واضح ہولیا اور معلوم ہے کہ صحتِ خطبہ کے لئے نیتِ خطبہ شرط ہے یہاں تک کہ اگر منبر پر جا کر چھینک آئی اور چھینک پر الحمدللہ کہا خطبہ ادا نہ ہوا، اشباہ میں ہے:

اما النیۃ للخطبۃ فی الجمعۃ فشرط صحتھا حتی لو عطس بعد صعود المنبر فقال الحمد للہ للعطاس غیر قاصد لھا لم تصح کما فی فتح القدیر وغیرہ[2] الخ (ملخصاً)

خطبۂ جمعہ کی نیت صحتِ خطبہ کے لئے شرط ہے حتی کہ اگر خطیب کو منبر پر چڑھنے کے بعد چھینک آئی اور اس نے الحمدللہ کہا لیکن خطبہ کی نیت نہ تھی تو یہ خطبہ نہ ہوگا، جیسا کہ فتح القدیر وغیرہ میں ہے الخ (ت)

تو لازم ہُوا کہ خطیب معنیٔ خطبہ سے آگاہ ہو یعنی یہ جانتا ہو کہ خطبہ ایک ذکرِ الٰہی کا نام ہے تاکہ اس کی نیت کر سکے ورنہ

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الثانیہ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۵۹

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ الاولی ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/ ۲۹

Marfat.com

حجت کی اور مار پیٹ ہوئی، کرنیل نے اُن تنہا مسلمان کو ان کی جماعت میں شریک ہونے سے ممانعت کردی اور اُن سب سے کہہ دیا اگر یہ شخص تمہاری نماز کی جگہ آئے تو اس کو قید کرلو اور ہمارے پاس پہنچادو، ایسی حالت میں نمازِ جمعہ قلعہ کے اندر ادا ہوجائے گی یا نہیں ؟

(۲) جمعہ کے دو رکعت فرضوں کے سوا کے رکعت نماز سنّت پڑھنا چاہئے ؟ فرضوں سے پہلے کے رکعت اور بعد فرضوں کے کے رکعت ؟ اور احتیاطی ظہر پڑھنے کی ضرورت ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب (اے اللہ! حق اور صواب کی ہدایت دے۔ ت) اذنِ عام کہ صحتِ جمعہ کے لئے شرط ہے، اُس کے یہ معنی کہ جمعہ قائم کرنے والوں کی طرف سے اُس شہر کے تمام اہلِ جمعہ کے لئے وقتِ جمعہ حاضریِ جمعہ کی اجازت عام ہو تو وقتِ جمعہ کے سوا باقی تمام اوقاتِ نماز میں بھی بندش ہو تو کچھ مضر نہیں نہ کہ صرف رات کے ساڑھے نو بجے سے صبح کے پانچ بجے تک، کتبِ مذہب میں تصریح ہے کہ بادشاہ اپنے قلعہ یا مکان میں حاضریِ جمعہ کا اذنِ عام دے کر جمعہ پڑھے تو صحیح ہے حالانکہ قصر و قلعہ شاہی عام اوقات میں گزرگاہ عام نہیں ہوسکتے۔ کافی شرح وافی میں ہے :

السلطان اذا اراد ان یصلی بحشمہ فی دارہٖ فان فتح بابھا واذن للناس اذنا عاما جازت صلٰوتہ شھدتھا العامۃ اولا[1]۔

بادشاہ اپنے دبدبہ کی وجہ سے اپنے دار میں نماز ادا کرنا چاہتا ہو اگر اس دار کا دروازہ کھول دیا اور لوگوں کو وہاں داخل ہونے کا اذنِ عام ہوگیا تو اس کی نماز درست ہوجائے گی خواہ عوام شریک ہوں یا نہ ہوں (ت)

اور بے پاس کسی چیز کی باہر لانے کی ممانعت تو یہاں سے کچھ علاقہ ہی نہیں رکھتی کہ وہ خروج سے منع ہے نہ دخول سے۔ یونہی مزدوروں یا سیر والوں یا خریداروں کو اجازت عام ہونا کچھ مفید نہیں کہ وقت نماز بھر نماز اہل نماز کو اجازت چاہئے اوروں کو ہونے نہ ہونے سے کیا کام، اور اذن اگرچہ انھیں لوگوں کا شرط ہے جو اس جمعہ کی اقامت کرتے ہیں، ردالمحتار میں ہے :

المراد الاذن من مقیمھا[2] (جمعہ کو قائم کرنے کی اجازت مراد ہے۔ ت)

مگر پر ظاہر کہ تحقق معنی اذن کے لئے اُس مکان کا صالح اذن عام ہونا بھی ضرور، ورنہ اگر کچھ لوگ قصر شاہی یا کسی امیر کے گھر میں جمع ہوکر باذن و اعلان جمعہ پڑھیں اور اپنی طرف سے تمام اہلِ شہر کو آنے کی اجازت عامہ دے دیں

---

[1] و [2] ردالمحتار بحوالہ الکافی باب الجمعۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۶۰۱

Marfat.com

خلافِ سنت ہے خصوصاً اگر مقتدیوں پر ثقیل ہو کر اب سخت ممانعت ہے۔

الحدیث قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم افتان انت یا معاذ قالہ فی الصلٰوۃ فکیف فی الخطبۃ[1]

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے اے معاذ! تُو فتنہ پیدا کرنا چاہتا ہے، یہ آپ نے نماز کے بارے میں فرمایا تھا تو خطبہ میں کیا حال ہوگا (ت)

اور نہ بھی ہو تو خطبہ میں غیر زبان عربی کا خلط خود مکروہ اور سنتِ متوارثہ کے خلاف ہے کما بیناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اسے خوب بیان کیا ہے۔ ت) ہاں عیدین میں خطبہ ثانیہ اگر لوگ راضی و متوجہ ہوں بہ نیت وعظ نہ بہ نیتِ خطبہ عید پند و نصیحت کرسکتا ہے اگرچہ وہی جو خطبہ میں بزبان عربی مذکور ہُوئی،

فقد اتی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد خطبۃ العید الی النساء فوعظھن و ذکرھن[2]

آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خطبۂ عید کے بعد خواتین کے اجتماع میں تشریف لے جاکر انھیں وعظ و نصیحت فرماتے (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۸۰ تا ۱۲۸۱ از کلکتہ دھرم تلہ ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۶ صفر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) قلعہ کلکتہ میں دروازوں پر پہرا چوکی رہتا ہے اور دس پانچ کیا سَو پچاس آدمی بغرضِ سیر جائیں یا دوسری غرض سے مثلاً کسی کی ملاقات کو، تو کوئی مانع و مزاحم نہیں ہوتا، تین چار ہزار مزدور اندر کام کرتے ہیں جو صبح کو بے روک ٹوک اندر جاتے اور باہر آتے ہیں، ہاں شب کے ساڑھے نو بجے سے عام لوگ پانچ بجے تک اندر نہیں جاسکتے، اندر بازار بھی ہے جو چاہے باہر سے اشیاء خریدنے کو جائے کچھ ممانعت نہیں، انگریزی جوتا قلعہ میں عمدہ بنتا ہے اکثر لوگ اس کے خریدنے کو جاتے اور خرید کر لاتے ہیں، ہاں یہ قاعدہ ہے کہ باہر سے جو چاہے جو چیز چاہے اندر لے جائے مگر اندر سے بغیر پاس کے کوئی چیز باہر نہیں لاسکتا، مسجد اندر نہیں ہے، جماعت اذان کے ساتھ ہوتی ہے، پیشتر کی پلٹن میں مسلمان بکثرت تھے، نماز باجماعت ہوتی تھی، اب جو پلٹن ہے اس میں ہندو بہت ہیں، مسلمان قریب ستر کے ہوں گے، انھوں نے کرنیل سے درخواست کی کہ ہم اپنا مولوی نماز پڑھانے کی غرض سے رکھنا چاہتے ہیں اُس نے اجازت دی اور اُنھوں نے رکھ لیا، ایک وقت میں ایک مسلمان صاحب نے جو پلٹن کے سپاہیوں میں نہیں بلکہ ایک جرنیل کے ملازم ہیں بعض مسائل میں دوسرے مسلمان سے

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از جابر بن عبداللہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳/ ۲۹۹
[2] مشکوٰۃ المصابیح باب صلٰوۃ العیدین الفصل الثانی ؍؍ مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۲۶

Marfat.com

ثانیاً اگر ثابت ہوجائے کہ یہ قلعہ اذنِ عام کا مکان ہے تو جب تک کسی شخص خاص کو حاضریِ نماز سے ممانعت نہ تھی جمعہ بیشک صحیح ہوجاتا تھا اب کہ اُس ملازم جرنیل کو منع کیا گیا تو محلِ نظر ہے کہ یہ ممانعت ان مقیمان جمعہ کی طرف سے بھی ہے یا نہیں۔ اگر یہ اُسے جمعہ میں آنے سے منع نہیں کرتے اگرچہ اور نمازوں میں مانع ہوں اگرچہ کرنیل نے اُسے جمعہ سے بھی جبراً روکا ہو یا وُہ خود بخوفِ کرنیل نہ آتا ہو تو ان صورتوں میں بھی صحتِ جمعہ میں شک نہیں کہ جب مقیمینِ جمعہ کی طرف سے اذنِ عام اور وُہ مکان بھی اذنِ عام کا صالح تو کسی شخص کو غیر جمعہ سے روکنا یا جمعہ میں اُس کا خود نہ آنا یا کسی کا جبراً اُسے باز رکھنا قاطع اذنِ عام نہیں ہوسکتا جیسے زندانی لوگ کہ ہمیشہ حضوریِ مساجد سے ممنوع ہوتے ہیں یا اگر کوئی شخص بعض نمازیوں کو خاص وقت نماز اس لئے مقید کرلے کہ مسجد میں نہ جانے پائیں تو نہ یہ قادح اذنِ عام نہ مقیمانِ جمعہ پر اس کا الزام، بلکہ ظاہراً ممانعتِ کرنیل بھی کوئی اپنی طرف سے حکمِ جبری نہیں انھیں پلٹن والوں کی خاطر سے ہے اور انھیں کی مرضی پر رکھا ہے جب یہ مزاحمت نہیں کرتے تو کرنیل کو پرخاش سے کیا مطلب، اور اگر یہ خود اُسے حاضریِ جمعہ سے باز رکھتے ہیں تو دیکھنا چاہئے کہ وہ شخص فی الواقع شریر ومفسد موذی ہے کہ اُس کے آنے سے اندیشۂ فتنہ ہے جب تو ایسی ممانعت بھی مانع صحتِ جمعہ نہ ہوگی کہ قادح اذنِ عام سے روکنا ہے

کما فی الطحطاوی عن الحلبی لابد من حملہ علی ما اذا منع الناس من الصلوٰۃ[1]۔

جیسا کہ طحطاوی میں حلبی سے ہے کہ اسے اس صورت پر محمول کرنا ضروری ہے جب وہ لوگوں کو نماز سے منع کرے۔ (ت)

شرح عیون المذاہب پھر مجمع الانہر پھر دُرمختار پھر فتح المعین علامہ ابوالسعود ازہری میں ہے:

واللفظ لہ الجمعۃ بالقلعۃ صحیحۃ وان غلق بابہا لان الاذن العام مقرر لاھلہا وغلقہ لمنع عدو او عادۃ قدیمۃ لا للمصلی[2]۔

اس کے الفاظ یہ ہیں کہ قلعہ کے اندر جمعہ درست ہے اگرچہ اس کا دروازہ بند ہو کیونکہ اذنِ عام اہلِ قلعہ کے لئے ثابت ہے اور اس کا بند ہونا دشمنوں کے عدمِ دخول کے لئے ہے یا عادتِ قدیمہ ہے نمازی کو روکنے کے لئے نہیں۔ (ت)

اور یہ روکنا درحقیقت نماز سے روکنا نہیں بلکہ فتنہ سے بندش ہے،

---

[1] طحطاوی علی الدر المختار باب الجمعۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳۴۴/۱

[2] فتح المعین باب صلوٰۃ الجمعۃ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۱۶/۱

Marfat.com

مگر بادشاہ امیر کی طرف سے دروازوں پر پہرے بیٹھے ہوں عام حاضری کی مزاحمت ہو تو مقیمین کا وُہ اذن عام محض لفظ بے معنی ہوگا وہ زبان سے اذن عام کہتے اور دل میں خود جانتے ہوں گے کہ یہاں اذن عام نہیں ہوسکتا پس ما نحن فیہ میں دو باتیں محلِ نظر ہیں ،

اوّلاً اُس قلعہ کا صالح اذن عام ہونا یعنی اگر تمام اہلِ شہر اُسی قلعہ میں جمعہ پڑھنا چاہیں تو کوئی ممانعت نہ کرے ، طحطاوی میں ہے :

لواراد وا الصلوٰۃ داخلها ودخلوها جميعا لويمنعوا[1]۔ اگر لوگوں نے قلعہ کے اندر نماز کا ارادہ کرلیا اور تمام اُن کے اندر داخل ہوگئے تو انھیں منع نہ کیا جائے ۔ (ت)

اگر ایسا ہے تو بیشک وُہ قلعہ صالح اذن عام ہے اور ایسی حالت میں دروازہ پر چوکی پہرہ ہونا کچھ مضر نہ ہوگا کہ پہرا وہی مانع ہے جو مانع دخول ہو، ولہذا کافی میں بصورت عدم جواز صرف اجلس البوابین (پہرے دار بیٹھا دیئے ۔ ت) نہ فرمایا بلکہ لیمنعوا عن الدخول[2] (تاکہ وُہ دخول سے منع کریں ۔ ت) بڑھایا ، یونہی رحمانیہ میں محیط سے منقول :

ان اجلس البوابين عليها ليمنعوا عن الدخول لو تجزهم الجمعة[3]۔ اس نے پہرے داروں کو دروازوں پر داخلے سے منع کرنے کے لئے بٹھا دیا تو اب جمعہ جائز نہ ہوگا ۔ (ت)

تو صرف شوکت شاہی یا اُس قانون کی رعایت کو کہ بے پاس کوئی اندر سے باہر نہ جائے ، پہرا ہونا مکان کو صلاحیت اذن عام سے خارج نہیں کرتا اور اگر اجازت سَو پچاس یا ہزار دو ہزار کسی حد تک محدود ہے جیسا کہ بعض الفاظ سوال سے مستفاد، اگر تمام جماعات شہر جانا چاہیں نہ جانے دیں گے تو وُہ مکان بندش کا ہے اس میں جمعہ نہیں ہوسکتا ۔ بدائع میں اشتراط اذن عام کی دلیل میں فرمایا :

يسمى جمعة لاجتماع الجماعات فيها فاقتضى ان تكون الجماعات كلها مأذونين بالحضور اذنا عاما تحقيقا لمعنى الاسم[4]۔ جمعہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں تمام جماعتوں کا اجتماع ہوتا ہے اس کا تقاضا ہے کہ اس میں تمام جماعتوں کو آنے کی اجازت ہو تاکہ نام کے معنی کا ثبوت ہو ۔ (ت)

---

[1] طحطاوی علی الدرالمختار ۔ باب الجمعۃ ۔ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۔ ۱/۳۴۴

[2] ردالمحتار بحوالہ الکافی ۔ " ۔ " مصطفی البابی مصر ۔ ۱/۶۰۱

[3] رحمانیۃ عن المحیط

[4] بدائع الصنائع ۔ فصل شرائط الجمعۃ ۔ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۔ ۱/۲۶۹

Marfat.com

الدخول فیه[1] اھ ھذا کلہ مما اخذتہ تفقھا من کلماتھم وارجوان یکون صوابا ان شاء اللہ تعالٰی۔

کھول دیا جائے اھ اور یہ تمام فقہاء کی عبارات سے میں نے سمجھا ہے اور ان شاء اللہ امید ہے کہ یہ صواب ہے (ت)

(۲) دس سنتیں ہیں، چار پہلے چار بعد ہی منصوص علیھن فی المتون قاطبۃ و قد صح بھن الحدیث فی صحیح مسلم (ان کے چار ہونے پر متون میں قطعاً تصریح ہے اور صحیح مسلم میں ان کے بارے میں صحیح حدیث بھی وارد ہے۔ت) اور دو بعد کو اور، کہ بعد جمعہ چھ سنتیں ہونا ہی حدیثا و فقھا اثبت و احوط (مختار و محتاط حدیث و فقہ کے اعتبار سے۔ت) مختار ہے اگرچہ چار کہ ہمارے ائمہ میں متفق علیہ ہیں ان دو سے مؤکد تر ہیں،

لحدیث ابوداؤد بسند صحیح والحاکم وصححہ علی شرط الشیخین عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما انہ کان اذا کان بمکۃ فصلی الجمعۃ تقدم فصلی رکعتین ثم تقدم فصلی اربعا (وفیہ) فقال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یفعل ذلک[2] ھذا مختصر و تمام الکلام علیہ فی الفتح والامام الطحاوی فی شرح معانی الآثار عن ابی عبدالرحمٰن السلمی قال قدم علینا عبداللہ (یعنی ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ) فکان یصلی بعد الجمعۃ اربعا فقدم بعدہ علی رضی اللہ تعالٰی عنہ فکان اذا صلی الجمعۃ صلی بعدھا رکعتین واربعا فاعجبنا فعل علی رضی اللہ تعالٰی عنہ فاخترناہ[3]۔ فی فتح ابو السعود الازھری تحت قول مسکین قال ابو یوسف رحمہ اللہ

ابوداؤد میں سند صحیح کے ساتھ حدیث ہے، حاکم نے تخریج کرکے کہا کہ بخاری و مسلم کے شرائط پر ہے ــــــــ کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے بارے میں ہے کہ جب مکہ میں تھے جمعہ ادا فرمایا تو آگے بڑھے دو رکعات ادا کیں پھر آگے بڑھے تو چار رکعات ادا کیں (اور اسی میں ہے) فرمایا رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کیا کرتے تھے۔ یہ مختصر ہے اور اس پر تمام گفتگو فتح میں ہے۔ امام طحاوی شرح معانی الآثار میں ابوعبدالرحمان السلمی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ (ابن مسعود رضی اللہ عنہ) ہمارے ہاں تشریف لائے تو آپ نے جمعہ کے بعد چار رکعات ادا کیں، اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ تشریف لائے اور آپ کا طریقہ تھا کہ جمعہ کے بعد پہلے دو رکعات پھر چار رکعات ادا کرتے، ہمیں حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا فعل نہایت ہی پسند آیا

---

[1] جامع الرموز فصل صلوٰۃ الجمعۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۲۶۵

[2] سنن ابوداؤد باب الصلوٰۃ بعد الجمعۃ 〃 نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۱۶۰

[3] شرح معانی الآثار باب التطوع بعد الجمعۃ 〃 ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۳۳

Marfat.com

کما فی الشامی عن الطحطاوی لا یضر منع نحو النساء لخوف الفتنۃ[1] انتھی۔	جیساکہ شامی میں طحطاوی سے ہے کہ عورتوں وغیرہ کو روکنا مضر نہیں کیونکہ ان کے آنے میں فتنہ کا ڈر ہے انتہی
اقول و تعلیلہ بعدم التکلیف معلول بما فی الشامی عن العلامۃ اسمعیل مفتی دمشق الشام تلمیذ المحقق العلائی صاحب الدرالمختار عن العلامۃ عبد العلی البرجندی شارح النقایۃ ان الاذن العام ان لا یمنع احدا ممن تصح منہ الجمعۃ[2] کما لا یخفی فافھم۔	**اقول** یہ علّت بیان کرنا کہ وہ مکلف نہیں، اس کا تعلق اس بیان سے ہے جو شامی میں مفتی شام علامہ اسمٰعیل دمشقی جو محقق علائی صاحب دُرمختار کے شاگرد ہیں سے شارح نقایہ علامہ عبدالعلی برجندی کے حوالے سے کہا کہ اذن عام یہ ہے کہ ہر اس شخص کو نہ روکا جائے جس سے جمعہ کی ادائیگی صحیح ہو، جیساکہ یہ مخفی نہیں ہے۔ (ت)

علماء خود فرماتے ہیں کہ مُوذیوں کو مساجد سے روکا جائے،

کما فی عمدۃ القاری للامام البدر محمود العینی وفی الرسائل الزینیۃ للعلامۃ زین بن نجیم المصری وفی الدرالمختار یمنع منہ (ای من المسجد) کل موذ ولو بلسانہ[3]۔	جیساکہ امام بدر محمود عینی کی عمدۃ القاری، علامہ زین بن نجیم المصری کے رسائل زینیہ اور درمختار میں ہے کہ (مسجد سے) ہر اذیت دینے والے کو منع کیا جائے اگرچہ وُہ زبان سے اذیت دینے والا ہو۔ (ت)

تو یہ روکنا کہ مطابق شرع ہے منافی اذن نہیں، اور اگر ایسا نہیں بلکہ یہ لوگ محض ظلماً بلاوجہ یا براہِ تعصّب روکتے ہیں تو بلاشبہہ ان کا جمعہ باطل کہ ایک شخص کی ممانعت بھی اذن عام کی مبطل،

فقد مر عن الشامی عن اسمعیل عن البرجندی ان لا یمنع احدا۔	پہلے شامی نے شیخ اسمٰعیل سے برجندی کے حوالے سے لکھا کہ کسی کو منع نہ کیا جائے۔ (ت)

جامع الرموز میں ہے:

الاذن العام بالصلوۃ بان یفتح باب الجامع او دار السلطان بلا مانع لاحد من	نماز کے لئے اذن عام یہ ہے کہ داخلہ کے لئے بلارکاوٹ جامع مسجد یا دارِ سلطان کا دروازہ

---

[1] ردالمحتار باب الجمعۃ مطبوعہ دارالکتب العربیہ مصطفی البابی مصر ۱/۶۰۱
[2] ردالمحتار " " " ۱/۶۰۰
[3] درمختار باب مایفسد الصلوۃ الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۴

Marfat.com

ہندوستان کے عام بلاد ایسے ہی ہیں ایسی جگہ ہمارے علمائے کرام نے حکم دیا ہے کہ بعد جمعہ چار رکعت فرض احتیاطی اس نیت سے ادا کرے کہ پچھلی وہ ظہر جس کا وقت میں نے پایا اور اب تک ادا نہ کی یہ چار رکعتیں چاروں سنت بعدیہ جمعہ کے بعد پڑھے اور جس پر ظہر کی قضائے عمری نہ ہو وہ چاروں میں سورت بھی ملائے پھر جمعہ کی دو سنتیں ان رکعتوں کے بعد بہ نیت سنت وقت ادا کرے جمعہ پڑھتے وقت نیت صحیح و ثابت رکھے جمعہ کو صحیح سمجھ کر خاص فرض جمعہ کی نیت کرے اگر بہ نیت فرض ادا نہ کیا تو جمعہ یقیناً نہ ہوگا اور اب یہ چار رکعتیں نری احتیاطی نہ رہیں گی بلکہ ظہر پڑھنی فرض ہو جائے گی، اور جب یوں نیت صحیحہ سے ادا کر چکا تو ان چار رکعتوں میں یہ نیت نہ کرے کہ آج کی ظہر پڑھتا ہوں بلکہ وہی گول نیت رکھے کہ جو پچھلی ظہر میں نے پائی اور ادا نہ کی اسے ادا کرتا ہوں خواہ وہ کسی دن کی ہو اس سے زیادہ خیالات پریشان نہ کرے، یوں پڑھنے میں یہ نفع پائے گا کہ اگر شاید علم الٰہی میں بوجہ فوت بعض شرائط جمعہ صحیح نہ ہوا ہوگا تو یہ رکعتیں آج ہی کی ظہر ہو جائیں گی کہ اس صورت میں یہی ظہر وہ پچھلی ہے جس کا وقت اُسے ملا اور ابھی ذمہ سے ساقط نہ ہوئی اور اگر جمعہ صحیح واقع ہوا تو آج سے پہلے کی جو ظہر اس کے ذمہ رہی ہوگی (خواہ یوں کہ سرے سے پڑھی ہی نہ تھی یا کسی وجہ سے فاسد ہو گئی) وہ ادا ہو جائے گی اور اگر کوئی ظہر نہ رہی ہوگی تو یہ رکعتیں نفل ہو جائیں گی، اسی لحاظ سے جس پر قضائے عمری ظہر کی نہ ہو یہ چاروں رکعتیں بھری پڑھیں کہ اگر نفل ہوئیں اور سورت نہ ملائی تو واجب چھوٹ کر نماز مکروہ تحریمی ہوگی، ہاں جس پر قضائے عمری ہے اُسے پچھلی دو میں سورت ملانے کی حاجت نہیں کہ اُس کے ہر طرح فرض ہی ادا ہوں گے، جمعہ نہ ہوا تو آج کے، اور ہوا تو آج سے پہلے کے، یہ سب تفصیل واقع کے اعتبار سے ہے نمازی کو نیت میں اس شک و تردد کا حکم نہیں کہ نیت و تردد باہم منافی ہیں اگر یونہی مذبذب نیت کی تو وہ مقصود و احتیاط ہرگز حاصل نہ ہوگا لہٰذا اسی طرح گول نیت سے بے خیال تردد بجالائے اور واقع کا معاملہ علم الٰہی پر چھوڑ دے، پھر ایسی تصحیح نیت نرے جاہلوں کو ذرا دشوار ہے اور اُن سے یہ بھی اندیشہ کہ اس کے سبب کہیں یہ نہ جاننے لگیں کہ جمعہ سرے سے خدا کے فرضوں میں ہی نہیں یا سمجھنے لگیں کہ جمعہ کے دن دوہرے فرض ہیں دو رکعتیں الگ چار الگ، اسی لئے علماء نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کو ان رکعتوں کا حکم نہ دیا جائے ان کے حق میں یہی بہت ہے کہ بعض روایات پر اُن کی نماز ٹھیک ہو جائے انھیں ایسی احتیاط کی حاجت نہیں، ہاں خواص یعنی جو لوگ اس طرح کی نیت کر سکتے ہوں اور اُن سے وہ اندیشے نہ ہوں وہ یہ احتیاط بجالائیں تاکہ یقیناً فرض خدا ادا ہو جائے اور شبہ و احتمال کی گنجائش نہ رہے، فقیر اپنے فتاوٰی میں یہ مسئلہ مفصل و مدلل لکھ چکا ہے یہاں صرف دو تین عبارات پر اقتصار ہوتا ہے، فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

فی کل موضع وقع الشک فی جواز الجمعۃ لوقوع الشک فی المصر او غیرہ واقام اھلہ

ہر وہ مقام جہاں جمعہ ہونے یا نہ ہونے میں شک کی وجہ سے جوازِ جمعہ میں شک ہو جائے وہاں جمعہ کے بعد

Marfat.com

تعالی السنۃ بعد صلٰوۃ الجمعۃ ست رکعات اھ وبہ اخذ الطحاوی واکثر المشائخ نھر عن عیون المذاھب والتجنیس[1] اھ فی الجواھر الاخلاطی ھو ماخوذ عن القاضی واخذ بہ اکثر المشائخ وھو المختار[2] اھ فی مجمع الانھر بہ اخذ الطحاوی واکثر المشائخ منا وبہ یعمل الیوم[3] اھ فی البحر الرائق فی الذخیرۃ والتجنیس وکثیر من مشائخنا علی قول ابی یوسف وفی منیۃ المصلی والافضل عندنا ان یصلی اربعا ثم رکعتین[4] اھ فی الغنیۃ الافضل ان یصلی اربعا ثم رکعتین للخروج عن الخلاف[5] اھ

تو ہم نے اسی کو اختیار کرلیا۔ فتح ابو السعود ازہری میں مسکین کے قول کے تحت ہے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: جمعہ کے بعد چھ رکعات ہیں اھ ، اسے طحاوی اور اکثر مشائخ نے مختار کہا ہے۔ نہر نے عیون المذاہب اور تجنیس کے حوالے سے بیان کیا ہے جواہر اخلاطی میں ہے کہ یہ قاضی سے ماخوذ ہے اھ اکثر مشائخ نے اسی پر عمل کیا اور یہی مختار ہے اھ مجمع الانہر میں ہے کہ طحاوی اور اکثر مشائخ نے اسی پر عمل کیا اور آج اسی پر عمل کیا جاتا ہے اھ بحر الرائق میں ہے کہ ذخیرہ اور تجنیس میں ہے کہ مشائخ کی اکثریت امام ابو یوسف کے قول پر ہے۔ منیۃ المصلی میں ہے کہ ہمارے نزدیک افضل یہی ہے کہ پہلے چار اور پھر دو رکعات ادا کی جائیں اھ غنیہ میں ہے کہ اختلاف سے بچنے کے لئے افضل یہی ہے کہ پہلے چار اور پھر دو رکعات ادا کی جائیں اھ (ت)

اور عام لوگوں کو احتیاطی ظہر کی کچھ ضرورت نہیں کما فصلنا فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اسے تفصیلاً بیان کیا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۸۲: از بٹھورہ کلاں پرگنہ وضلع پیلی بھیت مرسلہ شیخ سالار بخش ۲۱ جمادی الاولٰی ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز جمعہ چار رکعت فرض ظہر مثل نفل یعنی چاروں رکعتوں میں سورت ملاکر پڑھنا چاہیے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

وُہ شہر وقصبات جن میں شرائط جمعہ کے اجتماع میں اشتباہ واقع ہو یا جمعہ متعدد جگہ ہوتا ہو اور آج کل

---

[1] فتح المعین باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۵۳
[2] جواہر الاخلاطی فصل فی الجماعت غیر مطبوعہ قلمی نسخہ ص ۴۲
[3] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب الوتر والنوافل مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۳۰
[4] بحر الرائق ″ ″ ″ ″ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۹
[5] غنیۃ المستملی فصل فی النوافل ″ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۸۹

Marfat.com

كان قد ادى سنتها على وجهها والا فقد صلى الظهر مع سنته ابو السعود[1]۔

کی سنن اپنے طریقے پر ہوئیں، اور اگر جمعہ نہ ہوا تو اس نے ظہر سنن کے ساتھ ادا کر لی، ابو السعود۔ (ت)

مراقی الفلاح میں ہے :

بفعل الاربع مفسدة اعتقاد الجهلة عدم فرض الجمعة او تعدد المفروض فی وقتها ولا يفتی بالاربع الا الخواص يكون فعلهم اياها فی منازلهم[2] اھ وبمثله صرح المحققون الآمرون كالمقدسی وغيره، والله تعالى اعلم۔

ان چار رکعات کی ادائیگی جاہل لوگوں کے اعتقاد میں فساد برپا کرے گی کہ جمعہ فرض ہے یا نہیں، یا ایک ہی وقت میں متعدد فرائض ہو سکتے ہیں، لہذا چار رکعات ظہر کا فتوٰی صرف خواص کے لئے ہے اور ان کا فعل (رکعات کی ادائیگی) بھی اپنے گھروں میں ہوگی اھ اسی کی مثل اس کا حکم دینے والے محققین مثلاً امام مقدسی وغیرہ نے کہا ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۸۳ تا ۱۲۸۹: از فیروز پور ڈاکخانہ شاہی ضلع بریلی مرسلہ شیخ فضل حسین صاحب ۲۱ رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں :

(۱) حنفی اگر بعض اقوال امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اختیار کرلیں جو دربارۂ ترقی عبادت ہوں جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً اگر دیہات میں جمعہ پڑھنا بقول امام شافعی جائز ہووے اور بدیں حکم حنفی پڑھیں تو جائز ہوگا یا ناجائز؟ اور ناجائز ہونے کی صورت میں لائق مواخذہ کے ہوں گے یا صرف فرضِ ظہر ان کے ذمہ باقی رہے گا؟

(۲) اگر بنظرِ شبہۂ ناجواز بعد پڑھنے جمعہ کے چار رکعات دیگر بدیں نیت کہ اگر جمعہ ناجائز ہوا یہ رکعتیں فرضِ ظہر میں شمار ہو جائیں ورنہ نفل رہیں بدیں خیال کہ روزِ قیامت فرائض میں جو کمی ہوگی سنا ہے کہ وہ سنن و نوافل سے پوری کی جائے گی، پڑھنا کفایت کرے گا یا نہیں؟ اور یہ بات اکثر جگہ رواج میں ہے یہ رواج جائز ہے یا نہیں؟

(۳) یہ بات مشہور ہے کہ نہ پڑھنے سے پڑھنا اولٰی ہے کہ ضعفِ اسلام کا وقت ہے جمعہ پڑھنے کے واسطے

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب الجمعۃ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/ ۳۴۱

[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی " نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۷۵-۷۶

Marfat.com

الجمعۃ ینبغی ان یصلوا بعد الجمعۃ اربع رکعات وینووابھا الظھر حتی لولم تقع الجمعۃ موقعھا یخرج عن عھدۃ فرض الوقت بیقین کذا فی الکافی وھکذا فی المحیط ثم اختلفوا فی نیتھا قیل ینوی اٰخر ظھر علیہ وھو الاحسن والاحوط ان یقول نویت اٰخر ظھر ادرکت وقتہ ولم اصلہ بعد کذا فی القنیۃ وفی فتاوٰی آھو ینبغی ان یقرء الفاتحۃ والسورۃ فی الاربع التی تصلی بعد الجمعۃ فی دیارنا کذا فی التاتارخانیۃ[1]۔

چار رکعات بہ نیت ظہر ادا کی جائیں تاکہ اگر جمعہ نہ ہُوا تو وقتی فرض کی ادائیگی بالیقین ہوسکے، الکافی۔ اور محیط میں بھی اسی طرح ہے۔ پھر ان رکعات کی نیت کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ وُہ ارادہ کرے کہ وُہ اپنے ذمّے آخری ظہر ادا کررہا ہے اور یہی احسن ہے، اور احوط یہ ہے کہ یوں ارادہ کرے میں آخری ظہر پڑھ رہا ہُوں جس کا وقت میں نے پایا اور اسے ابھی تک ادا نہیں کیا' جیسا کہ قنیہ میں ہے۔ اور فتاوٰی آہو میں ہے کہ ہمارے علاقے میں جمعہ کے بعد جو چار رکعات پڑھی جاتی ہیں ان میں فاتحہ اور سورت پڑھنی چاہئے، جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے۔ (ت)

حلیہ میں ہے:

قد یقع الشك فی صحۃ الجمعۃ بسبب فقد بعض شروطھا ومن ذلك ما اذا تعددت فی المصر وھی واقعۃ اھل مرو فیفعل ما فعلوہ وقال المحسن امرائمتھم باداء الاربع بعد الجمعۃ حتما احتیاطا[2]۔

بعض شرائط جمعہ کے فقدان کی وجہ سے بعض اوقات صحتِ جمعہ میں شک ہوجاتا ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہو اور یہ اہل مرد کا واقعہ ہے، پس وہاں وہی کچھ کیا جائے گا جو انھوں نے کیا، محسن نے کہا کہ انھیں ائمہ نے احتیاطاً حتمی طور پر جمعہ کے بعد چار رکعات ادا کرنے کا حکم دیا۔ (ت)

طحطاوی میں ہے:

قال الحلبی الاولی ان یصلی بعد الجمعۃ سنتھا ثم الاربع بھذہ النیۃ ثم رکعتین سنۃ الوقت فان صحت الجمعۃ

حلبی کہتے ہیں کہ اولیٰ یہ ہے کہ جمعہ کے بعد اس کی سنن ادا کرے پھر اس نیت سے چار رکعات پھر وقتی سنتیں دو رکعات ادا کرے، پس اگر اب جمعہ صحیح ہوا تو اُس

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب السادس عشر فی صلوٰۃ الجمعۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۴۵

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

Marfat.com

پھر اس کے سبب جماعت ظہر ترک ہونا دوسرا گناہ، اور ہر گناہ قابلِ مواخذہ ، اور اگر ظہر نہ پڑھی جب تو خود نماز فرض معاذ اللہ عمداً ترک کی فرضِ ظہر کا ذمہ پر رہ جانا کیا کوئی ہلکی بات ہے والعیاذ باللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی کے دامنِ رحمت میں پناہ لیتا ہوں ۔ ت)

(۲) یہ نیت کہ اگر جمعہ نہ ہُوا تو فرض ورنہ نفل ہرگز کفایت نہ کرے گی کہ جمعہ نہ ہُوا تو فرضِ ظہر ذمہ پر باقی ہے اور فرض کی نیت میں تعیین شرط ہے شک و تردّد کافی نہیں،

فی التنویر لابد من التعیین عند النیۃ لفرض ولو قضاء و واجب[1]۔ تنویر میں ہے کہ نیت کے وقت فرض و واجب کی تعیین ضروری ہے خواہ وُہ قضا ہو ۔ (ت)

بلکہ اشتباہ کی جگہ یہ کرے کہ جمعہ پڑھتے وقت عزم وجزم کے ساتھ جمعہ کی نیت کرے پھر چار سنّت بعدیہ بہ نیت سنّت وقت پڑھے پھر یہ چار رکعت احتیاطی اس نیت سے ادا کرے کہ پچھلی وُہ ظہر جس کا وقت میں نے پایا اور ادا نہ کی، پھر دو سُنتیں بہ نیت سنت وقت پڑھے ، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ جمعہ صحیح ہو گیا تو چار فرض جو اس نے پڑھے پہلے کسی ظہر کی قضا دانستہ یا نادانستہ جو اس کے ذمہ رہ گئی تھی اُس میں محسوب ہو جائیں گی اور کوئی قضا نہ تھی تو نفل ہوں گی ، اور اگر جمعہ نہ ہُوا تو یہ فرض خود آج ہی کی ظہر کے مع سنت قبلیہ و بعدیہ بترتیب ادا ہو جائیں گے ، یہ اس طریقہ کی منفعت ہے نہ یہ کہ نیت میں یُوں شک و تردّد کرے، یُوں ہرگز فرض ادا نہیں ہو سکتے تو وہ مقصود احتیاط کہاں حاصل ہوا ، ان رکعتوں کا رواج جواز کیا بلکہ ایسے مواقع میں علماء نے حکم دیا ہے مگر ان جاہلوں کو نہیں جو نیت صحیح نہ کر سکیں یا اُن کے باعث جمعہ کے دن دوسرے فرض سمجھنے لگیں ۔ ولہذا علماء فرماتے ہیں عوام جاہلوں کو ان کا حکم نہ دیا جائے ، عالمگیری میں ہے :

ینوی اٰخر ظھر علیہ وھو الاحسن[2] (جو اس پر آخری ظہر ہے اس کی نیت کرے اور یہی احسن ہے ۔ ت)

مراقی الفلاح میں ہے : لایفتی بالاربع الا للخواص[3] (چار رکعت ظہر کا فتوٰی صرف اور صرف خواص کے لئے ہے ۔ ت)

---

[1] درمختار | باب شروط الصلوٰۃ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۶۷

[2] فتاوی ہندیۃ | الباب السادس عشر فی صلوٰۃ الجمعۃ | مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور | ۱/ ۱۴۵

[3] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی | باب الجمعۃ | ؍؍ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی | ص ۲۷۶

Marfat.com

لائق کہنے کے ہے یا نہیں؟

(۴) حاکم یا قاضی یا بادشاہ یا نائب کا موجود ہونا جو مشروط ہے اور وہ شرط ہندوستان میں کہیں میسر نہیں پھر آخر جمعہ پڑھا جاتا ہے اور ایک شرط پر لحاظ نہیں کیا جاتا، ایسا ہی اگر بعض شرائط "حوالیِ شہر یا آبادی مساوی مِنیٰ" نہ لحاظ کیا جائے تو گنجائش ہے یا نہیں؟

(۵) جن دیہات میں جمعہ پڑھا جاتا ہے اور وہاں کی آبادی کم ہے کہ شہریت اس کو حاصل نہیں وہاں کے لوگوں کو اگر جمعہ پڑھنے سے باز رکھا جائے اور کہا جائے کہ فرض ظہر تمھارے ذمّہ سے ساقط نہیں ہونا جائز ہوگا یا ناجائز، درحالیکہ وہ جمعہ پڑھنے دوسری جائز جگہ پر جانے والے نہ ہوں۔

(۶) یہ جو علما لکھتے ہیں کہ جس بستی کے مسلمان مکلف وہاں کی بڑی مسجد میں نہ سماویں وہاں جمعہ جائز ہے یہ مردم شماری دیہہ سے مراد ہے یا تعداد نمازیوں سے اندرونِ مسجد سے یا مع صحنِ مسجد؟

(۷) جماعت میں بقول بعض ائمہ علاوہ دو آدمی اور بقولِ بعض چالیس آدمی لکھے ہیں مالا بدمنہ میں۔ اگر موجب اُس کے چالیس آدمی سے کم میں جمعہ پڑھا جائے تو جائز ہوگا یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) حتی الامکان چاروں مذہب بلکہ جمیع مذاہب ائمہ مجتہدین کی رعایت ہمارے علما بلکہ سب علما مستحب لکھتے ہیں مگر اس کے ساتھ ہی علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ یہ اسی وقت تک ہے کہ اپنے مذہب کے کسی مکروہ کا ارتکاب نہ ہو ورنہ ایسی رعایت کی اجازت نہیں۔

فی ردالمحتار[وا] لیس له ان یرتکب مکروہ مذھبه لیراعی مذھب غیرہ کما مر تقریرہ اول الکتاب[۱]۔

ردالمحتار میں ہے کہ غیر کے مذہب کی رعایت کرتے ہوئے اپنے مذہب کے مکروہ کا ارتکاب جائز نہیں جیسا کہ اس پر کتاب کی ابتداء میں تفصیلاً گزر چکا ہے۔ (ت)

جب مکروہ کے سبب یہ حکم تو امر حرام و ناجائز کے لئے کیونکر اجازت ہوسکتی ہے، دیہات میں جمعہ پڑھنا خود ناجائز ہے

فی الدر المختار تکرہ تحریما ای لانه اشتغال بما لا یصح لان المصر شرط الصحة[۲]۔

درمختار میں ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے کیونکہ یہ ایسے کام میں مشغول ہونا ہے جو صحیح نہیں کیونکہ شہر کا ہونا شرطِ صحت ہے۔ (ت)

---

[۱] ردالمحتار مطلب فی ندب مراعاۃ الخلاف الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۰۹

[۲] درمختار باب العیدین " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۴

[وا] ردالمحتار میں یہ عبارۃ بالمعنی مذکور ہے بالفاظہ مذکور نہیں۔

Marfat.com

پوری مسجد مع صحن مراد ہے نہ کہ فقط اندر کا درجہ،

فی التنویر ہو ما لا یسع اکبر مساجدہ اہلہ المکلفین بہا[1] فی الشامی عن الطحطاوی عن القہستانی احترز بہ عن اصحاب الاعذار مثل النساء و الصبیان والمسافرین[2]۔

تنویر میں ہے شہر وہ ہے جس کی سب سے بڑی مسجد شہر کے مکلفین کے لئے ناکافی ہو، شامی میں طحطاوی سے اور وہاں قہستانی سے ہے کہ لفظ مکلفین سے معذورین کو خارج کیا ہے مثلاً خواتین، بچے اور مسافر۔ (ت)

(۷) ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک صحتِ نمازِ جمعہ کے لئے امام کے سوا تین مرد عاقل بالغ درکار ہیں اس سے کم میں جائز نہیں زیادہ کی ضرورت نہیں۔

فی التنویر والجماعۃ اقلہا ثلثۃ رجال سوی الامام[3]

تنویر میں ہے جماعت کے لئے امام کے علاوہ کم از کم تین مردوں کا ہونا ضروری ہے۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۹۰: ۶ رمضان المعظم ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خطیب کے سامنے جو اذان ہوتی ہے مقتدیوں کو اس کا جواب دینا اور جب دو خطبوں کے درمیان جلسہ کرے مقتدیوں کو دُعا کرنا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

ہرگز نہ چاہئے یہی احوط ہے، ردالمحتار میں ہے:

اجابۃ الاذان حینئذ مکروہۃ نہر الفائق[4]

اس وقت اذان کا جواب دینا مکروہ ہے نہر الفائق۔ (ت)

پھر درمختار میں ہے:

ینبغی ان لایجیب بلسانہ اتفاقا فی الاذان بین یدی الخطیب[5]۔

خطیب کے سامنے دی جانے والی اذان کا جواب بالاتفاق نہیں دینا چاہئے۔ (ت)

---

[1] درمختار	باب الجمعۃ	مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت	۱/۱۰۹
[2] ردالمحتار	"	" مصطفی البابی مصر	۱/۵۹۰
[3] درمختار	"	" مطبع مجتبائی دہلی بھارت	۱/۱۱۱
[4] ردالمحتار	"	" مصطفی البابی مصر	۱/۶۰۷
[5] درمختار	باب الاذان	" مجتبائی دہلی بھارت	۱/۶۵

Marfat.com

مگر یہ اس جگہ کے لئے ہے جو شہر یا فنائے شہر ہو اور تعدّد جمعہ وغیرہ وجوہ کے سبب صحتِ جمعہ میں اشتباہ ہو، گاؤں میں جمعہ اصلاً جائز نہیں تو وہاں اس کی اجازت نہیں ہوسکتی کہ ایک ناجائز کام کریں اور ان چار رکعت احتیاطی سے اس کی تلافی چاہیں۔

(۳) اور ضعفِ اسلام کا عذر قابلِ سماعت نہیں، ضعف تو یُوں ہی ہے کہ اکثر اہلِ اسلام کو جائز ناجائز کی چنداں پروا نہ رہی نہ کہ وُہ ناجائز جسے عبادت سمجھ کر بجالائیں، رونقِ اسلام اتباعِ احکام میں ہے نہ بے قیدی میں۔

والذنب یجر الی الذنب والقلیل یدعو الی الکثیر وما لنا الا فتاء الا بالمذھب وقد قال العلماء فی عدۃ مسائل فی المذھب لایفتی بھا کیلا یتوصل العوام الی ھدم المذھب فکیف بما لیس من المذھب فی شیئ وبالله العصمۃ۔

گناہ دوسرے گناہ کی طرف کھینچتا ہے۔ قلیل، کثرت کی دعوت دیتا ہے اور ہم جو مذہب ہے اسی پر فتوی دیتے ہیں۔ متعدد ایسے مسائل جو مذہب پر ہیں لیکن علماء نے فرمایا کہ ان پر فتوی نہ دیا جائے تاکہ عوام مذہب کو ختم کرنے پر نہ تُل جائیں تو اس مسئلہ کا کیا معاملہ ہے جو مذہب سے تعلق نہ رکھتا ہو، اور عصمت اللہ تعالٰی ہی کے لئے ہے (ت)

(۴، ۵) اور سلطان یا اس کے مامور و ماذون کا اقامتِ جمعہ کرنا اگرچہ ایسی شرط ہے کہ ہنگام ضرورت ساقط ہوجاتی ہے مگر شرطِ مصر کا اس پر قیاس نہیں کہ غیر مصر میں اقامتِ جمعہ خود شرع مطہر نے ضرور نہ ٹھہرائی بلکہ وہاں عدم اقامت ہی ضرور ہے تو اس شرط کے اسقاط میں ضرورت کے کیا معنی، غرض دیہات میں جمعہ کی ہرگز اجازت نہیں ہوسکتی فرضِ ظہر ذمّہ سے ساقط نہ ہوگا،

فی الشامی عن القھستانی عن الجواھر لوصلوا فی القری لزمھم اداء الظھر[1]

شامی نے قہستانی سے انہوں نے جواہر سے نقل کیا کہ اگر لوگوں نے دیہاتوں میں جمعہ ادا کیا تو وہاں ظہر کی ادائیگی لازم ہوگی۔ (ت)

(۶) بعض علماء نے جو یہ روایت اختیار کی ہے اُس میں بستی کی مردم شماری مقصود نہیں بلکہ خاص وہ لوگ جن پر جمعہ فرض ہے یعنی مرد عاقل بالغ آزاد مقیم کہ اندھے لنجھے لُولے یا ایسے ضعیف یا مریض نہ ہوں کہ جمعہ کی حاضری سے معذور ہوں، ایسے معذوروں یا بچوں، عورتوں، غلاموں، مسافروں کی گنتی نہیں، اور

---

[1] ردالمحتار باب الجمعۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۹۰

Marfat.com

الجواب

نہ بآواز نہ باخفا، بلکہ تنہا اعوذ آہستہ پڑھ کر حمدِ الٰہی سے شروع کرے،

فی الدر المختار یبدأ بالتعوذ سرا[1] — درمختار میں ہے کہ آہستہ تعوذ پڑھ کر خطبہ شروع کرے۔

فی رد المحتار قولہ یبدأ ای قبل الخطبۃ الاولی بالتعوذ سرا ثم بحمد اللہ تعالٰی والثناء علیہ[2] واللہ تعالٰی اعلم — ردالمحتار میں ہے ماتن کا قول یبدأ یہ ہے کہ پہلے خطبہ سے پہلے آہستہ اعوذ باللہ کے اس کے بعد اللہ تعالٰی کی حمد و ثنا کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۹۲: از کلکتہ دھرم تلہ ۶ مرسلہ جناب غلام قادر بیگ صاحب ۲ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خطبۂ جمعہ میں جو اردو قصائد متضمن وعظ و نصیحت پڑھے جاتے ہیں یہ شرعاً کیسا ہے اور عوام کا یہ عذر کہ عربی ہماری سمجھ میں نہیں آتی لہذا اردو کی ضرورت ہے قابلِ قبول ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ امر خلافِ سنّتِ متوارثہ مسلمین ہے اور سنتِ متوارثہ کا خلاف مکروہ، قرناً فقرناً اہلِ اسلام میں ہمیشہ خالص عربی میں خطبہ معمول و متوارث رہا ہے اور متوارث کا اتباع ضرور ہے۔ درمختار میں ہے: لان المسلمین توارثوہ فوجب اتباعھم[3] (یہ مسلمانوں کا توارث ہے جس کی اتباع لازم ہے۔ ت) زمانہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم میں بحمد اللہ ہزارہا بلادِ عجم فتح ہوئے، ہزاروں عجمی حاضر ہوئے مگر کبھی منقول نہیں کہ انھوں نے ان کی غرض سے خطبہ غیر عربی میں پڑھا یا اس میں دوسری زبان خلط کیا ہو،

وکل ما وجد مقتضیہ عینا مع عدم المانع ثم ترکوہ دل علی انھم کفوا عنہ فکان ادناہ الکراھۃ۔ — ہر وہ شَے جس کا مقتضی پایا جائے اور کوئی مانع بھی نہیں پھر اس کو ترک کر دینا اس پر دال ہے کہ اسے چھوڑا گیا ہے تو کم ازکم یہ عمل مکروہ ضرور ہوگا۔ (ت)

عوام کا یہ عذر جب صحابۂ کرام کے نزدیک لائقِ لحاظ نہ تھا اب کیوں مسموع ہونے لگا، بات یہ ہے کہ شریعتِ مطہرہ

---

[1] درمختار | باب الجمعۃ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۱۱
[2] ردالمحتار | " | " مصطفی البابی مصر | ۱/ ۵۹۸
[3] درمختار | باب العیدین | " مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۱۷

Marfat.com

اُسی میں ہے :

اذا خرج الامام من الحجرۃ ان کان والا فقیامہ للصعود فلا صلٰوۃ ولا کلام الی تمامہا وقالا لاباس بالکلام قبل الخطبۃ وبعدھا واذا جلس عند الثانی والخلاف فی کلام یتعلق بالاٰخرۃ اما غیرہ فیکرہ اجماعا وعلی ھذا فالترقیۃ المتعارفۃ فی زماننا تکرہ عندہ، والعجب ان المرقی ینھی عن الامر بالمعروف بمقتضی حدیثہ ثم یقول انصتوا رحمکم اللہ اھ[1] ملخصا

جب امام حجرہ سے نکلے اگر حجرہ ہو، ورنہ جب وہ منبر پر چڑھنے کے لئے کھڑا ہو تو تمام خطبہ تک نہ نماز ہے اور نہ ہی کلام۔ صاحبین کہتے ہیں کہ خطبہ سے پہلے اور اس کے بعد گفتگو میں کوئی حرج نہیں، اور امام ابویوسف کے نزدیک جب امام بیٹھے اس وقت بھی کلام میں کوئی حرج نہیں، اور اختلاف اس گفتگو میں ہے جو آخرت سے متعلق ہو لیکن اس کے علاوہ گفتگو تو بالاتفاق مکروہ ہے، اس بنا پر ہمارے زمانہ میں متعارف ترقیہ (ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی الخ) (خطیب کے منبر پر بیٹھتے وقت پڑھنا، امام اعظم کے نزدیک مکروہ ہے اور تعجب ہے کہ ترقیہ پڑھنے والا امر بالمعروف سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث کی وجہ سے روکتا ہے، پھر خود کہتا ہے خاموش رہو اللہ تعالٰی تم پر رحم کرے اھ ملخصاً۔ (ت)

ہاں یہ جواب اذان یا دعا اگر صرف دل سے کریں زبان سے تلفظ اصلاً نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ کما افادہ کلام علی القاری وفروع فی کتب المذہب (جیسا کہ ملا علی قاری نے تحریر فرمایا اور اس کی تفصیلات کتب مذہب میں ہیں۔ ت) اور امام یعنی خطیب تو اگر زبان سے بھی جواب اذان دے یا دعا کرے بلاشبہہ جائز ہے

وقد صح کلا الامرین عن سید الکونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی صحیح البخاری وغیرہ۔

صحیح البخاری وغیرہ میں سیدالکونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے دونوں معمول ثابت ہیں۔ (ت)

یہ قول مجمل ہے وتفصیل المقام مع نہایۃ الغایۃ وازالۃ الاوھام فی فتاونا بتوفیق الملک العلام (اس مقام کی تفصیل ہم نے بتوفیق ملک العلام نہایت تحقیق کے ساتھ اپنے فتاوٰی میں بیان کردی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۹۱: از بلگرام ضلع ہردوئی محلہ میدانپورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم صاحب ۴ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خطبہ جمعہ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم باواز بلند کہنا چاہیے یا باخفا؟ اور اگر باوازِ بلند کہے تو کچھ حرج تو نہیں؟ بینوا توجروا

---

[1] درمختار باب الجمعۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۱۱۳

Marfat.com

الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا والامام الشافعی عن عروۃ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما مرسلا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: الشعر بمنزلۃ الکلام فحسنہ کحسن الکلام و قبیحہ کقبیح الکلام[۱] قال المناوی اسنادہ حسن[۲]۔

امام شافعی نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مرسلاً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: شعر دوسرے کلام کی طرح ہی ہے، اچھا شعر اچھے کلام اور برا شعر برے کلام کی طرح ہوتا ہے۔ امام مناوی نے کہا کہ اس روایت کی سند حسن ہے۔ (ت)

خود حضور پُر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے منبر بچھاتے وہ اس پر کھڑے ہوکر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حمد وثنا ومفاخرت کا خطبہ بلیغہ اشعار میں پڑھتے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارشاد فرماتے یہ جب تک اس کام میں رہتا ہے اللہ تعالٰی جبرئیل سے اس کی مدد فرماتا ہے۔

اخرج الامام البخاری فی الجامع الصحیح عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یضع لحسان بن ثابت منبرا فی المسجد یقوم علیہ قائما یفاخر عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اوینافح و یقول رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ یؤید حسان بروح القدس ما نافح اوفاخر عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[۳]۔

امام بخاری نے الجامع الصحیح میں اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا کہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے صحابی حسان بن ثابت کے لئے مسجد میں منبر بچھواتے اور وہ منبر پر کھڑے ہوکر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مدح کرتے اور کفار کی طرف سے کئے ہوئے حملوں کا جواب دیتے، پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے کہ جب تک حسان (رضی اللہ تعالٰی عنہ) اللہ کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعریف اور دفاع کرتے ہیں اللہ تعالٰی ان کی روح القدس کے ذریعے مدد وتائید فرماتا ہے۔ (ت)

---

[۱] الادب المفرد باب الشعر حسن الخ ۳۸۲ حدیث ۸۶۵ مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۲۲۳
الجامع الصغیر مع فتح القدیر بحوالہ معجم اوسط وادب مفرد عن ابن عمرو و ابو یعلٰی عن عائشہ ۴/۱۷۵
[۲] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر بحوالہ الہیثمی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۴/۱۷۵
[۳] مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ البخاری باب البیان والشعر ، مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۱۰
سنن ابوداوٗد کتاب الادب ، نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/۶۸۴

Marfat.com

نے علم سیکھنا سب پر واجب کیا ہے، عوام کہ نہیں سمجھتے، سبب یہ ہے کہ نہیں سیکھتے تو قصور اُن کا ہے نہ کہ خطیب کا، آخر عوام قرآن مجید بھی تو نہیں سمجھتے کیا اُن کے لئے قرآن اُردو میں پڑھا جاتے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۹۳ از شہر پوربندل ملک کاٹھیاواڑ محلہ ڈیڈرروڈ مسئولہ کھتری عمر ابوبکر صاحب
۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں، خطیب کو وقتِ خواندگی خطبہ عصا ہاتھ میں لینا سنّت ہے یا نہیں؟ فقط

الجواب

خطبہ میں عصا ہاتھ میں لینا بعض علماء نے سنّت لکھا اور بعض نے مکروہ، اور ظاہر ہے کہ اگر سنت بھی ہو تو کوئی سنت مؤکدہ نہیں، تو بنظرِ اختلاف اُس سے بچنا ہی بہتر ہے مگر جب کوئی عذر ہو،

وذٰلك لان الفعل اذا تردد بین السنیۃ والکراھۃ کان ترکہ اولیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وہ اس لئے کہ جب فعل کے سنّت اور مکروہ ہونے میں شک ہو تو اس کا ترک بہتر ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۹۴ مرسلہ مولوی الہ یار خاں صاحب ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ و عیدین میں پورا خطبہ اشعارِ عربی و فارسی و ہندی میں پڑھنا اور اشعار کا داخل کرنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

شعر کی نسبت حدیث میں فرمایا وہ ایک کلام ہے جس کا حسن حسن اور قبیح قبیح یعنی مضمون پر مدار ہے اگر اچھا ذکر ہے شعر بھی محمود اور بُرا تذکرہ ہے تو شعر بھی مذموم، بحور، عروض پر موزوں ہو جانا خواہی نخواہی قبح کلام کا باعث نہیں اگرچہ اس میں انہماک و استغراق تام متکلم کے حق میں شرع کو ناپسند۔

اخرج البخاری فی الادب المفرد، والطبرانی فی المعجم الاوسط وابو یعلیٰ عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما ھذا والدارقطنی عن ام المؤمنین

امام بخاری نے ادب المفرد میں، طبرانی نے معجم اوسط میں اور ابو یعلیٰ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ابو یعلیٰ اور دار قطنی نے ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا اور

Marfat.com

فی فضل امیر المؤمنین عمر بن الخطاب من کتابہ الاکتفاء فی فضل الاربعۃ الخلفاء۔

اپنی کتاب القول الصواب فی فضل امیر المومنین عمر بن الخطاب کے سترھویں باب میں الاکتفاء فی فضل الاربعۃ الخلفاء سے نقل کیا ہے۔ (ت)

مگر ان خطبوں کا تمام و کمال نظم ہی میں پڑھنا نہ چاہئے کہ بلاوجہ کلماتِ مسنونہ سے اعراض بلکہ طریقہ متوارثہ کی تغییر ہے اور نظمِ خالص خطبہ میں ترکِ سنّتِ تلاوت کو مستلزم جس کی کراہت کلماتِ علماء میں مصرح۔ امداد الفتاح شرح نور الایضاح علامہ حسن شرنبلالی میں ہے :

فی المحیط یقرأ فی الخطبۃ سورۃ من القراٰن اواٰیۃ فالاخبار قد تواترت ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یقرأ القراٰن فی خطبتہ لاتخلو عن سورۃ اواٰیۃ[1]۔

محیط میں ہے کہ خطبہ میں قرآنی سُورت یا اس کی آیت پڑھی جائے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خطبہ قرآنی سورت یا کسی آیتِ قرآنی سے خالی نہ ہوتا۔ (ت)

علامہ طحطاوی نے حاشیہ شرح تنویر میں خطبہ ثانیہ کی نسبت فرمایا :

یزید فیھا الدعاء للمومنین والمومنات بدل الوعظ فی الاولٰی ولایعظ فیھا ویسن قراءۃ اٰیۃ فیھا کذا فی البحر[2] عہ۔

پہلے خطبہ میں وعظ کے بدلے دوسرے میں مومنین اور مومنات کے لئے دُعا کا اضافہ کیا جائے اس میں وعظ نہ ہو اور اس میں قراءتِ آیت سنت ہے جیسا کہ بحر میں ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے :

یسن خطبتان بجلسۃ بینھما وتارکھا

دو۲ خطبے درمیان میں جلسہ کے ساتھ سنّت ہیں، اس

عہ اقول ذکرہ فی البحر استظہارا من قول التجنیس والمزید الثانیۃ کالاولٰی الخ فلیتنبہ ۱۲ منہ (م)

میں کہتا ہوں بحر میں تجنیس والمزید کے قول کو ظاہر قرار دیتے ہوئے ذکر کیا کہ دوسرا خطبہ پہلے کی طرح ہے، پس غور کرنا چاہیے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] رد المحتار بحوالہ امداد الفتاح باب الجمعہ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۵۹۸

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب الجمعہ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۳۴۳

Marfat.com

سیدی عارف باللہ امام الطریقین شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سہروردی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں،ف

ماکان منہ یعنی من الشعر فی الزھد و المواعظ والحکم وذم الدنیا و التذکیر بآلاء اللہ ونعت الصالحین وصفۃ المتقین ونحو ذلک مما یحمل علی الطاعۃ ویبعد عن المعصیۃ محمود[1] الخ

ہر وُہ شعر اچھا ہے جو زہد، وعظ، حکمت، دنیا کی مذمت، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد دلانے والا یا صالحین ومتقین کی صفت وتعریف وغیرہ پر مشتمل ہو، جو انسان کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت پر اُبھارتا ہو یا گناہ سے دُور کرتا ہو الخ (ت)

تو اگر خطبۂ جمعہ یا عیدین میں احیاناً دو چار عربی اشعار حمد ونعت، وعظ و تذکیر و ذمِ دنیا و مدحِ عقبیٰ کے پڑھے جائیں کوئی مانع نہیں بلکہ خود اشد الامۃ فی امر اللہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خطبہ میں بعض اشعار پڑھنا مروی،

فقد اخرج العسکری فی المواعظ عن ابی خالد الغسانی قال حدثنی مشیخۃ من اھل الشام ادرکوا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قالوا لما استخلف صعد المنبر فلما رأی الناس اسفل منہ حمد اللہ ثم کان اول کلام تکلم بہ بعد الثناء علی اللہ وعلی رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،
ھوّن علیك فان الامور ٭ بکف الالہ مقادیرھا ٭
فلیس باتیك منھیھا ٭ ولا قاصر عنك مامورھا ٭[2]
ذکرہ العلامۃ ابراھیم بن عبد اللہ الیمنی المدنی فی الباب السابع عشر من کتاب القول الصواب

شیخ عسکری نے المواعظ میں ابو خالد الغسانی سے نقل کیا کہ مجھے اہلِ شام کے بزرگوں نے بتایا کہ ہم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ جب امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے منبر پر تشریف لے گئے لوگوں کو اپنے سے نیچا دیکھ کر حمدِ الٰہی بجالائے پھر ثنائے خدا و نعتِ مصطفیٰ جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد پہلا کلام جو زبانِ مبارک پر لائے یہ اشعار تھے جن کا حاصل یہ کہ اپنے اوپر نرمی کر کہ سب کاموں کے اندازے اللہ عزوجل کے دستِ قدرت میں ہیں، جو مقدر نہیں وہ تیرے پاس آنے کا نہیں اور جو مقدر ہے وُہ تجھ سے کمی کرنے کا نہیں۔ اسے علامہ ابراہیم بن عبد اللہ یمنی مدنی نے

[1] کتاب عوارف المعارف ملحق احیاء العلوم مطبوعہ مطبعۃ المشہد القاہرۃ ص ۱۰۹

[2] القول الصواب فی فضل عمر بن الخطاب الباب السابع عشر

ف: اعلیحضرت نے شیخ کے حوالہ سے عبارت نقل کی کسی کتاب کا ذکر نہیں کیا، مجھے اصل عبارت نہیں مل سکی، البتہ سعیِ بسیار کے بعد اس عبارت کی مؤید عبارت عوارف المعارف سے ان الفاظ کے ساتھ ملی ہے "فان کان من القصائد فی ذکر الجنۃ والنار والتشویق الی دار القرار ووصف نعم الملک الجبار وذکر العبادات و

Marfat.com

یوں ہی زبان عجمی کا داخلِ خطبہ کرنا مناسب نہیں کہ زمانہ صحابہ و تابعین و ائمہ دین سے خطبہ خاص زبان عربی میں ہونا متوارث ہے کما ذکرہ الشاہ ولی اللہ الدھلوی فی شرح الموطا (جیسا کہ شاہ ولی اللہ الدہلوی نے شرح موطا میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ت) عہدِ سلف میں بحمد اللہ ہزاروں بلادِ عجم فتح ہوئے، ہزارہا منبر نصب کئے گئے، عامہ حاضرین اہلِ عجم ہوتے مگر کبھی منقول نہیں کہ سلف صالح نے ان کی تفہیم کے لئے خطبہ جمعہ یا عیدین غیر عربی میں پڑھا یا اس میں دوسری زبان کا خلط کیا، اور سنّتِ متوارثہ کی مخالفت بیشک مکروہ ہے۔ درمختار میں فرمایا:

ان المسلمین ما توارثوہ فوجب اتباعھم[1] اھ ای ثبت و تأکد **اقول** و تحقیقہ ان التذکیر بالعجمیۃ لما کان المقتضی لہ بعینہ موجودا والمانع مفقودا ثم لم یفعلوا کان ذلک کفا منھم لا ترکا والکف فعل والفعل یجری فیہ التوارث بخلاف الترک اذ لا معنی لتوارثہ ولا مساغ للتأسی فیہ لانہ غیر مفعول بل ولا مقدور کما نص علیہ الاکابر الصدور قال فی الاشباہ والنظائر المتروک لا یتقرب

جو مسلمانوں میں متوارث و منقول ہو اس کی اتباع لازم ہوتی ہے اھ یعنی وہ ثابت اور مؤکد ہوتا ہے **اقول** اس کی تحقیق یہ ہے کہ عجمی زبان میں وعظ و نصیحت کا تقاضا بنفسہٖ موجود تھا اور مانع مفقود، پھر بھی انہوں نے ایسا نہیں کیا تو یہ ان کی طرف سے چھوڑنا ہے ترک نہیں، چھوڑنا فعل ہے اور فعل میں توارث جاری ہوتا ہے بخلاف ترک کے کہ اس میں توارث کا مفہوم ہی نہیں ہو سکتا اور اس میں اقتدا کا کوئی جواز ہی نہیں کیونکہ اس پر عمل ہی نہیں ہوا بلکہ وہ قدرت میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بقدر ثلث و ھو مراد من قال ایۃ بدلیل ما فی الھندیۃ عن الجوھرۃ مقدار ما یقرأ فیھما من القرآن ثلث ایات قصار او ایۃ طویلۃ[2] اھ فالتأم الکلمات وحصحص الحق والحمد للہ۔ ۱۲ منہ

شامل کیا جو تین آیات کے برابر ہوں اور ایک آیت کہنے والے کی بھی یہی مراد ہے، اس کی دلیل یہ ہے جو ہندیہ نے جوہرہ سے نقل کیا ہے کہ خطبہ میں جو قرآن پڑھا جائے اس کی مقدار تین چھوٹی آیات یا ایک طویل آیت ہے اھ پس علماء کے کلمات موافق ہوگئے اور حق واضح ہوگیا الحمد للہ ۱۲ منہ (ت)

---

[1] درمختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۱۱۷

[2] فتاوٰی ہندیۃ الباب السادس عشر فی صلوۃ الجمعۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۴۷

Marfat.com

مسئ علی الاصح کترکہ قراءۃ قدر ثلث أیات اھ[1] ملخصا قلت وبقولہ قدر الخ دخل أیۃ طویلۃ تکون قدر ثلث فاندفع ما اورد فی ردالمحتار وعلیک بما علقناہ[عہ] علیہ۔

جلسہ کو ترک کرنا اصح قول کے مطابق گناہ ہے جیسے کہ تین آیات کی مقدار قراءت کا ترک کرنا گناہ ہے اھ ملخصاً قلت ان کے قول "قدر الخ" سے طویل آیت بھی شامل ہو جاتی ہے جو تین آیات کے برابر ہو لہذا ردالمحتار میں جو اعتراض ہوا اس کا ازالہ بھی ہو جائے گا۔ آپ پر اس حاشیہ کا مطالعہ نہایت مفید ہے جو ہم نے اس (ردالمحتار) پر لکھا ہے۔ (ت)

عہ قال العلامۃ الشامی ای یکرہ الاقتصار فی الخطبۃ علی نحو تسبیحۃ و تہلیلۃ مما لا یکون ذکرا طویلا قدر ثلث أیات او قدر التشہد الواجب ولیس المراد ان ترك قراءۃ ثلث أیات مکروہ لان المصرح بہ فی الملتقی والمواہب و نور الایضاح وغیرھا ان من السنن قراءۃ آیۃ اھ[2] وکتبت علیہ ما نصہ اقول بل ھو مفاد صریح اللفظ ولو کان المراد ما اولتم بہ لقال کترکہ قراءۃ ثلث أیات وھذا اشبہ بالتبدیل منہ بالتاویل ولا یرید الشارح ثلث أیات عینا حتی یرد علیہ ما ذکرتم وانما قال قدرھا فادخل أیۃ او أیتین

علامہ شامی نے کہا یعنی خطبہ میں صرف ایک تسبیح اور تہلیل کے برابر جو تین آیات یا تشہد واجب کے برابر نہ ہو تو مکروہ ہے۔ اس سے مراد یہ نہیں کہ تین آیات کا ترک مکروہ ہے کیونکہ ملتقی اور مواہب اور نور الایضاح وغیرہ میں تصریح کی گئی ہے کہ ایک آیت کا پڑھنا سنت ہے اھ میں نے اس پر حاشیہ لکھا جس کی عبارت یہ ہے اقول بلکہ یہ تو صریح لفظ کا مفاد ہے اور اگر آپ کا تاویل شدہ مقصد ہوتا تو یوں کہتے (تین آیات کے ترک کی طرح مکروہ ہے) تاویل کے ذریعہ تبدیلی کی جائے یہ صریح مفاد بہتر ہے حالانکہ شارح کا مقصد خاص تین آیات مراد نہیں تاکہ آپ کا ذکر کردہ اعتراض وارد ہو بلکہ انھوں نے تو قدرھا کا لفظ کہا ہے اور ایک اور دو ایسی آیات کو بھی

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] درمختار | باب الجمعہ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت | ۱/ ۱۱۱

[2] ردالمحتار | " | " مصطفی البابی مصر | ۱/ ۵۹۸

Marfat.com

کذا فی الزاھدی[1]۔

زاہدی میں اسی طرح ہے۔ (ت)

اشباہ والنظائر وفتاوٰی خلاصہ وتنویر الابصار میں جواز کا حکم دیا۔

حیث قال فی الاشباہ لو خطب باذن السلطان وصلی بالغ جاز[2] وفی تنویر الابصار فان فعل بان خطب صبی باذن السلطان وصلی بالغ جاز[3] وفی الخلاصۃ صبی خطب بامر السلطان وصلی الجمعۃ مصل بالغ یجوز[4]۔

الاشباہ میں ہے کہ اگر (نابالغ نے) بادشاہ کی اجازت سے خطبہ دیا اور بالغ نے نماز پڑھادی تو جائز ہے۔ تنویر الابصار میں ہے کہ اگر ایسا ہُوا یعنی بچے نے بادشاہ کی اجازت سے خطبہ دیا لیکن نماز بالغ نے پڑھائی تو جائز ہے۔ خلاصہ میں ہے کسی نابالغ بچے نے سلطان کے حکم سے خطبہ دیا اور بالغ نے نماز پڑھائی تو جائز ہے۔ (ت)

درمختار میں اسی کو مختار قرار دیا۔

حیث قال بعد قولہ جاز ھو المختار[5]

جہاں انہوں نے ماتن کے قول "جاز" کے بعد کہا یہی مختار ہے (ت)

بہرحال صونا عن الخلاف (اختلاف سے بچنے کی خاطر۔ ت) نابالغ کا خطبہ پڑھنا مناسب نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۹۶: از لشکر گوالیار محکمہ ڈاک مرسلہ مولوی نورالدین احمد صاحب غرہ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

نمازِ جمعہ کے بعد چار رکعت فرض احتیاطی پڑھے جائیں یا نہیں یعنی اگر جمعہ کے شرائط پُورے ادا ہوتے ہیں تو پھر یہ رکعتیں غیر ضرور ہیں اور اگر جمعہ بموجب مذہب حنفی ادا نہیں ہوتا تو جمعہ کیوں پڑھا جاتا ہے نماز ظہر پڑھی جائے اگر احتیاطاً دونوں پڑھی جاتی ہیں تو پھر ہم مقلد اور حنفی کیا ہُوئے آمین بالجہر کرنے والے اور فاتحہ خلف الامام پڑھنے والے بھی یہی عذر کرسکتے ہیں مفصل طور پر ارشاد فرمائیے کہ سائل کو تسکین ہو، زیادہ نیاز۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب السادس فی صلٰوۃ الجمعہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۴۷
[2] الاشباہ والنظائر احکام الصبیان ؍؍ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۱۴۳، ۵۴۴
[3] درمختار باب الجمعہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۱۱۳
[4] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الثالث والعشرون فی صلٰوۃ الجمعہ مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۲۰۵
[5] درمختار باب الجمعہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۱۱۳

Marfat.com

بها الا اذا اصار الترك كفا هو فعل وهو المكلف به في النهي لا الترك بمعنى العدم لانه ليس داخلا تحت القدرة للعبد كما في التحرير[1] اھ یعنی تحریر الاصول للامام المحقق حیث اطلق رحمہ اللہ تعالٰی اتقن ھذا فانہ من اجل المھمات۔

نہیں جیساکہ اس پر اسلاف اکابر نے تصریح کی۔ الاشباہ والنظائر میں ہے کہ تروک سے تقرب حاصل نہیں کیا جاسکتا البتہ اس صورت میں جب ترک، چھوڑنے کی صورت میں ہو تو وہ فعل ہوگا اور نہی میں یہی مکلّف بہ ہے نہ کہ ترک بمعنی عدم، کیونکہ اس معنی میں وُہ عبد کی قدرت کے تحت داخل نہیں ہوتا جیساکہ تحریر میں ہے اھ تحریر سے مراد امام مطلق محقق کی کتاب تحریر الاصول ہے اسے مضبوطی سے حاصل کرو کیونکہ یہ نہایت ہی ضروری مقام ہے (ت)

باایں ہمہ اگر خطبہ عربیہ کے ساتھ کچھ اشعار پند و نصائح اُردو میں پڑھے جائیں جیساکہ آج کل ہندوستان میں اکثر جگہ معمول ہے تو غایت اس کی بس اس قدر کہ خلافِ اولٰی و مکروہ تنزیہی ہے اس سے زیادہ اسے مکروہ تحریمی گناہ و ممنوع و بدعت سیئہ قرار دینا محض بے دلیل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۹۵ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نابالغ کا خطبہ جمعہ پڑھنا اور نماز غیر خطیب کا پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

غیر خطیب کا نماز پڑھانا اولٰی نہیں،

فی تنویر الابصار ولا ینبغی ان یصلی بالقوم غیر الخطیب[2] وھکذا فی الفتاوی عالمگیریۃ ناقلا عن الکافی۔

تنویر الابصار میں ہے کہ غیر خطیب کا قوم کو نماز پڑھانا مناسب نہیں، اسی طرح فتاوی عالمگیری میں کافی سے منقول ہے۔ (ت)

اور اگر نابالغ خطبہ پڑھے اور بالغ نماز پڑھائے تو اس میں اختلاف ہے عالمگیری میں ناقلا عن الزاھدی (زاہدی سے منقول ہے۔ ت) خطیب کا صالح امامت جمعہ ہونا شرط ٹھہرایا اور نابالغ صالح امامت نہیں تو اس کا خطبہ پڑھنا ناجائز اور فرض اس سے ساقط نہ ہوگا

عبارتھا ھذہ واما الخطیب فیشترط فیہ ان یتاھل للامامۃ فی الجمعۃ

اس کی عبارت یہ ہے خطبہ دینے والے کے لئے یہ شرط ہے کہ جمعہ کی امامت کا اہل ہو،

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الثانیۃ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۴۷
[2] درمختار باب الجمعہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۱۱۳

Marfat.com

مسئلہ ۱۲۹۷ از نودیا ضلع بریلی غرہ محرم ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ میں جامع مسجد ہے کہ ہمیشہ اُس میں جمعہ ہوتا ہے اب ایک مسجد بنا ہوئی اُس کو جامع مسجد بنانا اور قدیم کی جامع مسجد کو ترک کردینا یا دونوں جا جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

قصبہ وشہر جہاں جمعہ جائز ہے وہاں نمازِ جمعہ متعدد جگہ ہونا بھی جائز ہے اگرچہ افضل حتی الوسع ایک جگہ ہونا ہے اور اگلی مسجد جامع کو ترک کردینے کے اگر یہ معنی کہ اُس میں نماز ہی چھوڑ دی جائے، تو قطعاً ناجائز کہ مسجد کا ویران کرنا ہے اور اگر یہ مراد کہ نماز تو وہاں ہُوا کرے مگر جمعہ وہاں کے بدلے اب اس مسجد جدید میں ہو، اس میں اگر وہاں کے اہلِ اسلام کوئی مصلحتِ شرعیہ قابلِ قبول رکھتے ہوں تو کیا مضائقہ، ورنہ مسجد جامع وہی مسجد قدیم ہے اور اُس میں نمازِ جمعہ کا ثواب زائد۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۹۸ از جالندھر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی احمد جان صاحب مرسلہ محمد احمد خاں صاحب
۲۰ شوال ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعد نمازِ جمعہ کے چار رکعت ظہر احتیاطی کا پڑھنا ملک پنجاب یا ہندوستان کے شہروں میں جن میں جامع مساجد بادشاہوں کے حکم سے بنی ہُوئی ہیں واجب ہے یا مستحب، اور ان شہروں میں نمازِ جمعہ میں کچھ وہم یا شبہہ ہے یا نہیں؟ بحوالۂ کتاب مع عبارت لکھا جائے۔

الجواب

بعض شرائطِ صحت کی تحقیق میں یہاں ضرور اختلاف واشتباہ ہے، ایسی جگہ علمائے کرام نے چار رکعت احتیاطی کا حکم دیا مگر خواص کے لئے، نہ کہ ایسے عوام کو جو تصحیحِ نیت پر قادر نہ ہوں، اُن کے لئے ایک مذہب پر صحت بس ہے، یہ رکعتیں بحالِ توہم عدمِ صحت تو صرف مندوب ہیں اور بحالِ شک واشتباہ ظاہر وجوب، ردالمحتار میں ہے:

نقل مقدسی عن المحیط کل موضع وقع الشك فی کونہ مصرا ینبغی لھم ان یصلوا بعد الجمعۃ اربعا بنیۃ الظھر احتیاطا، و مثلہ فی الکافی والقنیۃ امر ائمتھم بالاربع بعدھا حتما احتیاطا، قال المقدسی ذکر ابن الشحنۃ عن جدہ

مقدسی نے محیط سے نقل کیا کہ ہر وُہ جگہ جس کے شہر ہونے میں شک ہو وہاں پر ان لوگوں کو جمعہ کے بعد احتیاطاً چار رکعتیں بنیتِ ظہر ادا کرنی چاہئیں، اسی کی مثل کافی اور قنیہ میں ہے کہ ائمہ نے جمعہ کے بعد لوگوں کو حتمی طور پر احتیاطاً چار رکعات کا حکم دیا ہے، المقدسی نے کہا کہ ابن شحنہ نے اپنے دادا سے اس کے

Marfat.com

الجواب

عبادات بشدت محلِ احتیاط ہیں اور خلاف علماء سے خروج بالاجماع مستحب، جب تک اپنے مذہب کے کسی مکروہ کا ارتکاب نہ لازم آئے کما نص علیہ فی ردالمحتار وغیرہ (جیسے کہ ردالمحتار وغیرہ میں اس پر تصریح ہے۔ ت) قراءتِ مقتدی و رفع یدین وجہر بہ آمین ہمارے مذہب میں باتفاقِ ائمہ ممنوع و مکروہ وخلافِ سنّت ہیں تو ہمیں یہاں رعایت خلاف اپنے مذہب سے خروج اور مکروہ فی المذہب کا ارتکاب صاف ہے بخلاف فرض احتیاطی کہ بسبب تعدد جمعہ رکھے گئے یہ دونوں حرج سے پاک ہیں کہ جواز تعدد مطلقاً اگرچہ علی الاصح ظاہر الروایۃ اور وہی معمول و مفتی بہ مگر منع تعدد بھی مذہب میں ایک قول قوی و مصحح ہے،

فی ردالمحتار جواز التعدد وان کان ارجح واقوی دلیلا لکن فیہ شبھۃ قویۃ لان خلافہ مروی عن ابی حنیفۃ ایضا و اختارہ الطحاوی والتمرتاشی وصاحب المختار وجعلہ العتابی الاظھر وقد علمت قول البدائع انہ ظاھر الروایۃ وفی شرح المنیۃ عن جوامع الفقہ انہ اظھر الروایتین عن الامام قال فی النھر وفی الحاوی القدسی وعلیہ الفتوی وفی التکملۃ للزاھدی وبہ ناخذ اھ فھو حینئذ قول معتمد فی المذھب لا قول ضعیف[1] اھ ملخصا

ردالمحتار میں ہے کہ جمعہ کے متعدد مقامات پر ہونے کا جواز اگرچہ راجح اور قوی ہے مگر اس میں اشتباہ بھی قوی ہے کیونکہ اس کے خلاف امام ابوحنیفہ سے بھی روایت ہے اور اسے طحاوی، تمرتاشی اور صاحب مختار نے اختیار کیا اور عتابی نے اسے اظہر قرار دیا ہے، اور صاحبِ بدائع کا یہ قول آپ پڑھ چکے کہ یہ ظاہر الروایۃ ہے، شرح المنیہ میں جوامع الفقہ سے ہے کہ امام صاحب سے مروی دونوں روایات میں سے یہ اظہر ہے، نہر میں کہا کہ حاوی القدسی میں ہے کہ اسی پر فتوی ہے، اور زاہدی کے تکملہ میں ہے کہ ہمارا عمل اسی پر ہے اھ تو اس وقت مذہب میں یہ معتمد قول ہُوا ضعیف قول نہ رہا اھ ملخصاً (ت)

پھر اس کی رعایت میں کوئی کراہت لازم نہیں آتی کہ یہ فرض احتیاطی بجماعت نہیں ہوتے منفرداً بہ نیت آخر ظہر پڑھے جاتے ہیں وُہ بھی صرف خواص کے لئے عوام کو نہ بتائے جائیں نہ انھیں حاجت، تو فرق ظاہر ہوگیا اور اعتراض ساقط وتفصیل القول فی تلک الرکعات قد سبقت فی فتاونا (ان رکعات کے بارے میں تفصیلی گفتگو ہمارے فتاوٰی میں گزر چکی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] ردالمحتار باب الجمعۃ مطبوعہ مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۵۹۶

Marfat.com

بن عوف فصلاها بمسجد هم فسمی مسجد الجمعۃ وھی اول جمعۃ صلاها صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ذکرہ ابن اسحٰق[1] اھ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

موقعہ پر جمعہ کے دن قبا سے مدینہ طیبہ کی طرف چلے تو دن خوب بلند ہوچکا تھا محلہ بنو سالم بن عوف میں جمعہ کا وقت ہوگیا تو آپ نے ان کی مسجد میں جمعہ ادا فرمایا، اسی وجہ سے اس مسجد کا نام مسجد الجمعہ قرار پاگیا، یہ پہلا جمعہ تھا جو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمایا۔ ابن اسحاق نے اسی طرح ذکر کیا ہے اھ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۰۰: از درو ضلع نینی تال ڈاک خانہ کچھا مرسلہ عبدالعزیز خاں ۴ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز عیدین یا جمعہ میں آدمیوں کی کثرت سے سجدۂ سہو امام کو ترک کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

ہاں علمائے کرام نے بحالت کثرت جماعت جبکہ سجدۂ سہو کے باعث مقتدیوں کے خبط وافتنان کا اندیشہ ہو اس کے ترک کی اجازت دی بلکہ اسی کو اولٰی قرار دیا،

فی الدرالمختار السہو فی صلٰوۃ العید والجمعۃ والمکتوبۃ والتطوع سواء والمختار عند المتاخرین عدمہ فی الاولیین لدفع الفتنۃ کما فی جمعۃ البحر واقرہ المصنف وبہ جزم فی الدرر[2]۔

درمختار میں ہے کہ نمازِ عید، جمعہ اور فرض ونفل نماز میں سہو برابر ہے، متاخرین کے ہاں عید وجمعہ میں دفع فتنہ کی وجہ سے سجدۂ سہو کا نہ ہونا مختار ہے جیسا کہ بحر کے باب جمعہ میں ہے۔ مصنف نے اسے ثابت رکھا اور درر میں اسی کے ساتھ جزم کیا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے،

الظاھر ان الجمع الکثیر فیما سواھما کذلک کما بحثہ بعضہم ط وکذا بحثہ الرحمتی وقال خصوصا فی زماننا وفی جمعۃ حاشیۃ

ظاہر یہ ہے کہ ان (نماز عید وجمعہ) کے علاوہ میں جہاں بھی کثیر اجتماع ہو اس کا حکم بھی یہی ہے جیسا کہ بعض نے بیان کیا ہے ط، اور اسی طرح رحمتی نے بحث کرتے ہوئے کہا اور کہا کہ خصوصاً ہمارے دور میں (سجدۂ سہو نہ کرنا

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب باب ماجاء فی الامام ینزل بقریۃ الخ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۱/ ۲۲۰

[2] درمختار باب سجود السہو مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۰۳

Marfat.com

التصریح بالندب و بحث فیه بانه ینبغی ان یکون عند مجرد التوھم اما عند قیام الشك والاشتباہ فالظاھر الوجوب و نقل عن شیخه ابن الھمام مایفیدہ و قال المقدسی نحن لا نامر بذلك امثال ھذہ العوام بل ندل علیه الخواص ولو بالنسبة الیھم[1] اھ ملخصا

مندوب ہونے کی تصریح کی اور اس پر اعتراض کیا کہ ایسی بات اس وقت ہے جب وہم ہو اور اگر شک و اشتباہ ہو تو پھر واجب ہے اور اپنے شیخ ابن ہمام سے وُہ نقل کیا جو یہاں مفید تھا، مقدسی نے کہا کہ ہم ایسی باتوں کا حکم عوام کو نہیں دیتے بلکہ خواص کو مطلع کرتے ہیں اگرچہ وہ ان کی نسبت سے ہوں اھ ملخصاً (ت)

تحقیقِ مسئلہ ہمارے فتاوٰی اور رسالہ لوامع البہا فی المصر للجمعۃ والاربع عقبیھا میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۹۹ از رامپور متصل مراد آباد محلہ ملّا ظریف گھیر فرنگن محل مرسلہ مولوی ریاست حسین صاحب ۴ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ جمعہ بکدام سال مفروض شد۔

اس مسئلہ کے بارے میں علمائے دین کیا فرماتے ہیں کہ جمعہ کس سال فرض ہوا ؟

الجواب

ہم بسال اوّل از ہجرت علی الصحیح المشھور عند الجمھور فی شرح المواھب للزرقانی الایة مدنیة فتدل علی انھا فرضت بالمدینة و علیه الاکثر وقال الشیخ ابوحامد فرضت بمکة قال الحافظ وھو غریب[2] و فی شرح الموطا له انه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی سفر الھجرة لما خرج من قبا یوم الجمعة حین ارتفع النھار ادرکته الجمعة فی بنی سالم

جمہور کے نزدیک صحیح مشہور یہی ہے کہ ہجرت کے پہلے سال فرض ہوا، شرح المواہب للزرقانی میں ہے کہ آیت (جمعہ) مدنی ہے جو دال ہے کہ جمعہ کی فرضیت مدینہ منورہ علی صاحبہا الصلوٰۃ میں ہُوئی، اور اکثر علماء کی یہی رائے ہے۔ شیخ ابوحامد کہتے ہیں کہ جمعہ مکہ مکرمہ میں فرض ہُوا تھا۔ حافظ کہتے ہیں کہ یہ قول غریب ہے۔ زرقانی کی شرح موطا میں ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب سفر ہجرت کے

---

[1] ردالمحتار باب الجمعۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۵۹۶
[2] شرح المواہب اللدنیۃ للزرقانی الباب الثانی فی ذکر صلوۃ الجمعۃ مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر ۷/۳۳۳

Marfat.com

المعذورین بقوله لما فیه من الاخلال بالجملة اذهی جامعة الجماعات[1] اھ قال فی الفتح وتبعه فی البحر هذا الوجه مبنی علی عدم جواز تعدد الجمعة فی المصر الواحد[2] الخ زاد فی البحر وهو خلاف المنصوص علیه روایة ودرایة[3] اھ **اقول** علله فی الهدایة بتعلیلین الاول ماذکر والثانی ما عولتم علیه حیث قال بعده والمعذور قد یقتدی به غیره[4] اھ ولا غرو وتعلیل المسألة علی کل من القولین علی ان قول التوحد ایضا قول قوی فی المذهب کما یظهر مما علقنا علی ردالمحتار وقد اوردناه فی فتاونا والاعتراض بمثل هذا علی مثل هذا الامام من مثل هذا الفاضل العلام ممایفضی الی العجب وقد تبع فیه الفتح ولکن الفتح انما اقتصر علی ما قدمت ثم قال وعلی الروایة المختارة عند السرخسی وغیره من جواز تعددها فوجهه انه ربما یتطرق فی غیر المعذور الی الاقتداء بهم[5] الخ ولم یذکر ما ذکر هذا البحر فهو لیس بجرح بل شرح بتوزیع الدلیلین علی القولین والله الموفق۔

بیان کرنا بھی اسی پر مبنی ہے کہ اس صورت میں جمعہ میں خلل آتا ہے حالانکہ وہ تمام جماعتوں کا جامع ہے اھ فتح میں کہا اور اسی کی اتباع بحر میں ہے کہ یہ وجہ ایک شہر میں متعدد جگہ جمعہ کے عدم جواز پر مبنی ہے الخ بحر میں اضافہ کرتے ہوئے کہا کہ روایت و درایت کے لحاظ سے یہ نص کے خلاف ہے اھ

اقول ہدایہ میں اس کی دو علتیں بیان ہوئی ہیں ایک یہ جو مذکور ہے اور دوسری وہ جس پر تم نے اعتماد کیا وہاں اس کے بعد انھوں نے کہا کبھی معذور کی غیر اقتدا کرلیتا ہے اھ اور کوئی حرج نہیں کیونکہ مسئلہ کی علت دونوں قولوں پر ہے

علاوہ ازیں قول توحد بھی مذہب میں قوی قول ہے جیسا کہ ہمارے حاشیہ ردالمحتار کی تحریر سے ظاہر ہوجاتا ہے اور ہم نے اسے اپنے فتاوٰی میں ذکر کیا ہے، اس طرح کا اعتراض ایسے امام پر اس طرح کے فاضل علام سے تعجب وارد، اور انہوں نے اس میں فتح کی اتباع کی ہے لیکن فتح نے اسی پر اکتفار کیا ہے جو پیچھے گزر چکا ہے پھر کہا سرخسی وغیرہ کے نزدیک مختار روایت پر تعدد جمعہ کا جواز ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض اوقات معذور کو غیر معذور کی اقتدار لاحق ہوجاتی ہے اھ اور انہوں نے ذکر نہیں کیا جو بحر نے کیا ہے پس وہ جرح نہیں بلکہ دو اقوال کی دلیلوں کی تقسیم بطور شرح ہے اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔ (ت)

---

[1] الہدایۃ باب صلوۃ الجمعۃ ۱/۱۵۰
[2] فتح القدیر شرح الہدایۃ باب صلوۃ الجمعۃ ۲/۳۵
[3] بحرالرائق شرح کنزالدقائق باب صلوۃ الجمعۃ ۱/۱۵۴
[4] الہدایۃ " ۱/۱۵۰
[5] فتح القدیر باب صلوۃ الجمعۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۳۵

Marfat.com

ابی السعود عن العزمیة انه لیس المراد عدم جوازہ بل الاولی ترکہ لئلا یقع الناس فی فتنۃ اھ قولہ وبہ جزم فی الدرر لکنہ قیدہ محشیھا الوانی بما اذا حضر جمع کثیر والا فلا داعی الی الترک[۱]۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

چاہئے) حاشیہ ابوالسعود کے جمعہ میں عزمیہ سے ہے کہ اس سے مراد یہ نہیں کہ سجدۂ سہو جائز نہیں بلکہ اس کا ترک اولٰی ہے تاکہ لوگ فتنہ میں نہ پڑیں' اھ قولہ اس پر درر میں جزم ہے لیکن اس کے محشی الوانی نے اس قید کا اضافہ کیا ہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب وہاں کثیر لوگ جمع ہوں ورنہ نہیں کیونکہ اس وقت ترک سجدہ کا داعی نہیں ہوگا، ط۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۰۱ از ریاست رامپور محلہ ملاظریف گھیر منشی عبدالرحمٰن خاں مرحوم مرسلہ مولوی عبدالرؤف صاحب
۱۲ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں آج جمعہ کے دن امام صاحب جمعہ مع خطبہ پڑھا کر فارغ ہوئے اب اُس وقت پندرہ سولہ آدمی اسی مسجد میں بعد نمازِ جمعہ آگئے اب یہ آیندگان اسی مسجد میں پھر جمعہ پڑھیں یا ظہر، برتقدیر ثانی جماعت سے پڑھیں یا منفرد؟ عبدالحی صاحب مرحوم نے اپنے مجموعۂ فتاوی میں لکھا ہے کہ وہ لوگ جمعہ پڑھیں گے دوسری مسجد میں افضل لکھا ہے اگر اسی مسجد میں پڑھیں کچھ حرج نہیں کرکے تحریر کیا ہے، مگر عالمگیری کی عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دُوسرا جمعہ جائز نہیں بلکہ وہ لوگ فرادی فرادی نماز پڑھیں اس کی تحقیق کیا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

عالمگیری میں یہ مسئلہ خانیہ سے ماثور ہے اور اسی کی مثل فتاوی ظہیریہ و بحرالرائق و درمختار وغیرہا میں مذکور،

قال فی البحر قال فی الظھیریۃ جماعۃ فاتتھم الجمعۃ فی المصر فانھم یصلون الظھر بغیر اذان ولا اقامۃ ولا جماعۃ[۲]۔

بحر میں ہے کہ ظہیریہ میں فرمایا کہ اگر کسی شہر میں قوم سے جماعت فوت ہوگئی تو بغیر اذان، تکبیر اور جماعت کے ظہر ادا کریں۔ (ت)

تصویر مسئلہ فوت جمعہ سے ہے اور وہ قول توقدیر تو ظاہر،

وعلیہ یبتنی تعلیل الھدایۃ لمسألۃ

اور ہدایہ میں مسئلہ معذورین کی ان الفاظ میں علت

---

[۱] ردالمحتار باب سجود السھو مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۵۶
[۲] بحرالرائق شرح کنزالدقائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۵۴

Marfat.com

سراجیہ میں ہے :

والی مصرمات فصلی بھم خلیفۃ المیت او صاحب الشرطۃ او القاضی جاز فان لم یکن ثم واحد منھم واجتمع الناس علی رجل فصلی بھم جاز۔[1]

والیِ مصر فوت ہوگیا تو جمعہ وارثِ میت پڑھائے یا صاحب یا قاضی، تو جائز ہے، اور اگر ان میں سے وہاں کوئی موجود نہیں اور لوگوں نے کسی شخص کو امام بنالیا تو تب بھی جائز ہے۔ (ت)

خانیہ میں ہے :

ان لم یکن ثم قاض ولا خلیفۃ المیت فاجتمع العامۃ علی تقدیم رجل جاز لمکان الضرورۃ۔[2]

اگر وہاں قاضی اور خلیفۂ میت نہ ہو اور لوگ کسی ایک شخص کو امام بنالیں تو یہ ضرورت کے موقعہ پر جائز ہوگا۔ (ت)

تہذیب وہندیہ میں ہے :

لو تعذر الاستیذان من الامام فاجتمع الناس علی رجل یصلی بھم الجمعۃ جاز۔[3]

اگر امام سے اجازت متعذر ہو اور لوگ کسی ایک آدمی کو امام بنالیں تو جائز ہے۔ (ت)

اور بظاہر کہ کلام اُسی صورت میں ہے جبکہ پہلا جمعہ صحیح ادا ہولیا ورنہ مسجد واحد میں تعدّدِ جمعہ کہاں، اور دُوسری مسجد میں اولویت کا کیا منشا۔ توضرور ہے کہ پہلی نماز اسی نے پڑھائی جو اس مسجد میں اقامتِ جمعہ کا مالک تھا اب یہ دوبارہ وہیں جمعہ پڑھانے والا دو حال سے خالی نہیں عہ یا اُس مالکِ اقامت کے اذن سے پڑھائے گا یا بے اذن اول کی طرف راہ ممنوع کہ یہاں اذنِ مالک نہیں، مگر انابت اور بعد اس کے کہ آج کا جمعہ خود اصل پڑھا چکا اقامتِ شعار ہوچکی، جمعہ امروز میں انابت کے کوئی معنی نہیں کہ انابت تحصیل نا حاصل کے لئے ہوتی ہے نہ تحصیل حاصل کے واسطے نہ نائب ومنیب ایک امر میں جمع ہوسکیں اور جمعہ آئندہ کے لئے اذن جمعہ امروزہ کا اذن نہیں تو شقِ ثانی ہی متعین ہوئی اور جمعہ میں غیر امامِ جمعہ کی امامت بے اذن امام جمعہ باطل ہے۔ سراجیہ میں بعد عبارت

عہ بقی ان لو وجدوا اماما معینا ماذونا ۱۲ (م) (یہ احتمال باقی رہ گیا کہ عام لوگ کسی مقررہ اذن والے شخص کو پائیں۔ ت)

---

[1] فتاوٰی سراجیہ — باب الجمعۃ — مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ بھارت — ص ۱۷/۱

[2] فتاوٰی قاضی خان — باب صلوٰۃ الجمعۃ — ″ ″ ″ ″ — ص ۸۴/۱

[3] فتاوٰی ہندیہ — الباب السادس عشر فی صلوٰۃ الجمعۃ — مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور — ص ۱۴۶/۱

Marfat.com

اور قول معتمد تعدد پر بھی اُس میں صور متعددہ متصور، از انجملہ یہ کہ سب جگہ نماز ہو چکی اور باقی صرف تین آدمی ہیں اور جمعہ کے لئے کم سے کم چار درکار، بہرحال یہ مسئلہ عدم جواز تعدد جمعہ بمسجد واحد میں نص نہیں، اب سوال پر نظر کیجئے فتاوائے لکھنؤ بعض احباب سے منگا کر دیکھا گیا اُسی میں اُس حکم پر نہ کوئی سند پیش کی ہے نہ کسی کتاب کا حوالہ دیا صرف صحت تعدد و فرضیت جمعہ پر بنائے کار کرکے لکھ دیا کہ اس وجہ سے لازم ہے اُن لوگوں کو کہ جماعت سے خطبہ اور جمعہ ادا کریں مگر دوسری مسجد میں ہو تو اولٰی ہے اور اگر اُسی مسجد میں ہو تو بھی کچھ حرج نہیں۔

اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) صحتِ جمعہ کے لئے صرف جواز تعدد ہی کافی نہیں ع

ہزار نکتہ باریک تر ز مو اینجاست

(یہاں ہزار نکتہ ہے جو بال سے بھی زیادہ باریک ہے)

ہر شخص اقامت و امامتِ جمعہ کا اختیار نہیں رکھتا بلکہ سلطانِ اسلام یا اس کا مامور یا علی الخلاف مامور کا نائب بنایا ہُوا بضرورت یا بلا ضرورت، اور جہاں استیذانِ سلطان متعذر ہو تو جسے عامۂ مومنین خطیب و امامِ جمعہ مقرر کرلیں تنویرالابصار و درمختار میں ہے:

یشترط لصحتھا السلطان او مامورہ باقامتھا واختلف فی الخطیب المقرر من جھۃ الامام الاعظم اونائبہ ھل یملك الاستنابۃ فی الخطبۃ فقیل لا مطلقا وقیل ان لضرورۃ جاز والا لا وقیل یجوز مطلقا وھو الظاھر من عبارا تھم ففی البدائع کل من ملك الجمعۃ ملك اقامۃ غیرہ ونصب العامۃ الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر اما مع عدمھم فیجوز للضرورۃ[1] اھ ملتقطا۔

صحتِ جمعہ کے لئے سلطان یا اس کی طرف سے اقامتِ جمعہ پر مامور شخص کا ہونا ضروری ہے، اس میں اختلاف ہے کہ امام اعظم یا اس کے نائب کی طرف سے مقرر کردہ خطیب، خطبہ میں نائب بنا سکتا ہے یا نہیں، بعض نے کہا ہر حال میں جائز نہیں، بعض نے کہا کہ حاجت کے وقت جائز، ورنہ جائز نہیں، اور بعض کے نزدیک ہر حال میں نائب بنا سکتا ہے۔ فقہاء کی عبارت سے یہی ظاہر ہے، بدائع میں ہے کہ ہر وہ شخص جسے جمعہ کا مالک بنا دیا گیا وُہ اپنے علاوہ کسی کو اقامتِ جمعہ کے لئے تقرر کا بھی مالک ہوگا اور عام لوگوں کا خطیب مقرر کرنا معتبر نہیں جبکہ مذکور لوگ موجود ہوں، ہاں اگر مذکورہ بالا لوگ نہ ہوں تو ضرورت کی وجہ سے جائز ہوگا اھ ملتقطا (ت)

---

[1] درمختار باب الجمعہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۱۰۹ و ۱۱۰

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے :

قولہ لمعذور وکذا غیرہ بالاولٰی اھ فانت تعلم انھم انما احوجھم الی اداء الظھر انھم لا یقدرون علی اقامۃ الجمعۃ فارشدوا الی صلوتھا فرادی کما لا یخفی علی من رزق العقل السلیم والفھم المستقیم واللہ تعالٰی اعلم۔[1]

قولہ معذور، غیرمعذور کا بطریق اولٰی یہی حکم ہے اھ اور آپ جانتے ہیں کہ یہ لوگ اداءِ ظہر کے زیادہ محتاج ہیں کیونکہ وُہ اقامتِ جمعہ پر قادر ہی نہیں لہذا علماء نے تنہا نمازِ ظہر ادا کرنے کی تلقین کی' جیسا کہ ہر شخص پر مخفی نہیں جسے اللہ تعالٰی نے عقلِ سلیم اور فہم مستقیم عطا فرمایا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۰۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں دو امام درمیان میں پردہ ڈال کر جمعہ پڑھانا جائز ہوگا یا نہیں ؟

(۲) ایک مسجد میں دُو دفعہ جمعہ پڑھنا جائز ہوگا یا نہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب

عدمِ جواز بمعنی گناہ تو جمیع فرائض میں ہے صورتِ سوال سے ظاہر کہ دیدہ و دانستہ دو جماعتیں بالقصد اس طرح کیں اور کسی فرض کی دو جماعتیں ایک مسجد ایک وقت میں بالقصد قائم کرنا ہرگز جائز نہیں، دونوں فریق یا لااقل دونوں میں سے ایک ضرور گنہگار ہوگا کہ جماعت فرائض کی ایسی تفریق صراحۃً بدعت سیئہ شنیعہ ہے، اگر دونوں امام میں صرف ایک صالح امامت بلاکراہت ہے، مثلاً دُوسرا فاسق معلن یا بدمذہب ہے جب تو کراہت صرف اس دوسرے پر ہے، اور اگر دونوں صالح تو جس کی نیت پہلے بندھ گئی اس پر الزام نہیں دوسرے پر ہے، اور معاً باندھیں تو دونوں پر۔ خلاصہ وہندیہ میں ہے :

قوم جلوس فی المسجد الداخل وقوم فی المسجد الخارج اقام المؤذن فقام امام من اھل الخارج وأمھم وقام امام من اھل الداخل فأمھم من یسبق بالشروع فھو والمقتدون بہ لاکراھۃ فی حقھم۔[2]

کچھ لوگ مسجد داخل میں اور کچھ لوگ مسجد خارج میں بیٹھے تھے مؤذن نے تکبیر کہی، اہلِ خارج میں سے امام نے اور اہلِ داخل میں سے بھی امام نے جماعت کرائی' ان میں سے جس نے پہلے شروع کی وہ امام اور اسی کے لوگ مقتدی ہوں گے اور ان کے حق میں کوئی کراہت نہیں (ت)

---

[1] ردالمحتار باب الجمعۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۶۰۴

[2] فتاوٰی ہندیۃ الباب الخامس فی الامامت فصل ثانی مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۴

Marfat.com

مذکورہ ہے:

لوصلی احد بغیر اذن الخطیب لایجوز الا اذا اقتدی بہ من لہ ولایۃ الجمعۃ[1]

اگر بغیر اذنِ خطیب نماز پڑھائی تو جائز نہیں، البتہ اس صورت میں جائز ہوگی جب اس کی اقتدا کسی ایسے شخص نے کی جو ولایتِ جمعہ رکھتا تھا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

واقرہ شیخ الاسلام[2] (اسے شیخ الاسلام نے ثابت رکھا۔ ت)

خانیہ و ہندیہ و ردالمحتار میں ہے:

رجل خطب یوم الجمعۃ بغیر اذن الامام والامام حاضر لا یجوز ذلك الا ان یکون الامام امرہ بذلك[3]

کسی شخص نے اذنِ امام کے بغیر خطبہ دیا حالانکہ امام موجود تھا تو یہ جائز نہیں مگر اس صورت میں جب امام نے اسے اس کا حکم دیا ہو۔ (ت)

نہ اس مسجد میں آج کے جمعہ کو امام کی ضرورت، نہ معدودے چند عامہ ناس ہیں ورنہ جمعہ سے بڑھ کر عیدین کبھی کسی شخص کو فوت نہ ہوں جبکہ اپنے ساتھ ایک ہی پا سکے کہ انھیں نماز مل جانی ضرورت قرار پائے اور ان میں ایک کا دوسرے کو امامِ عید مقرر کرلینا قائم مقام امامتِ سلطانِ اسلام ٹھہرے اور تمام مسائل کہ فوتِ جمعہ و عیدین پر مبتنی ہیں باطل ہوجائیں وھذا لا یقول بہ عاقل فضلا عن فاضل (یہ بات تو کوئی معمولی عقل والا بھی نہیں کہہ سکتا چہ جائیکہ کوئی فاضل کہے۔ ت) تو حق یہ ہے کہ اس مسجد میں درکنار کسی دوسری مسجد میں بھی جہاں جمعہ نہ ہوتا ہو خواہ مکان یا میدان میں کسی جگہ یہ لوگ جمعہ نہیں پڑھ سکتے بلکہ اپنی ظہر تنہا تنہا پڑھیں۔

تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

کرہ تحریما لمعذور ومسجون ومسافر اداء ظہر بجماعۃ فی مصر قبل الجمعۃ وبعدھا لتقلیل الجماعۃ وصورۃ المعارضۃ[4]

جمعہ سے پہلے اور اس کے بعد شہر میں معذور، قیدی اور مسافر کا جماعت کے ساتھ ظہر ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اس میں قلتِ جماعت اور صورتِ تعارض لازم آتی ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی سراجیہ | باب الجمعہ | مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ بھارت | ص ۱۷

[2] درمختار | " | " مطبع مجتبائی دہلی بھارت | ۱/۱۱۰

[3] فتاوٰی ہندیہ | الباب السادس عشر فی صلٰوۃ الجمعۃ | مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور | ۱/۱۴۵

[4] درمختار | " | " مطبع مجتبائی دہلی بھارت | ۱/۱۱۲

Marfat.com

نہ ہوا، یہیں سے صورتِ اخیرہ کا جواب بھی ظاہر، اور اگر بفرضِ باطل صورتِ صحت تسلیم بھی ہو جو ہرگز لائقِ تسلیم نہیں تو اس کے سخت مخالفِ مقصودِ شرع و بدعتِ شنیعہ سیئہ ہونے میں کلام نہیں، جمعہ میں ایک مذہب قوی یہ ہے کہ شہر بھر میں ایک ہی جگہ ہو سکتا ہے اور بعض نے دو جگہ اجازت دی اور بعض نے بیچ میں نہر فاصل ہونے کی شرط کی، مفتی بہ جواز تعدد ہے مگر یہ تعدد کہ ایک ہی دن ایک ہی مسجد میں دس بار امامتِ جمعہ ہو کہ جیسے دُو ویسے ہی نَنّو، یہ بلاشُبہہ ابتداع فی الدین ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۰۳ از کانپور محلہ جرنیل گنج مسجد حاجی فرحت مرسلہ شیخ محمد سہول ۱۸ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ

ما قولکم ایھا العلماء الکرام (اے علمائے کرام! تمہارا قول کیا ہے۔ ت) اس مسئلہ میں کہ خطبہ یا عیدین کو عربی میں پڑھ کر اُردو میں ترجمہ کرنا یا صرف اردو میں بطور وعظ کے خطبہ ادا کرنا یا بعض حصہ عربی و بعض اردو میں پڑھنا یا چند اشعار ترغیباً و ترہیباً عربی یا غیر عربی میں پڑھنا مع النثر او لاجائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

یہ سوال چند امور پر مشتمل:

اوّل جمعہ یا عیدین کا خطبہ پڑھ کر اُردو میں ترجمہ کرنا۔ **اقول** وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) قضیۂ نظرِ فقہی یہ ہے کہ یہ امر عیدین میں بہ نیت خطبہ ہو تو ناپسند اور اس کا ترک احسن اور بعد ختم خطبۂ نہ بنیت خطبہ بلکہ قصد پند و نصیحت جداگانہ ہو تو جائز و حسن اور جمعہ میں مطلقاً مکروہ و نامستحسن، دلیل حکم و وجہِ فرق یہ کہ زمانِ برکت نشانِ رسالت سے عہدِ صحابۂ کرام و تابعینِ عظام و ائمۂ اعلام تک تمام قرون و طبقات میں جمعہ و عیدین کے خطبے ہمیشہ خالص زبانِ عربی میں مذکور و ماثور اور باآنکہ زمانۂ صحابہ میں بحمد اللہ تعالٰی اسلام صدہا بلادِ عجم میں شائع ہوا، جوامع بنیں، منابر نصب ہوئے، باوصف تحقیق حاجت کبھی کسی عجمی زبان میں خطبہ فرمانا یا دونوں زبانیں ملانا مروی نہ ہوا تو خطبے میں دُوسری زبان کا خلط سنّتِ متوارثہ کا مخالف و مغیر ہے اور وہ مکروہ،

کما بیناہ فی فتاوٰنا وذکرنا ثم الفرق بین الکف و الترك فتثبت و لا تتخبط۔

جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا اور وہاں ہم نے کف اور ترک کے درمیان فرق واضح کر دیا ہے اس پر ثابت رہو اور انتشار کا شکار نہ ہوں۔ (ت)

مگر عیدین میں خطبہ بعد نماز ہے تو وہ مستوعدِ وقت نہیں ہو سکتا نیت قطع اپنا عمل کرے گی اور بعد فراغ خطبہ کہ تمام امورِ متعلقہ نماز عید منتہی ہو گئے، مسلمانوں کو تذکیر و تفہیم و وعظ و تعلیم ممنوع نہیں بلکہ مندوب، اور خود سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ بخاری و مسلم و دارمی و ابو داؤد و نسائی و ابن ماجہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی

Marfat.com

ردالمحتار باب ادراک الفریضہ میں ہے :

لوکان مقتدئا بمن یکرہ الاقتداء بہ ثم شرع من لاکراھۃ فیہ ھل یقطع ویقتدی بہ استظھر ط ان الاول لو فاسقا لایقطع ولو مخالفا وشك فی مراعاتہ یقطع اقول و الاظھر العکس لان الثانی کراھۃ تنزیھیۃ کالاعمی والاعرابی بخلاف الفاسق الخ[1]

اگرکسی نے ایسے شخص کی اقتدا کی جس کی اقتدا مکروہ تھی پھر ایسے امام نے جماعت شروع کی جس میں کراہت نہ تھی تو کیا وہ مقتدی قطع کرکے دوسرے کی اقتدا کرے، ط نے اس کو ظاہر کہا کہ اول اگر فاسق ہے تو قطع نہ کرے اور اگر مخالف مسلک رکھتا ہے اور اس سے دوسرے مسلک کی رعایت مشکوک ہے تو پھر قطع کرے، اقول اس کا عکس اظہر ہے کیونکہ دوسرے میں کراہت تنزیہی ہے جیسا کہ نابینا یا اعرابی میں ہے بخلاف فاسق کے الخ۔ (ت)

اور جمعہ میں تو جواز بمعنی صحت ہی نہیں کم سے کم ایک فریق کا جمعہ سرے سے ادا ہی نہ ہوگا، صحتِ جمعہ کی شرائط سے ایک یہ بھی ہے کہ بادشاہِ اسلام یا اس کا ماموراقامت کرے یعنی سلطان خود یا اس کا ماذون خطبہ پڑھے، امامت کرے اور جہاں یہ صورت متعذر ہو جیسے ان بلادِ ہندوستان میں کہ ہنوز دارالاسلام ہے وہاں بضرورت نصب عامہ کی اجازت یعنی عام مسلمین جسے امام مقرر کرلیں۔

فی التنویر والدر یشترط لصحتھا السلطان اومامورہ باقامتھا وقالوا یقیمھا امیر البلد ثم الشرطی ثم القاضی ثم من ولاہ قاضی القضاۃ ونصب العامۃ غیر معتبر مع وجود من ذکر امامع عدمھم فیجوز للضرورۃ اھ ملتقطا[2]

تنویر اور در میں ہے کہ صحت جمعہ کے لئے سلطان یا اس کی اقامت کے لئے سلطان کا مامور ہونا ضروری ہے، فقہا نے فرمایا ہے کہ جمعہ شہر کا امیر، پھر محاسب پھر قاضی پھر وہ شخص قائم کرسکتا ہے جس کو قاضی القضاۃ نے مقرر کیا ہو، ان لوگوں کی موجودگی میں عوام کا تقرر معتبر نہیں البتہ جب ان میں سے کوئی نہ ہو تو ضرورت کی وجہ سے جائز ہوگا اھ ملتقطا (ت)

پر ظاہر کہ کسی مسجد کے لئے دوامامِ جمعہ علیٰ وجہ الاجتماع کہ دونوں امامت جمعہ واحدہ کریں مقرر نہیں ہوتے خصوصاً ہمارے بلاد میں امر اور بھی اظہر کہ نصب عامہ صرف بضرورت اقامت شعار معتبر اور یہ ضرورت امام واحد سے مرتفع، تو ایک جمعہ میں ایک مسجد میں دو امام کا جمع باطل و متدفع، پس صورت مستفسرہ میں اُن دونوں میں جو اُس مسجد کا امام معین جمعہ نہ تھا اُس کا اور اُس کے مقتدیوں کا جمعہ ادا نہ ہوا، اور اگر دونوں نہ تھے تو کسی کا

---

[1] ردالمحتار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۲۵

[2] درمختار باب الجمعہ ر مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۱۰۹-۱۱۰

Marfat.com

او جامع واغتسل استقبل خلاصة ای لنزوما لبطلان الخطبة سراج[1] اھ مزیدا من الشامی

میں ہے ش) اور اگر کسی جنبی کا فاصلہ ہو گیا پس اگر وہ طویل تھا مثلاً گھر آیا اور کھانا کھایا یا جماع کیا اور غسل کر کے واپس لوٹا تو نئے سرے سے خطبہ دے خلاصہ، یعنی اب خطبہ دوبارہ دینا لازمی ہے کیونکہ پہلا ختم ہو چکا ہے سراج اھ یہ اضافہ شامی سے ہے۔ (ت)

اور شک نہیں کہ خطبہ خواندہ کا ترجمہ یا اور مواعظ ونصائح جو اس وقت میں واقع ہوں گے انہیں مقاصد ومضامین خطبہ پر مشتمل ہوں گے ——————— تو وقت خطبہ میں ایقاع تذکیر بہ نیت تذکیر قطعاً اُسے داخل خطبہ کرے گا اور نیت قطع بے معنی رہے گی کہ عمل و واقع صراحۃً اس کا مکذب ہوگا

کمن نوی ان لایاکل وھو اٰکل اولایشرب وھو شارب بالجملۃ فنیۃ التذکیر فی ھذا الوقت عین نیۃ الخطبۃ لیست الخطبۃ الا ھذا ولذا اصرحوا ان الخطیب کلما تکلم بکلام یامر فیہ بمعروف اوینھی عن منکر فانہ یعد من الخطبۃ وان خاطب بہ رجلا معینا لحاجۃ مخصوصۃ کما سیاتی۔

جیسے کہ کسی شخص نے نیت کی کہ وہ نہیں کھائے گا یا نہیں پیئے گا درانحالیکہ وہ کھا رہا ہے یا پی رہا ہے، الغرض اس موقعہ پر تذکیر کی نیت بعینہٖ نیتِ خطبہ ہے کیونکہ خطبہ تذکیر ہی ہوتا ہے، اسی لئے فقہاء نے تصریح کی ہے کہ خطبہ دینے والا کوئی ایسا کلام کرے جس میں نیکی کا حکم اور بُرائی سے ممانعت ہو تو اسے خطبہ ہی کہا جائے گا اگرچہ وُہ کسی مخصوص حاجت کی وجہ سے کسی سے مخاطب ہو رہا ہو جیسا کہ عنقریب آرہا ہے۔ (ت)

اور اگر بالفرض قطع ہی مانیے تو خطبہ ونماز میں فصل لازم آئے گا اگرچہ غیر اجنبی سے تو سنّتِ مستمرہ وصل کے خلاف ہوگا بہر حال خالی از کراہت نہیں ھذا ما ظھر لی وباللہ التوفیق۔

دوم صرف اردو خطبہ اس کی کراہت بیان بالا سے اظہر واز ہر خصوصاً جبکہ یہ صرف اپنی صرافت محضہ پر ہو کہ اب تو اس کا مکروہ وشنیع ہونا صراحۃً منصوص کہ خطبہ میں تلاوتِ قرآن عظیم کا ترک بُرا ہے۔

فی الھندیۃ فی ذکر سنن الخطبۃ الحادی عشر قراءۃ القراٰن وتارکھا مسیئ ھکذا فی البحر الرائق ومقدار ما یقرأ فیھا من القراٰن ثلث اٰیات قصار او اٰیۃ طویلۃ کذا

فتاوٰی ہندیہ میں سُننِ خطبہ کے بیان میں ہے کہ گیارھویں سنت خطبہ میں قرآن پڑھنا ہے اور اس کا ترک گناہ ہے، اسی طرح بحر الرائق میں ہے اور اس کی تعداد تین چھوٹی آیات یا ایک بڑی آیت ہے

---

[1] درمختار — باب الجمعہ — مطبوعہ مجتبائی دہلی بھارت ۱/۱۱۱

Marfat.com

سے راوی:

قال خرجت مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوم فطر او اضحی فصلی ثم خطب ثم اتی النساء فوعظہن وذکرھن وامرھن بالصدقۃ[1]

میں حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ عید الفطر یا عید الاضحٰی کے دن نکلا آپ نے نماز پڑھائی پھر خطبہ ارشاد فرمایا اس کے بعد آپ خواتین کے اجتماع میں تشریف لے گئے انھیں وعظ ونصیحت فرمائی اور صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ (ت)

صحیحین میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے:

ثم خطب الناس بعد فلما فرغ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نزل فاتی النساء فذکرھن[2]

پھر اس کے بعد آپ نے خطبہ دیا، جب نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فارغ ہوئے تو آپ منبر سے نیچے تشریف لائے، اس کے بعد خواتین کے اجتماع میں تشریف لاکر انھیں نصیحت وتلقین فرمائی۔ (ت)

امام نووی منہاج میں فرماتے ہیں: انما نزل الیھن بعد فراغ خطبۃ العید[3] (آپ خواتین کے اجتماع میں خطبہ عید سے فراغت کے بعد تشریف لے گئے۔ ت) بخلاف جمعہ کہ اس میں خطبہ قبل نماز ہے اور شروع تذکیر سے آغازِ تکبیر تک اُسی کا وقت ہے ولہذا فصل بہ اجنبی ناجائز، یہاں تک کہ اگر فصل طویل حاصل ہو خطبہ زائل اور اعادہ لازم، ورنہ نماز باطل ہو، اور غیر اجنبی سے بھی فصل پسندیدہ نہیں اور اعادۂ خطبہ اَولٰی۔

فی الدرالمختار لو خطب جنبا ثم اغتسل وصلی جاز[4] (ای ولا یعد الغسل فاصلا لانہ من اعمال الصلوٰۃ ولکن الاولی اعادتہا کما لو تطوع بعدھا کما فی البحر[5] ش) ولو فصل باجنبی فان طال بان رجع لبیتہ فتغدی

درمختار میں ہے اگر کسی نے جنبی حالت میں خطبہ دیا پھر غسل کیا اور نماز پڑھائی تو جائز ہے (یعنی غسل کو (خطبہ اور نماز کے درمیان) اجنبی شمار کیا جائے گا کیونکہ وہ بھی نماز کے اعمال میں سے ہے لیکن اعادۂ خطبہ بہتر ہے جیسا کہ اگر خطبہ کے بعد نوافل ادا کئے۔ جیسا کہ بحر

---

[1] صحیح البخاری کتاب العیدین باب خروج الصبیان الی المصلی مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۳۳

[2] 〃 〃 باب المشی والرکوب الخ 〃 〃 〃 ۱/۱۳۱

[3] شرح مسلم للنووی مع مسلم کتاب صلوٰۃ العیدین 〃 〃 〃 ۱/۲۸۹

[4] درمختار باب الجمعہ 〃 مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۱۱۱

[5] ردالمحتار 〃 〃 مصطفی البابی مصر ۱/۶۰۰

Marfat.com

مسئلہ ۱۳۰۴ ازکانپور محلہ جرنیل گنج مسجد حاجی فرحت مرسلہ شیخ محمد سہول ۱۸ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ

ماقولکم ایھا العلماء الکرام (اے علمائے کرام تمہارا کیا قول ہے) اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی نماز میں جو اخیر میں دو رکعت ظہر کی سنت پڑھتے ہیں اس کی ضرورت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

جمعہ کے بعد ظہر کی سنت کا کوئی محل ہی نہیں، نہ ضرورت بمعنی وجوب سنن میں محتمل۔ ہاں جمعہ کی سنت بعدیہ میں اختلاف ہے، اصل مذہب میں چار ہیں وعلیہ المتون (متون میں اس بات کا تذکرہ ہے۔ت) اور احوط و افضل چھ ہیں۔

وھو قول الامام ابی یوسف وبہ اخذ اکثر المشائخ کما فی فتح اللہ المعین عن النھر عن العیون والتجنیس وھو المختار کما فی جواھر الاخلاطی وھو الثابت بالحدیث کما بیناہ فی فتاوٰنا۔

امام ابو یوسف کا یہی قول ہے اور اسی پر اکثر مشائخ کا عمل ہے جیسا کہ فتح اللہ المعین میں نہر سے اور وہاں عیون اور تجنیس سے ہے اور یہی مختار ہے جیسا کہ جواہر الاخلاطی میں ہے اور یہ حدیث سے ثابت ہے جیسا کہ ہمارے فتاوٰی میں اس کی تفصیل ہے۔(ت)

مگر جب صحت جمعہ میں نزاع و اشتباہ کے باعث خواص چار رکعت احتیاطی بہ نیت آخر ظہر پڑھیں تو انھیں چاہئے بعد جمعہ چار سنتیں پھر وہ چار رکعتیں پڑھ کر اُن کے بعدیہ دو سنتیں بہ نیت سنت وقت پڑھیں، جمعہ یا ظہر کی تعیین نہ کریں کہ نیت ہر احتمال کو اشتمال رکھے اور ہر طرح یہ سنتیں اپنے موقع پر بالاتفاق واقع ہوں۔

فی رد المحتار عن شرح المنیۃ الصغیر والاولی ان یصلی بعد الجمعۃ سنتھا ثم الاربع بھذہ النیۃ ای نیت اٰخر ظھر ادرکتہ ولم اصلہ ثم رکعتین سنۃ الوقت فان صحت الجمعۃ یکون قد ادی سنتھا علی وجھھا والا فقد صلی الظھر مع سنتہ[1]۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

ردالمحتار میں شرح منیۃ الصغیر کے حوالے سے ہے کہ بہتر یہ ہے کہ جمعہ کے بعد اس کی سنن ادا کی جائیں پھر چار رکعات اس نیت سے یعنی آخری ظہر کی نیت سے کہ جسے میں نے پایا مگر ادا نہ کیا پھر وقتی دو سنتیں ادا کرے اب اگر جمعہ صحیح ہو گیا تھا تو اس کی سنن اپنے اپنے وقت پر ادا ہوئیں اور اگر جمعہ صحیح نہیں تو ظہر سنتوں کے ساتھ ادا ہوگی۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار باب الجمعہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۹۷

Marfat.com

فی الجوہرۃ النیرۃ[1]۔ جیساکہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ (ت)

سوم کچھ عربی کچھ اردو اس کا حال بھی بیان سابق سے واضح ہوچکا مگر جب امام بحالتِ خطبہ کوئی امرِ منکر دیکھے تو اُس سے نہی کیا ہی چاہئے اور جب وہ عربی نہیں سمجھتا یا امام خود عربی میں کلام کرنا نہیں جانتا تو ناچار زبان مقدور و مفہوم کی طرف رجوع ہوگی یہ کلام جو خطبہ میں ہوگا خطبہ ہی سے ہوگا کہ امر بالمعروف بھی اُس کے مقاصد حسنہ سے ہے

فی الدرالمختار یکرہ تکلم فیھا الا لامر بمعروف لانہ منہا[2]۔ درمختار میں ہے خطبہ میں گفتگو مکروہ ہے البتہ نیکی کا حکم جائز ہے کیونکہ یہ خطبہ کا حصہ ہے۔ (ت)

یُوں ایک حصہ خطبہ اردو میں ہونا البتہ مکروہ نہیں بلکہ واجب تک ہوسکتا ہے جبکہ ازالہ منکر اسی میں منحصر ہو۔

چہارم محض اشعار پر قناعت یہ ضرور مکروہ و اساءت و خلافِ سنّت و موجب ترکِ تلاوت، اور اگر ایک آیت طویلہ یا تین آیت قصیرہ کو نظم کرکے لائیں تو اوّل تو غالباً یہ بلا تغییر نظم قرآن نامتیسر اور بعد تغییر نظم تلاوت نہ رہے گی اگرچہ اقتباس ہو، اور اگر بن بھی پڑے تو ادائے سنّت تلاوت کے لئے قرآن مجید کو منظوم کرکے پڑھنا ترک قراءت سے اشد و اشنع ہے، قرآن عظیم شعر سے پاک و منزّہ اور اپنے شعر بننے کی گوارش سے متعالی و ارفع ہے۔

وما علمنٰہ الشعر وما ینبغی لہ[3] (اور ہم نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو شعر کی تعلیم ہی نہیں دی اور نہ ہی یہ آپ کی شان کے لائق ہے۔ ت) تو اس طور پر قصدِ تلاوت صریح اساءتِ ادب ہے،

وبہ فارق الاقتباس الذی لایراد فیہ تلاوۃ القراٰن فانہ شائع سائغ علی الاصح۔ اس سے وُہ اقتباس الگ ہوگیا جس سے مقصد تلاوت قرآن نہیں کیونکہ اصح قول کے مطابق یہ مشہور اور مروّج ہے۔ (ت)

اور یُوں بھی نظم پر اقتصار میں بلاوجہ کلماتِ ماثورہ و طریقہ متوارثہ سے اعراض ہے تو اُس سے اعراض ہی چاہئے۔

پنجم بعض اشعار محمودہ ملائمہ داخل کرنا یہ اگر بزبان عجم ہوں تو وہی امر سوم ہے ورنہ کچھ حرج نہیں خصوصاً جبکہ احیاناً ہو کہ امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے خطبہ میں بعض اشعار پڑھنا مروی،

کما رواہ العسکری فی کتاب المواعظ وقد ذکرنا حدیثہ فی فتاوٰنا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم جیساکہ عسکری نے کتاب المواعظ میں ذکر کیا ہے اور ہم نے اس کے بارے میں اپنے فتاوٰی میں بھی گفتگو کی ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب السادس عشر فی صلوٰۃ الجمعہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۴۷
[2] درمختار باب الجمعۃ " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۱
[3] القرآن ۳۶/۶۹

Marfat.com

لاباس بہ اما دراسۃ الفقہ وکتابتہ عند البعض مکروہ وقال البعض لاباس بہ[1] (ملخصاً تقدماً وتاخراً) انتھی۔

اشارہ کیا توصحیح یہی ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں لیکن فقہ کی تدریس وکتابت بعض کے ہاں مکروہ ہے اور بعض کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں انتہی (ت)

پس ان سب روایتوں کے استدلال سے جو کوئی خطبۂ اولیٰ بقدر سنّت سن کے باقی کو سنتا رہے اور حاضرین کو جو گرمی میں ہوا کی حاجت وضرورت ہوتی ہے سب کو ہوا کرنے لگے تاکہ اطمینان سے خطبہ سنیں لاباس بہ (اس میں کوئی حرج نہیں۔ت) بیشک یہ شخص ثوابِ جمعہ سے محروم نہ رہے گا۔

اذ المقصود من الانصات ملاحظۃ معنی الخطبۃ واشتغال قلوب السامعین بالحر یفوت ذلک کذا یستفاد من فتاوی حموی۔

کیونکہ خطبہ کی طرف کان لگانے سے مقصود یہی ہے کہ معانیٔ خطبہ سے آگاہی ہو، لیکن سامعین کے دلوں کا گرمی کی وجہ سے پریشان ہونا اسے فوت کرنے کا ذریعہ ہے۔ فتاوٰی حموی سے یہی مستفاد ہے (ت)

دیکھو جنّت میں بروزِ جمعہ سب مومنوں کو ایک مکان میں جمع کرکے باری تعالٰی بھی ہوا شمالی چلائے گا تاکہ باطمینان دیدارِ حق سبحانہ' تعالٰی سے مشرف ہوا کریں گے، اس ہوا کا نام میثرہ ہے کہ کستوری کی خوشبوئی کا اثر رکھتی ہوگی کما فی مسلم (جیسا کہ مسلم شریف میں ہے۔ت)

ثانیاً اس ہوا کنندہ قوم کو بخطبۂ جمعہ گرمی کے مارے خود ہوا کی سخت حاجت وضرورت ہوتی ہے تو اُس نے اپنی اس راحت پر راحتِ قوم کو مقدم کیا ویؤثرون علی انفسھم ولوکان بھم خصاصۃ[2] (وہ اپنی ذاتوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ خود بھوکے ہوتے ہیں۔ت) کے گروہ میں داخل ہوکے درجہ مفلحون کا پایا، یہ آیت سورۂ حشر کی بخاری واشباہ وفتاوی حموی میں موجود ہے اور کتاب وسنّت کا حکم عام ہے

لان العبرۃ لعموم اللفظ لالخصوص المورد کما قرر فی الاصول۔

کیونکہ اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے مخصوص واقعہ کا اعتبار نہیں کیا جاتا جیسا کہ اصول میں مسلّمہ ہے۔ (ت)

خطبۂ جمعہ بقدر ایک تسبیح کے فرض اور تین آیات قصیرہ یا ایک آیت طویلہ پڑھنا وشہادتین ودرود پڑھنا اور پند ونصیحت قوم کو کرنا خطیب پر سنّت اور خطبۂ ثانیہ نیز سنت ہے اور بعضوں کے نزدیک خطبۂ اولیٰ بقدر تمام التحیات کے فرض ہے فتدبر۔ راقم دعاگو خیرخواہ فقیر غلام النبی عفی عنہ باسمہ سبحنہ وتعالٰی شانہ'۔

---

[1] فتاوی ہندیہ الباب السادس عشر فی صلوٰۃ الجمعہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۴۷

[2] القرآن ۵۹/۹

Marfat.com

مسئلہ ۱۳۰۵: از چھاؤنی فیروزپور صدر پنجاب محلہ لال ڈگی مرسلہ مولوی فضل الرحمان صاحب ۲۱ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۶ھ

بخدمت حضرت مخدوم ومعظم مقبول السبحان حضرت مولٰنا مولوی احمد رضا خاں صاحب ادام اللہ فیضہ القوی۔ السلام علیکم وعلی من لدیکم مصدع خدمت خدام والا ہوں کہ ایک مسئلہ کی دو صورتیں ارسال خدمت شریف کر کے گزارش کہ بتفضلات کریمانہ جواب باصواب سے معزز وممتاز فرمائیں جزاکم اللہ خیر الجزاء (اللہ تعالٰی آپ کو بہتر جزا عطا فرمائے۔ ت) نیاز مند قدیمی فقیر محمد فضل الرحمٰن۔

مبسملا وحامدا ومصلیا ومسلما اما بعد پس واضح رہے کہ

بحدیث آمدہ بخطبۂ جمعہ ہر کہ دیگرے را می گوید کہ خاموش باش یا سنگریزہ را مس کرد او را ثواب جمعہ نباشد کہ او عبث ولغو کرد۔

حدیث شریف میں ہے کہ خطبۂ جمعہ میں اگر ایک دوسرے کو کہے خاموش ہو جا یا سنگریزے کو مس کر دیا تو اسے جمعہ کا ثواب حاصل نہ ہوگا کیونکہ اس نے ایک عبث ولغو کام کیا ہے۔ (ت)

نیز خطبۂ جمعہ میں حاضرین نے آپ سے کہا کہ بارش کی دُعا کیجئے، آپ نے ہاتھ اٹھا کے دُعا کی تھی اور تمام حاضرین نے بھی ہاتھ اٹھائے تھے تو آئندہ جمعہ کو تمام حاضرین نے کہا کہ بند ہونے بارش کی دعا کیجئے، آپ کے دُعا کرنے سے فوراً مینہ بند ہو گیا تھا بخاری ومسلم[۱]، تو دونوں مقاموں سے معلوم وثابت ہوا کہ عبث کام کے لئے بولنا، ہاتھ کا ہلانا جمعہ کے خطبہ میں مکروہ ہے اور نیک کار کے لئے مکروہ ہرگز نہیں اس استدلال کی اگر سمجھ نہ آئے تو بفتاوی عالمگیریہ نقلاً عن المحیط وغیرہ موجود ہے کہ بخطبۂ جمعہ:

اذا لم یتکلم بلسانہ لکنہ اشار بیدہ او برأسہ او بعینہ نحو ان رأی منکرا من انسان فنہاہ بیدہ[۲] او اخبر بخبر فاشار برأسہ الصحیح انہ

اگر اس نے زبان سے کلام نہیں کیا لیکن ہاتھ یا سر آنکھ سے اشارہ کیا مثلاً کوئی بُرا کام دیکھا اور اسے ہاتھ سے روکا یا اسے کسی نے خبر دی تو اس نے سر سے

---

[۱] باب خطبۂ جمعہ و باب استسقاء کے دیکھنے سے یہی حاصل ہے۔ (م)

[۲] مثلاً اگر دیکھے کسی کو کہ دوسرے کو کہتا ہے چُپ کر یا سنگریزہ کو مس کرتا ہے تو دیکھنے والا اس کو ہاتھ یا سر یا آنکھ کے اشارے سے منع کرے کہ یوں نہ کر تو منع کنندہ لاباس بہ میں داخل ہے اور جس کو اس نے منع کیا وہ لغو و عبث کنندگان سے شمار کیا جائے گا۔ فتدبر (م)

Marfat.com

شرح وقایہ میں ہے :

واذا خرج الامام حرم الصلٰوۃ والکلام حتی یتم خطبتہ[1]

جب امام (خطبہ کے لئے) نکل آئے تو نماز و کلام حرام ہوجاتی ہے یہاں تک کہ خطبہ مکمل ہوجائے۔ (ت)

شرح نووی میں ہے :

قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومن مس الحصا فقد لغا فیہ النھی عن مس الحصا وغیرہ من انواع العبث فی حال الخطبۃ وفیہ اشارۃ الی اقبال القلب والجوارح علی الخطبۃ[2]

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے : اور جس نے سنگریزے کو مس کیا اس نے لغو کام کیا۔ اس فرمان میں سنگریزے وغیرہ کو مس کرنا جیسے کاموں سے حالتِ خطبہ میں آپ نے منع فرمایا ہے اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دل اور اعضا کو خطبہ کی طرف لگایا جائے۔ (ت)

لُب اور خلاصہ عبارات متذکرۂ بالا کا یہ ہے کہ اثنائے خطبہ میں بادکشی وغیرہ لغو افعال جو مانع استماع خطبہ وتوجہ قلب اور اعضائے انسانی کے ہیں ناجائز ہیں اور فاعل اس کا بجائے اس کے کہ مستحق ثواب کا ہو مرتکب گناہ کا ہوگا۔ المجیب محمد فضل الرحمان ساکن صدر بازار کیمپ فیروزپور پنجاب۔

الجواب

تحریر ثانی صحیح ہے اور رائے نجیح فی الواقع فعل مذکور گناہ وحرام، اور اس کا فاعل مرتکب آثام، اور اُس میں ثواب طمع خام، اور تحریر اول کے اقوال سراسر اوہام۔ خلاصہ[1] و بزازیہ[2] و خزانۃ[3] المفتین و مجتبٰی[4] و جلابی[5] و حلیہ[6] و جامع[7] الرموز و بحر[8] الرائق و نہر[9] الفائق و مراقی[10] الفلاح و تنویر[11] الابصار و درمختار[12] و طحطاوی[13] علی المراقی و منحۃ[14] و ہندیہ[15] و منحۃ[16] الخالق وغیرہا عامۂ کتب مذہب میں صاف تصریح ہے کہ جو فعل نماز میں حرام ہے خطبہ ہونے کی حالت میں بھی حرام ہے، خلاصہ و علمگیریہ و متن و شرح تنویر کی عبارات کلام مجیب میں گزریں اور عبارت خزانۃ المفتین بعینہا عبارت خلاصہ ہے اور اُسی سے بحر و حاشیۃ البحر للعلامۃ الشامی میں بہ نقل نہر ماثور۔ وجیز امام کردری میں ہے :

مایحرم فی الصلٰوۃ یحرم فی الخطبۃ کالاکل والشرب حال الخطبۃ[3]

جو کچھ نماز میں حرام ہے خطبہ میں بھی حرام ہے مثلاً خطبہ کے دوران کھانا اور پینا۔ (ت)

---

[1] شرح وقایہ باب الجمعہ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ دہلی بھارت ۱/۲۴۴

[2] شرح مسلم مع مسلم کتاب الجمعہ ؍؍ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۸۳

[3] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش الفتاوی الہندیہ الثالث والعشرون فی الجمعۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۷۲

Marfat.com

الجواب

هوالموفق بالحق والصواب (وہ حق اور درستی کے ساتھ توفیق دینے والا ہے۔ت) برضمائر اربابِ صدق و صفاواصحابِ فطنت و ذکا مخفی و محجب نہ رہے کہ جو افعال اثنائے نماز میں حرام ہیں وہی خطبہ میں بحالت استماعِ خطبہ گفتگو کرنا یا بادکشی کرنا جو مضر اور مخالف استماع خطبہ ہے ممنوع اور غیر مشروع ہے ہرگز درست نہیں، مرتکب اس کا خاطی وسخت گنہگار ہے۔ عالمگیریہ میں ہے:

ویحرم فی الخطبۃ مایحرم فی الصلوٰۃ حتی لاینبغی ان یاکل اویشرب والامام فی الخطبۃ ھکذا فی الخلاصۃ ص ۵۳۔[1]

خطبہ کے دوران ہر وہ شئ حرام ہے جو نماز میں حرام حتی کہ امام کے خطبہ کے وقت کھانا و پینا مناسب نہیں اسی طرح خلاصہ ص ۵۳ میں ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

(وکل ماحرم فی الصلوٰۃ حرم فیہا) ای فی الخطبۃ خلاصۃ وغیرھا فیحرم اکل وشرب وکلام ولوتسبیحا اورد سلام اوامرا بمعروف بل یجب علیہ ان یستمع ویسکت۔[2]

(جو کچھ نماز میں حرام ہے اس (خطبہ) کے دوران بھی حرام ہے) خلاصہ وغیرہ۔ پس کھانا پینا۔ کلام کرنا اگرچہ سبحان اللہ کہنا، سلام کا جواب دینا یا نیکی کا حکم ہو اس دوران ناجائز ہے بلکہ واجب ہے کہ خطبہ سنا جائے اور خاموشی اختیار کی جائے (ت)

شامی میں ہے:

قولہ بل یجب علیہ ان یستمع ظاھرہ انہ یکرہ الاشتغال بما یفوت السماع وان لم یکن کلاما وبہ صرح القہستانی حیث قال اذ الاستماع فرض کما فی المحیط اوواجب کما فی صلوٰۃ المسعودیۃ اوسنۃ الخ۔[3]

قولہ "بلکہ خطبہ کا سننا واجب ہے" کا ظاہر واضح کررہا ہے ہر وہ شئ پڑھنا جس سے سماع خطبہ فوت ہو وہ مکروہ ہے اگرچہ وہ کلام نہ ہو۔ اسی کی تصریح کرتے ہوئے قہستانی نے کہا کیونکہ خطبہ کا سننا فرض ہے جیسا کہ محیط میں یا واجب ہے جیسے کہ صلوٰۃ المسعودیہ میں یا سنت ہے الخ (ت)

---

[1] فتاوی ہندیہ — الباب السادس عشر فی صلوٰۃ الجمعۃ — مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور — ۱/۱۴۷

[2] درمختار — باب الجمعۃ — " مطبع مجتبائی دہلی بھارت — ۱/۱۱۳

[3] ردالمحتار — " — " مصطفی البابی مصر — ۱/۶۰۶

Marfat.com

کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ بادکشی مذکور نمازی کو بحالتِ نماز حلال ہے حاشا قطعاً حرام ہے تو حسبِ تصریحات متوافرہ ائمہ دین وعلمائے معتمدین بحالتِ خطبہ بھی حرام وموجب آثام ہے یہیں سے اُس روایت اشارہ بچشم و سر و دست کا بھی جواب ظاہر ہوگیا کہاں کسی منکر یا اور کسی حاجت کے لئے ایک اشارہ کر دینا اور کہاں حالتِ خطبہ میں حاضرین کو پنکھا جھلتے پھرنا، یہ قیاس فاسد اگر صحیح ہو تو یہ حرکت نماز میں بھی جائز ٹھہرے کہ ایسا اشارہ تو عین نماز میں بھی حرام نہیں، مثلاً کوئی شخص نمازی کو سلام کرے نمازی سر یا ہاتھ کے اشارے سے جواب دے دے یا کوئی کچھ مانگے یہ ہاں یا نہ کا اشارہ کر دے، یا کوئی پُوچھے کہ رکعتیں ہُوئیں، یہ انگلیوں کے اشارے سے بتادے یا کوئی روپیہ دکھا کر کھوٹا کھرا پُوچھے یہ ایما سے جواب دے دے، تو یہ سب صورتیں اگرچہ مکروہ ہیں مگر حرام و مفسدِ نماز نہیں، درمختار باب مفسدات الصلوٰۃ میں ہے :

(ورد السلام) ولو سہوا (بلسانہ) لا بیدہ بل یکرہ علی المعتمد[1]

(سلام کا جواب دینا) اگرچہ بھُول کر ہو (زبان کے ساتھ نہ کہ ہاتھ کے ساتھ، بلکہ یہ معتمد قول کے مطابق مکروہ ہے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے :

ای لا یفسد ھا رد السلام بیدہ خلافا لمن عزا الی ابی حنیفۃ انہ مفسد فانہ لم یعرف نقلہ من احد من اھل المذھب وانما یذکرون عدم الفساد بلاحکایۃ خلاف، بل صریح کلام الطحطاوی انہ قول ائمتنا الثلثۃ کذا فی الحلیۃ وفی البحر الرائق ان الفساد لیس بثابت فی المذھب ویدل لعدم الفساد انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فعلہ کما رواہ ابو داؤد وصححہ الترمذی وصرح فی المنیۃ بانہ مکروہ ای تنزیھا[2] اھ مختصرا۔

یعنی ہاتھ کے ساتھ سلام کا جواب دینا نماز کے لئے فاسد نہیں بخلاف اس کے جس نے امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کیا ہے کہ یہ فاسدِ نماز ہے کیونکہ اس کا کسی اہلِ مذہب سے منقول ہونا معروف نہیں، علماء نے بغیر اختلاف ذکر کئے عدمِ فساد بیان کیا ہے بلکہ کلامِ طحطاوی میں تصریح ہے کہ یہ تینوں ائمہ کا قول ہے جیسا کہ حلیہ میں ہے، اور بحرالرائق میں ہے کہ فساد مذہب میں ثابت نہیں اور اس کے عدمِ فساد پر نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا عمل دلالت کرتا ہے جیسا کہ ابوداؤد میں ہے، ترمذی نے اس کی تصحیح فرمائی اور منیہ میں اس کے مکروہ (تنزیہی) ہونے کی تصریح ہے اھ مختصرا (ت)

---

[1] درمختار | باب مایفسد الصلوٰۃ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت | ۱/۸۹

[2] ردالمحتار | ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ | ؍؍ مصطفٰے البابی مصر | ۱/۴۵۵

Marfat.com

شرح منیہ امام محمد محمد ابن امیر الحاج حلبی میں ہے :

کمایکرہ الکلام بانواعہ یکرہ ما یجری مجراہ من کتابۃ و نحوھا مما یشغل عن سماعھا حتی ان فی شرح الزاھدی ویکرہ لمستمع الخطبۃ مایکرہ فی الصلوٰۃ کالاکل والشرب والعبث والالتفات[1]

جیسے ہر طرح کی گفتگو منع ہے ویسے ہی اس کے قائم مقام مثلاً کتابت وغیرہ جو خطبہ کے سماع میں خلل ڈالے حتی کہ شرح الزاہدی میں ہے کہ خطبہ کے سامع کے لئے ہر وہ شئ مکروہ ہے جو نماز میں مکروہ ہے مثلاً کھانا پینا ، عبث فعل اور کسی طرف متوجہ ہونا وغیرہ (ت)

اسی طرح علامہ سید احمد مصری نے حاشیہ شرح نورالایضاح میں بحوالہ شرح الکنز للعلامۃ عمر بن نجیم وشرح القدوری لمختار بن محمود سے نقل کیا ، شرح نقایہ علامہ محمد قہستانی میں ہے :

کما منع الکلام منع الاکل والشرب والعبث والالتفات والتخطی وغیرھا مما منع فی الصلوٰۃ کما فی جلابی[2]

جس طرح گفتگو منع ہے اسی طرح کھانا پینا عبث کام ، کسی اور طرف متوجہ ہونا اور خط وغیرہ کھینچنا جو کہ نماز میں ممنوع ہیں منع ہیں جیسا کہ جلابی میں ہے ۔ (ت)

متن وشرح علامہ حسن شرنبلالی میں ہے :

(کرہ لحاضر الخطبۃ الاکل والشرب) وقال الکمال یحرم (والعبث والالتفات) فیجتنب مایجتنبہ فی الصلوٰۃ[3] اھ باختصار۔

(خطبہ میں حاضر شخص کے لئے کھانا پینا مکروہ ہے) کمال نے کہا حرام ہے (بے فائدہ کام اور کسی اور طرف متوجہ ہونا) پس ہر شئ سے اجتناب کرنا چاہئے جس سے نماز میں اجتناب کیا جاتا ہے اھ اختصاراً (ت)

غنیہ شرح منیہ للعلامہ ابراہیم الحلبی میں ہے :

الاستماع والانصات واجب عندنا وعند الجمہور حتی انہ یکرہ قراءۃ القراٰن ونحوھا ورد السلام وتشمیت العاطس وکذا الاکل والشرب وکل عمل[4]

خطبہ سننا اور اس کی طرف متوجہ ہونا ہمارے اور جمہور کے نزدیک واجب ہے حتی کہ اس کے دوران قرأت قرآن وغیرہ ، سلام کا جواب ، چھینک کا جواب مکروہ ہے اور اسی طرح کھانا پینا اور ہر عمل کا یہی حکم ہے (ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح بحوالہ النہر عن البدائع مفہوماً باب الجمعہ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۸۲

[2] جامع الرموز فصل صلوٰۃ جمعہ مطبوعہ گنبد قاموس ایران ۱/۲۶۸

[3] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی " نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۸۳

[4] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی صلوٰۃ الجمعہ " سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۶۰

Marfat.com

يتقدم ويدنوا من المحراب اذا لم يكن الامام فی الخطبة ليتسع المكان علی من يجیئ بعده، و ينال فضل القرب من الامام، فاذا لم يفعل الاول فقد ضيع ذلك المكان من غير عذر، فكان للذی جاء بعده ان ياخذ ذلك المكان، واما من جاء والامام يخطب فعليه ان يستقر فی موضعه من المسجد لان مشيه وتقدمه عمل فی حالة الخطبة[1]

امام نے خطبہ شروع کر دیا تو اب کراہت ہے کیونکہ جب امام خطبہ نہیں دے رہا تو مسلمان کو چاہئے کہ وہ محراب کے قریب ہو جائے تاکہ بعد میں آنے والے لوگوں کے لئے جگہ بن جائے اور اس کے ذریعے امام کی قربت کی فضیلت بھی حاصل ہوگی جب اس نے پہل نہ کی تو اس نے بغیر عذر وہ جگہ ضائع کر دی، اب بعد میں آنے والا شخص وُہ جگہ حاصل کر سکتا ہے لیکن جو شخص اس وقت آیا جب امام خطبہ دے رہا تھا تو وہ مسجد میں اپنی جگہ پر ہی بیٹھ جائے کیونکہ اب اس کا چلنا اور آگے بڑھنا حالتِ خطبہ میں عمل ہوگا۔ (ت)

چلنا تو بڑی چیز ہے اُنھیں عباراتِ علماء میں تصریح گزری کہ خطبہ ہوتے میں ایک گھونٹ پانی پینا حرام، کسی طرف گردن پھیر کر دیکھنا حرام، تو وہ حرکت مذکورہ کس درجہ سخت حرام ہوگی، انھیں وجوہ ظاہرہ سے اُس کے نیک کام اور یؤثرون علٰی انفسھم میں داخل ہونے کا جواب روشن ہوگیا، نیکی و ایثار تو جب دیکھیں کہ فعل وہاں جائز بھی ہو جب سرے سے نفسِ فعل حرام، تو اُس کے فضائل گننے کا کیا محل، مسلمانوں کو پنکھا جھلنا تو جہاں جائز ہو وہاں غایت درجہ مستحب ہوگا، جوابِ سلام دینا، امر بالمعروف کرنا تو واجب تھے اور بحالتِ خطبہ حاضرین پر حرام ہوئے، اب کیا یہاں ان کے فضائل و وجوب سے استدلال کی گنجائش ہے۔ غنیہ میں ہے:

لایقال رد السلام فرض فلایمنع منه لانا نقول ذلك اذا كان السلام ماذونا فيه شرعا وليس كذلك فی حالة الخطبة بل يرتكب فاعله اثما[2]

یہ اعتراض نہیں کیا جا سکتا کہ سلام کا جواب دینا فرض ہے لہذا اس سے منع نہ کیا جائے کیونکہ ہم جواباً یہ کہیں گے فرض وہاں ہے یہاں شرعاً سلام کرنے کی اجازت ہو حالانکہ حالتِ خطبہ میں اس کی اجازت نہیں بلکہ ایسا عمل کرنے والا گنہگار ہوگا۔ (ت)

اوروں کے اطمینان کو آپ صریح بے اطمینانی یؤثرون علٰی انفسھم[3] (وہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب السادس عشر فی صلٰوۃ الجمعۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۴۷-۴۸
[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی صلٰوۃ الجمعہ " سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۶۰
[3] القرآن ۵۹/۹

Marfat.com

اسی (درمختار) کے مکروہات میں ہے:

لاباس بتکلیم المصلی واجابتہ براسہ کما لو طلب منہ شیئ اوارٰی درھما وقیل اجید فاوما بنعم اولا اوقیل کم صلیتم فاشار بیدہ انھم صلوا رکعتین[1]

نمازی اگر سر کے اشارے کے ساتھ کلام یا جواب دے تو اس میں کوئی حرج نہیں، مثلاً اس سے کوئی شئے طلب کی گئی یا اس سے دراہم کے بارے دریافت کیا گیا کہ کیا یہ کھرا ہے، تو اس نے اشارے سے ہاں یا نہ کہا، یا یہ پُوچھا گیا کہ تم نے کتنی رکعات پڑھی ہیں، تو وہ ہاتھ کے اشارے سے بتلاتا ہے کہ اس نے دُو رکعات ادا کی ہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ واجابتہ براسہ قال فی الامداد وبہ ورد الاثر عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا وکذا فی تکلیم الرجل المصلی قال تعالٰی فنادتہ الملئکۃ وھو قائم یصلی فی المحراب[2]

ماتن کا قول "نمازی کا سر کے اشارے سے جواب دینا" اس بارے میں الامداد میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا اس پر فرمان بھی منقول ہے اسی طرح کسی کا نمازی سے کلام کرنا، تو اس سلسلہ میں اللہ تعالٰی کا فرمان ہے ملائکہ نے انھیں آواز دی حالانکہ وہ محراب میں نماز ادا کررہے تھے۔ (ت)

انھیں عبارات ائمہ میں تصریح گزری کہ بحالتِ خطبہ چلنا حرام ہے یہاں تک کہ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر ایسے وقت آیا کہ خطبہ شروع ہوگیا، مسجد میں جہاں تک پہنچا وہیں رُک جائے آگے نہ بڑھے کہ یہ عمل ہوگا اور حالِ خطبہ میں کوئی عمل روا نہیں حالانکہ امام سے قُربِ شرعاً مطلوب اور حدیث وفقہ میں اُس کا فضل مکتوب اور وہیں بیٹھ جانے میں آئندہ آنے والوں کے لئے بھی جگہ کی تنگی ہے ان امور پر لحاظ نہ کریں گے اور آگے بڑھنے کی اجازت نہ دیں گے مگر پنکھا جھلنے پھر ناضرور جائز بنا ہی لیا جائے گا۔ خانیہ وہندیہ وغیرہما میں ہے:

ذکر الفقیہ ابوجعفرؒ قال اصحابنا رضی اللہ تعالٰی عنھم انہ لاباس بالتخطی مالم یاخذ الامام فی الخطبۃ ویکرہ اذا اخذ لان للمسلم ان

فقیہ ابوجعفر کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم کا فرمان ہے کہ جب تک امام نے خطبہ شروع نہیں کیا اس وقت تک چلنے میں کوئی حرج نہیں، جب

---

[1] درمختار باب مایفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۹۱

[2] ردالمحتار " " " مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۶۷

Marfat.com

گفتگو فتح وغیرہ میں ہے۔ت) باقی رہا یہ کہ حاضرین نے کہا بارش کی دعا کیجئے اور یہ کہ تمام حاضرین نے بھی ہاتھ اٹھائے اور یہ کہ آئندہ جمعہ کو تمام حاضرین نے کہا یہ سب غلط دعوے ہیں اور صحیحین میں ان کا کہیں پتا نہیں۔ رہی فرع کتابت مذکورہ علمگیریہ۔

اوّلاً جو بعض اُسے جائز رکھتے ہیں وُہ بھی اُس کے لئے جو امام سے اس قدر دُور ہو کہ خطبے کی آواز اُس تک نہ جاتی ہو تو قریب کے لئے جواز باد کشی پر اُس سے استدلال کہ سُنتا رہے اور حاضرین کو ہوا کرے استدلال بالمخالف ہے، غنیہ و بزازیہ و شرنبلالیہ میں ہے:

واللفظ للحلبی اختلف المتاخرون فی البعید عن الامام فمحمد بن سلمۃ اختار السکوت فی حقہ ایضا ونصیر بن یحیی اجاز القراءۃ ونحوھا وعن ابی یوسف اختیار السکوت وحکی عنہ انہ کان ینظر فی کتابہ ویصلحہ بالقلم[1]

حلبی کی عبارت یہ ہے امام سے دُور شخص کے بارے میں متاخرین کا اختلاف ہے محمد بن سلمہ کے ہاں اس کے حق میں بھی سکوت ہے، نصیر بن یحیٰی قراءت وغیرہ کی اجازت دیتے ہیں، امام ابویوسف سے سکوت کا مختار ہونا منقول ہے اور آپ ہی کے بارے میں منقول ہے کہ وہ اس حالت میں اپنی کتاب پڑھ رہے تھے اور قلم سے اس کی اصلاح فرمارہے تھے۔ (ت)

خانیہ و خزانۃ المفتین میں ہے:

اما دراسۃ الفقہ والنظر فی کتب الفقہ وکتابتہ من اصحابنا رحمھم اللہ من کرہ ذلك ومنھم من قال لاباس بہ اذا کان لایسمع صوت الخطیب (زاد فی الخانیۃ) وھکذا روی عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی[2]۔

فقہ کی تدریس، کتبِ فقہ کا مطالعہ اور کتابت ہمارے بعض علماء کے نزدیک مکروہ ہے اور بعض کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اس تک امام کی آواز نہ پہنچ رہی ہو (خانیہ میں یہ اضافہ ہے) اور امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے اسی طرح مروی ہے (ت)

مراقی الفلاح میں ہے:

فی الینابیع یکرہ التسبیح وقراءۃ القراٰن اذا کان یسمع الخطبۃ وروی عن نصیر بن یحیی انہ کان

ینابیع میں ہے کہ امام کا خطبہ سُنتے وقت تسبیح اور قراءتِ قرآن مکروہ ہے، نصیر بن یحیٰی سے مروی ہے کہ اگر

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی صلٰوۃ الجمعۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۶۱

[2] فتاوٰی قاضی خاں باب صلٰوۃ الجمعۃ 〃 نولکشور لکھنؤ ۱/ ۸۷

Marfat.com

دیتے ہیں ۔ ت) میں شمول نہیں اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم[1] (تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو ۔ ت) میں دخول ہے یعنی دیگراں رانصیحت وخود رافضیحت (اوروں کو تو اچھے کام کی نصیحت کرنا اور خود بُرے کام کرنا ۔ ت) علمائے کرام تو ایثار قربت میں کلام رکھتے ہیں نہ کہ اوروں کی قربت کے لئے خود حرام کا ارتکاب، یہ ایثار نہیں صراحۃً اپنے دین کو اضرار ہے کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں ۔ ت) یہیں سے واضح کہ ممانعت کو صرف فعل عبث و بے فائدہ سے خاص کرنا محض غلط ہے بلکہ اس قسم کا ہر عمل اگرچہ کیسا ہی مفید ہو وقتِ خطبہ شرعاً لغو میں داخل اور اُس کے فائدے پر نظر باطل بلکہ نفع درکنار اُس سے ضرر حاصل، آخر دیکھا کہ شرع مطہر نے اس وقت امر بالمعروف کو کہ اعلیٰ درجہ کی مفید و مہم چیز ہے حرام ٹھہرایا، اور دو حرف (چُپ) کہنے کو لغو میں داخل فرمایا، صحاح ستہ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اذا قلت لصاحبك یوم الجمعۃ انصت والامام یخطب فقد لغوت[2]

جب روزِ جمعہ خطبۂ امام کے وقت تُو دوسرے سے کہے چُپ، تو تُو نے خود لغو کیا ۔

مسندِ احمد و سُنن ابی داؤد میں امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من قال لصاحبہ یوم الجمعۃ صہ فقد لغا ومن لغا فلیس لہ فی جمعتہ تلك شیئ[3]

جو جمعے کے دن اپنے ساتھی سے چُپ کہے اُس نے لغو کیا اور جس نے لغو کیا اُس کے لئے اس جمعہ میں کچھ اجر نہیں ۔

امام احمد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من یتکلم یوم الجمعۃ والامام یخطب فھو کمثل الحمار یحمل اسفارا والذی یقول لہ انصت لیس لہ جمعۃ[4]

جمعہ کے دن جب امام خطبہ میں ہو بولنے والا ایسا ہے جیسے گدھا جس پر کتابیں لدی ہوں اور جو اُس سے چُپ کہے اُس کا جمعہ نہیں ۔

یہیں سے منجلی ہُوا کہ حدیث استسقائے مذکور صحیحین سے استدلال صحیح نہیں اُس سے اگر ثابت ہوگا تو وقت خطبہ امام جوازِ کلام اور اس کی حرمت پر ائمہ مذہب کا اجماع اور احادیث صریحہ صحیحہ جن کی بعض مذکور ہوئیں مثبت تحریم، فاطع نزاع فان الحاظر مقدم وتمام الکلام فی الفتح وغیرہ (کیونکہ منع کرنے والی دلیل مقدم ہے اور اس پر تفصیلی

---

[1] القرآن ۲/۴۴

[2] صحیح البخاری باب الانصات یوم الجمعۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۸

[3] سنن ابوداؤد باب فضل الجمعۃ ؍؍ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۵۱

[4] مسند احمد بن حنبل مروی از عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ؍؍ دار الفکر بیروت ۱/۲۳۰

Marfat.com

جواہر الاخلاطی میں ہے:

النائی عن الامام فی استماع الخطبۃ کالقریب والانصات فی حقہ ھو المختار[1]

امام سے دُور شخص خطبہ سُننے میں قریب کی طرح ہی ہوتا ہے اور اس کے حق میں بھی خاموشی ہے، یہی مختار ہے۔ (ت)

ہندیہ میں تبیین الحقائق امام زیلعی سے ہے: ھو الاحوط[2] (یہی احوط ہے۔ت) محیط امام شمس الائمہ سرخسی سے ہے: ھو الاصح[3] (یہی اصح ہے۔ت) شرح نقایہ برجندی میں خزانہ سے ہے: ھو الاولٰی[4] (یہی اولٰی ہے۔ت) ہدایہ وایضاح الاصلاح میں ہے:

اختلفوا فی النائی عن المنبر والاحوط السکوت (زاد فی الھدایۃ) اقامۃ لفرض الانصات[5]

منبر سے دُور والے کے بارے میں اختلاف ہے، سکوت احوط ہے (ہدایہ میں اضافہ ہے کہ) خاموشی کے فریضہ کو قائم کرتے ہوئے۔ (ت)

کافی شرح وافی میں ہے:

الاحوط السکوت لانہ مامور بالاستماع والانصات اذا قرب من الامام وعند البعد ان لم یقدر علی الاستماع فقد قدر علی الانصات فیجب علیہ[6]۔

سکوت احوط ہے کیونکہ خطبہ سننے اور اس کی طرف متوجہ ہونے کا حکم ہے جبکہ امام کے قریب ہو اور اگر دور ہو تو وہ اگرچہ سُننے پر قادر نہیں مگر متوجہ ہونے پر قادر ہے لہذا اس پر یہ واجب ہوگا۔ (ت)

فتح القدیر فصل القراءۃ میں ہے:

ھذا اذا کان بحیث یستمع فاما النائی فلا روایۃ فیہ عن المتقدمین واختلف

یہ اس وقت ہے جب خطبہ سن رہا ہو، دور والے کے بارے میں متقدمین سے کوئی روایت نہیں، متاخرین

---

[1] جواہر الاخلاطی | فصل فی صلوٰۃ الجمعۃ | غیر مطبوعہ نسخہ | ص ۴۹

[2] فتاوٰی ہندیۃ | الباب السادس عشر فی صلوٰۃ الجمعۃ | مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور | ۱/۱۴۷

[3] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ المحیط السرخسی | " | " | "

[4] شرح نقایہ للبرجندی | فصل یجہر الامام فی الجمعۃ الخ | " نولکشور لکھنؤ | ۱/۱۱۵

[5] الہدایۃ | باب صفۃ الصلوٰۃ | مطبوعہ المکتبۃ العربیہ کراچی | ۱/۱۰۱

[6] کافی شرح وافی

Marfat.com

بعید امن الامام یقرأ القرآن فمن فعل مثلہ ولا یشغل غیرہ بسماع تلاوتہ لا باس بہ کالنظر فی الکتابۃ وفیہ خلاف وعن ابی یوسف لا باس بہ والحکم بن زھیر کان یجلس مع ابی یوسف و ینظر فی کتابہ ویصحح بالقلم وقت الخطبۃ وقال الکمال یحرم الاکل والشرب والکتابۃ انتھی یعنی اذا کان یسمع لما قدمناہ ان کتابۃ من لا یسمع الخطبۃ غیر ممتنعۃ[1] انتھی ملتقطا

وہ آدمی امام سے دُور ہو تو قرآن پڑھ سکتا ہے، جس نے ایسے کیا اور اپنی تلاوت کے سماع میں دوسرے کو مشغول نہ کیا تو کوئی حرج نہیں، حکم بن زہیر بوقتِ خطبہ امام ابو یوسف کے ساتھ بیٹھ جاتے، کتاب دیکھتے اور قلم سے اصلاح کرتے، کمال نے فرمایا کھانا پینا اور کتابت اس موقعہ پر حرام ہے انتہی یعنی جب خطبہ سن رہا ہو، جیسا کہ پیچھے گزر چکا کیونکہ نہ سننے والے کے لئے کتابت منع نہیں انتہی ملتقطا (ت)

ثانیاً یہ قول بعض بھی ضعیف و نامعتمد ہے، صحیح یہی ہے کہ دُور و نزدیک سب پر سکوت واجب، اور کتابت و قراءت جمیع اعمال ناجائز، طحطاویہ میں زیر قول مذکور مراقی ہے:

قولہ غیر ممتنعۃ، المعتمد المنع[2] **اقول** وحملہ کلام الکمال علی القریب بعید کل البعد فان الکمال صرح بخلافہ کما سنسمعک نصہ۔

ان کا قول "منع نہیں" منع معتمد ہے اھ **اقول** کلامِ کمال کو قریبی شخص پر محمول کرنا نہایت ہی بعید ہے کیونکہ کمال نے اس کے خلاف تصریح کی ہے جیسے کہ عنقریب ہم ان کی عبارت پیش کر دیں گے (ت)

رد المحتار میں فیض علامہ کرکی سے ہے:

لوکان بعید الایسمع الخطبۃ ففی حرمۃ الکلام خلاف وکذا فی قراءۃ القرآن والنظر فی الکتب وعن ابی یوسف انہ کان ینظر فی کتابہ ویصحح بالقلم والاحوط السکوت وبہ یفتی[3]

اگر وہ امام سے دُور ہے خطبہ نہیں سُن رہا تو وہاں کلام کے حرام ہونے میں اختلاف ہے، اسی طرح قراءتِ قرآن اور مطالعۂ کتاب کے بارے میں بھی اختلاف ہے، امام ابو یوسف کے بارے میں ہے کہ کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے قلم سے اصلاح کر رہے تھے، احوط سکوت ہے اور اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب الجمعہ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۲۸۳

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح " " " " "

[3] رد المحتار " " مصطفی البابی مصر ۱/۶۰۶

Marfat.com

عبارات سابقہ سے تو واضح تھا ہی کہ سُننا جو فرض ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ کان میں آواز پہنچے اگرچہ آپ دوسرے کام میں مشغول ہو ورنہ کھانا پینا چلنا، گردن پھیر کر دیکھنا کیوں حرام ہوتا کہ ان میں کون سا کام کان میں آواز جانے کے منافی ہے بلکہ اس کے یہ معنی کہ ہمہ تن اُسی طرف متوجہ ہو اور دوسرے کسی کام میں مشغول نہ ہو، مگر ان عبارات لاحقہ نے اور بھی واضح تر کر دیا کہ سراپا تمام اعضاء سے اُسی طرف متوجہ رہنا خود واجب ہے کہ بعید کے لئے تو کان میں آواز آنا بھی نہیں مگر قول صحیح و معتمد و مختار و مفتی بہ یہی ہے کہ اُسے بھی اور اعمال میں مشغولی حرام، تو یہ زعم کہ خطبہ بقدر سنّت سُن کر باقی کو سنتا رہے اور رہا کرے۔

اوّلاً صاف قول بالتنافیین ہے اور استماع و انصات کے معنی نہ سمجھنے سے ناشئ۔

ثانیاً یہ فعل مخل استماع ہے یا نہیں، اگر ہے تو مطلقاً حرام ہونا واجب، نہ یہ کہ قدر سنّت کے بعد اجازت ہو، اور اگر نہیں تو مطلقاً جائز ہونا چاہئے قدر سنّت کا استثناء کس لئے۔

ثالثاً دونوں خطبے مسنون ہیں، نہ کہ ہر خطبے یا صرف اولیٰ سے اُس کا ایک جُز، تو قدر سنّت سُن چکنا بعد تمامی خطبتین صادق ہوگا اب کیا نماز پڑھتے میں پنکھا جھلتا پھرے گا شاید ادعا کیا جائے کہ اگر کوئی امام خطبہ کبیرہ طویلہ بطول فاحش مخالفِ سنّت پڑھے تو قدر سنّت کے بعد مقدار زیادت میں یہ حرکت جائز، اول تو اس کا ارادہ کلام قائل سے بعید، وہ مطلق ہے نہ کہ اس صورت نادرہ مکروہہ سے خاص، اور ہو بھی تو یہ بھی غلط و باطل ہے، مقدار میں بڑھا دینا درکنار خطبے میں ذکر و مدح ظالمین بھی ہو جو قطعاً خلافِ سنّت کیا حرامِ شدید، اور یقیناً مقاصد خطبہ سے جدا و بعید ہے، جب بھی صحیح یہی ہے کہ استماع و انصات واجب۔ مجتبیٰ شرح قدوری پھر نہر الفائق پھر فتح اللہ المعین علامہ سید ابو السعود ازہری میں ہے:

استماع الخطبۃ من اولہا الی اٰخرہا واجب و ان کان فیہا ذکر الولاۃ وھو الاصح[1]

خطبہ کا اوّل تا آخر سننا لازم ہے اگرچہ اس میں امراء کا ذکر ہو، یہی اصح ہے (ت)

محیط برہانی پھر عالمگیریہ میں ہے:

واللفظ لہا الذی علیہ عامۃ مشائخنا ان علی القوم ان یسمعوا الخطبۃ من اولہا الی اٰخرہا والدنو من الامام افضل من التباعد عنہ و ھو الصحیح من الجواب مشائخنا رحمہم اللہ تعالٰی۔[2]

وہ الفاظ جن پر اکثر مشائخ ہیں وہ یہ ہیں کہ قوم پر اوّل تا آخر خطبے کا سُننا لازم ہے، امام کا قُرب دُوری سے افضل ہے اور مشائخ کے جواب میں سے یہی صحیح ہے۔ (ت)

---

[1] فتح المعین باب صلوٰۃ الجمعۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۲۱

[2] فتاوی ہندیۃ الباب السادس عشر فی صلوٰۃ الجمعۃ ؍ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۴۷

Marfat.com

المتاخرون والاحوط السکوت یعنی عدم القراءة والکتابة و نحوھا لا الکلام المباح فانه مکروہ فی المسجد فی غیر حال الخطبة فکیف فی حالھا[1]

کا اختلاف ہے سکوت احوط ہے یعنی عدمِ قراءت اور عدمِ کتابت وغیرہ، نہ کہ کلام مباح کیونکہ یہ تو مسجد میں حالتِ خطبہ کے علاوہ بھی مکروہ ہے تو حالتِ خطبہ کے دوران یہ کیسے جائز ہوگی (ت)

ملتقی الابحر و مجمع الانہر میں ہے:

(النائی) ای البعید الذی لایسمع الخطبة (والدانی) ای القریب (سواء) فی وجوب الاستماع والانصات امتثالا للامر[2]

(النائی) یعنی دُور والا شخص جو خطبہ نہیں سُن سکتا (والدانی) یعنی قریبی شخص حکم کی بجاآوری کی بناپر سننے اور متوجہ ہونے کے وجوب میں (دونوں برابر ہیں) (ت)

غرر و درر میں ہے:

(البعید) عن الخطیب (کالقریب) فی وجوب الاستماع والانصات[3]

بعید خطیب سے خطبہ سُننے اور متوجہ ہونے میں قریبی کی طرح ہی ہوتا ہے۔ (ت)

تنویر و در میں ہے:

(البعید) عن الخطیب (والقریب سیان) فی افتراض الانصات[4]

متوجہ ہوکر سُننے میں خطیب کا قریبی اور دُور والا برابر ہوتے ہیں (ت)

انھیں میں ہے:

یجب علیه ان یستمع ویسکت (بلا فرق بین قریب وبعید فی الاصح)[5]

اصح قول کے مطابق خطبہ کا سننا اور خاموش رہنا لازم ہے بلاتفریق کہ وہ قریب ہے یا دُور۔ (ت)

کنز الدقائق و بحر الرائق میں ہے:

(النائی کالقریب) ھو الاحوط[6]

(دُور والا قریب کی طرح ہے) یہی احتیاط ہے (ت)

---

[1] فتح القدیر — فصل فی القراءة — مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ۱/۲۹۸

[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر — فصل فی احکام القراءة — 〃 داراحیاء التراث العربی۔ بیروت — ۱/۱۰۷

[3] درر الحکام شرح غرر الاحکام — فصل فیما یجھر الامام — 〃 مکتبہ احمد کامل کائنہ، دارسعادت مصر — ۱/۸۴

[4] درمختار — فصل ویجھر الامام الخ — 〃 مطبع مجتبائی دہلی بھارت — ۱/۸۱

[5] 〃 — 〃 — 〃 — ۱/۱۱۳

[6] البحرالرائق — باب صلوٰۃ الجمعہ — 〃 ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۲/۱۵۵

Marfat.com

(۱) بعض خطبہ میں جو لکھا ہے کہ فرود آید بالا رود بدست راست تواند بدست چپ خواند (نیچے آئے، اوپر جائے دائیں طرف اور بائیں طرف متوجہ ہو کر پڑھے) اس کا اصل کیا اور ملتی کہاں سے ہے اور اس پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

(۲) بعض خطبہ کے درمیان جو اردو شعر اشعار لکھا ہے خطبہ مع اُس کے پڑھنا یا صرف فارسی یا اردو یا اور کوئی زبان میں سوائے عربی کے پڑھنا اول سے اخیر تک چاہے عید ہو یا جُمعہ جائز ہے یا نہیں ؟

(۳) منبر کتنی سیڑھی کا ہونا چاہئے اور کس پر کھڑے ہو کر خطبہ چاہئے اور منبر کس زمانہ سے شروع ہوا ہے ؟

الجواب

(۱) دہنے بائیں منہ پھیرنا بے اصل ہے اس پر عمل نہ کیا جائے اور ذکرِ سلطان کے وقت ایک پایہ نیچے اُترنے کو بھی بعض شافعیہ نے قبیح بتایا اور واقعی اگر مصلحت شرعیہ سے خالی ہو تو عبث ہے اور عبث کا درجہ مکروہ،

فی رد المحتار (قال ابن حجر فی التحفۃ وبحث بعضھم ان ما اعتید الاٰن من النزول فی الخطبۃ الثانیۃ الی درجۃ سفلی ثم العود بدعۃ قبیحۃ شنیعۃ[۱]

ردالمحتار میں ہے کہ ابن حجر نے تحفہ میں فرمایا کہ بعض علماء نے فرمایا کہ یہ جو معمول بن گیا ہے کہ دوسرے خطبہ کے وقت نیچے درجہ پر آنا پھر اوپر والے درجہ کی طرف لوٹنا بدترین بدعت ہے۔ (ت)

ہندیہ میں سُننِ خطبہ میں ہے : استقبال القوم بوجھہ[۲] (قوم کی طرف منہ کرنا۔ت) ردالمحتار میں ہے :

ما یفعلہ بعض الخطباء من تحویل الوجہ جھۃ الیمین وجھۃ الیسار عند الصلٰوۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الخطبۃ الثانیۃ لم ار من ذکرہ والظاھر انہ بدعۃ ینبغی ترکہ لئلا یتوھم انہ سنۃ ثم رأیت فی منہاج النووی قال ولا یلتفت یمینا وشمالا فی

بعض خطباء دوسرے خطبہ کے دوران نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود پڑھتے ہوئے دائیں یا بائیں چہرہ پھیرتے ہیں، اس کا ذکر میرے مطالعہ میں نہیں آیا، اور ظاہر یہی ہے کہ اسے ترک کردینا چاہئے تاکہ کوئی اسے سنّت نہ بنالے، پھر میں نے منہاج النووی میں دیکھا انھوں نے فرمایا کہ کسی شئے میں دائیں بائیں

---

[۱] ردالمحتار باب الجمعہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۶۰۸

[۲] فتاوی ہندیہ الباب السادس عشر فی صلٰوۃ الجمعہ ” نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۴۶

Marfat.com

تنویر الابصار و درمختار میں ہے :

(لاصلوٰۃ ولاکلام الی تمامھا) وان کان فیھا ذکر الظلمۃ فی الاصح[1]۔ (خطبہ مکمل ہونے تک کوئی نماز اور کوئی کلام نہیں) اگرچہ اس میں ظالم حکمرانوں کا ذکر ہو، یہی اصح ہے (ت)

علامہ حموی کا کوئی فتاوٰی مسموع نہیں، نہ ان کی کسی کتاب سے حرکت مذکورہ کا جواز مستفاد، ملاحظہ معنی جس طرح خطبے میں مقصود یوں ہی نماز میں، کیا نماز میں بھی اسی نیک نیت سے پنکھا جھلتے پھرنے کی اجازت ہوگی، جنت میں اُس ہوا کی یہ غایت تاکہ باطمینان دیدار سے مشرف ہوں، سخت البعد و واجب الرد ہے، جنت میں معاذ اللہ گرمی حبس کا کون سا وقت ہوگا جس کے ازالے کو ہوا کی حاجت ہو، اہلِ جنت کے لئے معاذ اللہ بے اطمینانی کا سامان کس وقت ہوگا کہ تحصیلِ اطمینان کی ضرورت ہو، وہاں کے جتنے امور ہیں سب محض لذت و زیادت نعمت ہیں، و لہٰذا محققین فرماتے ہیں دنیا میں حقیقۃً کوئی لذت نہیں جسے لذت گمان کیا جاتا ہے، واقع میں دفع الم ہے، پانی یا شربت کیسا ہی سرد و شیریں و خوشبو و خوشگوار ہو پیاس نہیں تو کچھ لذت نہیں دیتا، کھانا کیسا ہی لذیذ و عمدہ و خوشبو و خوش مزہ ہو بھوک نہیں تو کچھ لطف نہیں آتا، تو حقیقۃً بھوک پیاس کا الم دفع ہوتا ہے نہ لذت خالصہ وعلٰی ہذا القیاس باقی تمام ملاذ، بخلاف بہشت کہ وہاں الم اصلاً نہیں، نہ بھوک، نہ پیاس، نہ گرمی، نہ احتباس، تو وہاں جو کچھ ہے خالص و حقیقی لذت ہے۔

رزقنا اللہ تعالٰی بمنہ وکرمہ و فضل رحمتہ بصالحی عبادہ اٰمین بجاہ محمد نبی الرحمۃ شفیع الامۃ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلیھم اجمعین اٰمین۔ اللہ تعالٰی اپنے کرم، احسان، فضل اور پیارے نبی رحمت، شفیع امت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور صالحین بندوں کے طفیل یہ جنتی لذت ہمیں عطا فرمائے۔ آمین! (ت)

اور بالفرض باطل ایسا ہو بھی تو وہاں کون سا خطبہ ہے اور باری عزوجل پر کس چیز کا استماع واجب، اور کس وقت اپنے کسی فعل سے باز رہنا لازم، اور اُسے کون سا فعل دوسرے سے مشغول کر سکتا ہے، پھر افعالِ الٰہیہ سے استناد عجب تماشا ہے، معبود و عابد کی کیا ریس، ہمیں اتباعِ احکام سے کام ہے وبس۔ وفقنا اللہ تعالٰی لہ اٰمین واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۰۶ تا ۱۳۰۸: ازبنگالہ ضلع پابنہ ڈاکخانہ سراج گنج موضع بھنگا باڑی مرسلہ منشی عنایت اللہ صاحب ۶ شوال ۱۳۱۶ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے آپ کا کیا فرمان ہے) اس مسئلہ میں کہ:

---

[1] درمختار باب الجمعۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۱۱۳

Marfat.com

فاروق کے برابر ہوں، لہذا وہاں پڑھا جہاں یہ احتمال متصور ہی نہیں اصل سنّت اول درجہ پر قیام ہے

وما فعله الصديق فكان تأدبا منه مع رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم وما فعل الفاروق فكان تأدبا مع الصديق رضى الله تعالٰى عنهما۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ادب کی بنا پر ایسا کیا اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ادب کی خاطر۔ (ت)

بلندیٔ منبر سے اصل مقصود یہ ہے کہ سب حاضرین خطیب کو دیکھیں اور اُس کی آواز سُنیں جہاں یہ حاجت بسبب کثرت حضار و دُوری صفوف تین زینوں میں پوری نہ ہو تو زینے زیادہ کرنے کا خود ہی اختیار ہے اور بہتر عدد طاق کی مراعات فان الله وتر يحب الوتر (اللہ تعالٰی وتر ہے اور وتر کو پسند کرتا ہے۔ ت) والله تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۰۹ از موضع کٹرہ ڈاک خانہ اوبرہ ضلع گیا مرسلہ مولوی سید کریم رضا صاحب غرۂ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں چار رکعت احتیاطی ظہر کا ادا کرنا مستحب ہے یا واجب یا فرض قطعی؟ بصورت اولٰی و ثانیہ یہ نماز احتیاطی قائم مقام فرض کے ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور صورت ثانیہ میں صلوٰۃ ظہر و جمعہ کا لزوم بطریق اجتماع لازم آتا ہے یا نہیں؟ اور ایسی صورت میں تارکِ احتیاطی تارکِ فرض ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

جہاں جمعہ بحسبِ مذہب بلاشبہہ ناجائز و باطل ہے جیسے وُہ گاؤں جو کسی روایتِ مذہب پر مصر نہیں ہوسکتے وہاں ظہر آپ ہی عیناً فرض ہے اور جمعہ پڑھوانے اور چار رکعت احتیاطی بتانے کی اصلاً گنجائش نہیں فان الشرع لا يأمر بارتكاب الاثم والاشتغال بما لا يصح اصلا (شریعت کسی ایسی چیز کا حکم نہیں دیتی جس پر گناہ ہو اور نہ ہی ایسی شَے میں مشغول ہونے کی اجازت دیتی ہے جو بالکل صحیح نہ ہو۔ ت) ان کا محل وہاں ہے کہ صحتِ جمعہ میں اشتباہ و تردّد قوی ہو مثلاً وہ مواضع جن کی مصریت میں شک ہے یا باوصفِ اطمینان صحت جانبِ خلاف کچھ وقعت رکھتی ہو مثلاً جہاں جمعہ متعدد جگہ ہوتا اور سبقت نامعلوم ہو کہ اگرچہ دربارۂ تعدد قول جواز ہی معتمد و ماخوذ و مفتی بہ ہے مگر عدمِ جواز بھی ساقط و ناقابلِ التفات نہیں کما بينه فی رد المحتار (جیسا کہ اسے ردالمحتار میں بیان کیا گیا ہے۔ ت) صورتِ اولٰی میں ان چار رکعت کا حکم ایجاباً و تاکیداً ہوگا لوقوع الشبهة فی براءة الذمة (ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے میں شبہہ ہوگیا ہے۔ ت) اور ثانیہ میں استحباباً و ترغیباً لان الخروج عن الخلاف مستحب اجماعا مالم يلزم محذور (بالاتفاق اختلاف سے نکلنا مستحب ہے بشرطیکہ وہاں کسی ممنوع کا ارتکاب نہ ہو۔ ت)

Marfat.com

شئ منها قال ابن حجر فی شرحہ لانہ ذلك بدعة انتهى ويؤخذ ذلك عندنا من قول البدائع ومن السنة ان يستقبل الناس بوجهه ويستدبر القبلة لان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یخطب ھکذا[1] اھ واللہ تعالٰی اعلم

التفات نہ کرے، ابن حجر نے شرح میں فرمایا اس لئے کہ یہ بدعت ہے انتہی اور ہمارے نزدیک بدائع کے اس قول سے اخذ کیا جاسکتا ہے کہ سنت یہ ہے کہ امام لوگوں کی طرف منہ کرے اور قبلہ کی طرف پشت کرے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسی طرح خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۲) خطبہ میں کوئی شعر اردو فارسی نہ پڑھنا چاہیے نہ خطبہ عربی کے سوا کسی زبان میں پڑھا جائے کہ یہ سنت متوارثہ کے خلاف ہے کما حققناہ فی فتاونا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۳) منبر خود رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بنوایا اور اس پر خطبہ فرمایا کما ثبت فی الصحیحین[2] وغیرھما حدیث سھل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ (بخاری و مسلم وغیرہ میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے۔ ت) منبر اقدس کے تین زینے تھے علاوہ اوپر کے تختے کے جس پر بیٹھتے ہیں

وقد وقع ذکرھن فی غیرما حدیث کحدیث وعید من ذکر عندہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلم یصل[3] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ان کا ذکر متعدد احادیث میں ہے جیسے وہ حدیث جس میں ذکر ہے کہ جس شخص کے پاس حضور علیہ السلام کا نام مبارک لیا اور اس نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود شریف نہ پڑھا تو اس کے لئے وعید ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

منبرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان ثلث درج غیر المسماۃ بالمستراح[4]۔

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مقدس منبر کے تین زینے اس تخت کے علاوہ تھے جس پر بیٹھا جاتا ہے۔ (ت)

حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم درجۂ بالا پر خطبہ فرمایا کرتے، صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دوسرے پر پڑھا، فاروق رضی اللہ عنہ نے تیسرے پر، جب زمانہ ذوالنورین رضی اللہ تعالٰی عنہ کا آیا پھر اول پر خطبہ فرمایا سبب پوچھا گیا، فرمایا اگر دوسرے پر پڑھتا لوگ گمان کرتے کہ میں صدیق کا ہمسر ہوں اور تیسرے پر تو وہم ہوتا کہ

---

[1] ردالمحتار باب الجمعہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۹۸

[2] صحیح بخاری باب الخطبۃ علی المنبر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۵

[3] الترغیب والترہیب کتاب الصوم ص ۹۳ - کتاب الذکر والدعاء مصطفی البابی مصر ۲/۸-۵۰۷

[4] ردالمحتار باب الجمعہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۶۰۸

Marfat.com

رہا یہ اشتباہ کہ مستحب یا واجب قائم مقام فرض کیونکر ہوں گے ان رکعات کی نیت پر نظر کی جائے تو بنگاہِ اولیں اندفاع پائے، ابھی فتح القدیر وغیرہ سے گزرا کہ یہ رکعات بہ نیت آخریں فرض ہی پڑھی جاتی ہیں نہ کہ بہ نیت مستحب یا واجب مصطلح تو فرض بہ نیت فرض ادا ہو جانے میں کیا تردّد ہے یعنی عنداللہ اگر صحت نہ تھی تو نفس الامر میں ظہر فرض تھا، جب اس نے اُس پچھلے فرض ظہر کی نیت کی جس کا وقت پایا اور ابھی ادا نہ کی تو یہی ظہر ادا ہو جائیگا ورنہ اگر پہلے کوئی ظہر ذمہ پر تھا وہ ادا ہوگا ورنہ یہ رکعات نفل ہو جائیں گی اور نفل بہ نیت فرض ادا ہونا خود واضح ہے واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۱۰ از مخدوم پور ڈاک خانہ ٹہٹہ ضلع گیا مرسلہ مولوی سید رضی الدین صاحب غرہ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

جناب مستطاب مخدومنا مولٰنا مولوی احمد رضا خاں صاحب زاد مجدہم بعد ہدیۂ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کے مکلف خدمت ہوں کہ اس موضع مخدوم پور قاضی چک میں اور نیز قرب وجوار میں اس کے نمازِ جمعہ و عیدین ہم لوگ مقلدین حنفی پڑھا کرتے ہیں اور جماعت جمعہ کی خاص اس موضع میں پندرہ بیس آدمی اور کبھی کم بھی ہُوا کرتی ہے اب بعض معترض ہیں کہ جمعہ دیہات میں نزد امام ابوحنیفہ صاحب جائز نہیں ہے پڑھنا بھی نہ چاہیے، مخدومنا پڑھا کروں یا ترک کردوں، حضور کے نزدیک جو جائز ہو مطلع فرمائیں تا مطابق اس کے کاربند ہوں اور نمازِ عیدین بھی دیہات میں ہو یا نہ ہو؟ شہر صاحب گنج یہاں سے ۱۲ کوس پر ہے۔ زیادہ حدِ نیاز۔ احقر رضی الدین حسین عفی عنہ

الجواب

جنابِ مکرم ذی المجد والکرم اکرمکم اللہ تعالٰی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، فی الواقع دیہات میں جمعہ وعیدین باتفاق ائمہ حنفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہم ممنوع وناجائز ہے کہ جو نماز شرعاً صحیح نہیں اس سے اشتغال روا نہیں،

فی الدرالمختار وفی القنیۃ صلوۃ العید فی القری تکرہ تحریما ای لانہ اشتغال بما لایصح[1] اھ فی ردالمحتار ومثلہ الجمعۃ ح[2]۔

درمختار میں ہے کہ قنیہ میں ہے دیہاتوں میں عید کی نماز مکروہ تحریمی ہے یعنی یہ ایسے کام میں مشغول ہونا ہے جو درست نہیں اھ ردالمحتار میں ہے اور اسی کی مثل جمعہ ہے، ح۔ (ت)

جمعہ میں اس کے سوا اور بھی عدمِ جواز کی وجہ ہے کما بیناہ فی فتاوٰنا (جیسے کہ ہم نے اسے اپنے فتاوٰی میں بیان

---

[1] درمختار | باب العیدین | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۱۴

[2] ردالمحتار | " | " مصطفی البابی مصر | ۱/۶۱۱

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے :

نقل عن المقدسی عن المحیط کل موضع وقع الشك فی کونه مصرا ینبغی لهم ان یصلوا بعد الجمعة اربعا بنیة الظهر احتیاطاً ومثله فی الکافی وفی القنیة امر أئمتهم بالاربع بعدها حتما احتیاطا اھ ونقله کثیر من شراح الهدایة وغیرها وتداولوه وفی الظهیریة واکثر مشائخ بخارا علیه لیخرج عن العهدة بیقین ثم نقل المقدسی عن الفتح انه ینبغی ان یصلی اربعا ینوی بها اٰخر فرض ادرکت وقته ولم اُؤده ان تردد فی کونه مصرا او تعددت الجمعة وذکر مثله عن المحقق ابن جرباش قال ثم قال وفائدته الخروج عن الخلاف المتوهم او المحقق وذکر فی النهر انه لاینبغی التردد فی ندبها علی القول بجواز التعدد خروجا عن الخلاف اھ وفی شرح الباقانی هو الصحیح بقی الکلام فی تحقیق انه واجب او مندوب قال المقدسی ذکر ابن شحنة عن جده التصریح بالندب و بحث فیه بانه ینبغی ان یکون عند مجرد التوهم اما عند قیام الشك والاشتباه فی صحة الجمعة فالظاهر الوجوب ونقل عن شیخه ابن الهمام مایفیده ویؤید التفصیل تعبیر التمرتاشی بلابد وکلام القنیة المذکور[1] اھ مختصرا۔

مقدسی نے محیط سے نقل کیا کہ ہر وہ مقام جس کے شہر ہونے میں اختلاف ہو وہاں جمعہ کے بعد احتیاطاً نیتِ ظہر سے چار رکعات ادا کی جائیں، کافی میں بھی اسی طرح ہے۔ قنیہ میں ہے کہ ائمہ نے جمعہ کے بعد لوگوں کو حتماً چار رکعات احتیاطاً بجالانے کا حکم دیا ہے اھ اسے اکثر شارحین ہدایہ وغیرہ نے نقل کیا ہے اور اسی کو متداول کیا۔ ظہیریہ میں ہے کہ مشائخِ بخارا کی اکثریت کا عمل اسی پر ہے تاکہ بالیقین ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوسکیں، پھر فتح سے منقول ہے کہ جب شہر ہونے میں شک ہو یا جمعہ متعدد جگہ ہورہا ہو تو چاہئے کہ چار رکعات اس نیت سے ادا کی جائیں کہ میں آخری فرض ادا کررہا ہوں جن کا وقت میں نے پایا مگر انھیں ادا نہیں کیا، اسی طرح محقق ابن جرباش سے نقل کرکے کہا اس کا فائدہ ثابت یا متوہم اختلاف سے نکلنا ہے۔ نہر میں مذکور ہے کہ اختلاف سے نکلنے کے لئے جواز تعددِ جمعہ کے قول پر بھی احتیاطاً ظہر کے مستحب ہونے میں تردّد نہیں کرنا چاہئے اھ شرح الباقانی میں ہے کہ یہی صحیح ہے اس تحقیق میں گفتگو کہ یہ واجب ہے یا مستحب، ابھی باقی ہے، مقدسی کہتے ہیں کہ ابن شحنہ نے اپنے دادا سے ندب پر تصریح نقل کی اور اس پر بحث کرتے ہوئے کہا کہ یہ اس وقت ہے جب محض توہم ہو، مگر اس صورت میں جب صحتِ جمعہ میں شک و اشتباہ ہو تو پھر اس کا واجب ہونا ظاہر ہے اور اپنے شیخ ابن ہمام کی عبارت کو اپنی تائید میں نقل کیا اور اس تفصیل کی تائید تمرتاشی کے الفاظ "لابد" اور قنیہ کے مذکورہ کلام سے بھی ہوتی ہے اھ مختصراً (ت)

---

[1] ردالمحتار باب الجمعہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۹۶

Marfat.com

(۴) تعریف شہر اور قصبہ اور دیہات کی کیا ہے؟

(۵) دیہات سے نیچے بھی کوئی حد بستی کی ہے کیونکہ دیہات دو قسم کے ہوتے ہیں: ایک محض کوردہ، دوسرا وہ جس میں اشیاء اشد ضروری جیسے معمولی کپڑے ملتے ہوں اور درزی اور لوہار اور بڑھئی اور بنیا اور بقال وغیرہم ہوں اور ساکنان اس کے ہندو مع مسلمان قریب بارہ۱۲۰۰ سو مرد مع عورت کے ہوں اور غالب درجہ مسلمان زمیندار ہوں اور مسلمانوں کی تعداد قریب پانچ سو عورتوں کے ہو اور مسجد قدیم سے ہو اور جب سے مسجد بنی ہمیشہ سے برابر جمعہ ہوتا رہا ہو تو ان دونوں قسموں میں دیہات کے جمعہ جائز ہوگا یا صرف قسم اخیر میں یا کسی میں نہیں؟ اور ہم قسم اخیر کے دیہات کے رہنے والے ہیں، اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ دیہات میں جمعہ جائز نہیں، تو آیا ہم لوگ پڑھیں یا نہیں؟ بہت صاف جواب بالتفصیل تحریر ہو۔

الجواب

ہندوستان اصلحہ اللہ حالہا بحمد اللہ تعالٰی ہنوز دار الاسلام ہے۔

كما حققناه في رسالتنا اعلام الاعلام بان هندوستان دار الاسلام۔

جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ "اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام" میں اس کی تحقیق کی ہے۔ (ت)

اُس میں اقامتِ جمعہ وعیدین مسلمانوں کو ضرور جائز۔ جامع الفصولین میں ہے:

قال ح (ای الامام الاعظم ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ) لا تصیر دار الحرب الا باجراء احکام الشرك فيها واتصالها بدار الحرب بان لايكون بينها وبين دار الحرب مصر للمسلمين وان لايبقى فيها مسلم او ذمی اٰمنا علی نفسہ بالامان الاول ای لایبقی اٰمنا الا بامان المشركين ان الحكم اذا ثبت بعلة فما بقی شیئ من العلة یبقى الحكم ببقائه فلما صارت البلدة دار الاسلام باجراء احكامه فما بقی شیئ من احكامه واٰثاره تبقى دار الاسلام وكل مصر فيه وال مسلم من جهة الكفار تجوز فيه اقامة الجمع والاعياد

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا دار الحرب کے لئے ضروری ہے کہ وہاں احکامِ شرک کا اجراء ہو اور اس ملک کا اتصال دار الحرب سے اس طرح ہو کہ اس ملک اور دار الحرب کے درمیان کوئی مسلمانوں کا علاقہ نہ ہو، اور اس میں کوئی مسلمان یا ذمی امان اول کی وجہ سے امان میں نہ ہو یعنی اب مشرکین کی امان کے بغیر امن نہ ہو کیونکہ جب حکم کسی علت سے ثابت ہے تو جب تک وہ علت باقی ہے حکم بھی باقی ہوگا، جب کوئی علاقہ اجرا احکامِ اسلامی کی وجہ سے دار الاسلام بنتا ہے تو جب تک وہاں کچھ احکام و آثار باقی ہوں گے وہ دار الاسلام ہی ہوگا، اور ہر وہ شہر جس کا کفار کی طرف سے کوئی مسلمان والی ہو وہاں جمعہ وعیدین کی اقامت،

Marfat.com

کیا ہے۔ ت) ہاں ایک روایتِ نادرہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے یہ آئی ہے کہ جس آبادی میں اتنے مسلمان مرد عاقل بالغ ایسے تندرست جن پر جمعہ فرض ہوسکے آباد ہوں کہ اگر وہ وہاں کی بڑی سے بڑی مسجد میں جمع ہوں تو نہ سما سکیں یہاں تک کہ انھیں جمعہ کے لئے مسجد جامع بنانی پڑے وہ صحتِ جمعہ کے لئے شہر سمجھی جائے گی۔ امام اکمل الدین بابرتی عنایہ شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں،

(وعنہ) ای عن ابی یوسف (انھم اذا اجتمعوا) ای اجتمع من تجب علیھم الجمعۃ لاکل من یسکن فی ذلک الموضع من الصبیان و النساء والعبید لان من تجب علیھم مجتمعون فیہ عادۃ قال ابن شجاع احسن ما قیل فیہ اذا کان اھلھا ، بحیث لو اجتمعوا (فی اکبر مساجدھم لم یسعھم) ذلک حتی احتاجوا الی بناء مسجد اٰخر للجمعۃ[1] الخ

(اور ان سے) یعنی امام ابویوسف سے ہے (جب وہ جمع ہوں) یعنی وہ لوگ جن پر جمعہ لازم ہے نہ کہ تمام وہ لوگ جو وہاں سکونت پذیر ہیں مثلاً بچے، خواتین اور غلام۔ ابن شجاع نے کہا کہ اس بارے میں سب سے بہتر قول یہ ہے کہ جب جمعہ کے اہل وہاں جمع ہوں (سب سے بڑی مسجد میں، اور اس میں ان کی گنجائش نہ ہو) حتی کہ وہ جمعہ کے لئے ایک اور مسجد بنانے پر مجبور ہوں الخ (ت)

جس گاؤں میں یہ حالت پائی جائے اس میں اس روایت نوادر کی بنا پر جمعہ و عیدین ہوسکتے ہیں اگرچہ اصل مذہب کے خلاف ہے مگر اسے بھی ایک جماعتِ متاخرین نے اختیار فرمایا اور جہاں یہ بھی نہیں وہاں ہرگز جمعہ خواہ عید مذہبِ حنفی میں جائز نہیں ہوسکتا بلکہ گناہ ہے،

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل و اللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی کا فرمان حق ہے اور وہی راستہ کی ہدایت دیتا ہے اور اللہ کی ذات پاک، بلند اور خوب جاننے والی ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۳۱۱ تا ۱۳۱۵ ازکرہ ڈاکخانہ اوبرہ ضلع گیا مرسلہ سید عبدالمجید صاحب قادری ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں،

(۱) ہندوستان میں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) جائز ہے تو کیوں؟ اور اس کے دلائل کیا ہیں؟

(۳) جمعہ شہر ہی میں جائز ہے یا دیہات میں بھی؟

---

[1] عنایہ شرح ہدایہ علی ہامش فتح القدیر باب صلوٰۃ الجمعۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۲۴

Marfat.com

اهل الاخبیۃ کترکمان نووھا فی المفازۃ فانہا تصح فی الاصح وبہ یفتی اذاکان عندھم من الماء والکلاء مایکفیھم مدتھا ولونوی غیرھم الاقامۃ معھم لم یصح فی الاصح[1] اھ مختصرا۔

خانہ بدوش مثلاً ترکمان قوم اگر جنگل میں اقامت کی نیت کرلیں تو یہ اصح قول کے مطابق صحیح ہے اور اسی پر فتوٰی ہے بشرطیکہ وہاں ان کے لئے اتنی مدت کیلئے پانی اور چارہ ہو اور ان کے علاوہ کسی نے ان کے ساتھ نیت کرلی تو یہ اصح قول کے مطابق درست نہیں اھ مختصراً (ت)

قصبہ عرفاً مصرودِہ میں متوسط ہے چھوٹے شہر کو کہتے ہیں جس میں آبادی کم، مرافق قلیل ہوں بازار و پختہ عمارات ہوں نہ مثلِ امصار، دِہ پرگنہ ہوتا ہے ضلع نہیں، اُس میں چھوٹے چھوٹے حکام ہوتے ہیں جن کی سماعت ایک حد تک محدود، بڑے حکام کہ ہرگونہ مقدمات دیوانی وجرائم فیصل کرسکیں نہیں ہوتے، اس عرف حادث پر قسمیں تین ہوتی ہیں مگر زبانِ عرب میں وہ دو ہی چیزیں ہیں؛ مصر یا قریہ قصبہ، ان سے باہر کوئی شے ثالث نہیں۔ قاموس ومصباح المنیر وغیرہما میں قصبۃ البلاد مدینتھا وقصبۃ القریۃ وسطھا (شہری قصبہ، شہر ہوتا ہے اور دیہاتی قصبہ دیہات اور شہر کا درمیان ہوتا ہے۔ ت) یونہی شرع مطہر نے قصبات کو کسی حکم خاص سے مخصوص نہ فرمایا، مصر و قریہ کی تقسیم حاصر ہے آبادی پر، حدِ مصر صادق ہو تو مصر ہے ورنہ قریہ لاثالث لھما (ان دونوں کے لئے تیسرا نہیں۔ ت) اب تعریفِ مصر میں ہمارے علماء سے اقوالِ کثیرہ آئے جن میں مصحح و مختار و معتمد ائمہ کبار دو ہیں؛

اوّل ظاہر الروایہ واصل مذہب وارشاد امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ شہر وہ آبادی عمارت والی ہے جس میں متعدد کُوچے ہوں، دوامی بازار ہوں، وہ ضلع یا پرگنہ ہو کہ اس کے متعلق دیہات ہوں، اُس میں کوئی حاکم مقدماتِ رعایا فیصل کرنے پر مقرر ہو، جس کے یہاں قضایا پیش ہوتے ہوں اور اس کی شوکت وحشمت مظلوم کا انصاف ظالم سے لینے کے قابل ہو اگرچہ کبھی نہ لیا جائے۔ یہ تعریف کتبِ کثیرہ میں بالفاظِ عدیدہ ومعانی متقاربہ ادا کی گئی۔

مسئلہ ۱۳۱۶ از عظیم آباد پٹنہ شاہ کی املی متصل مسجد تراہہ مطب حکیم صاحب مرسلہ مولوی نور الہدی صاحب

۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایسے قریہ میں جس پر کسی طرح حدِ مصر صادق نہیں اگر وہاں کے حنفی المذہب بخیالِ شوکتِ اسلامی نمازِ جمعہ مع ظہر احتیاطی وصلٰوۃ العیدین پڑھتے ہوں تو وہ گنہگار رہوں گے یا نہیں؛ اور اگر گنہگار ہوں گے تو اس کی وجہ کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ایسی جگہ جمعہ یا عیدین پڑھنا مذہب حنفی میں گناہ ہے، نہ ایک گناہ بلکہ چند گناہ:

---

[1] درمختار باب صلٰوۃ المسافر مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۰۷-۱۰۸

Marfat.com

واخذ الخراج وتقليد القضاء وتزويج الايامى لاستيلاء المسلم عليهم واما فى بلاد عليها ولاة كفار فيجوز للمسلمين اقامة الجمعة والاعياد[1] اھ مختصرا۔

خراج لینا، قضاءِ اسلامی کی پابندی اور بیوگان کا نکاح کروانا جائز ہے کیونکہ وہاں مسلمان غالب ہیں لیکن وُہ علاقے جہاں کا فر والی ہیں وہاں مسلمانوں کے لئے جمعہ اور عیدین کا قیام جائز ہے اھ اختصاراً (ت)

ردالمحتار میں ہے :

فى معراج الدراية عن المبسوط البلاد التى فى ايدى الكفار بلاد الاسلام لا بلاد الحرب و كل مصر فيه وال من جهتهم يجوز له اقامة الجمعة والاعياد فلو الولاة كفارا يجوز للمسلمين اقامة الجمعة[2] اھ ملخصا

معراج الدرایہ میں مبسوط سے ہے وہ علاقہ جات جو کفار کے قبضہ میں ہیں وہ بلادِ اسلام ہی ہیں بلادِ حرب نہیں اور ہر وہ شہر جس میں کفار کی طرف سے والی ہو تو وُہ جمعہ اور عیدین کا قیام کرسکتا ہے اور اگر والی کافر ہوں تو بھی مسلمانوں کے جمعہ کا قیام جائز ہے اھ تلخیصا (ت)

جمعہ وعیدین کے نہ فقط ماموربہ بلکہ خود جائز وصحیح ہونے کے لئے بھی باجماع ائمہ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم مصر شرط ہے کتب المذهب عن اٰخرها طافحة بذلك (تمام کتبِ مذہب اس سے پُر ہیں ۔ ت) گاؤں میں جمعہ و عیدین نہ صحیح نہ جائز بلکہ گناہ ہیں

كما نص عليه فى الدرالمختار عن القنية و فى جامع الرموز عن جامع المضمرات و قد بيناه فى فتاوٰنا۔

جیسا کہ اس پر درمختار میں قنیہ اور جامع الرموز میں جامع المضمرات کے حوالے سے تصریح ہے اور اسے ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے ۔ (ت)

دیہات سے بھی کم درجہ بستی جنگلوں، میدانوں، پہاڑوں میں اہلِ خیمہ کے مقام ہیں جن میں مکانات کچّے پکّے اصلاً نہیں ہوتے، اُنھوں نے جہاں آب و مرغزار دیکھے ڈیرے ڈال دئے خیمے تان دئے، وہیں اقامت کرلی، یہ بستیاں نظرِ شرع میں بھی دیہات سے ادنٰی ہیں، امصار و عمرانات کے سکان اگر گاؤں میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کریں مقیم ہوجائیں گے قصر نہ کریں گے اور اُن خیمہ گاہوں میں انھیں اہلِ خیمہ کی نیت اقامت صحیح ہے جن کی طرزِ تعیش ہی یہ ہے عمرانات والے بعد تحقق سفر وسطِ مراحل اگرچہ وہاں پندرہ دن قیام کا قصد کریں مقیم نہ ہوں گے هوالاصح فى الفصلين (دونوں فصلوں میں یہی اصح ہے ۔ ت) درمختار میں ہے :

---

[1] جامع الفصولین الفصل الاول فی القضاء وما یتصل بہ مطبوعہ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳ و ۱۴

[2] ردالمحتار باب الجمعہ " مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۵۹۵

Marfat.com

رابعًا اقول جمعہ میں اُس کے سبب جو ظُہر نہ پڑھیں اُن پر تو فرض ہی رہ گیا، ترکِ فرض اگرچہ ایک ہی بار ہو خود کبیرہ ہے اور جو بزعمِ خود احتیاطی رکعات پڑھیں وُہ بھی تارکِ جماعت تو ضرور ہوئے اور جماعت مذہب معتمد میں واجب ہے جس کا ایک بار ترک بھی گناہ اور متعدد بار ہو کر وہ بھی کبیرہ۔ کما نصوا علیہ والامر اوضح من ان یوضح (جیسا کہ فقہا نے اس پر تصریح کی ہے اور یہ امر اتنا واضح ہے کہ وضاحت کی ضرورت ہی نہیں۔ ت)

خامسًا اقول وُہ احتیاطی رکعات والے کہ حقیقۃً مذہب حنفی میں آج ہی کی ظہر پڑھ رہے ہیں

فانها اذا لم تصح الجمعۃ بقیت فریضۃ الظھر فی اعناقھم فاذا نووا اٰخر ظھر ادرکوھا و لم یؤدوھا وجب انصرافھا الی ظھر الیوم۔

اس لئے کہ جب جمعہ صحیح نہیں تو ان کے ذمے ظہر کا فریضہ باقی ہے، تو جب یہ ارادہ کرتے ہُوئے کہ آخری ظہر کا وقت پایا مگر اسے ادا نہ کیا تو اس کا آج کی ظہر پر محمول کرنا واجب ہے۔ (ت)

باآنکہ مسجد میں جمع ہیں جماعت پر قادر ہیں تنہا پڑھتے ہیں یہ دوسری شناعت ہے کہ مجتمع ہو کر ابطال جماعت ہے جسے شارع نے خوف جیسی حالت ضرورت شدیدہ میں بھی روا نہ رکھا بلکہ ابطال درکنار موجودین میں بلاوجہ شرعی تفریق جماعت کو ناجائز رکھ کر ایک ہی جماعت کرنے کا طریقہ تعلیم فرمایا کما نطق بہ القراٰن العظیم و باللہ الھدایۃ الی صراط مستقیم (جیسا کہ اس پر قرآن عظیم ناطق ہے، اللہ ہی صراط مستقیم کی ہدایت دینے والا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۱۷ ۶ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس حالت میں امام خطبہ پڑھتا ہو اُس وقت کوئی وظیفہ یا سُنن یا نوافل یا فرضِ قضائے فجر پڑھنا چاہئے یا نہیں اور ٹھیک ہوں گے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اُس وقت وظیفہ مطلقاً ناجائز ہے، اور نوافل بھی اگر پڑھے گا گنہگار ہوگا اگرچہ نماز ہوجائے گی، رہی قضا اگر صاحبِ ترتیب نہیں تو اس کا بھی یہی حکم ہے ورنہ وُہ ضرور پہلے قضا ادا کرے، اور جہاں تک دُوری ممکن ہو اختیار کرے کہ صورتِ مخالفت سے بچے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۱۸ از بنگالہ ضلع پیرا موضع مراد نگر مرسلہ قاضی اشرف الدین صاحب ۲۸ جمادی الاولٰی ۱۳۱۹ھ

چہ می فرمایند علمائے دین اندریں مسئلہ کہ چند اشخاص برائے ادائے جمعہ بمسجدے رفتند و دیدند کہ جمعہ ادا شدہ است اکنوں ایشاں درآں مسجد مذکور صلوٰۃ جمعہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند اشخاص جمعہ کی ادائیگی کے لئے مسجد میں گئے انھوں نے دیکھا جمعہ ادا ہوگیا ہے اب وہ لوگ اس مسجد میں جمعہ

Marfat.com

اوّلاً جب نمازِ جمعہ وعیدین وہاں صحیح نہیں تو یہ امرِ غیر صحیح میں مشغول ہُوئی اور وہ ناجائز ہے،

فی الدرالمختار تکرہ تحریما ای لانہ اشتغال بمالایصح لان المصر شرط الصحۃ[1]۔

درمختار میں ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ یہ غیر صحیح کام میں مشغول ہونا ہے کیونکہ شہر جمعہ کی صحت کے لئے شرط ہے۔ (ت)

ثانیاً اقول فقط مشغولی نہیں بلکہ اس امرِ ناجائز کو موجبِ شوکتِ اسلام جاننا بلکہ بہ قصد و نیت فرض و واجب ادا کیا یہ مفسدہ عقیدہ ہے جس سے علماء نے تحذیر شدید فرمائی۔

اوصوابترك التزام مستحب اذا خیف ان یظنہ العوام واجبا وفی اخف منہ قال سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ لایجعل احدکم للشیطان شیئ من صلوتہ یری ان حقا علیہ ان لاینصرف الاعن یمینہ لقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کثیرا ینصرف عن یسارہ[2] رواہ الشیخان فاذا کان ھذا فیما ھو مشروع باصلہ فما ظنك بمالم یجز من رأسہ۔

جب یہ خطرہ ہو کہ عوام اسے ضروری سمجھ لیں گے تو علماء مستحب پر پابندی ترک کرائیں اور اس سے کم درجہ عمل کے بارے میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ تم میں سے کوئی بھی اپنی نماز سے شیطان کا حصّہ اس طرح نہ بنائے کہ نماز کے بعد دائیں طرف ہی پھرنا اپنے اوپر لازم کرلے کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بہت دفعہ بائیں طرف پھرتے ہُوئے دیکھا، اسے بخاری ومسلم نے روایت کیا۔ جب اس عمل کا معاملہ ہے جو اصلاً مشروع ہے تو اس میں تمھارا کیا خیال ہے جو اصلاً جائز ہی نہ ہو۔ (ت)

ثالثاً جبکہ واقع میں نمازِ جمعہ وعید نہ تھی تو ایک نماز نفل ہُوئی کہ باجماعت واعلان وتداعی ادا کی گئی یہ ناجائز ہوا،

فی ردالمحتار عن العلامۃ الحلبی محشی الدر فھو نفل مکروہ لادائہ بالجماعۃ[3]۔

ردالمحتار میں محشی درعلامہ حلبی سے ہے یہ نوافل مکروہ ہیں کیونکہ جماعت کے ساتھ ادا ہُوئے۔ (ت)

یہ تینوں وجہیں جمعہ وعیدین سب کو شامل ہیں۔

---

[1] درمختار | باب العیدین | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۱۴

[2] صحیح البخاری | باب الانفتال والانصراف | " قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/۱۱۸

[3] ردالمحتار | باب العیدین | " مصطفی البابی مصر | ۱/۶۱۱

Marfat.com

مسئلہ ۱۳۱۹: از شاہی علاقہ رامپور مرسلہ نادر شاہ خاں و انعام اللہ خاں ۶ جمادی الآخرہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس قصبہ شاہی میں صرف ایک مسجد وہی جامع مسجد ہے قدیم الایام سے اُس میں نمازِ جمعہ ہوتی ہے اور ایک عیدگاہ قریب آبادی کے ہے اس میں نمازِ عید پڑھی جاتی ہے فی الحال بوجہ کثرت نمازیاں گنجائش سب نمازیوں کی نہیں اس لئے عیدگاہ میں جمعہ پڑھتے ہیں اُس روز جامع مسجد نمازِ جمعہ سے بالکل خالی رہتی ہے ایسی حالت میں کوئی بازپرس تو اہل قصبہ سے خداوند کریم بوجہ خالی رہنے مسجد کے بروزِ حساب نہ فرمائے گا اور پڑھنے نمازِ جمعہ سے عیدگاہ میں کچھ نقصان عنداللہ وعندالرسول ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

جائز ہے، کچھ نقصان نہیں، نہ کوئی مواخذہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۲۰: از بنگالہ ضلع میمن سنگھ موضع مرزا پور مرسلہ منشی آدم غرہ ربیع الاول ۱۳۲۰ھ

ماتقولون یا ارباب العقول فی تبلیغ احکام الرسول فی ھذا الباب ھل یجب علی المصلین ان یصلوا اٰخر الظہر مع الجمعۃ ام لا وان صلوا فما ذاینوونھا فریضۃ ام نافلۃ بینوا بالدلیل توجروا اجراجزیلا۔

تعلیمات رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تبلیغ کرنے والے اہلِ فہم کی اس بارے میں کیا رائے ہے کہ جمعہ کے ساتھ ساتھ نمازیوں پر نمازِ ظہر ادا کرنا لازم ہے یا نہ؟ اگر وہ ادا کرتے ہیں تو کس نیت سے فرض یا نفل؟ دلیل کے ساتھ واضح فرمائیں، اللہ تعالٰی آپ کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ (ت)

الجواب

ان وقع الشك فی صحۃ الجمعۃ لوقوع الشبھۃ فی شرط کالمصریۃ اوکون الدار دارالاسلام فالظاھر الوجوب وان کان ھناك توھم لاجل خلاف ضعیف فالندب ویفتی بہ الخواص لا العوام وعلی کل ینوی الفریضۃ ای اٰخر فرض ظھر ادرکتہ ولم اؤدّ لان النفل یتأدی بنیۃ الفرض ولا عکس فلا یحصل الاحتیاط الابنیۃ الفریضۃ کما لایخفی قال فی ردالمحتار فی

اگر شرائطِ جمعہ میں اشتباہ کی وجہ سے صحتِ جمعہ میں شک ہوجائے تو ظاہر یہی ہے کہ وہاں ظہر کا ادا کرنا لازم ہے اور اگر وہاں صحتِ جمعہ میں وہم ہے تو ضعیف اختلاف کی وجہ سے ظہر کی ادائیگی مستحب ہوگی البتہ اس کے ساتھ خواص کے لئے فتوٰی ہے عوام کے لئے نہیں۔ ہرصورت میں فرض کی نیت ہوگی یعنی وہ آخری ظہر جسے میں نے پایا مگر ادا نہ کی کیونکہ نوافل فرض کی نیت سے ادا ہوجاتے ہیں مگر فرض نفل کی نیت سے ادا نہیں ہوتے، تو احتیاط نیتِ فرض میں ہی ہے جیسا کہ مخفی

Marfat.com

ادا تواند کرد یا ادائے ظہر واجب ست بر تقدیر ثانی با جماعت یا فرادی شخصے میگوید کہ جماعتے را کہ نمازِ جمعہ فوت شدہ شود اوشاں در خارج مسجد بہ بعد مقدار یک صد گز یا یک صد و بست و پنج گز مروجہ انگریزی رفتہ نماز جمعہ ادا تواند کرد و در انجا مسجدے نیست و قول او صحیح ست یا نہ و اگر چنیں ادا کرد جائز خواہد شد یا نہ؟ بینوا توجروا۔

ادا کریں گے یا ظہر کی ادائیگی ان پر لازم ہوگی، اگر ظہر لازم ہے تو وہ جماعت کے ساتھ ادا کریں یا تنہا؟ ایک شخص کا کہنا ہے کہ اگر کسی گروہ کی جماعتِ جمعہ فوت ہوگئی تو مسجد سے دُور انگریزی سَو گز یا ایک سو پچیس گز کے فاصلے پر چلے جائیں اور وہاں جمعہ ادا کریں اگرچہ وہاں مسجد نہیں، اس کا قول صحیح ہے یا نہ؟ اگر اس طرح انھوں نے ادا کرلیا ہے تو جائز ہے یا نہ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

امامتِ جمعہ و عیدین ہر کس نتواں کرد بلکہ واجب ست کہ سلطانِ اسلام یا ماذون او باشد و بضرورت آنکہ مسلمانان او را امامِ جمعہ مقرر کردہ باشند و شک نیست کہ یک مسجد را دو امام جمعہ کہ اقامتِ جمعہ واحدہ کنند نباشند پس در مسجد واحد دوبار جمعہ نتواں شد چوں بعض مردماں ایں جا جمعہ نیابند مسجدے دیگر اگر یابند روند کہ تعدد جمعہ در شہر مذہبِ مفتی بہ روا ست ہمچناں اگر امامے معین برائے امامتِ جمعہ یابند و در غیرِ مسجد در شہر یا فنائے شہر ادا کنند نیز روا باشد زیرا کہ مسجد شرط جمعہ نیست و اگر نیابند فرض ست کہ ظہر ادا کنند و روا نیست کہ جماعت نمایند بلکہ فرادی خوانند کل ذلک مصرح بہ فی کتب المذھب و قد بیناہ فی فتاوٰنا و آنکہ شخص مذکور تحدید فصل ذرعان کردہ اصلے ندارد۔ واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم۔

جمعہ و عیدین کی امامت ہر کوئی نہیں کروا سکتا بلکہ واجب ہے کہ وہ سلطانِ اسلام یا اس کی طرف سے مامور ہو، البتہ ضرورت کے پیشِ نظر مسلمان امامِ جمعہ مقرر کرسکتے ہیں، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک مسجد میں ایک جمعہ کی اقامت کے لئے دو امام نہیں ہوسکتے لہذا ایک مسجد میں دو بار جمعہ نہیں ہوسکتا جب کچھ لوگ اس مسجد میں جمعہ نہ پاسکیں تو وہ دوسری مسجد میں چلے جائیں کیونکہ مفتی بہ مذہب کے مطابق شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہوسکتا ہے، اسی طرح اگر مقرر امامِ جمعہ کو شہر یا فنائے شہر میں مسجد کے علاوہ پالیتے ہیں تو وہاں بھی جمعہ جائز ہوگا کیونکہ جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں اور اگر ایسی کوئی صورت نہیں تو ظہر کی ادائیگی فرض ہوگی لیکن جماعت جائز نہ ہوگی بلکہ الگ الگ ادا کریں یہ تمام کتبِ مذہب میں صراحۃً موجود ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اسے بیان کیا ہے اور مذکورہ شخص نے جو گزوں کی مقدار کا تعین کیا ہے اس کی کوئی اصل نہیں واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم (ت)

Marfat.com

الجواب

امام کا بعد سلام قبلہ سے انحراف تو مطلقاً سنّت ہے اور اس کا ترک یعنی بعد سلام رُو بقبلہ بیٹھا رہنا امام کیلئے بالاجماع مکروہ ہے، جمعہ وغیرہ سب نمازیں اس حکم میں برابر ہیں اور بعد سلام دُعا و مناجات بھی بالاجماع جائز ہے مگر جس نماز کے بعد سنت ہے یعنی ظہر و جمعہ و مغرب و عشاء، اس کے بعد تاخیر طویل کسی کو بہتر نہیں اور اگر کرے تو منع بھی نہیں مگر اس قدر نہ ہو کہ مقتدیوں پر گراں گزرے، عادت مسلمین یُوں جاری ہے کہ امام بعد سلام جب تک دُعا سے فارغ نہ ہو مقتدی شریکِ دُعا رہتے ہیں اور اس سے قبل اُسے چھوڑ کر نہیں اُٹھتے اور یہ اگرچہ شرعاً واجب نہیں مگر حُسنِ ادب سے ہے۔

اقول ویمکن الاستیناس لہ بقولہ عزوجل "واذا کانوا معہ علی امر جامع لم یذھبوا حتی یستأذنوہ" فان فراغہ من الدعاء بعد اذن منہ دلالۃ بذلک العرف جار۔

اقول اس پر اللہ تعالٰی کے اس ارشادِ گرامی سے استدلال ممکن ہے "اور جب وُہ حضور علیہ السلام کے ساتھ کسی معاملہ میں جمع ہوتے ہیں تو آپ کی اجازت کے بغیر جاتے نہیں" کیونکہ دُعا سے فراغت اذن ہی تصور ہوتا ہے اور اس پر عرف جاری ہے (ت)

تو ایسی حالت میں اتنی دُعائے طویل کہ بعض مقتدیوں پر ثقیل ہو مطلقاً نہ کرنی چاہئے اگرچہ اس کے بعد سنت نہ ہو جیسے فجر و عصر۔

ھذا ما ظھر لی تفقھا وارجو ان یکون صوابا ان شاء اللہ تعالٰی واذا امر الامام بالتخفیف فی الصلوۃ ای عدم الزیادۃ علی القدر المسنون اجمعوا علی انہ لایمکث فی مکانہ مستقبل القبلۃ سائر الصلوات فی ذلک علی السواء۔

غور و فکر میں مجھ پر واضح ہُوا اور میں امید کرتا ہُوں کہ یہ ان شاء اللہ درست ہوگا اور جب امام کو نماز میں تخفیف کا حکم ہے یعنی قدرِ مسنون پر اضافہ نہ کرے تو اس پر اجماع ہے کہ امام اپنی جگہ پر قبلہ رُخ ہو کر نہ ٹھہرے، تمام نمازیں اس حکم میں برابر ہیں۔ (ت)

حلیہ میں ہے:

وقد صرح غیر واحد بانہ یکرہ لہ ذلک[1]

متعدد علماء نے اس کے مکروہ ہونے کی تصریح کی ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

یکرہ تاخیر السنۃ الا بقدر اللھم انت السلام الخ

سنتوں میں تاخیر اللھم انت السلام الخ کی مقدار سے

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

Marfat.com

القنية لما ابتلی اهل مرو باقامة الجمعتين فيها مع اختلاف العلماء فی جوازهما امر ائمتهم بالاربع بعدها حتما احتياطا اھ ونقله كثير من شراح الهداية وغيرها وتداولوه، ثم نقل المقدسی عن الفتح انه ينبغی ان يصلی اربعا ينوی بها اٰخر فرض ادركت وقته ولم اُؤدہ ان تردد فی كونه مصرا او تعددت الجمعة، قال وفائدته الخروج عن الخلاف المتوهم او المحقق وذكر فی النهر انه لاينبغی التردد فی ندبها علی القول بجواز التعدد خروجا عن الخلاف اھ قال المقدسی ذكر ابن الشحنة عن جدہ التصريح بالندب وبحث فيه بانه ينبغی ان يكون عند مجرد التوهم، اما عند قيام الشك والاشتباہ فی صحة الجمعة فالظاهر الوجوب ونقل عن شيخه ابن الهمام ما يفيدہ[1] اھ مختصرا والله تعالٰی اعلم۔

نہیں، ردالمحتار میں فرمایا کہ قنیہ میں ہے کہ جب اہلِ مرو کو دو جمعوں کا قیام پیش آیا تو علماء نے متعدد جمعہ میں اختلاف کیا تو ائمہ نے لوگوں پر جمعہ کے بعد احتیاطاً چار رکعات ظہر ادا کرنا لازمی قرار دے دیا اھ اکثر شارحین ہدایہ وغیرہ نے اسے نقل کیا اور اسے ہی متداول قرار دیا، پھر مقدسی نے فتح سے نقل کیا کہ اگر شہر ہونے میں تردد ہو یا جمعہ کے متعدد ہونے کی وجہ سے تردد ہو تو جمعہ کے بعد چار رکعات اس نیّت سے ادا کی جائیں کہ میں نے آخری ظہر کا وقت پایا اسے ادا نہ کیا تھا اور فرمایا فائدہ اس کا یہ ہے کہ خلافِ متوہم یا محقق سے خروج ہو جائے گا۔ نہر میں مذکور ہے کہ اختلاف سے بچنے کی خاطر جوازِ تعدد جمعہ کے قول پر بھی ظہر کی ادائیگی کے مستحب ہونے میں تردد نہیں کرنا چاہئے اھ مقدسی کہتے ہیں کہ ابن شحنہ نے اپنے دادا سے ندب پر یہ تصریح نقل کرکے اس میں بحث کرتے ہوئے کہا کہ یہ اس وقت ہے جہاں محض وہم ہو لیکن جب صحتِ جمعہ میں شک واشتباہ ہو تو پھر ظہر کا وجوب ظاہر ہے اور اس پر اپنے شیخ ابن ہمام کی وہ عبارت نقل کی جو اسے مفید ہے اھ اختصاراً (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۲۱ ازضلع کرلہ موضع پانیسر مرسلہ مولوی عبدالغفور صاحب غرہ ربیع الاول ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد نمازِ جمعہ انحرافِ قبلہ یعنی جانب ایمن والیسر کو پھر کر مناجات کرنا جائز ہے یا نہیں باوجودیکہ فقہ کی کتابوں میں بھی یہ ہے کہ جس نماز کے بعد سنّتِ مؤکدہ ہو نہ پھرے بالدلائل تحریر فرمائیے۔ بینوا توجروا۔

---

[1] ردالمحتار باب الجمعة مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۹۶

Marfat.com

المقدار المذکور من حیث التقریب دون التحدید، قد یسع کلو احد من نحو ھذہ الاذکار لعدم التفات الکثیر بینھما اھ[1] مختصرا۔

ہے، اعلیٰ تعریف اسی کی ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، ہماری تابعداری اسی کے لئے خالص ہے اگرچہ کافر اسے ناپسند کریں۔" کیونکہ مقدار مذکور تقریباً ہے تحدیداً نہیں وُہ وقت ان تمام اذکار کی گنجائش رکھتا ہے کیونکہ ان میں بہت زیادہ تفاوت نہیں ہے اھ مختصراً (ت)

بلکہ شیخ محقق مولٰنا عبدالحق قدس سرہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ شریف میں فرماتے ہیں:

تعجیل قیام بہ سنت مغرب منافی نیست مرخواندن آیۃ الکرسی وامثال آنرا چنانکہ درحدیث صحیح وارد شدہ است کہ بخواند بعد از نمازِ فجر ومغرب دہ بار لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیئ قدیر[2]۔

مغرب کی سنتوں کے لئے جلدی قیام آیۃ الکرسی وغیرہ پڑھنے کے منافی نہیں کیونکہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ نمازِ فجر ومغرب کے بعد دس مرتبہ یہ پڑھا جائے: لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک و لہ الحمد وھو علی کل شیئ قدیر۔ (ت)

فقہ کی کسی کتاب معتمد میں یہ نہیں کہ جس نماز کے بعد سنّت ہے اُس کے امام کو قبلہ سے پھرنا ہی منع، ہاں فصل طویل کو ناپسند فرماتے ہیں اور اُس کے معنی ان کلماتِ علماء سے کہ فقیر نے نقل کئے ظاہر ہوگئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۲۲ از کھانہ ضلع رام پور مرسلہ قاضی ضیاء الدین احمد صاحب ۳ محرم ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک موضع میں عرصہ کثیر گزرا زمانۂ پادشاہت اسلام میں قاضی شرع نے جو قاضی بااختیار تھے جامع مسجد قائم کی اور وُہ مقام شرائط جمعہ کے موافق مناسب سمجھ کر نمازِ جمعہ ونمازِ عیدین اُسی مسجد میں ہوتی رہی اور مسلسل اُسی وقت سے حسبِ اجازت وہدایت اصل قاضی یا حاکم وقت مذکور کے اُسی خاندان میں امامت رہی اب ایک شخص نے بوجہ مخالفت چند امور دنیاوی کے امام سے رنج کرکے ایک دوسری مسجد میں جو تھوڑے زمانے سے تیار ہوئی ہے نماز عید ادا کی اور باشندگانِ دیہ کو جامع مسجد قدیم کو آنے سے روک کر بہکا کر بہت سے اشخاص کو اُس نماز میں شریک کیا اور نماز پڑھائی اور جامع مسجد قدیم میں بھی مثل قدیم نماز پڑھی گئی اور جماعت ہوئی تو اب دریافت طلب ہے کہ اُس مسجد جدید میں امام قدیم سے مخالفت کرکے نمازِ عید ہوئی یا نہیں؟ اور ایسے نماز پڑھوانے والے کے واسطے جو تفریق جماعت کا مرتکب ہوا

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی بیان صفۃ الصلوۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۴۲
[2] اشعۃ اللمعات باب الذکر بعد الصلوۃ " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۴۱۸

Marfat.com

قال الحلوانی لاباس بالفصل بالاوراد واختارہ الکمال، قال الحلبی ان اریدبالکراھۃ التنزیھیۃ ارتفع الخلاف قلت وفی حفظی حملہ علی القلیلۃ اھ[1]

زیادہ مکروہ ہے۔ حلوانی نے فرمایا اذکار کے ساتھ فرائض وسنن میں فاصلے میں کوئی حرج نہیں۔ کمال نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ حلبی کہتے ہیں کہ اگر کراہت سے کراہت تنزیہی ہے تو اختلاف ختم ہوجاتا ہے قلت اور مجھے یہاں تک یاد ہے کہ یہ (تنزیہی) قلیل فصل پر محمول ہے اھ (ت)

حلیہ میں ہے:

تحمل الکراھۃ علی التنزیھیۃ بعدم دلیل التحریمیۃ۔[2]

جب تحریمی پر دلیل نہ ہو تو مکروہ کو تنزیہی پر محمول کیا جاتا ہے (ت)

غنیہ میں ہے:

قول عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا مقدار مایقول اللھم انت السلام الخ یفید ان لیس المراد انہ کان یقول ذلک بعینہ بل کان یقعد زمانا یسع ذلک المقدار و نحوہ من القول تقریبا فلاینافی ماروی مسلم وغیرہ عن عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنھما کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا سلم من صلٰوتہ قال بصوتہ الاعلی لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیئ قدیر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ولا نعبد الا ایاہ لہ النعمۃ ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن، لا الٰہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکفرون، لان

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا یہ فرمان کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللھم انت السلام الخ کی مقدار پڑھتے، فائدہ دے رہا ہے کہ ان کی مراد بعینہ یہی الفاظ نہیں بلکہ اتنی دیر بیٹھنا جس میں یہ یا اس کی مقدار تقریباً پڑھا جائے۔ لہذا یہ روایت مسلم وغیرہ کی اس روایت کے منافی نہیں جو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب نماز سے سلام پھیرتے تو بلند آواز سے کہتے "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں، ملک اسی کا ہے، اسی کی حمد ہے، اور وہ ہر شئے پر قادر ہے، برائی سے پھرنے اور نیکی کی طرف آنے کی طاقت و توفیق اللہ تعالٰی ہی عطا فرماتا ہے ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں، نعمت اسی کی ہے اور اسی کا فضل

---

[1] درمختار فصل واذا اراد الشروع فی الصلٰوۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۱۶۶

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

Marfat.com

درمختار میں ہے :

فی السراجیة لوصلی احد بغیر اذن الخطیب لایجوز[1] الخ

سراجیہ میں ہے اگر اجازتِ خطیب کے بغیر کسی نے جمعہ پڑھایا تو جائز نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

حاصله انه لاتصح اقامتها الالمن اذن له السلطان بواسطة او بدونها اما بدون ذلك فلا[2]۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ اقامتِ جمعہ درست نہیں مگر اس شخص کے لئے جسے سلطان نے اجازت دی خواہ یہ اجازت بالواسطہ ہو یا بلا واسطہ، اگر بغیر اجازت کسی نے جمعہ قائم کیا تو درست نہیں۔ (ت)

تنویر و در میں ہے :

(ونصب العامة) الخطیب (غیرمعتبر مع وجود من ذکر) اما مع عدمهم فیجوز للضرورة[3]۔

خطیب کو (عوام کا مقرر کرنا) (معتبر نہیں بشرطیکہ جب مذکورہ لوگ ہوں) لیکن اس صورت میں جب یہ لوگ نہ ہوں تو ضرورت کے لئے امام کا تقرر درست ہوگا (ت)

انھیں کے باب العیدین میں ہے :

(تجب صلوتهما علی من تجب علیه الجمعة بشرائطها) فانها سنة بعدها وفی القنیة صلوة العید فی القری تکره تحریما ای لانه اشتغال بما لایصح لان المصر شرط الصحة[4] ملخصاً۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(عیدین کی نماز شرائط جمعہ کے ساتھ ہر اس شخص پر واجب ہے جس پر جمعہ واجب ہے) کیونکہ نماز عید ان شرائط کے بعد سنت ہے۔ قنیہ میں ہے کہ دیہاتوں میں عید مکروہ تحریمی ہے یعنی یہ ایسے کام میں مشغول ہونا ہے جو صحیح نہیں کیونکہ شہر ہونا صحت کے لئے شرط ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار | باب الجمعة | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۱۰

[2] ردالمحتار | " | " مصطفی البابی مصر | ۱/ ۵۹۲

[3] درمختار | " | " مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۱۰

[4] درمختار | باب العیدین | " " " | ۱/ ۱۱۴

Marfat.com

کیا حکم ہے اور آئندہ اس طریقہ سے نماز ہوگی یا نہیں ؟

الجواب

جمعہ وعیدین وکسوف میں ہر شخص امامت نہیں کرسکتا بلکہ لازم ہے کہ سلطانِ اسلام کا مقرر کردہ یا اُس کا ماذون ہو، ہاں جہاں یہ نہ مل سکے تو بضرورت عام اہلِ اسلام کسی کو امام مقرر کرلیں صورتِ سوال میں جبکہ سلطنتِ اسلام سقی اللہ تعالٰی عہدھا (اللہ تعالٰی اس کی مدت کو دراز فرمائے۔ ت) سے بحکم حاکم شرع وہاں جمعہ قائم اور امامت خاندان ایامِ قدیم میں مستمر و دائم ہے، تو امام خود ماذون من جانب السلطان ہے، اس کے ہوتے بلا مجبوری شرعی عام مسلمانوں کو بھی امام جدید قائم کرنے کا اختیار نہیں۔

لان الخیرۃ لھم انما یکون عند الضرورۃ لفقد الماذون فاذا وجد فلا ضرورۃ فلا خیرۃ۔ انھیں اختیار ضرورت کے وقت ہے جب مامور نہ ہو اور جب مامور ہے تو اب ضرورت نہیں لہذا اختیار بھی نہ ہوگا۔ (ت)

یہاں مجبوری شرعی یہ کہ امام ماذون خود نہ رہے یا اُس میں مذہب وغیرہ کے فساد پیدا ہونے سے قابلیتِ امامت معدوم ہوجائے اور اُس خاندانِ ماذون میں کوئی اور بھی صالح امامت نہ ہو، جب ان صورتوں میں سے کچھ نہ تھا اس دوسرے شخص کی امامت صحیح نہ ہُوئی اُس کے پیچھے نمازِ عید وجمعہ محض باطل ہوں گی وہ سخت گناہوں کا خود بھی مرتکب ہوگا اور اُتنے مسلمانوں کو بھی شدید معصیتوں میں مبتلا کردے گا وہ دوسری مسجد کا جمعہ حرام ہوگا اور ظہر کا فرض سر پر رہے گا اور عیدین میں نمازِ عید باطل ہوگی، اُس کا پڑھنا گناہ ہوگا واجب عید سر پر رہ جائیگا' تفریق جماعت تو وہاں کہی جائے کہ نمازِ جمعہ یا عیدین اس کے پیچھے بھی صحیح ہوجائیں، جب یہاں سرے سے ہوتی ہی نہیں تو تفریق کیسی' بلکہ ابطال نماز ہے کہ سب سے سخت تر ہے، اللہ تعالٰی توفیق توبہ بخشے، یہ مسئلہ نہایت واجب الحفظ ہے، آج کل جہال میں یہ بلا بہت پھیلی ہُوئی ہے کہ جمعہ یا نمازِ عید نہ ملی کسی مسجد میں ڈھائی آدمی جمع ہُوئے اور ایک شخص کو امام ٹھہرا کر نماز پڑھ لی وہ نماز نہیں ہوتی اور اُس کے پڑھنے کا گناہ الگ ہوتا ہے عوام کے خیال میں یہ نمازیں بھی پنجگانہ کی طرح ہیں کہ جس نے چاہا امامت کرلی حالانکہ شرعاً یہاں امام خاص اس طریق معین کا درکار ہے اُس کے بغیر یہ نمازیں ہو نہیں سکتیں۔ تنویر الابصار میں ہے:

یشترط لصحتھا السلطان او مامورہ باقامتھا[1]۔ سلطان یا اس کے مامور کا جمعہ کو قائم کرنا صحتِ جمعہ کے لئے شرط ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار باب الجمعہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۰۹

Marfat.com

یعنی مسلمان متفق ہو کر جسے امام جمعہ مقرر کرلیں وہ مثل امام ماذون من السلطان ہوجائے گا۔ درمختار میں ہے:

نصب العامۃ الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر اما مع عدمھم فیجوز للضرورۃ۔[1]

مذکورہ اشخاص کے ہوتے ہوئے عوام کا خطیب مقرر کرنا معتبر نہیں، البتہ اگر مذکورہ افراد نہ ہوں تو ضرورت کی وجہ سے جائز ہوگا۔ (ت)

اور شک نہیں کہ جو امر ضرورۃً جائز رکھا گیا وہ حدِ ضرورت سے تجاوز نہیں کرسکتا

لما عرف من القاعدۃ المطردۃ الفقھیۃ بل والعقلیۃ ان ما کان بضرورۃ فیقدر بقدرھا۔

کیونکہ فقہ بلکہ عقلاً قاعدہ مسلّمہ ہے کہ جو کچھ ضرورت کی وجہ سے ہوتا ہے وہ ضرورت کی مقدار کے برابر ہی ہوتا ہے۔ (ت)

اور مسجد واحد کے لئے وقتِ واحد میں دو امام کی ہرگز ضرورت نہیں، تو جب پہلا امام معیّن جمعہ ہے دوسرا فرد اُس کی لیاقت سے دُور و مہجور تو اُس کے پیچھے نمازِ جمعہ باطل و محذور، البتہ اگر امامِ معیّن نے براہِ شرارت خواہ اپنی کسی خاص حاجت کے سبب جلدی کی اور وقت معہود سے پہلے معدودے چند کے ساتھ نماز پڑھ لی عامہ جماعت مسلمین وقت معیّن پر حاضر ہوئی تو اب ظاہراً مقتضائے نظرِ فقہی یہ ہے کہ انھیں جائز ہو کہ دوسرے شخص کو باتفاق عام مسلمین امام مقرر کریں اور نمازِ جمعہ پڑھیں

لحصول الضرورۃ بالضرورۃ ولم تندفع بما فعل الامام بل لم یحصل من فعلہ ما کان نصبہ لہ فما نصب الا للعامۃ لا لعدۃ نفر کما لایخفی ولیحرر۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

واضح ضرورت پائے جانے کی وجہ سے اور یہ ضرورت امام کے فعل سے پُوری نہیں ہُوئی بلکہ جس مقصد کے لئے اس کا تقرر ہوا وہ حاصل نہ ہوا وہ تو عام لوگوں کے لئے مقرر تھا نہ کہ چند لوگوں کے لئے، جیسا کہ مخفی نہیں، اسے واضح کرلینا چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۲۴ مرسلہ ظہور احمد از بلیھو ڈاک خانہ چاکند ضلع گیا

جس موضع میں تین مسجدیں ہوں اور بڑی مسجد میں اُس جگہ کی سب لوگ گنجائش نہ کرسکیں اور اس جگہ سے تین میل شہر متصل ہو اُس موضع میں جمعہ واجب ہے یا نہیں؟ اور اس جگہ کے لوگوں کو جمعہ پڑھنا اُس شہر میں واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ یہ جو عبارت وقایہ کی ہے کہ "ما لا یسع اکبر مساجدہ اھلہ مصر"[2] ایسی جگہ کہ بڑی مسجد میں اُس جگہ کی سب مسلمان گنجائش نہ کرسکیں جمعہ واجب ہے یا نہیں

---

[1] درمختار | باب الجمعۃ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۱۰

[2] شرح الوقایۃ | " | مکتبہ رشیدیہ دہلی | ۱/ ۲۴۰

Marfat.com

مسئلہ ۱۳۲۳ از ملک بنگالہ ضلع میمن سنگھ قصبہ بنیازان ڈاکخانہ لکھی گنج مرسلہ منشی طالب حسین خاں ۲۳ صفر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ میں ایک مسجد ہے جہاں لوگ بہت دنوں سے جمعہ پڑھا کرتے ہیں اگر امام مع چند لوگوں کے نمازِ جمعہ پڑھ لے تو بعدہٗ دوسرے لوگوں کو تکرارِ نمازِ جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر پڑھ لیا تو نماز اُن کی ہوگئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

ایک مسجد میں تکرارِ نمازِ جمعہ ہرگز جائز نہیں

وقد اخطأ بعض العصریین من لکھنؤ فی تجویز ذلك مغترا بجواز التعدد کما بیناہ فی فتاونا۔

بعض معاصرین لکھنؤ نے اسے جائز کہہ کر غلطی کی ہے انھیں تعددِ جمعہ کے جواز سے دھوکا ہُوا ہے جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کر دیا۔ (ت)

جمعہ وعیدین کی امامت مثل نمازِ پنجگانہ نہیں کہ جسے چاہئے امام کر دیجئے بلکہ اُس کے لئے شرط لازم ہے کہ امام ماذون من جہۃ سلطان الاسلام ہو بلاواسطہ یا بالواسطہ کہ ماذون کا ماذون ہو یا ماذون الماذون کا ماذون ہو۔

وھلم جرا بضرورۃ او بدونھا ایضا علی اختلاف القیلین مع شرط المعلوم المبین فی کلمات العلماء الکرام۔

اور اسی طرح آگے ضرورت کی وجہ سے یا اس کے بغیر بھی اختلافِ قولین کی بنا پر باوجودیکہ علمارکرام کی عبارات میں شرط معلوم اور واضح ہے۔ (ت)

یہاں تک کہ اگر بغیر اُس کی اجازت کے دُوسرا شخص امامتِ جمعہ کرے نماز نہ ہوگی۔ سراجیہ میں ہے:

لوصلی احد بغیر اذن الخطیب لایجوز الا اذا اقتدی بہ من لہ ولایۃ الجمعۃ[1] اھ اقول ولا استثناء فان الاذن یعم الاذن دلالۃ۔

اگر خطیب کی اجازت کے بغیر نماز پڑھائی تو جائز نہیں البتہ اس صورت میں جب اس کی اقتدا کسی ایسے شخص نے کی جو جمعہ قائم کر سکتا تھا اھ **اقول** یہاں استثناء کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اجازت اس اجازت کو بھی شامل ہے جو دلالۃً ہو۔ (ت)

درمختار میں ہے: واقرہ شیخ الاسلام (اسے شیخ الاسلام نے ثابت رکھا۔ ت) ہاں جہاں ماذونِ سلطان نہ باقی ہو وہاں بضرورت اقامت شعار اجتماع مسلمین کو قائم مقام اذن سلطان قرار دیا ہے

---

[1] فتاوٰی سراجیہ باب الجمعۃ نولکشور لکھنؤ ص ۱۷

Marfat.com

شہر سے خارج ہوئے جاتے ہیں اور ان میں جمعہ باطل ٹھہرتا ہے کہ اُن کی مساجد کریمہ اپنے اہل کی ہمیشہ سے وسعت رکھتی ہیں۔ غنیہ شرح منیہ علامہ ابراہیم حلبی میں ہے :

اختلفوا فی تفسیر المصر اختلافا کثیرا و الفصل فی ذلك ان مکة والمدینة مصران تقام بهما الجمع من زمنه صلی الله تعالٰی علیه وسلم الی الیوم فکل موضع کان مثل احدهما فهو مصر وکل تفسیر لا یصدق علی احدهما فهو غیر معتبر حتی التعریف الذی اختاره جماعة من المتاخرین کصاحب المختار والوقایة وغیرهما وهو مالو اجتمع اهله فی اکبر مساجده لا یسعهم فانه منقوض بهما اذ مسجد کل منهما یسع اهله وزیادة فلا یعتبر هذا التعریف وبالاولی ان لا یعتبر تعریفه بما یعیش فیه کل محترف بحرفته او یوجد فیه کل محترف فان مصر وقسطنطنیة من اعظم امصار الاسلام فی زماننا ومع هذا فی کل منهما حرف لا توجد فی الاخری فضلا عن مکة والمدینة[1] انتهی باختصار

تعریفِ شہر میں بہت زیادہ اختلاف ہے اور فیصلہ اس میں یہ ہے کہ مکۃ المکرمہ اور مدینۃ المنورہ میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ظاہری حیات سے لے کر آج تک جمعہ ادا کیا جاتا ہے، تو ہر وُہ مقام جو ان دونوں میں سے کسی ایک کی طرح ہوگا وہ شہر کہلائے گا اور جو تفسیر شہر ان دونوں میں سے کسی ایک پر صادق نہ آئے گی وہ غیر معتبر ہوگی حتی کہ وُہ تعریف جیسے متاخرین کی ایک جماعت مثلاً صاحبِ مختار اور صاحبِ وقایہ وغیرہ نے اختیار کی کہ (وُہ مقام شہر ہوگا) اگر وہاں کی سب سے بڑی مسجد میں وہاں کے لوگ جمع ہو جائیں اور مسجد میں ان کی گنجائش نہ رہے۔ ان دونوں (مکہ و مدینہ) کی وجہ سے قابلِ اعتراض ہے کیونکہ ان دونوں کی مساجد وہاں کے مقیم بلکہ اس سے زائد لوگوں کی گنجائش رکھتی تھیں لہذا یہ تعریف معتبر نہیں، اور بطریقِ اولٰی شہر کی یہ تعریف غیر معتبر ہے کہ ہر وُہ مقام جس میں ہر کاریگر اپنی صنعت کے ساتھ ہو یا وہاں ہر قسم کا کاریگر موجود ہو کیونکہ ہمارے دَور میں مصر اور قسطنطنیہ مسلمانوں کے سب سے بڑے شہروں میں سے ہیں، باوجود اس کے دونوں میں سے ہر ایک میں مخصوص صنعت ہے جو دوسرے میں نہیں چہ جائیکہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں ہو۔ غنیہ کی عبارت اختصاراً ختم ہوئی۔ (ت)

ملتقی الابحر میں ہے :

وقیل مالو اجتمع اهله فی اکبر مساجده لا یسعهم[2]

ایک قول یہ ہے کہ اگر وہاں کے لوگ سب سے بڑی مسجد میں جمع ہوں تو ان کے لئے کافی نہ ہو۔ (ت)

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی صلوۃ الجمعۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۰

[2] ملتقی الابحر باب الجمعۃ ؍؍ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۱۴۳

Marfat.com

یعنی مسلمان عاقل بالغ جس پر نمازِ جمعہ واجب ہے۔

الجواب

جو جگہ خود شہر نہ ہو اس میں صحتِ جمعہ کے لئے فنائے مصر ہونا ضرور ہے فنائے مصر حوالیِ شہر کے اُن مقامات کو کہتے ہیں جو مصالحِ شہر کے لئے رکھے گئے ہوں مثلاً وہاں شہر کی عیدگاہ یا شہر کے مقابر ہوں یا حفاظتِ شہر کے لئے جو فوج رکھی جاتی ہے اُس کی چھاؤنی یا شہر کی گھوڑ دوڑ یا چاندماری کا میدان یا کچہریاں، اگرچہ یہ مواضع شہر سے کتنے ہی میل ہوں اگرچہ بیچ میں کچھ کھیت حائل ہوں، اور جو نہ شہر ہے نہ فنائے شہر اس میں جمعہ پڑھنا حرام ہے اور نہ صرف حرام بلکہ باطل کہ فرضِ ظہر ذمّہ سے ساقط نہ ہوگا۔

فی تنویر الابصار و الدر المختار یشترط لصحتها المصر، او فنائه وھو ما حوله اتصل به اولا کما حررہ ابن الکمال و غیرہ لاجل مصالحه کدفن الموتی و رکض الخیل اھ[1] ملخصا، فی رد المحتار قد نص الائمة علی ان الفناء ما اعد لدفن الموتی و حوائج المصر کرکض الخیل والدواب و جمع العساکر والخروج للرمی و غیر ذلك اھ[2] و فی الدر المختار عن القنیة صلوة العید فی القری تکرہ تحریما ای لانه اشتغال بما لا یصح لان المصر شرط الصحة[3]۔

تنویر الابصار اور درمختار میں ہے کہ صحتِ جمعہ کے لئے شہر یا فنائے شہر کا ہونا ضروری ہے، اور فنا سے مراد وہ جگہ ہے جو شہر کے پاس شہریوں کی ضرورت کے لئے ہو، خواہ متصل ہو یا نہ ہو، جیسا کہ ابن الکمال وغیرہ نے تحریر کیا ہے مثلاً قبرستان، گھوڑ دوڑ کا میدان اھ ملخصاً، ردالمحتار میں ہے کہ ائمہ نے اس بات پر تصریح کی ہے کہ فنا سے مراد وہ میدان ہے جو دفنِ موتی اور شہر کی ضروریات کے لئے بنائی گئی ہو مثلاً گھوڑ دوڑ اور چوپایوں کے لئے، لشکر کے اجتماع کے لئے یا نشانہ بازی وغیرہ کے لئے ہو اھ، درمختار میں قنیہ سے ہے کہ دیہاتوں میں نمازِ عید مکروہِ تحریمی ہے یعنی ایسے عمل میں مشغول ہونا ہے جو صحیح نہیں کیونکہ صحتِ عید کے لئے شہر کا ہونا شرط ہے (ت)

مصر کی یہ تعریف کہ جس کی اکبر مساجد میں وہاں کے اہلِ جمعہ نہ سمائیں اپنے ظاہر معنی پر ہمارے ائمہ کے مذہب متواتر کے خلاف ہے و لہذا محققین نے اسے رد فرمایا اور تصریح کی کہ اس تعریف پر خود مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ

---

[1] درمختار	باب الجمعہ	مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۱۰۹
[2] ردالمحتار	"	" مصطفی البابی مصر	۱/ ۵۹۱
[3] درمختار	باب العیدین	" مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۱۱۴

Marfat.com

میں فرق ہے یا نہیں، اگر فرق ہے تو کس میں جمعہ جائز اور کس میں ناجائز؟

الجواب

مذہب حنفی میں فرضیتِ جمعہ وصحتِ جمعہ وجوازِ جمعہ سب کے لئے مصر شرط ہے، دیہات میں نہ جمعہ فرض نہ وہاں اس کی ادا جائز وصحیح، اگر پڑھیں گے ایک نفل نماز ہوگی کہ برخلاف شرع جماعت سے پڑھی ظہر کا فرض سر سے نہ اُترے گا پڑھنے والے متعدد گناہوں کے مرتکب ہوں گے،

للاشتغال بما لا یصح[1] کما فی الدر المختار وللتنفل بجماعۃ بالتداعی ولترك جماعۃ الظھر وان ترکوا الظھر فاشنع واخنع۔

یہ ایسے کام میں مشغول ہونا ہے جو صحیح نہیں، جیسا کہ درمختار میں ہے، اور تداعی کے ساتھ نوافل کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا اور جماعتِ ظہر کا ترک لازم آتا ہے اور اگر وہ ظہر ترک کر دیتے ہیں تو یہ نہایت ہی بُرا و قبیح عمل ہے۔ (ت)

قریہ زبانِ عرب میں شہر کو بھی کہتے ہیں،

قال تعالٰی وما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحی الیھم من اھل القرٰی[2] ای الامصار لعلمھم وحلمھم دون البوادی لغلظھم وجفائھم وقال تعالٰی علی رجل من القریتین عظیم[3] ای مکۃ والطائف وقال تعالٰی من قریتك التی اخرجتك[4]۔

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے "اور ہم نے نہیں بھیجا آپ سے پہلے مگر مردوں کو جن پر ہم نے وحی کی اہلِ قری میں سے" یعنی شہروں سے، کیونکہ شہری لوگ صاحبِ علم وحلم ہوتے ہیں جبکہ اہلِ بادیہ نہایت سخت اور صاحبِ جفا ہوتے ہیں۔ (دوسرے مقام پر) اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے "ان دو قریوں میں سے بڑے آدمی پر" یعنی مکہ وطائف۔ (تیسرے مقام پر) اللہ تعالٰی نے فرمایا "تیرے اس قریہ سے جس سے تجھے نکالا"۔ (ت)

اور جب اُسے مصر کے مقابل بولیں تو اس میں اور دِہ میں کچھ فرق نہیں **ثم اقول** وبہ التوفیق (پھر میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہُوں۔ ت) حق ناصع یہ ہے کہ مصر وقریہ کوئی منقولات شرعیہ مثل صلٰوۃ وزکٰوۃ نہیں

---

[1] درمختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۴

[2] القرآن ۱۲/۱۰۹

[3] القرآن ۴۳/۳۱

[4] القرآن ۴۷/۱۳

Marfat.com

مجمع الانہر میں ہے :

اورد بصیغۃ التمریض لانھم قالوا ان ھذا الحد غیر صحیح عند المحققین[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

صیغہ تمریض لایا گیا ہے کیونکہ فقہاء نے فرمایا یہ تعریف محققین کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۲۵ ، ۱۳۲۶ از غازی پور محلہ میاں پورہ مرسلہ منشی علی بخش صاحب محرر دفتر ججی غازی پور ۱۷ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ :

(۱) بعد نمازِ جمعہ احتیاطاً ظہر پڑھنا کیسا ہے، چاہئے یا نہیں ؟

(۲) خطبہ جمعہ میں جب نام پاک محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا آوے اُس وقت سامعین کو درود شریف پڑھنا کیسا ہے، چاہئے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) احتیاطی ظہر کی عام لوگوں کو حاجت نہیں۔

(۲) خطبے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک سُن کر دل میں درود پڑھیں، زبان سے سکوت فرض ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۲۷ از بنگالہ ضلع ڈھاکہ ڈاک خانہ بلابو قصبہ نیلوکھیا مرسلہ محمد نیاز حسین ۱۲ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ

اگر قری میں جہاں مسلمان کثرت سے ہوں اور مکانات آپس میں متصل بلا فاصلہ ہیں اگر ہے تو پندرہ یا بیس گز اور نماز پنجگانہ کے لئے مقرر ہے اذان وجماعت ہوتی ہے وہاں کے لوگ متفق ہو کر ایک شخص کو امام جمعہ مقرر کرکے نمازِ جمعہ ادا کرلیں تو علیہ ما وجب لہ (جو ان پر لازم ہے۔ ت) سے بری ہوں گے یا نہیں، اور موافق مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ صحیح ہوگا یا نہیں، اور بعد نمازِ جمعہ ظہر احتیاطی پڑھنا کیسا ہے اور وہ لوگ بسبب اس جمعہ پڑھنے کے مستحق ثواب یا اثم، اور اگر اثم ہے تو کیسا ؟ بینوا بالتفصیل مع الدلیل توجروا یوم الاخر والحساب اٰمین یا رب العٰلمین (تفصیلاً دلائل کے ساتھ بیان فرما دیجئے اللہ تعالٰی آخرت میں آپ کو اجر عطا فرمائے۔ اے رب العالمین! دعا قبول فرما۔ ت) صحتِ جمعہ کے لئے مصر شرط ہے پس مصر کی تعریف صحیح موافق مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کیا ہے اور تعریف قری جس میں جمعہ واجب نہیں اور نہ وہاں جمعہ پڑھنا جائز کیا ہے، قری اور دیہات

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب الجمعہ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۶۶

Marfat.com

من الحوادث وھذا ھو الاصح[1]۔ اس کی طرف رجوع کریں اور یہی اصح ہے۔ (ت)

ہاں اتنا ضرور ہے کہ جمعہ اسلامی حکم ہے اُس کے لئے اسلامی شہر ہونا ضرور ہے ولہذا دارالحرب میں اصلاً جمعہ نہیں اگرچہ کتنے ہی بڑے امصار عظام کبار ہوں جس میں دس دس لاکھ آدمیوں کی آبادی ہو، نہ اس وجہ سے کہ وہ شرعاً شہر نہیں، اصطلاحِ شرع میں وُہ گاؤں ہیں، حاشا یہ محض غلط ہے قیامت تک کوئی ثبوت نہیں دے سکتا کہ شرع مطہر نے کفار کے امصار کبار کو مصر و مدینہ سے خارج اور وہ اور گاؤں بتایا ہو اس بنا پر کہ وہاں اقامت حدود و تنفیذ احکام شرع نہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جب بعثت ہُوئی مکہ معظمہ بلکہ تمام دنیا میں جیسا کفر و کافرین کا تسلط و غلبہ تھا ظاہر و عیاں ہے اور اکثر مرسلین کرام اصحاب شرائع جدیدہ علیہم الصلوٰۃ والسلام ایسے ہی شہروں میں پیدا ہوتے اور وہیں کے ساکن ہوکر اُنھیں پر مبعوث ہوتے اب کیا معاذ اللہ یہ کہا جائے گا کہ شرعاً یہ مرسلین صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہم اجمعین دیہاتی تھے حالانکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: وما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحی الیھم من اھل القرٰی[2] ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے وہ سب مرد اور شہری ہی تھے، اُن میں کوئی عورت نہ تھی نہ کوئی گنوار تھا، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو جس وقت غلبۂ کفار کے سبب مکہ معظمہ سے ہجرت کی ضرورت ہُوئی اُس وقت بھی قرآن عظیم نے مکہ مکرمہ کو شہر ہی فرمایا وکاین من قریۃ ھی اشد قوۃ من قریتك التی اخرجتك اھلکنھم فلا ناصر لھم[3] بہتیرے شہر کو تمھارے اس شہر سے جس نے تم کو نکالا زیادہ قوت والے تھے ہم نے ہلاک کر دئے تو ان کا کوئی مددگار نہیں، بلکہ وجہ صرف یہ ہے کہ دارالحرب کے شہر کُفر کے شہر ہیں اور اقامتِ جمعہ کو اسلامی شہر درکار، اسی طرف نظرِ کرم فرما کر کلامِ قدما میں جبکہ اسلام کا دَور دَورہ تھا اور اسلامی شہر اسلامی احکام کے پابند تھے لہ امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود (وہاں کوئی امیر یا قاضی ہو جو احکام نافذ اور حدود جاری کرسکے۔ ت) واقع ہوا اس سے مقصود وہی تھا کہ اسلامی شہر کہ اُس وقت اسلامی شہر ایسے ہی ہوتے تھے، یہ معنی نہ تھے کہ تنفیذ احکام واقامت حدود نفسِ حقیقت شہر میں داخل ہے یہ نہ ہو تو شہر شرعاً شہر ہی نہ رہے گا گاؤں ہوجائے گا حالانکہ فتنہ بلوائیان مصر میں خاص زمانہ خلافتِ راشدہ میں چندروز تنفیذ احکام نہ ہوئی کیا اُس وقت مدینہ طیبہ گاؤں ہوگیا تھا اور اس میں جمعہ پڑھنا حرام و باطل ہُوا تھا؟ حاش ہرگز ایسا نہیں، خود یہی علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ایامِ فتنہ میں اقامتِ جمعہ ہوگی اور شہر شہریت سے خارج نہ ہوگا، ولہذا ردالمحتار میں فرمایا:

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی صلوٰۃ الجمعۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۰

[2] القرآن ۱۲/ ۱۰۹

[3] القرآن ۴۷/ ۱۳

Marfat.com

جس کو شرع مطہر نے معنی متعارف سے جُدا فرما کر اپنی وضع خاص میں کسی نئے معنی کے لئے مقرر کیا ہو ورنہ شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس میں نقل ضرور تھی کہ وضع شارع بے بیان شارع معلوم نہیں ہوسکتی اور شک نہیں کہ یہاں شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اصلاً کوئی نقل ثابت و منقول نہیں تو ضرور عرف شرع میں وہ انھیں معانی معروفہ متعارفہ پر باقی ہیں اور ان سے پھیر کر کسی دوسرے معنی کے لئے قرار دینا وہ قرار دہندہ کی اپنی اصطلاح خاص ہوگی جو مناط و مدار احکام و مقصود و مراد شرع نہیں ہوسکتی۔ محقق علی الاطلاق رحمہ اللہ تعالٰی فتح القدیر میں فرماتے ہیں :

واعلم ان من الشارحین من یعبر عن هذا بتفسیرہ شرعا و یجب ان یراد عرف اهل الشرع وهو معنی الاصطلاح الذی عبرنا به لان الشارع صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم نقله فانه لم یثبت وانما تکلم به الشارع علی وفق اللغة[1]

واضح رہے کہ بعض شارحین نے اس تفسیر کو شرعی کہا ہے، اور اس سے اہلِ شرع کا عرف مراد لینا واجب ہے اور اس اصطلاح کا یہی معنی ہے جس کے ساتھ ہم نے اسے تعبیر کیا اس کا یہ معنی نہیں کہ اسے شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نقل کیا ہے کیونکہ یہ ثابت نہیں، شارع نے اس میں لغت کے مطابق تکلم فرمایا ہے۔ (ت)

اور ظاہر ہے کہ معنی متعارف میں شہر و مصر و مدینہ اُسی آبادی کو کہتے ہیں جس میں متعدد کُوچے، محلے متعدد دائمی بازار ہوتے ہیں، وُہ پرگنہ ہوتا ہے، اُس کے متعلق دیہات گنے جاتے ہیں، عادۃً اس میں کوئی حاکم مقرر ہوتا ہے کہ فیصلہ مقدمات کرے، اپنی شوکت کے سبب مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے، اور جو بستیاں ایسی نہیں وُہ قریہ و دِہ و موضع و گاؤں کہلاتی ہیں، شرعاً بھی یہی معنی متعارفہ مراد و مدار احکام جمعہ وغیرہا ہیں، ولہذا ہمارے امامِ اعظم و ہمام اقدم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے شہر کی یہی تعریف ارشاد فرمائی۔ علامہ ابراہیم حلبی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں :

فی تحفة الفقهاء عن ابی حنیفة رضی اللہ تعالٰی عنه انه بلدة کبیرة فیها سکك واسواق ولها رساتیق وفیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غیرہ یرجع الناس الیه فیما تقع

تحفہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے شہر وُہ ہوگا جو بڑا ہو اس میں سڑکیں، بازار، سرائے ہوں وہاں کوئی ایسا والی ہو جو اپنے دبدبہ، اپنے علم یا غیر کے علم کی وجہ سے ظالم سے مظلوم کو انصاف دلاسکیں، حوادثات میں لوگ

---

[1] فتح القدیر باب الجمعۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/

الجمعۃ[1] قیام جائز ہے۔ (ت)

تو آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ صرف اسلامی شہر ہونا درکار ہے تنفیذِ احکام یا اقامتِ حدود یا اسلام والی کچھ شرط نہیں اور بحمد اللہ تعالیٰ ہم نے اپنے فتاوٰی میں دلائل قاہرہ سے ثابت کیا ہے کہ تمام ہندوستان سرحد کابل سے منتہائے بنگالہ تک سب دار الاسلام ہے تو یہاں جتنے شہر وقصبات میں (جن کو شہر وقصبہ کہتے ہیں اور وہ ضرور ایسے ہی ہوتے ہیں جن میں متعدد محلے، متعدد دائمی بازار ہیں، وہ پرگنہ ہیں اُن کے متعلق دیہات ہیں، اُن میں ضرور کوئی حاکم فصلِ مقدمات کے لئے مقرر ہوتا ہے جسے ڈگری ڈسمس کا اختیار ہے نہ فقط تھانہ دار کہ وہ کوئی حاکم نہیں صرف حفاظت اور تحقیقات یا چالان کا مختار ہے) وہ ضرور سب اسلامی شہر ہیں اور ان میں جمعہ فرض ہے اور انھیں میں جمعہ صحیح ہے اُن کے علاوہ جتنی آبادیاں ہیں گاؤں ہیں اگرچہ مکانات پختہ اور مسلمان و مساجد بکثرت ہوں اُن میں نہ جمعہ فرض نہ جائز نہ صحیح، یہ حق تحقیق و تحقیق حق ہے جس سے سرمُو تجاوز نہیں، یہ تعریف کہ جس کی سب سے بڑی مسجد میں اُس کے سُکانِ اہلِ جمعہ نہ سمائیں اگر بطورِ تعریف مانی جائے تو صریح باطل ہے جس پر وُہ اعتراضات قاہرہ وارد ہیں جن کا جواب اصلاً ممکن نہیں اور اگر کچھ اور نہ ہو تو یہی کیا کم ہے کہ اس تعریف پر خود مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ گاؤں ٹھہرے جاتے ہیں اور اُن میں جمعہ معاذ اللہ حرام و باطل قرار پاتا ہے اکبر مساجدہ (وہاں کی سب سے بڑی مسجد۔ ت) کو اپنے ظاہر پر رکھیں اور اُن میں متعدد مساجد صغیر و کبیر اور اُن سب میں اکبر ہونا شرط کریں جب تو مکہ معظمہ کا شہر نہ ہونا صراحۃً واضح کہ مکہ معظمہ میں سوا مسجد الحرام کے کوئی مسجد صدہا سال تک نہ تھی اور عجب نہیں کہ اب بھی نہ ہو۔ نور العین و رد المحتار کتاب الوقف میں ہے:

لا مسجد فی مکۃ سوی المسجد الحرام[2] (مکہ میں مسجد حرام کے علاوہ کوئی مسجد نہیں۔ ت)

اور اگر ایک ہی مسجد پر قناعت کریں اور مجازاً ٹھہرالیں کہ جب یہی ایک مسجد ہے تو یہی اکبر مساجد ہے تو اوّل تو یہ کس قدر مقاصد شرع مطہر سے دور و مہجور ہے، ایک عظیم اسلامی شہر جس میں لاکھ مسلمان مرد مقاتل رہتے ہیں اُس میں ایک مسجد فرض کیجئے جس میں لاکھ سے زائد یا صرف لاکھ آدمی آسکیں اور ایک گمنام پہاڑ کی تلی میں بن کے کنارے دو۲ جھونپڑیاں وحشی جنگلیوں کی ہوں جن میں آٹھ دس مرد رہتے ہیں اور انھوں نے ایک چبوترہ چند گز کا بنا لیا ہے جس میں سات آدمیوں کی گنجائش ہے آگے امام اور پیچھے تین تین آدمیوں کی دو۲ صفیں، تو لازم ہے کہ وہ شہر عظیم الشان گاؤں ہو اور اس میں جمعہ حرام، اور یہ کوردہ مصر جامع و مدینہ عظیمہ ہو اور اس میں جمعہ فرض، کیا ارشادِ حدیث

---

[1] رد المحتار | باب الجمعہ | مطبوعہ مصطفی البابی مصر | ۱/۵۹۵

[2] رد المحتار | کتاب الوقف | مطبوعہ مصطفی البابی مصر | ۳/۴۲۱

Marfat.com

لومات الوالی اولم یحضر لفتنۃ ولم یوجد احد ممن لہ حق اقامۃ الجمعۃ نصب العامۃ لھم خطیبا للضرورۃ کما سیأتی مع انہ لا امیر ولا قاضی ثمہ اصلا، وبھذا ظھر جھل من یقول لا تصح الجمعۃ فی ایام الفتنۃ مع انھا تصح فی البلاد التی استولی علیھا الکفار کما سنذکرہ فتامل[1]۔

اگر والی فوت ہوگیا یا فتنہ کی وجہ سے آنہیں سکتا اور وہاں کوئی ایسا شخص بھی نہ ہو جو جمعہ کی امامت کا حقدار ہے تو پھر ضرورت کی وجہ سے خطیب مقرر کرسکتے ہیں جیساکہ عنقریب آرہا ہے، اس کے ساتھ ساتھ کہ وہاں کبھی قاضی یا امیر نہ ہو، اس سے اس شخص کی جہالت بھی واضح ہوگئی جو کہتا ہے کہ فتنہ کے دنوں میں جمعہ صحیح نہیں حالانکہ جمعہ ان شہروں میں درست ہے جن پر کفار کی ولایت ہو جیساکہ ہم عنقریب بیان کریں گے، پس غور کیجئے۔ (ت)

اس تعریف میں الفاظ ینفذ ویقیم (نافذ کرے اور قائم کرے۔ ت) موہم فعلیت تھے جس سے بعض کبراء کو دھوکا ہوا جسے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ارشاد یقدر علی الانصاف (وہ انصاف پر قادر ہو۔ ت) نے زائل کردیا کما بینہ فی الغنیۃ وردالمحتار وغیرھما من الاسفار (جیسے کہ یہ بات غنیہ اور ردالمحتار وغیرہ جیسی کتب میں ہے۔ ت) اور حقیقۃً غور کیجئے تو ارشادِ امام میں علمہ او علم غیرہ (اپنے علم یا غیر کے علم کی بناء پر۔ ت) کہ مفید تقیید اسلام والی ہے یہ بھی اُسی زمانے کی حالت کے مطابق تھا اُس وقت میں اور اُس کے بعد صدہا سال تک اس کی نظیر قائم نہ ہُوئی تھی کہ شہر دارالاسلام ہو اور حاکم کافر، ولہذا نظر بحالت موجودہ اسلامیت شہر و اسلام شہریار میں تلازم تھا اُن بندگانِ خدا کے خواب میں بھی یہ خیال نہ گزرتا ہوگا جو آج آنکھوں کے سامنے ہے کہ شہر دارالاسلام اور اس پر کفّار حکام ورنہ حقیقۃً صرف اُسی قدر درکار ہے کہ اسلامی شہر ہو اگرچہ والی کافر ہی ہو، ولہذا جامع الرموز میں زیرِ قول ماتن شرط لادئھا المصر والسلطان (ادائے جمعہ کے لئے شہر اور سلطان کا ہونا شرط ہے۔ ت) فرمایا:

الاطلاق مشعر بان الاسلام لیس بشرط[2]۔ اطلاق بتاتا ہے کہ اسلام شرط نہیں۔ (ت)

مبسوط ومعراج الدرایہ وجامع الفصولین وہندیہ وردالمحتار وغیرہا میں ہے:

فلو الولاۃ کفارا یجوز للمسلمین اقامۃ اگرچہ والیِ شہر کافر ہو مسلمانوں کے لئے جمعہ کا

---

[1] ردالمحتار باب الجمعۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۹۰
[2] جامع الرموز فصل فی صلوٰۃ الجمعۃ 〃 مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۲۶۳

Marfat.com

مسجد شریف بڑھادی یہاں تک کہ اُس میں ہم سب نمازیوں کی وسعت ہوگئی۔ ظاہر ہے کہ سب نمازیوں کی وسعت ہوجانا صرف اہلِ جمعہ کی وسعت سے کہیں زیادہ ہوگی، تو معاذ اللہ اس تعریف پر حاصلِ حدیث یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ عثمان کا بھلا کرے اس نے ہماری مسجد بڑھا کر مدینہ کو گاؤں کر دیا اور اُس میں جمعہ حرام ہوگیا، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ طحطاوی علیٰ مراقی الفلاح باب الاستسقاء میں ہے:

من هو مقيم بالمدينة لا يبلغ قدر الحاجة وعند اجتماع جملتهم يشاهد اتساع المسجد الشريف فى اطرافه، وانما شدة الزحام فى الروضة الشريفة وما قاربها للرغبة فى زيادة الفضل والقرب من المصطفى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كذا فى الشرح[1]

جو مدینہ منورہ میں مقیم ہیں ان کی تعداد جمعہ کے لئے مذکورہ ضرورت کو پورا نہیں کرتی تمام اہلِ مدینہ کے اجتماع کے باوجود مسجدِ نبوی شریف کی اطراف کو خالی دیکھا جاتا ہے، ریاض الجنۃ اور اس کے آس پاس کی جگہ پر لوگوں کا اژدحام اس لئے ہوتا ہے کہ اس سے مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قرب اور مزید فضل نصیب ہوتا ہے۔ اسی طرح شرح میں ہے۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

الفصل فى ذلك ان مكة والمدينة مصران تقام بهما الجمع من زمنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الى اليوم فكل موضع كان مثل احدهما فهو مصر وكل تفسير لا يصدق على احدهما فهو غير معتبر حتى التعريف الذى اختاره جماعة من المتأخرين كصاحب المختار والوقاية وغيرهما وهو مالو اجتمع اهله فى اكبر مساجده لا يسعهم فانه منقوض بهما اذ مسجد كل منهما يسع اهله وزيادة[2]

فیصلہ اس میں یہ ہے کہ مکۃ المکرمہ اور مدینہ طیبہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات سے لے کر آج تک جمعہ ادا کیا جاتا ہے تو ہر وُہ مقام جو ان دونوں میں سے کسی ایک کی طرح ہوگا وُہ شہر کہلائے گا اور جو تعریفِ شہران دونوں میں سے کسی ایک پر صادق نہ آئے گی وُہ غیر معتبر ہوگی حتی کہ وہ تعریف جسے متاخرین کی ایک جماعت ــــــــ مثلاً صاحبِ مختار اور صاحبِ وقایہ وغیرہ نے اختیار کیا کہ (ہر مقام شہر ہوگا) اگر وہاں کی سب سے بڑی مسجد میں وہاں کے لوگ جمع ہوجائیں اور مسجد میں ان

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب الاستسقاء مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۰۱
[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی صلوٰۃ الجمعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۰

Marfat.com

لاجمعۃ ولا تشریق ولا صلٰوۃ فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او مدینۃ عظیمۃ[1]

مصر جامع اور بڑے شہر کے علاوہ کسی جگہ نہ جمعہ ہوسکتا ہے نہ تکبیرات تشریق، نہ نماز عید الفطر اور نہ نماز عید الاضحٰی۔ (ت)

کا یہی منشا ہے، حاشا وکلا معہذا ایسا ہو تو دن میں چھ چھ بار مصریت و قرویت پلٹا کھائے، ایک بستی میں سو اہل جمعہ رہتے ہیں اور اس کی اکبر مساجد میں اتنے آدمیوں کی وسعت ہے تو گاؤں ہے، پھر دن چڑھے ان میں ایک لڑکا بالغ ہُوا تو وہ شہر ہوگیا کہ اب اس مسجد میں وہاں کے اہل جمعہ کی وسعت نہ رہی، دوپہر کو ایک شخص وہاں سے سکونت چھوڑ کر چلا گیا تو پھر گاؤں ہوگیا کہ اب پھر وسعت ہوگئی پھر دن رہے ایک غلام آزاد ہوا تو پھر شہر ہوگیا کہ وسعت نہ رہی، شام کو ایک شخص مرگیا تو پھر گاؤں ہوگیا، عشاء کو ایک مجنون ہوش میں آگیا تو پھر شہر ہوگیا، آدھی رات ایک شخص کی آنکھیں جاتی رہیں تو پھر گاؤں کا گاؤں رہا وعلٰی ہذا القیاس، بلکہ فرض کیجئے کہ ابھی وُہ شہر تھا اور جمعہ فرض تھا مسلمان جمعہ کے لئے جمع ہُوئے امام خطبہ پڑھ رہا ہے کہ خبر آئی فلاں مرگیا اب جمعہ حرام ہوگیا خطبہ بے کار گیا کہ شہر گاؤں ہوگیا امام نے خطبہ چھوڑا اور اعلان ہُوا کہ بھائیو ظہر کی نیت باندھو، تکبیر ہوتی ہی تھی کہ ایک لڑکے نے کہا میری آنکھ لگ گئی تھی احتلام ہوگیا، وُہ نہانے کو گیا یہاں امام پھر خطبہ کو جائے کہ اب یہ پھر شہر ہے اور پہلا خطبہ کہ بوجہ زوال محلیت بیکار ہوگیا تھا پھر اعادہ کرے ابھی دوسرے خطبہ تک نہ پہنچا تھا کہ خبر آئی فلاں کی آنکھیں جاتی رہیں اب امام پھر اترے اور ظہر کا اعلان دے، تکبیر ہو رہی ہے کہ صف میں سے ایک مسافر نے اُٹھ کر کہا صاحبو! کیوں جمعہ کھوتے ہو میں یہاں چندروز کے لئے آیا تھا مگر اب یہیں کا ساکن ہوگیا امام سے کہئے پھر سہ بارہ خطبے کو جائے۔ اس الٹ پھیر میں معلوم نہیں کہ عصر کا وقت آنے تک جماعت کو جمعہ نصیب ہو یا ظہر، یہ سب خوبیاں اس تعریف کی ہیں اور ان سب سے قطع نظر کیجئے تو دونوں بلد کریم مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کی مساجد طیبہ قطعاً وہاں کے اہل جمعہ بلکہ اُن سے بدرجہا زائد کی وسعت رکھتی ہیں جیسا کہ بحمد اللہ تعالٰی آنکھوں سے مشاہدہ ہے تو وہ دونوں شہر کریم معاذ اللہ گاؤں ہوئے اور ان میں جمعہ حرام ٹھہرا، اس سے زیادہ شناعت اور کیا ہوگی، اور یہ وسعت آج کی نہیں زمانۂ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں بھی تھی، تو معاذ اللہ زمانۂ اقدس سے وُہ گاؤں ہی تھے اور اُن میں جمعہ حرام تھا مگر ہوتا تھا، اب یہ منتہائے شناعت کبرٰی ہے جس سے مافوق متصور نہیں۔ جامع ترمذی شریف میں امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: رحم اللہ عثمٰن زاد فی مسجدنا حتی وسعنا ھذا مختصر اللہ تعالٰی عثمان پر رحمت فرمائے اس نے ہماری

---

[1] مصنف ابن ابی شیبۃ من قال لاجمعۃ الخ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۱۰۱

Marfat.com

تو ظاہر الروایہ مصحح معتمد معمول علیہ مختار جمہور مؤید و منصور کے خلاف ایک روایت نادرہ پر عمل وفتوٰی کیونکر روا۔ درمختار میں ہے:

الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل و خرق للاجماع[1]

جو قول مرجوح ہو اس پر حکم وفتوٰی جاری کرنا جہالت اور اجماع کی مخالفت ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

کقول محمد مع وجود قول ابی یوسف اذا لم یصحح او یقو وجھہ واولی من ھذا بالبطلان الافتاء بخلاف ظاہر الروایۃ اذا لم یصحح والافتاء بالقول المرجوع عنہ[2] اھ ح۔

جیسا کہ امام یوسف کے قول کی موجودگی میں امام محمد کے اس قول پر فتوٰی جائز نہیں جس کی تصحیح نہ ہوئی ہو یا اس قول کی وجہ قوی نہ ہو اور اس کی نسبت ظاہر روایت کے خلاف فتوٰی دینا اور بھی باطل ہے جبکہ اس خلاف کی تصحیح نہ ہو اور یوں ہی اس قول پر جس سے رجوع کرلیا گیا ہو فتوٰی ناجائز ہے انتہٰی، ح۔ (ت)

یہ تحقیق مسئلہ ہے اور بحمد اللہ اہلِ انصاف وعلم صاف جانیں گے کہ حق اس سے متجاوز نہیں، ہم تو اس کے خلاف عمل کرسکتے ہیں نہ زنہار زنہار مذہب ائمہ چھوڑ کر دوسری بات پر فتوٰی دے سکتے ہیں مگر دربارہ عوام فقیر کا طریقِ عمل یہ ہے کہ ابتداءً خود انھیں منع نہیں کرتا نہ انھیں نماز سے باز رکھنے کی کوشش پسند رکھتا ہے، ایک روایت پر صحت اُن کے لئے بس ہے، وہ جس طرح خدا اور رسول کا نامِ پاک لیں غنیمت ہے، مشاہدہ ہے کہ اس سے روکئے تو وہ وقتی چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ارأیت الذی ینھی o عبدا اذا صلی[3] o

کیا تم نے اُسے نہیں دیکھا جو منع کرتا ہے بندے کو جب وہ نماز ادا کرتا ہے۔ (ت)

سیدنا ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

شیئ خیر من لاشیئ[4] (کچھ ہونا بالکل نہ ہونے سے بہتر ہے)

---

[1] درمختار — مقدمۃ الکتاب — مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۵

[2] ردالمحتار — مطلب فی حکم التقلید — " مصطفی البابی مصر ۱/۵۵

[3] القرآن ۹۶/۱۰

[4] کنز العمال — ذیل ادب الصلٰوۃ حدیث ۲۲۵۵۰ — " مکتبۃ التراث، بیروت ۸/۲۰۲

Marfat.com

کے لئے گنجائش نہ رہے" ان دونوں مکہ و مدینہ کی وجہ سے محلِ اعتراض ہیں کیونکہ ان کی مساجد وہاں کے مقیم بلکہ اس سے زائد لوگوں کی گنجائش رکھتی ہیں۔ (ت)

لاجرم علما نے تصریح فرمائی کہ یہ تعریف محققین کے نزدیک صحیح نہیں۔ ملتقی الابحر میں ہے:

وقیل مالو اجتمع اھلہ فی اکبر مساجدہ لایسعھم[1]

بعض نے شہر کی یہ تعریف کی ہے کہ وہاں کے تمام لوگ اگر جمع ہوں تو وہاں کی سب سے بڑی مسجد ان کے لئے کافی نہیں۔ (ت)

مجمع الانہر میں ہے:

انما اورد بصیغۃ التمریض لانھم قالوا ان ھذا الحد غیر صحیح عند المحققین[2]

"قیل" لایا گیا ہے اس لئے کہ فقہاء نے فرمایا کہ یہ تعریف محققین کے ہاں صحیح نہیں۔ (ت)

اسی طرح شرح نقایہ وغیرہ میں ہے معہذا معلوم ہے اور خود اس تعریف کے اختیار کرنے والوں کو اقرار ہے کہ وہ روایت نادرہ خلاف ظاہر الروایۃ ہے، اور علما تصریح فرماتے ہیں کہ جو کچھ ظاہر الروایہ کے خلاف ہے وہ ہمارے ائمہ کا قول نہیں وہ سب مرجوع عنہ اور متروک ہے۔ بحر الرائق میں ہے:

ماخرج عن ظاھر الروایۃ فھو مرجوع عنہ والمرجوع عنہ لم یبق قولا لہ[3]۔ ملخصا

جو ظاہر الروایہ سے نکل جائے وہ مرجوع عنہ ہے اور مرجوع عنہ امام کا قول نہیں رہے گا۔ ملخصاً (ت)

فتاوٰی خیریہ میں ہے:

صرحوا بہ ان ماخرج عن ظاھر الروایۃ لیس مذھبا لابی حنیفۃ ولا قولا لہ[4]

فقہا نے تصریح کی ہے کہ جو ظاہر الروایہ سے نکل جائے وہ نہ امام صاحب کا مذہب ہوتا ہے اور نہ قول (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ماخالف ظاھر الروایۃ لیس مذھبا لاصحابنا[5]

جو ظاہر الروایہ کے خلاف ہو وہ ہمارے اصحاب (احناف) کا مذہب نہیں ہوتا۔ (ت)

---

[1] ملتقی الابحر | باب الجمعۃ | مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت | ۱/۱۴۳

[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر | " | " | "

[3] بحر الرائق | فصل یجوز تقلید من شاء الخ | " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۶/۲۷۰

[4] فتاوٰی خیریۃ | کتاب الطلاق | " دار المعرفۃ بیروت | ۱/۵۲

[5] ردالمحتار | کتاب احیاء الموات | " دار احیاء التراث العربی بیروت | ۵/۲۷۸

Marfat.com

درمختار میں ہے :

لا یجوز صلٰوۃ مطلقا مع شروق الا العوام فلا یمنعون من فعلہا لانہم یترکونہا والاداء الجائز عند البعض اولٰی من الترک کما فی القنیۃ وغیرہا۔[1] (ملخصاً)

طلوعِ آفتاب کے وقت کوئی نماز جائز نہیں مگر عوام کو نماز پڑھنے سے فقہا نے نہیں روکا ورنہ وہ بالکل ترک کردیں گے، ہر وہ عمل جس کی ادا بعض کے نزدیک جائز ہو اس کا بجالانا ترک سے بہتر ہوتا ہے، جیسا کہ قنیہ وغیرہ میں ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قولہ فلا یمنعون افاد ان المستثنی المنع لا الحکم بعدم الصحۃ عندنا قولہ کما فی القنیۃ وعزاہ صاحب المصفی الی الامام حمید الدین عن شیخہ الامام المحبوبی والی شمس الائمۃ الحلوانی وعزاہ فی القنیۃ الی الحلوانی والنسفی[2] (ملخصاً)

قولہ "عوام کو منع نہ کیا جائے" بتلا رہا ہے کہ استثناء "نہ روکنے کا" ہے نہ یہ کہ ہمارے نزدیک عدمِ صحت کا حکم نہیں ہے۔ قولہ "جیسا کہ قنیہ میں ہے" صاحبِ مصفی نے اس کی نسبت امام حمیدالدین کی طرف کی ہے اور انھوں نے اپنے شیخ امام محبوبی سے بیان کیا ہے اور اس کی نسبت شمس الائمہ حلوانی کی طرف کی ہے اور قنیہ میں اس کی نسبت حلوانی اور نسفی دونوں کی طرف کی ہے۔ (ت)

ہاں جب سوال کیا جائے تو جواب میں وہی کہا جائے گا جو اپنا مذہب ہے وللہ الحمد یہ عوام کالانعام کے لئے ہے البتہ وہ عالم کہلانے والے کہ مذہب امام بلکہ مذہب جملہ ائمہ حنفیہ کو پس پشت ڈالتے تصحیحات جماہیر ائمہ ترجیح وفتوی کو پیٹھ دیتے اور ایک روایت نادرہ مرجوحہ مرجوع عنہا غیر صحیح کی بنا پر ان جہال کو دہ میں جمعہ قائم کرنے کا فتوی دیتے ہیں یہ ضرور مخالفتِ مذہب کے مرتکب اور اُن جہلا کے گناہ کے ذمہ دار ہیں نسأل اللہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالٰی سے عفو وعافیت کا سوال کرتے ہیں۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۲۸ از مدرسہ اسلامیہ امروہہ مرسلہ مولوی عبدالشکور صاحب ارکانی ۱۳ محرم ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بستی میں قریب تین چار سو مسلمان مرد مکلف اور اُس کے

---

[1] درمختار | کتاب الصلوٰۃ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۶۱

[2] ردالمحتار | " | " مصطفی البابی مصر | ۱/۲۷۳

Marfat.com

رواه عنه عبد الرزاق فی مصنفه انه رضی اللّٰه تعالٰی عنه مر برجل لایتم رکوعا ولاسجودا فقال شیئ خیر من لاشیئ[1]

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں روایت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جو نہ نماز کا رکوع صحیح ادا کر رہا تھا نہ سجود، تو آپ نے فرمایا، کچھ ہونا بالکل نہ ہونے سے بہتر ہوتا ہے۔ (ت)

امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک شخص کو بعد نمازِ عید نفل پڑھتے دیکھا حالانکہ بعد عید نفل مکروہ ہیں، کسی نے عرض کیا: یا امیر المومنین! آپ منع نہیں کرتے۔ فرمایا:

اخاف ان ادخل تحت الوعید قال اللّٰه تعالٰی ارأیت الذی ینھی ۵ عبدًا اذا صلّٰی[2] ذکرہ فی الدر المختار۔

میں وعید میں داخل ہونے سے ڈرتا ہوں، اللہ تعالٰی فرماتا ہے: کیا تُو نے اسے نہیں دیکھا جو منع کرتا ہے بندہ کو جب وُہ نماز پڑھے۔ اسے درمختار میں ذکر کیا گیا۔

اُسی سے بحرالرائق میں ہے:

(ھذا للخواص) اما العوام فلا یمنعون من تکبیر ولا تنفل اصلا لقلۃ رغبتھم فی الخیرات[3]۔

یہ خواص کا معاملہ ہے، باقی عوام کو تکبیرات کہنے اور نوافل پڑھنے سے بالکل منع نہیں کیا کرتے، کیونکہ انھیں نیکیوں کا بہت کم شوق ہوتا ہے۔ (ت)

کتاب التجنیس والمزید پھر بحرالرائق پھر ردالمحتار میں ہے:

سئل شمس الائمۃ الحلوانی ان کسالی العوام یصلون الفجر عند طلوع الشمس افنزجرھم عن ذلک قال لا لانھم اذا منعوا عن ذلک ترکوھا اصلا واداؤھا مع تجویز اھل الحدیث لھا اولی من ترکھا اصلا[4]۔

شمس الائمہ حلوانی سے سوال ہوا کہ عوام سُستی کرتے ہوئے طلوعِ شمس کے وقت نمازِ فجر ادا کرتے ہیں کیا ہم انھیں زجر و توبیخ کریں؟ فرمایا: ایسا نہ کرو کیونکہ اگر تم اس سے ان کو روکو گے تو نماز بالکل ترک کر دیں گے نماز کا ادا کر لینا چھوڑ دینے سے بہتر ہے اور محدثین اسے جائز بھی سمجھتے ہیں۔ (ت)

---

[1] کنزالعمال بحوالہ عبدالرزاق ذیل الصلٰوۃ حدیث ۲۲۵۵۰ مطبوعہ مکتبۃ التراث ۸/۲۰۲

[2] درمختار باب العیدین ” مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۵

[3] بحرالرائق ” مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۶۰

[4] ” ” ” ” ” ” ”

Marfat.com

فتاوی غیاثیہ پھر غنیہ شرح منیہ میں ہے :

لوصلی الجمعۃ فی قریۃ بغیر مسجد جامع و القریۃ کبیرۃ لھا قری وفیھا وال و حاکم جائزۃ الجمعۃ بنوا المسجد اولم یبنوا و ھو قول ابی القاسم الصفار وھذا اقرب الاقاویل الی الصواب[1]

اگر جمعہ بغیر جامع مسجد کے قریہ میں پڑھ لیا حالانکہ وہ قریہ بڑا تھا اور اس کے اردگرد متعدد دیہات تھے اور وہاں والی وحاکم بھی تھا تو جمعہ جائز ہے خواہ وہ مسجد بنائیں یا نہ بنائیں، شیخ ابوالقاسم الصفار کا یہی قول ہے اور یہ تمام اقوال میں سے صواب کے زیادہ قریب ہے ۔ (ت)

غنیہ میں اسے نقل کرکے فرمایا :

وھو لیس ببعید مما قبلہ والمسجد الجامع لیس بشرط[2] انتھی وارادبما قبلہ ما قدم عن تحفۃ الفقہاء للامام علاء الدین السمرقندی عن الامام الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ، انہ بلدۃ کبیرۃ فیھا سکک واسواق و لھا رساتیق وفیھا وال قال فی التحفۃ ھذا ھو الاصح[3] اھ وانما لم یکن بعید امنہ لما قدمنا ان السکک والاسواق تلزم عادۃ للامرین المذکورین کما قال فی الغنیۃ ایضا بعد نقل مافی التحفۃ ، الاان صاحب الھدایۃ ترک ذکر السکک والرساتیق بناء علی الغالب ان الامیر والقاضی شانہ القدرۃ علی تنفیذ الاحکام واقامۃ الحدود ولا یکون الافی بلد

یہ قول اپنے ماقبل قول سے دُور نہیں، اور مسجد جامع ہونا جمعہ کے لئے شرط نہیں انتہی اور ماقبل قول سے وہی مراد ہے جو امام علاء الدین سمرقندی نے تحفۃ الفقہا میں امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے لکھا کہ وہ مقام شہر ہے جو نہایت بڑا ہو، اس میں کُوچے بازار ہوں اور اس سے متعلقہ دیہات ہوں اور اس میں کوئی والی ہو، تحفہ میں کہا یہی اصح ہے اھ اس قول کی ماقبل قول سے بعید نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عادۃً کُوچے اور بازار مذکورہ دونوں امور کو لازم ہوتے ہیں جیسا کہ غنیہ میں بھی قنیہ کی عبارت نقل کرنے کے بعد کہا البتہ صاحب ہدایہ نے کُوچے اور دیہات کے ذکر کو ترک کردیا اس بنا پر کہ اکثر یہی ہوتا ہے کہ وہ امیر اور قاضی جو احکام کے نفاذ اور اقامتِ حدود کی شان

---

[1] غنیۃ المستملی فصل فی صلوٰۃ الجمعۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۱

[2] " " " " " " " "

[3] " " " " " " " ص ۵۵۰

Marfat.com

قریب قریب بھی اتنے مرد مقیم ہیں اُس بستی میں منصفی تھانہ ڈاک خانہ شفاخانہ بازار بھی ہیں اب یہ مصر ہے یا قریہ؟ اس بستی والے پر جمعہ واجب ہے یا نہیں؟ اگر واجب نہیں تو یہاں جمعہ ادا کرنے سے صلوٰۃ ظہر ذمّہ سے ساقط ہوگی یا نہیں؟ ہمارے ملک برہما کی آبادی میں کہیں کہیں تو مسلمان مرد مکلف ہزار دو ہزار تلک مقیم ہیں مگر ایسی بستی کم ہے اور ادنیٰ درجے میں بعض بستیوں میں دس بیس مرد مسلمان مکلف مقیم ہیں البتہ جن بستیوں میں سَو دو سَو چار پانچ سو مرد مکلف ہیں بہت ساری ہیں بعض بستیوں میں سات آٹھ سَو مکلف مقیم ہیں، اب ان آبادیوں میں سے کوئی شہر کہلا سکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر سب کو گاؤں مانیں گے تو کوئی بڑے گاؤں میں بھی جمعہ اور عیدین فرض واجب ہے یا نہیں؟ اور اگر واجب نہیں تو ان بستیوں میں سے کسی میں جمعہ ادا کرے تو صلوٰۃ ظُہر ذمہ سے ساقط ہوگی یا نہیں؟ اگر آپ بڑے گاؤں میں جمعہ درست بتائیں تو ان بستیوں میں کون سی بستی بڑی کہلائے گی؟ اس کی تشریح فرمادیں، جن آبادیوں میں کئی ایک حصے ہیں فقط زراعت وغیرہ کی میل آدھ میل ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ایک دوسرے سے بسا ہے ہر ایک کا نام بھی آپس میں جُداگانہ ہے مگر اطراف میں ایک ہی نام مشہور ہے اب کیا سب کو ملا کر ایک بڑی بستی ماننا پڑے گی یا ہر ایک کا حکم جُداگانہ ہے حتی الامکان جواب مفصل اور مدلل سے ہم نابیناؤں کو ہدایت فرمائیں۔

الجواب

فرضیت وصحت وجواز جمعہ سب کے لئے اسلامی شہر ہونا شرط ہے، جو جگہ بستی نہیں جیسے بَن سمندر پہاڑ، یا بستی ہے مگر شہر نہیں جیسے دیہات، یا شہر ہے مگر اسلامی نہیں جیسے روس و فرانس کے بلاد، اُن میں نہ جمعہ فرض ہے نہ صحیح نہ جائز بلکہ ممنوع و باطل وگناہ ہے اس کے پڑھنے سے فرض ظہر ذمّہ سے ساقط نہ ہوگا، شہر ہونے کے لئے یہ چاہئے کہ اس میں متعدد کُوچے متعدد دوامی بازار ہوں، وُہ پرگنہ ہو کہ اس کے متعلق دیہات گنے جاتے ہوں کہ موضع فلاں و فلاں پرگنہ شہر فلاں اور اُس میں کوئی حاکم ہو کہ فیصلہ مقدمات کا اختیار من جانب سلطنت رکھتا ہو دونوں باتیں عادۃً متلازم ہیں سلطنت جسے پرگنہ قرار دیتی ہے ضرور اس میں کوئی حاکم لااقل منصف یا تحصیلدار رکھتی ہے اور جہاں سلطنت کوئی کچہری قائم کرتی ہے اسے ضرور ضلع یا کم از کم پرگنہ بتاتی ہے اور عادۃً پہلی دو باتیں بھی ان دو کو لازم ہیں، جو پرگنہ ہوتا ہے جہاں کچہری مقرر ہوتی ہے وہاں ضرور متعدد بازار متعدد کُوچے ہوتے ہیں۔

ولا عکس فقد تتعدد ولا حاکم ولا رساتیق فذکر الاولین لایغنی عن الاخیرین بخلاف الاخیرین ففیھما الکفایۃ ولذا انما بنی الامر علیھما فی اقرب الاقاویل الی الصواب۔

اس کا عکس نہیں (یعنی جہاں بازار ہوں وہاں کچہری کا ہونا ضروری نہیں) اور کبھی کُوچے و بازار متعدد ہوتے ہیں مگر حاکم اور متعلقہ دیہات نہیں ہوتے تو پہلے دو کا ذکر آخری دو کے ذکر سے کفایت نہیں کرتا برخلاف آخری دونوں کا ذکر کہ وہ کفایت کرتاہے اسی لئے صحت کے قریب ترین قول میں معاملہ کی بنا ان دونوں پر کی گئی ہے۔ (ت)

Marfat.com

بها البراع لو استرسلنا فی الکلام علی دلیلها و تفاصیلها لخرجنا عن القصد مع ان اکثرها جلیة عند من له اجالة نظر فی الکتب الفرعیة واجادة فکر فی الاصول الشرعیة فلنقتصر علی نقل بعض نصوص فقهیة۔

عزت کی نظر سے دیکھے گا اور اگر ہم ان کے دلائل او تفاصیل میں جائیں تو مقصود سے دور چلے جائیں گے علاوہ ازیں ان لوگوں پر آشکار ہیں جو کتب فقہیہ میں نظ اور اصول شرعیہ میں عمدہ فکر رکھتے ہیں ہم یہاں چند نصو فقہیہ کے نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ (ت)

جامع الفصولین ومبسوط ومعراج الدرایہ وہندیہ وردالمحتار وغیرہا معتمدات اسفار میں ہے:

الحکم اذا ثبت بعلة فما بقی شیئ من العلة یبقی الحکم ببقائه فلما صارت بلدة دار الاسلام باجراء احکامه فما بقی شیئ من احکامه و اثاره تبقی دار الاسلام وکل مصر فیه وال مسلم من جهة الکفار تجوز فیه اقامة الجمع والاعیاد واخذ الخراج وتقلید القضاء وتزویج الایامی لاستیلاء المسلم علیهم واما طاعة الکفرة فهی موادعة ومخادعة واما فی بلاد علیها ولاة کفار فیجوز للمسلمین اقامة الجمع والاعیاد[1] الخ

جب کوئی حکم کسی علت کی بنا پر ہو تو جب تک علت رہتی ہے حکم بھی باقی رہے گا تو جب کوئی شہر احکام اس کے اجراء سے دارالاسلام بن گیا تو جب تک احکام آثار میں سے کچھ نہ کچھ باقی ہوگا وہ شہر دارالاسلا ہی رہے گا اور ہر وہ شہر جس میں کفار کی طرف سے مسلمان والی ہو وہاں جمعہ اور عیدین کا قیام، خراج لینا، قضا کے نفاذ اور بیوگان کا نکاح جائز ہوگا کی وہاں مسلمان غالب ہیں لیکن کفار کی طاعت غلط او دھوکا ہے، وہ شہر جہاں کفار والی ہیں وہاں جمعہ او عیدوں کا قیام مسلمانوں کے لئے جائز ہے الخ (ت

شرح نقایہ میں کافی سے ہے:

دار الاسلام ما یجری فیه حکم امام المسلمین[2]۔

دارالاسلام وہ ہوتا ہے جس میں امام المسلمین کا ح جاری ہو۔ (ت)

فصول عمادی میں ہے:

ان دار الاسلام لا تصیر دار الحرب اذا بقی شیئ من احکام الاسلام وان زال

جب احکام اسلامی کچھ نہ کچھ باقی ہوں دارالاسلا دارالحرب نہیں بن سکتا اگرچہ اہل اسلام کو وہا

---

[1] جامع الفصولین فصل فی القضا مطبوعہ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/۱۳

[2] شرح نقایہ المعروف جامع الرموز کتاب الجہاد مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ، ایران ۴/۵۶

Marfat.com

كذلك قال فالحاصل ان اصح الحدود ماذكر في التحفة لصدقه على مكة والمدينة وهما الاصل في اعتبار المصرية اھ[۱]

رکھتے ہیں وہ اسی طرح کے شہر میں ہی ہوتے ہیں پھر کہا اصح تعریف وہی ہے جو تحفہ میں ہے کیونکہ وہ مکۃ المکرمہ اور مدینہ طیبہ میں سے ہر ایک پر صادق آرہی ہے اور وُہ دونوں شہر کے حوالے سے اصل کا درجہ رکھتے ہیں اھ (ت)

اور شہر کے اسلامی ہونے کے لئے یہ ضرور ہے کہ یا تو فی الحال اُس میں سلطنت اسلام ہو خود مختار جیسے بحمد اللہ تعالٰی سلطنت عُلیہ عالیہ عثمانیہ و دولت خداداد افغانستان حفظہما اللہ تعالٰی عن شرور الزمان یا کسی سلطنت کفر کی تابع جیسے اب چند روز سے سلطنتِ بخارا، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل (ہمیں اللہ تعالٰی کافی ہے اور وہی سب سے بہتر کارساز ہے۔ت) اور اگر فی الحال نہ ہو تو دُو باتیں ضرور ہیں: ایک یہ کہ پہلے اُس میں سلطنت اسلامی رہی ہو، دوسرے یہ کہ جب سے قبضۂ کافر میں آئی شعارِ اسلام مثل جمعہ و جماعت و اذان و اقامت وغیرہا کُلّاً یا بعضاً برابر اُس میں اب تک جاری رہے ہوں جہاں سلطنتِ اسلامی کبھی نہ تھی نہ اب ہے وُہ اسلامی شہر نہیں ہوسکتے نہ وہاں جمعہ وعیدین جائز ہوں اگرچہ وہاں کے کافر سلاطین شعائرِ اسلامیہ کو نہ روکتے ہوں اگرچہ وہاں مساجد بکثرت ہوں اذان و اقامتِ جماعت علی الاعلان ہوتی ہو اگرچہ عوام اپنے جہل کے باعث جمعہ و عیدین بلامزاحمت ادا کرتے ہوں، جیسے کہ روس و فرانس و جرمن و پرتگال وغیرہا اکثر بلکہ شاید کل سلطنت ہائے یورپ کا یہی حال ہے۔ یونہی اگر پہلے سلطنت اسلامی تھی پھر کافر نے غلبہ کیا اور شعائر کفر جاری کرکے تمام شعائرِ اسلام یکسر اٹھادئے تو اب وہ شہر بھی اسلامی نہ رہے اور جب تک پھر از سرِ نو ان میں سلطنت اسلامی نہ ہو وہاں جمعہ وعیدین جائز نہیں ہوسکتے اگرچہ کفار غلبہ یافتہ ممانعت کے بعد پھر بطور خود شعائرِ اسلام کی اجازت دے دیں خواہ اُن کافروں سے دوسرے کافر چھین کر اجرائے شعائرِ اسلام کردیں کہ کوئی غیر اسلامی شہر مجرد جریان شعائرِ اسلام سے اسلامی نہیں ہوجاتا، ہاں اگر اسلامی سلطنت کے کسی کافر صوبہ نے بغاوت کرکے کسی اسلامی شہر پر تسلط کیا اور شعائرِ اسلام بالکل اٹھادئے مگر وُہ صوبہ چار طرف سے سلطنت اسلامیہ میں محصور ہے تو وہ شہر شہرِ اسلامی ہی رہے گا کہ اگرچہ کافر نے شعائرِ اسلام یکسر اُٹھادئے مگر چار سمت سے سلطنتِ اسلامیہ میں محصور ہونے کے اُس کی یہ تاریک حالت محض عارضی ہے۔

وھذہ بحمدہ تعالٰی فوائد نفیسۃ سمح بحمد اللہ تعالٰی یہ نہایت ہی قیمتی فوائد ہیں جیسے ہر صاحب فہم

---

[۱] غنیۃ المستملی فصل فی صلٰوۃ الجمعۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۱

Marfat.com

اس تحقیق سے تمام صورِ مستفسرہ کا حکم واضح ہوگیا جو آبادیاں پرگنہ ہیں اور اُن میں کوئی کچہری ہے (نہ فقط تھانہ یا ڈاک خانہ یا شفاخانہ کہ فصلِ مقدمات کے لئے نہیں ہوتے) اور وہاں سلطنت اسلام ہے یا پہلے تھی اور جب سے غیر مسلم کا قبضہ ہوا بعض شعائرِ اسلام بلامزاحمت اب تک جاری ہیں جیسے تمام بلادِ ہندوستان و بنگالہ ایسے ہی ہیں وُہ سب اسلامی شہر ہیں ان میں جمعہ فرض ہے اور جو آبادی پرگنہ نہیں اُس میں کوئی کچہری نہیں یا کچہریاں ہیں' پرگنہ ہے مگر اُس میں اسلامی سلطنت کبھی نہ ہُوئی یا تھی مگر اس کے بعد کفار نے شعائرِ اسلام یکسر بند کر دئے گو بعد کو پھر اجازت بھی دے دی ہو، وُہ سب یا گاؤں ہیں غیر اسلامی شہر' اُن میں جمعہ وعیدین جائز نہیں، پڑھنے سے گناہ ہوگا اور جمعہ سے ظہر کا فرض ساقط نہ ہوگا، اب فقط یہ سوال رہا کہ ایک آدمی کے چند حصے ہیں اور اُن میں باہم بوجہ زراعت فاصلہ ہے آیا وہ ایک ہی آبادی متصور ہوگی یا متعدد؟ ظاہراً اس سوال سے سائل کا مقصود مردم شماری کا لحاظ ہے کہ ان سب کے ساکنین ملاکر اُس بستی کی مردم شماری سمجھی جائے گی یا جُدا جُدا؟ جیساکہ تمام سوال میں اس نے تعدادِ ساکنان کا ذکر کیا ہے، مگر تحقیق جواب سے واضح ہوگیا کہ مردم شماری و تعدادِ سکان پر اصلاً نظر نہیں، جو بستی پرگنہ نہیں اُس میں فیصلۂ مقدمات کا کوئی حاکم نہیں مطلقاً گاؤں ہے اس کی مردم شماری کسی قدر ہو، اور جو پرگنہ ہے اس میں کچہری مقرر ہے وُہ شہر ہے اگرچہ مردم شماری میں کم ہو، ہاں جو آبادی شرعاً شہر قرار پائے اور اس میں جمعہ فرض صحیح ٹھہرے اور اس کے گرد اور آبادیاں میل ڈیڑھ میل کی مسافت پر واقع ہوں بیچ میں زراعت ہوتی ہو وہاں ایک یہ سوال متوجہ ہوتا ہے کہ اُن ساکنانِ حوالی پر بھی جمعہ فرض' اور اُن مواضع میں اس کی ادا صحیح ہے یا نہیں؟ اس کا جواب قولِ محقق پر یہ ہے کہ شہر کے گرداگرد جہاں تک کوئی موضع مصالح شہر کے لئے معین کیا گیا ہو مثلاً کیمپ یا عیدگاہ یا شہر کا قبرستان' وہاں ہو وہ سب فنائے مصر ہے اس میں جمعہ صحیح اور اس کے اہل پر جمعہ فرض اگرچہ بیچ میں زراعت کا فاصلہ ہو اور اگر مصالح شہر سے اُسے تعلق نہیں اور بیچ میں فصل ہے تو وہ توابع شہر سے نہیں نہ اُس میں جمعہ صحیح نہ اُس کے ساکنوں پر فرض۔ ردالمحتار میں ہے:

قد نص الائمة علی ان الفناء ما اعد لدفن الموتی وحوائج المصر کرکض الخیل و الدواب وجمع العساکر والخروج للرمی و غیر ذلك' وبه ظهر صحتها فی تکیة السلطان سلیم بمرجة دمشق وکذا فی مسجد ه بصالحیة دمشق فانهما من فناء دمشق وان انفصلت عن

ائمہ نے تصریح کی ہے کہ فناء سے مراد وہ جگہ ہے جو اموات کی تدفین اور شہری ضروریات کے لئے بنائی گئی ہو مثلاً گھوڑے اور چارپایوں کے دوڑانے کی جگہ' لشکرگاہ اور نشانہ بازی سیکھنے کے لئے جگہ وغیرہ۔ اس سے یہ ظاہر ہوگیا کہ مقام مرجہ دمشق میں سلطان سلیم کے تکیہ میں جمعہ صحیح ہے اسی طرح مقام صالحیہ دمشق پر ان کی مسجد میں بھی کیونکہ وہ فنائے دمشق ہے اگرچہ

Marfat.com

غلبة اهل الاسلام[1]

غلبہ حاصل نہ رہے۔ (ت)

اسی طرح کتبِ کثیرہ سے مستفاد ہے۔

وبالجملة یشترط لدار الاسلام ابتداء اعنی صیرورة دار الحرب دار الاسلام جریان حکم سلطان الاسلام فیها و بقاء مجرد ظهور شعائر الاسلام ولو بعضا وان لم یبق الحکم ولا السلطان والله المستعان وعلیه التکلان۔

الغرض دارالاسلام ابتداءً بننے کے لئے یہ شرط ہے یعنی دارالحرب کو دارالاسلام بننے کے لئے یہ شرط ہے کہ وہاں سلطانِ اسلام کا حکم جاری ہو اور دارالاسلام کو باقی رہنے کے لئے شعائرِ اسلامی کا باقی رہنا ضروری ہے خواہ وُہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں اگرچہ وہاں حکم اور سلطان باقی نہ ہوں اور اللہ تعالٰی ہی مددگار ہے اور اسی پر بھروسہ ہے۔ (ت)

دررو غرر میں ہے:

تصیر دار الاسلام دار الحرب باجراء احکام الشرك واتصاله بدار الحرب بحیث لا یکون بینهما مصر للمسلمین[2] الخ

دارالاسلام اس وقت دارالحرب بن جاتا ہے جب وہاں احکامِ شرک جاری ہوجائیں اور اس کا اتصال کسی دارالحرب سے ایسا ہو کہ ان کے درمیان مسلمانوں کا کوئی شہر نہ ہو۔ (ت)

درمنتقی میں ہے: البحر المالح ملحق بدار الحرب[3] (نمکین سمندر دارالحرب کا حکم رکھتا ہے۔ ت)

ردالمحتار میں ہے:

یلحق بها البحر الملح ونحوه کمفازة لیس وراءها بلاد اسلام نقله بعضهم عن الحموی وفی حاشیة ابی السعود عن شرح النظم الهاملی سطح البحر له حکم دار الحرب[3]

نمکین سمندر دارالحرب کے ساتھ ملحق ہے، اور ہر وہ جنگل بھی جس سے آگے مسلمانوں کا شہر نہ ہو، یہ بات بعض نے حموی کے حوالے سے نقل کی ہے اور حاشیہ ابی السعود میں شرح النظم الہاملی کے حوالے سے ہے کہ سطحِ سمندر کا حکم دارالحرب کا ہے۔ (ت)

---

[1] فصول عمادی

[2] درر الحکام فی شرح غرر الاحکام باب المستامن مطبوعہ مطبعۃ کامل الکاملیہ فی دار سعادت مصر ۱/ ۲۹۵

[3] درمنتقی علی ہامش مجمع الانہر فصل فی مایلتقی من احکام المستامن داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۵۹

Marfat.com

مسئلہ ۱۳۲۹: از گوالیار ضلع مندسور قصبہ جادو مرسلہ عبدالملک خاں ۷ ربیع الاول شریف ۱۳۲۲ھ

کیا حکم ہے شرع شریف کا اس مسئلہ میں کہ جادو ایک قصبہ ہے جہاں تین مسجدیں آباد ایک ہی محلہ میں قریب قریب واقع ہیں جمعہ کے روز ہر مسجد والے اپنی اپنی مسجد میں مانند صلوۃ خمسہ کے جمعہ پڑھا کرتے ہیں ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ اس طرح جمعہ پڑھنا صحیح نہیں کیونکہ جمعہ کی شرائط سے حضور سلطان ہے یا نائب یا ماذون باقامۃ جمعہ تو یہ شرط یہاں پر مفقود ہے اور ایسے مقام پر مسلمانوں کو چاہئے کہ ایک شخص کو اپنا قاضی و سردار بنا کر اُس کے پیچھے جمعہ پڑھا کریں، دوسرے مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ جمعہ کی اقامت کے واسطے سلطان یا اس کے نائب مامور کا ہونا شرط نہیں، اگر اُن سے ایک بھی نہ ہو تو بھی جمعہ صحیح ہے اور مسلمانوں کو قاضی بنانا اور اُس کے پیچھے نماز پڑھنے کی کچھ ضرورت نہیں اسی طرح اپنی اپنی مسجدوں میں بھی جمعہ پڑھنا کچھ حرج نہیں بلکہ ایک جگہ جمع ہونے میں حرج ہے امیدوار قولِ فیصل ہُوں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

فی الواقع ادائے جمعہ کے لئے سلطان یا اس کے نائب یا ماذون یا ماذون الماذون وھلم جرا (اسی طرح آگے چلے چلو۔ ت) کا اقامت کرنا باتفاقِ ائمہ حنفیہ شرط ہے کتب المذھب طافحۃ بذلك (کتبِ مذہب اس سے معمور ہیں۔ ت) مگر یہ اُن شرائط سے ہے کہ محلِ ضرورت میں بخلفیت بدل ساقط ہوجاتی ہیں جیسے صحتِ نماز کے لئے وضو شرط ہے اور پانی پر قدرت نہ ہو تو تیمم اس کا خلیفہ و بدل ہے اور اس سے واضح تر استقبالِ قبلہ ہے کہ قطعًا شرط ہے اور بحالِ تعذر جہت تحری اُس کی نائب، یُوں ہی اقامتِ سلطان بمعنی مذکور ضرور شرطِ جمعہ ہے اور یہاں بوجہ تعذر تعیینِ مسلمین قائم مقام تعیینِ سلطان ہے تو اسے شرط نہ کہنا بھی غلط اور اُس کے نہ ہونے کے سبب یہاں جمعہ صحیح نہ ماننا اُس سے زیادہ باطل و غلط اور مذہب صحیح و معتمد و مفتی بہ میں تعددِ جمعہ مطلقًا جائز ہے۔ کما نص فی غیر ما کتاب واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۱۳۳۰: از پیلی بھیت مولانا وصی احمد صاحب محدث سُورتی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امامت پنجگانہ و امامتِ جمعہ وعیدین کا ایک ہی حکم ہے یا کیا؟ فقط

الجواب

جمعہ وعیدین وکسوف امامت نماز پنجگانہ سے بہت تنگ تر ہے، پنجگانہ میں ہر شخص صحیح الایمان صحیح القراءۃ صحیح الطہارۃ مرد عاقل بالغ غیر معذور امامت کرسکتا ہے یعنی اس کے پیچھے نماز ہوجائے گی

Marfat.com

دمشق بمزارع[2] اھ مختصراً — دمشق سے کاشتی زمینوں کی وجہ سے الگ ہے۔ اھ مختصراً (ت)

نیز دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وُہ بستی شہر ہو یا نہ ہو جب اُس کا ساکن تین منزل کے ارادے سے سفر کو چلا تو آیا جب اپنی خاص آبادی سے نکل جائے گا اُسی وقت سے مسافر ٹھہرائے گا اور قصر کرے گا اگرچہ وہ دوسری آبادیاں ہنوز راہ میں آنے والی ہوں یا جب اُن سب آبادیوں سے نکل جائے گا اُس وقت سے مسافر ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب بیچ میں فاصلہ ہے زراعتیں ہوتی ہیں تو اُن سے گزر جانے کا لحاظ نہ ہوگا اگرچہ وہ مصالح شہر ہی کے لئے مقرر کی گئی ہوں، جب اپنی آبادی سے نکل جائے گا مسافر ہو جائے گا، ہاں جہاں تک آبادی متصل چلی گئی ہو وہ موضع واحد ہے اس سے تجاوز ضرور ہوگا۔ ردالمحتار میں ہے:

اما الفناء وھو المکان المعد لمصالح البلد کرکض الدواب ودفن الموتی والقاء التراب فان اتصل بالمصر اعتبر مجاوزته وان انفصل بغلوة او مزرعة فلا کمایاتی بخلاف الجمعة فتصح اقامتھا فی الفناء ولو منفصلا بمزارع[1]

فناء وُہ جگہ ہے جو شہر کی ضروریات کے لئے بنائی گئی ہو مثلاً چوپایوں کے دوڑنے، اموات کی تدفین اور مٹی وغیرہ پھینکنے کے لئے ہو اگر شہر کے ساتھ متصل ہو، تو پھر مسافر کا اسی سے گزرجانا معتبر ہے اور اگر بمقدار غلوۃ (تیر مارنے کا انتہائی فاصلہ) یا مزرعہ (کھیت) جدا ہے تو اس کا گزرنا ضروری نہیں جیسا کہ آرہا ہے بخلاف جمعہ کے اس کا قیام فناء میں جائز ہوتا ہے خواہ وُہ مزارع کی مقدار جدا ہو۔ (ت)

نیز تیسرا سوال یہ نکلتا ہے کہ اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ فلاں آبادی میں نہ رہوں گا پھر اپنی خاص آبادی جس میں رہنا تھا چھوڑ کر گرد اگرد کی کسی آبادی میں سکونت اختیار کی تو آیا قسم سچی ہوئی یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب اُن آبادیوں کے خاص خاص نام جُدا ہیں اور سب ملاکر ایک جدا نام سے تعبیر کی جاتی ہیں تو اگر اس نے وہ نام لے کر قسم کھائی جو خاص اُس کی آبادی کا تھا اور اُسے چھوڑ کر دوسری آبادی میں جا رہا جس پر وہ نام اطلاق نہیں کیا جاتا اور اس کا ساکن عرف میں اُس آبادی کا ساکن نہیں ٹھہرتا تو قسم پُوری ہُوئی اور اگر وہ نام لیا تھا جس میں یہ سب داخل ہیں جس آبادی میں اب آیا وہ اسی پہلی آبادی کا حصہ سمجھی جاتی ہے اور اس کے ساکن کو اسی کا ساکن تصور کیا جاتا ہے تو قسم پُوری نہ ہُوئی کفارہ دے۔

وذٰلك لان مبنی الایمان علی المعنی المتفاھم فی العرف فعلیه یدار الحکم۔ واللّٰه سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

یہ اس لئے ہے کہ اقسام کا مدار اسی معنی پر ہوتا ہے جو عرفی ہو لہٰذا حکم کا مدار اسی پر ہوگا۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب الجمعۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۹۱

[2] ردالمحتار باب صلٰوۃ المسافر " ۱/۵۷۰

Marfat.com

باتباع علمائه فان کثروا فالمتبع اعلمهم فان استووا اقرع بینهم[1]۔

جمع ہونا مشکل ہو جائے تو ہر علاقہ کے لوگ اپنی طرف کے علماء کی اتباع کرلیں، اور اگر اس علاقہ میں علماء زیادہ ہوں تو ان میں زیادہ علم والے کی اتباع کریں اور اگر وہ برابر ہوں تو قرعہ ڈال لیا جائے (ت)

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اطیعوا اللّٰه واطیعوا الرسول واولی الامر منکم[2]۔

اللہ کی اطاعت کرو، رسول اللہ کی اطاعت کرو اور تم میں سے جو صاحبِ امر ہیں۔ (ت)

ائمہ دین فرماتے ہیں صحیح یہ ہے کہ آیہ کریمہ میں اولی الامر سے مراد علمائے دین ہیں نص علیہ العلامة الزرقانی فی شرح المواهب وغیرہ فی غیرہ (علامہ زرقانی نے شرح المواہب میں اور دیگر علماء نے اپنی کتب میں اس پر تصریح کی ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

نصب العامة الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر اما مع عدمهم فیجوز للضرورة[3]۔

مذکور لوگ (سلطان وغیرہ) ہوں تو لوگوں کا خطیب کو مقرر کرنا درست نہ ہوگا اور ان کی عدم موجودگی میں ضرورت کی وجہ سے جائز ہوگا۔ (ت)

فتاوٰی قاضی خاں و ردالمحتار وغیرہما میں ہے:

خطب بلا اذن الامام والامام حاضر لم یجز الا ان یکون الامام امرہ بذلك[4] واللّٰه تعالٰی اعلم۔

اگر کسی نے امام کی اجازت کے بغیر خطبہ دیا حالانکہ امام موجود تھا تو یہ جائز نہیں مگر اس صورت میں جب امام نے اسے اجازت دی ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۳۳۱ از ریاست جاورہ مکان عبدالمجید خاں صاحب سررشتہ دار تاریخ ۱۸ ار ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ گاؤں میں درست ہے یا نہیں؟

---

[1] الحدیقة الندیة شرح الطریقة المحمدیة النوع الثالث من انواع العلوم الثلثة الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۳۵۱

[2] القرآن ۴/ ۵۹

[3] درمختار باب الجمعة مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۱۰

[4] ردالمحتار ” ” مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۹۴

Marfat.com

اگرچہ بوجہ فسق وغیرہ مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہو تجوز الصلوٰۃ خلف کل بر و فاجر (ہر نیک و بد کے پیچھے نماز جائز ہے۔ ت) کے یہی معنی ہیں مگر جمعہ وعیدین وکسوف میں کوئی امامت نہیں کرسکتا اگرچہ حافظ قاری متقی وغیرہ وغیرہ فضائل کا جامع ہو مگر وہ جو بحکم شرع عام مسلمانوں کا خود امام ہو کہ بالعموم اُن پر استحقاقِ امامت رکھتا ہو یا ایسے امام کا ماذون ومقرر کردہ ہو اور یہ استحقاق علی الترتیب صرف تین[۳] طور پر ثابت ہوتا ہے:

اوّلاً وہ سلطانِ اسلام ہو۔

ثانیاً جہاں سلطنتِ اسلام نہیں وہاں یہ امامتِ عامہ اس شہر کے اعلم علمائے دین کو ہے۔

ثالثاً جہاں یہ بھی نہ ہو وہاں بمجبوری عام مسلمان جسے مقرر کرلیں، بغیر ان صورتوں کے جو شخص نہ خود ایسا امام نہ ایسے امام کا نائب وماذون ومقرر کردہ اُس کی امامت ان نمازوں میں اصلاً صحیح نہیں، اگر امامت کرے گا نماز باطل محض ہوگی، جمعہ کا فرض سر پر رہ جائے گا، ان شہروں میں کہ سلطانِ اسلام موجود نہیں اور تمام ملک کا ایک عالم پر اتفاق دشوار ہے، اعلم علمائے بلد کہ اُس شہر کے سُنّی عالموں میں سب سے زیادہ فقیہ ہو نماز کے مثل مسلمانوں کے کاموں میں اُن کا امام عام ہے اور بحکم قرآن عظیم اُن پر اُس کی طرف رجوع اور اُس کے ارشاد پر عمل فرض ہے، جمعہ وعیدین وکسوف کی امامت وہ خود کرے یا جسے مناسب جانے مقرر کرے، اُس کے خلاف پر عوام بطورِ خود اگر کسی کو امام بنالیں گے صحیح نہ ہوگا کہ عوام کا تقرر بمجبوری اُس حالت میں روا رکھا گیا ہے جب امام عام موجود نہ ہو اُس کے ہوتے ہوئے ان کی قرارداد کوئی چیز نہیں۔ تنویر الابصار و درمختار باب الجمعہ میں ہے:

یشترط لصحتھا سبعۃ اشیاء الاول المصر وفناءہ والثانی السلطان او ماموره باقامتھا[۱]۔

صحتِ جمعہ کے لئے سات چیزیں شرط ہیں: ایک یہ شہر اور فناءِ شہر، دوسری سلطان یا اقامتِ جمعہ پر اس کی طرف سے کوئی مامور ہو (ت)

فتاوٰی امام عتابی پھر حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۲۴۰ میں ہے:

اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور موکلۃ الی العلماء ویلزم الامۃ الرجوع الیھم ویصیرون ولاۃ فاذا عسر جمعھم علی واحد استقل کل قطر

جب کامل سلطان سے زمانہ خالی ہو تو معاملات علماء کے سپرد ہوں گے اور امت پر لازم ہے کہ وہ علماء کی طرف رجوع کرے اور اس وقت علماء ہی والی ہوجائیں گے اور جب ان کا کسی معاملہ پر

---

[۱] درمختار باب الجمعہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۰۹

Marfat.com

بار خدا اگر گلیم بر سر کشم گوئی یا یها المزمل قم اللیل الا قلیلا نصفہ واگر بیروں آرم گوئی واهجرهم هجرا جمیلا ٥ مراچہ باید کرد فرمان آمد اے محمد تو راحت می طلبی وما از تو سرگردانی میخواہم و تو میخواہی کہ با من حساب حسنات بسر بری و بگوشہ نشینی و ما می خواہم کہ مرا با تو و ترا با من صد ہزار گونہ حساب بود تو کیستی کہ خاطر جمع میخواہی حکم بر انبیا ہائے اولیں کردیم بپریشانی، اگر شادت بینم گویم ان اللہ لا یحب الفرحین[1] ٥ واگر دل تنگت بینم گویم ولقد نعلم انك یضیق صدرك بما یقولون[2] زہے سرگردانی کہ مشتِ خاک راست کیست کہ دریں ماتم ومصیبت وقوف دارد فریاد از محمد برخاست یالیت رب محمد لم یخلق محمدا و فریاد عاشقاں بریں نوع ست اے کاش نزادے پسرے مادر عالم، خود نہ بدی نام ونشاں پدر من، عاقبت ایں دنیائے مکارہ وغدارہ را پابستہ نداری کہ سلطانِ مرسلاں ایں معاملہ بودہ است۔

بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا اے اللہ! اگر میں کملی سر پر لیتا ہوں تو آپ فرماتے ہیں "اے چادر اوڑھنے والے رات کو تھوڑا قیام کر نصف رات"۔ اگر میں باہر آتا ہوں تو آپ فرماتے ہیں" ان کو احسن طریقے سے چھوڑ دے" مجھے کیا کرنا چاہیے؟ اللہ تعالٰی کی طرف سے ارشاد ہوا کہ اے محمد! آپ راحت کے طلبگار ہیں اور ہم آپ سے محنت وپریشانی چاہتے ہیں، آپ چاہتے ہیں کہ میری نیکیوں کا حساب ہو اور گوشہ نشین رہوں، اور ہم چاہتے ہیں کہ ہم تیرے ساتھ اور آپ میرے ساتھ سو ہزار قسم کا حساب رکھیں، آپ کون ہیں جو دل کا اطمینان چاہتے ہیں ہم نے تو سابقہ انبیاء کو پریشانی کا حکم دیا اگر میں تجھے خوش دیکھوں گا تو کہوں گا "یقیناً اللہ تعالٰی خوش ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا" اور اگر تیرے دل کو تنگ پاؤں تو کہوں گا" ہم جانتے ہیں اس بات کو کہ آپ کا سینہ ان کی باتوں سے تنگ ہے"۔ وہ پریشانی کتنی اچھی ہے جو مشتِ خاک کو حاصل ہوئی ہے، کون ہے جو اس معاملہ میں ماتم ومصیبت کا اظہار کرے محمد کی طرف سے یہ فریاد ہوئی اے ربِ محمد! کاش محمد کو پیدا ہی نہ کرتا، عشاق کی فریاد اسی طرح کی ہوتی ہے، کاش اس کائنات میں کوئی ماں بیٹا ہی نہ جنتی، یا خود میرے باپ کا نام ونشان تک نہ ہوتا، اس مکارو غدار دنیا کے پاؤں تو نہیں باندھ سکتا جبکہ رسولوں کے سربراہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ معاملہ تھا۔ (ت)

اس عبارت پر ایک صاحب کو جو بنظرِ حالت زمانہ حال ذی علم خیال کئے جاتے ہیں یہ اعتراض ہے کہ اس عبارت میں اہانت وبے حرمتی حضرت نبی کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم ہے جو باعثِ تکفیر قاری وسامعین خطبہ ہے کیونکہ اس مضمون کا استنباط نہ کسی آیتِ قرآنی سے ہے نہ کسی حدیث سے، یہ اعتراض معترض کا صحیح ہے یا غلط؟ اور اگر غلط ہے تو معترض کے اعتراض کا کیا جواب ہے؟ بینوا توجروا۔

---

[1] القرآن ۲۸/۷۶
[2] القرآن ۱۵/۹۷

Marfat.com

الجواب

جمعہ وعیدین دیہات میں ناجائز ہیں اوران کا پڑھنا گناہ ، مگر جاہل عوام اگر پڑھتے ہوں توان کو منع کرنے کی ضرورت نہیں کہ عوام جس طرح اللہ ورسول کا نام لے لیں غنیمت کما فی البحرالرائق والدرالمختار والحدیقۃ الندیۃ وغیرھا (جیسا کہ بحرالرائق ، درمختار اور حدیقہ ندیہ وغیرہ میں ہے ۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۲۲، ۱۳۲۳ ازخیرآباد ضلع سیتاپور محلہ میاں سرائے مدرسہ عربیہ قدیم مرسلہ مولوی سید فخرالحسن صاحب ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۲۶ھ

خطبہ جمعہ واعیاد کا سوائے زبان عربی خواہ فارسی ہو یا دیگر زبان میں ہو پڑھنے کی نسبت جناب مفتی سعداللہ صاحب مرحوم اپنے فتاوٰی سعدیہ میں فرماتے ہیں :

نزد امام ابوحنیفہ جائز ومکروہ بکراہت تنزیہی است۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک یہ جائز مگر مکروہ تنزیہی ہے ۔ (ت)

اوراسی جواب میں اختتام عبارت میں ہے :

اگر کسے خطبہ بقدر واجب کہ نزد صاحبین بقدر تشہد است بعربی ادا کردہ باشد خواندن ماوراءش در فارسی وغیرآں نزد ایشاں مضائقہ ندارد کما فی منح الغفار شرح تنویر الابصار۔

اگر کوئی شخص خطبہ بمقدار واجب جو صاحبین کے نزدیک تشہد کی مقدار ہے عربی میں پڑھ لے اوراس کے علاوہ خطبہ کسی اور زبان میں پڑھ لے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ۔ جیسا کہ منح الغفار شرح تنویر الابصار میں ہے ۔ (ت)

جناب مولوی عبدالحی صاحب اپنے مجموعہ فتاوٰی کے جلد دوم میں بہت شد و مد کے ساتھ خطبہ کو زبان عربی میں سنّت مؤکدہ اور غیر زبان میں پڑھنے کو مکروہ تحریمی و بدعت ضالہ تحریر فرماتے ہیں ، مگر اُسی فتاوٰی کے جلد سوم میں مکروہ تنزیہی تحریر فرماتے ہیں ، لہٰذا جو خطبہ کُلاً غیر زبان میں ہو یا بعضاً مخلوط بزبان عربی وزبان دیگر میں ہو پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور بدعت ضالہ یا مکروہ تنزیہی یا جائز بلاکراہت ، جو حکم ہو اُس سے ہدایت فرمائی جائے ، بینوا توجروا۔

(۲) خطبہ جمعہ مصنّفہ حضرت مخدوم سعدالدین عرف مخدوم شیخ سعد قدس سرہٗ خیرآبادی خلیفہ حضرت مخدوم شاہ مینا لکھنوی قدس سرہ العزیز جو منسلکہ ہذا ہے منجملہ عبارت خطبہ مذکور کے :

چوں گفت حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم

جب حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

Marfat.com

یوں کہ مرضیِ الٰہی کے خلاف، اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اس فریاد کا انتساب کہ یالیت رب محمد لم یخلق محمدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (اے ربِ محمد! کاش محمد کو پیدا ہی نہ کرتا۔ ت) جہال کی نگاہ سے معاذ اللہ سقوطِ عظمت کا باعث ہوگا اور عیاذاً باللہ یہ عقیدہ ہو تو ایمان ہی گیا کہ ایمان تو صرف ان کی تعظیم و محبت کا نام ہے۔

قال اللہ تعالیٰ لتؤمنوا باللہ و رسوله وتعزروه وتوقروه[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر، اور ان کی خوب تعظیم و توقیر کرو۔ (ت)

غرض کسی طرح گمان نہیں کیا جاتا کہ حضرت مخدوم قدس سرہ الکریم نے یہ خطبہ تصنیف فرمایا ہو اور اگر بالفرض حضرت ممدوح سے اس کا ثبوت صحیح بروجہ معتمد ہو کہ حضرت نے یہ مخاطبہ کہیں ذکر فرمایا تو اب نظر اس میں ہوگی کہ آیا بر سبیل نقل و حکایت ہے یا بر بنائے کشف و الہام۔ بر تقدیر اول جبکہ مدار روایت پر رہا تو مسئلہ علوم ظاہرہ کے دائرہ میں آگیا صحتِ سند درکار ہوگی اور کسی ولی معتمد کا کوئی نامعتمد حکایت کسی سے نقل فرمانا اس کی روایت کو صحیح و واجب الاعتماد نہ کردے گا،

وھذا ما اعتذروا به عن الامام محمد الغزالی قدس سرہ العالی فی ایرادہ الاحادیث الواھیة فی الاحیاء مع جلالة قدرہ فی العلوم الظاھرة والباطنة۔

یہ وہ چیز ہے جس کے ساتھ اہل علم نے امام محمد غزالی کی طرف سے اس بات پر عذر کے طور پر پیش کیا جو انھوں نے باوجود علوم ظاہری و باطنی میں عظیم ماہر ہونے کے اپنی کتاب "احیاء علوم الدین" میں احادیثِ موضوعہ ذکر کی ہیں۔ (ت)

مولیٰ بحر العلوم ملک العلماء قدس سرہ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں:

(قیل کثیرا ما یوجد عدول فی غیر الائمة علم من عادتھم انھم لا یروون الا عن عدل) فارسالھم ایضا یقتضی تعدیل من رووا عنھم فیکون حجة کارسال الائمة فلا فرق (اقول لا نسلم وجود العدول بالصفة المذکورة فی غیر الائمة، بل العدول من غیرھم لا یبالون عمن اخذوا و رووا الا تری) ان الشیخ علاء الدولة السمنانی قدس سرہ

(کہا گیا ہے کہ غیر ائمہ میں جو اکثر عادل پائے جاتے تو ان کے معمول سے معلوم ہے کہ وہ کسی عادل ہی سے روایت کرتے ہیں) لہذا ان کا ارسال بھی اس کا مقتضی ہے کہ جن سے انھوں نے روایت کی ہے وُہ عادل ہیں لہذا ان کی روایت مرسلہ ائمہ کے ارسال کی طرح ہی حجت ہوگی اور ان میں کوئی فرق نہ ہوگا (اقول) ہم غیر ائمہ میں صفت مذکورہ کے ساتھ عدل کو تسلیم نہیں کرسکتے بلکہ غیر ائمہ میں جو عادل ہیں وہ اس بات کی پروا نہیں

[1] القرآن ۴۸/ ۹

Marfat.com

الجواب

خطبہ میں غیر زبان عربی کا خلط کرنا ضرور مکروہ تنزیہی و خلافِ سنت متوارثہ ہے اور بالکل خطبہ غیر زبان میں ہونا اور زیادہ مکروہ کما حققناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) مگر اسے مکروہ تحریمی و بدعتِ ضلالت کہنا محض غلط و باطل و بے دلیل ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) یہ خطبہ پڑھنا حرام اور محض بدخواہی عوام اسلام ہے، یہ مخاطبہ ہائلہ کہ اس میں مذکور ہوا اصلاً کسی آیت یا حدیث یا اثر یا کسی کتاب معتمد معتبر میں اس کا پتا نہیں، نہ حضرت سیدنا مخدوم شیخ سعد بدھن رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بروجہ صحیح اُس کا ثابت ہونا معلوم اگر ایسی ہی حکایت بے سروپا ہے جب تو اس کا واجب الرد ہونا خود ظاہر اور اگر خطائے نساخ نہ ہو تو اس کی بے ربطی عبارت خود اس کے بُطلان نسبت پر دلیل زاہر مثلاً صدر خطبہ میں افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام ومن تاب توبۃ نصوحا من التابعین (کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالٰی اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور وہ شخص جس نے خالص توبہ کرلی وُہ تابعی ہے۔ ت) خطبہ ثانیہ میں نشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ خصوصا علی افضل الصحابۃ وافضلھم بالتحقیق (ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضرت محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں خصوصاً صحابہ سے افضل اور بالیقین ان سے صاحبِ فضیلت پر۔ ت) پھر اصل مقصود خطبہ کہ لوگوں کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے یعنی اعمال صالحہ کی ترغیب دینا، معاصی سے روکنا، یہ خطبہ اُس سے اصلاً بحث نہیں رکھتا بلکہ صراحۃً اس کے خلاف ہے، جب ہر جمعہ جاہل لوگ سنیں گے کہ اللہ عزوجل فرما چکا ہے کہ ہر کہ گواہی دہد مرا بوحدانیت و مرترا برسالت در آید بہ بہشت برہر کار یکہ او باشد (جو میری وحدانیت اور آپ کی رسالت کی گواہی دے وہ جنت میں داخل ہوگا اسکے عمل جیسے بھی ہوں) اس کا کیسا بُرا اثر اُن پر پڑے گا وُہ سمجھ لیں گے کہ بس کلمہ پڑھ لینا کافی ہے اعمال فضول و مہمل ہیں پھر عوام کے سامنے یہ تین مصطلحات خاصہ صوفیہ کرام مثل قماربازی و قلندری و چاک دامنی و عیاری کا تذکرہ کس قدر خلاف مقاصد خطبہ ہے اور ان سب سے بدتر اور کروروں درجہ بدتر وہ تذکرہ کہ مصطفٰے سید المرسلین اکرم الاولین والآخرین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے خطاب ہوا تو کیستی کہ خاطر جمع می خواہی حکم بر انبیائے اولین کردیم بہ پریشانی (آپ کون ہیں جو دل کا اطمینان چاہتے ہیں ہم نے تو سابقہ انبیاء کو پریشانی کا حکم دیا۔ ت) اس سے صاف صاف انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی معاذ اللہ حضور پُرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے افضلیت ٹپکتی ہے، ایسے محاورات میں اعلٰی ہی سے استشہاد کیا کرتے ہیں، مثلاً کسی امیر سے کہیں تیری کیا حقیقت ہے سلاطین تو اس سے محفوظ نہ رہے، اور اگر تنزل بھی کیجئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اگلے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء سے افضل نہ ہونا تو اس کا صاف کہنا ہے یہ کیا گمراہی نہیں، پھر سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف راحت طلبی کی نسبت، اور وُہ بھی

Marfat.com

هذا الوعاء من العلم الا بالمدد المحمدی و تأییدہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا بالذات من غیر وسیلۃ اصلاً الٰی اٰخر ما افادواجاد علیہ رحمۃ الملک الجواد۔

نہیں پاتے الٰی آخرہ جیسا کہ انھوں نے خوب بیان کیا اور ان پر مالک وجواد اللہ کی رحمت ہو۔ (ت)

اب یہ مخاطبہ ان مقامات راز و نیاز سے ہوگا جو مولٰی وعبد ومحبوب میں ہوتے ہیں جن میں دوسرے کو دخل دینا حرام، انھیں نقل مجلس بنانا حرام بلکہ بحالِ فسادِ نیت کفر صریح بلا کلام، بھلا یہ تو ایک مخاطبۂ کشفیہ ہوگا، امیر المومنین ایک شخص کو کہ سورۂ عبس شریف کی تلاوت بکثرت کرتا زجر شدید فرمایا۔ امام ابن الحاج مکی مدخل میں فرماتے ہیں:

قد قال علمائنا رحمۃ اللہ تعالٰی علیھم ان من قال عن نبی من الانبیاء علیھم الصلٰوۃ والسلام فی غیر التلاوۃ والحدیث انہ عصی او خالف فقد کفر نعوذ باللہ من ذلک[2]، وقد قال الامام ابو عبد اللہ القرطبی رحمہ اللہ تعالٰی فی کتاب التفسیر لہ حین تکلم علی قولہ وطفقا یخصفان علیھما من ورق الجنۃ الاٰیۃ فی سورۃ طٰہٰ، قال القاضی ابو بکر ابن العربی رضی اللہ تعالٰی عنہ لایجوز لاحد منا الیوم ان یخبر بذلک عن اٰدم علیہ الصلٰوۃ والسلام الا اذا ذکرناہ فی اثناء قولہ تعالٰی عنہ او قول نبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاما ان نبتدئ ذلک من نفسنا فلیس بجائز لنا فی اٰبائنا

ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالٰی نے فرمایا: ہر وہ شخص جو تلاوتِ قرآن وحدیثِ رسول پڑھنے کے علاوہ کہے کہ فلاں نبی نے نافرمانی کی یا شریعت کی مخالفت کی وہ کافر ہوجائے گا، ہم اس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، امام ابو عبد اللہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں سورہ طٰہٰ میں "وہ دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے چپکانے لگے" کے تحت لکھا کہ قاضی ابوبکر ابن العربی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: ہم میں سے کسی کو اجازت نہیں کہ آج وہ حضرت آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام کے بارے میں ایسی بات کی اطلاع دے البتہ اس صورت میں جب وہ اللہ تعالٰی کا یہ فرمان پڑھ رہا ہو یا نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث مبارک، ہم اپنی طرف سے ایسے واقعات کو بیان کرنا شروع کردیں تو یہ ہم اپنے قریب اپنی مثل پہلے آباء کے بارے میں نہیں کہہ سکتے

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی ہل کان یجوز لہ علیہ السلام الاجتہاد الخ مطبوعہ مطبعۃ امیریہ قم ایران ۲/۳۰۲

[2] المدخل لابن الحاج فصل فی مولد النبی مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۲/۱۵

Marfat.com

کیف اعتمد علی الرتن الهندی وأی رجل یکون مثله فی العدالة (ولوسلم فذلك بزعمهم وکثیرا ما یخطؤن) فیظنون غیر العدل عدلا[1] (ملخصاً)۔

کرتے کہ وہ کس سے روایت لے رہے ہیں، کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ شیخ علاء الدولہ سمنانی قدس سرہ نے رتن ہندی پر کیسے اعتماد کرلیا، حالانکہ ان کی مثل عدالت میں کون ہے؟ (اور اگر یہ تسلیم کرلیا جائے تو یہ ان کے زعم کے مطابق ہے حالانکہ عام طور پر وہ خطا کرتے ہیں) پس وہ غیر عادل کو عادل گمان کرلیتے ہیں (ملخصاً) (ت)

اور اگر بالفرض غلط یہ بھی تحقیق ہوجائے کہ حضرت مخدوم قدس سرہ المکتوم نے بربنائے کشف والہام یہ مخاطبہ ذکر فرمایا تو بحمد اللہ ہم غلامانِ بارگاہ اولیاء اُن میں نہیں کہ کشف والہام کو باطل یا نامعتبر ٹھہرائیں احتمالِ خطا کشفِ مبتدین و اوساط میں ہوتا ہے اکابر واصلین نفعنا اللہ تعالیٰ ببرکاتہم فی الدنیا والآخرۃ والدین کا کشفِ متین والہامِ مبین حق و صحیح ہوتا ہے، مولیٰ بحر العلوم ملک العلماء قدس سرہٗ فواتح میں فرماتے ہیں:

ان تاملت فی مقامات الاولیاء ومواجیدهم واذواقهم کمقامات الشیخ محی الدین وقطب الوقت السید محی الملة والدین السید عبد القادر الجیلانی الذی قدمه علی رقاب کل ولی والشیخ سهل بن عبد الله التستری والشیخ ابن مدین المغربی والشیخ ابی یزید البسطامی وسید الطائفة جنید البغدادی والشیخ ابی بکر الشبلی والشیخ عبد الله الانصاری والشیخ احمد النامقی الجامی وغیرهم قدس اسرارهم علمت ان مایلهمون به لایتطرق الیه احتمال وشبهة بل هو حق حق مطابق لما فی نفس الامر ویکون مع خلق علم ضروری انه من الله تعالیٰ لکن لاینالون

اگر آپ اولیاء کے مقامات، وجدان اور اذواق میں غور و فکر کریں مثلاً مقاماتِ شیخ محی الدین، قطب وقت السید محی الملۃ والدین السید عبد القادر جیلانی جن کا مبارک قدم ہر ولی کی گردن پر ہے، شیخ سہل بن عبد اللہ تستری، شیخ ابو مدین المغربی، شیخ ابو یزید بسطامی، سید الطائفہ جنید بغدادی، شیخ ابو بکر شبلی، شیخ عبد اللہ انصاری اور شیخ احمد النامقی الجامی وغیرہ ہیں تو آپ بالیقین جان لیں گے کہ جو کچھ انھیں الہام کیا جاتا ہے اس میں کسی قسم کا احتمال و شبہہ راہ نہیں پا سکتا بلکہ وہ حق حق اور نفس الامر کے مطابق ہوتا ہے اور اس میں انھیں اس بات کا بھی علم یقینی ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے اور وہ یہ علم مقام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدد و تائید سے پاتے ہیں بغیر واسطہ اور وسیلہ کے

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی، مسئلہ فی الکلام علی المرسل مطبوعہ مطبعۃ امیر قم ایران ۲/۱۰۵

Marfat.com

ماوراء ھذا الجدار وما ادری مایفعل بی ولابکم و مانند آں مارا نباید دراں دخل کنیم او اشتراک جوئیم وانبساط نمائیم بلکہ برحدادب وسکوت و تحاشی توقف نمائیم خواجہ رامی رسد کہ با بندہ خود ہرچہ خواہد بگوید وبکند واستعلاء و استیلا نماید وبندہ نیز با خواجہ بندگی و فروتنی کند دیگرے راچہ مجال یارائے آنکہ دریں مقام درآید و دخل کند وحدادب بیروں رود ایں مقام پالغز بسیارے از ضعفا وجہلا وسبب تضرر ایشاں است و من اللہ العصمۃ والعون[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

عبدیت، انکساری، محتاجی و عاجزی اور مسکینی کا ذکر آئے مثلاً میں تمہاری طرح بشر ہوں، مجھے اسی طرح غصّہ آتا ہے جیسے عبد کو آتا ہے اور میں نہیں جانتا اس دیوار کے اُدھر کیا ہے، میں نہیں جانتا میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ اور اس کی مثل دیگر مقامات ہم امتیوں اور غلاموں کو جائز نہیں کہ ان معاملات میں مداخلت کریں، ان میں اشتراک کریں اور اسے کھیل بنائیں، بلکہ ہمیں پاسِ ادب کرتے ہوئے خاموشی وسکوت اور توقف کرنا لازم ہے، مالک کا حق ہے کہ وُہ اپنے بندے سے جو چاہے فرمائے، اس پر اپنی بلندی وغلبہ کا اظہار کرے۔ بندے کا بھی یہ حق ہے کہ وُہ اپنے مالک کے سامنے بندگی اور عاجزی کا اظہار کرے، دوسرے کی کیا مجال کہ وہ اس میں دخل اندازی کرے اور حدِادب سے باہر نکلنے کی کوشش کرے، اس مقام پر بہت سے کمزور اور جاہل لوگوں کے پاؤں پھسل جاتے ہیں جس سے وہ تباہ و برباد ہوجاتے ہیں، اللہ تعالٰی محفوظ رکھنے والا اور مدد کرنے والا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۴۴: از افریقہ جوہانس برگ مرسلہ محمد ابراہیم صاحب شافعی ۱۳ شعبان ۱۳۲۷ھ

امام حنفی ہے اور مقتدی شوافع کئی ہیں اگر خطبہ اُولٰی جمعہ میں امام اوصیکم بتقوی اللہ نہ پڑھے اور درود شریف نہ پڑھے تو شوافع کی نماز تمام ہوگی یا نہیں؟

الجواب

مذہب شافعی پر شافعی کی نماز نہ ہوگی کہ وصیّت و درود اُن کے نزدیک ارکانِ خطبہ سے ہیں اور خطبہ بالاتفاق شرطِ صحت نمازِ جمعہ، جب رُکن فوت ہُوئے خطبہ نہ ہوا، جب خطبہ نہ ہوا نماز نہ ہُوئی۔ کتاب الانوار میں ہے:

لصحۃ الجمعۃ وراء الشروط العامۃ شروط الٰی ان قال السابع خطبتان قبل الصلٰوۃ وارکانھما خمسۃ حمد اللہ تعالٰی الثانی

صحتِ جمعہ کے لئے شروطِ عامہ کے علاوہ شروط ہیں، ساتویں شرط یہ ہے کہ نماز سے پہلے دو خطبے ہوں اور اس کے ارکان پانچ ہیں ایک اللہ تعالٰی کی حمد، دُوسرا

---

[1] مدارج النبوۃ وصل در ازالہ شبہات از بعضے آیات مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۸۳

Marfat.com

الادنین الینا المماثلین لنا فکیف بابینا الاقدم الاعظم الاکبر النبی المقدم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی جمیع الانبیاء والمرسلین انتہی[1]

تو اس ہستی کے بارے میں یہ کیسے جائز ہوگا جو ہمارے باپ سب سے اقدم، اعظم، اکبر اور مقدم نبی ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی جمیع الانبیاء والمرسلین انتہی (ت)

علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں فرماتے ہیں :

الدعا بھا (ای بالمغفرۃ) لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من امتہ لا ینبغی لا یھامہ القصور من المدعو لہ کالدعاء لہ بالرحمۃ واما قول اللہ تعالٰی لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر ودعاؤہ لنفسہ بالمغفرۃ فلا یقاس علیہ[2]

امت کی طرف سے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے دعا (برائے مغفرت) جائز نہیں کیونکہ اس میں آپ سے کوتاہی کا وہم ہوتا ہے جیسے کہ آپ کے لئے رحمت کی دعا کرنا بھی مناسب نہیں، رہا معاملہ اللہ تعالٰی کے اس ارشادِ گرامی کا کہ " اللہ تعالٰی نے معاف فرما دئے آپ کے معاملات سابقہ اور آنے والے " اور آپ کا اپنے لئے مغفرت کی دُعا کرنا تو اس پر دیگر کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ (ت)

حضرت شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ مدارج النبوۃ شریف میں فرماتے ہیں :

بدانکہ اینجا ادبے وقاعدہ ایست کہ بعضے از اصفیا و از اہلِ تحقیق ذکر کردہ اند وشناخت آں ورعایت آں موجب حل اشکال وسبب سلامت حال ست و آں اینست کہ اگر از جناب ربوبیت جل وتعالٰی خطابے عتابے وسطوتے وسلطنتے واستغنائے واقع شود مثل انک لا تھدی' ولیحبطن عملک' ولیس لک من الامر شیئ' وترید زینۃ الحیٰوۃ الدنیا وامثال آں یا از جانب نبوت عبودیتے یا انکسارے وافتقارے وعجزے ومسکنتے بوجود آید مثل انما انا بشر مثلکم' اغضب کما یغضب العبد' ولا اعلم

واضح رہے کہ یہاں ادب اور قاعدہ ہے جسے بعض اصفیا اور اہلِ تحقیق نے بیان کیا ہے اور اس کا جان لینا اور اس پر عمل پیرا ہونا مشکلات سے نکلنے کا حل اور سلامت رہنے کا سبب ہے اور وُہ یہ ہے کہ اگر کسی مقام پر اللہ رب العزت جل وعلا کی طرف سے کوئی خطاب، عتاب، رعب و دبدبہ کا اظہار یا بے نیازی کا وقوع ہو مثلاً آپ ہدایت نہیں دے سکتے، آپ کے اعمال ختم ہوجائیں گے، آپ کے لئے کوئی شئی نہیں، آپ حیاتِ دنیوی کی زینت چاہتے ہیں، اور اس کی مثل دیگر مقامات، یا کسی جگہ نبی کی طرف سے

---

[1] المدخل لابن الحاج فصل فی مولد النبی مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۱۶

[2] نسیم الریاض شرح الشفاء فصل فی کیفیۃ الصلوٰۃ علیہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳/ ۴۸۵

Marfat.com

تصریح ہے۔ ت) نہ کہ وہ امور جو اپنے مذہب میں مسنون و مستحب اور دوسرے مذہب ائمہ حق میں فرض ہوں کہ اب تو اس کا ترک سخت جہالت، نہ کہ امام کہ دوسرے مذہب کے اہلِ سنّت بھی اس کے مقتدی ہوں اُسے تو حتی الوسع اُس مذہب کی رعایت کمال مہم و مؤکد ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۳۵ ازبریلی محلہ بہاری پور مسئولہ جناب نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب ۷ صفر المظفر ۱۳۲۰ھ

جمعہ کے دن چند آدمیوں نے مل کر مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کی بعدہ اور دس بارہ آدمی آگئے انھوں نے بھی اذان اقامت خطبہ کے ساتھ اُسی مسجد میں نمازِ جمعہ ادا کی پھر دس بارہ آدمی آگئے اُنھوں نے بھی ایسا ہی کیا، تو دوسری تیسری جماعت والوں کا جمعہ ادا ہولیا یا نہیں، فقط۔ بینوا توجروا

الجواب

نمازِ جمعہ و عیدین مثل عام نمازوں کے نہیں کہ جسے امام کردیا نماز ہوگئی، اُن کے لئے ضرور ہے کہ امام خود سلطانِ اسلام ہو یا اس کا مقرر کردہ، اور یہ نہ ہوں تو بضرورت وہاں کے عام مسلمانوں نے جسے امامتِ جمعہ کے لئے معیّن و مقرر ہو، تو ان تینوں جماعتوں میں جس کا امام امامِ معیّن و مقرر کردہ جمعہ تھا اُس کی اور اُس کے مقتدیوں کی نماز ہوگئی باقیوں کی نہیں، اور اگر کسی کا امام ایسا نہ تھا تو کسی کی نہ ہوئی، مثلاً سرِراہ مسجد ہے دس بارہ راہگیر گزرے ایک نے آگے ہو کر نمازِ جمعہ پڑھائی پھر کچھ اور آئے اُنھوں نے بھی ایسا ہی کیا یوں ہی دس بیس جماعتیں ہوئیں جمعہ ایک کا بھی نہ ہوا اور فرضِ ظہر سب کے ذمہ رہا۔ درمختار میں ہے:

الجمعۃ یشترط لصحتھا السلطان اوما مورہ باقامتھا ونصب العامۃ غیر معتبر مع وجود من ذکر اما مع عدمہ فیجوز للضرورۃ اھ[1] ملتقطا واللہ تعالٰی اعلم۔

صحتِ جمعہ کے لئے سلطان یا اس کا مقرر کردہ برائے اقامتِ جمعہ کا ہونا ضروری ہے، مذکورہ افراد کے ہوتے ہوئے عوام کا مقرر کرنا معتبر نہیں اور اگر مذکور اشخاص نہیں تو ضرورت کے لئے عوام کا تقرر جائز ہوگا اھ مختصراً۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۳۶ از گنور تحصیل سونی تپ ضلع رہتک مرسلہ حافظ احمد حسین صاحب امام مسجد ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے روز امامِ اول کا خطبہ پڑھ کے جلسہ کرنا ہے اُس جلسہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا مذہبِ حنفی میں جائز ہے یا نہیں؛ اور اگر ناجائز ہے تو کس درجہ کا، مکروہ تنزیہی یا مکروہِ تحریمی؛ زید درمیان خطبتین کے ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنا بدعت اور حرام بتاتا ہے، یہ عقیدہ

---

[1] درمختار باب الجمعۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۰۹ و ۱۱۰

Marfat.com

الصلوٰۃ علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الثالث الوصیۃ بالطاعۃ والتقوی[1] اھ ملتقطاً۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں درود و سلام، تیسرا طاعت وتقوٰی کی نصیحت اھ ملتقطاً (ت)

اُسی میں ہے:

لصحۃ الاقتداء شروط الاول انیکون الامام متطھرمسلما الثانی ان تصح صلوتہ باعتقاد المامومر فلواقتدی الشافعی بالحنفی وقد مس فرجہ اوترک البسملۃ او الحنفی بالشافعی الذی افتصد اواحتجم ولم یتوضأ بطلت صلوتہ[2] اھ مختصرا۔

صحتِ اقتداء کے لئے شروط ہیں، اوّل یہ کہ امام مسلمان طاہر ہو، دوسرا یہ کہ اس کی نماز مقتدی کے اعتقاد کے مطابق درست ہو، اگر شافعی نے کسی حنفی کی اقتدا کی تو امام نے شرمگاہ کو چھُولیا یا اس نے بسم اللہ ترک کردی، یا حنفی نے ایسے شافعی کی اقتدار کی جس نے رگ کٹوالی یا پچھنے لگوائے اور وضو نہ کیا تو اقتداء کرنے والے کی نماز باطل ہوجائے گی اھ اختصاراً (ت)

فتاوٰی امام ابن حجر مکی شافعی میں ہے:

ان علم انھم یترکون بعض الارکان او الشروط لم تصح منھم جمعۃ فلا یجوز لاحد ان یصلی معھم[3] (ملخصاً)

اگر یہ جان لیا گیا ہو کہ اُنھوں نے بعض ارکان یا شرائط کو ترک کردیا ہے تو ان کا جمعہ صحیح نہ ہوگا لہذا ان کے ساتھ جمعہ کی ادائیگی درست نہ ہوگی اھ (ملخصاً)

ترکِ درود تو سخت تر ہے، درودِ خطبہ میں اگر نامِ اقدس نہ لیا ضمیر پر اکتفا کی مثلاً صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، تو امام مذکور نے بطلانِ خطبہ ونماز ثابت کیا، اسی طرح اُن کے شیخ حضرت شیخ الاسلام زکریا انصاری قدس سرہٗ نے شرح بہجہ وشرح روض وشرح منہج میں فرمایا کماھو مذکور کلہ فی فتاواہ الکبری (جیسا کہ یہ تمام ان کے فتاوی الکبری میں مذکور ہے۔ ت) آدمی کہ تنہا نماز پڑھے اُسے بالاجماع مستحب ہے کہ جملہ ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مذاہب کی حتی الامکان رعایت رکھے، اور حتی الامکان کے یہ معنی کہ جہاں تک اُس کی رعایت میں اپنے مذہب کا مکروہ لازم نہ آئے کما نص علیہ فی غیرما موضع فی ردالمحتار وفی المسلک المتقسط للملا علی القاری وغیرھما (جیسے کہ اس پر ردالمحتار اور المسلک المتقسط للملا علی قاری وغیرہ میں متعدد مقامات پر

[1] الانوار لاعمال الابرار — فصل لصحۃ الجمعۃ الخ — مطبعۃ جمالیہ مصر ۱/۱۰۰

[2] 〃 〃 — فصل الوالی فی محل ولایتہ — 〃 〃 ۱/۸۵

[3] فتاوٰی کبرٰی فقیہ ابن حجر مکی — باب صلوٰۃ الجمعہ — مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۲۳۶

Marfat.com

یشترط لصحتھا الاذن العام فلو دخل امیر حصنا واغلق بابه وصلی باصحابه لم تنعقد۔[1]

صحتِ جمعہ کے لئے اذنِ عام شرط ہے، اگر کسی امیر نے قلعہ میں داخل ہوکر دروازہ بند کرلیا اور اپنے ساتھیوں کو جمعہ پڑھایا تو یہ جمعہ منعقد نہ ہوگا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

کرہ تحریما لمعذور و مسجون و مسافر اداء ظہر بجماعۃ فی مصر قبل الجمعۃ وبعدھا۔[2] وھو سبحنه وتعالٰی اعلم۔

شہر میں معذور، قیدی اور مسافر کے لئے جمعہ سے پہلے اور بعد نمازِ ظہر جماعت کے ساتھ ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ وہو سبحنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۳۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جہاں پر حکم مصر رکھتا ہے اور بنا بر قول معتبر کے وہاں جمعہ ہوتا ہو اُن میں احتیاط ظہر پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ اور جو لوگ اس کو نہیں پڑھتے ہیں جمعہ پڑھنے سے ظہر ساقط ہوتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر اس کا ثبوت شرع میں ہو تو اس کو کس نیت سے پڑھنا چاہئے اور جو اُس کا مانع ہو از رُوئے شرع شریف کے کیا حکم ہے؟ بینوا بالدلائل الشرعیۃ وتوجروا بالبراھین العقلیۃ (دلائل شرعیہ سے بیان کرو اور براہینِ عقلیہ سے اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

بلاشبہہ جو اسلامی مصر ہو اور وہاں ایک ہی جگہ جمعہ ہوتا ہو اور امام میں کوئی شبہہ ناجوازیِ امامت کا نہ ہو وہاں احتیاطی ظہر پڑھنا ممنوع و بدعت ہے مگر یہ بات آج عامہ بلاد میں کہیں نہیں سوا حرمین شریفین وغیرہما بعض بلاد کے، یُونہی جہاں جمعہ متعدد جگہ ہوتا ہو، جس نے سب سے اوّل جماعت میں پڑھا اسے احتیاطی ظہر کی اجازت نہیں، اور جہاں مصریت میں شبہہ ہو یا امام یا اس کی ماذونیت میں یا جمعہ متعدد جگہ ہوتا ہو اور اپنی جماعت سب سے پہلے ہونا معلوم نہیں وہاں اگر شبہہ ضعیف ہے احتیاطی ظہر مستحب ہے اور قوی ہے تو واجب، مگر اس کا حکم خواص کے لئے ہے عوام کو حاجت نہیں تحملا للضرر الادنی مخافۃ الاقوی (بڑے ضرر سے ڈرتے ہوئے ادنی ضرر کو برداشت کرتے ہوئے۔ ت) خواص یہ نیت کریں کہ پچھلی وہ ظہر جو میں نے پائی اور ادا نہ کی اور یہ خطرہ بھی نہ آنے پائے کہ جمعہ ہوگیا تو یہ میرے نفل ہیں ورنہ فرض، نہ جمعہ کی نیت کے وقت تردد ہو کہ تردد منافیِ نیت ہے، جو منع کی جگہ منع کرتا ہے حرج نہیں اور جو استحباب کی جگہ منع کرتا ہے احمق ہے اور وجوب کے

---

[1] تنویر الابصار مع درمختار، باب الجمعہ، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۲
[2] درمختار ″ ″ ″ ″ ″

Marfat.com

زید کا موافق شرع شریف کے ہے یا نہیں ؟

الجواب

زید کا قول باطل ہے، دونوں خطبوں کے بیچ میں امام کو دعا مانگنا تو بالاتفاق جائز ہے بلکہ خود عین خطبہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مینہ کے لئے دونوں دستِ انور بلند فرما کر دعا مانگنا کُتبِ صحاح میں موجود ہے، مقتدیوں کے بارہ میں مذہبِ حنفی میں اختلاف ہے، امام ابویوسف و امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما بلا شبہہ اُن کے لئے بھی جائز فرماتے ہیں، اور امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے دو روایتیں آئیں، ایک مطابق قولِ صاحبین کہ امام کے نزدیک بھی مقتدیوں کو بین الخطبتین دعا مانگنا جائز ہے، امام سغناقی نے نہایہ و امام اکمل الدین بابرتی نے عنایہ شروح ہدایہ میں فرمایا : ھو الصحیح یہی صحیح ہے۔

سننہا خمسۃ عشرۃ ، رابعتہا التعوذ فی نفسہ قبل الخطبۃ سادستہا البدایۃ بحمد اللہ تعالٰی الخ[1] ملخصاً۔

اس کی پندرہ سنتیں ہیں، چوتھی یہ کہ خطبہ سے پہلے دل میں تعوذ کا پڑھنا، چھٹی یہ کہ اللہ تعالٰی کی حمد وثنا سے ابتدا کرنا الخ ملخصاً (ت)

پھر یہ کوئی ایسا امر نہیں جس پر تشدّد ضروری ہو، بہ نرمی سمجھایا جائے اگر نہ مانے تو گروہ بندی و اثارتِ فتنہ کی حاجت نہیں والفتنۃ اکبر من القتل (فتنہ قتل سے بڑا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۳۷ از جیل کانپور مرسلہ کلن خاں جمعدار ۱۲ شوال ۱۳۳۱ھ

حضرت اقدس مدظلہ العالی بعد عرض تسلیم بصد تعظیم گزارش ہے کہ جیل میں جہاں پانچ چھ سو آدمی قیدی و حوالاتی اور ملازمین رہتے ہیں نمازِ جمعہ ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ جہاں پر صوم وصلوٰۃ کی جماعت کو عام اجازت ہے اس میں روک ٹوک نہیں مگر باہر کے لوگ بغیر اجازت اندر نہیں آسکتے نہ اندر کے باہر جا سکتے ہیں، پس جو مسلمان اندر جیل کے ہیں اور جن کی تعداد سو سے زائد ہے جمعہ کے روز جماعت سے نمازِ جمعہ ادا کریں یا نماز ظہر کی؟ امید کہ بواپسی ڈاک جواب سے سرفرازی بخشی جائے۔ زیادہ حدِ آداب!

الجواب

جمعہ کی ایک شرط اذنِ عام ہے، جیل میں کوئی نہیں جا سکتا تو اُس میں نمازِ جمعہ ناممکن و باطل ہے اور ظہر کی جماعت بھی اُن کو جمعہ کے دن جائز نہیں جبکہ جیل حدودِ شہر میں ہو، بلکہ ہر شخص تنہا ظہر پڑھے ملازم ہو یا ماخوذ۔ ہاں جیل بیرونِ شہر ہو تو ظہر بجماعت پڑھیں، تنویر الابصار میں ہے :

---

[1] بحر الرائق باب صلوٰۃ الجمعۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۴۷

Marfat.com

فی الدر المختار ان المسلمین توارثوہ فوجب اتباعھم[1] اھ ای ثبت وتاکد۔

درمختار میں ہے کہ یہ مسلمانوں میں توارث کے ساتھ ثابت ہے لہذا ان کی اتباع واجب ہے اھ۔ یعنی ثابت اور مؤکد ہے۔ (ت)

نہ کہ ایسی سنّت جہاں باوصف تحقق حاجت، جانب خلاف رُخ نہ فرمایا ہو کہ اب تو اس کا خلاف ضرور مکروہ واساءت ہوگا۔

اقول وتحقیقہ ان التذکیر بالعجمیۃ کان المقتضی لہ بعینہ موجودا والمانع مفقودا ثم لم یفعلوہ فکان ذلك کفا منھم لا ترکا والکف فعل والفعل یجری فیہ التوارث بخلاف الترك اذ لامعنی لتوارثہ ولامساغ للتأسی فیہ لانہ غیر مفعول ولا مقدور کما نص علیہ الاکابر الصدور وقال فی الاشباہ والنظائر التروك لایتقرب بھا الا اذا صار الترك کفا وھو فعل وھو المکلف بہ فی النھی لا الترك بمعنی العدم لانہ لیس داخلا تحت القدرۃ للعبد کما فی التحریر[2] اھ ای تحریر الاصول للامام المحقق حیث اطلق رحمہ اللہ تعالٰی اتقن ھذا فانہ من اجل المھمات۔

اقول اس کی تفصیل یہ ہے کہ عجمی زبان میں وعظ و نصیحت کا تقاضا بعینہ موجود تھا اور مانع بھی کوئی نہیں تھا پھر انھوں نے ایسا نہیں کیا تو یہ ان کا رکنا ہے ترک نہیں اور رکنا فعل ہے اور فعل میں توارث جاری ہوتا ہے بخلاف ترک کے، کیونکہ اس کے نقل ہونے کا معنی نہیں اور نہ ہی اس میں اقتداء جائز ہے کیونکہ وہ معمول سے نہیں اور نہ ہی قدرت میں، جیسے کہ اس پر ہمارے اسلاف اکابر نے تصریح کی ہے' الاشباہ والنظائر میں ہے کہ تروک کے ساتھ تقرب نہیں ہوسکتا مگر اس صورت میں جب ترک کف کی صورت میں ہو اور وہ فعل ہوگا اور نہی میں یہی مکلف بہ ہے نہ کہ ترک بمعنی عدم کیونکہ معدوم قدرت عبد کے تحت نہیں ہوتا جیسا کہ تحریر میں ہے اھ۔ اس سے مراد تحریر الاصول للامام المحقق المطلق نے ذکر کیا ہے اسے اچھی طرح یاد کرلو کیونکہ یہ نہایت اہم معاملات میں سے ہے۔ (ت)

اذان ضرور بلانے اور ان لوگوں کو اطلاع وقت دینے کے لئے ہے مگر غیر عربی میں ہو تو ہرگز اذان ہی نہ ہوگی اگرچہ مقصود اعلام حاصل ہوجائے کہ اذان صرف سنّت تھی جب فی نفسہٖ برخلاف سنت ہوئی راسا

---

[1] درمختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۷

[2] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الثانیۃ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۴۷

Marfat.com

محل پر منع کرتا ہے توگنہگار ہے وتفصیل المسألۃ فی فتاونا و باللہ التوفیق (مسئلہ کی تفصیل ہمارے فتاوٰی میں ہے اور یہ اللہ کی توفیق سے ہے۔ت) واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۳۹: نیٹھور ضلع بجنور مرسلہ محمد عبدالحی سوداگر جفت ۲۹ محرم ۱۳۳۲ھ

جس جامع مسجد میں ایسا امام نماز پڑھاتا ہو جو صاحب جائداد ہے اور دوسری جائداد سودی روپیہ لے کر خریدی اور اس کے بدلنے کو چند اشخاص اہل شہر جن کا زور زیادہ ہے پسند نہیں کرتے بلکہ اگر کوئی اس بابت ذکر بھی کرے تو خوف فتنہ کا ہے ایسی صورت میں شہر میں سے کسی محلہ کے آدمیوں کو متفق ہو کر کسی دوسری مسجد میں جمعہ کا ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر اس امام کے بدلنے پر قدرت نہ ہو تو شہر میں دوسری جگہ جہاں کوئی امام صالح امامت جمعہ پڑھاتا ہو وہاں جانا واجب ہے اور اگر شہر میں دوسری جگہ جمعہ ہوتا ہی نہ ہو یا اور امام بھی ایسی ناقابل امامت ہوں تو نیا امام سُنّی صحیح العقیدہ، صحیح خواں، صحیح الطہارۃ، مسائل داں کہ فاسق معلن نہ ہو مقرر کریں اور اس کے پیچھے جمعہ وعیدین پڑھیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۴۰: از حیدر آباد دکن محلہ سلطان پورہ مکان نمبر ۶/۴ ۲۹۵۴ مرسلہ مولوی محمد عبدالجلیل صاحب نعمانی مہتمم امور مذہبی ۲۰ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ خطبۂ جمعہ وعیدین عربی عوام نہیں سمجھ سکتے ہیں کیا اُن کے لحاظ سے اردو زبان ہی میں پڑھا جا سکتا ہے؟ بینوا توجروا ان اجرکم علی اللہ تعالٰی (بیان کرکے اجر پاؤ کہ تمہارا اجر اللہ تعالٰی کے پاس ہے۔ت)

الجواب

زمان برکت نشان حضور پُرنور سید الانس والجان علیہ وعلٰی آلہٖ افضل الصلوٰۃ والسلام سے عہد صحابہ کرام و تابعین عظام وائمہ اعلام تک تمام قرون وطبقات میں جمعہ وعیدین کے خطبے ہمیشہ خالص زبان عربی میں مذکور و ماثور اور باآنکہ صحابہ ومن بعدہم من ائمۃ الکرام کے زمانوں میں ہزار ہا بلاد عجم فتح ہوئے ہزار ہا جوامع بنیں، ہزار ہا منبر نصب ہوئے، عامۂ حاضرین اہل عجم ہوئے، اور ان حضرات میں بہت وہ تھے کہ مفتوحین کی زبان جانتے اس میں اُن سے کلام فرماتے باایں ہمہ کبھی مروی نہ ہوا کہ خطبہ غیر عربی میں فرمایا یا دونوں زبانوں کا ملایا ہو کما ذکرہ الشاہ ولی اللہ الدھلوی فی شرح الموطا (جیسا کہ شاہ ولی اللہ دہلوی نے شرح موطا میں ذکر کیا ہے۔ت) سنّت متوارثہ کا خلاف ناپسند ہے۔

Marfat.com

بابِ مسجد پر اذان کا ذکر ہے اُس وقت تک اذانِ اوّل شروع تھی یا نہیں؟ اگر اُس وقت میں صرف ایک اذان تھی تو جب سے دوسری اذان شروع ہوئی اُس وقت بھی بقیہ خلفائے راشدین کے وقت میں اذانِ ثانی بابِ مسجد پر ہوتی تھی یا امام کے متصل منبر کے پاس؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) علمائے کرام نے کراہت لکھی اور اسے مطلق رکھا اور مطلق کراہت غالباً کراہتِ تحریم پر محمول ہوتی ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں اذان دروازۂ مسجد پر ہوا کی اور کبھی نہ حضور سے منقول نہ خلفائے راشدین سے کہ مسجد کے اندر اذان کہلوائی ہو، اور عادت کریمہ تھی کہ مکروہِ تنزیہی کو بیانِ جواز کے لئے کبھی اختیار فرمانے پھر اس میں ترکِ ادب بارگاہِ الٰہی ہے والعلم بالحق عند اللہ۔

(۲) حوضِ قدیم کی فصیل فنائے مسجد ہے نہ عینِ مسجد، ورنہ اس پر وضو ناجائز ہوتا اور فنائے مسجد میں اذان جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) صدرِ خلافت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ تک وہی ایک اذانِ خطبہ تھی اُنھوں نے اذانِ اوّل زائد فرمائی مگر اذانِ خطبہ میں کوئی تبدیل نہ کی، نہ کسی خلیفۂ راشد سے اُس میں کوئی تغییر منقول، ہاں امام ابن الحاج مکی نے مدخل میں ہشام بن عبدالملک بادشاہ مروانی کی نسبت لکھا کہ اس نے سنت کو بدلا اس کا زمانہ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسّی برس بعد ہوا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۱۴ مسئولہ مولوی فضل الرحمان صاحب از چھاؤنی صدر بازار فیروزپور پنجاب ۱۹ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ مرقومۃ الذیل میں کہ ایک قلعہ میں جہاں عام لوگوں کو جانے کی اجازت نہیں اور نہ ملازمان کو باہر بجز وقتِ معینہ کے منجملہ پانچ صد مردمان مسلمان ملازمان کے ایک جماعت وہاں نمازِ جمعہ باجازت مشتہرہ گورنمنٹ قائم کرتی ہے وہاں بنائے مسجد نہیں ہے نیز متصل قلعہ مذکور کے شہر اور چھاؤنی صدر بازار میں چند جگہ دیگر مساجد میں جمعہ پڑھا جاتا ہے کیا اس جماعت کا جمعہ ادا ہوجاتا ہے؟ بعض علمائے دین نے بحوالہ فتاوٰی عالمگیر ودرمختار بباعث عدم اذن عام اور جماعت مذکور کو محبوسین وغیرہ کا مقیس علیہ قرار دے کر عدمِ جواز اور نادرست ہونے نمازِ جمعہ کا فتوٰی دیا ہے اور بعض نے بحوالہ عبارت شامی کہ

قلت وینبغی ان یکون محل النزاع ما اذا کانت لاتقام الا فی محل واحد امالو تعددت فلا لانہ لایتحقق التفویت کما افادہ التعلیل تامل۔

میں کہتا ہوں کہ مناسب یہ ہے کہ محلِ نزاع وہ صورت ہے جب ایک ہی مقام پر جمعہ کا قیام ہو اور اگر متعدد جگہ ہو تو پھر محلِ نزاع نہیں کیونکہ پھر تفویت متحقق نہیں جیسا کہ علّت کے بیان نے فائدہ دیا ہے، غور کرو۔ (ت)

Marfat.com

فوت ہوگئی۔ تنویر میں ہے :

الاذان اعلام مخصوص علی وجہ مخصوص بالفاظ کذلک[1]

اذان، الفاظِ مخصوص میں بطریق مخصوص اطلاع دینا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

اشار الی انه لا یصح بالفارسیة وان علم انه اذان وھو الاظھر والاصح کما فی السراج[2]۔

اس میں اشارہ ہے کہ یہ فارسی میں جائز نہیں اگرچہ معروف ہو کہ یہ اذان ہے اور یہی اظہر واصح ہے جیسا کہ سراج میں ہے۔ (ت)

خطبہ ضرور وعظ وتذکیر کے لئے ہے جیسے نماز کہ ذکر کے لئے ہے قال اللہ تعالٰی اقم الصلوۃ لذکری[3] (اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے میری یاد کے لئے نماز قائم کرو۔ ت) اور خود قرآن عظیم کہ اس کا تو نام ہی ذکر حکیم ہے اور اس کے نہ سمجھنے پر سخت انکار فرماتا ہے افلا یتدبرون القراٰن ام علی قلوب اقفالھا[4] (کیا وہ قرآن میں تدبر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہیں۔ ت) پھر جس کی سمجھ میں عربی نہ آئے نہ اُس کے لئے نماز و قرآن اردو یا بنگلہ یا انگریزی کر دئے جائیں گے نہ خطبہ و اذان، یہ اس کا اپنا قصور ہے اس کا دین عربی، نبی عربی، کتاب عربی، پھر عربی اتنی بھی نہ سیکھی کہ اپنا دین سمجھ سکتا۔ انگریزی کی حالت دیکھئے اس پر کیسے اندھے باؤلے ہو کر گرتے ہیں کہ دو پیسے کمانے کی امید ہے اور عربی جس میں دین ہے ایمان ہے اُس سے کچھ غرض نہیں اللہ تعالٰی توفیق و ہدایت بخشے، آمین واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۴۱ - ۱۲۴۳: از پیلی بھیت محلہ بھورے خاں مرسلہ حاجی عزیز احمد صاحب ۷ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ :

(۱) اذان ثانی جمعہ کے دن امام کے قریب اندر مسجد کے جو مروج ہے اس میں کراہت یعنی کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی؟

(۲) فصیلِ حوض خارج مسجد ہے یا داخل مسجد؟

(۳) ابوداؤد کی حدیث میں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے وقت میں

---

[1] درمختار باب الاذان مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۶۲

[2] ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۸۲

[3] القرآن ۲۰/ ۱۴

[4] القرآن ۴۷/ ۲۴

Marfat.com

مسئلہ ۱۳۴۵ مسئولہ محمود حسن صاحب از بمبئی پوسٹ باغی کھلا ۲۰ صفر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمعہ میں اسّی اشخاص حنفیہ اور بیس ۲۰ اشخاص شافعیہ ہر دو مذہب کے درمیان شافعی امام جمعہ میں خطبہ کے دو رکعت فرض پڑھا کے حنفیوں نے نماز سے فارغ ہُوئے بعدہٗ مذکور امام نے اپنے مذہب والوں کو لے کر پھر دوبارہ چار رکعت فرض نماز پڑھواتا ہے لیکن ہر دو مذہب والوں کے ساتھ دو رکعت فرض پڑھنے سے شافعیہ مذہب کی نماز جائز ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر وُہ امام شافعی المذہب نیتِ جمعہ میں شک و تردّد کو راہ نہیں دیتا خالص صحیح نیت فرض جمعہ کی کرتا ہے تو اُس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے جبکہ فرائض مذہب حنفی کا پابند ہو مثلاً فصد لے کر یا زخم خواہ پھوڑیا سے پیپ یا پانی بہہ کر ضرور وضو کر لیتا ہو دہ در دہ سے کم پانی میں اگر نجاست پڑ جائے اس سے طہارت نہ کرتا ہو وضو میں چہارم سر سے کم کے مسح پر قناعت نہ کرتا ہو وضو کئے ہوئے پانی سے دوبارہ وضو نہ کرتا ہو وعلٰی ہذا القیاس اگر ان باتوں کی رعایت کرتا ہے تو اُس کے پیچھے نماز جائز ہے اگرچہ اولٰی حنفی کے پیچھے ہے اگر رعایت نہ کرتا ہو تو اس کے پیچھے حنفی کی نماز باطل ہے اور اگر کچھ نہ معلوم ہو تو مکروہ ہے کما حقق کل ذٰلک فی البحر والدر وغیرھما (جیسا کہ اس تمام کی بحر اور در وغیرہ میں تحقیق ہے۔ ت) اور جمعہ کی نیّت کے ساتھ شک کرتا ہو تو اس کے پیچھے نماز باطل ہے کہ لا نیۃ الا بالعزم ولا عزم مع الشک (عزم کے بغیر نیت نہیں اور شک کی صورت میں عزم نہیں ہوتا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۴۶ از پیلی بھیت محلہ محمد شیر خاں مسئولہ عبداللطیف خاں صاحب ۲۲ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک جامع مسجد کے امام معین کے بغیر اذن دوسرے شخص نے خطبہ پڑھا اور نماز جمعہ بھی امام معین کے بے اذن پڑھائی اور امام مذکور اس میں شریک نہ ہُوا اس صورت میں وہ نماز ہوئی یا نہیں، اگر نہ ہوئی تو ظہر کی قضا فرض ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

ہمارے ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ بے اجازت خطیب معیّن دوسرا شخص خطبہ نہیں پڑھ سکتا، اگر پڑھے گا خطبہ جائز نہ ہوگا، اور خطبہ شرطِ نمازِ جمعہ ہے، جب خطبہ نہ ہُوا نماز بھی نہ ہوئی، عالمگیری میں ہے:

رجل خطب یوم الجمعۃ بغیر اذن الامام والامام حاضر لا یجوز ذٰلک الا ان یکون الامام امرہ بذٰلک کذا

کسی شخص نے اذنِ امام کے بغیر خطبہ جمعہ دیا حالانکہ امام موجود تھا تو یہ جائز نہیں البتہ اس صورت میں جب امام نے اسے حکم دیا ہو، جیسا کہ

Marfat.com

درست ہونے نمازِ جمعہ کا فتوٰی دیا ہے، بیّنوا بالدلیل توجروا بالاجر جزیل (دلیل سے بیان کرکے اجرِ عظیم پائیں۔ ت)

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں جبکہ قلعہ کی بندش ہے، باہر کا کوئی شخص نماز کے لئے اس میں نہیں جا سکتا تو اذنِ عام نہ ہوا، اور اذنِ عام فی نفسہ شرطِ جمعہ ہے، علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے یہ قول کسی سے نقل نہ فرمایا بلکہ یہ اُن کا اپنا خیال ہے جسے وہ قلتُ سے شروع فرماتے ہیں اور خود اُن کو بھی اس پر وثوق نہیں کہ آخر میں تامل کا حکم فرماتے ہیں، علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اہلِ بحث نہیں ان کی بحث کا اگر مسئلہ منصوصہ کے خلاف ہونا معلوم نہ بھی ہو تاہم وہ ایک بحث ہے جو حجت نہیں ہوسکتی نہ کہ جب اُن کی بحث مخالف منقول ومنصوص واقع ہے کہ ایسی بحث تو امام ابن الہمام کے بھی مقبول نہیں ہوتی جس کی خود علامہ شامی نے جابجا تصریح فرمائی کما بینّاہ فی کتابنا فصل القضاء فی رسم الافتاء (جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب "فصل القضاء فی رسم الافتاء" میں بیان کیا ہے۔ ت) براہِ بشریت یہ بحث اسی طرح واقع ہوئی، فقیر نے ردالمحتار پر اپنی تعلیقات میں اس مسئلہ کی بحث تمام کردی ہے اس میں سے یہاں صرف یہ چند کلمات کافی ہیں کہ امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی کتاب مستطاب بدائع اور اُن کے سوا اور ائمہ اپنی تصانیف میں اور اُن سب سے امام ابن امیر الحاج حلیہ میں نقل فرماتے ہیں:

السلطان اذا صلی فی دارہ والقوم مع امراء السلطان فی المسجد الجامع قال ان فتح باب دارہ جاز، وتکون الصلوۃ فی موضعین، ولو لم یاذن للعامۃ وصلی مع جیشہ لا تجوز صلوۃ السلطان وتجوز صلوۃ العامۃ۔[1]

جب سلطان نے اپنی دار میں اور قوم نے اس کے حکم سے جامع مسجد میں جمعہ ادا کیا تو انھوں نے فرمایا اگر دار کا دروازہ کھولا تھا تو جائز، اور نماز دونوں جگہ ہوجائے گی، اور اگر عوام کو اذنِ عام نہ تھا اور بادشاہ نے اپنے لشکر کے ساتھ جمعہ ادا کیا تو سلطان کی نماز جائز نہیں البتہ عوام کی نماز جائز ہوگی۔ (ت)

دیکھو یہ نص صریح ہے اجلّہ ائمہ کی نقل اور محررِ مذہب امام محمد سے بلاخلاف منقول کہ قلعہ سے باہر بھی جمعہ ہوا اور قلعہ میں بھی سلطان نے پڑھا اگر قلعہ میں آنے کا اذنِ عام دیا تھا تو دونوں جمعے صحیح ہوگئے ورنہ باہر کا جمعہ صحیح ہوا اور قلعہ کا باطل، صاف ثابت ہوا کہ اذن عام فی نفسہ شرطِ صحتِ جمعہ ہے اگرچہ جمعہ متعدد جگہ پایا جائے اور تفویت لازم نہ آئے ولیس بعد النص الا الرجوع الیہ (نص پائے جانے کے بعد اس کی طرف رجوع کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ ت)

---

[1] بدائع الصنائع مفہوماً فصل فی بیان شرائط الجمعۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۶۹

Marfat.com

مسجد کے اندر اذان مکروہ ہونے کی تصریح ہے اور ہر مکروہ منہی عنہ ہے، ردالمحتار میں قبیل احکام مسجد ہے:

لایلزم منہ ان یکون مکروھا الا بنھی خاص لان الکراھۃ حکم شرعی فلابد لہ من دلیل[1]

اس سے مکروہ ہونا لازم نہیں آتا مگر یہ کہ نہی خاص وارد ہو کیونکہ کراہت حکم شرعی ہے، لہٰذا اس کے لئے دلیل کا ہونا ضروری ہے۔(ت)

اور اجتناب ممنوع، اتیانِ مطلوب سے اہم و اعظم ہے، اشباہ میں ہے:

اعتناء الشرع بالمنھیات اشد من اعتنائہ بالمامورات ولذا قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا امرتکم بشیئ فاتوا منہ ما استطعتم وان نھیتکم عن شیئ فاجتنبوہ وروی فی الکشف حدیثا لترک ذرۃ مما نھی اللہ تعالٰی عنہ افضل من عبادۃ الثقلین ومن ثم جاز ترک الواجب دفعا للمشقۃ ولم یسامح فی الاقدام علی المنھیات[2]

شریعت کے ممنوعات کا اہتمام اس کے مامورات سے زیادہ ہے اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی شیئ کا حکم دوں تو اس کو استطاعت کے مطابق بجالاؤ اور اگر میں تمھیں کسی شیئ سے منع کروں تو اس سے بچو۔ الکشف میں یہ حدیث منقول ہے ایک ذرّہ کے برابر اس کام سے رک جانا جس سے اللہ تعالٰی نے منع فرمایا جن وانس کی عبادت سے بہتر ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ رفع مشقت کے لئے واجب کا ترک جائز ہوتا ہے لیکن ممنوعات پر عمل کی اجازت نہیں۔(ت)

ثانیاً محاذاتِ خطیب ایک مصلحت ہے، اور مسجد کے اندر اذان کہنا مفسدت اور جلبِ مصلحت سے سلبِ مفسدت اہم ہے۔ اشباہ میں ہے:

درء المفاسد اولٰی من جلب المصالح[3]

مفاسد کا دفع کرنا مصالح کے حصول سے بہتر ہے (ت)

وجہ مفسدت ظاہر ہے کہ دربار ملک الملوک جل جلالہ کی بے ادبی ہے شاہد اس کا شاہد ہے دربار شاہی میں اگر چوبدار عین مکانِ اجلاس میں کھڑا ہوا چلائے کہ دربار یو چلو سلام کو حاضر ہو ضرور گستاخ بے ادب ٹھہرے گا، جس نے شاہی دربار نہ دیکھے ہوں وہ انھیں کچہریوں کو دیکھ لے کہ مدعی مدعا علیہ گواہوں کی حاضری

---

[1] ردالمحتار باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۸۳

[2] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الخامسۃ " ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۱۲۵

[3] ایضاً

Marfat.com

فی فتاوٰی قاضی خان[1]۔ فتاوٰی قاضی خاں میں ہے (ت)

اور تصریح فرماتے ہیں کہ امام معین کے بغیر اذن اگر کوئی شخص نمازِ جمعہ پڑھائے تو نماز نہ ہوگی مگر اس صورت میں کہ امام اُس نماز میں شریک ہوجائے۔ فتاوٰی سراجیہ و دُرِ مختار میں ہے:

لوصلی احد بغیر اذن الخطیب لا یجوز الا اذا اقتدی بہ من لہ ولایۃ الجمعۃ[2]۔ اگر کسی نے اذن خطیب کے بغیر نماز پڑھائی تو جائز نہیں البتہ اس صورت میں جب مقتدی ایسا شخص ہو جو جمعہ کا والی تھا (ت)

یہاں کہ خطبہ بھی بے اجازتِ امام پڑھا گیا اور نماز بھی بے اُس کی اجازت کے پڑھائی گئی اور امام اس میں شریک نہ ہُوا تو دو وجہ سے وہ نماز ناجائز ہوئی اُن پر ظہر کی قضا لازم ہے، واللہ تعالٰی اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

مسئلہ ۱۳۴۷ مولوی نعیم الدین صاحب از مراد آباد ۲۸ صفر ۱۳۳۲ھ

حضور عالی سلام نیاز۔ میں جمعہ کی نماز قلعہ کی مسجد میں پڑھاتا ہُوں اُس مسجد کا وسیع صحن ہے مسجد سے باہر راستہ ہے جو ایک بانس کے قریب مسجد کے فرش سے نیچا ہے کوئی جگہ ہی نہیں جہاں مؤذن کھڑا ہوسکے سخت حیرانی ہے، یا بعض ایسی مسجدیں ہیں کہ ان میں بعد صحن کے کسی دوسرے شخص ہنود وغیرہ کی دیواریں ہیں کہ اُن دیواروں پر میذنہ نہیں بنایا جاسکتا ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟ بینوا توجروا

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب (اے اللہ! حق اور صواب کی ہدایت عطا فرما۔ ت) یہاں دو سنتیں ہیں، ایک محاذاتِ خطیب، دوسرے اذان کا مسجد سے باہر ہونا۔ جب ان میں تعارض ہو اور جمع ناممکن ہو تو ارجح کو اختیار کیا جائے گا کما ھو الضابطۃ المستمرۃ الغیر المنخرمۃ (جیسا کہ دائمی اور نہ ٹوٹنے والا ضابطہ ہے۔ ت) یہاں ارجح و اقوٰی سنت ثانیہ بوجوہ **اوّلاً** مسجد میں اذان سے نہی ہے، قاضی خاں و خلاصہ و خزانۃ المفتین و فتح القدیر و بحرالرائق و برجندی و عالمگیری میں ہے: لایؤذن فی المسجد[3] (مسجد میں اذان نہ دی جائے۔ ت) نیز فتح القدیر و نظم و طحطاوی علی المراقی وغیرہا میں

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب السادس عشر فی صلوۃ الجمعۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۴۵
[2] درمختار باب الجمعۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۰
[3] فتاوٰی ہندیۃ فصل فی کلمات الاذان والاقامۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۵

Marfat.com

عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے (ت)

تو اس ادب کی طرف خود حدیث میں اشارہ موجود ہے اور علماء نے اس ممانعت کو ذکر کے لئے بھی عام ہونے کی تصریح فرمائی، درمختار میں ہے:

یحرم فیہ (ای فی المسجد) السوال ویکرہ الاعطاء ورفع صوت بذکر الا للمتفقہۃ[1] (مسجد میں) سوال کرنا حرام ہے اور دینا مکروہ ہے اور ذکر کے لئے آواز کو بلند کرنا بھی، البتہ دین پڑھانے اور سمجھانے والا آواز بلند کرسکتا ہے۔ (ت)

تو اصل منع ہے جب تک ثبوت خاص نہ ہو جیسے اقامت و قراءتِ نماز، لیکن یہاں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اندرونِ مسجد اذان کا ہرگز ثبوت نہیں، تو اگر کچھ اور دلیل نہ ہوتی اسی قدر اس کے بے ادبی و ممنوع ہونے کو بس تھا بلکہ شرع مطہر نے مسجد کو ہر ایسی آواز سے بچانے کا حکم فرمایا ہے جس کے لئے مساجد کی بنا نہ ہو، صحیح مسلم شریف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من سمع رجلا ینشد ضالۃ فی المسجد فلیقل لارد ھا اللہ علیك فان المساجد لم تبن لھذا[2] جو گمی ہوئی چیز کو مسجد میں دریافت کرے اُس سے کہو اللہ تیری گمی چیز تجھے نہ ملائے مسجدیں اس لئے نہیں بنیں۔ (ت)

حدیث میں حکم عام ہے اور فقہ نے بھی عام رکھا، درمختار وغیرہ میں ہے: کرہ انشاد ضالۃ (گمشدہ شئی کا (مسجد میں) اعلان کرنا مکروہ ہے۔ ت) تو اگر کسی کا مصحف شریف گم گیا اور وہ تلاوت کے لئے مسجد میں پوچھتا ہے اُسے بھی یہی جواب ہوگا کہ مسجدیں اس لئے نہ بنیں، اگر اذان دینے کے لئے اس کی بنا ہوتی تو ضرور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مسجد کے اندر ہی اذان دلواتے یا کبھی کبھی تو اس کا حکم فرماتے، مسجد جس کے لئے بنی زمانۂ اقدس میں اسی کا مسجد میں ہونا کبھی ثابت نہ ہو یہ کیونکر معقول، تو وجہ وہی ہے کہ اذان حاضری دربار پکارنے کو ہے اور خود دربار حاضری پکارنے کو نہیں بنتا، ہمارے بھائی اگر گردنیں عظمت الٰہی کے حضور جھکا کر آنکھیں بند کرکے براہِ انصاف نظر فرمائیں تو جو بات ایک منصف یا جنٹ کی کچہری میں نہیں کرسکتے

---

[1] درمختار | باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۹۳
[2] صحیح مسلم | باب نہی من اکل ثوما الخ | ″ نور محمد اصح المطابع کراچی | ۱/۲۱۰

Marfat.com

کمرہ سے باہر پکاری جاتی ہے چپراسی خود کمرۂ کچہری میں کھڑا ہو کر چلائے اور حاضریاں پکارے تو ضرور مستحقِ سزا ہو اور ایسے امورادب میں شرعاً عرف معہود فی الشاہد ہی کا لحاظ ہوتا ہے محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں :

یحال علی المعهود من وضعها حال قصد التعظیم فی القیام والمعهود فی الشاهد منه تحت السرة[1]۔

حالتِ قیام میں بقصد تعظیم جو معروف ہو اس کے مطابق ہاتھ باندھے جائیں گے اور جس معروف کا مشاہدہ ہے وُہ یہی ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے ۔ (ت)

اسی بناء پر علماء نے تصریح فرمائی کہ مسجد میں جُوتا پہنے جانا بے ادبی ہے حالانکہ صدرِ اول میں یہ حکم نہ تھا۔ فتاوٰی سراجیہ وفتاوٰی عالمگیری میں ہے : دخول المسجد متنعلا مکروہ[2] (مسجد میں جُوتا پہن کر داخل ہونا مکروہ ہے ۔ ت) عمدۃ المفتین و ردالمحتار میں ہے : دخول المسجد متنعلا من سوء الادب[3] (مسجد میں جوتا پہن کر داخل ہونا بے ادبی ہے ۔ ت) مسئلۂ اولٰی یعنی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے میں کوئی حدیث موافق نہ تھی اور ثانیہ میں حدیث برخلاف تھی بااینہمہ امورِ ادب میں عرفِ شاہد کا اعتبار فرمایا تو جہاں خود حدیث بھی موافق ہی موجود ہے ادبِ معروف کا لحاظ نہ کرنا کس درجہ گستاخی و بیباکی ہے معہذا حدیث نے مسجد میں چلانے سے بھی منع فرمایا ہے ، بحرالرائق و ردالمحتار میں ہے :

اخرج المنذری مرفوعا جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم وبیعکم وشراءکم ورفع اصواتکم[4] **قلت** رواہ ابن ماجۃ عن واثلۃ ابن الاسقع رضی اللّٰه تعالٰی عنه وعبدالرزاق فی مصنفه بسند اسلم عن معاذ بن جبل رضی اللّٰه تعالٰی عنه

امام منذری نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ (رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا) اپنی مسجدوں کو اپنے بچّوں اور دیوانوں اور خرید و فروخت اور آواز بلند کرنے سے بچاؤ۔ میں کہتا ہوں اسے ابن ماجہ نے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ اور امام عبدالرزاق نے مصنف میں محفوظ سند سے

---

[1] فتح القدیر — باب صفۃ الصلوٰۃ — مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر — ۱/۲۴۹
[2] فتاوٰی سراجیہ — باب المسجد از کتاب الکراہیۃ — ؍؍ نولکشور لکھنؤ — ص ۷۱
[3] ردالمحتار — مطلب فی احکام المساجد — ؍؍ مصطفی البابی مصر — ۱/۴۸۶
[4] ایضاً

Marfat.com

علیہ وسلم علی المنار والخطیب علی المنبر اذ ذاك ثم لما تولی ھشام نقل الاذان الذی کان علی المنار حین صعود الامام علی المنبر بین یدیہ[1] (ملخصاً)

یہاں تک کہ فرمایا :

فقد بان ان فعل ذلك فی المسجد بین یدی الخطیب بدعۃ فیتمسك بعض الناس بھاتین البدعتین ثم صار کانہ سنۃ معمول بہا ولیس لہ اصل فی الشرع وانما ھی عوائد وقع الاستئناس بہا فصار المنکر لھا کانہ یاتی ببدعۃ علی زعمھم فانا ﷲ وانا الیہ راجعون علی قلب الحقائق اھ مختصرا[2]

ہی باقی رکھا اور اس وقت خطیب منبر پر ہوتا، پھر جب ہشام والی بنے تو جو اذان منار پر ہوتی تھی اسے منبر پر چڑھنے کے وقت منبر کے سامنے کر دیا۔ (ت)

یعنی روشن ہوا کہ اس اذان کا مسجد میں خطیب کے سامنے کہنا بدعت ہے جسے ابتداءً بعض لوگوں نے اختیار کیا پھر اس کا ایسا رواج پڑ گیا گویا وہ سنّت ہے حالانکہ شرع مطہر میں اس کی کچھ اصل نہیں وہ تو یہی ایک عادت ہے کہ لوگوں کے جی اس میں لگ گئے تو جو اس پر انکار کرے اُن کے زعم میں گویا وہی بدعت نکالتا ہے تو انا ﷲ وانا الیہ راجعون حق لوگوں میں کیسا اُلٹا ہو گیا کہ حق کو باطل، باطل کو حق سمجھنے لگے اھ مختصراً

علامہ یوسف بن سعید سفطی مالکی حاشیہ جواہر زکیہ شرح عشماویہ میں فرماتے ہیں :

الاذان الثانی کان علی المنار فی الزمن القدیم وعلیہ اھل المغرب الی الان وفعلہ بین یدی الامام مکروہ کما نص علیہ البرزلی وقد نھی عنہ مالك وفعلہ علی المنار والامام جالس ھو المشروع اھ سکندری[3] اھ باختصار۔

دوسری اذان زمانۂ قدیم میں منار پر ہوتی تھی، اہل مغرب کا اب تک اسی پر عمل ہے، امام کے سامنے اذان دینا مکروہ ہے جیسا کہ اس پر برزلی نے تصریح کی، اور امام مالک نے اس سے منع فرمایا، اذان کا اس وقت منار پر دینا جب امام منبر پر ہو یہی مشروع ہے اھ سکندری اھ اختصاراً (ت)

---

[1] المدخل لابن الحاج فصل فی ذکر البدع التی احدث فی المساجد مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ۲/ ۲۱۲
[2] ایضاً
[3] حاشیہ جواہر زکیۃ شرح المقدمۃ العشماویۃ

Marfat.com

احکم الحاکمین عزّ جلالہ کے دربار کو اُس سے محفوظ رکھنا لازم جانیں نہ کہ حدیث کا وہ ارشاد، پھر کتب معتمدہ فقہ کی یہ صریح تصریحات کہ مسجد میں اذان منع ہے سب کچھ دیکھیں اور ایک رواج پر اڑے رہے ہیں، ذی انصاف بھائیو! یہ آپ کی شان نہیں۔

ثالثاً محاذاتِ خطیب ایک اختلافی سنّت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہاں نقل مختلف ہے بکثرت ائمہ مالکیہ اذان ثانی جمعہ کے رُوبروئے خطیب ہونے ہی کو بدعت بتاتے ہیں، وہ فرماتے ہیں یہ اذان بھی منارہ ہی پر ہوتی تھی جیسے پنجگانہ کی اذان، علامہ خلیل ابن اسحٰق مالکی توضیح فرماتے ہیں:

اختلف النقل هل کان یؤذن بین یدیه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم او علی المنار الذی نقله اصحابنا انه کان علی المنار[1] نقله ابن القاسم عن مالك فی المجموعة ونقل ابن عبدالبر فی کافیه عن مالك ان الاذان بین یدی الامام لیس من الامر القدیم[2]۔

نقل میں اختلاف ہے کہ کیا اذان نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے دی جاتی تھی یا اس منار پر جس کے بارے میں ہمارے اصحاب نے نقل کیا کہ اذان منار پر ہوتی تھی، اسے ابن القاسم نے "مجموعہ" میں امام مالک سے نقل کیا اور شیخ ابن عبدالبر نے کافی میں امام مالک سے نقل کیا کہ امام کے سامنے اذان دینا امر قدیم نہیں ہے۔ (ت)

امام ابن الحاج مکی مالکی مدخل میں فرماتے ہیں:

ان السنة فی اذان الجمعة اذا صعد الامام علی المنبر ان یکون المؤذن علی المنار کذلك کان علی عهد النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وابی بکر وعمر وصدرا من خلافة عثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنهم، ثم زاد عثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنه اذانًا اٰخر بالزوراء وهو موضع بالسوق وابقی الاذان الذی کان علی عهد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی

جمعہ کی اذان میں سنّت یہ ہے کہ جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو موذن منار پر اذان دے۔ یہی طریقہ جناب رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ظاہری حیات اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہم کے ابتدائی دور میں تھا، پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک اور اذان کا اضافہ فرمایا جو بازار میں مقام زوراء پر دی جاتی تھی اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والی اذان کو منار پر

---

[1] المختصر فی فروع المالکیة
[2] کافی فروع المالکیة

Marfat.com

بخلاف اذانِ مسجد کہ مالکیہ بھی اسے ممنوع جانتے ہیں ۔ مدخل میں ہے ؛

فصل فی النھی عن الاذان فی المسجد فیمنع من الاذان فی جوف المسجد لوجوہ احدھا انہ لم یکن من فعل من مضی[1] الخ

مسجد میں اذان ممنوع ہونے کے بیان میں فصل ، مسجد میں اذان کئی وجہ سے منع ہے ان میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ اسلاف کا طریقہ نہیں رہا الخ (ت)

تو ثابت ہوا کہ اذان بیرونِ مسجد ہونا ہی محاذاتِ خطیب سے اہم و اعظم و اکد و الزم ہے توجہاں دونوں نہ پڑیں محاذاتِ خطیب سے درگزریں اور منارہ یا فصیل وغیرہ پر یہ اذان بھی مسجد سے باہر ہی دیں ھذا کلہ ماظھر لی والعلم بالحق عند ربی (یہ تمام مجھ پر واضح ہوا اور حق کا علم میرے رب کے پاس ہے ۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم ۔

مسئلہ ۱۳۴۸ مسئولہ اقبال حسین از قصبہ سرولی ضلع بریلی ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے کہ خطبہ جمعہ کا ایک فرض ہے دوسرا سنت ، یا دونوں فرض ہیں ۔ بینوا توجروا ۔

الجواب

خطبہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک صرف بقدر الحمد فرض ہے اور صاحبین رحمہم اللہ کے نزدیک ذکر طویل جیسے عرف میں خطبہ کہیں تو نفس فرض اگرچہ خطبہ ادنٰی بلکہ اُس کے بعض سے ادا ہوجاتا ہے مگر جب کوئی مطلق مامور بہ ہو تو قاعدہ شرع یہ نہیں کہ اس کے ایک حصے کو جو ادنٰی درجہ اطلاق مطلق کا ہو مامور بہ ٹھہرائیں باقی کو خارج بلکہ جس قدر واقع ہو سب اُسی مطلق کا فرد ہے تو سب اسی صفت سے متصف ہوگا جیسے فرض قرات نماز میں ایک آیت سے ادا ہوجاتا ہے اب یہ نہ کہیں گے کہ الحمد شریف کی پہلی آیت فرض تھی باقی اُس کا غیر بلکہ الحمد اور سورت بلکہ سارا قرآن مجید اگر ایک رکعت میں ختم کرے سب زیرِ فرض داخل ہوں گے کہ فاقرؤا ماتیسر من القرآن (پس قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو اُتنا پڑھو ۔ ت) کا فرد ہے و لہذا اگر سورۂ فاتحہ پڑھ کر سُورت ملانا بھُول گیا اور وہاں یاد آیا تو حکم ہے رکوع کو چھوڑے اور قیام کی طرف عود کرکے سورت پڑھے اور رکوع میں جائے حالانکہ واجب کے لئے فرض کا چھوڑنا جائز نہیں و لہذا اگر پہلی التحیات بھُول کر پورا کھڑا ہوگیا اب عود کی اجازت نہیں مگر سُورت کے لئے خود شرع نے عود کا حکم فرمایا کہ جتنا قرآن مجید پڑھا جائے گا سب فرض ہی میں واقع ہوگا تو یہ واجب کی طرف عود نہیں بلکہ فرض کی طرف ، و لہذا اگر دوبارہ رکوع نہ کرے گا نماز نہ ہوگی کہ

---

[1] المدخل لابن الحاج فصل فی النھی عن الاذان مطبوعہ دارالکتاب العربیہ بیروت ۲/ ۲۵۱

Marfat.com

شنیعۃ[1] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ چلاجانا بدترین بدعت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

محمد عیسیٰ عفی عنہ۔ المجیب مصیب عند اللہ عبدالرحمٰن ولد مولوی محمد عیسیٰ عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ اللھم ارنا الحق وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت ہی مہربان اور رحم والا ہے، اے اللہ! ہمیں حق دکھا اور اس پر چلنے کی توفیق دے اور ہمیں باطل دکھا اور اس سے بچنے کی توفیق دے۔ (ت)

مجیب لبیب نے زینہ اترنے کا ناجائز ہونا بلکہ بدعت شنیعہ ہونا جو علامہ شامی نے ابن حجر شافعی کے قول سے جو ان کی کتاب تحفہ میں ہے نقل کیا ہے ثابت کیا ہے ہرگز ناجائز ہونا اس سے ثابت ہوتا ہے نہ بدعت شنیعہ ہونا اس سے ثابت ہوتا ہے، طریقہ محمدیہ کی شرح میں لکھا ہے،

ان المسئلۃ الواقعۃ متی امکن تخریجھا علی قول من الاقوال فی مذھبنا اومذھب غیرنا فلیست بمنکر یجب انکارہ والنھی عنہ وانما المنکر ماوقع الاجماع علی حرمتہ والنھی عنہ خصوصا[2] انتھی مختصرا۔

یعنی اگر کوئی مسئلہ ایسا واقع ہو کہ اس کی تخریج ہمارے حنفی مذہب کے کسی قول کے موافق ممکن ہو شافعیوں یا حنبلیوں یا مالکیوں کے مذہب کے موافق اُس کی تخریج ممکن ہو تو وہ ایسا منکر نہیں ہے کہ اس کا انکار کرنا اور اُس سے منع کرنا واجب ہو بلکہ ایسا اس منکر کیلئے ہے جس کی حرمت اجماعی ہو اور شارع علیہ السلام نے اس سے بالخصوص منع کیا ہو انتہی مختصراً (ت)

اب اہلِ انصاف بغور ملاحظہ فرمائیں کہ اس زینہ اُترنے کی وجہ کیا ہے، امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے مکتوبات کی جلد ثانی کے صفحہ ۱۶۲ مطبوعہ نولکشور میں تحریر فرماتے ہیں،

میدانید کہ در خطبہ روزِ جمعہ نام سلاطین کہ در زینہ پایہ سہ فرود آمدہ می خوانند وجہش چیست ایں تواضعیست کہ سلاطین عظام نسبت باں سرور و بخلفائے راشدین علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات نمودہ اند وجائز نداشتہ اند کہ اسامی ایشاں با اسامی اکابر دین دریک درجہ مذکور شود شکر اللہ سعیہم[3] انتہی۔

علامہ حسین کاشفی مؤلف تفسیر حسینی اپنی کتاب "ترغیب الصلوٰۃ" میں فرماتے ہیں،

---

[1] رد المحتار باب الجمعۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۶۰۸

[2] طریقہ محمدیہ شرح طریقہ محمدیہ النوع الثالث الثلاثون مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۳۰۹

[3] مکتوبات امام ربانی مکتوب نود و دوم مطبوعہ نولکشور لکھنو ۲/۱۶۲

Marfat.com

۲۰ ھ ۱۳

مرقاۃ الجمان فی الھبوط عن المنبر لمدح السلطان

(تعریف حاکم کے لئے خطیب کے منبر کی ایک سیڑھی اُترنے پھر چڑھنے کے بارے میں تحقیق)

مسئلہ ۱۳۴۹ ازاحمد آباد گجرات محلہ چکلہ کالوپور متصل پل گلیارہ مرسلہ مولوی عبدالرحیم صاحب ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ان دونوں جوابوں میں کون سا جواب احق بالقبول ہے:

سوال: علمائے دین متین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں بحوالۂ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں خطیب کو خطبۂ ثانی میں منبر سے ایک سیڑھی اُترنا اور پھر چڑھ جانا یہ شرع شریف میں جائز ہے یا نہیں؟ بینوا بالسند الکتاب و توجروا فی یوم الحساب۔

الجواب ھو الصواب: صورتِ مسئولہ میں خطیب کو سیڑھی اُترنا اور چڑھنا جائز نہیں بدعت شنیع ہے جیسا کہ شامی جلد اول صفحہ ۸۶۰ میں مذکور ہے:

قال ابن حجر فی التحفۃ و بحث بعضھم ان ما اعتید الاٰن من النزول فی الخطبۃ الثانیۃ الی درجۃ سفلی ثم العود بدعۃ قبیحۃ

ابن حجر نے تحفہ میں فرمایا کہ بعض لوگوں نے یہ بحث کی ہے کہ یہ جو عادت بنالی گئی ہے کہ دوسرے خطبہ کے وقت منبر کی نچلی سیڑھی اور پھر دوبارہ اوپر والی سیڑھی پر

Marfat.com

قال الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ ما احدث مما یخالف الکتاب او السنۃ او الاثر او الاجماع فہو ضلالۃ و ما احدث من الخیر مما لا یخالف شیئا من ذلك فلیس بمذموم[1] انتہی۔

یعنی حضرت امام شافعی (جن کے علامہ ابن حجر مقلد ہیں) فرماتے ہیں جو ایسی چیز نکالی جائے کہ وہ کتاب اللہ یا سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا اقوالِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا اجماعِ امت کے مخالف ہو وُہ بدعتِ ضلالت و بدعتِ قبیحہ شنیعہ ہے، اور جو چیز نیکی سے ایسی نکالی جائے کہ وُہ اشیائے اربعہ مذکورہ میں سے کسی چیز کے مخالف نہ ہو وہ ہرگز مذموم نہیں ہے انتہی بلکہ وہ بدعتِ حسنہ ہے بالجملہ فعل بدعت غیر مذمومہ میں جن کے اقسام ثلثہ مشہورہ اعنی واجبہ، مندوبہ و مباحہ ہیں اُن میں سے ایک میں داخل ہے۔

اب اہلِ انصاف بغور ملاحظہ فرمائیں کہ زینہ اُترنا کون سی قرآن مجید کی آیت کے خلاف ہے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کون سی حدیث شریف کے خلاف ہے یا کون سے اقوالِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خلاف ہے۔ جب ان ادلّۂ مذکورہ کے خلاف نہ ہوا تو مطابق فرمانے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس کا بدعتِ قبیحہ ہونا ثابت نہ ہُوا اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس قول "و ما احدث من الخیر مما لا یخالف شیئا من ذلك فلیس بمذموم" (جو ایسی نیکی ایجاد کی جائے جو مذکورہ اشیاء (کتاب اللہ، سنّتِ رسول اللہ، اقوالِ صحابہ اور اجماعِ اُمّت) کے خلاف نہ ہو وہ ہرگز مذموم نہیں ہوتی۔ ت) میں داخل ہوا اور امام شافعی کے قول کے برخلاف علامہ ابن حجر شافعی کا قول دیکھ کر اس زینہ اُترنے کو بدعتِ قبیحہ شنیعہ کہنا مردود و مطرود ہوگیا، عاقل منصف کے لئے اشارہ کافی ہے،

ھذا ما عندی واللہ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

یہ میرے نزدیک ہے اور اللہ سب سے خوب جاننے والا ہے اور اس کا علم اتم اور کامل ہے۔ (ت)

حررہ الفقیر الی ربہ القدیم عبدالرحیم عفی عنہ

الحمد للہ المنزل القراٰن المبین ٭ علی عارج معارج التقریب المکین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اٰلہ وصحبہ اجمعین ٭ الیہ یصعد الکلم الطیب و الحمد للہ رب العلمین ٭

سب تعریف اللہ کے لئے جس نے قرآن مبین اس ذاتِ اقدس پر نازل فرمایا جو لامکاں کی بلندیوں پر فائز ہُوئی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین، اور اسی کی طرف مبارک کلمات بلند ہوتے ہیں، الحمد للہ رب العالمین۔ (ت)

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح باب الاعتصام، فصل اول مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/ ۲۱۶

Marfat.com

ازاں پایہ منبر کہ حمد وثناو درود گفتہ و ذکر خلفائے کرام کردہ نشیب آید و ذکر و دعائے سلطان چوں تمام کند باز بالا رفتہ خطبۂ باقیہ تمام کند[1] انتہی۔

مطلب عبارتِ مکتوبات کا یہ ہے کہ تمام مسلمان بھائی جان لیں کہ جمعہ کے دن خطبہ میں نام بادشاہوں کو نیچے کے زینے منبر پر اُتر کر پڑھتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے، آنجناب اس کی یہ وجہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ تواضع وفروتنی ہے کہ بڑے بڑے مسلمان بادشاہوں نے بہ نسبت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام وخلفائے راشدین آں سرور کائنات علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے کی ہے اور اُن بادشاہوں نے یہ بات جائز نہیں کی ہے کہ بادشاہوں کے نام ساتھ اسامی اکابر دین کے ایک درجہ میں مذکور ہوں۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ رحمۃ الباری اُن نیکبخت بادشاہوں کے حق میں دُعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان بادشاہوں کی کوشش کو قبول کرے اور ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اور مطلب عبارت "ترغیب الصلوٰۃ" کا یہ ہے کہ منبر کے اس زینۂ معلومہ پر حمد وثناء و درود پڑھ کر اور ذکر خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کر کے نیچے کے زینہ پر خطیب آئے اور ذکر و دعائے سلطان کرکے جب دُعائے سلطان تمام ہوجائے پھر اوپر کے زینہ پر چڑھ کر خطبۂ باقیہ تمام کرے۔

اب منصفین غور فرمائیں کہ ہمارے حنفی مذہب کی کتاب میں بھی اس زینہ اُترنے کے لئے ملا حسین کاشفی حنفی مصنف تفسیر حسینی نے تحریر فرمایا ہے اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اُس کی وجہ بھی بیان کردی ہے کہ بوجہ مذکور الصدر کے یہ زینہ اُترنا جاری ہوا ہے اب جو علما اس کو بدعتِ قبیحہ شنیعہ فرماتے ہیں لغور ملاحظہ فرمائیں کہ بدعتِ قبیحہ و منکر مطابق عبارت شرح طریقۂ محمدیہ کے جب ہوتی ہے کہ اس کی تخریج ہمارے مذہب کے کسی قول کے موافق ممکن نہ ہو اور مانحن فیہ میں خود ہمارے حنفی مذہب کی کتابوں میں اس زینہ اُترنے کو تحریر فرمایا ہے اور اُس کی وجہ بھی بیان کی ہے اب یہ زینہ اترنا بدعت کیسے ہوا، ہاں جو علما اس کو بدعت قرار دیتے ہیں حنفی مذہب کی اور کتابوں سے اس کا بدعت قبیحہ ہونا ثابت کریں یا کسی کتاب میں یہ لکھا ہو کہ زینہ اُترنا حرام اجماعاً ہے یا شارع علیہ السلام نے صراحۃً منع فرمایا ہے جب اس کا منکر ہونا ثابت ہو تو اس سے منع کرنا واجب ہوگا ودونہ خرط القتاد (جبکہ اس کے آگے مضبوطی کاوٹ ہے۔ت) اور جو علماء اس زینہ اُترنے کو بدعتِ قبیحہ شنیعہ قول علامہ ابن حجر شافعی سے ثابت کرتے ہیں اُن پر یہ بات ضرور ہے کہ اس کا بدعت قبیحہ شنیعہ ہونا ثابت کریں، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد اول صفحہ ۱۷۹ میں ہے:

---

[1] ترغیب الصلوٰۃ لعلامہ حسین کاشفی

Marfat.com

تحت میں داخل ہوکہ ایسے کلیات سے استناد وبحث ونظر پر موقوف نہیں مثلاً سوال کیا جائے کہ ایک لڑکے نے چھ مہینے پانچ دن چار گھڑی تین منٹ کی عمر میں ایک عورت کا دُودھ پیا اس کی دختر اس پر حرام ہوئی یا نہیں؛ جواب ہوگا کہ حرام، یہ صورتِ خاصہ اگرچہ اصلاً کسی کتاب میں منقول نہیں مگر اسے ہرگز بحثِ فلاں نہ کہا جائے گا کہ کتبِ مذہب میں اس کلیۂ عامہ کی تصریح ہے کہ مدت رضاعت کے اندر جوار تضاع ہو موجب تحریم ہے، تو ثابت ہوا کہ علامہ شامی یا امام ابن حجر اُسے کسی کلیۂ مذہب کے نیچے بھی صراحۃً داخل ہونا نہیں مانتے ورنہ یہ قال ابن حجر و بحث بعضھم (ابن حجر نے کہا اور اس میں بعض نے بحث کی ہے۔ ت) پر اکتفا نہ کرتے، پھر بعضھم (کم از کم ۔ ت) کے لفظ نے اور بھی اشعار کیا کہ یہ خیال صرف بعض کا ہے اکثر علماء اس کے مخالف ہیں یا لا اقل ان کی موافقت ثابت نہیں، خود علامہ شامی نے اسی ردالمحتار میں اس اشارہ واشعار کی جابجا تصریح کی، درمختار میں نظم الفرائد سے نقل کیا: ع

واعتاقہ بعض الائمۃ ینکر[1]

(بعض ائمہ کا اسے آزاد قرار دینا ناپسند ہے۔ ت)

اس پر علامہ شامی نے اعتراض نقل فرمایا:

مفہوم قولہ بعض الائمۃ ینکرانہ یجوزہ اکثرھم ولم ینقل ذلک[2] الخ

قولہ "بعض الائمۃ ینکر" کا مطلب یہ ہے کہ اکثر نے اسے جائز قرار دیا ہے الخ (ت)

بلکہ تصریح فرمائی کہ ایسی تعبیر اُس قول کی بے اعتمادی پر دلیل ہوتی ہے، درمختار کتاب الغصب میں تھا:

اختار بعضھم الفتوٰی علی قول الکرخی فی زماننا[3]

ہمارے زمانے میں بعض نے امام کرخی کے قول پر فتوٰی دیا ہے۔ (ت)

شامی نے کہا:

ھذا من کلام الزیلعی اتی بہ لاشعار ھذا التعبیر بعدم اعتمادہ[4] (ملخصاً)

یہ امام زیلعی کا کلام ہے ان کی یہ تعبیر واضح کر رہی ہے کہ یہ معتمد نہیں (ملخصاً)۔ (ت)

---

[1] درمختار	کتاب الصید	مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی	۲/۲۶۴
[2] ردالمحتار	"	" مصطفی البابی مصر	۵/۳۳۹
[3] درمختار	کتاب الغصب	" مطبع مجتبائی دہلی	۲/۲۰۶
[4] ردالمحتار	"	" مصطفی البابی مصر	۵/۱۳۳

Marfat.com

الجواب

اقول وباللہ التوفیق کسی فعلِ مسلمین کو بدعتِ شنیعہ و ناجائز کہنا ایک حکم اللہ و رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لگانا ہے اور ایک حکم مسلمانوں پر۔ اللہ و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تو یہ حکم کہ اُن کے نزدیک یہ فعل ناروا ہے انھوں نے اس سے منع فرمادیا ہے، اور مسلمانوں پر یہ کہ وہ اُس کے باعث گنہگار و مستحقِ عذاب و ناراضیِ رب الارباب ہیں۔ ہر خدا ترس مسلمان جس کے دل میں اللہ و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کامل عزّت وعظمت اور کلمۂ اسلام کی پوری توقیر و وقعت اور اپنے بھائیوں کی سچی خیر خواہی و محبت ہے کبھی ایسے حکم پر جرأت روا نہ رکھے گا جب تک دلیلِ شرعی واضح سے ثبوت کافی ووافی نہ مل جائے۔

قال اللہ تعالیٰ ام تقولون علی اللہ مالا تعلمون[1]۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے: یا تم ایسی بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہتے ہو جس کا تمھیں علم نہیں (ت)

کیا اللہ عزوجل پر بے علم حکم لگائے دیتے ہو، دلیلِ شرعی مجتہد کے لئے اصولِ اربعہ ہیں اور ہمارے لئے قولِ مجتہد، صرف ایسی ہی جگہ علمائے کرام حکم بالجزم لکھتے ہیں اس کے سوا اگر کسی عالم غیر مجتہد نے کسی امر کی بحث کی تو ہرگز اُس مسئلے کو یُونہی نہیں لکھ جاتے کہ حکم یہ ہے بلکہ صراحۃً بتاتے ہیں کہ یہ فلاں یا بعض کی بحث ہے تاکہ منقول فی المذہب نہ معلوم ہو اور جس کا خیال ہے اُسی کے ذمّہ رہے وَلِّ حَارَّھَا مَنْ تَوَلّٰی قَارَّھَا (معاملہ کے گرم حال کو بھی اس کے سپرد کردو جو سرد حال کا مالک ہے یعنی اچھا پہلو جس کے سپرد کیا ہے بُرا پہلو بھی اسی کے سپرد کردو یا جو نفع اٹھاتا رہا وہی بوجھ اور نقصان بھی اٹھائے۔ اہلِ عرب کے نزدیک گرم چیز بُری اور ٹھنڈی چیز اچھی سمجھی جاتی ہے، حارّ العمل سخت اور کٹھن کام، اور قارّ العمل آسان کام۔ ت) اگر احیاناً کوئی اُسے بطورِ جزم لکھ جاتا ہے تو اُس پر گرفت ہوتی ہے کہ ساقہا مساق المنقول فی المذہب یہ اس مسئلے کو ایسا لکھ گیا گویا مذہب میں منقول ہے خود اسی رد المحتار وغیرہ کے مواضع عدیدہ سے نظر کرنے والوں کو یہ بیان عیاں ہو جائے گا یہاں بھی علامہ شامی نے وہی طریق برتا، یہ نہ فرمایا کہ نزول وصعود ممنوع یا بدعت شنیعہ ہے بلکہ ابن حجر شافعی کا کلام نقل فرمادیا کہ ماخذ مسئلہ متمیز رہے منقول فی المذہب ہونا درکنار اپنے کسی عالم مذہب کا مذکور نہ سمجھا جائے وہی تحفظ امام ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ملحوظ رکھا، مسئلے کا حکم خود نہ لکھا جس سے جزم مفہوم ہو بلکہ فرمایا بحث بعضہم بعض نے یوں بحث کی ہے، بحث وہیں کہیں گے جہاں مسئلہ نہ منقول ہو نہ صراحۃً کسی کلیۂ نامخصوصۂ مذہب کے

---

[1] القرآن ۲/۸۰

Marfat.com

واجبۃ کنصب الادلۃ للرد علی اھل الفرق الضالۃ وتعلم النحو المفھم للکتاب والسنۃ ومندوبۃ کاحداث نحو رباط ومدرسۃ و کل احسان لم یکن فی الصدر الاول ومکروھۃ کزخرفۃ المساجد ومباحۃ کالتوسع بلذیذ الماٰکل والمشارب والثیاب کما فی شرح الجامع الصغیر للمناوی عن تھذیب النووی و مثلہ فی الطریقۃ المحمدیۃ للبرکوی[1]۔

ہوتی ہے جیسے کہ گمراہ فرقوں کی گمراہی کا رد کرنے کے لئے دلائل قائم کرنا اور علم نحو کا سیکھنا جو کتاب وسنت کی تفہیم کے لئے ضروری ہے اور کبھی مستحب ہوگی جیسے کہ سرائے اور مدرسہ اور ہر وہ نیکی کا کام جو پہلے دور میں نہ تھا، اور کبھی مکروہ ہوگی جیسے مساجد کو مزین کرنا، اور مباح ہوگی جیسے کھانے پینے اور لباس میں وسعت اختیار کرنا جیسا کہ امام مناوی نے شرح جامع صغیر میں تہذیب نووی سے بیان کیا، اور برکوی کی طریقہ محمدیہ میں بھی اسی طرح ہے۔ (ت)

امام ابنِ حجر فتح المبین میں فرماتے ہیں:

الحاصل ان البدعۃ الحسنۃ متفق علی ندبھا وعمل المولد واجتماع الناس لہ کذلک[2]۔

حاصل یہ ہے کہ بدعت حسنہ کے مندوب ہونے پر اہل علم کا اتفاق ہے، میلاد شریف کرنا اور اس کے لئے لوگوں کا اجتماع بھی بدعت حسنہ ہی ہے۔ (ت)

خود اسی قول میں بدعت کو قبیحہ شنیعہ سے مقید کرنا مشعر ہے کہ نفس بدعیت مستلزم قبح وشناعت نہیں معہذا یوں تو وہ محل جس پر یہ نزول وصعود ہوتا ہے یعنی ذکر سلاطین خود ہی بدعت تھا تو اس نزول وصعود کے ساتھ تخصیص کلام کی وجہ نہ تھی، اسی رد المحتار میں بعد نقل عبارت جامع الرموز:

ثم یدعو لسلطان الزمان بالعدل والاحسان متجنبا فی مدحہ عما قالوا انہ کفر و خسران کما فی الترغیب وغیرہ[3] اھ۔

پھر بادشاہِ وقت کے لئے یہ دُعا کی جائے کہ اللہ تعالٰی اسے عدل واحسان کی توفیق دے لیکن بادشاہ کی مدح سرائی سے اجتناب کرے کیونکہ علماء نے کہا ہے کہ ایسا کرنا کفر اور خسارہ ہے جیسا کہ ترغیب وغیرہ میں ہے (ت)

فرمایا:

اشار الشارح بقولہ جوز الی حمل قولہ

شارح نے "یہ جائز ہے" کہہ کر اس طرف اشارہ

---

[1] رد المحتار باب الامامۃ مطلب البدعۃ خمسۃ اقسام مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۴
[2] فتح المبین
[3] رد المحتار باب الجمعۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۹۹

Marfat.com

درمختار فصل صفۃ الصلوٰۃ میں تھا :

لوبقی حرف اوکلمۃ فاتمہ حال الانحناء لاباس بہ عند البعض منیۃ المصلی[1]

اگرایک حرف یا کلمہ رہ گیا تھا جو نماز میں جھکنے کی حالت میں پورا کیا تو بعض کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ، منیۃ المصلی ۔ (ت)

شامی نے لکھا :

قولہ لاباس بہ عند البعض اشار بھذا الی ان ھذا القول خلاف المعتمد[2] الخ

قولہ "بعض کے نزدیک کوئی حرج نہیں" اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ یہ قول معتمد کے خلاف ہے الخ (ت)

اس تقریر منیر سے بحمد اللہ تعالٰی روشن ہوگیا کہ علامہ شامی خواہ امام ابن حجر کی تحریر اس دعوے جزم بحکم عدم جواز کے اصلا مساعد نہیں بلکہ ہے تو مخالف ہے' اب رہی بعض کی بحث ،

اقول اولاً وہ بعض مجہول ہیں اور مجہول الحال کی بحث مجہول الماخذ کیا قابلِ استناد بھی نہیں ۔ اسی ردالمحتار کتاب النکاح باب الولی میں ہے :

قول المعراج رأیت فی موضع الخ لایکفی فی النقل لجہالتہ[3] ۔

صاحبِ معراج کا قول کہ میں نے کسی جگہ پڑھا ہے الخ ان کے عدم علم کی وجہ سے نقل کے لئے کافی نہیں (ت)

ثانیاً محتمل بلکہ ظاہر کہ وہ بعض ائمہ مجتہدین سے نہیں اور مقلدین صرف کہ کسی طبقہ اجتہادیہ ہوں نہ خود اپنی بحث پر حکم لگا سکتے ہیں نہ دوسرے پر اُن کی بحث حجت ہوسکتی ہے والا لکان تقلید مقلد وھو باطل اجماعا (ورنہ یہ مقلد کی تقلید ہوجائے گی اور وہ بالاتفاق باطل ہے ۔ ت)

ثالثاً اس پر کوئی دلیل ظاہر نہیں ،

اگر کہیے حادث ہے **اقول** مجرد حدوث اصلاً نہ شرعاً دلیل منع ، نہ اس کی حجیت علامہ شامی نہ امام ابن حجر نہ ان بعض کسی کو تسلیم ۔ ردالمحتار میں ہے :

صاحب بدعۃ ای محرمۃ والا فقد تکون

صاحبِ بدعت محرمہ ہوگا ورنہ کبھی بدعت واجبہ

---

[1] درمختار   واذا اراد الشروع فی الصلوٰۃ   مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی   ۱/۷۵

[2] ردالمحتار   " " "   " مصطفی البابی مصر   ۱/۳۶۴

[3] "   کتاب النکاح ، باب الولی   " " "   ۲/۳۲۹

Marfat.com

اسی رد المحتار میں بدائع امام ملک العلماء سے ہے :

الصحیح انه محمول علی الاعتقاد دون نفس الفعل حتی لو زاد اونقص واعتقد ان الثلاث سنة لایلحقه الوعید[1]

صحیح یہ ہے کہ یہ اعتقاد پر محمول ہے نفسِ فعل پر نہیں حتی کہ اگر کسی نے اضافہ کرلیا یا کمی کی مگر عقیدہ یہ تھا کہ سنّت تین دفعہ ہی ہے تو اسے وعید لاحق نہ ہوگی۔ (ت)

خود علامہ شامی فرماتے ہیں :

اقول قد تقدم ان المنہی عنه فی حدیث قد تعدی محمول علی الاعتقاد عندنا کما صرح به فی الهدایة وغیرہ وقال فی البدائع انه الصحیح حتی لو زاد اونقص واعتقد ان الثلاث سنة لایلحقه الوعید (الی ان قال) ان من اسرف فی الوضوء بماء النهر مثلا مع عدم اعتقاد سنة ذلك نظیر من ملأ اناءً من النهر ثم افرغه فیه ولیس فی ذلك محذور سوی انه عبث لافائدة فیه وھو فی الوضوء زائد علی المامور به فلذا سمی فی الحدیث اسرافاً قال فی القاموس الاسراف التبذیر اوما انفق فی غیر طاعة ولا یلزم من کونه زائدا علی المامور به وغیر طاعة ان یکون حراماً نعم اذا اعتقد سنیته یکون قد تعدی وظلم لاعتقادہ مالیس بقربة قربة فاذا حمل علماؤنا النهی علی ذلك[2]

میں کہتا ہُوں کہ پہلے گزرا کہ ہمارے نزدیک فرمانِ نبوی "اس نے زیادتی کی" میں ممنوع اعتقاد ہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں تصریح ہے، اور بدائع میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اگر کسی نے اضافہ کیا یا کمی کی اور اعتقاد یہ رکھا کہ سنّت تین دفعہ ہی ہے تو وہ گنہ گار نہ ہوگا (آگے چل کر کہا کہ) وہ شخص جو نہر کے پانی میں وضو کرتے ہُوئے اسراف کرتا ہے لیکن اس کے سنت ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتا یہ اس شخص کی طرح ہی ہے جس نے نہر سے برتن بھرا پھر اس میں واپس ڈال دیا، تو اس میں کوئی قباحت نہیں سوائے اس کے یہ عمل عبث ہے اس میں کوئی فائدہ نہیں اور یہ مامور بہ وضو میں زائد شئ ہے پس اسی لئے حدیث میں ایسے کو اسراف کا نام دیا گیا ہے۔ قاموس میں ہے اسراف، فضول خرچی یا ایسی جگہ خرچ کرنا ہے جو مقام طاعت کے علاوہ ہو، مامور بہ سے زائد یا مقام طاعت کے علاوہ خرچ کرنے سے اس کا حرام ہونا لازم نہیں آتا البتہ

---

[1] رد المحتار | کتاب الطہارۃ | مطبوعہ مصطفی البابی مصر | ۱/۸۹

[2] " | " | " | ۱/۹۸

Marfat.com

ثم يدعو على الجواز لا الندب لانه حکم شرعی لابد له من دلیل وقد قال فی البحر انه لا یستحب لما روی عن عطاء رضی اللہ تعالٰی عنہ حین سئل عن ذلك فقال انه محدث وانما کانت الخطبة تذکیرا اھ ولا مانع من استحبابه فیها کما یدعی لعموم المسلمین فان فی صلاحه صلاح العالم وما فی البحر من انه محدث لاینافیه فان سلطان هذا الزمان احوج الی الدعاء له ولامرائه بالصلاح والنصر علی الاعداء وقد تکون البدعة واجبة او مندوبة اھ مختصرا۔

کیا ہے کہ "پھر دُعا کرے" کے الفاظ جواز پر محمول ہیں ندب پر نہیں کیونکہ ندب حکم شرعی ہے اُس کے لئے دلیل کا ہونا ضروری ہے، اور بحر میں ہے کہ یہ مستحب نہیں کیونکہ حضرت عطاء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ جب آپ سے اس بارے میں پُوچھا گیا تو فرمایا یہ نئی ایجاد ہے اور خطبہ تو محض نصیحت کے لئے ہوتا ہے اھ تو خطبہ میں سلطان کے لئے دُعا کے مستحب ہونے میں کوئی امر مانع نہیں جیسے کہ تمام مسلمانوں کے لئے اس میں دعا کی جاتی ہے کیونکہ سلطان کی اصلاح تمام جہان کی اصلاح ہوتی ہے، اور جو بحر میں ہے کہ یہ نئی چیز ہے وہ اس کے منافی نہیں کیونکہ اس دور میں بادشاہ اور اس کے رفقاء اس دُعا کے زیادہ محتاج ہیں کہ ان کی اصلاح ہو اور وہ دُشمن پر غالب آئے اور بعض اوقات بدعت واجب یا مندوب ہوتی ہے اھ مختصراً (ت)

اگر کہئے زیادت علی السنۃ ہے **اقول** یُوں تو ذکرِ سلاطین بلکہ ذکر عمین کریمین و بتول زہرا و ریحانتین مصطفٰی و ستہ باقیہ من العشرۃ المبشرۃ بلکہ ذکر خلفائے اربعہ بھی صلی اللہ تعالٰی علی الحبیب وعلیہم جمیعا و بارک وسلم سب زیادت علی سنۃ المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ٹھہریں گے، زیادہ علی السنۃ وہ مکروہ ہے کہ باعتقادِ سنّت ہو ورنہ باعتقادِ اباحت یا ندب زیادت نہیں۔ درمختار بیان سنن الوضوء میں ہے:

لو زاد لطمانینة القلب او لقصد الوضوء علی الوضوء لاباس به وحدیث فقد تعدی محمول علی الاعتقاد[2]۔

اگر کسی نے (تین سے) زائد بار اعضاء کو دھویا اور مقصد اطمینانِ قلب یا وضو پر وضو تھا تو اس میں کوئی حرج نہیں، باقی فرمانِ نبوی "ایسا کرنے والے نے زیادتی کی" اعتقاد (کہ اس کے بغیر وضو نہیں ہوتا) پر محمول ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار | باب الجمعۃ | مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر | ۱/۵۹۹

[2] درمختار | کتاب الطہارۃ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۲

Marfat.com

من الفتنۃ غالبا لم یبعد کما قیل بہ فی قیام الناس بعضھم لبعض[1]

کہ سلطان کے لئے دُعا کرنا واجب ہے کیونکہ اس کے ترک پر غالباً فتنہ اُٹھنے کا اندیشہ ہوتا ہے جیسا کہ بعض لوگوں کے بعض کے لئے قیام کے بارے میں کہا گیا ہے۔ (ت)

اور شک نہیں کہ صدہا سال سے اکثر سلاطینِ زماں فسّاق ہیں، اس کا فسق اور کچھ نہ ہو تو حدودِ شرعیہ یک لخت اُٹھا دینا اور خلافِ شریعتِ مطہرہ طرح طرح کے ٹیکس اور جُرمانے لگانا کیا تھوڑا ہے، اسی ردالمحتار آخر کتاب الاشربہ میں سیّدی عارف باللہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی سے ہے:

قد قالوا من قال لسلطان زماننا عادل کفر[2]

علماء نے فرمایا جو ہمارے دور کے سلطان کو عادل کہے گا وُہ کافر ہے۔ (ت)

اور شک نہیں کہ جس طرح وُہ خطبہ میں اپنا نام نہ لانے پر ناراض ہوں گے یونہی اگر نام بے کلمات مدح وتعظیم لایا جائے تو اس سے زیادہ موجبِ افروختگی ہوگا اور فاسق کی مدح شرعاً حرام ہے، حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا مدح الفاسق غضب الرب واھتزلہ العرش[3] رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ وابویعلی فی مسندہ والبیھقی فی شعب الایمان عن انس بن مالك وابن عدی فی الکامل عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

جب فاسق مدح کیا جاتا ہے رب عزوجل غضب فرماتا ہے اور اس کے سبب عرشِ الٰہی ہل جاتا ہے۔ اسے امام ابن ابی الدنیا نے ذم الغیبۃ، ابویعلٰی نے مسند اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور ابن عدی نے الکامل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

خطباء جب کہ مجبوراً نہ اس میں مبتلا ہُوئے ان بندگانِ خدا نے چاہا کہ اس ذکر کو خطبے سے علیحدہ بھی کر دیں کہ نفس عبادت اسی امر پر مشتمل ہے اور بالکل خطبے سے جُدائی بھی معلوم ہو کہ آتشِ فتنہ مشتعل نہ رہے اس

---

[1] ردالمحتار باب الجمعۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۹۹

[2] ؎ ؎ کتاب الاشربہ ؎ ؎ ؎ ۵/۳۲۷

[3] شعب الایمان حدیث ۴۸۸۶ باب فی حفظ اللسان مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/۲۳۰

Marfat.com

اگر کہئے اس میں اندیشہ ہے کہ عوام سنّت سمجھ لیں گے **اقول** اوّلاً وہی نقوض ہیں کہ یہ نفس اذکار بھی سنت نہیں تو وہ اندیشہ یہاں بھی حاصل۔ اور تحقیق یہ ہے کہ اندیشہ مذکورہ نہ فعل کو بدعتِ قبیحہ شنیعہ کر دیتا ہے نہ اس کے ترک کو واجب، بلکہ جہاں اندیشہ ہو صرف اتنا چاہیے کہ علماء کبھی کبھی اُسے بھی ترک کر دیں تاکہ عوام سنّت نہ سمجھ لیں، اسے ناجائز و بدعتِ قبیحہ ہونے سے کیا علاقہ! فقیر غفر المولی القدیر نے اپنی کتاب "شاقۃ الکلام حاشیۃ اذاقۃ الاثام" میں اس کی بکثرت تصریحات ائمہ دین وعلمائے معتمدین حنفیہ وشافعیہ ومالکیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے نقل کیں، اسی رد المحتار میں فتح القدیر سے ہے:

مقتضی الدلیل عدم المداومۃ لا المداومۃ علی الترك فان لزوم الایھام ینتفی بالترك احیانا اھ باختصار

دلیل کا تقاضا عدمِ مداومت ہے نہ کہ ترک پر مداومت کیونکہ کبھی کبھار ترک سے لازم وواجب ہونے کی نفی ہو جاتی ہے اھ باختصار (ت)

اب نہ رہا مگر ادعائے عبث کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں اور عبث ہر جگہ مکروہ ہے نہ کہ خود عبادت میں۔ اس کا جواب الف ثانی کے مکتوبات سے فاضل مجیب دوم سلمہ نے بروجہ کافی نقل کر دیا جس سے اس کی مصلحت ظاہر ہو گئی اور توہم عبث زائل ہو لیا۔

وانا اقول وباللہ التوفیق (اور میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) جن اعصار وامصار میں بعض نے یہ بحث کی وہاں اس فعل پر ایک نکتہ جمیلہ ودقیقہ جلیلہ اصول شرعی سے ناشئی ہو سکتا ہے جس سے یہ فعل شرعاً نہایت مفید ومہم قرار پاتا اور بحث باحث کا اصلاً پتا نہیں رہتا ہے خطبے میں ذکر سلاطین اگرچہ محدث ہے مگر شعارِ سلطنت قرار پا چکا یہاں تک کہ کسی ملک میں کسی کی سلطنت ہونے کو یوں تعبیر کرتے ہیں کہ وہاں اس کا سکّہ وخطبہ جاری ہے، سلطنتِ اسلامی میں اگر خطیب ذکرِ سلطان ترک کرے موردِ عتاب ہوگا، مصر ہو تو گویا باغی اور سلطنت کا منکر ٹھہرے گا اور ایسی حالت میں مباح بلکہ مکروہ بھی بقدر اندیشہ فتنہ مؤکد بلکہ واجب تک مترقی ہوتا ہے، اسی ردالمحتار میں اسی مسئلہ ذکرِ سلطان میں ہے:

وایضا فان الدعاء للسلطان علی المنابر قد صار الاٰن من شعار السلطنۃ فمن ترکہ یخشی علیہ ولذا قال بعض العلماء لو قیل ان الدعاء لہ واجب لما فی ترکہ

سلطان کے لئے منبر پر دُعا کرنا بھی اب سلطنت کے شعار میں سے ہو گیا ہے، جو اسے ترک کرے گا اس پر نقصان کا خدشہ ہے، اس لئے بعض علماء نے فرمایا کہ اس میں کوئی بُعد نہیں اگر یہ کہہ دیا جائے

Marfat.com

حقیقۃ بخلاف الاکل فان الاختلاف فیہ حکمی[1] اوران افعال جوانتقال پر مشتمل ہیں کی وجہ سے حکماً مختلف ہوجائے گی بخلاف کھانے کے، کیونکہ اس میں اختلاف حکماً ہوگا۔ (ت)

اس میں اس قدر ہوگا کہ بیچ میں خطبہ قطع کرنا ہُوا اُس محظور کے دفعہ کو، اس میں کیا محذور جب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں شاہزادوں کے لینے کے لئے خطبہ قطع فرماکر نیچے اُترنا پھر اوپر تشریف لے جانا ثابت تو بعضھم کی بحث اصلاً متجہ نہ تھی۔ غرض نقل مذکور میں مدعیِ عدمِ جواز کے لئے کوئی محلِ احتجاج نہیں، جہاں صورت یہ ہو جو فقیر نے ذکر کی وہاں اس نزول وصعود سے یہی نیت کریں اور جب ذکر و مدح سلطان ترک نہ کرسکیں اس مصلح کے ترک کی کوئی وجہ نہیں، اور جہاں ایسا نہ ہو جیسا ہمارے بلاد میں وہاں مدح میں الفاظ باطلہ و مخالفہ شرع ذکر کرنا خود حرام خالص ہے، خصوصاً کذب و شنائع کو عبادت میں ملانا، تو اس کے لئے یہ نزول عذر نہیں ہوسکتا، اور جب مخالفاتِ شرع سے پاک تو بہ نیتِ اظہارِ مراتب، جس طرح شیخ مجدد رحمہ اللہ تعالٰی کے مکتوبات میں ہے: نزول وصعود ایک وجہ موجہ رکھتا ہے اس صورت میں اس پر نکیر لازم نہیں، ہاں عوام سے اندیشہ اعتقادِ سنیت کے سبب علماء کو مناسب کہ گاہ گاہ اس نزول وصعود بلکہ خود ذکرِ سلطان اعزاللہ نصرہ کو بھی ترک کریں ورنہ دعائے سلطان اسلام محبوب و مندوب ہے اور اس نیت کے لئے نزول وصعود میں بھی حرج نہیں، اور بے دلیل شرعی مسلمانوں پر الزام گناہ و ارتکاب بدعت شنیعہ باطل مبین، پس احق بالقبول حکم مجیب ثانی ہے ھذا ما ظھرلی (یہ مجھ پر واضح ہوا ہے۔ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۵: از ڈاک خانہ مہر گنج چڑنگی ضلع بریسال مکان منشی عبدالکریم مرسلہ محمد حسین صاحب ۱۷ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

یک فریق اسمہ دو دمیاں متواطن فورید فوری اند صلوۃ جمعہ را بملک بنگالہ بلکہ ہند را حرام گویند چرا اینجا شہر نیست بمصداق قول امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ وینفذ الاحکام ولقیم الحدود ایں تعریف نیست مگر اجرت تسبیح و تہلیل وغیر ذلک اخذ می کند و یک جماعت صلوۃ جمعہ را می خوانند و ایں دیار را

ایک فریق جو فورید فوری میں رہائش پذیر ہیں ان کو دودمیاں کہا جاتا ہے ان کے نزدیک بنگالہ بلکہ تمام ہندوستان میں جمعہ حرام ہے کیونکہ یہاں جو شہر ہیں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کہ (وہاں حاکم احکام نافذ کرے اور حدود جاری کرے) کی تعریف پر پُورے نہیں اترتے، حالانکہ

---

[1] ردالمحتار باب سجود التلاوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۲۴

Marfat.com

کے لئے اگر یُوں کرتے کہ خطبہ پڑھتے پڑھتے کچھ دیر خاموش رہتے اس کے بعد ذکرِ سلاطین کرکے بقیہ خطبہ تمام کرتے تو ہرگز کافی نہ تھا کہ مجلس واحد رہی اور مجلس واحد حسبِ تصریح کافہ ائمہ جامع کلمات ہوتی ہے جو کچھ ایک مجلس میں کہا گیا گویا سب الفاظ دفعۃً واحدۃ معاً صادر ہوئے۔

وعن هذا يتم ارتباط الايجاب بالقبول اذا لحقه فى المجلس والا فى الايجاب انما كان لفظا صدر فعدم و القبول لم يوجد بعد واذا وجد لم يكن الايجاب موجوداً او الموجود لا يرتبط بالمعدوم كما افاده فى الهداية وغيرها۔

اور اسی سے ایجاب کا قبول سے ربط تام ہوگا بشرطیکہ وہ مجلس کے اندر ہی ہو ورنہ جب ایجاب لفظاً صادر ہوا اور ابھی تک قبول معرضِ وجود میں نہیں آیا اور جب وُہ معرضِ وجود میں آیا تو ایجاب نہ تھا اور موجود کسی معدوم سے مرتبط نہیں ہو سکتا، ہدایہ وغیرہ میں ایسے ہی تحریر ہے (ت)

لہذا یہ تدبیر نکالی کہ اس ذکر کے لئے زینہ زیریں تک اُتر آئیں اور بقدرِ امکان مجلس بدل دیں کہ خطبہ پڑھتے پڑھتے نیچے اترنا شرعاً اُس کے قطع ہی کے لئے معہود ہے تو عموماً اجنبی خصوصاً بہ نیت قطع، تبدلِ مجلس و انفصالِ ذکر کا باعث ہوگا جس طرح تلاوتِ آیتِ سجدہ میں ایک شاخ سے دوسری پر جانے کو علماء نے تبدیلِ مجلس گنا ہے۔ اسی ردالمحتار میں ہے:

لعل وجهه ان الانتقال من غصن الى غصن والتسدية ونحو ذلك اعمال اجنبية كثيرة يختلف بها المجلس حكما كالكلام والاكل الكثير لما مر من ان المجلس او البيت يختلف حكما بمباشرة عمل يعد فى العرف قطعا لما قبله ولا شك ان هذه الافعال كذلك وان كانت فى المسجد او البيت بل يختلف بها حقيقة لان المسجد مكان واحد حكما وبهذه الافعال المشتملة على الانتقال يختلف

شاید وجہ یہ ہے کہ ایک شاخ سے دوسری شاخ کی طرف منتقل ہونا اور کپڑا بنانے کے لئے تانا لگانا اعمالِ اجنبی اور کثیر ہیں جن کی وجہ سے مجلس حکماً مختلف ہو جاتی ہے جیسے کثیر کلام اور طعام سے مجلس بدل جاتی ہے جیسا کہ پیچھے گزرا کہ مجلس اور گھر، ہر ایسے کام سے حکماً تبدیل ہو جاتے ہیں جنھیں عرف میں ما قبل کام کو ختم کرنے والا کہا جاتا ہو اور ان افعال کے ایسا ہونے میں کوئی شک ہی نہیں اگرچہ یہ مسجد یا گھر میں سرزد ہوں بلکہ ان میں حقیقۃً تبدیلی آجائے گی کیونکہ مسجد حکماً ایک جگہ کی طرح ہوتی ہے

Marfat.com

حرام زیرا کہ حدود از صدہا سال مفقود و مسدود شدہ است و بر تسبیح و تہلیل اجرت خواندن گرفتن روا نیست اجارہ در امور مباحہ باشد نہ در طاعت و معصیت کما حققہ المولی بن عابدین الشامی فی رد المحتار والعقود الدریۃ وشفاء العلیل۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

حدود قائم کرسکے" کا یہی معنٰی ہے ورنہ ہند اور بنگلہ کی کیا بات ہُوئی خود حرمین شریفین بھی شہر کی تعریف سے خارج ہوجائیں گے اور وہاں جمعہ حرام ہوگا کیونکہ حدود کا قیام صدیوں سے ختم اور بند ہوگیا ہے، اور تسبیح و تہلیل پر اُجرت لینا جائز نہیں کیونکہ کرایہ و اجرت امورِ مباحہ میں ہوتی ہے نہ کہ امورِ طاعت و معصیت میں، جیسا کہ ابن عابدین شامی رد المحتار، عقود الدریۃ اور شفاء العلیل میں اس کی تحقیق کی ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۱۱ از کلکتہ دھرم تلہ اسٹریٹ مرسلہ مولوی عبدالمطلب صاحب ۳ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

حامدا و مصلیا۔ ما قولکم ایھا العلماء الکرام من الاحناف العظام فی ھذہ المسئلۃ ان صلوۃ الجمعۃ واجبۃ علی اھل القری ام لا۔ بینوا بجواب شاف توجروا بثواب واف۔

اللہ تعالٰی کی حمد اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں سلام عرض کرتے ہوئے، حنفی علماء کرام کا اس مسئلہ میں کیا فرمان ہے کہ اہلِ دیہات پر جمعہ لازم ہے یا نہیں؛ جواب کافی سے نوازکر ثواب کامل حاصل کریں۔ (ت)

الجواب

الجمعۃ علی اھل القری لیست بواجبۃ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا جمعۃ ولا تشریق ولا صلوۃ فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او فی مدینۃ عظیمۃ[1] وفی فتح القدیر ان قولہ تعالٰی فاسعوا الی ذکر اللہ لیس علی اطلاقہ اتفاقا بین الامۃ اذ لا یجوز اقامتھا فی البراری اجماعا ولا فی کل قریۃ عندہ فکان خصوص المکان مرادا

جمعہ اہلِ دیہات پر لازم نہیں کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جمعہ، تکبیراتِ تشریق، عید الفطر اور عید الاضحٰی کی نماز صرف جامع شہر یا بہت بڑے شہر میں ہی ہوسکتی ہیں۔ فتح القدیر میں ہے اللہ تعالٰی کا فرمان "پس تم اللہ تعالٰی کے ذکر کی طرف بھاگو" ائمہ کے ہاں بالاتفاق مطلق نہیں کیونکہ جمعہ کا قیام جنگلوں میں بالاتفاق جائز نہیں اور امام شافعی کے نزدیک دیہات میں جمعہ نہیں ہوسکتا تو یہاں

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۱۰۱

ف: مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً منقول ہے۔ نذیر احمد

Marfat.com

شہر گویند بمطابق قول صاحبین وہو قول البعض و ہو موضع اذا اجتمع اہلہ فی اکبر مساجدہ لم یسعہم فہو مصر بمصداق ایں کہ ملک بنگالہ و ہند را شہر گویند و نماز مذکور درو ادا می کنند مگر اجرت تسبیح تہلیل را حرام گویند وایں گویند بمطابق قول امام اعظم حرام است و نزد صاحبین جائزست مگر قول متقدمین را اتباع می کنم و متاخرین در پائے نشدم علی ہذا القیاس ایں ہر دو جماعت تنازع می کنند۔

وہ تسبیح و تہلیل پر اجرت لیتے ہیں، ایک جماعت ______ جمعہ ادا کرتی ہے اور اس علاقہ کو صاحبین کے قول کے مطابق شہر قرار دیتی ہے، اور بعض کا قول ہے کہ شہر کی اس تعریف "ہر وہ جگہ جس کی سب سے بڑی مسجد میں وہاں کے تمام لوگ جمع ہوں تو وہ ان کی گنجائش نہ رکھتی ہو" کے مطابق ملک بنگالہ اور تمام ہندوستان کو شہر کہتے ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں تسبیح تہلیل پر اُجرت حرام کہتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ امام اعظم کے قول کے مطابق حرام اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے مگر میں متقدمین کے قول کی اتباع کروں گا نہ کہ متاخرین کی، علیٰ ہذا القیاس یہ دونوں جماعتیں آپس میں تنازع کر رہی ہیں۔ (ت)

الجواب

آنکہ گویند المصر ما لا یسع اکبر مساجدہ اہلہ نہ مذہب امام ست نہ قولِ صاحبین بلکہ روایت نادرہ مرجوحہ است وحاجت باو نیست امصار دیار ہند و بنگالہ بلاشبہہ شہر ہائے دار الاسلام ست و جمعہ درانہا فرض و ترک او معصیت شدیدہ و انکار او ضلالت بعیدہ در مذہب امام و سائر ائمہ ما مصر آنست کہ کوچہا و بازار ہائے دائمہ داشتہ باشد و مراورا روستا ہا باشد چنانکہ اورا در اصطلاح حال ضلع یا پرگنہ خوانند و درو حاکمے باشد کہ بہ حشمت و سطوت خود داد ستم زدہ از ستمگراں تواں گرفت اگرچہ نہ گیرد ہمیں ست معنی ینفذ الاحکام و یقیم الحدود الا از ہند و بنگالہ چہ گوئی خود حرمین محترمین نیز از مصریت خارج شوند و اقامتِ جمعہ آنجا

یہ جو شہر کی تعریف کر رہے ہیں کہ وُہ مقام جس کی سب سے بڑی مسجد وہاں کے لوگوں کے لئے گنجائش و وسعت نہ رکھتی ہو یہ مذہبِ امام ہے نہ صاحبین کا قول، بلکہ روایتِ نادرہ مرجوحہ ہے اور اس کی حاجت بھی نہیں ہندوستان اور بنگال بلاشبہ شہر دار الاسلام ہیں ان میں جمعہ فرض ہے، اس کا ترک سخت گناہ اور اس کا انکار شدید گمراہی ہے۔ امام اعظم اور باقی سب ائمہ کے ہاں شہر وُہ ہوتا ہے جس کے کُوچے ہوں اور دائمی بازار ہوں اور اس کے لئے دیہات ہوں جنھیں موجودہ اصطلاح میں ضلع یا پرگنہ کہا جاتا ہے اور وہاں کوئی نہ کوئی ایسا حاکم ہو جو اتنے اختیارات رکھتا ہو کہ مظلوم کو ظالم سے انصاف دلا سکے اگرچہ وُہ عملاً ایسا نہ کر رہا ہو" وُہ احکام کو نافذ کر سکے اور

Marfat.com

الغبار فيصيبهم الغبار والعرق ويخرج منهم العرق[1] الحديث وفي القدوري ولا تصح الجمعة الا في مصر جامع او في مصلى المصر ولا تجوز في القرى[2] قال مولنا بحرالعلوم في اركانه تحت قوله تعالىٰ يايها الذين اٰمنوا اذا نودي للصلوٰة من يوم الجمعة فاسعوا الى ذكر الله وذروا البيع اي يحرم البيع ويجب السعي الى الجمعة بعد سماع النداء ثم ان البيع قد يطول الكلام فيه فيفوت الخطبة او الجمعة لان التجار لا يتركون صفقاتهم في هذا الزمان ولذا منع من النداء الاول[3] فالبيع والشراء في المصر ظاهر[4] وقال ايضا فيه ويكره للمريض وغيره من المعذورين ان يصلوا الظهر يوم الجمعة بجماعة، ولا باس بالجماعة للظهر للقروي لان الجمعة جامعة للجماعات في المصر[5] فعلم ان شرط المصر لوجوب الجمعة مشروع لانه جرى التوارث من لدن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الى هذا الاٰن ان لا يصلى الجمعة

اور پسینہ آتا۔ اور قدوری میں ہے کہ جمعہ کے لئے شہر کی جامع مسجد یا شہر کی عیدگاہ کا ہونا ضروری ہے دیہات میں جمعہ جائز نہیں، مولنا بحرالعلوم "ارکان الاسلام" میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی "اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے ندا دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ آؤ اور بیع ترک کردو" کے تحت لکھتے ہیں یعنی اذان کے بعد بیع حرام ہے اور جمعہ کی طرف سعی لازم ہے پھر بیع میں گفتگو طویل ہوجانے کی وجہ سے جمعہ اور خطبہ فوت ہوجاتا ہے کیونکہ ایسے وقت تاجر سودا ختم نہیں کرتے اور اسی لئے ندا اول کے وقت ہی سے اس سے منع کردیا گیا، پس بیع وشراء کا شہر میں ہونا ظاہر ہے، اور وہاں یہ بھی فرمایا کہ مریض اور دیگر معذور لوگوں کے لئے جمعہ کے دن جماعت کے ساتھ ظہر ادا کرنا مکروہ ہے البتہ دیہاتی لوگوں کے لئے ظہر کی جماعت میں کوئی حرج نہیں کیونکہ شہر میں جمعہ تمام جماعتوں کا جامع ہوتا ہے اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ وجوب جمعہ کے لئے شہر کا شرط ہونا مشروع ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری حیات سے لے کر آج تک یہی متوارث ہے کہ اہل دیہات جمعہ نہیں پڑھتے، تو

---

[1] صحیح البخاری — باب من این توتی الجمعۃ الخ — قدیمی کتب خانہ کراچی — ۱/۱۲۳
[2] المختصر للقدوری — باب صلوٰۃ الجمعۃ — مطبوعہ مطبع مجیدی کانپور — ص ۳۹
[3] رسائل الارکان — فصل فی الجمعۃ — مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ — ص ۱۱۸
[4] ایضاً

Marfat.com

فيها اجماعا فقدر الشافعي القرية الخاصة وقدرنا المصر وهو اولى لحديث علی رضی الله تعالیٰ عنه ولو عورض بفعل غيره كان علی رضی الله تعالیٰ عنه مقدما عليه فكيف ولم يتحقق معارضة ماذكرنا اياه ولهذا لم ينقل عن الصحابة انهم حين فتحوا البلاد اشتغلوا بنصب المنابر والجمع الا في الامصار دون القرى ولو كان لنقل ولو احادا[1] وايضا ان الجمعة فرضت على النبي صلى الله تعالیٰ عليه وسلم وهو بمكة قبل الهجرة[2] كما اخرجه الطبرانی عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنه فلم يكن اقامتها من اجل الكفار فلما هاجر النبي صلى الله تعالیٰ عليه وسلم ومن هاجر معه من اصحابه الى المدينة لبث رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم في بني عمرو بن عوف اربعة عشر ايام ولم يصل الجمعة فهذا دليل على عدم الجمعة في القرى والا لصلى رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم الجمعة ومع ان البخاری روی فی صحيحه كان الناس يتنابون وفي رواية يتناولون الجمعة من منازلهم والعوالی فيأتون فی

بالاتفاق جگہ کی تخصیص کرنا ہوگی۔ امام شافعی نے دیہات کی تحقیق کی اور ہم نے شہر کی، اور شہر حدیث علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وجہ سے اولیٰ ہے اور اس کا معارضہ اگر دوسرے کے عمل سے ہے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس پر تقدیم ہوگی اور یہ تقدیم کیوں نہ ہو کہ ہمارے مذکور معنی کے خلاف معارضہ ثابت ہی نہیں اسی لئے صحابہ سے یہی منقول ہے کہ جب انھوں نے علاقے فتح کئے تو فقط شہروں میں جامع مسجد اور منبر بنائے نہ کہ دیہاتوں میں، اور اگر وہ دیہاتوں میں بناتے تو ان کا یہ عمل منقول ہوتا خواہ کوئی ایک ہی روایت ہوتی، اور یہ بھی مسلّم ہے کہ جمعہ حضور علیہ السلام پر مکہ میں قبل از ہجرت فرض ہوا جیسا کہ امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے لیکن وہاں کفار کی وجہ سے آپ نے جمعہ قائم نہ فرمایا جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے مدینہ طیبہ ہجرت کی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چودہ دن تک قبیلہ بنو عمرو بن عوف کے ہاں ٹھہرے رہے مگر آپ نے وہاں جمعہ قائم نہ فرمایا، یہ دلیل ہے اس پر کہ دیہات میں جمعہ نہیں ورنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں جمعہ قائم فرماتے اور باوجودیکہ امام بخاری نے صحیح روایت کیا کہ لوگ جمعہ پاتے تھے، اور ایک روایت میں ہے کہ لوگ اپنے اپنے گھر اور عوالی سے جمعہ کیلئے آتے پس وہ غبار میں آتے تو انھیں غبار پہنچتی

---

[1] و [2] فتح القدیر باب صلوٰۃ الجمعۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۲۳

من الحوادث[1]، و رواية عن الامام ابی یوسف المصر موضع یبلغ المقیمون فیه عددا لا یسعهم اکبر مساجد ایاهم فی الهدایة وهو اختیار البلخی[2] و به افتی اکثر المشائخ لما رأوا فساد اهل الزمان و الولاة و عنه ایضا کل موضع فیه یسکن عشرة الاف رجل، و عنه ایضا ان کل موضع له امیر و قاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود وهو اختیار الکرخی[3] کذا فی الهدایة وقال بعضهم هو ان یعیش کل محترف بحرفته من سنة الی سنة من غیر ان یحتاج الی حرفة اخری وقال بعضهم هو ان یکون بحال لو قصدهم عدو یمکنهم دفعه وقال بعضهم ان یولد فیه کل یوم ویموت فیه انسان، وقال بعضهم هو ان لا یعرف عددا اهله الا بکلفة و مشقة فمختار اکثر الفقهاء مراعة لضرورة زماننا والمفتی به عند جمهور المتاخرین فی تعریف المصر الروایة المختارة للبلخی ای

فریاد رسی کر سکے اور ایسا عالم ہو جس کی طرف لوگ مختلف پیش آنے والے واقعات میں رجوع کر سکیں، امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ شہر وہ جگہ ہے جہاں کے رہائشی اتنے ہوں کہ وہاں کی سب سے بڑی مسجد ان کے لئے ناکافی ہو، ہدایہ میں ہے یہ امام بلخی کا مختار ہے اور فساد زمانہ اور امراء کا فتنہ دیکھتے ہوئے اکثر مشائخ نے اسی پر فتوی دیا، اور امام ابو یوسف سے یہ روایت بھی ہے کہ ہر وہ جگہ شہر ہے جہاں دس ہزار مرد مقیم ہوں، یہ بھی روایت ہے کہ ہر وہ مقام جہاں ایسا امیر یا قاضی ہو جو احکام کو نافذ اور اقامتِ حدود کا اختیار رکھتا ہو، امام کرخی نے اسی کو اختیار فرمایا ہدایہ، بعض کی رائے یہ ہے کہ وہاں ہر صاحبِ صنعت سالہا سال سے اس طرح رہتا ہو کہ اسے دوسری صنعت کی محتاجی نہ ہو، بعض کی رائے یہ ہے کہ اگر وہاں دشمن حملہ آور ہو تو ان سے دفاع ممکن ہو، بعض نے کہا کہ وہاں ہر روز کوئی نہ کوئی پیدا ہو اور کوئی نہ کوئی مرے، بعض نے کہا کہ وہاں کے رہائشی لوگوں کی تعداد کا علم بغیر مشقت کے نہ ہو سکے۔ ہمارے زمانے کی ضرورت کے پیشِ نظر تعریفِ شہر میں اکثر فقہاء کا مختار اور متاخرین کا مفتی بہ قول وہی روایت ہے جو امام بلخی کی مختار ہے کہ وہ مقام شہر ہے جس کی سب سے

---

[1] فتح القدیر — باب الجمعة — مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۲۴
[2] الہدایۃ — باب الجمعۃ — مطبوعہ مکتبہ عربیہ کراچی ۱/۱۴۸
[3] ایضاً

Marfat.com

اهل البدو والقری فالعمل علی قول صاحب القدوری لازم علی المقلدین لانہ قولہ مطابق لمذہب الحنفی واتبعوہ ورجحوہ جمہور فقہاء المحققین ولم ینکرہ احد من علماء الحنفیین کما فی الدر المختار[1] فعلینا اتباع مارجحوہ وما صححوہ کما لو افتونا فی حیوتھم الحق احق بالاتباع والمقلد الذی یخالفہ فحکمہ غیر جائز کما فی الدر المختار واما المقلد فلا ینفذ قضاءہ بخلاف مذہبہ اصلاً[2] فشرط المصر لصحۃ الجمعۃ محقق عند جمہور الحنفیۃ بلا انکار احد لکن الاختلاف بینھم فی تعریف المصر البتۃ فقال الامام الشافعی موضع فیہ بنیان غیر منتقلۃ ویکون المقیمون اربعون رجلا من اصحاب المکلفین فاذا کان کذلک لزمت الجمعۃ واختلف الروایات فی مذہبنا ففی ظاہر الروایات بلدۃ لہا امام او قاضی یصلح لاقامۃ الحدود وفی فتح القدیر قال الامام ابوحنیفۃ المصر کل بلدۃ فیہا سکک واسواق وبہا رساتیق ووال ینصف المظلوم من الظالم وعالم یرجع الیہ

صاحب قدوری کے قول پر مقلدین کے لئے عمل لازم ہے کیونکہ ان کا قول مذہب حنفی کے مطابق ہے اور جمہور فقہا، محققین نے اسی کی اتباع کرتے ہوئے اسے ہی راجح قرار دیا ہے اور علماء احناف میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا جیسا کہ درمختار میں ہے تو ہم پر اس کی اتباع لازم ہے جسے انھوں نے راجح کہا اور اس کی تصحیح کی جیسا کہ وہ اپنی زندگی میں اس پر ہمیں فتوٰی دیتے تو اسی کی اتباع کی جاتی اور حق ہی اتباع کے لائق ہے اور وہ مقلد جو اس کی مخالفت کرے اس کا حکم جائز نہیں جیسا کہ درمختار میں ہے، بہرحال اپنے مذہب کے خلاف مقلد کی قضا اصلاً نافذ نہ ہوگی، صحت جمعہ کے لئے شہر کا شرط ہونا جمہور احناف کے ہاں ثابت ہے اور اس میں کسی کو انکار نہیں، ہاں تعریف شہر میں ان کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے، امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہر وہ جگہ جہاں نہ منتقل ہونے والی آبادی ہو اور وہاں چالیس مکلف آدمی مقیم ہوں تو وہاں جمعہ لازم ہو جاتا ہے، ہمارے مذہب میں اس بارے میں روایات مختلف ہیں، ظاہر الروایت میں ہے کہ ایسا شہر ہو جس میں کوئی ایسا امام یا قاضی ہو جو اقامت حدود کی طاقت رکھتا ہو۔ فتح القدیر میں ہے کہ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں شہر وہ ہوگا جس میں محلے اور بازار ہوں اور ایسا والی ہو جو مظلوم کی

---

[1] درمختار — مقدمۃ الکتاب — مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۵
[2] 〃 — 〃 — 〃 — 〃

Marfat.com

علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لاجمعۃ ولا تشریق
ولاصلوٰۃ فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او
مدینۃ عظیمۃ ثم قال فلا تجب
علی غیر اھل المصر[1] کذا فی الطحطاوی
فبینھما عموم وخصوص فثبت بالدلائل
المذکورۃ فرضیۃ الجمعۃ مخصصۃ بالاجماع
فان صلی الجمعۃ اھل قریۃ لایقال لھا
مصر شرعا لایسقط الظھر عن ذمتہ وان
صلی الظھر فرادی یعصو بکبیرۃ لترک
الواجب ای الجماعۃ الظھر باداء جماعۃ
النفل وھذا من قباحۃ عظیمۃ اعلم
ان الجمعۃ جامعۃ للجماعات وفی
اداء الظھر بالجماعۃ تفریق الجماعۃ
عن الجمعۃ وتقلیلھا فیھا بخلاف اھل
القری اذ لاجمعۃ علیھم ولا یفضی اداء
الظھر بالجماعۃ الی تفریق الجمعۃ و
تقلیلھا فیکون ذلك فی حقھم کسائر الایام
فی جواز اداء الظھر بالجماعۃ من غیر کراھۃ
مجالس الابرار فقول من یقول ما الفرق
بین الجمعۃ والظھر غیر الخطبتین
وصحت الجمعۃ بلاکراھۃ فی کل موضع
مثل الظھر سواء کان ذلك الموضع مصرا
اوقریۃ اوغیرہ وتارکھا بلاعذر فاسق و
عاصٍ مردود وقائلہ ضال مضل

کیونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ جمعہ
تکبیراتِ تشریق، نمازِ عید الفطر اور اضحی مصر جامع یا
بڑے شہر کے سوا نہیں ہوسکتیں، پھر کہا اہل شہر کے
علاوہ یہ کسی پر لازم نہیں طحطاوی میں اسی طرح ہے، تو
ان دونوں کے درمیان عموم وخصوص کی نسبت ہے تو
دلائل مذکورہ سے واضح ہوگیا کہ بالاتفاق فرضیتِ جمعہ
مخصوص ہے تو اگر ایسے اہلِ دیہات جمعہ قائم کریں جسے
شرعاً شہر نہیں کہا جاسکتا تو ان کے ذمے سے ظہر
ساقط نہ ہوگی اور اگر وہ ظہر تنہا ادا کریں گے تو انہوں
نے کبیرہ کا ارتکاب کیا کیونکہ واجب کا ترک ہوا یعنی
نوافل جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی وجہ سے ظہر کی
جماعت ترک کردی اور یہ عظیم قباحت ہے، واضح
رہے کہ جمعہ تمام جماعتوں کا جامع ہے، ظہر کو جماعت
کے ساتھ ادا کرنا جمعہ کی جماعت کو متفرق اور کم کرنا ہے
بخلاف اہلِ دیہات کے کہ وہاں جمعہ لازم نہیں تو وہاں
ظہر کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا جمعہ کے لئے تفریق و
تقلیل کا سبب نہیں ان کے لئے تو یہ دن جماعت کے
ساتھ بلاکراہت ظہر ادا کرنے کے لحاظ سے دیگر دنوں
کی طرح ہی ہے مجالس الابرار، تو وہ شخص جو کہتا ہے
کہ جمعہ اور ظہر کے درمیان خطبوں کے علاوہ کوئی فرق
نہیں، جمعہ ہر جگہ ظہر کی طرح ادا ہوجاتا ہے خواہ شہر
ہو یا دیہات یا اور کوئی مقام ہو، اس کا تارک
فاسق اور مردود ہے تو ایسے قول کا قائل گمراہ ہے
اور گمراہ کرنے والا ہے اور اس کا تعلق مقلدین سے

[1] بحر الرائق باب صلوٰۃ الجمعۃ ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۴۰

Marfat.com

مالا یسع اکبر مساجدہ اھلہ المکلفون بہا[۱] وقال ابو شجاع ھذا احسن ما قیل فیہ وفی الولوالجیۃ وھو صحیح بحر وعلیہ مشی فی الوقایۃ ومتن المختار وشرحہ وقدمہ فی متن الدرر علی قول الاٰخر وظاھرہ ترجیحہ وایدہ صدر الشریعۃ بقولہ لظھور التوانی فی احکام الشرع لاسیما فی اقامۃ الحدود فی الامصار[۲] وکل موضع یصدق علیہ التعریف المذکور فھو مصر تجب الجمعۃ علی اھلہ والا فلا تجب سواء ذٰلک الموضع یتعارف بلفظ القریۃ او دونہا غیر المصر فالاٰن ھو لاحق فی حکم المصر شرعا لا عرفا لتطبیق تعریف المتاخرین وھذا احسن ومالا یصدق علیہ التعریف المذکور فھو لیس بمصر شرعا وعرفا ففی لفظ القریۃ اعتباران شرعا بحیث ترسم بہ وبحیث لا ترسم بہ ففی الاول تصح الجمعۃ وھی مدینۃ عظیمۃ او قریۃ کبیرۃ وفی الثانی لا تصح الجمعۃ وھی قریۃ صغیرۃ ومفازۃ ومثلہا کما یدل علیہ عبارۃ القھستانی وتقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ فیہا اسواق[۳] وفی البحر لا تصح فی قریۃ ولا مفازۃ لقول

بڑی مسجد وہاں کے مکلف لوگوں کی گنجائش نہ رکھتی ہو۔ شیخ ابو شجاع کہتے ہیں کہ ان تعریفات میں یہی حسن ہے ولوالجیۃ میں ہے کہ یہی صحیح ہے۔ بحر، وقایہ، متن مختار اور اس کی شرح میں اسی کو اختیار کیا گیا ہے اور متن درر میں اسے ہی دوسرے قول پر مقدم کیا اور ظاہراً ترجیح اسی کو ہے، صدر الشریعۃ نے اپنے اس قول سے تائید کی ہے کہ کیونکہ احکام شرع خصوصاً اقامت حدود میں سستی واقع ہو چکی ہے، ہر وہ جگہ جس پر تعریف صادق آرہی ہو وہ شہر ہے اور وہاں کے رہنے والوں پر جمعہ لازم ہوگا اور اگر تعریف صادق نہ آئے تو وہاں جمعہ نہیں ہوگا خواہ وہ قریہ کے نام سے متعارف ہو یا کسی اور نام سے، تو اب وہ مقام متاخرین کی تعریف کے مطابق حکم مصر میں شرعاً ہوگا نہ کہ عرفاً اور یہی احسن ہے، اور جس پر تعریف مذکور صادق نہ ہو وہ نہ شرعاً شہر ہے نہ عرفاً، لفظ قریہ میں شرعاً دو اعتبار ہیں ایک وہ جس کی یہ تعریف کی گئی، دوسرا وہ جس کی یہ تعریف نہ ہو سکے، پس پہلے میں جمعہ صحیح ہے اور بڑا شہر یا قصبہ ہے اور دوسرے میں جمعہ صحیح نہیں اور یہ دیہات ہے اور جنگل کا بھی یہی حکم ہے جیسا کہ اس پر قہستانی کی عبارت دال ہے کہ قصبات اور بڑے دیہاتوں جن میں بازار ہوں جمعہ فرض ہوتا ہے، اور بحر میں ہے کہ قریہ اور جنگل میں جمعہ نہیں ہو سکتا

---

[۱] بحر الرائق — باب صلٰوۃ الجمعۃ — مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۲/۱۴۰
[۲] شرح الوقایۃ — باب الجمعۃ — مطبوعہ المکتبۃ الرشیدیہ دہلی — ۱/۲۴۰
[۳] جامع الرموز — فصل صلٰوۃ الجمعۃ — مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران — ۱/۲۶۱

Marfat.com

مسئلہ ۱۲۵۲ از بنگال

کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی اذانِ ثانی میں مقتدیوں کو بھی مناجات کرنا اور جمعہ وعیدین کے خطبہ کو بسم اللہ شریف سے شروع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ جواز کہتے ہیں عدم جواز کی دلیل چاہتے ہیں۔

الجواب

اذانِ ثانی کا جواب امام دے مقتدیوں کو ہمارے امام کے نزدیک جائز نہیں صاحبین اجازت دیتے ہیں تبیین الحقائق میں اوّل کو احوط کہا اور نہایہ اور عنایہ میں ثانی کو واضح، تو عمل اول ہی پر ہے کہ وہی قولِ امام ہے، اور اگر کوئی ثانی پر عمل کرے تو اس سے بھی نزاع نہ چاہیے کہ تصحیح اُس طرف بھی ہے ابتدائے خطبہ میں بسم اللہ کہنے کے جواز میں تو شک نہیں کہ منع شرعی نہیں مگر آہستہ کہے، کتابوں میں جس قدر لکھا ہے وہ یہ ہے کہ اعوذ آہستہ پڑھ کر خطبہ شروع کرے کما فی الھندیۃ وغیرھا (جیسا کہ ہندیہ وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۵۳ از نصیر آباد محلہ تیلیان مرسلہ محمد عمر صاحب ۲۶ شوال ۱۳۳۶ھ

داؤد ولد محمد علی عرف پیرجی پیش امام مسجد دودھیان نصیر آباد مورخہ ۵ جولائی ۱۹۱۸ء بروز جمعہ خطبہ پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے اور جب خطبہ اول ختم کرکے دُعا کے لئے بیٹھے اُس وقت دو شخصوں نے کھڑے ہوکر سنّت پڑھنا شروع کیا تب مسمی داؤد مذکور بالا نے کچھ خطبہ ثانی پڑھ کر فرمایا کہ سُنتوں کا خطبہ اوّل وثانی میں پڑھنا ناجائز ہے اور جب خطبہ میں نام محمد مقتدی سُنیں تو صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہنا ناجائز ہے۔ آیا یہ مسئلہ جو مسمی داؤد نے بیان کیا قرآن شریف وحدیث شریف کے مطابق ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کی نسبت جو خطبے میں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک سُن کر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہنا جائز نہ جانتا ہو اُس کے حق میں از روئے شرع شریف کیا حکم ہے آیا خارج اسلام ہے یا نہیں؟ اور مسلمانوں کو ایسے عقیدہ والے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جس کا ذکر اوپر ہوا ہے جائز ہے یا نہیں؟ شیخ محمد عمر نصیر آباد۔ رسول بخش اوورسیر۔ محمد اکبر خاں۔ قمر الدین کلرک۔ نور محمد مستری، لعل محمد۔

الجواب

اطراف واقطار سے ہمارے معزز اہلسنت بھائی حفظہم اللہ تعالٰی بعض سوالات بعض مسائل فقہیہ کی نسبت بھیجتے ہیں اُن سوالوں میں جو قول کسی کا نقل کرتے ہیں اُسے وہابیت وغیرہ ضلالتوں سے کچھ علاقہ نہیں ہوتا خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ شخص چنیں وچناں ہے جواب استفتا میں یہاں خط ملحوظ نہیں ہوتا خصوصاً بارہا وہ بات جو اُس شخص کی طرف نسبت کی فی نفسہٖ صحیح ہوتی ہے اب اس کی تصحیح کیوں نہ کیجئے کہ بات صحیح ہے اور تصحیح کیجئے تو عوام ذہن میں وہابی وغیرہ ضالین کی باتوں کا صحیح ہونا آتا ہے جس سے اندیشہ ہے کہ وہ اس کی اور باتوں

Marfat.com

لیس من المقلدین وعلی المقلدین اجتناب عن اقواله وافعاله واحتراز عن مصاحبتہ ومخالطتہ واللہ اعلم وعلمہ احکم کتبہ احقر الوری ابوالفیض محمد حبیب الرحمن عفا اللہ عنہ۔

نہیں، اس کے اقوال وافعال، اس کی محبت و مخالطت سے مقلدین کو احتراز کرنا لازم ہے، اللہ تعالٰی کا علم کامل واکمل ہے۔ کتبہ احقر الوری ابوالفیض محمد حبیب الرحمن عفا اللہ عنہ۔ (ت)

الجواب

الذی یدعی عموم الجمعۃ کل محل ولا یخصہ بمصر ولاقریۃ فقد خالف الاجماع وھو ضلال بلا نزاع وقد اجتمع ائمتنا علی اشتراط المصر لھا وان الاشتغال بہ فی القری تکرہ تحریما لکونہ اشتغالا بما لایصح کما فی الدر[1] وغیرہ وقد حققنا المسئلۃ فی رسالتنا لوامع البھا وغیرما موضع من فتاوٰنا واما المصر فالصحیح فی تعریفہ ماھو ظاھر الروایۃ عن امامنا الاعظم رضی اللہ تعالٰی کما بیناہ فی فتاوٰنا بما لامزید علیہ واما مالایسع اکبر مساجدہ اھلہ فغیر صحیح عند المحققین کما نص علیہ فی الغنیۃ وکفی قاضیا علیہ بالبطلان ان مکۃ والمدینۃ تخرجان علیہ من المصر وتمنع الجمعۃ فیھما لان اتساع مسجدیھما لایوف مؤفۃ من یرد الیھما من الافاق مشاھد مرئی فضلا عن اھلھما خاصۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جو شخص یہ دعوٰی کرتا ہے کہ جمعہ ہر مقام پر ہوجاتا ہے اس کے لئے کسی شہر اور دیہات کی تخصیص نہیں، وہ بالاتفاق اجماع کے مخالف اور گمراہ ہے ہمارے ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ جمعہ کے لئے شہر کا ہونا شرط ہے دیہاتوں میں جمعہ کا قیام مکروہ تحریمی ہے کیونکہ یہ نادرست کام میں مشغول ہونا ہے جیسا کہ درروغیرہ میں ہے، اس کی تحقیق ہم نے اپنے رسالہ لوامع البہا اور اپنے فتاوٰی میں متعدد جگہ کی ہے۔ شہر کی صحیح تعریف جو امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ظاہر الروایت میں منقول ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی وہ تفصیل دی جس پہ اضافہ دشوار ہے، رہی یہ تعریف کہ "جس جگہ کی سب سے بڑی مسجد اس کے باشندوں کی گنجائش نہ رکھتی ہو" محققین علماء کے ہاں درست نہیں، جیسا کہ اس پر غنیہ میں تصریح ہے اور اس تعریف کے بطلان پر یہی دلیل کافی ہے کہ اس صورت میں مکۃ المکرمۃ اور مدینہ طیبہ دونوں ہی شہر نہ ہوں اور ان میں جمعہ کی نماز منع ہو کیونکہ یہ مشاہدہ ہے کہ وہ تو مشرق تا مغرب آنے والے زائرین سے نہیں پُر ہوتیں، چہ جائیکہ وہاں کے لوگوں کے لئے کافی نہ ہوں، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۴

Marfat.com

مسئلہ ۱۳۵۴ ازاودیپور میواڑ راجپوتانہ مہارانا اسکول مرسلہ مولوی وزیر احمد صاحب مدرس ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

جمعہ کے دن جب خطیب خطبہ پڑھتا ہے تو کتاب میں دیکھ کر پڑھتا ہے اور ایک شخص یہاں بے دیکھے کتاب پڑھتا ہے لہذا فرمائیں دونوں میں کس کا عمل موافق سنت ہے؟

الجواب

دیکھ کر اور زبانی دونوں نفس ادائے حکم میں یکساں ہیں مگر زبانی اوفق بالسنۃ ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۵۵ از بنبئی اسٹیشن باندرہ محلہ نواپارہ مسجد مرسلہ محمد جہانگیر صاحب امام مسجد مذکور ۱۱ المحرم الحرام ۱۳۳۷ھ

جناب مولانا صاحب حجۃ قاہرہ مجدد مائۃ حاضرہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، گزارش یہ ہے کہ یہ رسالہ آپ کی خدمت میں روانہ کرکے عرض کیا جاتا ہے کہ اس میں آپ کی مہر ہے اور آج کل یہاں دعا بین الخطبتین میں تنازع ہے تو ہم لوگ اس رسالہ پر آپ کی مُہر دیکھ کر عمل کرلیا ہے کیونکہ آپ کے دستخط تحریر ہیں اور چند علمائے ہندنامی کی بھی دستخطیں تحریر، اس وجہ سے لوگوں نے بے دغدغہ عمل کرلیا ہے تو اسی واسطے آپ کی خدمت میں ارسال کرکے عرض ہے کہ دستخط آپ کے موجود ہیں اور دیگر علمائے ہندنامی گرامی کی تحریر ہے تو عمل کریں یا نہ کریں اور اس رسالہ میں جو دلیلیں تحریر ہیں صحیح ہیں یا نہیں، جیسا آپ تحریر فرمائیں آمنا کیا جائے۔

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، دُعا بین الخطبتین ہرگز ایسی چیز نہیں ہے جس سے ممانعت پر کچھ بھی زور دیا جائے ایسے مسائل میں تفرقہ اندازی، فتنہ پردازی، جدال پسندی، فریق بندی وہی لوگ کیا کرتے ہیں جو اُس کے ذریعہ شہرت چاہتے ہیں۔ فقیر کی عبارت کہ اس رسالہ میں منقول ہُوئی ہے اس میں بہت قطع وبرید کی گئی ہے میرا مسلک اس میں ہمیشہ یہ رہا ہے کہ خود میرے سامنے مقتدین دعا کرتے ہیں اور میں کبھی منع نہیں کرتا اور یہی مسلک میرے آبائے کرام اور محققین اعلام کا رہا ہے رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین، خود بنبئی میں بھی میں نے جمعہ پڑھایا اور حاضرین نے بین الخطبتین دُعائیں مانگیں اور میں نے نہ اس وقت منع کیا نہ بعد کو، اس رسالہ میں بہت اغلاط فاحشہ ہیں اور بہت اکاذیب باطلہ ہیں، یہاں تک کہ صحیح حوالوں کو جھٹلایا ہے اور خود محض جھوٹا حوالہ کتاب پر گھڑ دیا ہے، ان امور کی تفصیل اور مسئلہ کی تحقیق جمیل ایک رسالہ ہوسکتی ہے مسلمانوں کو سمجھ لینے کو اتنا کافی ہے کہ یہ شخص اور اس کے استاد دیوبندی ہیں گنگوہی کے شاگرد اور گنگوہی وتھانوی کے مداح، اور یہ وہ ہیں کہ علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق نام بنام ان کے کفر کا فتوٰی دیا اور فرمادیا کہ من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر

Marfat.com

کو بھی صحیح یا مشکوک ہی سمجھنے لگیں اور یہ اُن کے دین کا نقصان ہے، وہابی ہو یا کوئی کافر یہودی مجوسی بُت پرست وغیرہم کسی کی سب باتیں جھُوٹی نہیں ہوتیں کوئی نہ کوئی بات ہر شخص سچ کہتا ہے۔ فقہ حنفی میں تو متعدد اشخاص مثل زمخشری و زاہدی ومطرزی معتزلہ گزرے ہیں ان کے اقوال فروع فقہ میں نقل ومسلّم ہوتے ہیں اور عقائد میں وہ لوگ گمراہ بددین ہیں یہ نکتہ ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہئے، بلاشبہہ صحیح مذہب یہی ہے کہ دونوں خطبوں کا سُننا فرض ہے اور کسی خطبے کے وقت نہ سُنتیں پڑھنے کی اجازت نہ اللہ عزّوجل کا نام پاک سُن کر عزّ شانہٗ وغیرہ نہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک سُن کر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وغیرہ زبان سے کہنے کی اجازت کہ بحالتِ خطبہ سلام وکلام مطلقاً حرام ہے، ہاں دل میں جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہیں، درمختار میں ہے:

اذاخرج الامام فلا صلٰوۃ ولا کلام الی تمامہا خلا قضاء فائتۃ لم یسقط الترتیب بینہا وبین الوقتیۃ فانہا لا تکرہ سراج وغیرہ لضرورۃ صحۃ الجمعۃ والا لا، فیحرم کلام ولوتسبیحا اوامر بمعروف بل یجب علیہ ان یسمع ویسکت[1] (ملخصاً)

جب امام آجائے تو اب اتمام تک نہ کلام نہ نماز جو فوت شدہ نماز کی قضا کے علاوہ ہو جبکہ اس میں اور وقتی نماز میں ترتیب ساقط نہ ہوئی ہو، لہذا قضا میں کراہت نہیں تاکہ جمعہ صحیح ہو، سراج وغیرہ، اور اگر ایسی صورت نہیں تو کلام حرام ہے خواہ ایک تسبیح ہی کیوں نہ ہو، اسی طرح امر بالمعروف بھی، بلکہ اس پر لازم ہے کہ خطبہ سُنے اور خاموش رہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

ینصت ان قرأ الامام اٰیۃ ترغیب اوترھیب کذا الخطبۃ فلا یأتی بما یفوت الاستماع ولوکتابۃ اوردسلام وان صلی الخطیب علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا اذا قرأ اٰیۃ صلوا علیہ فیصلی علیہ المستمع سرا بنفسہ وینصت بلسانہ عملا بامری صلوا وانصتوا[2] ملخصاً واللہ تعالٰی اعلم۔

جب امام کوئی آیتِ ترغیب یا ترہیب پڑھے تو مقتدی خاموش رہے، اسی طرح خطبہ کا معاملہ ہے، پس ایسا کام نہ کرے جس سے سماع فوت ہوتا ہو اگرچہ کتابت ہی کیوں نہ ہو یا سلام کا جواب دینا ہو اگرچہ خطیب نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود شریف پڑھ رہا ہو البتہ جب خطیب آیت صلوا علیہ کہے تو سُننے والا دل میں آہستہ درود شریف پڑھ لے اور زبان سے خاموش رہے تاکہ دونوں حکموں درود شریف پڑھو اور خاموش رہو پر عمل ہوجائے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار | باب الجمعہ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۱۳
[2] درمختار | فصل ویجہر الامام الخ | " " " | ۱/ ۸۱

Marfat.com

لاالحکم بعدم الصحۃ عندنا قولہ عند البعض الی بعض المجتہدین کالامام الشافعی ھنا[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم

منع کا ہے نہ کہ عدم صحت کے حکم کا ہمارے نزدیک، قولہ عند البعض یعنی بعض مجتہدین مثلاً امام شافعی کے نزدیک اس مقام پر جواز کا قول ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۵۷: عبدالستار ابن اسمٰعیل از رنگون ۲ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شہر میں جمعہ کی نماز پڑھانے والا دیوبندی یا بدعقیدہ اور دوسری کسی مسجد میں بھی جمعہ نہ ہوتا ہو یا تمام مساجد جہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہے اُن کے امام بدمذہب ہوں تو ایسی صورت میں اہل سنت جمعہ کو ترک کرے یا کوئی اور حکم ہے؟ نیز ایسا ہی عیدین کی نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب

جب صورت ایسی ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ کسی مسلمان صالح امامت کو اپنا امام مقرر کریں اُس کے پیچھے جمعہ وعیدین پڑھیں، جمعہ قائم کرنے کے لئے اگر کوئی مسجد بنائیں تو اذن عام مسلمین واشتہار کے ساتھ کسی میدان خواہ مکان میں پڑھیں اور اگر اس پر بھی قدرت نہ ہو اور سب مساجد کے امام دیوبندی یا وہابی یا غیر مقلد یا نیچری یا مرزائی وغیرہم مرتدین ہیں تو فرض ہے کہ ظہر تنہا تنہا پڑھیں ان لوگوں کے پیچھے نماز باطل محض ہے جیسے کسی بُت پرست یا آریہ کے پیچھے، یہ ترکِ جمعہ نہ ہوا کہ وہ جو پڑھ رہے ہیں لغو و باطل حرکت ہے نماز ہی نہیں، اور اُن کی اقتدا بوجوہ حرام قطعی ہے بلکہ اُن کے عقائد پر مطلع ہو کر پھر بھی انھیں قابلِ امامت جاننے تو کافر ہو جائے من شك فی کفرہٖ وعذابہ فقد کفر (جس نے اس کے کفر اور عذاب میں شک کیا اس نے کفر کیا۔ ت) ہاں اگر کہیں ایسا بدمذہب ہو جس پر حکمِ کفر نہیں جیسے تفضیلیہ اور سُنّی کی امامت نہ مل سکے تو اس کے پیچھے جمعہ وعیدین پڑھ لے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۵۸: از پنڈول بزرگ ڈاک خانہ رائے پور ضلع مظفر پور مرسلہ نعمت علی صاحب ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک دوسری بستی میں جمعہ ہوتا ہے لوگ وہاں جا کر جمعہ پڑھتے ہیں اب وبا یعنی ہیضہ وغیرہ آگیا ہو تو ایسی حالت میں اس ہیضہ والی بستی میں جا کر جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر یہ جگہ حوالیِ شہر ہے تو دوسری جگہ نہیں اُسی کا حصہ ہے ورنہ اگر خود شہر ہے تو بغیر وبا بھی یہیں جمعہ

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۷۳

Marfat.com

جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے خود کافر ہے، نہ کہ وہ جو انھیں عالم دین جانے اور چنان وچنیں مانے۔ والعیاذ باللہ، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۵۶ ہادی حسن خاں از کانپور نئی سڑک ۵ اصفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک دیہات ہے جس کی آبادی تقریباً پانچسو کے ہے اور اس میں ایک ایسی مسجد ہے کہ اگر اس گاؤں کے مکلفین اس میں جمع ہوں تو مسجد پُر نہ ہوگی اور اس کے قریب دو دو کوس پر کئی قصبے ہیں تو اُس گاؤں میں از رُوئے مذہب حنفی نمازِ جمعہ وعیدین جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

باجماع جملہ ائمہ حنفیہ اس میں جمعہ وعیدین باطل ہیں اور پڑھنا گناہ۔ تمام متون وشروح وفتاوی میں ہے: شرط صحتہا المصر[1] (جمعہ کی صحت کے لئے شہر کا ہونا شرط ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

صلٰوۃ العید فی القری تکرہ تحریما لانہ اشتغال بما لایصح لان المصر شرط الصحۃ[2]۔

دیہاتوں میں عید کی نماز مکروہ تحریمی ہے کیونکہ یہ ایسے عمل میں مشغول ہونا ہے جو درست نہیں کیونکہ اس کی صحت کے لئے شہر کا ہونا شرط ہے (ت)

خود نہ پڑھیں گے حکم پُوچھا جائے گا تو فتوٰی یہ دیں گے جہاں نہیں ہوتے قائم نہ کریں گے بااین ہمہ اگر عوام پڑھتے ہوں منع نہ کریں گے۔ درمختار:

کرہ تحریما صلٰوۃ مطلقا ولو نفلا مع شروق الا العوام فلا یمنعون من فعلہا لانہم یترکونہا والاداء الجائز عند البعض اولی من الترک[3] (ملخصاً)

طلوعِ آفتاب کے وقت ہر نماز مکروہ تحریمی ہے خواہ نفل ہو لیکن عوام کو نماز پڑھنے سے روکا نہیں جائے گا کیونکہ وہ بالکل ترک کر دیں گے، اور جو بعض کے نزدیک جائز ہو اس کا بجالانا ترک سے اولٰی ہوتا ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ فلا یمنعون افادان المستثنی المنع

قولہ "فلا یمنعون" واضح کر رہا ہے کہ استثناء

---

[1] درمختار باب الجمعۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۰۹

[2] " باب العیدین " " " ۱/۱۱۴

[3] " کتاب الصلٰوۃ " " " ۱/۶۱

Marfat.com

سوا تین آدمی ہوں مگر جمعہ و عیدین کا امام ہر شخص نہیں ہو سکتا وہی ہو گا جو سلطانِ اسلام ہو یا اُس کا نائب یا اُس کا ماذون، اور ان میں کوئی نہ ہو تو بضرورت جسے عام نمازی امامِ جمعہ مقرر کر لیں، جمعہ کا زیادہ ثواب جامع مسجد میں ہے مگر جبکہ دوسری جگہ کا امام اعلم و افضل ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۶۲ از جروده ضلع میرٹھ مرسلہ سید الطاف حسین صاحب زمیندار و گورنمنٹ پنشنر ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہماری بستی میں تین مسجدیں ہیں اور تینوں میں پنجوقتہ باجماعت نماز ہوتی ہے آٹھ سات حافظِ قرآن ہیں، دو تین حاجی الحرمین الشریفین ہیں، دس پندرہ اچھی فارسی اور دو تین کچھ عربی فارسی پڑھے ہوئے ہیں، ایک صاحب مدرسہ طبیہ دہلی کے سند یافتہ اور تین چار عطائی طبیب ہیں، ایک شخص آنکھیں بناتا ہے، ایک قرآنی مکتب ہے جس میں دس بارہ طالب علم قرآن شریف حفظ کرتے ہیں، اس کے علاوہ ایک گورنمنٹی مدرسہ ہے، ڈاک خانہ بھی موجود ہے، پانچ چھ آدمی انگریزی داں ہیں جن میں بی اے اور ایف اے بھی ہیں، پندرہ سولہ آدمی گورنمنٹی ملازم ہیں جو دس روپیہ سے تین سو روپیہ تک تنخواہ پاتے ہیں، ایک شخص گورنمنٹ سے تیس روپیہ پنشن پاتا ہے، تین چار دکانیں ہیں جن میں ضرورت کی تمامی اشیاء ہمہ وقت دستیاب ہوتی ہیں، تین چار بزاز ہیں، دو پنواڑی کی ایک عطار کی دکان ہے، تین چار گھر قصابوں کے ہیں، پانچ چھ پختہ مکانات ہیں، سات پختہ کنویں بستی میں آبنوشی کے ہیں، سوائے گڑیوں اور چماروں کے ہندو کوئی آباد نہیں، قربانی وغیرہ آزادی سے ہوتی ہے، زمینداری مسلمانوں کی ہے۔ بھنگی، سقّہ، بڑھئی، لوہار، حجام وغیرہ پیشہ ور سب آباد ہیں، قریباً بارہ سو کی مردم شماری ہے، ہمیشہ سے جمعہ کی نماز ہوتی رہی ہے جس میں کبھی کبھی تین تین سو آدمیوں کا مجمع ہو جاتا ہے، اب بعض بعض حضرات معترض ہیں کہ اس بستی میں جمعہ و عیدین کی نماز جائز نہیں اور چند اشخاص نے جمعہ کی نماز ترک بھی کر دی ہے۔ حالات موجودہ مذکورہ کی موجودگی میں نمازِ جمعہ و عیدین ترک کی جائے یا بدستور پڑھی جائیں۔

الجواب

اگر وہ پرگنہ ہے اُس کے متعلق دیہات ہیں اور ایسی حالت میں ضرور جانب سلطنت سے کوئی حاکم وہاں فصل خصومات و فیصلہ مقدمات کے لئے ہوتا ہے مثلاً تحصیلدار وغیرہ، جب تو وہ خود شہر ہے اور اُس میں ادائے جمعہ و عیدین ضرور اور لازم، اور ان کا تارک گنہگار و آثم۔

فقد صدق علیھا حد المصر الصحیح المروی فی ظاھر الروایۃ عن الامام الاعظم

اس پر شہر کی وہ صحیح تعریف صادق آرہی ہے جو ظاہر الروایۃ میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

Marfat.com

قائم کیا جائے نہ کہ دوسری جگہ پڑھنے جائیں ، اور اگر گاؤں ہے تو اُن پر جمعہ نہیں بحالتِ وبا، وہاں نہ جائیں ،
واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۵۹ ازبمبئی نجر ضلع منڈلا مسئولہ عبدالستار صاحب پیلی بھیتی ۲ رجب ۱۳۳۷ھ

کیا خطبۂ جمعہ کھڑے ہو کر سُننا جائز ہے ؟

الجواب

خطبہ سُننے کی حالت میں حرکت منع ہے اور خطبہ بلا ضرورت کھڑے ہو کر سُننا خلافِ سنت ہے ۔ عوام میں یہ معمول ہے کہ خطیب آخر خطبہ میں ان لفظوں پر پہنچتا ہے ولذکر اللہ تعالٰی اعلٰی تو اس کے سنتے ہی نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں یہ حرام ہے کہ ہنوز ختم نہ ہوا چند الفاظ باقی ہیں اور خطبہ کی حالت میں کوئی عمل حرام ہے
واللہ تعالٰی اعلم ۔

مسئلہ ۱۳۶۰ از ریاست فریدکوٹ ضلع فیروزپور پنجاب مطبع سرکاری مرسلہ منشی محمد علی ارم
۶ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک مسجد میں جمعہ بامامت خود پڑھایا دُوسری مسجد میں ایک ضرورت کی وجہ آجانے سے خود مقتدی ہو کر بھی جمعہ پڑھا ، اس کا کیا حکم ہے ؟

الجواب

کوئی حرج نہیں جبکہ امامت پہلے کر چکا ہو فان التنفل بالجمعۃ غیر ممنوع (جمعہ کو نفل بنانا منع نہیں ۔ت) واللہ تعالٰی اعلم ۔

مسئلہ ۱۳۶۱ از شہر مسئولہ شوکت علی صاحب ۱۰ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا قول ہے علمائے اہلسنت وجماعت کا اس مسئلہ میں کہ شہر میں بہت جگہ نماز ہوتی ہے تو ہر وہ مسجد جس میں جمعہ ہوتا ہے جامع مسجد ہے اور جامع مسجد کی فضیلت رکھتی ہے یا وہی ایک مسجد جو متصل قلعہ کے جامع مسجد مشہور ہے اور شہر میں بہت جگہ جمعہ ہونے میں کچھ ممانعت تو نہیں ہے اور جمعہ میں کم از کم کے آدمی ہوں جو جمعہ ہو سکے اور زیادہ ثواب شہر کی کس مسجد میں ہے ؟

الجواب

جامع مسجد وہی ایک ہے شہر میں متعدد جگہ جمع ہونے کی ممانعت نہیں ۔ جمعہ کے لئے کم سے کم امام کے

Marfat.com

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں، اللہ تعالٰی جناب کی دعا کی برکت سے ہم فقیروں کے لئے جامع اہلسنت پیدا کردے کہ صدر کے مسلمانانِ اہلسنت فریضۂ جمعہ ادا کرسکیں، صدر میں دو مسجدیں ہیں، اس وقت دونوں پر تصرف ایسی طاقتوں کا ہے کہ جن کے نزدیک دینداری اور مذہب معاذ اللہ جنون ہے یا اہل سنت کی موجودہ مشہور و متعارف صورت کہ جس پر ہم اور ہمارے شیوخ کرام ہیں والعیاذ باللہ تعالٰی شرک و بدعت ہے لہذا ہم مع احباب و متعلقین تراویح و فرائض ایک کرایہ کے مکان میں جو وسیع اور قابل انعقادِ محافل ہے ادا کرلیا کرتے ہیں جمعہ جاکر ایک اور مسجد جو صدر سے قریباً میل بھر کے فاصل پر ہوگی یا کم وبیش پہنچ کر ادا کرلیتے ہیں لیکن بعض کو یہ مسجد قریب پڑجاتی ہے اور بعض کو دقت ہوتی ہے کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک ایسے مکان میں جو کرایہ کا مکان ہو جمع ہوکر جمعہ و عیدین ادا کرسکتے ہیں جناب مجددیہ سے جو فرمان ہو خواہ ہاں یا نہ، قوم کو اور میری تسلی ہوجائے گی۔

الجواب

جناب محترم ذی المجد والکرم اکرم اللہ تعالٰی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، جمعہ کے لئے شہر یا فنائے شہر کے سوا نہ مسجد شرط ہے نہ بنا۔ مکان میں بھی ہوسکتا ہے میدان میں بھی ہوسکتا ہے اذنِ عام درکار ہے۔ بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

السلطان اذا صلی فی دارہ ان فتح باب دارہ جاز وان لم یاذن للعامۃ لا تجوز[1] (ملخصاً)

سلطان نے اگر اپنی دار میں نمازِ جمعہ پڑھی اگر دروازہ کھلا تھا تو جائز اور اگر عوام کو شرکت کی اجازت نہ تھی تو جائز نہیں۔ (ت)

درمختار میں ہے:

یشترط لصحتھا المصر او فناءہ وھو ما حولہ لاجل مصالحہ کدفن الموتی ورکض الخیل[2] (ملخصاً) واللہ تعالٰی اعلم۔

صحتِ جمعہ کے لئے شہر یا فنائے شہر کا ہونا ضروری ہے، فنا سے مراد شہر کے اردگرد وہ جگہ ہے جو شہر کی ضروریات کے لئے بنائی گئی ہو، مثلاً قبرستان اور گھڑ دوڑ کے لئے جگہ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۶۴ از جیب والا ضلع بجنور تحصیل دھامپور مرسلہ منظور صاحب ۱۱ شوال ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بستی ہے جس کی کل آبادی قریب ۹۰۰ کے ہے اور اس میں

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی بیان شرائط الجمعہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۶۹

[2] درمختار باب الجمعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۰۹

Marfat.com

رضی اللہ تعالٰی عنہ انھا بلدۃ فیھا سکک واسواق ورساتیق وفیھا والٍ الخ

مروی ہے کہ وہ بڑا شہر جس میں کُوچے اور بازار ہوں اور کوئی نہ کوئی والی ہو الخ (ت)

اور اگر وُہ پرگنہ نہیں یا وہاں کوئی حاکم فصلِ مقدمات پر مقرر نہیں مگر زمانۂ سلطنت اسلام میں وُہ ایسا تھا اور جب سے اُس میں جمعہ ہوتا تھا تو اب بھی پڑھا جائے گا۔ صلوٰۃِ مسعودی باب ۳۳ میں ہے:

جائے راکہ حکم شہر دادند بعد ازاں خرابی پذیرد آں حکم شہرے باقی ماند تا اگر ایشاں نائب سلطان یا جمع در انجا نماز آدینہ گزارند روا بود۔[2]

وہ جگہ جسے شہر قرار دیا گیا خرابی کے بعد بھی وہ حکمِ شہر رکھتا ہے اگر نائب سلطان نمازِ جمعہ با جماعت ادا کرے تو اب بھی ادا ہوگا۔ (ت)

اور اگر یہ دونوں صورتیں نہیں تو مذہب حنفی میں وہاں جمعہ وعیدین نہیں پھر بھی جبکہ مدت سے قائم ہے اُسے اُکھاڑا نہ جائے گا نہ لوگوں کو اس سے روکے گا مگر شہرت طلب،

قال اللہ تعالٰی ارأیت الذی ینھٰی o عبدا اذا صلّی o[3] وفیہ عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا "بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے بندے کو جب وُہ نماز پڑھے" اور اسی آیت کے تحت حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے بھی ایک روایت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۶۳ از کراچی صدر بازار دفتر انجمن جمعیۃ الاحناف مرسلہ ابو الرجا غلام رسول صاحب ۲۸ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

جناب تقدس مآب مجمعِ مکارمِ اخلاق، منبعِ محاسنِ اشفاق، سراپا اخلاقِ نبوی، مظہرِ اسرارِ مصطفوی، سلطان العلماء اہلسنّت، برہان الفضلاء الملّۃ، قدوۃ شیوخ الزمان، مولٰنا المخدوم، بحر العلوم، اعلحضرت امام الشریعت والطریقت، مجدد مائۃ حاضرۃ، متع اللہ المسلمین، بطول بقائہم و دامت علی رؤس المسترشدین فیوضاتکم و برکاتکم۔ بعد سلامِ مسنون واشتیاق روز افزوں آنکہ بحکم شاوِرْوا (مشورہ طلب کرو۔ ت) حضرت سے التماس ہے ایک عرصہ ہوا غربائے اہلسنت کراچی کی صدائے محزون نے تاحال کوئی اثر پیدا نہیں کیا، جمعہ و جماعت کی جیسی کچھ تکلیف ہے ناقابلِ بیان ہے لہذا دُعا فرمائیے۔ اس وقت حضور پرنور وارث سجادہ رسالتمآب

---

[1] فتح القدیر باب الجمعۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۲۴

[2] صلوٰۃ مسعودی باب ۳۳ دربیان نماز آدینہ مطبع احمدی بمبئی، انڈیا ۲/۱۶۴

[3] القرآن ۹۶/۹-۱۰

Marfat.com

اور حدیث صحیح :

کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع[1] رواہ مسلم وغیرہ۔

کسی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ سُنی سُنائی بیان کردیتا ہو۔ اسے مسلم وغیرہ نے روایت کیا۔ (ت)

آیت کا ارشاد یہ ہے کہ غیر ثقہ کی خبر خوب تحقیق کرلو کہیں کسی کو جہالت سے آزار دے بیٹھو پھر اپنے کئے پر پچھتاتے رہو، اور حدیث اوّل کا کہ اپنے اموات کو خیر ہی سے یاد کرو اور دوم کا یہ کہ آدمی کے جھوٹا ہونے کو یہ بہت ہے کہ جو کچھ سُنے اُس پر اعتبار کرکے لوگوں سے بیان کردے اور اگر اپنی طرف سے کہا تو آفت سخت تر ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من ذکر امرأ بما لیس فیہ لیعیبہ بہ حبسہ اللہ فی نار جہنم حتی یاتی بنفاذ ما قال فیہ[2]۔

جو کسی کے عیب لگانے کو وہ بات بیان کرے جو اس میں نہیں اللہ اسے نارِ جہنم میں قید کرے گا یہاں تک کہ اپنے کئے کی سند لائے۔

دوسری روایت میں ہے :

کان حقا علی اللہ ان یذیبہ یوم القیٰمۃ فی النار حتی یاتی بانفاذ ما قال[3]۔ رواہ الطبرانی بسند صحیح عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اللہ پر حق ہے کہ جب تک اپنی اُس بات کا ثبوت پیش نہ کرے اُسے آتشِ دوزخ میں پگھلائے۔ اسے طبرانی نے صحیح سند کے ساتھ ابی درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

اور بالفرض غلط اگر معاذ اللہ کوئی بدمذہب ہی خطبہ تصنیف کرے اور وہ صحیح ہو اس میں کوئی بدمذہبی نہ ہو تو اس کے پڑھنے سے نماز کیوں ناجائز ہونے لگی، یہ دل سے مسئلہ گھڑنا اور شریعتِ مطہرہ پر افتراء کرنا ہے، ہاں اُردو زبان خطبہ میں ملانا نہ چاہئے کہ خلاف سنّتِ متوارثہ ہے یہ دوسری بات ہے اسے عدمِ جوازِ نماز سے کیا علاقہ، شخص مذکور اگر اپنی ان حرکات پر مصر رہے اور تائب نہ ہو تو اُس کے پیچھے نماز نہ چاہئے نہ اس کے ہاتھ پر بیعت، ویتوب اللہ علی من تاب (اللہ تعالٰی ہر توبہ کرنے والے پر کرم فرماتا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

---

[1] صحیح مسلم — النہی عن الحدیث بکل ما سمع — مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی — ۱/۸

[2] معجم اوسط — حدیث ۸۹۳۱ — مکتبۃ المعارف الریاض — ۹/۴۳۲

[3] " — بحوالہ الطبرانی الکبیر باب فی الشہود — دار الکتاب بیروت — ۴/۲۰۱

Marfat.com

ہر چیز بھی وقت پر نہیں مل سکتی، لہذا ایسی بستی میں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ وجوب صلوٰۃ کے لئے کیا کیا شرائط ہیں؟ مدلل بیان ہوں۔

الجواب

جمعہ صرف شہر و فنائے شہر میں جائز ہے ورنہ نہیں، شہر وہ بستی ہے جس میں متعدد کوچے دائم بازار ہوں، اور وہ ضلع یا پرگنہ ہو کہ اس کے متعلق دیہات ہوں اور اُس میں فیصلہ مقدمات پر کوئی حاکم مقرر ہو۔ وجوب جمعہ کی سات شرطیں ہیں:

(۱) حریت (۲) ذکورت

(۳) عقل (۴) بلوغ

(۵) شہر میں اقامت (۶) اتنی صحت کہ حاضر جماعت ہو کر پڑھ سکے۔

(۷) عدم مانع مثل حبس وخوف دشمن و باران شدید وغیرہ۔

ان کی تفاصیل اور بعض استشہاد درمختار وغیرہ میں ہیں وقد ادخلنا البصر وقدرۃ المشی فی الصحۃ (ہم نے صحت میں بینائی اور چلنے کی قدرت کو شامل کیا ہے) اور اس کے صحیح ہونے کی سات شرطیں ہیں:

(۱) شہر یا فنائے شہر

(۲) سلطان اسلام یا اس کا نائب یا ماذون یا بضرورت جسے عام مسلمین نے امام جمعہ بنایا ہو۔

(۳) وقت ظہر ختم تک باقی رہنا۔

(۴) خطبہ وقت ظہر میں۔

(۵) قبل نماز کم از کم تین مسلمان مردوں عاقلوں کے سامنے خطبہ ہونا۔

(۶) جماعت سے ہونا جس میں کم از کم تین ایسے مرد ہوں۔

(۷) جمعہ کے لئے اذن عام ہونا بلا وجہ شرعی کسی کی روک نہ ہو۔

بیان دلائل سے کتب لبریز ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۶۵ از مولیس پور برہما مرسلہ محمد واحد خطیب مسجد قبرستان نئی بستی ۲۷ شوال ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے احناف رحمکم اللہ تعالیٰ کہ ائمہ مساجد احناف کو نواب صدیق حسن خاں کی تصنیف کا خطبہ ہر جمعہ وعیدین میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور حنفیہ کے نزدیک کون خطبہ معتبر ہے؟

الجواب

صدیق حسن خاں غیر مقلد لامذہب تھا اس کی تصنیف کا خطبہ اہلسنت کو پڑھنا نہ چاہیے لان فیہ تنویھا بذکرہ

Marfat.com

لا یغنی من الحق شیئا[1] (بلا شبہ ظن، حق سے بے نیاز نہیں کرسکتا۔ ت) تو ان پر عمل خصوصاً عموم قرآن مجید کے خلاف کیونکر اس نے حلال کرلیا' اور یہ بھی اُس وقت ہے کہ ان احادیث آحاد کی صحت ثابت کرلے، ائمہ مجتہدین کا اجتہاد نہ ماننا اور بخاری ومسلم کی تصحیح یا نسائی و دار قطنی کی تعدیل وتجریح پر اعتماد کرنا ظلم شدید وجہل بعید ہے، کون سی آیت یا حدیث میں آیا ہے کہ بخاری جس حدیث کو صحیح کہہ دیں اُسے مانو اور جسے ضعیف کہہ دیں اُسے نہ مانو یا یحیٰی وشعبہ جسے ثقہ کہہ دیں اُسے معتمد جانو اور ضعیف کہہ دیں تو ضعیف جانو، قرآن وحدیث متواترہ اجماع امت کو حجت بتاتے ہیں، اور اجماعِ اُمت سے ہے کہ جمعہ کا حکم مطلق وعام نہیں مقید بقیود ومشروط بشرائط ہے اور جو اجماع کا خلاف کرتا ہے قرآن عظیم فرماتا ہے: نصلہ جھنم وساءت مصیرا[2] ہم اسے جہنم میں ڈالیں گے وہ بہت ہی بُری پھرنے کی جگہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۷۰: مسئلہ جناب جد الحسین از فرید پور مورخہ ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسائل ذیل میں معہ چند اشخاص اپنے محلہ کی مسجد کو چھوڑ کر دوسرے محلہ کی مسجد میں جاکر نمازِ جمعہ کو ادا کرنا باوجود اس کے کوئی طریقہ فضیلت نہیں رکھتی ہے نہ مسجد بڑی نہ جماعت کثیر نہ امام افقہ، ہاں اتنا ہے کہ دُوسرے محلہ کی مسجد ربع میل اور اپنے محلہ کی مسجد ثلث میل فاصلہ پر ہے جائز ہے یا نہیں؟ اور ان لوگوں کے جانے کی وجہ سے اپنے محلہ کی مسجد میں جماعت کم ہوتی ہے اکنون ان لوگوں کو منع کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور برتقدیر منع نہ کرنے کے ان لوگوں کے ساتھ اور لوگوں کے بھی جانے کا احتمال ہے اور بصورت جائز ہونے کے کون سی مسجد میں افضل ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جمعہ مسجد جامع ہی میں افضل ہے، مسجد محلہ کا حق نمازِ پنجگانہ میں ہے جب وُہ جامع نہیں اور دوسری جگہ جانے میں اُن کو آسانی ہے تو ممانعت کی کوئی وجہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۷۱: از شہر روہیلی ٹولہ مسئولہ طالب علم بنگالی ۲۳ شعبان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس گاؤں میں تعریف شہر کی صادق آئے مثلاً بڑی سے بڑی مسجد میں اس کے اہل نہ جمع ہوسکیں اور گلیاں اور بازار ہوں اور اس میں چند مولوی ہوں مسئلہ دین کا جاری کرتے ہوں اور قاضی ہوکر انصاف مظلوم کا کرتے ہوں اُس گاؤں کے متصل اور گاؤں بھی ہے ایسے

---

[1] القرآن ۱۰/ ۳۶

[2] القرآن ۴/ ۱۱۵

Marfat.com

مسئلہ ۱۳۶۹ ازسرگوں تحصیل کھٹھیا ڈاک خانہ ٹنک پور مرسلہ تھنے خاں صاحب ۱۳ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ
جمعہ کی نماز ہر شخص پر فرض ہے سوا اُن کے جن کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مستثنیٰ فرمادیا مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۲۱ باب وجوب الجمعہ میں طارق ابن شہاب سے مرفوعاً روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جمعہ حق ہے اور واجب ہے مگر چار پر غلام اور عورت اور نابالغ اور بیمار۔ یعنی ان چار کے سوا سب پر واجب ہے، خود کسی کا نوکر ہو یا سوداگر یا کھیتی والا یا مزدور ہو، بعض روایت میں مسافر کا بھی ذکر ہے۔ اور اسی کتاب کے اُسی صفحہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ باز آئیں لوگ جمعہ کا ناغہ کرنے سے ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مُہر لگادے گا پھر وہ منافقوں میں سے ہوجائیں گے یعنی اُن کا نام منافقوں کے دفتر میں لکھا جائے گا۔ ہاں اتنی قید اور شرط تو حدیث شریف میں آئی ہے کہ جماعت کے ساتھ پڑھو، سو جماعت کا مسئلہ یہ ہے کہ جب ایک سے زیادہ ہوئے خواہ دو ہوں یا زیادہ ہوں اُن کو جماعت کہتے ہیں، چنانچہ مشکوٰۃ شریف باب الجماعۃ وفضلہا ص۱۰ میں ابوموسیٰ اشعری سے مرفوعاً روایت ہے اور مشکوٰۃ شریف کے باب الجمعہ میں روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جو شخص تین جمعے بلاضرورت نہ پڑھے تو لکھا جاتا ہے منافق اُس کتاب میں جو نہ مٹتی ہے نہ بدلتی ہے۔ لہٰذا نمازِ جمعہ ہر جگہ پڑھنا چاہیے خواہ شہر ہو یا گاؤں ہو یا جنگل ہو یا بن ہو کیونکہ حدیث شریف میں کوئی خصوصیت نہیں آئی ہے۔ فقط حررہ محمد اشرف خاں عفی عنہ۔

الجواب

جمعہ بن میں حرام ہے اور گاؤں میں ناجائز ہے اور عمومات اپنے شروط سے مشروط ہوتے ہیں، احادیث سے جو جاہلانہ استناد کسی جاہل نے کیا ہے وہ اگر دامنِ ائمہ چھوڑے تو یہی بتائے کہ یہ حدیثیں اُس نے شروع میں کیونکر حجت قرار دیں، اللہ تعالیٰ نے تو سورۂ جمعہ میں یاایھا الذین اٰمنوا[1] (اے ایمان والو) مطلق ارشاد فرمایا ہے اس میں عورت یا بچے یا غلام یا مریض یا مسافر کسی کا استثنا نہیں تو کیوں نہیں کہتا ہے کہ چار برس کے بچے پر بھی جمعہ فرض ہے وہ احادیث سب خبر آحاد ہیں اور خبر آحاد موجب ظن، تو اُن سے استدلال کرنا اس کو حرام اور قرآن مجید کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان یتبعون الا الظن[2] (وہ نہیں اتباع کرتے مگر ظن کی۔ ت) اور فرماتا ہے: ان الظن

---

[1] القرآن ۶۲/۹ [2] القرآن ۱۰/۶۶

Marfat.com

اگر محمد مصطفےٰ محبوبِ مطلوب خدا
گفتے دریں حسرتا ای ماہِ رمضاں الوداع

خدا کے محبوب و مطلوب محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہتے اسے ماہِ رمضان! الوداع۔ (ت)

یہ فتویٰ مفتی سعد اللہ نامی کسی بزرگ کا ہے جو ۱۲۹۶ھ میں مطبع نولکشور کانپور میں چھپا ہے جناب اس فتوے کے متعلق کیا فرماتے ہیں آیا صحیح قابلِ عمل ہے یا واجب الرد؟ جو کچھ ہو صاف صاف تحریر فرمائیے، بینوا توجروا۔

الجواب

۱۔ الوداع جس طرح رائج ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔

۲۔ نہ صحابہ کرام و مجتہدین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نہ اس کا موجد معلوم۔

۳۔ وہ اپنی حدِ ذات میں مباح ہے ہر مباح نیتِ حسن سے مستحب ہوجاتا ہے اور عروض و عوارض خلاف سے مکروہ سے حرام تک۔

۴۔ جمعہ کے لئے خطبہ شرط ہے خاص خطبہ الوداع کوئی چیز نہیں اُن کے ترک سے نماز پر کچھ اثر نہیں پڑسکتا اُس کے ترک میں کچھ خلل نہیں، نہ تارک پر زجر و ملامت روا جبکہ ترک بربنائے وہابیت نہ ہو، ہاں اگر وہابیت ہے تو وہابی کے پیچھے نماز بیشک ناجائز محض باطل، اور وہ زجر و ملامت سے بھی سخت تر کا مستحق ہے۔

۵۔ اس فتوے میں جو کچھ لکھا حرف بحرف صحیح ہے سوائے اس لفظ کے کہ "افضل ترک است" اس کی جگہ یُوں چاہئے التزامش نہ شاید گاہے ترک ہم کنند تا عوام گمان وجوب و امتنان؟ (اس کا التزام نہیں کرنا چاہئے کبھی اسے ترک کردیں تاکہ عوام کو وجوب یا سنت ہونے کا وہم نہ ہو۔ ت) فقد صرح العلماء الکرام ان الترك احیانا یزیل الایھام (علماء کرام نے تصریح کی ہے کہ بعض اوقات ترک کردینا عوام کے وہم کو زائل کردیتا ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۷۷: از ضلع ڈھاکہ ڈاکخانہ نہروی مدرسہ حافظ پور مخلص الرحمان

بخدمت شریف جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام ظلہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

عرض یہ ہے کہ ہمارے ملک بنگالہ میں ایسی بستیاں ہُوا کرتی ہیں کہ ہر ایک میں متعدد پارہ یعنی حصّے ہوتے ہیں اور ہر ایک پارہ جُدا جدا نام سے موسوم ہے، ایک پارہ سے دوسرے پارہ علیحدہ اور اس قدر فاصلہ سے بسا ہے کہ گویا قریۂ صغیرہ مستقلہ ہے اور پاروں کے درمیان مواضع منفصلہ میں مزارع اور میدان اور کہیں کہیں

Marfat.com

گاؤں میں جمعہ جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

گاؤں متصل ہونے سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ دیہات اس کے متعلق ہوں یہ ضلع یا پرگنہ ہوا پنے اپنے طور پر فیصلہ کرنے سے شہر نہیں ہو جاتا بلکہ والیِ ملک یا اُس کا مقرر کردہ حاکم ہو، اگر یہ دونوں باتیں ہیں تو اس میں جمعہ جائز و صحیح ہے ورنہ باطل و ناجائز ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ ۱۳۷۲ تا ۱۳۷۶ مسئولہ مکرم احمد اللہ صاحب صدر بازار ہردوئی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسائلِ ذیل میں :

۱ ۔ جمعۃ الوداع رمضان المبارک کو نبی کریم احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبۃ الوداع پڑھا ہے یا نہیں ؟

۲ ۔ اگر حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں پڑھا ہے تو سب سے پہلے خطبہ الوداع کس نے پڑھا ہے اور اس کا موجد و مخترع کون ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یا ائمۂ مجتہدین فقہاء و محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ ۔

۳ ۔ شریعتِ مقدسہ مطہرہ منورہ محمدیہ حنفیہ اہلسنت و جماعت میں خطبۃ الوداع کا کیا درجہ ہے فرض، واجب، سنت، مستحب، مباح ؟ صاف صاف مدلل تحریر فرمائیں ۔

۴ ۔ جس جمعۃ الوداع کو خطبۃ الوداع نہ پڑھا جائے وہ جمعہ صحیح ہوگا یا نہیں ؟ اور تارک خطبۃ الوداع کس درجہ کا خاطی و گنہ گار ہے، قابلِ ملامت و زجر ہے یا نہیں ؟ ملامت و زجر کرنے والے تو گنہ گار نہ ہونگے ؟ امامت اُس کی جائز ہے یا ناجائز ؟

۵ ۔ کتاب شبیہ الانسان کے صـ۲۴ـ میں لکھا ہے :

اما خواندن کلماتِ حسرت وافسوس در خطبۂ آخر رمضان مباح است فاما از سلف منقول نیست وافضل ترک ست تا عوام را گمانِ وجوب وسنتش نگردد دریں شرط ست کہ روایت دروغ وبہتان بر رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دراں نباشد والا حرام ہمچنانکہ این ست ۔

رمضان کے آخری جمعہ میں حسرت وافسوس کے کلمات پڑھنا مباح ہے لیکن اسلاف سے منقول نہیں، ترک افضل ہے تاکہ عوام اسے واجب یا سنت نہ بنالیں، شرط یہ ہے کہ اس میں رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت جھوٹ شامل نہ ہو ورنہ حرام ہے اور وہ یہ ہے :

Marfat.com

ہوں گے، بہر حال متعدد گناہ ان پر لازم ہیں بایں ہمہ جہاں لوگ پڑھتے ہوں اُنھیں نہ روکا جائے، کما افادہ فی الدر المختار فی الصلوۃ عند الشروق[1] (جیسا کہ رد المحتار میں طلوعِ آفتاب کے وقت نماز کے بارے میں بیان کیا ہے۔ ت) اور خود ہرگز نہ پڑھیں، نہ نئی جگہ قائم کریں کہ گناہ سے بچنا لازم ہے اور پاروں کے مجموعہ کو اگرچہ مجموعی طور پر قریہ کبیرہ کہہ سکیں مگر قریہ کبیرہ بمعنی بلدۂ صغیرہ ہرگز نہیں جس میں جمعہ جائز ہو سکے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۷۸ تا ۱۳۸۱ از قصبۂ جہان آباد خاص ضلع پیلی بھیت مرسلہ عاشق حسین بخشی قصبہ مذکور مورخہ ۷ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع مسائلِ ذیل میں:

(۱) جمعہ کے خطبوں میں عربی عبارت پڑھ کر بعد کو ترجمہ اردو زبان میں محض بہ نیت آگاہی قوم امام جمعہ پڑھے تو کیا نقص یا فضل ہے؟

(۲) خطبۂ دراز یا قراءتِ طویل کا پڑھنا کوئی فضل رکھتا ہے یا نقصان؟

(۳) قبل اور بعد جمعہ سنتوں میں سنتِ رسول اللہ کہنا کوئی نقصان ہے؟

(۴) مکرر الوداع شریف کوئی عمل شرعی میں نقص رکھتا ہے اور یہ عمل درست ہے یا نادرست؟ بشریعت بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) خطبہ میں عربی کے سوا دوسری زبان ملانا مکروہ و خلافِ سنّت ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) قراءت بقدرِ سنت سے زائد نہ ہو اور اتنی زیادت کہ کسی مقتدی کو ثقیل ہو حرام ہے اور خطبہ کی نسبت ارشاد فرمایا کہ آدمی کی فقاہت کی یہ نشانی ہے کہ اس کا خطبہ کوتاہ ہو اور نماز متوسط، زیادہ طویل خطبہ خلافِ سنت ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳) سُنتیں جمعہ کی ہوں یا اور وقت کی، اُن کی سنتوں میں نامِ اقدس کی طرف اضافت کہ حضور کی سنت ہے اس میں کوئی حرج نہیں اس سے وہابیہ منع کرتے ہیں جو نامِ اقدس سے جلتے ہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۴) الوداع کہ رائج ہے نہ کوئی شرعی حکم ہے نہ اس سے منع شرعی، ہاں علماء اس کا التزام نہ کریں، کبھی

---

[1] درمختار کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۶۱

Marfat.com

بانس اور دیگر ادنیٰ جنگل ہوا کرتے ہیں موسم برسات میں ایک پارہ سے دوسرے پارہ میں جانے کے لئے کشتی کی ضرورت کم ہی ہوا کرتی ہے مگر جوتی پہن کر نہیں جا سکتے کہیں کہیں درمیانی فاصلہ میں زانو تک پانی ہوتا ہے اور اکثر جگہ میں اس سے کچھ کم ایک پارہ سے دوسرے پارہ میں جانے کے لئے سوائے کھیتوں کی حدبندی اور چھوٹے چھوٹے راستوں کے اور کوئی بڑا راستہ نہیں ہے یعنی دو آدمی محاذی ہو کر ایسے راستہ سے چلنا دشوار ہے، ہاں کہیں کہیں مواشی کے چلنے کے لئے "گوپاٹ" یعنی کچھ زمین افتادہ مثل بڑے راستے کے فراخ چھوٹی ہوئی ہے وہ بھی مثل سڑک کے اونچے نہیں، ہر ایک پارہ کے ابنیہ بھی متصل نہیں بالکل غیر منظم حالت پر ہیں، ان پاروں کا ایک بڑا نام ہوا کرتا ہے جس سے وہ خط وکتابت وتمسک وقبالہ وگورنمنٹی کاغذات میں مشہور ہوتا ہے اکثر ان گاؤں میں نہ ڈاک خانہ ہے نہ تھانہ وسکک واسواق، روزانہ بالکل نہیں ہاں ہفتہ میں دو ایک مرتبہ بعض گاؤں کے کنارے میں بازار (ہاٹ) لگتا ہے جس میں لوگ اشیائے خوردنی بیچتے اور خریدتے ہیں مگر بازار کے معین وقت کے سوا وہاں شاذ ونادر ہی کچھ ملتا ہے مگر ایسے دکان دو ایک سے زیادہ نہیں ہوتا، ایسے گاؤں کے پاروں میں نماز جمعہ کے لئے مسجدیں بنی ہیں اُن مسجدوں میں جو نہایت بڑی ہوتی ہے اس میں بمشکل چالیس آدمی سما سکتے ہیں، ہر ایک گاؤں یعنی (مجموعہ چند پاروں میں) دو ڈھائی ہزار لوگ ہندو مسلمان بستے ہیں اس تعداد میں بالغ نابالغ مرد وزن سب شامل ہیں، الحاصل سوائے کثرت مردم کے شہر ومحلے کی دوسری کوئی علامت ان پاروں میں نہیں ہے، نماز پنجگانہ کی جماعت نہیں ہوتی، اتفاقیہ دو چار آدمی کہیں جمع ہوتے ہیں تو جماعت پڑھتے ہیں ورنہ کچھ جماعت راتبہ نہیں، اب سوال یہ ہے کہ ایسے گاؤں میں نماز جمعہ پڑھنی مطابق مذہب حنفی کے درست یا نہیں، بر تقدیر ثانی پڑھنے والے گنہگار ہوں گے یا نہیں، ایسے گاؤں کو جو متعدد پارہائے منفصلہ سے بنا ہے اور جس میں دو ڈھائی ہزار لوگ بستے ہیں قریہ کبیرہ کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا عند اللہ اجرا حسنا۔ زیادہ والسلام

الجواب

صورتِ مذکورہ میں وہ چھوٹے پارے اور اُن کا مجموعہ سب گاؤں ہیں اور اُن میں جمعہ ناجائز اور پڑھنا گناہ، درمختار میں ہے:

صلوٰۃ العید فی القرٰی تکرہ تحریما ای لانہ اشتغال بما لا یصح[1] — دیہاتوں میں نمازِ عید مکروہِ تحریمی ہے کیونکہ یہ ایسے کام میں مشغول ہونا ہے جو درست ہی نہیں۔ (ت)

اور اگر اس کے سبب ظہر ترک کریں گے تو تارک فرض ہوں گے اور ظہر احتیاطاً تنہا پڑھی تو تارک واجب

---

[1] درمختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۴

Marfat.com

مسئلہ ۱۳۸۳ از عیش آرا ضلع میمن سنگھ پوسٹ کالوہا، خندہ کار معظم علی صاحب ۱۰ محرم الحرام ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ رحمکم اللہ تعالٰی فی الدارین کہ اس دیار میں چند علماء جاہلوں کو یہ دھوکا دے رہے ہیں کہ گاؤں میں جمعہ درست نہیں اور پڑھنے والا گنہگار ہوگا کیونکہ جمعہ جبکہ درست نہیں تو اس سے فرض ظہر کا ساقط نہیں ہوا بہت جگہ کے جمعہ کو ایسے ویران کردیا اور عیدین کی نماز بھی منع کرتا ہے اور خود بھی نہیں پڑھتا ہے، اور یہ بھی کہا کرتا ہے کہ جو شخص گاؤں میں نمازِ جمعہ ونمازِ عید ادا کرتا ہے وہ گناہِ کبیرہ کا اصرار کرتا ہے اور گناہِ کبیرہ کا اصرار کرنے والا کافر ہے، آیا ایسے عالم جو نمازین مومنین کو کافر کہتا ہے کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب

دیہات میں نمازِ جمعہ وعیدین مذہبِ حنفی میں جائز نہیں مگر جہاں ہوتا ہے اُسے بند کرنا جاہل کا کام ہے قال اللہ تعالٰی ارأیت الذی ینھٰی ○ عبدا اذا صلّٰی ○[1] اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو نماز پڑھنے سے روکتا ہے (ت)

اور جو انھیں کافر کہتا ہے گمراہ و بددین ہے، نہ وہ کبیرہ ہے لاختلاف الائمۃ (ائمہ کے درمیان اختلاف کی وجہ سے۔ ت) نہ کبیرہ پر اصرار اہلسنت کے نزدیک کفر۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۸۴ و ۱۳۸۵ جملہ اہلِ اسلام قصبہ بیرہٹہ ریاست سوامی جے پور معرفت حامد محمد مدرس فارسی اسکول بیراہٹہ بذریعہ ڈاک خانہ تھانہ غازی ریاست الور۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک قصبہ میں قاضی اور خطیب مسجد جامع، سندی پادشاہی رہتے ہیں اور وہ دونوں حسب ونسب میں برابر اور برادر ہیں اور علم فارسی و مسائل میں حسبِ لیاقت خود ہیں الا قاضی کہ بزعم قضایت ونفسانیت و نقیض باہمی یہ کہتا ہے کہ نمازِ جمعہ پڑھانے کا میرا حق ہے اور خطیب مسجد جامع کہتا ہے کہ میں قاضی نہیں الا خطیب سندی پادشاہی ہوں میں نمازِ جمعہ پڑھانے کا مستحق ہوں یا مجھ سے اجازت لے کر آپ قاضی صاحب یا دیگر جو افضل ہوں وہ پڑھائیں لیکن قاضی صاحب بوجوہات مندرجہ بالا کے اجازت ناگوار سمجھتے ہیں اور اُسی چھوٹے قصبہ میں جامع مسجد شاہی کو چھوڑ کر دو تین آدمیوں میں سے دیگر مسجد میں علیحدہ جمعہ پڑھتے ہیں اور مسجد جامع درمیان قصبہ کہ جہاں گردونواح میں قوم ہنود آباد ہے ایسے مقام پر اہلِ اسلام کی جماعت

---

[1] القرآن ۹۶/۹و۱۰

Marfat.com

ترک بھی کریں کہ عوام واجب نہ سمجھنے لگیں، اور سچی الوداع قلب سے ہے کہ رمضان شریف کے آنے سے خوش ہو اور جانے سے غمگین، اور اگر یہ حالت ہو کہ آنا بار تھا اور جانے کے لئے گھڑیاں گنیں تو جھوٹی الوداع ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۸۲ از جانب انجمن اہلسنت وجماعت سہسوانی ٹولہ بریلی ۱۰ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک فرد یا ایک گروہ حنفی المذہب اہل سنت والجماعت کا جو کہ حتی الامکان مشرکوں بدعتیوں وہابیوں اور خصوصاً رافضیوں سے مجتنب ہے اور ان سے عملی ترک موالات جائز رکھتا ہے لیکن شرکتِ نماز جماعت اور خصوصاً نماز جماعت کثیر کا شائق ہے۔ اس جانکاہ وجگرخراش ہنگامہ محرم الحرام کے موقع پر یہ دیکھتے ہوئے کہ جمعہ کا روز عشرہ کا دن نماز جماعت اور عیدگاہ کا موقع ہے جس کا انتظام بریلی کے حنفی المذہب اہل سنت والجماعت انجمنوں کی مشترکہ کوششوں سے ہوتا ہے مگر اس ہنگامہ میں تعزیہ دار بدعتی وغیرہم شامل ہیں نیز اس گروہ کثیر کا اجتماع محض تعزیہ داری وتخت بینی کی وجہ سے ہوا ہے کیا اس نماز جماعت میں شریک ہو سکتا ہے اور اس کو نماز کا اس قدر ثواب جتنا کہ اتنی بڑی جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے سے حاصل ہونا چاہئے حاصل ہو گا اور یہ بھی کہ آمد ورفت میں اس کی نظر تخت وتعزیہ وغیرہ اور ان اشخاص پر پڑے کہ جو خوشی ومیلہ سمجھ کر اس موقع پر جمع ہوئے ہیں تو اس کے مطمح نظر کو دیکھتے ہوئے اس کے ثواب نماز جماعت وجمعہ میں فرق آتا یا اس کا گنہگار ہونا تو لازم نہ ہوگا۔

الجواب

جبکہ جماعت کا انتظام سُنی حنفی اصحاب نے کیا اور امام سُنی حنفی جامع شرائط امامت ہوگا تو اس میں بلاشبہہ جماعتِ کثیر کا ثواب ملنے کی امید واثق ہے، تعزیہ داری ایک بدعت عملی ہے وہ اس حد تک نہیں کہ اُس کے مرتکب معاذ اللہ رافضی وہابی وغیرہم خبثا کی مثل ہوں یا معاذ اللہ ان کی جماعت جماعت نہ ہو یا اُن سے اجتناب ایسا ہی فرض ہو جیسا اُن خبیثوں سے، ضروریاتِ دین بالائے سر وہ عقائد ضروریہ اہلسنت کے بھی منکر نہیں، نہ محبوبانِ خدا کی معاذ اللہ توہین کرتے ہیں۔ نہ کسی محبوب بارگاہ سے معاذ اللہ دشمنی رکھتے ہیں، پھر ان خبیثوں کو ان سے کیا نسبت۔ یہ عقیدۃً ہم میں سے ہیں اور جو کچھ کرتے ہیں بزعم خود محبتِ محبوبانِ خدا کی نیت سے کرتے ہیں، براہِ جہالت ونادانی اس میں لہو ولعب وافعالِ ناجائز شامل کرتے ہیں لہٰذا ان کی جماعت پر حکم جماعت نہ ماننا محض ظلم ہے اور جب اس کی نیت تماشا دیکھنے کی نہیں نماز باجماعت کثیر کی نیت ہے تو راستے میں اُن چیزوں پر نگاہ پڑنے کا اس پر الزام نہیں جیسا کہ زمانہ عرس میں آج کل مزاراتِ طیبہ کی حاضری۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

Marfat.com

(۲) زید اگر واقعی معذور ہے تو جمعہ وغیر جمعہ کسی نماز میں غیر معذورین کی امامت نہیں کر سکتا اور اگر معذور نہیں اور کپڑوں کی نجاست ثابت نہیں تو اور نمازوں کی امامت کر سکتا ہے اور جمعہ وعیدین کی بھی اگر جانب سلطانِ اسلام سے ماذون ہو یا عام مسلمانوں نے اسے جمعہ وعیدین کا امام مقرر کیا ہو اور بوجہ نابینائی اس پر جمعہ فرض نہ ہونا جمعہ میں اس کی صحت امامت کا مانع نہیں جیسے غلام و مسافر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۸۶ از نوشہرہ تحصیل جام پور ضلع ڈیرہ غازی خاں مسئولہ عبدالغفور صاحب ۴ محرم ۱۳۳۹ھ

ایک اولیاء اللہ کا مجلس خانہ مقرر ہے وہاں عرس شریف کے دن مجلس ہوتی ہے اس مجلس خانہ میں عید نماز یا جمعہ نماز یا مطلق پڑھنا جائز ہے یا نہ؟ بینوا توجروا

الجواب

مجلس خانہ میں نماز ناجائز ہونے کی کیا وجہ ہے، ہاں مسجد کا ثواب نہ ملے گا اور بلا عذر ترکِ مسجد ہو تو گناہ ہو گا مگر نماز ہو جائے گی، یونہی جمعہ وعیدین بھی اگر عام شہرت واذن ہو کر یہاں جمعہ یا عید پڑھیں گے جو چاہے آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۸۷ از ایرایان محلہ سادات ضلع فتح پور مسئولہ حکیم سید نعمت اللہ صاحب ۲۳ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دھوپ کی شدت سے اگر خطبہ سنتے وقت چھاتا لگالے تو حرج تو نہیں؟

الجواب

بہتر نہیں، حاضریِ دربار کے خلاف ہے، اور یہ ضعیف یا مریض ہے اور دھوپ ناقابلِ برداشت، تو لگالے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۸۸ از مقام درگہ ممالک متوسطہ مرسلہ جناب ڈاکٹر حسین بیگ صاحب معرفت جناب عبدالمجید صاحب مورخہ ۲ ربیع الآخرہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص فجر کی نماز پڑھ کر جمعہ کے روز بازار کرنے کو ایک مقام پر جو کہ سکونت سے ۹ میل کے فاصلہ پر چلا جاتا ہے اور جمعہ کی نماز میں شریک نہیں ہوتا جس کو عرصہ دراز ہو گیا ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ وہ منافق ہو گیا اور اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں نہیں دفن کرنا چاہئے اور اُس سے میل و محبت وغیرہ سب ترک کر دئے جائیں وہ کہتا ہے کہ اپنے بچوں کی پرورش کرنے کی وجہ سے جاتا ہوں اس پر شرعی فتوٰی کی ضرورت ہے۔ بینوا توجروا

Marfat.com

کی نماز ہونا زینت و شوکتِ اسلام میں داخل ہے پھر جماعتِ اسلام میں خلل انداز ہو کر جامع مسجد کو چھوڑ کر دیگر مسجد میں علیحدہ جمعہ پڑھتے ہیں اس حالت میں جمعہ کون پڑھانے کا مستحق ہے خطیبِ مسجد جامع یا قاضی صاحب یا دیگر اور اجازت بھی خطیب سے لینا واجب ہے یا نہیں، اور جمعہ کون سی مسجد میں ہونا واجب ہے، اور اس چھوٹے قصبہ میں دو جمعہ بوجوہات مندرجہ بالا جائز یا ناجائز؟ از روئے شرع شریف مع تشریح کے جواب سے مطلع فرمائیں۔

(۲) ایک قصبہ میں زید نامی شخص کہ جو نابینا اور مرض بھگندر یعنی ناسور دائمی میں مبتلا ہے کہ جس کی وجہ سے جسم و جامہ کی پاکی و ناپاکی مشتبہ رہتی ہے کہ جن کا پاک ہونا فرائض نماز میں سے ہے اور زید بھی کہتا ہے کہ مجھ پر سے جمعہ ساقط ہو چکا پھر کیا وجہ ہے کہ عید و جمعہ کی امامت بخواہش نفسانی خود کرتا ہے اگر اُس سے کہا جاتا ہے کہ بقول آپ کے جمعہ ساقط آپ پر ہو چکا اور آپ معذور ہیں پھر امامت آپ کی کس طرح جائز اور درست ہو سکتی ہے، زید نے کوئی ثبوت اس بارہ میں نہیں دیا آیا زید کی امامت جائز ہے یا ناجائز؟ اس لئے مکلف خدمت بابرکت میں ہیں کہ دونوں سوالات کے جواب بالتشریح حوالہ کتب ائمہ دین و آیات شریف و احادیث شریف تحریر فرمائیں۔

الجواب

(۱) صورتِ مذکورہ میں وہ خطیب ہی قابلِ امامتِ جمعہ ہے قاضی کو کوئی حق نہیں یہ قاضی قاضی نکاح خوانی ہوتے ہیں نہ والی قاضی کہ دو تین آدمیوں کے ساتھ الگ جمعہ پڑھتا ہے اُس کا اور اُس کے ساتھیوں کا جمعہ باطل محض ہے خطیب ہی بوقتِ ضرورت جبکہ خود بوجہ مرض یا سفر حاضری مسجد سے معذور ہو اپنی جگہ دوسرے کو نائب کر سکتا ہے نہ یہ کہ صرف اس کی اجازت سے دوسری جگہ جمعہ قائم ہو سکے اس کا اُسے بھی اختیار نہیں،

فان نصب امام الجمعۃ لوالی الاسلام فان لم یکن فللعامۃ لا للخطیب وحدہ۔ امام جمعہ کا مقرر کرنا والی اسلام کا کام ہے اور اگر والی نہ ہو تو عوام، خطیب تنہا نہیں کر سکتا۔ (ت)

جمعہ اسی مسجد میں ہوگا اور وہاں دوسری جگہ بلا ضرورت جمعہ قائم نہ ہوگا فان بقیۃ العامۃ مقید بالضرورۃ (کیونکہ باقی عوام کا تقرر ضرورت کے ساتھ مقید ہے۔ ت) ہاں اگر وہاں کوئی عالم دین فقیہ معتمد افقہ اہل بلد ہو تو وہ حسبِ مصلحت اپنے حکم سے دوسری جگہ بھی جمعہ قائم کر سکتا ہے واللہ تعالٰی اعلم

Marfat.com

بمسجد شرعا[۱] (ملخصاً)

وہ شرعی مسجد نہیں۔ (ت)

مگر جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں مکان میں بھی ہوسکتا ہے جبکہ شرائطِ جمعہ پائے جائیں اور اذنِ عام دے دیا جائے لوگوں کو اطلاع عام ہو کہ یہاں جمعہ ہوگا اور کسی کے آنے کی ممانعت نہ ہو۔ کافی امام نسفی میں ہے:

السلطان اذا اراد ان یصلی بحشمہ فی دارہ فان فتح بابھا واذن للناس اذنا عاما جازت[۲]۔

اگر سلطان چاہتا ہے کہ وہ اپنے گھر میں نمازِ جمعہ ادا کرے تو اگر اس نے دروازہ کھلا رکھا اور لوگوں کو اذنِ عام تھا تو جائز ہے۔ (ت)

تو اگر صورت یہ تھی وہ لوگ مصیب ہوئے، ہاں اگر وہاں مسجد جمعہ موجود تھی اُس میں نماز نہ ہوئی اور گھر میں قائم کی تو کراہت ہوئی، درمختار میں ہے:

لو دخل الامیر قصرہ واغلق بابہ وصلی باصحابہ لم تنعقد ولو فتحہ واذن للناس بالدخول جاز وکرہ[۳]۔

اگر امیر نے اپنے محل میں داخل ہوکر دروازہ بند کرکے اپنے ساتھیوں کے ساتھ نماز ادا کی تو جمعہ نہ ہوا اور اگر دروازہ کھلا رکھا اور لوگوں کے لئے اجازت عام تھی تو جائز ہوگی البتہ کراہت ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لانہ لم یقض حق المسجد الجامع زیلعی و درر[۴]۔

مکروہ اس لئے ہے کہ اس نے جامع مسجد کا حق ادا نہ کیا۔ زیلعی اور درر۔ (ت)

اور اگر کوئی شرطِ جمعہ مفقود تھی مثلاً وہ جگہ مصر و فنائے مصر نہ تھی یا امام امامِ جمعہ نہ تھا یا بعض نمازیوں کو بلاوجہ شرعی وہاں نماز کے آنے سے ممانعت تھی یا نمازیوں میں وہاں اقامتِ جمعہ مشہور نہ تھی بطور خود ان لوگوں نے پڑھ لی اور عام اطلاع نہ ہوئی اگرچہ لوگوں نے اور مسجدوں میں پڑھی تو ان صورتوں میں ان کی نماز نہ ہوئی، خلاصہ میں شرح جامع صغیر امام صدر شہید سے ہے:

من جملۃ ذلك الاذن العام یعنی الاداء علی

ان میں سے ایک اذنِ عام بھی ہے یعنی اعلانیہ

---

۱ درمختار	باب مایفسد الصلوۃ ومایکرہ فیھا	مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی	۱/۹۳
۲ ردالمحتار بحوالہ الکافی	باب الجمعۃ	" مصطفی البابی مصر	۱/۶۰۱
۳ درمختار	"	" مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۱۲
۴ ردالمحتار	"	" مصطفی البابی مصر	۱/۶۰۱

Marfat.com

الجواب

اگر وہ ٹھیک دوپہر ہونے سے پہلے شہر کی آبادی سے نکل جاتا ہے تو اس پر اصلاً کچھ الزام نہیں اور اگر اُسے شہر ہی میں وقتِ جمعہ ہوجاتا ہے اُس کے بعد بے پڑھے چلا جاتا ہے تو ضرور گنہگار ہے مگر یہ باطل ہے کہ اسے قبرستان مسلمین میں دفن نہ کرسکیں اسے نفاقِ عملی کہہ سکتے ہیں نہ کہ حقیقی، ہاں اس جرم پر مسلمان اُس سے میل جول ترک کرسکتے ہیں اور پہلی تقدیر پر تو جتنے احکام اُس پر لگائے گئے سب غلط ہیں۔ فتاوٰی ظہیریہ وغیرہ شروح و درمختار وغیرہا میں ہے:

الصحیح انه یکرہ السفر بعد الزوال قبل ان یصلیها ولا یکرہ قبل الزوال[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

صحیح یہ ہے کہ زوال کے بعد جمعہ ادا کرنے سے پہلے سفر پر نکلنا مکروہ ہے البتہ قبل از زوال نکلنا مکروہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۸۹: مسئلہ از کشن گنج ضلع پورنیہ مسئولہ ماسٹر محمد طاہر علی صاحب ہیڈ ماسٹر مدرسہ انجمن اسلامیہ ۲۴ جمادی الاولٰی ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس جوار کا دستور ہے کہ اکثر لوگ احاطہ مکان میں ایک چار چھ ہاتھ کا مربع مکان دیوار یا ٹٹی کا بنام اللہ گھر یا مسجد کے بلا لحاظ پابندی نماز بناتے ہیں یہ مکان ضرورتاً اِدھر اُدھر ہٹا بھی دیا جاتا ہے اور کبھی کھود بھی ڈالتے ہیں غرض ایسی عرفی مسجدوں میں جو بڑی سے بڑی مسجد تھی اُس میں لوگوں نے جمعہ جماعت طیار کرلی اور چلتے پھرتے واعظ لوگ آتے انھوں نے ان لوگوں کی شامل جمعہ بھی پڑھا اور پڑھتے ہیں تو ایسی حالت میں بتحقیق مقلدین احناف یہ خوانندہ جمعہ مصیب ٹھہریں گے یا خاطی؟ جواب مدلل بادلہ حنفیہ ہو۔

الجواب

یہ مکانات مساجد البیوت کہتے ہیں یہ حقیقۃً مسجد نہیں ہوتے، نہ ان کے لئے حکم مسجد ہے۔ درمختار میں ہے:

کرہ غلق باب المسجد والوطء فوقه والبول والتغوط ولا یکرہ ما ذکر فوق بیت جعل فیه مسجد بل ولا فیه لانه لیس

مسجد کا دروازہ بند رکھنا، مسجد کی چھت پر وطی اور بول و براز مکروہ ہے لیکن یہ اُس گھر کے اوپر مکروہ نہیں جس گھر میں مسجد ہو بلکہ اُس کے اندر بھی مکروہ نہیں کیونکہ

---

[1] درمختار باب الجمعہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۱۳

Marfat.com

الجمیل جل علاوصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (تفصیل کے ساتھ بیان کرکے اللہ جل جلالہ مالک وجلیل اور اس کے حبیب جمیل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۹۲ تا ۱۳۹۴ از آگرہ ابوالعلائی اسٹیم پریس مسئولہ وحیدالدین صاحب ۸ شوال ۱۳۳۹ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں:

(۱) ہندوستان کے شہروں میں جمعہ ادا ہوتا ہے یا نہیں اور جمعہ ادا کرنے کے بعد ظہر احتیاطی واجب ہے یا مستحب یا مکروہ؟

(۲) کیا ایک وقت میں دو نمازیں فرض ہیں اور کیا جمعہ ادا کرنے سے ظہر ساقط نہیں ہوتی۔

(۳) ہندوستان کے جن شہروں میں جامع مسجد کا امام باتفاق مقرر کیا گیا ہے کیا وہ اقامت و ادائیگی جمعہ کے لئے کافی ہے یا بادشاہِ اسلام یا نائب بادشاہ کی ضرورت، مختصر ادلہ وحوالہ کتب کے ساتھ جواب مرحمت ہو۔

الجواب

(۱) ہندوستان کے شہروں میں جمعہ صحیح ہے اور ظہر احتیاطی صرف خواص کو مناسب ہے۔ درمختار میں ہے:

نصب العامۃ غیر معتبر مع وجود من ذکر اما مع عدمھم فیجوز للضرورۃ۔[1]

جب مذکور اشخاص موجود ہوں تو عوام کا مقرر کرنا معتبر نہیں اور مذکورہ افراد نہ ہوں تو ضرورت کے پیش نظر تقرر جائز ہوگا۔ (ت)

اس مسئلہ کی تحقیق وتفصیل ہمارے فتاوٰی اور ہمارے رسالہ لوامع البہا میں ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) ایک وقت میں دو فرض ہرگز نہیں اور جمعہ جب ادا ہوجائے گا ظہر ضرور ساقط ہوجائے گی، ایسے ہی خیالوں سے بچنے کو علماء نے عوام کو ظہر احتیاطی کا حکم نہ دیا، ردالمحتار میں ہے:

ولذا قال المقدسی نحن لا نامر بذلك امثال ھذہ العوام بل ندل

ہم ایسی اشیاء کا حکم عوام کو نہیں دیتے بلکہ خواص کو بتاتے ہیں اگرچہ خواص عوام کی

---

[1] درمختار باب الجمعۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۰

Marfat.com

سبیل الاشتہار[1]

بدائع وحلیہ وغیرہما میں ہے :

السلطان اذا صلی فی دارہ والقوم مع امراء السلطان فی المسجد الجامع ان فتح باب دارہ واذن للعامۃ جاز وتکون الصلوۃ فی موضعین ولو لو یأذن للعامۃ وصلی مع جیش لا تجوز صلوۃ السلطان وتجوز صلوۃ العامۃ[2] اھ و تمامہ فیما علقناہ علی ردالمحتار۔ و اللہ تعالٰی اعلم۔

ادا کیا جائے۔ (ت)

سلطان نے اپنی دار میں جمعہ پڑھا، باقی لوگوں نے مع امراء سلطان جامع مسجد میں جمعہ پڑھا تو اب اگر دار کا دروازہ کھلا تھا تو جائز ہے اور نماز دونوں مقام پر ہوجائے گی، اور اگر وہاں عام لوگوں کو اجازت نہ تھی بادشاہ نے صرف اپنے لشکر کے ساتھ نماز ادا کی تو اب سلطان کی نماز نہ ہوئی، ہاں عوام کی ہوجائے گی اھ اس کی تفصیل ہمارے حاشیہ ردالمحتار میں ملاحظہ کیجئے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۹۰، ۱۳۹۱ حافظ مولوی حشمت علی صاحب لکھنوی طالب علم مدرسہ منظر الاسلام بریلی محلہ سوداگران ۲۵ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا ارشاد ہے حماۃ سنت سنیہ بیضاء، ومحاۃ بدعت قبیحہ ظلماء کا اس مسئلہ میں کہ خطبہ میں رغمًا لانوف الوہابیہ والرافضیہ سرکار حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نام اقدس لے کر بہ تبعیت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم درود شریف پڑھنا کیسا ہے؟

(۲) اولی الامر منکم سے حقیقۃً علمائے دین مراد ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو جو عالم اہلسنت دل وجان سے دین وسنت پر فدا ہو اور اُس کی ذات سے اسلام کو بڑی تقویت پہنچی ہو اُس زمانہ کے علمائے اہلسنت کے اتفاق سے وہ پیشوائے علماء سید الفقہاء ہو، اُس نے اپنی زندگی محض حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مقدس قدموں پر تصدق کردینے کے لئے وقف کردی ہو، جہاں کوئی دین میں نیا فتنہ اُٹھتے دیکھے، حتی الوسع اس کے مٹانے میں اپنے قلم وزبان وجان سے کوشش کرے، اُس کی مبارک زندگی زیادہ ہو، غیب سے اس کی مدد ونصرت فرمائی جائے، تمام اعداء اللہ واعداء الرسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اُس کے غالب رہنے کی خطبہ میں دعا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا بالتفصیل توجروا عند الملك الجلیل ثم لدی الحبیب

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی بحوالہ شرح الجامع الصغیر لصدر شہید ومنہا الجماعۃ مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۲۱۰

[2] بدائع الصنائع بحوالہ النوادر فصل فی بیان شرائط الجمعۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۶۹

Marfat.com

فی مصر واحد وکذا روی اصحاب الاملاء عن ابی یوسف انہ لا یجوز فی مسجدین فی مصر الا ان یکون بینہما نہر کبیر حتی یکون کمصرین وکان یا مر بقطع الجسر ببغداد کذلک[1]

کہ ایک شہر میں متعدد جگہ جمعہ نہیں ہوتا، اسی طرح اصحاب الاملاء نے امام ابویوسف سے روایت کیا کہ شہر میں دو مساجد میں جمعہ نہیں ہوتا، ہاں جب ان کے درمیان بڑی نہر ہو تو وہ اس وقت دو شہروں کی طرح ہو جائیں گے، اسی لئے انھوں نے بغداد میں پُل ختم کرنے کا حکم جاری فرمایا تھا۔ (ت)

ظاہر ہے کہ فنا تابع ہے نہ کہ قاطع، اور جمعہ وعیدین نہیں ہوسکتے مگر مصر یا فنائے مصر میں، یہ سب اُس صورت میں ہے کہ خوف صحیح ہو اترنا متعذر رہو ورنہ نماز پنجگانہ و وتر وسنّتِ فجر بھی اُن جہازوں میں نہیں ہوسکتے کہ اُن کا استقرار پانی پر ہے اور ان نمازوں کی شرطِ صحت استقرار علی الارض مگر بحال تعذر، فتح القدیر میں ہے:

فی الایضاح ان کانت موقوفۃ فی الشط وھی علی قرار الارض فصلی قائما جاز لانہا اذا استقرت علی الارض فحکمہا حکم الارض فان کانت مربوطۃ ویمکنہ الخروج لم تجز الصلٰوۃ فیہا، لانہا اذا لم تستقر فہی کالدابۃ انتہی بخلاف ما اذا استقرت فانہا حینئذ کالسریر[2]

ایضاح میں ہے اگر وہ کشتی کنارے پر کھڑی ہے اور زمین پر برقرار ہے تو نماز کھڑے ہو کر ادا کرے تو نماز جائز ہے کیونکہ اب زمین پر قرار پکڑنے کی وجہ سے زمین کے حکم میں ہی ہے، اور اگر کشتی باندھی ہوئی تھی اور اس سے نکلنا ممکن تھا تو اب اس پر نماز نہ ہوگی کیونکہ جب وُہ مستقر نہیں تو وہ چارپایہ کے حکم میں ہے بخلاف اس صورت کے جب وہ مستقر ہے تو اس وقت وہ چارپائی کی طرح ہوتی ہے۔ (ت)

اس صورت میں اگر جبراً نہ اُترنے دیتے ہوں پنجگانہ پڑھیں اور اترنے کے بعد سب کا اعادہ کریں لان المانع من جہۃ العباد (کیونکہ رکاوٹ بندوں کی طرف سے ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۹۶: از کاٹھیاواڑ ضلع راجکوٹ شہر پوربندر رینج ہسٹری مسئولہ سید غلام محمد صاحب قادری رضوی امام مسجد میٹھی ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ

امام العلماء، المحققین مقدام الفضلاء، المدققین حضرت سیدنا ومخدومنا ومولٰنا ومولوی حاجی قاری

---

[1] فتح القدیر باب صلٰوۃ الجمعہ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۲۵

[2] ؍؍ باب صلٰوۃ المریض ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/ ۴۶۲

Marfat.com

علیہ الخواص ولو بالنسبۃ الیھم[1]۔ نسبت سے ہوں۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) وُہ امام کافی ہے اگر صحیح العقیدہ، صحیح القراءۃ، صحیح الطہارۃ، جامع شرائط صحت ہو۔ ابھی درمختار سے گزرا: یجوز للضرورۃ (ضرورت کے لئے جائز ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۹۵ از پیلی بھیت محلہ پنجابیاں مسئولہ محمد یونس صاحب ۲۷ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مقام پر دریا شہر میں واقع ہے اور ایک آگبوٹ یہاں مدام کھڑا رہتا ہے اور جہاز والے چند جہازوں کو اُس آگبوٹ میں لاکر جوڑتے ہیں مال اور سواریاں جہازوں کی آگبوٹ اُتارتے ہیں اور آگبوٹ کے آگے ایک پُل لوہے کا بنا ہوا ہے سواریاں شہر کو اسی پُل سے پار ہو کر جاتی ہیں اور اس آگبوٹ اور جہازوں میں تین گز کا فاصلہ ہے اور جہاز پر کام کرنے والے لوگ ان جہازوں میں سے ایک جہاز پر نمازِ عید ونمازِ جمعہ ادا کرتے ہیں کیونکہ جہاز والے بوجہ خوف چوری کے شہر میں جاکر نماز ادا کرنے سے منع کرتے ہیں تو از رُوئے شرع نماز اُن کی جائز ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب

دریا میں نمازِ جمعہ وعیدین نہیں ہوسکتی، اگر سمندر ہے جب تو ظاہر ہے کہ وُہ حکمِ دارالحرب میں ہے اور دارالحرب میں جمعہ وعیدین باطل۔ ردالمحتار میں ہے:

فی حاشیۃ ابی السعود عن شرح النظم الھاملی سطح البحر لہ حکم دار الحرب[2]۔ حاشیہ ابوسعود میں شرح النظم الہاملی کے حوالے سے ہے کہ سطح سمندر کا حکم دارالحرب کا ہے (ت)

اُسی میں دُرمنتقی شرح الملتقی سے ہے: البحر الملح ملحق بدار الحرب[3] (نمکین سمندر، دارالحرب سے ملحق ہے۔ ت) اور اگر دریا ہو تو دریا نہ مصر ہے نہ فنائے مصر، یہاں تک کہ شہر کے دو حصّے کہ اس کے دو پہلوؤں پر آباد ہوں دو شہر کے مثل ہیں کہ دریا ایک جدا ومستقل چیز بیچ میں فاصل ہے۔ فتح القدیر میں ہے:

اصلہ عند ابی حنیفۃ لایجوز تعددھا فی اس کی اصل امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہی ہے

---

[1] ردالمحتار باب الجمعۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۹۶-۹۷

[2] ردالمحتار باب استیلاء الکفار مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۲/ ۲۶۶-۶۷

[3] ردالمحتار باب استیلاء الکفار مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳/ ۲۶۷

Marfat.com

سنتِ متوارثۂ قدیمۂ دائمہ کو چھوڑنا اور مسلمانوں کی تنفیر کا باعث ہونا اور اپنے اوپر فتح بابِ غیبت کرنا اور ارشادِ اقدس بشروا ولاتنفروا (خوشخبری دو، نفرت نہ دلاؤ۔ ت) کی مخالفت کرنا دیندار عاقل کا کام نہیں، نعتِ اقدس سے دُعا برائے مومنین تک جتنی باتیں سوال میں مذکور ہیں سب محمود و معمول و ماثور ہیں انھیں ضرور بجالانا چاہئے۔
واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۹۹ از شاہجہان پور محلہ خلیل مسئولہ امیرخاں مختارِ عام ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شاہجہان پور میں ایک مسجد ہے اُس میں یہ قرار پایا کہ اول ہر وقت یہاں تک کہ جمعہ کی نماز قادیانی پڑھیں بعد کو اہلسنّت مع خطبہ جمعہ کے، تو حضور فرمائیے کہ ہماری نماز ہوگی یا نہیں؟ پہلے قادیانی خطبہ پڑھ چکے ہم دوبارہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

نہ قادیانیوں کی نماز ہے نہ اُن کا خطبہ، خطبہ کہ وہ مسلمان ہی نہیں۔ اہلسنّت اپنی اذان کہہ کر اُسی مسجد میں اپنا خطبہ پڑھیں اپنی جماعت کریں یہی اذان و خطبہ و جماعت شرعاً معتبر ہوں گے۔ اور اس سے پہلے جو کچھ قادیانی کرگئے باطل و مردود محض تھا۔ وھو تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۰۰ از جگندل ضلع چوبیس پرگنہ نیا بازار نئی مسجد مسئولہ عبدالستار ہاشمی ۶ شوال ۱۳۹۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے خطبۂ اولٰی کے بجائے وعظ و پندِ عوام کو احکامِ شرعیہ بتانے اور سمجھانے کے لئے جائز ہے یا نہیں یا قطعی حرام ہے؟ اُردو کلام کرنا اندر خطبہ کے یا خطبوں کا ترجمہ یا آیات و احادیث جو خطبوں میں ہیں اُن کا ترجمہ کرنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

خطبہ خود وعظ و پند ہے مگر اُس میں غیر عربی زبان کا خلط مکروہ و خلافِ سنّتِ متوارثہ ہے اگرچہ نفسِ فرض خطبہ خالص دوسری زبان سے ادا ہو جائے گا صحابہ کرام نے عجم کے ہزاروں شہر فتح فرمائے اور ان میں منبر نصب کئے اور خطبے پڑھے اور اُن کی زبانیں جانتے تھے اُن سے گفتگو کرتے تھے مگر کبھی منقول نہیں کہ عربی کے سوا کسی اور زبان میں خطبہ فرمایا یا غیر زبان کو ملایا،

فھو کف والکف متبع قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد[1]

یہ فعل سے رُکنا ہے اور رُکنے میں اتباع کی جائے گی، حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ہمارے کسی معاملے میں اختراع کی حالانکہ وہ اس میں سے نہ تھی تو وہ مردود ہوگی۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فھو مردود مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۷۱

Marfat.com

احمد رضا خاں صاحب قبلہ قادری برکاتی مدظلہ ودام فیضہ، کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ یہاں ملک کاٹھیاواڑ میں اکثر مقامات پر یہ رواج ہے کہ جمعہ کے روز خطبہ میں سلطان المسلمین کے واسطے دُعا مانگی جاتی ہے تو خطیب بروقت دُعا مانگنے کے منبر پر سے ایک سیڑھی نیچے اُترتا ہے اور بعد دُعا مانگ کر ایک سیڑھی اوپر چڑھتا ہے اور بعض مقامات پر اس طرح نہیں کیا جاتا ہے یعنی خطیب ایک سیڑھی نیچے اُترتا تو زید اس سے اعتراض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ سلطان کے لئے دعا مانگنے کے وقت ایک سیڑھی اُترنا چاہیے، غرض یہ ہے کہ یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب

خطیب کا ایک سیڑھی نیچے آنا اور پھر اُوپر جانا بعض علما نے بمجبوری ایک مصلحت شرعی کے لئے رکھا تھا جس کا ذکر مکتوبات شیخ مجدد اور تفصیل ہمارے فتاوٰی میں ہے، یہاں وہ مجبوری نہیں، نہ سلاطین کے نام کے ساتھ مبالغہ آمیز غلط الفاظ ملانے کی حاجت، لہذا یہ فعل عبث محض ہے، رد المحتار میں اس کا بدعت ہونا نقل کیا، وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۹۷ از بھوساول ضلع خاندیس محلہ ستارہ مسئولہ حافظ الیس محبوب صاحب ۹ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ جمعہ کی نماز با جماعت کس وقت سے لے کر اور کب تک ادا کر سکتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جمعہ اور ظہر کا ایک وقت ہے زوالِ شمس کے بعد اذانِ اوّل ہو پھر سنتیں پھر اذانِ ثانی پھر خطبہ پھر نماز، یہ اس کا اول وقت ہے اور ایسے وقت اذان و خطبہ و نماز ہوں کہ سایہ دو مثل ہونے سے پہلے اخیر سنتیں ہو جائیں یہ اس کا آخر وقت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۹۸ از جے پور بیرون اجمیری دروازہ کوٹھی عبد الواجد علی خاں مسئولہ حامد حسن قادری ۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ خطبۂ جمعہ میں بعد جلسۂ استراحت درمیانی کس قدر خطبہ پڑھنا چاہیے اور اس میں کیا کیا مضامین ہوں، کیا صرف چند کلمات حمد اور ایک آیت قرآنی سے خطبہ ثانیہ پورا ہو جائے گا، اور کیا نعتِ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و درود شریف و ذکر خلفائے کبار و اہلبیت کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین و دُعا برائے مومنین کے ترک سے کچھ نقصان نہ ہوگا؟ بینوا توجروا

الجواب

خطبۂ ثانیہ پُورا ہونا بایں معنی کہ فرض ادا ہو جائے، یہ تو پہلے ہی خطبہ سے حاصل ہو گیا مگر بلا ضرورت

Marfat.com

(۳) ایک شہر میں دو خطاب یافتہ مسلمان ہیں خلافت کمیٹی بھی قائم ہے اس کمیٹی نے ایک خطاب یافتہ کی جانبداری اختیار کر رکھی ہے اُس کو خطاب وغیرہ چھوڑنے پر مجبور نہیں کرتی اور اس کی تولیت میں جو مسجد ہے اور اس میں اُسی خطاب یافتہ کی جانب سے امام مقرر ہے، اُس کا خطبہ سُننا اور اُس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز قرار دیا ہے اور دوسرے خطاب یافتہ کا خطبہ سُننا اور اُس کے مقرر کردہ امام کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز قرار دیا ہے، کیا کمیٹی کا یہ فعل فتاوی علمائے کرام اور احکامِ خدا ورسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور احکامِ شرعیہ میں کوئی تفرقہ ہے یا سب مسلمانوں کے لئے یکساں اور عام ہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) جو زمانۂ شاہی سے منصبِ خطبہ وامامت پر منصوب ہے بلا وجہ شرعی اُس کے خطبہ سُننے کو ناجائز بتانے والا شریعتِ مطہرہ پر افتراء کرتا ہے، خطاب واپس نہ کرنا کوئی ایسا جُرم نہیں جس کے سبب اُس کا خطبہ سننا منع ہو جائے ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[1] (بلاشبہہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھتے ہیں وُہ کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔ ت)

(۲) جائز ہے اگر اس میں کوئی مانع شرعی نہ ہو اگرچہ خطاب یافتہ ہو۔

(۳) یہ تفرقہ محض جہالت اور افتراء برشریعت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۰۴ از ایرایان ضلع فتحپور سادات مسؤلہ سید صغیر حسین صاحب نائب مدرس مڈل اسکول ۱۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے روز جب امام منبر پر خطبہ پڑھنے کو آجائے اور اذان کہی جائے تو کلماتِ اذان کا جواب دینا اور بعد اذان دعائے اذان پڑھنی چاہئے یا نہیں؟ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پاک پر اذان میں انگوٹھا چُومنا یا خطبہ میں آں حضرت کے نام پر انگوٹھا چُومنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

اذانِ خطبہ کے جواب اور اُس کے بعد دُعا میں امام وصاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اختلاف ہے بچنا اولیٰ اور کریں تو حرج نہیں، یوں ہی اذانِ خطبہ میں نامِ پاک پر انگوٹھے چُومنا اس کا بھی یہی حکم ہے لیکن خطبہ میں محض سکوت سکون کا حکم ہے، خطبہ میں نامِ پاک سُن کر صرف دل میں درود شریف پڑھیں اور کچھ نہ کریں زبان کو جنبش بھی نہ دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] القرآن ۱۶/ ۱۱۶

Marfat.com

درمختار میں ہے :

صح لوشرع بغیر عربیۃ وشرطا عجزہ وعلی ہذا الخلاف الخطبۃ[1]

صحیح ہے اگر اس نے نماز کی تکبیر غیر عربی میں شروع کی اور صاحبین کے نزدیک بشرطیکہ وہ عاجز ہو، یہی اختلاف خطبہ کے بارے میں ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں غرر الافکار شرح درر البحار سے ہے :

کرہ الدعاء بالعجمیۃ لان عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نھی عن اطاعۃ الاعاجم[2]

دعا عجمی زبان میں مکروہ ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عجمی لوگوں کی پیروی سے منع فرمایا۔ (ت)

اسی میں ولوالجیہ سے ہے :

التکبیر عبادۃ اللہ تعالٰی واللہ تعالٰی لایحب غیر العربیۃ[3]

تکبیر، اللہ کی عبادت ہے اور اللہ تعالٰی غیر عربی کو پسند نہیں کرتا۔ (ت)

ہاں اگر اثنائے خطبہ میں مثلاً کسی ہندی کو کوئی فعل ناجائز کرتے دیکھا جیسے خطبہ ہونے کی حالت میں چلنا یا پنکھا جھلنا، اور وہ عربی نہیں سمجھتا تو اردو میں اسے منع کرے کہ یہ حاجت یونہی رفع ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۰۱ تا ۱۴۰۲ از بھاجی بازار شہر مسئولہ مظہر حسین صاحب آزاد پرائیویٹ سیکریٹری

۸ شوال ۱۳۳۹ھ

بعالیخدمت فیض درجت، شریعت پناہ، فضیلت دستگاہ، عالیجناب مولٰنا احمد رضا خاں صاحب زاد مجدہم،

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں :

(۱) قاضی وخطیب شہر گورنمنٹ کا خطاب یافتہ ہے اور اس کے متعلق اس کو معاش، زمانہ شاہی سے ملی ہوئی ہے اس نے ذاتی رنجشوں عداوتوں کی وجہ سے خطاب وغیرہ ترک موالات کے سلسلہ میں واپس نہیں کئے، ویسے خلافت کا ہمدرد اور قولاً وفعلاً امداد کی اور کرنے کو تیار ہے، بوجہ خطیب ہونے کے عیدین میں خطبہ پڑھتا ہے کیا شرعاً ایسے شخص کا خطبہ سننا جائز ہے؟

(۲) جامع مسجد اور عیدگاہ میں ایک شخص حافظ قاری جو دو حج بھی کر چکا ہے اور خطاب یافتہ نہیں ہے منجانب قاضی وخطیب مذکور امامت کے لئے عرصہ دراز سے مقرر ہے اس کی امامت میں نماز جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] درمختار | فصل واذا اراد الشروع فی الصلوۃ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۷۴

[2] ردالمحتار | مطلب فی الدعاء بغیر العربیۃ | " مصطفی البابی مصر | ۱/ ۳۸۵

[3] " " " " " " " " " "

Marfat.com

القاضی ثم من ولاہ قاضی القضاۃ[1] اھ ملتقطا

کہ جمعہ امیر شہر قائم کرے اس کے بعد محاسب پھر قاضی پھر وہ شخص جسے قاضی القضاۃ نے مقرر کیا ہو اھ اختصاراً (ت)

پس اگر آباء و اجداد زید سلطنتِ اسلام سے اس عہدہ پر از جانب سلاطین اسلام مقرر تھے اور وہ خطباء ائمہ یکے بعد دیگرے اپنی اولاد میں ایک دوسرے کو نائب کرتے آئے یہاں تک کہ یہ نیابت زید تک پہنچی تو زید خود سلاطینِ اسلام کی طرف سے اس عہدہ پر مامور گنا جائے گا اور اس کے ہوتے ہوئے اگر تمام اہل شہر بے اس کے اذن کے دوسرے کو امام یا خطیب مقرر کرنا چاہیں گے ہرگز جائز نہ ہوگا نہ بغیر اس کی اجازت کے کسی کی خطبہ خوانی یا امامت صحیح ہوگی، ردالمحتار میں ہے:

الاذن من السلطان انما یشترط فی اول مرۃ فاذا اذن باقامتها لشخص کان له ان یأذن لغیرہ وذٰلک الغیر له ان یأذن لاٰخر وهلم جرا ولا تصح اقامتها الا لمن اذن له السلطان بواسطۃ او بدونها اما بدون ذٰلک فلا[2] اھ ملخصا

سلطان کا اذن پہلی دفعہ شرط ہے جب سلطان کسی شخص کو اقامتِ جمعہ کا اذن جاری کر دے تو وہ شخص کسی دوسرے کو اجازت دے سکتا ہے اسی طرح وُہ آگے ایسا کر سکتا ہے، اقامتِ جمعہ وہ قائم کر سکتا ہے جس کو اذنِ سلطان حاصل ہو خواہ بلاواسطہ اذن ہو یا بالواسطہ، لیکن اگر اذن نہیں تو جمعہ قائم نہیں کر سکتا اھ تلخیصاً (ت)

اور اگر ایسا نہیں یعنی اُس کے اجداد جانبِ سلاطینِ اسلام سے مامور نہ تھے یا اس کو انھوں نے نائب نہ کیا تاہم جبکہ یہ خود باتفاقِ مسلمین امامت وخطابت پر مامور ہے تو ہمارے اعصار وامصار میں بلاریب امام وخطیب صحیح شرعی ہے کہ جہاں سلطان نہ ہو اس امر کا اختیار عامہ مسلمین کے ہاتھ ہوتا ہے وہ جسے مقرر کر دیں اسی کا تقرر ٹھیک ہے، درمختار میں ہے:

نصب العامۃ الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر اما مع عدمهم فیجوز للضرورۃ[3]

عوام کا خطیب کو مقرر کرنا مذکورہ افراد کے ہوتے ہوئے معتبر نہیں اور اگر ان میں سے کوئی نہ ہو تو ضرورت کی وجہ سے جائز ہوگا۔ (ت)

تو اس صورت میں بھی دوسرا کوئی شخص بغیر اذن زید کے امامت وخطابت کا مجاز نہیں کہ آخر یہ خطیب شرعی ہے

---

[1] درمختار | باب الجمعۃ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۰۹
[2] ردالمحتار | ؍؍ | ؍؍ مصطفی البابی مصر | ۱/۵۹۲
[3] درمختار | ؍؍ | ؍؍ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۱۰

Marfat.com

مسئلہ ۱۴۰۵ از قصبہ سرسی محلہ بوچڑ خانہ کلاں پرگنہ سنبھل ضلع مراد آباد مسئولہ حافظ خدا بخش و شیخ عبدالعزیز یکم ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین کہ فرقہ تجدیہ کے اشخاص جابجا گشت کرتے ہیں اور مومنین و مومنات کو بہکاتے پھرتے ہیں ان کا بیان سننے کو کوئی نہیں ٹھہرتا، تو انھوں نے اب یہ کید کیا ہے کہ بوقتِ خطبہ جمعہ اغوا شروع کرتے ہیں اور اُس کا نام خطبہ رکھتے ہیں، یہ فرقہ کیا حکم رکھتا ہے اور خطبۂ جمعہ دراصل اردو میں جائز بھی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

وہابیہ کفار مرتدین ہیں جیسا کہ علمائے حرمین شریفین کے فتوے "حسام الحرمین" سے ظاہر ہے، اُن کا خطبہ باطل، ان کی نماز باطل، اُن کے پیچھے نماز باطل محض جیسے کسی ہندو یا نصرانی کے پیچھے۔ اور اردو میں خطبہ پڑھنا سنتِ متوارثہ کا خلاف اور بہت بُرا ہے، اور وہابیہ کے طور پر تو اصل ایمان میں خلل انداز ہے کہ بدعت ہے اور اُن کے نزدیک ہر بدعت اصل ایمان میں خلل انداز اگرچہ اُن کے پاس سرے ہی سے نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۰۶ از اوجین گوالیار مرسلہ مولوی یعقوب علی خاں ۱۵ جمادی الآخرہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک قصبہ میں نسلاً بعد نسلٍ مسندِ قضا پر بحکم حاکم و اتفاقِ جماعتِ مسلمانان مامور ہے اور امامت و خطابت اور نماز عیدین بلکہ تمام کاروبار متعلقہ عہدۂ قضا کرتا ہے اور سوائے زید کے شوہر ہندہ نے تمام عمر امامت و خطیبی نہ کی باوجود ان وجوہات کے ہندہ نے بعد وفاتِ شوہر اپنے کے بشرارت چند کس زید کو بلاوجہ خدمتِ مذکور سے علیحدہ کرکے عمرو داماد اپنے کو بحکم حاکم قائم مقام زید کیا چاہتی ہے، ہندہ چچی زید ہے تو باجازت و اعانت عورت بلا استرضا کے اقوام اہل اسلام عمرو امامت و خطابت کرسکتا ہے یا نہیں؟ بسندِ کتب بیان فرمائیں۔

الجواب

عورت کہ سلطنت نہ رکھتی ہو اور اسی طرح سلطانِ اسلام یا اُس کے نائب ماذون کے سوا کسی حاکم کا کسی شخص کو خطیب یا امامِ جمعہ مقرر کرنا اصلاً معتبر نہیں، نہ ایسے شخص کے خطبہ پڑھنے یا نماز پڑھانے سے جمعہ ادا ہوسکے کہ اس میں اذنِ سلطانِ اسلام شرط ہے جسے اس نے مقرر کیا یا اس کے مقرر کئے ہوئے نے اذن دیا وہی خطیب و امام ہوسکتا ہے دُوسرا نہیں، درمختار میں ہے:

الجمعۃ شرط لصحتہا السلطان او مامورہ باقامتہا قالوا یقیمہا امیر البلد ثم الشرطی ثم (صحتِ جمعہ کے لئے سلطان یا اس کے مامور برائے اقامتِ جمعہ کا ہونا ضروری ہے، فقہاء نے فرمایا

Marfat.com

وسنۃ الجمعۃ اذا اقیمت اما خطب الامام یتمہا اربعا علی القول الراجح لانہا صلٰوۃ واحدۃ لیس القطع للاکمال بل للابطال خلافا لما رجحہ الکمال[1] وفی العلمگیریۃ ولوکان فی السنۃ قبل الظہر والجمعۃ فاقیم اوخطب یقطع علی راس الرکعتین یروی ذلک عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی وقد قیل یتمہا کذا فی الہدایۃ، وھو الاصح کذا فی محیط السرخسی، وھو الصحیح ھکذا فی السراج الوہاج[2]، فی الصغیری شرح منیۃ اذا صعد الامام المنبر یجب علی الناس ترک الصلٰوۃ[3] الٰی اٰخرہ فی حاشیۃ رد المحتار علی الدر المختار متعلق، لما رجحہ الکمال حیث قال وقیل یقطع علی راس الرکعتین وھو الراجح لانہ یتمکن فی قضائہا بعد الفرض ولا ابطال فی التسلیم علی الرکعتین فلا یفوت فرض الاستماع والاداء علی الوجہ الاکمل بلا سبب اھ اقول وظاھر الہدایۃ اختیارہ و علیہ مشی فی الملتقی ونور الایضاح والمواہب و

اور اسی طرح سنّتِ ظہر اور سنّتِ جمعہ میں اگر تکبیر کہی جائے یا امام خطبہ شروع کردے تو قولِ راجح کے مطابق وُہ چار رکعت مکمل کرے کیونکہ یہ ایک ہی نماز کے حکم میں ہے یہاں انقطاع اکمال نہیں بلکہ ابطال ہوگا، یہ اس کے خلاف ہے جسے کمال نے ترجیح دی، اور عالمگیری میں ہے اگر کوئی شخص ظہر اور جمعہ کی پہلی سنّتوں میں تھا تکبیر کہی گئی یا خطبہ شروع ہوگیا تو دو رکعات ادا کرکے ختم کردے یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے اور بعض نے کہا کہ تمام کرے اسی طرح ہدایہ میں ہے اور یہی اصح ہے، محیط سرخسی میں یہی ہے اور یہی صحیح ہے، اسی طرح سراج الوہاج میں ہے، صغیری شرح منیہ میں ہے جب امام منبر پر چڑھے تو لوگوں میں نماز کا ترک کردینا لازم ہے الخ حاشیہ رد المحتار علی الدر المختار میں کمال کی ترجیح کے بارے میں ہے کہ بعض نے کہا دو رکعتوں پر اختتام کردے یہی راجح ہے کیونکہ فرائض کے بعد ان کی قضا ممکن ہے اور دو رکعات پر سلام ان کا ابطال بھی نہیں، پس اب خطبہ کا سُننا جو فرض ہے وہ بھی فوت نہ ہوگا اور کامل طریقہ پر سنن کی ادائیگی بھی ہوجائے گی اقول ہدایہ کا ظاہر یہی کہ یہ ان کا مختار ہے، اسی پر ملتقی، نور الایضاح، المواہب، جمعۃ الدرر اور فیض میں ہے شرنبلالیہ میں

---

[1] درمختار باب ادراک الفریضۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۹
[2] فتاوٰی ہندیۃ الباب العاشر فی ادراک الفریضۃ " نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۲۰
[3] صغیری شرح منیۃ المصلی فصل فی صلٰوۃ الجمعۃ " مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۸۰

Marfat.com

اور خطیب شرعی کے بے اجازت دوسرا امامت یا خطابت نہیں کرسکتا۔ ردالمحتار میں ہے:

قولہ لوصلی احد بغیر اذن الخطیب لایجوز ظاہرہ ان الخطیب خطب بنفسہ والاخر صلی بلا اذنہ ومثلہ مالوخطب بلا اذنہ لما فی الخانیۃ وغیرھا خطب بلا اذن الامام والامام حاضر لم یجز[1]

قولہ "اگرکسی نے اذنِ خطیب کے بغیر نماز پڑھائی تو جائز نہیں" اس کا ظاہر بتارہا ہے کہ خطیب نے خود خطبہ دیا مگر نماز اس کی اجازت کے بغیر دوسرے نے پڑھادی اور اسی کی مثل وہ صورت ہے جب بلا اجازتِ خطیب کسی نے خطبہ دے دیا، کیونکہ خانیہ وغیرہ میں ہے کہ اگر کسی نے بغیر اجازتِ امام خطبہ دیا اور امام حاضر تھا تو یہ جائز نہیں اھ (ت)

ہاں اس صورت میں اگر عامہ مسلمین جیسے آج تک تقرر زید پرمتفق رہے اب بوجہ شرعی معزولی زید پرمتفق ہوجائیں اور دوسرے شخص کو قائم کردیں تو اس صورت زید معزول اور دوسرے کا تعین صحیح ومقبول ہوگا صرف عورت کی جاہلانہ حرکت یا حاکم سلطنت غیر اسلامی کی شرکت واعانت محض بیکار و بے سُود ہے کہ کسی منصب سے معزول کرنے کا اُسی کو اختیار ہوتا ہے جسے مقرر کرنے کا اختیار تھا وہ اصالۃً سلطان اسلام ہے اور ضرورۃً جماعاتِ مسلمین، نہ کہ عورت یا حکام سلطنت غیر اسلام۔ کمالا یخفی علی من لہ بالفقہ ادنی الالمام (جیسا کہ یہ ہر اس شخص پر واضح ہو جو فقہ میں ادنٰی سا درک رکھتا ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۰۷: از بنارس محلہ کندی گڈھ ٹولہ مسجد بی بی راجی شفاخانہ مرسلہ مولوی عبدالغفور صاحب

جمادی الاولٰی ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بروز جمعہ نیت چار رکعت سنّت کی باندھی، بعدہ امام نے خطبہ شروع کیا اب وہ دو رکعت پڑھ کر سلام کرے یا چار رکعت پُوری پڑھے اس میں جو کچھ اختلاف درمیان علمائے حنفیہ سے ہے وہ جناب پر ظاہر ہے لیکن بطور نمونہ قدرے درج ذیل ہے:

فی الدرالمختار فی باب الجمعۃ ولوخرج وھو فی السنۃ او بعد قیامہ لثالثۃ النفل یتم فی الاصح ویخفف القراءۃ[2] وایضا فیہ فی باب ادراک الفریضۃ وکذا سنۃ الظھر

درمختار کے باب الجمعہ میں ہے کہ اگر امام آگیا اور نمازی سنن ادا کررہا تھا یا نفل کی تیسری رکعت کی طرف کھڑا ہوا تو اصح قول کے مطابق اسے مکمل کرلے اور قرأت میں تخفیف کرے اس کے باب ادراک الفریضہ میں بھی یہی ہے

---

[1] ردالمحتار باب الجمعۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۹۳-۹۴
[2] درمختار ؍؍ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۱۳

Marfat.com

طرف ہے۔

والقاعدۃ ان العمل بما علیہ الاکثر کما نصوا علیہ فی غیر ماکتاب وبیناہ فی رسالتنا بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلوۃ الجنائز۔

اور قاعدہ یہ ہے کہ عمل اس پر کیا جائے جس پر اکثریت ہو جیسا کہ فقہانے کتب میں متعدد جگہ اس کی تصریح کی ہے اور ہم نے اس کی تفصیل اپنے رسالے "بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلوۃ الجنائز" میں دی ہے۔ (ت)

قولِ اول کی ترجیح صریح کتب معتمدہ مرجحین میں کہ اس وقت فقیر کے پاس ہیں خانیہ و فتح کے سوا کسی میں نظر سے نہ گزری

اما الحلیۃ فقد تبعت الفتح واما المراقی فانما تبع البرھان شرح مواھب الرحمٰن بشھادۃ غنیۃ ذوی الاحکام واما الطرابلسی فانما اقتفی اثر الکمال کما ھو دابہ فی کل مقال قال الکلام الی الکمال مع ان الشرنبلالی خالف نفسہ فی جمعۃ غنیۃ کما یأتی۔

حلیہ نے فتح کی اتباع کی ہے، مراقی نے غنیہ ذوی الاحکام کے بیان کے مطابق برہان شرح مواہب الرحمٰن کی اتباع کی ہے، طرابلسی نے کمال کی اقتدار کی جیسا کہ ان کا ہر جگہ یہی طریقہ ہے اور کہا کہ کلام کمال کی طرف ہی ہے باوجودیکہ شرنبلالی نے جمعہ غنیہ میں خود اپنی مخالفت کی ہے جیسا کہ آرہا ہے۔ (ت)

اور قولِ اخیر کو صاحبِ محیط و امام عبدالرشید و امام ابوحنیفہ ولوالجی و امام علیٰ بن محمد قرہ شہری صاحب ملتقٰی و امام ظہیر الدین مرغینانی صاحبِ ظہیریہ و علامہ شمسی و صاحبِ سراج وہاج نے فرمایا: ھو الصحیح[1] (صحیح قول یہی ہے۔ ت) امام شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا: ھو الاصح[2] (اصح قول یہی ہے۔ ت) درمختار میں ہے: فی الاصح[3] (اصح قول میں یہی ہے۔ ت) متنِ تنویر میں ہے: علی الراجح[4] (یہ راجح قول کے مطابق ہے۔ ت) بحرالرائق میں ہے: صححہ المشائخ[5] (مشائخ نے اس کی تصحیح کی ہے۔ ت) مجمع الانہر میں ہے: صححہ اکثر المشائخ[6] (اکثر مشائخ نے اس کی تصحیح کی ہے۔ ت) اسی طرح جامع الرموز و ہندیہ و نہر وغیرہا میں اس کی تصحیح و ترجیح

---

[1] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ السراج الوہاج الباب العاشر فی ادراک الفریضۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۲۰

[2] " " " محیط السرخسی " " " "

[3] درمختار باب الجمعۃ " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۳

[4] " باب ادراک الفریضۃ " " " ۱/۹۹

[5] بحرالرائق باب صلوۃ الجمعۃ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۴۸

[6] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب ادراک الفریضۃ " داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۴۱

Marfat.com

جمعة الدرر والفیض وعزاہ فی الشرنبلالیة الی البرھان وذکر فی الفتح انه حکی عن السغدی انه رجع الیه لما راہ فی النوادر عن ابی حنیفة وانه مال الیه السرخسی والبقالی وفی البزازیة انه رجع الیه القاضی النسفی وظاھر کلام المقدسی المیل الیه ونقل فی الحلیة کلام شیخه الکمال ثم قال وھوکما قال ھذا[1] الخ فی شرح الوقایة اذا خرج الامام حرم الصلٰوة[2] وفی عمدة الرعایة حاشیة شرح الوقایة لمولٰنا واستاذنا مولوی عبدالحی صاحب مرحوم ومغفور واخرج اسحٰق بن راھویة فی مسندہ عن السائب کنا نصلی فی زمن عمر یوم الجمعة فاذ خرج عمر وجلس علی المنبر قطعنا الصلٰوة[3] الخ۔

اسے برہان کی طرف منسوب کیا گیا ہے، فتح میں ہے سغدی سے منقول ہے کہ اس کی طرف رجوع اس لئے کیا کہ نوادر میں امام ابوحنیفہ سے اسی طرح مروی ہے اور اسی کی طرف سرخسی اور بقالی نے میلان کیا ہے اور بزازیہ میں ہے کہ اس کی طرف قاضی نسفی نے رجوع کیا، کلام مقدسی سے ظاہراً اسی طرف میلان معلوم ہوتا ہے، حلیہ میں کمال کا کلام نقل کرکے کہا کہ وہ اسی طرح ہے جو یہ کہا گیا ہے الخ شرح وقایہ میں ہے جب امام آجائے تو نماز حرام ہوجاتی ہے، عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ جو ہمارے استاذ مولوی عبدالحی کا ہے میں لکھا ہے کہ اسحاق بن راہویہ نے مسند میں حضرت سائب سے روایت کیا کہ ہم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے دور میں نماز پڑھتے تھے تو جب حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ منبر پر بیٹھتے تو ہم نماز ختم کردیتے تھے الخ (ت)

الجواب

دونوں قول قوی و نجیح ہیں اور دونوں طرف جزم و ترجیح اور مختار فقیر قول اخیر کہ اول روایت نوادر سے ہے اور ثانی مفاد ظاہر الروایہ والفتوی متی اختلفت فالمصیر الی ظاھر الروایة (جب روایات مختلف ہوں تو ظاہر الروایت کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ محرر المذہب سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے مبسوط میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا وناھیك به حجة وقدوة (اس میں وہی مقتدا کافی ہیں۔ت) فتح القدیر میں ہے: الیه اشار فی الاصل[4] (اسی کی طرف اصل میں اشارہ ہے۔ت) معہذا کثرت تصحیح و افتائے صریح بھی اسی

---

[1] ردالمحتار | باب ادراک الفریضہ | مطبوعہ مصطفی البابی مصر | ۱/۵۲۷
[2] شرح الوقایہ | باب الجمعۃ | " مکتبہ رشیدیہ دہلی | ۱/۲۴۴
[3] عمدۃ الرعایۃ حاشیۃ شرح الوقایۃ | باب الجمعۃ | " " " | "
[4] فتح القدیر | باب ادراک الفریضۃ | " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر | ۱/۳۹۳

Marfat.com

مذکور یہاں تک کہ امام اجل مجتہد الفتوی حسام الدین عمر صدر شہید قدس سرہ نے فتاوی صغری میں فرمایا: علیہ الفتوی[1] (فتوی اسی پر ہے۔ ت) شرنبلالیہ میں ہے:

اقول الصحیح خلافہ وھو انہ یتم سنۃ الجمعۃ اربعا و علیہ الفتوی کما فی الصغری وھو الصحیح کما فی البحر عن الولوالجیۃ والمبتغی[2] الخ۔

میں کہتا ہوں صحیح اس کے خلاف ہے اور وہ یہ ہے کہ جمعہ کی چار سنتیں مکمل کرے، اور اسی پر فتوی ہے جیسا کہ صغری میں ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ بحر میں ولوالجیہ اور مبتغی سے ہے الخ (ت)

لاجرم بحر میں قول اول کی نسبت فرمایا: ھو قول ضعیف وعزاہ قاضی خاں الی النوادر[3] (یہ ضعیف قول ہے اور قاضی خاں نے اس کی نسبت نوادر کی طرف کی ہے۔ ت) رہیں روایات قطع و ترک و تحریم نماز بخروج امام للخطبہ انھیں اس مبحث سے علاقہ نہیں وہ فریقین کی منصوصہ و متفق علیہا ہیں ان کے معنی یہ ہیں کہ خروج امام کے بعد کوئی نماز (سوائے فائتہ واجب الترتیب کے) شروع نہ کرے پہلے سے جو انتظار امام میں نوافل وغیرہا پڑھ رہا ہے اُس کا سلسلہ قطع کردے متمادی نہ رہے نہ یہ کہ جو نماز پڑھ رہا ہے وہ حرام ہوگئی اُسے قطع کردے نیت توڑ دے یہ قطعاً باطل ہے ورنہ اگر ہنوز نیت ہی باندھی یا ایک ہی رکعت پڑھی کہ امام خطبہ کے لئے خارج ہوا تو فوراً نیت توڑ دینا واجب ہو، یہ کسی کا قول نہیں نصوص عامہ کتب مذہب اس کے بطلان پر متظافر و متواتر ہیں کما لایخفی (جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ ت) و اللہ سبحنہ و تعالی اعلم۔

Marfat.com

مشکوٰۃ میں زیر حدیث یخطب ثم یجلس فلا یتکلم (امام خطبہ پڑھے پھر بلا گفتگو بیٹھ جائے ۔ ت) فرماتے ہیں :

لا یتکلم ای حال جلوسہ بغیر الذکر او الدعاء او القراءۃ سرا والاولی القراءۃ لروایۃ ابن حبان کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقرأ فی جلوسہ کتاب اللہ[1] الخ

نہ گفتگو کرے یعنی بیٹھنے کی حالت میں آہستہ ذکر یا قراءۃ کے علاوہ بات نہ کرے ، قراءت اولٰی ہے کیونکہ ابن حبان کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیٹھنے کی حالت میں کتاب اللہ کی تلاوت فرماتے تھے الخ (ت)

حافظ الشان شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ تعالٰی فتح الباری شرح صحیح بخاری شریف میں اسی حدیث کی نسبت فرماتے ہیں :

واستفید من ھذا ان حال الجلوس بین الخطبتین لا کلام فیہ لکن لیس فیہ نفی ان یذکر اللہ او یدعوہ سرا[2]۔

اس کا مفاد یہ ہے کہ دونوں خطبوں کے درمیان بلا کلام بیٹھنا ہے لیکن اس سے اس بات کی نفی نہیں کہ آہستہ آہستہ اللہ کا ذکر اور دعا بھی کی جائے (ت)

علامہ زرقانی مالکی رحمہ اللہ تعالٰی شرح مواہب لدنیہ ومنح محمدیہ میں فرماتے ہیں :

ثم یجلس فلا یتکلم (جھرا فلا ینافی روایۃ ابن حبان انہ کان یقرأ فیہ ای الجلوس وقال الحافظ مفادہ[3]) الی اخر ما مر۔

پھر خطیب گفتگو کے بغیر بیٹھ جائے (یعنی بلند آواز سے گفتگو نہ کرے یہ بات روایت ابن حبان کے منافی نہیں کہ رسول پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس (جلوس) میں قراءت فرماتے تھے اور حافظ نے کہا اس کا مفاد وہ جو پہلے بیان ہوچکا ہے ۔ (ت)

بلکہ صحیح حدیث حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومتعدد اقوال صحابہ وتابعین کی رُو سے یہ جلسہ اُن اوقات میں ہے جن میں ساعتِ اجابت جمعہ کی امید ہے ، صحیح مسلم شریف میں بروایت حضرت ابی موسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دربارہ ساعتِ جمعہ فرمایا :

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب الخطبۃ والصلوٰۃ الخ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳ /۲۷۰

[2] فتح الباری شرح البخاری باب القعدۃ بین الخطبتین یوم الجمعۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳ /۵۷

[3] شرح الزرقانی علی المواہب الباب الثانی فی ذکر صلوتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الجمعۃ مطبوعہ دار المعرفت بیروت ۷ /۳۸۵

Marfat.com

۱۳ ۱۰

رِعَایَۃُ المَذہَبَین فِی الدُّعاء بین الخُطبتَین

(دو خطبوں کے درمیان دُعا کرنے کا بیان)

مسئلہ ۱۴۰۸: از کٹھور اسٹیشن سائن ضلع سورت مرسلہ مولوی عبدالحق صاحب مدرس مدرسہ عربیہ ۱۵ جمادی الآخرہ ۱۳۱۰ھ

اس جائے پر بروز جمعہ بین الخطبتین کے جلسہ میں ہاتھ اٹھا کر دُعا آہستہ مانگی جاتی ہے اور بعضے لوگ اس کو مکروہِ شدید وحرام و بدعتِ سیئہ و شرک قرار دے کر اس فعل کو منع کرتے ہیں، لہٰذا التماس یہ ہے کہ اس کے جواب باصواب سے جو دافعِ جدال ہو تحریر فرما کر رفعِ خصومت بین المسلمین فرمائیں۔

الجواب

امام کے لئے تو اس دُعا کے جواز میں اصلاً کلام نہیں جس کے لئے نہیِ شارع نہ ہونا ہی سند کافی۔ ممنوع وہی ہے جسے خدا و رسول منع فرمائیں جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، بے ان کی نہی کے ہرگز کوئی شے ممنوع نہیں ہوسکتی خصوصاً دُعا سی چیز جس کی طرف خود قرآنِ عظیم نے بکمال ترغیب وتاکید علی الاطلاق بے تحدید وتقیید بلایا اور احادیث شریفہ نے اسے عبادت ومغزِ عبادت فرمایا، پھر یہاں صحیح حدیث کا فحوی الخطاب اس کی اجازت پر دلیل صواب کہ خود حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا عین خطبہ میں دست مبارک بلند فرما کر ایک جمعہ کو مینہ برسنے اور دوسرے کو مدینہ طیبہ پر سے کُھل جانے کی دُعا مانگنا صحیح بخاری ومسلم وغیرہما میں حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، حالانکہ وہ قطعِ خطبہ کو مستلزم، تو بین الخطبتین بدرجۂ اولٰی جواز ثابت، لاجرم علمائے کرام نے شروحِ حدیث وغیرہ کتب میں صاف اس کا جواز افادہ فرمایا، مولٰنا علی قاری مکی حنفی رحمہ اللہ تعالٰی مرقاۃ شرح

Marfat.com

وغیرہا میں ہمیشہ مسلکِ محققین رہا ہے تو بقیہ اوقات کے ساتھ اس وقت بھی دعا ضرور درکار ہوگی اور اُس کے نیک و مستحسن ماننے سے چارہ نہ ہوگا، لاجرم صاحب عین العلم نے کہا جو اکابر علمائے حنفیہ سے ہیں صاف تصریح فرمائی کہ اس جلسہ میں مستحب ہے، اسی طرح امام ابن المنیر نے افادۂ استحسان جمع فرمایا، طرہ یہ کہ یہ قول امام ممدوح حضرات منکرین کے امام شوکانی نے نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار میں نقل کیا اور مقرر و مسلّم رکھا،

حیث قال فی عد الاقوال الثلاثون عند الجلوس بین الخطبتین حکاہ الطیبی الخ ثم قال قال ابن المنیر یحسن جمع الاقوال فتکون ساعۃ الاجابۃ واحدۃ منھا لا بعینہا فیصادفہا من اجتہد فی الدعاء فی جمیعہا[۱] اھ

یہاں انھوں نے تیسواں قول شمار کرتے ہوئے کہا کہ دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کے وقت، اسے طیبی نے نقل کیا ہے الخ پھر کہا کہ ابن منیر نے کہا تمام اقوال احسن ہیں ساعتِ قبولیت تو ایک ہی ہے لیے وہی پائے گا جو تمام وقت دُعا میں رہے گا۔ (ت)

یہ حکم امام کا ہے، رہے مقتدی، ان کے بارے میں ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم مختلف، امام ثانی عالِم ربانی قاضی الشرق والغرب حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک اُنھیں صرف بحالتِ خطبہ سکوت واجب، قبل شروع و بعد ختم و بین الخطبتین دُعا وغیرہ کلامِ دینی کی اجازت دیتے ہیں۔ اور امام الائمہ مالک الازمہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ خروجِ امام سے ختمِ نماز تک عند التحقیق دینی و دنیوی ہر طرح کے کلام یہاں تک کہ امر بالمعروف وجوابِ سلام بلکہ مخلِ استماع ہر قسم کے کام سے منع فرماتے ہیں اگرچہ کلام آہستہ ہو اگرچہ خطیب سے دور بیٹھا ہو کہ خطبہ سُننے میں نہ آتا ہو۔ امام ثالث محرر المذہب محمد بن الحسن رحمۃ اللہ تعالٰی بین الخطبتین میں امام اعظم اور قبل و بعد میں امام ابو یوسف کے ساتھ ہیں، درمختار میں ہے:

اذا خرج الامام من الحجرۃ والا فقیامہ للصعود شرح المجمع فلا صلوۃ ولا کلام الی تمامہا ولو تسبیحا او رد سلام او امرا بمعروف بلا فرق بین قریب وبعید وقالا لاباس بالکلام قبل الخطبۃ وبعدھا واذا جلس عند الثانی والخلاف فی کلام

جب امام حجرہ سے نکلے ورنہ وہ جب منبر پر چڑھنے کے لیے کھڑا ہو، شرح المجمع، تو اس وقت سے اختتام تک نہ نماز ہے نہ کلام اگرچہ وہ ایک تسبیح یا سلام کا جواب یا امر بالمعروف ہو، قریب اور بعید بیٹھنے والے میں کوئی فرق نہیں، صاحبین کے نزدیک خطبہ سے پہلے اور بعد اور امام ابو یوسف کے ہاں جب خطیب درمیان میں

---

[۱] نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار باب فضل الجمعۃ وذکر ساعۃ الاجابۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳/ ۷۵
[۲] " " " " " " " ۳/ ۷۶

Marfat.com

ھی ما بین ان یجلس الامام الی ان تقضی الصلٰوۃ[1] | امام کے جلوس سے نماز ختم ہونے تک ساعتِ جمعہ ہے۔ (ت)

دوسری حدیث میں آیا حضور پرنور صلوات اللہ وسلامہٗ علیہ نے فرمایا: شروع خطبہ سے ختم خطبہ تک ہے رواہ ابن عبدالبر عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما (اسے ابن عبدالبر نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت) انہی ابن عمر و ابوموسٰی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مروی کہ خروج امام سے ختم نماز تک ہے۔ یونہی امام عامر شعبی تابعی سے منقول رواہ ابن جریر الطبری (اسے ابن جریر طبری نے روایت کیا ہے۔ ت) انہی شعبی سے دوسری روایت میں خروج امام سے ختم خطبہ تک اُس کا وقت بتایا رواہ المروزی (اسے امام مروزی نے روایت کیا۔ ت) اسی طرح امام حسن بصری سے مروی ہوا رواہ ابن المنذر (اسے ابن المنذر نے روایت کیا۔ ت) ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے اذان سے نماز تک رکھا رواہ حمید بن زنجویہ (اسے حمید بن زنجویہ نے روایت کیا۔ ت) بہرحال یہ وقت بھی اُن میں داخل، تو یہاں دُعا ایک خاص ترغیب شرع کی مورد خصوصاً حدیث دوم پر جبکہ کسی مطلب خاص کے لئے دُعا کرنی ہو جسے خطبہ سے مناسبت تو اُس کے لئے یہی جلسہ بین الخطبتین کا وقت متعین بلکہ علامہ طیبی شارح مشکوٰۃ نے بالتعیین اسی وقت کو ساعتِ اجابت بتایا اور اُسے بعض شراح مصابیح سے نقل فرمایا بلکہ خود ارشادِ اقدس ما بین ان یجلس الامام (امام کے بیٹھنے سے لے کر۔ ت) سے یہی جلسہ مراد رکھا، اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے:

می گفت آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم در شان ساعۃ الجمعۃ کہ آں ساعت میان نشستن امام ست بر منبر تا گزاردن نماز طیبی از جلوس نشستن میان دو خطبہ مراد داشتہ[2] الخ | حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جمعہ کی ساعت کے بارے میں فرمایا کہ وُہ گھڑی امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر نماز ادا کرنے تک ہوتی ہے۔ علامہ طیبی نے جلوس سے مراد دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا لیا ہے الخ (ت)

اس قول پر تو بالخصوص اسی وقت کی دعا شرعاً اجل المندوبات واجب مرغوبات سے ہے پھر اس قدر میں اصلاً شک نہیں کہ جب بغرضِ تقویت رجا جمع احادیث و اقوال علما چاہیے جو امثال باب مثل لیلۃ القدر

---

[1] صحیح مسلم شریف | کتاب الجمعۃ | مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی | ۱/۲۸۱
[2] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ | " | " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر | ۲/۵۷۱

Marfat.com

قول ارجح ممانعت سہی پھر بھی ان دعا کرنے والوں کے لئے خود ہمارے مذہب وکتبِ مذہب میں متعدد راہیں تجویز واجازت کی ہیں :

اولاً یہی قول امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ جو اس ترخیص کے ساتھ اُس جہالتِ نجدیہ کا بھی علاج کافی ہے کہ وہ اس وقت تسبیح بالتصریح جائز بتاتے ہیں حالانکہ بہ لحاظ خصوص وقت ورود اُس کا بھی نہیں۔

ثانیاً بعض کے نزدیک مقتدیوں کو صرف جہر ممنوع ہے آہستہ میں حرج نہیں، اور اس کی تائید اُس قول سے بھی مستفاد کہ عین حالتِ خطبہ میں ذکر اقدس سُن کر آہستہ درود پڑھنے کا حکم دیا گیا اگرچہ تحقیق وہی، کہ دل سے پڑھے،

کما قدمنا عن الرملی وھو معنی مافی الدر المختار من قولہ والصواب انہ یصلی علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عند سماع اسمہ فی نفسہ[1] اھ وان مال القھستانی الی التاویل بالاخفاء خلافا لما فی الجوھرۃ وغیرھا من الکتب المعتبرۃ قال الشامی ای بان یسمع نفسہ اویصحح الحروف فانھم فسروہ بہ وعن ابی یوسف قلبا کما فی الکرمانی قھستانی واقتصر فی الجوھرۃ علی الاخیر حیث قال ولم ینطق بہ لانھا تدرك فی غیر ھذا الحال والسماع یفوت[2] اھ مختصرا واما قول القھستانی انھم فسروہ بہ فانما اراد بہ دفع الاستبعاد عما اختارہ من التاویل فان ظاھر اللفظ ھو ارادۃ القلب ومع ذلك ربما اطلقوہ وفسروہ بہ ای بالاسرار

جیسا کہ رملی کے حوالے سے ذکر کر آئے ہیں، درمختار کے ان الفاظ سے بھی وہی مراد ہے کہ صواب یہ ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اسمِ گرامی سُن کر دل میں درود شریف پڑھا جائے اھ اگرچہ قہستانی کا میلان اخفاء کی طرف ہے مگر جوہرہ اور دیگر کتب معتبرہ اس کے خلاف ہیں، شامی کہتے ہیں کہ اس کا اپنا نفس سُن لے یا حروف کی تصحیح ہو کیونکہ علماء نے اس کی تفسیر یوں ہی کی ہے، امام ابویوسف سے مروی ہے کہ دل میں پڑھے جیسا کہ کرمانی میں ہے، قہستانی نے جوہرہ میں آخری پر ہی اکتفا کیا ہے ان کے الفاظ ہیں اس کے ساتھ نطق نہ کرے کیونکہ اس حال کے علاوہ میں اسے پایا جاسکتا ہے مگر اس کے ساتھ سماع فوت ہوجائیگا اھ اختصاراً۔ رہا قہستانی کا قول کہ فقہاء نے اس کی تفسیر بھی کی ہے، اس سے ان کی مراد اس بُعد کو دُور کرنا ہے جو ان کی اختیار کردہ تاویل

---

[1] درمختار | باب الجمعہ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۱۳

[2] ردالمحتار | ؍؍ | ؍؍ مصطفی البابی مصر | ۱/۶۰۶

Marfat.com

يتعلق بالاٰخرة امّا غيرہ فيكرہ اجماعا[1] اھ ملتقطا۔ — گفتگو میں کوئی حرج نہیں، لیکن یہ اختلاف اس گفتگو کے بارے میں ہے جو آخرت سے متعلقہ ہو اس کے علاوہ گفتگو بالاتفاق مکروہ ہے۔ (ت)

تحقیق یہی ہے اگرچہ یہاں اختلاف نقول حد اضطراب پر ہے کہ سب کو مع ترجیح و تنقیح ذکر کیجئے تو کلام طویل ہو، اس تحقیق کی بنا پر حاصل اس قدر کہ مقتدی دل میں دعا مانگیں کہ زبان کو حرکت نہ ہو تو بلاشبہہ جائز کہ جب عین حالت خطبہ میں وقت ذکر شریف حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دل سے حضور پر درود بھیجنا مطلوب، تو بین الخطبتین کہ امام ساکت ہے دل سے دعا بدرجۂ اولٰی روا۔ ردالمحتار میں ہے:

اذا ذکر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا یجوز ان یصلوا علیہ بالجھر بل بالقلب وعلیہ الفتوی رملی[2] — جب سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مبارک ذکر آئے تو بالجہر کی بجائے دل میں درود شریف پڑھ لیا جائے، اسی پر فتوٰی ہے۔ رملی (ت)

اور زبان سے مانگنا امام کے نزدیک مکروہ، اور امام ابی یوسف کے نزدیک جائز، اور مختار قول امام ہے، تو بیشک مذہب منقح حنفی میں مقتدیوں کو اس سے احتراز کا حکم ہے نہ کہ اُس بنائے فاسد پر جو بنائے جہالاتِ وہابیہ ہے کہ عدمِ ورودِ خصوص، ورودِ عدم خصوص ہے، وہ بھی خاص حق جواز میں منع کے لئے ممانعت خاصہ خدا و رسول کی کچھ حاجت نہیں کہ یہ تو محض جہل و سفہ و تحکم ہے بلکہ اس لئے کہ اذا خرج الامام فلاصلوٰۃ ولا کلام (جب امام نکل آئے تو نہ کوئی نماز ہے نہ کلام۔ ت) پس غایت یہ کہ جو لوگ اس مسئلہ سے ناواقف ہوں اُنھیں بتا دیا جائے نہ کہ معاذ اللہ بدعتی گمراہ حتی کہ بلا وجہ مسلمانوں کو مشرک ٹھہرایا جائے کیا ظلم ہے جب ان اشقیا کے نزدیک اللہ عزوجل کو پکارنا بھی شرک ہُوا تو مگر شیخ نجدی یعنی ابلیس لعین کا پکارنا توحید ہوگا حاش للہ (اللہ ہی کے لئے پاکیزگی ہے۔ ت) یہ اُن بدعقلوں کی بدزبانیاں ہیں جن کا مزہ آخرت میں کھلے گا، جب لا الٰہ الا اللہ مسلمانوں کی طرف سے اُن بیباکان پُرسرف سے جھگڑنے آئے گا،

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[3] — اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ (ت)

---

[1] درمختار — باب الجمعۃ — مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی — ۱/ ۱۱۳

[2] ردالمحتار — " — " مصطفی البابی مصر — ۱/ ۶۰۶

[3] القرآن ۲۶/ ۲۲۷

Marfat.com

فليس هذا من الكلام العرفي بل هو من قبيل التسبيح و نحوہ فلا یکرہ فی الاصح[1] الخ و بنا علی ھامشھا ان ھذا من اشتباہ عرض لہ رحمہ اللہ تعالٰی من تصحیح النھایۃ والعنایۃ لتجویزہ لکلام الاخروی وانما کلامھما فیما قبل شروع الخطبۃ و بعدھا لاحالھا ثم ھو ایضا لا یخلو عن نظر کما یظھر بمراجعۃ ما علقنا علی ھامش رد المحتار والاصح الاحوط اطلاق المنع کما افادہ الزیلعی لذا لم یمش علیہ فی عامۃ الکتب المعتمدۃ کالبحر و النھر والدر ورد المحتار۔

یہ کلام عرفی نہیں بلکہ از قبیل تسبیحات وغیرہ ہے لہذا اصح قول کے مطابق یہ مکروہ نہیں الخ، ہم نے اس کے حاشیہ میں تحریر کیا کہ علامہ رحمہ اللہ تعالٰی کو یہ اشتباہ نہایہ اور عنایہ کی تصحیح سے عارض ہوا کیونکہ انہوں نے کلام اُخروی پر محمول کیا ہے حالانکہ ان کا کلام خطبہ سے پہلے یا بعد پر محمول ہے نہ کہ درمیان میں، پھر وہ بھی محلِ نظر ہے جیسا کہ حاشیہ ردالمحتار کی طرف مراجعت سے ظاہر ہوگا اصح اور احوط مطلقاً منع ہے جیسا کہ زیلعی نے فرمایا ہے یہی وجہ ہے کہ عامہ کتب معتمدہ میں اس مسلک کو اختیار نہیں کیا گیا مثلاً بحر، نہر، در اور ردالمحتار (ت)

اور مذاہب دیگر پر نظر کیجئے تو صدر درجہ کی توسیعیں ہیں حتی کہ محیط میں تو یہاں تک منقول کہ:

من العلماء من قال السکوت علی القوم کان لازما فی زمن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اما الیوم فغیر لازم[2] اھ ونقلہ عنہ القھستانی۔

بعض علماء نے کہا کہ لوگوں پر سکوت رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں لازم تھا اب لازم نہیں رہا اھ اسے قہستانی نے نقل کیا ہے۔ (ت)

علمائے محتاطین تو ایسے مسائل اجتہادیہ میں انکار بھی ضروری و واجب نہیں جانتے نہ کہ عیاذاً باللہ نوبت تابہ تضلیل و اکفار۔ سیّدی عارف باللہ محقق نابلسی کتاب مذکور میں فرماتے ہیں:

ان المسئلۃ الواقعۃ کما ھی الاٰن فی جوامع بلادنا وغیرھا یوم الجمعۃ من الموذنین متی امکن تخریجھا علی قول من الاقوال

مسئلہ درپیش جیسا کہ اب ہمارے شہر کی جامع مساجد میں موذنین جمعہ کے دن (امام کی دعا پر آمین) کہتے ہیں اس کی تخریج و ثبوت ہمارے

---

[1] حدیقۃ الندیۃ نوع ۳۳ الکلام فی حال الخطبۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۳۰۹

[2] جامع الرموز بحوالہ المحیط فصل فی صلوٰۃ الجمعۃ ؍؍ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۲۶۷

Marfat.com

علی القولین فی تحدید ہ۔ میں تھا کیونکہ "فی نفسہ" ظاھراً الفاظ تو ارادہ قلب پر دال ہیں حالانکہ اس کے باوجود اس کا اطلاق کرکے اس کی تفسیر مخفی ہونے کے ساتھ کرتے ہیں، ان دونوں اقوال پر جو اس کی تعریف کے بارے میں ہیں۔ (ت)

ثالثاً امام نصیر بن یحیٰی وامام محمد بن الفضل وغیرہما عین حالتِ خطبہ میں بعید کو کہ خطبہ کی آواز اُس تک نہ پہنچے انصات واجب نہیں جانتے، اور امام محمد بن سلمہ بھی صرف اولٰی کہتے ہیں اگرچہ مفتی بہ اُس پر بھی وجوب تو اس جلسہ میں کہ آواز ہی نہیں بدرجۂ اولٰی واجب نہ کہیں گے۔ حدیقہ ندیہ میں ہے:

قال فی النھایة اذا کان بحیث لا یسمعھا لا روایة فیہ عن اصحابنا فی المبسوط و قد اختلف المشائخ المتاخرون فیہ فعن محمد بن سلمة الانصات اولی وعن نصیر بن یحیٰی انہ کان بعیدا وکان یحرك شفتیہ بالقراٰن وفی العنایة ان الانصات مختار الکرخی و صاحب الھدایة وقال بعضھم قراءة القراٰن اولی وھو اختیار الفضلاء[1]

نہایہ میں ہے اس وقت جب ایسے مقام پر ہو کہ وہ خطبہ نہیں سُن رہا، مبسوط میں ہمارے اصحاب (احناف) سے کوئی ایک روایت نہیں، متاخرین مشائخ کا اس میں اختلاف ہے، محمد بن سلمہ کے نزدیک خاموشی اولٰی ہے۔ نصر بن یحیٰی کے بارے میں ہے کہ جب وہ خطیب سے دُور ہوتے تو ان کے ہونٹ تلاوتِ قرآن سے حرکت کر رہے ہوتے تھے۔ عنایہ میں ہے خاموشی، کرخی اور صاحب ہدایہ کا مختار ہے۔ بعض نے فرمایا: تلاوتِ قرآن اولٰی ہے۔ فضلاء کے ہاں یہی مختار ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں فیض سے ہے: الاحوط السکوت و بہ یفتی[2] (سکوت ہی احوط ہے اور اسی پر فتوٰی دیا جائے گا۔ ت)

رابعاً بعض علماء کا گمان ہے کہ ہمارے امام کے نزدیک بھی صرف کلامِ دنیوی ممنوع ہے دعاء و ذکر مطلقاً جائز حتی کہ عین حالتِ خطبہ میں بھی، اگرچہ صواب اُس کے خلاف ہے کما تقدم عن الدر (جیسا کہ در کے حوالے سے گزرا۔ ت) عبدالغنی نابلسی حدیقہ میں فرماتے ہیں:

اما تامین المؤذنین علی دعاء الخطیب والترضی عن الصحابة والدعاء للسلطان بالنصر

خطیب کی دعاء پر مؤذنین کا آمین کہنا، صحابہ کے نام سن کر رضی اللہ عنہ کہنا، بادشاہ کے لئے دُعا

---

[1] الحدیقة الندیة نوع ۳۳- الکلام فی حال الخطبة مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۳۰۷

[2] ردالمحتار باب الجمعة " مصطفی البابی مصر ۱/۶۰۶

Marfat.com

مذہب نہ دُعا کرنے والوں میں کوئی ذی فہم اس کا قائل، بلکہ وقت مرجوالاجابہ جان کر دُعا کرتے ہیں اور بیشک وہ ایسا ہی ہے اور دعا مغز عبادت وانجائے ذکر الٰہی عزوجل سے ہے جس کی تکثیر پر بلا تقیید وتحدید نصوص قرآن عظیم و احادیث متواترہ نبی رؤف رحیم علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلٰوۃ والتسلیم ناطق اور ہاتھ اٹھانا حسب تصریح احادیث و تظافر ارشادات علمائے قدیم وحدیث سُنن وآداب دُعا سے ہے خطیب کے لئے اُس کی اجازت ومشروعیت تو باتفاق مذہبین حنفی وشافعی ہے یونہی سامعین کے لئے جبکہ دُعا دل سے ہو نہ زبان سے، اور سامعین کا اُس وقت زبان سے دُعا مانگنا جس طرح ان بلاد میں مروج ومعمولی ہے، مذہب شافعیہ میں تو اُس کی اجازت و مشروعیت ظاہر کہ ائمہ شافعیہ رحمہم اللہ تعالٰی میں خطبہ ہوتے وقت بھی کلام سامعین ناجائز وحرام نہیں جانتے صرف مکروہ مانتے ہیں اور کراہت کلام شافعیہ میں جب مطلق بولی جاتی ہے اس سے کراہت تنزیہی مراد ہوتی ہے بخلاف کلمات ائمتنا الحنفیۃ رحمہم اللہ تعالٰی فان غالب محملہا بہا مطلقۃ فیہا کراہۃ التحریم (بخلاف ہمارے ائمہ احناف رحمہم اللہ تعالٰی کی عبارات کے کیونکہ ان میں غالب یہی ہے کہ مطلقاً کراہت مکروہ تحریمی ہے۔ ت) علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ آفات الید مسئلۃ الشطرنج میں فرماتے ہیں :

الکراھۃ عند الشافعیۃ اذا اطلقت تنصرف الی التنزیھیۃ لا التحریمیۃ بخلاف مذھبنا[1]۔

شوافع کے نزدیک مطلقاً کراہت کا اطلاق مکروہ تنزیہی پر ہوتا ہے نہ کہ تحریمی پر بخلاف ہمارے مذہب کے (اس میں تحریمی پر ہے)۔ (ت)

اور سکوتِ خطیب کے وقت جیسے قبل وبعد خطبہ وبین الخطبتین اصلاً کراہت بھی نہیں مانتے۔ امام ابویوسف اردبیلی شافعی کتاب الانوار میں فرماتے ہیں :

لایجب الاستماع وھو شغل السمع بالسماع[2]۔

استماع واجب نہیں، اور استماع سے مراد کانوں کو سماع میں مشغول کرنا ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے :

لا یحرم الکلام حال الخطبۃ لاعلی الخطیب ولا علی الماموین السامعین وغیرھم

خطبہ کے دوران کلام حرام نہیں نہ خطیب پر نہ مقتدیوں پر، ہاں بغیر غرض کے مکروہ ہے، مثلاً

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ الصنف الخامس من الاصناف التسعۃ فی بیان آفات الید مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۴۴۰

[2] الانوار لاعمال الابرار فصل لصحۃ الجمعۃ الخ مطبعۃ جمالیہ مصر ۱/ ۱۰۱

Marfat.com

فی مذھبنا او مذھب غیرنا فلیست بمنکر یجب انکارہ و النھی عنہ و انما المنکر ما وقع الاجماع علی حرمتہ و النھی عنہ[1]

مذہب یا دوسرے مسلک میں ممکن ہے تو یہ ایسا ناجائز نہیں کہ اس کا انکار اور اس سے منع لازم ہو، منکر تو وہ ہوتا ہے جس کی حرمت اور ممانعت پر اجماع ہو۔ (ت)

بالجملہ مقتدیوں کا یہ فعل تو علی الاختلاف ممنوع مگر مسلمانوں کو بلاوجہ مشرک بدعتی کہنا بالاجماع حرام قطعی تو یہ حضرات مانعین خود اپنی خبرلیں اور امام کے لئے تو اُس کے جواز میں اصلاً کلام نہیں، ہاں خوف مفسدۂ اعتقاد عوام ہو تو التزام نہ کرے، فقیر غفراللہ تعالٰی اس جلسہ میں اکثر سکوت کرتا اور کبھی اخلاص کبھی درود پڑھتا ہے اور رفع یدین کبھی نہیں کرتا کہ مقتدی دیکھ کر خود بھی مشغول بدعا نہ ہوں، مگر معاذاللہ ایسا ناپاک تشدد شرع کبھی روا نہیں فرماتی، مولٰی تعالٰی ہدایت بخشے آمین واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۴۰۹ ازہیل کتور ضلع اڈکنڈ مکان سوما سیٹھ صاحب مرسلہ سید حیدر شاہ صاحب

۲۸ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ

جناب فیض مآب جامع علوم نقلیہ وحاوی فنون عقلیہ علامۂ دہر فہامۂ عصر مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب ادام اللہ فیوضہ، ادائے آداب کے بعد، بندہ حیدر شاہ عرض رساں ہے کہ ایک مسئلہ کی ضرورت ہے چونکہ آپ مشاہیر علمائے انام سے ہیں اور آپ کے اخلاق واوصاف بے نہایت ہیں اور بہت لوگوں سے سُنا ہے کہ آپ حنفی المذہب سنی المشرب ہیں و نیز جواب سوال جلد ترسیل فرماتے ہیں، لہذا التماس خدمت فیض درجت میں یہ ہے کہ احقر کو جواب سے سرفراز فرمائیں، مذہب حنفی وشافعی میں بین الخطبتین ہاتھ اٹھا کے دُعا مانگنی مشروع ومسنون ہے یا نہیں؟ مترجم اردو الدرالمختار ایک جگہ لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ بریلی کے علماء سے اسی مسئلہ میں استفتاء طلب کیا گیا تھا چنانچہ وہاں کے علماء کا فتوٰی یہی ہوا کہ ہاتھ اٹھا کے دعا مانگنی بین الخطبتین بدعت سیئہ وغیر مشروع ہے، پس آیا یہ بات سچ ہے یا غلط؟ چونکہ آپ متوطن بریلی کے ہیں آپ کو حقیقت اس کی کما ینبغی معلوم ہوگی پس آپ اطلاع دیجئے کہ مترجم نے ٹھیک لکھا ہے یا محض دھوکا دہی عوام الناس ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

مسنونیت مصطلحہ کہ تارک مستوجب عتابِ الٰہی یا آثم ومستحق عذابِ الٰہی ہو والعیاذ باللہ یہ نہ کسی کا

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ نوع ۳۳ الکلام فی حال الخطبۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۳۰۹

Marfat.com

الامام وقال ابویوسف ومحمد لا باس بالکلام اذا خرج قبل ان یخطب واذا نزل قبل ان یکبر واختلفا فی جلوسه اذا سکت فعند ابی یوسف یباح لان الکراھۃ للاخلال بفرض الاستماع ولا استماع ھنا، ولہ اطلاق الامر[1] اھ ببعض اختصار۔

امام کا قول ہے، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی کہتے ہیں خطبہ شروع ہونے سے پہلے کلام میں کوئی حرج نہیں، اسی طرح جب امام منبر سے اترے اور تکبیر سے پہلے بھی گفتگو میں کوئی حرج نہیں، جب منبر پر خطیب خاموش بیٹھا ہو تو اس وقت ان میں اختلاف ہے امام ابو یوسف کے نزدیک مباح ہے کیونکہ کراہت کی وجہ خطبہ سننے میں خلل کا واقع ہونا ہے اور یہاں استماع نہیں ہے ان کی دلیل امر کا اطلاق ہے اھ مختصراً (ت)

صاحبِ مذہب امام الائمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہ خروجِ امام سے فراغِ نماز تک کلام سے ممانعت فرمائی، مشائخِ مذہب اس سے مراد میں مختلف ہوئے اور تصحیح بھی مختلف آئی، بعض فرماتے ہیں مرادِ امام صرف دنیوی کلام ہے، اوقاتِ ثلثہ میں دینی کی اجازت عام ہے، نہایہ وعنایہ میں اسی کو اصح کہا، ایسا ہی فخر الاسلام نے مبسوط میں فرمایا، مشائخ کرام نے مطلق مراد لیا، امام زیلعی نے تبیین الحقائق میں اسی کو احوط کہا۔

قلت واطلاقات المتون واکثر الکتب علیہ ماشیۃ وعامۃ التفاریع عنہ ناشیۃ کما یظھر بمراجعۃ ماعلقنا علی رد المحتار فھو اصح التصحیحین فیما اعلم کیف لا وقد صرح المحققون ان الدنیوی مکروہ اجماعا فلو لم ینھی الامام الاعنہ لارتفع الخلاف مع ان الکتب المعتمدۃ عن اٰخرھا متظافرۃ علی اثباتہ۔

میں کہتا ہوں کہ متون کے اطلاقات پر اور اکثر کتب اسی پر جاری ہیں اور عام تفریعات اس سے مستخرج ہیں جیسا کہ ہمارے حاشیہ رد المحتار سے ظاہر ہے اور میرے علم کے مطابق دونوں تصحیحوں میں یہ اصح ہے اور یہ کیسے نہ ہو حالانکہ محققین نے تصریح کی ہے کہ کلامِ دنیوی بالاتفاق مکروہ ہے، اور اگر امام نے اسی سے ہی منع کیا ہے تو اب اختلاف مرتفع ہو جائے گا حالانکہ تمام کتب اس اختلاف کے ثبوت سے مالامال ہیں۔ (ت)

بحر الرائق میں زیرِ قولِ مصنف اذا خرج الامام فلا صلٰوۃ ولا کلام (جب امام آجائے تو

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب الجمعۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۸۲

Marfat.com

لکن یکرہ الالغرض مھم کانذار من یقع فی بئر او عقرب ویتعلم خیرا او نھی عن شیئ[1]

کنویں میں گرنے والے کو متنبہ کرنا یا بچھو سے بچانا یا خیر کا حکم دینا اور برائی سے روکنا جائز ہے (ت)

اُسی میں ہے :

لایکرہ الکلام حال الاذان ولابین الخطبتین ولابین الخطبۃ والصلٰوۃ[2]

اذان، دونوں خطبوں کے درمیان اور خطبہ اور نماز کے درمیان کلام مکروہ نہیں۔ (ت)

علامہ زین الدین شافعی تلمیذ امام ابنِ حجر مکّی فتح المعین بشرح قرۃ العین میں فرماتے ہیں :

یکرہ الکلام ولایحرم حالۃ الخطبۃ لاقبلھا ولوبعد الجلوس علی المنبر ولابعدھا ولابین الخطبتین ویسن تشمیت العاطس والرد علیہ ورفع الصوت من غیر مبالغۃ بالصلٰوۃ والسلام علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عند ذکر الخطیب اسمہ او وصفہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال شیخنا ولایبعد ندب الترضی عن الصحابۃ بلارفع صوت وکذاالتامین لدعاء الخطیب[3] اھ مختصرا۔

دورانِ خطبہ کلام مکروہ ہے، خطبہ سے پہلے اگرچہ خطیب منبر پر بیٹھ چکا ہو اور دو خطبوں کے درمیان کلام حرام نہیں ہے، چھینک مارنے والے کا جواب دینا اور اس کے بدلہ میں دعا دینا سنت ہے اور جب خطیب نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اسم یا وصف ذکر کرے تو صلٰوۃ وسلام عرض کیا جاسکتا ہے البتہ آواز زیادہ بلند نہ کی جائے، ہمارے شیخ نے فرمایا کہ صحابہ کے نام پر رضی اللہ تعالٰی عنہ اور دعاءِ خطیب کے وقت آمین آواز بلند کئے بغیر کہنا مستحب ہونا بعید نہیں اھ اختصاراً (ت)

یونہی مذہب حنفی میں امام ثانی قاضی ربانی سیدنا امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک بھی مطلقاً جواز ہے اوقات ثلثہ غیر حال خطبہ یعنی قبل و بعد و ما بین خطبتین میں اگرچہ کلام دنیوی منع فرماتے ہیں مگر کلام دینی مثل ذکر و تسبیح مطلقاً جائز رکھتے ہیں، اور پُرظاہر کہ دُعا خاص کلام دینی و عبادت الٰہی ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے :

اذا خرج الامام فلاصلٰوۃ ولا کلام وھو قول

جب امام آجائے تو کوئی کلام و نماز نہیں، اور یہی

---

[1] الانوار لاعمال الابرار فصل لصحۃ الجمعۃ الخ مطبعۃ جمالیہ مصر ۱/۱۰۱

[2] " " " " " "

[3] فتح المعین شرح قرۃ العین فصل فی صلٰوۃ الجمعۃ عامر الاسلام پور پریس ترونگاری انڈیا ص ۱۴۶

Marfat.com

بالجملہ خلاصہ کلام یہ کہ دعائے مذکور خطیب کے لئے مطلقاً اور سامعین کے لئے دل میں بالاتفاق جائز اور مذہب امام شافعی و قول امام ابی یوسف پر اُن کے لئے زبان سے بھی قطعاً اجازت اور ارشاد امام کی ایک تخریج پر مکروہ دوسری پر جائز، ائمہ فتوٰی نے دونوں کی تصحیح کی تو احد التصحیحین پر دعائے مذکور امام و مقتدین سب کو دل و زبان ہر طرح سے باتفاق مذہبین حنفی و شافعی مطلقاً جائز و مشروع، اور علما تصریح فرماتے ہیں کہ جب ترجیح مختلف متکافی ہو تو مکلّف کو اختیار رہے کہ اُن میں سے جس پر چاہے عمل کرے اصلاً محلِ اعتراض و انکار نہیں۔ بحرالرائق و درمختار و غیرہما میں ہے :

متی کان فی المسئلۃ قولان مصححان جاز القضاء والافتاء باحدھما[1]۔ جب مسئلہ میں دو اقوالِ صحیحہ ہوں تو ان میں سے ایک پر فتوٰی اور قضاء جائز ہوتی ہے۔ (ت)

ولہٰذا فقیر غفراللہ تعالٰی باآنکہ یہاں تصحیح تبیین کو ارجح جانتا ہے ہمیشہ سامعین کو بین الخطبتین دعا کرتے دیکھا اور کبھی منع و انکار نہیں کرتا ہے ہذا جملۃ القول فی ھذا الباب والتفصیل فی فتاوٰنا بعون الوھاب (اس مسئلہ میں یہ ہی گفتگو کا خلاصہ ہے اور اس کی تفصیل اللہ تعالٰی کی اعانت سے ہمارے فتاوٰی میں ہے۔ ت)

رہی مترجم درمختار کی علمائے بریلی سے وہ نقل معلوم نہیں کہ اُس نے اپنے زعم میں علمائے بریلی سے کون لوگ مراد لئے، اُس کے زمانے میں ان اقطار کے اعلم علما کہ اپنے عصر و مصر میں حقیقۃً صرف وہی عالم دین کے مصداق تھے یعنی خاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد، فقیر برسوں جمعات میں اقتدائے حضرت والا سے مشرف ہُوا حضرت ممدوح قدس سرہٗ جلسہ بین الخطبتین میں دُعا فرمایا کرتے اور سامعین کو دعا کرتے دیکھ کر کبھی انکار نہ فرماتے اور مترجم کے زمانے سے پہلے بریلی میں اس امر کا استفتا ہوا، مولٰنا احمد حسین مرحوم تلمیذ اعلحضرت سید العلما سند العرفا مولٰنا الجد قدس سرہ الامجد نے جواز و مشروعیت پر فتوٰی دیا اعلحضرت نور اللہ مرقدہ الشریف و فاضل اجل مولٰنا سید یعقوب علی صاحب رضوی بریلوی و مولوی سید محمود علی صاحب بریلوی وغیرہم علمائے کرام نے اُس پر مُہریں فرمائیں یہ فتوی مولوی صاحب مرحوم کے مجموعہ فتاوی مسمّی بمفید المسلمین میں مندرج و مشمول اور اطمینانِ سائل کے لئے یہاں منقول :

سوال : چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیانِ شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ بیٹھنا امام کو بعد قرأت خطبہ پہلے کے سنّت ہے یا نہیں ؟ اور خطیب کس قدر جلسہ میں توقف کرے اور یہ اوقات

---

[1] درمختار خطبۃ الکتاب مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴

Marfat.com

کوئی نماز اور کلام نہیں۔ ت) ہے:

اطلق فی منع الکلام فشمل التسبیح والذکر والقراءۃ وفی النھایۃ اختلف المشائخ علی قول ابی حنیفۃ قال بعضھم انما کان یکرہ ماکان من کلام الناس اما التسبیح ونحوہ فلا وقال بعضھم کل ذلك مکروہ والاول اصح اھ وکذا فی العنایۃ وذکر الشارح ان الاحوط الانصات اھ ویجب ان یکون محل الاختلاف قبل شروعہ فی الخطبۃ ویدل علیہ قولہ "علی قول ابی حنیفۃ" واما وقت الخطبۃ فالکلام مکروہ تحریما ولوکان امرا بمعروف اوتسبیحا اوغیرہ کما صرح بہ فی الخلاصۃ وغیرھا[1] انتہی باختصار

منع کلام مطلقاً کہا، لہذا یہ تسبیح، ذکر اور قراءت کو بھی شامل ہوگا، نہایہ میں ہے کہ مشائخ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول پر اختلاف کیا ہے بعض نے کہا یہاں وہی گفتگو مکروہ ہے جو لوگوں کی (دنیوی گفتگو) ہو۔ رہی تسبیح وغیرہ تو وہ مکروہ نہیں، بعض نے کہا کہ یہ تمام مکروہ ہے اور پہلا اصح ہے اھ عنایہ میں بھی اسی طرح ہے، شارح نے ذکر کیا کہ احوط خاموش ہونا ہے اور یہ ضروری ہے کہ محلِ اختلاف خطبہ میں شروع ہونے سے پہلے ہو اور اس پر اس کے یہ الفاظ کہ "ابوحنیفہ کے قول پر" دلالت کر رہے ہیں اور خطبہ کے وقت کلام مکروہ تحریمی ہے خواہ امر بالمعروف یا تسبیح یا اس کی مثل ہو جیسا کہ خلاصہ وغیرہ میں اس پر تصریح ہے، انتہی باختصار (ت)

طحطاوی و ردالمحتار مبحث الفاظ افتا میں ہے:

قولہ وغیرھا کالاحوط والاظھر[2]۔

اس کا قول "اس کے علاوہ الفاظ" مثلاً احوط و اظہر ہیں۔ (ت)

درمختار میں فتاوٰی خیریہ سے ہے:

بعض الالفاظ اٰکد من بعض فلفظ الفتوی اٰکد من لفظ الصحیح والاحوط اٰکد من الاحتیاط[3] اھ مختصرا۔

بعض الفاظ بعض کی نسبت زیادہ مؤکد ہوتے ہیں لفظ فتوٰی، لفظ صحیح سے اور احوط، احتیاط سے زیادہ مؤکد ہے اھ مختصراً (ت)

---

[1] بحرالرائق، باب صلوٰۃ الجمعۃ، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۴۸

[2] ردالمحتار، خطبۃ الکتاب، ؍؍ مصطفی البابی مصر ۱/۵۴

[3] درمختار، ؍؍، ؍؍ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۵

Marfat.com

بیٹھنا درمیان دونوں خطبوں کے مراد رکھا ہے، اور ایک روایت میں ساعت جمعہ کی یہ ہے انتہی، اور بھی صاحبِ فتح الباری نے اُن تمام اوقات اجابتِ دُعا سے ایک جلسہ امام کو درمیان خطبتین فرمایا ہے:

حیث قال الثلثون عند الجلوس بین الخطبتین حکاہ الطیبی عن بعض شراح المصابیح[1]

ان کے الفاظ میں تیسواں مقام دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کا وقت ہے، اسی طیبی نے بعض شارحینِ مصابیح سے نقل کیا ہے۔ (ت)

اور بھی شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے کتنے اوقات اجابت دعا سے شمار فرمائے ہیں ایک اُن میں سے جلسہ کرنے خطیب کو درمیان خطبتین تحریر کیا:

العاشر ما بین خروج الامام الی ان تقام الصلوٰۃ الحادی عشر ما بین ان یجلس الامام علی المنبر الی ان تقضی الصلوۃ الثانی عشر ما بین اول الخطبۃ والفراغ منھا الثالث عشر عند الجلوس بین الخطبتین[2]

دسواں امام کے نکلنے اور اقامتِ نماز تک ہے، گیارھواں امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر اختتامِ نماز تک ہے، بارھواں شروع خطبہ سے لے کر اس سے فراغت تک ہے، تیرھواں دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنے کے وقت ہے۔ (ت)

اور وقت جلسۂ خطیب کے کلام کرنا نزدیک امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے درست ہے تاتارخانیہ میں نقلاً عن العتابیہ مرقوم ہے:

ولو سکت الخطیب حین جلس ساعۃ قال ابویوسف یباح لہ التکلم فی تلک الساعۃ[3]

امام منبر پر بیٹھ کر ایک ساعت خاموش رہا تو امام ابویوسف فرماتے ہیں کہ اس وقت گفتگو مباح ہے۔ (ت)

اور درمختار میں مثل اس کے مرقوم ہے، اور صحیح بخاری شریف میں کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ کے ہے بیچ باب رفع الیدین فی الخطبہ کے عین حالت خطبہ میں دعا مانگنا آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول، اور ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم روز جمعہ کے خطبہ فرماتے تھے کہ ایک شخص آیا پس کہا اے

---

[1] فتح الباری باب الساعۃ التی فی یوم الجمعۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۲/ ۷۱

[2] حرزِ ثمین شرح حصن حصین للسیوطی

[3] فتاوٰی تاتارخانیۃ کتاب الصلوٰۃ، شرائط الجمعۃ مطبوعہ ادارۃ القرآن العلوم الاسلامیۃ کراچی ۲/ ۶۹

Marfat.com

قبولیتِ دعا سے ہے یا نہیں ؟ اور دُعا مانگنا ہاتھ اٹھا کے مستحسن ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب : بیٹھنا خطیب کا درمیان دونوں خطبوں کے سنّت ہے ، چنانچہ صحیح بخاری شریف میں باب القعدۃ بین الخطبتین یوم الجمعہ میں مرقوم ہے :

حدثنا مسدد ثنا بشر بن المفضل ثنا عبید اللہ عن نافع عن عبد اللہ بن عمر ، قال کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یخطب خطبتین یقعد بینہما۔[1]

مسدد نے ہمیں اور انھیں بشر بن مفضل نے انھیں نافع نے انھیں عبد اللہ بن عمر نے بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب خطبہ ارشاد فرماتے تو دو خطبوں کے درمیان بیٹھتے ۔ (ت)

اور اس بیٹھنے کو سنّت بمقدار تین آیات علمگیری میں بالتصریح بیان کیا ہے :

والخامس عشر الجلوس بین الخطبتین ھکذا فی البحر الرائق ومقدار الجلوس بینہما مقدار ثلث اٰیات فی ظاھر الروایۃ ھکذا فی السراج الوھاج[2]

پندرھویں سنّت دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا ہے اسی طرح بحر الرائق میں ہے ، ان کے درمیان بیٹھنے کی مقدار ظاہر الروایۃ کے مطابق تین آیات کی تلاوت کی مقدار ہے ۔ ایسے ہی سراج الوہاج میں ہے ۔ (ت)

اور بیچ حصن حصین کے ایک اوقاتِ قبولِ دعا سے مابین الخطبتین ہے اور بیچ ظفر جلیل شرح حصن حصین کے اُس وقت مانگنا دُعا کا طیبی سے نقل کیا :

وساعۃ الجمعۃ ارجی ذلک ووقتہا ما بین ان یجلس الامام فی الخطبۃ الی ان تقضی الصلوۃ م د۔[3]

اور ساعت جمعہ کی بہت امید والی ان وقتوں کی ہے یعنی سب وقتوں میں سے ساعتِ جمعہ میں امید قوی ہے قبولیت کی' اور وقت ساعت جمعہ کا ہے مابین بیٹھنے امام کے سے منبر پر خطبہ کے لئے ، تمام ہونے نماز تک ، نقل کی یہ مسلم اور ابوداؤد نے ۔ (ت)

ظاہر تر یہ ہے کہ مراد بیٹھنے امام کے سے بیٹھنا امام کا ہے اول شروع خطبہ کے ، اور وہی وقت حرمتِ کلام کا ہے غیر امام کو ، کذا قال العلی (جیسا کہ علی نے بیان کیا ۔ ت) اور طیبی نے بیٹھنے سے

---

[1] صحیح البخاری | باب القعدۃ بین الخطبتین | مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/۱۲۷

[2] فتاوٰی ہندیۃ | الباب السادس عشر فی صلوۃ الجمعۃ | " نورانی کتب خانہ پشاور | ۱/۱۴۷

[3] حصن حصین | اوقات الاجابۃ | " افضل المطابع لکھنؤ | ص ۲۱

Marfat.com

کہ در وقت جلوس کہ در ظاہر الروایۃ مقدار سہ آیت وارد ست کما فی المجتبیٰ وغیرہ ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار خواند کہ عمل بر ظاہر الروایہ واحادیث صحیحہ واقع گردد واگر دست برداشتہ بخواند موافق طریقۂ دعا کہ در احادیث ست واقع گردد وعمل بزرگان نیز ہست۔[1]

صواب ہے لہذا امام کے بیٹھنے کے وقت، جو ظاہر الروایۃ کے مطابق تین آیات کی مقدار ہے جیسا کہ مجتبیٰ وغیرہ میں ہے، یہ دعا پڑھ لی جائے اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بہتری اور نیکی عطا فرما اور آخرت میں بھی بہتری عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچائے تاکہ ظاہر الروایت اور احادیث صحیحہ پر عمل ہو جائے اور اگر دعا میں ہاتھ اٹھائے تو یہ بھی اس طریقۂ دعا کے موافق ہے جو احادیث میں آیا ہے اور اسلاف کا بھی عمل ہے۔(ت)

اور ایسا ہی بیچ فتوح الاوراد کے مرقوم ہے اور بیچ حصن حصین کے ایک آداب دعا میں رفع یدین کو بسند حدیث تحریر کیا ہے ورفعھما ع وان یکون رفعھما حذو المنکبین[2] دامس یعنی آداب دعا سے ہے اٹھانا دونوں ہاتھوں کا طرف آسمان کے، نقل کی یہ صحاح ستہ میں، اور یہ کہ ہووے ہاتھ اٹھانا برابر مونڈھوں کے، نقل کی سنن ابوداؤد واحمد وحاکم نے، اس سے خوب واضح ہوا کہ دعا مانگنا ساتھ رفع یدین کے چاہئے، البتہ خالی ہاتھ اٹھانا بغیر دعا کے عبث اور بے فائدہ ہے اور یہ بھی واضح و لائح ہوا کہ دعا مانگنا اور ہاتھ نہ اٹھانا آداب دعا کے سے دور ہونا ہے واللہ اعلم بالصواب و الیہ المرجع والمآب۔

احمد حسین بیگ غفر اللہ لہ۔ محمد رضا علی خاں۔ سید یعقوب علی رضوی۔ خویدم الطلبہ سید محمود علی سید محمد ذاکر عفی عنہ۔

علمائے بریلی رحمہم اللہ تعالیٰ کا فتوی یہ ہے اور عمل وہ۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۴۱۰ اصغر علی خاں بریلی بانس منڈی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ نمازِ جمعہ میں کوئی سورہ کلام مجید کی

---

[1] مفتاح الصلوٰۃ

[2] حصن حصین آداب الدعاء مطبوعہ افضل المطابع لکھنؤ ص ۱۷

Marfat.com

رسول اللہ کے ! ہلاک ہوئے جاتے ہیں چارپائے اور ہلاک ہوئے جاتے ہیں شاۃ (بکریاں) پس دعا فرماؤ اللہ سے یہ کہ تر کرے ہم کو، پس دراز کئے آپ نے ہاتھ مبارک اپنے اور درخواست دعا کی کی:

حدثنا مسدد ثنا حماد بن زید عن عبدالعزیز عن انس وعن یونس عن ثابت عن انس قال بینما النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یخطب یوم الجمعۃ اذ قام رجل فقال یارسول اللہ ھلك الكراع وھلك الشاۃ فادع اللہ ان یسقینا فمد یدیہ ودعا۔[1]

ہمیں مسدد نے انھیں حماد بن زید نے انھیں عبدالعزیز نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور یونس سے ثابت نے اور انھوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ ہم حاضر تھے رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ ارشاد فرمارہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! چارپائے ہلاک ہورہے ہیں بکریاں ہلاک ہورہی ہیں اللہ تعالٰی سے دُعا کیجئے کہ اللہ تعالٰی ہمیں بارش عطا فرمائے تو آپ نے اللہ تعالٰی کے حضور ہاتھ پھیلا دئے اور دُعا کی۔ (ت)

جبکہ کلام کرنا اُس وقت میں کلام مجتہد سے ثابت ہوا اور مانگنا دُعا کا عین حالتِ خطبہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت اور متحقق ہے، پس مانگنا دُعا کا کہ افضل العبادات سے ہے نزدیک حق تعالٰی جل وعلا کے، اور وہ وقت قبولیتِ دعا کا ہے موافق مرقومۂ بالا کے اور اکثر روایات معتبرہ کے۔ اور مانع کلام وغیرہ کا پڑھنا خطیب کا تھا وُہ بھی اُس وقت میں نہیں ہے کمال مستحسن ہوگا، اور بھی بیچ مفتاح الصلٰوۃ کے دعا مانگنا ہاتھ اٹھا کے درست فرمایا اور مقدار جلسہ کی بقدر سہ آیات کے مجتبٰی سے اور سند اجابت دعا کی صحیح مسلم وشارح صحیح مسلم امام نووی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے ساتھ لفظ صواب کے نقل کی۔ مفتاح الصلٰوۃ میں مرقوم ہے:

درمیان دو خطبہ کہ امام بنشیند دعا بطریق اولٰی جائز خواہد بود علی الخصوص دراحادیث آمدہ کہ ساعۃ الاجابۃ ما بین ان یجلس الامام فی الخطبۃ الی ان تقضی الصلٰوۃ کما صح فی صحیح مسلم وجزم الامام النووی فی شرح مسلم وقال ھو الصواب پس باید

دو خطبوں کے درمیان جب امام بیٹھتا ہے تو اس وقت دُعا کرنا خصوصاً بطریق اولٰی جائز ہونی چاہیے کیونکہ احادیث میں آیا ہے کہ قبولیت کی ساعت امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر اختتام نماز تک ہوتی ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے اور امام نووی نے شرح مسلم میں اسی پر جزم کرتے ہوئے فرمایا یہی

---

[1] صحیح البخاری باب رفع الیدین فی الخطبۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۷

Marfat.com

چھوٹی پڑھی جائے یا بڑی، اور چھوٹی پڑھی جائے تو کس قدر، اور بڑی پڑھی جائے تو کس قدر، بدیں وجہ کہ مسجد کی یہ حالت ہے کہ کچھ نمازی اندر سایہ کے اور کچھ باہر فرش پر کہ جہاں بالکل دھوپ اور فرش بھی گرم ہوتا ہے۔

الجواب

جمعہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ، دوسری میں سورۂ منافقون، اور کبھی پہلی میں سبح اسم ربك الاعلٰی[1] اور دوسری میں ھل اتٰك حدیث الغاشیۃ[2] ثابت ہے، اور حسبِ حاجت و مصلحت کمی بیشی کا اختیار ہے، اور اگر مقتدیوں پر تکلیف وناگواری ہو تو اختصار لازم ہے مگر حتی الامکان قدرِ مسنون سے کمی نہ کرے کہ قدرِ مسنون کا محض کسل کی وجہ سے ناگوار ہونا اُن کا قصور ہے جس میں وُہ مستحقِ رعایت نہ اُس کے سبب ترکِ سنّت کی اجازت، ہاں اگر مثلاً کوئی مریض یا ضعیف ایسا ہو کہ بقدر سنّت پڑھنا بھی اُس کے لئے باعثِ تکلیف ہوگا تو اُس کی رعایت واجب ہے اگرچہ نمازِ جمعہ کو تُرد اخلاص سے پڑھانا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] القرآن ۸۷/۱

[2] القرآن ۸۸/۱

Marfat.com

سب جگہ درست ہے انتہی، ان میں کون سا قول صحیح ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

ہمارے علمائے کرام نے فتاوٰی قاضی خاں وفتاوٰی خلاصہ وفتح القدیر ونظم وشرح نقایہ برجندی وبحرالرائق وفتاوٰی ہندیہ وطحطاوی علی مراقی الفلاح وغیرہا میں تصریح فرمائی کہ مسجد میں اذان دینی مکروہ ہے فتاوٰی خانیہ میں ہے:

ینبغی ان یؤذن علی المئذنۃ او خارج المسجد ولا یؤذن فی المسجد۔[1]

یعنی اذان منارے پر یا مسجد کے باہر چاہئے مسجد میں اذان نہ کہی جائے۔

بعینہ یہی عبارت فتاوٰی خلاصہ وفتاوٰی عالمگیریہ میں ہے۔ فتح القدیر میں ہے:

الاقامۃ فی المسجد لابد واما الاذان فعلی المئذنۃ فان لم یکن ففی فناء المسجد وقالوا لا یؤذن فی المسجد۔[2]

یعنی تکبیر تو ضرور مسجد میں ہوگی، رہی اذان وہ منارے پر ہو۔ منارہ نہ ہو تو بیرونِ مسجد زمین متعلق مسجد میں ہو۔ علما فرماتے ہیں مسجد میں اذان نہ ہو۔

نیز خود باب الجمعہ میں فرمایا:

ھو ذکر اللہ فی المسجد ای فی حدودہ لکراھۃ الاذان فی داخلہ۔[3]

وہ اللہ تعالٰی کا ذکر ہے مسجد میں یعنی حوالیِ مسجد کے اندر، اس لئے کہ خود مسجد کے اندر اذان دینی مکروہ ہے۔

شرح مختصر الوقایہ للعلامۃ عبد العلی میں ہے:

فی ایراد المئذنۃ اشعار بان السنۃ فی الاذان ان یکون فی موضع عال بخلاف الاقامۃ فان السنۃ فیھا ان تکون فی الارض وایضا فیہ اشعار بانہ لا یؤذن فی المسجد فقد ذکر فی الخلاصۃ انہ ینبغی الخ[4] اھ باختصار۔

یعنی صدر الشریعۃ قدس سرہ نے اذان کے لئے منارے کا جو ذکر فرمایا اس میں تنبیہ ہے اس پر کہ اذان میں سنت یہ ہے کہ بلند جگہ پر ہو بخلاف تکبیر کہ اس میں سنت یہ ہے کہ زمین پر ہو۔ نیز اس میں تنبیہ ہے کہ اذان مسجد میں نہ دی جائے، خلاصہ میں اس کی ممانعت کی تصریح ہے الخ اھ باختصار۔

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں — مسائل الاذان — مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ — ۱/۳۷
[2] فتح القدیر — باب الاذان — " نوریہ رضویہ سکھر — ۱/۲۱۵
[3] " — باب الجمعۃ — " " " — ۲/۲۹
[4] شرح النقایۃ للبرجندی — باب الاذان — " منشی نولکشور لکھنؤ — ۱/۸۴

Marfat.com

اوفی اللمعة فی اذان یوم الجمعة

١٣٢٠ھ

(اذانِ جمعہ کے بارے میں کامل رہنمائی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مسئلہ ١٤١١: ازملک بنگالہ موضع شاکوچیل ضلع سلہٹ ڈاکخانہ جگدیش پور مرسلہ مولوی ممتاز الدین صاحب ١١ ذی الحجہ ١٣٢٠ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان مسجد کے اندر دینا کیسا ہے، جمعہ کی اذانِ ثانی خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے بعد جو دی جاتی ہے آیا وہ اذان مسجد کے اندر خطیب کے سامنے کھڑا ہو کر کہے یا باہر مسجد کے، اور بر تقدیرِ اول بلا کراہت جائز ہے یا نہیں، بعض لوگ کہتے ہیں یہ بلا کراہت سب علماء کے نزدیک جائز ہے اور سلف صالحین سے لے کر اس زمانے تک کل امصار و دیار میں اسی طریقۂ مسنون پر باتفاق علمائے کرام جاری و دائر ہے، شامی میں ہے کہ مؤذن اذان خطیب کے سامنے کہے، ہدایہ میں ہے منبر کے سامنے کہے، اور اسی پر علما کا عمل ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں نہیں تھا مگر یہ اذان۔ اور درمختار میں ہے خطیب کے سامنے کہے، ان عبارات سے ہویدا ہوا کہ رُوبرو خطیب کے مسجد کے اندر کہے اور باہر مسجد یا صحنِ مسجد میں کھڑا ہو کر اذان کہنا خلاف کتبِ فقہ و سلف صالحین کا ہے انتہی، اور بعض لوگ کہتے ہیں جمعے کی اذانِ ثانی مسجد کے اندر منبر کے سامنے کھڑے ہو کر مکروہ نہیں ہے، اگرچہ جہاں تک اطلاق بین یدیہ آتا ہے

Marfat.com

کیا جائے بین یدی (یعنی سامنے۔ ت) سمت مقابل میں منتہائے جہت تک صادق ہے جو وقت طلوع مواجہہ مشرق یا ہنگام غروب مستقبل مغرب کھڑا ہو وہ ضرور کہے گا کہ آفتاب میرے سامنے ہے، یا فارسی میں مہر رُو بروئے من است (سورج میرے چہرے کے سامنے ہے۔ت) یا عربی میں الشمس بین یدی (سورج میرے سامنے ہے۔ت) حالانکہ آفتاب اس سے تین ہزار برس کی راہ سے زیادہ دُور ہے، اللہ عزّ وجل فرماتا ہے: یعلم ما بین ایدیھم و ما خلفھم[1] اللہ سبحانہ جانتا ہے جو کچھ اس کے سامنے ہے یعنی آگے آنے والا ہے اور جو کچھ اُن کے پیچھے یعنی گزر گیا۔ یہ ہرگز ماضی و مستقبل سے مخصوص نہیں بلکہ ازل تا ابد سب اُس میں داخل ہے۔ یونہی ملائکہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا قول کہ قرآن عظیم نے ذکر فرمایا:

له ما بین ایدینا و ما خلفنا و ما بین ذلك[2] | اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔

تمام ماضی و مستقبل و حال سب کو شامل ہے، ہاں ایسی جگہ عرفاً بنظر قرآن حالیہ ایک نوع قرب ہر شے کے لائق مستفاد ہوتا ہے نہ اتصال حقیقی کہ خواہی نخواہی وقوع فی المسجد پر دلیل ہو، قال اللہ تعالٰی:

وھو الذی یرسل الریاح بشرا بین یدی رحمتہ حتی اذا اقلت سحابا ثقالا سقنٰہ لبلد میت فانزلنا به الماء الآیۃ[3] | اللہ ہے کہ بھیجتا ہے ہوائیں خوشی کی خبر لاتیں باران رحمت کے آگے یہاں تک کہ جب اُنھوں نے اُبھارے بوجھل بادل، ہم نے اسے رواں کیا کسی مردہ شہر کی طرف تو اتارا اُس سے پانی۔

بین یدی (یعنی آگے۔ت) نے قرب مطر کی طرف اشارہ فرمایا مگر یہ نہیں کہ ہوائیں چلتے ہی پانی معاً اُترے بلکہ چلیں اور بادل اُٹھے اور بوجھل پڑے اور کسی شہر کو چلے وہاں پہنچ کر برسے۔ وقال تعالٰی (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا)

ان ھو الا نذیر لکم بین یدی عذاب شدید[4] | محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایسے نہیں جیسا کہ اسے کافرو! تم گمان کرتے ہو وہ تو نہیں مگر تمھیں ڈر سنانے والے ایک سخت عذاب کے آگے۔

آیت نے قرب قیامت کا اشارہ فرمایا نہ یہ کہ بعثت کے برابر ہی قیامت ہے، پھر اُس کا قرب اُس کے لائق ہے

---

[1] القرآن ۲۰/۱۱۰
[2] القرآن ۱۹/۶۴
[3] " ۷/۵۷
[4] " ۳۴/۴۶

Marfat.com

بحرالرائق میں ہے :

فی القنیۃ یسن الاذان فی موضع عال و الاقامۃ علی الارض وفی المغرب اختلاف المشائخ اھ والظاھر انہ یسن المکان العالی فی اذان المغرب ایضا کما سیأتی و فی السراج الوہاج ینبغی ان یؤذن فی موضع یکون اسمع للجیران وفی الخلاصۃ ولا یؤذن فی المسجد[1] اھ مختصرا۔

یعنی قنیہ میں ہے کہ اذان بلندی پر اور تکبیر زمین پر ہونا سنّت ہے اور مغرب کی اذان میں مشائخ کا اختلاف ہے کہ وہ بھی بلندی پر ہونا مسنون ہے یا نہیں اور ظاہر یہ ہے کہ مغرب میں بھی اذان بلندی پر ہونا سنّت ہے اور سراج الوہاج میں ہے اذان وہاں ہونی چاہئے جہاں سے ہمسایوں کو خوب آواز پہنچے، اور خلاصہ میں فرمایا کہ مسجد میں اذان نہ دے اھ مختصرا۔

اُسی میں بعد چند ورق کے ہے :

السنۃ ان یکون الاذان فی المنارۃ والاقامۃ فی المسجد[2]۔

سنّت یہ ہے کہ اذان منارے پر ہو اور تکبیر مسجد میں۔

حاشیہ طحطاوی میں ہے :

یکرہ ان یؤذن فی المسجد کما فی القہستانی عن النظم، فان لم یکن ثمہ مکان مرتفع للاذان یؤذن فی فناء المسجد کما فی الفتح[3]۔

یعنی مسجد میں اذان دینی مکروہ ہے جیسا کہ قہستانی میں نظم سے منقول ہے تو اگر وہاں اذان کے لئے کوئی بلند مکان نہ بنا ہو تو مسجد کے آس پاس اُس کے متعلق زمین میں اذان دے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔

یہ تمام ارشادات صاف صاف مطلق بلا قید ہیں جن میں جمعہ وغیرہا کسی کی تخصیص نہیں، مدعی تخصیص پر لازم کہ ایسے ہی کلماتِ صریحۂ معتمدہ میں اذانِ ثانی جمعہ کا استثنا دکھائے مگر ہرگز نہ دکھا سکے گا، رہا لفظ بین یدی الامام (امام کے سامنے۔ت) یا بین یدی المنبر (منبر کے سامنے۔ت) سے استدلال مذکور فی السوال وہ محض ناواقفی ہے، ان عبارات کا حاصل صرف اس قدر کہ اذان ثانی خطیب کے سامنے منبر کے آگے مواجہہ میں ہو، اس سے یہ کہاں کہ امام کی گود میں منبر کی لگر پر ہو جس سے داخلِ مسجد ہونا استنباط

---

[1] بحرالرائق باب الاذان مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۵۵

[2] " " " " " " ۱/۲۶۱

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب الاذان " نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۰۷

Marfat.com

یشاء واللہ ذوالفضل العظیم والحمد للہ رب العلمین (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے سب تعریف ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ ت) بعض دیگر جن سے سائل نے دوسرا قول نقل کیا اگرچہ اتنا سمجھے بین یدی سے داخل مسجد ہونا اصلاً مفہوم نہیں ہوتا مگر کتابوں پر نظر ہوتی تو خلافِ تصریحاتِ علماء یہ ادعاء نہ ہوتا کہ مسجد کے اندر مکروہ نہیں ۱۳۰۲ ہجری میں فقیر بہ نیت خاکبوسی آستانہ علیہ حضرت سلطان الاولیاء محبوب الٰہی نظام الحق والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بریلی سے شد الرحال کرکے حاضر بارگاہ غیاث پور شریف ہوا تھا دہلی کی ایک مسجد میں نماز کو جانا ہوا ۱۰ اذان کہنے والے نے مسجد میں اذان کہی فقیر نے حسبِ عادت کہ جو امر خلاف شرع مطہر پایا مسئلہ گزارش کردیا اگرچہ اُن صاحب سے اصلاً تعارف نہ ہو ان مؤذن صاحب سے بھی بہ نرمی کہا کہ مسجد میں اذان مکروہ ہے کہا کہاں لکھا ہے؟ میں نے قاضی خان، خلاصہ عالمگیری، فتح القدیر کے نام لئے، کہا ہم اُن کی نہیں مانتے، فقیر سمجھا کہ حضرت طائفہ غیر مقلدین سے ہیں، گزارش کی کہ آپ کیا کام کرتے ہیں؟ معلوم ہوا کسی کچہری میں نوکر ہیں۔ فقیر نے کہا احکم الحاکمین جل جلالہ کا سچا حقیقی جل جلالہ کا سچا حقیقی دربار تو ارفع و اعلیٰ ہے آپ انہی کچہریوں میں روز دیکھتے ہوں گے چپراسی، مدعی، مدعا علیہ گواہوں کی حاضری، کچہری کے کمرے کے اندر کھڑا ہوکر پکارتا ہے یا باہر؟ کہا باہر۔ کہا اگر اندر ہی چلانا شروع کرے تو بے ادب ٹھہرے گا یا نہیں؟ بولے اب میں سمجھ گیا۔ غرض کتابوں کو نہ مانا جب ان کی سمجھ کے لائق کلام پیش کیا تسلیم کرلیا ع

فکرِ ہر کس بقدرِ ہمت اوست

(ہر شخص کی فکر اس کی ہمت کے مطابق ہے)

الحمد للہ حق واضح ہوگیا۔

اقول وباللہ التوفیق یہاں دو نکتے اور قابلِ لحاظ و غور ہیں:

اول اگر بانیِ مسجد نے مسجد بناتے وقت تمامِ مسجدیت سے پہلے مسجد کے اندر اذان کے لئے منارہ خواہ کوئی محل مرتفع بنایا تو یہ جائز ہے اور اتنا ٹکڑا اذان کے لئے جدا سمجھا جائے گا اور مسجد میں اذان دینے کی کراہت یہاں عارض نہ ہوگی جیسے مسجد میں وضو کرنا اصلاً جائز نہیں مگر پہلے سے اگر کوئی محلِ معین بانی نے وضو کے لئے بنوادیا ہو تو اس میں وضو جائز ہے کہ اس قدر مستثنیٰ قرار پائے گا، اشباہ میں ہے:

تکرہ المضمضۃ والوضوء فیہ الا ان یکون ثمہ موضع اعد لذلک لا یصلی فیہ

مسجد میں کُلی اور وضو کرنا مکروہ ہے مگر اس صورت میں جب وہاں اس کے لئے جگہ بنائی گئی ہو اور اس میں نماز ادا نہ کی جاتی ہو یا کسی برتن میں وضو

Marfat.com

۱۳۴۳

تیرہ سو تینتالیس برس گزر گئے اور ہنوز وقت باقی ہے پس جو اذان درِ مسجد پر یا فنائے مسجد کی کسی زمین میں جہاں تک حائل نہ ہو محاذاتِ امام میں دی جائے اُس پر ضرور بین یدیہ (اس کے رُوبرو۔ت) صادق ہے بلاشبہہ کہا جائے گا کہ امام کے سامنے خطیب کے رُوبرو منبر کے آگے اذان ہُوئی، اور اسی قدر درکار ہے غالباً خود مستدلین کو معلوم تھا کہ قریبِ مسجد، بیرونِ مسجد، مواجہہ امام کو بھی بین یدیہ شامل ہے ولہذا روبروخطیب کہنے کے بعد ان لفظوں کی حاجت ہُوئی کہ مسجد کے اندر، مگر خاص یہی لفظ کہ اصل مدعا تھے صرف اپنی طرف سے اضافہ ہوئے۔ شامی و ہدایہ و درمختار وغیرہا میں کہیں اس کی بُو بھی نہیں۔ اب ہم ایک حدیث صحیح ذکر کریں جس سے اس بین یدیہ کے معنی بھی آفتاب کی طرح روشن ہو جائیں اور اس ادعائے توارث کا حال بھی کھل جائے، سُنن ابی داؤد شریف میں بسندِ حسن مروی ہے:

حدثنا النفیلی ثنا محمد بن سلمۃ عن محمد بن اسحٰق عن الزھری عن السائب بن یزید رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علٰی باب المسجد و ابی بکر و عمر[1]	نفیلی نے بیان کیا کہ محمد بن سلمہ نے محمد بن اسحٰق سے انھوں نے زہری سے انھوں نے سائب بن یزید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب روزِ جمعہ منبر پر تشریف فرما ہوتے تو حضور کے روبرو اذان مسجد کے دروازے پر دی جاتی اور یُونہی ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما کے زمانے میں۔

اس حدیثِ جلیل نے واضح کر دیا کہ اس رُوبروئے امام پیشِ منبر کے کیا معنی ہیں اور یہ کہ زمانۂ رسالت وخلفائے راشدین سے کیا متوارث ہے، ہاں یہ کہئے کہ اب ہندوستان میں یہ اذان متصل منبر کہنی شائع ہو رہی ہے مگر نصِ حدیث سے جُدا تصریحاتِ فقہ کے خلاف کسی بات کا ہندیوں میں رواج ہو جانا کوئی حجت نہیں۔ ہندیوں میں ایک یہی کیا اور وقت کی اذانیں بھی بہت لوگ مسجد میں دے لیتے ہیں حالانکہ وہاں تو اُن تصریحاتِ ائمہ کے مقابل بین یدیہ وغیرہ کا بھی دھوکا نہیں، پھر ایسوں کا فعل کیا حجت ہو سکتا ہے۔ الحمد للہ یہاں اس سنّتِ کریمہ کا احیاء رب عزوجل نے اس فقیر کے ہاتھ پر کیا، میرے یہاں مؤذنوں کو مسجد میں اذان دینے سے ممانعت ہے، جمعہ کی اذانِ ثانی بحمد اللہ تعالٰی منبر کے سامنے دروازۂ مسجد پر ہوتی ہے جس طرح زمانۂ اقدس حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم میں ہوا کرتی تھی ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من

---

[1] سنن ابی داؤد   باب وقت الجمعہ   مطبوعہ آفتاب عالم پریس، لاہور   ۱/۱۵۵

Marfat.com

ولا فعل شئ یخل بحرمتہ اخذ تہ مما یاتی فی الوقف من ان الواقف لو بنی فوق سطح المسجد بیتا سکنی الامام قبل تمام المسجدیۃ جاز لانہ من مصالحہ اما بعد فلا یجوز ویجب الھدم۔

کے لئے یہ جائز نہیں کہ مسجد کے کسی حصہ کو گندگی کے لئے بنائیں بلکہ ہر وُہ فعل جائز نہیں جو مسجد کی عزت کے منافی ہو، یہ اصول اس مسئلہ سے مستنبط ہے جو وقف میں آتا ہے کہ مسجد کے اوپر واقف نے تمام مسجدیت سے پہلے رہائش بنادی تو یہ جائز ہے کیونکہ یہ مصالح مسجد سے ہے البتہ تمام مسجد کے بعد یہ جائز نہیں اور اسکا گرانا ضروری ہے۔

اسی طرح اگر منارہ یا مئذنہ بیرونِ مسجد فنائے مسجد میں تھا بعدہٗ مسجد بڑھائی گئی ہو اور زمین متعلق مسجد مسجد میں لے لی کہ اب مئذنہ اندرونِ مسجد ہو گیا اس پر بھی اذان میں حرج نہ ہوگا کہ یہ بھی وہی صورت ہے کہ اس زمین کی مسجدیت سے پہلے اس میں یہ محل اذان کے لئے مصنوع ہو چکا تھا کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) ہاں اگر داخلِ مسجد کوئی شخص اگرچہ خود بانیٔ مسجد نیا مکان اذان کے لئے مستثنٰی کرنا چاہے تو اُس کی اجازت نہ ہونی چاہیے کہ بعد تمامیٔ مسجد کسی کو اُس سے استثنار یا فعل مکروہ کے لئے بنا کا اختیار نہیں، درمختار میں ہے:

لو بنی فوقہ بیتا للامام لا یضر لانہ من المصالح اما لو تمت المسجدیۃ ثم اراد البناء منع، ولو قال عنیت ذلک لم یصدق تاتارخانیۃ فاذا کان ھذا فی الواقف فکیف بغیرہ فیجب ھدمہ ولو علی جدار المسجد[1]۔

اگر مسجد کے اوپر امام کے لئے جگہ بنائی تو ضرر نہیں کیونکہ یہ ضروریاتِ مسجد میں سے ہے اگر مسجد مکمل ہو گئی اور پھر رہائش بنانا چاہتے ہیں تو اب منع ہے اور اگر واقف کہے کہ میرا ارادہ یہی تھا تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی تاتارخانیہ۔ جب واقف کا یہ حال ہے تو غیر کیسے بنا سکتا ہے، لہذا اس کا گرانا ضروری ہے اگرچہ وہ دیوارِ مسجد پر ہو۔ (ت)

دوم متعلقاتِ مسجد میں مسجد کے لئے اذان ہونے کو عرف میں یونہی تعبیر کرتے ہیں کہ فلاں مسجد میں اذان ہوئی مثلاً منارہ بیرونِ مسجد زمین خاص مسجد سے کئی گز کے فاصلے پر ہو اور اُس پر اذان کہی جائے تو ہر شخص یہی کہے گا کہ مسجد میں اذان ہو گئی نماز کو چلو، یُوں کوئی نہیں کہتا کہ مسجد کے باہر اذان ہوئی نماز کو اُٹھو یہ عرف عام شائع ہے جس سے کسی کو مجالِ انکار نہیں، ولہذا امام محقق علی الاطلاق نے ھو ذکر اللّٰہ فی المسجد[2] (یہ مسجد میں ذکرِ الٰہی ہے۔ ت) کی وہ تفسیر فرمادی کہ ای فی حدودہ (یعنی مسجد

---

[1] درمختار — کتاب الوقف — مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۷۹
[2] فتح القدیر — باب صلوٰۃ الجمعۃ — " نوریہ رضویہ سکھر ۲/۲۹

Marfat.com

اوفی اناء[1] — کرلیا جائے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

یکرہ الوضوء الا فیما اعد لذلک[2] ملخصاً۔ — وضو مکروہ ہے مگر اس جگہ میں جو اس کے لئے تیار کی گئی ہو ملخصاً۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لان ماءہ مستقذر طبعاً فیجب تنزیہ المسجد عنہ کما یجب تنزیہہا عن المخاط والبلغم بدائع[3]۔ — کیونکہ وضو کا پانی طبعاً ناپسند ہے لہذا اس سے مسجد کو بچانا ضروری ہے جیسے کہ مسجد کو ناک اور بلغم سے محفوظ رکھنا ضروری ہے، بدائع۔ (ت)

فقیر نے اس پر تعلیق کی:

ھذا تعلیل علی مذھب محمد ن المفتی بہ اما علی قول الامام بنجاسۃ الماء المستعمل فظاھر[4]۔ — یہ امام محمد کے مفتی بہ قول کی دلیل ہے۔ رہا معاملہ امام اعظم کے قول کا، تو وہ ظاہر ہے کیونکہ وہ ماءِ مستعمل کو ناپاک کہتے ہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ الا فیما اعد لذلک انظر ھل یشترط اعدادہ ذلک من الواقف ام لا[5]۔ — ان کا قول "مگر اس جگہ جو وضو کے لئے تیار کردہ ہو" دیکھئے کیا اس جگہ کا وضو کے لئے بنانا واقف سے شرط ہے یا نہیں؟ (ت)

فقیر نے اس پر تعلیق کی:

اقول نعم وشیئ اخر فوق ذلک وھی ان یکون الاعداد قبل تمام المسجدیۃ فان بعدہ لیس لہ ولا لغیرہ تعریضہ للمستقذرات — اقول ہاں ایک اور شئی اس کے اوپر ہے وہ یہ کہ یہ وضو کے لئے رکھنا تمام مسجدیت سے پہلے ہو کیونکہ اگر اس کے بعد ہو تو اب واقف اور دوسروں

---

[1] الاشباہ والنظائر — القول فی احکام المسجد — مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۲۳۰

[2] درمختار — باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا — " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۴

[3] ردالمحتار — " " " — " مصطفی البابی مصر ۱/۴۸۸

[4] جدالممتار علی ردالمحتار — باب احکام المساجد — المجمع الاسلامی مبارکپور، انڈیا ۱/۳۱۹

[5] ردالمحتار — باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا — مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۴

Marfat.com

احدکم حتی یصلی[1]

کوئی مسجد سے نہ نکلے۔ (ت)

بالجملہ جہاں ایسے الفاظ واقع ہوں انھیں دو نکتوں سے ایک پر محمول ہیں۔

اقول وبہ ینجلی ما فی الجلابی انہ یؤذن فی المسجد او ما فی حکمہ لا فی البعید منہ اھ[2] ای یؤذن فی حدود المسجد و فنائہ کما فسربہ الامام المحقق علی الاطلاق اوفی نفس المسجد ان کان ثمہ موضع اعدلہ من قبل اویؤذن فیما ھوفی حکمہ لقربہ منہ بحیث یعد الاذان فیہ اذانا للمسجد کما فعل عثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث احدث الاذان الاول علی الزوراء دارٍ فی السوق ولایؤذن للمسجد فی البعید منہ فان المسجد اذا کان غربی البلد مثلاً واذن شرقیہ بل اذن لمسجد حی اٰخر لایعد ذلک اذانا لہ کما لا یخفی فلا استدراک بکلام الجلابی علی کلام النظم کما زعم القہستانی و باللہ التوفیق و بما قدمنا من تحقیق مفاد بین یدیہ وانہ یستدعی بقرینۃ الحال قربا یناسب المقام لا الاتصال و وضح بحمداللہ ما قال القہستانی تحت قول النقایۃ اذا جلس علی المنبر اذن ثانیا بین یدیہ ما نصہ ، ای

اقول اس سے جلابی کی یہ عبارت بھی واضح ہوگئی کہ مسجد میں یا اس جگہ میں اذان دی جائے جو حکم مسجد میں ہو، مسجد سے دُور اور جگہ میں نہ دی جائے اھ یعنی مسجد کے حدود اور فنائے مسجد میں اذان دی جائے جیسا کہ اس کی تفسیر امام محقق علی الاطلاق نے کی ہے، یا مسجد کے اندر بشرطیکہ وہاں پہلے سے جگہ بنائی گئی ہو یا اس جگہ دی جائے جو قرب کی وجہ سے مسجد کا حکم رکھتی ہو کیونکہ وہاں کی اذان کو مسجد کی ہی اذان شمار کیا جائے گا جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کیا کہ اذانِ اوّل بازار میں مقامِ زوراء پر دینے کا حکم دیا، مسجد سے دُور اذان نہ دی جائے مثلاً جب مسجد غربی البلاد ہو اور اذان شرقی میں دی جائے تو اب یہ اذان دوسرے محلہ کی ہوگی اس مسجد کی اذان اسے شمار نہیں کیا جائیگا جیسا کہ واضح ہے، کلامِ جلابی کلامِ نظم پر استدراک نہیں جیسا کہ قہستانی نے گمان کیا، اللہ تعالٰی کی توفیق سے جو کچھ ہم نے گفتگو کی اور "سامنے امام" کا معنٰی بیان کیا اس سے واضح ہوگیا کہ "بین یدیہ" کے الفاظ مقام کے مناسب قُرب کا تقاضا کرتے ہیں نہ کہ اتصال کا، بحمداللہ نقایہ کی عبارت "جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو اس کے سامنے دوسری اذان

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۲/۵۳۷

[2] جامع الرموز بحوالہ الجلابی فصل فی الاذان مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۲۳

Marfat.com

کے حدود میں۔ ت) اور اس کی دلیل وہی ارشاد فرمائی کہ لکراھۃ الاذان فی داخلہ (کیونکہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے۔ ت) یہ نکتہ خوب یاد رکھنے کا ہے کہ کوئی سخن ناشناس نظائر حدیث مسلم:

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ وقفا ان من سنن الہدی الصلوٰۃ فی المسجد الذی یؤذن فیہ[1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے موقوفاً مروی ہے کہ سُنن ہدٰی میں سے ہے کہ اس مسجد میں نماز پڑھی جائے جس میں اذان ہو۔ (ت)

وامثال عبارت کرہ خروج من لم یصل من مسجد اذن فیہ (اس مسجد سے نکلنا مکروہ ہے جس میں اذان دی گئی ہو۔ ت) سے دھوکا نہ کھائے اور اشباہ حدیث ابن ماجہ:

عن امیر المؤمنین عثمٰن الغنی رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من ادرک الاذان فی المسجد ثم خرج لم یخرج لحاجۃ وھو لا یرید الرجعۃ فھو منافق[2]

امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ جس نے مسجد میں اذان کو پایا پھر بغیر مجبوری کے مسجد سے نکلا اور واپسی کا ارادہ بھی نہ تھا تو وُہ منافق ہے۔ (ت)

سے دھوکا اور بھی ضعیف تر ہے فان فی المسجد ظرف الادراک دون الاذان (کیونکہ مسجد ادراک کے لئے ظرف ہے اذان کے لئے نہیں۔ ت) ولہذا علامہ مناوی نے تیسیر میں اس حدیث کی یوں شرح فرمائی:

(من ادرک الاذان) وھو (فی المسجد)[3] الخ

(جس نے اذان کو پایا) یعنی اذان کو سنا، حالانکہ وہ (مسجد میں تھا) الخ (ت)

بلکہ خود حدیث شرح حدیث کو بس ہے:

احمد بسند صحیح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال امرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا کنتم فی المسجد فنودی بالصلوٰۃ فلا یخرج

امام احمد نے سندِ صحیح کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جب تم مسجد میں ہو اور اذان دی جائے تو نماز ادا کیے بغیر

---

[1] صحیح مسلم باب فضل جماعۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۳۲
[2] سُنن ابن ماجہ باب اذا اذن وانت فی المسجد " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۴
[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث من ادرک الاذان کے تحت مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۲/۳۹۲

Marfat.com

بین الجهتین المسامتین لیمین المنبر والامام ویسارہ قریبًا منه ووسطهما بالسکوت فیشتمل ما اذا اذن فی زاویة قائمة او حادة او منفرجة حادثه من خطین خارجین من ھاتین الجهتین اھ فلیس القرب منکرا ولا بالاتصال مشعرا وانما ارادبه اخراج البعد الذی لایعد به الاذان اذانا فی ذلك المسجد کما ذکرناہ فی کلام الجلابی۔

دی جائے" کے تحت قہستانی نے جو کہا وہ بھی واضح ہو گیا کہ اذان یمین منبر و امام اور اس کے بائیں جانب اس کے قریب ہو یا ان دونوں کے وسط میں ہو، یہ ان صورتوں کو شامل ہے جب اذان زاویہ قائمہ یا حادہ یا منفرجہ میں ہوئی جو ان دو خطوط مذکورہ کی دو جہات سے پیدا ہوا اھ تو یہاں قرب کا انکار نہیں اور اتصال پر دلالت نہیں، اس سے ان کا مقصد اس بُعد کا دُور کرنا ہے جس میں اذان کو اس مسجد کی اذان تصور نہ کیا جائے جیسا کہ ہم نے اسے جلابی کے کلام میں ذکر کیا۔ (ت)

غرض عامہ کتب معتمدہ مذہب کے خلاف اگر ایک آدھ غریب و نامتداول کتاب میں کوئی تصریح بھی ہوتی عقلاً و عرفاً و شرعاً قابلِ قبول نہ ہوتی۔

الا تری ان العلامة الطحطاوی کیف اقتصر فی الحکم علی حکایة ما فی القهستانی عن النظم ولم یعرج علی استدراکه اصلا علما منه ان الاستدراك مستدرك لا یبتغی نقلا۔

کیا آپ نے نہ دیکھا علامہ طحطاوی نے کس طرح اکتفا کیا اس حکم پر جو قہستانی نے نظم سے نقل کیا تھا اور اس کے استدراک کے بالکل درپے نہ ہوتے، انھیں علم تھا کہ یہ استدراک فالتو ہے لہذا اس کا نقل کرنا مناسب نہیں۔ (ت)

نہ کوئی لفظ محتمل نا صریح، صاف صاف لائق توجیہ و تصحیح ہو،

کما لایخفی علی ذی عقل نجیح هکذا ینبغی التحقیق والله سبحانه ولی التوفیق والحمد لله رب العلمین وصلی الله تعالٰی علی سیدنا ومولٰنا محمد و اٰله وصحبه اجمعین۔امین۔والله تعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم۔

جیسا کہ ہر عاقل پر مخفی نہیں، تحقیق کا حق یہی تھا، اللہ سبحٰنہ توفیق کا مالک ہے، الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا و مولٰنا محمد و آلہ وصحبہ اجمعین۔ آمین۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

جامع الرموز فصل فی صلوٰۃ الجمعۃ مطبوعہ مکتبۂ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۲۶۸

Marfat.com

باب العیدین

(عیدین کا بیان)

مسئلہ ۱۴۱۲ از سہسرام محلہ پرتلہ ضلع آرہ مسئولہ قدرت اللہ صاحب ۵ شوال ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اعلم بالسنہ پابندِ صوم وصلوٰۃ متقی نے اول خطبہ عید الاضحیٰ پڑھ کر لبیک اور صلوٰۃ وسلام نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تکبیر بآواز بلند خود کہا اور مصلیوں سے کہلایا پھر بارك الله لنا ولكم پڑھ کر بیٹھا پھر دُوسرا خطبہ پڑھا بعد فراغ سوال کیا گیا یہ غیر مشروع فعل کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا میرا یہ فعل غیر مشروع نہیں حالتِ کیف میں صادر ہُوا مثل قولِ مبارک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا ساریة الجبل ہے، یہ دعوٰی مدعی کا کہاں تک صحیح ہے اور ایسے فعل کا مرتکب لائقِ ملامت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

لبیک و درود کہ اس نے خود کہا حرج نہیں البتہ مقتدیوں سے کہلانا بے محل ہوا کہ وہ خطبہ میں مامور بالسکوت ہیں، اگر حالتِ وجد میں ایسا ہُوا جیسا کہ اُس کا بیان ہے تو معذور ہے اور جب سائل اسے عالم سُنّی متقی کہتا ہے تو اس کا بیان کیوں نہ تسلیم کیا جائے معہذا مسئلہ شرعیہ معلوم کرلینا دوسری بات ہے

Marfat.com

العظام ما دعا اللہ فی العید عبد سعید و تعانق النور و السرور غداۃ العید و اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدًا عبدہ و رسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی الہ وصحبہ من یوم ابدًا الی یوم یعید امین امین یا عزیز یا مجید ؎

پر بھی جب تک کوئی عبد سعید عید کے موقعہ پر دعا کرنے والا ہے اور جب تک عید کی صبح کو نور و سرور باہم پائے جائیں میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہٗ لاشریک ہے اور حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ کے برگزیدہ بندے اور رسول ہیں آپ کی ذات، آل اور صحابہ پر درود وسلام ابتدائی دن سے لے کر آخری دن تک ہو۔ اے غالب اے صاحبِ مجد! دعا قبول فرما دعا قبول فرما۔ (ت)

اللھم ھدایۃ الحق والصواب (اے اللہ حق اور صواب کی ہدایت عطا فرمائے۔ ت)

نمازِ عیدین کے بعد دُعا حضراتِ عالیہ تابعین عظام ومجتہدین اعلام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ثابت،

قال الفقیر عبد المصطفٰی احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی غفر اللہ لہ وحقق املہ انبانا المولٰی عبد الرحمٰن السراج المکی مفتی بلد اللہ الحرام ببیتہ عند باب الصفا لثمان بقین من ذی الحجۃ سنۃ خمس وتسعین بعد الالف والمائتین فی سائر مروياتہ الحدیثیۃ والفقھیۃ وغیر ذلک عن حجۃ زمانہ جمال بن عبد اللہ بن عمر المکی عن الشیخ الاجل عابد السندی عن عمہ محمد حسین الانصاری اجازنی بہ الشیخ عبد الخالق بن علی المزجاجی قراءۃ علی الشیخ محمد بن علاء الدین المزجاجی عن احمد النخلی عن محمد البابلی عن سالم السنوری عن النجم الغیطی عن الحافظ زکریا الانصاری عن الحافظ ابن حجر العسقلانی انا بہ ابو عبد اللہ الجریری انا قوام الدین الاتقانی انا

فقیر عبد المصطفٰی احمد رضا محمدی سُنی حنفی قادری برکاتی بریلوی (اللہ تعالٰی اس کو بخش دے اور اس کی امید بر لائے) کہتا ہے کہ ہمیں شیخ عبد الرحمٰن السراج مکی مفتی بلد اللہ الحرام نے بابِ صفا کے پاس اپنے گھر ۲۲ ذوالحجہ ۱۲۹۵ھ کو اپنی تمام مرویات کی اجازت دی خواہ وہ حدیث کی صورت میں تھیں یا فقہ کی صورت میں یا اس کے علاوہ تھیں انھیں مرویات کی اجازت حجتِ زمانہ جمال بن عبد اللہ بن عمر مکی نے دی انھیں شیخ اجل عابد سندی نے انھیں ان کے چچا محمد حسین انصاری نے دی، اس نے کہا مجھے ان کی اجازت شیخ عبد الخالق بن علی مزجاجی نے، انھیں شیخ محمد بن علاء الدین مزجاجی سے قراۃ کے طور پر انھیں احمد نخلی نے انھیں محمد بابلی نے انھیں سالم سنوری نے انھیں نجم غیطی نے انھیں حافظ زکریا انصاری نے انھیں حافظ ابن حجر عسقلانی نے انھیں ابو عبد اللہ جریری نے انھیں قوام الدین اتقانی نے انھیں برہان احمد بن

Marfat.com

سرور العید السعید فی حل الدعاء بعد صلوٰۃ العید

(نمازِ عید کے بعد ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنے کا ثبوت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۲۱۳ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی نے اپنے فتاوی کی جلد ثانی میں یہ امر تحریر فرمایا ہے کہ بعد دوگانہ عیدین یا بعد خطبہ عیدین دُعا مانگنا حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین سے کسی طرح ثابت نہیں اب وہابیہ نے اس پر بڑا غل شور کیا ہے دعائے مذکور کو ناجائز کہتے اور مسلمانوں کو اس سے منع کرتے اور تحریر مذکور سے سند لاتے ہیں کہ مولوی عبدالحی صاحب فتوٰی دے گئے ہیں ان کی ممانعتوں نے یہاں تک اثر ڈالا کہ لوگوں نے بعد فرائض پنجگانہ بھی دعا چھوڑ دی اس بارے میں حق کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ الحمد للہ الذی حبّبنا العید وجعلہ مقربا لکل بعید وامرنا بالدعاء فی الیوم السعید ووعدنا بالاجابۃ فی الکلام الحمید والصلوٰۃ والسلام علی من وجھہ عید ولقاؤہ عید ومولدہ عیدٌ وای عید وعلٰی الہ الکرام وصحبہ

اللہ کے نام سے شروع جو رحمٰن ورحیم ہے سب تعریف اللہ تعالٰی کے لئے جس نے ہمارے لئے عید کو محبوب بنایا اور اسے ہر بعید کو قریب کرنے والا بنایا، یوم سعید میں دعا کا حکم دیا، کلام حمید میں قبولیت کا وعدہ فرمایا، اور صلوٰۃ و سلام ہو اس ذاتِ اقدس پر جس کا چہرہ عید، دیدار عید، میلاد عید ہے۔ آپ کی آل محترم اور صحابہ عظام

Marfat.com

عبد العزیز المحدث الدهلوی عن[3] ابیه عن[4]
الشیخ تاج الدین القلعی مفتی الحنفیة عن[5]
الشیخ حسن العجمی عن[6] الشیخ خیر الدین
الرملی عن[7] الشیخ محمد بن سراج الدین
الخانوتی عن[8] احمد بن الشبلی عن[9] ابراهیم
الکرکی یعنی صاحب کتاب الفیض عن[10] امین الدین
یحیی بن محمد الاقصرائی عن[11] الشیخ محمد
بن محمد البخاری الحنفی یعنی سیدی
محمد پارسا صاحب فصل الخطاب عن[12] الشیخ
حافظ الدین محمد بن محمد بن علی البخاری الطاهری
عن[13] الامام صدر الشریعة یعنی شارح الوقایه
عن[14] جده تاج الشریعة عن[15] والده صدر الشریعة
عن[16] والده جمال الدین المحبوبی عن[17] محمد
بن ابی بکر البخاری عرف بامام زاده عن[18]
شمس الائمة الزرنجری عن[19] شمس الائمة الحلوانی
کلاهما عن[20] الامام الاجل ابی علی النسفی
امام الحلوانی فقالا عن ابی علی وکذلک عنعن
الی نهایة الاسناد واما الاستروشنی فقال انا
ابوعلی الحسین بن خضر النسفی انا[21] ابوبکر
محمد بن الفضل البخاری هو الامام الشهید
بالفضل انا[22] ابو محمد عبد الله بن محمد
بن یعقوب الحارثی یعنی الاستاذ السندمونی
انا[23] عبد الله محمد بن ابی حفص الکبیر
انا[24] ابی انا محمد[25] بن الحسن الشیبانی اخبرنا
ابوحنیفة عن حماد عن ابراهیم قال کانت

شیخ محمد بن سراج الدین الخانوتی نے انھیں احمد
بن شبلی نے انھیں[9] ابراھیم الکرکی صاحب
کتاب الفیض نے انھیں امین[10] الدین یحیی بن محمد
قصرائی نے انھیں شیخ[11] محمد بن محمد البخاری
الحنفی یعنی سیدی محمد پارسا صاحب فصل الخطاب
نے انھیں شیخ حافظ[12] الدین محمد بن محمد بن علی
بخاری طاھری نے انھیں امام صدر[13] الشریعۃ
یعنی شارح الوقایہ نے انھیں ان کے جد تاج[14] الشریعۃ
نے اپنے والد صدر[15] الشریعۃ سے انھیں ان کے
والد جمال[16] الدین محبوبی نے انھیں محمد[17] بن ابی بکر
بخاری المعروف امام زادہ نے انھیں شمس[18] الائمہ
الزرنجری نے انھیں شمس[19] الائمہ حلوانی نے
اور ان دونوں نے امام[20] اجل ابو علی نسفی سے
ان دونوں نے کہا عن ابی علی، اسی طرح انھوں
نے تمام سند کو عن کے ساتھ بیان کیا، استروشنی
نے کہا ہمیں ابو علی الحسین بن خضر النسفی انھیں
[21] ابوبکر محمد بن الفضل بخاری اور یہ امام فضل
کے ساتھ مشہور ہیں انھیں ابو[22] محمد عبداللہ بن
محمد بن یعقوب الحارثی یعنی الاستاذ السندمونی انھیں
[23] عبداللہ محمد بن ابی حفص الکبیر انھیں ان کے والد[24]
نے انھیں محمد[25] بن حسن الشیبانی نے
انھیں امام ابوحنیفہ نے انھیں حماد نے
انھیں ابراہیم نے بیان کیا کہ عیدین کی
نماز خطبہ سے پہلے ادا ہوتی پھر نماز کے
بعد امام سواری پر کھڑے ہو کر دعا کرتا تھا،

Marfat.com

[15] البرهان احمد بن سعد بن محمد البخاری والحسام السغناقی قالا[16] ابنا نا حافظ الدین محمد بن محمد بن نصر البخاری هو حافظ الدین الکبیر ابنا[17] نا الامام محمد بن عبد الستار[18] الکردری ابنا[18] نا عمر بن عبد الکریم الورسکی انا[19] عبد الرحمٰن بن محمد الکرمانی انا[20] ابوبکر محمد بن الحسین بن محمد هو الامام فخر القضاة الارشابندی انا[21] عبد الله الزوزنی انا[22] ابو زید الدبوسی انا ابوجعفر الاستروشنی ح وابنا نا عالیا[علہ] باربع درج شیخی وبرکتی و ولی نعمتی ومولائی وسیدی وذخری و سندی لیومی وغدی سیدنا الامام الهمام العارف الاجل العالم الاکمل السید آل الرسول الاحمدی المارهری رضی الله تعالیٰ عنه وارضاه وجعل الفردوس متقلبه و مثواه لخمس خلت من جمادی الاولیٰ سنة اربع وتسعین بداره المطهرة بمارهرة المنورة فی سائر ما یجوز له روایته عن[1] استاذه

سعد بن محمد البخاری اور حسام السغناقی نے انھیں حافظ الدین محمد بن محمد بن نصر بخاری نے[16]، یہی حافظ الدین الکبیر ہیں انھیں محمد بن[17] عبد الستار الکردری نے انھیں عمر[18] بن عبد الکریم الورسکی نے انھیں عبد[19] الرحمٰن بن محمد الکرمانی نے انھیں ابوبکر[20] محمد بن الحسین بن محمد نے جو فخر القضاۃ الارشابندی نے انھیں عبد اللہ[21] الزوزنی نے انھیں ابو زید الدبوسی[22] نے انھیں ابوجعفر الاستروشنی[23] نے "دوسری سند" جو چار درجے عالی ہے میرے شیخ، میری برکت، میرے ولیِ نعمت، سیدی ذخری آج و کل کے لئے میرا اعتماد سیدنا امام ہمام عارف اجل العالم الاکمل السید آل الرسول الاحمدی المارہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ارضاہ اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ ان کا ٹھکانہ جنت الفردوس میں بنائے) نے مارہرہ منورہ میں اپنے آستانے پر ۵ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۴ھ کو تمام روایات کی اجازت دی جو انھیں ان کے استاد شاہ عبد[1] العزیز محدث دہلوی انھیں اپنے[2] والد گرامی سے انھیں شیخ تاج[3] الدین القلعی مفتی حنفیہ نے انھیں شیخ حسن[4] عجمی نے انھیں شیخ[5] خیر الدین رملی نے انھیں

علہ انظر الی لطافة هذا السند الجلیل و جلالة شأنه فان رجاله کلهم من سیدنا الشیخ الی صاحب المذهب الامام الاعظم جمیعا من اجلة اعلام الحنفیة و مشاهیرهم واکثرهم اصحاب تالیفات فی المذهب ۱۲ منه (م)

اس سند جلیل کی لطافت اور شانِ جلالت میں غور کرو کہ اس کے رجال سیدنا شیخ سے صاحبِ مذہب امام اعظم تک سارے کے سارے معروف و مشہور حنفی ہیں اور ان میں سے اکثر اصحاب کی مذہب میں تالیفات موجود ہیں ۱۲ منہ (ت)

Marfat.com

فاذا فرغت فانصب ○ والی ربك فارغب ○[1] — جب تُو فراغت پائے تو مشقت کر اور اپنے رب کی طرف راغب ہو۔

اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں اصح الاقوال قول حضرت امام مجاہد تلمیذ رشید سلطان المفسرین حبرالامۃ عالم القرآن حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم ہے کہ فراغ سے مراد نماز سے فارغ ہونا اور نصب دعا میں جدوجہد کرنا ہے یعنی باری عزوجل حکم فرماتا ہے جب تُو نماز پڑھ چکے تو اچھی طرح دُعا میں مشغول ہو اور اپنے رب کے حضور الحاح وزاری کر۔ تفسیر شریف جلالین میں ہے:

فاذا فرغت من الصلوٰۃ فانصب "اتعب فی الدعاء" والی ربك فارغب "تضرع"۔[2] — جب تُو نماز سے فارغ ہو تو دعا میں تعب اور مشقت کر اور اپنے رب کے سامنے تضرع وزاری بجالا۔

خطبۂ جلالین میں ہے:

ھذا تکملۃ تفسیر الامام جلال الدین المحلی علی نمطہ من الاعتماد علی ارجح الاقوال و ترك التطویل بذکر اقوال غیر مرضیۃ[3] اھ ملخصا — یہ تفسیرِ امام جلال الدین محلی کا تکملہ ہے جو انھیں کے طریقہ پر ہے یعنی راجح اقوال پر اعتماد اور اقوال ضعیفہ کے ذکر سے بچتے ہوئے اھ ملخصاً (ت)

علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

ھو الصحیح فقد اقتصر علیہ الجلال وقد التزم الاقتصار علی ارجح الاقوال۔[4] — یہی صحیح ہے اسی پر جلال نے اکتفاء کیا ہے حالانکہ انھوں نے یہ التزام کر رکھا ہے کہ راجح اقوال ذکر کریں گے۔ (ت)

اور پُر ظاہر کہ آیۂ کریمہ مطلق ہے اور باطلاقہا نماز فرض وواجب ونفل سب کو شامل تو بلاشبہہ نماز عیدین بھی اس پاک مبارک حکم میں داخل، یونہی احادیث سے بھی ادبار صلوات کا مطلقاً محلِ دعا ہونا مستفاد، و لہذا علماء بشہادت حدیث نماز مطلق کے بعد دُعا مانگنے کو آداب سے گنتے ہیں، امام شمس الدین محمد ابن الجزری حصن حصین اور مولانا علی قاری اُس کی شرح حرزثمین میں فرماتے ہیں:

---

[1] القرآن ۹۴/ ۷ و ۸

[2] جلالین کلاں — سورۃ الانشراح میں مذکور ہے — مطبوعہ اصح المطابع دہلی ہند ۲/ ۵۰۲

[3] ؍؍ — خطبۃ الکتاب — ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/ ۴

[4] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ — المقصد الثانی فی اسمائہ — مطبوعہ مصر ۳/ ۱۹۵

Marfat.com

الصلوۃ فی العیدین قبل الخطبۃ ثم یقف الامام علی راحلتہ بعد الصلوۃ فیدعو ویصلی بغیر اذان ولا اقامۃ۔[1]

نماز اذان واقامت کے بغیر ہوتی تھی۔ (ت)

یعنی سیدنا امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں مجھے امام اعظم امام الائمہ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے امام اجل حماد بن ابی سلیمٰن رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے خبر دی کہ امام المجتہدین امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا نمازِ عیدین خطبہ سے پہلے ہوتی تھی پھر امام اپنے راحلہ پر وقوف کرکے نماز کے بعد دُعا مانگتا اور نماز بے اذان واقامت ہوتی، یہ امام ابراہیم نخعی قدس سرہٗ خود اجلہ تابعین سے ہیں تو یہ طریقہ کہ انھوں نے روایت فرمایا لا اقل اکابر تابعین کا معمول تھا تو نمازِ عیدین کے بعد دُعا مانگنا ائمہ تابعین کی سنت ہُوا اور پُر ظاہر کہ راحلہ پر وقوف وعدم وقوف سنتِ دُعا کی نفی نہیں کرسکتا کما لایخفی، پھر ہمارے امام مجتہد سیدنا امام محمد اعلی اللہ درجاتہ فی دار الابد نے کتاب الآثار شریف میں اس حدیث کو روایت فرماکر مقرر رکھا اور ان کی عادت کریمہ ہے جو اثر اپنے خلاف مذہب ہوتا ہے اُس پر تقریر نہیں فرماتے تو حنفیہ اہلِ عقیدہ مضمون وو ہابیہ اہلِ تثلیث قرون، دونوں کے حق میں جوابِ مسئلہ اسی قدر بس ہے مگر فقیر غفرلہ الولی القدیر ایضاحِ مرام و اتمامِ کلام کے لئے اس مسئلہ میں مقال کو دو عید پر منقسم کرتا ہے:

عیدِ اوّل میں قرآن وحدیث سے اس دُعا کی اجازت اور ادعائے مانعین کی غلطی وشناعت۔

عید دوم فتوائے مولوی لکھنوی سے اسناد پر کلام اور اوہام مانعین کا ازالۂ تام والعون من اللہ ولی الانعام (مدد اللہ کی جو انعام عطا کرنے والا ہے۔ ت)

العید الاول وعلی فضل اللہ المعول (عید اول، اور اللہ ہی کے فضل پر بھروسا ہے۔ ت)

ظاہر ہے کہ شرع مطہر سے اس دعا کی کہیں ممانعت نہیں اور جس امر سے شرع نے منع نہ فرمایا ہرگز ممنوع نہیں ہوسکتا، جو ادعائے منع کرے اثباتِ ممانعت اُس کے ذمّہ ہے جس سے ان شاء اللہ تعالٰی کبھی عہدہ برآ نہ ہوسکے گا بقاعدۂ مناظرہ ہمیں اسی قدر کہنا کافی، اور اسانید سائل کا مژدہ لیجئے تو جو کچھ قرآن وحدیث سے قلبِ فقیر پر فائز ہُوا گوشِ ہوش استماع کیجئے۔

فاقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق (اللہ ہی کی توفیق ہے اور اس سے تحقیق تک وصول ہوتا ہے۔ ت) **اولا** قال المولٰی سبحٰنہ وتعالٰی:

---

[1] کتاب الآثار للامام محمد باب صلوٰۃ العیدین مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ص ۴۱

Marfat.com

العامل انما یوفی اجرہ اذا قضی عملہ[1] رواہ احمد والبزار والبیھقی وابو الشیخ فی الثواب عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی حدیث۔

عامل کو اُسی وقت اجر کامل دیا جاتا ہے جب عمل تمام کرلیتا ہے۔ اسے امام احمد، بزار، بیہقی اور ابوالشیخ نے ثواب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

توسائل کے لئے بیشک بہت بڑا موقع دعا ہے کہ مولٰی کی خدمت وطاعت کے بعد اپنی حاجات عرض کرے ولہذا وارد ہوا کہ ہر ختم قرآن پر ایک دُعا مقبول ہے بیہقی وخطیب وابونعیم وابن عساکر انس رضی اللہ عنہ سے راوی۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مع کل ختمۃ دعوۃ مستجابۃ[2]۔ ہر ختم کے ساتھ ایک دعا مستجاب ہے۔

طبرانی معجم کبیر میں عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من ختم القراٰن فلہ دعوۃ مستجابۃ[3]۔ جو قرآن ختم کرے اس کے لئے ایک دعا مقبول ہے۔

اسی لئے روزہ دار کے حق میں ارشاد ہوا کہ افطار کے وقت اس کی ایک دُعا رد نہیں ہوتی۔ امام احمد مسند اور ترمذی بافادہ تحسین جامع اور ابنائے ماجہ وحبان وخزیمہ اپنی صحاح اور بزار مسند میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلٰثۃ لاترد دعوتھم الصائم حین یفطر[4] الحدیث۔ تین شخصوں کی دُعا رد نہیں ہوتی ایک اُن میں روزہ دار جب افطار کرے۔ الحدیث

ابن ماجہ وحاکم حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان للصائم عند فطرہ لدعوۃ ما ترد[5]۔ بیشک روزہ دار کے لئے وقتِ افطار بالیقین ایک دُعا ہے کہ رَد نہ ہوگی۔

امام حکیم ترمذی حضرت عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی حضور پُرنور

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۲/۲۹۲
[2] شعب الایمان باب فی تعظیم القرآن حدیث ۲۰۸۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/۳۷۴
[3] المعجم الکبیر مروی از عرباض بن ساریہ حدیث ۶۴۷ ؍؍ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۸/۲۵۹
[4] سنن ابن ماجہ باب فی الصائم لاترد دعوتہ الخ ؍؍ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۲۶
[5] ایضاً

Marfat.com

والصلٰوۃ ای ذات الرکوع والسجود والمراد ان یقع الدعاء المطلوب بعدھا[1]۔

یعنی آداب سے ہے کہ مطلب کی دعا بعد نماز ذات رکوع وسجود واقع ہو۔

پھر فرمایا:

عہ حب مس ای رواہ الاربعۃ وابن حبان و الحاکم کلھم من حدیث الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ[2]۔

یعنی یہ ادب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اُس حدیث سے ثابت ہے جسے ابوداؤد ونسائی و ترمذی وابن ماجہ وابن حبان وحاکم نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

اقول یُونہی یہ حدیث ابن السنی وبیہقی کے یہاں مروی اور صحیح ابن خزیمہ میں بھی مذکور، امام ترمذی نے اس کی تحسین کی۔ ظاہر ہے کہ نماز ذات رکوع وسجود، نماز جنازہ کے سوا ہر نماز فرض وواجب ونافلہ کو شامل جن میں نمازِ عیدین بھی داخل۔

ثم اقول وباللہ التوفیق (پھر میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) اصل یہ ہے کہ اعمال صالحہ وجہ رضائے مولٰی جل وعلا ہوتے ہیں اور رضائے مولٰی تبارک وتعالٰی موجبِ اجابتِ دُعا اور اس کا محل عملِ صالح سے فراغ پاکر کما قال تعالٰی فاذا فرغت فانصب[3] (جیسا کہ اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: پس جب آپ فارغ ہوں تو مشقت کرو۔ ت) ولہذا حدیث میں آیا حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

الم تر الی العمال یعملون فاذا فرغوا من اعمالھم وفوا اجورھم[4] رواہ البیھقی عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما فی حدیث طویل۔

کیا تُو نے نہ دیکھا کہ مزدور کام کرتے ہیں جب اپنے عمل سے فارغ ہوتے ہیں اُس وقت پوری مزدوری پاتے ہیں۔ اسے بیہقی نے حدیث طویل کی صورت میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

دوسری حدیث میں ہے:

---

[1] حواشی حصن حصین آداب الدعاء حاشیہ ۲۱ مطبوعہ افضل المطابع لکھنؤ ص ۹

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲۲ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍

[3] القرآن ۹۴/۷

[4] شعب الایمان باب فی الصیام حدیث ۳۶۰۳ ؍؍ دارالفکر بیروت ۳۰۳/۲

Marfat.com

علامہ طاہر تکملہ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں :

فیہ ثم تقنع یدیك وھو عطف علی محذوف ای اذا فرغت منہما فسلم ثم ارفع یدیك سائلا فوضع الخبر موضع الامر[1]

پھر ہتھیلیاں چہرے کے مقابل کرے اس کا عطف محذوف پر ہے یعنی جب ان دو رکعتوں سے فارغ ہو اور سلام کہے تو دعا کے لئے ہاتھ بلند کرے یہاں خبر امر کی جگہ مذکور ہے۔ (ت)

تیسیر میں ہے :

ای اذا فرغت منہما فسلم ثم ارفع یدیك فوضع الخبر موضع الطلب[2] الخ

یعنی جب ان دو رکعات سے فارغ ہوں پس سلام کہے پھر ہاتھ اٹھائے یہاں خبر طلب کی جگہ ہے الخ (ت)

لاجرم جبکہ حصن حصین میں اس حدیث ابی امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف برمز ترمذی ونسائی نے اشارہ کیا کہ قلنا یارسول اللہ ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الاٰخر ودبر الصلوات المکتوبات[3] (ہم نے عرض کی یارسول اللہ! کون سی دُعا زیادہ سُنی جاتی ہے، فرمایا رات کے نصف اخیر میں اور فرض نمازوں کے بعد) مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے اُس کی شرح میں لکھا :

دبر الصلوات المکتوبات ای عقیب الصلوات المفروضات والتقیید بہا لکونہا افضل الحالات فھی ارجی لاجابۃ الدعوات[4]

دبر الصلوات المکتوبات کے یہ معنٰی کہ فرض نمازوں کے بعد، اور ان کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ وہ سب حالتوں سے افضل ہیں تو ان میں امیدِ اجابت زیادہ ہے۔

دیکھو صاف صریح ہے کہ نماز کے بعد محلیتِ دُعا کچھ فرضوں ہی سے خاص نہیں بلکہ اُن میں بوجہ افضلیت زیادہ خصوصیت ہے اور سائلین نے خود یہی پُوچھا تھا کہ سب میں زیادہ کون سی دعا مقبول ہے لہذا اُن کی تقیید فرمائی گئی، بالجملہ جب تخصیصِ فرائض باطل ہوچکی تو اخراج واجبات پر کوئی دلیل نہیں بلکہ اُن پر دلائل مطلقہ

---

[1] تکملہ بحار الانوار ملحق مجمع البحار تحت لفظ قنع مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ ص ۱۴۷

[2] تیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث صلوۃ اللیل مثنٰی مثنٰی الخ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۲/۹۹

[3] حصن حصین اوقات الاجابۃ مطبوعہ افضل المطابع لکھنؤ ہند ص ۲۲

جامع الترمذی ابواب الدعوات " امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۸۸

[4] حواشی حصن حصین صفحہ مذکورہ کا حاشیہ ۱۶ " افضل المطابع لکھنؤ ہند ص ۱۴

Marfat.com

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لکل عبد صائم دعوۃ مستجابۃ عند افطارہ اعطیھا فی الدنیا او ذخرلہ فی الاخرۃ[1]

ہر روزہ دار بندے کے لئے افطار کے وقت ایک دُعا مقبول ہے خواہ دنیا میں دے دی جائے یا آخرت میں اس کے لئے ذخیرہ رکھی جائے۔

وفی الباب احادیث اُخر اور بالیقین یہ فضیلت روزہ فرض و واجب و نفل سب کو عام کہ نصوص میں قید خصوص نہیں۔ ولہذا امام عبد العظیم منذری نے دو حدیث پیشین کو الترغیب فی الصوم مطلقاً میں ایراد فرمایا، اور علامہ مناوی نے تیسیر شرح جامع صغیر میں زیرِ حدیث باب مروی عقیلی و بیہقی عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد لفظ دعوۃ الصائم (روزہ دار کی دعا۔ت) کے ولو نفلا[2] (اگرچہ وہ نفلی روزہ ہو۔ت) تحریر کیا تو بلاشبہہ نماز بھی کہ افضل اعمال و اعظم ارکانِ اسلام اور روزے سے زائد موجب رضائے ذوالجلال والاکرام ہے یُونہی اپنے عموم و اطلاق پر رہے گی اور بعد فراغ محلیت دعا صرف فرائض سے خاص نہ ہوگی، اور کیونکر خاص ہو حالانکہ خود حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہر دو رکعت نفل کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا حکم دیا اور فرمایا: جو ایسا نہ کرے اُس کی نماز ناقص ہے۔ ترمذی و نسائی و ابن خزیمہ حضرت فضیل ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما اور احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ حضرت مطلب بن ابی وداعہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الصلوۃ مثنی مثنی تشھد فی کل رکعتین وتخشع وتضرع وتمسکن وتقنع یدیک یقول ترفعھما الی ربك مستقبلا ببطونھما وجھك وتقول یارب یارب من لم یفعل ذلك فھی کذا وکذا[3]

یعنی نماز نفل دو دو رکعت ہے ہر دو رکعت پر التحیات اور خضوع و زاری و تذلل، پھر بعد سلام دونوں ہاتھ اپنے رب کی طرف اٹھا اور ہتھیلیاں چہرے کے مقابل رکھ کر عرض کر اے میرے رب اے رب میرے جو ایسا نہ کرے تو وہ نماز چنیں و چناں یعنی ناقص ہے۔

مطلب رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت میں مصرحاً آیا:

فمن لم یفعل ذلك فھو خداج[4] جو ایسا نہ کرے اُس کی نماز میں نقصان ہے۔

---

[1] نوادر الاصول الاصل السبعون فی ان للصائم دعوۃ الخ مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۸۳
[2] تیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث ثلاث دعوات مستجابات مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۱/ ۴۶۷
[3] جامع الترمذی باب ما جاء فی التخشع فی الصلوۃ مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۵۰ و ۵۱
[4] مسند احمد بن حنبل حدیث مطلب رضی اللہ تعالٰی عنہ ؍؍ دار الفکر بیروت ۴/ ۱۶۷

Marfat.com

مع قطعیۃ دلالۃ المسموع فلیس فی حقہ الا الفرض او غیر اللازم من السنۃ فما بعدھا وظھر بھذا ان ملاحظتہ بالاعتبار الاول لیس فیہ وجوب بل الفرضیۃ او عدم اللزوم اصلاً[1] اھ ملخصا

سنا حالانکہ مسموع کی دلالت قطعی تھی تو اس کے حق میں وہ فرض ہی ہوگا یا لازم نہ ہوگا سنت ہوگا یا اس سے نچلا درجہ، اس سے ظاہر ہوگیا کہ اول کے اعتبار سے وہاں وجوب نہیں بلکہ فرضیت ہے یا بالکل لزوم ہی نہیں اھ ملخصاً (ت)

پس بحمد اللہ بشہادت قرآن و حدیث و اقوال علماء ثابت ہُوا کہ نماز پنجگانہ و عیدین و تہجد وغیرہا ہر گونہ نماز کے بعد دُعا مانگنا شرعاً جائز بلکہ مندوب و مرغوب ہے وہو المطلوب۔

ثانیاً اقول وباللہ التوفیق دُعا بنصِ قرآن و حدیث و اجماع ائمہ قدیم و حدیث اعظم مندوباتِ شرع سے ہے اور اس کے مظانِ اجابت کی تحری مسنون و محبوب، قال جل ذکرہ: ھنالک دعا زکریا ربہ[2] (حضرت زکریا علیہ السلام نے وہاں اپنے رب سے دعا کی۔ ت)۔ حدیث میں ہے حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان لربکم فی ایام دھرکم نفحات، فتعرضوا لہ لعلہ ان یصیبکم نفحۃ منھا فلا تشقون بعدھا ابدا[3]۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن محمد بن مسلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بیشک تمہارے رب کے لئے تمہارے زمانے کے دنوں میں کچھ وقت عطا و بخشش و تجلی و کرم وجود کے ہیں تو انھیں پانے کی تدبیر کرو شاید ان میں سے کوئی وقت تمھیں مل جائے تو پھر کبھی بدبختی تمہارے پاس نہ آئے۔ اسے طبرانی نے کبیر میں محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

اور خود حدیث نے اُن اوقات سے ایک وقت اجتماع مسلمین کا نشان دیا کہ ایک گروہ مسلمانان جمع ہو کر دعا مانگے کچھ عرض کریں کچھ آمین کہیں، کتاب المستدرک علی البخاری و مسلم میں ہے:

عن حبیب بن مسلمۃ الفھری رضی اللہ تعالٰی عنہ وکان مجاب الدعوۃ قال سمعت رسول اللہ

یعنی حبیب بن مسلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ مستجاب الدعوات تھے، فرماتے ہیں میں نے حضور پُرنور سید عالم

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۱
[2] القرآن ۳/۳۸
[3] المعجم الکبیر مروی از محمد بن مسلمہ حدیث ۵۱۹ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۹/۲۳۴

Marfat.com

کے سوا حدیث نافلہ پر سبیل اولویت ناطق کہ جب ادبار نوافل تک محلِ دُعا و مظنّۂ اجابت ہیں تو واجبات کہ اُن سے اعلیٰ و اعظم اور ارضائے الٰہی میں اوفر واتم ہیں کیونکر اس فضل سے خارج ہوں گے ھل ھذا الا ترجیح المرجوح (یہ ترجیح مرجوح کے سوا کچھ نہیں۔ ت)

ثم اقول بلکہ واقع ونفس الامر کو لحاظ کیجئے تو فریضہ ونافلہ کے لئے ثبوت خاص بعینہٖ واجبات کے لئے ثبوت خاص ہے کہ واجب حقیقۃً کوئی تیسری چیز نہیں بلکہ انھیں دو طرفوں سے ایک میں ہے جسے شبھۃ فی الثبوت نے مجتہد کے نزدیک ایک امر متوسط کر دیا صاحبِ شرع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جس کے حضور روایۃً و درایۃً ظنون وشبہات کو بار نہیں اگر اُس کے نزدیک شیئ مطلوب فی الشرع حقیقۃً مامور بہ ہے قطعاً فرض ورنہ یقیناً نافلہ لا ثالث لھما (ان دو کے علاوہ کوئی تیسری صورت نہیں۔ ت) تلویح میں زیر قول تنقیح فصل فی افعالہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فمنھا ما یقتدی بہ وھو مباح ومستحب وواجب وفرض (آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے کچھ افعال قابلِ اقتدار مباح، کچھ مستحب کچھ واجب اور کچھ فرض ہیں۔ ت) تحریر فرمایا:

ان فعلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بالنسبۃ الینا یتصف بذلک بان جعل الوتر واجبا علیہ لا مستحبا او فرضا والا فالثابت عندہ بدلیل یکون قطعیا لا محالۃ حتی قیاسہ و اجتہادہ ایضا قطعی[1] الخ

یعنی آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے افعال ہماری نسبت ان سے متصف ہیں مثلاً وتر آپ پر واجب تھے نہ کہ مستحب یا فرض، ورنہ آپ کے ہاں دلیل سے ثابت شدہ امر یقیناً قطعی ہوگا حتی کہ آپ کا قیاس واجتہاد بھی قطعی ہے الخ (ت)

امام محقق علی الاطلاق امامہ الفتح میں فرماتے ہیں:

اللزوم یلاحظ باعتبارین باعتبار صدورہ من الشارع وباعتبار ثبوتہ فی حقنا فملاحظتہ بالاعتبار الثانی ان کان طریق ثبوتہ عن الشارع قطعیا کان متعلقہ الفرض وان کان ظنیا کان الوجوب ولذا لا یثبت ھذا القسم اعنی الواجب فی حق من سمع من النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مشافھۃ

لزوم میں دو اعتبار ہیں ایک یہ کہ وہ شارع علیہ السلام سے صادر ہوا اور دُوسرا یہ کہ اس کا ثبوت ہمارے حق میں ہوا تو دوسرے اعتبار سے اگر اس کا ثبوت شارع سے قطعی ہے تو اس کا تقاضا فرضیت ہے اور اگر ثبوت ظنی ہے تو وجوب۔ یہی وجہ ہے کہ یہ قسم (وجوب) اس شخص کے حق میں ثابت نہیں ہوسکتی جس نے براہِ راست حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے

---

[1] التوضیح والتلویح فصل فی افعالہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ص ۴۹۱

Marfat.com

کافی شرح وافی کی فصل فی تکبیر التشریق میں فرماتے ہیں،

قال تعالیٰ ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ[1]۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے، تم اپنے رب کو پکارو گڑگڑا کر اور آہستہ (ت)

کل ذکر دعاء[1] (ہر ذکر دعاء ہے۔ ت) اس معنی پر فقیر نے اپنے رسالہ "ایذان الاجر فی اذان القبر" (دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان کے جواز پر نادر تحقیق۔ ت) میں دلائل واضحہ ذکر کئے اور اس سے زیادہ کلام مستوفی فقیر کے رسالہ "نسیم الصبا فی ان الاذان یحول الوباء" (صبح کی ہوا اس بارے میں کہ اذان سے وباء ٹل جاتی ہے۔ ت) میں ہے، امام بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الدعوات میں باب الدعا اذا ھبط وادیا (جب کسی نچلی جگہ اُترے تو دعا کرے۔ ت) وضع کیا اور اس میں فرمایا: فیہ حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ[2] (اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مروی ہے۔ ت)

ارشاد الساری میں ہے:

فیہ ای فی الباب حدیث جابر الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ السابق فی باب التسبیح اذا ھبط وادیا من کتاب الجہاد بلفظ کنا اذا صعدنا کبّرنا واذا نزلنا سبحنا ھذا اٰخر الحدیث اھ بحذف السند۔

اس میں یعنی اس مسئلہ میں حضرت جابر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث ہے جو کتاب الجہاد کے باب التسبیح اذا ھبط وادیا میں گزری ہے الفاظ یہ ہیں: جب ہم بلند جگہ چڑھتے تو تکبیر کہتے اور جب اُترتے تو سبحان اللہ کہتے۔ یہ حدیث کے آخری الفاظ ہیں اھ سند محذوف ہے۔ (ت)

دیکھو امام بخاری علیہ الرحمۃ الباری نے صرف تسبیح کو دُعا ٹھہرایا اور التسبیح اذا ھبط وادیا والدعاء اذا ھبط وادیا (جب نیچے اُترے تو تسبیح پڑھے اور جب نیچے اُترے تو دُعا کرے۔ ت) کا ایک مصداق بنایا تو باآنکہ ایسے قربِ اتم کے وقت میں نماز میں دعائیں ہوچکیں پھر بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن پر قناعت پسند نہ فرمائی اور بعد سلام پھر دعا کی تاکید شدید کی۔ علاوہ بریں نماز میں آدمی ہر قسم کی دعا نہیں مانگ سکتا کما بسط الائمۃ فی کتب الفقھیۃ (جیسا کہ ائمہ کرام نے کتب فقہیہ میں اس کی تفصیل بیان

---

[1] کافی شرح وافی — فصل فی تکبیر التشریق

[2] صحیح البخاری — کتاب الدعوات — مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی — ۹۴۴/۲

[3] ارشاد الساری — باب الدعاء اذا ھبط وادیا الخ — مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت — ۲۱۸/۹

Marfat.com

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول لا یجتمع ملؤٌ فیدعو بعضھم یؤمّن بعضھم الا اجابھم اللہ[1]

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کوئی گروہ جمع نہ ہوگا کہ اُن کے بعض دعا کریں بعض آمین کہیں، مگر یہ کہ اللہ عزوجل اُن کی دُعا قبول فرمائے گا۔

علماء نے مجمعِ مسلمان کو اوقاتِ اجابت سے شمار کیا۔ حصن حصین میں ہے: واجتماع المسلمین[2]ع یعنی مجمعِ مسلمین کا اوقاتِ اجابت سے ہونا حدیثِ صحاح ستّہ سے مستفاد ہے۔ علی قاری شرح میں فرماتے ہیں:

ثم کل مایکون الاجتماع فیہ اکثر کالجمعۃ والعیدین وعرفۃ یتوقع فیہ رجاء الاجابۃ اظھر[3]

یعنی جس قدر مجمع کثیر ہوگا جیسے جمعہ وعیدین و عرفات میں، اسی قدر امیدِ اجابت ظاہر تر ہوگی۔

فقیر غفراللہ تعالٰی کہتا ہے پھر دُعائے نماز پر اقتصار ہرگز شرعاً مطلوب نہیں بلکہ اس کے خلاف کی طلب ثابت، خود حدیث سے گزرا حضور پُرنور سیّدِ یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہر دو رکعت نفل کے بعد ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنے کا حکم دیا اور جو ایسا نہ کرے اس کی نماز کو ناقص بتایا حالانکہ نماز میں دعائیں ہو چکیں اور وہ وقت چار بار آیا جو انتہائی درجہ قُربِ الٰہی کا ہے یعنی سجود جس میں بالتخصیص حکمِ دعا تھا، حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اقرب مایکون العبد من ربہ وھو ساجد فاکثروا الدعاء[4] رواہ مسلم وابوداود والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

سب سے زیادہ قُرب بندے کو اپنے رب سے حالتِ سجود میں ہوتا ہے تو اس میں دعا کی کثرت کرو۔ اسے مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

بلکہ اگر سوال نہ بھی ہوں تو تسبیح کہ سجود میں ہوتی ہے خود دعا ہے کہ وہ ذکر ہے اور ہر ذکر دعا۔ مولانا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: کل ذکر دعاء[5] (ہر ذکر دُعا ہے۔ ت) امام حافظ الدین النسفی

---

[1] المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء حبیب بن مسلمۃ کان مجیب الدعوات مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳/۳۴۷

[2] حصن حصین اوقات الاجابۃ مطبوعہ افضل المطابع لکھنؤ ہند ص ۲۳

[3] حرز ثمین شرح حصن حصین

[4] سنن النسائی اقرب مایکون العبد من اللہ عزوجل مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۱۷۰

[5] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب ثواب التسبیح فصل ثانی ، مکتبہ امدادیہ ملتان ۵/۱۱۲

Marfat.com

سے راوی :

انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول اذا کانت غداۃ الفطر بعث اللہ عزوجل الملئکۃ فی کل بلد (وذکر الحدیث الی ان قال) فاذا برزوا الی مصلاھم فیقول اللہ عزوجل (وساق الحدیث الی ان قال) ویقول یا عبادی سلونی فوعزتی و جلالی لاتسئلونی الیوم شیئا فی جمعکم لاٰخرتکم الا اعطیتکم ولا لدنیاکم الا نظرت لکم، فوعزتی لاسترن علیکم عثراتکم ما راقبتمونی وعزتی وجلالی لا اخزیکم و لا افضحکم بین اصحاب الحدود وانصرفوا مغفورا لکم قد ارضیتمونی ورضیت عنکم[1] (مختصر من حدیث طویل)

یعنی حضور پُرنور سید یوم النشور علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جب عید کی صبح ہوتی ہے مولیٰ سبحٰنہ تعالیٰ ہر شہر میں فرشتے بھیجتا ہے (اس کے بعد حدیث میں فرشتوں کا شہر کے ہر ناکہ پر کھڑا ہونا اور مسلمانوں کو عیدگاہ کی طرف بلانا بیان فرمایا، پھر ارشاد ہوا جب مسلمان عیدگاہ کی طرف میدان میں آتے ہیں (مولیٰ سبحٰنہ تعالیٰ فرشتوں سے یوں فرماتا ہے اور ملائکہ اس سے یُوں عرض کرتے ہیں) پھر فرمایا رب تبارک وتعالیٰ مسلمانوں سے ارشاد فرماتا ہے اے میرے بندو! مانگو کہ قسم مجھے اپنے عزت و جلال کی آج اس مجمع میں جو چیز اپنی آخرت کے لئے مانگو گے میں تمھیں عطا فرماؤں گا اور جو کچھ دنیا کا سوال کرو گے اُس میں تمھارے لئے نظر کروں گا (یعنی دنیا کی چیزیں خیر و شر دونوں کو محتمل ہیں اور آدمی اکثر اپنی نادانی سے خیر کو شر، شر کو خیر سمجھ لیتا ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے لہذا دنیا کے لئے جو کچھ مانگو گے اُس میں بکمال رحمت نظر فرمائی جائے گی، اگر وہ چیز تمھارے حق میں بہتر ہوئی عطا ہوگی ورنہ اس کے برابر بلا دفع کریں گے یا دُعا روزِ قیامت کے لئے ذخیرہ رکھیں گے اور یہ بندے کے لئے ہر صورت سے بہتر ہے) مجھے اپنی عزت کی قسم ہے جب تک تم میرا مراقبہ رکھو گے میں تمھاری لغزشوں کی ستاری فرماؤں گا، مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم میں تمھیں اہلِ کبائر میں فضیحت و رُسوا نہ کروں گا پلٹ جاؤ مغفرت پائے ہُوئے، بیشک تم نے مجھے راضی کیا اور میں تم سے خوشنود ہُوا۔

فقیر غفرلہ الغنی القدیر کہتا ہے اس کلام مبارک کا اوّل یا عبادی سلونی ہے یعنی اے میرے بندو! مجھ سے دعا کرو، اور آخر انصرفوا مغفورا لکم یعنی گھروں کو پلٹ جاؤ کہ تمھاری مغفرت ہوئی۔

---

[1] شعب الایمان ۲۳ باب فی الصیام فصل فی لیلۃ القدر مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۳۷-۳۳۶

Marfat.com

کی ہے۔ ت) اور حاجت ہر قسم کی اپنے رب جل وعلا سے مانگا چاہیے اور طلب میں مظنۂ اجابت کی تحری کا حکم اور یہ وقت بحکم احادیث اعلیٰ مظان اجابت سے، تو بلاشبہہ مجمع عیدین میں بعد نماز دعا خاص اذن حدیث و ارشادِ شرع سے ثابت ہوئی اور حکم فتعرضوا لھا کی تعمیل ٹھہری وہو المقصود۔

ثم اقول اگر مجمع عیدین کے لئے شرع میں کوئی خصوصیت نہ آتی تو اس عموم میں دخول ثابت تھا نہ کہ احادیث نے اُس کی خصوصیت عظیم ارشاد فرمائی اور اُس دن دُعا پر نہایت تحریص وترغیب آئی یہاں تک کہ حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس زمانۂ خیر وصلاح میں کہ فتنہ وفساد سے یکسر پاک ومنزہ تھا حکم دیتے کہ عیدین میں کنواریاں اور پردہ نشین خاتونیں باہر نکلیں اور مسلمانوں کی دُعا میں شریک ہوں حتی کہ حائض عورتوں کو حکم ہوتا مصلےٰ سے الگ بیٹھیں اور اس دن کی دُعا میں شریک ہوجائیں، امام احمد واصحابِ صحاح ستّہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تخرج العواتق وذوات الخدور والحیض ویعتزل الحیض المصلی ویشھدن الخیر ودعوۃ المسلمین[1]۔

نوجوان کنواریاں اور پردہ والیاں اور حائض عورتیں سب عیدگاہ کو جائیں اور حیض والیاں عیدگاہ سے الگ بیٹھیں اور اس بھلائی اور مسلمانوں کی دُعا میں حاضر ہوں۔

صحیح بخاری کی دوسری روایت ان لفظوں سے ہے:

قالت کنا نؤمر ان نخرج یوم العید حتی تخرج البکر من خدرھا حتی تخرج الحیض فیکن خلف الناس فیکبرن بتکبیرھم ویدعون بدعائھم یرجون برکۃ ذلک الیوم وطھرتہ[2]۔

یعنی ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم عورتوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ عید کے دن باہر جائیں یہاں تک کہ کنواری اپنے پردے سے باہر نکلے یہاں تک کہ حیض والیاں باہر آئیں صفوں کے پیچھے بیٹھیں مسلمانوں کی تکبیر پر تکبیر کہیں اور اُن کی دُعا کے ساتھ دُعا مانگیں اس دن کی برکت وپاکیزگی کی امید کر کے۔

امام بیہقی اور ابوالشیخ ابن حبان کتاب الثواب میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

ع اقول اس حدیث نفیس کا شاہد بروایت امام عقیلی حدیث انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرویاتِ فقیر میں بندہ ضعیف سے حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک سند موجود ہے بالحمدللہ ۱۲ منہ (م)

[1] صحیح البخاری باب شہود الحائض العیدین الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۷ و ۱۳۴

[2] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۱/۱۳۲

Marfat.com

اذاجلس مجلسا یقول فی اٰخرہ اذا اراد ان یقوم من المجلس سبحٰنک اللھم و بحمدک اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرک و اتوب الیک[1]

جلسہ فرماتے تو اس کے ختم میں اُٹھتے وقت یہ دعا کرتے "تیری پاکی بولتا اور تیری حمد میں مشغول ہوتا ہوں اے اللہ! میں گواہی دیتا ہوں تیرے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں میں تیری مغفرت مانگتا اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں"۔

اسی طرح رافع بن خدیج رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث میں لفظ اذا اراد ان ینھض[2] ہے یعنی جب اٹھنا چاہتے یہ دعا فرماتے۔ اور انھوں نے بعد الفاظِ مذکورہ دُعا میں اتنے الفاظ اور زائد کئے:

عملت سوءً وظلمت نفسی فاغفرلی انہ لایغفر الذنوب الا انت[3]

میں نے بُرا کیا اور اپنی ہی جان کو آزار پہنچایا اب میری مغفرت فرمادے بیشک تیرے سوا کوئی گناہ معاف کرنے والا نہیں۔

حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ دعا میں مثل حدیث ابوبرزہ ہے اُس میں بھی ارشاد ہوا: قبل ان یقوم من مجلسہ[4] کھڑے ہونے سے پہلے دُعا کرتے۔

غرض اس حدیث صحیح مشہور علی اصول المحدثین میں جسے امام ترمذی نے حسن صحیح اور حاکم نے برشرطِ مسلم صحیح اور منذری نے جیّد الاسانید کہا، حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عام ارشاد و ہدایت قولی و فعلی فرماتے ہیں کہ آدمی کوئی جلسہ کرے اُس سے اُٹھتے وقت یہ دعا ضرور کرنی چاہئے کہ اگر جلسہ خیر کا تھا تو وہ نیکی قیامت تک سربمہر محفوظ رہے گی اور لغو کا تھا تو وہ لغو باذن اللہ محو ہوجائے گا تو لفظ و معنٰی دونوں کی رُو سے ثابت ہُوا کہ ہر مسلمان کو ہر نماز کے بعد بھی اس دُعا کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے جہت لفظ

---

[1] الترغیب والترہیب بحوالہ سنن ابی داؤد کتاب الذکر والدعاء مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۲/۴۱۱
سنن الدارمی ۲۹- باب فی کفارۃ المجلس مطبوعہ مدینہ منورہ (حجاز) ۲/۱۹۵

[2] المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعا دعاء کفارۃ المجالس " دارالفکر بیروت ۱/۵۳۷
الترغیب والترہیب بحوالہ نسائی وحاکم و ابوداؤد وابن حبان مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۲/۴۱۱

[3] " " " " " " " " " "

[4] " " " " " " " " " " "
جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۸۱

Marfat.com

توظاہر ہوا کہ یہ ارشاد بعد ختم نماز ہوتا ہے کہ ختم نماز سے پہلے گھروں کو واپس جانے کا حکم ہرگز نہ ہوگا تو اس حدیث سے مستفاد کہ خود رب العزت جل وعلا بعد نمازِ عید مسلمانوں سے دعا کا تقاضا فرماتا ہے پھر وائے بدبختی اُس کی جو ایسے وقت مسلمانوں کو اپنے رب کے حضور دعا سے روکے نسأل اللہ العفو والعافیۃ اٰمین (ہم اللہ تعالیٰ سے فضل وبخشش طلب کرتے ہیں۔ آمین۔ ت)

ثالثاً اقول وباللہ التوفیق ابوداؤد وترمذی ونسائی وابن حبان وحاکم باسانید صحیحہ جیدہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ[1] اور ابوداود و دارمی وابوبکر بن ابی شیبہ استاد بخاری ومسلم حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ[2] اور نسائی وطبرانی بسند صحیح وابن ابی الدنیا اور حاکم بافادۂ تصحیح حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ[3] اور نسائی وحاکم بتصریح تصحیح وابوالقاسم طبرانی باسانید جیدہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ[4] اور نسائی وابن ابی الدنیا وحاکم وبیہقی حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا[5] سے روایت کرتے ہیں حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا جلس احدکم فی مجلس فلا یبرحن منہ حتی یقول ثلث مرات سبحٰنك اللھم ربنا وبحمدك لا الٰہ الا انت اغفرلی وتب علی فانکان اتی خیرا کان کالطابع علیہ وان کان مجلس لغو کان کفارۃ لما کان فی ذلك المجلس[1]

جب تم میں کوئی کسی جلسے میں بیٹھے تو زنہار وہاں نہ ہٹے جب تک تین بار یہ دعا نہ کرلے "پاکی ہے تجھے اے رب ہمارے، اور تیری تعریف بجالاتا ہوں، تیرے سوا کوئی سچا معبود نہیں میرے گناہ بخش اور مجھے توبہ دے" کہ اگر اس جلسے میں اُس نے کوئی نیک بات کہی ہے تو یہ دعا اس پر مُہر ہوجائے گی اور اگر وہ جلسہ لغو کا تھا جو کچھ اُس میں گزرا یہ دعا اس کا کفارہ ہوجائے گی۔

یہ لفظ بہ روایت امام ابوبکر ابن ابی الدنیا حدیث جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہیں، اور ابوبرزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یوں ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم — حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کوئی

---

[1] الترغیب والترہیب بحوالہ ابن ابی الدنیا کتاب الذکر والدعاء مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۲/۴۱۱
المعجم الکبیر مروی از جبیر بن مطعم مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲/۱۳۹
المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۵۳۷

Marfat.com

كان اذا جلس مجلسا او صلى تكلم بكلمات فسألته عائشة عن الكلمات فقال ان تكلم بخير كان طابعا عليهن الى يوم القيٰمة وان تكلم بشر كان كفارة له سبحٰنك اللهم وبحمدك استغفرك واتوب اليك[۱]

کسی مجلس میں بیٹھتے یا نماز پڑھتے کچھ کلمات فرماتے، ام المومنین نے وُہ کلمات پُوچھے، فرمایا وہ ایسے ہیں کہ اگر اس جلسہ میں کوئی نیک بات کہی ہے تو یہ قیامت تک اس پر مُہر ہوجائیں گے اور بُری کہی ہے تو کفارہ۔ الٰہی! میں تیری تسبیح وحمد بجا لاتا اور تجھ سے استغفار و توبہ کرتا ہوں۔

پس بحمد اللہ احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہوگیا کہ نمازِ عیدین کے بعد دُعا مانگنے کی خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تاکید فرمائی لفظ لایبرحن بنون تاکید ارشاد ہوا بلکہ انصاف کیجئے تو حدیثِ ام المومنین صلی اللہ تعالٰی علی زوجہا الکریم وعلیہا وسلم خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بعد نمازِ عیدین دعا مانگنا بتا رہی ہے کہ صلے زیر اذا داخل تو ہر صورت نماز کو عام و شامل اور منجملہ صور نماز عیدین، تو حکم مذکور انھیں بھی متناول، پس یہ حدیثِ جلیل بحمد اللہ خاص جزئیہ کی تصریح کامل۔

رابعًا اقول وباللہ التوفیق ان سب سے قطع نظر کیجئے تو دُعا مطلقًا اعظم مندوباتِ دینیہ و اجل مطلوباتِ شرعیہ سے ہے کہ شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیں بے تقییدِ وقت و تخصیصِ ہیأت مطلقًا اس کی اجازت دی اور اُس کی طرف دعوت فرمائی اور اس کی تکثیر کی رغبت دلائی اور اس کے ترک پر وعید آئی، مولٰی سبحٰنہ و تعالٰی فرماتا ہے:

وقال ربکم ادعونی استجب لکم[۲]

اور تمھارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

اور فرماتا ہے:

اجیب دعوۃ الداع اذا دعان[۳]۔

قبول کرتا ہوں دُعا کرنے والے کی دُعا جب مجھے پکارے۔

حدیثِ قدسی میں فرماتا ہے:

---

[۱] سنن النسائی کتاب السہو نوع من الذکر بعد التسلیم مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۱۹۷

[۲] القرآن ۴۰/۶۰

[۳] القرآن ۲/۱۸۶

Marfat.com

سے تو یُوں کہ مجلس نکرہ سیاقِ شرط میں واقع ہے تو عام ہوا، تلخیص الجامع الکبیر میں ہے :

النکرۃ فی الشرط تعم و فی الجزاء تخص کہی فی النفی والاثبات[1]

نکرہ مقامِ شرط میں عموم اور مقامِ جزا میں خصوص کا فائدہ دیتا ہے جیسا کہ نفی و اثبات میں ہے۔ (ت)

جامع صغیر میں ہے :

انہ نکرۃ فی موضع الشرط و موضع الشرط نفی والنکرۃ فی النفی تعم[2]

یہ موضع شرط میں نکرہ ہے اور مقامِ شرط نفی ہے اور نکرہ مقامِ نفی میں عموم کا مفید ہوتا ہے۔ (ت)

معہذا اسمائے شروط سب صورتوں کو عام ہوتے ہیں، امام محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں :

اذا عام فی الصور علی ما ھو حال اسماء الشرط[3]

اذا تمام صورتوں میں عام ہے جیسا کہ اسماءِ شرط کا حال ہوتا ہے۔ (ت)

تو قطعاً تمام صلوات فریضہ و واجبہ و نافلہ کے جلسے اس حکم میں داخل اور ادعائے تخصیص بے مخصص محض مردود و باطل، اور جہت معنے سے یُوں کہ جلسہ خیر سے اُٹھتے وقت یہ دُعا کرنا اُس خیر کے نگاہداشت کے لئے ہے تو جو خیر جس قدر اکبر و اعظم اُسی قدر اُس کا حفظ ضروری و اہم، اور بلاشبہہ خیر نماز سب چیزوں سے افضل و اعلیٰ تو ہر نماز کے بعد اس دعا کا مانگنا مؤکد تر ہوا یا رب، مگر نمازِ عیدین نماز نہیں یا اس کے حفظ کی جانب نیاز نہیں یا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمادیا ہے کہ ہمارا یہ ارشاد ماورائے عیدین یا ماسوائے نماز میں ہے یا اس کے بعد یہ دُعا کرنا، سبحٰن اللہ مَیں جلسہ صلوات کا اس حکم میں دخول عموم لفظ و شہادت معنی سے ثابت کرتا ہوں خود حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیوں نہ ذکر کروں جس میں صاف تصریح کہ حضور پُرنور سیدالمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنفسِ نفیس جلسہ نماز کو اِس حکم میں داخل فرمایا تخریج حدیث تو اوپر سُن چکے کہ نسائی و ابن ابی الدنیا و حاکم و بیہقی نے روایت کی اب لفظ سنئے، سُنن نسائی کی نوع من الذکر بعد التسلیم میں ہے :

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

یعنی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب

---

[1] تلخیص الجامع الکبیر

[2] الجامع الصغیر

[3] فتح القدیر

Marfat.com

احادیثِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس باب میں سرحدِ تواتر پر خیمہ زن، ایک جملہ صالحہ اُن سے حضرت خاتم المحققین سنام المدققین سیّدنا الوالد قدس سرہ الماجد نے رسالہ مستطابہ "احسن الوعا لآداب الدعا" میں ذکر فرمایا اور فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اس کی شرح مسمّی بہ "ذیل المدعا لاحسن الوعا" میں اُن کی تخریجات کا پتا بتایا، باقی کتاب الترغیب امام منذری وحصن حصین امام ابن الجزری وغیرہما تصانیف علمااِن احادیث کی کفیل ہیں، مَیں بخوفِ اطالت احادیثِ فضائل سے عطفِ عنان کرکے صرف اُن بعض حدیثوں پر اقتصار کرتا ہُوں جن میں دُعا کی تاکید یا اُس کے ترک پر تہدید یا اُس کی تکثیر کا حکم اکید ہے۔

حدیث ۱: عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

علیکم عباد اللہ بالدعاء[1]۔ رواہ الترمذی مستغربًا والحاکم وصححہ۔

خدا کے بندو! دُعا کو لازم پکڑو۔ اسے ترمذی نے روایت کرکے غریب کہا اور حاکم نے روایت کرکے صحیح کہا۔

حدیث ۲: زید بن خارجہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

صلوا علیّ واجتہدوا فی الدعاء[2]۔ رواہ الامام احمد والنسائی والطبرانی فی الکبیر وابن سعد وسمویہ والبغوی والباوردی وابن قانع۔

مجھ پر درود بھیجو اور دُعا میں کوشش کرو۔ اسے امام احمد، نسائی اور طبرانی نے کبیر میں، ابن سعد، سمویہ، بغوی، باوردی اور ابن قانع نے روایت کیا۔

حدیث ۳: انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث میں ہے سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتعجزوا فی الدعاء فانہ لن یہلک مع الدعاء احد[3]۔ رواہ ابن حبان فی صحیحہ والحاکم وصححہ۔

دُعا میں تقصیر نہ کرو جو دُعا کرتا رہے گا ہرگز ہلاک نہ ہوگا۔ اسے ابن حبان نے صحیح میں اور حاکم نے روایت کرکے صحیح قرار دیا۔

حدیث ۴: جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تدعون اللہ لیلکم ونہارکم فان الدعاء

رات دن خدا سے دُعا مانگو کہ دعا مسلمان کا

---

[1] جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۹۳/۲

[2] سنن النسائی باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۹۰/۱

[3] المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء مطبوعہ دار الفکر بیروت ۴۹۴/۱

Marfat.com

أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ وَأَنَا مَعَهٗ إِذَا دَعَانِيْ۔[1] رواه البخاري و مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجة عن ابی هریرة عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن ربه۔

میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں اور میں اُس کے ساتھ ہوں جب مجھ سے دُعا کرے۔ اسے بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے آپ نے اپنے رب عزوجل سے روایت کیا۔

اور فرماتا ہے:

یَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِیْ غَفَرْتُ لَكَ عَلٰی مَا كَانَ مِنْكَ وَلَا اُبَالِیْ۔[2] رواه الترمذی وحسنه عن انس بن مالك عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن ربه تبارك و تعالٰی۔

اے فرزندِ آدم! تُو جب تک مجھ سے دُعا مانگے جائیگا اور اُمید رکھے گا تیرے کیسے ہی گناہ ہوں بخشتا رہوں گا اور مجھے کچھ پروا نہیں۔ ترمذی نے روایت کرکے اسے حسن قرار دیا ہے اور اسے حضرت انس بن مالک سے انھوں نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے آپ نے اپنے رب تبارک و تعالٰے سے بیان فرمایا۔

اور فرماتا ہے عزوجل:

مَنْ لَّا یَدْعُوْنِیْ اَغْضِبُ عَلَیْهِ۔[3] رواه العسکری فی المواعظ بسند حسن عن ابی هریرة عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن ربه تعالٰی و تقدس۔

جو مجھ سے دُعا نہ کرے گا میں اس پر غضب فرماؤں گا اسے عسکری نے مواعظ میں سندِ حسن کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اور آپ نے رب تعالٰی و تقدس سے بیان فرمایا۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب التوحید مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۱۰۱
صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء ر نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/۳۴۱ و ۳۴۳ و ۳۵۴
[2] جامع الترمذی ابواب الزہد مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۶۲
[3] کنز العمال بحوالہ العسکری فی المواعظ حدیث ۳۱۲۷ مطبوعہ مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت ۲/۶۳
سُنن ابنِ ماجہ باب فضل الدعاء مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۸۰

Marfat.com

تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من سرہ ان یستجیب اللہ لہ عند الشدائد فلیکثر من الدعاء عند الرخاء[1]۔ رواہ الترمذی عن ابی ھریرۃ والحاکم عنہ وعن سلمان وقال صحیح واقروہ۔

جسے خوش آئے کہ اللہ تعالیٰ سختیوں میں اس کی دُعا قبول فرمائے وہ نرمی میں دُعا کی کثرت رکھے۔ اسے ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور حاکم نے ان سے اور حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرکے فرمایا کہ یہ صحیح ہے اور محدثین نے اس کی صحت کو برقرار رکھا۔

حدیث ۱۱: ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من لم یسأل اللہ یغضب علیہ[2]۔ رواہ احمد وابن ابی شیبۃ والبخاری فی الادب المفرد والترمذی وابن ماجۃ والبزار وابن حبان والحاکم وصححاہ۔

جو اللہ تعالیٰ سے دُعا نہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر غضب فرمائے گا۔ اسے امام احمد، ابن ابی شیبہ اور بخاری نے ادب المفرد میں، ترمذی، ابن ماجہ، بزار، ابن حبان اور حاکم نے روایت کرکے صحیح کہا۔

ایہا المسلمون تم نے اپنے مولا جل وعلا اور اپنے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات سُنے اُن میں کہیں بھی تخصیص و تقیید کی بُو ہے، یہ تو بارہا فرمایا کہ دُعا کرو، کہیں یہ بھی فرمایا کہ فلاں نماز کے بعد نہ کرو؟ یہ تو صاف ارشاد ہوا ہے کہ جس وقت دعا کرو گے میں سُنوں گا، کہیں یہ بھی فرمایا کہ فلاں وقت کرو گے تو سنوں گا؟ یہ تو بتاکید بار بار حکم آیا ہے کہ دُعا سے عاجز نہ ہو، دعا میں کوشش کرو، دعا کو لازم پکڑو، دعا کی کثرت رکھو، رات دن دُعا مانگو، کہیں یہ بھی فرمایا ہے کہ فلاں نماز کے بعد نہ مانگو؟ یہ تو ڈر سنایا گیا ہے کہ جو دُعا نہ مانگے گا اس پر غضب ہوگا، کہیں یہ بھی فرمایا ہے کہ فلاں نماز کے بعد جو مانگے گا اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوگا؟ اور جب کہیں نہیں تو خدا اور رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس چیز کو عام و مطلق رکھا دوسرا اسے

---

[1] جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۷۴

[2] " " " ۲/۱۷۳

ادب المفرد باب ۲۸۶ حدیث ۶۵۸ " المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل ص ۱۷۱

مسند احمد بن حنبل مروی از ابوہریرہ رضی اللہ عنہ " دار الفکر بیروت ۲/۴۴۳

مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الدعاء حدیث ۹۲۱۸ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۰/۲۰۰

Marfat.com

سلاح المؤمن[1] رواہ ابو یعلی — ہتھیار ہے۔ اسے ابو یعلی نے روایت کیا ہے۔

حدیث ۵: عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث میں ہے رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اکثروا الدعاء بالعافیۃ[2] رواہ الحاکم بسند حسن۔ — عافیت کی دعا اکثر مانگ۔ امام حاکم نے اسے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حدیث ۶: انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث میں ہے سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اکثر من الدعاء فان الدعاء یرد القضاء المبرم[3] اخرج ابوالشیخ فی الثواب۔ — دعا کی کثرت کر کہ دعا قضائے مبرم کو رَد کرتی ہے۔ اسے ابوالشیخ نے ثواب میں نقل کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح فقیر کے رسالہ ذیل المدعا میں دیکھئے۔

حدیث ۷ و ۸: عبادہ صامت وابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیثوں میں ہے ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دُعا کی فضیلت ارشاد فرمائی، صحابہ نے عرض کی: اذا نکثر ایسا ہے تو ہم دُعا کی کثرت کریں گے، فرمایا: اللہ اکثر اللہ عزوجل کا کرم بہت کثیر ہے وفی الروایۃ الاخری (دُوسری روایت میں ہے۔ ت) اللہ اکبر اللہ بہت بڑا ہے،

رواہ الترمذی والحاکم عن عبادۃ وصححاہ واحمد والبزار وابو یعلی باسانید جیدۃ والحاکم وقال صحیح الاسناد عن ابی سعید رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ — اسے امام ترمذی اور حاکم نے حضرت عبادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرکے صحیح قرار دیا، امام احمد، بزار اور ابو یعلی نے اسانید جیدہ کے ساتھ روایت کیا ہے اور حاکم نے حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرکے فرمایا کہ اس کی سند صحیح ہے۔ (ت)

حدیث ۹ و ۱۰: سلمان فارسی وابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیثوں میں ہے حضور والا صلی اللہ

---

[1] مسند ابی یعلی مروی از جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث ۱۸۰۶ مطبوعہ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۲/ ۳۲۹

[2] المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/ ۵۲۹

[3] کنزالعمال بحوالہ ابی الشیخ عن انس رضی اللہ عنہ حدیث ۳۱۲۰ مطبوعہ مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت ۲/ ۶۳

[4] جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۱۷۳

مسند احمد بن حنبل مروی از ابوسعید الخدری مطبوعہ دارالفکر بیروت ۳/ ۱۸

Marfat.com

اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا مجنون[1] ذکرِ الٰہی کی یہاں تک کثرت کرو کہ لوگ مجنون بتائیں۔

و حدیث حسن عبد اللہ بن بُسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لایزال لسانك رطبا من ذکر اللہ[2] ہمیشہ ذکرِ الٰہی میں تر زبان رہ۔

حدیث جید الاسناد ام انس رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضورِ والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اکثری من ذکر اللہ فانك لاتاتین بشیئ احب الیہ من کثرۃ ذکرہ[3]۔ اللہ کا ذکر بکثرت کر کہ تُو کوئی چیز ایسی نہ لائے جو خدا کو اپنی کثرتِ ذکر سے زیادہ پیاری ہو۔

و حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من لم یکثر ذکر اللہ فقد برئ من الایمان[4] جو ذکرِ الٰہی کی کثرت نہ کرے وہ ایمان سے بیزار ہوگیا۔

و حدیث صحیح ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یذکر اللہ تعالیٰ علی کل احیانہ[5]۔ حضور پُرنور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر وقت ذکرِ خدا فرمایا کرتے۔

الیٰ غیر ذٰلك من الاحادیث والاٰثار (ان کے علاوہ متعدد احادیث و آثار ہیں۔ ت) یہاں صرف بعض آیات اور ان کی تفسیروں پر اقتصار ہوتا ہے جو عموم تمامی اوقات و احوال میں نص ہیں:

آیت ۱: قال جل ذکرہ:

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ[6] اللہ کا ذکر کرو کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر۔

علمائے کرام اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جمیع احوال میں ذکرِ الٰہی و دُعا کی مداومت کرو۔ بیضاوی

---

[1] المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۴۹۹
[2] جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۷۳
[3] دُرِ منثور بحوالہ الطبرانی ذکراً کثیراً کے تحت مذکور ہے مطبوعہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۵/۲۰۵
[4] 〃 〃 المعجم الاوسط 〃 〃 〃 〃 〃 〃
الترغیب والترہیب کتاب الذکر والدعاء مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۲/۴۰۱
[5] سُنن ابی داؤد باب فی الرجل یذکر اللہ تعالیٰ علی غیر وضوء مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۴
[6] القرآن ۴/۱۰۳

Marfat.com

مخصوص ومقید کرنے والا کون؟ خدا و رسول عزّ مجدہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس چیز سے منع نہ فرمایا دوسرا اسے منع کرنے والا کون؟ قال تعالیٰ:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۞[1]

اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا۔

اصل یہ ہے کہ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ[2] حکم صرف خدا ہی کے لئے ہے۔ جس چیز کو اس نے کسی ہیأتِ خاصہ محلِ معیّن سے مخصوص اور اس پر مقصور ومحصور فرمایا اُس سے تجاوز جائز نہیں جو تجاوز کرے گا دین میں بدعت نکالے گا اور جس چیز کو اُس نے ارسال و اطلاق پر رکھا ہرگز کسی ہیأت ومحل پر مقتصر نہ ہوگی اور ہمیشہ اپنے اطلاق ہی پر رہے گی جو اس سے بعض صور کو جُدا کرے گا دین میں بدعت پیدا کرے گا ذکر و دُعا اسی قبیل سے ہیں کہ زنہار شرعِ مطہر نے اُنھیں کسی قید وخصوصیت پر محصور نہ فرمایا بلکہ عموماً ومطلقاً اُن کی تکثیر کا حکم دیا۔ دُعا کے بارے میں آیات وحدیث سُن ہی چکے اور دلائل مطلقہ تکثیر ذکر جنھیں اس سلسلہ شمار میں (**خامساً**) کہئے کہ ہر دُعا بالبداہۃ ذکرِ الٰہی ہے اور اُس پر علما نے تنصیص بھی فرمائی، مولانا قاری شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: کل دعاء ذکر (ہر دُعا ذکر ہے۔ ت) تو اجازت عامہ ذکر کے دلائل بعینہا اجازت عامہ کے دلائل ہیں کہ تعمیم افراد اَعم[عہ] یا مساوی، لاجرم تعمیم افراد اَخص مساوی ہے کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ ت) ان دلائل جلائل کا وفور کامل حدّ احصا کا طرف مقابل، فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اپنے رسالہ نسیم الصبا فی ان الاذان یحول الوباء میں اس مدعا پر بکثرت آیات واحادیث لکھیں، از انجملہ حدیث حسن ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عہ ذکر اعم صرف بنظرِ کلیہ حاصرہ ہے ورنہ سابق گزرا کہ دوسری طرف سے یہی کلیہ ہے تو دعا و ذکر قطعاً متساوی اور اب اتحاد ادلہ اور بھی واضح وجلی ۱۲ منہ (م)

---

[1] القرآن ۱۶/ ۱۱۶

[2] القرآن ۶/ ۵۷

Marfat.com

آیت سے یہ مراد کہ ذکر الٰہی جمیع اوقات میں کرو۔

آیت ۴ : قال تبارک مجدہ :

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا[1] اور بکثرت خدا کا ذکر کرو۔

معالم میں ہے : فی جمیع المواطن علی السراء والضراء[2] تمام مواضع میں خوشی و تکلیف میں۔

آیت ۵ : قال تقدس اوصافہ :

وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا[3]

خدا کو بکثرت یاد کرنے والے مرد اور بکثرت یاد کرنے والی عورتوں کے لئے اللہ نے مغفرت اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

مولٰنا شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہٗ ما ثبت بالسنۃ میں لکھتے ہیں :

لا یخفی ان الذکر والتسبیح والتہلیل والدعاء لاباس بہ لانہا مشروعۃ فی کل الامکنۃ و الازمان[4]

پوشیدہ نہیں کہ ذکر و تسبیح و تہلیل و دعا میں کچھ مضائقہ نہیں کہ یہ چیزیں تو ہر جگہ اور ہر وقت مشروع ہیں۔

اللہ اللہ کیا ستم جری ہیں وہ لوگ کہ قرآن و حدیث کی ایسی عام مطلق اجازتوں کے بعد خواہی نخواہی بندگانِ خدا کو اس کی یاد و دعا سے روکتے ہیں حالانکہ اُس نے ہرگز اس دعا سے ممانعت نہ فرمائی،

قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ[5]

اے حبیب! ان سے پُوچھئے کہ اللہ نے اس کی تمھیں اجازت دی ہے یا اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو۔ (ت)

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

پس بحمد اللہ آفتاب روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ دعائے مذکور فی السوال قطعاً جائز و مندوب، اور اس سے ممانعت محض بے اصل و باطل و معیوب،

---

[1] القرآن ۸/۴۵ و ۶۲/۱۰
[2] معالم التنزیل علی ہامش خازن پ ۲۱ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵/۲۴۵
[3] القرآن ۳۳/۳۵
[4] ما ثبت بالسنۃ خاتمہ کتاب ادارہ نعیمیہ رضویہ لاہور ص ۳۲۶
[5] القرآن ۱۰/۵۹

Marfat.com

میں ہے :

داوموا علی الذکر فی جمیع الاحوال[1] — تمام احوال میں ذکر پر مداومت کرو۔ (ت)

ای داوموا علی ذکر اللہ تعالیٰ فی جمیع الاحوال[2] — یعنی تمام احوال میں اللہ تعالیٰ کے ذکر پر دوام اختیار کرو۔ (ت)

ارشاد العقل السلیم میں ہے :

داوموا علی الذکر اللہ تعالیٰ وحافظوا علی مراقبتہ ومناجاتہ ودعائہ فی جمیع الاحوال[3] — تمام احوال میں اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مداومت کرو، اور مراقبہ، مناجات اور رب سے دعا کی محافظت کرو۔ (ت)

آیت ۲ : قال عزّ اسمہ :

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا[4] — اے ایمان والو! اللہ کا ذکر بکثرت کرو۔

علامۃ الوجود مفتی ابوالسعود ارشاد میں ارشاد فرماتے ہیں : یعم الاوقات والاحوال[5] یہ آیت تمام اوقات و احوال کو عام ہے۔

آیت ۳ : قال تعالیٰ شانہ :

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا[6] — اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کو یاد کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

امام نسفی کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں : ارید بہ ذکر اللہ تعالیٰ فی الاوقات کلہا[7] اس

---

[1] انوار التنزیل المعروف بتفسیر البیضاوی آیۂ مذکورہ کے تحت مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۰۴

[2] تفسیر النسفی المعروف بتفسیر المدارک 〃 〃 〃 〃 دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۲۴۸

[3] تفسیر ارشاد العقل السلیم 〃 〃 〃 احیاء التراث الاسلامی بیروت ۲/ ۲۲۸

[4] القرآن ۳۳/ ۴۱

[5] تفسیر ارشاد العقل السلیم آیۂ مذکورہ کے تحت مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی بیروت ۷/ ۱۰۶

[6] القرآن ۲/ ۲۰۰

[7] کافی شرح وافی

Marfat.com

عوض اس امام کا ارشاد نقل کرتے خصوصاً جبکہ سائل درخواست کرچکا تھا کہ بینوا وافتوا بالسند الکتاب (کتاب ک
سند کے ساتھ بیان کرو اور فتوٰی دو۔ ت) تو آج کل کے ہندی علماء کا نہ دیکھنا نہ ہونے کی دلیل کیونکر ہوسکتا ہے
آخر نہ دیکھا کہ فقیر غفرلہ المولی القدیر نے حدیث صحیح سے اُس کا نص صریح ائمۂ تابعین قدست اسرارہم سے واضح کرد
والحمدللہ رب العٰلمین پھر خصوص جزئیہ سے قطع نظر کیجئے جس کا التزام عقلاً ونقلاً کسی طرح ضرور نہیں جب ت
فقیر نے خود حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے جس جس طرح اس کا ثبوت روشن کیا منصف غیر متعص
اس کی قدر جانے گا والحمدللہ والمنۃ، پھر سوال میں تبع تابعین وائمہ اربعہ سے استفسار تھا مجیب نے اُن
کی نسبت اُس قدر بھی نہ لکھا کہ نظر سے نہ گزرا، اب خواہ ان سے ثبوت نہ دیکھا یا پوری بات کا جواب نہ ہوا، بہرحال
محلِ نظر واستناد مستند صرف اس قدر کہ مجیب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے نفی ثبوت کرتے ہیں اور تقریب
یہ کہ حدیثوں میں یہی وارد ہے کہ نماز کے متصل خطبہ اور خطبہ کے متصل معاودت فرماتے تو دعا کا وقت کون سا ر
اس تقدیر پر ثبوتِ عدم کا ادعا ہوگا، دوسرے یہ کہ حدیثوں میں صرف نماز وخطبہ ومعاودت کا ذکر ہے دعا مذکو
نہیں، یہ عدم ثبوت کا دعوٰی ہوگا، اور کلامِ مجیب سے یہی ظاہر ہے کہ ثابت نہیں کہتے ہیں نہ کہ نہ کرنا ہی ثابت
ہے، اور لفظ "اسی قدر معلوم ہوتا ہے" بھی اسی طرف ناظر کہ اگر اس سے اثباتِ عدم مقصود ہوتا تو طرزِ اد
یہ تھی کہ حدیثوں سے صاف ثابت کہ نماز وخطبہ ومعاودت میں فصل نہ تھا پس دُعا نہ مانگنا ثابت ہُوا، بایں ہمہ شای
حضرات مانعین اپنے نفع کے گمان سے کلامِ مجیب کو خواہ مخواہ محلِ اول پر حمل کریں، لہذا فقیر غفرلہ المولی القدی
دونوں محل پر کلام کرتا ہے وباللہ التوفیق۔

محلِ اوّل پر یہ کلام خود ہی بوجوہ کثیر باطل:

اوّلاً یہ تو اصلاً کسی حدیث میں نہیں کہ حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سلام پھیرتے ہی
بفور حقیقی معاً خطبہ فرماتے تھے اور خطبہ ختم فرماتے ہی بے فصل فوراً واپس تشریف لاتے غایت یہ کہ کسی
حدیث میں فائے تعقیب آنے سے استدلال کیا جائے مگر وُہ ہرگز اتصال حقیقی پر دال نہیں کہ دو حرف دعا ک
فصل کی مانع ہو۔ فواتح شرح مسلم میں فرمایا:

الفاء للترتیب علی سبیل التعقیب من غیر مہلۃ وتراخ یعد فی العرف مہلۃ وتراخیاً۔[1]

فاء ترتیب کے لئے ہے یہ بغیر مہلت وتراخی کے تعاقب کے لئے ہے عرف میں اسے مہلت شما
کیا جاتا ہے اور تراخی بھی صحیح ہے۔ (ت)

۱؎ فواتح الرحموت بذیل المستصفی مسئلہ الفاء للترتیب مطبوعہ مطبعۃ امیریہ قم ایران ۱/۳۴

Marfat.com

والحمد للّٰہ ھادی القلوب والصلوٰۃ والسلام علیٰ شفیع الذنوب وآلہ وصحبہ عدیمی العیوب ما تناوب للشمس الطلوع والغروب اٰمین!

سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو دل کو رہنمائی عطا کرنے والا ہے اور صلوٰۃ وسلام ہو گناہوں کی شفاعت کرنے والے پر آپ کی آل واصحاب پر جن کے عیوب معدوم ہیں جب تلک شمس کے لئے طلوع وغروب ہے، آمین! (ت)

العید الثانی وبجود الحبیب حصول الامانی (اللہ تعالٰی کی توفیق ہی سے مقاصد کا حصول ہے۔ ت) پہلے وُہ فتوی پیشِ نظر رکھ لیجئے کہ مستندین کا حاصل سعی ومبلغ وہم ظاہر ہو حاشا اس فتوے میں جواز وعدمِ جواز کی اصلاً بحث نہیں، نہ سائل نے اس سے پوچھا نہ مجیب نے ناجائز لکھا بلکہ **سوال** یوں ہے ماقولھم رحمھم اللہ تعالٰی (ان رحمہم اللہ تعالٰی کا کیا قول ہے۔ ت) اس مسئلہ میں کہ جناب رسولِ مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اصحاب وتابعین وتبع تابعین وائمہ اربعہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین بعد نماز عیدین کے دُعا مانگتے تھے یا بعد پڑھنے خطبہ عیدین کے کھڑے کھڑے یا بیٹھ کر یا بدون ہاتھ اٹھائے بینوا وافتوا بسند الکتاب توجروا عند اللہ یحسن الماٰب (کتاب کی سند کے ساتھ اسے بیان کرکے اللہ تعالٰی کے ہاں سے بہتر اجر وجزا پاؤ۔ ت) اور **جواب** یہ ھو المصوب روایاتِ حدیث سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نمازِ عید سے فراغت کرکے خطبہ پڑھتے تھے اور بعد اس کے معاودت فرماتے، دعا مانگنا بعد نماز یا خطبہ کے آپ سے ثابت نہیں، اسی طرح صحابہ کرام وتابعینِ عظام سے ثبوت اس امر کا نظر سے نہیں گزرا۔ واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبدالحی
ابو الحسنات

اقول وباللہ التوفیق وبہ العروج علی اوج التحقیق (اللہ کی توفیق اور تحقیق کی بلندی پر اسی سے عروج ہے۔ ت) قطع نظر اس سے کہ یہ فتوی محلِ احتجاج میں کہاں تک پیش ہوسکتا ہے حضرات مانعین کو ہرگز مفید نہ ہمیں مضر، جواز وعدم کا تو اس میں ذکر ہی نہیں، سائل ومجیب دونوں کا کلام ورود وعدمِ ورود میں ہے پھر مجیب نے صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ثابت نہ ہونے پر جزم بھی نہ کیا صرف اپنی نظر سے نہ گزرنا لکھا اور ہر عاقل جانتا ہے کہ نہیں اور نہ دیکھا میں زمین وآسمان کا فرق ہے یہاں کے جواکابر ماہرانِ فنِ حدیث ہیں بارہا فرماتے ہیں ہم نے نہ دیکھی اور دوسرے محدثین اس کا پتا دیتے ہیں فقیر نے اس کی متعدد مثالیں اپنے رسالہ صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین میں ذکر کیں پھر یہ نہ دیکھنا بھی مجیب خاص اپنا بیان کررہے ہیں نہ کہ ائمہ شان نے اس طرح کی تصریح فرمائی کہ ایسا ہوتا تو نظر سے نہ گزرا کے

Marfat.com

بل یحمل علی الاتیان بھا بعدھا لان السنۃ من لواحق الفریضۃ وتوابعھا ومکملاتھا فلن تکن اجنبیۃ عنھا فما یفعل بعدھا یطلق علیہ انہ عقیب الفریضۃ[1]

کیونکہ سنتیں فرائض کے لواحقات، توابع اور ان کی تکمیل کا سبب ہیں لہذا یہ فرائض سے اجنبی نہیں ہیں جو ان سنن کے بعد ہو اس پر یہ اطلاق کیا جا سکتا ہے کہ وہ فرائض کے بعد ہُوا۔ (ت)

ثالثاً مانا کہ مفاد فاً اتصال حقیقی ہے تاہم خُوب متنبہ رہنا چاہئے کہ حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نَو برس عید کی نمازیں پڑھی ہیں تو احادیث متعددہ کو وقائع متعددہ پر محمول ہونا ممکن، پس اگر ایک حدیث صلٰوۃ وخطبہ اور دوسری خطبہ وانصراف میں وقوعِ اتصال پر دلالت کرے اصلاً بکارآمد نہیں کہ ایک بار بعد خطبہ دوبارہ بعد نماز دعا کا عدم ثابت نہ ہوگا تو (یُوں وہ) مقصود سے منزلوں دور ہے کما لایخفی۔

رابعاً مسلّم کہ ایک ہی حدیث میں دونوں اتصال مصرح ہوں تاہم بلفظ دوام تو اصلاً کوئی حدیث نہ آئی ومن ادعی فعلیہ البیان (اور جو اس کا دعوٰی کرتا ہے وُہ دلیل لائے۔ ت) اور ایک آدھ جگہ صلے فخطب فعاد (نماز پڑھائی، پس خطبہ دیا اور لَوٹ گئے۔ ت) ہو بھی تو واقعہ حال ہے اور وقائع حال کے لئے عموم نہیں کما نصوا علیہ (جیسا کہ علماء نے اس پر تصریح کی ہے۔ ت) اور ہم قائلِ وجوب و لزوم نہیں کہ ترک مرۃً ہمارے منافی ہو اور اگر لفظ کان یصلی فیخطب فیعود (آپ نماز پڑھاتے خطبہ دیتے اور لَوٹ جاتے۔ ت) بھی فرض کرلیں تو ہنوز اس کا تکرار پر دلیل ہونا محلِ نزاع نہ کہ دوام، خود مجیب اپنے رسالہ غایۃ المقال میں کلامِ حافظ ابوزرعہ عراقی:

ان فی الصحیحین وغیرھما عن سعید بن یزید قال سألت انس بن مالک اکان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یصلی فی نعلیہ فقال نعم وظاھرہ ان ھذا کان شانہ وعادتہ المستمرۃ دائما الخ[2]

بخاری ومسلم وغیرہما میں حضرت سعید بن یزید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھا کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نعلین کے اندر نماز ادا فرماتے تھے؟ انھوں نے فرمایا: ہاں۔ اس کے ظاہر سے یہی محسوس ہوتا ہے کہ آپ کا دائمی معمول تھا الخ (ت)

نقل کر کے لکھتے ہیں:

---

[1] ردالمحتار فصل واذا ارادوا الشروع الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۹۱

[2] رسالہ غایۃ المقال من مجموعہ رسائل عبدالحی فصل فی الصلٰوۃ مطبع چشمۂ فیض لکھنؤ ص ۱۰۹

Marfat.com

یا ہذا یہ تدقیقات ضیفہ فلسفیہ نہیں محاورات صافیہ عرفیہ ہیں، اگر زید وعدہ کرلے نماز پڑھ کر فوراً آتا ہوں تو نماز کے بعد معمولی دو حرفی دعا ہرگز عرفاً یا شرعاً مبطل فور و موجب خلاف وعدہ نہ ہوگی، مسئلہ سجود تلاوت صلاتیہ میں سُنا ہی ہوگا کہ دو آیتیں بالاتفاق اور تین علی الاختلاف قاطع فور نہیں۔

ثانیاً دُعا تابع ہے اور توابع فاصل نہیں ہوتے، واجبات میں ضم سورت سُنا ہوگا مگر آمین فاصل نہیں کہ تابع فاتحہ ہے، حضور پُرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تسبیح حضرت بتول زہرا صلوات اللہ وسلامہ علی ابیہا الکریم وعلیہا کی نسبت فرمایا،

معقبات لایخیب قائلھن[۱]. رواہ احمد و مسلم والترمذی والنسائی عن کعب بن عجرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

کچھ کلمات نماز کے بعد بلافاصلہ کہنے کے ہیں جن کا کہنے والا نامراد نہیں رہتا۔ اسے امام احمد، مسلم، ترمذی اور نسائی نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

بااینہمہ علما فرماتے ہیں اگر سُنن بعدیہ کے بعد پڑھے تعقیب میں فرق نہ آئے گا کہ سنن توابع فرائض سے ہیں درمختار میں ہے:

یکرہ تاخیر السنۃ الا بقدر اللّٰھم انت السلام[۲] الخ

سُنتوں میں اللھم انت السلام الخ کی مقدار سے زائد تاخیر مکروہ ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لما رواہ مسلم والترمذی عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یقعد الا بمقدار ما یقول اللّٰھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام واما ما ورد من الاحادیث فی الاذکار عقیب الصلوٰۃ فلا دلالۃ فیہ علی الاتیان بھا قبل السنۃ

کیونکہ مسلم اور ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف اللھم انت السلام و منک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام کی مقدار ہی بیٹھتے تھے، اور دیگر روایات میں جو نماز کے بعد اذکار کا ذکر ہے اس میں یہ دلالت نہیں کہ وہ اذکار سنن سے پہلے ہوتے تھے بلکہ بعد میں بھی بجا لائے جاسکتے ہیں

---

[۱] سُنن النسائی نوع آخر من عدد التسبیح مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۱۹۸

[۲] درمختار فصل واذا ارادوا الشروع الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۷۹

Marfat.com

حدیث ۳ : اسی کے باب استقبال الامام الناس فی خطبة العید میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے :

خرج النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوم اضحی فصلی العید رکعتین ثم اقبل علینا بوجھہ وقال الحدیث[1]

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اضحٰی کے دن تشریف لائے پھر عید کی دو رکعات پڑھائیں پھر آپ نے ہماری طرف رُخِ انور کیا اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ (ت)

حدیث ۴ : اسی میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے :

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یصلی یوم النحر ثم خطب الحدیث[2]

بلاشبہہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عید الاضحی کے روز نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا۔ (ت)

حدیث ۵ : اسی میں حضرت جندب بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے :

صلی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوم النحر ثم خطب ثم ذبح[3]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قربانی کے دن نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا پھر قربانی کی (ت)

حدیث ۶ : جامع ترمذی میں بافادہ تحسین وتصحیح حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے :

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وابوبکر وعمر یصلون فی العیدین قبل الخطبة ثم یخطبون[4]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما عیدین کی نماز خطبہ سے پہلے پڑھاتے تھے پھر خطبہ دیتے۔ (ت)

حدیث ۷ : سُنن نسائی میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے :

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یخرج یوم العید فیصلی رکعتین ثم یخطب[5]

بلاشبہہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عید کے دن باہر تشریف لاتے آپ دو رکعتیں پڑھاتے پھر خطبہ دیتے (ت)

---

[1] صحیح البخاری	کتاب العیدین	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی	۱۳۳/۱
[2] "	"	" " "	۱۳۴/۱
[3] "	"	" " "	۱۳۴/۱
[4] جامع الترمذی	باب فی صلوٰة العیدین	" امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی	۷۰/۱
[5] سنن نسائی	کتاب صلوٰة العیدین	" نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی	۲۳۴/۱

Marfat.com

ما ذکرہ من دلالۃ حدیث انس علی کون العادۃ النبویۃ مستمرۃ بالصلوٰۃ فی النعال منظور فیہ لعدم وجود مایدل علیہ فیہ ولعلہ استخرجہ من لفظ کان وھو استخراج ضعیف لما نص علیہ الامام النووی فی کتاب صلوٰۃ اللیل من شرح صحیح مسلم من ان لفظ کان لایدل علی الاستمرار والدوام فی عرف اھل الاصول۔[1]

حدیث انس سے ان کا اس پر استدلال کہ نعلین میں نماز ادا کرنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت دائمی تھی محلِ نظر ہے کیونکہ الفاظِ حدیث میں ایسی کوئی شئی موجود نہیں شاید انھوں نے لفظ کان سے استنباط کیا ہو حالانکہ یہ استنباط ضعیف ہے کیونکہ امام نووی نے شرح مسلم کے کتاب صلوٰۃ اللیل میں تصریح کی ہے کہ لفظ کان محدثین کے عرف میں ہرگز دوام و استمرار پر دلالت نہیں کرتا۔ (ت)

اس مسئلہ کی تمام تحقیق فقیر کے رسالہ التاج المکلل فی انارۃ مدلول کان یفعل ۱۳۰۵ھ میں ہے۔

خامساً یہ سب تو بالائی کلام تھا احادیث پر نظر کیجئے تو وہ اور ہی کچھ اظہار فرماتی ہیں صحاح ستّہ وغیرہا خصوصاً صحیحین میں روایات کثیرہ بلفظ ثم وارد، ثم فاصلہ ومہلت چاہتا ہے تو ادعا کہ احادیث میں اتصال ہی آیا محض غلط بلکہ حرفِ اتصال اگر دو ایک حدیث میں ہے تو کلمۂ انفصال آٹھ دس میں، اب روایات سُنئے:

حدیث ۱: صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے:

واللفظ لمسلم قال شھدت صلوٰۃ الفطر مع نبی اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وابی بکر وعمر وعثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہم فکلھم یصلیھا قبل الخطبۃ ثم یخطب۔[2]

مسلم کے الفاظ یہ ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہم کی معیت میں نماز عید الفطر ادا کی ان سب نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا۔ (ت)

حدیث ۲: صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یصلی فی الاضحی والفطر ثم یخطب بعد الصلوٰۃ۔[3]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عید الاضحی اور عید الفطر کی نماز پڑھاتے پھر نماز کے بعد خطبہ ارشاد فرماتے۔ (ت)

[1] رسالہ غایۃ المقال من مجموعہ رسائل عبدالحی فصل فی الصلوٰۃ مطبع چشمہ فیض لکھنؤ ص ۱۰۹
[2] صحیح مسلم کتاب العیدین مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۲۸۹
[3] صحیح البخاری 〃 〃 قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۱

Marfat.com

اقول تم مستدل ہو اور مستدل کو احتمال کافی نہیں خصوصاً خلافِ اصل کما لایخفی علی ذی عقل (یہ کسی صاحبِ عقل پر پوشیدہ نہیں۔ ت) **معہذا ف** بارہا مجرد ترتیب بے معنی اتصال وتعقیب کے لئے آتی ہے، امام جلال الدین سیوطی اتقان میں زیر بیان **ف** فرماتے ہیں،

قد تجیئ لمجرد الترتیب نحو فراغ الٰی اٰھلہ فجاء بعجل سمین ہ فقربہ الیھم فاقبلت امرأتہ فی صرّۃ فصکّت وجھھا۔ فالزاجرات زجرا ہ فالتالیات[1]۔

کبھی کبھی فار محض ترتیب کے لئے آتی ہے، مثلاً ان آیات میں (ترجمہ آیات) پھر اپنے گھر گیا تو ایک فربہ بچھڑا لے آیا پھر اسے ان کے پاس رکھا۔ اس پر اس کی بیوی چلاتی آئی پھر اپنا ماتھا ٹھونکا۔ پھر قسم ان کی کہ جھڑک کر چلائیں۔ پھر ان جماعتوں کی کہ قرآن پڑھیں۔ (ت)

بلکہ مسلم الثبوت میں ہے،

الفاء للترتیب علی سبیل التعقیب ولو فی الذکر[2]۔

فار بطریق تعقیب ترتیب کے لئے آتی ہے خواہ وہاں ترتیب ذکری ہو۔

تو ایک **ف** کا مجرد ترتیب یا ترتیب فی الذکر مجاز پر حمل اولٰی ہے یا دس **ثمّ** کا مجاز پر۔

سادساً یہ عدم فصل بطور سلب عموم لیتے ہو تو ہمیں کیا مضر اور تمہیں کیا مفید کہ ہمیں ایجاب کلی کی ضرورت نہیں کہ سلب جزئی ہمارے خلاف ہو اور بطور عموم سلب تو دونوں جگہ اس کا بطلان ثابت وواضح۔ صحیح حدیثیں تنصیص کر رہی ہیں کہ بالیقین دونوں جگہ فصل واقع ہوا نماز و خطبہ میں وہ **حدیث**[ع] (۱۰) کہ ابوداؤد ونسائی و

ع **اقول** یہ حدیث صحیح ہے،

رواہ ابوداؤد عن محمد بن الصباح البزار صدوق والنسائی عن محمد بن یحیی بن ایوب ثقۃ وابن ماجۃ عن ھدیۃ بن عبدالوھاب صدوق وعمر بن رافع البجلی

اس کو ابوداؤد نے محمد بن الصباح البزار سے (جو صادق ہیں) اور نسائی نے محمد بن یحیٰی بن ایوب سے (جو ثقہ ہیں) اور ابن ماجہ نے ہدیہ بن عبدالوہاب سے (جو کہ صدوق ہیں) اور عمر بن رافع البجلی (جو کہ ثقہ ہیں) تمام نے

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] الاتقان النوع الاربعون فی معرفۃ معانی الادوات الخ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۱۶۶

[2] مسلم الثبوت مسئلہ الفاء للترتیب " مطبع انصاری دہلی ص ۶۱

Marfat.com

یہ سات حدیثیں ظاہر کرتی ہیں کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور صدیق وفاروق وعثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہم نمازِ عیدین کا سلام پھیر کر کچھ دیر کے بعد خطبہ شروع فرماتے۔

حدیث ۸: صحیحین میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

واللفظ للبخاری کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یخرج یوم الفطر والاضحی الی المصلی فاول شیئ یبدؤ بہ الصلوۃ ثم ینصرف فیقوم مقابل الناس والناس جلوس علی صفوفہم فیعظہم ویوصیہم فان کان یرید ان یقطع بعثا قطعہ اویامر بشیئ امر بہ ثم ینصرف[1]

الفاظِ بخاری یہ ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عید الفطر اور اضحٰی کے دن باہر عیدگاہ میں تشریف لاتے سب سے پہلے آپ نماز پڑھاتے پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے لوگ اپنی اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے آپ انھیں وعظ ونصیحت فرماتے، اگر آپ نے کسی لشکر کو بھیجنا ہوتا تو روانہ فرماتے اور کسی کا حکم دینا ہوتا تو حکم فرمادیتے پھر آپ واپس تشریف لاتے۔ (ت)

یہ حدیث خطبہ ومعاودت میں فصل بتاتی ہے۔

حدیث ۹: بخاری ومسلم ودارمی وابوداؤد ونسائی وابن ماجہ حضرت حبر الامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال خرجت مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوم فطر او اضحی فصلی ثم خطب ثم اتی النساء فوعظہن وذکرہن وامرہن بالصدقۃ۔[2]

فرمایا میں فطر اور اضحٰی کے روز نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ نکلا آپ نے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا پھر خواتین کے اجتماع میں تشریف لے گئے انھیں وعظ ونصیحت فرمائی اور انھیں صدقہ کا حکم دیا۔ (ت)

یہ حدیث دونوں جگہ فصل کا اظہار کرتی ہے، سبحٰن اللہ! پھر کیونکر ادعا کرسکتے ہیں کہ نماز وخطبہ وخطبہ ومعاودت میں ایسا اتصال رہا جو عدمِ دعا پر دلیل ہُوا، اگر کہئے ثمّ کبھی مجازاً بحالتِ عدم مہلت بھی آتا ہے قال الشاعر:

کھز الردینی تحت العجاج
جری فی الانابیب ثم اضطرب[3]

(اس کی حرکت اس ردینی نیزے کی طرح ہے جو میدانِ کارزار میں اڑنے والے غبار میں حرکت کرتے ہوئے پوروں پر لگتا ہے تو جنبش کرتا ہے)

---

[1] صحیح البخاری کتاب العیدین باب خروج الصبیان مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۳۱

[2] " " " " ۱/۱۳۳

[3] اوضح المسالک الی الفیہ ابن مالک بحث لفظ ثمّ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۴۳
شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ فرع سادس من الفصل الثانی مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۸/۲۹

Marfat.com

پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور بلال رضی اللہ عنہ کاشانہ نبوت کو تشریف فرما ہوئے۔

دیکھو خطبہ کے کتنی دیر بعد معاودت ہوئی یہ وعظ و ارشاد کہ بیبیوں کو فرمایا گیا جزء خطبہ نہیں بلکہ اُس سے جُدا ہے، صحیحین میں روایت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما صاف فرماتے ہیں کہ:

ثم خطب الناس بعد فلما فرغ نبی اللّٰہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نزل فاتی النساء فذکرھن[1] الحدیث۔

یعنی پھر بعد نماز حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ فرمایا، جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ سے فارغ ہوئے اُتر کر بیبیوں کے پاس تشریف لائے اور انھیں تذکیر فرمائی، الحدیث۔

علامہ زرقانی شرح مواہب میں ناقل:

ھذہ الروایۃ مصرحۃ بان ذلک کان بعد الخطبۃ[2]۔

یہ روایت اس پر تصریح ہے کہ یہ عمل خطبہ کے بعد تھا۔ (ت)

امام نووی منہاج میں فرماتے ہیں:

انما نزل الیھن بعد فراغ خطبۃ العید[3]۔

آپ خواتین کے اجتماع میں خطبۂ عید کے بعد تشریف لے گئے تھے۔ (ت)

پس بحمداللہ تعالیٰ ماہ نیم ماہ مہر نیم روز کی طرح روشن ہُوا کہ اس تقریر سے عدمِ دُعا کا ثبوت چاہنا محض ہوس خام اور اس محل پر یہ کلام خود باطل و بے نظام والحمد للہ ولی الانعام (سب تعریف اللہ کیلئے جو انعام کا مالک ہے۔ ت)

اب **محل دوم** کی طرف چلئے جس کا یہ حاصل کہ حدیثوں میں صرف نماز و خطبہ کا ذکر ہے ان کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دُعا مانگنا مذکور نہ ہوا۔

اقول یہ حضرات مانعین کے لئے نام کو بھی مفید نہیں، سائل نے اس فعل خاص بخصوصیت خاصہ کا سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صدور پُوچھا تھا کہ کس طور پر ہوا، اس کا جواب یہی تھا کہ حضور اقدس

---

[1] صحیح مسلم کتاب العیدین مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۲۸۹
[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ فرع سادس مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۸/۲۹
[3] منہاج نووی شرح مسلم مع مسلم کتاب صلوٰۃ العیدین ؍؍ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۲۸۹

Marfat.com

ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی:

واللفظ لابن ماجة قال حضرت العید مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فصلی بنا العید ثم قال قد قضینا الصلوٰۃ فمن احب ان یجلس للخطبۃ فلیجلس ومن احب ان یذھب فلیذھب[1]۔

ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں میں عید میں حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوا حضور نے نمازِ عید پڑھائی پھر فرمایا ہم نماز تو پڑھ چکے اب جو سننے کے لئے بیٹھنا چاہے بیٹھے اور جو جانا چاہے چلا جائے۔

اگر ثم کا خیال نہ بھی کیجئے تو یہ کلام نماز و خطبہ کے درمیان فاصل تھا تو ہمیشہ اتصال حقیقی ہونا باطل ہُوا اور خطبہ و معاودت میں تو فصل کثیر اسی حدیث نہم سے ثابت جو عنقریب گزری جس کی ایک روایت بخاری و مسلم و ابوداؤد و نسائی کے یہاں یُوں ہے:

صلی (یعنی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) ثم خطب ثم اتی النساء ومعہ بلال فوعظھن وذکرھن وامرھن بالصدقۃ فرایتھن یھوین بایدیھن یقذفنہ فی ثوب بلال ثم انطلق ھو وبلال الی بیتہ[2]۔

یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نمازِ عید پڑھی پھر بعدہٗ خطبہ فرمایا پھر بعد ازاں صفوفِ زنان پر تشریف لاکر انھیں وعظ وارشاد کیا اور صدقہ کا حکم دیا تو میں نے دیکھا کہ بیبیاں اپنے ہاتھوں سے گہنا اتار اتار کر بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں ڈالتی تھیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ثقۃ ثبت کلھم قالوا ثنا الفضل بن موسی ثقۃ ثبت ثنا ابن جریج عن عطاء وھما ماھما عن عبد اللہ بن السائب رضی اللہ تعالٰی عنھما ولابیہ صحبتہ فتصویب د س و ابن معین ارسالہ غیر متاثر عندنا بعد ثقۃ الرجال فالحدیث صحیح علٰی اصولنا ۱۲ منہ (م)

کہا کہ ہمیں فضل بن موسٰی (جو ثقہ اور مضبوط ہیں) انہوں نے کہا ہمیں ابن جریج نے عطاء سے (یہ دونوں مقام میں مسلم ہیں) نے عبداللہ بن السائب رضی اللہ تعالٰی عنہ (ان کو اور ان کے باپ کو صحبت ہے) پس ابوداؤد اور نسائی کی تصویب ہُوئی اور ابن معین کا رجال کے ثقہ ہونے کے بعد اس کو مرسل بنانا متاثر نہیں کرے گا، پس ہمارے ہاں یہ حدیث صحیح ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] السنن لابن ماجہ ماجاء فی صلوٰۃ العیدین " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۹۳

[2] صحیح البخاری کتاب العیدین باب العلم بالمصلی مطبوعہ نور محمد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۳۳

Marfat.com

دربابِ مناظرہ درتحقیق حکم صورت خاصہ کسے کہ دعوے جریانِ حکم مطلق درصورت خاصۂ مبحوث عنہا می نماید ہمانست متمسک باصل کہ دراثبات دعوے خود حاجت بدلیلے ندارد و دلیل او ہماں حکم مطلق ست وبس۔[1]

مناظرہ میں کسی صورتِ خاصہ کے ثبوت کے لئے یہ دعوٰی کہ حکم مطلق ہے اور اس کا اطلاق صورتِ خاصہ پر بھی ہوتا ہے اصل کے ساتھ استدلال ہے کیونکہ اصل کے ساتھ استدلال میں دلیل کی حاجت نہیں ہوتی یہی دلیل کافی ہے کہ حکم مطلق ہے۔ (ت)

رابعاً ہم صدر جواب میں حضرت ائمہ تابعین سے اس دُعا کا ثبوت روایت کر آئے پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثبوت نہ ہونے کو مانعین کس مُنہ سے منع ٹھہرا سکتے ہیں کہ ان کے نزدیک تشریعِ احکام تابعین تک باقی رہتی اور اُن کے بعد منقطع ہوتی ہے پھر قرنِ اول سے عدمِ ثبوت کیا مضر ومنافی ہے۔

خامساً ہر عاقل جانتا ہے کہ ادعائے ثبوت میں قابلِ جزم وتصدیق صرف عدمِ وجدان قائل ہے اور عدمِ وجدان، عدمِ وجود کو مستلزم نہیں خصوصاً ابنائے زماں میں۔ اور امر واضح ہے اور سبر فاضح۔ اور گزرا اشارہ اور آئے گا دوبارہ، ہم نے اس کا کچھ بیان اپنے رسالہ صفائح اللجین وغیرہا میں لکھا یہاں اتنا ہی بس ہے کہ خود مجیب اپنی کتاب السعی المشکور فی رد المذہب الماثور میں لکھتے ہیں:

"نفیِ روٴیت سے نفیِ وجود لازم نہیں نظائر اس کے بکثرت ہیں کم نہیں منجملہ ان کے حدیثِ عائشہ ہے جو صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے:

ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یسبح سبحۃ الضحی وانی لاسبحھا انتھی۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نمازِ چاشت ادا کرتے نہیں دیکھا اور میں ادا کرتی ہوں انتہی (ت)

حالانکہ اُس سے نفیِ وجود لازم نہیں ہے باحادیث متکاثرہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا صلوٰۃ الضحٰی ادا کرنا ثابت ہے اسی وجہ سے جلال الدین سیوطی رسالہ صلوٰۃ الضحٰی میں لکھتے ہیں الخ۔"[2]

جب ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے نزدیک عدمِ ثبوت عدمِ ثبوت واقعی کو مستلزم نہ ہوا تو زید وعمرو ومن وتو کس شمار وقطار میں ہیں۔

سادساً عدمِ ثبوت مان بھی لیں تو اس کا صرف یہ حاصل کہ منقول نہ ہوا، پھر عقلاء کے نزدیک عدمِ نقل نقلِ عدم نہیں یعنی اگر کوئی فعل بخصوصہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول نہ ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیا بھی نہ ہو، امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

---

[1] رسالہ بدعت میاں اسمٰعیل دہلوی

[2] کتاب السعی المشکور لعبد الحی بحث اسکی کہ نفیِ روٴیت سے نفیِ وجود لازم نہیں مطبع چشمۂ فیض لکھنؤ ص ۱۱۳

Marfat.com

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس فعل خاص کی نقل جزئی نظر سے نہ گزری مگر اسے عدمِ جواز کا فتوٰی جان لینا محض جہالت بے مزہ۔

اوّلاً عیدِ اوّل میں گزرا کہ حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا اپنے عموم میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس دُعا کا ثبوت فعلی بتا رہی ہے۔

ثانیاً ثبوت فعلی نہ ہو تو قولی کیا کم ہے بلکہ من وجہ قول فعل سے اعلٰی واتم ہے۔ اب عیدِ اول کی تقریر پھر یاد کیجئے اور حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما تو بعد نماز عید خود رب مجید جل وعلا کا اپنے بندوں سے تقاضائے دُعا فرمانا بتا رہی ہے، اس کے بعد اور کسی ثبوت کی حاجت کیا ہے، اگر کہئے وہ حدیث ضعیف ہے **اقول** فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالاجماع مقبول اور اثبات استحباب میں کافی ووافی ہے کما نص علیہ العلماء الفحول (جیسا کہ اکابر علماء نے اس پر تصریح فرمائی ہے۔ ت) خود مجیب کے آخر جلد دوم کے فتاوٰی میں ہے،

حدیث ضعیف برائے استحباب کافی ست چنانچہ امام ہمام در فتح القدیر در کتاب الجنائز می نویسند والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع انتہی[1]	حدیثِ ضعیف استحباب کے لئے کافی ہوتی ہے جیسا کہ ابنِ ہمام نے فتح القدیر کے باب الجنائز میں لکھا ہے کہ حدیث ضعیف غیر موضوع سے مستحب ہونا ثابت ہوجاتا ہے انتہی (ت)

ثالثاً جب شرع مطہر سے حکم مطلق معلوم کہ جواز واستحباب ہے تو ہر فرد کے لئے جداگانہ ثبوت قولی یا فعلی کی اصلاً حاجت نہیں کہ باجماع و اطباقِ عقل ونقل حکم مطلق اپنی تمام خصوصیات میں جاری ساری اطلاق حکم کے معنی ہی یہ ہیں کہ اس ماہیت کلیہ یا فرد منتشر کا جہاں وجود ہو حکم کا ورود ہو اور فردیت بے خصوصیت محال اور وجود عینی و تعین متساوق تو جس قدر خصوصیات و تعینات معقول ہوں سب بالیقین اسی حکم مطلق میں داخل، جب تک کسی خاص کا استثنا شرع مطہر سے ثابت نہ ہو' اس قاعدہ جلیلہ کی تحقیق مبین حضرت خاتم المحققین امام المدققین حجۃ اللہ فی الارضین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد نے کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد میں افادہ فرمائی من شاء فلیتشرف بمطالعتہ (جو چاہے اس کے مطالعہ کا شرف حاصل کرے۔ ت) یہاں اسی قدر کافی کہ خود حضرت وہابیہ کے امام ثانی ومعلم اول میاں اسمٰعیل دہلوی رسالہ بدعت میں لکھتے ہیں:

---

[1] مجموعہ فتاوٰی محمد عبدالحی کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع یوسفی لاہور ۱/ ۲۴۸

Marfat.com

پیر سید احمد اور شیخ السلسلہ جناب شیخ مجدد صاحب اور عمائد سلسلہ مرزا مظہر صاحب و قاضی ثناء اللہ صاحب وغیرہم سے جنھوں نے اذکار و اشغال و اوراد وغیرہا کے صدہا طریقے احداث و ایجاد کئے اور ان کے محدث و مخترع ہونے کے خود اقرار لکھے پھر انھیں سبب قرب الٰہی و رضائے ربانی جانا کئے اور خود عمل میں لاتے اوروں کو اُن کی ہدایت و تلقین کرتے رہے۔ شاہ ولی اللہ قول الجمیل میں لکھتے ہیں،

لم یثبت تعیین الاٰداب ولا تلک الاشغال[1]

نہ یہ تعینِ آداب ثابت ہے اور نہ یہ اشغال۔(ت)

مرزا جان جاناں صاحب مکتوب ۱۱ میں فرماتے ہیں،

ذکر جہر یا کیفیاتِ مخصوصہ و نیز مراقبات بہ اطوار معمولہ کہ در قرونِ متاخرہ رواج یافتہ از کتاب و سنت ماخوذ نیست بلکہ حضرات مشائخ بطریق الہام و اعلام از مبدءِ فیاض اخذ نمودہ اند و شرع ازاں ساکت است و داخل دائرۂ اباحت و فائدہ دراں متحقق و انکار آں ضرورتے[2]

ذکر بالجہر مخصوص کیفیات کے ساتھ اس طرح اطوار معمولہ کے ساتھ مراقبات جو متاخرین کے دور میں رواج پاچکے ہیں یہ کتاب و سنت سے ماخوذ نہیں بلکہ حضرات مشائخ نے بطریق الہام و اعلام مبدءِ فیاض سے حاصل کئے ہیں، اور شریعت ان کے بارے میں خاموش ہے اور یہ دائرۂ اباحت میں داخل، اور ان کے فوائد ہیں نقصان کوئی نہیں۔(ت)

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے اس کی قدرے تفصیل اپنے رسالہ انہار الانوار من یم صلوٰۃ الاسرار ۱۳۰۵ھ میں ذکر کی و باللہ التوفیق۔

عاشراً ان سب صاحبوں سے درگزریے، خود وہ عالم جن کا فتوٰی اس مسئلہ میں تمھارا مبلغ استناد و منتہائے استمداد ہے یعنی مولوی لکھنوی مرحوم اُنھیں کے فتاوٰی کی تصریحات جلیہ تنصیصات قویہ دیکھئے کہ ان کے اصول و فروع کس درجہ تمھارے فروع و اصول کے قاطع و قامع ہیں۔ پھر ان مسائل میں اُن کا دامن تھامنا، چراغِ خرد کا صرصر جہل سے سامنا، عقل و ہوش سے لڑائی ٹھاننا، نافع و مضر میں فرق نہ جاننا، نہیں تو کیا ہے۔ میں یہاں ان کی صرف دو عبارتیں نقل کروں گا جو حضرات وہابیہ کے اسی مغالطہ عامۃ الورود یعنی حدوثِ خصوص اور قرونِ ثلثہ سے عدمِ ورود کو دلیل منع جاننے کی قاطع و فاضح ہیں اور وُہ بھی صرف اسی مجموعہ فتاوٰی نہ اُن کے دیگر رسائل سے تاکہ سب پر ظاہر ہو ع

---

[1] القول الجمیل مع شفاء العلیل فصل ۱۱ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۳

[2] مکتوبات مرزا مظہر جانجاناں از کلمات طیبات مکتوب ۱۱ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۳

Marfat.com

عدم النقل لا ینفی الوجود[1] (عدمِ نقل نفیِ وجود کو مستلزم نہیں۔ ت)۔ خود مجیب اپنی سعی مشکور میں تنزیہ الشریعۃ امام ابن عراق سے نقل کرتے ہیں: عدم الثبوت لا یلزم منہ اثبات العدم[2] (عدمِ ثبوت سے اثباتِ عدم لازم نہیں آتا۔ ت)

سابعاً خادمِ حدیث جانتا ہے کہ بارہا رواۃ حدیث امور مشہورہ معروفہ کو چھوڑ جاتے ہیں اور ان کا وُہ ترک دلیلِ عدم نہیں ہوتا، ممکن کہ یہاں بھی بربنائے اشتہار حاجت ذکر نہ جانی ہو اُس اشتہار کا پتا اس حدیث صحیح سے چلے گا جو ہم نے صدر کلام میں روایت کی کہ جب تابعین عظام میں بعد نماز عیدین دُعا کا رواج تھا تو ظاہراً انھوں نے یہ طریقہ انیقہ صحابۂ کرام اور صحابۂ کرام نے حضور سید الانام علیہ علیہم الصلوٰۃ والسلام سے اخذ کیا، حضرات مانعین اگر دیانت پر آئیں تو سچ سچ بتادیں گے کہ عیدین کے قعدۂ اخیرہ میں خود بھی دعا و درود پڑھتے اور اُسے جائز و مستحب جانتے ہیں، اس کی خاص نقل حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دکھا دیں یا اپنے بدعتی ہونے کا اقرار کریں، اور اگر فرائض پر قیاس یا اطلاقات سے تمسک کرتے ہیں تو یہاں کیوں یہ طرق نامقبول ٹھہرتے ہیں واللہ الموفق۔

ثامناً نقل عدم بھی سہی پر وہ نقلِ منع نہیں۔ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے کہ ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا[3] جو رسول دے وہ لو اور جس سے منع فرمائے باز رہو۔ یہ نہیں فرمایا کہ ما فعل الرسول فخذوہ وما لم یفعل فانتھوا رسول جو کرے کرو اور جو نہ کرے اُس سے بچو، کہ شرعاً یہ دونوں قاعدے منقوض ہیں۔ امام الوہابیہ کے عمِ نسب و پدرِ علم و جدِ طریقت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی تحفۂ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں:

نکردن چیزے دیگر ست و منع فرمودن چیزے دیگر[4] کسی چیز کا نہ کرنا اور شئی ہے اور منع کرنا اور شئی ہے۔ (ت)

تاسعاً اگر مجرد عدمِ نقل یا عدمِ فعل مستلزم ممانعت ہو تو کیا جواب ہوگا، شاہ ولی اللہ اور اُن کے والد شاہ عبدالرحیم صاحب اور صاحبزادے شاہ عبدالعزیز صاحب اور امام الطائفہ میاں اسمٰعیل اور ان کے

---

[1] فتح القدیر کتاب الطہارۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۰
[2] کتاب السعی المشکور فی رد المذہب المشہور لعبدالحی ضعیف رواۃ و جہالت الخ مطبع چشمۂ فیض لکھنؤ ص ۱۹۷
[3] القرآن ۵۹/۷
[4] تحفۂ اثنا عشریہ باب دہم مطاعن ابوبکر رضی اللہ عنہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۶۹

Marfat.com

است کہ صراحۃً در دلیلے از دلائل اربعہ امر باو وارد شدہ باشد بلکہ استحسان صفت ہر مامور بہ است خواہ صراحۃً امر باو وارد شدہ باشد یا از قواعد کلیہ شرعیہ سندش یافتہ شدہ باشد[1]

صفت ہوگا جس پر دلائل اربعہ میں سے صراحۃً کوئی دلیل وارد ہوگی بلکہ استحسان ہر اس مامور بہ کی صفت بن سکتا ہے خواہ صراحۃً اس پر امر وارد ہو یا قواعد کلیہ شرعیہ سے اس پر سند ہے۔ (ت)

عبارت ۴ : صفحہ ۵۰ پر لکھا :

ہر محدثیکہ وجودش بخصوصہ در زمانے از ازمنہ ثلثہ نباشد لیکن سندش در دلیلے از ادلہ اربعہ یافتہ شود ہم مستحسن خواہد شد مثل بنائے مدارس الخ[2]

ہر وہ نئی شئی جس کا وجود تین زمانوں میں سے کسی زمانہ میں نہ ہو لیکن اس پر ادلہ اربعہ سے سند موجود ہو تو وہ بھی مستحسن ہوگی آپ مدارس وغیرہ کی ایجاد نہیں دیکھتے الخ (ت)

عبارت ۵ : صفحہ ۵۳۱ :

کتب فقہ میں نظائر اس کے بہت موجود ہیں کہ ازمنہ سابقہ میں ان کا وجود نہ تھا مگر بسبب اغراض صالحہ کے حکم اس کے جواز کا دیا گیا[3]

الفروع — عبارت ۶ : صفحہ ۶۲ :

اگر تسلیم کنم کہ ذکر مولد در ازمنہ ثلثہ نبود و نہ از مجتہدین حکم او منقول شد لیکن چوں در شرع ایں قاعدہ ممہد شدہ است کل فی دمن افراد نشر العلم فھو مندوب و ذکر مولد نیز زیر آنست لابد حکم مندوبیت او دادہ خواہد شد[4]

اگر میں تسلیم کروں کہ ذکر مولد تین زمانوں میں سے کسی میں نہیں اور مجتہدین سے اس کا حکم منقول نہیں ہے لیکن شرع میں جب یہ بنیادی قاعدہ ہے کہ ہر وہ فرد جس سے علم کی اشاعت ہو وہ مندوب ہوتا ہے تو ذکر مولد بھی اسی میں شامل ہے تو ضروری ہے اسے بھی مندوب کہا جائے۔ (ت)

عبارت ۷ : صفحہ ۲۹۸ :

بعد دو رکعت سنت ظہر و مغرب و عشا کے دو رکعت نفل پڑھنا آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا

---

[1] و [2] مجموعہ فتاوی کتاب الحظر والاباحۃ مطبوعہ مطبع یوسفی فرنگی محلی لکھنؤ ۲/ ۹
[3] مجموعہ فتاوی کتاب المساجد " " " " ۱/ ۱۱۳
[4] " " " " " " ۲/ ۱۲

Marfat.com

کہ باکہ باختہ عشق در شبِ دیجور

(تُونے اندھیری رات میں کس سے عشق بازی کی)

پھر ان میں بھی قصدِ استیعاب نہیں بلکہ صرف چند عبارتیں پیش کروں گا، بعض مفید ضوابط و اصول اور بعض میں فروع قاطعۂ اصولِ فضول واللہ المستعان علٰی کل جہول۔

الاصول — عبارت ۱: مجموعہ فتاوی جلد اوّل کے صفحہ ۵۶ پر علامہ سید شریف کے حواشی مشکوٰۃ سے استناداً نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے حدیث:

من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو ردّ۔

جس نے ہمارے امر میں نئی ایجاد کی وہ اس میں سے نہ تھی وہ مردود ہو گی۔ (ت)

کی شرح میں فرمایا:

المعنی ان من احدث فی الاسلام رأیا لم یکن لہ من الکتاب والسنۃ سند ظاھر اوخفی ملفوظ او مستنبط فھو مردود علیہ انتھی[1]

یعنی حدیث کے یہ معنٰی ہیں کہ جو شخص دین میں ایسی رائے پیدا کرے جس کے لئے قرآن و سنت میں ظاہر یا پوشیدہ، صراحۃً یا استنباطاً کسی طرح کی سند نہ ہو وہ مردود ہے انتہی۔

تو صاف ثابت ہُوا کہ قرونِ ثلٰثہ سے ورودِ خصوصیت زنہار ضرور نہیں بلکہ عموم و اطلاق اباحت میں دخول بسند کافی ہے کما ھو مذھب اھل الحق (جیسا کہ اہل حق کا مذہب ہے۔ ت)

عبارت ۲: اُسی کے صفحہ ۵۷ پر امام ابن حجر مکی کی فتح مبین شرح اربعین سے ناقل:

المراد من قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ وسلم من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ ماینافیہ اولا یشھد لہ قواعد الشرع والادلۃ العامۃ انتھی[2]

یعنی حدیث کی مراد یہ ہے کہ وہی نو پیدا چیز بدعت سیئہ ہے جو دین و سنت کا رد کرے یا شریعت کے قواعد اطلاق و دلائل عموم تک اس کی گواہی نہ دیں۔

عبارت ۳: اُسی صفحہ میں خود لکھتے ہیں:

گمان نبری کہ استحسان شرعی صفت آن مامور بہ

یہ گمان نہ ہو کہ استحسان شرعی ایسے مامور بہ کی

---

[1] مجموعہ فتاوی کتاب الحظر والاباحۃ مطبوعہ یوسفی فرنگی محلی لکھنؤ ۲/۸

[2] 〃 〃 〃 〃 ۲/۹

Marfat.com

ہاں افراط و تفریط اُس میں منجر ضلالت کی طرف ہے، تصریح اس کی مکتوب مجدد الف ثانی میں جابجا موجود ہے واللہ اعلم۔[1]

سبحٰن اللہ وُہ عالم کہ تمہارے مذہب نامہذب پر معاذ اللہ صراحۃً مشرک و مجوز شرک ہو چکا اُس پر اعتماد اور اُس کے فتوے سے استناد کس دین و دیانت میں روا۔

عبارت ۱۱: اُسی کی جلد سوم صفحہ ۵۸ میں ہے:

سوال: وقت ختم قرآن در تراویح سہ بار سورۂ اخلاص می خوانند مستحسن است یا نہ۔

جواب: مستحسن است۔[2]

سوال: تراویح میں ختم قرآن کے وقت تین بار سورۂ اخلاص پڑھنا مستحسن ہے یا نہیں؟

جواب: مستحسن ہے۔ (ت)

عبارت ۱۲: صفحہ ۱۲۵:

اما جمع میان تکلم بالفاظ سلام و دست برداشتن و بر سر یا سینہ نہادن پس ظاہراً لاباس بہ است۔[3]

لفظِ سلام کہتے ہوئے سر یا سینہ پر ہاتھ رکھنے میں ظاہراً کوئی حرج نہیں۔ (ت)

عبارت ۱۳: صفحہ ۱۲۷:

سوال: بسم اللہ نوشتن بر پیشانیِ میت از انگشت درست یا نہ؟

جواب: درست است۔[4]

سوال: میت کی پیشانی پر انگلی سے بسم اللہ لکھنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: درست ہے۔ (ت)

عبارت ۱۴: صفحہ ۱۳۲:

سوال قیام وقت ذکرِ ولادت باسعادت کے جواب میں قیام بالقصد کا قرون ثلٰثہ سے منقول نہ ہونا اور بعض احوال میں صحابہ کرام کا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے قیام نہ کرنا نقل و تحریر کرکے لکھتے ہیں:

لیکن علمائے حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً قیام می فرمایند امام برزنجی رحمۃ اللہ تعالٰی در رسالہ مولد

لیکن حرمین شریفین (اللہ تعالٰی ان کو اور شرف عطا فرمائے) کے علماء قیام کرتے ہیں، امام برزنجی رحمۃ اللہ

---

[1] مجموعہ فتاوٰی

[2] مجموعہ فتاوٰی باب التراویح مطبوعہ مطبع یوسفی فرنگی محلی لکھنؤ ۳/۵۷

[3] " باب المصافحہ والمعانقہ " " " ۳/۱۲۱

[4] " باب ما یتعلق بالموتٰی " " " ۳/۱۲۳

Marfat.com

اب تک نظر سے نہیں گزرا لیکن جو شخص بقصدِ ثواب بدون اعتقادِ سنیت پڑھے گا وُہ ثواب پائیگا کیونکہ حدیث میں وارد ہے:

الصلٰوۃ خیر موضوع فمن شاء فلیقلل ومن شاء فلیکثر[1]	نماز سب سے بہتر عمل ہے جو چاہتا ہے کم کرے اور جو چاہتا ہے زیادہ کرے (ت)

اقول سائل سے پُوچھا تھا اصل اس کی سنّت و اجماع و قیاس سے ثابت ہے یا نہیں اور اُن میں بعض کے لئے ثبوت خاص احادیث سے نظرِ فقیر میں حاضر مگر کلام ردِ خیالات وہابیت میں ہے وھو حاصل (اور یہی حاصل ہے۔ت)

عبارت ۸ : صفحہ ۲۹۴ :

الوداع یا الفراق کا خطبہ آخر رمضان میں پڑھنا اور کلماتِ حسرت و رخصت کے ادا کرنا فی نفسہ امر مباح ہے بلکہ اگر یہ کلمات باعثِ ندامت و توبہ سامعان ہُوئے تو امیدِ ثواب ہے مگر اس طریقہ کا ثبوت قرونِ ثلثہ میں نہیں[2] الخ

عبارت ۹ : مجموعہ فتاوٰی جلد دوم صفحہ ۱۰۰ :

کسیکہ می گوید کہ وجودیہ وشہودیہ از اہلِ بدعت اند قولش قابلِ اعتبار نیست ومنشاء قولش جہل و ناواقفیت است از احوالِ اولیاء از معنے توحید وجودی وشہودی و شاعری کہ ذم ہر دو فرقہ ساختہ قابلِ ملامت است واللہ اعلم[3]	جو شخص یہ کہتا ہے کہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود والے اہلِ بدعت ہیں اس کے قول کا کوئی اعتبار نہیں اور اس کی وجہ اس کا احوالِ اولیاء اور معنی توحید وجودی اور شہودی سے جہالت و ناواقفیت ہے اور وُہ شاعر جو ان دونوں طبقات پر طعن کرتا ہے وہ قابلِ مذمت ہے واللہ اعلم۔ (ت)

ذرا تقویۃ الایمان کی بالاخوانیاں یاد کیجئے۔

عبارت ۱۰ : صفحہ ۲۱۴ :

فی الواقع شغلِ برزخ اُس طور پر کہ حضرات صوفیہ صافیہ نے لکھا ہے نہ شرک ہے نہ ضلالت؛

---

[1] مجموعہ فتاوٰی کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ مطبع یوسفی فرنگی محلی لکھنؤ ۱/۱۵۳
[2] " کتاب الحظر والاباحۃ " " " " ۲/۲۵-۲۴
[3] " " " " " " ۲/۵۸

Marfat.com

فرمائیں ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اس قسم کے کلام رسائل ومسائل مجیب میں بکثرت ملیں گے وفیما ذکرنا کفایۃ اللہ واللہ سبحٰنہ ولی الھدایۃ (جو کچھ ہم نے ذکر کیا یہ کافی ہے، اور اللہ تعالٰی کی ذات پاک ہے اور وہی ہدایت کا مالک ہے۔ت)

بحمد اللہ جواب اپنے منتہٰی کو پہنچا اور تحقیقِ حق تا وزوۂ علیا اب نہ رہا مگر سعی مانعین کا وہ پہلا رونا یعنی عوام کا بعد نماز فرائض بھی دُعا سے دست کش ہونا یہاں اگر میں نقلِ احادیث پر اتروں تو ایک مستقل رسالہ املا کروں مگر بحکم ضرورت صرف مولوی عبدالحی صاحب کا ایک فتوٰی ملخصاً نقل کرتا ہوں جس پر غیر مقلدین زمانہ کے امام اعظم نذیر حسین دہلوی کی بھی مہر ہے، مجموعہ فتاوٰی جلد دوم صفحہ ۲۷۷:

چہ می فرمایند علمائے دین اندریں مسئلہ کہ رفع یدین در دعا بعد نماز چنانکہ معمول ائمہ ایں دیار ست ہرچند فقہا مستحسن می نویسند و احادیث در مطلق رفع یدین در دعا نیز وارد و دریں خصوص ہم حدیثے وارد ست یا نہ بینوا توجروا۔

اس بارے میں علماء کیا فرماتے ہیں کہ نماز کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانا جیسا کہ اس علاقے کے ائمہ کا طریقہ ہے کیسا ہے؟ فقہاء نے اسے مستحسن لکھا ہے احادیث میں مطلقاً دُعا میں ہاتھ اٹھانے کا تذکرہ بھی آیا ہے کیا اس سلسلہ میں کوئی حدیث ہے یا نہیں؟ بیان کرکے اجر پاؤ۔

ھو المصوب دریں خصوص نیز حدیثے وارد ست حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحٰق بن السنی در عمل الیوم واللیلہ می نویسد حدثنی احمد بن الحسن حدثنا ابو اسحٰق یعقوب بن خالد بن یزید البالسی حدثنا عبد العزیز بن عبد الرحمٰن القرشی عن خصیف عن انس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ قال مامن عبد بسط کفیہ فی دبر کل صلوٰۃ ثم یقول اللھم الٰھی والٰہ ابراھیم واسحٰق ویعقوب والٰہ جبرئیل میکائیل واسرافیل اسئلک ان تستجیب دعوتی فانی مضطر وتعصمنی فی دینی فانی مبتلی وتنالنی

ہو المصوب، اس بارے میں خصوصاً حدیث بھی وارد ہے حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحٰق بن السنی اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ میں لکھتے ہیں کہ مجھے احمد بن حسن انھیں ابو اسحٰق یعقوب بن خالد بن یزید البالسی نے انھیں عبد العزیز بن عبد الرحمٰن القرشی نے انھیں خصیف نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے بھی ہر نماز کے بعد اپنے ہاتھوں کو پھیلایا اور پھر عرض کیا: اے اللہ! میرے معبود، سیدنا ابراہیم واسحٰق اور یعقوب کے معبود، جبرائیل میکائیل اور اسرافیل کے الٰہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میری دعا قبول کیجئے میں مضطر ہوں، مجھے میرے دین میں محفوظ رکھئے، میں مبتلا ہوں مجھے

Marfat.com

می نویسند وقد استحسن القیام عند ذکر مولدہ الشریف ائمۃ ذو روایۃ ودرایۃ فطوبی لمن کان تعظیمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غایۃ مرامہ ومرماہ انتہی[1]۔

رسالہ مولد میں لکھتے ہیں صاحبِ روایۃ ودرایۃ ائمہ ذکرِ مولد شریف کے وقت قیام مستحسن تصور کرتے ہیں مبارک ہے ان علماء کے لئے جس کا مقصد و منزل نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں تعظیم ہے انتہی (ت)

یعنی ذکرِ ولادت شریف کے وقت قیام کرنے کو اُن اماموں نے مستحسن فرمایا ہے جو صاحبِ روایت و درایت تھے تو خوشی و شادمانی ہو اُسے جس کی نہایت مراد و مقصد حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم ہے اور خود مجیب لکھنوی حرمین طیبین کی مجالسِ متبرکہ میں اپنا حاضر و شریک ہونا بیان کرتے اور انھیں مجالس متبرکہ لکھتے ہیں حالانکہ بشہادت مجیب و مشاہدہ تواتر اُن مجالس ملائک مآنس کا قیام پر مشتمل ہونا یقینی۔ مجیب موصوف اسی جلد فتاوی صفحہ ۵۲ میں لکھتے ہیں:

در مجالس مولد شریف کہ از سورۂ والضحٰی تا آخر می خوانند البتہ بعد ختم ہر سورہ تکبیر می گویند راقم شریک مجالس متبرکہ بودہ ایں امر را مشاہدہ کردہ ام ہم در مکہ معظمہ وہم در مدینہ منورہ وہم در جدہ[2]۔

مولد شریف کی مجالس میں سورۂ والضحٰی سے لے کر آخر تک پڑھتے ہیں ہر سورت کے اختتام پر تکبیر کہتے ہیں راقم الحروف مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور جدہ میں ان مجالس مبارکہ میں شریک ہوا ہے۔ (ت)

عبارت ۱۵: طرفہ یہ کہ صفحہ ۱۲۰ پر لکھتے ہیں:

سوال: پارچۂ جھنڈۂ سالار مسعود غازی در مصرف خود آرد یا تصدق نماید؟

سوال: سالار مسعود غازی کے جھنڈے کا کپڑا اپنے مصرف میں لایا جا سکتا ہے یا اسے صدقہ کر دیا جائے؟

جواب: ظاہراً در استعمال پارچۂ مذکور بصرفِ خود وجہی کہ موجب بزہ کاری باشد نیست و اولٰے آنست کہ بمساکین وفقراء دہد[3]۔

جواب: ظاہراً اپنے استعمال میں لانے میں کوئی گناہ نہیں، ہاں بہتر یہ ہے کہ مساکین و فقراء پر خرچ کر دیا جائے۔ (ت)

ذرا حضرات مخالفین اس اولٰی آنست (بہتر یہ ہے۔ ت) کی وجہ بتائیں اور اسے اپنے اصول پر منطبق

---

[1] مجموعہ فتاوٰی باب قیامِ میلاد شریف مطبوعہ مطبع یوسفی فرنگی محلی لکھنؤ ۳/۱۳۰

[2] " باب القراۃ فی الصلوٰۃ قراءۃ فاتحہ خلف الامام " " " " ۳/۵۲

[3] " باب مایحل استعمالہ ومالایحل " " " " ۳/۱۱۶

Marfat.com

سیدعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا صحابہ کرام و تابعین عظام علیہم الرضوان، اللہ جل وعلا کو مصوّب کہا کرتے ہوں خصوصاً بحالیکہ اسمائے الٰہیہ توقیفی ہیں،

واذ قد بلغنا الیٰ ذکر التوقیف وقف القلم و کان ذٰلک اللیلۃ بقیت من اوسط عشرات شعبان المعظم سنۃ الف وثلٰثمائۃ و سبع من ھجرۃ سید العالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والحمد للہ علی ما الھم والصلٰوۃ والسلام علی المولی الاعظم وآلہ وصحبہ سادات الامم واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

جب ہم لفظ توقیف پر پہنچ چکے قلم رک گیا اس کا اختتام ۱۳۰۷ھ میں شعبان المعظم کے وسط میں ہوا، سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو رہنمائی کرتا ہے صلٰوۃ وسلام مولی اعظم پر، آپ کی آل اور اصحاب پر جو کہ امت کے سربراہ ہیں۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۱۴۱۴ و ۱۴۱۵: بنارس محلہ کنڈی گڑ تولہ مسجد بی بی راجی شفاخانہ از مولوی عبدالغفور صاحب ۶ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

بخدمت لازم البرکۃ جامع معقول ومنقول حاوی فروع واصول جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب مداللہ فیضانہ از جانب خادم الطلبہ عبدالغفور سلام علیک قبول باد، کچھ مسائل میں یہاں درمیان علما کے اختلاف ہے لہذا مسئلہ ارسال خدمت لازم البرکۃ ہے امید ہے کہ جواب سے مطلع فرمائیں

(۱) زید کہتا ہے نماز عیدین صحرا میں پڑھنی سنّت ہے لیکن شہر میں بھی جائز ہے جس شخص نے نماز مذکور شہر میں پڑھی نماز اس کی ضرور ادا ہوئی البتہ ترکِ سنّت اس نے کیا اور ثوابِ سنّت سے محروم رہا، عمرو کچھ روز تک قائل تھا نمازِ عیدین شہر میں جائز نہیں مگر چند روز سے بذاتِ خود یا بوجہ تعلیم کسی غیر کے کہتا ہے گو نماز مذکور شہر میں جائز ہے لیکن پڑھنے والے گنہگار رہوں گے۔

(۲) زید کہتا ہے نمازِ عیدین مسجد پختہ چھت دار کے اندر جو صحرا میں واقع ہے پڑھنے سے ثواب صحرا میں پڑھنے کا نہ ملے گا عمرو کہتا ہے گو مسجد پختہ چھت دار ہے مگر چونکہ صحرا میں واقع ہے لہذا ثواب صحرا میں پڑھنے کا ملے گا، ان سب مسائل میں قول زید کا صحیح ہے یا عمرو کا؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) قولِ زید صحیح ہے عامہ کتبِ مذہب متون وشروح وفتاوٰی میں تصریح ہے کہ نمازِ عیدین بیرونِ شہر مصلی یعنی عیدگاہ میں پڑھنی مندوب ہے مستحب ہے، افضل ہے، مسنون ہے، فرض نہیں کہ شہر میں ادا ہی

Marfat.com

برحمتك فاني مذنب وتنفي عني الفقر فاني متمسكن الا كان حقا على الله عزوجل ان لايرد يديه خائبتين والله تعالٰی اعلم۔

اپنی رحمت عطا کیجئے میں نہایت گنہگار ہوں میرے فقر کو دور کردیجئے میں نہایت مسکین ہوں ۔ تو اللہ تعالٰی پر حق ہے کہ اس کے ہاتھوں کو خالی نہ لوٹائے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

محمد عبدالحی
ابوالحسنات

الجواب صحیح ویؤیدہ ما رواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ فی المصنف عن الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الفجر فلما سلم انصرف ورفع یدیہ ودعا الحدیث فثبت بعد الصلٰوۃ المفروضۃ رفع الیدین فی الدعاء عن سید الانبیاء اسوۃ الاتقیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما لایخفی علی العلماء الاذکیاء۔

یہ جواب صحیح ہے اور اس کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے جو ابوبکر بن ابی شیبہ نے مصنف میں اسود عامری سے انھوں نے اپنے والد سے بیان کی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ نماز فجر ادا کی آپ نے سلام پھیرا، ہاتھ اٹھائے اور دُعا کی الحدیث، لہذا نماز فرض کے بعد سیدالانبیاء اسوۃ الاتقیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنا ثابت ہے جیسا کہ علماء اذکیاء پر مخفی نہیں۔ (ت)

محمد
سید
نذیر حسین

لطیفہ: فقیر غفرلہ المولی القدیر نے وہابیہ کے اس خیال ضلال کے رَد و ابطال کو کہ جو کچھ بخصوصہ قرون ثلثہ سے منقول نہیں ممنوع ہے، مجیب کی پندرہ[۱۵] عبارتیں نقل کیں مگر لطف یہ ہے کہ خود ہی فتوے جس سے یہاں اُنھوں نے استناد کیا اس خیال کے ابطال کو بس ہے، مجیب کی عادت ہے کہ شروع جواب میں ھوالمصوب (وہی درست کرنے والا ہے۔ ت) یہی لفظ اُس فتوے کی ابتداء میں بھی لکھا کما سمعت نصہ (جیسا کہ اس کے الفاظ آپ پیچھے پڑھ چکے۔ ت) اب حضرات مخالفین ثابت کر دکھائیں کہ حضور

---

[۱] مجموعہ فتاوٰی کتاب الصلٰوۃ رفع یدین در دعا بعد ادائے نماز پنجگانہ مطبوعہ مطبع یوسفی فرنگی محلی لکھنؤ ۱/۲۴۸

Marfat.com

غنیہ میں جامع الفقہ و ملتقی المفتی و ذخیرہ سے ہے :

یجوز اقامتها فی المصر وفنائه و موضعین فاکثر و به قال الشافعی و احمد[1]

شہر اور فنائے شہر میں عید دو یا زیادہ مقامات پر ادا کی جا سکتی ہے۔ امام شافعی اور امام احمد کی یہی رائے ہے۔ (ت)

ہاں جو سنت مؤکدہ ہو اور کوئی شخص بلاضرورت بے عذر براہ تہاون و بے پروائی اس کے ترک کی عادت کرے اُسے ایک قسم اثم لاحق ہوگی نہ ترکِ سنت بلکہ اس کی کم قدری و قلت مبالات کے باعث،

فی شرح المنیة للعلامة ابراهیم الحلبی لایترك رفع الیدین عند التکبیر لانه سنة مؤکدة ولو اعتاد ترکه یاثم لا لنفس الترك بل لانه استخفاف وعدم مبالاة بسنة واظب علیها النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم مدة عمره اما لو ترکه بعض الاحیان من غیر اعتیاد لایاثم وهذا مطرد فی جمیع السنن المؤکدة اھ[2] والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

شرح منیہ میں علامہ ابراہیم حلبی کہتے ہیں کہ تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھانا ترک نہ کیا جائے کیونکہ یہ سنتِ مؤکدہ ہے اور اگر ترک کو عادت بنا لیتا ہے تو گنہگار ہوگا مگر نفسِ ترک کی وجہ سے نہیں بلکہ ایسی سنت کو ہلکا سمجھنے اور اس سے لاپروائی کی وجہ سے ہوگا جس پر نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تمام عمر ہمیشگی فرمائی، ہاں بغیر عادت کے بعض اوقات ترک کر دے تو گنہگار نہ ہوگا اور یہی اصول تمام سننِ مؤکدہ میں جاری ہوتا ہے اھ واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم (ت)

(۲) عمرو کا قول صحیح ہے اور زید کا دعوٰی بھی وجہِ صحت رکھتا ہے اگر صحرا سے اُس کی مراد فضائے خالی ہو۔

اقول وباللہ التوفیق تحقیق یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں ہیں ایک اصل سنت کہ نمازِ عیدین بیرونِ شہر جنگل میں ہو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس میں حکمت اظہار شعار اسلام و شوکت و کثرت مسلمین رکھی ہے یہ بات نفس خروج و اجتماع سے حاصل اگرچہ صحرا میں کوئی عمارت بنالیں پس قولِ عمرو کہ جب مسجد صحرا میں ہے تو بیرونِ شہر جانے جنگل میں پڑھنے کا ثواب حاصل، بلاشبہہ صحیح ہے۔ دوم سنت، سنت کہ تکمیل و تاکید اصل سنت کے لئے ہے یعنی فضائے خالی بے عمارت میں پڑھنا کہ اس میں زیادت اظہار شعار و شوکت ہے، مسجد عیدگاہ واقع صحرا میں پڑھنے سے اگرچہ اصل اظہار شعار و صلوٰۃ فی الصحرا کا ثواب حاصل، مگر صلوٰۃ فی الفضا میں اتباع اتم پر جو ثواب ازید ملتا وہ نہ ہوا جبکہ جانبِ تعمیر کسی مصلحتِ شرعیہ سے مترجح نہ ہوا، اس معنی پر

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فروع خروج الی المصلی مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۷۲

[2] " " باب صفۃ الصلوٰۃ " " ص ۳۰۰

Marfat.com

نہ ہو، واجب نہیں کہ شہر میں پڑھنا مطلقاً گناہ ہو، نقایہ وکنز و وافی وغرر و اصلاح وملتقی وغیرہا متون میں بلفظ ندب[1]، وقایہ میں بکلمہ حبّ[2]، ہدایہ میں بلفظ یستحب[3] تعبیر فرمایا۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں علامہ ابن ملک سے ہے:

الافضل اداؤھا فی الصحراء فی سائر البلدان وفی مکۃ خلاف[4] — تمام شہروں میں میدان میں عید ادا کرنا افضل ہے لیکن مکہ میں اختلاف ہے۔ (ت)

متن تنویر و فتح القدیر و درر و ہندیہ و مضمرات و بزازیہ و غنیہ و خانیہ و خلاصہ و خزانۃ المفتین و فتاوٰی ظہیریہ وغیرہا میں ہے:

الخروج الیھا سنّۃ[5] (عیدگاہ کی طرف نکلنا سنّت ہے۔ ت)

بحر میں ہے:

التوجہ الی المصلی مندوب کما افادہ فی التجنیس وان کانت صلٰوۃ العید واجبۃ حتی لوصلی العید فی الجامع ولم یتوجہ الی المصلی فقد ترك السنۃ[6] — عیدگاہ کی طرف جانا مندوب ہے جیسا کہ تجنیس میں ہے اگرچہ نمازِ عید واجب ہے حتی کہ اگر کسی نے جامع مسجد میں عید پڑھی اور عیدگاہ کی طرف نہیں گیا تو اس نے سنّت کو ترک کیا۔ (ت)

شرح نقایہ قہستانی میں ہے:

الخروج الیہ یندب وان کان الجامع یسعھم فالخروج لیس بواجب[7] — عیدگاہ کی طرف نکلنا مندوب ہے اگر جامع مسجد میں لوگوں کی گنجائش ہو البتہ نکلنا واجب نہیں۔ (ت)

---

[1] کنز الدقائق	باب العیدین	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	ص ۴۹
[2] شرح وقایہ	"	" مکتبہ رشیدیہ دہلی	۱/۲۴۵
[3] الہدایۃ	"	" المکتبۃ العربیہ کراچی	۱/۱۵۱
[4] مرقاۃ شرح المشکوٰۃ	باب صلٰوۃ العیدین	" مکتبہ امدادیہ ملتان	۳/۲۹۸
[5] تنویر الابصار مع الدر المختار	باب العیدین	" مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۱۴
[6] بحر الرائق	"	" ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۲/۱۵۹
[7] جامع الرموز	فصل صلٰوۃ العیدین	" مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران	۱/۲۷۱

Marfat.com

بحث فرماتے ہیں کہ مصلائے عید جمیع احکام میں مسجد ہے یا صرف بعض میں، اور اس میں بول و براز و وطی جائز ہیں یا نہیں کہ اگرچہ وہ سب احکام میں مسجد نہ سہی مگر بانی نے یہ عمارت اس لئے نہ بنائی، بحرالرائق میں ہے:

اختلفوا فی مصلی الجنازۃ والعید فصحح فی المحیط فی مصلی الجنازۃ انہ لیس لہ حکم المسجد اصلا وصحح فی مصلی العید کذلک الا فی حق جواز الاقتداء وان لم تتصل الصفوف وفی النھایۃ وغیرھا والمختار للفتوی فی المسجد الذی اتخذ لصلوۃ الجنازۃ والعید انہ مسجد فی حق جواز الاقتداء وان انفصل الصفوف رفقا بالناس وفیما عدا ذلک لیس لہ حکم المسجد اھ وظاھر ما فی النھایۃ انہ یجوز الوطؤ والبول والتخلی فی مصلی الجنازۃ والعید ولایخفی ما فیہ فان البانی لم یعدہ لذلک فینبغی ان لاتجوز ھذہ الثلثۃ وان حکمنا بکونہ غیر مسجد وانما تظھر فائدتہ فی بقیۃ الاحکام التی ذکرناھا وفی حل دخولہ للجنب والحائض اھ[1]۔

جنازگاہ اور عیدگاہ میں اختلاف ہے محیط میں اسے صحیح کہا کہ جنازگاہ کا حکم بالکل مسجد والا نہیں اور عیدگاہ کے بارے میں یہی صحیح ہے مگر جوازِ اقتدا کے حق میں مسجد والا ہے اگرچہ صفیں متصل نہ ہوں، عنایہ وغیرہ میں ہے کہ لوگوں کی رعایت کی وجہ سے فتوٰی میں مختار یہ ہے کہ عیدگاہ اور جنازگاہ جوازِ اقتدا کے حوالے سے مسجد کے حکم میں ہیں اگرچہ صفیں متصل نہ ہوں اور ان کے علاوہ میں مسجد کا حکم نہیں اھ نہایہ کی عبارت سے یہی ظاہر ہے کہ عیدگاہ اور جنازگاہ کے اوپر وطی اور بول و براز جائز ہے اور یہ محلِ نظر ہے کیونکہ بانی نے اسے اس لئے نہیں بنایا لہذا اگرچہ انھیں ہم مسجد کا حکم نہیں دیتے مگر یہ تینوں چیزیں (وطی، بول و براز) اس کے اوپر جائز نہیں اور اس کا فائدہ بقیہ احکام میں ظاہر ہوگا جو ہم ذکر کر رہے ہیں اور جنبی و حائضہ کا داخلہ بھی ہوسکتا ہے اھ (ت)

جواہر الاخلاطی فصل فی العیدین میں ہے،

لوکان محراب المصلی عشرۃ اذرع وصف القوم مائۃ ذراع ولایتصل الصفوف جازت صلوۃ الکل[2]۔

اگر عیدگاہ کا محراب دس ذراع تھا اور لوگوں کی صف سو ذراع، صفیں متصل نہ ہوں تب بھی تمام کی نماز جائز ہوگی۔ (ت)

---

[1] بحرالرائق باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیھا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۶

[2] جواہر الاخلاطی فصل فی العیدین غیر مطبوعہ نسخہ ص ۵۱

Marfat.com

قول زید بھی رد بصحت ہے زمانہ اکرم حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مصلائے عید کف دست میدان تھا جس میں اصلاً تعمیر نہ تھی مدینہ طیبہ کے شرقی دروازے پر، کما فی المقصد التاسع من المواھب (جیسا کہ مواہب اللدنیہ کے نویں مقصد میں ہے۔ ت) مسجد اطہر کے باب السلام سے ہزار قدم کے فاصلے پر، کما فی الزرقانی عن فتح الباری عن عمر بن شبہة فی الاخبار المدینة عن ابن غسان الکنانی صاحب مالك رضی اللہ تعالیٰ عنه (جیسا کہ زرقانی میں فتح الباری سے ہے کہ عمر بن شبہہ نے اخبار المدینہ میں ابوغسان الکنانی جو صاحب مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں سے روایت کیا ہے۔ ت) سنن ابن ماجہ و صحیح ابن خزیمہ و مستخرج اسمٰعیلی میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے،

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یغدو الی المصلی فی یوم عید والعنزة تحمل بین یدیه فاذا بلغ المصلی نصبت بین یدیه فصلی الیها وذلك ان المصلی کان فضاء لیس فیه مایستر به۔[1]

بلاشبہہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید کے دن صبح سویرے عیدگاہ کی طرف نکلتے آپ کے آگے آگے کسی کے ہاتھ میں نیزہ اٹھایا ہوتا، جب آپ عیدگاہ میں تشریف فرما ہوتے تو آپ کے سامنے نیزہ گاڑ دیا جاتا آپ اس کے سامنے ہوکر نماز پڑھاتے اور یہ عیدگاہ میدان میں تھی وہاں کوئی دیوار وغیرہ نہ تھی (ت)

اب صدہا سال سے اس کا احاطہ بن گیا، علامہ سید نور الدین سمہودی قدس سرہٗ استظہار فرماتے ہیں کہ یہ عمارت زمانہ امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تعمیر ہوئی، کما فی کتابه قدس سرہ فی تاریخ طیبة الطیبة صلی اللہ تعالیٰ علی طیب اطیب طیبها یطیبه وآله الطائب وبارك وسلم (جیسا کہ ان کی کتاب تاریخ طیبہ میں ہے تمام پاکوں سے پاک پر صلوٰۃ وسلام ہو، اُن کی آلِ پاک پر ہو اور برکات و سلام ہو۔ ت) اور واقعی جب امیر المومنین ممدوح نے مسجد اقدس حضور پُرنور صلوات اللہ وسلامہ علیہ کی تجدید تعمیر فرمائی ہے جہاں جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نماز پڑھنا معلوم ہوا اُن سب کی بھی تعمیر جدید خواہ تجدید فرمائی کما یستفاد من عمدة القاری للعلامة الامام البدر محمود العینی عن عمر بن شبهة عن ابی غسان عن غیر واحد من اھل العلم (جیسا کہ عمدۃ القاری علامہ بدر الدین محمود العینی نے عمر بن شبہہ سے انھوں نے ابوغسان سے اور اُنھوں نے متعدد اہل علم سے بیان کیا ہے۔ ت) علمائے کرام کہ عیدین کے لئے مصلی کو جانا مسنون و مستحب بتاتے ہیں وہی یہ بھی

---

[1] السنن لابن ماجہ باب ماجاء فی الحربۃ یوم العید مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۹۳

Marfat.com

تاج الشریعۃ والاصح انہ ای مصلی العید یاخذ حکمھا ای المساجد لانہ اعد لاقامۃ الصلٰوۃ فیہ بالجماعۃ لاعظم الجموع علی وجہ الاعلان الا انہ ابیح ادخال الدواب فیھا ضرورۃ الخشیۃ علی ضیاعھا وقد یجوز ادخال الدواب فی بقعۃ المساجد لمکان العذر والضرورۃ اھ فقد اختلف التصحیح فی مصلی العید واتفق فی مصلی الجنازۃ۔[1]

اور تاج الشریعۃ نے اس کی مخالفت کی ہے، اور اصح یہ ہے کہ عیدگاہ مسجد والا حکم رکھتی ہے کیونکہ عیدگاہ جماعتِ اعظم کے ساتھ اجتماعی صورت میں بطور اعلان اقامتِ نماز کے لئے بنائی گئی ہوتی ہے البتہ اس میں چارپایوں کا داخلہ مباح اس لئے قرار دیا گیا ہے تاکہ ان کا ضیاع نہ ہو اور عذر و ضرورت کے پیش نظر مساجد کی جگہ میں چوپایوں کا داخلہ جائز ہوتا ہے، عیدگاہ میں تصحیحِ اقوال میں اختلاف ہے مگر جنازگاہ میں اتفاق ہے۔ (ت)

اس قول پر زمانہ اقدس میں عمارت نہ ہونا وارد نہ ہوگا کہ مدینہ طیبہ میں روزِ اول سے بحمد اللہ تعالٰی اسلام ہی حاکم اسلام ہی غالب ہے عہدِ اطہر کے حضرات میں آدابِ شریعت کا جو تحفظ تھا روشن ہے، جمہور ائمہ ترجیح اگرچہ اس تصحیح کے خلاف پر ہیں تاہم قول مصحح ہے اور خلافِ علماء کا لحاظ بالاجماع مستحب اگرچہ غیر مذہب میں ہو نہ کہ خود اپنے مذہب میں خلاف قوی باختلاف تصحیح، بہرحال اس قدر میں شک نہیں کہ اس تعمیر سے وہ جگہ صحرا سے نکل کر آبادی نہ ہو جائے گی اور اس میں نماز صحرا ہی میں نماز رہے گی اور نمازِ صحرا کا ثواب ہاتھ سے نہ جائے گا، تو قولِ عمرو واضح الصحۃ ہے ھذا اکلہ ماظھر لی والعلم بالحق عند العلیم العلی (مجھ پر یہی واضح ہوا ہے اور حقیقت کا علم اللہ تعالٰی علیم و بلند کے پاس ہے۔ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۱۶ تا ۱۴۱۹ مسئولہ مولوی رحیم بخش صاحب از آرہ شاہ آباد مدرسہ فیض الغرباء ۳۰ محرم ۱۳۳۲ھ

علمائے دین ان سوالوں میں کیا فرماتے ہیں:

(۱) نمازِ عید اور خطبہ کے درمیان یا خطبۂ اول و دوم کے درمیان تحریکِ چندہ اور کسی (مسلمان جج) کی مدح وثناء، خوشامد وغیرہ (مثلاً امام نے جج کو قاضیِ وقت و قاضیِ شرع کہا اور یہ بھی کہا کہ قاضی (جج) صاحب کے ہوتے مجھے نماز پڑھانے کا حق نہ تھا لہذا ان کی اجازت سے نماز پڑھاتا ہوں) قرآن و حدیث، اجماع مجتہد و تعامل علمائے ثقہ کسی سے ثابت ہے یا نہیں؟

(۲) ثابت نہ ہونے کی صورت میں نماز اور خطبہ میں کسی قسم کی کراہت پیدا ہوئی یا نہیں؟

---

[1] غنیہ ذوی الاحکام حاشیہ درر غرر باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیھا مطبوعہ احمد کامل الکائنہ دار سعادت بیروت ۱/۱۱۰

Marfat.com

جامع الرموز میں ہے: المصلی محوط بالفناء[1] (عیدگاہ وہ ہے جو میدان میں احاطہ بنا ہو۔ت)

صحیح بخاری شریف میں ایک باب وضع فرمایا: باب العلم بالمصلی[2] یعنی مصلائے عید میں شناخت کے لئے کوئی علامت۔ امام بدر محمود نے اس علامت میں عمارت مصلے کو بھی داخل فرمایا، عمدۃ القاری میں ہے:

ص باب العلم الذی بالمصلی ش ای ھذا باب فی بیان العلم الذی ھو بمصلی العید والعلم بفتحتین ھو الشیئ الذی عمل من بناء او وضع حجر او نصب عمود ونحو ذلک لیعرف بہ المصلی[3]

باب عیدگاہ کی علامت کے بیان میں ہے ش یعنی یہ باب اس علامت کے بیان میں ہے کہ یہ جگہ عیدگاہ ہے العلم عین اور لام دونوں پر زبر ہے اس سے مراد علامت ہے خواہ بنا کی صورت میں ہو یا پتھر ولکڑی وغیرہ نصب کرنے سے ہو جس سے اس کے عیدگاہ ہونے کا پتا چل سکے۔(ت)

بالجملہ تعمیر عیدگاہ کا جواز ظاہر، اگر افضل فضائے خالی ہو بلکہ امام تاج الشریعۃ کی تصحیح پر نظر کیجئے (کہ انھوں نے فرمایا صحیح یہ ہے کہ مصلائے عید جمیع احکام میں مسجد ہے) جب تو اس کی تعمیر ضروری ہوگی خصوصاً بلادِ ہندوستان میں جہاں کفار کا غلبہ ہے کہ یوں ہی رکھیں تو آدمی جانور، جنب، حائض سب اس میں چلیں گے، پیشاب کریں گے، مسجد کی بے حرمتی ہوگی۔ علامہ شرنبلالی غنیہ ذوی الاحکام میں فرماتے ہیں:

ذکر الصدر الشھید المختار للفتوی فی الموضع الذی یتخذ لصلوۃ الجنازۃ والعید انہ مسجد فی حق جواز الاقتداء وان انفصل الصفوف رفقا بالناس وفیما عدا ذلک لیس لہ حکم المسجد کذا ذکرہ الامام المحبوبی اھ ذکرہ الکاکی ومثلہ فی فتح القدیر ویخالفہ ما قالہ

صدر الشہید نے فرمایا کہ لوگوں کی رعایت کی وجہ سے فتوٰی کے لئے مختار یہ ہے کہ وہ جگہ جو جنازہ یا عید کی نماز کے لئے بنائی گئی ہو اسے جوازِ اقتدا میں مسجد کا حکم دیا جائے گا اگرچہ صفیں متصل نہ ہوں اور اس کے علاوہ اس کا حکم مسجد والا نہیں ہوگا، امام محبوبی نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے اھ اسے کاکی نے ذکر کیا اور اسی کی مثل فتح القدیر میں ہے

---

[1] جامع الرموز — فصل صلوۃ العیدین — مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران — ۱/۲۷۱

[2] صحیح بخاری — کتاب العیدین — ؍؍ قدیمی کتب خانہ کراچی — ۱/۱۳۳

[3] عمدۃ القاری شرح البخاری — باب العلم بالمصلی — ؍؍ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت — ۶/۲۹۸

Marfat.com

شرعی احکام اور عرفی خیالات میں بہت تفاوت ہے، شریعت کا حکم تو یہ ہے کہ ہر حاکم پر فرض ہے کہ مطابق احکامِ الٰہیہ کے حکم کرے، اگر خلاف حکم الٰہی کرے تو اس کی دو صورتیں ہیں، ایک عمداً اور ایک خطاً۔ عمداً کے لئے قرآن عظیم میں تین ارشاد ہوئے کہ،

من لم یحکم بما انزل اللّٰہ فاولٰئک ھم الفسقون[1] اولٰئک ھم الظلمون[2] اولٰئک ھم الکفرون[3] — جو لوگ اللہ تعالٰی کی نازل کردہ تعلیمات کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ فاسق ہیں، وہ ظالم ہیں، وہ کافر ہیں۔ (ت)

قرآن مجید ایسے حکم کو فسق وظلم وکفر فرماتا ہے یعنی اگر عناداً ہو کہ حکم کو حق نہیں مانتا تو کافر ہے ورنہ ظالم و فاسق۔ اور اگر خطاً ہو تو اس کی پھر دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ خطا بوجہ جہل ہو یعنی علم نہ رکھتا تھا کہ صحیح احکام سے واقف ہوتا، یہ صورت بھی حرام وفسق ہے، صحیح حدیث میں قاضی کی تین قسمیں فرمائیں:

قاض فی الجنۃ وقاضیان فی النار۔ ایک قاضی جنت میں ہے اور دو قاضی دوزخ میں، وہ کہ عالم وعادل ہو جنت میں ہے اور وہ کہ قصداً خلافِ حکم کرے یا بوجہ جہل، یہ دونوں نار میں ہیں، بوجہ جہل پر ناری ہونے کا یہ سبب ہے کہ اس نے ایسی بات پر اقدام کیا جس کی قدرت نہ رکھتا تھا وہ جانتا تھا کہ میں عالم نہیں اور بے علم مطابقتِ احکام ممکن نہیں، تو مخالفتِ احکام پر قصداً راضی ہوا، بلکہ اُس سے اگر کوئی حکم مطابق شرع بھی صادر ہو جب بھی وہ مخالفتِ شرع کر رہا ہے کہ اس اتفاقی مطابقت کا اعتبار نہیں، ولہذا حدیث میں فرمایا:

من قال فی القرآن برأیہ فاصاب فقد اخطأ[4] — جس نے قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہا اگر ٹھیک کہا تو بھی غلط کہا۔

دوسری صورت خطا کی یہ ہے کہ عالم ہے احکامِ شرعیہ سے آگاہ ہے قابلیت قضا رکھتا ہے احکامِ الٰہیہ کے مطابق ہی فیصلہ کرنا چاہا اور براہِ بشریت غلط فہمی ہُوئی۔ اس کی پھر دو صورتیں ہیں: اگر وہ مجتہد ہے اور اُس کے اجتہاد نے خطا کی تو اس خطا پر اُس کے لئے اجر ہے اور وہ فیصلہ جو اُس نے

---

[1] القرآن ۵/۴۷
[2] القرآن ۵/۴۵
[3] القرآن ۵/۴۴
[4] السنن لابی داؤد کتاب العلم مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۵۸

Marfat.com

(۳) امامتِ جمعہ وعیدین و امامت نماز پنجگانہ کا حکم ایک ہی ہے یا فرق ہے؟

(۴) قاضیِ شرع کسے کہتے ہیں، قاضی کے شرائط کیا ہیں، جج شرعی قاضی ہے یا نہیں، اگر ہے تو ہر جج یا صرف مسلمان جج، اگر صرف مسلمان جج تو کیوں؟ بینوا توجروا

الجواب

چندہ کی تحریک اگر کسی امر دینی کے لئے ہو تو عین خطبہ میں اس کی اجازت ہے اور خود حدیث میں ثابت ہے ایک بار خطبہ فرماتے ایک صاحب کو ملاحظہ فرمایا کہ بہت حالت فقر و مسکنت میں تھے، حاضرین سے ارشاد فرمایا: تصدقوا صدقہ دو۔ ایک صاحب نے ایک کپڑا، دوسرے صاحب نے دوسرا کپڑا دیا، پھر ارشاد فرمایا: تصدقوا صدقہ دو۔ یہ مسکین جن کو ابھی دو کپڑے ملے تھے اٹھے اور ان دو کپڑوں میں سے ایک حاضر کیا، یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا حکم کہ تصدقوا حاضرین کے لئے عام ہے اور میں بھی حاضرین میں ہوں اور اس وقت دو کپڑے رکھتا ہوں ایک حاضر کر سکتا ہوں، ان کو اس سے باز رکھا گیا تو تمہارے ہی لئے تصدق کا حکم فرمایا جاتا ہے نہ کہ تم کو، مگر ہندوستان میں تحریک چندہ اگرچہ کیسے ہی ضروری کام کے لئے ہو زبان اردو میں ہو گی اور خطبہ میں غیر عربی کا خلط مکروہ و خلافِ سنّت ہے، لہٰذا اس وقت نہ چاہئے بلکہ بعد ختم خطبہ عید جس طرح صحیحین میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خطبۂ عید تمام فرما کر گروہ نساء پر تشریف لے گئے اور ان کو تصدق کا حکم فرمایا وہ اپنے زیور اتار اتار کر حاضر کرتی تھیں اور بلال رضی اللہ تعالٰی اپنے دامن میں لئے تھے والله تعالٰی اعلم۔

جو قاضی خلاف احکام شرعیہ حکم کرتا ہو اگرچہ مسلمان ہو اگرچہ سلطنت اسلامیہ کا قاضی ہو ہرگز اس کی مدح جائز نہیں خصوصاً منبر پر خصوصاً خطبۂ جمعہ یا عیدین میں اس کے سبب خطبہ میں تو کراہت یقینی ہے لاشتمالها على المحرم (کیونکہ یہ حرام پر مشتمل ہے۔ ت) اور اگر خطبۂ جمعہ میں ہو تو اس کی کراہت نماز کی طرف بھی سرایت کرے گی کہ جمعہ میں خطبہ شرائط نماز سے ہے اور نماز سے قبل ہوتا ہے، ہاں عیدین میں کہ نماز ہو چکی اور خطبہ اس کی شرط نہ اس میں فرض نہ واجب بلکہ ایک سنتِ مستقلہ ہے خطبہ کی کراہت نماز کی طرف سرایت نہ کرے گی، یہ تو خطبہ ہے کہ خاص امر دین ہے اور منبر کہ خاص مسند سید المرسلین ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، مطلقاً مدح فاسق کی نسبت حدیث میں ارشاد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

اذا مدح الفاسق غضب الرب واهتزله عرش الرحمٰن[1]

جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے رب عزوجل غضب فرماتا ہے اور اس کے سبب رحمٰن کا عرش ہل جاتا ہے۔

والله تعالٰی اعلم

---

[1] الکامل لابن عدی تحت اسم سابق بن عبداللہ مطبوعہ المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل ۳/۱۳۰۷

Marfat.com

ضرور ہے کہ امام کی طہارت و نماز صحیح ہو، قرآن عظیم صحیح پڑھتا ہو، بدمذہب نہ ہو، فاسق معلن نہ ہو، پھر جو کوئی پڑھائے گا نماز بلاخلل ہو جائے گی بخلاف نماز جمعہ و عیدین کہ اُن کے لئے شرط ہے کہ امام خود سلطانِ اسلام ہو یا اُس کا ماذون، اور جہاں یہ نہ ہوں تو بضرورت جسے عام مسلمانوں نے جمعہ و عیدین کا امام مقرر کیا ہو کما فی الدرالمختار وغیرہ (جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ ت) دوسرا شخص اگرچہ کیسا ہی عالم و صالح ہو ان نمازوں کی امامت نہیں کرسکتا اگر کرے گا نماز نہ ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۲۰ از ملک بنگالہ ضلع میمن سنگھ مرسلہ عبدالحکیم ۲۸ جمادی الاولٰی ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس بارہ میں کہ جمعہ مسجد میں نماز عید پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

جائز ہے مگر سنّت یہ ہے کہ نمازِ عیدین عیدگاہ میں چاہیے جبکہ کوئی عذر شرعی مانع نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۲۱ از گلگت مرسلہ سردار امیر خاں ملازم کپتان اسٹوٹ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شخص کو نمازِ عید کی خبر دی جائے اہلِ اسلام کو اور وہ دعوٰی کرتا ہے اسلام کا اور اس کو فرصت بہت ہے، اگر وہ قصداً نہ آئے تو اس کو کیا کیا جائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نمازِ عید شہروں میں ہر مرد آزاد، تندرست، عاقل، بالغ، قادر پر واجب ہے۔ قادر کے یہ معنی کہ نہ اندھا ہو، نہ لُولا ہو، نہ لنجھا، نہ قیدی، نہ کسی ایسے مریض کا تیماردار ہو کہ یہ اُسے چھوڑ کر گھر سے جائے تو مریض ضائع رہ جائے، نہ ایسا بوڑھا کہ چل پھر نہ سکے، نہ اُسے نماز کو جانے میں حاکم یا چور یا دشمن کی طرف سے جان یا مال یا عزت کا سچا خوف ہو، نہ اُس وقت مینہ یا برف یا کیچڑ یا سردی اس قدر شدت سے ہو کہ نماز کو جانا سخت مشقت کا موجب ہو،

فی التنویر تجب صلٰوتھما ای العیدین علی من تجب علیہ الجمعۃ بشرائطھا سوی الخطبۃ[1] اھ وفی جمعۃ الدرالمختار

تنویر میں ہے عیدین کی نماز ان پر لازم ہے جن پر جمعہ لازم ہے، خطبہ کے علاوہ شرائط بھی وہی ہیں اھ درمختار کے باب جمعہ میں ہے کہ

[1] درمختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۴

Marfat.com

رکیا نافذ ہے، اور اگر مقلد ہے جیسے عموماً قاضیانِ زمانہ، اور جد وجہد میں اس نے کمی نہ کی اور فہمِ حکم میں اُس سے غلطی واقع ہُوئی اور ہے پُورا عالم اور اس عہدہ جلیلہ کے قابل تو اس کی یہ خطا معاف ہے مگر وہ فیصلہ نافذ نہیں، یہ سب احکام قاضیانِ سلطنت اسلامیہ سابقہ کے لئے ہیں جو اسی کام کے لئے مقرر ہوئے تھے کہ مطابق احکام الٰہیہ فیصلہ کریں، بخلاف حال کہ اکثر اسلامی سلطنتوں کے جن میں خود سلاطین نے احکام شرعیہ کے ساتھ اپنے گھڑے ہوئے باطل قانون بھی خلط کئے ہیں اور قاضیوں کو اُن پر فیصلہ کرنے کا حکم ہے اُن کی شناعت کا کیا اندازہ ہوسکتا ہے کہ وُہ اللہ و رسول کے خلاف حکم کرنے ہی پر مقرر ہوئے، ان اسلامی سلطنتوں کے ایسے قاضیوں کو بھی قاضیِ شرع کہنا حلال نہیں ہوسکتا بلکہ اس کلمہ کی تہ میں جو خباثت ہے قائل اگر اُس پر آگاہ ہو اور اُس کا ارادہ کرے تو قطعاً خارج از اسلام ہوجائے کہ اُس نے باطل کا نام شرع رکھا، ولہذا ائمہ کرام نے اپنے زمانہ کے سلاطینِ اسلام کی نسبت فرمایا ہے کہ :

من قال لسلطان زماننا عادل فقد کفر[1]	ہمارے زمانے کے سلطان کو عادل کہنا کفر ہے۔

کہ وُہ خلافِ احکام الٰہیہ حکم کرتے ہیں اور خلاف احکام الٰہیہ عدل نہیں ہوسکتا، عدل حق ہے تو اُسے عدل کہنے کے یہ معنی ہُوئے کہ خلافِ احکامِ الٰہیہ حق ہے، تو معاذاللہ احکامِ الٰہیہ ناحق ہُوئے اور یہ کفر ہے، بہرحال جو قاضی خلاف احکامِ الٰہیہ حکم کرتا ہو ہرگز قاضیِ شرع نہیں ہوسکتا، جب قاضیان سلطنت اسلامیہ کی نسبت یہ احکام ہیں تو سلطنت غیر اسلامیہ کے حکام تو مقرر ہی اس لئے کئے جاتے ہیں کہ مطابق قانون فیصلہ کریں، رہی رجسٹراری اُس میں اگرچہ کوئی حکم نہیں مگر وُہ دستاویزوں پر شہادت ہے اور انھیں رجسٹر پر چڑھانا اور اُن میں بہت دستاویزیں سود کی بھی ہوتی ہیں اور صحیح حدیث میں ہے :

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اٰکل الربٰو ومؤکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء[2]	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سُود کھانے والے اور سُود دینے والے اور سُود کا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہیاں کرنے والوں پر۔ اور فرمایا سب برابر ہیں۔

جمعہ وعیدین کی امامت پنجگانہ کی امامت سے بہت خاص ہے، امامتِ پنجگانہ میں صرف اتنا

---

[1] ردالمحتار کتاب الاشربہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵/۳۲۷

[2] سنن ابو داؤد باب فی آکل الربا ،، آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۱۷

Marfat.com

الجواب

تشریع نمازِ عید در سال اول از ہجرت ست ف الدرتشرع فی الاولی من الھجرۃ و او معروف نہ شد در شرع مگر بہمیں نہج و وضع و حکمت در تکبیرات اظہار سرور دینی و امتثال قولِ او تعالیٰ ست عز جلالہ ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علی ماھدٰکم[1] ھذا فی عید الفطر وقولہ عزوجل لتکبروا اللہ علی ماھدٰکم و بشر المحسنین[2] فی عید الاضحیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نمازِ عید ہجرت کے سالِ اول میں شروع ہُوئی، در میں ہے کہ نمازِ عید ہجرت کے پہلے سال شروع ہوئی، اور وہ شرع میں معروف نہ ہوئی تھی، مگر اسی اسلوب و طریقہ پر۔ اور تکبیرات میں حکمت دینی سرور کا اظہار اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل ہے کہ تم اس مدت (رمضان) کو مکمل کرو اور اللہ کی عطا کردہ ہدایت پر اللہ کی بڑائی بیان کرو، یہ عید الفطر میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے تم اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہدایت پر تکبیر کہو اور محسنین کو بشارت دو۔ یہ عید الاضحیٰ کے بارے میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۲۲ سائل مذکورہ بالا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر بلا عذر نمازِ عید روزِ اول نہ پڑھیں تو روزِ دوم مع الکراہۃ جائز ہے جیسا کہ بعض خطبوں میں لکھا ہے یا اصلاً صحیح نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نمازِ عید الفطر میں جو بوجہ عذر ایک دن کی تاخیر روا رکھی ہے وہاں شرطِ عذر صرف نفی کراہت کے لئے نہیں بلکہ اصل صحت کے لئے ہے یعنی اگر بلا عذر روزِ اول نہ پڑھے تو روزِ دوم اصلاً صحیح نہیں، نہ یہ کہ مع الکراہۃ جائز ہو، عامہ معتبرات میں اس کی تصریح ہے، مصنفِ خطبہ کہ شخص مجہول ہے قابلِ اعتماد نہیں اُسے نمازِ عید اضحیٰ سے اشتباہ گزرا کہ وہاں دُو روز کی تاخیر بوجہ عذر بلا کراہت اور بلا عذر بروجہ کراہت روا ہے۔

فی الدر المختار وتؤخر بعذر کمطر الی الزوال من الغد فقط واحکامھا احکام الاضحی لکن یجوز تاخیرھا الی اٰخر ثالث ایام النحر

درمختار میں ہے کہ عذر مثلاً بارش کی وجہ سے فقط دوسرے دن زوال تک مؤخر کی جاسکتی ہے اور عید الفطر کے احکام عید الاضحیٰ کے احکام کی طرح ہیں لیکن عید الاضحیٰ

---

[1] القرآن ۲/۱۸۵
[2] القرآن ۲۲/۳۷

Marfat.com

شرط لافتراضها اقامة بمصر وصحة و الحق بالمریض الممرض والشیخ الفانی وحریة وذکورة وبلوغ وعقل ووجود بصر وقدرته علی المشی وعدم حبس وخوف ومطر شدید ووحل وثلج ونحوهما[1] اھ ملخصًا فی ردالمحتار قولہ الممرض ھذا ان بقی المریض ضائعا بخروجہ فی الاصح حلیة وجوھرۃ[2]، قولہ وعدم خوف ای من السلطان اولص منح، قال فی الامداد ویلحق بہ المفلس اذا خاف الحبس کما جاز التیمم بہ، قولہ ونحوھما ای کبرد شدید[3] اھ ملتقطا۔

اس کی فرضیت کے لئے شہر میں مقیم ہونا اور صحتمند ہونا شرط ہے اور مریض کے ساتھ ممرض (مریض کا تیماردار کہ یہ اسے چھوڑ کر گھر سے جائے تو مریض ضائع رہ جائے) شیخ فانی ملحق ہے، حریت، ذکورت، بلوغ، عقل، نظر کا ہونا، چلنے پر قدرت، نہ قیدی، نہ خوف، نہ شدید بارش، نہ کیچڑ، نہ برف وغیرہ ہو اھ ملخصًا، ردالمحتار میں ہے کہ ماتن کا قول کہ ممرض یعنی مریض کا تیماردار وہ کہ اسے چھوڑ کر گھر سے چلا جائے تو مریض ضائع رہ جائے حلیہ وجوہرہ، اور ماتن کا قول عدم خوف، سلطان کا یا چور کا، منح۔ امداد میں ہے اس کے ساتھ مفلس بھی لاحق ہے جب اسے حبس کا خوف ہو جیسا کہ اس کے لئے تیمم جائز ہے۔ ماتن کا قول و نحوہما یعنی دونوں کی مثل یعنی شدید سردی اھ ملتقطا (ت)

تو شخص شہر میں ان صفات کا جامع اور ان موانع سے خالی ہو اور وہاں اقامت نماز عید بروجہ شرعی ہو، پھر نہ پڑھے تو گنہگار اور شرعًا مستحق سزا و تعزیر ہوگا لارتکابہ معصیة لاحد فیھا (کیونکہ یہ ایسی معصیت کا ارتکاب ہے جس میں حد نہیں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۲۲: از رام پور متصل مراد آباد محلہ ملا ظریف گھیر فرنگن محل مرسلہ مولوی ریاست حسین صاحب ۴ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ تکبیرات زوائد عیدین بکدام سال مشروع شدہ اند و علتش چہ بود؟

اس بارے میں علماء کرام کیا فرماتے ہیں کہ عیدین کی تکبیرات زائد کس سال شروع ہوئیں اور ان کی علت کیا ہے؟

---

[1] درمختار باب الجمعہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۱۲

[2] ردالمحتار مطلب فی شروط الجمعۃ " " " ۱/ ۶۰۲

[3] " " " " " ۱/ ۶۰۳

Marfat.com

وان فاتت بغیر عذر لا یصلی فی الیوم الثانی فان فاتت فی الیوم الثانی بعذر او بغیر عذر لایصلی بعد ذلك واما عید الاضحی ان فاتت فی الیوم الاول بعذر او بغیر عذر یصلی فی الیوم الثانی فان فاتت فی الیوم الثانی بعذر او بغیر عذر یصلی فی الیوم الثالث فان فاتت فی الیوم الثالث بعذر او بغیر عذر لا یصلی بعد ذلك[1] وفی الھندیۃ عن تبیین الامام الزیلعی العذر ھھنا لنفی الکراھۃ حتی لواخروھا الی ثلثۃ ایام من غیر عذر جازت الصلوۃ وقد اساؤا وفی الفطر للجواز حتی لو اخروھا الی الغد من غیر عذر لا یجوز[2] انتھی ومثلہ فی رمز الحقائق للعلامۃ العینی۔

ادا کی جائے اور اگر عذر نہ تھا تو دوسرے دن نہیں پڑھی جاسکتی، اور اگر دوسرے دن بھی نہ پڑھی جاسکی خواہ عذر تھا یا نہیں، تو اس کے بعد نہیں پڑھی جاسکتی، باقی نماز عید الاضحٰی اگر عذر یا بغیر عذر پہلے دن رہ گئی تو دوسرے دن پڑھ لی جائے، اگر دوسرے دن فوت ہوگئی عذر تھا یا نہ تھا تو تیسرے دن پڑھ لی جائے، اور اگر تیسرے دن بھی رہ گئی خواہ عذر تھا یا نہ تھا تو اس کے بعد ادا نہیں کی جاسکتی، ہندیہ میں امام زیلعی کی تبیین سے ہے کہ یہاں عذر نفی کراہت کے لئے ہے، حتی کہ اگر بغیر عذر کے تین دن نماز موخر کردی تو اب بھی نماز جائز البتہ تاخیر کرکے بُرا کیا اور فطر میں عذر جواز کے لئے ہے حتی کہ اگر بغیر عذر کے نماز دوسرے دن تک مؤخر کی تو اب اس کی ادائیگی جائز نہ ہوگی انتہی، علامہ عینی کی رمز الحقائق میں اسی طرح ہے۔ (ت)

بالجملہ اس کا خلاف کتب متداولہ میں فقیر کی نظر سے کسی روایت ضعیفہ میں بھی نہ گزرا۔

اللھم الا ما رأیت فی جواھر الاخلاطی من قولہ اذا فاتت صلوۃ عید الفطر فی الیوم الاول بعذر او بغیرہ صلی فی الیوم الثانی ولم یصل بعدہ اھ فیظن ان یکون خلطا من الاخلاطی فانی رأیت لہ غیر ما مسئلۃ خالف فیھا الکتب المعتمدۃ والاسفار المعتبرۃ او یکون من خطاء الناسخ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مگر یہ کہ میں نے جواہر اخلاطی میں یہ عبارت دیکھی کہ جب نماز عید الفطر پہلے دن فوت ہو خواہ عذر تھا یا نہ تھا تو دوسرے دن ادا کی جائے اور اس کے بعد نہیں پڑھی جاسکتی اھ تو گمان یہ ہے کہ اخلاطی کا غلط ہے کیونکہ میں نے متعدد مسائل میں دیکھا ہے کہ وہ کتب معتمدہ اور اسفار معتبرہ کے خلاف لکھتے ہیں یا یہ کاتب کی غلطی ہوسکتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں باب صلوٰۃ العیدین مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ ۱/ ۸۸

[2] فتاوٰی ہندیہ 〃 〃 نوری کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۵۳

Marfat.com

بلا عذر مع الکراھۃ وبہ ای بالعذر یدونہا فالعذر ھنا لنفی الکراھۃ وفی الفطر للصحۃ[1] اھ ملخصا وفی نور الایضاح وشرحہ مراقی الفلاح کلاھما للعلامۃ الشرنبلالی تؤخر صلوٰۃ عید الفطر بعذر الی الغد فقط وقید العذر للجواز لا لنفی الکراھۃ فاذا لم یکن عذر لا تصح فی الغد[2] اھ ملتقطا وفی مجمع الانھر للفاضل شیخی زادہ العذر فی الاضحی لنفی الکراھۃ وفی الفطر للجواز[3] وفی شرح النقایۃ للشمس القھستانی لو ترکت بغیر عذر سقطت کما فی الخزانۃ[4] اھ ففی شرح المنیۃ الکبیر للعلامۃ الحلبی صلوٰۃ عید الاضحی تجوز فی الیوم الثانی والثالث سواء اخرت بعذر اوبدونہ اما صلوٰۃ الفطر فلا تجوز الا فی الثانی بشرط حصول العذر فی الاول[5] اھ وفی الفتاوی الخانیۃ ان فاتت صلوٰۃ الفطر فی الیوم الاول بعذر یصلی فی الیوم الثانی

کو بلاعذر ایامِ نحر کے تیسرے دن تک مؤخر کیا جا سکتا ہے، ہاں کراہت ہے اور عذر ہو گا تو کراہت نہیں ہوگی، یہاں عذر کا ہونا نفی کراہت کے لئے ہے اور عید الفطر میں صحت کے لئے ہے اھ تلخیصا نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں علامہ شرنبلالی فرماتے ہیں کہ عذر کی وجہ سے عید الفطر کو دوسرے دن تک مؤخر کیا جا سکتا ہے، عذر کی قید جواز کے لئے ہے نفی کراہت کے لئے نہیں، تو جب عذر نہ ہو تو دوسرے دن نماز صحیح نہ ہو گی اھ ملتقطاً، مجمع الانہر میں فاضل شیخی زادہ کہتے ہیں کہ اضحی میں عذر نفی کراہت اور فطر میں جواز کے لئے ہے، شرح نقایہ للشمس قہستانی میں ہے کہ اگر نمازِ عید بغیر عذر کے چھوڑ دی تو وہ ساقط ہو جائے گی، خزانہ میں بھی اسی طرح ہے اھ شرح منیہ کبیر للعلامہ حلبی میں ہے کہ عید الاضحی کی نماز دوسرے اور تیسرے دن بھی جائز ہے خواہ عذر کی وجہ سے مؤخر ہوئی یا بلاعذر، لیکن نمازِ عید الفطر اگر پہلے دن کسی عذر کی وجہ سے ادا نہ کی جا سکی تو فقط دوسرے دن پڑھی جا سکتی ہے اھ فتاوٰی خانیہ میں ہے کہ اگر کسی عذر کی وجہ سے عید الفطر پہلے دن رہ گئی تو دوسرے دن

---

[1] درمختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۶

[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب احکام العیدین مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۹۳

[3] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب صلوٰۃ العیدین " داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۷۵

[4] جامع الرموز فصل فی العیدین مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۷۵

[5] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی باب العیدین " سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۷۱

Marfat.com

اور باقی چھ ماہ بیل بکریاں اُسی جگہ میں چرتی ہیں اور وہ جگہ خراجی ہے وقفی نہیں، تو اس جگہ کو شرع میں عیدگاہ کہتے ہیں یا نہیں اور اس میں نماز عید کی درست ہے یا نہیں ؟

(۲) عید کے دن بعد نماز عید کے مصافحہ کرنا درست ہے یا نہیں ؟ اگر مصافحہ کریں تو حرام ہے یا نہیں ؟ اور معانقہ کرنا بھی درست ہے یا نہیں ؟

الجواب

(۱) اگر وہ زمین کسی شخص کی ملک ہے اور اُس نے نمازِ عید کے لئے وقف نہ کی تو وہ عیدگاہ نہ ہوگی،

فان مصلی العید عرفا ھو عادی الارض المقرر من جھۃ سلطان الاسلام او جماعۃ مسلمی البلد لصلوۃ العید او للمملوك الموقوف لھا من جھۃ المالك۔

کیونکہ عیدگاہ عرفاً زمین کا وہ ٹکڑا ہے جسے بادشاہِ اسلام یا مسلمانوں کی ایک جماعت نے نمازِ عید کے لئے چھوڑا ہو یا وہ مالک کی طرف سے نمازِ عید کے لئے وقف ہو۔ (ت)

ہاں باجازت مالک اُس میں نماز درست ہے،

فانہ لیس المسجد ولا الوقف من جھۃ شرائط صحۃ صلوۃ اصلا صلوۃ العید کانت او الجمعۃ او غیرذلك کما نصوا علیہ فی کتب المذھب۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کیونکہ نہ مسجد اور نہ صحتِ صلوۃ کے لئے شرائطِ وقف کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے خواہ وہ نمازِ عید ہو یا جمعہ یا اس کے علاوہ کوئی نماز ہو جیسا کہ کتبِ میں فقہاء نے تصریح کی ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) بعد نمازِ عید مصافحہ و معانقہ دونوں درست ہیں جبکہ کسی منکر شرعی پر مشتمل یا اس کی طرف منجر نہ ہوں جیسے خوبصورت امردِ اجنبی محلِ فتنہ سے معانقہ بلکہ مصافحہ بھی کہ بحالت خوفِ فتنہ اُس کی طرف نظر بھی مکروہ ہے نہ کہ مصافحہ نہ کہ معانقہ۔

کما فی الدرالمختار وغیرہ من معتمدات الاسفار وتفصیل المسائل موکول الی رسالتنا وشاح الجید فی تحلیل معانقۃ العید۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جیسا کہ درمختار جیسی معتبر کتب میں ہے اور اس کی تفصیل ہمارے رسالہ "وشاح الجید فی معانقۃ العید" میں خوب ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۲۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں اگر ہلالِ شوال دن چڑھے تحقیق ہو اور بارش شدید ہو بعض اہلِ شہر نمازِ عید پڑھیں بعض بسبب بارش نہ پڑھیں تو جماعت باقیماندہ دوسرے دن

Marfat.com

مسئلہ ۱۲۲۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عیدگاہ میں ایک دن ایک ہی خطبہ ہے دو امام نے دو جماعت نماز پڑھائی اُن میں سے پہلے امام نے مع خطبہ کے نماز پڑھائی اور ثانی امام نے بدون خطبہ کے نماز ادا کی اب ان دونوں جماعتوں کی نماز ہُوئی یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو دونوں کی جائز ہُوئی یا ایک کی، اور اگر ایک جائز ہُوئی تو پہلے کی یا ثانی کی، اور اگر ناجائز ہے تو دونوں کی ناجائز ہے یا ایک کی؟ اگر ایک ہے تو پہلے کی یا ثانی کی؟ بینوا بحوالۃ الکتاب وتوجروا یوم الحساب (کتاب کے حوالے کے ساتھ بیان کرو اور حساب کے دن اجر پاؤ۔ت)

الجواب

اگر دونوں امام ماذون باقامت نماز عید تھے تو دونوں جائز ہوگئیں اگرچہ امام دوم نے ترک سنّت کیا کہ عیدین میں خطبہ سنت ہے فرض وشرط نہیں تو اس کا ترک موجب ناجوازی نہ ہوگا البتہ موجب اسارت و کراہت ہے،

فی الدرالمختار تجب صلٰوتھما علی من تجب علیہ الجمعۃ بشرائطھا المتقدمۃ سوی الخطبۃ فانھا سنۃ بعدھا[1] فی ردالمحتار قال فی البحر حتی لو لم یخطب اصلا صح واساء لترك السنۃ[2] فی التنویر تؤدی بمصر بمواضع اتفاقا[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے کہ عیدین کی نماز ان لوگوں پر لازم ہے جن پر جمعہ لازم ہے اور خطبہ کے علاوہ تمام شرائط بھی جمعہ والی ہی ہیں کیونکہ عید کے بعد خطبہ سنت ہے ردالمحتار میں ہے کہ بحر میں ہے حتی کہ اگر بالکل خطبہ دیا ہی نہیں تو نماز صحیح ہوگی لیکن ترکِ سنت کی وجہ سے بُرا کیا۔ تنویر میں ہے کہ شہر میں بالاتفاق متعدد مقامات پر عید ادا کی جاسکتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۱۲۲۵ تا ۱۲۲۶: از ملک بنگالہ ضلع ڈھاکہ ڈاک خانہ بدیعار بازار موضع قاضیہ گاؤں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ان مسائل مندرجہ ذیل میں:

(۱) جس جگہ میں عید کی نماز کے واسطے احتیاط نہیں بلکہ پنج یا چھ ماہ تک پانی کے نیچے ڈوبا ہوا رہتا ہے

---

[1] درمختار | باب العیدین | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۱۴

[2] ردالمحتار | " | " مصطفی البابی مصر | ۱/۶۱۱

[3] تنویر الابصار | " | " مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۱۴

Marfat.com

اور عبارت تنویر الابصار مورث تنویر الابصار امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ غزی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ابتداءً اس مسئلہ کو ایسے پیرایہ میں ادا فرمایا کہ وہم واہم راہ نہ پائے،

حیث یقول ولایصلیہا وحدہ ان فاتت مع الامام[1] اھ

یہاں انھوں نے کہا تنہا نماز نہ پڑھے جب امام کے ساتھ فوت ہوگئی اھ (ت)

یونہی امام حافظ الدین ابوالبرکات نسفی رحمہ اللہ تعالٰی کا اپنے متن و شرح وافی وکافی میں ارشاد ازالہ اوہام ایقاظ افہام کے لئے کافی ووافی،

لوتقض ان فاتت مع الامام ای صلی الامام العید وفاتت من شخص فانہا لاتقضی لانہا ماعرفت قربۃ الابفعلہ علیہ الصلٰوۃ والسلام ومافعلہا الابالجماعۃ فلاتؤدی الابتلک الصفۃ[2] اھ ملخصا

نہ قضا کی جائے اگر امام کے ساتھ رہ گئی ہو یعنی امام نے نماز عید پڑھادی اور ایک شخص کی فوت ہوگئی تو وہ اسے قضا نہ کرے کیونکہ یہ نماز حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے معمول کے مطابق ہی مشروع ہے اور آپ نے اسے جماعت ہی سے ادا فرمایا لہٰذا اب اس صفت کے علاوہ اسے ادا نہیں کیا جاسکتا اھ ملخصاً (ت)

علامہ بدرالدین محمود عینی رمز الحقائق میں فرماتے ہیں:

صلاہا الامام مع الجماعۃ ولم یصلہا ہو لایقضیہا لافی الوقت ولابعدہ لانہا شرعت بشرائط لاتتم بالمنفرد[3] اھ

امام نے جماعت کروادی لیکن اس شخص نے نہیں پڑھی تو اب وہ قضا نہ کرے نہ وقت کے اندر نہ بعد میں کیونکہ یہ کچھ شرائط کے ساتھ مشروع تھی اور وہ اکیلا ہونے کی صورت میں پوری نہیں ہوتیں اھ (ت)۔

مستخلص میں زیر قول کنز لم تقض ان فاتت مع الامام (قضا نہ کی جائے اگر امام کے ساتھ رہ گئی ہو۔ت) لکھتے ہیں:

معناہ لولم یصل رجل مع الامام لم یقضیہا منفردا[4]

معنٰی اس کا یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے امام کے ساتھ نماز عید نہیں پڑھی تو وہ اب تنہا قضا نہ کرے (ت)

---

[1] درمختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۶

[2] کافی شرح وافی

[3] رمز الحقائق باب فی احکام صلٰوۃ العیدین مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۵۸

[4] مستخلص الحقائق " " " " کانشی رام پرنٹنگ پریس، لاہور ۱/۲۹۹

Marfat.com

ادا کریں یا اب انھیں اجازت نہ دی جائے گی کہ نماز ہو چکی، اور قہستانی میں ہے:

اذا صلی الامام صلٰوتہ مع بعض القوم لایقضی من فاتت تلک الصلٰوۃ عنہ لا فی الیوم الاول ولا من الغد[1] انتہی۔

جب امام نے کچھ لوگوں کو نماز پڑھادی تو جن کی نماز فوت ہوگئی وہ اسے قضا نہیں کرسکتے، نہ پہلے دن اور نہ دوسرے دن، انتہی (ت)

بینوا توجروا۔

بینوا توجروا

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب (اے اللہ! حق اور صواب کی توفیق عطا فرما۔ ت) صورت مستفسرہ میں جماعت باقیماندہ بیشک دوسرے دن ادا کرے کہ عید الفطر میں بوجہ عذر ایک دن کی تاخیر جائز ہے اور بارش عذر شرعاً مسموع،

فی الدرالمختار وتؤخر بعذر کمطر الی الزوال من الغد فقط[2] انتہی

درمختار میں ہے عذر کی وجہ سے نماز فطر فقط دوسرے دن تک مؤخر کی جائے گی جیسے بارش۔ انتہی (ت)

اور صلٰوۃ عید میں جواز تعدد متفق علیہ ہے بخلاف جمعہ کہ اس میں خلاف ہے اور راجح جواز،

فی الدرالمختار تؤدی بمصر واحد بمواضع کثیرۃ اتفاقاً[3] اھ

درمختار میں ہے کہ ایک شہر میں بالاتفاق متعدد مقامات پر نماز عید ادا کی جاسکتی ہے اھ (ت)

تو ادائے بعض اہل شہر سے بعض دیگر کو دوسرے روز پڑھنا کیونکر ممنوع ہوسکتا ہے کلام قہستانی وغیرہ اس صورت میں ہے جب عامۂ اہل بلد پڑھ لیں اور ایک آدمی باقی رہ جائے کہ نماز عید بے جماعت مشروع نہیں ناچار پڑھنے سے باز رہے گا، ہدایہ کی تعلیل اس پر صاف دلیل،

قال من فاتتہ صلٰوۃ العید مع الامام لم یقضہا لان الصلٰوۃ بھذہ الصفۃ لم تعرف قربۃ الا بشرائط لاتتم بالمنفرد[4] اھ

فرمایا جس کی نماز عید امام کے ساتھ فوت ہوگئی وہ اسے قضا نہیں کرسکتا کیونکہ اس طرح کی نماز شرائط کے ساتھ مشروع ہے اور وہ شرائط تنہا ہونے کی صورت میں پوری نہیں ہوتیں اھ (ت)

---

[1] جامع الرموز	فصل فی صلٰوۃ العیدین	مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران	۱/۲۷۴
[2] درمختار	باب العیدین	" مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۱۶
[3] "	"	"	
[4] الہدایۃ	"	" المکتبۃ العربیۃ کراچی	۱/۱۵۴

Marfat.com

بیان کئے اور قاطع شغب یہ ہے کہ درمختار میں درصورت فوات مع الامام تصریح کی :

لو امکنہ الذھاب الی الامام الاٰخر فعل لانھا تؤدی بمصر واحد بمواضع کثیرۃ اتفاقا[1]۔

اگر دوسرے امام کی طرف جانا ممکن ہو تو چلا جائے کیونکہ ایک شہر میں بالاتفاق متعدد جگہوں پر نمازِ عید ادا کی جاسکتی ہے (ت)۔

حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے :

لوقدر بعد الفوات مع الامام علی ادراکھا مع غیرہ فعل للاتفاق علی جواز تعددھا اھ[2]

اگر ایک امام کے ساتھ فوت ہونے کے بعد دوسرے امام کے ساتھ نماز ادا کی جاسکتی ہے تو نمازی وہاں چلا جائے کیونکہ متعدد مقامات پر عید کے جواز پر اتفاق ہے اھ (ت)

دیکھو نص فرماتے ہیں کہ ایک امام کے پیچھے نہ پڑھے تو دوسرے امام کے پیچھے پڑھے اور حالِ عذر میں روزِ اول و دوم یکساں، آج پڑھے گا تو کل کون مانع، مگر یہ ضرور ہے کہ جو امام عیدین وجمعہ کے لئے مقرر ہوا سے بھی فوت ہوئی ہو کہ امامت کے لئے امام معین مل سکے اور اگر مقرر کردہ امام سب پڑھ چکے اور بعض لوگ رہ گئے، تو یہ بیشک نہیں پڑھ سکتے نہ آج نہ کل واللہ تعالٰی اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

مسئلہ ۱۴۲۸ تا ۱۴۳۱ از پیلی بھیت مدرسۃ الحدیث جناب مولانا وصی احمد صاحب محدث سُورتی رحمہ اللہ تعالٰی
۸ ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں :

(۱) اگر حاکم وقت نے عام طور پر اجازت دے دی کہ تم لوگ فلاں زمین پر اپنی عیدگاہ بنالو یا بلا اجازت عیدگاہ بنانے کے فقط دوگانہ ادا کرنے کی اجازت دی تو ان دونوں صورتوں میں نماز کا ثواب اسی قدر ملے گا جس قدر مسلمان کی وقف کردہ عیدگاہ میں ملتا ہے یا اس سے کم ؟

(۲) اور صورتِ اولٰی میں اگر مسلمانوں نے عیدگاہ بنالی تو وہ وقف سمجھی جائے گی اور احکام عیدگاہ اس کے لئے ثابت ہوں گے یا وُہ زمین ملک حاکم پر باقی ہے اور وقف کے احکام جاری نہ ہوں گے ؟

(۳) اگر بے اجازت گورنمنٹ گورنمنٹی زمین پر نمازِ عید پڑھی گئی تو نماز بلا کراہت ہوگئی یا نہیں ؟

(۴) مصلی اعنی عیدگاہ کے مفہوم میں اُس کا محاط ہونا داخل ہے جیسے کہ جامع الرموز کی عبارت سے واضح

---

[1] درمختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۶

[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب احکام العیدین مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۹۲

Marfat.com

یا تو یہ معنی ہیں کہ امام معین ماذون من السلطان ادا کر چکا اور ان باقیماندہ میں کوئی مامور نہیں، اقامت کون کرے، فاضل محقق حسن شرنبلالی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا کلام مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں اس طرف ناظر ہے

اذ قال من فاتته الصلوٰۃ فلم یدرکھا مع الامام لایقضیھا لانھا لم تعرف قربۃ الابشرائط لاتتم بدون الامام ای السلطان او مامورہ[1]

کیونکہ انھوں نے کہا ہے جو نماز امام کے ساتھ نہ پڑھ سکا وہ اب قضا نہ کرے کیونکہ یہ نماز شرائط کے ساتھ مشروع ہے اور وہ امام یعنی سلطان یا اس کے نائب کے بغیر پوری نہیں ہوسکتیں (ت)

اس لئے فاضل سید احمد مصری اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

ای وقد صلاھا الامام او مامورہ فان کان ماموراً باقامتہا لہ ان یقیمہا[2] اھ

یعنی امام یا اس کے نائب نے نماز پڑھا دی پس اگر وہ امامتِ عید کے لئے مامور تھا تو وہ اسے پڑھا سکتا ہے (ت)

اقول وقد یشیر الیہ تعریف الامام فی عبارۃ النقایۃ المذکورۃ وغیرھا کما لایخفی علی العارف باسالیب الکلام۔

اقول اس کی طرف عبارت نقایہ وغیرہ میں جو امام نے تعریف کی ہے وہ بھی اشارہ کرتی ہے جیسا کہ کلام کے اسالیب کے ماہر پر مخفی نہیں۔ (ت)

بہر طور عبارت جامع الرموز سے بدیں وجہ کہ نماز ایک بار ہو چکی باقیماندہ لوگوں کے لئے ممانعت تصور کرنا محض خطا **اقول** بلکہ اگر نظر سلیم ہو تو وہی عبارت بعینہا مانحن فیہ میں جواز پر دال کہ اس میں صرف دوسرے ہی دن کی نسبت ممانعت نہیں بلکہ جب امام جماعت کر چکے تو اُس روز بھی نہ پانے والے کو منع کرتے ہیں حیث قال لافی الیوم الاول ولامن الغد (نہ پہلے اور دوسرے دن ۔ ت) اور اول بیان ہو چکا کہ تعددِ جماعت عیدین میں بالاتفاق جائز اور معلوم ہے کہ یہ تعدد و تاخر سے خالی نہیں ہوتا اگر عبارت مفرح نقایہ کے یہ معنی ہوتے کہ جب ایک جماعت پڑھ لے تو دوسروں کو مطلقاً اجازت نہیں تو یہ تعدد کیونکر روا ہوتا اور نماز عید کا بھی حکم اس امر میں اُس کے مذہب پر جو تعددِ جمعہ روا نہیں رکھتا مانند نماز جمعہ ہو جاتا یعنی جماعت سابقہ کی تو نماز ہو گئی باقی سب کی ناجائز کما فی الدر المختار علی المرجوح فی الجمعۃ لمن سبق تحریمتہ (جیسا کہ درمختار میں مرجوح قول کے مطابق ہے کہ جمعہ ان لوگوں کا ہے جن کی تحریمہ پہلے ہو۔ ت) تو بالیقین معنی کلام وہی ہیں جو ہم نے

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب احکام العیدین مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۹۲
[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح " " " " " "

Marfat.com

فی القہستانی فلہ علی العادۃ الحادثۃ بناء قصد بہ التعریف لااشتراط بناء۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

میں چٹیل میدان میں بغیر کسی عمارت کے ہوتی تھی، اور قہستانی میں جو کچھ ہے وہ عادت معروفہ پر مبنی ہے یہ نہیں کہ بناء کو بطور شرط بیان کیا گیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۴۳۲: قاضی عبدالحمید صاحب از قصبہ کیکڑی ضلع اجمیر شریف ۲۸ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وفضلائے شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد عیدگاہ میں جبکہ مسلمانوں میں رنج ہو اور مذہب غیر ہو تو اس صورت میں نماز عیدین کی دونوں گروہ اپنے اپنے امام کے ساتھ علیحدہ علیحدہ نماز وخطبہ ایک مسجد میں ادا کرسکتے ہیں یا نہیں؟ جواب دو پروردگار اجر دے گا۔

الجواب

نمازِ عید مثل نمازِ جمعہ ہے نماز پنجگانہ کی طرح نہیں جن میں ہر شخص صالح امامت کرسکتا ہے، عیدین اور جمعہ کے لئے شرط ہے کہ امام خود سلطانِ اسلام ہو یا اُس کا نائب یا اُس کا ماذون، اور نہ ہو تو بضرورت جسے عام مسلمانوں نے امامتِ جمعہ وعیدین کے لئے مقرر کیا ہو، ظاہر ہے کہ ایک مسجد میں ایک نماز کے لئے دو شخص امام مقرر نہیں ہوتے تو جو اُن میں مقرر نہیں ہے اسکی اور اُس کے پیچھے والوں کی نماز نہ ہوگی اور یہاں اختلاف مذہب حنفیت وشافعیت عذر نہیں ہوسکتا، ہاں اگر ایسا اختلاف مذہب ہے کہ اُن میں ایک گروہ سُنّی اور دوسرا وہابی یا غیر مقلد، تو اس صورت میں اُس امام اور اُس کے مقتدیوں کی نماز باطل محض ہے، اور سُنّیوں پر لازم ہے کہ اپنا امام اپنے میں سے مقرر کریں انھیں کی نماز نماز ہوگی وبس۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۳۳: از شہر محلہ بازار صندل خاں مرسلہ ہدایت اللہ صاحب ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

زید عید کی نماز سے پہلے درزی کا کام کرتا رہا، بکر نے کہا کہ زید نے نماز سے پہلے جتنی مزدوری کی وہ حرام ہے اس لئے کہ اُس نے جتنا کام قبل نماز کیا وہ ناجائز تھا، آیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب

بکر محض غلط کہتا ہے جبکہ زید نے ادائے نماز میں قصور نہ کیا تو نہ قبل نماز کام کرنا حرام تھا نہ بعد نماز نہ اُس اُجرت میں کوئی حرج ہے، ہاں اگر کام کے سبب نماز نہ پڑھتا تو وہ کام حرام ہوتا اُجرت پھر بھی حرام نہ تھی، یہ تو حلت وحرمت کا حکم ہے البتہ مستحب ہے کہ ضرورت نہ ہو تو عید کے دن نماز سے پہلے متعلقاتِ عید کے سوا کوئی دنیوی کام نہ کرے کہ خوشی کا دن ہے نہ کہ محنت کا، اُس دن کا اور دنوں سے امتیاز چاہئے، اسی واسطے ہر گروہ میں اپنی اپنی عیدوں کے دن تعطیل کا معمول ہے پھر بھی یہ کوئی واجب نہیں، اور

Marfat.com

ہے یا نہیں بلکہ جس جگہ نماز ہو محاط ہو یا نہ ہو وہ عیدگاہ ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) ہاں اُتنا ہی ثواب ہے، زمین وقف کردہ میں پڑھنا نہ عیدین کے سنن سے ہے نہ مستحبات سے، سنت اس قدر ہے کہ صحرا میں ہو،

وقد کان المصلی فی زمنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وزمن الخلفاء الراشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم من عادی الارض بغیر وقف ولا بناء۔

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ظاہری حیات اور خلفاء راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم کے دور میں عیدگاہ افتادہ زمین تھی، نہ وقف تھی اور نہ تعمیر شدہ تھی۔ (ت)

(۲) صحراؤں جنگلوں کی افتادہ زمینیں بادشاہ کی ملک نہیں ہوتیں وُہ اصل ملک خدا و رسول پر ہیں جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ حدیث میں ہے:

عادی الارض للہ ورسولہ[1] رواہ البیھقی فی الشعب عن طاؤس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما وقفا۔

افتادہ زمینیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ہیں۔ اسے بیہقی نے شعب الایمان میں طاؤس سے اور انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے یہ موقوفاً روایت ہے (ت)

حاکمِ وقت نے جب اجازت دے دی اور استرداد کا خوف نہ رہا اور مسلمانوں نے وقف کر دی وقف صحیح لازم ہوگئی احکامِ مصلی اس پر جاری ہوں گے۔

(۳) نماز بلاکراہت صحیح ہے،

لما مران الارض للہ ورسولہ جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

جیسا کہ گزرا کہ زمین اللہ جل وعلا اور اس کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ہے۔ (ت)

(۴) محاط ہونا مفہوم مصلی میں داخل نہیں،

لما قدمنا ان الصلوۃ فی زمنہ وزمن الخلفاء کانت فی ارض بیضاء بدون بناء وما

پیچھے ہم نے بیان کیا کہ نماز عید سرورِ دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ظاہری حیات اور خلفاء کے دور

---

[1] الجامع الصغیر مع فیض القدیر بحوالہ بیہقی حدیث ۵۳۶۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۴/۲۹۸

Marfat.com

مسئلہ ۱۴۳۶ از سلہٹ ۲۸ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند محلے کے لوگ مسجد میں جمعہ وعید کی نماز پڑھتے ہیں اور ہر شخص از روئے تغافل و تکاسل وقت معیّن میں حاضر نہیں ہوتے لہذا بعض لوگوں کی نماز فوت ہوتی ہے اس لئے جھگڑا فساد لڑائی برپا کرتے ہیں اب سب محلہ والے مل کر ایک صاحب علم سے مشورہ کیا اُس نے یہ امر کیا کہ تین بنگولہ جلانا مناسب ہے، یکے بعد دیگرے اگر تیسرے بنگولے کے متصل کوئی حاضر نہ ہو تو جھگڑا لڑائی نہیں، سب لوگوں نے اس بات پر متفق ہو کر یہ عمل شروع کیا کہ عید کے دن تین بنگولے جلاتے ہیں اور کہتا ہے کہ یہ واسطے اعلام اور اعلان مصلیوں کے کرتے ہیں، اب یہ بات جب دوسرے کسی صاحب علم نے سنا تو کہا یہ آتشبازی فعل بدعت سیئہ محرم ہنود کا کام ہے وہ لوگ اپنے عیدوں تہواروں میں کیا کرتے ہیں ہرگز جائز نہیں۔

الجواب

فی الواقع یہ بدعت سیئہ ہے اور مشابہت کفار ہے، اس سے بچنا واجب، حدیث اذان میں اس کا فیصلہ ہوچکا، نار و ناقوس وغیرہ سب رد کردئے گئے اور اذان مقرر فرمائی گئی جس سے اعلائے کلمۃ اللہ ہے، اور عیدین کے لئے تو اذان کا بھی حکم نہیں، احادیث صحیحہ میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عیدین میں نہ اذان دلوائی نہ اقامت کہلوائی صرف الصلٰوۃ جامعۃ دوبار پکارا جاتا ہے۔ اسی پر اختصار کریں اور اس سے زائد ہرگز کچھ نہ ہو تغافل والوں کا وبال اُن پر۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۳۷ از بریلی مدرسہ منظر اسلام مسئولہ مولوی رحیم بخش صاحب بنگالی ۱۶ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عیدگاہ میں مسجد کے بستر وغیرہ لے جانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

عیدگاہ میں مسجد کا مال لے جانا ممنوع ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۳۸ از تاراکاندی مدرسہ اسلامیہ پوسٹ پاکندیہ ضلع میمن سنگھ مسئولہ محمد عبدالحافظ صاحب مدرس اول تاراکاندی ۲۴ محرم ۱۳۳۹ھ

چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ ذیل کہ بعد نماز عیدین قبل الخطبہ یا بعد الخطبہ دعا خواستن جائز است یا نہ، برتقدیر اول دلیلش چہ بحوالہ کتب حنفیہ باظہار دلائل متعدد بیان فرمایند در بہشتی گوہر مصنفہ مولوی اشرف علی مرقوم است

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عیدین کی نماز کے بعد قبل از خطبہ یا بعد از خطبہ دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو حنفی کتب سے متعدد حوالہ جات سے بیان فرمائیں مولوی اشرف علی کی کتاب بہشتی گوہر میں لکھا ہے

Marfat.com

ضرورت ہو جب تو کوئی گنجائش کلام ہی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۳۴ نمازِ عید میں امام نے تکبیر تحریمہ کے بعد سورۂ فاتحہ شروع کی الحمدللہ رب العلمین کہنے کے بعد مقتدی کے یاد دلانے پر تکبیر ثلثہ کہیں اور بعد تکبیرات دوبارہ قرأت شروع کی، اس شکل میں نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب

پہلی صورت میں نماز نہ ہُوئی دوسری میں ہوگئی، ایسا شخص احق بالامامۃ نہیں ہوسکتا، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۳۵ از پیلی بھیت محلہ شیر مرسلہ حاجی حامد حسین صاحب وعزیز الدین صاحب

۳ شوال ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین، زید نے ایک مسجد میں جو شہر میں واقع ہے مقتدی بن کر نمازِ عید الفطر پڑھی، بعد اس کے زید عیدگاہ کو گیا اور وہاں بکر امام تھا، اُس سے نماز پڑھاتے وقت اخیر رکعت میں تکبیریں چھوٹ گئی تھیں جس سے نماز فاسد ہوگئی تب زید نے دوبارہ امام بن کر نمازِ عید الفطر پڑھائی حالانکہ وہ نماز مقتدی کی حالت میں پڑھ کر گیا تھا، ایسی حالت میں زید کو نماز پڑھانا چاہئے تھا یا نہیں؟ آیا زید کی نماز جو اس نے پیشتر مقتدی ہو کر پڑھی تھی صحیح ہے یا امام کی حالت میں ہے؟ اور دیگر مقتدیان کی نماز جنھوں نے زید کے پیچھے کہ جس نے دوبارہ حالتِ امام میں نماز پڑھائی اُن کی نماز درست ہُوئی یا نہیں؟

الجواب

زید کو امامت ہرگز جائز نہ تھی، جن لوگوں نے اُس کے پیچھے نماز پڑھی اُن کی نماز باطل ہوئی، اُن میں جو ناواقف تھے اُن کی نماز جانے کا وبال بھی زید کے سر رہا، درمختار میں ہے:

لایصح اقتداء مفترض بمتنفل ولاناذر بمتنفل[1]۔ فرض پڑھنے والے کی نفل پڑھنے والے کی اقتدار درست نہیں اور نہ نذر پوری کرنیوالے کی متنفل کی اقتدا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لان النذر واجب فیلزم بناء القوی علی الضعیف[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ کیونکہ نذر واجب ہے لہذا قوی کی ضعیف پر بنا لازم آئے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار | باب الامامۃ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۸۴

[2] ردالمحتار | 〃 | 〃 مصطفی البابی مصر | ۱/۴۲۹

Marfat.com

الجواب

(۱) تار کی تو خبر معتبر ہی نہیں اگر شہادت شرعیہ ایسے وقت گزری کہ وقت تنگ ہے شہر میں اطلاع اور لوگوں کا اجتماع متعذر ہے تو دوسرے دن پڑھیں لانہا توخر بعذر الی الغد کما نصوا علیہ (کیونکہ عذر کی وجہ سے نماز عید کو دوسرے دن تک موخر کیا جاسکتا ہے جیسا کہ اس پر نص ہے ۔ ت) اور اگر شہر کے لئے وقت کافی ہے مگر دور دراز کے دیہات کو خبر جانا اور ان لوگوں کا آنا نہیں ہوسکتا تو واجب ہے کہ عید آج کرلیں، دیہاتوں کے لحاظ سے کل کے لئے تاخیر جائز نہیں کہ نمازِ عید الفطر کی تاخیر بلا عذر گناہ وممنوع ہے اور دیہاتوں کا نہ آسکنا کوئی عذر ہی نہیں، درمختار میں ہے:

توخر بعذر کمطر الی الزوال من الغد فقط و الاضحی یجوز تاخیرھا الی اٰخر ایام النحر بلا عذر مع الکراھۃ و بالعذر بدونہا فالعذر ھنا لنفی الکراھۃ و فی الفطر للصحۃ[1].

عذر کی وجہ سے فقط دوسرے دن تک موخر کیا جاسکتا ہے مثلاً بارش، اور نمازِ عید الاضحی کو بغیر عذر کے ایام نحر کے آخری دن تک موخر کیا جاسکتا ہے البتہ کراہت ہوگی، اور اگر عذر ہو تو کراہت بھی نہیں، تو یہاں عذر نفی کراہت کے لئے ہے اور فطر میں عذر صحت کے لئے ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ بعذر کمطر دخل فیہ ما اذا لم یخرج الامام وما اذا غم الھلال فشھدوا بہ بعد الزوال او قبلہ بحیث لا یمکن جمع الناس[2]

ماتن کا قول کہ عذر ہو مثلاً بارش، تو اس میں وہ صورت بھی شامل ہے جب امام نہ آیا ہو اور وہ صورت بھی جب چاند مخفی رہا، اور اس کے نظر آنے پر زوال کے بعد گواہی ملی یا اتنی پہلے کہ لوگوں کا جمع ہونا ممکن نہ تھا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

تجب صلٰوتہما (ای العیدین) علی من تجب علیہ الجمعۃ[3]۔

عیدین کی نماز انھیں لوگوں پر لازم ہے جن پر جمعہ لازم ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار | باب العیدین | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۱۶
[2] ردالمحتار | " | " مصطفی البابی مصر | ۱/۶۱۸
[3] درمختار | " | " مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۱۴

Marfat.com

کہ باتباع سنت دعا مانگنے سے دعا نہ مانگنا بہتر ہے۔

کہ اس صورت میں سنت کی پیروی کرتے ہوئے دعا نہ مانگنا بہتر ہے۔

الجواب

بہشتی گوہر و بہشتی زیور ہر دو تصنیف ہیچ کسے ست کہ ہمہ علمائے کرام حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً بالاتفاق تحریر فرمودہ اند کہ او مرتد ست و آنکہ ہر کہ بر اقوال ملعونہ او مطلع شدہ در کفرِ او شک آرد خود کافر است و ایں کتابہا بر بسیاری از مسائل فاسدہ و اغلاط کاسدہ مشتمل ست دیدن آنہا حرام و موجبِ ضلالتِ عوام و دُعا بعد نمازِ عید باتباع سنّت عامہ و آثارِ خاصہ جائز و مستحب است والتفصیل فی رسالتنا سرور العید فی حل الدعاء بعد صلوٰۃ العید۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بہشتی گوہر اور بہشتی زیور دونوں کتابیں اس شخص کی ہیں جس کے بارے میں علمائے حرمین (حرمین کو اللہ تعالیٰ زیادہ شرف و تعظیم عطا فرمائے) نے تحریر فرمایا ہے کہ وہ شخص (اپنے کفریہ الفاظ کی وجہ سے) مرتد ہے، اور جو شخص اس کے کفریات پر مطلع ہو کر اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ کافر ہو گا۔ یہ بہت سے غلط اور فاسد مسائل پر مشتمل ہے اس کا پڑھنا حرام ہے اور عوام کی گمراہی کا سبب ہے جبکہ عید کی نماز کے بعد سنّتِ معروفہ اور آثارِ مخصوصہ کی اتباع میں جائز اور مستحب ہے، اور اس کی تفصیل ہمارے رسالہ "سرور العید فی حل الدعاء بعد صلوٰۃ العید" میں ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۳۹/۱۴۴ از تین سوکیا ڈاک خانہ خاص ضلع ڈبرو گڑھ ملک آسام مسئولہ عبداللطیف
۱۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں :

(۱) اگر تار کی خبر پر افطار کرنا جائز ہو تو عید کی نماز پانے کے سبب دور دراز کے آدمی کی خبرگیری کے لئے ایسے موقع پر ایک روز کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں ؛

(۲) اور مسلم جماعت کے سردار پرہیزگار نے کہا آج تار کی خبر سے افطار تو کرلیں گے اگر شرعاً جائز ہو، لیکن ایسے تنگ وقت پڑھنے سے دُور دراز کے آدمی سب نماز سے محروم رہیں گے لہذا بہتر ہے کہ دوسرے روز نماز پڑھی جائے تاکہ سب لوگ شامل ہوں اور کوئی محروم نہ رہے، اب بغیر رضا سردار کے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں ؛ بینوا توجروا۔

Marfat.com

الیھا ای الجبانۃ لصلٰوۃ العید سنۃ وان
وسعھم المسجد الجامع ھو الصحیح[1]
اما واجب نیست اگر بہ مسجد شہر نماز گزارند قطعاً درست
و بے خلل باشد اگرچہ ترک سنت کردہ باشند فی
ردالمحتار الواجب مطلق التوجہ لا التوجہ
الی خصوص الجبانۃ[2] وتکرار نماز عید در مصر واحد
بمواضع کثیرہ بالاتفاق جائز ست فی
الدرالمختار تؤدی بمصر واحد بمواضع
کثیرۃ اتفاقاً[3] واقتدا بفاسق معلن مکروہ تحریمی
قریب بحرام ست وھو الذی یقتضیہ الدلیل
ولا یعدل عن درایۃ ما وافقتھا روایۃ
علامہ ابراہیم حلبی در غنیہ فرمودہ یکرہ تقدیم الفاسق
کراھۃ تحریم وکذا المبتدع[4] پس تا وقتیکہ
نماز پس صالح صحیح القراءۃ سلیم العقیدہ زنہار
اقتدا بانکنند اما اگر ظلماً نماز دیگر مساجد بند کردہ شود
وجز باقتدائے او راہے نیابند مجبور باشند ومعذور
ووبال ایں ظلم وجبر برگردن آں فاسق مغرور لا یکلف
اللہ نفسا الا وسعھا[5] نماز عید از اعظم شعائر اسلام
ست بایں علت عارضہ ترکش نتواں گفت فی

جماعتِ عید کے لئے جبانہ (نماز کی وہ جگہ جو جنگل میں
بنائی جائے) کی طرف نکلنا سنّت ہے اگرچہ جامع
مسجد میں لوگوں کی گنجائش ہو، اور یہی صحیح ہے لیکن
نکلنا واجب نہیں اگرچہ شہر کی مسجد میں نماز پڑھ لی
تو یقیناً درست ہے اس میں کوئی کمی نہیں اگرچہ سنّت
کا ترک ہوا ہے، ردالمحتار میں ہے کہ واجب مطلق
نکلنا ہے نہ کہ مخصوص عیدگاہ کی طرف نکلنا، اور
ایک شہر میں تکرارِ نمازِ عید بالاتفاق جائز ہے۔
درمختار میں ہے کہ ایک شہر میں بالاتفاق متعدد
مقامات پر عید ادا کی جاسکتی ہے، فاسق معلن کی
اقتدا مکروہ تحریمی حرام کے قریب ہے، اور دلیل کا
تقاضا بھی یہی ہے اور اس درایت سے عدول
مناسب نہیں جو روایت کے موافق ہو۔ علامہ ابراہیم
حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں فاسق کی تقدیم مکروہ تحریمی ہے
اور اسی طرح بدعتی کی، جب تک کسی صالح صحیح القراءۃ
سلیم العقیدہ کی اقتدا میسر ہو ہرگز کسی فاسق کے
پیچھے نماز نہ پڑھی جائے اگر ظلماً دیگر مساجد نماز کے لئے
بند کردی گئی ہیں اور اس کی اقتدا کے علاوہ اور کوئی
راستہ نہیں تو اب مجبوری اور معذوری ہے۔ اس کا

۱؎ درمختار	باب العیدین	مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۱۴
۲؎ ردالمحتار	"	" مصطفی البابی مصر	۱/۶۱۲
۳؎ درمختار	"	" مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۱۶
۴؎ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی	فصل الامامۃ	" سہیل اکیڈمی لاہور	۱/۵۱۳

۵؎ القرآن ۲/۲۸۶

Marfat.com

ردالمحتار میں برہان شرح مواہب الرحمٰن سے ہے :

وجوبہا مختص باھل المصر[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔ اس کا وجوب اہلِ شہر کے لئے مخصوص ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

(۲) اوپر معلوم ہوا کہ تار پر افطار حرام ہے اور اُس پر عید کر کے نماز پڑھنا بھی گناہ اور وہ نماز نہ ہوگی کہ سردار و رکنار شریعت ہی کی رضا نہیں کہ پیش از وقت ہے ، ہاں اگر شرعی ثبوت ہوجاتا تو دیہاتوں کے لئے تاخیر ناجائز تھی اور دُوسرے دن پڑھتے تو نماز ہی نہ ہوتی ، ایسی حالت میں سردار کے قول پر عمل ناجائز تھا اُسی روز نماز عید پڑھ لینی واجب ہوتی ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۲۱ : از اُجین مکان میر خادم علی اسسٹنٹ مرسلہ یعقوب علی خاں صاحب ۹ محرم الحرام ۱۳۰۹ھ

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد واٰلہ واصحابہ اجمعین چہ می فرمایند علما و فضلائے دین دریں مسئلہ کہ نماز عیدین در قصبہ خواہ شہر باشد بجز عیدگاہ بشرط تکرار یا ہمیں در مساجد دیگر بگزارد درست ست یا ممنوع و بر تقدیر قاضی فاسق نماز را ملک خود قرار دادہ نماز عید دیگر مساجد شہر را بجماعت حکام بند کنانیدہ و ہر بدیں سبب کہ مردمان شہر پس من نماز ادا نمایند پس باقتدائے فاسق نماز درست ست یا نہ و حکم قضائے قاضی فاسق و پیروانِ او چیست بیان فرمایند بالتشریح بحوالۂ کتب رحمہ اللہ اجمعین ۔

سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور آخرت متقین کی ہے اور صلوٰۃ و سلام نازل ہو اللہ کے رسول محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل و اصحاب تمام پر ، علماء و فضلائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ عیدین کی نماز قصبہ یا شہر میں عیدگاہ کے علاوہ بشرط تکرار یا انھیں دیگر مساجد میں ادا کی جاسکتی ہے یا ممنوع ہے ، اگر قاضی فاسق نماز کو اپنی ملک سمجھتے ہوئے شہر کی دوسری مساجد میں حکام کو جماعت سے منع کر دیتا ہے تاکہ تمام لوگ میرے پیچھے ہی نماز ادا کریں تو فاسق کی اقتدار میں نماز درست ہوگی یا نہ ؟ قاضی فاسق کی قضا کا حکم اور اس کی پیروی کرنے والوں کا کیا حکم ہے ، بحوالۂ کتب تفصیلاً جواب عطا کریں رحمہ اللہ اجمعین ۔ (ت)

الجواب

رفتن عیدگاہ سنت ست فی الدر المختار الخروج عیدگاہ کی طرف جانا سنت ہے ، درمختار میں ہے

---

[1] ردالمحتار باب العیدین مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۶۱۱

Marfat.com

نمازِ عید ادا کرتے رہے، حال میں اُن اشخاص نے جن سے بہت نزدیک عیدگاہ تھی بباعث نفسانیت دنیوی کے عیدگاہ میں نمازِ عید پڑھنا ترک کر دیا حالانکہ اُن کو کسی نے عیدگاہ میں نماز پڑھنے سے ممانعت بھی نہیں کی، آخر صرف اُسی نفسانیت کی بنا پر یا کسی مفسد کے بہکانے سے یہ بات اپنی طبیعت سے گھڑلی کہ ہم بانیانِ عیدگاہ کی طرف والے عیدگاہ میں داخل ہونے سے منع کرتے ہیں بایں وجہ ہم نے عیدگاہ میں دوگانہ ادا کرنا ترک کر دیا، دو تین سال سے میدان میں جو عیدگاہ کے قریب ہے نمازِ عید پڑھتے تھے امسال ان کا ارادہ اسی میدان میں دوسری عیدگاہ کی تعمیر کا ہے، تو آیا ان چند اشخاص کو صورتِ مذکورہ بالا میں اپنی جدید عیدگاہ کا ایسے مختصر شہر میں تعمیر کرنا از روئے شرع شریف درست ہے یا نادرست؟ اگر درست ہے تو ابِ دو عیدگاہوں کے ہوجانے سے قلتِ جماعت عیدگاہ سابق موجبِ کمی ثواب ہے یا نہیں؟ اور باعثِ قلتِ ثواب کے ایسی حالت میں بانیانِ عیدگاہ جدید ٹھہریں گے یا نہیں؟ اگر یہ لوگ ٹھہرے تو عیدگاہ سابق کو محض نفسانیتِ دنیوی کے سبب ترک کر دینے والوں کی نیت اور ثوابِ کثیر کو قلیل کرنے والوں کی بابت ہماری شریعتِ مطہرہ کیا حکم کرتی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نمازِ عید ایک شہر میں متعدد جگہ اگرچہ بالاتفاق روا ہے مگر ایک شہر کے لئے دو عیدگاہ بیرونِ شہر مقرر کرنا زمانِ برکت نشان حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اب تک معہود نہیں نہ زنہار اس میں شرعِ مطہر و دینِ منور کی کوئی مصلحت خصوصاً ایسی چھوٹی بستی میں تو اگر اُس میں اس کے سوا کوئی حرج نہ ہوتا تو اسی قدر اس فعل کی کراہت کو بس تھا کہ محض بے ضرورتِ شرعی و مصلحتِ دینی خلاف متوارثِ مسلمین ہے اور ایسا فعل ہمیشہ مکروہ ہوتا ہے، درمختار باب العیدین میں ہے: لان المسلمین توارثوہ فوجب اتباعھم[1] (کیونکہ یہ مسلمانوں کے ہاں متوارث ہے لہٰذا ان کی اتباع لازم ہے۔ ت) ردالمحتار کتاب الذبائح میں غایۃ البیان سے ہے: توارثہ الناس فیکرہ ترکہ بلا عذر[2] (لوگوں کے ہاں متوارث ہے لہٰذا اس کا ترک بلا عذر مکروہ ہوگا۔ ت) اور یہیں سے ظاہر کہ تعددِ مساجدِ پنجگانہ پر اُس کا قیاس نہیں ہوسکتا کہ وہ خود متوارث و مطلوب فی الشرع ہے، سُنن ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے:

---

[1] درمختار | باب العیدین | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۱۷

[2] ردالمحتار | کتاب الذبائح | " مصطفی البابی مصر | ۵/ ۲۰۸

Marfat.com

ردالمحتار عن المعراج قال اصحابنا لا ینبغی ان یقتدی بالفاسق الا فی الجمعۃ لانہ فی غیرھا یجد اماما غیرہ اھ قال فی الفتح وعلیہ فیکرہ فی الجمعۃ اذا تعددت اقامتھا فی المصر علی قول محمد المفتی بہ لانہ بسبیل الی التحول[1] وایناں کہ بر نکاح وامامت جمعہ واعیاد از جانب نصارٰی وغیرہم حکام زمانہ مقرر باشند از عہدۂ قضا جز اسم بے مسمی ولفظ بے معنی بہرہ ندارند پس حکم قضائے ایشاں چہ گفتہ آید حکم برموجود باشد وقضائے ایشاں خود معدوم ست کہ حقیقت در کنار صورت قضا ہم ندارد آرے اگر مراد آنست کہ فساق را بایں کارہا معین کردن جواب آنست کہ ہرگز نشاید حال امامت خود حالے شد وغرض از تولیت آنکہ توثیق و اشہادست وآں خود از فاسق حاصل نباشد۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

وبال بھی اسی فاسق پر ہی ہوگا اور اللہ تعالٰی کسی نفس کو اس کی طاقت سے بڑھ کر حکم نہیں دیتا۔ نمازِ عید اسلام کے عظیم شعائر میں سے ہے، اس عارضہ کی وجہ سے اسے ترک نہ کیا جائے۔ ردالمحتار میں معراج کے حوالے سے ہے کہ ہمارے اصحاب نے فرمایا جمعہ کے علاوہ فاسق کی اقتدا نہ کی جائے کیونکہ دوسری نمازوں میں کسی دوسرے کی اقتدا ہوسکتی ہے اھ، فتح میں ہے کہ اس بنا پر جمعہ میں بھی اقتدا مکروہ ہے کیونکہ امام محمد کے مفتٰی بہ قول کے مطابق شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہوسکتا ہے تو دوسرے مقام کی طرف چلے جانا ممکن ہوا اور یہ جو نصارٰی کی طرف سے نکاح، امامتِ جمعہ واعیاد کے لئے عہدۂ قضا پر مقرر لوگ ہیں، یہ اسم بے مسمی اور لفظ بے معنی ہیں، ان کی قضا کیا حقیقت رکھتی ہے حکم موجود پر ہوگا اور ان کی قضا خود معدوم ہے جو درحقیقت قضا ہی نہیں، اگر سوال یہ ہے کہ ایسے فاسق لوگوں کو اس عہدہ پر مقرر کرنا کیسا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ ہرگز جائز نہیں، اور امامت کا معاملہ خود اہم ہے، والی بنانے سے مقصد ان کی توثیق واشہاد ہے جو فاسق سے حاصل نہیں ہوتی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۴۲ از دمن خرد ملک پرتگال محلہ کھارا موڑ مرسلہ مولوی محمد ضیاء الدین صاحب

۱۰ محرم الحرام ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عیدگاہ ایک چھوٹی سی بستی میں ۱۲۲۶ھ سے بنی ہوئی ہے، بعض مسلمان اہلِ شہر کو اپنے محلہ سے ربع میل کے قریب مسافت طے کرکے جانا پڑتا ہے اور بعض اہلِ محلہ ربع میل سے بھی کم چل کر داخل عیدگاہ ہوجاتے ہیں، سال مذکور سے جملہ اہلِ شہر اُسی عیدگاہ میں برابر

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۴۱۴

Marfat.com

کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ت) صورت مستفسرہ میں یہ سب شناعتیں خود اس فعل بے معنی میں موجود تھیں اگرچہ اس کی تعمیر براہِ نفسانیت نہ ہو اور جبکہ یہ بنا بر براہِ نفسانیت ہے جیساکہ بیان سوال سے ظاہر، تو اس کا مذموم ومردود ہونا خود واضح وروشن ہے کما لا یخفی، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۴۳ ازموضع مہپنڈی ضلع پیلی بھیت مرسلہ حاجی نصیر الدین صاحب ۱۴ محرم الحرام ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کہ عید قرباں میں مستحب ہے کہ جب تک نماز نہ پڑھی جائے کھانا نہ کھائے یعنی جو کہ نگاہ رکھے اپنے آپ کو کھانے اور پینے سے اور جماع کرنے سے دن قربانی کے یہاں تک کہ پڑھی جائے نماز عید کی، اب مردمان اہل اسلام دن قربانی کے دس ذی الحجہ کو اپنے مکان سے کھانا کھا کر اور حقہ پانی پی کر واسطے نماز عید کے عیدگاہ کو جاتے ہیں، یہ حکم نہیں مانتے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حکم عدولی کرتے ہیں تو ان کے واسطے شرع شریف سے کیا ہے پس اس امر میں اُن سے کیا کہا جائے گا اور نماز ان کی صحیح طور پر ہوگی و یا کوئی نقصان ان کی نماز میں عائد ہوگا۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کوئی حدیث قولی جس طرح سائل نے ذکر کی وارد نہیں، ہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فعل ثابت ہوا ہے کہ عید قرباں میں نماز سے پہلے کچھ نہ کھاتے بعد نماز گوشتِ قربانی سے تناول فرماتے۔

الترمذی وابن ماجۃ عن بریدۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان لایخرج یوم الفطر حتی یأکل وکان لایأکل یوم النحر حتی یصلی[1] ورواہ الدارقطنی فی سننہ حتی یرجع فیأکل من اضحیتہ[2] صححہ ابن قطان وفی اوسط الطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ

ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عید الفطر کو کوئی چیز کھائے بغیر تشریف نہ لاتے اور یوم النحر کو نماز ادا کرکے تناول فرماتے، اسے دارقطنی نے سنن میں ذکر کیا اور اس سلسلہ میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ یہاں تک کہ نماز سے واپس لوٹتے اور اپنی قربانی سے تناول فرماتے۔ اسے

---

[1] جامع الترمذی باب فی صلٰوۃ العیدین مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۷۱

[2] سنن الدارقطنی کتاب العیدین حدیث ۴ " نشر السنۃ ملتان ۲/۴۵

Marfat.com

امر رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیہ وسلم ببناء مساجد فی الدور وان تنظف و تطیب[1]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہر علاقے میں مسجد کی تعمیر اور ان کی نظافت وطہارت کا حکم دیا۔ (ت)

جب یہ تعمیر مصلحتِ دینی سے خالی ہوئی اور اس میں کوئی منفعتِ دنیوی نہ ہونا بدیہی تو محض عبث ہوئی اور ایسا ہر عبث ناجائز وممنوع ہے، ہدایہ میں ہے:

العبث خارج الصلوٰۃ حرام فما ظنک فی الصلوٰۃ[2]

عبث کام نماز سے باہر حرام تو نماز میں کیا حال ہوگا۔ (ت)

حلیہ میں ہے:

الفرق بین العبث والسفہ علی ما ذکرہ بدر الدین الکردی ان السفہ مالاغرض فیہ اصلا والعبث فعل فیہ غرض لکن لیس بشرعی وعبارۃ غیرہ العبث مالیس فیہ غرض صحیح لفاعلہ[3]

عبث اور سفہ میں فرق بقول علامہ بدرالدین الکردی کے یہ ہے کہ سفہ وُہ عمل جس میں کوئی غرض نہ ہو اور عبث وہ فعل جس میں غرض ہو لیکن شرعی نہ ہو۔ دیگر لوگوں کے الفاظ میں عبث وہ فعل ہے جس کے فاعل کی غرض صحیح نہ ہو۔ (ت)

یہ عمارت بے حاجت کی تعمیر ہوئی اور ہر عمارت بے حاجت اپنے بنانے والے پر روزِ قیامت وبال ہے

کما وردت بہ احادیث عند البیہقی عن انس والطبرانی عن واثلۃ وفیہ عن غیرھما رضی اللّٰہ تعالٰی عنھم۔

جیسا کہ اس پر بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، طبرانی نے حضرت واثلہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور اس سلسلہ میں ان کے علاوہ صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مرویات ہیں۔ (ت)

جنگل میں بے حاجت شرعی ایک عمارت بنا کر کھڑی کر دینا اسراف ہوا اور اسراف حرام ہے قال اللّٰہ تعالٰی ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین[4] (اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: اور اسراف نہ کرو کہ اللہ تعالٰی اسراف

[1] سنن ابن ماجہ — اتخاذ المساجد فی الدور — مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ص ۶۶

[2] الھدایۃ — باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا — " المکتبۃ العربیۃ کراچی — ۱/۱۱۹

[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[4] القرآن ۶/۱۴۱ و ۷/۳۱

Marfat.com

تشریف لائے اور انھوں نے ثبوت رؤیت صحیح نہ جان کر سہ شنبہ کو عید نہیں کی، لوگوں سے کوشش کرائی گئی کہ کسی صورت سے مجھ کو ثبوت رؤیت معلوم ہو جائے تو میں بھی عید کروں مگر کسی سے پتا نہیں چلا جن کے پاس ثبوت گزرا وہ اس قدر فرما کر بس کر گئے کہ مجھے سچا جانتے ہیں تو عید کریں ورنہ جواب کچھ نہیں اس وجہ سے ایک عالم صاحب نے عید نہیں کی ان کے موافق موجود علماء میں سے ایک عالم اور ہو گئے، زید امامت و خطبہ سے فارغ ہو کر یوں کہتا ہے کہ دینی بھائیو! آج عید ہے، اور نماز بھی پڑھیے مگر قربانی جو دس گیارہ بارہ کو جائز ہے بجائے سہ شنبہ کے چہار شنبہ کو کرو احتیاطاً تو بہتر ہو۔ اس آخری فقرہ پر سوال ہوتا ہے لوگوں کی جانب سے کہ کیا مطلب احتیاط کا، تو زید جواب دیتا ہے کہ اگر آج قربانی کرو تو جن علماء نے عید نہیں کی وہ فرمائیں گے کہ قربانی نہیں ہوئی اور اگر چہار شنبہ کو کرو گے تو سب بالاتفاق فرمائیں گے کہ صحیح ہے اور اختلاف سے بچنا اولیٰ، زید اس فقرہ کے تلفظ سے مجرم شرعی ہے یا نہیں، اور جو لوگ مشورہ کرکے اور لوگوں کو فراہم کرکے اپنے زعم میں زید کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں کوشش بلیغ کرتے ہیں کہ جرم ثابت ہو، یہ لوگ اچھا کام کرتے ہیں یا نا محمود؟

الجواب

زید اس فقرہ کے سبب مجرم شرعی نہیں کہ احتیاط کرنے اور اختلاف معتبر شرعی سے بچنے کا حکم شرع مطہر میں ہے اتنی بات پر جو اُسے ذلیل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اچھا کام نہیں کرتے بلکہ گناہ کے ساعی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

كل المسلم على المسلم حرام ماله وعرضه ودمه حسب امرئ من الشران يحقر اخاه المسلم[1] رواه ابوداود وابن ماجة عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه.

مسلمان کا سب کچھ دوسرے مسلمان پر حرام ہے اُس کا مال اُس کی آبرو، اُس کا خون، آدمی کے بد ہونے کو یہ بہت ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے۔ اسے ابوداود اور ابن ماجہ نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

البتہ وہ نماز کہ پڑھی اُس میں بہت شقوق ہیں جن میں سے ملخص یہ کہ اگر وہ جن کو علمائے حاضرہ کہا ہے علماء ہیں نہ کہ فقیہ ماہر جن کے فتوے پر اعتماد جائز ہو، ان کی تحقیق پر وثوق جائز نہ تھا اور اگر اُس وقت تک ان کی بات زید کے حق میں لائق وثوق تھی اور جب دوسرے عالم جن کو بڑے متدین مستند عالم کہا ہے انھوں نے وہ ثبوت صحیح نہ جانا تو زید کو اگلوں کے بیان پر وثوق نہ رہا اور سہ شنبہ کو دسویں ہونا بے ثبوت ہو گیا، پھر نماز پڑھی تو نماز ہی نہ ہوئی کہ نماز کے لیے جس طرح وقت شرط ہے یونہی اعتقاد مصلی میں وقت آجانا شرط ہے مثلاً اگر صبح کی نماز پڑھی اور اسے طلوعِ صبح میں شبہہ تھا نماز نہ ہوئی اگرچہ واقع میں صبح ہو گئی ہو۔ ردالمحتار میں ہے:

[1] سنن ابن ماجہ باب حرمۃ دم المومن و مالہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۹۰

Marfat.com

تعالٰی عنہما قال من السنۃ ان لایخرج یوم الفطر حتی یطعم ولا یأکل یوم النحر حتی یرجع۔[1]

ابن قطان نے صحیح قرار دیا۔ طبرانی کی اوسط میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے کہ سنّت یہ ہے کہ یوم الفطر کو کھانے کے بغیر نہ نکلا جائے اور یوم النحر کو نماز سے واپسی پر کھایا جائے۔ (ت)

بہرحال یہ امر استحبابی ہے یعنی کرے تو ثواب، نہ کرے تو حرج نہیں، ایسے امر کے ترک کو حکم عدولی نہیں کہہ سکتے اور نماز میں نقص کا تو کوئی احتمال ہی نہیں، درمختار میں ہے:

یندب تاخیر اکلہ عنہا وان لم یضح ولو اکل لم یکرہ[2] اھ باختصار

یوم النحر میں کھانا مؤخر کرنا مندوب ہے اگرچہ قربانی نہ دینی ہو اور اگر کھا لیا تو اس میں کراہت نہیں اھ اختصاراً (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای یندب الامساك عما یفطر الصائم من صبحہ الٰی ان یصلی قال فی البحر وھو مستحب ولایلزم من ترك المستحب ثبوت الکراھۃ اذ لابد لہا من دلیل خاص وفی البدائع ان شاء ذاق وان شاء لم یذق والادب ان لایذوق شیئا الٰی وقت الفراغ من الصلٰوۃ حتی یکون تناولہ من القرابین[3] اھ اھ مختصرا واللہ تعالٰی اعلم۔

یعنی نماز کی ادائیگی تک ہر اس شیئ سے رکنا مندوب ہے جس سے صائم کا روزہ افطار ہوتا ہے، بحر میں فرمایا: یہ مستحب ہے اور ترکِ مستحب سے کراہت لازم نہیں آتی کیونکہ اس کے لئے مستقل دلیل ضروری ہے اھ بدائع میں ہے اگر چاہے تو چکھ لے اور نہ چاہے نہ چکھے، اور ادب یہی ہے کہ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے کوئی شے نہ کھائے یہاں تک کہ اس کا تناول قربانی کے جانور سے ہو اھ مختصراً واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۴۴: زید بغیر کچھ اپنی رائے ظاہر کرے علمائے حاضرہ کی تحقیق وثبوت شہادت صحیح جان کر سہ شنبہ کو دس ذی الحجہ یقینی جان کر عید اضحی کی امامت کراتا ہے لیکن شب سہ شنبہ کو ایک بڑے متدین مستند عالم

---

[1] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی والاوسط باب لاکل یوم الفطر الخ مطبوعہ دارالکتاب بیروت ۲/ ۱۹۹

[2] درمختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۱۶

[3] ردالمحتار " " مصطفی البابی مصر ۱/ ۶۱۸

Marfat.com

بینوا توجروا عنداللہ۔

الجواب

اگرچہ یہ لفظ غلط ہے صحیح صلوٰۃ عید الاضحٰی ہے مگر نہ نیت زبانی کی نماز میں حاجت، نہ وہ نماز کے اندر ہے نہ اس میں فسادِ معنٰی ہے، تو اس غلطی کا صحتِ نماز پر اصلاً اثر نہیں ہوسکتا، دل میں عید اضحٰی ہی کا قصد ہے اگرچہ نام میں غلطی کی بلکہ دل میں نماز عید اضحٰی کا ارادہ کرتا اور زبان سے عید الفطر بلکہ مثلاً نماز تراویح کا نام نکلتا جسے اس نماز سے کوئی مناسبت ہی نہیں جب بھی صحتِ نماز میں شبہہ نہ تھا کہ نیت فعلِ قلب ہے، جب قلب کا ارادہ ہے زبان کا کچھ اعتبار نہیں۔ درمختار میں ہے:

المعتبر فیھا عمل القلب اللازم للارادۃ فلا عبرۃ للذکر باللسان ان خالف القلب لانہ کلام لانیۃ[1]

یہاں اعتبار فعلِ دل کا ہے جو ارادہ کو لازم ہے لہذا زبان کے ذکر کا کوئی اعتبار نہیں اگرچہ اس نے دل کی مخالفت کردی ہو کیونکہ وہ تو کلام و الفاظ ہیں نیت نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فلو قصد الظھر وتلفظ بالعصر سھواً اجزأہ کما فی الزاھدی قہستانی[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر ارادہ ظہر کا تھا مگر سہواً عصر کہہ دیا، تو نماز ہوجائیگی جیسا کہ زاہدی میں ہے قہستانی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۴۴۷ از شہر بریلی محلہ ملوکپور مسئولہ منشی ہدایت یار خاں صاحب قیس ۸ محرم الحرام ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ عیدگاہ مثل مساجد قابلِ حرمت و وقعت ہے یا نہیں؟ اس کا حکم حکمِ مسجد ہے یا نہیں؟ اس احاطہ کے اندر غیر قومیں جُوتے پہنے ہوئے جاسکتی ہیں یا نہیں؟ اور اس چاردیواری کے اندر خرید و فروخت ہوسکتی ہے؟ خطبہ کے وقت دکانداروں یا خوانچہ والوں کا گشت اس میں جائز ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بالتشریح اس کا جواب مرحمت فرمایا جائے۔

الجواب

عیدگاہ ایک زمین ہے کہ مسلمانوں نے نمازِ عید کے لئے خاص کی، امام تاج الشریعۃ نے فرمایا صحیح یہ ہے

---

[1] درمختار | باب شروط الصلوٰۃ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۶۶
[2] ردالمحتار | " | " مصطفی البابی مصر | ۱/ ۳۰۵

Marfat.com

وکذا یشترط اعتقاد دخوله فلو شك لم تصح صلوته وان ظهر انه قد دخل[1] اسی طرح اس کے دخول کا اعتقاد بھی شرط ہے لہذا اگر شک ہُوا تو نماز صحیح نہ ہوگی اگرچہ ظاہر یہی ہو کہ وقت شروع ہوچکا ہے۔(ت)

اور اگر وہ قابلِ وثوق تھے اور اُسے وثوق ہی رہا تو قربانی میں احتیاط کی کیا حاجت تھی اور تھی تو کیا نماز میں احتیاط درکار نہ تھی، عید اضحٰی کی نماز بھی بارھویں تک ہوسکتی ہے اگرچہ بلاعذر تاخیر مکروہ ہے، تنویر الابصار میں ہے:

یجوز تاخیرھا الٰی ثالث ایام النحر بلاعذر مع الکراھة وبه بدونھا[2] واﷲ تعالٰی اعلم۔ عذر کے بغیر نماز عید الاضحٰی کو ایامِ نحر کے آخر تک مؤخر کرنا کراہت کے ساتھ جائز ہے اور عذر کی صورت میں بغیر کراہت کے جائز ہے۔ واﷲ تعالٰی اعلم(ت)

مسئلہ ۱۴۴۵: از کانپور محلہ نئی سڑک مرسلہ حاجی فہیم بخش عرف چھٹن ۱۳ صفر المظفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں عمرو نے نماز عید الاضحٰی اپنی امامت سے کثیر التعداد مقتدیوں کے ساتھ ادا کی، نماز وخطبہ کے بعد عمرو نے بوجہ اختلاف رویت، قربانی کے لئے بخیال مزید احتیاط ممانعت کی، بکر نے دوسرے روز نماز عید الاضحٰی مع قلیل التعداد مقتدیوں کے شہر کی ایک مسجد میں پڑھی عمرو نے جو ہنگام ادائے نماز وہاں موجود تھا بکر کی اقتدا میں تکرار نماز کی، پس ایسی صورت میں عمرو کی کون سی نماز واجب اور کون سی نفل ہوگی؟ بینوا توجروا رحمکم اﷲ تعالٰی۔

الجواب

پہلے دن اگر عمرو کو روزِ عید ہونے میں شک تھا یا بلاثبوت شرعی عید مان کر نمازِ عید پڑھ لی تھی تو وہ نماز ہی نہ ہوئی یہ دوسری ہی واجب واقع ہُوئی اور اگر بہ ثبوت شرعی بلاتردد پہلے دن پڑھی تو وہی واجب تھی دوسری بلاوجہ رہی۔ واﷲ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۴۶: از ملک بنگالہ ضلع کمرلہ موضع چاندپور مرسلہ مولوی عبدالمجید صاحب غرہ صفر ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص نمازِ عید الاضحٰی کی نیت میں عید الضحٰی کہے یعنی یوں کہے نویت ان اصلی ﷲ تعالٰی رکعتی صلٰوۃ العید الضحی الخ (میں نے نیت کی کہ میں اﷲ تعالٰی کو راضی کرنے کے لئے نمازِ عید الضحٰی پڑھ رہا ہُوں الخ۔ت) تو نماز اس کی صحیح ہوگی یا نہیں؟

---

[1] ردالمحتار باب شروط الصلٰوۃ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ ۱/۲۹۶

[2] درمختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۶

Marfat.com

اسی میں ہے:

صحح تاج الشریعۃ ان مصلی العید لہ حکم المساجد[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

تاج الشریعۃ نے عیدگاہ کے لئے مسجد کے حکم کی تصحیح کی ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۴۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نمازِ عید کو امام نے اس طور ادا کیا کہ پہلی رکعت میں بعد ثناء کے اول قراءت سے چار تکبیریں کہیں، دوسری رکعت میں قبل قراءت کے چار تکبیریں کہیں اور قراءت کرکے نماز تمام کی یا پہلی رکعت میں بعد ثنا کے تین تکبیریں کہیں بعد کو قراءت، اور دوسری رکعت میں اول میں تین تکبیریں کہیں اور قراءت ادا کرکے نماز تمام کی، تو اس صورت سے نمازِ عید ہوگئی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

پہلی صورت میں دو باتیں خلافِ اولٰی کیں چار چار تکبیریں کہنی اور دوسری رکعت قبلِ قراءت تکبیر ہونی، اور دوسری صورت میں یہی بات خلافِ اولٰی ہوئی، مگر دونوں صورتوں میں نہ نماز میں نقصان آیا نہ کسی امر ناجائز و گناہ کا ارتکاب ہوا، ہاں بہتر نہ کیا، درمختار میں ہے:

ھی ثلاث تکبیرات فی کل رکعۃ ولو زاد تابعہ الی ستۃ عشر لانہ ماثور[2]

یہ ہر رکعات میں تین تکبیرات ہیں اگر امام اضافہ کرے تو سولہ تک اس کی اتباع کی جائے کیونکہ یہاں تک منقول ہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ذکر فی البحران الخلاف فی الاولویۃ ونحوہ فی الحلیۃ[3]

بحر میں ہے کہ اختلاف اولٰی ہونے میں ہے، اور اسی طرح حلیہ میں ہے (ت)

درمختار میں ہے:

یوالی ندبا بین القرأتین[4] (دونوں رکعتوں کی قراءت کو تکبیراتِ زائدہ کے فصل کے بغیر ادا کرنا مستحب ہے۔ ت)

---

[1] ردالمحتار	باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا	مطبوعہ مصطفی البابی مصر	۱/۴۸۶
[2] درمختار	باب العیدین	؍؍ مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۱۵
[3] ردالمحتار	؍؍	؍؍ مصطفی البابی مصر	۱/۶۱۵
[4] درمختار	؍؍	؍؍ مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۱۵

Marfat.com

کہ وُہ مسجد ہے اُس پر تمام احکامِ مسجد ہیں نہایہ میں اگرچہ مختار للفتوٰی یہ رکھا کہ وُہ عین مسجد نہیں، مگر اس کے یہ معنٰی نہیں ہوسکتے کہ اُس کی تنظیف وتطہیر ضروری نہیں، غیر وقت نماز وخطبہ میں اُس میں خرید وفروخت قولِ اوّل پر مطلقاً حرام ہے اور خرید وفروخت کے لئے اسے متعین کرنا بالاتفاق حرام ہے۔

اذ لا یجوز تغییر الوقف عن ھیأتہ فضلا عن ضیعتہ کما فی الھندیۃ وغیرھا۔[1]

وقف کی ہیئت وحالت میں تبدیلی جائز نہیں چہ جائیکہ اسے ضائع کرنا جائز ہو ہندیہ وغیرہ۔ (ت)

اور یُوں کہ اتفاقاً غیر وقت نماز وخطبہ میں ایک کے پاس کوئی شے ہو وہ دوسرے کے ہاتھ بیع کرے، قول دوم پر اس میں حرج نہیں، وقت نماز یا خطبہ میں خوانچہ والوں کا گشت بلاشبہہ ممنوع وواجب الانسداد ہے کہ مخل استماع وناقص ہے اور ان کے غیر اوقات میں وہی اختلافِ قولین، یونہی کفار کی آمد ورفت خصوصاً جُوتا پہنے کہ یہ نجاست سے خالی نہیں ہوتے نہ وہ جنابت سے کما حققہ فی الحلیۃ وبیناہ فی فتاوٰنا (جیساکہ اس کی تحقیق حلیہ میں ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اسے تفصیلاً بیان کیا ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

اما المتخذ لصلٰوۃ جنازۃ او عید فھو مسجد فی حق جواز الاقتداء وان انفصل الصفوف رفقا بالناس لا فی حق غیرہ بہ یفتی نہایۃ۔[2]

لوگوں کی سہولت کی وجہ سے عیدگاہ اور جنازگاہ جوازِ اقتدا کے حق میں مسجد ہے اگرچہ صفیں متصل نہ ہوں، ہاں اس کے علاوہ میں یہ حکم نہیں، اسی پر فتوٰی ہے، نہایہ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال فی البحر ظاھرہ انہ یجوز الوطء والبول والتخلی فیہ ولا یخفی ما فیہ فان البانی لم یعدہ لذلک فینبغی ان لا یجوز وان حکمنا بکونہ غیر مسجد وانما تظھر فائدتہ فی حق بقیۃ الاحکام وحل دخولہ للجنب والحائض[3] انتھی۔

بحر میں ہے ظاہر عبارت بتارہی ہے کہ وطی اور بول وبراز جائز ہے لیکن یہ واضح رہنا چاہئے کہ بانی نے اس کے لئے نہیں بنائی لہذا یہ جائز نہیں ہونا چاہئے اگرچہ ہم اسے مسجد کا حکم نہیں دیتے اس کا فائدہ بقیہ احکام میں ظاہر ہوتا ہے اور اس میں جنبی اور حائضہ کے دخول کا جواز بھی انتہی (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الوقف الباب الرابع عشر فی المتفرقات مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۹۰
[2] درمختار باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا " مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۳
[3] ردالمحتار " " " مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۸۶

Marfat.com

اجورهم شیئا ومن دعا الی ضلالة کان علیہ
من الاثم مثل اٰثام من تبعہ لاینقص ذٰلك
من اٰثامهم شیئا۔[1] رواہ الائمة احمد ومسلم
والاربعة عن ابی هریرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه۔
واللّٰه تعالٰی اعلم۔

نہ ہوگی، اور جس نے بُرائی کی طرف بُلایا اس پر گناہ ہوگا
اتباع کرنے والوں کی مثل، اور ان کے گناہ میں بھی کمی
نہ ہوگی۔ اسے امام احمد، مسلم اور چار ائمہ نے حضرت
ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔
واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] صحیح مسلم باب من سن سنة حسنة اوسیئة الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/۳۴۱

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے :

اشار الی انه لوکبر فی اول کل رکعة جاز لان الخلاف فی الاولویة [1]

اس میں اشارہ ہے کہ اگر ہر رکعت کی ابتداء میں تکبیر کہہ لی تو جائز ہے کیونکہ اختلاف اولیٰ ہونے میں ہے (ت)

واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ ۱۴۴۹ از اورنگ آباد ضلع گیا مرسلہ محمد اسمٰعیل مدرس مدرسہ اسلامیہ ۱۵ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید عید اضحی میں بعد اختتام نماز منبر پر گیا اور خطبہ شروع کیا، اثنائے خطبۂ اولیٰ میں مستمعین سے کہ آپ لوگ ذرا زور سے سبحان اللہ تو پڑھیں، سب چپ رہے پھر دوبارہ سہ بارہ کہہ کر لوگوں کو مجبور کیا کہ کیوں نہیں پڑھتے تم لوگوں کا منہ کیوں بند ہوگیا، تب لوگوں نے بآوازِ بلند سبحان اللہ پڑھنا شروع کیا پھر لبیك واللہ اکبر کہلوایا پھر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھوایا پھر نعتیہ خطبہ پڑھ کر منبر پر بیٹھا اور اُٹھ کر خطبہ ثانیہ شروع کیا ابھی خطبۂ ثانیہ تمام ہونے نہ پایا تھا کہ لوگوں کو کھڑے ہوکر یانبی سلام علیك یارسول سلام علیك پڑھنے کو کہا، چنانچہ لوگوں نے اُٹھ کر زور زور سے یانبی سلام علیك مع اشعار اردو کتبِ میلاد مروجہ ترنم سے پڑھا اور زید نے پھر کچھ اردو میں دُعا مانگی اور خطبہ ثانیہ کو اسی طرح ناتمام چھوڑ دیا آیا یہ فعل موافق سنّتِ متوارثہ ہوا یا خلافِ سنّت سراسر عبث اور ایسا کرنے والے پر عندالشرع کیا حکم لگایا جائے گا؟ بیّنوا توجروا ۔

الجواب

حالتِ خطبہ میں کلام اگرچہ ذکر ہو مطلقاً حرام ہے اذا خرج الامام فلا صلوة ولا کلام [2] (جب امام آجائے تو صلوٰۃ وکلام نہیں۔ ت) امام نے یہ جو کچھ کیا سب بدعت شنیعہ سیئہ ہے، اُن جاہلوں کا وبال بھی اُس پر بغیر اس کے کہ اُن کے وبال میں کمی ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من دعا الی ھدی کان له من الاجر مثل اجور من تبعه لاینقص ذلك من

جس نے کسی اچھی بات کی طرف بلایا اس کو اتباع کرنے کے اجر کی مثل اجر ملے گا اور ان کے اجر میں کوئی کمی

---

[1] ردالمحتار باب العیدین مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۶۱۶

[2] نصب الرایۃ کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ الجمعۃ " المکتبۃ الاسلامیہ الریاض ۲/۲۰۱

فتح الباری کتاب الجمعۃ " دارالمعرفۃ بیروت ۲/۳۳۸

Marfat.com

اَمَّا بَعْدُ چند سال ہوئے کہ روزِ عید الفطر بعض تلامذۂ مولوی گنگوہی نے بعض اہلسنت پر دربارۂ معانقہ طعن و انکار کیا کہ :

"شرع میں معانقہ صرف قادمِ سفر[1] کے لئے وارد ہوا ، بے سفر بدعت و ناروا ۔ میں نے اپنے اساتذہ سے یُوں ہی سنا ۔"

ان سُنّیوں نے اس باب میں فقیر حقیر عبد المصطفٰے احمد رضا محمدی سُنّی حنفی قادری برکاتی بریلوی غفر اللہ لہ و حقق اَملہ سے سوال کیا فقیر نے ایک مختصر فتویٰ لکھ دیا کہ احادیث میں معانقہ سفر و بے سفر دونوں کا اثبات اور تخصیصِ سفر تراشیدۂ حضرات[2] ۔ بحمد اللہ اس تحریر کا یہ نفع ہُوا کہ ان صاحب نے اپنے دعوٰی سے انکار کر دیا کہ :

"نہ میں اس تخصیص کا مدعی تھا نہ اپنے اساتذہ سے نقل کیا ۔"

خیر ، یہ بھی ایک طریقۂ توبۂ رجوع ہے اور الزامِ کذب بھی زائل و مدفوع ہے کہ جب اپنے معبود کا کذب ممکن جانیں ، کیا عجب کہ اپنے واسطے فرض و واجب مانیں[3] ۔

---

[1] قادمِ سفر : سفر سے آنے والا ۔ (مترجم)

[2] یعنی میں نے اپنے فتوے میں لکھا کہ سفر سے آنے کی حالت اور اس کے علاوہ احوال میں بھی احادیث سے معانقہ کا جائز ہونا ثابت ہے ، اور معانقہ کا جواز محض آمدِ سفر کی حالت سے خاص کرنا ان حضرات کی اپنی گھڑی ہوئی بات ہے حدیث و فقہ سے اس پر کوئی معتبر دلیل ہرگز نہیں ۔ (مترجم)

[3] جب انھوں نے اپنے دعوے سے انکار کر دیا تو اتنا ظاہر ہوگیا کہ وہ اپنے پہلے قول پر نہ رہے اور جوازِ معانقہ بلا تخصیص تسلیم کر لیا — البتہ ان پر یہ الزام عائد ہوتا ہے کہ انھوں نے دروغ گوئی سے کام لیا کہ پہلے ایک بات کہی پھر کہنے سے انکار کر ڈالا — مگر دیوبندی حضرات جب اپنے معبود کے لئے جھوٹ بولنا ممکن مانتے ہیں ، تو خود ان پر جھوٹ بولنے کا الزام عائد کیا جا سکتا ہے ، بعید نہیں کہ وُہ اسے اپنے لئے فرض و واجب مانتے ہوں ، استاد محترم حافظِ ملت مولانا عبد العزیز صاحب مراد آبادی علیہ الرحمۃ بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور فرمایا کرتے تھے کہ علمائے دیوبند اور ان کے متبعین کا عقیدہ ہے کہ "خدا جھوٹ بول سکتا ہے مگر بولتا نہیں" ۔ اگر خود ان کا بھی یہی حال ہو کہ " جھوٹ بول سکتے ہیں مگر بولتے نہیں" تو ان کے عقیدے کی رُو سے شرک اور خدا کے ساتھ اس وصف میں برابری لازم آجائے گی ، اس لئے ان کے اپنے عقیدہ و قاعدہ پر " فرض اور ضروری ہے کہ وہ جھوٹ بولیں" ۔ اگر " جھوٹ بول سکتے ہیں مگر بولتے نہیں" کی منزل میں رہ گئے تو مشرک ٹھہریں گے ۔

(مترجم)

Marfat.com

۱۲ ھ ۱۳

وِشاحُ الجید فی تحلیل معانقة العید

(نمازِ عید کے بعد معانقہ کے جائز ہونے کا ثبوت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی عید رحمتہ وسع کل قریب وبعید، وجعل اعیاد المؤمنین مُعانَقَة بصفی الوعد وعفو الوعید، وافضل الصلوٰۃ واکمل السلام علی من تعانق عید جمالہ بِعید نوالہ، فوجہہ عید، ویدہٗ عید، یسعد بہما کلُّ سعید، وعلی حزبَیِ الاٰل والاصحاب الذین ہما العیدان لایام الایمان، وعلیٰ کل من عانق جیدہٗ وِشاح الشہادتین بجمّان الایقان ما تعانق الملوان، وتوارد العیدان، ھنّأھم اللہ باَعیاد الاسلام، وعید الرؤیة فی دار السلام، ولدَیہ مزید، وانّہ یبدئُ ویعید۔

تمام تعریف اللہ کے لئے، جس کی عید رحمت ہر دور و نزدیک کو محیط ہے۔ اور جس نے اہلِ ایمان کی عیدوں کو صفائی وعدہ اور معافیِ وعید سے بغلگیر کیا۔ اور بہتر درود اور کامل ترین سلام ہو ان پر جن کی عید جمال (ان کی) عیدِ جُود و نوال سے ہم آغوش ہے۔ جن کا چہرۂ زیبا بھی عید اور دستِ عطا بھی عید۔ ہر خوش نصیب ان دونوں سے فیروزمند ہے اور ان کی آل واصحاب دونوں جماعتوں پر جو ایامِ ایمان کی دو عیدیں ہیں اور ہر اس شخص پر جس کی گردن گوہرِ یقین سے آراستہ قلادۂ شہادتین سے ہمکنار ہے (یہ درود و سلام ہوں) جب تک روز و شب باہم بغلگیر اور دونوں عیدیں یکے بعد دیگرے وارد پذیر رہیں۔ اللہ انھیں عید ہائے اسلام اور جنت میں عیدِ دیدار کی مبارکباد سے نوازے۔ (ت)

Marfat.com

ف۱ ابن ابی الدنیا کتاب الاخوان اور دیلمی مسند الفردوس اور ابوجعفر عقیلی حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی واللفظ للعقیلی ؛

انه قال سألتُ رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم عن المعانقة فقال تحية الامم و

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معانقہ کو پوچھا، فرمایا: تحیت ہے امتوں کی، اور ان

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

جوازِ معانقہ کی مندرجہ ذیل شرطیں ہیں :

(۱) معانقہ کپڑوں کے اوپر سے ہو۔

(۲) نیکی، اعزاز اور اظہارِ محبّت کے طور پر ہو۔

(۳) خرابیٔ نیت اور شہوت کا کوئی دخل نہ ہو۔

مذکورہ بالا شرطوں کے ساتھ معانقہ سفر، غیر سفر ہر حال میں جائز ہے۔

دلیل : اس کا ماخذوہ روایات واحادیث ہیں جن میں قیدِ سفر کے بغیر معانقہ کا ثبوت ہے، جو لوگ صرف آمدِ سفر کے بعد معانقہ جائز بتاتے ہیں ان کا جواب یہ ہے

(۱) ان تمام احادیث و روایات میں مطلق طور پر جوازِ معانقہ کا ثبوت ہے۔ یہ کسی حدیث میں نہیں کہ بس سفر سے آنے کے بعد معانقہ جائز ہے، باقی حالات میں ناجائز — بلکہ بعض احادیث سے صراحۃً آمدِ سفر کے علاوہ حالات میں بھی معانقہ کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

(۲) شریعت کا قاعدہ ہے کہ جو حکم، مطلق اور کسی قید کے بغیر ہو، اُسے مطلق ہی رکھنا واجب وضروری ہے۔

(۳) معانقہ کے بارے میں جب یہ حکم مطلق اور قیدِ سفر کے بغیر ہے، تو اسے مطلق رکھتے ہوئے سفر، غیر سفر ہر حال میں معانقہ جائز ہوگا۔

(۴) ہاں اگر کسی حکم میں خود شریعت کی جانب سے تخصیص اور تقیید کا ثبوت ہو تو اس حکم کو مخصوص اور مقید ضرور مانا جائے گا — مگر معانقہ کے بارے میں سوا اُن شرائط کے جو ابتدا میں ذکر کی گئیں آمدِ سفر وغیرہ کی کوئی قید نہیں۔

(۵) لہٰذا جوازِ معانقہ کے بارے میں بے دلیل شرعی آمدِ سفر کی قید لگانا محض باطل اور نامقبول ہے۔ (مترجم)

ف یہاں سے دلیل کی تفصیل فرمائی، سب سے پہلے ایک حدیث ذکر کی جس سے معانقہ کی تاریخ آغاز معلوم ہوتی ہے پھر فقہ حنفی کے مستند ماخذ سے وُہ نصوص تحریر فرمائے جن کا حاصل ابتداءً رقم فرما چکے۔ (مترجم)

Marfat.com

اب اس عیدِ اضحیٰ ۱۳۱۱ھ میں بعض علمائے شہر کے ایک شاگرد بعض اہلسنت سے پھر اُلجھے، انھوں پھر وہی فتوائے فقیر پیش کیا۔ خیالات کے پکّے تھے ہرگز نہ سلجھے، انھوں نے ان کے استاذ کو فتویٰ دکھایا، تصدیق نہ فرمائیں تو جواب چاہا، مدّت تک انکار پھر بعدِ اصرار وعدہ و اقرار، بالآخر مجموعۂ فتاوٰی مولوی عبدالحی صاحب صفحہ ۵۳۹ جلد اول پر نشانی رکھ کر ارسال فرمایا اور بعض عباراتِ ردالمحتار و مرقاۃ شرح مشکوۃ شریف سے حاشیہ چڑھایا۔ سائل مُصِر ہُوئے کہ "جواب ضرور ہے آخر تحقیقِ حق نامنظور ہے"، فقیر نے چند ورق لکھ کر بھیج دئے اور رسالہ میں فتوائے سابقہ کے ساتھ جمع کئے کہ ناظر دیکھیں، نفع پائیں، فقیر کو دعائے خیر سے یاد فرمائیں وباللہ التوفیق وھدایۃ الطریق

اس رسالہ کا بلحاظ فتوائے سابق و تحریر لاحق دو عید پر انقسام، اور بنظر تاریخ کہ بستم[۲۰] محرم ۱۳۱۲ھ کو لکھا گیا "وِشَاحُ الجِید فِی تَحلِیلِ مُعَانَقَۃِ العِید" نام۔[ف۱] والحمد للہ ولی الانعام (اور تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے جو احسان کا مالک ہے۔ ت)

عیدِ اوّل میں فتوٰیِ اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۴۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ معانقہ بے حالتِ سفر بھی جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ کہ جو اُسے قدومِ مسافر کے ساتھ خاص اور اس کے غیر میں ناجائز بتاتا ہے، قول اس کا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب

کپڑوں کے اُوپر سے معانقہ بطور برّ و کرامت و اظہارِ محبّت، بے فسادِ نیّت و موادِ شہوت، بالاجماع جائز، جس کے جواز پر احادیثِ کثیرہ و روایاتِ شہیرہ ناطق، اور تخصیصِ سفر کا دعوٰی محض بے دلیل، احادیثِ نبویہ و تصریحاتِ فقہیہ اس بارے میں بروجہ اطلاق وارد، اور قاعدۂ شرعیہ ہے کہ مطلق کو اپنے اطلاق پر رکھنا واجب اور بے مدرکِ شرعی تقیید و تخصیص مردود و باطل، ورنہ نصوصِ شرعیہ سے امان اُٹھ جائے، کما لایخفی[ف۲] (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت)

ف۱ معانقہ کی تائے مدوّرہ حسبِ قاعدہ "ہ" مانی گئی ہے اس لئے اس کا عدد ۴۰۰ نہیں بلکہ ۵ ہوگا اور پورے نام کا عدد ۱۷۰۷ نہیں بلکہ ۱۳۱۲ ہوگا۔ (مترجم)

ف۲ ان ہی سطور میں اعلیحضرت نے پورے فتوے کا ماحصل اور تمام اعتراضات کا جواب ذکر کر دیا، ان جامع سطور کی قدرے تشریح درج ذیل ہے:

(باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

او غیرہ لم یکرہ بالاجماع وھو الصحیح[1] اھ ملخصا۔ | یا اور کچھ حائل ہو تو بالاجماع مکروہ نہیں، اور یہی صحیح ہے اھ ملخصاً (ت)

اسی طرح امام نسفی نے کافی پھر علامہ اسمٰعیل نابلسی نے حاشیۂ درر مولٰی خسرو وغیرہا میں جزم کیا، او
یہی وقایہ و نقایہ و کنز و اصلاح وغیرہا متون کا مفاد۔ اور شروح ہدایہ و حواشی درمختار وغیرہا میں مقرر۔ ان
سب میں کلام مطلق ہے کہیں تخصیص سفر کی بُو نہیں۔

اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

اما معانقہ اگر خوف فتنہ نباشد مشروع ست خصوصاً نزد قدوم از سفر[2] | معانقہ میں اگر فتنے کا خوف نہ ہو تو جائز و مشروع ہے خصوصاً جب سفر سے آرہا ہو۔ (ت)

یہ "خصوصاً" بطلان تخصیص پر نص صریح ــــ رہیں احادیث نہی، ان میں زید کے لئے حجت نہیں کہ ان
اگر ثابت ہے تو نہی مطلق۔ پھر اطلاق پر رکھئے تو حالتِ سفر بھی گئی، حالانکہ اس میں زید بھی ہم سے موافق۔ اور
توفیق پر چلئے تو علماء فرماتے ہیں وہاں معانقہ بروجہ شہوت مراد۔ اور پر ظاہر کہ ایسی صورت میں تو بحالتِ سفر بھی
بلکہ مصافحہ بھی ممنوع، تا بمعانقہ چہ رسد۔ ف

---

[1] شرح نقایہ (ملا علی قاری) کتاب الکراہیۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۹
[2] اشعۃ اللمعات باب المصافحۃ والمعانقۃ 〃 نوریہ رضویہ سکھر ۴/۲۰

ف یہ اُن احادیث سے استدلال کا جواب ہے جن میں معانقہ سے ممانعت آئی ہے۔ توضیح جواب یہ ہے کہ ا
احادیث میں ممانعت مذکور ہے۔ اب اگر ان سے مطلقاً ہر حال میں ممانعت مراد لیں تو سفر، غیر سفر ہر جگہ معانقہ
ناجائز ہوگا جب کہ سفر سے آنے کے وقت مانعین بھی معانقہ جائز مانتے ہیں۔ اس لئے وہ اگر احادیث نہ
ہمارے خلاف پیش کریں تو خود ان کے بھی خلاف ہوں گی ــــ لامحالہ جوازِ معانقہ اور ممانعتِ معانقہ دونوں قسم
کی حدیثوں میں تطبیق کرنا ہوگی، اور دونوں کے ایسے معنی لینے ہوں گے جن سے تمام احادیث پر عمل ہوسکے ــ
اور تطبیق یُوں ہے کہ جہاں معانقہ سے ممانعت ہے وہاں معانقہ بطور شہوت مراد ہے ــــ اور جہاں جوازِ معا
کا ثبوت ہے وہاں معانقہ بے شہوت و فسادِ نیت مراد ہے جیسا کہ ہم نے ابتداءً ذکر کیا ــــ اور ظاہر ہے ک
معانقہ بطورِ شہوت تو سفر سے آنے کے بعد بھی ناجائز ہے بلکہ اس طرح تو معانقہ کیا مصافحہ بھی ناجائز ہے
احادیثِ جواز و منع کے درمیان یہ تطبیق مختلف فقہاء کرام نے فرمائی ہے اعلٰحضرت رحمہ اللہ تعالٰی نے ان کا حو
کتاب میں پیش کر دیا ہے۔ (مترجم)

Marfat.com

صالح وُدِّھم وانّ اول من عانق خلیل اللہ ابراھیم[1] | کی اچھی دوستی، اور بیشک پہلے معانقہ کرنے والے ابراہیم خلیل اللہ ہیں علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔

خانیہ میں ہے:

ان کانت المعانقۃ من فوقِ قمیصٍ او جُبّۃٍ جاز عند الکل[2] اھ ملخصا۔ | اگر معانقہ کُرتے یا جُبّے کے اوپر سے ہو تو سب کے نزدیک جائز ہے اھ ملخصاً (ت)

مجمع الانہر میں ہے:

اذا کان علیھما قمیصٌ او جبۃٌ جاز بالاجماع[3] اھ ملخصا۔ | اگر معانقہ کرنے والے دونوں مردوں پر کُرتا یا جُبّہ ہو تو یہ معانقہ بالاجماع جائز ہے اھ ملخصا (ت)

ہدایہ میں ہے:

قالوا الخلاف فی المعانقۃ فی ازارٍ واحدٍ واما اذا کان علیہ قمیصٌ او جُبۃٌ فلا باس بھا بالاجماع وھو الصحیح[4]۔ | طرفین (امام اعظم و امام محمد) اور امام ابو یوسف میں اختلاف ایک تہمد کے اندر معانقہ کے بارے میں ہے لیکن جب معانقہ کرنے والا کُرتا یا جبّہ پہنے ہو تو بالاجماع اس میں کوئی حرج نہیں اور یہی صحیح ہے۔ (ت)

دُرمختار میں ہے:

لوکان علیہ قمیص او جبۃ جاز بلاکراھۃ بالاجماع وصححہ فی الھدایۃ وعلیہ المتون[5]۔ | اگر اس کے جسم پر کُرتا یا جبّہ ہو تو بلاکراہت بالاجماع جائز ہے، ہدایہ میں اسی کو صحیح قرار دیا، متونِ فقہ میں یہی ہے۔ (ت)

شرح نقایہ میں ہے:

عِناقُہ اذا کان معہ قمیصٌ او جبۃٌ | اس کا معانقہ جب اس طرح ہو کہ کُرتا یا جبّہ

---

[1] کتاب الضعفاء الکبیر ترجمہ نمبر ۱۱۴۱ عمر بن حفص بن محبّر مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/۱۵۵
[2] فتاوٰی خانیہ کتاب الحظر والاباحۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۴/۷۸۳
[3] مجمع الانہر کتاب الکراھیۃ 〃 بیروت ۲/۵۴۱
[4] ہدایہ 〃 〃 مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۴۶۶
[5] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ 〃 مجتبائی دہلی ۲/۲۴۴

Marfat.com

حدیث اوّل[1]: بخاری ومسلم ونسائی وابن ماجہ بطرق عدیدہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی وھذا اللفظ مؤلف منہا دخل حدیث بعضھم فی بعض (آئندہ الفاظ ان متعدد روایات کا مجموعہ ہے بعض کی احادیث بعض میں داخل ہیں۔ ت)

قال خرج النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فجلس بفناء بیت فاطمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا فقال ادعی الحسن بن علی فحبسته شیئا فظننت انہا تلبسہ سخابا او تغسلہ فجاء یشتد وفی عنقہ السخاب فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیدہ ھکذا فقال الحسن بیدہ ھکذا حتی اعتنق کل منہما صاحبہ فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللھم انی اُحِبُّهٗ فَاَحِبَّهٗ وَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّهٗ۔[1]

یعنی ایک بار سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کے مکان پر تشریف لے گئے اور سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بلایا، حضرت زہرا نے بھیجنے میں کچھ دیر کی، میں سمجھا انھیں ہار پہناتی ہوں گی یا نہلا رہی ہوں گی، اتنے میں دوڑتے ہوئے حاضر آئے، گلے میں ہار پڑا تھا، سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دست مبارک بڑھائے، حضور کو دیکھ کر امام حسن نے بھی ہاتھ پھیلائے، یہاں تک کہ ایک دوسرے کو لپٹ گئے، حضور نے "گلے لگا کر" دعا کی: الٰہی! میں اسے دوست رکھتا ہوں تو اسے دوست رکھ اور جو اسے دوست رکھے اسے دوست رکھ۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی حبّہٖ وبارک وسلم۔

حدیث دوم[2]: صحیح بخاری میں امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی:

کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یاخذ بیدی فیقعدنی علی فخذہ ویقعد الحسین علی فخذہ الاخری ویضمنا ثم یقول رب انی ارحمھما فارحمھما۔[2]

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑ کر ایک ران پر مجھے بٹھالیتے اور دوسری ران پر امام حسین کو، اور ہمیں "لپٹا لیتے"۔ پھر دعا فرماتے: الٰہی! میں ان پر رحم کرتا ہوں تو ان پر رحم فرما۔

حدیث سوم[3]: اسی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے:

---

[1] الصحیح لمسلم باب فضل الحسن والحسین مطبوعہ راولپنڈی ۲/۲۸۲

[2] الصحیح البخاری باب وضع الصبی فی الحجر ” قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۸۸

Marfat.com

امام فخر الدین زیلعی تبیین الحقائق اور اکمل الدین بابرتی عنایہ اور شمس الدین قہستانی جامع الرموز اور آفندی شیخی زادہ شرح ملتقی الابحر اور شیخ محقق دہلوی شرح مشکوٰۃ اور امام حافظ الدین شرح وافی اور سیدی امین الدین آفندی حاشیہ شرح تنویر اور مولیٰ عبدالغنی نابلسی شرح طریقہ محمدیہ میں، اور ان کے سوا اور علماء ارشاد فرماتے ہیں:

وھذا لفظ الاکمل، قال وفق الشیخ ابو منصور (یعنی الماتریدی امام اھل السنۃ وسید الحنفیۃ) بین الاحادیث فقال المکروہ من المعانقۃ ماکان علی وجہ الشھوۃ وعبر عنہ المصنف (یعنی الامام برھان الدین الفرغانی) بقولہ ازار واحد فانہ سبب یفضی الیھا فاما علی وجہ البر والکرامۃ اذا کان علیہ قمیص او جبۃ فلا باس بہ[1]

(یہ اکمل الدین بابرتی کے الفاظ ہیں) انھوں نے فرمایا شیخ ابو منصور (ماتریدی، اہل سنت کے امام اور حنفیہ کے سردار) نے (معانقہ کے جواز و منع دونوں طرح کی) حدیثوں میں تطبیق دی ہے، انھوں نے فرمایا مکروہ وہ معانقہ ہے جو بطور شہوت ہو۔ اور مصنف (یعنی امام برہان الدین فرغانی صاحب ہدایہ) نے اسی کو ایک تہمد میں معانقہ کرنے سے تعبیر کیا ہے، اس لئے کہ یہ سبب شہوت ہوسکتا ہے، لیکن نیکی اور اعزاز کے طور پر کرتا یا جبّہ پہنے ہوئے معانقہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (ت)

اور کیونکر روا ہوگا کہ بے حالتِ سفر معانقہ کو مطلقاً ممنوع ٹھہرائیے حالانکہ احادیثِ کثیرہ میں سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بارہا بے صورتِ مذکورہ بھی معانقہ فرمایا۔[ف]

ف یہاں سے استدلال نے ایک دوسرا رنگ اختیار کیا، اعلیحضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے سولہ[16] احادیث ان کے حوالوں کے ساتھ پیش فرمائی ہیں جن میں اُسی معانقہ کا ذکر ہے جو نیکی، اعزاز اور اظہارِ محبت کے طور پر ہے ــــ خرابیِ نیت اور موادِ شہوت سے ہر طرح دور ہے ــــ مگر بے حالتِ سفر ہے ــــ لہٰذا ان احادیث سے صراحۃً یہ ثبوت فراہم ہوجاتا ہے کہ صرف قدومِ سفر کے بعد ہی نہیں بلکہ دیگر حالات میں بھی معانقہ بلاشبہ جائز و درست ہے۔ اور جب خود سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان تمام احوال میں معانقہ کا ثبوت حاصل ہوجاتا ہے تو کوئی دوسرا اسے "بدعت و ناروا" کہنے کا کیا حق رکھتا ہے! (مترجم)

---

[1] العنایۃ مع فتح القدیر شرح ہدایۃ کتاب الکراہیۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۸/۴۵۸

Marfat.com

فاحتضنہ وجعل یقبل کشحہ قال انما اردت ھذا یارسول اللہ[1]

انھوں نے حضور کو اپنی "کنار میں لیا" اور تہیگاہِ اقدس کو چومنا شروع کیا پھر عرض کی: یارسول اللہ! میرا یہی مقصود تھا۔

ع دلِ عشاق حیلہ گر باشد
(عاشقوں کے دل بہانہ تلاش کرنے والے ہوتے ہیں)

صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی کل من احبہ وبارك وسلم۔

حدیث ہفتم: اسی میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے:

مالقیتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قط الاصافحنی وبعث الی ذات یوم ولم اکن فی اھلی فلما جئت اخبرت بہ فاتیتہ وھو علی سریر فالتزمنی فکانت تلك اجود واجود[2]

میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تو حضور ہمیشہ مصافحہ فرماتے۔ ایک دن میرے بلانے کو آدمی بھیجا میں گھر میں نہ تھا، آیا تو خبر پائی، حاضر ہوا، حضور تخت پر جلوہ فرما تھے "گلے سے لگالیا" تو اور زیادہ جید اور نفیس تر تھا۔

حدیث ہشتم: ابویعلٰی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی:

قالت رأیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم التزم علیاً وقبلہ وھو یقول بابی الوحید الشھید[3]

میں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا حضور نے مولٰی علی کو "گلے لگایا" اور پیار کیا، اور فرماتے تھے میرا باپ نثار اس وحید شہید پر۔

حدیثِ نہم: طبرانی کبیر اور ابن شاہین کتاب السنۃ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں:

دخل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واصحابہ غدیرا فقال لیسبح کل رجل الی صاحبہ فسبح کل رجل منھم

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور حضور کے صحابہ ایک تالاب میں تشریف لے گئے حضور نے ارشاد فرمایا، ہر شخص اپنے یار کی طرف پیرے۔ سب نے

---

[1] سنن ابوداؤد باب قبلۃ الجسد (کتاب الادب) مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۹۳

[2] ″ ″ ″ باب فی المعانقۃ (″ ″) ″ مطبع مجتبائی لاہور ۲/۳۵۲

[3] مسند ابویعلٰی مسند عائشہ مطبوعہ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۴/۳۱۹

Marfat.com

ضَمَّنِی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی صدرہ فقال اللھم علمہ الحکمۃ[1]

سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے "سینے سے لپٹایا" پھر دُعا فرمائی: الٰہی! اسے حکمت سکھا دے۔

حدیث چہارم[4]: امام احمد اپنی مُسند میں یعلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

ان حُسنًا وحُسینًا رضی اللہ تعالیٰ عنھما یستبقا الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فضمھما الیہ[2]

ایک بار دونوں صاجزادے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آپس میں دوڑ کرتے ہوئے آئے حضور نے دونوں کو "لپٹا لیا"۔

حدیث پنجم[5]: جامع ترمذی میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث ہے:

سُئِلَ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ای اھل بیتك احب الیك قال الحسن والحسین وکان یقول لفاطمۃ ادعی لی ابنی فیشمھما ویضمھما[3]

سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا حضور کو اپنے اہلِ بیت میں زیادہ پیارا کون ہے؟ فرمایا: حسین اور حسین۔ اور حضور دونوں صاجزادوں کو حضرت زہرا سے بلوا کر "سینے سے لگا لیتے" اور ان کی خوشبو سونگھتے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وبارک وسلم۔

حدیث ششم[6]: امام ابوداؤد اپنی سُنن میں حضرت اُسید بن حُضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

بینما ھو یحدث القوم وکان فیہ مزاحٌ بینا یضحکھم فطعنہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی خاصرتہ بعود فقال اصبرنی قال اصطبر قال ان علیك قمیصًا ولیس علیّ قمیصٌ فوضع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن قمیصہ

اس اثنا میں کہ وہ باتیں کر رہے تھے اور ان کے مزاج میں مزاح تھا، لوگوں کو ہنسا رہے تھے کہ سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لکڑی ان کے پہلو میں چبھوئی، انھوں نے عرض کی مجھے بدلہ دیجئے۔ فرمایا: لے۔ عرض کی: حضور تو کُرتا پہنے ہیں اور میں ننگا تھا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کُرتا اُٹھایا

---

[1] الصحیح البخاری، مناقب ابن عباس، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۳۱

[2] مسند احمد بن حنبل، ؍؍ ؍؍، ؍؍ دار الفکر بیروت ۴/۱۷۲

[3] جامع ترمذی، مناقب الحسن والحسین، ؍؍ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۳۹-۴۰

Marfat.com

ابی بکر عندی کمنزلتی عند ربی[1] ۔ ابوبکر کا منہ چومتے ہیں؟ فرمایا: اے ابوالحسن! ابوبکر کا مرتبہ میرے یہاں ایسا ہے جیسا میرا مرتبہ میرے رب کے حضور۔

حدیث دوازدہم[12]: ابن عبدربہ کتاب بہجۃ المجالس میں مختصراً اور ریاض نضرہ میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مطولاً، صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ابتدائے اسلام میں اظہار اسلام اور کفار سے حرب وقتال فرمانا، اور ان کے چہرۂ مبارک پر ضرب شدید آنا، اس سخت صدمے میں بھی حضور اقدس سید المحبوبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خیال رہنا، حضور پُر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دار الارقم میں تشریف فرما تھے اپنی ماں سے خدمتِ اقدس میں لے چلنے کی درخواست کرنا مفصلاً مروی، یہ حدیث ہماری کتاب مَطْلَعُ الْقَمَرَیْن فِی اِبَانَۃِ سَبْقَۃِ الْعُمَرَیْن (۱۲۹۷ھ) میں مذکور، اس کے آخر میں ہے:

حتی اذا ھدأت الرجل وسکن الناس خرجتا بہ یتکی علیھما حتی ادخلتاہ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانکب علیہ فقبلہ وانکب علیہ المسلمون ورق لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رقۃ شدیدۃ[2] الحدیث۔

یعنی جب پہل موقوف ہوئی اور لوگ سو رہے ان کی والدہ ام الخیر اور حضرت فاروق اعظم کی بہن ام جمیل رضی اللہ تعالٰی عنہما انھیں لے کر چلیں، بوجہ ضعف دونوں پر تکیہ لگائے تھے، یہاں تک کہ خدمتِ اقدس میں حاضر کیا، دیکھتے ہی "پروانہ وار شمعِ رسالت پر گر پڑے" (پھر حضور کو بوسہ دیا) اور صحابہ غایت محبت سے ان پر گرسے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے لئے نہایت رقت فرمائی۔

حدیث سیزدہم[13]: حافظ ابوسعید شرف المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال صعد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم المنبر ثم قال این عثمان بن عفان؟ فوثب وقال انا

حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے پھر فرمایا: عثمان کہاں ہیں؟ عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ بے تابانہ اٹھے اور عرض کی، حضور! میں یہ

---

[1] سیرت حافظ عمر بن محمد ملا

[2] الریاض النضرۃ ذکر ام الخیر مطبوعہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد ۱/۶۷

Marfat.com

الی صاحبه حتی بقی رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم وابوبکر فستبح رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم الی ابی بکر حتی اعتنقه فقال لو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابا بکرٍ خلیلا ولکنه صاحبی[1]

ایسا ہی کیا یہاں تک کہ صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق باقی رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صدیق کی طرف پیر کے تشریف لے گئے اور انھیں گلے لگا کر فرمایا: میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن وہ میرا یار ہے۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی صاحبہ وبارک وسلم۔

حدیث دہم ۱۰: خطیب بغدادی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال کنا عند النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فقال یطلع علیکم رجل لم یخلق الله بعدی احدا خیرا منه ولا افضل وله شفاعة مثل شفاعة النبیین فما برحنا حتی طلع ابوبکر فقام النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فقبله والتزمه[2]

ہم خدمتِ اقدس حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر تھے، ارشاد فرمایا: اس وقت تم پر وہ شخص چمکے گا کہ اللہ تعالٰی نے میرے بعد اس سے بہتر و بزرگ تر کسی کو نہ بنایا اور اس کی شفاعت شفاعتِ انبیاء کے مانند ہوگی، ہم حاضر ہی تھے کہ ابوبکر صدیق نظر آئے سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قیام فرمایا اور صدیق کو پیار کیا اور "گلے لگایا"۔

حدیث یازدہم ۱۱: حافظ عمر بن محمد ملّا اپنی سیرت میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال رأیت رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم واقفا مع علی بن ابی طالب اذا اقبل ابوبکر فصافحه النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم وعانقه وقبل فاه فقال علی اتقبل فا ابی بکر فقال صلی الله تعالٰی علیه وسلم یا ابا الحسن منزلة

میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کے ساتھ کھڑے دیکھا اتنے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ حاضر ہوئے، حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے مصافحہ فرمایا اور "گلے لگایا" اور ان کے دہن پر بوسہ دیا۔ مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ نے عرض کی: کیا حضور

---

[1] طبرانی کبیر حدیث ۱۱۶۷۶ و ۱۱۹۳۸ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/ ۲۶۱ و ۳۳۹

[2] تاریخ بغداد ترجمہ ۱۴۱۱ محمد بن عباس ابوبکر القاص مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت ۳/ ۱۲۳-۲۴

Marfat.com

اس حدیث میں علاوہ فعل کے مطلقاً حکم بھی ارشاد ہُوا کہ ہر شخص کو اپنے بھائیوں سے معانقہ کرنا چاہیے۔

حدیث شانزدہم[16]: کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بتول زہرا سے فرمایا کہ عورت کے حق میں سب سے بہتر کیا ہے؟ عرض کی کہ نامحرم شخص اُسے نہ دیکھے۔ حضور نے "گلے لگالیا اور فرمایا:

ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ[1] (یہ ایک نسل ہے ایک دوسرے سے۔ ت)

او کما ورد عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وبارك وسلم (یا جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وارد ہے۔ ت)

بالجملہ احادیث اس بارے میں بکثرت وارد۔ اور تخصیصِ سفر محض بے اصل و فاسد۔ بلکہ سفر و بے سفر ہر صورت میں معانقہ سنّت، اور سنّت جب ادا کی جائے گی سنّت ہی ہوگی تاوقتیکہ خاص کسی خصوصیت پر شرع سے تصریحاً نہی ثابت نہ ہو، یہاں تک کہ خود امامِ طائفہ مانعین اسمٰعیل دہلوی رسالہ مذورہ میں کہ مجموعہ زبدۃ النصائح میں مطبوع ہُوا صاف مُقِر کہ معانقہ روزِ عید گو بدعت ہو بدعت حسنہ ہے۔ حیث قال (یوں کہا۔ ت)[ف1]:

ہمہ اوضاع از قرآن خوانی و فاتحہ خوانی و خورانیدن طعام سوائے کندن چاہ و امثالہ دعا و استغفار و اُضحیہ بدعت ست

کنواں کھودنے، اور اسی طرح حدیث میں سے ثابت دوسری چیزوں اور دعا، استغفار، قربانی کے سوا تمام طریقے، قرآن خوانی، فاتحہ خوانی، کھانا کھلانا

ف۱ مولوی اسمٰعیل دہلوی پیشوایانِ علماءِ دیوبند کی اس عبارت میں چند باتیں قابلِ غور ہیں:

(۱) ایصالِ ثواب کے لئے کنواں کھدوانا، دعا، استغفار، قربانی اور اسی طرح کی دوسری چیزیں بدعت نہیں بلکہ سنّت سے ثابت ہیں۔

(۲) قرآن خوانی، فاتحہ خوانی، کھانا کھلانا اور اس طرح کے دوسرے طریقے بدعت ہیں مگر بدعتِ حسنہ ہیں۔

(۳) اس سے بدعت کی دو قسمیں معلوم ہوئیں: بدعتِ حسنہ[1]، بدعتِ سیئہ[2]۔ لہٰذا ہر بدعت بُری نہیں۔ اور ہر نیا کام صرف بدعت ہونے کے باعث ناجائز و حرام نہیں ہوسکتا بلکہ بعض کام بدعت ہوتے ہُوئے بھی حَسَن اور اچھے ہوتے ہیں۔

(۴) روزِ عید کا معانقہ، اور ہر روز فجر و عصر کے بعد مصافحہ بدعتِ حسنہ جائز اور اچھا ہے ؏

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

منکرین اعلیٰحضرت کا پورا رسالہ نہ مانیں، تمام احادیث و فقہی نصوص سے آنکھیں بند کرلیں مگر انھیں اپنے "پیشوائے اعظم" کے اقرارِ صریح اور کلامِ واضح سے ہرگز مفر نہ ہونا چاہیے۔ (مترجم)

---

[1] القرآن ۳/۳۴

Marfat.com

ذا یا رسولَ اللّٰہِ فقال اُدْنُ مِنّی فَدَنَا مِنْہُ فَضَمَّہٗ اِلٰی صَدْرِہٖ و قَبَّلَ بَیْنَ عَیْنَیْہِ الخ[1]

حاضر ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، میرے پاس آؤ۔ پاس حاضر ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے "سینہ سے لگایا" اور آنکھوں کے بیچ میں بوسہ دیا۔

حدیث چہاردہم[14]: حاکم صحیح مستدرک میں بافادۂ تصحیح اور ابو یعلٰی اپنی مسند اور ابو نعیم فضائلِ صحابہ میں اور برہان خجندی کتاب اربعین مسمّی بالماء المعین اور عمر بن محمد ملّا سیرت میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال بینا نحن مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی نفر من المھاجرین منھم ابوبکر و عمر و عثمان و علی و طلحۃ والزبیر و عبدالرحمٰن بن عوف و سعد بن ابی وقاص فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لِیَنْہَضْ کُلُّ رَجُلٍ الٰی کفوہ و نَہَضَ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الی عثمان فاعتنقہ وقال اَنْتَ وَلِیِّیْ فِی الدُّنْیَا والْاٰخِرَۃِ۔[2]

ہم چند مہاجرین کے ساتھ خدمتِ اقدس حضور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر تھے حاضرین میں خلفائے اربعہ و طلحہ و زبیر و عبدالرحمٰن بن عوف و سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہم تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں ہر شخص اپنے جوڑ کی طرف اٹھ کر جائے اور خود حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عثمانِ غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف اُٹھ کر تشریف لائے ان سے "معانقہ کیا" اور فرمایا: تو میرا دوست ہے دُنیا و آخرت میں۔

حدیث پانزدہم[15]: ابن عساکر تاریخ میں حضرت امام حسن مجتبٰی وہ اپنے والد ماجد مولٰی علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجوہہما سے راوی:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عَانَقَ عثمان بن عفان و قال قد عَانَقْتُ اَخِیْ عثمان فَمَنْ کَانَ لَہٗ اَخٌ فَلْیُعَانِقْہُ۔[3]

حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے معانقہ کیا اور فرمایا، میں نے اپنے بھائی عثمان سے معانقہ کیا جس کے کوئی بھائی ہو اسے چاہیے اپنے بھائی سے "معانقہ کرے"۔

---

[1] شرف المصطفٰی (شرف النبی) باب بیست و نہم میدان انقلاب تہران ص ۲۹۰
[2] المستدرک باب فضائلِ عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ بیروت ۳/ ۹۷
[3] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر حدیث ۳۶۲۴۰ مطبوعہ دار الکتب الاسلامی حلب ۱۳/ ۵۷

Marfat.com

اولیٰ ہے الخ۔ ف۱

ابوالحسنات محمد عبدالحی

عبارات کہ حاشیہ پر لکھ کر پیش کی گئیں بحروفہٖ یہ ہیں :

اذا تردد الحکم بین سنۃ وبدعۃ کان ترک السنۃ راجحًا علٰی فعل البدعۃ ۱۲ ردالمحتار[1]

جب حکم سنت و بدعت کے درمیان متردد ہو تو ارتکاب بدعت پر ترکِ سنت کو ترجیح دی جائیگی ف۲۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

عبداللہ بن نعمان فرماتے ہیں میں نے مدینۂ خاص میں جبکہ وہاں علماء صالحین بکثرت موجود تھے، دیکھا کہ وہ نمازِ عید سے فارغ ہوکر آپس میں مصافحہ کرتے، تو اگر سلف سے نقل مساعد ہو تو کیا کہنا ورنہ ترک اولیٰ ہے۔ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

ف۱ مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی کے اس فتوے کا حاصل یہ ہے کہ بعد عید مصافحہ و معانقہ حدیث سے ثابت نہیں — رہے علماء و فقہاء — تو ان میں اختلاف ہے، کچھ بدعتِ مباحہ کہتے ہیں کچھ بدعتِ مکروہہ۔ بہر تقدیر اسے نہ کرنا بہتر ہے ("نہ کرنا بہتر ہے" سے اتنا ضرور ثابت ہو جاتا ہے کہ کر لیا تو جائز ہے)۔ مولانا فرنگی محلی کا یہی فتویٰ (جو ان کے مجموعۂ فتاویٰ طبع اول کے ج ۱ ص ۵۲۸ پر ہے) بریلی کے ان عالم نے بھیجا جن سے اعلیٰحضرت اپنے جواب میں خطاب کر رہے ہیں، ساتھ ہی انھوں نے اس مجموعۂ فتاویٰ کے حاشیہ پر معانقۂ عید کی ممانعت کے ثبوت میں وُہ عبارتیں بھی لکھ دیں جنھیں کتاب "وشاح الجید فی تحلیل معانقۃ العید" میں اعلیٰحضرت نے بعینہٖ نقل فرمایا اور التماس چہارم سے ان پر بحث کی۔ (مترجم)

ف۲ یعنی جب معاملہ ایسا ہو کہ کرے تو کسی بدعت کا مرتکب ہوتا ہے، نہ کرے تو کوئی سنت چھوٹتی ہے، ایسی صورت میں یہی حکم ہے کہ نہ کرے کہ اس سے سنت اگرچہ چھوٹ جائے گی مگر بدعت کا مرتکب تو نہ ہوگا۔ معانقۂ عید کا بھی یہی حال ہے۔ لہذا اس سے بھی ممانعت ہی کا حکم دیا جائے گا۔ اعلیٰحضرت نے التماس نہم میں اس استدلال کا جواب دیا ہے کہ یہاں بدعت سے مراد بری بدعت ہے، اور معانقۂ عید ایسا ہرگز نہیں، بلکہ اپنی اصلیت کے لحاظ سے سنّت اور خصوصیتِ بعد عید کے لحاظ سے مباح، اور قصدِ حَسَن کے ساتھ ہو تو مستحسن ہے۔ لہذا آپ کی عبارت مذکورہ معانقۂ عید پر منطبق (فٹ) ہو ہی نہیں سکتی۔ (مترجم)

[1] ردالمحتار مطلب اذا تردد الحکم مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۶۸۲

Marfat.com

بدعت حسنہ بالخصوص است مثل معانقہ روز عید ومصافحہ بعد نماز صبح یا عصر[۱]

سب بدعت ہیں، مگر خاص بدعت حسنہ ہیں، جیسے عید کے دن معانقہ، اور نمازِ فجر یا عصر کے بعد مصافحہ کرنا (بدعتِ حسنہ ہے)۔(ت)

واللہ تعالٰی اعلم

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدؐ المصطفی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

سنی حنفی قادری ۱۳۰۱ھ
عبد المصطفٰے احمد رضا خاں

اس کے معارضے میں جو فتوٰی مولوی عبدالحی صاحب کا پیش کیا گیا اس کی عبارت یہ ہے:

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد خطبۂ عیدین کے جو مصافحہ ومعانقہ لوگوں میں مروج ہے وہ مسنون ہے یا بدعت؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا (بیان کرو اور اجر پاؤ۔ت)

ھو المُصَوِّب (وہی درستی تک پہنچانے والا ہے) بعد عید مصافحہ ومعانقہ مسنون نہیں، اور علماء اس باب میں مختلف ہیں، بعض بدعتِ مباحہ کہتے ہیں اور بعض بدعت مکروہہ۔ علٰی کل تقدیر ترک[ع] اس کا

ع اس کے بعد فتوٰی مذکور میں چار عبارتیں نقل کیں:

(۱) عبارتِ اذکار کہ اس مصافحہ میں کوئی حرج نہیں۔

(۲) عبارتِ درمختار کہ یہ بدعتِ مباحہ بلکہ حسنہ ہے کما ھو موجود فی الدر وان اقتصر المجیب فی النقل (یہ درمختار میں موجود ہے اگرچہ مجیب نے صرف نام پر کفایت کی ہے۔ت)

(۳) عبارتِ ردالمحتار کہ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ ہمیشہ بعد نماز کئے جاؤ تو جاہل سنت سمجھ لیں گے۔ اور ابن حجر شافعی نے اسے مکروہ کہا ہے۔

(۴) عبارتِ مدخل ابن حاج مالکی المذہب کہ غَیبت کے بعد ابن عُیَینہ نے جائز رکھا، اور عید میں ان لوگوں سے جو اپنے ساتھ حاضر ہیں، نہیں[ف]۔ اور مصافحہ بعد عید مجھے معروف نہیں مگر (باقی بر صفحہ آئندہ)

ف یعنی عید میں ان لوگوں سے معانقہ جائز نہیں جو اپنے ساتھ حاضر ہیں۔ (مترجم)

[۱] مجموعہ زبدۃ النصائح

Marfat.com

اتیان السنۃ فی بعض الاوقات لایسمّٰی بدعۃ مع ان عمل الناس فی الوقتین المذکورین لیس علی وجہ الاستحباب المشروع، لان محل المصافحۃ المذکورۃ اوّل الملاقاۃ وقد یکون جماعۃ یتلاقون من غیر مصافحۃ ویتصاحبون بالکلام وبمذاکرۃ العلم وغیرہ مدّۃ مدیدۃ ثم اذا صلوا یتصافحون فاین ھذا من السنۃ المشروعۃ وبھذا صرح بعض العلماء بانھا مکروھۃ و عـــہ انھا من البدع المذمومۃ ۱۲ کذا فی المرقاۃ۔

اعتراض کرتے ہوئے مولوی صاحب مذکور نے حاشیہ لکھا ہے) ظاہر ہے کہ امام نووی کے کلام میں ایک طرح کا تعارض ہے۔ اس لئے کہ اگر لوگ بعض اوقات "سنت کے مطابق" مصافحہ کرتے ہیں تو اسے بدعت نہیں کہا جائے گا۔ لیکن فجر و عصر کے بعد مصافحہ کا عمل استحباب مشروع کے طور پر نہیں ہے اس لئے کہ جائز و مشروع مصافحہ کا محل بس اوّلِ ملاقات ہے، اور یہاں تو بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کچھ لوگ ملاقات بلا مصافحہ کرتے ہیں اور دیر تک گفتگو و علمی بحث وغیرہ میں ایک ساتھ رہتے ہیں پھر جب نماز پڑھ لیتے ہیں تو مصافحہ کرتے ہیں، یہ سنتِ مشروعہ کہاں! اسی لئے تو بعض علماء نے صراحۃً فرمایا ہے کہ یہ مکروہ ہے اور اس کا شمار مذموم بدعتوں میں ہے۔ یہی عبارت مرقاۃ میں ہے۔ (ت)

عیدِ ثانی میں

تحریر جواب و تقریر صواب و ازالۂ اوہام و کشفِ حجاب — یعنی اُس تحریر کی نقل جو برسم جواب مولوی معترض کے پاس مرسل ہُوئی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

جنابِ مولانا! دام مجدکم، بعد ما ھو المسنون ملتمس، فتوٰی فقیر دربارۂ معانقہ کے جواب میں مجموعہ فتاوٰی مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی جناب نے ارسال فرمایا اور اس کی جلد اول صفحہ ۲۸ ۵ طبع اول میں جو فتوٰی معانقہ

عـــہ ھکذا بخطہ ولیست بھذہ الحاء فی عبارۃ المرقاۃ ولا لھا محل فی العبارۃ کما لا یخفی ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

مولوی صاحب موصوف کی تحریر میں اسی طرح "ح" بنی ہوئی ہے مگر یہ عبارۃ مرقاۃ میں نہیں ہے نہ عبارت میں اس کا موقع بھی نہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔ (ت)

Marfat.com

نقل فی تبیین المحارم عن الملتقط انہ تکرہ المصافحۃ بعد اداء الصلوٰۃ بکل حال لان الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم ماصافحوا بعد اداء الصلوٰۃ و لانھا من سنن الروافض اھ ثم نُقِل عن ابن حجر من الشافعیۃ انھا بدعۃ مکروھۃ لا اصل لھا فی الشرع وانہ ینبہ فاعلھا اولاً و یعزر ثانیا ثم قال وقال ابن الحاج من المالکیۃ فی المدخل انھا من البدع و موضع المصافحۃ فی الشرع انما ھو عند لقاء المسلم لاخیہ لا فی ادبار الصلوات فحیث وضعھا الشرع یضعھا فینھٰی عن ذلک و یزجر فاعلہ لما اتی بہ من خلاف السنۃ اھ ردالمحتار **قولہ**ؑ لا یخرج الخ ولا یخفی ان فی کلام الامام نوع تناقض لان

ردالمحتار میں ہے کہ تبیین المحارم میں ملتقط سے منقول ہے کہ ادائے نماز کے بعد مصافحہ بہر حال مکروہ ہے (۱) اس لئے کہ صحابہ نے بعد نماز مصافحہ نہیں کیا، (۲) اس لئے کہ یہ رافضیوں کا طریقہ ہے اھ پھر علامہ ابن حجر شافعی سے منقول ہے کہ یہ مصافحہ بدعتِ مکروہہ ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں اس کے مرتکب کو اولاً متنبہ کیا جائے گا، نہ مانے تو سرزنش کی جائے گی۔ پھر فرمایا کہ ابن الحاج مالکی مدخل میں لکھتے ہیں کہ یہ مصافحہ بدعت ہے (۳) اور شریعت میں مصافحہ کا محل مسلمان کی اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کا وقت ہے نمازوں کے بعد کے اوقات مصافحہ کا شرعی محل نہیں، شریعت نے جو محل مقرر کیا ہے اسے وہیں رکھے تو نمازوں کے بعد مصافحہ کرنے والے کو روکا اور زجر کیا جائے گا اس لئے کہ وہ خلافِ سنت فعل کا مرتکب ہے اھ ردالمحتار (حاشیۂ ذیل میں مندرج امام نووی کی عبارتِ اذکار پر

ؑ کتبہ المعترض حاشیۃ علی ما نُقِل فی الفتاوی اللکنویۃ فی عبارۃ الاذکار للامام النووی رحمہ اللہ تعالٰی من قولہ "لاباس بہ فان اصل المصافحۃ سنۃ وکونھم حافظوا علیھا فی بعض الاحوال وفرطوا فی کثیر من الاحوال او اکثرھا لا یخرج ذلک البعض عن کونہ من المصافحۃ التی ورد الشرع باصلھا" اھ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

فتاوٰی مولوی عبدالحی لکھنوی میں امام نووی کی کتاب اذکار سے منقولہ عبارت پر بریلی کے معترض مولوی صاحب نے یہ حاشیہ لکھا ہے امام نووی کی عبارت یہ ہے: "اس مصافحہ میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ اصل مصافحہ سنت ہے، اور اکثر حالات میں لوگ مصافحہ کے اندر کوتاہی کرنے کے ساتھ صرف بعض حالات میں اگر مصافحہ کی پابندی کرتے ہیں تو اس سے یہ بعض حالات والا مصافحہ (مثلاً مصافحہ بعد نماز) اس مصافحۂ جائزہ کے دائرے سے خارج نہ ہوگا جس کی اصلیت شرع سے ثابت ہے۔ (ت)"

Marfat.com

دوم: شاید جناب نے اس مجموعہ کو استیعاباً ملاحظہ نہ فرمایا اس میں بہت جگہ وہ مسائل وکلمات ہیں جو آج کل کے فرقۂ مانعین کے بالکل مخالف وقالعِ اصل مذہب ہیں۔ تمثیلاً ان میں سے چند کا نشان دوں۔

جلد اول صفحہ ۵۲۱ پر لکھتے ہیں:

"کتبِ فقہیہ میں نظائر اس کے بہت موجود ہیں کہ ازمنۂ سابقہ میں اُن کا وجود نہ تھا مگر بسبب اَغراضِ صالحہ کے حکم اُس کے جواز کا دیا گیا۔"[1]

صفحہ ۲۹۴ پر ہے:

"الوداع یا الفراق کا خطبہ آخر رمضان میں پڑھنا اور کلمات حسرت ورخصت کے ادا کرنا فی نفسہٖ امر مباح ہے بلکہ اگر یہ کلمات باعثِ ندامت وتوبہ سامعان ہُوئے تو اُمیدِ ثواب ہے۔ مگر اس طریقہ کا ثبوت قرونِ ثلٰثہ میں نہیں الخ۔"[2]

جلد دوم صفحہ ۱۰۰ میں ہے:

کسے کہ می گوید کہ وجودیہ وشہودیہ از اہلِ بدعت اند قولش قابلِ اعتبار نیست ومنشاءِ قولش جہل و ناواقفیت است از احوالِ اولیاء واز معنی توحیدِ وجودی وشہودی وشاعرے کہ ذمّ ہر دو فرقہ ساختہ قابلِ ملامت ست[3]

جو کہتا ہے کہ وجودیہ اور شہودیہ اہلِ بدعت سے ہیں اس کا قول قابلِ اعتبار نہیں، اور اس کے قول کی بنیاد یہ ہے کہ وہ اولیاء کے احوال اور توحیدِ وجودی و شہودی کے معنی سے جاہل وبے خبر ہے۔ اور جس شاعر نے دونوں فرقوں (وجودیہ وشہودیہ) کی مذمت کی ہے وہ قابلِ ملامت ہے۔ (ت)

صفحہ ۱۲۱۴ پر ہے:

"شغلِ برزخ اس طور پر کہ حضرات صوفیہ صافیہ نے لکھا ہے نہ شرک ہے نہ ضلالت، ہاں افراط وتفریط اس میں منجر ضلالت کی طرف ہے، تصریح اس کی مکتوبات مجدد الف ثانی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) آپ کے خلاف ہے، مگر میں نے کب کہا کہ اس زمانے کے کسی عالم کی تحریر مجھ پر حجت ہے۔ (۲) یا یہ کہ آپ نے خود تحقیقی طور پر اُسے سب کے لئے معتمد اور مستند جان کر پیش کیا ہے، تو آپ کو پہلے دلیل سے ثابت کرنا تھا کہ یہ کتاب قابلِ استدلال اور علماء پر حجت وسند بنا کر پیش کرنے کے لائق ہے، اور جب یہ دونوں صورتیں صحیح نہیں تو اس مجموعۂ فتاوٰی کو یہاں پیش کرنا ہی بے محل ہے۔ (مترجم)

[1] مجموعہ فتاوٰی عبدالحی

[2] مجموعۂ فتاوٰی عبدالحی کتاب الحظر والاباحۃ مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۲/۲۴-۲۵

[3] " " " " ۴/۵۸

Marfat.com

مندرج ہے پیش کیا اور اس کے حاشیہ پر تائیداً کچھ عبارتِ ردالمحتار و مرقاۃ بھی تحریر فرمادی، سائل مُظہر کہ جب جناب سے یہ گزارش ہُوئی کہ آیا یہ مجموعہ آپ کے نزدیک مُستند ہے تو فرمایا: "ہمارے نزدیک مستند نہ ہوتا تو ہم پیش کیوں کرتے"۔ اور واقعی یہ فرمانا ظاہر و بجا ہے۔ فقیر کو اگرچہ ایسے مُعارضہ کا جواب دینا ضرور نہ تھا مگر حسبِ اصرارِ سائل، محض بغرضِ احقاقِ حق و اِزہاقِ باطل چند التماس ہیں۔ معاذ اللہ کسی دوسری وجہ پر حمل نہ فرمایئے فقیر ہر سُنّی مسلمان کو مستحقِ ادب جانتا ہے خصوصاً جناب تو اہلِ علم و سادات سے ہیں، مقصود صرف اتنا ہے کہ جناب بھی بمقتضائے بزرگیِ حسب و نسب و عمر و علم ان گزارشوں کو بنظرِ غور و تحقیقِ حق استماع فرمائیں، اگر حق واضح ہو تو قبول، مرجوح و مامول کہ علماء کے لئے رجوع الی الحق عار نہیں بلکہ معاذ اللہ اِصرار علی الباطل ——

قال تعالٰی:

فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ[1] ف[1]

تو خوشی سناؤ اُن بندوں کو جو کان لگا کر بات سُنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں۔ (ت)

التماس اوّل: اس مجموعہ فتاوٰی سے استناد الزاماً ہے یا تحقیقاً؟ علی الاوّل فقیر نے کب کہا تھا کہ کسی مُعاصر کی تحریر مجھ پر حجت ہے، علی الثانی پہلے دلیل سے ثابت کرنا تھا کہ یہ کتاب خادمانِ علم پر احتجاجاً پیش کرنے کے قابل ہے ف[2]

ف[1] حاصل یہ ہے کہ ہم نے معانقۂ عید کا جواز احادیثِ کریمہ سے ثابت کیا، مستند فقہی عبارتیں پیش کیں، اس احادیث اور نصوص سے مدلل فتوے کے جواب میں آپ مولوی عبدالحی صاحب کا فتوٰی مستند بنا کر پیش کر رہے ہیں، ایسی مخالف دلیل کا جواب تو کوئی ضروری نہ تھا مگر سائل کے اصرار پر حق کو حق دکھانے اور باطل و ناحق کو مٹانے کی خاطر آپ کی خدمت میں چند التماس ہیں، ان التماسوں کا مقصد صرف یہ ہے کہ آپ بنگاہِ غور دیکھیں اگر حق واضح ہو تو آپ سے اُسے قبول کر لینے کی امید ہے اس لئے کہ حق کی طرف رجوع اور اسے قبول کر لینا علمائے کے لئے عار نہیں بلکہ معاذ اللہ باطل و ناحق بات پر اڑے رہنا شانِ علماء کے خلاف ہے۔ (ت)

ف[2] **توضیح:** آپ نے میرے فتوے کے جواب میں مولوی عبدالحی صاحب کا مجموعۂ فتاوٰی مستند بنا کر پیش کیا ہے اس کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں:

(۱) یا تو مجھے الزام دینا مقصود ہے کہ دیکھئے آپ کی مستند اور مانی ہوئی کتاب میں (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] القرآن ۳۹/۱۸

Marfat.com

سوال: پارچہ جھنڈا سالار مسعود غازی در مصرف خود آرد یا تصدق نماید ؟

سوال: سید سالار مسعود غازی کے جھنڈے کا کپڑا اپنے مصرف میں لائے یا صدقہ کر دے ؟

جواب: ظاہراً در استعمال پارچہ مذکور بصرف خود وجہے کہ موجب بزہ کاری باشد نیست و اولیٰ آنست کہ بمساکین وفقراء دہد[1]

جواب: مذکورہ کپڑا اپنے مصرف میں لانے کے اندر بظاہر گناہ کی کوئی وجہ نہیں۔ اور بہتر یہ ہے کہ مساکین وفقراء کو دے دے۔ (ت)

جناب سے سوال ہے کہ مولوی صاحب کے یہ اقوال کیسے ؟ اور ان کے قائل ومعتقد کا حکم کیا ہے ؟ خصوصاً شغلِ برزخ کو جائز جاننے والا معاذ اللہ مشرک یا گمراہ ہے یا نہیں ؟ اور جس کتاب میں ایسے اقوال مندرج ہوں مستند ومعتمد ٹھہرے گی یا پایۂ احتجاج سے ساقط ہوگی ؟ بیّنوا توجروا۔

سوم: مولوی صاحب نے اس فتوٰی میں معانقۂ عید کی نسبت صرف اتنا حکم دیا کہ "ترک اس کا اولیٰ ہے" اس سے ممانعت درکنار اصلاً کراہت بھی ثابت نہیں ہوتی "اَوْلَوِیَّتِ ترک نہ مشروعیت واباحت کے منافی نہ کراہت کو مستلزم[ف]" ردالمحتار میں ہے:

الاقتصار علی الفاتحۃ مسنون لاواجبٌ فکان الضم خلاف الاولٰی وذلك لاینافی المشروعیۃ والاباحۃ بمعنی عدم الاثم فی الفعل والترك[2]

نمازِ فرض کی تیسری چوتھی رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پر اکتفا کرنا صرف مسنون ہے، واجب نہیں۔ تو ان رکعتوں میں سورۃ ملانا خلافِ اولیٰ ہوگا اور یہ اس کے جائز ومباح ہونے کے منافی نہیں۔ اباحت بایں معنی کہ کرنے نہ کرنے دونوں میں کوئی گناہ نہیں۔ (ت)

ف: فقہاء اگر یہ حکم کریں کہ فلاں امر کا ترک بہتر ہے تو اس سے ہرگز یہ نہیں ثابت ہوتا کہ وہ چیز ناجائز ہے بلکہ مکروہ ہونا بھی لازم نہیں آتا، یہ ایک عظیم قاعدہ ہے جو حفظ کرلینے کے قابل اور بہت سے مقامات میں مفید ہے۔ اس قاعدے کے پیشِ نظر مولانا عبدالحی صاحب نے معانقۂ عید کے متعلق جب صرف اتنا لکھا کہ اس کا نہ کرنا بہتر ہے تو اس سے معانقۂ مذکور کا ناجائز یا مکروہ ہونا بالکل ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ کرے تو کوئی حرج نہیں۔ پھر ممانعتِ معانقہ کے بارے میں فتوٰی مذکور سے استدلال ہی بالکل بیکار اور اپنے خلاف استدلال ہے۔ (ت)

---

[1] مجموعہ فتاوٰی باب یحل استعمالہ ومالایحل مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۲/۱۱۶

[2] ردالمحتار مطلب کل صلوٰۃ مکروہۃ تجب اعادتہا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۵۹

Marfat.com

میں جابجا موجود ہے"۔[1] ف۱

جلد سوم صفحہ ۵۸ میں ہے:

سوال: وقتِ ختمِ قرآن در تراویح سہ بار سورۂ اخلاص می خوانند مستحسن است یا نہ؟

جواب: مستحسن ست[2]

سوال: تراویح میں ختمِ قرآن کے وقت تین بار سورۂ اخلاص پڑھتے ہیں یہ مستحسن ہے یا نہیں؟

جواب: مستحسن ہے۔ (ت)

صفحہ ۱۲۷ پر ہے:

سوال: بسم اللہ نوشتن بر پیشانیِ میت از انگشت درست ست یا نہ؟

جواب: درست ست[3]

سوال: انگلی سے میت کی پیشانی پر بسم اللہ لکھنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: درست ہے۔ (ت)

صفحہ ۱۵۲ میں ہے:

در مجالسِ مولد شریف کہ از سورۂ والضحٰی تا آخر می خوانند البتہ بعد ختمِ ہر سورۃ تکبیر می گویند راقم شریک مجالس متبرکہ بودہ ایں امر را مشاہدہ کردم ہم در مکہ معظمہ و ہم در مدینہ منورہ و ہم در جدہ[4]

میلاد شریف کی محفلوں میں سورہ والضحٰی سے آخر قرآن تک پڑھتے ہیں، ہر سورۃ ختم کرنے کے بعد تکبیر کہتے ہیں۔ راقم نے ان متبرک محفلوں میں شریک ہو کر اس امر کا مشاہدہ کیا ہے مکہ معظمہ میں بھی، مدینہ منورہ میں بھی اور جدہ میں بھی۔ (ت)

طرفہ تر یہ کہ صفحہ ۱۲۰ پر لکھتے ہیں:

ف۱ ارواح سے توجہ طلبی، تصورِ شیخ، شغلِ برزخ وغیرہ سے متعلق اعلیحضرت قدس سرہٗ ایک مدلل رسالہ ہے الیاقوتۃ الواسطۃ فی قلب عقد الرابطۃ (۱۳۰۹ھ) جس میں نصوص علماء اور مستندینِ مانعین کی عبارتوں سے اس کا جواز ثابت فرمایا ہے، قابلِ مطالعہ ہے۔ (مترجم)

---

[1] مجموعہ فتاوٰی عبد الحی

[2] 〃 〃 〃 باب التراویح مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۵۷

[3] 〃 〃 〃 باب ما یتعلق بالموتی 〃 〃 〃 ۱/۱۲۳

[4] 〃 〃 〃 باب القراءۃ فی الصلوٰۃ 〃 〃 〃 ۳/۵۲

Marfat.com

ہم ان شاء اللہ تعالیٰ آگے ذکر کریں گے۔ت) مگر ہمارے مسئلہ دائرہ یعنی معانقۂ عید سے دو دلیل پیشیں کو تو اصلاً علاقہ نہیں۔

محلِ "مصافحہ خاص ابتدائے لقا ہو تو بھی "معانقہ" کی اُس وقت سے تخصیص ہرگز مسلّم نہیں و مَن ادعٰی فعلیہ البیان (جو مدعی ہو بیان اس کے ذمہ۔ت)

مولوی صاحب لکھنوی کا بے دلیل و سند لکھنا مسموع نہیں ہو سکتا، بلکہ معانقہ مثل تقبیل اظہارِ سرور و بشاشت و وِداد و محبت ہے، جیسے تقبیل خاص ابتدائے لقا سے مخصوص نہیں، یوں ہی معانقہ۔

جناب نے فتویٰ فقیر میں حدیث عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مروی کتاب السنۃ ابن شاہین و معجم کبیر امام طبرانی ملاحظہ فرمائی ہو گی کہ حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تالاب پیرنے میں امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گلے لگایا ـــــ و نیز حدیثِ اُسید بن حُضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرویِ سُنن ابی داؤد کہ انھوں نے باتیں کرتے کرتے حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کُرتا اٹھانے کی درخواست کی حضور نے قبول فرمائی، وہ حضور کے بدنِ اقدس سے لپٹ گئے اور تہی گاہ مبارکہ پر بوسہ دیا ـــــ و نیز حدیث صحیح مستدرک کہ اثنائے مجلس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ذی النورین سے معانقہ فرمایا ـــــ و نیز حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن سے پوچھا: عورت کے لئے سب سے بہتر کیا ہے؟ عرض کی: یہ کہ کوئی نامحرم اُسے نہ دیکھے۔ حضور نے گلے سے لگا لیا ـــــ ان سب صورتوں میں ابتدائے لقا کا وقت کہاں تھا کہ معانقہ فرمایا گیا۔

ـــــ یوں ہی پیار سے اپنے بچّوں، بھائیوں، زوجہ کو گلے لگانا شاید اوّلِ ملاقات ہی پر جائز ہو گا، پھر ممانعت کی جائے گی؟

یوں ہی مصافحہ بعد نمازِ فجر و عصر اگر کسی وقت کے روافض نے ایجاد کیا اور خاص ان کا شعار رہا ہو، اور بدیں وجہ اس وقت کے علماء نے اہلسنّت کے لئے اسے ناپسند رکھا ہو تو معانقۂ عید کا زبردستی اس پر قیاس کیونکر ہو جائے گا، پہلے ثبوت دیجئے کہ "یہ رافضیوں کا نکالا اور انھیں کا شعار خاص ہے" ورنہ کوئی امر جائز کسی بد مذہب کے کرنے سے ناجائز یا مکروہ نہیں ہو سکتا۔ لاکھوں باتیں ہیں جن کے کرنے میں اہلسنت و روافض بلکہ مسلمین و کفار سب شریک ہیں۔ کیا وہ اس وجہ سے ممنوع ہو جائیں گی؟

بحر الرائق و درمختار و ردالمحتار وغیرہا ملاحظہ ہوں کہ "بد مذہبوں سے مشابہت اُسی امر میں ممنوع ہے جو فی نفسہٖ شرعاً مذموم یا اُس قوم کا شعار خاص یا خود فاعل کو اُن سے مشابہت پیدا کرنا مقصود ہو ورنہ زنہار وجہِ ممانعت نہیں۔"

Marfat.com

اسی میں ہے :

صَرَّحَ فی البحر فی صلٰوۃ العید عند مسئلۃ الاکل بانہ لایلزم من ترك المستحب ثبوت الکراھۃ "اذ لا بُدَّ لھا من دلیل خاص" اھ واشار الی ذلك فی التحریر الاصولی بان "خلاف الاولٰی مالیس فیہ صیغۃ نھی کترك صلٰوۃ الضحٰی بخلاف المکروہ تنزیھا"[1]

بحرالرائق میں جہاں یہ مسئلہ ہے کہ نمازِ عید سے پہلے کچھ کھالینا مستحب ہے وہیں ہے کہ اس مستحب کو اگر کسی نے ترک کردیا تو وہ فعلِ مکروہ کا مرتکب نہ ہوگا کیونکہ ترکِ مستحب سے کراہت کا ثبوت لازم نہیں، اس لئے کہ مکروہ ہونے کے لئے کوئی خاص دلیل ضروری ہے۔ اور اس کی طرف تحریر اصولی میں بھی اشارہ کیا ہے کہ "خلافِ اَولٰی وہ ہے جس میں ممانعت اور نہی کا صیغہ نہ ہو"۔ جیسے نمازِ چاشت کا ترک بخلاف مکروہِ تنزیہی کے کہ اس میں نہی و ممانعت کا صیغہ ہوتا ہے۔ (ت)

پھر اگر جناب کے نزدیک بھی حکم وہی ہے جو مولوی صاحب نے اپنے فتوٰی میں لکھا تو تصریح فرمادیجئے کہ عید کا معانقہ شرعاً ممنوع نہیں، نہ اس میں اصلاً کوئی حرج ہے، ہاں نہ کرنا بہتر ہے کرلے تو مضائقہ نہیں۔

چہارم : آپ نے جو عبارات ردالمحتار و مرقات نقل فرمائیں ان میں معانقہ عید کی ممانعت کا کہیں ذکر نہیں اُن میں تو مصافحہ بعد نمازِ فجر و عصر یا نمازِ پنجگانہ کا بیان ہے، اور جناب کو منصبِ اجتہاد حاصل نہیں کہ ایک مسئلہ کو دوسرے پر قیاس فرماسکیں۔ اگر فرمائیے کہ "جو دلائل اس میں لکھے ہیں یہاں بھی جاری ہیں"۔

اقول : یہ محض ہوس ہے، اُن عبارتوں میں تین دلیلیں مذکور ہوئیں :

(۱) محلِ مصافحہ ابتدائے ملاقات ہے نہ بعد صلوات۔

(۲) یہ مصافحۂ مخصوصہ سنّتِ روافض ہے۔

(۳) صحابہ کرام نے یہ خاص مصافحہ نہ کیا۔

یہ تینوں تعلیلیں اگرچہ فی اَنفسہا خود ہی علیل اور ناقابلِ قبول ہیں کما حققناہ بتوفیق اللہ تعالٰی فی فتاونٰا (جیسا کہ ہم نے اللہ تعالٰی کی مدد سے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) ولہذا قولِ اصح یہی ٹھہرا کہ وہ مصافحہ مخصوصہ بھی جائز و مباح ہے کما ستسمع ان شاء اللہ تعالٰی (جیسا کہ

---

[1] ردالمحتار مطلب لایلزم من ترک المستحب ثبوت الکراہۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۷۷

Marfat.com

وھو ان کان احداثا فھو بدعۃ حسنۃ وکم من شیئ کان احداثا وھو بدعۃ حسنۃ۔[1]

تعداد لکھنے میں کوئی حرج نہیں، اور وہ اگرچہ نئی ایجاد اور بدعت ہے مگر بدعت حسنہ ہے اور بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو نوایجاد تو ہیں مگر بدعتِ حسنہ ہیں۔ (ت)

امام ابن الہمام فتح القدیر میں رکعتین قبل مغرب کا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ثابت نہ ہونا ثابت کرکے بتاتے ہیں:

ثم الثابت بعد ھذا ھو نفی المندوبیۃ اما ثبوت الکراھۃ فلا الا ان یدل دلیل اٰخر۔[2]

پھر اس ساری بحث کے بعد صرف یہ ثابت ہوا کہ نمازِ مغرب سے پہلے دو رکعتیں مندوب ومستحب نہیں لیکن مکروہ ہونا ثابت نہیں، ہاں اگر ثبوتِ کراہت پر کوئی اور دلیل ہو تو البتہ۔ (ت)

مع ہذا حضرات مانعین زمانہ تین قرن تک اختیار تشریع مانتے، اور محدثات تابعین کو بھی غیر مذموم جانتے ہیں، تو صرف عدمِ فعلِ صحابہ سے استدلال اُن کے طور پر بھی ناقص وناتمام ہے[ف1]۔ کلام ان مباحث میں طویل ہے کہ ہم نے اپنے رسائل عدیدہ میں ذکر کیا یہاں بھی دو حرف مجمل کافی ہیں وباللہ التوفیق۔

پنجم: ردالمحتار ومرقات کی یہ عبارتیں اگر جناب نے دیکھیں تو درر وغرر وکنز الدقائق ووقایہ ونقایہ ومجمع وملتقی واصلاح وایضاح وتنویر وغیرہا عامہ متونِ مذہب کے اطلاقات ملاحظہ فرمائے ہوتے جنھوں نے مطلقاً بلاتقیید وتخصیص مصافحہ کی اجازت دی۔ درمختار وحاشیہ علامہ طحطاوی وشرح علامہ شہاب شلبی و

ف1: مانعین کسی چیز کی ایجاد اور جائز ومشروع قرار دینے کا اختیار صرف تین زمانوں تک محدود مانتے ہیں،
(۱) زمانۂ رسالت (۲) زمانۂ صحابہ (۳) زمانۂ تابعین
ان کے اس نظریہ سے اتنا ثابت ہے کہ زمانۂ تابعین کی ایجادات بھی بُری نہیں۔ تو مصافحۂ مذکورہ کی ممانعت کے ثبوت میں صرف صحابۂ کرام کے نہ کرنے سے استدلال ناقص وناتمام ہے، اپنے ہی نظریہ کے مطابق یہ بھی ثابت کرنا تھا کہ زمانۂ تابعین میں بھی اس کا وجود وثبوت نہیں۔ (ت)

---

[1] عالمگیری (فتاوٰی ہندیہ) باب آداب المسجد مطبوعہ پشاور ۵/۳۲۳

[2] فتح القدیر باب النوافل ؍؍ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۸۹

Marfat.com

رہا صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا نہ کرنا، یہ تنہا دلیلِ منع نہیں ہوسکتا۔ آپ کی تینوں کتبِ مُستَنَدَۃ اَعْنی مجموعہ فتاوٰی ورد المحتار ومرقاۃ شریف اور ان کے سوا صدہا کتبِ مُعتَمَدہ اس کے بطلان پر گواہ ہیں۔ فقہائے کرام سیکڑوں چیزوں کو بہ تصریح فرماکر کہ نو پیدا ہیں جائز بلکہ مستحب و مستحسن بلکہ واجب بتاتے اور مُحدَثات کو اقسام خمسہ کی طرف تقسیم فرماتے ہیں، مجموعہ فتاوٰی کی عبارتیں گزریں، رد المحتار میں ہے:

قوله ای صاحب بدعة ای محرمة والا فقد تكون واجبة كنصب الادلة للرد علی اهل الفِرقِ الضالة وتعلم النحو المفهم الكتاب والسنة ومندوبة كاحداث نحو رباط ومدرسة وكل احسانٍ لم يكن فی الصدر الاول ومكروهة كزَخرَفَةِ المساجد ومباحة كالتوسع بلذيذ المآكل والمشارب والثياب كما فی شرح الجامع الصغير للمناوی عن تهذيب النووی ومثله فی الطريقة المحمدية للبركوی[1]

شارح کا قول "صاحبِ بدعت" یہاں بدعت سے مراد حرام بدعت ہے، ورنہ بدعت واجب بھی ہوتی ہے۔ جیسے گمراہ فرقوں کا رَد کرنے کے لئے دلائل قائم کرنا، علمِ نحو سیکھنا جس سے کتاب وسنت کو سمجھ سکیں۔ مستحب بھی جیسے سرائے اور مدرسہ جیسی چیزیں تعمیر کرنا اور ہر وہ نیک کام جو زمانۂ اوّل میں نہ رہا ہو۔ مکروہ بھی جیسے مسجدوں کو آراستہ و منقش کرنا۔ مباح بھی جیسے کھانے پینے کی لذیذ چیزوں اور کپڑوں میں وسعت و فراخی کی راہ اختیار کرنا۔ جیسا کہ علامہ مناوی کی شرح جامع صغیر میں علامہ نووی کی کتاب تہذیب سے منقول ہے، اور اسی طرح علامہ برکوی کی کتاب "الطریق المحمدیہ" میں مذکور ہے۔ (ت)

مرقات شریف میں ہے:

احداث ما لا ينازع الكتاب والسنة كما سنقرره بعد ليس بمذموم[2]

ایسا فعل ایجاد کرنا جو کتاب وسنّت کے مخالف نہ ہو بُرا نہیں۔ جیسا کہ ہم آگے ثابت کریں گے (ت)

پھر ایک صفحہ کے بعد بدعت کا واجب و حرام و مندوب و مکروہ و مباح ہونا مفصلاً ذکر فرمایا۔

عالمگیری میں ہے:

لاباس بكتابة اسامی السور وعدد الآی

مصحف شریف میں سورتوں کے نام، اور آیتوں کی

---

[1] رد المحتار باب الامامت مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۶۰

[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ مطبوعہ امدادیہ ملتان ۱/۲۱۵

Marfat.com

مجمع البحار میں ہے :

ہِیَ مِنَ الْبِدَعِ الْمُبَاحَۃِ [1] (یہ مصافحہ ان بدعتوں سے ہے جو مباح ہیں۔ت)

آپ کی اسی ردالمحتار میں بعد نقل عبارت امام نووی ہے :

قال الشیخ ابو الحسن البکری و تقییدہ بما بعد الصبح والعصر علی عادۃ کانت فی زمنہ والا فعقب الصلوات کلہا کذلك۔ کذا فی رسالۃ الشُرُنبُلالی فی المصافحۃ ونُقِلَ مثلہ عن الشمس الحانوتی وانہ اَفتٰی بہ مستدلا بعموم النصوص الواردۃ فی مشروعیتہا وھو الموافق لما ذکرہ الشارح من اطلاق المتون [2]

شیخ ابوالحسن بکری فرماتے ہیں امام نووی نے بعد فجر و عصر کی قید کے ساتھ مصافحہ کا ذکر اس لئے فرمایا کہ ان کے زمانے میں یہی رائج تھا، ورنہ بعد فجر و عصر کی طرح تمام نمازوں کے بعد مصافحہ جائز ہے۔ یہی علامہ شرنبلالی کے اس رسالہ میں ہے جو انھوں نے مصافحہ کے بارے میں لکھا ہے اور اسی کے مثل علامہ شمس الدین حانوتی سے منقول ہے۔ انھوں نے جوازِ مصافحہ کے بارے میں واردشدہ احادیث اور نصوص سے استدلال فرماتے ہوئے اس مصافحہ کے بھی جائز ہونے کا فتوٰی دیا ہے۔ اور یہی اس کے موافق ہے جو شارح (صاحبِ درمختار علاء الدین حصکفی) نے متونِ فقہ کا اطلاق ذکر کیا ہے۔ (ت)

شاہ ولی اللہ دہلوی مسوّٰی میں کلامِ امام نووی نقل کرکے کہتے ہیں :

اقول وھکذا ینبغی ان یقال فی المصافحۃ یوم العید [3]

میں کہتا ہوں جس طرح امام نووی نے مصافحہ بعد فجر و عصر کے جواز میں استدلال کیا ہے یہی استدلال مصافحہ روزِ عید میں بھی جاری ہونا چاہئے۔ (ت)

اور بعض نسخ مسوّٰی میں "والمعانقۃ یومَ العید ایضا" (اور روزِ عید کے "معانقہ" میں بھی۔ت) بھی ہے۔

---

[1] مجمع البحار الانوار تحت لفظ صفح مطبوعہ نول کشور لکھنؤ ۲/۲۵۰
[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۳۸۱
[3] مسوّٰی باب استحباب المصافحۃ " " " ۲/۲۲۱

Marfat.com

فتح اللہ المعین حاشیۂ کنز وغنیۂ ذوی الاحکام حاشیۂ درر وحاشیۂ مراقی الفلاح ونسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض ومجمع بحار الانوار ومطالب المومنین ومسوّی شرح مؤطا وتکملہ شرح اربعین علامہ برکوی للعلامہ محمد آفندی وحدیقۂ ندیہ شرح طریقۂ محمدیہ للعلامۃ النابلسی وفتوٰی امام شمس الدین بن امام سراج الدین حانوتی وغیرہم علمائے حنفیہ کی تصریحاتِ جلیلہ بھی دیکھی ہوتیں کہ صاف صاف مصافحۂ مذکورہ اور اسی طرح مصافحۂ عید کو بھی جائز بلکہ مستحسن بلکہ سنّت بتاتے ہیں۔ درمختار میں ہے:

اطلاق المصنف تبعا للدرر والکنز والوقایۃ والمجمع والملتقی وغیرھا یفید جوازھا مطلقا ولو بعد العصر وقولھم انہ بدعۃ ای مباحۃ حسنۃ کما افادہ النووی فی اذکارہ وغیرہ فی غیرہ۔[1]

درر، کنز، وقایہ، مجمع، ملتقی، وغیرہا کے اتباع میں مصنّف نے بھی یہاں مصافحہ کا ذکر مطلق رکھا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مصافحہ مطلقاً جائز ہے خواہ بعدِ عصر ہی کیوں نہ ہو۔ اور لوگوں کا یہ کہنا کہ وہ بدعت ہے تو اس سے مراد بدعتِ مباحہ حسنہ ہے، جیسا کہ امام نووی نے اذکار میں اور دوسرے علماء نے دوسری کتابوں میں افادہ فرمایا ہے۔ (ت)

اصلاح وایضاح میں ہے:

کرہ تقبیل الرجل وعناقہ فی ازارٍ واحد وجاز مع قمیص کمصافحۃ۔[2]

آدمی کا بوسہ دینا اور معانقہ کرنا ایک ازار میں مکروہ ہے اور کُرتا پہن کر ہو تو جائز ہے، جیسے مصافحہ جائز ہے۔ (ت)

حدیقہ ندیہ میں ہے:

بعض المتاخرین من الحنفیۃ صرّح بالکراھۃ فی ذلک ادعاءً بانّہ بدعۃ مع انہ داخل فی عموم سنۃ المصافحۃ مطلقا۔[3]

بعض متاخّرینِ حنفیہ نے اس مصافحہ کے بدعت ہونے کا دعوٰی کرتے ہوئے اسے صراحۃً مکروہ بتایا ہے باوجودیکہ وہ مطلقِ مصافحہ کے عموم میں داخل ہو کر مسنون ہے۔ (ت)

---

[1] درالمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۳۸۱

[2] اصلاح وایضاح

[3] الحدیقۃ الندیۃ الخلق الثامن والاربعون الخ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۱۵۰

Marfat.com

وقال ایضا مامن مسلمین یلتقیان فیتصافحان الا غفر لهما قبل ان یتفرقا فالحدیث الاول یقتضی مشروعیة المصافحة مطلقا اعم من ان تکون عقب الصلوات الخمس والجمعة والعیدین او غیر ذلك - لان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم لم یقیدها بوقت دون وقت والدلیل العام عند الحنفیة اذا لم یقع فیه تخصیص من الادلة الموجبة للحکم قطعا، کالدلیل الخاص وقالوا الدلیل العام یعارض الخاص لقوته - والدلیل ههنا عام لان صیغة "مَن" من صِیَغ العموم وکذا نقل عن شیخ مشائخنا العلامة المقدسی حدیث "من صافح مسلما وقال عند المصافحة اللهم صل علٰی محمد وعلٰی آل محمد لم یبق من ذنوبه شیئ" فصیغته ایضا من صیغ العموم ذکره الشُرُنبُلَالی فی رسالته المسماة "بسعادة اهل الاسلام"۔[1]

ایک اس کے دوسرے ساتھی کے لئے۔" اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ "جب دو مسلمان ایک دوسرے سے ملتے پھر مصافحہ کرتے ہیں تو جُدا ہونے سے پہلے ان کی مغفرت ہوجاتی ہے۔" پہلی حدیث کا مقتضیٰ ہے کہ مصافحہ مطلقاً جائز و مشروع ہو، خواہ نمازِ پنجگانہ، جمعہ اور عیدین کے بعد ہو یا کسی اور وقت۔ اس لئے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مصافحہ کو کسی خاص وقت سے مقیّد نہ فرمایا۔ اور حنفیہ کے نزدیک دلیل عام کا بھی وہی رتبہ ہے جو دلیل خاص کا ہے، جبکہ دلیل عام حکم کو قطعی طور پر لازم کرنے والی دلیلوں سے کوئی تخصیص نہ ہوئی ہو، بلکہ وہ تو اس کے قائل ہیں کہ دلیلِ عام اتنی قوی ہوتی ہے کہ دلیلِ خاص کے معارض اور اس پر ترجیح یافتہ ہوا کرتی ہے، اور یہاں دلیلِ مصافحہ بھی عام ہے، اس لئے کہ حدیث میں کلمہ "مَن" ہے جو صیغِ عموم سے ہے، یوں ہی ہمارے شیخ المشائخ علامہ مقدسی سے یہ حدیث منقول ہے: "جس نے کسی مسلمان سے مصافحہ کیا اور بوقتِ مصافحہ (درود شریف) "اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد" پڑھا تو اس کے گناہوں سے کچھ باقی نہیں رہ جاتا۔" اس حدیث کا صیغہ بھی عموم کا صیغہ ہے۔ اسے علامہ شرنبلالی نے اپنے رسالہ "سعادۃ الاسلام" میں ذکر کیا ہے۔(ت)

علامہ سید ابوالسعود ازہری حاشیہ کنز میں فرماتے ہیں:

[1] مناصحہ فی تحقیق مسألۃ المصافحہ

Marfat.com

"مناصحۃ فی تحقیق مسائل المصافحۃ" میں تکملہ شرح اربعین سے ہے:

لا وجہ لجواب ابن حجر الشافعی و قد سُئل عن المصافحۃ بعد الصلٰوۃ فقال ھی بدعۃ انتھی، لان حالۃ السلام حالۃ اللقاء لان المصلی لما احرم صار غائبا عن الناس مقبلا علی اللّٰہ تعالٰی، فلما ادی حقہ قیل لہ ارجع الی مصالحک و سلّم علی اخوانک لقدومک عن غیبتک، و لذلک ینوی القوم بسلامہ کما ینوی الحفظۃ واذا سلم یندب المصافحۃ اوتسن کالسلام۔ کما اجاب شیخ الاسلام شیخ مشائخنا شمس الدین محمد بن سراج الدین الحانوتی وقد رفع لہ ھذا السؤال فقال نص العلماء علی ان المصافحۃ للمسلم لا للکافر مسنونۃ من غیر ان یقیدوھا بوقت دون وقت لقولہ علیہ الصلٰوۃ والسلام من صافح اخاہ المسلم وحرک یدہ تناثرت ذنوبہ و نزلت علیھما مأۃ رحمۃ تسعۃ و تسعون منھا لاسبقھما و واحدۃ لصاحبہ

علامہ ابن حجر شافعی نے مصافحہ بعد نماز سے متعلق جواب دیتے ہوئے اُسے بدعت کہا ہے، اُن کے اس جواب کی کوئی قابل قبول وجہ نہیں، اس لئے کہ مصافحہ بعد نماز بھی مصافحۂ اوّلِ ملاقات ہے کیونکہ سلامِ نماز کی حالت، حالتِ ملاقات ہے۔ اس لئے کہ جب مصلّی نے تحریمہ باندھ لیا تو وہ انسانوں سے غیر حاضر اور خدا کی طرف متوجہ ہو گیا، پھر جب حقّ اللّٰہ کی ادائیگی سے فارغ ہُوا تو اس سے کہا گیا کہ اب اپنے کاموں اور مصالح کی طرف واپس ہو اور اپنے مسلمان بھائیوں کو سلام کر، کیونکہ تُو اپنی غیر حاضری اور غَیبت سے آرہا ہے اسی لئے تُو اپنے سلام میں لوگوں کی بھی نیت کرے گا' جیسے محافظ فرشتوں کی نیت کرے گا۔ اور جب سلام کیا تو مصافحہ اس کے لئے مندوب یا مسنون ہے۔ جیسے سلام، اسی طرح شیخ الاسلام، ہمارے مشائخ کے شیخ شمس الدین محمد بن سراج الدین حانوتی نے جواب دیا ہے، اُن کے سامنے یہ سوال پیش کیا گیا تھا تو انھوں نے فرمایا علماء نے کافر سے تو نہیں مگر مسلمان سے مصافحہ کو کسی خاص وقت کی کوئی قید لگائے بغیر مسنون ہونے پر نص فرمایا ہے، اس لئے کہ حضور صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جس نے اپنے مسلمان بھائی سے مصافحہ کیا اور اپنے ہاتھ کو حرکت دی تو اس کے گناہ جھڑتے ہیں، اور دونوں پر کل سو رحمتیں نازل ہوتی ہیں، ننانوے اس کے لئے جس نے مصافحہ میں سبقت و پیش قدمی کی اور

Marfat.com

عقب الصلوات کلھا[1]۔ کے بعد سنت ہے۔ (ت)

حاشیہ درمختار میں فرمایا:

تُستحب المصافحة بل ھی سنة عقب الصلوات کلّھا وعند کل لقی، ابو السعود عن الشُرنُبلَالیة[2]۔

مستحب ہے مصافحہ، بلکہ یہ تو نمازوں کے بعد اور ہر ملاقات کے وقت سنّت ہے، ابوالسعود عن الشرنبلالیہ۔ (ت)

افسوس کہ دو عبارتیں جناب نے دیکھیں، اور اتنی عباراتِ کثیرہ جو جناب کے خلاف تھیں نظر سے رہ گئیں۔ خیر، مانا کہ اس میں اکثر کتب مطالعۂ سامی میں نہ آئی ہوں، آخر درمختار اور ردالمحتار تو پیشِ نظر تھیں، درمختار کی وہ عبارت ملاحظہ فرمائی ہوگی کہ مصافحۂ مذکورہ بدعت حسنہ ہے۔ ردالمحتار میں رسالۂ علامہ شرنبلالی کا کلام اور علامہ شمس الدین حانوتی کا فتوٰی دیکھا ہی ہوگا۔ سب جانے دیجئے، یہ فتاوٰی لکھنؤ جو استناداً پیش فرمایا اسی میں یہیں یہ الفاظ موجود کہ "علماء اس باب میں مختلف ہیں بعض بدعتِ مباحہ کہتے ہیں اور بعض بدعت مکروہہ۔ مسئلۂ مصافحہ کا اختلافی ہونا پایا یا نہیں؟ بہت واضح راہ تھی کہ ترجیح تلاش فرمائی جاتی، جو قول مرجّح نکلتا اُسی پر عمل کرنا تھا، اگر جناب کی نظر ترجیح تک نہ پہنچی تو فقیر سے سنئے، علامہ شہاب الدین خُفاجی حنفی نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

ھی بعد الصلٰوة بدعة عندنا، والاَصَحُّ انھا مباحة لما فیھا من الاشارة الی انه کان قدم من غَیبة لانه کان عند ربه یناجیه فافھم[3]۔

یہ مصافحہ، نماز کے بعد ہمارے نزدیک بدعت ہے، اور صحیح تر یہ ہے کہ مباح ہے کیونکہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ غَیبت اور غیر حاضری سے آیا ہے اس لئے کہ وُہ اپنے رب کے حضور مصروفِ مناجات تھا۔ اسے سمجھو۔ (ت)

ملاحظہ فرمائیے کیسی صاف تصریح ہے کہ مصافحۂ مذکورہ کی اباحت ہی قولِ اصح ہے۔ پھر اگر بالفرض دوسری طرف بھی تصحیح پائی جاتی، تاہم یہی قول مرجّح رہتا کہ خود بااقرارِ ردالمحتار "مذہبِ اباحت ہی موافقِ اطلاقِ مُتون ہے"۔ اور خود انھیں کی تصریح ہے کہ "اختلافِ فتوٰی کے وقت اُسی قول پر عمل اولٰی جو

---

[1] حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح | باب العیدین | مطبوعہ نور محمد کراچی | ص ۲۸۸
[2] ″ ″ درالمختار | ″ | ″ دارالمعرفۃ بیروت | ۱/۳۵۳
[3] نسیم الریاض شرح شفاء

Marfat.com

فی شرح الشهاب الشلبی وما اعتادہ الناس بعد صلوٰۃ الصبح والعصر فلا اصل لہ لکن لا بأس بہ الخ

شہاب الدین شلبی کی شرح میں ہے: نمازِ فجر وعصر کے بعد جو مصافحہ رائج ہے اس کی کوئی اصل نہیں، مگر اس میں کوئی حرج بھی نہیں۔ (ت)

غنیہ حاشیہ غرر و درر باب صلوٰۃ العیدین میں ہے:

المستحب الخروج ماشیا والرجوع من طریق اٰخر والتھنئۃ بتقبل اللہ منا ومنکم لاتنکر کما فی البحر، وکذا المصافحۃ بل ھی سنۃ عقب الصلوات کلھا عند کل لقی ولنا فیھا رسالۃ سمیتھا "سعادۃ اھل الاسلام بالمصافحۃ عقب الصلوٰۃ والسلام"۔[2]

عید کے دن عیدگاہ کو پیادہ جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا ہی مستحب ہے، اور بالفاظ تَقَبَّلَ اللّٰہُ مِنَّا وَمِنْکُمْ (اللہ ہمارے تمہارے عمل قبول فرمائے) مبارکباد پیش کرنا کوئی منکر اور بُرا نہیں، جیسا کہ بحرالرائق میں ہے، اسی طرح مصافحہ بھی، بلکہ وُہ تو تمام نمازوں کے بعد ہر ملاقات کے وقت سنّت ہے اور اس بارے میں "سعادۃ اھل الاسلام بالمصافحۃ عقب الصلوٰۃ والسلام" نامی ہمارا ایک رسالہ ہے۔ (ت)

فتح اللہ المعین علی شرح العلامۃ الملا مسکین میں ہے:

من المستحب اظھار الفرح والبشاشۃ (الٰی قولہ) والتھنئۃ بتقبل اللہ منا ومنکم وکذا المصافحۃ بل ھی سنۃ عقب الصلوات کلھا وعند کل لقی، شرنبلالیۃ۔[3]

عید کے دن مسرت وخندہ رُوئی ظاہر کرنا اور تقبل اللہ منّا ومنکم (اللہ ہم سے اور تم سے قبول فرمائے) کے ذریعہ مبارک باد دینا مستحب ہے، اسی طرح مصافحہ بھی، بلکہ یہ تو تمام نمازوں کے بعد اور ہر ملاقات کے وقت سنّت ہے، شرنبلالیہ۔ (ت)

علامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ نورالایضاح میں فرماتے ہیں:

کذا تطلب المصافحۃ فھی سنۃ

اسی طرح مصافحہ بھی مطلوب ہے بلکہ یہ تو تمام نمازوں

---

[1] فتح المعین حاشیہ علی شرح منلا مسکین کتاب الکراہیۃ فصل فی الاستبراء مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۴۰۲

[2] غنیۃ ذوی الاحکام حاشیہ غرر باب صلوٰۃ العیدین مطبوعہ احمد مصر ۱/۱۴۲

[3] فتح المعین علی شرح العلامۃ الملا مسکین " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۲۵

Marfat.com

نامشروع ہونے لگا۔ رہی تعلیلِ ثانی اس کے جواب کا اشارہ کلامِ فقیر میں گزرا کہ مشابہت صرف ان تین صورتوں میں مذموم ہے ورنہ نہیں۔

تکمیلِ کلام: اتنا اور سُن لیجئے کہ کسی طائفہ باطلہ کی سنّت جبھی تک لائقِ احتراز رہتی ہے کہ وہ ان کی سنّت رہے، اور جب ان میں سے رواج اُٹھ گیا تو ان کی سنّت ہونا ہی جاتا رہا، احتراز کیوں مطلوب ہوگا۔ مصافحہ بعدِ نماز اگر سنتِ روافض تھا تو اب ان میں رواج نہیں، نہ وہ جماعت سے نماز پڑھتے ہیں نہ بعدِ نماز مصافحہ کرتے ہیں، بلکہ شاید اول لقاء پر بھی مصافحہ ان کے یہاں نہ ہو کہ ان اعدائے سُنن کو سُنن سے کچھ کام ہی نہ رہا۔ تو ایسی حالت میں وہ علت سرے سے مُرتفع ہے۔

درمختار میں ہے:

يجعله لبطن كفه في يده اليسرى، وقيل اليمنى الا انه من شعار الروافض فيجب التحرز عنه، قهستاني وغيره. قلت ولعله كان وبان فتبصر[1]

(مرد) انگوٹھی بائیں ہاتھ میں ہتھیلی کی طرف کرے، اور کہا گیا دائیں ہاتھ میں پہنے، مگر یہ رافضیوں کا شعار ہے، تو اس سے بچنا ضروری ہے (قہستانی وغیرہ) میں نے کہا یہ کسی زمانے میں رہا ہوگا پھر ختم ہوگیا، تو اس پر غور کرلو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

اى كان ذلك من شعارهم فى الزمن السابق ثم انفصل وانقطع فى هذه الازمان فلا ينهى عنه كيفما كان[2]

یعنی وہ گزشتہ زمانے میں ان کا شعار تھا پھر ان زمانوں میں نہ رہا اور ختم ہوگیا، تو اب اس سے ممانعت نہ ہوگی، جیسے بھی ہو۔ (ت)

اب تو بحمداللہ سب شکوک کا ازالہ ہوگیا، فاحفظ واحمد وكن من الشاكرين والحمد لله رب العلمين (تو اسے یاد رکھو اور حمد کرو اور شکر گزار بنو اور ساری تعریف اللہ کے لئے ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ ت)

ہفتم: سخت افسوس کا مقام ہے کہ عبارتِ مرقات کی نقل میں بہت تقصیر واقع ہوئی، مرقاۃ شریف میں اُس عبارت کے بعد یہ الفاظ تھے:

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۳۶۱

[2] ردالمحتار " " " " " "

Marfat.com

اطلاقِ متون کے موافق ہو۔"

حیث قال قد اختلف التصحیح والفتوی کما رأیت والعمل بما وافق اطلاق المتونِ اَوْلٰی ۔ بحر[1]	اُنھوں نے یُوں فرمایا کہ جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو تصحیح اور فتوٰی میں اختلاف ہوگیا ، اور عمل اُسی پر اولٰی ہے جو اطلاق متون کے موافق ہو بحر (ت)

درمختار میں ہے :

علی المعتمد لانه متی اختلف التجیح رجح اطلاق المتون ، بحر[2]	یہ حکم بربنائے مُعتمد ہے ، اس لئے کہ اختلاف ترجیح کے وقت اطلاقِ متون ہی کو ترجیح ہے بحر۔ (ت)

اور جب کہ ترجیح صرف اسی طرف ہے تو اب تو اس قول کا اختیار فقاہت سے بالکل برطرف ہے ،

درمختار میں ہے :

اما نحن فعلینا اتباع مارجحوه و صححوه[3]	ہم عام مقلدین پر تو بس اُسی کی پیروی کرنا ہے جسے ان بزرگوں نے راجح وصحیح قرار دے دیا۔(ت)

اسی میں ہے :

الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل و خرق للاجماع[4]	مرجوح قول پر حکم اور فتوٰی دینا جہالت اور اجماع کی مخالفت ہے ۔ (ت)

الحمدللہ اب حق باحسنِ وجوہ واضح ہوگیا ، اُمید کرتا ہُوں کہ جناب بھی اب تو مصافحۂ مذکورہ و معانقۂ عید کے جواز واباحت پر فتوٰی دیں گے اور اپنے تلامذہ کو ان امورِ جائزہ کے طعن وانکار سے باز رہنے کی ہدایت کریں گے واللہُ الھادی وولی الاَیادی ۔

ششم : الحمدللہ کہ ضمنِ تقریر میں مسئلہ مصافحہ بعد صلوٰۃ بھی صاف ہوگیا ، اور تعلیلاتِ ثلٰثہ کا علیل ہونا بھی منکشف ہولیا ۔ ثالث پر کلام تو صراحۃً گزرا اور اول کا جواب عبارتِ تکملہ شرح اربعین ونسیم الریاض سے واضح ہُوا کہ بعدِ ختمِ نماز ملنا بھی ابتدائے لقا ہے ، ولہذا اس وقت سلام مشروع ہُوا ، تو مصافحہ کیوں

---

[1] ردالمحتار مطلب رسم المفتی مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۲/۱
[2] درالمختار " " " " " ۷۷/۱
[3] " " " " " " ۷۴/۱
[4] " " " " " " "

Marfat.com

خیالاتِ مانعین پر سیفِ قاطع تھی وُہ بھی نقل میں نہ آئی، فرماتے ہیں:

ومع هذا اذا مدّ مسلم يده للمصافحة فلا ينبغي الاعراض عنه بجذب اليد لما يترتب عليه من اذًى يزيد على مراعاة الادب فحاصله ان الابتداء بالمصافحة حينئذ على الوجه المشروع مكروه لا المجاذبة وان كان قد يقال فيه نوعُ معاونة على البدعة[1] و الله تعالٰی اعلم۔

یعنی با آنکہ اُس صورتِ خاصّہ میں کہ ملاقات پیش از نماز کرچکیں، اور مصافحۂ تحیت بعدِ نماز کریں، کراہت مانی جاتی ہے، پھر بھی اگر کوئی مسلمان مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے تو ہاتھ نہ کھینچنا چاہیے بلکہ مصافحہ کرلیا جائے، اگرچہ اسے مُعاونتِ بدعت کہا جائے کہ اس حالت میں مصافحہ نہ کرنا صرف ایک ادب و اَولٰی تھا، اور اب اس کے ترک میں مسلمان کی ایذا ہے کہ وُہ تو ہاتھ بڑھائے اور ہم ہاتھ کھینچ لیں، مسلمان کی خاطرداری اُس ادب کی مراعات پر مقدم ہے[ف1]، لہٰذا اس صورت میں کراہت نہیں بلکہ مصافحہ کرنا ہی چاہئے (ت)

للّٰہ انصاف! اس منصفانہ کلام کو مانعینِ زمانہ کے خیالات سے کتنا بُعد ہے، یہ حضرات تو خواہی نخواہی اپنی مَشیخت بنانے اور شہرت پیدا کرنے کے لئے جماعاتِ مسلمین کی مخالفت کو ذریعۂ فخر اور غایتِ تشرّع سمجھے ہوئے ہیں، مگر علمائے محققین مسلمان کا دل رکھنے کو رعایتِ آداب اور ترکِ مکروہات پر بھی مقدم جانتے اور ان کے رسوم و عادات میں مخالفت کو مکروہ و باعثِ شہرت مانتے ہیں، و لہٰذا تصریح فرماتے ہیں کہ جب تک کوئی نہیِ صریح، غیر قابلِ تاویل نہ آئی ہو، عاداتِ اُناس میں موافقت ہی کرکے اُن کا دل خوش کیا جاہئے اگرچہ وہ فعل بدعت ہو۔ عین العلم میں ارشاد ہُوا:

اَلْاِسْرَارُ بِالْمُسَاعَدَةِ فِيْمَا لَمْ يَنْهَ وَصَارَ مُعْتَادًا فِيْ عَصْرِهِمْ

اُن امور میں لوگوں کی موافقت کرکے انھیں خوش کرنا اچھا ہے جن (امور) سے شریعت میں ممانعت نہیں ہے۔

ف1 یعنی ادب و اَولٰی چھوڑنے سے مسلمانوں کی خاطرداری ہوتی ہے تو ادب اَولٰی کی رعایت نہ کرے دلِ مسلم کی رعایت کرے، دلِ مسلم کو تکلیف پہنچانا اور اسے شکستہ کرنا ترکِ اَولٰی و مخالفتِ ادب سے زیادہ بُرا ہے، البتہ جہاں رعایتِ ادب و اَولٰی اور مومن کا پاسِ خاطر دونوں جمع ہوسکتے ہیں وہاں بلاشبہہ ترکِ ادب کا حکم نہیں، ہاں اگر کسی امر سے صراحۃً ممانعت آئی ہے تو محض مسلمان کی خاطرداری کے لئے اُس امرِ ممنوع کا ارتکاب نہ کرے۔ (مترجم)

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب المصافحۃ و المعانقۃ مکتبہ امدادیہ ملتان ۹/۴۲

Marfat.com

نعم، لو دخل احد فی المسجد والناس فی الصلٰوۃ او علٰی ارادۃ الشروع فیھا فبعد الفراغ لو صافحھم لکن بشرط سبق السلام علی المصافحۃ فھذا من جملۃ المصافحۃ المسنونۃ بلا شبھۃ۔[1]

ہاں اگر کوئی مسجد میں داخل ہوا اور لوگ نماز میں، یا نماز شروع کرنے والے ہیں، تو فارغ ہونے کے بعد اگر ان سے مصافحہ کرے بشرطیکہ مصافحہ سے پہلے سلام ہولے تو بلاشبہہ یہ مصافحہ مسنونہ ہی کے مجموعہ میں شامل ہوگا۔ (ت)

ان میں صاف تصریح تھی کہ وُہ کراہت صرف اس صورت میں ہے کہ لوگ نماز سے پہلے مل لئے، باتیں کرچکے، ملاقات ہُوئی، اُس وقت مصافحہ نہ ہوا نہ کُچھ اور، اب بعدِ سلام آپس میں مصافحہ کرنے لگے اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ یہی وقت ابتدائے لقا کا ہو کہ یہ اس وقت آیا کہ نماز شروع ہوگئی تھی یا شروع کا ارادہ تھا، اب بعد سلام مصافحہ کرے تو یہ یقیناً مصافحۂ مسنونہ ہے کہ خاص اول لقا پر واقع ہُوا۔ ظاہر ہے کہ جماعاتِ عید میں اکثر لوگوں کی باہم یہی حالت ہوتی ہے کہ بعدِ سلام اُن کی لقا اولِ لقا ہوتی ہے، تو مرقاۃ کے طور پر بھی انھیں معانقہ سے اصلاً ممانعت نہیں ہوسکتی۔ پھر معانقۂ عید شرکائے جماعت واحدہ ہی سے خاص نہیں بلکہ تمام احباب جنھوں نے مختلف مساجد میں نمازیں پڑھیں اُس دن بلکہ دوسرے دن تک اولِ ملاقات بعد الصلٰوۃ پر باہم معانقہ کرتے ہیں۔ یہ معانقے تو یقیناً ابتدائے لقا پر ہوتے ہیں، جو عبارت مرقات سے برسبیلِ قیاسِ جناب اور عبارتِ فتاوٰی لکھنؤ سے صراحۃً ٹھیک موقع پر درست وبجا واقع ہیں۔ حالانکہ مانعینِ زمانہ کا منع، مصافحہ بعد نماز اور معانقۂ عید دونوں میں سب صورتوں کو عام ومطلق، اور وہ آپ ہی کی عباراتِ مستندہ کی رُو سے باطل وناحق۔ پس اگر انھیں عبارتوں پر عمل فرمائیے تو تصریح فرمادیجئے کہ نمازِ عید سے پہلے جو لوگ مل لیتے ہیں صرف وہ بعدِ نماز معانقہ نہ کریں، اور جو ہنوز نہیں ملے انھیں معانقہ بلاکراہت جائز ومباح ہے، یُوں ہی ایک دوسرے کے پاس جو ملنے جاتے یا راہ میں ملتے ہیں وہ بھی بلاتامّل معانقہ کریں خواہ پیش از نماز یا بعد از نماز مل لئے ہوں یا نہ ملے ہوں کہ اس وقت تو ابتدائے لقا ہے۔ اِن سب صورتوں کا جواز آپ ہی کی مُستندات سے ثابت۔ لاجرم آپ کو اس کی تصریح کرنا ہوگی، اس کے بعد دیکھئے کہ حضرات مانعین آپ کو کیا کہتے ہیں، واللّٰہُ المُستعانُ علٰی جھالاتِ الزمان (اور اللہ ہی وہ ہے جس سے زمانے کی جہالتوں کے خلاف مدد طلبی ہے۔ ت)

ہشتم: اس سے زیادہ عجیب تر یہ ہے کہ ان لفظوں کے متصل ہی مرقات میں اور تحقیقِ جلیل ونافع،

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوۃ باب المصافحۃ والمعانقہ مطبوعہ امدادیہ ملتان ۹/ ۷۴

Marfat.com

اُس سے انکار ہرگز نہ کیا جائے بلکہ فوراً معانقہ کرلیں۔ افسوس کہ مرقاۃ سے سند لانا تو بالکل الٹا پڑا۔ مجھے جناب کی بزرگی سے امید ہے کہ شاید مرقاۃ شریف خود ملاحظہ نہ فرمائی ہو بلکہ مانعین زمانہ عبارات میں قطع و برید وسرقہ کے عادی ہیں، کسی سارق نے آدھی عبارت کہیں نقل کردی ہے آپ نے اُسی کے اعتماد پر استناد کرلیا، اب کہ پوری عبارت پر مطلع ہوئے ضرور حق کی طرف رجوع فرمائیے گا وَاللّٰہُ الْمُوَفِّق۔

نہم: بحمداللہ تعالیٰ ہماری تحقیقاتِ رائقہ سے آفتابِ روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ معانقۂ عید کو بدعتِ مذمومہ سے کچھ علاقہ نہیں بلکہ وُہ سنّت ومباح کے اندر دائر ہے، یعنی من حیث الاصل سنّت اور من حیث الخصوص مباح، اور بقصدِ حسن محمود ومستحسن، تو ظاہر ہُوا کہ عبارتِ ردالمحتار:

اِذَا تَرَدَّدَ الْحُكْمُ بَيْنَ سُنَّةٍ وَّ بِدْعَةٍ الخ[1] — جب حکم کسی سنّت و بدعت کے درمیان دائر ہو تو ترکِ سنّت کو ارتکابِ بدعت پر ترجیح حاصل ہے (ت)

کو اس مسئلہ سے اصلاً تعلق نہیں کہ وہاں بدعت سے مراد بدعتِ مذمومہ ہے۔ جب تو اس سے بچنے کے لئے سنّت کا چھوڑنا تک گوارا کیا ورنہ بدعتِ مباحہ سے بچنا خود ہی مطلوب نہیں، نہ کہ اس کے لئے سنّت چھوڑ دینے کا حکم دیا جائے، وھذا ظاھر علٰی کل من لہ حظٌّ من عقل صفی (یہ ہر اس شخص پر عیاں ہے جسے پسندیدہ اور خالص عقل سے کچھ حصّہ ملا ہے۔ ت)

دہم: فتوٰی فقیر میں میاں اسمٰعیل دہلوی کی بھی عبارت تھی جس میں معانقۂ عید کے مستحسن ہونے کی صاف تصریح ہے، اُس سے جناب نے کچھ تعرض نہ فرمایا بلکہ مجموعۂ فتاوٰی وعباراتِ ردالمحتار ومرقاۃ پیش فرمائیں۔ اس میں دو احتمال ہیں:

ایک وُہ، طائفہ مانعین جس کے خُوگر ہیں یعنی ہفواتِ باطلہ وخرافاتِ عاطلہ میں دہلوی مذکور کو امام اکبر مانتے ہیں اور جو باتیں وہ بعلّتِ مناقضت جس کا اس کے یہاں حد سے زاید جوش وخروش ہے اصول و فروعِ طائفہ کے خلاف لکھتا ہے دیوار سے مارتے ہیں۔

دوم یہ کہ جناب کو اس سے کچھ کام نہیں جو کلام اس کا تصریحاتِ امثالِ مرقات و ردالمحتار حتی کہ مولوی صاحب لکھنوی کے خلاف ہو قابلِ قبول نہیں۔ اگر شقِ اخیر مختار ہے اور جناب کی انصاف پسندی سے یہی مامول، تو صراحۃً اس کی تصریح فرمادیجئے کہ جو مسائل تقویۃ الایمان وصراطِ مستقیم وایضاح الحق وغیرہا تصانیفِ شخصِ مذکور، مولانا علی قاری وعلّامہ شامی یہاں تک کہ مولوی صاحب لکھنوی اور ان کے امثال کی

---

[1] ردالمحتار مطلب اذا تردد الحکم مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۸۲

Marfat.com

حَسَنٌ وَّاِنْ کَانَ بِدْعَۃً ۔ ؎۱

اور لوگوں کے عہد میں وہ رائج ہو چکے ہیں خواہ بدعت اور نوایجاد ہی ہوں۔ (ت)

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قُدِّسَ سِرُّہُ العَالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں:

الموافقۃ فی ھذہ الامور من حسن الصحبۃ والعشرۃ اذ المخالفۃ موحشۃ و لکل قوم رسم لابد من مخالقۃ الناس باخلاقھم کما ورد فی الخبر لاسیما اذا کانت اخلاقا فیھا حسن العشرۃ و المجاملۃ وتطییب القلب بالمساعدۃ و قول القائل ان ذلک بدعۃ لم یکن فی الصحابۃ فلیس کل ما یحکم باباحتہ منقولاً عن الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم وانما المحذور بدعۃ تراغم سنۃ ماموراً بھا ولم ینقل النھی عن شیئ من ھذا (الٰی قولہ) وکذلک سائر انواع المساعدات اذا قصد بھا تطییب القلب واصطلح علیھا جماعۃ فلا بأس بمساعدتھم علیھا بل الاحسن المساعدۃ الا فیما ورد فیہ نھی لایقبل التاویل ؎۲

یعنی ان امور میں لوگوں کی موافقت کرنا حُسنِ صحبت اور معاشرت سے ہے اس لئے کہ مخالفت وحشت دلاتی ہے اور ہر قوم کچھ رسمیں ہوتی ہیں کہ ان میں ان کا ساتھ دینا ضروری ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں اس کا حکم آیا خصوصاً وہ عادتیں جن میں حُسنِ معاشرت اور باہم اچھا برتاؤ اور موافقت کرکے دل خوش کرنا ہو اور کہنے والے کا کہنا کہ یہ بدعت ہے، صحابہ کے زمانے میں نہ تھا، تو کیا جو کچھ مباح کہا جائے سب صحابہ سے ہی منقول ہوتا ہے؟ بُری تو وہ بدعت ہے جو کسی سنّتِ ماموربہا کا رد کرے، اور اس فعل سے شرع میں کہیں ممانعت نہ آئی۔ اسی طرح تمام مساعدت کی باتیں جبکہ ان سے دل خوش کرنا مقصود ہو، اور ایک گروہ کی رسم ہوگئی تو ان کی موافقت کرنا کچھ حرج نہیں بلکہ موافقت ہی بہتر ہے مگر اُس صورت میں کہ صاف نہی وارد ہو جو قابلِ تاویل نہ ہو۔ (ت)

دیکھئے اطبائے قلوب رضی اللہ تعالٰی عنہم کے ارشاد یہ ہیں، اللہ عزوجل جسے نیک توفیق دے وہی ان نفیس الٰہی ہدایتوں پر عمل کرے۔

حضرات مانعین ان سے منزلوں دُور ہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

بالجملہ اگر آپ کو مرقات پر عمل ہے تو صاف تصریح فرما دیجئے کہ بعد عید جو شخص معانقے کو ہاتھ بڑھائے

؎۱ عین العلم الباب التاسع فی الصمت الخ مطبوعہ امرت پریس، لاہور ص ۴۱۲

؎۲ احیاء العلوم آداب السماع والوجد مطبوعہ قاہرہ، مصر ۲/۳۰۵

Marfat.com

باب الاستسقاء

(نمازِ استسقاء کا بیان)

مسئلہ ۱۴۵۱: از محلہ کوٹ پرگنہ سنبھل ضلع مرادآباد مکان مولوی لئیق احمد صاحب مرسلہ منظر حسین صاحب
۲۳ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ

نمازِ استسقاء نماز ہے یا دُعا، اور استسقاء کیسے وقت میں ہونا چاہئے؟ بینوا توجروا

الجواب

نمازِ استسقا صاحبین کے نزدیک سنّت ہے اور اسی پر عمل ہے اور اُس وقت ہونا چاہئے جبکہ حاجت
شدید ہو اور امید منقطع ہوچکی ہو اور لوگ اُس کے آداب کے طور پر اُسے بجا لائیں خشیت وخشوع اُس کی اصل
اور وُہ آج کل اکثر قلوب سے مرتفع اِلّا ماشاء اللہ اس ملک میں ہمسایہ کفار ہیں ہماری بے طوریوں کے باعث
کہ نہ دعا کے طور پر دُعا کرتے ہیں نہ نماز کے طور پر نماز پڑھتے، اگر اجابت نہ فرمائی جائے تو کفار کے مضحکہ
اندیشہ ہے اس لئے یہاں کی حالت کے مناسب تر اس عمل پر اقتصار رہے جو قرآن عظیم میں نزولِ بارانِ رحمت
کے لئے ارشاد ہُوا یعنی کثرتِ استغفار و توجہ بعزیز غفار فقلت استغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل
السماء علیکم مدرارا[1] (تو میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو وہ بڑا معاف کرنے والا ہے تم پر شرّاٹے
مینہ بھیجے گا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن ۷۱/ ۱۰ و ۱۱

Marfat.com

تصریحات سے رد ہوتے ہیں ان کا بطلان تسلیم فرماتے جائیے، امید کرتا ہوں کہ بہت مسائلِ نزاعیہ جن میں جہلائے مانعین کو بے حد شور وشغب ہے یوں بآحسنِ وجوہ انفصال پائیں گے، اور ہم آپ بتوفیقہ تعالٰی شخصِ مذکور کی ضلالتِ عقائد وبطالتِ مکائد پر متفق ہوکر حقِ ناصح کے اعلان میں باہم ممِد ومعاون یک دیگر ہوجائیں گے۔

وباللہ التوفیق والوصول الٰی سواء الطریق، وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین، والصلوٰۃ والسلام علٰی سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین، اٰمین!

اور اللہ ہی کی طرف سے توفیق اور سیدھی راہ تک رسائی ہے، اور ہماری آخری پکار یہ ہے کہ ساری تعریف اللہ کے لئے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے، اور درود وسلام ہو رسولوں کے سردار محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور ان کی آل واصحاب سب پر۔ خداوندا قبول فرما۔ (ت)

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عُفی عنہ بمحمدن المصطفٰی النبی الاُمّی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

Marfat.com

۱۶۔ امالی فی الحدیث	عبد الملک بن محمد بن بشران	۳۲
۱۷۔ الایجاز فی الحدیث	احمد بن محمد المعروف با بن السنی	٦۴
۱۸۔ القاب الرواۃ	احمد بن عبد الرحمٰن الشیرازی	۰۷
۱۹۔ الاصل (مبسوط)	ابو عبد اللہ محمد بن حسن الشیبانی	۸۹
۲۰۔ اخبار مدینہ	محمد بن حسن المدنی ابن زبالہ	۰۰
۲۱۔ الام	محمد بن ادریس الشافعی	۰۴
۲۲۔ اخبار مدینہ	زبیر ابن بکار الزبیری	۵٦
۲۳۔ امثال النبی صلی اللہ علیہ وسلم	الحسن بن عبد الرحمٰن الرامہرمزی	٦۰
۲۴۔ اربعین للحاکم	ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ نیشاپوری	۰۵
۲۵۔ احیاء العلوم	امام محمد بن محمد الغزالی	۰۵
۲٦۔ اربعین نووی	محی الدین یحییٰ بن شرف النووی الشافعی	۷٦
۲۷۔ الاذکار المنتخبہ من کلام سید الابرار	ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی	۷٦
۲۸۔ اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ	علی بن محمد ابن اثیر الشیبانی	۱۳۰
۲۹۔ الفیۃ العراقی فی اصول الحدیث	امام زین الدین عبد الرحیم بن الحسین العراقی	۰٦
۳۰۔ الاصابۃ فی تمیز الصحابہ	شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی	۵۲
۳۱۔ انموذج العلوم	علامہ جلال الدین محمد بن اسعد الدوانی	۰۳
۳۲۔ الاتقان	جلال الدین عبد الرحمٰن بن کمال الدین السیوطی	۱۱
۳۳۔ اعلام بقواطع الاسلام	احمد بن حجر الھیتمی المکی	۷۴
۳۴۔ الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ	نور الدین علی بن سلطان محمد القاری (ملا علی القاری)	۱۴
۳۵۔ الانتباہ فی سلاسل اولیاء	شاہ ولی اللہ بن عبد الرحیم	۷۹
۳٦۔ اتحاف السادۃ المتقین	سید محمد بن محمد مرتضیٰ الزبیدی	۰۵
۳۷۔ انجاح الحاجۃ حاشیہ سنن ابن ماجہ	عبد الغنی الدہلوی المدنی	۷۳
۳۸۔ اعانۃ الطالبین	سید محمد شطا الدمیاطی	
۳۹۔ الاشارات ابن سینا	ابو علی حسین بن عبد اللہ الشہیر با بن سینا	۲۸

Marfat.com

مآخذ و مراجع

نام کتاب	مصنف کتاب	سن وفات ہجری
ا		
۱۔ الاجزاء فی الحدیث	عبدالرحمن بن عمر بن محمد البغدادی المعروف بالنحاس	۴۱۶
۲۔ الاجناس فی الفروع	ابو العباس احمد بن محمد الناطفی الحنفی	۴۴۶
۳۔ الاختیار شرح المختار	عبداللہ بن محمود (بن مودود) الحنفی	۶۸۳
۴۔ الادب المفرد للبخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۵۔ ارشاد الساری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی	۹۲۳
۶۔ ارشاد العقل السلیم	ابو سعود محمد بن محمد العمادی	۹۵۱
۷۔ الارکان الاربع	مولانا عبد العلی بحر العلوم	۱۲۲۵
۸۔ الاشباہ والنظائر	شیخ زین الدین بن ابراہیم با بن نجیم	۹۷۰
۹۔ اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ	شیخ عبد الحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۱۰۔ اصول البزدوی	علی بن محمد البزدوی	۴۸۲
۱۱۔ الاصلاح والایضاح للوقایۃ فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۹۴۰
۱۲۔ آکام المرجان فی احکام الجان	قاضی بدر الدین محمد بن عبد اللہ الشبلی	۷۶۹
۱۳۔ انفع الوسائل الی تحریر المسائل	قاضی برہان الدین ابراہیم بن علی الطرسوسی الحنفی	۷۵۸
۱۴۔ امداد الفتاح شرح نور الایضاح	حسن بن عمار الشرنبلالی	۱۰۶۹
۱۵۔ الانوار لعمل الابرار	امام یوسف الاردبیلی الشافعی	۷۹۹

Marfat.com

۶۱ - تنبیہ الانام فی آداب الصیام		
۶۲ - تفسیر الجلالین	علامہ جلال الدین محلی و جلال الدین السیوطی	۸۶۴ - ۹۱۱
۶۳ - تہذیب التہذیب	ابوالفضل احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۶۴ - تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن اخبار الشنیعۃ الموضوعۃ	ابوالحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی	۹۲۳
۶۵ - تفسیر ابن ابی حاتم	عبدالرحمٰن بن محمد الرازی (حافظ)	۳۲۷
۶۶ - تہذیب الآثار	ابوجعفر محمد بن محمد بن جریر	۱۳۱۰
۶۷ - تقریب القریب	ابوزکریا یحیٰی بن شرف النوادی	۹۱۱
۶۸ - التقریر والتحبیر	محمد بن محمد ابن امیر الحاج الحلبی	۸۷۹
۶۹ - التیسیر شرح الجامع الصغیر	عبدالرؤف بن تاج العارفین بن علی المناوی	۱۰۳۱
۷۰ - تبیین الحقائق	فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی	۷۴۳
۷۱ - تقریب التہذیب	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۷۲ - تنویر المقیاس	ابوطاہر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی	۸۱۷
۷۳ - تنویر الابصار	شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد التمرتاشی	۱۰۰۴
۷۴ - تعظیم الصلوٰۃ	محمد بن نصر المروزی	۲۹۴
۷۵ - تاریخ بغداد	ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی	۴۶۳
۷۶ - التوشیح فی شرح الہدایۃ	عمر بن اسحٰق السراج الہندی	۷۷۳
۷۷ - تاریخ الطبری	محمد بن جریر الطبری	۳۱۰
۷۸ - تنبیہ الغافلین	نصر بن محمد بن ابراہیم سمرقندی	۳۷۳
۷۹ - تاریخ ابن نجار	محمد بن محمود بن حسن بغدادی ابن نجار	۶۴۳
۸۰ - الترغیب والترہیب	زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری	۶۵۶
۸۱ - التوضیح شرح التنقیح فی اصول الفقہ	عبیداللہ بن مسعود بن تاج الشریعۃ	۷۴۷
۸۲ - تذکرۃ الحفاظ	شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد الذہبی	۷۴۸
۸۳ - تذہیب تہذیب الکمال	شمس الدین محمد بن احمد الذہبی	۷۴۸
۸۴ - التلویح شرح توضیح	سعد الدین مسعود بن عمر بن عبداللہ تفتازانی	۷۹۲
۸۵ - تدریب الراوی	جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱

Marfat.com

ب

۴۰ - بدائع الصنائع	علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی	۵۸۷
۴۱ - البدایۃ (بدایۃ المبتدی)	علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۴۲ - البحر الرائق	شیخ زین الدین بن ابراہیم با بن نجیم	۹۷۰
۴۳ - البرہان شرح مواہب الرحمان	ابراہیم بن موسیٰ الطرابلسی	۹۲۲
۴۴ - بستان العارفین	فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۲
۴۵ - البسیط فی الفروع	حجۃ الاسلام محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۴۶ - البنایۃ شرح الہدایۃ	امام بدر الدین ابو محمد العینی	۸۵۵
۴۷ - بہجۃ الاسرار	یوسف بن جریر اللخمی الشطنوفی	۷۱۳
۴۸ - بلوغ المرام	احمد بن علی ابن حجر عسقلانی	۸۵۲
۴۹ - بستان المحدثین	شاہ عبد العزیز بن شاہ ولی اللہ	۱۲۳۹
۵۰ - براہینِ قاطعہ	رشید احمد گنگوہی	۱۹۰۵ء

ت

۵۱ - تاج العروس	سید محمد مرتضیٰ الزبیدی	۱۲۰۵
۵۲ - تاریخ ابن عساکر	علی بن الحسن الدمشقی با بن عساکر	۵۷۱
۵۳ - تاریخ البخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۵۴ - التجنیس والمزید	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۵۵ - تحریر الاصول	کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن الہمام	۸۶۱
۵۶ - تحفۃ الفقہاء	امام علاء الدین محمد بن احمد السمرقندی	۵۴۰
۵۷ - تحقیق الحسامی	عبد العزیز بن احمد البخاری	۷۳۰
۵۸ - الترجیح والتصحیح علی القدوری	علامہ قاسم بن قطلو بغا الحنفی	۸۷۹
۵۹ - التعریفات لسید شریف	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۸۱۶
۶۰ - التمہید لما فی المؤطا من المعانی الاسانید	یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر الاندلسی	۴۶۳

Marfat.com

۱۰۷- جامع الفصولین فی الفروع	شیخ بدرالدین محمود بن اسرائیل بابن قاضی	۸۱۳
۱۰۸- الجامع الکبیر فی فروع الحنفیۃ	ابی الحسن عبیداللہ بن حسین الکرخی	۳۴۰
۱۰۹- جواہر الاخلاطی	برہان الدین ابراہیم بن ابوبکر الاخلاطی	۔
۱۱۰- الجواہر الزکیۃ	احمد بن ترکی بن احمد المالکی	۹۸۹
۱۱۱- جواہر الفتاوٰی	رکن الدین ابوبکر بن محمد بن ابی المفاخر	۵۶۵
۱۱۲- الجوہرۃ النیرۃ	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد الیمنی	۸۰۰
۱۱۳- الجرح والتعدیل فی رجال الحدیث	یحیٰی بن معین البغدادی	۲۳۳
۱۱۴- الجامع الصغیر فی الحدیث	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱
۱۱۵- جامع البیان فی تفسیر القرآن (تفسیر طبری)	محمد بن جریر الطبری	۳۱۰
۱۱۶- جزء حدیثی حسن بن عرفہ	ابوعلی حسن بن عرفہ	بعد از ۲۵۶
۱۱۷- الجامع لاخلاق الراوی والسامع	ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی	۴۶۳
۱۱۸- جامع احکام الصغار فی الفروع	محمد بن محمود الاسروشنی	۶۳۶
۱۱۹- جامع الادویہ والاغذیہ	ضیاء الدین عبداللہ بن احمد المالقی	۶۴۶
۱۲۰- جواہر العقدین فی فضل الشرفین	نورالدین علی بن احمد السمہودی المصری	۹۱۱
۱۲۱- جواہر خمسہ	محمد غوث بن عبداللہ گوالیاری	۹۷۰
۱۲۲- جمع الجوامع فی الحدیث	ابوبکر جلال الدین عبدالرحمٰن بن کمال الدین سیوطی	۹۱۱
۱۲۳- جوہر منظم فی زیارت قبر النبی المکرم صلی اللہ علیہ وسلم	شہاب الدین احمد بن محمد ابن حجر المکی	۹۷۴
۱۲۴- جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب	عبدالحق بن سیف الدین محدث دہلوی	۱۰۵۲
۱۲۵- الجامع الکبیر فی الفتاوٰی	امام ناصرالدین محمد بن یوسف السمرقندی	۵۵۶

ح

۱۲۶- حاشیۃ علی الدرر	محمد بن مصطفٰے ابوسعید الخادمی	۱۱۷۶
۱۲۷- حاشیۃ ابن شلبی علی التبیین	احمد بن محمد الشلبی	۱۰۲۱
۱۲۸- حاشیۃ علی الدرر	عبدالحلیم بن محمد الرومی	۱۰۱۳
۱۲۹- حاشیۃ علی الدرر لملاخسرو	قاضی محمد بن فراموز ملاخسرو	۸۸۵

Marfat.com

٨٦ - التعقبات علی الموضوعات	جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	٩١١
٨٧ - تاریخ الخمیس	شیخ حسین بن محمد ابن الحسن دیار بکری	٩٦٦
٨٨ - تذکرہ اولی الالباب انطاکی	داؤد بن عمر انطاکی	١٠٠٨
٨٩ - التبیان فی بیان ما فی لیلۃ النصف من شعبان	علی بن سلطان محمد القاری	١٠١٤
٩٠ - تفسیرات احمدیہ	احمد بن ابوسعید المعروف مُلّا جیون	١١٣٠
٩١ - التفسیر المظہری	قاضی ثناء اللہ پانی پتی	١٢٢٥
٩٢ - تحفہ اثناء عشریہ	الشاہ عبدالعزیز دہلوی	١٢٣٩
٩٣ - تنبیہ ذوی الافہام	محمد امین ابن عابدین	١٢٥٢
٩٤ - التحریر المختار (تقریرات الرافعی)	عبدالقادر الرافعی الفاروقی	١٣٢٣
٩٥ - تذکرۃ الموضوعات للفتنی	محمد بن طاہر الفتنی	٩٨٦
٩٦ - تجنیس الملتقط		
٩٧ - تحفۃ المومنین فی الطب	محمد مومن بن محمد زمان الحسینی	
٩٨ - تحفۃ الصلوٰۃ (فارسی)	حسین بن علی الکاشفی الواعظ	٩١٠

ث

٩٩ - الثمانون فی الحدیث	ابوبکر محمد بن الحسین الآجری	٣٦٠
١٠٠ - ثبت	ابومحمد محمد بن امیر المکی المصری	

ج

١٠١ - جامع الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی	٢٧٩
١٠٢ - جامع الرموز	شمس الدین محمد الخراسانی	٩٦٢
١٠٣ - الجامع الصحیح للبخاری	امام محمد بن اسمٰعیل البخاری	٢٥٦
١٠٤ - الجامع الصغیر فی الفقہ	امام محمد بن حسن الشیبانی	١٨٩
١٠٥ - الجامع الصحیح للمسلم	مسلم بن حجاج القشیری	٢٦١
١٠٦ - جامع الفقہ (جوامع الفقہ)	ابونصر احمد بن محمد العتابی	٥٨٦ھ

Marfat.com

۱۵۳- خزانۃ المفتین	حسین بن محمد السمعانی السمیقانی	۴۰، کے بعد
۱۵۴- خلاصۃ الدلائل	حسام الدین علی بن احمد المکی الرازی	۵۹۸
۱۵۵- خلاصۃ الفتاوٰی	طاہر بن احمد عبدالرشید البخاری	۵۴۲
۱۵۶- الخیرات الحسان	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۱۵۷- الخصائص الکبرٰی	جلال الدین عبدالرحمٰن بن کمال الدین السیوطی	۹۱۱
۱۵۸- خلاصۃ الوفا	علی بن احمد السمہودی	۹۱۱
۱۵۹- خزائن الاسرار فی شرح تنویر الابصار	علاء الدین محمد بن علی الحصکفی	۱۰۸۸

د

۱۶۰- الدرایۃ شرح الہدایۃ	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۱۶۱- الدرر (درر الحکام)	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	۸۸۵
۱۶۲- الدر المختار فی شرح تنویر الابصار	محمد بن علی المعروف علاء الدین الحصکفی	۱۰۸۸
۱۶۳- الدر النقیۃ	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی	۹۱۱
۱۶۴- الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور	〃 〃 〃 〃 〃	〃

ذ

۱۶۵- ذخیرۃ العقبٰی	یوسف بن جنید الجلبی (چلپی)	۹۰۵
۱۶۶- ذخیرۃ الفتاوٰی	برہان الدین محمود بن احمد	۶۱۶
۱۶۷- ذم الغیبۃ	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱

ر

۱۶۸- الرحمانیۃ		
۱۶۹- رد المحتار	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۷۰- رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ	ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن الدمشقی	۷۸۱
۱۷۱- رغائب القرآن	ابو مروان عبدالملک بن حبیب السلمی (القرطبی)	۲۳۹

Marfat.com

١٣٠ - حاشیة علی المقدمة العشماویة	علامہ سفلی	
١٣١ - الحاشیة لسعدی آفندی علی العنایة	سعد اللہ بن عیسٰی الآفندی	٩٤٥
١٣٢ - الحدیقة الندیة شرح طریقة محمدیة	عبد الغنی النابلسی	١١٤٣
١٣٣ - الحاوی القدسی	قاضی جمال الدین احمد بن محمد نوح القابسی الحنفی	٦٠٠
١٣٤ - حصر المسائل فی الفروع	امام ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی الحنفی	٣٧٢
١٣٥ - حلیة الاولیاء فی الحدیث	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی	٤٣٠
١٣٦ - حلیة المحلی شرح منیة المصلی	محمد بن محمد ابن امیر الحاج	٨٧٩
١٣٧ - حرز الامانی و وجہ التہانی	ابو محمد قاسم بن فیرہ الشاطبی المالکی	٥٩٠
١٣٨ - حیوٰة الحیوان الکبریٰ للدمیری	زکریا بن محمد بن محمود القزوینی	٦٨٢
١٣٩ - الحصن الحصین من کلام سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم	شمس الدین محمد بن محمد ابن الجزری	٨٣٣
١٤٠ - حاشیة التلویح ملا خسرو	محمد بن فراموز ملا خسرو	٨٨٥
١٤١ - حاشیة التلویح حسین چلپی	حسن بن محمد شاہ الفناری چلپی	٨٨٦
١٤٢ - حرز ثمین شرح حصن حصین	نور الدین علی بن سلطان محمد القاری	١٠١٤
١٤٣ - حجة اللہ البالغہ	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم الدہلوی	١١٧٩
١٤٤ - حاشیہ مکتوبات شاہ ولی اللہ	″ ″ ″ ″	″
١٤٥ - حصر الشارد فی اسانید الشیخ	محمد عابد السندی	١٢٥٧
١٤٦ - حاشیة الکمشی علی الاذار		
١٤٧ - حاشیہ کفایة الطالب الربانی		
١٤٨ - حاشیة الحفنی علی الجامع الصغیر	علامہ الحفنی	
١٤٩ - الحاوی للفتاویٰ	جلال الدین عبد الرحمٰن بن کمال الدین السیوطی	٩١١
١٥٠ - حسن المقصد فی عمل المولد	″ ″ ″	″

خ

١٥١ - خزانة الروایات	قاضی جکن الحنفی	
١٥٢ - خزانة الفتاوٰی	طاہر بن احمد عبد الرشید البخاری	٥٤٢

Marfat.com

۱۹۵ - زہر الربی علی المجتبیٰ	جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی	۹۱۱
۱۹۶ - زہر الروض فی مسئلۃ الحوض	محمد بن عبداللہ ابن شحنہ	۹۲۱
۱۹۷ - الزواجر عن ا الکبائر	شہاب الدین احمد بن محمد ابن حجر المکی	۹۷۴
۱۹۸ - زبدۃ الآثار فی اخبار قطب الاخبار	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۲۵۲
۱۹۹ - زبدۃ الاسرار فی مناقب غوث الابرار	" " " "	"

س

۲۰۰ - السراج الوہاج (شرح قدوری)	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد الیمنی	۸۰۰
۲۰۱ - السنن لابن ماجۃ	ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجۃ	۲۷۳
۲۰۲ السنن لابن منصور	سعید بن منصور الخراسانی	۲۷۳
۲۰۳ - السنن لابی داؤد	ابوداؤد سلیمان بن اشعث	۲۷۵
۲۰۴ - السنن للنسائی	ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی	۳۰۳
۲۰۵ - السنن للبیہقی	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸
۲۰۶ - السنن للدارقطنی	علی بن عمر الدارقطنی	۳۸۵
۲۰۷ - السنن للدارمی	عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی	۲۵۵
۲۰۸ - سیرت ابن ہشام	ابو محمد عبدالملک بن ہشام	۲۱۳
۲۰۹ - سیرت عیون الاثر	محمد بن عبداللہ ابن سید الناس	۷۳۴
۲۱۰ - سراجی فی المیراث	سراج الدین سجاوندی	ساتویں صدی ہجری
۲۱۱ - سیر اعلام النبلاء	شمس الدین محمد احمد الذہبی	۷۴۸
۲۱۲ - السعایہ فی کشف ما فی شرح الوقایہ	محمد بن عبدالحی لکھنوی	۱۳۰۴
۲۱۳ - سیرت عمر بن محمد ملا	عمر بن محمد ملا	
۲۱۴ - سیرت ابن اسحاق	محمد بن اسحاق بن یسار	۱۵۱
۲۱۵ - سراج القاری		
۲۱۶ - السعدیہ		
۲۱۷ - السعی المشکور فی رد المذہب الماثور	محمد بن عبدالحی لکھنوی ہندی	۱۳۰۴

Marfat.com

۱۷۲- رفع الغشاء فی وقت العصر والعشاء	شیخ زین الدین بابن نجیم		۹۷۰
۱۷۳- رد علی الجہمیۃ	عثمان بن سعید الدارمی		۲۸۰
۱۷۴- رسالہ نذور	مولوی اسمٰعیل دہلوی	۱۸۳۱ء	۱۲۴۶
۱۷۵- رسالہ قشیریہ	عبد الکریم بن ہوازن القشیری		۴۶۵
۱۷۶- رمز الحقائق شرح کنز الدقائق	بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی		۸۵۵
۱۷۷- رفع الاشتباہ عن سبل المیاہ	قاسم بن قطلوبغا المصری		۸۷۹
۱۷۸- رسالہ طلوع ثریا	جلال الدین عبد الرحمٰن بن کمال الدین السیوطی		۹۱۱
۱۷۹- رسالہ اتحاف الغرفہ	″ ″ ″		″
۱۸۰- رسائل ابن نجیم	زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم		۹۷۰
۱۸۱- رسالہ اہتداء	علی بن سلطان محمد القاری		۱۰۱۴
۱۸۲- رسالہ القول البلیغ فی حکم التبلیغ	احمد بن سید محمد مکی الحموی		۱۰۹۸
۱۸۳- رسالہ انصاف	شاہ ولی اللہ الدہلوی		۱۱۷۹
۱۸۴- رسائل ابن عابدین	محمد امین آفندی ابن عابدین		۱۲۵۲
۱۸۵- رسالہ میلاد مبارک (الکوکب الانور علی عقد الجوہر)	جعفر بن اسمٰعیل البرزنجی		۱۳۱۷
۱۸۶- الریاض النضرہ فی فضائل العشرہ	ابو جعفر احمد بن احمد الشہیر بالمحب الطبری المکی		۶۹۴
۱۸۷- رسالہ بدعت	میاں اسمٰعیل بن شاہ عبد الغنی الدہلوی	۱۸۳۱ء	۱۲۴۶
۱۸۸- رسالہ دعائیہ	مولوی خرم علی		
۱۸۹- رسالہ غایۃ المقال	ابو الحسنات محمد عبد الحی		۱۳۴۳

ز

۱۹۰- زاد الفقہاء	شیخ الاسلام محمد بن احمد الاسبیجابی	المتوفی اواخر القرن السادس
۱۹۱- زاد الفقیر	کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف بابن الہمام	۸۶۱
۱۹۲- زواہر الجواہر	محمد بن محمد التمرتاشی	تقریباً ۱۰۱۶
۱۹۳- زیادات	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۱۹۴- زہر النسرین فی حدیث المعمرین	محمد بن علی الشوکانی	۱۲۵۰

Marfat.com

٢٤١۔ شرعۃ الاسلام	امام الاسلام محمد بن ابی بکر	٥٧٣
٢٤٢۔ شعب الایمان	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	٤٥٨
٢٤٣۔ شرح الجامع الصغیر	احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	٤٨٠
٢٤٤۔ شرح الجامع الصغیر	عمر بن عبدالعزیز الحنفی	٥٣٦
٢٤٥۔ الشفاء فی تعریف حقوق المصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم	ابوالفضل عیاض بن موسٰی قاضی	٥٤٤
٢٤٦۔ شرح شافیہ ابن حاجب	رضی الدین محمد بن الحسن الاسترابازی	٦٨٦
٢٤٧۔ شرح کافیہ ابن حاجب	〃 〃 〃 〃	〃
٢٤٨۔ شرح طوالع الانوار	محمود بن عبدالرحمان الاصفہانی	٧٣٩
٢٤٩۔ شفاء السقام فی زیارۃ خیرالانام	تقی الدین علی بن عبدالکافی السبکی	٧٥٦
٢٥٠۔ شرح عقائد النسفی	سعدالدین مسعود بن عمر تفتازانی	٧٩٢
٢٥١۔ شرح المقاصد	〃 〃 〃 〃	〃
٢٥٢۔ شرح المواقف	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	٨١٦
٢٥٣۔ شرح السراجی	〃 〃 〃 〃	〃
٢٥٤۔ شرح چغمینی	موسٰی پاشا بن محمد الرومی	٨٤١
٢٥٥۔ شرح حاشیہ الکنز ملا سکین	معین الدین الہروی ملا مسکین	٩٥٤
٢٥٦۔ شرح فقہ اکبر	علی بن سلطان محمد القاری	١٠١٤
٢٥٧۔ شرح عین العلم	〃 〃 〃 〃	〃
٢٥٨۔ شرح قصیدہ الطیب النغم	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	١١٧٩
٢٥٩۔ شرح قصیدہ ہمزیہ	〃 〃 〃 〃	〃
٢٦٠۔ شرح رباعیات	〃 〃 〃 〃	〃
٢٦١۔ شرح فواتح الرحموت	〃 〃 〃 〃	〃
٢٦٢۔ شفاء العلیل	〃 〃 〃 〃	〃
٢٦٣۔ شرح النقایہ لابی المکارم	ابوالمکارم بن عبداللہ بن محمد 〃	بعداز ٩٠٧
٢٦٤۔ شرف المصطفٰے	حافظ عبدالملک بن محمد نیشاپوری	٤٠٦
٢٦٥۔ شرح مقدمہ عشماویہ	احمد بن ترکی المالکی	

Marfat.com

ش

۲۱	الشافی	شمس الائمۃ عبداللہ بن محمود الکردری	.
۲۱	شرح الاربعین للنووی	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۲۲	شرح الاربعین للنووی	ابراہیم ابن عطیہ المالکی	۱۱۰۶
۲۲	شرح الاربعین للنووی	علامہ احمد بن الحجازی	۹۷۸
۲۲	شرح الاشباہ والنظائر	ابراہیم بن حسین بن احمد بن محمد ابن البیری	۱۰۹۹
۲۲	شرح الجامع الصغیر	امام قاضی خان حسین بن منصور	۵۹۲
۲۲	شرح الدرر	شیخ اسمٰعیل بن عبد الغنی النابلسی	۱۰۶۲
۲۲	شرح سفر السعادۃ	شیخ عبد الحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۲۲	شرح السنۃ	حسین بن منصور البغوی	۵۱۶
۲۲	شرح شرعۃ الاسلام	یعقوب بن سیدی علی زادہ	۹۳۱
۲۲	شرح مختصر الطحاوی للاسبیجابی	ابو نصر احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	۴۸۰
۲۲	شرح الغریبین		
۲۲	شرح المسلم للنووی	شیخ ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی	۶۷۶
۲	شرح معانی الآثار	ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی	۳۲۱
۲۳	شرح المنظومۃ لابن وہبان	عبد البر بن محمد ابن شحنہ	۹۲۱
۲۱	شرح المنظومۃ فی رسم المفتی	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۲۱	شرح الصدور بشرح حال الموتیٰ والقبور	علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن السیوطی	۹۱۱
۲۱	شرح مواہب اللدنیۃ	علامہ محمد بن عبد الباقی الزرقانی	۱۱۲۲
۲۱	شرح موطا امام مالک	علامۃ محمد بن عبد الباقی الزرقانی	۱۱۲۲
۲	شرح المہذب للنووی	شیخ ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی	۶۷۶
۲	شرح النقایۃ	مولانا عبد العلی محمد بن حسین البرجندی	۹۳۲
۲۱	شرح الوقایۃ	صدر الشریعۃ عبید اللہ بن مسعود	۷۴۷
۲	شرح الہدایۃ	محمد بن محمد بن محمد ابن شحنہ	۸۹۰

Marfat.com

۲۸۵ - عیون المسائل	ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۸
۲۸۶ - عقود الدریۃ	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۲۸۷ - عدۃ	کمال الدین محمد بن احمد الشہیر بطاشکبری	۱۰۳۰
۲۸۸ - عمل الیوم واللیلۃ	ابو بکر احمد بن محمد ابن السنی	۳۶۴
۲۸۹ - عوارف المعارف	شہاب الدین سہروردی	۶۳۲
۲۹۰ - عقد الفرید	ابو عبد اللہ محمد بن عبد القوی المقدسی	۶۹۹
۲۹۱ - عین العلم	محمد بن عثمان بن عمر الحنفی البلخی	۸۳۰
۲۹۲ - عقد الجید	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۲۹۳ - عقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ	محمد امین آفندی ابن عابدین	۱۲۵۲
۲۹۴ - عمدۃ الرعایہ فی حل شرح الوقایہ	محمد بن عبد الحی اللکھنوی	۱۳۰۴

غ

۲۹۵ - غایۃ البیان شرح الہدایۃ	شیخ قوام الدین امیر کاتب ابن امیر الاتقانی	۷۵۸
۲۹۶ - غرر الاحکام	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	۸۸۵
۲۹۷ - غریب الحدیث	ابو الحسن علی بن مغیرۃ البغدادی المعروف باثرم	۲۳۰
۲۹۸ - غمز عیون البصائر	احمد بن محمد الحموی المکی	۱۰۹۸
۲۹۹ - غنیۃ ذوا الاحکام	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۳۰۰ - غنیۃ المستملی	محمد ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶
۳۰۱ - غیث النفع فی القراء السبع	یحییٰ بن شرف النووی	۶۷۶

ف

۳۰۲ - فتح الباری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۳۰۳ - فتح القدیر	کمال الدین محمد بن عبد الواحد بابن الہمام	۸۶۱
۳۰۴ - فتاوی النسفی	امام نجم الدین النسفی	۵۳۷
۳۰۵ - فتاوی بزازیہ	محمد بن محمد شہاب ابن بزاز	۸۲۷

Marfat.com

۲۶۶- شرح جامع الاصول للضيف	مبارک بن محمد المعروف بابن الاثیر الجزری	۶۰۶
۲۶۷- شرح الملتقی للبهنسی	محمد بن محمد المعروف بابن البهنسی	۹۸۷
۲۶۸- شرح درر البحار	عبد الوہاب ابن احمد الشہیر بابن وہبان	۷۶۸

ص

۲۶۹ - صحاح الجوہری	اسمٰعیل بن حماد الجوہری	۳۹۳
۲۷۰ - صحیح ابن حبان (کتاب التقاسیم و الانواع)	محمد بن حبان	۳۵۴
۲۷۱ - صحیح ابن خزیمہ	محمد بن اسحاق ابن خزیمہ	۳۱۱
۲۷۲ - الصراح	ابو فضل محمد بن عمر بن خالد القرشی	تقریباً ۶۹۰
۲۷۳ - صغیری شرح منیہ	ابراہیم الحلبی	۹۵۶
۲۷۴ - صراط مستقیم	سید احمد شہید بریلوی	۱۲۴۶
۲۷۵ - الصواعق المحرقہ	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳

ط

۲۷۶ - الطحطاوی علی الدر	سید احمد الطحطاوی	۱۳۰۲
۲۷۷ - الطحطاوی علی المراقی	سید احمد الطحطاوی	۱۳۰۲
۲۷۸ - طبقات المقربین	محمد بن احمد الذہبی	۷۴۸
۲۷۹ - طبقات القراء	محمد بن محمد الجزری	۸۳۳
۲۸۰ - الطریقۃ المحمدیہ	محمد بن بیر علی المعروف برکلی	۹۸۱
۲۸۱ - طلبۃ الطلبۃ	نجم الدین عمر بن محمد النسفی	۵۳۷

ع

۲۸۲ - عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری	علامہ بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد العینی	۸۵۵
۲۸۳ - العنایہ شرح الہدایہ	اکمل الدین محمد بن محمد البابرتی	۷۸۶
۲۸۴ - عنایۃ القاضی حاشیۃ علی تفسیر البیضاوی	شہاب الدین الخفاجی	۱۰۶۹

Marfat.com

۳۳۱ - فتح المعین شرح اربعین	شہاب الدین احمد بن محمد ابن حجر المکی	۹۷۴
۳۳۲ - فتح الالٰہ شرح المشکاۃ	" " "	"
۳۳۳ - فتاوی الفقہیہ ابن حجر مکی	" " "	"
۳۳۴ - فتاوی القرویہ	محمد بن حسین الانقروی	۱۰۹۸
۳۳۵ - فتاوی اسعدیہ	سید اسعد ابن ابی بکر المدنی الحسینی	۱۱۱۶
۳۳۶ - فوائد مجموعہ شوکانی	محمد بن علی بن محمد الشوکانی	۱۲۵۰
۳۳۷ - فتاوی جمال بن عمر المکی	جمال بن عمر المکی	۱۲۸۴
۳۳۸ - فضل لباس العمائم	ابو عبداللہ محمد بن وضاح	
۳۳۹ - فتاوی قاعدیہ	ابو عبداللہ محمد بن علی القاعدی	
۳۴۰ - فتاوی غزی	محمد بن عبداللہ التمرتاشی	۱۰۰۴
۳۴۱ - فتاوی شمس الدین الرملی		
۳۴۲ - فتح الملک المجید		
۳۴۳ - فتح العزیز (تفسیر عزیزی)	عبدالعزیز بن ولی اللہ الدہلوی	۱۲۳۹

ق

۳۴۴ - القاموس المحیط	محمد بن یعقوب الفیروزآبادی	۸۱۷
۳۴۵ - قرۃ العین	زین الدین بن علی بن احمد الشافعی	۸۷۲
۳۴۶ - القنیۃ	نجم الدین مختار بن محمد الزاہدی	۶۵۸
۳۴۷ - القرآن الکریم		
۳۴۸ - قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب	ابو طالب محمد بن علی المکی	۳۸۶
۳۴۹ - القول المسدد	شہاب الدین احمد بن علی العسقلانی	۸۵۲
۳۵۰ - قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۶
۳۵۱ - القول الجمیل	" " " "	"
۳۵۲ - قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار	محمد بن عبدالحی لکھنوی انصاری	۱۳۰۴
۳۵۳ - القول الصواب فی فضل عمر بن الخطاب	ابراہیم بن عبداللہ الیمنی	"

Marfat.com

۳۰۶ - فتاوی حجہ		
۳۰۷ - فتاوی خیریۃ	علامہ خیر الدین بن احمد بن علی الرملی	۱۰۸۱
۳۰۸ - فتاوی سراجیۃ	سراج الدین علی بن عثمان الاوشی	۵۷۵
۳۰۹ - فتاوی عطاء بن حمزہ	عطاء بن حمزہ السغدی	
۳۱۰ - فتاوی غیاثیہ	داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	
۳۱۱ - فتاوی قاضی خان	حسن بن منصور قاضی خان	۵۹۲
۳۱۲ - فتاوی ہندیہ	جمعیت علماء اورنگ زیب عالمگیر	
۳۱۳ - فتاوی ظہیریۃ	ظہیر الدین ابوبکر محمد بن احمد	۶۱۹
۳۱۴ - فتاوی ولوالجیۃ	عبد الرشید بن ابی حنیفۃ الولوالجی	۵۴۰
۳۱۵ - فتاوی الکبری	امام صدر الشہید حسام الدین عمر بن عبد العزیز	۵۳۶
۳۱۶ - فقہ الاکبر	الامام الاعظم ابی حنیفۃ نعمان بن ثابت الکوفی	۱۵۰
۳۱۷ - فتح المعین	سید محمد ابی السعود الحنفی	
۳۱۸ - فتح المعین شرح قرۃ العین	زین الدین بن علی بن احمد الشافعی	۸۷۲
۳۱۹ - الفتوحات المکیۃ	محی الدین محمد بن علی ابن عربی	۶۳۸
۳۲۰ - فواتح الرحموت	عبد العلی محمد بن نظام الدین الکندی	۱۲۲۵
۳۲۱ - الفوائد	تمام بن محمد بن عبد اللہ البجلی	۴۱۴
۳۲۲ - فوائد المخصصۃ	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۳۲۳ - فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	عبد الرؤف المناوی	۱۰۳۱
۳۲۴ - فوائد سمویۃ	اسمٰعیل بن عبد اللہ الملقب بسمویۃ	۲۶۷
۳۲۵ - فضائل القرآن لابن ضریس	ابو عبد اللہ محمد بن ایوب ابن ضریس البجلی	۲۹۴
۳۲۶ - فوائد الخلعی	ابو الحسن علی بن الحسین الموصلی	۴۹۲
۳۲۷ - فصول العمادی	محمد بن محمود اُسروشنی	۶۳۶
۳۲۸ - فتاوی تاتارخانیہ	عالم بن العلاء الانصاری الدہلوی	۷۸۶
۳۲۹ - فتح المغیث	امام محمد بن عبد الرحمٰن السخاوی	۹۰۳
۳۳۰ - فتاوی زینیہ	زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم	۹۷۰

Marfat.com

۳۷۷ - کتاب الصمت	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱
۳۷۸ - کتاب الزہد	عبداللہ بن مبارک	۱۸۰
۳۷۹ - الکشاف عن حقائق التنزیل	جاراللہ محمود بن عمر الزمخشری	۵۳۸
۳۸۰ - کتاب الحجہ امام محمد رحمہ اللہ تعالی	ابوعبداللہ محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۳۸۱ - کتاب المشیخۃ امام محمد	" " "	"
۳۸۲ - کتاب المراسیل	سلیمان بن اشعث السجستانی	۲۷۵
۳۸۳ - کتاب البعث والنشور	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا	۲۸۱
۳۸۴ - کتاب الاخوان	ابوبکر عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا	"
۳۸۵ - کتاب الضعفاء الکبیر	ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی المکی	۳۲۲
۳۸۶ - کتاب الزہد الکبیر للبیہقی	احمد بن حسن البیہقی	۴۵۸
۳۸۷ - کتاب الرواۃ عن مالک ابن انس	ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی	۴۶۳
۳۸۸ - کتاب الحجہ علی تارک المحجہ	نصر بن ابراہیم المقدسی	۴۹۰
۳۸۹ - کیمیائے سعادت	امام محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۳۹۰ - کفایۃ الطالب الربانی شرح لرسالہ ابن ابی زہر القہروانی	ابوالحسن علی بن ناصر الدین الشاذلی	۹۳۹
۳۹۱ - کشف الظنون	مصطفی ابن عبداللہ حاجی خلیفہ	۱۰۶۷
۳۹۲ - کشف الغمہ	شیخ عبدالوہاب بن احمد الشعرانی	۹۷۳
۳۹۳ - کتاب الصفین	یحیی بن سلیمان الجعفی (استاد امام بخاری)	
۳۹۴ - کتاب المصاحف ابن الانباری		
۳۹۵ - کمالین حاشیہ جلالین	شیخ سلام اللہ بن محمد شیخ الاسلام محدث رامپوری	۱۲۳۳
۳۹۶ - کتاب المغازی	محمد بن عمر بن واقد الواقدی	۲۰۷

ل

۳۹۷ - لمعات التنقیح	علامہ شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۳۹۸ - لقط المرجان فی اخبار الجان	علامہ جلال الدین عبدالرحمن بن محمد السیوطی	۹۱۱

Marfat.com

ک

۳۵۴ - الکافی فی الفروع	حاکم شہید محمد بن محمد	۳۳۴
۳۵۵ - الکامل لابن عدی	ابواحمد عبداللہ بن عدی	۳۶۵
۳۵۶ - الکبریت الاحمر	سید عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳
۳۵۷ - کتاب الآثار	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۳۵۸ - کتاب الآثار	امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری	۱۸۲
۳۵۹ - کتاب الالمام فی آداب دخول الحمام	ابوالمحاسن محمد بن علی	
۳۶۰ - کتاب السواک	ابونعیم احمد بن عبداللہ	۴۳۰
۳۶۱ - کتاب الہدیۃ لابن عماد	عبدالرحمن بن محمد عماد الدین بن محمد العمادی	۱۰۵۰
۳۶۲ - کتاب الطہور	لابی عبید	
۳۶۳ - کتاب العلل علی ابواب الفقہ	ابومحمد عبدالرحمن ابن ابی حاتم محمد الرازی	۳۲۷
۳۶۴ - کتاب الاصل	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۳۶۵ - کتاب الوسوسۃ	ابوبکر بن ابی داؤد	
۳۶۶ - کشف الاسرار	علاء الدین عبدالعزیز بن احمد البخاری	۷۳۰
۳۶۷ - کشف الرمز	علامۃ المقدسی	
۳۶۸ - کشف الاستار عن زوائد البزار	امین الدین عبدالوہاب بن وہبان الدمشقی	۷۶۸
۳۶۹ - کنز العمال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین	۹۷۵
۳۷۰ - الکفایۃ	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی تقریباً	۸۰۰
۳۷۱ - کف الرعاع	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۳۷۲ - کنز الدقائق	عبداللہ بن احمد بن محمود	۷۱۰
۳۷۳ - الکنی للحاکم	ابوعبداللہ الحاکم	۴۰۵
۳۷۴ - الکواکب الدراری	شمس الدین محمد بن یوسف الشافعی الکرمانی	۷۸۶
۳۷۵ - کتاب الجرح والتعدیل	محمد بن حبان التمیمی	۳۵۴
۳۷۶ - کتاب المغازی	یحیی بن سعید القطان	۱۹۸

Marfat.com

۴۲۲ - مسلم الثبوت	محب اللہ البہاری	۱۱۱۹
۴۲۳ - مسند ابی داؤد	سلیمان بن داؤد الطیالسی	۲۰۴
۴۲۴ - مسند ابی یعلیٰ	احمد بن علی الموصلی	۳۰۷
۴۲۵ - مسند اسحٰق ابن راہویہ	حافظ اسحٰق ابن راہویہ	۲۳۸
۴۲۶ - مسند الامام احمد بن حنبل	امام احمد بن محمد بن حنبل	۲۴۱
۴۲۷ - المسند الکبیر فی الحدیث	حافظ ابو بکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزار	۲۹۲
۴۲۸ - المسند الکبیر فی الحدیث	ابو محمد عبد بن محمد حمید الکشی	۲۹۴
۴۲۹ - مسند الفردوس	شہردار بن شیرویہ الدیلمی	۵۵۸
۴۳۰ - مصباح المنیر	احمد بن محمد بن علی	۷۷۰
۴۳۱ - المصفّٰی	حافظ الدین عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۴۳۲ - مصنف ابن ابی شیبۃ	ابو بکر عبداللہ بن محمد احمد النسفی	۲۳۵
۴۳۳ - مصنف عبدالرزاق	ابو بکر عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی	۲۱۱
۴۳۴ - مصباح الدجیٰ	امام حسن بن محمد الصغانی الہندی	۶۵۰
۴۳۵ - معرفۃ الصحابۃ	ابو نعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی	۴۳۰
۴۳۶ - المعجم الاوسط	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۴۳۷ - المعجم الصغیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۴۳۸ - المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۴۳۹ - معراج الدرایۃ	قوام الدین محمد بن محمد البخاری	۷۴۹
۴۴۰ - مشکوٰۃ المصابیح	شیخ ولی الدین العراقی	۷۴۲
۴۴۱ - المغنی فی الاصول	شیخ عمر بن محمد الخبازی الحنفی	۶۹۱
۴۴۲ - المغرب	ابو الفتح ناصر بن عبدالسید المطرزی	۶۱۰
۴۴۳ - مختصر القدوری	ابو الحسین احمد بن محمد القدوری الحنفی	۴۲۸
۴۴۴ - مفاتیح الجنان	یعقوب بن سیدی علی	۹۳۱
۴۴۵ - المفردات للامام راغب	حسین بن محمد بن مفضل الاصفہانی	۵۰۲
۴۴۶ - المقدمۃ العشماویۃ فی الفقہ المالکیۃ	ابو العباس عبد الباری العشماوی المالکی	

Marfat.com

۲۹۹۔ لسان العرب	جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور المصری	۷۱۱
۴۰۰۔ اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ۔	ابوبکر عبدالرحمٰن بن کمال الدین السیوطی	۹۱۱
۴۰۱۔ لواقح الانوار القدسیہ المنتخب من الفتوحات المکیہ	عبدالوہاب بن احمد الشعرانی	۹۷۳

م

۴۰۲۔ مبارق الازہار	الشیخ عبداللطیف بن عبدالعزیز ابن الملک	۸۰۱
۴۰۳۔ مبسوط خواہرزادہ	بکر خواہرزادہ محمد بن حسن البخاری الحنفی	۴۸۳
۴۰۴۔ مبسوط السرخسی	شمس الائمہ محمد بن احمد السرخسی	۴۸۲
۴۰۵۔ مجری الانہر شرح ملتقی الابحر	نور الدین علی الباقانی	۹۹۵
۴۰۶۔ مجمع بحار الانوار	محمد طاہر الفتنی	۹۸۱
۴۰۷۔ مجموع النوازل	احمد بن موسیٰ بن عیسیٰ	۵۵۰
۴۰۸۔ مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر	عبدالرحمٰن بن محمد بن سلیمان المعروف بداماد آفندی شیخی زادہ	۱۰۷۸
۴۰۹۔ المحیط البرہانی	امام برہان الدین محمود بن تاج الدین	۶۱۶
۴۱۰۔ المحیط الرضوی	رضی الدین محمد بن محمد السرخسی	۶۷۱
۴۱۱۔ مختارات النوازل	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۴۱۲۔ مختار الصحاح	محمد بن ابی بکر عبدالقادر الرازی	۶۶۰
۴۱۳۔ المختارة فی الحدیث	ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد	۶۴۳
۴۱۴۔ المختصر	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۴۱۵۔ مدخل الشرع الشریف	ابن الحاج ابی عبداللہ محمد بن محمد العبدری	۷۳۷
۴۱۶۔ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۴۱۷۔ مرقات شرح مشکوٰة	علی بن سلطان ملا علی قاری	۱۰۱۴
۴۱۸۔ مرقات الصعود	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۴۱۹۔ مستخلص الحقائق	ابراہیم بن محمد الحنفی	
۴۲۰۔ المستدرک للحاکم	ابوعبداللہ الحاکم	۴۰۵
۴۲۱۔ المستصفی شرح الفقہ النافع	حافظ الدین عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰

Marfat.com

۴۷۲ - المسند فی الحدیث	حسن بن سفیان النسوی	۳۰۳
۴۷۳ - معالم السنن لابی سلیمان الخطابی	احمد بن محمد بن ابراہیم الخطابی	۳۸۸
۴۷۴ - مقاماتِ حریری	قاسم بن علی الحریری	۵۱۶
۴۷۵ - معالم التنزیل تفسیر البغوی	ابو محمد الحسین بن مسعود البغوی	۵۱۶
۴۷۶ - الملل والنحل	ابو الفتح محمد بن عبد الکریم الشہرستانی	۵۴۸
۴۷۷ - موضوعاتِ ابن جوزی	ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن الجوزی	۵۹۷
۴۷۸ - مقدمہ ابن الصلاح فی علوم الحدیث	ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمٰن ابن الصلاح	۶۴۲
۴۷۹ - مختصر سنن ابی داؤد للحافظ المنذری	عبد العظیم بن عبد القوی المنذری	۶۵۶
۴۸۰ - مدارک التنزیل تفسیر النسفی	ابو البرکات عبد اللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۴۸۱ - المواقف السلطانیہ فی علم الکلام	عضد الدین عبد الرحمٰن بن رکن الدین احمد	۷۵۶
۴۸۲ - مقدمہ جزریہ	محمد بن محمد الجزری	۸۳۳
۴۸۳ - مقاصد حسنہ	شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن السخاوی	۹۰۲
۴۸۴ - المواہب اللدنیہ	احمد بن محمد القسطلانی	۹۲۳
۴۸۵ - المنح الفکریہ شرح مقدمہ جزریہ	علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴
۴۸۶ - المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط	" " " "	"
۴۸۷ - ماثبت بالسنۃ	شیخ عبد الحق بن سیف الدین الدہلوی	۱۰۵۲
۴۸۸ - المیبذی	قاضی میر حسین بن معین الدین	۱۰۹۶
۴۸۹ - مسوی مصفی شرح موطا امام مالک	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم الدہلوی	۱۱۷۶
۴۹۰ - مکتوبات شاہ ولی اللہ	" " " "	"
۴۹۱ - مکتوبات	مرزا مظہر جان جاناں	۱۱۹۵
۴۹۲ - ملفوظات	" " "	"
۴۹۳ - معمولات	" " "	"
۴۹۴ - مخزنِ ادویہ فی الطب	محمد حسین بن محمد الہادی بہادر خاں	
۴۹۵ - مجموعہ فتاویٰ	ابو الحسنات محمد عبد الحی	۱۲۴۳
۴۹۶ - معیار الحق	سید نذیر حسین الدہلوی	

Marfat.com

۴۴۷ - الملتقط (فی فتاوی ناصری)	ناصر الدین محمد بن یوسف الحسینی	۵۵۶
۴۴۸ - مجمع الزوائد	نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی	۸۰۷
۴۴۹ - مناقب الکردری	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۷
۴۵۰ - المنتقیٰ (فی الحدیث)	عبداللہ بن علی ابن جارود	۳۰۷
۴۵۱ - المنتقیٰ فی فروع الحنفیہ	الحاکم الشہیر محمد بن محمد بن احمد	۳۳۴
۴۵۲ - منحۃ الخالق حاشیہ بحر الرائق	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۴۵۳ - منح الغفار	محمد بن عبد اللہ التمرتاشی	۱۰۰۴
۴۵۴ - ملتقی الابحر	امام ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶
۴۵۵ - منہاج النووی (شرح صحیح مسلم)	شیخ ابوزکریا یحییٰ بن شرف النواوی	۶۷۶
۴۵۶ - مجمع البحرین	مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب الحنفی	۶۹۴
۴۵۷ - المبتغیٰ	شیخ عیسیٰ بن محمد ابن ایناج الحنفی	
۴۵۸ - المبسوط	عبدالعزیز بن احمد الحلوانی	۴۵۶
۴۵۹ - مسند فی الحدیث	الحافظ ابو الفتح نصر بن ابراہیم الہروی	۵۱۰
۴۶۰ - المسند الکبیر	یعقوب بن شیبۃ السدوسی	۲۶۲
۴۶۱ - منیۃ المصلی	سدید الدین محمد بن محمد الکاشغری	۷۰۵
۴۶۲ - موطا امام مالک	امام مالک بن انس المدنی	۱۷۹
۴۶۳ - موارد الظمآن	نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی	۸۰۷
۴۶۴ - مشکلات	احمد بن مظفر الرازی	۶۴۲
۴۶۵ - مہذب	ابی اسحٰق ابن محمد الشافعی	۴۷۶
۴۶۶ - میزان الشریعۃ الکبریٰ	عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳
۴۶۷ - میزان الاعتدال	محمد بن احمد الذہبی	۷۴۸
۴۶۸ - المستخرج علی الصحیح البخاری	احمد بن موسیٰ ابن مردویہ	۴۱۰
۴۶۹ - مکارم الاخلاق	محمد بن جعفر الخرائطی	۳۲۷
۴۷۰ - مسند الامام اعظم	ابوحنیفہ نعمان بن ثابت	۱۵۰
۴۷۱ - موطا الامام محمد	ابوعبداللہ محمد بن الحسن الشیبانی	۱۸۹

Marfat.com

۴۹۷ - مظاہر حق	مولوی نذیر الحق میرٹھی	
۴۹۸ - مکتوبات امام ربانی	شیخ احمد سرہندی	۱۰۳۴
۴۹۹ - مناصحہ فی تحقیق مسئلۃ المصافحہ		
۵۰۰ - مفتاح الصلوٰۃ		
۵۰۱ - مجتبیٰ شرح قدوری		
۵۰۲ - مشیخہ ابن شاذان		
۵۰۳ - معرفۃ الصحابہ لابی نعیم	احمد بن عبداللہ اصبہانی	۴۳۰
۵۰۴ - مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر)	امام فخر الدین رازی	۶۰۶

ن

۵۰۵ - النقایۃ مختصر الوقایۃ	عبداللہ بن مسعود	۷۴۵
۵۰۶ - نصب الرایۃ	ابو محمد عبداللہ بن یوسف الحنفی الزیلعی	۷۶۲
۵۰۷ - نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۵۰۸ - النہایۃ	حسام الدین حسین بن علی السغناقی	۷۱۱
۵۰۹ - النہایۃ لابن اثیر	مجد الدین مبارک بن محمد الجزری ابن اثیر	۶۰۶
۵۱۰ - النہر الفائق	عمر بن نجیم المصری	۱۰۰۵
۵۱۱ - نوادر فی الفقہ	ہشام بن عبیداللہ المازنی الحنفی	۲۰۱
۵۱۲ - نور العین	محمد بن احمد المعروف بنشانجی زادہ	۱۰۳۱
۵۱۳ - النوازل فی الفروع	ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی	۳۷۶
۵۱۴ - نوادر الاصول فی معرفۃ اخبار الرسول	ابو عبداللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی	۲۵۵

و

۵۱۵ - الوافی فی الفروع	عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۵۱۶ - الوجیز فی الفروع	ابو حامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۵۱۷ - الوقایۃ	محمود بن صدر الشریعۃ	۶۷۳

Marfat.com

۱۴ -	ارشاد الساری الی مناسک الملا علی القاری	حسین بن محمد سعید عبد الغنی المکی الحنفی	
۱۵ -	الآداب الحمیدہ والاخلاق	محمد بن جریر الطبری	۳۱۰
۱۶ -	الاربعین طائیہ	ابو الفتح محمد بن محمد الطائی الہمدانی	۵۵۵
۱۷ -	انیس الغریب	جلال الدین عبداللہ بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱
۱۸ -	الارشاد فی الکلام	امام ابو المعالی عبد الملک بن عبداللہ الجوینی الشہیر بامام الحرمین	۴۷۸
۱۹ -	افضل القراء لقراء ام القریٰ	احمد بن محمد ابن حجر مکی	۹۷۴
۲۰ -	الاعتبار فی بیان الناسخ والمنسوخ من الاخبار	محمد بن موسیٰ الحازمی الشافعی	۵۸۴

ت

۲۱ -	تلخیص الجامع الکبیر	کمال الدین محمد بن عباد الحنفی	۶۵۲
۲۲ -	تحفۃ الحریص فی شرح التلخیص	علی بن بلبان الفارسی المصری الحنفی	۷۳۹
۲۳ -	تقویۃ الایمان	شاہ محمد اسمٰعیل بن شاہ عبد الغنی دہلوی	۱۲۴۶
۲۴ -	تعلیم المتعلم	امام برہان الدین الزرنوجی	
۲۵ -	الترغیب والترہیب	ابو القاسم اسمٰعیل بن محمد الاصبہانی	۵۳۵
۲۶ -	تذکرۃ الموتیٰ والقبور	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵
۲۷ -	التثبیت عند التبییت	جلال الدین عبد الرحمٰن بن کمال الدین السیوطی	۹۱۱
۲۸ -	تلخیص الادلہ لقواعد التوحید	ابو اسحٰق ابراہیم بن اسمٰعیل الصفار البخاری	۵۳۴
۲۹ -	تفہیم المسائل		
۳۰ -	تنبیہ الغافل والوسنان	ابن محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲

ث

۳۱ -	ثقفیات	ابو عبداللہ قاسم بن الفضل الثقفی الاصفہانی	۴۸۹
۳۲ -	ثواب الاعمال لابن حبان	محمد بن حبان	۳۵۴

ج

۳۳ -	الجامع لاحکام القرآن (تفسیر قرطبی)	ابو عبداللہ محمد بن احمد القرطبی	۶۷۱

Marfat.com

ضمیمہ
مآخذ ومراجع

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف کتاب	سن وفات ہجری
	ا		
۱ -	انوار التنزیل فی اسرار التاویل (تفسیر البیضاوی)	ناصر الدین ابو سعید عبداللہ بن عمر البیضاوی	۶۹۱/ ۶۹۲، ۶۸۵
		ہدیۃ العارفین	۱/ ۴۶۳
۲ -	الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب	ابو عمر یوسف بن عبداللہ النمری القرطبی	۴۶۲
۳ -	اوضح رمز علی شرح نظم الکنز	علی بن محمد ابن غانم المقدسی	۱۰۰۴
۴ -	الاستذکار	یوسف بن عبداللہ ابن عبد البر الاندلسی	۴۶۳
۵ -	الافراد	علی بن عمر الدارقطنی	۳۸۵
۶ -	الایضاح فی شرح التجرید	امام ابو الفضل عبدالرحمٰن بن احمد الکرمانی	۵۴۳
۷ -	اسباب النزول	ابو الحسن علی بن احمد الواحدی	۴۶۸
۸ -	ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح	شاہ محمد اسمٰعیل بن شاہ عبد الغنی دہلوی	۱۲۴۶
۹ -	انفاس العارفین	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم	۱۱۷۶
۱۰ -	انسان العین	″ ″ ″ ″	″
۱۱ -	انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون	علی بن برہان الدین حلبی	۱۰۴۴
۱۲ -	ارشاد الطالبین	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵
۱۳ -	الاعلام باعلام بلد اللہ الحرام	قطب الدین محمد بن احمد الحنفی	۹۸۹

Marfat.com

ر

۵۰ - رفع الانتقاض و دفع الاعتراض الخ	محمد امین ابن عابدین الشہیر با بن عابدین	۱۲۵۲

س

۵۱ - سلفیات من اجزاء الحدیث	حافظ ابو الطاہر احمد بن محمد السلفی	۵۸۶
۵۲ - السراج المنیر فی شرح جامع الصغیر	علی بن محمد بن ابراہیم المعری العزیزی	۱۰۷۰
۵۳ - سُنن الہدی	عبد الغنی بن احمد بن شاہ عبد القدوس گنگوہی	
۵۴ - سُنن فی الحدیث	حافظ ابو علی سعید بن عثمان ابن السکن البغدادی	۳۵۳

ش

۵۵ - شرح رسالہ فضالیہ	علامہ ابراہیم بن محمد الباجوری	۱۲۷۶
۵۶ - شرح الصغریٰ	علامہ محمد یوسف السنوسی	۸۹۵
۵۷ - الشامل فی فروع الحنفیہ	ابو القاسم اسمٰعیل بن حسین البیہقی الحنفی	۴۰۲
۵۸ - شرح صحیح بخاری الکواکب الدراری	محمد بن یوسف الکرمانی	۷۹۶
۵۹ - شفاء العلیل شرح القول الجمیل	مولوی خرم علی بلہوری	۱۲۷۱ غالباً
۶۰ - شرح صحیح بخاری	ناصر الدین علی بن محمد ابن منیر	
۶۱ - شرح زیج سلطانی	عبد العلی بن محمد بن حسین	۹۳۳
۶۲ - شفاء العلیل وبل الغلیل	ابن عابد بن محمد امین آفندی	۱۳۵۲

ص

۶۳ - الصحاح الماثورہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

۶۴ - صغری شرح منیۃ المصلی	شیخ ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶
۶۵ - صراطِ مستقیم	شاہ محمد اسمٰعیل بن عبد الغنی دہلوی	۱۲۴۶

Marfat.com

۳۴ - جامع المضمرات والمشکلات (شرح قدوری)	یوسف بن عمر الصوفی	۸۳۲
۳۵ - جد الممتار علی رد المحتار	امام احمد رضا بن نقی علی خاں	۱۳۴۰

ح

۳۶ - الحسامی	محمد بن محمد بن عمر حسام الدین الحنفی	۶۴۴
۳۷ - حاشیہ درر غرر نابلسی	اسمٰعیل بن عبد الغنی نابلسی	۱۰۶۲
۳۸ - حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل	عبد القادر الفاکہی	۹۸۲
۳۹ - حواشی علی معالم التنزیل	امام احمد رضا خاں بن نقی علی خاں	۱۳۴۰
۴۰ - حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین	" " " " " " " "	"

خ

۴۱ - خلاصۃ خلاصۃ الوفاء	نور الدین علی بن احمد السمہودی	۹۱۱

د

۴۲ - دلائل النبوۃ	ابوبکر بن احمد بن حسین البیہقی	۴۵۸
۴۳ - در ثمین فی مبشرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم	۱۱۷۶
۴۴ - در منظم فی مولد النبی المعظم " " " "	ابو القاسم محمد بن عثمان اللؤلؤی الدمشقی	۸۶۷
۴۵ . کتاب الدعوات	احمد بن حسین البیہقی	۴۵۸
۴۶ - الدرۃ المضیئۃ فی زیارۃ المصطفویۃ	نور الدین علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴
۴۷ - الدرۃ الثمینۃ فی اخبار المدینۃ	حافظ محب الدین محمد بن محمود بن نجار	۶۴۳
۴۸ - الدرر السنیۃ فی الرد علی الوہابیۃ	مفتی احمد بن السید زینی دحلان	۱۳۰۴

ذ

۴۹ - ذکر الموت	عبد اللہ بن محمد ابن ابی الدنیا البغدادی	۲۸۱

Marfat.com

ک

۸۳ - کشف الغطاء مالزم للموتیٰ علی الاحیاء	محمد شیخ الاسلام بن محمد فخرالدین	
۸۴ - کتاب اتباع الاموات	ابراہیم بن اسحاق الحربی	۲۸۵
۸۵ - کتاب الدعوات	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۸۶ - کتاب الثواب فی الحدیث	ابوالشیخ عبداللہ بن محمد بن جعفر	۳۹۹
۸۷ - کشف النور عن اصحاب القبور	عبدالغنی نابلسی	۱۱۴۳
۸۸ - کتاب الزہد	امام احمد بن محمد بن حنبل	۲۴۱
۸۹ - کتاب القبور	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا	۲۸۱
۹۰ - کتاب الروضہ	ابوالحسن بن برار	
۹۱ - کتاب الزہد	حافظ ہناد بن السری التمیمی الدارمی	۲۴۳
۹۲ - کتاب ذکر الموت		
۹۳ - کتاب ادعیۃ الحج والعمرہ	قطب الدین الدہلوی	۱۲۸۹
۹۴ - کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق	عبدالرؤف بن تاج الدین بن علی المناوی	۱۰۳۱
۹۵ - کتاب الخروج	قاضی امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم حنفی	۱۸۲
۹۶ - کف الرعاع عن المحرمات اللہو والسماع	ابوالعباس احمد بن محمد ابن حجر مکی	۹۷۴

ل

۹۷ - لباب المناسک	شیخ رحمۃ اللہ بن قاضی عبداللہ السندی	۹۷۸

م

۹۸ - منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبر،	علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴
- مجموعہ خانی (فارسی)		
۹۹ - مقامات مظہر وضمیمہ مقامات مظہر	مرزا مظہر جان جاناں	۱۱۹۵
۱۰۰ - مشارق الانوار القدسیہ فی بیان العہود المحمدیہ	عبدالوہاب بن احمد الشعرانی	۹۷۴

Marfat.com

ط

۶۶ - الطبقات الکبریٰ	محمد بن سعد الزہری	۲۳۰

غ

۶۷ - غرائب القرآن و رغائب الفرقان (تفسیر نیشاپوری)	نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری	۷۲۸
۶۸ - غریب الحدیث	قاسم بن سلام البغدادی	۲۲۴
۶۹ - غریب الحدیث	ابراہیم بن اسحٰق الحربی	۲۸۵
۷۰ - غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار	مولوی خرم علی بلہوری	غالباً ۱۲۷۱

ف

۷۱ - الفتوحات الالٰہیۃ (تفسیر جمل)	سلیمان بن عمر الشافعی الشہیر بالجمل	۱۲۰۴
۷۲ - الفرج بعد الشدۃ	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا البغدادی	۲۸۱
۷۳ - فاتح شرح قدوری		
۷۴ - فوائد حاکم و خلاص		
۷۵ - فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	عبدالرؤف المناوی	۱۰۳۱
۷۶ - فیوض الحرمین	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم	۱۱۷۶
۷۷ - فتاویٰ شاہ رفیع الدین	شاہ رفیع الدین	۱۱۳۳
۷۸ - الفتح المبین شرح اربعین نودی	احمد بن محمد ابن حجر مکی	۹۷۴
۷۹ - فصل الخطاب فی رد ضلالات ابن عبدالوہاب		
۸۰ - فتوح الغیب	سید شیخ عبدالقادر گیلانی	۵۶۱
۸۱ - فتاویٰ عزیزی	عبدالعزیز بن ولی اللہ الدہلوی	۱۰۰۴

ق

۸۲ - قرۃ عیون الاخبار	محمد امین ابن عابدین الشہیر بابن عابدین	۱۲۵۲

Marfat.com

١٢٥ . نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار	محمد بن علی الشوکانی	٢٥٠
١٢٦ . نصیحۃ المسلمین	خرم علی بلہوری	٧١
١٢٧ . نفحات الانس من حضرات القدس	عبدالرحمن بن احمد الجامی	٩٠
١٢٨ . نسیم الریاض فی شرح شفاء قاضی عیاض	قاضی عیاض احمد بن محمد الخفاجی	٦٩
١٢٩ . النشر فی قراءۃ العشر	شمس الدین محمد بن محمد ابن الجزری	٣٣
١٣٠ . نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر	احمد بن علی حجر العسقلانی	٥٢
١٣١ . نفع المفتی والسائل	مولوی عبدالعلی مدراسی	٠٩
١٣٢ . نوادر الاصول	ابو عبداللہ محمد بن علی حکیم الترمذی	٥٥
١٣٣ . نصاب الاحتساب فی الفتاوی	عمر بن محمد بن عوض الشامی	
١٣٤ . نور الشمعہ فی ظہر الجمعہ	علی بن غانم المقدسی	
١٣٥ . نشر الفوائد وتقیید الفوائد فی الاصول	عبدالرحیم بن علی الرومی المعروف شیخ زادہ	٤٤
١٣٦ . ... شرح قدوری		
١٣٧	شرف الدین بخاری	
١٣٨ . نتائج الافکار فی کشف الرموز والاسرار	شمس الدین احمد بن قودر المعروف بقاضی زادہ	٨

و

١٣٩ . وفیات الاعیان	شمس الدین احمد بن محمد ابن خلکان	١
١٤٠ . واقعات المفتیین		٥
١٤١ . وفاء الوفا	نور الدین علی بن احمد السمہودی	١

ھ

١٤٢ . ہوامع	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	٩
١٤٣ . ہمعات		

Marfat.com

۱۰۱ - مسند الکبیر فی الحدیث	ابو محمد عبید بن حمید الکشی	۲۴۹
۱۰۲ - المنتقٰی فی احادیث الاحکام عن خیر الانام	احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ	۷۲۸
۱۰۳ - منظومۃ النسفی فی الخلاف	نجم الدین عمر بن محمد النسفی	۵۳۷
۱۰۴ - معراج الدرایۃ فی شرح الہدایۃ	امام قوام الدین بن محمد الکاکی	۷۴۹
۱۰۵ - المسند الصحیح فی الحدیث	ابوعوانہ یعقوب بن اسحٰق الاسفرائنی	۳۱۶
۱۰۶ - مسند الشامیین		
۱۰۷ - مدارج النبوۃ	شیخ عبد الحق محدث الدہلوی	۱۰۵۲
۱۰۸ - مجمع البرکات	″ ″ ″ ″	″
۱۰۹ - مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفاء	جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱
۱۱۰ - مختصر تاریخ ابن عساکر	امام محمد بن مکرم المعروف با بن منظور	۷۱۱
۱۱۱ - مائۃ مسائل	محمد اسحٰق محدث دہلوی	۱۲۶۲
۱۱۲ - مسائل اربعین	″ ″ ″ ″	″
۱۱۳ - مالا بدمنہ	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵
۱۱۴ - مشکوٰۃ المصابیح	ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب	۷۴۰
۱۱۵ - محشی یا درمنتقی فی شرح الملتقی	علاء الدین الحصکفی	۱۰۸۸
۱۱۶ - موضح القرآن ترجمۃ القرآن	شاہ عبد القادر بن شاہ ولی اللہ الدہلوی	۱۲۳۰
۱۱۷ - مثنوی شریف فارسی منظوم	ملاّ جلال الدین محمد بن محمد الرومی البلخی القونوی	۷۲۲
۱۱۸ - مصطلحات الحدیث	علی بن السید محمد بن علی الجرجانی سید شریف	۸۱۶
۱۱۹ - المقاصد فی علم الکلام	علامہ سعد الدین مسعود بن عمر التفتازانی	۷۹۱
۱۲۰ - مغنی المستفتی عن سوال المفتی	علامہ حامد آفندی	
۱۲۱ - مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح	قطب الدین دہلوی	۱۲۸۹
۱۲۲ - منۃ الجلیل	ابن عابد بن محمد امین آفندی	۱۳۵۲
۱۲۳ - مفتاح الغیب فی شرح فتوح الغیب	عبد الحق بن سیف الدین محدث دہلوی	۱۰۵۲

ن

۱۲۴ - نافع فی الفروع	امام ناصر الدین محمد بن یوسف السمرقندی	۴۰۲

Marfat.com

Marfat.com

فتاوی رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

9

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۸

پاکستان (۵۴۰۰۰)

فتاویٰ رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۸

پاکستان (۵۴۰۰۰)

Marfat.com

مَن یُرِدِ اللہُ بِہٖ خَیرًا یُفَقِّھْہُ فِی الدِّین

العطایا النبویۃ
فی
الفتاوی الرضویۃ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

جلد نہم

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز
۱۲۷۲ھ ——— ۱۳۴۰ھ
۱۸۵۶ء ——— ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن ٥ جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ، لاہور (۸) پاکستان (۱۲۳۵۰)
فون ۶۷۷۵۲

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب	ـــــــــــ	فتاوٰی رضویہ جلد نہم
تصنیف	ـــــــــــ	شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ
ترجمہ عربی عبارات	ـــــــــــ	حضرت علامہ مولانا محمد احمد مصباحی (بھارت)
پیش لفظ	ـــــــــــ	حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ۔ لاہور
تخریج وتصحیح	ـــــــــــ	(۱) مولانا نذیر احمد سعیدی (۲) مولانا محمد رب نواز
باہتمام وسرپرستی	ـــــــــــ	حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظم اعلٰی تنظیم المدارس اہلسنت۔ پاکستان
ترتیب فہرست	ـــــــــــ	حافظ محمد عبدالستار سعیدی
کتابت	ـــــــــــ	محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)
پروف ریڈنگ	ـــــــــــ	(۱) مولانا نذیر احمد سعیدی (۲) مولانا محمد عارف سعید ہمدمی
پیسٹنگ	ـــــــــــ	
صفحات	ـــــــــــ	۹۴۸
اشاعت	ـــــــــــ	اپریل ۱۹۹۶ء
مطبع	ـــــــــــ	
ناشر	ـــــــــــ	رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
قیمت	ـــــــــــ	روپے

○

ملنے کے پتے

○ مکتبہ تنظیم المدارس، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

○ ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

○ مکتبہ ضیائیہ، بوہڑ بازار، راولپنڈی

Marfat.com

اجمالی فہرست

پیش لفظ	۵
باب الجنائز	۸۱
احکام و احوالِ قربِ موت	۸۱
احکام و احوالِ بعدِ موت	۹۰
غسلِ میت	۹۱
کفنِ میت	۹۹
جنازہ لے کر جانا	۸۲
نمازِ جنازہ	۱۵۸
امامتِ نمازِ جنازہ	۱۷۴
نمازِ جنازہ کی ادائیگی	۱۸۳
موضعِ نمازِ جنازہ	۲۵۹
تکرارِ نمازِ جنازہ	۲۶۹
دفنِ میت	۳۷۰
جائے دفن	۳۷۹
تعزیت وغیرہ	۳۷۲
احکامِ قبور و مقابر	۴۰۳
زیارتِ قبور	۵۲۲
فاتحہ و ایصالِ ثواب	۴۲۱
دعوتِ میت	۶۶۱

Marfat.com

فہرست رسائل

○ الحرف الحسن ———— ۱۰۷
○ المنۃ الممتازۃ ———— ۲۰۹
○ بذل الجوائز ———— ۲۳۹
○ النھی الحاجز ———— ۲۶۹
○ الھادی الحاجب ———— ۳۱۷
○ اھلاک الوھابیین ———— ۴۲۹
○ بریق المنار ———— ۴۸۵
○ جمل النّور ———— ۵۴۱
○ الحجۃ الفائحہ ———— ۵۶۹
○ اتیان الارواح ———— ۶۴۹
○ جلی الصّوت ———— ۶۶۱
○ حیاۃ الموات ———— ۶۷۵
○ الوفاق المتین ———— ۸۳۷

○

Marfat.com

پیش لفظ

الحمدُ لِلّٰہ اعلیٰحضرت امام المسلمین مولٰنا الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے خزائنِ علمیہ و ذخائرِ فقہیہ کو جدید انداز میں عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق منظرِ عام پر لانے کے لیے دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں "رضا فاؤنڈیشن" کے نام سے جو ادارہ چند سال قبل قائم ہُوا تھا وُہ انتہائی برق رفتاری کے ساتھ مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہُوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے۔ کتاب الطہارۃ اور کتاب الصلٰوۃ چار چار خوبصورت مجلدات میں آپ تک پہنچ چکی ہیں اب بفضلہ تعالٰی جل مجدہٗ و بعنایۃ رسولہ الکریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نویں جلد پیش کی جارہی ہے۔

جلد نہم

یہ جلد فتاوٰی رضویہ (قدیم) کی جلد چہارم کے شروع باب الجنائز سے کتاب الزکٰوۃ تک ۲۷۳ سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے۔ اس جلد کی عربی و فارسی عبارات کا ترجمہ فاضلِ جلیل، محققِ شہیر، صاحبِ تصانیف کثیرہ، ماہرِ علوم قدیمہ و جدیدہ حضرت علامہ مولٰنا محمد احمد مصباحی دامت برکاتہم العالیہ شیخ الادب جامعہ اشرفیہ مبارکپور (بھارت) نے فرمایا۔ باب التیمم (جو جلد سوم و چہارم میں شائع ہوچکا ہے) کا ترجمہ بھی انہی کے رشحاتِ قلم کا نتیجہ ہے۔ جلد چہارم قدیم میں باب الجنائز کی ترتیب چونکہ طبعی نہ تھی لہذا اس جلد کی کتابت سابق ترتیب سے ہٹ کر طبعی ترتیب کے مطابق کرائی گئی ہے۔

باب الجنائز کے مسائل کو سابقہ ترتیبِ غیر طبعی سے موجودہ ترتیبِ طبعی کی طرف منتقل کرنا بھی علامہ مصباحی صاحب کی محنتِ شاقہ کا ثمر ہے۔ علاوہ ازیں اِس جلد میں شامل رسائل کی مفصل فہرست بھی افادۂ قارئین کے لیے دے دی گئی ہے

Marfat.com

جلد اوّل سے لے کر جلد ہشتم کے آخر تک مسئلوں کے نمبر مسلسل چلے آرہے تھے مگر حوالہ کی سہولت کے لیے اِس جلد میں یہ سلسلہ پھر نئے سرے سے شروع کیا گیا ہے اور آئندہ بھی ہر جلد میں مسئلہ نمبر نئے سرے سے شروع ہُوا کرے گا۔ احکامِ قبورِ مسلمین سے متعلق رسالہ جلیلہ "اهلاك الوهابيين" بھی پیشِ نظر جلد میں شامل کر دیا گیا ہے جو کہ فتاوٰی رضویہ (قدیم) میں شامل ہونے سے رہ گیا تھا۔ متعدد ضمنی مسائل و فوائد کے علاوہ اس جلد میں مندرجہ ذیل سترہ مستقل عنوانات زیرِ بحث ہیں :

(۱) احکام و احوالِ قربِ موت
(۲) احکام و احوالِ بعدِ موت
(۳) غسلِ میّت
(۴) کفنِ میّت
(۵) جنازہ لے کر جانا
(۶) نمازِ جنازہ
(۷) امامتِ نمازِ جنازہ
(۸) نمازِ جنازہ کی ادائیگی
(۹) موضعِ نمازِ جنازہ
(۱۰) تکرارِ نمازِ جنازہ
(۱۱) دفنِ میّت
(۱۲) جائے دفن
(۱۳) تعزیت وغیرہ
(۱۴) احکامِ قبور و مقابر
(۱۵) زیارتِ قبور
(۱۶) فاتحہ و ایصالِ ثواب
(۱۷) دعوتِ میّت

مندرجہ بالا عنوانات کے علاوہ انتہائی وقیع اور گرانقدر تحقیقات و تدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل تیرہ ۱۳ رسائل بھی اس جلد میں شامل ہیں :

(۱) الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن (۱۳۰۸ھ)
قبروں میں شجرہ رکھنے اور کفن پر کلمہ طیبہ اور عہد نامہ وغیرہ لکھنے کا بیان

(۲) المنّۃ الممتازۃ فی دعوات الجنازۃ (۱۳۱۰ھ)
جنازہ کی دُعائیں اور قبر پر تلقین کا طریقہ

(۳) بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلٰوۃ الجنائز (۱۳۱۱ھ)
نمازِ جنازہ کے بعد دُعا کرنے کا ثبوت اور منکرین کا رد

(۴) النھی الحاجز عن تکرار صلٰوۃ الجنائز (۱۳۱۵ھ)
نمازِ جنازہ کی تکرار ناجائز ہے

Marfat.com

(۵) الهادی الحاجب عن جنازۃ الغائب (۱۳۲۶ھ)
غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھنا جائز نہیں

(۶) اھلاك الوھابیین علیٰ توھین قبور المسلمین (۱۳۲۲ھ)
احکام قبورِ مومنین

(۷) بریق المنار بشموع المزار (۱۳۳۱ھ)
مزارات پر روشنی کرنے کا ثبوت

(۸) جمل النور فی نھی النساء عن زیارۃ القبور (۱۳۳۹ھ)
عورتوں کو قبر پہ جانا جائز نہیں

(۹) لحجۃ الفائحۃ لطیب التعیین والفاتحۃ (۱۳۰۷ھ)
مروّجہ فاتحہ، سوم، چہلم، برسی اور عرس وغیرہ کا ثبوت

(۱۰) اتیان الارواح لدیارھم بعد الرواح (۱۳۲۱ھ)
رُوحوں کا اپنے گھروں پر آنا

(۱۱) جلی الصوت لنھی الدعوۃ امام موت (۱۳۰۹ھ)
میّت کے گھر کے کھانے کا بیان

(۱۲) حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات (۱۳۰۵ھ)
مُردوں کے زائروں کو دیکھنے اور ان کے کلام کو سننے کا مدلّل بیان

(۱۳) الوفاق المتین بین سماع الدفین وجواب الیمین (۱۳۱۶ھ)
مسئلہ یمین سے سماعِ موتیٰ کے خلاف پر استدلال کا رد

○

۱۹ شوال المکرم ۱۴۱۶ھ
۱۰ مارچ ۱۹۹۶ء

حافظ محمد عبدالستار سعیدی
صدر تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

Marfat.com

رموز

محقق : علامہ کمال الدین ابن ہمام صاحبِ فتح القدیر
ح : علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبی صاحبِ غنیۃ المستملی
ش : علامہ محمد امین ابن عابدین الشامی صاحبِ رد المحتار
ط : علامہ سید احمد الطحطاوی صاحبِ حاشیۃ الدر المختار و حاشیہ مراقی الفلاح
الدر : الدر المختار ، علامہ محمد علاء الدین الحصکفی
الدرر : الدرر شرح الغرر ، ملا خسرو علامہ محمد بن فراموز
بحر : البحر الرائق ، علامہ زین الدین ابن نجیم
ہندیہ : فتاوی عالمگیری ، جماعت علمائے احناف
نہر : النہر الفائق ، سراج الدین عمر بن نجیم
فتح : فتح القدیر ، علامہ کمال الدین ابن ہمام
غنیہ : غنیۃ المستملی ، علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبی
حلیہ : حلیۃ المحلی ، ابن امیر الحاج

Marfat.com

فہرست مضامین

باب الجنائز

قربِ موت

قریب الموت شخص اور اس کے عزیز و اقارب کو قربِ موت کے وقت کیا کرنا چاہیئے۔
کلمہ طیبہ کے دونوں جزو سے تلقین کی جائے۔

بعد موت

میت کے پاس چارپائی وغیرہ پر بیٹھنے کا حکم جبکہ مُردہ گھر میں ہو۔
اہلِ میت کے لیے کھانا بھیجنا جائز ہے، یہ کھانا صرف اہلِ میت کے لیے ہو دوسروں کے لیے نہ ہو۔

غسلِ میت

غسل دینے کے لیے کوئی جہت متعین نہیں، جیسے آسان ہو میت کو غسل دیں۔
مُردے سے بال وغیرہ کاٹنا جائز نہیں۔
۸۱ بیوی کو غسل دینا شوہر کے لیے جائز نہیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے غسل دینے کا ذکر ایک روایت میں آیا اس کے متعدد جوابات۔ ۹۲
حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رشتہ دائمی ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوگا۔ ۸۱ ۹۳
۸۲ شوہر بیوی کو غسل نہیں دے سکتا۔ ۹۵
شوہر عورت کا ولی نہیں۔ ۹۵
عورت شوہر کو غسل دے سکتی ہے۔ ۹۵
غسل دینے میں ناک اور منہ میں پانی نہ ڈالا جائے اگرچہ حالتِ جنابت میں انتقال ہُوا ہو۔ ۹۰ ۹۸
حالتِ جنابت میں کوئی مرے اُس کے لیے ایک ہی غسل ہے۔ ۹۰ ۹۸
میت کے بدن سے نجاست نکلے تو اُسے دھو دیا جائے دوبارہ غسل دینے کی ضرورت نہیں۔ ۹۸
میت کا سر بوقتِ غسل کس طرف ہو۔ ۹۸
۹۱ غسلِ میت میں غرارہ وغیرہ نہیں۔ ۹۸
۹۱ غسلِ میت کے بعد گھڑے وغیرہ توڑ دینا منع ہے۔ ۹۸

Marfat.com

غسل کے بعد گھڑے وغیرہ قبر یا مسجد میں رکھنا کیسا ہے ۹۹

کفنِ میت

مرد، عورت، بالغ، نابالغ، مراہق، مردہ بچہ یا سقط کے کفن کی تفصیل اور کفن پہنانے کا طریقہ۔ ۹۹
کفنِ مسنون، کفایہ اور ضرورت کی تفصیل۔ ۱۰۰
کعبہ معظمہ کا غلاف اور پھولوں کی چادر کفن پر رکھنا جائز ہے۔ ۱۰۵
کفن میں سُرمہ، کنگھی اور رومال رکھنا۔ ۶۰۸
○ رسالہ الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن (قبروں میں شجرہ رکھنے اور کفنوں پر کلمہ طیبہ اور عہد نامہ وغیرہ لکھنے کا بیان) ۱۰۷
یہ رسالہ چار مقاموں پر مشتمل ہے، اوّل میں فقہ حنفی سے کفن پر لکھنے کے جزئیہ اور اس کی مؤید احادیث، دوم میں معظمات دینیہ میں کفن دینے یا انھیں میت پر رکھنے کے محلِ تعظیم نہ ہونے، سوم میں بعض شوافع کی طرف سے کتابت علی الکفن کو بے تعظیمی سمجھنے کی تردید، اور چہارم میں قبر کے اندر شجرہ رکھنے کا بیان ہے ۱۰۸
مقامِ اوّل ۱۰۸
میت کی پیشانی یا کفن پر عہد نامہ لکھنے سے اس کی مغفرت کی امید ہے۔ ۱۰۸
چودہ احادیث و روایات سے مسئلہ مذکورہ کی تائید۔ ۱۰۸
وہ دُعا جس کو لکھ کر میت کے سینے پر رکھیں تو عذابِ قبر سے محفوظ رہے اور نہ نکیرین نظر آئیں۔ ۱۰۹
امام طاؤس کی وصیت سے عہد نامہ ان کے کفن میں لکھا گیا۔ ۱۰۹
میت کو قیامت تک عذاب سے محفوظ رکھنے والی دعا۔ ۱۰۹
وہ تسبیح جس کو لکھ کر میت کے کفن میں رکھا جائے تو اسے عذابِ قبر نہ ہو اور نہ نکیرین اس تک پہنچیں۔ ۱۱۰
حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصالِ مبارک کی تفصیل۔ ۱۱۰
حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وصیت۔ ۱۱۱
میت کی پیشانی، عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھنا باعثِ مغفرت ہو سکتا ہے۔ ۱۱۱
اصطبلِ فاروقی میں کچھ گھوڑوں کی رانوں پر لکھا تھا: "وقف فی سبیل اللہ"۔ ۱۱۱
پیشانی اور سینہ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے کی وجہ سے میت کو عذاب سے امان مل گئی۔ ۱۱۱
مقامِ دوم ۱۱۲
چودہ احادیث مؤیدہ کہ میت کو معظمات دینیہ میں کفن دینا یا انھیں بدنِ میت پر رکھنا محلِ تعظیم نہیں۔ ۱۱۲
صحابی نے اپنے کفن کے لیے بطورِ تبرک حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آپ کا تہبند مانگا۔ ۱۱۳
حضورِ پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کے کفن میں اپنا تہبند مبارک عطا فرمایا۔ ۱۱۴
مریدوں کو پیروں کے لباس میں کفن دینے کا ثبوت حدیث سے۔ ۱۱۴
حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کو اپنی قمیصِ اطہر میں کفن دیا۔ ۱۱۴

Marfat.com

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کے کفن کے لیے اپنی قمیص مبارک کیوں دی! ۱۱۵
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طریقہ ہے کہ کسی کا سوال رد نہیں فرماتے۔ ۱۱۶
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ رحمت کو دیکھ کر ہزار آدمی مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ۱۱۶
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قمیص مبارک کو میرے کفن میں اور آپ کے مقدس و مبارک بالوں اور ناخنوں کو میرے منہ اور آنکھوں میں رکھنا۔ ۱۱۷
حضرت علی مرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بچا ہوا مشک میرے حنوط میں استعمال کرنا۔ ۱۱۸
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا موئے مبارک اپنی زبان کے نیچے رکھے ہوئے دفن ہوئے۔ ۱۱۸
حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک چھڑی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینے پر رکھ کر انھیں دفن کیا گیا۔ ۱۱۸
حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ردا، قمیص، ناخن اور موئے مبارک کی تعظیم نقوشِ کتابتِ آیات کی طرح فرض ہے۔ ۱۱۸
مقامِ سوم
اس شبہ کا ازالہ کہ بدنِ میت شق ہوتا ہے اور اس سے ریم وغیرہ نکلتے ہیں جس سے کفن پر لکھی ہوئی آیات و ادعیہ کی بے ادبی ہوتی ہے۔ ۱۱۹ ۱۱۹
کسی امرِ غیر موجود کا احتمال نیتِ صالحہ و غرض صحیح موجود فی الحال کے لیے مانع نہیں ہوتا۔ ۱۱۹
سورۂ فاتحہ و آیاتِ شفا وغیرہا بغرضِ شفا لکھ کر دھو کر پینا سلفاً و خلفاً بلا نکیر رائج ہے۔ ۱۲۰
دردِ زہ کے لیے عورت کو قرآن مجید میں سے کچھ لکھ کر پلایا جائے۔ ۱۲۰
آبِ زمزم سے استنجاء کرنا ممنوع ہے۔ ۱۲۱
آبِ زمزم کو کھ بھر کر پینا ایمانِ خالص کی علامت ہے۔ ۱۲۱
منافق کوکھ بھر کر آبِ زمزم نہیں پیتے۔ ۱۲۱
بالجملہ کفن پر لکھنا جائز ہے، اگر کوئی زیادتِ احتیاط کی وجہ سے اجتناب کرے تو جا دارد۔ ۱۲۲
امام ابن حجر مکی نے فرمایا کہ کتابت کا قیاس زکوٰۃ کے چارپایوں کی رانوں پر ممنوع ہے کیونکہ چارپایوں کی رانوں پر کتابت تمیز کے لیے جبکہ کفن پر تبرک کیلئے ہے، امام مکی کے اس کلام پر مصنف رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی زوردار بحث۔ ۱۲۲
مقامِ چہارم ۱۳۲
اسماءِ محبوبانِ خدا علیہم التحیۃ والثناء سے تبرک و توسل بلاشبہ محبوب و مندوب ہے ۱۳۲
اصحابِ کہف کے ناموں کی برکات۔ ۱۳۲
امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیشاپور میں آمد اور لوگوں کو زیارت کرانے کا منظر۔ ۱۳۳
امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درسِ حدیث کو

Marfat.com

لکھنے والے بیس ہزار سے زائد تھے۔ ۱۳۴

وہ سند مبارک جس کو مجنون پر پڑھو تو شفا ہو جائے۔ ۱۳۴

نامِ مسمّٰی کے انحائے وجود میں سے ایک نحو ہے۔ ۱۳۴

وجودِ شئی کی چار صورتیں ہیں (۱) اعیان میں (۲) علم میں (۳) تلفظ میں (۴) کتابت میں۔ ۱۳۴

وجودِ تلفظ و کتابت کی صورت میں وجودِ اسم کو ہی وجودِ مسمّٰی قرار دیا گیا ہے۔ ۱۳۴

کتبِ عقائد میں مذکور ہے کہ اسم عینِ مسمّٰی ہے۔ ۱۳۴

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شجرہ کو قبر میں رکھنے کو معمولِ بزرگاں بتا کر سرہانے طاق میں رکھنا پسند فرمایا۔ ۱۳۴

جنازہ لے جانا

جنازہ اُٹھانے میں کس طرف سے سبقت کی جائے۔ ۸۱

جنازہ کو لے کر جانے کا طریقہ۔ ۸۲

جنازہ لے جاتے ہوئے میّت کا سر آگے ہونا چاہیئے ۱۳۵

جنازہ مغرب کی جانب لے جانا ہو تو سر مغرب کی طرف کیا جائے یا مشرق کی طرف۔ ۴۷۵

جنازہ پر شال یا پھولوں کی چادر ڈالنا۔ ۱۳۵

جنازہ پر رنگ برنگ کی چادریں ڈالنا کیسا ہے۔ ۱۳۸

مزار پر چڑھائی ہوئی چادروں کی بیع کا حکمِ شرعی۔ ۱۹۲

عورت مرجائے تو مرد اس کے جنازے کو ہاتھ لگا سکتا ہے اور کندھا دے سکتا ہے۔ ۱۳۸

عورت یا شوہر مرجائے تو ایک دوسرے کو غسل کفن اور قبر میں اتارنا۔ ۱۳۸

حالتِ نزع میں بھی عورت بدستور شوہر کی زوجہ ہے اور مُردہ عورت کو شوہر دیکھ سکتا ہے لیکن ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ ۱۳۹

جنازہ کے ساتھ ذکرِ جہر کا حکمِ شرعی اور بعض کتابوں میں اس کو مکروہ لکھنے کی وجہ۔ ۱۴۰

جنازہ کے ساتھ کلمہ طیبہ جہر سے پڑھنا یا فارسی وغیرہ اشعار پڑھنا کیسا ہے۔ ۱۴۸

جنازہ کے ساتھ نعت یا جہر سے ذکر کرنا۔ ۱۵۸

جنازہ کے ساتھ نعتیہ غزلیں پڑھنا جائز ہے۔ ۱۵۸

نمازِ جنازہ

بے نمازی کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔ ۱۵۸

بے نمازی کی نمازِ جنازہ پڑھنے کی وجہ۔ ۱۵۹

کس کی نماز نہیں پڑھی جائے گی۔ ۱۵۹ و ۱۶۱

بے نمازی کی نمازِ جنازہ علماء زجراً نہ پڑھیں تو کوئی حرج نہیں۔ ۱۶۲

بے نمازی اور اس کی نابالغ اولاد کی نمازِ جنازہ پڑھی جائیگی۔ ۱۶۳

بے نمازی کی نمازِ جنازہ پڑھی جائیگی۔ ۱۶۳

قبر پر اذان دینا جائز ہے۔ ۱۶۴

بے نمازی کی نمازِ جنازہ بھی لازمی ہے اور مُردے کو اذیت دینا ممنوع ہے۔ ۱۶۴

بے نمازی کی بیوہ کا جنازہ نہ پڑھنا سخت جرم ہے۔ ۱۶۷

نصرانی کے ملازم اور اس کا جوٹھا کھانے والے کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی اگرچہ اس کا جوٹھا کھانا شنیع ہے۔ ۱۶۹

Marfat.com

نصاریٰ کے ساتھ رہنے سے کوئی کافر نہیں ہوتا اس کے مرنے پر کفن دفن اور نمازِ جنازہ لازم ہے۔ ۱۷۰

عیسائی کی نمازِ جنازہ اور مسلمانوں کی طرح اس کی تجہیز و تکفین حرام قطعی ہے، ایسا کرنے والوں پر توبہ لازم ہے اور اگر اس کو بوجہ نصرانیت مستحقِ تعظیم سمجھ کر ایسا کیا تو مرتد ہوئے۔ ۱۷۰

رافضی کی نمازِ جنازہ پڑھنی حرام ہے اور اس کے لیے استغفار کرنا کفر ہے۔ ۱۷۲

رافضی کی نمازِ جنازہ پڑھانے والا قابلِ امامت نہیں۔ ۱۷۳

ہجڑے کے جنازہ میں مرد کی نیت ہو یا عورت کی۔ ۱۷۴

امامتِ جنازہ

جنازے کا امام کون ہو۔ ۱۷۴

اذنِ ولی کی حاجت اور امام الحی کو ترجیح کب ہے۔ ۱۷۴

نکاح خواں قاضی شرعی قاضی نہیں۔ ۱۷۴

ولی سے افضل موجود ہو تو کیا حکم ہے۔ ۱۷۴

شوہر کو اپنی بیوی کی نمازِ جنازہ پڑھانے کا حق نہیں جبکہ ولی موجود ہو، امام الحی کو اس کا حق ہے یا نہیں۔ ۱۷۷

نمازِ جنازہ میں ولی شریک نہ ہو تو نماز ہو جائیگی ۱۸۲

نمازِ جنازہ کی ادائیگی

مغرب کے وقت جنازہ آئے تو پہلے مغرب کی نماز پڑھی جائے۔ ۱۸۳

ظہر کے وقت جنازہ آئے تو پہلے ظہر کی نماز پڑھی جائے یا نمازِ جنازہ۔ ۱۸۴

اوقاتِ مکروہہ میں جنازہ تیار ہو تو ان اوقات میں نمازِ جنازہ مکروہ نہیں، اور نمازِ عصر سے پہلے بھی جائز ہے۔ ۱۸۵

جنازہ تیار ہو اور کھانا کھانے کی حاجت ہو تو پہلے کیا کرے۔ ۱۸۶

نمازِ جنازہ کے لیے طہارت شرط ہے۔ ۱۸۷

جوتا پہن کر نمازِ جنازہ پڑھنا۔ ۱۸۸

چارپائی پر نعش رکھ کر نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ ۱۸۹

میت جس چارپائی پر ہو اس کی بلندی کی کوئی حد نہیں ۱۹۰

مقتدیوں کے لیے مصلّٰی نہ ہو اور امام مصلّٰی پر نماز پڑھائے تو کوئی حرج نہیں۔ ۱۹۱

مصلّٰی پر نمازِ جنازہ پڑھنے کی حکمت اور اس کے استعمال کرنے کا حکم۔ ۱۹۲

نمازِ جنازہ کے وقت امام کے سامنے جا نماز بچھانا جائز ہے۔ ۱۹۲

مزاروں پر چڑھائی گئی چادروں کی بیع۔ ۱۹۲

مذکورہ چادر اوڑھ کر نماز پڑھنے کا حکم۔ ۱۹۲

جنازہ کی دعائیں امام اور مقتدی دونوں پڑھیں، مقتدی کو خاموش رہنا جائز نہیں۔ ۱۹۳

چوتھی تکبیر کے بعد دونوں ہاتھ چھوڑ کر سلام پھیرا جائے۔ ۱۹۴

سلام ہاتھ چھوڑ کر ہو۔ بہارِ شریعت کے بارے میں سوال۔ ۱۹۴

تیسری تکبیر کے بعد امام سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے۔ ۱۹۴

Marfat.com

جنازے میں تکبیریں چھوٹ جائیں تو کیا حکم ہے۔ ۱۹۴
نماز پڑھے بغیر دفن کر دیا جائے تو قبر پر نماز پڑھی جائے ۱۹۵
جنازہ میں کم آدمی ہوں تو صفوں کی ترتیب کیسے ہو۔ ۱۹۶
ایک آدمی کی صف بھی صف ہے۔ ۱۹۶
جنازہ میں پچھلی صف افضل ہے۔ ۲۰۷
○ رسالہ المنۃ الممتازۃ فی دعوات الجنازۃ (جو دعائیں احادیث کریمہ میں وارد ہیں وہ مع ترجمہ اس رسالہ میں جمع کر دی گئی ہیں اور قبر پر تلقین کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے) ۲۰۹
نماز جنازہ سے متعلق احادیث میں تیرہ دعائیں وارد ہوئی ہیں۔ ۲۰۹
تفصیل ادعیہ بعد تکبیر سوم ۲۰۹
طریقہ تلقین قبر۔ ۲۲۱
نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا جائز ہے، دعا سے متعلق احادیث اور منکرین کا رد۔ ۲۲۴
○ رسالہ بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلاۃ الجنائز (نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کا ثبوت اور منکرین کا رد) ۲۳۹
بہت عوام نماز صورت غفلت کرتے ہیں لہذا ایسی جگہ پوری بات کرنا ہمیشہ متقی کے لیے مناسب ہے ۲۴۰
ائمہ اہلسنت وجماعت کا اجماع ہے کہ اموات مسلمین کے لیے دعا محبوب اور شرعاً مطلوب ہے۔ ۲۴۰
نصوص شرعیہ آیتاً وحدیثاً دربارۂ دعا ارسال مطلق واطلاق مرسل پر وارد جن میں کسی زمانہ کی تقیید وتحدید نہیں۔ ۲۴۰
دعا کے مطلقاً محبوب ومطلوب ہونے پر سات احادیث سے استدلال۔ ۲۴۰
حدیث ۱: دعا بکثرت کر۔ ۲۴۰
حدیث ۲: جب تم میں سے کوئی شخص دعا مانگے تو کثرت کرے کہ اپنے رب سے ہی سوال کر رہا ہے ۲۴۱
مصنف کا استدلال کہ حدیث مذکور سوال ومسئول دونوں میں تکثیر کی طرف اشارہ فرماتی ہے ۲۴۱
حدیث ۳: دعا بکثرت مانگ کہ دعا قضاء مبرم کو ٹال دیتی ہے۔ ۲۴۱
حدیث ۴: بیشک اللہ تعالٰی نے برکت رکھی ہے آدمی کی اس حاجت میں جس میں وہ دعا کی کثرت کرے۔ ۲۴۱
حدیث ۵: کثرت دعا سے گھبرا کر دعا چھوڑ دینے والے کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ ۲۴۲
حدیث ۶ و ۷: ہر وقت ہر گھڑی عمر بھر خیر مانگے جاؤ اور تجلیات رحمت الٰہی کی تلاش رکھو۔ ۲۴۲
یہاں تو بحمد اللہ صرف اطلاق بلکہ صراحتاً تعمیم زمانہ ہے ۲۴۳
جس وقت دعا کیجئے بلاشبہ عین مامور بہ اور حسن فی حد ذاتہ ہے۔ ۲۴۳
جب تک کسی خاص وقت کی ممانعت شرع مطہر سے ثابت نہ ہو منع وانکار حکم شرع کا رد وابطال ہے۔ ۲۴۳
جب بتصریح تعمیم امر شرع وارد ہو تو جمیع ازمنہ تحت امر داخل ہوتے ہیں۔ ۲۴۳
حسن فی ذاتہ کو کبھی خارج سے کوئی امر مزاحم حسن عارض ہوتا ہے۔ ۲۴۳

Marfat.com

بارِ ثبوت مدعی کے ذمہ ہوتا ہے۔ ۲۴۳

عارض اپنے عروض ہی تک مزاحم رہے گا زائل ہوتے ہی اصل حسن کا حکم عود کرے گا۔ ۲۴۳

عامۂ کتب میں یہ عامۂ اقوال ہرگز اطلاق و رسال پر نہیں کہ بعد نمازِ جنازہ مطلقاً دعا کو مکروہ لکھتے ہوں۔ ۲۴۳

اقوالِ مذکورہ کراہت دعا مقید بہ لفظ قیام ہے یعنی نمازِ جنازہ کے بعد دعا کے لیے قیام (طویل) نہ کرے نہ یہ کہ بعد جنازہ دعا ہی نہ کرے۔ ۲۴۴

مصنف کی تحقیق کہ وہ کیا قیام ہے جس کی قید سے فقہاء یہ حکم (کراہت) دے رہے ہیں۔ ۲۴۴

نفسِ دعا اصلاً صالحِ ممانعت نہیں اور نہ کھڑے ہو کر دعا ممنوع ہے۔ ۲۴۴

قبر کے پاس کھڑے ہو کر دعا سنت ہے۔ ۲۴۵

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش مبارک کے گرد کھڑے ہو کر دعائیں کرتے رہے۔ ۲۴۵

قیام کے ۲ معنی ہیں۔ ۲۴۵

پیش از نماز دعا خود احادیثِ صحیحہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ ۲۴۶

نماز کے علاوہ کسی دعائے طویل کی غرض سے تجہیزِ جنازہ کو درنگ و تعویق میں ڈالنا شرعاً پسندیدہ نہیں۔ ۲۴۷

جنائز پر تکثیرِ جماعت قطعاً مطلوب ہے مگر اس کے لیے تاخیر محبوب نہیں۔ ۲۴۷

شرعِ مطہر میں تعجیلِ تجہیز بتاکید تمام مطلوب ہے۔ ۲۴۷

ایک نماز دوسری نماز سے نہ ملاؤ یہاں تک کہ کچھ گفتگو کرلو یا اس جگہ سے ہٹ جاؤ۔ ۲۴۹

علماء فرماتے ہیں وصل سے نہی اس لیے ہے کہ ایک نماز دوسری کا تتمہ نہ معلوم ہو۔ ۲۴۹

امام ابن حامد سے منقول حکایت پر بحث کہ انھوں نے فرمایا: دعا بعد نمازِ جنازہ مکروہ ہے۔ ۲۵۱

امام ابن حامد کی حکایت سے استدلال کرنے والے متعسفین کا مناظرانہ انداز میں چھ وجوہ سے رَد۔ ۲۵۲

اس روایت کا حاکی زاہدی معتمد نہیں۔ ۲۵۳

زاہدی مذہب کا معتزلی ہے۔ ۲۵۴

زمخشری اور زاہدی میں فرق۔ ۲۵۴

لفظ عن مشیرِ غرابت و تمریض ہے۔ ۲۵۵

فاتحہ و دعا برائے میت دفن سے پہلے جائز ہے۔ ۲۵۵

"ہمیں است روایت معمولہ" یہ الفاظ قوت میں علیہ الفتویٰ اور بہ یفتی کے برابر ہیں۔ ۲۵۵

لفظ فتویٰ، لفظ صحیح و اصح اور اشبہ وغیرہ سے آکد ہے۔ ۲۵۵

لفظ علیہ العمل لفظ فتویٰ کے مساوی ہے۔ ۲۵۵

عبارتِ فقہاء میں کراہت صرف ۲ صورتوں سے متعلق ہے، ایک ایسی ہیئت پر بدستور صفیں باندھے وہیں کھڑے دعا کرنا، دوسرے قبل نماز خواہ بعد نماز دعائے طویل کی خاص غرض سے امر تجہیز کو تعویق میں ڈالنا۔ ۲۵۶

ایہامِ زیادت مورثِ کراہتِ تنزیہیہ ہے جس کا حاصل خلافِ اولیٰ ہے۔ ۲۵۶

Marfat.com

مکروہ تنزیہی کو گناہ کہنا درست نہیں۔ ۲۵۶

موضع نمازِ جنازہ

مسجد میں نمازِ جنازہ جائز نہیں، کُتبِ فقہ سے اِس امر کا ثبوت۔ ۲۵۹

مسجد میں نمازِ جنازہ ممنوع ہے اگرچہ بیرونِ مسجد جگہ کم ہو یا سخت دھوپ ہو اور ماہِ رمضان ہو۔ ۲۶۲

اور اگر مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھی گئی تو فرض ساقط ہو جائے گا۔ ۲۶۳

جو نماز میں ملنا چاہتا ہو اور کسی وجہ سے نہ مل سکا تو ثواب پائے گا۔ ۲۶۳

نمازِ جمعہ کے بعد نمازِ جنازہ پڑھی جائے۔ ۲۶۳

صحیح یہ ہے کہ مسجد میں جنازہ یا امام یا صف ہو تو مکروہ ہے۔ ۲۶۴

مسجد کے اندر نمازِ جنازہ جائز نہیں۔ ۲۶۵

مسجد کے مسقف حصّہ کو شتوی اور صحن کو صیفی کہتے ہیں۔ ۲۶۵

میّت کو تابوت میں دفن کرنا مکروہ ہے مگر اس حالت میں کہ وہاں زمین نرم ہو تو حفاظت کے لیے حرج نہیں ۲۶۵

کفن پہلے سے تیار رکھنے میں کوئی حرج نہیں، اور قبر پہلے سے بنانا نہ چاہیے۔ ۲۶۵

میّت تابوت میں ہو تو نمازِ جنازہ اس پر اُسی طرح جائز ہے کھولنے کی حاجت نہیں۔ ۲۶۵

نمازِ جنازہ فناءِ مسجد میں جائز ہے۔ ۲۶۵

قبر میں شجرہ اور تبرکات رکھنا ممنوع نہیں۔ ۲۶۵

جو اراضی شاملِ مسجد ہو چکی ہو اس پر نمازِ جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ ۲۶۶

مسجدِ نبوی اور مسجدِ حرام میں نمازِ جنازہ ہونے کی وجہ۔ ۲۶۶

مسجد کے حوض پر جنازہ رکھ کر نماز پڑھنے کا حکم۔ ۲۶۶

قدیم قبرستان میں نمازِ جنازہ پڑھنا جبکہ قبریں منہدم ہو چکی ہوں۔ ۲۶۷

تکرارِ نمازِ جنازہ

○ رسالہ النہی الحاجز عن تکرار صلاۃ الجنائز (نمازِ جنازہ کی تکرار ناجائز ہے) ۲۶۹

نمازِ جنازہ کی تکرار ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک مطلقاً ناجائز ہے۔ ۲۷۰

اگر اجنبی غیر احق بلا اذن و بلا متابعتِ ولی پڑھ لے تو ولی اعادہ کرسکتا ہے۔ ۲۷۰

ولی پڑھ چکا ہو تو اب کسی کو جائز نہیں۔ ۲۷۰

نمازِ جنازہ بطور نفل پڑھنی مشروع نہیں۔ ۲۷۰

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم آج بھی ایسے ہی ہیں جیسے جس دن قبرِ مبارک میں رکھے گئے تھے۔ ۲۷۰

اگر نمازِ جنازہ کی تکرار مشروع ہوتی تو مزارِ اقدس پر نماز پڑھنے سے تمام جہان اعراض نہ کرتا۔ ۲۷۰

اگر کوئی شخص بلا جنازہ دفن کر دیا گیا ہو تو اس کی قبر پر نماز پڑھنا فرض جبکہ بدن نہ بگڑنے کا ظن غالب ہو۔ ۲۷۱

نمازِ جنازہ ہر مسلمان کا دوسروں پر حق ہے۔ ۲۷۱

Marfat.com

مقبول بندوں کی نمازِ جنازہ پڑھنے والوں کی مغفرت ہوجاتی ہے۔ ۲۷۱

مومن صالح کی نمازِ جنازہ پڑھنے والوں کو عذاب دینے سے اللہ تعالیٰ حیا فرماتا ہے۔ ۲۷۱

جب سلامت و عدمِ سلامت میت مشکوک ہو تو قبر پر نمازِ جنازہ ناجائز ہوگی۔ ۲۷۱

بیشک اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے بدن کو کھانا زمین پر حرام فرمادیا۔ ۲۷۱

تکرارِ نمازِ جنازہ کے عدمِ جواز پر چالیس کتبِ معتبرہ کی اکاون ۵۱ عبارات۔ ۲۷۲

اگر بادشاہِ اسلام یا امیر المومنین یا قاضیِ شرع یا اسلامی حاکمِ مصر یا امام الحی نمازِ جنازہ پڑھ چکا ہو تو اب ولی کو بھی اعادہ کا اختیار نہیں۔ ۲۷۳

ناواقفی مانعِ گناہ نہیں کہ مسائل سے ناواقف رہنا خود گناہ ہے۔ ۲۷۷

عالم کا گناہ ایک گناہ اور جاہل کا گناہ دو گناہ۔ ۲۷۷

فرقۂ غیر مقلدین گمراہ و بدمذہب ہے۔ ۲۷۷

جو کسی ضلالت کی طرف بلائے سب ماننے والوں کے برابر گناہ اس پر ہے۔ ۲۷۷

نمازِ جنازہ جماعت سے خواہ تنہا پڑھ لی تو دوبارہ جماعت سے خواہ تنہا پڑھنی مکروہ ہے۔ ۲۷۸

قائلینِ تکرارِ نمازِ جنازہ کو مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے چیلنج کہ کوئی حدیث تقریری یا قولی یا فعلی پیش کرو۔ ۲۷۹

جو تم میں فتویٰ دینے پر زیادہ جری ہے آتشِ دوزخ پر زیادہ جرأت رکھتا ہے۔ ۲۸۰

نماز کا قبلِ فرضیت وقوع ہوا بعد کو فرضیت اُتری ۲۸۰

اہلِ مدینہ نے قبلِ فرضیتِ جمعہ جمعہ پڑھا۔ ۲۸۰

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جماعتِ تراویح اس خیال سے ترک فرمادی کہ مداومت سے فرض نہ ہوجائے۔ ۲۸۱

نمازِ جنازہ بالاجماع فرض کفایہ ہے۔ ۲۸۱

صلوٰۃ علیٰ فلاں بمعنی دعا نصوصِ شرعیہ میں شائع و ذائع ہے۔ ۲۸۱

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہارے امام ہیں دُنیاوی زندگی میں بھی اور بعد از وصال بھی۔ ۲۸۴

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ عرض کرتے تھے اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ ۲۸۴

مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دُعا کرتے اور حاضرین آمین کہتے۔ ۲۸۵

تکفین کے بعد حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سلام عرض کیا۔ ۲۸۵

صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے کھڑے ہو کر دعا کرتے اور لوگ آمین کہتے رہے۔ ۲۸۵

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مردوں نے پھر عورتوں نے پھر بچوں نے صلوٰۃ کی۔ ۲۸۶

Marfat.com

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے
کہ میرے غسل وکفن کے بعد سب سے پہلے جبرائیل
مجھ پر صلوٰۃ کریں گے پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر
ملک الموت اپنے سارے لشکروں کے ساتھ۔ ۲۸۶
نمازِ اول نہ ولی احق نے خود پڑھی نہ اس کے اذن
سے ہوئی تو ہمارے نزدیک اسے اعادہ کا اختیار ہے۔ ۲۹۱
زمانہ اقدس حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
میں تمام مسلمین کے ولی احق واقدم خود حضور پُرنور
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ ۲۹۱
سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:
جب تم میں سے کوئی مسلمان مرے مجھے خبر کردیا کرو
اس پر میرا نماز پڑھنا رحمت ہے۔ ۲۹۳
نمازِ جنازہ شفاعت ہے۔ ۲۹۴
جس مسلمان کے جنازے پر چالیس مسلمان نماز میں
کھڑے ہوں اللہ تعالیٰ اس کے حق میں ان کی شفاعت
قبول فرماتا ہے۔ ۲۹۴
مالکِ شفاعت صرف حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم ہیں۔ ۲۹۴
اور جو کوئی شفاعت کرے گا حضور صلی اللہ تعالےٰ
علیہ وسلم کی نیابت سے کرے گا۔ ۲۹۴
حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روزِ قیامت تمام
انبیاء کے خطیب، ان کے امام اور مالکِ
شفاعت ہیں۔ ۲۹۵
تصرف فضولی اذنِ مالک پر موقوف ہوتا ہے۔ ۲۹۵
عمرو ملک زید میں بے اذنِ زید بیع کرے زید خبر پاکر
روا رکھے تو روا ہے اور اگر خود از سرِ نو عقد
کرے تو ظاہر ہوگا کہ عقدِ فضولی پر قناعت نہ کی
اب عقد یہی عقدِ مالک ہوگا نہ عقدِ فضولی۔ ۲۹۵
تو خود حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس
میت پر نماز پڑھیں یہ اعادۂ نماز نہیں بلکہ نمازِ
اول ہی قرار پائے گی۔ ۲۹۵
مسجدِ محلہ میں جب اہلِ محلہ جماعتِ صحیحہ غیر مکروہہ
باعلانِ اذان ادا کرچکیں تو دوسروں کو باعادۂ اذان
وہاں جماعت کی اجازت نہیں۔ ۲۹۷
اگر پہلی جماعت بے اذان یا باخفائے اذان
واقع ہو تو دوسروں کو روا ہے کہ اذان بروجہ
مسنون دے کر محراب میں جماعت کرائیں۔ ۲۹۷
جماعتِ اُولیٰ جب برخلاف حکم سنت ہو تو دوسری
جماعت اعادۂ جماعت نہیں بلکہ یہی جماعتِ اُولیٰ ہے۔ ۲۹۷
اثباتِ حکم کے لیے محض صحتِ حدیثی کافی نہیں
بلکہ صحتِ فقہی چاہئے۔ ۲۹۹
حدیثِ تعددِ صلوٰۃ علیٰ سیدنا حمزہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ پر محدثانہ گفتگو۔ ۲۹۹
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز سے اندھیری قبریں
روشن ہوجاتی ہیں۔ ۳۰۱
تنویرِ قبر کے لیے بعد از نمازِ جنازہ کسی کی قبر پر نماز
پڑھنا سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ
خاص ہے۔ ۳۰۱
نعشِ مبارک کا مقابر کی طرف نہ لے جانا، خاص
وصال کی جگہ پر دفن ہونا، نہلانے میں قمیص اقدس کا

Marfat.com

بدن سے جُدا نہ کیا جانا ' سب صحابہ کے مشرف ہونے کے لیے جنازہ مبارک کا پونے دو دن رکھا رہنا اور جنازہ اقدس پر کسی کی امامت روا نہ ہونا خصائص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ ۳۰۲

مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں۔ ۳۰۲

بندۂ مقبول کو پہلا تحفہ جو بارگاہِ عزت سے ملتا ہے یہ ہے کہ جتنے لوگ اس کے جنازہ کی نماز پڑھتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ ۳۰۳

جنازہ اقدس پر امامت نہ ہونے کی ایک حکمت نفیسہ ممانعت تکرارِ نمازِ جنازہ کے بارے میں چند اہم نکات و تمسکات۔ ۳۰۳

کوئی نماز ایک دن میں دو بار نہ پڑھو۔ ۳۰۵

نمازوں کا سبب وقت ہے جب وقت دوبارہ آیا نماز دوبارہ آئے گی۔ ۳۰۶

نمازِ جنازہ کا سبب مسلم میّت ہے، جب میّت متکرر ہو نماز متکرر ہو گی مگر ایک ہی میت پر مکرر نہیں ہو سکتی۔ ۳۰۶

ابوبکر بن ابی شیبہ امام بخاری و امام مسلم کے استاذ ہیں۔ ۳۰۶

صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی عادت کریمہ تھی کہ اگر جنازگاہ میں نماز کی گنجائش نہ پاتے تو واپس تشریف لے جاتے اور مسجد میں نمازِ جنازہ نہیں پڑھتے تھے۔ ۳۰۶

عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نمازِ جنازہ میں شریک نہ ہو سکنے

کے بعد فرمایا دعا میں تو کوئی بندش نہیں میں اُن کے لیے دُعا کروں گا۔ ۳۰۶

صدیق و فاروق و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سیدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تعزیت کے لیے آئے۔ ۳۰۷

حضرت سیدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وصیت فرمائی کہ مجھے رات کو دفن کیا جائے تاکہ میرے جنازہ پر کسی غیر محرم کی نظر نہ پڑے۔ ۳۰۷

اصحابِ کبار رضی اللہ تعالےٰ عنہم دوبارہ نمازِ جنازہ ناجائز جانتے تھے۔ ۳۰۷

جس شخص کے پاس ناگاہ جنازہ آجائے اور اس کا وضو نہ ہو تو تیمم کر کے نمازِ جنازہ پڑھ لے۔ ۳۰۷

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وضو نہ ہونے پر تیمم کر کے نمازِ جنازہ میں شریک ہوئے۔ ۳۰۸

تین چیزوں میں دیر نہ کرو (۱) نماز جب اس کا وقت آجائے (۲) جنازہ جس وقت حاضر ہو۔ (۳) زنِ بے شوہر جب اس کا کفو ملے۔ ۳۰۹

جلدی کرو کہ مسلمان کے مُردے کو روکنا نہ چاہیے۔ جب تم میں سے کوئی مرے اُسے نہ روکو اور جلدی دفن کو لے جاؤ۔ ۳۱۰

علماء فرماتے ہیں اگر روزِ جمعہ پیش از جمعہ جنازہ تیار ہو جائے تو جماعت کثیرہ کے انتظار میں دیر نہ کریں پہلے ہی دفن کر دیں۔ ۳۱۰

جہّال کی یہ باتیں بے اصل ہیں کہ میت بھی نمازِ جمعہ

Marfat.com

میں شریک ہوجائیگی یا بعد نمازِ جمعہ دفن کریں تو میّت
کو ہمیشہ جمعہ ملتا رہے گا۔ ۳۱۰
جنازے پر تکثیرِ جماعت سے میّت کے لیے عفو و
سیئات و رفعِ درجات کی امیدِ عظیم ہے۔ ۳۱۰
جس پر تین صفیں نماز پڑھیں اس کے لیے جنت
واجب ہوگئی۔ ۳۱۱
جس پر سو مسلمان نماز پڑھیں وہ بخشا گیا۔ ۳۱۱
جو نماز ہونے تک جنازہ میں حاضر رہے اس کے لیے
ایک قیراط اور جو دفن تک حاضر رہے اس کے لیے
دو قیراط ثواب ہے۔ ۳۱۱
جو کسی جنازہ کے ساتھ رہے یہاں تک کہ دفن
ہوجائے اس کے لیے تین قیراط ثواب لکھا جائیگا ۳۱۲
ایک قیراط کوہِ اُحد سے بڑا ہے۔ ۳۱۲
جو کسی میّت کو نہلائے، کفن پہنائے، خوشبو
لگائے، جنازہ اُٹھائے، نماز پڑھے اور جو
ناقص بات نظر آئے اُسے چھپائے تو وہ گناہوں
سے ایسا پاک ہوگیا جیسا جس دن ماں کے پیٹ
سے پیدا ہوا تھا۔ ۳۱۲
حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بارگاہ
میں خراجِ تحسین۔ ۳۱۳
حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ
کس نے پڑھائی۔ ۳۱۴
○ رسالہ الهادی الحاجب عن جنازة
الغائب (غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں) ۳۱۷
نماز جنازہ کے بارے میں تین سوال ۳۱۷

جوابِ سوالِ اوّل ۳۱۸
مذہبِ حنفی میں جب ولی نماز پڑھ چکا ہو یا اس کے
اذن سے ایک بار نماز ہوچکی ہو تو اب دوسروں کو
مطلقاً نماز جائز نہیں۔ ۳۱۸
تکرارِ نمازِ جنازہ کے عدمِ جواز پر ائمہ حنفیہ کا اجماع
ہے، جو اس کے خلاف کرے وہ مذہبِ حنفی کا
مخالف ہے۔ ۳۱۸
مسئلہ مذکورہ پر کلام گیارہ انواع پر مشتمل ہے جن
میں بطور حوالہ پچاسی کتب سے دوسو ساٹھ عبارات
ذکر کی گئی ہیں۔ ۳۱۸
نوعِ اوّل: نمازِ جنازہ دوبارہ روا نہیں، یہ نوع
دس عباراتِ فقہاء سے مؤیّد ہے۔ ۳۱۸
نوعِ دوم: دوبارہ نماز جنازہ پڑھیں تو نفل ہوگی
اور یہ نماز بطور نفل جائز نہیں۔ ۳۱۹
اس نوع میں کتبِ معتبرہ سے چودہ عبارتیں ذکر
کی گئیں۔ ۳۱۹
نوعِ سوم: اگر کسی وجہ سے جماعت بھر کی نماز جنازہ
باطل اور فقط امام کی صحیح ہوئی تو اب بھی اعادہ
نہیں کرسکتے کہ اکیلے امام کی نماز سے فرض ساقط
ہوگیا۔ ۳۲۱
اس نوع میں سترہ عباراتِ فقہاء مذکور ہیں۔ ۳۲۱
نوعِ چہارم: ولی خود یا اس کے اذن سے دوسرا
نماز پڑھادے یا ولی تنہا پڑھ لے تو اب کسی کو
نماز جنازہ کی اجازت نہیں۔ ۳۲۱
اس نوع میں بائیس عبارات بطور حوالہ پیش کی گئیں۔ ۳۲۱

Marfat.com

نوعِ پنجم: حاکمِ اسلام یا امامِ مسجدِ جامع یا امامِ مسجدِ محلہ کے بعد بھی دوسروں کو اجازت نہیں کہ یہ بھی صاحبِ حق ہیں۔ ۳۲۳

اس نوع میں سات حوالہ جات مذکور ہیں۔ ۳۲۳

نوعِ ششم: ولی وغیرہ ذی حق جس صورت میں اپنے حق کے لیے اعادہ کر سکتے ہیں اس صورت میں بھی جو پہلے پڑھ چکا ان کے ساتھ شریک نہیں ہو سکتا۔ ۳۲۴

اس نوع میں گیارہ[۱۱] عبارات فقہا سے تائید پیش کی گئی۔ ۳۲۴

نوعِ ہفتم: جب ولی نے دوسرے کو اذن دے دیا اگر آپ شریکِ نماز نہ ہوا یا کوئی اجنبی بے اذنِ ولی خود ہی پڑھ گیا مگر ولی شریکِ نماز ہو گیا تو ان دونوں صورتوں میں ولی بھی اعادہ نہیں کر سکتا۔ ۳۲۵

اس نوع میں بیس[۲۰] عبارات فقہاء بطور حوالہ مذکور ہوئیں۔ ۳۲۵

نوعِ ہشتم: اگر سلطان وغیرہ ذی حق کہ ولی سے مقدم ہیں پڑھ لیں یا ان کے اذن سے کوئی اور پڑھ دے جب بھی ولی کو اختیارِ اعادہ نہیں۔ ۳۲۶

اس نوع میں چونتیس[۳۴] حوالہ جات ذکر کیے گئے۔ ۳۲۶

نوعِ نہم: ولی نے نمازِ جنازہ پڑھ لی اور سلطان وغیرہ کہ اس سے اولیٰ ہیں بعد کو آئے تو بالاتفاق اعادہ نہیں کر سکتے، اگر موجود تھے ولی نے ان کے اذن کے بغیر پڑھا دی اور یہ شریک نہ ہوئے تو بعض علماء کے نزدیک اعادہ کر سکتے ہیں۔ ۳۲۷

یہ نوع دس[۱۰] حوالہ جات پر مشتمل ہے۔ ۳۲۷

نوعِ دہم: بے وضو یا جنب کو اندیشہ ہو کہ وضو و غسل کیا تو نمازِ جنازہ فوت ہو جائے گی تو تیمم کر کے شریک ہو جائیں۔ ۳۳۳

اس نوع میں ترپن عبارات سے حوالے پیش کیے گئے۔ ۳۳۳

بے وضو کو وضو کرنے یا جنب کو غسل کرنے میں نمازِ عید کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو تیمم کر کے شریک ہو جائیں۔ ۳۳۳

سلطان وغیرہ جو ولی سے مقدم ہیں حاضر ہوں تو ولی کو نمازِ جنازہ کے لیے تیمم جائز ہے۔ ۳۳۳

ولی نے دوسرے کو اجازتِ امامت دے دی تو اب بھی ولی تیمم کر سکے گا۔ ۳۳۳

اگر وضو یا غسل کے تیمم سے ایک جنازہ پڑھا اب دوسرا آ گیا اور وضو و غسل کی مہلت نہ پائی تو اسی تیمم سے دوسرا جنازہ پڑھ سکتا ہے۔ ۳۳۳

ایسے واجب کا فوت ہونا جس کا بدل نہ ہو جوازِ تیمم کے عذروں میں سے ہے۔ ۳۳۳

جس کا انتظار ہو گا جیسے ولی و اولیٰ اسے تیمم جائز نہیں۔ ۳۳۴

نمازِ جنازہ یا عید فوت ہونے کے خوف سے پانی ہوتے ہوئے تیمم کی اجازت ہے۔ ۳۳۴

ہر واجب کہ فوت پر بدل نہ رکھتا ہو پانی ہوتے ہوئے اسے تیمم سے ادا کر سکتے ہیں۔ ۳۳۵

صرف کراہت کے سبب سے تیمم کی اجازت نہیں۔ ۳۳۶

نمازِ جمعہ یا نمازِ پنجگانہ فوت ہونے کے خوف سے

Marfat.com

تیمم کی اجازت نہیں ۔ ۳۳۶

نوعِ یازدہم: تمام جہان کے لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزارِ انور پر نماز چھوڑ دی، اگر یہ نماز بطور نفل جائز ہوتی تو تمام مسلمان اس سے اعراض نہ کرتے ۔ ۳۳۹

یہ نوع نو حوالہ جات پر مشتمل ہے ۔ ۳۳۹

امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نمازِ جنازہ متعدد بار ہونے کی توجیہ ۔ ۳۴۰

حضرت امام شافعی نے امامِ اعظم کے مزار کے قریب نمازِ فجر پڑھائی تو احتراماً بسم اللہ آواز سے نہ پڑھی، نہ رفع یدین کیا اور نہ قنوت پڑھی ۔ ۳۴۰

امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ کے لیے اتنی خلقت جمع ہوگئی جس کا شمار خدا ہی جانتا ہے ۔ ۳۴۱

امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نمازِ جنازہ چھ بار ہوئی آخری بار آپ کے صاحبزادے حضرت حماد نے پڑھی ۔ ۳۴۱

جوابِ سوالِ دوم ۳۴۱

مذہبِ حنفی میں جنازہ غائب پر محض ناجائز ہے اور ائمہ حنفیہ کا اس کے عدمِ جواز پر اجماع ہے ۔ ۳۴۱

تیئیس ۲۳ حوالہ جات سے مسئلہ مذکورہ کی تائید ۔ ۳۴۱

صحتِ نمازِ جنازہ کی شرط یہ ہے کہ میت مسلمان ہو، طاہر ہو اور جنازہ نمازی کے آگے زمین پر رکھا ہو ۔ ۳۴۲

ہمارے نزدیک غائب اور عضو پر نماز صحیح نہیں اور شہید کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی ۔ ۳۴۴

کسی حدیثِ صحیح صریح سے ثابت نہیں کہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی ۔ ۳۴۶

جس امر سے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے عذر مانع بالقصد احتراز فرمائیں وہ مشروع نہیں ہوسکتا ۳۴۶

دوسرے شہر کی میت پر صلوٰۃ کا ذکر صرف تین واقعوں میں روایت کیا جاتا ہے ۔ ۳۴۶

نجاشی، معٰویہ لیثی اور شہدائے موتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر غائبانہ نماز کی توجیہ ۔ ۳۴۶

واقعہ بئر معونہ ۳۴۶

حضرت نجاشی کے وصال کا واقعہ ۔ ۳۴۷

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو یہی ظن تھا کہ نجاشی کا جنازہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے سامنے حاضر ہے ۔ ۳۴۷

نجاشی کا جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ظاہر کر دیا گیا، حضور نے اُسے دیکھا اور اس پر نماز پڑھی ۔ ۳۴۸

حضرت معٰویہ بن معٰویہ مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال اور جنازہ کا واقعہ ۔ ۳۵۳

حضرت معٰویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غائبانہ نمازِ جنازہ والی حدیث ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے ۔ ۳۵۴

بقیہ بن ولید مدلس ہے ۔ ۳۵۴

ابن حبان نے نوح بن عمرو کو حدیث کا چور بتایا ۔ ۳۵۴

محبوب بن ہلال مجہول ہے ۔ ۳۵۷

امام نووی نے علاء بن یزید ثقفی کو ضعیف، امام بخاری نے منکر الحدیث، ابوحاتم و دارقطنی نے متروک الحدیث اور امام علی بن مدینی نے دل سے

Marfat.com

حدیثیں گھڑنے والا کہا۔ ۳۵۷

ابو الولید طیالسی نے کہا علاء بن یزید ثقفی کذاب تھا ۳۵۷

حدیث مذکور کی سب سندیں ضعیف ہیں۔ ۳۵۷

حدیثِ ضعیف در بارۂ احکام اصلاً حجت نہیں ۳۵۷

صحابہ میں کوئی شخص معاویہ بن معاویہ نام کا معلوم نہیں۔ ۳۵۷

زمین لپیٹ دی گئی اور جنازہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے ہوگیا۔ ۳۵۸

فرشتوں کی دو صفیں حضور کے پیچھے تھیں اور ہر صف میں ستّر ہزار فرشتے تھے۔ ۳۵۸

شہدائے موتہ اور ان کی نماز جنازہ غائبانہ کا واقعہ۔ ۳۶۰

شہدائے موتہ سے متعلق یہ حدیث دونوں طریق سے مرسل ہے۔ ۳۶۰

عاصم بن عمر اوساط تابعین سے ہیں اور یہ قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی کے پوتے ہیں۔ ۳۶۰

عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم صغار تابعین سے ہیں اور یہ عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی کے پرپوتے ہیں۔ ۳۶۰

شیخ واقدی عبد الجبار بن عمارہ مجہول ہے۔ ۳۶۱

معرکۂ موتہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیشِ نظر تھا۔ ۳۶۱

نماز جنازہ صلوٰۃ مطلقاً نہیں بلکہ دعاءِ مطلق وصلوٰۃِ مطلقہ میں برزخ ہے۔ ۳۶۲

نمازِ جنازہ پر اطلاقِ صلوٰۃ مجاز ہے۔ ۳۶۳

صلوٰۃ کے ساتھ جب علیٰ فلاں مذکور ہو تو ہرگز اس سے حقیقتِ شرعیہ مراد نہیں ہوتی۔ ۳۶۳

مدارج النبوۃ میں مذکور ایک حکایت سے مخالفین کے استدلال کا رد۔ ۳۶۳

نقل ہی کا اتباع ہے مسئلہ منقول ہوتے ہوئے بحث کا اعتبار نہ ہوگا۔ ۳۶۵

خلافِ مذہب بعض مشائخِ مذہب کے قول پر عمل نہیں ہوگا۔ ۳۶۵

متون کے مقابل شروح اور شروح کے مقابل فتاویٰ پر عمل نہیں۔ ۳۶۵

نماز جنازہ مجرد دعا کی مثل ہرگز نہیں۔ ۳۶۵

دعا کے لیے طہارتِ بدن، طہارتِ جامہ، طہارتِ مکان اور استقبالِ قبلہ ضروری نہیں۔ ۳۶۵

عالم کی لغزش سے بچو اور اس کے رجوع کا انتظار رکھو۔ ۳۶۶

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حنبلی ہیں۔ ۳۶۷

جوابِ سوالِ سوم ۳۶۷

ناجائز وگناہ میں کسی کی اطاعت نہیں۔ ۳۶۷

شافعی المذہب امام فجر کی نماز میں قنوت پڑھے تو حنفی مقتدی نہ پڑھے۔ ۳۶۸

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی نمازِ جنازہ نہیں ہوئی۔ ۳۶۹

Marfat.com

دفن

شق کا معنیٰ اور بنانے کا طریقہ۔ ۳۷۰
قبلہ کی جانب سے قبر میں میت داخل کریں۔ ۳۷۱
قبر میں میت کو لٹانے کی صورت۔ ۳۷۱
قبر بالشت بھر اونچی ہونی چاہیے۔ ۳۷۲
بعد دفن قبروں پر پانی چھڑکنا۔ ۳۷۳
دفن کرنے میں بارش ہونا نیک فال ہے۔ ۳۷۳
سوال نکیرین بعد دفن ہوتا ہے۔ ۳۷۳
قبر کھودنے کے آلات کے بارے میں سوال۔ ۳۷۳
دفن کے بعد قبر پر کتنی دیر تک رکنا چاہیے۔ کیا جمعہ تک قبر پر بیٹھنا درست ہے۔ ۳۷۷

جائے دفن

بلا اجازتِ مالک دوسرے کی اراضی میں دفن کرنا حرام ہے۔ ۳۷۹
دوامی پٹہ والی زمین پر قبر و مسجد بنانا۔ ۳۸۰
میونسپلٹی کی زمین میں دفن کرنا۔ ۳۸۱
مغصوب زمین میں دفن کرنا۔ ۳۸۲
قبر کی گہرائی کی مقدار۔ ۳۸۲
قبرستانوں کو تبدیل کرنے کی صورتیں۔ ۳۸۲
قبرستان کے قریب غلیظ ہونا یا ایسی جگہ دفن کرنا۔ ۳۸۲
دفن کے لیے کیسی جگہ ہو۔ ۳۸۲
پرانی قبر میں دوسرے کو دفن کرنا حرام ہے جبکہ جگہ موجود ہو۔ ۳۸۵
خالی گورستان چھوڑ کر بھرے ہوئے میں دفن کرنا حرام ہے۔ ۳۸۵
مردہ بچہ پیدا ہو تو اسے قبرستان میں دفن کرنا چاہیے۔ ۳۹۰
کافر یا مرتد مرے تو اس کے مسلمان رشتے دار کیسے کفن دفن کریں۔ ۳۹۰

تعزیت وغیرہ

دفن کے بعد اہلِ میت کے ہاں جانا ضروری نہیں۔ ۳۹۲
دفن کے بعد جمع ہو کر ایصالِ ثواب کرنے اور فاتحہ پڑھنے اور ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگنے کی تحقیق۔ ۳۹۲
تعزیت کب کی جائے۔ ۴۰۰
اہلِ میت کو قبل دفن کھانا کھانا۔ ۴۰۱
ولد الزنا، زانی اور زانیہ کا فرط ہوگا یا نہیں۔ ۴۰۱
کسی کو جنازہ کی شرکت سے روکنا منع ہے۔ ۴۰۳

قبر اور مقابر سے متعلق احکام

قبر کھل جائے تو مٹی ڈال کر بند کر دینا ضروری ہے ۴۰۳
دفن کے بعد دُوسری جگہ منتقل کرنا منع ہے اگرچہ اس کے لیے وصیت ہو۔ ۴۰۵
قبر میں بچہ پیدا ہونے کا خواب نظر آئے تو قبر کھولنا جائز نہیں۔ ۴۰۵
امانت کے طور پر دفن کرنا اور پھر دوسری جگہ منتقل کرنا۔ ۴۰۶

Marfat.com

قبرستان میں جُوتے پہنے چلنا، چارپائی پر سونا اور گھوڑے باندھنا۔ ۴۰۶

صحنِ مسجد میں دفن کرنا حرام ہے، اگر دفن ہو گئے ہوں اُسے ختم کرنا چاہیے۔ ۴۰۷

قبرستان کا حصّہ مسجد میں شامل کرنا حرام ہے۔

وقفی اور غیر وقفی قبرستان میں مکان وغیرہ تعمیر کرنا۔ ۴۰۸

بلا اجازتِ مالک کسی کی زمین میں دفن کرنا۔ ۴۰۸

مقبرہ میں غلیظ پانی بہانا۔ ۴۰۹

قبرستان کے لیے چار دیواری بنانا اور درخت لگانا۔ ۴۱۲

قبرستانوں کے درختوں کی لکڑیاں یا قبروں کی اینٹیں مسجدوں میں لگانا۔ ۴۱۲

مزاروں کے قریب زائروں کے لیے عمارتیں بنانا۔ ۴۱۳

بزرگوں کے مزارات پر فاتحہ و قرآن پڑھنے کیلئے عمارت بنانا اور عرس کرنا جائز ہے۔ ۴۱۹

زائروں کے لیے چھت وغیرہ بنانا۔ ۴۲۰

پختہ قبریں بنانا۔ ۴۲۰

قبر اوپر سے پختہ ہو سکتی ہے اندر سے نہیں۔ ۴۲۵

فرضی قبریں بنانا اور اُن پر عرس کرنا۔ ۴۲۵

خواب میں کوئی اپنی قبر ہونا کہیں بتائے تو معتبر نہیں۔ ۴۲۵

جھوٹا مزار بنانا اور اس کی تعظیم جائز نہیں۔ ۴۲۷

فرضی مزار بنانا اور اُس کے ساتھ اصل کا سا معاملہ کرنا ناجائز و بدعت ہے۔ ۴۲۷

نااہل کا مزار بنا کر اُسے مزارِ ولی ٹھہرانا مکر و زُور ہے۔ ۴۲۷

قبروں کو مٹا کر گودام، مکان اور مسجد وغیرہ بنانا۔ ۴۲۰

○ رسالہ اهلاك الوهابيين علیٰ توهين قبور المسلمين (احکامِ قبورِ مومنین) ۴۲۹

ایک گورستان (اہلسنت) کی قدیم قبروں کو عمداً کھود کر اپنے رہنے کے لیے مکان بنانا موافق مذہبِ حنفی کے جائز ہے یا نہیں۔ ۴۲۹

قبریں کھود کر مکان وغیرہ بنانے سے اہلِ قبور کی توہین و اہانت ہوگی یا نہیں۔ ۴۲۹

جواب از حضرت مولانا محمد عمرالدین ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ ۴۲۹

فرقۂ نجدیہ وہابیہ کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور عامۂ مومنین اہلسنت سے قلبی عداوت ہے۔ ۴۲۹

اکابرِ وہابیہ کی تصانیف اہانتِ محبوبانِ خدا سے بھری پڑی ہیں۔ ۴۲۹

انبیاء، شہداء اور اولیاء کی قبور کو منہدم اور نابود کرنا فرقۂ وہابیہ کا شعار ہے۔ ۴۲۹

شیخ نجدی نے روضۂ اقدس کو گرانے کا ارادہ کیا تھا۔ ۴۲۹

شیخ نجدی نے شہداء و صحابہ کے مزارات توڑے۔ ۴۳۰

Marfat.com

مزارات مقدسہ کو منہدم کرنے کا کام وہی شخص کرسکتا ہے جو بدعتی اور گمراہ ہو۔ ۴۳۰

وہابیہ نے شہداء کی قبور کھود ڈالیں جس سے بعض کے جسم اور کفن بھی ظاہر ہو گئے۔ ۴۳۰

وہابیہ کے نزدیک محبوبانِ خدا مر کر مٹی میں مل جاتے ہیں اور بالکل بے حس و بے شعور ہو جاتے ہیں۔ ۴۳۱

تخمیناً بارہ سو سال گزر جانے کے باوجود صحابہ کرام کے کفن اور بدن شریف سلامت تھے۔ (حاشیہ) ۴۳۱

قبورِ مومنین کو توڑ کر اپنی رہائش و آسائش کے لیے مکان بنانا جائز نہیں۔ ۴۳۱

مومنوں کی قبروں کو توڑ کر رہائش کے لیے مکان بنانا اہلِ قبور کے لیے ایذا و اہانت ہے۔ ۴۳۱

اہلسنت کے نزدیک انبیاء، شہداء اور اولیاء مع اپنے ابدان و اکفان کے زندہ ہیں۔ ۴۳۱

محبوبانِ خدا کو قبور میں روزی و رزق دیا جاتا ہے۔ ۴۳۲

اولیاء اللہ کا فرمان ہے کہ ہماری روحیں ہمارے جسم ہیں۔ ۴۳۲

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ ۴۳۲

محبوبانِ خدا کی روحیں زمین و آسمان اور جنت میں جہاں چاہیں آتی جاتی ہیں۔ ۴۳۲

قبروں کی مٹی محبوبانِ خدا کے جسموں کو نہیں کھاتی بلکہ ان کے کفن بھی سلامت رہتے ہیں۔ ۴۳۲

محبوبانِ خدا قبروں میں نماز پڑھتے، ذکر کرتے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔ ۴۳۲

اولیاء اللہ کی حیات و ممات میں کوئی فرق نہیں ۴۳۳

اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف تشریف لے جاتے ہیں۔ ۴۳۳

حیات بعد ممات کے بارے میں چند روایات مستندہ ۴۳۳

حضرت ابوسعید خراز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ پیش آنے والا عجیب واقعہ۔ ۴۳۳

حضرت ابوعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ پیش آنے والا حیران کن واقعہ۔ ۴۳۳

حضرت ابراہیم بن شیبان رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید کا واقعہ۔ ۴۳۴

حضرت ابویعقوب سوسی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے ایک مُردہ مرید کو نہلانے کا انوکھا واقعہ۔ ۴۳۴

ایک ولی اللہ کا قصہ جس نے بعد از موت آنکھیں کھول کر کہا میں زندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کا ہر دوست زندہ ہے۔ ۴۳۴

نامناسب افعال کرنے سے اموات مسلمین کو ایذا ہوتی ہے۔ ۴۳۴

قبور پر رہائشی مکان بنانا یا قبر پر بیٹھنا یا سونا یا اس کے قریب بول و براز کرنا اشد مکروہ قریب بہ حرام ہیں۔ ۴۳۶

علامہ زیلعی شارح کنز کی عبارت کے تین جواب ۴۳۷

قبر میں میت گل کر مٹی بھی ہو جائے تب بھی اس کی قبر میں غیر کو دفن کرنا مکروہ ہے۔ ۴۳۷

روح قبر پر تکیہ لگانے سے ناخوش ہوتی ہے۔ ۴۳۷

پرانی قبروں کو کھود کر ان میں دوسرے اموات دفن کرنا ضرورتِ شدیدہ کے باعث جائز ہے۔ ۴۳۸

Marfat.com

تصدیقات وتائیداتِ علماءِ کرام ومفتیانِ عظام۔ ۴۳۸

تصدیق از اعلحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مشتمل بر دو وصل۔ ۴۴۰

وصلِ اول بیانِ مجیب کی تصدیق وتصویب میں کہ قبورِ مسلمین کی تعظیم ضروری اور اہانت ممنوع ہے۔ ۴۴۱

مسلمان کی عزت مُردہ وزندہ حالت میں برابر ہے۔ ۴۴۱

قبرستان سے سبز گھاس کاٹنا ناجائز اور خشک گھاس کاٹنا جائز ہے۔ ۴۴۳

قبرستان میں جانوروں کو چرنے کے لیے چھوڑنا ممنوع ہے ۴۴۳

قبر پر بیٹھنے سے آگ کی چنگاری پر بیٹھنا بہتر ہے۔ ۴۴۴

چنگاری یا تلوار پر چلنا قبر پر چلنے سے بہتر ہے۔ ۴۴۶

قبر پر چلنا یا بیٹھنا حرمتِ مومن کے خلاف ترکِ ادب وگستاخی ہے۔ ۴۴۷

قبر کو روندنا، اس پر بیٹھنا، سونا اور اس پر قضاءِ حاجت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ ۴۴۸

مسجد کی چھت پر وطی کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ ۴۴۹

مکروہِ تنزیہی میں کوئی گناہ نہیں ہوتا وہ صرف خلافِ اولیٰ ہوتا ہے۔ ۴۴۹

مکروہ تنزیہی اباحت کے ساتھ مجتمع ہوجاتا ہے۔ ۴۵۰

معصیت اباحت کے ساتھ مجتمع نہیں ہوتی۔ ۴۵۰

جس چیز کا ترک واجب ہو اس کا فعل حرام کے قریب ہوتا ہے۔ ۴۵۰

مولوی عبدالحی لکھنوی صاحب کے اس فتویٰ کا رد کہ مکروہ تنزیہی صغائر میں سے ہے۔ ۴۵۰

زیارتِ قبور مستحب ہے۔ ۴۵۰

حضرت ابوقلابہ سے صاحبِ قبر کی شکایت۔ ۴۵۲

حضرت ابوالحسین مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان کردہ عجیب واقعہ۔ ۴۵۳

جہاں چالیس مسلمان جمع ہوتے ہیں ان میں ایک ولی ضرور ہوتا ہے۔ ۴۵۳

فائدہ جلیلہ: محاورہ قرآن وحدیث میں مومن ومسلم خاص اہلسنت کو کہتے ہیں۔ (حاشیہ) ۴۵۳

فاجر کی برائیاں بیان کرو تاکہ لوگ اس سے بچیں، مگر بعد موت فاجر کی برائیاں بیان کرنا منع ہے ۴۵۴

مُردوں کو بھلائی سے یاد کرو۔ ۴۵۵

جیسا کرو گے ویسا بھروگے۔ ۴۵۶

وصل دوم: اس امر کا بیان تام کہ مقابرِ عام مسلمین میں وقفی مکان بنانا بھی حرام نہ کہ اپنی سکونت وآرام کا مقام، اور یہ وصل مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے دو فتووں پر مشتمل ہے۔ ۴۵۶

فتویٰ اولیٰ: ایک پرانے قبرستان کے کچھ حصہ پر جس میں بظاہر کوئی قبر نہیں حاکم کی اجازت سے مدرسہ وکتب خانہ بنانے کا شرعی حکم۔ ۴۵۶

وقف کی تبدیلی جائز نہیں۔ ۴۵۷

جو چیز جس مقصد کے لیے وقف کی گئی اسے بدل کر دوسرے مقصد کے لیے دینا روا نہیں۔ ۴۵۷

مسجد ومدرسہ کو قبرستان نہیں بنا سکتے نہ ہی قبرستان کو مدرسہ ومسجد بنایا جاسکتا ہے۔ ۴۵۷

وقف گھر کو باغ، سرائے کو حمام اور رباط کو دکان بنانا جائز نہیں مگر جب واقف نے نگہبان پر معاملہ

Marfat.com

چھوڑ دیا ہو تو جائز ہے۔ ۴۵۷

قبرستان کے کسی حصہ میں سو برس سے کوئی قبر نہ ہونا اسے قبرستان ہونے سے خارج نہیں کر سکتا۔ ۴۵۷

ابو یوسف کے نزدیک واقف کے صرف یہ کہہ دینے سے کہ میں نے یہ زمین مقبرۂ مسلمین کر دی وہ تمام زمین قبرستان ہو جاتی ہے اور امام محمد کے نزدیک ایک شخص کا اس میں دفن ہونا ضروری ہے۔ ۴۵۷

فتویٰ ثانیہ مدرسہ جامع العلوم کے مفتیوں نے وقف قبرستان کے بارے میں ایک غلط فتویٰ جاری کیا، مولانا احمد حسن کانپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس وہی فتویٰ لایا گیا آپ نے اس کے خلاف لکھا پھر وہی فتویٰ دیوبند بھیجا گیا تو انھوں نے اپنے ہم مذہبوں کے جواب کی تصدیق کی، مولانا احمد حسن رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اعلحضرت کی خدمت میں بھیجا جس کا آپ نے مدلل جواب تحریر فرمایا۔ ۴۵۸

نقل استفتاء ۴۵۹

جواب اہالی مدرسہ جامع العلوم ۴۵۹

خلاصہ جواب جناب مولانا احمد حسن صاحب ۴۶۰

جواب مولانا مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہ۔ ۴۶۲

جواب مصنف علام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ ۴۶۳

جواب اول (از جامع العلوم) غلط صریح، حکم ثانی (از مولانا احمد حسن) حق وصحیح اور تحریر ثالث (از مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہ) جہل قبیح ہے۔ ۴۶۳

مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے گنگوہی صاحب کے فتویٰ کا دس وجہوں سے رد۔ ۴۶۳

گنگوہی صاحب کا بے محل شقشقہ ۴۶۳

وقف میں شہرت کافی ہے۔ ۴۶۳

وقف میں تبدیلی حرام ہے۔ ۴۶۵

وقف کرنے کے لیے مالک ہونا شرط ہے۔ ۴۶۵

شئے جب ایک بار وقف ہو جائے تو دوبارہ وقف نہیں ہو سکتی۔ ۴۶۵

زمین وقف میں کوئی عمارت دوسری غرض کے لیے وقف نہیں ہو سکتی۔ ۴۶۷

گنگوہی صاحب کی سخت نافہمی کہ متعلقہ روایتوں کو بے علاقہ بتایا۔ ۴۶۸

گنگوہی صاحب پر گرفت ۴۶۹

روایت علامہ زیلعی کی تحقیق انیق۔ ۴۷۴

تصدیقات و تائیدات علماء کرام۔ ۴۷۶

تکیہ کی زمین کرایہ پر دینا اور فقیر کو اس کا کرایہ لینا جائز ہے یا نہیں۔ ۴۷۹

قبرستان کی بیع و رہن وغیرہ جائز ہے یا نہیں۔ ۴۷۹

قبرستان کی زمین کسی کی ذاتی ملکیت ہو سکتی ہے یا نہیں اور مخصوص قبرستان بنانا کیسا ہے۔ ۴۷۹

قبروں کو مسمار کر کے کھیتی وغیرہ کرنا کیسا ہے اُس کو روکنا چاہیے یا نہیں۔ ۴۷۹

قبرستان کو گندگی کا مخزن بنانا کیسا ہے۔ ۴۷۹

مسلمانوں پر قبرستان کی حرمت کس حد تک واجب ہے۔ ۴۸۰

قبرستان وقف ہبہ اور بیع سے مستثنیٰ ہے۔ ۴۸۱

قبرستان کے درختوں کا حکم۔ ۴۸۱

Marfat.com

زائروں کے لیے جو مکان وغیرہ ہوتے ہیں اُن کا مالک کون ہوتا ہے۔ ۴۸۱

مزارات پر لوبان وغیرہ سُلگانا۔ ۴۸۲

○ رسالہ بریق المنار بشموع المزار (مزارات پر روشنی کرنے کا ثبوت) ۴۸۵

قبروں پر چراغ لے جانا اگر بالکل فائدہ سے خالی ہو تو بدعت اور مال کا ضائع کرنا ہے۔ ۴۹۰

موضع قبور میں مسجد ہے یا قبر سرِ راہ ہے یا وہاں کوئی شخص بیٹھا ہے یا کسی ولی و محقق عالم کا مزار ہے تو ان کی تعظیم کے لیے شمعیں روشن کرنا ممنوع نہیں ۴۹۰

روشنی دلیلِ اعتناء ہے اور اعتناء دلیلِ تعظیم اور تعظیمِ اہل اللہ دلیلِ ایمان ہے۔ ۴۹۱

اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم دلی تقویٰ ہے۔ ۴۹۱

مصحف شریف کو مطلاّ و مذہّب کرنا جائز و دلیلِ تعظیم ہے۔ ۴۹۲

مسجد کی آرائش اور اس کی دیواروں پر سونے چاندی سے نقش و نگار جائز ہے جبکہ تعظیم کے لیے ہو۔ ۴۹۲

مساجد کے امتیاز کے لیے ان میں کنگرے بنانا جائز ہے۔ ۴۹۳

اگر کوئی شخص وصیت کر جائے کہ اس کے مال سے مسجد میں گچ کاری اور اس میں سرخ و زرد رنگ کریں تو وصیت نافذ ہوگی۔ ۴۹۳

اولیاء و علماء کے مزارات پر عمارتیں بنانا مباح ہے ۴۹۴

بہت سی نو پیدا چیزیں اچھی بدعت ہیں۔ ۴۹۴

بہت سے احکام زمانے یا مقام کی تبدیلی سے بدل جاتے ہیں۔ ۴۹۴

ائمۂ دین نے عورتوں کو مساجد میں جانے سے منع فرمادیا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجازت دی تھی۔ ۴۹۵

ائمۂ دین نے نظر بہ حالِ زمانہ جو حکم فرمایا اسے مخالفِ حدیث کہنے والا احمق و کج فہم ہے۔ ۴۹۵

تازہ تعظیمیں جو سلف صالحین کے وقت میں مکروہ تھیں اب حالاتِ زمانہ کے پیشِ نظر علماء نے ان کی اجازت دی ہے۔ ۴۹۵

مزاراتِ اولیاء اللہ پر شمعیں روشن کرنا ان کی روح کی تعظیم کے لیے کہ لوگ جان لیں یہ اللہ تعالیٰ کے محبوب کا مزار ہے اور وہ اس سے تبرک و توسل کریں۔ ۴۹۶

ہر تعظیم عبادت نہیں۔ ۴۹۶

تعظیمِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نصوصِ قطعیہ قرآنِ عظیم سے فرض ہے۔ ۴۹۶

متعدد آیاتِ قرآنیہ سے تعظیمِ انبیاء کا ثبوت۔ ۴۹۶

قرآنِ عظیم نے ماں باپ کی تعظیم کو فرض قرار دیا۔ ۴۹۷

تقرب و تعبد کو ایک ہی چیز قرار دینا محض باطل ہے۔ ۴۹۸

تقرب تو تعبد کے اعم سے اعم ہے کیونکہ تعبد سے تعظیم اعم ہے اور تعظیم سے تقرب اعم ہے۔ ۴۹۸

مزارات پر شمعیں روشن کرنے کو تقرب بروجہ تعبد بتانا مسلمانوں پر بدگمانی ہے۔ ۴۹۸

کسی صالح و اہل اللہ کا غیر خدا کا عابد ہونا محال ہے ۴۹۸

Marfat.com

شرک ہرگز معاف نہ ہوگا۔ ۴۹۸

مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے پاس متعدد بلاد و امصار سے ایک ایک وقت میں پانچ پانچ سو تک فتوے جمع ہوجاتے تھے۔ ۴۹۹

اپنے خودساختہ متبوع کی خاطر حق سے صریح اعراض دیوبندیوں کا طریقہ ہے۔ ۴۹۹

اسمٰعیل دہلوی کی عبارت پر علماء دیوبند کا فتوائے کفر اور عبارت کے مصنف کا نام معلوم ہونے پر خاموشی۔ ۴۹۹

علماء دیوبند اپنے فتووں میں اسمٰعیل دہلوی کو ملحد و زندیق لکھنے کے باوجود اپنا امام مانتے ہیں۔ ۵۰۰

تحذیر الناس نے نئی نبوت کا سکہ جمایا اور شریعتِ مصطفویہ کو منسوخ کردیا۔ ۵۰۱

مزارات پر شمع جلانے کی ممانعت سے متعلق حوالہ جات غلط ہیں۔ ۵۰۱

اگر کوئی اپنے تہائی مال کی وصیت راہِ خدا کے لیے کرے تو اس سے مسجد کا چراغ بھی جلا سکتے ہیں۔ ۵۰۴

شان و تجمل روضۂ انور سے شانِ محبوبیت کھلتی ہے۔ ۵۰۴

اصالتاً بنائے مسجد فرائض کے لیے ہے۔ ۵۰۴

کن مساجد میں رات بھر روشنی کی اجازت ہے اور کن میں تہائی رات کے بعد روشنی گل کرنے کا حکم ہے۔ ۵۰۴

امیر المومنین فاروق اعظم بعد از نمازِ عشاء دیکھ بھال کے لیے مسجد نبوی شریف میں دورہ فرماتے۔ ۵۰۶

سلطانِ اسلام زمین میں اللہ تعالیٰ کا سایہ ہوتا ہے۔ ۵۰۰

مسلمان کی طرف نسبتِ کبیرہ حرام ہے جب تک تواتر سے یقینی الثبوت نہ ہو۔ ۵۰۷

حاجتِ شرعیہ کے وقت سود دینے کی اجازت ہے۔

قرآن کریم پر اعراب حجاج بن یوسف نے لگوائے۔ ۵۰۸

فعلِ عوام کو دیکھ کر جماہیر علماء منع نہ فرمائیں تو استناد تقریرِ علماء سے ہوگا نہ کہ فعلِ عوام سے۔ ۵۰۸

بیشک ایمان مدینہ منورہ کی طرف سمٹتا ہے جیسے سانپ اپنے بل کی طرف۔ ۵۰۸

روضۂ اطہر پر روشنی خاص روضۂ اطہر کے واسطے ہے نہ کہ بنیتِ مسجد۔ ۵۰۹

سلطان مراد بن سلطان سلیم خاں کا کعبۂ معظمہ اور روضۂ اطہر کے لیے قندیلیں بھیجنے کا واقعہ۔ ۵۱۱

کعبۂ معظمہ میں قندیلیں آویزاں کرنے کا دن بزرگ دن تھا اس دن تمام اعیانِ مکہ جمع ہوئے۔ ۵۱۱

روضۂ اطہر پر قندیل مرصع آویزاں کرتے وقت مدینہ طیبہ کے اکابر و عمائد اور علماء و صلحاء سب جمع تھے۔ ۵۱۱

سلاطینِ عثمانیہ سے پہلے بھی سلاطین حرمین شریفین میں قندیلیں حاضر کرتے تھے۔ ۵۱۲

سلاطینِ عثمانیہ میں سے سب سے پہلے یہ سعادت سلطان محمد مراد خاں نے پائی۔ ۵۱۲

قنادیلِ مدینہ کے بارے میں امام سبکی نے "تنزل السکینۃ علیٰ قنادیلِ مدینہ" کے نام کتاب لکھی۔ ۵۱۲

قنادیل کا وقف صحیح ہے۔ ۵۱۲

Marfat.com

قنادیل کو مسجد کی عمارت میں صرف کرنا جائز نہیں۔ ۵۱۲

امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فضائل۔ ۵۱۲

وہ حدیث جس میں قبور پر چراغ روشن کرنے والوں پر لعنت آئی ہے صحیح نہیں۔ ۵۱۳

ابوصالح باذام ضعیف و مدلس ہے۔ ۵۱۳

حدیثِ ضعیف دربارۂ احکام حجت نہیں ہوتی۔ ۵۱۳

حدیثِ مانعین سے تین جواب۔ ۵۱۴

حقیقت سے بلاضرورت عدول نامقبول ہے۔ ۵۱۴

حدیث "المتخذین علیها المساجد والسرج" میں کلمہ علیٰ حقیقی معنی میں مستعمل ہے۔ ۵۱۴

آیۂ کریمہ "لنتخذن علیهم مسجدا" میں ضمیر جانبِ اصحابِ کہف ہے اور آدمی کے جسم کے اوپر مسجد بنانے کے کوئی معنی نہیں لہذا کلمہ علیٰ میں مجاز متعین ہے۔ ۵۱۴

"قبر پر چڑھاوا چڑھانے کی مثال" میں مجاز لفظِ "پر" میں نہیں بلکہ خود لفظِ "چڑھاوا" میں ہے۔ ۵۱۴

اتارا اور چڑھاوا کے معنی میں فرق۔ ۵۱۵

اور کسی ایک جگہ کوئی لفظ مجازی معنی میں مستعمل ہو تو ضروری نہیں کہ دوسری جگہ بھی معنی مجازی ہی میں استعمال کیا جائے۔ ۵۱۵

معنی حقیقی وجہ خارجی کا محتاج نہیں ہوتا۔ ۵۱۵

ملا علی قاری کی عبارت پر بحث۔ ۵۱۵

جمع بین الحقیقۃ والمجاز باطل ہے۔ ۵۱۵

ملا علی قاری نے سرجِ قبور کے بارے میں جو تین وجوہِ ممانعت نقل کیں وہ قبورِ عوام میں متحقق ہیں نہ کہ مزاراتِ کریمہ میں۔ ۵۱۵

مزارات پر تعظیم خشت و گل کی نہیں بلکہ روحِ کریم کی ہوتی ہے۔ ۵۱۶

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ انور پر حاضری کے آداب۔ ۵۱۶

مزارِ اطہر کے حجرۂ مقدسہ اور گنبد مبارک کو دیکھتے رہنا عبادت ہے جیسے کعبہ معظمہ پر نظر کرنا۔ ۵۱۶

نماز میں حجرۂ مطہرۂ مزارِ اطہر کو پیٹھ نہ کی جائے ۵۱۷

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب بعد وفات بھی ایسا ہی ہے جیسا حیاتِ ظاہری میں تھا۔ ۵۱۷

فضائلِ درود شریف ۵۱۷

درود وہ تعظیم ہے جو بالاستقلال سوائے انبیاء و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کسی کے لیے جائز نہیں۔ ۵۱۸

میت کو بیری کے پتوں میں ابلے ہوئے پانی سے غسل دینا چاہیے۔ ۵۱۸

میت کو گرم پانی سے غسل دینا افضل ہے۔ ۵۱۸

خاص لحد میں پکی اینٹیں لگانا ممنوع ہے ورنہ بالائے قبر اس میں حرج نہیں۔ ۵۱۸

قبہ کے اوپر چراغ جلانا ممنوع ہے نہ کہ اس کے اردگرد۔ ۵۱۸

امام علی روذباری رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا تعارف۔ ۵۱۹

Marfat.com

ایک بندۂ صالح کی حکایت جس نے دعوتِ احباب میں ہزار چراغ روشن کیے۔ ۵۲۰

مزاراتِ محبوبانِ الٰہ پر روشنی اگر زینتِ قبر یا نفسِ قبر کی نیت سے ہو تو ممنوع ہے۔ ۵۲۰

تعظیمِ رُوح اور تعظیمِ قبر میں فرق نہ کرنا جہالت ہے ۵۲۱

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا قبرِ رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر حاضر ہونا اور مروان سے مکالمہ۔ ۵۲۱

تعظیمِ قبر سے جُدا ہو کر تعظیمِ رُوحِ کریم کی برکت لینا سنّتِ صحابہ ہے۔ ۵۲۱

"موسیٰ بدین خود وعیسیٰ بدین خود" کی تمثیل پر زجر و توبیخ اور توبہ کی تلقین۔ ۵۲۲

زیارتِ قبور

مزاروں پر فاتحہ پڑھنے کا طریقہ اور اُس کی دُعائیں ۵۲۲

قبر پر جانے والوں یا ایصالِ ثواب کا علم میّت کو ہوتا ہے۔ ۵۲۳

زیارت کے لیے افضل دن جمعہ ہے، شب میں اکیلے قبرستان نہیں جانا چاہیے۔ ۵۲۳

اہلِ قبور کے لیے الگ الگ فاتحہ پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنا جائز ہے، فاتحہ پڑھنے والے کو بھی ثواب ملتا ہے۔ ۵۲۴

قبر کے پاس قرآن شریف یا پنجسورہ پڑھنا، نیز قبر پر سبزی، پھول، اگربتی وغیرہ کا حکم۔ ۵۲۴

قبر پر قرآن خوانی کرنا اور پڑھنے والوں کو کھانا کھلانا ۵۲۴

قبر کی بلندی، قبر کو بوسہ دینا، قبر کو بوسہ دینے اور طواف کرنے کا حکمِ شرعی۔ ۵۲۶

مزار کے طواف کرنے، چوکھٹ کو بوسہ دینے، آنکھوں سے لگانے اور اُلٹے پاؤں واپس ہونے کا بیان۔ ۵۲۸

مزارات کو بوسہ دینے اور زیارت کے طریقے کا بیان۔ ۵۲۸

صاحبِ قبر کا مسلمان ہونا معلوم نہ ہو تو فاتحہ پڑھنا منع ہے۔ ۵۳۲

مزارات پر مائدہ، شیرینی وغیرہ نیاز کرنا۔ ۵۳۲

مزاروں پر چادر اور پھول ڈالنے کا حکم۔ ۵۳۳

مزاروں پر ڈالی گئی چادروں کا مالک کون ہے ۵۳۴

مزارات پر عورتوں کا جانا، بعض مزاروں پر روشنیاں ہونا، زائروں کے لیے درخت لگانا، عمارت بنانا، حفاظت کے لیے قبرستان کی چار دیواری بنانا، زندہ اور مُردہ ولیوں کا ہمکلام ہونا اور زندگی میں قتل کرانا۔ ۵۳۵

عورتوں کو مزار پر جانا منع ہے۔ ۵۳۶

عورتوں کو مجاور رہنا ممنوع ہے۔ ۵۳۷

حضورِ اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کے علاوہ کسی اور مزار پر عورتوں کو نہیں جانا چاہیے۔ ۵۳۸

مزارات پر ہر سال جمع ہو کر تلاوت و ذکرِ خیر کرنا، میلہ لگانا اور ایسے مجمع میں عورتوں کا جانا۔ ۵۳۸

Marfat.com

مطلق ثابت ہو جائے تو قائلِ جواز سے دلیلِ خصوصیت مانگنا غلط ہے ۔ ۵۸۱
ممانعتِ فعلِ خاص کی دلیل مانع کے ذمہ ہے ۔ ۵۸۱
ارادۂ فاعلِ مختار بھی مرجح ہے ۔ ۵۸۲
عبادات اور اشغال و اذکار کے لیے وقت مقرر کرنے کی حکمت ۔ ۵۸۲
احادیثِ رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے تعیناتِ عادیہ کی چند مثالیں ۔ ۵۸۵
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہداءِ اُحد کی زیارت کے لیے سال کا آخر، مسجد قباء میں تشریف آوری کے لیے ہفتہ کا دن اور شکرِ رسالت کے طور پر روزہ رکھنے کے لیے پیر کا دن مقرر فرمایا ۔ ۵۸۵
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشورہ کیلئے صبح و شام کا وقت، سفرِ جہاد کے لیے جمعرات کا دن، اور طلبِ علم کے لیے دوشنبہ کا دن مقرر فرمایا ۔ ۵۸۵
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے وعظ و نصیحت کے لیے جمعرات کا دن مقرر فرمایا ۔ ۵۸۶
علماء سبق شروع کرنے کے لیے بدھ کا دن مقرر فرماتے ہیں ۔ ۵۸۶
مردہ ڈوبنے والے کی طرح فریادرس کا منتظر ہوتا ہے ۔ دعائیں، صدقے اور فاتحہ اس کیلئے بہت مفید ہیں ۔ ۵۸۷
منکرین کا عرسِ بزرگان کے بارے میں اعتراض اور شاہ عبدالعزیز صاحب کا جواب ۔ ۵۸۸
صالحین کی قبروں کی زیارت اور ان سے تبرک حاصل کرنا مستحسن ہے ۔ ۵۸۸
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال کے آخر میں مزاراتِ شہداء پر جلوہ افروز ہوتے اور خلفاءِ اربعہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم بھی ایسا ہی کرتے تھے ۔ ۵۸۹
حق یہ ہے کہ تخصیصاتِ مذکورہ یعنی تیجا اور چالیسواں وغیرہ تعیناتِ عادیہ ہیں کہ ہرگز جائے طعن و ملامت نہیں ہیں ۔ ۵۹۰
بزرگوں کی فاتحہ میں کھانے کی تخصیص کے متعلق ایک سوال کا شاہ عبدالعزیز کی طرف سے بہترین جواب ۔ ۵۹۰
اگر مخصص کے بغیر تخصیص مفید نہیں تو نقصان دہ بھی نہیں ۔ ۵۹۱
یہ گمان غلط ہے کہ ان معین دنوں کے علاوہ ایصالِ ثواب جائز نہیں یا ثواب میں کمی آتی ہے ۵۹۱
عوام جہلاء نے ایصالِ ثواب کے بارے میں جو ناپسندیدہ امور پیدا کر رکھے ہیں مثلاً دکھاوا، چرچا، تفاخر، مالداروں کو جمع کرنا اور فقراء کو منع کرنا وغیرہ سب ممنوع و مکروہ ہیں ۔ ۵۹۲
کسی مستحسن عمل میں اگر کوئی خرابی پیدا کرے تو علماء کو وہ خرابی ختم کرانی چاہیئے نہ کہ حربِ زبانی سے کام لے کر اصل عمل بند کرا دیں ۔ ۵۹۲
اگر کوئی نماز بلا تعدیلِ ارکان ادا کرے تو اس کو اس کوتاہی سے روکا جائے گا نہ کہ نماز ہی سے منع کر دیا جائے گا ۔ ۵۹۲

Marfat.com

حضرت رابعہ بصریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عابدہ و زاہدہ تھیں۔ ۵۶۴

فاتحہ و ایصالِ ثواب

ہر تاریخ میں ایصالِ ثواب جائز ہے، معین تاریخیں ہوں یا غیر معین۔ ۴۲۱

فاتحہ بہیئتِ مروجہ بلا ریب جائز و مستحسن ہے۔ ۵۶۴

○ رسالہ الحجۃ الفائحہ لطیب التعیین والفاتحہ (مروجہ فاتحہ، سوم، چہلم، برسی اور عرس وغیرہ کا ثبوت) ۵۶۹

ایصالِ ثواب اور اموات کو ہدیۂ اجر پہنچانا اہلسنت کے نزدیک بالاتفاق پسندیدہ ہے۔ ۵۷۰

منکرینِ ایصالِ ثواب دراصل معتزلہ کی وکالت کرتے ہیں۔ ۵۷۰

جمہور ائمہ کے نزدیک ثواب کا پہنچنا عباداتِ مالیہ و بدنیہ دونوں کو شامل ہے۔ ۵۷۰

دورانِ نماز قرآن مجید سے دیکھ کر پڑھنا اور رکوع و سجود میں قراءۃِ قرآن ممنوع ہے۔ ۵۷۱

آحاد حرام نہ ہوں تو ان کا مجموعہ بھی حرام نہیں ہوتا۔ ۵۷۱

مباحات کا مجموعہ بھی مباح ہوتا ہے۔ ۵۷۱

مولوی اسمٰعیل دہلوی نے ایصالِ ثواب کو جائز مانا ہے۔ ۵۷۱

دونوں ہاتھوں کا اٹھانا آدابِ دعا سے ہے۔ ۵۷۲

محض کسی امر کے خصوصی طور پر وارد نہ ہونے کو مطلقاً ممنوع ہونے کی دلیل جاننا غلطی ہے۔ ۵۷۳

امامِ منکرین مولوی محمد اسحاق کی تلون مزاجی اور خود منکرین کے خلاف گواہی۔ ۵۰۳

اکابرِ منکرین کی شہادت سے اثباتِ مطلب اور گیارہ اقوال سے گیارھویں اور فاتحہ کا ثبوت۔ ۵۷۳

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی شہادت کہ فاتحہ و ایصالِ ثواب جائز ہے۔ ۵۷۴

اللہ تعالیٰ کی نذر سے اغنیاء کے لیے کھانا جائز نہیں۔ ۵۷۵

اگر کسی بزرگ کے نام کی فاتحہ دی گئی ہو تو اغنیاء بھی کھا سکتے ہیں۔ ۵۷۵

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی گواہی۔ ۵۷۶

کیا تمام امت اور شاہ عبدالعزیز صاحب مشرک ہیں ۵۷۶

امامِ طائفۂ وہابیہ مولوی خرم علی کے نزدیک گیارھویں اگر ایصالِ ثواب کے لیے ہو تو منع نہیں۔ ۵۷۷

خود امام الطائفہ کہتے ہیں کہ بکری پال کر ذبح کر کے غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ پڑھ کر کھلا دے تو کچھ حرج نہیں۔ ۵۷۷

امام الطائفہ کے نزدیک اولیاء کی نذر کی گائے کا گوشت اور کھانا حلال ہے۔ ۵۷۸

وقت مقرر کرنا دو قسم پر ہے: (۱) شرعی (۲) عادی۔ ۵۸۰

غیر معین زمانے میں وقوعِ فعل عقلاً محال ہے۔

وجودِ فعل اور تعیین لازم و ملزوم ہیں۔ ۵۸۰

جو حکم مطلق کے لیے ہو وہی اس کے تمام افراد کے لیے ہوتا ہے۔ ۵۸۱

Marfat.com

رکھنا اور مردوں کو نہ کھانے دینا جہالت ہے۔ ٦١١

کسی نیاز پر پردہ ڈالنے کا کہیں حکم نہیں۔ ٦١١

چند افراد کی فاتحہ اکٹھی دلانا یا جُدا جُدا دلانا دونوں صورتیں جائز۔ ٦١١

آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو ایصالِ ثواب کرنا۔ ٦١١

فاتحہ کس چیز پر افضل ہے اور کیسے دیں۔ ٦١٢

تبارک کی اصل کیا ہے، اس میں کیا ہوتا ہے اور اسے کون کھائے۔ ٦١٣

میّت کے ساتھ کھانا لے جانا، قبر پر گلاب چھڑکنا اور قبر سے چالیس قدم ہٹ کر دُعا کرنا۔ ٦١٣

طعام فاتحہ تین قسم پر ہے جن میں سے ایک قسم کا کھانا اغنیاء کو ممنوع اور ایک کا کھانا غیر مستحسن اور ایک کا کھانا بلا تکلف جائز۔ ٦١٣

سوم وغیرہ کے چنے فقراء میں تقسیم کر دئے جائیں اغنیاء اور کفار کو نہ دیں۔ ٦١٥

سوم کے چنے غنی بچوں کو بھی نہ کھلائے جائیں۔ ٦١٥

خواب میں مرد کوئی چیز طلب کرے تو اُس چیز پر فاتحہ دلانا اور فاتحہ میں پانی رکھنا جائز ہے۔ ٦١٥

آٹے کے چراغ میں گھی ڈال کر فاتحہ دلانا۔ ٦١٦

فاتحہ میں کپڑے، جُوتے وغیرہ مسکین کو دینے کی نیت سے رکھنا جائز ہے مگر گھی کا چراغ جلانا فضول ہے۔ ٦١٦

ایصالِ ثواب چند ناموں سے کیا جائے تو ہر ایک کو پُورا ثواب ملے گا یا نہیں۔ ٦١٦

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایصالِ ثواب کرنے میں دوسروں کو شامل کرنا۔ ٦٢١

چند ناموں سے فاتحہ کیا جائے تو ہر ایک کو پُورا ثواب ملے گا۔ ٦٢١

ایصالِ ثواب کا طریقہ اور فاتحہ کرنے کا فائدہ۔ ٦٢١

امام ابن حجر مکّی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی ایک عبارت سے انقسام ثواب پر استدلال کا جواب۔ ٦٢٤

نابالغ بچہ ایصالِ ثواب کر سکتا ہے یا نہیں۔ ٦٢٩

ششماہی، سالانہ، عرس کرنا اور عرس وغیرہ کی شیرینی کھانے والے کے لیے جنت مقام و دوزخ حرام کہنا۔ ٦٤٢

ایصالِ ثواب یا کفارہ میں قرآن شریف دینا اور ڈھیلوں پر دم کر کے قبر میں رکھنا۔ ٦٤٣

تلاوت پر اُجرت لینا اور دینا ناجائز ہے۔ ٦٤٤

قرآن خوانی کرنے والوں کو بطورِ اُجرت کھانا کھلانا حرام۔ ٦٤٤

قرآن خوانی کی اُجرت حرام ہے اور اُس کے جواز کی ایک صورت۔ ٦٤٦

تلاوت و تہلیل میں اُجرت لینا حرام۔ ٦٤٦

المعروف کالمشروط کا مطلب۔ ٦٤٦

معصیت میں قطعی اور غیر قطعی کا فرق نہیں ہوتا۔ ٦٤٦

تابوت لے جانے میں ہر جانب دس دس قدم لے کر چلنا، اگر چالیس قدم سے کم قبرستان ہو تو کیا کرے۔ ٦٤٦

Marfat.com

فاتحہ کا ثبوت ۔ ۵۹۳

سوم و تیجہ جائز ہے، بیہودہ باتوں سے اجتناب چاہیے ۔ ۵۹۴

فاتحہ جائز اور منکر خاطی ہے ۔ ۵۹۴

اموات مسلمین کے نام پر کھانا پکا کر ایصالِ ثواب کے لیے تصدق کرنا بلاشبہ جائز و مستحسن ہے ۔ ۵۹۵

مردے کے نام پر فقیر کو دونوں وقت کھانا کھلانا، جانوروں کو پانی پلانا، قرآنِ پاک ہدیہ کرنا، میلاد شریف کرنا اور قبر پر اگربتی جلانا ۔ ۵۹۶

مزارات پر شامیانہ لگانا، چراغ جلانا، شیرینی وغیرہ پر فاتحہ دینا اور عشرۂ محرم میں شربت پلانا ۔ ۵۹۸

تیجہ، دسواں اور چہلم وغیرہ میں فاتحہ دینا ۔ ۵۹۹

فاتحہ میں نذر اللہ اور نذرِ رسول کہنا ۔ ۵۹۹

نذر و نیاز کو ناجائز کہنے والے کا حکم ۔ ۵۹۹

تلاوت، درود شریف، سورۂ اخلاص پڑھ کر فقیر کو کھانا اور کپڑے دے کر ایصالِ ثواب کرنا جائز ہے ۔ ۶۰۰

مردے کو معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں نے ایصالِ ثواب کیا ہے ۔ ۶۰۰

ایصالِ ثواب کرنے سے ثواب پہنچتا ہے ۔ ۶۰۰

ایصالِ ثواب کے ذریعے مغفرت مشیتِ الٰہی میں ہے ۔ ۶۰۰

ایصالِ ثواب کے لیے گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص اور ایک بار سورۂ ملک پڑھنی چاہیے ۔ ۶۰۰

گیارھویں شریف اور ایصالِ ثواب کا طریقہ ۔ ۶۰۱

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کا شربت کرنا اور پینا ۔ ۶۰۱

ایصالِ ثواب کن الفاظ کے ساتھ ہو ۔ ۶۰۲

مردے کا نام لے کر ایصالِ ثواب کرنا ۔ ۶۰۲

ایصالِ ثواب میں مردے کا نام کافی ہے ۔ ولدیت کے اظہار کی حاجت نہیں ۔ ۶۰۳

گیارھویں شریف مرتبۂ فردیت میں مستحب اور مرتبۂ اطلاق میں سنت ہے ۔ ۶۰۵

گیارھویں شریف کو منع کرنے والے وہابی یا رافضی ہیں ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے ۔ ۶۰۵

چٹکی کے طور پر نکالے ہوئے آٹے سے گیارھویں شریف کرنا ۔ ۶۰۶

قبلِ دفن تلاوت وغیرہ کا ایصالِ ثواب کرنا ۔ ۶۰۶

صالحین کے نام ایصالِ ثواب کرنے پر ایک شبہے کا جواب ۔ ۶۰۷

روزانہ فاتحہ دینا، ہر جمعرات یا چالیس یوم تک فقیر کو کھانا دینا، عرفہ کو فاتحہ دینا اور فاتحہ کے کھانے اغنیاء کو کھلانے کے بارے میں مفصل بیان ۔ ۶۰۸

قبرستان میں جا کر فاتحہ پڑھنے میں زیادہ ثواب ہے ۔ ۶۰۹

کھانا پانی سامنے رکھ کر فاتحہ جائز ہے، ایسا کھانا اغنیاء بھی کھا سکتے ہیں یا نہیں ۔ ۶۱۰

فاتحہ و ایصالِ ثواب کے لیے کھانے کا پیشِ نظر ہونا ضروری نہیں ۔ ۶۱۱

حضرتِ خاتونِ جنت کی نیاز کا کھانا پردے میں

Marfat.com

عقائد میں صحاح ظنیات مردود ہیں۔ ۶۵۵
صاحبِ براہینِ قاطعہ نے وسعتِ علمِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دال صحیح احادیث کو مردود ٹھہرایا اور وہیں اُسی مُنہ تنقیصِ علمِ عظیم پر ایک بے اصل اور بے سند حکایت سے سند لایا۔ ۶۵۵
یہ روایت کہ "مجھ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں" شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے نزدیک بے اصل ہے۔ ۶۵۵
ارواح کے گھروں کو آنے سے متعلق دعویٰ نفی کرنے والا جھوٹا کذاب ہے۔ ۶۵۶
عدمِ ثبوت، ثبوتِ عدم نہیں ہوتا۔ ۶۵۶
بے دلیلِ عدم، ادعائے عدم محض تحکم و ستم ہے۔ ۶۵۶
روحوں کا آنا اگر بابِ عقائد سے ہے تو نفیاً و اثباتاً ہر طرح اسی باب سے ہوگا اور دعویٰ نفی کے لیے بھی دلیل قطعی درکار ہوگی۔ ۶۵۶
کسی حدیث میں نہیں آیا کہ روحوں کا گھروں کو آنا باطل و غلط ہے۔ ۶۵۶
ادعائے بے دلیل محض باطل و ذلیل ہے۔ ۶۵۶
مرنے کے بعد میت کے اپنے عزیزوں سے اس طرح تعلقات رہتے ہیں جیسے حیاتِ دنیا میں۔ ۶۵۷
ارواحِ مومنین کس جگہ رہتی ہیں۔ ۶۵۷
موت سے عزیزوں پر جو صدمہ ہوتا ہے اُس کا اثر میت پر ہوتا ہے۔ ۶۵۸
عذاب و ثواب رُوح و جسم دونوں کے لیے ہے۔ ۶۵۸
رُوح و جسم دونوں کے معذب ہونے کی مثال حدیث میں۔ ۶۵۸
رُوح کا مقام بعد موت حسبِ مراتب مختلف ہے ۶۵۸
خواب میں کسی مرحوم عزیز کو دیکھنے کا اثر کبھی مرحوم پر بھی پڑتا ہے۔ ۶۵۸
رُوح حکمِ ربی سے ایک شئ ہے اور اس کے ادراکات باقی رہتے ہیں۔ ۶۵۸
قبر پر آنے والوں کا علم میت کو ہوتا ہے۔ ۶۵۸
شبِ جمعہ، روزِ جمعہ اور رمضان میں مرنے والا مسلمان سوالِ نکیرین اور عذابِ قبر سے محفوظ رہے گا۔ ۶۵۹
ایک کی جگہ دوسرے کی رُوح قبض ہونا محض غلط ہے، فرشتے غلطی نہیں کرتے۔ ۶۵۹

دعوتِ میت

○ رسالہ جلی الصوت لنھی الدعوۃ امام موت (میت کے گھر کے کھانے کا بیان) ۶۶۱
اہلِ میت کے ہاں دعوت ناجائز اور بدعتِ شنیعہ قبیحہ ہے۔ ۶۶۲
اہلِ میت کی طرف سے کھانے کی ضیافت منع ہے کیونکہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں، اس پر تقریباً سولہ عباراتِ فقہاء سے تائید۔ ۶۶۲
مصیبت کے لیے تین دن بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں جبکہ کسی امرِ ممنوع کا ارتکاب نہ کیا جائے۔ ۶۶۳
میت کے پہلے دن یا تیسرے دن یا ہفتہ بعد

Marfat.com

نمازِ جنازہ پڑھانے یا زیارتِ قبور کی اُجرت لینا۔ ۶۴۶
قرآن شریف یا میلاد شریف پڑھ کر خیرات لینا۔ ۶۴۶
کیا مسلمان وارث کافر مُردہ کی طرف سے مسلمانوں کو کھانا کھلا سکتا ہے۔ ۶۴۶
کافر کے لیے یا کافر کے مال سے ایصالِ ثواب کرنا جائز نہیں۔ ۶۴۷
کفّار اور مرتد کو ایصالِ ثواب حرام ہے۔ ۶۴۸
ہندو اپنے مُردہ کو ایصالِ ثواب کے لیے میلاد وغیرہ کے واسطے روپیہ دے، لینا جائز نہیں۔ ۶۴۸
○ رسالہ اتیان الارواح لدیارھم بعد الرواح (گھر پر رُوحیں آتی ہیں) ۶۴۹
میّت کے لیے سات دن صدقہ کرنا مستحب ہے ۶۴۹
میّت کی طرف سے صدقہ کرنا بلا اختلافِ علماء میت کے لیے نافع ہے۔ ۶۴۹
ارواحِ مومنین جمعرات، عید، عاشورہ اور شبِ برات کو اپنے گھروں کے دروازے پر آکر کہتی ہیں اے ہمارے گھر والو! ہم پر صدقہ کے ذریعے مہربانی کرو۔ ۶۵۰
استناد کا روایاتِ صحیحہ مرفوعہ متصلۃ الاسناد میں حصر جہل شدید ہے۔ ۶۵۱
صحاح کا صرف کُتبِ ستّہ پر قصر حماقت ہے ۶۵۱
حدیثِ حسن بالاجماع حُجّت ہے۔ ۶۵۱
غیر عقائد و احکامِ حلال و حرام میں حدیثِ ضعیف بالاجماع حجّت ہے۔ ۶۵۱
جمہور ائمہ کے نزدیک حدیث مرسل غیر متصل الاسناد حجّت ہے۔ ۶۵۱
امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے نزدیک حدیثِ موقوف غیر مرفوع قولِ صحابی حجت ہے۔ ۶۵۱
دنیا کافر کی بہشت اور مومن کا قید خانہ ہے۔ ۶۵۱
جب مسلمان مرتا ہے تو اس کی راہ کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے جائے۔ ۶۵۱
مسلمانوں کی رُوحیں جہاں چاہیں جانیکا اختیار رکھتی ہیں۔ ۶۵۲
کافر کی رُوح سجّین میں مقیّد ہوتی ہے۔ ۶۵۲
شہیدوں کی رُوحیں جنت میں ہیں اور مسلمانوں کی فنائے قبور پر جہاں چاہیں آتی جاتی ہیں۔ ۶۵۲
اولیاء اللہ قدست اسرارہم کی رُوحیں زمین، آسمان اور جنّت میں سے جہاں چاہیں جاتی ہیں۔ ۶۵۳
رُوحیں شبِ جمعہ چھٹی پاکر پھیلتی ہیں پہلے اپنی قبور پر آتی ہیں پھر اپنے گھروں میں۔ ۶۵۳
جو مسئلہ عقائد اور احکامِ حلال و حرام کا نہ ہو اس کے لیے دو ایک سندیں کافی ہوتی ہیں۔ ۶۵۳
یہ گمان غلط ہے کہ ارواح کے گھروں کو آنے کا مسئلہ عقائد کا ہے لہذا اس کے لیے مشہور و متواتر صحاح کی حاجت ہے۔ ۶۵۴
ہر جملہ خبریہ جس میں کسی بات کا ایجاب یا سلب ہو بابِ عقائد سے نہیں ہوتا۔ ۶۵۴
سِیَر، مغازی اور مناقب میں صحاح و ضعاف مقبول ہیں۔ ۶۵۴

Marfat.com

کا اعتقاد، ممکن کا اعتقاد ہے۔ ۶۸۰

شرک، اعظم محالاتِ عقلیہ کا اعتقاد ہے۔ ۶۸۰

اعتقادِ ممکن عقلی کا شرک ہونا محال عقلی بیّن الفساد ہے ۶۸۰

کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کے اعمال قطعاً مقبول ہیں ۶۸۱

بہت سے اکابر اولیاء وعلماء کا بوقتِ ضرورتِ شرعیہ لوگوں سے سوال کرنا منقول ہے۔ ۶۸۱

ایک فرشتہ جسے اللہ تعالیٰ نے تمام جہان کی آواز سننے کی طاقت عطا فرمائی قبرِ انور پر حاضر ہے اور درود پڑھنے والوں کا درود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچاتا ہے۔ ۶۸۲

نجدی شرک فروشوں نے نہ خدا تعالیٰ کی قدرت دیکھی نہ اس کی عظمت سمجھی۔ ۶۸۳

کسی کی بات سُننے کے لیے اس کی صورت دیکھنا ضروری نہیں۔ ۶۸۳

ہر غلط بات شرک نہیں ہوتی۔ ۶۸۴

قرآن مجید کی کسی آیت میں قبور پر جاکر کلام وخطاب کرنے کو شرک نہیں کہا گیا۔ ۶۸۴

مفتیِ مذکور کا سُورۃ یوسف کی آیہ کریمہ سے استدلال غلط ہے۔ ۶۸۴

لوگ اہلِ قبور سے نا اُمید ہو بیٹھے ہیں۔ ۶۸۵

صنفِ دیگر: اکابر خاندانِ عزیزی کے اقوال سے تحریرِ خلاف کا رَد۔ ۶۸۵

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں، گھر بیٹھے ہی اولیاء کی طرف متوجہ ہو کر فاتحہ پڑھو۔ ۶۸۵

وہی فرماتے ہیں مزاراتِ اولیاء پر حاضر ہو کر

بھیک مانگو، ارواح سے فیض چاہو اور یا روح یا روح پکارو۔ ۶۸۵

شاہ عبدالعزیز کا ارشاد ہے کہ اہلِ حاجت ارواحِ اولیائ سے حاجات مانگتے اور پاتے ہیں۔ ۶۸۷

اُویسیت کی نسبت صحیح اور قوی ہے۔ ۶۸۷

اولیائے مدفونین سے انتفاع واستفادہ جاری ہے۔ ۶۸۸

مرزا مظہر جانِ جاناں امراض میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی طرف توجہ کرتے تھے۔ ۶۸۸

حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہٗ کی نوازش ۶۸۸

شاہ عبدالرحیم صاحب اپنے نانا شیخ رفیع الدین کی رُوح سے ادب آموز ہوئے۔ ۶۸۹

صنفِ دیگر: مبحث اعتقادِ نفع وضرر ۶۹۰

حدیث شریف "من حلف بغیر اللہ فقد اشرك" سے غلط استدلال کا رَد۔ ۶۹۰

غیرِ خدا کو نافع وضار سمجھنا مطلقاً شرک نہیں جب تک کہ مستقل بالذات نہ مانا جائے۔ ۶۹۱

غیرِ خدا کو نافع وضار غیر مستقل بالذات ماننا شرک نہیں۔ ۶۹۱

غیرِ خدا کے نافع وضار ہونے کا ثبوت قرآن مجید سے۔ ۶۹۱

غیرِ خدا کے نافع وضار ہونے کا ثبوت احادیث سے۔ ۶۹۱

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حجرِ اسود کو نافع وضار قرار دیا۔ ۶۹۲

شاہ عبدالعزیز صاحب نے فرعون کو مالکِ نفع وضرر کہا ۶۹۲

Marfat.com

جو کھانے تیار کرائے جاتے ہیں سب مکروہ و ممنوع ہیں۔ ٦٦٣

ناموری اور دکھاوے کے کاموں سے احتراز کیا جائے۔ ٦٦٣

ورثا میں کوئی نابالغ ہو یا بالغ ہو مگر غیر موجود ہو یا موجود ہو مگر اس سے اذن لیے بغیر ترکہ میت سے ضیافت کرنا حرام شدید ہے۔ ٦٦٤

یتیم کا مال کھانے پر سخت وعید۔ ٦٦٤

محتاجوں کو دینے کے لئے کھانا پکوانا خوب ہے بشرطیکہ کوئی عاقل و بالغ اپنے مال خاص سے کرے۔ ٦٦٥

سب وارث موجود و بالغ اور راضی ہوں تو ترکہ سے بھی محتاجوں کو کھانا کھلایا جا سکتا ہے۔ ٦٦٥

عورتیں اہل میت کے ہاں جمع ہو کر افعال منکرہ کرتی ہیں جو نیاحت میں داخل ہیں اور نیاحت حرام ہے۔ ٦٦٥

بلاضرورت شرعیہ سود دینا بھی سود لینے کی طرح باعث لعنت ہے۔ ٦٦٦

میت کے پہلے روز عزیزوں اور ہمسایوں کو مسنون ہے کہ اہل میت کے لیے اتنا کھانا پکوا کر بھیجیں جسے وہ دو وقت کھا سکیں۔ ٦٦٦

سوم، دہم، چہلم وغیرہ کا کھانا مساکین کو دیا جائے برادری کو تقسیم یا برادری کو جمع کر کے کھلانا بے معنیٰ ہے۔ ٦٦٧

تجربہ کی بات ہے کہ جو طعام میت کے متمنی رہتے ہیں ان کے دل مر جاتے ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: طعام المیت یمیت القلب۔ ٦٦٧

چہلم وغیرہ پر کھانا پکانے کے جواز کی تحقیق و تفصیل، اور اس بات کا بیان کہ اسے صرف فقراء کھائیں نہ کہ عام برادری والے اور اغنیاء۔ ٦٦٨

اہل میت کے گھر کے کھانے، سوم وغیرہ کے چنے اور بتاشے وغیرہ اغنیاء کے لیے کیسے ہیں۔ ٦٧٢

دعوت میت کا کھانا اغنیا کے لیے ہر طرح ممنوع ہے اس میں اپنی حیات میں ہی اپنی موت کرنے والا یا نہ کرنے والا برابر ہے۔ ٦٧٣

○ رسالہ حیات الموات فی بیان سماع الاموات (اموات کے زائروں کو دیکھنے اور سننے وغیرہ کا مدلل بیان) ٦٧٥

یہ تحقیقی رسالہ ایک مقدمہ۔ تین مقاصد اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔ ٦٧٦

ایک مفتی کا فتویٰ جس میں اہل قبور کو خطاب شرک یا کم از کم شائبہ و شبہ شرک قرار دیا گیا۔ ٦٧٧

اس مفتی کے فتویٰ مذکور اور اس کے ہم مذہبوں پر چار سو وجوہ سے گرفت۔ ٦٧٩

مقصد اول اعتراضات و ازالہ شبہات میں۔ ٦٧٩

تحریر مخالف پر پینتیس [٣٥] اعتراض دو [٢] نوع میں۔ ٦٧٩

نوع اول اعتراضات مقصودہ میں۔ ٦٧٩

اہل قبور کا کسی کی آواز کو سننا یا کسی کو دیکھنا محال نہیں، نہ محال عقلی نہ شرعی نہ عادی۔ ٦٨٠

اہل دنیا ملائکہ کو بطور خرق عادت ہی دیکھ سکتے ہیں جبکہ اہل برزخ عموماً دیکھتے ہیں۔ ٦٨٠

محال عقلی صالح تعلق اذن نہیں اور محال شرعی سے ہرگز اذن متعلق نہ ہوگا۔ ٦٨٠

ہر محال عادی ممکن عقلی ہوتا ہے لہٰذا محال عادی

Marfat.com

مکہ سے ہیں، سب صحاح میں ان سے روایت ہے (حاشیہ) ۱۱

عمرو بن دینار تابعی جلیل ثقہ ثبت علماءِ مکہ سے ہیں اور رجالِ صحاح ستہ سے ہیں۔ (حاشیہ) ۱۱

بکر بن عبداللہ مزنی امام اجل تابعی ثقہ ثبت اور رجال صحاح ستہ سے ہیں۔ (〃) ۱۱

امام سفیان ثقہ حجت محدث، مجتہد، عارف باللہ، تبع تابعین، مجتہدانِ کوفہ اور رجالِ صحاح ستہ سے ہیں (〃) ۱۲

عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ تابعی عظیم القدر رجال صحاح ستہ سے ہیں۔ (〃) ۱۲

ابن ابی نجیح تبع تابعین و علماءِ مکہ اور رواۃ صحاح ستہ سے ہیں۔ (〃) ۱۲

نوعِ دوم، احادیث سمع و ادراکِ اہلِ قبور میں۔ ۱۳

فصلِ اول؛ اصحابِ قبور سے حیا کرنے کے بیان میں۔ ۱۳

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ کا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بعد از دفن حیاء فرمانا۔ ۱۳

فصل دوم؛ احیاء کے آنے، پاس بیٹھنے اور بات کرنے سے مُردوں کے جی بہلنے کے بیان میں۔ ۱۴

فصل سوم؛ احیاء کی بے اعتدالی سے اموات کو اذیت ہوتی ہے۔ ۱۵

ابو قلابہ بصری تابعی ثقہ، فاضل رواۃ صحاح ستہ سے ہیں۔ (حاشیہ) ۱۵

ابو عثمان نہدی اکابر تابعین سے ہیں، زمانۂ رسالت پائے ہوئے تھے، ثبت عمائد رجال صحاح ستہ سے ہیں۔ (حاشیہ) ۱۵

امام قاسم بن مخیمرہ تابعی ثقہ فاضل رواۃ صحاح ستہ سے ہیں۔ (حاشیہ) ۱۶

علاء بن اللجلاج تابعی ثقہ اور ان کے بیٹے عبدالرحمٰن تبع تابعین مقبول الروایۃ سے ہیں۔ دونوں رجال جامع ترمذی سے ہیں۔ ۱۸

فصل چہارم؛ احادیثِ صریحہ کہ مُردے زائرین کو پہچانتے، ان کا کلام سنتے اور جواب دیتے ہیں۔ ۱۹

مائۃ مسائل کی صریح غلطی و تناقض پرستی۔ ۲۱

محمد بن واسع تابعی ثقہ عابد عارف باللہ کثیر المناقب رجال صحاح ستہ سے ہیں (حاشیہ) ۲۲

فصل پنجم؛ احادیثِ جلیلہ کہ مُردے نہ فقط سلام بلکہ ہر کلام و اصوات کو سنتے ہیں۔ ۲۴

چھ حدیثیں کہ مُردہ جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ ۲۴

منکرین کی طرف سے احادیث سماع صوتی کو اول وضع فی القبر کے ساتھ مخصوص قرار دینے پر پانچ وجہ سے رد۔ ۲۵

چھ حدیثیں کفار مقتولینِ بدر سے کلام کے بارے میں۔ ۲۷

چار حدیثیں تلقینِ میت کے بارے میں۔ (حاشیہ) ۳۰

راشد بن سعد تابعی ثقہ رجال سننِ اربعہ سے ہیں۔ (حاشیہ) ۳۰

ضمرہ بن حبیب تابعی ثقہ رجال صحاح ستہ سے ہیں۔ (حاشیہ) ۳۰

حکیم بن عمیر تابعی صدوق رجال ابو داؤد و ابن ماجہ سے ہیں۔ (حاشیہ) ۳۰

وصل آخر؛ صحابۂ کرام کا اہلِ قبور سے باتیں کرنا۔ ۳۰

Marfat.com

اولیاء وصلحاء سے طلبِ دعا کے جواز پر حدیثیں ۶۹۳
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دعا چاہی۔ ۶۹۳
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد از دفن
قبر پر ٹھہر کر میت کے لیے دعاءِ مغفرت کرنے کا حکم
صحابہ کو دیتے۔ ۶۹۴
حاجی کے گھر پہنچنے سے پہلے اس سے دعاءِ مغفرت
کرانا۔ ۶۹۴
حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دعاءِ بخشش
کرانے کا حکم۔ ۶۹۴
دورِ فاروقی میں دورانِ قحط ایک صحابی کا قبرِ انور پر
حاضر ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دعا کی
درخواست کرنے کا واقعہ۔ ۶۹۵
قاعدۂ کلیہ ہے کہ جو بات زندوں کے ساتھ شرک
نہیں اموات کے ساتھ بھی شرک نہیں ہو سکتی۔ ۶۹۶
نوعِ دوم مخالفاتِ مولوی صاحب وہم مذہبانِ
مولوی صاحب میں۔ ۶۹۷
مائۃ مسائل کے اس خبط کا رد کہ نفعِ زیارت
میں اولیاء وفساق کی قبور یکساں بلکہ قبورِ اغنیاء زائد۔ (حاشیہ) ۶۹۷
بعدِ تحسن آحاد حسن مجروح میں کلام نہیں جب تک
نصوص اجتماع میں کوئی مفسدہ نہ ہو۔ ۶۹۸
آیۂ کریمہ انک لا تسمع الموتیٰ کی بحث ۷۰۰
مقصد دوم احادیث میں۔ ۷۰۲
اس مقصد میں دو نوعیں ہیں جن میں ساٹھ
احادیث کریمہ مذکور ہیں۔ ۷۰۳

نوعِ اول بعد موت بقاءِ روح اور صفات و
افعالِ روح میں، یعنی اموات کا اہلِ دنیا کو دیکھنا،
ان سے کلام کرنا اور روحِ مومن کا جہاں چاہنا
وہاں جانا وغیرہ۔ ۷۰۳
دنیا کو برزخ سے وہی نسبت ہے جو رحمِ مادر کو
دنیا سے، پھر برزخ کو آخرت سے وہی نسبت ہے
جو دنیا کو برزخ سے ہے۔ ۷۰۶
اہلسنت کا مسلک ہے کہ نصوص کو ہمیشہ ظاہر
پر محمول کیا جائے جب تک کہ اس میں محذور نہ ہو۔ ۷۰۷
میت اپنے غسل دینے والے، جنازہ اٹھانے
والے، کفن پہنانے والے اور دفنانے والے
کو پہچانتا ہے۔ ۷۰۷
حبان بن ابی جبلہ تابعی ثقہ ہیں اور رجال
بخاری سے ہیں۔ (حاشیہ) ۷۰۸
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عظیم الشان
جلیل القدر صحابی ہیں ان چاروں میں سے ہیں
جن کی جنت مشتاق ہے۔ (حاشیہ) ۷۰۹
ام الدرداء دو خاتونوں کی کنیت ہے دونوں
ہی صحابیِ رسول حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کی بیویاں ہیں پہلی کبریٰ کہ صحابیہ ہیں خیرہ نام
ہے اور دوسری صغریٰ تابعیہ ثقہ فقیہہ مجتہدہ
رواۃ صحاح ستہ سے ہیں، ہجیمہ نام ہے (حاشیہ)
مردہ جانتا ہے کہ اس کے بعد اس کے گھر والوں
کو کیا ہو رہا ہے۔ ۷۱۰
امام مجاہد جلیل الشان تابعی، مجتہد، مفسر ثقہ علماء

Marfat.com

فصل دہم: برزخ میں بھی اولیاء کا فیض اور غلاموں کی امداد جاری رہتی ہے۔ ۷۶۹
ائمہ مذاہب واولیاء سلاسل اپنے مقلدوں اور مریدوں کی ہر وقت نگہبانی وشفاعت فرماتے ہیں مگر وہابیہ غیر مقلدین کا اس میں حصہ نہیں۔ ۷۶۹
حضرت امام مالک نے اپنے مقلد کی قبر میں تشریف لاکر نکیرین کو سوال سے روک دیا۔ ۷۶۹
نجد کے حنبلی اور ہند کے حنفی ہرگز حنبلی وحنفی نہیں بلکہ جبلی اور جبنفی ہیں۔ ۷۷۱
جسے کوئی حاجت منظور ہو اولیاء کے مزارات پر حاضر ہوکر ان سے توسل کرے۔ ۷۷۳
فصل یازدہم: تصریحات علماء میں کہ سلام قبور دلیل قطعی سماع وفہم وعلم وشعور ہے۔ ۷۷۶
فصل دوازدہم: اہل قبور سے سوائے سلام اور انواع خطاب وکلام میں۔ ۷۷۷
سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کے بعد صدیق وعمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی بارگاہ میں حاضری کا طریقہ۔ ۷۷۷
فصل سیزدہم: بعد دفن میت کو تلقین اور اسے عقائد اسلام یاد دلانے میں۔ ۷۷۹
نکتہ جلیلہ تتمیم کلام وازالۂ اوہام میں۔ ۷۸۳
فائدہ جمیلہ تنقیح مسئلہ تلقین میں۔ ۷۸۶
لایلقن یا غیر مشروع ممانعت وعدم جواز کے لیے متعین نہیں۔ ۷۸۶
شاگرد استاد سے سبق پڑھتے وقت اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم نہ پڑھے۔ ۷۸۷
فاتحہ وسورۃ کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا بالاجماع بہتر ہے۔ ۷۸۷
تلقین میت مذہب اہلسنت اور اس کا منع مشرب معتزلہ ہے۔ ۷۸۸
امام اعظم ابوحنیفہ صحابی کی رائے کے مقابل اپنی رائے ترک کردیتے ہیں۔ ۷۸۹
فصل چہاردہم: ارواح کرام کو نداء اور ان سے توسل ودعا۔ ۷۹۱
یاشیخ عبدالقادر کہنا ناجائز نہیں۔ ۷۹۱
منکر استمداد متعصب ہے۔ ۷۹۵
استمداد کا منکر ذلیل طائفہ نوپیدا ہے۔ ۷۹۵
جواز استمداد پر دلیل کی حاجت نہیں۔ ۷۹۶
انکار استمداد سے صدہا دینیات کا انکار لازم آتا ہے۔ ۷۹۶
زائر دور دراز مقاموں سے قصد مزارات کرے۔ ۷۹۶
مزارات پر خشوع وخضوع کرے اور اس یقین کے ساتھ اپنی حاجتیں مانگے کہ ان کی برکت سے اجابت ہوگی۔ ۷۹۷
سنت الٰہی جاری ہے کہ اولیاء کے ہاتھ پہ حاجت روائی ہوتی ہے۔ ۷۹۷
فصل پانزدہم: بقیہ تصریحات سماع اموات میں۔ ۷۹۷
ادراکات جیسے علم وسمع یقیناً تمام اموات کے لئے ثابت ہیں۔ ۷۹۷
حیات شہداء باقی اموات سے کامل تر اور

Marfat.com

مقصد سوم: اقوالِ علماء میں۔ ۳۶

سوا ائمۂ دین و علمائے کاملین کے اسمائے گرامی جو مذہب کے مؤید ہیں۔ ۳۶

گیارہ صحابہ کرام کے اسماء گرامی۔ ۳۶

بارہ تابعین کے اسماء گرامی۔ ۳۷

تین تبع تابعین کے اسماء گرامی۔ ۳۷

چوہتر اعاظم سلف و اکارم خلف کے اسماء گرامی۔ ۳۷

حاشیہ میں پینسٹھ مزید صحابہ، تابعین اور تبع تابعین وغیرہ کے اسماء گرامی۔ ۴۰

مخالفین کے معتمد دس علماء کے اسماء۔ ۴۲

حدیث اصطلاح محدثین میں ارشادات صحابہ و تابعین کو شامل ہے۔ ۴۲

حدیث نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول، فعل، تقریر اور صحابی کے قول، فعل، تقریر اور تابعی کے قول، فعل اور تقریر کو کہتے ہیں۔ (حاشیہ) ۴۲

امورِ قبور اور احوالِ ارواح میں رائے کو دخل نہیں۔ ۴۲

امورِ غیر قیاسیہ کے بارے میں موقوف حدیث بھی مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے۔ ۴۲

نوعِ اوّل: دو سو علماء سلف و خلف کے اقوال۔ ۴۳

تمہید: رُوحیں موت سے نہیں مرتیں۔ ۴۳

فصلِ اوّل: موت صرف مکان بدلنا ہے نہ کہ جماد ہونا۔ ۴۴

بلال بن سعد تابعی جلیل عابد فاضل ثقہ رجال نسائی وغیرہ سے ہیں۔ (حاشیہ) ۴۴

روایاتِ مناسبہ حیاتِ اولیاء بعد وفات کے بیان میں۔ ۴۶

فصل دوم: بعد موت علوم و افعالِ روح بدستور رہتے ہیں بلکہ زیادہ ہو جاتے ہیں۔ ۴۷

فصل سوم: اموات کا علم و ادراک دنیا و اہلِ دنیا کو بھی شامل ہے۔ ۵۰

فصل چہارم: اموات سے حیاء کرنے میں۔ ۵۱

حیاءِ امام شافعی بحضور مزار امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ ۵۲

فصل پنجم: افعالِ احیاء سے تاذیِ اموات میں۔ ۵۴

فصل ششم: ملاقاتِ احیاء اور ذکرِ خدا سے اموات کا دل بہلتا ہے۔ ۵۷

اہلسنت کے نزدیک ہر ذرّۂ عالم اپنے لائق سمع و بصر و علم رکھتا ہے اور زبانِ قال سے تسبیحِ الٰہی کرتا ہے۔ ۵۹

اموات کی قوتِ سامعہ اتنی قوی کہ نباتات کی تسبیح بلا تکلف سنتے ہیں۔ ۶۰

قبروں پر گلاب وغیرہ کے پھول ڈالنا خوب ہے۔ ۶۰

فصل ہفتم: اموات اپنے زائرین کو دیکھتے، پہچانتے اور ان کی زیارت پر مطلع ہوتے ہیں۔ ۶۰

فصل ہشتم: اموات اپنے زائروں سے کلام کرتے اور ان کے سلام و کلام کا جواب دیتے ہیں۔ ۶۴

امام اسمٰعیل حضرمی کے ایک مقبرہ پر رونے اور ہنسنے کا واقعہ۔ ۶۴

فصل نہم: اولیاء کی کرامتیں اور تصرفات بعد وصال بھی جاری رہتے ہیں۔ ۶۶

Marfat.com

مجالسِ خیر میں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری حق ہے ۔ ۸۳۰

فائدہ رابعہ: ارواحِ طیبہ کے لیے دیکھنے اور سُننے میں دُور و نزدیک سب یکساں ہے ۔ ۸۳۱

فائدہ خامسہ: اولیاء کو ہر جگہ سے ندا جائز اور سب جگہ اُن کی امداد واصل ۔ ۸۳۱

یا رزوق کہہ کر پکارو میں فوراً مدد کو آؤں گا ۔ ۸۳۲

گم شدہ چیز کا وہابی کُش عمل ۔ (حاشیہ) ۸۳۲

تذییل: وہابیہ کے طور پر تمام خاندانِ دہلوی غوثِ اعظم و غوث الثقلین کہہ کر مشرک ہوا حتّٰی کہ خود میاں اسمٰعیل دہلوی و مولوی اسحاق صاحب ۔ ۸۳۳

شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں کہ غوثِ اعظم اور محبوبِ الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہما مسجودِ خلائق ہیں ۸۳۴

تنبیہ مہم واجب الملاحظہ ہر مسلم ۔ ۸۳۴

اگر وہابیت کا مذہب حق ہے تو قرونِ ثلثہ سے لے کر آج تک کے تمام اولیاء و علماء مشرک ہیں ۔ ۸۳۶

⊙ رسالہ الوفاق المتین بین سماع الدفین وجواب الیمین (مسئلہ یمین سے سماعِ موتٰی کے خلاف پر استدلال کا جواب) ۸۳۷

فائدہ جزیلہ تحقیق مسئلہ یمین میں ۔ ۸۳۷

اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ زید سے نہ بولوں گا تو یہ قسم زید کی حالتِ حیات پر مقصور رہتی ہے اگر بعد انتقال زید سے کلام کرے حانث نہ ہوگا ۔ ۸۳۸

ہمارے نزدیک بنائے یمین عرف پر ہے ۔ ۸۳۸

لفظ کے عرفی معنی پر قسم وارد ہوتی ہے نہ کہ لغوی و شرعی معنی پر ۔ ۸۳۸

قسم کھائی بچھونے پر نہ بیٹھے گا یا چراغ سے روشنی نہ لے گا یا چھت کے نیچے نہ آئے گا تو زمین پر یا دُھوپ میں یا زیرِ آسمان بیٹھنے سے قسم نہ ٹوٹے گی ۔ ۸۳۸

قسم کھائی کہ کسی گھر میں نہ جائے گا تو مسجد وغیرہ معابد میں جانے سے حانث نہ ہوگا ۔ ۸۳۸

یہ سمجھنا کہ ہمارے ائمہ مذہب کے نزدیک میت سے کلام حقیقتاً یا شرعاً کلام نہیں محض باطل ہے ۔ ۸۳۸

قسم کھائی کہ زید سے نہ بولے گا بیرونِ نماز زید کو کہا السلام علیکم ، تو حانث ہوجائے گا ۔ ۸۳۸

صورتِ مذکورہ میں زید کی اقتدا میں قسم کھانے والے نے نماز پڑھی ، زید بھُولا ، اس نے بتایا تو حانث نہ ہوگا

اگر بیرونِ نماز بتایا تو حانث ہوجائے گا ۔ ۸۳۸

گوشت کھانے کی قسم کھانے والا مچھلی کھانے سے حانث نہ ہوگا ۔ ۸۴۱

اہلسنت کے تمام مخالفین پر "ڈوبتے کو تنکے کا سہارا" کی مثال صادق آتی ہے ۔ ۸۴۲

منکر وہابیوں کے یہاں دین و شریعت اپنی ہوا و ہوس کا نام ہے ۔ ۸۴۲

مقدمہ اُولیٰ: رُوح کو فنا نہیں ، موت سے رُوحوں کا مرجانا بدمذہبوں کا قول ہے ۔ ۸۴۳

موت حقیقۃً صفتِ بدن ہے نہ کہ وصفِ رُوح ۔ ۸۴۳

نیند موت کی چھوٹی بہن ہے ۔ ۸۴۵

مقدمۂ ثانیہ: مدرک حقیقۃً روح ہے نہ کہ بدن ۔ ۸۴۷

بدن کی طرف مجازاً بوجہ آلیت نسبت ادراک ہوتی ہے ۸۴۹

Marfat.com

حیاتِ انبیاء، حیاتِ شہداء سے کامل تر ہے۔ ۷۹۸
قبر کے پاس قرآن مجید پڑھنے سے قاری کو قراءۃ اور میّت کو استماع کا ثواب ملتا ہے۔ ۷۹۹
اموات کا کلام مخلوق کو سُننا حق ہے۔ ۷۹۹
برزخ اور آخرت کے کام اس روش پر نہیں جو دنیا میں دیکھی بھالی ہے۔ ۸۰۰
بعدِ موت علم و سماع کا باقی رہنا بنی آدم سے خاص نہیں بلکہ جنّوں کو بھی حاصل ہے۔ ۸۰۰
خاص حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات، علم، سمع اور بصر سے متعلق وارد احادیث و آثار کو اس رسالہ میں ذکر نہ کرنے کی تین وجوہ ہیں۔ ۸۰۱
نوعِ دوم: ننّو مقال خاندان عزیزی کے۔ ۸۰۲
وصلِ اوّل: علم و سمع و بصرِ اموات میں۔ ۸۰۲
مولوی اسحاق کا نادانستہ علمِ اموات پر ایمان لے آنا۔ ۸۰۵
شاہ عبدالقادر صاحب کی توفیق ۸۰۶
وصل دوم: بقاءِ تصرفات و کرامات بعد از وصال ۸۰۶
حضورِ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزارِ اقدس سے مثلِ احیاء تصرف فرماتے ہیں۔ ۸۰۶
مولوی اسمٰعیل دہلوی کا نیا ایمان۔ ۸۰۷
وصل سوم: بعد وصال اولیاء کے فیض و امداد میں۔ ۸۰۸
مال و اسباب اولیاء کی حمایت میں سونپنا اور اس پر غیبی مدد پانا۔ ۸۰۹
سب اولیاء کو مناصب حضور غوثِ اعظم عطا فرماتے ہیں۔ ۸۱۱
اولیاء مشکل کشا ہوتے ہیں۔ ۸۱۳
تنبیہ: اولیاء کو غریب نواز کہنا۔ ۸۱۶
اولیاء کا بعدِ انتقال بیداری میں آکر مدد کرنا۔ ۸۱۷
وصلِ چہارم: اصل مسئلہ مسئولہ سائل یعنی استمداد و ندائے اولیاء۔ ۸۱۹
نادِ علی: یاعلی، یاعلی، یاعلی۔ ۸۲۱
اگر مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور اولیاء کو مشکل کشا ماننا شرک ہے تو تمام خاندانِ عزیزی مشرک ہُوا۔ ۸۲۲
شیئاً للہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی ۸۲۳
خاتمہ: دربارہ سماعِ موتیٰ علمائے عرب کا فتویٰ۔ ۸۲۴
تحکیم بے قبول طرفین معقول نہیں۔ ۸۲۴
تکمیلِ جمیل و تسجیلِ جلیل چند فوائد عالیہ کی یاد دہانی میں۔ ۸۲۸
فائدۂ اُولیٰ: سماعِ موتیٰ کا منکر بدعتی گمراہ ہے۔ ۸۲۸
فائدہ ثانیہ: اہلِ قبور کا علم و سمع و بصر ہمیشہ ہے ۸۲۸
البتہ جُمعہ کے دن زیادہ ہوتا ہے۔ ۸۲۸
فائدہ ثالثہ: ارواحِ مومنین جہاں چاہیں جانے کا اختیار رکھتی ہیں۔ ۸۲۹
اولیاءِ احیاء کا ایک وقت میں ستر جگہ تشریف فرما ہونا منقول ہے۔ ۸۲۹
جبرئیل علیہ السلام بارگاہِ نبوی میں حاضری کے وقت سدرۃ المنتہیٰ پر بھی جلوہ گر رہتے۔ ۸۲۹
جبریل علیہ السلام کے چھ سو پر ہیں۔ (حاشیہ) ۸۲۹

Marfat.com

روح میت نہیں وہ تو صرف بدن سے جدا ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ اسے دوبارہ بدن میں لے آئے۔ ۸۸۱

جس پر عذاب کرنا ہوتا ہے اُسے قبر میں یک گونہ حیات دی جاتی ہے جس سے الم پہنچنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ ۸۸۲

صاحبِ مائۃ مسائل کی نقل میں تقصیر (حاشیہ) ۸۸۲

آیۂ کریمہ "ومآ انت بمسمع من فی القبور" میں من فی القبور سے مراد بدن ہے۔ ۸۸۴

صاحب تفہیم المسائل کی بدقسمتی۔ ۸۸۴

بعد سوال نکیرین سعید کی روح جنت میں اور شقی کی سجین میں رہتی ہے۔ ۸۸۴

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا صرف سماعِ جسمانی کی منکر ہیں ادراک روحانی کی مثبت و مقر ہیں۔ ۸۸۴

مبحثِ قسم کے مسائل دو قسم پر ہیں: ایک متقید بحیات اور دوسرے شاملِ موت وحیات۔ ۸۸۴

کون سی قسم مخاطب کی حیات پر مقصور اور کون سی مخاطب کی موت وحیات دونوں کو شامل ہے۔ ۸۸۴

کلام ائمہ ومشائخ کو نفی سماعِ ارواح پر محمول کرنا صراحۃً باطل اور توجیہ القول بمالا یرضی بہ القائل ہے۔ ۸۸۶

توہب والحاد کے جگر میں شگاف ڈالنے والا ارشادِ امام ابن الہمام۔ ۸۸۷

مزارِ انورِ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضری کے وقت منہ کدھر کیا جائے۔ ۸۸۷

روح کی تعریف۔ ۸۸۹

روح عالمِ آب وگل سے نہیں بلکہ عالمِ ملکوت سے ہے۔ ۸۸۹

لوگوں کا رونا سُن کر مُردے کو صدمہ ہوتا ہے۔ ۸۹۰

زندوں کا رونا سُن کر اُن کے ساتھی مُردے بھی رونے لگتے ہیں۔ ۸۹۰

مقبروں سے درخت اور گیاہِ سبز کاٹنا مکروہ ہے۔ ۸۹۱

صاحبِ تفہیم المسائل کا خبط۔ ۸۹۱

مقابر پر پیشاب کرنے سے مُردوں کو ایذا ہوتی ہے۔ ۸۹۲

اگر کلامِ مشائخ کو نفیِ سماعِ رُوح پر محمول کیا جائے تو وہ اعتراضاتِ قاہرہ وارد ہوں جن سے رہائی ناممکن الحصول ہو۔ ۸۹۳

کیا کافر مجاہر سے سوالِ قبر ہوگا۔ ۸۹۴

مقتولینِ بدر سے خطاب والی حدیث نص صریح ہے کہ اُن کافروں نے گوشِ بدن سے سُنا۔ ۸۹۶

جو احادیث سماعِ جسمانی میں نص ہیں ان میں تخصیصِ وقت یا بعض اموات خود دسبیل واضح ہے۔ ۸۹۶

صاحبِ تفہیم المسائل کی نافہمی وجہلِ واضح۔ ۸۹۷

کلامِ مشائخ کے مذکورہ معنے لیے جائیں سات فوائد ورنہ اتنے ہی ضرر اور حاصل کچھ نہیں۔ ۹۰۰

تنبیہ: بعض مسائل میں اہلِ بدعت اور بعض یا کُل اہلسنت متفق ہوتے ہیں اور ماخذ مختلف، مسئلۂ تلقین بھی ایسا ہی ہے۔ ۹۰۰

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نام لے کر مت پکارو بلکہ یُوں کہو یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ،

Marfat.com

مقدمہ ثالثہ: رُوح کی حیات مستمرہ ہے۔ ۸۵۰

اہلسنت کے نزدیک جسم شرطِ حیات نہیں۔ ۸۵۰

قبر کی تنعیم یا تعذیب روح وجسم دونوں پر ہے۔ ۸۵۰

جماد من حیث ہو جماد سے سوال یا اسے لذّت والم کا ایصال بداہۃً محال ہے۔ ۸۵۱

رُوح کی حیات سمرہ غیر منقطعہ ہے مگر بدن کیلئے بعد عود بھی استمرار ضروری نہیں۔ ۸۵۳

مقدمہ رابعہ: سمع وبصر کا لغوی وعرفی معنی ۸۵۴

سمع وبصر کے تین معنی ہیں۔ ۸۵۴

ادراک بالبصر تین امور پر موقوف ہے مواجہ بصر، تقلیب حدقہ اور ازالہ غشاوہ۔ ۸۵۵

روزِ قیامت مومنین اپنے رب عزّوجلّ کو دیکھیں گے اور اس کا کلام سُنیں گے۔ ۸۵۶

مقدمہ خامسہ: نصوصِ شرعیہ اور محاوراتِ عرفیہ میں انسان کی طرف صفاتِ رُوح وجسم دونوں کی نسبت کی جاتی ہے۔ ۸۵۷

رؤیت وعلم شانِ رُوح ہے اور نطفے سے پیدائش بدن کی۔ ۸۶۰

حقیقت ومصداق انسان میں چار احتمال عقلی ہیں محض بدن یا مجرد رُوح یا ہر ایک یا مجموع۔ ۸۶۰

مصنف کی تحقیق انیق کہ انسان روح متعلق بالبدن کا نام ہے۔ ۸۶۳

روح کا بدن سے تعلق چار قسم پر ہے: ایک دنیوی بحالِ بیداری، دوسرا بحالِ خواب، تیسرا برزخی اور چوتھا اُخروی۔ ۸۶۴

اکمل واعلیٰ تعلق اُخروی ہے اور ادون واقل تعلق برزخی ہے ۸۶۶

بقاءِ انسانیت کے لیے تعلقِ برزخی کافی ہے۔ ۸۶۶

قرآن مجید میں صنعت استخدام کے مواقع۔ (حاشیہ) ۸۶۹

بدن پر اطلاقِ انسان حقیقتِ عرفیہ ہے۔ 〃 ۸۷۰

انسان وحیوان کی تعریف میں فلاسفہ کی جہالتیں۔ 〃 ۸۷۰

قرآن عظیم مطابقتِ عرف پر اُترا۔ ۸۷۰

اطلاقِ انسان کے لیے دو حقیقتیں ہیں: ایک حقیقتِ اصلیہ دقیقہ یعنی رُوح متعلق بالبدن، دُوسری حقیقت مشہورہ عرفیہ یعنی بدن۔ ۸۷۱

مقدمہ سادسہ: صفاتِ بدن دو قسم ہیں: اصلیہ مطلقہ اور تبعیہ مشروطہ بحیات۔ ۸۷۱

بعد موت بے عودِ حیات بدن خالی کو شرعاً عرفاً لغتاً کسی طرح سمیع وبصیر ومرید وفاعل نہیں کہتے۔ ۸۷۱

مقدمہ سابعہ: تحریر محلِ نزاع۔ ۸۷۲

کلام سماعِ ارواح میں ہے ابدان سے غرض نہیں ۸۷۲

اموات کا باہم ملاقات کرنا اور آپس میں گفتگو کرنا متعدد احادیث سے ثابت۔ ۸۷۴

جواب اوّل: بارہ ۱۲ دلائل اور پچیس ۲۵ شواہد پر مشتمل کہ کلامِ مشائخ سے مراد صرف نفی سماعِ بدنِ مردہ ہے ۸۷۵

احتمال قاطعِ استدلال ہے۔ ۸۷۵

حتی الامکان کلماتِ ائمہ میں توفیق وتطبیق محمود ہے۔ ۸۷۶

تعصب صاحبِ تفہیم المسائل ۸۷۶

مکابرہ قنوجی صاحبِ تفہیم المسائل ۸۷۸

تم قلیبِ بدر میں پڑی لاشوں سے زیادہ نہیں سُنتے۔ ۸۷۸

بے شرمی صاحبِ تفہیم المسائل ۸۷۹

Marfat.com

جو تلقین نہیں مانتا معتزلی ہے ۔ 917

اہلسنت کے نزدیک تلقین امرِ شرعی ہے ۔ 917

صاحبِ تفہیم المسائل کی مُنہ زوری ۔ 917

منع موید بسندِ واضح صرف استبعاد اور مخالف ظاہر سے مندفع نہیں ہوتا ۔ 917

ظاہر صالح دفع ہے نہ حجتِ استحقاق ۔ 918

مقدمۂ ممنوعہ پر ظاہر سے اقامتِ دلیل چاہنا جہالت ہے ۔ 918

صاحبِ تفہیم المسائل کی نابینائی ۔ 918

قاعدہ اجماعیہ ہے کہ مثبت، نافی پر مقدم ہوتا ہے ۔ 919

آدمی وہابی ہو کر جماد لایسمع ولایفہم ہو جاتا ہے 919

اس شبہ کا ازالہ کہ بعض اہلسنت بھی تو منعِ تلقین کی طرف گئے ہیں ۔ 919

صاحبِ تفہیم المسائل کا فہم سقیم ۔ 919

صاحبِ تفہیم المسائل کی بیہوشی کہ اَن کہی بول گئے 920

صاحبِ تفہیم المسائل کی بوکھلاہٹ ۔ 923

اکثر ہوتا ہے کہ بھولنے والے بھولنے والوں کی پیروی کر لیتے ہیں ۔ 923

وجہ تداول و توارد نقول ۔ 924

جلیلہ عظیمہ : صاحبِ تفہیم المسائل کی کچلی نزاکت 925

عوائد جلیلہ اربعہ برائے ازالہ ہر گونہ اوہام ۔ 926

عائدۂ اُولیٰ : یہاں مذہب وہابیہ ضرور مذہبِ معتزلہ ہے ۔ 926

وہابیہ فرضی کتابیں اور خیالی علماء گھڑ لیتے ہیں ۔ 926

الحمد للہ صاحبِ تفہیم المسائل کے حیاء کا پایہ کہاں تک پہنچا ۔ 927

متدین وہابیوں کو عبارت گھڑنی بھی نہ آئی ۔ 927

وہابیہ کی مَن گھڑت عبارت کا ایک نمونہ ۔ (حاشیہ) 927

رسالہ "نشاط السکین علی حلق البقر السمین" ایک لحیم وشحیم وہابی ہیڈ مولوی کے رَد میں لکھا گیا ۔ 928

بطور لطیفہ وہابیہ کی ایک محدثانہ سندِ موضوع کا ذکر ۔ 928

وہابیت کا کمال نیچریت ہے ۔ (حاشیہ) 929

عائدۂ ثانیہ : نفیِ ادراک موتی میں تخصیص امورِ دنیویہ کا رَد ۔ 929

صاحبِ تفہیم المسائل کی کج فہمی اور جہلِ اقبح ۔ 930

ادراک کا ایک فرد بھی باقی ہے تو حیات ثابت اور موت منتفی ہے ۔ 930

حیات باجماعِ عقلاء شرطِ ادراک ہے اور موت منافی ادراک ہے ۔ 930

مشروط نہ بے شرط متحقق ہوگا نہ منافی، منافی سے ملتصق ۔ 930

وہابیہ کا معتزلہ کے فرقہ صالحیہ سے اتحاد ۔ 931

باوصف موت ادراکات امور برزخیہ سمع وبصر و علم وغیرہ کو باقی ماننا مذہبِ صالحیہ ہے ۔ 931

اہلسنت موصوف بالموت کو بحالِ موصوفی بالموت موصوف بالادراک نہیں مانتے بلکہ وُہ جس کے لیے ادراکات برزخیہ مانتے ہیں اسے زندہ جانتے ہیں ۔ 931

صاحبِ تفہیم المسائل نے اپنے پاؤں پہ خود

Marfat.com

یا خلیفۃ اللہ ۔ ۹۰۱
صاحبِ تفہیم المسائل اختراع و افتراء کا ماہر کامل ہے ۹۰۲
بدنِ میت کو خارجی صدمہ بھی ایذا دیتا ہے ۔ ۹۰۳
مقتضائے اثر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ۹۰۳
مردہ اور زندہ کی ہڈی توڑنا درد میں برابر ہے ۔ ۹۰۴
حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت
کہ بوقتِ دفن مجھ پر مٹی آہستہ ڈالنا ۔ ۹۰۴
جن چیزوں سے زندہ دردناک ہوتا ہے ان سے
مردہ بھی دردناک ہوتا ہے ۔ ۹۰۵
مردہ اپنے نہلانے والے کو قسم دیتا ہے کہ مجھ پر
آسانی کرنا ۔ ۹۰۵
ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
نے مردہ عورت کو کنگھی کرنے سے منع کیا ۔ ۹۰۵
بہرحال اگر بدنِ میت کے لیے الم مانیے تو مسئلہ
یمین فی الضرب پر کچھ نقص نہیں اور نہ مانیے تو مسئلہ
سماع پر کچھ نقص نہیں ۔ ۹۰۶
جوابِ دوم : منفی سماع بآلاتِ بدن ہے ۔ ۹۰۶
حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا فرمان کہ
جمعہ کے دن مجھ پر درود زیادہ بھیجا کرو ۔ ۹۰۷
انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بدن کو کھانا زمین
پر حرام ہے ۔ ۹۰۷
اللہ تعالیٰ کے نبی زندہ ہیں روزی دیئے جاتے ہیں ۔ ۹۰۸
جہالتِ صاحبِ تفہیم المسائل ۹۰۸
موت جسد سے روح کو مردہ ماننا اور ادراکِ روح
کے لیے بدن کو شرط جاننا دونوں قول اہل بدعت ،
ضالین اور معتزلہ وغیرہم کے ہیں ۔ ۹۰۹
فائدہ جلیلہ : بحث انکار سیدہ عائشہ صدیقہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۔ ۹۱۰
ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
اپنے بھائی کی قبر پر حاضر ہوئیں اور دو شعر پڑھے
اور انھیں خطاب فرمایا ۔ ۹۱۲
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخر شب
مقبرۂ بقیع پر تشریف لے جا کر سلام و کلام و خطاب
فرمایا کرتے ۔ ۹۱۲
ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ
عنہا صرف سماعِ جسمانی کا انکار فرماتی ہیں ۔ ۹۱۳
جمہور علماء نے حضرت ام المومنین کا سماعِ موتی
کے مسئلہ میں انکار قبول نہیں کیا ۔ ۹۱۳
جوابِ سوم : جامع الجوابین ۔ ۹۱۵
قولِ مشائخ کہ میت یا زید بعد موت نہیں سنتا
چار معانی کا محتمل ہے ۔ ۹۱۵
جوابِ چہارم : منکرینِ سماعِ موتی دراصل معتزلہ
ہیں جو مذہب حنفیہ میں گھسے ہوئے ہیں ۔ ۹۱۶
کلامِ مشائخ سے استنادِ مخالف دو مقدموں پر
مبنی تھا ، صغریٰ یہ کہ امتناعِ سماعِ موتی قول اکثر
مشائخ حنفیہ ہے ، اور کبریٰ مطویہ مسطورہ یہ کہ
جو قول اکثر مشائخ حنفیہ ہے فی نفسہٖ حق ہے
یا ہم پر اس کی تسلیم واجب ہے ، پہلے تینوں
جواب صغریٰ کے رد میں اور باقی تینوں کبریٰ کے
رد میں ہیں ۔ ۹۱۶

Marfat.com

ضلالت پر اجماعِ اُمّت ناممکن ہے۔ ۹۴۰

سوادِ اعظم کا خلاف ابتداع ہے۔ ۹۴۰

محتاط محققین فتویٰ مشائخ پر عمل کر کے اس وقت تک کسی کو کافر نہ کہیں گے جب تک تکفیر پر اجماعِ مشائخ نہ ہو لے۔ ۹۴۱

فقہ کا دائرہ حیثیت حلال و حرام تک منتہی ہو جاتا ہے۔ ۹۴۲

کفر و اسلام فقہ کا نہیں بلکہ عقائد و کلام کا مسئلہ ہے۔ ۹۴۲

جب تک ضروریاتِ دین سے کسی شَی کا انکار نہ ہو کفر نہیں۔ ۹۴۲

جوابِ ششم: بالفرض یہ اقوالِ مشائخ قابلِ احتجاج ہوں بھی تاہم تطبیق کیجئے یا ترجیح لیجئے ہر طرح میدان اہلسنّت کے ہاتھ میں ہے۔ ۹۴۲

تطبیق اولیٰ ہے ترجیح سے۔ ۹۴۳

اگر بابِ ترجیح کھلے تو بھی دس وجوہ سے میدان ہمارے ہاتھ میں ہے۔ ۹۴۳

٭ ٭ ٭

Marfat.com

تیشہ زنی کی۔ ۹۳۲

عائدۂ ثالثہ: عذر حائل وحیلۂ استغراق کارد۔ ۹۳۲

بقائے رُوح وادراکاتِ رُوح کا دعویٰ ایسی نصوصِ قاطعہ سے ثابت ہے جس میں موافق و مخالف کسی کو مجالِ تاٗمل نہیں۔ (حاشیہ) ۹۳۳

مخالفین بھی تنعیم وتعذیب وادراکاتِ برزخیہ کو مانتے ہیں۔ (حاشیہ) ۹۳۳

جب مدرک باقی ہے تو ادراک بھی باقی ہوگا۔ ۹۳۳

نفی لبعض ماننے والا مدعیِ تخصیص ہے لہٰذا وہ دلیل پیش کرے۔ ۹۳۳

دعوٰی پر منع وارد نہیں ہوسکتا خصوصًا اقامتِ دلیل کے بعد۔ ۹۳۳

غیب پر رجمًا بالغیب حکم لگانا ضلالت وعیب ہے۔ ۹۳۴

ممکن پر بے دلیل سمع جزم نہیں۔ ۹۳۴

صاحبِ تفہیم المسائل کا خذلان وخسران۔ ۹۳۴

فلاسفہ کا یہ قول باطل ہے کہ نفس آنِ واحد میں دو چیزوں کی طرف توجہ نہیں کرسکتا۔ ۹۳۴

بطلان تالی سے بطلان مقدم لازم ہے۔ ۹۳۴

استغراق کو امورِ برزخیہ و دنیویہ میں فارق بنانا غلط ہے۔ ۹۳۴

موت کا ادنیٰ جھٹکا سو ضرب شمشیر کے برابر ہے۔ ۹۳۴

ملک الموت کو دیکھنا ہزار تلوار کے صدمہ سے بڑھ کر ہے۔ ۹۳۵

قبر کا بھیانک ماحول۔ ۹۳۵

نکیرین کی خوفناک شکلیں۔ ۹۳۵

نکیرین کے لوہے کے گرز کا وزن کتنا ہے۔ ۹۳۶

گوشتِ سر کا ادراک بنسبت ادراکِ روح کے بہت قاصر و مقصور ہے۔ ۹۳۷

احوالِ برزخ کا قیاس احوال وعاداتِ دنیویہ پر باطل ومہجور ہے۔ ۹۳۷

عائدۂ رابعہ: تعلقاتِ بدن کی کمی وبیشی سے ادراکاتِ رُوح پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ ۹۳۷

اہلِ سنّت کے نزدیک ادراکاتِ روح بدن پر موقوف نہیں وہ ان تعلقاتِ حادثہ سے پہلے بھی ویسے ہی مدرکہ، عالمہ، مبصرہ اور سامعہ تھی جیسے ان کے بعد۔ ۹۳۷

تعلقاتِ بدن بنفسہٖ نہیں بلکہ تعلق روح کے باعث ہیں۔ ۹۳۸

بحمداللہ توفیق رفیقِ اہلسنت اور خذلان وحرمان نصیبِ اہلِ بدعت ہے۔ ۹۳۸

جوابِ پنجم: یہ مسئلہ فقہیہ نہیں تو ماخذ کے خلاف چلنا جہلِ مبین۔ ۹۳۹

ہر سخن نکتہ و ہر نکتہ مکانے دارد۔ ۹۴۰

ہر مسئلہ اپنے ماخذ ہی سے لیا جائے گا۔ ۹۴۰

جو فرقِ مراتب گما کر غلط مبحث کرے وہ جاہل ہے۔ ۹۴۰

برزخ ومعاد امورِ غیبیہ ہیں جن میں قیاس و اجتہاد کو دخل نہیں۔ ۹۴۰

عقائد میں تقلید نہیں۔ ۹۴۰

عقائد میں چار چیزوں کا اتباع ہے: کتاب وسنّت واجماع اور سوادِ اعظم اہلسنّت۔ ۹۴۰

Marfat.com

فہرست ضمنی مسائل

استنجاء

آبِ زمزم سے استنجاء کرنا ممنوع ہے۔ ۱۲۱

تیمم

جس شخص کے پاس ناگاہ جنازہ آجائے اور اس کا وضو نہ ہو تو تیمم کر کے نمازِ جنازہ پڑھ لے۔ ۳۰۷

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما وضو نہ ہونے پر تیمم کر کے نمازِ جنازہ میں شریک ہوئے۔ ۳۰۸

بے وضو کو وضو کرنے یا جنب کو غسل کرنے میں نمازِ عید کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو تیمم کر کے شریک ہو جائے۔ ۳۳۳

نمازِ جنازہ سلطان وغیرہ جو ولی سے مقدم ہیں حاضر ہوں تو ولی کو تیمم جائز ہے۔ ۳۳۳

ولی نے دوسرے کو اجازت امامت دے دی تو اب بھی ولی تیمم کر سکے گا۔ ۳۳۳

اگر وضو یا غسل کے تیمم سے ایک جنازہ پڑھا اب دوسرا آگیا اور وضو و غسل کی مہلت نہ پائی تو اسی تیمم سے دوسرا جنازہ پڑھ سکتا ہے۔ ۳۳۳

جس کا انتظار ہوگا جیسے ولی و اولی اسے تیمم جائز نہیں۔ ۳۳۴

نمازِ جنازہ یا عید فوت ہونے کے خوف سے پانی ہوتے ہوئے تیمم کی اجازت ہے۔ ۳۳۴

جو واجب کہ فوت پر بدل نہ رکھتا ہو پانی ہوتے ہوئے اسے تیمم سے ادا کر سکتے ہیں۔ ۳۳۵

صرف کراہت کے سبب سے تیمم کی اجازت نہیں۔ ۳۳۶

نمازِ جمعہ یا نمازِ پنجگانہ فوت ہونے کے خوف سے تیمم کی اجازت نہیں۔ ۳۳۶

غسل

میت کو بیری کے پتوں میں اُبلے ہوئے پانی سے غسل دینا چاہئے۔ ۵۱۸

میت کو گرم پانی سے غسل دینا افضل ہے۔ ۵۱۸

اذان

قبر پر اذان دینا جائز ہے۔ ۱۶۴

نماز

نماز کا قبل فرضیت وقوع ہوا بعد کو فرضیت اتری۔ ۲۸۰

کوئی نماز ایک دن میں دو بار نہ پڑھو۔ ۳۰۵

شافعی المذہب امام فجر کی نماز میں قنوت پڑھے تو حنفی مقتدی نہ پڑھے۔ ۳۶۸

دورانِ نماز قرآن مجید سے دیکھ کر پڑھنا اور رکوع و سجود میں قراءۃ قرآن ممنوع ہے۔ ۵۷۱

فاتحہ و سورۃ کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا بالاجماع بہتر ہے۔ ۷۸۷

Marfat.com

دوامی پٹہ والی زمین پر قبر و مسجد بنانا۔ ۴۰۰

صحنِ مسجد میں دفن کرنا حرام ہے، اگر دفن ہو گئے ہوں اُسے ختم کرنا چاہیے۔ ۴۰۷

قبرستانوں کے درختوں کی لکڑیاں یا قبروں کی اینٹیں مسجدوں میں لگانا۔ ۴۱۲

مسجد کی چھت پر وطی کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ ۴۴۹

مسجد کی آرائش اور اُس کی دیواروں پر سونے چاندی سے نقش و نگار جائز ہے جبکہ تعظیم کے لیے ہو۔ ۴۹۲

مساجد کے امتیاز کے لیے ان میں کنگرے بنانا جائز ہے۔ ۴۹۳

اصالتاً بنائے مسجد فرائض کے لیے ہے۔ ۵۰۴

کن مساجد میں رات بھر روشنی کی اجازت ہے اور کن میں تہائی رات کے بعد روشنی گُل کرنے کا حکم ہے۔ ۵۰۴

عقائد و کلام

حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رداء، قمیص، ناخن اور مُوئے مبارک کی تعظیم نقوشِ کتابتِ آیات و احادیث کی طرح فرض ہے۔ ۱۱۸

نامِ مسمّٰی کے انحائے وجود میں سے ایک نحو ہے۔ ۱۳۴

وجودِ شئی کی چار صورتیں ہیں: (۱) اعیان میں، (۲) علم میں (۳) تلفظ میں (۴) کتابت میں۔ ۱۳۴

وجودِ تلفظ و کتابت کی صورت میں وجودِ اسم کو ہی وجودِ مسمّٰی قرار دیا گیا ہے۔ ۱۳۴

کتبِ عقائد میں مذکور ہے کہ اسم عینِ مسمّٰی ہے۔ ۱۳۴

عیسائی کی نمازِ جنازہ اور مسلمانوں کی طرح اس کی تجہیز و تکفین حرام قطعی ہے ایسا کرنے والوں پر توبہ لازم ہے اور اگر اس کی بوجہ نصرانیت مستحقِ تعظیم سمجھ کر ایسا کیا تو مرتد ہوئے۔ ۱۷۰

رافضی کی نمازِ جنازہ پڑھنی حرام ہے اور اس کے لیے استغفار کرنا کفر ہے۔ ۱۷۲

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آج بھی ایسے ہی ہیں جیسے جس دن قبر مبارک میں رکھے گئے تھے۔ ۲۷۰

فرقۂ غیر مقلدین گمراہ و بدمذہب ہے۔ ۲۷۷

جو کسی ضلالت کی طرف بُلائے سب ماننے والوں کے برابر گناہ اُس پر ہے۔ ۲۷۷

نمازِ جنازہ شفاعت ہے ۲۹۴

مالکِ شفاعت حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہیں۔ ۲۹۴

اور جو کوئی شفاعت کرے گا حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نیابت سے کرے گا۔ ۲۹۴

ناجائز و گناہ میں کسی کی اطاعت نہیں۔ ۳۶۷

ولد الزنا زانی اور زانیہ کا فرط ہو گا یا نہیں۔ ۴۰۱

مزاراتِ مقدسہ کو منہدم کرنے کا کام وہی شخص کرسکتا ہے جو بدعتی اور گمراہ ہو۔ ۴۳۰

اہلسنت کے نزدیک انبیاء، شہداء اور اولیاء مع اپنے ابدان و اکفان کے زندہ ہیں۔ ۴۳۱-۴

محبوبانِ خدا کو قبور میں روزی و رزق دیا جاتا ہے۔ ۴۳۲

محبوبانِ خدا کی رُوحیں زمین و آسمان اور جنت میں جہاں چاہیں آتی جاتی ہیں۔ ۴۳۲

Marfat.com

جماعت

مسجد محلہ میں جب اہل محلہ جماعت صحیحہ غیر مکروہہ باعلانِ اذان ادا کر چکیں تو دوسروں کو باعادۂ اذان وہاں جماعت کی اجازت نہیں۔ ۲۹۷

اگر پہلی جماعت بے اذان یا باخفائے اذان واقع ہو تو دوسروں کو روا ہے کہ اذان بروجہ مسنون دے کر محراب میں جماعت کرائیں۔ ۲۹۷

جماعت اُولیٰ جب برخلاف حکمِ سنّت ہو تو دوسری جماعت اعادۂ جماعت نہیں بلکہ یہی جماعتِ اولیٰ ہے ۲۹۷

جمعہ

اہلِ مدینہ نے قبل فرضیّتِ جمعہ جمعہ پڑھا۔ ۲۸۰

تراویح

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جماعتِ تراویح اس خیال سے ترک فرمادی کہ مداومت سے فرض نہ ہو جائے۔ ۲۸۱

امامت

رافضی کی نماز جنازہ پڑھانے والا قابلِ امامت نہیں ۱۷۳

گیارھویں شریف کو منع کرنے والے وہابی یا رافضی ہیں ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ ۶۰۵

آدابِ دُعاء و استغفار

دُعاء کے مطلقاً محبوب و مطلوب ہونے پر سات احادیث سے استدلال۔ ۲۴۰

دعا کے لیے طہارتِ بدن، طہارتِ جامہ، طہارتِ مکان اور استقبالِ قبلہ ضروری نہیں۔ ۳۶۵

دونوں ہاتھوں کا اُٹھانا آدابِ دُعا سے ہے۔ ۵۷۲

اولیاء و صلحاء سے طلبِ دُعا کے جواز پر حدیثیں ۶۹۳

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دُعا چاہی۔ ۶۹۳

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد از دفن قبر پر ٹھہر کر میّت کے لیے دعاءِ مغفرت کرنے کا صحابہ کو حکم دیتے۔ ۶۹۴

حاجی کے گھر پہنچنے سے پہلے اس سے دعاءِ مغفرت کرانا۔ ۶۹۴

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے دُعاءِ بخشش کرانے کا حکم۔ ۶۹۴

احکامِ مسجد

مسجد میں نمازِ جنازہ جائز نہیں، کُتبِ فقہ سے اِس امر کا ثبوت۔ ۲۵۹

مسجد میں نمازِ جنازہ ممنوع ہے اگرچہ بیرونِ مسجد جگہ کم ہو یا سخت دھوپ ہو اور ماہِ رمضان ہو۔ ۲۶۲

اور اگر مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھی گئی تو فرض ساقط ہو جائے گا۔ ۲۶۳

صحیح یہ ہے کہ مسجد میں جنازہ یا امام یا صف ہو تو مکروہ ہے ۲۶۴

مسجد کے اندر نمازِ جنازہ جائز نہیں۔ ۲۶۵

مسجد کے مسقف حصّہ کو شتوی اور صحن کو صیفی کہتے ہیں۔ ۲۶۵

نمازِ جنازہ فناءِ مسجد میں جائز ہے۔ ۲۶۵

جو اراضی شاملِ مسجد ہو چکی ہو اُس پر نمازِ جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ ۲۶۶

مسجد نبوی اور مسجدِ حرام میں نمازِ جنازہ ہونے کی وجہ۔ ۲۶۶

مسجد کے حوض پر جنازہ رکھ کر نماز پڑھنے کا حکم۔ ۲۶۶

Marfat.com

محالِ عقلی صالحِ تعلقِ اِذن نہیں اور محالِ شرعی سے ہرگز اذن متعلق نہ ہوگا۔ ٦٨٠

ہر محالِ عادی ممکنِ عقلی ہوتا ہے لہٰذا محالِ عادی کا اعتقاد، ممکن کا اعتقاد ہے۔ ٦٨٠

شرک، اعظم محالاتِ عقلیہ کا اعتقاد ہے۔ ٦٨٠

اعتقادِ ممکنِ عقلی کا شرک ہونا محالِ عقلی بیّن الفساد ہے۔ ٦٨٠

کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کے اعمال قطعاً مقبول ہیں۔ ٦٨١

کسی کی بات سُننے کے لیے اس کی صورت دیکھنا ضروری نہیں۔ ٦٨٣

ہر غلط بات شرک نہیں ہوتی۔ ٦٨٤

قرآن مجید کی کسی آیت میں قبور پر جاکر کلام وخطاب کرنے کو شرک نہیں کہا گیا۔ ٦٨٤

حدیث شریف "من حلف بغیر اللہ فقد اشرک" سے غلط استدلال کا رَد۔ ٦٩٠

غیر خدا کو نافع وضار سمجھنا مطلقاً شرک نہیں جب تک کہ مستقل بالذات نہ مانا جائے۔ ٦٩١

غیر خدا کو نافع وضار غیر مستقل بالذات ماننا شرک نہیں۔ ٦٩١

غیر خدا کے نافع وضار ہونے کا ثبوت قرآن مجید سے۔ ٦٩١

غیر خدا کے نافع وضار ہونے کا ثبوت احادیث سے۔ ٦٩١

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حجرِ اسود کو نافع وضار قرار دیا۔ ٦٩٢

شاہ عبدالعزیز صاحب نے فرعون کو مالکِ نفع وضرر کہا ٦٩٢

قاعدہ کلیہ ہے کہ جو بات زندوں کے ساتھ شرک نہیں، اموات کے ساتھ بھی شرک نہیں ہوسکتی۔ ٦٩٦

مُردہ جانتا ہے کہ اس کے بعد اس کے گھر والوں میں کیا ہو رہا ہے۔ ٧١٠

چھ حدیثیں کہ مُردہ جُوتوں کی آواز سُنتا ہے۔ ٧٢٤

امورِ قبور اور احوال میں رائے کو دخل نہیں۔ ٧٤٢

اہلسنت کے نزدیک ہر ذرۂ عالم اپنے لائق سمع وبصر وعلم رکھتا ہے اور زبانِ قال سے تسبیحِ الٰہی کرتا ہے۔ ٧٥٩

اموات کی قوتِ سامعہ اتنی قوی کہ نباتات کی تسبیح بلا تکلف سُنتے ہیں۔ ٧٦٠

ائمہ مذہب واولیاءِ سلاسل اپنے مقلدوں اور مریدوں کی ہر وقت نگہبانی وشفاعت فرماتے ہیں مگر وہابیہ غیر مقلدین کا اس میں حصہ نہیں۔ ٧٦٩

حضرت امام مالک نے اپنے مقلد کی قبر میں تشریف لاکر نکیرین کو سوال سے روک دیا۔ ٧٦٩

یا شیخ عبدالقادر کہنا ناجائز نہیں۔ ٧٩١

حیاتِ شہداء باقی اموات سے کامل تر اور حیاتِ انبیاء حیاتِ شہداء سے کامل تر ہے۔ ٧٩٨

اولیاء مشکل کشا ہوتے ہیں۔ ٨١٣

مجالسِ خیر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری حق ہے۔ ٨٣٠

موت حقیقتاً صفتِ بدن ہے نہ کہ وصفِ روح۔ ٨٤٣

بدن کی طرف مجازاً بوجہ آلیت نسبتِ ادراک ہوتی ہے ٨٤٩

Marfat.com

قبروں کی مٹی محبوبانِ خدا کے جسموں کو نہیں کھاتی بلکہ اُن کے کفن بھی سلامت رہتے ہیں۔ ۴۳۲

محبوبانِ خدا قبروں میں نماز پڑھتے، ذکر کرتے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔ ۴۳۲

اولیاء اللہ کی حیات و ممات میں کوئی فرق نہیں۔ ۴۳۳

اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف تشریف لے جاتے ہیں۔ ۴۳۳

مسلمان کی عزت مُردہ و زندہ حالت میں برابر ہے۔ ۴۴۱

روشنی دلیلِ اعتناء ہے اور اعتناء دلیلِ تعظیم اور تعظیمِ اہل اللہ دلیلِ ایمان ہے۔ ۴۹۱

اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم دلی تقویٰ ہے۔ ۴۹۱

ہر تعظیم عبادت نہیں۔ ۴۹۶

تقرب و تعبد کو ایک ہی چیز قرار دینا محض باطل ہے ۴۹۸

مزارات پر شمعیں روشن کرنے کو تقرب بر وجہ تعبد بنانا مسلمانوں پر بدگمانی ہے۔ ۴۹۸

کسی صالح و اہل اللہ کا غیر خدا کا عابد ہونا محال ہے ۴۹۸

شرک ہرگز معاف نہ ہوگا۔ ۴۹۸

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب بعد وفات بھی ایسا ہی ہے جیسا حیاتِ ظاہری میں تھا۔ ۵۱۷

درود وہ تعظیم ہے جو بالاستقلال سوائے انبیاء و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کسی کے لیے جائز نہیں۔ ۵۱۸

تعظیمِ رُوح اور تعظیمِ قبر میں فرق نہ کرنا جہالت ہے ۵۲۱

غیر معین زمانے میں وقوعِ فعل عقلاً محال ہے۔ ۵۸۰

وجودِ فعل اور تعین لازم و ملزوم ہیں۔ ۵۸۰

ارادۂ فاعلِ مختار بھی مرجح ہے۔ ۵۸۲

کیا مسلمان وارث کافر مُردہ کی طرف سے مسلمانوں کو کھانا کھلا سکتا ہے۔ ۶۴۶

کافر کے لیے یا کافر کے مال سے ایصالِ ثواب کرنا جائز نہیں۔ ۶۴۷

کفار اور مرتد کو ایصالِ ثواب حرام ہے۔ ۶۴۸

کافر کی رُوح سجین میں مقید ہوتی ہے۔ ۶۵۲

شہیدوں کی رُوحیں جنت میں ہیں اور مسلمانوں کی فنائے قبور پر جہاں چاہیں آتی جاتی ہیں۔ ۶۵۲

اولیاء اللہ قدست اسرارہم کی رُوحیں زمین، آسمان اور جنت میں سے جہاں چاہیں جاتی ہیں۔ ۶۵۳

ہر جملہ خبریہ جس میں کسی بات کا ایجاب یا سلب ہو بابِ عقائد سے نہیں ہوتا۔ ۶۵۴

ارواح کے گھروں کو آنے سے متعلق دعویٰ نفی کرنے والا جھوٹا کذاب ہے۔ ۶۵۶

روحوں کا آنا اگر بابِ عقاید سے ہے تو نفیاً و اثباتاً ہر طرح اسی باب سے ہوگا اور دعویٰ نفی کے لیے بھی دلیل قطعی درکار رہوگی۔ ۶۵۶

عذاب و ثواب رُوح و جسم دونوں کے لیے ہے۔ ۶۵۸

قبر پر آنے والوں کا علم میت کو ہوتا ہے۔ ۶۵۸

اہلِ قبور کا کسی کی آواز کو سُننا یا کسی کو دیکھنا محال نہیں، نہ محالِ عقلی نہ شرعی نہ عادی۔ ۶۸۰

اہلِ دُنیا ملائکہ کو بطور خرقِ عادت ہی دیکھ سکتے ہیں جبکہ اہلِ برزخ عموماً دیکھتے ہیں۔ ۶۸۰

Marfat.com

غیب پر رجماً بالغیب حکم لگانا ضلالت وعیب ہے۔ ٩٣٤

گوشش سرکا ادراک بنسبت ادراکِ روح کے بہت قاصر ومقصور ہے۔ ٩٣٧

احوالِ برزخ کا قیاس احوال وعاداتِ دنیویہ پر باطل ومہجور ہے۔ ٩٣٧

اہلسنّت کے نزدیک ادراکاتِ روح بدن پر موقوف نہیں وہ ان تعلقاتِ حادثہ سے پہلے بھی ویسے ہی مدرکہ، عالمہ، مبصرہ اور سامعہ تھی جیسے ان کے بعد۔ ٩٣٧

تعلقاتِ بدن بنفسہٖ نہیں بلکہ تعلق رُوح کے باعث ہیں۔ ٩٣٨

برزخ ومعاد امورِ غیبیہ ہیں جن میں قیاس و اجتہاد کو دخل نہیں۔ ٩٤٠

عقائد میں تقلید نہیں۔ ٩٤٠

عقائد میں چار چیزوں کا اتباع ہے: کتاب و سنّت واجماع اور سوادِ اعظم اہلسنّت۔ ٩٤٠

ضلالت پر اجماعِ اُمّت ناممکن ہے۔ ٩٤٠

سوادِ اعظم کا خلاف ابتداع ہے۔ ٩٤٠

محتاط محققین فتویٰ مشائخ پر عمل کرکے اس وقت تک کسی کو کافر نہ کہیں گے جب تک تکفیر پر اجماعِ مشائخ نہ ہولے۔ ٩٤١

کفر واسلام فقہ کا نہیں بلکہ عقائد و کلام کا مسئلہ۔ ٩٤٢

جب تک ضروریاتِ دین سے کسی شئی کا انکار نہ ہو کفر نہیں۔ ٩٤٢

قرآنی علوم وتفسیر

قرآن کریم پر اعراب حجاج بن یوسف نے لگوائے۔ ٥٠٨

آیۂ کریمہ "لنتخذن علیهم مسجدا" میں ضمیر جانبِ اصحابِ کہف ہے اور آدمی کے جسم کے اوپر مسجد بنانے کے کوئی معنی نہیں لہذا کلمہ علیٰ میں مجاز متعین ہے۔ ٥١٤

آیۂ کریمہ انك لا تسمع الموتیٰ کی بحث۔ ٧٠٠

آیۂ کریمہ "وما انت بمسمع من فی القبور" میں من فی القبور سے مراد بدن ہے۔ ٨٨٤

حدیث واصولِ حدیث

حدیث تعدد صلاۃ علیٰ سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر محدثانہ گفتگو۔ ٢٩٩

کسی حدیث صحیح صریح سے ثابت نہیں کہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ ٣٤٦

حضرت معٰویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غائبانہ نماز جنازہ والی حدیث ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے۔ ٣٥٤

حدیث مذکور کی سب سندیں ضعیف ہیں۔ ٣٥٧

شہداءِ موتہ سے متعلق یہ حدیث دونوں طرق سے مرسل ہے۔ ٣٦٠

وہ حدیث جس میں قبور پر چراغ روشن کرنے والوں پر لعنت آئی ہے صحیح نہیں۔ ٥١٣

Marfat.com

اہلسنت کے نزدیک جسم شرطِ حیات نہیں۔ ۸۵۰

قبر کی تنعیم یا تعذیب رُوح وجسم دونوں پر ہے۔ ۸۵۰

رُوح کی حیاتِ مستمرہ غیر منقطعہ ہے مگر بدن کے لیے بعد عود بھی استمرار ضروری نہیں۔ ۸۵۲

روزِ قیامت مومنین اپنے رب عزّ وجلّ کو دیکھیں گے اور اس کا کلام سنیں گے۔ ۸۵۶

رُوح کا بدن سے تعلق چار قسم پر ہے: ایک دُنیوی بحالِ بیداری، دُوسرا بحالِ خواب، تیسرا برزخی اور چوتھا اُخروی۔ ۸۶۴

بعد موت بے عودِ حیات بدن خالی کو شرعاً عُرفاً لغتاً کسی طرح سمیع وبصیر ومرید وفاعل نہیں کہتے۔ ۸۷۱

اموات کا باہم ملاقات کرنا اور آپس میں گفتگو کرنا متعدد احادیث سے ثابت۔ ۸۷۴

تُم قلیبِ بدر میں پڑی لاشوں سے زیادہ نہیں سُنتے۔ ۸۷۸

رُوح میّت نہیں وُہ توصرف بدن سے جُدا ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ اسے دوبارہ بدن میں لے آئے۔ ۸۸۱

جس پر عذابِ قبر کرنا ہوتا ہے اُسے قبر میں یک گُونہ حیات دی جاتی ہے جس سے الم پہنچنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ ۸۸۲

بعد سوالِ نکیرین سعید کی رُوح جنّت میں اور شقی کی سجّین میں رہتی ہے۔ ۸۸۴

رُوح کی تعریف۔ ۸۸۹

رُوح عالمِ آب وگِل سے نہیں بلکہ عالمِ ملکوت سے ہے۔ ۸۸۹

لوگوں کا رونا سُن کر مُردے کو صدمہ ہوتا ہے۔ ۸۹۰

زندوں کا رونا سُن کر اُن کے ساتھی مُردے بھی رونے لگتے ہیں۔ ۸۹۰

کیا کافر مجاہر سے سوالِ قبر ہوگا۔ ۸۹۴

مقتولینِ بدر سے خطاب والی حدیث نص صریح ہے کہ اُن کافروں نے گوشِ بدن سے سنا۔ ۸۹۶

جو احادیث سماعِ جسمانی میں نص ہیں ان میں تخصیصِ وقت یا بعض اموات خود سبیل واضح ہے۔ ۸۹۶

بدنِ میّت کو خارجی صدمہ بھی ایذا دیتا ہے۔ ۹۰۳

موتِ جسد سے رُوح کو مُردہ ماننا اور ادراکِ رُوح کے لیے بدن کو شرط جاننا دونوں قول اہلِ بدعت، ضالین اور معتزلہ وغیرہم کے ہیں۔ ۹۰۹

قولِ مشائخ کہ میّت یا زید بعد موت نہیں سُنتا چار معانی کا محتمل ہے۔ ۹۱۵

جو تلقین نہیں مانتا معتزلی ہے۔ ۹۱۷

اہلسنت کے نزدیک تلقین امرِ شرعی ہے۔ ۹۱۷

اہلسنت موصوف بالموت کو بحال موصوفی بالموت موصوف بالادراک نہیں مانتے بلکہ وہ جس کے لیے ادراکاتِ برزخیہ مانتے ہیں اسے زندہ جانتے ہیں۔ ۹۳۱

بقائے رُوح وادراکاتِ رُوح کا دعویٰ ایسی نصوص قاطعہ سے ثابت ہے جس میں موافق ومخالف کسی کو مجالِ تامّل نہیں۔ ۹۳۲

مخالفین بھی تنعیم وتعذیب وادراکاتِ برزخیہ کو مانتے ہیں۔ ۹۳۲

جب مدرک باقی ہے تو ادراک بھی باقی ہوگا۔ ۹۳۲

Marfat.com

بقیہ بن ولید مدلس ہے ۔ ۳۵۴
ابن حبان نے نوح بن عمرو کو حدیث کا چور بتایا ۔ ۳۵۴
محبوب بن ہلال مجہول ہے ۔ ۳۵۷
امام نووی نے علاء بن یزید ثقفی کو ضعیف ،
امام بخاری نے منکر الحدیث ۳۵۷
ابوحاتم و دارقطنی نے متروک الحدیث اور امام
علی بن مدینی نے دل سے حدیثیں گھڑنے والا کہا ۔ ۳۵۷
صحابہ میں کوئی شخص معاویہ بن معاویہ نام کا معلوم نہیں ۳۵۷
ابوالولید طیالسی نے کہا کہ علاء ابن یزید ثقفی کذاب تھا ۳۵۷
عاصم بن عمر اوساط تابعین سے ہیں اور یہ قتادہ
بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی کے پوتے ہیں ۔ ۳۶۰
عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم صغار تابعین
سے ہیں اور یہ عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی
کے پرپوتے ہیں ۔ ۳۶۰
شیخ واقدی عبدالجبار بن عمارہ مجہول ہے ۔ ۳۶۱
حبان بن ابی جبلہ تابعی ثقہ ہیں اور رجال بخاری
سے ہیں ۔ ۷۰۸
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عظیم الشان
جلیل القدر صحابی ہیں ، ان چاروں میں سے ہیں
جن کی طرف جنت مشتاق ہے ۔ ۷۰۹
ام الدرداء دو خاتونوں کی کنیت ہے دونوں ہی
صحابی رسول حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی بیویاں ہیں ، پہلی کبریٰ کہ صحابیہ ہیں خیرہ نام ہے
اور دوسری صغریٰ تابعیہ ثقہ فقیہہ مجتہدہ رواۃ صحاح
سے ہیں ہجیمہ نام ہے ۔ ۷۱۰

امام مجاہد جلیل الشان تابعی مجتہد مفسر ثقہ علماء مکہ
سے ہیں ، سب صحاح میں ان سے روایت ہے ۔ ۷۱۰
عمرو بن دینار تابعی جلیل ثقہ ثبت علماء مکہ سے ہیں اور
رجال صحاح ستہ سے ہیں ۔ ۷۱۱
بکر بن عبداللہ مزنی امام اجل تابعی ثقہ ثبت اور
رجال صحاح ستہ سے ہیں ۔ ۷۱۱
امام سفیان ثقہ حجت محدث مجتہد عارف باللہ ،
تبع تابعین مجتہدان کوفہ اور رجال صحاح ستہ
سے ہیں ۔ ۷۱۲
عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ تابعی عظیم القدر رجال
صحاح ستہ سے ہیں ۔ ۷۱۲
ابن ابی نجیح تبع تابعین و علماء مکہ اور رواۃ
صحاح ستہ سے ہیں ۔ ۷۱۲
ابوقلابہ بصری تابعی ثقہ فاضل رواۃ صحاح ستہ
سے ہیں ۔ ۷۱۵
ابوعثمان نہدی اکابر تابعین سے ہیں زمانۂ رسالت
پائے ہوئے تھے ثبت عمائد رجال صحاح ستہ
سے ہیں ۔ ۷۱۵
امام قاسم بن مخیمرہ تابعی ثقہ فاضل رواۃ صحاح ستہ
سے ہیں ۔ ۷۱۶
علاء بن لجلاج تابعی ثقہ اور ان کے بیٹے عبدالرحمٰن
تبع تابعین مقبول الروایۃ سے ہیں ، دونوں رجال
جامع ترمذی سے ہیں ۔ ۷۱۸
محمد بن واسع تابعی ثقہ عابد عارف باللہ کثیر المناقب
رجال صحاح ستہ سے ہیں ۔ ۷۲۳

Marfat.com

حدیث ضعیف دربارۂ احکام حجت نہیں ہوتی ۔ ۵۱۳

حدیث مانعین سے تین جواب ۔ ۵۱۴

حدیث "المتخذین علیها المساجد و السرج" میں کلمہ علیٰ حقیقی معنی میں مستعمل ہے ۔ ۵۱۴

استناد کا روایات صحیحہ مرفوعہ متصلۃ الاسناد میں حصر جہل شدید ہے ۔ ۶۵۱

صحاح کا صرف کتب ستہ پر قصر حماقت ہے ۔ ۶۵۱

حدیث حسن بالاجماع حجت ہے ۔ ۶۵۱

غیر عقائد و احکام حلال وحرام میں حدیث ضعیف بالاجماع حجت ہے ۔ ۶۵۱

جمہور ائمہ کے نزدیک حدیث مرسل غیر متصل الاسناد حجت ہے ۔ ۶۵۱

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک حدیث موقوف غیر مرفوع قول صحابی حجت ہے ۔ ۶۵۱

سیر، مغازی اور مناقب میں صحاح وضعاف مقبول ہیں ۔ ۶۵۴

عقائد میں صحاح ظنیات مردود ہیں ۔ ۶۵۵

یہ روایت کہ "مجھ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں" شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے نزدیک بے اصل ہے ۔ ۶۵۵

حدیث اصطلاح محدثین میں ارشادات صحابہ و تابعین کو شامل ہے ۔ ۷۴۲

حدیث نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول، فعل، تقریر اور صحابی کے قول، فعل، تقریر اور تابعی کے قول، فعل اور تقریر کو کہتے ہیں ۔ ۷۴۲

امور غیر قیاسیہ کے بارے میں موقوف حدیث بھی مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے ۔ ۷۴۲

سیرۃ النبی

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کے کفن کے لیے اپنی قمیص مبارک کیوں عنایت فرمائی ۔ ۱۱۵

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طریقہ ہے کہ کسی کا سوال رد نہیں فرماتے ۔ ۱۱۶

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا ۔ ۴۳۲

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال کے آخر میں مزارات شہداء پر جلوہ افروز ہوتے اور خلفاء اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ایسا ہی کرتے تھے ۔ ۵۸۹

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخر شب مقبرۂ بقیع پر تشریف لے جاکر سلام و کلام و خطاب فرمایا کرتے ۔ ۹۱۲

اسماء الرجال

اس روایت کا حاکی زاہدی معتمد نہیں ۔ ۲۵۳

زاہدی مذہب کا معتزلی ہے ۔ ۲۵۴

زمخشری اور زاہدی میں فرق ۔ ۲۵۴

ابوبکر بن ابی شیبہ امام بخاری و امام مسلم کے استاذ ہیں ۔ ۳۰۶

Marfat.com

شہدائے موتہ اور ان کی نمازِ جنازہ کا واقعہ۔ ۳۶۰

سیّدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حنبلی ہیں۔ ۳۶۷

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نمازِ جنازہ نہیں ہُوئی۔ ۳۶۹

شیخ نجدی نے روضۂ اقدس کو گرانے کا ارادہ کیا تھا۔ ۴۲۹

شیخ نجدی نے شہداء وصحابہ کرام کے مزارات توڑے۔ ۴۳۰

وہابیہ نے شہداء کی قبور کھود ڈالیں جس سے بعض کے جسم اور کفن بھی ظاہر ہو گئے۔ ۴۳۰

تخمیناً بارہ سو سال گزر جانے کے باوجود صحابہ کرام کے کفن اور بدن شریف سلامت تھے۔ ۴۳۱

حضرت ابوسعید خراز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ پیش آنے والا حیران کُن واقعہ۔ ۴۳۳

حضرت ابو علی رحمہ اللہ کے ساتھ پیش آنیوالا حیران کن واقعہ۔ ۴۳۳

حضرت ابراہیم بن شیبان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک مرید کا قصّہ۔ ۴۳۴

حضرت ابُویعقوب سوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک مُردہ مرید کو نہلانے کا انوکھا واقعہ۔ ۴۳۴

ایک ولی اللہ کا قصّہ جس نے بعد از موت آنکھیں کھول کر کہا: میں زندہ ہُوں اور اللہ تعالےٰ کا ہر دوست زندہ ہے۔ ۴۳۴

حضرت ابُوقلابہ سے صاحبِ قبر کی شکایت۔ ۴۵۲

حضرت ابوالحسین مارہروی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان کردہ عجیب واقعہ۔ ۴۵۳

مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس متعدد بلاد و امصار سے ایک ایک وقت میں پانچ پانچ سو تک فتوے جمع ہو جاتے تھے۔ ۴۹۹

امیر المومنین فاروق اعظم بعد از نمازِ عشاء دیکھ بھال کے لیے مسجد نبوی شریف میں دورہ فرماتے۔ ۵۰۶

سلطان مراد بن سلطان سلیم خان کے کعبہ معظمہ اور روضہ اطہر کے لیے قندیلیں بھیجنے کا واقعہ۔ ۵۱۱

کعبہ معظمہ میں قندیلیں آویزاں کرنے کا دن بزرگ تھا اس دن تمام اعیانِ مکّہ جمع ہُوئے۔ ۵۱۱

روضہ اطہر پر قندیلِ مرصّع آویزاں کرتے وقت مدینہ طیّبہ کے اکابر وعمائد اور علماء وصلحاء سب جمع تھے۔ ۵۱۱

سلاطینِ عثمانیہ سے پہلے بھی سلاطین حرمین شریفین میں قندیلیں حاضر کرتے تھے۔ ۵۱۲

سلاطینِ عثمانیہ میں سے سب سے پہلے یہ سعادت سلطان محمد مراد خان نے پائی۔ ۵۱۲

قنادیلِ مدینہ کے بارے میں امام سبکی نے "تنزل السکینۃ علیٰ قنادیلِ مدینۃ" کے نام سے کتاب لکھی۔ ۵۱۲

امام علی رودباری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف ۵۱۹

ایک بندۂ صالح کی حکایت جس نے دعوتِ احباب میں ہزار چراغ روشن کیے۔ ۵۲۰

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا قبرِ رسول صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضر ہونا اور مروان سے مکالمہ۔ ۵۲۱

Marfat.com

راشد بن سعد تابعی ثقہ رجال سنن اربعہ سے ہیں۔ ۷۳۰

ضمرہ بن حبیب تابعی ثقہ رجال صحاح ستہ سے ہیں۔ ۷۳۰

حکیم بن عمیر تابعی صدوق رجال ابوداؤد و ابن ماجہ سے ہیں ۷۳۲

بلال بن سعد تابعی جلیل عابد فاضل ثقہ رجال نسائی وغیرہ سے ہیں۔ ۷۴۴

تاریخ و تذکرہ

حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال مبارک کی تفصیل۔ ۱۱۰

حضرت بتولِ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وصیت۔ ۱۱۱

اصطبلِ فاروقی میں کچھ گھوڑوں کی رانوں پر لکھا تھا: "وقف فی سبیل اللہ۔" ۱۱۱

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ رحمت کو دیکھ کر ہزار آدمی مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ۱۱۶

امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیشاپور میں آمد اور لوگوں کو زیارت کرانے کا منظر۔ ۱۳۳

امام علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درسِ حدیث کو لکھنے والے بیس ہزار سے زائد تھے۔ ۱۳۴

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نعش مبارک کے گرد کھڑے ہو کر دعائیں کرتے رہے۔ ۲۴۵

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ عرض کرتے تھے: اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ ۲۸۴

مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعا کرتے اور حاضرین آمین کہتے۔ ۲۸۵

تکفین کے بعد حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما نے سلام عرض کیا ۲۸۵

صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے کھڑے ہو کر دعا کرتے اور لوگ آمین کہتے۔ ۲۸۵

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مردوں نے پھر عورتوں نے پھر بچوں نے صلوٰۃ کی۔ ۲۸۶

صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی عادتِ کریمہ تھی کہ اگر جنازگاہ میں نماز کی گنجائش نہ پاتے تو واپس تشریف لے جاتے اور مسجد میں نمازِ جنازہ نہیں پڑھتے تھے۔ ۳۰۶

عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ میں شریک نہ ہو سکنے کے بعد فرمایا دعا میں تو کوئی بندش نہیں میں ان کے لیے دعا کروں گا۔ ۳۰۶

صدیق و فاروق و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سیدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تعزیت کے لیے آئے۔ ۳۰۷

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نمازِ جنازہ چھ بار ہوئی۔ آخری بار آپ کے صاحبزادے حضرت حماد نے پڑھی۔ ۳۴۱

دوسرے شہر کی میت پر صلوٰۃ کا ذکر صرف تین واقعوں میں روایت کیا جاتا ہے۔ ۳۴۶

واقعہ بئر معونہ ۳۴۶

حضرت نجاشی کے وصال کا واقعہ ۳۴۷

حضرت معٰویہ بن معویہ مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال اور جنازہ کا واقعہ۔ ۳۵۳

Marfat.com

سے ضیافت کرنا حرام شدید ہے۔ ٦٦٤
سب وارث موجود و بالغ اور راضی ہوں تو ترکہ
سے بھی محتاجوں کو کھانا کھلایا جا سکتا ہے۔ ٦٦٥

وصیت

اگر کوئی شخص وصیت کر جائے کہ اس کے مال سے
مسجد میں گچ کاری اور اس میں سرخ و زرد رنگ
کریں تو وصیت نافذ ہو گی۔ ٤٩٣
اگر کوئی اپنے تہائی مال کی وصیت راہِ خدا کیلئے
کرے تو اس سے مسجد کا چراغ بھی
جلا سکتے ہیں۔ ٥٠٤

فضائل

میت کو قیامت تک عذاب سے محفوظ رکھنے
والی دعا۔ ١٠٩
وہ تسبیح جس کو لکھ کر میت کے کفن میں رکھا جائے
تو اسے عذابِ قبر نہ ہو اور نہ نکیرین اس تک
پہنچیں۔ ١١٠
پیشانی اور سینہ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے کی
وجہ سے میت کو عذاب سے امان مل گئی۔ ١١١
آبِ زمزم کوکھ بھر کر پینا ایمان خالص کی
علامت ہے۔ ١٢١
وہ سند مبارک جس کو مجنون پر پڑھو تو شفا ہو جائے۔ ١٣٤
پچھلی صف جنازہ میں افضل ہے۔ ٢٠٧
مقبول بندوں کی نماز جنازہ پڑھنے والوں کی مغفرت
ہو جاتی ہے۔ ٢٧١
مومن صالح کی نماز جنازہ پڑھنے والوں کو عذاب
دینے سے اللہ تعالیٰ حیا فرماتا ہے۔ ٢٧١
بیشک اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ و
السلام کے بدن کو کھانا زمین پر حرام فرما دیا۔ ٢٧١
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہارے
امام ہیں دنیاوی زندگی میں بھی اور بعد از
وصال بھی۔ ٢٨٤
سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی
ہے کہ میرے غسل و کفن کے بعد سب سے پہلے
جبریل مجھ پر صلوٰۃ کریں گے، پھر میکائیل، پھر
اسرافیل، پھر ملک الموت اپنے سارے
لشکروں کے ساتھ۔ ٢٨٦
حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روزِ قیامت
تمام انبیاء کے خطیب، ان کے امام اور
مالکِ شفاعت ہیں۔ ٢٩٥
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز سے اندھیری
قبریں روشن ہو جاتی ہیں۔ ٣٠١
نعش مبارک کا مقابر کی طرف نہ لے جانا،
خاص وصال کی جگہ پر دفن ہونا، نہلانے میں
قمیص اقدس کا بدن سے جدا نہ کیا جانا، سب
صحابہ کے مشرف ہو لینے کے لیے جنازہ مبارک کا
پونے دو دن رکھا رہنا اور جنازہ اقدس پر
کسی کی امامت روا نہ ہونا خصائصِ رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ ٣٠٢

Marfat.com

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اپنی زوجہ مطہرہ کو مسجد سے روکنے کا واقعہ۔ ۵۵۸

بہت سے اکابر اولیاء کا بوقتِ ضرورتِ شرعیہ لوگوں سے سوال کرنا منقول ہے۔ ۶۸۱

دورِ فاروقی میں دورانِ قحط صحابی کا قبرِ انور پر حاضر ہوکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دعاء کی درخواست کرنے کا واقعہ۔ ۶۹۵

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ کا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بعد از دفن حیا فرمانا۔ ۷۱۳

حیاءِ امام شافعی بحضور مزارِ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ ۷۵۲

امام اسمٰعیل حضرمی کے ایک مقبرہ پر رونے اور ہنسنے کا واقعہ۔ ۷۶۴

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بھائی کی قبر پر حاضر ہوئیں اور دو شعر پڑھے اور انھیں خطاب فرمایا۔ ۹۱۲

توقیت و تعیین

عبادات اور اشغال و اذکار کے لیے وقت مقرر کرنے کی حکمت۔ ۵۸۲

احادیثِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تعیناتِ عادیہ کی چند مثالیں۔ ۵۸۵

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہداءِ احد کی زیارت کے لیے سال کا آخر، مسجدِ قباء میں تشریف آوری کے لیے ہفتہ کا دن اور شکرِ رسالت کے طور پر روزہ رکھنے کے لیے پیر کا دن مقرر فرمایا۔ ۵۸۵

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشورہ کے لیے صبح و شام کا وقت، سفرِ جہاد کے لیے جمعرات کا دن اور طلبِ علم کے لیے دوشنبہ کا دن مقرر فرمایا۔ ۵۸۵

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے وعظ و نصیحت کے لیے جمعرات کا دن مقرر فرمایا۔ ۵۸۶

علماء سبق شروع کرنے کے لیے بدھ کا دن مقرر فرماتے ہیں۔ ۵۸۶

حق یہ ہے کہ تخصیصاتِ مذکورہ یعنی تیجا اور چالیسواں وغیرہ تعیناتِ عادیہ ہیں کہ ہرگز جائے طعن و ملامت نہیں ہیں۔ ۵۹۰

بزرگوں کی فاتحہ میں کھانے کی تخصیص کے متعلق ایک سوال کا شاہ عبد العزیز صاحب کی طرف سے بہترین جواب۔ ۵۹۰

تصوف

ائمۂ باطن کا اجماع ہے کہ عورت داعی الی اللہ نہیں ہوسکتی، ہاں تدابیر ارشاد کردہ مرشد بتانے میں سفیر محض ہو تو حرج نہیں۔ ۵۶۴

اویسیت کی نسبت صحیح اور قوی ہے۔ ۶۸۷

میراث

ورثاء میں کوئی نابالغ ہو یا بالغ ہو مگر غیر موجود یا موجود ہو مگر اس سے اذن لیے بغیر ترکۂ میت

Marfat.com

حضرت رابعہ بصریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عابدہ و زاہدہ تھیں۔ ۵۶۴

ایک فرشتہ جسے اللہ تعالیٰ نے تمام جہان کی آواز سُننے کی طاقت عطا فرمائی، قبرِ انور پر حاضر ہے اور درود پڑھنے والوں کا درود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچاتا ہے۔ ۶۸۲

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزار مقدس سے مثلِ احیاء تصرف فرماتے ہیں۔ ۸۰۶

سب اولیاء کو مناصب و مراتب حضور غوثِ اعظم عطا فرماتے ہیں۔ ۸۱۱

اولیاءِ احیاء کا ایک وقت میں ستر جگہ تشریف فرما ہونا منقول ہے۔ ۸۲۹

جبریل علیہ السلام بارگاہِ نبوی میں حاضری کے وقت سدرۃ المنتہیٰ پر بھی جلوہ گر رہتے۔ ۸۲۹

مزارِ انور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضری کے وقت منہ کدھر کیا جائے۔ ۸۸۷

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نام لے کر مت پکارو بلکہ یوں کہو: یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ، یا خلیفۃ اللہ۔ ۹۰۱

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بدن کو کھانا زمین پر حرام ہے۔ ۹۰۷

اللہ تعالیٰ کے نبی زندہ ہیں روزی دیے جاتے ہیں۔ ۹۰۸

رسم المفتی

بہت عوام تمایز صور سے غفلت کرتے ہیں لہٰذا ایسی جگہ پوری بات کرنا ہمیشہ مفتی کیلئے مناسب ہے۔ ۲۴۰

"ہمیں است روایت معمولہ" یہ الفاظ قوت میں علیہ الفتویٰ اور بہ یفتی کے برابر ہیں۔ ۲۵۵

لفظِ فتویٰ، لفظ صحیح و اصح اور اشبہ وغیرہ سے آکد ہے۔ ۲۵۵

لفظ علیہ العمل لفظ فتویٰ کے مساوی ہے۔ ۲۵۵

جو تم میں فتویٰ دینے پر زیادہ جری ہے آتشِ دوزخ پر زیادت جرأت رکھتا ہے۔ ۲۸۰

نقل ہی کا اتباع ہے مسئلہ منقول ہوتے ہوئے بحث کا اعتبار نہ ہوگا۔ ۳۶۵

خلافِ مذہب بعض مشائخ مذہب کے قول پر عمل نہیں ہوگا۔ ۳۶۵

متون کے مقابل شروح اور شروح کے مقابل فتاویٰ پر عمل نہیں ہوگا۔ ۳۶۵

نادر پر حکم نہیں ہوتا۔ ۵۶۳

حتی الامکان کلماتِ ائمہ میں توفیق و تطبیق محمود ہے۔ ۸۷۶

فوائدِ اصولیہ

کسی امر غیر موجود کا احتمال نیت صالحہ و غرض صحیح موجود فی الحال کے لیے مانع نہیں ہوتا۔ ۱۱۹

جب تک کسی خاص وقت کی ممانعت شرع مطہر سے ثابت نہ ہو منع و انکار حکمِ شرع کا رد و ابطال ہے۔ ۲۴۳

جب بہ تصریح تعمیم امر شرع وارد ہو تو جمیع ازمنہ تحت امر داخل ہوتے ہیں۔ ۲۴۳

حسن فی ذاتہ کو کبھی خارج سے کوئی امر مزاحم حسن

Marfat.com

بندۂ مقبول کو پہلا تحفہ جو بارگاہِ عزت سے ملتا ہے یہ ہے کہ جتنے لوگ اس کے جنازہ کی نماز پڑھتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن سب کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ ٣٠٣

جس پر تین صفیں نماز پڑھیں اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔ ٣١١

جس پر سو مسلمان نماز پڑھیں وہ بخشا گیا۔ ٣١١

جو نماز ہونے تک جنازہ میں حاضر رہے اس کے لیے ایک قیراط اور جو دفن ہونے تک حاضر رہے اس کے لیے دو قیراط ثواب ہے۔ ٣١١

جو کسی جنازہ کے ساتھ رہے یہاں تک کہ دفن ہوجائے اس کے لیے تین قیراط ثواب لکھا جائے۔ ٣١٢

جو کسی میت کو نہلائے، کفن پہنائے، خوشبو لگائے، جنازہ اُٹھائے، نماز پڑھے، اور جو ناقص بات نظر آئے اُسے چھپائے تو وہ گناہوں سے ایسا پاک ہوگیا جیسا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہُوا تھا۔ ٣١٢

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بارگاہ میں خراجِ تحسین۔ ٣١٣

حضرت امام شافعی نے امام اعظم کے مزار کے قریب نمازِ فجر پڑھائی تو احتراماً بسم اللہ آواز سے نہ پڑھی، نہ رفع یدین کیا اور نہ قنوت پڑھی۔ ٣٤٠

امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے جنازہ کے لیے اتنی خلقت جمع ہوگئی جس کا شمار خدا ہی جانتا ہے۔ ٣٤١

زمین لپیٹ دی گئی اور جنازہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے ہوگیا۔ ٣٥٨

فرشتوں کی دو صفیں حضور کے پیچھے تھیں اور ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے۔ ٣٥٨

معرکۂ موتہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیشِ نظر تھا۔ ٣٦١

تعظیمِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نصوصِ قطعیہ قرآنِ عظیم سے فرض ہے۔ ٤٩٦

متعدد آیاتِ قرآنیہ سے تعظیمِ انبیاء کا ثبوت۔ ٤٩٦

قرآنِ عظیم نے ماں باپ کی تعظیم کو فرض قرار دیا۔ ٤٩٧

شان و تجلیِ روضۂ انور سے شانِ محبوبیت کھلتی ہے۔ ٥٠٤

سلطانِ اسلام زمین میں اللہ تعالیٰ کا سایہ ہوتا ہے۔ ٥٠٧

بیشک ایمان مدینہ منورہ کی طرف سمٹتا ہے جیسے سانپ اپنے بل کی طرف۔ ٥٠٨

روضۂ اطہر پر روشنی خاص روضۂ اطہر کے واسطے ہے نہ کہ بنیت مسجد۔ ٥٠٩

امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل ٥١٢

مزارات پر تعظیم خشت و گل کی نہیں بلکہ روحِ کریم کی ہوتی ہے۔ ٥١٦

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ انور پر حاضری کے آداب۔ ٥١٦

مزارِ اطہر کے حجرۂ مقدسہ اور گنبد مبارک کو دیکھتے رہنا عبادت ہے جیسے کعبۂ معظمہ پر نظر کرنا۔ ٥١٦

فضائلِ درود شریف ٥١٧

حضرت مریم بنت عمران اور حضرت آسیہ تقویٰ میں کمال رکھتی تھیں۔ ٥٦٤

Marfat.com

اگر مخصص کے بغیر تخصیص مفید نہیں تو نقصان دہ بھی نہیں ۵۹۱
عدم ثبوت، ثبوتِ عدم نہیں ہوتا۔ ۶۵۶
بے دلیلِ عدم، ادعائے عدم محض تحکم و ستم ہے۔ ۶۵۶
ادعائے بے دلیل محض باطل و ذلیل ہے۔ ۶۵۶
بعد حسنِ آحاد حسنِ مجموع میں کلام نہیں جب تک خصوصِ اجتماع میں کوئی مفسدہ نہ ہو۔ ۶۹۸
اہلِ سنت کا مسلک ہے کہ نصوص کو ہمیشہ ظاہر پر محمول کیا جائے جب تک کہ اس میں محذور نہ ہو۔ ۷۰۷
تحکیم بے قبول طرفین معقول نہیں ۸۲۴
احتمال قاطعِ استدلال ہے۔ ۸۷۵
منع مؤید بسندِ واضح صرف استبعاد اور مخالفت ظاہر سے مندفع نہیں ہوتا۔ ۹۱۷
ظاہر صالح دفع ہے نہ حجتِ استحقاق۔ ۹۱۸
مقدمۂ ممنوعہ پر ظاہر سے اقامتِ دلیل چاہنا جہالت ہے۔ ۹۱۸
قاعدہ اجماعیہ ہے کہ مثبت، نافی پر مقدم ہوتا ہے۔ ۹۱۹
ادراک کا ایک فرد بھی باقی ہے تو حیات ثابت اور موت منتفی ہے۔ ۹۳۰
مشروط نہ بے شرط متحقق ہوگا نہ منافی منافی سے ملتصق۔ ۹۳۰
نفی بعض ماننے والا مدعی تخصیص ہے لہٰذا وہ دلیل پیش کرے۔ ۹۳۳
دعوی پر منع وارد نہیں ہو سکتا خصوصاً اقامتِ دلیل کے بعد۔ ۹۳۳
ممکن پر بے دلیل سمع جزم نہیں۔ ۹۳۴
ہر مسئلہ اپنے ماخذ ہی سے لیا جائے گا۔ ۹۴۰
جو فرق مراتب گما کر خلطِ مبحث کرے وہ جاہل ہے۔ ۹۴۰
تطبیق اولیٰ ہے ترجیح سے۔ ۹۴۳

فوائد فقہیہ

جس وقت دعا کیجئے بلا شبہ عین ماموربہ اور حسن فی حد ذاتہ ہے۔ ۲۴۳
عامۂ کتب میں یہ عامۂ اقوال ہرگز اطلاق وارسال پر نہیں کہ بعد نماز جنازہ مطلقاً دعا کو مکروہ لکھتے ہوں۔ ۲۴۳
اقوال مذکورہ کراہت دعا مفید بہ لفظ قیام ہے یعنی نمازِ جنازہ کے بعد دعا کے لیے قیام (طویل) نہ کرے نہ یہ کہ بعد جنازہ دعا ہی نہ کرے۔ ۲۴۴
مکروہ تنزیہی کو گناہ کہنا درست نہیں۔ ۲۵۶
نماز جنازہ بالاجماع فرض کفایہ ہے۔ ۲۸۱
تصرف فضولی اذنِ مالک پر موقوف ہوتا ہے۔ ۲۹۵
خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس میّت پر نماز پڑھیں یہ اعادۂ نماز نہیں بلکہ نمازِ اوّل ہی قرار پائے گی۔ ۲۹۵
ایسے واجب کا فوت ہونا جس کا بدل نہ ہو جوازِ تیمم کے عذروں میں سے ہے۔ ۳۳۳
نماز جنازہ صلوٰۃ مطلقاً نہیں بلکہ دعاءِ مطلق و صلوٰۃ مطلقہ میں برزخ ہے۔ ۳۶۲
نماز جنازہ پر اطلاقِ صلوٰۃ مجاز ہے۔ ۳۶۳
نماز جنازہ مجرد دعا کی مثل ہرگز نہیں۔ ۳۶۵
دس ہزار بریانی کی دیگیں مردار مینڈھے کی اور دس ہزار

Marfat.com

عارض ہوتا ہے۔ ۲۴۳

بارِ ثبوت مدعی کے ذمہ ہوتا ہے۔ ۲۴۳

عارض اپنے عروض ہی تک مزاحم رہے گا زائل ہوتے ہی اصل حسن کا حکم عود کرے گا۔ ۲۴۳

ایہامِ زیادت مورثِ کراہت تنزیہیہ ہے جس کا حاصل خلافِ اولیٰ ہے ۲۵۶

ناواقفی مانعِ گناہ نہیں کہ مسائل سے ناواقف رہنا خود گناہ ہے ۲۷۷

عالم کا گناہ ایک گناہ اور جاہل کا گناہ دو گناہ۔ ۲۷۷

اثباتِ حکم کے لیے محض صحتِ حدیثی کافی نہیں بلکہ صحتِ فقہی چاہیے۔ ۲۹۹

تنویرِ قبر کے لیے بعد از نمازِ جنازہ کسی کی قبر پر نماز پڑھنا سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے ۳۰۱

نمازوں کا سبب وقت ہے جب وقت دوبارہ آیا نماز دوبارہ آئے گی۔ ۳۰۶

نمازِ جنازہ کا سبب مسلم میت ہے جب میت متکرر ہو نماز متکرر ہوگی مگر ایک ہی میت پر مکرر نہیں ہوسکتی۔ ۳۰۶

جس امر سے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے عذرِ مانع بالقصد احتراز فرمائیں وہ مشروع نہیں ہوسکتا۔ ۳۴۶

حدیثِ ضعیف دربارۂ احکام اصلاً حجت نہیں۔ ۳۵۷

صلوٰۃ کے ساتھ جب علیٰ فلاں مذکور ہو تو ہرگز اس سے حقیقتِ شرعیہ مراد نہیں ہوتی۔ ۳۶۳

مکروہ تنزیہی بھی کوئی گناہ نہیں ہوتا وہ صرف خلافِ اُولیٰ ہوتا ہے۔ ۴۴۹

مکروہ تنزیہی اباحت کے ساتھ مجتمع ہوجاتا ہے ۴۵۰

معصیت اباحت کے ساتھ مجتمع نہیں ہوتی۔ ۴۵۰

جس چیز کا ترک واجب ہو اس کا فعل حرام کے قریب ہوتا ہے۔ ۴۵۰

بہت سی نو پید چیزیں اچھی بدعت ہیں۔ ۴۹۴

بہت سے احکام زمانے یا مقام کی تبدیلی سے بدل جاتے ہیں 〃

مسلمان کی طرف نسبتِ کبیرہ حرام ہے جب تک تواتر سے یقینی الثبوت نہ ہو۔ ۵۰۷

فعلِ عوام کو دیکھ کر جماہیرِ علما منع نہ فرمائیں تو استناد تقریرِ علما سے ہوگا نہ کہ فعلِ عوام سے۔ ۵۰۸

حقیقت سے بلاضرورت عدول نامقبول ہے۔ ۵۱۴

اور کسی ایک جگہ کوئی لفظ معنی مجازی میں مستعمل ہو تو ضروری نہیں کہ دوسری جگہ بھی معنی مجازی ہی میں استعمال کیا جائے۔ ۵۱۵

معنی حقیقی وجہِ خارجی کا محتاج نہیں ہوتا۔ ۵۱۵

ملّا علی قاری کی عبارت پر بحث۔ ۵۱۵

جمع بین الحقیقۃ والمجاز باطل ہے۔ ۵۱۵

سلبِ مفسدہ جلبِ مصلحت پر مقدم واہم ہے۔ [illegible]

آحاد حرام نہ ہوں تو ان کا مجموعہ بھی حرام نہیں ہوتا۔ ۵۷۱

مباحات کا مجموعہ بھی مباح ہوتا ہے۔ ۵۷۱

محض کسی امر کے خصوصی طور پر وارد نہ ہونے کو مطلقاً ممنوع ہونے کی دلیل جاننا غلطی ہے۔ ۵۷۳

جو حکم مطلق کے لیے ہو وہی اس کے تمام افراد کے لیے ہوتا ہے۔ ۵۸۱

مطلق ثابت ہوجائے تو قائلِ جواز سے دلیلِ خصوصیت مانگنا غلط ہے۔ ۵۸۱

ممانعتِ فعلِ خاص کی دلیل مانع کے ذمہ ہے۔ ۵۸۱

Marfat.com

تلاوت پر اُجرت لینا اور دینا ناجائز ہے۔ ۶۴۴
قرآن خوانی کرنے والوں کو بطورِ اُجرت کھانا کھلانا حرام۔ ۶۴۴
قرآن خوانی کی اُجرت حرام ہے اور اُس کے جواز کی ایک صورت۔ ۶۴۶
تلاوت و تہلیل میں اُجرت لینا حرام۔ ۶۴۶
نمازِ جنازہ پڑھانے یا زیارتِ قبور کی اُجرت لینا۔ ۶۴۶
قرآن شریف یا میلاد شریف پڑھ کر خیرات لینا۔ ۶۴۶

رہن

قبرستان کی بیع و رہن وغیرہ جائز ہے یا نہیں۔ ۴۷۹

ہبہ

قبرستان وقف ہبہ اور بیع سے مستثنیٰ ہے۔ ۴۸۱

سیر

کافر یا مرتد مرے تو اُس کے مسلمان رشتے دار کیسے کفن دفن کریں۔ ۳۹۰

لغت

قیام کے دو معنی ہیں۔ ۲۴۵
لفظ عن مُشیر غرابت و تمریض ہے۔ ۲۵۵
لفظ [illegible] اور چڑھاوا کے معنی میں فرق۔ ۵۱۵

مناظرہ

امام ابن حامد کی حکایت سے استدلال کرنیوالے مخالف متعسفین کا مناظرانہ انداز میں چھ وجوہ سے رد۔ ۲۵۲
قائلین تکرار نماز جنازہ کو مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے چیلنج کہ کوئی حدیث تقریری یا قولی یا فعلی پیش کرو۔ ۲۷۹
مدارج النبوۃ میں مذکور ایک حکایت سے مخالفین کے استدلال کا رد۔ ۳۶۳

بلاغت

"قبر پر چڑھاوا چڑھانے کی مثال" میں مجاز لفظِ "پر" میں نہیں بلکہ خود لفظِ چڑھاوا میں ہے۔ ۵۱۴
قرآن مجید میں صنعت استخدام کے مواقع۔ ۸۶۸

منطق

حقیقت و مصداق انسان میں چار احتمال عقلی ہیں محض بدن یا مجرد روح یا ہر ایک یا مجموع۔ ۸۶۰
مصنف کی تحقیق انیق کہ انسان روح متعلق بالبدن کا نام ہے۔ ۸۶۳
بدن پر اطلاق انسان حقیقتِ عرفیہ ہے۔ ۸۷۰
انسان و حیوان کی تعریف میں فلاسفہ کی جہالتیں۔ ۸۷۰
اطلاق انسان کے لیے دو حقیقتیں ہیں: ایک حقیقتِ اصلیہ دقیقہ یعنی رُوح متعلق بالبدن،

Marfat.com

مذبوح جانوروں کی مختلط ہوں تو تمام بیس ہزار حرام ہیں ۵۵۴
لایلقن یا غیر مشروح ممانعت وعدم جواز کیلئے متعین نہیں
گیارھویں شریف مرتبۂ فردیت میں مستحب اور مرتبہ اطلاق میں سنت ہے۔ ۶۰۵
یہ سمجھنا کہ ہمارے ائمۂ مذہب کے نزدیک میت سے کلام حقیقتاً یا شرعاً کلام نہیں محض باطل ہے۔ ۸۳۸
فقہ کا دائرہ حیثیت حلال وحرام تک منتہی ہو جاتا ہے۔ ۹۴۲

ولایت

شوہر عورت کا ولی نہیں۔ ۹۵

بیع

مزار پر چڑھائی ہوئی چادروں کی بیع کا حکمِ شرعی۔ ۱۹۲
عمرو ملک زید میں بے اذنِ زید بیع کرے زید خبر پاکر روا رکھے تو روا ہے اور اگر خود از سرِ نو عقد کرے تو ظاہر ہوگا کہ عقد فضولی پر قناعت نہ کی اب عقد یہی عقد مالک ہوگا نہ عقد فضولی۔ ۲۹۵

غصب

بلااجازتِ مالک دوسرے کی اراضی میں دفن کرنا حرام ہے۔ ۳۷۹
مغصوب زمین میں دفن کرنا۔ ۳۸۲

وقف

قبرستانوں کو تبدیل کرنے کی صورتیں۔ ۳۸۲
قبرستان کا حصہ مسجد میں شامل کرنا حرام ہے۔
وقفی اور غیر وقفی قبرستان میں مکان وغیرہ تعمیر کرنا۔ ۴۰۸
قبروں کو مٹا کر گودام، مکان اور مسجد وغیرہ بنانا۔ ۴۲۷
وقف کی تبدیلی جائز نہیں۔ ۴۵۷
جو چیز جس مقصد کے لیے وقف کی گئی اسے بدل کر دوسرے مقصد کے لیے دینا روا نہیں۔ ۴۵۷
مسجد و مدرسہ کو قبرستان نہیں بنا سکتے، نہ ہی قبرستان کو مدرسہ و مسجد بنایا جا سکتا ہے۔ ۴۵۷
وقف گھر کو باغ، سرائے کو حمام اور رباط کو دکان بنانا جائز نہیں مگر جب واقف نے نگہبان پر معاملہ چھوڑ دیا ہو تو جائز ہے۔ ۴۵۷
وقف میں شہرت کافی ہے۔ ۴۶۳
وقف میں تبدیلی حرام ہے۔ ۴۶۵
وقف کرنے کے لیے مالک ہونا شرط ہے، شئ جب ایک بار وقف ہو جائے تو دوبارہ وقف نہیں ہو سکتی۔ ۴۶۵
زمین وقف میں کوئی عمارت دوسری غرض کیلئے وقف نہیں ہو سکتی۔ ۴۶۷
قبرستان کی زمین کسی کی ذاتی ملکیت ہو سکتی ہے یا نہیں، اور مخصوص قبرستان بنانا کیسا ہے۔ ۴۷۹
قنادیل کا وقف صحیح ہے۔ ۵۱۲
قنادیل کو مسجد کی عمارت میں صرف کرنا جائز نہیں۔ ۵۱۲

اجارہ

تکیہ کی زمین کرایہ پر دینا اور فقیر کو اس کا کرایہ لینا جائز ہے یا نہیں۔ ۴۷۹

Marfat.com

صدقہ

میت کے لیے سات دن تک صدقہ کرنا مستحب ہے۔ ٦٤٩

میت کی طرف سے صدقہ کرنا بلا اختلافِ علماء میت کے لیے نافع ہے۔ ٦٤٩

توسل و تبرک

صحابی نے اپنے کفن کے لیے بطور تبرک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آپ کا تہبند مانگا۔ ١١٣

حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کے کفن میں اپنا تہبند مبارک عطا فرمایا۔ ١١٤

مریدوں کو پیروں کے لباس میں کفن دینے کا ثبوت حدیث سے۔ ١١٤

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کو اپنی قمیصِ اطہر میں کفن دیا۔ ١١٤

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کے کفن کے لیے اپنی قمیص مبارک کیوں عنایت فرمائی۔ ١١٥

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قمیص کو میرے کفن میں اور آپ کے مقدس و مبارک بالوں اور ناخنوں کو میرے منہ اور آنکھوں میں رکھنا۔ ١١٧

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بچا ہوا مشک

میرے حنوط میں استعمال کرنا۔ ١١٨

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا موئے مبارک اپنی زبان کے نیچے رکھے ہوئے دفن ہوئے۔ ١١٨

حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک چھڑی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ پر رکھ کر انھیں دفن کیا گیا۔ ١١٨

سورۂ فاتحہ و آیاتِ شفاء وغیرہا بغرضِ شفاء لکھ کر دھو کر پینا سلفاً و خلفاً بلا نکیر رائج ہے۔ ١٢٠

اسماءِ محبوبانِ خدا علیہم التحیۃ والثناء سے تبرک و توسل بلا شبہ محبوب و مندوب ہے۔ ١٣٢

اصحابِ کہف کے ناموں کی برکات ١٣٢

مزاراتِ اولیاء اللہ پر شمعیں روشن کرنا ان کی رُوح کی تعظیم کے لئے ہے کہ لوگ جان لیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے محبوب کا مزار ہے اور وہ اس سے تبرک و توسل کریں۔ ٤٩٦

صالحین کی قبروں کی زیارت اور ان سے تبرک حاصل کرنا مستحسن ہے۔ ٥٨٨

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں: گھر بیٹھے ہی اولیاء کی طرف متوجہ ہو کر فاتحہ پڑھو۔ ٦٨٥

وہی فرماتے ہیں: مزاراتِ اولیاء پر حاضر ہو کر بھیک مانگو، ارواح سے فیض چاہو اور یا روح یا رُوح پکارو۔ ٦٨٥

شاہ عبدالعزیز کا ارشاد ہے کہ اہلِ حاجت ارواحِ اولیاء سے حاجات مانگتے اور پاتے ہیں۔ ٦٨٧

Marfat.com

دوسری حقیقت مشہورہ عرفیہ یعنی بدن ۔ ٨٧١

کلامِ مشائخ سے استنادِ مخالف دو مقدموں پر مبنی تھا، صغریٰ یہ کہ امتناعِ سماعِ موتیٰ قولِ اکثر مشائخ حنفیہ ہے، اور کبریٰ مطویہ مستورہ یہ کہ جو قول اکثر مشائخ حنفیہ ہے فی نفسہٖ حق ہے یا ہم پر اس کی تسلیم واجب ہے ۔ پہلے تینوں جواب صغریٰ کے رد میں ہیں ۔ ٩١٦

بطلانِ تالی سے بطلانِ مقدم لازم ہے ۔ ٩٣٤

فلسفہ

جماد من حیث ہو جماد سے سوال یا اسے لذّت و الم کا ایصال بداہۃً محال ہے ۔ ٨٥١

ادراک بالبصر تین امور پر موقوف ہے : مواجہۂ بصر، تقلیبِ حدقہ اور ازالہ غشاوہ ۔ ٨٥٥

حیات باجماعِ عقلاء شرطِ ادراک ہے اور موت منافیِ ادراک ہے ۔ ٩٣٠

فلاسفہ کا یہ قول باطل ہے کہ نفس آنِ واحد میں دو چیزوں کی طرف توجہ نہیں کرسکتا ۔ ٩٣٤

سُود

حاجتِ شرعیہ کے وقت سُود دینے کی اجازت ہے ۔ ٥٠٧

بلاضرورتِ شرعیہ سُود دینا بھی سُود لینے کی طرح باعثِ لعنت ہے ۔ ٦٦٦

قسم

اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ زید سے نہ بولوں گا تو یہ قسم زید کی حالتِ حیات پر مقصور رہتی ہے اگر بعد انتقال زید سے کلام کرے حانث نہ ہوگا۔ ٨٣٨

ہمارے نزدیک بنائے یمین عرف پر ہے ۔ ٨٣٨

لفظ کے عرفی معنی پر قسم وارد ہوتی ہے نہ کہ لغوی و شرعی معنی پر ۔ ٨٣٨

قسم کھائی بچھونے پر نہ بیٹھے گا یا چراغ سے روشنی نہ لے گا' یا چھت کے نیچے نہ بیٹھے گا' تو زمین پر یا دھوپ میں یا زیرِ آسمان بیٹھنے سے قسم نہ ٹوٹے گی ۔ ٨٣٨

قسم کھائی کہ کسی گھر میں نہ جائے گا تو مسجد وغیرہ معابد میں جانے سے حانث نہ ہوگا ۔ ٨٣٨

قسم کھائی کہ زید سے نہ بولے گا بیرونِ نماز زید کو کہا السلام علیکم، تو حانث ہوجائے گا۔ ٨٣٨

صورت مذکورہ میں زید کی اقتداء میں قسم کھانے والے نے نماز پڑھی، زید بھولا اس نے بتایا تو حانث نہ ہوگا، اگر بیرونِ نماز بتایا تو حانث ہوجائے گا ۔ ٨٣٨

گوشت کھانے کی قسم کھانے والا مچھلی کھانے سے حانث نہ ہوگا۔ ٨٤١

مبحثِ قسم کے مسائل دو قسم پر ہیں : ایک مقید بحیات اور دوسرے شاملِ موت و حیات۔ ٨٨٤

کون سی قسم مخاطب کی حیات پر مقصور اور کون سی مخاطب کی موت و حیات دونوں کو شامل ہے ۔ ٨٨٤

Marfat.com

نجدی شرک فروشوں نے نہ خدا تعالیٰ کی قدرت دیکھی نہ اس کی عظمت سمجھی۔ ۶۸۳

مائۃ مسائل کے اس خبط کا رد کہ نفع زیارت میں اولیاء و فساق کی قبور یکساں بلکہ قبور اغنیاء زائد۔ ۶۹۷

مائۃ مسائل کی صریح غلطی و تناقض پرستی۔ ۷۲۱

منکرین کی طرف سے احادیث سماع موتیٰ کو اول وضع فی القبر کے ساتھ مخصوص قرار دینے پر پانچ وجوہ۔ ۷۲۵

نجد کے حنبلی اور ہند کے حنفی ہرگز حنبلی و حنفی نہیں بلکہ جنبلی اور جنفی ہیں۔ ۷۷۱

تلقینیت مذہب اہلسنت اور اس کا منع مشرب معتزلہ ہے ۷۸۸

منکر استمداد متعصب ہے۔ ۷۹۵

استمداد کا منکر ذلیل طائفہ نو پیدا ہے۔ ۷۹۵

جواز استمداد پر دلیل کی حاجت نہیں۔ ۷۹۶

گم شدہ چیز کی تلاش کا وہابی کش عمل۔ ۸۳۲

اگر وہابیت کا مذہب حق ہے تو قرون ثلٰثہ سے آج تک کے تمام اولیاء و علماء مشرک ہیں۔ ۸۳۶

منکر وہابیوں کے یہاں دین و شریعت اپنی ہوا و ہوس کا نام ہے۔ ۸۴۲

تعصب صاحب تفہیم المسائل۔ ۸۷۶

مکابرۂ قنوجی صاحب تفہیم المسائل۔ ۸۷۸

بے شرمی صاحب تفہیم المسائل۔ ۸۷۹

صاحب مائۃ مسائل کی نقل میں تقصیر ۸۸۲

صاحب تفہیم المسائل کی بدقسمتی۔ ۸۸۴

توہب والحاد کے جگر میں شگاف ڈالنے والا ارشاد امام ابن الہمام۔ ۸۸۷

صاحب تفہیم المسائل کا خبط۔ ۸۹۱

صاحب تفہیم المسائل کی نافہمی و جہل واضح۔ ۸۹۷

صاحب تفہیم المسائل اختراع و افتراء کا ماہر کامل ہے۔ ۹۰۲

صاحب تفہیم المسائل کی منہ زوری۔ ۹۱۷

آدمی وہابی ہو کر جماد لا یسمع ولا یفہم ہو جاتا ہے۔ ۹۱۹

اس شبہ کا ازالہ کہ بعض اہل سنت بھی تو منع تلقین کی طرف گئے ہیں۔ ۹۱۹

صاحب تفہیم المسائل کا فہم سقیم۔ ۹۱۹

صاحب تفہیم المسائل کی بیہوشی کہ ان کہی بول گئے۔ ۹۲۰

صاحب تفہیم المسائل کی بوکھلاہٹ۔ ۹۲۳

جلیلہ عظیمہ، صاحب تفہیم المسائل کی پچھلی نزاکت ۹۲۵

عوائد جلیلہ اربعہ برائے ازالۂ ہر گونہ اوہام ۹۲۶

عائدۂ اولیٰ: یہاں مذہب وہابیہ ضرور مذہب معتزلہ ہے۔ ۹۲۶

وہابیہ فرضی کتابیں اور خیالی علماء گھڑ لیتے ہیں۔ ۹۲۶

اللہ اللہ، صاحب تفہیم المسائل کے حیاء کا پایہ کہاں تک پہنچا۔ ۹۲۷

متدین وہابیوں کو عبارت گھڑنی بھی نہ آئی۔ ۹۲۷

وہابیہ کی من گھڑت عبارت کا ایک نمونہ۔ ۹۲۷

رسالہ "لنشاط السکین علی حلق البقر السمین" ایک لحیم و شحیم وہابی ہیڈ مولوی کے رد میں لکھا گیا۔ ۹۲۸

بطور لطیفہ وہابیہ کی ایک محدثانہ سند موضوع کا ذکر۔ ۹۲۸

وہابیت کا کمال نیچریت ہے۔ ۹۲۹

Marfat.com

اولیاءِ مدفونین سے انتفاع و استفادہ جاری ہے۔ ۶۸۸
جسے کوئی حاجت منظور ہو اولیاء کے مزارات پر حاضر ہو کر ان سے توسل کرے۔ ۷۹۶
انکارِ استمداد سے صدہا دینیات کا انکار لازم آتا ہے۔ [illegible]
زائر دُور دراز مقاموں سے قصدِ مزارات کرے۔ ۷۹۶
مزارات پر خشوع و خضوع کرے اور اس یقین کے ساتھ اپنی حاجتیں مانگے کہ ان کی برکت سے اجابت ہوگی۔ ۷۹۷
سنّتِ الٰہی جاری ہے کہ اولیاء کے ہاتھ پر حاجت روائی ہوتی ہے۔ ۷۹۷
شیئًا للہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی کہنا۔ ۸۲۳

حقوق العباد

نمازِ جنازہ ہر مسلمان کا دوسروں پر حق ہے۔ ۲۷۱
مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں۔ ۲۷۱
یتیم کا مال کھانے پر سخت وعید۔ ۶۶۴

رَدِّ بد مذہباں

فرقۂ نجدیہ وہابیہ کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور عامۂ مومنینِ اہلسنّت سے قلبی عداوت ہے۔ ۴۲۹
اکابرِ وہابیہ کی تصانیف اہانتِ محبوبانِ خدا سے بھری پڑی ہیں۔ ۴۲۹
انبیاء، شہداء اور اولیاء کی قبور کو منہدم اور نابود کرنا فرقۂ وہابیہ کا شعار ہے۔ ۴۲۹
وہابیہ کے نزدیک محبوبانِ خدا مر کر مٹی میں مل جاتے ہیں اور بالکل بے حس و بے شعور ہو جاتے ہیں۔ ۴۳۱
مصنّف رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے گنگوہی صاحب کے فتوٰی کا دس وجہوں سے رَد۔ ۴۶۳
گنگوہی صاحب کی سخت نافہمی کہ متعلقہ روایتوں کو بے علاقہ بتایا۔ ۴۶۸
گنگوہی صاحب پر گرفت۔ ۴۶۹
اپنے خود ساختہ متبوع کی خاطر حق سے صریح اعراض دیوبندیوں کا طریقہ ہے۔ ۴۹۹
اسمٰعیل دہلوی کی عبارت پر علماءِ دیوبند کا فتوٰی کفر اور عبارت کے مصنّف کا نام معلوم ہونے پر خاموشی۔ ۴۹۹
علماءِ دیوبند اپنے فتووں میں اسماعیل دہلوی کو ملحد و زندیق لکھنے کے باوجود اپنا امام مانتے ہیں۔ ۵۰۰
تحذیر الناس نے نئی نبوّت کا سکہ جمایا اور شریعتِ مصطفویہ کو منسوخ کر دیا۔ ۵۰۱
مزارات پر شمع جلانے کی ممانعت سے متعلق حوالہ جات غلط ہیں۔ ۵۰۱
منکرینِ ایصالِ ثواب دراصل معتزلہ کی وکالت کرتے ہیں۔ ۵۷۰
امامِ منکرین مولوی محمد اسحٰق کی تلوّن مزاجی اور خود منکرین کے خلاف گواہی۔ ۵۷۳
اکابرِ منکرین کی شہادت سے اثباتِ مطلب، اور گیارہ اقوال سے گیارھویں اور فاتحہ کا ثبوت۔ ۵۷۳
صاحبِ براہینِ قاطعہ نے وسعتِ علمِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دال صحیح احادیث کو مردود ٹھہرایا اور وہیں اُسی منہ تنقیصِ علمِ غیب پر ایک بے اصل اور بے سند حکایت سے سند لایا۔ ۶۵۵

Marfat.com

مومنوں کی قبروں کو توڑ کر رہائش کے لیے مکان بنانا اہلِ قبور کے لیے ایذاء واہانت ہے۔ ۴۳۱

قبر پر رہائشی مکان بنانا یا قبر پر بیٹھنا یا سونا، اس کے قریب بول وبراز کرنا اشد مکروہ قریب بہ حرام ہیں۔ ۴۳۶

قبر میں میت گل کر مٹی بھی ہو جائے تب بھی اس کی قبر میں غیر کو دفن کرنا مکروہ ہے۔ ۴۳۷

پرانی قبروں کو کھود کر ان میں دوسرے اموات دفن کرنا ضرورتِ شدیدہ کے باعث جائز ہے۔ ۴۳۸

قبرستان سے سبز گھاس کاٹنا ناجائز اور خشک گھاس کاٹنا جائز ہے۔ ۴۴۳

قبرستان میں جانوروں کو چرنے کے لیے چھوڑنا ممنوع ہے۔ ۴۴۳

زیارتِ قبور مستحب ہے۔ ۴۵۰

مزارات پر لوبان وغیرہ سلگانا۔ ۴۸۲

مصحف شریف کو مطلاّ و مذہّب کرنا جائز و دلیلِ تعظیم ہے۔ ۴۹۲

اولیاء وعلماء کے مزارات پر عمارتیں بنانا مباح ہے۔ ۴۹۴

ائمہ دین نے عورتوں کو مساجد میں جانے سے منع فرما دیا حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اجازت دی تھی۔ ۴۹۵

ائمہ دین نے نظر بہ حالِ زمانہ جو حکم فرمایا اسے مخالفِ حدیث کہنے والا احمق وکج فہم ہے۔ ۴۹۵

تازہ تعظیمیں جو سلف صالحین کے وقت میں مکروہ تھیں اب حالاتِ زمانہ کے پیشِ نظر علماء نے ان کی اجازت دی ہے۔ ۴۹۵

نماز میں حجرۂ مطہرۂ مزارِ اطہر کو پیٹھ نہ کی جائے۔ ۵۱۷

خاص لحد میں پکی اینٹیں لگانا ممنوع ہے ورنہ بالائے قبر اس میں حرج نہیں۔ ۵۱۸

تعظیمِ قبر سے جدا ہو کر تعظیمِ روح کریم کی برکت لینا سنتِ صحابہ ہے۔ ۵۲۱

اللہ تعالٰی کی نذر سے اغنیاء کے لیے کھانا جائز نہیں۔ ۵۷۵

اگر کسی بزرگ کے نام کی فاتحہ دی گئی ہو تو اغنیاء بھی کھا سکتے ہیں۔ ۵۷۵

عوام جہلاء نے ایصالِ ثواب کے بارے میں جو ناپسندیدہ امور پیدا کر رکھے ہیں مثلاً دکھاوا، چرچا، تفاخر، مالداروں کو جمع کرنا اور فقراء کو منع کرنا وغیرہ سب ممنوع ومکروہ ہیں۔ ۵۹۲

کسی مستحسن عمل میں اگر کوئی خرابی پیدا کرے تو علماء کو وہ خرابی ختم کرانی چاہیے نہ کہ چرب زبانی سے کام لے کر اصل عمل بند کرا دیں۔ ۵۹۲

اگر کوئی نماز بلا تعدیلِ ارکان ادا کرے تو اس کو اس کی کوتاہی سے روکا جائے گا نہ کہ نماز ہی سے منع کر دیا جائے گا۔ ۵۹۲

مزارات پر شامیانہ لگانا، چراغ جلانا، شیرینی وغیرہ پر فاتحہ دینا اور عشرۂ محرم میں شربت پلانا۔ ۵۹۸

امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نام کا شربت کرنا اور پینا۔ ۶۰۱

چٹکی کے طور پر نکالے ہوئے آٹے سے

Marfat.com

صاحب تفہیم المسائل کی کج فہمی اور جہل اقبح ۔ ۹۳۰
وہابیہ کا معتزلہ کے فرقہ صالحیہ سے اتحاد ۔ ۹۳۱
باوصف موت ادراکات امور برزخیہ سمع و بصرو علم وغیرہ کو باقی ماننا مذہب صالحیہ ہے ۔ ۹۳۱
صاحب تفہیم المسائل نے اپنے پاؤں میں خود تیشہ زنی کی ۔ ۹۳۲
صاحب تفہیم المسائل کا خذلان وخسران ۔ ۹۳۴

حظر و اباحت

نصرانی کے ملازم اور اس کا جوٹھا کھانیوالے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اگرچہ اس کا جوٹھا کھانا شنیع بد ہے ۔ ۱۶۹
نصارٰی کے ساتھ رہنے سے کوئی کافر نہیں ہوتا اس کے مرنے پر کفن دفن اور نماز جنازہ لازم ہے ۔ ۱۷۰
ائمہ اہلسنت وجماعت کا اجماع ہے کہ اموات مسلمین کے لیے دعا محبوب اور شرعاً مطلوب ہے ۔ ۲۴۰
قبر کے پاس کھڑے ہو کر دعا سنت ہے ۔ ۲۴۵
نماز کے علاوہ کسی دعائے طویل کی غرض سے تجہیز جنازہ کو درنگ وتعویق میں ڈالنا شرعاً پسندیدہ نہیں ۔ ۲۴۷
جنازہ پر تکثیر جماعت قطعاً مطلوب ہے مگر اس کے لیے تاخیر محبوب نہیں ۔ ۲۴۷
شرع مطہر میں تعجیل تجہیز بتاکید تمام مطلوب ہے ۔ ۲۴۷
ایک نماز دوسری نماز سے نہ ملاؤ یہاں تک کہ کچھ گفتگو کرلو یا اس جگہ سے ہٹ جاؤ ۔ ۲۴۹
فاتحہ ودعا برائے میت دفن سے پہلے جائز ہے ۔ ۲۵۵
نماز جنازہ کی تکرار ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک مطلقاً ناجائز ہے ۔ ۲۷۰
نماز جنازہ بطور نفل پڑھنی مشروع نہیں ۔ ۲۷۰
نماز جنازہ جماعت سے خواہ تنہا پڑھ لی تو دوبارہ جماعت سے خواہ تنہا پڑھنی مکروہ ہے ۔ ۲۷۸
تین چیزوں میں دیر نہ کرو : (۱) نماز جب اس کا وقت آجائے (۲) جنازہ جس وقت حاضر ہو ۔ (۳) زنِ بے شوہر جب اس کا کفو ملے ۔ ۳۰۹
جلدی کرو کہ مسلمان کے مردے کو روکنا نہ چاہیے ۔ ۳۰۹
جب تم میں سے کوئی مرے اسے نہ روکو اور جلدی دفن کو لے جاؤ ۔ ۳۱۰
علماء فرماتے ہیں اگر روز جمعہ پیش از جمعہ جنازہ تیار ہوجائے تو جماعت کثیرہ کے انتظار میں دیر نہ کریں پہلے ہی دفن کردیں ۔ ۳۱۰
ہمارے نزدیک غائب اور عضو پر نماز صحیح نہیں اور شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی ۔ ۳۴۴
عالم کی لغزش سے بچو اور اس کے رجوع کا انتظار رکھو ۔ ۳۶۶
مزاروں کے قریب زائروں کے لیے عمارتیں بنانا ۔ ۴۱۳
پختہ قبریں بنانا ۔ ۴۲۰
قبر اوپر سے پختہ ہوسکتی ہے اندر سے نہیں ۔ ۴۲۵
فرضی قبریں بنانا اور ان پر عرس کرنا ۴۲۵
قبور مومنین کو توڑ کر اپنی رہائش و آسائش کیلئے مکان بنانا جائز نہیں ۔ ۴۳۱

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب الجنائز

مسئلہ ۱ از جس پور، محلہ پہاڑ گنج چوکڑی توپ خانہ، متصل سورج پول، مرسلہ حکیم اللہ بخش، ۱۲ رمضان ۱۳۳۸ھ

(۱) جس وقت آدمی علیل ناقابلِ صحت مثلاً مدقوق ہوجائے، اُمیدِ زیست نہ رہے تو اس کو شرعاً کیا کرنا چاہیے؟ اور عزیز و اقارب کو کیا کرنا چاہیے؟

(۲) جنازے اٹھانے میں کس طرف سے سبقت کی جائے؟

الجواب

آدمی ہر وقت موت کے قبضہ میں ہے، مدقوق اچھا ہوجاتا ہے اور وہ جو اس کے تیمار میں دوڑتا تھا اُس سے پہلے چل دیتا ہے، ہر وقت وصیت تیار رہنی چاہیے جس میں اپنے پسماندوں کو توحیدِ الٰہی عزوجل رسالت پناہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و استقامت عقائدِ اہلسنت و اتباعِ شریعت و اصلاحِ ذات بین و حدت و قربِ اولیاء، و دوری و تنفر از کفار و ضلال و فسق کی ہدایت ہو اور بعد کو کچھ ترکہ چھوڑے تو اُس کا شرعی کافی انتظام جس میں نزاع نہ رہے اور اپنی تجہیز و تکفین میں اتباعِ سنت کی ہدایت، اور ان پر لازم ہے کہ اس پر عمل کریں۔ اور سب سے پہلے خود اپنی اصلاح، گناہوں سے توبہ، اللہ و رسول کی طرف رجوع، موت کا خوشی کے ساتھ انتظار کرنا کہ آتے وقت ناگواری نہ ہو، اس وقت کی ناگواری معاذ اللہ بہت سخت ہے، عیاذاً باللہ اس میں سوءِ خاتمہ کا

Marfat.com

گیارھویں شریف کرنا ۔ ۶۰۶

حضرت خاتونِ جنت کی نیاز کا کھانا پردے میں رکھنا اور مردوں کو نہ کھانے دینا جہالت ہے ۔ ۶۱۱

آنحضرت صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو ایصالِ ثواب کرنا ۔ ۶۱۱

میت کے ساتھ کھانا لے جانا ، قبر پر گلاب چھڑکنا اور قبر سے چالیس قدم ہٹ کر دعا کرنا ۔ ۶۱۳

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کو ایصالِ ثواب کرنے میں دوسروں کو شامل کرنا ۔ ۶۲۱

مصیبت کے لیے تین دن بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں جبکہ کسی امرِ ممنوع کا ارتکاب نہ کیا جائے ۔ ۶۶۳

ناموری اور دکھاوے کے کاموں سے احتراز کیا جائے ۔ ۶۶۳

عورتیں اہلِ میت کے ہاں جمع ہو کر افعالِ منکرہ کرتی ہیں جو نیاحت میں داخل ہیں اور نیاحت حرام ہے ۔ ۶۶۵

قبروں پر گلاب وغیرہ کے پھول ڈالنا خوب ہے ۔ ۶۷۰

شاگرد استاذ سے سبق پڑھتے وقت اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم نہ پڑھے ۔ ۶۸۷

مقبروں سے درخت اور گیاہِ سبز کاٹنا مکروہ ہے ۔ ۸۹۱

مقابر پر پیشاب کرنے سے مردوں کو ایذا ہوتی ہے ۸۹۲

متفرقات

امام ابنِ حامد سے منقول حکایت پر بحث کہ انہوں نے فرمایا دعا بعد نمازِ جنازہ مکروہ ہے ۔ ۲۵۱

صلٰوۃ علیٰ فلان بمعنی دعا نصوصِ شرعیہ میں شائع و ذائع ہے ۔ ۲۸۱

ایک قیراط کوہِ احد سے بڑا ہے ۔ ۳۱۲

امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نمازِ جنازہ متعدد بار ہونے کی توجیہ ۔ ۳۴۰

نجاشی ، معٰویہ لیثی اور شہدائے موتہ رضی اللہ تعالٰی عنہم پر غائبانہ نماز کی توجیہ ۔ ۳۴۶

"موسٰی بدینِ خود وعیسٰے بدینِ خود" کی تمثیل پر زجر و توبیخ اور توبہ کی تلقین ۔ ۵۲۲

ہر بعد والا سال پہلے سے بدتر ہے ۔ ۵۴۹

وقت مقرر کرنا دو قسم پر ہے (۱) شرعی (۲) عادی ۵۸۰

المعروف کالمشروط کا مطلب ۔ ۶۴۶

معصیت میں قطعی اور غیر قطعی کا فرق نہیں ہوتا ۔ ۶۴۶

دنیا کافر کی بہشت اور مومن کا قیدخانہ ہے ۔ ۶۵۱

دنیا کو برزخ سے وہی نسبت ہے جو رحمِ مادر کو دنیا سے، پھر برزخ کو آخرت سے وہی نسبت ہے جو دنیا کو برزخ سے ہے ۔ ۷۰۷

جبریل علیہ السلام کے چھ سو پر ہیں ۔ ۸۲۹

نیند موت کی چھوٹی بہن ہے ۔ ۸۴۵

سمع و بصر کے تین معنی ہیں ۔ ۸۵۴

اکثر ہوتا ہے کہ بھولنے والے بھولنے والوں کی پیروی کر لیتے ہیں ۔ ۹۲۳

موت کا ادنیٰ جھٹکا ستر ضرب شمشیر کے برابر ہے ۔ ۹۳۴

ملک الموت کو دیکھنا ہزار تلوار کے صدمے سے بڑھ کر ہے ۔ ۹۳۵

Marfat.com

جس کا پچھلا کلام لا الٰہ الا اللہ ہو تو وہ جنت میں گیا ، یہاں بھی محمد رسول اللہ نہیں فرمایا ، تو اگر لا الٰہ الا اللہ کے بعد محمد رسول اللہ کا لفظ بڑھایا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف ہونے کے سبب بُرا اور منع ہو ۔ المجیب عبدالحکیم صادق پوری ۔

اس کے رد میں مولٰنا عبدالواحد صاحب مجددی رام پوری کا رسالہ "وثیقۂ بہشت" اس کے ساتھ تھا'

تحریرِ فقیر بر "وثیقہ بہشت" :

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵ اللھم لك الحمد ۔ اللہ عزوجل خیر کے ساتھ شہادتین پر موت نصیب کرے ۔ وقتِ مرگ بھی پورا کلمہ طیبہ پڑھنا چاہئے ، جو اسے منع کرتا ہے مسلمان اس کے اغوا و اضلال پر کان نہ رکھیں کہ وہ شیطان کی اعانت چاہتا ہے ۔ امام ابن الحاج مکی قدس سرہ الملکی مدخل میں فرماتے ہیں کہ دمِ نزع دو شیطان آدمی کے دونوں پہلو پر آکر بیٹھتے ہیں ایک اُس کے باپ کی شکل بن کر دوسرا ماں کی ۔ ایک کہتا ہے وہ شخص یہودی ہو کر مرا تو یہودی ہو جا کہ یہود وہاں بڑے چین سے ہیں ۔ دوسرا کہتا ہے وہ شخص نصرانی گیا تو نصرانی ہو جا کہ نصارٰی وہاں بڑے آرام سے ہیں[1] علمائے کرام فرماتے ہیں کہ شیطان کے اغوا کے بچانے کے لئے محتضر کو تلقین کلمہ کا حکم ہوا ۔ ظاہر ہے کہ صرف لا الٰہ الا اللہ اُس کے اغوا کا جواب نہیں ، لا الٰہ الا اللہ تو یہود و نصارٰی بھی مانتے ہیں ، ہاں وہ کہ جس سے اس ملعون کے فتنے مٹتے ہیں محمد رسول اللہ کا ذکر کریم ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ یہی اس کے ذریات کے بھی دل میں چبھتا جگر میں زخم ڈالتا ہے ، مسلمان ہرگز ہرگز اسے نہ چھوڑیں اور جو منع کرے اُس سے اتنا کہہ دیں کہ "گر بتو حرام است حرامت بادا" (اگر یہ تجھ پر حرام ہے تو حرام رہے ۔ ت) مجمع بحار الانوار میں ہے :

سبب التلقین انه یحضر الشیطان لیفسد عقده ، والمراد بلا الٰه الا الله الشهادتان[2]

تلقین کا سبب یہ ہے کہ اُس وقت شیطان آدمی کا ایمان بگاڑنے آتا ہے ، اور لا الٰہ الا اللہ سے پورا کلمہ طیبہ مراد ہے ۔

فتح القدیر میں ہے :

المقصود منه التذکیر فی وقت تعرض الشیطان[3]

تلقین سے مقصود تعرض شیطان کے وقت ایمان کا یاد دلانا ہے ۔

---

[1] المدخل لابن الحاج — فتنۃ المحتضر — مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۳/۲۴۱
[2] مجمع بحار الانوار — تحت لفظ "لقن" — نولکشور لکھنؤ ۳/۲۶۲
[3] فتح القدیر — باب الجنائز — " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۶۸

Marfat.com

خوف ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ ومن کرہ لقاء اللہ کرہ اللہ لقاءہ[1]

جو اللہ سے ملنا پسند کرے گا اللہ اس کا ملنا پسند فرمائیگا اور جو اللہ سے ملنے کو مکروہ رکھے گا اللہ اس کا ملنا مکروہ رکھے گا۔

صحابہ کرام نے عرض کی : یارسول اللہ ! ہم میں کون ایسا ہے کہ موت کو مکروہ نہ رکھے ۔ فرمایا : یہ مراد نہیں بلکہ جس وقت دم سینہ پر آئے اُس وقت کا اعتبار ہے اُس وقت جو اللہ سے ملنے کو پسند رکھے گا اللہ تعالیٰ اُس سے ملنے کو دوست رکھے گا ۔ اور ناپسند تو ناپسند اپنے ذمہ نماز یا روزہ یا زکوٰۃ جو کچھ باقی ہو فوراً بقدرِ قدرت اس کی ادا میں مشغول ہو حج نہ کیا ہو اور فرض تھا تو دیر نہ لگائے ۔ بوجہ مرض طاقت نہ رہی تو حج بدل کرا دے اگر اخیر دم تک طاقت نہ پائے گا ادا ہو جائے گا ، ورنہ جب قوت پائے خود ادا کرے ۔ حقوق العباد جس قدر ہوں جو ادا کرنے کے ہیں ادا کرے ۔ جو معافی چاہنے کے ہیں معافی چاہے اور اس میں اصلاً تاخیر کو کام میں نہ لائے کہ یہ شہادت سے بھی معاف نہیں ہوتے ۔ معافی چاہنے میں کتنی ہی تواضع کرنی پڑے اُس میں اپنی کسرِ شان نہ سمجھے اس میں ذلت نہیں ، ذلت اس میں ہے کہ جس روز بارگاہِ عزت میں حاضر ہو اس طور پر کہ اُس کا حق دبایا ہے ، اُسے بُرا کہا ہے ، اُس کی غیبت کی ہے ، اسے مارا ہے ، اور وہ حقدار اس سے لپٹیں ، اُس کی نیکیاں اُن کو دی جائیں ، اُن کے گناہ اُس پر رکھے جائیں اور جہنم میں پھینک دیا جائے والعیاذ باللہ تعالیٰ ، جب تک زیست ہے آیات واحادیثِ خوف کے ترجمے اکثر سُنا اور دیکھا کرے اور جب وقت برابر آجائے اُسے آیات واحادیثِ رحمت مع ترجمے کے سُنائیں کہ جانے کہ کس کے پاس جا رہا ہوں تاکہ اپنے رب کے ساتھ نیک گمان کرتا اُٹھے رزقنا اللہ تعالیٰ بجاہ حبیبہ الاکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (اللہ تعالیٰ اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل اسے نصیب کرے ۔ ت) واللہ اعلم

(۲) جنازہ کو یوں لے چلیں کہ سرہانا آگے کی جانب ہو اور پہلے سرہانے کا دہنا پایہ اپنے دہنے شانے پر لے پھر پائنتی کا دہنا ، پھر سرہانے کا بایاں پھر پائنتی کا بایاں ، اور ہر بار کم از کم دس دس قدم چلے ، یہ ایک دَور ہُوا ۔ اس پر چالیس گناہ کبیرہ معاف ہونے کی بشارت ہے ، حسبِ طاقت وحالت جتنے دَورے ممکن ہو کرے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲ از پٹنہ ڈاکخانہ گلزاری باغ محلہ ترپولیہ متصل ہسپتال زنانہ ، مرسلہ باقر علی حکاک ۔

۹ رجب ۱۳۲۹ھ

مع فتوائے عبدالحکیم پٹنوی کہ وقتِ مرگ صرف لا الٰہ الا اللہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے : مرنے والوں کو لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کرو محمد رسول اللہ ملانے کو نہیں فرمایا اور فرمایا

[1] صحیح بخاری باب من احب لقاء اللہ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۶۳
صحیح مسلم " " " نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۳۴۳

Marfat.com

مجمع الانہر میں ہے :

(ویلقن الشہادۃ) فیجب علی اخوانہ واصدقائہ ان یقولوا عندہ کلمتی الشہادۃ قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من کان اٰخر کلامہ لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ۔[1]

میّت کو شہادت سکھائیں اس حکم سے اُس کے عزیزوں دوستوں پر واجب (نہایت مؤکد) ہے کہ دونوں شہادتیں اس کے پاس پڑھیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں جس کا اخیر کلام لا الٰہ الا اللہ ہو وہ جنت میں جائے۔

بحرالرائق میں ہے :

(لقن الشہادۃ) بان یقال عندہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔[2]

میّت کو شہادت کی تلقین کریں یوں کہ اُس کے پاس لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھیں۔

شرح الکنز للملّا مسکین میں ہے :

(لقن المحتضر (الشہادۃ) وھی ان یقول اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہٗ ورسولہ۔[3]

دمِ نزع شہادت کی تلقین کریں اور شہادت یہ ہے کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہٗ ورسولہ کہیں۔

کافی شرح وافی میں ہے :

لقن الشہادۃ ای قول اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہٗ ورسولہ لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لقنوا موتاکم شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ۔[4]

شہادت کی تلقین کریں اور شہادت یہ ہے کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے میّت کو تلقینِ شہادت کا حکم فرمایا ہے۔

جامع الرموز میں ہے :

اشار فی الکافی والمضمرات الی ان المراد

کافی و مضمرات میں اشارہ فرمایا کہ شہادت سے مراد

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۷۹
[2] بحرالرائق کتاب الجنائز " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۷۰
[3] شرح الکنز لملّا مسکین علی حاشیۃ فتح المعین باب الجنائز " " " ۱/۳۴۲
[4] کافی شرح وافی

Marfat.com

اسی طرح تبیین الحقائق اور فتح اللہ المبین وغیرہ میں ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں علامہ میرک سے ہے :

من کان اٰخر کلامہ لا الٰہ الا اللہ المراد مع قرینتہ فانہ بمنزلۃ علم لکلمۃ الایمان[1]

حدیث میں جو فرمایا کہ جس کا پچھلا کلام لا الٰہ الا اللہ ہو اُس سے مراد پورا کلمہ طیبہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ گویا اس کلمۂ ایمان کا نام ہے۔

دُرر غرر میں ہے :

یلقن بذکر شہادتین عندہ لان الاولی لا تقبل بدون الثانیۃ[2]

کلمہ طیبہ کے دونوں جز میّت کو تلقین کیے جائیں اس لئے کہ لا الٰہ الا اللہ بے محمد رسول اللہ کے مقبول نہیں۔

غنیہ ذوی الاحکام میں اس پر تقریر فرمائی، تنویر الابصار میں ہے : یلقن بذکر الشہادتین[3] دونوں شہادتیں تلقین کی جائیں۔

دُرمختار میں ہے :

لان الاولی لا تقبل بدون الثانیۃ[4] کہ پہلی بے دوسری کے مقبول نہیں۔

مختصر القدوری میں ہے : لقن الشہادتین[5] پورا کلمہ سکھایا جائے۔

جوہرہ نیرہ میں ہے :

لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لقنوا موتاکم شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وھو صورۃ التلقین ان یقال عندہ فی حالۃ النزع جھراً وھو یسمع اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمدا رسول اللہ[6]

اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اپنے اموات کو لا الٰہ الا اللہ کی شہادت یاد دلاؤ اور اس یاد دلانے کی صورت یہ ہے کہ اس کی نزع میں اس کے پاس ایسی آواز سے کہ وُہ سنے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ پڑھیں۔

---

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ باب مایقال عند من حضرۃ الموت فصل ثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/۱۵
[2] درر شرح غرر ملا خسرو باب الجنائز مطبوعہ مطبعۃ احمد کامل الکائنۃ فی دار السعادت بیروت ۱/۱۶۰
[3] تنویر الابصار متن الدر المختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۹
[4] درمختار شرح تنویر الابصار " " "
[5] المختصر للقدوری باب الجنائز " مطبع مجیدی کانپور بھارت ص ۴۴
[6] جوہرہ نیرہ " " مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۱۲۳

Marfat.com

بدون الثانیۃ تبعا لابن الحجر المکی من متاخری الشافعیۃ ان الکلام فی المسلم اقول انہ مسلم ولا تطلب منہ انشاء ایمان لم یکن بل تذکیر ما کان وحفظہ عن افساد الشیطان وتلک الشہادتان یجب ان تصان لان الاولی لا تقبل بدون الثانیۃ قال الشافعی قلت وقد یشیر الیہ ای الی الافراد تعبیر الھدایۃ والوقایۃ والنقایۃ والکنز بتلقین الشہادۃ اھ[1] اقول الشہادۃ اسم جنس فیشمل الشہادتین الاتری الی الامام النسفی صاحب الکنز عبر فی اصلہ الوافی بما عبر فیہ ثم فسرہ فی شرحہ الکافی بالشہادتین وکذلک فی البحر الرائق والمضمرات وجامع الرموز ومجمع الانہر وللملا مسکین کما سمعت ومن الدلیل علیہ ان نقل فی البدایۃ نظم القدوری وقد ثنی فعلم ان المفرد فیہ کالمثنی۔

کی گئی ہے کہ "لا الٰہ الا اللہ بے محمد رسول اللہ کے مقبول نہیں" اس کا شافعی متاخر عالم ابنِ حجر مکی کی تبعیت میں جواب دیا کہ "کلام مسلمانوں کے بارے میں ہے۔

اقول ہمیں تسلیم ہے کہ وہ مسلمان ہے اور اس سے یہ مطالبہ نہیں کہ تیرے پاس ایمان نہ تھا، تو ایمان لا، بلکہ مقصود صرف یہ ہے کہ اس کے پاس جو ہے اسی کی یاد دہانی کی جائے اور اسے شیطان کی فسادکاری سے بچایا جائے اور دونوں شہادتوں کا تحفظ ضروری ہے اس لئے کہ پہلی، دوسری کے بغیر مقبول نہیں۔

ابن حجر شافعی کہتے ہیں: میں کہتا ہوں بدایہ، وقایہ، نقایہ اور کنز الدقائق میں تلقین" شہادت" کے الفاظ ہیں "شہادتین" نہیں اس سے اشارہ ملتا ہے کہ ایک ہی شہادت سے کام ہوجائے گا۔

اقول لفظِ شہادۃ اسم جنس ہے اس لئے یہ شہادتین کو بھی شامل ہے۔ دیکھئے کنز الدقائق کے مصنف امام نسفی نے جس طرح کنز میں شہادۃ بلفظ مفرد لکھا اسی طرح اس کی اصل "وافی" میں بھی لکھا مگر اس کی شرح" کافی" میں اس کی تفسیر "شہادتین" سے فرمائی۔ اسی طرح البحر الرائق، مضمرات، جامع الرموز، مجمع الانہر، اور شرح ملا مسکین میں بھی شہادت کی تفسیر میں پُورا کلمہ ذکر ہوا جیسا کہ ان سب کی عبارتیں گزریں —— اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ہدایہ میں قدوری ہی کی عبارت نقل ہوئی ہے، قدوری میں "شہادتین" تھا۔ ہدایہ میں "شہادۃ" رکھنے سے یہ معلوم ہوا کہ اس میں مفرد بھی تثنیہ (دو) ہی کا معنی رکھتا ہے۔

---

[1] ردالمحتار بحوالہ ابن حجر الشافعی باب صلوٰۃ الجنائز ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۵۷۰

Marfat.com

من الشهادة " اشهد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمدا عبدہٗ ورسولہ "[1] پورا کلمۂ شہادت ہے ۔

حلیہ امام ابن امیر الحاج میں ہے :

ولقن شهادة ان لا الٰہ الا اللّٰہ وان محمدا رسول اللّٰہ بان یقال عندہ وھو یسمع ولا یقال لہ قل واذا قالھما لا یلح علیہ بتکریرھما اذا لم یخض فی کلام اٰخر لمخافۃ تبرمہ[2]

میّت کو لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کی تلقین کریں یُوں کہ خود اس کے پاس پڑھیں کہ وُہ سُن کر پڑھے اور یُوں نہ کہیں کہ کہہ، اور جب وہ دونوں جُز کلمہ کے کہہ لے تو اُس سے دوبارہ کہنے کا اصرار نہ کریں کہیں اکتا نہ جائے، ہاں اگر کلمہ پڑھنے کے بعد کوئی اور بات اس نے کی تو پھر تلقین کریں کہ آخر کلام لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ہو۔

مستصفی میں ہے :

لقن الشهادتین لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ[3]

دونوں شہادتیں تلقین کی جائیں لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ، صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے :

لقنوا موتاکم لا الٰہ الا اللّٰہ تلقین کنید مردہائے خود را یعنی آنہا کہ نزدیک بمردن رسیدہ اند کلمۂ طیبہ را۔[4]

اپنے مُردوں کو جو مرنے کے قریب پہنچ گئے انھیں کلمہ طیبہ یاد دلاؤ۔ (ت)

غرض نقل مستفیض سے ہے ، اور مسئلہ واضح اور اسلامی نگاہ میں شیطانی قول خود اپنے قائل کا فاضح ، ہاں بعض متاخرین شافعیہ نے یہ کہا کہ صرف لا الٰہ الا اللّٰہ کہنے پر ثواب موعود مل جائے گا ، معاذ اللّٰہ وہ بھی یہ نہیں کہتے کہ مرتے وقت محمد رسول اللّٰہ کہنا منع ہے یہ ممانعت محض مردود و مطرود و خلافِ اجماع ہے ۔

فالعلامۃ الشرنبلالی من متاخری علمائنا مع تقریرہ الدرر علی ما قد مناہ اجاب عن تعلیلھا ان الاولیٰ لا تقبل

ہمارے علمائے متاخرین میں سے علامہ شرنبلالی نے دُرر میں مذکورہ حکم — دونوں شہادتوں کی تلقین — کو تو برقرار رکھا مگر اس میں حکم کی جو علت ذکر

[1] جامع الرموز فصل الجنائز مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۲۷۸
[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
[3] ردالمحتار بحوالہ المستصفی باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۶۲۷
[4] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ باب مایقال عند من حضرہ الموت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۶۰

Marfat.com

التمسك باذياله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم
اذ هو صلی الله تعالیٰ علیه وسلم باب الله
الاعظم الذی لاینال کل خیر دنیا واخری
الا بالتعلق به صلی الله تعالیٰ علیه وسلم
فمن غفل عن ذکره صلی الله علیه وسلم والتمسك به
صلی الله علیه وسلم لم ینل مقصوده وکان مرمیا
به فی سجن القطعیة محروما به من خیر الدنیا
والاخرة وسیدنا محمد لهو دلیل الخلق
الی الله تعالیٰ فکیف یصل الی الله تعالیٰ
من غفل عن دلیله وقد قال
بعض من طبع الله علیٰ قلبه
ممن یعاطی التصوف ولیس
هو من اهله مقالة قریبة من
الکفر او هی الکفر بعینه ان
الاکثار من ذکر النبی صلی
الله تعالیٰ علیه وسلم حجاب عن الله تعالیٰ و
سبك بعض الضالین مثل هذه
العبارة فقال اذا افرد التهالیل
عن اثبات الرسالة کان ابلغ
واسرع فی تاثیر معنی التوحید
واحتج لضلاله وتسویل شیطانه
بان قال للتهلیل معنی وللاثبات
الرسالة معنی واذا اختلف المعانی
علی الباطن ضعف
التاثیر وبعدت الثمرة

اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دامنِ پاک سے وابستگی
بھی رکھے اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم خدائے برتر کے عظیم ترین باب اور ذریعہ ہیں کہ
دنیا و آخرت کی کوئی بھلائی ان سے وابستگی کے بغیر
دستیاب نہ ہوگی۔ اس لئے جو سرکار اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر پاک اور حضور صلی اللہ تعالےٰ
علیہ وسلم کا دامن تھامنے سے غافل ہوا وہ نامراد
رہا اور اُسے دنیا و آخرت کی بھلائی سے محروم کر کے
بے تعلقی کے قید خانے میں ڈال دیا گیا —— ہمارے
آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی تو خدائے برتر کی جانب
مخلوق کے رہبر ہیں، جو اپنے رہبر ہی سے غافل ہو
اسے خدائے تعالیٰ تک رسائی کیسے حاصل ہوگی!
ایک ایسے شخص نے —— جس کے دل پر خدا نے
مُہر کر دی ہے، جو تصوف کا شغل رکھتا ہے حالانکہ وہ
اہلِ تصوف سے نہیں —— کفر سے قریب یا بعینہٖ کفر
کی بات کہی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زیادہ
ذکر کرنا خدائے تعالیٰ سے حجاب بن جاتا ہے ——
اور ایک گُم راہ نے اسی طرح کی بات تراشتے ہُوئے
کہا ہے کہ صرف لا الہ الا اللہ کہا جائے اور محمد
رسول اللہ نہ کہا جائے تو یہ معنی توحید کی تاثیر میں
زیادہ بلیغ اور زیادہ تیز ہوتا ہے —— وہ اپنی
اس گمراہی اور شیطان کی ملمع کاری پر یوں استدلال
کرتا ہے کہ لا الہ الا اللہ کا معنی اور ہے محمد
رسول اللہ کا معنی اور۔ جب باطن پر مختلف معانی
کا ورود ہوتا ہے تو تاثیر کمزور ہو جاتی ہے اور ثمرہ

Marfat.com

یہاں علامہ محقق محمد سنوسی پھر علامہ ابراہیم بیجوری رحمہما اللہ تعالیٰ کا ایک نفیس وجلیل کلام قابلِ حفظ ہے۔ علامہ باجوری شرح رسالۂ فضالیہ میں فرماتے ہیں:

اعلم انه لابد بعد قول الذاکر لا اله الا الله ان یقول محمد رسول الله لاجل ان یحفظ بذلك مایحصل له من نور التوحید[1] وعبارة السنوسی من شرح الصغری مصرحة بذلك حیث قال، ولما ابتهج قلبه بنور الحقیقة وکان الانتفاع بها موقوفا علی القیام برسوم الشریعة، وذلك لایکون الا بالادمان علی ذکر صاحبها المبلغ لها عن الله تعالیٰ سیدنا محمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم احتاج الذاکر بعد کلمة التوحید الدالة علی الحقیقة باثبات رسالة سیدنا محمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لیحفظ نور توحیده بادخاله فی منیع حرز الشریعة فلهذا یقول الذاکر لا اله الا الله محمد رسول الله وهکذا ینبغی فی کل ذکر من اذکار الله تعالیٰ ان لا یغفل المؤمن فیه عن ذکر سیدنا محمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فاما ان یصلی علیه اثره او یقر برسالة مع الصلوٰة علیه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وتعظیمه و

یہ ذہن نشین رہے کہ ذاکر جب لا الٰہ الا اللہ کہے تو اسے محمد رسول اللہ کہنا بھی ضروری ہے تاکہ اسے جو نورِ توحید حاصل ہوا وہ محفوظ ہو جائے۔ شرح صغریٰ میں علامہ سنوسی کی عبارت اس سلسلے میں صاف اور صریح ہے، ان کے الفاظ یہ ہیں: لا الٰہ الا اللہ کہنے سے ذاکر کے دل میں نورِ حقیقت کی بہجت تو آگئی مگر اس سے نفع یابی آدابِ شریعت کی بجاآوری پر موقوف ہے۔ اور اس ادب کی بجاآوری کی صورت یہی ہے کہ اس کلمہ والے آقا جو اسے خدائے برتر کے پاس سے لے کر تبلیغ فرمانے والے ہیں، سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ان کا ذکر پاک جاری رکھے۔ اس لئے حقیقت پر دلالت کرنے والے کلمۂ توحید کو کہہ لینے کے بعد ضرورت ہے کہ ذاکر ہمارے آقا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کا بھی اثبات کرے تاکہ شریعت کی مضبوط پناہ میں لاکر اپنے نورِ توحید کو محفوظ رکھ سکے۔ اسی لئے ذاکر کہتا ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اذکار میں سے کسی بھی ذکر میں مومن کو سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر سے غافل نہیں ہونا چاہئے۔ خدا کے ذکر کے بعد سرکار پر درود بھیجے، یا ان کی رسالت کا اقرار کرے ساتھ ہی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود کی ادائیگی، تعظیم کی بجاآوری، اور سرکار

[1] شرح رسالہ فضالیہ

Marfat.com

مسئلہ ۴ ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میّت کو نہلانے کے لئے جو تختے پر لٹائیں تو شرقاً غرباً لٹائیں کہ پاؤں قبلے کو ہوں، یا جنوباً شمالاً کہ دہنی کروٹ قبلہ کو ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب

سب طرح درست ہے، مذہبِ اصح میں اس باب میں کوئی تعیین وقید نہیں، جو صورت میسر ہو اُس پر عمل کریں۔

فی الهندیة عن الظهیریة کیفیة الوضع عند بعض اصحابنا الوضع طولا کما فی حالة المرض اذا اراد الصلوٰة بایماء، ومنهم من اختار الوضع کما یوضع فی القبر والاصح انه یوضع کما تیسر[1] اھ۔

ہندیہ میں ظہیریہ سے منقول ہے: ہمارے بعض علماء کے نزدیک لٹانے کی صورت یہ ہے کہ طول میں لٹایا جائے جیسے بیماری کی حالت میں جب اشارے سے نماز پڑھنا چاہے تو یہی صورت ہے، اور بعض حضرات نے عرض میں لٹانا پسند کیا ہے جیسے قبر میں لٹایا جاتا ہے، اور اصح یہ ہے کہ جیسے میسر ہو لٹایا جائے اھ (ت)

اسی طرح بحر الرائق و درمختار وغیرہما میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵ ۴ صفر ۱۳۲۰ھ

کاٹنا مُردے کے بال بعد مرنے کے، جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

ناجائز ہے،

فی الدر لایسرح شعرہ ای یکرہ تحریما ولایقص ظفرہ الا المکسور ولا شعرہ ولایختن[2]، وفی رد المحتار عن النھر

درمختار میں ہے: میّت کے بالوں میں کنگھا نہ کیا جائے یعنی یہ مکروہِ تحریمی ہے، اور اس کے ناخن نہ تراشے جائیں مگر وہ جو ٹوٹا ہوا ہے، نہ ہی بال تراشے جائیں

---

[1] فتاوی ہندیہ الفصل الثانی فی الغسل من الجنائز مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۵۸

[2] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز 〃 مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۰

Marfat.com

قال و انما یحتاج الیٰ وصل الذکرین عند الدخول فی الاسلام قال بعض الائمۃ الراسخین فی العلم رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہم وھذہ المقالۃ والعیاذ باللّٰہ من الفتن التی لا موردلہا الا النار ولا عقبی لہا سوی دار البوار وما ذلك الامکر واستدراج الیٰ رفض الشریعۃ والانحلال من رقبتہا وتعطیل رسومہا ولو علم ھذا الضال ماتحت قول محمد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم من الاسرار التوحیدیۃ والحکم الالوھیۃ لانفشح عن ذلك العمی فاصاب الرمی[1] اھ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

دُور جا پڑتا ہے — توحید اور اثباتِ رسالت دونوں کو ملانے کی ضرورت صرف اُس وقت ہے جب اسلام میں داخل ہو رہا ہو۔

علم میں راسخ بعض ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا فرمان ہے کہ خدا کی پناہ! یہ کلام ان فتنوں سے ہے جن کا ٹھکانا صرف دوزخ ہے اور جن کا انجام صرف تباہی و بربادی ہے۔ یہ شریعت کو چھوڑنے، اس کا قلادہ گردن سے باہر پھینکنے اور آدابِ شرع سے بے قیدی کی جانب شیطان کی مکّاری اور استدراج کے سوا کچھ بھی نہیں — اگر اس گمراہ کو خبر ہوتی کہ کلمۂ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تحت توحید کے اسرار اور الوہیت کے رموزِ حکمت کیا کیا ہیں تو وہ اس اندھے پن سے نکلتا اور گوہرِ مراد کو ہاتھ میں لیتا اھ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳ (۱) میّت کے پاس زمین پر بیٹھنا افضل ہے، چارپائی پر کیا منع ہے؟
(۲) میّت والے کے یہاں کیا روٹی پکانا منع ہے؟

الجواب

(۱) کوئی ممانعت نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) موت کی پریشانی کے سبب وہ لوگ پکاتے نہیں ہیں، پکانا کوئی شرعاً منع نہیں، یہ سنّت ہے کہ پہلے دن صرف گھر والوں کے لئے کھانا بھیجا جائے اور اُنھیں باصرار کھلایا جائے، نہ دُوسرے دن بھیجیں، نہ گھر سے زیادہ آدمیوں کے لئے بھیجیں، واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] شرح الصغریٰ للسنوسی

Marfat.com

خامساً مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے لئے خصوصیت تھی اوروں کا قیاس اُن پر روا نہیں۔ ہمارے علماء جو شوہر کو غسلِ زوجہ سے منع فرماتے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ بعد موت بسبب انعدام محل، ملک نکاح ختم ہوجاتی ہے، تو شوہر اجنبی ہوگیا،

کما افادہ ملک العلماء فی البدائع والمحقق حیث اطلق فی الفتح وغیرھما فی غیرھما۔

جیسا کہ ملک العلماء نے بدائع میں، محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اور دوسرے حضرات نے دوسری کتابوں میں افادہ فرمایا۔ (ت)

مگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رشتہ ابد الآباد تک باقی ہے کہ کبھی منقطع نہ ہوگا۔

فقد اخرج الحاکم وصححہ والبیہقی عن ابن عمر والطبرانی فی الکبیر عنہ وعن ابن عباس وعن المسور رضی اللہ تعالیٰ عنہم عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ قال کل سبب ونسب منقطع یوم القیٰمۃ الاسببی ونسبی[1] واخرج البیہقی والدارقطنی بسند، قال ابن حجر المکی رجالہ من اکابر اھل البیت فی حدیث طویل فیہ عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ سمع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول کل صھر اوسبب اونسب ینقطع یوم القیٰمۃ الاصھری وسببی ونسبی[2] وقد روی نحوہ من حدیث عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال ابن حجر قال الذھبی واسنادہ صالح[3] اھ ونقل

حاکم بافادۂ تصحیح اور بیہقی حضرت ابن عمر سے راوی ہیں ——— اور طبرانی معجم کبیر میں حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت مِسْوَر رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے وُہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں۔ سرکار نے فرمایا: ہر رشتہ اور ہر نسب قیامت کے دن ٹوٹ جائے گا مگر میرا رشتہ اور نسب باقی رہے گا۔

بیہقی اور دارقطنی ایک طویل حدیث میں ——— جس کی سند سے متعلق امام ابن حجر مکی نے فرمایا کہ اس کے رجال، اکابر اہل بیت سے ہیں ——— حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، ہر رشتہ نکاح یا قرابت یا نسب قیامت کے دن منقطع ہوجائے گا مگر میرا رشتہ نکاح وقرابت ونسب باقی رہے گا ——— اسی کے ہم معنی حضرت عبد اللہ بن زبیر

[1] المستدرک علی الصحیحین کل نسب وسبب ینقطع الخ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳/ ۱۴۲
[2] درمنثور تحت فلا انساب بینہم مکتبۃ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۵/ ۱۵
[3] " " " " " " " " " "

Marfat.com

عن القنیۃ "التزیین بعد موتھا و الامتشاط وقطع الشعر لا یجوز"[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

نہ ختنہ کیا جائے۔ ردالمحتار میں نہر سے، اس میں قنیہ سے منقول ہے: اس کے مرنے کے بعد زینت کرنا، کنگھا کرنا، بال کاٹنا ناجائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت مرجائے تو شوہر کو اسے غسل دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ناجائز ہے،

فی تنویر الابصار "یمنع زوجھا من غسلھا"[2] اھ

تنویر الابصار میں ہے: خاوند کو بیوی کے غسل سے منع کیا جائے گا اھ (ت)

اور وہ جو منقول ہوا کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کو غسل دیا،

اوّلاً اس کی ایسی صحت ولیاقت حجیت محل نظر ہے۔

ثانیاً دوسری روایت یوں ہے کہ اس جناب کو حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ تعالٰی عنہا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی دائی نے غسل دیا۔

ثالثاً بمعنی امر شائع،

یقال "قتل الامیر فلانا" و "قاتل الملک القوم الفلانی" وفی الحدیث "اذن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم" ای امر بالتاذین۔

کہا جاتا ہے " امیر نے فلاں کو قتل کیا" — "بادشاہ نے فلاں قوم سے جنگ کی" — حدیث میں آیا: نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اذان دی" یعنی اذان کا حکم دیا۔ (ت)

رابعاً اضافت فعل بسوئے مسبب غیر مستنکر اور حدیث علی ان وجوہ پر محمول کرنے سے تعارض مرتفع یعنی ام ایمن نے اپنے ہاتھوں سے نہلایا اور سیدنا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ نے حکم دیا یا اسباب غسل کو مہیا فرمایا۔

---

[1] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنازۃ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۵۷۵

[2] تنویر الابصار متن الدر المختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۰

Marfat.com

ہے تو ہم لوگ بھی اپنی عورتوں کو غسل دیں تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

شوہر ولی نہیں، نہ حیات میں نہ بعد موت۔ نہ موتِ زوجہ سے نکاح قائم رہے۔ اور یہ کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں کہ مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے خود اپنے ہاتھ سے غسل دیا اور بالفرض ہو بھی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علاقے موت سے قطع نہیں ہوتے اور سب کے علاقے قطع ہو جاتے ہیں، یہ مضمون خود حدیث میں وارد ہے تو اوروں کو اُن پر قیاس جائز نہیں، مرد اپنی عورت مردہ کو غسل نہیں دے سکتا۔ کما فی الدر وعامۃ الاسفار (جیسا کہ دُرمختار اور عامۂ کتب میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ مرسلہ محمد اکرم حسین از ہردوئی بوساطت مولٰنا حامد حسین صاحب مدرس اوّل مدرسہ اہلسنت

۲۵ جمادی الاولٰی ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک صاحب نے روبرو یہ مسئلہ بیان کیا کہ اگر کسی شخص کی عورت یا عورت کے شوہر کا انتقال ہو جائے تو شوہر عورت کو اور عورت شوہر کو غسل نہیں دے سکتی ہیں، غسل کیا معنی بلکہ چھو نہیں سکتے ہیں خواہ غسل دینے والے موجود ہوں یا نہ ہوں، کیونکہ نکاح دنیا تک ہے جب دو میں سے کسی کا انتقال ہو گیا نکاح فسخ ہو گیا۔ جب نکاح فسخ ہو گیا تو عورت مرد کو اور مرد عورت کو نہیں چھو سکتا ہے۔ اُس پر چھونا حرام ہو گیا، آیا ایسا ہو سکتا ہے؟ مکلف ہوں کہ بہت جلد جواب سے سرفراز فرمایا جاؤں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ مسئلہ مرد کے بارہ میں صحیح ہے کہ وہ بعد وفاتِ زن اُسے غسل نہیں دے سکتا، نہ اُس کے بدن کو ہاتھ لگا سکتا ہے کہ موت سے عورت اصلاً محلِ نکاح نہ رہی۔ چھونے کا جواز صرف بربنائے نکاح تھا ورنہ زن و شوہر اصل میں اجنبی محض ہوتے ہیں اب کہ نکاح زائل ہو گیا، چھونے کا جواز بھی جاتا رہا۔ اور عورت کے بارے میں بھی صحیح ہے اُس حالت میں کہ وقتِ غسل عورت زوجیتِ زوج میں نہ ہو۔ مثلاً مرد نے طلاق بائن دے دی تھی یا بعد وفاتِ شوہر عدت گزر گئی مثلاً عورت حاملہ تھی شوہر کے انتقال ہوتے ہی بچہ پیدا ہو گیا کہ اب عدت نہ رہی اور زوجیت سے یکسر نکل گئی، اسی طرح عورت معاذ اللہ بعدِ وفاتِ شوہر مرتدہ ہو گئی، پھر اسلام لے آئی یا پسرِ شوہر کو شہوت کے ساتھ چھو لیا کہ ان سب صورتوں میں نکاح زائل ہو گیا، بخلاف اس کے کہ شوہر مر گیا اور عورت عدتِ وفات میں ہے، یا شوہر نے طلاق رجعی دی تھی اور ہنوز عدت باقی تھی کہ اس کا انتقال ہوا، ان صورتوں میں عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے کہ

Marfat.com

المناوی من الذهبی انه قال غیر منقطع قلت ان ثبت عندنا الصحة وقد قال ابن حجر انه صح عن عمر اقول کیف وقد تعدد طرقه وجاء عن جماعة من الاصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے ـــ ابن حجر لکھتے ہیں کہ ذہبی نے کہا: اس کی سند صالح ہے اھ اور مناوی ناقل ہیں کہ ذہبی نے کہا: اس کی سند غیر منقطع ہے۔ میں کہتا ہوں اگر ہمارے نزدیک صحت ثابت ہو۔ ابن حجر نے حضرت عمر سے مروی حدیث کو صحیح بتایا ہے۔ اقول صحت کیوں نہیں جبکہ اس کے طرق متعدد ہیں اور ایک جماعتِ صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مروی ہے۔ (ت)

اسی لئے منقول ہوا کہ سیدنا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس امر پر اعتراض کیا، حضرت مرتضٰی نے جواب میں ارشاد فرمایا:

اما علمت ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ان فاطمة زوجتك فی الدنیا والاٰخرة[1]۔

کیا تمہیں خبر نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ تیری بی بی ہے دنیا و آخرت میں۔

تو دیکھو اس خصوصیت کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ رشتہ منقطع نہیں۔ یہ جواب نہ فرمایا کہ شوہر کو اپنی عورت کا نہلانا روا ہے۔ اس سے اور بھی ثابت ہوا کہ صحابہ کرام کے نزدیک صورتِ مذکورہ میں مذہب عدم جواز تھا۔ جب تو حضرت ابن مسعود نے انکار فرمایا اور حضرت مرتضٰی نے اسے تسلیم فرما کر اپنی خصوصیت سے جواب دیا۔

وھذا خلاصة ما فی الدر المختار ورد المحتار عن شرح المجمع مع زیادات النفائس۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

یہ اس کا خلاصہ ہے جو درمختار اور ردالمحتار میں شرح مجمع الانہر سے منقول ہے مزید برآں کچھ نفیس افادات بھی ہیں۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از شہر کہنہ بریلی ۲۲ صفر ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حالتِ زندگی میں خاوند اپنی بی بی کا ولی ہوتا ہے مانند ماں باپ کے یا نہیں؛ جو ہوتا ہے تو بعد موت کے ولایت قائم رہتی ہے یا نہیں؛ اگر رہتی ہے تو ہاتھ لگانا، منہ دیکھنا، اجازت نماز کی دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور نکاح رہتا ہے یا نہیں؟ اور ایک صاحب فرماتے ہیں کہ بعد وفاتِ فاطمہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے ہاتھ سے غسل دیا، اگر یہ بات حق

---

[1] ردالمحتار باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/ ۵۷۶

Marfat.com

میں اُس کی پانی ڈالا جائے۔ آیا یہ مسئلہ درست ہے یا نادرست ؟

الجواب

یہ مسئلہ غلط وخلافِ متون وشروح وفتاوٰی و عامۂ کتبِ مذہب ہے۔ ناک میں پانی ڈالنا تو اس رسالہ والے کی اپنی گھڑت ہے، اور تر کپڑے سے بھی صاف کرنا مذہب کے خلاف ہے۔ کنز الدقائق میں ہے: وضی بلا مضمضۃ واستنشاق[1] (میّت کو بے کلی کرائے اور ناک میں پانی ڈالے وضو کرائے۔ ت) تبیین الحقائق میں ہے:

لانہ لایمکن اخراج الماء منہ فیترکان ویخالف الجنب فیہما وفی غسل الید فان الجنب یبداء بغسل یدیہ والمیت یبدأ بغسل وجہہ[2]

اس سے پانی باہر نہیں کیا جاسکتا اس لئے یہ دونوں ترک کردئے جائیں گے۔ غسلِ میت اور غسلِ جنب میں ایک فرق مضمضہ واستنشاق کا ہے دوسرے ہاتھ دھونے میں، کیونکہ جنب پہلے اپنے ہاتھ دھوئیگا اور میت کا پہلے چہرہ دھویا جائے گا۔ (ت)

شرح الکنز للعلامۃ احمد الشلبی پھر فتح اللہ المعین للسیّد ابی السعود الازہری پھر طحطاوی علی الدر المختار میں ہے:

فما ذکرہ الخلخالی ای فی شرح القدوری من ان الجنب یمضمض ویستنشق غریب مخالف لعامۃ الکتب[3]

خلخالی نے شرح قدوری میں جو ذکر کیا ہے کہ جنابت والے مُردے کو کُلی کرائی جائے گی اور ناک میں پانی ڈالا جائے گا، یہ غریب اور عامۂ کتب کے برخلاف ہے۔ (ت)

دیوبند کے رسالہ میں بہت کثرت سے مسائل غلط ہیں، اُس پر عمل جائز نہیں بلکہ اُسے دیکھنا اُسے گھر میں رکھنا مسلمانوں کو نہ چاہئے، بلکہ دیوبندیوں کی نسبت تمام علمائے کرام مکہ معظمہ و مدینہ منورہ فتوٰی تکفیر دے چکے ہیں اور یہ کہ من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[4] جو اُن کے عقائد پر مطلع ہو کر اُن کے عذاب

---

[1] کنز الدقائق | باب الجنائز | مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱/۵۲

[2] تبیین الحقائق | " | مطبعۃ کبرٰی مصریہ مصر | ۱/۲۳۶

[3] فتح المعین بحوالہ الشلبی | " | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱/۳۴۴

حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۳۶۶

[4] درمختار | باب المرتد | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۳۵۵

Marfat.com

ہنوز حکمِ زوجیت باقی ہے۔

فی الدرالمختار یمنع زوجہا من غسلہا ومسہا لامن النظر الیہا علی الاصح وھی لاتمنع من ذلک ولوذمیۃ بشرط بقاء الزوجیۃ والمعتبر فی الزوجیۃ صلاحیتہا لغسلہ حالۃ الغسل لاحالۃ الموت فتمنع من غسلہ لوبانت قبل موتہ او ارتدت بعدہ ثم اسلمت اومست ابنہ بشہوت لزوال النکاح وجاز لہا غسلہ لو اسلم زوج المجوسیۃ فمات فاسلمت بعدہ فحل مسہا حینئذ اعتبارا بحالت الحیوۃ[1] اھ مختصراً۔

درمختار میں ہے شوہر کے لئے عورت کو غسل دینا اور چھُونا منع ہے، دیکھنا منع نہیں۔ یہی اصح ہے، اور عورت کے لئے یہ سب ممنوع نہیں اگرچہ ذمّیہ ہو بشرطیکہ زوجیت باقی ہو۔ اور اعتبار اس کا ہے کہ غسل دینے کے وقت اس قابل ہو، مرنے کے وقت کا اعتبار نہیں۔ تو اسے شوہر کو غسل دینا منع ہوگا اگر اس کے مرنے سے پہلے بائن ہوگئی یا مرنے کے بعد مرتد ہوگئی پھر اسلام لائی یا اس کے بیٹے کو شہوت سے چھُو دیا کیونکہ ان صورتوں میں نکاح باقی نہ رہا۔ اور اگر مجوسیہ کا شوہر مسلمان ہوکر مرگیا اس کے بعد عورت مسلمان ہُوئی تو شوہر کو غسل دینا جائز ہے اس وقت اس کو چھُونے کا جواز حالتِ حیات کا اعتبار کرکے ہے اھ مختصراً (ت)

ردالمحتار میں ہے:

طلقہا رجعیا ثم مات فی عدتہا فانہا تغسلہ لانہ لایزیل ملک النکاح بدائع[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم

عورت کو طلاق رجعی دی پھر عدت میں انتقال کرگیا تو عورت اُسے غسل دے سکتی ہے اس لئے کہ اس سے ملکِ نکاح ختم نہیں ہوتی، بدائع (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹ ازسرونج مسئولہ عبدالرشید خاں صاحب ۱۹ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

مدرسہ دیوبند سے ایک رسالہ مشہور کیا گیا ہے جس میں یہ مسئلہ تحریر ہے کہ مرد حالتِ جنابت میں یا عورت حیض کی حالت میں مرجائے تو اس کے حلق میں کوئی کپڑا تر کرکے تین مرتبہ حلق صاف کیا جائے اور ناک

---

[1] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۰

[2] ردالمحتار " ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۵۷۶

Marfat.com

مسئلہ ۱۲ ازموضع سیسونہ ڈاکخانہ شیش گڑھ ضلع بریلی مرسلہ عنایت اللہ خاں
۱۰ محرم ۱۳۳۹ھ

اکثر دیہات میں میت کو نہلانے کے واسطے جو گھڑا بدھنا صرف میں لایا جاتا ہے اس کو قبر کے اوپر سرہانے یا پائنتی رکھ آتے ہیں، اور بعض جگہ بعد غسلِ میت وہ گھڑا بدھنا مسجد میں رکھ آتے ہیں اس خیال سے کہ نمازیوں کے وضو وغیرہ کے صرف میں آئے تو اچھا ہے، امید کہ اس کا جواب جو بہتر اور موافقِ شرع ہو اس سے مطلع کیا جائے۔

الجواب

قبر کی پائنتی سرہانے رکھ آنے کے کوئی معنی نہیں، اور مسجد میں دینا ثواب ہے جبکہ ان پر ناپاک پانی کی کوئی چھینٹ نہ پڑی ہو، ورنہ پاک کرکے دئے جائیں، اور اپنے استعمال میں رکھے جب بھی جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرد کو کفن کے پارچے کا دینا چاہئے اور عورت کو کے پارچے کا چاہئے؟ اور میت نابالغ کو کتنا کفن دینا لازم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

سنّت مرد کے لئے تین کپڑے ہیں ایک تہ بند کہ سر سے پاؤں تک ہو، اور کفن گردن کی جڑ سے پاؤں تک، اور چادر کہ اُس کے قد سے سر اور پاؤں دونوں طرف اتنی زیادہ ہو جسے لپیٹ کر باندھ سکیں۔ پہلے چادر بچھائیں اُس پر تہبند، پھر میت مغسول کا بدن ایک کپڑے سے صاف کریں پھر اُس پر رکھ کر کفنی پہنا کر تہبند لپیٹیں، پہلے بائیں طرف پھر دہنی طرف لپیٹیں تاکہ دہنا حصہ بائیں کے اوپر رہے۔ پھر اسی طرح چادر لپیٹ کر اوپر نیچے دونوں جانب سے باندھ دیں۔

اور عورت کے لئے پانچ کپڑے سنت ہیں، تین یہی، مگر مرد و عورت کے لئے کفنی میں اتنا فرق ہے کہ مرد کی قمیص عرض میں مونڈھوں کی طرف چیرنا چاہئے اور عورت کا طول میں سینے کی جانب۔ چوتھے اوڑھنی جس کا طول ڈیڑھ گز یعنی تین ہاتھ ہو۔ پانچواں سینہ بند کہ پستان سے ناف بلکہ افضل یہ ہے کہ رانوں تک ہو۔ پہلے چادر اور اس پر تہ بند بدستور بچھا کر کفنی پہنا کر تہ بند پر لٹائیں اور اُس کے بال دو حصے کر کے بالائے سینہ کفنی کے اوپر لاکر رکھیں اُس کے اوپر اوڑھنی سر سے اُڑھا کر بغیر لپٹے منہ پر ڈال دیں، پھر تہ بند اور اس پر چادر بدستور لپیٹیں اور چادر اُسی طرح دونوں سمت باندھ دیں، ان سب کے اوپر سینہ بند

Marfat.com

کفر میں شک کرے خود کافر ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱ موضع سرنیا ضلع بریلی مرسلہ شیخ امیر علی قادری ۲۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

(۱) کوئی سُنّی اگر ناپاکی کی حالت میں فوت ہو جائے اُسے ایک غسل دیا جائے گا یا دو؟ اور ساری ناک میں پانی اور غرارہ کیونکر کیا جائے گا؟

(۲) بعد نہلانے کے میّت کے پانی یا دوا یا پاخانہ مُنہ یا پاخانہ کی جگہ سے نکلے تو غسل دوبارہ دیا جائیگا یا جگہ پاک کی جائے گی؟

(۳) میّت نہلاتے وقت کس طرف سر پیر ہونا بہتر ہے؟

الجواب

(۱) غسل ایک دیا جائے گا، اور میّت کے ناک اور منہ میں پانی نہیں ڈالتے۔

(۲) غسل دوبارہ دینے کی مطلقاً کسی حال میں حاجت نہیں۔ اگر نجاست برآمد ہو دھو دی جائے۔

(۳) جدھر ہو اس کے لئے شرع نے کوئی خاص صورت معین نہیں کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱ از شہر علی گڑھ، محلہ مدار دروازہ، مسئولہ عمر احمد سوداگر پارچہ بنارسی ۴ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گھڑے بدھنے میّت کو غسل دینے کے بعد پھوڑ ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

گناہ ہے کہ بلاوجہ تضییع مال ہے کہ اگر وہ ناپاک بھی ہو جائیں تاہم پاک کر لینا ممکن۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ کرہ لکم ثلثا اللہ تعالیٰ تین باتیں تمہارے لئے ناپسند رکھتا ہے قیل و قال وکثرۃ السؤال واضاعۃ المال فضول بک بک اور سوال کی کثرت اور مال کی اضاعت[1]۔ رواہ الشیخان وغیرھما۔

اور اگر یہ خیال کیا جائے کہ ان سے مُردے کو نہلایا ہے تو ان میں نحوست آگئی تو یہ خیال اوہام کفارِ ہند سے بہت ملتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۰۰

Marfat.com

ضفیرتین علی صدرها فوقه الدرع و الخمار فوق الشعر ثم یفعل کما مرو یعقد الکفن ان خیف انتشارہ و المراھق کالبالغ ومن لم یراھق ان کفن فی واحد جاز، و السقط یلف ولا یکفن[1] اھ ملخصا۔

رکھا جائے، پھر تہبند لپیٹا جائے پہلے بایاں پھر دایاں، پھر اسی طرح چادر لپیٹی جائے تاکہ دایاں بائیں کے اوپر رہے ——— عورت کو قمیص پہنا کر اس کے بال دو حصہ کرکے سینے پر قمیص کے اوپر ڈال دئے جائیں اور اوڑھنی بال کے اوپر ہو، پھر ویسے ہی کیا جائے جیسے مرد کے بارے میں بیان ہُوا ——— اور اگر کفن منتشر ہونے کا اندیشہ ہو تو اسے باندھ دیا جائے ——— مراھق (جو بلوغ کے قریب ہو) کا حکم بالغ کی طرح ہے اور جو مراہق نہیں اسے اگر ایک کفن دیا جائے تو جائز ہے۔ اور ناتمام بچے کو کسی کپڑے میں لپیٹ دیا جائے، کفن نہ دیا جائے اھ بہ تلخیص (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ ازارھو من القرن الی القدم و القمیص من اصل العنق الی القدمین، واللفافۃ تزید علی ما فوق القرن و القدم لیلف فیہ المیت و تربط من الاعلی والاسفل[2] امداد، قولہ ای قمیص، اشار الی ترادفھما، کما قالوا وقد فرق بینھما بان شق الدرع الی الصدر و القمیص الی المنکب قھستانی، قولہ وخمار بکسر الخاء ماتغطی بہ المرأۃ رأسھا قال الشیخ اسمٰعیل مقدارہ حالۃ الموت ثلثۃ اذرع بذراع الکرباس یرسل علی وجھھا ولا یلف کذا فی الایضاح والعتابی، قولہ وخرقۃ، الاولی ان

قولہ ازار ——— یہ سر سے پاؤں تک ہوگا ——— اور قمیص گردن کی جڑ سے قدم تک ——— اور چادر سرو قدم سے اس قدر زائد ہوگی کہ میت کو پہنا کر اوپر اور نیچے سے باندھ دی جائے ——— امداد۔ قولہ درع یعنی قمیص ——— اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ درع اور قمیص کا معنی ایک ہے جیسا کہ علماء نے فرمایا، بعض نے دونوں میں یہ فرق بتایا ہے کہ درع کا چاک سینہ کی طرف ہوتا ہے اور قمیص کا شانہ کی طرف، قہستانی۔ قولہ خِمار ——— خا پر زیر ——— جس سے عورت کا سر چھپایا جائے۔ شیخ اسمٰعیل نے فرمایا: میّت کے لئے اس کی مقدار کرباس کے گز سے تین ہاتھ ہے۔ اسے چہرے پر ڈال دیا جائے گا، لپیٹا نہ جائے گا۔ ایسا ہی ایضاح اور عتابی میں ہے۔ قولہ وخرقۃ (اور ایک کپڑا) بہتر یہ ہے کہ

---

[1] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۱

بالائے پستان سے ناف یا ران تک باندھیں، یہ کفن سنت ہے، اور کافی اس قدر ہے کہ مرد کے لئے دو کپڑے ہوں تہبند اور چادر۔ اور عورت کے لئے تین، کفنی وچادر یا تہبند وچادر اور تیسرے اوڑھنی، اسے کفن کفایت کہتے ہیں۔ اگر میت کا مال زائد اور وارث کم ہوں تو کفن سنت افضل ہے، اور عکس ہو تو کفن کفایت اولیٰ اور اس سے کمی بحالت اختیار جائز نہیں۔ ہاں وقت ضرورت جو میسر آئے صرف ایک ہی کپڑا کہ سر سے پاؤں تک ہو، مرد و عورت دونوں کے لئے بس ہے۔ جاہل محتاج جب اُن کا مورث محتاج مرتا ہے لوگوں سے پورے کفن کا سوال کرتے ہیں، یہ حماقت ہے، ضرورت سے زیادہ سوال حرام اور ضرورت کے وقت کفن میں ایک کپڑا کافی۔ بس اسی قدر مانگیں اس سے زائد مانگنا جائز نہیں۔ ہاں ان کو بے مانگے جو مسلمان بہ نیت ثواب پورا کفن محتاج کے لئے دے گا اللہ عزوجل سے پورا ثواب پائے گا۔ نابالغ اگر حدِ شہوت کو پہنچ گیا ہے جب تو اس کا کفن جوان مرد و عورت کی مثل ہے، اور یہ حکم یعنی حدِ شہوت کو پہنچنا پسر میں بارہ[۱۲] اور دختر میں نو برس کی عمر کے بعد نہیں رکتا، اور ممکن کہ کبھی اس سے پہلے بھی حاصل ہو جائے جبکہ جسم نہایت قوی اور مزاج گرم اور حرارت جوش پر ہو۔ لڑکوں میں یہ اُس کا دل عورتوں کی طرف رغبت کرنے لگے اور لڑکیوں میں یہ کہ اُسے دیکھ کر مردوں کو اس کی طرف میل پیدا ہو۔ جو بچے اس عمر و حالت کو نہ پہنچیں اُن میں اگر پسر کو ایک اور دختر کو دو کپڑوں میں کفن دے دیں تو کوئی حرج نہیں، اور پسر کو دو[۲]، دختر کو تین[۳] دیں تو اچھا ہے۔ اور دونوں کو پورا کفن مرد و عورت کا دیں تو سب سے بہتر۔ اور جو بچہ مردہ پیدا ہوا یا کچا گر گیا اُسے بہر طور ایک ہی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دینا چاہیئے کفن نہ دیں۔ درمختار میں ہے:

یسن فی الکفن له ازار وقمیص ولفافة، ولها درع ای قمیص وازار وخمار ولفافة وخرقة تربط بها ثدیاها وبطنها وکفایة له ازار ولفافة فی الاصح ولها ثوبان وخمار ویکره اقل من ذلك وکفن الضرورة لهما مایوجد واقله مایعم البدن، تبسط اللفافة اولا ثم یبسط الازار علیها ویقمص ویوضع علی الازار ویلف یساره ثم یمینه ثم اللفافة کذلك لیکون الایمن علی الایسر وهی تلبس الدرع ویجعل شعرها

کفن میں مرد کے لئے ازار (تہبند)، قمیص اور لفافہ (چادر) مسنون ہے، اور عورت کے لئے درع یعنی قمیص، تہبند، خمار (اوڑھنی)، چادر اور ایک کپڑا جو پستان اور شکم پر باندھا جائے ــــ اور کفن کفایت مرد کے لئے اصح قول پر تہبند اور چادر ــــ عورت کے لئے دو کپڑے اور اوڑھنی ــــ کفنِ کفایت سے کم دینا مکروہ ہے۔ اور کفنِ ضرورت مرد و عورت دونوں کے لئے وُہ ہے جو مل جائے۔ کم سے کم اتنا کہ پورے بدن کو چھپالے ــــ پہلے چادر بچھائی جائے پھر اس پر تہبند بچھایا جائے اور قمیص پہنائی جائے اور تہبند پر

والانثیٰ کالانثیٰ ، قوله ومن لم یراهق الخ ھذا لوذکرا قال الزیلعی و ادنی ما یکفن به الصبی الصغیر ثوب واحد والصبیة ثوبان اھ وقال فی البدائع وان کان صبیا لم یراهق فان کفن فی خرقتین ازار ورداء فحسن ، وان کفن فی ازار واحد جاز ، و اما الصغیرة فلاباس ان تکفن فی ثوبین اھ اقول فی قوله فحسن اشارة الی انه لوکفن بکفن البالغ یکون احسن ، لما فی الحلیة عن الخانیة والخلاصة ، الطفل الذی لم یبلغ حد الشهوة الاحسن ان یکفن فیما یکفن فیه البالغ اھ وفیه اشارة الی ان المراد بمن لم یراهق من لم یبلغ حد الشهوة ، قوله والسقط یلف وکذا من ولد میتا بدائع اھ[1] ملتقطا۔

مونث کی طرح ۔ قولہ جو مراہق نہیں الخ ___ یہ حکم مذکر کا ہے ۔ زیلعی نے فرمایا : چھوٹے بچّے کو کم سے کم ایک اور بچّی کو دو کپڑے دیے جائیں گے اھ ، بدائع میں ہے اگر ایسا بچّہ ہے جو قریب البلوغ نہیں اسے اگر دو کپڑے ___ تہبند اور چادر ___ میں کفن دیں تو اچھا ہے اور اگر ایک تہبند میں کفن دیں تو جائز ہے مگر کمسن لڑکی کو دو کپڑے دیے جائیں تو حرج نہیں اھ ___ میں کہتا ہوں بچّے کو دو کپڑے دینے کو "اچھا" کہنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگر اسے بالغ کا پورا کفن دے دیا تو "زیادہ اچھا" ہے کیونکہ حلیہ میں خانیہ اور خلاصہ سے نقل ہے کہ جو بچّہ حدِ شہوت کو نہ پہنچا ہو اسے بالغوں کا کفن دینا بہتر ہے اھ اس عبارت میں یہ اشارہ ہے کہ غیر مراہق سے مراد وہ ہے جو حدِ شہوت کو نہ پہنچا ہو۔ قولہ ناتمام بچہ ..... یہی حکم اس کا بھی ہے جو مُردہ پیدا ہوا ۔ بدائع ، اھ ۔ (ت)

عالمگیری میں ہے :

اما المرأة فتبسط لها اللفافة والازار علی نحو ما بینا للرجل ثم توضع علی الازار وتلبس الدرع ویجعل شعرها ضفیرتین علی صدرها فوق الدرع ثم یجعل الخمار فوق ذلك ثم یعطف الازار واللفافة کما بینا فی الرجل ثم الخرقة بعد ذلك تربط فوق الاکفان فوق الثدیین

عورت کے لئے چادر اور تہبند کو اسی طرح بچھایا جائے جیسے ہم نے مرد کے لئے بتایا پھر ازار پر اسے رکھ کر قمیص پہنائی جائے اور بالوں کے دو جوڑے کر کے سینے پر لا کر قمیص کے اوپر ڈال دیے جائیں پھر اس کے اوپر اوڑھنی پہنائی جائے ، پھر ازار اور چادر کو اسی طرح لپیٹا جائے جیسے مرد کے بارے میں ہم نے بتایا ۔ پھر اس کے بعد کفنوں کے بعد پستانوں پر سینہ بند باندھا جائے

---

[1] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/ ۵۷۸ تا ۵۸۰

Marfat.com

تکون من الثدیین الی الفخذین نهر عن الخانیة قوله وکفایة هو ادنی ما یکفیه بلا کراهة فهو دون کفن السنة، قال فی البحر قالوا اذا کان بالمال قلة والورثة کثرة فکفن الکفایة اولیٰ وعلی القلب کفن السنة اولیٰ، قوله ولها ثوبان لم یعینهما کالهدایة وفسرهما فی الفتح بالقمیص واللفافة وعینهما فی الکنز بالازار واللفافة قال فی البحر الظاهر عدم التعیین بل اما قمیص وازار او ازاران والثانی اولیٰ لان فیه زیادة فی ستر الراس والعنق، قوله ویکره ای عند الاختیار، قوله ویقمص ای یلبس القمیص بعد تنشیفه بخرقة، قوله ثم یفعل کما مر ای بان توضع بعد الباس الدرع والخمار علی الازار ویلف یسارہ الخ قال فی الفتح ولم یذکر الخرقة وفی شرح الکنز فوق الاکفان کیلا تنتشر وعرضها ما بین شدی المرأة الی السرة وقیل ما بین الشدی الی الرکبة کیلا ینتشر الکفن عن الفخذین وقت المشی، وفی التحفة تربط الخرقة فوق الاکفان عند الصدر فوق الثدیین اھ قوله والمراهق کالبالغ الذکر کالذکر

سینہ بند پستانوں سے رانوں تک ہو، نہر از خانیہ۔ قولہ کفنِ کفایت — یہ کم سے کم اس قدر ہے جو بلا کراہت کافی ہو تو اس کا درجہ کفنِ سنّت سے کم ہے۔ اور بحر میں ہے کہ علماء نے فرمایا جب مال کم ہو اور ورثہ زیادہ ہوں تو کفنِ کفایت بہتر ہے اور برعکس ہو تو کفنِ سنت بہتر ہے۔ قولہ عورت کے لئے دو کپڑے — دو کون؟ اس کی تعیین نہ فرمائی جیسے ہدایہ میں تعیین نہیں۔ فتح القدیر کے اندر اس کی تفسیر میں قمیص اور چادر کو بیان کیا — اور کنز الدقائق میں تہبند اور چادر سے معین کیا — بحر میں کہا ظاہر عدم تعین ہے بلکہ قمیص اور تہبند ہو یا دو تہبند — اور ثانی بہتر ہے اس لئے کہ اس میں سر اور گردن چھپانے کے بقدر زیادہ ہوتا ہے۔ قولہ کفن کفایت سے کم مکروہ ہے — یعنی جب مجبوری نہ ہو۔ قولہ قمیص پہنائی جائے یعنی میت کا بدن کسی کپڑے سے خشک کر لینے کے بعد قمیص پہنائی جائے۔ قولہ پھر ویسے ہی کیا جائے — یعنی یہ کہ قمیص اور اوڑھنی پہنانے کے بعد ازار پر رکھا جائے اور پہلے بایاں لپیٹا جائے الخ — فتح القدیر میں ہے خرقہ کی جگہ نہ بتائی۔ شرح کنز میں ہے کہ سینہ بند کفن کے اوپر ہو تاکہ کفن منتشر نہ ہو۔ اس کی چوڑائی پستان سے ناف تک اور کہا گیا کہ گھٹنے تک ہوگی تاکہ چلتے وقت رانوں سے کفن منتشر نہ ہو۔ تحفہ میں ہے: سینہ بند کفن کے اوپر سینہ کے پاس پستان کے اوپر باندھا جائے۔ قولہ مراہق بالغوں کی طرح ہے — مذکر، مذکر کی طرح اور مؤنث،

Marfat.com

مسئلہ ۱۴ ازملک مالوا شہر اندور چھینیپہ باکھل مرسلہ اسمٰعیل قادری احمد آباد والا۔

یہاں میت ہوگئی تھی اُس کے کفنانے کے بعد پھولوں کی چادر ڈال گئی، اس کو ایک پیش امام افغانی نے اتار ڈالا اور کہا یہ بدعت ہے ہم نہ ڈالنے دیں گے۔ دوسرے جو غلاف کا پارچہ سیاہ کعبہ شریف سے لاتے ہیں وہ ٹکڑا ڈالا ہُوا تھا اسے ہٹادیا اور کہا کہ یہ روافض کا رواج ہے ہم نہ ڈالیں گے اسے الگ ہٹا کے اس نے نماز جنازہ پڑھائی۔

الجواب

پھولوں کی چادر بالائے کفن ڈالنے میں شرعاً اصلاً حرج نہیں بلکہ نیت حسن سے حسن ہے جیسے قبور پر پھول ڈالنا کہ وہ جب تک تر ہیں تسبیح کرتے ہیں اس سے میت کا دل بہلتا ہے اور رحمت اُترتی ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

وضع الورد والریاحین علی القبور حسن[۱]

قبروں پر گلاب اور پھولوں کا رکھنا اچھا ہے۔ (ت)

فتاوٰی امام قاضی خاں و امداد الفتاح شرح المصنف لمراقی الفلاح و ردالمحتار علی الدرالمختار میں ہے:

انه مادام رطبا یسبح فیؤنس المیت و تنزل بذکرہ الرحمة[۲]

پھول جب تک تر رہے تسبیح کرتا رہتا ہے جس سے میت کو اُنس حاصل ہوتا ہے اور اس کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے۔ (ت)

یونہی تبرک کے لئے غلافِ کعبہ معظمہ کا قلیل ٹکڑا سینے یا چہرے پر رکھنا بلاشبہہ جائز ہے اور اسے رواجِ روافض بتانا محض جھُوٹ ہے۔ اسد الغابہ وغیرہا میں ہے:

لما حضرہ الموت اوصی ان یکفن فی قمیص کان علیه افضل الصلٰوة والسلام کساہ ایاہ، وان یجعل ممایلی جسدہ، وکان عندہ قلامة اظفارہ علیه افضل الصلٰوة والسلام فاوصی ان تسحق و تجعل فی عینیه وفمه، وقال افعلوا ذلك و خلوا بینی

جب حضرت امیر معاویہ کا آخری وقت آیا یہ وصیت فرمائی کہ اُنھیں اُس قمیص میں کفن دیا جائے جو نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں عطا فرمائی تھی، اور یہ ان کے جسم سے متصل رکھی جائے، ان کے پاس حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ناخن پاک کے کچھ تراشے بھی تھے ان کے متعلق وصیت فرمائی کہ

---

[۱] فتاوٰی ہندیۃ الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۱

[۲] ردالمحتار مطلب فی وضع الجرید ونحو الآس علی القبور ؍؍ ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۶۰۶

Marfat.com

كذا في المحيط[1] اھ قال العبد الضعيف غفر الله تعالٰی له وھذا كما ترٰی نص صريح لايقبل التاويل في ان الخرقة تربط فوق الاكفان جميعا حتی اللفافة وھو الذی قدمنا عن الشامی عن الفتح عن التبيين والتحفة فعليه فليكن التعويل وان استظهر في الجوهرة كونها تحت اللفافة قائلا ان قولهم فوق الاكفان يحتمل ذلك وهو منازع في هذا الاحتمال كما لايخفی فان الاكفان تشتمل اللفافة قطعا واين المخصص واين وجه لظهور ذلك اما ما في الاختيار ثم تربط الخرقة فوق القميص[2] اھ فاقول ليس نصا في كونها تحت الاكفان ما خلا القميص فان ما فوقهن جميعا يصدق عليه انه فوق القميص فلا يعارض النص الصريح الذی قدمنا مع انه هو صرح به في اكثر الكتب فلذا اعولنا عليه وبالله التوفيق۔ والله تعالٰی اعلم۔

اسی طرح محیط میں ہے اھ۔ بندۂ ضعیف ۔ خدائے برتر اس کی مغفرت فرمائے ۔ کہتا ہے: یہ عبارت اس بارے میں صریح ناقابلِ تاویل نص ہے کہ سینہ بند سارے کفن یہاں تک کہ چادر کے بھی اوپر ہوگا ۔ یہی حکم ہم نے شامی از فتح از تبیین وتحفہ سے پہلے نقل کیا تو اسی پر اعتماد ہونا چاہئے۔ اگرچہ جوہرہ میں کہا جبکہ ظاہر یہ ہے کہ سینہ بند چادر کے نیچے ہو، اس کی وجہ یہ بتائی کہ علماء کا اسے کفنوں کے اوپر کہنا اس معنی کا احتمال رکھتا ہے ۔ مگر صاحبِ جوہرہ سے اس احتمال کے بارے میں اختلاف کیا جائے گا، جیسا کہ ظاہر ہے ۔ اس لئے کہ "کفنوں" کا لفظ چادر کو بھی قطعاً شامل ہے کوئی دلیلِ تخصیص موجود نہیں، اور اس کے "ظاہر" ہونے کی بھی کوئی وجہ نہیں ۔ رہی اختیار کی یہ عبارت: پھر سینہ بند کو قمیص کے اوپر باندھا جائے گا اھ تو میں کہتا ہوں یہ اس بارے میں صریح نہیں کہ سینہ بند قمیص کے علاوہ سارے کفنوں کے نیچے ہوگا اس لئے کہ جو سارے کفنوں کے اوپر ہو اس کے حق میں بھی یہ کہنا صادق ہے کہ وہ قمیص کے اوپر ہے ۔ اس طرح یہ عبارت ہمارے پیش کردہ نص صریح کے معارض نہیں مزید یہ کہ جو ہم نے نقل کیا اس کی تصریح اکثر کتابوں میں موجود ہے اسی لئے ہم نے اس پر اعتماد کیا۔ اور خدا ہی کی جانب سے توفیق ہے ۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثالث فی التکفین مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۶۱

[2] الاختیار لتعلیل المختار فصل فی تکفین المیت 〃 مصطفی البابی مصر ۱/۹۳

Marfat.com

رسالہ

الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن

۱۳

(کفن پر لکھنے کے بارے میں عمدہ گفتگو)

مسئلہ ۱۵ از مارہرہ مطہرہ باغ پختہ مرسلہ حضرت صاحبزادہ سید محمد ابراہیم صاحب ۹ رجب ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پارچہ کفن جو اماکن متبرکہ سے آئے اور اس پر آیاتِ کلام اللہ و احادیث وغیرہ لکھی ہوں وُہ میت کو پہنانا کیسا ہے اور شجرہ قبر میں رکھنا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی سترنا بذیل کرمہ فی حیاتنا وبعد الممات وفتح علینا فی التوسل بآیاتہ وشعائرہ ابواب البرکات والسلام علی من تبرک بآثارہ الکریمۃ الاحیاء و الاموات وحی ویحیی بامطار فیوضہ العظیمۃ کل موات وعلی الہ و صحبہ واھلہ وحزبہ

سب خوبیاں اللہ کے لئے جس نے اپنے دامنِ کرم سے ہمیں ہماری زندگی میں اور مرنے کے بعد بھی چھپایا، اور اپنی آیات وشعائر سے توسّل میں ہمارے اوپر برکتوں کے دروازے کھولے ــــ اور درود وسلام ہو ان پر جن کے آثار گرامی سے زندے اور مردے سبھی نے برکت حاصل کی اور جن کے عظیم فیوض کی بارشوں سے ہر بے جان کو زندگی ملی اور ملتی ہے ــ اور (درود و سلام ہو) ان کی آل، اصحاب، اہل اور جماعت پر،

Marfat.com

بینی وبین ارحم الراحمین[1]۔ | باریک کرکے ان کی آنکھوں اور دہن پر رکھ دئے جائیں۔ فرمایا کہ یہ کام انجام دینا اور مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کردینا۔ (ت)

ان باتوں کو بدعت ممنوعہ ٹھہرانا اگر محض بربنائے جہل ہو تو جہالت ہی ہے اور اگر بربنائے وہابیت یعنی غیر مقلدی یا دیوبندیت ہو تو وُہ نماز کہ اُس نے پڑھائی باطل محض ہُوئی، مسلمان بغیر نماز کے دفن کیا گیا، اور جو جو اُس امام کی حالت سے آگاہ تھے سب ترک فرض نماز جنازہ کے مرتکب ومستحق عذاب رہے، جبکہ خود وہابی یا وہابیہ کو صالح امامت جاننے والے نہ ہوں، ورنہ بالاتفاق علمائے حرمین شریفین کا فتوی ہوچکا ہے کہ من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر جو وہابیہ کے کفر میں شک کرے خود کافر ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔
واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ باب المیم والعین مطبوعۃ المکتبۃ الاسلامیہ ریاض الشیخ ۴/۳۸۷

Marfat.com

وحدہٗ لاشریک لہ لا الٰہ الا اللہ لہ الملک ولہ الحمد لا الٰہ الا اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم[1]

لاشریک لہ لا الٰہ الا اللہ لہ الملک ولہ الحمد لا الٰہ الا اللہ ولا حول ولا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔

نیز ترمذی میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ہر نماز میں سلام کے بعد یہ دُعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِنِّیْ اَعْھَدُ اِلَیْکَ فِیْ ھٰذِہِ الْحَیَاۃِ الدنیا بانک انت اللہ الذی لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ وَحْدَکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ فَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ فانک ان تکلنی الی نفسی تقربنی من الشر و تباعدنی من الخیر وَاِنِّیْ لَا اَثِقُ اِلَّا بِرَحْمَتِکَ فَاجْعَلْ رَحْمَتَکَ لِیْ عَھْدًا عِنْدَکَ تُؤَدِّیْہِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ[2]

فرشتہ اسے لکھ کر مُہر لگا کر قیامت کے لئے اُٹھا رکھے، جب اللہ تعالیٰ اُس بندے کو قبر سے اٹھائے، فرشتہ وہ نوشتہ ساتھ لائے اور ندا کی جائے عہد والے کہاں ہیں، انھیں وُہ عہدنامہ دیا جائے۔ امام نے اسے روایت کرکے فرمایا:

وعن طاؤس انہ امر بھذہ الکلمات فکتبت فی کفنہ[3]

امام طاؤس کی وصیّت سے یہ عہد نامہ اُن کے کفن میں لکھا گیا۔

امام فقیہ ابن عجیل نے اسی دعائے عہدنامہ کی نسبت فرمایا:

اذا کتب ھذا الدعاء وجعل مع المیت فی قبرہ وقاہ اللہ فتنۃ القبر وعذابہ[4]

جب یہ لکھ کر میّت کے ساتھ قبر میں رکھ دیں تو اللہ تعالیٰ اُسے سوالِ نکیرین و عذابِ قبر سے امان دے۔

(۹) یہی امام فرماتے ہیں:

من کتب ھذا الدعاء فی کفن المیت رفع

جو یہ دُعا میّت کے کفن میں لکھے اللہ تعالیٰ قیامت تک

---

[1] فتاوٰی کبرٰی بحوالہ ترمذی باب الجنائز مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۶

[2] نوادر الاصول اصول الرابع والسبعون والمائۃ ” دار صادر بیروت ص ۲۱۷

[3] الدر المنثور بحوالہ الحکیم الترمذی تحت الامن اتخذ عندالرحمٰن عہدا منشورات مکتبہ آیۃ اللہ قم ایران ۴/۲۸۶

[4] فتاوٰی کبرٰی بحوالہ ابن عجیل باب الجنائز ” دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۶

Marfat.com

عدد کل ماض و آت ۔ ہر گزشتہ آئندہ کی تعداد کے برابر ۔ (ت)

یہاں چار مقام ہیں :

اوّل فقہ حنفی سے کفن پہ لکھنے کا جزئیہ کہ بدرجہ اولیٰ قبر میں شجرہ رکھنے کا جزئیہ ہوگا۔ اور اُس کے مؤید احادیث و روایات ۔

دوم احادیث سے اس کا ثبوت کہ معظمات دینیہ میں کفن دیا گیا یا بدن میت پر رکھی گئیں اور اسے مخلِ تعظیم نہ جانا ۔

سوم بعض متاخرین شافعیہ نے جو کفن پہ لکھنے میں بے تعظیمی خیال کی اس کا جواب ۔

چہارم قبر میں شجرہ رکھنے کا بیان ۔ وباللہ التوفیق

مقام اول : ہمارے علمائے کرام نے فرمایا کہ میت کی پیشانی یا کفن پر عہدنامہ لکھنے سے اس کے لئے امیدِ مغفرت ہے ۔

(۱) امام ابوالقاسم صفار شاگرد امام نصیر بن یحییٰ تلمیذ شیخ المذہب سیدنا امام ابو یوسف و محرر المذہب سیدنا امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کی تصریح و روایت کی ۔

(۲) امام نصیر نے فعلِ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی تائید و تقویت کی ۔

(۳) امام محمد بزازی نے وجیز کردری (۴) علامہ مدقق علائی نے درمختار میں اُس پر اعتماد فرمایا ۔

(۵) امام فقیہ ابن عجیل وغیرہ کا بھی یہی معمول رہا ۔

(۶) بلکہ امام اجل طاؤس تابعی شاگرد سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی کہ انھوں نے اپنے کفن میں عہدنامہ لکھے جانے کی وصیت فرمائی اور حسبِ وصیت اُن کے کفن میں لکھا گیا ۔

(۷) بلکہ حضرت کثیر بن عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے اور صحابی ہیں خود اپنے کفن پر کلمۂ شہادت لکھا ۔

(۸) بلکہ امام ترمذی حکیم الٰہی سیدی محمد بن علی معاصر امام بخاری نے نوادر الاصول میں روایت کی کہ خود حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

من کتب ھذا الدعاء وجعله بین صدر المیت وکفنه فی رقعة لم ینله عذاب القبر ولا یری منکرا ونکیرا وھو ھذا لا الٰه الا اللہ واللہ اکبر لا الٰه الا اللہ	جو یہ دُعا کسی پرچہ پر لکھ کر میت کے سینہ پر کفن کے نیچے رکھ دے اُسے عذابِ قبر نہ ہو نہ منکر نکیر نظر آئیں ، اور وہ دعا یہ ہے : لا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ

Marfat.com

فلبستها ومست من الحنوط ثم امرت علیا ان لا تکشف اذا هی قبضت وان تدرج کما هی فی اکفانها فقلت له هل علمت احدا فعل نحو ذلك قال نعم کثیر بن عباس، وکتب فی اطراف اکفانه یشهد کثیر بن عباس ان لا اله الا الله۔[1]

اور حنوط کی خوشبو لگائی، پھر مولیٰ علی کو وصیت فرمائی کہ میرے انتقال کے بعد کوئی مجھے نہ کھولے اور اسی کفن میں دفن فرمادی جائیں۔ میں نے پُوچھا کسی اور نے بھی ایسا کیا، کہا ہاں کثیر بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اور انھوں نے اپنے کفن کے کناروں پر لکھا تھا: کثیر بن عباس گواہی دیتا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ۔

وجیز امام کردری کتاب الاستحسان میں ہے:

ذکر الامام الصفار لو کتب علی جبهة المیت او علی عمامته او کفنه عهد نامه، یرجی ان یغفر الله تعالیٰ للمیت، ویجعله امنا من عذاب القبر۔[2]

امام صفار نے ذکر فرمایا کہ اگر میّت کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھ دیا جائے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بخش دے اور عذابِ قبر سے مامون کرے۔

پھر فرمایا:

قال نصیر هذه روایة فی تجویز وضع عهد نامه مع المیت وقد روی انه کان مکتوبا علی افخاذ افراس فی اصطبل الفاروق رضی الله تعالیٰ عنه حبس فی سبیل الله۔[3]

امام نصیر نے فرمایا: یہ میّت کے ساتھ عہد نامہ رکھنے کے جواز کی روایت ہے اور بیشک مروی ہُوا کہ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصطبل میں کُچھ گھوڑوں کی رانوں پر لکھا ہُوا تھا کہ وقف فی سبیل اللہ۔

(۱۱) درمختار میں ہے:

کتب علی جبهة المیت او عمامته او کفنه عهد نامه یرجی ان یغفر الله للمیت اوصی بعضهم ان یکتب فی جبهته وصدره بسم الله

مُردے کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھنے سے اُس کے لئے بخشش کی اُمید ہے۔ کسی صاحب نے وصیت کی تھی کہ ان کی پیشانی اور سینے پر بسم اللہ الرحمٰن

۱؎ حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۱۳۳ فاطمہ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ۲/ ۴۳

۲؎ فتاویٰ بزازیہ علی ہامش فتاویٰ ہندیہ کتاب الاحسان مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۳۷۹

۳؎ ایضاً

Marfat.com

اللہ عنہ العذاب الیٰ یوم ینفخ فی الصور وھو ھذا: اس سے عذاب اٹھا لے اور وہ یہ ہے:

اللھم انی اسألك یا عالم السر یا عظیم الخطر یا خالق البشر یا موقع الظفر یا معروف الاثر یا ذا الطول والمن یا کاشف الضر والمحن یا اللہ الاولین و الاٰخرین فرج عنی ھمومی و اکشف عنی غمومی و صل اللھم علیٰ سیدنا محمد و سلم[1]

(۱۰) ابن حجر مکی نے اپنے فتاویٰ میں ایک تسبیح کی نسبت جسے کہا جاتا ہے کہ اُس کا فضل اُس کی برکت مشہور و معروف ہے، بعض علمائے دین سے نقل کیا کہ:

من کتبه وجعله بین صدر المیت و کفنه لا ینالہ عذاب القبر ولا ینالہ منکر و نکیر وله شرح عظیم وھو دعاء الانس، (وھو ھذا) جو اسے لکھ کر میت کے سینہ اور کفن کے بیچ میں رکھ دے اُسے عذابِ قبر نہ ہو، نہ منکر نکیر اُس تک پہنچیں اور اس دعا کی شرح بہت عظمت والی ہے اور وہ چین و راحت کی دعا ہے (وہ دُعا یہ ہے):

سبحٰن من ھو بالجلال موحد بالتوحید معروف و بالمعارف موصوف و بالصفة علیٰ لسان کل قائل رب بالربوبیة للعالم قاھر و بالقھر للعالم جبار و بالجبروت علیم حلیم و بالحلم والعلم رؤف رحیم، سبحٰنه کما یقولون و سبحٰنه کما ھم یقولون تسبیحا تخشع له السمٰوٰت و الارض ومن علیھما ویحمدنی من حول عرشی اسمی اللہ و انا اسرع الحاسبین[2]

مصنفِ عبدالرزاق اور ان کے طریق سے معجم طبرانی اور ان کے طریق سے حلیۂ ابو نعیم میں ہے:

اخبرنا معمر بن عبد اللہ بن محمد بن عقیل ان فاطمة رضی اللہ تعالیٰ عنھا لما حضرتھا الوفاة امرت علیا فوضع لھا غسلا فاغتسلت وتطھرت، ودعت بثیاب اکفانھا معمر بن عبد اللہ بن محمد بن عقیل نے ہمیں خبر دی کہ حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انتقال کے قریب امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے اپنے غسل کے لئے پانی رکھوادیا پھر نہائیں اور کفن منگا کر پہنا

---

[1] فتاویٰ کبریٰ بحوالہ ابن عجیل باب الجنائز مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۹

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

Marfat.com

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تہ بند اقدس (جو کہ ایک بی بی نے بہت محنت سے خوبصورت بُن کر نذر کیا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اُس کی ضرورت تھی) مانگا۔ حضور اجود الاجودین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عطا فرمایا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے انھیں ملامت کی کہ اُس وقت اس ازار شریف کے سوا حضور اقدس صلوات اللہ سلامہٗ علیہ کے پاس اور تہ بند نہ تھا، اور آپ جانتے ہیں کہ حضور اکرم الاکرمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی سائل کو رد نہیں فرماتے، پھر آپ نے کیوں مانگ لیا؟ انھوں نے کہا واللہ! میں نے استعمال کو نہ لیا بلکہ اس لئے کہ اس میں کفن دیا جاؤں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کی اس نیت پر انکار نہ فرمایا، آخر اسی میں کفن دئے گئے۔

صحیح بخاری میں ہے:

باب من استعد الکفن فی زمن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلم ینکر علیہ حدثنا عبد اللہ بن مسلمۃ فذکر باسنادہ عن سھل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان امرأۃ جاءت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ببردۃ منسوجۃ فیھا حاشیتھا اتدرون ما البردۃ قالوا الشملۃ قال نعم قالت نسجتھا بیدی فجئت لاکسوکھا فاخذھا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محتاجا الیھا فخرج الینا وانھا ازارہ، فحسنھا فلان فقال اکسنیھا ما احسنھا، قال القوم ما احسنت لبسھا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محتاجا الیھا ثم سألتہ وعلمت انہ لایرد قال انی واللہ ما سألتہ لالبسھا وانما سألتہ لتکون کفنی قال سھل فکانت کفنہ[1]۔

باب، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں جس نے کفن تیار کیا اور آپ نے منع نہ فرمایا، حضرت عبد اللہ بن مسلمہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بیان کی کہ ایک عورت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خوبصورت بُنی ہُوئی حاشیہ والی چادر لائی، تمھیں معلوم ہے کہ کون سی چادر تھی، انھوں نے جواب دیا کہ وہ تہ بند ہے، کہا ہاں، اُس عورت نے عرض کیا کہ میں نے خود یہ چادر بُنی ہے آپ کو پہننے کے لیے پیش کر رہی ہُوں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی خوشی سے قبول فرما تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کو تہبند کی صورت میں پہن کر باہر تشریف لائے تو فلاں صحابی نے اس تہبند کی تحسین کی اور عرض کیا یہ کتنی اچھی ہے مجھے عطا فرمادیجئے۔ اس پر حاضرین نے اسے کہا تُو نے اچھا نہیں کیا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اپنے لیے پسند فرمائی تھی، تُو نے یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ آپ کسی سائل کو مایوس نہیں فرماتے سوال کرلیا۔ اس نے جواب میں کہا کہ خدا کی قسم میں نے اسے پہننے کے لیے نہیں اپنے کفن کے لئے طلب کیا ہے۔ حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وُہ چادر مبارک اس سائل صحابی کا کفن بنی۔ (ت)

[1] صحیح بخاری کتاب الجنائز مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۷۰

Marfat.com

الرحمٰن الرحیم ففعل ثم رؤی فی المنام فسئل فقال لما وضعت فی القبر جاء تنی ملٰئکۃ العذاب فلما رأوا مکتوبا علی جبھتی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قالوا امنت من عذاب اللہ۔[1]

الرحیم لکھ دیں، لکھ دی گئی پھر خواب میں نظر آئے، حال پوچھنے پر فرمایا جب میں قبر میں رکھا گیا عذاب کے فرشتے آئے جب میری پیشانی پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی دیکھی کہا تجھے عذابِ الٰہی سے امان ہے۔

(۱۲) فتاوٰی کبرٰی للمکی میں ہے:

نقل بعضھم عن نوادر الاصول للترمذی مایقتضی ان ھذا الدعاء لہ اصل وان الفقیہ ابن عجیل کان یأمر بہ ثم افتی بجواز کتابتہ قیاسا علٰی کتابۃ للہ فی نعم الزکٰوۃ۔[2]

بعض علماء نے نوادر الاصول امام ترمذی سے وہ حدیث نقل کی جس کا مقتضٰی یہ ہے کہ یہ دُعا اصل رکھتی ہے، نیز ان بعض نے نقل کیا کہ امام فقیہ ابن عجیل اس کے لکھنے کا حکم فرمایا کرتے، پھر خود اُنھوں نے اس کے جوازِ کتابت پر فتوٰی دیا اس قیاس پر کہ زکٰوۃ کے چوپایوں پر لکھا جاتا ہے للہ (یہ اللہ کے لئے ہیں)۔

(۱۳) اُسی میں ہے:

واقرہ بعضھم بانہ قیل یطلب فعلہ لغرض صحیح مقصود، فابیح وان علم انہ یصیبہ نجاسۃ۔[3]

اس فتوے کو بعض دیگر علماء نے برقرار رکھا (۱۴) اور اس کی تائید میں بعض اور علماء سے نقل کیا کہ غرض صحیح کے لئے ایسا کرنا مطلوب ہوگا اگرچہ معلوم ہو کہ اسے نجاست پہنچے گی۔

ھذا ما اثر ثم نظر وفیہ نظر کما سیأتی وباللہ التوفیق۔

یہ انھوں نے نقل کیا پھر اس پر کلام کیا اور اس پر کلام ہے، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ اور توفیق خدا ہی سے ہے۔ (ت)

مقامِ دوم: احادیث مؤیدہ

اقول (۱۵) حدیث صحیح میں ہے بعض اجلّہ صحابہ نے کہ غالباً سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف یا

---

[1] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۶

[2] فتاوٰی ابن حجر مکی باب الجنائز دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/۱۲

[3] ایضاً

Marfat.com

عن جابر۔

جابر سے۔ (ت)

(۲۰) وابن عساکر عن علی۔

ابن عساکر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے۔ (ت)

(۲۱) والشیرازی فی الالقاب وابن عبدالبر وغیرھم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

القاب میں شیرازی نے اور ابن عبدالبر وغیرہم نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ (ت)

(۲۲) اور ارشاد فرمایا کہ میں نے انھیں اپنا قمیص مبارک اس لئے پہنایا کہ یہ جنت کے لباس پہنیں۔ ابونعیم نے معرفۃ الصحابہ اور دیلمی نے مسند الفردوس میں بسندِ حسن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی:

قال لما ماتت فاطمۃ اُمّ علی رضی اللہ تعالٰی عنہا، خلع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قمیصہ والبسہا ایاہ، واضطجع فی قبرہا فلما سوی علیہا التراب قال بعضہم یارسول اللہ رأیناک صنعت شیئا لم تصنعہ باحد، فقال انی البستہا قمیصی لتلبس من ثیاب الجنۃ واضطجعت معہا فی قبرہا لاخفف عنہا من ضغطۃ القبر، انہا کانت احسن خلق اللہ صنیعا الیّ بعد ابی طالب[1]۔

فرمایا جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالٰی عنہا کا انتقال ہوا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنا کُرتا اتار کر انھیں پہنایا اور ان کی قبر میں لیٹے، جب قبر پہ مٹی برابر کر دی گئی تو کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! آج ہم نے آپ کا وہ عمل دیکھا جو حضور نے کسی کے ساتھ نہ کیا۔ فرمایا اسے میں نے اپنا کُرتا اس لئے پہنایا کہ یہ جنت کے کپڑے پہنے اور اس کی قبر میں اس لئے لیٹا کہ قبر کے دبانے میں اس سے تخفیف کروں یہ ابوطالب کے بعد خلقِ خدا میں سب سے زیادہ میرے ساتھ نیک سلوک کرنے والی تھی۔ (ت)

(۲۳) بلکہ صحاح ستّہ سے ثابت کہ جب عبداللہ بن اُبی منافق کہ سخت دشمن حضور سید المحبوبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تھا جس نے وہ کلمہ ملعونہ لئن رجعنا الی المدینۃ (جب ہم مدینہ لوٹیں گے الخ۔ ت) کہا جہنم واصل ہُوا، حضور پُرنور حلیم غیور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُس کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ابن عبداللہ ابن اُبی کی درخواست سے کہ صحابی جلیل و مومن کامل تھے اُس کے کفن کے واسطے اپنا قمیص مقدس عطا فرمایا،

---

[1] معرفۃ الصحابۃ حدیث ۲۸۰۸ مکتبۃ الدار مدینہ منورہ ۱/۷۹-۲۷۸

Marfat.com

(۱۶) بلکہ خود حضور پُر نور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ نے اپنی صاحبزادی حضرت زینب یا حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کفن میں اپنا تہبند اقدس عطا کیا اور غسل دینے والی بیبیوں کو حکم دیا کہ اُسے اُن کے بدن کے متصل رکھیں۔ صحیحین میں اُم عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے:

قالت دخل علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ونحن نغسل ابنتہ فقال اغسلنہا ثلثا او خمسا او اکثر من ذلك ان رأیتن ذلك بماء وسدر واجعلن فی الاٰخرۃ کافورا او شیئا من کافور فاذا فرغتن فاٰذننی فلما فرغنا اذناہ فالقی الینا حقوہ فقال اشعرنہا ایاہ۔[1]

فرماتی ہیں ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف لائے جب ہم ان کی صاحبزادی کو غسل دے رہی تھیں، فرمایا اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دینا تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ، یا اگر تم مناسب سمجھو تو اس سے زیادہ، اور آخری بار کافور ملالینا، فارغ ہونے کے بعد مجھے اطلاع دینا۔ ہم نے جب غسل دے لیا تو حضور کو خبر دی۔ سرکار نے اپنا تہبند ہمیں دیا اور فرمایا اسے اس کے بدن سے متصل رکھنا۔ (ت)

(۱۷) علماء فرماتے ہیں یہ حدیث مریدوں کو پیروں کے لباس میں کفن دینے کی اصل ہے۔ لمعات میں ہے:

ھذا الحدیث اصل فی التبرك باٰثار الصالحین ولباسھم، کما یفعله بعض مریدی المشائخ من لبس اقمصتھم فی القبر۔[2]

یہ حدیث صالحین کے آثار اور ان کے لباس سے برکت حاصل کرنے کے سلسلے میں اصل ہے جیسا کہ مشائخ کے بعض ارادت مند اُن کی قمیصوں کا کفن پہنتے ہیں۔ (ت)

(۱۸) یونہی حضرت فاطمہ بنت اسد والدہ ماجدہ امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی قمیصِ اطہر میں کفن دیا۔[3]

رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط وابن حبان والحاکم وصححه وابو نعیم فی الحلیة عن انس۔

اسے معجم کبیر و معجم اوسط میں طبرانی نے اور ابن حبان اور حاکم نے بافادۂ تصحیح، اور ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

(۱۹) وابوبکر بن ابی شیبة فی مصنفه

اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنی مصنّف میں حضرت

---

[1] صحیح بخاری — کتاب الجنائز — مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶۸

[2] لمعات التنقیح — باب غسل میت فصل اول — " المعارف العلمیہ لاہور ۴/۲۱۸

[3] مجمع الزوائد بحوالہ معجم اوسط — باب مناقب فاطمہ بنتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم — مطبوعہ دار الکتاب بیروت ۹/۲۵۷

Marfat.com

(۲۴) نیز صحیح بخاری وغیرہ میں ہے :

عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ قال اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عبد اللہ بن اُبی بعد ما دفن فنفث فیہ من ریقہ والبسہ قمیصہ[1]

حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عبد اللہ بن اُبی کے پاس دفن کے بعد تشریف لائے اس کے منہ میں اپنا لعابِ اقدس ڈالا اور اسے اپنا کُرتا پہنایا۔ (ت)

(۲۵) امام ابوعمر یوسف بن عبد البر کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب میں فرماتے ہیں حضرت امیر معٰویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے انتقال کے وقت وصیت میں فرمایا :

انی صحبت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فخرج لحاجۃ فاتبعتہ باداوۃ فکسانی احد ثوبیہ الذی یلی جسدہ فخبأتہ لھذا الیوم، واخذ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اظفارہ وشعرہ ذات یوم فاخذتہ، فخبأتہ لھذا الیوم فاذا انا مت فاجعل ذلک القمیص دون کفنی مما یلی جسدی وخذ ذلک الشعر والاظفار فاجعلہ فی فمی وعلی عینی ومواضع السجود منی[2]

یعنی میں صحبتِ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے شرف یاب ہُوا۔ ایک دن حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ حاجت کے لئے تشریف فرما ہُوئے ہیں ۔ میں لوٹا لے کر ہمراہ رکاب سعادت مآب ہُوا۔ حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے جوڑے سے کُرتا کہ بدنِ اقدس کے متصل تھا مجھے انعام فرمایا، وُہ کُرتا میں نے آج کے لئے چھپا رکھا تھا۔ اور ایک روز حضورِ انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ناخن و مُوئے مبارک تراشے وُہ میں نے لے کر اس دن کے لئے اٹھا رکھے، جب میں مرجاؤں تو قمیص سراپا تقدیس کو میرے کفن کے نیچے بدن کے متصل رکھنا، و مُوئے مبارک و ناخن ہائے مقدسہ کو میرے منہ میں اور آنکھوں اور پیشانی وغیرہ مواضع سجود پر رکھ دینا۔

(۲۶) حاکم نے مستدرک میں بطریق حمید بن عبد الرحمٰن رواسی روایت کی :

قال حدثنا الحسن بن صالح عن ھارون بن سعید عن ابی وائل قال کان عند علی

(انھوں نے کہا ہم سے حسن بن صالح نے حدیث بیان کی وُہ ہارون بن سعید سے ، وُہ ابووائل سے راوی

---

[1] صحیح بخاری کتاب الجنائز مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶۹

[2] کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب علی ہامش الاصابۃ ترجمہ معاویہ بن سفیان مطبوعہ دار صادر بیروت ۳/۳۹۹

Marfat.com

پھر اس کی قبر پر تشریف فرما ہوئے، لوگ اُسے رکھ چکے تھے، حضور طیب وطاہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُس خبیث کو نکلوا کر لعابِ دہنِ اقدس اس کے بدن پر ڈالا اور قمیص مبارک میں کفن دیا اور یہ بدلا اس کا تھا کہ روزِ بدر جب سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما گرفتار آئے برہنہ تھے، بوجہ طول قامت کسی کا کُرتا ٹھیک نہ آتا اس مردک نے انھیں اپنا قمیص دیا تھا۔ حضورِ عزیز صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چاہا کہ منافق کا کوئی احسان حضور کے اہلبیت کرام پر بے معاوضہ نہ رہ جائے لہذا اپنے دو قمیص مبارک اس کے کفن میں عطا فرمائے، ونیز مرتے وقت وہ ریا کار نفاق شعار خود عرض کر گیا تھا کہ حضور مجھے اپنے قمیص مبارک میں کفن دیں، پھر اس کے بیٹے رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درخواست کی، اور ہمارے کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا ادب قدیم ہے کہ کسی کا سوال رد نہیں فرماتے۔

یا رسول اللہ یا کریم یا رءوف یا رحیم اسألك الشفاعۃ عند المولی العظیم والوقایۃ من نار الجحیم والامان من کل بلاء الیم لی ولکل من اٰمن بك وبکتابك الحکیم علیك من ولاك افضل صلوٰۃ واکمل تسلیم۔

اے اللہ کے رسول، اے کریم، اے رؤف، اے رحیم! آپ سے ربِ عظیم کے حضور شفاعت، نارِ جہنم سے حفاظت اور ہر دردناک بلا سے امان کا سوال کرتا ہوں اپنے لئے اور ہر اس شخص کے لئے جو آپ پر اور آپ کی حکمت والی کتاب پر ایمان لایا، آپ پر اور آپ سے محبت رکھنے والوں پر بہتر درود اور کامل تر سلام ہو۔ (ت)

حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ شانِ رحمت دیکھ کر کہ اپنے کتنے بڑے دشمن کو کیسا نوازا ہے ہزار آدمی قوم ابن اُبی سے مشرف باسلام ہوئے کہ واقعی یہ حلم ورحمت وعفو ومغفرت نبی برحق کے سوا دوسرے سے متصور نہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین وبارک وسلم، صحیحین وغیرہما صحاح وسنن میں ہے:

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان عبد اللہ بن اُبی لما توفی جاء ابنہ الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ اعطنی قمیصك اکفنہ فیہ وصل علیہ واستغفر لہ فاعطاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قمیصہ الحدیث[1]۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب عبداللہ بن ابی فوت ہوا اس کے فرزند نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! اپنا کُرتا عطا فرمائیں میں اسے اس میں کفن دُوں گا اور اسے اپنی صلوٰۃ واستغفار سے نوازیں، تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں اپنا کُرتا عطا کر دیا۔ الحدیث (ت)

---

[1] صحیح بخاری کتاب الجنائز مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶۹

Marfat.com

کتابت آیات واحادیث کی تعظیم فرض ہے یُونہی حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ردا و قمیص خصوصا ناخن و مُوئے مبارک کی کہ اجزائے جسم اکرم حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی کل جزء جزء وشعرۃ شعرۃ منہ وبارک وسلم تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کا ان طریقوں سے تبرک کرنا اور حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اسے جائز و مقرر رکھنا بلکہ بہ نفس نفیس یہ فعل فرمانا جوازِ مانحن فیہ کے لئے دلیل واضح ہے اور کتابت قرآن عظیم کی تعظیم زیادہ ماننا بھی ہرگز مفید تفرقہ نہیں ہوسکتا کہ جب علت منع خوف تجنیس ہے تو وُہ جس طرح کتابت فرقان کے لئے ممنوع ومحظور، یونہی لباس و اجزائے جسمِ اقدس کے لئے قطعاً ناجائز ومحذور، پھر صحاح احادیث سے اس کا جواز بلکہ ندب ثابت ہونا بحکم دلالۃ النص اس کے جواز کی دلیل کافی، وللہ الحمد۔

مقامِ سوم: کفن پر آیات اسماء ادعیہ لکھنے میں جو شُبہہ کیا جاسکتا تھا وُہ یہی تھا کہ میت کا بدن شق ہونا، اس سے ریم وغیرہ نکلنا ہے، تو نجاست سے تلوث لازم آئے گا۔ اس کا نفیس ازالہ امام نفیس نے فرمادیا کہ اصطبل فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ میں گھوڑوں کی رانوں پر لکھا تھا: حبس فی سبیل اللہ تعالٰی (وقف فی سبیل اللہ تعالٰی ہے۔ ت) جو احتمالِ نجاست یہاں ہے وہاں بھی تھا تو معلوم ہوا کہ ایک امرِ غیر موجود کا احتمال نیت صالحہ وغرض صحیح موجود فی الحال سے مانع نہیں آتا۔ مگر ایک متاخر عالم شافعی المذہب امام ابنِ حجر مکی رحمہ اللہ تعالٰی نے اس جواب میں کلام کیا کہ رانِ اسپ پر لکھنا صرف پہچان کے لئے تھا اور کفن پر لکھنے سے تبرک مقصود ہوتا ہے، تو یہاں کلماتِ معظمہ اپنے حال پر باقی ہیں انھیں معرضِ نجاست پر پیش کرنے کی اجازت نہ ہوگی[2]۔

ذکرہ فی فتاواہ الکبرٰی واثرہ العلامۃ الشامی فتبعہ علی عادتہ فانی رأیتہ کثیرا مایتبع ھذا الفاضل الشافعی کما فعل ھھنا مع نص ائمۃ مذھبہ الامام نصیر والامام الصفار وتصریح البزازیۃ والدرالمختار وکذا فی

اسے امام ابنِ حجر مکی نے اپنے فتاوٰی کبرٰی میں ذکر کیا اور علّامہ شامی نے اسے نقل کرنے کے بعد اس کی پیروی کی، جیسا کہ ان کی عادت ہے اس لئے کہ میں نے بہت جگہ دیکھا کہ وہ اس شافعی فاضل کی پیروی کرتے ہیں جیسے یہاں کی باوجودیکہ ان کے ائمہ مذہب امام نصیر، امام صفار کی تصریح اور بزازیہ و درمختار کی عبارت سامنے ہے۔ اسی طرح خطبہ میں ذکر سلاطین

---

[1] ردالمحتار علی الدرالمختار باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/ ۶۰۷
[2] " " " " " " "

Marfat.com

رضی اللہ تعالٰی عنہ مسك، فاوصی ان یحنط بہ، وقال علی وھو فضل حنوط رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1] سکت علیہ الحاکم، ورواہ ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ قال حدثنا حمید بن عبدالرحمٰن بہ، ورواہ البیھقی فی سننہ، قال النووی اسنادہ حسن[2] ذکرہ فی نصب الرایۃ من الجنائز۔

ہیں انھوں نے کہا۔ت) کہ مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کے پاس مُشک تھا وصیت فرمائی کہ میرے حنوط میں یہ مشک استعمال کیا جائے، اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حنوط کا بچا ہُوا ہے۔(اور اسے ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنّف میں روایت کیا، کہا ہم سے حمید بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی آگے سند دی ہے، اور اسے بیہقی نے سُنن میں روایت کیا۔ امام نووی نے فرمایا اس کی سند حسن ہے، اسے نصب الرایہ کتاب الجنائز میں ذکر کیا۔ت)

(۲۷) ابن السکن نے بطریق صفوان بن ہبیرہ عن ابیہ روایت کی:

قال قال ثابت البنانی قال لی انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ ھذہ شعرۃ من شعر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فضعھا تحت لسانی، قال فوضعتھا تحت لسانہ فدفن وھی تحت لسانہ[3] ذکرہ فی الاصابۃ۔

یعنی ثابت بنانی فرماتے ہیں مجھ سے انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: یہ مُوئے مبارک سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ہے، اسے میری زبان کے نیچے رکھ دو، میں نے رکھ دیا، وہ یُوں ہی دفن کئے گئے کہ مُوئے مبارک اُن کی زبان کے نیچے تھا (اسے اصابہ میں ذکر کیا گیا۔ت)

(۲۸) دلائل النبوۃ بیہقی وابنِ عساکر امام محمد بن سیرین سے راوی:

عن انس بن مالك انہ کان عندہ عصیۃ لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فمات فدفنت معہ بین جیبہ وبین قمیصہ[4]۔

انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ایک چھڑی تھی وہ ان کے سینہ پر قمیص کے نیچے اُن کے ساتھ دفن کی گئی۔

ان کے سوا ہنگام تتبع اور نظائر ان وقائع کے کتبِ حدیث میں ملیں گے۔ ظاہر ہے کہ جیسے نقوش

---

[1] المستدرک علی الصحیحین کتاب الجنائز مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/ ۳۶۱

[2] نصب الرایۃ باب الجنائز فصل فی الغسل المکتبۃ الاسلامیۃ لصاحبہا الریاض ۲/ ۲۵۹

[3] الاصابہ فی تمیز الصحابہ ترجمہ نمبر ۲۷۷ انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ دار صادر بیروت ۱/ ۷۲

[4] مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر ترجمہ انس ابن مالک دار الفکر بیروت ۵/ ۷۵

Marfat.com

مایوعدون لم یلبثوا الا ساعۃ من نہار[1]

اُن کے صاحبزادہ جلیل امام عبداللہ بن احمد اسے زعفران سے لکھتے۔ امام حافظ ثقہ احمد بن علی ابوبکر مروزی نے کہا، میں نے اُن کو بارہا اسے لکھتے دیکھا[2]۔ رواہ الامام الثقۃ الحافظ ابو علی الحسن بن علی الخلال المکی (اسے امام، ثقہ، حافظ ابو علی حسن بن علی خلال مکی نے روایت کیا۔ ت) حالانکہ معلوم ہے کہ پانی جزوِ بدن نہیں ہوتا اور اس کا شانہ سے گزر کر آلاتِ بول سے نکلنا ضرور ہے بلکہ خود زمزم شریف کیا متبرک نہیں، ولہذا اس سے استنجا کرنا منع ہے، درمختار میں ہے :

یکرہ الاستنجاء بماء زمزم لا الاغتسال[3] — آبِ زمزم سے استنجاء مکروہ ہے غسل نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

وکذا ازالۃ النجاسۃ الحقیقیۃ من ثوبہ او بدنہ حتی ذکر بعض العلماء تحریم ذلک[4] — اسی طرح اپنے کپڑے یا بدن سے نجاستِ حقیقیہ آبِ زمزم سے زائل کرنا یہاں تک کہ بعض علماء نے اسے حرام بتایا ہے۔ (ت)

اور اس کا پینا اعلیٰ درجہ کی سنت، بلکہ کوکھ بھر کر پینا ایمان خالص کی علامت۔ تاریخ بخاری وسنن ابن ماجہ وصحیح مستدرک میں بسندِ حسن حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اٰیۃ مابیننا وبین المنافقین انھم لایتضلعون من زمزم[5] — ہم میں اور منافقوں میں فرق کی نشانی یہ ہے کہ وہ کوکھ بھر کر آبِ زمزم نہیں پیتے۔

بلکہ بحمداللہ تعالیٰ ہماری تقریر سے امام ابنِ حجر شافعی اور ان کے تبیع کا خلاف ہی اُٹھ گیا، اول نے اسے حدیث سے ثبوت پر موقوف رکھا تھا،

[1] مواہب اللدنیہ — کتابات الاٰلام اخرٰی — المکتب الاسلامی بیروت ۳/۴۶۳
مدارج النبوۃ — باب ششم معجزات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (رقیہ عشر ولادت) مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۳۵
[2] " " بحوالہ خلال مکی " " " " " "
[3] درمختار — باب الھدی — مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۴
[4] ردالمحتار — " ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۲/۲۵۶
[5] المستدرک علی الصحیحین — کتاب المناسک — " دارالفکر بیروت ۱/۴۷۲

Marfat.com

مسئلة نزول الخطیب درجة عند ذکر السلاطین و فی مسئلة اذان القبر و فی نجاسة رطوبة الرحم بالاتفاق مع ان الصواب ان طھارة رطوبة الفرج عند الامام یشمل الفرج الخارج و الرحم والفرج الداخل جمیعا کما بینته فی جد الممتار۔

کے وقت خطیب کے ایک سیڑھی نیچے اُتر آنے کے مسئلے میں اور مسئلہ اذانِ قبر میں اور رطوبت رحم کی نجاست کے بارے میں کہا جبکہ صحیح یہ ہے کہ امام اعظم کے نزدیک رطوبتِ فرج کی طہارت فرج خارج، رحم اور فرج داخل سبھی کو شامل ہے۔ جیسا کہ جد الممتار میں اسے میں نے بیان کیا ہے۔ (ت)

اقول قطع نظر اس سے کہ یہ فارق یہاں اصلاً نافع نہیں کما بینته فیما علقت علی رد المحتار (جیسا کہ میں نے اپنے حاشیہ رد المحتار میں اسے بیان کیا ہے۔ ت)، مقامِ ثانی میں جو احادیثِ جلیلہ ہم نے ذکر کیں وہ تو خاص تبرک ہی کے واسطے تھیں تو فرق ضائع اور امام نصیر کا استدلال صحیح و قاطع ہے۔

ثم اقول بلکہ خود قرآنِ عظیم مثل سورۂ فاتحہ و آیاتِ شفاء وغیرہا بغرضِ شفاء لکھ کر دھو کر پینا سلفاً خلفاً بلانکیر رائج ہے؏۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے دردِزہ کے لئے فرمایا:

تکتب لھا شیئ من القرآن وتسقی[1] — قرآن مجید میں سے کچھ لکھ کر عورت کو پلائیں۔

امام احمد بن حنبل اس کے لئے حدیثِ ابن عباس، دعائے کرب اور دو آیتیں تحریر فرمایا کرتے:

لا الٰه الا الله الحلیم الکریم سبحٰن الله رب الله رب العرش العظیم الحمد لله رب العٰلمین کانھم یوم یرونھا لم یلبثوا الا عشیة او ضحٰھا کانھم یوم یرون

؏ بلکہ دیلمی نے مسند الفردوس میں اُن سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اذا اعسرت علی المرأة ولادتھا خذ اناء نظیفا فاکتب علیه قوله تعالٰی کانھم یوم یرون مایوعدون لم یلبثوا الاساعة من نھار بلٰغ فھل یھلك الا القوم الفٰسقون کانھم یوم یرونھا لم یلبثوا الا عشیة او ضحٰھا لقد کان فی قصصھم عبرة لاولی الالباب ثم یغسل وتسقی منه المرأة و ینضح علٰی بطنھا وفرجھا[2]۔ جس عورت کو جننے میں دشواری ہو پاکیزہ برتن پر آیتیں لکھ کر اُسے پلائیں اور اس کے پیٹ اور فرج پر چھڑکیں۔ ذکرہ فی نزھة الاسرار معزیا للتفسیر بحر العلوم ۱۲

---

[1] قول عبداللہ ابن عباس

[2] کنز العمال بحوالہ ابن السنی عن ابن عباس حدیث ۲۸۳۸۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۶۴

Marfat.com

اقول ھذا الفرق لایجدی نفعا وکیف یسلم ان قصد التمییز لیسقط تعظیم ما وجب تعظیمہ شرعا افتبدل بہ اعیان الاسماء العظمۃ فھو باطل عیانا ام لا یراد بھا معانیھا بل تکون الفاظا مستعملۃ فی معان اخری اومن دون معنی وھذا ایضا باطل قطعا فان قولنا للہ او حبیس فی سبیل اللہ انما یفید التمییز و یفھم الصدقۃ بالنظر الی معانیھا الموضوعۃ لھا لاغیر ام اذا استعملت الکلمات المعظمۃ فی معانیھا وکان الغرض ھنالک افہام امر ما سوی نحو التبرک یخرجھا ذلک عن کونھا معظمۃ. وای دلیل من الشرع علی ذلک بل الدلائل بل البداھۃ ناطقۃ بخلافہ ولو ان مجرد قصد غرض اٰخر غیر نحو التبرک کان یسقط التعظیم فلیجز توسد القراٰن العظیم بل اولی لان الغرض ثم لا یتم الا باسم الجلالۃ من حیث ھو اسم الجلالۃ اما ھھنا فنظر المتوسد لیس الی قراٰنیتہ من حیث ھی ھی بل الی حجمہ وضخامۃ جلدہ واذا جاز ذلک لذلک جاز

اقول یہ تفریق بے سُود ہے، یہ کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ امتیاز کا قصد ایسی چیز کی تعظیم ساقط کر دے جس کی تعظیم شرعاً واجب ہو — اگر یہ کہیں کہ اس قصد کی وجہ سے عظمت والے اسما کی حقیقت ہی بدل جاتی ہے تو اس کا بطلان عیاں ہے اور یہ کہیں کہ ان سے ان کے معانی مراد نہیں ہوتے بلکہ یہ دوسرے معانی میں مستعمل الفاظ ہو جاتے ہیں یا معنی سے خالی ہو جاتے ہیں —— تو یہ قطعاً باطل ہے کیونکہ کلمہ "للہ" (خدا کے لئے) یا "حبیس فی سبیل اللہ" (اللہ کی راہ میں وقف) امتیاز و نشان کا فائدہ بھی دیتا ہے اور اپنے وضعی معنی کے لحاظ سے مال صدقہ ہونے کو بھی بتاتا ہے کوئی اور معنی نہیں دیتا — اور اگر یہ کہیں کہ عظمت والے کلمات جب اپنے معانی میں مستعمل ہوں اور وہاں تبرک کے سوا کوئی اور بات سمجھانی بھی مقصود ہو تو وہ با عظمت نہیں رہ جاتے —— تو اس پر کون سی دلیل شرعی ہے؟ بلکہ دلائل بلکہ بداہت اس کے خلاف ناطق ہے تبرک جیسے امر کے سوا کسی اور غرض کا محض قصد ہو جانا اگر تعظیم کو ساقط کر دیتا ہے تو چاہئے کہ قرآنِ عظیم کا تکیہ لگانا جائز ہو بلکہ بدرجہ اولیٰ۔ اس لئے کہ وہاں جو غرض ہے وہ اسم جلالت بحیثیت اسم جلالت کے بغیر پُوری نہیں ہوتی —— اور یہاں تو تکیہ لگانے والے کی نظر اس کی قرآنیت بحیثیت قرآنیت کی جانب نہیں ہوتی بلکہ اس کے حجم اور جلد کی ضخامت کی جانب ہوتی ہے — اور اس بنیاد پر جب وُہ جائز ہو جائیگا

Marfat.com

قال والقول بانه قيل يطلب فعله الخ مردود لان مثل ذلك لايحتج به وانما كانت تظهر الحجة لوصح عن النبي صلى الله تعالٰى عليه وسلم طلب ذلك وليس كذلك[1]

ان کا کلام یہ ہے "یہ کہنا کہ "غرض صحیح کے لئے ایسا کرنا مطلوب ہوگا اگرچہ معلوم ہو کہ اسے نجاست پہنچے گی" ناقابل قبول ہے کیونکہ اس طرح کی بات سے حجت قائم نہیں ہوتی، اگر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس کی طلب صحت کے ساتھ ثابت ہوتی تو حجت ظاہر ہوتی اور ایسا نہیں۔" (ت)

دوم نے حدیث یا قولِ مجتہد پر،

قال فالمنع هنا بالاولٰى مالم يثبت عن المجتهد اوينقل فيه حديث ثابت[2]

انھوں نے کہا: تو یہاں ممانعت بدرجۂ اولٰی ہوگی جب تک کہ مجتہد سے اس کا ثبوت نہ ہو یا اس بارے میں کوئی حدیث ثابت منقول نہ ہو۔ (ت)

ہم نے متعدد احادیثِ صحیحہ سے اُسے ثابت کردیا اور امام نصیر و امام قاسم صفار نے خود ہمارے مذہب کے ائمہ مجتہدین سے ہیں، بالجملہ حکمِ جواز ہے اور اگر بلحاظ زیادت احتیاط کفن پر لکھنے یا لکھا ہوا کفن دینے سے اجتناب کرے تو جا دارد۔ اس بحث کی تکمیل و تفصیل فقیر نے تعلیقات ردالمحتار میں ذکر کی، اُس کا یہاں ذکر خالی از نفع نہیں، امام حجر مکی نے بعد عبارت مذکورہ نمبر ۱۲ فرمایا تھا:

قياسه على ما في نعم الصدقة ممنوع لان القصد ثم التمييز لا التبرك وهنا القصد التبرك فالاسماء المعظمة باقية على حالها فلا يجوز تعريضها للنجاسة[3] اھ واقره ش۔

صدقہ کے جانوروں کے بارے میں جو آیا ہے اس پر اس کا قیاس ممنوع ہے اس لئے کہ وہاں امتیاز مقصود ہے تبرک نہیں، اور یہاں برکت لینا مقصود ہے تو عظمت والے اسماء اپنے حال پر باقی رہیں گے انھیں معرضِ نجاست میں لانا جائز نہ ہوگا اھ، علامہ شامی نے اسے برقرار رکھا۔ (ت)

فقیر نے اس پر تعلیق کی:

---

[1] فتاوی ابن حجر مکی | باب الجنائز | دارالکتب العلمیۃ بیروت | ۲/۱۳
[2] ردالمحتار | باب صلوٰۃ الجنائز | ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر | ۱/۶۰۷
[3] فتاوی ابن حجر مکی | باب الجنائز | دارالکتب العلمیۃ بیروت | ۲/۱۳

Marfat.com

لم تبق النسبة المانعة ملحوظة اما ههنا فالتعظیم لنفس تلك الالفاظ الموضوعة لتلك المعانی المعظمة وهی باقیة فی الکتابة علی حالها فافهم، مع ان العلامة سیدی عبد الغنی النابلسی قدس سرہ القدسی نص علیه ان النیه تعمل فی تغییر المنطوق لا المکتوب[1] کما نقله العلامة ش قبیل المیاہ و اقرہ.

ثم **اقول** علی التسلیم لا محیص عن کونه اعنی ما کتب علی الفخاذ لا بل حروفا وحروف الهجاء المعظمة بانفسها لایجوز تعریضها للنجاسة کیف وانها علی ما ذکر الزرقانی فی شرح المواهب قراٰن انزل علی سیدنا هود علی نبینا الکریم وعلیه الصلوٰة والتسلیم[2] وکذا نقله فی رد المحتار عن بعض القراء و قدمه عن سیدی عبد الغنی عن کتاب الاشارات فی علم القراءات للامام القسطلانی وقال اعنی الشامی فیه ان الحروف فی ذاتها لها احترام[3] اھ، و

ایک کلام انشا کر رہا ہے تو جو نسبت باعثِ ممانعت تھی وہ ملحوظ نہ رہ گئی ـــ لیکن یہاں تو تعظیم خود ان ہی الفاظ کے باعث ہے جو ان معانی عظمت کے لئے وضع ہُوئے ہیں۔ اور کتابت میں یہ اپنے حال پر باقی ہیں۔ تو اسے سمجھو ـــ اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ علامہ سیدی عبد الغنی نابلسی قدس سرہٗ نے صراحت فرمائی ہے کہ نیّت منطوق کو بدلنے میں اثر انداز ہوتی ہے مکتوب میں نہیں ـــ جیسا کہ علامہ شامی نے باب المیاہ سے ذرا قبل اس کو نقل کیا اور برقرار رکھا ہے۔

ثم **اقول** برتقدیر تسلیم ـــ اونٹوں کی ران پر جو لکھا جاتا اُس کو حروف ماننے سے مفر نہیں ـــ اور حروفِ تہجی خود باعظمت ہیں، انھیں معرضِ نجاست میں لانا جائز نہیں۔ ایسا کیوں نہ ہو جب کہ یہ وہ قرآن ہے جو سیدنا ہُود علیٰ نبینا الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر نازل ہُوا، جیسا کہ علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں ذکر کیا ہے۔ اسی طرح ردالمحتار میں اسے بعض قراء سے نقل کیا ہے اور اس سے پہلے امام قسطلانی کی کتاب "الاشارات فی علم القراءات" کے حوالے سے سید عبد الغنی نابلسی سے نقل کیا ـــ اور اسی میں علامہ شامی نے یہ بھی لکھا ہے کہ خود یہ حروف محترم ہیں اھ ـــ یہ بھی

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مطبوعہ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/۱۱۹
[2] " فصل الاستنجاء " " " " ۱/۲۲۷
[3] " " " " " ۱/۱۱۹

Marfat.com

ایضا والعیاذ باللہ تعالٰی ان یضع المصحف الکریم علی الارض و یجلس علیہ توقیا لثیابہ من التراب فانہ لیس باعظم من التعریض للابوال و الارواث. الی غیر ذلک مما لا یجیزہ احد۔

تو معاذ اللہ یہ بھی جائز ہوجائے گا کہ مصحف شریف زمین پر رکھ کر اس پر بیٹھ رہے اس غرض سے کہ اس کے کپڑے مٹی سے محفوظ رہیں ـــــ کیونکہ یہ لید اور پیشاب وغیرہ پڑنے کی جگہ لانے سے بڑھ کر نہیں، جسے کوئی جائز نہیں کہہ سکتا۔

ولعل معتلا یعتل بجواز قراءۃ امثال الفاتحۃ للجنب و اختیہ اذا قصدوا الثناء والدعاء دون التلاوۃ۔

ہوسکتا ہے کوئی یوں علت پیش کرے کہ جنب اور حائض و نفساء کے لئے دعا و ثنا کے ارادے سے سورۂ فاتحہ وغیرہ پڑھنا جائز ہے اور بقصدِ تلاوت جائز نہیں۔

اقول نازعہ المحقق الحلبی فی الحلیۃ وخص الجواز بما لا یقع بہ التحدی ای ما دون قدر ثلث اٰیات ولی فی ھذا ایضا کلام والحق عندی ان الجواز بنیۃ الدعاء والثناء ورد علی خلاف القیاس توسعۃ من اللہ تعالٰی لعبیدہ رحمۃ منہ و فضلا فلا یجوز القیاس علیہ علا ان منع الجنب لم یکن لنفس الالفاظ بل لکونہا قرانا ای کلام اللہ عزوجل النازل علی نبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم المثبت بین الدفتین من حیث ھو کذلک حتی لو فرض ان تلک الالفاظ کانت حدیثا لم یحرم علیہ قراءتہ فاذا قرأتہ علی جھۃ انشاء کلام من عند نفسہ

اقول محقق حلبی نے حلیہ میں اس سے اختلاف کیا ہے اور جواز صرف اتنی مقدار سے خاص کیا ہے جس سے تحدّی واقع نہیں ہوتی، یعنی تین آیت سے کم ہی پڑھنے کا جواز ہے ـــــ مجھے اس میں بھی کلام ہے ـــــ میرے نزدیک حق یہ ہے کہ دعا یا ثنا کی نیت سے جواز کا حکم ـــــ اللہ تعالٰی کی جانب سے بطور رحمت وفضل بندوں پر وسعت دینے کے لئے ـــــ خلافِ قیاس وارد ہے تو اس پر قیاس روا نہیں ـــــ علاوہ ازیں جنب کے لئے ممانعت نفس الفاظ کے باعث نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ وہ قرآن ہیں یعنی اللہ عزوجل کا وُہ کلام جو اس کے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر نازل ہے دو دفتیوں کے درمیان ثبت ہے اس لحاظ سے کہ وُہ قرآن ہیں یہاں تک کہ اگر فرض کیا جائے کہ وہ الفاظ حدیث ہیں تو جنب کے لئے ان کی قرارت حرام نہ ہوگی ـــــ تو جب ان کی قرارت اس طور پر ہو کہ خود اپنی جانب سے

Marfat.com

فما ظنك بالحروف فاذن لا شك فی صحة الاستناد ولا بد من اخراج کتابات الابل عن الاخلال بالتعظیم۔

بارے میں کیا ہوگا — اس سے ظاہر ہوا کہ صحتِ استناد میں کوئی شک نہیں — اور اونٹوں والی تحریروں کو بے حرمتی سے خارج ماننا ضروری ہے۔

واقول یظھر لی فی النظر الحاضر ان لیس الامتھان من لازم تلك الکتابة ولا ھو موجود حین فعلت ولا ھو مقصود لمن فعل وانما اراد التمیز وانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی[1] قال فی جواھر الاخلاطی ثم الفتاوی الھندیة لاباس بکتابة اسم اللہ تعالٰی علی الدراھم لان قصد صاحبه العلامة لا التھاون[2] اھ وھذا لا شك انه جار فیما نحن فیه فلیس التنجیس من لازم الکتابة ولا ھو موجود ولا مقصود وانما المراد التبرك الٰی اٰخر ما مر فان قنع بھذا فذاك والا فایا ما ابدیتم من الوجه فی ذالك فانه یجری فیما ھنالك ولا یظھر فرق یغیر المسالك۔

واقول (اور میں کہتا ہوں) بنظرِ حاضر مجھے یہ خیال ہوتا ہے کہ اہانت اس تحریر کو لازم نہیں، نہ ہی بوقتِ تحریر اہانت کا وجود ہے، نہ ہی یہ لکھنے والے کا مقصود ہے — اس کا مقصد صرف امتیاز پیدا کرنا اور نشان لگانا ہے — اور اعمال کا مدار نیتوں پر ہے اور ہر انسان کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی — جواہر اخلاطی پھر فتاوی ہندیہ میں ہے: دراہم پر اللہ کا نام تحریر کرنے میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ تحریر کرنے والے کا مقصود صرف نشان ہوتا ہے، اہانت نہیں اھ — یہ بات بلاشبہہ تحریرِ کفن میں بھی جاری ہے اس لئے کہ نجاست آلود کرنا اس تحریر کو لازم نہیں، نہ ہی بروقت اس کا وجود ہے نہ ہی وہ مقصود ہے، مقصود صرف برکت حاصل کرنا ہے — وہ ساری باتیں جو گزر چکیں۔ اگر مخالف اسے مان لے تو ٹھیک ہے ورنہ اس میں آپ جو بھی وجہ بتائیں وہ یہاں بھی جاری ہوگی اور کوئی ایسا فرق رونما نہ ہوگا جس سے راہیں مختلف ہو جائیں۔

---

[1] صحیح بخاری — باب کیف بدء الوحی — مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲

[2] فتاوی ہندیہ — الباب الخامس فی آداب المسجد — ؍؍ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۲۳

Marfat.com

قال ایضا فعلم ان لنحو الحروف حرمة ولو مقطعة اهـ، وفی الهندیة لو قطع الحروف من الحرف او خیط علی بعض الحروف فی البساط او المصلی حتی لم تبق الکلمة متصلة لم تسقط الکراهة وکذلک لو کان علیه الملک لا غیر وکذلک الالف وحدها واللام وحدها کذا فی الکبری اهـ کتب اسم فرعون او کتب ابو جهل علی غرض یکره ان یرموا الیه لان لتلک الحروف حرمة کذا فی السراجیة اهـ

وصرح فی الدر المختار وغیره انه یجوز رمی برایة القلم الجدید ولا ترمی برایة القلم المستعمل لاحترامه کحشیش المسجد وکناسته ولا یلقی فی موضع یخل بالتعظیم اهـ، وفی رد المحتار والورق کتب فیه له احترام ایضا لکونه آلة الکتابة العلم ولذا علله فی التاتارخانیة بان تعظیمه من ادب الدین اهـ

فاذا کان هذا فی برایة القلم وبیاض الورق الغیر المکتوب

تو معلوم ہوا کہ علماء نے نقل فرمایا ہے کہ حروف کی عزت و حرمت ہے اگرچہ الگ الگ ہوں اھ ...... ہندیہ میں ہے اگر بعض حروف کو کاٹ دیا یا فرش یا جا نماز میں بعض حروف پر اس طرح سی دیا کہ کوئی کلمہ ملا ہوا نہ رہا تو بھی کراہت ختم نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر اس پر صرف الملک ہو ...... یا صرف الف و لام ہو ایسا ہی کبریٰ میں ہے ...... اگر نشانہ کی جگہ فرعون یا ابو جہل لکھ کر اس پر تیر مارنا مکروہ ہے اس لئے کہ ان حروف کی عزت و حرمت ہے۔ ایسا ہی سراجیہ میں ہے — درمختار وغیرہ میں تصریح ہے کہ نئے قلم کا تراشہ پھینکنا جائز ہے اور مستعمل قلم کا تراشہ پھینکنا جائز نہیں کیونکہ وہ محترم ہے جیسے مسجد کی گھاس اور کوڑا، ایسی جگہ نہ ڈالا جائے جہاں بے حرمتی ہو۔ ردالمحتار میں ہے کتابت کے کاغذ کا بھی احترام ہے اس لئے کہ وہ کتابت علم کا سامان ہے — اسی لئے تاتارخانیہ میں اس کی یہ علت بیان کی ہے کہ اس کی تعظیم دین کے آداب سے ہے۔ تو جب یہ حکم قلم کے تراشے اور بغیر لکھے کاغذ کی سپیدی کے بارے میں ہے تو قرآن کے

۱؎ رد المحتار فصل فی الاستنجاء مطبعہ الطباعۃ المصریہ مصر ......
۲؎ فتاویٰ ہندیہ الباب الخامس فی آداب المسجد نورانی کتب خانہ پشاور
۳؎ درمختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی
۴؎ رد المحتار فصل فی الاستنجاء ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر

marfat.com
Marfat.com

وھو محمل اثر مجاھد "المؤذنون اطول الناس اعنافا یوم القیمۃ ولایدودون فی قبورھم"[1] رواہ عبدالرزاق و ذلک بدلیل الجزء الاول اطول الناس الخ۔

اندر اس کے بدن میں کیڑے نہیں پڑتے ——اور یہی حضرت مجاہد کے اس اثر کی بھی مراد ہے کہ اذان دینے والے روزِ قیامت سب لوگوں سے زیادہ گردن دراز ہوں گے اور قبروں کے اندر ان کے جسم میں کیڑے نہ پڑیں گے۔ اسے عبدالرزاق نے روایت کیا —— اس کی (یہاں بھی محتسب کی قید ملحوظ ہونے کی) دلیل جزء اول اطول الناس (سب لوگوں سے زیادہ گردن دراز) الخ ہے۔

اما حامل القراٰن فحدیث ابن مندۃ عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنھما انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا مات حامل القراٰن اوحی اللہ الی الارض ان لاتاکلی لحمہ، فتقول الارض ای رب کیف اٰکل لحمہ وکلامك فی جوفہ[2] قال ابن مندۃ وفی الباب عن ابی ھریرۃ وابن مسعود۔

حافظِ قرآن سے متعلق ابن مندہ کی حدیث ہے جو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے "جب حافظِ قرآن مرتا ہے خدا زمین کو حکم فرماتا ہے کہ اس کا گوشت نہ کھانا، زمین عرض کرتی ہے: اے رب! میں اس کا گوشت کیسے کھاؤں گی جبکہ تیرا کلام اس کے سینے میں ہے"۔ ابن مندہ نے کہا اس باب میں حضرت ابوہریرہ اور ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بھی روایت ہے۔

وزادفیہ الشیخ قید العامل بہ **اقول** بہ ولکن العامل بہ مرجولہ ذلک وان لم یکن حاملہ فقد اخرج المروزی عن قتادۃ قال بلغنی ان الارض لاتسلط علی جسد

شیخ نے اس پر "قرآن پر عامل" کی قید کا اضافہ کیا —— **اقول** مگر عاملِ قرآن اگر حافظِ قرآن نہ ہو تو بھی اس کے لئے یہ امید ہے —— مروزی نے قتادہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں مجھے خبر پہنچی ہے کہ زمین اس کے جسم پر مسلّط نہیں

[1] المصنف لعبدالرزاق باب فضل فی الاذان مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۴۸۳
[2] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۱۱۱۲ " دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۲۸۴

Marfat.com

فان قلت التنجیس فی الابل غیر مقطوع بہ حتی فی الجانب الانسی من افخاذها لانها تتفاج حین تبول فکیف بالوحشی المکتوب علیہ **قلت** لا قطع فی التکفین ایضا فلیس کل جسد یبلی فان الاولیاء والعلماء العاملین والشہداء والمؤذن المحتسب وحامل القرآن العامل بہ والمرابط والمیت بالطاعون صابرا محتسبا والمکثر من ذکر اللہ تعالٰی لا تتغیر ابدا انھم[1] نقلہ العلامۃ الزرقانی فی شرح المؤطا من جامع الجنائز وجعلھم عشرۃ کاملۃ بذکر الانبیاء علیھم الصلٰوۃ والسلام ثم الصدیقین والمحبین للہ تعالٰی وجمعت ھذین فی قول الاولیاء۔

ثم تقیید المؤذن بالمحتسب ھو نص حدیث اخرجہ الطبرانی عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنھما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال المؤذن المحتسب کالشھید (المتشحط) فی دمہ واذا مات لم یدود فی قبرہ[2]

اگر یہ کہئے کہ اونٹوں میں آلودگی نجاست کا یقین نہیں خواہ پالتو اونٹ کی ران کے پہلو پر لکھائی ہو کیونکہ اونٹ پیشاب کرتے وقت اپنی ٹانگوں کو کھول لیتا ہے تو کھلے جنگل میں رہنے والے جانوروں پر لکھائی میں کیسے یقینی ہو سکتی ہے — **میں کہوں گا** کفن دینے میں بھی یہ یقینی نہیں، اس لئے کہ ہر جسم بوسیدہ نہیں ہوتا اولیاء، باعمل علماء، شہداء، طالبِ ثواب مؤذن، باعمل حافظِ قرآن، سرحد کا پاسبان، طاعون میں صبر کے ساتھ اور اجر چاہتے ہوئے مرنے والا، کثرت سے اللہ تعالٰی کا ذکر کرنے والا، ان کے بدن بگڑتے نہیں
اسے علامہ زرقانی نے شرح مؤطا میں جامع الجنائز سے نقل کیا اور انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام پھر صدیقین اور خدا کے محبین کو ذکر کرکے ان کی تعداد کامل دس کر دی ہے — اور میں نے ان دونوں قسموں کو لفظ اولیاء میں شامل کر دیا۔

مؤذن کے ساتھ محتسب (طالبِ ثواب) کی قید بتصریح حدیث ثابت ہے۔ طبرانی نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے، انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ سرکار نے فرمایا: مؤذنِ محتسب اپنے خون میں آلودہ شہید کی طرح ہے جب وہ مرتا ہے تو قبر کے

---

[1] شرح زرقانی علی المؤطا باب جامع الجنائز مطبوعہ مکتبہ تجاریہ کبرٰی مصر ۲/۸۴
[2] مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی باب المؤذن المحتسب مطبوعہ دار الکتاب بیروت ۲/۳

Marfat.com

فالمنع هنا بالاولی مالم یثبت عن المجتهد او ینقل فیہ حدیث ثابت[1] اھ وھذا الذی حملہ علی العدول عن قول امام مذہبہ الصفار الحنفی الی قول الامام ابن الصلاح من متاخری الشافعیۃ۔

ممانعت بدرجۂ اولٰی ہوگی جب تک کہ مجتہد سے ثبوت نہ ہو یا اس بارے میں کوئی حدیث ثابت منقول نہ ہو[1] اھ —— یہی وُہ بات ہے جو ان کے لئے اپنے مذہب کے امام صفار حنفی کے قول سے عدول کرکے ایک شافعی متاخر امام ابن الصلاح کا قول لینے پر باعث ہوئی۔

فاقول اما الکتابۃ علی الفراش فامتہان حاضر او قصد مالاینفک عن التہاون فلیس مما نحن فیہ ولا کلام فی کراھتہ واما علی البواقی فالمسئلۃ مختلف فیھا وقد اسمعناک انفا ما فی جواھر الاخلاطی فی حق الدراھم وقال الامام الاجل قاضی خان فی فتاواہ لوکتب القراٰن علی الحیطان والجدران بعضھم قالوا یرجی ان یجوز وبعضھم کرھوا ذلک مخافۃ السقوط تحت اقدام الناس[2] اھ فقدم رجاء الجواز وھو کما صرح بہ فی دیباجۃ فتاواہ لایقدم الا الاظھر الاشھر ویکون کما نص علیہ العلامۃ السید الطحطاوی ثم السید المحشی ھو المعتمد فاذن فلتکن الکتابۃ المعھودۃ علی افخاذ الابل من لدن سیدنا الفاروق الاعظم رضی اللہ

فاقول (تو میں کہتا ہوں) بچھونے پر لکھا تو بروقت اہانت ہے یا ایسے کام کا قصد ہے جو بے حرمتی سے جُدا ہونے والا نہیں۔ یہ تو ہمارے مبحث سے خارج ہے اور اس کے مکروہ ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ رہا باقی چیزوں پر لکھنا تو ان کے بارے میں مسئلہ اختلافی ہے —— دراہم سے متعلق تو جواہر اخلاطی کی عبارت ابھی ہم پیش کر آئے (دیوار و محراب سے متعلق ملاحظہ ہو) امام اجل قاضی خاں اپنے فتاوٰی میں لکھتے ہیں "اگر دیواروں پر قرآن لکھا تو بعض نے کہا امید ہے کہ جائز ہوگا، اور بعض نے لوگوں کے پاؤں تلے پڑنے کے اندیشے کی وجہ سے اس کو مکروہ کہا[2] اھ —— اس عبارت میں امید جواز کو انھوں نے مقدم رکھا ہے —— اور جیسا کہ اپنے فتاوے کے دیباچے میں وہ تصریح فرما چکے ہیں جسے وہ مقدم رکھتے ہیں وہی "اظہر اشہر" ہوتا ہے —— اور جیسا کہ علامہ سید طحطاوی پھر خود علامہ شامی نے تصریح فرمائی ہے وہی "معتمد" ہوتا ہے —— ایسی صورت میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے زمانے سے اونٹوں کی ران پر

---

[1] رد المحتار مطلب فیما یکتب علی کفن المیت مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۰۷

[2] فتاوٰی قاضی خان کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی التسبیح من الحظر مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۴/۷۹۲

Marfat.com

الذی لم یعمل خطیئۃ الا ان یقال ان وصف العامل بہ حامل للخطاء التواب ایضا ثم الذی لم یعمل خطیئۃ ھو الصالح المحفوظ ولا یشمل الصبی فیما اظن[1] واللہ تعالٰی اعلم وبضم ھذا تموا عشرۃ وللہ الحمد نبی[1]، ولی[2]، عالم[3]، شہید[4]، مرابط[5]، میت طاعون[6]، مؤذن[7] محتسبین، ذکار[8]، حامل القرآن[9]، من لم یعمل خطیئۃ۔

فان کان من نکفنہ احد ھؤلاء فذاك والا فما یدریك ان ھذا المسلم لیس من اولیاء اللہ تعالٰی اولم ینل منازل الشھداء بل من الاشرار من لا یتغیر جسدہ تشدیدا للتعذیب والعیاذ باللہ القریب المجیب۔

ھذا واما ماایدہ بہ المحشی مما قدم عن الفتح انہ تکرہ کتابۃ القراٰن واسماء اللہ تعالٰی علی الدراھم والمحاریب والجدران ومایفرش[2] اھ مافی الفتح قال المحشی فما ذلك الا لاحترامہ وخشیۃ وطئہ ونحوہ مما فیہ اھانۃ،

کی جاتی جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو، مگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ عاملِ قرآن کا وصف اس پر بھی صادق ہے جو خطاکار اور تائب ہو پھر وُہ جس نے کوئی گناہ نہ کیا ایسا صالح ہوگا جو گناہ سے بالکل محفوظ رہا ہو ـــــ اور یہ وصف میرے خیال میں بچے کو شامل نہیں، اور زیادہ علم خدائے برتر کو ہے ـــ اب اسے ملا کر پورے دس ہو گئے: (۱) نبی (۲) ولی (۳) عالم (۴) شہید (۵) مرابط (سرحد کا پاسبان) (۶) میتِ طاعون، محتسب (۷) مؤذنِ محتسب (۸) بہت ذکر کرنے والا (۹) حافظِ قرآن (۱۰) وہ جس نے کوئی گناہ نہ کیا۔

توجسے ہم کفن دے رہے ہیں مذکورین میں سے کوئی ایک ہے تو حال واضح ہے ـــــ ورنہ کیا معلوم کہ یہ مسلمان اللہ تعالٰی کے اولیا سے نہیں یا اسے شہدار کا درجہ حاصل نہیں ـــــ بلکہ اشرار میں بھی ایسے ہیں جن کا جسم اس لئے متغیر نہیں ہوتا کہ عذاب زیادہ سخت ہو ـــــ پناہ خدائے قریب مجیب کی۔

اب رہا وہ کلام جو اس کی تائید میں علامہ شامی نے فتح القدیر کے حوالے سے پیش کیا کہ درہم، محراب اور دیوار اور بچھائی جانے والی چیز پر قرآن اور اسمائے الٰہی لکھنا مکروہ ہے (فتح کی عبارت ختم ہوئی)، اس پر علامہ شامی لکھتے ہیں: اس کی وجہ یہی احترام اور پامالی وغیرہ سے اہانت کا اندیشہ ہے، تو یہاں

---

[1] مروزی ـــ مسانید فی الحدیث

[2] ردالمحتار ـــ مطلب فیما یکتب علی کفن المیت ـــ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۰۷

Marfat.com

والغنی والجاہ والدخول علی السلاطین تشد علی الفخذ الیمنی ولعسر الولادۃ تشد علی فخذھا الایسر، ولحفظ المال والرکوب فی البحر والنجاۃ من القتل[1]

اور حصول تونگری و وجاہت اور سلاطین کے پاس جانے کے لئے دہنی ران پر باندھیں، اور دشواری ولادت کے لئے عورت کی بائیں ران پر، نیز حفاظتِ مال اور دریا کی سواری اور قتل سے نجات کے لئے۔

امام ابنِ حجر مکی صواعق محرقہ میں نقل فرماتے ہیں:

جب امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیشاپور میں تشریف لائے، چہرہ مبارک کے سامنے ایک پردہ تھا، حافظانِ حدیث امام ابو زراعہ رازی و امام محمد بن اسلم طوسی اور ان کے ساتھ بیشمار طالبانِ علم وحدیث حاضرِ خدمتِ انور ہوئے اور گڑگڑا کر عرض کیا کہ اپنا جمالِ مبارک ہمیں دکھائیے اور اپنے آبائے کرام سے ایک حدیث ہمارے سامنے روایت فرمائیے، امام نے سواری روکی اور غلاموں کو حکم فرمایا کہ پردہ ہٹا لیں خلق کی آنکھیں جمالِ مبارک کے دیدار سے ٹھنڈی ہوئیں۔ دو گیسو شانہ مبارک پر لٹک رہے تھے۔ پردہ ہٹتے ہی خلق کی یہ حالت ہوئی کہ کوئی چلاتا ہے، کوئی روتا ہے، کوئی خاک پر لوٹتا ہے، کوئی سواری مقدس کا سُم چومتا ہے۔ اتنے میں علماء نے آواز دی: خاموش۔ سب لوگ خاموش ہو رہے۔ دونوں امام مذکور نے حضور سے کوئی حدیث روایت کرنے کو عرض کی، حضور نے فرمایا:

حدثنی ابو موسی الکاظم عن ابیہ جعفر الصادق عن ابیہ محمدن الباقر عن ابیہ زین العابدین عن ابیہ الحسین عن ابیہ علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم قال حدثنی حبیبی وقرۃ عینی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال حدثنی جبریل قال سمعت رب العزۃ یقول لا الہ الا اللہ حصنی فمن قال دخل حصنی امن من عذابی[2]

یعنی امام علی رضا امام موسیٰ کاظم وہ امام جعفر صادق وہ امام محمد باقر وہ امام زین العابدین وہ امام حسین وہ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت فرماتے ہیں کہ میرے پیارے میری آنکھوں کی ٹھنڈک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے حدیث بیان فرمائی کہ ان سے جبریل نے عرض کی کہ میں نے اللہ عزوجل کو فرماتے سنا کہ لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے تو جس نے اسے کہا وہ میرے قلعہ میں داخل ہوا، میرے عذاب سے امان میں رہا۔

---

[1] تفسیر غرائب القرآن ذکر اسماء اہل الکہف مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱۵/۱۱۰
[2] الصواعق المحرقہ الفصل الثالث " مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۲۰۵

Marfat.com

تعالیٰ عنہ مرجحۃ لقول الجواز ان فرضنا المساواۃ و الا فلا نسلمہا من الاصل فان الکتابۃ علی المحاریب و الجدران انمایکون المقصود بہا غالبا الزینۃ ولیست من الحاجۃ فی شیٔ فالمنع ثمہ لایستلزم المنع حیث الحاجۃ ماسۃ کالتمییز و التبرک و التوسل للنجاۃ باذن اللہ تعالیٰ فافہم و اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

لکھی جانے والی تحریر معہود و معلوم سے قولِ جواز کو ترجیح ہونی چاہئے ــــ اگر دونوں تحریروں میں ہم مساوات مانیں ــــ ورنہ اسے ہم سرے سے نہیں مانتے اس لئے کہ محرابوں اور دیواروں پر لکھنے سے عموماً زینت مقصود ہوتی ہے۔ یہ کوئی حاجت کی چیز ہی نہیں ــ تو اگر اس میں ممانعت ہے تو یہ اس کو مستلزم نہیں کہ وہاں بھی ممانعت ہو جہاں حاجت ہے جیسے امتیاز پیدا کرنا، برکت حاصل کرنا، باذنِ الٰہی نجات کا وسیلہ بنانا ــــ تو اسے سمجھو ــــ اور خدائے پاک بزرگ و برتر خوب جاننے والا ہے (ت)

مقامِ چہارم: جب خود کفن پر ادعیہ وغیرہ تبرکاً لکھنے کا جواز فقہاً و حدیثاً ثابت ہے تو شجرہ شریف رکھنا بھی بداہۃً اسی باب سے ہے بلکہ بالاولیٰ اوّل تو اسمائے محبوبانِ خدا علیہم التحیۃ والثنائ سے توسل و تبرک بلاشبہہ محمود و مندوب ہے۔ تفسیر طبری پھر شرح مواہب لدنیہ للعلامۃ الزرقانی میں ہے:

اذا کتب اسماء اھل الکہف فی شیٔ والقی فی النار اطفئت۔[1]

جب اصحابِ کہف کے نام لکھ کر آگ میں ڈال دئے جائیں آگ بجھ جاتی ہے۔

تفسیر نیشاپوری علامہ حسن بن محمد بن حسین نظام الدین میں ہے:

عن ابن عباس ان اسماء اصحاب الکہف تصلح للطلب والھرب و اطفاء الحریق تکتب فی خرقۃ ویرمی بہا فی وسط النار، ولبکاء الطفل تکتب وتوضع تحت راسہ فی المھد، وللحرث تکتب علی القرطاس و ترفع علیٰ خشب منصوب فی وسط الزرع وللضربان وللحمی المثلثۃ والصداع

یعنی عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اصحابِ کہف کے نام تحصیلِ نفع و دفعِ ضرر اور آگ بجھانے کے واسطے ایک پرچے میں لکھ کر آگ میں ڈال دیں، اور بچہ روتا ہو تو لکھ کر گہوارے میں اس کے سر کے نیچے رکھ دیں، اور کھیتی کی حفاظت کے لئے کاغذ پر لکھ کر بیچ کھیت میں ایک لکڑی گاڑ کر اُس پر باندھ دیں، اور رگیں تپکنے اور باری والے بخار اور دردِ سر

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثامن مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۷/۱۰۸

Marfat.com

مسئلہ ۱۶ از چھاؤنی اشرف خاں ۳۰ رجب ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جنازہ لے چلیں تو سرہانا آگے کریں یا پائنتی؟ ایک شخص کہتا ہے کہ پائنتی آگے کرنے کا حکم ہے میں نے علمائے دین سے پوچھ لیا ہے۔ اور قبر پر اذان کہنے کو ایک شخص حرام و ناجائز کہتا ہے اس میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اُس شخص نے محض غلط کہا، جنازہ لے چلنے میں سرہانے آگے کرنے کا حکم ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

فی حالۃ المشی بالجنازۃ یقدم الراس کذا فی المضمرات[1]۔ جنازہ لے چلنے میں سر آگے ہوگا۔ ایسا ہی مضمرات میں ہے۔ (ت)

قبر پر اذان دینے کو جس نے حرام کہا محض غلط کہا، اگر سچا ہے تو بتائے کہ کس آیت یا حدیث میں اس کو حرام فرمایا ہے، اگر نہ بتائے اور ہرگز نہ بتاسکے گا تو خدا اور رسول پر افتراء کرنے کا اقرار کرے۔ حرام وُہ ہے جسے خدا اور رسول نے حرام فرمایا اور واجب وُہ ہے جسے خدا اور رسول نے واجب کہا حکم دیا، لیکن وُہ چیزیں جن کا نہ خدا و رسول نے حکم دیا نہ منع کیا وُہ سب جائز ہیں اُنھیں حرام کہنے والا خدا و رسول پر افترا کرتا ہے، فقیر کا خاص اس باب میں رسالہ طبع ہوگیا ہے اُسے دیکھ کر اس اذان کے فوائد معلوم کریں اس میں پندرہ[15] دلیلوں سے اس کی اصل جواز کا ثبوت دیا گیا ہے، جو مدعی حرمت کا ہے پہلے اس کے حرام ہونے کا آیت و حدیث سے ثبوت دے، جب نہ دے سکے تو اپنے کذب کا اقرار اور اذان کے جائز ہونے کا اعتراف کرے، اس کے بعد جو بیان ہووے سب ہوجائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷ از ملک مالوا شہر اندور چھینپہ باکھل مرسلہ اسمٰعیل قادری احمد آباد والا

یہاں میت ہوگئی تھی، اس کے کفنانے کے بعد پھولوں کی چادر ڈالی گئی، اس کو ایک پیش امام افغانی نے اتار ڈالا اور کہا یہ بدعت ہے ہم نہ ڈالنے دیں گے، دوسرے جو غلاف کا پارچہ سیاہ کعبہ شریف سے لاتے ہیں وہ ٹکڑا ڈالا ہوا تھا اُسے ہٹا دیا اور کہا کہ یہ روافض کا رواج ہے ہم نہ ڈالیں گے اُسے الگ ہٹا کے اُس نے نماز جنازہ پڑھائی۔

الجواب

پھولوں کی چادر بالائے کفن ڈالنے میں شرعاً اصلاً حرج نہیں بلکہ نیت حسن سے حسن ہے جیسے قبور پر

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الرابع فی حمل الجنازۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۶۲

Marfat.com

یہ حدیث روایت فرماکر حضور رواں ہوئے اور پردہ چھوڑ دیا گیا، دواتوں والے جو ارشاد مبارک لکھ رہے تھے شمار کئے گئے، بیس ہزار سے زائد تھے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

لو قرأت ھذا الاسناد علی مجنون لبریٔ من جنتہ[1] — یہ مبارک سند اگر مجنون پر پڑھو تو ضرور اسے جنون سے شفا ہو۔

اقول فی الواقع جب اسمائے اصحاب کہف قدست اسرارہم میں وہ برکات ہیں حالانکہ وہ اولیائے عیسویین میں سے ہیں تو اولیائے محمدیین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین کا کیا کہنا، اُن کے اسمائے کرام کی برکت کیا شمار میں آسکے۔ اے شخص! تُو نہیں جانتا کہ نام کیا ہے، مسمّی کے انحائے وجود سے ایک نحو ہے، امام فخر الدین رازی وغیرہ علماء نے فرمایا ہے کہ وجودِ شئی کی چار صورتیں ہیں: وجود اعیان میں، علم میں، تلفظ میں، کتابت میں۔ تو ان دو شق اخیر وجود اسم ہی کو وجود مسمّی قرار دیا ہے بلکہ کتبِ عقائد میں لکھتے ہیں: الاسم عین المسمی نام عین مسمّی ہے۔ امام رازی نے فرمایا: المشھور عن اصحابنا ان الاسم ھو المسمّی مقصود اتنا ہے کہ نام کا مسمّی سے اختصاص کپڑوں کے اختصاص سے زائد ہے اور نام کی مسمّی پر دلالت تراشۂ ناخن کی دلالت سے افزوں ہے، تو خالی اسماء ہی ایک اعلیٰ ذریعہ تبرک وتوسل ہوتے نہ کہ اسامی سلاسل علیہ کہ اسناد اتصال بمحبوب ذو الجلال وبحضرت عزت وجلال ہیں جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اور اللہ ومحبوب واولیاء کے سلسلہ کرام وکرامت میں انسلاک کی سند تو شجرۂ طیبہ سے بڑھ کر اور کیا ذریعۂ توسل چاہیے، پھر کفن پر لکھنا کہ ہمارے ائمہ نے جسے جائز فرمایا اور امیدگاہِ مغفرت بنایا، اور بعض شافعیہ کو اس میں خیالِ تنجیس آیا، شجرۂ طیبہ میں اِس کا خیال بھی لزوم نہیں۔ کیا ضرور کہ کفن ہی میں رکھیں بلکہ قبر میں طاق بنا کر خواہ سرہانے کہ نکیرین پائنتی کی طرف سے آتے ہیں اُن کے پیشِ نظر ہو خواہ جانبِ قبلہ کہ میّت کے پیش رو رہے اور اُس کے سکون واطمینان واعانت جواب کا باعث ہو، باذنہٖ تعالیٰ ولہ الحمد۔ شاہ عبد العزیز صاحب نے بھی رسالہ "فیض عام" میں شجرہ قبر میں رکھنے کو معمولِ بزرگانِ دین بتا کر سرہانے طاق میں رکھنا پسند کیا۔ یہ امر واسع ہے بلکہ ہماری تحقیق سے واضح ہوا کہ کفن میں رکھنے میں جو کلامِ فقہاء بتایا گیا وہ متاخرینِ شافعیہ ہیں، ہمارے ائمہ کے طور پر یہ بھی روا ہے۔ ہاں خروج عن الخلاف کے لئے طاق میں رکھنا زیادہ مناسب و بجا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

---

[1] الصواعق المحرقہ الفصل الثالث فی الاحادیث الواردۃ فی بعض اہل البیت مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۲۰۶

Marfat.com

میں رکھتے ہیں، اور جنازہ کی چھتری پر غلاف ڈال کے اس پر مرد کے واسطے شال اور عورت کے واسطے دامنی ڈالا کرتے ہیں اور پھر اُس شال یا دامنی پر پھولوں کی ایک چادر بنا کر ڈالتے ہیں تو آیا یہ امر واسطے مرد کے کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

جنازۂ زنان پر چھتری یا گہوارہ بنا کر غلاف و پردہ ڈالنا مستحب و ماثور ہے، ایسا ہی چاہئے، اور جنازۂ مرداں میں نہ اس کی حاجت نہ سلف سے عادت۔ ہاں بارش یا دھوپ وغیرہ کی شدت سے بچانے کو بنائیں تو کچھ حرج نہیں، فی کشف الغطاء (کشف الغطاء میں ہے):

اولیٰ آنست کہ پوشیدہ شود جنازۂ زنان را و مستحسن داشتہ اند گرفتن صندوق را برائے وے نہ برائے مرد۔ مگر آن کہ ضرورتے داعی باشد چون خوفِ باران وبرف و شدّتِ گرما ونحو آن[1]

عورتوں کے جنازہ کو چھپا دینا بہتر ہے اور اس کے لئے صندوق بنانا علماء نے مستحسن قرار دیا ہے مرد کیلئے نہیں، مگر یہ کہ کوئی ضرورت داعی ہو بارش اور برف کا اندیشہ ہو یا سخت گرمی وغیرہ ہو۔ (ت)

اور دوشالہ وغیرہ بیش بہا کپڑے ڈالنے سے اگر ریاء و تفاخر مقصود ہو تو وہ حرام ہے نہ کہ خاص معاملہ میت و اولین منازل آخرت میں، اور اگر زینت مراد ہو تو وہ بھی مکروہ۔

فی الشامیۃ عن الطحاویۃ ویکرہ فیہ کل ماکان للزینۃ[2]

شامی میں طحاوی کے حوالے سے ہے: اس میں وہ سب مکروہ ہے جو زینت کے لئے ہو۔ (ت)

ہاں تصدق منظور ہو تو وہ بیشک محمود۔ مگر تصدق کچھ اس پر موقوف نہیں کہ جنازہ پر ڈال ہی کر دیں، یونہی پھولوں کی چادر بہ نیتِ زینت مکروہ، اور اگر اس قصد سے ہو کہ وہ بحکم احادیث خفیف الحل وطیب الرائحہ ومسبحِ خدا و مونسِ میت ہے تو حرج نہیں۔

کما فی القبور ففی الھندیۃ وغیرھا وضع الورد والریاحین علی القبور حسن[3] الخ واللہ تعالٰی اعلم۔

جیسے قبروں میں کہ ہندیہ وغیرہا میں ہے قبروں پر گلاب وغیرہ کے پھول رکھنا اچھا ہے الخ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] کشف الغطاء فصل پنجم مطبع احمدی دہلی ص ۳۲
[2] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/۵۷۸
[3] فتاوٰی ہندیۃ الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۱

Marfat.com

پھول ڈالنا کہ وہ جب تک تر ہیں تسبیح کرتے ہیں، اس سے میت کا دل بہلتا ہے اور رحمت اُترتی ہے —— فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

وضع الورد والریاحین علی القبور حسن[1]۔ قبروں پر گلاب اور پھولوں کا رکھنا اچھا ہے (ت)

فتاوٰی امام قاضی خان وامداد الفتاح شرح المصنف لمراقی الفلاح و ردالمحتار علی الدر المختار میں ہے:

انه مادام رطبا یسبح فیؤنس المیت و تنزل بذکرہ الرحمة[2]۔

پھول جب تک تر رہے تسبیح کرتا رہتا ہے جس سے میت کو اُنس حاصل ہوتا ہے اور اس کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے (ت)

یونہی تبرک کے لئے غلافِ کعبہ معظمہ کا قلیل ٹکڑا سینے یا چہرے پر رکھنا بلاشبہہ جائز ہے اور اسے رواجِ روافض بتانا محض جھوٹ ہے، اسد الغابہ وغیرہا میں ہے:

لما حضرہ الموت اوصی ان یکفن فی قمیص کان علیه افضل الصلوٰۃ والسلام کساہ ایاہ، وان یجعل ممایلی جسدہ وکان عندہ قلامة اظفارہ علیه افضل الصلوٰۃ والسلام فاوصی ان تسحق وتجعل فی عینیه وفمه، وقال افعلوا ذلک وخلوا بینی وبین ارحم الراحمین[3]۔

جب حضرت امیر معاویہ کا آخری وقت آیا یہ وصیت فرمائی کہ اُنھیں اس قمیص میں کفن دیا جائے جو نبی اکرم علیہ افضل الصلاۃ والسلام نے انھیں عطا فرمائی تھی اور یہ اُن کے جسم سے متصل رکھی جائے ان کے پاس حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ناخنِ پاک کے کچھ تراشے بھی تھے ان کے متعلق وصیت فرمائی کہ باریک کرکے ان کی آنکھوں اور دہن پر رکھ دئے جائیں، فرمایا کہ یہ کام انجام دینا اور مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کردینا۔ (ت)

مسئلہ از سورت اسٹیشن سائن، موضع کٹھور، مرسلہ مولوی عبدالحق صاحب ۲۱ جمادی الاولٰی ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں یہاں رواج ہے کہ شخص میت کو بعد تغسیل وتکفین کے جنازے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۱
[2] ردالمحتار مطلب فی وضع الجرید ونحو الآس علی القبور 〃 ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/۶۰۶
[3] اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ باب المیم والعین مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیہ لصاحبہا الحاج ریاض الشیخ [illegible]

Marfat.com

میں بھی شوہر کو نہیں شریک کرتے اور کہتے ہیں اب اس کا رشتہ ٹوٹ گیا، آیا یہ فعل اُن کا جائز ہے یا ناجائز ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جب تک جسمِ زن میں رُوح باقی ہے اگرچہ حالتِ نزع ہو بلاشبہہ اس کی زوجہ ہے اور اس وقت شوہر کو پاس نہ آنے دینا ظلم ہے اور اُسی وقت سے رشتہ منقطع سمجھ لینا سخت جہل ہے، اور بعد موتِ زن بھی شوہر کو دیکھنے کی اجازت ہے البتہ ہاتھ لگانا منع ہے کما نص علیہ فی التنویر والدر وغیرھما (جیسا کہ تنویر الابصار اور درمختار وغیرہما میں اس کی تصریح ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳ از پنجاب ضلع جہلم ڈاک خانہ و ریلوے اسٹیشن ترقی موضع غازی ناڑہ مرسلہ سید محمد مجید الحسن صاحب ۵ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

مشہور خدمت جناب صاحب حجتِ قاہرہ مجددِ مائۃ حاضرہ مولٰنا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام ظلکم علٰی راس المسترشدین بعد سلام سنۃ الاسلام عرض ہے کہ اس ملک میں جنازہ کے آگے مولود خوانی میں اختلاف اور جھگڑا ہے ایک طائفہ بحرالرائق و مراقی الفلاح و قاضی خاں و عالمگیری وغیرہا کی عبارات سے مکروہِ تحریمی کہتے ہیں، اور دوسری جماعت جائز و مستحب کہتی ہے، آپ کی تحریر پر جملہ مسلمانوں کا فیصلہ ہے کئی ماہ کے تنازع کا فیصلہ ہوگا۔ عبارات فریق قائل کراہت۔ ردالمحتار:

۱ قیل تحریما وقیل تنزیھا کما فی البحر عن الغایۃ وفیہ عنھا وینبغی لمن تبع الجنازۃ ان یطیل الصمت وفیہ عن الظھیریۃ فان اراد ان یذکر اللہ تعالٰی یذکر فی نفسہ لقولہ تعالٰی انہ لا یحب المعتدین ای الجاھرین بالدعاء قلت اذا کان ھذا فی الدعاء والذکر فما ظنک بالغناء الحادث فی ھذا الزمان[1]

کہا گیا کہ مکروہِ تحریمی ہے اور کہا گیا کہ تنزیہی جیسا کہ بحر میں غایہ سے منقول ہے، اور اُس میں اسی سے یہ بھی ہے: جنازہ کے پیچھے چلنے والے کو برابر سکوت رکھنا چاہئے، اور اسی میں ظہیریہ سے ہے: اگر اللہ تعالٰی کا ذکر کرنا چاہے تو دل میں کرے اس لئے کہ باری تعالٰی کا ارشاد ہے: وُہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا — یعنی دُعا میں جہر کرنے والوں کو — میں کہتا ہوں یہ جب دعا و ذکر کا حکم ہے تو اُس نغمہ اور گانے کا کیا حال ہوگا جو اس زمانے

---

[1] ردالمحتار باب صلوۃ الجنائز مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/۵۹۸

Marfat.com

مسئلہ ۱۹ از مانا دور ملک کاٹھیاواڑ مرسلہ ماسٹر اسمٰعیل صاحب ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

تمام لوگ بوجہ رسم کے بالوجہ اس امر کے کہ ملا صاحب فرماتے ہیں ہم نہیں آئیں گے، ریشمی کپڑا یا رنگ برنگ کی چادریں میت پر ڈالتے ہیں اور جب اُن سے کہا جاتا ہے تو کہتے ہیں تم لوگ ہم پر حسد کرتے ہو، مجبوراً ڈلوانا کہاں تک جائز ہے؟

الجواب

جبر حرام ہے اور بخوشی بھی نہ ہوا اگر ملا فقیر نہیں یعنی چھپن روپے کے مال کا مالک ہے جو قرض وغیرہ میں مشغول نہیں، نیز ایک رسم بے ثبوت کا ایسا التزام نہ چاہئے جبر کرنے والا ملا نہیں کٹھیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰ از دلگیر گنج پرگنہ جہان آباد ضلع پیلی بھیت مرسلہ خلیفہ الٰہی بخش ۱۸ رجب ۱۳۱۷ھ

اگر عورت مرجائے تو شوہر اس کے جنازے کو ہاتھ لگائے یا نہیں؟

الجواب

جنازے کو محض اجنبی ہاتھ لگاتے، کندھوں پر اٹھاتے، قبر تک لے جاتے ہیں، شوہر نے کیا قصور کیا ہے۔ یہ مسئلہ جاہلوں میں محض غلط مشہور ہے۔ ہاں شوہر کو اپنی زنِ مردہ کا بدن چھونا جائز نہیں، دیکھنے کی اجازت ہے کما نص علیہ فی التنویر والدر وغیرھما (جیسا کہ تنویر الابصار اور درمختار وغیرہما میں اس کی تصریح ہے۔ ت) اجنبی کو دیکھنے کی بھی اجازت نہیں۔ محارم کو پیٹ، پیٹھ اور ناف سے زانو تک کے سوا چھونے کی بھی اجازت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱ زوجہ کا جنازہ شوہر کو چھونا کیسا ہے؟ چھونا چاہئے یا نہیں؟ شوہر کا اپنی زوجہ کا منہ قبر میں رکھنے کے بعد دیکھنا کیسا ہے، چاہئے یا نہیں؟

الجواب

شوہر کو بعد انتقالِ زوجہ قبر میں خواہ بیرونِ قبر اس کا منہ یا بدن دیکھنا جائز ہے، قبر میں اتارنا جائز ہے اور جنازہ تو محض اجنبی تک اٹھاتے ہیں، ہاں بغیر حائل کے اس کے بدن کو ہاتھ لگانا شوہر کو ناجائز ہوتا ہے، زوجہ کو جب تک عدت میں رہے شوہر مردہ کا بدن چھونا بلکہ اُسے غسل دینا بھی جائز رہتا ہے۔ یہ مسئلہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲ ۶ ربیع الثانی ۱۳۱۷ھ

ہندوستان کے لوگوں کا دستور ہے کہ جب عورت کی حالتِ نزع ہوتی ہے تب اُس کے شوہر کو اُس کے پاس نہیں جانے دیتے اور اُس کا شوہر حالتِ نزع میں اُس کے پاس نہیں جاتا اور اُس عورت کی تکفین وتدفین

Marfat.com

قبر میں رکھیں گے، ولہذا علماء نے سکوتِ محض کو پسند کیا تھا کہ کلام اگرچہ ذکر ہی ہو اگرچہ آہستہ ہو، اس تصور سے کہ (بغایت نافع اور مفید اور برسوں کے زنگ دل سے دھو دینے والا ہے) روکے گا یا کم از کم دل بٹ تو جائیگا تو اس وقت محض خاموشی ہی مناسب تر ہے، ورنہ حاش للہ ذکرِ خدا و رسول نہ کسی وقت منع ہے۔ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یذکر اللہ تعالٰی علٰی کل احیانہ[1] رواہ مسلم وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ و علقہ البخاری۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر ایک وقت خدا کا ذکر کیا کرتے۔ اسے مسلم، احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ نے روایت کیا اور بخاری نے تعلیقاً روایت کیا۔ (ت)

نہ کوئی چیز اس سے بہتر، قال اللہ عزوجل ولذکر اللہ اکبر[2] (اللہ عزوجل نے فرمایا: اور اللہ کا ذکر سب سے بڑا۔ ت) اب کہ زمانہ منقلب ہُوا، لوگ جنازہ کے ساتھ اور دفن کے وقت اور قبروں پر بیٹھ کر لغویات و فضولیات اور دنیوی تذکروں بلکہ خندہ و لہو میں مشغول ہوتے ہیں تو انھیں ذکرِ خدا اور رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف مشغول کرنا عین صواب و کارِ ثواب ہے، معہذا جنازہ کے ساتھ ذکرِ جہر کی کراہت میں اختلاف ہے کہ تحریمی ہے یا تنزیہی ہے، اور ترجیح بھی مختلف آئی۔ قنیہ میں کراہت تنزیہ کو ترجیح دی اور اسی پر فتاوٰی تتمہ میں جزم فرمایا اور یہی تجرید و مجتبٰی و حاوی و بحر الرائق وغیرہا کے لفظ ینبغی کا مفاد ہے اور ترکِ اولٰی اصلاً گناہ نہیں کما نصوا علیہ و حققناہ فی جمل مجلیۃ (جیسا کہ علماء نے اس کی صراحت فرمائی ہے اور ہم نے اپنے رسالے جُمَلٌ مُجَلِّیَۃ ان المکروہ تنزیہا لیس بمعصیۃ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) اور عوام کو اللہ عزوجل کے ایسے ذکر سے منع کرنا جو شرعاً گناہ نہ ہو محض بدخواہی عام مسلمین ہے اور اس کا مرتکب نہ ہوگا مگر متقشف کہ مقاصدِ شرع سے جاہل و ناواقف ہو یا متصلف کہ مسلمانوں میں اختلاف ڈال کر اپنی رفعت و شہرت چاہتا ہو، بلکہ ائمہ ناصحین تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ منع کرنا اُس منکر سے ضرور ہے جو بالاجماع حرام ہو، بلکہ تصریحیں فرمائیں کہ عوام اگر کسی طرح یادِ خدا میں مشغول ہوں ہرگز منع نہ کئے جائیں اگرچہ وہ طریقہ اپنے مذہب میں حرام ہو، مثلاً سُورج نکلتے وقت نماز حرام ہے اور عوام پڑھتے ہوں تو نہ روکے جائیں کہ کسی طرح وُہ خدا کا نام تو لیں اُسے سجدہ تو کریں اگرچہ کسی دوسرے مذہب پر اس کی صحت ہو سکے، امام علامہ

---

[1] صحیح مسلم کتاب الحیض مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶۲

[2] القرآن ۲۹/۴۵

بحرالرائق ینبغی لمن تبع الجنازۃ ان یطیل الصمت ویکرہ رفع الصوات بالذکر وقراءۃ القراٰن الخ[1]

کی پیداوار ہے ــــ البحرالرائق میں ہے جنازہ کے پیچھے چلنے والے کو طول سکوت اختیار کرنا چاہئے اور بلند آواز سے ذکر و تلاوت قرآن مکروہ ہے الخ (ت)

عبارت فریق قائل بجلت

عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما لم یکن یسمع من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو یمشی خلف الجنازۃ الاقول لا الٰہ الا اللہ اخرجہ ابن عدی فی ترجمۃ ابراھیم ف بن ابی حمید وضعفہ[2] تخریج احادیث الھدایۃ لابن حجر۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جنازہ کے پیچھے چلتے تو حضور سے کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے سوا کچھ نہ سُنا جاتا ــــ ابن عدی نے ابراہیم بن ابی حمید کے حالات میں اس کی تخریج کی ہے اور اسے ضعیف کہا ہے۔ تخریج احادیث ہدایہ از علامہ ابن حجر۔ (ت)

یعنی اس سے ادنٰی جہر ثابت ہوتا ہے وغیرہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ہاں کتبِ حنفیہ میں جنازے کے ساتھ ذکرِ جہر کو مکروہ لکھا ہے جس طرح خود نفسِ ذکرِ جہر کو بکثرت کتبِ حنفیہ میں مکروہ بتایا حالانکہ وہ اطلاقاتِ قرآن عظیم واحادیثِ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہے اور عند التحقیق کراہت کا عروض نظر بعوارض خارجہ غیر لازمہ ہے جیسا کہ علامہ خیر الدین رملی استاد صاحبِ درمختار وغیرہ محققین نے تحقیق فرمایا اور رہم نے اپنے فتوٰی میں اُسے منقح کیا، یہاں بھی اُس کا منشاء عوارض ہی ہیں قلب ہمراہیاں کا مشوش ہونا یا دموت سے دوسری طرف توجہ کرنا انصاف کیجئے تو یہ حکم اس زمانِ خیر کے لئے تھا جبکہ ہمراہیانِ جنازہ تصورِ موت میں ایسے غرق ہوتے تھے کہ گویا میت اُن میں ہر ایک کا خاص اپنا کوئی جگر پارہ ہے بلکہ گویا خود ہی میت ہیں، ہمیں کو جنازہ پر لئے جاتے ہیں اور اب

---

[1] بحرالرائق کتاب الجنائز فصل السلطان احق بصلوٰتہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۹۲

[2] الکامل فی ضعفاء الرجال ترجمہ ابراہیم بن احمد کے تحت 〃 دارالفکر بیروت ۱/۲۶۹

صحیح بخاری کتاب الحیض 〃 قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۴

ف ھو ابراھیم بن احمد الحرانی الضریر، انظر حاشیۃ نصب الرایۃ ۲/۲۹۲

ابراھیم الحرانی ھو ابن ابی حمید متھم بوضع الحدیث، انظر اللسان ۱/۲۸ نذیر احمد سعیدی

Marfat.com

الولاة اوسافر ورجع من التجار ونحو
ذلك وكان السلف الصالح لا يتكلمون
فى الجنازة الا بما ورد وكان الغريب لا يعرف
من هو القريب من الميت حتى يعرف
لغلبة الحزن على الحاضرين كلهم وكان
سيدى على الخواص رضى الله تعالىٰ عنه
يقول اذا علم من الماشين مع الجنازة
انهم لا يتركون اللغو فى الجنازة و يشتغلون
باحوال الدنيا فينبغى ان يامرهم
بقول لا اله الا الله محمد رسول الله صلى الله
تعالىٰ عليه وسلم فان ذلك
افضل من تركه و لا ينبغى لفقيه ان
ينكر ذلك الا بنص اواجماع فان
مع المسلمين الاذن العام من
١ الشارع بقول لا اله الا الله محمد
رسول الله فى كل وقت شاؤا ويالله العجب
من عمى قلب من ينكر مثل هذا وربما عزم
عند الحكام الفلوس حتى يبطل قول
المؤمنين لا اله الا الله محمد رسول الله صلى
الله تعالىٰ عليه وسلم فى طريق الجنازة و
هو يرى الحشيش يباع فلا يكلف خاطره
ان يقول للحشاش حرم عليك بل رأيت
فقيها منهم ياخذ معلوم امامة
من فلوس بائع الحشيش
فنسأل الله العافية

معزول ہوا، فلاں تاجر سفر میں گیا، فلاں واپس آیا۔
سلف صالحین کی روش یہ تھی کہ جنازہ میں کچھ نہ بولتے
مگر وُہ جو حدیث میں وارد ہے۔ سارے حاضرین
پر حزن وغم کا ایک ایسا غلبہ رہتا کہ اجنبی اور پردیسی
شخص کو جب تک بتایا نہ جائے یہ معلوم ہی نہ ہوتا
کہ میّت کا قریبی کون ہے ـــــ سیدی علی خواص
رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب جنازہ کے ساتھ
چلنے والوں کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ وُہ لغو سے
باز نہ آئیں گے اور دنیا کی باتوں میں مشغول رہیں گے
تو انھیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم پڑھنے کا حکم دینا چاہیے کیونکہ ایسی حالت
میں اسے پڑھنا نہ پڑھنے سے افضل ہے۔ اور
کسی فقیہ کو بغیر نص یا اجماع کے اس سے انکار
مناسب نہیں ـــ اس لئے کہ مسلمانوں کے لئے
شارع کی جانب سے وُہ جب بھی چاہیں لا الٰہ الا اللہ
محمد رسول اللہ پڑھنے کی عام اجازت ہے۔ الٰہی
عجب ہے اس شخص کی قلبی نابینائی ہے جو ایسے
امر پر تو نکیر کرتا ہو اور جنازہ کے راستے میں لا الٰہ الا
اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھنے کو
باطل کہہ کے حکام کے یہاں مال حاصل کرنا چاہتا ہو
دُوسری طرف یہ حال ہو کہ بھنگ بکتی دیکھے تو بھنگ
فروش سے یہ کہنے کی زحمت گوارا نہ ہو کہ یہ تجھ پر حرام
ہے ـــ بلکہ اس طبقے کے ایک فقیہ کو میں نے
دیکھا کہ وُہ بھنگ فروش کے مال سے اپنی امامت
کی تنخواہ وصول کرتا ـــ تو خدا ہی سے عافیت کا

Marfat.com

عارف باللہ ناصح الامہ سیدی عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی کتاب مستطاب الحدیقۃ الندیۃ فی شرح الطریقۃ المحمدیۃ میں فرماتے ہیں:

قال فی شرح الطحاوی علی مشیع الجنازۃ الصمت وعبر فی المجتبی والتجرید و الحاوی ینبغی ان یطیل الصمت و سنن المرسلین الصمت معھا کذا فی منیۃ المفتی ویکرہ لھم رفع الصوت کراھۃ تحریم و قیل تنزیہ، مبتغی، کراھۃ تنزیہ و قیل تحریم، قنیۃ، وھو یکرہ علی معنی انہ تارک الاولی کما عزاہ فی التتمۃ الی والدہ وفی شرح شرعۃ الاسلام المسمی بجامع الشروح یستکثر من التسبیح والتھلیل علی سبیل الاخفاء خلف الجنازۃ ولا یتکلم بشئ من امر الدنیا لکن بعض المشائخ جوزوا الذکر الجھری ورفع الصوت بالتعظیم بغیر التغییر بادخال حرف فی خلالہ قدام الجنازۃ وخلفھا لتلقین المیت والاموات والاحیاء وتنبیہ الغفلۃ والظلمۃ وازالۃ صدا القلوب وقساوتھا بحب الدنیا وریاستھا وفی کتاب العھود المحمدیۃ للشیخ الشعرانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ ینبغی لعالم الحارۃ ان یعلم من یرید المشی مع الجنازۃ عدم اللغو فیھا و ذکر من تولی و عزل من

شرح طحاوی میں ہے: جنازہ کے ساتھ چلنے والے پر خاموشی لازم ہے — مجتبیٰ، تجرید اور حاوی کے الفاظ یہ ہیں کہ: اسے طول سکوت اختیار کرنا چاہئے حضرات رُسل علیہم السلام کی سنت یہی ہے کہ جنازہ کے ساتھ خاموش رہیں۔ اسی طرح ملیۃ المفتی میں ہے — لوگوں کا آواز بلند کرنا مکروہِ تحریمی ہے اور کہا گیا کہ تنزیہی ہے، مبتغی — کراہت تنزیہ ہے اور کہا گیا کہ کراہتِ تحریم ہے، قنیہ — آواز بلند کرنا مکروہ ہے یعنی ترک اولیٰ ہے، جیسا کہ تتمہ میں اسے اپنے والد کے حوالے سے ذکر کیا۔ اور شرعۃ الاسلام کی جامع الشروح نامی شرح میں یہ ہے کہ: جنازہ کے پیچھے سرّی طور پر زیادہ سے زیادہ تسبیح و تہلیل کرے، کوئی دنیاوی بات نہ بولے، لیکن بعض مشائخ نے جہری ذکر کو بھی جائز کہا ہے اس طرح کہ درمیان میں کوئی بات ڈالے بغیر جنازہ کے آگے اور پیچھے تعظیم کے ساتھ باآواز بلند ذکر کریں تاکہ میت اور دوسرے زندوں مردوں کو تلقین ہو، غافلوں ظالموں کو تنبیہ ہو، دنیا کی محبت و ریاست سے دلوں میں جو زنگ اور درشتی ہے وہ دور ہو — علامہ شعرانی قدس سرہٗ کی کتاب العہود المحمدیہ میں ہے کہ عالم محلہ کو چاہئے کہ جو لوگ جنازہ کے ساتھ چلنا چاہتے ہیں انھیں تعلیم دے کہ لغو سے پرہیز کریں اس طرح کی باتوں میں نہ پڑیں کہ فلاں حکمران بنا، فلاں والی

Marfat.com

الآن فی الجنازة تجدهم مشغولین بحکایات الدنیا لم یعتبروا بالمیت وقلبهم غافل عن جمیع ما وقع له بل رأیت منهم من یضحك واذا تعارض عندنا مثل ذلك وکون ذلك لم یکن فی عهد رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم قدمنا ذکر الله عزوجل فلو صاح کل من فی الجنازة لا اله الا الله فلا اعتراض ولم یاتنا فی ذلك شیئ من رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فلو کان ذکر الله تعالٰی فی الجنازة منهیا عنه لبلغنا ولو فی حدیث کما بلغنا فی قراءة القرآن فی الرکوع وشیئ سکت عنه الشارع صلی الله تعالٰی علیه وسلم اوائل الاسلام لا یمتنع منه اواخر الزمان[1] اھ باختصار قلیل۔

کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو سب سے بڑی نیکی ہے پھر اس سے کیوں کر روکا جائے گا؟ ___ اس زمانے میں جنازے کے اندر اکثر لوگوں کے احوال پر نظر کرو دنیا کی باتوں میں مشغول ملیں گے جنھیں میت کے حال سے کوئی عبرت نہیں، ان کا دل اس سارے واقعے سے غافل ہے، بلکہ ان میں ہنسنے والے بھی نظر آئیں گے ___ ذکر نہ کریں تو یہ حالت ہے اور ذکر میں مشغول ہوں تو یہ اعتراض ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں نہ تھا۔ ہمارے نزدیک جب ایسا تعارض درپیش ہے تو ہم اللہ کے ذکر کو مقدم رکھیں گے ___ اب اگر سارے شرکاءِ جنازہ پکار کر لا الٰہ الا اللہ کہیں تو اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ اس سے ممانعت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد وارد نہیں۔ اگر جنازے میں ذکرِ الٰہی ممنوع ہوتا تو کسی نہ کسی حدیث میں تو یہ حکم وارد ہوتا، جیسے رکوع میں قرآن شریف پڑھنا ممنوع ہے تو اس بارے میں حدیث آئی ہے۔ تو جس چیز سے ابتدائے اسلام میں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سکوت فرمایا وہ ہمارے آخر زمانے میں ممنوع نہیں ہو سکتی اھ باختصار قلیل (ت)

اس کلامِ جمیل امامِ جلیل رحمہ اللہ تعالیٰ کا خلاصہ ارشادات چند افادات:

(۱) سلف صالح کی حالت جنازہ میں یہ ہوتی کہ ناواقف کو نہ معلوم ہوتا کہ ان میں اہلِ میت کون ہے اور باقی ہمراہ کون، سب ایک سے مغموم و محزون نظر آتے، اور اب حال یہ ہے کہ جنازے میں دنیاوی باتوں

---

[1] حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ الصنف الثالث کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ ۲/۲۰۸-۹

Marfat.com

و ذکر الشعرانی ایضا رحمه الله تعالیٰ
فی کتابه عهود المشائخ قال لا نمکن
احدا من اخواننا ینکر شیئا ابتدعه المسلمون
علی جهة القربة الی الله تعالیٰ
و راؤه حسنا لا سیما ما کان متعلقا
بالله تعالیٰ و رسوله صلی الله تعالیٰ علیه
وسلم کقول الناس امام الجنازة
لا اله الا الله محمد رسول الله صلی الله
تعالیٰ علیه وسلم وقراءة القرآن امامها
و نحو ذلك فمن حرم ذلك فهو
قاصر عن فهم الشریعة لانه ما کل مالم
یکن علی عهد رسول الله صلی الله
تعالیٰ علیه وسلم یکون مذموما ولو
فتح هذا الباب لردت اقوال المجتهدین
فی جمیع ما استحبوا من المحاسن
ولا قائل به وقد فتح رسول الله صلی
الله تعالیٰ علیه وسلم لعلماء امته هذا
الباب و اباح لهم ان یسنوا کل شئ
استحسنوه و یلحقوه بشریعة رسول الله
صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بقوله صلی الله
تعالیٰ علیه وسلم من سن سنة حسنة فله
اجره من یعمل بها وکلمة لا اله الا الله محمد
رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اکبر
الحسنات فکیف یمنع منها و
تأمل احوال غالب الخلق

سوال ہے —— علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے
اپنی کتاب عہود المشائخ میں فرمایا ہے کہ ہم اپنے
دوستوں میں سے کسی کو ایسے امر پر نکیر کی اجازت
نہ دیں گے جسے مسلمانوں نے اللہ عزوجل کی بارگاہ
میں تقرب کے طور پر ایجاد کیا ہو اور اسے اچھا جانتے
ہوں۔ خصوصاً ایسا کام جس کا تعلق خدائے تعالےٰ
اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہو جیسے
جنازہ کے آگے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم پڑھنا اور اس کے سامنے قرآن کی
تلاوت کرنا، یا ایسے دوسرے کام —— جو اسے حرام
کہے وہ فہم شریعت سے قاصر ہے، اس لئے کہ ہر
وہ کام جو عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں
نہ رہا ہو برا نہیں۔ اگر یہ دروازہ کھولا جائے تو مجتہدین
کرام کے وہ سارے اقوال مردود ٹھہریں جو انھوں
نے اپنی پسند کردہ اچھی چیزوں کے بارے میں فرمائے
ہیں —— اور اس کا کوئی قائل نہیں —— خود رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کے علماء کیلئے
یہ دروازہ کھول رکھا ہے اور انھیں اجازت دی
ہے کہ جو طریقہ بھی اچھا سمجھیں اسے جاری کریں
اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت میں
شامل کریں یہ اجازت حضور صلی اللہ تعالیٰ
تعالےٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی سے
ثابت ہے: جو شخص کوئی اچھا کام ایجاد کرے اسے
اس ایجاد کا ثواب ملے گا اور اس طریقے پر آئندہ
سارے عمل کرنے والوں کا بھی ثواب ملے گا ——

Marfat.com

نئی نہیں بلکہ حضور کے اس اذنِ عام سے حضور ہی کی شریعت ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

(۹) فرماتے ہیں کہ شرع مطہر میں اُس سے ممانعت نہ آنا ہی اس کے جواز کی دلیل ہے۔ اگر جنازے کے ساتھ ذکرِ الٰہی منع ہوتا تو کم از کم ایک حدیث تو اس کی ممانعت میں آتی، جیسے رکوع میں قرآن مجید پڑھنا منع ہے، تو اس کی ممانعت کی حدیث موجود ہے، تو جس چیز سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سکوت فرمایا وہ کبھی ہمارے زمانے میں منع نہیں ہوسکتی۔

(۱۰) نتیجہ یہ نکلا کہ اگر جنازے کے تمام ہمراہی بلند آواز سے کلمہ طیبہ وغیرہا ذکرِ خدا و رسول عزوعلا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کرتے چلیں تو کچھ اعتراض نہیں بلکہ اُس کا کرنا نہ کرنے سے افضل ہے۔

نیز امام نابلسی ممدوح کتاب مذکور میں فرماتے ہیں:

لاینبغی ان ینھی الواعظ عما قال بہ امام من ائمۃ المسلمین بل ینبغی ان یقع النھی عما اجمع الائمۃ کلھم علی تحریمہ[1]

یہ نہ چاہئے کہ واعظ ایسی چیز سے روکے جسے ائمۂ مسلمین میں سے کسی امام نے جائز کہا ہو بلکہ ممانعت ایسے کام سے ہونا چاہئے جس کی حرمت پر سب ائمہ کا اجماع ہو۔ (ت)

درمختار میں ہے:

تحریما صلوۃ مع شروق الا العوام فلا یمنعون من فعلھا لانھم یترکونھا والاداء الجائز عند البعض اولی من الترک کما فی القنیۃ وغیرھا[2] اھ قلت ونقلہ سیّدی عبدالغنی فی الحدیقۃ عن شرح الدرر لابیہ عن المصفی شرح النسفیۃ عن الشیخ الامام الاستاذ حمید الدین عن شیخہ الامام الاجل جمال الدین

سُورج نکلتے وقت نماز مکروہِ تحریمی ہے مگر عوام کو اس سے منع نہ کیا جائے گا اس لئے کہ وہ نماز ہی ترک کردیں گے ــ جبکہ ترک سے وُہ ادائیگی بہتر ہے جو بعض کے نزدیک جائز ہے جیسا کہ قنیہ وغیرہا میں ہے اھ ۔ میں کہتا ہوں اسے سیدی عبدالغنی نابلسی نے حدیقہ ندیہ میں اپنے والد کی شرح درر سے نقل کیا ہے اُس میں نسفیہ کی شرح مصفی سے۔ اس میں شیخ امام استاذ حمید الدین سے نقل ہے۔ انھوں نے اپنے شیخ امام اجل جمال الدین محبوبی سے

---

[1] حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ الخلق الثامن والاربعون من الاخلاق الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۱۵۱

[2] درمختار کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۶۱

Marfat.com

میں مشغول ہوتے ہیں، موت سے اُنھیں کوئی عبرت نہیں ہوتی، ان کے دل اس سے غافل ہیں کہ میّت پر کیا گزری، فرماتے ہیں: بلکہ میں نے لوگوں کو ہنستے دیکھا، تو ایسی حالت میں ذکرِ جہر کرنا اور تعظیم خدا و رسول جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلند آواز سے پڑھنا عین نصیحت ہے کہ ان کے دلوں کے زنگ چھوٹیں اور غفلت سے بیدار ہوں۔

(۲) نیز اُس میں میّت کو تلقینِ ذکر کا فائدہ ہے کہ وہ سُن سُن کر سوالاتِ نکیرین کے جواب کے لئے تیار ہو۔

(۳) سیّدی علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے مسلمانوں کو ذکرِ خدا و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اذنِ عام ہے تو جب تک کسی خاص صورت کی ممانعت میں کوئی نص یا اجماع نہ ہو انکار کیا مناسب ہے؟

(۴) نیز انہی امام عارف نے فرمایا، الٰہی جو اُس سے منع کرے اُس کا دل کس قدر سخت اندھا ہے، جنازے کے ساتھ ذکرِ خدا و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بند کرنے کی تو یہ کوشش اور بھنگ بکتی دیکھیں تو اُس سے اتنا نہ کہیں کہ یہ تجھ پر حرام ہے۔ فرماتے ہیں بلکہ میں نے اُنہی میں ایک کو دیکھا کہ اس سے تو منع کرتا اور خود اپنی پیش نمازی کی تنخواہ بھنگ فروش کے حرام مال سے لیتا۔

(۵) امام عارف باللہ سیّدی شعرانی قدس سرہ الربانی فرماتے ہیں: اکابر کرام کے یہاں عہد ہے جو اچھی بات مسلمانوں نے نئی نکالی ہو اُس سے منع نہ کریں گے خصوصاً جب وہ اللہ و رسول عزجلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تعلق رکھتی ہو، جیسے جنازے کے ساتھ قرآن مجید یا کلمہ شریف یا اور ذکرِ خدا و رسول کرنا جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(۶) نیز امامِ ممدوح فرماتے ہیں: جو اُسے ناجائز کہے اُسے شریعت کی سمجھ نہیں۔

(۷) نیز فرماتے ہیں: ہر وہ بات کہ زمانِ برکت توأمان حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نہ تھی مذموم نہیں ہوتی، ورنہ اس کا دروازہ کھُلے تو ائمہ مجتہدین نے جتنی نیک باتیں نکالیں اُن کے وہ سب اقوال مردود ہو جائیں۔

(۸) فرماتے ہیں: بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد سے کہ (جو شخص دینِ اسلام میں نیک بات نکالے اُسے اس کا اجر ملے اور قیامت تک جتنے لوگ اس نیک بات کو بجا لائیں سب کا ثواب اُس ایجاد کنندہ کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے) علمائے امت کے لئے اس کا دروازہ کھول دیا ہے کہ نیک طریقے ایجاد کر کے جاری کریں اور انھیں شریعتِ محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملحق کریں، یعنی جب حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ عام اجازت فرمائی ہے تو جو نیک نئی بات نئی پیدا ہو گئی وہ نئی

Marfat.com

فرمودند کہ فاتحہ خواندن پیشِ جنازہ ما و کلمہ طیب و آیت شریفہ بے ادبی ست ایں دو بیت بخوانیدہ: ؎

(۱) مفلسانیم آمدہ در کوئے تو
شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

(۲) دست بکشا جانبِ زنبیلِ ما
آفریں بر دست و بر پہلوئے تو

من ہم میگویم پیشِ جنازہ من ہمیں اشعار بخوانند: ؎

(۱) وفدت علی الکریم بغیر زاد
من الحسنات والقلب السلیم

فحمل الزاد اقبح کل شئ
اذا کان الوفود علی الکریم[1]

نے فرمایا: ہمارے جنازہ کے سامنے فاتحہ، کلمہ طیب اور آیت شریف پڑھنا بے ادبی ہے یہ دو شعر پڑھنا:

(۱) ہم مفلس آپ کی گلی میں آئے ہیں، خدا کے لئے اپنے جمالِ رُخ کا کچھ صدقہ عطا ہو۔

(۲) ہماری جھولی کی طرف ہاتھ بڑھائیں، آپ کے ہاتھ اور آپ کے پہلو پہ آفرین ہو۔

میں بھی کہتا ہوں کہ میرے جنازہ کے سامنے یہی اشعار پڑھنا:

(۱) کریم کے دربار میں قلبِ سلیم اور نیکیوں کا کوئی توشہ لئے بغیر حاضر ہو رہا ہوں۔

(۲) کہ جب کسی کریم کے دربار میں حاضری ہو تو توشہ لے کر جانا بہت بُری بات ہے۔ (ت)

حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہ العزیز مولانا خالد کردی کے مرشد برحق ہیں۔ ضمیمہ مقاماتِ مظہریہ کے ص ۲۹ میں مولانا خالد کردی اپنے قصیدہ میں فرماتے ہیں: ؎

(۱) وانالنی اعلی المآرب والمنی
اعنی لقاء المرشد المفضال

(۲) من نور الآفاق بعد ظلامہا
وھدی جمیع الخلق بعد ضلال

(۳) اعنی غلام علی القرم الذی
من لحظہ یحیی الرمیم البالی[2]

(۱) مجھے سب سے بلند مقصد و آرزو عطا فرمائی۔ یعنی بڑے فضل و کرم والے مرشد کی صحبت نصیب کی۔

(۲) وہ جس نے تاریک آفاق روشن کر دئے اور ساری گمراہ مخلوق کو ہدایت فرمائی۔

(۳) یعنی وہ سردار عظیم غلام علی جس کی نظر سے بوسیدہ ہڈیوں میں جان پڑ جاتی ہے۔

اور یہ مولانا خالد کردی علامہ شامی کے مرشد ہیں، اس کا ثبوت ردالمحتار جلد ۲ صفحہ ۵۲۴ کی اس عبارت سے ہے:

---

[1] مقاماتِ مظہریہ
[2] ضمیمہ " "

Marfat.com

المحبوبی وایضا عن شمس الائمۃ الحلوانی وعن القنیۃ عن النسفی والحلوانی وایضا فی ردالمحتار عن البحر عن المجتبی عن الامام الفقیہ ابی جعفر فی مسئلۃ التکبیر فی الاسواق فی الایام العشر الذی عندی انہ لاینبغی ان تمنع العامۃ عنہ لقلۃ رغبتھم فی الخیر وبہ ناخذ اھ[1] و فی الحدیقۃ الندیۃ، ومن ھذا القبیل نھی الناس عن صلٰوۃ الرغائب بالجماعۃ وصلٰوۃ لیلۃ القدر ونحو ذلک وان صرح العلماء بالکراھۃ بالجماعۃ فیھا فلا یفتی بذلک العوام لئلا تقل رغبتھم فی الخیرات[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

نقل کیا ہے۔ اور شمس الائمہ حلوانی سے اور قنیہ سے اس میں نسفی وحلوانی سے بھی نقل کیا ہے ـــــ اور ردالمحتار میں بحر سے، اس میں مجتبٰی سے، اس میں امام فقیہ ابوجعفر سے عشرۂ ذی الحجہ میں بازاروں کے اندر تکبیر کہنے کے مسئلہ میں نقل ہے کہ میرے نزدیک یہ ہے کہ عوام کو اس سے نہ روکا جائے کہ اس کی وجہ سے نیکیوں میں ان کی رغبت کم ہوجائے گی۔ اور ہم اسی کو لیتے ہیں اھ ـــــ حدیقہ میں ہے: اسی قبیل سے جماعت کے ساتھ صلٰوۃ الرغائب اور نماز شب قدر اور اس جیسے افعال سے نہی کا معاملہ ہے کہ اگرچہ علمائے جماعت کے ساتھ یہ نماز مکروہ ہونے کی صراحت فرمائی ہے مگر عوام کو اس کا فتوٰی نہ دیا جائے گا کہ نیکیوں میں ان کی رغبت کم نہ ہوجائے ـــــ اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۴: ازاحمد آباد گجرات محلہ جمال پور مرسلہ مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

ہمارے یہاں شہر احمد آباد میں جنازہ کے ہمراہ کلمۂ طیب کا ذکر احباب اہلسنت درمیانی آواز سے کرتے ہیں، اسے بعض مکروہِ تحریمی وتنزیہی کہتے ہیں ان کی تردید میں علمائے اہلسنت نے چار رسالے تصنیف کرکے شائع کئے ہیں اور وہ اہل حق کے پاس موجود ہیں، الحمدللہ علٰی ذلک، اب ضرورت اس مسئلہ کی اہلسنت کو ہے، حضرت خواجہ بہاءُ الدین نقشبند قدس سرہُ العزیز نے اپنے جنازہ میں فارسی کے اشعار اور حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جنازہ میں عربی کے اشعار پڑھنے کی اپنے مریدوں کو وصیت کی۔ مقاماتِ مظہریہ ص ۱۵۷ میں ہے:

می فرمودند کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] ردالمحتار باب العیدین مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/۵۶۴

[2] حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ الخلق الثامن والاربعون مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۱۵۰

Marfat.com

پڑھیں یا نہیں ؟

یا پنجتن بچانا جب جان تن سے نکلے | نکلے تو یا محمد کہہ کر بدن سے نکلے
آوے گا میرا پیارا باجے گی دھن کی مُرلی | جب وہ مراسنوریا جوبن کے بن سے نکلے
میرے مریضِ دل کی امید ہے تو یہ ہے | زانو پہ اُس کے سرہو اور جان تن سے نکلے
نکلے جنازہ میرا اُس یار کی گلی سے | تو کلمۂ شہادت سب کے دہن سے نکلے
کیا لایا تھا سکندر دنیا سے لے گیا کیا | تھے دونوں ہاتھ خالی باہر کفن سے نکلے

الجواب

اللہ عزّوجل کا ذکر اصل مقصود و اجل مقاصد و مغز جملہ عبادت ہے اقم الصلوٰۃ لذکری[1] (میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو۔ ت) وہ ہر حال میں مطلوب،

یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلیٰ جنوبھم[2] وہ کھڑے بیٹھے، کروٹوں پر لیٹے اللہ تعالٰی کا ذکر کرتے ہیں۔ کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یذکر اللہ فی کل احیانہ[3] رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سبھی اوقات میں خدا کا ذکر کیا کرتے۔ (ت)

بلا تقیید اُس کی تکثیر کا حکم:

واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون[4]۔ اللہ کا ذکر زیادہ کرو تاکہ فلاح پاؤ۔ (ت)

اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا انہ مجنون[5]۔ (الحدیث) خدا کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ لوگ کہیں کہ یہ مجنون ہے۔ (ت)

ذکر کے لئے انحاء کثیرہ ہیں، قلبی ولسانی وخفی وجلی وتلاوت وثناء و درود و دعا و عبادات و طاعات۔ باوصف اطلاق لبعض مقامات کو بعض انحاء سے خصوصیت ہوتی ہے۔ محلِ جنازہ مقامِ تفکر ہے کہ ذکرِ قلبی ہے۔ تفکر ساعۃ خیر من عبادۃ الثقلین (گھڑی بھر کا تفکر انسانوں اور

---

[1] القرآن ۲۰/۱۴

[2] القرآن ۳/۱۹۱

[3] المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۴۹۹

[4] القرآن ۶۲/۱۰

[5] مسند احمد بن حنبل مروی از ابوسعید دارالفکر بیروت ۳/۶۸ و ۷۱
تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ترجمۂ دراج بن سمعان المصری داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۲۴

Marfat.com

وقد بسطنا الکلام فی رسالتنا سل الحسام الهندی لنصرة سیدنا خالد النقشبندی[1]

اور ہم نے اپنے رسالہ "سل الحسام الهندی لنصرۃ سیدنا خالد النقشبندی" میں تفصیل سے کلام کیا ہے۔ (ت)

علامہ شامی کے دادا مرشد کے جنازہ میں عربی اشعار اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمہ اللہ تعالٰی کے جنازہ میں فارسی اشعار پڑھے گئے، ان اشعار کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ جائز ہے تو دلائل کیا ہیں؟ جو مکروہ تحریمی کہتے ہیں وہ علامہ شامی کی ردالمحتار ج ۱ ص ۹۳۲ کے اس قول کو پیش کرتے ہیں:

(قوله کما کره الخ) قیل تحریما وقیل تنزیها کما فی البحر عن الغایة وفیه عنها وینبغی لمن تبع الجنازة ان یطیل الصمت وفیه عن الظهیریة فان اراد ان یذکر الله تعالٰی یذکره فی نفسه لقوله تعالٰی انه لا یحب المعتدین ای الجاهرین بالدعاء وعن ابراهیم انه کان یکره اذ یقول الرجل وهو یمشی معها استغفروا له غفر الله لکم اھ قلت واذا کان هذا فی الدعاء والذکر فما ظنك بالغناء الحادث فی هذا الزمان[2]

(جیساکہ مکروہ ہے) کہا گیا تحریمی، اور کہا گیا تنزیہی' جیساکہ بحر میں غایہ کے حوالے سے ہے اور اسی میں اس کے حوالے سے یہ بھی ہے: جنازہ کے ساتھ چلنے والے کو طول سکوت اختیار کرنا چاہئے' اور اسی میں ظہیریہ کے حوالے سے ہے۔ اگر اللہ کا ذکر کرنا چاہے تو آہستہ کرے اس لئے کہ ارشادِ باری ہے: بیشک وُہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ یعنی وُہ جو بلند آواز سے دُعا کرتے ہیں ___ حضرت ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ جب وُہ جنازے کے ساتھ چلتے اور کوئی بولتا "اس کے لئے استغفار کرو خدا تمھاری مغفرت فرمائے" تو انھیں ناگوار ہوتا اھ میں کہتا ہوں جب دُعا و ذکر کا یہ حکم ہے تو اس نغمہ زنی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جو اس زمانے میں پیدا ہوگئی ہے۔ (ت)

اس عبارت سے حضرت شاہ غلام علی و حضرت خواجہ بہاء الدین قدس سرہما نے جو فارسی و عربی کے اشعار اپنے جنازوں میں پڑھوائے اُن کی کراہت ثابت ہوتی ہے یا نہیں اور عدمِ کراہت و جواز اُن اشعار کی کیا وجہ ہے اور غناء حادثات کی کراہت کی کیا وجہ ہے، دونوں کا حکم بیان فرمائیں، اور یہاں جنازہ کے ہمراہ یہ اشعار اردو کے بھی ایک حضرت خوش الحانی سے پڑھتے ہیں ان اشعار کو

[1] ردالمحتار کتاب النکاح قبیل فصل فی المحرمات ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۲/۲۷۹

[2] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۵۹۸

Marfat.com

ذاکرین کی زبانوں اور سامعین کے کانوں کو مشغول کرتا اور غافلین کو جگا کر لغویات سے باز رکھ کر ذکر وسماع کی طرف لاتا ہے۔ اور یہ سمجھ لینا کہ مسلمان ایسے ہوگئے کہ باوجود قرع وقوت قرع وتکرر بھی متاثر نہ ہوں گے۔ جہل و سوئے ظن ہے، تو اب ذکر جہر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے افراد سے ہے جس سے منع عکس ونقیض مقصود شرع ہے۔ علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقۂ ندیہ اور امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی عہود محمدیہ میں فرماتے ہیں:

ینبغی لعالم الحارۃ او شیخ للفقراء فی الحارۃ ان یعلم من یرید المشی مع الجنازۃ أداب المشی معھا من عدم اللغو فیھا وذکر من تولی وعزل من الولاۃ او سافر او رجع من التجارۃ و نحو ذلک فان ذکر الدنیا فی ذلک المحل مالہ محل، و کان سیدی علی الخواص رضی اللہ تعالٰی عنہ یقول اذا علم من الماشین مع الجنازۃ انھم لا یترکون اللغو فی الجنازۃ ویشتغلون باحوال الدنیا فینبغی ان یامرھم بقول لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ فان ذٰلک افضل من ترکہ، ولا ینبغی لفقیہ ان ینکر ذٰلک الا بنص او اجماع فان مع المسلمین الاذن العام من الشارع بقول لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کل وقت شأوا یا اللہ العجب من عمی قلب من ینکر مثل ھذا وربما غرم عند الحکام الفلوس حتی یبطل قول المومنین (کلمۃ طیبۃ) فی طریق الجنازۃ، وھو یری الحشیش یباع فلا یکلف خاطرہ ان یقول للحشاش حرام علیک بل رأیت فقیھا منھم یاخذ معلوم امامتہ من فلوس بائع الحشیش والبرش۔

عالم محلہ یا فقرائے محلہ کے بزرگ کو چاہئے کہ جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کو اس کے ساتھ چلنے کے آداب سکھائے کہ اس میں لغو باتیں نہ ہوں، کون حاکم ہوا، کون معزول ہوا، کون تاجر سفر سے آیا کون گیا، اسی طرح کی باتیں نہ ہوں اس لئے کہ اس جگہ دنیا کی باتوں کا کوئی موقع نہیں ـــ سیدی علی خواص رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے تھے کہ جب جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ جنازہ میں لغو سے باز نہ آئیں گے اور دنیا کی باتوں میں مشغول رہیں گے تو انھیں حکم دینا چاہئے کہ کلمۂ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پڑھیں کہ اسے پڑھنا اس کے ترک سے افضل ہے۔ اور کسی فقیہ کو بغیر نص یا اجماع کے اس سے منع نہ کرنا چاہئے اس لئے کہ مسلمانوں کو شارع کی جانب سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے کا اذنِ عام ہے وہ جب چاہیں پڑھیں، الٰہی اس دل کے اندھے پن سے تعجب ہے جو اس طریقے کے عمل سے روکتا ہے، شاید جنازہ کے راستے میں کلمہ طیبہ پڑھنے کو باطل قرار دے کر حکام سے مالِ دنیا کی طمع رکھتا ہے جبکہ وہ راستے

Marfat.com

جنوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ت) ولہذا فقہائے ذکر ذکرلسانی پر ترجیح دی گئی ورنہ ذکر پر تفصیل محال ہوتی و ذکراللہ اکبر (اور اللہ تعالیٰ کا ذکر سب سے بڑھا ہوا ہے۔ت) اس نحو ذکر کے لئے صمت یعنی خاموشی بہتر ہوتی ہے، و لہذا فقہاء نے ینبغی ان یطیل الصمت (طویل سکوت اختیار کرنا چاہئے۔ت) فرمایا، صدرِ اول میں غالباً یہی معمول تھا یہاں تک کہ جنازہ کے ساتھ چلنے میں یہ نہ معلوم ہوتا کہ ہمارے دہنے ہاتھ پہ کون اور بائیں ہاتھ پہ کون، ہر شخص اپنی فکر میں مشغول ہوتا اور اپنے لئے یہ وقت آنا اور پھر اس وقت کیا ہوگا؟ کیسے گزرے گی؟ اپنے اعمال کی حالت کیا ہے؟ اس دھن میں مستغرق ہوتا گویا ہر شخص اس جنازہ کو اپنا ہی جنازہ جانتا، بلاشبہ اُس وقت کیا مناسب یہی حالت ہے اور اس حالت کے مناسب وہی صمتِ مطلق کہ سانس کے سوا اصلاً آواز نہ ہو۔ جب زمانہ بدلا اور صدرِ اوّل کا سا خوف عام مسلمانوں میں نہ رہا، صمتِ محض بہتوں کو باعث پریشان خیالی ہوا، اطبائے قلوب نے ذکرلسانی خفی کا اضافہ فرمایا کہ ان اراد ان یذکراللہ تعالیٰ یذکرہ فی نفسہ (اگر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہے تو آہستہ کرے۔ت)

اقول اس میں حکمت یہ تھی کہ صمت فی نفسہ کوئی شے مطلوب نہیں کہ قولِ خیر عدم قول مطلق سے قطعاً افضل ہے ولہذا ارشاد ہوا:

ان لایزال لسانك رطبا من ذکراللہ[1] ہمیشہ تمہاری زبان خدا کے ذکر سے تر رہے۔(ت)

اگر شرائع نے اُسے صوم میں رکھا تھا۔ ہماری شریعت غرا نے اُسے منسوخ فرمادیا۔ مجوس کے یہاں وقت اکل صمت ہے، ہماری شریعت میں وہ مکروہ و لازم الاحتراز ہے۔ یہاں ایک ذریعہ بعد معین مقصود ہو کر مطلوب ہوا تھا کہ عمل لسان وجہ انقسام توجہ نہ ہو۔ اب کہ دیکھا کہ زمانہ بدلا، اب وہ معین ہونے کے عوض بہتوں کے لئے مخل مقصود ہونے لگا، تحصیل اصل مقصود کے لئے ذکرلسانی بتایا اور خفی رکھا کہ سب تو ایسے پریشان خیال نہیں جہر سے اہلِ تفکر کا ذہن نہ ہٹے۔ جب زمانہ اور بدلا اور عامۂ ناس غالباً اسی قسم کے رہ گئے اور فقہ میں اکثر ہی کا اعتبار ہے۔

النادر مستثنیٰ ولا یفرد بحکم کما فی فتح القدیر[2] ورد المحتار وغیرھما۔ نادر مستثنیٰ ہے اور اس کا الگ حکم بیان نہیں ہوتا، جیسا کہ فتح القدیر اور ردالمحتار وغیرہما میں ہے (ت)

اطبائے روحانی نے جہر بالذکر کی اجازت دی کہ وہ اوقع فی النفوس وادفع للوساوس وانفع للناس ہے

---

[1] جامع الترمذی ابواب الدعوات امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۷۳
مسند احمد بن حنبل حدیث عبداللہ بن بسر المازنی الخ دارالفکر بیروت ۴/۱۸۸
[2] ردالمحتار کتاب النکاح باب النفقۃ مصطفی البابی مصر ۲/۷۳۰
ملتقی شرح ملتقی علی ھامش مجمع الانہر کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۰۰

Marfat.com

استحسنوه ویلحقوه بشریعة رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بقوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من سن سنة حسنة فله اجرها واجر من یعمل بها وکلمة لا اله الا الله محمد رسول الله اکبر الحسنات فکیف یمنع منها وتأمل احوال غالب الخلق الآن فی الجنازة تجدهم مشغولین بحکایات الدنیا لم یعتبروا بالمیت وقلبهم غافل عن جمیع ما وقع له بل رأیت منهم من یضحك واذا تعارض عندنا مثل ذلك وکون ذلك لم یکن فی عهد رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قدمنا ذکر الله عز وجل بل کل حدیث لغو اولیٰ من حدیث ابناء الدنیا فلو صاح کل من فی الجنازة بلا اله الا الله فلا اعتراض ولم یاتنا فی ذلك شئ عن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فلو کان ذکر الله فی الجنازة منهیا عنه لبلغنا ولو فی حدیث کما بلغنا فی قراءة القرآن فی الرکوع فافهم وشئ سکت عنه الشارع

اجازت دی ہے کہ ایسے طریقے ایجاد کریں جن کو وہ اچھا جانیں اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شریعت میں شامل کریں۔ یہ اجازت اس ارشادِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے کہ جس نے کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اس کے لئے اس ایجاد کا ثواب اور آئندہ اس پہ تمام عمل کرنے والوں کا ثواب ہے۔ کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ توسب سے بڑی نیکی ہے پھر اس سے کیونکر روکا جائے گا؟ اس وقت جنازہ میں اکثر لوگوں کے حالات کا جائزہ لو انھیں دنیاوی باتوں میں مشغول پاؤ گے میت کے حال سے کوئی عبرت نہیں، دل اس سارے واقعہ سے جو اسے درپیش ہے غافل ہے بلکہ ان میں ہنسی کرنے والے بھی نظر آئیں گے، جب ایک طرف یہ حال ہو اور دوسری طرف یہ کہ اس وقت کلمہ پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں نہ تھا تو عمل کیا ہو، ایسے وقت ہم اللہ عزوجل کے ذکر کو مقدم رکھیں گے، بلکہ ہر لغو بات جنازے کے اندر دنیا کی باتوں کی بہ نسبت اچھی ہے، تو اگر جنازہ میں کوئی بلند آواز سے لا الٰہ الا اللہ پڑھے اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ ہمیں اس سے ممانعت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کوئی حدیث نہ ملی۔ اگر اللہ کا ذکر ممنوع ہوتا تو کوئی نہ کوئی حدیث اس بارے میں آتی، جیسے رکوع میں تلاوتِ قرآن ممنوع ہے تو حدیث میں وارد بھی ہے۔ تو اسے سمجھو ۔ وہ چیز جس سے شارع

Marfat.com

فنسأل الله العافیۃ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم[1] میں بھنگ بکتے دیکھے تو بھنگ فروش سے اتنا کہنے کی زحمت نہ اٹھائے کہ یہ کام حرام ہے، بلکہ میں نے ان میں ایسے فقیہ کو بھی دیکھا ہے جو بھنگ فروش کے مال سے اپنی پیش نمازی کی تنخواہ وصول کرتا ہے ——— تو خدا ہی سے عافیت کا سوال ہے ——— اور اللہ جسے چاہے سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔ (ت)

کتاب عہود المشائخ امام شعرانی پھر حدیقہ مبارکہ میں ہے:

ولا نمکن احدا من اخواننا ینکر شیئا ابتدعه المسلمون علٰی جھۃ القربۃ الی اللہ تعالٰی ورأوہ حسنا کما مر تقریرہ مرارا فی ھذہ العھود لاسیما ما کان متعلقا باللہ تعالٰی ورسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کقول الناس امام الجنازۃ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ او قراءۃ احد القرآن امامھا ونحو ذلك فمن حرم ذلك فھو قاصر عن فھم الشریعۃ لانہ ما کل مالم یکن علٰی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یکون مذموما وقد رجح النووی رحمہ اللہ تعالٰی ان الکلام خلاف اولٰی فقط۔

ہم اپنے دوستوں کو کسی ایسی چیز سے روکنے کی اجازت نہ دیں گے جو مسلمانوں نے خدا کی بارگاہ میں تقرب کے طور پر ایجاد کی ہو اور اسے اچھا جانتے ہوں، جیسا کہ بارہا اس کی تقریر اسی کتاب عہود میں گزر چکی ہے، خصوصاً وہ چیز جس کا تعلق رب تعالٰی اور اس کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہو۔ جیسے لوگوں کا جنازہ کے سامنے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنا، یا وہاں پر قرآن کی تلاوت کرنا اور اس طرح کی باتیں، اسے جو حرام کہے وُہ شریعت کے فہم سے قاصر ہے۔ اس لئے کہ ہر وُہ چیز جو عہدِ رسالت میں نہ رہی ہو بُری نہیں۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالٰی نے تو اسے ترجیح دی ہے کہ کلام صرف خلافِ اولٰی ہے۔

واعلم انہ لوفتح ھذا الباب لردت اقوال المجتھدین فی جمیع ما استحبوا من المحاسن ولا قائل بہ وقد فتح رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعلماء امتہ ھذا الباب واباح لھم ان یسنوا کل شئ

یہ جان لو اگر اس کا دروازہ کھولا جائے تو مجتہدین کرام کے وُہ تمام اقوال مردود ہو جائیں جو انہوں نے اپنے پسند کردہ محاسن کے بارے میں استخراج فرمائے ہیں اور کوئی اس کا قائل کیوں ہوگا جبکہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی اُمت کے علماء کے لئے یہ دروازہ کھُلا رکھا ہے اور انھیں

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الصنف الثالث مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۲۰۹

Marfat.com

مشرکین کے اشعار کا اشعار میں جواب دینا اور اُن شعروں کو پڑھنا اور حضورِ انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا سننا ثابت ہے اگرچہ یہ اشعار ذکرِ الٰہی نہ ہوتے، مسجد میں ان کے لئے منبر بچھانے کی اجازت کیونکر!

فانما بنیت المساجد لذکر اللہ و الصلٰوۃ۔[1] کہ مسجدیں خدا کے ذکر اور نماز ہی کے لئے بنائی گئی ہیں۔ (ت)

اور جب یہ ذکر نہ ہوتا تو اس کے لئے اہتمام فرمانا معاذ اللہ غفلت کے لئے اہتمام ہوتا۔ اور یہ محال ہے لاجرم اشعارِ حمد و نعت و ثناء و دُعاء و وعظ و پند ذکرِ الٰہی ہیں، اور غنا وہ کہ ان سے جُدا ہو کہ غنا کو آیۂ کریمہ ومن الناس من یشتری لھو الحدیث[2] (لوگوں میں کوئی ایسا ہے جو لھو کی بات خریدتا ہے۔ ت) میں داخل کرتے ہیں اور بداہۃً معلوم کہ حمد و نعت و دعا و وعظ ہرگز لھو الحدیث نہیں، ولہذا جوہرہ و درمنتقی و ردالمحتار میں ہے:

مانقل انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سمع الشعر لم یدل علٰی اباحۃ الغناء و یجوز حملہ علی الشعر المباح المشتمل علی الحکمۃ والوعظ۔[3] حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے شعر سُننا جو منقول ہے اس سے غنا کی اباحت ثابت نہیں ہوتی اسے ایسے شعر پر محمول کیا جاسکتا ہے جو جائز اور حکمت و نصیحت پر مشتمل ہو۔ (ت)

تو ثابت ہوا کہ قول علّامہ شامی: فماظنك بالغناء الحادث فی ھٰذا الزمان[4] (اس زمانے میں پیدا شدہ نغمہ زنی کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے۔ ت) خود بشہادت علّامہ شامی اُن اشعار کے بارے میں ہے جو حکمت و وعظ پر مشتمل نہ ہوں، جیسے میّت کا مرثیہ یا اُس کی تعریف، مدح بافراط یا اشعار مہیجہ مکروہ، حزن مزیلہ صبر و داعی نوحہ گری و گریبان دری کہ یہ بلاشبہہ حکمت و وعظ سے خالی، بلکہ اُس کے خلاف اور اپنے احوال پر حرام مکروہ و گزاف ہیں بخلاف اُن اشعار فارسی و عربی مذکورہ سوال کا کہ ذکرِ الٰہی سے جُدا نہیں، البتہ اشعار اردو میں حاجت ترمیم و تبدیل ہے، شعرِ اوّل میں نام پاک لے کر ندا ہے اور صحیح یہ کہ جائز نہیں

---

[1] مرقاۃ المفاتیح باب المساجد مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/ ۱۹۷
[2] القرآن ۳۱/ ۶
[3] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۵/ ۲۲۲
[4] ؍؍ باب صلوٰۃ الجنائز ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/ ۵۹۸

Marfat.com

اوائل الاسلام لا یمنع منہ اواخر الزمان[1] علیہ السلام نے اسلام کے ابتدائی زمانے میں سکوت فرمایا ہے وُہ آخر زمانے میں ممنوع نہیں ہوسکتی (ت)

بالجملہ بجائے صمت، اقامت جہر بالذکر تحصیل مقصود کے لئے تبدیل ذریعہ بمصلحت حالیہ ہے نہ کہ تفویت مقصود، جاہل وُہ جو خموشی کو مقصود اصل جانے، مطلوب ذکر ہے۔ جب خموشی میں اور اب جہر بالذکر میں، خادم فقہ جانتا ہے تحصیلِ مقصود کے لئے بعض مکروہات سے کراہت زائل ہوجاتی ہے، جیسے نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے اور خشوع یونہی ملتا ہے تو آنکھیں بند کرنا ہی اولٰی،

کما فی الدر المختار کرہ تغمیض عینیہ للنھی الا لکمال الخشوع[2] وفی رد المحتار بان خاف فوت الخشوع بسبب رؤیۃ مایفرق الخاطر فلا یکرہ بل قال بعض العلماء انہ الاولی ولیس ببعید حلیۃ و بحر[3] اھ **اقول** ولعل التحقیق ان بخشیۃ فوات الخشوع تزول الکراھۃ و بتحققہ یحصل الاستحباب واللہ تعالٰی اعلم۔

جیسا کہ درمختار میں ہے: نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس ممانعت آئی ہے لیکن اگر کمالِ خشوع کیلئے ہو تو مکروہ نہیں۔ ردالمحتار میں ہے: اس طرح کہ طبیعت کو منتشر کرنے والی چیزیں دیکھنے کے سبب خشوع فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو مکروہ نہیں بلکہ بعض علماء نے فرمایا کہ اولٰی ہے، اور یہ کوئی بعید نہیں ــ حلیہ و بحر ــ اھ ــ **اقول** شاید تحقیق یہ ہے کہ خشوع فوت ہونے کے اندیشہ کی وجہ سے کراہت زائل ہوجاتی ہے اور آنکھ بند کرلینے پر خشوع متحقق ہوجانے سے استحباب حاصل ہوجاتا ہے اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

تو یہاں یہ کہ ذکر اعظم مطلوبات سے تھا اور منع ایک وجہ بعید کے لئے کہ ذریعہ مقصود میں مخل نہ ہو، اور اب وہ ذریعہ ہی نہ رہا، بلکہ منعکس ہوگیا۔ تو وُہ منع اگرچہ تنزیہی ہو باقی رہنا کس قدر فقاہت سے دور، بلکہ عقل سے مہجور ہے۔ پھر ذکر کہ عرض عریض ہے۔ ذکرِ موت و ذکرِ قبر و ذکرِ آخرت و ذکرِ انبیاء و ذکرِ اولیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والثناء سب ذکرِ الٰہی ہیں، ہم نے اپنی تعلیقات کتاب مستطاب اذاقۃ الاثام میں اس پر بارہ[12] دلائل قائم کئے ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں حضور سیدنا حسّان ابن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف سے

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الصنف الثالث الخ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۴۰۹

[2] درمختار باب مایفسد الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۲

[3] ردالمحتار " " " ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/۴۳۴

Marfat.com

چھوڑدیں اُس سے بات نہ کریں، اُس کے پاس نہ بیٹھیں، تو ضرور وہ اس کا سزاوار ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وامّا ینسینّك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1]

اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھنا۔ (ت)

مگر بعد موت ہر سُنّی صحیح العقیدہ کو غسل و کفن دینا، اس کے جنازے کی نماز پڑھنا الّا ما استثنٰی ولیس ھذا منھم (اگر وہ جن کا استثنار کیا گیا ہے اور یہ ان میں سے نہیں ۔ ت) فرض قطعی علی الکفایہ ہے۔ اگر سب چھوڑدیں جن جن کو اطلاع تھی سب گنہ گار و تارکِ فرض و مستحق عذاب ہوں گے۔ جس نے تین مسلمانوں کو بے نماز دفن کرادیا فاسق، مرتکب کبیرہ، مستوجب سزائے شدید ہوا، بے نماز کہ نماز کو فرض جانتا ہو اس کی تحقیر نہ کرتا ہو اگرچہ نفس و شیطان کے پھندے میں آکر نہ پڑھتا ہو مرتکبِ کبائر ہے، مستحق عذابِ نار ہے، مگر کافر نہیں، باغی نہیں، ڈاکو نہیں، ایک تباہ کار مسلمان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الصلوٰۃ واجبۃ علیکم علٰی کل مسلم یموت برا کان او فاجرا وان ھو عمل الکبائر[2]

تم پر ہر مسلمان کی نمازِ جنازہ فرض ہے سوا چار کے، باغی، رہزن جب کہ یہ جنگ میں قتل ہوں۔ اسی طرح رات کو شہر کے اندر ہتھیار لے کر لوٹ مار کرنے والا، گلا دبا کر مارنے والا، اپنے ماں باپ میں سے کسی کا قاتل، نہر میں اسے بھی باغیوں سے لاحق کیا ہے۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

الدواوین ثلٰثۃ فدیوان لا یغفر اللہ منہ شیئا، ودیوان لا یعبأ اللہ منہ شیئا، ودیوان لا یترك اللہ منہ شیئا، فامّا الدیوان الذی لا یغفر اللہ منہ شیئا، فالاشراك باللہ، واما الدیوان الذی لا یعبأ اللہ منہ شیئا فظلم العبد

دفتر تین ہیں، ایک دفتر میں سے اللہ تعالیٰ کچھ معاف نہ فرمائے گا، اور دوسرے کی اللہ کو کچھ پروا نہیں، اور تیسرے میں سے اللہ کچھ نہ چھوڑے گا۔ وہ دفتر جس میں سے اللہ تعالیٰ کچھ معاف نہ فرمائیگا دفترِ کفر ہے۔ اور وہ جس کی اللہ کو کچھ پروا نہیں وہ بندے کا اپنے رب کے معاملے میں اپنی جان پر

---

[1] القرآن ۶/۶۷

[2] سنن ابوداؤد کتاب الجہاد مطبوعہ آفتاب عالم پریس، لاہور ۱/۳۴۳

Marfat.com

بلکہ اوصافِ کریمہ کے ساتھ ہو، مثلاً یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ۔ دوسرا شعر مہمل و بے معنی، اور حیثیتِ شعری سے بھی مختل ہے اور بعض جہال سنّوریا سے ذاتِ اقدس مراد رکھتے ہیں، اس وقت وہ قریب بہ کلمۂ کفر ہو جائے گا۔ تیسرا شعر بھی کچھ مفید نہیں، ہاں چوتھے اور پانچویں میں حرج نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵ از قادری گنج ضلع بیر بھوم ملک بنگال مرسلہ سید ظہور الحسن صاحب قادری رزاقی مرشدی کرمانی ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

جنازہ کے ہمراہ بلند آواز سے کلمہ طیبہ و وظیفہ غوثیہ یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ پڑھتے چلنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

جنازہ کے ساتھ ذکر بالجہر میں حرج نہیں کما حققہ السید عبد الغنی النابلسی قدس سرہ القدسی فی الحدیقۃ الندیۃ (جیسا کہ سید عبد الغنی النابلسی قدس سرہ القدسی نے حدیقہ ندیہ میں اس کی تحقیق فرمائی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶ بعض جگہ دیکھا گیا ہے کہ جنازہ کے ساتھ غزلیں نعتیہ پڑھتے جاتے ہیں اس کی نسبت کیا حکم ہے؟

الجواب

جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۷ از موضع شرشدی جونیئر مدرسہ ڈاک خانہ رفیستی ضلع نواکھالی مرسلہ مولوی عبد الکریم ۲۶ جمادی الاُخریٰ ۱۳۳۸ھ

ما قول علمائنا رحمھم اللہ (ہمارے علمائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کیا فرماتے ہیں۔ ت) ایک حنفی عالم کہتا ہے کہ بے نمازی کافر و مرتد ہے اس پر نمازِ جنازہ پڑھنا جائز نہیں اور اُس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کرنا چاہیے۔ اس عالم کا قول مردود ہے یا نہیں؟ تین شخصوں کو بے نمازِ جنازہ دفن کرا دیا ہے اس پر شرعاً کیا وعید عائد ہو سکتی ہے؟ دُنیا میں ایسا مسلمان نہیں جو گاہ بگاہ پنجگانہ و عید نہ پڑھتا ہو۔

الجواب

ایمان و تصحیح عقائد کے بعد جملہ حقوق اللہ میں سب سے اہم و اعظم نماز ہے۔ جمعہ و عیدین یا بلا پابندی پنجگانہ پڑھنا ہرگز نجات کا ذمہ دار نہیں۔ جس نے قصداً ایک وقت کی چھوڑی ہزاروں برس جہنم میں رہنے کا مستحق ہوا، جب تک توبہ نہ کرے اور اس کی قضا نہ کر لے، مسلمان اگر اُس کی زندگی میں اُسے یکلخت

Marfat.com

بغاۃ وقطاع طریق اذا قتلوا فی الحرب وکذا مکابر فی مصر لیلا بسلاح وخناق وقاتل احد ابویہ الحقہ فی النھر بالبغاۃ[1] (ملخصا) واللہ تعالٰی اعلم۔

باغی، رہزن جبکہ یہ لڑائی میں مارے گئے ہوں۔ اسی طرح رات کو شہر کے اندر ہتھیار لے کر لوٹ مار کرنے والا، گلا دبا کر مارنے والا، اپنے ماں باپ میں سے کسی کو قتل کرنے والا، نہر میں اسے بھی باغیوں سے لاحق کیا ہے (ملخصاً) واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۸ از بنگالہ ضلع سلہٹ موضع قاسم نگر مرسلہ مولوی اکرم صاحب یکم ربیع الاول ۱۳۲۰ھ

بے نمازی کی نمازِ جنازہ چاہیے یا نہیں۔ اگر چاہیے تو کیا دلیل۔ جواب بالتفصیل بحوالہ کتبِ معتبرہ تحریر فرمائیے، بینوا توجروا۔

الجواب

صحیح یہ ہے کہ ترکِ نماز سخت کبیرہ اشد کفرانِ نعمت ہے، مگر کفر وارتداد نہیں، جبکہ انکارِ فرضیت یا استخفاف واہانت نہ کرے، اور نماز ہر مسلمان کے جنازے کی فرض کفایہ ہے، اگر سب چھوڑیں گے سب گنہگار رہیں گے، نمازِ پنجگانہ اُس پر فرض تھی اُس نے چھوڑی، نمازِ جنازہ ہم پر فرض ہے ہم کیوں چھوڑیں، اُس نے وُہ فرض چھوڑا جو خالص حق اللہ کریم غنی عزوجل کا تھا ہم وہ فرض چھوڑ دیں جس میں اللہ عزوجل کا بھی حق اور اس محتاج باشد الاحتیاج کا بھی حق العبد، یہ محض نادانی اور خود اپنی بھی بدخواہی ہے، علمائے کرام نے فرضیتِ نمازِ جنازہ سے صرف چند شخصوں کو استثناء فرمایا۔ باغی اور آپس کے بلوائی کہ فریقین بطور جاہلیت لڑیں اور اُن کے تماشائی اور ڈاکو، اور وُہ کہ لوگوں کو گلا دبا کر، پھانسی دے کر مار ڈالا کرتا ہو، اور وُہ جس نے اپنے ماں باپ کو قتل کیا۔ ظاہر ہے کہ بے نمازی ان سے خارج ہے تو اس کی نمازِ جنازہ مثل عام مسلمانوں کے فرض ہے۔

فی الدرالمختار ھی فرض علٰی کل مسلم مات خلا بغاۃ وقطاع طریق اذا قتلوا فی الحرب واھل عصبۃ ومکابر فی مصر لیلا وخناق وقاتل احد ابویہ اھ[2] ملخصا وفی ردالمحتار فی شرح

درمختار میں ہے، ہر مرنے والے مسلمان کی نمازِ جنازہ فرض ہے سوا باغی، رہزن کے جب یہ لڑائی میں مارے جائیں، اور جو براہِ عصبیت آپس میں لڑیں، رات کو ہتھیار لے کر شہر میں لوٹ مار کرنے والا، گلا دبا کر مار ڈالنے والا، اپنے والدین میں سے کسی کا

---

[1] درمختار باب صلوۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۲

[2] " " " " " ""

Marfat.com

نفسه فیما بینه وبین ربه من صوم یوم ترك اوصلاة ترکهٖ فان الله تعالٰی یغفر ذلك ان شاء و یتجاوز واما الدیوان الذی لایترك الله منه شیئا فمظالم العباد بینهم القصاص لا محالة[1] رواہ الامام احمد والحاکم فی المستدرك عن ام المؤمنین الصدیقة رضی الله تعالٰی عنہا۔

ظلم کرنا کہ کسی دن کا روزہ چھوڑ دیا یا نماز چھوڑ دی اللہ تعالٰی چاہے گا تو معاف کر دے گا اور درگزر فرمائیگا۔ اور وُہ دفتر جس میں سے اللہ تعالٰی کچھ نہ چھوڑے گا وُہ بندوں کے باہم ایک دوسرے پر ظلم ہیں ان کا بدلہ ضرور ہونا۔ اسے امام احمد نے اور مستدرک میں حاکم نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔

نیز فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

خمس صلوات کتبھن الله علی العباد، فمن جاء بھن فلم یضع منھن شیئا استخفافا بحقھن کان له عند الله عھد ان یدخل فی الجنة، ومن لم یات بھن فلیس له عند الله عھد، ان شاء عذبه وان شاء ادخله الجنة[2]۔ رواہ الائمة مالك واحمد وابوداؤد والنسائی وابن ماجة وابن حبان والحاکم والبیھقی بسند صحیح عن عبادة بن الصامت رضی الله تعالٰی عنه۔

پانچ نمازیں اللہ تعالٰی نے بندوں پر فرض کی ہیں جو انھیں بجا لائے اور اُن کے حق کو ہلکا جان کر اُن میں سے کچھ ضائع نہ کرے اللہ کے پاس عہد ہو کہ اُسے جنت میں داخل فرمائے اور جو انھیں بجا نہ لائے اُس کے لئے اللہ کے پاس عہد نہیں چاہے اسے عذاب کرے چاہے اسے جنت میں داخل کرے۔ اسے امام مالک، امام احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم اور بیہقی نے بسندِ صحیح حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

دُرِ مختار میں ہے:

ھی فرض علٰی کل مسلم مات خلا اربعة

ہر مسلمان کی نمازِ جنازہ فرض ہے سوائے چار کے

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۴۰/۶
المستدرک علی الصحیحین کتاب الاھوال " " " ۵۷۵/۴
[2] سنن ابوداؤد باب فیمن لم یوتر " آفتاب عالم پریس لاہور ۲۰۱/۱
مسند احمد بن حنبل مروی از عبادۃ بن الصامت " دار الفکر بیروت ۳۱۵/۵

Marfat.com

ھی فرض علیٰ کل مسلم مات خلا اربعۃ بغاۃ وقطاع طریق اذا قتلوا فی الحرب وکذا مکابر فی مصر لیلا بسلاح وخناق وقاتل احد ابویہ الحقہ فی النھر بالبغاۃ[1] ملخصًا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہرمسلمان کی نمازِ جنازہ فرض ہے سوا چار کے، باغی، رہزن جبکہ یہ جنگ میں قتل ہوں۔ اسی طرح رات کو شہر کے اندر ہتھیار لے کر لوٹ مار کرنے والا، گلا دبا کر مارنے والا، اپنے ماں باپ میں سے کسی کا قاتل، نہر میں اسے بھی باغیوں سے لاحق کیا ہے۔ ملخصًا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۰ ازموضع بکہ جیبی والا علاقہ ہیا گل، تھانہ ہری پور، ڈاک خانہ کوٹ نجیب اللہ خاں، مرسلہ مولوی شیر محمد صاحب ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص کبھی نماز پڑھے اور کبھی نہ پڑھے اُس کا جنازہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور بے نمازی کے لڑکے نابالغ کا جنازہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

بے نمازی اگرچہ فاسق ہے مگر مسلمان ہے، اور اُس کی نابالغ اولاد کا غسل وکفن اور نماز و دفن میں یہی حکم ہے جو اور مسلمانوں کا حدیث میں ارشاد ہوا: صلوا علیٰ کل بر و فاجر[2] (ہر نیک و بد کی نمازِ جنازہ پڑھو۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک طالب علم موضع فرید پور میں مولوی یسین کا شاگرد وہاں کی مسجد میں مقیم ہے اور وہ یہ کہتا ہے کہ بے نمازی کے جنازے کی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، اور قبر پر اذان دینا بھی جائز نہیں ہے، اور فاتحہ وغیرہ اور گیارھویں شریف کی نیاز کرنا جائز نہیں ہے، اور یہاں پر سب گاؤں کے مسلمانوں کو گمراہ کئے دیتا ہے لہٰذا یہ باتیں تحریر کردیں کہ جائز ہیں یا نہیں، بموجب شرع شریف کے جواب سے مشرف فرمائیے گا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اس شخص کے یہ مسئلے محض غلط اور بے سند ہیں۔ جنازے کی نماز ہر مسلمان پر فرض ہے الا ما استثناہ العلماء ولیس ھذا منھم (مگر وہ جس کا علماء نے استثناء کیا ہے اور یہ ان میں سے نہیں۔ ت)

---

[1] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۲

[2] سنن الدارقطنی باب صفۃ من تجوز الصلوٰۃ معہ والصلوٰۃ علیہ نشر السنۃ ملتان ۲/ ۵۷

سنن ابی داؤد باب فی الغزو مع ائمۃ الجور آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۴۳

Marfat.com

درر البحار فی النوازل جعل مشائخنا المقتولین فی العصبیة فی حکم اهل البغی وکذا الواقفون الناظرون الیهما ان اصابهم حجر او غیرہ وماتوا فی تلك الحالة ولو ماتوا بعد تفرقهم یصلی علیهم[1] اھ مختصرا واللہ تعالٰی اعلم۔

قال اھ بتلخیص ۔ ردالمحتار میں ہے: شرح درر البحار میں نوازل کے حوالے سے ہے کہ ہمارے مشائخ نے عصبیت میں مارے جانے والوں کو باغیوں کے حکم میں رکھا ہے ایسے ہی ان کے پاس کھڑے تماشا دیکھنے والے، اگر انھیں کوئی پتھر وغیرہ لگا اور اسی حالت میں مرگئے، ہاں اگر جدا ہونے کے بعد مرے تو ان کی نماز پڑھی جائے گی اھ مختصراً ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۹ از آرہ، مدرسہ فیض الغربا۔ مرسلہ مولوی رحیم بخش صاحب قادری برکاتی رضوی ۲۷ جمادی الاُخرٰی ۱۳۳۴ھ

زید تمام ضروریاتِ دین کو تسلیم کرتا ہے کسی ایک کے انکار کو کفر جانتا ہے محض سستی وغفلت سے بے نماز ہے۔ پس ایسے بے نمازوں کے جنازے کی نماز ناجائز ہے یا نہیں؟ کوئی نہ پڑھے نہ پڑھائے؟

الجواب

لا الٰہ الا اللہ مسلمان اگرچہ بے نماز ہو اس کے جنازے کی نماز مسلمانوں پر فرض ہے۔ اگر کوئی نہ پڑھے گا جتنوں کو خبر ہو سب گنہگار و تارکِ فرض رہیں گے۔ ہاں اگر زجر کے لئے علماء خود نہ پڑھیں دوسروں سے پڑھوا دیں تو بیجا نہیں، اور اگر اُن کے نہ پڑھنے سے اور بھی کوئی نہ پڑھے یا اُن کو بھی منع کریں تو یہ علماء بھی مستحق عذابِ نار ہوں گے، بلکہ جہال سے زیادہ فانما علیك اثمہ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الصلٰوۃ واجبة علیکم علٰی کل مسلم یموت برا کان او فاجرا وان ھو عمل الکبائر[2] رواہ ابوداؤد وابویعلی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه بسند صحیح علٰی اصولنا۔

تم پر ہر مسلمان کے جنازے کی نماز فرض ہے نیک ہو یا بد اگرچہ اُس نے کبیرہ گناہ کئے ہوں۔ اسے ابوداؤد اور ابویعلٰی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہمارے اصول پر بسندِ صحیح روایت کیا۔

درمختار میں ہے:

---

[1] ردالمحتار، باب صلٰوۃ علی الجنازۃ، مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۶۴۲

[2] سُنن ابوداؤد، کتاب الجہاد، ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۳۴۲

عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا انہا رأت امرأۃ یکدون راسہا بمشط[ف۱] فقالت علام تنصون میتکم[۱] ورواہ ابو عبید القاسم بن سلام، وابراہیم الحربی فی کتابیہما فی غریب الحدیث عن ابراہیم عن عائشۃ انہا سئلت عن المیت یسرح راسہ فقالت علام تنصون میتکم[۲]۔

راوی ہیں حماد بن ابی سلیمان سے — وہ ابراہیم نخعی سے — وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے انھوں نے دیکھا کہ ایک عورت کے سر میں کنگھا کر رہے ہیں تو فرمایا: کیوں اپنے مُردے کی پیشانی کے بال کھینچتے ہو — اور اسے ابو عبید قاسم بن سلام اور ابراہیم حربی نے اپنی اپنی کتاب غریب الحدیث میں حضرت ابراہیم نخعی سے، انھوں نے حضرت صدیقہ سے روایت کی ان سے میت کے سر میں کنگھا کرنے سے متعلق پُوچھا تو فرمایا: کیوں اپنے مردے کے مُوئے پیشانی کھینچتے ہو۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان کسر عظم المسلم میتا ککسرہ حیا[۳] رواہ الائمۃ مالک واحمد وسعید بن منصور وعبد الرزاق وابو داؤد وابن ماجۃ بسند حسن عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

بیشک مُردہ مسلمان کی ہڈی توڑنی ایسی ہی ہے جیسے زندہ مسلمان کی ہڈی توڑنی۔ اسے امام مالک، امام احمد، سعید بن منصور، عبد الرزاق، ابو داؤد اور ابن ماجہ نے بسندِ حسن ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔

سزا دینا اوّل تو حاکمِ شرع کا کام ہے ہر کس وناکس کو اُس کا اختیار نہیں اور موت کے بعد تو سزا دینے کے کوئی معنی ہی نہیں، سزا درکنار موت کے بعد بُرا بھلا کہنے سے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لاتسبوا الاموات فانہم قد افضوا الی ماقدموا[۴]۔ رواہ احمد والبخاری والنسائی

مُردوں کو بُرا مت کہو وہ اپنے کئے کو پہنچ چکے۔ اسے امام احمد اور نسائی نے ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ

۱؎ المصنف لعبد الرزاق باب شعر المیت واظفارہ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۳۷
کتاب الآثار باب الجنائز وغسل المیت مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ص ۴۶
۲؎ غریب الحدیث
۳؎ سنن ابی داؤد کتاب الجنائز مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۰۲
۴؎ سنن النسائی " المکتبۃ السلفیہ لاہور ۱/ ۲۲۲

ف۱: کتاب الآثار اور مصنف عبد الرزاق دونوں کتابوں میں "بمشط" کا لفظ نہیں ہے بلکہ "کتاب الآثار" میں "رأت میتا یسرح راسہ" اور "مصنف" میں "رأت امرأۃ یکدون رأسہا" ہے۔ نذیر احمد

Marfat.com

قبر پر اذان دینا جائز ہے کما ھو مبین فی ایذان الاجر فی اذان القبر (جیسا کہ ہمارے رسالہ "ایذان الاجر فی اذان القبر" میں اس کا واضح بیان ہے۔ ت) اور فاتحہ اور گیارھویں شریف کی نیاز و ایصالِ ثواب اہلسنّت کے نزدیک جائز و بہتر ہے کما فی الھدایۃ وفتح القدیر والدر المختار و رد المحتار وغیرھا (جیسا کہ ہدایہ، فتح القدیر، درمختار اور ردالمحتار وغیرہا میں ہے۔ ت) ان چیزوں کو جو شخص ناجائز کہے اُس سے ایک ہی بات دریافت کرنا کافی ہے وہ یہ کہ تُو جو ناجائز کہتا ہے آیا اللہ و رسول نے انھیں ناجائز کہا ہے یا تُو اپنی طرف سے کہتا ہے؟ اگر اللہ و رسول نے ناجائز کہا ہے تو دکھا کون سی آیت یا حدیث میں ہے کہ اذان جو مسلمان کی قبر پر دفعِ شیطان و دفعِ وحشت وحصولِ اطمینان و نزولِ برکت کے لئے کہی جائے وہ ناجائز ہے اور فاتحہ اور گیارھویں شریف کہ بغرضِ ایصالِ ثواب کی جائے ناجائز ہے، اور اگر اللہ و رسول نے ناجائز نہ کہا تو خود اپنی طرف سے کہتا ہے تو تیرا قول تیرے منہ پہ مردود ہے۔ بغیر خدا و رسول کے منع فرمائے ہوئے کوئی چیز ناجائز نہیں ہو سکتی۔ ہمیں قرآن و حدیث نے یہ قاعدہ کلیہ ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ و رسول جس بات کا حکم دیں وہ واجب ہے جس سے منع فرمائیں وہ ناجائز ہے اور جس کا کچھ ذکر نہ فرمائیں وہ معافی میں ہے وہ اگر واجب نہیں تو ناجائز بھی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مر گیا بکر نے کہا زید نماز نہیں پڑھتا تھا اُس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھی جائے مگر اس شرط پر کہ اُس کو کھنچوانا چاہیئے، پھر زید کو بیلوں سے پاؤں باندھ کر کھنچوایا۔ یہ بات قرآن و حدیث سے درست ہے یا نہیں؟ اور اگر نہیں ہے تو بکر پر کیا حکم ہے؟ فرمائیے کتاب اور حدیثِ رسول سے۔

الجواب

بکر گنہ گار ہوا اور اُس نے مُردے پر ظلم کیا۔ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تو میت کے کنگھی کرنے سے منع فرمایا کہ اُسے تکلیف ہوگی، اور فرمایا:

علام تنصون میتکم۔ رواہ الامام محمد فی کتاب الاٰثار قال اخبرنا ابو حنیفۃ ورواہ عبد الرزاق فی مصنفہ قال اخبرنا سفیٰن عن الثوری کلاھما عن حماد بن ابی سلیمٰن عن ابراھیم النخعی

کاہے پر اپنے مُردے کے موئے پیشانی کھینچتے ہو۔ اسے امام محمد نے کتاب الآثار میں روایت کیا — فرمایا ہمیں خبر دی ابو حنیفہ نے، اور اسے عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں روایت کیا۔ کہا ہمیں خبر دی سفیان نے، وہ راوی ہیں سفیان ثوری سے — دونوں حضرات

Marfat.com

ایذائے عظیم ہوگی ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳ سیّد محمد شاہ (پتا انگریزی میں تھا پڑھا نہ گیا) ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسلمان نے نومسلم عورت سے عقد کیا تھا، دو برس کے بعد ۲۹ رمضان ۱۳۳۹ھ کو دنیائے فانی سے ملک عدم کو رخصت ہوئی۔ اُس مسلمان کا یہاں کوئی اور نہ تھا اُس نے مسلمانوں کو اطلاع دی، اُنھوں نے جواب دیا ہم تمھاری عورت کا جنازہ نہیں اُٹھائیں گے نہ قبرستان میں جگہ دیں گے کیونکہ تم نماز نہیں پڑھتے ہو اور مسجد کمیٹی و خلافت کمیٹی وغیرہ میں چندہ بھی نہیں دیتے کبھی ہماری کمیٹیوں میں شریک نہیں کرتے، لہذا تم اور کوئی انتظام کرو۔ اس شخص نے جواب دیا اگر میرا عذر قابلِ اعتماد ہو تو مجھ کو معافی دیجئے جو سزا میرے لئے آپ لوگ قرار دیں میں قبول کرتا ہُوں۔ اگر میرا قصور ہے تو مجھ کو سزا دیں اور معافی دے کر میّت کو اٹھائیں۔ ان لوگوں نے مطلق انکار کر دیا جو خلافت کمیٹی کے ممبران و سیکریٹری و پریذیڈنٹ ہیں۔ تب اُس نے ہندو سے التجا کی، اس کی بیکسی بے بسی دیکھ کر ہنود اس محلہ میں آئے اور مسلمانوں کو سمجھایا، بمشکل تمام راضی ہُوئے مگر غسل دینے والی عورت کو روک دیا۔ مجبوراً اس نے اپنے ہاتھ سے غسل دیا اور کفن پہنایا۔ بعد اس کے چار پانچ مسلمان، انھوں نے کہا ہم تم پر آٹھ روپیہ جرمانہ کرتے ہیں، اگر منظور ہو تو ہم میّت اٹھائیں ورنہ ہم اپنے اپنے گھر جاتے ہیں۔ وُہ چونکہ مصیبت زدہ تھا راضی ہُوا۔ غرض صبح آٹھ بجے کی میت بارہ۱۲ بجے شب کو اُٹھائی گئی۔ اب عرض ہے کہ آیا حدیث شریف میں یہی فرمان ہے اور خدا اور اس کے رسول کا یہی حکم ہے تو مجھے مطلع فرمائیں، اور اگر یہ حرکت مطابقِ شرع نہ ہو تو ان کی کیا سزا ہے شرعاً و قانوناً؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اُن لوگوں نے سخت ظلم کیا اور شدید جرم کیا، اگر سلطنتِ اسلام ہوتی حاکمِ اسلام اُن میں ایک ایک کو کوڑے لگاتا، قید کرتا، اور وُہ آخرت میں عذابِ جہنم کے مستحق ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الصلوۃ واجبۃ علیکم علی کل مسلم برا کان او فاجرا وان عمل الکبائر[1] (ملخصًا) ہر مسلمان کے جنازے کی نماز تم پر فرض ہے نیک ہو یا بد، اگرچہ اس نے گناہِ کبیرہ کئے ہوں۔

خصوصاً جس مسلمان نے رمضان مبارک میں انتقال کیا تو وہ بحکمِ حدیث شہید ہے۔ خلافت کمیٹی میں چندہ نہ دینا یا اُس میں شریک نہ ہونا کوئی جرم نہیں، بلکہ مسجد میں چندہ نہ دینا بھی گناہ نہیں، نہ کہ جہاں امر بالعکس ہو، نماز

[1] سنن ابوداؤد باب فی الغزو مع ائمۃ الجور مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۴۳
مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ ابی داؤد باب الامامۃ ر مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۰۰

Marfat.com

عن ام المؤمنين الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ — تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

لا تذکروا ھلکاکم الا بخیران یکونوا من اھل الجنۃ تاثمون وان یکونوا من اھل النار فحسبھم ماھم فیہ[1] رواہ النسائی عنہا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بسند جید۔

اپنے مُردوں کو یاد نہ کرو مگر بھلائی کے ساتھ کہ اگر وُہ جنتی ہیں تو بُرا کہنے میں تم گنہ گار ہوگے اور اگر دوزخی ہیں تو انھیں وُہ عذاب ہی بہت ہے جس میں وُہ ہیں۔ اسے نسائی نے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بسندِ جید روایت کیا۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

لا تسبوا الاموات فتؤذوا بہ الاحیاء[2] رواہ احمد والترمذی عن المغیرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند صحیح۔

مُردوں کو بُرا نہ کہو کہ اس کے باعث زندوں کو ایذا دو۔ اسے امام احمد اور ترمذی نے حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسندِ صحیح روایت کیا۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اذا مات صاحبکم فدعوہ ولا تقعوا فیہ[3] رواہ ابوداؤد عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بسند صحیح۔

جب تمھارا ساتھی مرجائے تو اسے معاف رکھو اور اس پر طعن نہ کرو۔ اسے ابوداؤد نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بسندِ صحیح روایت کیا۔

عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا، فرمایا:

لا تؤذ صاحب ھذا القبر[4] رواہ الامام احمد۔

مُردے کو ایذا نہ دے۔ اسے امام احمد نے روایت کیا۔

سبحان اللہ! جب قبر پر تکیہ لگانے سے مُردے کو ایذا ہوتی ہے تو ایسے ظلم شدید سے کس قدر

---

[1] سنن النسائی — کتاب الجنائز — مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور — ۱/ ۲۲۲

[2] مسند احمد بن حنبل — حدیث مغیرہ بن شعبہ — " دارالفکر بیروت — ۴/ ۲۵۲

[3] سنن ابوداؤد — باب فی النہی عن سب الموتٰی — " آفتاب عالم پریس لاہور — ۲/ ۳۱۵

[4] مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ احمد — باب دفن المیت — مطبع مجتبائی دہلی — ص ۱۴۹

Marfat.com

یہاں کا کھانا وغیرہ بند کر دیا گیا ہے۔

الجواب

مسلمان کو نصرانی کا جھوٹا کھانا بہت شنیع و بد ہے کما بیناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ اسے ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ ت) لیکن اگر مذہب میں کچھ فرق نہ تھا تو اس بد حرکت سے کافر نہ ہُوا۔ مسلمانوں پر اس کی تجہیز و تکفین اور جنازہ کی نماز لازم تھی، مگر یہ کام فرض کفایہ ہے بعض نے کر لیا سب پر سے اُتر گیا۔ ہر مسلمان کا اُن میں شریک ہونا ضروری نہیں، اگر کوئی نہ کرتا تو سب گنہگار ہوتے۔ آئندہ کے لئے بھی یہی احکام ہیں۔ اس فعل میں اس کے گھر والوں کا کوئی قصور نہ تھا اُن پر تعزیہ بیجا ہے۔
قال اللہ تعالٰی ولا تزر وازرۃ وزر اُخرٰی[1] اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۵

از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ ۲۹ رجب ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اہلِ اسلام سے آخر عمر تک تارک الصلوٰۃ والصیام و مشارب الخمر باللیل والایام ملحق دینِ نصارٰی رہا حتی کہ بہ تحقیق بدون توبہ ڈاک بنگلہ پر منتقل ہُوا، پھر ورثاء اس کے مکان پر لائے، معاذ اللہ اور بخوف عدم شرکت دفن اہلِ اسلام کے ایک حجام اور خرادی اور کنجڑا پرورش یافتہ خود کو مصنوعی شاہد مقرر کرکے توبہ پر اس میت کی قائم کئے۔ عیاذاً باللہ۔ تب جنازہ اُٹھا اور ہمراہ جنازہ کے عیسائی بھی تھے۔ تب بھی چند کس نے دیدہ و دانستہ نمازِ جنازہ پڑھی اور اسقاط لے کر قبر پر قرآن پڑھا۔ بعد دخولِ قبر عیسائیوں نے ٹوپی اتار کر سلامی لی، پس مسلمانوں کو بحکمِ شرع میت کے اسلام پر خدشۂ صادقہ تھا اور یقین کامل ہُوا، اور جمعیتِ اسلامی اُن سے رُوکش ہُوئے کہ اوروں کو عبرت ہو، کیونکہ بعملداری ہنود تعزیر غیر ممکن، اس خیال سے اُن لوگوں سے مرتدین کا معاملہ کرنا جائز ہے یا نہیں جب تک توبہ نہ کریں اور اُن کے پیچھے نمازِ جماعت درست ہے یا ممنوع، اس کے حق میں اور اُن کے مشترک کے حق میں شرعاً کیا حکم ہے؟ مشرح بعبارت کتب بیان فرمائیں۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

الجواب

ترکِ صوم و صلوٰۃ و شربِ خمر گناہانِ کبیرہ ہیں جن کا مرتکب فاسق و فاجر اور عذابِ دوزخ کا مستحق ہے مگر حرام جان کر بشامتِ نفس کرے تو کافر نہیں۔ پس اگر شخص مذکور نے مذہب نہ بدلا تھا صرف باغوائے شیطان

---

[1] القرآن ۶/۱۶۴ و ۱۷/۱۵ و ۳۵/۱۸ و ۳۹/۷

Marfat.com

نہ پڑھنا ضرور کبیرہ شدیدہ ہے مگر اُس کا گناہ اُس کی بی بی کے سر باندھنا کون سی شریعت ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

ولا تزر وازرۃ وزر اخرٰی[1] (کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھاتی۔ ت)

آٹھ روپے کہ اُنھوں نے لئے سخت حرام اور اُن کے حق میں مثل سؤر کے ہیں، اُن پر فرض ہے کہ اُسے واپس کردیں۔

قال اللہ تعالٰی لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[2]۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے: اپنے مال آپس میں ناحق نہ کھاؤ۔ (ت)

وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی الید ما اخذت حتی تؤدیہ[3]۔ رواہ احمد والاربعۃ والحاکم عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، ہاتھ نے جو لیا اس کے ذمہ ہے یہاں تک کہ اسے ادا کردے۔ اسے امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے سمرہ بن جُندب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بہ سندِ حسن روایت کیا۔ (ت)

اور اُس شخص نے عورت کو غسل دیا یہ اُسے جائز نہ تھا، شوہر عورت کے بدن کو بعد انتقال ہاتھ نہیں لگا سکتا، اُسے چاہئے تھا کہ کسی سمجھ والی لڑکی یا لڑکے کو نہلانے کا طریقہ بتاتا جاتا اور اپنے سامنے اُس سے نہلواتا، یا کوئی اور عورت اگرچہ اُجرت پر ملتی اس سے غسل دلاتا۔ اور اگر کچھ ممکن نہ ہوتا تو اپنے ہاتھوں پر کپڑے کی تھیلیاں چڑھا کر اُس کے چہرے اور کہنیوں تک ہاتھوں کا تیمم کرا دیتا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۴: از ضلع اعظم گڑھ ڈاک خانہ اندارا موضع ادری حافظ عبدالشکور خاں ۱۴ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید مسلمان حنفی، بکر نصرانی کے یہاں ملازم تھا اور اس کا جھوٹا کھا لیا کرتا تھا، مسلمانوں نے اُس سے منع کیا، حتی کہ بکر نے بھی، مگر زید باز نہ آیا اور اس کے مرنے پر جمیع مسلمانوں نے اس کی تجہیز و تکفین و نمازِ جنازہ سے انکار کیا، بالآخر چند مسلمانوں نے نمازِ جنازہ پڑھ کر دفن کیا، اگر ایسا موقع آئندہ آئے تو کیا کرنا چاہئے؟ بیّنوا توجروا۔ زید کے گھر والوں سے کیا برتاؤ کرنا چاہئے کیونکہ زید کے

---

[1] القرآن ۶/۱۶۴ و ۱۷/۱۵ و ۳۵/۱۸ و ۳۹/۷

[2] القرآن ۲/۸۸

[3] مسند احمد بن حنبل حدیث سمرہ بن جُندب رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۵/۸

Marfat.com

كما حكم هو الفاسق المصرح به في غير ما كتاب المحرر المنقح في الغنية وغيرها۔

جیسا کہ یہ فاسق کا حکم ہے جس کی صراحت متعدد کتابوں میں موجود ہے اور جس کی توضیح و تنقیح غنیہ وغیرہا میں ہو چکی ہے۔ (ت)

مگر معاملہ مرتدین پھر بھی برتنا جائز نہیں کہ یہ لوگ بھی اس گناہ سے کافر نہ ہوں گے۔ ہماری شرع مطہر صراطِ مستقیم ہے، افراط و تفریط کسی بات میں پسند نہیں فرماتی، البتہ اگر ثابت ہو جائے کہ اُنھوں نے اُسے نصرانی جان کر نہ صرف بوجہ حماقت و جہالت کسی غرضِ دُنیوی کی نیت سے بلکہ خود اسے بوجہ نصرانیت مستحقِ تعظیم و قابلِ تجہیز و تکفین و نمازِ جنازہ تصور کیا تو بیشک جس جس کا ایسا خیال ہو گا وہ سب بھی کافر و مرتد ہیں اور اُن سے وہی معاملہ برتنا واجب جو مرتدین سے برتا جائے اور ان کی شرکت کسی طرح روا نہیں، اور شریک و معاون سب گنہ گار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۶ از لکھیم پور کھیری مکان حافظ محمد حسین سوداگر، مرسلہ حکیم محمد تفضل حسین صاحب ماہ جمادی الاولٰی ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی اہلِ شیعہ کی نمازِ جنازہ پڑھنا اہلسنت وجماعت کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر کسی قومِ سنّت وجماعت نے نماز کسی شیعہ کی جنازہ کی پڑھی تو اُن لوگوں کے لئے شرع میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر رافضی ضروریاتِ دین کا منکر ہے، مثلاً قرآن عظیم میں کچھ سُورتیں یا آیتیں یا کوئی حرف صرف امیر المومنین عثمان ذی النورین غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ یا اور صحابہ خواہ کسی شخص کا گھٹایا ہوا مانتا ہے یا مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم خواہ دیگر ائمہ اطہار کو انبیائے سابقین علیہم الصّلوٰۃ والتسلیم میں کسی سے افضل جانتا ہے، اور آج کل یہاں کے رافضی تبرائی عموماً ایسے ہی ہیں اُن میں شاید ایک شخص بھی ایسا نہ نکلے جو ان عقائدِ کفریہ کا معتقد نہ ہو جب تو وُہ کافر مرتد ہے اور اس کے جنازہ کی نماز حرام قطعی و گناہِ شدید ہے، اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

ولا تصل على احد منهم مات ابدا ولا تقم على قبره انهم كفروا بالله ورسوله وماتوا وهم فاسقون[1]

کبھی نماز نہ پڑھ اُن کے کسی مُردے پر نہ اُس کی قبر پہ کھڑا ہو، اُنھوں نے اللہ و رسول کے ساتھ کفر کیا اور مرتے دم تک بے حکم رہے۔

---

[1] القرآن ۹/۸۴

Marfat.com

دنیا پرستان خدا ناترس کی طرح ان امور کا مرتکب ہوتا اور عیسائیوں سے میل جول رکھتا تھا تو اس پر کفر کا فتوٰی نہیں دیا جا سکتا، بلکہ جب وہ کلمہ پڑھتا اور اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا مسلمان ہی ٹھہرائیں گے اور اس تقدیر پر اس کے تجہیز و تکفین اور جنازہ کی نماز بیشک ضروری و لازم تھی، اگر بجا نہ لاتے گنہگار رہتے۔

عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الصلٰوۃ واجبۃ علیکم علی کل مسلم برا کان او فاجرا وان ھو عمل الکبائر[1] (ملخص) رواہ ابوداؤد وغیرہ۔

نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی ہے: ہر مسلمان کی نمازِ جنازہ تم پر فرض ہے نیک ہو یا بد، اگرچہ اس نے گناہِ کبیرہ کئے ہوں۔ اسے ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا۔ (ت)

اور نصرانیوں کا معاذ اللہ جنازہ کے ساتھ ہونا یا بعد دفن ٹوپی اتار کر سلامی دینا اُن کا اپنا فعل تھا جس کے سبب مسلمان کو کافر نہیں ٹھہرا سکتے۔ اور یہ بدگمانی کہ اگر یہ اُن کا ہم مذہب نہ ہوتا تو وہ جنازہ میں کیوں شرکت کرتے، محض مردود ہے۔ ایسے اوہام پر بنائے احکام نہیں، نہ کہ معاذ اللہ معاملہ کفر و اسلام جس میں انتہا درجہ کی احتیاط لازم، بلکہ اس کا عکس دوسرا گمان قوی تر ہے کہ اگر وہ اسے اپنا ہم مذہب جانتے، اپنی روش پر تجہیز و تکفین کرتے۔ مسلمانوں کو اس کا جنازہ کیوں دیتے، غرض اس صورت میں نماز پڑھنے والوں نے فرض خدا ادا کیا اُن پر اصلاً الزام نہیں۔ الزام اُن پر ہے جو اس بنا پر اُن سے معاملہ مرتدین کرنا چاہیں اور اگر بہ ثبوتِ شرعی ثابت ہو کہ میت عیاذاً باللہ تبدیل مذہب کرکے عیسائی ہوچکا تھا تو بیشک اُس کے جنازہ کی نماز اور مسلمانوں کی طرح اس کی تجہیز و تکفین سب حرام قطعی تھی۔

قال اللہ تعالٰی ولا تصل علٰی احد منھم مات ابدا ولا تقم علٰی قبرہ[2]

اللہ تعالٰی فرماتا ہے، ان میں سے جو بھی مرے نہ کبھی ان کی نمازِ جنازہ پڑھو اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہو۔ (ت)

مگر نماز پڑھنے والے اگر اس کی نصرانیت پر مطلع نہ تھے اور بربنائے علمِ سابق اسے مسلمان سمجھتے تھے نہ اس تجہیز و تکفین و نماز تک اُن کے نزدیک اس شخص کا نصرانی ہوجانا ثابت ہوا، تو ان افعال میں وہ اب بھی معذور و بے قصور ہیں کہ جب اُن کی دانست میں وہ مسلمان تھا اُن پر یہ افعال بجالانے بزعم خود شرعاً لازم تھے۔ ہاں اگر یہ بھی اس کی عیسائیت سے خبردار تھے پھر نماز و تجہیز و تکفین کے مرتکب ہوئے قطعاً سخت گنہگار اور وبالِ کبیرہ میں گرفتار ہوئے، جب تک توبہ نہ کریں نماز اُن کے پیچھے مکروہ،

---

[1] سنن ابی داؤد باب الغزو مع ائمۃ الجور مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۴۳
سنن الدارقطنی باب صفۃ الصلوٰۃ معہ والصلوٰۃ علیہ نشر السنۃ ملتان ۲/۵۶
[2] القرآن ۹/۸۴

Marfat.com

شیعہ امام سے متوفی مذکور کی نماز جنازہ پڑھائی۔ کیا امام مذکور حنفی المذہب کا یہ فعل ائمہ احناف کے نزدیک جائز ہے۔ اگر ناجائز ہے تو کیا امام صاحب مذکور کا یہ فعل شرعاً قابلِ تعزیر ہے اور کیا تعزیر ہونی چاہیئے؟

الجواب

صورتِ مذکورہ میں وُہ امام سخت اشد کبیرہ گناہ کا مرتکب ہُوا، اُس نے حکمِ قرآنِ عظیم کا خلاف کیا،

قال اللہ تعالٰی ولا تصل علٰی احد منھم مات ابداً[1] — اللہ تعالٰی فرماتا ہے، ان کے کسی مُردے کی نمازِ جنازہ کبھی نہ پڑھو۔ (ت)

تعزیر یہاں کون دے سکتا ہے، اس کی سزا حاکمِ اسلام کی رائے پر ہے، وُہ چاہتا تو چھپّر کوڑے لگاتا اور چاہتا تو قتل کرسکتا تھا کہ اُس نے مذہب کی توہین کی۔ اُس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں اور اُسے امامت سے معزول کرنا واجب۔ تبیین الحقائق وغیرہ میں ہے:

لان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاً[2] — اس لئے کہ اسے امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے جبکہ شرعاً ان پر اس کی اہانت واجب ہے (ت)

فتاوٰی حجہ وغنیہ میں ہے: لوقدموا فاسقا یاثمون[3] (اگر لوگوں نے کسی فاسق کو امام بنایا تو گنہگار ہوں گے۔ ت) یہ سب اس صورت میں ہے کہ اس نے کسی دنیوی طمع سے ایسا کیا ہو، اور اگر دینی طور پر اسے کارِ ثواب اور رافضی تبرائی کو مستحقِ غسل ونماز جان کر یہ حرکاتِ مردودہ کیں تو وُہ مسلمان ہی نہ رہا۔ اگر عورت رکھتا ہو اُس کے نکاح سے نکل گئی کہ آج کل رافضی تبرائی عموماً مرتدین ہیں کما حققناہ فی رد الرفضۃ (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ "رد الرفضہ" میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) اور بحکم فقہائے کرام تو نفسِ تبرا کفر ہے کما فی الخلاصۃ وفتح القدیر وغیرھا کتب کثیرۃ (جیسا کہ خلاصہ اور فتح القدیر وغیرہ بہت سی کتابوں میں ہے۔ ت) نہ کہ نمازِ جنازہ کما فی الاعلام وغیرہ وبیناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ الاعلام بقواطع الاسلام میں ہے اور ہم نے اسے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن ۹/۸۴

[2] تبیین الحقائق — باب الامامۃ والحدث فی الصلٰوۃ — مطبوعہ مطبعہ کبرٰی امیریہ مصر — ۱/۱۳۴

[3] غنیۃ المستملی — فصل فی الامامۃ — سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۵۱۳

Marfat.com

اور اگر ضروریاتِ دین کا منکر نہیں مگر تبرائی ہے تو جمہور ائمہ وفقہائے عظام کے نزدیک اس کا بھی وہی حکم ہے کما فی الخلاصۃ وفتح القدیر وتنویر الابصار والدر المختار والھدایۃ وغیرھا عامۃ الاسفار۔ جیسا کہ خلاصہ، فتح القدیر، تنویر الابصار، درمختار، ہدایہ وغیرہا عامہ کتب میں ہے۔ (ت)

اور اگر صرف تفضیلیہ ہے تو اُس کے جنازے کی نماز بھی نہ چاہئے، متعدد حدیثوں میں بد مذہبوں کی نسبت ارشاد ہُوا: ان ماتوا فلا تشھدوھم[1] وہ مریں تو ان کے جنازہ پر نہ جائیں۔ ولا تصلوا علیھم[2] ان کے جنازے کی نماز نہ پڑھو۔ نماز پڑھنے والوں کو توبہ استغفار کرنی چاہئے۔ اور اگر صورت پہلی تھی یعنی وُہ مُردہ رافضی منکرِ بعض ضروریاتِ دین تھا اور کسی شخص نے باآں کہ اُس کے حال سے مطلع تھا دانستہ اس کے جنازے کی نماز پڑھی اُس کے لئے استغفار کی جب تو اُس شخص کو تجدیدِ اسلام اور اپنی عورت سے ازسرِ نو نکاح کرنا چاہئے۔

فی الحلیۃ نقلا عن القرافی واقرہ الدعاء بالمغفرۃ للکافر کفر لطلبہ تکذیب اللہ تعالٰی فیما اخبر بہ[3] حلیہ میں قرافی سے نقل کیا اور اسے برقرار رکھا ہے کہ: کافر کے لئے دُعائے مغفرت کفر ہے کیونکہ یہ خبرِ الٰہی کی تکذیب کا طالب ہے۔ (ت)

مسئلہ ۳۷: از ثمن برج وزیر آباد ضلع گوجرانوالا، پنجاب۔ مرسلہ محمد خلیل اللہ صاحب پنشنر رسالدار، ۲۳ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل صُورت میں کہ ایک شخص جو شیعہ اثناء عشری مذہب رکھتا ہے اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی خلیفۃ بلا فصل وغیرہ اعتقاداتِ مذہبِ شیعہ کا معتقد ہے فوت ہُوا ہے اُس کا جنازہ ہمارے امام حنفی المذہب جامع مسجد نے پڑھایا اور اُس کو غسل دیا، نیز اس کے ختم میں شامل ہُوا، شیعہ جماعت نے امام مذکور کے نمازِ جنازہ پڑھانے کے بعد دوبارہ

---

[1] تاریخ بغداد ترجمہ ۴۲۴۰ الحسین بن الولید الخ دار الکتاب العربی بیروت ۸/۱۴۳
سنن ابنِ ماجہ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰
مسندِ امام اعظم بیان ذم القدریۃ " نور محمد اصح المطابع کراچی ص ۱۴
[2] کنز العمال بحوالہ ابن النجار عن انس رضی اللہ عنہ حدیث ۳۲۵۲۹ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۵۴۰
[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

Marfat.com

اور اگر اقتدا نہ کی تو اُسے جائز ہے کہ دوبارہ پڑھے، اور جو پہلی جماعت میں شریک نہ ہو لئے تھے انھیں اس جماعتِ ولی میں شرکت کی اجازت ہے۔ تنویر الابصار و درمختار و رد المحتار میں ہے:

یقدم فی الصلوة علیه السلطان او نائبه (الاولی ثم نائبه کما فی الفتح وغیره ش) ثم القاضی (ثم خلیفة الولی ثم خلیفة القاضی امداد عن الزیلعی ش) ثم امام الحی وتقدیم الولاة واجب وتقدیم امام الحی مندوب بشرطان یکون افضل من الولی والا فالولی اولی کما فی المجتبی (قلت عن البقالی) وشرح المجمع للمصنف (قلت عن العتابی) (و امام الحی وهو امام المسجد الخاص بالمحلة وانما کان اولی لان المیت رضی بالصلوة خلفه فی حال حیاته فینبغی ان یصلی علیه بعد وفاته ش)
وفی الدرایة امام الجامع (عبر عنه فی شرح المنیة بامام الجمعة ش) اولی من امام الحی (قلت والظاهر ان تقدیمه ایضا ندبی بشرط کونه افضل من الولی والعلة فیه ایضا کون المیت رضیه اماما له فی حیاته فلو لم یکن من یصلی الجمعة کالمرأة مثلا او کان یصلی خلف غیره لم یقدم علی امام الحی ولا علی الولی وکذا امام الحی اذا لم یکن المیت یصلی خلفه لایقدم علی الولی قال ش ١

نمازِ جنازہ میں مقدم سلطان ہے یا اس کا نائب (بہتر یہ کہنا ہے کہ: پھر اس کا نائب، جیسا کہ فتح القدیر وغیرہ میں ہے ــ شامی) پھر قاضی (پھر حاکمِ شہر کا نائب، پھر قاضی کا نائب ــ امداد از زیلعی ــ شامی) پھر امامِ محلہ اور حکام کی تقدیم واجب ہے اور امامِ محلہ کی تقدیم مستحب ہے بشرطے کہ ولی سے افضل ہو، ورنہ ولی بہتر ہے جیسا کہ مجتبیٰ میں (میں کہتا ہوں: بقالی سے منقول) ہے اور مصنف کی شرح مجمع میں (میں کہتا ہوں: عتابی سے منقول) ہے (امامِ محلہ سے مراد وہ جو مسجدِ محلہ کا امام ہو، اس کے اَولیٰ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مرنے والے نے زندگی میں اس کی اقتدا پسند کی تو بعد وفات اس کی نمازِ جنازہ اسی کو پڑھانا چاہئے ــ شامی) درایہ میں ہے کہ امامِ جامع مسجد (شرح منیہ میں اسے امامِ جمعہ سے تعبیر کیا ــ شامی) امامِ محلہ سے بہتر ہے۔ (میں کہتا ہوں: ظاہر یہ ہے کہ اس کی تقدیم بھی استحبابی ہے بشرطے کہ ولی سے افضل ہو۔ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ مرنے والے نے زندگی میں اسے اپنا امام پسند کیا، تو میّت اگر جمعہ پڑھنے والا نہیں جیسے عورت، یا دوسرے کے پیچھے پڑھنے والا ہے تو امامِ جمعہ امامِ محلہ پر اور ولی پر مقدم نہ ہوگا۔ اسی طرح امامِ محلہ جب ایسا ہو کہ مرنے والا اُس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا تھا تو وہ بھی ولی پر مقدم نہ ہوگا۔ شامی

Marfat.com

مسئلہ ۳۸ ازچتور گڑھ محلہ چھیپیان مسئولہ جمیع مسلمان گنگرار ۵ المحرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اگر ہیجڑہ مرجائے اُس پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے یا نہیں؟ اور پڑھی جائے تو نیّت مرد کی کی جائے یا عورت کی؟

الجواب

ہیجڑہ اگر مسلمان ہے تو اُس کے جنازہ کی نماز فرض ہے، اور نیت میں مرد و عورت کی تخصیص کی کوئی حاجت نہیں۔ مرد و عورت دونوں کے لئے ایک ہی دُعا ہے، خصوصًا یہ ہیجڑے جو یہاں ہوتے ہیں مرد ہی ہوتے ہیں جو اپنے آپ کو عورت بناتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۹ ازمین پوری مسئولہ مجیب اللہ صاحب ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نمازِ جنازہ کے لئے امامت میں احق افضل کون ہے؟ کیا امام جامع مسجد یا قاضی اس معنٰی میں کہ نکاح خوانی کرتا ہو اور لیاقت کچھ نہیں رکھتا، صرف معمولی اُردو کی کتابیں دیکھے ہُوئے ہو وُہ بلا اذن طلب کئے میّت کے ورثاء یا اولیاء سے نمازِ جنازہ پڑھا سکتا ہے؟ اور بموجودگی کئی افضل و اعلم بالسنۃ عالم و احق بالامامۃ اُس کا نماز پڑھانا کیسا ہے؟ یہ جو عام طور پر رائج کہ اوّل وارث یا ولیِ میّت سے اذن لیتے ہیں نماز پڑھانے کا یہ کیا کچھ ضروری چیز ہے؟ اور کون امام بلا اذن طلب کئے بھی نماز پڑھا سکتا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

نمازِ جنازہ ولیِ میّت کا حق ہے، دُوسرا کہ اس کے اذن کا محتاج ہے، اگر بے اُس کے اذن کے پڑھائے اُسے اعادۂ نماز جائز ہے حالانکہ نمازِ جنازہ کی تکرار مشروع نہیں۔ نکاح خوانی کا قاضی کوئی عہدۂ شرعی نہیں وُہ بے اذنِ ولی ہرگز نہیں پڑھا سکتا۔ یُونہی جامع مسجد کا امام اگر میّت جمعہ وغیرہ اُس کے پیچھے نہ پڑھتا ہو یا وُہ علم و فضل میں ولیِ میّت سے زائد نہ ہو۔ اسی طرح امام الحی یعنی مسجد محلہ کا امام، ہاں اگر میّت اُن کے پیچھے نماز پڑھا کرتا تھا۔ اور یہ فضلِ دینی میں ولی سے زائد ہیں تو بے اذنِ ولی پڑھا سکتے ہیں اور اور اصحابِ ولایتِ عامہ مثلًا سلطانِ اسلام یا اُس کا نائب، حاکمِ شہر یا اس کا نائب، قاضیِ شرع جسے سلطانِ اسلام نے فصلِ مقدمات پر مقرر کیا یا اس کا نائب، یہ لوگ ولی پر مقدم ہیں، انھیں ولی سے اجازت لینے کی مطلقًا حاجت نہیں، اور صورتِ مذکورہ کے علاوہ دونوں امام اور یہ والیانِ عام اگر نماز پڑھادیں تو ولی کو حقِ اعادہ نہیں، باقی سب محتاجِ اذنِ ولی ہیں، اگر بے اذن پڑھائیں گے حقِ غیر میں دست اندازی کے مرتکب ہوں گے مگر فرضِ کفایہ ادا ہو جائے گا۔ ولی نے اگر ان کی اقتداء کرلی فبہا کہ اذن ابتداء میں نہ تھا تو اب ہوگیا

Marfat.com

پس ولایتِ نماز درصورت مذکورہ ازیناں کراست مخفی مباد کہ ازدو سال علمائے سلہٹ دریں مسئلہ باہم اختلافہا دارند۔ اُمید کہ رفع شک فرمایند۔ بینوا توجروا۔

عبدالحمید امامِ محلہ بھی موجود ہیں، تو صورتِ مذکورہ میں نماز کی ولایت ان میں سے کس کے لئے ہے۔ واضح ہو کہ دو سال سے سلہٹ کے علماء اس مسئلہ میں باہم اختلاف رکھتے ہیں۔ امید ہے کہ شک دُور فرمائیں گے۔ بیان فرمائیں اجر پائیں۔

الجواب

درولایتِ نمازِ جنازہ شوہر از ہمہ اقارب موخر ست ایں ولایت ہمچو ولایت نکاح بترتیب عصوبت و قرابت اقرب فالاقرب را رسد اگر ازیناں ہیچکس نباشد آنگاہ شوہر مقدم بود۔

نمازِ جنازہ کی ولایت میں شوہر تمام اقارب کے بعد ہے۔ یہ ولایت، ولایتِ نکاح کی طرح عصبہ ہونے اور قریبی ہونے کی ترتیب پر قریب تر پھر قریب تر کے لئے ہوتی ہے — اگر ان میں سے کوئی نہ ہو تو اُس وقت شوہر مقدم ہوگا۔

وجہل آناں مانع حق آناں نیست، ایشاں را رواست کہ ہر کرا خواہند بامامت امر کنند۔ مامور ایشاں ہمچو ایشاں مقدم بر زوج بود کہ متاخر را اگرچہ خود عصبہ باشد با مامور متقدم حقِ منازعت نیست گو اجنبی باشد۔

اور ان کا جہل ان کے حق سے مانع نہیں، ان کے لئے روا ہے کہ جسے چاہیں امامت کا حکم دے دیں، ان کا مامور بھی ان ہی طرح شوہر پر مقدم ہوگا کہ متاخّر کو — اگرچہ عصبہ ہو — مامور کے ساتھ نزاع کا حق نہیں، گو وُہ اجنبی ہو۔

و آں کہ امام الحی را استحباباً تقدیم دادہ اند بحکم تعلیل ونظر بزمانِ خاص در جنازہ مردان ست۔ زنان را با مسجد و امام چہ کار کہ ایشاں نہ حاضر جماعت می شوند نہ شرعاً اجازتش دادند پس درصورت مستفسرہ ولایتِ نماز پدرِ خدیجہ را بود۔

اور امامِ محلہ کو جو تقدیم دی گئی ہے اس کی علت اور زمانہ حال پر نظر کرتے ہوئے — وہ مردوں کے جنازے سے خاص ہے۔ عورتوں کو مسجد اور امام سے کیا کام کہ نہ یہ حاضرِ جماعت ہوتی ہیں نہ ان کو شرعاً اس کی اجازت ہی ہے — تو صورتِ مسئولہ میں نماز کی ولایت خدیجہ کے والد کو ہوگی۔

آرے اگر خدیجہ از مولوی عبدالحکیم پسرے عاقل بالغ داشتے حقِ تقدم مراورا بودے کہ پسر بر پدر در عصوبت مرجح است و آں پسر را

ہاں اگر خدیجہ کا مولوی عبدالحکیم سے کوئی عاقل بالغ لڑکا ہوتا تو اسے حقِ تقدم ہوتا کیونکہ عصبہ ہونے میں بیٹے کو باپ پر ترجیح حاصل ہے — اور اس لڑکے کو

Marfat.com

لما یأتی من ان الاصل ان الحق للولی وانما قدم علیہ الولاۃ و امام الحی لما مر من التعلیل و ھو غیر موجود ھنا ثم الولی بترتیب عصوبۃ الانکاح ، فان صلی غیر الولی ممن لیس لہ حق التقدم علی الولی ولم یتابعہ عاد الولی ولو علی قبرہ ان شاء لاجل حقہ لا لاسقاط الفرض ولذا لیس لمن صلی علیہا ان یعید مع الولی لان تکرارھا غیر مشروع انتہی[2] مزیدا منی کل مصدر بلفظۃ قلت مختوما بھلال ۔ واللہ سبحنہ و تعالٰی اعلم۔

نے کہا اس لئے کہ آگے آرہا ہے کہ اصل میں حق ولی کا ہے، اس پر حکام اور امام محلہ کی تقدیم تعلیل مذکور کے باعث تھی وہ علت ہی یہاں موجود نہیں) پھر ولی جو نکاح کرانے میں عصبہ ہونے کی ترتیب کے اعتبار سے ہے تو اگر ولی کے علاوہ کسی ایسے نے نماز پڑھی جسے ولی پر حقِ تقدم حاصل نہیں اور ولی نے اس کی متابعت نہ کی تو ولی پھر پڑھ سکتا ہے اگرچہ قبر پر، اگر چاہے۔ یہ اجازت اس کے حق کے سبب ہے، اس وجہ سے نہیں کہ فرضِ جنازہ ادا نہ ہُوا۔ اسی لئے پہلے جو لوگ پڑھ چکے ہوں انھیں ولی کے ساتھ اعادہ کی اجازت نہیں اس لئے کہ نماز جنازہ کی تکرار غیر مشروع ہے۔ عبارت ختم ہُوئی۔ درمیان میں ہلالین کے اندر قلت (میں کہتا ہُوں) کے ساتھ حوالوں کا میری جانب سے اضافہ ہے، اور خدائے پاک و برتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۴ ازملک بنگال ضلع سلہٹ ڈاک خانہ آدم پور، گھوڑمرا، مرسلہ حافظ عبدالحمید صاحب امام مسجد ۸ جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی اندریں مسئلہ کہ خدیجہ بی بی زوجہ مولوی عبدالحکیم صاحب رحلت نمود درحق صلوۃ جنازہ ولی زن شوہرش باشد یا پدرش و برادران و عمام او مگر پدر وغیرہ اقارب مذکورین جاہلان بے علم اند بخلاف شوہر، نیز از جانب شوہر عم او حافظ عبدالحی امام الحی موجود ست

آپ رحمکم اللہ تعالٰی کا اس مسئلہ میں کیا قول ہے کہ خدیجہ بی بی زوجہ عبدالحکیم صاحب کا انتقال ہوا، نماز جنازہ کے حق میں عورت کا ولی اس کا شوہر ہوگا یا باپ، بھائی، چچا؟ مگر باپ وغیرہ اقارب مذکورین جاہل بے علم ہیں، جب کہ شوہر صاحبِ علم ہے اور شوہر کی جانب سے اس کے چچا حافظ

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب صلوۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۲-۱۲۳

[2] ردالمحتار " مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/ ۵۹۰

Marfat.com

وانما کان اولی لان المیت رضی بالصلٰوۃ خلفہ فی حال حیاتہ فینبغی ان یصلی علیہ بعد وفاتہ قال فی شرح المنیۃ فعلی ھذا لو علم انہ کان غیر راض بہ حال حیاتہ ینبغی ان لایستحب تقدیمہ اھ قلت ھذا مسلم ان کان عدم رضاہ بہ لوجہ صحیح والا فلا تامل[1] اھ ما فی ردالمحتار ورأیتنی کتبت علی ھامشہ مانصہ۔

کہ مرنے والا اپنی زندگی میں اس کے پیچھے نماز پڑھنے پر راضی تھا تو بعد وفات بھی اسی کو پڑھانا چاہئے ——شرح منیہ میں ہے: اس تعلیل کے پیش نظر اگر وہ زندگی میں اس سے راضی نہ تھا تو اس کی تقدیم مستحب نہ ہونی چاہئے اھ ——میں کہتا ہوں یہ اس صورت میں مسلّم ہے جب اس کی ناراضی کسی صحیح وجہ کے تحت ہو ورنہ نہیں —تامل کرو ——ردالمحتار کی عبارت ختم ہوئی ——میں نے دیکھا کہ اس کے حاشیہ پر میں نے یہ لکھا ہے:

اقول سیأتی بعد سطر ان الحق انما ھو للولی وانما یستحب تقدیم امام الحی لاجل التعلیل المذکور فاذا فاتت العلۃ فلیفت المعلول ولا دخل فی ذلک لکون عدم رضاہ بوجہ صحیح فلیتامل۔

اقول چند سطر بعد آرہا ہے کہ حق ولی ہی کا ہے اور امام محلہ کی تقدیم تعلیل مذکور کے باعث مستحب ہے تو جب یہ علّت فوت ہو تو معلول بھی فوت ہوگا اور اس میں کسی وجہ صحیح کے تحت اس کی ناراضی ہونے کو کوئی دخل نہیں —تامل کرنا چاہئے۔

ثم قال فی ردالمحتار واما امام مصلی الجنازۃ الذی شرطہ الواقف وجعل لہ معلوما من وقفہ فھل یقدم علی الولی کامام الحی ام لا للقطع بان علۃ الرضا بالصلٰوۃ خلفہ فی حیاتہ خاصۃ بامام المحلۃ واستظھر المقدسی انہ کالاجنبی مطلقا لانہ انما یجعل للغرباء ومن لا ولی لہ

آگے ردالمحتار میں ذکر ہے کہ: اب سوال یہ ہے کہ وہ امام جو جنازہ پڑھانے کے لئے مقرر ہو جس کی وقف کرنے والے نے شرط کی ہے اور وقف سے اس کے لئے تنخواہ مقرر کردی ہے کیا امام محلہ کی طرح وہ بھی ولی پر مقدم ہوگا یا مقدم نہ ہوگا؟ کیونکہ قطعی بات ہے کہ زندگی میں اقتدا سے راضی ہونے کی علت صرف امام محلہ کے حق میں ہے —امام مقدسی نے اظہار فرمایا کہ وہ بالکل اجنبی کی طرح ہے کیونکہ اس کا تقرر مسافروں اور ایسے مُردوں کیلئے ہوتا ہے جن کا کوئی ولی نہ ہو۔

---

[1] ردالمحتار باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۶۴۹

Marfat.com

شرع فرمودے کہ پدرِ خود مولوی عبدالحکیم را تقدیم دہ و بپاسِ ادب پیشِ او پا منہ بایں صورت مولوی عبدالحکیم را تقدم بودے۔

فی الدرالمختار یقدم فی الصلٰوۃ علیہ السلطان ان حضر او نائبہ وھو امیرالمصر (ثم القاضی) ثم صاحب الشرط ثم خلیفتہ ثم خلیفۃ القاضی (ثم امام الحی) فیہ ایھام وذلک ان تقدیم الولاۃ واجب وتقدیم امام الحی مندوب فقط بشرط ان یکون افضل من الولی والا فالولی اولٰی (ثم الولی) بترتیب عصوبۃ الانکاح الا الاب فیقدم علی الابن اتفاقا الا ان یکون عالما والاب جاھلا فالابن اولٰی فان لم یکن لہ ولی فالزوج ثم الجیران ولہ ای للولی ومثلہ کل من یقدم علیہ (الاذن لغیرہ فیھا) لانہ حقہ فیملک ابطالہ (الا) انہ (ان کان ھناک من یساویہ فلہ) ای لذلک المساوی ولو اصغر سنا (المنع) لمشارکتہ فی الحق اما البعید فلیس لہ المنع اھ باختصار۔

وفی ردالمحتار قولہ (ثم امام الحی)

شریعت حکم دیتی ہے کہ اپنے باپ مولوی عبدالحکیم کو آگے کرو، اور ادب کا لحاظ کرکے اس کے آگے قدم نہ رکھ۔ اس طرح مولوی عبدالحکیم کو تقدم ہو جاتا۔

درمختار میں ہے: نمازِ جنازہ پڑھانے میں مقدم سلطانِ اسلام ہے اگر وُہ موجود ہو یا اس کا نائب، یہ شہر کا حاکمِ اسلام ہے۔ پھر قاضی، پھر کوتوال، پھر اس کا خلیفہ پھر قاضی کا خلیفہ، پھر امامِ محلہ۔ اس میں برابری کا ایہام ہے اور حکم یہ ہے کہ حکّام کی تقدیم واجب ہے اور امامِ محلہ کی تقدیم صرف مندوب ہے بشرطیکہ ولی سے افضل ہو، ورنہ ولی بہتر ہے۔ پھر ولی نکاح کرانے میں عصبہ ہونے کی جو ترتیب ہے وہی یہاں بھی ہوگی مگر باپ کہ وُہ بیٹے پر یہاں بالاتفاق مقدم ہے لیکن اگر بیٹا عالم اور باپ جاہل تو بیٹا اولٰی ہے۔ اگر کوئی ولی نہ ہو تو شوہر، پھر ہمسائے۔ ولی کو اور اسی کی طرح ہر اُس شخص کو جسے دوسروں پر تقدم ہے یہ حق حاصل ہے کہ کسی اور کو اذن دے دے کیونکہ یہ اس کا حق ہے تو اسے باطل کرنے کا اسے اختیار ہوگا۔ لیکن وہاں اگر کوئی اس کے مساوی ہو تو اسے۔ اگرچہ وُہ عمر میں چھوٹا ہی ہو۔ دوسرے کو روکنے کا حق حاصل ہے کیونکہ حق میں وہ اس کا شریک ہے۔ ہاں بعید کو روکنے کا اختیار نہیں اھ باختصار۔

ردالمحتار میں ہے: امامِ محلہ اس لئے اولٰی ہے

ــــــــــــــــــــ

لہ درمختار باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۲

ظاھر یؤیدہ تعبیر الھدایۃ بولایۃ النکاح، قولہ (فیقدم علی الابن اتفاقا) ھو الاصح وقیل ھذا قول محمد وعندھما الابن اولیٰ قال فی الفتح انما قدمنا الاسن بحدیث القسامۃ لیتکلم اکبرھما و ھذا یفید ان الحق للابن عندھما الا ان السنۃ ان یقدم اباہ و یدل علیہ قولھم سائر القرابات اولی من الزوجات لم یکن لہ منھا ابن فان کان فالزوج اولی منھم لان الحق للابن وھو یقدم اباہ ولا یبعد ان یقال ان تقدیمہ علی نفسہ واجب بالسنۃ اھ' و فی البدائع و للابن فی حکم الولایۃ ان یقدم غیرہ لان الولایۃ لہ و انما منع عن التقدم لئلا یستخف بابیہ فلم تسقط ولایتہ بالتقدیم قولہ (الا ان یکون الخ) قال فی البحر و لو کان الاب جاھلا والابن عالما ینبغی ان یقدم الابن الا ان یقال ان صفۃ العلم لا توجب التقدیم فی صلوۃ

تو وہ اجنبی سے اولیٰ ہوں گے۔ اور یہ ظاہر ہے جس کی تائید ہدایہ کے الفاظ "ولایتِ نکاح" سے ہوتی ہے ــــ عبارت درمختار (باپ بیٹے پر یہاں بالاتفاق مقدم ہے) یہی اصح ہے۔ اور کہا گیا کہ یہ امام محمد کا قول ہے اور شیخین (امام اعظم و امام ابو یوسف) کے نزدیک بیٹا اولیٰ ہے ــــ فتح القدیر میں ہے: ہم نے زیادہ عمر والے کو مقدم کیا حدیثِ قسامت کے پیشِ نظر، جس میں ہے کہ "دونوں میں جو زیادہ بڑا ہے وُہ کلام کرے" ــــ اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ شیخین کے نزدیک حق بیٹے کا ہے۔ مگر سنّت یہ ہے کہ وُہ اپنے باپ کو آگے کرے اس پر علماء کا یہ کلام دلالت کرتا ہے: دیگر اہلِ قرابت شوہر سے اولیٰ ہیں اگر شوہر کا اُس عورت سے کوئی بیٹا نہ ہو، اگر ہو تو شوہر اُن سے اَولیٰ ہے۔ اس لئے کہ حق بیٹے کا ہے اور وُہ اپنے باپ کو آگے کرے گا ــــ اور یہ کہنا بعید نہ ہوگا کہ بیٹے کا باپ کو اپنی ذات پر مقدم کرنا از رُوئے حدیث واجب ہے اھ ــــ بدائع میں ہے: حکمِ ولایت کے تحت بیٹے کو یہ اختیار ہے کہ کسی اور کو آگے بڑھا دے اس لئے کہ ولایت اُسے حاصل ہے اور خود آگے بڑھنے سے اس کو اس لئے روکا گیا کہ اپنے باپ کی بے ادبی کا مرتکب نہ ہو، تو دوسرے کو آگے بڑھانے کا حق اُس سے نہ گیا۔

عبارتِ درمختار (مگر یہ کہ بیٹا عالم ہو)۔ بحر میں ہے: اگر باپ جاہل اور بیٹا عالم ہو تو بیٹے کو آگے کرنا چاہئے۔ مگر یہ کہا جائے کہ علم نمازِ جنازہ میں

Marfat.com

اقول وھذا اولی لما یاتی من ان الاصل ان الحق للولی وانما قدم علیہ الولاۃ وامام الحی لما مر من التعلیل وھو غیر موجود ھنا ، والفرق بینہ وبین الامام الراتب ظاھر لانہ لم یرضہ للصلوٰۃ خلفہ فی حیاتہ بخلاف الراتب، قال فی شرح المنیۃ الاصل ان الحق فی الصلوٰۃ للولی ولذا اقدم علی الجمیع فی قول ابی یوسف وروایۃ عن ابی حنیفۃ لان ھذا حکم یتعلق بالولایۃ کالانکاح الا ان الاستحسان وھو ظاھر الروایۃ تقدیم السلطان ونحوہ لما مر من الوجہ

قولہ (بترتیب عصوبۃ الانکاح) فلا ولایۃ للنساء ولا للزوج الا انہ احق من الاجنبی قلت والظاھر ان ذوی الارحام داخلون فی الولایۃ ، والتقیید بالعصوبۃ لاخراج النساء فقط فھم اولی من الاجنبی وھو

اقول (میں کہتا ہوں) یہ بہتر ہے اس لئے کہ آگے آرہا ہے کہ اصل یہ ہے کہ حق ولی کا ہے اس پر حکام اور امام محلہ کی تقدیم تعلیل مذکور کے سبب ہے اور وہ علت یہاں موجود نہیں ——— اور اس امام جنازہ اور پنجگانہ کے امام مقرر کے درمیان فرق ظاہر ہے اس لئے کہ اس نے زندگی میں اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا ارادہ نہ کیا جبکہ امام مقرر کا حال یہ نہیں۔ شرح منیہ میں ہے کہ اصل یہ ہے کہ نماز کا حق ولی کو ہے، اسی لئے امام ابو یوسف کے نزدیک اور امام ابو حنیفہ سے ایک روایت میں وہ سب سے مقدم ہے۔ اس لئے کہ یہ ایسا حکم ہے جس کا تعلق ولایت سے ہے جیسے نکاح کرانے کا معاملہ ہے، مگر استحسان یہ ہے کہ یہاں سلطان وغیرہ مقدم ہوں جس کی وجہ بیان ہو چکی۔ اور یہی ظاہر الروایہ ہے۔

عبارت درمختار (نکاح کرانے میں عصبہ ہونے کی جو ترتیب ہے وہی ہوگی) اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے لئے یہ ولایت نہیں، اور شوہر کے لئے بھی نہیں مگر وہ اجنبی سے زیادہ حقدار ہے ——— میں کہتا ہوں ظاہر یہ ہے کہ ذوی الارحام بھی ولایت میں داخل ہیں اور عصبہ ہونے کی قید صرف عورتوں کو خارج کرنے کیلئے ہے

Marfat.com

چکے ہیں وُہ دوبارہ نہیں پڑھ سکتے۔ پھر یہ بھی اُس صورت میں ہے کہ پہلی نماز کسی ایسے نے پڑھی جس پر ولی کو ترجیح تھی، ورنہ اگر مثلاً بادشاہِ اسلام یا قاضیِ شرع یا امامِ حی نے نماز پڑھادی تو ولی کو اعادہ کا اختیار نہیں کہ وُہ اس بات میں ولی سے مقدم ہیں۔

فی الدر المختار[1] یقدم فی الصلوٰۃ علیہ السلطان او امیر المصر ثم القاضی ثم امام الحی ثم الولی فان صلی غیر الولی من لیس لہ حق التقدم علی الولی ولم یتابعہ الولی اعاد الولی ولو علی قبرہ ان شاء لاجل حقہ لا لاسقاط الفرض ولذا قلنا لیس لمن صلی علیہا ان یعید مع الولی لان تکرارھا غیر مشروع وان صلی من لہ حق التقدم کقاض او نائبہ او امام الحی او من لیس لہ حق التقدم وتابعہ الولی لایعید[1] اھ مختصراً۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے: میت کی نماز پڑھنے میں مقدم بادشاہ یا والیِ شہر ہے پھر قاضی پھر امامِ محلہ پھر ولی —— اگر ولی کے علاوہ ایسے شخص نے جس کو ولی پر تقدم کا حق حاصل نہیں، نماز جنازہ پڑھ لی اور ولی نے اس کی متابعت نہ کی تو ولی اگر چاہے تو دوبارہ پڑھ سکتا ہے خواہ قبر پر ہی پڑھے، اسے یہ اختیار اپنے حق کے سبب ہے اس لئے نہیں کہ فرضِ جنازہ ادا نہ ہُوا تھا' اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ پہلے جو پڑھ چکے تھے وہ ولی کے ساتھ ہوکر دوبارہ نہیں پڑھ سکتے —— اس لئے کہ نمازِ جنازہ کی تکرار جائز نہیں —— اور اگر پہلے ایسے شخص نے پڑھی جسے ولی پر تقدم کا حق حاصل ہے جیسے قاضی یا نائبِ قاضی یا امامِ محلہ یا ایسے شخص نے پڑھی جسے حقِ تقدم حاصل نہیں مگر ولی نے اس کی متابعت کر لی تھی تو دوبارہ نہیں پڑھ سکتا اھ مختصراً (ت)

مسئلہ ۴۲ از بریلی مرسلہ نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب سلمہ اللہ تعالٰی ۳ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

چہ مے فرمایند علمائے کرام دریں مسئلہ کہ بوقتِ نمازِ مغرب جنازہ بیاید تقدیمِ نمازِ فرض باید یا نمازِ میت۔

اس مسئلہ میں علمائے کرام کیا فرماتے ہیں کہ مغرب کے وقت جنازہ آئے تو پہلے نمازِ فرض کی ادائیگی ہو یا نمازِ جنازہ کی ؟

الجواب

نمازِ مغرب را تقدیم باید کما فی ردالمحتار بلکہ سنن راتبہ نیز بہ یفتی کما فی البحر وغیرہ

پہلے نمازِ مغرب ادا کرنا چاہئے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے بلکہ مقررہ سنتوں کو بھی ادا کرلینا چاہئے۔ اسی پر

---

[1] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۲-۲۳

Marfat.com

الجنازة لعدم احتیاجہ الیہ واعترضه فی النهر بما مرمن ان امام الحی انما یقدم علی الولی اذا کان افضل قال نعم علل القدوری کراهة تقدم الابن علی ابیه بان فیه استخفافا به وهذا یقتضی وجوب تقدیمه مطلقا اھ قلت وهذا مؤید لما مر عن الفتح[1] اھ ما فی رد المحتار ملخصا ملتقطا، وفی الخانیة ثم الهندیة من الصلوٰة، رجل بنی مسجدا وجعله للّٰه تعالٰی فهو احق الناس بمرمته وعمارته والاذان والاقامة والامامة ان کان اھلا لذلك، فان لم یکن فالرای فی ذلك الیه[2] اھ (ملخصا) واللّٰه سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

تقدم کا موجب نہیں کیونکہ اس میں علم کی ضرورت نہیں۔ اس پر نہر میں یہ اعتراض ہے کہ امامِ محلہ ولی پر اُسی وقت تقدم پاتا ہے جب اُس سے افضل ہو۔ ہاں قدوری نے باپ پر بیٹے کا تقدم مکروہ ہونے کی علت یہ بتائی کہ اس میں باپ کی اہانت و بے ادبی ہے، اس علت کا تقاضا یہ ہے کہ باپ کی تقدیم مطلقًا ضروری ہے اھ — میں کہتا ہوں اس سے اس کلام کی تائید ہو رہی ہے جو فتح القدیر کے حوالے سے گزرا تلخیص و انتخاب کے ساتھ ردالمحتار کا مضمون ختم ہوا۔ خانیہ پھر ہندیہ کتاب الصلوٰۃ میں ہے: کسی شخص نے مسجد تعمیر کی اور اُسے خدا کے لئے وقف کر دیا تو اس کی مرمت، عمارت، اذان، اقامت اور امامت کا وہ سب لوگوں سے زیادہ حقدار ہے اگر وہ اس کا اہل ہو ورنہ اس بارے میں رائے اُسی کی لی جائے گی اھ (یعنی دوسرے کو مقرر کرنے کا حق اسی کو ہوگا) اور خدائے پاک و برتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۸۳: موضع بکہ جیبی والاعلاقہ چاگل، تھانہ ہری پور ڈاک خانہ نجیب اللہ خاں مرسلہ مولوی شیر محمد صاحب ۱۴ جمادی الآخرہ ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میّت اگرچہ بالغ ہو یا نابالغ ہو اُس کے جنازہ میں ولی داخل نہیں ہُوا تو اس کا جنازہ ہُوا یا نہیں؟

الجواب

نماز ہوگئی مگر جو نمازِ جنازہ بے اجازت ولی پڑھی جائے ولی کو اختیار رہے کہ دوبارہ پڑھے۔ مگر جو پہلے پڑھ

---

[1] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۰-۶۴۹

[2] فتاوی ہندیۃ الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلوٰۃ الخ ، نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۱۰

Marfat.com

الجواب

صلوٰۃ الجنازۃ مشروعۃ فی کل وقت حتی فی الاوقات الثلثۃ ان حضرت فیھا، فی الدرالمختار ینعقد نفل بشروع فیھا بکراھۃ التحریم لاینعقد الفرض وماھو ملحق بہ کواجب لعینہ کوتر وسجدۃ تلاوۃ وصلوٰۃ جنازۃ تلیت الاٰیۃ فی کامل وحضرت الجنازۃ قبل لوجوبہ کاملا فلا یتادی ناقصا فلووجبتا فیھا لم یکرہ فعلھما ای تحریما وفی التحفۃ الافضل ان لاتؤخر الجنازۃ اھ[1] فی ردالمحتار مافی التحفۃ اقرہ فی البحر والنھر والفتح والمعراج لحدیث ثلث لایؤخرن منھا الجنازۃ اذا حضرت اھ[2] واعتقاد انھا لاتجوز قبل صلوٰۃ العصر جھل فاضح اوزیغ واضح وافتراء بلا امتراء علی الشریعۃ الغراء نعم ان ضاق الوقت یجب تقدیم العصر لکن ان قدمت صحت واذا صلاھا الولی اوغیرہ باذنہ فلا تجوز اعادتھا کما حققناہ بتوفیق اللہ تعالٰی بما لامزید علیہ فی رسالتنا

نمازِ جنازہ ہر وقت مشروع ہے یہاں تک کہ تینوں اوقات مکروہہ میں بھی، اگر اُسی وقت آیا ہو۔ درمختار میں ہے: ان اوقات میں نمازِ نفل کراہتِ تحریم کے ساتھ ہو جائیگی، فرض نہ ہوگا اور وُہ بھی جو اس سے ملحق ہے جیسے واجب لعینہ، جیسے وتر اور سجدۂ تلاوت و نمازِ جنازہ جبکہ آیتِ سجدہ کامل وقت میں پڑھی گئی ہو اور جنازہ وقت مکروہ سے پہلے آگیا ہو اس لئے کہ ان کا وجوب کامل ہُوا تو ناقص طور پر ادائیگی نہ ہوگی، ہاں اگر ان دونوں کا وجوب ان ہی اوقات میں ہُوا ہو تو ان اوقات میں ان کی ادائیگی مکروہِ تحریمی نہیں۔ تحفہ میں ہے: افضل یہ ہے کہ جنازہ میں دیر نہ کی جائے اھ۔ ردالمحتار میں ہے: تحفہ میں جو مذکور ہے اسے بحر، نہر، فتح اور معراج میں برقرار رکھا ہے کیونکہ حدیث میں ہے: تین[3] چیزوں میں دیر نہ کی جائے ان میں سے ایک یہ جنازہ ہے جب آجائے اھ۔

اور یہ خیال کہ نمازِ عصر سے پہلے جنازہ ناجائز ہے رُسواکن جہالت ہے یا کھلی ہوئی گمرہی، اور شریعتِ مبارکہ پر قطعی افترا ــــ ہاں اگر وقت تنگ ہو تو پہلے عصر پڑھنا ضروری ہے لیکن اگر نمازِ جنازہ پہلے پڑھ لی تو وہ بھی صحیح ہوگئی ــــ اور جب ولی نے یا اس کی اجازت سے دوسرے نے نمازِ جنازہ پڑھ لی تو دوبارہ پڑھنا جائز نہیں جیسا کہ ہم نے بتوفیقِ الٰہی اپنے رسالہ

---

[1] درمختار | کتاب الصلوٰۃ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۶۱
[2] ردالمحتار | ″ | ″ مصطفی البابی مصر | ۱/ ۲۷۵

اقول آرے اگرضرورت داعیہ بتقدیم جنازہ است مثلاً شکم مُردہ منتفخ شدہ و اندیشہ است کہ اگر دیر کنند منشق شود وہنوز در وقت سعتے ست کہ بتقدیم جنازہ فوت نہ شود آنگاہ لاجرم تقدیم جنازہ مے شاید بالاتفاق کما لا یخفی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

فتوٰی ہے جیسا کہ بحر وغیرہ میں ہے اقول ہاں اگر ضرورت پہلے ادائے جنازہ کی طالب ہے مثلاً مُردہ کا پیٹ پھُولا ہوا ہے اور اندیشہ ہے کہ اگر دیر کریں تو پھٹ جائے گا، اور ابھی وقت میں اتنی وسعت ہے کہ جنازہ پہلے ادا کرنے سے مغرب فوت نہ ہوگی تو ایسے وقت میں ناچار، بالاتفاق نماز جنازہ کی ادائیگی پہلے ہوگی، جیسا کہ پوشیدہ نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۴۳ ۸ شوال ۱۳۳۸ھ

ظُہر کی نماز کا وقت ابھی شروع ہُوا پھر جنازہ بھی آیا، اور وقت بہت ہے، اب کون نماز مقدم ہو، اور سنّت کس وقت؟

الجواب

جب وقتِ ظُہر وسیع ہے جنازے کی تقدیم کریں، ہاں اگر جنازہ لے جانے والے بھی اسی جماعتِ ظہر میں شریک ہوں گے کہ اگر جنازہ کی نماز پہلے ہوجائے جب بھی جنازہ نمازِ ظہر سے فارغ ہونے کے لئے رکھا رہے گا اور اُس کے تغیر کا اندیشہ نہ ہو تو ظہر فرض وسنّت پہلے پڑھیں کہ اس دیر میں شاید اور نمازی بھی آجائیں اور جنازے پر تکثیر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۴ از مراد آباد محلہ گل شہید مرسلہ مولوی جمیل الدین احمد صاحب ۱۴ صفر ۱۹۱۶ء

ما قولکم ایھا العلماء الراسخون والفقھاء الماھرون فی ان ولی المیت صلی علیہ او غیرہ باذنہ صلٰوۃ الجنازۃ اول وقت العصر قبل ان یصلی العصر ھل تجوز صلٰوۃ الجنازۃ قبل صلٰوۃ العصر ام لا وان تجز فمن اعادھا بعد صلٰوۃ العصر باعتقاد انھا لا تجوز قبلھا ھل یکون مبتدعا شرعا او لا بینوہ بیانا شافیا توجروا عند اللہ اجرا وافیا۔

علمائے راسخین وفقہائے ماہرین کا اس بارے میں کیا ارشاد ہے کہ اول وقت عصر میں ولی میت نے یا اس کی اجازت سے دوسرے نے نماز جنازہ ادائے عصر سے پہلے پڑھ لی تو عصر سے پہلے یہ نماز جائز ہوئی یا نہیں؟ اگر جائز ہوئی تو جو بعد عصر جنازہ دوبارہ پڑھے اس خیال سے کہ قبل عصر وُہ جائز نہیں تو شرعاً وہ مبتدع ہے یا نہیں؟ شافی طور پر بیان فرمائیں خدا کے یہاں وافی اجر پائیں۔

Marfat.com

الجواب

جنازہ کی نماز مثل اور سب نمازوں کے بغیر طہارت کے ہرگز صحیح نہیں۔ وہ پڑھنے والے گنہگار ہوئے اور انھوں نے بہت سخت بُرا کیا اور اُن کی نماز ہرگز ادا نہ ہوئی۔ نمازِ جنازہ میں صرف طہارتِ امام شرط ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اگر ایسا ہو جب بھی اُس میت کی نمازِ جنازہ ادا ہو جائیگی اور وہ فرض کفایہ ساقط ہو جائے گا کہ جب امام طاہر تھا تو اس کی نماز صحیح ہوگئی اس فرض کے ادا کرنے کو اتنا کافی ہے کہ اس میں جماعت شرط نہیں یہ معنی نہیں ہیں کہ فقط طہارتِ امام صحتِ نمازِ مقتدیان کے لئے بھی کفایت کرتی ہے مقتدیوں کو بے طہارت پڑھ لینی جائز ہے، یہ محض جہالتِ فاحشہ ہے، جس نے یہ فتویٰ بیہودہ دیا وہ شرعاً تعزیر دئے جانے کے قابل ہے کہ جاہل کو مفتی بننا حرام ہے۔

فی رد المحتار اما الشروط التی ترجع الی المصلی فھی شروط بقیۃ الصلٰوۃ من الطھارۃ الحقیقیۃ بدنا وثوبا ومکانا والحکمیۃ وستر العورات والاستقبال والنیۃ سوی الوقت[1]

ردالمحتار میں ہے: نمازِ جنازہ پڑھنے والے سے متعلق شرطیں وہی ہیں جو بقیہ نمازوں سے متعلق ہیں کہ بدن، جامہ، جگہ نجاستِ حقیقیہ سے پاک ہو، بدن نجاستِ حکمیہ سے بھی پاک ہو، سترِ عورت ہو، استقبالِ قبلہ اور نیّت ہو وقت کی شرط نہیں۔ (ت)

اُسی میں ہے:

لاصحۃ لھا بدون الطھارۃ[2] (بغیر طہارت کے نمازِ جنازہ صحیح نہیں۔ت)

درمختار میں ہے:

لوام بلا طھارۃ والقوم بھا اعیدت و بعکسہ لا کما لو امت امرأۃ ولو امۃ لسقوط فرضھا بواحد[3]

اگر امام بے طہارت ہے اور مقتدی باطہارت تو جنازہ پھر سے پڑھنا ہے اور اس کے برعکس ہے تو اعادہ نہیں، جیسے اگر کوئی عورت امامت کردے خواہ کنیز ہی ہو تو اعادہ نہیں اس لئے کہ ایک کے پڑھ لینے سے بھی فرضِ جنازہ ادا ہو جاتا ہے (ت)

---

[1] رد المحتار باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/۵۸۲

[2] رد المحتار 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[3] درمختار 〃 〃 مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۱

Marfat.com

النہی الحاجز عن تکرار صلٰوۃ الجنائز (۱۳۱۵ھ)
فی السراج الوھاج والبحر الرائق
ورد المحتار وجامع الرموز والجوھرۃ
النیرۃ والھندیۃ ومجمع الانہر وغیرھا
ان صلی الولی علیہ لم یجز ان
یصلی احد بعدہ[1] اھ وفی الدر المختار ومن
لیس لہ حق التقدم وتابعہ الولی لایعید[2] اھ
مختصرا واللہ تعالٰی اعلم۔

النہی الحاجز عن تکرار صلٰوۃ الجنائز (۱۳۱۵ھ) میں اس کی بھرپور تحقیق کی ہے ــــ سراج وہاج، بحرالرائق، ردالمحتار، جامع الرموز، جوہرہ نیرہ، ہندیہ، مجمع الانہر وغیرہا میں ہے: اگر ولی نے جنازہ پڑھ لیا تو اس کے بعد کسی کو پڑھنا جائز نہیں اھ درمختار میں ہے: یا کسی ایسے شخص نے پڑھا جسے ولی پر حقِ تقدم حاصل نہیں مگر ولی نے اس کی متابعت کر لی تو دوبارہ نہیں پڑھ سکتا اھ مختصراً۔ اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے (ت)

مسئلہ ۴۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کھانا تیار رہے، جنازہ بھی تیار ہے، تو پہلے کھانا کھائے یا مُردے کو دفن کرے؟

الجواب

جنازہ آگیا تو پہلے اس کی نماز پڑھ لے کہ اس نماز میں ایسی دیر نہیں ہوتی، پھر اگر بھوک وغیرہ دیگر[ع] ضرورتیں لاحق ہیں تو دفن کے لئے بعد کھانا کھانے کے جائے یا فقط نماز پر قناعت کرے، جبکہ لے جانیوالے موجود ہوں اور اس کے نہ جانے سے کوئی حرجِ شرعی لازم نہ آتا ہو، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۶: ازناہ اسٹیشن دیورنیا مرسلہ شیخ نیاز احمد صاحب ۹ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک جنازہ کی نماز میں کچھ لوگ بلا وضو و بلا تیمم شریک ہوگئے اُن کی نماز ہوئی یا نہیں؟ اور اُن کی نسبت کیا حکم ہے؟ اور ایک شخص نے کہا کہ انھوں نے کچھ بُرا نہ کیا کہ نمازِ جنازہ میں صرف امام کی طہارت ضروری ہے مقتدیوں کی طہارت کی حاجت نہیں، اُس کا یہ قول کیسا ہے؟ بینوا توجروا

ع کھانا سامنے آیا اور کھانے کے بعد جنازہ مل جائیگا یا پہلے جنازے میں شرکت کرے تو بھوک کی وجہ سے دل کھانے کی طرف رہے گا یا کھانا ٹھنڈا ہو کر بے مزہ ہوجائے گا، یا اس کے دانت کمزور ہیں روٹی ٹھنڈی ہوجائے گی اور چبائی نہ جائے گی ۱۲ (م)

---

[1] البحرالرائق بحوالہ السراج الوہاج فصل السلطان احق بصلٰوتہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۷۲
[2] درمختار باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۳

Marfat.com

قد توضع فی بعض المواضع خارج المسجد فی الشارع فیصلی علیها ویلزم منه فسادها من کثیر من المصلین لعموم النجاسة وعدم خلعهم نعالهم المتنجسة[1]

کبھی بعض مقامات میں بیرونِ مسجد سڑک پر جنازہ رکھ کر نماز پڑھی جاتی ہے اس سے بہت سے لوگوں کی نماز کا فساد لازم آتا ہے کیونکہ وہ جگہیں نجس ہوتی ہیں اور لوگ اپنے نجاست آلود جوتے اتارتے نہیں۔(ت)

اُسی میں ہے:

فی البدائع لوصلی علی مکعب اعلاہ طاھر وباطنہ نجس عند محمد یجوز لانہ صلی فی موضع طاھر کثوب طاھر تحتہ ثوب نجس اھ وظاھرہ ترجیح قول محمد وھو الاشبہ[2] (ملخصاً)

بدائع میں ہے: اگر کسی ایسے مکعب پر نماز پڑھی جس کا بالائی حصّہ پاک ہے اور اندرونی حصہ ناپاک ہے تو امام محمد کے نزدیک جائز ہے، اس لئے کہ نماز پاک جگہ ادا ہُوئی جیسے کوئی پاک کپڑا ہو جس کے نیچے دوسرا ناپاک کپڑا ہو اھ، اس کا ظاہر امام محمد کے قول کی ترجیح ہے اور وہی اشبہ ہے (ملخصاً) (ت)

زید نے بیانِ حدیث میں غلطی کی، حدیث میں تو لفظ نجاست نہیں لفظ قذر ہے یعنی گھن کی چیز جیسے ناک کی آمیزش وغیرہ نجاست ہوتی تو نماز سرے سے پڑھی جاتی کہ نماز کا ایک جُز باطل ہونا ساری نماز کو باطل کر دیتا ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) نمازِ جنازہ جب ولی پڑھائے یا باذنِ ولی ہوجائے تو دوبارہ پڑھنا جائز نہیں،

کما ھو مصرح فی جمیع الکتب وتفصیلہ فی رسالتنا النھی الحاجز عن تکرار صلٰوۃ الجنائز۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جیسا کہ تمام کتابوں میں اس کی تصریح ہے اور اس کی تفصیل ہمارے رسالے النھی الحاجز عن تکرار صلاۃ الجنائز میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۹ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ نمازِ جنازہ اس طرح ادا کرنا کہ میت چارپائی پر ہو اور چارپائی کے پائے ایک ہاتھ سے زائد بلند ہوں جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کس دلیل سے جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نماز کے وقت میت کا چارپائی پر ہونا صدرِ اوّل سے معمولِ مسلمانان ہے اُس کے پائے حسبِ عادت

---

[1] رد المحتار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۵۹۴

[2] رد المحتار باب مفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیھا " " " " ۱/۴۲۱

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے :

ای لاتعاد لصحۃ صلٰوۃ الامام وان لم تصح صلٰوۃ من خلفہ[1] واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

یعنی اعادہ اس لئے نہیں کہ امام کی نماز صحیح ہو گئی اگرچہ پیچھے والوں کی نماز صحیح نہ ہوئی۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۴۸ ازگوالیار مسئولہ مولوی محمود الحسن صاحب ۱۳ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ :

(۱) ایک جنازے کی نماز میں زید نے لوگوں کو کہ جنھوں نے جوتوں میں سے پیروں کو نکال کر اور جوتے کے اوپر پیر رکھ کر نماز پڑھنا چاہا، روکا کہ پیر جوتوں سے مت نکالو جوتے پہنے ہوئے نماز درست ہے۔ عمرو نے ایک شخصیت کے الفاظ میں کہا کہ کوئی کہتا ہے جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھو، جوتے سب اُتار ڈالیں۔ چنانچہ بعض نے زید کے کہنے پر عمل کیا بعض نے عمرو کے کہنے پر۔ بعد نماز کے بحث پیش آئی، زید نے تحریری جواب کہ رسول خدا نے نماز میں جوتا اتارا، مقتدیوں نے بھی اتارا، پیغمبر صاحب نے دریافت کیا کہ تم نے جوتے کیوں اتارے؟ جواب دیا کہ اتباع کیا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ جوتے میں ناپاکی ہے۔ پس معلوم کرلینا چاہئے، عمرو کو ایسا کہنا خلاف تھا اس لئے کہ وہ کیسے برجستہ الفاظ صدر کہہ سکتا تھا اس لئے کہ ناپاکی کا ثبوت نہیں رکھتا تھا، مقامی حالت پر جہاں جوتے اتار کر نماز پڑھنے کے واسطے عمرو نے کہا تھا یہ تھی کہ وہاں پر گھوڑے وغیرہ پیشاب کرتے ہیں، جوتے پہنے ہوئے جس قدر لوگ تھے اُن کے جوتے خشک تھے، پس اس حالت میں شرعاً عمرو کا کہنا صحیح سمجھا جائے گا یا زید کا؟

(۲) عمرو مذکور نے ایک مرتبہ ایسا بھی کیا ہے کہ نمازِ جنازہ دوبارہ پڑھائی، زید نے اس کو مکروہ کہا، اور جب عمرو کی جانب سے لوگوں نے بحث کی تو اُس نے علاوہ مکروہ کے آثارِ فتنہ اور بدعت بھی ثابت کیا، کیا زید کا کہنا حق ہے؟

الجواب

(۱) اگر وُہ جگہ پیشاب وغیرہ سے ناپاک تھی یا جن کے جُوتوں کے تلے ناپاک تھے اور اس حالت میں جُوتا پہنے ہُوئے نماز پڑھی اُن کی نماز نہ ہُوئی، احتیاط یہی ہے کہ جُوتا اتار کر اس پر پاؤں رکھ کر نماز پڑھی جائے کہ زمین یا تلا اگر ناپاک ہو تو نماز میں خلل نہ آئے۔ ردالمحتار میں ہے :

---

[1] ردالمحتار باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۵۸۲

Marfat.com

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں جواز تو یقینی ہے۔ رہی کراہت اُس کے لئے بھی کوئی وجہ نہیں۔ نہ فقیر کو یاد کہ کسی کتاب میں اُسے منع لکھا ہو۔ درمختار میں جو اس مقدار کو جس سے امام و مقتدی میں امتیاز پایا جائے مکروہ لکھا وہاں بلندیِ موضع میں کلام ہے یعنی امام کو مقتدیوں سے اتنا اونچا کھڑا ہونا مکروہ ہے جس سے امتیاز واقع ہو اور وجہ اس کی حدیث میں نہی آنا اور اہلِ کتاب سے مشابہت پایا جانا ہے کہ یہود عنود اپنے امام کے لئے جائے بلند مقرر کرتے ہیں یہاں تک کہ نہی و مشابہت ثابت نہیں تو کراہت پر بھی حکم نہیں دے سکتے۔

فی الدرالمختار وانفراد الامام علی الدکان للنھی وقدر الارتفاع بذراع ولا بأس بما دونه وقیل مایقع به الامتیاز وھو الاوجه[1] فی ردالمحتار (قوله للنھی) وھو ما اخرجه الحاکم انه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم نھی ان یقوم الامام فوق ویبقی الناس خلفه وعللوہ بانه تشبه باھل الکتاب فانھم یتخذون لامامھم دکانا[2] اھ واللّٰه سبحانه وتعالٰی اعلم وصلی اللّٰه تعالٰی علیه سیدنا ومولٰنا محمد وعلٰی اٰله وصحبه اجمعین وبارك وسلم اٰمین۔

دُرمختار میں ہے: امام کا تنہا کسی دُکان (اونچی جگہ) پر کھڑا ہونا مکروہ ہے کیونکہ اس سے ممانعت آئی ہے۔ اونچائی کی مقدار ایک ہاتھ ہے اس سے کم ہو تو حرج نہیں اور کہا گیا کہ بس اتنی اونچائی جس کی وجہ سے وہ ممتاز نظر آئے اور یہی اوجہ ہے۔ ردالمحتار میں ہے: ممانعت کی حدیث وہ ہے جسے حاکم نے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ امام اوپر کھڑا ہو اور لوگ اس کے پیچھے نیچے رہیں۔ علماء نے اس کی علت یہ بتائی ہے کہ اس میں اہل کتاب سے مشابہت ہے اس لئے کہ وہ اپنے امام کے لئے کوئی اونچی جگہ بناتے ہیں، بحر، اھ۔ اور خدائے پاک و برتر خوب جاننے والا ہے، اللہ تعالٰی کی رحمت، برکت اور سلام ہو ہمارے آقا و مولا محمد رسول اللہ اور ان کی آل و اصحاب سب پر۔ الٰہی قبول فرما۔ (ت)

مسئلہ ۵۲ ۲۲ شوال المکرم ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مُردہ کے نماز پڑھانے کے واسطے جو جا نماز ملتی ہے اس سے کُرتا اور کچھ اور کپڑا بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز نہیں ہے تو اس سے جو نمازِ مفروضہ پڑھی گئی ہو وہ لوٹائی جائے گی یا نہیں؟ اور اس کفن سے یہ جانماز کے واسطے کپڑا نکالنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

---

[1] درمختار باب مایفسد الصلٰوۃ و مایکرہ فیہا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۲

[2] ردالمحتار " " " " ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۴۳۴

Marfat.com

ہاتھ بھر یا کم یا کبھی زائد ہر طرح کے ہوتے ہیں، کبھی اس پر انکار نہیں ہُوا۔ جو ہاتھ بھر سے تھوڑے زائد کو ناجائز بتائے وُہ سند دے۔ جس نے ناجائز کہا جس نے ناجائز لکھا، اور ہرگز سند نہ دے سکے گا، اُس وقت اُس پر کُھل جائے کہ اُس کا ناجائز کہنا شریعتِ مطہرہ پر افترا تھا، ہاں اگر پلنگ اتنا اونچا ہو کہ قدِ آدم سے زائد، جس میں امام کی محاذات میت کے کسی جز و سے نہ ہو تو البتہ نماز ناجائز ہوگی کہ محاذات شرط ہے، مگر کوئی پلنگ اتنا اونچا نہیں ہوتا۔

فی رد المحتار عن جامع الرموز عن تحفۃ الفقہاء ان رکنھا القیام و محاذاتہ الی جزء من اجزاء المیت[1] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

ردالمحتار میں جامع الرموز سے، اس میں تحفۃ الفقہاء سے منقول ہے نماز جنازہ کا رکن قیام ہے اور نمازی کا میت کے کسی جز کے مقابل ہونا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۰ از اجمیر شریف مرسلہ محمود الحسن ۲۳ محرم ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ اگر جنازہ کو ایسی چارپائی پر رکھ کر نماز پڑھی کہ جس کے پائے ایک بالشت سے کم تھے تب تو نماز ہوگئی ورنہ نہیں۔ اور ثبوت میں شامی اور کبیری پیش کرکے کہتا ہے کہ جنازہ مثل امام کے ہے جس طرح امام کا ایک بالشت سے اوپر کھڑا ہونا مفسدِ صلٰوۃ ہے اس صورت میں بھی پائے ایک بالشت سے زائد ہونا مانع صلٰوۃِ جنازہ ہے۔ کیا واقعی اگر پائے ایک بالشت سے زیادہ ہوں تو مفسدِ صلٰوۃِ جنازہ ہیں یا ایک بالشت ہونا اولٰی۔ اور اس سے زائد مکروہ ہے یا مطلقاً خواہ جس قدر بھی پائے لمبے ہوں جائز ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

زید کے اقوال سب باطل و بے اصل ہیں، نہ پایوں کی بلندی شرعاً کسی حد پر مخصوص رکھی گئی ہے، نہ ایک بالشت بلندی میں کچھ اولویت، نہ ایک بالشت یا ایک گز امام کی بلندی مفسدِ نماز، نہ ہر بات میں جنازہ مثل امام، یہ ہوساتِ عاطلہ و اوہامِ باطلہ ہیں، جنازہ کا زمین پر رکھا ہونا ضرور شرط ہے اگرچہ پائے کتنے ہی بلند ہوں اور امام کا بقدرِ امتیاز سب مقتدیوں سے اونچا ہونا صرف مکروہ ہے نہ کہ مفسدِ نماز۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۱ نماز جنازہ میں امام کے نیچے جانماز ہوتی ہے اور مقتدی سب زمین پر، یہ جائز ہے یا ناجائز؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] ردالمحتار باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۰۸

Marfat.com

مسئلہ ۵۵ از کلی ناگر پرگنہ پورن پور ضلع پیلی بھیت مکان علن خان نمبردار مرسلہ اکبر علی شاہ ۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نمازِ جنازہ میں مقتدی فقط سبحان پڑھ کر خاموش ہوجائیں اور کچھ نہ پڑھیں یا سبحان، درود شریف، دعا جو کچھ امام پڑھے مقتدی بھی پڑھیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مقتدی بھی سب کچھ پڑھیں کہ نمازِ جنازہ میں صرف ذکر و دعا ہے قراءتِ قرآن نہیں، اور مقتدیوں کو صرف قرأتِ قرآنِ عظیم ہی منع ہے باقی دعا و اذکار میں وہ امام کے شریک ہیں۔

فی الرحمانیۃ فی الطحاوی یکبرون الافتتاح مع رفع الیدین ثم یقرءون الثناء ثم یکبرون ویصلون علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثم یکبرون ویستغفرون للمیت ثم یکبرون و یسلمون ولا یرفعون ایدیھم فی التکبیرات الثلث ولا قرأۃ فیھا[1]

رحمانیہ میں ہے: طحاوی میں ہے کہ کانوں تک ہاتھ لے جانے کے ساتھ تکبیر افتتاح کہیں، پھر ثناء پڑھیں، پھر تکبیر کہیں اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھیں، پھر تکبیر کہیں اور میت کے لئے استغفار کریں پھر تکبیر کہیں اور سلام پھیریں۔ بعد کی تینوں تکبیروں میں ہاتھ نہ اٹھائیں۔ اور نمازِ جنازہ میں قرأتِ قرآن نہیں۔ (ت)

خزانۃ المفتین میں ہے:

وان کان المیت غیر بالغ فان الامام ومن خلفہ یقولون اللھم اجعلہ لنا فرطا واجعلہ لنا ذخرا شافعا ومشفعا[2] واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اگر میت نابالغ ہو تو امام اور مقتدی سب کہیں گے اے اللہ! اسے ہمارے لئے آگے جانے والا کردے اور اسے ہمارے لئے ذخیرہ بنادے اور شفاعت کرنے والا مقبول الشفاعۃ کردے۔
واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۵۶ از لشکر کانپور محلہ توپخانہ بازار قدیم، چھوٹی مسجد، مرسلہ محمد یوسف علی صاحب ۲۰ صفر مظفر ۱۳۳۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نمازِ جنازہ میں سلام ہاتھ چھوڑنے کے بعد پھیرنا چاہیے یا قبل ہاتھ چھوڑنے کے، افضل کیا ہے؟

---

[1] رحمانیہ
[2] خزانۃ المفتین

Marfat.com

الجواب

اس جانماز سے دو غرضیں لوگوں کی ہیں: ایک یہ اکثر نمازِ جنازہ راستے وغیرہا بے احتیاطی کے مقامات پر ہوتی ہے، مسجد کہ صاف و پاکیزہ رکھی جاتی ہے اس میں نمازِ جنازہ منع ہے تو بغرضِ احتیاط امام کے نیچے جانماز بچھا دی جاتی ہے کہ سب مقتدیوں کے لئے اس کا مہیا کرنا دشوار ہوتا ہے اور اگر فرض کیجئے کہ وہ تمام جگہ ایسی ناپاک ہے کہ کسی کی نماز نظر بواقع نہ ہوسکے تو جانماز کے سبب امام کی تو ہوجائے گی اور اسی قدر سب مسلمانوں کی طرف سے ادائے فرض و ابرائے ذمّہ کے لئے کافی ہے کہ نمازِ جنازہ میں جماعت شرط نہیں، دوسرے نفعِ فقیر کہ وہ جانماز بعد نماز کسی طالب علم یا اور فقیر پر تصدیق کر دی جاتی ہے، اور یہ دونوں غرضیں محمود ہیں تو اس کے جواز میں کلام نہیں، اور جس فقیر پر وہ تصدق کی گئی اس کی ملک ہے کُرتا وغیرہ جو چاہے بنائے اس میں نماز مکروہ بھی نہیں، نہ اصلاً حاجتِ اعادہ۔ کما لا یخفی (جیساکہ واضح ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۳ ازمنڈی ہلدوانی، ضلع نینی تال، مرسلہ حفیظ احمد مستری ۲۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

نمازِ جنازہ کے وقت امام کے سامنے جو جانماز بچھاتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے وقد بینا الحکمۃ فیہ فی فتاوٰنا (اور اس کی حکمت ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کی ہے۔ ت)

مسئلہ ۵۴ ۲۳ شوال ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک بزرگ کے مزار پر چادریں چڑھائیں، اور زیارت کے مجاور نے اپنے قبضہ میں لاکر ان چادروں کو عمرو کے ہاتھ فروخت کیا اور عمرو نے بکر کے ہاتھ، پس اس حالت میں بکر کو اس کا اوڑھ کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر تصریحاً عرف و رواج سے یہ امر ثابت ہے کہ وہ چادریں مجاوروں کے لینے کے لئے چڑھائی جاتی ہیں تو مجاور مالک ہوگیا اور بیع جائز ہوئی اور اُسے اوڑھ کر نماز پڑھنے میں حرج نہیں، اور اگر چادر اس لئے چڑھائی کہ مزار پر رہے تو وہ مِلک زید پر باقی ہے اور بیعیں اس کی اجازت پر موقوف ہیں، اگر جائز کردے گا نافذ ہوجائیں گی ورنہ باطل۔ واللہ تعالیٰ اعلم

Marfat.com

پڑھے ۔مثلاً تین تکبیریں فوت ہوئیں تو چوتھی امام کے ساتھ کہہ کر بعد سلام پہلی تکبیر کے بعد ثنا پھر درود پھر دعا پڑھے اور دو فوت ہوئیں تیسری امام کے ساتھ دعا، چوتھی کے بعد سلام، پھر اول کے بعد ثنا، دوم کے بعد درود، اور ایک ہی فوت ہوئی تو بعد سلام ایک تکبیر کے بعد ثنا ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از کانپور بوچڑخانہ مسجد رنگیاں مرسلہ مولوی عبدالرحمٰن جلشانی طالبعلم مدرسہ فیض عام ۲۳ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ

ماجوابکم ایہا العلماء رحمکم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں کہ مُردہ کی نمازِ جنازہ نہ پڑھی ہو تو کتنے دن تک پڑھنا جائز ہے ؟

الجواب

جب تک بدنِ میت کا سالم ہونا مظنون ہو اور یہ امر اختلاف موسم وحال زمین وحال میت سے جلدی و دیر میں مختلف ہوجاتا ہے، گرمی میں جلد بگڑ جاتا ہے سردی میں بدیر، زمین شور یا نمک میں جلد سخت وغیر شور میں بدیر، فربہ مرطوب جلد خشک ولاغر بدیر، تو اس کے لئے مدت معین نہیں کرسکتے ۔

فی الدر دفن واہیل علیہ التراب بغیر صلٰوۃ اوبہا بلا غسل صلی علی قبرہ مالم یغلب علی الظن تفسخہ من غیر تقدیر ھو الاصح[1] فی ردالمحتار لانہ یختلف باختلاف الاوقات حراً وبرداً والمیت سمناً وھزالا والامکنۃ بحر، وفی الحلیۃ نص الاصحاب علی انہ لایصلی علیہ مع الشک فی ذلک ذکرہ فی المفید والمزید وجوامع الفقہ وعامۃ الکتب، وعللہ فی المحیط بوقوع الشک فی الجواز اھ وتمامہ فیہا اھ ملخصین[2]. واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے بغیر نماز کے، یا بغیر غسل کے نماز پڑھ کر میّت کو دفن کردیا گیا اور اس پر مٹی ڈال دی گئی تو اس کی قبر پر نماز پڑھی جائے جب تک اس کے پھٹنے کا ظن غالب نہ ہو، اس میں کسی مدت کی تعیین نہیں یہی اصح ہے ۔ ردالمحتار میں ہے : اس لئے کہ اس میں سردی گرمی کے لحاظ سے اوقات کے فرق سے، اور فربہی لاغری کے لحاظ سے مردے کے فرق سے، اور مقامات کے فرق سے فرق پڑتا ہے، بحر۔ حلیہ میں ہے کہ ہمارے علمائے صراحت فرمائی ہے کہ اس میں شک ہو تو نماز نہ پڑھی جائے گی، اسے مفید، مزید، جوامع الفقہ اور عامۂ کتب میں بیان کیا ہے ۔ محیط میں اس کی علت یہ بتائی ہے کہ جواز میں شک ہوگیا اھ اور پوری بات اسی میں ہے اھ بہ تلخیص ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۳

[2] ردالمحتار " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۲۴

Marfat.com

الجواب

ہاتھ باندھنا سُنّت اس قیام کی ہے جس کے لئے قرار ہو، کما فی الدر المختار وغیرہ من الاسفار (جیساکہ درمختار وغیرہ کتابوں میں ہے۔ت) سلام وقتِ خروج ہے اُس وقت ہاتھ باندھنے کی طرف کوئی داعی نہیں تو ظاہر یہی ہے کہ تکبیر چہارم کے بعد ہاتھ چھوڑ دیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۷ از بنارس کچی باغ مسئولہ مولوی محمد ابراہیم صاحب ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ

بہارِ شریعت جلد ۴ میں ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ کھول کر سلام پھیرے (درمختار، ردمحتار) حالانکہ ان کتابوں میں ہاتھ کھولنے کا ذکر نہیں، سخت اضطراب ہے رفع فرمائیے۔

الجواب

جس روز آپ کا سوال آیا حُسنِ اتفاق سے اُس کے دوسرے دن بریلی سے مولوی امجد علی صاحب میرے ملنے کے لئے یہاں آئے میں نے اُن سے پوچھا اُنھوں نے فرمایا یہ مسئلہ طویل متعدد مسائل پر مشتمل ہے اور اس کے آخر میں میں نے درمختار و ردالمحتار وغیرہما لکھا ہے۔ وغیرہما سے یہاں میری مراد فتاوٰی رضویہ ہے، وہاں جو کچھ مذکور ہے اس کا بعض درمختار سے لیا گیا اور بعض ردالمحتار سے، اور یہ مسئلہ فتاوٰی رضویہ سے۔ انتھی کلامہ ظاہر ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد نہ قیام ذی قرار ہے نہ اس میں کوئی ذکر مسنون، تو ہاتھ باندھے رہنے کی کوئی وجہ نہیں۔ تکبیر رابع کے بعد خروج عن الصلاۃ کا وقت ہے اور خروج کے لئے اعتماد کسی مذہب میں نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۸ نمازِ جنازہ میں تکبیر اخیر کے بعد السلام علیکم و رحمتہ ایک بار کہا بعد یاد دہانی تکبیر کہی اور پھر سلام پھیرا۔

الجواب

دوسری صورت میں نماز ہوجانا بھی اُسی صورت میں ہے کہ اس نے بھُول کر سلام پھیرا ہو، اور اگر قصداً پھیرا یہ جان کر کہ نمازِ جنازہ میں تین ہی تکبیریں ہیں، تو یہ نماز بھی نہیں ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۹ از شہر مراد آباد محلہ مغلپورہ حصّہ اول۔ مرسلہ مولوی سید اولاد علی صاحب ۹ رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نمازِ جنازہ کا مسبوق فوت شدہ تکبیروں کو پورا کرے تو ان میں کس کس تکبیر میں کیا کیا پڑھے؟

الجواب

اگر جنازہ اٹھا لیا جانے کا اندیشہ ہو جلد جلد تکبیریں بلا دُعا کہہ کر سلام پھیر دے ورنہ ترتیب وار

Marfat.com

اس کا مطلب بظاہر یہی ہے کہ اکیلا نہ ہو تو یہ اشارہ ہے۔ محیط کی روایت الانفراد کے غیر صحیح ہونے پر۔ بہرحال پانچ مقتدیوں میں اس تکلف کی حاجت نہیں ہے۔ اور قاعدۂ کلیہ ہے کہ کراہت سے بچنا استحباب کے حاصل کرنے سے مقدم ہے اور روایات نہی عن الانفراد سے استثنائے صلوٰۃ جنازہ موجہ نہیں معلوم ہوتا ہے، نیز مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:

واقل الصف ان یکون اثنین علی الاصح[۱] اصح یہ ہے کہ صف کم سے کم دو کی ہو۔ (ت)

پس کراہت انفراد اس عبارت سے خوب ظاہر ہوگئی، یہ تفریع تفریعات مشائخ سے معلوم ہوتی ہے۔ ائمہ ثلاثہ سے منقول نہیں۔ حضرت مولانا محمود حسن صاحب نے اس میں یہ فرمایا کہ ایک شخص کی صف نہیں ورنہ تین کی تین صف کرنی چاہیے۔ وھو بعید۔ کتبہ عزیز الرحمان

آپ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین گزارش ذیل میں کہ کتبِ فقہ سے دو امر بالبداہۃ ماخوذ ہوتے ہیں۔ صلاۃ جنازہ میں شخص واحد کی صف کا کراہت سے مستثنیٰ ہونا و نیز شخص واحد کو علی الاصح بہ تبعیت دیگر صفوف صف سے تعبیر کیا جانا، اَولیٰ ہونا زیادتی صف اول کی بمقابلہ صف دوم اور صف دوم بمقابلہ صف سوم کی، حتی کہ واسطے زیادتی صف اوّل کے سات نمازی ہونے کی حالت میں صفِ اولیٰ میں تین اشخاص کا کھڑا کیا جانا اور صفِ سوم میں صرف ایک شخص کا رہنا پسند کیا گیا، حالانکہ ممکن تھا کہ ہر صف میں دو دو نفر کھڑے کئے جاتے۔ یہ پتا کسی کتاب سے نہیں چلتا ہے کہ فقہائے کرام نے اس ترتیب پسندیدۂ خود کا استخراج کس حدیث یا کس نص سے کیا ہے اور حضرت ملّا علی قاری نے کس بنا پر ان کی مخالفت پسند کی کہ شخص واحد کے صف کے وجود ہی سے انکار فرمادیا۔ جس سے ترتیب پسندیدۂ فقہاءِ کرام بالکلیہ غلط وعبث ہوئی جاتی ہے۔ پس ہدایت خواہ ہُوں کہ اس اختلاف ترتیب صفوف ثلاثہ کے متعلق جو کچھ تحقیق و تنقیح موافق ملتِ احناف رحمہم اللہ ہو بحوالہ کتب بخوبی صراحت سے تحریر فرماکر عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہوں، نیز یہ بھی ہدایت فرمائی جائے کہ بحالت موجودگی چھ نمازیوں کے اس طرح پر ترتیب صفوفِ ثلاثہ کی بہتر ہوگی کہ ایک امام اور پس امام دو صفوف میں دو دو نفر اور صفِ سوم میں شخصِ واحد کھڑا ہو یا جملہ مقتدیوں کی ایک ہی جماعت کی جائے کہ صفوفِ ثلاثہ کی ترتیب کم از کم سات اشخاص کا ہونا سب کتب میں مرقوم ہے، اس سے کم کی نسبت کچھ ذکر نہیں ہے حالانکہ ترتیب چھ اشخاص کی بھی ممکن ہے۔

الجواب

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے استاد امامِ اجل عطاء بن ابی رباح تابعی جلیل تلمیذ

[۱] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب المشی بالجنازہ الخ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/۶۵

Marfat.com

مسئلہ ۱۶۱ از خیرآباد ضلع سیتاپور محلہ میانسرائے مدرسہ عربیہ قدیم مرسلہ مولوی سید فخر الحسن صاحب رضوی ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز جنازہ میں جب ایک امام اور پانچ مقتدی ہوں تو بنظر حصول نعمت بشارت مغفرت تین صفوف اس طرح کرلی جائیں کہ صف اوّل و دوم میں دو دو نفر اور صف سوم میں ایک نفر ہو۔ کیونکہ عبارات کتب فقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز جنازہ میں ایک شخص کی صف کراہت سے مستثنیٰ ہے جیسا کہ صاحب ردالمحتار بحوالہ کتاب محیط تحریر فرماتے ہیں۔

قال فی المحیط ویستحب ان یصف ثلاثۃ صفوف حتی لوکانوا سبعۃ یتقدم احدھم للامامۃ ویقف وراءہ ثلاثۃ ثم اثنان ثم واحد اھ فلوکان الصف الاول افضل فی الجنازۃ ایضا لکان الافضل جعلھم صفا واحدا ولکرہ قیام الواحد وحدہ کما کرہ اھ[1]۔

محیط میں تحریر کیا گیا کہ مستحب ہے کہ تین صفیں ہوں یہاں تک کہ اگر سات آدمی ہوں تو ایک امام ہوجائے تین اس کے پیچھے کھڑے ہوں پھر دو پھر ایک۔ تو اگر جنازہ میں پہلی صف افضل ہوتی تو ان سب کو ایک صف میں کردینا بہتر ہوتا اور تنہا ایک کا کھڑا ہونا مکروہ ہوتا جیسے غیر نماز جنازہ میں مکروہ ہے اھ۔ (ت)

اسی طرح عالمگیریہ میں ہے بحوالہ کتاب تاتارخانیہ اور قنیہ میں بحوالہ کتاب جامع التفاریق للبقالی و عین الہدایہ میں اور رسالہ تجہیز و تکفین میں یہی ترتیب درج ہے اس اتفاق عبارات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ طریقہ پسندیدہ فقہائے کرام یہی ترتیب مذکورہ ہے۔ فقط

جواب: جس حدیث میں یہ بشارت ہے اُس میں تین صفوف مروی ہیں، پس جہاں تک ہر ایک صف میں کم از کم دو تین آدمی ہوسکیں ایسا کرنا عمدہ ہے کیونکہ ایک شخص کو صف نہیں کہتے ہیں۔ ورنہ پھر تین مقتدی ہوں تو تین صف کرنی چاہئے۔ حالانکہ یہ شاید کسی فقیہ و عالم کو پسندیدہ نہ ہو۔ اُس حدیث کی شرح میں مرقاۃ ملّا علی قاری میں یہ عبارت منقول ہے:

وفی جعلہ صفوفا اشارۃ الی کراھۃ الانفراد[2]۔

اور اس کے چند صف بنانے میں اکیلے ہونے کی کراہت کی جانب اشارہ ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ دارالطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۵۸۶

[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب المشی بالجنازۃ الخ " مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/۶۴

Marfat.com

الشارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1]

حصولِ مغفرت کی کوشش، جیسا کہ شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خبر دی ہے۔ (ت)

غنیہ شرح منیہ میں ہے:

یستحب ان یصفوا ثلثة صفوف حتی لو کانوا سبعة یتقدم احدھم للامامة و یقف وراءہ ثلثة وورا ھم اثنان ثم واحد ذکرہ فی المحیط لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من صلی علیہ ثلثة صفوف غفر لہ رواہ ابوداؤد والترمذی وقال حدیث حسن والحاکم وقال صحیح علٰی شرط مسلم[2] اھ قلت ورواہ احمد وابن ماجة وابن سعد فی الطبقات والبیھقی فی السنن وابن مندة فی المعرفة کلھم عن مالك بن ھبیرة رضی اللہ تعالٰی عنہ بالفاظ شتی وکلھا فی نظری بحمد اللہ تعالٰی۔

تین کرنا مستحب ہے یہاں تک کہ اگر سات آدمی ہوں تو ایک شخص امامت کے لئے آگے ہو اور اس کے پیچھے تین کھڑے ہوں، ان کے پیچھے دو، پھر ایک۔ اسے محیط میں ذکر کیا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جس پر تین صفیں نماز پڑھیں اس کی بخشش ہو جائے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا۔ اور ترمذی نے کہا حدیث حسن ہے۔ اور حاکم نے روایت کیا اور کہا صحیح برشرطِ مسلم ہے اھ میں کہتا ہوں: اسے امام احمد، ابنِ ماجہ، طبقات میں ابنِ سعد، سنن میں بیہقی، معرفہ میں ابن مندہ نے بھی روایت کیا ہے۔ ان سبھی محدثین نے حضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بالفاظِ مختلفہ روایت کیا اور بحمدہ تعالٰی سب میری نظر میں ہیں۔ (ت)

رحمانیہ میں عتابیہ سے ہے:

لوکان القوم سبعا قاموا ثلثة صفوف یتقدم واحد وثلثة بعدہ واثنان بعدہ و واحد بعدہ لان فی الحدیث من صلی علیہ ثلثة صفوف غفر لہ[3] اھ قلت وافرد

اگر سات آدمی ہوں تو تین صف میں کھڑے ہوں، ایک آگے ہو، تین اس کے بعد، دو اس کے بعد، اور ایک اس کے بعد۔ اس لئے کہ حدیث میں ہے جس کا جنازہ تین صفیں پڑھیں اس کی مغفرت ہو جائے اھ۔

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] غنیۃ المستملی شرح منیہ فصل فی الجنائز مطبوعہ سہیل اکیڈمی چوک اردو بازار لاہور ص ۵۸۴

[3] رحمانیہ

Marfat.com

ام المومنین صدیقہ و ام المومنین ام سلمہ و ابوہریرہ و ابوسعید خدری و عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین روایت فرماتے ہیں:

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلی علی جنازۃ فکانوا سبعۃ فجعل الصف الاول ثلثۃ والثانی اثنین والثالث واحداً۔[1]

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی، صرف سات آدمی تھے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلی صف تین آدمیوں کی کی، دوسری صف دو کی اور تیسری صف ایک شخص کی۔

امام محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں:

فی القنیۃ ثم ان کان القوم سبعۃ فاتموھا ثلثۃ صفوف یقدم احدھم وخلفہ ثلثۃ و خلفھم اثنان وخلفھما واحد انتہی قلت ولیشھد لہ ان عطاء بن ابی رباح روی ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ اٰلہ وصحبہ وسلم صلی علی جنازۃ فکانوا سبعۃ (وساق الحدیث وقال) ولو لاھذا الحدیث لقلنا بکراھۃ جعل الواحد صفا لامرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وصحبہ وسلم للمنتبذ وراء الصف فی الصلوۃ المطلقۃ باعادتہا کما تقدم فی موضعہ، اللھم الا ان یقال ان ذلک ایضا اذا لم یکن فیہ تحصیل مصلحۃ مقصودۃ من الصلاۃ وقد وجدت ھٰھنا مصلحۃ مقصودۃ وھی السعی فی حصول المغفرۃ للمیت کما اخبرہ

قنیہ میں ہے: اگر سات آدمی ہوں تو پوری تین صف بنائیں، ایک آگے ہو، تین اس کے پیچھے، دو ان کے پیچھے اور ایک ان کے پیچھے (عبارت قنیہ ختم) میں کہتا ہوں اس کا ثبوت اس حدیث سے ہے کہ حضرت عطاء بن ابی رباح نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی صرف سات آدمی تھے (آگے حدیث ذکر کی، پھر کہا) اگر یہ حدیث نہ ہوتی تو ایک شخص کی صف بنانے کو ہم مکروہ کہتے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم نے صلاۃ مطلقہ میں صف کے پیچھے الگ تھلگ کھڑے ہونے والے کو نماز لوٹانے کا حکم فرمایا جیسا کہ یہ اپنے موقع پر بیان ہوچکا ہے — مگر یہ کہا جائے کہ وہ بھی اس وقت سے جب اس میں نماز کی مصلحت مقصودہ کی بجاآوری نہ ہو، اور یہاں نماز کی ایک مصلحت مقصودہ موجود ہے وہ ہے میت کے لئے

---

[1] ؎

واحد فاقتضٰی کونہ المذھب[1] صراحت فرمائی تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ مذہب ہو۔ (ت)

اور بالفرض ارشادِ ائمہ مجتہدین فی المسائل یا تخریجِ مسائل ہی ہو تو علی قاری کو اپنی بحث سے اس کے رد کا کیا اختیار ہے، کیا وہ ان میں نہیں جن کو فرمایا گیا:

اما نحن فعلینا اتباع مارجحوہ وماصححوہ کما لو افتوا فی حیاتھم[2] مگر ہم پر اسی کی پیروی کرنی ہے جسے ان حضرات نے ترجیح دی اور جسے صحیح کہا جیسے اگر وہ اپنی حیات میں فتوٰی دیتے تو ہمیں یہی کرنا تھا (ت)

جیسا کہ تصحیح القدوری للعلامہ قاسم پھر ردالمحتار میں ہے: فانہ لایسعنا مخالفتھم[3] کیونکہ ہمارے لئے ان کے خلاف جانے کی گنجائش نہیں۔ ت)

ثانیاً اگر وہ منقول ہی ہوتی تو شروح حدیث کی نقول نصوص کتب معتمدۂ فقہیہ کے خلاف مقبول نہیں، بلکہ نصوص تو نصوص کہ شروح حدیث کی تصریح صریح اشاراتِ کتب مذہب کے بھی معارض نہ مانی گئی شرح مشارق الانوار علامہ ابن ملک سے کہ علامہ علی قاری سے اقدم واعظم ہیں ایک مسئلہ منقول ہوا اس پر علامہ شامی نے ردالمحتار میں فرمایا:

ان ھذا الکتاب لیس موضوعا لنقل المذھب واطلاق المتون والشروح یردہ[4]۔ اس کی تالیف نقل مذہب کے لئے نہیں اور اطلاق متون وشروح اس کو رد کر رہی ہے۔ (ت)

ثالثاً اگر بالفرض کسی کتابِ فقہ ہی میں ایک نقل شاذ پائی جاتی تو نقل مشہور کتب معتبرہ کثیرہ کے مقابل نہ مانی جاتی،

کما نص علیہ فی الشرنبلالیۃ والعقود الدریۃ وردالمحتار وغیرھا واکثرنا النقول فیہ فی فتاوٰنا وفی کتابنا فی رسم المفتی۔ جیسا کہ شرنبلالیہ، العقود الدریہ، ردالمحتار وغیرہا میں اس کی تصریح ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اور رسم المفتی سے متعلق اپنی کتاب میں ان کی بہت سی عبارتیں نقل کی ہیں۔ (ت)

رابعاً اگر شاذ بھی نہ ہوتی جب بھی اُسی ترتیب مذکور جامع التفاریق محیط وحلیہ وغنیہ وغیرہا پر اعتماد

---

[1] غنیہ ذوی الاحکام حاشیۃ علی درر الحکام نواقض الوضوء مطبعہ احمد کامل الکائنہ فی دار السعادۃ مصر ۱/۱۵
[2] درمختار خطبۃ الکتاب مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۵
[3] ردالمحتار 〃 مصطفی البابی مصر ۱/۵۷
[4] ایضاً

Marfat.com

الضمیر فی "بعدہ" فی اخیرین ارجاعالہ الی الصف۔
میں کہتا ہوں دو اخیر والے "اس کے بعد" میں ضمیر واحد اس لئے رکھی کہ مرجع صف کو بنایا ہے۔ (ت)

حلیہ وغنیہ و ردالمحتار شروح معتمدہ ہیں اور جامع التفاریق ومحیط وعتابیہ وتاتارخانیہ وعلمگیریہ فتاوی مستندہ اور کتب مذہب میں ان کا کہیں خلاف نہیں۔ لاجرم امام ابن امیر الحاج نے جنازہ میں ایک شخص کے صف ہونے کی کراہت کو امام احمد بن حنبل سے ایک روایت کی طرف نسبت فرمایا:

حیث قال بعد ما قدمنا عنہ ھذا وعن احمد انہ کرہ ان یکون الواحد صفا[1]
اس طرح کہ ہماری نقل کردہ عبارت کے بعد فرمایا: یہ محفوظ رکھو، اور امام احمد سے ایک روایت ہے کہ انھوں نے ایک آدمی کی صف کو مکروہ جانا۔ (ت)

اپنے مذہب میں کراہت کی کوئی روایت ہوتی تو وہی احق بالذکر تھی، صرف مذہب غیر کی طرف نسبت پر اکتفا نہ کی جاتی۔ غرض فقہ یہ ہے اور حدیث وہ، پھر مخالفت کیا معنی۔ رہا وہ اشارہ جو مرقاۃ میں استنباط کیا اور اس کے سبب جُہّال نے نصوصِ حدیث وفقہ کو بالائے طاق رکھ دیا۔

اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ت) نہ وہ استنباط مقبول ہے نہ اُس پر اعتماد جائز،

اوّلاً وہ علی قاری کی ایک بحث ہے اور منقول کے حضور بحث اصلاً قابلِ التفات نہیں

کما نص علیہ فی ردالمحتار وغیرہ من معتمدات الاسفار وقد اکثرنا نقولہ فی فتاوٰنا۔
جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ معتمد کتابوں میں تصریح ہے اور بہت سی عبارتیں ہم نے اپنے فتاوٰی میں نقل کی ہیں۔ (ت)

اور اُسے مرقاۃ میں منقول بتانا جہل صریح ہے یا افترائے قبیح، پھر جزئیہ منصوصہ کتب مذہب کو قول قاری سے غیر صحیح کر دینا سخت جرأت مردود ہے۔ فتاوائے معتمدہ اکثر منصوصاتِ ائمہ کو مطلق و مرسل بلاعزو لکھتے ہیں کما لایخفی علٰی خادم الفقہ (جیساکہ خادمِ فقہ پر پوشیدہ نہیں۔ت) بلکہ قدمائے اہل فتاوے غالباً اقوالِ مشائخ کو معزو لکھتے ہیں اور نصوصِ مذہب کو بلاعزو خصوصاً جبکہ ائمہ مذہب سے ان میں خلاف نہ منقول ہو۔ شرنبلالی علٰی دررالحکام میں ہے:

صرح بہ قاضی خان من غیر اسنادہ
(قاضی خاں نے کسی کی طرف اسناد کئے بغیر اس کی

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

Marfat.com

تو اصل مبنائے انکار ہی ساقط و باطل ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یوم یقوم الروح والملٰئکۃ صفا[1]۔ جس دن کھڑے ہوں گے روح اور ملائکہ صف باندھ کر۔

ابن جریر اس آیت کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

الروح ملک فی السماء السابعۃ واعظم من السمٰوٰت ومن الجبال ومن الملٰئکۃ یسبح کل یوم اثنی عشر الف تسبیحۃ یخلق اللہ من کل تسبیحۃ ملکا من الملٰئکۃ یجئ یوم القیٰمۃ صفا وحدہ[2]۔

یہ روح فرشتہ آسمانِ ہفتم میں ہے وہ آسمانوں اور پہاڑوں اور سب فرشتوں سے اعظم ہے، وہ روزانہ بارہ ہزار تسبیحیں کرتا ہے۔ اللہ عزوجل ہر تسبیح سے ایک فرشتہ بناتا ہے، یہ روح (فرشتہ) روزِ قیامت اکیلا ایک صف ہوگا۔

معالم التنزیل[3] میں بروایت عطاء ابن ابی رباح سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں ہے:

الروح ملک من الملٰئکۃ ما خلق اللہ تعالٰی مخلوقا اعظم منہ فاذا کان یوم القیٰمۃ قام وحدہ صفا وقامت الملٰئکۃ کلھم صفا واحدا فیکون اعظم خلقۃ مثلھم[3]۔

روح ایک فرشتہ ہے اللہ تعالٰی نے کوئی مخلوق جسم میں اس سے بڑی نہ بنائی، جب قیامت کا دن ہوگا وہ اکیلا ایک صف ہو کر کھڑا ہوگا اور تمام فرشتے مل کر ایک صف، تو اس کی جسامت ان سب کے برابر ہوگی۔

امام[4] ابو عمر ابن عبدالبر ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: المرأۃ وحدھا صف[4] اکیلی عورت ایک صف ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے: المرأۃ وحدھا تکون صفا[5] تنہا عورت ایک صف ہوتی ہے۔ حدیث[6] عطاء سے گزرا جعل الصف الثالث واحدا[6] نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک شخص کو تیسری صف کیا۔

---

[1] القرآن ۷۸/ ۳۸

[2] جامع البیان المعروف تفسیر ابن جریر تحت آیہ مذکورہ مطبوعہ مطبعۃ میمنیہ مصر ۳۰/ ۱۳

[3] معالم التنزیل علی ہامش تفسیر الخازن " " " مصطفی البابی مصر ۷/ ۲۰۳ و ۲۰۲

[4] التمہید الحدیث الخامس لاسحاق المکتبۃ القدوسیۃ لاہور ۱/ ۲۶۸

[5] صحیح البخاری باب المرأۃ وحدھا تکون صفا " قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰۱

[6]

Marfat.com

ہوتا کہ نصِ حدیث اُسی طرف ہے اور علماء تصریح فرماتے ہیں :

لا یعدل عن درایۃ ماوافقتہا روایۃ کما نص علیہ فی الغنیۃ و ردالمحتار وغیرھا۔[1]

کسی درایت سے عدول نہ ہوگا جب تک کوئی روایت اس کی موافقت کرتی ہو جیساکہ غنیہ اور ردالمحتار وغیرہما میں اس کی تصریح ہے (ت)

خامسًا اس بحث واستنباط کا سارا مدار اس پر ہے کہ روایتِ ابی داؤد میں جزاھم ثلثۃ صفوف[2] (انھیں تین صفوں میں تقسیم کیا۔ ت) کا لفظ وارد ہے، اور ایک شخص کو صف نہ کہیں گے ترمذی کی اسی حدیث میں جزاھم ثلثۃ اجزاء[3] (انھیں تین صفوں میں تقسیم کیا۔ ت) ہے اور جز مطلق ہے اور ہم ابھی حدیثِ مرفوع سے نقل کرچکے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک صف ایک ہی صاحب کی کی، علامہ قاری نے روایتِ ترمذی کی جو شرح ٹھہرائی کہ تین[3] حصّے کرنے سے یہ مراد ہے کہ بُوڑھے اور ادھیڑ اور جوان یا علماء وطلبہ وعوام،

حیث قال ای قسمھم ثلثۃ اقسام ای شیوخا وکھولا وشبابا او فضلاء و طلبۃ العلم والعامۃ۔[4]

انھوں نے کہا: ان کو تین[3] حصّوں میں تقسیم کیا یعنی بوڑھوں، ادھیڑوں اور جوانوں میں، یا علماء، طلباء اور عوام میں تقسیم کیا۔ (ت)

یہ بھی نرا اجتہادِ علامہ ہے جس پر نہ حدیث مرفوع میں دلالت نہ اُس کی فرع فعل صحابی میں، نہ اُسے اس کی شرط اذا صلی علی جنازۃ فتقال الناس علیہا[5] (جب نماز جنازہ پڑھی اور اس پر آدمی کم محسوس کئے۔ ت) پر ترتب، یہ مقتضی تجزیہ ہیں، نہ طالبِ توزیع، تو یہ تفسیر بلا نشاء ہے، نہ شرع سے کہیں کسی نماز میں یہ تقسیم معہود کہ بوڑھے الگ چھانٹے جائیں اور ادھیڑ جدا اور جوان علیحدہ۔

سادسًا ہمیں مسلّم کہ فی نفسہٖ مستقل صف کم از کم دو کی ہوگی، مگر صف یا صفوف کے ساتھ اگر ایک شخص صف جداگانہ کی جگہ ہو تو اُس پر بھی ضرور اطلاقِ صف ہے اور یہی ہمارے اس مسئلہ میں ہے

---

[1] ردالمحتار مطلب اذا تعارض التعمیم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۳
[2] سنن ابی داؤد باب فی الصفوف علی الجنازۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۹۵
[3] جامع الترمذی ابواب الجنائز باب کیف الصلٰوۃ علی المیت الخ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۲۲
[4] مرقاۃ المفاتیح کتاب الجنائز حدیث ۱۶۸۷ المکتبۃ الحبیبیۃ کوئٹہ ۴/۱۷۰
[5] جامع الترمذی ابواب الجنائز باب کیف الصلٰوۃ علی المیت امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۲۲

Marfat.com

انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیحہ۔ تعالٰی عنہ سے بسندِ صحیح روایت کیا۔ (ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: الا تصفون کما تصف الملٰئکۃ عند ربھا (کیا تم ویسے صف نہیں لگاتے جیسے ملائکہ اپنے رب کے حضور صف لگاتے ہیں۔ ت) صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ وکیف تصف الملٰئکۃ عند ربھا (یارسول اللہ ملائکہ اپنے رب کے حضور کیسے صف لگاتے ہیں؟۔ ت) ارشاد فرمایا: یتمون الصف الاول ویتراصون فی الصف[۱] (پہلی صف پوری کرتے ہیں اور صف کے اندر خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔ ت) رواہ مسلم و ابوداؤد و ابن ماجۃ عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت) اور نمازِ جنازہ میں تفریقِ صفوف سب کو مسلّم۔

صلٰوۃ مطلقہ میں محاذاتِ زن حسبِ شرائط عشرہ مفسد نماز ہے اور نماز جنازہ میں اصلاً مفسد نہیں کما نص علیہ فی الکتب قاطبۃ (جیسا کہ تمام کتابوں میں اس کی تصریح ہے۔ ت) تو کیا بعید ہے کہ صف کے پیچھے انفرادِ صلاۃِ مطلقہ میں مکروہ ہو نہ نمازِ جنازہ میں وبہ یضعف ما وقع فی الحلیۃ ان لولا الحدیث لقلنا بکراھتہ[۲] (اور اسی سے حلیہ میں واقع یہ کلام ضعیف ہوجاتا ہے کہ اگر حدیث نہ ہوتی تو ہم اس کی کراہت کے قائل ہوتے۔ ت)

بالجملہ مسئلہ واضح ہے اور بحث طائح اور برخلاف حدیث وفقہ اُس پر اعتماد جہل فاضح۔ اب رہا اصل سائل کہ یہ تفریق پانچ مقتدیوں میں بھی کی جائے یا صرف چھ سے مخصوص ہے۔

اقول ہاں پانچ میں بھی کی جائے، ہمیں حدیث و فقہ نے بتایا کہ ارشادِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من من مسلم یموت فیصلی علیہ ثلثۃ صفوف من المسلمین الا اوجب[۳]	مسلمانوں میں سے کوئی فوت ہوگیا اور اس پر مسلمانوں کی تین صفوں نے جنازہ پڑھا تو اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔ (ت)

---

[۱] صحیح مسلم باب تسویۃ الصفوف واقامتہا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۱
سنن ابی داؤد باب تسویۃ الصفوف آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۷

[۲] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[۳] مشکوٰۃ المصابیح باب المشی بالجنازہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۷

Marfat.com

امام احمد کی روایت مذکورہ میں بھی ایک شخص کو صف کہا کہ کرہ ان یکون الواحد صفاً (اسے ناپسند کیا کہ ایک آدمی صف ہو۔ت) نہ یہ کہ الصف لایقوم بواحد اصلا (ایک آدمی سے بالکل صف بنتی ہی نہیں۔ت) اور یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ تین آدمیوں کی تین صفیں نہ ہوسکنے سے اعتراض جہالتِ فاحشہ ہے فکم من شئ یصح ضمنا ولا یصح قصدا (بہت سی چیزیں ضمناً ہوں تو صحیح ہیں اور قصداً صحیح نہیں۔ت)

سابعاً کراہت انفرادِ صلوٰۃِ مطلقہ میں ارشاد ہوئی ہے، صلوٰۃِ جنازہ کا اُس سے الحاق محلِ منع ہے، تبیین الحقائق میں فرمایا:

صلٰوۃ الجنازۃ لیست بصلٰوۃ من کل وجہ وانما ھی دعاء للمیت[2]

نمازِ جنازہ ہر لحاظ سے نماز نہیں، یہ تو بس میّت کے لئے دُعا ہے۔(ت)

امام نسفی کتاب کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں:

حتی لایحنث بصلاۃ الجنازۃ لوحلف ان لایصلی فصارت کسجدۃ التلاوۃ[3]

اگر نماز نہ پڑھنے کی قسم کھائی تو نماز جنازہ پڑھنے سے حانث نہ ہوگا، تو یہ سجدۂ تلاوت کی طرح ہوئی (ت)

اقول بلکہ محل مقام میں صلاۃِ مطلقہ کا اُس سے بیّن تفاوت ہے۔صلاۃ مطلقہ میں سب سے افضل صفِ اول ہے اور نماز جنازہ میں سب سے افضل صفِ اخیر۔

صلاۃ مطلقہ میں جب تک پہلی صف پُوری نہ ہو جائے دوسری صف ہرگز نہ کی جائے گی۔رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اتموا الصف المقدم ثم الذی یلیہ فما کان من نقص فلیکن فی الصف المؤخر[4] رواہ احمد وابوداؤد والنسائی وابن حبان وابن خزیمۃ والضیاء فی المختارۃ عن

اگلی صف پُوری کرو پھر وہ جو اس کے بعد ہے کہ جو کچھ کمی رہے پچھلی صف میں رہے۔اسے امام احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن حبان، ابن خزیمہ، اور مختارہ میں ضیاء نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق باب الامامۃ والحدث فی الصلوٰۃ مطبوعہ مطبعۃ کبرٰی امیریہ مصر ۱/۱۳۷

[3] سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۸

[4] " " " " " " " ۱/۹۷

Marfat.com

نظرِ ظاہر میں یہاں دو حکمتیں معلوم ہوتی ہیں :

اوّلاً جمع تام ہے اور جمع تام گویا صفِ تام ہے ولہذا ایک روایت میں تین عورتوں کو جمیع صفوف مابعد کی نماز کا قاطع بتایا، اور ظاہر الروایۃ میں بھی اسے اس درجہ قوی بتایا کہ ایک صف کو دوسری کا حائل نہ جانا اور ان کی محاذات میں آخر صفوف تک تین تین مردوں کی نماز پر حکم فساد فرمایا۔ فتح القدیر میں ہے :

الصحیح ان بالصلاۃ بالثلاث تفسد صلٰوۃ واحد عن یمینھن و اٰخر عن شمالھن وثلثۃ ثلثۃ الی اٰخر الصفوف وفی روایۃ الثلث کالصف التام فتفسد صلٰوۃ جمیع الصفوف التی خلفھن[1]

صحیح یہ ہے کہ تین عورتوں سے ایک ان کے دائیں والے مرد کی، ایک ان کے بائیں والے کی، اور آخری صف تک ہر صف سے تین تین مردوں کی نماز فاسد ہو جاتی ہے —— اور ایک روایت میں ہے تین گویا پوری صف ہے تو ان کے پیچھے کی تمام صفوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (ت)

اس معنوی کثرت وقوت کی تحصیل کو صفِ اوّل میں تین شخص رکھے۔

ثانیاً اس میں تعدیل فضل ہے کہ جمع میں برکت ہے ایک سے دو میں زائد، دو سے تین میں۔ اور صفوفِ جنازہ میں آخر فالآخر افضل ہے۔ پہلی سے دوسری افضل، دوسری سے تیسری، تو اس ترتیب سے ہر صف کے لئے چار فضل حاصل ہو گئے۔ پہلی صف میں باعتبار صف ایک اور بلحاظ رجال تین۔ دوسری صف میں صف اور رجال دونوں کے اعتبار سے دو دو، تیسری میں باعتبار صف تین، بلحاظ رجل ایک۔ واللّٰہ ذوالفضل العظیم، واللّٰہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (اور اللہ بڑے فضل والا ہے —— اور خدائے پاک وبرتر خوب جاننے والا ہے۔ ت)

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۱۶

Marfat.com

کی برکت حاصل کرنے کو حتی الوسع حاضرین کی تین[3] صفیں کی جائیں، اگر صفِ اخیر صرف ایک شخص کی ہو۔ یہ بات پانچ مقتدیوں میں یقیناً حاصل۔ پہلی دو صفیں دو دو کی ہوں کہ دو آدمی صلوٰۃ مطلقہ میں بھی مستقل صف ہیں، موطائے امام مالک و مصنف عبدالرزاق میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

قام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصففت انا والیتیم من ورائہ[1]

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور میں نے اور یتیم نے حضور کے پیچھے صف لگائی۔ (ت)

موطائے امام محمد میں عبداللہ بن عتبہ سے ہے:

قال دخلت علی عمر بن الخطاب بالھاجرۃ فوجدتہ یسبح فقمت ورائہ فقربنی فجعلنی بحذائہ عن یمینہ فلما جاء یرفاء تاخرت فصففنا ورائہ[2]

میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں دوپہر کو آیا تو انھیں نفل پڑھتے ہوئے پایا، میں ان کے پیچھے کھڑا ہوگیا، انھوں نے مجھے قریب کرکے اپنے برابر داہنے کرلیا، پھر جب یرفا آگیا تو میں پیچھے ہوگیا، ہم دونوں نے ان کے پیچھے صف بنالی۔ (ت)

اور تیسری صف ایک کی، فقہائے کرام نے کہ چھ ہی مقتدیوں کی صورت لکھی،

اوّلاً بعض صور پر اقتصار بعض دیگر کا نافی نہیں، ردالمحتار میں ہے:

لایلزم ان یکون ما سکت عنہ مخالفا فی الحکم لما ذکرہ کما لا یخفی[3]

ضروری نہیں کہ جس سے سکوت ہو وہ حکم میں اس کے مخالف ہو جو مذکور ہے جیسا کہ واضح ہے (ت)

ثانیاً اقول اس کے لئے تین سبب ہیں،

اوّل صورت مذکورۂ حدیث کے ذکر سے تبرک۔

دوم اس پر تنبیہ کہ چھ مقتدیوں کی صورت میں اگرچہ ہر صف دو شخصوں کی ہوسکتی ہے مگر بہ اتباعِ سنت یونہی کریں کہ پہلی صف تین کی، دوسری دو کی، تیسری ایک کی۔

سوم کراہت انفراد کا کامل ازالہ کہ باوصف تیسر تعدد انفراد اختیار کیا، اگر کہئے چھ مقتدیوں کی اس ترتیب میں کوئی اور حکمت بھی، **اقول** رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے افعال کی حکمتیں خوب جانتے ہیں

---

[1] موطا امام مالک جامع سبحۃ الضحیٰ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۳۷

[2] موطا امام محمد باب الرجلان یصلیان جماعۃ " نور محمد اصح المطابع کراچی ص ۱۲۴

[3] ردالمحتار

Marfat.com

اَلْمِنَّۃُ الْمُمْتَازَۃُ فِیْ[١٨] دَعَوَاتِ الْجَنَازَۃِ

(نمازِ جنازہ سے متعلق حدیث میں وارد شدہ[١٣] دُعاؤں کا بیان اور تلقینِ میّت کا طریقہ)

مسئلہ ۶۲ مسئولہ حافظ حاجی قاری زائر سید محمد عبدالکریم صاحب ۲۵ جمادی الاُخریٰ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نمازِ جنازہ کی کَے دُعائیں ہیں ؟

الجواب

مولٰنا الحافظ القاری الحاج الزائر السید الصالح القادری البرکاتی ادام اللّٰہ تعالٰی کرامتکم فی الحاضرۃ والاٰتی، السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ، وُہ تیرہ[١٣] دعائیں ہیں کہ نمازِ جنازہ کی احادیث میں وارد ہوئیں۔ فقیر نے انھیں جمع کرکے ایک اور کا اضافہ کیا ہے انھیں میں گزارش کرتا ہُوں کہ حفظ فرمالیں اور بالحاظ معنی جنازۂ اہلسنّت پر پڑھا کریں، جن کلمات کو دو خط ہلالی میں لے کر اُن پر خط کھینچ کر بالائے سطر دوسرے الفاظ لکھے جاتے ہیں وہ لفظ عورت کے جنازے میں اُن کلمات کی جگہ پڑھے جائیں۔ فقیر آپ کو وصیت کرتا ہے کہ میرا جنازہ پائیں تو نماز خود ہی پڑھائیں اور یہ سب دُعائیں اپنے خالص قادری قلب کے خضوع وخشوع سے پڑھیں اور قبرِ فقیر محتاج پر تلقین بھی کریں وحسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الّا باللّٰہ العلی العظیم ۵

ادعیہ بعد تکبیر سوم

(۱) اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَ

Marfat.com

وَعَذَابِ النَّارِ [1]

اَمَتُكَ وَبِنْتُ تَشْهَدُ

(۳) اَللّٰهُمَّ عَبْدُكَ وَابْنُ اَمَتِكَ يَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ وَحْدَكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ

تَشْهَدُ اَصْبَحَتْ فَقِيْرَةً

وَيَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ اَصْبَحَ فَقِيْرًا اِلٰى رَحْمَتِكَ وَاَصْبَحْتَ

هَا تَخَلَّتْ كَانَتْ زَاكِيَةً هَا كَانَتْ

غَنِيًّا عَنْ عَذَابِهٖ) تَخَلّٰى مِنَ الدُّنْيَا وَاَهْلِهَا اِنْ كَانَ زَاكِيًا فَزَكِّهٖ) وَاِنْ كَانَ

مُخْطِئَةً لَهَا هَا هَا

(مُخْطِئًا) فَاغْفِرْ (لَهٗ) اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ) وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَهٗ) [2]

هٰذِهٖ اَمَتُكَ بِنْتُ هَا هَا

(۴) اَللّٰهُمَّ (هٰذَا عَبْدُكَ ابْنُ) عَبْدًا ابْنُ اَمَتِكَ مَاضٍ فِيْهِ) حُكْمُكَ، خَلَقْتَهٗ)

تَكُ هِيَ لَتْ هَا هَا

لَمْ يَكُ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا، نَزَلَ) بِكَ وَاَنْتَ خَيْرُ مَنْزُوْلٍ بِهٖ ط اَللّٰهُمَّ لَقِّنْهُ) حُجَّتَهٗ)

هَا هَا هَا

وَالْحِقْهُ) بِنَبِيِّهٖ) مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ط وَثَبِّتْهُ) بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ

---

[1] رواہ مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجۃ و ابوبکر بن شیبۃ عن عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (م)

[2] رواہ الحاکم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (م)

اسے امام مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

اسے حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

---

[1] صحیح مسلم — کتاب الجنائز — مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۳۱۱
سنن النسائی — الدعاء للمیت — ؍؍ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۲۸۱
[2] المستدرک علی الصحیحین — کتاب الجنائز — ؍؍ دار الفکر بیروت ۱/۳۵۹

Marfat.com

اُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ

هَا   هَا ع۱

اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَ (هٗ) وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَ (هٗ)۔

لَهَا   هَا   هَا   هَا   هَا

(۲) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ (لَهٗ) وَارْحَمْهُ) وَعَافِهٖ) وَاعْفُ عَنْهُ) وَوَسِّعْ مُدْخَلَهٗ)

هَا   هَا

وَاغْسِلْهُ) بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ) مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ

هَا   هَا

مِنَ الدَّنَسِ وَابْدِلْهُ) دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِ (هٖ) وَاَهْلًا خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ) (وَ

ع۲   هَا   هَا

زَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ) مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ

ع۱ رواه احمد وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن حبان والحاکم عن ابی هریرة واحمد وابویعلی والبیهقی وسعید بن منصور فی سنن عن ابی قتادة رضی الله تعالٰی عنهما۔ (م)

اسے امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن حبان اور حاکم نے ابوہریرہ سے۔ اور امام احمد، ابویعلی، بیہقی اور سنن میں سعید بن منصور نے حضرت ابوقتادہ سے روایت کیا رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ (ت)

ع۲ یعنی یہ الفاظ عورت کے جنازہ پر نہ پڑھے جائیں ۱۲ کلها منه رضی الله تعالٰی عنه۔ (م)

۱؎ سنن ابوداؤد — باب الدعاء للمیت — مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور — ۲/۱۰۱-۲

جامع الترمذی — باب ما یقول فی الصلوٰۃ علی المیت — مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی — ۱/۱۲۱

المستدرک علی الصحیحین — کتاب الجنائز — ″ دار الفکر بیروت — ۱/۳۵۸

مسند ابویعلی — حدیث ۵۹۸۳ — مطبوعہ موسسۃ علوم القرآن بیروت — ۵/۳۷۹

Marfat.com

اَمَتُكَ بِنْتُ جَتْ

(۵) اَللّٰهُمَّ عَبْدُكَ وَ ابْنُ اَمَتِكَ احْتَا (جَ) اِلٰی رَحْمَتِكَ وَ اَنْتَ غَنِیٌّ عَنْ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تقصیرہا بالنظر الی ماینبغی لجلال وجہ الکریم فالمغفرۃ فی حقھم ان یتجاوز عن ذلک ولا یعاملھم قدر اعمالھم بل قدر افضالہ والیہ اشارۃ بقولہ رحمہ اللہ تعالیٰ ورفع الدرجات قال القاری واغرب الحنفی بقولہ الاولی ان یقال ای زد فی زکاتہ وطھارتہ اھ **اقول** مرجعہ الی ما ذکرنا ای ان کان طاھرا من الذنوب فزد فی طھارتہ بمغفرۃ التقصیر فی شکرک الخطیر وقد فسرہ القاری نفسہ بقولہ ای فزد فی احسانہ کما فی روایۃ اھ لایبعد عن قول الحنفی کثیرا و انا **اقول** و باللہ التوفیق بل ھو من تزکیۃ الشھود ای انکان زاکیا فاظھر فی ملکوتک انہ ذاک واشھد لہ بذاک وھذا لیس بتاویل بخلاف ماتقدم و باللہ التوفیق کلھا منہ رضی اللہ

پہنچ سکتا۔ رب کریم کی بزرگی شان کے لحاظ سے عامۂ صالحین کسی نہ کسی طرح کی کمی سے خالی نہ ہونگے تو ان کے حق میں مغفرت یہ ہے کہ اس سے درگزر فرمائے اور ان کے ساتھ ان کے اعمال کے حساب سے نہیں بلکہ اپنے فضل وکرم کے لحاظ سے معاملہ فرمائے اور ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی بات کی طرف اپنے قول (اور درجات بلند فرما کر) سے اشارہ فرمایا ہے ——— علامہ علی قاری فرماتے ہیں: علامہ حنفی نے یہ عجیب وغریب بات لکھی کہ اس کی تفسیر میں یہ کہنا بہتر ہوگا کہ "اس کی ستھرائی اور پاکی میں اضافہ فرما" ——— **اقول** اس کا مآل بھی وہی ہے جو ہم نے بیان کیا کہ اگر گناہوں سے پاک ہے تو اس کی پاکی میں اضافہ فرما اس طرح کہ اپنے عظیم شکر کی بجاآوری میں اس کی تقصیر کو بخش دے ——— اور خود مولانا قاری نے اس کی تفسیر ان الفاظ میں کی ہے: "یعنی اس کی نیکی میں اضافہ فرما جیسا کہ ایک روایت میں آیا ہے اھ ——— **اقول** و باللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق خدا ہی سے ہے) بلکہ یہ تزکیۂ شہود سے ہے (گواہوں کا تزکیہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی باطنی عدالت وپرہیزگاری جانچ کر ظاہر

(باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

ھَا افْتَقَرَتْ ھَا نَتْ تَشْھَدُ ھَا
فَاِنَّہٗ (افْتَقَرَ) اِلَیْکَ وَاسْتَغْنَیْتَ عَنْہُ، کَانَ (یَشْھَدُ) اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ فَاغْفِرْلَہٗ،
ھَا ھَا ھَا نَتْ زَاکِیَۃً
وَارْحَمْہُ) وَلَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ) وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَہٗ) اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ (زَاکِیًا)
ھَا نَتْ طِئَۃً ھَا
فَزَکِّہٖ) وَاِنْ کَانَ) خَاطِئًا) فَاغْفِرْلَہٗ)۔ عہ لہ

عہ رواہ عن امیر المؤمنین علی کرّم اللہ تعالٰی وجہہ ۱۲ (م)

قال الامام ابن الجزری وشرح حصنہ (زاکیا) ای طاھرا من الذنوب فزکہ ای فطھرہ بالمغفرۃ ورفع الدرجات اھ وتعقبہ العلامۃ القاری بانہ لا یخفی عدم المناسبۃ بین تفسیرہ زاکیا بطاھر ای من الذنوب وبین قولہ وطھرہ بالمغفرۃ اھ **اقول** لا بدع فی سؤال المغفرۃ بالطاھر من الذنوب قد کان سیّد الطاھرین امام المعصومین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیھم لیستغفر الیہ کل یوم مائۃ مرّۃ وذلک ان العبد وان جل ما جل لا یبلغ عما عملہ شکر نعمۃ اللہ تعالٰی ابدا ولا یخلوا عامۃ الصالحین عن

اسے امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے روایت کیا ۱۲ (ت)

امام ابن الجزری نے اپنی حصن حصین کی شرح میں فرمایا: زاکیا کا معنی گناہوں سے پاک۔ فزکہ کا معنی: اسے مغفرت فرما کر اور درجات بلند فرما کر خوب پاک کردے اھ۔ اس پر علامہ قاری نے تنقید کی کہ زاکیا کی تفسیر (گناہوں سے پاک) اور (مغفرت فرما کر اسے گناہوں سے پاک کردے) ان دونوں میں مناسبت نہ ہونا واضح ہے اھ **اقول** جو گناہوں سے پاک ہے اس کے لئے دعائے مغفرت کوئی اجنبی اور نامناسب چیز نہیں۔ پاکوں کے سردار، معصوموں کے امام حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم روزانہ خدا کی بارگاہ میں سو بار استغفار کرتے۔ بات یہ ہے کہ بندہ جتنا بھی بزرگ ہوجائے اس کا عمل اللہ تعالٰی کی نعمتوں کے کامل شکر کی حد تک کبھی نہیں

(باقی اگلے صفحہ پر)

لہ کنز العمال صلوٰۃ الجنائز حدیث ۴۲۸۶۴ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۷۱۸

Marfat.com

اَصْبحتْ اَمتُكَ هٰذِهٖ　　تَخلَّتْ　　كَتهَا　　فُتقرتْ

(۷) (اَصْبَحَ عَبْدُكَ هٰذَا) قَدْ تَخَلّٰى عَنِ الدُّنْيَا وَتَرَكَهَا لِاَهْلِهَا وَ(افْتَقَرَ

هَا　　نَتْ تَشْهَدُ

اِلَيْكَ وَاسْتَغْنَيْتَ عَنْهُ) وَقَدْ كَانَ يَشْهَدُ) اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ

هَا　هَا　هَا　هَا　هَا

وَرَسُوْلُكَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ط اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَتَجَاوَزْ عَنْهُ وَاَلْحِقْهُ بِنَبِيِّهٖ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ [عہ ۱]

(۸) اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبُّهَا وَاَنْتَ خَلَقْتَهَا وَاَنْتَ هَدَيْتَهَا لِلْاِسْلَامِ ط وَاَنْتَ قَبَضْتَ

رُوْحَهَا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِيَتِهَا جِئْنَا شُفَعَاءَ فَاغْفِرْ لَهَا۔ [عہ ۲] [۲]

عہ۱ رواہ ابویعلی بسند صحیح عن سعید بن المسیب عن امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ من قولہ الحقنا بما قبلہ من المرفوعات للمناسبۃ ۱۲ کلھا منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)۔

عہ۲ رواہ ابوداؤد والنسائی والبیہقی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (م)

اسے ابویعلٰی نے بسند صحیح حضرت سعید بن مسیب سے، انھوں نے امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ان ہی کے قول کے طور پر (یعنی موقوفاً) روایت کیا۔ اسے ماقبل کی مرفوع دعاؤں سے مناسبت کے باعث ہم نے لاحق کردیا ۱۲ کلھا منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

ابوداؤد، نسائی اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

---

[۱] المصنف لعبد الرزاق　باب القرأۃ والصلوۃ علی المیت حدیث ۶۴۲۱ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۳/ ۴۸۷
المصنف لابن ابی شیبہ　کتاب الجنائز　مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۳/ ۲۹۲

[۲] سنن ابوداؤد　باب الدعاء للمیت　" آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۰۰

Marfat.com

هَا نَتْ مُحْسِنَةً هَا نَتْ مُسِیْئَةً

عَذَابِهٖ، اِنْ کَانَ (مُحْسِنًا) فَزِدْ فِیْ اِحْسَانِهٖ، وَاِنْ کَانَ (مُسِیْئًا) فَتَجَاوَزْ عَنْهَا
عَنْهُ۔ [عه ۱]

اَمَتُكَ بِنْتُ نَتْ تَشْهَدُ

(۶) اَللّٰهُمَّ (عَبْدُكَ) وَابْنُ (عَبْدِكَ) كَانَ (يَشْهَدُ) اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ

هَا

مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنَّا اِنْ

نَتْ مُحْسِنَةً هَا نَتْ مُسِیْئَةً هَا

كَا(نَ) (مُحْسِنًا) فَزِدْ فِیْ اِحْسَانِهٖ، وَاِنْ كَانَ مُسِیْئًا فَاغْفِرْ لَهٗ وَلَا تَحْرِمْنَا

هَا هَا

اَجْرَ (هٗ) وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَ (هٗ)۔ [عه ۲]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) تعالٰی عنہ۔ (م) کردی جائے) یعنی اگر وُہ پاکیزہ ہے تو اپنی بادشاہت میں اس کی یہ حالت عیاں کردے اور اس کے لئے اس پر گواہ لے لے۔ یہ اس کا لفظی معنی ہوا، تاویل نہیں جیسے کہ گزشتہ معانی تاویل تھے، اور توفیق خدا ہی سے ہے۔ (ت)

[عه ۱] رواہ الحاکم عن یزید بن رکانۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (م) اسے حاکم نے یزید بن رکانہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

[عه ۲] رواہ ابن حبان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ اسے ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

---

[۱] المستدرک علی الصحیحین کتاب الجنائز مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۳۵۹

[۲] الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان حدیث ۳۰۶۲ ؍؍ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۶/۳۰

موارد الظمان کتاب الجنائز مطبوعہ مطبعۃ سلفیہ مدینہ منورہ ۱/۱۹۲

مسند ابویعلٰی حدیث ۶۵۶۷ ؍؍ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۶/۱۰۶

Marfat.com

(۱۱) اَللّٰھُمَّ اَجِرْھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ ط اَللّٰھُمَّ جَافِ الْاَرْضَ عَنْ جَنْبَیْھَا وَصَعِّدْ رُوْحَھَا وَلَقِّھَا مِنْکَ رِضْوَانًا۔ [ع۱] [۱]

(۱۲) اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ خَلَقْتَنَا وَنَحْنُ عِبَادُکَ ط اَنْتَ رَبُّنَا وَاِلَیْکَ مَعَادُنَا۔ [ع۲] [۲]

(۱۳) اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا وَصَغِیْرِنَا وَ کَبِیْرِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَ (ہٗ) وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَہٗ۔ [ع۳] [۳]
(ھَا) (ھَا)

(۱۴) اَللّٰھُمَّ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

ع۱ رواہ ابن ماجۃ عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ (م)

اسے ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

ع۲ رواہ البغوی وابن مندۃ والدیلمی فی مسند الفردوس عن ابی حاضر رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

اسے بغوی، ابن مندہ اور مسند الفردوس میں دیلمی نے ابوحاضر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

ع۳ رواہ البغوی عن ابراھیم الاشھالی عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

اسے بغوی نے ابراہیم اشہالی سے، انھوں نے اپنے والد رضی اللہ تعالٰی سے روایت کیا۔ (ت)

---

[۱] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی ادخال المیت القبر مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۲

[۲] کنز العمال بحوالہ الدیلمی حدیث ۴۲۸۴۹ " موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۵/۷۱۵

[۳] کنز العمال بحوالہ البغوی " ۴۲۲۹۹ " " " ۱۵/۵۸۶

شرح السنۃ باب قرأۃ الفاتحہ فی صلوٰۃ الجنازۃ والدعاء للمیت مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/۳۵۵

Marfat.com

(۹) اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاِخْوَانِنَا وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِنَا وَاَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْبِنَا اَللّٰھُمَّ
هٰذِهٖ اَمَتُكَ بِنْتُ ھَا
(ھٰذَا عَبْدُكَ فُلَانُ (ابْنُ) فُلَانٍ وَلَا نَعْلَمُ اِلَّا خَیْرًا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ) مِنَّا فَاغْفِرْلَنَا
ھَا
وَلَہٗ)۔ ؏۱

بِنْتَ ھَا
(۱۰) اَللّٰھُمَّ اِنَّ فُلَانَ (ابْنَ) فُلَانٍ فِیْ ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جِوَارِكَ فَقِهٖ) مِنْ فِتْنَةِ
ھَا ھَا
الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَاَنْتَ اَھْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَمْدِ ط اَللّٰھُمَّ فَاغْفِرْ لَہٗ) وَارْحَمْہٗ)
اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔ ؏۲ ۲

؏۱ رواہ ابونعیم عن عبداللہ بن الحارث بن نوفل عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علمھم الصلٰوۃ علی المیت اللھم اغفر، الحدیث قال فقلت انا اصغر القوم فان لم اعلم خیرا قال فلا تقل الا ما تعلم ۱۲ کلھا منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (م)

؏۲ رواہ ابوداؤد وابن ماجۃ عن واثلۃ بن اسقع رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

اسے ابونعیم نے عبداللہ بن حارث بن نوفل سے انھوں نے اپنے والد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں نمازِ جنازہ سکھائی اللھم اغفر۔ آخر حدیث تک ــــ وہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا میں لوگوں میں سب سے کم عمر ہوں اگر مجھے کوئی خیر معلوم نہ ہو؟ فرمایا: تو تم وہی کہو جو جانتے ہو ۱۲ کلھا منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

اسے ابوداؤد اور ابن ماجہ نے واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا (ت)

۱؎ کنز العمال بحوالہ ابونعیم حدیث ۴۲۸۴۴ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۵/۱۴ ۷

۲؎ سنن ابی داؤد باب الدعاء للمیت ” آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۰۱
سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی الدعاء فی الجنازہ علی الجنازۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰۹

Marfat.com

ترجمۂ ادعیۂ منقولہ

(۱) الٰہی! بخش دے ہمارے زندے اور مُردے اور حاضر اور غائب، اور چھوٹے اور بڑے، اور مرد اور عورت کو۔ الٰہی! تُو جسے زندہ رکھے ہم میں سے اُسے زندہ رکھ اسلام پر، اور جسے موت دے ہم میں سے اُسے موت دے ایمان پر۔ الٰہی! ہمیں اس میّت کے ثواب سے محروم نہ کر۔ اور ہمیں اس کے بعد فتنہ میں نہ ڈال۔

(۲) الٰہی! اس میّت کو بخش دے اور اس پر رحم فرما اور اسے ہر بلا سے بچا، اور اسے معاف کر اور اسے عزت کی مہمانی دے، اور اس کی قبر وسیع کر اور اسے دھو دے پانی اور برف اور اولوں سے، اور اسے پاک کر دے گناہوں سے جیسے تُو نے پاک کیا سپید کپڑا میل سے، اور اسے بدل دے مکان بہتر اس کے مکان سے، اور گھر والے بہتر اس کے گھر والوں سے، اور زوجہ بہتر اس کی زوجہ سے۔ اور اسے داخل فرما بہشت میں، اور اسے پناہ دے قبر کے عذاب اور قبر کے سوال اور دوزخ کے عذاب سے۔

(۳) الٰہی! یہ میّت تیرا بندہ اور تیری باندی کا بچہ گواہی دیتا ہے کہ کوئی سچا معبود نہیں مگر ایک اکیلا تُو، تیرا کوئی شریک نہیں، اور گواہی دیتا ہے کہ محمد تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں، یہ محتاج ہے تیری مہربانی کا اور تُو بے نیاز ہے اس کے عذاب سے، یہ اکیلا رہا دُنیا اور دُنیا کے لوگوں سے، اگر یہ ستھرا تھا تُو اسے ستھرا فرما دے اور اگر خطاوار تھا تو اسے بخش دے۔ الٰہی! ہمیں محروم نہ کر اس کے ثواب سے اور گمراہ نہ کر اس کے بعد۔

(۴) الٰہی! یہ تیرا بندہ تیری بندی کا بیٹا تیری باندی کا بچہ ہے، نافذ اس میں حکم تیرا، تُو نے اسے پیدا کیا اُس حال میں کہ نہ تھا کوئی چیز جس کا نام تک کوئی لیتا ہو، یہ تیرے یہاں اُترا ہے، اور تُو بہتر ہے اُن سب سے جن کے یہاں کوئی غریب الوطن اُترے۔ الٰہی! اُسے اس کی حجت سکھا دے اور اُسے اُس کے لئے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملا دے، اور اُسے ٹھیک بات پر ثابت رکھ کہ یہ تیرا محتاج ہے اور تُو اس سے غنی ہے، یہ گواہی دیتا تھا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اللہ کے، پس اُسے بخش دے اور اس پر رحم فرما اور ہمیں اس کے ثواب سے محروم نہ کر، اور اس کے فتنے میں نہ ڈال۔ الٰہی! اگر یہ ستھرا تھا تو اسے ستھرا فرما دے اور اگر خطاکار تھا تو اسے بخش دے۔

(۵) الٰہی! تیرا بندہ اور تیری باندی کا بچہ تیری رحمت کا محتاج ہے اور تُو اسے عذاب کرنے سے غنی ہے، اگر نیک تھا تو اُس کی نیکیاں زیادہ کر اور اگر بد تھا تو اُس سے درگزر فرما۔

(۶) الٰہی! تیرا بندہ اور تیرے بندے کا بیٹا گواہی دیتا تھا کہ کوئی سچا معبود نہیں مگر اللہ، اور یہ کہ محمد تیرے

Marfat.com

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَنِّیْ اَشْهَدُ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ ؕ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَةِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ط اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْکَرِیْمَ اِذَا اَمَرَ بِالسُّؤَالِ لَمْ یَرُدَّهٗ اَبَدًا وَقَدْ اَمَرْتَنَا فَدَعَوْنَا وَاَذِنْتَ لَنَا فَشَفَعْنَا وَاَنْتَ اَکْرَمُ الْاَکْرَمِیْنَ فَشَفِّعْنَا فِیْهِ (ها) وَارْحَمْهُ (ها) فِیْ وَحْدَتِهٖ (ها) فِیْ وَحْشَتِهٖ (ها) وَارْحَمْهُ (ها) فِیْ غُرْبَتِهٖ (ها) وَارْحَمْهُ (ها) فِیْ کُرْبَتِهٖ (ها) وَاَعْظِمْ لَهٗ (ها) اَجْرَهٗ (ها) وَنَوِّرْ لَهٗ (ها) قَبْرَهٗ (ها) وَبَیِّضْ لَهٗ (ها) وَجْهَهٗ (ها) وَبَرِّدْ لَهٗ (ها) مَضْجَعَهٗ (ها) وَعَطِّرْ لَهٗ (ها) مَنْزِلَهٗ (ها) وَاَکْرِمْ لَهٗ (ها) نُزُلَهٗ (ها) یَا خَیْرَ الْمُنْزِلِیْنَ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ وَیَا خَیْرَ الرَّاحِمِیْنَ اٰمِیْنَ اٰمِیْنَ اٰمِیْنَ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی سَیِّدِ الشَّافِعِیْنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ ط

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؕ عہ

عہ زادہ الفقیر غفر لہ الکریم القدیر ۱۲ کلہا منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

یہ دعا فقیر نے زیادہ کی، رب کریم وقدیر اس کی مغفرت فرمائے ۱۲ کلہا منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

Marfat.com

الٰہی! میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف منہ کرتا ہوں وسیلے سے تیرے نبی محمد کے کہ رحمت کے نبی ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ الٰہی! بیشک کریم جب خود حکم سوال کا دیتا ہے تو اس سوال کو کبھی رد نہیں کرتا۔ اور بیشک تُو نے ہمیں حکم دیا تو ہم نے دُعا کی، اور تُو نے ہمیں اجازت دی تو ہم نے شفاعت کی، اور تُو ہر کریم سے بڑھ کر کرم والا ہے، تُو ہماری شفاعت اس میّت کے حق میں قبول فرما اور اس پر رحم کر اس کی تنہائی میں، اور اس پر رحم کر اس کی گھبراہٹ میں، اور اس پر رحم کر اس کی بیکسی میں، اور اس پر رحم کر اس کی تکلیف میں، اور اسے بڑا ثواب دے، اور اس کی قبر نورانی کر، اور اس کا چہرہ پُر نور کر، اور اس کی خواب گاہ ٹھنڈی کر، اور اس کی جگہ معطر کرے، اور اسے عزت والی مہمانی دے۔ اے سب میزبانوں سے بہتر، اے سب بخشنے والوں سے بہتر اے سب مہربانوں سے بہتر! قبول فرما، قبول فرما، قبول فرما۔ درود اور سلام و برکات اُتار سب شفیعوں کے سردار محمد اور اُن کی آل اور اصحاب سب پر۔ اور سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہان کا پروردگار۔

فائدہ: نویں دسویں دعاؤں میں اگر میت کے باپ کا نام نہ معلوم ہو اُس کی جگہ آدَم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃ وَالسَّلَام کہے کہ سب آدمیوں کے باپ ہیں۔ اور اگر خود میّت کا نام بھی نہ معلوم ہو تو نویں دعا میں لفظ هٰذَا عَبْدُكَ یا هٰذِهٖ اَمَتُكَ پر قناعت کرے فلاں ابن فلاں یا بنت فلاں کو چھوڑ دے اور دسویں میں اُس کی جگہ عَبْدُكَ هٰذَا (تیرا یہ بندہ) یا عورت ہو تو اَمَتُكَ هٰذِهٖ (تیری یہ باندی) کہے۔

فائدہ: میّت کا فسق و فجور اگر معاذ اللہ معلوم ہو تو نویں دُعا میں لَا نَعْلَمُ اِلَّا خَیْرًا کی جگہ قَدْ عَلِمْنَا مِنْهَا خَیْرًا کہے کہ اسلام ہر خیر سے بڑھ کر ہے وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْم۔

فائدہ: ان دعاؤں میں بعض مضامین مکرر بھی ہیں اور دُعا میں تکرار مفید و مستحسن ہے، جسے جلدی ہو یا یاد کرنے میں دِقت جانے تو دعائے اول و دوم و سوم اور چہارم یا لقول الثابت تک اور ہشتم سے دوازدہم تک پڑھے، اِن شاء اللہ تعالیٰ یہی کافی و وافی ہے، یہ نصف سے بھی کم رہ گیا اور چاہے تو چہاردہم بھی ملالے اب بھی نصف سے کچھ زائد رہے گا، اور وقت مساعدت کرے تو سب کا پڑھنا اولیٰ ہے، امام جتنی دیر میں یہ دعائیں پڑھے مقتدی دعائے مشہور کے بعد اگر ان ادعیہ سے کچھ یاد نہ ہو صرف آمین آمین آہستہ کہتے رہیں۔

طریقۂ تلقینِ قبر: حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب تمھارا

ع۵ رواه الطبرانی فی المعجم الکبیر والضیاء فی الاحکام و ابن شاهین فی ذکر الموت و آخرون کما ذکرنا فی حیاة الموات ۱۲ منه (م)

اسے طبرانی نے معجم کبیر میں، ضیاء نے احکام میں، ابن شاہین نے ذکر الموت میں روایت کیا اور دوسرے حضرات نے بھی روایت کیا، جیسا کہ ہم نے رسالہ حیاۃ الموات میں بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

Marfat.com

بندے اور تیرے رسول ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور تُو اُس کا حال زیادہ جاننے والا ہے ہم سے ، اگر یہ نیک تھا تو اس کی نیکی بڑھا اور اگر بد تھا تو اسے بخش دے ، اور ہمیں اس کے ثواب سے محروم نہ کر اور اس کے فتنے میں نہ ڈال ۔

(۷) تیرے اُس بندے نے صبح کی کہ الگ ہوا یا دنیا سے اور اسے چھوڑ دیا اس کے لوگوں کے لئے ، اور تیرا محتاج ہُوا اور تُو اُس سے غنی ہے ۔ اور بیشک یہ گواہی دیتا تھا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اللہ کے اور محمد تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، الٰہی ! اُسے بخش دے اور اس سے درگزر فرما ، اور اُسے ملا دے اس کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ۔

(۸) الٰہی ! تو اس جنازے کا پروردگار ہے اور تُو نے اسے پیدا کیا ، اور تُو نے اسے اسلام کی راہ دکھائی ، اور تُو نے اس کی جان قبض کی ، اور تو خوب جانتا ہے اُس کا چُھپا اور ظاہر حال ، ہم حاضر ہوئے ہیں شفاعت کرنے تُو اسے بخش دے ۔

(۹) الٰہی ! بخش دے ہمارے سب بھائیوں بہنوں کو ، اور اصلاح کر دے ہمارے آپس میں ، اور ملاپ کر دے ہمارے دلوں میں ۔ الٰہی ! یہ تیرا بندہ فلاں بن فلاں ہے اور ہم تو اس کو اچھا ہی جانتے ہیں اور تجھے اس کا علم ہم سے زیادہ ہے ۔ تو ہمیں اور اُسے سب کو بخش دے ۔

(۱۰) الٰہی ! بیشک فلاں بن فلاں تیری پناہ اور تیری امان کی رسی میں ہے تو اسے بچا سوالِ نکیرین اور عذابِ دوزخ سے کہ تُو وعدہ پُورا کرنے والا سب خوبیوں کا اہل ہے ۔ الٰہی ! تُو اسے بخش دے اور اس پر رحم کر بیشک تُو ہی ہے بخشنے والا مہربان ۔

(۱۱) الٰہی ! اسے پناہ دے شیطان سے اور قبر کے عذاب سے ۔ الٰہی ! دُور کر زمین کو اس کی دونوں کروٹوں سے ، اور آسمان پر لے جا اس کی رُوح کو ، اور اسے اپنی خوشنودی عطا کر ۔

(۱۲) الٰہی ! بیشک تُو نے ہمیں پیدا کیا اور ہم تیرے بندے ہیں اور تُو ہمارا رب ہے اور تیری ہی طرف ہمیں پھرنا ہے ۔

(۱۳) الٰہی ! بخش دے ہمارے اگلے پچھلے اور زندہ اور مردہ اور خورد و کلاں اور حاضر و غائب کو ۔ الٰہی ! ہمیں محروم نہ کر اُس کے ثواب سے اور ہمیں فتنے میں نہ ڈال اُس کے بعد ۔

(۱۴) اے اللہ ، اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ، اے زندہ ، اے پائندہ ، اے نیا بنانے والے آسمانوں اور زمینوں کے ، اے بزرگی و عزت بخشنے والے ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اس وسیلہ سے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تُو ہی ہے اللہ یکتا بے نیاز کہ نہ کوئی اس کے اولاد نہ وہ کسی سے پیدا ، نہ کوئی اس کے جوڑ کا ۔

Marfat.com

واپس جائیں تو مستحب سمجھا جاتا تھا کہ میت سے اس کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر کہا جائے یا فلان

قُوْلِیْ

قُلْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ تین بار، پھر کہا جائے قُلْ رَبِّیَ اللہُ وَ دِیْنِیَ الْاِسْلَامُ وَ نَبِیِّیْ مُحَمَّدٌ

وَاعْلَمِیْ

صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فقیر غفر اللہ تعالیٰ اس قدر اور زائد کرتا ہے (وَاعْلَمْ) اَنَّ

نِكِ لِكِ

هٰذَیْنِ الَّذَیْنِ اَتَیَاكَ اَوْ یَاْتِیَانِكَ اِنَّمَا هُوَ عَبْدَانِ لِلّٰهِ لَا یَضُرَّانِ وَلَا یَنْفَعَانِ

تَخَافِیْ تَحْزَنِیْ وَاشْهَدِیْ دِیْنُكِ

اِلَّا بِاِذْنِ اللهِ فَلَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ وَاَشْهَدْ اَنَّ رَبَّكَ اللهُ وَ دِیْنَكَ الْاِسْلَامُ

نَبِیُّكِ

وَنَبِیَّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَبَّتَنَا اللهُ وَاِیَّاكَ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی

الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۵

ترجمہ: کہہ میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام اور میرا نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے اس قدر اور زائد کیا) اور جان لے کہ یہ دو جو تیرے پاس آئے یا آئیں گے یہ تو یہی دو بندے ہیں اللہ کے، نہ نفع دیں نہ نقصان پہنچائیں مگر خدا کے حکم سے۔ تو نہ ڈر اور نہ غم کر، اور گواہی دے کہ تیرا رب اللہ ہے اور تیرا دین اسلام اور تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم، ثابت رکھے ہمیں اللہ، اور تجھ کو ٹھیک بات پر، دنیا کی زندگی اور آخرت میں۔ بیشک وہی ہے بخشنے والا مہربان۔

حدیث تلقین کی تخریج و تقویت فقیر نے کتاب حیٰوۃ الموات فی بیان سماع الاموات کے مقصد دوم فصل پنجم اور مسئلہ تلقین کی روایات و تنقیح مقصد سوم فصل سیز دہم میں ذکر کی جس سے بحمد اللہ تعالیٰ وہابیہ کے تمام اوہام کی تسکین کافی ہوتی ہے،

وباللہ التوفیق والحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و اٰلہ اجمعین واللہ

اور خدا ہی سے توفیق ہے، اور ساری تعریف اللہ کے لئے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے، اور خدائے برتر

Marfat.com

کوئی بھائی مسلمان مرے اور اس کی قبر پر مٹی برابر کر چکو تو تم میں ایک شخص اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر کہے یا فلاں بن فلانۃ کہ وہ سنے گا اور جواب نہ دے گا۔ پھر کہے یا فلان (بن) بنت فلانۃ وہ سیدھا ہو کر بیٹھ جائے گا، پھر کہے یا فلان (بن) بنت فلانۃ وہ کہے گا ہمیں ارشاد کر، اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے۔ مگر تمہیں اس کے کہنے کی خبر نہیں ہوتی۔ پھر کہے (اُذکُر) اُذکری مَا خَرَجْتَ خَرَجْتِ عَلَیْہِ مِنَ الدُّنْیَا شَہَادَۃَ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (وَاَنَّکَ رَضِیْتَ) تَکِ رَضِیْتِ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا وَّ بِالْقُرْاٰنِ اِمَامًا [1] نکیرین ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے چلو ہم اس کے پاس کیا بیٹھیں گے جسے لوگ اس کی حجت سکھا چکے۔ اس پر کسی نے عرض کی: یا رسول اللہ! اگر اُس کی ماں کا نام معلوم نہ ہو، فرمایا، تو حوّا کی طرف نسبت کرے [2]۔ راشد بن سعد و ضمرہ بن حبیب و حکیم بن عمیر کہ تینوں صاحب اجلّہ ائمہ تابعین سے ہیں فرماتے ہیں جب قبر پر مٹی برابر کر چکیں اور لوگ

عہ رواہ عنہم سعید بن منصور فی سننہ ۱۲ منہ (م)

ان سے اس کو سعید بن منصور نے اپنی سنن میں روایت کیا (ت)

---

[1] و [2] کنز العمال بحوالہ طبرانی حدیث ۴۲۴۰۶ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۵/۶۰۵

Marfat.com

مستدرک حاکم وصحیح ابنِ حبان میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے حضور اقدس صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وآلہٖ فرماتے ہیں :

لا تعجزوا فی الدعاء فانہ لن یھلک مع الدعاء احد[1] قال فی الحرز المعنی لا تقصروا ولا تکسلوا فی تحصیل الدعاء[2]

دُعا میں کسل وکمی نہ کرو کہ دعا کے ساتھ کوئی ہلاک نہ ہوگا۔ حرزِ ثمین میں ہے معنی یہ ہے کہ دُعا کی بجاآوری میں کوتاہی وسُستی نہ کرو۔ (ت)

مسند ابویعلیٰ میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

تدعون اللہ تعالیٰ فی لیلکم ونھارکم فان الدعاء سلاح المؤمن[3]

رات دن اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگتے رہو کہ دعا مسلمان کا ہتھیار ہے۔

طبرانی کتاب الدعاء، ابن عدی کامل، امام ترمذی نوادر و بیہقی شعب الایمان میں بعد ابو الشیخ وقضاعی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں، حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ان اللہ یحب الملحین فی الدعاء[4]

بیشک اللہ تعالیٰ بکثرت و بار بار دُعا کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

طبرانی معجم کبیر میں محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پُرنور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں :

ان لربکم فی ایام دھرکم نفحات فتعرضوا لھا لعل ان یصیبکم نفحۃ منھا فلا تشقون بعدھا ابدا[5]

یعنی تمھارے رب کے لئے زمانے کے دنوں میں کچھ عطائیں، رحمتیں، تجلّیاں ہیں تو اُن کی تلاش رکھو (یعنی کھڑے بیٹھے لیٹے ہر وقت دُعا مانگتے رہو، تمھیں کیا معلوم کس وقت رحمتِ الٰہی کے خزانے کھولے جائیں) شاید ان میں کوئی تجلی تمھیں بھی پہنچ جائے کہ پھر کبھی بدبختی نہ آئے۔

---

[1] المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۴۹۴
[2] حرزِ ثمین شرح حصن حصین حدیثِ مذکور کے تحت افضل المطابع لکھنؤ ص ۱۱
[3] مسند ابویعلیٰ حدیث ۱۸۰۶ الدعوات الخ مطبوعہ موسستہ علوم القرآن بیروت ۲/۳۲۹
[4] نوادر الاصول الاصل الثمانون والمائۃ فی الالحاء والدعاء مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۲۲۰
[5] المعجم الکبیر مروی از محمد بن مسلمہ حدیث ۵۱۹ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۹/۲۳۴

Marfat.com

سبحانہٗ و تعالیٰ اعلم۔

ہمارے آقا حضرت محمد اور ان کی تمام آل پر رحمت نازل فرمائے، اور خدائے پاک و برتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۶۳: از بمبئی جامع محلہ مکان حاجی محمد صدیق جعفر مرسلہ مولوی محمد عمر الدین صاحب ۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ بعد نماز جنازہ کے صفوف توڑ کر یہ دُعا اللھم لا تحرمنا اجرہ و لا تفتنا بعدہ واغفر لنا ولہ یا مثل اس کے کی جاتی ہے جیسا کہ بمبئی اور اس کے اطراف مانند مالاگاؤں وغیرہ بلاد میں قدیم الایام سے متعارف و متعامل ہے درست ہے یا نہیں؟ اور بر تقدیر جواز بعض اشخاص جو اس کو حرام و ممنوع کہتے ہیں ان کا قول صحیح ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ مجیب الدعوات وافضل الصلوٰۃ واکمل التحیات علی معاذ الاحیاء و معاد الاموات خالص الخیر و محض البرکات فی الحیوٰۃ الاولی و الحیوٰۃ العلیٰ بعد الممات وعلیٰ اٰلہ وصحبہ کریمی الصفات مابعد ماض و قرب اٰت اٰمین۔

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔ اور بہتر درود اور کامل تر تحیتیں ان پر جو زندوں کی پناہ گاہ، مردوں کا مرجع، خالص خیر اور محض برکات ہیں، دنیا کی زندگی میں بھی، اور بعد موت کی بالاتر زندگی میں بھی، اور ان کی آل و اصحاب پر بھی، جو بزرگ صفات والے ہیں، جب تک کہ گزرا ہوا دور اور آنے والا قریب ہوتا رہے۔ الٰہی قبول فرما! (ت)

اموات مسلمین کے لئے دُعا قطعاً محبوب و شرعاً مندوب جس کی ندب و ترغیب مطلق پر آیات و احادیث بلاتوقیت و تخصیص ناطق تو بلاشبہہ ہر وقت اُس پر حکم جواز صادق، جب تک کسی خاص وقت ممانعت شرع مطہر سے ثابت نہ ہو مطلق شرعی کو از پیش خویش موقّت اور مرسل کو مقید کرنا تشریع من عند النفس ہے اور نماز ہر چند اعظم و اجل طرق ہے مگر نہ اُس پر اقتصار کا حکم نہ اُس کے اغنا پر جزم، بلکہ شرع مبارک وقتاً فوقتاً بکثرت اور بار بار تعرض نفحات رحمت کا حکم فرماتی ہے کیا معلوم کس وقت کی دعا قبول ہو جائے۔ صحیح حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لیکثر من الدعا[1]۔ اخرجہ الترمذی و الحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و قال صحیح واقروہ۔

دعا کی کثرت کرے۔ اسے ترمذی و حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور حاکم نے کہا صحیح ہے، اور علماء نے اسے برقرار رکھا۔ (ت)

---

[1] جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۷۴/۲

Marfat.com

ونور له فيه[1] ابوداؤد والحاکم وصححه عن امیرالمؤمنین عثمان رضی الله تعالیٰ عنه قال کان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اذا فرغ من دفن المیت وقف علیه وقال استغفروا لاخیکم وسلوا له التثبیت انه الاٰن یسأل[2] احمد عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم نعی النجاشی لاصحابه ثم قال استغفروا له ثم خرج باصحابه الی المصلی ثم قام فصلی بهم کما یصلی علی الجنازة[3] ابن ماجه والبیهقی فی سننه عن سعید بن المسیب قال حضرت ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما فی جنازة فلما وضعها فی اللحد قال بسم الله و فی سبیل الله وعلی ملة رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، فلما اخذ فی تسویة

عطا فرما، اور ہمیں اور اسے اپنی رحمت سے چھپا، اس کی قبر کشادہ فرما دے اور اس کے لئے اس میں روشنی و نور پیدا فرما — ابوداؤد و حاکم امیرالمؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حاکم نے اس حدیث کو صحیح بھی کہا — وہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب میت کی تدفین سے فارغ ہوتے تو وہاں کچھ دیر رُکتے اور فرماتے، اپنے بھائی کے لئے دعائے مغفرت کرو اور اس کے لئے جواب میں ثابت قدمی کی دعا کرو کہ اس وقت اس سے سوال ہونے والا ہے — امام احمد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو نجاشی کے مرنے کی اطلاع دی پھر فرمایا: اس کے لئے دعائے مغفرت کرو۔ پھر صحابہ کو لے کر نماز گاہ تشریف لے گئے پھر انھیں نماز پڑھائی جیسے جنازہ کی نماز پڑھی جاتی ہے — ابن ماجہ اور بیہقی سنن میں حضرت سعید بن مسیّب سے راوی ہیں وہ فرماتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایک جنازہ میں حاضر تھا جب انھوں نے جنازہ کو لحد میں رکھا تو کہا: اللہ کے نام سے، اللہ کی راہ میں، اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین پر — پھر جب لحد پر کچی اینٹیں درست

---

[1] صحیح مسلم — کتاب الجنائز — مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی — ۱/۱-۳۰۰

[2] سنن ابی داؤد — ” — ” آفتاب عالم پریس، لاہور — ۲/۱۰۳
مستدرک علی الصحیحین — کتاب الجنائز — ” دار صادر بیروت — ۱/۳۷۰

[3] مسند احمد بن حنبل — مروی از ابوہریرہ — ” دار الفکر بیروت — ۲/۵۲۹

Marfat.com

قال العلامة المناوی فی التیسیر تعرضوا لھا بتطھیر القلب وتزکیتہ من الاکدار والاخلاق الذمیمۃ والطلب منہ تعالٰی فی کل وقت قیاما وقعودا وعلی الجنب ووقت التصرف فی اشتغال الدنیا فان العبد لا یدری فی ای وقت یکون فتح خزائن المنن[1]

علامہ مناوی نے تیسیر میں فرمایا: تو انھیں تلاش کرو اس طرح کہ دلوں کو کدورتوں اور بُرے اخلاق سے پاک وصاف کرلو، اور باری تعالٰی سے کھڑے، بیٹھے، لیٹے، دنیاوی کام کرتے، ہر وقت مانگتے رہو، اس لئے کہ بندے کو پتا نہیں کہ کس وقت رحمت کے خزانے کھل جائیں۔ (ت)

سراج المنیر میں اس کے مثل ذکر کرکے فرمایا: قال الشیخ حدیث حسن[2] (شیخ نے فرمایا: یہ حدیث حسن ہے۔ ت) جب دعا کی نسبت صاف حکم ہے کہ اس میں کسل نہ کرو، بکثرت مانگو، رات دن مانگو، ہر حال مانگو۔ تو ایک بار کی دُعا پر اقتصار کیونکر مطلوبِ شرع ہوسکتا ہے۔ لاجرم حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے قبل نماز و بعد نماز دونوں وقت میت کے لئے دُعا فرمانا اور مسلمانوں کو دعا کا حکم دینا ثابت۔

مسلم عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا حضرتم المریض او المیت فقولوا خیرا فان الملٰئکۃ یؤمنون علی ماتقولون[3] وھو عنہا رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت دخل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی ابی سلمۃ وقد شق بصرہ فاغمضہ (الی ان قالت) ثم قال اللھم اغفر لابی سلمۃ وارفع درجتہ فی المھدیین واخلفہ فی عقبہ فی الغابرین واغفرلنا ولہ یارب العلمین وافسح لہ فی قبرہ

امام مسلم حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم بیمار یا میّت کے پاس آؤ تو اچھی بات بولو، اس لئے کہ ملائکہ تمھاری باتوں پر آمین کہتے ہیں ۔۔۔ وہی امام، انہی ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی ہیں، وہ فرماتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابوسلمہ کی وفات پر تشریف لائے تو ابھی ان کی آنکھ کھلی ہوئی تھی سرکار نے بند کی (یہاں تک کہ فرمایا) پھر سرکار نے دعا کی: اے اللہ! ابوسلمہ کو بخش دے اور ہدایت یافتہ لوگوں میں اس کا درجہ بلند فرما اور پسماندگان میں اس کا نیک بدل

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث ان لربکم کے تحت مذکور ہے مکتبۃ الامام الشافعی الریاض سعودیہ ۱/۳۳۹

[2] السراج المنیر شرح الجامع الصغیر حدیثِ مذکورہ کے تحت مطبوعہ مطبعۃ ازہریۃ مصریۃ مصر ۲/۱۱

[3] صحیح مسلم کتاب الجنائز مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۳۰۰

Marfat.com

اقول وھو وان کان مرسلا بطریقتہ فالمرسل حجۃ عندنا وعند الجمہور

اقول یہ حدیث اگرچہ اپنے دونوں طریق سے مُرسل ہے مگر مرسل ہمارے نزدیک اور جمہور کے نزدیک

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بمبئی آمدہ بود عبارتش ازیں مقام اینست ۔ سے آیا تھا اس جگہ سے اس کی عبارت یہ ہے ۔

اگر اس پر بھی تسلی نہ ہو تو زیادہ صریح لیجئے ، کبیری شرح منیہ عبداللہ بن ابی بکر سے روایت ہے :

قال لما التقی الناس بموتۃ جلس رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی المنبر وکشف لہ ما بینہ وبین الشام فھو ینظر الی معترکھم فقال علیہ الصلٰوۃ والسلام اخذ الرایۃ زید بن حارثۃ فمضی حتی استشھد وصلی علیہ ودعا لہ وقال استغفروا لہ دخل الجنۃ وھو یسعی ثم اخذ الرایۃ جعفر بن ابی طالب فمضی حتی استشھد وصلی علیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ودعا لہ وقال استغفروا لہ دخل الجنۃ فھو یطیر فیھا بجناحین حیث شاء[1]

جب مقام موتہ میں لڑائی شروع ہوئی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ عزوجل نے حضور کے لئے پردے اٹھا دئے کہ ملک شام اور وہ معرکہ حضور دیکھ رہے تھے ، اتنے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا : زید بن حارثہ نے جھنڈا اٹھایا اور لڑتا رہا یہاں تک کہ شہید ہوا ۔ حضور نے انھیں اپنی صلاۃ و دعا سے مشرف فرمایا اور صحابہ کو ارشاد ہوا اس کے لئے استغفار کرو ، بیشک وُہ دوڑتا ہوا جنت میں داخل ہوا ۔ حضور نے فرمایا : پھر جعفر بن ابی طالب نے علم اٹھایا اور لڑتا رہا یہاں تک کہ شہید ہوا ، حضور نے ان کو اپنی صلاۃ و دُعا سے شرف بخشا اور صحابہ کو ارشاد ہوا اس کے لئے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہوا اور اس میں جہاں چاہے اپنے پروں سے اڑتا پھرتا ہے ۔ (ت)

اسی حدیث شریف سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے بعد نماز جنازہ کے دعا کی ہے اور صحابہ کرام کو بھی آپ نے امر فرمایا ہے پس صورت مسئولہ کے جواز میں کیا کلام رہا انتہی منہ ۱۲ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الجنائز سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۸۴

Marfat.com

اللبن علی اللحد ، قال اللھم اجرھا من الشیطان ومن عذاب القبر ، اللھم جاف الارض عن جنبیھا وصعد روحھا ولقھا منك رضوانا قلت یا ابن عمر اشئ سمعته من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام قلته برأیك ، قال انی اذاً لقادر علی القول بل شئ سمعته من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1] ھذہ روایۃ ابن ماجۃ وفی اخری فلما اخذ فی تسویۃ اللحد قال اللھم اجرھا من الشیطان ومن عذاب القبر فلما سوی اللبن علیھا قام جانب القبر ثم قال اللھم جاف الارض عن جنبیھا وصعد روحھا ولقھا رضوانا ثم قال سمعته من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2]

کرنے لگے تو کہا: اے اللہ! اسے شیطان سے اور عذابِ قبر سے پناہ میں رکھ، اے اللہ! اس کی کروٹوں سے زمین جُدا رکھ، اس کی روح کو اوپر پہنچا، اور اسے اپنی خوشنودی عطا فرما — میں نے عرض کیا: اے ابن عمر! یہ کوئی ایسی دعا ہے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سُنی ہے یا اپنی رائے سے کی ہے؟ — فرمایا: ایسا ہے تو میں وہ دعا کرسکتا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سنی ہے — یہ ابن ماجہ کی روایت ہے — اور دوسری روایت میں یوں ہے کہ جب لحد برابر کرنے لگے تو کہا: اے اللہ! اسے شیطان سے اور عذابِ قبر سے پناہ میں رکھ۔ پھر جب اس پر اینٹیں برابر کردیں تو قبر کے کنارے کھڑے ہوکر یہ دعا کی: اے اللہ! اس کی کروٹوں سے زمین کو جدا رکھ، اس کی روح کو اُوپر پہنچا اور اسے اپنی خوشنودی عطا فرما — پھر فرمایا: میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سنا ہے۔ (ت)

احادیث اس بارہ میں حدِ شہرت واستفاضہ پر ہیں، انھیں میں سے حدیث عبداللہ بن ابی بکر وعاصم بن عمر بن قتادہ مروی مغازی واقدی ہے کہ جواب[عہ] میں مذکور ہوئی۔

عہ یعنی جواب مجیب اول کہ بغرض تصدیق از — یعنی مجیب اول کا جواب جو تصدیق کے لئے بمبئی (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] سنن ابن ماجہ — باب ماجاء فی ادخال المیت القبر — مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ص ۱۱۲

[2] السنن الکبرٰی — کتاب الجنائز — " دار صادر بیروت — ۵۵/۴

Marfat.com

القاری التقیید بها لکونها افضل الحالات
فهی ارجی لاجابت الدعوات اھ[1]
البیهقی والخطیب وابو نعیم و
ابن عساکر عن انس رضی الله
تعالٰی عنه قال قال رسول الله صلی
الله تعالٰی علیه وسلم مع کل
ختمة دعوة مستجابة[2] احمد والترمذی
وحسنه وابن ماجة وخزیمة وحبان
فی صحاحهم والبزار عن ابی هریرة
رضی الله تعالٰی عنه قال قال رسول الله
صلی الله تعالٰی علیه وسلم
ثلثة لا ترد دعوتهم الصائم حین
افطر[3] الحدیث، الطبرانی فی الکبیر
عن العرباض بن ساریة رضی الله
تعالٰی عنه عن النبی صلی الله
تعالٰی علیه وسلم من صلی 1
صلوٰة فریضه فله دعوة مستجابة ومن
ختم القراٰن فله دعوة مستجابة[4]، الدیلمی
فی مسند الفردوس عن امیر المؤمنین علی
کرم الله تعالٰی وجهه من ادی فریضة فله

نمازوں کے بعد — علامہ علی قاری نے فرمایا: بعد
فرائض کی تقیید اس لئے ہے کہ یہ سب سے افضل
حالت ہے تو اس میں قبولِ دعا کی امید زیادہ ہے۔اھ
بیہقی، خطیب، ابو نعیم اور ابن عساکر حضرت انس
رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ہر ختم قرآن کے ساتھ
ایک دُعا مقبول ہوتی ہے — امام احمد، ترمذی
بافادۂ تحسین، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن حبان
اپنی صحاح میں اور بزار (اپنی مسند میں) حضرت
ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں وہ فرماتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد
ہے: تین شخص ہیں جن کی دُعا رد نہیں ہوتی ایک
روزہ دار جب افطار کرے، الحدیث — طبرانی
معجم کبیر میں حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالٰی
عنہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت
کرتے ہیں: جس نے فرض نماز ادا کی اس کی ایک دُعا
مقبول ہوتی ہے اور جس نے قرآن ختم کیا اس کی بھی
ایک دعا مقبول ہوتی ہے — دیلمی مسند الفردوس
میں امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے راوی ہیں
جس نے کوئی فریضہ ادا کیا خدا کے یہاں اس کی ایک

۱؎ حرز ثمین شرح حصن حصین حواشی حصن حصین اوقات الاجابۃ ص۲۲ حاشیہ ۱۶ افضل المطابع لکھنؤ ص ۱۴
۲؎ کنز العمال بحوالہ البیہقی عن انس رضی اللہ عنہ حدیث ۲۳۱۴ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۵۱۷
۳؎ سنن ابن ماجہ باب فی الصائم لا ترد دعوتہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۲۶
۴؎ المعجم الکبیر مروی عن عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ حدیث ۶۴۷ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۸/ ۲۵۹

Marfat.com

ثم الثابت عندنا توثیق الواقدی کما افادہ المحقق حیث اطلق فی الفتح ثم الاصل فی الالفاظ الشرعیۃ فالصلٰوۃ حملھا علی معانیھا الشرعیۃ فالصلٰوۃ غیر الدعاء ثم التاسیس خیر من التاکید فالدعاء غیر الصلٰوۃ۔

حجت ہے ــــ پھر ہمارے نزدیک ثابت یہی ہے کہ امام واقدی ثقہ ہیں جیسا کہ امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں افادہ فرمایا ــــ پھر الفاظ شرعیہ میں اصل یہ ہے کہ اپنے شرعی معانی پر محمول ہوں تو صلاۃ، غیر دعا ہے ــــ پھر تاسیس (از سرِ نو کوئی افادہ) تاکید سے بہتر ہے، تو دعا، غیر صلاۃ ہے۔ (ت)

پھر جب دُعا مستحب اور مطلقاً مستحب اور اکثار مستحب اور قبل نماز بعد نماز ہر طرح مستحب، تو بعد نماز متصلاً اس سے کون مانع، بلکہ یہ وقت تو خاص مظنۂ نفحاتِ ربانیہ ہے کہ عمل صالح خصوصاً فریضہ خصوصاً نماز حالتِ رحمت ورحمتِ الٰہی سببِ اجابت، ولہذا دُعا سے پہلے تقدیم عمل صالح مطلوب ہُوئی،

کما فی الحصن قال القاری وتقدیم عمل صالح ای قبل الدعاء لیکون سببا لقبولہ کما فی حدیث ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ فی صلٰوۃ لتوبۃ علی ماسیاتی فی اصل الکتاب ورواہ الاربعۃ وابن حبان[1]۔

جیسا کہ حصن حصین میں ہے ــــ اس کی شرح میں مولانا علی قاری نے فرمایا: عمل صالح کی تقدیم، یعنی دُعا سے قبل نیک کام کی بجا آوری تاکہ قبولِ دعا کا سبب ہو، جیسا کہ نمازِ توبہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث میں ہے، جیسا کہ اصل کتاب (حصن حصین) میں آرہا ہے اور اسے اربعہ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) اور ابن حبان نے روایت کیا۔ (ت)

ولہذا ختمِ قرآن واتمامِ صوم ونمازِ پنجگانہ بلکہ ہر نمازِ مفروض بلکہ ہر فرض کے بعد دُعا کی ترغیب احادیث میں آئی ہے جن میں نمازِ جنازہ بھی قطعاً داخل،

الترمذی وحسنہ والنسائی عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قلت یا رسول اللہ ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الاخر ودبر الصلوات المکتوبات[2] قال

ترمذی بافادۂ تحسین اور نسائی حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں، وہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کون سی دُعا زیادہ سُنی جانے والی ہے؟ فرمایا: وہ جو اخیر شب کے درمیان ہو اور فرض

[1] حرزِ ثمین شرح حصنِ حصین حواشی حصن حصین آدابِ دُعا[1] حاشیہ ۱۵ افضل المطابع لکھنؤ ص ۹
[2] جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۸۸/۲

Marfat.com

الاشتباہ علی الداخل المعاین الکل فی الصلاۃ البعید عن الامام ولما روینا من حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وھذا فی الذخیرۃ انہ روی عن محمد ومشی علیہ رضی الدین فی المحیط ناصا علی انہ السنۃ[1] اھ

تاکہ ایسے شخص کو شبہہ نہ ہو جو بعد میں آئے اور سب کو نماز میں دیکھے، اور امام سے دور ہو۔ اور اس حدیث کی وجہ سے بھی جو ہم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی — اور ذخیرہ میں یہ ہے کہ یہ امام محمد سے روایت ہے اور اسی پر محیط میں رضی الدین نے مشی فرمائی اس تصریح کے ساتھ کہ یہی سنّت ہے اھ (ت)

ثم اقول یہ بھی لحاظ لازم کہ صرف اس دُعا کی غرض سے جنازہ اٹھانے کو تعویق و درنگ میں نہ ڈالیں کہ یہاں شرعاً تعجیل مامور ہے اور دُعا کچھ تعویق پر موقوف نہیں، اتنے کلمات اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ واغفر لنا ولہ بلکہ اس سے زائد جنازہ اٹھاتے اٹھاتے کہہ سکتے ہیں کما لا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) امام ابن حاج مکی مدخل میں فرماتے ہیں:

ان بعض من یعتنون بہ من الموتی یترکونہ بعد ان یصلی علیہ فی المسجد ویقفون عندہ، ویطولون الدعاء وبعضھم یفعل ماھو اکثر من ذلک وھو تکبیر المؤذنین اذ ذاک علی ما تقدم من زعقاتھم ویطولون فی ذلک، والسنۃ التعجیل بالمیت الی دفنہ ومواراتہ وفعلھم یضاد ذلک، فلیحذر من ھذا واللہ المستعان[2]۔

انھیں جس مُردے سے اعتنا ہوتا ہے اُسے نماز جنازہ پڑھنے کے بعد مسجد میں چھوڑ دیتے ہیں اور اس کے پاس ٹھہر کر دیر تک دُعا کرتے ہیں، اور بعض اس سے زیادہ کرتے ہیں، وہ یہ کہ اُس وقت مؤذنین تکبیر کہتے ہیں جیسا کہ ان کی بلند بانگوں کا ذکر پہلے ہوچکا ہے۔ اور اس میں طول دیتے ہیں۔ جب کہ سنت یہ ہے کہ میّت کو لے جا کر جلد دفن کریں اور ان لوگوں کا عمل اس کے برخلاف ہے، تو اُس سے بچنا چاہئے۔ اور خدا ہی مدد طلبی ہے۔ (ت)

دیکھو ان امام نے باآنکہ انکار حوادث میں مبالغہ شدیدہ رکھتے ہیں یہاں تک کہ بعض جگہ حد سے تجاوز واقع ہوگیا، کما نص علیہ الامام المحقق جلال الملۃ والدین السیوطی (جیسا کہ امام محقق جلال الدین

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی بیان مایستحب للامام الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۰

ف: حلیہ مجھے دستیاب نہیں اس لئے بدائع الصنائع کا حوالہ دیا جارہا ہے۔ نذیر احمد

[2] المدخل لابن الحاج صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۳/۲۶۳

Marfat.com

عنداللہ دعوۃ مستجابۃ[1]، وفی الباب احادیث اخر اوردنا بعضہا فی رسالتنا سرور العید السعید فی حل الدعاء بعد صلاۃ العید (۱۳۰۷ھ)۔

دُعا مقبول ہوتی ہے ــــ اس باب میں اور بھی حدیثیں ہیں جن میں سے کچھ ہم نے اپنے رسالہ سرور العید السعید فی حل الدعاء بعد صلاۃ العید (۱۳۰۷ھ) میں نقل کی ہیں۔

خود رب العزت عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

فاذا فرغت فانصب، والی ربک فارغب[2]۔

جب تُو نماز سے فارغ ہو تو دُعا میں مشقت کر اور اپنے رب کی طرف زاری و تضرع کے ساتھ راغب ہو۔

جلالین میں ہے:

فاذا فرغت من الصلاۃ فانصب اتعب فی الدعاء والی ربک فارغب تضرع[3]۔

جب تُو نماز سے فارغ ہو تو دعا میں مشقت کر اور اور اپنے رب کی طرف زاری و تضرُّع کے ساتھ راغب ہو۔ (ت)

بالجملہ دُعائے مذکور کے جواز میں شک نہیں، ہاں دفعِ احتمالِ زیادت کو نقضِ صفوف کرلیں اسی قدر کافی ہے کہ اس کے بعد احتمالِ زیادت کا اصلاً محل نہیں ہے، جس طرح بعد ختمِ نمازِ ظہر و مغرب وعشا ادائے سنن کے لئے مقتدیوں کو کسرِ صفوف مسنون، کہ اس کے بعد کسی آنے والے کو بقائے جماعت کا احتمال نہیں ہوسکتا۔

علامہ محمد محمد ابن امیر الحاج حلبی حلیہ میں فرماتے ہیں:

لفظ البدائع اما المقتدون فبعض مشائخنا قالوا لاحرج فی ترک الانتقال لانعدام الاشتباہ علی الداخل عند معاینۃ فراغ مکان الامام عنہ، وروی عن محمد انہ قال مستحب للقوم ایضا ان ینقضوا الصفوف ویتفرقوا لیزول

بدائع کی عبارت یہ ہے: رہا مقتدیوں کا حکم تو ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا وہ اگر اپنی جگہ سے نہ ہٹیں تو کوئی حرج نہیں اس لئے کہ آنے والا جب امام کی جگہ خالی دیکھ لے گا تو اسے بقائے جماعت کا شبہہ نہ رہ جائیگا۔ اور امام محمد سے روایت ہے کہ اُنھوں نے فرمایا: قوم کے لئے بھی مستحب ہے کہ صفیں توڑ دیں اور منتشر ہو جائیں

---

[1] کنز العمال بحوالہ الدیلمی عن علی رضی اللہ عنہ حدیث ۱۹۰۴۰ مطبوعہ موسستہ الرسالۃ بیروت ۱۷/۳۱۳

[2] القرآن ۹۴/ ۷، ۸

[3] جلالین نصف ثانی الم نشرح مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۵۰۰

Marfat.com

منه حدیث سنة قائمة[1] ای دائمة مستمرة وفی دعاء الاذان والصلاة القائمة ای الدائمة التی لا یعتریها نسخ وفی حدیث حکیم بن حزام رضی اللہ تعالٰی عنہ بایعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان لا اخر الا قائما[2] ای لاموت الا ثابتا علی الاسلام[3] قالہ المجد فی القاموس وقال قام الماء جمد والدابة وقفت واقام بالمکان اقامة وقامة دام والشیئ ادامہ ومالہ قیمة اذا لم یدم علی شیئ[4] (ملخصا) اھ و قال فی مجمع بحار الانوار ح قوموا الٰی سیدکم فیہ استحباب القیام عند دخول الافضل وھو غیر القیام المنھی لان ذلک بمعنی الوقوف و ھذا بمعنی النھوض ط (للطیبی شارح المشکوٰة) لیس ھو من القیام المنھی عنہ انما ھو فیمن یقومون علیہ وھو جالس ویمثلون قیاما طول جلوسہ[5] (ملخصا)

دوام والا، ہمیشہ مخلوق کی تدبیر فرمانے والا — اسی سے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے معجزات کی ایک حدیث ہے: اگر تم اسے نہ ناپتے تو وہ تمہارے لئے قائم رہتا یعنی وہ غلہ دائم و ثابت رہتا اور ختم نہ ہوتا — اسی سے یہ حدیث ہے۔ سنت قائمہ یعنی دائمی اور ہمیشہ رہنے والا طریقہ — اور دعائے اذان میں ہے؛ والصلوٰة القائمة — یعنی دائمی نماز جسے نسخ عارض ہونے والا نہیں — حکیم بن حزام رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث میں ہے؛ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس پر بیعت کی کہ زمین پر نہ گروں گا مگر قائم رہ کر — یعنی نہ مروں گا مگر اسلام پہ برقرار اور ثابت رہ کر — اسے مجد الدین فیروز آبادی نے القاموس المحیط میں ذکر کیا — اور مزید لکھا، قام الماء — پانی جم گیا — قام الدابة — جانور ٹھہرا — اقام بالمکان — اس جگہ ہمیشہ رہا اقام الشیئ — اس شیئ کو ہمیشہ رکھا — مالہ قیمة — اسے کسی چیز پر دوام نہیں اھ — مجمع بحار الانوار میں ہے: حدیث "اپنے سردار کے لئے قیام کرو" —

---

[1] مشکوٰة المصابیح بحوالہ ابی داؤد و ابن ماجہ کتاب العلم مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۵
مجمع البحار تحت لفظ قوم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۳/ ۱۸۱
[2] مسند احمد بن حنبل مروی از حکیم بن حزام " دار الفکر بیروت ۳/ ۴۰۲
[3] و [4] القاموس المحیط باب المیم فصل القاف مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۴/ ۱۷۰
[5] مجمع بحار الانوار تحت لفظ قوم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۳/ ۱۸۲

Marfat.com

سیوطی نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ت) بعد نمازِ جنازہ میت کے لئے نفسِ دعا پر انکار نہ فرمایا بلکہ تطویلِ دعا کی ممانعت فرمائی کہ منافیِ تعجیل ہے بعض فتاوی میں کہ واقع ہوا لایقوم داعیالہ، لایقوم للدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ (دعا کرتے ہوئے کھڑا نہ ہو ــ یا ــ بعد نمازِ جنازہ دعا کے لئے کھڑا نہ ہو۔ت) بعض علماء نے اُسے منعِ قیام بمعنے انتصاب پر محمول کرکے بیٹھ کر دعا کو اُس ممانعت میں داخل نہ ہونے کا استظہار کیا۔

کما نقل عن بعضھم بما نصہ چوں منع در کتب بلفظ قیام واقع شدہ شاید کہ دراں اشارت باشد باآں کہ اگر نشستہ دُعا کند جائز باشد[1]

جیسا کہ بعض سے منقول ہے عبارت یہ ہے: چونکہ کتابوں میں لفظِ قیام کے ساتھ ممانعت آئی ہے اس لئے ہوسکتا ہے کہ اُس وقت یہ اشارہ ہو کہ اگر بیٹھ کر دُعا کرے تو جائز ہے۔(ت)

بلکہ کراہت اس قدر سے بھی اطلاق منع مانعین میں خلل واقع

وانا اقول وباللہ التوفیق (اور میں کہتا ہوں اور یہ اللہ کی توفیق سے ہے۔ت) قیام، ان کلماتِ علماء میں بمعنی توقف و درنگ ہے کہ ان معنی میں بھی اس کا استعمال شائع۔

قال تعالٰی حسنت مستقرا و مقاما[2] ای موضع قرار لا محل انتصاب اذ لا محل لہ، وکذا قولہ تعالٰی حاکیا عن الکفار یا اھل یثرب لا مقام لکم[3] وقال تعالٰی یقیمون الصلوٰۃ[4] ای یواظبون علیھا ومنہ اسمائہ تعالٰی القیوم القیام والقیم بمعنی الدائم القیام بتدبیر الخلق[5] ومنہ حدیث فی معجزاتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لو لم تکلہ لقام لکم[6] ای دام و ثبت و لم ینفذ و

باری تعالٰی کا ارشاد ہے: جنت کیا ہی عمدہ ٹھکانا اور مقام ہے۔ مقام کا معنی ٹھہرنے کی جگہ، کھڑے ہونے کی جگہ نہیں اس لئے کہ اس کا موقع نہیں۔ اسی طرح قولِ کفار کی حکایت فرماتے ہوئے ارشادِ باری ہے: اے اہلِ یثرب! تمھارے لئے مقام نہیں یعنی جائے قرار نہیں ــ اور ارشادِ باری ہے: نماز قائم کرتے ہیں۔ یعنی اس پر مداومت کرتے اور ہمیشگی برتتے ہیں ــ اور اس سے باری تعالٰی کے اسماء قیوم، قیّام، قیم ہیں ــ یعنی

---

[1] کشف الغطاء فصل ششم نماز جنازہ مطبع احمدی دہلی ص ۴۰ [2] القرآن ۲۵/۶
[3] القرآن ۳۳/۱۳ [4] القرآن ۳۱/۵
[5] مجمع البحار تحت لفظ قوم منشی نولکشور لکھنؤ ۴/۱۸۱
[6] صحیح مسلم کتاب الفضائل مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/۲۴۶

Marfat.com

روایة للبخاری قال انی لواقف فی قوم یدعون اللہ لعمر بن الخطاب وقد وضع علی سریرہ اذا رجل من خلفی قد وضع مرفقہ علی منکبی یقول رحمك اللہ ان کنت لارجوان یجعلك اللہ مع صاحبیك[1] الحدیث۔

عمل کرکے اللہ تعالٰی سے ملوں، اور خدا کی قسم مجھے امید واثق تھی کہ اللہ تعالٰی آپ کو آپ کے دونوں صاحبوں سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی رفاقت نصیب فرمائے گا۔ الحدیث

ثم اقول ہر شخص اپنے نفس میں دُعا کرے دوسروں سے تاکید و تقاضا میں مصروف و اشتغال یا نہ کرنے والوں سے نزاع وجلال کا وہ محل نہیں کہ وُہ وقت اعتبار و تفکر و اتعاظ و تدبر کا ہے، نہ غافلانہ رفع اصوات و بحث و منازعت کا۔

وقد وردت فی ذلك اثار کثیرۃ عن الصحابۃ الکرام والتابعین الاعلام رضی اللہ تعالٰی عنہم وصرحت بہ العلماء الحنفیۃ والمالکیۃ والشافعیۃ وغیرھم قدست اسرارھم۔

اس بارے میں صحابہ کرام اور تابعین اعلام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے کثیر آثار وارد ہیں۔ حنفی، مالکی، شافعی اور ان کے علاوہ علماء قدست اسرارہم نے اس کی صراحت فرمائی ہے۔ (ت)

امید کرتا ہوں کہ یہ وُہ قول فصل وحکم عدل ہو جسے ہر ذی انصاف پسند کرے و باللہ التوفیق رہا مظنہ فساد اعتقاد کہ ایسے مواضع میں اکثر دستاویز مانعین ہوتا ہے اور اُسے جہلاً خواہ تجاہلاً موجب منع و تحریم نفس فعل و بجائے ترک مواظبت ولو من البعض المقتدی بھم (اگرچہ مداومت کا ترک بعض مقتداء و پیشوا حضرات سے ہی عمل میں آجائے۔ ت) مواظبت ترک مطلق کے وجوب پر دلیل ٹھہراتے ہیں، عند التحقیق یہ صرف ان کی تلمیع سحیق ہے، حق یہ کہ جہاں ایسا ہو تو صرف ترک احیاناً اُس کے ازالہ میں کافی، کمانص علیہ العلماء فی غیرما کتاب (جیسا کہ علماء نے متعدد کتابوں میں اس کی صراحت فرمائی ہے۔ ت) (یعنی اگر یہ گمان ہو کہ لوگ واجب سمجھیں گے تو کبھی ترک بھی کردے۔ نہ یہ کہ ہمیشہ ترک کرنا واجب ہوجائے۔ مترجم) اور وہ بھی عموماً ضروری نہیں صرف علمائے مشار الیہم بالبنان کی جانب سے کفایت کرتا ہے کہ اُنھیں کے افعال پر نظر ہوتی ہے اور وہی باعثِ ہدایتِ عوام، واللہ الھادی الی سبل السلام والصلٰوۃ والسلام الی یوم القیام الی حبیبہ واٰلہ وصحبہ الکرام وعلینا بھم

[1] صحیح البخاری کتاب المناقب مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۱۹

Marfat.com

اس حدیث سے افضل کی آمد کے وقت قیام کا مستحب ہونا ثابت ہوتا ہے — اور یہ قیام ممنوع سے جدا ہے اس لئے کہ وُہ قیام بمعنی وقوف ہے اور یہ بمعنی نہوض (اٹھنا) ہے — طیبی شارح مشکوٰۃ نے فرمایا: یہ قیام ممنوع سے نہیں، وہ تو ان لوگوں کے بارے میں ہے جو کسی کے بیٹھے رہنے کی حالت میں جب تک وُہ بیٹھا رہے اُس کے سامنے سیدھے کھڑے رہتے ہیں۔ (ت)

پس عبارات اسی منع تطویلِ دُعا کی طرف راجع ہیں جس کے باعث امر تجہیز و تعویق میں پڑے، ورنہ اگر کلماتِ یسیرہ کہے جائیں جیسا سوال میں مذکور ہا ہنوز جنازہ لے چلنے میں کسی اور ضرورت سے دیر ہو اور ایسی حالت میں دعائے تطویل کرتے رہیں تو ہرگز زیرِ منع داخل نہیں کہ صورتِ اولیٰ میں تاخیر ہی نہیں اور ثانیہ میں تاخیر بوجہ آخر ہے، نہ بغرضِ دعا۔ ولہذا فقہاء کرام نے لایقوم للدعاء (دعا کے لئے نہ ٹھہرے۔ ت) فرمایا، نہ لایدعو قائما (ٹھہرنے کی حالت میں دُعا نہ کرے۔ ت) یا لایدعو بعدھا اصلا (بعد جنازہ بالکل دُعا نہ کرے۔ ت) لاجرم حدیث سے ثابت کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے جنازہ مبارک کے گرد ہجوم کیا اور چار طرف سے احاطہ کرکے کھڑے ہُوئے اور امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے دُعائیں کرتے رہے، یہاں تک کہ امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم بھی اس مجمع میں شامل اور امیر المومنین شہید رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے دُعاء و ثناء میں شریک ہُوئے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی:

واللفظ لمسلم وضع عمر بن الخطاب علی سریرہ فتکنفہ الناس یدعون و یثنون ویصلون علیہ قبل ان یرفع، وانا فیھم قال فلم یرعنی الارجل قد اخذ بمنکبی من ورائی فالتفت الیہ فاذا ھو علی فترحم علی عمر وقال ما خلفت احدا احب الی ان القی اللہ بمثل عملہ منك وایم اللہ ان کنت لاظن ان یجعلك اللہ مع صاحبیك وفی

یعنی امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا جنازہ رکھا تھا، لوگ چار طرف سے احاطہ کئے ہوئے اُن کے لئے دُعا و ثناء میں مشغول تھے، میں بھی اُنھیں دُعا کرنے والوں میں کھڑا تھا ناگاہ ایک شخص نے پیچھے سے آکر میرے شانے پر کہنی رکھی میں نے پلٹ کر دیکھا تو علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ تھے، جنازہ شریفہ کی طرف مخاطب ہو کر بولے: اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ نے اپنے بعد کوئی ایسا نہ چھوڑا جو مجھے آپ سے زیادہ پیارا ہو کہ میں اُس کے سے

---

[1] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل عمر رضی اللہ عنہ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/۲۷۶

Marfat.com

بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلاۃ الجنائز

۱۳

(نمازِ جنازہ کے بعد دُعا کرنے پر انعامات کی تقسیم)

مسئلہ ۶۴ استفتاء از کانپور

بشرف ملاحظہ جامع المعقول والمنقول، واقف الفروع والاصول حضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی، پس از تسلیم معروض، براہِ کرم اس کا جواب جلد مرحمت فرمائیے گا۔ والتسلیم
محمد عبدالوہاب از کانپور، مدرسہ فیض عام۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ان دنوں جو بلاد دکن وغیرہ میں یہ امر مروج ہے کہ بعد سلام نمازِ جنازہ قبل تفرق صفوف یعنی امام ومقتدی دونوں رُو بقبلہ اسی ہیأتِ معلومۂ صلاۃ جنازہ پر قائم رہتے ہیں اور میّت کے حق میں چند دُعائیں وسورۂ فاتحہ وغیرہ پڑھ کر بخشتے ہیں آیا یہ امر شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ امید کہ اس کا شافی جواب بحوالۂ عبارات کتب معتبرہ مذہب حنفیہ مرحمت ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم والحمد للہ مجیب الدعوات وافضل الصلاۃ واکمل التحیات علی ملاذ الاحیاء ومعاد الاموات خالص

اللہ کے نام سے شروع نہایت مہربان، رحم والا۔ سب خُوبیاں خدا کے لئے جو دعائیں قبول فرمانے والا ہے، اور بہتر درود، کامل ترین تحیتیں ہوں اُن پر جو زندوں کی پناہ گاہ، مُردوں کا مرجع، خالص اور

Marfat.com

یاذا الجلال والاکرام، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم (اور اللہ ہی سلامتی کے راستوں کی ہدایت دینے والا ہے، روزِ قیامت تک درود وسلام ہو اس کے حبیب، اور ان کے معزز آل و اصحاب پر، اور ان کے واسطے سے ہم پر بھی اے بزرگی وعزت والے! اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے اور اس کا علم زیادہ کامل ومحکم ہے۔ ت)

Marfat.com

ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما وصححہ ورمز الامام السیوطی لصحتہ۔

رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا اور اسے صحیح کہا۔ امام سیوطی نے بھی اس کے صحیح ہونے کا نشان (رمز) لگایا۔

حدیث ۲ : فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :
اذا سأل احدکم فلیکثر فانما یسأل ربہ[1]۔ ابن حبّان فی صحیحہ والطبرانی فی الاوسط عن امّ المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا بسند صحیح۔

جب تم میں سے کوئی شخص دُعا مانگے تو بکثرت کرے کہ اپنے رب سے ہی سوال کر رہا ہے۔ اسے ابن حبّان نے اپنی صحیح میں اور طبرانی نے معجم اوسط میں امّ المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے بسندِ صحیح روایت کیا۔

اقول یہ حدیث سوال و مسؤل دونوں میں تکثیر کی طرف ارشاد فرماتی ہے مسؤل میں یُوں کہ بہت کچھ مانگے، بڑی چیز مانگے کہ آخر ربِّ قدیر سے سوال کرتا ہے، اور سوال میں یُوں کہ بار بار مانگے، بکثرت مانگے کہ آخر کریم سے مانگ رہا ہے، وُہ تکثیرِ سوال سے خوش ہوتا ہے بخلاف ابنِ آدم کے کہ بار بار مانگنے سے جھنجلا جاتا ہے فللّٰہ الحمد وحدہ (تو خدائے یکتا ہی کے لئے ساری خُوبیاں ہیں۔ ت)

حدیث ۳ : فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :
اکثر من الدعاء فان الدعاء یرد القضاء المبرم[2]۔ ابوالشیخ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

دُعا بکثرت مانگ کہ دُعا قضائے مبرم کو ٹال دیتی ہے۔ اسے ابوالشیخ نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

اقول اس معنی کی تحقیق کہ یہاں قضاء مبرم سے کیا مراد ہے، فقیر نے اپنے رسالہ ذیل المدعٰی لاحسن الدعاء میں ذکر کی۔

حدیث ۴ : فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :
لقد بارک اللہ لرجل فی حاجۃ اکثر الدعاء فیہا[3]۔ البیہقی فی الشعب والخطیب

بیشک اللہ تعالٰی نے برکت رکھی آدمی کی اس حاجت میں جس میں وُہ دُعا کی کثرت کرے۔ اسے بیہقی نے

---

[1] مجمع الزوائد بحوالہ المعجم الاوسط باب سؤال العبد حوائجہ کلّہا الخ مطبوعہ دار الکتاب بیروت ۱۰/ ۱۵۰
[2] کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ عن انس رضی اللہ عنہ حدیث ۳۱۲۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۲/ ۶۳
[3] شعب الایمان ذکر فصول فی الدعاء مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/

Marfat.com

الخیر ومحض البرکات فی الحیاۃ الاولٰی والحیاۃ العلیٰی بعد الممات وعلٰی اٰلہٖ وصحبہٖ کریمی الصفات ما بُعد ماضٍ وقُرب اٰت اٰمین۔

محض خیر وبرکت ہمیں دُنیا کی زندگی میں اور بعد موت کی بالاتر زندگی میں، اور ان کے بزرگ صفات والے آل واصحاب پر، جب تک کوئی گزرنے والا دُور اور آنے والا قریب ہوتا ہے۔ الٰہی قبول فرما۔ (ت)

اواخر ماہِ فاخرہ حضرت مفیض المفاخرہ شہر ربیع الآخر ۱۳۱۱ھ ہجری میں اس مسئلہ کے متعلق ایک سوال بعض اہلِ علم وسنت نے بمبئی سے بھیجا جس کا اجمالی جواب قدرے تحقیق حدیثی پر مشتمل دیا گیا، اب کہ ۱۲ رجب المرجب ۱۳۱۱ھ کو یہ سوال کانپور مدرسہ فیض عام سے آیا اس میں صورت نازلہ شکل مسئلہ بمبئی سے جدا ہے، وہاں یہ تھا کہ بعد نماز جنازہ کے صفوف توڑ کر یہ دعا اللھم لا تحرمنا اجرہ وتفتنا بعدہ واغفرلنا ولہ یا مثل اس کے کی جاتی ہے، یہاں یُوں ہے کہ قبل تفرق صفوف رُو بقبلہ اسی ہیأتِ معلومہ پر قائم رہتے ہیں الخ ادائے حقِ افتاء کو بس تھا کہ اس صورت خاصہ کا حکم لکھتا مگر ممکن کہ فتوٰی نظرگاہ عامہ تک پہنچے اور فقیر کو تجربہ ہے کہ بہت عوام تمایز صور سے غفلت کرتے اور بعض ناظرین قصداً بھی انھیں غلط میں ڈالتے ہیں، لہٰذا ایسی جگہ ہمیشہ پوری بات کا ذکر کرنا مناسب کہ من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل (جو اپنے زمانہ والوں سے ناآشنا ہو وُہ جاہل ہے۔ ت) وہاں تحقیق حدیثی تھی یہاں بعونہٖ عزّوجل ایک مقدمہ تمہید کرکے تنقیح فقہی سے کام لیجئے کہ باوصف تکرار، تکرار بھی نہ ہو اور ایضاح مرام وراحتِ اوہام بھی بحمد اللہ تعالٰی نہایت کو پہنچے **فاقول** وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق (تو میں کہتا ہوں اور خدا ہی کی جانب سے توفیق ہے اور اسی کی مدد سے بلندیٔ تحقیق تک رسائی ہے۔ ت) سلفاً وخلفاً ائمہ اہلسنت وجماعت رضی اللہ تعالٰی عنہم وعنا بہم کا اجماع ہے کہ امواتِ مسلمین کے لئے دعا محبوب اور شرعاً مطلوب، نصوصِ شرعیہ آیۃً وحدیثاً بارۂ دعا، ارسال مطلق واطلاق مرسل پر وارد جن میں کسی زمانہ کی تقلید وتحدید نہیں کہ فلاں وقت تو مستحب ومشروع ہے اور فلاں وقت ناجائز وممنوع۔ چند حدیثیں فتوٰی اولٰی میں گزریں، یہاں بعض احادیث تازہ ذکر کردوں کہ فیض وعطائے حضرت رسالت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ محدود نہیں۔

حدیث ۱: حضور پرنور سید العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اکثر الدعاء[1]۔ الحاکم فی مستدرك عن — دعا بکثرت کر۔ اسے حاکم نے مستدرک میں حضرت ابن عباس

[1] المستدرک علی الصحیحین — کتاب الدعاء — مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۵۲۹

Marfat.com

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما و تقدم نحوہ للطبرانی فی المعجم الکبیر عن محمد بن مسلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی الفتوی الاولی قال العامری حسن صحیح **اقول** وقولی حسن حسن صحیح لما رایت من تعدد طرقہ وقد حسن الشیخ محمد حجازی الشعرانی حدیث المعجم الکبیر۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بھی روایت کیا۔ اوراسی کے ہم معنی حدیث طبرانی کی معجم کبیر کے حوالے سے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت پہلے فتوٰی میں گزرچکی ہے۔ عامری نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ **اقول** اور میرا اسے حسن کہنا اچھا اور درست ہے، کیونکہ اس کے متعدد طریق ہیں۔ اور شیخ محمد حجازی شعرانی نے معجم کبیر کی حدیث کو حسن کہا ہے۔ (ت)

یہاں توبحمداللہ نہ صرف اطلاق بلکہ صراحۃً تعمیم زمانہ ہے جس میں نمازجنازہ سے قبل و بعد متصل و منفصل سب اوقات قطعاً داخل، توجس وقت دُعا کیجئے بلاشبہ عین مامور بہ اور حسن فی حد ذاتہ ہے۔ توجب تک کسی خاص وقت کی ممانعت شرع مطہر سے ثابت نہ ہو منع وانکار حکم شرع کا رَد وابطال ہے۔ اب وہ عدمِ نقل خصوص و عدمِ ورودِ خاص کا شگوفہ جس سے حضرات منکرین امثال مسائل میں اکثر مغالطہ دیتے ہیں، رأساً ہباءً منثور ہوگیا کہ جب بہ تصریح تعمیم امر شرع وارد تو جمیع ازمنہ تحت امر داخل، پھر کسی خاص میں عدمِ ورود کیا معنی، بہ استناد اگر ہوگا تو ایسا ہوگا کہ زید کہے اگرچہ قرآن عظیم میں اقیموا الصلوٰۃ وغیرہا بصیغہ عموم وارد مگر خاص میرا نام لے کر حکم کہاں ہے، تو مجھ پر فرضیتِ نماز کا ثبوت نہیں۔ آپ سے ذی ہوش سے یہی کہا جائے گا کہ جب عام نازل تو تو بھی داخل۔ اگر مدعی خروج ہے خروج ثابت کر۔ غرض ایسا مکابرہ تو مقیاس الجنون کے اعلٰی نمبر سے کچھ ہی درجے گھٹا ہوگا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ حسن فی ذاتہ کو کبھی خارج سے کوئی امر مزاحم حسن عارض ہوتا ہے، جو کسی خاص مادہ میں اس کا دعوٰی کرے وہ مدعی ہے بارِثبوت اس کے ذمہ ہے۔ پھر ظاہر کہ عارض اپنے عروض ہی تک مزاحم رہے گا زائل ہوتے ہی اصل حسن کا حکم عود کرے گا کما لا یخفی علی من لہ ادنی نصیب من عقل مصیب (جیسا کہ ہر اس شخص پر واضح ہے جسے عقل صحیح کا کوئی بھی حصّہ نصیب ہوا ہے۔ ت) اس مقدمہ واضحہ کے بعد اُن کلماتِ فقہاء پر نظر ڈالئے جن سے بے مایہ صاحبوں کو دھوکا ہو یا ہوشیار لوگ دانستہ عوام کو مغالطہ دیں۔

اقول عامہ کتب میں یہ عامہ اقوال ہرگز اطلاق وارسال پر نہیں کہ بعد نمازجنازہ مطلقاً دعا کو مکروہ لکھتے ہیں، اور کیونکر لکھتے کہ خود حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابہ وائمہ سلف وخلف کے اقوال وافعال کثیرہ متواترہ اور خود انھیں فقہاء کی تصریحاتِ وافرہ وکلماتِ متظافرہ۔ خلاصہ یہ کہ نصوصِ شریعت و

Marfat.com

فی التاریخ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ شعب الایمان میں اور خطیب نے تاریخ میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

حدیث ۵ : کثرتِ دُعا سے گھبرا کر دعا چھوڑ دینے والے کو فرمایا: ایسے کی دُعا قبول نہیں ہوتی۔ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لایزال یستجاب للعبد مالم یدع باثم اوقطعیۃ رحم مالم یستعجل قیل یارسول اللہ ما الاستعجال یقول قد دعوت وقد دعوت فلم ارلیستجیب لی فیستحسر عند ذلک و یدع الدعاء[1] مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ واصل الحدیث عند الشیخین وابی داؤد و الترمذی وابن ماجۃ جمیعا عنہ و فی الباب وغیرہ۔

بندے کی دُعا قبول ہوتی رہتی ہے جب تک کہ کسی گناہ یا قطعِ رحم کا سوال نہ کرے اور جب تک کہ جلد بازی نہ کرے۔ عرض کیا یا رسول اللہ جلد بازی کیا ہے؟ فرمایا بندہ کہنے لگے کہ میں نے بار بار دعا کی، قبول ہوتی نظر نہیں آتی۔ اس وقت اُکتا کر چھوڑ دے۔ یہ حدیث امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔ اور اصل حدیث بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ سبھی کے یہاں حضرت ابوہریرہ کی روایت سے موجود ہے اور اس باب میں اس کے علاوہ اور حدیثیں ہیں۔ (ت)

حدیث ۶ و ۷ : حدیثِ حسن میں تصریحاً ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اطلبوا الخیر دھرکم کلہ وتعرضوا النفحات رحمۃ اللہ فان للہ نفحات من رحمتہ یصیب بھا من یشاء من عبادہ[2] ابوبکر بن ابی الدنیا فی الفرج بعد الشدۃ و الامام الاجل عارف باللہ سیدی محمد الترمذی فی نوادر الاصول والبیھقی فی شعب الایمان وابونعیم فی حلیۃ الاولیاء عن انس بن مالک وفی الشعب

ہر وقت ہر گھڑی عمر بھر خیر مانگے جاؤ اور تجلیاتِ رحمتِ الٰہی کی تلاش رکھو کہ اللہ عزوجل کے لئے اس کی رحمت کی کچھ تجلیاں ہیں کہ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے پہنچاتا ہے۔ اسے ابوبکر بن ابی الدنیا نے "الفرج بعد الشدۃ" میں، امام اجل عارف باللہ سیدی محمد ترمذی نے نوادر الاصول میں، بیہقی نے شعب الایمان میں، ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں انس بن مالک سے اور شعب الایمان میں حضرت

---

[1] صحیح مسلم شریف کتاب الذکر والدعاء مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/۳۵۲

[2] نوادر الاصول الاصل الرابع والثمانون والمائۃ فی طلب الخیر مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۲۲۳

Marfat.com

لبداً[1] تومعلوم ہوتا ہے کہ اس پر یہ تہ بہ تہ ٹوٹ پڑیں گے (ت)

شاید خاص میّت کے لئے استنادہ دعا منع ہو، یہ بھی غلط۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کھڑے ہو کر میّت کے لئے مروی۔ خود فقہاء فرماتے ہیں: قبر کے پاس کھڑے ہو کر دُعا سنت ہے ____ فتح القدیر میں ہے:

المعھود منھا (ای من السنۃ) لیس الا زیارتھا والدعاء عندھا قائما کما کان یفعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الخروج الی البقیع[2]۔

سنت سے معہود صرف قبروں کی زیارت ہے اور وہاں کھڑے ہو کر دُعا کرنا جیسے بقیع تشریف لے جانے کے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا عمل مبارک تھا۔ (ت)

مسلک متقسط میں ہے:

من اٰداب الزیادۃ ان یسلم ثم یدعوا قائما طویلا اھ ملخصا[3]۔

زیارت قبور کے آداب سے یہ ہے کہ سلام کرے پھر کھڑے ہو کر دیر تک دُعا کرے اھ ملخصاً (ت)

شاید یہ ممانعت صرف نمازِ جنازہ کی حالت میں ہو، بعد دفن اجازت ہو۔ یہ بھی غلط۔ ہم نے فتوٰی اولٰی میں حدیث صحیحین ذکر کی کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے نعش مبارک امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے گرد ہجوم کیا اور چار طرف سے احاطہ کرکے کھڑے ہوئے امیر المومنین شہید کے لئے دعائیں کرتے رہے۔ پھر سب سے قطع نظر کیجئے تو اس عارض میں مزاحمت حسن وایراث قبح کی صلاحیت بھی ہو، یا خواہی نخواہی یونہی مزاحم ہو جائے گا۔ آخر قیام میں کیا خصوصیت ہے کہ اس کا انضمام دعائے میت کو کہ شرعاً مطلوب ومندوب تھی مکروہ ومعیوب کر دے گا۔ اب نظر نے ان سب احتمالات کو ساقط پا کر اتنا تو جزم کر لیا کہ کوئی معنی خاص مقصود ہے جو مناط ومنشاء حکم ہو سکے۔ پھر وہ ہے کیا اس کے لئے اس نے باریک راہ تدقیق نکالی اور معانیِ قیام ومناہج کلام ودلائلِ احکام پر نگاہ ڈالی معانیِ قیام دو نظر آئے: برپا استادن کہ مخالف خفتن ونشستن ہے (یعنی پاؤں پر کھڑا ہونا جو سونے بیٹھنے کے مخالف ہے۔ ت) اور توقف ودرنگ کہ مخالف مقابلِ عجلت وشتاب ہے،

---

[1] القرآن ۷۲/ ۱۹

[2] فتح القدیر باب الشہید مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۰۲

[3] المسلک المتقسط مع ارشاد الساری فصل لیستحب زیارۃ اہل المعلی مطبوعہ دار الکتاب العربیۃ بیروت ص ۳۲۴-۳۲۳

Marfat.com

اجماع امت اس تعمیم واطلاق کے رد پر شاہد عدل ہیں، معلوم نہیں حضرات منکرین کے یہاں زیارت قبور نماز جنازہ کے بعد ہوتی ہے یا پیشگی ہولیتی ہے، اگر بعد ہی ہوتی ہے تو شاید اُس وقت دعائے اموات میں جو احادیث واقوالِ علماء وفقہائے قدیم وحدیث وارد ہیں اپنے ظہور بین کے سبب اظہار سے غنی ہوں تو اطلاق کا تو کوئی محل ہی نہ تھا۔ ہاں انھوں نے تقیید کی اور کہا ہے سے کی بلفظِ قیام یعنی یہ کہا کہ نماز جنازہ کے بعد دُعا کے لئے قیام برائے دُعا نہ کرے نہ یہ کہ بعد نماز جنازہ دُعا ہی نہ کرے۔ جامع الرموز میں ہے: لایقوم [illegible] (میت کے لئے دُعا کرتے ہوئے نہ ٹھہرے۔ ت) ذخیرۂ کبریٰ ومحیط وقنیہ میں ہے: لایقوم [illegible] بعد صلٰوۃ الجنازۃ (نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے نہ ٹھہرے۔ ت) کشف الغطاء میں ہے: قائم نشود بعد از نماز برائے دعا کذا فی اکثر الکتب (نماز کے بعد دُعا کے لئے نہ ٹھہرے۔ ایسا ہی اکثر کتابوں میں ہے۔ ت) اُسی میں منقول ہے: منع در کتب بلفظ قیام واقع شدہ (کتابوں میں ممانعت لفظ قیام کے ساتھ آئی ہے۔ ت) تو مانع مطلق اگر ان اقوال سے استدلال کرے صریح مخالف ہے [illegible] کرے گا [illegible] مگر [illegible]

[illegible] ت

ثم اقول [illegible] وباللہ التوفیق [illegible] پھر میں کہتا ہوں [illegible] ہی سے توفیق ہے۔ ت) [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

فروع شرع پر نظر کیجئے تو ایک بار دعا کرنے یا آئندہ دعائے افضل کا قصد رکھنے کو منع وانکارِ دعا میں اصلاً مؤثر نہ پایا ورنہ ایک بار سے زیادہ دُعا جائز نہ ہوتی یا مکروہ ٹھہرتی، حالانکہ نصوص متواترہ واجماعِ اُمت سے اس کی تکثیر محبوب، یا نمازِ پنجگانہ کے بعد دعا ممنوع ومکروہ قرار پائے گی کہ قعدۂ اخیرہ میں دُعا کر چکا ہے حالانکہ احادیث میں اس کا حکم اور زمانہ اقدس سے تمام مسلمین کا اس پر عمل بلکہ قعدۂ اخیرہ میں دُعا مسنون نہ ہوتی کہ فاتحہ میں اس سے افضل واکمل دُعا ہو چکی، خاص محلِ سخن میں نظر کیجئے تو خود میت کے لئے بھی قبل از نماز جنازہ وبعد از نماز دونوں وقت دُعا فرمانا اور اُس کا حکم دینا حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت کما اسلفنا فی الفتوی الاولی (جیسا کہ ہم نے پہلے فتوے میں بیان کیا۔ ت) حضور والا صلوٰۃ اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ نے خیال نہ فرمایا کہ ایک بار تو ہم دُعا کر چکے ہیں یا افضل واکمل دُعا فرمانے والے ہیں۔ معہذا ان وجوہ پر قیام وقعود سب یکساں، کیا بیٹھ کر دُعا کرے گا تو یہ بات نہ رہے گی کہ افضل دُعا کر چکا ہے یا کرنیوالا ہے تو کیا قید قیام پر تطافر کتب غلط وتغلیط ہے یا بہ دلائل دعوٰی سے بیگانہ۔ ایسی مہمل وجہ پر کلامِ علماء کا حمل جس سے وہ نصوص متواترہ واجماعِ اُمت اور خود اپنی تصریحات کثیرہ اور نیز انسانی کلام وتطابق دلیل ودعوٰی سے صراحۃً دُور پڑیں، ان کی شان میں کھلی گستاخی اور معاذ اللہ ان کے کلام کو کلامِ مجانین سے ملحق کر دیتا ہے، جب نظرِ صحیح نے بعونہٖ تعالیٰ سب کانٹے راہِ حق سے صاف کر لئے۔ قائد توفیق کے مبارک ہاتھ میں ہاتھ دے کر حکم بالجزم کیا کہ اس قسم کے اقوال میں قیام بمعنی وقوف ودرنگ ہی ہے۔ اتنا کہتے ہی بحمد اللہ تعالیٰ سب اعتراض واشکال دفعۃً اُٹھ گئے اور بات میزانِ شرع وعقل پر پوری بچ گئی، فی الواقع نماز کے علاوہ کسی دُعائے طویل کی غرض سے تجہیزِ جنازہ کو درنگ وتعویق میں ڈالنا شرع مطہر ہرگز پسند نہ فرمائے گی تکثیرِ دُعا بیشک محبوب ہے مگر اُس کے لئے تعویق مطلوب نہیں جس طرح جنازہ پر تکثیر جماعت قطعاً مطلوب ہے مگر اس کے لئے تاخیر محبوب نہیں، جیسے بعض لوگ میت جمعہ کے دن دفن ونماز میں تاخیر کرتے ہیں تاکہ بعد میں جماعت عظیم شریکِ جماعتِ جنازہ ہو۔ تنویر الابصار میں ہے:

کرہ تاخیر صلاتہ ودفنہ لیصلی علیہ جمع عظیم بعد صلاۃ الجمعۃ[1]

اس خیال سے کہ نمازِ جمعہ کے بعد ایک عظیم جماعت نمازِ جنازہ میں شریک ہوگی نمازِ جنازہ اور دفن میں تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ (ت)

غرض شرع مطہر میں تعجیلِ تجہیز بتاکید تمام مطلوب اور بے ضرورت شرعیہ اس کی تاخیر سے ممانعت، اور

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۴

Marfat.com

کما بیّناہ فی الفتوی الاولیٰ و منہ قول القائل ؎

ولا یقوم علیٰ ذل یراد بہ
الا الاذلان عیر النجد والوتد
فلیس المراد ان حمار النجد
عند ارادۃ الذل بہ یقوم ولا یقعد بخلاف غیرہ وانہ یقعد انما اراد ان الحمار النجدی یدوم و یصبر علی الذل اما غیرہ فلا یرضی بہ۔

جیسا کہ ہم نے اسے پہلے فتوے میں بیان کیا اور اسی سے شاعر کا یہ شعر ہے: ؎

اُس ذلت پر، جس کا اس کے ساتھ ارادہ کیا جائے قائم نہیں رہتے مگر دو ذلیل تر نجد کا گدھا اور اس کے باندھنے کا کھونٹا۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ جب نجد کے گدھے کے ساتھ ذلت کا ارادہ کیا جاتا ہے تو وہ کھڑا رہتا ہے بیٹھتا نہیں ہے اور دوسرا بیٹھ جاتا ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ نجدی گدھا ذلت پر دائم وصابر رہتا ہے اور دوسرا ذلت سے راضی نہیں ہوتا۔ (ت)

مناہج کلام بھی دو قسم پائے، کہیں تو بعد صلاۃ الجنازہ کی تخصیص ہے کما فی اکثر العبارات المذکورۃ (جیسا کہ اکثر مذکورہ عبارتوں میں ہے۔ ت) اور کہیں حکم مطلق کما فی عبارۃ القہستانی (جیسا کہ قہستانی کی عبارت میں ہے۔ ت) بلکہ کہیں قبل نماز کے بھی صاف تصریح،

فی کشف الغطاء وپیش از نماز نیز بدعا نہ ایستد زیراچہ دعا میکند بدعائیکہ او فرو اکبر است بودن دعا یعنی نماز جنازہ کذا فی التجنیس[1]

کشف الغطاء میں ہے: اور نماز سے پہلے بھی دعا کے لئے نہ کھڑا ہو اس لئے کہ اسے وہ دعا کرنی ہے جو اس دعا سے زیادہ وافر اور بڑی ہے یعنی نمازِ جنازہ، ایسا ہی تجنیس میں ہے۔ (ت)

حالانکہ پیش از نماز دعا خود احادیثِ صحیحہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت وقد مر بعضہا فی الفتوی الاولیٰ (بعض حدیثیں پہلے فتوے میں گزر چکیں۔ ت) اور کھڑے ہو کر دعا بھی صحابہ کرام سے گزری، دلائل احکام بھی دو ملے، کہیں نماز جنازہ میں زیادت کا شبہ کما فی المحیط والقنیۃ وغیرہما (جیسا کہ محیط اور قنیہ وغیرہما میں ہے۔ ت) کہیں یہ کہ ایک بار دعا کر چکا کما نقل عن وجیز الکردری (جیسا کہ وجیز کردری سے منقول ہے۔ ت) یا اس سے افضل دعا کرے گا کما مر عن التجنیس (جیسا کہ تجنیس کے حوالے سے گزرا۔ ت) اب جو اصول و

---

[1] کشف الغطاء فصل ششم نماز جنازہ مطبع احمدی دہلی ص ۴۰

Marfat.com

فرمایا :

لا تعد لما فعلت اذا صليت الجمعة فلا تصلها الصلاة حتى تكلم او تخرج فان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم امرنا بذلك ان لا نوصل صلوة بصلوة حتى نتكلم او نخرج[1]

اب ایسا نہ کرنا جب جمعہ پڑھو تو اُسے اور نماز سے نہ ملاؤ یہاں تک کہ بات کر دیا اس جگہ سے ہٹ جاؤ کہ ہمیں حضور پُر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ایک نماز دوسری نماز سے نہ ملائیں یہاں تک کہ کچھ گفتگو کریں یا جگہ سے ہٹ جائیں۔

علماء فرماتے ہیں وصل سے نہی اس لئے ہے کہ ایک نماز دُوسری نماز کا تتمہ نہ معلوم ہو، جمعہ میں دُو رکعت پر زیادت نہ موہوم ہو۔ امام اجل ابوزکریا نووی منہاج میں فرماتے ہیں :

افضله التحول الى بيته والا فموضع اٰخر من المسجد او غيره ليكثر مواضع سجوده ولتنفصل صورة النافلة عن صورة الفريضة[2]

بہتر تو یہ ہے کہ گھر جا کر پڑھے، ورنہ مسجد ہی میں یا بیرونِ مسجد کسی اور جگہ پڑھے تاکہ اپنی سجدہ گاہوں کی تعداد بڑھا سکے اور تاکہ نفل کی صورت فرض کی صورت سے جُدا ہو جائے۔ (ت)

مولانا علی قاری مرقاۃ میں فرماتے ہیں :

(اذا صليت الجمعة) هى مثال اذ غيرها كذلك، ويؤيده ما ياتى من حكمة ذلك كذا ذكره ابن حجر، ويحتمل ان ذكر الجمعة بعد خصوص الواقعة للتاكيد الزائد فى حقها، لاسيما ويوهم انه يصلى اربعا وانه الظهر، وهذا فى مجتمع العام سبب للايهام (فلا تصلها بصلوة

(جب نمازِ جمعہ پڑھو) یہ بطورِ مثال ہے اس لئے کہ غیر جمعہ کا بھی یہی حکم ہے، اس کی تائید اس سے ہوتی ہے جو اس کی حکمت بیان کی گئی ہے — اسے ابنِ حجر نے ذکر کیا — اور ہو سکتا ہے کہ جمعہ کا ذکر اس لئے ہو کہ اس کے بارے میں زیادہ تاکید ہے، خصوصاً اس میں یہ وہم ہو سکتا ہے کہ وہ چار رکعت ظہر پڑھ رہا ہے — اور یہ فعل مجمع عام میں وہم پیدا کرنے کا سبب ہوگا — (تو اسے اور نماز سے نہ ملاؤ

---

[1] صحیح مسلم   کتاب الجمعۃ   مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی   ۱/۲۸۸

[2] منہاج النووی شرح صحیح مسلم مع مسلم   کتاب الجمعۃ   "   "   "   "   "   "

Marfat.com

نماز کے علاوہ و شرعاً ضروری و واجب نہیں جس کے لئے قیام و درنگ پسند کریں۔ شرع میں جتنی دعا ضروری تھی یعنی نماز جنازہ۔ وُہ ہو چکی یا ہونے والی ہے تو اُس کے سوا اور دعائے طویل کے لئے کیوں رکھ چھوڑیں، بحمداللہ یہ معنی ہیں کلامِ علماء کے کہ دُعا ہو چکی یا ہونے والی ہے **هكذا ينبغي ان يفهم الكلام والله ولي الهداية والانعام** (کلامِ علماء اسی طرح سمجھنا چاہئے اور خدا ہی ہدایت و انعام کا والی ہے۔ ت) اور واقعی جو اس معنی قیام پر کلام فرمائیں ان کا مطلق رکھنا **كما فعل الشمس القهستاني** (جیسا کہ شمس قہستانی نے کیا۔ ت) یا بالتصریح قبل و بعد نماز دونوں وقت کو لے لینا **كما صنع الامام البرهان الفرغاني** (جیسا کہ امام برہان الدین فرغانی نے کیا۔ ت) کچھ بے جا نہ ہوا بلکہ یہی احسن و ازین تھا کہ باین معنی قیامِ قبل و بعد کسی وقت پسندیدہ نہیں اگرچہ اس تقدیر پر عبارات غیر معللہ بشبہ زیادت میں تقیید بعد کا یہ منشا ٹھہرا سکتے ہیں کہ قبل از نماز عادۃً جنازہ مہیا نہیں ہوتا۔ امور ضروریہ غسل و کفن جاری ہوتے ہیں تو اُس وقت دُعائے طویل میں حرج نہیں کہ تاخیر بغرضِ دُعا نہ ہو گی بخلاف بعد نماز کہ غالباً کوئی حالتِ منتظرہ لے چلنے سے مانع نہیں ہوتی اور کلامِ فقہاء اکثر امورِ غالبہ پر مبتنی ہوتا ہے،

ومع هذا فالوجه الاظهر عد جميع المقيدات من القسم الاٰتي فانه هو الا فعد الاوفق كما لا يخفى۔ اس کے باوجود زیادہ ظاہر صورت یہ ہے کہ تمام قیدوں کو قسم آئندہ سے شمار کیا جائے، اس لئے کہ وہ زیادہ مطابق و موافق ہے، جیسا کہ واضح ہے (ت)

یہ اس قسم اقوال پر کلام تھا ــــــ رہی قسم اوّل یعنی جن کلمات میں تخصیص بعدیت اور شبہہ زیادت سے تمسک ہے **اقول** وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور خدا ہی سے توفیق ہے۔ ت) بدیہیاتِ جلیہ سے ہے کہ یہاں مطلق بعدیت کا ارادہ ہرگز وجہ صحت نہیں رکھتا کہ استحالاتِ سالفہ کے علاوہ نفسِ تعلیل ہی اس سے آبی کیا آج نماز ہو چکی کل استادہ دُعا کرو، تو نماز میں کچھ بڑھا دینے کا اشتباہ ہو، لاجرم بعدیت بلا فاصل ہی مقصود، جس میں نقضِ صفوف و تفرقِ رجال بروجہ اولیٰ داخل کہ جب صفیں کھل گئیں لوگ ہٹ گئے تو اس کے بعد کسی فعل کو نماز میں زیادت سے کیا مشابہت رہی،

كما بيناه في الفتوى الاولى وهو بين بنفسه عند اولي النهى وان تبتغ زيادة فاستمع لما يتلى۔ جیسا کہ ہم نے اسے پہلے فتوے میں بیان کیا، اور اہلِ عقل کے نزدیک وہ خود ہی واضح ہے۔ اور اگر مزید وضاحت مطلوب ہو تو بیان آئندہ بغور سنو۔ (ت)

صحیح مسلم شریف میں ہے سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نمازِ جمعہ پڑھی، سلامِ امام ہوتے ہی سُنتیں پڑھنے کھڑے ہو گئے، امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بُلا کر

Marfat.com

پر آئے اور جب میزانِ نقد و تحقیق اُس کے ہاتھ میں پہنچے جسے مولا تعالیٰ جل وعلا نظرِ تنقیحی سے بہرۂ وافی بخشے وہ ہر کلام کو اس کے ٹھیک محل پر اتارے اور بکھرے موتیوں کو متسق نظام میں گوندھ کر سلکِ معنی سنوارے جس سے وہی مختلف کلمات خود بخود رنگِ ایتلاف پائیں اور سب خدشے خرخشے آفتاب کے حضور شبِ دیجور کی طرح کافور ہو جائیں۔

ذلك فضل الله یؤتیه من یشاء و الله ذو الفضل العظیم ۵ رب اوزعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علیّ و علی والدی و ان اعمل صالحا ترضٰه و اصلح لی فی ذریتی انی تبت الیك و انی من المسلمین۔

وہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور خدا بڑے فضل والا ہے۔ اے میرے رب! مجھے یہ نصیب کر کہ میں اُس احسان کا شکرادا کروں جو تُو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیا، اور یہ کہ میں ایسا نیک عمل کروں جسے تو پسند فرمائے۔ اور میرے لئے میری اولاد میں نیکی پیدا کر، بے شک میں تیری جانب رجوع لایا، اور یقیناً میں مسلمانوں سے ہوں۔ (ت)

ہاں باقی رہی امام ابن حامد سے ایک حکایت کہ زاہدی نے قنیہ میں ذکر کی:

حیث قال عن ابی بکر بن حامد ان الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ مکروہ[1]

اس کی عبارت یہ ہے کہ ابوبکر بن حامد سے منقول ہے کہ نمازِ جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہے۔ (ت)

یہ تو حضرات مانعین کی خوشی کی چیز ہے کہ اس میں قیدِ قیام بھی نہیں،

اقول و باللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور خدا ہی سے توفیق ہے۔ ت) یہ تو حضرات منکرین پر بڑی تشنیع کی جگہ ہے کہ اس میں قیدِ قیام بھی نہیں، جس نے ہمارا کلام بالا بنظرِ امعان و اتقان دیکھا ہے اُس پر روشن ہے کہ انکار میں جس قدر اطلاق زائد مستدل صاحبوں پر اُتنی ہی آفت سخت، کیا نمازِ جنازہ کے بعد مطلقاً دُعا کی کراہت باجماعِ اُمّت باطل نہیں، کیا نصوصِ قولیہ و فعلیہ حضور معلّٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و اقوال تمام ائمہ سلف و خلف اس کے بطلان پر شاہد عادل نہیں کیا یہ اطلاق یونہی عنان گسستہ رہے تو دُعائے زیارتِ قبور اس میں داخل نہیں، تو واجب ہوا کہ مطلق بعدیت مراد نہ ہو، بلکہ وہی بعدیت متصلہ بے فاصل بتی، اب قیدِ قیام خود ہی آگئی کہ یہ بعدیت بے بقائے قیام متصور نہیں کما قررنا (جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ ت) تو اس کا مرجع بعینہٖ اُنھیں اقوال

[1] قنیہ باب الجنائز مطبعہ مشتہرہ بالمہانندیہ ص ۵۵ و ۵۶

Marfat.com

حتیٰ تکلم) ای احدا من الناس فان به یحصل الفصل لا بالتکلم بذکر اللہ (او تخرج) ای حقیقۃ او حکما بان تتاخر عن ذلک المکان و المقصود بھما الفصل بین الصلاتین لئلا یوھم الوصل فالامر للاستحباب والنھی للتنزیہ[1] اھ ملخصا۔

یہاں تک کہ کلام کرلو) یعنی کسی آدمی سے بات کرلو اس لئے کہ فرق اسی سے ہوگا، کلام بہ ذکرِ الٰہی سے فرق نہ ہوگا (یا اس جگہ سے نکل جاؤ) یعنی حقیقۃً، اس طرح کہ مسجد سے باہر چلے جاؤ — یا حکماً — اس طرح کہ اس جگہ سے ہٹ جاؤ — دونوں کا مقصد یہ ہے کہ دونوں نمازوں میں فصل ہوجائے، تاکہ وصل اور ملانے کا وہم نہ پیدا ہو، تو یہ حکم استحباب کے لئے ہے اور نہی برائے تنزیہ ہے اھ ملخصا (ت)

یہاں سے صاف ثابت کہ ایسے شبہہ کے رفع کو اُس جگہ سے ہٹ جانا بس ہے تو بعد نقض صفوف اس علت کی اصلاً گنجائش نہیں۔ لاجرم معنی یہ ہیں کہ نماز جنازہ کے بعد اسی ہیئت پر بدستور صفیں باندھے وہیں کھڑے ہُوئے دُعا نہ کریں کہ زیادت فی الصلاۃ سے مشابہت نہ ہو۔ یہ معنی صحیح وسدید، بے غبار و فساد ہیں، اور عقلِ سلیم کے نزدیک نفس عبارتِ دلیل سے بالتعین مستفاد۔ یہاں سے روشن ہوا کہ اس قسم کے اقوال میں قیام بمعنی استادن بے تکلف درست اور وجہِ تقیید بھی منکشف ہوگئی، اور بعض علماء کا وُہ استظہار بھی ظاہر ہوگیا کہ اگر نشستہ دُعا کند جائز باشد (اگر بیٹھ کر دعا کرے جائز ہوگا۔ ت) بلاکراہت فی الواقع بیٹھ جانا بھی نمازِ جنازہ سے فاصل بیّن ہوسکتا ہے کہ اس کے بعد شبہہ زیادت نہیں، مگر نقضِ صفوف اس سے بھی اتم واکمل ہے کما لا یخفی (جیساکہ پوشیدہ نہیں۔ ت)

اب بحمد اللہ تعالیٰ تمام کلماتِ علماء منتظم ہوگئے اور مسئلہ کی صور و وجوہ مع دلائل شمس وامس کی طرح روشن ہوگئیں۔ بحمد اللہ نہ کلماتِ علماء میں باہم اختلاف ہے نہ اصول وقواعد شرع وعقل سے خلاف۔ ہر ایک اپنے محل پر درست و بجا ہے اور منکرین زمانہ کی جہالت وسفاہات سے پاک و جدا۔ ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالیٰ ولی التوفیق (اسی طرح تحقیق ہونی چاہئے اور خدائے برتر ہی توفیق کا والی ہے۔ ت) اور ایک نہیں کیا صدہا جگہ دیکھے گا کہ کلماتِ علمائے کرام بظاہر سخت مضطرب و متخالف معلوم ہوتے ہیں، یہاں تک کہ ناواقف یا سہل گزر جانے والا شدّت تصادم سے پریشان ہوجائے یا رجماً بالغیب خواہ پیشِ خویش کوئی وجہ رجحان سمجھ کر بعض کے اختیار باقی سے اعراض وانکار

---

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ باب السنن وفضائلہا مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/ ۱۱۹

Marfat.com

ليحمل المطلق على المقيد[1] اھ و ذكر نحوه بعد هذا بقليل قبيل باب الاحصار و قال قبيل باب التيمم قد صرحوا بان العمل بما عليه الاكثر[2] اھ و في باب صلاة المريض عن امداد الفتاح للعلامة الشرنبلالی من ان القاعدة العمل بما عليه الاكثر[3] اھ واول باب صلوة الخوف لا يعمل به لانه قول البعض[4] اھ و قال العلامة البيری في شرح الاشباه من قاعدة ان الاصل في الكلام الحقيقة لا يجوز لاحد الاخذ به لان المقرر عند المشائخ انه متى اختلف في مسئلة فالعبرة بما قاله الاكثر[5] اھ نقله في العقود الدرية اٰخر الباب الاول من الوقف.

شامی نے لکھا: مراد یہ ہے کہ مطلق مقید پر محمول کردیا جائے گا اھ — اسی کے ہم معنی اس سے ذرا بعد باب الاحصار سے تھوڑا پہلے ذکر کیا اور باب التیمم سے ذرا قبل لکھا: علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ عمل اُسی پر ہوگا جس پر اکثر ہیں اھ۔ باب صلاۃ المریض میں علامہ شرنبلالی کی امداد الفتاح سے نقل ہے: قاعدہ یہ ہے کہ عمل اس پر ہوگا جس پر اکثر ہوں اھ — شروع باب صلوٰۃ الخوف میں ہے: اس پر عمل نہ ہوگا کیونکہ یہ صرف بعض کا قول ہے اھ — علامہ بیری شرح اشباہ میں قاعدہ "کلام میں اصل حقیقت ہے" کے تحت ایک جگہ لکھتے ہیں: کسی کے لئے اسے اخذ کرنا درست نہیں اس لئے کہ مشائخ کے نزدیک طے شدہ یہ ہے کہ جب مسئلہ میں اختلاف ہو تو اعتبار اس کا ہوگا جس کے قائل اکثر ہوں اھ اسے العقود الدریۃ میں کتاب الوقف باب اول کے آخر سے نقل کیا۔(ت)

رابعاً اس روایت کا حاکی زاہدی اور محکی فیہ قنیہ و زاہدی معتمد نہ قنیہ معتبر خصوصاً ایسی حکایت میں کہ معنی مفیدِ مخالف اصلاً قواعدِ شرع سے مطابق نہیں۔

في رد المحتار اول الطهارة كتاب القنية مشهور بضعف الرواية[6] اھ و في

ردالمحتار شروع کتاب الطہارۃ میں ہے: کتاب "قنیہ" ضعفِ روایت میں مشہور ہے اھ،

---

[1] ردالمحتار باب الجنایات مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۲۵۰/۲

[2] " قبیل باب التیمم " " " ۱۶۶/۱

[3] " باب صلوٰۃ المریض " " " ۵۶۲/۱

[4] " باب صلوٰۃ الخوف " " " ۶۲۵/۱

[5] العقود الدریۃ بحوالہ العلامۃ البیری مطلب فی اختلف فی مسئلۃ الخ حاجی عبدالغفار و پسران تاجران کتب ارگ بازار قندھار ۱۷۵/۲

[6] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵۹/۱

Marfat.com

قسم اول کی طرف اور شبہہ مانعین یکسر برطرف۔ تحقیق نظر فقہی تو بحمد اللہ یہاں تک بروجہ اتم و اجل مذکور ہوئی مگر مخالف متعسف نے اس حکایت کے ظاہر لفظ میں بالکل آزادی دیکھ کر اپنے موافق ہی کیا چاہے، اور خواہی نخواہی اطلاق و توسیع بعدیت کی طرف کھینچے تو بہت بہتر۔ بعونہ تعالیٰ ہم سے ایرادت مناظرانہ لے۔

فاقول اولاً بعدیت متصلہ ہے یا مطلقہ یا بین بین اول مخالف کو مضر اور ثانی اجماع و نصوص متواترہ کے خلاف اور ثالث غیر منضبط، نہ ایک تقیید دوسری سے اولیٰ بالمقبول تو کلام مجمل اور استناد مہمل، بہرحال مخالف کو گنجائش تمسک نہیں۔

ثانیاً (بعبارت اخریٰ) جب نہ تقیید سے چارہ نہ تسلیم اطلاق کا یارا کہ زیارت قبور کے وقت دعا للاموات مخالف بھی جائز ماننا ہوگا، تو اب نظر تعین تقیید میں رہی قید اتصال کے ظہور و انضباط سے قطع نظر بھی کیجئے تو اقل درجہ احتمال مساوی ہے اور مخالف مستدل۔ واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال (جب کلام میں کئی احتمال آگئے تو ایک پر اس سے استدلال باطل ہوا۔ ت)

ثالثاً یہ اطلاق کلمات باقین کے مخالف اگر بوجہ اتحاد حکم و حادثہ حمل مطلق علی المقید کیجئے تو یہ بھی اسی طرف راجع والکلام الکلام ورنہ بسبب مخالفت اکثرین ناقابل قبول،

فی الدر المختار من باب التعزیر مطلق فیحمل علی المقید لیتفق کلامھم[1] اھ و قبیل فصل فی الحائط المائل، یحمل اطلاق الفتاوی علی ما وقع مقیدا لاتحاد الحکم والحادثۃ[2] اھ ونقل نحوہ فی ردالمحتار[3] اٰخر مضاربۃ عن مجموعۃ ملا علی وقال المولٰی علی قاری فی المسلک المتقسط اطلاقھم لاینافی تقیید الکرمانی[4] اھ قال الشامی ای

درمختار باب التعزیر میں ہے: یہ مطلق ہے تو مقید پر محمول کیا جائیگا تاکہ کلمات علماء میں باہم اتفاق ہوجائے اھ ___ جھکی ہوئی دیوار سے متعلق فصل سے ذرا پہلے ہے: فتاوٰی کا اطلاق اس پر محمول ہوگا جو مقید واقع ہے کیونکہ حکم اور حادثہ ایک ہی ہے اھ ___ اسی کے ہم معنی ردالمحتار آخر مضاربت میں مجموعہ ملا علی سے نقل کیا ___ اور مولانا علی قاری مسلک متقسط میں فرماتے ہیں: ان حضرات کا اطلاق کرمانی کی تقیید کے منافی نہیں اھ ___ اس پر

[1] درمختار باب التعزیر مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲۶
[2] درمختار قبل فصل الحائط المائل " " " ۲/۳۰۱
[3] ردالمحتار بحوالہ مجموعہ ملا علی آخر باب المضارب مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۴/۵۴۹
[4] ردالمحتار بحوالہ المسلک المتقسط باب الجنایات " " " ۲/۲۴۹

Marfat.com

سادسًا وہ بیچارہ خود بھی اس حکایت کو بلفظ عن کہ مشیر غرابت و تمریض ہے نقل کرتا اور آخر میں اسی قولِ اکثر کی راہ پر چلتا ہے۔

حیث قال بعد ما مرو قال محمد بن الفضل لاباس به ظ ولا یقوم الرجل بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ قال رضی اللہ عنہ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوٰۃ الجنازۃ[1] اھ فافھم۔

اس طرح گزشتہ عبارت کے بعد وہ کہتا ہے: اور محمد بن فضل نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں، ظ۔ اور بعد نمازہ جنازہ آدمی دعا کے لئے نہ ٹھہرے، امام موصوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس لئے کہ یہ نمازِ جنازہ میں زیادتی و اضافہ سے مشابہت رکھتا ہے اھ۔ اسے سمجھو۔ (ت)

سابعًا سب جانے دو، تو غایت درجہ یہ بھی بعض مشائخ سے ایک حکایت سہی اب ترجیح مطلوب ہو گی۔ کتبِ فقہ میں فتوٰی جانبِ جواز ہے۔ کشف الغطاء میں بعد ذکر عبارت قنیہ وغیرہا لکھا:

فاتحہ و دعا برائے میّت پیش از دفن درست است وہمیں است روایت معمولہ کذا فی الخلاصۃ الفقہ انتہی[2]۔

میّت کے لئے دفن سے پہلے فاتحہ و دعا درست ہے اور یہی روایت معمول بہا ہے۔ ایسا ہی خلاصۃ الفقہ میں ہے انتہی۔ (ت)

علامہ شامی افادہ فرماتے ہیں کہ یہ لفظ فتوٰی یعنی ہمیں است روایت معمولہ (یہی روایت معمول بہا ہے۔ ت) قوت و شوکت میں علیہ الفتوی و بہ یفتی (فتوٰی اسی پر ہے۔ ت) کے برابر ہے جو آکد الفاظ افتا ہیں۔

فی الدر المختار لفظ الفتوی اٰکد من لفظ الصحیح والاصح والاشبہ وغیرھا[3] فی رد المحتار ویظھرلی ان لفظ وعلیہ العمل مساوٍ للفظ الفتوی[4] اھ۔

درمختار میں ہے: لفظ فتوٰی، لفظ صحیح، اصح، اشبہ وغیرہا سے زیادہ مؤکد ہے۔ ردالمحتار میں ہے: میرا خیال ہے کہ لفظ "علیہ العمل" (اسی پر عمل ہے) لفظ فتوٰی کے برابر ہے اھ (ت)

---

[1] قنیہ — باب الجنائز — مطبعۃ المشتہرۃ بالمھانندیۃ — ص ۵۶

[2] کشف الغطاء — فصل ششم نماز جنازہ — مطبع احمدی دہلی — ص ۴۰

[3] درمختار — مقدمۃ الکتاب — مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی — ۱/ ۱۵

[4] ردالمحتار — مطبوعہ مصطفی البابی مصر — ۱/ ۵۴

Marfat.com

العقود الدرية اٰخر الکتاب ذکر ابن وھبان انه لایلتفت الی ما نقله صاحب القنیة یعنی الزاھدی مخالفا للقواعد مالم یعضده نقل من غیرہ ومثله فی النھر[1] ایضا اھ ونقله ایضا فی الدر عن المصنف عن ابن وھبان[2] وفی صوم الطحطاوی قبل فصل العوارض بنحو ورقة القنیة لیست من کتب المعتمدة[3]۔

العقود الدریہ آخر کتاب میں ہے : ابن وہبان نے ذکر کیا ہے کہ صاحب قنیہ یعنی زاہدی خلاف قواعد جو نقل کرے اس کی جانب التفات نہ ہوگا جب تک کسی اور سے کوئی نقل اس کی تائید میں نہ ملے ۔ اسی کے مثل نہر میں بھی ہے ۔ اسے درمختار میں مصنف کے حوالے سے ابن وہبان سے نقل کیا ہے ۔ اور طحطاوی کتاب الصوم میں فصل عوارض سے قریباً ایک ورق پہلے ہے : قنیہ کتب معتمدہ سے نہیں ۔ (ت)

خامسًا زاہدی اس مسئلہ میں بالخصوص متہم کہ وُہ مذہب کا معتزلی ہے اور معتزلہ خذلہم اللہ تعالٰی کے نزدیک اموات مسلمین کے لئے دعا محض بیکار کما نص علیہ فی شرح العقائد وشرح الفقہ الاکبر وغیرھما (جیسا کہ شرح عقائد اور شرح فقہ اکبر وغیرہما میں اس کی تصریح ہے ۔ ت) اُس کی یہ عادت ہے کہ مسائل اعتزال اپنی کتب میں داخل کرتا ہے۔

کما فعل فی مسئلة فی الاشربة ومسئلة فی الذبائح ومسئلة فی الحج وغیرہ ذلك کما بینه فی الدر المختار ورد المحتار وغیرھما فی مواضعه۔

جیسا کہ اشربہ کے ایک مسئلہ ، ذبائح کے ایک مسئلہ ، حج کے ایک مسئلہ میں اور بھی مسائل میں اس نے ایسا کیا ہے ۔ جیسا کہ درمختار ، رد المحتار وغیرہما میں اس کے مقامات پر مذکور ہے ۔ (ت)

اس کا استاذ الاستاذ زمخشری بھی اس کا خُوگر ہے ۔ فرق اتنا ہے کہ وُہ آپ کچھ بکے مگر نقل میں ثقہ ہے بخلاف زاہدی کے کہ اس کی نقل پر بھی اعتماد نہیں ۔ ان سفہا نے حنفیت کا نام بدنام کرکے فروع میں بعض وہ خفی شرارتیں بھر دیں جن سے بعض مصنفین نے بھی دھوکا کھایا اور رشدہ وہ نقول متعدد کتب میں پھیل گئیں جو آج تک حضرات نجدیہ وامثالہم کے نزدیک علق نفیس وغنیمت باردہ ہیں اس کا بعض بیان فقیر غفر اللہ تعالٰی نے اپنی کتاب حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات میں کیا وباللہ التوفیق ۔

---

[1] العقود الدریۃ نقل الزاہدی لایعارض نقل المعتبرات مطبوعہ حاجی عبدالغفار وپسران تاجران کتب ارگ بازار قندھار ۲/ ۳۵۶

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار قبیل فصل فی العوارض مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۴۶

Marfat.com

مسئلہ ۶۵ ازجالندھر محلہ راستہ دروازہ بھگواڑہ۔ مرسلہ محمد احمد خاں صاحب ۶ رمضان المبارک ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، پنجاب کے اکثر شہروں میں دستور ہے کہ نمازِ جنازہ سے فارغ ہو کر بعد سلام کے اُسی جگہ پر جہاں نمازِ جنازہ ادا کی گئی ہے میّت کے لئے دعائے مغفرت کی جاتی ہے اور بعض لوگ پیشتر دُعا کے سُورۂ فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص تین بار یا گیارہ دفعہ پڑھ کر میّت کے لئے مغفرت کی دُعا کرتے ہیں اور ہمیشہ سے یہی دستور چلا آیا اب فرقہ غیر مقلدین اس دستور کے ہٹانے میں کوشش کر رہے ہیں، اس کے عدمِ جواز میں غیر مقلدین یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اس کا ثبوت کسی حدیث سے نہیں بلکہ فقہ کی کتابوں کی عبارتیں سناتے ہیں، منجملہ ان کے مستندات کے ایک یہ ہے:

اذا فرغ من الصلوٰۃ لایقوم بالدعاء[۱] سراجیہ۔

جب نمازِ جنازہ سے فارغ ہوجائے تو دعا کے لئے نہ کھڑا ہو۔ (ت)

قدوری کے حاشیہ پر ہے:

الدعا بعد صلاۃ الجنازۃ مکروہ[۲] کذا فی البرجندی۔ لایقوم بالدعاء بعد صلاۃ الجنائز لانہ دعا مرۃ لان اکثرھا دعاء[۳] بزازیہ جلد اول برحاشیہ عالمگیری۔

دعا بعد نمازِ جنازہ مکروہ ہے جیسا کہ برجندی میں ہے نمازِ جنازہ کے بعد دعا کے لئے کھڑا نہ ہو کہ ایک مرتبہ دُعا کرچکا ہے کیونکہ نمازِ جنازہ کا اکثر حصہ دُعا ہی ہے۔ (ت)

جواب مدلّل بدلائل قویہ بحوالہ کتب معتبرہ اور تحریر عبارات معتمدہ تحریر فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں۔ بینوا بالدلیل والتفصیل توجروا بالاجر الجزیل۔

الجواب

گیارہ سال ہوئے کہ یہ مسئلہ ۱۳۱۱ھ میں معرکۃ الآراء رہا، بمبئی و کانپور سے اس کے بارہ میں باربار سوالات مختلف صورتوں میں آئے فقیر نے جواب میں کبھی تحقیقِ حدیث اور کبھی تنقیحِ فقہ سے کام لیا اور بالآخر اس کے باب میں ایک موجز و کافی رسالہ مسمّٰی بہ بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلاۃ الجنائز لکھا جس میں تحقیقِ حکمِ فقہی و توضیحِ معانی عباراتِ مذکورہ سراجیہ وغیرہا کتبِ فقہ کو بعونہٖ عزوجل ذروہ عُلیا تک پہنچایا اور بفضلہٖ تعالٰی عرش تحقیق مستقر کر دکھایا کہ میّت کے لئے دعا قبل نمازِ جنازہ و بعد نمازِ جنازہ ہمیشہ مطلقاً

---

[۱] فتاوٰی سراجیہ باب الصلوٰۃ علی الجنازہ مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ ص ۲۳

[۲] برجندی شرح نقایہ فصل فی صلوٰۃ الجنازہ ۱/۱۸۰

[۳] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ الخامس والعشرون فی الجنائز الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۸۰

Marfat.com

الحمدللہ کہ حق بہمہ وجوہ ظاہر و باہر اور ہر شک و وہم زائل و بائر ہُوا۔ امید ہے کہ اس فتوے میں اول تا آخر جتنے جواہر زواہر ہدیۂ انظار اولی الابصار ہُوئے سب حصۂ خاصۂ خامۂ فقیر ہوں کہ اس تحریر کے سوا کہیں نہ ملیں۔

ذالک من فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون والحمد للہ رب العلمین ٥ والصلوٰۃ والسلام علی اجود الاجودین سیدنا ومولٰنا محمد واٰلہٖ وصحبہ اجمعین۔

یہ خدا کا فضل ہے ہم پر اور لوگوں پر۔ لیکن اکثر لوگ شکرادا نہیں کرتے۔ اور ساری تعریف اللہ کے لئے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے، اور درود و سلام سخی تر لوگوں میں سب سے زیادہ جُود وسخاوالے ہمارے آقا و مولا اور ان کی تمام آل واصحاب پر۔ (ت)

بالجملہ عبارات فقہاء صرف دُوصورتوں سے متعلق ہیں: ایک بعد نماز جنازہ اسی ہیئت پر بدستور صفیں باندھے وہیں کھڑے دُعا کرنا۔ دوسرے قبل نماز خواہ بعد نماز دعائے طویل کی خاص غرض سے امر تجہیز کو تعویق میں ڈالنا۔ ظاہراً اس صورت میں کراہت تحریمی تک ہوسکتی ہے اور صورت اولٰی میں تنزیہی۔ ابھی مرقاۃ سے گزرا کہ ایہام زیادت مورث کراہت تنزیہ ہے ولبس، جس کا حاصل خلاف اولٰی یعنی بہتر نہیں، نہ یہ کہ ممنوع وناجائز ہو۔ بعض علمائے لکھنؤ نے جو اپنے بعض رسائل میں مکروہ تنزیہی کو گناہ صغیرہ لکھ دیا سخت ذلت کبیرہ ہے جس کے بطلان پر صدہا کلمات ائمہ و دلائل شرعیہ ناطق۔ فقیر غفراللہ تعالٰی نے اس قول کے رَد میں چند مختصر سطور مسمّی بہ "جُمَلُ مجلیة ان المکروہ تنزیہا لیس بمعصیة" لکھیں۔ خیر یہ دُوصورتیں تھیں جن سے کلمات فقہا باحث، ان کے سوا تمام صورِ دعا جن میں نہ دُعا کی غرض سے تاخیر کریں نہ بعد نماز اُس انداز پر ہو بلکہ مثلاً صفیں توڑ کر دعائے قلیل یا بوجہ خاص جنازہ میں دیر کی حالت میں دعائے طویل اصلاً مضائقہ نہیں رکھتی، نہ کلمات علماء میں ان کا انکار، بلکہ وہ عام مامور بہ کے تحت میں داخل اور مستحب شرعی کی فرد ہے۔ باقی کلام فتوٰی اُولٰی میں مذکور ہوا، وباللہ التوفیق، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

الحمدللہ کہ یہ مبارک جواب موضع صواب چار دہم رجب مرجب، روز جاں افروز دوشنبہ کو وقت چاشت شروع اور وقت عشا تمام اور بلحاظ تاریخ "بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلاۃ الجنائز" نام ہوا۔

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ واکمل السلام علی سید المرسلین محمد واٰلہٖ وصحبہ اجمعین۔ اٰمین!

اور ہماری آخری پکار یہ ہے کہ ساری حمد خدا کے لیے جو سارے جہانوں کا مالک ہے اور بہتر درود، کامل تر سلام رسولوں کے سردار حضرت محمد اور ان کی تمام آل واصحاب پر۔ الٰہی قبول فرما!

Marfat.com

اور اس کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھنی مکروہ ہے، نہ علی العموم۔

الجواب

قولِ زید صحیح ہے۔ عمرو کا مرلفیان معدہ میں حصر تو محض غلط، ہاں سیدنا امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت نادرہ بعض کتب میں یُوں نقل کی گئی کہ خوفِ تلوث نہ ہو تو مسجد میں جائز۔ یہ عبارت بظاہر اُس بحثِ علامہ طحطاوی کی مؤید کہ قولِ تعلیل بہ تلوث پر ظنِ تلوث سے تقیید مناسب، شبہ و توہم مانع نہیں۔ اس عبارت و روایتِ شاذہ پر بھی امراضِ معدہ و امعاء و رحم و زخم و ریم وغیرہا ہر مظنۂ تلویث بالاتفاق داخلِ کراہت۔

حلیہ میں فرمایا:

ونقل فی الدرایۃ عن ابی یوسف روایۃ انہ لا تکرہ صلاۃ الجنازۃ فی المسجد اذا لم یخف خروج شیئ یلوث المسجد فعلی ھذا اذا من ذلک لم یکرہ علی سائر الوجوہ الخ[1]

درایہ میں امام ابو یوسف سے ایک روایت یہ نقل ہے کہ جب مسجد کو آلودہ کرنے والی کسی چیز کے نکلنے کا اندیشہ نہ ہو تو مسجد میں نماز جنازہ مکروہ نہیں۔ اس کی بنیاد پر جب اس سے اطمینان ہو تو تمام صورتوں میں کراہت نہیں الخ (ت)

حاشیہ مراقی الفلاح میں ہے:

ینبغی تقییدہ الکراھۃ بظن التلویث فاما توھمہ اوشکہ فلا تثبت بہ الکراھۃ[2]

کراہت کو آلودگی کے ظن سے مقید کرنا چاہئے اگر اس کا وہم یا شک ہو تو اس سے کراہت ثابت نہ ہوگی۔ (ت)

مگر عامۂ کتبِ مذہب میں جہاں تک اس وقت نظرِ فقیر نے جولان کیا یہ روایت نوادر بھی بر سبیلِ اطلاق و تعمیم بے تشقیق و تفصیل ماثور و منقول، جو علماء اس کے ترجیح و تصحیح و اختیار کی طرف گئے جنازہ کا مسجد میں لانا مطلقاً مکروہ بتاتے ہیں۔ معللین اُسے احتمال و توہم تلویث سے تعلیل فرماتے ہیں۔ تقیید و تخصیص حالتِ ظن کا پتا نہیں دیتے، علمائے کرام اختلافِ مشائخ کو اُس حالت سے مقید کرتے ہیں کہ جنازہ مسجد سے باہر ہو اور مطلقاً صاف تصریح فرماتے ہیں کہ جنازہ کا مسجد میں ہونا بالاتفاق مکروہ۔

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ ہی سے ہے۔ ت) یہاں اطلاق

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل السلطان احق بصلوٰتہ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۲۷

Marfat.com

مستحب ومندوب ہے۔ اور اس سے اصلاً ممانعت نہیں۔ خود حضور پُر نور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین سے قبل وبعد نماز دونوں وقت میّت کے لئے دعا فرمانا اور اس کا حکم دینا ثابت ہے، فقہائے کرام ہرگز اسے منع نہیں فرماتے، یہاں ممانعت تحریمی خواہ تنزیہی صرف دو صورتوں کے لئے ہے اور وہی عبارات مذکورہ وغیر مذکورہ فقہیہ میں علی التنوع مقصود ہیں۔ ایک یہ کہ خاص دعا طویل کی غرض سے بعد نماز خواہ قبل نماز تجہیز میّت کو تعویق میں ڈالنا، مثلاً نماز ہو چکی اور کوئی حالت منتظرہ لے چلنے کے لئے باقی نہیں رہی، صرف دعا کے لئے جنازہ رکھ چھوڑیں اور درنگ وتطویل کریں یہ ممنوع ہے، اکثر عبارات اُسی طرف ناظر ہیں، دوسرے یہ کہ بعد نماز اُسی ہیئت پر بدستور صفیں باندھے امام ومقتدی وہیں کھڑے دُعا کریں یہ نامناسب ہے کہ نماز پر شبہہ زیادت نہ ہو۔ بعض عبارات اُسی طرف ناظر ہیں، ان کے سوا تمام صور جن میں نہ خاص دُعاء کی غرض سے درنگ وتعویق کریں نہ بعد نماز اُسی انداز میں ہو بلکہ صفیں توڑ کر دعاءِ قلیل یا بوجہ دیگر جنازہ میں دیر کی حالت میں دعاءِ طویل اصلاً مضائقہ نہیں رکھتے نہ کلماتِ علماء میں اس کا انکار، بلکہ وہ عام مامور بہ کے حکم میں داخل اور مستحب شرعی کا فرد ہے۔ یہ رسالہ بمبئی مطبع گلزار حسینی میں چھپ کر شائع ہو چکا۔ ان تمام مراتب کی تفصیل تام اُسی رسالہ اور اُس کے پہلے کے فتوٰی میں ملے گی۔ کشف الغطاء میں بعد ذکر عبارات قنیہ وغیرہا فرمایا:

فاتحہ و دُعا برائے میّت پیش از دفن درست است وہمیں است روایت معمولہ، کذا فی الخلاصۃ الفقہ[1]۔

میت کے لئے دفن سے قبل فاتحہ ودعا درست ہے اور یہی روایت معمول بہا ہے۔ ایسا ہی خلاصۃ الفقہ میں ہے۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۶ از بنارس محلہ کندی گڑ ٹولہ مسجد بی بی راجی شفاخانہ ۶ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

بخدمت لازم البرکۃ جامع معقول ومنقول، حاوی فروع واصول جناب مولانا مولوی احمد رضاخاں صاحب مداللہ فیضانہ از جانب خادم الطلبہ عبدالغفور، سلام علیک قبول باد۔ کچھ مسائل میں یہاں علماء کے درمیان اختلاف ہے لہذا مسئلہ ارسال خدمت لازم البرکۃ ہے امید ہے کہ جواب سے مطلع فرمائیں، زید کہتا ہے نمازِ جنازہ عند الحنفیہ اندر مسجد کے پڑھنی علی العموم خواہ میّت مرض ہیضہ اسہال میں مرا ہو یا دوسرے مرض میں بچند وجوہ مکروہ ہے منجملہ اس کے ایک وجہ تلویثِ مسجد ہے۔ عمرو کہتا ہے جو شخص مرض ہیضہ اسہال یا کسی مرض امراضِ معدہ کی وجہ سے مرا ہے اُس کا جنازہ مسجد میں پڑھنا البتہ موجب احتمال تلوث مسجد کا ہے

---

[1] کشف الغطاء فصل ششم نماز جنازہ مطبع احمدی دہلی ص ۴۰

Marfat.com

اشباہ میں ہے :

منع ادخال المیت فیہ والصحیح ان المنع لصلاۃ الجنازۃ وان لم یکن المیت فیہ الا لعذر مطر ونحوہ[1]

مسجد میں میت کو لے جانا منع ہے اور صحیح یہ ہے کہ ممانعت نماز جنازہ کی وجہ سے ہے، اگرچہ میت مسجد کے اندر نہ ہو، مگر بارش وغیرہ کا عذر ہو تو رخصت ہے۔ (ت)

بحر الرائق میں بعد بیان مذہب مختار فرمایا :

وقیل لایکرہ اذا کان المیت خارج المسجد وھو مبنی علی ان الکراھۃ لاحتمال تلویث المسجد والاول ھو الاوفق لاطلاق الحدیث کذا فی فتح القدیر[2]

اور کہا گیا کہ جب میت مسجد کے باہر ہو تو مکروہ نہیں، اس قول کی بنیاد اس پر ہے کہ کراہت کا حکم آلودگیِ مسجد کے احتمال کی وجہ سے ہے، اور پہلا قول ہی اطلاقِ حدیث کے مطابق ہے۔ ایسا ہی فتح القدیر میں ہے۔ (ت)

ہدایہ میں ہے :

لایصلی علی میت فی مسجد جماعۃ لقول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلا اجر لہ، ولانہ بنی لاداء المکتوب ولانہ یحتمل تلویث المسجد وفیما اذا کان المیت خارج المسجد اختلف المشائخ[3]

مسجدِ جماعت میں کسی میت کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے گی اس لئے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کے لئے اجر نہیں ــــ اور اس لئے کہ مسجد فرض نمازوں کی ادائیگی کے لئے بنی ہے ــــ اور اس لئے کہ اس میں مسجد کی آلودگی کا احتمال ہے۔ اور ہدایہ ہی میں ہے: جب میت مسجد کے باہر ہو تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ (ت)

مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی سے حلیہ میں ہے :

عندنا اذا کانت الجنازۃ خارج المسجد

جب جنازہ مسجد کے باہر ہو تو ہمارے نزدیک

---

[1] الاشباہ والنظائر القول فی احکام المسجد مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم اسلامیہ کراچی ۲/ ۲۳۰
[2] بحر الرائق فصل السلطان احق بصلاتہ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۸۷
[3] الہدایۃ فصل فی الصلوۃ علی المیت " المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/ ۱۶۱

Marfat.com

ہی اوفی واحق والصق بدلیل ہے کہ امعاء غالباً فضلات سے خالی نہیں ہوتیں اور موت مزیل استمساک وموجب استرخائے تام ہے اور جنازہ لے چلنے کی حرکت مؤید خروج، تو ہر میت میں خوفِ تلویث موجود۔ باقی کسی خاص وجہ سے غلبۂ ظن کی کیا حاجت، ناسمجھ بچوں کو مسجد میں لانا مطلقاً ممنوع ہوا کہ سب میں احتمال تلویث قائم، کچھ یہ شرط نہیں کہ جس بچہ کو اسہال وغیرہ کا عارضہ لاحق ہو وہی مسجد میں نہ لایا جائے، یونہی میت بلکہ اس سے بھی زائد کمالا یخفی علی الفطن (جیساکہ زیرک پر پوشیدہ نہیں۔ ت) پھر یہ بھی امام ثانی سے ایک روایت نادرہ ہے ظاہر الروایۃ میں ہمارے ائمہ ثلثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک مسجد میں جنازہ مطلقاً مکروہ ہے اگرچہ میت بیرونِ مسجد ہو، یہی ارجح واصح ومختار وماخوذ ہے،

فان الفتوی متی اختلفت وجب المصیر الی ظاھر الروایۃ کما افادہ فی البحر والدر وغیرھما۔

اس لئے کہ جب فتوی میں اختلاف ہو تو ظاہر الروایۃ کی طرف رجوع ضروری ہے، جیساکہ بحر اور درمختار وغیرہما میں افادہ کیا۔ (ت)

اب عبارتِ علماء سُنئے، تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

کرھت تحریما وقیل تنزیھا فی مسجد جماعۃ ھو ای المیت فیہ وحدہ او مع القوم واختلف فی الخارجۃ عن المسجد وحدہ او مع بعض القوم والمختار الکراھۃ مطلقا خلاصۃ۔[1]

مکروہ تحریمی — اور کہا گیا کہ تنزیہی ہے مسجد جماعت میں، جس میں تنہا میت ہو یا پڑھنے والوں کے ساتھ ہو، اور اس جنازہ کے بارے میں اختلاف ہے جو تنہا یا بعض لوگوں کے ساتھ بیرونِ مسجد ہو، اور مختار یہ ہے کہ مطلقاً مکروہ ہے، خلاصہ۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

مطلقا فی ای جمیع الصور المتقدمۃ کما فی الفتح عن الخلاصۃ وفی مختارات النوازل سواء کان المیت فیہ او خارجہ ھو ظاھر الروایۃ، وفی روایۃ لایکرہ اذاکان المیت خارج المسجد[2]

مطلقاً یعنی گزشتہ تمام صورتوں میں، جیساکہ فتح القدیر میں خلاصہ سے منقول ہے۔ اور مختارات النوازل میں ہے کہ خواہ میت مسجد کے اندر ہو یا باہر، یہی ظاہر الروایۃ ہے — اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب میت مسجد کے باہر ہو تو مکروہ نہیں۔ (ت)

---

[1] درمختار باب صلوۃ الجنازۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۳
[2] ردالمحتار " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۲۵

Marfat.com

کثرت تھی، نمازِ جنازہ اگر بیرونِ مسجد پڑھائی جائے گی تو نہ صفیں سیدھی ہوں گے بسبب قبروں اور درختوں کے اور نہ نمازی آسکیں بسبب زیادتی کے، اور دھوپ تکلیف دہ تھی روزہ داروں کو، اس صورت مذکورہ عذرات کو مدنظر رکھتے ہوئے نمازِ جنازہ فرشِ مسجد پر پڑھائی جائے یا نہیں، اور ثواب ہوگا یا نہیں؟

(۲) اُس شخص کے واسطے کیا حکم ہے کہ وُہ جانتا ہے کہ تمام مسلمانوں کے عذرات مذکورہ بالا صحیح ہیں اور اندرونِ مسجد جنازہ آگیا ہے اور نمازِ جمعہ بھی ہوچکی ہے مگر وُہ جنازہ کو مسجد سے باہر کرتا ہے اور باہر کرکے نمازِ جنازہ پڑھاتا ہے اور جائے کی تنگی اور صفوں کی شکستگی اور روزہ داروں کے دھوپ میں کھڑے ہونے کی پروا نہ کرتے ہُوئے نمازیوں کی خواہش شرکت نمازِ جنازہ کو فوت کرے، کیا حکم ہے؟

(۳) اگر کوئی عذر نہ ہو اور نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھ لی جائے تو نماز ہوگی یا نہیں، اور ثواب ہوگا یا نہیں؟

(۴) اگر بعد نمازِ جمعہ نمازِ جنازہ پڑھ لی جائے تو اولیٰ ہے یا سنّت وغیرہ پڑھنے کے بعد نمازِ جنازہ پڑھنا اولیٰ ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) جنازہ مسجد میں رکھ کر اس پر نماز مذہبِ حنفی میں مکروہ تحریمی ہے، تنویر الابصار میں ہے:

کرهت تحریما فی مسجد جماعة هی فیه واختلف فی الخارجة والمختار الکراهة۔[۱]

مسجدِ جماعت میں نمازِ جنازہ مکروہِ تحریمی ہے جبکہ جنازہ مسجد کے اندر ہو، اور اگر باہر ہے تو اس بارے میں اختلاف ہے، مختار یہ ہے کہ مکروہ ہے (ت)

نمازِ جنازہ بہت ہلکی اور جلد ہوجانے والی چیز ہے اتنی دیر دھوپ کی تکلیف ایسی نہیں کہ اُس کے لئے مکروہِ تحریمی گوارا کیا جائے اور مسجد کی بے حُرمتی روا رکھیں۔ رہی نماز، وہ ادا ہوجائیگی، فرض اُتر جائے گا اور مخالفت حکم کا گناہ اور نفسِ نماز کا ثواب اللہ عزوجل کے ہاتھ، جیسے کوئی مغصوب زمین میں نمازِ پنجگانہ پڑھے۔

(۲) اُس نے مذہب پر عمل کیا، جو بات مذہب میں منع تھی اُس سے روکا، نمازِ جنازہ فرضِ کفایہ ہے جو مسلمان تنگیِ جا کے سبب نہ مل سکے اور ملنے کی خواہش رکھتے تھے اور انھیں ان شاء اللہ العزیز ملنے ہی کا ثواب ہے۔ حدیث میں ہے: جو جماعت کی نیت سے مسجد کو چلا، نماز ہوچکی، اس کے لئے ثواب لکھ گیا۔

قال اللہ تعالٰی فقد وقع اجرہ علی اللہ[۲]

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: تو اس کا اجر خدا کے ذمۂ کرم پر ثابت ہے۔ (ت)

---

[۱] دُرِمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۳

[۲] القرآن ۴/۱۰۰

Marfat.com

لم یکرہ ان یصلی الناس علیھا فی المسجد انما الکراھة فی ادخال الجنازة فی المسجد[1]۔

یہ مکروہ نہیں کہ لوگ مسجد کے اندر اس کی نماز پڑھیں۔ کراہت اسے مسجد کے اندر داخل کرنے ہی کی صورت میں ہے۔ (ت)

برجندی شرح نقایہ میں ہے:

کرھت صلوۃ الجنازۃ فی مسجد جماعة اتفاقا اذا وضعت الجنازۃ فیہ ولو وضع خارجا اختلف المشائخ فیہ وذلک لان علة الکراھة اما توھم التلوث او کون المسجد مبینا لاداء المکتوبة[2] اھ ملخصا۔

"مسجد جماعت میں جنازہ رکھ کر نماز جنازہ پڑھنا بالاتفاق مکروہ ہے، اور اگر جنازہ باہر رکھا ہو تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ یہ اختلاف اس لئے ہے کہ کراہت کی علت آلودگی مسجد کا احتمال ہے یا یہ کہ مسجد فرائض وقتیہ کی ادائیگی کے لئے بنی ہے اھ بہ تلخیص (ت)

شرنبلالیہ میں ہے:

قولہ (یعنی الغرر) کرھت فی مسجد ھو فیہ اقول والکراھة ھنا باتفاق اصحابنا کما فی العنایة[3]۔

عبارت غرر (مسجد میں جنازہ رکھا ہو تو اس میں نمازِ جنازہ مکروہ ہے) میں کہتا ہوں یہاں کراہت پر ہمارے مشائخ کا اتفاق ہے، جیسا کہ عنایہ میں ہے۔ (ت)

عبارات یہاں بکثرت ہیں وفیما نقلناہ کفایة وقد ظھر بہ کل ما القینا علیک (اور جس قدر ہم نے نقل کردیا وُہ کافی ہے، اور اس سے وُہ ساری باتیں واضح ہوگئیں جو ہم نے بیان کیں۔ ت) واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۷: از فیروز آباد ضلع آگرہ محلہ کوٹلہ مرسلہ مسکین تاج محمد ۱۱ شوال ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) رمضان المبارک کے الوداعی جمعہ کو جامع مسجد میں مسلمانوں کا جنازہ آیا، نمازیوں کی بہت زیادہ

---

[1] کتاب المبسوط باب غسل المیت مطبوعہ دار المعرفة بیروت ۲/۶۸
[2] شرح النقایة للبرجندی فصل فی صلوۃ الجنازۃ ، منشی نولکشور لکھنؤ ۱/۱۸۱
[3] غنیة ذوی الاحکام حاشیہ درر الحکام باب الجنائز مطبوعہ احمد کامل الکائنہ دار السعادت بیروت ۱/۱۶۵

Marfat.com

نماز پڑھی جاتی ہے اُس جگہ جنازہ کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

(۲) اور لکڑی کا صندوق جو بمنزلہ تابوت کے ہوتا ہے اس کے اندر میّت رکھ کر صندوق بند کیا ہو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

(۳ و ۴) اور کسی ولی یا سادات یا علماء کی قبریں پختہ باندھنا اور کسی ملک سے دوسرے ملک یا شہر سے دوسرے شہر لے جاکر دفن کرنا درست ہے یا نہیں ؟

(۵) اور میّت کو لکڑی کے صندوق میں رکھ کر دفن کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

(۶) اور قبر میں میّت کے سینہ پر کفن کے نیچے شجرۂ پیرانِ طریقت رکھ کر دفن کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

(۷) اور بزرگانِ دین نے جو اپنے وصال سے قبل اپنا کفن و تابوت و قبر پختہ اندر سے صحن پختہ کرکے تیار کر رکھا ہے ایسا قبل سے ان چیزوں کو ایسی حالتوں میں تیار رکھنا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) صحنِ مسجد یقیناً مسجد ہے، فقہائے کرام اُسے مسجد صیفی یعنی گرمیوں کی اور مسقف درجہ کو مسجد شتوی یعنی جاڑوں کی مسجد کہتے ہیں۔ اور نماز جنازہ مسجد میں مطلقاً مکروہ ہے کما فی التنویر والدر وغیرھما (جیساکہ تنویر الابصار اور درمختار وغیرہما میں ہے۔ت) ہاں حدِ مسجد سے باہر فنائے مسجد میں جائز ہے۔

(۲) میت اگر تابوت کے اندر ہو نماز اس پر اُسی طرح جائز ہے کھولنے کی حاجت نہیں۔

(۳ و ۴) قبر جس قدر میّت سے متصل ہوتی اُس اندرونی حصہ کو پختہ کرنا ممنوع ہے اور باہر سے پختہ کرنے میں حرج نہیں، اور معظمانِ دینی کے لئے ایسا کرنے میں بہت مصالح شرعیہ ہیں۔ لاش کا ایک ملک سے دوسرے ملک کو لے جانا تو بڑی بات ہے دوسرے شہر کو لے جانا بھی ممنوع ہے، میل دو میل تک لیجانے میں حرج نہیں کما فی العالمگیریۃ وغیرھا (جیساکہ عالمگیریہ وغیرہا میں ہے۔ت)

(۵) تابوت میں دفن کرنا مکروہ و خلافِ سنّت مگر اُس حالت میں کہ وہاں زمین بہت نرم ہو تو حفاظت کے لئے حرج نہیں کما فی الھندیۃ وغیرھا (جیساکہ ہندیہ وغیرہا میں ہے۔ت)

(۶) بہتر یہ ہے کہ قبر میں طاق کھود کر اس میں شجرہ رکھا جائے اور تبرکات اگر سینہ پر رکھیں تو اُس کی ممانعت بھی ثابت نہیں والتفصیل فی الحرف الحسن (اور تفصیل ہمارے رسالہ "الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن" میں ہے۔ت)

(۷) کفن پہلے سے تیار رکھنے میں حرج نہیں اور قبر پہلے سے بنانا نہ چاہئے کما فی الدرالمختار وغیرہ (جیساکہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ت) قال اللہ تعالٰی وما تدری نفس بای ارض

Marfat.com

وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انما لکل امرئ مانوی[1]

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی (ت)

(۳) نماز ہوجائے گی، اور اب مخالفت کا گناہ اور زیادہ کہ محض بلاوجہ ہے، اور ثواب کا جواب اوپر گزرا۔

(۴) سنت سے فارغ ہوکر نمازِ جنازہ پڑھیں، نوافل ووظائف قطعاً بعد کو رکھیں۔ درمختار میں ہے:

فی البحر قبیل الاذان عن الحلبی الفتوی علی تاخیر الجنازۃ عن السنۃ[2]

بحر میں اذان سے ذرا پہلے حلبی صاحبِ حلیہ سے نقل ہے کہ فتوٰی اس پر ہے کہ جنازہ سنت کے بعد ہوگا۔ (ت)

ہاں اگر جنازہ کی حالت ایسی ہو کہ دیر میں متغیر ہوجائے گا تو پہلے جنازہ پڑھیں پھر سنت وغیرہ۔ اشباہ میں ہے:

اجتمعت جنازۃ وسنۃ وقتیۃ قدمت الجنازۃ[3] واللہ تعالٰی اعلم

جنازہ اور سنتِ وقتیہ دونوں جمع ہوں تو جنازہ مقدم ہوگا۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷: از سنیا ضلع بریلی مسئولہ امیر علی صاحب ۱۶ شوال ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ بریلی کی جامع مسجد میں نبی خانہ میں نمازِ جنازہ پڑھائی جائے اور امام نبی خانہ میں ہو اور مقتدی جامع مسجد میں اور نبی خانہ میں برابر صف بندی ہو، درست ہے یا نہیں؟

الجواب

صحیح یہ ہے کہ مسجد میں نہ جنازہ ہو نہ امامِ جنازہ، نہ صفِ جنازہ۔ یہ سب مکروہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸ تا ۲۷: از قادری گنج ضلع بیربھوم ملک بنگال، مرسلہ سید ظہور الحسن صاحب قادری رزاقی، مرشدی، کرمانی ۲۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

(۱) مسجد کے باہر پورب جانب جو سامنے پختہ صحن بنا ہوا رہتا ہے اکثر گرمیوں میں وہاں پر مغرب کی

---

[1] صحیح البخاری	باب کیف کان بدء الوحی	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی	۱/۲
[2] درمختار	باب العیدین	" مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۱۴
[3] الاشباہ والنظائر	القول فی الدین	" ادارۃ القرآن کراچی	۲/۲۱۷،۲۱۸

Marfat.com

اور دوسرے قول پر صورت مذکورہ میں یہ حرج تو نہیں اس لئے کہ میت بیرونِ مسجد ہے فلا کراھة فی الصلوٰة قال فی الغنیة ھو المختار و ذکر علیه العمل (تو نماز میں کراہت نہیں، غنیہ میں ہے: یہی مختار ہے اور اسی پر عمل بتایا۔ ت) مگر جب کہ فرشِ مسجد چاروں طرف محیط ہے تو اُس پٹری تک جنازے کا لے جانا مسجد کے اندر ہی سے ہوگا اور یہ باتفاق حنفیہ مکروہ ہے، یہ سب اُس وقت ہے کہ وسط مسجد میں حوض خود بانیٔ مسجد نے قبل مسجدیت بنایا ہو، ورنہ اگر مسجد ہوچکی اس کے بعد وسط میں یہ حوض بنوایا اگرچہ بانی نے بنایا ہو تو اُس کا بنانا حرام، اور اُس سے وضو کرنا حرام، اور نمازِ جنازہ بالاتفاق مکروہ ہے وتحقیقه فی ما علقنا علی ردالمحتار (اس کی تحقیق ہمارے حاشیۂ ردالمحتار میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۲ ازبانٹوہ ملک کاٹھیاواڑ مولوی عبدالمطلب صاحب یکم شعبان ۱۳۳۶ھ

یہاں نمازِ جنازہ کے لئے جو جگہ تعمیر کی گئی شہر سے دُور فاصلہ پر ہے، بارش اور گرمی میں بڑی دقت ہوتی ہے لہذا برائے رفع تکالیف بستی کے جو پرانا صد سالہ قبرستان ہے کہ جس کے اندر اکثر قبریں منہدم ہوچکی ہیں، بسبب انہدام کے لوگ کوڑا کرکٹ اس کے اندر ڈالتے ہیں اگر وہاں نماز جنازہ کے لئے چبوترہ بنایا جائے تو جائز ہے یا چگونہ؟

الجواب

قبور پر نماز ہرگز جائز نہیں، نہ اُن پر کوڑا کرکٹ ڈالنا جائز، بندوبست کریں، ممانعت کریں، ہاں اگر وہاں یا اُس کے قریب کوئی قطعہ زمین ایسا ہو جہاں قبریں نہ تھیں تو وہاں نماز کی اجازت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

Marfat.com

تموت[1] (اللہ تعالٰی فرماتا ہے: کوئی جان نہیں جانتی کہ اس کی موت کس زمین میں ہوگی۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۷۹ تا ۸۰: از ریاست کوٹہ راجپوتانہ محلہ چندگڑھ مسئولہ فضل احمد صاحب ۶ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پہلے ایک حصہ خام تھا اب بالکل ملحقہ مسجد کرکے سب پختہ بنادیا گیا ہے آیا یہ مسجد میں داخل ہے یا نہیں، اور یہاں نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں اور صحن مسجد ہے یا نہیں؟

(۲) خانہ کعبہ اور مسجد اقدس نبوی میں نماز جنازہ کیوں ہوتی ہے؟ اور جب کعبہ شریف میں نماز پڑھتے ہیں تو مسجد میں کیا حرج ہے؟

الجواب

(۱) یہ جگہ کہ مسجد سے خارج تھی اگر اُسے پختہ کرکے صحنِ مسجد سے ملادینا مسجد کے طور پر نہیں بلکہ صرف اس لئے کہ جمعہ و عیدین میں نمازیوں کو آرام ہو تو وہ بدستور مسجد سے خارج ہے اور اس میں نمازِ جنازہ جائز ہے، اور اگر تمام مسلمانوں کی رائے سے اُسے مسجد کرلیا گیا تو اب اس میں نمازِ جنازہ جائز نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) وہاں شافعیہ کے طور پر ہوتی ہے حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۱: از بلندشہر بالائے کوٹ محلہ قاضی واڑہ مرسلہ محمد عبدالسلام صاحب ۳۰ رمضان ۱۳۳۷ھ

حوض مسجد کے اندر ہے اور اس کے چاروں طرف فرش ہے اور اس کی پٹڑی پر چارپائی رکھ کر نمازِ جنازہ پڑھی جاتی ہے، آیا یہ نماز درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

قول راجح تر یہ ہے کہ نماز مذکورہ مکروہ ہے، اور ایسا کرنا منع ہے۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

کرهت تحریما فی مسجد جماعة هو ای المیت فیه واختلف فی الخارجة عن المسجد وحده او مع بعض القوم والمختار الکراهة مطلقا خلاصة[2] الخ

مسجدِ جماعت میں نماز جنازہ مکروہ تحریمی ہے جبکہ جنازہ مسجد کے اندر ہو، اور اگر تنہا جنازہ یا جنازہ مع کچھ نمازیوں کے بیرونِ مسجد ہو تو اس بارے میں اختلاف ہے، مختار یہ ہے کہ مطلقاً مکروہ ہے۔ خلاصہ الخ (ت)

---

[1] القرآن ۳۱/۳۴

[2] درمختار باب صلوٰۃ الجنازہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۳

Marfat.com

النہی الحاجز عن تکرار صلاۃ الجنائز ۱۳۱۵ھ

(نمازِ جنازہ کی تکرار سے روکنے والی ممانعت)

مسئلہ ۸۳ ازکٹرہ پرگنہ منورہ ڈاکخانہ اوبرہ ضلع گیا مرسلہ مولٰنا مولوی کریم رضا صاحب رجب ۱۳۱۵ھ

بملاحظہ اقدس مولٰنا صاحب راس العلماء تاج الفضلاء جامع کمالات صوریہ ومعنویہ جناب مولٰنا المولوی احمد رضا خاں صاحب ادام اللہ تعالٰی بالافادۃ، السلام علیکم! عرض ضروری یہ ہے مولوی محمد اسمٰعیل مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کے بھانجے اور شاگرد جو ایک مدت سے قصبہ مرہٹ میں اقامت رکھتے ہیں غیر مقلد ہیں اور بیچارے غریب مقلدین کو اپنے مذہب میں لانا چاہتے ہیں، چنانچہ فی الحال ایک رئیس کی لڑکی مرگئی توان کے اصرار سے دوبارہ نماز جنازہ پڑھی گئی انھوں نے علٰی رؤس الاشہاد کہہ دیا کہ تین روز تک جتنی بار جی چاہے نماز پڑھے۔ اس لئے حضور کو تکلیف دیتا ہوں کہ جوابِ استفتاء تحریر فرمائیے کہ افحام واسکات مخالفین ہو۔ اور ترجمہ عبارات بھی تحریر فرمائیے کہ جس مقام میں یہ فتوٰی بھیجا جائے گا وہاں کے لوگ اردو، فارسی جانتے ہیں۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ولیِ میت نے ایک بار نماز جنازہ کی لوگوں کے ساتھ پڑھی پھر دوسری بار انہی لوگوں کے ساتھ اور دوسرے لوگوں کے ساتھ بامامت شخص آخر نماز جنازہ پڑھی، تو یہ تکرارِ نمازِ جنازہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر ولی اس مسئلہ سے ناواقف ہے اور بسبب اصرار کسی عالم کے اس نے دوبارہ نماز پڑھی تو وہ گنہگار ہوگا یا وہ عالم یا دونوں میں کوئی نہیں؟

Marfat.com

فی التقریب الیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بانواع الطرق عنہ فہذا دلیل ظاھر علیہ فوجب اعتبارہ[1]۔

علماء وصلحاء اور وُہ بندے ہیں جو طرح طرح سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ میں تقرب حاصل کرنے کی رغبت رکھتے ہیں تو یہ تکرار کی مشروعی پر کھلی دلیل ہے پس اس کا اعتبار واجب ہوا۔

اقول حاصل کلام یہ کہ نمازِ جنازہ جیسی قبل دفن ویسی بعد دفن قبر پر۔ ولہذا اگر کوئی شخص بے نماز پڑھے دفن کردیا گیا تو فرض ہے اس کی قبر پر نمازِ جنازہ پڑھیں جب تک ظن غالب رہے کہ بدن نگبڑنہ گیا ہوگا اور نمازِ جنازہ ایک تو ہر مسلمان کا حق ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حق المسلم علی المسلم خمس و ذکر منہا اتباع الجنائز[2] وسیأتی۔

مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں، ان میں نماز جنازہ کو بھی ذکر فرمایا، حدیث آگے آرہی ہے(ت)

دوسرے مقبول بندوں کی نماز میں وُہ فضل ہے کہ پڑھنے والوں کی مغفرت ہوجاتی ہے۔ ہم عنقریب انس بن مالک و عبداللہ بن جابر و سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے متعدد احادیث ذکر کریں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں "مومن صالح کو پہلا تحفہ یہ دیا جاتا ہے کہ جتنے لوگوں نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھی سب بخش دئے جاتے ہیں۔ اللہ عزوجل حیا فرماتا ہے کہ اُن میں سے کسی پر عذاب کرے" اب اگر حق کا لحاظ کیجئے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حق کے برابر تمام جہان میں کس کا ہوسکتا ہے، اور فضل کو دیکھئے تو افضل المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کے برابر کس مقبول پر نماز پڑھنی ہوسکتی ہے، ہاں قبر پر نماز پڑھنے سے مانع یہ ہوتا ہے کہ اتنی مدت گزرجائے جس میں میت کا بدن سلامت ہونا مظنون نہ رہے، اسی کو بعض روایات میں دفن کے بعد تین دن سے تقدیر کیا' اور صحیح یہ کہ کچھ مدت معین نہیں، جب سلامت و عدم سلامت مشکوک ہوجائے نماز ناجائز ہوجائیگی، مگر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارے میں معاذاللہ اس کا اصلاً احتمال نہیں وہ آج بھی یقیناً ایسے ہی ہیں جیسے روزِ دفن مبارک تھے۔ وہ خود ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء[3]۔ رواہ احمد وابوداؤد والنسائی۔

بیشک اللہ تعالٰی نے زمین پر حرام فرمادیا ہے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا جسم مبارک کھانا۔

---

[1] فتح القدیر فصل فی الصلوٰۃ علی المیت مطبوعہ المکتبۃ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۸۴

[2] مسند احمد بن حنبل مروی از ابوہریرہ رضی اللہ عنہ " دارالفکر بیروت ۲/۵۴۰

[3] سنن ابن ماجہ ذکر وفاتہ و دفنہ صلی اللہ علیہ وسلم " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۹

Marfat.com

اور نمازِ جنازہ تین روز تک جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

الحمد للہ الذی جعل الارض کفاتا واکرم المومنین احیاءً و امواتاً والصلوٰۃ والسلام علی من عمر القلوب بصلوٰتہ ونور القلوب بصلوتہ وعلٰی اٰلہٖ و صحبہٖ و اھلہٖ وحزبہٖ اجمعین اٰمین!

سب خوبیاں اللہ تعالٰی کے لئے جس نے زمین کو جمع کرنے والی بنایا، اور اہل ایمان کو حیات و موت دونوں حالتوں میں عزت بخشی، اور درود و سلام ہو اُن پر جنھوں نے دلوں کو اپنے تعلقات سے آباد فرمایا اور قبروں کو اپنی نماز سے روشن کیا' اور ان کی آل، ان کے اصحاب، ان کے اہل، ان کے گروہ سب پر درود وسلام۔ الٰہی! قبول فرما۔ (ت)

نمازِ جنازہ کی تکرار ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک تو مطلقاً ناجائز و نامشروع ہے' مگر جب کہ اجنبی غیر احق نے بلا اذن و بلا متابعت ولی پڑھ لی ہو تو ولی اعادہ کرسکتا ہے۔ امام اجل برہان الملۃ والدین ابوبکر ہدایہ میں فرماتے ہیں:

ان صلی غیر الولی والسلطان اعاد الولی ان شاء لان الحق للاولیاء وان صلی الولی لم یجز لاحد ان یصلی بعدہ لان الفرض یتادی بالاول والتنفل بھا غیر مشروع ولھذا رأینا الناس ترکوا من اٰخرھم الصلوٰۃ علی قبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو الیوم کما وضع۔[1]

یعنی اگر ولی وحاکم اسلام کے سوا اور لوگ نمازِ جنازہ پڑھ لیں تو ولی کو اعادہ کا اختیار کہ حق اولیاء کا ہے اور اگر ولی پڑھ چکا تو اب کسی کو جائز نہیں کہ فرض تو پہلی نماز سے ادا ہوچکا اور یہ نماز بطور نفل پڑھنی مشروع نہیں ولہذا ہم دیکھتے ہیں کہ تمام جہان کے مسلمانوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مزار اقدس پر نماز چھوڑ دی حالانکہ حضور آج بھی ویسے ہی ہیں جیسے جس دن قبر مبارک میں رکھے گئے تھے۔

امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

لوکان مشروعا لما اعرض الخلق کلھم من العلماء والصالحین والراغبین

یعنی اگر نمازِ جنازہ کی تکرار مشروع ہوتی تو مزار اقدس پر نماز پڑھنے سے تمام جہان اعراض نہ کرتا جس میں

---

[1] الہدایہ فصل فی الصلوٰۃ علی المیت مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۱۶۰

Marfat.com

علامہ ابراہیم حلبی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں :

لایصلی علیہ لئلا یودی الی تکرار الصلوٰۃ علی میت واحد فانہ غیر مشروع[1]

اُس پر نماز نہ پڑھی جائے کہ ایک میت پر دو بار نماز نہ ہو کہ یہ نامشروع ہے ۔

درر شرح غرر و مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے :

الفرض یتادی بالاولٰی والتنفل بہا غیر مشروع[2]

فرض تو پہلی نماز سے ادا ہو گیا اور یہ نماز نفلی طور پر مشروع نہیں ۔

درمختار و فتح اللہ المعین میں ہے :

لیس لمن صلی علیہا ان یعید مع الولی لان تکرارہا غیر مشروع[3]

جو پہلے پڑھ چکا وُہ ولی کے ساتھ بھی اعادہ کا اختیار نہیں رکھتا کہ اس کی تکرار غیر مشروع ہے ۔

مراقی الفلاح میں ہے :

لایعید مع لہ حق التقدم من صلی مع غیرہ لان التنفل بہا غیر مشروع[4]

جو اَور کے ساتھ پڑھ چکا صاحبِ حق کے ساتھ نہ پڑھے کہ اس نماز میں نفل مشروع نہیں ۔

ایضاح و عالمگیریہ میں ہے :

لایصلی علی میت الامرۃ واحدۃ والتنفل بصلوٰۃ الجنازۃ غیر مشروع[5]

کسی میت پر ایک بار کے سوا نماز نہ پڑھی جائے اور نمازِ جنازہ نفل ادا کرنا غیر مشروع ہے ۔

فتاوٰی امام قاضی خاں و ظہیریہ و شرح نقایہ برجندی و خلاصہ و والوالجیہ و تجنیس و واقعات و بحرالرائق وغیرہا میں ہے :

ان کان المصلی سلطانا او الامام الاعظم او القاضی او والی المصر او امام حیہ

یعنی اگر بادشاہِ اسلام یا امیر المؤمنین یا قاضی شرع یا اسلامی حاکم مصر یا امام الحی نماز پڑھ چکا

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الجنائز مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۹۰

[2] الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام باب الجنائز مطبوعہ احمد کامل الکائنۃ فی دار السعادت بیروت ۱/۱۶۵

[3] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۳

[4] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل السلطان احق بصلوٰتہ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۲۴

[5] فتاوٰی ہندیہ الفصل فی الصلوٰۃ علی المیت مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۶۳

Marfat.com

وابن ماجة وابن خزیمة وابن حبان والحاکم والدارقطنی وابو نعیم وصححه ابن خزیمة وابن حبان والحاکم والدارقطنی وابن دِحیة وحسنه عبد الغنی والمنذری وغیرھم۔

اسے امام احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم، دارقطنی اور ابونعیم نے روایت کیا —— ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم، دارقطنی اور ابن دِحیہ نے صحیح کہا، اور اسے عبد الغنی اور منذری وغیرہم نے حسن کہا (ت)

جب مانع مفقود اور مقتضی اس درجہ قوت سے موجود، تو اگر نمازِ جنازہ کی تکرار شرع میں جائز ہوتی تو صحابہ و تابعین سے لے کر آج تک تمام جہان تمام طبقات کے تمام علماء اور اولیاء و صلحاء اور عاشقانِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اُس کے ترک پر اجماع کیا معنیٰ، جن میں لاکھوں بندے خدا کے وُہ گزرے اور اب بھی ہیں جنھیں دن رات یہی فکر رہتی ہے کہ جہاں تک مل سکیں وُہ طریقے بجالائیں کہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تقرب پائیں، لاجرم تیرہ سو برس کا یہ اجماعِ کُلی دلیل ظاہر ہے کہ تکرارِ نمازِ جنازہ جائز نہیں، اس لئے مجبوراً سب باقیماندہ کو اس فضلِ عظیم سے محروم ہونا پڑا۔ امام اجل نسفی وافی اور اس کی شرح وافی میں فرماتے ہیں:

لم یصل غیرہ بعدہ ای ان صلی الولی لم یجز لغیرہ ان یصلی بعدہ لان حق المیت یتادی بالفریق الاول وسقط الفرض بالصلوٰۃ الاولی فلو فعلہ الفریق الثانی لکان نفلا وذا غیر مشروع کمن صلی علیہ مرۃ[1] الخ

اگر ولی نے نمازِ جنازہ پڑھ لی تو اس کے بعد دوسرے کو پڑھنا جائز نہیں، اس لئے کہ میت کا حق پہلے فریق سے ادا ہوچکا، اور پہلی نماز سے فرض ساقط ہوگیا، اب اگر کوئی دوسرا فریق ادا کرے تو یہ نفل ہوگی اور یہاں نفل مشروع نہیں، جیسے وہ جس کی ایک بار نماز پڑھی جاچکی ہو الخ (ت)

امام محمد محمد بن حلبی ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں:

قال علماؤنا اذا صلی علی المیت من لہ ولایۃ ذٰلک لاتشرع الصلوٰۃ علیہ ثانیا لغیرہ[2]

ہمارے علماء نے فرمایا جب میت پر صاحبِ حق نماز پڑھ چکے پھر اور کو اس پر نماز مشروع نہیں۔

---

[1] کافی شرح وافی

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

Marfat.com

الا الولی[1]، وقایۃ: ھو لمحدث وجنب و حائض ونفساء لم یقدروا علی الماء، لخوف فوت صلوۃ الجنازۃ لغیر الولی[2]، اصلاح: مثلہ وقال عجزوا عن الماء[3]، نقایۃ: ما یفوت لا الی خلف کصلاۃ الجنازۃ لغیر الولی[4]، کنز: صح لخوف فوت صلوۃ جنازۃ[5]، تنویر: جاز لفوت[6] الخ وافی: مثل الکنز وزاد لم یکن ولیھا، غرر: جاز لمحدث وجنب وحائض عجزوا من الماء و لخوف فوت صلوۃ الجنازۃ لغیر الولی[7]، ملتقی: یجوز فی المصر لخوف فوت صلوۃ جنازۃ[8]، نور الایضاح: العذر المبیح للتیمم خوف فوت صلوۃ الجنازۃ[9]۔

نمازِ جنازہ کے لئے تیمم کرے گا جب فوت ہوجانے کا اندیشہ ہو مگر ولی کے لئے یہ نہیں۔(۴) وقایہ: تیمم بے وضو، جنب، حائض اور نفاس والی کے لئے ہے جب انھیں پانی پر قدرت نہ ہو اور غیر ولی کو نمازِ جنازہ فوت ہونے کے اندیشہ کے وقت بھی ہے (۵) اصلاح: اس کی عبارت بھی وقایہ کے مثل ہے فرق یہ ہے کہ اس میں کہا ہے جب یہ پانی سے عاجز ہوں (۶) نقایہ: جو فوت ہو اور اس کا کوئی بدل نہ ہو، جیسے غیر ولی کے لئے نمازِ جنازہ، (اس کے لئے تیمم روا ہے) (۷) کنز: نمازِ جنازہ فوت ہونے کے اندیشہ کے وقت تیمم درست ہے (۸) تنویر: نمازِ جنازہ فوت ہونے کے وقت تیمم جائز ہے۔ (۹) وافی: اس کی عبارت کنز کے مثل ہے اور یہ اضافہ ہے جب خود ولیِ جنازہ نہ ہو (۱۰) غرر: تیمم جائز ہے بے وضو، جنب اور حائض کے لئے جو پانی سے عاجز ہوں اور غیر ولی کے لئے نمازِ جنازہ کے فوت ہونے کے اندیشہ سے۔ (۱۱) ملتقی: نمازِ جنازہ کے فوت ہونے کے اندیشہ سے (۱۲) نور الایضاح: تیمم کو مباح کرنے والا عذر نمازِ جنازہ فوت ہونے کا اندیشہ ہے (ت)

۱؎ منیۃ المصلی — فصل فی التیمم — مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور — ص ۵۸

۲؎ وقایۃ مع شرح الوقایۃ — باب التیمم — ؍؍ المکتبۃ الرشیدیہ دہلی — ۱/ ۹۵ تا ۹۷

۳؎ اصلاح

۴؎ نقایۃ مختصر الوقایۃ — فصل التیمم — ؍؍ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی — ص ۶

۵؎ کنز الدقائق — باب التیمم — ؍؍ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ص ۱۷

۶؎ درمختار شرح تنویر الابصار — ؍؍ — ؍؍ مطبع مجتبائی دہلی — ۱/ ۴۳

۷؎ وافی

۸؎ ملتقی الابحر — باب التیمم — ؍؍ موسسۃ الرسالہ بیروت — ۱/ ۳۲

۹؎ نور الایضاح — ؍؍ — ؍؍ مطبع علیمی لاہور — ص ۱۱

Marfat.com

لیس للولی ان یعید[1] — تو اب ولی کو بھی اعادہ کا اختیار نہیں۔

شرح نقایہ علامہ قہستانی میں ہے: لایصلی علی میت الا مرۃ[2] کسی مُردے پر ایک بار سے زیادہ نماز نہ پڑھی جائے۔

سراج وہاج و بحرالرائق وردالمحتار و جامع الرموز وجوہرہ نیرہ و ہندیہ و مجمع الانہر وغیرہ میں ہے:

واللفظ للبحر عن السراج ان صلی الولی علیہ لم یجز ان یصلی احد بعدہ[3] — سراج وہاج سے بحرالرائق کے الفاظ ہیں کہ اگر ولی نے اس پر نماز پڑھ لی تو اس کے بعد اب کسی کو جائز نہیں کہ نماز جنازہ پڑھے۔

ان سب کتابوں میں بلفظ لم یجز، ولا یجوز تعبیر فرمایا یعنی ناجائز ہے۔ ایسا ہی عباراتِ ہدایہ سے گزرا۔ اور یہی لایصلی ولا یعید ولیس لہ کا مفاد اور یہی غیر مشروع سے مراد، مگر اس میں صاف تصریح ہے جس سے تمام اوہام منصرف اور باقی عبارات کی بھی مراد منکشف۔ یونہی قدوری[1]، ہدایہ[2]، منیہ[3]، وقایہ[4]، نقایہ[5]، وافی[6]، کنز[7]، غرر[8]، اصلاح[9]، الملتقی[10]، تنویر[11]، نورالایضاح[12]۔ ان بارہ[12] متنوں اور ان کی غیر سب میں تصریح ہے کہ نماز جنازہ جب ایک بار ہوچکی، فوت ہوگئی۔

مختصر یجوز التیمم للصحیح المقیم اذا حضرت الجنازۃ والولی غیرہ فخاف ان اشتغل بالطہارۃ ان تفوتہ الصلوٰۃ[4]، ہدایہ، تیمم الصحیح فی المصر اذا حضرت الخ وقال بالطہارۃ مکان بالوضوء وھو اشمل[5]، منیۃ الصحیح فی المصر تیمم لصلوٰۃ الجنازۃ اذا خاف الفوت جاز —

(۱) مختصر قدوری: تندرست مقیم کے لئے تیمم جائز ہے جب جنازہ آجائے اور ولی دوسرا ہو، اندیشہ ہو کہ اگر وضو میں لگے تو نماز جنازہ فوت ہوجائیگی۔ (۲) ہدایہ: تندرست شہر میں تیمم کرلے جب جنازہ آجائے اور طہارت میں مشغول ہو تو فوت کا اندیشہ ہو۔ صاحب ہدایہ نے "وضو" کی جگہ "طہارت" کہا یہ زیادہ جامع ہے (۳) منیہ: تندرست شہر کے اندر

---

[1] بحرالرائق	فصل السلطان احق بصلوٰتہ	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱۸۱/۲
[2] جامع الرموز	فصل فی الجنازۃ	مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران	۲۸۵/۱
[3] بحرالرائق	فصل السلطان احق بصلوٰتہ	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱۸۲/۲
[4] مختصر القدوری	باب التیمم	" مطبع مجیدی کانپور	ص ۱۱
[5] الہدایۃ	"	" المکتبۃ العربیہ کراچی	۳۸/۱

Marfat.com

تھا، دوبارہ اعادۂ نماز ہمارے سب ائمۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اتفاق سے ناجائز وگناہ واقع ہوا، ایسی ناواقفی مانع گناہ نہیں کہ مسائل سے ناواقف رہنا خود گناہ ہے، اس لئے حدیث میں آیا:

ذنب العالم ذنب واحد وذنب الجاهل ذنبان قيل ولم يا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم العالم يعذب على ركوبه الذنب والجاهل يعذب على ركوبه الذنب وترك التعلم[1] رواه في مسند الفردوس عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عالم کا گناہ ایک گناہ اور جاہل کا گناہ دو گناہ، کسی نے عرض کی: یا رسول اللہ! کس لئے؟ فرمایا عالم پر وبال اسی کا ہے کہ گناہ کیوں کیا، اور جاہل پر ایک عذاب گناہ کا اور دوسرا نہ سیکھنے کا۔ اسے دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

عالم جس نے تاکید واصرار کرکے ان لوگوں سے نماز جنازہ کی تکرار کرائی اگر مدعی حنفیت ہے تو خود اپنے ہی مذہب کے حکم سے گنہگار ہے، اور فرقۂ غیر مقلدین سے ہے تو گناہگاری درکنار بدمذہب و گمراہ ہے، اور ان دونوں صورتوں میں اس عالم پر اتنے گناہ لازم ہوئے جس قدر شمار حصار جماعت ثانیہ کا تھا اور اس پر ایک زائد، مثلاً دوسری دفعہ اس کے اصرار سے سو آدمیوں نے نماز پڑھی تو ان میں ہر ایک پر دو دو گناہ، ایک گناہ فعل دوسرا گناہ جہل۔ اور اس عالم پر ایک سو ایک گناہ، ایک اپنا اور سو ان کے فعل کے۔ آخری یہی داعی بگناہ ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من دعا الى ضلالة كان عليه من الاثم مثل اثام من تبعه لا ينقص ذلك من اثامهم شيئا[2]۔ رواه الائمة الاحمد ومسلم والاربعة عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه۔

جو کسی ضلالت کی طرف بلائے سب ماننے والوں کے برابر گناہ اس پر ہو اور ان کے گناہوں میں کچھ کمی نہیں آئی۔ اسے امام احمد، مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

یعنی یہ نہ ہوگا کہ اس کی ترغیب کے باعث گناہ ہونے کے سبب وہ گناہ سے بچ رہیں یا اس پر صرف

---

[1] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۱۳۶۵ دار الباز مکۃ المکرمۃ ۲/ ۲۴۸

[2] جامع الترمذی ابواب العلم امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۹۲

Marfat.com

ہدایہ و مجمع الانہر میں ہے: لانہا لاتقضی فیتحقق العجز[1] (اس لئے کہ اس کی قضاء نہیں ہوتی تو عجز متحقق ہے۔ ت) کافی امام نسفی میں ہے:

صلٰوۃ الجنازۃ والعید تفوتان لا الی بدل لانہما لاتقضیان فیحقق البحر[2]

نمازِ جنازہ وعید فوت ہوں تو ان کا کوئی بدل نہیں اس لئے کہ ان کی قضا نہیں ہوتی تو عجز متحقق ہے، بحر۔ (ت)

مراقی الفلاح و برجندی میں ہے: لانہا تفوت بلاخلف[3] (اس لئے کہ جنازہ بلابدل فوت ہوجاتا ہے۔ ت) فتاوٰی خیریہ میں ہے:

لایجوز التیمم مع وجود الماء الا فی موضع یخشی الفوات لا الی خلف کصلٰوۃ الجنازۃ[4]

پانی ہوتے ہُوئے تیمم جائز نہیں مگر ایسی جگہ جہاں بلابدل فوت کا اندیشہ ہو جیسے نماز جنازہ۔ (ت)

عندالتحقیق ان سب عبارات کا بھی وہی حاصل کہ نمازِ جنازہ دوبارہ پڑھنی صرف مکروہ ہی نہیں بلکہ محض ناجائز ہے۔ برہان شرح مواہب الرحمٰن پھر شرح نظم الکنز للعلامۃ المقدسی پھر حاشیہ علامہ نوح آفندی پھر ردالمحتار شامی میں ہے:

مجرد الکراھۃ لایقتضی العجز المقتضی لجواز التیمم لانہا لیست اقوی من فوات الجمعۃ والوقتیۃ مع عدم جوازہ لہما[5]

محض کراہت اُس عجز کی مقتضی نہیں جو تیمم کا جواز چاہتا ہے اس لئے کہ وُہ جمعہ اور نماز وقتیہ کے فوت ہونے سے زیادہ قوی نہیں باوجودیکہ ان دونوں کے لئے تیمم جائز نہیں۔ (ت)

یہ چالیس[۴۰] کتابوں کی عبارتیں ہیں اور خود کثرتِ نقول کی کیا حاجت کہ مسئلہ واضح اور ظاہر، اور تمام کتب مذہب متون وشروح وفتاوٰی میں دائر وسائر صورتِ مستفسرہ میں کہ خود ولی پڑھ چکا

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب التیمم مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۱

[2] کافی شرح وافی

[3] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب التیمم مطبوعہ نورمحمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۶۳
شرح النقایۃ للبرجندی فصل التیمم " نولکشور لکھنؤ ۱/۴۶

[4] فتاوٰی خیریہ باب التیمم " دارالمعرفۃ بیروت ۱/۵

[5] ردالمحتار " " مصطفی البابی مصر ۱/۱۷۷

نذیر حسین رکھا، دو برس ہوئے بعض غیر مقلدین نے سفر میں ظہر و عصر اور مغرب و عشاء ملا کر پڑھنے پر زور دیا اور اس مسئلہ کی تقریر جو دہلوی صاحب نے معیار میں بہت چمک کر کی اُس پر ناز تھا، فقیر غفر اللہ تعالیٰ سے سوال ہوا اس کے جواب میں یہ عجالہ لکھا گیا جس میں بحمد اللہ تعالیٰ مذہب حنفیہ کا احقاق و اثبات اور خلاف و مخالف کا ابطال و اسکات بعون باری روشن وجہ پر واقع ہوا کہ اس رسالہ کے سوا کہیں نہ ملے گا۔ اُس کے دیکھنے سے ان محدث صاحب کی حدیث دانی کے جلوے کھلتے ہیں، ایک ہی مسئلہ کی بحث سے روشن ہوتا ہے کہ حضرت کو نہ احادیث پر نظر نہ اسانید سے خبر، نہ علم رجال نہ طرق استدلال۔ مفید و عبث میں تمیز درکنار، نافع و مضر میں فرق دشوار۔ مگر ائمہ اُمّت و کبرائے ملت پر مُنہ آنے کو تیار کذلك يطبع الله علی کل قلب متکبر جبار (خدا اسی طرح ہر متکبر زبردستی والے کے دل پر مُہر کر دیتا ہے۔ ت) بھلا اس مسئلہ میں شیخ صاحب کے لئے سلف موجود تھا کتب شافعیہ وغیرہ کی گداگری اجتہاد کا بھرت پورا کر لیا۔ اس مسئلہ میں یہ مدعی صاحب ایجاد بندہ بنانے کو کسی کا تیار مال نہ پائیں گے، ظاہر ہے جو کچھ جوہر علم و عقل دکھائیں گے فضول و بے معنی کلمات کے رد میں خواہی نخواہی تضیع اوقات ہوتی ہے لہذا قصر مسافت و دفع کثافت کیلئے پہلے ہی چند ہدایتیں مناسب کہ اگرچہ بعد تنبیہ بھی اُن سے عدول ہو تو ہمارا یہی کلام اُس کا پیشگی جواب معقول ہو۔ ان مجتہد صاحب کے دعوے یہ ہیں کہ نماز جنازہ اگرچہ بروجہ کامل ہو چکی اگرچہ ولی احق ادا کر چکا ہو مگر پھر اُسے اور سب پڑھ چکنے والوں کو چاہئے کہ دوبارہ پڑھیں اصرار نہ ہوگا مگر کسی امر ضروری یا لااقل مستحب پر معہذا جو نماز شرعاً ماذون فیہا ہوگی کم از کم مستحبہ ہوگی کہ یہ نماز مباح محض جس کے کرنے نہ کرنے میں کسی ثواب و فضل کی اصلاً امید نہ ہو، شرعاً زنہار معہود نہیں، اور یہ تکرار تین روز تک متواتر جائز اور تین روز پر شرعاً محدود، پچھلے دعووں کے ثبوت میں جو کچھ درکار وہ خود آشکار، دلیل معتمد شرعی چاہئے جو تین روز کی اجازت دے اور اسی قدر تحدید کرے، بیچارے بے علم مسلمانوں کے سامنے جو منہ پر آئے کہہ دے آسان ہے، ثبوت دیتے حال کھلتا ہے۔ رہا پہلا دعوٰی اس کے لئے کوئی حدیث دکھائیں کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہو نماز جنازہ کئی کئی بار پڑھا کرو، یا اتنا ہی ارشاد فرمایا ہو کہ جب نماز جنازہ پڑھ لو پھر اعادہ کرو، یا اسی قدر سہی کہ پڑھنے والو! جو ولی احق کے ساتھ یا اس کے اذن سے ادا کر چکے ہو پھر اعادہ کرو تو بہتر ہے۔ یا اسی قدر کہ تمہارے لئے حرج نہیں یا نہ سہی، اتنا ہی آیا ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نماز جنازہ بار بار یا دو ہی بار پڑھا کرتے یا اس سے بھی درگزر کرے اسی قدر ثابت ہو کہ ولی احق پڑھ چکا تھا بعدہ پھر اُسی نے اور دیگر پڑھ چکنے والوں یا صرف اُسی نے یا صرف اور بعض مصلیوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے دوبارہ پڑھی اور حضور نے منع نہ فرمایا، حضور کو خبر پہنچی اور حضور

Marfat.com

اپنے ہی فعل کا گناہ ہو، بلکہ وہ سب اپنے اپنے گناہ میں گرفتار اور اُن سب کے برابر اس ترغیب دہندہ پر بار، والعیاذ باللہ العزیز الغفار۔ اور اگر بالفرض شافعی المذہب بھی ہوتا تو سخت جاہل تھا کہ دوسرے مذہب والوں کو ایسے امر پر مصر ہوا جو ان کے مذہب میں تو گناہ تھا اور اس کے اپنے مذہب میں بھی مکروہ۔ امام ابو یوسف اردبیلی شافعی "کتاب الانوار لاعمال الابرار" میں فرماتے ہیں:

لا یستحب لمن صلی جماعۃ او منفردا اعادتہا جماعۃ او انفرادا بل یکرہ۔[1]

یعنی جس نے نمازِ جنازہ جماعت سے خواہ تنہا پڑھ لی اُس کے لئے دوبارہ جماعت سے خواہ تنہا پڑھنی پسندیدہ نہیں بلکہ مکروہ ہے۔ (ت)

اور اگر کراہت نہ بھی لیجئے تو اس قدر تو ضرور کہ باجماع تمام اُمت مرحوم کسی کے نزدیک ضروری نہ تھا۔ پھر آپ نے کس آیت و حدیث کس امام کے قول سے اختیار کیا تھا کہ غیر مذہب والوں سے باصرار ایسے امر کا ارتکاب کرائے جو اُن کے مذہب میں ناجائز اور اپنے نزدیک محض بے حاجت، شافعیہ وغیرہم بعض علماء اگرچہ اُس کے لئے جس نے ہنوز نمازِ جنازہ نہ پڑھی نمازِ اول ہو جانے کے بعد بھی اجازتِ نماز دیتے ہیں مگر اس مدعی علم کا پڑھ چکنے والوں پر یہ اصرار خصوصاً اس حالت میں کہ خود ولی اقرب بھی انھیں میں ہے اور اس کا وہ علیٰ رؤس الاشہاد زعم و اظہار کہ تین روز تک جتنی بار چاہے نماز پڑھے، جیسا کہ فاضل سائل نے اپنے خط میں ذکر فرمایا یہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اصلاً کسی مذہب کے مطابق نہیں، نہ شرع مطہر سے اس پر کوئی دلیل، اگر سچا ہے تو اُس اصرار اور اس اظہار کی دلیل پیش کرے ورنہ اپنے جہل و سفاہت اور امرِ شرع میں بیباکی و جرأت کا مقر ہو
قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین[2] (کہو اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔ ت) حضرات غیر مقلدین بلکہ تمام تمام طوائف مبطلین کی عادت ہے کہ جب کچھ اپنے مفید مطلب نہیں پاتے الغریق یتشبث بالحشیش ڈوبتا سوار پکڑتا ہے نری بے علاقہ باتیں، جنہیں ان کے دعوٰی سے اصلاً مس نہیں بلکہ جوشِ غضب میں مدہوش ہو کر اپنے مضر و مخالف دلیلوں سے استناد کر بیٹھتے ہیں، جیسے ان کے شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب دہلوی سے ان کی سب سے بڑی تالیف معیار وغیرہ میں بکثرت و بے شمار واقع ہوا، نمونہ درکار ہو تو فقیر کا رسالہ ملاحظہ ہو حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین جس کا لقب تاریخی بعض ظرفا نے حجۃ الحَین[ع] علی

ع حَین بالفتح بمعنی مرگ ۱۲ منہ (م)

---

[1] کتاب الانوار لاعمال الابرار کتاب الجنائز فصل الصلوٰۃ الجنازۃ مطبعہ جمالیہ مصر ۱/۱۲۳
[2] القرآن ۲۷/۶۴

Marfat.com

وقد بیناہ فی رسالتنا لوامع البھا فی المصر للجمعۃ والاربع عقیبھا۔
اور اسے ہم نے اپنے رسالہ "لوامع البھا فی المصر للجمعۃ والاربع عقیبھا" میں بیان کیا۔ (ت)

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جماعت تراویح اسی خیال سے ترک فرمادی کہ مداومت کئے سے فرض نہ ہوجائے[1] کما رواہ الستۃ من زید بن ثابت والشیخان عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا (جیسا کہ اسے اصحاب ستہ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) نے حضرت زید بن ثابت سے اور شیخین (بخاری ومسلم) نے حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔ ت)

اگر کسے نماز میں نفس وقوع ہی فرضیت بتادے گا کہ یہ نماز شرع میں فرض ہی ہوکر معہود ہوئی ہے نفلی طور پر اصلاً مشروع نہیں **اقول** اب راہ پر آگئے اسی لئے تو ائمہ کرام اس کی تکرار کو نامشروع فرماتے ہیں کہ شرع مطہر میں یہ نماز بروجہ تنفل نہیں اور اس کی فرضیت بالاجماع بسبیل الکفایہ ہے، اور فرض کفایہ جب بعض نے ادا کرلیا ادا ہوگیا، اب جو پڑھے گا نفل ہی ہوگا۔ اور اس میں تنفل مشروع نہیں۔

ثانیاً ثبوت دیجئے کہ اس واقعہ میں صلاۃ بمعنی ارکان مخصوصہ تھی، صلاۃ علٰی فلاں بمعنی دعا نصوص شرعیہ میں شائع وذائع ہے۔

قال تعالٰی خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا وصل علیھم ان صلاتك سکن لھم[2]۔
اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے نبی! مسلمانوں کے مال سے زکوٰۃ تحصیل فرماکر اس کے سبب تو ان کو پاک اور ستھرا کرے اور ان پر صلاۃ کر، بیشک تیری صلاۃ ان کے لئے چین ہے۔

اسی آیت کے حکم سے جب لوگ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس زکوٰۃ حاضر کرتے حضور ان کے حق میں دعا فرماتے:

اللھم صل علٰی فلان[3] کما رواہ احمد والبخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ وغیرھم عن عبد اللہ بن
اے اللہ! فلاں پر رحمت نازل فرما۔ جیسا کہ اسے امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ وغیرہم نے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی

---

[1] صحیح البخاری باب فضل من قام رمضان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۶۹
صحیح مسلم الترغیب فی قیام رمضان " " " ۱/۲۵۹
[2] القرآن ۹/۱۰۳
[3] صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ ۱/۲۰۳ وکتاب الدعوات ۲/۹۳۷ قدیمی کتب خانہ کراچی

Marfat.com

نے جائز رکھا۔ یہ سات صورتیں ثبوت کی ہیں جن میں چار پہلے ثبوت قولی اور پانچویں فعلی اور دو باقی تقریری۔ ان میں جس ملکی سے ملکی، آسان سے آسان صورت پر قدرت پاؤ پیش کرو اور جب جان لو کہ سب راہیں بند ہیں تو پھر شرع مطہر پر افترا یا اقل درجہ احکام اللہ میں بیباکی واجترا کا اقرار کرنے سے چارہ نہیں، مسلمان ان مجتہد صاحب سے بے ثبوت لئے نہ مانیں، اگر ساتوں وجہ سے عاجز پائیں تو انہیں دریافت کردیکھیں کہ حدیث سنن دارمی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اجرؤکم علی الفتیا اجرؤکم علی النار[1] جو تم میں فتوٰی دینے پر زیادہ جری ہے آتشِ دوزخ پر زیادہ جرأت رکھتا ہے۔

اس میں آپ حضرات تو داخل نہیں؟ اگر بحکم آنکہ ع

وقتِ ضرورت چو نماند گریز

(ضرورت پر بھاگنے کے سوا چارہ نہیں۔ ت)

مجبوراً یہ کسی واقعہ حال کا دامن پکڑلے تو اتنا یاد رہے کہ واقعۃ عین لاعموم لہا، وقائع خاصہ احکام عامہ نہیں ہوتے، وہ ہر گونہ احتمال کے محل ہوتے ہیں۔

اوّلاً آپ کو ثابت کرنا ہوگا کہ پہلے اس جنازہ پر صلوٰۃ ہوچکی تھی، مجرد استبعاد کہ بھلا صحابہ اس وقت نہ پڑھتے۔

اقول وباللہ التوفیق یہ کافی نہ ہوگا کہ نمازِ جنازہ ہمیشہ سے فرض نہ تھی۔ حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبرٰی رضی اللہ تعالٰی عنہا کے جنازہ مقدسہ پر اس لئے نماز نہ ہوئی کہ اُس وقت تک اس کی فرضیت ہی نہ تھی، تو ایک تو بہ سندِ صحیح یہ ثابت کیجئے کہ یہ کب، کس سال، کس ماہ میں اس کی فرضیت اُتری۔ مجرد حکایات بے سند مسموع نہ ہوں گی کہ آپ مجتہد ہو کر قیل وقال کی تقلید نہیں کرسکتے، پھر بدلیل صریح یہ مبرہن کیجئے کہ یہ واقعہ عین بعد فرضیت ہی تھا، مجرد وقوع صلوٰۃ مفید فرضیت نہ ہوگا۔ شرع میں اس کی نظائر موجود کہ بعض افعال بلکہ خاص نماز کا قبل فرضیت وقوع ہُوا بعد کو فرضیت اُتری، جیسے اسعد بن زرارہ وغیرہ انصار کرام اہلِ مدینہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا قبل فرضیتِ جمعہ جمعہ پڑھنا،

کمارواہ عبدالرزاق ومن طریقہ عبد بن حمید فی تفسیرہ بسند صحیح جیسا کہ اسے عبدالرزاق نے اور ان ہی کے طریق سے عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں بسندِ صحیح روایت کیا

---

[1] سنن الدارمی باب الفتیا ومافیہ من الشدۃ نشر السنۃ ملتان ۱/۵۳

Marfat.com

والمسلمین و یرحم اللہ المستقد مین منا والمستاخرین و انا ان شاء اللہ بکم لاحقون[1]

کہوں، حضور نے دعاءِ زیارتِ قبور تعلیم فرمائی السلام علی اھل الدار من المؤمنین والمسلمین ویرحم اللہ المستقد مین منا والمستاخرین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون۔

یہ تو خود حدیث بخاری و مسلم و ابی داؤد والنسائی عن عقبۃ بن عامر ان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم خرج یوما فصلی علی اھل احد صلوتہ علی المیت[2] (حضرت عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک دن اُحد تشریف لے جاکر اہلِ اُحد پر صلوٰۃ پڑھی جیسے میت پر صلوٰۃ پڑھی جاتی ہے۔ت) میں بھی علماء نے صلوٰۃ بمعنی دُعا لی۔ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے:

زاد ای البخاری فی غزوۃ احد من طریق حیٰوۃ بن شریح عن یزید بعد ثمان سنین والمراد انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دعا لھم بدعاء صلوٰۃ المیّت ولیس المراد صلوٰۃ المیت المعھودۃ کقولہ تعالٰی وصل علیھم الاجماع یدل لہ لانہ لایصلی علیہ عندنا و عند ابی حنیفۃ المخالف لایصلی علی القبر بعد ثلثۃ الایام[3]۔

امام بخاری نے غزوۂ اُحد کے بیان میں بطریق حیٰوۃ بن شریح عن یزید" آٹھ سال بعد" کا اضافہ کیا یعنی اہلِ اُحد کے لئے صلوٰۃ مذکور کا واقعہ ان کی شہادت کے آٹھ سال بعد کا ہے ــــ اور صلوٰۃ سے مراد یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے لئے وہی دعا کی جو نمازِ میّت میں ہوتی ہے، معروف نمازِ جنازہ مراد نہیں۔ جیسے ارشاد باری تعالٰی "صل علیھم" کا معنی ہے ان کے لئے دعا کرو۔ اس مراد کی دلیل اجماع ہے اس لئے کہ ہمارے نزدیک شہید کی نمازِ جنازہ نہیں، اور امام ابوحنیفہ جو اس بارے میں ہمارے مخالف ہیں ان کے نزدیک تین دن کے بعد قبر پر نمازِ جنازہ نہیں۔ (ت)

پھر امام نووی شرح مہذب پھر امام سیوطی مرقاۃ الصعود شرح سنن ابی داؤد میں فرماتے ہیں:

قال اصحابنا وغیرھم ان المراد من

ہمارے علماء اور دیگر حضرات نے فرمایا کہ یہاں

---

[1] سنن النسائی کتاب الجنائز نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۲۸۷

[2] ؎ ۱/۲۷۷

[3] ارشاد الساری شرح البخاری باب الصلوٰۃ علی الشھید دار الکتاب العربی بیروت ۲/۴۲۰

Marfat.com

ابی اوفی رضی اللہ عنہما۔ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

اسی طرح آیہ کریمہ:

ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما[1]۔

بیشک خدا اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود پڑھو اور خوب خوب سلام بھیجو۔ (ت)

اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ وکل منتم الیہ۔

اے اللہ! ان پر درود وسلام اور برکت نازل فرما اور ان کی آل واصحاب پر اور ان سے ہر نسبت وتعلق رکھنے والے پر بھی۔ (ت)

کریمہ ھو الذی یصلی علیکم وملٰئکتہ[2] (وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر اور اس کے فرشتے۔ ت)

کریمہ ومن الاعراب من یؤمن باللہ والیوم الاٰخر ویتخذ ماینفق قربات عند اللہ وصلوات الرسول[3] (اور کچھ گاؤں والے وہ ہیں جو اللہ پر اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کریں اسے اللہ کی نزدیکیوں اور رسول سے دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھیں۔ ت) وغیرہ میں صلٰوۃ بمعنی دعا ہے، علماء نے حدیث مؤطائے امام مالک وسنن نسائی عن ام المومنین الصدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

انی بعثت الی اھل البقیع لاصلی علیھم[4]۔ میں اہلِ بقیع کی طرف بھیجا گیا کہ ان پر صلٰوۃ کروں۔

صلٰوۃ کو بمعنی استغفار ودعا لیا۔ **اقول** بلکہ سنن نسائی کی دوسری روایت میں ہے:

ان جبریل اتانی (فذکر الحدیث قال) فامرنی ان اٰتی البقیع فاستغفر لھم قلت لہ کیف اقول یارسول اللہ قال قولی السلام علی اھل الدار من المؤمنین

یعنی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جبریل میرے پاس آئے مجھے حکم فرمایا کہ بقیع جا کر اہلِ بقیع کے لئے دعائے مغفرت کروں، ام المومنین فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ! کس طرح

---

[1] القرآن ۳۳/۵۶

[2] القرآن ۳۳/۴۳

[3] القرآن ۹/۹۹

[4] سنن النسائی کتاب الجنائز نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۲۸۷

Marfat.com

علیہ الرجال ثم النساء ثم الصبیان [1] اور اللہ کا قول پورا ہوا۔ الٰہی! تو ہم کو ان پر اتاری ہوئی کتاب کے پیروؤں سے کر اور اُن کے بعد بھی اُن کے دین پر قائم رکھ اور روزِ قیامت ہمیں ان سے ملا۔ مولا علی یہ دعا کرتے اور حاضرین آمین کہتے، یہاں تک کہ اُن پر مردوں پھر عورتوں پھر لڑکوں نے صلوٰۃ کی، صلی اللہ علیہ وسلم۔ (ت)

اور یہی ظاہر اس حدیث کا ہے جو ابن سعد و بیہقی نے محمد بن ابراہیم تیمی مدنی سے روایت کی:

لما کفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ووضع علی سریرہ دخل ابوبکر وعمر فقالا السلام علیک ایھا النبی ورحمتہ وبرکاتہ ومعھما نفر من المھاجرین والانصار قدر ما یسع البیت فسلموا کما سلم ابوبکر وعمر وھما فی الصف الاول حیال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم انا اشھد ان قد بلغ ما انزل الیہ ونصح لامتہ وجاھد فی سبیل اللہ حتی اعز اللہ دینہ وتمت کلماتہ فاومن بہ وحدہ لاشریک لہ فاجعلنا یا الٰھنا ممن یتبع القول الذی انزل معہ واجمع بیننا وبینہ حتی تعرفہ وتعرفہ بنا فانہ کان بالمؤمنین رءوفا رحیما لا نبغی بالایمان بدلا ولا نشتری بہ ثمنا ابدا فیقول الناس اٰمین اٰمین ثم یخرجون ویدخل علیہ اٰخرون حتی صلوا علیہ الرجال ثم النساء ثم الصبیان [2]

یعنی جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کفن دے کر سریر مبارک پر آرام دیا صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حاضر ہو کر عرض کی: سلام حضور پر اے نبی اور اللہ کی مہر اور اس کی افزونیاں، اور دونوں حضرات کے ساتھ ایک گروہ مہاجرین اور انصار کا تھا جس قدر اس حجرۂ پاک میں سماجاتا اُن سب نے یُوں ہی سلام عرض کیا اور صدیق و فاروق پہلی صف میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے یہ دُعا کرتے: الٰہی! ہم گواہی دیتا ہُوں کہ جو کچھ تُو نے اپنے نبی پر اتارا حضور نے امت کو پہنچایا اور اس کی خیر خواہی میں رہے اور راہِ خدا میں جہاد فرمایا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غلبہ دیا اور اللہ کی باتیں پُوری ہُوئیں، تو ایک اللہ پر ایمان لایا گیا اُس کا کوئی شریک نہیں تو اے معبود ہمارے! ہمیں ان کی کتاب کے پیروؤں میں کر جو اُن کے ساتھ اُتری اور ہمیں اُن سے ملا کہ ہم انھیں پہچانیں اور تو ہماری پہچان انھیں کرادے کہ وہ مسلمانوں پر رحم دل تھے۔ ہم نہ ایمان کسی چیز سے

[1] الطبقات الکبریٰ لابن سعد ذکر الصلوٰۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار صادر بیروت ٢/ ٢٩١
[2] " " " " " " ٢/ ٢٩٠

Marfat.com

الصلوٰة ههنا الدعاء وقوله صلوته على الميّت اى دعاء لهم كدعاء صلوٰة الميت وليس المراد صلاة الجنازة المعروفة بالاجماع اھ[1] مختصرا۔

صلوٰۃ سے مراد دُعا ہے اور صلوٰتہ علی المیت کا معنی یہ ہے کہ جیسے نمازِ میت میں دُعا ہوتی ہے وہی دُعا ان کے لئے کی، اور معروف نمازِ جنازہ بالاجماع مراد نہیں اھ مختصراً (ت)

اسی طرح وصالِ اقدس کے بعد حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر جو صلوٰۃ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ادا کی ایک جماعتِ علماء اسے بھی بمعنی درود و دُعا لیتی ہے، اور حدیثِ امیر المومنین علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے یہی ظاہر:

اخرج ابن سعد عن عبد الله بن محمد بن عبد الله بن عمر بن علي ابن ابي طالب عن ابيه عن جدّه عن علي رضي الله عنه قال لما وضع رسول الله صلى الله عليه وسلم على السرير قال لا يقوم عليه احد هو امامكم حيًّا وميتًا فكان يدخل الناس رسلاً رسلاً فيصلون عليه صفا صفا ليس لهم امام ويكبرون وعلي قائم بحيال رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته اللهم انا نشهد ان قد بلغ ما انزل اليه ونصح لامته وجاهد في سبيل الله حتى اعز الله دينه وتمّت كلمته اللهم فاجعلنا ممن تبع ما انزل اليه وثبتنا بعده واجمع بيننا وبينه فيقول الناس امين حتى صلى

ابن سعد نے عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن عمر بن علی بن ابی طالب سے تخریج کی کہ انھوں نے اپنے والد سے بواسطہ اپنے دادا علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کیا یعنی جب حضور پُرنور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو غسل دے کر سریرِ منیر پر لٹایا حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آگے کوئی امام بن کر نہ کھڑا ہو کہ وہ تمہارے امام ہیں اپنی زندگی دنیاوی میں اور بعد وصال بھی۔ پس لوگ گروہ در گروہ اور پرے کے پرے حضور پر صلوٰۃ کرتے کوئی ان کا امام نہ تھا۔ علی کرم اللہ وجہہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے عرض کرتے تھے: سلام حضور پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔ الٰہی! ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور نے پہنچا دیا جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا اور ہر بات میں اپنی اُمت کی بھلائی کی اور راہِ خدا میں جہاد فرمایا یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے اپنے دین کو غالب کیا

[1] شرح المہذب للنووی فرع فی مذاہب العلماء فی غسل الشہید الخ المکتبۃ السلفیہ مدینہ منورہ ۲۹۵/۵

ظاهر هذا أن المراد بالصلوٰة عليه صلى الله عليه وسلم ما ذهب اليه جماعة ان من خصائصه انه لم يصل عليه اصلا وانما كان الناس يدخلون فيدعون ويفترقون، قال الباجی ولهذا اوجه وهو انه افضل من كل شهيد والشهيد يغنيه فضله عن الصلوٰة عليه وانما فارق الشهيد فی الغسل لانه حذر من غسله ازالة الدم عنه، وهو مطلوب بقائه لطيبه ولانه عنوان لشهادته فی الآخرة وليس على النبی صلى الله تعالیٰ عليه وسلم ما يكره ازالته عنه فافترقا انتهی [1]

ای ما افاد الامام ابو الوليد۔

ثم نقل عنه جوابا ان المقصود من الصلوٰة عليه صلى الله عليه وسلم عود التشريف على المسلمين مع ان الكامل يقبل زيادة التكميل۔

ثم اثر عن القاضی عياض تصحيح ان الصلوٰة كانت هی المعروفة لا مجرد الدعاء فقط اه[1]

اس کا ظاہر یہی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوٰۃ سے مراد وہی ہے جو ایک جماعت کا مذہب ہے کہ حضور اقدس کے خصائص سے ہے کہ ان کی نمازِ جنازہ بالکل نہ پڑھی گئی، بس یہ ہوا کہ لوگ داخل ہوتے اور دعا کرکے جدا ہوجاتے —— باجی نے فرمایا: اس کی ایک وجہ ہے، وہ یہ کہ سرکار ہر شہید سے افضل ہیں اور شہید کو اس قدر فضیلت حاصل ہے کہ اس کی نمازِ جنازہ کی ضرورت نہیں۔ رہا یہ کہ غسل کے بارے میں سرکار کا معاملہ شہید سے الگ رہا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ شہید کو غسل اس لئے نہیں دیا جاتا کہ اس پر جو خون لگا ہے وہ زائل ہوجائے گا جبکہ اس کی پاکیزگی کے باعث اس کا باقی رہنا مطلوب ہے —— اور اس لئے بھی کہ آخرت میں وہ اس کی شہادت کا نشان ہوگا —— اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم پر ایسی کوئی چیز نہیں جسے زائل کرنا پسندیدہ نہ ہو —— اس لئے یہ حکم الگ الگ —— امام ابو الولید باجی کا افادہ ختم ہوا۔

پھر اس کا جواب نقل کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز پڑھنے کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو شرف حاصل ہو —— دوسرے یہ کہ کامل مزید تکمیل کے قابل ہوتا ہے۔

پھر امام قاضی عیاض سے اس کی تصحیح نقل کی کہ وہ صلوٰۃ یہی معروف نمازِ جنازہ تھی محض دعا نہ تھی۔

---

[1] شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک ١٤٩ باب ما جاء فی دفن المیت المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ مصر ٦٦/٢

Marfat.com

بدلنا چاہیں نہ اس کے عوض کچھ قیمت لینا۔ لوگ اس دُعا پر آمین آمین کہتے، پھر باہر جاتے اور دوسرے آتے یہاں تک کہ مردوں، پھر عورتوں، پھر بچّوں نے حضور پر صلوٰۃ کی۔ (ت)

بزار و حاکم و ابن سعد و ابن منیع و بیہقی اور طبرانی معجم اوسط میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا غسلتمونی وکفنتمونی علیٰ سریری ثم اخرجوا عنی فان اول من یصلی علی جبرئیل ثم میکائیل ثم اسرافیل ثم ملک الموت مع جنودہ من الملئکۃ باجمعھم ثم ادخلوا علی فوجا فصلوا علی وسلموا تسلیما[1]

جب میرے غسل وکفن مبارک سے فارغ ہو مجھے نعش مبارک پر رکھ کر باہر چلے جاؤ، سب میں پہلے جبریل مجھ پر صلوٰۃ کریں گے پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر ملک الموت اپنے سارے لشکروں کے ساتھ پھر گروہ گروہ میرے پاس حاضر ہو کر مجھ پر درود و سلام عرض کرتے جاؤ۔

امام جلال الدین سیوطی خصائص کبریٰ میں فرماتے ہیں:

قال البیھقی تفرد بہ سلام الطویل عن عبدالملک بن عبدالرحمٰن و تعقبہ ابن حجر فی المطالب العالیۃ بان ابن منیع اخرجہ من طریق مسلمۃ بن صالح عن عبدالملک بہ فھذہ متابعۃ السلام الطویل و اخرجہ البزار من وجہ اٰخر عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ[2]

بیہقی نے کہا: عبدالملک بن عبدالرحمٰن سے اس کی روایت میں سلام طویل متفرد ہیں۔ اس پر علامہ ابن حجر نے "مطالب عالیہ" میں تعاقب فرمایا کہ اسے ابن منیع نے بطریق مسلمہ بن صالح، عبدالملک سے اسی سند سے روایت کیا ہے تو یہ سلام طویل کی متابعت ہوگئی اور اسے بزار نے ایک اور طریق سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اس حدیث سے بھی ظاہر کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اپنے جنازہ اقدس کی نسبت اسی قدر تعلیم فرمائی کہ گروہ گروہ حاضر ہو کر درود و سلام پڑھتے جانا۔ شرح موطائے امام مالک للعلامۃ الزرقانی میں بعد ذکر حدیث مذکور امیر المؤمنین علی سے ہے:

---

[1] المستدرک علی الصحیحین کتاب المغازی دارالفکر بیروت ۳/ ۶۰

[2] الخصائص الکبریٰ باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بالصلوٰۃ علیہ افراداً الخ دارالکتب الحدیثیہ مصر ۲/ ۲۹۵

Marfat.com

ان یغفر لمن صلی علیہ[۱] ورواہ عبد بن حمید والبزار والبیھقی فی شعب الایمان عنہ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلفظ ان اوّل مایجازی بہ المؤمن بعد موتہ ان یغفر لجمیع من تبع جنازتہ[۲] ورواہ ابن ابی الدنیا فی ذکر الموت والخطیب عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلفظ ان اوّل تحفۃ المؤمن ان یغفر لمن خرج فی جنازتہ[۳] وروی الدیلمی فی مسند الفردوس عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا مات الرجل من اھل الجنۃ استحی اللہ عزوجل ان یعذب من حملہ ومن تبعہ ومن صلی علیہ[۴] وروی ابوبکر بن ابی شیبۃ وابوالشیخ وابن حبان فی کتاب الثواب عن سلمان الفارسی

داخل ہوتا ہے تو اس کو سب سے پہلا تحفہ یہ دیا جاتا ہے کہ اس کی نماز پڑھنے والوں کی مغفرت کردی جاتی ہے — اور اسے عبد بن حمید، بزار، اور شعب الایمان میں بیہقی نے ان ہی (حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما) کی روایت سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ: مومن کو بعد موت سب سے پہلا صلہ یہ دیا جاتا ہے کہ اس کے جنازہ کے پیچھے چلنے والے سب لوگوں کو بخش دیا جاتا ہے — اور ابن ابی الدنیا نے ذکر موت میں اور خطیب نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی روایت سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ: مومن کا سب سے پہلا تحفہ یہ ہے کہ جو لوگ اس کے جنازہ میں نکلے ان کی مغفرت کردی جاتی ہے — اور دیلمی نے مسند الفردوس میں انہی (جابر بن عبد اللہ) کی روایت سے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ جب اہل جنت کا کوئی شخص انتقال کرتا ہے تو اللہ عزوجل حیا فرماتا ہے کہ ان لوگوں کو عذاب دے جو اس کا جنازہ لے کر چلے اور جو اس کے پیچھے چلے اور جنھوں نے اس کی نماز پڑھی — اور ابوبکر بن ابی شیبہ، ابوالشیخ اور ابن حبان نے کتاب الثواب میں بروایت سلمان

---

[۱] کنز العمال بحوالہ الدارقطنی فی الافراد حدیث ۴۲۳۵۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۵۹۵
[۲] شعب الایمان باب فی الصلوٰۃ علی من مات حدیث ۹۲۵۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۷/ ۷
[۳] تاریخ بغداد ترجمہ نمبر ۲۷۶۸ محمد بن راشد البغدادی دارالکتاب العربی بیروت ۵/ ۲۷۴
[۴] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۱۱۰۸ دارالباز مکۃ المکرمہ ۱/ ۲۸۲

Marfat.com

اقول اما الجواب فلا یمس ماینحو الیہ ابوالولید فانہ لایدعی احالتہ الصلوٰۃ المعروفۃ علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانہا لاوجہ لہا حتی یثبت جوازہا ویذکر توجیہا وانما یقول ان لترکہا وجہا ان وقع وھو کذلک ولا ینافیہ ان لفعلہا ایضا وجہا او وجوہا۔

ان ماذکرالمجیب متمش فی الشہید ایضا والکلام علی مذھب من یقول لایصلی علیہ اما قبول الزیادۃ فبدیھی واما انتفاع المسلمین فکذلک وقد روی الامام الترمذی محمد بن علی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اوّل تحفۃ المومن ان یغفر لمن صلی علیہ[1] ورواہ الدارقطنی فی الافراد عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلفظ اوّل مایتحف بہ المؤمن اذا دخل قبرہ

اقول امام ابوالولید کا جو مطمحِ نظر ہے اس سے جواب کو مس نہیں، اس لئے کہ وہ اس کے مدعی نہیں کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ محال ہے، اور اس کی ادائیگی کوئی وجہ نہیں رکھتی، کہ جواباً اس کا جواز ثابت کیا جائے اور اس کی کوئی وجہ ظاہر کی جائے — وہ تو صرف یہ فرمارہے ہیں کہ اگر سرکار کی نماز نہیں پڑھی گئی تو اس کی ایک وجہ ہے — اور وہ اس طرح ہے — اب اگر ادائے نماز کی بھی ایک وجہ یا چند وجہیں ہیں تو یہ ان کے بیان کے منافی نہیں۔

اور مجیب نے جو ذکر کیا ہے وہ شہید کے بارے میں بھی کہا جاسکتا ہے — یہ کلام ان لوگوں کے مذہب پر ہوگا جو شہید کی نمازِ جنازہ کے قائل نہیں — شہید کا زیادتی کمال کے قابل ہونا تو بدیہی ہے — رہا مسلمانوں کا فائدہ پانا تو وہ بھی ایسا ہی ہے — امام ترمذی محمد بن علی حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: مومن کا سب سے پہلا تحفہ یہ ہے کہ اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے والوں کی مغفرت کردی جاتی ہے — اور اسے دارقطنی نے افراد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی روایت سے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ، مومن جب قبر میں

---

[1] نوادر الاصول الاصل الرابع والخمسون دار صادر بیروت ص ۸۷

Marfat.com

لویصل علیہ احد بعد کما سنذکر الجزم بہ عن الامام شمس الائمۃ السرخسی رحمۃ اللہ علیہ۔

اس کے بعد کسی نے حضور کی نماز جنازہ نہ پڑھی ۔ جیسا کہ امام شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ سے اس پر جزم ہم آگے نقل کریں گے۔

ثالثاً ثبوت دینا ہوگا کہ پہلی نماز ولی احق نے خود پڑھی تھی پھر اعادہ کی قطع نظر اس سے کہ جب نماز اوّل نہ ولی احق نے خود پڑھی، نہ اس کے اذن سے ہوئی تو اُسے ہمارے نزدیک بھی اعادہ کا اختیار ہے۔ ان مجتہد صاحب کا وہ حکم واصرار صحیح ٹھہرنا خاص اسی صورت کے ثبوت پر موقوف کہ یہاں واقعہ یہی تھا۔

اقول : وباللہ التوفیق زمانہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں تمام مسلمین کے ولی احق واقدم خود حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: النبی اولٰی بالمؤمنین من انفسھم[1] (نبی مسلمانوں کے ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہیں۔ ت) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا اولٰی بالمؤمنین من انفسھم[2] رواہ احمد والشیخان والنسائی وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ۔

میں مسلمانوں کا ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہوں۔ اسے امام احمد، بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

توجو نماز قبل اطلاع حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور لوگ پڑھ لیں پھر اگر حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعادہ فرمائیں تو یہ وہی صورت ہے کہ نمازِ اول غیر ولی احق نے پڑھی، ولی احق اختیارِ اعادہ رکھتا ہے اسے ان مجتہد صاحب کی صورت سے کچھ علاقہ نہ ہوگا خصوصاً جب کہ پہلے سے ارشاد فرمایا ہو کہ فلاں مریض جب انتقال کرے ہمیں خبر دینا کہ آخر یہ ارشاد اسی لئے تھا کہ خود نماز پڑھنے کا قصد تھا تو اگر اوروں کا پڑھنا ثابت ہو تو صرف بے اذنِ ولی نہیں بلکہ خلاف اذنِ ولی ہوگا، اگرچہ اُن کا اطلاع نہ دینا بمقتضائے ادب ومحبت ہو جیسا کہ سکینہ سوداء خادمہ مسجد اُم محجن رضی اللہ تعالٰی عنہا کے معاملہ میں واقع ہُوا۔ مؤطائے امام مالک وغیرہ میں حدیث ابی امامۃ اسعد بن سہل بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے، جب وُہ بیمار ہوئیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اذا ماتت فاذنونی[3] جب اس کا انتقال ہو مجھے خبر کر دینا (ان کا جنازہ شب کو تیار ہوا، صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] القرآن ۶/۳۳

[2] صحیح البخاری کتاب الکفالۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۰۸

[3] موطا امام مالک التکبیر علی الجنائز میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۲۰۸

Marfat.com

رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اول ما یبشر بہ المومن ان یقال ابشر ولی اللہ برضاہ والجنۃ قدمت خیر مقدم قد غفر اللہ لمن تبعك واستجاب لمن استغفر لك وقبل من شهد لك[1]

فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ: سب سے پہلے مومن کو جو بشارت دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اس سے کہا جاتا ہے اے خدا کے ولی! تجھے اس کی خوشنودی کا مژدہ ہو، جنت تیرے خیر مقدم کو تیار ہے اور اللہ نے تیرے جنازے کے ساتھ چلنے والوں کی مغفرت فرمادی اور تیرے لئے استغفار کرنے والوں کی دعا قبول کی اور تیرے لئے شہادت دینے والوں کو قبول فرمایا۔

واما تصحیح عیاض **فاقول** لامتمسك فیہ للمخالف المدعی للاجتهاد وكیف یجوز لہ ان یقلد عیاضا وھو لا یقلد من یقلدہ عیاض اعنی الامام مالك ولا من ھو اكبر منہ اعنی الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنهما۔

رہی قاضی عیاض کی تصحیح، تو میں کہتا ہوں اس میں مخالف مدعی اجتہاد کے لئے کوئی جائے تمسک نہیں، اس کے لئے قاضی عیاض کی تقلید کیسے روا ہوگی جب کہ وہ ان کی بھی تقلید نہیں کرتا جن کے قاضی عیاض مقلد ہیں یعنی امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نہ ان کی جو ان سے بھی بزرگ ہیں یعنی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ثم حسبنا فی قبول التصحیح ان نقول نعم صلی علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلٰوۃ الجنازۃ مرۃ وذلك حین تمت البیعۃ علی ید الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصحت ولایتہ اما قبل ذلك فماكان الناس الا یدعون وینصرفون ثم اذ اصلی الصدیق

پھر ہمارے لئے قبول تصحیح کے معاملے میں یہ کہنا کافی ہے کہ ہاں ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھی گئی —— وہ اس وقت جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت تمام ہوئی اور ان کی ولایت صحیح ہوگئی۔ اس سے قبل صرف یہ تھا کہ لوگ آکر دعا کرتے اور لوٹ جاتے۔ پھر جب حضرت صدیق نے نماز ادا کی تو

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ فی الثواب حدیث ۴۲۳۵۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/۵۹۶

Marfat.com

اقول وباللہ التوفیق ابنِ حبان اپنی صحیح اور حاکم مستدرک میں حضرت یزید بن ثابت انصاری برادرِ اکبر زید بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی ہیں:

قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما وردنا البقیع اذا ھو بقبر فسأل عنہ فقالوا فلانۃ فعرفھا فقال الا اذنتمونی بھا قالوا کنت قائلا صائما قال فلا تفعلوا لا عرفن ما مات منکم میت ماکنت بین اظھرکم الا اذنتمونی بہ فان صلاتی علیہ رحمۃ۔[1]

یعنی ہم ہمراہِ رقابِ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم باہر چلے جب بقیع پر پہنچے ایک قبر تازہ نظر آئی حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا، لوگوں نے عرض کی: فلاں عورت۔ حضور نے انھیں پہچانا، فرمایا: مجھے کیوں نہ خبر کی؟ عرض کی: حضور دوپہر کو آرام فرماتے تھے اور حضور کا روزہ تھا۔ فرمایا: تو ایسا نہ کرو جب تم میں کوئی مسلمان مرے مجھے خبر کردیا کرو کہ اُس پر میرا نماز پڑھنا رحمت ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ واقعہ واقعہ حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا کا غیر ہے، وہاں یہ تھا کہ اندھیری رات تھی ہمیں گوارا نہ ہُوا کہ حضور کو جگائیں، یہاں یہ ہے کہ دوپہر کا وقت تھا حضور آرام فرما تھے حضور کو روزہ تھا اور دونوں حدیثوں میں وہی ارشاد اقدس ہے کہ ایسا نہ کرو ہمیں اطلاع دیا کرو۔ اب خواہ یُوں ہو کہ ایک واقعہ کے حضار اور تھے اور دوسرے واقعہ کے لوگوں کو اس حکم کی خبر نہ تھی، خواہ یُوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس امر کو ارشادی محض بہ نظر رحمت تامہ حضور رؤف رحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم خیال کیا، نہ ایجابی۔ لہذا جہاں تکلیف کا خیال ہُوا ادب و آرام کو مقدم رکھا، بہرحال ایسے وقائع اُن سب وجوہ مذکورہ کے مورد ہیں۔ ایک بار کے فرمان سے کہ خبر دے دیا کرو، باقی بار کا بعد اطلاع اقدس ہونا ثابت نہیں ہوسکتا، کما لا یخفی۔

لاجرم طبرانی نے حصین بن وحوح انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی:

ان طلحۃ بن البراء مرض، فاتاہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یعودہ فقال انی لا اری طلحۃ الا قد حدث فیہ الموت فاذنونی بہ وعجلوا فلم یبلغ النبی

یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لائے اور یہ فرما گئے کہ اب اُن کا وقت آیا معلوم ہوتا ہے، مجھے خبر کردینا اور تجہیز میں جلدی کرنا۔ حضور اقدس

---

[1] الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان حدیث ۳۰۸۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۳۵

Marfat.com

نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جگانا خلافِ ادب جانا (ابن ابی شیبہ کی روایت موصولہ میں حدیث سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے) یہ بھی خوف ہوا کہ رات اندھیری ہے زمین میں ہر طرح کے کیڑے ہوتے ہیں اس وقت حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تشریف لے جانا مناسب نہیں، قال فدفنھا[۱] یہ خیال کر کے دفن کر دیا) صبح حضور کو خبر ہوئی، فرمایا: الم امرکم ان توذنونی بھا کیا میں نے تمھیں حکم نہ دیا تھا کہ مجھے اس کی خبر کر دینا۔ عرض کی: یارسول اللہ کرھنا ان نخرجك لیلا اونوقظك[۲] یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے دلوں کو گوارا نہ ہوا کہ رات میں حضور کو باہر آنے کی تکلیف دیں یا حضور کو خوابِ راحت سے جگائیں (کہ حضور کا خواب بھی تو وحی ہے کیا معلوم کہ اس وقت حضور خواب میں کیا دیکھتے سنتے ہوں) صحیح بخاری شریف میں حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے: فحقروا شانھا[۳] ——— صحیح مسلم میں انہی سے ہے: وکانھم صغروا امرھا[۴] یعنی یہ خیال کیا کہ وہ کیا اس قابل تھی کہ اس کے جنازہ کے لئے حضور کو جگا کر اندھیری رات میں باہر لے جائیں۔

مسندِ امام احمد میں حدیث عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فلا تفعلوا ادعونی لجنائزکم[۵] ایسا نہ کرو مجھے اپنے جنازوں کے لئے بلایا کرو۔

سنن ابن ماجہ میں حدیث زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے ہے حضور نے فرمایا:

فلا تفعلوا لا اعرفن مامات منکم میت ماکنت بین اظھرکم الا اٰذنتمونی بہ فان صلاتی لہ رحمۃ[۶] — ایسا کبھی نہ کرنا جب تک میں تم میں تشریف رکھوں جو شخص مرے مجھے ضرور خبر دینا کہ میری نماز اس کے حق میں رحمت ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

---

[۱] المصنف لابن ابی شیبہ — کتاب الجنائز — ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی — ۳/۳۶۱
التمہید لابن عبدالبر — الصلوٰۃ علی القبر رویت علی ستۃ وجوہ — المکتبۃ القدوسیہ لاہور — ۶/۲۶۳
[۲] مؤطا الامام مالک — التکبیر علی الجنائز — میر محمد کتب خانہ کراچی — ص ۲۰۸
[۳] صحیح البخاری — کتاب الجنائز — قدیمی کتب خانہ کراچی — ۱/۱۷۸
[۴] صحیح مسلم — ؍؍ — نور محمد اصح المطابع کراچی — ۱/۳۱۰
[۵] مسند امام احمد بن حنبل — حدیث عامر بن ربیعہ — دارالفکر بیروت — ۳/۴۴۴
[۶] سنن ابن ماجہ — باب ماجاء فی الصلوٰۃ علی القبر — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ص ۱۱۱
التمہید لابن عبدالبر — اباحۃ الصلوٰۃ علی قبرالخ — المکتبۃ القدوسیہ لاہور — ۶/۲۶۲

Marfat.com

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نیابت سے کرے گا۔ شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اعطیت الشفاعۃ[1] رواہ البخاری ومسلم والنسائی عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فی حدیث اعطیت خمسا لم یعطھن احد من الانبیاء قبلی[2]

شفاعت مجھے عطا فرمادی گئی ہے۔ اسے بخاری، مسلم اور نسائی نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ اس حدیث میں کہ مجھے پانچ چیزیں دی گئیں جو مجھ سے پہلے کے انبیاء کو نہ ملیں۔

حضور شافع شفیع صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا کان یوم القیمۃ کنت امام النبیین و خطیبھم وصاحب شفاعتھم غیر فخر[3] رواہ احمد والترمذی وابن ماجۃ والحاکم باسانید صحیحۃ عن ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

روزِ قیامت تمام انبیاء کا امام اور اُن کا خطیب اور اُن کی شفاعت کا مالک ہُوں اور یہ بات کچھ براہِ فخر نہیں فرماتا۔ اسے امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے صحیح سندوں سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

توجو شفاعت بے اذن والا کوئی کرے وُہ فضولی کا تصرف ہے کہ اذنِ مالک پر موقوف رہے گا۔ مالک اگر جائز کردے جائز ہوجائے گا اور اگر آپ ابتدائے تصرف کرے تو باطل،

فان البات اذا طرأ علی موقوف ابطلہ کما نص علیہ الفقہاء فی غیر ما مسئلۃ۔

اس لئے کہ قطعیت والا جب کسی موقوف پر طاری ہو تو اسے باطل کردیتا ہے جیسا کہ فقہاء نے متعدد مسائل میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔ (ت)

مثلاً عمرو ملکِ زید بے اذنِ زید بیع کردے، زید خبر پاکر روا رکھے روا ہے اور اگر خود از سرِ نو عقدِ بیع کرے تو ظاہر ہوگا کہ عقدِ فضولی پر قناعت نہ کی اب عقد یہی عقدِ مالک ہوگا نہ عقدِ فضولی۔ توصورتِ مذکورہ میں جس میّت پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود نماز پڑھیں۔ یہ اعادۂ نماز نہ ہوگا، بلکہ نمازِ اوّل یہی قرار پانی چاہئے۔ بحمد اللہ تعالٰی یہی معنی ہیں ہمارے بعض ائمہ کے فرمانے کے کہ نمازِ جنازہ کا فرض حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بے حضور کے پڑھے ساقط نہ ہوتا تھا یعنی حضور خود پڑھیں یا دوسروں کو اذن دیں،

---

[1] صحیح البخاری باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم جعلت لی الارض مسجدا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۶۲
[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍
[3] جامع الترمذی ابواب الجنائز امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۱۲۲

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم بنی سالم بن عوف حتی توفی، وکان قال لاھلہ لما دخل اللیل اذا مت فادفنونی ولا تدعوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانی اخاف علیہ الیھود ان یصاب بسببی فاخبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین اصبح[1] ملخصا الحدیث۔	صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم محلہ بنی سالم تک نہ پہنچے تھے کہ اُن کا انتقال ہوگیا اور انھوں نے رات آنے پر اپنے گھر والوں کو وصیت کردی تھی کہ جب میں مروں تو مجھے دفن کردینا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ بلانا، رات کا وقت ہے مجھے یہود سے اندیشہ ہے مبادا حضور کو میرے سبب سے کوئی تکلیف پہنچے۔ ان کے گھر والوں نے ایسا ہی کیا، صبح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی۔ وباللہ التوفیق۔

ثمّ اقول و باللہ استعین (پھر میں اللہ تعالٰی کی مدد سے کہتا ہوں۔ت) حقیقتِ ولایت سے قطع نظر کرکے یہاں ایک لطیف تر تقریر ہے کہ فیضِ قدیر سے قلبِ فقیر پر فائز ہوئی، نمازِ جنازہ شفاعت ہے کما صرحت بہ الاحادیث (جیسا کہ احادیث میں اس کی تصریح موجود ہے۔ت) احمد ومسلم و ابوداؤد وابن ماجہ کی حدیث میں عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من رجل مسلم یموت فیقوم علی جنازتہ اربعون رجلا لایشرکون باللہ شیئا الا شفعھم اللہ فیہ[2]	جس مسلمان کے جنازے پر چالیس مسلمان نماز میں کھڑے ہوں اللہ تعالٰی اس کے حق میں اُن کی شفاعت قبول فرمائے۔

احمد ومسلم ونسائی نے ام المومنین وانس بن مالک رضی اللہ عنہما اور ترمذی نے صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من میت تصلی علیہ امۃ من المسلمین یبلغون مائۃ کلھم یشفعون لہ الا شفعوا فیہ[3]	جس میت پر سو مسلمان نمازِ جنازہ میں شفیع ہوں اُن کی شفاعت اُس کے حق میں قبول ہو

اور مالکِ شفاعت صرف حضور شفیع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور جو کوئی شفاعت کرے حضور

---

[1] المعجم الکبیر حصین بن وحوح انصاری حدیث ۳۵۵۴ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۴/۲۸
[2] صحیح مسلم کتاب الجنائز نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۳۰۸
[3] " " " " " " " "

Marfat.com

اقول بنظارث دمذکور کہ ہمیں خبر کر دینا، اور اطلاع واقع نہ ہوئی، شرع سے اس کے لئے ایک اور نظیر مل گئی، مسجدِ محلہ میں اہلِ محلہ جب جماعتِ صحیحہ غیر مکروہہ باعلانِ اذان ادا کر چکیں تو دوسروں کو باعادہٗ اذان وہاں جماعت کی اجازت نہیں، اور اگر پہلی جماعت بے اذان یا باخفائے اذان واقع ہوئی تو انھیں روا ہے کہ اذان بروجہ مسنون دے کر محراب میں جماعت قائم کریں کہ جب وُہ جماعت برخلاف حکم سنّت تھی تو اب یہ اعادہٗ جماعت نہیں بلکہ یہی جماعتِ اولیٰ ہے کمابیّناہ فی رسالتنا القطوف الدانیۃ لمن احسن الجماعۃ الثانیۃ (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے رسالہ "القطوف الدانیۃ لمن احسن الجماعۃ الثانیۃ" میں بیان کیا ہے۔ت) یہی وجہ یہاں ہے ان تقریراتِ نفیسہ سے بحمد اللہ تعالیٰ حدیثِ سکینہ اور اس کی نظائر کی بحث کا تصفیہ تمام ہوگیا اور نہ صرف ان مجتہد صاحب کے اختراع بلکہ تمسکِ شافعیہ کا بھی جواب تمام۔

وبہ ظھر ان لوثبت ان الذین صلوا من قبل ان کانوا ھم المصطفین خلف المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن فیہ ماینکربہ علی شیئ من مذھبنا ولاحاجۃ بنا الی الجواب الذی اورد العلامۃ القسطلانی فی ارشاد الساری وارتضاہ المولی علی القاری فی المرقاۃ وذکرہ الفاضل الزرقانی فی شرح المؤطا ان صلٰوۃ غیرہ صلی اللہ علیہ وسلم وقعت تبعالہ صلی اللہ علیہ وسلم وبہ انحلت بحمد اللہ تعالٰی عقدۃ استصعبھا المحقق حیث اطلق فی الفتح واللہ سبحانہ ولی التوفیق والفتح والحمد للہ رب العٰلمین۔

اور اسی سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ اگر یہ بھی ثابت ہوجائے کہ جو لوگ جنازہ پہلے ادا کر چکے تھے وہی بعد کو سرکارِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیچھے صف بستہ تھے تو اس میں کوئی ایسی بات نہ ہوگی جو ہمارے مذہب پر گرد اعتراض بٹھاسکے ___ اور ہمیں اس جواب کی ضرورت نہیں جو علامہ قسطلانی نے ارشاد الساری میں ذکر کیا اور مولانا علی قاری نے مرقات میں اسے پسند کیا اور فاضل زرقانی نے شرح مؤطا میں اسے بیان کیا کہ "دوسرے حضرات کی نماز حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تبعیت میں تھی" ___ اور اسی سے بحمد اللہ تعالٰی ایک اور عقدہ حل ہوگیا جسے محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں دشوار قرار دیا ہے۔ اور خدائے پاک ہی توفیق اور کشف کا مالک ہے، اور ساری خوبیاں اللہ کے لئے جو سارے جہانوں کا مالک ہے۔ (ت)

Marfat.com

كما فعل فى الغال وكان يفعله اولاً فى من مات مديوناً ولم يترك وفاء۔

جیساکہ مالِ غنیمت کے اندر خیانت کرنے والے کے ساتھ کیا پہلے اُس مدیون کے ساتھ ایسا کرتے تھے جو ادائے دین کے لئے کچھ چھوڑ نہ جائے (ت)

اور اگر بے اطلاع حضور پُرنور لوگ خود پڑھ لیں، تو وُہ شفاعت بے اذن مالک ہے کافی و مسقط فرض نہیں۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے:

رأيت السيوطى ذكر فى انموذج اللبيب[1] انه ذكر بعض الحنفية ان فى عهده عليه الصلٰوة والسلام لا يسقط فرض الجنازة الا بصلاته فيؤل الى ان صلاة الجنازة فى حقه فرض عين وفى حق غيره فرض كفاية والله ولى الهداية۔

میں نے دیکھا کہ امام سیوطی نے انموذج اللبیب میں لکھا ہے کہ بعض حنفیہ نے بیان کیا کہ حضور اقدس علیہ الصلٰوۃ والسلام کے عہد پاک میں فرضِ جنازہ حضور کی نماز کے بغیر ساقط نہ ہوتا — تو اس کا مآل یہ ہوگا کہ نمازِ جنازہ حضور کے حق میں فرضِ عین اور دوسرے کے حق میں فرض کفایہ ہو — اور خدا ہی ہدایت کا مالک ہے (ت)

اقول لا يؤل اليه وكيف وقد ثبت ما ذكرنا من امر الغال والمديون ولم يقل القائل ان فرض الجنازة كان لا يسقط عنه الا بصلاته صلى الله عليه وسلم ولو اراد هذا لكان تقييده بعهده صلى الله عليه وسلم عبثاً مستغنى عنه انما المعنى ما قررنا ان الفرض لم يكن يسقط عن احد فى عهده ما لم يصل او يأذن لكونه هو مالك الشفاعة صلى الله عليه وسلم۔

اقول یہ مآل نہ ہوگا، یہ کیسے ہوسکتا ہے جب کہ وُہ جو ہم نے خائن اور مدیون کا معاملہ ذکر کیا وُہ ثابت ہے — اُس قائل نے یہ نہیں کہا کہ حضور سے بغیر نمازِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرض ساقط نہ ہوتا، اگر اس کا مقصد یہ ہوتا تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عہدِ مبارک کی قید لگانے کی کوئی ضرورت ہی نہ تھی، مقصود وہ ہے جو ہم نے بیان کیا کہ سرکار کے عہدِ مبارک میں کسی سے یہ فرض ساقط نہ ہوتا جب تک حضور خود نہ پڑھیں یا دوسرے کو اذن نہ دیں اس لئے کہ شفاعت کے مالک وہی ہیں، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ (ت)

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب المشی بالجنازۃ والصلٰوۃ علیہا مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/۵۰

Marfat.com

الحق لہ ولیس لغیرہ ولایۃ اسقاط وھو تاویل فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان الحق لہ قال اللہ تعالٰی النبی اولٰی بالمؤمنین من انفسھم وھکذا تاویل فعل الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم فان ابابکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کان مشغولا بتسویۃ الامور وتسکین الفتنۃ فکانوا یصلون علیہ قبل حضورہ وکان الحق لہ لانہ ھو الخلیفۃ فلما فرغ صلی علیہ ثم لم یصل احد بعدہ علیہ[1] اھ **اقول** وبما قررنا ظھر لک سقوط ماوقع ھھنا فی المنحۃ فافھم وتثبت وللہ المنۃ۔

ساقط کرنے کا اختیار نہیں ـــ یہی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فعل کی تاویل ہے کیونکہ حق سرکار کا تھا، اللہ تعالٰی فرماتا ہے: نبی مسلمانوں کے ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہیں ـــ اور اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے فعل کی تاویل ہے اس لئے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ معاملات درست کرنے اور فتنہ فرو کرنے میں لگے ہوئے تھے تو ان کی آمد سے پہلے لوگ صلوٰۃ پڑھتے جاتے اور حق صدیق کا تھا کیونکہ خلیفہ وہی ہوئے تو جب فارغ ہوئے سرکار کی نماز جنازہ پڑھی پھر کسی نے حضور کی نماز نہ پڑھی ـــ **اقول** ہماری تقریر سے وہ اعتراض ساقط ہوگیا جو یہاں منحۃ الخالق میں ہے۔ تو اسے سمجھو اور ثابت قدم رہو۔ اور احسان خدا ہی کا ہے (ت)

رابعًا ثبوت ہو کہ دوبارہ نماز پڑھنے والے خود وہی لوگ ہیں جو اول پڑھ چکے تھے کہ نئے لوگوں کا پڑھنا اگرچہ ولی احق کے بعد خلافیہ حنفیہ وشافعیہ ہو ان مجتہد صاحب کے مذہب وفتوٰی کا مصحح نہیں ہوسکتا کہ انھوں نے تو پڑھ چکنے والوں کو دوبارہ پڑھوائی۔

خامسًا ہر تقدیر پر ضرور ہے کہ جو حدیث ہو صحیح فقہی ہو۔ مجرد صحت حدیثی اثبات حکم کے لئے بس نہیں ہوتی، مجتہد صاحب اگر علم رکھتے ہوں گے صحت حدیثی وصحتِ فقہی کا فرق جانتے ہوں گے، ورنہ فقیر کا رسالہ الفضل الموھبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی ملقب بہ لقب تاریخی "اعز النکات بجواب سوال ارکات" جس کا سوال مقام ارکات سے آیا اور اس کے جواب میں لکھا گیا تھا ملاحظہ فرمائیں، نہ مثل حدیث تعدد الصلوٰۃ علٰی سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کہ:

اولًا حدیث صحیح بخاری شریف کے صریح خلاف جس میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری شاہد ومشاہد مشہد اُحد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی:

---

[1] منحۃ الخالق حاشیہ علی البحر الرائق فصل السلطان احق بصلٰوتہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۸۲

Marfat.com

تنبیہ : **اقول** و باللہ التوفیق ولایتِ میّت یا بذریعہ وراثت ملی ہے ولہذا جو وراثت میں مقدم ولایت میں اقدم یا بطور نیابت ولی احق و والی مطلق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے یعنی خلافت امام و سلطنتِ اسلام بعنی اول حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا کوئی ولی نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لانورث ماترکناہ صدقۃ[1]۔ رواہ احمد والبخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی عن ابی بکر صدیق وابوداؤد عن ام المؤمنین ونحوہ عن الزبیر واحمد و الشیخان وابوداؤد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

ہمارا کوئی وارث نہ ہوگا ہم جو کچھ چھوڑیں گے صدقہ ہے۔ اسے امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابوبکر صدیق سے روایت کیا اور ابوداؤد نے ام المومنین سے، اور اسی کے ہم معنی حضرت زبیر سے روایت کیا۔ اور امام احمد، بخاری، مسلم اور ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ سے بھی روایت کیا رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

حدیثِ اُم المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا میں ہے :

فاذامت فھو الی ولی الامر من بعدی[2]

جب میں انتقال فرماؤں تو میرے ترکے کا اختیار اُسے ہے جو میرے بعد ولیِ امر و خلیفہ ہوگا۔

رہی ولایت خلافت وہ ہنوز کسی کو نہ تھی، یہاں تک کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئی، اگر یہی مانئے کہ جنازۂ اقدس پر نماز ہوئی تو وُہ غیر والی احق سے بلا اذن ولی احق تھی، ہاں یہ ثابت کیا جائے کہ صدیق اکبر نے بعد خلافت نماز ادا کی اور پھر اعادہ کی گئی، مگر حاشا اس کا ثبوت کہاں۔ الحمدللہ اس تقریر کے بعد فقیر غفراللہ تعالٰی نے مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی سے پایا کہ بعینہٖ اسی جواب کی طرف اشارہ فرمایا۔ منحۃ الخالق میں مبسوط سے ہے :

لاتعاد الصلٰوۃ علی المیت الا ان یکون الولی ھو الذی حضر، فان

نمازِ جنازہ دوبارہ نہیں مگر یہ کہ ولی ہی بعد میں آیا تو اسے حق ہے اور دوسرے کو اس کا حق

---

[1] صحیح مسلم شریف کتاب الجہاد باب حکم الفئ نور محمد اصح المطابع کراچی ۹۱/۲
سُنن ابوداؤد کتاب الخراج والفئ آفتاب عالم پریس، لاہور ۶۰/۲

[2] ” ” ” ” ” ” ”

Marfat.com

شہداء پر نعشیں بدل کر نمازیں ہُوا کیں اور نعش مبارک سید الشہداء رضی اللہ عنہم بدستور رکھی رہی، مجرد نہ اٹھایا جانا مستلزم اعادۂ صلوٰۃ نہیں کہ یہ امر نیت حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علم پر موقوف اور نیت غیبت ہے اور غیبت پر اطلاع نہیں، ممکن کہ اُن کی نعش ہر بار کے برکات نازلہ میں شمول کے لئے رکھی گئی ہو۔ ظاہر ہے کہ ایسی جگہ رویت کا مبلغ صرف صورتِ ظاہرۃ تک ہے، نہ معنی باطن تک، اور مطلب مستدل کا ثبوت اُسی معنی باطن پر موقوف، اور اس پر دلیل نہیں تو استدلال راساً ساقط۔ ہاں اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خود اپنی زبان مبارک سے ایسا بیان فرماتے تو احتجاج صحیح تھا واذ لیس فلیس (اور جب وُہ نہیں تو یہ بھی نہیں۔ ت)

سادساً ذرا یہ بھی ملحوظ رہے کہ وہ محل محلِ اختصاص نہ ہو خصوصاً جہاں خصوص پر قرینہ قریبہ قائم ہو، جیسے حدیثِ خادمۂ مسجد رضی اللہ عنہا وغیرہا جن کی قبر پر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نماز پڑھ کر وجہ خود ارشاد فرمائی:

ان ھذہ القبور مملوۃ علی اھلھا ظلمۃ و انی انورھا بصلوتی علیھم[1] صلی اللہ علیہ وسلم قدر نورہ وجمالہ وجودہ ونوالہ علیہ وعلی اٰلہٖ اجمعین رواہ مسلم وابن حبان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ واصل الحدیث متفق علیہ۔

بیشک یہ قبریں اپنے ساکنوں پر اندھیرے سے بھری ہیں اور بیشک میں اپنی نماز سے انھیں روشن کردیتا ہُوں صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ تعالٰی ان پر درود وسلام نازل فرمائے ان کے نور وجمال اور جود ونوال کے اندازے سے اور ان کی آل واصحاب سب پر۔ یہ حدیث مسلم اور ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ اور اصل حدیث بخاری ومسلم کی متفق علیہ ہے۔ (ت)

زید بن ثابت ویزید بن ثابت رضی اللہ عنہما کی حدیثوں میں گزرا کہ بے میری اطلاع کے دفن نہ کردیا کرو کہ میری نماز اس کے حق میں رحمت ہے۔

اقول خود نظرِ ایمانی گواہ ہے کہ کروڑوں صلحاء واتقیاء کسی جنازہ کی نماز پڑھیں مگر وہ بات کہاں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پڑھنے میں ہے، وُہ برکات وہ درجات ومثوبات دوسرے کی نماز میں حاصل ہی نہیں ہوسکتیں، اور حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم بہ نص قطعی قرآنِ عظیم عزیز علیہ ماعنتم حریص علیکم بالمؤمنین رءوف رحیم[2] ہیں کہ ہر مسلمان کی کلفت اُن پر گراں، ایک ایک امتی کی بھلائی پر

---

[1] صحیح مسلم کتاب الجنائز نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۳۱۰
[2] القرآن ۹/۱۲۸

Marfat.com

امر بدفنهم بدمائهم ولم یغسلوا ولم یصلوا علیهم[1] و رواہ ایضا احمد بسند جید والترمذی وصححہ والنسائی و ابن ماجۃ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن شہدائے کرام کو ویسے ہی خون آلود دفن کرنے کا حکم فرمایا اور انھیں غسل نہ دیا گیا، نہ ان کی نماز ہوئی۔ اسے احمد نے سندِ جید کے ساتھ روایت کیا۔ ترمذی نے روایت کرکے صحیح قرار دیا۔ نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ (ت)

مجتہدینِ زمانہ کے مسلک کے بالکل خلاف ہے کہ حدیث صحیح بخاری کے رد کے لئے ادھر کی روایات پر عمل حلال جانیں۔

ثانیاً اُس کی خود حالت یہ کہ اس کی کوئی سند مسند مقال سے خالی نہیں اور متن بشدت مضطرب اگر اس کی تفصیل کیجئے ایک رسالہ مستقل ہوتا ہے، مجتہد صاحب کو ہوس ہوئی تو بعونہ تعالٰی تسکین کافی کی جائے گی وباللہ التوفیق لاجرم۔

ان مجتہدین تازہ کے بزرگوار ابنِ تیمیہ کے جدِ امجد نے منتقٰی میں کہا:

قد رویت الصلٰوۃ علیہم باسانید لاتثبت[2]

شہدائے اُحد کی نماز ہونا ایسی سندوں سے مروی ہے جو ثابت نہیں۔ (ت)

ہاں تو ایک اثر مرسل ابوداؤد نے مراسیل میں بسند ثقات ابومالک غفاری تابعی سے روایت کیا:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صلی علٰی قتلٰی اُحد عشرۃ عشرۃ فی کل عشرۃ حمزۃ رضی اللہ عنہ حتی صلی علیہ سبعین صلٰوۃ[3]

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شہدائے اُحد پر دس دس آدمی کرکے نماز پڑھی، ہر دس میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ہوتے، یہاں تک کہ ان پر ستّر بار نماز پڑھی۔ (ت)

یہ ایک تو مرسل، اور مرسل ان صاحبوں کے نزدیک مہمل، اور دوسرے فی نفسہٖ مشکل۔ شہدائے اُحد رضی اللہ عنہم ستّر تھے جب دس دس پر نماز ہوئی سات نمازیں ہوں گی ستّر کیونکر!

ثم اقول وباللہ التوفیق بعد تسلیم صحتِ حدیث غایت درجہ جو ثابت ہوگا وہ اس قدر کہ

---

[1] صحیح البخاری باب الصلٰوۃ علی الشہید قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۹

[2] منتقی الاخبار مع نیل الاوطار ترک الصلٰوۃ علی الشہید مصطفی البابی مصر ۴/۴۹

[3] السنن الکبرٰی کتاب الجنائز باب من زعم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی علی احد الخ دار صادر بیروت ۴/۱۲

Marfat.com

اجابۃ الدعوۃ وتشمیت العاطس[1] رواہ الشیخان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ پیچھے ہونا (۴) دعوت قبول کرنا (۵) چھینک پر تحمید کا جواب دینا۔ اسے بخاری و مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

عام مومنین کا حق ایسا ہونا آسان کہ حضار سے بعض نے ادا کردیا ادا ہوگیا مگر مولائے نعمت ہر دو جہان محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا حق عظیم کہ بعد حضرت حق عزوجل اعظم حقوق ہے، اگر تمام حضار پر لازم عین ہو کیا مستبعد، معہذا اعظم مقاصد مہمہ سے ہر مسلمان حاضر کا بالذات اس شرف اجل واعظم سے مشرف ہونا ہے۔ ہم اوپر متعدد احادیث بیان کرچکے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بندہ مقبول کو بعد وفات پہلا تحفہ جو بارگاہِ عزت سے ملتا ہے یہ ہے کہ جتنے لوگ اس کے جنازہ کی نماز پڑھتے ہیں اللہ عزوجل سب کی مغفرت فرمادیتا ہے[2]، نہ کہ نبی کا جنازہ نہ کہ سید الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والثناء کا، اس کے فضل کی مقدار کون قیاس کرسکتا ہے! شریعت محمدیہ علٰی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ مسلمانان کے لئے خیر محض ونفع خاص لے کر آئی ہے نہ کہ معاذ اللہ انھیں ایسے فضل عظیم سے محروم کرنا تو حکمت شرعیہ اسی کی مقتضی تھی کہ یہاں اجازت عامہ دی جائے۔ حجرۂ اقدس میں جگہ کتنی اور حضار تیس ھزار، کما ورد فی حدیث (جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے۔ ت)، اب اگر یہ حکم ہوتا کہ اول بار جو پڑھ لیں پڑھ لیں تو ہزار ہا صحابہ کی محرومی، دوسرے اس پر تنافس شدید واقع ہونا مظنون بلکہ یقینی، جب معلوم ہوتا کہ یہاں بھی مثل تمام جنائز ایک ہی بار کی اجازت ملے گی تو ہر ایک یہ چاہتا کہ میں ہی پڑھ لوں، لہذا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا علم عظیم وجودِ عمیم مقتضی ہوا کہ اپنے معاملہ میں خود فوج فوج حاضری کی وصیت فرمادی صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہی سرِ جلیل جنازہ اقدس پر جنازہ نہ ہونے کی بھی ایک حکمت نفیسہ ہے تاکہ تمام حضار بالذات بلاواسطہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے شرفیاب ہوں۔ امام اجل سہیلی یہاں امامت نہ ہونے کی وجہ فرماتے ہیں:

اخبر اللہ انہ وملئکتہ یصلون علیہ صلی اللہ علیہ وسلم وامر کل واحد من المومنین ان یصلی علیہ فوجب علٰی کل واحد ان یباشر

یعنی اللہ عزوجل نے خبر دی کہ وہ اور اس کے سب فرشتے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں اور ہر مسلمان پر حکم فرمایا کہ ان پر درود بھیجے صلی اللہ علیہ وسلم وعلٰی آلہ وبارک وسلم، تو ہر شخص پر واجب ہوا

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجنائز قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶۶

[2] نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول الاصل الرابع والخمسون الخ دار صادر بیروت ص ۸۰

Marfat.com

حریص، ہر مومن پر نہایت نرم دل مہربان ۔ وُہ کیونکر گوارا فرمائیں کہ دُنیا میں اُن کے تشریف رکھتے ہُوئے مسلمان سخت منزل کا سفر کرے اور اُن کی رحمت اُن کی برکت کا توشہ اُس کے ساتھ نہ ہو اوروں کی نماز اُن کی نماز سے کیا مانع ہوسکتی ہے تو اس فعل کا وجہِ خاص ہی سے ناشی ہونا ظاہر ولامع، و زید و عمر کا مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر قیاس باطل وضائع ۔ شرح موطائے امام مالک میں ہے :

والدلیل علی الخصوصیّۃ ما زاد مسلم (فذکرہ قال) وھذا لا یتحقق فی غیرہ صلی اللہ علیہ وسلم۔[1]

خصوصیت کی دلیل وُہ ہے جو مسلم نے مزید روایت کیا (اس کے بعد حدیث مذکور بیان کی پھر کہا) اور یہ بات حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علاوہ کسی دوسرے میں متحقق نہیں ۔ (ت)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں علامہ ابن ملک سے ہے :

صلاتہ صلی اللہ علیہ وسلم کانت لتنویر القبر وذا لا یوجد فی صلوٰۃ غیرہ۔[2]

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نماز قبر کو روشن کرنے کے لئے تھی اور یہ بات دوسرے کی نماز میں نہیں ۔ (ت)

اقول اس سے زائد محلِ خصوص خصوص واقعہ سید اہلِ خصائص ہے صلی اللہ علیہ وسلم ۔ وہاں تو ان معاملات میں بہت باتیں خصوصیات سے واقع ہُوئیں ۔ نعش مبارک کا مقابر کی طرف نہ لے جانا، جہاں رُوحِ اقدس نے رفیقِ اعلٰی کی طرف رجوع فرمایا خاص اسی جگہ دفن ہونا، نہلانے میں قمیص مقدس بدنِ اقدس سے نہ جُدا کیا جانا، سب صحابہ کے مشرف ہولینے کے لئے جنازہ مبارک کا پونے دو دن رکھا رہنا، جنازہ اقدس پر کسی کی امامت روا نہ ہونا اُنھیں خصوصیات میں، یہ بھی سہی، خصوصاً جبکہ حدیث میں وارد ہے کہ یہ صورت حسبِ وصیّتِ اقدس واقع ہوئی کما قدمنا من حدیث عبد اللہ رضی اللہ عنہ (جیسا کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث سے ہم اس کو پیش کر چکے ۔ ت) نمازِ جنازہ مسلمان کا حق مسلمان پر ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

حق المسلم علی المسلم خمس ردّ السلام و عیادۃ المریض واتباع الجنازۃ و

مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں : (۱) سلام کا جواب دینا (۲) بیمار کی عیادت کرنا (۳) جنازے کے

---

[1] شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک التکبیر علی الجنائز التجاریۃ الکبرٰی مصر ۲/ ۶۰

[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب المشی بالجنازہ و الصلوٰۃ علیہا مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/ ۵۱

Marfat.com

کہ حدیث سے اس کو ہم پیش کر آئے۔ت) اور اللہ عزوجل فرماتا ہے: من ذاالذی یشفع عندہٗ الا باذنہ کون ہے جو اللہ کے یہاں شفاعت کرے مگر اس کے اذن سے۔ اور اذن اللہ عزوجل کا قرآن عظیم سے ثابت ہو یا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے اذن قولی یا فعلی یا تقریری سے، اور صورتِ مذکورہ کا اذن کہیں ثابت نہیں ومن ادعی فعلیہ البیان (جو دعوٰی کرے دلیل اس کے ذمہ۔ت) لاجرم ان مجتہد صاحب نے بے ثبوت اذنِ الٰہی بارگاہِ عزت میں شفاعت پر جرأت و بیباکی کی اور اپنے ساتھ اور مسلمان کو بھی اس بلا میں ڈالا اور من ذاالذی یشفع شفاعۃ سیئۃ یکن لہ کفل منہا[۱] (جو کوئی بُری سفارش کرے اسے بھی اس کا حصّہ ملے۔ت) سے حصہ لیا دیا،

وھذا دلیل ان استقصی ادی الی اثبات المذھب تادیۃ صریحۃ ونفی قول کل من خالف فعلیک بتطلیب الصریحۃ۔

یہ ایسی دلیل ہے کہ اگر اس کی تہ تک جائیں تو صراحۃً اثبات مذہب تک پہنچائے اور ہر مخالف کے قول کی تردید کردے، تو صریح کی تلاش تمہارے ذمے ہے (ت)

ثانیاً مسند امام احمد وسنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتصلوا صلوٰۃ فی یوم مرتین[۲]

کوئی نماز ایک دن میں دو بار نہ پڑھو۔

نیز حدیث میں ہے:

لایصلی بعد صلاۃ مثلہا[۳]۔ رواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ عن امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ من قولہ وظاہر کلام الامام محمد انہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الامام ابن الھمام ومحمد اعلم بذلک منّا۔

کسی نماز کے بعد اس کے مثل نہ پڑھی جائے۔ اسے ابوبکر بن ابی شیبہ نے امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ان کے قول کی حیثیت سے نقل کیا، اور امام محمد کے ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ امام ابن الہمام فرماتے ہیں: امام محمد ہم سے زیادہ اس کا علم رکھتے ہیں (ت)

---

[۱] القرآن ۴/۸۵
[۲] مسند امام احمد بن حنبل از عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۲/۱۹
سنن ابی داؤد باب اذا صلی فی جماعۃ ثم ادرک جماعۃ آفتاب عالم پریس۔ لاہور ۱/۸۶
[۳] مصنف ابن ابی شیبہ من کرہ ان یصلی بعد الصلوٰۃ مثلہا ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۲۰۶

Marfat.com

الصلوٰۃ علیہ منہ الیہ والصلوٰۃ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد موتہ من ھذا القبیل[1] نقلہ فی شرح الموطا۔ کہ محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایسے درود بھیجے کہ بلا توسط دیگرے اُس شخص کی طرف سے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچے اللھم صل وسلم وبارک علیہ وآلہ وصحبہ وامتہ اجمعین۔ اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر بعد وصال شریف صلوٰۃ بھی اسی قبیل سے ہے۔ یعنی تو اُس کا کا بھی بے وساطت احدے ہونا چاہیے۔ اسے شرح موطا میں نقل کیا۔

بالجملہ یہ محل اعلیٰ مواطن خصوص سے ہے۔ ولاجرم علامہ سید ابو السعود محمد الزہری نے حواشی کنز میں فرمایا: تکرار الصلاۃ علی النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام، کان مخصوصا بہ۔[2] نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر تکرارِ نماز ان ہی کے ساتھ مخصوص تھی۔ (ت)

سابعًا پھر تنبیہ کی جاتی ہے کہ مجتہد صاحب اپنے مذہب کی فکر کریں۔ وہ واقعہ جو ان کے مسلک مذکور کا رَد ہو مثلاً مہینہ بھر بعد نماز پڑھنا کما علی ام سعد (جیسے حضرت اُمِ سعد پر۔ ت) یا مہینوں برسوں پیچھے کما علی اھل البقیع (جیسے بقیع والوں پر۔ ت) یا آٹھ برس گزرے کما علی اھل اُحد (جیسے اُحد والوں پر۔ ت) علاوہ اور جوابوں کے خود اُن کا رَد ہوگا، نہ اُن کی سند کہ یہاں اُن سے مطالبہ اپنا ادعا ثابت کرنے کا ہے وانی لہ ذٰلک واللہ الھادی الٰی اَقوم المسالک (اور ان سے یہ کہاں ہو سکے گا؟ اور خدا ہی راست ترین راہ کی ہدایت فرمانے والا ہے۔ ت)

الحمدللہ! ان چند جمل نفیسہ مجلہ مختصرہ نے صرف مجتہدینِ زمانہ ہی کے آنکھ کان نہ کھولے بلکہ بحمد اللہ تعالٰی بنظرِ انصاف دیکھیے تو مسئلہ کا فیصلہ بحث کا تصفیہ کاملہ کر دیا۔

وللہ الحمد اب بتوفیق اللہ تعالٰی بعض نکات وتمسکات کہ اس مسئلہ میں فیض قدیر سے قلب فقیر پر فائز ہوئے ذکر کرکے کلام ختم کروں جو بعونہ تعالٰی اصل مسئلہ اعنی ممانعت تکرار جنازہ میں تائید مذہب حنفیت کریں یا مسلک طریدِ مجتہد جدید کا ابطال کلی خواہ ابطال کلیت۔

فاقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الٰی ذری التحقیق (تو میں کہتا ہوں، اور توفیق خدا ہی سے ہے اور اسی کی مدد سے بلندیٔ تحقیق تک رسائی ہے۔ ت)

اوّلاً نماز جنازہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں میّت کی شفاعت ہے کما قد مناعن الحدیث (جیسا

---

[1] شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک ماجاء فی دفن المیت المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۲/۶۶
[2] فتح المعین فصل فی الصلوٰۃ علی المیت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۵۳

خامسًا شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں :

در بعض روایات آمدہ کہ روزِ دیگر ابوبکر صدیق و عمر فاروق و دیگر اصحاب بخانۂ علی مرتضیٰ بجہت تعزیت آمدند شکایت کردند کہ چرا مارا خبر نہ کردی تا شرفِ نماز و حضوری دریافتم۔ علی مرتضیٰ گفت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وصیت کردہ بود کہ چوں از دنیا بروم مرا بہ شب دفن کنی تا چشمِ نامحرم بر جنازہ من نیفتد، پس بموجب وصیت وے عمل کردم۔ این ست روایت مشہور[1]

بعض روایات میں آیا ہے کہ دوسرے دن حضرات ابوبکر صدیق و عمر فاروق و دیگر صحابہ حضرت علی مرتضیٰ کے گھر تعزیت کے لئے آئے اور شکایت فرمائی کہ ہمیں خبر کیوں نہ دی کہ ہم نماز اور حاضری کا شرف حاصل کرتے۔ علی مرتضےٰ نے فرمایا : فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وصیت کی تھی کہ میں جب دنیا سے جاؤں تو مجھے رات میں دفن کریں تاکہ میرے جنازے پر نامحرم کی نظر نہ پڑے، تو میں نے ان کی وصیت کے مطابق عمل کیا۔ یہ ہے روایتِ مشہور۔ (ت)

اقول ان روایات سے بھی روشن کہ صدیق و فاروق و عبداللہ بن سلام و دیگر اصحاب کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم دوبارہ نمازِ جنازہ ناجائز جانتے ورنہ فوت ہونا کیا معنی، اور شکایت وافسوس کا کیا محل۔

سادسًا ابوبکر بن ابی شیبہ اپنی مصنف اور امام اجل ابوجعفر طحاوی شرح معانی الآثار میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے موقوفًا اور ابن عدی کامل میں بروایت ابن عباس حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی :

وھذا احدیث الطحاوی بطریق عمر بن ایوب الموصلی عن مغیرۃ بن زیاد عن عطاء عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی الرجل تفجأہ الجنازۃ وھو علیٰ غیر وضوء قال یتیمم ویصلی علیہا[2]۔

(اور یہ امام طحاوی کی حدیث ہے جس کی سند یہ ہے عمر بن ایوب موصلی، مغیرہ بن زیاد، عطاء، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے۔ ت) یعنی جس شخص کے پاس ناگاہ جنازہ آجائے اور اُسے وضو نہ ہو وہ تیمم کرکے نماز پڑھ لے۔

ابن ابی شیبہ کی روایت یہ ہے :

حدثنا عمر بن ایوب الموصلی عن مغیرۃ

ہم سے عمر بن ایوب موصلی نے مغیرہ بن زیاد سے

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ — باب دہم — سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۲۸۱

[2] شرح معانی الآثار — باب ذکر الجنب والحائض — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/ ۶۴

Marfat.com

اقول یہ حدیثیں بھی نفیِ تکرار پر صریح دال ہیں، حدیث ثانی تو عام مطلق ہے، اور اول میں فی یوم کی قید اس نظر سے کہ مثلاً ظہر کی نمازوں کی تکرار سے تو آپ ہی مکرر ہوگی، کل کی ظہر اور آج کی اور کہ ان کا سبب وقت ہے، جب وقت دوبارہ آیا دوبارہ آئی، مگر ایک ہی سبب یعنی ایک ہی وقت میں مکرر نہ ہوگی، نمازِ جنازہ کا سبب مسلم میّت ہے۔ جب میت متکرر ہو نماز متکرر ہوگی مگر ایک ہی میّت پر مکرر نہیں ہوسکتی۔

ثالثاً ابوبکر بن ابی شیبہ استاد امام بخاری ومسلم نے روایت کی:

عن صالح مولی التوأمۃ عمن ادرک ابابکر وعمر رضی اللہ تعالٰی عنہما انھم کانوا اذا تضایق بھم المصلی انصرفوا و لم یصلوا علی الجنازۃ فی المسجد[1]۔

یعنی ابوبکر صدیق وعمر فاروق ودیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی عادتِ کریمہ تھی کہ جب نمازِ جنازہ میں مصلّی تنگی کرتا کہ اس میں گنجائش نہ پاتے واپس جاتے اور نماز جنازہ مسجد میں نہ پڑھتے۔

اقول نمازِ جنازہ کے جو فضائل جلیلہ ہیں صدیق وفاروق وصحابہ رضی اللہ تعالٰی علیہم پر مخفی نہ تھے نہ اُن سے توقع کہ ایسے فضل جلیل کے لئے تشریف بھی لائیں اور پھر باوصف قدرت اُسے چھوڑ کر چلے جائیں اگر نمازِ جنازہ دوبارہ جائز ہوتی تو تنگی مصلی کیا حرج کرتی اور واپس جانے کی کیا وجہ تھی۔ جب پہلے لوگ پڑھ چکے اس کے بعد دوسری جماعت فرما لیتے۔

رابعاً۔ عن عبد اللہ بن سلام لما فاتتہ الصلٰوۃ علی عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ قال ان سبقت بالصلٰوۃ فلم اسبق بالدعاء لہ[2]۔ ذکرہ السید الازھری فی فتح اللہ المعین وقد کان ھذا الحدیث فی ذکری والاستناد بہ فی خاطری حتی رأیت الازھری تمسک بہ فاسندتہ الیہ ولم یحضرنی الاٰن من غیرہ۔

یعنی عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالٰی عنہ کو جب امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے جنازہ مبارک پر نماز میرے آنے سے پہلے ہوچکی تو کہا کہ دعا کی بندش تو نہیں میں ان کے لئے دعا کروں گا۔ اسے فتح اللہ المعین میں سید ازہری نے ذکر کیا، یہ حدیث مجھے یاد تھی اور اس سے استناد میرے ذہن میں تھا یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ سید ازہری نے اس سے استدلال کیا ہے تو میں نے ان ہی کی طرف اس کی نسبت کی اور برقت اس کا کوئی اور حوالہ میرے ذہن میں نہیں۔ (ت)

[1] المصنف لابن ابی شیبہ من کرہ الصلٰوۃ علی الجنائز فی المسجد ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۳/۳۶۵
[2] فتح اللہ المعین فصل فی الصلٰوۃ علی المیت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۵۳

Marfat.com

(اور تمھیں پانی نہ ملے۔ ت) اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایقبل اللہ صلٰوۃ احدکم اذا احدث حتی یتوضأ[1]۔ اخرجہ الشیخان وابوداؤد والترمذی عن ابوھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بے وضو جب تک وضو نہ کرے خدا اس کی نماز قبول نہیں فرماتا۔ اسے بخاری ومسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

اور خود حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتقبل صلٰوۃ بغیر طھور ولا صدقۃ من غلول[2]۔ اخرجہ عنہ مسلم والترمذی وابن ماجۃ۔

کوئی نماز بغیر طہارت کے، اور کوئی صدقہ مال خیانت سے مقبول نہیں۔ اسے حضرت ابوہریرہ سے مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔ (ت)

نمازِ جنازہ میں تعجیل شرعاً نہایت درجہ مطلوب۔ صحاح ستہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: اسرعوا بالجنازۃ[1] جنازہ میں جلدی کرو۔

امام احمد[2] و ترمذی و ابن ماجہ و حاکم و ابن حبان وغیرہم امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے راوی حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلاث لاتؤخرھن، الصلٰوۃ اذا اتت والجنازۃ اذا حضرت والایم اذا وجدت لھا کفوا[4]۔

تین چیزوں میں دیر نہ کرو: نماز جب اُس کا وقت آجائے اور جنازہ جس وقت حاضر ہو، اور زنِ بے شوہر جب اس کا کُفو ملے۔

سننِ ابی داؤد[3] میں حصین بن وحوح انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

عجلوا فانہ لاینبغی لجیفۃ مسلم ان

جلدی کرو کہ مسلمان کے جنازے کو

---

[1] صحیح البخاری | باب لاتقبل الصلٰوۃ بغیر طھور | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/ ۲۵
کتاب الحیل | | ۲/ ۱۱۲۸
صحیح مسلم | کتاب الطہارۃ | نور محمد اصح المطابع کراچی | ۱/ ۱۱۹

[2] صحیح مسلم

[3] کتاب الجنائز | | ۱/ ۳۰۷

[4] المستدرک علی الصحیحین | کتاب النکاح | دار الفکر بیروت | ۲/ ۱۶۲
جامع الترمذی | ابواب الجنائز | امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی | ۱/ ۱۲۷

Marfat.com

بن زیاد عن عطاء عن ابن عباس قال اذا خفت ان تفوتك الجنازة وانت علی غیر وضوء فتیمم وصل[1]

روایت کی انھوں نے عطاء سے، انھوں نے حضرت ابن عباس سے، انھوں نے فرمایا۔ ت) جب تجھے نماز جنازہ کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو اور وضو نہیں تو تیمم کرکے پڑھ لے۔

ابن عدی کی حدیث یوں ہے:

عن معافی بن عمران عن مغیرة بن زیاد عن عطاء عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال اذا فجأتك الجنازة وانت علی غیر وضوء فتیمم[2] قال ابن عدی هذا مرفوع غیر محفوظ والحدیث موقوف علی ابن عباس[3]۔

(معافی بن عمران، مغیرہ بن زیاد سے، وہ عطاء سے، وہ ابن عباس سے، وہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے راوی ہیں۔ ت) یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا "جب ناگہانی تیرے سامنے جنازہ آجائے اور تجھے وضو نہ ہو تو تیمم کرلے"۔ (ابن عدی نے کہا یہ مرفوع غیر محفوظ ہے اور حدیث حضرت ابن عباس پر موقوف ہے۔ ت)

دارقطنی و بیہقی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

انه اتی الجنازة وهو علی غیر وضوء فتیمم ثم صلی علیها[4]۔

یعنی ان کے پاس ایک جنازہ آیا اُس وقت وضو نہ تھا تیمم کرکے نماز میں شریک ہوگئے۔

اسی کے مثل ابن ابی شیبہ و امام طحاوی نے باسانید کثیرہ امام حسن بصری و امام ابراہیم نخعی و ابوبکر نے عکرمہ تلمیذ ابن عباس اور طحاوی نے عطاء بن ابی رباح و عامر و ابن شہاب زہری و حکم سات ائمہ تابعین سے روایت کیا اگر نماز جنازہ کی تکرار روا ہوتی تو فوت کے کیا معنی تھے؟ اور اُس کے لئے تندرست کو پانی موجود ہوتے ہُوئے تیمم کیونکر جائز ہوتا؟ حالانکہ رب جل و علا فرماتا ہے: ولم تجدوا ماءً[5]

---

[1] المصنف لابن ابی شیبہ فی الرجل یخاف ان تفوتہ الصلوٰۃ علی الجنازۃ ادارۃ القرآن کراچی ۳/ ۳۰۵

[2] الکامل لابن عدی ترجمہ یمان بن سعید المصیصی دارالفکر بیروت ۷/ ۲۶۴۰

[3]

[4] سنن دارقطنی باب الوضوء والتیمم من آنیۃ المشرکین نشر السنۃ ملتان ۱/ ۲۰۲

[5] القرآن ۴/ ۴۳

Marfat.com

ترمذی کی روایت میں ہے :

من صلی علیہ ثلثۃ صفوف اوجب[1] جس پر تین صفیں نماز پڑھیں اُس کے لئے جنت واجب ہوگئی ۔

ابن ماجہ[5] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من صلی علیہ مائۃ من المسلمین غفرلہ[2] جس پر سو مسلمان نماز پڑھیں بخش جائے ۔

نسائی[6] ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

مامن میت یصلی علیہ امۃ من الناس الاشفعوا فیہ[3] جس مُردے پر مسلمانوں کا ایک گروہ نماز پڑھے اُن کی شفاعت اس کے حق میں قبول ہو ۔

راویِ حدیث ابوالملیح نے کہا : گروہ چالیس[4] آدمی ہیں ۔

طبرانی معجم کبیر میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

مامن رجل یصلی علیہ الاغفر اللہ لہ[4] جس مسلمان پر سو آدمی نماز پڑھیں اللہ عزوجل اُس کی مغفرت فرمادے ۔

لہٰذا شریعتِ مطہرہ نے صرف فرضیت کفایہ پر اکتفا نہ فرمایا بلکہ نمازِ جنازہ میں نمازیوں کے لئے عظیم و اعظم افضالِ الٰہیہ کے وعدے دئے کہ لوگ اگر نفعِ میت کے خیال سے جمع نہ ہوں گے اپنے فائدے کے لئے دوڑیں گے، اس بارے میں چھ میں چھ حدیثیں اوپر گزریں، اور صحاح ستہ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من شھد الجنازۃ حتی یصلی علیہا فلہ جو نماز ہونے تک جنازہ میں حاضر رہے اس کے لئے

---

[1] جامع الترمذی ابواب الجنائز امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۲۲

[2] سنن ابن ماجہ باب ما جاء فیمن صلی علیہ جماعۃ من المسلمین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰۸

[3] سنن النسائی فضل من صلی علیہ مائۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۲۸۲

[4] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی فی الکبیر باب فیمن صلی علیہ جماعۃ دارالکتاب بیروت ۳/۳۶

Marfat.com

یحبس بین ظهر انی اهله[1] — روکنا نہ چاہیئے۔

طبرانی بہ سند حسن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

اذا مات احدکم فلا تحبسوہ واسرعوا بہ الی قبرہ[2] — جب تم میں سے کوئی مرے تو اسے نہ روکو اور جلد دفن کو لے جاؤ۔

ولہذا علماء فرماتے ہیں: اگر روز جمعہ پیش از جمعہ جنازہ تیار ہوگیا جماعت کثیرہ کے انتظار میں دیر نہ کریں پہلے ہی دفن کردیں۔ اس مسئلہ کا بہت لحاظ رکھنا چاہیے کہ آج کل عوام میں اس کے خلاف رائج ہے۔ جنھیں کچھ سمجھ ہے وُہ تو اسی جماعت کثیر کے انتظار میں روکے رکھتے ہیں، اور نرے جُہال نے اپنے جی سے اور باتیں تراشی ہیں کوئی کہتا ہے میت بھی جمعہ کی نماز میں شریک ہوجائے، کوئی کہتا ہے نماز کے بعد دفن کریں گے تو میت کو ہمیشہ جمعہ ملتا رہے گا۔ یہ سب بے اصل وخلاف مقصد شرع ہیں۔ درمختار میں ہے: یسرع فی جنازۃ (جنازہ میں جلدی کرے۔ ت) تنویر الابصار میں ہے:

وکرہ تاخیر صلاتہ ودفنہ لیصلی علیہ جمع عظیم بعد صلوۃ الجمعۃ[4] — اس مقصد سے کہ جمعہ کے بعد جماعت عظیم شریک جنازہ ہو نماز جنازہ اور دفن میں تاخیر مکروہ ہے۔ (ت)

نیز جنازے پر تکثیر جماعت شرعاً بہت محبوب کہ اس میں میت کی اعانت جسیم اور اس کے لئے محو سیئات و رفع درجات کی امید عظیم ہے، چالیس نمازیوں اور سو نمازیوں کی تین حدیثیں اوپر گزریں اور احمد و ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ حضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما من مومن یموت فیصلی علیہ امۃ من المسلمین یبلغون ان یکونوا ثلثۃ صفوف الا غفر لہ[5] — جس مسلمان کے جنازے پر مسلمانوں کا ایک گروہ کہ تین صف کے مقدار کو پہنچتا ہو نماز پڑھے اس کی مغفرت ہوجائے گی۔

---

[1] سنن ابی داؤد — باب تعجیل الجنازہ — آفتاب عالم پریس لاہور — ۲/ ۹۴
[2] المعجم الکبیر — مروی از عبداللہ بن عمر حدیث ۱۳۶۱۳ — المکتبۃ الفیصلیہ بیروت — ۱۲/ ۴۴۴
[3] درمختار — باب صلوۃ الجنائز — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/ ۱۲۴
[4] درمختار شرح تنویر الابصار
[5] سنن ابی داؤد — باب فی الصفوف علی الجنازہ — آفتاب عالم پریس لاہور — ۲/ ۹۵

Marfat.com

شرعیہ اسی کی مقتضی ہوئی کہ تکرار کی اجازت نہ دیں۔ جب لوگ جانیں گے کہ اگر نماز ہو چکی تو پھر نہ ملے گی اور ایسے افضال عظیمہ ہاتھ سے نکل جائیں گے تو خواہی نہ خواہی جلدی کرتے حاضر آئیں گے اور میت کے فائدے اور اپنے بھلے کے لئے جلد جمع ہو جائیں گے اور شرع مطہر کے دونوں مقصد باحسن وجوہ رنگ ظہور پائیں گے۔

الحمدللہ! یہ ایک ادنیٰ شمہ ہے اُس الٰہی عالم ربانی حاکم کی نظر حقائق نگر کا جو مصداق اعلیٰ عظیم بشارت والا اُس حدیث صحیح کا ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لوکان العلم معلقا بالثریا لتناوله قوم من ابناء فارس[1] رواہ الامام احمد فی المسند وابونعیم فی الحلیۃ عن ابی ھریرۃ والشیرازی فی الالقاب عن قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

علم اگر ثریا پر معلق ہوتا تو اولادِ فارس سے کچھ لوگ اسے وہاں سے بھی لے آتے۔ اسے امام احمد نے مسند میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت ابوہریرہ سے اور شیرازی نے القاب میں حضرت قیس بن سعد سے روایت کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اعنی امام الائمہ سراج الامہ کاشف الغمہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی رائے منیرو نظر بے نظیر تمام مصالح شرعیہ کو محیط وجامع، اور مومنین کے لئے ان کی حیات وموت میں خیر محض و نافع

فجزاہ اللہ عن الاسلام والمسلمین کل خیر وقاہ وتابعیہ بحسن الاعتقاد کل ضروضیر آمین یا ارحم الراحمین والحمدللہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولٰنا محمد واٰلہ وصحابتہ ومجتھدی ملۃ اجمعین آمین!

تو خدا اسلام اور مسلمانوں کی جانب سے انھیں خیر کا صلہ دے اور انھیں اور حُسنِ اعتقاد کے ساتھ ان کا اتباع کرنے والوں کو ہر تکلیف اور نقصان سے بچائے، اور سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے! قبول فرما۔ اور سب خوبیاں اللہ کیلئے جو سارے جہانوں کا مالک ہے۔ اور خدائے برتر ہمارے آقا و مولا حضرت محمد، ان کی آل، ان کے صحابہ اور ان کے دین کے مجتہدین سب پر درود و سلام نازل فرمائے۔ الٰہی! قبول فرما!

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از ابوہریرہ دارالفکر بیروت ۲/ ۲۹۷، ۴۲۰، ۴۲۲، ۴۶۹
حلیۃ الاولیاء ترجمہ نمبر ۳۲۸ شہر بن حوشب دارالکتاب العربی بیروت ۶/ ۶۴
جامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۷۴۶۴ دارالمعرفۃ بیروت ۵/ ۳۲۳

Marfat.com

قیراط ومن شھدھا حتی تدفن فلہ قیراطان قیل وما قیراطان قال مثل الجبلین العظیمین[1]۔ ولمسلم اصغرھا مثل احد[2]۔

ایک دانگ ثواب ہے اور دفن تک حاضر رہے تو دو دانگ، جیسے بڑے دو پہاڑ۔ ان میں کا چھوٹا کوہِ اُحد کے برابر۔

اسی کے مثل مسلم و ابن ماجہ نے حضرت ثوبان اور امام احمد نے بسندِ صحیح قیراط نماز کی حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی، اور طبرانی معجم اوسط میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اتبع جنازۃ حتی یقضی دفنھا کتب لہ ثلثۃ قراریط القیراط منھا اعظم من جبل اُحد[3]۔

جو کسی جنازہ کے ساتھ رہے یہاں تک کہ دفن ہوچکے اُس کے لئے تین قیراط اجر لکھا جائے۔ ہر قیراط کوہِ اُحد سے بڑا۔

بزار کی یہاں حدیث موقوف ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے، جو کسی جنازہ میں اہل جنازہ کے پاس تک جائے اُس کے لئے ایک قیراط ہے، پھر اگر جنازہ کے ساتھ تک چلے تو ایک قیراط اور ملے اور نماز پر تیسرا اور دفن پر انتظار تک چوتھا قیراط پائے۔

ابن ماجہ امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے راوی:

من غسل میتا وکفنہ وحنطہ وحملہ وصلی علیہ ولم یفش علیہ ما رای خرج من خطیئتہ مثل ما ولدتہ امہ[4]۔

جو کسی میّت کو نہلائے، کفن پہنائے، خوشبو لگائے، جنازہ اٹھائے، نماز پڑھے اور جو ناقص بات نظر آئے اُسے چھپائے وہ اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہوجائے جیسا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔

اب اگر نمازِ جنازہ میں تکرار کی اجازت دیتے ہیں تو لوگ تسویف وکسل کی گھاٹی میں پڑیں گے۔ کہیں گے کہ جلدی کیا ہے اگر ایک نماز ہوچکی ہم دوبارہ پڑھ لیں گے، بر تقدیر پر اگر لوگوں کا انتظار کیا جائے تو جنازہ کو دیر ہوتی ہے اور جلدی کیجئے تو جماعت ہلکی رہتی ہے اور دونوں باتیں مقصودِ شرع کے خلاف، لاجرم مصلحت

---

[1] صحیح مسلم کتاب الجنائز نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۳۰۷

[2] ؎ ؎

[3] مجمع الزوائد بحوالہ المعجم اوسط باب تجہیز المیت دار الکتاب بیروت ۳/۲۰

[4] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی غسل المیت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰۶

Marfat.com

سرخسی میں ہے :

ان ابابکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کان مشغولا بتسویۃ الامور وتسکین الفتنۃ فکانوا یصلون علیہ قبل حضورہ وکان الحق لہ لانہ ہو الخلیفۃ فلما فرغ صلی علیہ ثم لم یصل احد بعدہ علیہ[1]۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ معاملات درست کرنے اور فتنہ فرو کرنے میں مشغول تھے لوگ ان کی آمد سے پہلے آکر صلوٰۃ پڑھتے جاتے، اور حق ان کا تھا اس لئے کہ وُہ خلیفہ تھے، تو جب فارغ ہوئے نماز پڑھی، پھر اس کے بعد نماز نہ پڑھی گئی۔ (ت)

بزار و حاکم و ابن منیع و بیہقی اور طبرانی معجم اوسط میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا :

اذا غسلتمونی وکفنتمونی فضعونی علٰی سریری ثم اخرجوا عنی فان اول من یصلی علیّ جبریل ثم میکائیل ثم اسرافیل ثم ملک الموت مع جنودہ من الملئکۃ باجمعھم ثم ادخلوا علیّ فوجا بعد فوج فصلوا علیّ وسلموا تسلیما[2]۔

جب میرے غسل و کفن سے فارغ ہو مجھے نعش مبارک پر رکھ کر باہر چلے جاؤ، سب سے پہلے جبریل مجھ پر صلوٰۃ کریں گے پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر ملک الموت اپنے سارے لشکروں کے ساتھ پھر گروہ گروہ میرے پاس حاضر ہو کر مجھ پر درود و سلام عرض کرتے جاؤ۔

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

---

[1] مبسوط امام سرخسی باب غسل المیت دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۶۷

[2] المستدرک علی الصحیحین کتاب المغازی دارالفکر بیروت ۳/ ۶۰
شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک بحوالہ البزار باب ۱۴۹ المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۲/ ۶۶

Marfat.com

الحمد للہ کہ یہ مجمل ومختصر عجالہ ہسلخ رجب کو غرہ سمائے تمام ہُوا اور بلحاظ تاریخ النہی الحاجز عن تکرار صلٰوۃ الجنائز نام ہوا - واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ازشہر چاٹگام موضع چرباکلیہ مکان روشن علی مستری مرسلہ منشی محمد اسمٰعیل ۱۳ شوال ۱۳۲۰ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جنازہ کی نماز کے مرتبہ پڑھی گئی، اور اول کس شخص نے پڑھائی تھی؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صلی اللہ تعالٰی علٰی حبیبہ واٰلہٖ وبارك وسلم۔ سائل کو جواب مسئلہ سے زیادہ نافع یہ بات ہے کہ درود شریف کی جگہ جو عوام وجہال صلعم یا ع یا م یا ص یا صللم لکھا کرتے ہیں محض مہمل و جہالت ہے "القلم احدی اللسانین (قلم دو زبانوں میں سے ایک ہے۔ ت) جیسے زبان سے درود شریف کے عوض یہ مہمل کلمات کہنا درود کو ادا نہ کرے گا یُوں ہی ان مہملات کا لکھنا درود لکھنے کا کام نہ دے گا، ایسی کوتاہ قلمی سخت محرومی ہے۔ میں خوف کرتا ہُوں کہ کہیں ایسے لوگ فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی قیل لھم[1] (تو ظالموں نے بدل ڈالی وُہ بات جو ان سے کہی گئی تھی۔ ت) میں داخل ہوں۔ نام پاک کے ساتھ ہمیشہ پُورا درود لکھا جائے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ جنازہ اقدس پر نماز کے باب مختلف ہیں۔ ایک کے نزدیک یہ نماز معروف نہ ہُوئی بلکہ لوگ گروہ درگروہ حاضر آتے اور صلٰوۃ وسلام عرض کرتے بعض احادیث بھی اس کی مؤید ہیں کما بیناھا فی رسالتنا النہی الحاجز عن تکرار صلٰوۃ الجنائز (جیسا کہ انھیں ہم نے اپنے رسالہ النہی الحاجز عن تکرار صلٰوۃ الجنائز میں بیان کیا ہے۔ ت) اور بہت علماء یہی نماز معروف مانتے ہیں، امام قاضی عیاض نے اسی کی تصحیح فرمائی کما فی شرح الموطا للزرقانی (جیسا کہ علامہ زرقانی کی شرح موطا میں ہے۔ ت) سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ تسکینِ فتن وانتظامِ اُمت میں مشغول جب تک ان کے دستِ حق پرست پر بیعت نہ ہوئی تھی، لوگ فوج فوج آتے اور جنازہ انور پر نماز پڑھتے جاتے، جب بیعت ہولی ولی شرعی صدیق ہوئے انھوں نے جنازہ مقدس پر نماز پڑھی، پھر کسی نے نہ پڑھی کہ بعد صلٰوۃِ ولی پھر اعادہ نمازِ جنازہ کا اختیار نہیں۔ ان تمام مطالب کی تفصیلِ قلیل فقیر کے رسالہ مذکورہ میں ہے۔ مبسوط امام شمس الائمہ

---

[1] القرآن ۲/ ۵۹

Marfat.com

الهادی الحاجب عن جنازۃ الغائب

۱۳۲۶ھ

(غائب کی نماز جنازہ سے روکنے والا ہادی)

مسئلہ ۸۵ تا ۸۷ از معسکر بنگلور رجامع مرسلہ مولوی عبدالرحیم صاحب مدراسی ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے احناف رحمہم اللہ تعالٰی کہ حنفی[۱] مذہب میں نماز جنازہ مع اولیائے میت پڑھ لئے ہوں پھر دوبارہ پڑھنا، اور[۲] نماز جنازہ غائب پر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور[۳] اگر امام شافعی مذہب ہو تو اس کے اقتدا سے ہم حنفیوں کو یہ دونوں امر جائز ہو جائیں گے یا نہیں؟ یہ حیلہ ہمارے مذہب میں کچھ اصل ہے یا نہیں؟ ہمارے بلاد دکن اضلاع بنگلور و مدراس میں ان مسئلوں کی اشد ضرورت ہے، امید کہ عبارات عام فہم ہوں گی۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی لا یشفع عندہ الا باذنہ والصلوٰۃ والسلام علی من امر بالوقوف عند حدود دینہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ قدر کمالہ وحسنہ اٰمین۔

تمام تعریف اللہ کے لئے جس کے حضور اس کے اذن کے بغیر کوئی شفاعت کرنے والا نہیں، اور درود وسلام ہو ان پر جنہوں نے دین کی حدود پر رُک جانے کا حکم دیا، اور ان کی آل واصحاب پر حضور کے حسن وکمال کے بقدر۔ الٰہی قبول فرما!

Marfat.com

باب فتاوی الشافعی وحدہ وما بہ قال وقلنا ضلالہ
وجائز فی فعلہا التکرار وفی القبور یدخل الاوتار[عہ]
یعنی نمازِ جنازہ کی تکرار جائز ہونا صرف امام شافعی کا قول ہے ہمارے نزدیک جائز نہیں۔
(۴) ایضاح امام ابوالفضل کرمانی (۵) فتاوٰی عالمگیریہ (۶) جامع الرموز میں ہے: لا یصلّی علی میت الامرۃ واحدۃ[۲] کسی میت پر ایک بار سے زیادہ نماز نہ پڑھی جائے۔
(۷) علامہ سیّد احمد طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:
سقوط فرضہا بواحد فلواعادوا تکررت ولم تشرع مکررۃ[۳]۔ نمازِ جنازہ کا فرض ایک کے پڑھنے سے ساقط ہوجاتا ہے اب اگر پڑھیں تو مکرر ہوجائے گی اور وہ مکرر مشروع نہیں۔
بحرالرائق و شامل بیہقی وغیرہما کی عبارات نوع سوم میں آتی ہیں اور حلیہ کی چہارم اور عنایہ کی دہم میں۔
(۸) مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی (۹) نہایہ شرح ہدایہ (۱۰) منحۃ الخالق حاشیہ بحرالرائق میں ہے:
لا تعاد الصّلٰوۃ علی المیت الا ان یکون الولی ھوالذی حضرفان الحق لہ ولیس لغیرہ ولایۃ اسقاط حقہ[۴]۔ کسی میت پر دو دفعہ نماز نہ ہو، ہاں اگر ولی آئے تو حق اس کا ہے اور دوسرا اس کا حق ساقط نہیں کرسکتا۔
نوعِ دوم: دوبارہ پڑھیں تو نفل ہوگی اور یہ نماز بطورِ نفل جائز نہیں۔
(۱۱) ہدایہ (۱۲) کافی شرح وافی للامام الاجل ابی البرکات النسفی (۱۳) تبیین الحقائق شرح

عہ لایدخل القبرعندہ لوضع المیت الا الوتر وعندنا الوتر والشفع سواء ۱۲ منہ (م) امام شافعی کے نزدیک میت کو اتارنے کے لئے قبر میں جانے والوں کی تعداد طاق ہی ہوگی اور ہمارے نزدیک طاق اور جفت یکساں ہیں۔ ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] منظومہ مبارکہ نجم الدین عمر بن محمد النسفی
[۲] جامع الرموز فصل فی الجنائز مکتبہ اسلامیہ گنبدِ قاموس ایران ۱/ ۲۸۵
فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الصّلٰوۃ علی المیت نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۶۳
[۳] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب صلٰوۃ الجنائز دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۳۷۱
[۴] منحۃ الخالق حاشیۃ علی البحرالرائق فصل فی السلطان احق بصلٰوتہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۸۲

Marfat.com

جواب سوالِ اوّل: مذہب مہذب حنفی میں جبکہ ولی[1] نماز پڑھ چکا یا اس کے اذن سے ایک بار نماز ہو چکی (اگرچہ یونہی کہ دوسرے نے شروع کی ولی شریک ہوگیا) تو اب دوسروں کو مطلقاً جائز نہیں، نہ ان کو جو پڑھ چکے نہ اُن کو جو باقی رہے۔ ائمہ حنفیہ کا اس پر اجماع ہے، جو اس کا خلاف کرے مذہب حنفی کا مخالف ہے۔ تمام کُتبِ مذہب متون و شروح و فتاوٰی اس کی تصریحات سے گونج رہی ہیں۔ اس مسئلہ کی پُوری تحقیق و تنقیح فقیر کے رسالہ النھی الحاجز عن تکرار صلٰوۃ الجنائز میں بفضلہٖ بروجہ اتم ہو چکی ہے یہاں صرف نصوص و عباراتِ ائمہ و علمائے حنفیہ خصھم اللہ تعالٰی بالطافہ الخفیہ ذکر کریں اور ازانجا کہ یہ تحریر فائدہ جدیدہ سے خالی نہ ہو، ان میں جدت و زیادت کا لحاظ رکھیں، و باللہ التوفیق یہاں کلام بنظرِ انتظامِ[2] مرام چند انواع پر خواہان انقسام:

نوعِ اوّل: نماز جنازہ دوبارہ روا نہیں۔

(۱) درمختار میں ہے: تکرارھا غیر مشروع[1] نمازِ جنازہ کی تکرار جائز نہیں۔

(۲) غنیہ شرح منیہ میں ہے: تکرار الصلٰوۃ علٰی میّت واحد غیر مشروع[2] ایک میّت پر دوبارہ نماز ناجائز ہے۔

(۳) امام اجل مفتی الجنّ والانس سیّدی نجم الدین عمر نسفی اُستاذ امام اجل صاحبِ ہدایہ رحمہما اللہ تعالٰی منظومہ مبارکہ میں فرماتے ہیں:

علہ[1] المراد بالولی ھھنا ھو الاحق و بغیرہ من لیس لہ الحق فاحفظ و سیأتی التفصیل ۱۲ منہ (م) یہاں ولی سے مراد وُہ ہے جو سب سے زیادہ حقدار ہے، اور غیر ولی سے مراد وُہ جس کا حق نہیں یہ ذہن نشین رہے، تفصیل آگے آئیگی ۱۲ منہ (ت)

علہ[2] ہر نوع بعونِ الٰہی نفیس و جلیل مسائل پر مشتمل ہوگی کہ اس باب میں جن کی حاجت واقع ہُوئی اور محل خلاف میں قول ارجح کی طرف بھی اجمالی اشارہ ہوگا و باللہ التوفیق ۱۲ منہ (م)

---

[1] درمختار | باب صلٰوۃ الجنائز | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۲۳

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی | فصل فی الجنائز | سہیل اکیڈمی لاہور | ص ۵۹

Marfat.com

ردالمحتار کی عبارت نوعِ ششم میں آئے گی۔

نوعِ سوم[۳]: یہاں تک کہ اگر سب مقتدی بے طہارت یا سب کے کپڑے نجس تھے یا نجس جگہ کھڑے تھے یا عورت امام اور مرد مقتدی تھے، غرض کسی وجہ سے جماعت بھر کی نماز باطل اور رفقط امام کی صحیح ہوئی، اب اعادہ نہیں کر سکتے کہ اکیلے امام سے فرض ساقط ہو گیا، ہاں اگر قوم میں کوئی وجہِ بطلان نہ تھی امام میں تھی تو پھر پڑھی جائیگی کہ جب امام کی صحیح نہ ہوئی کسی کی صحیح نہ ہوئی۔

(۲۵) خلاصہ (۲۶) بزازیہ (۲۷) محیط (۲۸) بدائع امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی (۲۹) شامل للامام البیہقی (۳۰) تجرید للامام ابی الفضل (۳۱) مفتاح (۳۲) جواھر اخلاطی (۳۳) قنیہ (۳۴) مجتبٰی (۳۵) شرح التنویر للعلائی (۳۶) اسمٰعیل مفتی دمشق تلمیذ صاحبِ درمختار (۳۷) ردالمحتار (۳۸) ہندیہ (۳۹) بحر (۴۰) حلیہ (۴۱) رحمانیہ میں ہے:

بعضھم یزید علی بعض والنظم للدر امّا بلا طھارۃ والقوم بھا اعیدت وبعکسہ لاکما لو امت امراۃ ولو امۃ لسقوط فرضھا بواحد[۱]

امام طہارت سے نہ تھا اور مقتدی طہارت پر تو نماز پھیری جائے اور عکس میں نہیں جیسے جبکہ عورت امام ہو اگرچہ کنیز ہو کہ فرض ایک کے پڑھ لینے سے ساقط ہو گیا۔

محیط و بحرالرائق کے لفظ یہ ہیں:

لوکان الامام علی طھارۃ والقوم علی غیرھا لا تعاد لان صلٰوۃ الامام صحت فلو اعادوا تتکرر الصلٰوۃ وانہ لایجوز[۲]۔

امام طہارت پر ہو اور مقتدی بے طہارت تو نماز نہ پھیری جائے گی کہ امام کی نماز صحیح ہو گئی۔ اب اگر پھیریں تو نمازِ جنازہ دوبار ہو گی اور یہ ناجائز ہے۔

شامل بیہقی کے لفظ یہ ہیں:

وان کان القوم غیر طاھر لا تعاد لان الاعادۃ لاتجوز[۳]

اگر مقتدی بے طہارت ہوں نماز نہ پھیریں کہ یہ نماز دوبارہ جائز نہیں۔

نوعِ چہارم[۴]: جب ولی خود یا اس کے اذن سے دوسرا نماز پڑھائے یا ولی خود ہی تنہا پڑھ لے تو اب

---

[۱] درمختار | باب صلٰوۃ الجنازۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۲۱
[۲] بحرالرائق | فصل السلطان احق بصلٰوتہ | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۲/۱۷۹
[۳] شامل بیہقی

Marfat.com

کنز الدقائق للامام الزیلعی (۱۴) جوہرۂ نیرہ شرح مختصر القدوری (۱۵) درر شرح غرر (۱۶) بحر الرائق شرح شرح الکنز للعلامہ زین (۱۷) مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر (۱۸) مستخلص الحقائق شرح کنز (۱۹) کبیری علی المنیہ میں ہے:

الفرض یتادی بالاول والتنفل بھا غیر مشروع (زادفی التبیین) ولھذا لایصلی علیه من صلی علیه مرة۔[1]

فرض تو پہلی نماز سے ادا ہو جاتا ہے اور یہ نماز نفل کے طور پر جائز نہیں اس لئے جو ایک بار پڑھ چکا دوبارہ نہ پڑھے۔

کافی کے الفاظ یہ ہیں:

حق المیّت یتادی بالفریق الاول وسقط الفرض بالصلٰوۃ الاولی فلوفعله الفریق الثانی لکان نفلا وذا غیر مشروع کمن صلی علیه مرة۔[2]

میّت کا حق پہلے فریق نے ادا کر دیا اور فرض کفایہ نماز اوّل سے ساقط ہو گیا، اب اور لوگ پڑھیں تو نماز نفل ہو گی اور یہ جائز نہیں جیسے ایک بار پڑھ چکنے والے کو دوبارہ کی اجازت نہیں۔

(۲۰) شرح تجرید کرمانی (۲۱) فتاوٰی ہندیہ (۲۲) مراقی الفلاح علامہ شرنبلالی میں ہے:

التنفل بصلٰوۃ الجنازۃ غیر مشروع[3] نماز جنازہ بطور نفل جائز نہیں۔

(۲۳) امام محمد محمد بن امیر الحاج حلیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

المذھب عند اصحابنا ان التنفل بھا غیر مشروع۔[4]

ہمارے اماموں کا مذہب یہ ہے کہ نماز جنازہ نفلاً روا نہیں۔

(۲۴) بحر العلوم ملک العلماء رسائل الارکان میں فرماتے ہیں:

لوصلوا لزم التنفل بصلٰوۃ الجنازۃ وذا غیر جائز۔[5]

پھر پڑھیں تو نماز جنازہ بطور نفل پڑھنی لازم آئیگی اور یہ ناجائز ہے۔

---

[1] تبیین الحقائق باب الجنائز مطبعۃ کبرٰی امیریہ مصر ۱/۲۴۰

[2] کافی

[3] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الخامس فی الصلٰوۃ علی المیّت نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۶۳

[4] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[5] رسائل الارکان فصل فی حکم الجنازۃ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۱۵۵

Marfat.com

(۶۰) شرح مسکین للکنز (۶۱) برجندی شرح نقایہ میں ہے:

ان صلی علیہ الولی لم یجز لاحد ان یصلی بعدہ[1] — اگر جنازے پر ولی نماز پڑھ لے تو اب کسی کو پڑھنا جائز نہیں۔

غنیہ کے لفظ یہ ہیں:

عدم جواز صلٰوۃ غیر الولی بعدہ مذہبنا[2] — ولی کے بعد سب کو نماز ناجائز ہونا ہمارا مذہب ہے۔

(۶۲) مستصفٰے للامام النسفی (۶۳) شلبیہ علی الکنز میں ہے:

لو لم یحضر السلطان وصلے الولی لیس لاحد الاعادۃ[3] — اگر سلطان حاضر نہ ہو اور ولی پڑھ لے اب کوئی اعادہ نہیں کر سکتا۔

نوعِ پنجم[5]: کچھ ولی کی خصوصیت نہیں۔ حاکمِ اسلام یا امامِ مسجد جامع یا امام مسجد محلہ میت کے بھی پڑھ دوسروں کو اجازت نہیں کہ یہ بھی صاحبِ حق ہیں۔

(۶۴) امام فخر الدین عثمان نے شرح کنز میں بعد مسئلہ ولی فرمایا:

وکذا بعد امام الحی وبعد کل من یتقدم علی الولی[4] — یعنی یونہی اگر مسجد محلہ میت کا امام یا سلطان وغیرہ حکامِ اسلام نمازِ جنازہ پڑھ لیں تو پھر اوروں کو نماز کی اجازت نہیں۔

(۶۵) فاتح شرح قدوری (۶۶) ذخیرۃ العقبٰی علی صدر الشریعت (۶۷) حواشی سید حموی میں ہے:

تخصیص الولی لیس بقید لانہ لو صلی — کچھ ولی کی خصوصیت نہیں بلکہ سلطان وغیرہ جو

۱؎ المختصر للقدوری	باب الجنائز	مطبوعہ مطبع مجیدی کانپور بھارت	ص ۴۵
الہدایہ	فصل فی الصلٰوۃ علی المیت	المکتبۃ العربیۃ کراچی	۱/۱۶۰
شرح النقایۃ للبرجندی	فصل فی صلٰوۃ الجنائز	منشی نولکشور لکھنؤ	۱/۱۸۱
۲؎ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی	فصل فی الجنائز	سہیل اکیڈمی لاہور	ص ۵۸۵
۳؎ شلبی علی الکنز علی ہامش تبیین الحقائق	باب الجنائز	مطبعہ کبرٰی امیریہ مصر	۱/۲۴۰
۴؎ تبیین الحقائق	"	"	۱/۲۴۰

Marfat.com

کسی کو نمازِ جنازہ کی اجازت نہیں ۔

(۴۲) کنز الدقائق (۴۳) وافی للامام اجل ابی البرکات النسفی (۴۴) وقایہ (۴۵) نقایہ للامام صدر الشریعۃ (۴۶) غرر للعلامہ مولٰی خسرو (۴۷) تنویر الابصار و جامع البحار، شیخ الاسلام ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الغزی، (۴۸) ملتقی الابحر (۴۹) اصلاح للعلامہ ابن کمال پاشا (۵۰) فتح القدیر للامام المحقق علی الاطلاق (۵۱) شرح منیہ ابن امیر الحاج (۵۲) شرح نور الایضاح للمصنف میں ہے :

واللفظ لمتن العلامۃ ابراھیم الحلبی لایصلی غیر الولی بعد صلٰوتہ[1]۔ (علامہ ابراہیم حلبی کے متن کے الفاظ یہ ہیں ۔ ت) ولی کے بعد کوئی شخص نماز جنازہ نہ پڑھے ۔

امام ابن الہمام کے الفاظ یہ ہیں :

ان صلی الولی وان کان وحدہ لم یجز لاحد ان یصلی بعدہ[2]۔ ولی اگرچہ تنہا نماز پڑھ لے اس کے بعد کسی کو پڑھنا جائز نہیں ۔

یوں ہی مراقی الفلاح میں فرمایا :

لا یصلی احد علیھم بعدہ وان صلی وحدہ ولی[3]۔ ولی اکیلا ہی پڑھ چکا جب بھی اس کے بعد کوئی نہ پڑھے ۔

حلیہ کی عبارت یہ ہے :

قال علماؤنا اذا صلی علی المیت من لہ ولایۃ ذلک لاتشرع الصلٰوۃ علیہ ثانیا لغیرہ[4]۔ ہمارے علماء نے فرمایا جب میّت پر صاحبِ حق نماز پڑھ لے پھر کسی کو اس پر نماز مشروع نہیں ۔

(۵۳) مختصر قدوری (۵۴) ہدایہ للامام الاجل ابی الحسن علی بن عبدالجلیل الفرغانی (۵۵) نافع متن مستصفی للامام ناصر الدین ابی القاسم المدنی السمرقندی (۵۶) شرح الکنز للعلامۃ ابن نجیم (۵۷) شرح الملتقی للعلامہ شیخی زادہ (۵۸) شرح النقایہ للقہستانی (۵۹) ابراہیم الحلبی علی المنیہ

---

[1] ملتقی الابحر فصل فی الصلٰوۃ علی المیّت موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۱۵۹

[2] فتح القدیر " " " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۸۴

[3] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل السلطان احق بصلٰوتہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۲۴

[4] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

Marfat.com

التکرار[1] — اُسے پھر پڑھنا جائز نہیں ۔

(۸۱) شامی علی الدر میں ہے :

لان اعادتہ تکون نفلا من کل وجہ بخلاف الولی لانہ صاحب الحق[2] — اس لئے کہ اس کا اعادہ ہر طرح نفل ہی ہوگا ، اور یہ جائز نہیں بخلاف ولی کے کہ صاحبِ حق ہے ۔

نوعِ ہفتم : جب ولی نے دوسرے کو اذن دے دیا اگرچہ آپ شریکِ نماز نہ ہُوا ، یا کوئی اجنبی بے اذنِ ولی خود ہی پڑھ گیا مگر ولی شریکِ نماز ہوگیا تو ان صورتوں میں ولی بھی اعادہ نہیں کرسکتا ۔

(۸۲) جوہرہ میں ہے :

ان اذن الولی لغیرہ فصلی لا تجوز لہ الاعادۃ[3] — اگر ولی کے اذن سے دوسرے نے پڑھ لی تو اب ولی کو بھی اعادہ جائز نہیں ۔

(۸۳) بحر میں ہے :

اذن لغیرہ بالصلوٰۃ لاحق لہ فی الاعادۃ[4] — ولی جب دوسرے کو نماز کا اذن دے دے اب اسے اعادہ کا حق نہیں ۔

(۸۴) فتاوٰی امام قاضی خاں (۸۵) فتاوٰی ظہیریہ (۸۶) فتاوٰی ولوالجیہ (۸۷) واقعات (۸۸) تجنیس للامام صاحبِ ہدایہ (۸۹) فتاوٰی عتابیہ (۹۰) فتاوٰی خلاصہ (۹۱) عنایہ شرح ہدایہ (۹۲) نہایہ اول شروح ہدایہ (۹۳) منبع (۹۴) عبدالحلیم رومی علی الدرر (۹۵) شلبی علی زیلعی الکنز (۹۶) حلیہ (۹۷) برجندی (۹۸) بحر (۹۹) رحمانیہ (۱۰۰) شرح علائی (۱۰۱) ہندیہ میں ہے :

واللفظ للعنایۃ عن الولوالجی وللشلبی عن النہایۃ عن الولوالجی والظہیریۃ و التجنیس وللبحر عنہم وعن الواقعات رجل صلی علی جنازۃ والولی خلفہ و — (الفاظ عنایہ ، شلبی اور بحر کے ہیں ۔ عنایہ میں ولوالجی سے منقول ہے اور شلبی میں نہایہ سے اُس میں ولوالجی ، ظہیریہ اور تجنیس سے نقل ہے اور بحر میں ان سب سے اور واقعات سے نقل

---

[1] فتح القدیر	فصل الصلوٰۃ علی المیت	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	۲/ ۸۴
[2] ردالمحتار	باب صلوٰۃ الجنائز	مصطفی البابی مصر	۱/ ۶۵۲
[3] الجوہرۃ النیرہ	باب التیمم	مکتبہ امدادیہ ملتان	۱/ ۲۷
[4] بحرالرائق	"	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/ ۱۵۷

Marfat.com

السلطان اوغیرہ ممن ھو اولٰی من الولی لیس لاحد ان یصلی بعدہ[1]۔ ولی سے اولٰی ہیں اُن کے بعد بھی کسی کو پڑھنا جائز نہیں۔

(۶۸) فتح القدیر (۶۹) فتح اللہ المعین میں ہے:

اذا منعت الاعادۃ بصلٰوۃ الولی فبصلٰوۃ من ھو مقدم علی الولی اولٰی[2]۔ جب ولی کے بعد دوسرے کو اجازت نہیں تو سلطان وغیرہ کہ اس سے بھی مقدم ہیں، ان کے بعد اجازت نہ ہونا بدرجۂ اولٰی۔

(۷۰) قہستانی علی مختصر الوقایہ میں ہے:

لایجوز ان یصلی غیر الاحق بعد صلٰوۃ الولی والاحق وغیرہ[3]۔ جو اس نماز میں صاحبِ حق ہیں ان میں کسی کے پڑھنے کے بعد غیر کو پڑھنا جائز نہیں۔

حلیہ کی عبارت نوعِ چہارم میں گزری۔

نوعِ ششم: ولی وغیرہ ذی حق جس صورت میں اپنے حق کے لئے اعادہ کرسکتے ہیں۔ اس حال میں بھی جو پہلے پڑھ چکا ان کی نماز میں شریک نہیں ہوسکتا۔

(۷۱) نور الایضاح (۷۲) درمختار (۷۳) بحر الرائق (۷۴) قنیہ (۷۵) شرح مختصر الوقایۃ للعلامۃ عبد العلی (۷۶) شرح الملتقی للعلامہ عبد الرحمٰن رومی (۷۷) غنیہ ذوی الاحکام للعلامۃ الشرنبلالی (۷۸) شرح منظومہ ابن وہبان للعلامۃ ابن الشحنہ (۷۹) خادمی علی الدرر میں ہے:

واللفظ لہ لیس لمن یصلی اولا ان یعید مع الولی[4]۔ (اور ان کے الفاظ یہ ہیں۔ ت) جو ایک بار پڑھ چکا وہ ولی کے ساتھ اعادہ نہیں کرسکتا۔

(۸۰) فتح القدیر میں ہے:

ولذا قلنا لم یشرع لمن صلی مرۃ اسی لئے ہمارا مذہب ہے کہ جو ایک بار پڑھ چکا

---

[1] ذخیرۃ العقبٰی علی صدر الشریعۃ باب الجنائز منشی نولکشور کانپور ۱/۱۱۸
[2] فتح القدیر فصل فی الصلٰوۃ علی المیت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۸۴
فتح اللہ المعین بحوالہ سید حموی فصل فی السلطان احق بصلٰوتہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۵۳
[3] جامع الرموز فصل فی الجنائز مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۲۸۴
[4] خادمی علی الدرر باب الجنائز مطبعہ عثمانیہ دار سعادت ترکی ص ۹۹

Marfat.com

(۱۲۶) درایہ شرح ہدایہ (۱۲۷) شلبیہ علی الکنز میں ہے:

ولو صلی امام المسجد الجامع لا نعاد[1] — جامع مسجد کا امام پڑھ لے تو پھر اعادہ نہیں۔

(۱۲۸) مجمع البحار (۱۲۹) شرح مجمع (۱۳۰) بحر (۱۳۱) ردالمحتار میں ہے:

امام الحی کالسلطان فی عدم اعادۃ الولی[2] — امامِ محلہ بھی اس امر میں مثلِ سلطان ہے کہ اس کے بعد ولی کو اعادہ جائز نہیں۔

تنبیہ: امام عتابی نے ولی پر تقدیم امام میں یہ شرط لگائی کہ ولی سے افضل ہو ورنہ ولی ہی اولٰی ہے۔ یہ شرط شرنبلالیہ میں معراج الدرایہ اور دُرِّمختار میں مجتبٰی و شرح المجمع لمصنفہ سے نقل فرمائی۔ حلیہ میں اسے عتابی سے بحوالہ شرح مجمع اور امام بقالی سے بحوالہ مجتبٰی نقل کرکے فرمایا وھو احسن یہ کلام عمدہ ہے۔ اسی طرح بحرالرائق میں فرمایا۔

(۱۳۲) خانیہ (۱۳۳) وجیز کردری (۱۳۴) عالمگیریہ (۱۳۵) خزانۃ المفتین میں ہے:

واللفظ للوجیز مات فی غیر بلدہ فصلی علیہ غیر اھلہ ثم حملہ اھلہ الی منزلہ ان کانت الصلٰوۃ الاولی باذن الوالی او القاضی لا نعادہ[3] — (عبارت "وجیز" کی ہے۔ ت) غیر شہر میں مرا اجنبی لوگوں نے نماز پڑھ لی پھر اس کے اقارب آئے اسے اس کے وطن لے آئے، اگر پہلی نماز حاکم اسلام یا قاضی کے اذن سے ہُوئی تھی تو اب اقارب اعادہ نہ کریں۔

نوعِ نہم[9]: اگر ولی نے نماز پڑھ لی اور سلطان وحکام کہ اس سے اولٰی ہیں بعد کو آئے اب وہ بھی بالاتفاق اعادہ نہیں کرسکتے، ہاں اگر وہ موجود تھے اور اُن کے بے اذن ولی نے پڑھ لی اور وُہ شریک نہ ہُوئے تو ایک جماعت علماء کے نزدیک انھیں اختیارِ اعادہ ہے۔

وھو محمل مافی الدر عن المجتبٰی و — یہی اس کلام کا مطلب ہے جو درمختار میں مجتبٰی سے

---

[1] شلبی علی الکنز علی ہامش تبیین الحقائق فعل السلطان احق بصلوٰتہ مطبعۃ کبرٰی امیریہ مصر ۱/ ۲۴۰

[2] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز مصطفی البابی مصر ۱/ ۶۵۲

[3] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیۃ الخامس والعشرون فی الجنائز نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۸۰
فتاوٰی ہندیۃ الفصل الخامس فی الصلوٰۃ علی المیت " " " ۱/ ۱۶۴

Marfat.com

لم یرض به ان تابعه وصلی معه لایعید لانه صلی مرة۔[1]

(جو کسی شخص نے نماز جنازہ پڑھائی اور ولی راضی نہ تھا۔۔۔ہے۔ ت) ایک شخص نے نماز پڑھائی اور ولی راضی نہ تھا لیکن شریک ہوگیا تو اب اعادہ نہ کرے گا کہ ایک بار پڑھ چکا۔

نوعِ ہشتم: یونہی اگر سلطان وغیرہ ذی حق کہ ولی سے مقدم ہیں پڑھ لیں یا خود نہ پڑھیں۔ ان کے اذن سے کوئی پڑھ دے جب بھی ولی کو اختیارِ اعادہ نہیں۔

(۱۰۲ تا ۱۱۹) ۸۴ سے ۱۰۱ تک تمام کتبِ مذکورہ (۱۲۰) فتح القدیر (۱۲۱) فتح المعین میں ہے:

اما من ذکرنا لفظھم انفا فبالفاظ متفقة والباقون بمعانی متقاربة، وھذا لفظ الخانیة ان کان المصلی سلطانا اوالامام الاعظم اوالقاضی اووالی مصر او امام حیه لیس للولی ان یعید فی ظاهر الروایة[2] زاد الذین سقنا لفظهم لانهم اولی بالصلوٰة منه۔[3]

جن کی عبارت ابھی ہم نے ذکر کی وہ بہ الفاظِ متفقہ اور باقی بمعانی متقاربہ بیان کرتے ہیں اور یہاں عبارت خانیہ کی ہے۔ ت) اگر امیر المومنین یا سلطانِ اسلام یا قاضی یا والیِ شہر یا امام مسجد محلہ نے نماز پڑھ لی تو ہمارے ائمہ سے ظاہر الروایۃ میں ولی کو بھی اعادہ کا اختیار نہیں کہ یہ لوگ اس نماز کے حق میں ولی سے مقدم ہیں۔

(۱۲۲) غنیہ (۱۲۳) حلیہ (۱۲۴) بحر (۱۲۵) طحطاوی علی مراقی الفلاح سب کے باب تیمم میں ہے:

لوصلی من له حق التقدم کالسلطان ونحوه لایکون له حق بالاعادة۔[4]

سلطان وغیرہ جو ولی پر مقدم ہیں ان کے پڑھ لینے کے بعد ولی کو حق اعادہ نہیں۔

کفایہ و مستخلص کی عبارت نوعِ دہم میں آتی ہے۔ امام عتابی نے مثل عبارت مذکورہ خانیہ ذکر کیا اور ان کی گنتی میں جو ولی پر مقدم ہیں امام مسجد جامع کو بھی بڑھایا۔ اور درایہ پھر نہر پھر درمختار اور جوامع الفقہ اور پھر شرنبلالیہ میں تصریح فرمائی کہ امامِ جامع امامِ محلہ پر مقدم ہے۔

---

[1] العنایۃ علی ہامش فتح القدیر — فصل فی الصلوٰۃ علی المیت — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ۲/۸۳
[2] فتاوٰی قاضی خاں — باب فی غسل المیت الخ — منشی نولکشور لکھنؤ — ۱/۹۲
[3] بحر الرائق — فصل فی السلطان احق بصلوٰتہ — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۲/۱۸۱
[4] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی — فصل فی التیمم — سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۸۱

Marfat.com

جزم فی السراج وغایۃ البیان والنافع[1]

سلطان بھی اعادہ نہ کرے، اور اسی پر حدادی و اتقانی ونافع نے جزم فرمایا۔

(۱۴۱) مستصفٰے للامام النسفی (۱۴۲) شلبی علی الکنز میں ہے:

الحق الی الاولیاء حیث قال لیس لاحد بعدہ الاعادۃ بطریق العموم سلطانا کان اوغیرہ[2]۔

اصل حق ولی کا ہے ولہٰذا ماتن یعنی صاحب الفقہ النافع نے عام فرمایا کہ ولی کے بعد کسی کو اعادہ کا اختیار نہیں، سلطان ہو یا کوئی۔

(۱۴۳ و ۱۴۴) ردالمحتار میں معراج الدرایہ وغیرہ سے نقل کرتے ہُوئے فرمایا:

اذا صلی الولی فھل لمن قبلہ کالسلطان حق الاعادۃ فی السراج والمستصفی لا ویدل علی ھذا قول الھدایۃ ان صلی الولی لم یجز لاحد ان یصلی بعدہ ونحوہ فی الکنز وغیرہ فقولہ لم یجز لاحد یشمل السلطان ونقل فی المعراج عن المنافع لیس للسلطان الاعادۃ ثم اید روایۃ المنافع[3] اھ ملخصا۔

کیا ولی کے بعد سلطان وغیرہ جو اس سے مقدم ہیں اعادہ کا حق رکھتے ہیں، سراج ومستصفی میں منع فرمایا، اور ہدایہ کا قول اس پر دلیل ہے کہ فرمایا ولی کے بعد کسی کو جائز نہیں، اور یونہی کنز وغیرہ میں ہے کسی میں سلطان بھی آگیا، اور معراج میں منافع سے سلطان کو منع اعادہ نقل کرکے اس کی تائید فرمائی۔

۱؎ المنافع ھذا ھو المستصفی للامام اجل ابی البرکات النسفی شرح الفقہ النافع الشہیر بالنافع للامام ناصر الدین ابی القاسم المدنی السمرقندی وقد قال رحمہ اللہ تعالٰی فی اٰخر کتابہ المصفی شرح المنظومۃ النسفیۃ

منافع، یہی امام اجل ابو البرکات نسفی کی مستصفی ہے جو امام ناصر الدین ابو القاسم مدنی سمرقندی کی کتاب "الفقہ النافع" مشہور بہ "نافع" کی شرح ہے۔ امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "المصفی شرح منظومہ نسفیہ" کے آخر میں لکھا ہے کہ: جب میں

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] فتح المعین علی شرح منلا مسکین فصل فی الصلوٰۃ علی المیت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۵۳
[2] شلبی علی الکنز علی ہامش تبیین الحقائق فصل السلطان احق بصلوٰتہ مطبعۃ کبرٰی امیریہ مصر ۱/۲۳۸
[3] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز " " " " ۱/۹۲-۵۹۱

Marfat.com

فی النہایۃ والجوھرۃ ثم الھندیۃ والطحطاوی وفی العنایۃ والبرجندی عن النہایۃ وفی الفاتح شرح القدوری وفی ابی سعید علی الدر عن المجتبٰی وغیرہ۔

منقول ہے، اور نہایہ، جوہرہ پھر ہندیہ اور طحطاوی میں ہے اور عنایہ و برجندی میں نہایہ کے حوالہ سے ہے اور فاتح شرح قدوری میں ہے اور حاشیہ ابوسعید علی الدر میں مجتبٰی وغیرہ سے منقول ہے۔(ت)

اور ایک جماعت علماء کے نزدیک اب بھی سلطان وغیرہ کسی کو اختیارِ اعادہ نہیں، معراج الدرایہ میں اسی کی تائید کی، ردالمحتار میں اسی کو ترجیح دی۔ اور یہی ظاہر اطلاق متون اور ظاہراً من حیث الدلیل اقوٰی ہے تو حاصل یہ ٹھہرا کہ سلطان نے پڑھ لی تو ولی نہیں پڑھ سکتا ولی نے پڑھ لی تو سلطان نہیں پڑھ سکتا، غرض ہر طرح اعادہ و تکرار کا دروازہ بند فرماتے ہیں۔

(۱۳۶) غایۃ البیان شرح الہدایۃ للعلامۃ الاتقانی میں ہے:

ھذا علی سبیل العموم حتی لا تجوز الاعادۃ لا لسلطان ولا لغیرہ[1]۔

یعنی ولی کے بعد کسی کو نماز کی اجازت نہ ہونے کا حکم عام ہے یہاں تک کہ پھر سلطان وغیرہ کسی کو اعادہ جائز نہیں۔

(۱۳۷) صغیری میں ہے:

ان صلی ھو فلیس لغیرہ ان یصلی بعدہ من السلطان فمن دونہ[2]۔

ولی پڑھ لے تو پھر کسی کو پڑھنے کا اختیار نہیں سلطان ہو یا اور کوئی۔

(۱۳۸) سراج وہاج شرح قدوری میں ہے:

من صلی الولی علیہ لم یجز ان یصلی احد بعدہ سلطانا کان او غیرہ[3]۔

ولی کے بعد کسی کو نماز جائز نہیں، سلطان ہو یا اس کا غیر۔

(۱۳۹ و ۱۴۰) ابوالسعود میں نافع وغیرہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا:

اطلق فی الغیر فعم السلطان فمفادہ عدم اعادۃ السلطان بعد صلٰوۃ الولی وبہ

کنز میں امام ماتن نے غیر کو مطلق رکھا جو سلطان کو بھی شامل، تو اس کا مفاد یہ ہے کہ ولی کے بعد

---

[1] ردالمحتار بحوالہ غایۃ البیان | باب صلٰوۃ الجنائز | دارالطباعۃ المصریہ مصر | ۱/۵۹۲

[2] صغیری شرح منیۃ المصلی | فصل فی الجنازۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ص ۲۸۹

[3] بحرالرائق بحوالہ السراج الوہاج | فصل السلطان احق بصلٰوتہ | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۲/۱۸۲

Marfat.com

وبھذا احاول ان يحر التوفيق فحمل ما في النهاية والعناية علٰى ما اذا تقدم الولی بمحضر السلطان من دون اذنہ وما فی السراج والمستصفی علٰی ما اذا تقدم وھم غیب ثم حضروا ونازعہ فی النھر بان کلماتھم متفقۃ علٰی ان لاحق للسلطان فمن دونہ قبل الولی الا عند حضورھم فالخلاف انما ھو اذا حضروا۔

اقول کیفما کان الامر فالذی یقول باعادۃ السلطان انما یقول اذا حضر وتقدم الولی بلا اذنہ قال فی الحلیۃ فی تصویر ھذا الخلاف صلی الولی والسلطان او امام الحی ومن بینھما حاضر ولم یتابعہ[1] الخ وکذلک قید فی النافع بقولہ ان حضر قال فی شرحہ المستصفی انما قدم السلطان بعارض ولھذا قال ان حضر[2] اھ وفی المجتبٰی صلی الولی لم یجز ان یصلی احد بعدہ

اسی سے صاحبِ بحر نے تطبیق دینا چاہا ہے، انھوں نے نہایہ وغیرہ کی عبارت کو اس صورت پر محمول کیا ہے جب سلطان کے موجود ہوتے ہُوئے اس کی اجازت کے بغیر ولی پڑھا دے ۔۔۔ اور سراج ومستصفی کے کلام کو اُس صورت پر محمول کیا ہے جب ولی ان کی غیر موجودگی میں پڑھادے بعد میں وُہ آجائیں ۔۔۔ صاحبِ نہر نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ کلماتِ علماء اس بارے میں متفق ہیں کہ سلطان وغیرہ کو ولی پر حقِ تقدم اُسی وقت حاصل ہوتا ہے جب وہ موجود ہوں تو اختلاف موجودگی ہی کی صورت میں ہوگا۔

اقول جیسا بھی ہو جو سلطان کے لئے دوبارہ پڑھنے کا حق مانتا ہے وُہ یہی کہتا ہے کہ جب سلطان موجود ہو اور ولی اس کی اجازت کے بغیر پڑھا دے تو وُہ پھر پڑھ سکتا ہے ۔۔۔ حلیہ میں اس اختلاف کی صورت یوں پیش کی ہے "ولی نے نماز پڑھائی اور سلطان یا امامِ محلّہ یا وُہ جن کا درجہ ان کے مابین ہے موجود ہیں اور انھوں نے ولی کی متابعت نہ کی" الخ۔ اسی طرح "نافع" میں یہ قید لگائی ہے کہ "اگر وُہ موجود ہو"۔ اس کی شرح مستصفٰی میں فرمایا: سلطان کو تقدم عارض کی وجہ سے ہے اسی لئے فرمایا: "اگر وُہ موجود ہو" اھ مجتبٰی میں ہے، "ولی نے پڑھ لی تو اس کے بعد کوئی نہیں پڑھ سکتا

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
[2] المستصفٰی شرح الفقہ النافع للنسفی

Marfat.com

(۱۴۵) بحرالرائق میں ہے :

صلی الولی ثم جاء المقدم علیہ فلیس لہ الاعادۃ[1]

ولی پڑھ چکا پھر سلطان وغیرہ وہ لوگ آئے جو ولی پر مقدم ہیں انھیں اعادہ کا اختیار نہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

لما فرغت من جمع المنافع و املائہ وھو المستصفی سألنی بعض اخوانی ان اجمع للمنظومۃ شرحا مشتملا علی الدقائق فشرحتہا وسمیتہ المصفی فظھران المستصفی والمنافع شیئ واحد وھوشرح النافع، والمصفی غیرہ وھوشرح المنظومۃ فلیس عین المستصفی ولا اختصارہ، ولا المستصفی شرح المنظومۃ وقد وقع ھھنا غلط من العلامۃ الکاتبی فی کشف الظنون فتنبہ ومن اشد العجب ان استدل ما ادعاہ من المستصفی شرح المنظومۃ وان المصفی اختصارہ بما مرمن کلامہ رحمہ اللہ تعالٰی فی اٰخر المصفی مع انہ شاھد باعلی نداء علی نقیض ما ادعاہ ثم اعاد ذکر المستصفی فی النافع فجعلہ شرحہ علی الصواب وذکر قیلا انہ المصفی ولیس بالصواب فاعلم ۱۲ منہ (م)

منافع — وہی مستصفی ہے — کی تالیف و املا سے فارغ ہُوا تو بعض عزیزوں نے مجھ سے چاہا کہ منظومہ کی ایک ایسی شرح لکھ دُوں جو اس کے دقائق کے بیان پر مشتمل ہو تو میں نے منظومہ کی شرح لکھی اور اس کا نام "مصفی" رکھا — اس عبارت سے واضح ہے کہ مستصفی اور منافع ایک ہی ہیں اور یہ "نافع" کی شرح ہے، اور مصفی دوسری کتاب ہے وہ منظومہ کی شرح ہے بعینہٖ مستصفی یا اس کا اختصار نہیں ہے۔ نہ ہی مستصفی، منظومہ کی شرح ہے — یہاں کشف الظنون میں علامہ کاتبی سے غلطی ہوگئی ہے اس لئے متنبہ رہنا چاہئے — انھوں نے یہ لکھ دیا ہے کہ مستصفی، منظومہ کی شرح ہے اور مصفی اس کا (مستصفی کا) اختصار ہے اور سخت حیرت کی بات یہ ہے کہ اس دعوٰی کی دلیل میں انھوں نے آخر مصفی کی یہی عبارت پیش کی۔ ہے جو ابھی ذکر ہوئی حالانکہ وہ بہ آوازِ بلند ان کے دعوے کے خلاف شہادت دے رہی ہے — اس کے بعد "النافع" کے تحت کاتبی نے مستصفی کو دوبارہ ذکر کیا ہے وہاں بجا طور پر اسے اس کی شرح بتایا اور ایک ضعیف قول ذکر کیا کہ وہ مصفی ہی ہے اور یہ درست نہیں — تو یہ معلوم رہے ۱۲ (ت)

[1] بحرالرائق فصل السلطان احق بصلوتہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۸۲

Marfat.com

نوعِ دہم[1]: حدیہ کہ جنازہ ہوا اور بے وضو کو وضو کرنے یا جنب یا حیض یا نفاس سے فارغ ہونے والی کو نہانے میں فوت نماز کا اندیشہ ہو تو شرع نے اجازت فرمائی کہ تیمم کرکے شریک ہو جائے کہ ہو چکی تو پھر نہ پڑھ سکے گا جیسے نمازِ عید، ولہذا سلطان وغیرہ جو ولی سے مقدم ہیں جب وہ حاضر ہوں تو ولی کو بھی تیمم جائز ہے، بلکہ اگر ولی نے دوسرے کو اجازتِ امامت دے دی تو اب ولی بھی تیمم کر سکے گا کہ اجازت دے کر اختیارِ اعادہ نہ رہا، یونہی اگر وضو یا غسل کے تیمم سے ایک جنازہ پڑھا گیا کہ دوسرا آگیا اور وضو یا غسل کی مہلت نہ پائی تو اسی تیمم سے دوسرا اور تیسرا جہاں تک ہوں پڑھ سکتے ہو۔

(۱۴۶) کنز (۱۴۷) تنویر (۱۴۸) ملتقی (۱۴۹) نور الایضاح (۱۵۰) محیط میں ہے:
صَحَّ لخوف فوت الجنازۃ[1] اندیشہ فوتِ جنازہ کے لئے تیمم جائز ہے (۱۵۱) مختصر قدوری (۱۵۲) ہدایہ (۱۵۳) وقایہ (۱۵۴) نقایہ (۱۵۵) اصلاح (۱۵۶) وافی (۱۵۷) غرر (۱۵۸) منیہ میں ہے:

واللفظ للاصلاح والوقایۃ ھو لمحدث وجنب وحائض ونفساء عجزوا عن الماء لخوف فوت صلٰوۃ الجنازۃ لغیر الولی[2] اھ ومثلہ فی الغرر غیر انہ قال لغیر الاولی[3]۔

(اصلاح اور وقایہ میں ہے۔ ت) مرد یا عورت جسے وضو یا غسل کی حاجت ہو اور اس میں نمازِ جنازہ فوت ہو جانے کا خوف کریں ان کو تیمم جائز ہے سوا اس کے جو اس نماز کا احق ہو کہ اُسے خوفِ فوت نہیں۔ اور اسی طرح غرر میں ہے مگر وہاں غیر ولی کی بجائے غیر اولٰی کہا۔ (ت)

مختصر وقایہ کے لفظ یہ ہیں:

مایفوت لا الی خلف کصلٰوۃ الجنازۃ لغیر الولی[4]۔

جوازِ تیمم کے عذروں سے ہے ایسے واجب کا فوت جس کا بدل نہ ہو سکے جیسے غیر ولی کے لئے نمازِ جنازہ۔

---

[1] کنز الدقائق | باب التیمم | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ص ۱۷
[2] غرر الاحکام مع شرح الدرر الحکام | باب التیمم | مطبعہ احمد کامل الکائنہ فی دار السعادت بیروت | ۱/ ۲۹ و ۳۰
[3] " " "
[4] النقایۃ مختصر وقایۃ | فصل التیمم | نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی | ص ۶

هذا اذا لم یحضر السلطان اما اذا حضر وصلی الولی یعید السلطان[1] اھ ومثله فی الفاتح وفی الدر لو صلی الولی بحضرة السلطان مثلا اعاد السلطان[2] اھ وفی المعراج والحاوی عن المجتبی، للسلطان الاعادة اذا صلی الولی بحضرته[3] اھ وفی ط علی المراقی صلی ولی واراد السلطان ان یصلی علیه فله ذلك، جوهرة، یعنی اذا کان حاضرا وقت الصلوٰة ولم یصل مع الولی ولم یاذن لاتفاق کلمتهم ان لاحق للسلطان عند عدم حضوره نهر[4] اھ فظهر سقوط ماوقع لعبد الحلیم علی الدرر من قوله ان السلطان اذا لم یحضر فصلی من دونه فحضر السلطان یعیدها ان شاء[5] اھ فلیتنبه وبالله التوفیق۔

یہ اُس صورت میں ہے جب سلطان موجود نہ ہو، اگر اس کی موجودگی میں ولی پڑھ لے تو وہ پھر پڑھ سکتا ہے اھ — اسی کے مثل فاتح شرح قدوری میں ہے — درمختار میں ہے: اگر ولی نے مثلاً سلطان کی موجودگی میں پڑھ لیا تو سلطان دوبارہ پڑھ سکتا ہے اھ معراج اور حاوی میں مجتبیٰ کے حوالے سے ہے، سلطان کو حقِ اعادہ حاصل ہے اگر ولی اس کی موجودگی میں پڑھ لے اھ۔ حاشیۂ طحطاوی علی المراقی میں ہے: ولی نے نماز پڑھ لی اور سلطان چاہتا ہے کہ وہ بھی پڑھے تو اسے اس کا حق حاصل ہے، جوہرہ — یعنی جب سلطان وقتِ نماز موجود رہا ہو اور ولی کے ساتھ نہ پڑھا ہو نہ ہی اجازت دی ہو اس لئے کہ عباراتِ عُلما اس بارے میں متفق ہیں کہ سلطان کو غیر موجودگی کی حالت میں کوئی حق نہیں، نہر اھ — اس سے واضح ہے کہ وہ کلام ساقط الاعتبار ہے جو عبدالحلیم رومی کے قلم سے حاشیۂ درر میں درج ہوا کہ سلطان کی غیر موجودگی میں اس سے کم درجہ والے نے جنازہ پڑھ لیا پھر سلطان آیا تو وہ اگر چاہے تو پھر پڑھ سکتا ہے اھ۔ اس سے آگاہ رہنا چاہئے اور توفیق خدا ہی سے ہے۔

۱؎ المجتبیٰ

۲؎ درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۳

۳؎ المعراج

۴؎ طحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی السلطان احق بصلوٰتہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۲۴

۵؎ حاشیۃ الدرر علی الغرر عبدالحلیم باب الجنائز مطبعۃ عثمانیہ ترکی ۱/۱۰۸

Marfat.com

(۱۷۰) عنایہ میں ہے:

کل ما یفوت لا الی بدل جاز اداؤہ بالتیمم مع وجود الماء وصلوٰۃ الجنازۃ عند نا کذلک لانہا لا تعاد[1]

ہر واجب کہ فوت پر بدل نہ رکھتا ہو پانی ہوتے ہوئے اُسے تیمم سے ادا کر سکتے ہیں اور نمازِ جنازہ ہمارے نزدیک ایسی ہی ہے کہ وہ دوبارہ نہیں ہوسکتی۔

(۱۷۱) تبیین (۱۷۲) ارکان میں ہے:

صلوٰۃ الجنازۃ تفوت لا الی خلف فصار الماء معدوما بالنسبۃ الیہا[2]

نمازِ جنازہ کا بدل نہیں تو اس کے لئے پانی معدوم ٹھہرا۔

(۱۷۳) ظہیریہ (۱۷۴) عالمگیریہ (۱۷۵) سراجیہ (۱۷۶) شرح نور الایضاح (۱۷۷) درمختار (۱۷۸) رحمانیہ میں ہے:

والنظم للدر ولو جنبا او حائضا[3] اس کے لئے جنب وحائض کو بھی تیمم روا ــــ اور یہ مسئلہ وقایہ واصلاح وغرر سے واضح تر گزرا۔ (۱۷۹) بحر (۱۸۰) ہندیہ (۱۸۱) طحطاوی علی المراقی (۱۸۲) حلیہ (۱۸۳) غنیہ میں ہے:

واللفظ للبحر یجوز التیمم للولی اذا کان من ھو مقدم علیہ حاضرا اتفاقا لانہ یخاف الفوت[4]

سلطان وحکام کہ ولی سے مقدم ہیں وہ حاضر ہوں تو ولی کو بھی تیمم جائز ہے کہ اب اسے بھی خوفِ فوت ہوسکتا ہے۔

(۱۸۴) جوہرہ (۱۸۵) بحر (۱۸۶) عالمگیریہ میں ہے:

واللفظ لھذین یجوز للولی اذا اذن لغیرہ بالصلوٰۃ ولا یجوز لمن امرہ الولی کذا فی الخلاصۃ[5]

(ان دونوں کے الفاظ ہیں کہ۔ت) ولی دوسرے کو اذنِ نماز دے دے جب بھی اُسے تیمم روا ہے (کہ اب اُسے خوفِ فوت ہوگیا) اور جسے ولی نے اذن دیا اب اسے تیمم جائز نہیں جیسا کہ خلاصہ میں تصریح فرمائی (کہ اب اُسے خوفِ فوت نہیں)

[1] العنایۃ علی ہامش فتح القدیر — باب التیمم — نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۲
[2] تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق — " — مطبعۃ کبرٰی امیریہ مصر ۱/۴۲
[3] درمختار — " — مطبع مجتبائی دہلی ۱/۴۲
[4] بحرالرائق — " — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۸
[5] فتاوٰی ہندیہ — الفصل الثالث فی المتفرقات — نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۱

Marfat.com

(۱۵۹) ملتقی امام حاکم شہید (۱۶۰) فتاوٰی غیاثیہ میں ہے:

لا یجوز التیمم لمن ینتظرہ الناس فلو لم ینتظر وہ اجزاہ[۱] — جس کا انتظار ہوگا یعنی ولی واولیٰ اسے تیمم جائز نہیں اور جس کا انتظار نہ ہوگا یعنی غیر اولیٰ اسے تیمم جائز ہے۔

(۱۶۱) طحطاوی علی الدر میں ہے: یعتبر الخوف بغلبۃ الظن[۲] خوفِ فوت میں غالب گمان کا اعتبار ہے (۱۶۲) امام اجل طحاوی شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں:

قد رخص فی التیمم فی الامصار خوف فوت الصلٰوۃ علی الجنازۃ وفی صلٰوۃ العیدین لان ذلک اذا فات لم یقض[۳] — نمازِ جنازہ یا عید فوت ہونے کے خوف سے پانی ہوتے ہوئے شہروں میں تیمم کی اجازت ہے اس لئے کہ ان دونوں نمازوں کی قضا نہیں۔

(۱۶۳) ہدایہ (۱۶۴) مجمع الانہر میں ہے: لانہ لا تقضی فیتحقق العجز[۴] اس لئے کہ نمازِ جنازہ کی قضا نہیں تو پانی سے عجز ثابت ہوا (۱۶۵) حلیہ (۱۶۶) برجندی (۱۶۷) مراقی الفلاح (۱۶۸) فتاوٰی خیریہ میں ہے:

انہا تفوت بلا خلف (زاد البرجندی) بالنسبۃ الی غیر الولی[۵] — نماز ہوچکے تو غیر ولی کے لئے اس کا بدل نہیں۔

(۱۶۹) کافی میں دونوں لفظ جمع فرمائے کہ:

صلٰوۃ الجنازۃ والعید تفوتان لا الی بدل لانہما لا تقضیان فیتحقق العجز[۶] — نمازِ جنازہ وعید فوت ہوجائیں تو ان کا بدل نہیں کہ وہ قضا نہیں کی جاتیں تو پانی سے عجز ثابت ہوا۔

---

[۱] فتاوٰی غیاثیہ — فصل فی التکفین — مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ — ص ۴۴
[۲] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر — باب التیمم — دار المعرفۃ بیروت — ۱/۱۲۹
[۳] طحاوی شرح معانی الآثار — باب ذکر الجنب والحائض — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۶۴
[۴] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر — باب التیمم — دار احیاء التراث العربی بیروت — ۱/۴۱
[۵] شرح النقایہ للبرجندی — " — نولکشور لکھنؤ — ۱/۴۶
مراقی الفلاح علی ہامش الطحطاوی — " — نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی — ص ۶۳
[۶] کافی شرح وافی

Marfat.com

والمستخلص والمراقی وعلیہ مشی فی الخلاصۃ والعنایۃ والمنیۃ والہندیۃ والکافی والدرر والمجتبٰی وجامع الرموز وقال الصدر الشھید بہ ناخذ کما فی الخلاصۃ وکذا صححہ الامام شمس الائمۃ الحلوانی کما فی الغیاثیۃ عن منتقی الشھید وفی الغنیۃ عن الذخیرۃ۔

اقول فما وقع فی ابن کمال پاشا من نسبۃ تصحیح خلافہ لشمس الائمۃ وتبعہ عبدالحلیم علی الدرر والشامی علی الدر فکانہ سبق نظر۔

قالوا وفی ظاھر الروایۃ یجوز للولی ایضا لان الانتظار فیھا مکروہ[1] وجوابہ ما نقلنا انفا عن البرھان فما بعدہ وعزاہ فی الخلاصۃ للاصل والفتاوی الصغرٰی وعلیہ مشی فی الظھیریۃ وخزانۃ المفتین وصححہ فی جواھر الاخلاطی وعزا تصحیحہ فی عبدالحلیم لخواھر زادہ فی الرحمانیۃ لحاشیۃ شیخ الاسلام عن النصاب والغیاثیۃ وفتاوی الغرائب والظھیریۃ۔

اور مراقی میں اس کی تصحیح نقل کی، اسی پر خلاصہ، عنایہ، منیہ، ہندیہ، کافی، درر، مجتبٰی اور جامع الرموز میں مشی کی اور صدر شہید نے فرمایا "بہ ناخذ" (ہم اسی کو لیتے ہیں) جیسا کہ خلاصہ میں ہے۔ اسی طرح شمس الائمہ حلوانی نے اس کو صحیح کہا، جیسا کہ غیاثیہ میں صدر شہید کی منتقی اور غنیہ میں ذخیرہ کے حوالے سے ہے۔

اقول تو علامہ ابن کمال پاشا سے جو اس کے خلاف کی تصحیح کا انتساب شمس الائمہ کی طرف ہُوا اور حاشیۂ درر میں عبدالحلیم رومی نے اور حاشیۂ دُرمختار میں علامہ شامی نے اس کی پیروی کی گویا یہ سبقتِ نظر ہے۔

علماء نے کہا: ظاہر الروایۃ میں ولی کے لئے بھی تیمم جائز ہے اس لئے کہ جنازہ میں انتظار مکروہ ہے۔ اس کا جواب وہ ہے جو ابھی ہم نے برہان اور اس کے بعد ذکر شدہ کتابوں سے نقل کیا۔ اور اسے (ولی کے لئے جوازِ تیمم کو) خلاصہ میں اصل (مبسوط) اور فتاوٰی صغرٰی کے حوالے سے بیان کیا اور اسی پر ظہیریہ وخزانۃ المفتین میں مشی کی، اور جواہر الاخلاطی میں اسے صحیح کہا اور حاشیۂ عبدالحلیم میں اس کی تصحیح خواہر زادہ کی طرف، اور رحمانیہ میں نصاب، غیاثیہ، فتاوٰی غرائب اور ظہیریہ کے حوالے سے حاشیۂ شیخ الاسلام کی طرف منسوب کی۔

---

[1] ردالمحتار باب التیمم دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۶۱

Marfat.com

(۱۸۷) فتاوٰی کبرٰی (۱۸۸) فتاوٰی قاضی خاں (۱۸۹) خزانۃ المفتین (۱۹۰) جامع المضمرات شرح قدوری (۱۹۱) فتاوٰی ہندیہ (۱۹۲) فتح القدیر (۱۹۳) جواہر اخلاطی (۱۹۴) شرح تنویر میں ہے:

تیمم فی المصر وصلی علی جنازۃ ثم اتی باخری فان کان بینھما مدۃ یقدر علی الوضوء (قال فی الدر ثم زال تمکنہ) یعید التیمم وان لم یقدر صلی بذلك التیمم اھ قال فی الدر بہ یفتی اھ قال فی المضمرات و الجواھر والھندیۃ علیہ الفتوٰی۔[1]

پانی ہوتے ہوئے بخوفِ فوت تیمم سے نمازِ جنازہ پڑھی اب دُوسرا جنازہ آیا اگر بیچ میں اتنی مہلت پائی تھی کہ وضو کرلیتا اور نہ کیا اور اب وضو کرے تو یہ دوسرا جنازہ فوت ہو تو اس صورت میں دوبارہ تیمم کرے، اور مہلت نہ پائی تھی تو اسی پہلے تیمم سے یہ بھی پڑھے اسی پر فتوٰی ہے۔

(۱۹۵) برہان شرح مواہب الرحمٰن (۱۹۶) شرح نظم الکنز للعلامۃ المقدسی (۱۹۷) حاشیۃ علامہ نوح آفندی (۱۹۸) حاشیہ علامہ ابن عابدین میں ہے:

مجرد الکراھۃ لایقتضی العجز المقتضی لجواز التیمم لانھا لیست اقوٰی من فوات الجمعۃ والوقتیۃ مع عدم جوازہ لھما۔[2]

یعنی صرف کراہت کے سبب تیمم کی اجازت نہیں کہ جمعہ یا پنجگانہ فوت ہونے کے خوف سے تیمم کی اجازت نہیں،

یہ اس سے زائد تو نہ ہوگی، بلکہ اجازت اس لئے ہے کہ جنازہ فوت ہو تو بدل نا ممکن ہے۔

تنبیہ: ماذکرنامن عدم جوازہ للولی نسبوہ لروایۃ الحسن عن الامام الاعظم وعزاہ فی الجوھرۃ للنوادر وصححہ فی الھدایۃ والخانیۃ والکافی والتبیین وکذا نقل تصحیحہ فی الجوھرۃ والھندیۃ

تنبیہ: ہم نے جو ذکر کیا کہ ولی کے لئے تیمم جائز نہیں، اسے علماء نے امام اعظم سے حسن بن زیاد کی روایت بتایا ہے، اور جوہرہ میں اسے روایت نوادر کہا ہے۔ ہدایہ، خانیہ، کافی اور تبیین میں اسی حکم کو صحیح کہا، اسی طرح جوہرہ، ہندیہ، مستخلص

---

[1] فتاوٰی ہندیہ	الفصل الثالث فی المتفرقات	نورانی کتب خانہ پشاور	۱/۳۱
درمختار	باب التیمم	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۴۳
جواہر الاخلاطی	فصل فی صلوٰۃ الجنازہ	قلمی نسخہ موجود لائبریری جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور	ص ۴۲
فتاوٰی قاضی خاں	فصل فیما یجوزبہ التیمم	نولکشور لکھنؤ	۱/۳۰
[2] ردالمحتار	باب التیمم	داراحیاء التراث العربی بیروت	۱/۱۶۱

Marfat.com

مقتدیا او اماما ونص الظهیریة والخزانة لوکان اماما ونص الجواھر مقتدیا او اماما اومن لہ حق الصلٰوۃ علیہ ونص النصاب یجوز التیمم للامام ومن لہ حق الصلٰوۃ فالصواب ابقاء الخلاف و تحقیق ان الحق ھو ھذا التفصیل واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

امام، اور ظہیریہ وخزانہ کی یہ تصریح کہ اگر وہ امام ہو اور جواہر کی یہ تصریح کہ مقتدی ہو یا امام یا وہ ہو جسے اس پر حق تقدم ہے اور نصاب کی یہ تصریح کہ تیمم جائز ہے امام کے لئے اور اس کے لئے جسے حقِ نماز ہے ــــ تو صحیح یہ ہے کہ خلاف باقی رکھا جائے اور تحقیق یہ کی جائے کہ حق یہ تفصیل ہے (یعنی ولی کے لئے جواز جب اس سے زیادہ تقدم والا ہو ورنہ نہیں) اور خدائے پاک و برتر خوب جاننے والا ہے۔

نوع یازدہم : (۱۹۹) ہدایہ (۲۰۰) کافی (۲۰۱) تبیین (۲۰۲) فتح القدیر (۲۰۳) غنیہ (۲۰۴) سراج وہاج (۲۰۵) امداد الفتاح (۲۰۶) مستخلص (۲۰۷) طحطاوی علی المراقی :

واللفظ للفتح ترك الناس عن اٰخرھم الصلٰوۃ علی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولوکان مشروعا لما اعرض الخلق کلھم من العلماء والصالحین والراغبین فی التقرب الیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بانواع الطرق عنہ فھذا دلیل ظاھر علیہ فوجب اعتبارہ[1]۔

(فتح کے الفاظ ہیں ۔ ت) تمام جہان کے مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مزار اقدس پر نماز چھوڑ دی۔ اگر یہ نماز بطور نفل جائز ہوتی تو مزار انور پر نماز سے تمام مسلمان اعراض نہ کرتے جن میں علماء اور صلحاء وہ بندے ہیں جو طرح طرح سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں تقرب حاصل کرنے کی رغبت رکھتے ہیں، تو یہ نماز جنازہ کی تکرار نا جائز ہونے پر کُھلی دلیل ہے جس کا اعتبار لازم۔

حاشیہ نور الایضاح کے لفظ سراج وغنیہ وامداد سے یُوں ہیں :

والا یصلی علی قبرہ الشریف الی یوم القیٰمۃ لبقائہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما دفن طریا بل ھو حی یرزق ویتنعم لسائر الملاذ والعبادات وکذا سائر الانبیاء علیھم الصلٰوۃ والسلام وقد اجتمعت

اس نماز کی تکرار جائز ہوتی تو مزار اقدس پر قیامت تک نماز پڑھی جاتی کہ حضور ہمیشہ ویسے ہی تر و تازہ ہیں جیسے وقتِ دفنِ مبارک تھے بلکہ وہ زندہ ہیں روزی دئے جاتے ہیں اور تمام لذتوں اور عبادتوں کے ناز و نعم میں ہیں اور ایسے ہی باقی انبیاء علیہم الصلٰوۃ

---

[1] فتح القدیر فصل فی الصلٰوۃ علی المیت نوریہ رضویہ سکھر ۲/۸۴

اقول لکن الذی رأیت فی الغیاثیة ماقدمت ان قال الحلوانی الصحیح روایة الحسن ونفتی بھذا[1] اھ فلعلھا العتابیة بمھملة فتاء فرشت فموحدة۔

اقول وقد اسمعناك التنصیص علی استثناء الولی عن المختصر والبدایة والوقایة والنقایة والاصلاح والوافی والغرر والھدایة وقصر الاجازة علی خوف الفوت عنھا وعن الطحاوی والکنز والتنویر والملتقی ونور الایضاح وھذہ کلھا متون المذھب المعتمد علیھا الموضوعة لنقل المذھب فلا اقل من ان یکون ایضاً ظاھر الروایة وقد تظافرت علیہ تصحیحات الجلة ولایذھب علیك ما لہ من قوة الدلیل فعلیہ یجب الاعتماد والتعویل۔

وقد اشار فی الحلیة الی التوفیق بان عدم الجواز للولی اذا لم یحضر من ھو اقدم منہ والجواز اذا حضر والیہ یومی کلام الغنیة والبحر۔

اقول ولقد کان احسن توفیقا لولا ان نص الاصل والصغری سواء کان

اقول لیکن غیاثیہ میں جو میں نے دیکھا وہ جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا یہی ہے کہ حلوانی نے فرمایا صحیح روایت حسن ہے اور ہم اسی پر فتوٰی دیتے ہیں اھ۔ تو ہو سکتا ہے یہ عین مہملہ پھر تا ے قرشت پھر ایک نقطے والی ب سے "عتابیہ" ہو۔

اقول ہم جوازِ تیمم سے استثنائے ولی کی تصریح مختصر قدوری، بدایہ، وقایہ، نقایہ، اصلاح، وافی، غرر اور ہدایہ کے حوالے سے پیش کر آئے اور صرف اندیشۂ فوت کے وقت اجازتِ تیمم ہونے کو کتب مذکورہ اور طحاوی، کنز، تنویر، ملتقی اور نور الایضاح کے حوالے سے بیان کیا — یہ سب متون مذہب ہیں جن پر اعتماد ہے اور جو نقل مذہب کے لئے ہی لکھے گئے ہیں تو کم سے کم اتنا ضرور ہے کہ یہ (ولی کے لئے عدم جوازِ تیمم) بھی ظاہر الروایہ ہو گا — اس پر جلیل القدر علماء کی تصحیحات بھی مجتمع ہیں اور اس میں دلیل کی جو قوت ہے وہ بھی عیاں ہے تو اسی پر اعتماد ضروری ہے۔

حلیہ میں تطبیق کی جانب اشارہ کیا ہے کہ ولی کے لئے عدم جواز اُس وقت ہے جب اس سے زیادہ تقدم رکھنے والا موجود نہ ہو اور جواز اُس وقت ہے جب اس پر تقدم والا موجود ہو — اسی کی طرف غنیہ اور بحر کی عبارتوں میں بھی اشارہ ملتا ہے۔

اقول یہ بہت عمدہ تطبیق تھی اگر مبسوط اور صغرٰی کی یہ تصریح نہ ہوتی کہ خواہ وہ مقتدی ہو یا

---

[1] فتاوٰی غیاثیہ فصل فی التکفین مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۴۴

ترکِ مذہب کرتے یہ کیونکر متصور ہوسکتا ہے۔

ثالثاً: پہلی نمازیں غیر ولی نے پڑھیں تو ولی کو اختیارِ اعادہ تھا امام کے ولی صاحبزادۂ جلیل حضرت سیدنا حماد ابن ابی حنیفہ تھے جب انھوں نے پڑھی پھر جنازۂ مبارک پر کسی نے نہ پڑھی۔ امام ابن حجر مکی خیرات الحسان میں فرماتے ہیں:

ما فرغوا من غسله الا وقد اجتمع من اهل بغداد خلق لا یحصیهم الا الله تعالٰی کانهم نودی لهم بموته وحزر من صلی علیه فقیل بلغوا خمسین الفا، وقیل: اکثر واعیدت الصلٰوة علیه ستة مرات اٰخرها ابنه حماد[1]

ادھر امام ابوحنیفہ کے غسل سے فارغ ہوئے تھے کہ ادھر بغداد کی اتنی خلقت جمع ہوگئی جس کا شمار خدا ہی جانتا ہے گویا کسی نے انتقالِ امام کی خبر پکار دی تھی، نماز پڑھنے والوں کا اندازہ کیا گیا تو کوئی کہتا ہے پچاس ہزار تھے اور کوئی کہتا ہے کہ اس سے بھی زیادہ تھے، اور ان پر چھ بار نماز ہوئی۔ آخر مرتبہ صاحبزادۂ امام حضرت حماد نے پڑھی۔

رابعاً: یونہی واقعہ دوم میں کیا ثبوت ہے کہ پہلی نماز باذنِ ولی تھی، بلکہ ظاہر یہی ہے کہ نمازِ دوم ہی باذنِ ولی ہوئی کہ جنازہ ایک عالم حنفی کا تھا اور وہاں اس وقت حنفیہ کے رئیس الرؤسا یہی امام جلال الدین محمود بن احمد حصیری تلمیذ خاص امام جلیل قاضی خاں تھے جن کی تصانیف میں جابجا تصریح ہے کہ نماز جنازہ کی تکرار جائز نہیں۔ تیسری نماز والے حنبلی مذہب تھے، حنبلیہ کے یہاں جواز ہے جو ہم پر حجت نہیں۔ بالجملہ علماء وعقلاء کا اتفاق ہے کہ واقعۃ عین لا عموم لها خاص واقعے محل ہر گونہ احتمال، ان سے استدلال محض خام خیال نہ کہ وہ بھی اجماع قطعی تمام ائمۂ مذہب کے رد کرنے کو، جس پر جرأت نہ کرے گا مگر نا اہل شدید الجہل ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

جواب سوال دوم: مذہب مہذب حنفی میں جنازہ غائب پر بھی محض ناجائز ہے۔ ائمۂ حنفیہ کا اس کے عدمِ جواز پر بھی اجماع ہے خاص اس کا جزئیہ بھی مصرح ہونے کے علاوہ تمام عبارات مسئلہ اولٰی بھی اس سے متعلق کہ غالباً نمازِ غائب کو تکرارِ صلوٰۃ جنازہ لازم۔ بلادِ اسلام میں جہاں مسلمان انتقال کرے نماز ضرور ہوگی، اور دوسری جگہ خبر اس کے بعد ہی پہنچے گی، ولہذا امام اجل نسفی نے کافی میں اس مسئلہ کو اس کی فرع ٹھہرایا، اگرچہ حقیقۃً دونوں مستقل مسئلے ہیں۔ اب اس مسئلہ کی نصوص خاصہ لیجئے، اور بہ نظر تعلق مذکور سلسلۂ عبارات بھی وہی رکھئے۔

---

[1] الخیرات الحسان فصل ۳۵ فی تجہیزہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۷

Marfat.com

الامۃ علی ترکہا[1]۔ والثناء، حالانکہ تمام امت نے اس نماز کے ترک پر اجماع کیا۔

النھی الحاجز میں چالیس کتابوں کی اکاون[51] عبارتیں تھیں، یہ پچاسی[85] کتب متون وشروح وفتاوٰے کی دوسوسات[207] عبارات ہیں۔ غرض صورت مذکورہ استثناء کے سوا نماز جنازہ کی تکرار ناجائز وگناہ ہونے پر مذہبِ حنفی کا اجماع قطعی ہے اور اس کا مخالف مخالفِ مذہبِ حنفی ہے۔ بعض نام کے حنفی برائے جہالت یا مغالطۂ عوام ان تمام روشن وقاہر تصریحاتِ مذہب کو چھوڑ کر یہاں دو کتب تاریخ تصنیفِ شافعیہ سے سند لیتے ہیں:

اوّل: تبییض الصحیفہ امام جلال الدین سیوطی شافعی میں ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے جنازہ مبارک پر چھ[6] دفعہ نماز ہوئی اور کثرتِ ازدحامِ خلائق سے عصر تک ان کے دفن پر قدرت نہ پائی۔

دوم: سیر النبلا شمس الدین ذہبی شافعی میں ہے کہ شیخ تاج الدین ابوالیمن زید بن حسن کندی حنفی نے ۶ شوال ۶۱۳ھ میں وفات پائی۔ قاضی القضاۃ جمال ابن الحرستانی نے نماز پڑھائی، پھر شیخ الحنفیہ جمال الدین حصیری نے باب الفرادیس میں، پھر شیخ موفق الدین شیخ الحنبلیہ نے پہاڑ میں یعنی جبل قاسیون کہ دمشق میں ہے۔

اوّلاً جمیع کتب مذہب کے صریح خلاف میں دو کتاب تاریخ پر تکیہ کیسی جہالت شدیدہ ہے، ثانیاً دنیا میں صرف حنفی ہی مذہب کے لوگ نہیں، خصوصاً پہلی صدیوں میں کہ خود مجتہدین بکثرت تھے اور ہر ایک کے لئے اتباع تھے۔ اس حکایت میں یہ کہاں ہے کہ حنفیہ نے چھ بار پڑھی، بلکہ ہجوم خلائق تھا ہر مذہب ومسلک کے لوگ جوق درجوق آتے تھے، غیر حنفیہ نے اگر سو بار پڑھی تو حنفی مذہب میں اس میں کیا حجت ہوسکتی ہے، اللہ اکبر! امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ وہ عظیم الشان جلیل! ابرہان امام ہیں کہ امام مستقل مجتہد مطلق سیدنا امام شافعی رضی اللہ عنہ نے جب اس امام الائمہ سراج الامہ کے مزار پُرانوار کے پاس نمازِ صبح پڑھائی بسم اللہ آواز سے نہ پڑھی نہ رفع یدین کیا نہ قنوت پڑھی، کسی نے سبب پوچھا، فرمایا: ان صاحبِ قبر کے ادب سے کما فی الخیرات الحسان للامام ابن حجر المکی الشافعی (جیساکہ خیرات الحسان للامام ابن حجر مکی شافعی میں ہے۔ت) اور ایک روایت میں ہے مجھے حیا آئی کہ اس امام جلیل کے سامنے اس کا خلاف کروں کما فی المسلک المتقسط للمولی علی قاری (جیساکہ المسلک المتقسط لمولی علی قاری میں ہے۔ت) سبحان اللہ مجتہد مستقل تو ادبِ امام سے حضور امام میں اتباعِ امام اختیار کریں اور خود حنفیہ خاص جنازہ امام پر مخالفتِ امام و

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل السلطان احق بصلوتہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۲۴

Marfat.com

اُس پر نماز جائز نہیں، نہ کسی غائب پر نماز جائز ہے۔ (۲۲۴) شرح مجمع (۲۲۵) مجمع شرح ملتقی میں ہے:

محل الخلاف فی الغائب عن البلد اذ لو کان فی البلد لم یجز ان یصلی علیہ حتی یحضر عندہ اتفاقا لعدم المشقۃ فی الحضور[1]

امام شافعی رضی اللہ عنہ کا اس مسئلہ میں ہم سے خلاف بھی اس صورت میں ہے کہ میت دوسرے شہر میں ہو اور اگر اسی شہر میں ہو تو نماز غائب امام شافعی کے نزدیک بھی جائز نہیں کہ اب حاضر ہونے میں مشقت نہیں۔

(۲۲۶) فتاوٰی خلاصہ میں ہے: لا یصلی علی میت غائب عندنا[2]۔ ہمارے نزدیک کسی میت غائب پر نماز نہ پڑھی جائے۔ (۲۲۷) متن وافی میں ہے:

من استھل صلی علیہ و الا لا کغائب[3]

جو بچہ پیدا ہو کر کچھ آواز کرے جس سے اس کی حیات معلوم ہو پھر مر جائے اس پہ نماز پڑھی جائے ورنہ نہیں جیسے غائب کے جنازہ پر نماز نہیں۔

(۲۲۸) کافی میں ہے:

لا یصلی علی غائب وعضو خلافا للشافعی بناء علی ان صلاۃ الجنازۃ تعاد ام لا[4]

کسی غائب یا عضو پر نماز ہمارے نزدیک ناجائز ہے اور اس میں امام شافعی کا خلاف ہے اس بناء پر کہ نماز جنازہ ان کے نزدیک دوبارہ ہو سکتی ہے، ہمارے نزدیک نہیں۔

(۲۲۹) فتاوٰی شیخ الاسلام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی میں ہے:

ان اباحنیفۃ لا یقول بجواز الصلاۃ علی الغائب[5]

ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنازہ غائب پر نماز جائز نہیں مانتے۔

(۲۳۰) منظومۂ امام مفتی الثقلین میں ہے:

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل فی الصلٰوۃ علی المیت داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۸۵

[2] خلاصۃ الفتاوٰی الصلٰوۃ علی الجنازۃ اربع تکبیرات مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۲۲۴

[3] وافی

[4] کافی شرح وافی

[5] فتاوٰی امام غزی تمرتاشی کتاب الطہارۃ والصلٰوۃ مطبع اہل السنۃ والجماعۃ بریلی ص ۴

Marfat.com

(۲۰۸) فتح القدیر (۲۰۹) حلیہ (۲۱۰) غنیہ (۲۱۱) شلبیہ (۲۱۲) بحرالرائق (۲۱۳) ارکان میں ہے:

و شرط صحتها اسلام المیت وطہارتہ و وضعہ امام المصلی فلھذا القید لا تجوز علی غائب[1]

صحتِ نمازِ جنازہ کی شرط یہ ہے کہ میّت مسلمان ہو طاہر ہو، جنازہ نمازی کے آگے زمین پر رکھا ہو۔ اسی شرط کے سبب کسی غائب کی نمازِ جنازہ جائز نہیں۔

حلیہ کے لفظ یہ ہیں:

شرط صحتها کونه موضوعا امام المصلی و من هنا قالوا لا تجوز الصلوٰۃ علی غائب مطلقا[2]

نمازِ جنازہ کی شرائطِ صحت سے ہے جنازہ کا مصلّی کے آگے ہونا۔ اسی لیے ہمارے علماء نے فرمایا کہ مطلقاً کسی غائب پر نماز جائز نہیں۔

(۲۱۴) متن تنویر الابصار میں ہے:

شرطها وضعه امام المصلی[3]

جنازہ کا نمازی کے سامنے حاضر ہونا شرطِ نمازِ جنازہ ہے۔

(۲۱۵) برہان شرح مواہب الرحمٰن طرابلسی (۲۱۶) نہرالفائق (۲۱۷) شرنبلالیہ علی الدرر (۲۱۸) خادمی (۲۱۹) ہندیہ (۲۲۰) ابوالسعود (۲۲۱) درمختار میں ہے:

شرطها حضوره فلا تصح علی غائب[4]

جنازہ کا حاضر ہونا شرطِ نماز ہے لہذا کسی غائب پر نمازِ جنازہ صحیح نہیں۔

(۲۲۲) متن نورالایضاح میں ہے:

شرائطها اسلام المیت وحضوره[5]

صحتِ نمازِ جنازہ کی شرطوں سے ہے میّت کا مسلمان ہونا اور نمازیوں کے سامنے حاضر ہونا۔

(۲۲۳) متن ملتقی الابحر میں ہے: لا یصلی علی عضو ولا علی غائب[6] میّت کا کوئی عضو کسی جگہ ملے تو

---

[1] فتح القدیر — فصل فی الصلوٰۃ علی المیت — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ۲/۸۰
غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی — فصل فی الجنائز — سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۵۸۳
[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
[3] و [4] درمختار — باب صلوٰۃ الجنائز — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۲۱
[5] نورالایضاح — فصل فی الصلوٰۃ علی المیت — مطبع علیمی لاہور — ص ۵۶
[6] ملتقی الابحر — " " " — موسسۃ الرسالۃ بیروت — ۱/۱۶۱

Marfat.com

کو اطلاع نہ دی اور دفن کر دیا تو ارشاد فرماتے،

لا تفعلوا ادعونی لجنائزکم[1] رواہ ابن ماجۃ[ف1] عن عامر بن ربیعۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ایسا نہ کرو، مجھے اپنے جنازوں کے لیے بلا لیا کرو۔ اسے ابن ماجہ نے عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

اور فرماتے،

لا تفعلوا لا یموتن فیکم میت ما کنت بین اظہرکم الا اذنتمونی بہ فان صلٰوتی علیہ رحمۃ[2] رواہ الامام احمد عن زید[ف2] بن ثابت رضی اللہ عنہ ورواہ ابن حبان والحاکم عن یزید بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ فی حدیث اٰخر۔

ایسا نہ کرو جب تک میں تم میں تشریف فرما ہوں ہرگز کوئی میت تم میں نہ مرے جس کی اطلاع مجھے نہ دو کہ اُس پر میری نماز موجب رحمت ہے۔ اسے امام احمد نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اور اسے ابن حبان اور حاکم نے زید بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث کے آخر میں روایت کیا۔

اور فرماتے:

ہذہ القبور مملوۃ ظلمۃً علی اہلہا وانی انورہا بصلٰوتی علیہم[3] صلی اللہ تعالٰی

بیشک یہ قبریں اپنے ساکنوں پر تاریکی سے بھری ہیں اور بیشک میں اپنی نماز سے انھیں روشن فرما دیتا ہوں۔

1 مسند احمد بن حنبل	حدیث عامر بن ربیعہ	دار الفکر بیروت	۳/۴۴۴
التمہید	اباحۃ الصلٰوۃ علی القبر الخ	المکتبۃ القدوسیہ اردو بازار لاہور	۶/۱۶۷
2 مسند احمد بن حنبل	حدیث یزید بن ثابت	دار الفکر بیروت	۴/۳۸۸
3 صحیح مسلم	کتاب الجنائز	نور محمد اصح المطابع کراچی	۱/۳۱۰
مسند احمد بن حنبل	مروی از ابوہریرہ رضی اللہ عنہ	دار الفکر بیروت	۲/۳۸۸
الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان	فصل فی الصلٰوۃ الجنائز	موسستہ الرسالہ بیروت	۵/۳۵

ف1: یہ حدیث "تمہید" میں بھی منقول ہے اس پر تحقیق والے نے جنائز ابن ماجہ کا حوالہ دیا ہے لیکن مجھے یہ حدیث ابن ماجہ میں ان الفاظ کے ساتھ نہیں مل سکی البتہ مسند احمد بن حنبل میں انہی الفاظ سے یہ حدیث منقول ہے حوالہ ملاحظہ ہو۔ نذیر احمد

ف2: یہی حدیث ابن ماجہ نے یزید بن ثابت کے حوالہ سے نقل کی اور مسند احمد بن حنبل میں بھی یزید کے حوالے سے منقول ہے اور یزید زید کے بڑے بھائی ہیں۔ نذیر احمد

Marfat.com

باب فتاوی الشافعی وحدہ وما بہ قال قلنا ضدہ
وھی علی الغائب والعضو تصح وذاک فی حق الشھید قد طرح [1]

صرف امام شافعی قائل ہیں کہ غائب اور عضو پر نماز صحیح ہے اور شہید کی نماز نہ ہو اور ان سب مسائل میں ہمارا مذہب اس کے خلاف ہے۔ ہمارے نزدیک غائب وعضو پر نماز صحیح نہیں اور شہید کی نماز پڑھی جائے گی۔

یہ ۸۶ کتابوں کی ۳۰۲ عبارتیں ہیں، وللہ الحمد مسئلہ اولیٰ پر بحث دلائل النھی الحاجز میں بحمد اللہ تعالیٰ بروجہ کافی ہو چکی، یہاں بہت اختصار و اجمال کے ساتھ مسئلہ ثانیہ کے دلائل پر کلام کریں۔

فنقول وباللہ التوفیق حکم شرع مطہر کے لیے ہے اور اس پر زیادت ناروا۔

اقول ای ماکان بدون اذنہ الخاص او العام ولو فی ضمن الارسال او السکوت فانہ بیان ولیس یسکت عن نسیان فھذہ ھی الزیادۃ حقیقۃ لا غیرہ اذا المستند ولو الی سکوتہ مستند الیہ لا زائد علیہ والمتبع الکف دون الترک فانہ لیس بفعل العبد ولا مقدور کما نص علیہ الاجلۃ الصدور بل ھو فی العقل مدلل فان الاعدام لا تعلل فافھم ان کنت تفھم۔

اقول یعنی وہ زیادتی جو شرع کے اذنِ خاص یا عام کے بغیر ہو اگرچہ وہ ارسال یا سکوت کے ضمن میں ہو اس لیے کہ وہ بھی بیان ہے اس کا سکوت نسیان سے نہیں ہوتا، یہی زیادتی حقیقۃً زیادتی ہے، اس کے علاوہ نہیں، اس لیے کہ جس کا استناد شرع سے ہو گو سکوت ہی سے ہو وہ شریعت کی طرف مستند ہے اُس پر زائد نہیں۔ اور اتباع کف (قصداً باز رہنے) میں ہوتی ہے نہ ہونے میں نہیں (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قصداً کسی کام سے باز رہے تو اس میں ان کی پیروی ہو گی اور یُوں کوئی کام سرکار کے عمل میں نہ آیا تو وہ ممنوع نہ ہوگا نہ اس سے بچنا ضروری ہوگا) اس لیے کہ ترک بندے کا فعل ہی نہیں، نہ ہی اس کی قدرت میں ہے جیسا کہ اجلّہ بزرگانِ دین نے اس کی تصریح فرمائی ہے، بلکہ عقل کے نزدیک بھی یہ دلیل رکھتا ہے کیونکہ عدم کی تعلیل نہیں ہوتی، اسے سمجھو اگر سمجھ والے ہو۔ (ت)

حضور پُر نور سیّد یوم النشور بالمؤمنین رؤف رحیم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کو نمازِ جنازہ مسلمین کا کمال اہتمام تھا۔ اگر کسی وقت رات کی اندھیری یا دوپہر کی گرمی یا حضور کے آرام فرما ہونے کے سبب صحابہ نے حضور

---

[1] منظومہ امام مفتی الثقلین عمر النسفی

Marfat.com

ع آخر ایں ترک و بایں مرتبہ بے چیزے نیست

(آخر اجلہ صحابہ کرام کے شہید ہونے پر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ان کی نمازِ جنازہ کو ترک فرمانا بغیر کسی وجہ کے نہیں ہوسکتا)

اہلِ انصاف کے نزدیک کلام تو اسی قدر سے تمام ہُوا مگر ہم ان وقائع ثلٰثہ کا بھی باذنہ تعالٰی تصفیہ کریں۔

واقعہ اُولٰی: جب اصحمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بادشاہِ حبشہ نے حبشہ میں انتقال کیا۔ سیدالمرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں صحابہ کو خبر دی اور مصلّٰی میں جاکر صفیں باندھ کر چار تکبیریں کہیں[1]۔ رواہ الستۃ عن ابی ھریرۃ وللشیخان عن جابر کنت فی الصف الثانی او الثالث[2] رضی اللہ تعالٰی عنہما (اسے اصحابِ ستّہ نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا اور بخاری و مسلم میں حضرت جابر سے بھی ہے کہ میں دوسری یا تیسری صف میں تھا، رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ ت)

اوّلاً صحیح ابن حبان میں عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن الصحابہ جمیعا سے ہے:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ان اخاکم النجاشی توفی فقوموا فصلوا علیہ فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصفوا خلفہ فکبر اربعا وھم لایظنون الا ان جنازتہ بین یدیہ[3]۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: تمھارا بھائی نجاشی مرگیا، اٹھو اس پر نماز پڑھو۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کھڑے ہوئے صحابہ نے پیچھے صفیں باندھیں، حضور نے چار تکبیریں کہیں، صحابہ کو یہی ظن تھا کہ ان کا جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہے۔

صحیح ابوعوانہ میں انھیں سے ہے:

فصلینا خلفہ ونحن لانری الا ان الجنازۃ قدامنا[4]۔

ہم نے حضور کے پیچھے نماز پڑھی اور ہم یہی اعتقاد کرتے تھے کہ جنازہ ہمارے آگے موجود ہے۔

اقول ھذا فی فتح الباری ثم المواھب ثم شرحھا وکذلک فی

اقول ابوعوانہ وابن حبان کے حوالے سے فتح الباری پھر مواہب پھر شرح مواہب میں یہی الفاظ

---

[1] صحیح البخاری باب الصفوف علی الصفوف علی الجنازہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۶

[2] ″ باب من صف صفین الخ ″ ″

[3] الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان فصل فی الصلٰوۃ علی الجنائز مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۵/۴۰

[4] فتح الباری بحوالہ ابی عوانہ باب الصفوف علی الجنازہ مصطفٰی البابی مصر ۳/۴۳۲

Marfat.com

بارك وسلم عليه وعلى اله قدر نوره و جماله وجاهه وجلاله وجوده ونواله ونعمه وافضاله رواه مسلم وابن حبان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنه۔

اللہ تعالیٰ رحمت وبرکت اور سلامتی نازل فرمائے ان پر اور ان کی آل پر ان کے نور وجمال، جاہ وجلال، جُود ونوال، نِعَم وافضال کے حساب سے۔ حدیث مذکور کو مسلم اور ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

بااین ہمہ حالانکہ زمانہ اقدس میں صدہا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دوسرے مواضع میں وفات پائی، کبھی کسی حدیث صحیح صریح سے ثابت نہیں کہ حضور نے غائبانہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ کیا وہ محتاجِ رحمت والا نہ تھے، کیا معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان پر یہ رحمت وشفقت نہ تھی، کیا ان کی قبور اپنی نماز پاک سے پُرنور نہ کرنا چاہتے تھے، کیا جو مدینہ طیبہ میں مرتے انھیں کی قبور محتاجِ نُور ہوتیں اور جگہ اس کی حاجت نہ تھی۔ یہ سب باتیں بداہۃً باطل ہیں تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عام طور پر ان کی نماز جنازہ نہ پڑھنا ہی دلیل روشن واضح ہے کہ جنازہ غائب پر نماز ناممکن تھی ورنہ ضرور پڑھتے کہ مقتضی بکمال وفور موجود اور مانع مفقود۔ لاجرم نہ پڑھنا قصداً باز رہنا تھا اور جس امر سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بے عذر مانع بالقصد احتراز فرمائیں وہ ضرور امر شرعی ومشروع نہیں ہوسکتا دوسرے شہر کی میت پر صلوٰۃ کا ذکر صرف تین واقعوں میں روایت کیا جاتا ہے۔ واقعہ نجاشی وواقعہ معٰویہ لیثی وواقعہ امرائے موتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ان میں اوّل ودوم بلکہ سوم کا بھی جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے حاضر تھا تو نماز غائب پر نہ ہوئی بلکہ حاضر پر، اور دوم وسوم کی سند صحیح نہیں، اور سوم صلوٰۃ بمعنی نماز میں صریح نہیں۔ ان کی تفصیل بعونہ تعالیٰ ابھی آتی ہے۔ اگر فرض ہی کر لیجئے کہ ان تینوں واقعوں میں نماز پڑھی تو باوصف حضور کے اس اہتمام عظیم وموفور اور تمام اموات کے اس حاجت شدیدہ رحمت ونور قبور کے صدہا پر کیوں نہ پڑھی، وہ بھی محتاج حضور وحاجتمند رحمت ونور، اور حضور ان پر بھی رؤف ورحیم تھے۔ نماز سب پر فرض عین نہ ہونا اس اہتمام عظیم کا جواب نہ ہوگا، نہ تمام اموات کی اس حاجت شدیدہ کا علاج۔ حالانکہ حریصٌ علیکم ان کی شان ہے۔ دو ایک کی دستگیری فرمانا اور صدہا کو چھوڑنا کب ان کے کرم کے شایان ہے۔ ان حالات واشارات کے ملاحظہ سے عام طور پر ترک اور صرف دو ایک بار وقوع خود ہی بتا دے گا کہ وہاں خصوصیتِ خاصہ تھی جس کا حکم عام نہیں ہوسکتا۔ حکم عام وہی عدم جواز ہے جس کی بنا پر عام احتراز ہے۔ اب واقعہ بئر معونہ ہی دیکھئے۔ مدینہ طیبہ کے ستّر جگر پاروں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص پیاروں، اجلّہ علمائے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کفار نے دغا سے شہید کر دیا۔ مصطفیٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو ان کا سخت وشدید غم والم ہوا۔ ایک مہینہ کامل خاص نماز کے اندر کفار نابہنجار پر لعنت فرماتے رہے، مگر ہرگز منقول نہیں کہ ان پیارے محبوبوں پر نماز پڑھی ہو۔

Marfat.com

وصلّی علیہ[1] اُس پر نماز پڑھی۔

ثانیاً بلکہ جب تم مستدل ہو تمہیں احتمال کافی، نہ کہ جب خود باسانید صحیحہ ثابت ہے۔ یہ جواب خود ایک شافعی امام قسطلانی نے مواہب شریفہ میں نقل کیا اور مقرر رکھا۔

اقول ای لما تقرر من کفہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فالظاہر معناہ الاحتمال عن دلیل ثم من العجب قول الکرمانی کان غائبا عن الصحابۃ[2] وارتضاہ فی الفتح قائلا سبقہ الٰی ذلک ابوحامد[3] الخ وکذا استحسنہ الرؤیانی واربعتہم شافعیۃ وھذا المانص علیہ الحنفیۃ والمالکیۃ من الاتفاق علی جواز الصلٰوۃ علی غائب عن القوم والامام یراہ۔ **اقول** علٰی ان فی حدیث عمران نحن لانری الا

اقول یعنی جب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا غائبوں کی نماز سے باز رہنا ثابت ہے تو حضرت اصحمہ نجاشی کی نماز پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کا جنازہ سامنے تھا، تو ظاہر یہ ہے کہ احتمال سے مراد احتمال بدلیل ہے۔ پھر عجیب بات ہے کہ کرمانی نے لکھا: نجاشی کا جنازہ صرف نظرِ صحابہ سے غائب تھا، اس کو فتح الباری میں پسند کیا یہ کہتے ہُوئے کہ اس سے پہلے ابوحامد یہ فرما چکے ہیں۔ اسی طرح رویانی نے اسے عمدہ سمجھا، یہ چاروں حضرات شافعی ہیں۔ تعجب کی چیز یہ ہے کہ اس پر تو حنفیہ و مالکیہ کا بھی اتفاق ہے کہ

ع قلدھم فیہ تقلیدا جامدا مجتہد الوہابیۃ الشوکانی فی نیل الاوطار والبوفالی فی عون الباری غافلین عما ردہ بہ الحنفیۃ وھذا دیدن ھٰؤلاء المدعین للاجتہاد یقلدون المقلدین فی الغلط المبین و یحرمون تقلید الائمۃ المجتہدین ۱۲ منہ (م)

اس میں ان کی تقلید جامد کی ہے مجتہدِ وہابیہ شوکانی نے نیل الاوطار میں اور بھوپالی نے عون الباری میں۔ اور اس کلام سے غافل رہے جس کے ذریعے حنفیہ نے اس جواب کو رَد کر دیا ہے۔ یہی ان مدعیانِ اجتہاد کی عادت ہے کہ کھُلی ہُوئی غلط باتوں میں مقلدین کی تقلید کرتے ہیں اور ائمہ مجتہدین کی تقلید کو حرام ٹھہراتے ہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب بحوالہ واحدی النوع الرابع فی صلٰوتہ الخ دار المعرفۃ بیروت ۸/ ۸۷

[2] فتح الباری بحوالہ الکرمانی باب الصفوف علی الجنازہ مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۳۲

[3] فتح الباری شرح البخاری " " " " " "

عمدة القاری وغیرھما من الکتب ووقع فی نصب الرایة فی روایة ابن حبان وھم لایظنون ان جنازته بین یدیه باسقاط الا فاحتاج المحقق علی الاطلاق الی التقریب بان قال فھذا اللفظ یشیر الی ان الواقع خلاف ظنھم لانه ھو فائدة المعتمد بھا فاما ان یکون سمعه منه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم او کشف له[1] اھ وتبعه فی الغنیة والمرقاة وھو کما تری کلامه نفیس لکن لاحاجة الیه بعد ثبوت الا فی الکتابین الصحیحین فانه اظھر وازھر وللہ الحمد وبالجملة اندفع به ما قال الشیخ تقی الدین ان ھذا یحتاج الی نقل یثبته ولا یکتفی فیه بمجرد الاحتمال[2]۔

مذکورہ آئے ہیں اور ایسے ہی عمدۃ القاری وغیرہ کتابوں میں نقل ہے ــــ نصب الرایہ کے اندر روایتِ ابن حبان میں وھم لایظنون ان جنازته بین یدیه (اور لوگ نہیں سمجھ رہے تھے کہ ان کا جنازہ حضور کے آگے رکھا ہُوا ہے) الّا (مگر) کے اسقاط کے ساتھ واقع ہُوا تو محقق علی الاطلاق نے حدیث کو مدعا کے مطابق ثابت کرنے کی ضرورت محسوس کی اور فرمایا: اس لفظ سے یہ اشارہ ہو رہا ہے کہ واقع میں ان حضرات کے گمان کے برخلاف تھا کیونکہ اس جملے کا قابلِ شمار و لحاظ فائدہ یہی ہے (تو معنی یہ ہوا کہ وُہ ایسا نہیں سمجھ رہے تھے مگر واقع میں جنازہ حضور کے آگے موجود تھا) اب یہ ان کو حضور سے سن کر معلوم ہوا ہو یا ان پر انکشاف ہوا ہو اھ ــــ اس کلام میں حضرت محقق کا اتباع صاحبِ غنیہ و صاحبِ مرقات نے بھی کیا ہے۔ اور واقعی یہ نفیس کلام ہے۔ مگر دونوں صحیح کتابوں (صحیح ابن حبان و صحیح ابی عوانہ) میں لفظ الّا ثابت ہوجانے کے بعد اس کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ جو الّا کے ساتھ ہے وہ زیادہ ظاہر اور روشن ہے۔ اور خدا ہی کے لیے ساری حمد ہے۔ الحاصل اس سے وُہ اعتراض دفع ہوگیا جو شیخ تقی الدین نے لکھا کہ اس پر کوئی دلیل لانے کی ضرورت ہے محض احتمال کافی نہیں۔ (ت)

یہ دونوں روایت صحیح عاضد قوی ہیں اس حدیث مرسل اصولی کی کہ امام واحدی نے اسبابِ نزولِ قرآن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کی کہ فرمایا:

کشف للنبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم عن سریر النجاشی حتی راٰہ

نجاشی کا جنازہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ظاہر کردیا گیا تھا حضور نے اسے دیکھا اور

---

[1] فتح القدیر فصل فی الصلوٰۃ علی المیت نوریہ رضویہ سکھر ۲/۸۰
[2] نصب الرایۃ بحوالہ تقی الدین احادیث الصلوٰۃ علی الغائب المکتبۃ الاسلامیہ صاحبہا ریاض الشیخ ۲/۲۸۳

Marfat.com

قال الحافظ فی الفتح هذا محتمل الا انی لم اقف فی شیئ من الاخبار علی انه لم یصل علیه فی بلدہ احد[1] قال الزرقانی وھو مشترك الالزام فلم یرو فی الاخبار انه صلی علیه احد فی بلدہ کما جزم به ابوداؤد و محله فی اتساع الحفظ معلوم[2] اقول ای فقد کفانا المؤنة بقوله ھذا محتمل ثم اقول قد یومی له ما اخرج احمد و ابن ماجة عن حذیفة بن اسید رضی اللہ تعالٰی عنه ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم خرج بھم فقال صلوا علی اخ لکم مات بغیر ارضکم قالوا من ھو قال النجاشی[3] ثم رأیته فی مسند ابی داؤد الطیالسی

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں کہا یہ احتمال تو ہے مگر کسی حدیث میں یہ اطلاع میں نے نہ پائی کہ نجاشی کے اہلِ شہر میں سے کسی نے ان کی نماز جنازہ نہ پڑھی اھ علامہ زرقانی نے لکھا: یہ الزام دونوں طرف سے مشترک ہے کیونکہ کسی حدیث میں یہ بھی مروی نہیں کہ ان کے اہلِ شہر میں سے کسی نے ان کی نماز جنازہ پڑھی تھی ـــ جیسا کہ ابوداؤد نے اس پر جزم کیا ہے اور وسعتِ حفظ میں ان کا مقام معلوم ہے اھ۔ اقول یعنی یہ احتمال مان کر ہمارا بوجھ انھوں نے خود ہی اتار دیا ثم اقول اس کا کچھ اشارہ اس سے ملتا ہے جو امام احمد اور ابن ماجہ نے حذیفہ بن اُسید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لوگوں کو لے کر باہر آئے پھر فرمایا: اپنے ایک بھائی کی

ع‍ـه ثم رأیت الشوکانی ذکرہ عن شیخ مذھبه الفاسد ابن تیمیة انه اختار التفصیل بجواز الصلٰوة علی الغائب ان لم یصل علیه حیث مات والا لا قال واستدل له بما اخرجه الطیالسی واحمد و ابن ماجة وابن قانع والطبرانی و الضیاء[4] فذکر الحدیث اقول اما الاستئناس فنعم واما کونه دلیلا علیه حجة فلا کما لا یخفی ۱۲ منه (م)

پھر میں نے دیکھا کہ شوکانی نے اپنے فاسد مذہب کے پیشوا ابن تیمیہ سے متعلق ذکر کیا کہ اس نے یہ تفصیل اختیار کی ہے کہ غائب کی نماز جائز ہے اگر وہاں اس کی نماز نہ ہوئی جہاں انتقال کیا ورنہ جائز نہیں۔ اور کہا کہ اس پر دلیل میں وہ حدیث پیش کی ہے جو طیالسی، امام احمد، ابن ماجہ، ابن قانع، طبرانی اور ضیاء نے روایت کی پھر حدیث بالا ذکر کی۔ اقول اس حدیث سے رائے مذکور پر استیناس تو ہو رہا ہے مگر یہ کہ اس پر یہ دلیل اور اس بارے میں حجت ہو تو ایسا نہیں جیسا کہ واضح ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] فتح الباری شرح البخاری	باب الصفوف علی الجنازۃ	مصطفی البابی مصر	۳/ ۴۳۲
[2] شرح الزرقانی علی المواہب	النوع الرابع	دار المعرفۃ بیروت	۸/ ۸۷
[3] سنن ابن ماجہ	باب ماجاء فی الصلٰوۃ علی النجاشی	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	ص ۱۱۱
[4] نیل الاوطار للشوکانی	الصلٰوۃ علی الغائب بالنیۃ	مصطفی البابی مصر	۴/ ۵۷

Marfat.com

ان الجنازة قدامنا[1] کما قدمنا اما حدیث مجمع بن جاریة رضی اللہ عنه فصففنا خلفه صفین ومانری شیئا[2] رواہ الطبرانی[ف] (وھم من نسبه لابن ماجة مغترا بقول الحافظ اصله فی ابن ماجة غافلا ان لیس عندہ "ومانری شیئا" وھو المقصود) ففیه حمران بن اعین رافضی ضعیف علی ان کلا حکی عن حاله فلا تعارض ولا یعقل من عاقل اشتراط ان یری المیت الکل والا لما صحت لما عدا الصف الاول۔

ایسے کی نمازِ جنازہ جائز ہے جو لوگوں سے غائب ہو اور امام اسے دیکھ رہا ہو **اقول** علاوہ ازیں حدیث عمران میں یہ ہے کہ "ہم یہی اعتقاد کرتے تھے کہ جنازہ ہمارے آگے موجود ہے" جیسا کہ ہم پیش کر چکے۔ رہی مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہ کی حدیث، ہم نے حضور کے پیچھے دو صفیں لگائیں اور ہم کچھ نہ دیکھ رہے تھے اسے طبرانی نے روایت کیا (جس نے ابن ماجہ کا حوالہ دیا اُسے وہم ہوا در اصل ابن حجر کی اس عبارت سے کہ "اس کی اصل ابن ماجہ میں ہے" وہ فریب خوردہ ہوگیا اور اس سے غافل رہا کہ ابن ماجہ میں یہ لفظ "ہم کچھ نہ دیکھ رہے تھے" موجود نہیں جبکہ وہی مقصود ہے۔ اس میں حمران بن اعین رافضی ضعیف ہے۔ علاوہ ازیں ہر راوی نے اپنا حال بیان کیا ہے، اس لیے کوئی تعارض نہیں، ورنہ پہلی صف کے علاوہ کسی کی نماز ہی صحیح نہ ہو۔ (ت)

ثالثاً نجاشی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا انتقال دار الکفر میں ہوا وہاں اُن پر نماز نہ ہوئی تھی لہٰذا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہاں پڑھی۔ اسی بناء پر امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں اس حدیث کے لیے یہ باب وضع کیا،

الصلٰوۃ علی مسلم یلیه اھل شرك فی بلد اٰخر[3]

دوسرے شہر میں ایسے مسلم کی نمازِ جنازہ جس کے قریب صرف اہلِ شرک ہیں۔ (ت)

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب بحوالہ عمران بن حصین النوع الرابع فی صلٰوتہ الخ دار المعرفۃ بیروت ۸/۸۷

[2] شرح الزرقانی " بحوالہ طبرانی " " " " "

فتح الباری شرح البخاری باب الصلٰوۃ علی الجنازۃ مصطفی البابی مصر ۴۳۲/۳

[3] سنن ابی داؤد باب الصلٰوۃ علی المسلم یموت فی بلاد الشرک آفتاب عالم پریس، لاہور ۲/۱۰۱

ف: معجم کبیر میں مجمع بن جاریہ کی احادیث کے تحت بحوالہ ابن ابی شیبہ حدیث کے الفاظ یوں ہیں: "فصففنا خلفه صفین" اس میں "ومانری شیئا" کے الفاظ نہیں ہیں۔ ملاحظہ ہو معجم کبیر حدیث ۱۰۸۶ جلد ۱۹ ص ۴۴۶۔ نذیر احمد

Marfat.com

قاله ابن بزیزة وغیرہ من الشافعیة القائلین بجواز صلوٰة الجنازة فی المسجد معتلین لعدم صلوٰة صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد مع انہ حین نعاہ کان فیہ ھذا ولا یذھب عنك ان الطرازین المعلمھما الاولان۔

یہ ابن بزیزہ وغیرہ شافعیہ نے کہا جو اس کے قائل ہیں کہ مسجد میں نماز جنازہ جائز ہے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب رحلتِ نجاشی کی اطلاع دی تو اُس وقت مسجد ہی میں تشریف فرما تھے مگر جنازہ کیلئے باہر تشریف لے گئے اس کی علت ان حضرات نے یہ بتائی کہ اس سے مقصود تکثیرِ جماعت کے ذریعہ ان کے اسلام کا اعلان کرنا تھا۔ (اس واقعہ پر ہم نے چار کلام کئے مگر) خیال رہے کہ نقش زرنگار کی حیثیت صرف پہلے دو کو حاصل ہے۔ (ت)

تنبیہ: غیر مقلدوں کے بھوپالی امام نے عون الباری میں حدیثِ نجاشی کی نسبت کہا۔ اس سے ثابت ہوا کہ غائب پر نماز جائز ہے اگرچہ جنازہ غیر جہت قبلہ میں ہو اور نمازی قبلہ رُو۔

اقول یہ اس مدعیِ اجتہاد کی کورانہ تقلید اور اس کے ادعا پر مثبت جہل شدید ہے۔ نجاشی کا جنازہ حبشہ میں تھا اور حبشہ مدینہ طیبہ سے جانبِ جنوب ہے اور مدینہ طیبہ کا قبلہ جنوب ہی کو ہے تو جنازہ غیر جہتِ قبلہ کو کب تھا!

لاجرم لما نقل الحافظ فی الفتح قول ابن حبان انہ انما یجوز ذلك لمن فی جھة القبلة، قال حجتہ الجمود علی قصة النجاشی[1] اھ

جب حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ابن حبان کا یہ قول نقل کیا کہ صرف اسی غائب کی نماز جنازہ ہوسکتی ہے جو سمتِ قبلہ میں ہو تو اس پر یہ کہا کہ: ان کی دلیل واقعۂ نجاشی پر جمود ہے اھ (ت)

تو ان مجتہد صاحب کا جہل قابلِ تماشا ہے جن کو سمتِ قبلہ تک معلوم نہیں۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے جنازہ پر نماز ان کی غیر سمت پڑھنے کا ادعا دُوسرا جہل ہے۔ حدیث میں تصریح ہے کہ حضور نے جانبِ حبشہ نماز پڑھی[2] رواہ الطبرانی عن حذیفة بن اسید رضی اللہ عنہ (اسے طبرانی نے حذیفہ بن اُسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

واقعہ دوم: معاویہ بن معاویہ مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ طیبہ میں انتقال کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تبوک میں ان پر نماز پڑھی۔

---

[1] فتح الباری بحوالہ ابن بزیزہ باب الصفوف علی الجنازۃ مصطفی البابی مصر ۳/۴۳۱

[2] معجم کبیر مروی از حذیفہ بن اُسید حدیث ۳۰۴۸ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۳/۱۶۹

Marfat.com

قال حدثنا المثنی بن سعید عن قتادۃ عن ابی طفیل عن حذیفۃ بن اسید ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اتاہ موت النجاشی فقال ان اخاکم مات بغیر ارضکم فقوموا فصلوا علیہ[1] فھذا یقوی الاستئناس لمکان الفاء فی فقوموا۔

نماز ادا کرو جو تمھاری سرزمین کے علاوہ میں فوت ہوا۔ لوگوں نے عرض کیا: وہ کون؟ فرمایا: نجاشی۔ پھر میں نے اسے مسند ابوداؤد طیالسی میں دیکھا، انھوں نے کہا ہم سے مثنی بن سعید نے حدیث بیان کی، وہ قتادہ سے وُہ ابوالطفیل سے وُہ حذیفہ بن اُسید سے راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس نجاشی کی وفات کی خبر آئی تو فرمایا، تمھارا بھائی تمھاری سرزمین کے علاوہ میں انتقال کرگیا تو اٹھو اس کی نماز پڑھو۔ یہ روایت استیناس کو قوت دے رہی ہے اس لیے کہ اس کے اندر فقوموا (تو اٹھو) میں فا (تو) ہے۔ (ت)

ولہذا خود امام شافعی المذہب ابوسلیمان خطابی نے یہ مسلک لیا کہ غائب پر نماز جائز نہیں سوا اس صورت خاص کے کہ اس کا انتقال ایسی جگہ ہُوا ہو جہاں کسی نے اس کی نماز نہ پڑھی ہو۔ **اقول** اب بھی خصوصیتِ نجاشی، ماننے سے چارہ نہ ہوگا، جبکہ اور مَوتیں بھی ایسی ہُوئیں اور نماز غائب کسی پر نہ پڑھی گئی۔

رابعاً بعض[عہ] کو ان کے اسلام میں شبہ تھا یہاں تک کہ بعض نے کہا: حبشہ کے ایک کافر پر نماز پڑھی۔[2]

رواہ ابن ابی حاتم فی التفسیر عن ثابت و الدارقطنی فی الافراد والبزار عن حمید معًا عن انس و لہ شاھد فی کبیر الطبرانی عن وحشی و اوسطہ عن ابی سعید رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

اسے ابن ابی حاتم نے تفسیر میں ثابت سے، دارقطنی نے افراد میں اور بزار نے مسند میں حمید سے، دونوں حضرات نے حضرت انس سے روایت کیا۔ اور اس حدیث کی ایک شاہد طبرانی کبیر میں حضرت وحشی سے اور معجم اوسط میں حضرت ابوسعید سے ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم (ت)

اس نماز سے مقصود اُن کی اشاعتِ اسلام تھی۔ **اقول** یعنی بیان بالفعل اقوی ہے ولہذا مصلّی میں تشریف لے گئے کہ جماعت کثیر ہو۔[3]

عہ روایتِ طبرانی میں ہے اس کا قائل ایک منافق تھا[4] ۱۲ منہ (م)

---

[1] مسند ابوداؤد الطیالسی حدیث ۱۰۶۸ دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۱۴۴

[2] فتح الباری بحوالہ ابن ابی حاتم والدارقطنی والبزار باب الصفوف علی الجنازۃ مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۳۱

[3] " " ابن بزیزہ " " " " " "

[4] فتح الباری بحوالہ طبرانی اوسط باب الصفوف علی الجنازۃ مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۳۱

Marfat.com

لفظ الحافظ فی الاصابۃ قال ابن حبان فی ترجمۃ العلاء الثقفی من الضعفاء بعد ان ذکر لہ ھذا الحدیث سرقہ شیخ من اھل الشام، فرواہ عن بقیۃ فذکرہ[1] اھ ولیس فیہ یقال وقد نقل عنہ ھکذا الذھبی فی العلاء اما قول الحافظ فما ادری عنی نوحاً او غیرہ فانہ لم یذکر نوحاً فی الضعفاء[2] فاقول ظاھر ان نوحا ھو الشیخ الشامی الذی رواہ عن بقیۃ ولا مسار للشک حتی یثبت شامی اخر یرویہ عنہ لاجرم ان جزم الذھبی بانہ عنی بہ نوحا۔

اصابہ میں حافظ ابنِ حجر کے الفاظ یہ ہیں: ابنِ حبان نے علاء ثقفی ضعیف کے ترجمہ میں اس کی یہ حدیث ذکر کرنے کے بعد کہا: اسے شام کے ایک شیخ نے چرا کر اُسے بقیہ سے روایت کر دیا۔ پھر حدیث ذکر کی اھ —— اصابہ کی اس عبارت میں ابن حبان کے حوالہ میں لفظِ یقال (کہا جاتا ہے) نہیں ہے —— اور خود ذہبی نے علاء کے بارے میں ابنِ حبان سے اسی طرح نقل کیا ہے —— اب رہا حافظ ابن حجر کا یہ کلام کہ "پتا نہیں ابنِ حبان نے نوح ہی کو مراد لیا ہے یا کسی اور کو؟ کیونکہ انہوں نے نوح کو ضعفاء میں ذکر نہیں کیا ہے" —— **فاقول** (تو میں کہتا ہوں) ظاہر ہے کہ نوح ہی وہ شامی شیخ ہے جس نے یہ حدیث بقیہ سے روایت کی ہے۔ اس میں کسی شک کی گنجائش ہی نہیں کہ یہ ثابت کیا جائے کہ کوئی اور شامی شیخ اُس سے روایت کرنے والا ہے۔ لامحالہ ذہبی نے جزم کیا کہ ابنِ حبان نے اس سے نوح ہی کو مراد لیا ہے۔ (ت)

انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت طبقات ابن سعد میں دو[2] طریق سے ہے: ایک طریق میں محبوب بن ہلال مزنی ہے۔

تنبیہ: لم یرد الحدیث عن صحابی غیر انس وابی امامۃ اما ما وقع فی نسختی فتح القدیر المطبوعتین بمصر والھند من قولہ بعد ذکر قصۃ النجاشی فان قیل بل قد صلی علی غیرہ من الغیب وھو معاویۃ بن معاویۃ المزنی، ویقال اللیثی رواہ الطبرانی من حدیث ابی امامۃ

تنبیہ: یہ حضرت انس اور ابو امامہ کے علاوہ کسی اور صحابی سے وارد نہیں —— رہی فتح القدیر کی یہ عبارت جو اس کے مصر اور ہند کے طبع شدہ دونوں نسخوں میں ہے کہ "واقعہ نجاشی ذکر کرنے کے بعد وہ لکھتے ہیں: اگر اعتراض ہو کہ حضور نے نجاشی کے علاوہ دوسرے پر بھی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ہے۔ وہ معاویہ بن معاویہ مزنی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ "لیثی" —— اسے طبرانی نے حضرت ابو امامہ سے

(باقی اگلے صفحہ پر)

[1] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ترجمہ نمبر ۸۰۸۰ معاویہ بن معاویہ مزنی دار صادر بیروت ۳/ ۴۳۷

[2] " " " " " " "

Marfat.com

اوّلاً ائمہ حدیث عقیلی وابن حبان وبیہقی وابو عمر ابن عبدالبر وابن الجوزی ونووی وذہبی وابن الہمام وغیرہ نے اس حدیث کو ضعیف بتایا، اسے طبرانی نے معجم اوسط ومسند الشامیین میں ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی سے روایت کیا

بطریق نوح بن عمرو السکسکی ثنا بقیۃ بن الولید عن محمد بن زیاد الالہانی عن ابی امامۃ۔

اس کی سند اس طرح ہے: نوح بن عمرو سکسکی نے کہا ہم سے حدیث بیان کی بقیہ بن ولید نے ـــ عن محمد بن زیاد الالہانی ـــ عن ابی امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

قلت ومن ھذا الطریق رواہ ابواحمد الحاکم فی فوائدہ والخلال فی فوائد سورۃ الاخلاص وابن عبدالبر فی الاستیعاب وابن حبان فی الضعفاء و اشار الیہ ابن مندۃ۔

قلت (میں کہتا ہوں) اسی طریق سے اس کو ابواحمد حاکم نے فوائد میں، خلال نے فوائد سورۃ اخلاص میں، ابن عبدالبر نے استیعاب میں، اور ابن حبان نے ضعفاء میں روایت کیا۔ اور اسی کی طرف ابن مندہ نے اشارہ کیا۔ (ت)

اس کی سند میں بقیہ بن ولید مدلس ہے اور اس نے عنعنہ کیا یعنی محمد بن زیاد سے اپنا سننا نہ بیان کیا بلکہ کہا کہ ابن زیاد سے روایت ہے معلوم نہیں راوی کون ہے!

بہ اعلہ المحقق فی الفتح **اقول** لکن سند ابی احمد الحاکم ھکذا اخبرنا ابوالحسن احمد بن عمیر بدمشق ثنا نوح بن عمرو بن حری ثنا بقیۃ ثنا محمد بن زیاد عن ابی امامۃ فذکرہ۔

حضرت محقق نے فتح القدیر میں اسی سے اس کو معلول ٹھہرایا۔ **اقول** مگر ابواحمد حاکم کی سند اس طرح ہے، ہمیں خبر دی ابوالحسن احمد بن عمیر نے دمشق میں، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی نوح بن عمرو بن حری نے، کہا ہم سے حدیث بیان کی محمد بن زیاد نے، وہ ابوامامہ سے راوی ہیں۔ اس کے بعد حدیث ذکر کی۔ (ت)

ذہبی نے کہا کہ حدیث منکر ہے نیز اس کی سند میں نوح ابن عمرو ہے۔ ابن حبان نے اسے حدیث کا چور بتایا، یعنی ایک سخت ضعیف شخص اسے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا تھا اس نے اس سے چرا کر بقیہ کے سر باندھی۔

قال الذھبی فی ترجمۃ نوح قال ابن حبان یقال انہ سرق ھذا الحدیث[1] اھ **اقول**

ذہبی نے نوح کے حالات میں لکھا: ابن حبان نے بیان کیا کہ "کہا جاتا ہے اس نے یہ حدیث چرالی اھ **اقول**

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ نمبر ٩١٣٩ نوح بن عمرو بن نوح دارالمعرفۃ بیروت ۲۷۸/۴

Marfat.com

ذہبی نے کہا یہ شخص مجہول ہے اور اس کی یہ حدیث منکر[1]

دوسرے طریق میں علاء بن یزید ثقفی ہے۔

قلت ومن هذا الطریق اخرجه ابن ابی الدنیا ومن طریقه ابن الجوزی فی العلل المتناهیة والعقیلی وابن سنجر فی مسنده وابن الاعرابی وابن عبد البر وحاجب الطوسی فی فوائده[2]

قلت (میں کہتا ہوں) اسی طریق سے اس کو ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے اور اسی کے طریق سے ابن الجوزی نے العلل المتناہیہ میں، اور عقیلی اور ابن سنجر نے اپنی مسند میں اور ابن الاعرابی، ابن عبد البر نے اور فوائد میں حاجب طوسی نے روایت کیا ہے۔ (ت)

امام نووی نے خلاصہ میں فرمایا: اس کے ضعیف ہونے پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔ امام بخاری وابن عدی وابوحاتم نے کہا: وہ منکر الحدیث ہے۔ ابوحاتم ودارقطنی نے کہا: متروک الحدیث ہے۔ امام علی بن مدینی استاذِ امام بخاری نے کہا: وہ حدیثیں دل سے گھڑتا تھا۔ ابن حبان نے کہا: یہ حدیث بھی اسی کی گھڑی ہوئی ہے، اس سے چرا کر ایک شامی نے بقیہ سے روایت کی[3]؛ ذکرہ فی المیزان (اسے میزان الاعتدال میں ذہبی نے ذکر کیا۔ ت)

ابوالولید طیالسی نے کہا: علاء کذاب تھا[ع]۔ عقیلی نے کہا: العلاء بن یزید ثقفی لایتابعه احد علی هذا الحدیث الا من هو مثله او دونه علاء کے سوا جس جس نے یہ حدیث روایت کی سب علاء ہی جیسے ہیں یا اس سے بھی بدتر، ذکرہ فی العلل المتناهیة (ابن الجوزی نے اسے علل متناہیہ میں ذکر کیا۔ ت) ابوعمر بن عبد البر نے کہا: اس حدیث کی سب سندیں ضعیف ہیں اور دربارۂ احکام اصلاً حجت نہیں۔

صحابہ میں کوئی شخص معاویہ بن معاویہ نام معلوم نہیں[5] قاله فی الاستیعاب ونقله فی الاصابة (ابن عبد البر نے یہ استیعاب میں کہا اور حافظ نے اسے اصابہ میں نقل کیا۔ ت) یونہی ابن حبان نے کہا کہ مجھے اس نام کے

ع وہابیہ کے امام شوکانی نے نیل الاوطار میں یہاں عجیب تماشہ کیا ہے،

اولاً استیعاب سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے معٰویہ بن معٰویہ لیثی پر نماز پڑھی۔ پھر کہا

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۷۰۸۵ محبوب بن ہلال دارالمعرفۃ بیروت ۳/۴۴۲

[2] و [3] " " ۵۷۳۰ العلاء بن زید الثقفی " ۳/۹۹

[4] العلل المتناہیۃ حدیث فی فضل معاویۃ بن معاویۃ دارالنشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۲۹۹

[5] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ترجمہ ۸۰۸۰ معاویۃ بن معاویۃ دارصادر بیروت ۳/۴۳۷

Marfat.com

قلت ومن ھذا الوجہ اخرجہ الطبرانی وابن الضریس و سمویۃ فی فوائدہ وابن مندۃ والبیھقی فی الدلائل[1]

قلت (میں کہتا ہوں) اسی طریق سے اُسے طبرانی، ابن ضریس، فوائد میں سمویہ، ابن مندہ، اور دلائل میں بیہقی نے روایت کیا۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وابن سعد من حدیث انس وعلی وزید وجعفر لما استشھدا بموتہ علی ما فی مغازی الواقدی[2] فتصحیف وصوابہ وابن سعد من حدیث انس وعلی زید وجعفر ای وصلی علیھما فقد اخذ کلام الفتح ھذا برمتہ الحلبی فی الغنیۃ فقال وابن سعد من حدیث انس وکذا صلی علی زید وجعفر[3] وکذا اخذہ بتمامہ القاری فی المرقاۃ فقال وابن سعد من حدیث انس وصلی علی زید وجعفر[4] وقد جمع الحافظ طرق الحدیث فی الاصابۃ فلم یذکرہ عن علی ولا عن غیرہ من الصحابۃ سوی انس و ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم ۱۲ منہ (م)

سے روایت کیا ہے اور ابن سعد نے حضرت انس اور علی سے، اور زید وجعفر پر بھی نماز پڑھی جب یہ دونوں حضرات موتہ میں شہید ہوئے جیسا کہ مغازی واقدی میں ہے ــــ تو اس عبارت (من حدیث انس و علی وزید وجعفر) میں تصحیف (کتابت کی غلطی) ہے۔ صحیح عبارت اس طرح ہے (وابن سعد من حدیث انس وعلی زید وجعفر) یعنی اور اسے ابن سعد نے حضرت انس سے روایت کیا، اور حضور نے حضرت زید وحضرت جعفر کی بھی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ اس خطائے کتابت کی دلیل یہ ہے کہ فتح القدیر کا پورا کلام لے کر علامہ حلبی نے غنیہ میں یوں لکھا: وابن سعد من حدیث انس، وکذا صلی علی زید وجعفر (اور ابن سعد نے اسے حضرت انس سے روایت کیا، اور اسی طرح حضور نے حضرت زید وحضرت جعفر کی نماز پڑھی) یوں ہی علامہ علی قاری نے اسے مکمل اخذ کرکے مرقات میں یوں لکھا: وابن سعد من حدیث انس، وصلی علی زید و جعفر (اور ابن سعد نے حضرت انس کی حدیث میں اسے روایت کیا اور حضور نے حضرات زید وجعفر کی نماز پڑھی) ــــ اور حافظ ابن حجر نے اصابہ میں اس حدیث کے تمام طرق جمع کیے ہیں مگر ان میں حضرت علی یا کسی اور صحابی سے روایت کا ذکر نہیں صرف حضرت انس و ابو امامہ کا ذکر ہے۔ رضی اللہ تعالٰی عنہم (ت)

---

[1] الاصابۃ ترجمہ ۸۰۸۰ ۳/ ۳۳۶
[2] فتح القدیر ۲/ ۸۱
[3] غنیۃ المستملی ص ۵۴۴
[4] مرقات المفاتیح ۴/ ۱۴۰

Marfat.com

الف ملک[1] — حضور کے پیچھے تھیں، ہر صف میں ستّر ہزار فرشتے۔

ابو احمد حاکم کے یہاں یوں ہے:

وضع جناحہ الایمن علی الجبال، فتواضعت ووضع جناحہ الایسر علی الارضین فتواضعت حتی نظرنا الی مکۃ والمدینۃ فصلی علیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وجبریل والملئکۃ[2]

جبریل نے اپنا داہنا پَر پہاڑوں پر رکھا وُہ جھک گئے بایاں زمینوں پر رکھا وُہ لپست ہوگئیں یہاں تک کہ مکّہ ومدینہ ہم کو نظر آنے لگے، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جبریل وملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام نے ان پر نماز پڑھی۔

حدیثِ انس بطریق محبوب کے لفظ یہ ہیں: جبریل ؑ نے عرض کی کیا حضور اس پر نماز پڑھنا چاہتے ہیں؟ فرمایا: ہاں۔

فضرب بجناحہ الارض فلم تبق شجرۃ ولا اکمۃ الا تضعضعت ورفع لہ سریرہ حتی نظر الیہ فصلی علیہ[3]

پس جبریل نے زمین پر اپنا پَر مارا کوئی پیڑ اور ٹیلہ نہ رہا جو لپست نہ ہوگیا، اور ان کا جنازہ حضور کے سامنے بلند کیا گیا یہاں تک کہ پیشِ نظرِ اقدس ہوگیا، اس وقت حضور نے ان پر نماز پڑھی۔

بطریق علاء کے لفظ یوں ہیں:

ھل لک ان تصلی علیہ فاقبض لک الارض قال نعم فصلی علیہ[4]

جبریل نے عرض کی حضور ان پر نماز پڑھنی چاہیں تو میں زمین سمیٹ دُوں۔ فرمایا: ہاں۔ جبریل نے ایسا ہی کیا، اُس وقت حضور نے ان پر نماز پڑھی۔

اقول بلکہ طرزِ کلام مشیر ہے کہ نماز پڑھنے کے لیے جنازہ سامنے ہونے کی حاجت سمجھی گئی، جب تو جبریل نے عرض کی کہ حضور نماز پڑھنی چاہیں تو میں زمین لپیٹ دُوں تا کہ حضور نماز پڑھیں۔ فافہم

---

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ بحوالہ الطبرانی باب المشی بالجنازۃ الخ مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/۴۶
فتح القدیر بحوالہ الطبرانی فصل فی الصلوٰۃ علی المیت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۸۱
[2] مجمع الزوائد 〃 باب الصلوٰۃ علی الغائب دار الکتاب العربی بیروت ۳/۳۸
[3] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ترجمہ ۸۰۸۰ معاویہ بن معاویہ دار صادر بیروت ۳/۴۳۶
[4] 〃 〃 〃 〃 〃 ۳/۴۳۷

Marfat.com

کوئی صاحب صحابہ میں یا دنہیں[1] اثرہ فی المیزان (اسے ذہبی نے میزان میں نقل کیا۔ ت)

ثانیًا فرض کیجئے کہ یہ حدیث اپنے طُرق سے ضعیف نہ رہے کما اختارہ الحافظ فی الفتح (جیسا کہ حافظ ابن حجر نے اسے فتح الباری میں اختیار کیا ہے۔ ت) یا بالفرض غلط لذاتہ صحیح سہی پھر اس میں کیا ہے خود اسی میں تصریح ہے کہ جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیش نظر انور کر دیا گیا تھا تو نماز جنازہ حاضر پر ہوئی نہ کہ غائب پر۔ حدیث ابی امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لفظ طبرانی کے یہاں یہ ہیں۔ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! معاویہ بن معاویہ مزنی نے مدینہ میں انتقال کیا۔

اتحب ان اطوی لك الارض، فتصلی علیہ قال نعم، فضرب بجناحہ علی الارض فرفع لہ سریرہ فصلی علیہ، وخلفہ صفان من الملائکۃ کل صف سبعون

کیا حضور چاہتے ہیں کہ حضور کے لیے زمین لپیٹ دوں تاکہ حضور ان پر نماز پڑھیں۔ فرمایا: ہاں۔ جبریل نے اپنا پَر زمین پر مارا جنازہ حضور کے سامنے ہوگیا اس وقت حضور نے ان پر نماز پڑھی، اور فرشتوں کی دو صفیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

استیعاب میں اس قصہ کا مثل معاویہ بن مقرن کے حق میں ابو امامہ سے روایت کیا۔ پھر کہا نیز اس کا مثل انس سے ترجمہ معاویہ بھی معاویہ مزنی میں روایت کیا[2]۔ اس میں یہ وہم لاتا ہے کہ گویا تین صحابی جدا جدا ہیں جن پر نماز غائب مروی ہے، حالانکہ یہ محض جہل یا تجاہل ہے وہ ایک ہی صحابی ہیں معاویہ نام جن کے نسب ونسبت میں راویوں سے اضطراب واقع ہوا، کسی نے مزنی کہا، کسی نے لیثی، کسی نے معاویہ بن معاویہ، کسی نے معاویہ بن مقرن، ابو عمر نے معاویہ بن مقرن مزنی کو ترجیح دی کہ صحابہ میں معاویہ بن معاویہ کوئی معلوم نہیں، اور حافظ نے اصابہ میں معاویہ بن معاویہ مزنی کو ترجیح دی اور لیثی کہنے کو علاء ثقفی کی خطا بتایا اور معاویہ بن مقرن کو ایک اور صحابی مانا جن کے لیے یہ روایت نہیں' بہر حال صاحب قصہ شخص واحد ہیں۔ اور شوکانی کا ایہام تثلیث محض باطل۔ ابن الاثیر نے اسد الغابہ میں فرمایا: معاویۃ بن معاویۃ المزنی ویقال اللیثی ویقال معاویۃ بن مقرن المزنی قال ابو عمر وھو اولی بالصواب[3] الخ یعنی معاویہ بن معاویہ مزنی، اور کوئی کہتا ہے معاویہ بن مقرن مزنی، ابو عمرو نے کہا یہی صواب سے نزدیک تر ہے۔ پھر حدیث انس کے طریق اول سے پہلے طور پر نام ذکر کیا اور طریق دوم سے دوسرے طور پر اور حدیث ابو امامہ سے تیسرے طور پر۔ ۱۲ منہ۔

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۵۷۳۰ العلاء بن زید الثقفی دار المعرفۃ بیروت ۳/۹۹

[2] نیل الاوطار الصلوٰۃ علی الغائب بالنیۃ مصطفی البابی مصر ۴/۵۷

[3] اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ ترجمہ معاویہ بن معاویہ مزنی المکتبۃ الاسلامیۃ بیروت ۴/۳۸۸

Marfat.com

ثالثاً، اقول عبداللہ بن ابی بکر سے راوی شیخ واقدی عبدالجبار بن عمارہ مجہول ہے کما فی المیزان[1] (جیسا کہ میزان میں ہے۔ت) تو مرسل منقطع ہے۔ (یعنی راوی ثقہ ہوتا تو یہ مرسل قوی ومقبول ہوتی۔ جہالت راوی کے باعث اس میں قوت نہ رہی ۱۲ مترجم)

رابعاً خود اسی روایت میں صاف تصریح ہے کہ پردے اٹھا دئے گئے تھے۔ معرکہ حضرت قدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیش نظر تھا۔

اقول لکن موتۃ بالشام علی مرحلتین من بیت المقدس وغزوتہا سنۃ ثمان وقد حولت القبلۃ[عہ] قبلہ بزمان فکیف یکفی رؤیتہ مع شرط کونہ امام المصلی الا ان یقال انہ اراد ان یحتج بصلوۃ غیب وقدامہ وذا ثبت فیہ قوتہ ثبت ذلک بشرط ان رؤیتہ مع الاستدبار لا تمکن۔

اقول لیکن مقام موتہ ملک شام میں بیت المقدس سے دو منزل پر واقع ہے، تو مدینے سے سمت قبلہ میں نہیں بلکہ قبلہ کی سمت مخالف شمال میں ہوا ۱۲ مترجم۔ اور غزوہ موتہ ۸ھ میں ہوا جس سے بہت پہلے تحویل قبلہ ہو چکی تھی۔ پھر یہ رؤیت کیسے کافی ہوئی جبکہ جنازہ کا مصلی کے آگے ہونا شرط ہے۔ ہاں یہ کہا جائے کہ غائب نماز پر استدلال ہے درکار مقصود تھی وہ پورا ہو گیا اور اس بارے میں جب یہ قول ثابت ہو جائے تو وہ شرط بھی ہمارے حق میں ثابت ہوگی کہ پیچھے پشت کی جانب جنازہ ہوتے ہوئے دیکھنا ہمارے لیے ممکن ہے۔ت

خامساً، اقول یہ دلیل ہے کہ یہاں صلوۃ بمعنی نماز معہود ہے بلکہ بمعنی دعا ہے، اور دعا اسے عطف تفسیری نہیں بلکہ تعمیم بعد تخصیص ہے اور سوق روایت اسی میں ظاہر کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اس وقت منبر اطہر پر تشریف فرما ہونا مذکور اور منبر انور دیوار قبلہ کے پاس تھا اور معتاد یہی ہے کہ منبر پر رو بحاضرین و پشت بقبلہ جلوس ہو۔ اور اس روایت میں نماز کے لیے منبر پر سے اترنے پھر تشریف لے جانے کا کہیں ذکر نہیں۔ نیز بخلاف روایت نجاشی اس میں نماز صحابہ بھی نہیں، نہ یہ کہ حضور نے ان کی نماز پڑھی فرمایا۔ اگر یہ نماز تھی تو صحابہ کو شریک نہ فرمانے کی کیا وجہ۔ نیز اسی معرکہ میں تیسری شہادت عبداللہ بن رواحہ

عہ: لان تحویلہا فی السنۃ الثانیۃ ۱۲ منہ (م) اس لیے کہ تحویل قبلہ ۲ھ میں ہوئی ہے۔ (ت)

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۴۷۴۲ عبدالجبار بن عمارہ دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۵۳۳

Marfat.com

واقعہ سوم: واقدی نے مغازی میں عاصم بن عمر بن قتادہ اور عبداللہ بن ابی بکر سے روایت کی:

لما التقی الناس بموتة، جلس رسول الله صلی الله علیه وسلم علی المنبر وکشف له ما بینه وبین الشام، فهو ینظر الی معرکتهم، فقال صلی الله تعالٰی علیه وسلم اخذ الرایة زید بن حارثة، فمضی حتی استشهد، وصلی علیه ودعا له وقال استغفروا له وقد دخل الجنة وهو یسعٰی ثم اخذ الرایة جعفر بن ابی طالب فمضی حتی استشهد فصلی علیه رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ودعا وقال استغفروا له وقد دخل الجنة فهو یطیر فیها بجناحین حیث شاء[1] (ملخصاً)

جب مقام موتہ میں لڑائی شروع ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ عزوجل نے حضور کے لیے پردے اٹھا دئے کہ ملک شام اور وہ معرکہ حضور دیکھ رہے تھے، اتنے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: زید بن حارثہ نے نشان اٹھایا اور لڑتا رہا یہاں تک کہ شہید ہوا حضور نے انھیں اپنی صلوٰۃ ودعا سے مشرف فرمایا اور صحابہ کو ارشاد ہوا اس کے لیے استغفار کرو بیشک وہ دوڑتا ہوا جنت میں داخل ہوا۔ حضور نے فرمایا پھر جعفر بن ابی طالب نے نشان اٹھایا اور لڑتا رہا یہاں تک کہ شہید ہوا حضور نے ان کو اپنی صلوٰۃ ودعا سے شرف بخشا اور صحابہ کو ارشاد ہوا اس کے لیے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہوا اور اس میں جہاں چاہے اپنے پروں سے اڑتا پھرتا ہے۔

اوّلاً یہ دونوں طریق سے مرسل ہے **اقول** عاصم بن عمر اوساط تابعین سے ہیں۔ قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالٰی عنہ صحابی کے پوتے اور یہ عبداللہ ابن ابی بکر عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم ہیں۔ صغار تابعین سے عمرو بن حزم صحابی رضی اللہ عنہ کے پرپوتے۔

ثانیاً خود واقدی کو محدثین کب مانتے ہیں، یہاں تک کہ ذہبی نے ان کے متروک ہونے پر اجماع کا ادعا کیا[2]

اقول وزدت هذا مشایعة للاوّل وکلاهما الزام فالمرسل نقبله والواقدی نوثقه۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہ نقد، پہلے نقد کی روش پر میں نے بڑھا دیا ہے اور دونوں اعتراض الزامی ہیں ورنہ ہمارے نزدیک حدیث مرسل مقبول ہے اور واقدی ثقہ ہیں۔ (ت)

---

[1] کتاب المغازی — بیان غزوۂ موتہ — موسسۃ الاعلمی بیروت — ۲/۷۶۲

[2] میزان الاعتدال — ترجمہ ۷۹۹۳ محمد بن عمر واقدی — دار المعرفۃ بیروت — ۳/۶۶۶

Marfat.com

یں برزخ ہے کما اشار الیہ البخاری فی صحیحہ و اطال فیہ (جیساکہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس کی جانب اشارہ کیا ہے اور اس بارے میں طویل کلام کیا ہے۔ ت) محمود عینی نے تصریح فرمائی کہ نمازِ جنازہ پر اطلاقِ صلوٰۃ مجاز ہے۔ صحیح بخاری میں ہے: سماھا صلٰوۃ لیس فیھا رکوع ولا سجود[1] (اس کا نام رکھا ایسی نماز جس میں رکوع و سجود نہیں۔ ت)۔ عمدۃ القاری میں ہے:

لکن التسمیۃ لیست بطریق الحقیقۃ ولا بطریق الاشتراک ولکن بطریق المجاز[2] لیکن تسمیہ بطور حقیقت نہیں، نہ بطور اشتراک بلکہ بطریق مجاز ہے۔ (ت)

ثانیاً: صلٰوۃ کے ساتھ جب علیٰ فلاں مذکور ہو ہرگز اس سے حقیقتِ شرعیہ مراد نہیں ہوتی، نہ ہو سکتی ہے،

قال اللہ تعالٰی یاایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما[3]۔ اللّٰھم صلّ وسلّم و بارک علیہ وعلٰی اٰلہ کما تحب وترضٰی وقال وصلّ علیھم ان صلٰوتک سکن لھم[4]۔ وقال صلی اللہ علیہ وسلم اللھم صلّ علٰی اٰلِ ابی اوفی[5]

اللہ تعالٰی فرماتا ہے: اے ایمان والو! ان پر صلٰوۃ بھیجو اور خُوب سلام بھیجو۔ اے اللہ! اُن پر اور اُن کی آل پر رحمت و سلامتی و برکت نازل فرما جیسی تجھے محبوب و پسندیدہ ہے۔ اور ارشادِ باری ہے: ان پر صلٰوۃ بھیج بیشک تیری صلٰوۃ ان کے لیے سکون ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! آلِ ابی اوفی پر صلٰوۃ فرما۔ (ت)

کیا اس کے یہ معنٰی ہیں کہ الٰہی! تو آلِ ابی اوفی پر نماز پڑھ یا اُن کا جنازہ پڑھ؟ کیا صلٰوۃ علیہ شرع میں بمعنی درود نہیں؟ ولکن الوھابیۃ قوم یجھلون (لیکن وہابیہ نادان قوم ہے۔ ت)

تنبیہ: بعض حنفی بننے والے یہاں یہ عذر بے معنی پیش کرتے ہیں کہ مدارج النبوۃ میں ہے:

والاٰن در حرمین شریفین متعارف ست کہ چوں خبر اور اس وقت حرمین شریفین میں متعارف ہے کہ

---

[1] صحیح البخاری باب سنۃ الصلٰوۃ علی الجنازۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۶

[2] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری " " ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۸/۱۲۲

[3] القرآن ۳۳/۵۶

[4] القرآن ۹/۱۰۳

[5] صحیح البخاری باب ھل یصلی علی غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۴۱

Marfat.com

رضی اللہ عنہ کی ہے ان پر صلوٰۃ کا ذکر نہیں، اگر نماز ہوتی تو ان پر بھی ہوتی، ہاں درود کی ان دو کے لیے تخصیص وجہ وجیہ رکھتی ہے اگرچہ وجہ کی حاجت بھی نہیں کہ وہ احکام عامہ سے نہیں۔ وجہ اس حدیث سے ظاہر ہوگی کہ جس میں ان دو کرام کا حضرت ابن رواحہ سے فرق ارشاد ہوا ہے اور یہ کہ ان کو جنّت میں منہ پھیرے ہوئے پایا کہ معرکہ میں قدرے اعراض واقع ہو کر اقبال ہوا تھا،

وھو فی اٰخر ھذین المرسلین رواہ البیھقی عن طریق الواقدی بسندیہ والیہ اشار فی حدیث ابن سعد عن ابی عامر الصحابی رضی اللہ عنہ مرفوعا رأیت فی بعضھم اعراضا کانہ کرہ السیف[1]

وہ بات ان ہی دونوں مرسل کے آخر میں ہے اسے بیہقی نے بطریق واقدی اس کی دونوں سندوں سے روایت کیا ہے اور اسی کی طرف طبقات ابن سعد کی حدیث میں اشارہ ہے جو حضرت ابو عامر صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ سرکار نے فرمایا ان میں سے ایک کے اندر میں نے کچھ اعراض دیکھا گویا شمشیر سے اسے ناگواری ہوئی۔ (ت)

اور سب سے زائد یہ کہ وہ شہدائے معرکہ ہیں۔ نمازِ غائب جائز ماننے والے شہیدِ معرکہ پر نماز نہیں مانتے، تو باجماع فریقین یہاں صلوٰۃ بمعنی دعا ہونا لازم۔ جس طرح خود امام نووی شافعی، امام قسطلانی شافعی، امام سیوطی شافعی رحمہم اللہ تعالٰی نے صلوٰۃ علٰی قبورِ شہدائے اُحد میں ذکر فرمایا کہ یہاں صلوٰۃ بمعنے دعا ہونے پر اجماع ہے کما اثرناہ فی النھی الحاجز (جیسا کہ ہم نے اسے النہی الحاجز میں نقل کیا ہے۔ ت) حالانکہ وہاں تو صلّی علٰی اھل احد صلٰوتہ علی المیّت[2] (اہلِ اُحد پر ویسے ہی صلوٰۃ پڑھی جیسے میّت پر صلوٰۃ ہوتی ہے۔ ت) ہے، یہاں اس قدر بھی نہیں۔ وہابیہ کے بعض جاہلان بیخرد مثل شوکانی صاحبِ نیل الاوطار ایسی جگہ اپنی اُصول دانی یُوں کھولتے ہیں کہ صلوٰۃ بمعنے نماز حقیقت شرعیہ ہے اور بلادلیل حقیقت سے عدول ناجائز۔

اقول، اوّلاً ان مجتہد بننے والوں کو اتنی خبر نہیں کہ حقیقتِ شرعیہ صلوٰۃ بمعنی ارکانِ مخصوصہ ہے۔ یہ معنی خود نمازِ جنازہ میں کہاں کہ اس میں نہ رکوع ہے نہ سجود، نہ قرأت نہ قعود۔ الثالث عندنا والبواقی اجماعا (قرأت ہمارے نزدیک اور باقی تینوں بالاجماع کسی کے یہاں نہیں۔ ت) ولہٰذا علماء تصریح فرماتے ہیں کہ نمازِ جنازہ صلوٰۃ مطلقاً نہیں، اور تحقیق یہ کہ وہ دعائے مطلق و صلوٰۃِ مطلقہ

---

[1] الطبقات الکبرٰی بیان سریّۃ موتہ دار صادر بیروت ۲/ ۱۳۰
[2] صحیح البخاری بالصلوٰۃ علی الشہید قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۷۹

Marfat.com

پھر جسے ادنٰی لیاقتِ اجتہاد بھی نہیں جمیع ائمہ مذہب کے خلاف اُس کی بات کیا قابلِ التفات ! طحطاوی باب العدت میں ہے :

النص ھو المتبع فلا یعول علی البحث معہ[1] نقل ہی کا اتباع ہے تو مسئلہ منقول ہوتے ہوئے بحث کا اعتبار نہ ہوگا۔

(۲) تصریح ہے کہ خلاف مذہب بعض مشائخ مذہب کے قول پر بھی عمل نہیں، ہم نے العطایا النبویہ میں اس کی بہت نقول ذکر کیں۔ حلبی علی الدر باب صلٰوۃ الخوف میں ہے :

لایعمل بہ لانہ قول البعض[2]۔ اس پر عمل نہ کیا جائے کہ یہ بعض کا قول ہے۔

توجو ایک کا بھی قول نہ ہو اُس پر کیونکر عمل ہو سکتا ہے۔

(۳) نصوص جلیہ ہیں کہ متون کے مقابل شروح، شروح کے مقابل فتاوٰی پر عمل نہیں۔ ہم نے ان کی نقول متوافرہ اپنی کتاب فصل القضا فی رسم الافتاء میں روشن کیں اور علامہ ابراہیم حلبی محشی در کے قول میں مذکور ہے :

لایعمل بہ لمخالفتہ لاطلاق سائر المتون[3]۔ اس پر عمل نہیں کہ اطلاق جملہ متون کے خلاف ہے۔

جب نہ متون بلکہ صرف اطلاق عبارات متون کا مخالف ناقابلِ عمل، تو جو متون و شروح و فتاوٰی سب کے خلاف ہے اس پر عمل کیونکر محتمل !

(۴) پھر وُہ بحث کچھ ہستی بھی رکھتی ہو، نماز جنازہ مجرد دُعا کے مثل زنہار نہیں۔ دُعا میں طہارتِ بدن، طہارتِ جامہ، طہارتِ مکان، استقبالِ قبلہ، تکبیرِ تحریمہ، قیام تحلیل، استقرار علی الارض کچھ بھی ضرور نہیں، اور نماز جنازہ میں یہ اور ان سے زائد اور بہت باتیں سب فرض ہیں، کیا اگر کچھ لوگ اسی وقت پیشاب کرکے، بے استنجا، بے وضو، بے تیمم جنازہ کے پاس آئیں اور ان میں ایک شخص قبلہ کو پشت کرکے جنازہ کی پٹی سے پیٹھ لگا کر بیٹھے، اور باقی کچھ اس کے آگے کچھ برابر لیٹے بیٹھے، کچھ گھوڑوں پر چڑھے اور اُتر دکھن پورب مختلف جہتوں خلافِ قبلہ کو منہ کئے ہوں، وہ پشتوں میں کہے : الٰہی ! اس میت کو بخش دے اور یہ سب انگریزی وغیرہ میں آمین کہیں، تو کوئی

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب العدّۃ فصل فی ثبوت النسب دار المعرفۃ بیروت ۲/۲۴۱

[2] ردالمحتار بحوالہ حلبی باب صلٰوۃ الخوف ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۵۶۸

[3] ایضاً

Marfat.com

می رسد کہ فلاں مرد صالح در بلدے از بلادِ اسلام فوت کردہ است شافعیہ نماز بروے میکنند و بعضے حنفیہ با ایشاں شریک می شوند از قاضی علی بن جار اللہ کہ شیخ حدیث ایں فقیر بود پرسیدہ شد کہ حنفیہ چوں شریک می شوند در گزاردن ایں نماز، گفت دعائے است کہ میکنند فلا باس بہ۔[1]

جب اطلاع ملتی ہے کہ فلاں مرد صالح بلاد اسلام میں سے کسی شہر میں فوت ہو گیا تو شافعیہ اس کی نماز پڑھتے ہیں اور کچھ حنفی بھی ان کے ساتھ شریک ہو جاتے ہیں قاضی علی بن جار اللہ سے جو فقیر کے شیخ حدیث تھے پُوچھا گیا کہ حنفیہ اس نماز کی ادائیگی میں کیسے شریک ہوتے ہیں؟ اُنھوں نے فرمایا کہ ایک دُعا ہے جو یہ لوگ کرتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (ت)

تمام نصوص صریحہ کتب معتمدہ و اجماع جمیع ائمہ مذہب کے مقابل گیارھویں صدی کے ایک فاضل قاضی کی حکایت پیش کرتے ہُوئے شرم چاہئے تھی۔

(۱) امام محقق علی الاطلاق کمال الملۃ والدین ابن الہمام رحمہ اللہ تعالٰی کہ متاخرین تو متاخرین خود ان کے معاصرین ان کے لیے مرتبۂ اجتہاد کی شہادت دیتے۔ ان امام جلیل کی یہ حالت ہے کہ اگر کسی مسئلہ مذہب پر بحث کرنا چاہیں تو ڈرتے ڈرتے یُوں فرماتے ہیں:

لوکان الی شیئ لقلت کذا[2] مجھے کچھ اختیار ہوتا تو یُوں کہتا۔ (دیکھو فتح القدیر مسئلہ آمین و کتاب الحج باب الجنایات مسئلہ حلق وغیرہما)

پھر جو بحث وُہ کرتے ہیں علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں مسموع نہ ہوگی، اس پر عمل جائز نہیں، مذہب ہی کا اتباع کیا جائے گا۔ ردالمحتار نواقض مسح الخف میں ہے:

قد قال العلامۃ قاسم لاعبرۃ بابحاث شیخنا یعنی ابن الہمام اذا خالف المنقول۔[3]

علامہ قاسم نے فرمایا: ہمارے استاد امام ابن الہمام کی بحثوں کا کچھ اعتبار نہیں جب وہ مسئلہ منقولہ مذہب کے خلاف ہوں۔

اسی طرح جنایات الحج میں ہے۔ نکاح الرقیق میں علامہ نور الدین علی مقدسی سے ہے:

الکمال بلغ رتبۃ الاجتہاد وان کان البحث لایقضی علی المذہب۔[4]

امام ابن الہمام رتبۂ اجتہاد تک پہنچے ہُوئے ہیں اگرچہ بحثِ مذہب پر غالب نہیں آسکتے۔

---

[1] مدارج النبوۃ انتقال شاہِ حبشہ نجاشی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۳۷۷

[2] فتح القدیر باب صفۃ الصلوٰۃ و باب الجنایات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۵۷ و ۲/۴۴۸

[3] ردالمحتار باب المسح علی الخفین ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۱۸۴

[4] " " نکاح الرقیق " " " ۲/۳۷۸

Marfat.com

ومالکیہ رحمہم اللہ تعالیٰ آنست کہ جائز نیست[1] (امام ابوحنیفہ و مالکیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ جائز نہیں ہے) پھر اس پر دلیل بنا کر مخالفین کے جواب دئے ہیں، نیز اس حکایت کے متصل ہی حضور پُرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہر روز بہ نیت جملہ اموات مسلمین نماز غائب پڑھنے کی وصیت نقل کرکے اس پر سکوت نہ کیا کہ کہاں قاضی علی بن ظہیرہ اور کہاں حضور پُرنور غوثیت مآب۔ مبادا غلامانِ حضور اس سے حنفیہ کے لئے جواز خیال کریں لہٰذا معاً اس پر تنبیہ کو فرمادیا کہ ایشاں حنبلی اند و نزد امام احمد بن حنبل جائز است (وہ حنبلی ہیں اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک جائز ہے۔ ت) اگر شیخ کو اس حکایت سے استناد مقصود ہوتا تو یہاں استدراک و دفع وہم نہ فرماتے بلکہ اسے اس کا مؤید ٹھہراتے کما لا یخفی واللہ سبحٰنہ و تعالیٰ اعلم (جیسا کہ پوشیدہ نہیں، اور خدائے پاک و برتر خوب جاننے والا ہے۔ ت)

جواب سوال سوم: اوّلاً جبکہ آفتاب کی طرح روشن ہوگیا کہ نماز غائب و تکرارِ نماز جنازہ دونوں ہمارے مذہب میں ناجائز ہیں اور ہر ناجائز گناہ ہے اور گناہ میں کسی کا اتباع نہیں۔ تو امام کا شافعی المذہب ہونا اس ناجائز کو ہمارے لیے کیونکر جائز کرسکتا ہے! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالیٰ[2]۔ رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی عن امیر المؤمنین علی ونحوہ احمد والحاکم بسند صحیح عن عمران بن حصین وعن عمرو بن الحکم الغفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

ناجائز بات میں کسی کی اطاعت نہیں۔ اسے بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے امیر المومنین علی سے اور اسی کے ہم معنی امام احمد اور حاکم نے بسندِ صحیح عمران بن حصین سے اور عمرو بن حکم غفاری سے روایت کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم (ت)

ثانیاً: یہاں اطاعت امام کا حیلہ عجیب یاد رہُوا ہے۔ بھائیو! وہ تمہارا امام تو جب ہو کہ تم اس کی اقتدا کرو۔ پیش از اقتدا اس کی اطاعت تم پر کیوں ہُوا اور جب تمہارے مذہب میں وُہ گناہ و ناجائز ہے تو تمہیں ایسے امر میں اس کی اقتدا ہی کب روا ہے! یہ وہی مثل ہے کہ کسی کو دن نے کچھ اشعار قبیح و شنیع اغلاط پر مشتمل لکھ کر کسی شاعر کو سنائے، اس نے کہا یہ الفاظ غلط باندھے ہیں، کہا بضرورت

---

[1] مدارج النبوۃ | انتقال شاہ حبشہ نجاشی | مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر | ۲/ ۳۷۷

[2] صحیح البخاری | کتاب الاحکام | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۲/ ۱۰۵۷-۵۸

صحیح مسلم | کتاب السلام | نور محمد اصح المطابع کراچی | ۲/ ۱۲۵

مسند احمد بن حنبل | مروی از عمران بن حصین | دار الفکر بیروت | ۵/ ۶۶ و ۶۷

Marfat.com

عاقل کہہ سکتا ہے کہ نمازِ جنازہ ادا ہُوئی اور اس طرح کی نماز میں حرج نہیں۔ دُعائے ست کہ می کنند فلا باس بہ (ایک دُعا ہے جو یہ لوگ کرتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ ت) اجماع ائمۂ مذہب کے خلاف ایسی بے معنی استناد کیسی جہالتِ شدیدہ ہے۔ شک نہیں کہ قاضی ممدوح گیارھویں صدی کے ایک عالم تھے مگر عالم سے لغزش بھی ہوتی ہے۔ پھر اس کی لغزش سے بچنے کا حکم ہے نہ کہ اتباع کا۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اتقوا زلۃ العالم وانتظروا فیئتہ[1] رواہ الحسن بن علی الحلوانی استاذ مسلم و ابن عدی والبیہقی والعسکری فی الامثال عن عمرو بن عوف المزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

عالم کی لغزش سے بچو اور اس کے رجوع کا انتظار رکھو۔ اسے استاذِ امام مسلم حسن بن علی حلوانی، ابن عدی، بیہقی اور امثال میں عسکری نے حضرت عمرو بن عوف مزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں، عالم سے لغزش ہوتی ہے تو وہ اس سے رجوع کرلیتا ہے اور اس کی خبر شہروں شہروں پہنچ کر لغزش اس سے منقول رہ جاتی ہے[2] ذکرہ المناوی فی فیض القدیر (اسے علامہ مناوی نے فیض القدیر میں لکھا۔ ت)

خدارا انصاف! ذرا یُوں فرض کر دیکھئے کہ کتبِ مذہب میں جوازِ نمازِ غائب و تکرارِ جنازہ کی عام تصریحات ہوتیں۔ اور ایک قاضی ممدوح نہیں اُن جیسے دو سو قاضی اسے ناجائز بتاتے اور کوئی شخص کتبِ مذہب کے مقابل ان دو سو سے سند لاتا تو دیکھیے یہ حضرات کس قدر غل مچاتے، اُچھل اُچھل پڑتے کہ دیکھو کتبِ مذہب میں تو جواز کی صاف تصریح ہے اور یہ شخص ان سب کے خلاف گیارھویں صدی کے دو سو قاضیوں کی سند دیتا ہے ہم ان کی مانیں یا کتبِ مذہب کو حق جانیں، اور اب جو اپنی باری ہے تو تمام ائمۂ مذہب کا اجماع، تمام کتبِ مذہب کا اتفاق سب بالائے طاق، اور تنہا قاضی ممدوح کو تقلید کا استحقاق۔ اس ظلم صریح و جہل قبیح کی کوئی حد ہے، مگر یہ ہے کہ جب کہیں کچھ نہ پایا یا الغریق یتشبث بالحشیش ڈوبتا سوار (تنکا) پکڑتا ہے وباللہ العصمۃ۔

مدارج النبوۃ نہ کوئی فقہ کی کتاب ہے نہ اس میں یہ حکایت لغرض استناد، نہ شیخ کو اس پر تعویل و اعتماد۔ وُہ حنفی ہیں اور مذہب حنفی خود اسی کتاب میں اسی عبارت سے اوپر یوں بتا رہے ہیں۔ مذہب امام ابوحنیفہ

---

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الشہادات دار صادر بیروت ۱۰/۲۱۱
[2] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر حدیث ۱۴۷ اتقوا الخ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۴۲

Marfat.com

السلام علی سید المرسلین محمد واٰلہ واصحابہ اجمعین اٰمین واللہ تعالٰی اعلم۔

درود، کامل تر سلام رسولوں کے سردار حضرت محمد پر اور ان کی آل واصحاب سب پر۔ الٰہی! قبول فرما۔ اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ مرسلہ عبدالغفار بن عثمان سرش والہ مقام احمد آباد گجرات محلہ کالوپور خشکلا کی پول

جامع علوم مولنا مولوی احمد رضا خان صاحب بعد از سلام نیاز اینکہ یہاں میرے اور ایک شخص کے درمیان تقریر ہوئی ہے کہ مقولہ میرا یہ ہے کہ حضرت اُمّ المؤمنین خدیجۃ الکبرٰی کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی گئی، اگر پڑھی گئی ہے تو پیش امام کون تھا؟ بنظرِ عنایت جواب باصواب مع حوالہ کتبِ معتبرہ ارقام فرمائیں کہ یہاں کے علماء سے تشفی نہیں ہوئی۔

الجواب

فی الواقع کتبِ سیر میں علماء نے یہی لکھا ہے کہ اُمّ المؤمنین خدیجۃ الکبرٰی رضی اللہ تعالٰی عنہا کے جنازہ مبارکہ کی نماز نہ ہوئی کہ اُس وقت یہ نماز ہوئی ہی نہ تھی، اس کے بعد اس کا حکم ہوا ہے۔ زرقانی علی المواہب میں ہے:

فی رمضان بعد البعث بعشر سنین ماتت الصدیقۃ الطاھرۃ خدیجۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا ودفنت بالحجون ونزل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حفرتھا ولم تکن یومئذ الصلٰوۃ علی الجنائز۔[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

صدیقہ طاہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے بعثت کے دس سال بعد ماہِ رمضان میں وفات پائی اور مقامِ حجون میں دفن کی گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کی قبر میں اُترے اُس وقت نمازِ جنازہ نہ تھی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۸۹ از شہر بریلی، مدرسہ اہلسنت وجماعت مسئولہ مولوی رجب الدین۔ یکے از طلبائے مدرسہ مذکور ۴ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص یہ کہتا ہے کہ قبر شق اکثر ملک میں جو اہلِ اسلام بناتے ہیں، خلاف اور ناجائز طریقے سے بناتے ہیں جس کا نقشہ یہ ہے: ←

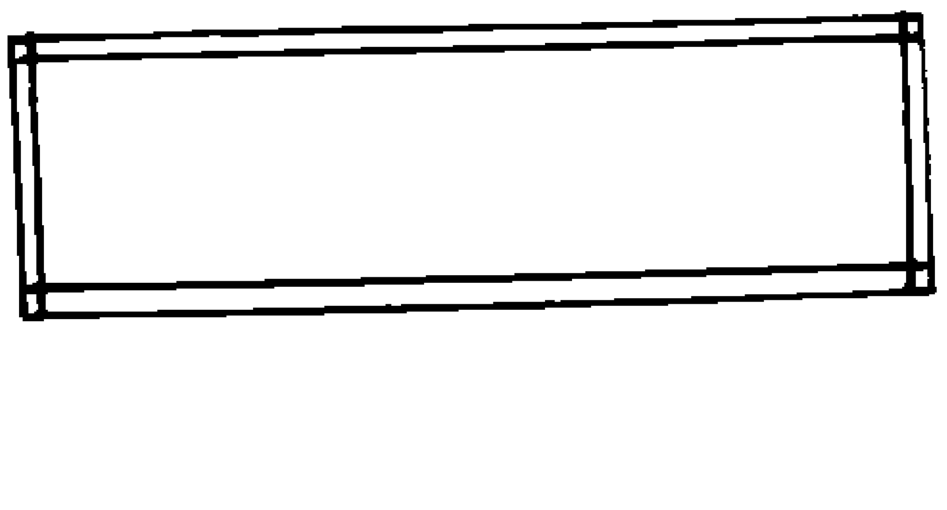

بلکہ قبرِ شق کی صورت وُہ یہ بتاتا ہے کہ نقشہ مذکورہ کے درمیان اور

۱؎ شرح الزرقانی علی المواہب وفاتِ خدیجہ وابی طالب دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۹۶

Marfat.com

شعری کہا یا باشعر گفتن چہ ضرور۔

ثالثاً: جائز یا فرض و واجب نمازیں جن میں حنفی حسب شرائط مذکور بحر الرائق وغیرہا اہلسنت کے کسی دوسرے مذہب والے مثلاً شافعی وغیرہ کی اقتدا کرے اس میں ہمارے ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ جو امور ہمارے مذہب میں اصل سے محض ناجائز ہیں ان میں اس کی پیروی نہ کرے اگرچہ اس کے مذہب میں جائز ہوں۔ مثلاً صبح کی نماز میں وہ قنوت پڑھے تو یہ نہ پڑھے۔ نماز جنازہ میں امام پانچویں تکبیر کہے تو یہ نہ کہے۔

عنایہ شرح ہدایہ میں ہے:

انما یتبعه فی المشروع دون غیرہ[1]۔ اس کی پیروی صرف مشروع میں کرے گا غیر مشروع میں نہیں۔ (ت)

تنویر میں ہے:

یاتی المأموم بقنوت الوتر لا الفجر بل یقف ساکتا[2]۔ مقتدی قنوتِ وتر پڑھے قنوتِ فجر نہ پڑھے بلکہ خاموش کھڑا رہے۔ (ت)

بحر میں ہے:

لو کبر خمسا فی الجنازۃ حیث لایتابعه فی الخامسة[3]۔ اگر امام نے جنازہ کے اندر پانچ تکبیریں کہیں تو پانچویں میں اس کی پیروی نہ کرے۔ (ت)

جب بعد اقتدا یہ حکم ہے تو قبل اقتدا امر ناجائز و نامشروع میں اقتدا کی اجازت کیونکر ممکن غرض مذہب مہذب حنفی کا حکم تو یہ ہے، باقی جو کوئی غیر مقلد بننا چاہے تو آج کل آزادی و بے لگامی کی ہوا چل رہی ہے ہر شخص کو شتر بے مہار ہونے کا اختیار ہے اور اس کے رَد میں بحمد اللہ تعالٰی ہمارے رسائل النہی الاکید وغیرہ کافی۔

واللہ المستعان علی اھل طغیان، وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین وافضل الصلٰوۃ و اکمل

سرکشی والوں کے خلاف خدا ہی سے مدد طلبی ہے، اور ہماری آخری پکار یہ ہے کہ تمام حمد خدا کے لئے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ اور بہتر

---

[1] العنایۃ علٰی ہامش فتح القدیر باب صلٰوۃ الوتر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۸۰

[2] درمختار شرح تنویر الابصار باب الوتر والنوافل مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۴

[3] بحر الرائق " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۵

Marfat.com

مسئلہ ۹۰ از قصبہ متوناتھ بھنجن ضلع اعظم گڑھ مدرسہ دار العلوم مرسلہ عبدالرحیم صاحب ۱۱ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مُردہ کو قبر کے پچھم جانب سے گور میں ڈالنا چاہئے اور بعض کہتے ہیں کہ دکھن جانب سے ڈالے۔

الجواب

ہمارے نزدیک مستحب یہی ہے کہ میّت کو قبلہ کی طرف سے قبر میں لے جائیں۔ دُرمختار میں ہے:

ویستحب ان یدخل من قبل القبلۃ بان یوضع من جہتہا[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم

مستحب یہ ہے کہ میّت کو قبلہ کی طرف سے داخل کریں اس طرح کہ اسی سمت سے اتاریں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۹۱ از اپربرہما ضلع کنھا پوسٹ لین مسئولہ امیر خان دکاندار ۹ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کتب فقہیہ میں لکھتے ہیں کہ میّت کا منہ قبلہ کی طرف کیا جائے، اس سے کیا مراد ہے، اس میں پانچ صورتیں ہیں: پہلی صورت تو یہ ہے کہ میت کو صندوقی قبر میں اس طرح سے داہنی کروٹ پر لٹائیں کہ تمام بدن کا بوجھ داہنی کروٹ پر اور داہنی کروٹ کا تمام بوجھ داہنے بازو پر گرے اور میّت کی پیشانی، ناک، گھٹنا صندوق کی داہنی طرف کی دیوار سے لگاکر پشت کی طرف پتھر اور ڈھیلے رکھ دئے جائیں۔ اور دُوسری صورت یہ ہے کہ میّت کے بائیں پہلو کو اٹھا کر اس کے نیچے ڈھیلے دے کر میّت کو بائیں پہلو بل رکھیں۔ تیسری صورت یہ ہے کہ میّت کو چت لٹایا جائے اور فقط منہ ہی قبلہ کی طرف پھیر دیا جائے۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ قبر کھودتے وقت قبر کی داہنی طرف تھوڑا نیچا اور بائیں طرف تھوڑا اونچا کرکے کھودی جائے۔ لاش رکھنے کے بعد داہنے پہلو پر ہوکر قبلہ رُخ ہوجاتی ہے۔ پانچویں صورت یہ ہے کہ میّت کا پاؤں قبلہ کی طرف اور منہ پورب کی طرف کیا جائے جیسا کہ حالتِ نزع میں ہے۔ کتبِ فقہ میں ان صورتوں میں کون صورت مراد ہے اور اگر سب جائز ہیں تو اعلٰی و افضل کون ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

پانچویں صُورت تو محض ناجائز ہے کہ سنت متواترہ مسلمین کے محض خلاف ہے اور افضل طریقہ یہ ہے کہ میّت کو دہنی کروٹ پر لٹائیں، اس کے پیچھے نرم مٹی یا ریتے کا تکیہ سا بنادیں اور ہاتھ کروٹ سے الگ رکھیں، بدن کا بوجھ ہاتھ پر نہ ہو اس سے میّت کو ایذا ہوگی۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] درمختار باب صلٰوۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۴

Marfat.com

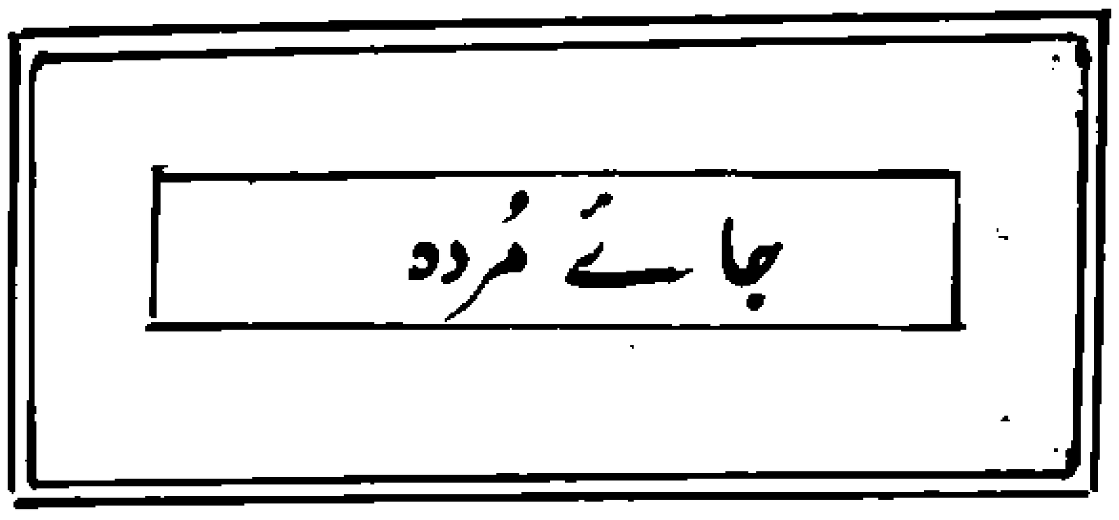

ایک بہت چھوٹی سی مثل نہر کے شق بنا کر۔ اُس نہر صغیر میں نعش قبلہ رُخ دائیں کروٹ پر رکھیں، اور شق اسی کو کہتے ہیں۔ نقشہ یہ ہے: ←

آیا یہ صورت ثانی جو شخص مذکور نے ایجاد کی ہے وہ صحیح ہے یا نہیں، اور شق سے یہی مراد ہے، اور عبارت عالمگیری میں ہے: ان تحفر حفیرۃ کالنھر وسط القبر[1] (قبر کے درمیان میں نہر کی طرح ایک گڑھا کھودا جائے۔ ت) اس حفیرہ سے یہی صورتِ ثانیہ مراد ہے یا اول اُس کا یہ قول جو اکثر ملکوں میں مروج ہے یہ حفیرہ ہے یعنی قبر اور بعد کھودنے قبر کے نہر صغیر بنا کر مُردہ کو اس میں رکھے اسی کو شق کہتے ہیں جو کہ نہر کے نیچے آدھ گز سے بھی کم ہوگی۔ پس حضرات مفتیانِ عظام و علمائے کرام کثرہم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں غور فرما کر موافق مذہب حنفی بحوالہ کتب فتوٰی دیں عنداللہ اجرِ عظیم پائیں۔

الجواب

شق کے معنی یہ ہیں کہ اوّل ایک مستطیل زیادہ عریض وطویل کھودیں پھر اس کے وسط میں دوسرا مستطیل اُس سے چھوٹا اور طول میں قامت میّت سے کچھ زائد اور عرض میں نصف قامت کے برابر اور عمق میں سینہ تک یا قدِ آدم کھودیں۔ اس دوسرے مستطیل میں میّت کو قبلہ رُو رکھیں اور اس کے اوپر مستطیل اول کے اندر تختوں وغیرہ سے بند کر کے مستطیل اوّل کی جگہ مٹی سے بھر دیں اور سطحِ زمین سے پاؤ گز بلند مٹی رکھیں۔ یہی طریقہ شق کا ہے اور یہی ہندوستان میں معمول ہے، اور یہی عبارتِ عالمگیریہ کا مفہوم ہے۔ پہلی صورت کہ صرف ایک مستطیل کھودیں اور اس میں میّت کو رکھ کر مٹّی بھر دیں یا تختے رُوئے زمین پر رکھ کر اُن میں مٹی ڈال دیں۔ نہ شق ہے نہ ہندوستان خواہ کسی ملک میں رائج ہے۔ عالمگیریہ میں ہے:

صفۃ الشق ان تحفر حفیرۃ کالنھر وسط القبر ویبنی جانباہ باللبن او غیرہ ویوضع المیت فیہ ویسقف کذا فی معراج الدرایۃ[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

شق کی صورت یہ ہے کہ قبر کے بیچ میں نہر کی طرح مستطیل ایک گڑھا کھودا جائے جس کے دونوں کنارے کچّی اینٹوں یا کسی اور چیز سے بنا دیں اور اس میں میّت کو رکھ کر اُوپر سے چھت کی طرح بند کر دیں۔ ایسا ہی معراج الدرایۃ میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل السادس فی القبر والدفن الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۶۶

[2] " " " " " " " " "

Marfat.com

رکھتا ہے اور بعد دفن میت کے قبر پر پانی چھڑکنا کیا حکم رکھتا ہے؟ مفصل مدلل بحوالہ کتب جواب باصواب مرحمت فرمایا جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بعد دفن قبر پر پانی چھڑکنا مسنون ہے اور اگر مرورِ زمان سے اس کی خاک منتشر ہوگئی ہو اور نئی ڈالی گئی یا منتشر ہوجانے کا احتمال ہو تو اب بھی پانی ڈالا جائے کہ نشانی باقی رہے اور قبر کی توہین نہ ہونے پائے۔ بہ علل فی الدر وغیرہ ان لایذھب الاثر فیمتھن (درمختار وغیرہ میں یہی علت بیان فرمائی ہے کہ نشانی مٹ جانے کے سبب بے حُرمتی نہ ہو۔ ت) اس کے لیے کوئی دن معین نہیں ہوسکتا ہے جب حاجت ہو اور بے حاجت پانی کا ڈالنا ضائع کرنا ہے اور پانی ضائع کرنا جائز نہیں، اور عاشورہ کی تخصیص محض بے اصل و بے معنی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۵: از شہر علی گڑھ محلہ مدار دروازہ مرسلہ عمر احمد صاحب سوداگر پارچہ بنارسی ۴ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

ہندہ کو قبر میں اتارنے اور تختے لگانے کے بعد مٹی کچھ ہی دی گئی کہ بارانِ رحمت شروع ہوگئی۔ ہندہ کی قبر پر بارش کے پانی کے علاوہ اور پانی ڈالنے کی ضرورت نہ ہُوئی۔ کچھ اشخاص کہتے ہیں جس مُردہ کی قبر پر بجائے پانی دنیا کے بارانِ رحمت ہو وہ مُردہ جنتی ہے، اس کی کچھ اصلیت شرع شریف میں ہے یا نہیں؟ فقط

الجواب

بارشِ رحمت فالِ حسن ہے خصوصاً اگر خلافِ عادت ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۶: از شہر کہنہ ۱۱ جمادی الاخرٰی ۱۳۱۷ھ

چہ می فرمایند علمائے دین کہ بعد مُردنِ میت تا دفنِ میت از کدام چہل سوال از میت می پرسند۔ بینوا توجروا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ میت کے مرنے کے بعد سے دفن ہونے تک کون سے چالیس سوال میت سے ہوتے ہیں؟ بینوا توجروا۔ (ت)

الجواب

سوال از میت بعد دفن ست پیش ازاں ہیچ سوالے در حدیث نیامدہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

میت سے سوال دفن کے بعد ہوتا ہے اُس سے پہلے کوئی سوال حدیث میں نہ آیا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۷: از موضع شمس آباد ضلع کیمبل پور پنجاب مسئولہ مولوی غلام ربانی صاحب ۱۱ جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین، خصوصاً حضرت عالمِ اہلسنت وجماعت مجدد مائۃ حاضرہ زید مجدہم اس مسئلہ میں کہ ضلع کیمبل پور کے پچاس ساٹھ موضع میں اور ایسا پشاور کے ضلع میں دس بیس موضع میں گاہے گاہے

Marfat.com

ان المیت یتاذی ممایتاذی بہ الحی[1] — بے شک مُردے کو اس سے ایذا ہوتی ہے جس سے زندے کو ایذا ہوتی ہے۔ (ت)

اور اینٹ پتھر کا تکیہ نہ چاہئے کہ بدن میں چُبھیں گے اور ایذا ہوگی اور ناک وغیرہ اعضاء دیوارِ قبر سے ملا دینے کی اجازت نہیں، نہ اس کی کوئی وجہ۔ اور جہاں اس میں وقت ہو تو چِت لٹا کر منہ قبلہ کو کر دیں۔ اب اکثر یہی معمول ہے۔ اور اگر معاذ اللہ منہ غیر قبلہ کی طرف رہا اور ایسا سخت ہوگیا کہ پھر نہیں سکتا تو چھوڑ دیں اور زیادہ تکلیف نہ دیں۔ چوتھی صورت بھی بالکل خلافِ سنّت ہے اور اس میں بھی میّت کے لیے اذیت ہے کہ بیٹھنے میں دقت ہوگی، ملائکہ کہ سوال کے لیے آتے ہیں، میّت کو بٹھاتے ہیں، ایسی ڈھلوان جگہ پر بیٹھنا بہت دشوار ہوگا۔ اور دُوسری صورت بھی ناقص ہے۔ بہتر پہلی صورت ہے، مگر ان اصلاحوں کے بعد جو ہم نے لکھیں۔ دُرمختار میں ہے:

ویوجہ الیھا وجوبًا وینبغی کونہ علی شقہ الایمن[2] واللہ تعالٰی اعلم — واجب ہے کہ اسے قبلہ رُو کیا جائے اور اسے داہنی کروٹ پر ہونا چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۲ تا ۹۳ (۱) قبر میں سے جس قدر مٹی نکلی وُہ سب اس پر ڈال دینا چاہئے یا صرف بالشت یا سوا بالشت قبر کو اونچا کرنا چاہئے؟

(۲) میّت کو دفن کرتے ہی آدمیوں کو منتشر ہو جانا چاہئے یا گھر پر آن کر فاتحہ پڑھ کر پھر منتشر ہونا چاہئے، جیسا کہ آج کل رواج ہے؟

الجواب

(۱) صرف بالشت بھر۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) بہتر یہ ہے کہ منتشر ہو جائیں، پھر میّت کے گھر جانے کو لازم نہ سمجھیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۴ از شاہجہان پور، محلہ رنگی چوپال مسئولہ سلامت اللہ رضوی ۲۴ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ پُرانی قبر ہو یا جدید (جدید سے مراد جسے بنے ہُوئے تھوڑا زمانہ گزرا ہو مگر اس یومِ عاشورہ سے پہلے کی ہو)، اس خاص کر عاشورہ کے دن پانی چھڑکنا بہتر ہے، یہ قولِ زید کیسا ہے؟ اور عمرو کا سوال یہ ہے کہ یومِ عاشورہ سے علاوہ دنوں میں قبروں پر پانی چھڑکنا کیا حکم

---

[1] ردالمحتار — فصل الاستنجاء — ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/۲۲۹

[2] درمختار — باب صلوٰۃ الجنائز — مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۵

Marfat.com

فالتمسك بنفي الذكر بلا دليل والتمسك
بلا دليل من الوجوه الفاسدة التي لاعبرة
بها عند الحنفية كما ذكره صاحب غاية
التحقيق شرح الحسامي وصاحب نور الانوار
شرح المنار وايضا[2] ان الحرمة والكراهة
حكمان شرعيان لا بد لهما من الدليل
كما هو مصرح في رد المحتار في قوله و
النتن الذي الخ والاصل في الاشياء الاباحة
الاصلية كما هو مسطور في الاشباه وههنا
لادليل عليهما فبقي امر الالقاء المذكور في
الافتاء على الاباحة الاصلية مع انضمام تعامل
العلماء من المواضع المتعددة الذي هو
قسم من الاجماع كما هو مذكور في فصول
الحواشي لاصول الشاشي وايضا[3] ان البدعة
السيئة ما تكون رافعة لسنة مثلها كما مصرح
في مشكوة المصابيح واذا لم يثبت سنية
عدم الالقاء بالدليل المعتبر فكيف
يتفوه ببدعة الالقاء وايضا[4] الذكر المنفي
في الكتب المعتبرة اعم من الايجاب
والسلب فكيف رجح المانع السلب على
الايجاب وايضا[5] ان الكتب ساكتة من
منع الالقاء وفعله ولا حكم في الساكت كما
ذكره في عدة من كتب اصول الفقه في
تعليق ومن لم يستطع منكم طولا الخ

اور تمسک بلا دلیل ان وجوہ فاسدہ سے ہے جن کا حنفیہ کے نزدیک کوئی اعتبار نہیں، جیسا کہ صاحب غایۃ التحقیق شرح حسامی اور صاحب نور الانوار شرح منار نے ذکر کیا ہے۔

(۲) حرمت اور کراہت ایسے حکم شرعی ہیں جن کے لیے دلیل ضروری ہے جیسا کہ رد المحتار کی عبارت والنتن الذی الخ میں اس کی صراحت ہے، اور اشیاء میں اصل اباحتِ اصلیہ ہے، جیسا کہ اشباہ میں لکھا ہوا ہے۔ اور یہاں ان دونوں پر کوئی دلیل نہیں تو فتوے کی رُو سے القائے مذکور کا حکم اباحتِ اصلیہ پر باقی رہا۔ اس کے ساتھ متعدد مقامات کے علماء کا تعامل بھی شامل ہے جو ایک قسم اجماع ہے جیسا کہ فصول الحواشی لاصول الشاشی میں مذکور ہے۔

(۳) بدعتِ سیئہ وُہ ہے جو ویسی ہی سنت کو ختم کرنے والی ہو جیسا کہ مشکوۃ المصابیح میں صراحت ہے۔ اور جب معتبر دلیل سے عدمِ القاء کا مسنون ہونا ثابت نہیں تو القاء کو بدعت کیسے کہا جا رہا ہے!

(۴) کتبِ معتبرہ کا سکوت (ذکرِ منفی) ایجاب و سلب سے اعم ہے تو مانع سلب کو ایجاب پر ترجیح کیسے دے دی گئی!

(۵) کتابیں القاء کے منع و فعل سے ساکت ہیں، اور ساکت کا کوئی حکم نہیں ہوتا جیسا کہ متعدد کتب اصول فقہ میں ارشاد باری تعالٰی ومن لم یستطع منکم طولا الخ کی تعلیق کے تحت مذکور ہے (ت)

تمام ہوئی مولوی مجوز کی جس رسم خط سے کہ اس نے لکھی تھی۔ عریضہ نیاز فقیر خادم دربار محمد غلام ربانی

Marfat.com

امام مسجد بعد دفن میت کے آلات کندید فی گور قبر کے سر سے لے کر قبر کی پاؤں کی طرف کو ڈلواتا ہے اور اس کو موجب امن گور جانتا ہے اور یہ حدیث پیش کرتا ہے :

من رش الماء علی القبر والقی آلته التی حفر بها القبر امن من عذاب القبر۔ جس نے قبر پر پانی چھڑکا اور جس سامان سے قبر کھودی گئی تھی اسے ڈال دیا تو عذاب قبر سے مامون ہوا۔

کسی کتاب کے اندر سے یہ مسئلہ نہیں دکھا سکتے۔ فقط کسی کتاب کے وقایہ پر لکھا یا دکھاتے ہیں جو کہ خود انہوں نے یا ان کے باپ دادا نے لکھا ہوگا۔ غنیۃ المریدین اور خزانۃ الروایات کا حوالہ دیتے ہیں مگر وہ بھی غلط ہے کیونکہ عرصہ تین سال سے چند کتب خانے تلاش کر چکے، نہ وہ کتابیں ان کو ملیں نہ اور کسی کتاب سے اس کا شاہد پایا۔ کسی اپنے باپ دادا اور کسی مولوی اخوندزادہ کا قول و فعل ثابت کرتے ہیں اور یہ رواج بھی ابھی پچاس ساٹھ سال کا ہے اور علمائے کرام پنجاب و افغانستان کہ جو اس فعل کے مانع ہیں وہ کہتے ہیں کہ اول جملہ اس عبارت کا تو بیشک منصوص ہے مگر جملہ القائے آلات کا مخترعہ ہے۔ ابتداء یوں ہوئی ہوگی کہ بعد دفن میت کے آلات قبر کو بطور شمار کرنے کے سرہانے والے نے پاؤں والے کی طرف کو (جو کہ عادۃً بعد دفن کھڑے ہو کر جاتے ہیں تو اس وقت بیلچہ گر وہ معول شمار کر کے اپنا اپنا لے جاتے ہیں) دینے یا شمار کرنے کے لئے پھینک دیا ہوگا۔ کسی نے نادانی سے اس کا اس صورت سے ڈالنا ہی سمجھ لیا ہوگا۔ بعد کو جب نزاع ہوا ہوگا تو مروّج نے عزت بچانے کے لیے یہ عبارت بناکر حدیث کی عبارت سے مناسبت دیکھ کر ملالی ہوگی۔ اور واقعی ایسا بہت جگہ ہوا ہے کہ پہلے زمانہ کے بعض کم علموں نے اپنی کسی بات کی تحقیق و تاکید کے لئے قلمی کتابوں میں جو جو مضمون بڑھایا یا کم کیا اب وہ چھاپے ہو جانے کے بعد ان کا پتا چل رہا ہے۔ مانعین کہتے ہیں کہ اس کام کو ثواب سے کیا علاقہ ہے ایک مولوی اس فعل بے اصل کے فاعل نے یہ جواب بھی دیا ہے کہ جیسا کہ ان آلات کو میت کی قبر کھودنے میں تکلیف ہوئی ہے اب مناسب ہے کہ یہ آلات بھی میت کے اوپر سے گزریں تاکہ بدلہ ہو جائے اس کا جواب بھی ترکی بہ ترکی دیا گیا کہ چاہیئے کہ گورکن لوگ بھی میت یا اس کی قبر سے کود کر پاؤں کی طرف کو چلے جایا کریں۔ عجیب جہالت ہے۔ بعدہٗ علمائے مانعین نے اشتہار دے دیا کہ فعل بدعت سیئہ معلوم ہوتا ہے۔ ہزاروں کتابیں تلاش کی گئیں پتا نہ ملا اور مجوزین بھی نہیں دکھا سکتے۔ لہٰذا ترک کرنا چاہیے۔
زید امام مسجد کہتا ہے کہ عدم ذکر فی الکتب کے ساتھ دلیلِ عدمِ جواز اس فعل پر لانا درست نہیں۔ عبارت اس کے مکتوب کی یہ ہے :

عدم وجود المسئلۃ فی کتب الفقہ واصول الفقہ والتفسیر والحدیث وغیرھا نفی الذکر والذکر فی الکتب من الدلیل (۱) مسئلہ کا فقہ، اصولِ فقہ، تفسیر، حدیث وغیرہ کی کتابوں میں موجود نہ ہونا نفی ذکر ہے۔ اور دلیل کتابوں میں مذکور ہونا ہے، تو نفی ذکر سے تمسک بلا دلیل ہے

Marfat.com

القبر نے سنت ولا تقف ما لیس لك به علم (اس کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں۔ ت) رفع کر کے اس کی جگہ کبیرۂ تقولون علی اللہ مالا تعلمون (خدا پر تم وہ بولتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔ ت) رکھ دیا اس کے بدعتِ شنیعہ قبیحہ ہونے میں کیا شک رہا۔ دلائل منع یہ ہیں۔ نہ یہ کہ سکوت کتب ولا دلیل سے استدلال کیا ہو۔ وُہ مدعی نفع نہ دفع عذاب پر رُد کو تھا کہ تلك کلمة هو تحاهلها ما انزل الله بها سلطان (وہ ایسی بات ہے جس سے وُہ نادان بنا خدا نے اس کی کوئی سند نہ اتاری۔ ت) اور یہ رد قطعاً صحیح ہے۔ بلا شبہ دعوٰی بے دلیل، قطعاً باطل و ذلیل۔ فواتح الرحموت میں جس صفحہ میں لادلیل سے فسادِ استدلال کا ذکر ہے اُس میں چند سطر کے بعد ذکرِ استصحاب میں ہے: الحکم بلا دلیل باطل[1] (حکم بلا دلیل باطل ہے۔ ت) خصوصاً یہاں کہ ایسا ہونا ضرور امر تعبدی غیر معقول المعنٰی ہوتا جس کے لیے خاص نصِ شارع درکار۔ اور وہ قطعاً مفقود۔ تو ادعائے مخالف یقیناً مردود۔ اور محدود مواضع کے محدود اشخاص کا پچاس ساٹھ برس سے کوئی فعل تراش لینا اسے تعامل و قسمِ اجماع قرار دینا کس درجہ علم سے بعید و مطرود۔

وقد فرغنا من ابانته فی کتابنا شمائم العنبر فی ادب النداء امام المنبر، هذا وقد اندفعت بما ذکرنا قعاقع المجوزین بامرها۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ہم اسے اپنی کتاب "شمائم العنبر فی ادب النداء امام المنبر" میں بیان کر چکے ہیں، یہ ذہن نشین رہے۔ اور ہمارے بیان سے اس کام کو جائز کہنے والوں کی بے معنی آوازیں دفع ہوگئیں۔ اور خدائے برتر خُوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۹۸ از دلیر گنج پرگنہ جہان آباد ضلع پیلی بھیت مرسلہ خلیفہ الٰہی بخش ۸ رجب ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ یا شبِ جمعہ کے سوا کسی اور دن میں مسلمان کا انتقال ہو تو اس کو جمعہ کے سپرد کرنا یعنی جمعہ تک قبر پر بیٹھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

بعد دفن اتنی دیر بیٹھنا کہ ایک اُونٹ ذبح کیا جائے، مسنون ہے۔ صحیح مسلم شریف میں اس بارے میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث وارد ہے[2] اور زیادہ دیر یا دنوں تک بیٹھنا بھی ممنوع نہیں، بلکہ وہاں لغو و بیہودہ باتیں کرنے، ہنسنے وغیرہ غفلت و قسوت کی حرکات سے بچیں، اور تلاوت و درود خوانی اور اعمالِ حسنہ میں مشغول رہیں کہ یہ امور موجبِ نزولِ رحمت ہوتے ہیں، اور احیاء کے پاس ہونے سے مُردے کا دل بہلتا ہے کما بیناہ فی حیاۃ الموات (جیسا کہ ہم نے اسے حیاتِ الموات میں بیان کیا ہے۔ ت) جمعہ تک بیٹھنے کا منشاء غالباً وُہ روایت ہے

[1] فواتح الرحموت بذیل المستصفی ۲/ ۳۵۹

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان ۱/ ۷۶

Marfat.com

الجواب

بیشک فعل مذکور بروجہ مذبور بدعت سیئہ شنیعہ واجب الترک ہے۔ فی نفسہ وہ ایک فعل عبث تھا جس میں عقلاً ونقلاً کوئی فائدہ نہیں اور اس کی وجہ کہ مجوز نے بیان کی محض مضحکہ ہے۔ آلات کو تکلیف ہونا کیا معنی! اور ہو بھی تو اس گزار دینے میں ان کو کیا آرام، یہ بھی حرکت ہے کہ باعثِ کلفت ہے اور میت پر کیا تکلیف کہ بدلہ ہو، اور ہو بھی تو میت کا کیا قصور؟ تکلیف حفاروں نے دی یا حفر کرانے والوں نے، تو اُن پر سے آلات گزارے جائیں، اور بالفرض میّت مجرم ہے کہ اُس کے سبب تکلیف ہوئی تو احیاء بدرجۂ اولیٰ، تو عمارت بنوانے والا اگرچہ بادشاہ کہ قلعہ بنوائے روز شام کو تمام آلات معماران ومزدوران اس پر سے گزارے جائیں، نہیں نہیں، یہ خود اس پر سے اتریں کہ حقیقۃً تکلیف تو اُنھی کو ہوئی۔ اور میت پر سے چارپائی کیوں نہیں اُتاری جاتی جو اُس نے راستے بھر توڑی، آلات اس کا شکر نہیں کرتے کہ اُن سے اقامت فرض کی، اُلٹے شاکی ہوتے ہیں۔ اور فرض میں جب یہ بدلہ ہے تو خطیب کہ محض ادائے سنت کے لیے منبر پر بوجھ ڈالتا ہے وہاں تو سر سے منبر اتار دینا کافی بھی نہ ہوگا بلکہ بعد خطبہ خطیب کے سر پر منبر لاد دینا چاہیے۔ غرض جہل عجیب چیز ہے اس کے رد میں اطاعت سے زیادہ وقت عزیز ہے، ہاں اس سے اس کا عبث ہونا زیادہ واضح ہوگیا کہ اُس کے حامی بھی کوئی فائدہ نہ بتاسکے، ناچار مضحکہ تراشا، اور عبث بجائے خود بیہودہ ہے نہ کہ قبر میت کے ساتھ کہ محل تذکر واعتبار ہیں، نہ کہ جائے لغویات بیکار۔ ایسی ہی جگہ کے لیے ارشاد ہدایہ و درر وغنیہ وتقریر کفایہ وعنایہ وفتح القدیر ہے:

العبث خارج الصلوٰۃ حرام فما ظنك فی الصلوٰۃ۔[1]

عبث نماز کے باہر ہو تو حرام ہے پھر نماز کے اندر ہو تو کیسا ہوگا۔ (ت)

پھر اس عبث مبغوض کو دین میں نافع اور میت سے عذاب کا دافع سمجھ کر کرتے ہیں، یہ قطعاً شرع میں زیادتْ اختراع وشنیع ابتداع ہے، اور حدیث کے نام سے جو عبارت پیش کی ساختہ کذاب وضاع ہے، جاہل کو عبارت بنانی بھی نہ آئی، یا اجہلوں نے اپنی جہالت بڑھائی القی الٰلۃ التی حفر بھا القبر سے یہ مضمون کیونکر ادا ہُوا کہ قبر پر سے اتاریں، خصوصاً یُوں کہ سرہانے سے پائنتی پھینکیں اور من کی جزا میں امن من عذاب القبر تو اس کا مفید کہ ایسا کرنے والا عذابِ قبر سے محفوظ رہے گا۔ نہ کہ میت۔ بالجملہ اس بدعت عبث عند القبر بلکہ عبث مع القبر نے سنیتِ تذکر واعتبار کا رفع کیا اور اس ادعائے امن من عذاب

---

[1] الہدایۃ فصل ویکرہ للمصلی الخ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۱۱۸

Marfat.com

وصلوا الی یوم الجمعۃ انقطع ثم لا یعود وھو یحتاج الی دلیل انتھی۔

جمعہ کا دن آجائے گا تو بند ہوجائے گا پھر دوبارہ نہ ہوگا۔ اس بارے میں دلیل کی ضرورت ہے انتہی (ت)

اسی طرح منح الروض الازہر میں ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۹ تا ۱۰۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) میت کا دفن بلا اجازت کسی شخص کی اراضی میں کوئی قابلِ مواخذہ فعل ہے؟

(۲) کیا ایسا کرنے والے گنہگار نہ ہوں گے؟

(۳) کیا میت کے حق میں یہ فعل اَولٰی ہے؟

(۴) اگر میت وصیت اس کے متعلق کرے تو کیا پسماندگانِ میت اس پر اس طور سے عمل کریں کہ بلا اجازت مالک زمین کے میت کو دفن کردیں تو کیا عند الشرع یہ فعل میت یا پسماندگان کے واسطے موجبِ ثواب ہوگا؟

بینوا توجروا۔

الجواب

بے اجازت مالک اس کی زمین میں دفن کرنا حرام ہے۔ ایسا کرنے والے گنہگار ہیں۔ میت اگر اس کی وصیت یُوں کرگیا کہ چاہئے مالک اجازت دے یا نہ دے مجھے وہیں دفن کرنا تو وُہ بھی سخت گنہگار رہے میت یا پسماندگان کے لئے ثواب کیسا! اس میں استحقاقِ عذاب ہے، مالک کو اختیار ہے کہ میّت کی نعش نکال دے اور اپنی زمین خالی کرلے یا نعش رہنے دے اور قبر برابر کرکے اس پر جو چاہے بنائے، چلے پھرے، تصرف کرے کہ قبر کی جو حدیثیں ہیں ایسی ناجائز قبر کے لیے نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس لعرق ظالم حق[۲] (کسی ظالم کی رگ کا کوئی حق نہیں۔ ت)

دُرمختار میں ہے:

لا یخرج منه بعد اھالة التراب الا لحق ادمی کان تکون الارض مغصوبة ویخیر المالك بین اخراجه ومساواته بالارض[۳]

مٹی ڈالنے کے بعد میت کو قبر سے نہ نکالا جائے گا مگر کسی آدمی کے حق کے باعث مثلاً یہ کہ زمین غصب کی ہُوئی ہو اور مالک کو اختیار ہوگا کہ مُردہ کو باہر نکالے یا قبر زمین کے برابر کردے (ت)

---

[۱] شرح الصدور بشرح حال الموتٰی والقبور باب عذاب القبر خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۷۶

[۲] سنن ابی داؤد باب احیاء الموات آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۸۱

[۳] درمختار باب صلٰوۃ الجنازہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۶

Marfat.com

جو امام نسفی نے بحر الکلام میں ذکر فرمائی کہ مسلمان پر معاذ اللہ معاذ اللہ عذابِ قبر اگر ہوتا ہے تو صرف جمعہ تک ہوتا ہے شب جمعہ آتے ہی اٹھا لیا جاتا ہے اور پھر عود نہیں کرتا۔ امام سیوطی و علامہ علی قاری کو اگرچہ اس روایت میں توقف ہے مگر عقلاً و شرعاً امر نافع محض صرف احتمال کافی ہوتا ہے۔ اگر یہ روایت مطابق واقع ہے تو جب تک معاذ اللہ اندیشہ تھا۔ ایصالِ ثواب و استنزالِ برکات ذکر و قرآن سے اس کی مدد کی گئی، جب جمعہ آگیا خود رحمتِ الٰہی اس کی متکفل ہولی۔ اور اگر نا مطابق ہے تو اتنے دنوں آخر مسلمان محتاج کی مدد و نفع رسانی ہی ہوئی، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ[1]
رواہ مسلم عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

تم میں جو اپنے بھائی مسلمان کو نفع پہنچا سکے پہنچائے۔ اسے مسلم نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

بہرحال یہ کام خیر سے خالی نہیں جبکہ نیۃً یا عملاً اس کے ساتھ کوئی محذورِ شرعی نہ ہو۔ شرح الصدور شریف میں ہے:

عمم النسفی فی بحر الکلام فقال ان الکافر یرفع عنہ العذاب یوم الجمعۃ و لیلتھا وجمیع شھر رمضان، قال و اما المسلم العاصی فانہ یعذب فی قبرہ لکن یرفع عنہ العذاب یوم الجمعۃ و لیلتھا ثم لایعود الیہ الٰی یوم القیٰمۃ وان مات یوم الجمعۃ اولیلۃ الجمعۃ یکون لہ العذاب ساعۃ واحدۃ وضغطۃ القبر کذلک ثم ینقطع عنہ العذاب ولایعود الیہ الٰی یوم القیٰمۃ انتھی وھذا یدل علٰی ان عصاۃ المسلمین لا یعذبون سوی جمعۃ واحدۃ اودونھا وانھم اذا

امام نسفی نے بحر الکلام میں عام حکم لگاتے ہوئے کہا کہ روز و شبِ جمعہ اور پورے ماہِ رمضان میں کافر سے عذاب اٹھا لیا جاتا ہے اور گنہگار مسلمان کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے مگر اس سے روز و شبِ جمعہ کو اٹھا لیا جاتا ہے، پھر قیامت تک دوبارہ عذاب نہیں ہوتا۔ اور اگر روزِ جمعہ یا شبِ جمعہ کو انتقال کیا ہے تو صرف ایک ساعت عذاب ہوتا ہے۔ قبر کے دبانے کا معاملہ بھی اسی طرح ہے۔ پھر اس سے عذاب بند ہو جاتا ہے اور قیامت تک پھر نہیں لوٹتا۔ انتہی۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ گنہگار مسلمانوں کو ایک جمعہ تک یا اس سے بھی کم عذاب ہوگا اور جب

---

[1] صحیح مسلم باب استحباب الرقیۃ الخ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/۲۲۴

Marfat.com

ان وقف حوانيت الاسواق يجوز ان كانت الارض باجارة فی ايدی الذين بنوها لا يخرجهم السلطان عنها من قبل انا رأيناها فی ايدی اصحاب البناء توارثوها وتقسم بينهم لايتعرض لهم السلطان فيها ولا يزعجهم وانما له غلة ياخذها منهم وتداولها خلف عن سلف ومضی عليها الدهور وهی فی ايديهم يتبايعونها ويؤجرونها وتجوز فيها وصاياهم ويهدمون بناءها ويعيدونه ويبنون غيره فكذلك الوقف فيها جائز انتهی واقره فی الفتح وقد علمت وجهه وهو بقاء التابيد[1]. والله تعالیٰ اعلم

کہ دُکانوں کا وقف جائز ہے اگر زمین اجارہ کے ذریعہ اُن لوگوں کے قبضے میں ہو کہ سلطان ان کو اس سے نہ نکالے، اس لیے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ تعمیر کرنے والوں کے ہاتھ میں رہتی ہیں ان کے درمیان ان میں وراثت اور تقسیم جاری ہوتی ہے سلطان ان سے کوئی تعرض نہیں کرتا، نہ ہی ان کو پریشان کرتا ہے۔ بس اس کے لیے کچھ مقررہ آمدنی ہوتی ہے جو ان سے وصول کرتا ہے۔ یہ دستور پشت ہا پشت سے چلا آرہا ہے اور یہ ان کے ہاتھ میں اُس طرح ہیں کہ یہ ان کی خرید و فروخت اور اجارہ پر دینے کا تصرف کرتے رہتے ہیں، ان کی وصیتیں ان میں نافذ ہوتی ہیں، عمارت گراتے بناتے رہتے ہیں۔ تو اسی طرح ان کا وقف بھی جائز ہوگا۔ (عبارت ختم ہوئی) اسے فتح القدیر میں بھی برقرار رکھا ہے۔ اور اس کی وجہ، جیسا کہ معلوم ہوا وہی بقائے تابید ہے ——— اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۴: از گورکھپور ۱۲ شوال ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میونسپلٹی مسلمانوں سے چاہتی ہے کہ تم اپنے مردے باہر شہر کے دفن کرو اور اگر کوئی امر مانع ہو تو اُس قطعۂ زمین میں دفن کرو جو اس کام کے لیے میونسپلٹی اپنے ہاتھ میں رکھے گی اور تم سے بابت دفن اُن مُردہ مسلمانوں کے جن کی فیس ناداری کی وجہ سے کسی طرح ادا نہیں ہوسکتی ایک فیس مقررہ لے گی، اور خام و پختہ میں فرق ہوگا۔ اور زمین خریدنے کا قاعدہ یہ ہے کہ گو بیچنے والا راضی نہ ہو، بیچنا نہ چاہتا ہو۔ یہ کتنی ہی تعداد میں قیمت مانگتا ہو مگر اس کی پروا نہیں کی جائے گی نہ وہ راضی کیا جائیگا بلکہ قاعدہ سرکاری کی مقررہ قیمت اس کو دے دی جائے گی اور اُس زمین پر مالکانہ قبضہ کرلیا جائے گا۔ ایسی صورت میں میونسپلٹی کی آمدنی سے اس طرح زمین کا معاوضہ جبر کے ساتھ خریدنا جیسا کہ بیان کیا گیا شرعاً

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۳/۳۹۱

Marfat.com

یہ اصل حکم فقہی ہے، مگر مسلمان نرم دل اور دوسرے مسلمان خصوصاً میت پر رحم دل ہوتا ہے۔ قال اللہ تعالٰی رحماء بینھم[1] (اللہ تعالٰی فرماتا ہے: وہ آپس میں رحم دل ہیں۔ ت) اگر وہ درگزر کرے گا اللہ عزوجل اس کی خطاؤں سے درگزر فرمائے گا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم[2] (کیا تم اسے پسند نہیں کرتے کہ خدا تمھیں بخشے؟۔ ت) اگر وہ اپنے مُردہ بھائی پر احسان کرے گا اللہ اس پر احسان کریگا کما تدین تدان[3] (جیسا تم کروگے ویسا ہی تمھارے ساتھ کیا جائے گا۔ ت) اگر وہ اپنے مردہ بھائی کا پردہ فاش نہ کرے گا اللہ اس کی پردہ پوشی کرے گا من ستر سترہ اللہ[4] (جو کسی کی پردہ پوشی کرے خدا اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ ت) اگر وہ اپنے مُردہ بھائی کی قبر کا احترام کرے گا اللہ اس کی زندگی و موت میں اسے احترام بخشے گا۔ اللہ فی عون العبد ماکان العبد فی عون اخیہ[5] (اللہ بندے کی مدد فرماتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۳: از حیدرآباد دکن شہر سکندرآباد محلہ نلاگٹہ مکان سید محمد اکبر صاحب ماسٹر ریلوے۔ مرسلہ سید غلام غوث صاحب ۶ صفر ۱۳۱۷ھ

زمین جو دوامی پٹہ کی ہو اس میں دفن جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ دفن کے لیے ملکی زمین چاہیے، پھر اس بناء پر تو جاگیرات میں دفن جائز نہ ہوگا۔ بینوا توجروا

الجواب

بلاشبہ جائز ہے جبکہ باجازت مستاجر ہو۔ ملکِ غیر ہونا منافیِ جوازِ دفن نہیں۔ غایت یہ کہ مالک کو ازالۂ قبر کا اختیار ہوگا۔ مگر جب اس کا اجارہ دوامی ہو تو مالک کی طرف سے یہ اندیشہ بھی نہیں یہاں تک کہ علماء نے دوامی اجارہ کی زمین میں مسجد بنانے کی اجازت دی اور اُس میں وقف صحیح مانا اسی بنا پر کہ وہ ہمیشہ رہے گی تو تائید حاصل ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

قال فی الاسعاف وذکر فی اوقاف الخصاف   اسعاف میں ہے کہ اوقاف خصاف میں مذکور ہے

---

[1] القرآن ۴۸/ ۲۹

[2] القرآن ۲۴/ ۲۲

[3] الاسرار المرفوعۃ حرف الجیم حدیث ۳۹۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۱۰۳

[4] مشکوٰۃ المصابیح باب الشفقۃ علی الخلق مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۲۲

[5] صحیح مسلم باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۳۴۵

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے :

وان زاد الی مقدار قامة فهو احسن کما فی الذخیرة وهذا حد العمق والمقصود منه المبالغة فی منع الرائحة ونبش السباع[1]

اگر قد برابر زیادہ کیا تو زیادہ اچھا ہے جیسا کہ ذخیرہ میں ہے اور یہ گہرائی کی حد ہے، اس کا مقصد بُو روکنے اور درندوں کے اکھاڑنے سے بچانے میں مبالغہ ہے۔ (ت)

ہزاروں لاکھوں آدمی مقابر کے قریب بستے ہیں بلکہ ہزاروں وُہ ہیں جن کا پیشہ ہی تکیہ داری یا قبور کی مجاورت ہے ان کی صحت میں اس سے کوئی فرق نہیں آتا، جیسا کہ مشاہدہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) تبدیلی سے اگر یہ مراد کہ قبرستان کو کوئی اور مکان کسی کے رہنے بسنے کا یا مسجد یا مدرسہ کر لیا جائے اور قبور کے لیے دُوسری زمین دے دی جائے تو یہ قطعی حرام اور بوجوہ حرام ہے کہ وقف میں تصرف بیجا۔ اور وقف نہ بھی ہو تو قبورِ مسلمین کی توہین و بیحرمتی ہے۔ قبر پر چلنا پھرنا، پاؤں رکھنا حرام ہے چہ جائیکہ اُنھیں مالک کے لیے مقرر کر لینا ــــ اس کی تفصیل ہمارے رسالہ اهلاك الوهابیین فی توهین قبور المسلمین میں ہے۔ عالمگیری میں ہے :

لا یجوز تغییر الوقف عن هیئته[2]

وقف کی ہیئات بدلنا جائز نہیں۔ (ت)

ہدایہ میں ہے :

فی غایة القبح ان یقبر فیه الموتٰی سنة ویزرع سنة[3]

بہت زیادہ بُرا یہ ہے کہ اس میں ایک سال مردے دفن ہوں اور ایک سال کھیتی ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

انهم نصوا علی ان المرور فی سکة حادثة فیها حرام[4]

علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ قبرستان کے اندر نَو پیدا راستے میں چلنا حرام ہے۔ (ت)

اسی طرح طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ مقبرہ بدستور رکھا جائے، اس میں

---

[1] ردالمحتار باب صلوٰة الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۴

[2] فتاوٰی ہندیة کتاب الوقف الباب العاشر فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۹۰

[3] الهدایة کتاب الوقف المکتبة العربیة کراچی ۲/۶۱۸

[4] ردالمحتار فصل الاستنجاء ادارة الطباعة العربیة مصر ۱/۲۲۹

Marfat.com

ناجائز وغصب ہے یا نہیں اور اُس میں مسلمان مُردوں کا دفن ہونا غیر مذہب والوں کو فیس ادا کرکے جائز ہے یا ناجائز؟ مکروہ ہے یا حرام؟ اور مُردے دفن کرنے والا مسلمان داخلِ معصیت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

چونکہ کا روپیہ درکنار، اگر کوئی مسلمان ہی اپنے خاص مملوک بملک حلال وطیب سے زمین اُس طریقہ جبر پر خریدے وہ قطعاً حرام ہوگی اور زمین حکماً مغصوب، اور اس میں بروجہ مذکور مُردوں کا دفن کرنا حرام و معصیت، یہاں تک کہ بعد دفن مُردہ کا قبر سے نکالنا حرام مگر اسکے باوجود ایسی جگہ قبر کھود کر دوسری جگہ دفن کرنا چاہئے فتاوٰی قاضی خاں و فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

لاینبغی اخراج المیت من القبر بعد مادفن الا اذا کانت الارض مغصوبۃ او اخذت بشفعۃ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

بعد دفن میّت کو قبر سے نہ نکالنا چاہئے مگر جب زمین غصب کی ہُوئی یا حقِ شفعہ سے دوسرے نے لے لی ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۵ تا ۱۰۹ از فتحپور ہسورہ، محلہ چری ٹولہ مرسلہ محمود علی صاحب اہلمد کلکٹری ۷ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

(۱) قبرستان باشندگانِ قرب وجوار کے لیے مضرِ صحت ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(۲) تبدیلیِ قبرستان بلا عذرِ شرعی جائز ہے یا نہیں؟

(۳) جدید قبرستان ایسی اراضی میں کہ جس میں پہلے غلیظ دفن ہو رہا ہے جاری کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) جدید قبرستان ایسی اراضی میں کہ جس کے قرب میں اب غلیظ دفن ہو رہا ہے جائز ہے یا ناجائز؟

(۵) مُردہ کو کس طرح کے قبر میں دفن کرنا چاہئے؟ جواب بحوالہ کتبِ معتبرہ مرحمت ہو۔

الجواب

(۱) شریعتِ مطہرہ نے قبر کا گہرا ہونا اسی واسطے رکھا ہے کہ احیاء کی صحت کو ضرر نہ پہنچے درمختار میں ہے:

حفر قبرہ مقدار نصف قامۃ فان زاد فحسن[2]

میت کی قبر نصف قد کے برابر کھودی جائے، اگر زیادہ ہو تو اچھا ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل السادس فی القبر والدفن نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۶۷

[2] درمختار باب صلٰوۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۴

Marfat.com

علامہ طحطاوی و علامہ شامی نے اُسی مسئلہ کی دلیل میں کہ مقابر میں پیشاب کرنا ممنوع ہے، فرمایا:
لان المیت یتأذی بمایتأذی بہ الحی[1] (جس چیز سے زندہ کو ایذا پہنچتی ہے اُس سے مردہ کو بھی ایذا ہوتی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) صالحین کے قریب دفن کرنا چاہئے کہ اُن کے قُرب کی برکت اُسے شامل ہوتی ہے۔ اگر معاذ اللہ مستحقِ عذاب بھی ہوتا ہے تو وُہ شفاعت کرتے ہیں، وُہ رحمت کہ اُن پر نازل ہوتی ہے اُسے بھی گھیر لیتی ہے۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:
ادفنوا موتاکم وسط قوم صالحین[2] اپنے اموات کو اچھے لوگوں کے درمیان دفن کرو۔
اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ھم القوم لایشقی بھم جلیسھم[3] ان لوگوں کے پاس بیٹھنے والا بھی بدبخت نہیں رہتا۔ اور اگر صالحین کا قرب میسر نہ ہو تو اس کے عزیزوں قریبوں کے قریب دفن کریں کہ جس طرح دنیا کی زندگی میں آدمی اپنے اعزا کے قرب سے خوش ہوتا ہے اور ان کی جدائی سے ملول، اسی طرح بعد موت بھی۔ ہم ابھی حدیث وفقہ کو ذکر کر آئے کہ مُردے کو ہر اُس بات سے ایذا ہوتی ہے جس سے زندہ کو۔ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل (اور ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۶ از گیا محلہ مراد پور مرسلہ تیغ علی صاحب ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

جس گورستان کی بوجہ کمی زمین وکثرتِ دفنِ مُردگان سے یہ حالت ہوگئی کہ نئی قبریں کھودنے پر کثرت سے مُردوں کی ہڈیاں نکلتی ہوں اور بصورت موجود رہنے دوسرے گورستان متصل اس کے جو کہ ان سب شکایتوں سے پاک وصاف ہو اُس کو چھوڑ کر خواہ مخواہ صرف بخیال مدفن ہونے آباء واجداد اپنے ایسے گورستان میں دوسرے مُردوں کی ہڈیاں اُکھاڑ کر مُردہ دفن کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

صورتِ مذکورہ محض ناجائز وحرام ہے صرح بہ علماؤنا قاطبۃ فی غیرما کتاب (ہمارے علماء نے متعدد کتابوں میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۷ از گیا محلہ مراد پور مرسلہ تیغ علی صاحب ۲۱ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

جناب مولانا قبلہ ہادی صراط مستقیم دام افضالکم، بعد سلام مسنون ملتمس خدمت ہے کہ حضور نے بجواب

[1] ردالمحتار فصل الاستنجاء ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/ ۲۲۹
[2] الموضوعات لابن جوزی باب دفن المیت فی جوار الصالحین دارالفکر بیروت ۳/ ۲۳۷
[3] المدخل لابن الحاج صفۃ القبور دارالکتاب العربیہ بیروت ۳/ ۲۶۹

Marfat.com

کوئی تصرف نہ کیا جائے گا۔ مگر اس میں دفن کرنا روک دیا جائے گا اور اُس کے عوض دُوسری زمین میں دفن کرنے لگیں، تو یہ اگر یوں ہے کہ پرانا مقبرہ بالکل بھر گیا اور اس میں کہیں قبر کی جگہ نہ رہی تو بے شک مناسب ہے اگر دُوسری جگہ معقول و قابلِ قبورِ مسلمین مل سکے اور اگر یہ بھی نہیں بلکہ قبور کے لیے جگہ موجود ہے اور پھر منع کیا جائے تو دو صورتیں ہیں اگر وُہ جگہ جہاں اموات دفن ہوتے تھے کسی شخص خاص کی ملک ہے کہ اس کی اجازت سے دفن ہوتے تھے تو بلا شُبہ اُسے اختیار ہے کہ میّت کو نکلوا دے۔ درمختار میں ہے:

لا یخرج منه بعد اهالة التراب الا لحق آدمی کان تکون الارض مغصوبة او اخذت بشفعة و یخیر المالک بین اخراجه و مساواته بالارض[1]

مٹی ڈال دینے کے بعد قبر سے مردے کو نکالا نہ جائیگا مگر کسی انسان کے حق کی وجہ سے، مثلاً زمین غصب کی ہو یا شفعہ کی وجہ سے لی گئی ہو اور مالک کو اختیار ہوگا کہ مردے کو نکال دے یا قبر زمین کے برابر کردے (ت)

اور اگر وہ کسی کا مملوک نہیں بلکہ وقف ہے تو وقف میں دست اندازی کا کسی کو حق نہیں الوقف لا یملک (وقف کسی آدمی کی ملکیت نہیں ہوتا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳) یہ حرام اور سخت توہینِ اموات اہلِ اسلام ہے۔ مقابر میں پاخانہ پھرنا حرام ہے حالاں کہ وُہ اوپر ہی رہے گا اموات تک نہ پہنچے گا تو یہ صورت کیونکر حلال ہوسکتی ہے، درمختار میں ہے:

یکرہ بول و غائط فی المقابر[2] (قبرستان میں پیشاب اور پاخانہ مکروہ ہے۔ ت)

طحطاوی و ردالمحتار میں ہے: الظاهر انها تحریمة[3] (ظاہر یہ ہے کہ مکروہِ تحریمی ہے۔ ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

(۴) اس سے بھی شرعاً منع کیا جائے گا، جو لوگ دفن کے لیے جائیں انھیں ایذا ہوگی۔ جو فاتحہ کو جائیں اُن کو ایذا ہوگی۔ اور ان سے قطع نظر کیجئے اُن کی ایذا تو اتنی دیر کے لیے ہوگی جب تک وہاں رہیں گے اموات کو یہ آٹھ پہر کی ایذا ہوگی۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان المیت یتاذی ممایتاذی منه الحی[4]

جس چیز سے زندہ کو ایذا پہنچتی ہے اُس سے مردہ کو بھی ایذا ہوتی ہے۔

---

[1] درمختار	باب صلٰوۃ الجنازۃ	مطبع مجتبائی دہلی	۱۲۶/۱
[2] درمختار	فصل الاستنجاء	" " "	۵۷/۱
[3] ردالمحتار	"	ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر	۲۲۹/۱
[4] "	" "	" "	"

Marfat.com

کہ ہمارے علمائے متعدد کتابوں میں اس کی تصریح فرمائی۔ اب اوہام جہال مدعیانِ علم وکمال کے ازالہ کو چند نصوص ذکر کریں۔ امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد ابن الہمام رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:

لایدفن اثنان فی قبر واحد الا لضرورۃ ولا یحفر قبر لدفن اٰخر الا ان بلی الاول فلم یبق له عظم الا ان لایوجد بد فیضم عظام الاول ویجعل بینهما حاجز من تراب[1]۔

یعنی بلا مجبوری ایک قبر میں دو کا دفن جائز نہیں، نہ بلا مجبوری دوسرے کے دفن کے لیے قبر کھودنے کی اجازت، مگر جبکہ پہلا بالکل خاک ہوگیا ہو کہ اس کی ہڈی تک نہ رہی، ہاں مجبوری ہو تو ہڈیاں ایک طرف جمع کرکے انھیں اور اس میت میں مٹی کی آڑ قائم کردیں۔ (ت)

تاتارخانیہ و امداد الفتاح میں ہے:

اذا صار المیت ترابا فی القبر یکرہ دفن غیرہ فی قبرہ لان الحرمۃ باقیۃ وان جمعوا عظامه فی ناحیۃ ثم دفن غیرہ فیه تبرکا بالجیران الصالحین ویوجد موضع فارغ یکرہ ذلك[2]۔

یعنی اگر میت بالکل خاک ہوجائے جب بھی اس کی قبر میں دوسرے کو دفن کرنا ممنوع ہے کہ حرمت اب بھی باقی ہے، اور اگر مزاراتِ صالحین کے قرب کی برکت حاصل کرنے کی غرض سے میّت کی ہڈیاں ایک کنارے جمع کردیں تو اب بھی ممنوع ہے جبکہ فارغ جگہ دفن کو مل سکتی ہے۔ (ت)

امام محمد محمد محمد ابن امیر الحاج رحمہ اللہ تعالٰی حلیہ میں فرماتے ہیں:

یکرہ ان یدفن فی القبر الواحد اثنان الا لضرورۃ وبهذا تعرف کراهۃ الدفن فی الفساقی خصوصا ان کان فیها میت لم یبل، واما مایفعله جهلۃ اغبیاء من الحفارین وغیرہ فی المقابر المسبلۃ العامۃ وغیرها من نبش القبور التی لم یبل اربابها

یعنی بلا مجبوری ایک قبر میں دو کا دفن جائز نہیں، اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ تہ خانوں میں دفن منع ہے خصوصاً جبکہ وہاں کوئی میت موجود ہو جو ابھی خاک نہ ہوا، اور وہ جو بعض گورکن وغیرہ جاہلان بدعقل کرتے ہیں ایک کہ وقفی یا غیر وقفی قبرستان میں وہ قبر جس کا مُردہ ہنوز خاک نہ ہوا کھود کر دُوسرا دفن کردیتے ہیں، یہ

---

[1] فتح القدیر فصل فی الدفن مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۰۲
[2] فتاوٰی تاتارخانیۃ الجنائز، القبر والدفن ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ ۲/۱۷۲

Marfat.com

استفتائے ہذا ارشاد فرمایا ہے کہ صورتِ مذکورہ بالا محض ناجائز و حرام ہے اور مدرسہ دیوبند کا فتویٰ بجنسہٖ ارسالِ خدمت کر کے امیدوار کہ کس حکم پر عمل کرنے کا حضور والا سے ارشاد ہوتا ہے اور جناب مولانا سجاد حسین صاحب بہاری مدرس اول و ناظم مدرسہ انوار العلوم کا فتویٰ بموجب اقوالِ فقہاء حضور کی مطابقت میں ہے۔

سوال: جس گورستان میں بوجہ کمیِ زمین و کثرتِ دفنِ مُردگان یہ حالت ہوگئی کہ نئی قبریں کھودنے پر کثرت سے مُردوں کی ہڈیاں نکلتی ہوں بصورت موجود رہنے دوسرے گورستان متصل اُس کے جو ان سب شکایتوں سے پاک اور صاف ہو اُس کو چھوڑ کر خواہ مخواہ صرف بخیال ہونے جائے مدفن آباء واجداد اپنے ایسے گورستان میں دوسرے مُردے کی ہڈیاں اکھاڑ کر مردہ دفن کرنا شرعاً جائز و درست ہے یا نہیں؟ راقم استفتاء ھذا بندۂ عاصی تیغ علی عفا عنہ الباری ساکن مراد پور گیا۔

الجواب: دفن کرنا اُس گورستان میں درست ہے اگر ہڈیاں ظاہر ہوں، اُن کو ایک طرف کر دیا جائے لیکن اگر دوسری جگہ صاف اور خالی ہو تو وہاں دفن کرنا اولیٰ ہے۔ فقہاء نے اس بارے میں یہ تفصیل کی ہے کہ کہنہ قبور میں دوسرے میت کو دفن کرنا درست ہے اور قبر جدید کھود کر اُس میں دوسری میت کو دفن کرنا درست نہیں ہے۔ شامی میں ہے:

وقال الزیلعی ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ و زرعہ والبناء علیہ[1] الخ

اگر میت بوسیدہ ہو کر مٹی ہو جائے تو اس کی قبر میں دوسرے کو دفن کرنا، وہاں کھیتی باڑی کرنا اور اس پر عمارت بنانا جائز ہے الخ (ت)

اس کے بعد تاتارخانیہ سے یہ نقل کیا ہے کہ باوجود دوسری جگہ خالی ملنے کے ایسا کرنا بلاضرورت اچھا نہیں ہے۔ پس مدار ضرورت و عدمِ ضرورت پر ہے، اگر ضرورت ہو پرانی قبر میں میت کو دفن کرنا بلا کراہت درست ہے اور اگر ضرورت کچھ نہ ہو بلکہ دوسری جگہ صاف و خالی ہو تو اگرچہ پھر بھی درست ہے مگر غیر اولیٰ مکروہِ تنزیہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند ۲۶ جا ۱۳۳۶ھ

الجواب

حکمِ شریعتِ مطہرہ وہی ہے کہ فقیر نے فتویٰ سابقہ میں لکھا یعنی بحالتِ مذکورہ اُس قبرستان میں دفن کرنا محض ناجائز و حرام ہے۔ فتویٰ دیوبند صریح باطل و مردود ہے اور خیانت و تحریف و افتراء و تناقض و سفاہت سے مملو۔ مسئلہ بہت ظاہر و واضح ہے لہٰذا ہم نے کسی خاص کتاب کا حوالہ نہ دیا تھا بلکہ اتنا لکھ دیا

---

[1] ردالمحتار باب صلٰوۃ الجنائز ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۵۹۹

Marfat.com

ہونے کے بعد بھی ناجائز فرمایا ہے نہ کہ صرف غیر اولیٰ۔ یہ دیکھ کر وہ معنی بنانا تحریف ہے۔ وہیں عبارت امام محمد حلبی میں یہ دیکھنا کہ اپنے عزیز یا کسی مزار کے قریب میں دفن کا قصد، وہ ضرورت نہیں جس کے باعث ابتداءً ایک قبر میں دو کا دفن مباح ہو جائے۔ صاف ثابت ہُوا کہ ایسا کرنا حلال نہیں۔ پھر اُسے غیر اولیٰ پر ڈھالنا دوسری تحریف نیز اسی عبارت میں ارشاد ہوا تھا کہ پھر ان وجوہ سے اگلی قبر کھود کر دوسرے کا دفن کرنا کیونکر حلال ہو سکتا ہے۔ اس سے آنکھ بند کر کے وُہ گھڑت تیسری تحریف ہے، پھر وہیں یہ دیکھنا کہ اس میں مسلمان میت کی بیحرمتی ہے اور اس پر وہ تراش چوتھی تحریف ہے۔ وہیں یہ دیکھنا کہ اُس میں مسلمان میت کی ہڈی علیحدہ کرنا ہے اور اس پر وُہ اختراع پانچویں تحریف ہے۔ پھر اپنے اس معنی تراشیدہ کو فقہاء کی طرف نسبت کرنا صریح افترا ہے۔ طرفہ یہ کہ عبارتِ شامی نقل کی جس میں امام زیلعی سے ہے کہ میت خاک ہو جائے تو اس کے بعد دوسرے کو اس کی قبر میں دفن کر دینا جائز ہے۔ صاف ثابت ہُوا کہ قبل اس کے ناجائز ہے، پھر اس اپنے رَدّ کو اپنی سند بنانا کیسی کھلی سفاہت ہے۔ فقہائے کرام سے نقل کیا کہ کہنہ قبور میں دوسرے میت کو دفن کرنا درست ہے جدید کھود کر اُس میں دُوسرے کو دفن کرنا درست نہیں۔ پھر کہنہ و جدید ایجاد بندہ ہے جس کے معنی یہ ٹھہرا لئے کہ دو چار مہینے یا سال دو سال گزر گئے تو اب جدید قبر ہی نہ رہی، مسلمان کی ہڈیاں کھودنا حلال ہو گیا حالانکہ خود اسی کی عبارت نقل کردہ میں ارشادِ فقہاء یہ ہے کہ میت خاک ہو جائے تو جائز ورنہ نہیں۔ اب کہنہ و جدید کے یہ معنی متعین ہو گئے اس پر اسے گورستان کی نسبت جسے سائل نے صاف لکھا تھا کہ نئی قبریں کھودنے پر کثرت سے مُردوں کی ہڈیاں نکلتی ہیں اور اُس پر گورستان صاف و پاک اُس کے متصل موجود ہے۔ یہ حکم لگانا کہ دفن کرنا دوسرے گورستان میں درست ہے صریح تناقض۔ فقہائے کرام نے بحالِ ضرورت اجازت دی خود اسی فتوی میں کہا مدار ضرورت اور عدمِ ضرورت پر ہے۔ پھر بلا ضرورت صرف غیر اولیٰ رکھنا کیسی شدید سفاہت ہے، غیر اولیٰ کی اجازت کو ضرورت کیا درکار، وُہ بلا ضرورت بھی جائز ہوتا ہے۔ ہاں ناجائز بات کی اجازت کو ضرورت کی ضرورت ہوتی ہے کہ الضرورات تبیح المحظورات (ضرورتیں منع کردہ چیزوں کو جائز کر دیتی ہیں۔ ت) اُس فتوے کے کاتب کے قلم سے چھوٹی آٹھ سطریں ہیں اُن میں یہ بارہ کمالات بنگاہِ اوّلیں حاضر ہیں۔ تحریفیں، خیانتیں، افترار، تناقض، سفاہتیں، معاذ اللہ کہ شرع ایسوں کو قابلِ افتا ٹھہرائے، یہ سب درکنار علمائے حرمین شریفین نے دیوبند کے پیشواؤں پر نام بنام حکم ارتداد دیا اور فرمایا:

من شك فی کفرہ وعذابه فقد کفر[1]

جو اُن کے اقوال پر مطلع ہو کر ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی مسلمان نہیں۔

---

[1] دُرِّ مختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵٦

Marfat.com

وادخال اجانب علیھم فھو من المنکر الظاھر الذی ینبغی لکل واقف علیہ انکار ذلک علی متعاطیہ بحسب الاستطاعۃ فان کف والادفع الی اولیاء الامور وفقھم اللہ تعالی لیقابلوہ بالتادیب ومن المعلوم ان لیس من الضرورۃ المبیحۃ جمع میتین ابتداء فی قبر واحد لقصد دفن الرجل مع قریبہ او ضیق محل الدفن فی تلک المقبرۃ مع وجود غیرھا وان کانت تلک المقبرۃ مما یتبرک بالدفن فیھا لبعض من بھا من الموتی فضلا عن کون ھذہ الامور وما جری مجرھا مبیحۃ للنبش وادخال البعض علی البعض قبل البلی مع ما یحصل فی ضمن ذلک من ھتک حرمۃ المیت الاول وتفریق اجزائہ فالحذر من ذلک[1]

صریح معصیت ہے، ہر مسلمان کو چاہیئے کہ حتی الامکان انھیں ایسا کرنے سے خود روکے، اور اس کے روکے نہ رکیں تو حکام کو اطلاع دیں کہ وہ ان لوگوں کو سزا دیں، اور شریعت سے معلوم ہے کہ کسی کو اس کے عزیز یا تبرک کے لیے کسی مزار کے پاس دفن کرنے کی غرض سے ابتداءً دو جنازے ایک قبر میں رکھنا حلال نہیں جبکہ وہاں دوسرا مقبرہ موجود ہو، نہ کہ ان وجوہ کے لیے اگلی قبر کھودنا، اور ایک کے خاک ہونے سے پہلے دوسرے کا اس میں داخل کرنا، یہ کیسے حلال ہو سکتا ہے حالانکہ اس میں پہلے میت کی ہتک حرمت اور اس کے اجزاء کا متفرق کرنا ہے تو خبردار اس حرکت سے بچو۔

ان نفیس عبارات کے بعد زیادہ کی حاجت نہیں۔ طرفہ یہ کہ دیوبندی نے جہاں سے شامی کی عبارت نقل کی ہے وہیں وہ فتح القدیر کا کلام منقول تھا اُسے چھوڑ دیا، یہ خیانت ہے۔ وہیں حلیہ کا یہ قاہر کلام ملخصاً مذکور تھا اُسے بھی اُڑا دیا، یہ دوسری بھاری خیانت ہے۔ وہیں تاتارخانیہ کی وہ عبارت مسطور تھی جس کا ترجمہ یہ کیا کہ "بلاضرورت ایسا کرنا اچھا نہیں"۔ جس کا حاصل خود یہ نکلا کہ "غیر اولیٰ یعنی مکروہِ تنزیہی" حالانکہ تاتارخانیہ میں دو جگہ "یکرہ" فرمایا جس کا اطلاق مفید کراہت تحریم ہے اور اس کی دلیل فرمائی تھی کہ حرمت اب بھی باقی ہے جس سے صاف ممانعت روشن تھی، کیا مسلمان میت کی بے حرمتی درست ہے، صرف غیر اولیٰ ہے۔ اس تعلیل کو اُڑا جانا تیسری خیانت ہے۔ یہیں شامی نے اُس پر اپنی بحث میں کہا تھا کہ مگر اس میں بہت مشقت ہے تو اولیٰ یہ ہے کہ جواز کا مدار میت کے خاک ہونے پر رکھیں" جس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ تاتارخانیہ میں خاک

---

[1] ردالمحتار بحوالہ حلیہ ملخصاً — باب صلوٰۃ الجنائز — ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر — ۱/۵۹۸

Marfat.com

الجواب

اُس کے مذہب وملّت والوں کو دے دیا جائے کہ جو چاہیں کریں، اور اگر کفار میں بھی کوئی نہ ملے تو جیفۂ سگ کی طرح دفعِ عفونت کے لیے کسی گڑھے میں دبا دیں۔ تفصیلِ مسئلہ یہ ہے کہ کافر دو قسم ہے: اصلی و مرتد۔ اصلی وہ کہ ابتدا سے کافر ہے، اور مرتد وہ کہ معاذ اللہ بعد اسلام کافر ہوا، یا باوصف دعوٰی اسلام عقائدِ کفر رکھے، جیسے آج کل نیچری مرتد کے لیے تو اصلاً نہ غسل، نہ کفن، نہ دفن، نہ مسلمان کے ہاتھ سے کسی کافر کو دیا جائے، اگرچہ وہ اُسی کے مذہب کا ہو، اگرچہ اُس کا باپ یا بیٹا ہو، بلکہ اس کا علاج وہی مردار کتّے کی طرح دبا دینا ہے، اور کافر اصلی سے اگر مسلمان کو قرابت نہیں تو اُس کے بھی کسی کام میں شریک نہ ہو بلکہ چھوڑ دیا جائے کہ اُس کا عزیز قریب یا مذہب والے جو چاہے کریں، اور وہ بھی نہ ہوں تو علاج مثل علاجِ مرتد ہے، اور اگر مسلمان کو اس سے قرابتِ قریبہ ہے تاہم جب کوئی قریب کافر موجود ہو بہتر یہی ہے کہ اس کی تجہیز میں شرکت نہ کرے، ہاں ادائے حقِ قرابت کے لیے اگر اس کے جنازہ کے ساتھ جنازہ سے دُور دُور چلا جائے تو مضائقہ نہیں۔ اور اگر مسلمان ہی قریب ہے کوئی کافر قرابت دار نہیں جب بھی مسلمان پر اُس کی تجہیز وتکفین ضروری نہیں۔ اگر اُس کے ہم مذہب کافروں کو دے دے یا بے غسل وکفن کسی گڑھے میں پھنکوا دے، جائز ہے۔ اور اگر بلحاظِ قرابت غسل و کفن ودفن کرے تو بھی اجازت ہے مگر کسی کام میں رعایتِ طریقہ مسنونہ نہ کرے، نجاست دھونے کی طرح پانی بہادے، کسی چیتھڑے میں لپیٹ کر تنگ گڑھے میں دبا دے۔ رب انی اعوذبك من الکفر والکافرین، (اے رب! میں تیری پناہ لیتا ہوں کفر اور کافروں سے۔ ت) درمختار میں ہے:

(یغسل المسلم ویکفن ویدفن قریبه) کخاله (الکافر الاصلی) اما المرتد فیلقی فی حفرة کالکلب (عند الاحتیاج) فلوله قریب فالاولی ترکه لهم (من غیر مراعاة السنة) فیغسله غسل الثوب النجس ویلفه فی خرقة ویلقیه فی حفرة[1] اھ اقول ولفظ البحر حفیرة[2] اھ قال الطحطاوی

(مسلمان اپنے قرابت دار) جیسے ماموں (کافر اصلی کو) غسل وکفن ودفن کرے رہا مرتد تو اسے کسی گڑھے میں کتّے کی طرح دبا دے (ضرورت کے وقت) تو اگر اس کا کوئی اور قرابتدار ہے تو بہتر یہ ہے کہ انھیں دے دے (بلغیر رعایت سنّت کے غسل اور کفن دفن کرے) تو کسی ناپاک کپڑے کی طرح دھوئے اور کسی چیتھڑے میں لپیٹ کر کسی گڑھے میں ڈال دے اھ اقول بحر کی عبارت میں

---

[1] درمختار باب صلٰوۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ١/ ١٢٣

[2] بحر الرائق کتاب الجنائز ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ٢/ ١٩٣

Marfat.com

پھر ان لوگوں کو عالمِ دین سمجھنا یا اُن سے کوئی شرعی فتویٰ طلب کرنا کیسے حلال ہوسکتا ہے، حرام حرام سخت حرام ہے، اس مسئلہ کی تحقیق میں کلام طویل ہے۔ ہمارے رسالہ اهلاك الوهابيين سے ثابت ہے کہ میت اگرچہ خاک ہوگیا ہو بلا ضرورتِ شدید اس کی قبر کھود کر دوسرے کا دفن کرنا جائز نہیں جیسا کہ تاتارخانیہ وغیرہا میں فرمایا، مگر کسی کی مملوک زمین ہے تو خاک ہوجانے کے بعد وہ اپنی ملک میں تصرف کرسکتا ہے، عبارتِ تبیین کا یہی محمل ہے، بہر حال خاک ہوجانے سے پہلے بلا مجبوری کسی کے نزدیک جائز نہیں۔ رہی بحث شامی کی مشقتِ عظیمہ اقوال مدفوع ہے کہ محلِ ضرورت مستثنیٰ ہے، مگر صورتِ سوال کہ نئی قبریں کھودنے سے بکثرت ہڈیاں نکلتی ہیں اور دوسرا اصاف قبرستان اُس کے متصل موجود ہے۔ اس میں تو وہابیہ کے سوا جن کی نگاہ میں امواتِ مسلمین کی اصلاً عزت نہیں، کوئی مسلمان قائلِ جواز نہیں ہوسکتا۔ شامی کا علاوہ بھی اس کی طرف ناظر نہیں ہوسکتا۔

فانه فی المنع من الحفر ان لایبقی عظم اصلا لا فی هذا اعلٰی انه بحث فیه علٰی خلاف المنصوص **اقول** وقد یکون عظم امرأة فکیف یحل للاجانب النظر الیه و مسه کشعرها المقطوع کما نصوا علیه فافهم۔ واللّٰه تعالٰی اعلم۔

اس لئے کہ وُہ کھودنے سے ممانعت کے بارے میں ہے۔ مگر یہ کہ اصلاً کوئی ہڈی باقی نہ رہ جائے ——— اس کے بارے میں نہیں ——— علاوہ ازیں وہ نص کے خلاف ان کی ایک بحث ہے ——— **اقول** ایسا بھی ہوگا کہ ہڈی کسی عورت کی ہو تو نامحرموں کا اُسے دیکھنا چھُونا کیسے حلال ہوگا، جیسے عورت کا کٹا ہوا بال دیکھنا چھُونا حلال نہیں، علمائے کرام نے اس کی تصریح فرمائی ہے ——— تو اسے سمجھو ——— اور خدائے بزرگ و برتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۸ ازموضع سنیا ضلع بریلی مسئولہ امیر علی صاحب رضوی ۱۶ شوال ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر دیکھا گیا مرا ہوا بچہ کسی کے پیدا ہوتا ہے اس کو ہانڈی میں رکھ کر گورستان سے علیحدہ دفن کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ پکا مسان ہے، اس سے اہلِ ہنود کی طرح بچتے ہیں، یہ کیونکر ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

یہ شیطانی خیال ہے اسے مسلمانوں کے گورستان ہی میں دفن کریں۔ واللّٰه تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۹ ازمونگیر، محلہ دلاور پور مکان شیخ رحمت علی صاحب مرسلہ مولوی سید عطاء الحق صاحب ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کافر کے مُردہ کو جس کا کوئی وارث نہیں، کیا کیا جائے؟ بیّنوا توجروا۔

Marfat.com

اور پسماندوں کو تسکین و تعزیت سب باتیں شرعاً محمود و روا۔

فقد روی الترمذی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من عزی مصابا فلہ مثل اجرہ[1] وایضاعنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من عزی ثکلٰی کسی بردا فی الجنۃ[2] وابن ماجۃ والبیہقی باسناد حسن قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما من مومن یعزی اخاہ بمصیبۃ الا کساہ اللہ تعالیٰ من حلل الکرامۃ یوم القیمۃ۔[3]

ترمذی کی روایت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے: جو کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرے تو اُسے بھی اسی کی طرح اجر ملے۔ امام ترمذی ہی کی دوسری روایت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ ہے: جو مرگِ فرزند کی مصیبت زدہ کسی عورت کو تعزیت کرے اُسے جنت میں عمدہ چادر پہنائی جائے۔ ابن ماجہ اور بیہقی نے بسندِ حسن روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو مومن بھی کسی مصیبت پر اپنے بھائی کی تعزیت کرے خدا تعالیٰ اسے قیامت کے دن عزت و کرامت کا لباس پہنائے گا۔(ت)

علامہ ابن الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں:

التعزیۃ مستحب قد ندب الیہ الشارع فی غیر ما حدیث ومن ذلک ما روی ابن ماجۃ والبیہقی باسناد حسن الی ان قال وحسن ان یقرن مع الدعاء لہ بجزیل الثواب علی مصابہ لمیتہ بالرحمۃ والمغفرۃ وقد نبہنا الشارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی ھذا المقصود فی غیر ما حدیث[4] الخ اھ ملخصا۔

تعزیت مستحب ہے شارع علیہ السلام نے متعدد حدیثوں میں اس کی ترغیب دی ہے۔ ان میں سے ایک حدیث وُہ ہے جسے ابن ماجہ و بیہقی نے بسندِ حسن روایت کیا (حدیث مذکور پیش کرنے کے بعد فرمایا) اور اچھا یہ ہے کہ مصیبت زدہ کے لیے عظیم ثواب کی دُعا کرنے کے ساتھ اس کے مردے کیلئے رحمت و مغفرت کی دُعا بھی کرے۔ اس خاص مقصد پر بھی شارع علیہ السلام نے متعدد حدیثوں میں ہمیں متنبہ اور خبردار کیا ہے الخ اھ تلخیص۔(ت)

---

[1] جامع الترمذی ابواب الجنائز کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۱۲۷

[2] ؎ ؎

[3] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی ثواب من عزی مصاباً ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۶

[4] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

Marfat.com

فی حاشیۃ المراقی ای بدون لحد ولا توسعۃ اھ وفی الایضاح ومراقی الفلاح غسلہ کخرقۃ نجسۃ وکفنہ فی خرقۃ، والقاہ فی حفرۃ من غیر وضع کالجیفۃ مراعاۃ لحق القرابۃ او دفع القریب الی اھل ملتہ، ویتبع جنازتہ من بعید، وفیہ اشارۃ الی ان المرتد لایمکن منہ احد لغسلہ لانہ لاملۃ لہ فیلقی کجیفۃ کلب فی حفرۃ[2] اھ مختصرا وفی ردالمحتار قولہ یغسل المسلم ای جواز لان من شروط وجوب الغسل کون المیت مسلما[3] الخ۔

حفیرۃ (تنگ گڑھا) ہے۔ طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں کہا یعنی لحد اور کشادگی کے بغیر اھ ایضاح اور مراقی الفلاح میں ہے اسے کسی ناپاک کپڑے کی طرح دھوئے اور کسی معمولی کپڑے میں کفن دے کر کسی گڑھے میں مردار کی طرح ڈال دے تاکہ حقِ قرابت کی رعایت ہوجائے یا قرابت دار اس کے اہلِ مذہب کو دے دے اور خود دُور سے جنازے کے پیچھے چلا جائے۔ اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مرتد کو غسل کے لیے کسی کو نہ دے اس لیے کہ اس سے کوئی رشتہ وتعلق نہیں، تو کتّے کی طرح کسی گڑھے میں ڈال دے گا اھ مختصراً۔ ردالمحتار میں ہے مسلمان کا کافر اصلی قرابت دار کو غسل دینا صرف جواز ہے اس لیے کہ وجوب غسل کی شرطوں میں یہ ہے کہ میت مسلم ہو الخ (ت)

کشف الغطاء میں جامع صغیر امام صدر شہید سے ہے:

اگر قریب مسلمان نباشد دفع کردہ شود باہل دین او تا ہرچہ خواہند بوے کنند[4] واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر کوئی مسلمان قرابت دار نہ ہو تو اس کے اہلِ مذہب کو دے دیا جائے گا کہ اس کے ساتھ جو چاہیں کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۰

لوگوں میں رسم ہے کہ میّت کو دفن کرکے اس کے مکان میں آتے ہیں اور کہتے ہیں فاتحہ پڑھ لو، پھر کچھ پڑھتے ہیں اور ہاتھ اٹھاتے ہیں، یہ فعل کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اصل اس فعل میں کوئی حرج نہیں کہ ایصالِ ثواب سے اموات کی اعانت اور اُن کیلئے دعائے مغفرت

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل السلطان احق بصلٰوتہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۳۰
[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی " " " " " "
[3] ردالمحتار باب صلٰوۃ الجنائز ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۵۹۷
[4] کشف الغطاء فصل دفنِ میت مطبع احمدی دہلی ص ۴۷

Marfat.com

عن ابراھیم التعزیۃ عند القبر بدعۃ[1] انتھی۔ — سے روایت کیا کہ قبر کے پاس تعزیت بدعت ہے انتہی (ت)

مدخل ابن الحاج میں ہے:

موضع التعزیۃ علٰی تمام الادب اذا رجع ولی المیت الٰی بیتہ[2] — کمال ادب کے طور پر تعزیت کا موقع اُس وقت ہے جب ولیِ میت گھر واپس آجائے۔ (ت)

اور پہلے ہی دن ہونا بہتر وافضل ہے،

فی الدر المختار اولھا افضلھا[3] الخ یعنی ایام تعزیت۔ — درمختار میں ہے: ایامِ تعزیت میں پہلا دن افضل ہے الخ (ت)

اور تعزیت کے لیے اولیائے میّت کے مکان پر جانا بھی سنّت سے ثابت،

روی ابوداؤد والنسائی فی حدیث قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لسیدتنا البتول الزھراء رضی اللہ تعالٰی عنہا ما اخرجك من بیتك یا فاطمۃ قال اتیت اھل ھذا المیت فترحمت الیھم وعزیتھم بمیتھم[4] وفی السنن الصحاح لابن سکن عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اوذن بجنازۃ فاتی اھلھا فعزاھم کتب اللہ لہ قیراطا[5] الحدیث وللنسائی عن معٰویۃ بن قرۃ عن ابیہ — ابو داؤد اور نسائی نے ایک حدیث میں روایت کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سیدہ بتول زہراء رضی اللہ تعالٰی عنہا سے فرمایا: فاطمہ تم اپنے گھر سے باہر کس لئے گئی تھیں؟ عرض کی: اس میت والوں کے یہاں گئی تھی ان کے لیے رحمت کی دعا اور میت کی مصیبت پر تعزیت کی۔ اور ابن سکن کی سنن صحاح میں حضرت ابوہریرہ کی روایت نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہے: جسے کسی جنازہ کی خبر ملے وُہ اہلِ میت کے پاس جا کر ان کی تعزیت کرے اللہ تعالٰی اس کے لیے ایک قیراط ثواب لکھے الحدیث۔

---

[1] ردالمحتار بحوالہ حلیہ | باب صلوٰۃ الجنائز | ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۶۰۴

[2] المدخل لابن الحاج | صفۃ القبر | دارالکتاب العربی بیروت ۳/۲۷۷

[3] درمختار | باب صلوٰۃ الجنائز | مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۶

[4] سنن ابی داؤد | باب التعزیۃ | آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۸۹

سنن النسائی | کتاب الجنائز باب النہی | نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۲۶۵

[5] السنن الصحاح، امام ابن سکن

Marfat.com

اور میاں اسحٰق صاحب دہلوی کو تسلیم ہے کہ ہاتھ اٹھانا مطلقاً دُعا کے آداب سے ہے، تو اس وقت بھی کچھ مضائقہ نہیں رکھتا۔ اربعین میں ہے:

مسئلہ ۳۲ در تعزیتِ میّت رفتن و ہر دو دست برداشتہ سورۂ فاتحہ خواندن جائز است یا نہ؟

جواب: رفتن برائے تعزیتِ میّت جائز است و دعائے مغفرت برائے او نمودن مستحب است وہمچنیں دعائے خیر برائے اہلِ میت اما دست برداشتن برائے دعا وقت تعزیت ظاہراً جواز است زیراکہ در حدیث شریف رفع یدین در دُعا مطلقاً ثابت شدہ پس دریں وقت ہم مضائقہ ندارد لیکن تخصیص آں برائے دعا وقتِ تعزیت ماثور نیست[1] انتہی ملخصا۔

مسئلہ ۳۲ میت کی تعزیت میں جانا اور دونوں ہاتھ اٹھاکر سورۂ فاتحہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: میّت کی تعزیت کے لیے جانا جائز ہے اور اس کے لیے مغفرت کی دُعا کرنا مستحب ہے اسی طرح اہلِ میت کے لیے دعائے خیر کرنا بھی مستحب ہے۔ رہا تعزیت کے وقت کی دعا میں ہاتھ اُٹھانا، تو ظاہر یہ ہے کہ جائز ہے، اس لیے کہ حدیث شریف کے اندر دعا میں ہاتھ اٹھانا مطلقاً ثابت ہے تو اس وقت بھی مضائقہ نہیں مگر خاص وقت تعزیت کی دعا میں ہاتھ اٹھانا حدیث میں منقول نہیں ہے انتہی ملخصاً (ت)

اور تعزیت بعد دفن کے اولیٰ ہے:

فی الجوھرۃ ثم رد المحتار ھی بعد الدفن افضل منھا قبلہ[2] الخ وبمثلہ ذکر الطحطاوی فی حاشیۃ مراقی الفلاح۔

جوہرہ پھر رد المحتار میں ہے: قبل دفن تعزیت سے بہتر بعد دفن تعزیت ہے الخ اسی کے مثل سیّد طحطاوی نے حاشیۂ مراقی الفلاح میں ذکر کیا ہے (ت)

اور قبر کے پاس مکروہ ہے،

فی الدر المختار وتکرہ التعزیۃ ثانیا و عند القبر[3]

درمختار میں ہے: دوسری بار تعزیت کرنا یوں ہی قبر کے پاس تعزیت کرنا مکروہ ہے۔ (ت)

حلیہ میں ہے:

یشھد لہ ما اخرج ابن شاھین

اس پر شاہد اثر ہے جو ابن شاہین نے ابراہیم نخعی

---

[1] اربعین میاں اسحاق دہلوی

[2] رد المحتار باب صلوٰۃ الجنائز ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۶۰۴

[3] درمختار 〃 مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۶

Marfat.com

اھل المیت[1] انتھی۔

کھانے کا اہتمام ہونا۔ (ت)

نہر الفائق میں تجنیس سے منقول:

لاباس بالجلوس لھا ثلثۃ ایام وکونہ علی باب الدار مع فرش بسط علی قوارع الطریق من اقبح القبائح[2] انتھی۔

تین دن تک تعزیت کے لیے بیٹھنے میں حرج نہیں۔ مگر گھر کے دروازے پر عام راستوں میں فرش فروش بچھا کر یہ کام ہو تو بہت بُرا ہے انتہی (ت)

عالمگیریہ میں ظہیریہ سے نقل کیا:

لاباس لاھل المصیبۃ ان یجلسوا فی البیت اوفی مسجد ثلثۃ ایام والناس یاتونھم ویعزونھم[3] الخ

اس میں حرج نہیں کہ اہلِ میت گھر میں یا مسجد میں تین دن بیٹھیں اور لوگ ان کے پاس آتے اور تعزیت کرتے رہیں الخ (ت)

بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی کہ زید وجعفر وابن رواحہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی خبر شہادت سُن کر مغموم ومحزون مسجد میں تشریف رکھی، صحابہ حاضر ہوتے اور تعزیت کرتے جاتے[4] کما ذکرہ العلامۃ زین فی البحر الرائق (جیسا کہ علامہ زین بن نجیم نے اسے بحر الرائق میں ذکر کیا۔ ت) اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں اس امر سے منع نہ فرمایا،

واخرج الشیخان عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنھا لما جاء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قتل ابن حارثۃ وجعفر وابن رواحہ لما جلس یعرف فیہ الحزن[5] الحدیث۔

بخاری ومسلم نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی ہے جب نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو زید بن حارثہ، جعفر اور عبداللہ بن رواحہ کی شہادت کی اطلاع ہوئی جب تشریف رکھی سرکار پر غم کا اثر نمایاں تھا، الحدیث (ت)

شیخ محقق رحمہ اللہ تعالٰی شرح میں فرماتے ہیں: جلس نشست آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی حملہا ودفنہا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۳۹

[2] ؂ ؂ ؂ بحوالہ النہر الفائق

[3] فتاوٰی ہندیۃ ومما یتصل بذلک مسائل التعزیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۶۷/۲

[4] بحر الرائق کتاب الجنائز ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۹۲/۲

[5] صحیح البخاری باب من جلس عند المصیبۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۷۳/۱

Marfat.com

کان نبی اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا جلس یجلس الیہ نفر من اصحابہ فیھم رجل لہ ابن صغیر ففقدہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال مالی لا اری فلانا قالوا یارسول اللہ بنیہ الذی رأیتہ ھلک فلقیہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فسألہ عن بنیہ فاخبرہ انہ ھلک فعزاہ علیہ[1] الحدیث اھ ملخصا۔

نسائی نے معاویہ بن قرہ سے انھوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب تشریف فرما ہوتے تو ان کے پاس ان کے صحابہ میں سے چند حضرات بیٹھتے، ان میں ایک صاحب تھے جن کا ایک کم سن فرزند تھا ایک روز مجلس میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کو نہ دیکھا، ارشاد فرمایا: کیا بات ہے فلاں نظر نہیں آرہا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کا چھوٹا سا لڑکا جسے حضور نے دیکھا تھا فوت ہوگیا تو اس سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ملاقات کرکے اس کے فرزند کے بارے میں پوچھا، اس نے موت کی خبر سنائی، حضور نے اس پر اس کی تعزیت فرمائی، الحدیث، اھ تلخیص (ت)

اور مولوی اسحٰق کا قول پہلے مذکور ہوا کہ رفتن برائے تعزیت میت جائز ست (تعزیتِ میت کے لیے جانا جائز ہے۔ ت) اور تین روز تک اولیائے میّت کو بھی رخصت واجازت ہے کہ بے ارتکابِ منکرات و اتباعِ رسومِ کفار اپنے مکان میں تعزیت کے لیے بیٹھیں تاکہ لوگ ان کے پاس آئیں اور رسمِ تعزیت بجالائیں،

فی الدرالمختار لاباس بتعزیۃ اھلہ وترغیبھم فی الصبر وباتخاذ طعام لھم وبالجلوس لھا فی غیر مسجد ثلثۃ ایام واولھا افضلھا[2] الخ

درمختار میں ہے: اس میں حرج نہیں کہ اہل میت کو تعزیت کریں اور صبر کی ترغیب دیں اور ان کے لیے کھانا پکوائیں اور تعزیت کے لیے اگر اہل میت مسجد کے علاوہ کسی جگہ بیٹھیں تو اس میں بھی حرج نہیں، اور ایامِ تعزیت میں پہلا دن افضل ہے الخ (ت)

حاشیہ طحطاویہ علی مراقی الفلاح میں ہے:

قال فی شرح السید ولاباس بالجلوس لھا الی ثلثۃ ایام من غیر ارتکاب محظور من فرش البسط والاطعمۃ من

شرح سید میں ہے: تین دن تک تعزیت کے لیے بیٹھنے میں حرج نہیں مگر کسی ممنوع کام کا ارتکاب نہ ہو جیسے مکلف فرش بچھانا، اہلِ میت کی جانب سے

---

[1] سنن النسائی کتاب الجنائز باب فی التعزیۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲۹۶/۱
[2] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱۲۶/۱

Marfat.com

کو بھولی ہوئی باتیں یاد دلائیں،

کما یشکو بعد ذلك العلامة الشامی حیث یقول یحصل عند ذلك غالباً من المنکرات الکثیرة کایقاد الشموع والقنادیل التی لا توجد فی الافراح وکدق الطبول والغناء بالاصوات الحسان واجتماع النساء والمردان واخذ الاجرة علی الذکر وقراءة القراٰن وغیر ذلك مما ھو مشاھد فی ھذا الزمان وما کان کذلك فلا شك فی حرمته[1]

جیسا کہ اس کے بعد علامہ شامی یُوں شکایت فرماتے ہیں، زیادہ تر اس وقت بہت سی بُری باتیں ہوتی ہیں جیسے بیش قیمت شمعیں اور قندیلیں روشن کرنا جو شادیوں میں بھی نہیں ملتیں، ایسے ہی طبل بجانا، خوش آوازی سے گیت سنانا، عورتوں امردوں کا جمع ہونا، ذکر اور تلاوتِ قرآن پر اُجرت لینا اور ان کے علاوہ وہ ساری باتیں جو اس زمانے میں دیکھنے میں آتی ہیں، جس کام کا یہ حال ہو اس کے حرام ہونے میں کیا شک ہے! (ت)

معہذا خاص اس قصد سے یعنی تعزیت لینے کے لیے بیٹھنا بھی اگرچہ رخصت ہے مگر افضل نہ کرنا ہے

کما فی الھندیة من معراج الدرایة عن خزانة الفتاوی الجلوس للمصیبة ثلثة ایام رخصة وترکه احسن[2]

جیسا کہ ہندیہ میں معراج الدرایہ سے، اس میں خزانۃ الفتاوٰی سے منقول ہے موت کے سبب تین دن بیٹھنے کی اجازت ہے اور اس کا ترک بہتر ہے۔ (ت)

لہذا بہت علمائے متاخرین نے میت کے گھر اس ہجوم واجتماع کو پسند نہ فرمایا اور یہی مناسب جانا کہ لوگ دفن کرکے متفرق ہوجائیں اولیائے میت اپنے کام میں مشغول ہوں اور لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف،

کما فی مراقی الفلاح للعلامة الشرنبلالی قال کثیر من متاخری ائمتنا رحمھم اللہ تعالٰی یکرہ الاجتماع عند صاحب المصیبة حتی یاتی الیه من یعزی بل اذا رجع الناس من الدفن فلیتفرقوا ولیشتغلوا

جیسا کہ علامہ شرنبلالی کی مراقی الفلاح میں ہے کہ ہمارے بہت سے ائمہ متاخرین رحمہم اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے کہ میت والے کے یہاں اس مقصد سے اجتماع کہ اس کے یہاں تعزیت کرنے والے آئیں، مکروہ ہے۔ لوگ جب دفن سے واپس ہوں تو

---

[1] ردالمحتار باب صلٰوۃ الجنائز دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۰۳

[2] فتاوٰی ہندیہ وما یتصل بذلك مسائل التعزیة نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۶۷

Marfat.com

وسلم یعنی در مسجد برائے عزاۓ ایشان[1] انتہی (یعنی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مسجد میں ان حضرات کی تعزیت لینے کے لیے تشریف فرما ہوئے۔ ت)

پس اب فعل مذکور فی السوال میں کوئی امر ایسا نہ رہا جس کا ثبوت حدیث و فقہ سے نہ ہو۔ صرف اتنی بات باقی ہے کہ بعد دفن کے پلٹ کر سیدھے اُس کے مکان پر جاتے ہیں اور بعد فاتحہ اپنے اپنے گھروں کی راہ لیتے ہیں۔ اس کے لیے کسی ثبوتِ خاص کی حاجت نہیں کہ جب تعزیت و ایصالِ ثواب و دعا محمود ٹھہری اور افضل یہ قرار پایا کہ دفن کے بعد ہو اور پہلے ہی دن ہو اور قبر سے پلٹ کر ہو، اور اس کے لیے مکانِ میت پر جانا بھی جائز ہُوا۔ تو اُسی وقت جا کر ادائے تعزیت میں کیا مضائقہ ہے۔ ہاں اگر سرے سے اُس کے مکان پر جانا ہی روا نہ ہوتا تو بیشک محلِ منع ہوتا۔ اور جب ایسا نہیں تو اس کی کیا ضرورت ہے کہ اپنے اپنے گھر جا کر پھر وہاں جائیں، کوئی دلیلِ شرع اس پر قائم نہیں بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت کہ جب ایک صحابی کو دفن کرکے پلٹے اور صحابۂ کرام حاضرِ رکابِ سعادت تھے، میت مرحوم کی زوجہ مطہرہ کا بھیجا ہوا آدمی ملا، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کے مکان پر تشریف لے گئے،

فقد اخرج الامام احمد بسند صحیح و ابوداؤد عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن رجل من الانصار قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی جنازۃ فلما رجع استقبلہ داعی امرأتہ فجاء وجئ بالطعام[2] الحدیث ملخصا۔

امام احمد نے بسندِ صحیح اور ابوداؤد نے عاصم بن کلیب سے انھوں نے اپنے والد سے، انھوں نے ایک انصاری صحابی سے روایت کی وُہ فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں گئے جب سرکار واپس ہُوئے تو مرنے والے کی عورت کا داعی سامنے آیا حضور اس کے گھر تشریف لے گئے اور کھانا حاضر کیا گیا۔ الحدیث بہ تلخیص (ت)

اگر دفن سے پلٹ کر مکانِ میت پر جانا منع ہوتا تو حضور کیوں قبول فرماتے، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

یہ تو اصل فعل کا حکم تھا، مگر ہُوا یہ کہ جُہّال نے اس رسمِ شرعی میں بہت رسومِ جاہلیت و اختراعاتِ بیہودہ کو دخل دیا، مثلاً گانے باجے، شمعیں، قندیلیں، عمدہ عمدہ فرش، طرح طرح کے کھانے، ریا و ناموری کے اسباب، میت کی تعریف میں حد سے غلو، تعزیت کے وقت اُلٹی وُہ باتیں جو غم و الم کو زیادہ کریں اور میت

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب الجنائز نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۷۰۹

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث رجل من انصار دار الفکر بیروت ۵/ ۲۹۳

Marfat.com

وغیرہا میں ہے۔ت) اور قبل دفن بھی بلاکراہت جائز ہے،

فی صحیح الامام ابن السکن عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اوذن بجنازۃ فاتی اھلھا فعزاھم کتب اللہ تعالٰی قیراطا فان تبعھا کتب اللہ لہ قیراطین فان صلی علیہا کتب اللہ لہ ثلثۃ قراریط فان شھد دفنہا کتب اللہ لہ اربعۃ قراریط القیراط مثل احد[1]۔

صحیح امام ابن سکن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے (ت) جسے کسی جنازہ کی خبر ملے وہ اہلِ میت کے پاس جاکر اُن کی تعزیت کرے اللہ تعالٰی اُس کے لیے ایک قیراط ثواب لکھے، پھر اگر جنازہ کے ساتھ جائے تو اللہ تعالٰی دو قیراط اجر لکھے، پھر اس پر نماز پڑھے تو تین قیراط، پھر دفن میں حاضر ہو تو چار، اور ہر قیراط کوہِ اُحد کے برابر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۲ ازشہر بھڑونچ۔ لال بازار، چنار واڑ مرسلہ مولوی عباس میاں ولد مولوی علی میاں
۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت مکان میں موجود ہے اس کو دفن نہیں کیا، اس کے پہلے اہل میت کے لوگوں کو کھانا درست ہے یا نہیں؟ احمد سعید کا کہنا کہ درست ہے اور کوئی بُرا نہیں۔ فقہ کی کتاب منافع میں تو لکھا ہے کہ دفن کرنے کے پہلے کھانا حرام ہے، بلکہ ہمسایہ کے چالیس مکان تک حرام ہے۔ اب حق کون ہے وہ بیان کریں۔

الجواب

کھانا حرام نہیں، غفلت حرام ہے، اور چالیس گھر تک حرام ہونا بے اصل محض۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۳ از خیر آباد ضلع سیتاپور محلہ میانسرائے قدیم مدرسہ عربیہ مرسلہ مولوی سید فخر الحسن صاحب
۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو طفل زنا سے متولد ہو کر چار پانچ سال کی عمر میں فوت ہوجائے اور اس کی مادر بخوف پابندی حکمِ شریعت اس سانحہ پر صبر اختیار کرے تو طفلِ متوفی مادر صابر کا فرط ہوگا یا نہیں؟ اور اس کے دلائل کیا کیا ہیں؟ اور اگر پدر زانی کے قلب پر بھی اس سانحہ کا صدمہ زیادہ ہوا ہو اور وُہ بھی بلحاظ امر شریعت صبر کو ملحوظ رکھے تو وُہ بھی مستحق ہوگا کہ طفلِ متوفی اس کے لئے فرط ہو یا مستحق نہ ہوگا، امید کہ مفصل جواب بحوالۂ عبارات کتب تحریر فرمایا جائیگا تاکہ کسی کو سُن کر بمقابلہ دلائل نقلیہ انکار کا موقع نہ ملے اور شخص مقر کو اطمینان کامل حاصل ہوجائے۔ فقط

---

[1] صحیح امام ابن سکن

Marfat.com

بامورھم وصاحب المیّت بامرہ[1]۔ متفرق ہوجائیں، لوگ اپنے اپنے کام میں مشغول ہوں اہلِ میت اپنے کام میں مصروف ہوں۔ (ت)

بالجملہ قولِ فیصل جس سے اختلاف زائل، اور توفیق حاصل ہو یہ ہے کہ نفسِ تعزیت و دعا و ایصالِ ثواب بیشک محمود و مندوب، اور وقتِ دُعا ہاتھ اٹھانا بھی جائز، اور اگر کوئی شخص اولیائے میت کے مکان پر جاکر تعزیت کرآئے تو بھی قطعاً روا۔ مگر اولیاء کا خاص اس قصد سے بیٹھنا اور لوگوں کا ان کے پاس ہجوم و مجمع کرنا خواہ قبل دفن ہو یا بعد اُسی وقت اگر ہو یا کبھی مکانِ میّت پر ہو یا کہیں اور، بہر طور جائز و مباح ہے جبکہ منکراتِ شرعیہ سے خالی ہو، مگر اُس کا نہ کرنا افضل ہے، نہ یہ کہ مطلقاً حرام اور گناہ اور فاعل مبتدع و گمراہ ٹھہرے۔

سبحانك ھذا بھتان عظیم **قلت** وبھذا تتفق الکلمات من قول قوم لاباس بہ وقوم اٰخرین انہ یکرہ ویکون ما ثبت بالحدیث المذکور بیانا للجواز فاتقن ھذا التحریر الفرید فانہ ان شاء اللہ التحقیق الوسیط وان خالف نزعم الفریقین من اھل الافراط و التفریط، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

تجھے پاکی ہے، یہ بڑا بہتان ہے۔ **قلت** (میں کہتا ہوں) اور اس تفصیل سے کلماتِ علماء میں تطبیق بھی ہوجاتی ہے کہ کچھ لوگوں نے کہا ہے اس میں کوئی حرج نہیں، اور دوسرے حضرات نے کہا ہے کہ یہ مکروہ ہے ــــ اور حدیث مذکور سے جو ثابت ہُوا وہ بیانِ جواز کے لیے ہوگا ــــ تو اس منفرد تنقیح کو اچھی طرح محفوظ کرلو کہ ان شاء اللہ یہ درمیانہ تحقیق ہے اگرچہ دونوں فریق کے افراط و تفریط والوں کے برخلاف ہو ــــ اور خدائے پاک و برتر درستی کو خُوب جاننے والا ہے اور اسی کی جانب رجوع و مآب ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۱۱   ۲۵ ربیع الآخر شریف ۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میّت کی تعزیت بعد دفن ہی چاہیے یا پیش از دفن بھی جائز ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

افضل یہ ہے کہ بعد دفن قبر سے پلٹ کر ہو کما فی الجوھرۃ وغیرھا (جیسا کہ جوھرۃ

[1] مراقی الفلاح علی ہامش حاشیۃ الطحطاوی فصل فی حملہا ودفنہا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۳۸

Marfat.com

عن ابیہ عن امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولفظہ اما منافق و اما ولد مزنیۃ و اما لغیر طھور[1]

ابو رافع سے، انھوں نے اپنے والد سے، انھوں نے امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے، انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا اس کے الفاظ یہ ہیں: یا تو منافق ہے یا مزنیہ کا بچہ یا بے طہارت کا۔ (ت)

بایں ہمہ اللہ عزوجل پر حکم نہیں کرسکتے یفعل اللہ من یشاء[2] ان اللہ یحکم ما یرید[3] (اللہ جو چاہے کرتا ہے بیشک خدا جو چاہے حکم فرماتا ہے۔ ت) ہاں صبر بجائے خود ایک حسنہ جمیلہ ہے واللہ لا یضیع اجر المحسنین[4] (اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر رائگاں نہیں کرتا۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۴ از شہر محلہ کٹرہ چاند خاں مسئولہ جمال احمد ۱۶ شعبان ۱۳۳۶ھ

سائل کے بڑے لڑکے کی اہلیہ نے جو عرصہ سے بعارضہ دق علیل تھی اور اس کے والدین اسے اپنے گھر لے گئے تھے وہیں انتقال کیا، سائل مع پسر خبر انتقال سن کر مع چند دیگر اشخاص و جملہ سامان تجہیز و تکفین لے کر پہنچے، انھوں نے ہمیں نہایت ترش روئی سے شریک میت نہ ہونے دیا اور مٹی تک نہ دینے دی، یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب

بہت برا کیا، اگر بلاوجہ شرعی صحیح معتبر تھا کہ مسلمان کو ناحق ایذا دی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ[5] واللہ تعالیٰ اعلم۔

جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۵ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قدیم قبر اگر کسی وجہ سے کھل جائے یعنی اس کی مٹی الگ ہوجائے اور مردہ کی ہڈیاں وغیرہ ظاہر ہونے لگیں تو اس صورت میں قبر کو مٹی دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کس صورت سے دینا چاہیے؟ بینوا توجروا بالدلیل۔

الجواب

اس صورت میں اسے مٹی دینا فقط جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے کہ ستر مسلم لازم ہے۔

---

[1] شعب الایمان باب فی تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۱۶۱۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۳۲
[2] القرآن ۱۴/ ۲۷ [3] القرآن ۵/ ۱ [4] القرآن ۹/ ۱۲۰
[5] کنز العمال بحوالہ طب عن انس رضی اللہ عنہ حدیث ۴۳۷۰۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۱۰

Marfat.com

الجواب

ولد الزنا کے لیے شرعاً کوئی باپ نہیں، شرع مطہر نے زانی سے اُس کا نسب قطع فرما دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الولد للفراش وللعاھر الحجر[1]

بچہ بچھونے والے کا اور زانی کے لیے پتھر۔

تو وہ اس کا فرط کیونکر ہو سکتا ہے۔ رہا ماں کے لیے فرط ہونا، یہ اس پر موقوف ہے کہ ولد الزنا کو منصب شفاعت دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بہ۔

احادیث سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مطبوع علی الشر ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ولد الزنا شر الثلثة[2] (ولدِ زنا تین میں سب سے بُرا ہے۔ ت) دوسری حدیث میں ہے:

لا یدخل الجنة ولد زانیة[3] اھ ای مع السابقین کما فی نظائرہ۔

زانیہ کا بچہ جنت میں نہ جائے گا اھ یعنی سابقین کے ساتھ، جیسے اس طرح کی دیگر حدیثوں میں یہ تاویل ہے۔ (ت)

تیسری حدیث میں ہے:

لا یبغی علی الناس الا ولد بغی والا بن فیہ عرق منہ[4]

لوگوں پر ظلم نہ کرے مگر زنا کی اولاد اور وہ جس میں اس کی کوئی رگ ہو (ت)

چوتھی حدیث میں ہے:

من لم یعرف حق عترتی والانصار والعرب فھو لاحدی ثلاث اما منافق واما لزنیة واما امرء حملت بہ امہ لغیر طھر[5]۔ رواہ الدیلمی ورواہ البیھقی من حدیث زید بن جبیر عن داؤد بن حصین عن ابن رافع

جو میری اولاد اور انصار اور عرب کا حق نہ پہچانے وہ تین میں سے ایک ہے، منافق ہے یا زانیہ کا بچہ یا ایسا شخص جسے اس کی ماں نے بحالتِ حیض حمل میں لیا۔ اسے دیلمی نے روایت کیا اور اسے بیہقی نے زید بن جبیر کی حدیث میں داؤد بن حصین سے، انھوں نے

---

[1] صحیح البخاری باب الولد للفراش حرة کانت او امة قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۹۹

[2] سنن ابو داؤد کتاب العتق باب فی عتق ولد الزنا آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۹۶

[3] تاریخ بغداد ترجمہ ۵۹۰۰ عبد الرحمٰن ابو حفص دار الکتاب العربیہ بیروت ۱۱/۱۹۱

شعب الایمان حدیث ۷۸۷۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/۱۹۱

[4] کنز العمال بحوالہ طب عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ حدیث ۱۳۰۹۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۵/۳۳۳

[5] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۵۹۵۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/۶۲۶

Marfat.com

جواب از لکھنؤ: ھو المصوب، مالک زمین وحجرہ نے اپنی خوشی واجازت سے نعشِ شیخ کو دفن کیا، پس اب نبش قبر کا جائز نہیں بلکہ حرام ہے، جیساکہ شامی میں مصرح ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔ حررہ محمد عبدالمجید۔

الجواب

صورتِ مذکورہ میں نبش حرام، حرام، سخت حرام، اور میت کی اشد توہین و ہتک سترِ رب العلمین ہے اور جو بیٹا باپ کے ساتھ ایسا چاہے عاق و ناخلف ہے، اگرچہ وصیت دربارۂ دفن واجب العمل نہیں، نہ یہاں دفن بے رضائے مالک کے مسئلہ کو کچھ دخل تھا کہ رضا پر تفریع حکم ہو۔ بالفرض اگر وقتِ دفن رضائے مالک نہ ہوتی تو اختیارِ نبش اُسے ہوتا نہ کہ اجنبی کو جس کا زمین میں کوئی حق نہیں۔ التجنیس والمزید میں ہے:

اذا دفن فی ارض غیرہ بغیر اذن مالکھا فالمالك بالخیار ان شاء امر باخراج المیت وان شاء سوی الارض و زرع فیھا[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر دوسرے کی زمین میں اس کے مالک کی اجازت کے بغیر دفن کردیا جائے تو مالک کو اختیار ہے اگر چاہے میت کو نکلوادے اور اگر چاہے تو زمین کے برابر کردے اور اس میں کھیتی کرے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۷ روز دوشنبہ ۲۳ صفر ۱۳۲۲ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی امرأۃ حاملۃ ماتت فی مدۃ کاملۃ ودفنت بدستور العمل فرأی رجل صالح فی المنام انھا ولدت ولدا حیا ایجوز ان یحفر قبرھا ویخرج الولد معھا او یخرج ولدھا فقط باعتماد منام الرجل المذکور ام لا، بینوا بالبرھان توجروا من الرحمٰن۔

اس بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک عورت پوری مدتِ حمل کے بعد بحالتِ حمل انتقال کرگئی، دستور کے مطابق اسے دفن کردیا گیا، ایک مرد صالح نے خواب دیکھا کہ اس عورت کو زندہ بچہ پیدا ہوا ہے، اب شخص مذکور کے خواب پر اعتماد کرکے قبر کھود کر بچے کو عورت کے ساتھ نکالنا جائز ہے یا نہیں؟ دلیل کے ساتھ بیان فرمائیں خدا سے اجر پائیں (ت)

الجواب

لا، الا بدلیل جائز والستر مصون

جائز نہیں، مگر جب کوئی روشن دلیل ہو، پردہ محفوظ

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ التجنیس الفصل السادس فی القبر والدفن الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۶۷

Marfat.com

وقد انکشفت قدم لما انہدم جدار الحجرۃ الشریفۃ فی زمان الولید ففزع الناس وظنوا انہا قدم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فما وجدوا احدا یعلم ذٰلک حتی قال لہم عروۃ لا واللہ ماھی قدم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ماھی الا قدم عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ[1] کما فی صحیح البخاری عن ھشام عن ابیہ واخرج ابن زبالۃ وغیرہ ان قال عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ لمن امرہ ببناء الحائط ان غط ما رأیت ففعلہ۔

ولید کے زمانے میں جب روضۂ پاک کی دیوار منہدم ہُوئی تو ایک قدم کُھل گیا جس سے لوگ گھبرا اُٹھے، انھیں گمان ہوا کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا قدم مبارک ہے۔ کسی ایسے آدمی کو تلاش کیا جو اس سے آگاہ ہو یہاں تک کہ حضرت عروہ نے کہا بخدا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم نہیں، یہ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ہی قدم ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہشام بن عروہ سے مروی ہے وہ اپنے والد سے راوی ہیں اور ابن زبالہ وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے جس کو دیوار تعمیر کرنے کا حکم دیا تھا اُس سے فرمایا جو تم نے دیکھا اُسے چھپا دو۔ اس نے تعمیل کی۔ (ت)

اور اس بارے میں کوئی صورت بیان میں نہ آئی ستر لازم ہے اور کشف ممنوع۔ اس طرح چھپائیں کہ زیادہ نہ کھولنا پڑے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۶ از کلکتہ زکریا اسٹریٹ نمبر ۲۲ مسئولہ مولوی عبد الحق و مولوی کریم صاحبان بمعرفت حاجی لعل خاں صاحب ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک پیر نے اپنے مرض الموت میں اپنے وطن سے دُور ایک مرید سعید و رشید کے شہر میں اپنے دفن کی خواہش کی، بعد وصیت اور اسی مرض الموت میں وہاں پہنچ گئے اور بعد انتقال وہیں دفن ہوئے، اب چار برس چند ماہ کے بعد اُس پیر کا فرزند جس کے سامنے اس کے باپ نے اپنے مرید کو وصیت کی تھی کہ ہم تمہارے شہر میں دفن ہوں، بسبب نزاع کے اُس مرید سے چاہتا ہے کہ نعش کو اُس حجرے سے اکھاڑ کر وطنِ شیخ یا اُسی شہر میں جہاں اب مزار ہے دوسری جگہ لے جا کر دفن کرے، آیا یہ امر ممکن ہے کہ نبش مسلم کیا جائے جس سے سراسر توہینِ میّت متصور ہے اور وصیت متوفی کو جو اس اہتمام کے ساتھ کی، توڑ دیا جائے۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ما جاء فی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۶

Marfat.com

(۲) قبروں پر چلنے کی ممانعت ہے نہ کہ جوتا پہننا سخت توہینِ امواتِ مسلمین ہے۔ ہاں جو قدیم راستہ قبرستان میں ہو جس میں قبر نہیں اس میں چلنا جائز ہے اگرچہ جوتا پہنے ہو۔ قبروں پر گھوڑے باندھنا، چارپائی بچھانا، سونا، بیٹھنا سب منع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۱ ازشہر بریلی کہنہ محلہ کانکر ٹولہ مسئولہ مولوی حضور احمد صاحب ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کے صحن میں بعد تعمیر مسجد ایک [illegible] کے بعد اتفاقیہ تین میت دفن ہوگئیں۔ قبروں کے میل میں شمال کی جانب ایک حجرہ بھی تھا کہ اس کو وارثان میت [illegible] نے توڑ کر دوسری جگہ حجرہ بنوا دیا اور اراضی حجرہ سابق کو شامل قبروں کے حدود قائم کر دئے۔ وارثان میت کا ایما [illegible] سے معلوم ہوتا ہے کہ اراضی حجرہ سابق بغرض [illegible] قبروں کے شامل کی گئی ہے۔ علاوہ اس کے قبروں کے [illegible] جانب مشرق و مغرب جنوب بوقت بنوانے حدود کے تھوڑی تھوڑی اراضی صحن مسجد قبروں میں [illegible] شامل ہوگئی ہے۔ ایسی صورت میں شرعاً [illegible] اور چونکہ [illegible] وقت فرش صحن مسجد کا پختہ [illegible] درست [illegible] اراضی [illegible] و نیز اور حجرہ اراضی کسی قدر قبروں کے حصہ میں دب گئی ہے [illegible] کو نکال کر [illegible] قبروں میں [illegible] حدود [illegible] چونکہ تعمیر فرش [illegible] جواب [illegible]

الجواب

[illegible]

مسئلہ ۱۲۲

[illegible]

Marfat.com

والرؤیا فنون' فی السراجیۃ ثم الھندیۃ حامل اتت علی حملھا سبعۃ اشھر وکان الولد یتحرك فی بطنھا ماتت فدفنت ثم رؤیت فی المنام انھا قالت ولدت لاینبش القبر[1] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

ہے، اور خواب طرح طرح کے ہوتے ہیں۔ سراجیہ پھر ہندیہ میں ہے ایک عورت کے حمل کو سات مہینے ہوئے بچہ اس کے پیٹ میں حرکت کرتا تھا وہ مرگئی اور اسے دفن کر دیا گیا، پھر کسی نے اسے خواب میں دیکھا کہ وہ کہتی ہے میں نے بچہ جنا ہے تو قبر نہ کھودی جائے گی اھ اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۱۸ از جوہر کوٹ بارکھان ملک بلوچستان مرسلہ قادر بخش صاحب ۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

مسافران را عادت است کہ در سفر بمیرند ہمانا دفن میکنند ولیکن امان میکنند بعد از مدت مقررہ ازیجا بیرون کنانیدہ از مشرق بہ مغرب واز شمال بجنوب وعلی العکس می برند، آیا ایں فعل جائز است یا ناجائز؟

مسافروں کی عادت یوں ہے کہ جو سفر میں مرتے ہیں ان کو ویسے ہی دفن کر دیتے ہیں لیکن امانت رکھتے ہیں، ایک مقررہ مدت کے بعد یہاں سے نکال کر مشرق سے مغرب، شمال سے جنوب اور اس کے برعکس لے جاتے ہیں، یہ فعل جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

ایں حرام ست، بعد از دفن کشودن حلال نیست، و نقل بمسافتِ بعیدہ نیز روا نیست۔ واللہ تعالٰی اعلم

یہ حرام ہے، دفن کے بعد کھولنا جائز نہیں، اور دُور مسافت تک لے جانا بھی روا نہیں۔ اور خدائے برتر خُوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۱۹، ۱۲۰ از جالندھر چوک حضرت امام ناصر الدین صاحب مسئولہ ملک محمد امین صاحب ۹ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں:

(۱) قبرستان بوجہ بہت ویرانہ کے میّت کی ہڈیاں باہر نکل پڑیں تو ایسی حالت میں پختہ اینٹوں سے قبر از سرِ نو بنانی جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ایسے قبرستان میں جُوتی پہن کر جانا اور چارپائی پر سونا، گھوڑا باندھنے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) اُن ہڈیوں کو دفن کرنا واجب ہے اور قبر میت کے گرد پکی نہ ہو اوپر سے پکی کر سکتے ہیں۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۱

Marfat.com

یخیر المالك بین اخراجه و مساواته بالارض[1]
مالک کو اختیار ہے کہ اسے نکال دے یا زمین کے برابر کردے۔ (ت)

صفوفِ نماز کی شرعاً کس قدر حرمت و تعظیم ہے، مگر جو صفیں قبل تمامی صف اول کرلی جائیں حدیث و فقہ حکم فرماتے ہیں کہ ان صفوں کو چیرتے ہوئے جا کر صفِ اول پوری کریں کہ خلافِ شرع قائم ہونے کے سبب ان کی حرمت نہیں، یہ حق اللہ میں ہے، حق العبد تو اشد ہے۔ پھر بھی اگر صاحبِ حق اس میّتِ مسلم کا لحاظ کرکے اپنے حق سے درگزر کرے کہ مردہ بدست زندہ اس نے خود قصور نہ کیا۔ تو امید ہے کہ حق سبحنہ وتعالیٰ اسے اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۴ ازبمبئی، محلہ نل بازار، دکان سیٹھ شمس الدین وامیر الدین مرسلہ امیر الدین معرفت سید محمد مہدی حسن میاں صاحب ۸ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص قبرستان خاص یا قرب قبرستان مکان تعمیر کرے، اور پاخانہ بھی تعمیر کرے۔ پاخانہ کی موری کا غلیظ پانی قبروں پر ہو کر جائے تو ایسی جگہ مکان بغرض سکونت رہائش بنانا جائز ہے یا ناجائز؟ ایسی جگہ کہ جہاں کپڑوں کے دھونے سے غلیظ پانی کپڑوں کا قبروں پر سے جاری رہے وہاں دھوبی کپڑے دھو سکتا ہے اور اگر وہ جگہ بقبضۂ مسلمان ہے یا ملکیت مسلمان ہے تو مسلمان اگر مانع نہ آئے، یا بطمع کرایہ دھوبی کے اس عمل مذکور کو جاری رہنے دے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

قبرستان وقف ہے اور وقف میں اپنی سکونت کا مکان بنانا وقف بیجا ہے اور اس میں تصرف بیجا حرام ہے پھر اگر اس قطعہ میں قبور بھی ہوں اگرچہ نشان مٹ کر ناپید ہوگئی ہوں جب تو متعدد حراموں کا مجموعہ ہے، قبروں پر پاؤں رکھنا ہوگا، چلنا ہوگا، بیٹھنا ہوگا، پیشاب پاخانہ ہوگا، اور یہ سب حرام ہے۔ اس میں مسلمانوں کو طرح طرح کی ایذا ہے اور مسلمان بھی کون، اموات کہ شکایت نہیں کرسکتے، دنیا میں عوض نہیں لے سکتے، بے وجہ شرعی مسلمانوں کی ایذا اللہ ورسول کی ایذا ہے۔ اللہ ورسول کو ایذا دینے والا مستحقِ جہنم۔ اسی طرح اگر قبرستان کے قریب مکان بنایا، پاخانے یا دھوبیوں کے غلیظ پانی کا بہاؤ قبور پر رکھا تو یہ بھی سخت حرام ہے اور جو باوصف قدرت اسے منع نہ کرے وہ بھی مرتکب حرام ہے اور بطمع کرایہ اسے روا رکھنا سستے داموں دوزخ مول لینا ہے۔ یہ کام اسی شخص کے ہوسکتے ہیں جس کے دل میں نہ اسلام کی قدر، نہ مسلمانوں کی عزت، نہ خدا کا خوف، نہ موت کی ہیبت، والعیاذ

---

[1] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۶

Marfat.com

جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

حرام ، حرام ، حرام ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ ۱۲۳ از بنگالہ ضلع سلہٹ موضع شو بیدپور مرسلہ مولانا انوار الدین صاحب ۲۴ شعبان المعظم ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قبرستان وقف میں کسی کو اپنی سکونت یا ذاتی منفعت کے لیے مکان بنایا ، یا مقبرہ غیر وقف میں مالک کا خاص قبور پر یا قبروں سے جدا مکان تعمیر کرنا ، خصوصاً اس قبر پر جو بلا اجازتِ مالک اس کی زمین میں بنالی ہو ، اس میں سے میت کو نکال کر یا بے نکالے ہوئے جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا ۔

الجواب

مقبرہ وقف میں اپنا مکانِ سکونت بنانا یا خلافِ وقف اپنے کسی تصرف وانتفاع میں لانا حرام ہے ۔ فان الوقف لایملك ولا یخالف (اس لیے کہ وقف کو نہ اپنی ملک بنایا جا سکتا ہے نہ اس کے مقررہ مقصد کے خلاف کیا جا سکتا ہے ۔ ت) اور مالک کو اپنی زمین مملوک میں قبروں سے جدا مکان بنانا روا ، فان الملك مطلق لہ والمالك لایحجر (اس لیے کہ ملک اس کے لیے مطلق ہے اور مالک روکا نہیں جا سکتا ۔ ت) اور قبور پر کہ اس کی اجازت سے بنی ہوں نا روا ،

لمافیہ من استہانۃ بالمسلمین وقد حققنا ما یتعلق بہذا فی فتاوٰنا بما لامزید علیہ ومن سعی فی نقض ماتم من جہتہ فسعیہ مردود علیہ ۔

اس لیے کہ اس میں مسلمان کی اہانت ہے اس سے متعلق تمام باتوں کی کامل تحقیق ہم نے اپنے فتاوٰی میں کردی ہے اور جو اس عہد کو توڑنے کی کوشش کرے جو اسی کی جانب سے تمام ہوا تو اس کی کوشش اس پر رد کردی جائیگی ۔ (ت)

مگر جو قبر ظلماً بلا اجازت مالک بنالی جائے اُس کے لیے کچھ حق نہیں ۔

لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیس لعرق ظالم حق[1] ۔

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے : ظالم کی رگ کا کوئی حق نہیں ۔ (ت)

علماء اجازت دیتے ہیں کہ چاہے میت کو نکلوا دے چاہے یونہی زمین اپنے تصرف میں لائے ۔ درمختار میں ہے :

---

[1] سنن ابوداؤد باب احیاء الموات آفتاب عالم پریس لاہور ۸۱/۲

Marfat.com

امشی علی القبر[1] رواہ ابن ماجۃ عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند جید۔

اسے ابن ماجہ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے بسند جید روایت کیا۔

نیز نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کسر عظم المیت یؤذیہ فی قبرہ مایؤذیہ فی بیتہ[2] وقال عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ اذی المؤمن فی موتہ کاذاہ فی حیاتہ[3] وعن عمارۃ بن حزم رضی اللہ تعالٰی عنہ قال رأنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جالسا علی قبر فقال یا صاحب القبر انزل من علی القبر لاتؤذی صاحب القبر[4]

مُردے کی ہڈیاں توڑنا اور اسے ایذا دینا ایسا ہی ہے جیسے زندے کی ہڈی توڑنا۔ اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: میّت کو قبر کے اندر بھی اس چیز سے ایذا ہوتی ہے جس سے گھر کے اندر ایذا ہوتی تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: بحالتِ وفات مومن کو ایذا دینا ایسے ہے جیسے اسے زندگی میں ایذا دینا۔ حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا تو فرمایا: اے قبر سے لگنے والے! قبر سے اُتر جا، صاحبِ قبر کو ایذا نہ دے۔ (ت)

ان تمام صحیح حدیثوں اور ان کے سوا اور احادیثِ کثیرہ سے ثابت ہے کہ قبر پر بیٹھنا یا پاؤں رکھنا بلکہ صرف اُس سے تکیہ لگانے سے میّت کو ایذا ہوتی ہے۔ اور مردہ مسلمان کی ایذا ایسی ہے جیسے زندہ مسلمان کی۔ تو اس پر پانی بہانا کس قدر باعثِ ایذا ہوگا۔ جب زندہ مردہ اس میں برابر ہیں تو کیا یہ شخص روا رکھے گا کہ پاخانے کے ابدرو کا پانی اس پر بہایا جائے یا لوگ اس کے سینے اور مُنہ پر پیشاب کیا کریں، یا دھوبی ناپاک کپڑے دھو کر وُہ پانی اُس کے منہ اور سر پر چھڑک دیا کریں، ہرگز کوئی مسلمان بلکہ کوئی کافر اسے اپنے لیے روا نہ رکھے گا، تو میّت مسلمانوں کے لیے ایسی سخت ایذا کس دل سے روا رکھی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اذی مسلماً فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ[5] رواہ الطبرانی عنہ

جس نے کسی مسلمان کو بلاوجہِ شرعی ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو

---

[1] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی النہی عن المشی علی القبر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۱۳
[2] سنن ابوداؤد کتاب الجنائز آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۰۲
[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ بحوالہ ابن ابی شیبہ باب دفن المیت مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/ ۷۹
[4] " " " الطبرانی والحاکم " " ۴/ ۶۹
[5] کنز العمال بحوالہ طب عن انس رضی اللہ عنہ حدیث ۴۳۷۰۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۱۰

Marfat.com

باللہ تعالیٰ۔ امام ابن امیر الحاج حلیہ میں نوادر و تحفۃ الفقہاء و بدائع و محیط وغیرہ سے نقل فرماتے ہیں،

ابا حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ کرہ وطء القبر والقعود او النوم او قضاء الحاجۃ الیہ[1]۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے قبر پر چلنا، بیٹھنا، سونا، قضائے حاجت کرنا مکروہ قرار دیا ہے (ت)

حدیقہ ندیہ میں جامع الفتاوی سے ہے:

انہ والتراب الذی علیہ حق المیت فلا یجوز ان یوطء[2]۔

وہ اور اس پر کی مٹی حقِ میت ہے تو اس پر چلنا جائز نہیں۔ (ت)

فتاوٰی عالمگیری میں امام علی ترجمانی سے ہے:

یاثم بوطء القبور لان سقف القبر حق المیت[3]۔

قبروں پر چلنے سے گنہگار ہوگا اس لیے کہ قبر کی چھت میت کا حق ہے۔ (ت)

تنویر الابصار میں ہے: یکرہ بول و غائط فی مقابر[4] (قبرستان میں پیشاب پاخانہ مکروہ ہے۔ت)

ردالمحتار میں ہے:

لان المیت یتاذی بما یتاذی بہ الحی والظاہر انہا تحریمۃ لانہم نصوا علی ان المرور فی سکۃ حادثۃ فیہا حرام فہذا اولٰی[5]۔

اس لیے کہ مُردے کو بھی اس چیز سے اذیت ہوتی ہے جس سے زندے کو اذیت ہوتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے۔ اس لئے کہ علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ قبرستان کے اندر نوپیدا راستے سے گزرنا حرام ہے تو یہ بدرجۂ اولٰی حرام ہوگا۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لان امشی علی جمرۃ او سیف احب الیّ من ان

مجھے آگ یا تلوار پر چلنا قبر پر چلنے سے زیادہ پسند ہے

---

[1] بدائع الصنائع | فصل فی مسئلۃ الدفن | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱/۳۲۰
تحفۃ الفقہاء | باب الدفن وحکم الشہداء | دار الکتب العلمیہ بیروت | ۲/۲۵۷
[2] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الصنف الثامن | نوریہ رضویہ فیصل آباد | ۲/۵۰۴
[3] فتاوٰی ہندیہ | الباب السادس عشر | نورانی کتب خانہ پشاور | ۵/۳۵۱
[4] درمختار | فصل فی الاستنجا | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۵۷
[5] ردالمحتار | ” | ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر | ۱/۲۲۹

Marfat.com

میں معتقدین کو وہاں بیٹھنے کی بہت تکلیف رہتی ہے پس اگر معتقدین مذکورین واسطے اپنے استفاضۂ طریقت کے اُس قبر کے گرد اگرد چبوترہ پختہ اور چار دیواری پختہ بنادیں اور اوپر سے کھلی ہوئی رکھیں اور قبر کو خام رہنے دیں تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

صورت مذکورۂ فی السوال جائز ہے۔ ائمۂ دین نے مزاراتِ حضرات علماء و مشائخ قدست اسرارہم کے گرد زمین جائز التصرف میں اس غرض سے کہ زائرین و مستفیدین راحت پائیں عمارت بنانا جائز رکھا، اور تصریحات فرمائیں کہ علتِ منع نیت فاسدہ یا عدم فائدہ ہے توجہاں نیت محمود اور نفع موجود منع مفقود۔ تفصیل صور و تحقیق اغراس مسئلہ میں یہ ہے کہ اگر پہلے عمارت بنالی جائے بعدہٗ اس میں دفن واقع ہو جب تو مسئلہ بناء علی القبر سے متعلق ہی نہیں کہ یہ اقبار فی البناء ہے، نہ بناء علی القبر۔ علامہ طرابلسی برہان شرح مواہب الرحمٰن، پھر علامہ شرنبلالی غنیہ ذوی الاحکام، پھر علامہ سید ابوالسعود ازہری فتح اللہ المعین، پھر علامہ سید احمد مصری حاشیتین در و مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں:

واللفظ للغنیة قال فی البرهان یحرم البناء علیه للزینة ویکرہ للاحکام بعد الدفن لا الدفن فی مقام بنی فیه قبله لعدم کونه قبرا حقیقة بدونه[1] اھ

الفاظ غنیہ کے ہیں کہا کہ برہان میں ہے کہ قبر پر زینت کے لیے عمارت بنانا حرام ہے اور دفن کے بعد پختگی و مضبوطی کے لیے بنانا مکروہ ہے، جہاں پہلے سے عمارت تھی وہاں دفن مکروہ نہیں کیونکہ بغیر دفن کے وہ جگہ حقیقۃً قبر نہیں اھ (ت)

اور اگر دفن کے بعد تعمیر ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ خود نفسِ قبر پر کوئی عمارت چُنی جائے اس کی ممانعت میں اصلاً شک نہیں کہ سقفِ قبر و ہوائے قبر حقِ میّت ہے، معہذا اس فعل میں اس کی اہانت و اذیت، یہاں تک کہ قبر پر بیٹھنا، چلنا ممنوع ہُوا نہ کہ عمارت چُننا۔ ہمارے بہت علمائے مذہب قدست اسرارہم نے احادیث و روایات نہی عن البناء سے یہی معنیٰ مراد لیے اور فی الواقع بناء علی القبر کے حقیقی معنیٰ یہی ہیں۔ گرد قبر مکان بنانا حول القبر ہے نہ کہ علی القبر۔ جیسے صلوٰۃ علی القبر کی ممانعت بجنب القبر کو شامل نہیں کما نص علیه العلماء قاطبة وبیناه فی فتاونا (جیسا کہ علماء نے بالاتفاق اس کی تصریح کی ہے اور ہم نے اپنے فتاویٰ میں اسے بیان کیا ہے۔ ت) امام فقیہ النفس فخر الملّۃ والدّین اوزجندی خانیہ میں فرماتے ہیں:

---

[1] غنیہ ذوی الاحکام فی بغیہ درر الاحکام باب الجنائز مطبعۃ احمد کامل الکائنۃ دار السعادت بیروت ۱/۱۶۷

Marfat.com

فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

ایذادی۔ اسے طبرانی نے معجم اوسط میں بسندِ حسن حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا(ت)

اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعد لھم عذابا مھینا۔[1]

بیشک جو لوگ اللہ و رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں، اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۵: از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفرپور مرسلہ نعمت علی صاحب ۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

قبر پر درخت لگانا، دیوار کھینچنا یا قبرستان کی حفاظت کے لیے اس کے چاروں طرف کھود کر، جس میں قدیم قبریں بھی ہیں، محاصرہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

حفاظت کے لیے حصار بنانے میں حرج نہیں، اور درخت اگر سایہ زائرین کے لیے ہو اچھا ہے، مگر قبر سے جدا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۶: از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ غلام جان صاحب طالبعلم ۱۸ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قبرستان کی کوئی چیز مثلاً لکڑی و اینٹیں وغیرہ مسجد میں صرف کرنا یا اُن کی قیمت لے کر مسجد میں صرف کرنا جائز ہے یا نہ؟

الجواب

قبرستان میں پیڑ جس نے لگائے اُن کی لکڑی اور مقبرہ جس نے بنوایا اس کی اینٹیں اس لگانے بنوانے والے کی ملک ہے وہ جو چاہے کرے، اور اگر مالک کا پتا نہیں یا درخت خودرو ہیں تو مسجد میں صرف کرسکتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۷: از سہارنپور مرسلہ مولوی امیر یار خاں صاحب امام مسجد جامع ۳۰ شوال ۱۳۱۱ھ

مافولکم رحمکم اللہ (اللہ آپ پر رحم کرے، آپ کا کیا فرمان ہے۔ت) اس مسئلہ میں کہ ایک بزرگ کی قبر خام ہے اور اُس اہل قبر سے اُس کے معتقدین کے لیے کمال درجہ کا فیض مثل اولیاء کے اور حصولِ تسکین قلب و مراقبہ و اشغال متصور ہے۔ مگر چونکہ موسم برسات میں بباعث آب و سیلاب کے اور دیگر مواسم گرما وغیرہ

---

[1] القرآن ۳۳/ ۵۷

Marfat.com

دوسرے[۲] یہ کہ گرد قبر کوئی چبوترہ یا مکان بنایا جائے، یہ اگر زمین ناجائز تصرف میں ہو جیسے ملک غیر بے اذن مالک یا ارض وقف بے شرط واقف، تو اس وجہ سے ناجائز ہے کہ ایسی جگہ تو مسجد بنانی بھی جائز نہیں اور عمارت تو اور ہے،

ولذا نقل فی المرقاۃ عن الازہار ان النھی للحرمۃ فی المقبرۃ المسبلۃ ویجب الھدم وان کان مسجدا[۱]۔

اسی لئے مرقات میں ازہار سے نقل ہے کہ عام وقفی قبرستان میں تعمیر حرام ہونے کی وجہ سے نہی ہے اور اسے ڈھا دینا ضروری ہے اگرچہ مسجد ہی ہو۔ (ت)

یُوں ہی اگر بہ نیت فاسدہ ہو مگر زینت وتفاخر جیسے امراء کی قبور پر ابنیۂ رفیعہ بمصارف وسیعہ اس غرض سے بنائے جاتے ہیں، تو یہ بوجہ فسادِ نیت ممنوع،

کما مر عن البرھان ومثلہ فی نور الایضاح وغیرہ۔

جیسا کہ برہان کے حوالے سے گزرا اور اسی کے مثل نور الایضاح وغیرہ میں ہے۔ (ت)

اسی طرح جہاں بے فائدہ محض ہو، جیسے کوئی قبر کسی بَن میں واقع ہو جہاں لوگوں کا گزر نہیں یا عوام غیر صلحا کی قبور جن سے نہ کسی کو عقیدت کہ بجہت تبرک وانتفاع اُن کی مقابر پر جائیں نہ اُن کے دنیادار ورثہ سے امید کہ وہی جاڑے، گرمی، برسات مختلف موسموں میں بقصدِ زیارت قبر ونفع رسانی میت وہاں جاکر بیٹھا کریں گے، قرآن وذکر میں مشغول رہیں گے یا بروجہ جائز قراء وذاکرین کو وہاں مقرر رکھیں گے۔ ایسی صورت میں بوجہ اسراف واضاعت مال نہی ہے۔ علامہ تورپشتی فرماتے ہیں: منھی لعدم الفائدۃ فیہ[۲] (ممنوع ہے کیونکہ اس میں کوئی فائدہ نہیں۔ ت) مجمع بحار الانوار میں ہے: منھی عنہ لعدم الفائدۃ[۳] (بے فائدہ ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔ ت) مرقاۃ میں ہے:

وقال بعض الشراح من علمائنا ولاضاعۃ المال[۴]۔

اور ہمارے بعض علمائے شارحین نے فرمایا اور اضاعت مال کی وجہ سے بھی۔ (ت)

جہاں ان سب محذورات سے پاک ہو وہاں ممانعت کی کوئی وجہ نہیں۔ ولہذا مولانا علی قاری نے بعد نقل کلام

---

[۱] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب دفن المیت مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/ ۶۹
[۲] " " " بحوالہ تورپشتی
[۳] مجمع بحار الانوار لفظ "شرف" کے تحت مذکور ہے منشی نولکشور لکھنؤ ۲/ ۱۸۷
[۴] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب دفن المیت فصل اول مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/ ۶۹

Marfat.com

لا یجصص القبر لما روی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ نہی عن التجصیص و التقضیض وعن البناء فوق القبر، قالوا اراد بالبناء السفط الذی یجعل علی القبر فی دیارنا لما روی عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی انہ قال لا یجصص القبر ولا یطین ولا یرفع علیہ بناء وسفط۔[1]

قبر کو گچ سے پکا نہ کیا جائے گا اس لیے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی ہے کہ حضور نے گچ اور چُونے سے پختہ کرنے سے اور قبر کے اوپر عمارت بنانے سے ممانعت فرمائی ہے۔ علماء نے فرمایا عمارت سے مراد وہ سفط ہے جو ہمارے دیار میں قبر پر بنایا جاتا ہے اس لیے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: قبر کو گچ اور گارے سے پختہ نہ کیا جائے اور نہ اس پر عمارت اور سفط بلند کیا جائے۔ (ت)

امام طاہر بن عبدالرشید بخاری خلاصہ میں فرماتے ہیں:

لا یرفع علیہ بناء قالوا اراد بہ السفط الذی نجعل فی دیارنا علی القبور وقال فی الفتاوی الیوم اعتادوا السفوط۔[2]

اس پر کوئی عمارت اونچی نہ کی جائے، علماء نے فرمایا: اس سے وُہ سفط مراد ہے جو ہمارے دیار میں قبروں پر بنایا جاتا ہے۔ اور فتاوٰی میں ہے کہ اس زمانے میں سفطوں کی عادت ہوچکی ہے۔ (ت)

رحمانیہ میں نصاب الاحتساب سے ہے:

لا یجوز لاحد ان یبنی فوق القبور بیتا او مسجدا لان موضع القبر حق المقبور فلا یجوز لاحد التصرف فی ہواء قبرہ۔[3]

قبر کے اوپر گھر یا مسجد بنانا جائز نہیں اس لیے کہ قبر کی جگہ میّت کا حق ہے تو کسی کے لیے اس قبر کی فضا میں تصرف روا نہ ہوگا۔ (ت)

ہندیہ میں ہے:

یاثم بوطء القبور لان سقف القبر حق المیت۔[4]

قبروں پر چلنے سے گنہگار ہوگا اس لیے کہ قبر کی چھت حقِ میّت ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں باب غسل المیت الخ منشی نولکشور لکھنؤ ۱/۹۲

[2] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الخامس والعشرون فی الجنائز مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۲۲۶

[3] رحمانیہ

[4] فتاوٰی ہندیہ الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۱

Marfat.com

علامہ قسطلانی ارشاد الساری میں زیرِ حدیث مذکور لکھتے ہیں :

لکن لم یبرزوہ ای لم یکشفوہ بل بنوا علیہ حائلا۔[1]

لیکن اسے نمایاں اور منکشف نہ رکھا بلکہ اس پر ایک حائل بنا دیا۔ (ت)

جذب القلوب میں فرمایا :

چوں دفن سرورِ انبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم بموجب حکمِ الٰہی ہم در حجرۂ شریفہ شد۔ عائشہ صدیقہ نیز در خانۂ خود ساکن می بود و میان او و قبر شریف پردہ نہ بود، و در آخر بسبب جرأت و عدم تحاشی مردم از در آمدن بر قبر شریف و بر داشتن خاک ازاں خانہ را دو قسم ساخت و دیوارے درمیان مسکن خود و قبر شریف کشید و بعد ازاں کہ امیر المومنین عمر در مسجد زیادت کردہ حجرہ را از خشت خام بنا کرد و تا زمان حدوث عمارت ولید ایں حجرہ ظاہر بود، عمر بن عبد العزیز بحکم ولید بن عبد الملک آں را ہدم کرد و بحجارۂ منقوشہ بر آورد۔ برظاہر آں حظیرۂ دیگر بنا کرد و ہیچکدام ازیں دو درے نگذاشت از عروہ روایت می کنند کہ وے بہ عمر بن عبد العزیز گفت، اگر حجرۂ شریفہ را بر حالِ خود گزارند و عمارتے گرد آں بر آرند احسن باشد[2] الخ (ملخصاً)

جب سرورِ انبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم کو حکمِ الٰہی کے باعث حجرۂ شریفہ ہی میں دفن کر دیا گیا عائشہ صدیقہ بھی اپنے گھر میں سکونت پذیر تھیں ان کے اور قبر شریف کے درمیان پردہ نہ تھا، آخر میں قبر شریف کے پاس بیباکی سے لوگوں کے بے تحاشا آنے اور وہاں کی خاک لے جانے کی وجہ سے گھر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور اپنے مسکن اور قبر شریف کے درمیان ایک دیوار کھینچ دی۔ جب امیر المومنین حضرت عمر نے مسجد میں اضافہ کیا تو حجرہ کی عمارت کچی اینٹوں کی بنا دی۔ ولید کے زمانہ کی تعمیر جدید تک یہ حجرہ ظاہر تھا۔ عمر بن عبد العزیز نے ولید بن عبد الملک کے حکم سے اسے منہدم کر کے منقش پتھروں سے بنایا اور اس کے بیرونی حصہ پر ایک اور حظیرہ بنایا اور ان دو دروازوں میں سے کوئی نہ چھوڑا۔ حضرت عروہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عمر بن عبد العزیز سے کہا اگر حجرہ شریف کو اپنے حال پر رکھتے اور اس کے گرد ایک عمارت بنا دیتے تو بہتر ہوتا الخ (ملخصاً) (ت)

لاجرم ائمہ کرام نے گردِ قبورِ علماء و مشائخ قدست اسرارہم اباحتِ بنا کی تصریح فرمائی۔ علامہ طاہر فتنی

---

[1] ارشاد الساری شرح صحیح بخاری کتاب الجنائز دار الکتاب العربی بیروت ۲/۴۳۰

[2] جذب القلوب باب ہفتم در بیان تغیرات الخ نولکشور لکھنؤ ص ۱۲۱

Marfat.com

مذکور تورپشتی فرمایا:

قلت فیستفاد منه انه اذا کانت الخیمة لفائدة مثل ان یقعد القراء تحتہا فلا تکون منہیة، قال ابن الہمام واختلف فی اجلاس القارئین لیقرأوا عند القبر والمختار عدم الکراھة[1]

میں کہتا ہوں تو اس سے مستفاد ہوا کہ جب خیمہ کسی فائدہ کے تحت ہو مثلاً یہ کہ قرآن پڑھنے والے اس کے نیچے بیٹھیں گے تو ممنوع نہ ہوگا۔ ابن ہمام نے فرمایا: قبر کے پاس بیٹھ کر پڑھنے کے لیے جو ٹاٹ بچھتے ہیں ان سے متعلق اختلاف ہے، مختار یہ ہے کہ کراہت نہیں۔ (ت)

شیخ الاسلام کشف الغطاء میں فرماتے ہیں:

اگر غرضے صحیح داشتہ باشد، دراں باک نیست بآں چنانکہ در بنائے قبر بہ نیت آسائش مردم و چراغ افروختن در مقابر بقصد دفع ایذائے مردم از تاریکی راہ و نحو آں گفتہ اند۔ کذا یفہم من شرح الشیخ[2]

اگر کوئی صحیح غرض ہو تو اس میں حرج نہیں جیسے لوگوں کے آرام کے لیے قبر کے پاس عمارت بنانے اور راستے کی تاریکی سے لوگوں کی تکلیف دفع کرنے کے لیے قبرستان میں چراغ جلانے اور اس طرح کے کاموں میں علماء نے فرمایا ہے —— شیخ کی شرح سے ایسا ہی سمجھ میں آتا ہے۔ (ت)

صحیح بخاری شریف میں ہے:

عن عائشة رضی اللہ تعالٰی عنہا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال فی مرضہ الذی مات فیہ لعن اللہ الیہود والنصارٰی اتخذوا قبور انبیاءھم مسجدا قالت ولولا ذٰلک لابرزوا قبرہ[3]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ حضور نے اپنے مرضِ وفات میں فرمایا: یہود و نصارٰی پر خدا کی لعنت ہو انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنا لیا۔ اگر یہ ارشاد نہ ہوتا تو حضور کی قبر انور نمایاں رکھی جاتی۔ (ت)

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب دفن المیت فصل اول مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/ ۶۹
[2] کشف الغطاء باب دفن میت مطبع احمدی دہلی ص ۵۵
[3] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب مایکرہ من اتخاذ المسجد علی القبور قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۷۷

Marfat.com

علامہ سید طحطاوی نے حاشیۂ مراقی الفلاح میں صراحۃً فرمایا کہ اس میں کچھ کراہت بھی نہیں۔

حیث قال فی مسألۃ الدفن فی الفساقی ان فی نحو قرافۃ مصر لایتأتی اللحد و دفن الجماعۃ لتحقق الضرورۃ واما البناء فقد تقدم الاختلاف فیہ، واما الاختلاط فللضرورۃ، فاذا فعل الحاجز بین الاموات فلا کراھۃ[1]

تہ خانوں کے اندر تدفین کے مسئلہ میں لکھتے ہیں: قرافۂ مصر جیسی جگہ میں لحد نہیں بن پاتی اور کئی ایک آدمیوں کو ایک ساتھ دفن کرنا مجبوری کی وجہ سے ہے۔ رہی تعمیر تو اس بارے میں اختلاف گزر چکا ہے، اور اختلاط تو مجبوراً ہے، اگر مُردوں کے درمیان آڑ کردی جائے تو کوئی کراہت نہیں۔ (ت)

نہایت یہ کہ امام اجل ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی نے تنویر الابصار و جامع البحار پھر علامہ محقق علاء الدین محمد دمشقی نے شرح تنویر پھر فاضل جلیل سیّدی احمد مصری نے حاشیہ مراقی میں تصریح و تقریر فرمائی کہ قولِ جواز ہی مختار و مفتی بہ ہے۔

وھذا لفظ العلامۃ الغزی لایرفع علیہ بناء، وقیل لاباس بہ وھو المختار اھ[2]

یہ علامہ غزی کی عبارت ہے: اس پر کوئی عمارت بلند نہ کی جائے اور کہا گیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں، اور یہی مختار ہے اھ (ت)

بعد تصریح صریح افتاء و ترجیح مجال کلام کیا ہے،

ھذا ینبغی تحقیق المقام بتوفیق الملک المنعم العلام وبہ یحصل التوفیق بین کلمات الاعلام واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اس مقام کی تحقیق اسی طرح ہونی چاہئے بادشاہ محسن علاّم کی توفیق سے۔ اور اسی سے علمائے اَعلام کے کلمات میں تطبیق بھی ہوجاتی ہے ــــ اور خدائے پاک و برتر خوب جاننے والا ہے اور اس کا علم زیادہ کمال و استحکام والا ہے (ت)

مسئلہ ۱۲۸ تا ۱۲۹ از پنڈول بزرگ، ڈاک خانہ رائے پور، ضلع مظفر پور مرسلہ نعمت علی صاحب ۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) بزرگوں کے مزار پر فاتحہ، قرآن پڑھنے اور کھڑے ہو کر وسیلہ چاہنے کے لیے عمارت بنادے اور عُرس

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی حمل المیت و دفنہا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۳۶

[2] درمختار شرح تنویر الابصار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۵

Marfat.com

بعد عبارت مذکورہ فرماتے ہیں :

وقد اباح السلف ان یبنی علی قبر المشایخ و العلماء المشاھیر لیزورھم الناس و یستریحوا بالجلوس فیہ[1]

سلف نے مشہور علماء و مشایخ کی قبروں پر عمارت بنانے کی اجازت دی ہے تاکہ لوگ ان کی زیارت کو آئیں اور اس میں بیٹھ کر آرام پائیں ۔ (ت)

بعینہٖ اسی طرح علامہ علی قاری مکی نے بعد عبارت مسطورہ ذکر فرمایا کہ وقد اباح السلف البناء[2] الخ (سلف نے علماء و مشائخ کی قبور پر عمارت بنانے کی اجازت دی ہے ۔ ت) کشف الغطاء میں ہے :

درمطالب المومنین گفتہ کہ مباح کردہ اند سلف بناء را بر قبر مشایخ و علمائے مشہور تا مردم زیارت کنند و استراحت نمایند بجلوس درآں ولیکن اگر برائے زینت کنند حرام است و در مدینہ مطہرہ بنائے قبہا بر قبور اصحاب در زمان پیشین کردہ اند ظاہر آنست کہ آں بتجویز آں وقت باشد و بر مرقدِ منور آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نیز قبۂ عالی ست[3]۔

مطالب المومنین میں لکھا ہے کہ سلف نے مشہور علماء و مشایخ کی قبروں پر عمارت بنانا مباح رکھا ہے تاکہ لوگ زیارت کریں اور اس میں بیٹھ کر آرام لیں ۔ لیکن اگر زینت کے لیے بنائیں تو حرام ہے مدینۂ منورہ میں صحابہ کی قبروں پر اگلے زمانے میں قبے تعمیر کئے گئے ہیں ظاہر یہ ہے کہ اُس وقت جائز قرار دینے سے ہی یہ ہُوا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مرقدِ انور پر بھی ایک بلند قبہ ہے ۔ (ت)

نور الایمان میں ہے :

قد نقل الشیخ الدھلوی فی مدارج عن مطالب المومنین ان السلف اباحوا ان یبنی علی قبر المشایخ والعلماء المشہورین قبۃ لیحصل الاستراحۃ الزائرین و یجلسون فی ظلھا وھکذا فی المفاتیح شرح المصابیح وقد جوزہ اسمٰعیل الزاھدی الذی من مشاھیر الفقہاء[4]

شیخ محقق دہلوی نے مدارج النبوۃ میں مطالب المومنین سے نقل کیا ہے کہ سلف نے مشہور مشائخ و علماء کی قبروں پر قبے تعمیر کرنا جائز و مباح رکھا ہے تاکہ زائرین کو آرام ملے اور اس کے سائے میں بیٹھ سکیں ۔ اسی طرح مفاتیح شرح مصابیح میں بھی ہے اور مشاہیر فقہا میں سے اسمٰعیل زاہدی نے بھی اسے جائز قرار دیا ہے ۔ (ت)

---

[1] مجمع بحار الانوار تحت لفظ "شرف" منشی نولکشور لکھنؤ ۲/۱۸۷

[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب دفن المیت مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/۶۹

[3] کشف الغطاء باب دفن میت مطبع احمدی دہلی ص ۵۵

[4] مدارج النبوۃ بحوالہ مطالب المومنین وصل در نماز جنازہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۴۲۰

Marfat.com

ایصالِ ثواب اور استمداد عن الاموات زید کا جائز ہے یا نہیں اور ارتکاب عمل ہذا زید کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اموات مسلمین کو ایصالِ ثواب بے قیدِ تاریخ خواہ بحفظِ تاریخِ معین مثلاً روزِ وفات جبکہ اس کا التزام بنظرِ تذکیر وغیرہ مقاصدِ صحیحہ ہو، نہ اس خیالِ جاہلانہ سے کہ تعیین شرعاً ضرور یا وصولِ ثواب اسی میں محصور۔ یونہی عرسِ مشائخ کہ منکراتِ شرعیہ مثلاً رقص و مزامیر وغیرہ سے خالی ہو۔ اسی طرح اولیائے کرام وسائلِ بارگاہ و نوابِ حضرت، احیائے معنی و اموات صورۃً قدست اسرارہم، سے استعانت و استمداد جبکہ بطور توسّل و توسط و طلبِ شفاعت ہو، نہ معاذ اللہ بظنِ خبیث' استقلال و قدرت ذاتیہ' جس کا توہم نہ کسی مسلم سے معقول نہ مسلمان ہونے پر سوئے ظن مقبول۔ یہ سب امور شرعاً جائز و روا و مباح ہیں جن کے منع پر شرع مطہر سے اصلاً دلیل نہیں۔ فقیر غفر اللہ تعالٰی نے متعدد مسائل و رسائل مندرجہ فتاوٰی فقیر مسمّی بہ البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقۃ میں ان سب مسئلوں کی تحقیق انیق بروجہ کافی ذکر کی۔ اور دربارۂ استعانت خاص ایک رسالہ مسمّی بہ برکات الامداد لاھل الاستمداد تالیف کیا۔ ان کے بعد تفصیلِ تازہ کی حاجت نہیں۔ اور قبر پختہ بنانے میں حاصل ارشاد علمائے امجاد رحمہم اللہ تعالٰی یہ ہے کہ اگر پکی اینٹ میّت کے متصل یعنی اس کے آس پاس کسی جہت میں نہیں کہ حقیقۃً قبر اسی کا نام ہے بلکہ گڑھا کچا اور بالائے قبر پختہ ہے تو مطلقاً ممانعت نہیں، یہاں تک کہ امام اجل فقیہ مجتہد اسمٰعیل زاہد نے خاص لحد میں پکی اینٹ پر نص فرمایا جبکہ نیچے کچے چوکے کی تہ ہو اور اپنی قبر مبارک میں یونہی کرنے کی وصیت فرمائی اور متصل میّت ممنوع و مکروہ، مگر جبکہ بضرورت تری و نرمی زمین ہو تو اس میں بھی حرج نہیں۔

درمختار میں ہے:

یسوی اللبن علیه والقصب لا الاٰجر المطبوخ والخشب لو حوله اما فوقه فلا یکره ابن ملك، وجاز ذلك حوله بارض رخوة کالتابوت[1]

اس پر کچی اینٹیں اور بانس چن دے، پکی اینٹیں اور لکڑی اس کے گرد نہ لگائے، اوپر ہو تو مکروہ نہیں' ابن الملک۔ اور نرم زمین ہو تو اس کے گرد بھی جائز ہے جیسے تابوت۔ (ت)

حلیہ پھر ردالمحتار میں ہے:

کرھوا الاٰجر والواح الخشب وقال الامام

علماء نے پکی اینٹوں اور لکڑی کے تختوں کو مکروہ کہا ہے

---

[1] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۵

Marfat.com

کرے کرائے تو جائز ہے یا نہیں ؟

(۲) کسی بزرگ کے روضے کے سامنے قبریں ہیں اور وسعتِ جگہ کے لیے اس قبہ سے لگا کر اس گرد کی قبر پہ مثل سائبان کے پایہ زینہ دیگر چھپّر ڈالنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

(۱) جائز ہے کما فی مجمع بحار الانوار (جیسا کہ مجمع بحار الانوار میں ہے ۔ ت) ہاں منکراتِ شرعیہ مثل رقص و مزامیر سے بچنا لازم ہے ۔

(۲) کسی قبر پر کوئی پایہ چُننا جائز نہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۰ از موضع شرشدی ، ڈاکخانہ رفنی ، ضلع نواکھالی ، مرسلہ سید حمید الدین صاحب ۹ شعبان ۱۳۳۸ھ

ماقول علمائنا رحمھم اللہ تعالیٰ (ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ کا کیا ارشاد ہے ۔ ت) ایک نہایت مشہور و معروف بزرگ کا انتقال ہُوا اُس کے وارث نے بایں نیت اس پر گھاس کی چھت بنوا دی ہے کہ زائرین اطمینان کے ساتھ صیف و شتا میں قرآن مجید پڑھ کر ثواب رسانی کر سکیں اور اس بزرگ کی قبر کا نشان باقی رہے تاکہ لوگ اس سے فیض حاصل کر سکیں ، اس میں نہ چراغ جلایا جاتا ہے نہ چاندنی تانی گئی ہے نہ کسی کو قبر پرستی اور نہ قدمبوسی کی اجازت ہے ، اصل قبر و متصل زمین خام ہے ۔

الجواب

صورتِ مذکورہ میں وہ بلا شبہہ جائز ہے ، اور بنوانے والا اپنی نیک نیتی پر ثواب کا مستحق ہے ، اور اس میں زائروں اور تلاوت کرنے والوں کے لیے چراغ بھی روشن کریں ۔ یہ قبر پر چراغ نہیں ۔ مجمع بحار الانوار جلد ثالث میں ہے :

قد اباح السلف البناء علی قبور الفضلاء الاولیاء والعلماء لیزورھم الناس ویستریحون فیہ[1] واللہ تعالیٰ اعلم ۔

سلف نے اہلِ فضل ، اولیاء و علماء کی قبروں پر عمارت بنانا مباح قرار دیا ہے تاکہ لوگ ان کی زیارت کریں اور اس میں آرام لیں ۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۱ از بجنور مرسلہ شیخ معین الدین صاحب ماسٹر پٹواری اسکول ضلع بجنور ۲۱ جمادی الاخری ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بلحاظ نرمی زمین و حفظِ نعش اپنے پیر طریقت کی قبر کو پختہ بنوایا اور سالیانہ تاریخ وفاتِ شیخ پر قرآن شریف اور درود و کلمہ پڑھوا کر شیخ مذکور کی رُوح پُر فتوح کو ایصالِ ثواب کرتا ہے اور بامیدِ فیضان و حلِ مشکلات شیخ کی قبر پر جا کر بیٹھتا ہے اور وساطۃً اس سے استمداد کرتا ہے تو یہ

---

[1] تکملہ مجمع بحار الانوار تحت لفظ "قبر" منشی نولکشور لکھنؤ ۳/ ۱۴۰

فلاباس بھما کاتخاذ تابوت من حدید لھذا[1]

اور لکڑی لگانے میں کوئی حرج نہیں، جیسے اسی بناء پر لوہے کا تابوت لگانے میں حرج نہیں۔ (ت)

نیز بحر و حاشیہ ابی السعود الازہری علی الکنز میں ہے:

وقیدہ فی شرح المجمع بان یکون حولہ اما لوکان فوقہ لایکرہ لانہ یکون عصمۃ من السبع[2]

شرح مجمع میں یہ قید لگائی ہے کہ اس کے گرد ہو لیکن اگر اُوپر ہو تو مکروہ نہیں اس لیے کہ اس سے درندوں سے حفاظت رہے گی۔ (ت)

کافی پھر غرر و درر میں ہے:

یسوی اللبن والقصب لا الخشب والآجر وجوز فی ارض رخوۃ[3]

کچّی اینٹ اور بانس چُنا جائے، لکڑی اور پکّی اینٹ نہ ہو، اور نرم زمین میں اس کی بھی اجازت ہے۔ (ت)

شرح نقایہ برجندی میں ہے:

انما یکرہ الآجر فی اللحد ان کان یلی المیت اما فی وراء ذلك فلاباس بہ کذا فی الخلاصۃ وقال الامام علی السغدی اتخاذ التابوت فی دیارنا افضل من ترکہ[4]

لحد میں پکّی اینٹ اسی صورت میں مکروہ ہے کہ میّت سے متصل ہو، اس کے علاوہ میں کوئی حرج نہیں، ایسا ہی خلاصہ میں ہے۔ امام علی سغدی نے فرمایا: ہمارے دیار میں تابوت لگانا نہ لگانے سے بہتر ہے۔ (ت)

مجمع الانہر میں ہے:

یکرہ الآجر والخشب ای کرہ ستر اللحد بھما وبالحجارۃ والجص لکن لوکانت الارض رخوۃ جاز استعمال ماذکر[5]

پکّی اینٹ اور لکڑی مکروہ ہے صرف لحد کو ان سے اور پتھروں سے اور گچ سے چھپانا مکروہ ہے لیکن اگر زمین نرم ہو تو ان سب کا استعمال جائز ہے۔ (ت)

---

[1] بحرالرائق کتاب الجنائز فصل السلطان احق بصلٰوتہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۹۴

[2] فتح المعین علی شرح الکنز لملا مسکین باب الجنائز فصل فی الصلٰوۃ علی المیت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

[3] الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام " مطبعۃ احمد کامل الکائنۃ دار سعادت بیروت ۱/ ۱۶۷

[4] شرح نقایہ برجندی فصل فی صلٰوۃ الجنازۃ منشی نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۸۲

[5] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل فی الصلٰوۃ علی المیت داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۸۶

Marfat.com

التمرتاشی ھذا ان کان حول المیت وان کان فوقہ لایکرہ لانہ یکون عصمۃ من السبع و قال مشائخ بخارا لایکرہ الاجر فی بلدتنا لمساس الحاجۃ لضعف الاراضی[1]

اور امام تمرتاشی نے فرمایا: یہ اُس وقت ہے جب میت کے گرد ہو، اور اگر اس کے اوپر ہو تو مکروہ نہیں اس لیے کہ یہ درندے سے حفاظت کا ذریعہ ہوگا۔ مشائخ بخارا نے فرمایا کہ ہمارے دیار میں پکّی اینٹیں مکروہ نہیں کیونکہ زمین کمزور رہونے کی وجہ سے اس کی ضرورت ہے (ت)

خانیہ وخلاصہ وہندیہ میں ہے:

یکرہ الأجر فی اللحد اذا کان یلی المیت اما فیما وراء ذلک لاباس بہ ویستحب اللبن و القصب[2]

لحد میں پکّی اینٹ مکروہ ہے جبکہ میت سے متصل ہو، اس کے علاوہ میں کوئی حرج نہیں، اور مستحب کچّی اینٹ اور بانس ہے۔ (ت)

حسامی پھر امداد الفتاح پھر طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

وقد نص اسمٰعیل الزاھد بالأجر خلف اللبن علی اللحد واوصٰی بہ[3]

اسمٰعیل زاہد نے لحد پر کچی اینٹ کے پیچھے پکّی اینٹ لگانے کی صراحت فرمائی اور اس کی وصیت کی (ت)

منافع ومبسوط پھر غنیہ میں ہے:

اختاروا الشق فی دیارنا لرخاوۃ الاراضی فیتعذر اللحد فیھا حتی اجازوا الأجر ورفوف الخشب والتابوت ولوکان من حدید[4]

ہمارے دیار میں شق اختیار کی گئی ہے اس لیے کہ زمین نرم ہے جس میں لحد متعذر رہے یہاں تک کہ علماء نے پکّی اینٹ، لکڑی کے صندوق اور تابوت کی اجازت دی ہے اگرچہ لوہے کا ہو۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

قیدہ الامام السرخسی بان لایکون الغالب علی الاراضی النزوالرخاوۃ فان کان

امام سرخسی نے اس حکم کو اس سے مقید کیا ہے کہ زمین پر تری اور نرمی غالب نہ ہو۔ اگر ایسی ہو تو پکی اینٹ

---

[1] ردالمحتار — باب صلٰوۃ الجنائز — داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۰۰
[2] فتاوٰی قاضی خاں — کتاب الصلٰوۃ — منشی نولکشور لکھنؤ ۱/۹۲
[3] الطحطاوی علٰی مراقی الفلاح — فصل فی حملہا و دفنہا — نورمحمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۳۵
[4] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی — فصل فی الجنائز — سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۹۵

Marfat.com

اُس کی تعمیر میں کن کن خاص اور ضروری باتوں کا لحاظ رکھنا چاہئے، مثلاً طول عرض بلندی اور صورت وغیرہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب

قبر پختہ نہ کرنا بہتر ہے، اور کریں تو اندر سے کڑا کچا رہے، اُوپر سے پختہ کرسکتے ہیں، طول وعرض موافق قبرِ میّت ہو، اور بلندی ایک بالشت سے زیادہ نہ ہو، اور صورت ڈھلوان بہتر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۳ تا ۱۳۴ ازبہیڑی ضلع بریلی مرسلہ سیّد صفدر علی صاحب ۶ شعبان المعظم ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) کسی ولی اللہ کا مزار شریف فرضی بنانا اور اس پر چادر وغیرہ چڑھانا، اور اس پر فاتحہ پڑھنا اور اصل مزار کا سا ادب ولحاظ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر کوئی مرشد اپنے مریدوں کے واسطے بنانے اپنے فرضی مزار کے خواب میں اجازت دے تو وُہ قول مقبول ہوگا یا نہیں؟

(۲) اگر جنازہ میّت کا واسطے دفن کے جانب پچھم لے جائیں تو کس طرح سے لے جانا چاہئے سر جانبِ غرب ہو یا جانبِ پورب؟

الجواب

(۱) فرضی مزار بنانا اور اُس کے ساتھ اصل کا سا معاملہ کرنا ناجائز وبدعت ہے اور خواب کی بات خلافِ شرع امور میں مسموع نہیں ہوسکتی۔

(۲) میّت کو کسی طرف لے جانا ہو بہرحال سر آگے کی طرف رہے۔ عالمگیری میں ہے:

فی حالۃ المشی بالجنازۃ یقدم الراس جنازہ لے جانے میں سر آگے رکھا جائے گا۔ ایسا ہی کذا فی المضمرات[1] واللہ تعالٰی اعلم مضمرات میں ہے (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۵ ازنوشتہ ضلع علی گڑھ ڈاک خانہ دتاولی مرسلہ محمد عمر خاں ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مثلاً زید نے ایک قبر فرضی اور مصنوعی جس کا پہلے سے کوئی وجود نہ تھا، بنوا کر یہ بات مشہور کی کہ اس قبر میں امروہہ کے زین العابدین تشریف لائے ہیں مجھ کو خواب میں بشارت ہوئی ہے۔ ایسی روایات کاذبہ سے اس قبر کی عظمت لوگوں کے سامنے بیان کرکے قبر پرستی کی طرف بلانے لگا۔ حتّٰی کہ اس میں اس کو کامیابی ہونے لگی اور بہت سی مخلوق اس کی طرف متوجہ

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الرابع فی حمل الجنازۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۶۲

Marfat.com

کشف الغطاء میں ہے :

الان در دیار نا نیز لسبب رخاوت زمین ہمیں متعارف است حتی کہ تجویز کردہ اند مشائخ در امثال ایں دیار بایں علت خشت پختہ وچوب وگرفتن تابوت را کہ از آہن باشد[1]

اب ہمارے دیار میں بھی زمین کے ڈھیلے پن کی وجہ سے یہی متعارف ہے یہاں تک کہ مشائخ نے اُس طرح کے دیار میں، اُسی علت کی وجہ سے پکّی اینٹ اور لکڑی اور آہنی تابوت لگانے کو جائز کہا ہے (ت)

اُسی میں ہے :

در تجنیس گفتہ رخصت دادہ است ۔ امام اسمٰعیل زاہد کہ گردانیدہ شوند خشت ہائے پختہ خلف خشتہائے خام بہ لحد وتحقیق وصیت کردہ بود بوے ومشائخ بخارا گفتہ اند در زمین ما خشت پختہ اگر بنہند مکروہ نباشد از برائے نرمی زمین لیس بہر جا کہ زمین نرم باشد باک نیست بنہادن خشت پختہ ومانند آں از چوب[2]

تجنیس میں ہے کہ امام اسمٰعیل زاہد نے اس کی رخصت دی ہے کہ لحد میں کچی اینٹوں کے پیچھے پکی اینٹیں لگائی جائیں اور اور اس کی وصیت بھی فرمائی تھی ۔ مشائخ بخارا نے فرمایا ہے کہ اگر ہماری زمین میں پکی اینٹ لگائیں تو مکروہ نہ ہوگا اس لیے کہ زمین نرم ہے تو جہاں بھی زمین نرم ہو پکی اینٹ اور اسی طرح لکڑی کے تختے لگانے میں کوئی حرج نہیں ۔ (ت)

ان عبارات منتظا فرہ سے واضح ہوا کہ فعل زید بلفرض مذکور ہرگز ہرگز کسی طرح قابل مواخذہ نہیں **وانا اقول** (اور میں کہتا ہوں ۔ ت) بالفرض کراہت ہی مانئے تو مسئلہ خصوصاً ایسے تصریحات جماعات کثیرہ ائمہ کے بعد زینہار حد تفسیق تک بھی نہیں پہنچ سکتا کہ اُس کی اقتدار کو مکروہ ہی کہا جائے ، نہ کہ عدم جواز ، یہ محض جہل بعید و تعصب شدید ہے ، معہذا نصوص سابقہ سے واضح ہُوا کہ پکی اینٹ اور لکڑی کا ایک حکم ہے ۔ اصل سنّت کچّی اینٹ اور نرکل سے چھپانا ہے ، لکڑی کے تختے اڑانے عام طور پر ان بلاد میں حضرات معترضین بھی استعمال کر رہے ہیں ، اپنے اور مولویوں کے پیچھے نماز ناجائز کیوں نہیں کہتے ، مگر تحکم ان صاحبوں کا داب قدیم ہے ، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم ۔

مسئلہ ۱۳۲ از ہائی اسکول نجیب آباد ضلع بجنور ، معرفت حمید حسن خاں طالبعلم درجہ نہم مسئولہ اللہ رکھا مستری ۲۱ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قبر کا پختہ کرانا بہتر ہے یا نہ کرانا ؛ اگر پختہ بنانا بہتر ہے تو

---

[1] کشف الغطاء فصل دفن میت مطبع احمدی دہلی ص ۵۰

[2] 〃 〃 〃 〃 ص ۵۳

Marfat.com

لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان کے مزار کی اینٹ دفن ہے۔ اس مزار میں ایسی جگہ جا کر عرس کرنا، چادر چڑھانا کیسا ہے؟ وہ قابلِ تعظیم ہے یا نہیں؟

الجواب

جھوٹا مزار بنانا اور اس کی تعظیم جائز نہیں۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۷ از شہر محلہ کانکر ٹولہ مرسلہ عبدالرحیم خاں ۲۸ ذی قعدہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص بچپن میں حافظِ قرآن ہوا اور تمام عمر بدافعالی میں گزاری۔ ایک شوہردار عورت سے جس کا شوہر نامرد تھا برسوں تعلق رہا اور اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ ان حرکات پر ماں باپ نے گھر سے نکال دیا۔ وہ اُسی عورت کے گھر جا رہا۔ پھر بیمار ہو کر واپس آیا اور مر گیا۔ اب زید کے والدین نے کوشش کر کے مسجد میں ایک بزرگ کی قبر پرانی تھی لیکن خام تھی اس کے برابر دفن کر دیا، اور دونوں قبروں کو بہت اچھا پختہ بنوا دیا۔ اب اس کے والدین نے دنیا والوں کے خیالات بدلنے کی غرض سے اُس قبر پر بہت کثرت سے ہار پھول چڑھانا شروع کر دیا۔ اور مسجد میں کوڑا وغیرہ ہو اُن کو کچھ مطلب نہیں۔ لیکن قبر پر دن میں دو ایک مرتبہ جھاڑو دینا اور دلوانا اور لوگوں سے یہ کہنا کہ دیکھو کیسی رونق ہے، اور بعض جاہل لوگ نے قبر پر سے مراد مانگنے کی ترغیب دینا شروع کیا۔ چنانچہ اسی قبر کو ابھی بیس پچیس دن گزرے ہوں گے کہ چادر بہن اور بھائی چڑھانے لگے اور قبر کو تعظیم کے ساتھ بوسہ دینا شروع کیا۔ اور آئندہ کو خدا جانے کیا حالت کو اُن کے والدین پہنچائیں ایسی حالت میں قبر کو پُوجنے والے اور شہرت کرنے والے اور کرانے والے اور مسجد میں جھاڑو کو نہ دینے والے اور قبر پر بلاناغہ چڑھاوا دینا اور مشہور کرنا، شرع شریف میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

اسے پُوجنا نہیں کہتے۔ یہ سائل کی بہت زیادتی ہے۔ تکریمِ قبور کو وہابیہ پُوجنا کہتے ہیں۔ اور وہابیہ خود شیطان کو پُوجتے ہیں۔ باقی ایسے شخص کی قبر کو ولی کا مزار ٹھہرانا اور مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لیے اُس کے یہ اہتمام کرنا اور لوگوں کو وہاں مراد مانگنے کی ترغیب، یہ ضرور مکر و زُور ہے۔ حدیث میں فرمایا: من غشنا فلیس منا[1] (جو ہمیں دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۸ از دہلی مدرسہ نعمانیہ محلہ بلّی ماراں مرسلہ مولوی عبدالرشید صاحب مہتمم مدرسہ ۵ محرم الحرام ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد ہے اور اس کے متصل قبرستان ہے جس میں کہ

---

[1] صحیح مسلم باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من غش فلیس منا نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۷۰

Marfat.com

ہوگئی۔ اس قبر پر چادریں اور مرغ اور بکری اور مٹھائیاں، روپیہ اور پیسہ چڑھانے لگے۔ اور اپنی مرادیں اور منتیں اس قبر سے مانگنے لگے۔ اور زید اس آمدنی سے متمتع ہوتا ہے۔ ایسے شخص کے واسطے شریعت کیا حکم لگاتی ہے؟ ـ ـ ـ ـ ـ ـ آیا ایسے شخص کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ کیا ایسا شخص فاجر و فاسق کافر ہے؟ کیا ایسے شخص کا نکاح باطل ہوتا ہے؟ کیا ایسے شخص کے جلسوں میں شریعت شرکت کی اجازت دیتی ہے؟ آیا ایسے شخص سے رشتۂ قرابت رکھا جائے؟ نیز اس شخص کے متعلق بھی استفسار کیا جاتا ہے جو زید کے اس معاملہ سے خوش ہے اور اس کا ممد و معاون اس معاملہ میں ہے یا ایک ایسا شخص ہے جو زید کو اس معاملہ سے باز رکھ سکتا ہے مگر ساکت ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

قبر بلا مقبور کی طرف بُلانا اور اُس کے لیے وُہ افعال کرانا گناہ ہے، اور جبکہ وہ اس پر مصر ہے اور باعلان اسے کر رہا ہے تو فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور پھرنی واجب۔ اس جلسۂ زیارتِ قبرِ بے مقبور میں شرکت جائز نہیں۔ زید کے اس معاملہ سے جو خوش ہیں خصوصاً وُہ جو ممد و معاون ہیں سب گنہ گار و فاسق ہیں، قال تعالٰی:

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1] گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ (ت)

بلکہ وہ بھی جو باوصفِ قدرت ساکت ہے، قال تعالٰی:

کانوا لا یتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون[2] وُہ بُرے کام سے ایک دُوسرے کو روکتے نہ تھے، کیا ہی بُرا کام وُہ کرتے تھے (ت)

مگر ان میں سے کوئی بات کفر نہیں کہ اس سے نکاح باطل ہوسکے۔ قرابت اپنے اختیار کی نہیں کہ جا ہے رکھی چاہے توڑی۔ یونہی مرد سے رشتہ کہ اختیاری رشتہ بذریعہ نکاح ہوتا ہے اس کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے، قال تعالٰی:

بیدہ عقدۃ النکاح[3] (اسی کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ ت) ہاں عزیزداری کا برتاؤ اگر یہ سمجھیں کہ اس کے چھوڑنے سے اُس پر اثر پڑے گا تو چھوڑ دیں یہاں تک کہ باز آئے اور اگر سمجھیں کہ اسے قائم رکھ کر سمجھانا مؤثر ہوگا تو یوں کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۶ از قصبہ اوریا ضلع ایٹاوہ مرسلہ عبدالحی صاحب مدرسہ اسلامیہ ۹ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے بعض جگہ مزار بنا لیا گیا ہے بعض

---

[1] القرآن ۵/۲

[2] القرآن ۵/۷۹

[3] القرآن ۲/۲۳۷

Marfat.com

رسالہ

اھلاك الوھابیین علٰی توھین قبور المسلمین

۲۲ ھ ۱۳

(قبورِ مسلمین کی توہین کی بنا پر وہابیوں کی سرکوبی)

مسئلہ ۱۳۸-ب علمائے دین اور مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک گورستان (اہلسنت) قدیم کی (پرانی) قبروں کو عمداً کھود کر اپنے رہنے کے لیے مکان بنانا موافق مذہبِ حنفی کے جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسا کرنے میں اہلِ قبور کی توہین و اہانت ہوگی یا نہیں؟ بیّنوا توجّروا۔

الجواب

ومنه الهداية الی الحق والصواب

جاننا چاہئے کہ انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وعامۂ مومنینِ اہلسنت کے ساتھ جو قلبی عداوت فرقۂ نجدیہ وہابیہ کو ہے ایسی اور کسی فرقۂ مبتدعہ کو نہیں ہے، اسی وجہ سے اس فرقۂ محدثہ کے اکابر ملاعنہ کی تصانیفِ اباطیل اہانتِ محبوبانِ خدا سے بھری پڑی ہیں۔ جس کا جی چاہے وہ نجدی ملّا اسمٰعیل دہلوی و صدیق حسن بھوپالی و خرم علی و رشید گنگوہی وغیرہ کی تالیفاتِ باطلہ اٹھا کر دیکھ لے کہ قسم قسم کی اہانتوں سے پُر ہیں۔ منجملہ ان کے ایک اہانت قبورِ انبیاء وشہداء و اولیاء علیہم السلام کا منہدم و نابود تا بمقدور کرنا اس فرقے کا شعار ہو گیا ہے۔

شیخ نجدی نے روضۂ اقدس کو گرانے کا ارادہ کیا تھا

علامہ احمد بن علی بصری کتاب فصل الخطاب فی رد ضلالات ابن عبد الوهاب میں فرماتے ہیں:

Marfat.com

آثارِ قبور ظاہر ہیں، اب مسلمان چاہتے ہیں کہ ان قبروں کے آثار کو محو کرکے اس زمین پر گودام وغیرہ بنائیں اور اس پر مسجد بنائیں۔ پس ایسا فعل یعنی قبور کو محو کرکے اوپر مسجد نیچے گودام بنانا اور اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ جائز کہتے ہیں اور دلیل حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو جو حضرت علی کرم اللہ تعالٰی کو حکم دیا تھا پیش کرتے ہیں لا تدع تمثالا الا طمسته ولا قبرا مشرفا الا سویته[1] (کوئی مورت مٹائے بغیر اور کوئی قبر برابر کئے بغیر نہ چھوڑنا۔ ت) اور دوسری حدیث جس میں مسجد نبوی کے بنا کے وقت قبور توڑنے کا ذکر ہے بھی پیش کرتے ہیں اور کہتا ہے کہ اس حکم کے مطابق ہم قبور کو برابر کریں گے اور ان کے آثار کو مٹا دیں گے اور مسجد و مکان اس قبرستانِ موقوفہ میں بنائیں گے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ احناف کا اس میں قول مفتٰی بہ کیا ہے؟

الجواب

قول مفتٰی بہ امر خلافی میں ہوتا ہے۔ یہ حرکتِ شنیعہ ہمارے ائمہ کے اجماع سے ناجائز و حرام ہے۔ توہینِ قبورِ مسلمین ایک اور قبور پر نماز کا حرام ہونا دو، اور وقف کی تغییر تین۔ عالمگیری میں ہے:

لا یجوز تغییر الوقف عن هیأته[2] فکیف عن اصله۔ وقف کی ہیأت تبدیل کرنا جائز نہیں اور پھر سرے سے وقف ہی کو بدلنا کیسے جائز ہوگا!

کہاں قبر کی بلندی کہ حدِ شرعی سے زائد ہو اس کے دور کرنے کا حکم اور کہاں یہ کہ قبورِ مسلمین مسمار کرکے ان پر چلیں، اموات کو ایذا دیں، انہی پر نماز پڑھ کر گناہ کے مرتکب ہوں، نماز خراب کریں، ارشادِ اقدس لا تصلوا علی قبر[3] (قبر پر نماز نہ پڑھو۔ ت) کی مخالفت کریں اور کہاں قبورِ مشرکین کھود کر ان کی نجاست سے زمین پاک کرکے مسجد اقدس کا اس پر بنا فرمانا اور کہاں قبورِ مسلمین کی توہین۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

افنجعل المسلمین کالمجرمین مالکم کیف تحکمون[4] کیا ہم مسلموں کو مجرموں کی طرح کر دیں، تم کیسا حکم رکھتے ہو؟ (ت)

اس مسئلہ کی تمام تفصیل ہمارے رسالہ اهلاك الوهابیین علٰی توهین قبور المسلمین میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] صحیح مسلم — کتاب الجنائز — نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۳۱۲
[2] فتاوٰی ہندیۃ — الباب الرابع عشر فی المتفرقات — نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۹۰
[3] صحیح مسلم — کتاب الجنائز — نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۳۱۲
[4] القرآن ۶۸/۳۵ و ۳۶

Marfat.com

علماء نجد فی سوال ارسلہ الی انتھی مختصرا۔[1] اور کفن بھی ظاہر ہو گئے، جیسا کہ بعض علماء نجد نے اس سوال کے جواب میں ذکر کیا اھ مختصراً

وہابیہ رُوسیاہ کے نزدیک انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام معاذاللہ منہا مرکر مٹی ہو گئے ہیں

ان بدبختوں کے نزدیک ظاہری موت کے بعد یہ بالکل بے حس و بے شعور ہو جاتے ہیں اور مرکر معاذاللہ (پناہ بخدا) مٹی میں مل جاتے ہیں۔ ملا اسمٰعیل دہلوی اپنی کتاب تقویت الایمان کے صفحہ ۶۰ میں حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ ارفع و اعلیٰ میں بکتا ہے کہ:

"میں بھی ایک دن مرکر مٹی میں ملنے والا ہوں۔"[2]

جب سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ان ملاعنہ کا ایسا ناپاک خیال ہے اور ان کے روضۂ اطہر اور شہداء وصحابہ کرام علیہم الرضوان کی قبور کو منہدم کرنے کا بیہودہ خیال ہے تو باقی اموات عامہ مومنین صالحین کی نسبت پوچھنا کیا ہے۔ جب قبور مومنین بلکہ اولیاء علیہم السلام اجمعین کا توڑنا اور منہدم کرنا شعارِ نجدیہ وہابیہ ہُوا، تو کسی کو جائز نہیں ہے کہ وُہ صورتِ مسئولہ میں قبورِ مومنینِ اہلسنت کو توڑ کر بلکہ ان کو کھود کر ان پر اپنی رہائش و آسائش کے مکان بنا کر ان میں لذاتِ دُنیا میں مشغول و منہمک ہو جو قطعاً ویقیناً اصحابِ قبور کو ایذا دینا اور ان کی اہانت اور توہین کرنا ہے جو کسی طرح جائز نہیں۔

اہلسنت کے نزدیک انبیاء و شہداء و اولیاء اپنے ابدان مع اکفان کے زندہ ہیں

اہلسنت کے نزدیک انبیاء وشہداء علیہم التحیۃ والثناء اپنے ابدان شریفہ سے زندہ ہیں بلکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ابدانِ لطیفہ زمین پر حرام کئے گئے ہیں کہ وُہ ان کو کھائے۔ اسی طرح شہداء و اولیاء

ع‍۵ سابقاً علامہ بصری علیہ الرحمۃ کے قول میں گزرا کہ نجدی نے جب قبورِ شہداء و صحابہ کرام علیہم الرضوان کو شہید کیا تو ان میں ان کے کفن اور بدن شریف سب سلامت تھے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مدفون ہوئے تخمیناً بارہ سو سال گزر چکے تھے، پس ہزار تف ہے ملا اسمٰعیل اور اس کے مقلدین وہابیہ رُوسیاہ پر کہ اُن کا ایسا ناپاک عقیدہ ہے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس واطہر کے ساتھ کہ جو مسلمان کی شان کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ اہلسنت کو ان کی صحبتِ بد سے بچائے۔ آمین!

---

[1] فصل الخطاب فی ردِّ ضلالات ابن عبدالوہاب

[2] تقویۃ الایمان مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ، لاہور ص ۴۲

منہا انہ صح انہ یقول لو اقدر علی حجرۃ الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لہدمتہا۔[1]

ان میں سے ایک یہ بات صحیح ہے کہ وُہ کہتا ہے میں اگر قدرت پاؤں تو روضۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو توڑ دوں۔ (ت)

شیخ نجدی نے شہداء وصحابہ کرام کے مزار توڑے

اور یہی علامہ بصری ایک دوسرے مقام میں لکھتے ہیں :

اقول تہدیم قبور شہداء الصحابۃ المذکورین لاجل البناء علیٰ قبورھم ضلالۃ ای ضلالۃ انتہی مختصرا۔[2]

یعنی نجدی کا شہداء صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبور کو قبّوں کی وجہ سے توڑ ڈالنا بڑی ضلالت اور گمراہی اس نجدی کی ہے (بالاختصار)۔ (ت)

اور یہی علامہ مذکور تیسرے مقام میں لکھتے ہیں :

قال بعضھم ولوکان المبنی علیہ مشہورا بالعلم والصلاح اوکان صحابیا وکان المبنی علیہ قبۃ وکان البناء علیٰ قدر قبرہ فقط ینبغی ان لایہدم لحرمۃ نبشہ وان اندرس اذا علمت ھذا فہذا البناء علیٰ قبور ھؤلاء الشہداء من الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم لایخلو اما ان یکون واجبا او جائزا بغیر کراھۃ وعلیٰ کل فلایقدم علی الھدم الارجل مبتدع ضال لاستلزامہ انتہاک حرمۃ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الواجب علیٰ کل مسلم محبتہم ومن محبتہم وجوب توقیرھم وای توقیر ھم عند من ھدم قبورھم حتی بدت ابدانھم واکفانھم کما ذکر بعض

بعض علماء نے فرمایا کہ صاحبِ قبّہ اگر کوئی مشہور عالم، متقی یا صحابی ہے اور قبّہ صرف قبر کے برابر ہو تو اسے منہدم نہ کرنا چاہئے کیونکہ خواہ اس کا نشان بھی کیوں نہ مٹ جائے مگر اس کا کھولنا جائز نہیں۔ اب آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان شہید صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبور پر عمارات بنانا یا تو واجب ہوگا یا بلاکراہت جائز، اور بہرصورت منہدم کرنا جائز نہیں، اور یہ صرف وہی شخص کرسکتا ہے جو بدعتی اور گمراہ ہو کیونکہ اس سے اصحابِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے حُرمتی ہوتی ہے حالانکہ ان کی تعظیم اور توقیر ہر مسلمان پر واجب ہے، اب وُہ لوگ تعظیم کرنے والے کیسے قرار پاسکتے ہیں جنھوں نے شہداء کی قبور کھود ڈالیں جبکہ بعض کے جسم

---

[1] و [2] فصل الخطاب فی ردّ ضلالات ابن عبدالوہاب

Marfat.com

وزندہ اند نزد پروردگار خود، ومرزوق اند وخوشحال اند، ومردم را ازاں شعور نیست [1]

کُوچ کرگئے ہیں اور اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں، انھیں رزق دیا جاتا ہے، وُہ خوش حال ہیں، اور لوگوں کو اس کا شعور نہیں۔

اور علامہ علی قاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

لافرق لھم فی الحالین ولذا قیل اولیاء اللہ لایموتون ولکن ینتقلون من دارٍ الی دار الخ [2]

اولیاء اللہ کی دونوں حالتوں (حیات وممات) میں اصلاً فرق نہیں، اسی لیے کہا گیا ہے کہ وہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں تشریف لے جاتے ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے شرح الصدور میں اولیائے کرام علیہم الرضوان کی حیات بعد ممات کے متعلق چند روایات مستندہ لکھی ہیں جو یہاں نقل کی جاتی ہیں:

امام عارف باللہ استاذ ابوالقاسم قشیری قدس سرہٗ اپنے رسالے میں بسندِ خود حضرت ولی مشہور سیدنا ابوسعید خراز قدس اللہ سرہ الممتاز سے راوی کہ میں مکہ معظمہ میں تھا، بابِ بنی شیبہ پر ایک جوان مُردہ پڑا پایا، جب میں نے اس کی طرف نظر کی تو مجھے دیکھ کر مسکرایا اور کہا:

یا اباسعید ا ماعلمت ان الاحبّاء احیاء و ان ماتوا وانما ینقلون من دارٍ الی دار [3]

اے ابوسعید! کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے زندہ ہیں اگرچہ مرجائیں، وہ تو یہی ایک گھر سے دوسرے گھر میں بدلائے جاتے ہیں۔

وہی عالی جناب حضرت سیدی ابوعلی قدس سرہٗ سے راوی ہیں:

میں نے ایک فقیر کو قبر میں اتارا، جب کفن کھولا ان کا سرخاک پر رکھ دیا کہ اللہ تعالیٰ ان کی غربت پر رحم کرے۔ فقیر نے آنکھیں کھول دیں اور مجھ سے فرمایا: یا اباعلی اتذ للنی بین یدی من یدللنی (اے ابوعلی! تم مجھے اس کے سامنے ذلیل کرتے ہو جو میرے ناز اُٹھاتا ہے) میں نے عرض کی: اے سردار میرے! کیا موت کے بعد زندگی ہے؟ فرمایا: بل انا حیٌّ وکل محب اللہ حی لانصرنک بجاھی غدًا [4] (میں زندہ ہُوں، اور خدا کا ہر پیارا زندہ ہے، بیشک وُہ وجاہت وعزت جو مجھے روزِ قیامت ملے گی اس سے میں تیری مدد کروں گا)

[1] اشعۃ اللمعات | کتاب الجہاد | باب حکم الاسراء | مطبع تیج کمار لکھنؤ | ۳/ ۴۰۲
[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ | باب الجمعۃ | فصل الثالث | " امدادیہ ملتان | ۳/ ۲۴۱
[3] شرح الصدور | باب زیارۃ القبور وعلم الموتیٰ | خلافت اکیڈمی منگورہ سوات | ص ۸۶
[4] " | " | " | " | "

Marfat.com

علیہم الرحمۃ والثناء کے ابدان وکفن بھی قبور میں صحیح وسلامت رہتے ہیں وہ حضرات روزی و رزق دیئے جاتے ہیں، علامہ سبکی شفاء السقام میں لکھتے ہیں:

وحیاۃ الشھداء اکمل واعلیٰ فھذا النوع من الحیاۃ والرزق لایحصل لمن لیس فی رتبتھم، وانما حیاۃ الانبیاء اعلیٰ واکمل واتم من الجمیع لانھا للروح والجسد علی الدوام علی ماکان فی الدنیا۔[1]

شہداء کی زندگی بہت اعلیٰ ہے، زندگی اور رزق کی یہ قسم ان لوگوں کو حاصل نہیں ہوتی جو ان کے ہم مرتبہ نہیں، اور انبیاء کی زندگی سب سے اعلیٰ ہے اس لیے کہ وہ جسم و روح دونوں کے ساتھ ہے جیسی کہ دنیا میں تھی اور ہمیشہ رہے گی۔

اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تذکرۃ الموتیٰ میں لکھتے ہیں:

"اولیاء اللہ گفتہ اند ارواحنا اجسادنا یعنی ارواحِ ایشاں کارِ اجساد مےکنند، وگاہے اجساد از غایت لطافت برنگِ ارواح مے برآید، می گویند کہ رسولِ خدا را سایہ نبود (صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم) ارواحِ ایشاں از زمین و آسمان و بہشت ہر جا کہ خواہند مے روند، وبسبب ایں ہمیں حیات اجساد آنہارا در قبر خاک نمی خورد بلکہ کفن ہم می ماند۔ ابن ابی الدنیا از مالک روایت نمود ارواحِ مومنین ہر جا کہ خواہند سیر کنند، مراد از مومنین کاملین اند، حق تعالیٰ اجسادِ ایشاں را قوتِ ارواح مے دہد کہ در قبور نماز میخوانند (ادا کنند) وذکر می کنند و قرآن کریم مے خوانند۔"[2]

اولیاء اللہ کا فرمان ہے کہ ہماری روحیں ہمارے جسم ہیں۔ یعنی ان کی ارواح جسموں کا کام دیا کرتی ہیں اور کبھی اجسام انتہائی لطافت کی وجہ سے ارواح کی طرح ظاہر ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ ان کی ارواح زمین آسمان اور جنّت میں جہاں بھی چاہیں آتی جاتی ہیں، اس لیے قبروں کی مٹی ان کے جسموں کو نہیں کھاتی ہے بلکہ کفن بھی سلامت رہتا ہے۔ ابن ابی الدنیا نے مالک سے روایت کی ہے کہ مومنین کی ارواح جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں۔ مومنین سے مراد کاملین ہیں، حق تعالیٰ ان کے جسموں کو روحوں کی قوت عطا فرماتا ہے تو وہ قبروں میں نماز ادا کرتے اور ذکر کرتے ہیں اور قرآن کریم پڑھتے ہیں۔

اور شیخ الہند محدث دہلوی علیہ الرحمۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

اولیائے خدائے تعالیٰ نقل کردہ شدند ازیں دارِ فانی بدارِ بقا

اللہ تعالیٰ کے اولیاء اس دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف

---

[1] شفاء السقام — الفصل الرابع من الباب التاسع — مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد — ص ۲۰۶

[2] تذکرۃ الموتیٰ والقبور اردو — ارواح کے ٹھہرنے کی جگہ — نوری کتب خانہ نوری مسجد اسلام گنج لاہور — ص ۷۵

Marfat.com

اکرہ اذاہ بعد موتہ[1] یُوں ہی مُردہ کی۔

امام احمد علیہ الرحمۃ بسندِ حسن انھیں حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا، فرمایا: لا تؤذ صاحب ھذا القبر (اس قبر والے کو ایذا نہ دے) یا فرمایا: لا تؤذہ[2] (اسے تکلیف نہ پہنچا)

اس ایذا کا تجربہ بھی تابعینِ عظام اور دوسرے علماءِ کرام نے جو صاحبِ بصیرت تھے کر لیا ہے۔

ابن ابی الدنیا ابو قلابہ بصری سے راوی: میں ملک شام سے بصرہ کو جاتا تھا، رات کو خندق میں اُترا، وضو کیا، دو رکعت نماز پڑھی، پھر ایک قبر پر سر رکھ کر سو گیا، جب جاگا تو صاحبِ قبر کو دیکھا کہ مجھ سے گلہ کرتا ہے اور کہتا ہے: لقد اذیتنی منذ اللیلۃ[3] (اے شخص! تُو نے مجھ کو رات بھر ایذا دی)۔

امام بیہقی دلائل النبوۃ میں اور ابن ابی الدنیا حضرت ابو عثمان نہدی سے، وُہ ابن مینا تابعی سے راوی: میں مقبرے میں گیا، دو رکعت پڑھ کر لیٹ گیا، خدا کی قسم میں خوب جاگ رہا تھا کہ سُنا کوئی شخص قبر میں سے کہتا ہے: قم فقد اذیتنی[4] (اُٹھ کہ تُو نے مجھ کو اذیت دی)۔

حافظ ابن مندہ امام قاسم بن مخیمرہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے راوی: "اگر میں تپائی بھال پر پاؤں رکھوں کہ میرے قدم سے پار ہو جائے تو یہ مجھ کو زیادہ پسند ہے اس سے کہ قبر پر پاؤں رکھوں"۔ پھر فرمایا: ایک شخص نے قبر پر پاؤں رکھا، جاگتے میں سُنا: الیک عنی یا رجل لا تؤذینی[5] (اے شخص! الگ ہٹ مجھے ایذا نہ دے)۔

اور علامہ شرنبلالی مراقی الفلاح میں لکھتے ہیں:

اخبرنی شیخی العلامۃ محمد بن احمد الحموی الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ بانھم یتأذون بخفق النعال[6]

مجھ کو میرے استاذ علامہ محمد ابن احمد حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ جُوتے کی پہچل سے مُردے کو ایذا ہوتی ہے۔

---

[1] شرح الصدور بحوالہ سعید بن منصور باب تاذیہ بسائر وجوہ الاذی خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۶

[2] مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ حم عن عمرو بن حزم باب دفن المیت مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۴۹

[3] شرح الصدور بحوالہ ابن ابی الدنیا عن ابی قلابۃ باب ما ینفع المیت فی قبرہ خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۸

[4] دلائل النبوۃ للبیہقی باب ما جاء فی الرجل سمع صاحب القبر دار الکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۴۰

[5] شرح الصدور بحوالہ ابن مندہ عن القاسم فصل تاذیہ بسائر وجوہ الاذی خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۶

[6] مراقی الفلاح علی حامش حاشیۃ الطحطاوی فصل فی زیارۃ القبور نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۴۲

Marfat.com

وہی جناب مستطاب حضرت ابراہیم بن شیبان قدس سرہٗ سے راوی :

"میرا ایک مرید جوان فوت ہوگیا، مجھ کو سخت صدمہ ہُوا، نہلانے بیٹھا، گھبراہٹ میں بائیں طرف سے ابتدا کی، جوان نے وہ کروٹ ہٹاکر اپنی دہنی کروٹ میری طرف کی، میں نے کہا: جانِ پدر! تُو سچّا ہے مجھ ہی سے غلطی ہُوئی"۔[1]

وہی امام، حضرت ابویعقوب سوسی نہرجوری قدس سرہٗ سے راوی :

"میں نے ایک مرید کو نہلانے کے لیے تختے پر لٹایا اُس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا۔ میں نے کہا: جانِ پدر! میں جانتا ہُوں کہ تُو مردہ نہیں یہ تو صرف مکان بدلنا ہے، لے میرا ہاتھ چھوڑ دے"۔[2]

جنابِ ممدوح انھیں عارف موصوف سے راوی :

"مکہ معظمہ میں ایک مرید نے مجھ سے کہا: پیر و مرشد! میں کل ظُہر کے وقت مرجاؤں گا، حضرت ایک اشرفی لیں، آدھی میں میرا دفن اور آدھی میں میرا کفن کریں۔ جب دُوسرا دن ہُوا اور ظہر کا وقت آیا مرید مذکور نے آکر طواف کیا، پھر کعبے سے ہٹ کر لیٹا تو رُوح نہ تھی۔ میں نے قبر میں اتارا۔ آنکھیں کھول دیں۔ میں نے کہا: کیا موت کے بعد زندگی؟ کہا: اَنَا حَیٌّ وَکُلُّ مُحِبُّ اللّٰہِ حَیٌّ[3] (میں زندہ ہُوں اور اللہ تعالیٰ کا ہر دوست زندہ ہے)۔

نامناسب افعال کرنے سے امواتِ مسلمین کو ایذا ہوتی ہے

اور بعض عامۂ مومنین اور بقیہ اموات کے ابدان گو سلامت نہ رہتے ہوں تاہم ان کی قبور پر بیٹھنے بلکہ ان پر تکیہ لگانے اور قبرستان میں جُوتوں کی آواز کرنے سے ان کو ایذا ہوتی ہے۔ احادیثِ صحیحہ سے یہ امر ثابت بلاریب ہے۔ حاکم و طبرانی عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا، فرمایا :

یا صاحب القبر، انزل من علی القبر لا توذی صاحب القبر ولا یؤذیک[4]	او قبر والے! قبر سے اُتر آ، نہ تُو صاحبِ قبر کو ایذا دے نہ وہ تجھے۔

سعید بن منصور اپنی سُنن میں راوی: کسی نے حضرت سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا، فرمایا :

کما اکرہ اذی المؤمن فی حیاتہ فانی	مجھ کو جس طرح مسلمان زندہ کی ایذا ناپسند ہے

---

[1] و [2] و [3] شرح الصدور باب زیارۃ القبور و علم الموتیٰ خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۶

[4] شرح الصدور بحوالہ الطبرانی والحاکم باب تاذیہ بسائر وجوہ الاذی " " " ۱۲۶

Marfat.com

ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ و زرعہ والبناء علیہ[1]

اگر میت پرانی ہوجائے اور مٹی میں مل جائے تو دوسرے کو اس قبر میں دفن کرنا، کھیتی باڑی کرنا اور اس پر عمارت بنانا جائز ہے۔

تو جواب اس کا اولاً یہ ہے کہ یہ قول علامہ زیلعی کا احادیثِ مذکورہ اور روایاتِ مسطورہ کے معارض ہے لہذا قابلِ قبول نہیں ہے۔ اور ثانیاً یہ کہ علامہ شرنبلالی نے امداد الفتاح میں علامہ زیلعی کے اس قول کو رَد کر دیا ہے دوسری روایتِ معارضہ سے، پس قابلِ تعمیل نہیں۔

قال فی الامداد ویخالفہ ما فی التاترخانیۃ اذا صار المیت ترابا فی القبر یکرہ دفن غیرہ فی قبرہ لان الحرمۃ باقیۃ[2] الخ۔

امداد الفتاح میں فرمایا اور تاتارخانیہ میں اس کے برعکس ہے، یعنی جب قبر میں میت گل کر مٹی بھی ہوجائے تب بھی اس کی قبر میں غیر کو دفن کرنا مکروہ ہے کہ اس کی تعظیم و حُرمت کے خلاف ہے کہ اس میت کی تعظیم و حرمت اب بھی باقی ہے۔ الخ

اور مؤید ہے اس کی وُہ جو علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ نے حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں لکھا ہے:

معناہ ان الارواح تعلم بترك اقامۃ الحرمۃ وبالاستھانۃ فتاذی بذلك[3]

یعنی قبر پر تکیہ لگانے سے جو اہلِ قبور کو ایذا ہوتی ہے اس کے یہ معنیٰ ہیں کہ رُوحیں جان لیتی ہیں کہ اس نے ہماری تعظیم میں قصور کیا، لہذا ایذا پاتی ہیں۔

اور شیخ الہند علیہ الرحمۃ شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں:

شاید کہ مراد آنست کہ رُوحِ وے ناخوش میدارد و راضی نیست بتکیہ کردن بر قبر وے از جہت تضمن وے اہانت و استخفاف را بوے[4]

اس سے مراد غالباً یہ ہے کہ اس کی روح قبر پر تکیہ لگانے سے ناخوش ہوتی ہے کیونکہ اس میں اس کی توہین ہے۔

جب قبر پر تکیہ لگانے سے اہلِ قبور کی اہانت اور ان کی توہین اور ان کی ترک تعظیم ہوتی ہے، تو اس پر کھیتی کرنے سے اور اس پر مکان بنانے سے تو بطریقِ اولیٰ ان کی توہین ہوگی، اور ثالثاً یہ کہ ہم میاں معترض

---

[1] تبیین الحقائق فصل السلطان احق بصلوتہ مطبعۃ کبریٰ امیریۃ مصر ۱/۲۴۶
[2] رد المحتار بحوالہ الامداد باب صلوۃ الجنائز ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۵۹۹
[3] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ النصف الثامن الخ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۵۰۵
[4] اشعۃ اللمعات باب الدفن فصل الثالث " " سکھر ۱/۶۹۹

Marfat.com

اسی واسطے ہمارے فقہائے کرام احناف علیہم الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

"قبر پر رہنے کو مکان بنانا، یا قبر پر بیٹھنا، یا سونا، یا اس پر یا اس کے نزدیک بول و براز کرنا یہ سب امور اشد مکروہ قریب بحرام ہیں"

فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

ویکرہ ان یبنی علی القبر او یقعد او ینام علیہ او یطاء علیہ او یقضی حاجۃ الانسان من بول او غائط[1] الخ	قبر پر عمارت بنانا، بیٹھنا، سونا، روندنا، بول و براز کرنا مکروہ ہے۔

علامہ شامی اس کی دلیل میں حاشیۂ درمختار میں فرماتے ہیں:

لان المیّت یتأذی بما یتاذی بہ الحی[2]	یعنی اس لیے کہ جس سے زندوں کو اذیت ہوتی ہے اس سے مُردے بھی ایذا پاتے ہیں۔

بلکہ دیلمی نے اُمّ المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے اس کُلیے کی تصریح روایت کی کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

المیت یؤذیہ فی قبرہ ما یؤذیہ فی بیتہ[3]	میّت کو جس بات سے گھر میں ایذا ہوتی ہے قبر میں بھی اس سے ایذا پاتا ہے۔

ابن ابی شیبہ اپنی مصنف میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

اذی المومن فی موتہ کاذاہ فی حیٰوتہ[4]	مسلمان کو بعد موت ویسی ایسی ہی ہے جیسے زندگی میں اسے تکلیف پہنچانی۔

اور اظہر من الشمس ہے کہ قبور کو کھود کر اُن پر رہنے کو مکان بنایا تو اس میں یہ سب امور موجود ہیں، جس سے یقیناً اہلِ قبور کی توہین ہوتی ہے اور ان کو ایذا دینا ہے، جو ہرگز ہمارے حنفی مذہب میں جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی معترض کہے کہ شرح کنز میں علامہ زیلعی لکھتے ہیں:

---

[1] فتاوٰی ہندیہ	الفصل السادس فی القبر والدفن	نورانی کتب خانہ پشاور	۱/۱۶۶
[2] ردالمحتار	فصل الاستنجاء	ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر	۱/۲۲۹
[3] الفردوس بماثور الخطاب	حدیث ۵۴۷	دار الکتب العلمیۃ بیروت	۱/۱۹۹
[4] شرح الصدور بحوالہ ابن ابی شیبہ	باب تاذیہ لبسائر وجوہ الاذی	خلافت اکیڈمی سوات	ص ۱۲۶

Marfat.com

واذاصارالمیت ترابا فی القبریکرہ دفن غیرہ فی قبرہ لان الحرمۃ باقیۃ[۱] انتھی۔

میں میّت گل کر مٹی بھی ہو جائے تب بھی اس کی قبر میں غیر کو دفن کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس میّت کی تعظیم و حُرمت اب بھی باقی ہے انتہی (ت)

اور یہ بھی خزانۃ الروایۃ میں ہے:

لایجوز لاحد ان یبنی فوق القبور بیتا اومسجدا لان موضع القبر حق المقبور ولھذا لایجوز نبشہ[۲] انتھی مختصرا۔

قبروں پر کسی کو گھر یا مسجد بنانا جائز نہیں کیونکہ قبر والی جگہ صاحب قبر کا حق ہے۔ اسی وجہ سے قبر کو کھودنا جائز نہیں ہے اھ مختصراً۔ (ت)

نمقہ الراجی الی رحمۃ ربہ الشکور عبدالغفور صانہ اللہ عن الاٰفات و الشرور۔

اسے لکھا ہے اپنے رب شکور کی رحمت کے امیدوار عبدالغفور نے، اللہ تعالٰی اسے آفات اور برائیوں سے بچائے۔ (ت)

للہ در المجیب حیث اجاب فاجاد واصاب فیما افاد حررہ المسکین محمد بشیرالدین عفی عنہ۔

اللہ تعالٰی مجیب کو جزائے خیر دے کہ انھوں نے عمدہ جواب دیا اور صحیح افادہ فرمایا، اسے لکھا ہے مسکین محمد بشیرالدین عفی عنہ نے۔ (ت)

اس فتوے کو دیکھا، فتوٰی صحیح ہے، جواب درست ہے۔

حررہ محمد عبدالرشید دہلوی عفی عنہ

الجواب صحیح (جواب صحیح ہے۔ت)

محمد افضل المجید عفی عنہ

---

[۱] ردالمحتار بحوالہ الامداد ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۵۹۹

[۲] خزانۃ الروایۃ

Marfat.com

نجدی شعار سے پوچھتے ہیں کہ تجھ کو کیسے معلوم ہوا کہ میّت بالکل مٹی ہو گئی ہے اور اس کی ہڈی بھی باقی نہیں رہی ہے۔ اس واسطے کہ قبر ابھی تک کھودی نہیں گئی ہے اور نہ میّت کے مٹی ہونے کا قرآن اور حدیث میں کوئی وقت مقرر ہوا ہے کہ اتنی مدّت کے بعد میّت کی ہڈیاں بھی مٹی ہو جاتی ہیں، بلکہ تجربے سے بارہا مشاہدہ ہوا ہے کہ کسی بہت پرانی بستی کے اطراف میں کوئی جگہ کھودی جائے تو اس میں قبور نکلیں جن میں ہڈیاں (بلکہ بعض کے ابدان) اب تک باقی صحیح وسلامت تھیں، کتنوں سے تین تین چار چار صدیوں کی قبور معلوم ہوتی تھیں تو بلا دلیل بلا ضرورت شرعی کے کسی ممنوع امر کا کسی مبہم روایت کی بنا پر مرتکب ہونا ہرگز جائز نہیں ہے۔ اگر معترض پھر عود کرے اور کہے کہ بمبئی وغیرہ عظیم شہروں میں قبور کھود کر ان میں دُوسرے اموات دفن کئے جاتے ہیں، تو اگر قبور کھودنے سے اموات کی توہین ہوتی ہے تو ان شہروں میں یہ کام کیوں ہوتا ہے، تو جواب اس کا یہ ہے کہ ان شہروں میں جگہ بہت تنگ ہے، قبرستانوں میں اتنی وسعت نہیں ہے کہ میّت کے لیے الگ الگ قبر ہو، لہذا اس ضرورتِ شدیدہ سے یہ جائز ہے کہ الضرورات تبیح المحظورات (بوقتِ ضرورت منع کردہ چیزیں بھی جائز ہو جاتی ہیں۔ ت) قاعدۂ متفقہ ہے۔ کبیری شرح منیہ میں ہے:

ولا یحفر قبر لدفن اخر مالم یبل الاوّل فلم یبق له عظم الا عند الضرورة بان لم یوجد مکان سواه[1] الخ۔

دوسرے مُردہ کو دفن کرنے کے لیے قبر نہ کھودی جائے جب تک پہلا مُردہ بوسیدہ نہ ہو جائے یہاں تک کہ اس کی ہڈیاں باقی نہ رہیں مگر بوقتِ ضرورت قبر کھودنا جائز ہے جبکہ اس کے بغیر کوئی دوسری جگہ میسّر نہ ہو الخ (ت)

بالجملہ صورتِ مسئولہ میں قبور کو کھود کر ان پر مکانات بنانا ہمارے حنفی مذہب میں جائز نہیں اور بلاشبہ وشک ایسا کرنے سے اہلِ قبور کی توہین ہو گی جو جائز نہیں ہے۔

ھذا ما عندی والعلم الاتم عند ربّی قاله بفمه وامر برقمه العبد الفقیر محمد عمر الدین السنی الحنفی القادری الھزاروی عفا اللہ تعالٰی عنه۔

یہ میری تحقیق ہے اور علم کامل میرے رب کے پاس ہے، یہ فتوٰی بزبانِ خود کہا ہے اور اس کے لکھنے کا حکم دیا ہے بندۂ فقیر محمد عمر دین سنّی حنفی قادری ہزاروی نے (عفا اللہ تعالٰی عنہ)۔ (ت)

جو کچھ مجیب لبیب نے لکھا ہے حق اور صواب ہے۔ چنانچہ خزانۃ الروایۃ میں ہے:

فی مفید المستفید عن مفاتیح المسائل

مفاتیح المسائل سے مفید المستفید میں ہے جب قبر

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الجنائز سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۰۷

Marfat.com

اھلہ وحزبہ المکرمین عنداللہ جمیعا و اشتاتا۔ جزی اللہ المجیب خیرًا ویثیب۔

آل، اصحاب، اہل اور آپ کے گروہ پر جو عند اللہ مکرم ہیں، اجتماعی او رمتفرق طور پر، اللہ مجیب کو جزائے خیر اور ثواب عطا فرمائے۔ (ت)

جامع الفضائل، قامع الرذائل، ماحی الفتن، حامی السنن، مولٰنا مولوی محمد عمرالدین جعلہ اللہ کاسمہٖ عمرالدین وللسبعیہ ورعیہ عمرالدین کا جواب ناہج مناہج صواب کافی ووافی ہے، مگر بحکم المامور معذور بنظر تکثیر افاضہ دو وصل مفید کا اضافہ منظور۔ وصلِ اوّل اس بیانِ مجیب کی تائید وتصویب میں کہ قبورِ مسلمین کی تعظیم ضرور اور اہانت محظور، اور یہ کہ کیا کیا امور موجب ایذائے اصحابِ قبور۔ یہاں اگر سلسلۂ سخن میں بعض امور مذکورہ جواب کا اعادہ ہو تو غیر محذور کہ تکرّر فرع موجب مزید تاکید واوقع فی الصدور ع

والمسك ما کرّرته یتضوع

وصل دوم میں احقاقِ مرام وازہاقِ اوہام وتبکیت مخطیان نجاریۂ لیام، اور اس امر کا بیانِ کامل و تام کہ مقابرِ عام مسلمین میں کوئی وقفی مکان بنانا بھی حرام نہ کہ اپنی سکونت وآرام کا مقام، نیز روایت علامہ زیلعی کی تحقیقِ انیق۔ اس وصل میں دو فتوے فقیر کی نقل پر قناعت ہے کہ ان میں بحمد اللہ تعالٰی کفایت ہے، و باللہ التوفیق۔

وصلِ اوّل

علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ مسلمان کی عزت مُردہ وزندہ برابر ہے۔ محقق علی الاطلاق رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

الاتفاق علٰی ان حُرمۃ المسلم میتا کحرمتہ حیا[1]

اس بات پر اتفاق ہے کہ مردہ مسلمان کی عزت وحرمت زندہ مسلمان کی طرح ہے۔ (ت)

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

کسر عظم المیّت واذاہ ککسرہ حیًّا[2]
رواہ الامام احمد وابوداؤد وابن ماجۃ

مُردے کی ہڈّی کو توڑنا اور اسے ایذا پہنچانا ایسا ہی ہے جیسے زندہ کی ہڈّی کو توڑنا۔ اسے امام احمد و

---

[1] فتح القدیر — فصل فی الدفن — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۰۲
[2] سنن ابی داوٗد — کتاب الجنائز — آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۰۲

Marfat.com

الجواب صحیح وصواب (جواب صحیح اور درست ہے۔ ت)
حررہ العبد المفتقر مطیع الرسول عبدالمقتدر القادری البدایونی عفی عنہ۔

۱۳۱۷
الرسول قادری
حنفی
محمد عبدالمقتدر مطیع

ذلک کذلک (یہ جواب بے مثال ہے۔ ت) محمد فضل احمد البدایونی عفی عنہ

المجیب مصیب (جواب درست ہے۔ ت)

۱۳۱۸
قادری
محمد ابراھیم

اصاب من اجاب واللہ اعلم بالصواب (جواب درست دیا ہے واللہ اعلم بالصواب۔ ت)
محمد حافظ بخش المدرس بالمدرسۃ المحمدیہ بلدہ بدایوں

بخش حنفی
محمد حافظ

صح الجواب (جواب صحیح ہے۔ ت)
حررہ عبدالرسول محب احمد عفی عنہ المدرس بالمدرسۃ الشمسیۃ الکائنۃ بجامع بدایوں

محب احمد قادری
عبدالرسول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل الارض کفاتا ○ و اکرم المومنین احیاء و امواتا ○ و جعل موتھم راحۃً وسباتا ○ وحرم اھانتھم تحریما بتاتا ○ و الصلوۃ والسلام علی من سقانا من فضلہ وفضلتہ ماء فراتا ○ واعطانا فی کل محجۃ ابلج حجۃ نقضا واثباتا ○ وابد تعظیم المؤمنین ابد الابدین ولم یوقت لہ میقاتا ○ فجعلھم عظاما وان صاروا عظاما ○ وحرم ایذاءھم ولو کانوا رفاتا ○ وعلی الہ وصحبہ و

تمام تعریفیں اس اللہ تعالٰی کے لیے ہیں جس نے زمین کو جمع کرنیوالی بنایا، زندہ اور مُردہ مومنوں کو عزت بخشی اور ان کی موت کو سکون وآرام بنایا اور ان کی توہین کو قطعی طور حرام کیا، درود وسلام ہو اس ذات پر جس نے اپنے احسان اور بقیہ سے ہمیں خوب میٹھا پانی پلایا، اور ہر میدان میں ہمیں نقض واثبات کے لیے بھاری حجت عطا فرمائی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مومنوں کو عزت بخشی اور اس کے لیے کوئی وقت مقرر نہ فرمایا اور مومنوں کو عظمت والا بنایا اگرچہ وُہ ہڈیاں ہوجائیں، اور ان کو ایذا دینا حرام کیا اگرچہ وہ ریزہ ریزہ ہوجائیں، اور آپ کے

Marfat.com

یہاں تک ہمارے علماء نے تصریح فرمائی، قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہو اس میں آدمیوں کو چلنا حرام ہے،

فی الشامیۃ عن الطحطاویۃ آخر کتاب الطھارۃ نصوا علیٰ ان المرور فی سکۃ حادثۃ فیھا حرام[1]

آخر کتاب الطھارۃ شامی میں طحطاوی سے ہے علماء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہو اس پر چلنا حرام ہے۔

اور فرماتے ہیں:

"مقبرے کی گھاس (سبز) کاٹنا مکروہ ہے کہ جب تک وہ (گھاس سبز) تر رہتی ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے۔ اس (سبز گھاس) سے اموات کا دل بہلتا ہے اور ان پر رحمتِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے، ہاں خشک گھاس کاٹ لینا جائز ہے مگر وہاں سے تراش کر جانوروں کے پاس لے جائیں، اور یہ ممنوع ہے کہ انھیں گورستان میں چرنے چھوڑ دیں۔"

فی جنائز ردالمحتار یکرہ ایضا قطع النبات الرطب والحشیش من المقبرۃ دون الیابس کما فی البحر والدرر وشرح المنیۃ وعللہ فی الامداد بانہ مادام رطبا یسبح اللہ تعالیٰ فیونس المیت وتنزل بذکرہ الرحمۃ ونحوہ فی الخانیۃ انتھی[2]، وفی العلمگیریۃ عن البحر الرائق لو کان فیھا حشیش یحش ویرسل الی الدواب ولا ترسل الدواب فیھا[3] اھ۔

ردالمحتار کے جنائز میں ہے کہ تر گھاس کا مقبرے سے کاٹنا مکروہ ہے خشک کا نہیں، جیسا کہ بحر، درر اور شرح منیہ میں ہے، اور امداد میں اس کی یہ وجہ بتائی گئی ہے کہ جب تک وہ تر رہتی ہے اللہ کی تسبیح کرتی رہتی ہے جس سے میت کو انس حاصل ہوتا ہے اور اس کے ذکر کی وجہ سے رحمت نازل ہوتی ہے، اور خانیہ میں بھی اسی طرح ہے انتہیٰ، اور علمگیریہ میں بحر الرائق سے ہے کہ اگر قبرستان میں خشک گھاس ہو تو کاٹ کر لائی جا سکتی ہے مگر جانور اس میں نہ چھوڑے جائیں اھ۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو مقابر میں جوتا پہنے چلتے دیکھا، ارشاد فرمایا:
"ہائے کم بختی تیری اے طائفی جوتے والے! پھینک اپنی جوتی۔"

---

[1] ردالمحتار فصل الاستنجاء ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۲۲۹

[2] و [3] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۶۰۶

[4] فتاوٰی ہندیۃ الباب الثانی عشر فی الرباطات نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۷۱

Marfat.com

باسناد حسن عن اُمّ المؤمنین عائشۃ الصدّیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

وابوداؤد وابن ماجہ نے بسندِ حسن ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔

یہ حدیث مسند الفردوس میں ان لفظوں سے ہے: سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

المیت یؤذیہ فی قبرہٖ مایؤذیہ فی بیتہٖ[1]۔

مُردے کو قبر میں بھی اس بات سے ایذا ہوتی ہے جس سے گھر میں اسے اذیّت ہوتی۔

علامہ مناوی شرح میں فرماتے ہیں:

افادان حرمۃ المؤمن بعد موتہٖ باقیۃ[2]۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہُوا کہ مسلمان کی حُرمت بعد موت کے بھی ویسے ہی باقی ہے۔

سیّدنا حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

اذی المؤمن فی موتہٖ کاذاہ فی حیاتہٖ[3]۔ رواہ ابی بکر بن ابی شیبۃ۔

مسلمان مُردہ کو ایذا دینا ایسا ہے جیسے زندہ کو۔ اسے ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا۔

علماء فرماتے ہیں:

المیت یتاذی بمایتاذی بہ الحی[4]۔ کذا فی ردّالمحتار وغیرہ من معتمدات الاسفار۔

جس بات سے زندوں کو ایذا پہنچتی ہے مُردے بھی اس سے تکلیف پاتے ہیں۔ جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ معتمد کتب میں مذکور ہے۔ (ت)

علامہ شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اشعۃ اللمعات میں امام علامہ ابوعمر یوسف بن عبدالبر سے نقل فرماتے ہیں:

ازیں جا مستفاد میگردد کہ میت متألم میگردد بجمیع انچہ متألم میگردد بدان حی ولازم اینست کہ متلذذ گردد بتمام انچہ متلذذ میشود بدان زندہ[5]، انتہی۔

اس جگہ یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جن چیزوں سے زندہ کو درد پہنچتا ہے ان تمام سے مردہ کو بھی الم پہنچتا ہے، اور یہ لازم ہے کہ جن چیزوں سے زندہ کو لذت حاصل ہو ان سب سے میّت کو بھی لذت حاصل ہوتی ہے انتہی۔ (ت)

---

[1] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۷۵۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۹۹

[2] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر حدیث ۹۲۳۱ دارالمعرفۃ بیروت ۴/۵۵۱

[3] شرح الصدور بحوالہ ابن ابی شیبہ فصل تأذیہ لبسائر وجوہ الاذی خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۶

[4] ردالمحتار فصل الاستنجاء ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۲۲۹

[5] اشعۃ اللمعات باب دفن المیت فصل ثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۹۶

Marfat.com

وابن ماجۃ عن سیدنا ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

نسائی وابن ماجہ نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: مجھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا، ارشاد فرمایا: "او قبر پر بیٹھنے والے! قبر سے اُتر آ، صاحبِ قبر کو ایذا نہ دے، نہ وہ تجھے ایذا دے۔"

اخرج الطحاوی فی معانی الآثار والطبرانی فی المعجم الکبیر بسند حسن والحاکم وابن مندۃ عن عمارۃ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قال رانی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جالسًا علیٰ قبر فقال یا صاحب القبر انزل من علی القبر لا تؤذی صاحب القبر ولا یؤذیک[1] ولفظ امام الحنفی فلا یؤذیک[2]۔

طحاوی نے معانی الآثار میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں بسند حسن اور حاکم اور ابن مندہ نے عمارہ بن حزم سے روایت کی کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا تو فرمایا: اے قبر پر بیٹھنے والے قبر سے اُتر اور قبر والے کو تکلیف نہ دے اور وہ تجھے تکلیف نہ دے۔ اور امام حنفی کے لفظ یہ ہیں فلا یؤذیک (پس وہ تجھے تکلیف نہ دے۔ ت)

اور امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی مسند میں یوں روایت کیا: عمرو بن حزم کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا، فرمایا:

لا تؤذِ صاحب القبر[3] کما فی المشکوٰۃ قلت وھذا الحدیث لایلائمہ تاویل الامام ابی جعفر والنھی عن شئ لاینافی النھی عن اعم منہ فافھم۔

صاحبِ قبر کو ایذا نہ دے، جیسے مشکوٰۃ میں ہے۔ میں کہتا ہوں اس حدیث سے امام ابوجعفر کی تاویل مناسبت نہیں رکھتی ہے اور کسی چیز سے روکنا اس چیز سے عام کے روکنے کو مستلزم نہیں، تو غور کیجئے۔

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ شرح میں فرماتے ہیں:

شاید کہ مراد آنست کہ روحِ وے ناخوش می دارد وراضی نیست بہ تکیہ کردن بر قبر وے جہت تضمن وے اہانت واستخفاف را بوے[4] اھ۔

شاید مراد یہ ہے کہ اس کی رُوح ناراض ہوتی ہے اپنی قبر پر تکیہ لگانے کی وجہ سے اہانت محسوس کرتی ہے۔ اھ

---

[1] شرح الصدور بحوالہ الطبرانی والحاکم وابن مندۃ باب تأذیہ بسائر وجوہ الاذی خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۶

[2] شرح معانی الآثار باب الجلوس علی القبور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۹۶

[3] مشکوٰۃ المصابیح باب دفن المیت فصل ثالث مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۹

[4] اشعۃ اللمعات باب دفن المیت نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۹۹

Marfat.com

اخرج الائمۃ ابو داؤد والنسائی والطحطاوی وغیرھم عن بشیر بن الخصاصیۃ واللفظ للامام الحنفی ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رای رجلاً یمشی بین القبور فی نعلین، فقال ویحک یاصاحب السبتیتین الق سبتیتیک[1] اھ۔ السبتۃ بکسر المھملۃ وسکون الموحدۃ ھی التی لاشعر فیھا۔ قال القاضی عیاض کان من عادۃ العرب لبس النعال بشعرھا غیرمدبوغۃ وکانت المدبوغۃ تعمل بالطائف وغیرہ[2] الخ۔

ابوداؤد، نسائی اور طحطاوی وغیرہم نے بشیر بن خصاصیہ سے روایت کی اور لفظ امام حنفی کے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک شخص کو قبروں کے درمیان جُوتیاں پہن کر چلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: خرابی ہو تیری اے جُوتیوں والے اپنی جُوتیاں اتار دے۔ سبتہ مہملہ کے کسرہ اور سکون بائے سے مراد وُہ چمڑا ہے جس میں بال نہ ہوں۔ قاضی عیاض نے فرمایا: عرب والے کچے چمڑے کے مع بالوں کے جُوتے پہنا کرتے تھے اور پکائے ہوئے چمڑے کے جُوتے طائف وغیرہ میں بنائے جاتے تھے الخ۔

فاضل محقق حسن شرنبلالی اور ان کے استاذ علامہ محمد بن احمد حموی فرماتے ہیں: "چلنے میں جو آوازِ کفش پا سے پیدا ہوتی ہے اموات کو رنج دیتی ہے۔"

حیث قال فی مراقی الفلاح اخبرنی شیخی العلامۃ محمد بن احمد الحموی الحنفی رحمہ اللہ تعالٰی بانھم یتاذون بخفق النعال انتھی[3] اھ۔ اقول وجھہ ماسیاتی عن العارف الترمذی رحمہ اللہ تعالٰی۔

اس لیے کہ مراقی الفلاح میں کہا کہ مجھے خبر دی میرے شیخ علامہ محمد بن احمد حموی حنفی رحمہ اللہ تعالٰی نے کہ مُردے جُوتیوں کی پہچل سے تکلیف محسوس کرتے ہیں اھ۔ میں کہتا ہُوں اس کی دلیل عنقریب عارف ترمذی سے منقول ہوکر آئے گی۔

نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لان یجلس احدکم علی جمرۃ فتحرق ثیابہ حتی تخلص الی جلدہ خیرلہ من ان یجلس علی قبر[4]۔ رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی

بیشک آدمی کو آگ کی چنگاری پر بیٹھا رہنا یہاں تک کہ وُہ اس کے کپڑے جلاکر جلد تک توڑ جائے، اس کے لیے بہتر ہے اس سے کہ قبر پر بیٹھے۔ اسے مسلم وابوداؤد و

---

[1] شرح معانی الآثار باب المشی بین القبور بالنعال ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۴۲
[2] تاریخ سبتہ للقاضی عیاض
[3] مراقی الفلاح علی ہامش حاشیۃ الطحطاوی فصل فی زیارۃ القبور نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۴۲
[4] سنن ابی داوٗد کتاب الجنائز آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۰۴

Marfat.com

فی سننہ کما فی شرح الصدور۔

کرتا ہوں۔ اسے سعید بن منصور نے اپنی سنن میں بیان کیا جیسا کہ شرح الصدور میں ہے۔

اقول وھذہ الاحادیث تؤید ما اخترنا وتؤذن ان تاویل ابی جعفر رحمہ اللہ تعالٰی لیس فی محلہ فبما فی عامۃ الکتب نأخذ لاعتضادھا بنصوص الاحادیث ولانہ علیہ الاکثر وقد نصوا ان العمل بما علیہ الاکثر وانہ لایعدل عن روایۃ ما وافقتھا درایۃ فکیف اذا کان ھو الاشھر الاظھر الاکثر الازھر وبھذا یضعف ما زعم العلامۃ البدر فی العمدۃ فتبصر۔

میں کہتا ہوں ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جو بات ہم نے اختیار کی ہے وہ درست ہے، اور ابوجعفر رحمہ اللہ تعالٰی کی تاویل برمحل نہیں۔ لہٰذا ہم وہ مسلک اختیار کرتے ہیں جو [illegible] کتب میں ہے، کیونکہ اسے احادیث کی صراحت سے تقویت حاصل ہے، اور اس لیے بھی اکثر کا یہی قول ہے کیونکہ علماء نے صراحت کردی ہے کہ عمل اس پر ہوگا جس پر اکثریت ہوگی اور یہ کہ اس روایت سے عدول نہیں کیا جاتا ہے جو درایت کے مطابق ہو، تو پھر اس سے عدول کا جواز کیا ہوگا جو اشہر، اظہر، اکثر اور واضح ہے، اور اسی سے علامہ بدر کا زعم عمدہ میں ضعیف قرار پاتا ہے، تو غور کیجئے۔

ان ہی احادیث سے ہمارے علماء رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم نے بے ضرورت[ع] قبر پر چلنے اور اس پر بیٹھنے اور پاؤں رکھنے سے منع فرمایا کہ یہ سب حرمتِ مومن کے خلاف ترکِ ادب وگستاخی ہے،

ففی النوادر والتحفۃ والبدائع والمحیط وغیرھا

تو نوادر، تحفہ، بدائع اور محیط وغیرہ میں ہے کہ

ع قولہ بے ضرورت، ضرورت کی صورت مثلاً قبرستان میں میت کے لیے قبر کھودنے یا دفن کرنے جانا چاہتے ہیں بیچ میں قبریں حائل ہیں اس حاجت کیلئے اجازت ہے پھر بھی جہاں تک بن پڑے بچتے ہوئے جائیں اور ننگے پاؤں ہوں، ان اموات کیلئے دعا واستغفار کرتے جائیں،

فی حاشیۃ العلامۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح عن شرح المشکوٰۃ الوطء لحاجۃ کدفن المیت لایکرہ اھ وعن السراج فان لم یکن لہ طریق الاعلی القبر جاز لہ المشی علیہ للضرورۃ[1]۔ ۱۲ منہ

علامہ طحطاوی کے حاشیہ علی مراقی الفلاح میں شرح مشکوٰۃ سے [illegible] ہے کہ ضرورت کے پیشِ نظر مثلاً میت کو دفن کرنے جانا ہو تو قبروں پر سے گزرنا مکروہ نہیں اھ اور سراج سے ہے کہ اگر قبر پر ہی گزرنے کا راستہ ہو تو اس پر چلنا ضرورتاً جائز ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی زیارۃ القبور نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۴۰

Marfat.com

اقول اس توجیہ پر امام علامہ محدث عارف باللہ حکیم الامۃ سیدی محمد بن علی ترمذی قدس سرہ نے جزم فرمایا۔ تصریح فرماتے ہیں کہ :

"ارواح کو ان کی بے حرمتی و تنقیصِ شان معلوم ہو جاتی ہے لہذا ایذا پاتی ہیں۔"

قال سیدی عبد الغنی فی الحدیقۃ عن نوادر الاصول معناہ ان الارواح تعلم بالترك اقامۃ الحرمۃ وبالاستهانۃ فتتأذی بذلك[1] اھ۔

سیدی عبد الغنی نے حدیقہ میں نوادر سے نقل کرتے ہوئے فرمایا: اس کے یہ معنی ہیں کہ ارواح اپنی اہانت و ذلت کو محسوس کرتی ہیں اور اس سے انھیں ایذا ہوتی ہے اھ

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لان امشی علی جمرۃ اوسیفٍ او اخصف نعلی برجلی احب الی من ان امشی علی قبر[2] رواہ ابن ماجۃ عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ واسنادہ جید کما افاد المنذری۔

البتہ چنگاری یا تلوار پر چلنا یا جوتا پاؤں سے گانٹھنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی قبر پر چلوں۔ اسے ابن ماجہ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اس کی سند عمدہ ہے جیسا کہ منذری نے افادہ کیا۔ (ت)

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں :

لان اطاء علی جمرۃ احب الی من ان اطاء علی قبر مسلم۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر باسناد حسن[3] قالہ امام عبد العظیم۔

بے شک مجھے آگ پر پاؤں رکھنا زیادہ پیارا ہے مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھنے سے۔ اسے طبرانی نے معجم کبیر میں بسندِ حسن روایت کیا۔ جیسا کہ امام عبد العظیم نے کہا ہے۔ (ت)

ان ہی صحابی اجل کسی نے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا، فرمایا :

کما اکرہ اذی المؤمن فی حیاتہ فانی اکرہ اذاہ بعد موتہ[4]۔ اخرجہ سعید بن منصور

میں جس طرح مسلمان کی ایذا اس کی زندگی میں مکروہ جانتا ہوں یونہی بعد موت اس کی ایذا کو ناپسند

---

[1] حدیقہ ندیہ الصنف الثامن من الاصناف القسمۃ فی آفات الرجل مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۰۵

[2] سنن ابن ماجہ باب ما جاء فی النہی عن المشی علی القبور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۳

[3] الترغیب والترہیب الترہیب من الجلوس علی القبر الخ مصطفی البابی مصر ۲/ ۳۷۲

[4] شرح الصدور باب تاذیہ بسائر وجوہ الاذی خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۱۲۹

Marfat.com

اور محیط سے نقل فرمایا:

یکرہ ان یطأ علی القبر یعنی بالرجل ویقعد علیہ[1] اھ قولہ یعنی بالرجل قلت فسّر بذٰلک لئلّا یحمل علی الجماع۔

اقول ویکرہ ایضاً بل اشد لما فیہ من زیادۃ الاستخفاف کالوطأ علی سطح المسجد مع الدلالۃ علی تناھی القلب فی تناسی الموت، فکان الحمل علی الوطأ بالرجل لیکون ادخل فی النھی عن الوطأ بمعنی الجماع بطریق دلالۃ النص لا لانہ غیر مکروہ ھکذا ینبغی ان یفھم۔ اور جامع الفتاوٰی سے لائے: انہ والتراب الذی علیہ حق المیت فلا یجوز ان یوطأ[2]۔ اور مجتبٰی سے لائے: ان المشی علی القبور یکرہ[3]۔ اور شرعۃ الاسلام و شرح شرعہ سے: من السنۃ ان لا یطأ القبور فی نعلیہ فان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یکرہ ذٰلک الخ[4] اور امام شمس الائمہ حلوانی سے: انہ قال یکرہ[5]۔ اور امام علی ترجمانی سے: قال یأثم بوطئ القبور لان سقف القبر حق المیت[6] اھ۔

اقول وھذا نص علی ما اخترنا من کراھۃ التحریم اذ لا اثم فی المکروہ تنزیھا، لان مرجعہ الی خلاف الاولی، ولانہ

قبر کو پیروں سے روندنا اور اس پر بیٹھنا مکروہ ہے اھ قلت پیروں سے روندنے کی تشریح اس لیے کر دی کہ جماع پر محمول نہ کیا جائے۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) جماع بھی مکروہ ہے بلکہ اس کی کراہت زائد ہے کیونکہ اس میں زیادہ توہین ہے جیسے مسجد کی چھت پر وطی کرنا، پھر اس میں موت کا بھول جانا بھی شامل ہے۔ لہٰذا پیروں سے روندنے پر محمول کرنا اس لیے ہے تاکہ جماع کی ممانعت پر بطریق دلالت النص دلالت کرے۔ یہ مطلب نہیں کہ وطی مکروہ نہیں، اس طرح سمجھنا چاہیے۔ اور جامع الفتاوٰی سے نقل کیا کہ یہ وہ مٹی ہے جس پر میّت کا حق ہے لہٰذا اس کو روندنا جائز نہیں۔ اور مجتبٰی میں ہے: قبروں پر چلنا مکروہ ہے۔ شرعۃ الاسلام اور اس کی شرح میں ہے: سنّت یہ ہے کہ جوتوں سمیت قبریں نہ روندی جائیں کیونکہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسے مکروہ سمجھتے تھے ــــ اور شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ یہ مکروہ ہے ــــ اور امام علی ترجمانی سے ہے کہ قبروں کے روندنے سے گنہگار ہوگا کیونکہ قبر کی چھت میّت کا حق ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) یہ بھی ہمارے اختیار کردہ قول کراہت تحریمہ کی صراحت کرتا ہے کیونکہ مکروہ تنزیہی میں کوئی گناہ نہیں ہوتا وہ صرف خلافِ اولٰی ہے نیز

---

[1] و[2] و[3] حدیقہ ندیہ الصنف الثامن من الاصناف التسعۃ فی آفات الرجل نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۵۰۴
[4] و[5] و[6] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۲/۵۰۵

Marfat.com

ان اباحنیفۃ کرہ وطء القبر والقعود او النوم او قضاء الحاجۃ علیہ[1] کذا نقل العلامۃ ابن امیر الحاج فی الحلیۃ۔

ابوحنیفہ نے قبر کا روندنا، بیٹھنا، سونا، اس پر قضائے حاجت کرنا مکروہ کہا ہے۔ اسی طرح ابنِ امیر الحاج نے حلیہ میں نقل کیا۔

اقول والکراھۃ عند الاطلاق کراھۃ تحریم کما صرحوا بہ مع مایفیدہ من النھی الوارد فی الاحادیث معللاً بالایذاء والایذاء حرام فھذا ماندین اللہ تعالٰی بہ وان قیل وقیل۔

میں کہتا ہوں جب کراہت مطلق ہو تو مراد کراہتِ تحریم ہوتی ہے جیسا کہ فقہاء نے تصریح کی ہے، پھر اس نہی سے بھی تائید ہوتی ہے جو احادیث میں ایذاء کی علت سے متعلق وارد ہے اور ایذا حرام ہے، پس دیانتداری کی بات یہی ہے اب خواہ کوئی کچھ کہتا رہے۔

حاشیہ طحطاوی علی شرح نور الایضاح میں سراج وہاج سے ہے:

ان لم یکن لہ طریق الا علی القبر جاز لہ المشی علیہ للضرورۃ[2] اھ **اقول** وھذا ایضا دلیل علی ما اخترنا من کراھۃ التحریم فان المفھوم المخالف معتبر فی الروایات وکلام العلماء بالاتفاق فافاد ان المشی لایجوز بلاضرورۃ ومالایجوز فادناہ کراھۃ التحریم۔

اگر قبر پر ہی سے راستہ ہو تو اس پر چلنا ضرورتاً جائز ہے۔ اھ **اقول** (میں کہتا ہوں۔ت) اس سے بھی ثابت کہ ہمارا قول کراہتِ تحریمی کا درست ہے، کیونکہ مفہوم مخالف روایات اور کلام علماء میں بالاتفاق معتبر ہے، تو معلوم ہُوا کہ بلاضرورت قبر پر چلنا ناجائز ہے اور جو ناجائز ہو اس کا ادنٰی درجہ مکروہِ تحریمی ہے۔

سیّدی عبدالغنی نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

قال الوالد رحمہ اللہ تعالٰی فی شرحہ علی الدرر ویکرہ ان یوطأ القبر لما روی عن ابن مسعود[3] الخ وذکر الاثر الذی رویناہ۔

والد صاحب نے درر کی شرح میں فرمایا کہ قبر کا روندنا مکروہ ہے جیسا کہ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے الخ، پھر آپ نے وہی اثر ذکر کیا جو ہم روایت کرچکے ہیں۔

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی سنۃ الدفن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۲۰
تحفۃ الفقہاء باب الدفن وحکم الشہداء دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۲۵۷
[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی زیارۃ القبور نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۴۰
[3] حدیقہ ندیہ الصنف الثامن من الاصناف التسعۃ فی آفات الرجل نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۵۰۴

Marfat.com

اسی میں ہے :

کرہ وطؤھا بالاقدام لما فیہ من عدم الاحترام، وقال قاضی خان لو وجد طریقا فی المقبرۃ وھو یظن انہ طریق احدثوہ لایمشی فی ذالك وان لم یقع فی ضمیرہ لاباس بان یمشی فیہ[1] اھ ملخصا۔

قبروں کو پیروں سے روندنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں بےحرمتی ہے۔ قاضی خاں نے کہا کہ اگر کسی شخص نے قبرستان میں کوئی راستہ دیکھا جس کے بارے میں اسے گمان ہے کہ یہ لوگوں نے نیا بنالیا ہے تو وُہ اس پر نہ چلے اور اگر اس کے دل میں اس قسم کا خیال پیدا نہ ہو تو چلنے میں مضائقہ نہیں اھ ملخصاً۔

اقول وھذا ایضا دلیل ما اخترناہ فانہ علق نفی البأس ان لایقع فی قلبہ انہ طریق علی قبر فافاد وجود البأس فیما اذا وقع ذلك فی نفسہ وایضا قد تقدم التصریح بالحرمۃ عن الشامی والطحطاوی عن علمائنا رحمھم اللہ تعالٰی۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) یہ بھی ہمارے قول کی دلیل ہے کیونکہ اس میں جواز کی صورت دل میں اس خیال کا نہ آنا ہے کہ یہ راستہ قبروں پر بنایا گیا ہے، جس کا صاف مطلب یہ ہُوا کہ اگر اس کے دل میں اس قسم کا خیال پیدا ہو تو پھر مضائقہ ہوگا، نیز شامی اور طحطاوی جو ہمارے علماء ہیں رحمہم اللہ تعالٰی اُن سے منقول شدہ حرمت کی تصریح پہلے گزر چکی ہے۔

علامہ اسمٰعیل نابلسی حاشیۂ درر وغرر میں فرماتے ہیں :

لاباس بزیارۃ القبور والدعاء للاموات ان کانوا مومنین[عہ] من وطئ القبور۔ کما فی البدائع والملتقط[2] اھ۔

قبروں کی زیارت اور مُردوں کے حق میں دُعا کرنے میں حرج نہیں بشرطیکہ قبریں نہ روندی جائیں، جیسا کہ بدائع اور ملتقط میں ہے۔

طریقہ محمدیہ میں ہے :

من اٰفات الرجل المشی علی المقابر[3] اھ۔

پَیر کی آفتوں میں سے قبروں کا روندنا ہے۔ اھ

امام علامہ محقق علی الاطلاق ان لوگوں پر اعتراض فرماتے ہیں جن کے اعزاء و اقرباء کے گرد مخلوق دفن ہے،

عہ علٰی صیغۃ المفعول ای اٰمنین ۱۲

مؤمنین صیغہ مفعول ہے یعنی جب وُہ محفوظ رہیں ۱۲ (ت)

[1] مراقی الفلاح علٰی ہامش حاشیۃ الطحطاوی فصل فی زیارۃ القبور نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۴۲

[2] الحدیقۃ الندیۃ بحوالہ شرح الدرر الصنف الثامن فی آفات الرجل مکتبہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۰۵

[3] طریقہ محمدیہ الصنف الثامن فی آفات الرجل مطبع ہندو پریس دہلی ۲/ ۲۵۹

Marfat.com

ربما تعمده النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بیاناً للجواز والنبی معصوم عن تعمد الاثم ولان الموثم لا یجوز فلا معنی لبیان الجواز ولانهم صرحوا انه یجامع الاباحة كما فی اشربة رد المحتار ابی السعود، والمعصیة لا تجامعها ولانهم یعبرون عنها بنفی الباس وای باسٍ اعظمُ من الاثم ولان الموثم واجب الترك وما وجب تركه كان فعله مقارباً بالحرام وهذا معنی كراهة التحریم، ولانهم نصوا ان فاعل المكروه تنزیها لا یعاقب اصلاً كما فی التلویح مع ما اعتقدنا ان الله تعالیٰ ان یعاقب علی كل جریرة ولو صغیرة فهذه بحمد الله تعالیٰ سبعة دلائل ناطقة بان ماوقع عن بعض[عـه] ابناء الزمان فی رسالة شرب الدخان من ان المكروه تنزیها من الصغائر غلط فاحش وخطاء عظیم نعم قد صرح صاحب البحر فی بحره ان المكروه تحریما منها فتثبت ولا تخبط۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیانِ جواز کے لیے قصداً ایسا کیا اور نبی قصداً گناہ کرنے سے معصوم ہوتا ہے، اور گناہ میں مبتلا کرنے والی چیز کا ارتکاب جائز نہیں ہوتا تو بیانِ جواز کے کیا معنی؟ پھر یہ اباحت کے ساتھ مجتمع ہوتا ہے جیسا کہ اشربۂ ردالمحتار میں ابی السعود سے ہے اور معصیت اباحت کے ساتھ مجتمع نہیں ہوتی ہے۔ پھر علماء اس کی تعبیر نفی باس سے کرتے ہیں اور گناہ سے بڑھ کر کون باس عظیم ہوگا، اور اس لیے کہ گناہگار بنانے والی چیز واجب الترک ہے اور جس چیز کا ترک واجب ہو اس کا فعل حرام کے قریب ہوگا اور یہی معنی کراہت تحریم کے ہیں، اور اس لیے بھی کہ فقہاء نے تصریح کردی ہے کہ مکروہ تنزیہی کے فاعل پر بالکل گناہ نہ ہوگا جیسا کہ تلویح میں ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ چھوٹے سے چھوٹے جرم پر سزا دے سکتا ہے۔ بحمد اللہ تعالیٰ یہ سات دلائل ہیں جن سے معلوم ہوا کہ بعض ابناءِ زمانہ نے رسالہ شرب الدخان میں مکروہِ تنزیہی کو صغائر سے بتا کر فاحش غلطی اور خطاءِ عظیم کی ہے، البتہ صاحبِ بحر نے اپنی بحر میں تصریح کی ہے کہ مکروہِ تحریمی صغائر سے ہے۔ پس اسے سمجھ اور دیوانہ نہ بن۔

نورالایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں ہے:

فصل فی زیارة القبور ندب زیارتها من غیر ان یطأ القبور[1]

"فصل زیارتِ قبور کے بیان میں" زیارتِ قبور مستحب ہے مگر قبریں نہ روندی جائیں۔

عـه هو المولوی عبد الحی اللكنوی ۱۲ — وہ مولوی عبدالحی لکھنوی ہے ۱۲ (ت)

[1] مراقی الفلاح علی حاشیۃ الطحطاوی فصل فی زیارة القبور نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۴۰

Marfat.com

بعض المتاخرین۔ امام ابوجعفر اور ان کے تابع بعض متاخرین کے۔

اور اس فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے حضرت سیدی ابوالحسین نوری مدظلہ العالی سے سُنا کہ ہمارے بلاد میں مارہرہ مطہرہ کے قریب ایک جنگل میں گنج شہیداں ہے، کوئی شخص اپنی بھینس لیے جاتا تھا، ایک جگہ زمین نرم تھی، ناگاہ بھینس کا پاؤں جارہا، معلوم ہوا یہاں قبر ہے، قبر سے آواز آئی: "اے شخص! تُو نے مجھے تکلیف دی، تیری بھینس کا پاؤں میرے سینے پر پڑا۔" فیہا قصۃ لطیفۃ تدل علی عظیم قدرۃ اللہ تعالٰی وعجیب صنعہ فی الشہداء (اس میں لطیف قصہ ہے جو شہداء کے بارے میں اللہ تعالٰی کی قدرت عظیمہ اور عجیب صناعی پر دلالت کرتا ہے۔ ت)

اب بحمداللہ تعالٰی حکم مسئلہ مثل آفتاب روشن ہوگیا، جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے قبر پر بیٹھنے اور اس سے تکیہ لگانے اور مقابر میں جُوتا پہن کر چلنے والوں کو منع فرمایا، اور علماء نے اس خیال سے کہ قبور پر پاؤں نہ پڑے گورستان میں جو راستہ جدید نکالا گیا ہو اس میں چلنے کو حرام بتایا اور حکم دیا کہ قبر پر پاؤں نہ رکھیں بلکہ اس کے پاس نہ سوئیں، سنّت یہ ہے کہ زیارت میں بھی وہاں نہ بیٹھیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ بلحاظ ادب پاس بھی نہ جائیں، دُور ہی سے زیارت کر آئیں اور قبرستان کی خشک گھاس اگر جانوروں کو کھلانا جائز فرمایا مگر یُوں کہ یہاں سے کاٹ کر لے جائیں نہ کہ جانوروں کو مقابر میں چرائیں اور تصریح فرمائی کہ مسلمان زندہ و مردہ کی عزّت برابر ہے، اور جس بات سے زندوں کو ایذا پہنچتی ہے مُردے بھی اس سے تکلیف پاتے ہیں اور انھیں تکلیف دینا حرام، تو خود ظاہر ہُوا کہ یہ فعل مذکور فی السوال کس قدر بے ادبی و گستاخی و باعث گناہ اور استحقاق عذاب ہے۔ جب مکان سکونت بنایا گیا تو چلنا پھرنا بیٹھنا لیٹنا، قبور کو پاؤں سے روندنا، ان پر پاخانہ، پیشاب، جماع سب ہی کچھ ہوگا اور کوئی دقیقہ بے حیائی اور اموات مسلمین کی ایذا رسانی کا باقی نہ رہے گا والعیاذ باللہ رب العالمین۔

علماء فرماتے ہیں: جہاں چالیس مسلمان جمع ہوتے ہیں ان میں ایک ولی اللہ ضرور ہوتا ہے کما صرح بہ العلامۃ المناوی رحمہ اللہ تعالٰی فی التیسیر شرح الجامع الصغیر (جیسا کہ علامہ مناوی رحمہ اللہ تعالٰی نے تیسیر شرح جامع صغیر میں تصریح کی۔ ت)

اور ظاہر ہے کہ مقابر مسلمین میں صدہا مسلمانوں کی قبریں ہوتی ہیں بلکہ خدا جانے ایک ایک قبر میں کس کس قدر دفن ہیں تو بالضرورت ان میں بندگانِ مقبول بھی ضرور ہوں گے بلکہ اس امر کی اموات میں زیادہ امید ہے کہ بہت بندے خدا کے جو زندگی میں آلودۂ گناہ تھے بعد موت پاک وطیب ہوگئے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: الموت کفارۃ لکل مسلم[1] موت کفارۂ گناہ ہے ہرسُنّی مسلمان کے لیے۔

ع فائدہ جلیلہ: محاورۂ قرآن و حدیث میں مومن و مسلم خاص اہلسنت کو کہتے ہیں کہ (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] شعب الایمان حدیث ۹۸۸۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۱۷۱

Marfat.com

وُہ ان قبروں کو روندتے ہُوئے اپنے عزیزوں کی گور تک جاتے ہیں، انھیں چاہئے کنارِ گورستان سے زیارت اور دُعا کرلیں اور ان کی قبروں کے قریب نہ جائیں۔

فقد قال فی الفتح یکرہ الجلوس علی القبر و وطؤہ فما یصنعہ الناس ممن دفنت اقاربہ ثم دفن حوالیھم خلق من وطأ تلك القبور الی ان یصل الی قبر قریبہ مکروہ[1]۔

چنانچہ فتح میں کہا: قبر پر بیٹھنا اور اس کو روندنا مکروہ ہے تو وُہ لوگ جن کے رشتہ داروں کے گرد دوسروں کی قبریں ہوں ان کا ان قبروں کو روندنا اپنے قریبی رشتہ دار کی قبر تک پہنچنے کے لیے مکروہ ہے۔

امام محدث حافظ الحدیث ابوبکر بن ابی الدنیا حضرت ابوقلابہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

اقبلت من الشام الی البصرۃ فنزلت الخندق فتطھرت وصلیت رکعتین باللیل ثم وضعت راسی علی قبر فنمت۔ ثم انتبھت فاذا بصاحب القبر یشتکی ویقول لقد اٰذیتنی منذ اللیلۃ[2] الخ۔

یعنی میں ملک شام سے بصرہ کو آتا تھا۔ رات کو خندق میں اُترا، وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی، پھر ایک قبر پر سر رکھ کر سو رہا، جب جاگا تو ناگاہ سُنا کہ صاحبِ قبر شکایت کرتا اور فرماتا ہے کہ تُو نے رات بھر مجھے ایذا پہنچائی الخ۔

ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی دلائل النبوۃ میں حضرت عثمان نہدی سے وہ مینا تابعی سے راوی: "میں مقبرے میں گیا، دو رکعت پڑھ کر لیٹ رہا، خدا کی قسم! مَیں خوب جاگ رہا تھا کہ سُنا، صاحبِ قبر کہتا ہے: قم فقد اٰذیتنی[3] (اُٹھ کہ تُو نے مجھے ایذا دی)"۔

امام حافظ ابن مندہ قاسم بن مخیمرہ سے راوی: "کسی شخص نے ایک قبر پر پاؤں رکھا، قبر سے آواز آئی: الیك عنی ولا تؤذنی[4] (اپنی طرف ہٹ (دُور ہو اے شخص میرے پاس سے) اور مجھے ایذا نہ دے)"۔

ذکرھما العلامۃ السیوطی فی شرح الصدور اقول وفیھما تائید لما علیہ عامۃ علمائنا خلافًا للامام ابی جعفر ومن تابعہ من

ان دونوں کو علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ نے شرح الصدور میں درج فرمایا **اقول** ان دونوں روایتوں میں اس کی تائید ہوتی ہے جس پر ہمارے عام علماء ہیں، بخلاف

---

[1] فتح القدیر — فصل فی الدفن — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۰۲
[2] شرح الصدور بحوالہ ابن ابی الدنیا — باب ما ینفع المیت فی قبرہ — خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۱۲۸
[3] دلائل النبوۃ للبیہقی — باب ما جاء فی الرجل الخ — دارالکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۴۰
[4] شرح الصدور بحوالہ ابن مندہ عن القاسم بن مخیمرہ باب تاذیہ بسائر وجوہ الاذی — خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۶

Marfat.com

اور بعد موت کیسا ہی فاسق فاجر ہو اس کے بُرا کہنے اور اس کی بُرائیاں ذکر کرنے سے منع فرمایا کہ وہ اپنے کئے کو پہنچ گیا۔

اخرج الامام احمد والبخاری والنسائی عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لاتسبوا الاموات فانہم قد افضوا الی ما قدموا[1]۔

امام احمد، بخاری اور نسائی نے امّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت کی انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے، فرمایا "تم مُردوں کو بُرا نہ کہو کیونکہ اُنھوں نے جو کچھ کیا تھا وہ اس کی جزا کو پہنچے"۔

واخرج ابوداؤد والترمذی والحاکم والبیہقی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویہم[2] واخرج النسائی بسند جید عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لاتذکروا ھلکاکم الا بخیر[3]

اور ابوداؤد، ترمذی، حاکم اور بیہقی نے ابن عمر سے انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ "تم اپنے مُردوں کی خوبیاں بیان کرو اور اُن کی برائیوں سے درگزر کرو"۔ اور نسائی نے بسندِ جیّد عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی اور انھوں نے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے کہ "تم اپنے مُردوں کو بھلائی سے ہی یاد کرو۔"

بعد اس اطلاع کے بھی اگر ایسے اشخاص اپنی حرکت سے باز نہ آئیں تو اب ان کی گستاخیاں عوام مومنین کے ساتھ ہی نہیں بلکہ حضرات اولیائے کرام کے ساتھ بھی ہوں گی، اور اشد و اعظم مصیبت اس کی جو اولیاء کی جناب رفیع میں گستاخ ہو۔ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ جلّ جلالہٗ فرماتا ہے:

من عادی لی ولیاً فقد اٰذنتہ بالحرب[4] رواہ الامام البخاری عن سیدنا ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جو میرے کسی ولی سے دشمنی باندھے میں نے اس سے لڑائی کا اعلان کردیا۔ اسے امام بخاری نے سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا۔

اقول وکفی بالجامع الصحیح حجۃ وان کان فی قلب الذھبی ما کان۔

اقول دلیل کے طور پر جامع صحیح کا حوالہ کافی ہے اگرچہ مریب کے دل میں کچھ شک گزرے۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ما ینہی من سب الاموات قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۷

[2] سنن ابی داؤد باب فی النہی عن سب الموتٰی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۱۵

[3] سنن النسائی النہی عن ذکر الھلکی الّا بخیر مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۲۲۲

[4] صحیح البخاری کتاب الرقاق باب التواضع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۶۳

Marfat.com

اخرجه ابو نعیم والبیهقی فی شعب الایمان عن انس رضی الله تعالیٰ عنه وقال السیوطی صححه ابن العربی۔

اسے ابو نعیم اور بیہقی نے شعب الایمان میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور علامہ سیوطی نے فرمایا کہ ابن عربی نے اس کی تصحیح کی۔

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ فاجر معلن کے فسق وفجور کا اس کی زندگی میں اعلان کیا جائے تاکہ لوگ اس سے احتراز کریں۔

اخرج ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبة والترمذی فی النوادر والحاکم فی الکنیٰ والشیرازی فی الالقاب وابن عدی فی الکامل والطبرانی فی الکبیر والبیهقی فی السنن والخطیب فی التاریخ، کلهم عن الجارود عن بهز بن حکیم عن ابیه عن جده عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اترعون عن ذکر الفاجر متی یعرفه الناس اذکروا الفاجر بما فیه یحذره الناس[1]

ابن ابی الدنیا نے ذم الغیبة میں اور ترمذی نے نوادر میں اور حاکم نے کنیٰ میں اور شیرازی نے القاب میں اور ابن عدی نے کامل میں اور طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے سنن میں اور خطیب نے تاریخ میں، سب نے جارود سے، جارود نے بہز بن حکیم سے، انھوں نے اپنے باپ سے اور ان کے دادا نے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے روایت کی کہ کیا تم فاجر کا ذکر کرنے سے ڈرتے ہو، لوگ اسے کب پہچانیں گے فاجر کی برائیاں بیان کرو تاکہ لوگ اس سے بچیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) زمانۂ نزولِ قرآنِ عظیم وارشادِ حدیث کریمہ میں صرف اہلِ حق اہلِ سنّت وجماعت ہی تھے۔ اس زمان برکت نشان میں کسی بدمذہب ومبتدع کا ہونا محال تھا کہ بدمذہبی شُبہ وتاویل سے پیدا ہوتی ہے جسے یقین قطعی سے بدلنے والے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا میں جلوہ فرما تھے۔ اگر شبہ گزرتا حضور کشف فرماتے۔ شبہ والا مانتا تو سُنّی ہوتا، نہ مانتا تو کافر ہو جاتا۔ یہ بیچ کی شق وہاں ممکن ہی نہ تھی ولہٰذا آیۂ کریمہ "ویتبع غیر سبیل المؤمنین" سے جب علماء نے حجیتِ اجماع پر استدلال کیا تصریح فرما دی کہ مبتدعین کا اتفاق اجماع میں ملحوظ نہیں کہ مومنین سے مراد اُمّتِ اجابت ہیں۔ مبتدعین اُمّتِ اجابت نہیں اُمتِ دعوت ہیں۔ دیکھو توضیح وتلویح بحث اجماع وغیرہ۔ یہ فائدہ نفیسہ یاد رکھنے کا ہے کہ "انما المؤمنون اخوة" وغیرہا آیات واحادیث میں مومنین سے اہلسنت ہی مراد ہیں۔ انھیں کے باہم اتفاق واتحاد کا حکم ہے۔ ندوة خذلها اللہ تعالےٰ کی تعمیم اور تمام گمراہوں، بدمذہبوں سے اتحاد وداد کی تعلیم سب بے دینوں کی تکریم وتعظیم پر ان نصوص کو پیش کرنا محض بد دینی اور ضلالت ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ ۱۲ منہ

---

[1] نوادر الاصول اصل ۶۶ فی ذکر الفاجر الخ دار صادر بیروت ص ۲۱۳
تاریخ بغداد ترجمہ ۳۷۴۵ و ۳۷۵۱ دار الکتاب العربی بیروت ۷/۲۶۲و۲۶۸ و ۱/۳۸۲

Marfat.com

اس پر چند مسلمانان عالی ہمت نے اس تہائی خالی سطح زمین پر مدرسہ اور کتب خانہ بنانے کے لیے حاکم وقت سے درخواست کی تھی۔ تحقیق کرنے کے بعد کہ وہاں کوئی قبر نہیں ہے، حاکم نے اجازت دے دی۔ ان حضرات نے مدرسہ و کتب خانہ بنانے کے لیے تمام سامان فراہم کیا ہے۔ اس صورت میں ایسے مقام پر مدرسہ و کتب خانہ بنانا درست ہے یا نہیں؟ اور مدرسہ کی نیو (بنیاد) کھودتے وقت اگر احیاناً وہاں مُردے کی بوسیدہ ہڈی نکلے تو اس کا کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

وقف کی تبدیل جائز نہیں۔ جو چیز جس مقصد کے لیے وقف ہے اسے بدل کر دوسرے مقصد کے لیے کر دینا روا نہیں۔ جس طرح مسجد یا مدرسہ کو قبرستان نہیں کر سکتے یونہی قبرستان کو مسجد یا مدرسہ یا کتب خانہ کر دینا حلال نہیں۔

سراج وہاج پھر فتاوی ہندیہ میں ہے:

لایجوز تغییر الوقف عن ہیأتہ فلا یجعل بستاناً ولا الخان حماماً ولا الرباط دکاناً الا اذا جعل الواقف الی الناظر مایری فیہ مصلحۃ الواقف[1] اھ

وقف کو اس کی ہیئت سے تبدیل کرنا جائز نہیں لہذا گھر کا باغ بنانا اور سرائے کا حمام بنانا اور رباط کا دکان بنانا جائز نہیں، ہاں جب واقف نے نگہبان پر معاملہ چھوڑ دیا ہو کہ وہ ہر وہ کام کر سکتا جس میں وقف کی مصلحت ہو تو جائز ہے اھ

قلت فاذا لم یجز تبدیل الہیأۃ فکیف بتغییر اصل المقصود۔

قلت (میں کہتا ہوں۔ ت) جب ایک ہیئت کی تبدیلی جائز نہیں تو اصل مقصود کی تغییر کیونکر جائز ہوگی!

اور اس پارہ قبرستان میں سو برس سے کوئی قبر نہ ہونا اُسے قبرستان ہونے سے خارج نہیں کر سکتا۔ امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے قول مفتی بہ پر تو واقف کے صرف اتنا کہنے سے کہ میں نے یہ زمین دفن مسلمان کیلئے وقف کی، یا اس زمین کو مقبرۂ مسلمین کر دیا، وہ تمام زمین قبرستان ہو جاتی ہے اگرچہ ہنوز ایک مُردہ بھی دفن نہ ہوا، اور امام محمد کے قول پر ایک شخص کے دفن سے ساری زمین قبرستان ہو جاتی ہے۔

اسعاف پھر ردالمحتار میں ہے:

تسلیم کل شئ بحسبہ ففی المقبرۃ بدفن واحد وفی السقایۃ بشربہ وفی الخان

ہر چیز کا سپرد کرنا اس کی حیثیت کے مطابق ہوتا ہے تو مقبرے میں ایک شخص کو دفن کرنا ہے اور سقایہ

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف الباب الرابع عشر فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۹۰

Marfat.com

غرض ان لوگوں پر ضرور ہے کہ اپنے حالِ سقیم پر رحم کریں اور خدائے جبار قہار جل جلالہ کے انتقام سے ڈریں اور مسلمانوں کے اموات کو ایذا نہ پہنچائیں، آخر انھیں بھی اپنے امثال کی طرح ایک دن زمین میں جانا اور بیکس بے بس ہو کر پڑنا ہے۔ جیسا آج یہ لوگوں کے ساتھ پیش آتے ہیں ویسا ہی اور لوگ کل ان کے ساتھ کریں گے۔

عنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما تدین تدان[1]۔ اخرجہ ابن عدی فی الکامل عن ابن عمر واحمد فی المسند عن ابی الدرداء و عبدالرزاق فی الجامع عن ابی قلابۃ مرسلاً وھو عند الاٰخرین قطعۃ حدیث، قلت ولہ شواھد جمۃ، وھو من جوامع کلمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جیسا کروگے ویسا بھروگے۔ اسے ابن عدی نے کامل میں ابن عمر سے، احمد نے مسند میں ابی الدرداء سے اور عبدالرزاق نے جامع میں ابو قلابہ سے مرسلاً روایت کیا ہے، اور آخری دو کے نزدیک یہ حدیث کا ٹکڑا ہے، قلت (میں کہتا ہوں) اس کے لیے شواہد کثیر ہیں اور یہ حدیث حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جامع کلمات میں سے ہے (ت)

اللہ تعالیٰ کی طرف شکوے کہ یہ بلا ان جاہلوں میں ان اجہلوں کی پھیلائی ہوئی ہے جنھوں نے اموات کو بالکل پتھر سمجھ لیا کہ مرگئے اور خاک ہوگئے۔ نہ اب کچھ سنیں نہ سمجھیں، نہ کسی چیز سے ایذا یا راحت پائیں اور جہاں تک بن پڑا قبورِ مسلمین کی عظمت قلوبِ عوام سے چھیل (سلب کر) ڈالی۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

وصلِ دوم

تنقیحِ مقام وتفضیحِ اوہامِ نجدیہ لیام، نقل در فتوٰی فقیر غفرلہ ملک الانعام

فتوٰی اُولٰی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ از کلکتہ امرتلا لین نمبر ۹ ۔ مرسلہ حاجی لعل خاں صاحب و بار دوم بلفظہٖ از کانپور بازار نیا گنج کمپنی دادو جی دادا بھائی سورتی، مرسلہ عبدالرحیم صاحب ۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین رحمہم اللہ تعالیٰ اس مسئلے میں کہ ایک طرف چند پرانی قبریں پائی جاتی ہیں اور باقی ایک تہائی سطح میدان پڑا ہوا ہے اور وہاں کے عمر رسیدہ قریب اسّی سے نوّے برس کے بزرگوں سے تحقیق کرنے پر وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کے ہوش سے ہم لوگوں کے جاننے میں کسی حصہ اس سطح زمین میں کوئی میّت دفن نہیں ہوا ہے،

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن عدی عن ابن عمر حدیث ۴۳۰۳۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۷۷۲

Marfat.com

ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کانپوری مولوی احمد حسن صاحب سے ملاقات ہوئی۔ کہتے تھے کہ بالفعل ایک اشد ضرورت ہے وہ یہ کہ جامع العلوم والوں نے ایک فتوٰی لکھا، مستفتی میرے پاس لایا، میں نے ان کے خلاف جواب لکھا۔ جامع العلوم والوں نے اس کو دیوبند بھیجا۔ انھوں نے اپنے ہم مذہبوں کے جواب کی تصدیق کی۔ مستفتی پھر میرے پاس آیا کہ اب میں کس کے قول پر عمل کروں، میں نے کہا کہ جو فیصلہ حکم کرے اُس پر عمل کرو۔ حضرت مولنا سے بڑھ کر حکم کون ہے، لہذا اس استفتاء کو اپنے ہمراہ لیتے جاؤ اور مولانا سے جواب لکھوالاؤ اور فوراً روانہ کردو۔ چونکہ میرا ارادہ حاضری کا تھا، میں نے استفتاء لے لیا اور اتفاق کہ میں حاضر نہ ہوسکا، اور یہ بہت ضروری ہے لہذا اس عریضہ کے ہمراہ سید عبدالشکور صاحب حاضر خدمت کرتا ہوں، اسی وقت فیصلہ لکھ دیجئے اور سید صاحب ہی کے ہمراہ واپس فرمائیے کہ میں روانہ کردوں۔ مولوی احمد حسن صاحب انتظار میں ہوں گے۔

نقل استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک سطح وقف زمین کہ قبرستان کے نام سے مشہور ہے جس کی ایک طرف چند پرانی شکستہ قبریں پائی جاتی ہیں الخ بعینہ سوال آمدہ از کلکتہ امرتلالین واز کانپور بازار نیا گنج، ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۲۱ھ کہ عنقریب فتاوٰی میں گزرا۔

جواب اہالی مدرسہ جامع العلوم

ایسے مقام پر کتب خانہ اور مدرسہ بنانا جائز ہے لعدم المانع (کہ مانع معدوم ہے۔ ت) اور اگر بوسیدہ ہڈی اتفاقی طور پر نکل آئے تو اس کو کہیں دفن کردے۔

وقال الزیلعی ولوبلی المیت وصار ترابًا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ[1] اھ شامیۃ ص ۵۹۹ واللہ اعلم۔

امام زیلعی نے فرمایا اگر میت بوسیدہ ہو کر مٹی ہوجائے تو اس کی قبر میں دوسرے کو دفن کرنا اور اس کی قبر پہ کھیتی کرنا اور عمارت بنانا جائز ہے اھ شامیہ ص ۵۹۹ واللہ اعلم (ت)

الاحقر محمد رشید مدرس دوم مدرسہ جامع العلوم کانپور

محمد رشید دو عالم ز فیض		
۱۳	ھ	۱۳

من اجاب فقد اصاب (جو جواب دیا گیا درست ہے۔ ت) محمد عبداللہ عفی عنہ

[1] ردالمحتار مطلب فی الدفن دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۹۹

Marfat.com

بمنزلۃ۔ — میں ایک گھونٹ پانی پینا ہے اور سرائے میں اترنا ہے۔

ہدایہ و ہندیہ میں ہے:

وعند ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی یزول ملکہ بالقول کما ھو اصلہ وعند محمد رحمہ اللہ تعالٰی اذا استقی الناس من السقایۃ وسکنوا الخان والرباط ودفنوا فی المقبرۃ زال الملک ویکتفی بالواحد لتعذر فعل الجنس کلہ وعلی ھذا البئر والحوض۔

اور ابویوسف کے نزدیک اس کی ملک کہنے سے زائل ہوجائیگی جیسی کہ وقف کی اصل ہے اور امام محمد کے نزدیک جب لوگ سقایہ سے سیراب ہوں اور سرائے اور رباط میں رہیں۔ اور مقبرہ میں دفن کریں تو ملک زائل ہوجائیگی اور ایک پر اکتفا کیا جائے کا کیونکہ تمام جنس کا فعل متعذر ہے اور کنویں اور حوض کا حکم بھی ایسا ہی ہے۔

در منتقی اور شامی میں ہے:

قدم فی التنویر والدرر والوقایۃ وغیرھا قول ابی یوسف وعلمت ارجحیتہ فی الوقف والقضاء۔ اھ

تنویر، درر اور وقایہ وغیرہ میں ابویوسف کا قول مقدم رکھا اور تم اس کی ارجحیت وقف اور قضاء میں جان چکے ہو۔

پس صورت مستفسرہ میں وہاں مدرسہ وکتب خانہ بنانا ہی جائز نہیں اگرچہ مُردے کی ہڈی نہ نکلے۔ اور نکلنے کی حالت میں مخالفت اور اشد ہوجائے گی کہ قبر مسلم کی بے حرمتی ہوگی کما بیناہ فی الامر باحترام المقابر (جیسا کہ ہم نے اسے رسالہ الامر باحترام المقابر میں بیان کیا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

فتوٰی ثانیہ

مسئلہ از کانپور مسجد رنگیاں، مرسلہ مولوی شاہ احمد حسن صاحب مرحوم بوساطت جناب مولانا مولوی [illegible] صاحب ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ

بخدمت برکت آیات مولنا مولوی صاحب مجدد مائۃ حاضرہ، صاحب حجت قاہرہ، امام جماعت عالم سنت مولنا وسیدنا مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب تمت فیوضاتہم وعمت سکنۃ المشارق والمغارب۔ السلام علیکم

---

[1] رد المحتار کتاب الوقف مصطفی البابی مصر ۲/ ۴۰۵
[2] فتاوی ہندیۃ الباب الثانی عشر فی الرباطات الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۶۵
[3] رد المحتار کتاب الوقف مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۰۵

Marfat.com

حکم المقبرۃ۔ کذا فی المحیط[1]

فرمایا: نہیں، وُہ قبرستان کے حکم میں ہے۔ جیسا کہ محیط میں ہے۔

نہ عدم جوازِ انتفاع بالمقبرہ امام زیلعی کی اس عبارت ہی کے خلاف ہے اس لئے کہ انھوں نے "جوازِ میّت کے بوسیدہ اور خاک ہوجانے پر مرتّب فرمایا ہے، اور یہاں عدم جواز اس وجہ سے نہیں بلکہ بسبب مقبرے کے وقف ہونے میں ہے، جیسا کہ مصحح نے عالمگیریہ مطبوعہ مصر میں لکھا ہے، عبارت منقولہ عالمگیریہ پر یہ عبارت لکھی ہے:

قولہ قال لاھذا لاینافی ما قالہ الزیلعی، لان المانع ھنا کون المحل موقوفا علی الدفن فلا یجوز استعمالہ فی غیرہ فلیتامل ولیحرر اھ مصححہ[2]۔

ان کا قول "انھوں نے کہا نہیں" یہ زیلعی کے قول کے منافی نہیں کیونکہ یہاں مانع محل کا دفن کے لیے موقوف ہونا ہے تو اس کا استعمال غیر میں جائز نہیں، غور کرنا چاہیے اور اسے محفوظ کرنا چاہیے اھ مصحح۔

اور مسائل سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ غیر جنس کی طرف وقف جائز نہیں۔ عالمگیریہ جلد ثانی ص ۴۷۸ میں ہے:

سئل شمس الائمۃ الحلوانی عن مسجد اوحوضٍ خرب لایحتاج الیہ لتفرق الناس ھل للقاضی ان یصرف اوقافہ الی مسجدٍ اٰخر اوحوض اواٰخر۔ قال نعم، ولو لم یتفرق الناس ولکن استغنی الحوض عن العمارۃ وھناک مسجد محتاج الی العمارۃ اوعلی العکس ھل یجوز للقاضی صرف وقف ما استغنی عن العمارۃ الی عمارۃِ ماھو محتاج الی العمارۃ فقال لا، کذا فی المحیط[3]۔

شمس الائمہ حلوانی سے مسجد یا حوض کے بارے میں دریافت کیا گیا جو ویران ہوں اور ان کی ضرورت نہ رہی ہو کیونکہ وہاں آبادی نہیں رہی، کیا قاضی اس کے اوقاف کو دوسری مسجد یا دُوسرے حوض میں صرف کرسکتا ہے؟ فرمایا: ہاں اور اگر لوگ وہیں رہتے ہوں مگر اس حوض کی ضرورت نہ رہی ہو اور وہاں مسجد عمارت کی محتاج ہو یا بالعکس تو کیا قاضی اس وقف کی آمدنی جس کی ضرورت نہ ہو دوسرے محتاج وقف کی تعمیر پر خرچ کرسکتا ہے؟ تو فرمایا نہیں۔ محیط میں اسی طرح ہے۔

لہذا اس زمین میں جو دفن کے لیے وقف ہو مدرسہ وغیرہ بنانا جائز نہ ہوگا گو خالی ہی کیوں ہو۔ اور دوسرے اس کا خالی ہونا فقط اتنی شہادت سے کہ ہماری عمر میں ہمارے علم میں کوئی میّت دفن نہ کی گئی، ثابت نہیں ہوسکتا بلکہ

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب الثانی عشر فی الرباطات الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۷۱-۴۷۰

[2] حاشیۃ فتاوٰی ہندیۃ " " " ۲/ ۴۷۱

[3] فتاوٰی ہندیۃ الباب الثالث عشر فی الاوقاف الخ " " " ۲/ ۴۷۸

Marfat.com

ھذا الجواب غیر صحیح لانه مخالف لعبارة الفقھاء۔ یہ جواب نادرست ہے کیونکہ یہ فقہاء کی عبارات کے خلاف ہے (ت)

محمد عبدالرزاق مدرس مدرسہ امداد دارالعلوم کانپور

محمد عبدالرزاق

خلاصۂ جواب جناب مولوی احمد حسن صاحب

صورتِ مسئولہ میں اس مقام پر کتب خانہ و مدرسہ بنانا ناجائز ہے اس لیے کہ یہ جگہ جب مقبرے کے نام سے مشہور اور وقف ہے تو شرعاً یہ مقبرہ سمجھا جائے گا اور اس مقبرے کے لیے یہ زمین وقف ہوگی اور اس کی شہرت اس کے ثبوت کے لیے دلیل کافی ہے۔ درمختار میں ہے:

تقبل فیہ الشھادة بالشھرة الخ[1] ملخصاً (اس میں شہرت کی بنا پر شہادت قبول کی جاتی ہے الخ۔ت)

اسی طرح ردالمحتار میں ہے عالمگیریہ میں ہے:

الشھادة علی الوقف بالشھرة تجوز الخ[2] (وقف پر شہادت شہرت کی بنا پر جائز ہے الخ۔ت)

اور اس کے مندرس ہوجانے سے دوسرا کوئی نفع لینا درست نہ ہوگا۔ قاضی خاں مطبوعہ مصر جلد ثالث ص ۳۱۴ پر ہے:

مقبرة قدیمة بمحلة لم یبق فیھا اٰثار المقبرة ھل یباح لاھل المحلة الانتفاع بھا قال ابونصر رحمہ اللہ تعالٰی لایباح[3]۔ ایک محلے میں پرانا قبرستان ہے جس کے نشانات باقی نہیں رہے۔ کیا اہلِ محلہ اس سے نفع حاصل کرسکتے ہیں؟ ابونصر رحمہ اللہ تعالٰی نے کہا کہ مباح نہیں ہے۔

عالمگیری جلد ثانی مطبوعہ مصر صفحہ ۴۷۰ و ۴۷۱:

سئل القاضی الامام شمس الائمة محمود الاوزجندی عن المقبرة اذا اندرست و لم یبق فیھا اثر الموتٰی لا العظم ولا غیرہ ھل یجوز زرعھا واستغلالھا قال لا ولھا قاضی امام شمس الائمہ محمود اوزجندی سے ایسے قبرستان کے بارے میں دریافت کیا گیا جس کے نشانات مٹ گئے ہوں اور اس میں ہڈیاں تک نہ رہی ہوں کیا اس میں کھیتی باڑی کرنا اور اسے کرائے پر دینا جائز ہے؟

---

[1] درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۸
[2] فتاوٰی ہندیۃ 〃 الفصل الثانی فی الشھادۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۳۸
[3] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی المقابر والرباطات ۴/۷۲۵

Marfat.com

تملیکہ لاحد فمعناھما علی ھذا واحد[1]۔ مالک بنانا جائز نہیں، لہٰذا ان دونوں کا مقصد ایک ہے۔
اور کُتبِ فقہیہ میں بھی روایاتِ جواز موجود ہیں مگر بندے کو مہلت نہیں، فقط۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

رشید احمد
۱۳۰۱ھ

الجواب صحیح۔ بندہ محمود عفی عنہ

الجواب صحیح۔ بندہ مسکین محمد یٰسین عفی عنہ

محمد یٰس
عفی عنہ

الجواب صحیح۔ غلام رسول عفی عنہ

جبکہ وہ مقبرہ نہایت کہنہ ہے اور اس وقت دفن کرنا وہاں متروک ہوگیا ہے تو بناء مدرسہ اس جگہ میں خصوصًا حصہ خالی میں درست ہے، البتہ اگر وہ مقبرہ فی الحال دفنِ اموات میں کام آتا ہو تو کوئی اور بناء اس میں درست نہیں ہے۔

قال فی علمگیریۃ ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ کذا فی التبیین[2]۔

علمگیریہ میں ہے کہ اگر میت پرانی ہوجائے اور مٹی ہوجائے تو دوسرے کو اس قبر میں دفن کرنا جائز ہے اور اس میں کھیتی کرنا اور اس پر عمارت بنانا بھی جائز ہے جیسا کہ تبیین میں ہے۔

فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ

فتوکلی علی العزیز الرحمٰن

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جواب اوّل غلط صریح، اور حکم ثانی حق وصحیح اور تحریر ثالث جہلِ قبیح ہے۔

گنگوہی صاحب کا بے محل شقشقہ

اوّلاً سوال میں صاف تصریح تھی کہ "ایک سطح وقف زمین"، پھر مجیب سوم کی تشقیق کہ "اگر وہ قبرستان نہیں" الخ محض شقشقہ بے معنی ہے۔

وقف میں شہرت کافی ہے اور گنگوہی صاحب کی جہالت

ثانیًا قبرستان کو جو وقف مشہور کردیتے ہیں یہ سب جگہ جاری نہیں۔ اس یہ کا مشارٌ الیہ شہرت ہے

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری باب ھل ینبش قبور المشرکین الخ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۴/۱۷۹
[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل السادس فی القبر والدفن نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۶۷

Marfat.com

بلکہ اس قدیم مقبرے کا پُر ہونا سمجھا جاتا ہے کہ جب دو تہائی زمین میں قبریں اس قدر پرانی ہیں کہ سو برس کے لوگوں کے ہوش سے قبل کی ہیں تو ایک ثلث میں اس سے بھی پہلے کی ہوں گی اور وُہ بالکل منہدم ہوگئی ہوں اور زمین صاف معلوم ہوتی ہو زمین بھر جانے کی وجہ سے دفن کرنا چھوڑ دیا گیا ہو۔ ہاں اگر کوئی شخص بیان کرے کہ جب سے یہ زمین مقبرے کے لیے وقف ہُوئی کوئی میّت اس تہائی میں نہ دفن کی گئی تو البتہ خالی ہونا ثابت ہو سکتا ہے پھر بھی مدرسہ وغیرہ سوائے دفن کے دُوسرے کام میں لانا ناجائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ عبدہ العاصی فضل الٰہی عفی عنہ

وھذا الجواب صحیح (یہ جواب صحیح ہے۔ ت) — کتبہ عبدالرزاق عفی عنہ

الجواب الثانی صحیح (جواب ثانی صحیح ہے۔ ت) — کتبہ احمد حسن عفی عنہ

جواب مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہ دیوبندیاں

الجواب

یہ جواب صحیح نہیں ہے اور مجیب صاحب نے جو روایت نقل کی ہے اس سے بھی مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ الحاصل وُہ قبرستان وقف نہیں ہے تو کچھ کلام نہیں ہے، اور قبرستان کو جو وقف مشہور کر دیتے ہیں یہ سب جگہ جاری نہیں۔ اکثر جگہ دیکھا گیا ہے کہ گورستان وقف نہیں ہوتا اور بعد تسلیم اس بات کے کہ وُہ وقفی ہے اس صورت میں کہ وہاں دفن اموات کا ایک مدّتِ دراز سے بند ہے تو اس میں دوسرا امکان وقفی بنا دینا درست ہے، لہٰذا مدرسہ وقفی بنانا اس گورستان میں جائز ہے، چنانچہ اس روایت سے واضح ہے، یعنی عینی شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۳۵۹:

فان قلت ھل یجوز ان تبنی المساجد علی قبور المسلمین قلت قال ابن القاسم لو ان مقبرۃ من مقابر المسلمین عفت فبنی قوم علیھا مسجداً لم ار بذالک باسا، و ذالک لان المقابر وقف من اوقاف المسلمین لدفن موتاھم لا یجوز لاحد ان یملکھا فاذا درست واستغنی عن الدفن فیھا جاز صرفھا الی المسجد لان المسجد ایضاً وقف من اوقاف المسلمین لا یجوز

اگر تم کہو، کیا مسلمانوں کی قبروں پر مساجد کا بنانا جائز ہے؟ میں کہوں گا: ابن قاسم نے کہا اگر مسلمانوں کا کوئی قبرستان ختم ہو جائے اور وہاں کچھ لوگ مسجد بنالیں تو میں اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا، کیونکہ قبرستان بھی مسلمانوں کا ایک وقف ہے ان کے مُردوں کو دفن کرنے کے لیے، کسی کے لیے اس کا مالک بننا جائز نہیں۔ اب جبکہ وہ مِٹ گیا اور اس میں دفن کی ضرورت نہیں رہی تو اسے مسجد کے استعمال میں لانا جائز ہُوا کیونکہ مسجد بھی مسلمانوں کے اوقاف میں سے ایک وقف ہے کسی کو اس کا

Marfat.com

اب اگر شہرت بھی مقبول نہ ہو تو ہزاروں وقف سوا اس کے کہ محض بے ثبوت و باطل قرار پائیں اور کیا نتیجہ ہے۔

وقف میں تبدیلی حرام ہے اور گنگوہی صاحب کی سفاہت

ثالثاً مقبرے کے لیے وقف تسلیم کرکے اس میں مدرسہ وغیرہ دوسرے مکان وقفی بنانے کو درست بتانا ظلم واضح وجہل فاضح ہے کہ اس میں صراحۃً تغیر وقف ہے اور وہ حرام ہے حتی کہ متولی بھی جو وقف پر ولایت رکھتا ہے نہ کہ اجنبی حتی کہ علمائے تغیر ہیأت کی بھی بے اذن واقف اجازت نہ دی، نہ کہ تغیر اصل وقف۔ عقود الدریہ میں ہے:

لایجوز للناظر تغیر صیغۃ الواقف کما افتی بہ الخیر الرملی والحانوتی وغیرھما۔[1]

وقف کے نگہبان کے لئے واقف کے صیغے کی تبدیلی جائز نہیں، جیساکہ خیر رملی اور حانوتی وغیرہما نے فتوٰی دیا ہے۔

سراج الوہاج وہندیہ میں ہے:

لایجوز تغییر الوقف عن ھیأتہ فلا یجعل الدار بستانا ولا الخان حماما ولا الرباط دکانا الا اذا جعل الواقف الی الناظر مایری فیہ مصلحۃ الوقف۔[2]

وقف کو اس کی ہیئت سے تبدیل کرنا جائز نہیں، لہذا گھر کو باغ اور سرائے کو حمام اور رباط کو دکان بنانا جائز نہیں، ہاں واقف نے اگر نگرانِ وقف کو اجازت دے رکھی ہے کہ وہ ہر وہ کام کرسکتا ہے جس میں وقف کی مصلحت ہو تو ٹھیک ہے۔

فتح القدیر و ردالمحتار وشرح الاشباہ للعلامۃ البیری میں ہے:

الواجب ابقاء الوقف علٰی ماکان علیہ دون زیادۃ اخرٰی۔[3]

وقف کو اپنی اصلی حالت پر باقی رکھنا واجب ہے بغیر اس کے کہ اس پر کوئی دوسری زیادتی کی جائے۔ (ت)

وقف کرنے کے لئے مالک ہونا شرط ہے، شئ ایک بار وقف ہوکر دوبارہ وقف نہیں ہوسکتی
(اور گنگوہی صاحب کی ناواقفی)

رابعاً مدرسہ یا کتب خانہ یا کوئی مکان کیا خالی دیواروں کا نام ہے۔ ہر عاقل ادنی عقل والا بھی جانتا ہے کہ زمین ضرور اس میں داخل، تنہا دیواروں کو بناء وعملہ کہتے ہیں، نہ بیت وخانہ مدرسہ جائے درس،

---

[1] العقود الدریۃ لایجوز للناظر تغییر الوقف حاجی عبدالغفار و پسران قندھار افغانستان ۱/۱۱۵

[2] فتاوٰی ہندیۃ الباب الرابع عشر فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۹۰

[3] فتح القدیر کتاب الوقف مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۴۴۰

Marfat.com

یا واقفیت، اوّل صحیح ہے مگر مہمل وندائے بے محل، سوال اس صورتِ خاصہ سے ہے جہاں شہرت موجود ہے۔ اس پر حکم کے لیے ہر جگہ شہرت کیا ضرور، یُوں ہی دوم بھی اگر مقصود سلب واقفیت بحالِ انتفائے شہرت ہو، اور ان ہی دونوں صورتوں میں یہ قول کہ "اکثر جگہ دیکھا گیا کہ گورستان وقف نہیں ہوتا" رُوبصحت رکھتا ہے، اگرچہ کثیر واکثر میں فرق نہ کرنا ضیق نطاق بیان اور اگر نفی واقفیت شہرت مراد تو محض مردود ظاہر انفسا ذ اور اب وُہ شہادت مشاہدۂ اکثر بلاد صراحتاً حکایت بے محکی عنہ ہے۔ متون وشروح وفتاوائے مذہب میں تصریحات جلیہ ہیں کہ شہرت مثبت واقفیت ومسوغ شہادت ہے۔

کلام مجیب دوم سلمہ میں بھی اس کی بعض نقول منقول، پھر باوصف تسلیم دلیل شرعی نفی مدلول جہل قطعی، یہاں شہادت شہرت کو نہ ماننا نہ اسی مقبرے بلکہ عامہ اوقافِ قدیمہ کو یکسر مٹا دینا ہے طول عہد کے بعد شہود معاینہ کہاں اور مجرد خط حجت نہیں۔ فتاوٰی خیریہ میں ہے:

لایعمل بمجرد الدفتر ولا مجرد الحجة لما صرح به علماؤنا من عدم الاعتماد علی الخط وعدم العمل به کمکتوب الوقف الذی علیه خطوط القضاة الماضین وانما العمل فی ذلك بالبینة الشرعیة[1]۔

صرف تحریر پر عمل نہ ہوگا اور نہ صرف دلیل پر کیونکہ ہمارے علماء نے تصریح کردی ہے کہ خط پر اعتماد نہیں اور اس پر عمل نہیں، جیسے وہ وقف نامہ جس پر گزشتہ قاضیوں کی تحریریں ہوں۔ اس معاملے میں شرعی گواہوں پر ہی عمل ہوگا۔

اسی میں ہے:

کتاب الوقف انما ھو کاغذ به خط وھو لایعتمد علیه ولا یعمل به کما صرح به کثیر من علمائنا والعبرة فی ذالك للبینة الشرعیة و فی الوقف یسوغ للشاھد ان یشھد بالسماع ویطلق ولا یضر فی شہادته قوله بعد شھادته لم اعاین الوقف ولکن اشتھر عندی او اخبرنی به من اثق به[2]۔

وقف کی تحریر تو ایک کاغذ ہے جس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی عمل کیا جاسکتا ہے جیسا کہ ہمارے بہت سے علماء نے تصریح کی ہے، اعتبار اس معاملہ میں شرعی گواہوں کا ہے اور وقف میں گواہ کے لیے جائز ہے کہ سُن کر گواہی دے اور اطلاق رکھے، اور اس کی شہادت میں ادائے شہادت کے بعد یہ کہنا کہ میں نے وقف کا معائنہ نہیں کیا، لیکن میرے نزدیک مشہور ایسا ہی ہے یا مجھے قابلِ اعتماد شخص نے خبر دی ہے کچھ مضر نہیں۔

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الوقف دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۱۸
[2] " " " ۱/۲۰۳

Marfat.com

زمینِ وقف میں کوئی عمارت دُوسری غرض کے لئے وقف نہیں ہوسکتی
(اور گنگوہی صاحب کی نادانی)

خامساً تنہا عمارت وقف ہوگی یا تنہا زمین یا دونوں، ثانی بدیہی البطلان ہے لان الوقف لا یوقف (کیونکہ وقف کا دوبارہ وقف جائز نہیں۔ ت) یوں ہی ثالث لانہ علیہ یتوقف (کیونکہ وہ وقف پر موقوف ہے) اوّل کا جواز ارض غیر محتکرہ میں اس صورت میں ہے کہ یہ عمارت اسی کام پر وقف ہو جس پر اصل زمین کا وقف ہے، ھو الصحیح بل ھو التحقیق وبہ التوفیق (یہ صحیح ہے بلکہ یہی تحقیق ہے اللہ تعالٰی کی توفیق ہے۔ ت) تو زمین مقبرہ اور دیواریں مدرسہ یہ محض وسوسہ۔

فتاوٰی علامہ خیرالدین رملی میں ہے :

سئل فی کرم مشتمل علی عنب وتین وارضہ وقف سیدنا الخلیل علیہ وعلٰی نبینا وسائر الانبیاء افضل الصلٰوۃ واتم السلام من الملک الجلیل ادّعٰی رجل بانہ وقف جدّہ ھل تسمع دعواہ، اجاب لاتسمع ولا تصح اذ الکرم اسم للارض والشجر، وان ارید بہ الشجر فوقف الشجر علٰی جھۃ غیر جھۃ الارض مختلف فیہ وقد قال صاحب الذخیرۃ وقف البناء من غیر وقف الارض لم یجز ھو الصحیح وان ارید کل من الارض والشجر فبطلانہ بدیھی التصور وان ارید الارض فبدیھیۃ البطلان اَولٰی اھ ملتقطا۔

اب باغ کے بارے میں دریافت کیا گیا جس میں انگور اور انجیر ہیں اور اس کی زمین جس کو حضرت ابراہیم علٰی نبینا وسائر الانبیاء افضل الصّلٰوۃ واتم السلام من الملک الجلیل نے وقف کیا تھا، ایسے باغ پر ایک شخص نے دعوٰی کردیا کہ یہ اس کے دادا نے وقف کیا تھا، کیا اس کا دعوٰی سُنا جائے گا؟ جواب دیا، نہیں، کیونکہ باغ زمین اور درختوں کے مجموعہ کا نام ہے اور اگر اس سے مراد درخت ہوں تو درختوں کا زمین کی جہت کے بغیر وقف کرنا مختلف فیہ ہے۔ صاحبِ ذخیرہ نے کہا ہے کہ عمارت کا وقف کرنا زمین کے بغیر جائز نہیں، یہی صحیح ہے۔ اور اگر زمین اور درخت سب مراد ہوں تو اس کا باطل ہونا ظاہر ہے اور اگر صرف زمین مراد ہو تو اس کا باطل ہونا اور بھی ظاہر ہے اھ ملتقطا۔[1]

اسی میں اس کے متصل ہے :

کیف یصح للواقف وقفھا علٰی نفسہ و

واقف اس کو اپنے اوپر کیونکر وقف کرسکتا ہے حالانکہ

---

[1] فتاوٰی خیریۃ کتاب الوقف دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۷۶

Marfat.com

محلِ درس زمین ہے یا دیواروں پر بیٹھ کر درس ہوگا ؟ اور یُوں بھی ہو تاہم قرار استقرار کو انتہا علی الارض سے کیا چارہ ، اور یہ زمین ایک بار ایک جہت کے لیے وقف ہوچکی دوبارہ وقفیت کیونکر معقول کہ واقف کا وقتِ وقف مالکِ موقوف ہونا شرطِ وقف ہے ہمارے مذہب میں بالاتفاق اہلِ وقوف اس پر صحت وقف موقوف اور وقف بعد تمامی کسی کی ملک نہیں تو پھر اصل واقف بھی اگر دوبارہ اسے وقف کرنا چاہے محض باطل ہوگا ، نہ کہ زید و عمرو بلکہ یہ حکم عام ہے ، خواہ وقف دوبارہ جہتِ اُخرٰی پر ہو یا اسی جہتِ اولٰی پر کہ علی الاوّل تحویل باطل ہے اور علی الثانی تحصیل حاصل والکل باطل۔

بحر الرائق و عالمگیریہ وغیرہما میں ہے :

اما شرائطہ فمنہا العقل والبلوغ ومنہا ان یکون قربۃ ومنہا الملک وقت الوقف و یتفرع علی اشتراط الملک انہ لایجوز وقف الاقطاعات ولاوقف ارض الحوز للامام[1] ملتقطا۔

بہرحال وقف کی شرائط تو ان میں سے بلوغ اور عقل ہے اور ان میں سے اس کا عبادت کیلئے ہونا ہے اور وقتِ وقف ملک کا ہونا ہے ملک کی شرط پر یہ بھی متفرع ہے کہ جاگیر کا وقف جائز نہیں ، اور امام کی گھیری ہوئی زمین کا وقف بھی جائز نہیں۔ ملتقطاً

اسعاف میں ہے :

اتفق ابویوسف ومحمد رحمہما اللہ تعالٰی ان الوقف یتوقف جوازہ علی شروط بعضہا فی المتصرف کالملک فان الولایۃ علی المحل شرط الجواز والولایۃ تستفاد بالملک اوھی نفس الملک[2]

ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی نے اتفاق کیا ہے کہ وقف کا جواز بعض شرائط پر موقوف ہے ، کچھ تو اس میں سے متصرف میں ہیں جیسے ملک ، کیونکہ "ولایت" محل شرطِ جواز ہے اور ولایت یا تو ملک سے مستفاد ہے یا وُہ خود ملک ہے۔

اسی میں ہے :

لووقف ارضا قطعہ ایاھا السلطان فان کانت ملکا لہ اومواتا صح وان کانت من بیت المال لایصح[3]

اگر کسی شخص نے بادشاہ کی دی ہُوئی جاگیر وقف کردی تو اگر وہ اس کی ملک ہے یا مُردہ زمین ہے تو صحیح ہے اور اگر بیت المال سے ہے تو صحیح نہیں۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف باب الاول فی تعریف الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۳۵۲ تا ۳۵۴
[2] و [3] اسعاف

Marfat.com

لایباح لاھل المحلۃ الانتفاع بھا و ان کان فیھا حشیش یحش منھا و یخرج الحشیش الی الدواب ولا ترسل الدواب فیھا[1]۔

نہ رہے ہوں تو اس سے اہلِ محلہ نفع حاصل نہیں کر سکتے ہیں، اگر اس میں گھاس ہو تو وہ بھی کاٹی جاسکتی ہے کاٹ کر باہر لائی جائے مگر جانور قبرستان میں نہ چھوڑے جائیں۔

قطعاً مفیدِ مدّعا تھیں۔

اور مجیب صاحب سوم کا یہ زعم کہ: "مجیب صاحب نے جو روایت نقل کی ہے اس سے بھی مدعا ثابت نہیں ہوتا، محض سوءِ فہم اور جہل مبین۔"

(گنگوہی صاحب کی سخت بے علمی، نصوصِ مذہب کو چھوڑ کر ایک مالکی عالم سے استناد)

گنگوہی صاحب پر گرفت

سابعاً مجیب سوم کو جب فقہ میں کوئی راہ نہ ملی ناچار متون و شروح و فتاوائے مذہب سب بالائے طاق رکھ کر نصوص اصول و فروع فقہ حنفی سب سے آنکھ بند کر کے شرح صحیح بخاری سے ایک روایت خارج عن المذہب پر قناعت کی کہ ابن القاسم نے کہا کہ میری رائے میں جب مقبرے کے آثار مٹ جائیں اور اس کی حاجت نہ رہے تو وہاں مسجد بنا لینا جائز ہے۔

عربی لفظوں کا ترجمہ دیکھ لیا، اب یہ ادراک کسے کہ یہ ابن القاسم کون ہیں؟ کس مذہب کے عالم ہیں؟ ان کا قول مذہب حنفی میں کہاں تک سنا جا سکتا ہے؟ اور وہ بھی خاص ان کی اپنی رائے، اور وہ بھی اصول و فروعِ مذہب کے صریح خلاف۔ مجیب صاحب علامہ عینی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ شرح جامع صحیح میں صرف اقوال مذہب پر اقتصار نہیں کرتے، بلکہ ائمہ اربعہ اور ان سے بھی گزر کر بعض دیگر سابق و لاحق بلکہ بعض بدمذہبوں مثلاً داؤد ظاہری و ابن حزم تک کے اقوال نقل کر جاتے ہیں، بلکہ بارہا این و آں ہی کے قول پر قناعت فرماتے اور ائمۂ مذہب کا مذہب بیان میں نہیں لاتے، جاہل کہ تراجم علماء سے آگاہ نہیں آپ کی طرح دھوکا کھاتا ہے اور خادمِ علم بحمداللہ تعالٰی فرقِ مراتب و تفرقۂ مذاہب کی خبر رکھتا ہے۔ علامہ عینی یہاں کسی کتابِ فقہ کی تحریر میں نہیں یہ استطرادی بالائی فوائد ہیں جن سے اقاویلِ ناس پر اطلاع مقصود اور مذہب تو اصلاً و فرعاً کتبِ مذہب میں مضبوط ہو چکا۔ ان کی ان نقول کا اکثر مادہ تصانیف ابن المنذر و ابن بطال وغیرہما شافعیہ وغیرہم ہیں ان کی عادت ہے کہ محلِ نقل میں سطریں کی سطریں بلکہ کہیں صفحے کے صفحے بلا عزو بے تغیر لفظ نقل فرما جاتے ہیں، جس پر ان کے امام عصری امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالٰی نے الدرر الکامنہ میں تنبیہ کی، یہاں بھی صدر کلام

---

[1] فتاوٰی ظہیریہ

Marfat.com

هی وقف الخلیل علیه الصلوٰة والسلام[1] اھ و هذا معنی قوله فبطلانه بدیهی التصور۔

یہ وقف ابراہیم علیہ السلام کا ہے اھ یہی معنی ہیں ان کے قول کے کہ اس کا بطلان ظاہر ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

الذی حرره فی البحر اخذا من قول الظهیریة واما اذا وقفه علی الجهة التی کانت البقعة وقفا علیها جاز اتفاقا تبعا للبقعة وان قول الذخیرة لم یجز هو الصحیح مقصور علی ماعدا صورة الاتفاق وهو ما اذا کانت الارض ملکا او وقفا علی جهة اخری[2] اھ علی هذا فینبغی ان یستثنی من ارض الوقف ما اذا کانت معدة للاحتکار وبه یتضح الحال ویحصل التوفیق بین الاقوال[2] اھ ملخصا وقد اوضحناه فیما علقنا علیه۔

جو بحر میں تحریر کیا ہے وُہ ظہیریہ کے قول سے ماخوذ ہے اور اگر اسی جہت پر وقف کیا جس پر وُہ خطہ وقف تھا تو وقف اس کی اتباع میں بالاتفاق جائز ہے اور ذخیرہ کا قول "جائز نہیں" صحیح ہے اور یہ اتفاق کی صورت کے غیر پر مقصور ہے اور یہ اس وقت ہے جبکہ زمین ملک یا وقف ہو کسی دوسری جہت پر، اس بناء پر زمین وقف سے اس صورت کا استثنا ضروری ہے جبکہ وُہ زمین احتکار کے لیے تیار کی گئی ہو، اس سے صورتِ حال واضح ہوجاتی ہے اور تمام اقوال میں توفیق حاصل ہوجاتی ہے اھ ملخصًا اور ہم نے ردالمحتار کی تعلیقات میں اس کی خوب وضاحت کی ہے۔

گنگوہی صاحب کی سخت نافہمی، متعلقہ روایتوں کو بے علاقہ بتانا

سادسًا مدرسہ یا کتب خانہ جو بنایا جائے گا جبکہ شرعًا وقف نہیں ہوسکتا، لاجرم ملک بانیان پر رہے گا اور اب یہ صراحۃً وقف میں تصرف مالکانہ اور اپنے انتفاع کے لیے اس میں عمارت بنانا ہوگا، تو آفتاب کی طرح واضح ہے کہ قاضی خاں وعلمگیری ومحیط کی عبارات جو مجیب دوم سلمہ نے نقل کیں کہ مقبرہ اگرچہ مندرس ہوجائے اس میں قبر کا نشان درکنار، اموات کی ہڈی تک نہ رہے، جب بھی اس سے انتفاع حرام، اور ہمیشہ اس کے لیے حکم مقبرہ رہے گا۔ اسی طرح فتاوٰی ظہیریہ وخزانۃ المفتین واسعاف کی عبارات کہ:

مقبرة قدیمة بمحلة لم یبق فیها آثار المقبرة

جو قبرستان پُرانا ہو اور اس میں مقبرے کے آثار باقی

---

[1] فتاوٰی خیریة کتاب الوقف دارالمعرفة بیروت ۱/۱۷۷
[2] ردالمحتار 〃 مصطفی البابی مصر ۳/۴۲۸

Marfat.com

المقبرة مسجد او غیر ذلک[1] لان الدار لابد لها من تلك الاشیاء۔

کو مسجد وغیرہ بنانا درست ہُوا، کیونکہ گھر کے لیے ان چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔

مگر آپ نے ضرور ہوشیاری برتی،

اولاً جانتے تھے کہ کتب معتمدہ مذہب مشہورہ متداولہ میں اسے صراحۃً رَد کیا اور اس کے خلاف پر بشدّ و مد فتویٰ دیا ہے۔ تنویر الابصار و دُرمختار میں ہے:

ولوخرب ماحوله واستغنیٰ عنه یبقی مسجدا عند الامام والثانی ابدًا الیٰ قیام الساعة وبه یفتی[2]

اور اگر اس کا ارد گرد ویران ہوگیا اور اس کی ضرورت نہ رہی تو مسجد باقی رہے گی، امام صاحب اور امام ثانی (امام ابویوسف) کے نزدیک ہمیشہ قیامت تک، اور اسی پر فتویٰ ہے۔

حاوی القدسی و بحرالرائق و ردالمحتار میں ہے:

واکثر المشائخ علیه مجتبی وھو الاوجه فتح[3] اھ

اسی پر اکثر مشائخ ہیں، مجتبیٰ۔ اور یہی اوجہ ہے، فتح۔ (ت)

ثانیاً یہ قولِ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جسے علامہ عینی نے اصحابنا کی طرف نسبت کیا، خاص اسی حالت میں ہے جب وہ شئے موقوف اس غرض کی صلاحیت سے بالکل خارج ہوجائے جس کے لیے واقف نے وقف کی تھی اصلاً کسی طرح اس کے قابل نہ رہے۔ ردالمحتار میں ہے:

ذکر فی الفتح ما معناہ انه یتفرع علی الخلاف المذکور ما اذا انھدم الوقف ولیس له من الغلة ما یعمر به فیرجع الی البانی او ورثته عند محمد خلافا لابی یوسف لکن عند محمد انما یعود الی ملکه ما خرج عن الانتفاع المقصود للواقف بالکلیة[4]۔

فتح میں ذکر کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ خلافِ مذکور پر یہ متفرع ہوتا ہے کہ جب وقف عمارت منہدم ہوجائے اور اس کی آمدنی نہ ہو جس سے اسے تعمیر کیا جائے تو وہ بنانے والے یا اس کے ورثاء کی طرف لوٹ جائے گا امام محمد کے نزدیک، اس میں ابویوسف کے خلاف ہے، لیکن محمد کے نزدیک اس کی ملک میں صرف وہی لوٹے گا جس سے بالکل نفع ممکن نہ ہو۔

یہ بات مقبرۂ مذکور میں کیونکر متصور ہو کہ ہنوز تہائی میدان حسبِ بیانِ سائل بالکل خالی پڑا ہے۔

ثالثاً شاید یہ بھی کچھ اندیشہ گزرا کہ اس مقبرے کے ساتھ مسجد کی بھی خیر نہیں، مبادا عوام بھڑک جائیں۔

ان وجوہ سے ذکرِ اصحابنا چھوڑ کر قال ابن القاسم کا یہ سرا پکڑا، مگر غافل کہ جن تین اندیشوں سے

---

[1] عمدۃ القاری باب ھل تنبش قبور مشرکی الجاہلیۃ الخ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۴/ ۱۷۹

[2] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷۹

[3] و [4] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۰۶

Marfat.com

ذکر ما یستنبط منہ من الاحکام سے آپ کی منقولہ حکایت تک اسی قسم کی عبارت ہے۔ عالم تو متعدد وجہ سے پہچانے گا کہ یہ کلامِ حنفیہ نہیں۔ آپ نے اتنا ہی دیکھا ہوتا کہ اس عبارت میں ہے: الی جواز نبش قبورھم للمال ذھب الکوفیون والشافعی واشھب بھذا الحدیث[۱] (کوفہ والے، شافعی اور اشہب اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے اس طرف گئے ہیں کہ حصولِ مال کیلئے انکی قبروں کا اکھاڑنا جائز) حنفیہ کا محاورہ نہیں کہ اپنے ائمہ کا مذہب یُوں بیان کریں کہ کوفے والے ادھر گئے ہیں، قائل حنفی ہوتا تو "ذھب ائمتنا یا اصحابنا یا علماؤنا و امثال ذٰلک لکھتا۔ یہ ابن القاسم و اشہب دونوں[ع] حضرات مالکی المذہب عالم ہیں۔ خود امام ہمام کے شاگرد، اور ان کے مذہب میں اہلِ روایت و درایت جیسے ہمارے ہاں زفر و حسن بن زیاد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم، آپ کی مقدس بزرگی کہ مذہبِ حنفی کے صریح خلاف ایک مالکی عالم کی رائے پر فتوٰی دیتے، اور اپنے زعم میں اسے مذہبِ حنفی کی روایت سمجھ رہے ہیں حالانکہ ہمارے ائمہ تو ہمارے ائمہ وہ اس مذہب کے بھی امام مجتہد سیّدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ یہ ابن القاسم ہمارے علماء سے نہیں، مگر ہاں جب نافہمی کی ٹھہری تو آپ کو کیا لگتا کہ اس ذکر اصحابنا کو بھی قال ابن القاسم کے تحت میں داخل اور انھیں کے مقولے میں شامل مانتے۔

گنگوہی صاحب کی تین چالاکیاں اور اُن کا اُلٹا پڑنا

ثامناً مجیب صاحب نے ناحق اُس حکایت غیر مذہب پر قناعت کی کہ فقط بیچارے مُردہ مسلمانوں کی قبریں، طلبہ اور مدرسہ کے بھنگی بہشتی سے پامال کرانے کی گنجائش ملی۔ اس ذکر اصحابنا کو کیوں نہ لیا کہ مسجدوں میں ہل چلانے، گھوڑے یا گدھے باندھنے کی راہ چلتی۔

بل ھو اشنع واخنع وھو اتخاذ موضع المسجد حشاو کنیفا لقولہ و ذکر اصحابنا ان المسجد اذا خرب ودثر ولم یبق حولہ جماعۃ والمقبرۃ اذا عفت ودثرت تعود ملکا لاربابھا۔ "قال" فاذا عادت ملکا یجوز ان یبنی موضع المسجد دارًا و موضع

بلکہ یہ زیادہ بُرا ہے کہ مسجد کو اصطبل یا باڑہ بنالیا جائے کیونکہ انھوں نے کہا: ہمارے اصحاب نے ذکر کیا کہ مسجد جب ویران ہوجائے اور اس کے گرد کوئی جماعت نہ رہے اور قبرستان جب مٹ جائے تو ان پران کے سابق مالک کی ملک لوٹ آتی ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ جب یہ چیزیں ملک میں آگئیں تو مسجد کی جگہ کو گھر اور قبرستان کی جگہ

ع دونوں حضرات کے مزار فائض الانوار قرافہ میں یکجا ہیں۔ علماء فرماتے ہیں ان دونوں مزاروں کے بیچ میں دُعا قبول ہوتی ہے ۱۲ منہ حفظ ربہ

[۱] عمدۃ القاری باب ھل تنبش قبور مشرکی الجاھلیۃ الخ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۴/۱۷۹

Marfat.com

تو ظاہر ہُوا کہ اس روایت خارجہ عن المذہب کا دامن پکڑنا بھی محض سوءِ فہم و بندگی وہم تھا و باللہ العصمۃ۔

عاشرًا لطف یہ ہے کہ اس روایت خارجہ میں شرط استغنا عن الدفن لگائی گئی ہے، آیا اس سے یہ مراد کہ اس کے سوا دوسری جگہ دفن ہو سکتا ہو، جب تو یہ شرط محض لغو وعبث ہے۔ وہ کون سا گورستان ہے جس کی طرف احتیاج دفن بمعنی لولاہ لامتنع (اگر وہ نہ ہو تو منع ہے۔ت) ہے، نہ ہرگز تعطل و ویرانی، اوقاف میں صرف اس قدر ملحوظ ہوتا ہے بلکہ یہاں مطمح النظر دو امر رہتے ہیں، ایک عدم محتاجین یعنی وہاں آبادی نہ رہی، لوگ متفرق ہوگئے، اب حاجت کسے ہو، جیسے جواب دوم میں عالمگیری و محیط سے در بارۂ مسجد و حوض گزرا کہ خرب ولایحتاج الیہ لتفرق الناس (جو ویران ہو جائے لوگوں کے وہاں سے چلے جانے کی وجہ سے اس کی احتیاجی نہ رہے۔ت) دوسرے عدم حاجت بوجہ عدم صلوح، یعنی وُہ شے کسی مانع و قصور و نقص کے سبب اب اس کام کی نہ رہی، مثلاً زمین پر پانی نے غلبہ کیا کہ دفن کی گنجائش نہ رہی۔

فتاوٰئے کبرٰی و جامع المضمرات و ہندیہ و اسعاف وغیرہا میں ہے:

امرأۃ جعلت قطعۃ ارض لہا مقبرۃ واخرجتہا من یدہا ودفنت فیہا ابنہا وتلك القطعۃ لاتصلح للمقبرۃ لغلبۃ الماء عندہا فیصیبہا فساد فارادت بیعہا، ان کانت الارض بحال لایرغب الناس عن دفن الموتی لقلۃ الفساد لیس لہا البیع وان کانت یرغب الناس عن دفن الموتی لکثرۃ الفساد فلہا البیع[1]

ایک عورت نے اپنی زمین کے ایک ٹکڑے کو قبرستان بنا دیا اور اسے اپنے ہاتھ سے نکالا اور اس میں اپنے بیٹے کو دفن بھی کر دیا، مگر یہ ٹکڑا غلبۂ پانی کی وجہ سے قبرستان کے لیے درست نہ رہا تو اس نے اسے بیچنے کا ارادہ کیا، اگر زمین ایسی ہے کہ لوگ اس میں اپنے مردوں کو دفن کرنے سے پہلوتہی نہیں کرتے ہیں کیونکہ فساد زائد نہ تھا تو وہ عورت اس ٹکڑے کو بیع نہیں سکتی اور اگر لوگ اس میں زیادہ خرابی کی وجہ سے مُردے دفن نہیں کرتے ہیں تو وُہ عورت بیع سکتی ہے۔

پُر ظاہر کہ صورت مستفسرہ میں ہرگز نہ عدم محتاجین ہے نہ عدم صلوح، پھر شرطِ استغنا کب متحقق ہُوئی اور تغیرِ وقف کی اجازت کس گھر سے ملی، تو روشن ہُوا کہ مجیب سوم کا اس روایت خارجہ سے تمسک محض تشبث الغریق بالحشیش (ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ت) تھا۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ھکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی بالتوفیق۔

تنبیہ: یہ مجیب سوم پر تلك عشرۃ کاملۃ ہیں اور ان کاردان کے سب اتباع واذناب کے رد سے مغنی۔

ع وکل الصید فی جوف الفرا

(یہ عرب کا قول بطور مثل اس وقت بولا جاتا ہے جب بہت سی حاجتوں میں سے بڑی حاجت پوری ہو جائے)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الوقف الباب الثانی عشر فی الرباطات الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۷۱

Marfat.com

گریز فرمایا وہی تینوں یہاں بھی آپ پر عائد بلکہ مع شئی زائد :

اوّل تو وجہ سابع میں دیکھ چکے کہ خلاف مفتی بہ ہونا تو درکنار وُہ سرے سے مذہب کا کوئی قول ضعیف بھی نہیں۔

اور ثانی یُوں کہ کلام ابن القاسم میں عفت و درست ہے۔ عفاء دروس نیست و نابود و ناپیدا و بے نشان ہونا ہے۔ یہ اس مقبرے پر کہاں صادق کہ سائل کہتا ہے، پرانی شکستہ قبریں پائی جاتی ہیں تو ابھی نیست و نابود و ناپدید نہ ہوا اور اس روایتِ خارجیہ نے بھی آپ کو کام نہ دیا۔

اور ثالث یُوں کہ جب ان کی رائے میں مجرد وقفیت موجبِ اتحادِ معنی و جوازِ اقامت بجائے یک دگر ہے تو جیسے مقبرے کو مسجد کرنا روا، یُوں ہی مسجد کو مقبرہ، یُوں ہی مسجد کو سرائے اور سرائے میں بیت الخلا۔ فان الکل وقف من اوقاف المسلمین لایجوز تملیکہ لاحد فمعنی الکل علی ھذا واحد (کیونکہ یہ سب مسلمانوں کے اوقاف میں سے وقف کی صورتیں ہیں تو کسی کو اس کا مالک بنانا جائز نہیں اس اعتبار سے سب کا معنی ایک ہے) پھر مفر کدھر!

تاسعًا ذرا براہِ مہربانی تھوڑی دیر کو ہوش میں آکر فرمائیے کہ ابن القاسم نے کہا مقبرے کو بعد بے نشانی مسجد کر دینا روا، اور ابوالقاسم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: مقابر پر مسجد بنانا حرام۔ آپ کے نزدیک یہ دونوں حکم حالتِ واحد پر وارد، جب تو آپ کا ایمان ہے کہ ابن القاسم کی بات کو حق جانیں اور ابوالقاسم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد نہ مانیں، اور اگر حالت مختلف ہے تو پہلے وُہ فرق معین کیجئے جس پر ان دونوں احکام کا انقسام ہوگا، کیا فقط نَو و کُہن کا تفرقہ ہے کہ نئی قبروں پر مسجد بنانا حرام، اور جہاں ذرا پُرانی پڑیں اب ان پر نماز جائز ہوگئی یا فقط اُوپر کا نشان مٹ جانا چاہئے یا یہ ضرور ہے کہ لاشوں کے تمام اجزاء، ساری ہڈیاں بالکل خاک ہو جائیں، مردے بجمیع اجزاء تراب خالص کی طرف استحالہ کریں، اس کے بعد روا ہے۔

اوّل تو بداہۃً باطل، اور شاید بعلّتِ وہابیت آپ کے یہاں تو شرک ہو، اور ثانی بھی اسی کی مثل ہو کہ نشان بالا نہ قبر ہے نہ قبر کے لیے رکن و شرط، تو اس کا عدم و وجود یکساں۔ معہٰذا اس مقبرے میں یہ صورت بھی ہنوز متحقق نہ ہُوئی کہ نشان قبر موجود ہیں اور آپ کا حکم بے تخصیص ثلث خالی صاف مطلق ہے کہ "مدرسہ وقفی بنانا گورستان میں درست ہے"۔ اور آپ کے مقلد نے اس اطلاق کی صریح تصریح کر دی کہ "بناء مدرسہ اس جگہ میں خصوصاً حصہ خالی میں درست ہے"۔ اس خصوص نے عموم کو واضح کر دیا، لاجرم ثالث لیجئے گا، اب یہ آپ پر لازم تھا کہ دلیل شرعی سے اس مدت کی تعیین کرتے، جس میں مُردوں کی ہڈی پسلی کا اصلاً نام و نشان نہیں رہتا۔ سب سے پچھلی جو میّت دفن ہُوئی اسے اتنی مدت گزر چکی۔ ان دو مرحلوں کو بغیر طے کئے حکم جواز لگا دینا محض جہل تھا۔ اتنا یاد رکھئے کہ مجرد شک یہاں کام نہ دے گا کہ "الیقین لایزول بالشك" (شک سے یقین زائل نہیں ہوتا۔) عقل و نقل کا قاعدہ اجماعیہ ہے وجود مانع یعنی بعض اجزائے اموات پر یقین نہ ہو، حکم حرمت و ممانعت ہی رہے گا اور آپ کے لیت و لعل سے کام نہ چلے گا۔

Marfat.com

فی غایۃ القبح ان یقبر فیہ الموتٰی سنۃ و یزرع سنۃ[1]۔
یہ بات انتہائی قبیح ہے کہ ایک سال اس میں مُردے دفن کیے جائیں اور ایک سال کھیتی باڑی کی جائے۔ (ت)

بات یہ ہے کہ وہابیہ کی نگاہ میں قبورِ مسلمین بلکہ خاص مزاراتِ اولیائے کرام علیہم الرضوان ہی کی کچھ قدر نہیں، بلکہ حتی الوسع ان کی توہین چاہتے ہیں اور جس حیلے سے قابو چلے انھیں نیست و نابود و پامال کرانے کی فکر میں رہتے ہیں ان کے نزدیک انسان مرا اور پتھر ہوا جیسے وُہ خود اپنی حیات میں ہیں کما لا یسمع ولا یبصر ولا یغنی عنک شیئا (جو نہ سُنے نہ دیکھے اور نہ تیرے کچھ کام آئے۔ ت) حالانکہ شرع مطہر میں مزاراتِ اولیاء تو مزارات عالیہ عام قبورِ مسلمین مستحقِ تکریم و ممتنع التوہین، یہاں تک کہ علماء فرماتے ہیں: "قبر پر پاؤں رکھنا گناہ ہے کہ سقفِ قبر بھی حقِ میّت ہے۔"

قنیہ میں امام علائے ترجمانی سے ہے:

یاثم بوطء القبور لان سقف القبر حق المیت[2]
قبر پر پاؤں رکھنا گناہ ہے کہ سقفِ قبر بھی حقِ میّت ہے۔

حتّٰی کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم جن کی نعلین پاک کی خاک اگر مسلمان کی قبر پر پڑ جائے تو تمام قبر جنت کے مشک و عنبر سے مہک اُٹھے۔ اگر مسلمان کے سینے اور منہ اور سر اور آنکھوں پر اپنا قدم اکرم رکھیں اس کی لذت و نعمت و راحت و برکت میں ابد الآباد تک سرشار و سرفراز رہے۔ وُہ فرماتے ہیں:

لان امشی علی جمرۃ او سیف احبّ الیّ من ان امشی علی قبر مسلم[3] رواہ ابن ماجۃ بسند جید عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔
بے شک چنگاری یا تلوار پر چلنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں کسی مسلمان کی قبر پر چلوں۔ اسے ابن ماجہ نے سندِ جید کے ساتھ عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

اور وہابیہ کو اس کی فکر ہے کہ کسی طرح مسلمانوں کی قبروں پر مکان بنیں، لوگ چلیں پھریں، قضائے حاجت کریں، بھنگی اپنے ٹوکرے لے کر چلیں ع

اگر اینست پسند تو نصیبت بادا
(اگر یہی تجھے پسند ہے تو تجھے نصیب ہو۔ ت)

---

[1] الہدایۃ | کتاب الوقف | المکتبۃ العربیۃ کراچی | ۲/ ۶۱۸
[2] فتاوٰی قنیہ | کتاب الکراہیۃ والاستحسان | مکتبہ مشتہرہ بالمہانندیہ کلکتہ بھارت | ص ۱۶۷
[3] سنن ابن ماجہ | باب ماجاء فی النہی عن المشی علی القبور | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ص ۱۱۳

Marfat.com

اوراذناب کے پاس ہے ہی کیا سوا امام زیلعی کی تحقیق کے ۔ روایت امام زیلعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ جسے خود مولوی گنگوہی صاحب نے کچھ سوچ سمجھ کر چھوڑ دیا اور روایت فقہیہ نہ لکھنے کے لیے بے مہلتی کا بہانہ لیا ۔ مجیب اوّل نے لکھی، مجیب دوم سلمہ نے جواب دیا ۔ بعض اذناب سوم نے بے تعرض جواب پھر اسی کا اعادہ کیا ، مگر جناب گنگوہی صاحب چر کے کہ یہاں مقبرۂ وقف میں کلام ہے ۔ مجھے خاص دوسرے مکان وقفی کی اجازت نکالنی مشکل پڑی ہے ۔ ہل چلانا، کھیتی کرنا کہ اس روایتِ امام زیلعی میں جائز ہو رہا ہے ، کس گھر سے جائز کر سکوں گا لہذا ہوشیارانہ اس سے عدول کیا جو اذناب کی سمجھ میں نہ آیا ۔ غالباً اب تو ناظرین نے اس روایت کا محل ومحصل سمجھ لیے ہوں گے ۔

صاحبو! اس سے مقصود زمین مملوک ہے ، یعنی اگر کسی کی ملک میں کوئی میّت دفن کر دی گئی ہو، تو جب وُہ بالکل خاک ہو جائے مالک کو روا ہے کہ وہاں کھیتی کرے ، گھر بنائے ، جو چاہے کرے ،

لان الملك مطلق والمانع زال وھذا ایضا اذا کان ذلك باذنه والا ففی الغصب له اخراج المیّت وتسویۃ الارض کما ھی لحدیث لیس لعرق ظالم حق[1]

کیونکہ ملک مطلق ہے اور مانع زائل ہو گیا اور یہ بھی اس صورت میں ہے جبکہ اس کی اجازت سے ہو ، ورنہ غصب کی صورت میں اسے حق ہے کہ میّت کو نکالے اور زمین برابر کرے جیسے کہ تھی ، کیونکہ حدیث میں ہے کہ زمین پر ظالم کا حق نہیں ۔

علامہ مدقق علائی قدس سرہٗ نے درمختار میں اسے ایسے نفیس سلسلے میں منسلک کیا جس نے معنی مرادی کو کھول دیا ۔ مجیب اوّل نے یہ روایت وہیں سے اخذ کی ، مگر علامہ مدقق کے اشارات تک ہر فہم کی دسترس کہاں !

درمختار میں فرمایا :

لا یخرج منه بعد اھالۃ التراب الا لحق اٰدمی کان تکون الارض مغصوبۃ او اخذت بشفعۃ ویخیر المالك بین اخراجه ومساواته بالارض کما جاز زرعه والبناء علیه اذا بلی وصار ترابًا زیلعی[2]

مُردے کو مٹی ڈالنے کے بعد صرف حقوق العباد کی وجہ سے نکالا جائیگا ، جیسے زمین مغصوبہ ہو یا شفعہ سے لی گئی ہو ، اور مالک کو اختیار ہوگا کہ اسے نکالے یا زمین برابر کر دے ، جیسے کہ اس پر عمارت بنانا اور کھیتی باڑی کرنا مُردوں کے گلنے سڑنے اور مٹی ہو جانے کے بعد درست ہے زیلعی (ورنہ مقبرہ وقفی میں کھیتی کرنا کسی کے نزدیک جائز نہیں)

ہدایہ میں ہے :

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۵ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۷/ ۱۴

[2] درمختار باب صلوۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۶

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط حامداً و مصلیاً و مسلماً علیٰ رسولہ سیدنا محمدٍ و آلہ و اصحابہ
و اولیاء امتہ و متبعیھم اجمعین ○ جو کچھ مولانائے مجیب جامع المعقول والمنقول حلالِ مہمات فروع واصول
مولوی محمد عمر الدین صاحب الحنفی القادری "جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء" نے صورتِ مسئولہ میں تحریر فرمایا ہے وہ سب
حق و صواب ہے، جوابِ لاجواب ہے، پسندیدہ اولی الالباب ہے۔ حنفی مذہب کے مطابق قبروں کو کھود کر صاف
میدان کردینا اور اس پر مکان وغیرہ بنانا ہرگز درست نہیں۔ اس کی تحقیق مولائے مجیب نے عمدہ طور سے فرمائی ہے،
کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا، معترضوں کے کل اعتراض نہایت خوش اسلوبی سے اٹھادئے ہیں اور منکروں کے
سب خدشات دفع کر دئے ہیں پھر تحریر مہر تنویر فاضل کامل، عالم عامل، محقق علوم عقلیہ، مدقق فنونِ نقلیہ،
قالع اصول مبتدعین، قامع او ہام نجدیین، حامی سنن، ماحی فتن، مجدد مائۃ حاضرہ، حجۃ قاہرہ مولنا الحاج
احمد رضا خاں صاحب ادام اللہ تعالیٰ فیوضاتہم کی تو منکروں پر بجلی سی کڑک پڑی، رشید گنگوہی کی تحریر پر تزویر کے تو
خوب پرخچے اڑائے۔ ایسا امر کوئی فروگذاشت نہ ہوا کہ جس کے لکھنے کی کسی کو تکلیف ہو۔ پس فقیر نے طول دینا مناسب
نہ سمجھا، لہٰذا اختصار سے کام لیا گیا۔ ان فتووں کا انکار بجز فرقہ نجدیہ وہابیہ، اسمٰعیلیہ، ہندیہ، اسحاقیہ، رشیدیہ
گنگوہیہ شیطانیہ خذلہم اللہ تعالیٰ فی الدنیا والآخرۃ کے کوئی نہ کرے گا۔ اہل سنت وجماعت کو ان دجاجلہ ضلالت کیش
و ابالسۃ بطالت اندیش کی صحبت سے پرہیز کرنا لازم ہے اور سلام و کلام قطع کرنا واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
بالصواب و الیہ المرجع والمآب۔

حررہ الراجی الیٰ لطف ربہ القوی عبد النبی الامی السید حیدر شاہ القادری الحنفی
تجاوز اللہ تعالیٰ عن ذنبہ الجلی والخفی وحفظ عن موجبات الکی والغی
بحرمۃ النبی الہاشمی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ
وسلم۔ متوطن کچھ بھوج المعروف بہ پیر بھروا النزیل بمبئی۔

عبد النبی الامی
الحنفی - سید
حیدر شاہ قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی رزق الانسان علماً و سمعاً
وبصراً فی الحیات وبعد الممات، فالموتیٰ
یعرفون الزوار ویسمعون الاصوات والصلوٰۃ
والسلام الاتمان الاکملان علیٰ من ھدانا
الی الصراط المستقیم ووقانا بہا من نارِ الجحیم
التی اعدت للکفرین والمارقین من النیاشرۃ

سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے انسان
کو زندگی میں اور بعد از موت جاننے، سننے اور دیکھنے
کی قوت بخشی، اتم و اکمل درود و سلام ہو اس ذات پر
جس نے ہمیں سیدھی راہ دکھائی اور ہمیں نارِ جہنم
جو کافروں، سرکشوں، رب العالمین کو جھٹلانے والوں
شیطان لعین کو اولین و آخرین کے علم پر فضیلت

Marfat.com

ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ○ واذ اخذت المسئلۃ حقہا من البیان ولنکف عنان القلم حامدین للہ سبحنہ وتعالٰی علی ما علم وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ واصحابہ وسلم واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وحکم عز شانہ احکم۔

طاقت وقوت صرف اللہ تعالٰی کے لیے ہے، جب میں نے مسئلہ کما حقہ بیان کردیا تو اب چاہیے اللہ تعالٰی کی حمد کرتے ہوئے قلم کو روکیں کہ اسی نے علم دیا، اور درود و سلام ہو ہمارے آقا و مولا حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر اور آپ کے صحابہ پر، واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وحکم عز شانہ احکم۔ (ت)

تمت

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱
عبدالمصطفٰی احمد رضا خاں

محمد
سلطان

ان ھٰذا لھو الحق والحق بالاتباع احق۔
(بے شک حق یہی ہے اور حق ہی اتباع کے زیادہ لائق ہے۔ ت)

اس میں جو کچھ بیان ہے سب مطابق احکام شریعت وسلف صالحین ہے۔ مسلمان ان سب کو تمسک کریں۔ مؤلف علام کو خدائے برتر جزائے خیر دے اور مقبولِ خاص وعام کرے اور مجھ کو بھی ثواب سے محروم نہ فرمائے۔ والصلوٰۃ والسلام علٰی خیر الانام وآلہ واصحابہ الکرام۔

المذنب المدعو محمد عبداللہ عفی عنہ

مسائلِ بالاکہ علمائے دین متین وفضلائے امت (رسولِ مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم) تحریر وتقریر فرمودند ہمہ حق وراست ودرست اند۔ شاکی اینہا مردود وفاسق اند۔

اُوپر والے مسائل جن کو علمائے دین متین وفضلائے امتِ رسولِ مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لکھا ہے اور بیان کیا سب کے سب درست اور صحیح ہیں، ان میں شک کرنیوالے مردود اور فاسق ہیں (ت)

العبد الضعیف الراجی الی رحمۃ اللطیف محمد نعیم پشاوری عفی اللہ عنہ وعن والدیہ والمومنین والمومنات، آمین ثم آمین۔

Marfat.com

مسئلہ ۱۳۹ ازشہر کہنہ مسئولہ رحمت علی خادم مزار شاہدانہ رحمۃ اللہ تعالیٰ ۹ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اراضی مذبح جس پر دُکاندار لوگ خوانچہ لگا کر بیٹھ جاتے ہیں بذریعہ ٹھیکہ مالک تھا اور دُکانداروں پر دُو دُو چار چار پیسے روزانہ کے حساب سے مقرر کرلیے تھے بعد چند روز کے اندرونِ میعاد ٹھیکہ زید سے عمرو نے ٹھیکہ لگایا اور دکانداروں پر اول سے زیادہ کرایہ مقرر کرلیا، مگر دکان دار لوگ کرایہ زیادہ حسبِ منشاء عمرو کو نہ دے سکے اور مجبور ہو کر اراضی تکیہ جو متصل مذبح کے ہے حسبِ رضامندیٔ فقیر جا بیٹھے اور فقیر کو دُو پیسے روز ہر دُکان دار دینے لگا۔ عمرو کو یہ بات ناپسندِ خاطر ہوئی اور دینی برادرون قصابان سے اپنا عذر کیا، چنانچہ عمرو ٹھیکیدار و نیز اکثر برادرانِ عمرو کہ جو وہاں کی اشیاء کے خریدار بھی ہیں باتفاق سب نے فقیر پر دباؤ ڈالا اور کہا کہ منجملہ دو پیسے کے ڈیڑھ پیسہ عمرو کو اور نصف فقیر کو ہر دکاندار دے، ایسی صورت میں عمرو کو ڈیڑھ پیسہ لینا کہ جو عمرو کی زمین سے کسی دُکاندار کو کچھ تعلق نہیں ہے چاہئے یا نہیں، دوم تکیہ کی اراضی میں دُکان داروں کو خوانچہ لگا کر بیٹھنا اور کرایہ فقیر کو دینا اور فقیر کو لینا جائز ہے یا ناجائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

دونوں باتیں حرام ہیں، نہ تکیہ کی زمین دُکان داروں کو کرایہ پر دی جاسکتی ہے نہ اُن کا کرایہ فقیر کو حلال ہوسکتا ہے، اور اگر فقیر کی اپنی مملوک کوئی زمین ہوتی تو اس پر دباؤ ڈال کر کوئی کوڑی عمرو کو دلوانا قطعاً حرام تھا تو یہ حرام در حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۰ تا ۱۴۵ از شیر کوٹ مسئولہ مظہر الحسن صاحب ۹ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ازروئے شریعتِ اسلام قبرستان کا بیع و رہن وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) قبرستان کی زمین کسی کی ذاتی ملکیت ہوسکتی ہے یا نہیں، اور مخصوص قبرستان بنانا کیسا ہے اور اس کی نسبت کیا احکامِ شرعی ہیں؟

(۳) قبروں کو منہدم یا مسمار کرکے اُس میں کھیتی وغیرہ کرنا کیسا ہے، اور اگر کوئی شخص مسلمان ہوکر ایسا کرے تو اس کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟

(۴) قبروں کو منہدم یا ویران کرتے یا کھودتے ہُوئے دیکھ کر کوئی مسلمان ایسا کرنے والے کو روکنے کا شرعاً مجاز ہے یا نہیں؟

(۵) قبرستان میں یا اُس کی متعلقہ زمین میں بول و براز، گندگی وغیرہ پھینکنا یا قبرستان کو گندگی کا مخزن

Marfat.com

والمکذبین لرب العالمین، والمفضلین للشیطان اللعین علی علم الاولین والاٰخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ اٰلہ واصحابہ و ابنہ وحزبہ اجمعین، وعلینا بھم یاارحم الراحمین، وبعد فلما رأیت جوابُ ناصر الدین المتین و مولٰنا المولوی محمد عمر الدین وجدتہ موافقا للسنۃ دافعا للفتنۃ، ونظرت تحریر المولوی رشید احمد الگنگوھی فما ھو الا ضلال مبین و ھتک لحرمۃ المومنین، ومارد بہ علیہ خاتم المحققین عمدۃ المدققین عالم اھل السنۃ مجدد المائۃ الحاضرۃ سیدی و مرشدی و کنزی وذخری لیومی وغدی مولٰنا المولوی محمد احمد رضا خاں ایدہ اللہ لواھب بالفیض والمواھب فلا اجد لساناً ثناءً علیہ غیران اقول لا شك انہ الصدق الصراح و الحق القراح، فجزاھم اللہ خیرا لجزاء عن الاسلام والمسلمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب، قالہ بفمہ ورقمہ بقلمہ محمد المدعو بظفر الدین المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی الرضوی المجددی البھاروی العظیم اٰبادی۔

محمدی سنی حنفی قادری

ابوالبرکات محمد ظفر الدین

دینے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے سے بچایا، درود وسلام ہو آپ پر اور آپ کے آل، اصحاب، بیٹے، گروہ سب پر اور ان کے وسیلہ سے ہم پر یاارحم الراحمین، بعدازیں جب میں نے دین متین کے ناصر مولٰنا مولوی محمد عمر دین کے جواب کو غور سے دیکھا تو اسے سنّت کے موافق اور فتنہ سے مدافع پایا، اور مولوی رشید احمد گنگوہی کی تحریر پر نظر کی تو اسے گمراہ کن اور توہینِ مومنین سے مملو پایا، اور خاتم المحققین، عمدۃ المدققین، عالمِ اہل سنت، مجدد مائۃ حاضرہ، میرے سردار، میرے مرشد، میرے کل اور آج کے لیے ذخیرہ وخزانہ مولٰنا احمد رضا خان (اللہ تعالیٰ اس کی عطاؤں اور فیض کو ہمیشہ جاری رکھے) نے جو اس پر رَد فرمایا میرے پاس ایسی زبان نہیں کہ اس کی تعریف کرسکوں، ہاں اتنا ضرور کہوں گا کہ بے شک وہ صاف سچا، خالص حق ہے، اللہ تعالیٰ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے انھیں جزائے خیر عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اور اصل کتاب اسی کے پاس ہے۔ محمد ظفر الدین محمدی سنّی حنفی قادری برکاتی رضوی مجددی بہاروی عظیم آبادی نے اسے بزبانِ خود کہا ہے اور اپنے قلم سے لکھا ہے۔ (ت)

Marfat.com

الجواب

ہبہ و بیع سے قبرستان وقف مستثنیٰ ہیں۔ مشتری کی قبر بھی اس میں بن سکتی ہے۔ واہبہ وغیرہ کی قبر کی مرمت بھی وہ کر سکتا ہے، جو درخت اس میں ہیں وہ مشتری کی ملک ہیں جو چاہے کرے۔ قبرستان اگرچہ وقف ہو اس کے درخت وقف نہیں ہوتے کما بینہ فی الھندیۃ وغیرھا (جیسا کہ ہندیہ وغیرہا میں بیان کیا گیا ہے۔ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۷ از کلکتہ زکریا اسٹریٹ نمبر ۲۲ مسئولہ مولوی عبدالحیٔ صاحب و مولوی مبارک کریم صاحب بمعرفت حاجی لعل خاں صاحب ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس مرید خاص نے مزار کے قریب کچھ زمین و مکانات اپنے خرچ اور آفس و مال گودام کے لیے نیز اس لیے کہ زائرین قیام کریں اور مجالس اس میں قائم ہوں تیار رکھتے تھے، نہ وہ زمین و مکانات وقف کئے نہ کبھی حالتِ حیاتِ شیخ میں شیخ نے نامزد کئے نہ بعد وفاتِ شیخ بنام مقبرہ اس نے بضرورتِ تجارت اُس اراضی و مکانات کو مبلغ کثیر پر رہن رکھا ہے۔ اب فرزندِ شیخ کہتے ہیں کہ یہ سب مکانات وغیرہ ہمارے نام کردو، تو کیا فرزندِ شیخ کا یہ دعویٰ صحیح ہو سکتا ہے اور کیا مرید کو اختیار ہے کہ قبل فک رہن اُس جائداد کو فرزندِ شیخ کے نام کردے، اور کیا وہ فرزندِ شیخ اس مرید کی جائداد بجبر و اکراہ اپنے نام کرا سکتا ہے، آیا شریعت میں مرید پر کچھ استحقاقِ مالی شیخ یا وارثانِ شیخ کا ہے؟

جواب از لکھنؤ: ھو المصوب صورتِ مذکورہ میں زمین و مکانات و انتظام مقبرہ پر دعویٰ فرزندِ شیخ کا باطل ہے، مرید پر مالی استحقاق شیخ کا یا وارثانِ شیخ کا شرعاً نہیں ہے اور مرید جائداد مرہون بغیر فک رہن کسی شخص کو دے نہیں سکتا، نہ فرزندِ شیخ مرید پر کوئی جبر کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ محمد عبدالمجید

الجواب

فرزندِ شیخ کا دعویٰ باطل، اور اسے جبر کا کوئی اختیار نہیں۔

قال تعالیٰ لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم[1]۔ باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اپنے مال آپس میں ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ تمہاری باہمی رضامندی سے کوئی سودا ہو۔ (ت)

زمین و مکانات و مقبرہ سب ملکِ مرید ہیں اس کے ورثاء کے قبضے میں رہیں گے۔ مرید پر شیخ کا مالی استحقاق بمعنی وجوب شرعی بحیثیت شیخیت نہیں، اگرچہ طریقۃً وہ اور اس کا مال سب گویا اس کے شیخ کا ہے، یا شریعۃً بوجوہ

---

[1] القرآن ۴/۲۹

Marfat.com

بنانا کیسا اور اس کی نسبت کیا حکم ہے؟
(۶) مسلمانوں پر قبرستان کی حرمت کس حد تک واجب ہے؟

الجواب

(۱ و ۲) عامۂ قبرستان وقف ہوتے ہیں، اور وقف کی بیع و رہن حرام ہے، اور جو خاص قبرستان کسی کی ملک ہو جس میں اس نے مردے دفن کیے ہوں مگر اس کام کے لیے وقف نہ کیا ہو، وہ بھی مواضع قبور کو نہ بیچ سکتا ہے نہ رہن کرسکتا ہے کہ اس میں توہینِ اموات مسلمین ہے، اور اُن کی توہین حرام ہے۔

(۳) حرام ہے مگر یہ کہ کسی کی مملوک زمین میں بے اس کی اجازت کے کسی نے مردہ دفن کردیا ہو اور اس نے اُسے جائز نہ رکھا تو اُسے اُس کے نکلوا دینے اور اپنی زمین خالی کرلینے اور کھیتی و عمارت ہر شے کا اختیار ہے۔

(۴) جو شخص ایسے جرم شدید کا مرتکب ہو ہر مسلمان پر واجب ہے کہ بقدرِ قدرت اسے روکے، جو اس میں پہلو تہی کرے گا اُسے فاسق کی طرح عذابِ نار ہوگا۔

قال تعالٰی کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ماکانوا یفعلون[1] اللہ تعالٰی فرماتا ہے: وہ ایک دوسرے کو بُرے کام سے روکتے نہ تھے، وہ سب کیا ہی بُرا کام کرتے تھے (ت)

(۵) حرام، حرام، سخت حرام ہے اور اس کا مرتکب مستحق عذابِ نار و غضبِ جبّار ہے۔

(۶) قبورِ مسلمین پر چلنا جائز نہیں، بیٹھنا جائز نہیں، اُن پر پاؤں رکھنا جائز نہیں۔ یہاں تک کہ ائمہ نے تصریح فرمائی کہ قبرستان میں جو نیا راستہ پیدا ہو اس میں چلنا حرام ہے، اور جن کے اقربا ایسی جگہ دفن ہوں کہ ان کے گرد اور قبریں ہوگئیں اور اسے اُن قبور تک اور قبروں پر پاؤں رکھے بغیر جانا ناممکن ہو، دُور ہی سے فاتحہ پڑھے اور پاس نہ جائے زیادہ تفصیل ہمارے رسالہ اھلاك الوھابیین میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۶ از سکندر پور ضلع بلیا پاٹی گلی مسئولہ محمد حسین و عطا حسین ۲۲ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زینب نے اپنے نواسہ بکر کو اپنی زمینداری ہبہ کی اور لکھ دیا کہ توابع لواحق اس کے جو کچھ ہے ہبہ کردیا، بکر نے عمرو کے ہاتھ اس زمینداری کو مع جملہ حقوق توابع لواحق بیع کردیا اور اس کے اندر قبرگاہ واہبہ کا بھی ہے تو اس کے اندر عمرو مشتری کی قبر بنانا جائز ہے یا نہیں یا اُس قبرگاہ پر متصرف ہونا مشتری عمرو کا درختان انبہ وغیرہ کا پھل کھانا یا لکڑی لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ قبرگاہ بغیر دیوار بے مرمت اور خراب ہو تو عمرو بنوا سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

---

[1] القرآن ۵/۷۹

Marfat.com

تصریحات کثیرۃ فی کتابنا حیاۃ الاموات فی بیان سماع الاموات ، فان العلۃ فیہ کما نصوا علیہ انہا مادامت رطبۃ تسبح اللہ تعالٰی فتؤنس المیت لاطیبہا۔

اس پر کثیر تصریحات ہم نے اپنی کتاب حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات میں نقل کی ہیں اس لیے کہ حسب تصریح علماء ان کے استحباب کی علت یہ ہے کہ وہ پھول جب تک تر رہیں گے اللہ کی تسبیح کرتے اور میّت کا دل بہلاتے رہیں گے ـــ خوشبودار ہونا علت نہیں (ت)

اور اگر بغرضِ حاضرین وقتِ فاتحہ خوانی یا تلاوت قرآن عظیم و ذکر الٰہی سلگائیں تو بہتر و مستحسن ہے۔

وقد عہد تعظیم التلاوۃ والذکر و تطییب مجالس المسلمین بہ قدیما وحدیثا۔

اور تلاوت و ذکر کی تعظیم اور اس سے مسلمانوں کی مجلسوں میں خوشبو پھیلانا زمانۂ قدیم و جدید میں متعارف ہے۔ (ت)

جو اسے فسق و بدعت کہے محض جاہلانہ جرأت کرتا ہے یا اصول مردودۂ وہابیت پر مرتا ہے۔ بہرحال یہ شرع مطہر پر افترا ہے، اس کا جواب انھیں دو آیتوں کا پڑھنا ہے:

قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین[1] قل آللہ اذن لکم ام علی اللہ تفترون[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

تم کہو اپنی دلیل لاؤ اگر سچے ہو ـــ تم کہو کیا خدا نے تمھیں اذن دیا ہے یا اللہ پر افترا کرتے ہو۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن ۲/۱۱۱

[2] القرآن ۲/۱۱۷

Marfat.com

دیگر وجوب ہوسکتا ہے۔ فرزندِ شیخ کا یہ مطالبہ کرنا سوال ہے اور سوال بلاضرورت حرام ہے۔ ہاں اگر مرید رضائے خود چاہے تو اپنا مال اُس کے نام کرسکتا ہے اگرچہ قبل ادائے دین مرتہن باذن مرتہن۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۸ از جوناگڑھ کاٹھیاواڑ سرکل مدار المہام مرسلہ مولوی امیر الدین صاحب ۱۰ ذی القعدہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی بزرگ کے مزار پر لوبان جلانا شرع شریف میں کیا حکم رکھتا ہے؟ اور جو شخص جلانے والے کو فاسق اور بدعتی کہے اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

عُود لوبان وغیرہ کوئی چیز نفسِ قبر پر رکھ کر جلانے سے احتراز چاہئے اگرچہ کسی برتن میں ہو لما فیہ من التفاؤل القبیح بطلوع الدخان علی القبر والعیاذ باللہ (کیونکہ اس میں قبر کے اوپر سے دُھواں نکلنے کا بُرا فال پایا جاتا ہے، اور خدا کی پناہ۔ت) صحیح مسلم شریف میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی:

انہ قال لابنہ وھو فی سیاق الموت اذا انا مت فلا تصحبنی نائحۃ ولا نار[1] الحدیث۔

انھوں نے دمِ مرگ اپنے فرزند سے فرمایا جب میں مرجاؤں تو میرے ساتھ نہ کوئی نوحہ کرنے والی جائے نہ آگ جائے۔ الحدیث (ت)

شرح المشکوٰۃ للامام ابن حجر المکی میں ہے: لانھا من التفاؤل القبیح[2] (کیونکہ آگ میں فالِ بد ہے۔ت) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے: انھا سبب للتفاؤل القبیح[3] (یہ فالِ بد کا سبب ہے۔ت) اور قریبِ قبر سلگانا کہ اگر وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوں نہ کوئی تالی یا ذاکر ہو بلکہ صرف قبر کے لیے جلا کر چلا آئے تو ظاہر منع ہے کہ اسراف و اضاعتِ مال ہے۔ میّت صالح اُس غرفے کے سبب جو اس کی قبر میں جنت سے کھولا جاتا ہے اور بہشتی نسیمیں بہشتی پھولوں کی خوشبوئیں لاتی ہیں، دنیا کے اگر لوبان سے غنی ہے اور معاذ اللہ جو دُوسری حالت میں ہو اُسے اس سے انتفاع نہیں۔ تو جب تک سندِ مقبول سے نفعِ معقول نہ ثابت ہو سبیلِ احتراز ہے۔

ولا یقاس علی الورد والریاحین المصرح باستحبابہ فی غیر ما کتاب کما اوردنا علیہ

اس کا قیاس پھولوں پر نہیں ہوسکتا جن کے مستحب ہونے کی صراحت متعدد کتابوں میں موجود ہے جیسا کہ

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان نور محمد اصح المطابع کراچی ۷۶/۱
[2] مرقاۃ بحوالہ الامام ابن حجر مکی کتاب الجنائز مکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۱۹۶/۴
[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ " " " "

Marfat.com

رسالہ

بَرِیْقُ المَنَارِ بِشُمُوْعِ المَزَارِ ۱۳۳۱

(منارے کی چمک مزار کی شمعوں سے) ۱۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم۔

مسئلہ ۱۴۹ ازلکھنؤ محلسرا ڈاکخانہ چوک مرسلہ مولوی محمد احمد صاحب علوی خلف مولوی حبیب علی صاحب مرحوم ۸ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مزاراتِ اولیاء اللہ پر روشنی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ روشنی مزاراتِ اولیاء اللہ پر ناجائز ہے کیونکہ اس میں تعبد منظور رہوتا ہے، چنانچہ زید کی تحریر بجنسہٖ ذیل میں نقل کی جاتی ہے، آیا یہ مسلک زید کا نزدیک علمائے دین ومفتیانِ شرع متین قابلِ قبول وعمل ہے یا نہیں؟

نقلِ تحریرِ زید یہ ہے:

میں بقسمِ شرعی اس کو باور کراتا ہوں کہ میں نے کوشش کی کہ چراغانِ قبور کا کسی تاویل سے استحسان ثابت ہوجائے تو میں رسمِ قدیم کی مخالفت نہ کروں. چنانچہ فتاوٰی عالمگیری کو دیکھا اس میں نکلا کہ اخراج الشموع الی المقابر بدعۃ لا اصل لہ (مزارات پر چراغاں کرنا بدعت ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔ ت) اسی طرح

Marfat.com

فتاویٰ بزازیہ میں ہے۔ دُرمختار میں بھی یہی نکلا۔ پھر میں نے حدیث شریف کو دیکھا۔ مشکوٰۃ شریف میرے پاس تھی۔ اس میں یہ حدیث نکلی:

لعن رسول اللہ زائرات القبور والمتخذین علیھا المساجد والسرج[1] رواہ الترمذی والنسائی۔

لعنت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زائراتِ قبور پر اور جو بنائیں قبروں پر مسجدیں (یعنی قبروں کی طرف سجدہ کریں) اور قبروں پر چراغ کو روشن کریں۔ اسے ترمذی اور نسائی نے روایت کیا۔

اس کے بعد میں نے حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی برادر شاہ عبدالعزیز صاحب ختم المحدثین کے فتوے مطبوعہ مطبع مجتبائی ص۱۴۱ کو دیکھا اس میں لکھا ہے:

پس امداد بدعاء وختم واطعام بدعتے مباح است (یعنی در عرس سالانہ بزرگانِ دین اگر صلحائے وقت جمع شدہ قرآن شریف خوانند وخیرات کردہ ثواب رسانند مضائقہ ندارد۔ ایں را بدعتِ مباح باید گفت) وجہِ قبح ندارد۔ اما ارتکاب محرمات از روشن کردن چراغ ہا وملبوس ساختن قبور وسرود ہا ونواختن معازف بدعات شنیعہ اند۔ حضور چنیں مجالس ممنوع اگر مقدور باشد محلِ حدیث من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ وان لم یستطع فبلسانہ وان لم یستطع فبقلبہ وذٰلک اضعف الایمان[2] عمل باید کرد از مقام زجر پراگندہ کردن اسبابِ بدعت کافی[3]

دعا، ختم قرآن اور کھانا کھلانے کے ذریعے مدد کرنا ایک جائز بدعت ہے (یعنی بزرگانِ دین کے سالانہ عرس میں اگر اس زمانے کے نیک لوگ جمع ہو کر قرآن شریف پڑھیں اور خیرات کر کے ثواب پہنچائیں تو کوئی مضائقہ نہیں اسے بدعتِ مباحہ کہا جا سکتا ہے) قبیح ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ لیکن حرام باتوں کا ارتکاب جیسے چراغ روشن کرنا، قبروں کو ملبوس کرنا، گانے، باجے بجانا شنیع بدعتیں ہیں، ایسی مجلسوں میں شرکت منع ہے اگر قدرت ہو تو حدیث پاک "جو تم میں کوئی برائی دیکھے تو اپنے ہاتھ سے روک دے، یہ نہ ہو سکے تو زبان سے، یہ بھی نہ ہو سکے تو دل سے بُرا جانے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے" پر عمل کرنا چاہئے۔ زجر کی جگہ اسبابِ بدعت کو منتشر کر دینا کافی ہے (ت)

---

[1] الجامع للترمذی باب کراہۃ ان یتخذ علی القبر مسجداً نور محمد اصح المطابع کراچی ص ۴۳
[2] " " ابواب الفتن " " " ص ۳۱۶
[3] فتاویٰ شاہ رفیع الدین

Marfat.com

اس کے علاوہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے مالا بدمنہ میں اور ارشاد الطالبین میں لکھا ہے کہ:

"چراغاں کردن بدعت است، پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بر شمع افروزاں نزد قبر و سجدہ کنندگان لعنت گفتہ۔" ارشاد الطالبین ص۱

(قبور پر) چراغاں کرنا بدعت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبر کے نزدیک چراغاں کرنے اور سجدہ کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (ت)

خلاصہ یہ کہ چراغاں جو بغرض خاص تقرب کیا جاتا ہے یا بغرضِ زینت۔ یہاں تک کہ بعض لوگ منّت مانتے ہیں اور اس کا ایفاء کرتے ہیں اور اہل اللہ کے مزار پر کرتے ہیں معمولی آدمی کی قبر پر نہیں کرتے ہیں۔ اس طرح جب کتب حدیث و فقہ و تحریراتِ علماء میں نکلا تو میں نے بلا خوف و خطر اس کو ترک کر دیا اور جس قدر رقم کا تیل آتا تھا وہ میں نے شربت و برف میں صرف کر دیا۔ نظرِ انصاف سے دیکھا جائے کہ یہ کیا سنگین جرم ہے، نماز نہ پڑھے، جماعت کا پابند نہ ہو، ڈاڑھی منڈائے، وہ سب قابلِ عفو ہے لیکن چراغاں نہ کرنا جس کے لیے اس قدر شدید وعید آئی ہے وُہ ایسا جرم ہے کہ فوراً وہابیت کا فتویٰ دے دیا جائے۔ چونکہ اس کے کہنے والے اکثر جاہل ناخواندہ لوگ تھے میں نے اس کی طرف توجہ بھی نہیں کی، میں نے یہ سمجھا تھا کہ اگر صاحب فتاویٰ بزازیہ و عالمگیریہ و صاحبِ مشکوٰۃ اور شاہ رفیع الدین صاحب محدّث دہلوی اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی یہ سب وہابی ہیں تو میں الحمدللہ وہابی ہُوں۔ یہ امر بھی قابلِ گزارش ہے کہ میں نے مولوی احمد رضا خاں صاحب کو ایک عریضہ بھیجا اور اس میں استفتاء چراغاں کا کہا اور جواب کے لیے ٹکٹ بھی رکھ دیئے لیکن خاں صاحب موصوف نے اس کا جواب نہیں دیا۔ مشکل یہ ہے کہ اگر حق جواب لکھا جائے تو پیرزادے ناخوش ہوتے ہیں اگر ناحق لکھا جائے تو قرآن و حدیث و فقہ کے خلاف ہوتا ہے۔ بہت تلاش سے بعض لوگوں کی تحریرات سے ایک آدھ چراغ کا جواز اس طرح سے نکلتا ہے کہ کسی دوسری مصلحت سے چراغ جلایا جائے۔ لیکن چراغاں کا جواز اگر آج بھی کسی مستند عالم کی کتاب سے نکل آئے تو مجھ کو اس معاملہ میں کد نہ ہوگی، صرف دو امور ہیں جس کی وجہ سے لوگوں کو خلجان ہوتا ہے:

اول یہ کہ پیرزادے اس کو کرتے چلے آئے ہیں مگر پیرزادوں کا فعل ناسخ قولِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہیں ہے، پیرزادگان کچھ معصوم نہیں ہیں، صالح ہوں، اہل اللہ ہوں، لیکن معصوم نہیں، جہاں ہزاروں نیک مشائخ زمانہ کرتے ہیں وہاں ایک امرِ ناجائز بھی کسی مصلحت سے انھوں نے کرلیا۔ خدا تعالیٰ معاف کرنے والا ہے۔ غور سے دیکھا جائے کہ غیر محارم کے سامنے آنا شرعاً جائز ہو جائے گا۔

دوسرا امر باعثِ خلجان یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں قبر مبارک پر روشنی ہوتی ہے اس خطرے کے جواب حسب ذیل ہیں:

(۱) تعامل حرمین شریفین کا بعد قرونِ ثلٰثہ مشہود لہا بالخیر کے سند نہیں ہے۔

۱؎ مالابدمنہ (فارسی) کتاب الجنائز مکتبہ شرکت علمیہ ملتان ص ۔۔۔

Marfat.com

(۲) قبر شریف حجرۂ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں واقع ہے جس کے چاروں طرف مسجد نبوی ہے اور مسجد میں روشنی کرنے کا ثواب احادیث میں موجود ہے۔

(۳) قبر شریف درحقیقت روپوش ہے آج ہفت اقلیم کا بادشاہ بھی اُس کو نہیں دیکھ سکتا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ خلیفہ ہارون رشید نے سیڑھی لگا کر دیکھنا چاہا ناکامیاب رہا۔

(۴) مدینہ منوّرہ میں روشنی منجانب سُلطان ٹرکی ہوتی ہے۔ گورنمنٹ ٹرکی نے عثمانیہ بینک قائم کر کے سود کا لین دین شروع کر دیا ہے، کیا گورنمنٹ کے بھی فعل سے سُود جائز ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

(۵) نزدیک اہلسنّت والجماعت کے حجتِ شرعی صرف چار ہیں: قرآن وحدیث واجماع وقیاس مجتہدین۔ صرف تعاملِ حرمین کوئی سند نہیں۔

(۶) بڑا حصّہ حرمین شریفین کا داڑھی کترواتا ہے۔ کیا داڑھی کتروانے کے جواز میں کوئی شخص یہ سند پیش کر سکتا ہے کہ وہاں کے لوگ داڑھی کترواتے ہیں، لہذا یہ فعل جائز ہے، وہاں کے علماء سے خود فتویٰ لیا جائے وہ داڑھی کتراتے چراغاں کرنے کو یقیناً ناجائز کہیں گے۔

(۷) اب ایک تاویلِ ضعیف اور ایجاد ہوئی ہے کہ متقدمین ومتاخرین کسی کو بھی نہیں سُوجھی، یعنی قبر پر چراغ جلانے کی ممانعت ہے لیکن قبر کے گرد جلانے میں ممانعت نہیں ہے کیونکہ حدیث شریف میں لفظ علیٰ بمعنی پر واقع ہے۔ اردو میں کیا قبر پر چڑھاوا صرف اسی کو کہتے ہیں جو خاص اس جگہ پر کیا جائے جتنے حصّہ کو قبر کہتے ہیں، بعض قبر کی صورت کوہانِ شتر کے مانند ہوتی ہے اس پر چڑھاوا غالباً ممکن بھی نہ ہوگا۔ لیکن قبر پر چڑھاوا تو اتنا وسیع ہے کہ گرد قبر سے بلکہ دروازے کے آس پاس بھی کوئی رکھ دے تو وہ قبر کا چڑھاوا سمجھا جائے گا اور رسول خدا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) کے فرمانے کی یہ تاویل ضعیف ہے۔ قرآن شریف سُورۂ کہف میں لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا[۱] (قسم ہے کہ ہم تو ان پر مسجد بنائیں گے۔ ت) کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ اصحابِ کہف کے سینہ پر سنگِ بنیاد مسجد کا رکھیں گے، استغفر اللہ۔ ایک صاحب نے یہ کمال کیا کہ مُلّا علی قاری کی نسبت کہہ دیا کہ انھوں نے گرد قبر کے چراغ جلانے کو جائز کہا ہے حالانکہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ مطبوعہ مصر صفحہ ۷۰ میں حدیث مندرجہ مشکوٰۃ شریف مذکورہ بالا کی شرح میں اُنھوں نے صرف مسجد کو اطراف قبر میں بنانے کی اجازت اس بنیاد پر دی ہے کہ عادتِ یہود ونصارٰی یہ تھی کہ وہ قبر پر مسجد بناتے تھے، اور چونکہ مشابہتِ یہود ونصارٰی کی وجہ سے ممانعت ہوئی تھی لہذا جب مشابہت نہ رہی تو یہ فعل جائز ہوگیا۔ لیکن چراغ کی ممانعت کے وجوہ حضرت مُلّا علی قاری نے

---

[۱] القرآن ۱۸/۲۱

ع؎ زید کی اصل عبارت میں تتخذون ہے۔

Marfat.com

تین لکھے ہیں :

اوّلاً تضییعِ مال ۔

دوم چراغ کا آثارِ جہنم سے ہونا بوجہ ناریت ۔

سوم تعظیمِ قبور ۔

ہرگز ہرگز ملا علی قاری نے گرد قبر کے چراغ جلانے کی اجازت نہیں دی ہے، یہ اُن پر اتہام ہے ۔ سمجھنے کی بات ہے کہ جو اُنھوں نے وجوہِ ممانعت لکھے ہیں کیا وہ گرد قبر کے چراغ جلانے سے جاتے رہیں گے جو وہ اجازت دیتے ہیں ۔ بقسمِ شرعی باور کراتا ہُوں کہ اگر کسی عالمِ مستند نے چراغانِ قبر کے لیے جلانے کو جائز کر دیا ہو تو میں پہلا شخص اس تاویل پر عمل کرنے کے لیے تیار ہُوں گا ۔ سچ یہ ہے کہ مجاوروں نے جن کے لیے قبور ذریعۂ معاش ہیں اُنھوں نے ان باتوں کی ایجاد کی ہے ۔ یہ سب بحث چراغ جلانے میں ہے نہ کہ چراغاں میں، جو محض تعبداً یعنی ازراہِ تقرب کیا جاتا ہے، لوگ تیل بتی کی منت مانتے ہیں، سال کے سال شب عرس کو کرتے اور اس کو مذہبی فعل سمجھتے ہیں ۔ اگر تقرب یعنی تعبد منظور نہیں ہوتا تو لوگ چراغاں بزرگوں کی قبر پر کیوں کرتے ہیں، کسی فاسق فاجر کی قبر پر کیوں نہیں کرتے! اس سے ظاہر ہے کہ منشاءِ چراغاں محض تقرب یعنی تعبد ہے، اگر ایسی تاویل جائز سمجھی جائے تو کوئی شخص قبر کے نیچے یا قبر کے بیچ چراغ جلائے کیونکہ حدیث میں قبر پر کی ممانعت ہے، استغفر اللہ! یہ تو حدیث کے ساتھ مضحکہ کرنا ہے ۔ اگر اس وعید کے بعد بھی کوئی شخص پھر اس میں خلاف کرے یا کٹ حجتی کرے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات قبر میں تصفیہ کے قابل ہے، موسیٰ بدین خود، عیسیٰ بدین خود ۔ انتہیٰ تحریرِ زید ۔

اب جو کچھ ازراہِ انصاف و تتبع کتب حضرات اہلسنت والجماعت محقق ہووے اس سے معزز فرمائیے، اور کیا یہ اقوال زید کے صحیح اور موافق سلف کے ہیں، بہ تشریح و تفصیل تام ارشاد ہو ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عنایت فرمائے ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ سَرْمَدًا ، صَلِّ عَلٰی سِرَاجِكَ الْمُنِيْرِ وَ اٰلِهٖ اَبَدًا ، يَا نُوْرُ يَا نُوْرَ النُّوْرِ يَا نُوْرُ قَبْلَ كُلِّ نُوْرٍ يَا نُوْرُ بَعْدَ كُلِّ نُوْرٍ ، لَكَ النُّوْرُ وَبِكَ النُّوْرُ وَمِنْكَ النُّوْرُ وَ اِلَيْكَ النُّوْرُ وَ اَنْتَ النُّوْرُ وَنُوْرَ النُّوْرِ صَلِّ عَلٰی

اے اللہ! تیرے لیے دائمی حمد ہے، اپنے سراج منیر اور ان کی آل پر ہمیشہ رحمت نازل فرما، اے نور، اے نور کے نور، اے ہر نور سے قبل نور، اے نور کے بعد نور، تیرے لیے نور ہے، تجھ سے نور ہے، تیری طرف نور ہے، تو نور اور نور کا نور ہے اپنے نور انوار پر، اور ان کی آل پر

Marfat.com

نُوْرِكَ الْاَنْوَرِ وَ اٰلِهِ السُّرُجِ الْغُرِّ وَصَحْبِهِ الْمَصَابِيْحِ الزُّهْرِ صَلٰوةً تُنَوِّرُ بِهَا وُجُوْهَنَا وَصُدُوْرَنَا وَقُلُوْبَنَا وَ قُبُوْرَنَا اٰمِيْن۔

جو روشن چراغ ہیں اور ان کے اصحاب پر جو تابناک مصباح ہیں درود نازل فرما ایسا درود جس سے ہمارے چہرے، ہمارے سینے، ہمارے دل اور ہماری قبریں روشن ہوجائیں۔ الٰہی! قبول فرما۔ (ت)

امام علامہ عارف باللہ سیدی عبد الغنی بن سمٰعیل بن عبد الغنی نابلسی قدسنا اللہ بسرہ القدسی کتاب مستطاب حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مطبع مصر جلد دوم ص ۴۲۹ میں فرماتے ہیں:

قال الوالد رحمہ اللہ تعالٰی فی شرحہ علی شرح الدرر من مسائل متفرقۃ اخراج الشموع الی القبور بدعۃ اتلاف مال کذا فی البزازیۃ اھ وھذا کلہ اذا خلا عن فائدۃ واما اذا کان موضع القبور مسجدا او علی طریق اوکان ھناك احد جالس اوکان قبر ولی من الاولیاء او عالم من المحققین تعظیما لروحہ المشرقۃ علی تراب جسدہ کاشراق الشمس علی الارض اعلاما للناس انہ ولی لیتبرکوا بہ و یدعوا اللہ تعالٰی عندہ فیستجاب لھم فھو امر جائز لامنع منہ و الاعمال بالنیات[1]

یعنی والد رحمہ اللہ تعالٰی نے حاشیہ درر و غرر میں فتاوی بزازیہ سے نقل فرمایا کہ قبروں کی طرف شمعیں لے جانا بدعت اور مال کا ضائع کرنا ہے۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ بالکل فائدہ سے خالی ہو، اور اگر شمعیں روشن کرنے میں فائدہ ہو کہ موضع قبور میں مسجد ہے یا قبور سرِ راہ ہیں یا وہاں کوئی شخص بیٹھا ہے یا مزار کسی ولی اللہ یا محققین علماء میں سے کسی عالم کا ہے وہاں شمعیں روشن کریں اُن کی رُوح مبارک کی تعظیم کے لیے جو اپنے بدن کی خاک پر ایسی تجلی ڈال رہی ہے جیسے آفتاب زمین پر، تاکہ اس روشنی کرنے سے لوگ جانیں کہ یہ ولی کا مزار پاک ہے تاکہ اس سے تبرک کریں اور وہاں اللہ عزوجل سے دُعا مانگیں کہ اُن کی دُعا قبول ہو تو یہ امر جائز ہے اس سے اصلاً ممانعت نہیں، اور اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔

پھر فرماتے ہیں:

روی ابوداؤد والترمذی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ

ابوداؤد اور ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

[1] الحدیقۃ الندیۃ ایقاد الشموع فی القبور نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۶۳۰

Marfat.com

تعالٰی علیہ وسلم لعن زائرات القبور والمتخذین علیہا المساجد والسرج ای الذین یوقدون السرج علی القبور عبثا من غیر فائدۃ[1] کما ذکرنا۔

نے قبروں پر جانے والی عورتوں اور قبروں پر مسجدیں بنانے والوں اور چراغ رکھنے والوں پر لعنت فرمائی یعنی اُن لوگوں پر جو کسی فائدہ کے بغیر قبروں پر چراغ جلاتے ہیں جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے (ت)

یعنی یہ مذکورہ بالا حدیث کہ روایت کی گئی ہے، اس سے بھی مراد وہی صورت ہے کہ محض عبث بلا فائدہ قبور پر شمعیں روشن کریں ورنہ ممانعت نہیں۔ ملاحظہ ہو وہی حدیث ہے وُہ ہی عبارت فتاوٰی بزازیہ ہے۔ ان علامہ جلیل القدر عظیم الفخر رحمہ اللہ تعالٰی نے اُن کے معنی روشن فرمادئے، اور تصریحًا ارشاد کیا کہ مقابر میں شمعیں روشن کرنا جب کسی فائدہ کے لیے ہو ہرگز منع نہیں۔ فائدہ کی متعدد مثالیں فرمائیں:

(۱) وہاں کوئی مسجد ہو کہ نمازیوں کو بھی آرام ہوگا اور مسجد میں بھی روشنی ہوگی۔

(۲) مقابر بر سرِ راہ ہوں روشنی کرنے سے راہ گیروں کو نفع پہنچے گا اور اموات کو بھی کہ مسلمان مقابرِ مسلمین دیکھ کر سلام کریں گے، فاتحہ پڑھیں گے، دُعا کریں گے، ثواب پہنچائیں گے۔ گزرنے والوں کی قوت زائد ہے تو اموات برکت لیں گے، اور اگر اموات کی قوت زائد ہے تو گزرنے والے فیض حاصل کریں گے۔

(۳) مقابر میں اگر کوئی بیٹھا ہو کہ زیارت یا ایصالِ ثواب یا افادہ یا استفادہ کے لیے آیا ہے تو اسے روشنی سے آرام ملے گا، قرآن عظیم دیکھ کر پڑھنا چاہے تو پڑھ سکے گا۔

(۴) وُہ تینوں منافع مزارات اولیاءِ کرام قدسنا اللہ تعالٰی باسرارہم کو بھی بروجہ اولٰی شامل تھے کہ مزاراتِ مقدسہ کے پاس غالبًا مساجد ہوتے ہیں، گزرگاہ بھی بہت جگہ ہے اور حاضرینِ زائرین خواہ مجاورین سے تو نادرًا خالی ہوتے ہیں مگر امام ممدوح ان پر اکتفاء نہ فرماکر خود مزارات کریمہ کے لیے بالتخصیص روشنی میں فائدہ جلیلہ کا افادہ فرماتے ہیں کہ اُن کی ارواحِ طیبہ کی تعظیم کے لیے روشنی کی جائے۔

اقول ظاہر ہے کہ روشنی دلیلِ اعتناء ہے اور اعتناء دلیلِ تعظیم۔ اور تعظیمِ اہل اللہ دلیلِ ایمان و موجبِ رضائے رحمان عز جلالہٗ۔ قال اللہ عزوجل:

وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّھَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ[2]

جو الٰہی نشانیوں کی تعظیم کرے تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ ایقاد الشموع فی القبور نوریہ رضویہ فیصل آباد ۶۳۰/۲

[2] ۳۲/۲۲

وقال اللہ تبارک وتعالیٰ :

وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ[1]

جو الٰہی آداب کی چیزوں کی تعظیم کرے تو اس کے لیے اُس کے رب کے یہاں بہتری ہے۔

(۱) اس کی نظیر مصحف شریف کا مطلاّ و مذہّب کرنا ہے کہ اگرچہ سلف میں نہ تھا۔ جائز و مستحب ہے کہ دلیل تعظیم و ادب ہے۔ دُرِّ مختار میں ہے :

جاز تحلیۃ المصحف لما فیہ من تعظیمہ کما فی نقش المسجد[2]

مصحف شریف مطلاّ و مذہّب کرنا جائز ہے کیونکہ اس میں اس کی تعظیم ہے جیسا کہ مسجد کو منقّش کرنے میں (ت)

یُوں ہی مساجد کی آرائش اُن کی دیواروں پر سونے چاندی کے نقش و نگار کہ صدرِ اول میں نہ تھے، بلکہ حدیث میں تھا :

لتزخرفنہا کما زخرفت الیہود والنصارٰی[3] رواہ ابوداؤد عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

تم مسجدوں کی آرائش کروگے جیسے یہود و نصارٰی نے آرائش کی۔ اسے ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

مگراب ظاہری تزک و احتشام ہی قلوب عامہ پر اثرِ تعظیم پیدا کرتا ہے لہٰذا ائمۂ دین نے حکم جواز دیا۔ تبیین الحقائق میں ہے :

لایکرہ نقش المسجد بالجص وماء الذھب[4]

گچ اور سونے کے پانی سے مسجد میں نقش بنانا مکروہ نہیں ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قولہ کما فی نقش المسجد ای ما خلا محرابہ ای بالجص وماء الذھب[5]

اس کا قول، جیسا کہ مسجد کی آرائش میں، یعنی محراب کے علاوہ۔ یعنی گچ اور سونے کے پانی سے۔ (ت)

---

[1] القرآن ۲۲/ ۳۰

[2] درمختار | کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/ ۲۴۵

[3] سنن ابوداؤد | باب فی بناء المسجد | آفتاب عالم پریس لاہور | ۱/ ۶۵

[4] تبیین الحقائق | فصل کرہ استقبال القبلہ | مطبعۃ کبرٰی امیریہ مصر | ۱/ ۱۶۸

[5] ردالمحتار | کتاب الحظر والاباحۃ باب فی البیع | ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر | ۵/ ۲۴۷

Marfat.com

(۳) یونہی مسجدوں کے لیے کنگرے بنانا کہ مساجد کے امتیاز اور دُور سے اُن پر اطلاع کا سبب ہیں، اگرچہ صدرِ اول میں نہ تھے۔ بلکہ حدیث شریف میں ارشاد ہُوا تھا:

اِبْنُوا الْمَسَاجِدَ وَاتَّخِذُوْهَا جُمًّا[1] رواه ابن ابی شیبة والبیهقی فی السنن عن انس بن مالك رضی الله تعالٰی عنه۔

مسجدیں مُنڈی بناؤ۔ اسے ابن ابی شیبہ نے اور سنن میں بیہقی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

دوسری حدیث میں ہے:

اِبْنُوْا مَسَاجِدَکُمْ جُمًّا وَابْنُوْا مَدَآئِنَکُمْ مُشْرِفَةً[2] رواه ابن ابی شیبة فی المصنف عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما۔

یعنی مسجدیں مُنڈی بناؤ اُن میں کنگرے نہ رکھو، اور اپنے شہر اونچے کنگرے دار بناؤ ۔۔۔ اسے مصنف میں ابن ابی شیبہ نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا (ت)

مگر اب بلانکیر مسلمانوں میں رائج ہے۔

وَمَا رَاٰهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللهِ حَسَنٌ[3]

اور جسے مسلمان اچھا سمجھیں وُہ خدا کے یہاں بھی اچھا ہے (ت)

امام ابن المنیر شرح جامع صحیح میں فرماتے ہیں:

استنبط کراهیة زخرفة المسجد لاشتغال قلب المصلی بذلك اولصرف المال فی غیر وجهه نعم اذا وقع ذلك علی سبیل تعظیم المساجد ولم یقع الصرف علیه من بیت المال فلاباس به ولو اوصی بتشیید مسجد وتحمیره وتصفیره نفذت وصیته لانه قد حدث للناس

یعنی حدیث سے مستنبط کیا گیا ہے کہ مسجدوں کی آرائش مکروہ ہے کہ نمازی کا خیال بٹے گا یا اس لیے کہ مال بیجا خرچ ہوگا، ہاں اگر تعظیمِ مسجد کے طور پر آرائش واقع ہو اور خرچ بیت المال سے نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں، اور اگر کوئی شخص وصیت کر جائے کہ اس کے مال سے مسجد کی گچ کاری اور اس میں سُرخ و زرد رنگ کریں تو وصیت نافذ ہو گی کہ لوگوں میں جیسی

---

[1] السنن الکبریٰ باب فی کیفیۃ بناء المسجد دار صادر بیروت ۲/۴۳۹
[2] المصنف لابن ابی شیبہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۳۰۹
[3] مسند احمد بن حنبل دار الفکر بیروت ۱/۳۷۹

Marfat.com

فتاوی بقدر ما احدثوا وقد احدث الناس مؤمنهم وکافرهم تشیید بیوتهم وتزیینها ولو بنینا مساجدنا باللبن وجعلنٰها متطامنۃ بین الدور الشاھقۃ وربما کانت لاھل الذمۃ لکانت مستہانۃ۔[1]

نئی نئی باتیں پیدا ہوتی گئیں ویسے ہی ان کے لیے فتوے نئے ہوئے کہ اب مسلمانوں کافروں سب نے اپنے گھروں کی گچکاری اور آرائش شروع کردی۔ اگر ہم ان بلند عمارتوں کے درمیان جو مسلمین تو مسلمین کافروں تک کی بھی ہوں گی کچی اینٹ اور نیچی دیواروں کی مسجدیں بنائیں تو نگاہوں میں ان کی بے وقعتی ہوگی۔

(۴) اسی قبیل سے ہے مزاراتِ اولیائے کرام و علمائے عظام قدست اسرارہم پر عمارات کی بنا کہ باوصف حدیث صحیح مسلم و ابوداؤد و نسائی و مسند احمد:

عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ نھی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ وسلم ان یقعد علی القبر وان یجصص وان یبنی علیہ۔[2]

حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے قبر پر بیٹھنے، اسے گچ سے پکی کرنے اور اس پر عمارت بنانے سے منع فرمایا۔ (ت)

جس میں صراحۃً اس کی ممانعت ارشاد ہوئی ہے سلفاً و خلفاً ائمہ کرام و علمائے اعلام نے جائز رکھی تکملہ مجمع بحار الانوار جلد ثالث صفحہ ۱۴۰ میں ہے:

قد اباح السلف البناء علی قبور الفضلاء الاولیاء والعلماء لیزورھم ویستریحون فیہ۔[3]

بیشک ائمہ سلف صالحین نے اہلِ فضل اولیاء و علماء کے مزارات طیبہ پر عمارات بنانا مباح فرمادیا کہ لوگ ان کی زیارت کریں اور اُن میں راحت پائیں۔

جواہر اخلاطی میں ہے:

ھو وان کان احداثا فھو بدعۃ حسنۃ وکم من شیئ کان احداثا وھو بدعۃ حسنۃ وکم من شیئ یختلف باختلاف

یعنی یہ اگرچہ نو پیدا ہے پھر بھی بدعتِ حسنہ ہے، اور بہت سی چیزیں ہیں کہ نئی پیدا ہوئیں اور رہیں اچھی بدعت، اور بہت احکام ہیں کہ زمانے یا مقام کی تبدیلی سے

---

[1] ارشاد الساری شرح البخاری باب بنیان المساجد دار الکتاب العربی بیروت ۱/۴۴۰
[2] صحیح مسلم کتاب الجنائز البناء علی القبر نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۳۱۲
[3] تکملہ مجمع بحار الانوار تحت لفظ قبر منشی نولکشور لکھنؤ ۴/۱۴۰

Marfat.com

الزمان والمکان[1] بدل جاتے ہیں۔

یعنی ایسی جگہ احکامِ سابقہ سے سند لانا حماقت ہے، جو حاجت اب واقع ہوئی اگر زمانۂ سلف میں واقع ہوتی تو وہ بھی یہی حکم کرتے جو اس وقت ہم کرتے ہیں، جیسے ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

لَوْ رَاَی النَّبِیُّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مَا اَحْدَثَ النِّسَآءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسَاجِدَ کَمَا مُنِعَتْ نِسَآءُ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ[2]

یعنی اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے جو باتیں عورتوں نے اب نکالی ہیں، تو انھیں مسجدوں سے منع فرما دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجدوں سے منع کیا گیا تھا۔ (ت)

اور آخر ائمۂ دین نے عورات کو مسجدوں سے منع فرما ہی دیا، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

لَا تَمْنَعُوْا اِمَآءَ اللہِ مَسَاجِدَ اللہِ[3] رواہ احمد و مسلم عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اللہ تعالیٰ کی باندیوں کو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں سے نہ روکو۔ اسے امام احمد و مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

کیا ائمۂ دین نے نظر بحالِ زمانہ جو حکم فرمایا اُسے حدیث کی مخالفت کہا جائے گا؟ حاش للہ! ایسا نہ کہے گا مگر احمق، کج فہم۔ یوں ہی یہ تازہ تعظیموں کے احکام ہیں۔ سلف صالحین کے قلوب تعظیم شعائر اللہ سے مملو تھے، ظاہری تزک و احتشام کے محتاج نہ تھے۔ تو ان کے وقت میں یہ باتیں عبث و بے فائدہ تھیں اور ہر عبث مکروہ۔ اور اس میں مال صرف کرنا ممنوع۔ اب کہ بے تزک و احتشام ظاہری قلوب عوام میں وقعت نہیں آتی ان باتوں کی حاجت ہوئی۔ مصحف شریف پر سونا چڑھانے کی اجازت ہوئی، مسجدوں میں سونے کے کلس، سونے چاندی کے نقش نگار کی اجازت ہوئی۔ مزارات پر قبّہ بنانے، چادر ڈالنے، روشنی کرنے کی اجازت ہوئی۔ ان تمام افعال پر بھی احادیث و احکام سابقہ پیش نہ کرے گا مگر سفیہ و نافہم۔ یہ مختصر شرح ہے اس ارشادِ امام ممدوح قدس سرہٗ کی۔ اور اس کی تفصیل بازغ و تحقیق بالغ ہمارے رسالہ طوالع النور فی حکم السراج علی القبور میں ہے وباللہ التوفیق۔

یہی امام جلیل کشف النور میں، پھر علامہ شامی ردالمحتار فصل اللبس اور عقود الدریہ مسائل شتّی میں مزاراتِ اولیائے کرام پر غلاف ڈالنے کی نسبت بھی اسی تعظیم سے استدلال فرماتے ہیں کما بیناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے

---

[1] جواہر الاخلاطی کتاب الاحسان والکراہیۃ قلمی نسخہ ص ۱۶۸ - بی

[2] صحیح مسلم باب خروج النساء الی المساجد نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۸۳/۱

[3] " " " " " "

Marfat.com

اپنے فتاوٰی میں اسے بیان کیا ہے۔ت) اس کے علاوہ خاص روشنی مزارکریم کی نسبت ان سے بھی بہت اقدم امام اجل واعظم کا ارشاد بعونہ تعالٰی عنقریب آتا ہے۔ زید نے تو ایک ہی عالم مستند کا قول ملنے پر قبول وسرنہادن کا وعدہ کیا تھا۔ ان تحقیقات ائمہ مستندین واجلہ معتمدین وعدہ زید کے بعد زیادہ کی حاجت نہیں۔ مگر اجمالاً بعض جملے اورگزارش ہوں کہ عوام بھائی شبہہ میں نہ پڑیں۔ واللہ الموفق :

(۱) امام ممدوح قدس سرہٗ نے جس طرح اصل مسئلہ کا فیصلہ فرمایا۔ زید کے اس بے معنی اعتراض کی بھی کہ "اہل اللہ کے مزار پر کرتے ہیں معمولی آدمی کی قبر پر نہیں کرتے" غلطی ظاہر فرمادی کہ ان پہلے تین فوائد عامہ کے بعد چوتھے فائدہ میں خاص مزاراتِ اولیاءِ کرام کی تخصیص فرمائی، نیز اس کا جواب ائمہ سلف دے چکے جن کا ارشاد مجمع بحار الانوار سے گزرا کہ مزاراتِ اولیاءِ کرام وعلمائے عظام پر بنائے عمارت جائز ہے، عوام وفساق کی قبور پر کیوں نہ اجازت دی!

اقول آدمی اگر آیۂ کریمہ ذٰلک ادنٰی ان یعرفن فلا یؤذین[1] (وہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ ان کی پہچان ہوجائے تو انھیں ایذا نہ دی جائے۔ت) کی حکمتِ جلیلہ سے آگاہ ہو جس سے وجہ استنباط طوالع النور میں مذکور تو ایسا مہمل اعتراض ہرگز خیال میں بھی نہ آئے۔

(۲) امام ممدوح قدس سرہٗ نے زید کے اس سوال کا کہ "بزرگوں کی قبروں پر کیوں کرتے ہیں، کسی فاسق وفاجر کی قبر پر کیوں نہیں کرتے" جواب ارشاد فرمایا کہ تعظیماً لروحہ المشرقۃ علٰی تراب جسدہ[2] الخ یعنی ان کی روح کی تعظیم کی جاتی ہے اور لوگوں کو دکھایا جاتا ہے کہ یہ مزار محبوب کا ہے اس سے تبرک وتوسل کرو کہ تمھاری دعا مستجاب ہو۔

(۳) امام ممدوح قدس سرہٗ نے زید کے اس توہم وتعبد کا بھی علاج فرمادیا کہ تعظیماً لروحہ (ان کی روح کی تعظیم کے لیے۔ت) معاذ اللہ! یہ اُن کی عبادت نہیں ان کی روح پاک کی تعظیم ہے، ہر تعظیم عبادت ہو تو تعظیمِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تو نصوصِ قطعیہ قرآن عظیم سے فرض ہے۔ قال اللہ تبارک وتعالٰی :

لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ[3]۔ ہم نے اپنے رسول کو اس لیے بھیجا کہ اے لوگو! تم اللہ ورسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔

وقال تبارک وتعالٰی :

---

[1] القرآن ۳۳/۵۹

[2] الحدیقۃ الندیۃ الیقاد الشموع فی القبور مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۶۳۰

[3] القرآن ۴۸/۹

Marfat.com

الذین یتبعون الرسول النبی الامی الیٰ قولہ عزوجل والذین اٰمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولٰئک ھم المفلحون[1]

وہ جو پیروی کریں گے اس رسول نبی اُمّی یعنی بے پڑھے غیب کے علوم جانتے بتانے والے کی، تو جو اُس نبی پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اس کی مدد کریں اور اس کے ساتھ جو نور اُترا اس کے پیرو ہوں وہی لوگ مراد کو پہنچیں گے۔

وقال اللہ تبارک وتعالیٰ:

لئن اقمتم الصلوٰۃ واٰتیتم الزکوٰۃ واٰمنتم برسلی وعزرتموھم واقرضتم اللہ قرضا حسنا لاکفرن عنکم سیاٰتکم ولادخلنکم جنت تجری من تحتہا الانھر[2]

بیشک اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور میرے رسولوں کی تعظیم کرو اور اللہ کے لیے قرضِ حسن دو تو ضرور میں تمہارے گناہ تم پر سے اتار دوں گا اور ضرور تمہیں بہشتوں میں داخل فرماؤں گا جن کے نیچے نہریں بہیں۔

بلکہ قرآنِ عظیم نے تو ماں باپ کی تعظیم بھی فرض کی۔ قال اللہ تبارک وتعالیٰ:

واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ[3]۔

اور جھکا دو تم اُن (ماں باپ) کے واسطے نرمی کے بازو رحمت سے۔

کیا معاذ اللہ قرآنِ عظیم نے انبیاء و والدین کی عبادت کا حکم فرمایا ہے!

(۴) امام ممدوح قدس سرہٗ نے شبہہِ تعظیمِ قبر کا بھی جواب فرمادیا کہ:

تعظیما لروحہ الیٰ قولہ قدس سرہٗ و الاعمال بالنیات[4]۔

یعنی تعظیمِ خشت وگِل نہیں بلکہ رُوحِ محبوب کی تعظیم مقصود ہو جو بلاشبہہ محمود ہے اور اعمال کا مدار نیت پر ہے۔

اللہ اللہ! کیسے نفیس وجامع کلمات ارشاد فرمائے، گویا اپنے نورِ باطن سے ادراک فرمالیا تھا کہ زید و امثالہ کو یہ شبہات عارض ہوں گے، سب کا جواب ان دو۲ لفظوں میں فرمادیا کہ تعظیما لروحہ۔

---

[1] القرآن ۷/۱۵۷
[2] القرآن ۵/۱۲
[3] القرآن ۱۷/۲۴
[4] الحدیقۃ الندیۃ ایقاد الشموع فی القبور مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۶۳۰

Marfat.com

(۵) زید نے کبھی تعبد کو تقرب سے تعبیر کیا کہ "محض تعبداً یعنی ازراہِ تقرب کیا جاتا ہے" اور کبھی تقرب کو تعبد سے تفسیر کیا کہ "اگر تقرب بمعنی تعبد منظور نہیں تقرب یعنی تعبّد ہے"، گویا اُس کے خیال میں تقرب و تعبد شئ واحد یعنی ایک ہی چیز ہے، یہ محض باطل ہے بلکہ تقرب تعبّد کے اعم سے اعم ہے، تعبّد سے تعظیم اعم ہے کما علمت (جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا۔ت) اور تعظیم سے تقرب اعم ہے کہ بنائے رباط و ارسال ہدایا، تقرب ہے تعظیم نہیں و تفصیل المقام فی تعلیقاتنا علی رد المحتار (اور اس مقام کی تفصیل ہمارے حاشیۂ ردالمحتار میں ہے۔ت)

(۶) اسے تقرب بروجہ تعبد بتانا مسلمانوں پر کیسی سخت بدگمانی اور اس پر جزم کرنا مسلمانوں پر کیسا صریح ظلم و افتراء ہے۔ درمختار میں منیۃ الفتاوٰی و ذخیرہ و شرح وہبانیہ سے ہے:

انا لا نسیئ الظن بالمسلم انہ یتقرب الی الاٰدمی بھٰذا النحو[1] کسی مسلمان کے متعلق ہم یہ بدگمانی نہیں کرسکتے کہ وہ کسی انسان کی طرف اس طرح کا تقرب کرے گا۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای علی وجہ العبادۃ لانہ المکفر وھذا بعید من حال المسلم[2] یعنی عبادت کے طور پر تقرب اس لیے کہ اس سے آدمی کافر ہوجاتا ہے اور یہ مسلمان کے حال سے بعید ہے۔(ت)

(۷) طرفہ یہ کہ زید نے کہا "پیرزادے اس کو کرتے چلے آئے ہیں مگر پیرزادگان صالح ہوں، اہل اللہ ہوں معصوم نہیں، جہاں ہزاروں نیک کام مشائخ زمانہ کرتے ہیں، ایک یہ ناجائز بھی کسی مصلحت سے کرلیا، خدا معاف کرنے والا ہے۔" سبحان اللہ! صالح بھی ہیں، اہل اللہ بھی ہیں، اور غیر خدا کے عابد بھی ہیں، اس سے بڑھ کر محال کیا ہوگا!

(۸) جب زید کے نزدیک وہ تعبد ہے تو قطعاً شرک ہوا اور شرک ہرگز معاف نہ ہوگا ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ[3] (بیشک اللہ شرک کو نہیں بخشتا۔ت) پھر اس جملہ کا کیا محل رہا کہ "خدا معاف کرنے والا ہے"۔

(۹) جب ہزارہا بندگان صالحین و اہل اللہ پر یہاں تک بدگمانی ہے کہ تعبد غیر کا الزام ان کے سر تھوپا جاتا ہے، اور نہ صرف ظن بلکہ اس پر جزم کیا جاتا ہے۔ تو اس کی کیا شکایت کہ فقیر کے پاس سے جوابِ مسئلہ نہ پہنچنے کو پیرزادوں کی رعایت کے سبب سکوت عن الحق پر محمول کیا۔ فتاوٰی فقیر میں اس سوال کے جواب میں متعدد مقامات پر مذکور سالہا سال سے اس پر مستقل فتوٰی مرقوم۔ خاص اس باب میں چھبیس برس سے رسالہ "طوالع النور" مکتوب،

---

[1] درمختار | کتاب الذبائح | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/۲۳۰
[2] ردالمحتار | " | ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر | ۵/۱۹۷
[3] القرآن | ۴/۴۸

پھر رعایت وخوف سے سکوت کیا معنی ! فقیر کے یہاں علاوہ ردِّ وہابیہ خذلہم اللہ تعالیٰ و دیگر مشاغل کثیرہ دینیہ کے کارِ فتویٰ اس درجہ وافر ہے کہ دس مفتیوں کے کام سے زائد ہے ۔ شہر و دیگر بلاد و امصار جملہ اقطار ہندوستان و بنگال و پنجاب و ملیبار و برہما و ارکان و چین و غزنی و امریکہ و افریقہ حتی کہ سرکار حرمین محترمین سے استفتاء آتے ہیں اور ایک ایک وقت میں پانچ پانچ سو جمع ہو جاتے ہیں ۔ اس میں اگر جواب میں تاخیریں ہوں یا بعض استفتاء تحریر جواب سے رہ جائیں تو کیا جائے شکایت ہے لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا[1] (خدا کسی کو اس کی وسعت سے زیادہ کا مکلف نہیں بناتا ۔ ت) ان صاحب کا استفتاء باوصف تلاش کاغذات میں نہ نکلا، ممکن ہے کہ ہجوم انبار میں نہ ملا ہو یا آیا ہی نہ ہو یا بھیجا ہی نہ ہو، اور جس طرح اہل اللہ پر تعبدِ غیر کا خیال بندھ گیا اس کا بھیجنا متخیل ہوا ہو ۔ بہرحال رعایت کی صورت یہ نہیں ہوتی ۔ ہاں ہاں ! کھلی کھلی رعایت و اغماض اور اپنے ساختہ متبوع کی خاطر حق سے صریح اعراض وہ ہے جو حضرات دیوبند کرتے ہیں ۔ اسمٰعیل دہلوی صاحب نے اپنی کتاب مسمّٰی بہ "ایضاح الحق" میں زمان و مکان وجہت سے اللہ عزوجل کو منزّہ ماننا اور اس کا دیدار بلاکیف وجہت و محاذات حق جاننا بدعت حقیقیہ کے قبیل سے بتایا جبکہ اس عقیدہ کو کوئی دینی عقیدہ تصوّر کرے جس سے صاف روشن کہ مذہبی طور پر اللہ عزّوجل کو زمان و مکان وجہت سے پاک جاننا اور اُس کا دیدار بلاکیف ماننا ضلالت و گمراہی و فی النار ہے ۔ اور اہل سنّت کے تمام ائمہ سلف و خلف معاذ اللہ سب بدعتی و گمراہ تھے ۔ ایک مسلمان نے دہلوی صاحب کے اس قول کا دیوبندی صاحبوں سے استفتاء کیا اور حسبِ دستور مسائل کہ زید، عمرو، بکر لکھ کر دریافت کرتے ہیں دہلوی صاحب کا نام نہ لکھا اُس پر عالیجناب شیخ الکناگہہ جناب مولوی (رشید احمد) گنگوہی صاحب نے یہ جواب تحریر فرمایا :

الجواب : "یہ شخص اہلسنت وجماعت سے جاہل اور بے بہرہ ہے اور یہ اعتقاد اور مقولہ جو درج سوال ہے کفر ہے ۔ نعوذ باللہ منہ ۔ حضرات سلف صالحین اور ائمہ دین کا یہی مذہب ہے اور یہی احادیثِ صحیحہ و کلام اللہ شریف کی آیات سے ثابت ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ، زمان و مکان وجہت سے پاک ہے، اور دیدار اس کا بہشت میں مسلمانوں کو نصیب ہوگا، چنانچہ کتبِ عقاید اس سے مشحون ہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔ بندہ رشید احمد گنگوہی"۔

اور اُس پر حضرات دیوبند مولوی محمود حسن صاحب و عزیز الرحمان صاحب وغیرہما نے مُہریں کیں، اور جناب اسمٰعیل صاحب دہلوی پر بددین، ملحد، زندیق کی چوٹیں جڑیں، علی الخصوص ہمارے ذکر کے قابل عالیجناب مولوی اشرفعلی تھانوی صاحب ہیں جنھوں نے اس حکمِ کفرِ دہلوی صاحب پر یوں تصدیق فرمائی : "الجواب صحیح ۔ اشرفعلی عفی عنہ"۔

---

[1] القرآن ۲/۲۸۶

Marfat.com

جب حضرات یہ فتوی دے چکے، اب مسلمانوں نے پندرہ سوال کا استفتا، ان حضرات سے کیا اور اسمٰعیل دہلوی صاحب اور ان کی ناقص کتاب "ایضاح الحق" کا نام و کلام کھول کر دکھایا کہ مفتی صاحبو! وہ شریعت کا حکم اب بھی مانو گے یا طائفہ کے پیرجی کو خدا کی حکومت سے باہر جانو گے؟ ۲۸ صفر ۱۳۲۹ھ کو یہ استفتا طبع ہو کر شائع ہوا، تین برس ہونے کو آئے ہیں سب صاحب ساکت و خاموش در خوابِ خرگوش۔ مشکل تو یہ ہے کہ بولیں تو کیا بولیں، قسمت کا لکھا کیونکر دھولیں، اپنے منہ اپنے امام الطائفہ پر کفر کا فتوی لگا چکے ہیں اب اس سے پھریں تو کیونکر۔ اور امام الطائفہ پر حکمِ کفر کریں تو کیونکر؟ اب وہ فتوی سانپ کے منہ کی چھچھوندر ہو گیا کہ اُگلے تو اندھا نگلے تو کوڑھی۔ چار ناچار سکوت کی اوڑھی، اسے حق پوشی کہتے ہیں، اسے ناحق کوشی کہتے ہیں، اسے پیرجی پرستی کہتے ہیں، اسے بادۂ خیانت کی بدمستی کہتے ہیں، بلا پس ہو، جواب نہ دیتے دل میں پشیمان تو ہوتے کہ جسے خود اپنے فتووں میں کفر بکنے والا، بددین، ملحد، زندیق لکھ چکے، اب تو اس کی غلامی چھوڑیں، اسے پیشوا ماننے سے منہ موڑیں، مگر حاشا ع

چھٹتی کہاں ہے مُنہ سے یہ کافر لگی ہُوئی

اب تک وُہ ویسا ہی چنیں و چناں، ویسا ہی امام، یہ اس کے ویسی ہی چناں چنیں، ویسے ہی غلام۔

مسلمانو! انصاف، یہ کون سا دین ہے، کون سی دیانت ہے۔ اور اس پر ادعائے ایمان و امانت ہے، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مسلمانو! اس کا تعجب نہیں کہ اللہ واحد قہار و محمد رسول اللہ سید الابرار جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہٖ وسلم کی سخت سے سخت توہینیں کرنے والے کیوں اپنے باطل پر ایسے اڑے ہیں؟ کیوں چاہِ ضلالت میں اُوپر تلے یوں اوندھے پڑے ہیں؟ عجب تو یہ ہے کہ دیکھنے والے یہ کچھ ان کے کوتک دیکھیں اور پھر اُن کے جُبّہ و دستار کے دام میں پھنسیں، گویا یہ حرکات ایک سہل سی بات۔ ناقابلِ التفات، کوئی کسی کا دس پانچ روپے کا مال چُرالے یا دغا سے دبالے ہمیشہ کو نظروں سے گر جائے، چور، دغاباز نام قرار پائے۔ اور معاذاللہ! اگر کسی مشہور بنام علم پر ایسا الزام عائد ہو تو اس کی تشہیر حد سے زائد ہو، دس پانچ روپے کا جُرم یُوں ناقابلِ تلافی، اور خاص دین و مذہب و عقائد میں ایسی چوری خیانت سب معافی۔ معافی کیسی خطا ہی نہیں، وضوئے تمیز کبھی ٹوٹا ہی نہیں۔ یہ کیا ظلم ہے، کیا بے پروائی ہے، کیسی آنکھوں پر چربی چھائی ہے۔ مسلمانو! آنکھ کھولو، ورنہ پیشیِ فردا کے لیے مستعد ہو لو ؎

بروزِ حشر شود ہمچو صبح معلومت   کہ باکہ باختۂ عشق در شبِ دیجور

(حشر کے دن صبح کی طرح تجھ پر واضح ہو گا کہ تُو نے اندھیری رات میں کس سے عشق بازی کی ہے۔ ت)

اس تمام شرمناک واقعہ کی تفصیل اور وہ پندرہ سوال ایک مختصر رسالے "دیوبندی مولویوں کا ایمان" میں ہے،

Marfat.com

اُسے ملاحظہ کیجئے کہ حق واضح ہے اور خیانت وحق پوشی دونوں کی پُوری پہچان ہے۔ جن صاحب کو انکار ہو، گِنتے گِنتے بھُول گئے، پھر گن لو۔ جناب مولوی تھانوی صاحب سے ان سوالوں کے جواب دلوا لو۔ بہادری تو جب ہے کہ اُن کے مُنہ کی مُہر کھُلوا لو۔ کچھ ایسا بہت سا قضیہ نہیں، کچھ علمی مباحث دقیقہ نہیں۔ حق گوئی و حق پوشی کا سیدھا سا امتحان ہے کہ دہلوی صاحب کا جب تک نام معلوم نہ تھا کفر و الحاد کا حکم مرقوم تھا، اب کہ قائل معلوم ہوا کہ وہ حکم کس لیے معدوم ہُوا، کیا کوئی نئی شریعت آ گئی؟ تحذیر الناس نئی نبوت کا سکّہ جما گئی جس نے شریعتِ مصطفویہ علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ منسوخ کر دی۔ امام جی کی قبر اَمۡ لَكُمۡ بَرَآءَةٌ فِی الزُّبُرِ (کیا تمھارے لیے کتابوں میں کوئی برأت ہے؟ ۔ت) سے بھر دی۔ اور اگر یہ نہیں تو کیوں نہیں اپنے ہونٹ کھولتے؟ کیوں نہیں وہ حکمِ کفر و الحاد بولتے؟ بیّنوا توجروا، بیّنوا توجروا، بیّنوا توجروا (بیان کرکے اجر پاؤ۔ ت) اور نہیں تو زید صاحب ہی اتنا ثواب لیں۔ اس فتوے کے ساتھ وہ سوال بھی حاضر ہوتے ہیں حضرت تھانوی صاحب سے اب جواب لیں۔ زید صاحب کی تحریر پکار رہی ہے کہ اُن کو انصاف و حق جوئی سے دلچسپی ہے وہ ضرور تھانوی صاحب کی خبر لیں گے اور اب جواب نہ ملنے پر انصاف کر لیں گے۔ اے رب توفیق دے، ہدایتِ طریق دے، آمین آمین! والحمد للّٰہ رب العالمین۔

(۱۰) اب زید صاحب کے حوالوں پر نظر ڈالئے۔ درمختار کا حوالہ محض غلط ہے۔

(۱۱) عٰلمگیری کی عبارت میں لااصل لہٗ (اس کی کوئی اصل نہیں ۔ت) اپنی طرف سے بڑھا لیا۔

(۱۲) بزازیہ کی عبارت سے واتلاف مالٍ (مال کا ضیاع ۔ ت) کم کر دیا جس سے علتِ منع ظاہر ہوتی کہ جہاں بے فائدہ محض ہے وہاں ممانعت ہے۔

(۱۳) پھر اس کی کیا شکایت کہ عٰلمگیری میں اِلٰی رَأْسِ الْقُبُوْرِ (قبروں کے سرہانے ۔ت) تھا، اسے اِلَی الْمَقَابِر (قبروں کی طرف ۔ت) بنا لیا تاکہ عموم بڑھ جائے۔

(۱۴) ہاں پُوری چالاکی یہ ہے کہ عبارت عٰلمگیری سے فِی اللَّیَالِی الْاُوَلِ (پہلی چند راتوں میں ۔ت) کا لفظ اُڑا دیا، عٰلمگیری کی اصل عبارت یہ ہے:

اِخْرَاجُ الشُّمُوْعِ اِلٰی رَأْسِ الْقُبُوْرِ فِی اللَّیَالِی الْاُوَلِ بِدْعَةٌ كَذَا فِی السِّرَاجِیَّةِ [1]

یعنی موت کی پہلی چند راتوں میں شمعیں گھروں سے قبروں کے سرہانے لے جانا بدعت ہے۔ ایسا ہی فتاوٰی سراجیہ میں ہے۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۱

Marfat.com

فتاوی سراجیہ دیکھیے اس میں بھی یہ عبارت بعینہٖ اسی طرح ہے۔ اس کے بعد اتنا زائد ہے:

ذکرہ الشیخ الامام الزاھد الصفار البخاری رحمہ اللہ تعالٰی فی کتاب الاعتقاد[1] — یہ مسئلہ شیخ امام زاہد صفار بخاری رحمۃ اللہ تعالٰی نے کتاب الاعتقاد میں ذکر فرمایا۔

ظاہر ہے کہ یہاں قبورِ عوام ہی کا ذکر ہے کہ اعراسِ طیبہ یا مزاراتِ اولیاء کی روشنی فقط پہلی چند راتوں میں نہیں ہوتی، اور ظاہر ہے کہ وہ ایک عادتِ خاصہ کا بیان ہے ورنہ لیالی اوّل کی تخصیص بے وجہ تھی، اب جس طرح یہاں جہّال میں رواج ہے کہ مُردہ کو جہاں کچھ زمین کھود کر نہلاتے ہیں جسے عوام لحد کہتے ہیں۔ چالیس رات چراغ جلاتے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ چالیس شب رُوح لحد پر آتی ہے اندھیرا دیکھ کر پلٹ جاتی ہے۔ یوں ہی اگر وہاں جُہّال میں رواج ہو کہ موت سے چند رات تک گھروں سے شمعیں جلا کر قبروں کے سرہانے رکھ آتے ہوں اور یہ خیال کرتے ہوں کہ نئے گھر میں بے روشنی کے گھبرائے گا، تو اس کے بدعت ہونے میں کیا شُبہہ ہے، اور اس کا پتا یہاں بھی قبروں کے سرہانے چراغ کے لیے طاق بنانے سے چلتا ہے۔ اور بیشک اس خیال سے جلانا فقط اسراف و تضییعِ مال ہی نہیں کہ محض بدعتِ عمل ہو، بلکہ بدعتِ عقیدہ ہُوئی کہ قبر کے اندر روشنی و اموات کا اس سے دل بہلنا سمجھا، ولہٰذا امام صفار رحمۃ اللہ نے اس مسئلہ کو کتاب الاعتقاد میں ذکر فرمایا۔ اب ملاحظہ ہو کہ اس روایت کو ہمارے مسئلہ سے کیا تعلق رہا! وَالْاِحْتِمَالُ یَقْطَعُ الْاِسْتِدْلَالَ (اور احتمال، استدلال ختم کر دیتا ہے۔ت)

(۱۵) اس روایت میں اخراج کا لفظ بھی قابلِ لحاظ ہے۔ قبورِ عوام ہی کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہاں نہ کوئی مکان ہوتا ہے نہ حاضر رہنے والے، نہ کوئی سامانِ روشنی۔ گھر ہی سے چراغ لے جانا پڑتا ہے بخلاف مزاراتِ طیّبہ کے کہ وہاں گھر سے لے جانے کی حاجت نہیں ہوتی، تو ذکر قبورِ عوام ہی کا ہے، اور اگر زید نہ مانے اور اسے چراغان مزاراتِ طیّبہ کی نسبت جانے تو آٹھ سو برس سے تو اس روشنی کا ثبوت ہو گیا' جسے زید نے مشائخ زمانہ کا فعل کہا کہ امام زاہد صفار رحمۃ اللہ تعالٰی کی وفات ۵۳۴ھ میں ہے[2] کما فی الطبقات الکبرٰی و کشف الظنون (جیسا کہ طبقات کبرٰی اور کشف الظنون میں ہے۔ت)

(۱۶) سب سے زیادہ خوفناک تحریف یہ ہے تَتَّخِذُوْنَ عَلَیْهِمْ مَّسَاجِدَ کو قرآنِ عظیم کا لفظ کریم بنا لیا' حالانکہ یہ جُملہ قرآن عظیم میں کہیں نہیں۔ یہ تینوں لفظ متفرق طور پر ضرور قرآن عظیم میں آئے ہیں مثلاً تتخذون مصانع[3] انعمت علیھم[4] و مساجد یذکر فیھا اسم اللہ[5]۔ مگر اس ترکیب و ترتیب سے کہیں نہیں ــــ

---

[1] فتاوی سراجیہ کتاب الکراہیۃ منشی نولکشور لکھنؤ ص ۷۳

[2] کشف الظنون

[3] القرآن ۲۶/۱۲۹

[4] القرآن ۱/۷

[5] القرآن ۲/۱۱۴

Marfat.com

سورۂ کہف میں یوں ہے :

قَالَ الَّذِیْنَ غَلَبُوْا عَلٰۤى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیْهِمْ مَّسْجِدًا[1]۔ وہ بولے جو اس کام میں غالب رہے تھے قسم ہے کہ ہم تو ان پر مسجد بنائیں گے۔ (ت)

پھر بھی دیوبندی صاحبوں کے حال سے غنیمت ہے کہ وہ تو انہونی کتابیں دل سے گھڑ لیتے ہیں، اُن کے صفحے بنا لیتے ہیں، اُن کی عبارتیں دل سے تراش لیتے ہیں' اور اکابر اولیائے کرام وعلمائے عظام کی طرف نسبت کر دیتے ہیں۔ دیکھو دیوبندیوں کی لال کتاب "سیف النقی" اور اس کے رد میں العذاب البئیس وغیرہ تحریرات کثیرہ۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(۱۷) زید کو اقرار ہے کہ فعلِ مشائخ سے قدیم چلا آتا ہے اگرچہ کہیں تو اُنھیں مشائخ زمانہ لکھا، کہیں پیرزادے اور کہیں مجاور، جن کے لیے قبور ذریعۂ معاش ہیں' مگر شروع میں تحریر فرما چکے ہیں کہ "میں بقسم شرعی باور کراتا ہوں کہ میں نے کوشش کی کہ چراغانِ قبور کا کسی تاویل سے استحسان ثابت ہو جائے تو میں رسم قدیم کی مخالفت نہ کروں"۔ اور اس کا جواب وُہ دیا کہ "پیرزادگان صالح ہوں، اہل اللہ ہوں، معصوم نہیں"۔ زید صاحب معصوم کے سوا کسی کی نہیں مانتے۔ مگر افسوس' جب وہ صالحین ہیں، اہل اللہ ہیں تو یہی عالمگیری جس کی سند سے آپ انھیں بدعتی بنانا چاہتے ہیں اُن کے افعال کو دین میں سند وحجت بتاتی ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں مشائخ کرام ہی کے ذکر میں ہے،

یتمسك بافعال اھل الدین کذا فی جواھر الفتاوٰی[2]۔ تمسک کیا جائے اہلِ دین کے افعال سے۔ ایسا ہی جواہر الفتاوٰی میں ہے۔

(۱۸) سرکارِ اعظم حضور پُرنور مدینہ طیبہ صلی اللہ تعالٰی علٰی من طیبہا وآلہ وبارک وسلم میں وُہ جلیل وجمیل روشنی' وہ جانفزا دلکشا روشنی، وُہ دل افروز وہابی سوز روشنی کہ نہایت تزک واحتشام سے ہوتی ہے اس کے جواب میں زید نے یہ تاویل گھڑی کہ وہ روشنی مسجد کریم کے لیے ہے، نہ کہ مزارِ اقدس کے واسطے صلی اللہ تعالٰی علی صاحبہ وآلہ وبارک وسلم۔ شاید زید کو زیارت سراپا طہارت نصیب نہ ہُوئی۔ اپنے قصبہ کی کسی مسجد پر قیاس کیا جہاں دمڑی کے چراغ میں دھیلے کا تیل، وہاں کے فرشی جھاڑوں اور کثیر التعداد فانوسوں اور ہزار ہا روپے کے شیشہ آلات اور اُن کی دل نواز جگمگاہٹ دیکھو تو آپ کی خشن بے ذوق طبیعت کے طور پر یہ مسجد کے لیے کب جائز ہو، وہی بزازیہ جس سے یہ سند لائے اُسی کی دربارۂ مسجد بھی سُنیے، اس کی کتاب الوصایا فصل اول میں ہے :

---

[1] القرآن ۱۸/ ۲۱

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب السابع عشر فی الغناء واللھو الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۱

Marfat.com

قال ثلث مالی فی سبیل اللہ ففی النوازل لو صرف الی سراج المسجد یجوز لکن الی سراج واحد فی رمضان وغیرہ[1]

یعنی اگر کوئی اپنے تہائی مال کی وصیت راہِ خدا کے لیے کرے تو اس سے مسجد کا چراغ بھی جلا سکتے ہیں مگر صرف ایک چراغ، رمضان ہو یا غیر رمضان۔

(۱۹) زید صاحب کو چاہئے ذراحج و زیارت سے مشرف ہوں وہاں اُن کو مسجد الحرام شریف میں کچھ ہانڈیاں گردِ مطاف نظر آئیں گی کہ ساری مسجد کریم کو پُوری روشنی نہیں دیتیں، اور سرکارِ اعظم میں وہ نظر آئے گا جس سے آنکھیں چُندھیا جائیں۔ اگر یہ روشنی مسجد کے لیے ہوتی تو مسجد الحرام شریف زیادہ مستحق تھی کہ وہ مسجد مدینہ طیبہ سے افضل بھی ہے اور وسعت میں بھی کئی حصّے زیادہ، نہیں نہیں، بالیقین وُہ تجمل روضہ پُرانوار حضور سید الابرار صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے لیے ہیں، جسے ہر سمجھ والا بنگاہِ اولیں ادراک کرلیتا ہے۔ میرے دل سے اُن لفظوں کا ذوق نہیں جاتا جو ایک مسلمان زائر نے حج کے بعد شان و تجمل روضۂ انور دیکھ کر کہے تھے کہ یہاں شانِ محبوبیت کھلتی ہے، اس نے کہ گھر سے پاک ہے اپنا گھر یُوں سادہ رکھا ہے اور کاشانۂ محبوب کے یہ سازو سامان ہیں، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ دیکھئے نگاہِ ظاہر پر اس شان و شکوہ کا کیسا اثر پڑا کہ اُس ناظر کے دل میں ایمان جگمگا اُٹھا۔ اسی حکمت کے لیے تو علمائے کرام نے تجمل ظاہر پسند فرمایا ہے ورنہ حاشا للہ ع

حاجت مشاطہ نیست روئے دلآرام را

(دل کو سکون دینے والے چہرے کے لیے آرائش کی ضرورت نہیں۔ ت)

اللھم ارزقنا الایمان الکامل و امتنا علیہ بجاہ حبیبك وعروس مملکتك صلی اللہ علیہ وعلٰی اٰلہ و بارك وسلم۔ اٰمین۔

اے اللہ! ہمیں ایمانِ کامل نصیب کر اور اسی پر ہمیں موت دے اپنے حبیب اور اپنے عروس مملکت کے طفیل، اللہ تعالٰی ان پر اور ان کی آل پر درود وسلام اور برکت نازل فرمائے۔ الٰہی قبول فرما! (ت)

(۲۰) مسجد میں روشنی خشت و گِل کی ذات کے لیے نہیں ہوتی بلکہ نمازیوں کے واسطے، بلکہ نماز میں بھی اصل نظر صرف فرائض پر مقصور ہے کہ اصالتًا بنائے مسجد انہی کے لیے ہے، ولہذا جہاں تہجد وغیرہ نوافل خوان و ذاکرین شب بھر مسجد میں رہتے یا رات کے سب حصّوں میں ان کی آمد و رفت مسجد میں رہتی ہو، اور اس وجہ سے وہاں شب بھر روشنی رکھنے کی عادت ہو یا واقف نے خود اس کی تصریح کردی ہو، ایسی جگہ کے علاوہ باقی تمام مساجد میں تہائی رات کے بعد روشنی گُل کر دینے کا حکم ہے کہ اب اسراف و تضییعِ مال ہے۔

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علٰی حاشیہ فتاوٰی ہندیہ کتاب الوصایا نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۴۳۵

Marfat.com

فتاوٰی خانیہ و فتاوٰی عالمگیریہ وغیرہ میں ہے:

لاباس بان یترك سراج المسجد الی ثلث اللیل ولایترك اکثر من ذلك الااذا شرط الواقف ذٰلك اوکان ذٰلك معتادًا فی ذٰلك الموضع[1]

مسجد کا چراغ مسجد میں تہائی رات تک جلتا چھوڑ دینے میں حرج نہیں اور اس سے زیادہ نہ جلایا جائے، لیکن جبکہ واقف نے اس کی شرط رکھی ہو یا وہاں اس کا رواج ہو۔ (ت)

سراج وہاج پھر ہندیہ میں ہے:

لو وقف علی دھن السراج للمسجد لایجوز وضعه جمیع اللیل بل بقدر حاجة المصلین ویجوز الی ثلث اللیل اونصفه اذا احتیج الیه للصلٰوۃ فیه[2]

اگر مسجد کے چراغ کے لیے وقف کیا تو پوری رات چراغ جلانا جائز نہیں بلکہ تہائی رات تک جواز ہے یا نصف شب تک جبکہ نماز کے لیے اس کی ضرورت ہو۔ (ت)

اور مسجد اکرم سرکار اعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں نماز عشاء کے بعد کوئی رہنے نہیں پاتا، لوگوں کو باہر کرکے سحر تک دروازے بند رکھتے ہیں، اور یہ عادت آج سے نہیں صدہا سال سے ہے۔ امام جلیل ابوالحسن سمہودی کتاب وفاء الوفاء میں جس کی تصنیف ۸۸۶ھ میں فرمائی، پھر اس کے خلاصہ خلاصۃ الوفاء میں فرماتے ہیں:

یطاف لاخراج الناس من المسجد بعد العشاء الاخرۃ بفوانیس ستة رتبھا شیخ الخدام شبل الدولة کافور المظفری الحریری وکان الطواف قبله بشعل من السعف[3]

نماز عشاء کے بعد لوگوں کو مسجد کریم سے باہر کرنے کیلئے اب چھ فانوس لے کر دورہ کرتے ہیں جن کو خدام کے شیخ شبل الدولہ کافور المظفری الحریری نے بنایا ہے جبکہ قبل ازیں کھجور کی شاخ کی شمع سے دورہ ہوتا تھا۔ (ت)

نیز اس پر اس سے بہت پہلے کی وہ جلیل القدر معجزہ خسف بدخواہانِ ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی عظیم حکایت دال ہے جو اسی کتاب وفاء الوفا تصنیف ۸۸۶ ہجری، اور اس سے پہلے کتاب ریاض النضرۃ

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الوقف منشی نولکشور لکھنؤ ۴/۷۱۶
[2] فتاوٰی ہندیۃ الباب الحادی عشر فی المسجد الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۵۹
[3] وفاء الوفاء فصل ۳۱ عدد قنادیل المسجد داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۸۱-۸۲

Marfat.com

امام محب الدین طبری متوفی ۶۹۴ ہجری، وکتاب تاریخ المدینہ للامام الجلیل ابی محمد عبداللہ المرجانی میں مذکور و ماثور ہے، اور ان سب سے پہلے خادمِ روضۂ مطہرہ نے امام ابوعبداللہ قرطبی کے سامنے اسے روایت کیا، اس کی اصل خود امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت۔ بلاذری نے ابوسعید مولیٰ ابی اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی:

قال کان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعس فی المسجد بعد العشاء فلا یری احدا الا اخرجہ الا رجلا قائما یصلی[1]

فرمایا، امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نمازِ عشاء کے بعد مسجد کریم میں دیکھ بھال کے لیے دَورہ فرماتے جسے دیکھتے مسجد سے باہر فرما دیتے، مگر جو شخص کھڑا نماز پڑھ رہا ہو۔

بااینہمہ مسجد کریم میں صبح تک روشنی رہتی ہے، اور فقہائے کرام نے اس کے جواز کی تصریح فرمائی۔ وہی بزازیہ کتاب الوقف فصل رابع ملاحظہ کیجئے:

یجوز ترک سراج المسجد فیہ من المغرب الی العشاء لا کل اللیل الا اذا جرت العادۃ بذلک کمسجد سیدنا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم[2]

جائز ہے مسجد کے چراغ کا مسجد میں چھوڑنا مغرب سے عشاء تک نہ کہ تمام شب۔ مگر جب کہ اس کی عادت ہو جیسے کہ مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم۔

اس سے بھی روشن کہ یہ روشنی نمازیوں کے لیے نہیں ہے بلکہ روضۂ اقدس کے لیے ہے اور ہم عنقریب کلام ائمہ سے اس کی تصریح نقل کریں گے، وباللہ التوفیق۔

(۲۱) زید صاحب نے یہ روشنی مزار اطہر کے لیے نہ ہونے کی وُہ بھاری دلیل گھڑی جس کے بوجھ میں خود ہی دب کر رہے۔ ذرا یہ نئی منطق جہان بھر سے بھی جُدا منطق الطیر سے بھی سوا ملاحظہ ہو کہ "قبر شریف درحقیقت رُوپوش ہے بھلا پھر روشنی اُس کے لیے ہوسکتی ہے" گویا جو شئے نظر نہ آئے اُس سے اعتناء، اس کی تکریم ہو ہی نہیں سکتی۔ اہل اللہ پر عبادتِ قبور کا الزام رکھا تھا جس کی تکذیب کو اُن کا اہل اللہ ہونا ہی بس تھا مگر کہیں یہ مسئلہ عبادِ صنم کی تائید نہ کرے۔ وُہ یہی کہتے ہیں کہ بے دیکھے تعظیم کیسی؟

(۲۲) حجرۂ مطہرہ کی آرائشیں اور اُس پر وہ ہزارہا روپے کی تیاری کا غلاف شریف یہ بھی شاید مسجد ہی کے لیے ہو کہ مزار کریم تو مستور ہے۔

---

[1] وفاء الوفا فصل ۳۰ فی تحصیب المسجد احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۶۹
[2] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ کتاب الوقف نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۲۶۹

Marfat.com

(۲۳) غنیمت ہے کہ اس مسئلہ میں تعظیم قبور کا الزام تو قطع ہوا۔ مزاراتِ اولیائے کرام عموماً جہاں جہاں روشنی ہوتی ہے خصوصاً ایامِ اعراس میں غلافوں سے روپوش ہوتے ہیں تو بطور زید بھی یہ روشنی تعظیمِ قبور کے لیے نہیں ہو سکتی۔

(۲۴) دوسری بات یہ کہ روشنی منجانب سلطان ہوتی ہے جس نے بنک قائم کیا۔ اس کہنے کا محل جب تھا کہ فعلِ سلطان سے کسی نے استناد کیا ہوتا کہ یہ روشنی اس لیے جائز ہوتی ہے کہ سلطان کی طرف سے ہوتی ہے، اور جب ایسا نہیں تو بے محل محض سلطان ترکی کو باتباع لہجہ نصارٰی مکروہ لفظ ٹرکی سے تعبیر کرکے بلاوجہ سلطانِ اسلام کی عیب چینی کیا مصلحت ہوئی۔ حدیث میں ہے:

السلطان ظل اللہ فی الارض فمن اکرمہ اکرمہ اللہ ومن اھانہ اھانہ اللہ[1] رواہ الطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی الشعب عن ابی بکرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم۔

سلطان زمین میں اللہ تعالٰی کا سایہ ہے جو اس کی عزت کرے اللہ تعالٰی اس کو عزت دے، اور جو اس کی توہین کرے اللہ تعالٰی اسے ذلت دے۔ اسے طبرانی نے معجم کبیر میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا۔

لاجرم یہ اپنی طرف سے عدمِ جواز روشنی پر اقامت دلیل ہے، یہ ضرورت اس کے ذکر کی طرف ہوئی اگرچہ اب بھی شرع مطہر مسئلہ کی روش سے دُور ہے کہ اُس کی سند کتابت بعض اخبارات ہی ہوگی اور اخباری بیانات جیسے ہوتے ہیں معلوم ہیں۔ امام حجۃ الاسلام نے احیاء العلوم میں تصریح فرمائی کہ کسی مسلمان کی طرف نسبتِ کبیرہ حرام ہے، جب تک تواتر سے یقینی الثبوت نہ ہو، نہ کہ محض اخباری گپیں۔ اگر صحیح بھی ہو تو ممکن بلکہ مظنون کہ وہ اس نئی جماعت حریّت کی طرف سے ہوگا تو سلطان کے سر اس کبیرہ کا باندھنا محض جزاف ہے پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ "بینک سود دینے کے لیے ہے یا معاذ اللہ سُود لینے کے لیے، سلطنت میں اس وقت وُہ وسعت کہاں کہ لوگوں کو کثیر المقدار قرض دے، وُہ خود اپنی ضروریات شدیدہ کے لیے روپے کی حاجتمند ہے اور حاجتِ شرعیہ کے وقت سود دینے کی اجازت ہے۔ درمختار میں ہے:

یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح[2]

نفع دینے کی شرط پر حاجتمند کو قرض لینا جائز ہے (ت)

بہرحال اب حاصلِ دلیل یہ ہے کہ یہ سلطان کی طرف سے ہے اور سلطان فاسق ہیں، اور جو فاسق کی طرف

---

[1] شعب الایمان باب فی طاعۃ اولی الامر حدیث ۷۳۷۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۱۷

[2] الاشباہ والنظائر بحوالہ القنیہ والبغیہ القاعدۃ السادسۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۱۲۶

Marfat.com

سے ہو سب ناجائز ہے۔ اس دلیل کی خوبی اس کے کبرٰی کی کلیت سے ظاہر قرآن پر اعراب لگانا تو شاید سخت ہی بدتر کام ہوگا کہ حجاج جیسے ظالم اظلم کی طرف سے ہے۔

(۲۵) سلطانِ اسلام سے فارغ ہو کر حرمین طیبین کی طرف متوجہ ہُوئے کہ وہاں کا بڑا حصہ ڈاڑھی کترواتا ہے الحمدللہ کہ کلیہ نہ کہا، ہر جگہ ہمیشہ بڑا حصہ عوام کا ہوتا ہے۔ اگر عام طور پر عوام صدہا سال سے ایک فعل کریں اور وہ بھی مسجد میں، اور وُہ بھی مسجد اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں، اور وُہ بھی کارِ خیر و موجب اجر و تعظیم شعائر اللہ و اجلال حرمات اللہ جان کر۔ با اینہمہ جماہیر علماء روزانہ دیکھیں اور منع نہ فرمائیں تو استناد تقریر علماء سے ہوگا نہ کہ فعلِ عوام سے۔

(۲۶) خود ہی سمجھ کر کہ تعامل ہے نہ مجرد عمل عوام اس کا یہ علاج کیا کہ تعامل حرمین شریفین کا بعد قرون ثلثہ کے سند نہیں۔ قرون ثلثہ کی تخصیص کا قضیہ ہمارے رسالہ ردّ وہابیہ میں جابجا رَد ہو چکا اور مسئلہ تعامل حرمین شریفین بھی کتاب مستطاب "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" قاعدہ یازدہم میں واضح فرمادیا گیا، یہاں اسی قدر کافی کہ شیخ محقق جذب القلوب شریف میں حدیث صحیح بخاری: انہا طیبۃ تنفی الذنوب کما تنفی الکیر خبث الفضۃ (بیشک وُہ طیبہ ہے، گناہوں کو دُور کرتا ہے جیسے بھٹی چاندی کا میل دور کرتی ہے۔ ت) وغیرہ بیان کرکے فرماتے ہیں:

"مراد نفی و ابعاد اہلِ شر و فساد است از ساحت عزت ایں بلدہ طیبہ و بقول اکثر علمائے دین خاصیت مذکورہ درو ے در جمیع ازمان و دہور پیدا ست[1]"	اس شہر پاک کی سرزمین سے شر و فساد والوں کو دور کرنا مراد ہے اور اکثر علمائے دین کے بقول اس میں یہ خاصیت ہر دَور اور ہر زمانے میں ہے۔ (ت)

صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الایمان لیارز الی المدینۃ کما تارز الحیۃ الی جحرھا[2]	بیشک ایمان مدینہ کی طرف سمٹتا ہے جیسے سانپ اپنے بل کی طرف۔

امام قرطبی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

فیہ تنبیہ علی صحۃ مذھبھم وسلامتھم من البدع وان عملھم حجۃ فی زماننا[3]	اس حدیث شریف میں تنبیہ ہے اس پر کہ اُن کا مذہب صحیح ہے اور وُہ بدعتوں سے پاک ہیں اُن کا عمل ہمارے زمانہ میں حجت ہے۔

---

[1] جذب القلوب باب دوم در ذکر فضائل منشی نولکشور لکھنؤ ص ۲۵
[2] صحیح البخاری باب الایمان یارز الی المدینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۲
[3] عمدۃ القاری شرح البخاری بحوالہ قرطبی دار الطباعۃ المنیریہ بیروت ۱۰/۲۴۰

Marfat.com

(۲۷) آگے ترقی کرکے تعامل حرمین شریفین کو بالکل ساقط و نامعتبر کر دیا۔ قرونِ ثلٰثہ کا استثنا بھی اُڑ گیا، اور دلیل یہ کہ حجت صرف قرآن وحدیث واجماع وقیاس مجتہدین ہیں۔ ابھی کہا تھا کہ "چراغاں کا جواز اگر آج بھی کسی عالم مستند کی کتاب سے نکل آئے تو مجھ کو کد نہ ہوگی"۔ اور ممانعت کے لیے شاہ رفیع الدین صاحب کے فتوے اور قاضی صاحب پانی پتی کی مالابد و ارشاد الطالبین سے استناد کیا۔ یہ لوگ اور ان کا کلام بھی نہ قرآن ہے، نہ حدیث، نہ اجماع، نہ قیاس مجتہدین۔ پھر یہ پانچویں حجت کہاں سے نکل آئی!

(۲۸) ابھی جواہر الفتاوٰی وفتاوٰی عالمگیریہ سے گزرا کہ دینداروں کے افعال سند ہوتے ہیں، یہ چھٹی حجت ہوئی۔

(۲۹) اب بفضل اللہ عزوجل ہم وہ عبارات جانفزا ذکر کریں جن سے یہ ثابت ہو کہ روضۂ انور میں کیسی روشنی ہوتی ہے اور کئے سو برس سے رائج ہے، جب سلطنت عثمانیہ کی بنیاد بھی نہ پڑی تھی، اور یہ کہ وہ خاص روضۂ اطہر ہی کے واسطے ہے نہ کہ بہ نیتِ مسجد۔ اور یہ کہ وہ بمنظوریٔ علماء کرام ہے نہ کہ صرف فعل سلاطین۔ اور یہ کہ کیسے امام جلیل نے اُس کے جواز کا روشن فتوٰی دیا، نہ فتوٰی بلکہ خاص اس باب میں مستقل رسالہ تصنیف فرمایا، والحمدللہ۔ عالمِ مدینہ طیبہ امام اجل سید ابوالحسن علی نورالدین بن عبداللہ سمہودی مدنی قدس سرہٗ، معاصر امام اجل جلال الملۃ والدین سیوطی رحمہما اللہ تعالٰی نے (کہ دونوں حضرات کی وفات شریف ۹۱۱ھ میں ہوئی) کتاب مستطاب خلاصۃ الوفاء باخبار دار المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم تصنیف ۸۹۳ ہجری کے باب رابع کی شانزدہ گانہ فصلوں میں فصل ۱۱ روضۂ اقدس کے تزک واحتشام وشیشہ آلات وسامان روشنی کے بیان میں وضع فرمائی، اور فصل ۱۴ مسجد مقدس کے ستونوں، چراغوں وغیرہ کے بیان میں جدا لکھی، اس فصل مسجد میں فرمایا:

بصحن مسجد اربع مشاعل تشعل فی لیالی الزیارات المشھورۃ وما علمت اول من احدثھا وبالمسجد سلاسل کثیرۃ للقنادیل عملت بعد الحریق والمرتب للوقود منھا یزید وینقص لما لا یخفی۔[1]

مسجد کریم کے صحن میں چار مشعلیں ہیں کہ زیارت کی مشہور راتوں میں روشن کی جاتی ہیں اور مجھے معلوم نہ ہُوا کہ اوّل اوّل یہ مشعلیں کس نے رکھیں، اور مسجد میں قندیلوں کی بہت سی زنجیریں ہیں کہ آتشزدگی کے بعد بنیں اور اُن کی روشنی کا راتب گھٹتا بڑھتا ہے جس کا سبب ظاہر ہے۔

---

[1] خلاصۃ الوفاء فصل ۳۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۸۱

Marfat.com

اور اس فصل روضۂ انور میں فرمایا:

اما معاليق الحجرة الشريفة التي تعلق حولها من قناديل الذهب والفضة ونحوهما فلا اقف على ابتداء حدوثها الا ان ابن النجار قال ما لفظه في سقف المسجد الذي بين القبلة والحجرة على رأس الزوار اذا وقفوا معلق نيف واربعون قنديلا كبارا وصغارا من الفضة المنقوشة والساذجة وفيها اثنان من بلور وواحد من ذهب وفيها قمر من فضة مغموس في الذهب وهذه تنفذ من البلدان من الملوك وارباب الحشمة انتهى۔ وعمل من ذكر مستمر بذلك لم تزل هذه القناديل في زيادة ومن احسن ما رأيت من معاليق الحجرة قنديل من فولاد كبير احسن التكوين مخرما مكفتا بذهب يضيئ اذا اسرج فيه وعليه مكتوب ان الناصر محمد بن قلاوون علقه بيده هناك[1] انتهى ملتقطاً

حاصل یہ کہ روضۂ انور کا سامان روشنی، سونے کی قندیلیں اور چاندی کی اور ان کے مثل اور قیمتی چیزوں کی کہ روضۂ مطہرہ کے گرد آویزاں کی جاتی ہیں مجھے معلوم نہ ہوا کہ ان کی ابتدا کب سے ہے ہاں امام حافظ الحدیث محمد بن محمد بن النجار متوفی ۶۴۳ھ نے اپنی کتاب الدرۃ الثمینہ فی اخبار المدینہ میں فرمایا کہ سقف مسجد کریم کے اتنے ٹکڑے میں کہ دیوار قبلہ سے حجرۂ مقدسہ تک ہے، جب زائرین مواجہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم میں کھڑے ہوں، اُن کے سروں پر چالیس سے زائد قندیلیں آویزاں ہیں۔ بڑی بڑی اور چھوٹی چاندی کی نقشی اور سادی اور ان میں دو بلور کی ہیں، ایک سونے کی اور ایک چاندی کا چاند ہے سونے میں مغرق، اور یہ شہروں شہروں سے سلاطین و اُمرا حاضر کیا کرتے ہیں انتہی، اور یہ دستور برابر چلا آتا ہے ہمیشہ ان قندیلوں میں ترقی ہوتی رہی، اور روضہ مطہرہ کی تمام آویزاں روشنیوں میں سب سے زیادہ خوبصورت جو میں نے دیکھی وُہ فولادی بڑی قندیل ہے کہ نہایت خوبصورت بنی ہوئی ہے اُس کے پیٹ اور کناروں پر سونا چڑھا ہوا ہے کہ اُس میں روشنی کرنے سے دمکنے لگتا ہے اس پر لکھا ہوا ہے کہ ناصر الدین محمد بن قلادون نے اُسے یہاں اپنے ہاتھ سے لٹکایا۔ انتہی ملتقطاً

یہاں تو آپ کو یہ معلوم ہُوا کہ روشنی خاص روضہ منورہ کے لیے ہے اور یہ کہ کتنی کثیر و شاندار ہے اور یہ کہ صدہا سال سے ہے اور یہ کہ عثمانی سلطنت سے بھی بہت پہلے سے ہے۔ اب مجمع علمائے کرام کا ذکر سنئے

---

[1] وفاء الوفاء فصل ۲۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۸۴ تا ۵۸۹

Marfat.com

علّامہ قطب الدین مکی حنفی معاصر امام ابن حجر مکی رحمہما اللہ تعالیٰ کتاب الاعلام باعلام بیت الحرام ص ۳۰ میں اس واقعہ کا ذکر فرماتے ہیں: جب سلطان مراد خان بن سلطان سلیم خان بن سلیمان خان رحمہم الرحمٰن نے ۹۸۴ھ میں باب عالی سے سونے کی تین قندیلیں بیش بہا جواہرات سے مرصّع محمد چادلیش خان کے ہاتھ حاضر کی ہیں کہ وہ کعبہ معظمہ کے اندر آویزاں کی جائیں اور ایک حجرۂ مزار اطہر میں چہرۂ انور کے مقابل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

جب مکہ معظمہ میں آئے حضرت شریف مکہ سیّدی حسن بن ابی نمی حسنی اور ناظر حرم محترم قاضی مدینہ منورہ شیخ الاسلام سید العلماء سیدی حسین حسینی مکی اور قاضی مکہ معظمہ مولانا مصلح الدین لطفی بگ زادہ مع جملہ اعیان واکابر حرم محترم حاضر ہوئے، فرماتے ہیں: وکافۃ العلماء والفقھاء والموالی[1] یعنی مکہ معظمہ کے تمام علماء وفقہاء وسرداگرد کعبہ معظمہ جمع ہوئے۔ پھر آستانہ عالیہ کی طرف سے حضرت شریف و دیگر عظماء کو خلعت پہنائے گئے۔ کعبہ معظمہ کا دروازہ کھولا گیا۔ سیدنا الشریف نے خلعت پہنا اور طواف کعبہ معظمہ کیا۔ اِدھر وہ طواف میں ہیں اُدھر رئیس مؤذنان قبہ زمزم پر سلطنت وشریف کے لیے با آواز بلند دُعا کر رہا ہے اور تمام حاضرین دُعا وآمین میں مشغول ہیں۔ بعد فراغ طواف ورکعتین طواف حضرت شریف کعبہ معظمہ کے اندر حاضر ہوئے اور اپنے دست مبارک سے قندیلیں آویزاں کیں۔ سب حاضرین جملہ علماء وفقہاء واُمراء وعظماء نے فاتحہ پڑھی اور دُعائیں کیں، اور جلسہ ختم ہوا۔ علامہ ممدوح فرماتے ہیں:

وکان یوماً شریفاً مشھوداً ووقتاً مبارکاً متیمناً مسعوداً[2]

اور وہ دن بزرگ اور تمام اعیانِ مکہ کی حاضری کا تھا اور وہ وقت مبارک اور فرخندہ باسعادت تھا۔

پھر محمد چادلیش باقی قندیل لے کر سرکارِ اعظم مدینہ طیبہ حاضر ہوئے، علامہ فرماتے ہیں:

واجتمعت لہ اکابر المدینۃ الشریفۃ و اعیانھا وعلماؤھا وصلحاؤھا[3]

اُن کے پاس مدینہ طیبہ کے اکابر وعمائد وعلماء وصلحاء سب جمع ہوئے۔

وعمل محفل شریف فی الحرم الشریف النبوی[4]

حرم کریم میں محفلِ عظیم منعقد کی گئی۔

وفتحت الحجرۃ الشریفۃ النبویۃ علی ساکنھا افضل الصلوٰۃ وعلی ذلک

حجرۂ طاہرہ مزار پُرانوار حضرت سید ابرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھولا گیا اور وہ سونے کی قندیل جواہر

---

[1] تا [4] الاعلام باعلام بلد اللہ الحرام

Marfat.com

القنديل تجاه وجه النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم[1]۔

بے بہا سے مرصع روئے انور سیدا طہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مواجہ اقدس میں آویزاں کی گئی۔

وقرئت الفواتح وحصل الدعاء[2] حاضرین نے فاتحہ پڑھی اور دعا کی۔ اور مجلس بخیر وخوبی ختم ہوئی۔

علامہ ممدوح اس حکایت کا خاتمہ ان لفظوں میں فرماتے ہیں:

وھواول من علق قنادیل الذھب فی الحرمین الشریفین من سلاطین اٰل عثمان خلد اللہ تعالیٰ سلطنتھم وقد سبق بھذہ المنقبۃ الشریفۃ اٰباءہ السلاطین العظام[3]۔

یعنی سلاطین آل عثمان میں کہ اللہ عزوجل اُن کی سلطنت کو ہمیشہ رکھے، سلطان مراد خاں نے اس کی پہل کی کہ حرمین محترمین میں سونے کی قندیلیں آویزاں کیں، وہ اس عظیم منقبت میں اپنے باپ دادا سلاطین پر سبقت لے گئے۔

اس خاتمہ سے دو فائدے ظاہر ہوئے: ایک[1] یہ کہ سلاطین عثمانیہ سے پہلے سلاطین بھی سونے کی قندیلیں حاضر کرتے۔ سلاطینِ عثمانیہ میں پہلے یہ سعادت سلطان محمد مراد خاں نے پائی۔ دوسرے[2] یہ کہ علامہ ممدوح اس کا استحسان فرماتے، اور اسے منقبت شریفہ بتاتے ہیں۔

اب پھر عباراتِ سابقہ خلاصۃ الوفاء کی طرف رجوع کیجئے اور وہ سنیئے جو امام ممدوح سیدی نورالدین سمہودی اس عبارت کے اثناء میں اُس جانفزا روشنی کے بیان میں حکم فرماتے ہیں وہ عبارت یہ ہے:

وقد الف السبکی تالیفا سماہ تنزیل السکینۃ علیٰ قنادیل المدینۃ وذھب فیہ الیٰ جوازھا وصحۃ وقفھا وعدم جواز صرف شیئ منھا لعمارۃ المسجد[4]۔

بیشک امام اجل تقی الملۃ والدین علی بن عبدالکافی متوفی ۷۵۶ھ رحمہ اللہ تعالیٰ نے خاص اس باب میں ایک کتاب تالیف فرمائی جس کا نام "تنزیل السکینۃ علیٰ قنادیل المدینۃ" رکھا۔ اور اس کتاب میں اُن کا وقف صحیح ہونا بیان فرمایا اور یہ کہ اُن کو مسجد کی عمارت میں صرف کرنا جائز نہیں۔

یہ امامِ اجل وہ ہیں جن کی نسبت امام ابن حجر فرماتے ہیں: الامام المجمع علیٰ جلالتہ واجتہادہ[5] وہ امام کہ ان کی جلالتِ شان وقابلیت اجتہاد پر اجماع ہے۔

---

[1] تا [3] الاعلام باعلام بلد اللہ الحرام

[4] وفاء الوفاء فصل ۲۵ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۹۵-۵۹۱

[5] امام ابن حجر

Marfat.com

صلاح صفدی نے کہا:

الناس یقولون ماجاء بعد الغزالی مثلہ و عندی انھم یظلمونہ وما ھو عندی الامثل سفیٰن الثوری۔[1]

لوگ کہتے ہیں امام حجۃ الاسلام کے بعد کوئی امام تقی الدین سبکی کے مثل پیدا نہ ہوا اور میرے نزدیک وہ ان کی شان گھٹاتے ہیں۔ میرے نزدیک تو وہ امام سفیان ثوری کے ہمسر ہیں۔

جو اجلۂ اکابر تابعین سے تھے وہ اس روشنی کو فقط جائز ہی نہیں بتاتے بلکہ فرماتے ہیں کہ اس پر رحمتِ الٰہی کا سکینہ اُترتا ہے، غالباً اب تو زید صاحب اپنے تمام وساوس سے باز آکر اپنی قسم پوری کریں گے۔

(۳۰) حدیث مذکور کو زید نے بالجزم رسولِ خدا کا ارشاد بتایا صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم۔ یہ سخت بیباکی و جرأت ہے۔ وہ حدیث صحیح نہیں۔ اس کی سند کا مدار ابوصالح باذام پر ہے، باذام کو ائمۂ فن نے ضعیف بتایا۔ تقریب امام ابن حجر عسقلانی میں ہے:

باذام بالذال المعجمۃ ویقال اٰخرہ نون ابوصالح مولٰی ام ھانی ضعیف مدلس۔[2]

باذام ذال معجمہ سے، اور کہا جاتا ہے کہ آخر میں نون۔ یعنی باذان۔ ابوصالح۔ اُم ہانی کا آزاد کردہ غلام ضعیف تدلیس کرنے والا ہے۔ (ت)

(۳۱) یہیں سے ظاہر ہوا کہ یہ حدیث قابلِ احتجاج نہیں کہ حدیثِ ضعیف دربارۂ احکام حجت نہیں ہوتی۔ تحسین ترمذی باعتبار ترجمہ باب ہے کہ اسے باب ماجاء فی کراھیۃ ان یتخذ علی القبر مسجدا میں وارد کیا اور قبور پر مسجد نہ بنانے میں بیشک احادیث متعددہ وارد۔ خود جامع ترمذی میں ہے: وفی الباب عن ابی ھریرۃ وعائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما[3] (اس باب میں حضرت ابوہریرہ و حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بھی روایت ہے۔ت) بخلاف چراغ کہ اس کی ممانعت میں یہی حدیث ضعیف باذام ہے۔ اس کا یہ ٹکڑا حسن نہیں۔ خود امام ترمذی اپنی اصطلاح میں بتاتے ہیں:

ماذکرناہ فی ھذا الکتاب حدیث حسن فانما اردنا حسن اسنادہ عندنا کل حدیث یروی لایکون

اس کتاب میں ہم نے جسے حدیث حسن بتایا اس سے یہی مراد ہے کہ وہ ہمارے نزدیک حسن ہے جس حدیث کی

---

[1] صلاح صفدی

[2] تقریب التہذیب حرف الباء الموحدہ ترجمہ ۶۳۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۲۱

[3] جامع الترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی کراہیۃ ان یتخذ علی القبرالخ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۴۳

Marfat.com

فی اسنادہ من یتھم بالکذب ولایکون الحدیث شاذا ویروی من غیر وجہ نحو ذاک فھو عندنا حدیث حسن[1] سند میں کوئی متہم بالکذب نہ ہو، نہ ہی وہ حدیث شاذ ہو، اور ایسے ہی متعدد طُرق سے مروی ہو، وہ ہمارے نزدیک حدیث حسن ہے۔ (ت)

(۳۲) حدیث مانعین سے تین[۳] جواب ہیں :

پہلا یہ کہ حدیث سرے سے صحیح ہی نہیں اور سب میں اخیر تنزل کا جواب وُہ کہ امام نابلسی کے ارشاد سے گزرا۔

اور اوسط جواب یہ ہے کہ حدیث میں لفظ علٰی ہے اس سے قبر پر چراغ رکھنے کی ممانعت ہُوئی۔ اسے ہم بھی تسلیم کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ علٰی کے معنی حقیقی یہ ہیں، اور حقیقت سے بلاضرورت عدول نامقبول، وہ عدول ہی تاویل ٹھہرے گا۔ اور اگر وجہ مُوجّہ نہ رکھتا ہو مردود رہے گا۔

تاویل یہ ہے کہ لفظ کو اس کے معنٰی ظاہر سے پھیرا جائے۔ مگر طرفہ یہ کہ زید نے معنی حقیقی مراد لینے کا نام تاویل رکھا اور تاویل بھی کیسی ضعیف، اور نہ صرف ضعیف بلکہ معاذ اللہ حدیث کے ساتھ مضحکہ، اس ظلم شدید کی کوئی حد ہے اور نہ دیکھا کہ امام علامہ نابلسی قدس سرہ القدسی اس حدیث کی شرح میں کیا فرماتے ہیں :

المتخذین علیھا ای القبور یعنی فوقھا[2] قبروں پر یعنی اُن کے اُوپر۔ (ت)

دیکھو اس معنی حقیقی کی تصریح فرمائی جسے زید نے معاذ اللہ مضحکہ بنایا۔

(۳۳) کریمہ لنتخذن علیھم مسجدا میں ضمیر جانب اصحاب کہف ہے، اور آدمی کے جسم کے اوپر مسجد بنانے کے کوئی معنٰی نہیں تو مجاز متعین ہے، بخلاف حدیث کہ اس میں ضمیر جانب قبور ہے اور قبر پر چراغ رکھنا ممکن، بلکہ بعض جگہ عوام سے واقع ہے، تو اسے آیت پر قیاس کرنا محض سُوئے فہم ہے۔ وہ چمک کر کہا تھا کہ "کیا اس کے یہ معنی ہیں اصحابِ کہف کے سینہ پر سنگِ بنیاد مسجد کا رکھیں گے"۔ وہ خود اپنے شبہہ کے پاؤں میں تیشہ ہے۔ یہ معنٰی صحیح نہ ہونا ہی تو حقیقت سے صارف اور مجاز کا قرینہ ہُوا، یہاں کہ بے تکلف معنی حقیقی بن رہے ہیں اُن سے پھیرنے والا کون، اور مجاز کے لیے قرینہ کیا۔

(۳۴) دوسری مثال قبر پر چڑھاوا چڑھانے کی دی، اور نہ سمجھا کہ یہاں مجاز لفظ "پر" میں نہیں کہ علٰی بمعنی عند ہو، جس طرح تم حدیث میں لے رہے ہو، قبر کے نزدیک کسی چیز کے چڑھانے کے کیا معنی، بلکہ مجاز خود یہاں چڑھاوے کے لفظ میں ہے۔ صدقہ کہ جُہّال کسی مریض وغیرہ کے لیے چوراہے میں رکھتے ہیں اسے

---

[1] جامع الترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ما جاء فی کراھیۃ ان یتخذ علی القبر الخ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۴۳

[2] الحدیقۃ الندیۃ ایقاد الشموع فی القبور مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۶۳۰

Marfat.com

اوتارا کہتے ہیں کہ اسے ذلیلوں خبیثوں شیطانوں کے لیے کرتے ہیں، اور نذور کہ مزاراتِ طیّبہ کے حضور لاتے ہیں اسے چڑھاوا کہتے ہیں کہ بلند مرتبہ معظموں کے حضور پیش کرتے ہیں، یہ اتار چڑھاؤ باعتبارِ مرتبہ ہے، نہ باعتبارِ جہت تحت و فوق۔ اور نہ سہی اگر ایک جگہ کوئی لفظ معنیٰ مجازی میں مستعمل ہو تو اُس کے حوالے سے دوسری جگہ بھی خواہی نخواہی اسے حقیقت سے توڑ کر مجاز پر ڈھالنا کون سی منطق ہے!

(۳۵) ملّا علی قاری نے جو اس حدیث میں علیٰ کو معنی حقیقی پر لیا، زید صاحب اس کی توجیہ یہ فرماتے ہیں کہ وجہِ ممانعت یعنی مشابہتِ یہود و نصاریٰ معنی مجازی یعنی قریبِ قبر میں نہیں رہتی۔ اس بناء پر معنی حقیقی لیے یعنی معنی حقیقی ہی لینا محتاجِ وجہ خارجی ہے، اگر خارج سے کوئی وجہ اُس کی نہ ملے تو معنی حقیقی نہ لیں گے۔ اِس اُلٹی سمجھ کا کیا ٹھکانا ہے! علامہ ملّا علی قاری کی عبارت دیکھیے:

قیدُ علیہا یفید اتخاذ المساجد بجنبہا لاباس بہ[1]
"علیہا" (قبروں پر) کی قید یہ افادہ کر رہی ہے کہ ان کے پہلو میں مسجد بنائیں تو کوئی حرج نہیں (ت)

ملاحظہ ہو لفظ "علیٰ" سے یہ ثابت کیا کہ برابر ہو تو حرج نہیں یا برابر میں حرج نہ ہونے سے علیٰ کو اپنے معنی حقیقی پر لیا۔

(۳۶) علی قاری جب یہاں دربارۂ مسجد علیٰ کو معنی حقیقی پر لے چکے، جو آپ کو بھی مسلّم ہے۔ اور یہاں ایک ہی لفظ علیٰ ہے جس سے مساجد و سرج کا یکساں علاقہ ہے کہ والمتخذین علیہا المساجد والسرج[2] (قبروں پر مسجدیں اور چراغ بنانے والے۔ ت)

اب اگر دربارۂ قبور علیٰ کو معنی مجازی پر لیجئے تو کھلا ہوا جمع بین الحقیقۃ والمجاز ہے اور وہ باطل ہے۔ لاجرم دربارۂ قبور بھی علیٰ کو معنی حقیقی ہی پر رکھیں گے، تو جس نے ان کی طرف اسے نسبت کیا ان کے لازم کلام سے استدلال کیا یہ اُن پر اتہام کدھر سے ہو جائے گا۔

(۳۷) علی قاری نے دربارۂ سُرجِ قبور جو تین وجہ ممانعت نقل کرکے لکھا: کذا قال بعض علمائنا[3] (ایسا ہی ہمارے بعض علماء نے فرمایا۔ ت) قطع نظر اس کے کہ یہ نقل عن المجہول ہے اور ہمارے فقہاء نے اُسی وجہ اوّل پر اقتصار فرمایا کہ اسراف و اتلافِ مال ہے، جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور یہی وجہ خود آپ کی مستند بزازیہ میں

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ — باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ — مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/۴۴۴
[2] جامع الترمذی — باب ماجاء فی کراہیۃ ان یتخذ علی القبر مسجداً — امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۴۳
[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ — باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ — مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/۴۴۴

Marfat.com

مصرح تھی جسے آپ نے حذف کردیا۔ اور اوپر روشن ہولیا کہ یہ وجہ صرف قبورِ عوام میں پائی جاتی ہے جبکہ وہاں نہ مسجد ہو نہ قبر، سرِ راہ، نہ کوئی تلاوت وغیرہ میں مشغول۔ باقی ۲ دو وجہوں میں تعظیم قبور بھی عوام میں متحقق ہوگی خصوصاً قبورِ فسّاق میں جن کی نسبت آپ فرق پوچھ رہے ہیں کہ "بزرگوں کی قبر پر کیوں کرتے ہیں، فاسق فاجر کی قبر پر کیوں نہیں کرتے۔" فاسق فاجر کی قبر پر کریں تو نفسِ قبر کی تعظیم ٹھہرے کہ مقبور معظم نہیں، بخلاف مزاراتِ کرام کہ وہاں قبر یعنی خشت وگل کی تعظیم نہیں بلکہ اُن کی رُوحِ کریم کی تعظیم ہے، جیساکہ امام نابلسی نے فرمایا: تعظیما لروحه المشرفة الخ[۱] (ان کے روحِ مبارک کی تعظیم کے لیے الخ۔ ت) تعظیمِ قبورِ معظمین کہ حقیقۃً تعظیمِ معظمین ہے۔ کس نے منع کی؟ اختیار شرح مختار اور اُسی آپ کی مستند عالمگیری میں ہے:

ثم ینهض فیتوجه الی قبره صلی الله تعالٰی علیه وسلم ولا یضع یده علٰی جدار التربة فهو اهیب واعظم للحرمة ویقف کما یقف فی الصلٰوة اھ[۲] قدر الحاجة۔

یعنی پھر کھڑا ہوکر قبرِ اکرم حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ ہو، اور تربتِ کریمہ کی دیوار پر ہاتھ نہ رکھے کہ اس میں زیادہ ہیبت و تعظیم حرمت کریمہ ہے، اور یوں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جیسا نماز میں کھڑا ہوتا ہے اھ بقدرِ ضرورت (ت)

منسک متوسط اور اس کی شرح مسلک متقسط علی قاری میں ہے:

ولیغتنم ایام مقامه بالمدینة المشرفة فیحرص علی ملازمة المسجد و ادامة النظر الی الحجرة الشریفة ان تیسرا و القبة المنیفة ان تعسر مع المهابة و الخضوع و الخشیة و الخشوع ظاهراً و باطناً فانه عبادة کالنظر الی الکعبة الشریفة[۳]۔

یعنی مدینہ طیبہ میں حاضری کے دنوں کو غنیمت جانے۔ اکثر اوقات مسجد کریم میں حاضر رہے اور ہوسکے تو مزار اطہر کے حجرۂ مقدسہ ورنہ اس کے گنبد مبارک ہی کو دیکھتا رہے۔ خوف و ادب اور خشوع و خضوع کے ساتھ کہ اس پر نگاہ ہی عبادت ہے جیسے کعبہ معظمہ پر نظر۔ (ت)

علامہ عبدالقادر فاکہی مکی تلمیذ امام ابن حجر مکی رحمہما اللہ تعالٰی حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم میں فرماتے ہیں: ومنها ان لایستدبر القبر الشریف[۴] یعنی آداب میں سے ہے

---

[۱] الحدیقۃ الندیۃ — القاء الشموع فی القبور — نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۶۳۰

[۲] فتاوٰی ہندیہ — خاتمہ فی زیارت قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم — نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۶۵

[۳] المسلک المتقسط شرح منسک متوسط مع ارشاد الساری فصل ولیغتنم ایام مقامہ دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۴۱

[۴] حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل

Marfat.com

کہ قبرِ اقدس کو پشت نہ کرے۔ سیّد اقدس قدس سرہٗ نے خلاصۃ الوفاء میں فرمایا: فی الصلوٰۃ ولا فی غیرھا[1] نہ نماز میں اُدھر پیٹھ کرے نہ غیر نماز میں۔ پھر امام عزّ الدین بن عبد السلام سے نقل فرمایا:

اذا اردت صلوٰۃ فلا تجعل حجرتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وراء ظھرك ولا بین یدیك والادب معہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد وفاتہ مثلہ فی حیاتہ فما کنت صانعہ فی حیاتہ فاصنعہ بعد وفاتہ من احترامہ والاطراق بین یدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2]

جب تُو نماز پڑھنا چاہے تو حجرۂ مطہرہ مزارِ اطہر کو پیٹھ نہ کر، نہ نماز میں اپنے سامنے رکھ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ادب بعد وفات بھی ویسا ہی ہے جیسا عالمِ حیاتِ ظاہر میں تھا، تو جیسا تُو اُس وقت ادب کرتا اور حضور کے سامنے سر جُھکاتا ایسا ہی مزارِ اطہر کے حضور کر۔

یہ سب تعظیم نہیں تو اور کیا ہے۔ اس قسم کے ارشاداتِ ائمہ اگر جمع کئے جائیں تو ایک دفتر ہو، اور خود اس سے زیادہ اور کیا تعظیم قبرِ اطہر ہوگی، جو حدیث میں ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے خواب میں جمالِ جہاں آرا کی زیارت سے مشرف ہونے کے لیے تعلیم فرمائی۔ درِ منظم امام ابوالقاسم محمد لولوی لبستی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

من صلی علٰی روح محمد فی الارواح وعلٰی جسدہٖ فی الاجساد وعلٰی قبرہٖ فی القبور رأنی فی منامہ ومن رأنی فی منامہ رأنی یوم القیٰمۃ ومن رأنی یوم القیامۃ شفعت لہ ومن شفعت لہ شرب من حوضی وحرم اللہ جسدہٖ علی النار[3]

جو محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ وسلم کی روحِ اقدس پر ارواح میں، اور جسمِ اطہر پر اجسام میں، اور قبرِ انور پر قبور میں درود بھیجے وُہ مجھے خواب میں دیکھے، اور جو خواب میں دیکھے مجھے قیامت میں دیکھے گا، اور جو مجھے قیامت میں دیکھے گا میں اُس کی شفاعت فرماؤں گا، اور جس کی میں شفاعت فرماؤں گا وہ میرے حوضِ کریم سے پیئے گا اور اللہ عزوجل اس کے بدن پر دوزخ کو حرام فرمائے گا۔

اللھم ارزقنا بجاھہ عندك اٰمین (اے اللہ! ہمیں نصیب فرما ان کی اس وجاہت کے طفیل جو تیرے حضور ان کے لیے ہے، الٰہی قبول فرما۔ ت)

[1،2] وفاء الوفاء الفصل الرابع من الباب الثامن احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۴۱۰

[3] درِ منظم امام ابوالقاسم محمد لولوی لبستی

علماء فرماتے ہیں یعنی یُوں درود شریف پڑھو:

اللّٰھم صل علٰی روح سیدنا محمد فی الارواح اللّٰھم صل علٰی جسد سیدنا محمد فی الاجساد اللّٰھم صلّ علٰی قبر سیدنا محمد فی القبور۔

قبر کریم پر درود بھیجنے کا حکم ہُوا، اور درود وُہ تعظیم ہے کہ بالاستقلال انبیاء و ملائکہ علیہم الصلاۃ والسلام کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں۔

(۳۸) رہی تیسری وجہ کہ وہ آثارِ جہنّم سے ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

اقول اس کی غایت ایک تفاول ہے۔ وہ اس قابل نہیں جس کے لحاظ نہ کرنے پر مسلمان لعنت کا مستحق ہو، تو یہ اُس کی توجیہ نہیں ہوسکتی، شرع کو ایسی فالوں کا اتنا عظیم لحاظ ہوتا تو میّت کو گرم پانی سے نہلانے کا حکم نہ ہوتا کہ وُہ بھی آثارِ جہنّم سے ہے، قال اللہ تعالٰی:

یصب علیہ من فوق رءوسھم الحمیم[1]

اس (جہنمی) پر انکے سروں کے اوپر سے گرم پانی بہایا جائے گا۔ (ت)

حالانکہ وُہ شرعاً مطلوب ہے، دُرمختار میں ہے:

یصب علیہ ماء مغلی بسدر ان تیسر والا فماء خالص[2]

اس (میّت) پر بیری میں جوش دیا ہُوا پانی بہایا جائے اگر میسر ہو، ورنہ سادہ پانی۔ (ت)

ردالمحتار و نہرالفائق میں ہے:

افادان الحار افضل سواء کان علیہ وسخ اولا[3]

اس سے مستفاد ہوا کہ گرم پانی بہتر ہے میّت کے جسم پر میل ہو یا نہ ہو۔ (ت)

اور بالفرض تسلیم اُس کا محل وُہی ہے کہ خاص قبروں پر چراغ رکھیں کہ فال ہے تو اس میں ہے نہ کہ اس کے گرد یا مناروں یا احاطہ کی دیواروں پر، علماء نے تفاول کے سبب جب پکّی اینٹ قبر میں لگانی مکروہ بتائی کہ وہ آگ دیکھے ہُوئے ہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ تصریح فرمائی کہ یہ اُس صورت میں ہے کہ خاص لحد پر پختہ اینٹیں لگائیں جو قریب میّت ہے ورنہ بالائے قبر اُس میں حرج نہیں، یہ خود آگ ہے۔ اُس میں بالائے قبر بھی حرج ہے مگر حول میں حرج

---

[1] القرآن ۲۲/ ۱۹

[2] درمختار باب صلٰوۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۰

[3] ردالمحتار " " " ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/ ۵۷۵

Marfat.com

مسلم نہیں۔ درمختار میں ہے :

یسوی اللبن علیہ والقصب لا الاجر المطبوخ والخشب لوحولہ اما فوقہ فلایکرہ۔[1]

اس پر کچی اینٹ اور بانس چُن دیں، پکی اینٹ اور لکڑی اُس کے گرد نہ رکھیں، ہاں اوپر ہو تو حرج نہیں۔ (ت)

ابن ملک بدائع میں ہے :

لانہ مما مستہ النار فیکرہ ان یجعل علی المیّت تفاولاً۔[2]

اس لیے کہ اس پر آگ کا اثر پہنچا ہوا ہے تو تفاول کے سبب میت پر چُننا مکروہ ہے (ت)

حلیہ میں ہے :

قال الامام التمرتاشی ھذا اذاکان حول المیّت فلوفوقہ لایکرہ۔[3]

امام تمرتاشی نے فرمایا : یہ اُس وقت ہے جب خاص میّت کے گرد ہو، اوپر ہو تو مکروہ نہیں۔ (ت)

(۳۹) کس نادانی کا اعتراض ہے کہ علٰی معنی حقیقی پر لیں تو کوئی شخص قبر کے نیچے یا قبر کے بیچ میں چراغ جلائے تو وُہ جائز ہوجائے۔ دربارۂ مسجد تو آپ کو بھی مسلّم کہ علٰی معنی حقیقی پر ہے تو کوئی شخص قبر کے نیچے یا قبر کے بیچ میں مسجد بنائے یا نماز پڑھے تو وہ جائز ہو جائے، کیونکہ حدیث میں قبر پر کی ممانعت ہے۔ اب بھی کہئے کہ استغفراللہ۔ یہ تو حدیث کے ساتھ مضحکہ کرنا ہے۔

(۴۰) کثرتِ چراغاں کا ذکر روشنیٔ روضۂ انور میں گزرا اور اس کے متعلق احیاء العلوم شریف کی ایک عبارت اور لکھیں کہ موافقین کے دل روشن ہوں اور مخالفین کی آنکھیں چکاچوند سے جلیں۔ امام حجۃ الاسلام محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی قبیل کتاب آداب النکاح میں فرماتے ہیں :

حکی ابوعلی الرودباری رحمہ اللہ تعالٰی عن رجل انہ اتخذ ضیافۃ فاوقد فیہا الف سراج وقال لہ رجل قد اسرفت فقال لہ ادخل فکلما اوقدتہ لغیر اللہ

یعنی امام اجل عارفِ اکمل، سندالاولیاء حضرت سیّدنا امام ابوعلی رودباری رضی اللہ تعالٰی عنہ (کہ اجلّہ اصحاب سیّدالطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہیں ۳۲۲ ہجری میں وصال شریف ہے،

---

[1] درمختار | باب صلوٰۃ الجنازۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۲۵

[2] بدائع الصنائع | فصل فی سنۃ الحفر | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱/۳۱۸

[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

Marfat.com

فاطفئه فدخل الرجل فلم یقدر علی اطفاء واحد منها فانقطع[1]

امام عارف باللہ استاذ ابوالقاسم قشیری قدس سرہ نے رسالہ مبارکہ میں اُن کی نسبت فرمایا اظرف المشائخ واعلمھم بالطریقۃ (مشائخ میں سب سے زیادہ عقلمند اور طریقت کے سب سے بڑے عالم۔ ت) حکایت فرماتے ہیں کہ ایک بندۂ صالح نے احباب کی دعوت کی اس میں ہزار ہا چراغ روشن کیے، کسی نے کہا آپ نے اسراف کیا، صاحبِ خانہ نے فرمایا: اندر آئیے جو چراغ میں نے غیرِ خدا کے لیے روشن کیا ہو وہ گُل کر دیجئے۔ معترض اندر گئے، ہرچند کوشش کی ایک چراغ بھی نہ بجھا سکے، آخر قائل ہو گئے وللہ الحمد۔

بالجملہ حاصل حکم یہ ہے کہ قبور عامۂ ناس پر روشنی جب کہ خارج سے کوئی مصلحت مصالح مذکورہ کے امثال سے نہ ہو ضرور اسراف ہے اور اسراف بیشک ممنوع۔ فقہاء اسی کو منع فرماتے ہیں کہ یہی علّتِ منع بتاتے ہیں، اور اگر زینتِ قبر مطلوب ہو تو قبر محلِ زینت نہیں، اب بھی اسراف ہُوا، بلکہ کچھ زائد، یوں ہی اگر تعظیمِ قبر مقصود ہو کہ یہاں تعظیم لنسبت نہیں، رہے مزاراتِ محبوبانِ الٰہ، ان میں اگر زینتِ قبر یا تعظیمِ نفسِ قبر کی نیت ہو یہاں بھی وہی ممانعت رہے گی کہ یہ نیتیں شرعاً محمود نہیں، اور اگر اُن کی رُوحِ کریم کی تعظیم و تکریم مقصود ہو تو اب نہ اسراف ہے کہ نیتِ صالحہ موجود ہے، نہ تعظیمِ قبر، بلکہ تعظیمِ رُوحِ محبوب، اور وہ شرعاً بلاشبہہ مطلوب۔ امام اجل تقی الدین سبکی و امام نور الدین سمہودی و امام عبدالغنی نابلسی رحمہم اللہ تعالٰی اسی کو جائز بتاتے ہیں اور کسی کے قلب پر حکم لگانا کہ اُسے تعظیمِ قبر ہی مقصود ہے نہ کہ تعظیمِ رُوحِ ولی۔ محض خراف و بدگمانی و حرام بنصِّ قرآنی ہے۔ قال اللہ تبارک وتعالٰی:

ولا تقف مالیس لک بہ علم ان السمع والبصر کل اولئک کان عنہ مسئولا[2]۔

اور اس کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں۔ بیشک کان، آنکھ ہر ایک سے بازپرس ہوگی۔ (ت)

وقال اللہ تبارک وتعالٰی:

یاایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[3]

اے ایمان والو! زیادہ گمان سے بچو، بلاشبہہ بعض گمان گناہ ہیں (ت)

وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] احیاء العلوم والدین الباب الرابع من آداب الضیافۃ مکتبہ ومطبعۃ المشھد الحسینی قاہرہ ۲/۲۰
[2] القرآن ۱۷/۳۶
[3] القرآن ۴۹/۱۲

Marfat.com

افلا شققت عن قلبہ[1]

تو تُو نے اس کا دل کیوں نہ چاک کیا ؟ (ت)

وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث[2]

اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا : گمان سے بچو کہ گمان سب سے جھوٹی بات ہے (ت)

اور تعظیمِ رُوح اور تعظیمِ قبر میں فرق نہ کرنا سخت جہالت ہے ۔ عارف نابلسی کا ارشاد گزرا ۔ اور امام سمہودی فرماتے ہیں :

لیس القصد تعظیم بقعۃ القبر بعینھا بل من حل فیھا[3]

خاص زمینِ قبر کی تعظیم مقصود نہیں بلکہ اس کی تعظیم مقصود ہے جو اس میں فروکش ہے ۔ (ت)

بلکہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ مسند شریف میں بسندِ حسن روایت فرماتے ہیں :

اقبل مروان یوما فوجد رجلا واضعا وجھہ علی القبر فاخذ مروان برقبتہ ثم قال ھل تدری ما تصنع فاقبل علیہ فقال نعم انی لم اٰت الحجر انما جئت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولم اٰت الحجر سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول لَا تَبْکُوْا عَلَی الدِّیْنِ اِذَا وَلِیَہٗ اَھْلُہٗ وَلٰکِنْ اِبْکُوْا عَلَی الدِّیْنِ اِذَا وَلِیَہٗ غَیْرُ اَھْلِہٖ[4]

یعنی مروان نے اپنے زمانۂ تسلّط میں ایک صاحب کو دیکھا کہ قبرِ اکرم سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اپنا منہ رکھے ہوئے ہیں ، مروان نے ان کی گردن مبارک پکڑ کر کہا : جانتے ہو کیا کر رہے ہو ؟ اس پر ان صاحب نے اُس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا : ہاں ، میں سنگ و گِل کے پاس نہیں آیا ہُوں میں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور حاضر ہُوا ہُوں ، میں اینٹ پتھر کے پاس نہ آیا ، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سنا دین پر نہ روؤ جب اس کا اہل اس پر والی ہو ، ہاں اس وقت دین پر روؤ جبکہ نا اہل والی ہو ۔

یہ صحابی سیّدنا ابو ایوب انصاری تھے رضی اللہ تعالٰی عنہ ـــــ تو تعظیمِ قبر و رُوحِ مطہر میں فرق نہ کرنا مروان کی جہالت ہے اور اسی کے ترکہ سے وہابیہ کو پہنچی ، اور تعظیمِ قبر سے جدا ہو کر تعظیمِ رُوحِ کریم کی برکت لینا

---

[1] مسند احمد بن حنبل	حدیث اسامہ بن زید	دار الفکر بیروت	۵/ ۲۰۷
[2] صحیح البخاری	باب قول اللہ تعالٰی من وصیۃ الخ	قدیمی کتب خانہ کراچی	۱/ ۳۸۴
[3] وفاء الوفا	الفصل الثانی من الباب الثامن	دار احیاء التراث العربی بیروت	۴/ ۱۳۶۶
[4] مسند احمد بن حنبل	حدیث ابی ایوب الانصاری	دار الفکر بیروت	۵/ ۴۲۲

Marfat.com

صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی سنّت ہے اور اہلسنّت کو اُن کی میراث ملی، وللہ الحمد۔

تنبیہ: سب سے زائد اہم بات یہ ہے کہ زید صاحب سمجھیں تو بہت کچھ حق مانیں، ہدایت کے شکر گزار ہوں یہ کہ تحریرِ زید کا خاتمہ اس کلمہ سخت شنیع وشتم فظیع پر ہوا کہ "اس قدر وعید کے بعد بھی کوئی شخص اس میں کٹ حجتی کرے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات قبر میں تصفیہ کے قابل ہے موسٰی بدین خود، عیسٰی بدین خود۔" زید نے دو فریق بنائے، ایک کو حق پر بتایا اور دوسرے کو کٹ حجتی کرنے والا، وعیدِ الٰہی کے مقابل ہٹ دھرمی سے پیش آنے والا۔ اور اُس پر مثال وہ ڈھادی کہ موسٰی بدین خود اور عیسٰی بدین خود۔ اس تمثیل کی تطبیق کی جائے تو معاذاللہ جو حاصل نکلے اس کے قہر وخباثت کا کیا اندازہ ہوسکتا ہے، ایسی جگہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر سخت جرأت وگستاخی وبدزبانی ودریدہ دہنی ہے، توبہ فرض ہے اور اللہ تعالٰی ہادی،

وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد واٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ وبارک وسلم، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی ہمارے آقا ومولٰی حضرت محمد، ان کی آل، ان کے اصحاب، ان کے فرزند اور ان کی جماعت پر درود وسلام اور برکت نازل فرمائے۔ اور خدائے پاک برتر خوب جاننے والا ہے (ت)

مسئلہ ۱۵۰: از بنارس تھانہ بھلوپورہ محلہ احاطہ روہیلہ مرسلہ حافظ عبدالرحمٰن رفوگر ۲۸ محرم ۱۳۳۲ھ

حضرت کی خدمت میں عرض یہ ہے کہ بزرگوں کے مزار پر جائیں تو فاتحہ کس طرح سے پڑھا کریں اور فاتحہ میں کون کون سی چیزیں پڑھا کریں؟

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم ط حافظ صاحب کرم فرما سلمکم، مزاراتِ شریفہ پر حاضر ہونے میں پائنتی کی طرف سے جائے اور کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ پر مواجہہ میں کھڑا ہو اور متوسط آواز بادب سلام عرض کرے السلام علیک یا سیدی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، پھر درودِ غوثیہ تین بار، الحمد شریف ایک، آیۃ الکرسی ایک بار، سورۂ اخلاص سات بار، پھر درودِ غوثیہ سات بار، اور وقت فرصت دے تو سورۂ یٰسٓ اور سورۂ ملک بھی پڑھ کر اللہ عزوجل سے دعا کرے کہ الٰہی! اس قرأت پر مجھے اتنا ثواب دے جو تیرے کرم کے قابل ہے، نہ اُتنا جو میرے عمل کے قابل ہے اور اسے میری طرف سے اس بندۂ مقبول کو نذر پہنچا۔ پھر اپنا جو مطلب جائز شرعی ہو اُس کے لیے دعا کرے اور صاحبِ مزار کی روح کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اپنا وسیلہ قرار دے، پھر اُسی طرح سلام کرکے واپس آئے۔ مزار کو نہ ہاتھ لگائے نہ بوسہ دے

Marfat.com

اور طواف بالاتفاق ناجائز ہے اور سجدہ حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۱ و ۱۵۲ از شہر علی گڑھ، محلہ مدار دروازہ مرسلہ عمر احمد سوداگر پارچہ بنارسی ۴ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) قبر پر جانے سے مُردہ کو معلوم ہوتا ہے کہ میرا کوئی عزیز آیا یا کوئی شخص آیا، یا نہیں معلوم ہوتا اور زندہ کو مردہ کی قبر پر جانے سے مردہ کو کسی قسم کی تکلیف یا راحت ہوتی ہے یا نہیں، اور وہ کچھ پڑھ کر ثواب بخشے تو مردہ کو علم ہوتا ہے یا نہیں؟

(۲) زید قبر پر کسی عزیز کی روز جاتا تھا پھر جانا بند کردیا، یہ دریافت طلب ہے کہ اُس مُردہ کو زید کے آنے اور جانے سے کسی قسم کی تکلیف یا راحت ہوتی تھی یا نہیں؟

الجواب

(۱) قبر پر جو کوئی جائے مُردہ دیکھتا ہے اور جو کچھ کلام کرے وہ سُنتا ہے اور جو ثواب پہنچائے مردہ کو پہنچتا ہے، اگر کوئی عزیز یا دوست جائے تو اس کے جانے سے مُردہ کو راحت اور فرحت ملتی ہے جیسے دنیا میں۔ یہ سب مضامین صحاح احادیث میں وارد ہیں، وقد فصلناها فی حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات (ہم نے حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات میں ان کو تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ ت)

(۲) اس کا جواب سوال سابق کے جواب میں آگیا، بیشک اعزّہ واحباب کے جانے سے اموات کو فرحت ہوتی ہے اور دیر لگانے سے اُن کا انتظار رہتا ہے۔ وفیہ حکایۃ نفیسۃ فی شرح الصدور (اس سلسلے میں شرح الصدور (للسیوطی) کے اندر ایک نفیس حکایت ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۳ از شہر ممباسہ ضلع شرقی افریقہ دکان حاجی قاسم اینڈ سنز مسئولہ حاجی عبداللہ حاجی یعقوب ۲۶ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قبرستان میں ماں باپ کی زیارت کرنا بعد نمازِ فجر افضل یا بعد نمازِ عصر یا مغرب؟ اور بعد مغرب زیارت کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

زیارت ہر وقت جائز ہے، مگر شب میں تنہا قبرستان نہ جانا چاہئے۔ اور زیارت کا افضل وقت روزِ جمعہ بعد نمازِ صبح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۴ از بہیڑی ضلع بریلی۔ جناب ریاض الدین صاحب خلف حکیم مقیم الدین صاحب مصنف اسلام کھنڈ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

Marfat.com

(۱) زید قبرستان میں جاکر اس طرح پر فاتحہ پڑھتا ہے کہ اول قبرستان کے دروازے پر کھڑے ہوکر تمام اہلِ قبر کی ارواح کو ثواب بخشتا ہے پھر اپنے کسی عزیز خاص یا کسی اہل اللہ کی قبر پر کھڑے ہوکر فاتحہ پڑھ کر ایک ایک کو جُدا جُدا ثواب بخشتا ہے تو کیا جدا جدا قبر پر کھڑے ہوکر پڑھنے سے اُس کے عزیز جیسے والدین و بھائی بہن وغیرہ کو کچھ ثواب یا فرحت بہ نسبت دیگر اہلِ قبور کے زیادہ ہوگا یا نہیں؟ اور اس جدا جدا قبر پر جانے سے والدین کا حق اور ولی کا مرتبہ ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟

(۲) دوسرے یہ کہ قرآن مجید پڑھ کر بخشنے والے کو بھی کچھ ثواب ملے گا یا نہیں؟ کیونکہ زید کہتا ہے کہ جب پڑھ کر بخش چکے تو پھر ہمارے پاس کیا رہ گیا، آیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ھل جزاء الاحسان الا الاحسان[۱] تو کیا احسان کا بدلہ احسان بھی جاتا رہا۔ توجروا۔

الجواب

(۱) بلاشبہہ اس صورت میں جس جس کے لیے جُدا فاتحہ پڑھے گا اُسے ثواب زائد پہنچے گا اور فرحت زیادہ ہوگی۔ اور والدین و اعزّہ کی قبر پر جُدا جُدا جانے سے انس حاصل ہوگا جیسے حیات میں۔ اور ولی کے مزار پر جدا حاضر ہونے میں اس کی خاص تعظیم ہے جو ایک عام بات میں شامل کرنے سے نہیں ہوسکتی۔ زید کا یہ فعل بہت حسن ہے مگر اس کا لحاظ لازم ہے کہ جس قبر کے پاس بالخصوص جانا چاہتا ہے اُس تک قدیم راستہ ہو، اگر قبروں پر سے ہوکر جانا پڑے تو اجازت نہیں۔ سرِراہ دُور کھڑے ہوکر ایک قبر کی طرف متوجہ ہوکر ایصالِ ثواب کردے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) زید غلط کہتا ہے وہ دنیا کی حالت پر قیاس کرتا ہے کہ ایک چیز دُوسرے کو دے دیں تو اپنے پاس ہی نہ رہے۔ وہاں کی باتیں یہاں کے قیاس پر نہیں، صحیح حدیث میں فرمایا کہ جو اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے اُن کی رُوحیں شاد ہوں، اور یہ اُن کے ساتھ نیکوکار لکھا جائے اور دونوں کو پُورے حج کا ثواب ملے اور اُس کے ثواب سے کچھ کم نہ ہو۔ اس کی نظیر دنیا میں علم ہے کہ جتنا تقسیم کیجئے اوروں کو ملتا ہے اور اپنے پاس سے کچھ نہیں گھٹتا بلکہ بڑھ جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۶، ۱۵۷ ازمنجان مرسلہ علی محمد عیسٰے برادرز ۸ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

(۱) قبرستان میں کلام شریف یا پنج سورہ قبر کے نزدیک بیٹھ کر تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) قبر پر سبزی یا پھول یا اگربتی رکھنا، جلانا جائز ہے یا نہیں؟

---

[۱] القرآن ۵۵/ ۶۰

Marfat.com

الجواب

(۱) قبر کے پاس تلاوت یا دپر خواہ دیکھ کر ہر طرح جائز ہے جبکہ لوجہ اللہ ہو اور قبر پر نہ بیٹھے، نہ کسی قبر پر پاؤں رکھ کر وہاں پہنچا ہو۔ اور اگر بے اس کے وہاں تک نہ جا سکے تو قبر کے نزدیک تلاوت کے لیے جانا حرام ہے، بلکہ کنارے ہی سے جہاں تک بے کسی قبر کو روندے جا سکتا ہے، تلاوت کرے۔ درمختار میں ہے:

یکرہ المشی فی طریق ظن انہ محدث حتی اذا لم یصل الی قبرہ الا بوطئ قبر ترکہ لا یکرہ الدفن لیلا ولا اجلاس القارئین عند القبر وھو المختار[۱]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

قبرستان کے اندر ایسے راستے پر چلنا ممنوع ہے جس کے بارے میں گمان ہو کہ وہ نیا بنا لیا گیا ہے یہاں تک کہ جب اپنی میّت کی قبر تک کسی دوسری قبر کو پامال کئے بغیر نہ پہنچ سکتا ہو تو وہاں تک جانا ترک کرے۔ رات کو دفن کرنا اور قبر کے پاس تلاوت کرنے والوں کو بٹھانا مکروہ نہیں، یہی مختار ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۲) قبر پر سبزی پھول ڈالنا اچھا ہے۔ عالمگیری میں ہے:

وضع الورد والریاحین علی القبور حسن[۲]۔

قبروں پر گلاب وغیرہ کے پھول رکھنا اچھا ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

یؤخذ من ذلک (ای من انہ مادام رطبا یسبح اللہ تعالٰی فیونس المیت وتنزل بذکرہ الرحمۃ) ومن الحدیث ندبا وضع ذلک للاتباع ویقاس علیہ ما اعتید فی زماننا من وضع اغصان الآس ونحوہ[۳]۔

پھول جب تک تر رہتا ہے اللہ تعالٰی کی تسبیح کرکے میّت کا دل بہلاتا ہے، اور خدا کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے۔ اس بات سے اور حدیث پاک کے اتباع کے لحاظ سے اس کا مندوب ہونا اخذ ہوتا ہے۔ اسی پر اس کا قیاس بھی ہوگا جو ہمارے زمانے میں آس وغیرہ کی شاخیں رکھنے کا دستور ہے۔ (ت)

اگربتی قبر کے اوپر رکھ کر نہ جلائی جائے کہ اس میں سوءِ ادب اور بدفالی ہے۔ عالمگیری میں ہے: ان سقف القبر حق المیت[۴] (قبر کی چھت حقِ میّت ہے۔ ت) ہاں قریب قبر زمین خالی پر رکھ کر سلگائیں کہ خوشبو محبوب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[۱] درمختار | باب صلوٰۃ الجنائز | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۲۶

[۲] فتاوٰی ہندیہ | الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور الخ | نورانی کتب خانہ پشاور | ۵/۳۵۱

[۳] ردالمحتار | مطلب وضع الجدید ونحو الآس علی القبور | ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر | ۱/۶۰۶

[۴] فتاوٰی ہندیۃ | الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور الخ | نورانی کتب خانہ پشاور | ۵/۳۵۱

Marfat.com

مسئلہ ۱۵۸ ازمراد آباد محلہ اصالت پورہ مسئولہ کار دعلی صاحب ۱۵ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پڑھنا قرآن شریف کا قبر پر بیٹھ کر جائز ہے یا نہیں؟ و نیز قرآن شریف سامنے رکھ کر پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب

قبر کے سامنے بیٹھ کر تلاوت کی جائے، حفظ خواہ قرآن مجید دیکھ کر، اُس کی رحمت اُترتی ہے اور مُردہ کا دل بہلتا ہے مگر قبر پر بیٹھنا جائز نہیں کہ میّت کی توہین و ایذا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۹ تا ۱۶۱ ازموضع بکہ جیبی والا علاقہ جاگل تھانہ بری پور ڈاکخانہ کوٹ نجیب اللہ خاں مرسلہ مولوی شیر محمد خان ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) بوسۂ قبر کا کیا حکم ہے؟ (۲) قبر کا طواف کرنا کیسا ہے؟

(۳) قبر کس قدر بلند کرنی جائز ہے؟

الجواب

(۱) بعض علماء اجازت دیتے ہیں اور بعض روایات بھی نقل کرتے ہیں۔ کشف الغطاء میں ہے:

درکفایۃ الشعبی اثرے درتجویز بوسہ دادن قبر والدین رانقل کردہ وگفتہ دریں صورت لاباس است وشیخ اجل ہم درشرح مشکوۃ بورد آں در بعضے اشارت کردہ بے تعرض بجرح آں[1]

کفایۃ الشعبی میں قبرِ والدین کو بوسہ دینے کے بارے میں ایک اثر نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس صورت میں کوئی حرج نہیں۔ اور شیخ بزرگ نے بھی شرح مشکوٰۃ میں بعض آثار میں اس کے وارد ہونے کا اشارہ کیا اور اس پر کوئی جرح نہ کی۔ (ت)

مگر جمہور علماء مکروہ جانتے ہیں، تو اس سے احتراز ہی چاہئے۔ اشعۃ اللمعات میں ہے:

مسح نہ کند قبر را بدست و بوسہ نہ دہد آں را[2] قبر کو ہاتھ نہ لگائے، نہ ہی بوسہ دے۔ (ت)

کشف الغطاء میں ہے: کذا فی عامۃ الکتب[3] (ایسا ہی عامۂ کتب میں ہے۔ ت)

---

[1] کشف الغطاء فصل دہم زیارت قبور مطبع احمدی دہلی ص ۷۹
[2] اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۱۶
[3] کشف الغطاء فصل دہم زیارت قبور مطبع احمدی دہلی ص ۷۹

Marfat.com

مدارج النبوۃ میں ہے:

دربوسہ دادن قبرِ والدین روایت بیہقی می کنند وصحیح آنست کہ لایجوز است[1] واللہ تعالیٰ اعلم

قبرِ والدین کو بوسہ دینے کے بارے میں ایک روایت بیہقی ذکر کرتے ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ ناجائز ہے (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) بعض علماء نے اجازت دی۔ مجمع البرکات میں ہے:

ویمکنہ ان یطوف حولہ ثلث مرات فعل ذلک[2]۔ گردِ قبر تین بار طواف کرسکتا ہے۔ (ت)

مگر راجح یہ کہ ممنوع ہے۔ مولانا علی قاری منسک متوسط میں تحریر فرماتے ہیں:

الطواف من مختصات الکعبۃ المنیفۃ فیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء[3]۔

طواف کعبہ کی خصوصیات سے ہے تو انبیاء و اولیاء کی قبروں کے گرد حرام ہوگا۔ (ت)

مگر اسے مطلقاً شرک ٹھہرا دینا جیسا کہ طائفہ وہابیہ کا مزعوم ہے محض باطل و غلط اور شریعتِ مطہرہ پر افتراء ہے۔

(۳) ایک بالشت یا کچھ زائد،

فی الدر المختار یسنم قدر شبر[4] فی رد المحتار او اکثر شیئا قلیلا بدائع[5]

ایک بالشت کی مقدار کوہان کی طرح بنا دی جائے (درمختار) یا کچھ زیادہ کر دی جائے، بدائع (ردالمحتار) (ت)

زیادہ فاحش بلندی مکروہ ہے۔ حلیہ میں ہے:

تحمل الکراھۃ علی الزیادۃ الفاحشۃ و عدمھا علی القلیلۃ المبلغۃ لہ مقدار اربع اصابع اوما فوقہ قلیلا[6] واللہ تعالیٰ اعلم۔

کراہت بہت زیادہ اُونچی کرنے پر محمول ہے۔ اور عدمِ کراہت قلیل زیادتی پہ جو ایک بالشت کی مقدار ہو یا اس سے کچھ زائد۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

---

[1] مدارج النبوۃ ذکر نماز گزاردن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خلف ابوبکر الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۴۲۴

[2] مجمع البرکات

[3] منسک متوسط مع ارشاد الساری فصل ولیغتنم ایام مقامہ الخ دار الکتب العربی بیروت ص ۳۴۲

[4] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۵

[5] ردالمحتار " " ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۶۰۱

[6] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

Marfat.com

مسئلہ ۱۶۲ از قادری گنج ضلع بیر بھوم ملک بنگال مرسلہ سید ظہور الحسن صاحب قادری رزاقی مرشدی کرنالی ۲۲ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

پیر مرشد کے مزار کا طواف کرنا، اور مزار اور مزار کی چوکھٹ کو بوسہ دینا اور آنکھوں سے لگانا اور مزار سے اُلٹے پاؤں پیچھے ہٹ کے ہاتھ باندھے ہوئے واپس آنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

مزار کا طواف کہ محض بہ نیّتِ تعظیم کیا جائے ناجائز ہے کہ تعظیم بالطواف مخصوص بخانہ کعبہ ہے۔ مزار کو بوسہ دینا نہ چاہیے۔ علماء اس میں مختلف ہیں۔ اور بہتر بچنا، اور اسی میں ادب زیادہ ہے۔ آستانہ بوسی میں حرج نہیں۔ اور آنکھوں سے لگانا بھی جائز کہ اس سے شرع میں ممانعت نہ آئی، اور جس چیز کو شرع نے منع نہ فرمایا منع نہیں ہوسکتی قال اللہ تعالٰی ان الحکم الا للہ[1] (اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: حکم نہیں مگر اللہ کا۔ ت) ہاتھ باندھے اُلٹے پاؤں واپس آنا ایک طرزِ ادب ہے، اور جس ادب سے شرع نے منع نہ فرمایا اس میں حرج نہیں۔ ہاں اگر اس میں اپنی یا دوسرے کی ایذاء کا اندیشہ ہو تو اُس سے احتراز کیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۳ مزاراتِ اولیائے کرام علیہم رحمۃ المنعام کے چُومنے کو کفر یا شرک کہنا کیسا ہے؟

الجواب

فی الواقع بوسۂ قبر میں علماء مختلف ہیں، اور تحقیق یہ ہے کہ وہ ایک امر ہے جو دو چیزوں داعی ومانع کے درمیان دائر، داعی محبّت ہے اور مانع ادب، تو جسے غلبۂ محبّت ہو اُس پر مواخذہ نہیں کہ اکابرِ صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ثابت ہے۔ اور عوام کے لیے منع ہی احوط ہے۔ ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مزارِ اکابر سے کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ سے کھڑا ہو، پھر تقبیل کی کیا سبیل! عالمِ مدینہ علامہ سید نورالدین سمہودی قدس اللہ سرہٗ خلاصۃ الوفاء شریف میں جدارِ مزارِ انور کے لمس وتقبیل وطواف سے ممانعت کے اقوال نقل کرکے فرماتے ہیں:

وفی کتاب العلل والسؤالات لعبد اللہ بن احمد بن حنبل سألت ابی عن الرجل یمس منبر النبی صلی اللہ تعالٰی	یعنی امام احمد بن حنبل کے صاحبزادہ امام عبداللہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے باپ سے پوچھا کوئی شخص نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ وسلم کے منبر کو چھوئے

---

[1] القرآن ۱۲/۴۰

Marfat.com

علیه وعلیٰ اٰلہٖ وسلم تبرک بمسه وتقبیله ویفعل بالقبر مثل ذٰلك جاء ثواب الله تعالیٰ فقال لاباس به[1]

اور بوسہ دے، اور ثوابِ الٰہی کی امید پر ایسا ہی قبر شریف کے ساتھ کرے، فرمایا: اس میں کچھ حرج نہیں۔ (ت)

امام اجل تقی الملۃ والدین علی بن عبد الکافی سبکی قدس اللہ سرہ الملکی شفاء السقام، پھر سید نور الدین خلاصۃ الوفاء میں بروایۃ یحیی بن الحسن عن عمر بن خالد عن ابی بناتۃ عن کثیر بن یزید عن المطلب بن عبد اللہ بن حنطب ذکر فرماتے ہیں کہ مروان نے ایک صاحب کو دیکھا کہ مزارِ اطہر سید اطہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لپٹے ہوئے ہیں اور قبر شریف پر اپنا مُنہ رکھے ہیں، مروان نے ان کی گردن پکڑ کر کہا جانتے ہو یہ تم کیا کر رہے ہو۔ انھوں نے اس کی طرف منہ کیا اور فرمایا:

نعم اِنّی لَمْ اٰتِ الْحَجَرَ انما جِئْتُ رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم سَمِعْتُ رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یقول لَا تَبْکُوا عَلَی الدِّیْنِ اِذَا وَلِیَهٗ اَهْلُهٗ وَلٰکِنْ اِبْکُوْا عَلَی الدِّیْنِ اِذَا وَلِیَهٗ غَیْرُ اَهْلِهٖ[2]

ہاں میں کسی پتھر کے پاس نہ آیا میں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے حضور حاضر ہوا ہوں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: دین پر نہ رو جب اس کا والی اس کا اہل ہو، ہاں دین پر رو جب نا اہل اس کا والی ہو۔

سید قدس سرہٗ فرماتے ہیں: رواہ احمد بسند حسن[3] امام احمد نے یہ حدیث بسندِ حسن روایت فرمائی۔

نیز فرماتے ہیں:

روی ابن عساکر بسند جید عن ابی الدرداء رضی الله تعالیٰ عنه ان بلالا رای النبی صلی الله تعالیٰ علیه وعلیٰ اٰله وسلم وهو یقول له ما هٰذه الجفوة یا بلال اما اٰن لك ان تزورنی فانتبه حزینا خائفا فرکب راحلته وقصد المدینة فاتی قبر رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وعلیٰ اٰله وسلم فجعل یبکی

یعنی ابنِ عساکر نے بسندِ صحیح ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام کو چلے گئے تھے ایک رات خواب دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن سے فرماتے ہیں: اے بلال! یہ کیا جفا ہے کیا وہ وقت نہ آیا کہ ہماری زیارت کو حاضر ہو؟ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ غمگین اور ڈرتے ہوئے جاگے اور بقصدِ زیارتِ اقدس سوار ہوئے۔ مزارِ پُرانوار پر

---

[1] وفاء الوفا الفصل الرابع فی آداب الزیارۃ والمجاورۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۴۰۴
[2] و [3] " " " الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ " " ۴/ ۱۳۵۹

Marfat.com

عندہ ویمرغ وجھہ علیہ۔[1]

حاضر ہوکر رونا شروع کیا اور منہ قبر شریف پر ملتے تھے۔

امام حافظ عبدالغنی وغیرہ اکابر فرماتے ہیں:

لیس الاعتماد فی السفر للزیارۃ علی مجرد منامہ بل علی فعلہ ذلک والصحابۃ متوفرون ولا تخفی عنھم ھذہ القصۃ۔[2]

یعنی زیارتِ اقدس کے لیے شد الرحال کرنے میں ہم فقط خواب پر اعتماد نہیں کرتے بلکہ اس پر کہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کیا اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بکثرت موجود تھے اور انھیں معلوم ہوا اور کسی نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔

عالمِ مدینہ (سید نورالدین سمہودی علیہ الرحمۃ) فرماتے ہیں:

ذکر الخطیب بن حملۃ ان بلالا رضی اللہ تعالیٰ عنہ وضع خدیہ علی القبر الشریف وان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کان یضع یدہ الیمنی علیہ ثم قال ولا شک ان الاستغراق فی المحبۃ یحمل علی الاذن فی ذلک والقصد بہ التعظیم والناس تختلف مراتبھم کما فی الحیوٰۃ فمنھم من لا یملک نفسہ بل یبادر الیہ ومنھم من فیہ اناۃ فیتاخر ونقل عن ابن ابی الصیف والمحب الطبری جواز تقبیل قبور الصالحین وعن اسمعیل التیمی قال کان ابن المنکدر یصیبہ الصمات فکان یقوم فیضع خدہ علی قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فعوتب فی ذلک فقال انہ یستشفی بقبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وسلم۔[3]

یعنی خطیب بن حملہ نے ذکر کیا کہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبرِ انور پر اپنے دونوں رخسارے رکھے اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنا دہنا ہاتھ اس پر رکھتے۔ پھر کہا شک نہیں کہ محبت میں استغراق اس میں اذن پر باعث ہوتا ہے اور اس سے مقصود تعظیم ہے، اور لوگوں کے مرتبے مختلف ہیں، جیسے زندگی میں، تو کوئی بے اختیارانہ اس کی طرف سبقت کرتا ہے اور کسی میں تحمل ہے وہ پیچھے رہتا ہے۔ اور ابن ابی الصیف اور امام محب طبری سے نقل کیا کہ مزاراتِ اولیاء کو بوسہ دینا جائز ہے۔ اور اسمٰعیل تیمی سے نقل کیا کہ ابن المنکدر تابعی کو ایک مرض لاحق ہوتا کہ کلام دشوار ہوجاتا وہ کھڑے ہوتے اور اپنا رخسارہ قبرِ انورِ سیدِ اطہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر رکھتے، کسی نے اس پر اعتراض کیا، فرمایا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزارِ اقدس سے شفا حاصل کرتا ہوں۔

---

[1] وفاء الوفا | الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۱۳۵۶/۴

[2] 〃 〃 | 〃 〃 | 〃 | ۱۳۵۷/۴

[3] 〃 〃 | الفصل الرابع فی آداب الزیارۃ والمجاورۃ | 〃 〃 | ۱۴۰۶/۴

Marfat.com

علامہ شیخ عبدالقادر فاکہی مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کتاب مستطاب حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل میں فرماتے ہیں:

تمریغ الوجه والخد واللحیة بتراب الحفرة الشریفة واعتابها فی زمن الخلوة المامون فیها توهم عامی محذورا شرعیا بسببه، امر محبوب حسن لطلابها وامره لا باس به فیما یظهر لکن لمن کان له فی ذلك قصد صالح وحمله علیه فرط الشوق والحب الطافح[1]

یعنی خلوت میں جہاں اس کا اندیشہ نہ ہو کہ کسی جاہل کا وہم اس کے سبب کسی ناجائز شرعی کی طرف جائے گا، ایسے وقت بارگاہِ اقدس کی مٹی اور آستانہ پر اپنا منہ اور رخسارہ اور داڑھی رگڑنا مستحب اور مستحسن ہے جس میں کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا۔ مگر اس کے لیے جس کی نیت اچھی ہو اور افراطِ شوق اور غلبۂ محبت اسے اس پر باعث ہو۔

پھر فرماتے ہیں:

علا انی اتحفك بامر یلوح لك منه المعنی بان الشیخ الامام السبکی وضع حروجه علی بساط دار الحدیث التی مسها قدم النووی لینال برکة قدمه وینوه بمزید عظمته کما اشار الی ذلك بقوله وفی دار الحدیث لطیف معنی الی بسط له اصبو واوی لعلی ان قال بحر وجهی مکانا مسه قدم النواوی وبان شیخنا تاج العارفین امام السنة خاتمة المجتهدین کان یمرغ وجهه ولحیته علی عتبة البیت الحرام بحجر اسمٰعیل[2]۔

یعنی علاوہ بریں میں تجھے یہاں ایک ایسا تحفہ دیتا ہوں جس سے معنی تجھ پر ظاہر ہو جائیں وہ یہ کہ امام اجل تقی الملۃ والدین سبکی دار الحدیث کے اس بچھونے پر جس پر امام نووی قدس اللہ سرہ العزیز قدم مبارک رکھتے تھے اُن کے قدم کی برکت لینے اور ان کی زیارت تعظیم کے شہرہ دینے کو اپنا چہرہ اس پر ملا کرتے تھے جیسا کہ خود فرماتے ہیں کہ دار الحدیث میں ایک لطیف معنی ہیں جن کے ظاہر کرنے کا مجھے عشق ہے کہ شاید میرا چہرہ پہنچ جائے اس جگہ پر جس کو قدمِ نووی نے چھوا تھا۔ اور ہمارے شیخ تاج العارفین امامِ سنت خاتمۃ المجتہدین آستانہ بیت الحرام حطیم شریف پر جہاں سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کا مزار کریم ہے اپنا چہرہ اور داڑھی ملا کرتے تھے۔

بالجملہ یہ کوئی امر ایسا نہیں جس پر انکار واجب کہ اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اجلہ ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے ثابت ہے تو اس پر شورش کی کوئی وجہ نہیں۔ اگرچہ ہمارے نزدیک عوام کو اس سے بچنے ہی میں احتیاط ہے۔

---

[1] و [2] حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل

Marfat.com

امام علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں :

المسئلۃ متی امکن تخریجھا علی قول من الاقوال فی مذھبنا او مذھب غیرنا فلیست بمنکر یجب انکارہ والنھی عنہ وانما المنکر ماوقع الاجماع علی حرمتہ والنھی عنہ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

جب کسی مسئلہ کا ہمارے مذہب یا دیگر ائمہ کے مذہب پر جواز نکل سکتا ہو تو وہ ایسا گناہ نہیں کہ اس پر انکار اور اس سے منع کرنا واجب ہو، ہاں گناہ وہ ہے کہ اس کے حرام ہونے اور اس کے منع ہونے پر اجماع ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۶۴ ۴ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قبروں کا بوسہ لینا جائز ہے یا نہیں ؟ زیارتِ قبور کی نشست و برخاست کا طریقہ کیا ہے ؟

الجواب

قبروں کا بوسہ لینا نہ چاہیے۔ زیارتِ قبر میّت کے مواجہ میں کھڑے ہو کر ہو، اور اس کی پائنتی کی طرف سے جائے کہ اس کی نگاہ کے سامنے ہو، سرہانے سے نہ آئے کہ اُسے سر اُٹھا کر دیکھنا پڑے، سلام و ایصالِ ثواب کے لیے اگر دیر کرنا چاہتا ہے رُو بقبر بیٹھ جائے اور پڑھتا رہے، یا ولی کا مزار ہے تو اُس سے فیض لے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۵ و ۱۶۶

(۱) قبورِ شہداء یا اولیاء اللہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم پر جا کر اور قبر شریف ہی پر مالیدہ یا شیرینی مع پھول وغیرہ نیاز کرنا کیسا ہے، چاہیے یا نہیں ؟

(۲) جس شہید یا اولیاء اللہ کے مزار کا حال ہم کو معلوم نہیں ہے کہ آیا کسی کی مزار ہے یا نہیں ؟ اور اگر ہے تو کس کی ہے ؟ مرد اہلِ اسلام، یہودی یا نصارٰی یا عورت یہود، یا نصارٰی یا مسلمان کی، تو اس مزار پر فاتحہ پڑھنا یا بطریق مذکور نیاز وغیرہ کرنا کیسا ہے، چاہیے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) قبورِ مسلمین کی زیارت سنّت اور مزاراتِ اولیاء کرام و شہداء رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کی حاضری سعادت بر سعادت اور اُنھیں ایصالِ ثواب مندوب و ثواب۔ اور مالیدہ و شیرینی خصوصیاتِ عرفیہ میں اگر وجوب

---

[1] حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ نوع ۲۳ الکلام فی حال الخطبۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۳۰۹

Marfat.com

نہ جانے حرج نہیں، اور قبر پر لے جانے کی نہ ضرورت نہ اس میں معصیت۔ ہاں اُسے شرعاً لازم جانے بغیر اُس کے فاتحہ کا قبول نہ سمجھے تو یہ اعتقاد فاسد ہے، اس اعتقاد سے احتراز لازم ہے۔ قبورِ مسلمین خصوصاً قبورِ اولیاء پر پھول چڑھانا حسن ہے، عالمگیری وغیرہ میں اس کی تصریح فرمائی، مگر شیرینی وغیرہ جو اس قسم کی چیزیں لے جائے اس کو قبر پر نہ رکھے، یہ ممنوع ہے۔

(۲) جس قبر کا یہ بھی حال معلوم نہ ہو کہ یہ مسلمان کی ہے یا کافر کی، اُس کی زیارت کرنی، فاتحہ دینی ہرگز جائز نہیں کہ قبرِ مسلمان کی زیارت سنّت ہے اور فاتحہ مستحب، اور قبرِ کافر کی زیارت حرام ہے اور اسے ایصالِ ثواب کا قصد کفر،

قال اللہ تعالٰی ولا تقم علی قبرہ[1] وقال تعالٰی وماله فی الاٰخرۃ من خلاق[2] وقال تعالٰی ان اللہ حرمهما علی الکافرین[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا اُس کی قبر پر کھڑے بھی نہ ہونا۔ اور فرمایا: اُن کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اور فرمایا: بیشک اللہ نے ان دونوں کو کافروں پر حرام کیا۔ (ت)

تو جو امر سنّت و حرام یا مستحب و کفر میں متردد ہو وہ ضرور ممنوع و حرام ہے۔

مسئلہ ۱۶۷ کسی اولیاء اللہ یا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر پھول یا کپڑے کی چادر منّت مان کر چڑھانا کیسا ہے، چاہیے یا نہیں؟

الجواب

یہ منّت کوئی شرعی نہیں اذلیس من جنسه واجب (اس لیے کہ اس کی جنس سے کوئی واجب نہیں۔ ت) ہاں پھول چڑھانا حسن ہے کما تقدم (جیسا کہ گزر چکا۔ ت) اور قبورِ اولیائے کرام قدسنا اللہ باسرارہم پر چادر بقصدِ تبریک ڈالنا مستحسن ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

ذٰلك ادنٰی ان یعرفن فلا یؤذین[4]

وہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ پہچان ہو جائے تو انھیں ایذا نہ دی جائے۔ (ت)

امام عارف باللہ علامہ سیدی عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے کشف النور عن اصحاب القبور[5] میں اس کی تصریح فرمائی، پھر علامہ شامی نے عقود الدریہ میں اسے نقل کیا اور مقرر رکھا۔

---

[1] القرآن ۹/۸۴
[2] القرآن ۲/۱۰۲ و ۲۰۰
[3] القرآن ۷/۵۰
[4] القرآن ۳۳/۵۹
[5] کشف النور عن اصحاب القبور مع الحدیقۃ الندیۃ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۱۴

Marfat.com

مسئلہ ۱۶۸ از کلکتہ زکریا اسٹریٹ ۲۲ مسئولہ مولوی عبدالحق صاحب و مولوی مبارک کریم صاحب بمعرفت حاجی لعل خاں صاحب ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیخ نے مرید کو وصیت کی تھی کہ میری قبر کا کل سامانِ روشنی و قرآن خوانی ولنگر خانہ و عرس وغیرہ کا تم انتظام کرنا۔ چنانچہ مرید نے بموجب وصیت تمام سامان کیا۔ کل اخراجات کا متکفل ہُوا۔ اب سوال یہ ہے کہ جو لوگ چادر و شیرینی و نقد و جنس مزار پر چڑھاتے ہیں وہ کس کا حق ہے؟ اُس مرید کا جس نے یہ سب سامان اور اخراجات کئے اور جو خادم ہے یا وُہ فرزندِ شیخ کا؟

الجواب

چادر جو مزار پر ڈالی جائے وُہ کسی کا حق نہیں، نہ اس مرید خادمِ مزار کا، نہ فرزندِ صاحبِ مزار کا۔ نہ وُہ وقف ہو، بلکہ وُہ ڈالنے والے کی مِلک پر رہتی ہے، جیسے کفن کہ تبرعاً کسی نے میت کو دیا۔ درمختار میں ہے:

لایخرج الکفن عن ملك المتبرع[1]

کفن تبرع کرنے والے (بطور احسان دینے والے) کی مِلک سے نہیں نکلتا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لوافترس المیت سبع کان للمتبرع لا للورثۃ نھر[2]

اگر میت کو کسی درندے نے کھا لیا تو کفن جو رہ گیا وہ تبرع کرنے والے کا ہوگا ورثہ کا نہیں، نہر۔ (ت)

باقی اور چڑھاوے اگرچہ وُہ چادریں ہی ہوں جو مزار پر نہ ڈالیں نہ اس پر ڈالنے کو دیں، بلکہ دیگر نذور کی طرح سمجھیں، ان میں عرف عام یہ ہے کہ خادمِ مزار ہی ان کا مالک سمجھا جاتا ہے۔ اسی قصد سے لوگ لاتے اور اُس کا انتفاع و تصرف دیکھتے، جانتے، روا رکھتے ہیں والمعروف کالمشروط (معروف، مشروط کی طرح ہے۔ ت) تو وُہ خدمت والا ہی اُن کا مالک ہے، ترکہ نہیں کہ فرزند کو جائے۔ اور اس قسم کے چڑھاوے شرع میں کہیں مطلقاً منع نہیں، نہ یہ نذورِ شرعی، بلکہ عرف ہے کہ اکابر کے حضور جو کچھ لے جاتے اسے نذر کہتے ہیں، جیسے بادشاہ کی نذریں گزریں۔ بعض متاخرین نے کہ منع کیا میت کے لیے منت ماننے کو منع کیا ہے، وہ صورت یہاں عام مواقع میں نہیں، اکثر چڑھاوے منت ہی نہیں ہوتے، نہ یہ نذرِ شرعی نذر۔ اور یہاں مباحث نفیسہ ہیں کہ ہم نے تعلیقاتِ ردالمحتار میں ذکر کیں۔ معہذا امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی ابن سیدی اسمٰعیل بن عبدالغنی قدس سرہ القدسی

---

[1] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۱

[2] ردالمحتار " " " ادارۃ الطباعۃ المصریۃ، مصر ۱/۵۷۱

Marfat.com

حدیقہ ندیہ شریف میں فرماتے ہیں :

ومن هذا القبيل زيارة القبور والتبرك بضرائح الاولياء والصالحين والنذر لهم بتعليق ذلك على حصول شفاء او قدوم غائب فانه مجاز عن الصدقة على الخادمين بقبورهم كما قال الفقهاء فيمن دفع الزكوٰة لفقير وسماها قرضا صح لان العبرة بالمعنى لا باللفظ وكذلك الصدقة على الغنى هبة والهبة للفقير صدقة۔[1]

اسی قبیل سے ہے قبروں کی زیارت اور اولیاء و صالحین کے مزارات سے برکت لینا اور کسی بیمار کی شفا یابی یا کسی غائب کی آمد کی شرط کرکے ان کے لیے نذر پیش کرنا کہ دراصل یہ قبروں کے خدام پر صدقہ سے مجاز ہے جیساکہ فقہا نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو فقیر کو زکوٰۃ دے اور اسے قرض کہے تو زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے اس لیے کہ اعتبار معنی کا ہے لفظ کا نہیں۔ اسی طرح غنی پر صدقہ ہو تو ہبہ و عطیہ ہے اور فقیر کو ہبہ ہو تو صدقہ ہے۔ (ت)

نذرِ اولیاء کا نفیس بیان ہمارے فتاوٰی افریقہ میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۹ تا ۱۷۶ از پنڈول بزرگ ڈاک خانہ رائے پور ضلع مظفر پور مرسلہ نعمت علی صاحب ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ :

(۱) مُردہ کے نام کا کھانا جو امیر و غریب کو کھلاتے ہیں کس کو کھانا چاہئے اور کس کو نہیں ؟ اور یُوں بھی کہتے ہیں کہ مُردہ کے نام کا کھانا مصلّی امیر و غریب سب کو کھلاتے ہیں جائز ہے یا نہیں ؟

(۲) بزرگوں کے مزار پر عُرسوں میں یا اُس کے علاوہ میں عورتیں جاتی ہیں یا ناپاکی کی حالت میں بھلائی کی طلب میں حاجت برآری کے لیے، اور وہاں ٹھہرتی ہیں اور اُن کے لیے ٹھہرنے کے لیے وہی قبرستان ہے، آیا یہ جائز ہے یا نہیں ؟ اگر یہ باتیں بُری ہیں تو اُس بزرگ میں تصرف اور قوت اس کے روکنے کی ہے یا نہیں ؟ اور یہ کہا جاتا ہے کہ دربارِ بزرگان میں آنے والے اُن کے مہمان ہیں، یہ صحیح ہے یا نہیں۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ بزرگ لوگ اپنے مزار سے تصرف نہیں کر سکتے، اور یہ دلیل لاتے ہیں کہ اگر وُہ تصرف کر سکتے تو وہاں رنڈیاں گاتی ہیں، ناچتی ہیں، بجاتی ہیں، عورتیں غیر محرم رہتی ہیں، اُن کے نیچے پیشاب وغیرہ کرتے ہیں تو کیوں نہیں روکتے، یہ کہنا اور اس کی یہ دلیل صحیح ہے یا نہیں ؟ اس کا کیا جواب ؟

(۳) بزرگوں کے مزار سے جو چراغ کی روشنی غیبی ہوتی ہے یہ کیسی ہے اور اس سے اس صاحبِ مزار کی بزرگی ثابت ہوتی ہے یا نہیں ؟

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ فی الطریقۃ المحمدیۃ الخلق الناسس والاربعون الخ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲ /۱۵۱

Marfat.com

(۴) بزرگوں کے مزار پر فاتحہ، قرآن پڑھنے اور کھڑے ہو کر وسیلہ چاہنے کے لیے عمارت بنا دے اور عرس کرے کرائے تو جائز ہے یا نہیں؟

(۵) قبر پر درخت لگانا، دیوار کھینچنا یا قبرستان کی حفاظت کے لیے اُس کے چاروں طرف کھود کر جس میں جدید قدیم قبریں بھی ہیں محاصرہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۶) کسی بزرگ کے روضہ کے گرد قبریں ہیں اور وسعت جگہ کے لیے اُس قبہ سے لگا کر اُسی گرد کے قبر پر مثل سائبان کے پایہ زینہ دے کر چھپر ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟

(۷) ظاہر ولی اللہ یعنی زندہ اور صاحبِ مزار ولی اللہ سے ظاہر طریقہ سے ہمکلام ہونے کی کوئی خبر ہے یا نہیں؟

(۸) کوئی شخص اپنی زندگی میں قُل کرائے، فاتحہ پڑھوائے، آیا جائز ہے نہیں۔ اور اُس کا ثواب اپنے لیے بعد وفات رکھے۔ یعنی یہ کہے کہ میرے مرنے کے بعد مجھے اس کا ثواب ملے۔

الجواب

(۱) مُردے کا کھانا صرف فقراء کے لیے ہو، عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں یہ منع ہے، غنی نہ کھائے، کما فی فتح القدیر و مجمع البرکات (جیسا کہ فتح القدیر اور مجمع البرکات میں ہے۔ ت)

(۲) عورتوں کو مقابرِ اولیاء و مزاراتِ عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے۔ اولیاء کرام کا مزارات سے تصرف کرنا بیشک حق ہے، اور وہ بیہودہ دلیل محض باطل ہے۔ اصحابِ مزارات دارِ تکلیف میں نہیں وہ اس وقت محض اہلِ تکوینیہ کے تابع ہیں۔ سیکڑوں ناحفاظیاں لوگ مسجدوں میں کرتے ہیں اللہ عزوجل تو قادرِ مطلق ہے کیوں نہیں روکتا؟ حاضرانِ مزار مہمان ہوتے ہیں مگر عورتیں ناخواندہ مہمان۔

(۳) اگر منجانب اللہ ہے تو ضرور بزرگی ثابت ہوتی ہے اور اگر بزرگی ثابت ہے تو منجانب اللہ ہے ورنہ امر محتمل ہے، شیطان بھی بہت کرشمے دکھاتا ہے۔ حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ازواجِ مطہرات سے ایک بی بی جب اندھیرے میں جاتیں ایک شمع روشن ہو جاتی، ایک روز حضور نے ملاحظہ فرمایا اُسے بُجھا دیا اور فرمایا کہ یہ شیطان کی جانب سے ہے پھر ایک ربّانی نوران کے ساتھ فرما دیا کما فی بهجة الاسرار و معدن الانوار (جیسا کہ بہجۃ الاسرار اور معدن الانوار میں ہے۔ ت)

(۴) جائز ہے کما فی مجمع بحار الانوار (جیسا کہ مجمع بحار الانوار میں ہے۔ ت) ہاں منکراتِ شرعیہ مثل رقص و مزامیر سے بچنا لازم ہے۔

(۵) حفاظت کے لیے حصار بنانے میں حرج نہیں۔ اور درخت اگر سایۂ زائرین کے لیے ہوں تو اچھا ہے

Marfat.com

ثواب ارواحِ طیبہ کو پہنچانا جائز ہے، جبکہ منکراتِ شرعیہ مثل رقص و مزامیر وغیرہا سے خالی ہو۔ عورتوں کو قبور پر ویسے جانا نہ چاہیے نہ کہ مجمع میں بے حجابانہ اور تماشے کا میلہ کرنا، اور فوٹو وغیرہ بجوانا۔ یہ سب گناہ و ناجائز ہیں، جو شخص ایسی باتوں کا مرتکب ہو اُسے امام نہ بنایا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

Marfat.com

کو جانے والی عورتوں پر اللہ کی لعنت ہے۔ ت) اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور الا فزوروھا[1] میں نے قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، سن لو اب ان کی زیارت کرو۔ (ت)

علماء کو اختلاف ہوا کہ آیا اس اجازت بعد النہی میں عورات بھی داخل ہوئیں یا نہیں، اصح یہ ہے کہ داخل ہیں کما فی البحر الرائق (جیسا کہ بحرالرائق میں ہے۔ت) مگر جوانیں ممنوع ہیں جیسے مساجد سے اور اگر تجدید حزن مقصود ہو تو مطلقاً حرام۔

اقول قبورِ اقرباء پر خصوصاً بحال قرب عہد ممات تجدید حزن لازم نساء ہے، اور مزاراتِ اولیاء پر حاضری میں احدی الشناعتین کا اندیشہ یا ترکِ ادب یا ادب میں افراط ناجائز، تو سبیل اطلاق منع ہے ولہذا غنیہ میں کراہت پر جزم فرمایا البتہ حاضری وخاکبوسی آستان عرش نشان سرکار اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعظم المندوبات بلکہ قریب واجبات ہے، اس سے نہ روکیں گے اور تعدیلِ ادب سکھائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۰ از تر پول سولول ڈاک خانہ ہرول ضلع دربھنگہ بلگرام چرسہ مرسلہ عبدالحکیم صاحب ۸ جمادی الآخر ۱۳۳۶ھ

کوئی آدمی کسی قبرستان میں ایک مسلمان قبر پر بزرگ سمجھ کر اُس کی قبر پہ درگاہ بنا کر کوئی تاریخ مقرر کر کے ہر سال میلہ لگاتا ہے، ہر پیر وجوان عورت واسطے عرض اپنے وہاں جمع ہوتی ہیں، بلکہ عورت مرد کا مجمع کثیر ہوتا ہے اور بڑے بڑے عہدہ دار یا ہندو کو دعوت دے کر بلاتے ہیں جس میں ڈھول باجے اور فونو گرام وغیرہ بھی بجتا ہے اور عورت لوگ اس بزرگ کی قبر پر پھول، خصی مرغ، سرنی وغیرہ چڑھاتے ہیں، اور اُس قبرستان پر پیشاب پاخانہ کا کوئی ٹھکانا نہیں رہتا ہے اس درگاہ کی شرکت کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز یا ناجائز، اور شرکت کرنے والے کو برا سمجھیں یا اچھا، اور اس درگاہ کا متولی چھوٹی قوم ہے مونچھ داڑھی سے زیادہ رکھتا ہے اور ہاتھ میں لوہے کا مالا پہنتا ہے اور ہاتھ میں لوہے کا چھرا رکھتا ہے اور لوگوں کو گالی فحش دیتا ہے اور لوگ جو شرکت کرتے ہیں اُسے بزرگ اور پیر سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگ کی نماز پڑھنا جائز یا ناجائز، اس لیے دور رہنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

اولیائے کرام کے مزارات پر ہر سال مسلمانوں کا مجمع ہو کر قرآن مجید کی تلاوت یا اور مجالس کرنا اور اُس

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب الجنائز ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

Marfat.com

رسالہ

جُمَلُ النّور فی نہی النساء عن زیارۃ القبور ۱۳۳۹ھ

(نُور کے جُملے، عورتوں کو زیارتِ قبور سے روکنے کے بارے میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم

مسئلہ ۱۸۱ مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب بدرّس اوّل مدرسہ قادریہ احمد آباد گجرات محلہ جمال پور ۲۸ صفر ۱۳۳۹ھ
مولانا موصوف نے ایک رجسٹری بھیجی جس میں بحر الرائق و تصحیح المسائل مولانا فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کو جانے کی اجازت پر زور دیا گیا تھا، ان کو یہ جواب بھیجا گیا۔

الجواب

مولانا المکرم مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب زید کرمہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کی دو رجسٹریاں آئیں، تین مہینے سے زائد ہوئے کہ میری آنکھ اچھی نہیں تھی، میری رائے اس مسئلہ میں خلاف پر ہے۔ مدت ہوئی اس بارے میں میرا فتوٰی تحفہ حنفیہ میں چھپ چکا، میں اس رخصت کو جو بحر الرائق میں لکھی ہے مان کر نظر بحالاتِ نساء سوائے حاضری روضۂ انور کہ واجب یا قریب بواجب ہے، مزاراتِ اولیاء یا دیگر قبور کی زیارت کو عورتوں کا جانا باتباع غنیہ علامہ محقق ابراہیم حلبی ہرگز پسند نہیں کرتا، خصوصاً اس طوفانِ بے تمیزی رقص ومزامیر وسرود

Marfat.com

کو جانے والی عورتوں پر اللہ کی لعنت ہے۔ ت) اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:
کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور الا فزوروھا۔[1] میں نے قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، سن لو اب ان کی زیارت کرو۔ (ت)

علماء کو اختلاف ہوا کہ آیا اس اجازت بعد النہی میں عورات بھی داخل ہوئیں یا نہیں، اصح یہ ہے کہ داخل ہیں کما فی البحر الرائق (جیسا کہ بحرالرائق میں ہے۔ت) مگر جوانیں ممنوع ہیں جیسے مساجد سے اور اگر تجدید حزن مقصود ہو تو مطلقاً حرام۔

اقول قبور اقربا پر خصوصاً بحال قرب عہد ممات تجدید حزن لازم نساء ہے، اور مزارات اولیاء پر حاضری میں احدی الشناعتین کا اندیشہ یا ترک ادب یا ادب میں افراط ناجائز، تو سبیل اطلاق منع ہے ولہذا غنیہ میں کراہت پر جزم فرمایا البتہ حاضری و خاکبوسی آستان عرش نشان سرکار اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعظم المندوبات بلکہ قریب واجبات ہے، اس سے نہ روکیں گے اور تعدیل ادب سکھائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۰ از ترپول سولول ڈاک خانہ ہرول ضلع دربھنگہ بلگرام چرسہ مرسلہ عبد الحکیم صاحب ۸ جمادی الآخر ۱۳۳۶ھ

کوئی آدمی کسی قبرستان میں ایک مسلمان قبر پر بزرگ سمجھ کر اس کی قبر پر درگاہ بنا کر کوئی تاریخ مقرر کرکے ہر سال میلہ لگاتا ہے، ہر پیر و جوان عورت واسطے عرض اپنے وہاں جمع ہوتی ہیں، بلکہ عورت مرد کا مجمع کثیر ہوتا ہے اور بڑے بڑے عہدہ دار یا ہندو کو دعوت دے کر بلاتے ہیں جس میں ڈھول باجے اور فونوگرام وغیرہ بھی بجتا ہے اور عورت لوگ اس بزرگ کی قبر پر پھول، خصی مرغ، سرنی وغیرہ چڑھاتے ہیں، اور اس قبرستان پر پیشاب پاخانہ کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہتا ہے اس درگاہ کی شرکت کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز یا ناجائز، اور شرکت کرنے والے کو برا سمجھیں یا اچھا، اور اس درگاہ کا متولی چھوٹی قوم ہے مونچھ داڑھی سے زیادہ رکھتا ہے اور ہاتھ میں لوہے کا مالا پہنتا ہے اور ہاتھ میں لوہے کا چھرا رکھتا ہے اور لوگوں کو گالی فحش دیتا ہے اور لوگ جو شرکت کرتے ہیں اسے بزرگ اور پیر سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگ کی نماز پڑھنا جائز یا ناجائز، اس لیے دور رہنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

اولیائے کرام کے مزارات پر ہر سال مسلمانوں کا مجمع ہو کر قرآن مجید کی تلاوت یا اور مجالس کرنا اور اس کا

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب الجنائز ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

Marfat.com

رسالہ

جُمَلُ النّور فی نھی النساء عن زیارۃ القبور ۱۳۳۹ھ

(نُور کے جُملے، عورتوں کو زیارتِ قبور سے روکنے کے بارے میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم

مسئلہ ۱۸۱: مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب بدرس اوّل مدرسہ قادریہ احمد آباد گجرات محلہ جمال پور ۲۸ صفر ۱۳۳۹ھ
مولانا موصوف نے ایک رجسٹری بھیجی جس میں بحرالرائق و تصحیح المسائل مولانا فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کو جانے کی اجازت پر زور دیا گیا تھا، ان کو یہ جواب بھیجا گیا۔

الجواب

مولانا المکرم مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب زید کرمھم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپ کی ۲ دو رجسٹریاں آئیں، تین مہینے سے زائد ہوئے کہ میری آنکھ اچھی نہیں تھی، میری رائے اس مسئلہ میں خلاف پر ہے۔ مدت ہوئی اس بارے میں میرا فتوٰی تحفہ حنفیہ میں چھپ چکا، میں اُس رخصت کو جو بحرالرائق میں لکھی ہے مان کر نظر بحالاتِ نساء سوائے حاضری روضۂ انور کہ واجب یا قریب بواجب ہے، مزاراتِ اولیاء یا دیگر قبور کی زیارت کو عورتوں کا جانا باتباعِ غنیہ علامہ محقق ابراہیم حلبی ہرگز پسند نہیں کرتا، خصوصًا اس طوفانِ بے تمیزی رقص و مزامیر و سرود

Marfat.com

یطفئوا نور اللہ بافواھھم[1] (اللہ کا نور اپنے منہ سے بجھانا چاہتے ہیں۔ ت) بننا ہے۔ شیخ طریقت تو انا عرضنا الامانۃ[2] الآیۃ (بیشک ہم نے امانت پیش کی الآیۃ۔ ت) میں جو امانت ہے اس کو ذاکرات کے سینہ میں باپردہ بٹھا کر توجہ دے کر جماتا ہے، اور یہ اس امانت کی جڑ اکھاڑتا ہے، یہ فیض جڑ اکھاڑنے والے کو بے وقار کرکے اکھاڑ دے گا۔ محمدی المشرب سنّتِ حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر عمل کرتا ہے۔ حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورتوں کو توجہ دی، اول مرید کرکے، یہ بھی عورتوں کو مرید کرکے توجہ دیتا ہے، طریقہ عالیہ قادریہ کی توجہ کلمہ طیّبہ کے ذکر کی ہوگی، اب عورتوں کو پردہ میں بٹھا کر ذکر کلمہ طیّبہ کا بتایا جائے گا ضربِ الّا اللہ قلب پر مارنا سکھایا جائے گا۔ پردہ میں عورت خلیفہ مرشدِ طریقت کی بیٹھ کر ذکر کلمہ طیبہ کا سکھاتی ہے اور مرشدِ طریقت اونچ نیچ سمجھاتے ہیں۔ پردہ میں ایک عورت نہیں محلّہ کی دس پندرہ عورتیں بیٹھی ہیں، یہاں خلوتِ اجنبیہ کا حکم نہیں لگتا۔ یہ جلوت ہے، جلوت میں فیض رسانی طریقہ عالیہ قادریہ کی ہوتی ہے۔ اور اسی طرح اس مجلس میں طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی توجہ بھی عورتوں کو دی جاتی ہے۔ بریلی میں حاضری کا کئی بار موقع ہُوا ہے، وہاں یہ عمل دیکھنے میں نہیں آیا، نہ وہاں سُنا کہ کوئی مشائخ یہ کرتے ہیں۔ ہمارے یہاں ڈولی میانہ مشکل سے ملتا ہے، غرباء ومساکین میں قدرت ان سواریوں میں بیٹھنے کی نہیں، اور نہ قرآن عظیم نے ڈولی و میانہ کا حکم دیا ہے۔ یدنین علیھن من جلابیبھن[3] (ان پر اپنی چادریں ڈال دیں۔ ت) اور قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم[4] وقل للمؤمنٰت یغضضن من ابصارھن[5] (ایمان والے مردوں سے فرماؤ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور ایمان والی عورتوں سے فرماؤ اپنی نظریں پست کریں۔ ت) اور ولیضربن بخمرھن علٰی جیوبھن[6] (اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں۔ ت) اس پردہ پر احمد آباد کی ذاکرات کا عمل ہے۔ عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۴ ص ۷۸:

حاصل الکلام من ھذا کلہ ان زیارۃ القبور مکروھۃ للنساء بل حرام فی ھذا الزمان لاسیما نساء مصر لان خروجھن علٰی وجہ الفساد والفتنۃ وانما رخصت الزیارۃ لتذکر امر الاٰخرۃ

حاصل یہ کہ عورتوں کے لیے زیارتِ قبور مکروہ ہے بلکہ اس زمانے میں حرام ہے خصوصاً مصر کی عورتوں کے لیے، اس لیے کہ ان کا جانا فتنہ اور خرابی کے طور پر ہوتا ہے، زیارت کی رخصت تو صرف اس لیے ہوئی تھی کہ امر آخرت کو

---

[1] القرآن ۹/۳۲
[2] القرآن ۳۳/۷۲
[3] القرآن ۳۳/۵۹
[4] القرآن ۲۴/۳۰
[5] القرآن ۲۴/۳۱
[6] القرآن ۲۴/۳۱

Marfat.com

اساف اور نائلہ نے جاہلیت میں (خانہ کعبہ کے اندر) زنا کیا اور قدرتِ الٰہیہ نے دونوں کو مسخ کر دیا ایسے متبرک مکان میں دونوں نے خباثت کی، یا کوئی سفر حرمین طیبین میں خبیث عمل سے پیش آئے تو کیا اُس خبیث کی خباثت کو دیکھ کر اور اسی سے استناد کر کے عورتوں کے حج وزیارت حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عدمِ جواز کا فتویٰ جاری کر دیا جائے گا، ہرگز نہیں۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مقدس میں غربی دیوار میں کلام مجید رکھا ہے، اُس دیوار کے پیچھے عورتیں بیٹھ کر توجہ لیتی ہیں، ذکر فکر مراقبہ کرتی ہیں، بُرقع اوڑھ کر آتی ہیں، اختلاط مردوں اور عورتوں کا یہاں بالکل نہیں۔ اب یہ عورتیں نور اللہ دل میں بھرنے کے لیے حاضر ہوتی ہیں۔ یہ فیض رسانی حقیقتِ محمدی کی عورتوں کو خواجہ غریب نواز قدس سرہ العزیز کرتے ہیں، اور اس فیض میں وُہ قوت ہے کہ لاکھوں کوسوں سے فیض لینے والیوں کو آپ بُلا لیتے ہیں۔ یہ جگہ مقامِ قوالی سے دُور ہے اور نمازِ فجر سے اشراق تک اور مغرب اور عشاء کے بیچ میں اس پردے والے مکان میں عورتیں جمع ہو کر فیض لیتی ہیں اور اس وقت نقصان قوالی کا بالکل نہیں، اور یہ عورتیں نیکبخت پردہ نشین بُرقع اوڑھ کر آنے والی ہیں، آپ نے اس کو آنکھوں سے نہیں دیکھا اور میں نے اس کو آنکھوں سے دیکھا ہے۔ بندہ اس کو شہادت کے طور پر بیان کر سکتا ہے اور آپ کو آنکھوں سے دکھا کر تسلّی کر سکتا ہے، اب ان عورتوں پر حکمِ حُرمت لگانا غلط ہے۔ سرخیز قصبہ احمد آباد میں جو عورتیں گربے گانے والیاں فاحشات مغنیات اور رنڈیئیں اور باپردہ سوا لاکھ کلمہ طیب کا ختم پڑھنے والی' ذکر خفی، مراقبہ، فیضِ حقیقتِ محمدی لینے والی ذاکرات پر رنڈیوں کا حکم لگا کر دونوں کو ایک پھانسی میں لٹکا دینا غلط ہے۔ حقوقِ اولیاء وخیر خواہیِ اولیاء وخیر خواہیِ سیّد الاوّلین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ نہیں الدین النصیحۃ للہ ولرسولہ وللمؤمنین[1] (دین خیر خواہی ہے اللہ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے اور ایمان والوں کے لیے۔ ت) یہ کہاں ہُوئی، اولیاء فیض حقیقتِ محمدی کا دینے کو ذاکرات کو بلاتے ہیں، وُہ باپردہ اور شریعت کے احکام کو سر پر رکھ کر حاضر ہوتی ہیں اور مفتی اُن پر حکمِ عدمِ جواز لگائیں۔ اس صورت میں فیضِ حقیقتِ محمدی کو روکنا ہے۔ اس کا نام دوستیِ حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام نہیں۔ ہم آپ سے چھوٹے اور آپ کے اقدام کو اپنے سروں پر رکھنے والے ہیں مگر آپ کا قدم صراطِ مستقیم سے پھسل گیا تو عرض کرنا چاہئے ہُدہُد دو پیسے کی چڑیا حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے:

احطت بمالم تحط بہ وجئتك من سبا بنبا یقین[2] میں نے وہ دیکھا جو آپ نے نہ دیکھا اور میں آپ کے شہر سبا سے یقینی خبر لایا ہُوں (ت)

---

[1] السنن للنسائی کتاب البیعۃ النصیحۃ للامام نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۱۸۵

[2] القرآن ۲۷/۲۲

Marfat.com

ہیں جو آج کل جہال نے اعراس طیبہ میں برپا کر رکھا ہے اس کی شرکت تو میں عوام رجال کو بھی پسند نہیں رکھتا کہ وُہ جن کو انجشہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حُدی خوانی بالحان خوش پر عورتوں کے سامنے ممانعت فرماکر انھیں نازک شیشیاں فرمایا۔ والسلام

مولوی صاحب نے دوبارہ رجسٹری بھیجی، جس پر جواب ارسال ہُوا۔

مسئلہ از احمد آباد گجرات محلہ جمال پور مرسلہ مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب ۱۳ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

مخدومی مکرمی معظمی جناب مولانا صاحب دام مجبتکم، بعد سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کے واضح رائے عالی ہو کہ محبت نامہ موصول ہو۔ فتوٰی کو آپ کے دیکھا۔ حضرت مولانا! مجھے آپ اس مسئلہ میں سمجھائیے کہ مسجد نبوی میں تین سو مرد اور ایک سو ستر عورتیں تھیں، یہ منافقین آخری صف میں کھڑے ہُوئے تھے اور عورتوں کو جھانکتے تھے، نمازِ فجر وعشاء میں عورتیں توجہ انوارِ حقیقتِ محمدی وحقیقتِ قرآن کے لیے حاضر ہوتی تھیں تو منافقین کی نالائق حرکت کا انتظام خدائے تعالٰی اور قرآنِ عظیم نے یہ نہ کیا کہ منافقین اور فیض لینے والی عورتوں کو یہ حکم دیا ہوتا کہ دونوں مسجد نبوی میں جمع نہ ہوں، اور فیض رسانی عورتوں کی اس بہانے سے بند نہ ہُوئی بلکہ انتظامِ فیض رسانی یہ ہُوا کہ

لقد علمنا المستقد مین منکم ولقد علمنا المستاخرین ○ وان ربك ھو یحشرھم انه حکیم علیم ○[1][2]

بیشک ہمیں معلوم ہیں تم میں کے آگے والے اور پیچھے والے اور بیشک تمہارا رب ان کو جمع کرے گا، بلاشبہہ وُہ حکمت والا علم والا ہے۔ (ت)

اور انتظام حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کیا:

خیر صفوف الرجال اولھا وشرھا اٰخرھا وخیر صفوف النساء اٰخرھا وشرھا اولھا۔[3]

مردوں کی صفوں میں سب سے بڑھ کر اگلی ہے اور سب سے کم تر پچھلی، اور عورتوں کی صفوں میں سب سے بہتر پچھلی ہے اور سب سے کم تر اگلی ہے۔ (ت)

مسجد میں عورتوں کی نماز بند ہُوئی اس کو بندہ مانتا ہے، فیضِ حقیقتِ محمدی وحقیقتِ قرآن لینے کو باپردہ پانچ دس عورتیں محلّہ کی مل کر مرشد کے مکان پر جائیں اور مرشدِ طریقت مرتعش اور شیخ فانی پردہ میں بٹھا کر ان کو توجہ حقیقت محمدی اور قرآن کی دے اس پر حکمِ حُرمت لگانا غلط اور فیضِ محمدی کا مقابلہ اور موردِ یریدون ان

---

[1] القرآن ۱۵/ ۲۴

[2] القرآن ۱۵/ ۲۵

[3] صحیح مسلم باب تسویۃ الصفوف الخ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۱۸۲

Marfat.com

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم ط

مولانا المکرم اکرمکم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ کی رجسٹری ۵ اربیع الاول شریف کو آئی، میں ۱۲ ربیع الاول شریف کی مجلس پڑھ کر شام ہی سے ایسا علیل ہُوا کہ کبھی نہ ہُوا تھا، میں نے وصیت نامہ بھی لکھوا دیا تھا، آج تک یہ حالت ہے کہ دروازہ سے متصل مسجد ہے چار آدمی کرسی پر بٹھا کر مسجد لے جاتے اور لاتے ہیں۔ میرے نزدیک وہی دو حرف کہ اوّل گزارش ہوئے کافی تھے اب قدرے تفصیل کروں۔

(۱) پہلے گزارش کرچکا کہ عبارات رخصت میری نظر میں ہیں۔ مگر نظر بحال زمانہ میرے نہ میرے بلکہ اکابر متقدمین کے نزدیک سبیل ممانعت ہی ہے اور اسی کو اہلِ احتیاط نے اختیار فرمایا۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ منافقین کے باعث عورتوں کو مسجد کریم میں حاضری سے اللہ جل وعلا و رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے ممانعت نہ فرمائی بلکہ منافقوں کو تہدید وترہیب اور مردوں کو تقدم عورتوں کو تاخر کی ترغیب فرمائی اور میں اتنا اور زائد کرتا ہوں کہ صرف یہی نہیں بلکہ نساء کو حضور نے عیدین کی سخت تاکید فرمائی، یہاں تک حکم فرمایا کہ برکتِ جماعت و دُعاءِ مسلمین لینے کو حیض والیاں بھی نکلیں، مصلّے سے الگ بیٹھیں، پردہ نشین کنواریاں بھی جائیں، جس کے پاس چادر نہ ہو ساتھ والی اُسے اپنی چادر میں لے لے۔ صحیحین میں اُم عطیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے:

امرنا ان نخرج الحیض یوم العیدین و ذوات الخدور فیشھدن جماعۃ المسلمین ودعوتھم وتعتزل الحیض عن مصلاھن قالت امرأۃ یارسول اللہ احدنا لیس لھا جلباب قال لتلبسھا صاحبتھا من جلبابھا۔[۱]

ہمیں حکم دیا گیا کہ عیدین کے دن حیض والی اور پردہ نشین عورتوں کو بھی ساتھ لے جائیں تاکہ یہ بھی مسلمانوں کی جماعت اور دُعا میں شریک ہوں اور حیض والیاں نماز کی جگہ سے الگ رہیں۔ ایک عورت نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم میں کوئی عورت ایسی بھی ہوتی ہے جس کے پاس چادر نہیں، فرمایا: اس کے ساتھ والی اسے اپنی چادر کا حصّہ اُڑھا دے۔ (ت)

اور یہ صرف عیدین میں ہی امر نہیں بلکہ مساجد سے عورتوں کو روکنے سے مطلقاً نہی بھی ارشاد ہُوئی کہ اللہ کی

---

[۱] صحیح مسلم کتاب صلٰوۃ العیدین نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۹۱
صحیح البخاری " " " قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۴

Marfat.com

وللاعتبار بمن مضی وللتزھد فی الدنیا[1] یاد کریں، وفات پانے والوں سے عبرت لیں اور دنیا سے بے رغبت ہوں۔ (ت)

یہ حکم مصر کی بغایہ مغنیہ دلالہ کا ہے اس حکم کو نیک بخت عورتوں پر لگانا غلط ہے۔ لوادرك رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ما احدثت النساء (اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وہ دیکھتے جو عورتوں نے اب پیدا کیا۔ ت) کی شرح عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۰ میں ہے:

بعضھن یغنین باصوات عالیۃ مطربۃ ومنھن صنف بغایا[2] ان میں کچھ ایسی ہوتی ہیں جو طرب انگیز بلند آوازوں سے گاتی ہیں اور کچھ بدکار قسم کی ہیں۔ (ت)

احمد آباد میں تین کوس درگاہ حضرت گنج احمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی ہے، مکان بہت پُرفضا ہے اور تالاب سنگین ہے، وہاں دھنے کی قوم کی اور لکڑ بیچنے والی قوم کی عورتیں لہنگا ساڑھی پہن کر جاتی ہیں اور گربے گاتی ہیں اور ان کی قوم کی ضیافتیں ہوتی ہیں اس میں وہ عورتیں گربے گاتی ہیں، حلقہ عورتوں کا بن جاتا ہے اور تالی بجاتی ہیں اور پھرتی جاتی ہیں رنڈیوں کی طرح گیت گاتی جاتی ہیں اُن پر بل حرام فی ھذا الزمان لاسیما نساء مصر (بلکہ اس زمانے میں خصوصاً زنانِ مصر کے لیے حرام ہے۔ ت) کا حکم برابر عمدہ طور پر چسپاں ہے۔ اور غنیۃ[3] کے صفحہ ۵۹۵ میں وان یکون فی زماننا للتحریم لما فی خروجھن من الفساد[3] اھ (ہمارے زمانے میں تحریم کے لیے ہوگا کیونکہ ان کے جانے میں خرابیاں ہیں اھ۔ ت) اور جو عورتیں قوالی رنڈیوں کی اور قوالی مردوں کی سننے جاتی ہیں اُن کو زیارت القبور کو جانا حرام ہے، ان کے حرام ہونے سے ذاکرات اور فیض لینے جانے والی عورتوں کو کیا نقصان، اگرچہ ایسی عورت ہزاروں میں ایک ہو۔ دس ہزار آدمیوں نے کُتّے اور خنزیر کے گوشت کی بریانی پکائی ہے اور ایک نے بکری کے گوشت کی بریانی پکائی، دونوں بریانیوں پر حکم حرمت اور حکم حلت غلط اور کُتّے کی بریانی پر حکم حرمت اور بکری کی بریانی پر حکم حلت صحیح، دونوں کا حکم جُدا مفتی کو بیان کرنا پڑے گا۔

افمن کان مؤمنا کمن کان فاسقا لایستون[4] تو کیا جو مومن ہے فاسق کی طرح ہوگا؟ دونوں برابر نہیں۔

ام نجعل المتقین کالفجار[5] یا پرہیزگاروں کو ہم بدکاروں کی طرح کردیں؟ (ت)

---

[1] عمدۃ القاری شرح البخاری باب زیارت القبور حدیث ۴۲ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۸/ ۷۰

[2] " " " باب خروج النساء الی المساجد حدیث ۲۵۰ " " " ۶/ ۱۵۸

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الجنائز البحث الخامس سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۹۴

[4] القرآن ۳۲/ ۱۸ [5] القرآن ۳۸/ ۲۸

Marfat.com

کیا امام اعظم و امام ابو یوسف و امام محمد و سائر ائمۂ مابعد رضی اللہ تعالٰی عنہم کو فیض حقیقت اقدس سے روکنے والا اور معاذ اللہ معاذ اللہ یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم[1] (خدا کا نور اپنے منہ سے بجھانا چاہتے ہیں۔ ت) میں داخل مانا جائے گا، حاشا یہ اطبّائے قلوب ہیں، مصالح شرع جانتے ہیں۔

(۲) صحیح بخاری و صحیح مسلم و سُنن ابی داؤد میں اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا ارشاد اپنے زمانہ میں تھا:

لوادرك رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ما احدث النساء لمنعھن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل[2]

اگر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے جو باتیں عورتوں نے اب پیدا کی ہیں تو ضرور انھیں مسجد سے منع فرما دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں منع کر دی گئیں۔

پھر تابعین ہی کے زمانہ سے ائمہ نے ممانعت شروع فرما دی، پہلے جوان عورتوں کو پھر بُڑھیوں کو بھی، پہلے دن میں پھر رات کو بھی، یہاں تک کہ حکمِ ممانعت عام ہوگیا۔ کیا اس زمانے کی عورتیں گربے والیوں کی طرح گانے ناچنے والیاں یا فاحشہ دلالہ تھیں اب صالحات ہیں یا جب فاحشات زائد تھیں اب صالحات زیادہ ہیں یا جب فیوض و برکات نہ تھے اب ہیں یا جب کم تھے اب زائد ہیں۔ حاشا بلکہ قطعاً یقیناً اب معاملہ بالعکس ہے۔ اب اگر ایک صالحہ ہے تو جب ہزار تھیں، جب اگر ایک فاسقہ تھی اب ہزار ہیں۔ اب اگر ایک حصّہ فیض ہے جب ہزار حصّے تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایأتی عام الا والذی بعدہ شرمنہ[3]

جو سال بھی آئے اُس کے بعد والا اس سے بُرا ہی ہوگا۔ (ت)

بلکہ عنایۂ امام اکمل الدین بابرتی میں ہے کہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عورتوں کو مسجد سے منع فرمایا، وُہ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے پاس شکایت لے گئیں، فرمایا: اگر زمانۂ اقدس میں حالت یہ ہوتی حضور عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہ دیتے۔

حیث قال ولقد نھی عمر رضی اللہ تعالٰی

وُہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عورتوں کو

---

[1] القرآن ۹/ ۳۲

[2] صحیح مسلم باب خروج النساء الی المساجد نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۱۸۳

[3] صحیح البخاری باب لایأتی الزمان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۴۷

فتح الباری شرح البخاری " " " دار المعرفۃ بیروت ۱۳/ ۱۷

Marfat.com

اوّل تو ایک مدت سے آنکھیں آپ کی رمد میں مبتلا ہیں اور ہاتھ بڑوں بڑوں سے ملایا ہے، طبیعت پریشان ہے، یہ قلم اِس وقت میرانہ سمجھئے، آپ کے ہم غلام ہیں تو دست بستہ عرض کرتے ہیں، اس کو آپ بغاوت نہ سمجھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو زیارتِ قبور کے وقت سلام کرنا حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتایا مشکوٰۃ شریف، مسلم شریف، نسائی جز ۱ صفحہ ۶۳۵ میں ہے؛

این دلالت وارد بر جواز مر نساء را[1]

اس میں عورتوں کے لیے جوازِ زیارت کی دلیل ہے۔ (ت)

امام نووی شرح مسلم کی جلد ۱ صفحہ ۳۱۴ میں فرماتے ہیں:

فیہ دلیل لمن جوز للنساء زیارۃ القبور[2] الخ

اس میں عورتوں کے لیے زیارتِ قبور جائز ماننے والوں کے لیے دلیل ہے (ت)

فتح الباری پارہ ۵ مطبع انصاری دہلی ص ۶۶۲ میں ہے؛

اختلف فی النساء فقیل دخلن فی عموم الاذن وھو قول الاکثر ومحلہ اذا امنت الفتنۃ[3]

عورتوں کے بارے میں اختلاف ہُوا، کہا گیا کہ اجازت کے عموم میں یہ بھی داخل ہیں، اور یہی اکثر کا قول ہے، اور اس حکم کا موقع فتنہ سے امن کی حالت میں ہے (ت)

اب تطبیق سمجھ لیجئے کہ گربے گانے والی، قوالی سُننے والی عورتوں کے لیے زیارتِ قبورِ اولیاء کو جانا حرام اور فیضِ الٰہی لینے والی عورتوں کو باپردہ شریعت کے احکام کو بجالا کر جانا جائز۔ میں نے مسئلہ اس طرح مشرح بیان کیا ہے۔ اس کو آپ صحیح سمجھتے ہیں یا میری سمجھ میں کوئی غلطی ہے مجھے سمجھائیے، آپ میرے مربّی اور قبلہ و کعبۂ حاجات ہیں۔ خدا تعالیٰ آپ کو صحتِ کُلیہ عاجلہ عطا فرمائے، آمین ثم آمین!

رقیمہ حکیم عبدالرحیم عفی عنہ مدرس اوّل مدرسہ قادریہ احمد آباد گجرات دکن جالپور مسجد کا نخ ۱۵ ربیع الاول شریف

اور مصطفےٰ میاں کو پاس بٹھا کر اس کا جواب اُن سے لکھوا کر میری تسلّی کر دیجئے، میں غلط سمجھا ہُوں تو صحیح سمجھائیے۔ اور وہ فتویٰ جو تحفہ حنفیہ میں عدم جواز زیارتِ قبورِ نساء کے بارے میں ہے اس کی نقل بھی کروا کر روانہ فرمائیے۔ اس کے دلائل سے بھی واقف ہونا بندہ چاہتا ہے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ باب زیارۃ القبور فصل ثالث نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۱۹

[2] شرح مسلم مع صحیح مسلم کتاب الجنائز فصل فی الذھاب الی زیارۃ القبور نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۳۱۴

[3] فتح الباری شرح البخاری باب زیارۃ القبور مصطفےٰ البابی مصر ۳/۳۹

جب اُن خیر کے زمانوں اُن عظیم فیوض و برکات کے وقتوں میں عورتیں منع کر دی گئیں، اور کاہے سے، حضورِ مساجد و شرکتِ جماعات سے۔ حالانکہ دینِ متین میں ان دونوں کی شدید تاکید ہے۔ تو کیا ان ازمنۂ شرور میں ان قلیل یا موہوم فیوض کے حیلے سے عورتوں کو اجازت دی جائے گی، وُہ بھی کاہے کی، زیارتِ قبور کو جانے کی، جو شرعاً مؤکد نہیں۔ اور خصوصاً ان میلوں ٹھیلوں میں جو خدا ناترسوں نے مزاراتِ کرام پر نکال رکھے ہیں یہ کس قدر شریعتِ مطہرہ سے منافقت ہے۔ شرعِ مطہر کا قاعدہ ہے کہ جب مصلحت پر سلب مفسدہ کو مقدم رکھتی ہے درء المفاسد اهم من جلب المصالح (خرابیوں کے اسباب دُور کرنا خوبیوں کے اسباب حاصل کرنے سے زیادہ اہم ہے۔ ت) جبکہ مفسدہ اس سے بہت کم تھا۔ اُس مصلحتِ عظیمہ سے ائمۂ دین امام اعظم و صاحبین و من بعدہم نے روک دیا، اور عورتوں کی مسلیں نہ بنائیں کہ صالحات جائیں، فاسقات نہ آئیں، بلکہ ایک حکم عام دیا جسے آپ ایک پھانسی میں لٹکانا فرما رہے ہیں۔ کیا اُنھوں نے یہ آیتیں نہ سُنی تھیں:

افمن کان مؤمنا کمن کان فاسقا[1]۔ ام نجعل المتقین کالفجار[2]۔

کیا جو ایمان والا ہے وُہ اس کی طرح ہوگا جو نافرمان ہے؟ یا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں کی طرح کر دیں؟ (ت)

تو اب کہ مفسدہ جب سے بہت اشد ہے، اس مصلحتِ قلیل سے روکنا کیوں نہ لازم ہوگا، اور عورتوں کی قسمیں کیونکر چھانٹی جائیں گی!

(۳) صلاح و فساد قلب امرِ مضمر ہے اور دعوے کے لیے سب کی زبان کشادہ اور محقق و مبطل نامعلوم معہذا اصلاح سے فساد کی طرف انقلاب کچھ دشوار نہیں، خصوصاً ہوا لگ کر خصوصاً عورتوں کے دل کہ تقلب کیلئے بہت آمادہ، ولهذا رویدك انجشة رفقا بالقواریر (انجشہ! آبگینوں کے ساتھ نرمی کی خاطر سواریاں آہستہ چلاؤ۔ ت) ارشاد ہوا مرد کہ اپنے نفس پر اعتماد کرے احمق ہے نہ کہ عورت۔ نفس تمام جہان سے بڑھ کر جھوٹا ہے، جب قسم کھائے، حلف اٹھائے، نہ کہ جب خالی وعدوں پر اُمید دلائے ومایعدھم الشیطٰن الاغرورا[3] (اور شیطان انھیں فریب ہی کے وعدے دیتا ہے۔ ت) بالخصوص اب کہ قطعاً فساد غالب اور صلاح نادر ہے۔ اس صورت میں مفتی کو تفصیل کیونکر جائز، یہ تفصیل نہ ہوگی بلکہ شیطان کو ڈھیل اور اس کی رسّی کی تطویل۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

الفائز بهذا مع السلامة اقل قلیل

حرم پاک میں سکونت کرکے گناہ سے سلامت رہ جانیوالے

---

[1] القرآن ۳۲/۱۸
[2] القرآن ۳۸/۲۸
[3] القرآن ۴/۱۲۰

Marfat.com

باندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو۔ مسند احمد و صحیح مسلم شریف میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ[1] — اللہ کی باندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو۔ (ت)

یہ حدیث[ع] صحیح بخاری کتاب الجمعہ میں بھی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا امر وجوب کے لیے ہے اور نہی تحریم کے لیے۔ اور فیض و برکت لینے کا فائدہ خود حدیث میں ارشاد ہوا۔ بایں ہمہ آپ ہی لکھتے ہیں کہ مسجد میں عورتوں کی نماز بند ہوئی اس کو بندہ مانتا ہے۔ درمختار کی عبارت آپ سے مخفی نہ ہوگی کہ:

یکرہ حضورھن الجماعۃ والجمعۃ وعید ووعظ مطلقا ولو عجوزا لیلا علی المذھب المفتی بہ لفساد الزمان[2] — جماعت میں عورتوں کی حاضری۔ اگرچہ جمعہ، عید اور وعظ کے لیے ہو۔ مطلقاً مکروہ ہے اگرچہ بوڑھی عورت رات کو جائے۔ یہی وُہ مذہب ہے جس پر فسادِ زمانہ کے باعث فتوٰی ہے۔ (ت)

اسی طرح اور کتبِ معتمدہ میں ہے۔ ائمہ دین نے جماعت وجمعہ وعیدین درکنار وعظ کی حاضری سے بھی مطلقاً منع فرمادیا اگرچہ بڑھیا ہو، اگرچہ رات ہو۔ وعظ سے مقصود تو صرف اخذِ فیض وسماع امر بالمعروف ونہی عن المنکر وتصحیح عقائد واعمال ہے کہ توجہ مشیخت سے ہزار درجہ اہم واعظم اور اس کی اصل مقدم ہے، اس کا فیض بے توجہ مشیخت بھی عظیم مفید ودافع ہر ضرر شدید ہے۔ اور یہ نہ ہو تو توجہ مشیخت کچھ مفید نہیں بلکہ ضرر سے قریب نفع سے بعید ہے

ع غیرانہ لم یصرح فیہ باسم الصحابی فقیل عن عمر کما عند عبدالرزاق واحمد وقیل عن ابن عمر کما عند مسلم واحمد واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (م) — مگر اس میں صحابی کے نام کی صراحت نہیں۔ کہا گیا کہ یہ روایت حضرت عمر سے ہے جیسا کہ مصنف عبدالرزاق اور مسند امام احمد میں ہے، اور کہا گیا کہ حضرت ابن عمر سے ہے رضی اللہ تعالٰی عنہما، جیسا کہ صحیح مسلم اور مسند امام احمد میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] صحیح مسلم شریف	باب خروج النساء الی المساجد	نور محمد اصح المطابع کراچی	۱/۱۸۳
صحیح البخاری	کتاب الجمعہ	قدیمی کتب خانہ کراچی	۱/۱۲۳
[2] درمختار	باب الامامۃ	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۸۳

Marfat.com

شامل ہُوئی، مگر جس قدر اوّل کی عورتوں کو جن میں حضورِ مساجد و جمعہ وعیدین کی اجازت بلکہ حکم تھا۔ جب زمانۂ فساد آیا ان ضروری تاکیدی حاضریوں سے عورت کو ممانعت ہوگئی، تو اس سے یقیناً بدرجۂ اولیٰ اسی غنیہ کے اسی صفحہ ۵۹۵ میں اسی آپ کی عبارت منقولہ سے پہلے اس کے متصل ہے:

ینبغی ان یکون التنزیہ مختصا بزمنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حیث کان یباح لھن الخروج للمساجد والاعیاد وغیر ذلک وان یکون فی زماننا للتحریم[1] الخ

ممانعت کا تنزیہی ہونا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عہد پاک سے خاص ہونا چاہئے جبکہ ان کے لیے مسجدوں اور عیدین وغیرہ کی حاضری جائز تھی ہمارے زمانے میں تو تحریمی ہونا ہی مناسب ہے الخ (ت)

اسی عینی جلد چہارم میں آپ کی عبارت منقولہ سے چند سطریں پہلے امام ابوعمر سے ہے:

ولقد کرہ اکثر العلماء خروجھن الی الصلوات فکیف الی المقابر وما اظن سقوط فرض الجمعۃ علیھن الا دلیلا علی امساکھن عن الخروج فیما عداھا[2]۔

اکثر علماء نے نمازوں کے لیے عورتوں کا جانا مکروہ رکھا ہے تو قبرستانوں میں جانے کا حکم کیا ہوگا؟ میں تو یہی سمجھتا ہُوں کہ ان سے فرضِ جمعہ ساقط ہوجانا اس بات کی دلیل ہے کہ انھیں اس کے ماسوا سے بھی روکا جائے گا۔ (ت)

(۵) حکم کتب میں توفیق بہت واضح ہے، جواز نفس مسئلہ کا فی ذاتہٖ حکم ہے اور ممانعت بوجہ عارض غالب تو فتوٰی نہ ہوگا مگر منع مطلق پر۔ فقہ میں اس کے نظائر بکثرت ہیں کہ برعایت قیود حکم جواز اور اس کی تصحیح تک کتب میں مصرح اور نظر بحال زمانہ حکم علماء منع مطلقاً جیسے جوارِ حرم و دخولِ زناں بہ حمام و نفقہ طالب علم و لعب شطرنج وغیرہا۔ اوّل وسوم کی عبارات گزریں، درمختار میں دربارۂ دوم ہے: فی زماننا لاشک فی الکراھۃ[3] (شہر کے عام حمام میں عورتوں کا جانا ہمارے زمانے میں بلاشبہہ منع ہے۔ ت) کافی وجامع الرموز و ردالمحتار میں دربارۂ اخیر ہے:

ھو حرام وکبیرۃ عندنا وفی اباحتہ اعانۃ الشیطان علی الاسلام

ہمارے نزدیک شطرنج کھیلنا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے اور اسے جائز ٹھہرانے میں اسلام اور مسلمانوں کے

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الجنائز سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۹۵

[2] عمدۃ القاری شرح البخاری باب زیارۃ القبور ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۸/ ۶۹

[3] درمختار باب الاجارۃ الفاسدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۷۸

Marfat.com

عنہ النساء عن الخروج الی المساجد فشکون الی عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا فقالت لو علم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ماعلم عمر ما اذن لکن فی الخروج[1]

مسجد جانے سے روک دیا، وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے پاس شکایت لے کر گئیں، انھوں نے فرمایا: اگر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ دیکھتے جو حضرت عمر نے دیکھا تو وُہ بھی تمھیں مسجد جانے کی اجازت نہ دیتے۔ (ت)

پھر فرمایا:

فاحتج بہ علماؤنا ومنعوا الشواب عن الخروج مطلقا اما العجائز فمنعھن ابوحنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن الخروج فی الظھر والعصر دون الفجر والمغرب والعشاء والفتوی الیوم علی کراھۃ حضورھن فی الصلوات کلھا لظھور الفساد[2]

اسی سے ہمارے علماء نے استدلال کیا، اور جوان عورتوں کو جانے سے مطلقاً منع فرما دیا۔ رہ گئیں بوڑھی عورتیں، ان کے لیے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ظہر وعصر میں جانے سے ممانعت اور فجر، مغرب اور عشاء میں اجازت رکھی، اور آج فتوٰی اس پر ہے کہ تمام نمازوں میں ان کی بھی حاضری منع ہے اس لیے کہ خرابیاں پیدا ہوچکی ہیں۔ (ت)

اسی عینی جلد سوم میں آپ کی عبارت منقولہ سے ایک صفحہ پہلے ہے:

وقال ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ المرأۃ عورۃ واقرب ماتکون الی اللہ فی قعر بیتہا فاذا خرجت استشرفہا الشیطان وکان ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما یقوم یحصب النساء یوم الجمعۃ یخرجھن من المسجد وکان ابراھیم یمنع نساءہ الجمعۃ والجماعۃ[3]

یعنی حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے عورت سراپا شرم کی چیز ہے، سب سے زیادہ اللہ عزوجل سے قریب اپنے گھر کی تہ میں ہوتی ہے اور جب باہر نکلے شیطان اس پر نگاہ ڈالتا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما جمعہ کے دن کھڑے ہو کر کنکریاں مار کر عورتوں کو مسجد سے نکالتے۔ اور امام ابراہیم نخعی تابعی استاذ الاستاذ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنی مستورات کو جمعہ وجماعات میں نہ جانے دیتے۔

---

[1] و [2] العنایۃ علی ہامش فتح القدیر باب الامامۃ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۱۷

[3] عمدۃ القاری شرح البخاری باب خروج النساء الی المساجد ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۶/۱۵۷

Marfat.com

منهن لما فيه من خوف الفتنة۔[1] مکروہ ہے اس لیے کہ اس میں فتنے کا اندیشہ ہے (ت)

ہاں جن سے وقوع ہو رہا ہے، جیسے زنانِ مصر، اُن کے لیے حرام بدرجۂ اولیٰ بتایا ہے کہ جب خوفِ فتنہ پر ہمارے ائمہ مطلقاً حکمِ حرمت فرما چکے تو جہاں فتنے پورے ہیں وہاں کا کیا ذکر۔ عبارتِ عینی یہ ہے:

قال صاحب الهداية یکرہ لهن حضور الجماعات وقالت[عـہ] الشراح یعنی الشواب منهن و قوله الجماعات یتناول الجمع و الاعیاد والکسوف والاستسقاء وعن الشافعی یباح لهن الخروج قال اصحابنا لان فی خروجهن خوف الفتنة وهو سبب للحرام وما یفضی الی الحرام فهو حرام فعلی هذا قولهم یکرہ مرادهم یحرم لا سیما فی هذا الزمان لشیوع الفساد فی اهله۔[2]

صاحبِ ہدایہ نے فرمایا: عورتوں کے لیے جماعتوں کی حاضری مکروہ ہے۔ بعض شارحین نے کہا یعنی جوان عورتوں کے لیے ــــ اور "جماعتوں" کا لفظ جمعہ، عیدین، کسوف، استسقاء سبھی کو شامل ہے اور امام شافعی سے روایت ہے کہ ان کے لیے جانے کی اجازت ہے۔ ہمارے مشائخ نے ممانعت کی وجہ یہ بتائی ہے کہ ان کے نکلنے میں فتنے کا اندیشہ ہے، اور یہ حرام کا سبب ہے، اور جو حرام تک لے جانے والا ہو وہ حرام ہے ــ اس کے پیشِ نظر لفظ "مکروہ" سے ان کی مراد "حرام" ہے، خصوصاً اس زمانے میں اس لیے کہ اب لوگوں میں خرابی اور بُرائی عام ہوگئی ہے۔ (ت)

۱ پھر اسی صفحہ پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا جمعہ کے دن عورتوں کو کنکریاں مار کر مسجد سے نکالنا اور امام اجل ابراہیم نخعی تابعی کا اپنے یہاں کی مستورات کو جمعہ و جماعت میں نہ جانے دینا ذکر کیا، کما تقدم (جیساکہ پہلے گزرا۔ ت) عنایہ سے گزرا کہ امیر المومنین فاروق اعظم نے عورتوں کو حضورِ مسجد سے منع فرمایا۔ کیا مدینہ طیبہ کی وہ بیبیاں کہ صحابیات و تابعیات تھیں۔ اور ان امام اجل تابعی کی مستورات معاذ اللہ فتنہ گر و اہلِ فساد تھیں، حاشا ہرگز نہیں، یا للعجب اگر صحابہ و تابعین کرام کو بھی کہا جائے کہ سب کو ایک

عـہ اقول لا بل هو نفس نص الهداية کما سمعت۔ منه غفرله (م)

میں کہتا ہوں نہیں بلکہ خود ہدایہ کی عبارت ہے جیساکہ سُن چکے۔ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] الهدایة باب الامامة المکتبة العربیة کراچی ۱/۱۰۵

[2] عمدة القاری شرح البخاری باب خروج النساء الی المساجد ادارة الطباعة المنیریة بیروت ۶/۱۵۶

Marfat.com

فلا ینبغی الفقه باعتبارھم ولاینذکر حالھم قیدا فی الجواز لان شان النفوس الدعوی الکاذبۃ وانھا اکذب مایکون اذا حلفت فکیف اذا ادعت[1] (ملخصا)

حضرات کم سے کم تر ہیں تو حکم فقہی کی بنیاد ان کے اعتبار سے نہ ہوگی، نہ ہی ان کا حال حکم جواز کی قید بنا کر مذکور ہوگا (بلکہ اکثر کا اعتبار کرکے مطلقاً عدم جواز کا حکم دیا جائے گا) اس لیے کہ نفس کا حال یہ ہے کہ وُہ جُھوٹے دعوے کرتا ہے اور وہ جب قسم کھائے اُس وقت بھی سب سے زیادہ جُھوٹا ہوتا ہے پھر جب صرف دعوٰی کرے اُس وقت کیسا ہوگا!

سادات ثلاثہ علامہ حلبی و علامہ طحطاوی و علامہ شامی فرماتے ہیں:

وھو وجیہ فینص علی الکراھۃ و یترك التقیید بالوثوق[2]

یہ کلام عمدہ ہے تو سکونت حرم کو صراحۃً مکروہ بتایا جائیگا اور یہ نہ کہا جائے گا کہ اگر اپنے نفس پر گناہ سے سلامتی کا بھروسہ رکھتا ہو تو مکروہ نہیں۔ (ت)

منتقی شرح ملتقی میں ہے:

اما من کان بخلافھم فنادر فی ھذا الزمان فلا یفرد بحکم دفعا لحرج التمییز بین المصلح والمفسد[3]

اس زمانے میں ایسے طالب علم کا وجود نادر ہے جو ان بگڑے ہُوئے عام طلبہ کے برخلاف ہو تو اس کے لیے کوئی الگ حکم نہ ہوگا کیونکہ یہ امتیاز کرنا دشوار ہے کہ مُصلح کون ہے اور مُفسد کون ہے! (ت)

شرح لباب میں ہے:

لوکانت الائمۃ فی زماننا وتحقق لھم شأننا لصرحوا بالحرمۃ[4]۔

اگر ائمہ ہمارے زمانے میں ہوتے اور ہماری حقیقت حال ان کے سامنے آتی تو وُہ بھی سکونت حرم کو صاف صاف ناجائز ہی بتاتے (ت)۔ (ان عبارتوں سے استناد یہ ہے کہ فقہی احکام اکثر کے لحاظ سے ہوتے ہیں ۱۲ مترجم)

(۴) زیارت قبور پہلے مطلقاً ممنوع تھی پھر اجازت فرمائی۔ علماء کو اختلاف ہُوا کہ عورتیں بھی اس رخصت میں داخل ہُوئیں یا نہیں، عورتوں کو خاص ممانعت میں حدیث لعن اللہ زوارات القبور[5] (خدا کی لعنت ہے ان عورتوں پر جو قبروں کی زیارت کو جائیں۔ ت) سے قطع نظر کرکے تسلیم کیجئے کہ ہاں عورتوں کو بھی

---

[1] فتح القدیر کتاب الحج مسائل منثورہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۹۴
[2] ردالمحتار کتاب الحج مطلب فی المجاورۃ بالمدینۃ الخ ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۲/۲۵۸
[3] منتقی شرح الملتقی علی ھامش مجمع الانہر کتاب النکاح فصل نفقۃ الطفل الفقیر داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۰۰
[4] شرح لباب مع ارشاد الساری فصل اجمعوا علی الخ دارالکتاب العربی بیروت ص ۳۵۲
[5] عمدۃ القاری شرح البخاری باب زیارۃ القبور ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۸/۶۹

Marfat.com

عائشة رضی اللہ تعالٰی عنہا بقولہا لوان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رأی ما احدث النساء بعدہ لمنعھن کما منعت نساء بنی اسرائیل واذا قالت عائشة رضی اللہ تعالٰی عنہا ھذا عن نساء زمانہا فما ظنك بنساء زماننا۔[1]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے یوں اشاد فرمایا: اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وہ باتیں دیکھتے جو عورتوں نے ان کے بعد پیدا کرلیں تو انہیں مسجدوں سے روک دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا یہ جب اپنے زمانے کی عورتوں کے بارے میں فرمارہی ہیں تو ہمارے زمانے کی عورتوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ (ت)

دیکھیے اُسی منع مساجد سے سند لی جس کا حکم عام ہے تو لما فی خروجھن من الفساد (ان کے نکلنے میں خرابی ہے۔ ت) سے فسادِ بعض ہی مراد، اور اُسی سے منع کل مستفاد، نہ کہ صرف فساد والیوں پر قصرارشاد۔

(۱۰) غنیہ نے ان دونوں عبارتوں کے بیچ میں آپ کی عبارت منقول کردہ متصل بحوالہ تاتارخانیہ تھا، یہ شعبی سے جو کچھ نقل فرمایا وُہ بھی ملاحظہ ہو:

سئل القاضی عن جواز خروج النساء الی المقابر قال لا یسأل عن الجواز والفساد فی مثل ھذا وانما یسأل عن مقدار ما یلحقھا من اللعن فیھا واعلم انہا کلما قصدت الخروج کانت فی لعنة اللہ وملئکته واذا خرجت تحفھا الشیاطین من کل جانب واذا اتت القبور یلعنھا روح المیت واذا رجعت کانت فی لعنة اللہ۔[2]

یعنی امام قاضی سے استفتاء ہُوا کہ عورتوں کا مقابر کو جانا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا: ایسی جگہ جواز و عدمِ جواز نہیں پوچھتے، یہ پُوچھو کہ اس میں عورت پر کتنی لعنت پڑتی ہے، جب گھر سے قبور کی طرف چلنے کا ارادہ کرتی ہے اللہ اور فرشتوں کی لعنت میں ہوتی ہے، جب گھر سے باہر نکلتی ہے سب طرفوں سے شیطان اسے گھیر لیتے ہیں، جب قبر تک پہنچتی ہے میّت کی رُوح اس پر لعنت کرتی ہے، جب واپس آتی ہے اللہ کی لعنت میں ہوتی ہے (ت)

ملاحظہ ہو استفتاء کیا خاص فاسقات کے بارے میں تھا، مطلق عورتوں کے قبروں کو جانے سے سوال تھا اس کا یہ جواب ملا، اب جواب میں کہیں فاسقات کی تخصیص ہے۔ غرض یہ تمام عبارات جن سے آپ نے

---

[1] و [2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الجنائز سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۹۴

والمسلمین[1] | خلاف شیطان کو مدد دینا ہے۔ (ت)

(۶) اس تقریر سے اس کا جواب واضح ہوگیا کہ اگرچہ ایسی عورت ہزاروں میں ایک ہو، جیسی ہزاروں میں ہزار ہیں، جب بھی معتبر نہیں کہ حکم فقہ باعتبار غالب کے ہوتا ہے نہ کہ ہزاروں میں ایک۔ یہیں سے بریانیوں کا حال کھل گیا، دس ہزار بریانیاں مردار مینڈھے دُنبے بکرے کی ہوں اور اُن میں دس ہزار ان مذبوح جانوروں کی مختلط ہوں۔ بیس ہزار حرام ہیں یہاں تک کہ اُن میں تحرّی کرکے جس کی طرف حلّت کا خیال جمے، اُسے کھانا بھی حرام نہ کہ دس ہزار میں ایک۔ درمختار میں ہے:

تعتبر الغلبة فی اوان طاهرة و نجسة وذکیة و میتة فان الاغلب طاهر تحری و بالعکس والسواء لا۔[2] | پاک وناپاک برتنوں اور مردار و مذبوح جانوروں میں کثرت کا اعتبار ہوگا اگر اکثر پاک ہیں تو تحری کرے اور جس کی پاکی پر دل جمے اسے استعمال کرے، اور اگر ناپاک زیادہ ہوں یا برابر ہوں تو تحری نہ کرے کہ اب کسی کا استعمال جائز نہیں۔ (ت)

ہاں ایک حلال جدا ممتاز معلوم ہو تو کثرتِ حرام سے اُس پر کیا اثر۔ مگر یہاں سُن چکے کہ فساد و صلاح قلب مضمر، و تمیز متعذر، نامیسر۔ اور منتقی کی عبارت ابھی گزری پھر غلبۂ فساد متیقن، تو قطعاً مطلقاً حکم ممانعت متعین، جیسے وُہ بیسیوں ہزار بریانیاں سب حرام ہُوئیں حالانکہ اُن میں یقیناً دس ہزار حلال تھیں۔ یہی مسلک علمائے کرام چلے۔

(۷) عینی شرح بخاری جلد سوم کی عبارت آپ نے نقل کی اس میں نہ زنانِ مصر سے حکم خاص ہے نہ معتنیۂ دلالۃ کی تخصیص۔ اُس میں سولہ[16] صنف فسادِ زناں تو بیان کیں جن میں دو[2] یہ ہیں، اور فرمایا اور اس کے سوا اور بہت سے اصناف قواعدِ شریعت کے خلاف، اور بتایا کہ اُمّ المومنین اپنے ہی زمانہ کی عورتوں کو فرماتی ہیں کہ اُن میں بعض امور حادث ہُوئے، کاش ان حادثات کو دیکھتیں کہ جب ان کا ہزاروں حصّہ نہ تھے۔ اپنی عبارت منقولہ سے ایک ہی ورق پہلے دیکھیے جہاں اُنھوں نے اپنے ائمہ حنفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مذہب نقل فرمایا ہے کہ حکم مطلق رکھا ہے نہ کہ زنانِ فتنہ گر سے خاص، اور اس کی علّت خوف فتنہ بتائی ہے نہ کہ خاص وقوع، یہی بعینہٖ نص ہدایہ ہے:

یکرہ لهن حضور الجماعات یعنی الشواب | جماعتوں میں عورتوں یعنی جوان عورتوں کی حاضری

---

[1] ردالمحتار کتاب الکراہیۃ فصل فی البیع ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۵/۲۵۳
[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۳۷

Marfat.com

نے دونوں علتیں ارشاد فرمائیں۔ ارشادِ ہدایہ لما فیہ من خوف الفتنۃ[1] (اس لیے کہ اس میں فتنے کا اندیشہ ہے۔ ت) دونوں کو شامل ہے، عورت سے خوف ہو یا عورت پر خوف ہو۔ اور آگے علت دوم کی تصریح فرمائی کہ:

لاباس للعجوز ان تخرج فی الفجر والمغرب والعشاء هذا عند ابی حنیفة وقالا یخرجن فی الصلوات کلها لانه لا فتنة لقلة الرغبة وله ان فرط الشبق حامل فتقع الفتنة غیران الفساق انتشارهم فی الظهر والعصر والجمعة[2]۔

بوڑھی عورت کے لیے فجر، مغرب اور عشا کے لیے نکلنے میں حرج نہیں۔ اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ وہ تمام نمازوں میں جائے کیونکہ اس کی جانب رغبت کم ہونے کی وجہ سے کوئی فتنہ نہیں۔ امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ فاسقوں میں شہوت کی زیادتی انھیں بوڑھی عورت پر بھی برانگیختہ کرے گی اس طرح فتنہ واقع ہوگا۔ مگر یہ ہے کہ فاسقوں کا اِدھر اُدھر چلنا پھرنا ظہر، عصر اور جمعہ کے وقت ہوتا ہے (اس لیے فجر، مغرب اور عشا میں اُسے جانے کی اجازت دی گئی)۔ (ت)

محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا:

بالنظر الی التعلیل المذکور منعت غیر المزنیة ایضا لغلبة الفساق ولیلا وان کان النص یبیحه لان الفساق فی زماننا اکثر انتشارهم وتعرضهم باللیل وعمم المتاخرون المنع للعجائز والشواب فی الصلوات کلها لغلبة الفساد فی سائر الاوقات[3]۔

دلیل مذکور کے پیشِ نظر ایسی عورت کے لیے بھی ممانعت ہوئی جو خود بدکار نہیں، کیونکہ بدمعاشوں کا غلبہ ہے اور رات کو بھی ممانعت ہوئی اگرچہ امام اعظم کے نص سے اس کی اباحت ثابت ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں فاسقوں کا گھومنا پھرنا اور چھیڑ چھاڑ کرنا زیادہ تر رات ہی کو ہوتا ہے۔ اور متاخرین نے بوڑھی، جوان سب عورتوں کے لیے تمام نمازوں میں عام ممانعت کردی اس لیے کہ سبھی اوقات میں فساد وخرابی کا غلبہ ہے۔ (ت)

اس مضمون کی عبارات جمع کی جائیں تو ایک کتاب ہو۔ خود اسی عمدۃ القاری جلد سوم میں اپنی عبارت منقولہ سے سوا صفحہ پہلے دیکھیے:

فیه (ای فی الحدیث) انه ینبغی (ای للزوج) — اس حدیث میں یہ مضمون ہے کہ جس کام میں عورت کے لیے

---

[1] الہدایۃ — باب الامامۃ — المکتبۃ العربیۃ کراچی — ۱/ ۱۰۵
[2] الہدایۃ — باب الامامۃ — المکتبۃ العربیۃ کراچی
[3] فتح القدیر — " — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

Marfat.com

لکڑی ہانکا اور متقین و فجّار کا فرق نہ کیا - حاشا ثم حاشاہم - تو ثابت ہُوا کہ منع عام ہے صرف فاسقات سے خاص نہیں اوران کا خصوصًا ذکر فرما کر زنانِ مصر کے خصائل گنانا اس لئے ہے کہ اُن پر بدرجۂ اولیٰ حرام ہے، نہ کہ فقط فتنے اٹھانے والیوں کو ممانعت ہے یا وُہ بھی صرف مغنّیہ و دلالہ کو۔

(۸) اسی لیے آپ کی منقولہ عبارت عینی جلد چہارم کا مطلب واضح کر دیا کہ حکم یہ بیان فرمایا کہ اب زیارتِ قبور عورتوں کو مکروہ ہی نہیں بلکہ حرام ہے۔ یہ نہ فرمایا کہ ویسی کو حرام ہے ایسی کو حلال ہے۔ ویسی کو تو پہلے بھی حرام تھا اس زمانہ کی کیا تخصیص! آگے فرمایا: خصوصًا زنانِ مصر۔ اور اس کی تعلیل کی کہ اُن کا خروج بروجہ فتنہ ہے۔ یہ وہی تحریم کی وجہ ہے نہ کہ حکمِ وقوعِ فتنہ سے خاص اور فتنہ گر عورتوں سے مخصوص۔ ہاں یہ مسلک شافعیہ کا ہے، ابھی امام عینی سے سُن چکے کہ عن الشافعی یباح لھن الخروج[1] (شافعی سے کہ ان کے لیے مسجدوں اور عیدین وغیرہ کے لیے نکلنا جائز تھا۔ ت) ولہذا کرمانی، پھر عسقلانی، پھر قسطلانی کہ سب شافعیہ ہیں شروح بخاری میں اس طرف گئے۔ کرمانی نے قول امام تیمی کہ اس حدیث میں فساد بعض زنان کے سبب سب عورتوں کی ممانعت پر دلیل ہے، نقل کرکے کہا:

قلت الذی یعوّل علیہ ماقلناہ ولم یحدث الفساد فی الکل[2]

میں نے کہا: معتمد وہی ہے جو ہم نے بیان کیا۔ فساد وخرابی سب عورتوں میں نہیں آئی ہے۔ (ت)

ان کے اس خیال کے دو شافی جواب ابھی گزرے اور تیسرا سب سے اعلٰی باذنہٖ تعالٰی عنقریب آتا ہے۔ امام عینی نے یہاں اس سے تعرض نہ فرمایا کہ اسی حدیث کے نیچے ڈیڑھ ہی ورق پہلے اپنے مذہب اور اپنے ائمہ کا ارشاد بتا چکے تھے۔

(۹) عبارتِ غنیہ کہ آپ نے نقل کی اس سے اوپر کی سطر دیکھیے کہ اجازت اس وقت تھی جب اُنھیں مسجدوں میں جانا مباح تھا۔ اب مسجدوں کی ممانعت دیکھیے سب کو ہے یا زنانِ فتنہ گر کو۔ اُس کے سات سطر بعد کی عبارت دیکھیے:

یعضدہ المعنی الحادث باختلاف الزمان الذی بسببہ کرہ لھن حضور الجمع والجماعات الذی اشارت الیہ

اس کی تائید اختلافِ زمانہ سے پیدا ہونے والے معنی سے ہوتی ہے جس کے سبب عورتوں کے لیے جمعہ اور جماعتوں کی حاضری مکروہ ہوگئی، اس معنی کی جانب

[1] عمدۃ القاری شرح البخاری باب خروج النساء الی المساجد ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۶/۱۵۶
[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۶/۱۵۹

Marfat.com

الحمدللہ اب تو وضوحِ حق میں کچھ کمی نہ رہی۔ ذرا یہ بھی دیکھ لیجئے کہ ہمارے علماء نے خروجِ زن کے چند مواضع گنائے جن کا بیان ہمارے رسالہ مروج النجا لخروج النساء[۱۵] میں ہے۔ اور صاف فرما دیا کہ ان کے سوا میں اجازت نہیں۔ اور اگر شوہر اذن دے گا تو دونوں گنہ گار ہوں گے۔ درمختار میں ہے:

لا تخرج الا لحق لها او علیها او لزیارة ابویها کل جمعة مرة او المحارم کل سنة ولکونها قابلة او غاسلة لا فیما عدا ذلك وان اذن کان عاصیین[۱]۔

عورت نہ نکلے مگر اپنے حق کے لیے یا اپنے اوپر کسی حق کے سبب، یا ہر ہفتہ میں ایک بار والدین کی ملاقات کے لیے، یا سال میں ایک بار دیگر محارم کی ملاقات کے لیے، یا اس وجہ سے کہ وہ دایہ یا میت کو نہلانے والی ہے۔ ان کے علاوہ صورتوں میں نہ نکلے۔ اگر شوہر نے اجازت دی تو دونوں گنہگار ہوں گے۔ (ت)

نوازل امام فقیہ ابواللیث و فتاوٰی خلاصہ و فتح القدیر وغیرہا میں ہے:

یجوز للخروج ان یأذن لها بالخروج الٰی سبعة مواضع اذا استأذنته زیارة الابوین وعیادتها وتعزیتهما او احدهما و زیارة المحارم فان کانت قابلة او غاسلة اوکان لها علی اٰخر حق اوکان لاٰخر علیها حق تخرج بالاذن و لغیر الاذن والحج علٰی هذا وفیما عدا ذلك من زیارة الاجانب و عیادتهم والولیمة لا یأذن لها لو اذن و خرجت کانا عاصیین[۲]۔

شوہر عورت کو سات مقامات میں نکلنے کی اجازت دے سکتا ہے: (۱) ماں باپ دونوں یا کسی ایک کی ملاقات (۲) ان کی عیادت (۳) ان کی تعزیت (۴) محارم کی ملاقات (۵) اور اگر دایہ ہو (۶) یا مُردہ کو نہلانے والی ہو (۷) یا اس کا کسی دوسرے پر حق ہو یا دوسرے کا اس کے اُوپر حق ہو تو اجازت سے اور بلا اجازت دونوں طرح جا سکتی ہے۔ حج بھی اسی حکم میں ہے۔ ان کے علاوہ صورتیں جیسے اجنبیوں کی ملاقات، عیادت اور ولیمہ ان کے لیے شوہر اجازت نہ دے اور اگر اجازت دی اور عورت گئی تو دونوں گنہ گار ہوں گے۔ (ت)

ملاحظہ ہو ان میں کہیں زیارتِ قبور کا بھی استثناء کیا، کیا یہ استثناء کسی معتمد کتاب میں مل سکتا ہے۔

(۱۴) **اقول** وباللہ التوفیق وبہ الوصول الٰی ذری التحقیق (میں کہتا ہوں۔ اور توفیق

---

[۱] درمختار | کتاب النکاح | باب المہر | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۰۲

[۲] خلاصۃ الفتاوٰی | الجنس الخامس فی خروج المرأۃ من البیت | مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ | ۲/۵۳

Marfat.com

استدلال فرمایا، آپ کی نقیض مدعا میں نص ہیں۔

(۱۱) یہاں ایک نکتہ اور ہے جس سے عورتوں کی قسمیں بنانے، ان کے صلاح و فساد پر نظر کرنے کے کوئی معنی ہی نہیں رہتے، اور قطعاً حکم سب کو عام ہوجاتا ہے اگرچہ کیسی ہی صالحہ پارسا ہو۔ فتنہ وہی نہیں کہ عورت کے دل سے پیدا ہو وُہ بھی ہے اور سخت تر ہے جس کا فساق سے عورت پر اندیشہ ہو۔ یہاں عورت کی صلاح کیا کام دے گی۔ حضرت سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زوجہ مقدسہ صالحہ، عابدہ، زاہدہ، تقیہ، نقیہ حضرت عاتکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اسی معنے پر عملی طور سے متنبہ کرکے حاضریِ مسجد کریم مدینہ طیبہ سے باز رکھا۔ ان پاک بی بی کو مسجد کریم سے عشق تھا، پہلے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں آئیں، قبلِ نکاح امیر المومنین سے شرط کرالی کہ مجھے مسجد سے نہ روکیں۔ اُس زمانۂ خیر میں محض عورتوں کو ممانعت قطعی جزمی نہ تھی جس کے سبب بیبیوں سے حاضریِ مسجد اور گاہ گاہ زیارت بعض مزارات بھی منقول۔ صحیحین میں حضرت اُم عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے:

نهينا عن اتباع الجنائز ولم يعزم علينا[1] — ہمیں جنازوں کے پیچھے جانے سے منع فرمایا گیا مگر قطعی ممانعت نہ تھی۔

اسی پر غنیہ کی اُس عبارت میں فرمایا کہ یہ اُس وقت تھا جب حاضریِ مسجد اُنھیں جائز تھی اب حرام اور قطعی ممنوع ہے[2]۔ غرض اس وجہ سے امیر المومنین نے اُن کی شرط قبول فرمالی، پھر بھی چاہتے یہی تھے کہ مسجد نہ جائیں۔ یہ کہتیں آپ منع فرمادیں میں نہ جاؤں گی۔ امیر المومنین بہ پابندیِ شرط منع نہ فرماتے۔ امیر المومنین کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح ہُوا، منع فرماتے وُہ نہ مانتیں۔ ایک روز اُنھوں نے یہ تدبیر کی کہ عشاء کے وقت اندھیری رات میں اُن کے جانے سے پہلے راہ میں کسی دروازے میں چھپ رہے، جب یہ آئیں اُس دروازے سے آگے بڑھی تھیں کہ اُنھوں نے نکل کر پیچھے سے اُن کے سر مبارک پر ہاتھ مارا اور چُھپ رہے۔ حضرت عاتکہ نے کہا: انا للہ فسد الناس[3] ہم اللہ کے لئے ہیں، لوگوں میں فساد آگیا۔ یہ فرماکر مکان کو واپس آئیں اور پھر جنازہ ہی نکلا۔ تو حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں یہ تنبیہ فرمائی کہ عورت کیسی ہی صالحہ ہو اس کی طرف سے اندیشہ نہ سہی فاسق مردوں کی طرف سے اُس پر خوف کا کیا علاج! اب یہ سب کو ایک پھانسی پر لٹکانا ہُوا یا مقدس پاک دامنوں کی عزت کو شریروں کے شر سے بچانا! ہمارے ائمہ

---

[1] صحیح البخاری — باب اتباع النساء الجنازۃ — قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۰

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی — فصل فی الجنائز — سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۹۵

[3] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ — ترجمہ ۶۹۵ عاتکہ بنت زید الخ — دار صادر بیروت ۴/۳۵۷

Marfat.com

وہی بحرالرائق جس میں تھا: الاصح ان الرخصة ثابتة لهما[1] (اصح یہ ہے کہ رخصت مردوں عورتوں دونوں کے لیے ثابت ہے۔ ت) اُسی میں ہے:

لا ینبغی للنساء ان یخرجن فی الجنازة لان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نهاهن عن ذلك وقال انصرفن مأزورات غیر ماجورات[2]

عورتوں کو جنازے میں نہ جانا چاہیے اس لیے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے لیے اس سے ممانعت کی ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ اگر جائیں تو ثواب سے خالی گناہ سے بھاری ہو کر پلٹیں گی (ت)

اتباع جنازہ کہ فرض کفایہ ہے جب اُس کے لیے اُن کا خروج ناجائز ہوا تو زیارتِ قبور کہ صرف مستحب ہے اُس کے لیے کیسے جائز ہوسکتا ہے۔ پھر نفسِ زیارتِ قبر جس کے لیے عورت کا خروج نہ ہو اُس کا جواز بھی عند التحقیق فی نفسہٖ ہے کہ جن شروط مذکورہ سے مشروط اُن کا اجتماع نظر بعادات زنان نادر ہے اور نادر پر حکم نہیں ہوتا۔ تو سبیل اسلم اس سے بھی روکنا ہے۔ ردالمحتار و منحۃ الخالق میں ہے:

ان کان ذلك لتجدید الحزن والبکاء والندب علی ماجرت بہ عادتهن فلا یجوز وعلیہ حمل حدیث لعن اللہ زائرات القبور و ان کان للاعتبار والترحم من غیر بکاء والتبرك بزیارة قبور الصالحین فلا باس اذا کن عجائز ویکرہ اذا کن شواب کحضور الجماعة فی المسجد اھ زاد فی ردالمحتار وھو توفیق حسن[3] اھ وکتبت علیہ **اقول** قد علم ان الفتوی علی المنع مطلقا ولو عجوزا ولو لیلا فکذلك فی زیارة القبور بل اولی۔

اگر یہ زیارت غم تازہ کرنے اور رونے چلانے کے لیے ہو جیسا کہ عورتوں کی عادت ہے تو ناجائز ہے اور اسی پر یہ حدیث محمول ہے: "خدا کی لعنت ان عورتوں پر جو قبروں کی زیارت کو جائیں"۔ اور اگر عبرت حاصل کرنے، رونے بغیر رحم کھانے اور قبورِ صالحین سے برکت لینے کے لیے ہو تو جماعتِ مسجد کی حاضری کی طرح بوڑھیوں کے لیے حرج نہیں اور جوانوں کے لیے مکروہ ہے اھ — ردالمحتار میں مزید اتنا اور ہے کہ "یہ عمدہ تطبیق ہے اھ"۔ اس پر میں نے (امام احمد رضا نے) یہ حاشیہ لکھا ہے: **اقول** معلوم ہے کہ فتوٰی اس پر ہے کہ جماعتوں کی حاضری عورتوں کے لیے مطلقاً ممنوع ہے اگرچہ بوڑھی عورت ہو اور اگرچہ رات کو نکلے۔ تو یہی حکم زیارتِ قبور میں بھی ہوگا بلکہ یہاں بدرجہ اولٰی ہوگا۔ (ت)

---

[1] بحرالرائق کتاب الجنائز فصل السلطان احق بصلوتہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۹۰

[2] " " " " " " ۲/ ۱۹۲

[3] ردالمحتار مطلب فی زیارة القبور ادارة الطباعة المصریہ مصر ۱/ ۶۰۴

Marfat.com

ان یاذن لہا ولا یمنعہا ممافیہ منفعتہا وذلك اذالم یخف الفتنۃ علیہا ولا بہا وقدکان ھو الاغلب فی ذلك الزمان بخلاف زماننا ھذا فان الفساد فیہ فاش والمفسدون کثیرون وحدیث عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا الذی یاتی یدل علٰی ھذا۔[1]

منفعت ہے اس کے لیے چاہئے کہ شوہر اسے نکلنے کی اجازت دے دے اور منع نہ کرے۔ اور یہ حکم اس صورت میں ہے جب عورت پر اور عورت کے سبب فتنے کا اندیشہ نہ ہو۔ اور اُس زمانے میں اکثری حالت اطمینان و بے خوفی ہی کی تھی۔ مگر اب ہمارے زمانے میں تو فساد اور برائی عام ہے اور مفسد بہت ہیں۔ ہم نے حالتِ امن کی جو قید ذکر کی اس کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی حدیث ہے۔ (ت)

اُسی کی جلد چہارم کی عبارت کا مطلب واضح کر دیا کہ حکم کیا بیان فرمایا یہ کہ اب زیارتِ قبور عورتوں کو مکروہ ہی نہیں بلکہ حرام ہے۔ یہ نہ فرمایا کہ ویسی کو حرام ہے ایسی کو حلال ہے، ویسی کو تو پہلے بھی حرام تھا، اس زمانہ کی کیا تخصیص۔ آگے فرمایا خصوصاً زنانِ مصر اور اس کی تعلیل کی کہ ان کا خروج بروجہ فتنہ ہے۔ یہ وہی اولویت تحریم کی وجہ ہے نہ کہ حکم وقوع فتنہ سے خاص اور فتنہ گر عورتوں سے مخصوص۔ ہاں یہ مسلک شافعیوں کا ہے ابھی امام عینی سے سُن چکے کہ عن الشافعی یباح لھن الخروج[2] (امام شافعی سے روایت ہے کہ ان کا نکلنا جائز تھا۔ ت) ولہذا کرمانی پھر عسقلانی پھر قسطلانی کہ سب شافعیہ ہیں۔ شروحِ بخاری میں اس طرف گئے۔ کرمانی نے قول امام تیمی کہ فساد بعض زناں کے سبب سب عورتوں کو ممانعت پر دلیل ہے، نقل کرکے کہا،

قلت الذی یعول علیہ ماقلناہ ولم یحدث الفساد فی الکل[3]

میں نے کہا: معتمد وہی ہے جو ہم نے بیان کیا اور فساد و خرابی سب میں نہیں آئی ہے۔ (ت)

جلد چہارم میں ابو عمر ابن عبد البر سے دیکھئے،

اما الشواب فلا تؤمن من الفتنۃ علیہن وبہن حیث خرجن، ولاشیئ للمرأۃ احسن من لزوم قعر بیتہا۔[4]

لیکن جوان عورتیں تو وہ جہاں بھی نکلیں ان کے سبب اور ان کے اوپر فتنہ سے بے خوفی نہیں۔ اور عورت کے لیے اپنے گھر کے اندر رہنا سب سے اچھا ہے (ت)

---

[1] عمدۃ القاری شرح البخاری باب خروج النساء الی المساجد ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۶/۱۵۷

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/۱۵۹

[4] 〃 〃 باب زیارۃ القبور 〃 〃 〃 ۸/۶۹

Marfat.com

غلط ؟ بینوا توجروا (بیان کرو اور اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

فاتحہ بہیئتِ مروجہ جس طرح سوال میں مذکور، بلاریب جائز و مستحسن ہے۔ اہلسنت کے نزدیک اموات کو ثواب پہنچانا ثابت ہے، اور اس بارے میں حدیثیں صحیح اور روایتیں فقہی معتبر بہ کثرت وارد۔ باقی رہا طعام اور قرات کا جمع۔ خود اُن کے امام الطائفہ معلم ثانی اسمٰعیل دہلوی نے صراطِ مستقیم میں اس اجتماع کو بہتر کہا۔ کما حیث قال ؛

ہرگاہ ایصال نفع بمیت منظور دارد موقوف بر اطعام نگزارد۔ اگر میسر باشد بہتر ست والا صرف ثواب سورۂ فاتحہ و اخلاص بہترین ثوابہا ست[1]

جب میت کو نفع پہنچانا منظور ہو کھانا کھلانے پر ہی موقوف نہ رکھے، اگر میسر ہو تو بہتر ورنہ صرف سورۂ فاتحہ و اخلاص کا ثواب بہترین ثواب ہے۔ (ت)

اور قبل اس کے کہ صدقہ محتاج کے ہاتھ میں پہنچے ثواب اس کا میت کو پہنچانا جائز، اور حدیث سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ سنن ابی داؤد و سنن نسائی میں مروی ثابت ؛

انہ قال یارسول اللہ ان اُم سعد ماتت فای الصدقۃ افضل قال الماء قال فحفر بیرًا و قال ھذہ لام سعد[2]

یعنی انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی کہ یا رسول اللہ! میری ماں نے انتقال کیا تو کون سا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا: پانی۔ انھوں نے کنواں کھود کر کہا: یہ مادرِ سعد کے لیے ہے۔ (ت)

اس سے صاف متبادر یہ کہ کنواں تیار ہو جانے پر یہ الفاظ کہے، اور ایک دو دن یا دس بیس برس بھی سہی تو صرف اس قدر پانی کا ثواب پہنچانا منظور تھا جو اس وقت آدمیوں جانوروں کے صرف میں آیا، حاشا بلکہ جب تک کنواں باقی رہے بحکم ھذہ لام سعد سب کا ثواب مادرِ سعد کو پہنچے گا، اور سب کا ایصال منظور تھا تو قبل تصرف ایصالِ ثواب ہر طرح حاصل، اور خود احادیثِ مرفوعہ کثیرہ سے ثابت کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ثوابِ عمل قبل عملِ ایصال فرمایا۔ اور فقیر نے انھیں حدیثوں سے کھانا سامنے رکھنے کی اصل استنباط کی جس کی تفصیل ہمارے فتاوٰی میں ہے۔

---

[1] صراطِ مستقیم ہدایت ثالثہ در ذکر بدعاتیکہ الخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۶۴

[2] سنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ باب فی فضل سقی الماء آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۳۶
سنن النسائی کتاب الوصایا فضل الصدقۃ عن المیت نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۱۳۳

Marfat.com

خدا ہی سے ہے ، اور اسی کی مدد سے تحقیق تک رسائی ہے ۔ت) ان تمام مباحث جلیلہ سے بحمد اللہ تعالٰی ایک جلیل و دقیق توفیق انیق ظاہر ہوئی ۔ عام مجوّزین نفسِ زیارتِ قبر لکھتے ہیں کہ اس کی اجازت عورتوں کو بھی ہوئی ۔ زیارتِ قبور کے لیے خروجِ نساء نہیں کہتے عام کتب میں اسی قدر ہے اور مانعین زیارتِ قبر کے لیے عورتوں کے جانے کو منع فرماتے ہیں ، ولہذا خروج الی المسجد کی ممانعت سے سند لاتے ہیں ، اور ان کے خروج میں خوفِ فتنہ سے استدلال فرماتے ہیں ۔ تمام نصوص کہ ہم نے ذکر کئے اسی طرف جاتے ہیں ، تو اگر قبر گھر میں ہو یا عورت مثلاً حج یا کسی سفرِ جائز کو گئی راہ میں کوئی قبر ملی اس کی زیارت کر لی بشرطیکہ جزع و فزع و تجدیدِ حزن و بکا و نوحہ و افراط و تفریطِ ادب وغیرہا منکراتِ شرعیہ سے خالی ہو ۔ کشف بزدوی میں جن روایات سے صحتِ رخصت پر استناد فرمایا ان کا مفاد اسی قدر ہے ۔

حیث قال والاصح ان الرخصۃ ثابتۃ للرجال والنساء جمیعا فقد روی ان عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا کانت تزور قبر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی کل وقت وانہا لما خرجت حاجۃ زارت قبر اخیہا عبد الرحمٰن[1]

وہ فرماتے ہیں اصح یہ ہے کہ رخصت مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے ثابت ہے اس لیے کہ مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا ہر وقت قبرِ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت کرتی تھیں اور جب حج کو جاتیں تو راہ میں واقع اپنے بھائی عبد الرحمٰن کی قبر کی زیارت کرتیں ۔ (ت)

بحر الرائق و علمگیری و جامع الرموز و مختار الفتاوٰی و کشف الغطاء و سراجیہ و درمختار و فتح المنان کی عبارتیں جن سے تصحیح المسائل میں استناد کیا ۔ ہمارے خلاف نہیں ، ہاں مأتہ مسائل پر رد ہیں جس میں مطلق کہا تھا :

زنان را زیارتِ قبور بقول اصح مکروہ تحریمی ست[2] عورتوں کے لیے زیارتِ قبور بقول اصح مکروہ تحریمی ہے ۔ (ت)

لاجرم وہی درمختار جس میں تھا : لاباس بزیارۃ القبور للنساء[3] (عورتوں کے لیے زیارتِ قبور میں کوئی حرج نہیں ۔ت) اُسی میں ہے : ویکرہ خروجھن تحریما[4] (عورتوں کا نکلنا مکروہ تحریمی ہے ۔ت)

---

[1] کشف الاسرار عن اصول البزدوی بیان جواز زیارۃ القبور للنساء دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۱۸۶
[2] مأتہ مسائل
[3] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۴
[4] ایضاً

Marfat.com

قرآن و اطعامِ طعام۔ طریقۂ مروّجہ میں ثواب پہنچانے کی دُعا اس وقت کرتے ہیں جب کہ کھانا دینے کی نیت کرلی، اور کچھ قرآنِ عظیم پڑھ لیا تو کم سے کم گیارہ ثواب تو اس وقت مل سکے، دس ثواب قراءت کے اور ایک نیتِ اطعام کا۔ کیا انھیں میّت کو نہیں پہنچا سکتے؟ رہا کھانا دینے کا ثواب، وُہ اگرچہ اس وقت موجود نہیں تو کیا ثواب پہنچانا شاید ڈاک یا پارسل میں کسی چیز کا بھیجنا سمجھا ہوگا کہ جب تک وُہ شے موجود نہ ہو کیا بھیجی جائے، حالانکہ اس کا طریقہ صرف جنابِ باری میں دُعا کرنا ہے کہ وُہ ثواب میّت کو پہنچائے۔ خود امام الطائفہ صراطِ مستقیم میں لکھتا ہے:

"طریق رسانیدن آں دُعا بجنابِ الٰہی ست"[1] (اس کے پہنچانے کا طریقہ جنابِ الٰہی میں دعا ہے۔ ت)

کیا دُعا کرنے کے لیے بھی اُس شے کا موجود فی الحال ہونا ضروری ہے، مگر ہے یہ کہ جہالت سب کچھ کراتی ہے۔ اور وقتِ فاتحہ کھانے کا قاری کے پیشِ نظر ہونا اگرچہ بیکار بات ہے مگر اُس کے سبب سے وصولِ ثواب یا جوازِ فاتحہ میں کچھ خلل نہیں، جو اسے ناجائز و ناروا کہے ثبوت اس کا دلیلِ شرعی سے دے ورنہ اپنی طرف سے بحکمِ خدا و رسول کسی چیز کو ناروا کہہ دینا خدا و رسول پر افترا کرنا ہے۔ ہاں اگر کسی شخص کا یہ اعتقاد ہے کہ جب تک کھانا سامنے نہ کیا جائے گا ثواب نہ پہنچے گا، تو یہ گمان اس کا محض غلط ہے۔ لیکن نفسِ فاتحہ میں اس اعتقاد سے بھی کچھ حرف نہیں آتا۔ ومن ادعی فعلیہ البیان (اور جو دعوٰی کرے بیان اس کے ذمہ۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] صراطِ مستقیم ہدایت ثانیہ در ذکر بدعاتیکہ الخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۵۵

Marfat.com

(۱۴) آپ نے ایک صورت شیخ فانی مرتعش سے پردے کے اندر توجہ لینے کی ذکر کی ہے، اس میں کیا حرج ہے، جبکہ خارج سے کوئی فتنہ نہ ہو، نہ اُسے یہاں سے علاقہ۔

(۱۵) مکروہ جو عورت کا خلیفہ ہونا لکھا، صحیح نہیں۔ ائمۂ باطن کا اجماع ہے کہ عورت داعی الی اللہ نہیں ہوسکتی۔ ہاں تدابیر ارشاد کردۂ مرشد بتانے میں سفیر محض ہو تو حرج نہیں۔ امام شعرانی میزان الشریعۃ الکبرٰی میں فرماتے ہیں:

قد اجمع اھل الکشف علٰی اشتراط الذکورۃ فی کل داع الی اللہ ولم یبلغنا ان احدا من نساء السلف الصالح تصدرت لتربیۃ المریدین ابدا لنقص للنساء فی الدرجۃ وان ورد الکمال فی بعضھن کمریم بنت عمران واٰسیۃ امرأۃ فرعون فذلک کمال بالنسبۃ للتقوی والدین لا بالنسبۃ للحکم بین الناس وتسلیکھم فی مقامات الولایۃ وغایۃ امر المرأۃ ان تکون عابدۃ زاھدۃ کرابعۃ العدویۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔[1] واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اہلِ باطن کا اس پر اجماع ہے کہ داعی الی اللہ کیلئے مرد ہونا شرط ہے۔ اور ہمیں ایسی کوئی روایت نہیں ملی کہ سلف صالحین کی مستورات میں سے کوئی خاتون تربیتِ مریدین کے لیے کبھی صدر نشین ہوئی ہو۔ وجہ یہ ہے کہ عورتیں مرتبہ میں ناقص ہیں۔ اور بعض خواتین مثلاً حضرت مریم بنت عمران اور حضرت آسیہ زوجۂ فرعون کے بارے میں جو کامل ہونے کا ذکر آیا ہے تو یہ کمال تقوٰی اور دین داری کے لحاظ سے ہے لوگوں کے درمیان حاکم ہونے اور انھیں ولایت کے مقامات طے کرانے کے لحاظ سے نہیں ـــ عورت کی غایتِ شان یہ ہے کہ عابدہ، زاہدہ ہو، جیسے رابعہ عَدَویہ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۱۸۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فاتحہ بہیئتِ مروجہ کہ کھانا سامنے رکھ کر درود و قرآن پڑھ کر ثواب اس کا بنام میّت کرتے ہیں اور وہ کھانا محتاج کو دے دیتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ کھانا محتاج کو دینے سے پہلے ثواب میّت کو نہیں پہنچا سکتے، لہذا پہلے کھانا دے اس کے بعد ثواب پہنچائے، اور کہتا ہے کہ کھانا سامنے رکھ کر ناجائز و ناروا ہے۔ آیا قول اس کا صحیح ہے یا

---

[1] المیزان الکبرٰی کتاب الاقضیۃ مصطفی البابی مصر ۲/۱۸۹

Marfat.com

رسالہ

الحُجّۃ الفائحۃ لطیب التعیین والفاتحۃ

۱۳

(دن متعیّن کرنے اور فاتحہ کے عمدہ ہونے پر عطر بیز حجّت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۸۳

سوم و دہم و چہلم و ششماہی و سالیانہ کہ دریں دیار ہند مروّج ست، او را بعض علماء بدعت شنیعہ مکروہہ گویند و اقوال چند بر درستی اوست و طعامے کہ بعد موتے بہ نیت ثواب می پزند و ہر دو دست برداشتہ فاتحہ دہند آن را علمائے ظواہر غیر مقلدین بباعث فاتحہ مردار و حرام دانستہ گویند، ایں طریقہ در زمانہ نبوی و اصحابِ کبارِ مصطفوی و تابعین و اتباع تابعین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین نبود بلکہ طعام و شیرینی کہ نیاز بزرگان دین است مثل مردار پس

تیجہ، دسواں، چالیسواں، چھ ماہی، برسی جو دیارِ ہند میں رائج ہے اسے بعض علماء مکروہ بدعتِ شنیعہ کہتے ہیں، اور کچھ کے اقوال یہ ہیں کہ وُہ درست ہے۔ اور کسی موت کے بعد ثواب کی نیت سے جو کھانا پکاتے ہیں اور دونوں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ دیتے ہیں اس کو غیر مقلد ظاہری علماء فاتحہ کی وجہ سے مردار اور حرام جانتے ہیں، وُہ کہتے ہیں کہ یہ طریقہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، ان کے بزرگ صحابہ، تابعین اور اتباعِ تابعین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کے زمانے میں

Marfat.com

رواه البیهقی عن انس والطبرانی فی الکبیر عن سھل بن سعد وھو والعسکری فی الامثال عن النواس بن سمعان والدیلمی عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنھم وزاد ان اللہ عزوجل لیعطی العبد علٰی نیتہ مالا یعطیہ علی عملہ وذلک ان النیۃ لاریاء فیھا والعمل یخالطہ الریاء[1] ھذا حدیث الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

(اسے بیہقی نے حضرت انس سے اور طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت سہل بن سعد سے اور طبرانی وعسکری نے امثال میں نواس بن سمعان سے اور دیلمی نے حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا، اس میں اتنا اور ہے۔ ت) بیشک اللہ عزوجل بندہ کو اس کی نیت پر وُہ ثواب دیتا ہے جو اس کے عمل پر نہیں دیتا۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ نیت میں ریاء نہیں ہوتی اور عمل کے ساتھ ریا کی آمیزش ہوجاتی ہے۔ یہ حضرت اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث ہے جو انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی۔ (ت)

زید کا اسے ناجائز کہتا ہے حدیث کی مخالفت کرتا ہے۔ طرفہ تر یہ کہ خود امام الطائفہ میاں اسمٰعیل دہلوی اپنی تقریر ذبیحہ میں اس تقریر وہابیہ کو ذبح کر گئے۔ لکھتے ہیں:

اگر شخصے بزے را خانہ پرور کند تا گوشت او خوب شود او را ذبح کردہ و پختہ فاتحہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ خواندہ بخوراند خللے نیست[2]

اگر کوئی شخص کوئی بکری گھر پالے تاکہ اس کا گوشت عمدہ ہو پھر اس کو ذبح کرکے اور پکا کر حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی فاتحہ پڑھ کر کھلائے تو کوئی خلل نہیں ہے۔ (ت)

ان حضرت سے پُوچھا ہوتا کہ یہ "فاتحہ خواندہ بخوراند" (فاتحہ پڑھ کر کھلائے۔ ت) کیسی، "خوراندہ فاتحہ بخواندہ" (کھلاکر فاتحہ پڑھے۔ ت) کہا ہوتا۔

اوّل بات یہ ہے کہ فاتحہ ایصالِ ثواب کا نام ہے، اور مومن کو عملِ نیک کا ایک ثواب اس کی نیت کرتے ہی حاصل، اور عمل کیے پر دس ہوجاتا ہے، جیسا کہ صحیح حدیثوں میں ارشاد ہوا۔ بلکہ متعدد حدیثوں میں فرمایا گیا کہ: نیۃ المومن خیر من عملہ[3] مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ فاتحہ میں دو عمل نیک ہوتے ہیں: قرأت

---

[1] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۶۸۴۳ دارالکتاب العلمیۃ بیروت ۴/۲۸۶
[2] زبدۃ النصائح
[3] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۶۸۴۳ دارالکتاب العلمیہ بیروت ۴/۲۸۶

Marfat.com

جمع حسن باحسن و مندوب بامندوب و زنہار یکے بادیگرے منافی نیست کالتلاوۃ من المصحف فی الصلوٰۃ نہ شرع بانکار ایں جمع وارد شد کقراءۃ القرآن فی الرکوع والسجود پس اورا محذور گفتن از دائرۂ عقل بیرون رفتن ست۔ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی در احیاء العلوم فرماید اذا لم یحرم الآحاد فمن این یحرم المجموع[1] و ہمدرانست ان افراد المباحات اذا اجتمعت کان ذلک المجموع مباحا[2] تمام تحصیل این اصل انیق امام المدققین خاتم المحققین حضرت والد قدس سرہ الماجد در کتاب مستطاب "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" ارشاد فرمودہ اند و این معنی را از حدیث صحاح استنباط نمودہ، من شاء فلیتشرف بمطالعتہ، وخود معلم اول طائفۂ مانعین مولوی اسمٰعیل دہلوی را خوبی این اجتماع قرآن وطعام مقبول ومسلم است و صراط مستقیم چناں راہ اعتراف وتسلیم پوید، "ہرگاہ ایصال نفعے بمیت منظور دارد موقوف برا طعام نہ گزارد اگر میسر باشد بہتر است والا صرف ثواب سورۂ فاتحہ و اخلاص بہترین ثوابہا ست[3] اھ وشک نیست کہ طریقہ ایصال ثواب دعا بجناب رب الارباب ست

اور یہی صحیح، راجح اور نصرت یافتہ مسلک ہے۔ پھر بدنی ومالی دونوں کو جمع کرنا اس طرح کہ قرآن بھی پڑھیں، صدقہ بھی کریں اور دونوں کا ثواب مسلمانوں کو پہنچائیں، یہ حسن کو حسن اور مندوب کو مندوب کے ساتھ یکجا کرنا ہی تو ہے، ہرگز ان دونوں میں کوئی منافات نہیں، جیسے نماز کے اندر مصحف دیکھ کر تلاوت کرنے میں، ہے، نہ ہی شریعت میں اس جمع سے منع وارد ہے جیسے رکوع وسجود میں قراءتِ قرآن سے متعلق ہے، پھر اس کو ممنوع ٹھہرانا عقل کے دائرے سے قدم باہر لانا ہے — امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں، جب الگ الگ افراد حرام نہیں تو مجموعہ کہاں سے حرام ہو جائے گا! — اور اسی میں ہے، جب مباحات کے افراد مجتمع ہوں تو مجموعہ بھی مباح ہی ہوگا — اس عمدہ قاعدے کا پورا بیان اہلِ تدقیق کے پیشوا، اہلِ تحقیق کی مہر، حضرت والد قدس سرہٗ نے کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد میں کیا ہے اور صحاح کی حدیث سے اس معنی کا استنباط فرمایا ہے۔ جو چاہے اس کے مطالعہ سے مشرف ہو — خود طائفۂ مانعین کے معلم اول مولوی اسمٰعیل دہلوی کو قرآن اور طعام کی اس یکجائی کا عمدہ ہونا قبول وتسلیم ہے، صراطِ مستقیم میں یوں اقرار تسلیم کی راہ اختیار کی ہے: "جب میت کو کوئی فائدہ

[1] و [2] احیاء العلوم کتاب آداب السماع والوجد مکتبہ ومطبعہ المشہد الحسینی قاہرہ ۲/۲۷۳

[3] صراطِ مستقیم ہدایت ثالثہ در بدعاتیکہ الخ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۶۴

Marfat.com

روشن تر گفته ام و علمائے سنت بارہا این مدعیان را تا خانہ رسانده و بر خاک مذلت نشانده اند۔ حاجت تفصیل و تطویل نیست، اما انچہ امام الطائفہ باوجود تسلیم عدم ورود دریں باب گفته است شنیدن دارد، در تقریر ذبیحہ مطبوع رسالہ زبدۃ النصائح می گوید" ہمہ اوضاع از قرآن خوانی و فاتحہ خوانی و طعام خورانیدن سوائے کندن چاه و امثالہ و دعا و استغفار و اضحیہ بدعت است، گو بدعت حسنہ بالخصوص است مثل معانقہ روزِ عید و مصافحہ بعد نمازِ صبح یا عصر اھ" اربابِ طائفہ امام خود شان پرسند کہ با آنکہ ایں طریقہ ہا را عموماً و فاتحہ خوانی را خصوصاً بدعت و محدث میدانی چہ گونہ حسنہ می گوئی و خلاف طائفہ راہ می پوئی، باز ذکر معانقہ عید سنگ آمد و سخت آمد آرے تلون این امام متبعانش را کار بجان و کار با استخواں رسانده است[۱] ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی و کلام معلم ثانی حالا گزشت کہ باوجود عدم ثبوت خصوصیت مضائقہ نہ دانست۔

آثار میں منقول نہیں، اھ۔" دیکھیے خصوصیت کو غیر ماثور بتانے کے باوجود، دلیلِ اطلاق سے جواز کو ظاہر کیا اور اس کے کرنے میں کوئی مضائقہ نہ جانا۔ الحاصل ان باتوں سے شریعت میں کبھی بھی کوئی چیز بُری نہیں ہوتی ہے اور ان خصوصیات کے صرف وارد نہ ہونے کو مستلزم ممانعت سمجھنا تو ایک کھُلی ہوئی غلطی اور شرمناک جہالت ہے۔

فقیر نے ربِ قدیر کی مدد سے یہ بحث "البارقۃ الشارقۃ علیٰ مارقۃ المشارقۃ" میں زیادہ روشن طور پر تحریر کی ہے۔ اور علمائے سنت نے بارہا ان مدعیوں کو گھر تک پہنچایا اور اور خاک ذلت پر بٹھایا ہے۔ تفصیل و تطویل کی ضرورت نہیں۔ لیکن امام الطائفہ نے اس باب میں عدم ورود تسلیم کرنے کے باوجود جو کچھ کہا ہے وہ سننے کے قابل ہے۔ رسالہ "زبدۃ النصائح" میں طبع شدہ تقریر ذبیحہ میں لکھا ہے: "کنواں کھودنے اور اس جیسے کاموں اور دُعا، استغفار، قربانی کے سوا قرآن خوانی، فاتحہ خوانی، کھانا کھلانا سب طریقے بدعت ہیں، گو خاص بدعت حسنہ ہیں، جیسے عید کے دن معانقہ اور نمازِ صبح یا عصر کے بعد مصافحہ۔" اربابِ طائفہ خود اپنے امام سے پوچھیں کہ ان طریقوں کو عموماً اور فاتحہ خوانی کو خصوصاً بدعت اور نو ایجاد قرار دینے کے باوجود "حسنہ" کیسے کہتے ہو؟ —— اور ہمارے گروہ کے خلاف کیسے جاتے ہو؟ پھر معانقہ عید کا ذکر تو "سنگ آمد و سخت آمد" ان کے لیے بڑی سخت چٹان ہے —— اس امام کی تلون مزاجی سے اس کے متبعین کی جان و استخوان پر بن آئی ہے، ان کا سارا کام ہی تمام کر دیا ہے ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم —— اور معلم ثانی کا کلام ابھی گزرا کہ خصوصیت ثابت نہ ہونے کے باوجود کوئی مضائقہ نہ جانا۔ (ت)

اکنوں آمدیم بر نقل چند اقوال دیگر از کبراء و عمائد

اب ہم کچھ اور اقوال امام الطائفہ کے بزرگان و

---

[۱] رسالہ زبدۃ النصائح

Marfat.com

درین مسئلہ ہر چہ حکم شرعی واجب التعمیل باشد بیان فرمایند بسند کتاب ۔ بیّنوا توجروا

نہ تھا ۔ بلکہ بزرگانِ دین کی نیاز کے لیے جو کھانا اور شیرینی ہے وہ مردار کی طرح ہے ـــ تو اس مسئلہ میں جو واجب العمل حکم شرعی ہو کتاب کے حوالہ سے بیان فرمائیں ۔ بیان کریں اجر پائیں ۔ (ت)

الجواب

قولِ فیصل وسخنِ مجمل درین باب آنست کہ ایصالِ ثواب و ہدیۂ اجر باموات مسلمین باجماعِ کافہ اہلسنت و جماعت امریست مرغوب و در شرع مندوب ۔ احادیث بسیار از حضور سیّد الابرار علیہ افضل الصلوٰۃ من ملک الجبار در ترغیب و تصویب ایں کار وارد شدہ امام علامہ محقق علی الاطلاق در فتح القدیر و امام علامہ فخر الدین زیلعی در نصب الرایہ و امام علامہ جلال الدین سیوطی در شرح الصدور و فاضل علامہ علی قاری در مسلک متقسط وغیرہم فی غیرہا بذکر برخی ازانہا پرداختہ اند وخود انکار ایں کار نیاید مگر از سفیہ جاہل یا ضال مطلق مبتدعان زمانہ را کہ خون پنہان معتزلیت بجوش آمدہ است در پردہ ترخیص نیابت وتخصیص وکالت اہدائے ثواب را انکار کنندہ و پیش خویش اجماع قطعی اہلسنت را برہم زنند باز بشہادت احادیث کثیرہ وجزم وتصحیح جمہور ائمہ وصول ثواب خاص بقربات مالیہ نیست بلکہ مالیہ و بدنیہ ہر دو را عام ہمیں ست مذہب ائمۂ حنفیہ و برین اند بسیارے از محققین شافعیہ وعلیہ الجمہور وھو الصحیح الرجیح المنصوص باز اجماع ایں ہر دو کہ ہم قرآن خوانند وہم تصدق کنند و ثواب ہر دو بمسلمانان رسانند نیست مگر

اس باب میں قولِ فیصل اور اجمالی کلام یہ ہے کہ مسلمان مُردوں کو ثواب پہنچانا اور اجر ہدیہ کرنا ایک پسندیدہ اور شریعت میں مندوب امر ہے جس پر تمام اہل سنت و جماعت کا اجماع ہے ـــ اس عمل کو درست قرار دینے اور اس کی رغبت دلانے سے متعلق حضور سید ابرار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہت سی حدیثیں وارد ہیں ـــ جن میں سے کچھ احادیث امام علامہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں، امام علامہ فخر الدین زیلعی نے نصب الرایہ میں، امام علامہ جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں، فاضل علامہ علی قاری نے مسلک متقسط میں اور دوسرے حضرات نے دوسری کتابوں میں بیان فرمائی ہیں ـــ اس عمل کا انکار وہی کرے گا جو بے وقوف جاہل یا گمراہ صاحب باطل ہو ـــ اس زمانہ کے بدمذہبوں میں معتزلیت کا چھپا ہوا خون جوش میں آگیا ہے معتزلہ کی نیابت اور خصوصی وکالت کے پردے میں ایصال ثواب کے منکر ہیں اور خود اہلسنت کے اجماع قطعی کے مخالف ہیں ۔ پھر احادیث کثیرہ کی شہادت اور جمہور ائمہ کے جزم اور تصحیح سے ثابت ہے کہ ثواب پہنچانا قربتِ مالی سے خاص نہیں بلکہ مالی و بدنی دونوں کو عام ہے ـــ یہی ائمہ حنفیہ کا مذہب ہے اور اسی پر بہت سے محققین شافعیہ بھی ہیں اور اسی پر جمہور ہیں

Marfat.com

عموماً بخوانند وحاجت از خدائے تعالیٰ سوال
نمایند، ہمیں طور ہر روز مے خواندہ باشند اھ[1]"
لفظ شیرینی وفاتحہ ہر روز ازیاد مرو۔
اُو شاہ صاحب مسطور در ہمعات گویند:
"ازینجاست حفظ اعراسِ مشائخ ومواظبت زیارت
قبورِ ایشاں والتزام فاتحہ خواندن وصدقہ دادن
برائے ایشاں[2]"
شاہ صاحب مزبور در فتویٰ مندرجہ زبدۃ النصائح
گویند: "اگر ملیدہ وشیر برنج بنا بر فاتحہ بزرگے
بقصد ایصالِ ثواب بروحِ ایشاں پزند وبخورانند
مضائقہ نیست جائزست وطعام نذر اللہ اغنیاء
را خوردن حلال نیست واگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ
شد پس اغنیاء را ہم خوردن دراں جائزست[3]"

شاہ صاحب مرحوم در انفاس العارفین
نگارند: "حضرت ایشاں[ع] در قصبہ ڈاسنہ بزیارت
مخدوم اللہ دیا رفتہ بودند وشب ہنگام بود
دراں فرمودند مخدوم ضیافت ما می کنند و می گویند
کہ چیزے خوردہ روید توقف کردند تا آنکہ اثر مردم

کے نام فاتحہ پڑھیں اور خدائے تعالیٰ سے حاجت
طلب کریں، اسی طرح روز پڑھتے رہیں" اھ
شیرینی، فاتحہ اور ہر روز کے الفاظ ذہن سے نہ نکلیں۔
(۳) یہی شاہ صاحب 'ہمعات' میں فرماتے ہیں:
"یہیں سے ثابت ہے اعراسِ مشائخ کی نگہداشت
اور ان کے مزارات کی زیارت پر مداومت اور ان
کے لیے فاتحہ پڑھنے اور صدقہ دینے کا التزام۔"
(۴) یہی شاہ صاحب "زبدۃ النصائح" میں مندرج
فتویٰ میں لکھتے ہیں: "اگر کسی بزرگ کی فاتحہ کے لیے ان
کی روح مبارک کو ایصالِ ثواب کے قصد سے ملیدہ
اور کھیر پکائیں اور کھلائیں تو مضائقہ نہیں، جائز ہے۔
اور خدا کی نذر کا کھانا اغنیاء کے لیے حلال نہیں۔ لیکن
اگر کسی بزرگ کے نام کی فاتحہ دی جائے تو اس میں
اغنیاء کو کھانا بھی جائز ہے۔"
(۵) یہی شاہ صاحب انفاس العارفین میں لکھتے
ہیں: "حضرت (یعنی ان کے والد ومرشد شاہ عبدالرحیم
صاحب) قصبہ ڈاسنہ میں مخدوم اللہ دیا کی زیارت
کے لیے گئے تھے، رات کا وقت تھا، اسی وقت فرمایا
کہ مخدوم ہماری دعوت کر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں

ع یعنی والد ومرشد ایشاں شاہ عبدالرحیم ۱۲ (م) — یعنی ان کے والد ومرشد شاہ عبدالرحیم ۱۲ (ت)

---

[1] الانتباہ فی سلاسل الاولیاء — ذکر طریقہ ختم خواجگان چشت — برقی پریس دہلی — ص ۱۰۰
[2] ہمعات — ہمعہ ۱۱ — اکادیمیۃ الشاہ ولی اللہ حیدرآباد سندھ — ص ۵۸
[3] زبدۃ النصائح

Marfat.com

جل جلالہ۔ امام الطائفہ در صراطِ مستقیم گوید " ہر عبادتیکہ از مسلمان ادا شود و ثوابِ آں بروح کسے از گذشتگان برساند و طریق رسانیدن آں دعائے خیر بجنابِ الٰہی ست پس این خود البتہ بہتر و مستحسن است[1] الخ" و دست بر داشتن از آداب مطلق دعاست در حصن حصین فرماید 'آداب الدعا منھا بسط الیدین، ت مس، و رفعھما[2] یعنی ہر دو دست بر داشتن بحکم حدیث صحاح ستہ از آداب دعا است واز ائمہ وعلمائے ما چہ گوئی خود معلمِ ثانی طوائف منکرین در مسائل اربعین گوید" دست بر داشتن برائے دعا وقت تعزیت ظاہرا جواز است زیرا کہ رفع یدین در دعا مطلقاً ثابت شدہ پس دریں وقت ہم مضائقہ نہ دارد و لیکن تخصیص آں برائے دعا وقت تعزیت ماثور نیست[3] اھ" ببینید باآنکہ خصوصیت را غیر ماثور گفت اما بدلیل اطلاق استظہار جواز کرد۔ و در فعل او ہیچ مضائقہ ندید۔ بالجملہ ازیں امور زنہار چیزے نیست کہ در شرع مطہر مستنکر باشد و مجرد عدم ورود خصوصیات را مطلقاً مستلزم منع دانستن غلطی ست واضح و جہلے فاضح فقیر بعون القدیر ایں مبحث را در مجموعہ مبارکہ البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقۃ

پہنچانا منظور ہو کھانا کھلانے پر موقوف نہ رکھے اگر میسر ہو بہتر ہے ورنہ صرف سورۂ فاتحہ واخلاص کا ثواب بہترین ثواب ہے اھ" ـــــ اور شک نہیں کہ ایصالِ ثواب کا طریقہ یہی ہے کہ رب الارباب جل جلالہ کی بارگاہ میں دُعا ہو۔ امام الطائفہ نے صراطِ مستقیم میں لکھا ہے: "جو عبادت کسی مسلمان سے ادا ہو اور اس کا ثواب گزرے ہوئے لوگوں میں سے کسی کی رُوح کو پہنچائے، اور اس کے پہنچانے کا طریقہ جنابِ الٰہی میں دُعا ہے تو یہ خود بلاشبہ بہتر اور مستحسن ہے الخ" ـــ اور ہاتھ اٹھانا مطلق دُعا کے آداب سے ہے ـــ حصن حصین میں ہے: "دُعا کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ ہاتھوں کو پھیلائے (ترمذی، مستدرک حاکم) اور بلند کرے (صحاح ستہ)"۔ معلوم ہُوا کہ دونوں ہاتھ اٹھانے کا آدابِ دُعا سے ہونا صحاح ستہ کی حدیث سے ثابت ہے۔ ہمارے ائمہ اور علماء کی کیا بات ہے خود طوائف منکرین کے معلّم ثانی نے مسائل اربعین میں لکھا ہے: "وقتِ تعزیت کی دُعا میں ہاتھ اٹھانا ظاہر یہی ہے کہ جائز ہے اس لیے کہ حدیث شریف سے مطلقاً دُعا میں ہاتھ اٹھانا ثابت ہے تو اس وقت میں بھی کوئی مضائقہ نہ ہوگا، مگر خاص وقتِ تعزیت کی دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا

[1] صراطِ مستقیم — ہدایت اولیٰ در ذکر بدعاتیکہ الخ — المکتبۃ السلفیۃ لاہور — ص ۵۵
[2] حصن حصین — آداب الدعاء — افضل المطابع لکھنؤ — ص ۱۷
[3] مسائل اربعین

Marfat.com

چنان تر زبان "جناب ہدایت مآب، قدوۂ اربابِ صدق وصفا، زبدۂ اصحابِ فنا وبقا، سید العلماء وسند الاولیاء، حجۃ اللہ علی العالمین، وارث الانبیاء والمرسلین، مرجع کل ذلیل وعزیز، مولانا ومرشدنا الشیخ عبدالعزیزؒ"

معاذ اللہ کافرے مشرکے را چنیں الفاظِ عظیمہ جلیلہ ستودہ وحجتِ خدا ونائبِ انبیاء وکذا وکذا اعتقاد نمودہ خود کافر مرتد گردید یا ہیچ باز شمایاں کہ ایں کافر مرتد را امام وپیشوا وسرور ومقتدا ومرجع وماوا گرفتہ ودر ہر مسئلہ وعقیدہ سر بر خطِ فرمانش نہادہ قدم بر قدم او رفتہ اید ازیں رو برہمہ کافر بے دین ومرتد ولعین شدید یا چہ؟ بینوا توجروا۔

مرید کا مرید ہے "صراطِ مستقیم"[1] کے اندر ان کی مدح میں یُوں رطب اللسان ہے "جناب ہدایت مآب، اربابِ صدق وصفا کے پیشوا، اصحابِ فنا وبقاء کے خلاصہ، علماء کے سردار، اولیا کی سند، سارے جہان پر اللہ کی حجت، انبیاء ومرسلین کے وارث، ہر ذلت وعزت والے کے مرجع، ہمارے آقا اور ہمارے مرشد شیخ عبدالعزیز"۔

ان عظیم وجلیل الفاظ سے معاذ اللہ ایک کافر ومشرک کی تعریف کرکے، اور اسے خدا کی حجت انبیاء کا نائب وغیرہ وغیرہ اعتقاد کرکے خود کافر ومرتد ہُوا یا نہیں؟ پھر تم سب اس کافر ومرتد کو امام وپیشوا، سردار ومقتدا اور مرجع وماوا بنا کر، اور ہر مسئلہ وعقیدہ میں اس کے خطِ فرمان پر سر جھکا کر، اس کے قدم بہ قدم چل کر کافر بے دین اور مرتد ولعین ہوئے یا کچھ اور؟ بیّنوا توجروا۔ (ت)

بازبمطلب عنان تابیم (اب پھر ہم مقصد کی جانب لگام موڑتے ہیں۔ ت) مولوی خرم علی بلہوری معلم ثالث طائفہ حادث در نصیحۃ المسلمین گوید (مولوی خرم علی بلہوری طائفہ نو کے معلم ثالث نے "نصیحۃ المسلمین" میں لکھا ہے۔ ت):

"حاضری حضرت عباس کی، صحنک حضرت فاطمہ کی، گیارھویں عبدالقادر جیلانی کی، مالیدہ شاہ مدار کا، سہ منی بو علی قلندر کی، توشہ شاہ عبدالحق کا، اگر منت نہیں صرف ان کی رُوحوں کو ثواب پہنچانا منظور ہے تو درست ہے۔ اس نیت سے ہرگز منع نہیں"[2] اھ ملخصاً۔

خود امام الطائفہ در تقریر ذبیحہ سراید "اگر

(۸) خود امام الطائفہ نے تقریر ذبیحہ میں یہ نغمہ سرائی

---

[1] صراطِ مستقیم — خاتمہ در بیان پارہ الخ — مکتبہ سلفیہ لاہور — ص ۱۶۴

[2] نصیحۃ المسلمین — چند شرکیہ رسمیں — سبحانی اکیڈمی لاہور — ص ۴۱

Marfat.com

واساتذہ ومشائخ امام الطائفہ تا بیباک رواں اند کہ بے منع شرع بتحریم فاتحہ زبان کشودن طعام فاتحہ وشیرینی نیاز بزرگاں قدست اسرارہم را حرام و مردار گفتن چہ کیفرہا کہ نمی چشاند وکدام بدروزہا نمی نشاند۔

شاہ[1] ولی اللہ در انفاس العارفین از والد خود شاہ عبدالرحیم نقل کنند: "می فرمودند در ایام وفات حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چیزے فتوح نشد کہ نیاز آں حضرت طعام پختہ شود، قدرے نخود بریاں وقند سیاہ نیاز کردم الخ"۔

در درالثمین فی مبشرات النبی الامین ہمیں سخن راچناں آوردند:

"الحدیث الثانی والعشرون اخبرنی سیدی الوالد قال کنت اصنع طعاما صلۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلم یفتح لی سنۃ من السنین شیٔ اصنع بہ طعاما فلم اجد الاحمصا مقلیا فقسمتہ بین الناس فرایتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وبین یدیہ ھذا الحمص مبتھجا بشاشا[2]"

شاہ[2] صاحب مذکور در انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ نویسند:

"برقدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگانِ چشت

عمدًا اور اساتذہ ومشائخ کے نقل کرتے ہیں تاکہ ان بے باکوں کو پتا چلے کہ شریعت سے ممانعت کے بغیر فاتحہ کو حرام بتانے پر زبان کھولنا اور فاتحہ کے کھانے، بزرگوں کی نیاز کی شیرینی کو حرام و مردار کہنا کیسی سخت سزائیں چکھاتا ہے اور کیسے بُرے دن دکھاتا ہے۔

(۱) شاہ ولی اللہ انفاس العارفین میں اپنے والد شاہ عبدالرحیم سے نقل کرتے ہیں کہ "وہ فرماتے ہیں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایام وفات میں کچھ میسر نہ ہُوا کہ آں حضرت کی نیاز کا کھانا پکایا جائے تھوڑے سے بُھنے ہُوئے چنے اور قند سیاہ (گڑ) پر نیاز کیا الخ"۔

الدرالثمین فی مبشرات النبی الامین میں اسی بات کو یُوں نقل کیا ہے: "بائیسویں حدیث: مجھے سیدی والد ماجد نے بتایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیاز کیلئے کچھ کھانا تیار کراتا تھا ایک سال کچھ کشائش نہ ہُوئی کہ کھانا پکواؤں، صرف بُھنے ہُوئے چنے میسّر آئے، وہی میں نے لوگوں میں تقسیم کیے، میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ ان کے سامنے یہ چنے موجود ہیں اور حضور مسرور و شادماں ہیں"۔

یہی شاہ صاحب انتباہ فی سلاسل الاولیاء اللہ میں لکھتے ہیں:

"تھوڑی شیرینی پر عموماً خواجگانِ چشت

۱؎ انفاس العارفین (اردو) حضور کی نیاز کی اشیاء کی مقبولیت المعارف گنج بخش روڈ، لاہور ص ۱۰۶

۲؎ الدرالثمین فی مبشرات النبی الامین کتب خانہ علویہ رضویہ فیصل آباد ص ۴۰

Marfat.com

گفت گوست لیکن طعام حلال است وہمچنیں ست حکم گوشت ۔ مثلاً اگر شخصے بگوید کہ دو من گوشت نذر سید احمد کبیر بعد برآمدن حاجت خود خواہم خورانید گوشت حلال است و اگر بگوید کہ گوشت گاؤ خواہم خورانید نیز درست است و اگر بہمیں قصد گاؤ را نذر کند نیز رواست چرا کہ مقصودش گوشت ست ۔ وہمچنیں اگر گاؤ زندہ بنام سید احمد کبیر کسے را بدہد بطوریکہ نقد می دہند رواست و گوشت آں حلال است"[1] ہم در آں ست اگر ہمیں طور نذر برائے اولیائے گزشتگان قدس اللہ اسرارہم کند رواست ۔ این قدر فرق ست کہ بسبب انتقال از عالم دنیا بعالم برزخ منتفع بنقد و جنس و طعام نمی توانند شد بلکہ ثواب صرف آں اللہ تعالیٰ بارواح مطہرہ ایشاں میرساند پس احوال ایشاں در حالت حیات و ممات برابر ست"[2] باز می گوید "اگر نذر کند کہ بشرط برآمدن حاجت خود گاؤ دو سالہ فربہ نیاز حضرت غوث الاعظم خواہد کرد پس حکم این مثل حکم طعام ست ۔ اگر نذر بطریق حسن است ہیچ خلل نہ و اگر قبیح ست فعلش حرام است وحیوان حلال"[3] این یازدہ قول ست بعد ایام یازدہم شریف حضرت غوث اعظم قطب اکرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ و سہ از امام الطائفہ بالا گزشت و دو از شاہ عبد العزیز صاحب عنقریب می آید و باللہ التوفیق والہدایۃ الیٰ سواء الطریق ۔

کا صدقہ درمیان میں آئے تو اس کے حرام ہونے کا کیا موقع ؟ —— تقریر مذکور میں یوں لکھا ہے :

(۹) "اگر کوئی شخص نذر مانے کہ اگر میری فلاں حاجت برآئے تو اس قدر حضرت سید احمد کبیر کی نیاز کروں گا اور ان کی نیاز کا اتنا کھانا لوگوں کو کھلاؤں گا —— اگرچہ اس نذر میں کلام ہے مگر کھانا حلال ہے ۔ یہی حکم گوشت کا بھی ہے —— مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ میں اپنی حاجت برآنے کے بعد سید احمد کبیر کی نذر کا دو من گوشت کھلاؤں گا تو گوشت حلال ہے —— اور اگر اسی قصد سے گائے کو نذر کرے تو بھی روا ہے —— اس لیے کہ اس کا مقصود گوشت ہے —— اسی طرح اگر زندہ گائے سید احمد کبیر کے نام پر کسی کو دے دے جیسے نقد دیتے ہیں، تو بھی جائز ہے اور اس کا گوشت حلال ہے ۔"

(۱۰) اُسی میں ہے : "اسی طرح اگر گزشتہ اولیا قدس اللہ اسرارہم کے لیے نذر کرے تو جائز ہے —— فرق اتنا ہے کہ وُہ عالمِ دنیا سے عالمِ برزخ میں انتقال کر جانے کے سبب نقد و جنس اور طعام سے نفع اندوز نہیں ہو سکتے بلکہ صرف ان کا ثواب اللہ تعالیٰ ان کی ارواح پاک کو پہنچاتا ہے —— تو ان کے احوال بحالتِ حیات اور بعد وفات برابر ہیں ۔"

(۱۱) آگے لکھا ہے : "اگر نذر کرے کہ میری حاجت برآئے تو دو سال کی فربہ گائے حضرت "غوث الاعظم" کی نیاز کروں گا —— تو اس کا حکم بھی حکمِ طعام کی طرح ہے ۔

---

[1] و [2] و [3] رسالہ زبدۃ النصائح

Marfat.com

منقطع شد و ملال بر یاراں غالب آمد آنگاہ زنے
بیامد طبق برنج و شیرینی بر سر و گفت کہ نذر کردہ بودم
کہ اگر زوجِ من بیاید ہماں ساعت ایں طعام پختہ
بہ نشینندگان درگاہ مخدوم اللہ دیا رسانم دریں وقت
آمد ایفائے نذر کردم و آرزو کردم کہ کسے آں جا
باشد تا تناول کند[۱]۔"

مولٰنا[۲] شاہ عبدالعزیز صاحب در تحفہ اثنا عشریہ
فرمایند: "حضرت امیر و ذریۂ طاہرہ او را تمام اُمت
بر مثال پیران و مرشداں می پرستند و امور تکوینیہ را
وابستہ بایشاں می دانند و فاتحہ و درود و صدقات
و نذر و منت بنام ایشاں رائج و معمول گردیدہ چنانچہ
باجمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است[۲]۔"

ایں عبارت سراپا بشارت کہ حرف حرفش بر سر
مخالف برقے ست خاطف یا ریحے قاصف حرف
حرف بخاطر باید داشت و از مخالفاں پرسید کہ
شاہ صاحب بطور شما جمیع اُمۃ را صراحۃً گمراہ و
مشرک گفتند یا نہ و خود اینچنیں امور را تجویز و تحسین
نمودہ کافر و مشرک شدند یا نہ۔ بر تقدیر اول امام
الطائفہ اسمٰعیل دہلوی کہ غلامان غلام و مرید
مرید ایشاں ست در صراطِ مستقیم بمدح ایشاں

کہ کچھ کھا کر جاؤ۔ توقف فرمایا، یہاں تک کہ لوگوں کی
آمد و رفت ختم ہوگئی اور دوستوں پر اکتاہٹ غالب
آگئی، اُس وقت ایک عورت چاول اور شیرینی کا طبق
سر پر لیے آئی اور کہا کہ میں نے نذر مانی تھی کہ اگر میرے
شوہر آجائیں تو اُسی وقت یہ کھانا پکا کر مخدوم اللہ دیا
کی درگاہ کے حاضرین کے پاس پہنچاؤں گی، شوہر اسی
وقت آئے میں نے نذر پوری کی اور میری آرزو تھی کہ
کوئی وہاں موجود ہو جو اسے تناول کرے"۔

(۶) مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب تحفۂ اثنا عشریہ میں
فرماتے ہیں: "حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ اور ان
کی اولاد پاک کو تمام اُمت پیروں اور مرشدوں کی طرح
مانتی ہے اور امور تکوینیہ ان سے وابستہ جانتی ہے
اور ان کے نام فاتحہ و درود اور صدقات کا معمول ہے
اور ایسے ہی تمام اولیاء اللہ کے ساتھ یہی معاملہ ہے"۔

یہ عبارت سراپا بشارت جس کا ایک ایک حرف
مخالف کے سر پر برقِ خاطف یا تباہ کُن بگولا ہے
دل میں محفوظ رکھنا چاہیے اور مخالفین سے پوچھنا چاہیے
کہ شاہ صاحب نے تمہارے طور پر ساری امت کو
صاف صاف گمراہ اور مشرک بتایا یا نہیں؟ اور
خود اس طرح کی باتوں کو جائز اور عمدہ بتا کر کافر و
مشرک ہوئے یا نہیں؟ بر تقدیر اول، امام الطائفہ
اسمٰعیل دہلوی جو ان کے غلاموں کا غلام، اور ان کے

۱؎ انفاس العارفین (اردو) دعوتِ مخدوم الدیہ المعارف گنج بخش روڈ۔ لاہور ص ۱۱۲
۲؎ تحفہ اثنا عشریہ باب ہفتم در امامت سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۱۴

Marfat.com

ثانی طائفہ دربارۂ دست برداشتن بدعائے تعزیہ بالا شنیدی واینک معلم اول وامام معول طائفہ در رسالہ بدعت چناں نغمہ سرا "طریق ثانی آنکہ مطلق بالنظر الی ذاتہ حکمے از احکام شرعیہ متعلق گردد۔ پس مطلق بنظر ذات خود در جمیع خصوصیات ہما حکم اقتضا می نماید گو در بعض افراد بحسب عوارض خارجیہ حکم مطلق مختلف گردد (الی ان قال) در تحقیق حکم صورت خاصہ کسیکہ دعوی جریان حکم مطلق در صورت خاصہ مبحوث عنہا می نماید ہمانست متمسک بہ اصل کہ در اثبات دعوٰی خود حاجت بدلیلے نہ دارد۔ دلیل او ہماں حکم مطلق ست وبس[1] الخ حضرت والد قدس سرہ الماجد این اصل منیف وقاعدۂ شریف را تحقیق بالغ وتنقیح بازغ در اصول الرشاد افادہ وارشاد فرمودہ اند آنجا باید جست۔

یہ سبھی تعینات (اوقاتِ معینہ) اطلاق کی بناء پر بطور بدلیت وہ عمل واقع کیے جانے کے قابل تھے، مگر ان ہی میں سے کسی کو کسی مصلحت کی وجہ سے اختیار کرتے ہیں ــ بغیر اس کے کہ وقتِ معین کو صحت کی بنیاد یا حلت کا مدار یا ثواب دئے جانے کا مناط جانیں۔ ظاہر ہے کہ اس تقیید کی وجہ سے مقید، مطلق کا فرد ہونے سے خارج نہ ہوگا، اور مطلق کا جو حکم ہے وہ اس کے تمام افراد میں جاری ہوگا جب تک کہ کسی فرد خاص سے متعلق خاص طور پر ممانعت وارد نہ ہو ـــ تو ایسے مقام میں راہ یہ نہیں کہ جائز کہنے والے سے خصوصیت کا ثبوت مانگیں بلکہ راہ یہ ہوگی کہ اس فرد خاص سے متعلق ممانعت کی صراحت شریعت سے نکالیں۔

اس طائفہ کے معلم ثانی کی عبارت دعائے تعزیت میں ہاتھ اٹھانے سے متعلق اوپر گزری، اور یہ طائفہ کے معلم اول اور امام معتمد "رسالہ بدعت" میں یوں نغمہ سرا ہیں "دوسرا طریقہ یہ کہ خود ذاتِ مطلق کی جانب نظر کرتے ہوئے اس سے کوئی حکمِ شرعی متعلق ہو، تو مطلق اپنی ذات کے لحاظ سے تمام خصوصیات میں اُسی حکم کا مقتضی ہوگا، گو بعض افراد میں خارجی عوارض کے اعتبار سے مطلق کا حکم مختلف ہو جائے (آگے لکھا) صورتِ خاص کے حکم کی تحقیق میں جو شخص زیرِ بحث خاص صورت کے اندر بھی مطلق کا حکم جاری ہونے کا دعوٰی رکھتا ہے وہی اصل سے تمسّک کرنے والا ہے، جسے اپنا دعوٰی ثابت کرنے کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ دلیل وہی حکم مطلق ہے اور بس" الخ حضرت والد قدس سرہ الماجد نے اس اصل اور قاعدے کی کامل اور روشن تحقیق وتنقیح اصول الرشاد میں افادہ فرمائی ہے وہاں سے اسے طلب کرنا چاہئے۔ (ت)

من باول سخن باز گردم **فاقول** باز اگر دریں وقت معین مرجحے حامل بر اختیارش فی نفسہ موجود ست فبہا ورنہ ہنگام

میں پھر پہلی گفتگو کی طرف پلٹتا ہوں۔ **اقول** پھر اگر اس وقت معین کی ذات میں خود کوئی ترجیح دینے والی

---

[1] رسالہ بدعت (معلم اول)۔

Marfat.com

شخصے بُزے را خانہ پرورکند تا گوشت او خوب شود، و او را ذبح کردہ و پختہ فاتحہ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خواندہ بخوراند خللے نیست[1]"

ایں لفظ "خواندہ بخوراند" نیز نگاہ داشتن است کہ بسیارے از منکرین ایں را ہم مناطِ انکار سازند و گویند اگر ایں اجتماع اطعام و قراءت جائز بودے تاہم بایستے کہ خوراندہ خواند نہ کہ خواندہ خوراند کہ عبث و باطل ست جواب کامل ازیں شبہہ باطل در "بارقہ شارقہ" یاد کردہ ایم ہمچناں ایں لفظ غوث الاعظم بر دل نگاشتنی کہ بر ایمان تقویۃ الایمان صراحۃً شرک است۔ طرفہ تر آنکہ اتباع جہول طعام فاتحہ را حرام و مردار دانند و امام الطائفہ طعام و گوشت گاؤ نذرِ اولیا ہمہ را حلال می خواند بشرطیکہ تقرب بذبح بسوئے میت نباشد و سپیدی گوید کہ "جانورے کہ نذر اولیا کردہ باشند اگرچہ چنداں نذر بروجہ حرام قبیح ہم کنند۔ تاہم در حلت جانورے سخنے نیست" فکیف کہ نذر اولیا بروجہ حسن باشد چہ جائے آنکہ محض بے نذر ایصالِ ثواب شود چہ محل آنکہ از ذبح جانور و اراقت دم اثرے نبود۔ ہمیں قراءت قرآنے و تصدق طعامے بمیان آید مگر در تقریر مذکور چناں می نگارد۔ اگر شخصے نذر کند کہ اگر فلاں حاجت من برآید ایں قدر نیاز حضرت سید احمد کبیر بکنم و ایں قدر طعام نیاز ایشاں مردم را بخورانم اگرچہ دریں نذر

کی ہے: "اگر کوئی شخص کسی بکری کو گھر میں پالے تاکہ اس کا گوشت عمدہ ہو، اس کو ذبح کرکے اور پکا کر حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ پڑھ کر کھلائے تو کوئی خلل نہیں ہے۔"

یہ لفظ "پڑھ کر کھلائے" بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بہت سے منکرین اسے مدارِ انکار بناتے ہیں اور کہتے ہیں اگر کھلانے اور پڑھنے کا اجتماع جائز ہوتا تو بھی چاہیے تھا کہ کھلا کر پڑھے نہ کہ "پڑھ کر کھلائے" کہ عبث اور باطل ہے ــــ اس باطل شبہ کا کامل جواب ہم نے بارقہ شارقہ میں بیان کیا ہے۔

اسی طرح یہ لفظ "غوثِ اعظم" بھی دل پر لکھ رکھنے کے قابل ہے کہ "تقویۃ الایمان" کی رُو سے کھلا ہوا شرک ہے ــــ طرفہ تر یہ کہ نادان متبعین تو فاتحہ کے کھانے کو حرام و مردار جانتے ہیں اور امام الطائفہ اولیاء کی نذر کے کھانے اور گائے کے گوشت سب کو حلال کہتا ہے بشرطیکہ ذبح سے میت کی جانب تقرب مقصود نہ ہو ــــ اور صاف کہتا ہے کہ "جو جانور اولیا کی نذر کیا ہو اگرچہ ایسی نذر حرام قبیح طور پر بھی کرتے ہیں پھر بھی جانور کے حلال ہونے میں کلام نہیں ــــ پھر اولیاء کی نذر عمدہ طور پر ہو تو حرمت کیسے؟ ــــ پھر بغیر نذر کے محض ایصالِ ثواب ہو تو وہ حرام کیسے؟ ــــ پھر جانور کو ذبح کرنے اور خون بہانے کا کوئی نام و نشان بھی نہ ہو صرف قرآن کی قراءت اور طعام

---

[1] رسالہ زبدۃ النصائح

Marfat.com

سے تعیین و توقیت کا کوئی نام ونشان بھی نہیں ہے۔ دُور کیوں جائیے اور تعیینِ ایام واوقات کی بات کیوں کیجئے، وہاں تو دسیوں اعمال واشغال اور ہیآت وطُرق ایجادی اور اختراعی ایسے موجود ہیں جن کا قرونِ سابقہ میں نہ کوئی نام ونشان تھا، نہ ذکر وخبر۔ ان حضرات کو ان کی ایجاد اور ابتداع کا خود اقرار ہے۔

(۱) شاہ ولی اللہ القول الجمیل میں لکھتے ہیں: "ہماری صحبت اور ہماری تعلیم آدابِ طریقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک متصل ہے اگرچہ ان آداب اور ان اشغال کی تعیین حضور سے ثابت نہیں۔" (ت)

مولوی خرمعلی در ترجمہ این عبارت گفت۔[۲] (۲) مولوی خرمعلی شاہ صاحب کی مذکورہ بالا عربی عبارت کا ترجمہ یہ لکھتے ہیں: (ت)

"ہماری صحبت اور طریقت کے آداب سیکھنا متصل ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک، اگرچہ تعیین ان آداب کا اور تقرر ان اشغال کا ثابت نہیں" اھ ملخصاً

ہم[۳] در شفاء العلیل ترجمہ قول الجمیل گوید۔ (۳) یہی صاحب القول الجمیل کے ترجمہ شفاء العلیل میں لکھتے ہیں: (ت)

"حضرت مصنف محقق نے کلامِ دلپذیر اور تحقیق عدیم النظیر سے شبہاتِ ناقصین کو جڑ سے اکھاڑا۔ بعضے نادان کہتے ہیں کہ قادریہ اور چشتیہ اور نقشبندیہ کے اشغال مخصوصہ صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں نہ تھے تو بدعت سیئہ ہوئے۔[۳] الخ

ہمدران[۴] از شاہ عبدالعزیز صاحب آرد۔ (۴) اسی میں شاہ عبدالعزیز صاحب سے نقل کرتے ہیں: (ت)

"مولانا حاشیے میں فرماتے ہیں اور اسی طرح پیشوایانِ طریقت نے جلسات اور ہیات واسطے اذکار مخصوصہ کے ایجاد کیے ہیں مناسبات مخفیہ کے سبب سے۔[۴]" الخ

باز[۵] خود می گوید۔ (۵) پھر خود لکھا ہے: (ت)

"یعنی ایسے امور کو مخالفِ شرع یا داخل بدعت سیئہ نہ سمجھنا چاہئے جیسا کہ بعضے کم فہم سمجھتے ہیں۔[۵]"

---

[۱] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل	فصل ۱۱	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	ص ۱۷۳
[۲] " "	"	" " "	" ۱۰۷
[۳] " "	"	" " "	" ۵۱
[۴] " "	"	" " "	"

"اگر نذر بطورِ حسن ہے تو کوئی خلل نہیں، اور اگر قبیح طور پر ہے تو اس کا فعل حرام ہے اور جانور حلال ہے۔" یہ گیارہ اقوال ہیں حضرت غوثِ اعظم قطبِ اکرم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی گیارھویں کے ایام کی تعداد کے برابر — اور تین[3] اقوال امام الطائفہ کے اُوپر گزرے، اور دو قول شاہ عبد العزیز صاحب کے عنقریب آرہے ہیں، اور خدا ہی سے توفیق اور راہِ راست کی ہدایت ہے۔ (ت)

سخن گفتن ماند از تعیینِ اوقات کہ در مردماں رائج ست ہمچوں سوم و چہلم و سر سال و ششماہ **اقول** و بحول اللہ اصول توقیت یعنی کارے را وقت معین داشتن بر دو گونہ است شرعی و عادی۔ شرعی آنکہ شرع مطہر عملے را وقتے تعیین فرمودہ است کہ در غیر او اصلاً صورت نہ بندد و اگر بجائے آرند آں عمل شرعی نہ کردہ باشند۔ چوں ایامِ نحر مر اضحیہ را یا آنکہ تقدیم و تاخیرش ازاں وقت نارو ا باشد چوں اشہرِ حرم مر احرام حج را یا آنکہ ثوابیکہ در غیر او نیابند چوں ثلث لیل مر نماز عشا را و عادی آنکہ از جانب شرع اطلاق است بہ وقتیکہ خواہند بجا آرند۔ اما حدث را از زمان ناگزیر ست و وقوع در زمان غیر معین محال عقلی کہ وجود و تعین مساوق ہمدگر است۔ پس از تعین چارہ نیست۔ ایں ہمہ تعینات بر بنائے اطلاق علیٰ وجہ البدلیۃ صالح ایقاع بود از نیہا یکے را بر بنائے مصلحتے اختیار کنند بے آں کہ وقت معین را مبنائے صحت یا مدار حلت یا مناط اثابت دانند پیداست کہ بایں تقیید مقید از فردیت مطلق بر نیاید و حکمے کہ مطلق راست در جمیع افرادش ساری باشد مالم یرد منع عن خصوص خصوصاً پس ہمچو جا سبیل نہ آنست کہ ثبوت خصوصیت از مجوز جویند بلکہ آنکہ تصریح بمنع ایں خاص از شرع بر آرند۔ عبارت معلم

اب وقت معین کرنے سے متعلق گفتگو کرنی ہے جس کا لوگوں میں رواج ہے، جیسے سوم، چہلم، ایک سال، چھ ماہ۔ **اقول** وبحول اللہ اصول (میں کہتا ہوں اور خدا ہی کی دی ہوئی قوت سے حملہ کرتا ہوں) توقیت یعنی کسی کام کے لیے وقت مقرر کرنے کی دو صورتیں ہیں: شرعی اور عادی۔

○ شرعی یہ کہ شریعتِ مطہرہ نے کسی کام کے لیے کوئی وقت مقرر فرما دیا ہے کہ (i) اس کے علاوہ وقت میں وہ ہو ہی نہیں سکتا، اور اگر کریں تو وہ عمل شرعی ادا نہ ہوگا، جیسے قربانی کے لیے ایامِ نحر۔

(ii) یا یہ کہ اس وقت سے اُس عمل کو مقدم یا مؤخر کرنا ناجائز ہو، جیسے احرامِ حج کے لیے حرمت والے مہینے (شوال، ذی قعدہ، ذوالحجہ)۔

(iii) یا یہ کہ اُس وقت میں جو ثواب ہو وہ دوسرے وقت میں نہ ملے، جیسے نمازِ عشا کے لیے تہائی رات

○ عادی یہ کہ شریعت کی جانب سے کوئی قید نہیں جب چاہیں عمل میں لائیں — لیکن حدث (کام ہونے) کے لیے زمانہ ضروری ہے، اور زمانہ غیر معین میں وقوع محال عقلی ہے، اس لئے کہ وجود اور تعین ایک دوسرے کے مُساوِق (ساتھ ساتھ) ہیں، تو تعین سے چارہ نہیں۔

Marfat.com

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیارتِ شہدائے احد را سرسال مقرر فرمودند کما سیأتی و آمدن مسجد قبا را روز شنبہ[1] کما فی الصحیحین عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما و روزہ شکر رسالت را روز دوشنبہ[2] کما فی صحیح مسلم عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و با صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشاورۂ دینی صبح و شام[3] کما فی صحیح البخاری عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و انشائے سفر جہاد را پنجشنبہ[4] کما فیہ عن کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ و طلبِ علم را دوشنبہ[5] کما عند ابی الشیخ و ابن حبان و الدیلمی بسند صالح عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعظ و تذکیر را روز پنجشنبہ[6] کما فی صحیح البخاری عن ابی وائل و علماء ہدایت درس را روز چہارشنبہ[7] کما فی تعلیم المتعلم للامام برہان الاسلام

ان کو، ان کی سرکشی اور زیادتی میں چھوڑ اور آثار و احادیث کی جانب متوجہ ہو تاکہ ہم کچھ تعیناتِ عادیہ تجھے سنائیں:
(۱) اسی قبیل سے ہے جو حدیث میں آیا کہ حضور پرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہدائے اُحد کی زیارت کے لیے سرسال کا وقت مقرر فرمالیا تھا جیسا کہ آگے ذکر آرہا ہے۔ (۲) اور سنیچر کے دن مسجد قبا میں تشریف لانا، جیسا کہ صحیحین (بخاری و مسلم) میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔
(۳) اور شکرِ رسالت کے لیے دوشنبہ کا روزہ جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے (۴) اور صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دینی مشاورت کے لیے وقتِ صبح و شام کی تعیین، جیسا کہ صحیح بخاری میں اُمّ المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ (۵) اور سفرِ جہاد شروع کرنے کے لیے پنجشنبہ کی تعیین، جیسا کہ اسی صحیح بخاری میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ (۶) اور طلبِ علم

[1] صحیح مسلم	باب فضل مسجد قبا	قدیمی کتب خانہ کراچی	۱/۴۴۸
[2] 〃	باب استحباب صیام ثلاثۃ ایام الخ	〃 〃 〃	۱/۳۶۸
[3] صحیح البخاری	باب ہجرۃ النبی واصحابہ الی المدینۃ	〃 〃 〃	۱/۵۵۲
[4] 〃	باب من اراد غزوۃ الخ	〃 〃 〃	۱/۴۱۴
[5] الفردوس بمأثور الخطاب	حدیث ۲۳۷	دار الکتب العلمیہ بیروت	۱/۴۸
کنز العمال	حدیث ۲۹۳۴۰	موسسۃ الرسالہ بیروت	۱۰/۲۵۰
[6] صحیح البخاری	باب من جعل لاہل العلم ایاما معلومۃ	قدیمی کتب خانہ کراچی	۱/۱۶
[7] تعلیم المتعلم	فصل فی بدایۃ السبق	مطبع علیمی دہلی	ص ۴۳

Marfat.com

تساوی ارادۂ مختار ترجیح را بسندست چنانکہ در دو جام تشنہ و دو راہ راہے مشاہدہ کنی۔ علی الاول مصلحت عیان ست و علی الثانی کم نہ از اں کہ این تعیین باعثِ تذکیر و تنبیہ و مانع تسویف و تفویت باشد ہر عاقل از وجدان خود یابد کہ چوں کارے را وقتے معین بنہند آمدن وقت یادش دہد ورنہ بسا باشد کہ از دست رود۔ از ہمیں جاست اوقات معین کردن ذاکرین و شاغلین و عابدین مر ذکر و شغل عبادت را یکے پیش از نماز صبح صد بار کلمہ طیبہ بر خود گرفتہ است۔ دیگرے پس از نمازِ عشا صد بار درود واگر این توقیت را از اقسام ثلثہ توقیت شرعی نہ دانند زنہار از شرع معاتب نشوند جانِ برادر اگر بقول الجمیل شاہ ولی اللہ و صراط مستقیم امام الطائفہ و غیرہما کتب این فن کہ اکابر و عمائدِ طائفہ تصنیف کردہ اند رجوع آرے چیزہا از ین تعینات ملتزمہ یابی کہ زنہار از توقیت شرعی نشانے نہ دارد۔ ہیہات خود از تعیینِ ایام و اوقات چہ گوئی آنجا نو دہا ست از اعمال و اشغال و طُرق و ہیات محدثہ و مخترعہ کہ در قرون سالفہ از انہا اثرے و خبرے پیدا نبود وایناں را با حداث و ابتداع آنہا خود اعتراف است۔ شاہ[1] ولی اللہ در قول الجمیل گویند: "صحبتنا و تعلمنا آداب الطریقۃ متصلہ الیٰ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وان لم یثبت تعین الآداب ولا تلک الاشغال[1]۔"

چیز موجود ہے جو اسے اختیار کرنے کی باعث ہے تو ٹھیک ہے۔ ورنہ جب تمام اوقات یکساں اور برابر ہوں تو صاحبِ اختیار کا ارادہ ترجیح دینے کے لیے کافی ہے، جیسے دو جام یکساں ہیں اور پیاسا اپنے ارادے سے کسی ایک کو ترجیح دے کر اختیار کرتا ہے۔ اسی طرح دو راہیں یکساں ہیں اور چلنے والا کسی ایک کو اختیار کر لیتا ہے۔ پہلی صورت میں تو مصلحت خود عیاں ہے ——— اور دوسری صورت میں کم از کم اتنا ضرور ہے کہ اس کو معیّن کر لینے سے یاد دہانی اور آگاہی ہوگی اور یہ ٹلنے اور فوت کر ڈالنے سے مانع ہوگی ہر عقل والے کا وجدان خود گواہ ہے کہ جب کسی کام کے لیے کوئی وقت معیّن رکھتے ہیں تو جب وقت آتا ہے وہ کام یاد آجاتا ہے ورنہ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ فوت ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ذاکرین، شاغلین، عابدین اپنے ذکر و شغل اور عبادت کے لیے اوقات معیّن کر لیتے ہیں۔ کسی نے نمازِ صبح سے پہلے سَو بار کلمہ طیّبہ پڑھنا اپنے ذمّہ کر لیا ہے، کسی نے نمازِ عشاء کے بعد سَو بار درود پڑھنا مقرر کر لیا ہے ———

اگر اس تعیین و توقیت کو توقیتِ شرعی کی تینوں قسموں سے نہ جانیں تو شریعت کی جانب سے ان پر ہرگز کوئی عتاب نہیں ——— جانِ برادر! اگر شاہ ولی اللہ کی القول الجمیل، امام الطائفہ کی صراطِ مستقیم اور ان کے علاوہ اس طائفہ کے اکابر و عمائد کی تصنیف کردہ اس فن کی کتابیں دیکھو تو ان میں از خود لازم کیے ہوئے تعینات سے بہت سی چیزیں پاؤ گے جن میں شریعت کی جانب

---

[1] القول الجمیل معہ ترجمہ شفاء العلیل فصل ۱۱ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۳

Marfat.com

در وے کم از تذکیر و تیسیر نیست ۔ ہم ازیں باب ست تعینات مردم در سوم و چہلم و شش ماہ سر سال کہ بعضے ازانہا مصلحتے خاص دارد و بعض آخر بقصد آسانی و یاد دہانی معتاد و معہود گردید ولا مشاحۃ فی الاصطلاح ۔

اسی طرح حضرت ابن مسعود کا مقصود یہ نہ تھا کہ پنج شنبہ کے علاوہ کسی اور دن[1] وعظ نہیں، یا دوسرے[2] دن اس کا جواز نہیں، یا دوسرے[3] دن یہ اجر فوت ہوجائے گا، یا شرع مطہر نے یہ تعیین فرمائی تھی ۔ ہرگز نہیں ۔ بلکہ یہی ایک عادت مقرر کرلی تھی تاکہ ہر ہفتہ میں مسلمانوں کی تذکیر کا کام انجام دیتے رہیں، اور دن متعین ہونے کی وجہ سے طالبانِ خیر آسانی سے جمع ہوجائیں ۔۔۔ اسی طرح باقی امور کو قیاس کرو۔ ہاں ان میں سے بعض میں کوئی الگ مرجّح بھی موجود ہے، جیسے دوشنبہ کے دن بعثت کا وقوع اور علمِ نبوت کا حصول ۔۔۔ اور پنجشنبہ کو صبح سویرے نکلنے میں عظیم برکت کا وجود ۔۔۔ اور چہارشنبہ (بدھ) کو شروع کرنے میں تکمیل کی اُمید ۔۔۔ کہ یہاں ایک حدیث ذکر کرتے ہیں کہ "جو کام بھی چہارشنبہ کو شروع کیا جائے وہ پُورا ہو" اور بعض دیگر میں یہی ترجیحِ ارادی ہے جس میں کم از کم یاددہانی اور آسانی کی مصلحت ضرور کارفرما ہے ۔ اسی باب سے سوم، چہلم، چھ ماہ اور انتہائے سال کے تعینات جو لوگوں نے جاری کر رکھے ہیں ۔ ان میں سے بعض میں کوئی خاص مصلحت بھی ہے اور بعض دیگر آسانی و یاددہانی کے خیال سے رائج و معمول ہیں ۔ اور اصطلاح میں کوئی رکاوٹ نہیں ۔ (ت)

اینجا کلام مولٰنا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کہ امام الطائفہ را عم نسب و پدر و جد طریقت بود شنیدنی دارد ۔ در تفسیر عزیزی زیر قولہ عزوجل والقمر اذا اتسق فرمود ۔ وارد ست کہ مردہ درین حالت مانند غریقے ست کہ انتظار فریاد رسی می برد۔ و صدقات و ادعیہ و فاتحہ درین وقت بسیار بکار او می آید وازین ست کہ طوائف بنی آدم تا یکسال و علی الخصوص تا یک چلہ از موت دریں نوع امداد کوشش تمام می نمایند"[1] اھ

یہاں مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی (جو امام الطائفہ کے نسبی چچا، علمی باپ اور طریقت میں دادا تھے) کا کلام سُننے کے قابل ہے ۔ تفسیر عزیزی میں قولِ باری عزوجل "والقمر اذا اتسق" کے تحت فرماتے ہیں: "وارد ہے کہ مُردہ اس حالت میں کسی ڈوبنے والے کی طرح فریاد رسی کا منتظر ہوتا ہے اور اس وقت صدقے، دُعائیں اور فاتحہ اسے بہت کام آتی ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ موت سے ایک سال تک، خصوصاً چالیس دن تک اس طرح کی امداد میں بھرپور کوشش کرتے ہیں" اھ (ت)

---

[1] تفسیر عزیزی آیہ والقمر اذا اتسق کے تحت مذکور ہے لال کنواں دہلی ص ۲۰۶

Marfat.com

امام الطائفہ[1] در صراط مستقیم سراید: "محققان از اکابر طریق در تجدید اشغال کوششہا کردہ اند بنا بر علیہ مصلحت دید و وقت چناں اقتضا کرد کہ یک باب ازیں کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب ایں وقت است تعین کردہ و تجدید اشغال نمودہ شود۔" اھ ملخصاً

و در حال پیر خود گوید: "در تلقین و تعلیم طریقہ چشتیہ بازوئے ہمت کشادند و تجدید اشغالے کہ ایں کتاب مستطاب بر آں محتوی گردیدہ فرمودند[2]۔"

سبحان اللہ! ایناں کہ بر اصل شما صراحۃً احداث فی الدین کردند و قطعاً چیزہا برآوردند کہ قرون سابقہ از انہا خبرے نہ داشتند، ضال و مبتدع نباشند بلکہ ہمچناں امام و مقتدا و عرفا و علماء مانند دیگراں بر ہمیں قدر جرم کہ چند امور محمودہ ثابتہ فی الشرع را جمع نمودند و فعل آنہارا از جملہ اوقات جائز فی الشرع وقتے معین گرفتند، معاذ اللہ گمراہ و بدعتی شوند۔ للہ انصاف ایں حکم بیجا را چہ گفتہ آید، مگر شریعت کارے خانگی شماست کہ ہر چوں کہ خواہید پہلو گردانید۔ ہاں و ہاں اے طالب حق ایناں را در طغیان و عدوان ایناں بگذار، و روئے بآثار و احادیث آر تا چیزے از تعینات عادیہ بر تو خوانیم از ین قبیل ست انچہ در حدیث آمد کہ حضور پرنور سید عالم

(۶) امام الطائفہ نے صراط مستقیم میں لکھا ہے: "محققین اکابر نے تجدید اشغال کے طریقے میں بڑی کوششیں کی ہیں، اسی بنا پر مصلحت اور وقت کا تقاضا یہ ہوا کہ اس کتاب کا ایک باب اس وقت کے مناسب اشغالِ جدیدہ کے بیان کے لیے معین کیا جائے اور اشغال کی تجدید عمل میں لائی جائے۔" اھ ملخصاً

(۷) اپنے پیر کے حال میں لکھا ہے: "طریقۂ چشتیہ کی تلقین و تعلیم میں بازوئے ہمت کشادہ کیا، اور ان اشغال کی تجدید فرمائی جن پر یہ کتاب مستطاب مشتمل ہے۔"

سبحان اللہ! یہ لوگ جو تمہارے قاعدے کے مطابق صراحۃً "احداث فی الدین" اور کھلی ہوئی بدعت جاری کرنے کے مرتکب ہیں، اور بلا شبہ ایسی چیزیں ایجاد کی ہیں جن کی قرونِ سابقہ میں کوئی خبر نہیں، وہ تو گمراہ اور بدعتی نہ ہوں بلکہ ویسے ہی امام و مقتداء اور عرفاء و علماء رہیں ـــــ دوسرے صرف اتنے جرم پر کہ اُنھوں نے شریعت میں ثابت چند پسندیدہ امور کو یکجا کر دیا، اور ان کو عمل میں لانے کیلئے شریعت میں جائز اوقات میں سے ایک وقت معین کر لیا، معاذ اللہ گمراہ اور بدعتی ہو جائیں ـــ للہ انصاف! اس بے جا حکم اور ناروا زبردستی کو کیا کہا جائے، شاید شریعت تمہارے گھر کا کاروبار ہے کہ جیسے چاہو اُلٹ پھیر کرتے رہو ہوشیار، ہوشیار اے طالبانِ حق

---

۱ صراط مستقیم — مقدمۃ الکتاب — باب اول — المکتبۃ السلفیہ لاہور — ص ۷ و ۸
۲ " — " — باب چہارم — " " — ص ۱۶۶

Marfat.com

دار العمل بدار الثواب والا ہر روز کہ این عمل واقع شود موجبِ فلاح ونجات ست وخلف را لازم ست کہ سلف خود را باین نوع بر واحسان نماید[1] ۔ باز تعین سر سال والتزامش را سند از احادیث آوردند کہ ابن المنذر وابن مردویہ از انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کردند ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یاتی احدا کل عام فاذا بلغ الشعب سلم علی قبور الشہداء فقال سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار[2] یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال باُحد تشریف ارزانی میداشت، چوں بر درۂ کوہ می رسید برگور شہیداں سلام می کرد ومی فرمود سلام باد بشما بہ شکیبائی شما۔ پس چہ نیکوست سرائے آخرت و امام ابن جریر در تفسیر خودش از محمد بن ابراہیم روایت نمود وقال کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یأتی قبور الشہداء علی راس کل حول فیقول السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار وابوبکر وعمر وعثمٰن[3] یعنی سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سرِ ہر سال برخاکِ شہدا قدم رنجہ می فرمود ومی گفت سلام علیکم الآیۃ۔ بعدہٗ حضرت صدیق وفاروق وذی النورین نیز ہمچناں میکردند رضی اللہ

روزِ عرس کا تعین اس لیے ہے کہ وہ دن دار العمل سے دار الثواب کی جانب ان کے انتقال فرمانے کی یاد دہانی کرنے والا ہے ورنہ جس دن بھی یہ کام ہو فلاح ونجات کا سبب ہے۔ اور خلف پر لازم ہے کہ اپنے سلف کے لیے اس طرح کی بھلائی اور نیکی کرتا رہے۔ پھر سال کے تعین اور اس کے التزام کے سلسلے میں احادیث سے سند ذکر فرمائی کہ ابن المنذر اور ابن مردویہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال اُحد تشریف لاتے، جب درہ کوہ پر پہنچتے تو شہیدوں کی قبر پر سلام کرتے اور فرماتے: تمھیں سلام ہو تمھارے صبر پر کہ دارِ آخرت کیا ہی عمدہ گھر ہے۔ اور امام ابن جریر نے اپنی تفسیر میں حضرت محمد بن ابراہیم سے روایت کی ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں شہداء کی خاک پر قدم رنجہ فرماتے اور کہتے تم پر سلام ہو — آخر تک — حضور کے بعد حضرت صدیق وفاروق اور ذی النورین بھی ایسا ہی کرتے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

---

[1] زبدۃ النصائح

[2] درمنثور بحوالہ ابن منذر وابن مردویہ زیر آیۃ سلام علیکم الخ منشورات مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۴/۵۸

[3] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) " " " مطبعہ میمنہ مصر ۱۳/۸۴

Marfat.com

الزرنوجی حکایت کردش از استاد خود امام برہان الدین
مرغینانی صاحب ہدایہ وگفت ھکذا کان یفعل
ابوحنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ[1] صاحب تنزیہہ
الشریعۃ فرمود وکذا کان جماعۃ من اھل العلم[2]
اینہما از باب توقیت عادی ست حاشا کہ مراد
سیّد الاسیاد علیہ افضل الصلوٰۃ من الملک الجواد آں
باشد کہ زیارت جز بر منتہائے سال زیارت نیست یا روا
نباشد یا اجر عظیمے کہ این روز بر بندہ نوازی وامت پروری
وتشریف مزارات شہدائے کرام بتراب اقدام برکت نظام
نصیب آں شاہ عالم پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کنند
روز دیگر نہ کنند ہمچناں مقصود ابن مسعود آں نہ بود کہ وعظ
جز بروز پنجشنبہ وعظ نیست یا در غیر او جواز نے یا روز
دیگر ایں اجر مفقود یا شرع مطہر ایں تعیین نمود۔ حاش
للہ، بلکہ ہمیں عادتے التزام فرمودہ تا ہر ہفتہ بتذکیر
مسلماناں پردازد وتعیین یوم طالبان خیر را بآسانی جمع
وفراہم سازد۔ ہم بریں قیاس در امور باقیہ آرے
در بعضے ازانہا مرجحی جداگانہ حاصل ست ہمچو وقوع
بعثت وحصول علم نبوت در روز دوشنبہ وعظم برکت
در بکور پنجشنبہ در جائے اتمام در بدایت چہارشنبہ
کہ حدیثے ذکر کنند ما من شیئ بدئ یوم الاربعاء
الاتم[3] و در بعض دیگر ہمیں ترجیح ارادی ست کہ مصلحت

کے لیے دوشنبہ کی تعیین، جیسا کہ ابوالشیخ، ابن
حبان اور دیلمی نے بسند صالح حضرت انس ابن
مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

(۷) اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
وعظ وتذکیر کے لئے پنجشنبہ کا دن مقرر کیا، جیسا کہ
صحیح بخاری میں حضرت ابووائل سے مروی ہے۔

(۸) اور علما نے سبق شروع کرنے کے لیے بدھ کا
دن رکھا، جیسا کہ امام برہان الاسلام زرنوجی کی
تعلیم المتعلم میں ہے، انھوں نے اپنے استاد امام
برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ سے اس کی حکایت
فرمائی اور کہا کہ اسی طرح امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کہا کرتے تھے۔ صاحب تنزیہہ الشریعۃ نے
فرمایا اور اسی طرح ایک جماعتِ علماء کا دستور رہا ہے۔

یہ سب توقیت عادی کے باب سے ہیں۔ حاشا
کہ سیّد سرداراں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مراد یہ ہو
کہ انتہائے سال کے علاوہ کسی دوسرے وقت
کی زیارت، زیارت[1] نہیں، یا جائز[2] نہیں، یا اُس
دن بندہ نوازی، امت پروری اور قدم مبارک کی
خاک پاک سے مزاراتِ شہدائے کرام کو شرف بخشنے پر
جو اجرِ عظیم اُس شاہ عالم پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو
عطا ہوگا وُہ دوسرے دن نہ ملے گا۔

۱؎ تعلیم المتعلم — فصل فی بدایۃ السبق الخ — مطبع علیمی دہلی — ص ۴۳
۲؎ تنزیہہ الشریعۃ — باب ذکر البلدان والایام الخ — فصل ثانی حدیث ۲۴ — دارالکتب العلمیہ بیروت — ۲/ ۵۶
۳؎ تعلیم المتعلم — فصل فی بدایۃ السبق الخ — مطبع علیمی دہلی — ص ۴۳
تنزیہہ الشریعۃ — باب ذکر البلدان والایام الخ — فصل ثانی حدیث ۲۴ — دارالکتب العلمیہ بیروت — ۲/ ۵۶

Marfat.com

وُہ اس کے اختیار میں ہے، ممانعت کا سبب نہیں ہو سکتا۔ یہ خاص کر لینے کی مثالیں، سب عرف اور عادت کی قسم سے ہیں جو ابتدار میں خاص مصلحتوں اور خفی مناسبتوں کی وجہ سے رُونما ہوئیں پھر رفتہ رفتہ عام ہوگئیں" الخ

ثم اقول بلکہ اگر اینجا خود ہیچ مصلحتے دینی نباشد تا عدمِ مصلحت وجود مفسدت نیست کہ موجب انکار این کار شود ورنہ مباح کجا رود۔ امام احمد در مسند بسندِ حسن از خاتونے صحابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا راوی ست حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود صیام السبت لا لك و لا علیك[1] روزہائے روز شنبہ نہ مر تراست نہ بر تو علماء در شرحش فرمایند لا لك فیه مزید ثواب ولا علیك فیه ملام ولا عتاب[2] نہ ترا در وے افزونی ثوابے نہ بر تو در وے ملامتے وعتابے۔ روشن شد کہ تخصیص بے مخصص اگر نافع نباید مضر ہم نباشد، وھو المراد۔ آرے ہر عامی کہ ایں تعین عادی را توقیت شرعی داند وگمان برد کہ ایصالِ ثواب در غیر ایں ایام صورت نہ بندد یا روا نہ باشد یا ثواب ایں ایام از ایام دیگر اتم ست وافر بلا شبہہ غلط کار وجاہل و درین خاطی ومبطل ست، امّا این قدر گمان معاذ اللہ در اصل ایمان خلل نیارد نہ موجب عذابِ قطعی و وعید حتمی گردد۔ چنانکہ امام الطائفہ در تقویۃ الایمان اعتقاد دارد و این جہالتِ فاحشہ او از جہل آں عامی بدرجہا بتر ست آں

ثمّ اقول بلکہ اگر یہاں خود کوئی دینی مصلحت نہ ہو (تو بھی حرام نہیں ہو سکتا) کیونکہ مصلحت نہ ہونے کا معنٰی یہ نہیں کہ مفسدہ موجود ہے کہ باعثِ انکار ہوجائے ورنہ مباح کہاں جائے گا؟

امام احمد مسند میں بسندِ حسن ایک صحابیہ خاتون رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی ہیں کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ سنیچر کے روزے نہ تیرے لیے نہ تیرے اوپر ــــ علماء نے اس کی شرح میں فرمایا: نہ تیرے لیے اس میں کسی ثواب کی زیادتی ہے نہ اس میں تجھ پر کوئی عتاب اور ملامت ہے ــــ واضح ہوا کہ بے وجہ تخصیص کے خاص کر لینا اگر مفید نہ ہو تو مضر بھی نہ ہوگا، اور یہی ہمارا مقصود ہے۔ ہاں جو عامی شخص اس تعیینِ عادی کو توقیتِ شرعی جانے اور گمان کرے کہ ان کے علاوہ دنوں میں ایصالِ ثواب ہوگا ہی نہیں، یا جائز نہیں، یا ان ایام میں ثواب دیگر ایام سے زیادہ کامل و وافر ہے، تو بلا شبہہ وہ شخص غلط کار اور جاہل ہے اور اس گمان میں خطا کار اور صاحبِ باطل ہے ــــ لیکن اتنا گمان اصل ایمان میں خلل نہیں لاتا، نہ ہی کسی قطعی

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث امراۃ رضی اللہ عنہا دار الفکر بیروت ۶/۳۶۸

[2] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر حدیث ۵۱۲۰ دار المعرفت بیروت ۴/۲۳۰

Marfat.com

ولطیف تر آنکہ شاہ صاحب موصوف عرس پیران و پدران خود شان باہتمام تمام بجا می آوردند و پیش ایشان بر قبور درویشان اجتماع مردم و فاتحہ خوانی و تقسیم طعام و شیرینی تجویز و تقریر ایشان می شد چنانکہ در عامہ اہل سجادہ جاری و ساری است۔ مفتی عبدالحکیم پنجابی بریں افعال شاہبیہ بہماں شبہات واہیہ کہ حضرات منکرین بکار می برند بر شاہ صاحب زبان مطاعن و مثالب کشود و رقم نمود "کسانیکہ اقوال اینہا مطابق افعال شان نیستندی۔ عرس بزرگان خود بر خود مثل فرض دانستہ سال بسال بر مقبرہ اجتماع کردہ طعام و شیرینی درانجا تقسیم نمودہ مقابر را وثنا یعبد می کنند[1] اھ ملخصا۔

زیادہ پُرلطف بات یہ ہے کہ شاہ صاحب موصوف اپنے پیروں اور باپ دادا کا عرس پُورے اہتمام سے کرتے تھے اور اُن کے سامنے ان کی اجازت سے اور ان کے برقرار رکھنے سے درویشوں کی قبروں پر آدمیوں کا اجتماع، فاتحہ خوانی اور طعام و شیرینی کی تقسیم ہوتی تھی، جیسا کہ سبھی اہل سجادہ میں جاری و ساری ہے۔ مفتی عبدالحکیم پنجابی نے ان ہی بے وزن شبہات کے تحت جو حضرات منکرین پیش کرتے ہیں، شاہ صاحب کے ان افعال کے باعث شاہ صاحب زبانِ لعن طعن دراز کی اور لکھا کہ "وُہ لوگ جن کے اقوال ان کے افعال کے مطابق نہیں، اپنے بزرگوں کا عرس اپنے اوپر فرض کی طرح لازم جان کر سال بہ سال مقبرے پر اجتماع کرکے وہاں طعام و شیرینی تقسیم کرکے ان مقبروں کو "بُتِ معبود" بناتے ہیں۔" اھ ملخصاً (ت)

شاہ صاحب در رسالہ ذبیحہ مطبوعہ مجموعہ زبدۃ النصائح بپاسخ ایں طعن فرمایند قولہ "عرس بزرگان خود آہ این طعن مبنی ست بر جہل باحوال مطعون علیہ زیرا کہ غیر از فرائض شرعیہ مقررہ را ہیچکس فرض نمیداند آرے زیارت و تبرک بقبور صالحین و امداد ایشاں باہدائے ثواب و تلاوت قرآن و دعائے خیر و تقسیم طعام و شیرینی امر مستحسن و خوب ست باجماع علماء و تعین روز عرس برائے آن ست کہ آن روز مذکر انتقال ایشاں می باشد، از

شاہ صاحب "رسالہ ذبیحہ" میں جو مجموعہ زبدۃ النصائح میں چھپا ہے اس طعن کے جواب میں فرماتے ہیں "قولہ عرس بزرگان خود الخ —— یہ طعن مطعون علیہ کے حالات سے بے خبری پر مبنی ہے اس لیے کہ شریعت میں مقررہ فرائض کے سوا کسی کام کو کوئی فرض نہیں جانتا۔ ہاں قبور صالحین کی زیارت اور ان سے تحصیلِ برکت اور ایصالِ ثواب، تلاوتِ قرآن، دُعائے خیر اور تقسیمِ شیرینی و طعام سے ان کی امداد باجماعِ علماء مستحسن اور اچھا عمل ہے —— اور

۱؎ مفتی عبدالحکیم پنجابی

Marfat.com

مسئلہ ۱۸۴ از بغداد شریف، آرمرڈ کارٹینک کور مسئولہ علی رضاخاں فٹر مستری ۷ رمضان ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ فاتحہ دلانا شرع سے جائز ہے یا نہیں؟ کوئی ایسی حدیث لکھ دیجئے جس سے یہ ثابت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اسی طرح فاتحہ دلائی تھی؟ بینوا توجروا

الجواب

فاتحہ دلانا شریعت میں جائز ہے۔ درمختار میں ہے:

الاصل ان کل من اتی بعبادۃ مالہ جعل ثوابہا لغیرہ وان نواھا عند الفعل لنفسہ لظاھر الادلۃ[1]۔

اصل یہ ہے کہ جو کوئی عبادت کرے اسے اختیار ہے کہ اس کا ثواب دوسرے کے لیے کردے اگرچہ ادائے عبادت کے وقت خود اپنے لیے کرنے کی نیت رہی ہو، ظاہر دلائل سے یہی ثابت ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

سواء کانت صلٰوۃ اوصوما اوصدقۃ اوقراءۃ[2]۔ خواہ نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا قراءت۔ (ت)

اور جس طرح مدارس اور خانقاہیں اور مسافرخانے بنائے جاتے ہیں اور سب مسلمان اُن کو فعلِ ثواب سمجھتے ہیں، کیا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس طرح بنائے یا بنوائے تھے، یا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ فاتحہ جس طرح اب دی جاتی ہے جس میں قرآن مجید اور کھانے دونوں کا ثواب میت کو پہنچاتے ہیں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔ اور جب ممانعت کا ثبوت نہیں دے سکتا اور بیشک ہرگز نہیں دے سکتا تو جس چیز سے اللہ و رسول نے منع نہ فرمایا دوسرا کہ منع کرے گا اپنے دل سے شریعت گھڑے گا۔

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون۔ متاع قلیل ولھم عذاب الیم[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم

بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا، تھوڑا برتنا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۵ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت کے تیسرے دن مسلمانوں کا جمع ہو کر قرآن مجید و کلمہ طیبہ پڑھنا اور چنوں وغیرہ پر کچھ پڑھ کر تقسیم کرنا جسے سوم یا تیجا کہتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

[1] درمختار باب الحج عن الغیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۱
[2] ردالمحتار " " " ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۲/ ۲۳۶
[3] القرآن ۱۶/ ۱۱۶-۱۱۷

Marfat.com

تعالیٰ عنہم ۔ و در تفسیر کبیر ست عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ کان یأتی قبور الشہداء راس کل حول فیقول السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار ه والخلفاء الاربعۃ ھکذا کانوا یفعلون[1] یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال بمزار شہدا می شد و آیہ مذکورہ می خواند و ہمچنان حضرات خلفاء اربعہ می کردند رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین[2]

اور تفسیر کبیر میں ہے: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال شہداء کے مزار پر تشریف لے جاتے اور آیہ مذکورہ پڑھتے۔ اور اسی طرح حضرات خلفائے اربعہ بھی کرتے۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ (ت)

بالجملہ حق آنست کہ تخصیصات مذکورہ ہمہ تعینات عادیہ است کہ زنہار جائے طعن و ملامت نیست۔ این قدر را حرام و بدعت شنیعہ گفتن جہلے ست صریح و خطائے قبیح۔ شاہ رفیع الدین مرحوم دہلوی برادر مولٰنا شاہ عبدالعزیز صاحب در فتوٰئ خود چہ خوش سخن انصاف گفتہ عبارتش چناں آوردہ اند۔

الحاصل حق یہ ہے کہ مذکورہ تخصیصات سبھی تعینات عادیہ سے ہیں جو ہرگز کسی طعن اور ملامت کے قابل نہیں۔ اتنی بات کو حرام اور بدعت شنیعہ کہنا کھلی ہوئی جہالت اور قبیح خطا ہے۔

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے بھائی شاہ رفیع الدین دہلوی مرحوم نے اپنے فتوے میں کیا ہی عمدہ انصاف کی بات لکھی ہے۔ ان کی عبارت یوں نقل کی گئی ہے۔

سوال: تخصیص ماکولات در فاتحہ بزرگان مثل کھچڑا در فاتحہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ و توشہ در فاتحہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ وغیر ذلک و ہمچناں تخصیص خورندگان چہ حکم دارد؟

جواب: فاتحہ و طعام بلاشبہہ از مستحسنات ست و تخصیص کہ فعل مخصص است باختیار اوست کہ باعث منع نمی تواند شد این تخصیصات از قسم عرف و عادت اند کہ بمصالح خاصہ و مناسبت خفیہ ابتداءً بظہور آمدہ و رفتہ رفتہ شیوع یافتہ الخ[3]

سوال: بزرگوں کی فاتحہ میں کھانوں کو خاص کرنا، مثلاً امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ میں کھچڑا، شاہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی فاتحہ میں توشہ وغیر ذلک، یوں ہی کھانے والوں کو خاص کرنا، ان سب کا کیا حکم ہے؟

جواب: فاتحہ اور طعام بلاشبہہ مستحسن ہیں، اور تخصیص جو مخصِّص (خاص کرنے والے) کا فعل ہے

---

[1] التفسیر الکبیر للرازی زیر آیۃ سلام علیکم مطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۱۹/۴۵

[2] زبدۃ النصائح

[3] فتاوٰی شاہ رفیع الدین

ادخال السرور فی قلب المسلم[1] پسندیدہ عمل یہ ہے کہ مسلمان کا دل خوش کرے (ت)

جو لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید پڑھنے سے کھانا حرام ہوجاتا ہے وہ کذاب ہیں، شرع مطہر پر افتراء کرتے ہیں، قرآن مجید میں ہے ایسے لوگ فلاح نہ پائیں گے ان کے لیے سخت عذاب ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ان پر زمین و آسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔

من افتی بغیر علم لعنتہ ملائکۃ السماء و الارض[2] جو بغیر علم کے فتوٰی دے اس پر آسمان و زمین کے فرشتوں کی لعنت ہو۔ (ت)

ایسے لوگوں کے پاس بیٹھنا جائز نہیں۔ حدیث میں ہے:

ایاکم و ایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم[3] ان سے دور رہو اور ان کو اپنے سے دور رکھو کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں اور فتنے میں نہ ڈال دیں (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۷ از الہ آباد مسئولہ محمود مستری صاحب ۱۳۳۲ھ

اپنے بزرگوں کے نام پر کھانا پکوا کر اس کو آگے رکھ کر پانی وغیرہ رکھ کر فاتحہ دینا جائز یا ناجائز؟ موافق حدیث شریف نیت گیارھویں شریف کر کے فاتحہ پیرانِ پیر صاحب کی جائز ہے یا نہیں؟ کس کا طریقہ ہے؟ یا سنّت ہے؟ فقط

الجواب

اموات مسلمین کے نام پر کھانا پکا کر ایصالِ ثواب کے لیے تصدق کرنا بلاشبہہ جائز و مستحسن ہے اور اس پر فاتحہ سے ایصالِ ثواب دوسرا مستحسن ہے، اور دو چیزوں کا جمع کرنا زیادتِ خیر ہے۔ اور پانی سے بھی ایصالِ ثواب کرسکتے ہیں۔ بلکہ حدیث میں ہے: افضل الصدقۃ سقی الماء[4] سب سے بہتر صدقہ پانی پلانا ہے۔ ایک حدیث میں ہے: جہاں پانی نہ ملتا ہو کسی کو پانی پلانا ایک جان کو زندہ کرنے کی مثل ہے اور جہاں پانی ملتا ہو وہاں

---

[1] مرقات المفاتیح عن ابن عباس بحوالہ الطبرانی کتاب الادب مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۷۵۳
مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی لاوسط باب فضل قضاء الحوائج دار الکتاب بیروت ۸/ ۱۹۳
الترغیب والترہیب کتاب البر والصلۃ مصطفی البابی مصر ۳/ ۳۹۴
[2] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن علی حدیث ۲۹۰۱۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۹۳
[3] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰
[4] الدر المنثور زیر آیۃ افیضوا علینا من الماء الخ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۳/ ۹۰

Marfat.com

از جہلے وجزافے بیش نیست ۔ وایں ضلال بعید و
اعتزال شدیدست ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العزیز
الحمید اینجا نیز حصۂ امام الطائفہ در سفاہت وسخافت و
حمق وجزافت پیداست یقال لہم لیس من یعلم
کمن لا یعلم ہمچناں آنچہ عوام جہلہ درباب ایصال
ثواب امور مستنکرہ احداث کردہ اند مثلاً ریاء و سمعہ و
تفاخر جمع اغنیاء ومنع فقراء وآنکہ در سوم جماعتے یکجا
نشستہ ہر ہمہ قرآن بجہر خوانند وفریضہ استماع از
دست دہند ایں ہمہ ممنوع ومحظور ومکروہ ومحذور ست
علماء را باید کہ بر مفاسد زوائد سرزنش کنند نہ آں کہ
باطلاق لسان وسلاطت زبان اصل کار را زنند۔
چنانکہ بسیارے از عوام در نماز خصوصاً نوافل کہ
تنہا گزارند بعدم مراعات تعدیل ارکان وغیرہ محظورات
عدیدہ خو کردہ اند۔ ایں معنی مستلزم نہی از نماز نباشد
بلکہ ازیں خصائل شنیعہ تحذیر وترہیب می باید کرد،
وبرادائے نماز تحریص وترغیب ایں ست ۔ سخن مجمل و
قولِ فیصل کہ خواص آں سو وبعض عوام ایں سو ہر دو را
گراں آید اما چہ تواں کرد کہ حق ایں است واز حق نشاید
گزشت واللہ الہادی الیٰ سبیل الرشاد
والصلوٰۃ والسلام علی المولی الجواد محمد
وآلہ وصحبہ الامجاد ۔ واللہ تعالیٰ اعلم
وعلمہ جل مجدہٗ اتم ۔

عذاب اور حتمی وعید کا سبب ہوتا ہے، جیسا کہ
امام الطائفہ کا اپنی تقویۃ الایمان میں یہ اعتقاد ہے
اور اس کی یہ جہالتِ فاحشہ اس عامی کی جہالت سے
بدرجہا بدتر ہے ـــــ وہ ایک نادانی اور اٹکل سے
زیادہ نہیں، اور یہ بڑی گمراہی اور شدید اعتزال ہے
ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحمید ـــــ یہاں
بھی سفاہت، سخافت، حماقت اور جزافت میں امام
الطائفہ کا حصہ نمایاں ہے۔ ان سے کہا جائے گا
جاننے والا انجان کی طرح نہیں۔ اسی طرح جاہل عوام
نے ایصالِ ثواب کے باب میں جو ناپسندیدہ امور
پیدا کر لیے ہیں ـــ جیسے نمائش، ناموری، مفاخرت،
مالداروں کو جمع کرنا، محتاجوں کو منع کرنا، اور یہ کہ سوم
میں ایک جماعت اکٹھا بیٹھتی ہے اور سب کے
سب بلند آواز سے قرآن پڑھتے ہیں اور سننے کا
فرض ترک کرتے ہیں، یہ سب ممنوع و ناروا، مکروہ
اور برا ہے ـــــ علماء کو چاہئے کہ ان زائد مفاسد
پر سرزنش کریں نہ یہ کہ پوری بے لگامی اور زبان درازی سے
اصل عمل ہی کو ختم کر ڈالیں، جیسے بہت سے عوام نماز
خصوصاً نوافل میں جنھیں تنہا ادا کرتے ہیں تعدیلِ ارکان
وغیرہ کی عدم رعایت جیسے متعدد ممنوعات کے عادی
ہیں، یہ حالت اس کو مستلزم نہیں کہ انھیں نماز ہی
سے روک دیا جائے۔ بلکہ ان بری عادات سے بچانا
اور ڈرانا چاہئے اور نماز ادا کرنے کی تشویق وترغیب ہونی چاہئے ـــ یہ ہے اجمالی کلام اور قولِ فیصل، جو اس
طرف کے خواص اور اس طرف کے بعض عوام دونوں پر گراں گزرے گا۔ مگر کیا کیا جائے کہ حق یہی ہے اور حق
سے تجاوز نہیں ہو سکتا ـــــ اور خدا ہی راہِ ہدایت کی جانب ہادی ہے ـــــ فیاض آقا حضرت محمد،
اور انکی بزرگ آل واصحاب پر درود وسلام ہو اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے اور اس ذات بزرگ کا علم سب سے کامل ہے۔ (ت)

Marfat.com

اپنا حال ظاہر کرنا، یہ معاملہ کیا ہے؟ کوئی دن خواب میں نہیں ٹلتا۔

الجواب

اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت عطا فرمائے اور آپ کو صبرِ جمیل دے۔ لاحول شریف ۶۰ بار پڑھ کر ایک گھونٹ پانی پر دم کرکے پی لیا کیجئے۔ مساکین کو کھانا کھلانا اور نیک نیت سے خیرات کرنا جس میں نہ محتاج پر احسان رکھا جائے نہ اس کو تکلیف دی جائے۔ پرندوں کے لیے پانی رکھنا، دانہ ڈالنا حتی کہ کتے کو روٹی دینا، مسکین کو کپڑا دینا، میلاد شریف پڑھوانا، یہ سب اجر و ثواب کی باتیں ہیں ان کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور وہ اس سے ایسا خوش ہوتا ہے جیسے دنیا میں دوستوں کے ہدیے سے۔ ملائکہ ان ثوابوں کو نور کے طبق میں رکھ کر میت کے پاس لے جاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ اے گہری گور والے! یہ ثواب تیرے فلاں عزیز یا دوست نے تجھے بھیجا ہے۔ قرآن مجید کے پارے پڑھنے کے لیے مسجد میں رکھنے کا صدقہ جاریہ ہے جب تک وہ رہیں گے اور پڑھے جائیں گے اس رکھنے والے اور میت کو ثواب پہنچے گا۔ اور کیسا ثواب پہنچے گا، ہر حرف پر دس نیکیاں۔ اور صحیح حدیث میں فرمایا:

"میں نہیں فرماتا الم ایک حرف ہے بلکہ الف الگ حرف ہے، لام الگ حرف ہے، میم الگ حرف ہے۔"[1]

میت کی قبر پر پھول چڑھانا مفید ہے، وہ جب تک تر ہے رب العزت کی تسبیح کرتا ہے اور میت کا دل بہلتا ہے۔ اگر کی بتی جلانا اگر تلاوتِ قرآن کے وقت تعظیمِ قرآن کے لیے ہو یا وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوں ان کی ترویح کے لیے ہو تو مستحسن ہے، ورنہ فضول اور تضییعِ مال۔ میت کو اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ قبرِ مسلم پر جو زیارت کے لیے جاتا ہے میت اسے دیکھتا ہے اور اس کی بات سنتا ہے۔ اگر دنیا میں اسے پہچانتا تھا اب بھی پہچانتا ہے کہ میرا فلاں عزیز یا دوست میرے پاس آیا۔ اور اگر نہیں پہچانتا تھا تو اتنا جانتا ہے کہ ایک مسلمان آیا اور ثواب رسانی کرتا ہے۔ جمعہ کو سپرد کرنا کوئی چیز نہیں۔ نہ غیر جمعہ میں مرنے والے کو اس سے جمعہ مل سکے۔ حمل میں انتقال شہادت ہے۔ صحیح حدیث میں فرمایا: **المرأۃ تموت بجمع شہید**[2] (عورت جو حمل کی وجہ سے مرے شہید ہے۔ ت) خواب بہت اچھا ہے ان شاء اللہ اُن کے لیے دلیلِ مغفرت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۶ تا ۱۹۸ از چمن سرائے سنبھل مرسلہ احمد خان صاحب ۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی من قرأ حرفا من القرآن امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۱۵

[2] مؤطا امام مالک النہی عن البکاء علی المیت میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۲۱۶

Marfat.com

الجواب

صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ نیک اعمال کا مُردہ کو ثواب پہنچتا ہے، اور یہ بھی حدیثوں میں آیا ہے کہ وُہ ثواب پاکر خوش ہوتا ہے اور ثواب پہنچنے کا منتظر رہتا ہے، تو قرآن شریف وکلمہ طیبہ پڑھ کر ثواب پہنچانا اچھی بات ہے اور تیسرے دن کی خصوصیت بھی مصالح عرفیہ شرعیہ کی بنا پر ہے۔ اس میں بھی حرج نہیں۔ حدیث میں ہے:

صوم یوم السبت لالك ولا علیك[1] (سنیچر کے روزہ میں نہ تیرے لیے کوئی مزید فائدہ، نہ کوئی نقصان۔ت) اور جو کچھ تقسیم کیا جائے محتاجوں کو دیا جائے کہ یہ بھی ثواب کی بات ہے، غنی لوگ اس میں سے نہ لیں۔ باقی جو بیہودہ باتیں لوگوں نے نکالی ہیں مثلاً اس میں شادی کے سے تکلفات کرنا، عمدہ عمدہ فرش بچھانا، یہ باتیں بیجا ہیں۔ اور اگر یہ سمجھتا ہے کہ ثواب تیسرے دن پہنچتا ہے یا اس دن زیادہ پہنچے گا اور روز کم، تو یہ عقیدہ بھی اس کا غلط ہے۔ اسی طرح چنوں کی کوئی ضرورت نہیں، نہ چنے بانٹنے کے سبب کوئی برائی پیدا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۶: از کرہ ڈگسائی ضلع شملہ بمعرفت کمال الدین مرچنٹ مرسلہ حبیب اللہ ۹ شوال ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لوگ جو کہتے ہیں کہ کھانے کے اوپر کلام الٰہی یعنی الحمد اور قل ھو اللہ پڑھنا منع ہے، اور پڑھنے سے طعام حرام ہوجاتا ہے۔ لہذا امیدوار ہُوں کہ کلامِ الٰہی سے کھانا کیوں حرام ہوگیا، اور کلام الٰہی کیا ایسا خراب ہے جس کے پڑھنے سے حلال چیز حرام ہوجائے؟

الجواب

فاتحہ بیشک جائز ہے، وہ مسلمان میت کو نفع پہنچاتا ہے، اور فرض کے بعد کوئی چیز مولٰی تعالٰی کو اس سے زیادہ پسند نہیں کہ مسلمان کو نفع پہنچایا جائے۔

حدیث میں ہے:

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ[2] جو اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو تو چاہیے کہ اسے نفع پہنچائے۔ (ت)

دُوسری حدیث میں ہے:

احب الاعمال الی المولٰی تعالٰی بعد الفرائض اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں فرائض کے بعد سب سے زیادہ

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث الصماء بنت بسر رضی اللہ عنہا دارالفکر بیروت ۶/ ۳۶۸

[2] صحیح مسلم باب استحباب الرقیۃ من العین نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۲۲۴

Marfat.com

شریف ذکرِ حمد الٰہی ہے ، اور علماء فرماتے ہیں : کُل دعا ذکر اور کل ذکر دعا ، تو وُہ بھی دُعا ہے ۔ اس نیت سے اُن کے بڑھنے وقت ابتداء ہی سے ہاتھ اُٹھائے تو ضرور بجا ہے اور اکابر کو ثواب رسانی میں بخشنے کا لفظ کہنا بیجا ہے بخشنا بڑے سے چھوٹے کے لیے ہوتا ہے، اور ایصالِ ثواب میں نذر اللہ نہ کہنا چاہیے ۔ اللہ عزوجل اس سے پاک ہے کہ ثواب اُسے نذر کیا جائے ، ہاں نذرِ رسول اللہ کہنا صحیح ہے ۔ معظمین کی سرکار میں جو ہدیہ حاضر کیا جاتا ہے اسے عرف میں نذر کہتے ہیں ، جیسے بادشاہوں کو نذر دی جاتی ہے ۔ اولیاء کی نذر کے بہت ثبوت ہمارے فتاوٰی افریقہ میں ہیں ۔ اور تازہ ثبوت یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب انسان العین فی مشائخ الحرمین میں حالِ سیّد عبد الرحمٰن ادریسی قدس سرّہٗ میں فرماتے ہیں :

از اطراف دیار اسلام نذور برائے وے می آوردند۔[1] مسلمان علاقوں سے ان کیلئے نذریں پیش کی جاتی ہیں (ت)

جو مالکِ نصاب نہ ہو شرعاً اُسے محتاج کہتے ہیں ۔ جو نذر و نیاز کو حرام بتائے اور شربتِ نیاز کی نسبت وُہ ناپاک ملعون لفظ کہے وہ نہ ہوگا مگر وہابی ۔ اور وہابیہ اصلاً مسلمان نہیں اور ان کے پیچھے نماز باطل محض ۔ اور اس سے مصافحہ حرام اور اسے سلام کرنا ناجائز و گناہ ۔

(۲) تیجہ ، دسواں ، چہلم وغیرہ جائز ہیں جبکہ اللہ کے لیے کریں اور مساکین کو دیں ۔ اپنے عزیزوں کا ارواح کو علم ہوتا ہے اور ان کا آنا نہ آنا کچھ ضرور نہیں ۔ فاتحہ کا کھانا بہتر یہ ہے کہ مساکین کو دے ، اور اگر خود محتاج ہے تو آپ کھالے اپنے بی بی بچّوں کو کھلائے سب اجر ہے ۔ حدیث میں ہے :

ما اطعمت ولدك فهو لك صدقة وما اطعمت خادمك فهو لك صدقة وما اطعمت نفسك فهو لك صدقة۔[2] جو کچھ تو اپنی اولاد کو کھلائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے اور جو کچھ تو اپنے خادم کو کھلائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے اور جو کچھ تو اپنے نفس کو کھلائے وہ بھی تیرے لیے صدقہ ہے ۔ (ت)

ثواب رسانی میں کہے کہ الٰہی ! جو ثواب تُو نے مجھ کو عطا فرمایا وُہ میری طرف سے فلاں شخص کو پہنچا دے غنی ہو یا فقیر ہو ۔ اگر صرف فاتحہ دے گا تو اُسی کا ثواب پہنچے گا اور صرف کھانا دے گا تو اُسی کا ، اور دونوں تو دونوں کا ۔ اور ثواب پہنچانا صرف نیت ہی سے نہ ہو بلکہ اُس کی دُعا بھی ہو ۔ یہ سوال کہ (اگر محتاج ایسے نہ ملیں جن پر شرائط محتاجِ شریعت ثابت ہوں) خلاف واقع ہے ۔ وہ کون سی جگہ ہے جہاں محتاج نہیں ۔

---

[1] انسان العین فی مشائخ الحرمین

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث المقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۴/ ۱۳۱

Marfat.com

پلانا غلام کو آزاد کرنے کے مثل ہے او کما قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (جیسا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ت) یُوں ہی گیارھویں شریف جائز ہے اور باعثِ برکات اور وسیلہ مجربہ قضاءِ حاجات ہے۔ اور خاص گیارھویں کی تاریخ کی تخصیص تخصیصِ عرفی اور مصلحت پر مبنی ہے جبکہ اُسے شرعاً واجب نہ جانے، کما بیناہ فی فتاونا وقد قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صوم یوم السبت لا لك ولا علیك[1] (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: شنبہ کا روزہ نہ تیرے لیے زیادہ نافع نہ کچھ مضر۔ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۸۸ تا ۱۹۵ از اودے پور میواڑ محلہ مہاوت دوڑی مرسلہ فتح محمد و رحیم بخش نعلبند ۱۴ رمضان ۱۳۳۸ھ

میرے آقا میرے ہادی، حضرت مولٰنا دام اقبالہ،

(۱) متوفی کے نام پر دونوں وقت مساکین کو کھانا کھلانے اور خیرات کرنے سے مرحومہ کو ثواب ملے گا یا نہیں؟

(۲) مرحومہ کے نام پر ایک پانی کا برتن پرندوں کے پانی پینے کے لیے رکھا ہے اور انھیں اناج بھی ڈالنا، اور مرحومہ کے نام پر کُتّے کو بھی روٹی ڈالنا اس کا بھی ثواب پہنچے گا یا نہیں؟

(۳) بیس روپے کے ہدیہ میں تیس پارے علیحدہ علیحدہ منگا کر مرحومہ کے نام پر مسجد میں نمازیوں کے پڑھنے کے لیے رکھے ہیں، اور فقیر و مساکین کو جوڑا کپڑا بھی دیا جائے تو ان کا بھی مرحومہ کو ثواب ہوتا ہے یا نہیں؟

(۴) مرحومہ کی قبر پر دونوں وقت پھُول چڑھانا اور اگربتّی جلانا اور فاتحہ پڑھنا اس سے بھی ثواب ملے گا؟ اور میرے قبر پر جانے کا حال مرحومہ کو معلوم ہوتا ہے یا نہیں؟

(۵) اور میلاد شریف مرحومہ کے نام سے کرنا اس کا بھی ثواب ملے گا؟

(۶) ربیع الاوّل کے ماہ ختم ہونے کی پنجشنبہ جانب ذات کی صبح کو انتقال ہُوا اور دو بجے دفن ہوئی اور بعد مغرب تک قرآن پڑھنے والے کو جمعہ کو سپرد کرنے کے لیے بٹھا رکھا، اور یہ جمعہ میں شریک ہوئے یا نہیں؟

(۷) مرحومہ کو شروع نوماہ کا حمل تھا، خون جاری ہو کر انتقال ہوا اور کفن پر بھی خُون کا داغ تھا، گو میّت کو غسل دے دیا تھا مگر وقتِ دفن بھی خون کا داغ نظر آیا، اس کی نسبت کیا حکم ہے؟

(۸) مرحومہ میرے خواب میں آئیں، ایک کُرسی پر بیٹھے ہُوئے چھوٹے چھوٹے بچّوں کو پڑھاتے ہوئے نظر آئیں، اور کسی روز خواب میں بنگلے باغیچے میں بیٹھے ہُوئے خوش و خُرم دیکھنا اور مجھے صبر کے لیے کہنا اور مجھ سے

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث الصماء بنت بسر رضی اللہ عنہا دار الفکر بیروت ۶/۳۶۸
الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۵۱۳ دار المعرفۃ بیروت ۴/۲۳۰

Marfat.com

کرے کہ وہ بالخصوص عذابِ قبر سے بچانے کو اکسیرِ اعظم ہے۔ اس کا نام واقعہ مانعہ منجیہ ہے، حفاظت کرنے والی، عذاب دفع کرنے والی، نجات دینے والی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰۱ تا ۲۰۴ از شفاخانہ فرید پور، ڈاکخانہ خاص، اسٹیشن تمبر پور ضلع بریلی مسئولہ عظیم اللہ کمپاؤنڈر، رمضان ۱۳۳۹ھ

(۱) زید کو گیارھویں شریف کس طریقے سے کرنی چاہیے؟ آیا اس کو دل میں یہ نیت یا خیال کرنا چاہیے یا سمجھنا چاہیے کہ یہ کھانا اللہ تعالیٰ کے لیے کرتا ہوں، اور جو کچھ ثواب مجھ کو ملے وہ ثواب گیارھویں والے میاں صاحب کو پہنچے، یا اس خیال اور نیت سے کرے کہ یہ کھانا میں گیارھویں شریف والے میاں صاحب کو کرتا ہوں، وہ مجھ سے خوش اور راضی ہوں گے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے یا مجھ کو اس کا بدلہ دیں گے۔ اس طریقہ سے جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) فاتحہ دینا کس طریقہ سے جائز ہے، کھانے کے اوپر سے دعا کریں گے جائز ہے یا نہیں؟ جس کھانے پر زید کو فاتحہ دینا ہے اس کو تناول کرنے کے بعد یعنی کھانا کھاچکنے کے بعد فاتحہ دینا جائز ہے یا ناجائز؟

(۳) زید کے پاس ایک شخص تین جگہ بتاسے لایا کہ ایک پر اللہ رسول کے نام کی فاتحہ دے دو، دوسری جگہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تیسری جگہ محلہ میاں صاحب کی بعد فاتحہ کے ان بتاسوں کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کا شربت کرنا اور پینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو کس طریقہ سے کرنا اور پینا چاہیے اور کیا نیت ہونا چاہیے؟

الجواب

(۱) یہ دو طریقے نہیں بلکہ ایک ہی طریقہ ہے۔ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے ہونے کے یہ معنی نہیں کہ خود یہ کھانا حضور کے واسطے ہے، بلکہ قطعاً ثواب ہی مراد اور ان کی رضا جوئی اور ان سے حسنِ جزا اور نیک دعا کی طلب، ان میں سے کوئی بات شرعاً ممنوع نہیں۔

(۲) کھانے پر فاتحہ جائز ہے، قبل کھانے کے بھی اور بعد بھی۔ اور قبل دینے میں ایصالِ ثواب میں تعجیل ہے اور تعجیلِ خیر خیر ہے۔

(۳) فاتحہ بمعنی ایصالِ ثواب ہے، اور اللہ عزوجل کے نام کی فاتحہ ہونا بے معنی ہے، وہ ثواب سے پاک و منزہ ہے۔ باقی یہ تین متفرق فاتحہ ہونے نے بتاسوں کو کیوں ناجائز کر دیا۔

(۴) نیت ایصالِ ثواب کی ہو اور ریا وغیرہ کو دخل نہ ہو۔ اس کے جواز میں کوئی شبہہ نہیں، شربت کریں اور عرض کریں کہ الٰہی! یہ شربت ترویحِ روحِ پاک حضرت امام کے لیے کیا ہے۔ اس کا ثواب انھیں پہنچا اور

Marfat.com

(۱) عشرۂ محرم الحرام میں کھانے یا شیرینی یا مالیدہ یا شربت جس قدر میسر ہو رُو برو رکھ کر ہاتھ اٹھا کر الحمد شریف، قل ہو اللہ شریف، درود شریف پڑھ کر یہ کہنا کہ نذرِ اللہ و نذرِ رسول، میں اس کھانے اور جو کلام پڑھا ہے اُس کا ثواب بروحِ پاک جناب امامین وجمیع شہدائے دشتِ کربلا پہنچا نا بخشتا ہُوں یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ کھانا یا جو کچھ فاتحہ کا ہے یہ حقِ محتاجین ہے یا غنی بھی کھا سکتے ہیں؟ اور شریعت میں شرائط اور صفاتِ محتاج کیا ہیں؟ اور جو شخص مسلمان ہو کر نذر و نیاز بزرگانِ دین کو حرام بتائے بلکہ یہ کہے کہ شربت سبیل جناب امام حسین عالیمقام کا نعوذ باللہ مثل پیشاب ہے، ایسا کہنے والا مسلمان ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور سلام یا مصافحہ ایسے شخص سے کرے یا نہیں؟

(۲) تیجہ، دسواں، چہلم، ششماہی، برسی جائز ہے یا نہیں؟ اور رُوحیں ان ایّام میں آتی ہیں یا نہیں؟ اور اپنے عزیزوں کا اُن کو علم ہوتا ہے یا نہیں؟ اور کھانا اُن کی فاتحہ کا کس کس کا حق ہے؟ اور اگر فاتحہ دلانے والا خود محتاج ہے تو فاتحہ دلا کر خود کھالے اور بچّوں کو کھلائے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور الفاظ ثواب رسانی کیا ادا کرے؟ اور اگر غنی فاتحہ دے اور ثواب پہنچائے بروحِ اموات، تو ثواب کھانے اور فاتحہ کا فوراً اس میّت کو پہنچے گا یا ایک عبادت کا؟ اگر محتاجین کو کھانا فاتحہ نہ دے تو نیت پر ثواب پہنچا یا نہیں؟ اگر محتاج ایسے نہ ملیں جن پر شرائطِ محتاج ثابت ہوں تو پھر کھانا کسے دے اور کہاں صرف کرے؟ اور حضرت رسولِ خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اور حضور کے صحابہ نے فاتحہ دی یا نہیں؟ اور تیجہ صحابہ میں ہوتا رہا یا نہیں؟

(۳) قبر اہل اللہ پر شامیانہ چڑھانا یا شیرینی نزد قبر رکھ کر ایصالِ ثواب کرنا یا چراغ نزد قبر جلانا یا عرس کرنا جائز ہے یا حرام ہے؟

الجواب

(۱) شیرینی وغیرہ پر حضرات شہدائے کرام کی نیاز دینا بیشک باعثِ اجر و برکات ہے اور عشرۂ محرم شریف اُس کے لیے زیادہ مناسب، اور جبکہ وُہ منّت مانی ہوئی نہ ہو تو اغنیاء کو بھی اس کا کھانا جائز ہے۔ وقتِ فاتحہ کھانا سامنے رکھنے کی ممانعت نہیں مگر اُسے ضروری جاننا یا یہ سمجھنا کہ بے اس کے فاتحہ نہیں ہوسکتی یا ثواب کم ملے گا، غلط و باطل خیال ہے۔ فاتحہ پڑھ کر جب ایصالِ ثواب کا وقت جس میں دُعا کی جاتی ہے کہ الٰہی! یہ ثواب فلاں کو پہنچا۔ اُس وقت ہاتھ اٹھانا چاہیے کہ یہ دُعا کی سنّت ہے۔ جس وقت تک قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہے ہاتھ اُٹھانے کی حاجت نہیں۔ ہاں سورۃ فاتحہ شریف خود دعا ہے، یوں ہی درود شریف۔ حدیث میں فرمایا: افضل الدعاء الحمد للہ[1] (سب سے افضل دعا الحمد للہ ہے۔ ت) اور قل ہو اللہ

---

[1] سنن ابن ماجہ باب فضل الحامدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۷۸
المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء دار الفکر بیروت ۱/۴۹۸

Marfat.com

صلوٰۃ او صوما او صدقۃ او غیرھا کذا فی الھدایۃ[1] الخ واللہ تعالٰی اعلم

کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسرے کے لیے کرسکتا ہے نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا کچھ اور۔ ایسا ہی ہدایہ میں ہے الخ ــــ اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے (ت)

مسئلہ ۲۰۷ تا ۲۰۹ از رائے بریلی مدرسہ رحمانیہ مرسلہ حافظ نیاز حسین صاحب ۱۷ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں :

(۱) بوقت ایصالِ ثواب فلان ابنِ فلان کہنے کی ضرورت ہوگی یا محض اس کا نام لینا کافی ہوگا ؟ اگر ولدیت کے اظہار کی ضرورت ہوگی اور اس سے لاعلمی ہے تو ایصالِ ثواب کا کیا طریقہ اختیار کیا جائے گا ؟

(۲) بروزِ وفات جو کھانا اہلِ میت کے یہاں بطریق بھاتی بھیجا جاتا ہے اس کو اہلِ میت کے اعزاء قریب یا اعزاء پڑوسی خواہ مرد ہوں یا عورت جو بعض مصروف تجہیز و تکفین رہتے ہیں اور بعض اگرچہ اپنے یہاں کھانا پکا کر کھا سکتے ہیں مگر عرفاً معیوب سمجھ کر محض بخیال ہمدردی اہلِ میت اس کے شریکِ حال رہتے ہیں اُس کھانے کو کھا سکتے ہیں یا نہیں ؟ بصورتِ عدمِ جواز کھانا مکروہ ہوگا یا حرام ؟

(۳) بروزِ سوم، دہم، چہلم، ششماہی وغیرہ جو کھانا بغرضِ ایصالِ ثواب پکا کر مساکین کو تقسیم کیا جاتا ہے اُس میں بقدرِ ضرورت اضافہ کرکے علاوہ مساکین کے دیگر اعزّہ و احباب کو کھلایا اور اہلِ برادری میں تقسیم کیا جاسکتا ہے یا نہیں ؟ بصورتِ جواز کتبِ فقہ کی اس عبارت کا کیا مطلب ہوگا : التقریب للسرور لا للحزن (تقریب خوشی کے لیے ہوتی ہے غمی کے لیے نہیں۔ ت) بصورتِ عدمِ جواز کھانا اُس کا مکروہ ہوگا یا حرام ؟

الجواب

(۱) ایصالِ ثواب بذریعہ دُعا ہے اور دُعا رب عزوجل سے۔ اور رب عزوجل بکل شیئ علیم ہے۔ وُہ جانتا ہے کہ فلاں سے اس کی مراد وہ شخص ہے ولدیت وغیرہ کی کوئی حاجت نہیں۔

(۲) پہلے دن صرف اتنا کھانا کہ میّت کے گھر والوں کو کافی ہے بھیجنا سنّت ہے، اس سے زیادہ کی اجازت نہیں، نہ دوسرے دن بھیجنے کی اجازت، نہ اوروں کے واسطے بھیجا جائے نہ اور اس میں کھائیں۔ و بیان ذلک فی فتاوٰنا (اور اس کا بیان ہمارے فتاوٰی میں ہے۔ ت)

---

[1] ردالمحتار مطلب فی القرأۃ للمیت الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۰۵

Marfat.com

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایصالِ ثواب کے لیے حکم بھی دیا، اور صحابہ نے ایصالِ ثواب کیا، اور آج تک کے مسلمانوں کا اس پر اجماع رہا۔ تخصیصات عرفیہ جبکہ لازم شرعی نہ سمجھی جائیں خدا نے مباح کی ہیں۔ حدیث میں ہے: صوم یوم السبت لا لك ولا علیك[1] (شنبہ کا روزہ نہ تیرے لیے زیادہ نافع نہ کچھ مضر۔ ت)

(۳) مزارِ اولیاء پر نفع رسانی زائرین حاضرین کے لیے شامیانہ کھڑا کرنا، یونہی ان کے نفع کو چراغ جلانا، اور عرس کہ منہیاتِ شرعیہ سے خالی ہو اور شیرینی پر ایصالِ ثواب، یہ سب جائز ہیں۔ اور نزد قبر رکھنے کی ضرورت نہیں، نہ اس میں حرج جبکہ لازم نہ جانے۔ چراغ کی تفصیل ہمارے رسالہ بریق المنار بشموع المزار میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۹ از شہر علی گڑھ محلہ مدار دروازہ مسئولہ احمد سوداگر پارچہ بنارسی ۴ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

مُردہ کو جو پڑھ کر کلام مجید یا درود شریف یا کھانا مساکین کو کھلائیں یا کپڑا خیرات کریں تو اس کا ثواب مردہ کو پہنچتا ہے یا نہیں اور وہ کس صورت میں مُردہ کو پہنچتا ہے؟ اور مردہ کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس کے فلاں شخص یا عزیز نے بھیجا ہے یا نہیں؟ معلوم ہوتا ہے اگر معلوم ہوتا ہے تو کس طریقہ سے؟ فقط

الجواب

مسلمان میّت کو جو ثواب پہنچایا جائے اُسے پہنچتا ہے اور اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے جیسے حیات میں تحفہ بھیجنے سے اسے معلوم ہوتا ہے کہ میرے فلاں عزیز یا دوست یا مسلمان نے بھیجا ہے۔ یہ سب مضامین احادیث میں وارد ہیں بینھا الامام الجلیل الجلال السیوطی فی شرح الصدور (ان کو امام جلیل جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں بیان فرمایا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۰ از شہر علی گڑھ محلہ مدار دروازہ مسئولہ احمد سوداگر پارچہ بنارسی ۴ ربیع الاوّل ۱۳۳۲ھ

زید تین مرتبہ یٰسٓ شریف اور ایک مرتبہ سورہ فاتحہ، تین مرتبہ سورۂ اخلاص اور ایک سو مرتبہ درود شریف اور اس کے علاوہ جو کچھ ہو سکتا ہے پڑھ کر بخشتا ہے اور دعا اس کے واسطے مغفرت کے کرتا ہے وہ اس کو پہنچتا ہے یا نہیں؟ اور یہ دُعا اور اس کا پڑھنا اس کی مغفرت کو کافی ہے یا نہیں؟ اگر کافی نہیں ہے تو موافق شرع شریف کے کوئی عمل یا دُعا تحریر فرمائیے تاکہ اس کے پڑھنے سے ہندہ کے مغفرت کو کافی ہو۔ فقط

الجواب

ثواب پہنچتا ہے اور مغفرت باختیارِ خدا ہے۔ قل ہو اللہ شریف گیارہ بار کر دے اور سورۂ ملک شامل

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث امرأۃ رضی اللہ عنہا دارالفکر بیروت ۶/۳۶۸

Marfat.com

پہنچے گا آگے پیچھے نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

صوم یوم السبت لا لك ولا علیك[1] (روزِ شنبہ کا روزہ نہ تیرے لیے، نہ تیرے اوپر۔ ت)

میرے فتاوٰی و رسائل مجلس مبارک کے استحباب اور ان اشیاء کے جواز سے مالا مال ہیں۔ حامیِ سنّت حاجی لعل خاں نے کوئی اشتہار اس مضمون کا نہ دیا، وہابیہ کا کوئی افترا آپ کی نظر پڑا ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱۱ از شہر بازار بانس منڈی معرفت عبدالحکیم طالب علم مدرسہ منظر الاسلام ۲۷ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص گیارھویں شریف کو منع کرے اُس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ اور گیارھویں شریف کا کرنا سنّت ہے یا مستحب؟ اگر سنّت ہے تو زائد ہے یا مؤکد؟ اور سنت سے کون سی سنّت مراد ہوگا؟ آیا سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا سنّتِ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین؟ اور جیسے گیارھویں شریف کو ہم لوگ گیارہ تاریخ میں ضروری سمجھتے ہیں۔ یہ سمجھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر گیارہ تاریخ کے بجائے بارہ یا تیرہ کو کرے تو ہوگی یا نہیں؟ اور ایسے ہی تیجے کو یا چہلم کو ایک دن یا دو دن آگے پیچھے کریں تو کرسکتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو جیسے ہم لوگ کرتے ہیں کہ تیسری کو تیجا اور گیارہ تاریخ کو گیارھویں اور چہلم کو چہلم کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور بتاسے اور ریوڑی وغیرہ سامنے لانے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اور بجز لانے کے نیاز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور چند سورہ جو مروّجہ ہیں اُن کے علاوہ اور کوئی سورۂ شریف پڑھ کر فاتحہ دنیاز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ بیّنوا بالدلیل توجروا عند الجلیل باجر جزیل۔

الجواب

یہاں گیارھویں شریف کو منع کرنے والے نہیں مگر وہابی یا رافضی، اور دونوں کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ گیارھویں شریف اپنے مرتبہ فردیت میں مستحب ہے اور مرتبۂ اطلاق میں کہ ایصالِ ثواب ہے سنّت ہے، اور سنّت سے مراد سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اور یہ سنّت قولیہ مستحبہ ہے۔ یہ "ہم لوگ" کہنا اپنی تہ میں وہابیت کا فریب رکھتا ہے۔ سُنّیوں میں کوئی اسے خاص گیارھویں تاریخ ہونا شرعاً واجب نہیں جانتا، اور جو جانے محض غلطی پر ہے۔ ایصالِ ثواب ہر دن ممکن ہے اور کسی خصوصیت کے سبب ایک تاریخ کا التزام جبکہ اُسے شرعاً واجب نہ جانے مضائقہ نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر پیر کو نفلی روزہ رکھتے کیا اتوار یا منگل کو رکھتے تو نہ ہوتا، یا اس سے یہ سمجھا گیا کہ معاذ اللہ حضور نے پیر کا روزہ واجب سمجھا؟ یہی حال تیجے اور چہلم کا ہے۔ روٹی کھاتے وقت روٹی کو سامنے لانے کی بھی ضرورت نہیں۔ پیٹھ کے پیچھے بھی رکھ کر کھا سکتے ہیں اور سر پہ

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث امرأۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دار الفکر بیروت ۶/ ۳۶۸

Marfat.com

ساتھ فاتحہ وغیرہ پڑھیں تو اور افضل، پھر مسلمانوں کو پلائیں اور من واذی سے بچیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۵ از سہسوان ضلع بدایوں مسئولہ سید پرورش علی صاحب یکم ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مقابر میں ایک شخص سورہ اخلاص و فاتحہ و معوذتین وغیرہ پڑھ کر ہاتھ اٹھا کر دُعا کرتا ہے: یا اللہ! ان آیات کا ثواب روحِ مقدس حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور صحابہ، تابعین اور اولیائے اُمت اور آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس وقت تک جو مسلمان مرے ہیں اور جو یہاں مدفون ہیں سب کی ارواح کو پہنچے یا پہنچادے۔ اس کی اصلاح فرمائی جائے۔

الجواب

اس میں اتنا اور اضافہ کرنا انسب ہے کہ جتنے مسلمان مرد و عورت اب موجود ہیں اور جتنے قیامت تک آنے والے ہیں، اُن سب کی رُوح کو پہنچادے، اُسے تمام مومنین و مومنات اولین و آخرین سب کی گنتی کے برابر ثواب ملے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۶ از کانپور محلہ بوچڑ خانہ مسجد زنگیاں مرسلہ مولوی عبدالرحمٰن جبشانی طالبعلم مدرسہ فیض عام ۲۳ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

ماجوابکم ایھا العلماء رحمکم اللہ تعالٰی (اے علمائے کرام رحمکم اللہ تعالٰی! تمہارا کیا جواب ہے۔ت) اس مسئلہ میں کہ مُردہ کا نام لے کر فاتحہ بخش دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

ہاں — وقد حققناہ فی البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقۃ فی المسلک المتقسط للملا علی القاری وعنہ نقل فی رد المحتار یقرأ ماتیسر لہ من الفاتحۃ والاخلاص سبعًا او ثلثًا ثم یقول اللھم اوصل ثواب ماقرأناہ الی فلان او الیھم[1] اھ ملخصًا وفی الشامیۃ ایضا صرح علماؤنا فی باب الحج عن الغیربان للانسان ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ

اور ہم نے اس کی تحقیق البارقۃ الشارقۃ علٰی مارقۃ المشارقۃ میں کی ہے۔ ملّا علی قاری کی المسلک المتقسط میں ہے اور اس کے حوالے سے ردالمحتار میں بھی نقل ہے کہ سورۃ فاتحہ اور سورہ اخلاص سات بار یا تین بار جس قدر میسر ہو پڑھے، پھر یہ کہے کہ اے اللہ! ہم نے جو پڑھا اس کا ثواب فلاں کو یا ان سب کو پہنچادے اھ ملخصًا۔ شامی ہی میں یہ بھی ہے کہ ہمارے علماء نے باب الحج عن الغیر میں صراحت فرمائی ہے

---

[1] المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط مع ارشاد الساری فصل لیستحب زیارۃ اھل المصلی دارالکتاب العربیہ بیروت ص ۳۴۴

Marfat.com

یہ خیال کہ جب وُہ بحکم حدیث ان شاء اللہ العزیز فتنۂ قبر سے مامون ہے کہ اس مسلم کی موت روزِ جمعہ واقع ہُوئی خصوصاً وُہ خود ہی صالحین سے تھا تو اب ایصالِ ثواب کی کیا حاجت، محض غلط اور بے معنی ہے۔ ایصالِ ثواب جس طرح منعِ عذاب یا رفعِ عقاب میں باذن اللہ تعالیٰ کام دیتا ہے یونہی رفعِ درجات وزیادتِ حسنات میں اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے فضل اور اس کی زیادت وبرکت سے کوئی غنی نہیں۔

قال تعالٰی للذین احسنوا الحسنٰی و زیادۃ۔[1]

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: نکوکاروں کے لیے بھلائی ہے اور مزید بھی ہے (ت)

سیدنا ایوب علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو مولیٰ جل وعلا نے اموالِ عظیمہ عطا فرمائے تھے۔ ایک روز نہاتے تھے کہ آسمان سے سونے کی ٹڈیاں برسیں، ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام چادر میں بھرنے لگے، رب عزوجل نے ندا فرمائی: یاایوب الم اکن اغنیتك عما تری اے ایوب! جو تمھارے پیشِ نظر ہے کیا میں نے تمھیں اس سے بے پروا نہ کیا تھا؟ عرض کی: بلٰی وعزتك ولکن لاغنی لی عن برکتك[2] ضرور غنی کیا تھا تیری عزت کی قسم مگر مجھے تیری برکت سے تو بے نیازی نہیں رواہ البخاری واحمد والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے امام بخاری وامام احمد ونسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

جب حق جل وعلا کی دنیوی برکت سے بندہ کو غنا نہیں تو اس کی دینی برکت سے کون بے نیاز ہوسکتا ہے۔ صلحاء توصلحاء خود اعاظم اولیاء بلکہ حضرات انبیاء بلکہ خود حضور پُرنور نبی الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایصالِ ثواب زمانۂ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اب تک معمول ہے حالانکہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام قطعاً معصوم ہیں، تو موتِ جمعہ یا صلاح کیا مانع ہوسکتی ہے! ردالمحتار میں ہے:

ان ابن عمر کان یعتمر عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عمرا بعد موتہ من غیر وصیۃ وحج ابن الموفق (رحمہ اللہ تعالٰی) وھو فی طبقۃ الجنید قدس سرہ) عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سبعین حجۃ وختم ابن السراج عنہ صلی اللہ تعالٰی

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وصال کے بعد بغیر کسی وصیت کے ان کی طرف سے عمرے کیا کرتے تھے۔ ابن موفق رحمہ اللہ نے (جو حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ کے طبقہ سے ہیں) حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے ستّر حج کیے۔ ابن سراج نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی

---

[1] القرآن ۱۰/۲۶

[2] صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب قول اللہ عزوجل وایوب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۸۰
درمنثور بحوالہ احمد وبخاری وبیہقی آیہ وایوبہ اذ نادی ربہ مکتبہ آیۃ العظمٰی قم ایران ۳۳۰/۴

Marfat.com

(۳) ایصالِ ثواب سنّت ہے اور موت میں ضیافت ممنوع۔ فتح القدیر وغیرہ میں ہے:

یکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اھل المیت لانہ شرع فی السرور لا فی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ۔ روی الامام احمد و ابن ماجۃ باسناد صحیح عن جریر بن عبد اللہ قال کنا نعد الاجتماع الی اھل المیت وصنعھم الطعام من النیاحۃ[1]۔

اہلِ میّت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنی منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں۔ اور یہ بدعتِ شنیعہ ہے۔ امام احمد اور ابنِ ماجہ بسندِ صحیح حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں ہم گروہِ صحابہ اہلِ میّت کے یہاں جمع ہونے اور ان کے کھانا تیار کرنے کو مُردے کی نیاحت سے شمار کرتے تھے۔ (ت)

جب علماء نے اسے غیر مشروع و بدعتِ قبیحہ کہا تو اس کا کھانا بھی غیر مشروع و بدعتِ قبیحہ ہوا کہ معصیت پر اعانت ہے اور معصیت پر اعانت گناہ۔

قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم و العدوان[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۱۰: از حب والہ ضلع بجنور تحصیل دھانپور مرسلہ منظور صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میّت کا تیجہ۔ دسواں۔ بیسواں۔ چالیسواں متعین کرکے کرنا جائز ہے یا نہیں؟ میں نے ایک اشتہار میں جو آپ کی جانب سے تھا اور مشتہر اس کے لعل خاں تھے، دیکھا تھا کہ دسواں بیسواں متعین کرکے کرنا اور میلادِ مروجہ بہتر نہیں۔ الفاظ اس کے بعینہٖ مجھے یاد نہیں۔

الجواب

اموات کو ایصالِ ثواب قطعاً مستحب۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ[3]۔

جو اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکے تو چاہئے کہ اسے نفع پہنچائے۔ (ت)

اور یہ تعینات عرفیہ ہیں، ان میں اصلاً حرج نہیں جبکہ انھیں شرعاً لازم نہ جانے۔ یہ نہ سمجھے کہ انھی دنوں ثواب

---

[1] فتح القدیر فصل فی الدفن مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۰۲

[2] القرآن ۵/۲

[3] صحیح مسلم باب استحباب الرقیۃ من العین الخ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/۲۲۴

Marfat.com

دینا بدعت و ممنوع ہے۔ سُرمہ، کنگھی اگر فقیر کو بطور صدقہ دیں تو حرج نہیں، اور کفن میں رکھنا حرام ہے۔ ہر روز ایک خوراک پر میّت کی فاتحہ دلا کر مسکین کو دینا اور ہر پنجشنبہ کی رات چند مساکین کو کھلانا، چالیس روز تک ایسا ہی کرنا اور ہو سکے تو سال بھر تک یا ہمیشہ کرنا یہ سب باتیں بہتر ہیں اور اُس طرح رُوح نکالنا محض جہالت و حماقت و بدعت ہے۔ ہاں فاتحہ دلانا اچھا ہے۔ شکر، چاول مساکین کو تقسیم کرنا خُوب ہے مگر برادری میں موت کے لیے نہ بانٹا جائے۔ عرفہ تک یا بعد تک اگر الگ ہمیشہ فاتحہ دیں تو حرج نہیں، شامل رکھیں تو حرج نہیں۔ یہ سمجھنا کہ عرفہ تک الگ کا حکم ہے پھر شامل کا، یہ غلط و جہالت ہے۔ میّت کی دعوت برادری کے لیے منع ہے، ان کا بُرا ماننا حماقت ہے۔ ہاں برادری میں جو فقیر ہو اسے دینا اور فقیر کے دینے سے افضل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱۵ ۲۱۶ از مراد آباد مدرسہ اہلسنت بازار دیوان مرسلہ مولوی عبدالودود صاحب قادری برکاتی بنگالی طالب علم مدرسہ مذکور ۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

(۱) گھر میں بیٹھ کر فاتحہ پڑھ کر ثواب رسانی کرنے سے زیادہ ثواب ہے یا قبرستان پر، اور فاتحہ پڑھنے کے وقت قبر پر پانی ڈالنا۔

(۲) اکثر مساجدِ بنگال میں دستور ہے کہ محلہ والے جمعہ کے دن چاول روٹی کھانے کی چیزیں پکا کر فاتحہ کے واسطے اور نمازیوں کو تقسیم کرنے کے لیے مسجدوں میں بھیجا کرتے ہیں۔ ان اشیاءِ موصوفہ کو کھانا نمازیوں کے لیے جائز ہے یا نہیں؟ اور ان چیزوں کو مسجد کے اندر تقسیم کرنا چاہیے یا باہر؟ یا بالکل ممانعت کر دی جائے اور کہہ دیا جائے کہ مسجدوں میں نہ بھیجا کرو۔

الجواب

(۱) قبرستان میں جا کے پڑھنے میں زیادہ ثواب ہے کہ زیارتِ قبور بھی سنّت ہے اور وہاں پڑھنے میں اموات کا دل بھی بہلتا ہے، اور جہاں قرآن مجید پڑھا جائے رحمتِ الٰہی اترتی ہے۔ قبر اگر پختہ ہے اس پر پانی ڈالنا فضول و بے معنی ہے، یونہی اگر کچّی ہے اور اس کی مٹی جمی ہوتی ہے۔ ہاں اگر کچی ہے اور مٹی منتشر ہے تو اس کے جم جانے کو پانی ڈالنے میں حرج نہیں، جیسا کہ ابتدائے دفن میں خود سنّت ہے۔

(۲) بھیجنا جائز ہے، اور جبکہ بھیجنے والے عام نمازیوں کے لیے بھیجیں تو اغنیاء کو ناجائز ہے۔ اور مسجد کے اندر کسی چیز کے کھانے کی غیر معتکف کو اجازت نہیں بلکہ مسجد سے باہر کھائیں، اسی کی تاکید کی جائے اور بھیجنے سے ممانعت نہ کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

Marfat.com

رکھ کر بھی توڑ سکتے ہیں مگر وہابیہ بھی التزاماً سامنے ہی رکھ کر کھاتے ہیں، کیا یہ شرعاً فرض واجب ہے؟ وہابیہ کے نزدیک جو واجب نہ ہو اس کے التزام سے شیطان کا حصّہ آجاتا ہے۔ تو ثابت ہُوا کہ وہابیہ شیطان کا حصہ کھاتے ہیں، ایصالِ ثواب میں کوئی سورہ شرعاً معیّن نہیں، اور بلا اعتقادِ وجوب معیّن کرنے میں حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۲ ازپیلی بھیت محلہ پکریا متصل سٹی ڈاک خانہ مسئولہ ملا لطیف احمد سوداگر لکڑی ۲۷ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آٹا جو روزمرہ پکانے کو نکالا جاتا ہے اس میں سے ایک چٹکی نکال کر جمع کی جائے، جب تیس دن مہینے کے پُورے ہوجائیں اور گیارھویں شریف کا دن آئے تو اس آٹے جمع کئے ہُوئے پر گیارھویں شریف کی فاتحہ درست ہے یا نہیں؟ اور روزمرہ ایک چٹکی آٹا برائے فاتحہ گیارھویں شریف جائز ہے یا نہیں؟ اگر روزمرہ چٹکی نکالنا ناجائز ہے تو دوسرا طریقہ کون سا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ طریقہ بہت برکت کا باعث ہے اور اس میں آسانی رہتی ہے۔ روز کے آٹے میں سے ایک چٹکی نکالنا معلوم بھی نہیں ہوتا اور وُہ مہینہ بھر بعد ایک مقدار معتدبہ ہوجاتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۳ ازموضع گھرکھالی تھانہ منگنڈوا بازار ہانچورانہ ضلع ارکان عرف اکیاب مسئولہ مولوی ابوالحسن صاحب ۲۸ جمادی الآخر ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید مسلم صالح کا انتقال بروز جمعہ بوقتِ صبح ہوا۔ اب زید کے واسطے قبل نماز جمعہ تسبیح وتہلیل وختم قرآن مجید پڑھ کر ایصالِ ثواب جائز ہے یا نہیں؟ برتقدیر اول جب زید قبر کے عذاب سے محفوظ ہے پھر ایصالِ ثواب کی کیا ضرورت۔ بناءً علیہ بعض علماء ان امور مذکورہ کو ناجائز فرماتے ہیں، اب قولِ فیصل کیا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

جائز ہے۔ جبکہ میّت کی تجہیز وتکفین میں اس کے باعث تاخیر نہ ہو۔ اس کا اہتمام اور لوگ کرتے ہوں، نہ اس کے سبب ان پڑھنے والوں کو جمعہ میں تاخیر ہوجائے۔ اس کے اہتمام کا وقت آنے سے پہلے فارغ ہوجائیں۔ اب یہ نفع بلاضرر اور اس حدیث صحیح کے عموم میں داخل ہے کہ:

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلیفعل[1] رواہ مسلم عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جو اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہو تو چاہئے کہ اسے فائدہ پہنچائے۔ اسے امام مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب السلام باب استحباب الرقیۃ من العین الخ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۲۲۴

Marfat.com

(۳) حضور کی نیاز یا صحابہ کی نیاز بھی پردہ کرکے یا کپڑا ڈال کر دلانے کا کہیں حکم ہے یا ویسے ہی لغو ہے؟ اور جو لوگ امام مسجد یا کوئی دوسرا شخص کسی کے کہنے سے اس کام کو نہ کرے تو کیا وہ مستحقِ لعن ہے؟ جیسا ہو ویسا حوالہ کتاب تحریر فرمائیں۔

(۴) یہاں پر اکثر شبِ برات یا عید بقرہ یا عید الفطر یا شادی بیاہ دیگر خوشی کے وقت دُودھ روٹی یا تھوڑا تھوڑا کھانا الگ الگ رکھ کر فاتحہ دلاتی ہیں اور کہتی ہیں اس پر میرے دادا کی یا باپ کی یا فلاں کی دے دو۔ شرع شریف میں یہ بات جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

(۱) فاتحہ وایصالِ ثواب کے لیے کھانے کا پیشِ نظر ہونا کچھ ضرور نہیں، یہ اس پیش امام کی غلطی تھی، اور حضرت خاتونِ جنت کی نیاز کا کھانا پردے میں رکھنا اور مردوں کو نہ کھانے دینا یہ عورتوں کی جہالتیں ہیں انھیں اس سے باز رکھا جائے۔ پیش امام اور عورتیں دونوں اپنی اپنی غلطی سے توبہ کریں اور جس عورت نے پیش امام کو سخت وسست کہا وہ اس سے معافی مانگے۔

(۲) یہ محض بے ثبوت اور نری اختراعی باتیں ہیں، مردوں پر لازم ہے کہ ان غلط خیالوں کو مٹائیں۔

(۳) کسی نیاز پر پردہ ڈالنے کا کہیں حکم نہیں اور جو امام ایسا نہ کرے اس نے اچھا کیا۔ اس وجہ سے اس پر لعن سخت حرام ہے، ایسی لعنت خود لعنت کرنے والے پر پلٹتی ہے۔

(۴) ایک جگہ سب کی فاتحہ دلائیں تو جائز، اور جُدا جُدا دلائیں تو جائز، جیسے حیاتِ دنیا میں، لاجناح علیکم ان تأکلوا جمیعا او اشتاتا[1] (تم پر حرج نہیں کہ مل کر کھاؤ یا جُدا جُدا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۳ از رامپور پور گول بازار ممالک متوسط مرسلہ محمد سلیم خاں کتب فروش ۲ جمادی الاخرٰی ۱۳۳۰ھ

ایک شخص ہے وُہ کہتا ہے کہ فاتحہ میں ثواب رسانی کے سلسلہ میں ایسا لفظ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ارواح متبرکہ کو اس کا ثواب پہنچے۔ ایسا لفظ حضرت کی شان میں ارواح کا لفظ لانا بے ادبی میں داخل ہے۔ ارواح کا لفظ مت شامل کرو۔ ایسا مت کہو کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ارواح کو ثواب پہنچے، آپ حیات النبی ہیں، فقط۔

الجواب

رُوح زندہ کے لیے بھی ہے بلکہ رُوح ہی سے زندگی ہے اور درود شریف کے صیغوں میں ہے:

---

[1] القرآن ۲۴/ ۶۱

Marfat.com

علیہ وسلم اکثر من عشرۃ الاف ختمۃ وضحّٰی عنہ مثل ذلک (نقلہ عن الامام ابن حجر المکی عن الامام الاجل تقی الملۃ والدین السبکی رحمہما اللہ تعالٰی ثم قال اعنی الشامی) ورأیت نحو ذلک بخط مفتی الحنفیۃ الشہاب احمد بن الشلبی شیخ صاحب البحر نقلا عن شرح الطیبۃ للنویری (رحمہم اللہ تعالٰی ثم قال) وقول علمائنا لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ یدخل فیہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانہ احق بذلک حیث انقذنا من الضلالۃ ففی ذلک نوع شکر واسداء جمیل لہ والکامل قابل لزیادۃ الکمال[1] ملخصا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

طرف سے دس ہزار ختم سے زیادہ پڑھے، اور اسی کے مثل سرکار کی جانب سے قربانی بھی کی۔ اسے امام ابن حجر مکی سے، انھوں نے امام اجل تقی الملۃ والدین سبکی سے نقل کیا رحمہما اللہ تعالٰی۔ آگے علامہ شامی نے لکھا: اسی جیسا مضمون مفتی حنفیہ شہاب الدین احمد الشلبی شیخ صاحبِ بحر کی قلمی تحریر میں نویری کی شرح طیبہ کے حوالے سے دیکھا رحمہم اللہ۔ آگے علامہ شامی نے فرمایا: اور ہمارے علماء کا یہ قول کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسرے کے لیے کرسکتا ہے اس میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھی داخل ہیں اس لیے کہ وہ اس کے زیادہ حق دار ہیں کیونکہ حضور ہی نے ہمیں گمراہی سے نکالا، تو اس میں ایک طرح کی شکر گزاری اور حُسنِ سلوک ہے اور صاحبِ کمال مزید کمال کے قابل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۱۴: از موضع سرنیا ضلع بریلی تحصیل بریلی مسئولہ عبدالکریم صاحب ۶ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید دریافت کرتا ہے کہ کفن میں تہبند و رومال، سرمہ، کنگھی وغیرہ کرنا جائز نہیں بلکہ ہو تو بہتر ہے۔ اور ہر روز خوراک پر میّت کے فاتحہ دکھانا اور ہر جمعرات کو چند مسکین کو دعوت کرکے کھلانا اور چالیس یوم تک ہر روز فاتحہ دلانا اور جمعرات کو فقیروں کو کھلانا اور چالیسویں یوم کو گھڑے یا مٹکے میں پانی بھر کر اس پر چادر رکھتے ہیں، کچھ پکا کر فاتحہ دیتے ہیں اور اس کو رُوح نکالنا مکان سے قرار دیتے ہیں اور جرِیس یعنی چاول میں شکر ڈال کر تقسیم کرتے ہیں اور حلوہ روٹی بہ جرِیس برادری میں تقسیم کیا جاتا ہے اور شب برات و عرفہ تک اس میّت کی فاتحہ علیحدہ ہوتی ہے۔ بعد عرفہ شب برات کے یعنی شبِ برات کو شامل ہوتی ہے اور برادری کو دعوت فاتحہ میّت میں شامل نہ کریں تو بہت برا مانتے ہیں۔ یہ رسمیں جو ناجائز ہوں وہ علیحدہ تحریر فرمائی جائیں۔

الجواب

مرد کے لیے کفن کے تین کپڑے سنّت ہیں اور عورت کے لیے پانچ۔ ان کے سوا کفنی میں کوئی اور تہبند یا رومال

[1] ردالمحتار مطلب فی القراءۃ للمیت الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۰۵ و ۶۰۶

Marfat.com

لایاکل طعامك الاتقی[1] رواہ احمد و ابوداؤد والترمذی وابن حبان والحاکم باسانید صحیحۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم

تیرا کھانا نہ کھائے مگر پرہیزگار۔ (اسے امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابنِ حبان اور حاکم نے صحیح سندوں سے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۵ از شہر محلہ گلاب نگر ۱۹ رجب ۱۳۲۷ھ

تبارک جو کیا جاتا ہے اس کی اصل کیا ہے؟ اور کس شیئ پر ادا کیا جانا افضل ہے؟ جس شیئ پر پڑھا جائے وہ شیئ اگر کھانے کی ہے تو کس کو کھلانا بہتر زیادہ ہے؟ اس کا جو رواج ہے اُس سے جناب خوب واقف ہیں اس کی تشریح کی ضرورت نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

تبارک کی اصل ایصالِ ثواب ہے جس کا حکم احادیثِ کثیرہ میں ہے اور خاص سورۂ تبارک الذی شریف کی تخصیص اس لیے کی صحیح حدیثوں میں اسے عذابِ قبر سے بچانے والی، نجات دینے والی فرمایا۔ جس شے پر کرتے ہیں محتاج کی حاجت روائی زیادہ ہو اس میں زیادہ ثواب ہے۔ ایامِ قحط میں کھانے پر ہونا زیادہ مناسب ہے۔ فقیر کے یہاں کھانے پر ہوتی ہے۔ کپڑے کے جوڑوں کبھی روپوں پر موافق حالت برادران مساکین مسلمین کے جو مناسب سمجھا گیا کیا جاتا ہے، کھانا ہو یا کپڑے یا دامِ دُنیا سب سے پہلے اپنے عزیزوں، قریبوں کا حق ہے جو حاجتمند ہوں، پھر ہمسایوں، پھر یتیم، بیوہ، مسکین مسلمانانِ اہلِ شہر کا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۶ تا ۲۲۸ از اجمیر شریف کارخانہ کرتیاں علاقہ نمبر ۳ لوہار خانہ مرسلہ جمال محمد ۴ جمادی الآخر ۱۳۳۸ھ

(۱) مُردہ کے ساتھ کھانا لے جانا حلال ہے یا حرام؟

(۲) گلاب قبر میں چھڑکنا جائز ہے یا ناجائز؟

(۳) اور قبر سے چالیس قدم جاکر دُعا مانگنا۔

الجواب

(۱) مُردہ کی طرف سے تصدق کرنا چاہیے اور ساتھ لے جانا فضول ہے۔ اور علامہ طحطاوی نے اُسے بدعت لکھا ہے۔ وھو تعالٰی اعلم

(۲) قبر میں گلاب وقتِ دفن کے چھڑکنے میں حرج نہیں اور اُوپر چھڑکنا فضول اور مال کا ضائع کرنا۔ وھو تعالٰی اعلم

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از مسند ابوسعید الخدری دارالفکر بیروت ۳/ ۳۸

Marfat.com

مسئلہ ۲۱۷ تا ۲۱۸ از باگ ضلع الجھرہ ریاست گوالیار مکان منشی اوصاف علی صاحب مرسلہ اشرف علی صاحب پنشنر ریاست کوٹہ ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

(۱) کھانا و پانی سامنے رکھ کر اور اس پہ ہاتھ اٹھا کر فاتحہ دینا یہ طریقہ سنّت سے ہے یا کیا؟

(۲) جو کھانا بہ نیت خاص برائے ایصال ثواب خواہ بزرگانِ دین سے ہوں یا عام مسلمان، پکوایا جائے تو اس کھانے کو اغنیا کھا سکتے ہیں؟

الجواب

(۱) کھانا پانی سامنے رکھ کر فاتحہ دینا جائز ہے۔

(۲) اغنیا بھی کھا سکتے ہیں سوا اس کھانے کے جو موت میں بطور دعوت کیا جائے وہ ممنوع و بدعت ہے۔ اور عوام مسلمین کی فاتحہ چہلم، برسی، ششماہی کا کھانا بھی اغنیاء کو مناسب نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱۹ تا ۲۲۲ از شہر کوٹہ راجپوتانہ، محلہ لارڈ پورہ معرفت گانس بہرو مسئولہ الٰہی بخش صاحب ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

(۱) حضرت مولانا صاحب! واقعات کو بغور ملاحظہ فرمائیں، مسجد کے پیش امام کو محلہ میں ایک جگہ پہ فاتحہ و ایصال ثواب کو بلالے گئے، چند عورتیں تھیں، گھر کا دروازہ بند کر کے کہا بیوی صاحبہ کی فاتحہ پڑھ دو۔ ملّاں جی نے کہا کہ پردہ کر کے یا کپڑے سے بند کر کے دلانا۔ یہ عورتوں کا مسئلہ ہے شریعت میں ایسا نہیں ہے، خیر کپڑا ڈال دو مگر کھانا تو سامنے رکھو۔ خیر بند کر کے بھی کھانا سامنے نہیں رکھا گیا۔ تھوڑا سا دروازہ کھولا گیا، پردہ کر دیا گیا، ملّاں جی نے فاتحہ پڑھ دی۔ عورتیں کہنے لگیں یہ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تھی اب بیوی کی پڑھو اور اسی طرح سے علی کی پڑھ دینا۔ ملّاں جی ناراض ہو کر بولے کہ تم خلافِ قاعدہ اور خلافِ اصولِ شرع فاتحہ دلاتی ہو اس طرح سے میں نہیں دے سکتا میرے عقیدے میں خلل ہوتا ہے میں اپنا اسلام نہیں بیچ سکتا ہوں۔ یہ کہہ کر مکان پہ چلے آئے۔ بعد میں ایک عورت نے ملّاں جی کو بہت سخت وسست کہا اور لعن طعن کی۔ انھوں نے صبر کیا۔ دلی مطلب ملّاں جی کا یہ تھا کہ سلف سے جو طریقہ فاتحہ خوانی اور ایصال ثواب کا چلا آتا ہے اور تمام بزرگانِ دین ایصالِ ثواب کرتے چلے آئے ہیں وہ بات ہونا چاہئے نئے نئے طریقے کیوں نکالتی ہو؟ جس پر اس عورت کے بعض عزیز بھی ملّاں جی پر ناراض ہوئے، یہ واقعات ہیں۔

(۲) یہ عورتیں حضرت بی بی فاطمہ خاتونِ جنّت کی فاتحہ پردہ ڈال کر یا کپڑا ڈال کر اُمّہات المومنین حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اور جملہ پیغمبروں کی بیویوں سے علیحدہ دلاتی ہیں اور چند قیدیں لگاتی ہیں کہ سوائے شوہر والی کے بیوہ یا عقدِ ثانی والی یا مرد یہ کھانا نہ کھائیں۔ آیا اس کا ثبوت کہیں شریعت سے بھی ہے یا کیا؟ جیسا ہو ویسا بحوالہ کتاب تحریر فرمائیں۔

Marfat.com

مسئلہ ۲۳۰ از شہر محلہ ذخیرہ مسئولہ منشی شوکت علی صاحب محرر چنگی ۱۷ جمادی الآخر

کیا حکم ہے علمائے اہلسنت والجماعت کا اس مسئلہ میں کہ چنوں پر جو سوئم کی فاتحہ کے قبل کلمہ طیبہ پڑھا جاتا ہے اس کے کھانے کو بعض شخص مکروہ جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قلب سیاہ ہوتا ہے۔ آیا یہ صحیح ہے تو ان کو کیا کرنا چاہیے؛ اسی طرح فاتحہ کے کھانے کو جو عام لوگوں کی ہوتی ہے کہتے ہیں ایک موضع میں ان سوم کے پڑھے ہوئے چنوں کو مسلمان اپنا اپنا حصہ لے کر مشرک چماروں کو دے دیتے ہیں، وہاں یہی رواج ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ لہذا ان کلمہ طیبہ کے پڑھے ہوئے چنوں کو مشرک چماروں کو دینا چاہیے یا نہیں؛ کیا یہ گناہ ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ چیزیں غنی نہ لے فقیر لے۔ اور وہ جو ان کا منتظر رہتا ہے ان کے نہ ملنے سے ناخوش ہوتا ہے اس کا قلب سیاہ ہوتا ہے مشرک یا چمار کو اس کا دینا گناہ، گناہ۔ فقیر لے کر خود کھائے اور غنی لے ہی نہیں، اور لے لئے ہوں تو مسلمان فقیر کو دے دے۔ یہ حکم عام فاتحہ کا ہے، نیاز اولیائے کرام طعام موت نہیں وہ تبرک ہے فقیر و غنی سب لیں۔ جبکہ مانی ہوئی نذر بطور نذر شرعی نہ ہو، شرعی پھر غیر فقیر کو جائز نہیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۱ از قصبہ رچھا روڈ ضلع بریلی مسئولہ حکیم محمد احسن ۹ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ سوم کے چنوں کا کھانا علاوہ چھوٹوں کے بڑوں کو بھی جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ چنے فقراء ہی کھائیں، غنی کو نہ چاہیے بچہ یا بڑا۔ غنی بچوں کو ان کے والدین منع کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۲ از بلگرام ضلع ہردوئی محلہ میدان پورہ مرسلہ سید محمد تقی صاحب قادری ابو الحسینی ۲۶ صفر ۱۳۳۷ھ

اگر مردہ کو اس کا خویش و اقارب خواب میں دیکھے تنہا یا اس کو کسی قسم کی چیز طلب کرتے ہوئے دیکھے تو ایسی حالت میں مردہ کا فاتحہ کھانے پر دلانا جائز ہے یا نہیں؛ یا وہ چیز جو اس نے خواب میں طلب کی ہے وہ اس کے نام پر فاتحہ دلا کر خیرات کرنا جائز ہے یا نہیں؛ اور فاتحہ کے وقت ہمراہ کھانے کے پانی کا رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

بہتر ہے کہ جو چیز طلب کی محتاج کو اس کی طرف سے دی جائے اور کھانے پر فاتحہ اس کے سبب سے منع نہ ہوگی وہ بھی اور پانی رکھنے میں حرج نہیں۔ محتاج کو وہ کھانا کھلائیں اور پانی پلائیں سب کا ثواب پہنچے گا۔

Marfat.com

اللھم صل علی روح سیدنا محمد فی الارواح تو اصل میں اس لفظ کے کہنے میں کوئی حرج نہیں، مگرجہاں عوام اس سے یہ معنی سمجھتے ہوں جیسے اس نیک نیت پاکیزہ خیال نے سمجھے تو ضرور اس کہنے سے ان کو روکا جائے یا یہ وہم اُن کے دلوں سے نکال دیا جائے کہ ارواح کا اطلاق اموات ہی کے حق میں ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلٰوۃ والسلام حقیقۃً ایسے ہی زندہ ہیں جیسے رونق افروزیٔ دُنیا کے زمانہ میں تھے۔ اُن کی موت ایک آن کے لیے تصدیق وعدۂ الٰہیہ کل نفس ذائقۃ الموت[1] (ہر جاندار نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ ت) کے واسطے ہوتی ہے، پھر وُہ ہمیشہ ہمیشہ بحیات حقیقی جسمانی دنیاوی زندہ ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، حج کرتے ہیں، مجالس خیر میں تشریف لے جاتے ہیں۔ کھانا پینا سب کچھ دُنیا کی طرح بے کسی آلائش کے جاری ہیں کما نطقت بہ الاحادیث وائمۃ القدیم والحدیث (جیسا کہ اس بارے میں احادیث اور زمانۂ قدیم وجدید کے ائمہ کے ارشادات موجود ہیں۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۴ از بھیرہ ضلع شاہ پور، ملک پنجاب، ملتانی دروازہ، مسئولہ فضل حق صاحب چشتی، ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ

بخدمت جناب سلطان العلماء المتبحرین، برہان الفضلاء المتصدرین، کنز الھدایہ والیقین، شیخ الاسلام والمسلمین مولٰنا المفتی العلامۃ الشاہ محمد احمد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گیارھویں شریف کس چیز پر دینی افضل ہے، چاول یا حلوہ وغیرہ، اور کن کن لوگوں میں بانٹنی چاہیے؟ آپ بھی تبرک چکھنا چاہیے یا نہیں؟ اور کسی پیر صاحب یا سید صاحب کو اس میں سے حصہ دینا چاہیے یا نہیں؟ ایک مسجد میں چند ایک اصحاب مل کر گیارھویں پکاتے ہیں تو کیا وہ گیارھویں شریف پکی ہُوئی، مسجد کے نمازیوں میں بانٹنی چاہیے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

نیاز کا ایسے کھانے پر ہونا بہتر ہے جس کا کوئی حصہ پھینکا نہ جائے، جیسے زردہ یا حلوا یا خشکہ، یا وُہ پلاؤ جس میں سے ہڈیاں علیحدہ کرلی گئی ہوں، بانٹنے کا اختیار ہے، جس سُنّی مسلمان کو چاہے دے اگرچہ غنی ہو اگرچہ سیّد ہو، اور خود بھی تبرکاً کھائے تو حرج نہیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے فتاوٰی میں لکھا ہے، نیاز کا کھانا تبرک ہوجاتا ہے۔ ہاں اگر شرعی منّت مانی ہو تو اس میں سے نہ خود کھاسکتا ہے نہ کسی غنی یا سیّد کو دے سکتا ہے، وہ غیر ہاشمی فقرائے مسلمین کا حق ہے۔ اور بدمذہبوں خصوصاً وہابیوں رافضیوں کو دینا جائز نہیں۔ چندے والے جس نیّت سے پکائیں اُس میں صرف کریں۔ اگر خاص نمازیوں کے لیے پکائی ہے تو صرف انھیں کو دیں، اور سب کے لیے تو سب کو۔ ہاں کافر کو دینا جائز نہیں جیسے بھنگی، چمار، وہابی، رافضی، قادیانی۔ ہاں جس کی بدمذہبی حدِ کفر تک نہ پہنچے جیسے تفضیلیہ، اسے دینے میں حرج نہیں۔ اور سُنّی کو دینا افضل۔ حدیث میں ہے:

---

[1] القرآن ۳/۱۸۵

Marfat.com

وسعتِ فضلِ الٰہی کے لائق یہی ہے۔ علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں :

سئل ابن حجر المکی عما لو قرأ لاھل المقبرۃ الفاتحۃ ھل یقسم الثواب بینھم اویصل لکل منھم مثل ثواب ذلک کاملا فاجاب بانہ افتی جمع بالثانی وھو اللائق بسعۃ الفضل[1] اھ۔

حضرت ابن حجر مکی سے سوال ہُوا اگر اہل مقبرہ کے لیے فاتحہ پڑھا تو ثواب ان کے درمیان تقسیم ہوگا یا ہر ایک کو اس کا پُورا ثواب ملے گا ؟ اُنھوں نے جواب دیا کہ ایک جماعت نے دوسری صورت پر فتوٰی دیا ہے اور وہی فضلِ ربانی کی وسعت کے شایاں ہے اھ (ت)

اور ہر شخص کو افضل یہی کہ جو عمل صالح کرے اس کا ثواب اولین و آخرین احیاء و اموات تمام مومنین و مومنات کے لیے ہدیہ بھیجے سب کو ثواب پہنچے گا اور اُسے اُن سب کے برابر اجر ملے گا۔

فی ردالمحتار عن التاتارخانیۃ عن المحیط الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لانھا تصل الیھم ولا ینقص من اجرہ شیئ[2] اھ

ردالمحتار میں تاتارخانیہ سے، اس میں محیط سے منقول ہے کہ جو کوئی نفل صدقہ کرے تو بہتر یہ ہے کہ تمام مومنین و مومنات کی نیت کرے اس لیے کہ وہ سب کو پہنچے گا اور اس کے اجر سے کچھ کم نہ ہوگا اھ (ت)

دارقطنی و طبرانی و دیلمی و سلفی امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے راوی حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من مر علی المقابر وقرأ قل ھو اللہ احد احدی عشرۃ مرۃ ثم وھب اجرھا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات[3]

جو مقابر پر گزرے اور قل ھو اللہ گیارہ بار پڑھ کر اس کا ثواب اموات کو بخشے بعدد تمام اموات کے ثواب پائے۔

رہا ابن قیم ظاہری المذہب کا کتاب الروح میں تقسیمِ ثواب کو اختیار کرنا یعنی ایک ہی ثواب اُن پر ٹکڑے ہو کر بٹ جائے گا حیث قال لو اھدی الکل الی اربعۃ یحصل لکل منھم ربعہ[4] اھ (اس کے الفاظ یہ ہیں :

---

[1] و [2] ردالمحتار مطلب فی القرأۃ للمیّت الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۰۵

[3] فتح القدیر عن علی رضی اللہ عنہ باب الحج عن الغیر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۶۵

کنز العمال رافعی عن علی " " حدیث ۴۲۵۹۶ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۵/۶۵۵

ردالمحتار عن علی مطلب فی اہداء الثواب الاعمال للغیر مصطفٰی البابی مصر ۲/۲۵۷

[4] ردالمحتار بحوالہ کتاب الروح مطلب فی القرأۃ للمیت الخ ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/۶۰۵

Marfat.com

(۳) دُعا مانگنا ہر وقت جائز اور چالیس قدم کی خصوصیت بلاوجہ۔ وھو تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۹: از کرتپور ضلع بجنور مرسلہ طفیل احمد صاحب بجڑاونی ۲۷ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں جو طعام بہ نیتِ ایصالِ ثواب بروحِ مُردگان تقسیم کیا جاتا ہے اس کو اغنیاء بھی کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ عام امواتِ مومنین کے لیے جو کھانا وغیرہ دیا جاتا ہے اُس میں اور اس طعام میں جو انبیاء عظام اور اولیاء کرام کے ارواح کے لیے ہدیہ کیا جاتا کچھ ذاتی فرق ہے یا نہیں؟ برکت وعدمِ برکت کے اعتبار سے دونوں حالتوں میں مصروف ایک ہوگا یعنی صرف فقراء کو دینا یا اغنیاء کے لیے بھی کھانا جائز ہوگا۔ فقط بیّنوا توجروا

الجواب

طعام تین قسم ہے: ایک وُہ کہ عوام ایامِ موت میں بطورِ دعوت کرتے ہیں یہ ناجائز وممنوع ہے۔

لان الدعوۃ انما شرعت فی السرور لا فی الشرور[1] کما فی فتح القدیر وغیرہ من کتب الصدور۔ اس لیے کہ دعوت کو شریعت نے خوشی میں رکھا ہے غمی میں نہیں۔ جیسا کہ فتح القدیر وغیرہ کتبِ اکابر میں ہے۔ (ت)

اغنیاء کو اس کا کھانا جائز نہیں۔

دوسرے وہ طعام کہ اپنے اموات کو ایصالِ ثواب کے لیے بہ نیّت تصدّق کیا جاتا ہے فقراء اس کے لیے احق ہیں، اغنیاء کو نہ چاہئے۔

تیسرے وُہ طعام کہ نذورِ ارواحِ طیبہ حضرات انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کیا جاتا ہے اور فقراء و اغنیاء سب کو بطورِ تبرک دیا جاتا ہے یہ سب کو بلا تکلّف روا ہے، اور وہ ضرور باعثِ برکت ہے۔ برکت والوں کی طرف جو چیز نسبت کی جاتی ہے اس میں برکت آجاتی ہے، مسلمان اس کھانے کی تعظیم کرتے ہیں اور وُہ اس میں مصیب ہیں۔ ائمۂ دین نے بسندِ صحیح روایت فرمایا کہ ایک مجلس سماع صوفیاء کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم میں نذرِ حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ایک بدرۂ زر رکھا ہُوا تھا، حالتِ وجد میں ایک صاحب کا پاؤں اُس سے لگ گیا فوراً رب العزت جل وعلا نے ان کا حالِ ولایت سلب فرمالیا نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] فتح القدیر فصل فی الدفن مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱۰۲/۲
مراقی الفلاح علٰی ھامش حاشیۃ الطحطاوی فصل فی حملہا و دفنہا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۳۹

Marfat.com

نے خاص اس بات میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تین حدیثیں پائیں:

حدیث اوّل: امام ابوالقاسم اصبہانی کتاب الترغیب اور امام احمد بن الحسین بیہقی شعب الایمان میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من حج عن والدیہ بعد وفاتھما کتب اللہ لہ عتقا من النار وکان للمحجوج عنھما اجر حجۃ تامۃ من غیر ان ینقص من اجورھما شیئ[1]

جو اپنے ماں باپ کی طرف سے اُن کی وفات کے بعد حج کرے اللہ تعالیٰ اس کے لیے دوزخ سے آزادی لکھے، اور ان دونوں کے لیے پُورے حج کا اجر ہو بغیر اس کے کہ ان کے ثوابوں میں کچھ کمی ہو۔

اگر ثواب نصف نصف ملتا تو اس آدھے میں سے کمی ہو جانے کا کیا احتمال تھا جس کی نفی فرمائی گئی۔ ہاں وہی اجر یہاں اجور ہو جائے، ہر ایک پورا پورا بے کمی پائے۔ یہ خلافِ عقل ظاہر تھا، تو اسی کا افادہ ضرور مفید واہم ہے۔

حدیث دوم: طبرانی اوسط میں اور ابنِ عساکر حضرت عبداللہ بن عمر ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما علی احدکم اذا اراد ان یتصدق للہ صدقۃ تطوعا ان یجعلھا عن والدیہ اذا کانا مسلمین، فیکون لوالدیہ اجرھا ولہ مثل اجورھما بعد ان لا ینقص من اجورھما شیئ[2]۔

یعنی جب تم میں سے کوئی شخص کسی صدقۂ نافلہ کا ارادہ کرے تو اس کا کیا حرج ہے کہ وہ صدقہ اپنے ماں باپ کی نیت سے دے کہ انھیں اس کا ثواب پہنچے گا اور اسے ان دونوں کے اجروں کے برابر ملے گا بغیر اس کے کہ ان کے ثوابوں میں کچھ کمی ہو۔

ان دونوں حدیثوں میں اگر کچھ تشکیک کی جائے تو **حدیث سوم** گویا نص صریح جس نے بحمدہٖ تعالیٰ اس امید کمال کو قوی کر دیا، اور فتوئ علما کی تاکیدِ اکید فرما دی کہ ہر ایک کو کامل ثواب ملے گا۔ امام دارقطنی اور ابوعبداللہ ثقفی فوائد ثقفیات میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا حج الرجل عن والدیہ تقبل منہ ومنھما واستبشرت ارواحھما، وکتب عند اللہ برا[3]۔

جب آدمی اپنے والدین کی طرف سے حج کرے وہ حج اس حج کرنے والے اور ماں باپ تینوں کی طرف سے قبول کیا جائے اور اُن کی رُوحیں خوش ہوں، اور یہ

[1] شعب الایمان باب فی بر الوالدین حدیث ۷۹۱۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/۲۰۵

[2] الجامع الصغیر مع فیض القدیر بحوالہ ابن عساکر حدیث ۷۹۴۳ دار المعرفۃ بیروت ۵/۴۵۶

[3] سنن الدارقطنی کتاب الحج نشر السنۃ ملتان ۲/۲۶۰

Marfat.com

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳۳ امانت علی شاہ قصبہ نواب گنج ضلع بریلی ۱۷ رمضان ۱۳۳۱ھ

مٹی کے چراغ میں گھی ڈال کر جلانا چاہیئے یا نہیں؟ آٹے کے چراغ میں گھی ڈال کر جلا کر کھانا یا ملیدہ کے اُوپر رکھ کر فاتحہ دینا چاہیئے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

بلا ضرورت گھی جلانا اسراف ہے اور اسراف حرام ہے۔ اور فاتحہ وقرآن خوانی اور درود خوانی کے لئے اگر چراغ کے قرب کی حاجت ہو اور اس خیال سے کہ تیل میں کبھی بدبُو آتی ہے گھی سے چراغ روشن کرے اور اس لحاظ سے کہ استعمالی چراغ صاف نہیں ہوتا اور کورے میں جلائیں تو گھی پئے گا اور بیکار جائے گا لہذا آٹے کا چراغ بنائیں کہ آٹا پئے بھی تو اس کی روٹی پک سکتی ہے، تو اس میں حرج نہیں۔ مگر یہ عادت کرلینی کہ بلا ضرورت بھی فاتحہ کے لیے گھی جلائیں وہی اسراف وحرام ہے، اور وہ صورتِ جواز جو ہم نے لکھی اُس میں بھی وہ چراغ کھانے کے اُوپر نہ رکھا جائے بلکہ کھانے سے الگ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۳۴ از ریاست جاورہ مکان عبد المجید خاں صاحب سررشتہ دار بتاریخ ۱۸ ر ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فاتحہ وغیرہ میں اکثر لوگ گھی کے چراغ، کپڑے، جوتی وغیرہ رکھتے ہیں، یہ اشیاء رکھنا کیسا ہے؟ فقط

الجواب

کپڑا، جُوتے یا جو چیز مسکین کو نفع دینے والی مسکین کو دینے کی نیت سے رکھیں کوئی حرج نہیں ثواب ہے، مگر فاتحہ کے وقت گھی کا چراغ جلانا فضول ہے، اور بعض اوقات داخلِ اسراف ہوگا، اس سے احتراز چاہیئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۳۵ مرزا باقی بیگ رام پوری ۱۶ محرم ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس فعلِ نیک کا ثواب چند اموات کو بخشا جائے وہ اُن پر تقسیم ہوگا یا سب کو اس پُورے فعل کا ثواب ملے گا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اللہ عزوجل کے کرمِ عمیم وفضلِ عظیم سے اُمید ہے کہ سب کو پُورا پُورا ثواب ملے، اگرچہ ایک آیت یا درود یا تہلیل کا ثواب آدم علیہ السلام سے قیامت تک کے تمام مومنین ومومنات احیا واموات کے لیے ہدیہ کرے۔ علمائے اہلسنّت سے ایک جماعت نے اسی پر فتویٰ دیا۔ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

Marfat.com

اور نتیجہ اس کا دنیا میں ملے گا یا عقبٰی میں ؟

دوسرے[2] یہ کہ ثواب کس طرح کہہ کر پہنچائے ؟

تیسرے[3] یہ کہ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ واصحابہ واہل بیتہ وسلم کو ثواب پہنچائے تو اس کی شمول میں اور ارواح بھی شامل کرسکتا ہے یا نہیں، اور پچھلے اولیاء اور انبیاء کا نام بھی لیا جائے یا نہیں ؟

چوتھے[4] یہ کہ دنیا میں کیا فائدہ اور عقبٰے میں کیا بدل حاصل ہوگا ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اللہ عزوجل کے فضل سے امید ہے کہ ہر شخص کو پورے کلام مجید کا ثواب پہنچے گا۔ ردالمحتار میں ہے :

سئل ابن حجر المکی عما لوقرأ لاھل المقبرۃ الفاتحۃ ھل یقسم الثواب بینھم اویصل لکل منھم مثل ثواب ذلك کاملا فاجاب بانہ افتی جمع بالثانی وھو اللائق بسعۃ الفضل[1]۔

امام ابن حجر مکی سے سوال ہُوا : اگر قبرستان والوں کے لیے فاتحہ پڑھی تو ثواب ان کے درمیان تقسیم ہوگا یا ہر ایک کو اسی کے مثل پورا پورا ثواب ملے گا ؟ انھوں نے جواب دیا کہ ایک جماعتِ علماء نے دوسری صورت پر فتوٰی دیا ہے اور وہی فضلِ الٰہی کی وسعت کے لائق ہے۔ (ت)

اس مسئلہ کی پوری تحقیق فتاوٰی فقیر میں ہے، نتیجہ ملنا اللہ سبحٰنہ وتعالٰی کے اختیار میں ہے۔ مسلمانوں کو نفع رسانی سے اللہ عزوجل کی رضا و رحمت ملتی ہے اور اس کی رحمت دونوں جہان کا کام بنا دیتی ہے۔ آدمی کو اللہ کے کلام میں اللہ کی نیت چاہیے، دنیا اس سے مقصود رکھنا حماقت ہے۔ دعا کرے کہ الٰہی ! یہ جو میں نے پڑھا اس کا ثواب فلاں شخص یا فلاں فلاں اشخاص کو پہنچا، اور افضل یہ ہے کہ تمام مسلمین ومسلمات کو پہنچائے۔ مسلک متقسط میں ہے :

یقرأ ماتیسر لہ من الفاتحۃ والاخلاص سبعا اوثلثا ثم یقول اللھم اوصل ثواب ماقرأناہ الٰی فلان اوالیھم[2]۔

جو میسر آئے پڑھے سورۂ فاتحہ، سورۂ اخلاص سات بار یا تین بار، پھر کہے : اے اللہ ! ہم نے جو پڑھا اس کا ثواب فلاں کو یا ان سب کو پہنچا۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار مطلب فی القرأۃ للمیت الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۰۵

[2] المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط مع ارشاد الساری فصل یستحب زیارۃ اہل المعلی دار الکتاب العربیہ بیروت ص ۳۲۴

Marfat.com

اگر چار آدمیوں کو سب ہدیہ کیا تو ہر ایک کو چوتھائی ملے گا۔ ت)

اقول و باللہ التوفیق فتوٰئ علماء کہ سب کو ثواب کامل ملے گا، اس قولِ ابنِ قیم پر بچند وجہ مرجح ہے:

اوّلاً ابنِ قیم بدمذہب ہے، تو اس کا قول علمائے اہلسنت کے مقابل معتبر نہیں۔

ثانیاً وُہ اسی کا قول ہے اور یہ ایک جماعت کا فتوٰی والعمل بما علیہ الاکثر (اور عمل اس پر ہوتا ہے جس پر اکثر ہوں۔ ت)

ثالثاً وھو الطراز المعلم (اور وہی نقش بانگار ہے، یعنی زیادہ مضبوط جواب ہے۔ ت) ثواب واحد کا سب پر منقسم ہونا ایک ظاہری بات ہے جسے آدمی بنظرِ ظاہر اپنی رائے سے کہہ سکتا ہے، عالمِ شہود میں یُونہی دیکھتے ہیں، ایک چیز دس کو دیجئے تو سب کو پُوری نہ ملے گی ہر ایک کو ٹکڑا ٹکڑا پہنچے گا۔ غالباً اس ظاہری نے اسی ظاہری بات پر نظر اور معقول پر محسوس کو قیاس کرکے تقسیم کا حکم دے دیا۔ نہ کہ حدیث سے اس پر دلیل پائی ہو بخلاف اُس حکمِ کمال کے کہ اگر کروڑوں کو بخشو تو ہر ایک کو پورا ثواب ملے۔ ایسی بات بے سندِ شرعی اپنی طرف سے نہیں کہہ سکتے تو ظاہر کہ جماعتِ اہلِ فتوٰی نے جب تک شرعِ مطہر سے دلیل نہ پائی ہرگز اس پر جزم نہ فرمایا بلکہ تصریح علماء سے ثابت کہ جو بات رائے سے نہ کہہ سکیں وُہ اگرچہ بعض علماء کا ارشاد ہو حدیثِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حکم میں سمجھا جائے گا۔ آخر جب عالم متدین ہے اور بات میں رائے کو دخل نہیں تو لاجرم حدیث سے ثبوت ہوگا۔ امام علامہ قاضی عیاض نے سریج بن یونس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نقل کیا کہ اللہ تعالٰی کے کچھ سیاح فرشتے ہیں جن کے متعلق یہی خدمت ہے کہ جس گھر میں احمد یا محمد نام کا کوئی شخص ہو اس گھر کی زیارت کیا کریں۔ علامہ خفاجی مصری اس کی شرح نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:

فھو ظاھر وان کان لسریج فھو فی حکم المرفوع لان مثلہ لایقال بالرای[1] اھ ملخصا۔

یہ اگرچہ سریج کا قول ہے مگر وُہ مرفوع کے حکم میں ہے اس لئے کہ ایسی بات رائے سے نہیں کہی جاتی اھ ملخصا (ت)

یہ سریج نہ صحابی ہیں نہ تابعی نہ تبع تابعین میں سے، بلکہ علمائے ما بعد سے ہیں۔ بایں ہمہ علامہ خفاجی نے اُن کے قولِ مذکور کو حدیث مرفوع کے حکم میں ٹھہرایا کہ ایسی بات رائے سے نہیں کہی جاتی۔ اسی طرح ما نحن فیہ (زیرِ بحث مسئلہ۔ ت) میں بھی کہہ سکتے ہیں کہ علماء کا وُہ فتوٰی بھی حدیثِ مرفوع کے حکم میں ہونا چاہئے۔

ثم **اقول** وباللہ التوفیق (میں پھر اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ

---

[1] نسیم الریاض الباب الثالث فصل اوّل دارالفکر بیروت ۲/۲۲۵

Marfat.com

میتا او حیا۔[1]

ہدیہ کرے وہ وفات پا چکا ہو یا زندہ ہو۔ (ت)

جو کچھ اللہ چاہے قال اللہ تعالٰی :

ومن یرد ثواب الدنیا نؤتہ منہا ومن یرد ثواب الاٰخرۃ نؤتہ منہا وسنجزی الشکرین۔[2]

جو کوئی دنیا کا عوض چاہے ہم اسے اس میں سے دیں گے اور جو آخرت کا ثواب چاہے ہم اسے اس میں سے عطا فرمائیں گے اور قریب ہے کہ ہم شکر کرنے والوں کو جزا بخشیں۔

اور فرماتا ہے عزوجل :

من کان یرید العاجلۃ عجّلنا لہ فیہا مانشاء لمن نرید ثم جعلنا لہ جہنم یصلہا مذموما مدحورا ومن اراد الاٰخرۃ وسعی لہا سعیہا وھو مؤمن فاولٰئک کان سعیہم مشکورا۔[3]

جو دُنیا چاہے ہم اس میں سے جتنا چاہیں یہاں دے دیں، پھر اس کے لیے جہنم رکھیں اس میں بیٹھے مذمتیں ہوتا، دھکّے دیا جاتا۔ اور جو آخرت چاہے اس کی سی کوشش کرے اور ہو مسلمان، تو ایسے ہی لوگوں کی کوشش ٹھکانے لگتی ہے۔

مسئلہ ۲۴: از کارا ڈاکخانہ اونیرا ضلع گیا مرسلہ مولوی علی احمد صاحب ۵ شعبان ۱۳۳۱ھ

زید کہتا ہے اگر دو چار شخصوں کو اجمالاً ایصالِ ثواب کیا جائے تو ہر ایک کو پُورا پورا پہنچے گا، اور بکر تقسیم کا قائل ہے۔ زید اپنے ثبوت میں شامی کی یہ عبارت پیش کرتا ہے :

لکن سئل ابن حجر المکی عما لو قرأ لاھل المقبرۃ الفاتحۃ ھل یقسم الثواب بینہم او یصل لکل منہم مثل ثواب ذٰلک کاملا فاجاب بانہ افتی جمع بالثانی وھو اللائق بسعۃ الفضل۔[4]

ابنِ حجر مکّی سے سوال ہُوا : اگر اہلِ قبرستان کے لیے فاتحہ پڑھے تو ثواب ان کے درمیان تقسیم ہوگا یا ان میں سے ہر ایک کو اس کے ثواب کا مثل کامل طور پر پہنچے گا۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ ایک جماعت نے صورتِ دوم پر فتوٰی دیا ہے اور وسعتِ کرم کے لائق وہی ہے۔ (ت)

---

[1] بحر الرائق باب الحج عن الغیر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۵۹

[2] القرآن ۳/ ۱۴۵

[3] القرآن ۱۷/ ۱۸ و ۱۹

[4] ردالمحتار مطلب فی القراءۃ للمیت الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۰۵

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے نزدیک ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا نیکوکار لکھا جائے۔

یہ لفظ دارقطنی کے ہیں، اور ثقفیات میں ان لفظوں سے ہے:

من حج عن ابویہ ولم یحجا اجزاء عنہما وبشرت ارواحہما فی السماء وکتب عند اللہ برا۔[1]

جس کے ماں باپ بے حج کئے مر گئے ہوں یہ ان کی طرف سے حج کرے وہ ان دونوں کا حج ہو جائے اور ان کی رُوحوں کو آسمان میں خوشخبری دی جائے اور یہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنیوالا لکھا جائے۔

ظاہر ہے کہ حج ایک عبادتِ واحدہ ہے جس کا بعض کافی نہیں، نہ وہ کل سے مغنی ہو، بلکہ قابلِ اعتبار ہی نہیں، جیسے فجر کی دو رکعتوں سے ایک رکعت، یا صبح سے دوپہر تک کا روزہ۔ تو یہ حج کہ ان دونوں کی طرف سے کافی ہو، ضرور ہے کہ ہر ایک کی جانب سے پُورا حج واقع ہو، مگر فقہ میں مبین و مبرہن ہو لیا کہ یہ اجزاء بمعنی اسقاطِ فرض نہیں تو لاجرم یہی معنی مقصود کہ دونوں کو کامل حج کا ثواب ملے۔ محدثِ جلیل امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی اس حدیث کی تفسیر فرماتے ہیں:

لا اعلم احدا قال بظاھرہ من الاجزاء عنہما بحج واحد وھو محمول علی وقوعہ الاصل فرضا وللفرع نفلا[2] اھ نقلہ فی التیسیر مع التقریر والحمد للہ رب العلمین ھذا واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہٗ اتم واحکم۔

جہاں تک مجھے علم ہے کوئی اس کے ظاہر کا قائل نہیں یعنی یہ کہ وُہ ایک ہی حج دونوں کی طرف سے کافی ہو جائیگا۔ وہ اس پر محمول ہے کہ اصل کے لیے فرض ادا ہوگا اور فرع کے لیے نفل ہوگا اھ۔ اسے تیسیر میں نقل کیا اور برقرار رکھا۔ اور ساری خُوبیاں اللہ کے لیے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ اور خدائے برتر خُوب جاننے والا ہے اور اس رب بزرگ کا علم سب سے زیادہ کامل اور محکم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۳۶ تا ۲۳۹ از شہر کہنہ محلہ کوٹ مرسلہ محمود علی صاحب بنگالی ۲ صفر المظفر ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین وفضلائے شریعت امین ان مسئلوں میں:

اول یہ کہ کسی شخص نے ایک کلام مجید تلاوت کر کے ختم کیا اور اس کا ثواب پندرہ شخصوں کی ارواح کو للہ بخشا اُن رُوحوں میں تقسیم ہو جائے گا یعنی فی رُوح دو پارے پہنچے گا یا فی رُوح کو پُورے کلام مجید کا ثواب پہنچے گا؟

---

[1] فوائد ثقفیات لابی عبداللہ ثقفی

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث من حج عن ابیہ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض سعودیہ ۲/ ۴۱۳

Marfat.com

ثواب کہ ہم شافعیہ کے نزدیک معروف ومعہود ہے کہ مثل ثواب قاری ہے، آیا اموات پر تقسیم ہوگا یا ہر ایک کو پورا ملے گا۔ روشن ہے کہ یہ ایک ہی سوال ہے اور اس میں مقصود بالاستفادہ تقسیم وتکمیل کی دو شقوں سے ایک متعین جس کا جواب امام نے دیا کہ ایک جماعت نے شق دوم پر فتوٰی دیا یعنی ہر ایک کو پورا ثواب پہنچے گا اور یہی وسعتِ رحمتِ الٰہیہ کے لائق ہے، نہ یہ کہ دو سوال تھے، پہلا مذہب حنفیہ اور دوسرا مذہب شافعیہ سے امام نے پہلے جواب سے سکوت کیا اور دوسرے کا جواب دیا۔ یوں ہوتا تو تقسیم اور لکل منھم فضول تھا کہ حنفیہ وشافعیہ کا یہ اختلاف ایک جماعتِ اموات کے لیے قراءت سے خاص نہیں ایک میت کے لیے قراءت بھی یہی ہے کہ ہمارے نزدیک نفسِ ثواب پہنچتا ہے اور ان کے نزدیک اس کا مثل۔ ایسا ہوتا تو امام اس غلطی پر متنبہ فرماتے، پھر جواب یُوں نہ ہوتا کہ ایک جماعت نے ثانی پر فتوٰی دیا، بلکہ یُوں ہوتا کہ ہمارا مذہب شق ثانی ہے پھر نفس ومثل میں سعۃ رحمت کا کیا فرق ہے جسے امام ھو اللائق بسعۃ الفضل فرمارہے ہیں۔ بکر کا استدلال کہ "ابنِ حجر کے قول ثانی کو الخ" عجیب ہے۔ شقِ اول میں لفظ تقسیم خود مصرح ہے۔ سائل پُوچھتا ہی یہ ہے کہ ثواب جو کچھ بھی پہنچے کہ وہ ان کے نزدیک مثل ثواب قاری ہے نہ نفس تقسیم ہوگا یا ہر ایک کو پُورا پہنچے گا؟ امام نے جواب دیا کہ ہر ایک کو پورا پہنچنا الیق ہے تو قائلین وصول ثواب سے یہ بھی ہُوئے۔ شقِ اوّل میں نفس ثواب القاری کہاں تھا۔

ثم اقول وباللہ التوفیق (میں پھر اللہ تعالٰی کی مدد سے کہتا ہُوں۔ ت) یہاں تحقیق امر اور ہے جو شُبہ کو راساً ختم کرے۔ جب نظر عامۂ اہلِ ظاہر پر شیئ واحد کا دو شخصوں کو بلا تقسیم وصول عقلاً ممتنع ہے یعنی عرض واحد دو محل سے قائم نہیں ہوسکے (ورنہ اس تعبیر میں تو صریح منع ہے) تو واجب کہ حنفیہ کے نزدیک جب نفس ثواب قاری میّت کو پہنچے قاری کے پاس نہ رہے، ورنہ یہ بھی عرض واحد کا دو محل سے قیام ہوگا حالانکہ احادیث وحنفیہ وسائر علمائے کرام خلاف پر تصریح فرما ہیں۔ محیط پھر تاتارخانیہ پھر ردالمحتار میں ہے:

الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لانھا تصل الیھم ولا ینقص من اجرہ شیئ[1]	صدقہ نفل کرنے والے کے لیے بہتر یہ ہے کہ تمام مومنین ومومنات کی نیت کرے کہ وہ سب کو پہنچے گا اور اس کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوگا (ت)

تو جب وہی ثواب اس کے پاس بھی رہا اور دُوسرے کو بھی پہنچا اور تقسیم نہ ہوا کہ لاینقص من اجرہ شیئ اس کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوا، تقسیم ہوتا تو قطعاً کم ہوتا، تو اگر دو سو یا لاکھ یا سب اولین وآخرین مومنین ومومنات کے وہی ثواب پورا پورا پہنچے اور تقسیم نہ ہو کیا استحالہ ہے، جیسے دو ویسے کروڑہا کروڑ۔ امام جلال الملۃ والدین سیوطی

---

[1] ردالمحتار مطلب فی القراءۃ للمیت الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۰۵

Marfat.com

محیط و تتارخانیہ وشامی میں ہے :

الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لانہا تصل الیہم ولا ینقص من اجرہ شیئ[1]

جو کوئی نفل صدقہ کرے اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ تمام مومنین و مومنات کی نیت کرے اس لیے کہ وہ ان سب کو ملے گا اور اس کے اجر سے کچھ نہ گھٹے گا۔ (ت)

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے طفیل میں تمام انبیاء و اولیا و مومنین و مومنات جو گزر گئے اور جو موجود ہیں اور جو قیامت تک آنے والے ہیں سب کو شامل کرسکتا ہے اور یہی افضل ہے۔ صحیحین میں ہے :

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ضحی بکبشین املحین احدھما عن نفسہ والاخر عن امتہ[2] وزاد ابن ماجۃ ذبح احدھما عن امتہ لمن شھد للہ بالتوحید وشھد لہ بالبلاغ وذبح الاخر عن محمد واٰل محمد[3] ولاحمد وغیرہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قولہ عند التضحیۃ اللھم لک ومنک عن محمد وامتہ[4]

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دو مینڈھوں کی، جن کے رنگ سفیدی سیاہی ملے ہُوئے تھے، قربانی کی، ایک کی اپنی طرف سے، دُوسرے کی اپنی امت کی طرف سے ____ ابن ماجہ میں یہ اضافہ ہے : ایک اپنی اُمت کی طرف سے قربان کیا ہر اُس شخص کی طرف سے جس نے کلمہ طیبہ کی شہادت کی اور حضور اکرم کے لیے تبلیغ رسالت کی گواہی دی اور دُوسرا حضرت محمد اور آلِ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نام سے ذبح کیا ____ امام احمد وغیرہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں کہ قربانی کے وقت حضور صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یوں کہا تھا : اے اللہ! تیرے لیے اور تجھ سے، یہ محمد اور اس کی اُمّت کی جانب سے ہے۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے :

لا فرق بین ان یکون المجعول لہ

اس میں کوئی فرق نہیں کہ جس دوسرے کے لیے اپنا ثواب

---

[1] ردالمحتار مطلب فی القراءۃ للمیت الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۰۵

[2] فتح القدیر بحوالہ الصحیحین باب الحج عن الغیر نوریہ رضویہ سکھر ۳/۶۵

مجمع الزوائد باب اضحیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار الکتاب بیروت ۴/۲۲

[3] سنن ابن ماجہ ابواب الاضاحی باب اضاحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۳۲

[4] سنن ابن ماجہ " " " " " "

Marfat.com

یہ بات صرف اس لیے عجیب معلوم ہوتی ہے کہ دنیاوی محسوسات میں ایسی کوئی چیز نہیں پاتے جو اس سے ملتی جلتی ہو، مگر برزخ اور آخرت کے معاملات تو دنیا کے طرز مالوف سے جداگانہ شان رکھتے ہیں اھ مختصراً (ت)

حضرت جامی قدس سرہ السامی نفحات الانس شریف میں فرماتے ہیں:

شیخ مفرح رحمہ اللہ تعالٰی از اہل صعید مصرست بسیار جلیل القدر و کبیر الشان بود، یکے از اصحاب وے را روز عرفہ در عرفات دید و یکے دیگر در ہمان روز در خانۂ خویش دید و تمام روز باوے بود چوں آں دو شخص بہم رسیدند و ہر یک آنچہ دیدہ بودند باہم گفتند میان ایشاں نزاع شد یکے گفت وے روز عرفہ در عرفات بود، بر صدق آں سوگند بطلاق خورد، یکے گفت تمام آں روز در خانہ خود بود، وے نیز سوگند بطلاق خورد، پس خصومت کناں پیش مفرح آمدند، شیخ گفت ہر دو راست گفتہ اید بزن ہیچکدام طلاق نشدہ است، یکے از اکابر میگوید کہ من از شیخ مفرح پرسیدم کہ صدق ہر یک موجب حنث دیگرست، چوں سوگند ہیچکس حانث نہ شدہ باشد، و دراں مجلس کہ من ایں پرسیدم جماعتے از علماء حاضر بودند، شیخ اشارت بہمہ کرد کہ درین مسئلہ سخن گویند ہر کس چیزے گفت اما ہیچکس جواب شافی و کافی نہ گفت، دراں اثنا جواب آں بر من ظاہر شد کہ شیخ اشارت بمن کرد کہ جواب آں بگو، من گفتم چوں ولی بولایت متحقق گردد دراں معنی کہ روحانیت وے مصور بصورتے تواند شد متمکن بود کہ در وقت واحد در جہات مختلفہ خود را بصورتہائے متعددہ بنماید چنانکہ خواہد، پس آنکس کہ وے را در بعضے ازاں صور بعرفات دیدہ

شیخ مفرح رحمہ اللہ تعالٰی مصر کے اہلِ دل حضرات سے ہیں، بزرگ رتبہ اور بڑی شان رکھتے تھے، ان کے ایک مرید نے عرفہ کے دن انھیں عرفات میں دیکھا اور دوسرے مرید نے اسی دن انھیں اپنے گھر میں دیکھا اور دن بھر ان کے ساتھ رہا، جب دونوں مریدوں کی ملاقات ہوئی اور ہر ایک نے جو دیکھا تھا آپس میں بیان کیا تو ان کے درمیان اختلاف ہوا۔ ایک نے کہا: حضرت عرفہ کے دن عرفات میں تھے، اور اس کی صداقت پر طلاق کی قسم کھائی۔ دوسرے نے کہا: اُس روز دن بھر اپنے گھر میں تھے، اس نے بھی طلاق کی قسم کھائی۔ پھر جھگڑتے ہُوئے شیخ مفرح کے پاس آئے۔ شیخ نے کہا: دونوں سچ کہتے ہیں، کسی کی بیوی کو طلاق نہیں ہوئی۔
اکابر میں سے ایک کا بیان ہے کہ میں نے شیخ مفرح سے پوچھا: ہر ایک کی صداقت دُوسرے کی قسم ٹوٹنے کی مقتضی ہے پھر کسی کی قسم کیسے نہیں ٹوٹی؟ — جس مجلس میں میں نے یہ سوال کیا علماء کی ایک جماعت موجود تھی، شیخ نے سب کو اشارہ کیا کہ اس مسئلہ میں کلام کریں۔ ہر شخص نے کچھ نہ کچھ بیان کیا مگر کسی نے شافی وکافی جواب نہ دیا۔ اسی اثناء میں جواب مجھ پر منکشف ہوگیا اور شیخ نے میری طرف اشارہ فرمایا کہ تم اس کا جواب دو — میں نے عرض کیا کہ جب ولی کی ولایت اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ اس

Marfat.com

اور بکر کہتا ہے کہ سوال میں دو باتیں مذکور ہوئیں: ایک تو ایصالِ ثوابِ قراءت اور اس کے ساتھ تقسیم ثواب مقرو، اور دوسرے وصول مثل ثواب۔ چونکہ عند الشافعیہ عباداتِ بدنیہ کا ثواب ہی نہیں پہنچتا، اس لیے علامہ ابن حجر نے اول جواب سے تو بالکل سکوت فرمایا اور فقط شق ثانی کا بموجب مذہب مختار متاخرین شافعیہ جواب دیا جس کی تشریح علامہ شامی اس عبارت سے کچھ اوپر بایں الفاظ فرماتے ہیں:

والذی حررہ المتاخرون من الشافعیۃ وصول القرأۃ للمیت اذا کانت بحضرتہ اودعی لہ عقبھا، والدعاء عقبھا ارجی للقبول ومقتضاہ ان المراد انتفاع المیت بالقرأۃ لاحصول ثوابھا لہ ولھذا اختاروا فی الدعاء اللھم اوصل مثل ثواب ماقرأتہ الی فلان واما عندنا فالواصل الیہ نفس الثواب[1]۔

متاخرینِ شافعیہ نے جو تنقیح کی ہے وہ یہ ہے کہ قراءت میت کو پہنچتی ہے جبکہ قراءت اس کے پاس ہو یا بعد قراءت اللہ سے دعا کی جائے اس لیے کہ قراءتِ قرآن کے بعد دعا میں امیدِ قبول زیادہ ہے۔ اس کا مقتضاء یہ ہے کہ میت کو قراءت سے فائدہ ملتا ہے یہ نہیں کہ قراءت کا ثواب اسے حاصل ہوتا ہے اسی لیے دعا میں وہ یہ الفاظ اختیار کرتے ہیں کہ اے اللہ! میں نے جو پڑھا اس کے ثواب کا مثل فلاں کو پہنچا مگر ہمارے نزدیک خود ثواب اسے پہنچتا ہے۔ (ت)

غرض بموجب مذہب حنفیہ کہ وہ وصول ثواب مقرو کے قائل ہیں تقسیم لابدی ہے کیونکہ ہر عمل کا ثواب خواہ بتضاعیف ہی سہی عند اللہ ایک امر معدود ہے جس کا وصول دو چار شخصوں کو بلا تقسیم کے عقلاً ممتنع ہے۔ اور ابن حجر کا قول ثانی کو "لائق بسعۃ الفضل" فرمانا بھی اسی کو مقتضی ہے کہ قائلین وصول ثواب قراءت کے نزدیک تقسیم ضروری ہے اگر اول صورت بھی وصول کامل ہو تو ثانی لائق لسعۃ الفضل فرمانا بالکل بے معنی ہوجاتا ہے لعدم الفرق بینھما (کیونکہ دونوں میں فرق نہ ہوگا۔ ت) اب علمائے کرام فرمائیں کہ حق بجانب کون شخص ہے زید یا بکر؟ اور بموجب مذہب حنفیہ تقسیم ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

عبارتِ فتاوٰی ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا مطلب بہت صاف ہے، بکر نے بالکل تحویل کردیا۔ امام ابن حجر مکی سے ایک سوال ہے جس میں سائل دریافت کرتا ہے کہ متعدد مسلمانوں کے لیے فاتحہ پڑھے تو ثواب ان پر تقسیم ہوگا یا ہر میت کو کامل ثواب ملے گا۔ مثل کا لفظ کہ شق ثانی میں سائل شافعی المذہب نے اپنے مذہب کی رعایت سے بڑھایا، شقِ اول میں بھی اُن کے طور پر ملحوظ ہے ولھذا ثوابھا نہ کہا بلکہ الثواب بلام عہد یعنی وہی

---

[1] ردالمحتار مطلب فی القرأۃ للمیت الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۰۵

Marfat.com

حاضراست خواہ علویات خواہ سفلیات[1] | کے سِروں میں موجود ہے خواہ علویات ہوں خواہ سفلیات۔ (ت)

جس کا دل ان حقائق کی وسعت نہ رکھے اور امور برزخ وآخرت کو اپنے مشہوداتِ دُنیا ہی پر قیاس کرے اُس پر یہ ماننا لازم ہوگا کہ حنفیہ کے نزدیک بھی میّت کو مثل قاری ثواب پہنچتا ہے کہ قاری کا ثواب تو اس کے پاس سے نہیں جاتا اور فرق مذہبین اتنا رہے گا کہ حنفیہ کے نزدیک وہ ثواب اثر ہبہ قاری ہے اور شافعیہ کے نزدیک اجابت دعائے قاری بہرحال وہ استبعاد جس کی بناپر تقسیمِ ثواب لازم سمجھے تھے باطل ہوگیا۔ لاکھوں ہوں تو لاکھوں کو اتنا ہی ثواب پہنچے گا اور قاری کا ثواب کم نہ ہوگا، بلکہ بعدد اموات ترقی کرے گا۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قرأ الاخلاص احدی عشر مرۃ ثم وھب اجرھا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات۔[2] رواہ الطبرانی والدارقطنی۔

جو سورۂ اخلاص گیارہ بار پڑھ کر امواتِ مسلمین کو اس کا ثواب بخشے بعددِ اموات اجر پائے۔ (اسے طبرانی اور دارقطنی نے روایت کیا۔ ت)

باقی اصل مسئلہ کی تحقیق اور ہر ایک کو پُورا ثواب پہنچنے کی توضیح ہمارے فتاوٰی میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۴۱ از بندر کراچی محلہ جمعدار گل محمد مکرانی مرسلہ مولوی عبدالرحیم مکرانی ۲۷ شعبان ۱۳۱۱ھ

چہ می فرمایند علمائے کرام ومفتیان عظام رحمکم ربکم اندرین مسئلہ کہ اگر گروہ صبیان قرآن خواندہ یا دیگر اعمال حسنہ کردہ وثواب آن بموتی بخشد، شرعاً می رسد یا نہ؟ بینوا الجواب بسند الکتاب وتوجروا عند اللہ بحسن المآب صاحباً حسبۃً للہ تعالیٰ۔ جواب این مسئلہ لعبارت شافی ودلائل کافی از کتب فقہ حنفیہ وحدیث شریفہ مع حوالۂ کتبِ فقہ نوشتہ وبمواہیر علمائے اعلام آنجائے ثبت نمودہ بفرستند کہ عند اللہ ماجور وعند الناس مشکور خواہند شد، چراکہ درباب این

علمائے کرام ومفتیانِ عظام، آپ پر خدا کی رحمت ہو، اس مسئلہ میں کیا ارشاد ہے کہ اگر بچّوں کی جماعت قرآن پڑھ کر یا دوسرے نیک اعمال کرکے اس کا ثواب مُردوں کو بخشے تو شرعاً پہنچتا ہے یا نہیں؟ کتاب کی سند سے واضح جواب دیں اور خدا کے یہاں حسنِ انجام کا ثواب لیں۔

حضور! خالصاً للہ اس سوال کا جواب شافی عبارت اور کتبِ فقہ حنفی وحدیث شریف کے دلائل سے کتبِ فقہ کے حوالوں کے ساتھ تحریر فرماکر اور

---

[1] سبع سنابل — سنبلۂ ششم درحقائق وحدت الخ — مکتبہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور — ص ۱۷۰

[2] کنز العمال بحوالہ الرافعی عن علی رضی اللہ عنہ حدیث ۴۲۵۹۶ — موسسۃ الرسالہ بیروت — ۶۵۵/۱۵
فتح القدیر — عن علی رضی اللہ عنہ — باب الحج عن الغیر — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ۶۵/۳
ردالمحتار — — مصطفی البابی مصر — ۲۵۷/۲

زہر الربیٰ شرح سنن نسائی میں نقل فرماتے ہیں:

ان للروح شانا اٰخر فیکون فی الرفیق الاعلیٰ وھی متصلة بالبدن بحیث اذا سلم المسلم علی صاحبه رد علیه السلام وھی فی مکانھا ھناك وھذا جبریل علیه السلام راٰه النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم وله ستمائة جناح منھا جناحان سد الافق وکان یدنو من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم حتی یضع رکبتیه الی رکبتیه ویدیه علی فخذیه وقلوب المخلصین تتسع للایمان بانه من الممکن انه کان ھذا الدنو وھو فی مستقرہ من السمٰوٰت، وھذا محمل تنزله تعالیٰ الی سماء الدنیا ودنوہ عشیة عرفة ونحوہ فھو منزہ عن الحرکة والانتقال وانما یأتی الغلط ھھنا من قیاس الغائب علی الشاھد فیعتقد ان الروح من جنس مایعھد من الاجسام التی اذا شغلت مکانا لم یمکن ان تکون فی غیرہ وھذا غلط محض فثبت بھذا انه لامنافاة بین کون الروح فی علیین او الجنة اوالسماء وان لھا بالبدن اتصالا بحیث تدرك وتسمع وتصلی وتقرء بھا وانما یستغرب ھذا لکون الشاھد الدنیوی لیس فیه مایشاھد به ھذا وامور البرزخ والاٰخرة علیٰ نمط غیر المالوف فی الدنیا[1] اھ مختصرًا۔

رُوح کی شان ہی کچھ اور ہے، وُہ ملاءِ اعلیٰ میں رہ کر بھی بدن سے متصل ہوتی ہے کہ جب مسلمان صاحبِ قبر کو سلام کرتا ہے تو وُہ اسے جواب دیتا ہے جبکہ روح وہاں اپنے مقام میں ہے — یہ حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ و السلام ہیں جنھیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حالت میں دیکھا کہ ان کے چھ سو پر ہیں جن میں سے دو پر پُورے اُفق پر چھائے ہُوئے ہیں۔ اس کے باوجود وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب آتے یہاں تک کہ اپنے زانو حضور کے زانوؤں کے متصل اور اپنے ہاتھ حضور کی رانوں پر رکھ دیتے۔ مخلصین کے قلوب اس بات پر ایمان لانے کی وسعت رکھتے ہیں کہ یہ امر ممکن ہے کہ ان کا حضور سے یہ قرب عین اسی حالت میں ہو جب وہ آسمانوں کے اندر اپنے مستقر میں موجود ہوں۔ یہی حال اُس کا بھی ہے جو مروی ہے کہ رب تعالیٰ آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور قریب ہوتا ہے عرفہ کی شام کو اور اس کے مثل، کیونکہ وُہ تو حرکت وانتقال سے منزّہ ہے۔ یہاں غلطی غائب کو شاہد پر قیاس کرنے سے ہوتی ہے۔ آدمی یہ اعتقاد کرتا ہے کہ رُوح بھی معہود اجسام کی جنس سے ہے کہ جب ایک مقام میں ہو تو دوسرے مقام میں ہونا ممکن نہیں، یہ محض غلط ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اس میں کوئی منافات نہیں کہ روح علیین اور جنت اور آسمان میں ہو اور بدن سے بھی اس کا ایسا اتصال ہو کہ ادراک، سماعت، نماز، قراءت سارے کام کرتی رہے۔

---

[1] زہر الربی علی حاشیہ سنن النسائی ارواح المومنین نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۲۹۲

Marfat.com

انسان را می رسد که ثواب اعمال خودش از آنِ غیرے کند کما نص علیه فی الهدایة وشروحها والملتقی والدر وخزانة المفتین والهندیة وغیرها من کتب المذهب۔

موجود ہیں کہ انسان اپنے اعمال کا ثواب دوسرے کے لیے کرسکتا ہے، جیسا کہ ہدایہ، شروح ہدایہ، ملتقی، درمختار، خزانۃ المفتین، ہندیہ وغیرہا کتب مذہب میں اس کی صراحت ہے (ت)

علمائے کرام این سخن را ہمچناں مرسل و مطلق گزاشتہ اند و ہیچ بوئے از تخصیص و تقیید ندادہ۔ پس آن چنانکہ باطلاق اعمال بر شمول فرائض و تناول عملیکہ ابتداءً برائے خود بے نیت غیر کردہ باشد و بہ ارسال غیر بر دخول حضور پرنور سید الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والثناء استدلال کردہ اند ہمچناں اطلاق انسان بر دخول صبیان دلیلے کافی است تا آنکہ برہانے صحیح بر استثنائے آناں قائم شود و خود آں برہان کجا و کدام۔

علمائے کرام نے یہ کلام اسی طرح مُرسَل و مطلق رکھا ہے۔ کسی تخصیص و تقیید کا اشارہ و نشان نہ دیا ـــــ تو جس طرح اعمال کو مطلق ذکر کرنے سے علماء نے یہ استدلال کیا کہ یہ حکم فرائض کو بھی شامل ہے اور اس عمل کو بھی جسے ابتداء میں اپنے لیے دوسرے کی نیت کے بغیر کیا ہو ـــــ اور جس طرح "غیر" کے عموم سے یہ استدلال کیا کہ اس میں حضور پرنور سید الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والثناء بھی داخل ہیں اسی طرح لفظ "انسان" مطلق مذکور ہونا اس بات کی کافی دلیل ہے کہ اس میں بچے بھی داخل ہیں جب تک کہ کوئی صحیح برہان ان کے استثناء پر قائم نہ ہو جائے ـــــ مگر ایسی برہان کہاں اور کون؟ (ت)

فی رد المحتار: فی البحر بحثاً ان اطلاقهم شامل للفریضة[1] اھ وفیه عنه ان الظاهر انه لا فرق بین ان ینوی به عند الفعل للغیر او یفعله لنفسه ثم بعد ذلك یجعل ثوابه لغیره لاطلاق کلامهم[2] اھ وفیه قلت وقول علمائنا له ان یجعل ثواب عمله لغیره یدخل فیه النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فانه احق بذلك حیث انقذنا من الضلالة[3] اھ۔

رد المحتار میں ہے: بحر میں بطور بحث ہے کہ علماء کا اعمال کو مطلق ذکر کرنا فرض کو بھی شامل ہے اھ اور اسی میں اُسی بحر کے حوالے سے ہے: ظاہر یہ ہے کہ میرے نزدیک اس میں کوئی فرق نہیں کہ عمل کے وقت دوسرے کے لیے کرنے کی نیت کی ہو یا اپنے لیے کرنے کی نیت کی ہو، پھر اس کا ثواب دُوسرے کے لیے کر دے، اس لیے کہ کلام علما میں اطلاق ہے، ایسی کوئی قید نہیں اھ ـــــ اسی میں ہے: میں نے کہا: ہمارے عُلما کا قول ہے کہ "وہ اپنے عمل کا

---

[1] رد المحتار باب الحج عن الغیر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۳۶
[2] رد المحتار مطلب فی القراءۃ للمیت الخ " " ۱/۶۰۵
[3] رد المحتار مطلب فی اہداء ثواب القراءۃ الخ " " ۱/۶۰۶-۶۰۵

Marfat.com

باشد، ہم راست دیدہ باشد و آنکہ در بعضے دیگر ازان صور در خانہ خودش دیدہ باشد ہم راست دیدہ باشد ولبوگند ہیچ یک حانث نہ شود، و شیخ مفرح فرمود کہ جواب صحیح این است کہ تو گفتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نفعنا بہ[1]

کی روحانیت کسی صورت سے مصوّر ہو سکے تو ممکن ہوتا ہے کہ ایک ہی وقت کے اندر مختلف جہتوں میں اپنے کو متعدد صورتوں میں جیسے چاہے دکھائے۔ تو جس شخص نے حضرت کو ان صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں عرفات میں دیکھا صحیح دیکھا، اور اسی وقت دوسرے نے کسی اور صورت میں اپنے گھر کے اندر تشریف فرما دیکھا اس نے بھی سچ دیکھا، اور کسی کی قسم نہ ٹوٹے گی۔ شیخ مفرح نے فرمایا: صحیح جواب یہ ہے جو تم نے دیا —— خدا ان سے راضی ہو اور ہمیں ان سے نفع دے (ت)

حضرت میر سید عبد الواحد قدس سرہ الماجد سبع سنابل شریف میں فرماتے ہیں:

مخدوم شیخ ابو الفتح جونپوری را قدس اللہ تعالیٰ روحہٗ در ماہ ربیع الاول بجہت عرس رسول اللہ تعالیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام از دہ جا استدعا آمدہ کہ بعد از نماز پیشین حاضر شوند ہر دہ استدعا را قبول کردند۔ حاضران پرسیدند اے مخدوم ہر دہ استدعا را قبول فرمود و ہر جا بعد از نماز پیشین حاضر باید شد چگونہ میسر خواہد آمد۔ فرمود کشن کہ کافر بود چند صد جا حاضر می شد، اگر ابو الفتح دہ جا حاضر شود چہ عجب بعد از نماز پیشین از ہر دہ جا چوڈول رسید مخدوم ہر بارے از حجرہ بیرون می آمد و بر چوڈول سوار میشد و می رفت و نیز در حجرہ حاضر می ماند۔ خردمندا تو ایں را بر تمثیل حمل مکن یعنی مپندار کہ تمثیلہائے شیخ بچندیں جاہا حاضر شدہ است۔ لا و اللہ بلکہ عین ذات شیخ بہر جا حاضر شدہ بود۔ ایں خود در یک شہر و یک مقام واقع شد۔ و ذات ایں موحد خود در اقصائے عالم

ماہ ربیع الاول میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عرس پاک کی وجہ سے مخدوم شیخ ابو الفتح جونپوری قدس سرہ کی دس جگہ سے دعوت آئی کہ بعد نماز ظہر تشریف لائیں، حضرت نے دسوں دعوتیں قبول کیں۔ حاضرین نے پوچھا: حضور نے دسوں دعوتیں قبول فرمائی ہیں اور ہر جگہ نماز ظہر کے بعد پہنچنا ہے یہ کیسے میسر ہوگا؟ فرمایا: کشن جو کافر تھا سیکڑوں جگہ حاضر ہوتا تھا اگر ابو الفتح دس جگہ حاضر ہو تو کیا عجب ہے؟۔ نماز ظہر کے بعد دسوں جگہ سے پالکی پہنچی، مخدوم ہر بار حجرہ سے باہر آتے، سوار ہوتے، تشریف لے جاتے اور حجرہ میں بھی موجود رہتے —— اے عقل مند! اسے تمثیل پر محمول نہ کرنا، یعنی یہ نہ سمجھنا کہ شیخ کی مثالیں اتنی جگہوں میں حاضر ہوئیں۔ نہیں قسم بخدا! عین ذات شیخ ہر جگہ حاضر ہوئی۔ یہ تو ایک شہر اور ایک مقام میں واقع ہوا خود اس موحّد کی ذات عالم

---

[1] نفحات الانس شیخ مفرح رحمۃ اللہ علیہ انتشارات کتاب فروشی مطبع توحیدی ص ۸۲ - ۵۸۱

Marfat.com

بات کرنا اور اظہارِ بشاشت کے ساتھ مسکرانا ــــ امام بخاری نے ادب المفرد میں اور ترمذی و ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں ان ہی حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اُپنے بھائی کے سامنے تیرا تبسم کرنا تیرے لیے صدقہ ہے۔ (ت)

ہمچنان راہ گم کردہ را بذکر معالم طریق دلالت کردن احمد والشیخان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دل الطریق صدقۃ[1] وفی حدیث ابی ذر المذکور ارشادك الرجل فی ارض الضلال صدقۃ[2]۔

اسی طرح راستہ بھول جانے والے کو راہ کے نشانات بتاکر راہنمائی کردینا ــــ امام احمد اور بخاری و مسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "راستہ بتانا صدقہ ہے" ــــ اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث مذکور میں ہے: "جہاں کوئی راہ بھٹک جائے اس کی رہنمائی کردینا صدقہ ہے"۔ (ت)

ہمچنان کر راسخن شنواند ان الخطیب فی جامعہ عن سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسماع الاصم صدقۃ[3]۔

اسی طرح بہرے شخص کو بات سنوانا ــــ خطیب اپنی جامع میں سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "بہرے کو سنانا صدقہ ہے"۔

ہمچنان کہ باکسیکہ جماعت نیافت اقتدار نمودن احمد وابوداؤد وابن حبان والحاکم عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا رجل یتصدق علی ھذا فیصلی معہ[4]۔

اسی طرح جس شخص نے جماعت نہ پائی اس کی اقتدار کرنا ــــ امام احمد، ابوداؤد، ابن حبان اور حاکم حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "ارے کوئی ایسا شخص نہیں جو اس پر صدقہ کردے کہ اس کے ساتھ نماز ادا کرے"۔ (ت)

---

۱ صحیح البخاری	کتاب الجہاد باب الخدمۃ فی الغزو	قدیمی کتب خانہ کراچی	۱/ ۴۰۴
۲ جامع الترمذی	ابواب البر والصلۃ	امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی	۲/ ۱۷
۳ جامع للخطیب	مروی از مسند ابی سعید الخدری	دار الفکر بیروت	۳۰/ ۶۴
۴ سنن ابی داؤد	باب فی الجمع فی المسجد مرتین	آفتاب عالم پریس لاہور	۱/ ۸۵
۵ مسند احمد بن حنبل	مروی از ابوامامہ	دار الفکر بیروت	۵/ ۲۵۴

Marfat.com

مسئلہ درمیان علمائے بندرکراچی مباحثہ واختلاف افتادہ است آخر الامر طرفین برین قرار دادہ اندکہ ہر جوابیکہ علمائے کرام بریلی دہند، بباید کہ جانبین تسلیم نمایند۔

وہاں کے علمائے اعلام کی مہریں ثبت فرماکر ارسال فرمائیں۔ خدا کے یہاں اجر پائیں گے اور لوگ شکرگزار ہوں گے۔ اس مسئلہ میں بندر کراچی کے علماء میں مباحثہ اور اختلاف واقع ہوا۔ آخر طرفین نے یہ طے کیا کہ بریلی کے علمائے کرام جو جواب دیں وہ جانبین تسلیم کریں۔ (ت)

الجواب

اللّٰھم لک الحمد صل علی المصطفی و اٰلہ العمد ہر قربتے کہ صبی اہل آنست (نہ ہمچو اعتاق و صدقہ وہبۂ مال کہ اصلاً از وصورت نہ بندد) چوازصبی عاقل ادا شود بر قول جمہور و مذہب صحیح و منصور ثوابش ہم از ان او باشد علامہ استروشنی در جامع صغار فرماید حسنات الصبی قبل ان یجری علیہ القلم للصبی لا لابویہ لقولہ تعالٰی وان لیس للانسان الّا ما سعٰی ھذا قول عامۃ مشائخنا۔[1]

اے اللہ! تیرے ہی لیے حمد ہے حضرت محمد مصطفٰی اور ان کی آل معتمد پر درود نازل فرما۔ ہر وہ قربت کہ بچہ جس کا اہل ہے (غلام آزاد کرنا، صدقہ کرنا، مال کا ہبہ کرنا اور اس طرح کی قربتیں نہیں کہ یہ بچّے سے واقع ہو نہیں سکتیں) جب عاقل بچّے سے وُہ ادا ہو گی تو قول جمہور اور مذہب صحیح و منصور یہ ہے کہ اس کا ثواب بھی بچے ہی کے لیے ہوگا۔ علامہ استروشنی جامع صغار میں فرماتے ہیں: بچّے کی نیکیاں جو اس پر قلم جاری ہونے سے قبل ہوں وُہ بچے ہی کے لیے ہیں اُس کے والدین کے لیے نہیں کیونکہ ارشادِ باری ہے: انسان کے لیے وہی ہے جو اُس نے کوشش کی — یہ ہمارے عامۂ مشائخ کا قول ہے۔ (ت)

علامہ زین العابدین ابن نجیم مصری در احکام الصبیان از کتاب الاشباہ فرماید:

تصح عباداتہ وان لم تجب علیہ واختلفوا فی ثوابھا والمعتمد انہ لہ وللمعلم ثواب التعلیم، وکذا جمیع حسناتہ۔[2]

علامہ زین العابدین ابن نُجیم مصری کتاب الاشباہ کے احکام الصبیان میں فرماتے ہیں:

بچّے کی عبادتیں صحیح ہیں اگرچہ اس پر واجب نہیں، ان کے ثواب کے بارے میں اختلاف ہے۔ معتمد یہ ہے کہ ثواب بچّے ہی کے لیے ہوگا، اور معلم کو سکھانے کا ثواب ملے گا۔ اسی طرح اس کی تمام نیکیوں کا حال ہے۔ (ت)

باز علمائے ما اصولاً و فروعاً تصریحاتِ جلیہ دارند کہ

پھر کتبِ اصول و فروع میں ہمارے علماء کی روشن تصریحات

---

[1] جامع احکام الصغار علی ھامش جامع الفصولین مسائل الکراہیۃ مطبعہ ازہریہ مصر ۱/۱۴۸

[2] الاشباہ والنظائر احکام الصبیان ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۴۲

Marfat.com

قالوا له ذلك وعامتهم علٰی انه ليس له ذلك ثم ان محمدًا رحمه الله تعالٰی جوز بيع الصبی المحجور عليه وشراءه لغيره ولم يجوز بيعه وشراءه لنفسه لان بيعه و شراءه لنفسه متردد ان بين النفع والضرر واما بيعه وشراءه لغيره علٰی وجه لا يلزمه العهدة فنفع محض لان فيه تصحيح عبارته والصبی العاقل من اهل التصرفات النافعة المحضة كقبول الهبة وغير ذلك وانما لا يلزمه العهدة لان فيه ضرر الصغير[1] الخ

سے اجازتِ ولی کے بغیر کام لینا جائز نہیں، اور اس کے اذن سے ہو تو جائز ہے ـــ علماء نے فرمایا: اس مسئلہ سے متعلق ایک روایت ہے وُہ یہ کہ باپ اپنے بچے کو عاریۃً دے سکتا ہے۔ اس پر مشائخ کا اتفاق ہے۔ اپنے بچے کے مال کو عاریۃً دے سکتا ہے یا نہیں؟ بعض متاخرین نے کہا دے سکتا ہے۔ اور اکثر اس پر ہیں کہ باپ کو اس کا اختیار نہیں ـــ پھر جو بچّہ مجور ہے وہ اگر دوسرے کے لیے خرید و فروخت کرے تو امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے اسے جائز رکھا ہے، اور اپنے لیے خرید و فروخت کرے تو اس کو جائز نہ قرار دیا اس لیے کہ اپنے لیے اس کی جو خرید و فروخت ہوگی اُس میں نفع و نقصان دونوں کا احتمال ہے اور دوسرے کے لیے جب اس طور پر خرید و فروخت ہوگی کہ ذمّہ بچّے پر نہ آئے تو اس میں اس کے لیے محض نفع ہے کیونکہ اس کی تعبیر اور گفتگو صحیح قرار پا جاتی ہے ـــ اور عاقل بچّہ ایسے تصرفات کا اہل ہے جن میں صرف نفع ہو جیسے ہبہ قبول کرنا وغیرہ ـــ اور ذمہ بچّہ پر نہ آئے گا اس لیے اس میں بچّے کا ضرر ہے الخ (ت)

ہمچناں در فصل سی وچہارم از جامع الفصولین در احکام الصبیان[2] ست والعبارة الاولی اتم فائدة واعظم عائدة پس بوضوح پیوست کہ صبی اگرچہ محجور است از تبرع بے ضرر محجور نیست ھذہ کبری ولنبین الصغری چوں بتوفیقہ تعالٰے برہنمائی فقہ وحدیث در ما نحن فیہ نظرے کنیم ہبۂ ثواب واہدائے او بمسلمانے را بحمد اللہ تعالٰی نفع بے ضررے یابیم این نہ ہبۂ مال ست کہ چو کسے

اسی طرح جامع الفصولین کی فصل ۳۴ میں بچوں کے احکام کے بیان میں ہے ـــ مگر عبارتِ بالا زیادہ مفید اور عظیم نفع کی حامل ہے۔

اس تفصیل سے واضح ہوگیا کہ بچّہ اگرچہ محجور ہو مگر بے ضرر تبرّع سے مجور نہیں ہے یہ کبرٰی ہوا اب ہم صغرٰی بیان کرتے ہیں۔ بتوفیقِ الٰہی جب ہم فقہ وحدیث کی رہنمائی میں زیرِ بحث مسئلہ میں غور کرتے ہیں تو کسی مسلمان کو ثواب ہبہ و ہدیہ کرنے کو بحمدہ تعالٰی ہم نفع بے ضرر پاتے ہیں ـــ

---

[1] جامع احکام الصغار علٰی ہامش جامع الفصولین مسائل الوکالۃ مطبعۃ الازہریہ مصر ۱/ ۲۷۶-۲۷۵

[2] جامع الفصولین فصل ۳۴ احکام الصبیان مطبعۃ الازہریہ مصر ۲/ ۸-۲۰۰

Marfat.com

ثواب "دوسرے" (اپنے غیر) کے لیے کرسکتا ہے"۔۔۔۔ تو اس میں ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھی داخل ہیں اس لیے کہ وہ اس کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ حضور نے ہی ہمیں گمراہی سے نجات دی اھ (ت)

نہایت آنچہ اینجا بخاطر خطور تواں کرد آں ست کہ نزد اصحاب معشر حنفیہ عمہم اللہ بالطافہ الخفیہ۔ این کار ہبۂ ثواب و اہدائے آنست وصبی از اہل تبرع نیست۔

زیادہ سے زیادہ جو شبہ یہاں دل میں گزرسکتا ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے علمائے حنفیہ کے نزدیک ۔ ان پر اللہ کی پوشیدہ عنایتیں عام ہوں ۔ یہ عمل ثواب کا ہبہ اور ہدیہ ہے اور بچہ تبرع (اپنی طرف سے بھلائی اور احسان کے طور پر کچھ کرنے) کا اہل نہیں ہے۔ (ت)

اقول وباللہ التوفیق صبی عاقل از ہر گونہ تبرع محجور نیست۔ منشائے حجر ہمیں ضرر ست۔ ولو فی الحال کما فی القرض ولو بالاحتمال کما فی البیع آنجا کہ ہیچ ضرر نیست در حجر نظر نیست بلکہ خلاف نظر وعین اضرار ست کہ بمثابۂ الحاق او بجماد و احجار ست۔ آخر نہ بینی کہ صبی بالاجماع از اہل ابتداء بسلام است بلکہ مودبش را باید کہ اگر خود بایں کار خوگر نباشد تعلیمش نماید، حالانکہ این نیز از باب تبرع است تا آنکہ در حدیث او را صدقہ نامیدہ اند ابوداؤد عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ فی حدیث قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تسلیمہ علی من لقی صدقۃ۔[1] ہمچنان با برادر خود بکشادہ روی سخن فرمودن و باظہار بشاشت دندان سپید نمودن البخاری فی الادب المفرد والترمذی وابن حبان فی صحیحہما عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تبسمک فی وجہ اخیک لک صدقۃ۔[2]

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں، اور توفیق خدا ہی سے ہے۔ ت) عاقل بچہ ہر طرح کے تصرف سے محجور نہیں (حَجر کا معنٰی تصرف سے روک دینا) حَجر کا منشا یہی ضرر ہے اگرچہ فی الحال نقصان ہو جیسے قرض دینے میں، یا اس کا احتمال ہو جیسے بیع میں ۔ جہاں کوئی ضرر نہیں وہاں حَجر میں نظر اور بچّہ کی رعایت نہیں، بلکہ یہ خلافِ نظر اور بعینہٖ ضرر رسانی ہے کہ گویا اسے جماد اور پتھر سے لاحق کردینا ہے۔

دیکھئے کہ بچّہ بالاجماع اس کا اہل ہے کہ سلام میں پہل کرے بلکہ اس کے مُربّی کو چاہیے کہ اگر خود اس کا عادی نہ ہو تو اسے سکھائے، حالانکہ یہ بھی تبرع ہی کے باب سے ہے۔ یہاں تک کہ حدیث میں اسے صدقہ کا نام دیا گیا ہے۔ ابوداؤد حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ایک حدیث میں راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "جو ملے اس سے سلام کرنا صدقہ ہے"۔

اسی طرح اپنے بھائی سے کشادہ رُوئی سے

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی اماطۃ الاذی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۵۵
[2] جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۷

Marfat.com

حدیث (۴) کہ فرمود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من مر علی المقابر وقرأ قل ھو اللہ احد احدی عشرۃ مرۃ ثم وھب اجرھا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات[1] ہر کہ بگورستان گزرد و سورۂ اخلاص یازدہ بار خواندہ بمردگان بخشد بشمار مردگان ثوابش دادہ شود۔ رواہ الدارقطنی والطبرانی والدیلمی والسلفی عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ۔

حدیث (۵) کہ فرمود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا حج الرجل عن والدیہ تقبل منه ومنھما[2] الحدیث چوں کسے از والدین خودش حج کند ہم از قبول کردہ شود وہم ایشان رواہ الدارقطنی عن زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

پیداست کہ معنی قبول ہمیں عطائے ثواب ست کما نص علیه العلماء ولذا قال فی التیسیر ای اثابه واثابھما علیه فیکتب له ثواب حجة مستقلة ولھما کذالك[3]

حدیث (۶) کہ فرمود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من حج عن ابیه او عن امه فقد قضی عنه

حدیث ۴: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو قبرستان سے گزرے اور سورۂ اخلاص گیارہ بار پڑھ کر اس کا ثواب مُردوں کو بخش دے اُسے مُردوں کی تعداد کے برابر ثواب دیا جائے گا۔ اسے دارقطنی، دیلمی اور سلفی نے امیر المومنین علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ سے روایت کیا۔

حدیث ۵: رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی اپنے والدین کی طرف سے حج کرے تو اس کی جانب سے بھی قبول کیا جائے اور اُن کی جانب سے بھی —— اسے دارقطنی نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

ظاہر ہے کہ قبول کا معنیٰ یہی ثواب دینا ہے۔ جیسا کہ علماء نے اس کی تصریح فرمائی۔ اسی لیے تیسیر میں فرمایا: یعنی اس پر اُسے بھی ثواب دے اور اس کے ماں باپ کو بھی ثواب دے تو اس کے لیے بھی مستقل حج لکھے اور ان کے لیے بھی ویسا ہی۔

حدیث ۶: رسول انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے باپ یا ماں کی طرف سے حج کیا تو

---

[1] کنز العمال بحوالہ الرافعی عن علی حدیث ۴۲۵۹۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۶۵۵
اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ ابو محمد سمرقندی فی فضائل سورۃ الاخلاص دار الفکر بیروت ۱۰/ ۳۷۱

[2] سنن الدارقطنی کتاب الحج نشر السنۃ ملتان ۲/ ۲۶۰

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ماقبل مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۱/ ۸۹

Marfat.com

ہمچناں انواع بر کثیرہ وافر است و در آنہائے
و بر روئے صبیان مسلمین فراز نیست تا زیانے یا اندیشۂ
او نباشد از ایں ہمہ بگزر و بالاتر شنو تا مے رسد کہ پسر خود
پسران ماذون ہرکرا خواہی کہ بے حاجت بہ اذن کسے
محجور را از ولی پرسیدہ در خصومات خویش وکیل کنی یا متاع
خودت فروختن یا کالائے برائے تو خریدن فرمائی
بے آنکہ نام اجرے درمیان باشد ایں خود جز تبرع
چیست ۔ اما روا داشتند کہ زیانے نہ پنداشتند بلکہ تصحیح
عبارات او را سود نگاشتند ۔ در جامع الصغار است فی
وکالۃ الذخیرۃ اذا وکل صبیا یبیع عبدہ او وکلہ
بان یشتری لہ شیئا فباع واشتری جاز اذا
کان یعقل ذلک فلا عہدۃ علی الصبی وانما
العہدۃ علی الآمر، وکذلک لو وکل صبیا
بالخصومۃ جاز بعد ان یکون الصبی بحیث
یعقل ما یقول وما یقال وھذہ المسئلۃ فی
الحاصل علی وجہین اما ان یکون صبیہ
او صبی غیرہ فان وکل صبیہ جاز ولا یستامر
احدا وان وکل صبی غیرہ فان کان ماذونا لہ
فی التجارۃ لا یستامر ولیہ وان کان
محجورا علیہ یستامر ولیہ فان اذن ولیہ
جاز لہ ان یوکلہ وھذا لان استعمال صبی
الغیر بغیر اذن الولی لا یجوز، وباذنہ یجوز،
قالوا وھذہ المسألۃ روایۃ ان للاب
ان یعیر ولدہ وقد اتفق علیہ المشائخ
وھل لہ ان یعیر مال ولدہ بعض المتاخرین

اس طرح کی بہت سی اور کثیر نیکیاں ہیں — اور
ان کا دروازہ مسلمان بچوں پر بند نہیں جب تک کہ کوئی
نقصان یا اندیشۂ نقصان نہ ہو۔

ان سب سے آگے بڑھیے اور بلند تر سنیے —
انسان اپنے لڑکے کو، یا ماذون لڑکوں میں سے جس کو
چاہے — بغیر اس کے کہ کسی کے اذن کی حاجت ہو
— اور محجور ہو تو اس کے ولی سے پوچھ کر، اپنے مقدمات
میں وکیل بنا سکتا ہے یا اسے اپنا سامان بیچنے یا اپنے
لیے کوئی سامان خریدنے کا حکم دے سکتا ہے۔ بغیر اس
کے کہ درمیان میں کسی اُجرت کا نام ہو — یہ خود تبرُّع
نہیں تو اور کیا ہے؛ مگر علما نے اسے جائز رکھا کیونکہ اس
میں کوئی نقصان نہ سمجھا، بلکہ اس کی عبارت کی تصحیح کو فائدہ قرار دیا۔

جامع الصغار میں ہے: ذخیرہ کتاب الوکالۃ میں ہے:
اپنا غلام بیچنے کے لیے کسی بچے کو وکیل بنایا اور بچے نے
خرید و فروخت کیا تو جائز ہے جبکہ بچہ اسے سمجھتا ہو اور
ذمہ بچے پر نہیں بلکہ آمر پر ہوگا — اسی طرح اگر
کسی بچے کو مقدمے کا وکیل بنایا تو جائز ہے جبکہ یہ سمجھتا
ہو کہ خود کیا کہہ رہا ہے اور اس سے کیا کہا جا رہا ہے۔
بلحاظ حاصل اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں: (۱) یا تو خود
اس کا بچہ ہوگا (۲) یا دوسرے کا ہوگا۔ اگر اپنے بچے کو
وکیل بنایا تو جائز ہے اور کسی سے اجازت نہیں لینا ہے۔
اور اگر دوسرے کے بچے کو وکیل بنایا تو (دو حالت ہے)
اگر وہ تجارت کے لیے ماذون تھا تو اس کے ولی سے
اجازت لے — اگر اس نے اجازت دے دی تو اسے
وکیل بنانا جائز ہے — یہ اس لیے کہ دوسرے کے بچے

Marfat.com

زنہار مجوز نیست بلکہ چراغ افروختن نیز نظیر او نتوان شد کہ آنجا اگر از چراغ چیزے کم نشود فزوں ہم نشود و اینجا ثواب واہب یکے دہ می شود واللہ یضعف لمن یشاء واللہ واسع علیم ۔

طرح کے تبرّع سے ہرگز مجوز نہیں — بلکہ چراغ جلانا بھی اس کی نظیر نہیں ہوسکتی کہ وہاں اگر چراغ سے کچھ کم نہیں ہوتا تو کچھ زائد بھی نہیں ہوتا ۔ اور یہاں ہبہ کرنیوالے کا ثواب ایک کا دس ہوجاتا ہے، اور اللہ جس کیلئے چاہے اور زیادہ کرتا ہے ۔ اور اللہ وسعت والا علم والا ہے ۔

بمثل فرض کن اگر در محسوس نیز صورتے ہمچناں یافتہ شدے کہ صبی درہمی دہد وآن درہم ہم بموہوب لہ رسد وہم بدست صبی برقرار ماند ویکے دہ گردد آیا معقول بود کہ شرع مطہر صبی را از ہیچ تصرف باز داشتے حاش للہ حجر برائے نظر و دفع ضرر است نہ بہر دفع نفع و الحاق بحجر این است دریں مسئلہ طریق نظر ۔

بطورِ مثل فرض کیجئے اگر عالم محسوس میں بھی کوئی ایسی صورت ہوتی کہ بچہ ایک درہم دے وہ درہم موہوب لہ کے پاس بھی پہنچے اور بچے کے ہاتھ میں بھی برقرار رہے اور ایک کا دس ہوجائے تو کیا یہ متصور تھا کہ شرع مطہر بچے کو ایسے تصرف سے روک دیتی —— حاشا للہ! حَجر ضرر دُور کرنے پر نظر کے لیے ہے نفع دور کرنے اور حَجر (پتھر) سے لاحق کرنے کے لیے نہیں ہے —— یہ اس مسئلہ میں طریق نظر ہے ۔ (ت)

ثم اقول وباللہ التوفیق ہمانا از کلمات علماء نص جزئیہ بر آریم علمائے ما در عامہ کتب تصریح فرمودہ اند کہ مسئلہ حج عن الغیر بر ہماں اصل کلی مبتنی ست کہ انسان را می رسد کہ ثواب عملش از اں دیگرے کند ۔ فی الہدایہ باب الحج عن الغیر: الاصل فی ھذا الباب ان الانسان لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلوۃ اوصوما اوصدقۃ اوغیرھا عند اھل السنۃ والجماعۃ[1] اھ ومثلہ فی خزانۃ المفتین برمز "ہ" لہا و فی الدر باب الحج عن الغیر الاصل ان کل من اتی بعبادۃ مّا لہ

ثم اقول وباللہ التوفیق (پھر میں کہتا ہوں اور توفیق خدا تعالیٰ ہی سے ہے ۔ ت) کلماتِ علماء سے ہم خود اس جزئیہ کی صراحت لائیں ۔ ہمارے علمائے نے عامہ کتب میں تصریح فرمائی ہے کہ دوسرے کی جانب سے حج کی بنیاد اُسی قاعدہ کلیہ پر ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسرے کے لیے کرسکتا ہے —— ہدایہ باب الحج عن الغیر میں ہے ، اس باب میں اصل یہ ہے کہ اہلسنت وجماعت کے نزدیک انسان کو حق حاصل ہے کہ اپنے عمل کا ثواب کسی دوسرے کے لیے کردے ، نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا اور کچھ، اھ ۔ اسی کے مثل خزانۃ المفتین میں ہدایہ کے لیے "ہ" کے رمز کے ساتھ ہے ——

[1] الہدایۃ باب الحج عن الغیر المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/ ۲۷۶

Marfat.com

دہی از خود گم کنی، تا نزد تست بدیگرے نہ رسد چوں بدیگر رسد پیش تو نماند این جا بسعت فضل و کمال کرم رب العزۃ جل جلالہ ہم ثواب تو نزد تو ماند۔ وہم بموہوب لہ پرسد بلکہ بایں کار خود ثواب تو دہ بالا شود۔ پس این نفع بےقصور و تجارۃ لن تبور است۔ در حدیث (۱) است کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود من حج عن میت فللذی حج مثل اجرہ[1] ہر کہ از جانب مردہ حج کند مراو را مثل ثواب آں میت باشد رواہ الطبرانی فی الاوسط عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

حدیث (۲) کہ حضور اقدس صلوات اللہ تعالٰی و سلامہ علیہ فرمود اذا تصدق احدکم بصدقۃ تطوعا فلیجعلھا من ابویہ فیکون لھما اجرھا فلا ینقص من اجرہ شئ[2]۔ چوں کسے از شما صدقہ نافلہ کردن خواہد باید کہ اورا از مادر و پدر خود گرداند کہ ایشاں را ثواب او باشد واز ثواب ایں کس چیزے نکاہد رواہ الطبرانی فی الاوسط وابن عساکر عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

حدیث (۳) روی نحوہ الدیلمی فی مسند الفردوس عن معاویۃ بن حیدۃ القشیری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

یہ ہبہ مال کی طرح نہیں کہ مال جب کسی کو دیا تو اپنے پاس سے گیا۔ اور جب تک اپنے پاس ہے دوسرے تک نہ پہنچے گا۔ جب دوسرے کے پاس پہنچ جائیگا تو اپنے پاس نہ رہیگا۔ یہاں وسعتِ فضلِ الٰہی اور کمالِ ربانی سے ہدیہ کرنے والے کا ثواب خود اس کے پاس بھی رہتا ہے اور موہوب لہ کے پاس بھی پہنچتا ہے بلکہ اس عمل کی وجہ سے خود اس کا ثواب دس گنا ہو جاتا ہے تو یہ ایسا نفع ہے جس میں کوئی کمی نہیں اور ایسی تجارت ہے جس میں ہرگز کوئی خسارہ نہیں۔

حدیث ۱: حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی وفات یافتہ کی جانب سے حج کرے اس کے لیے بھی ثواب میت کے مثل ثواب ہو۔ اسے طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

حدیث ۲: حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نفل صدقہ کرنا چاہے تو چاہیے کہ اُسے اپنے ماں باپ کی جانب سے کر دے کہ انھیں اس کا ثواب ملے گا اور اس شخص کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوگا۔ اسے طبرانی نے معجم اوسط میں اور ابن عساکر نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔

حدیث ۳: اسی کے ہم معنی دیلمی نے مسند الفردوس میں معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔

---

[1] مجمع الزوائد بحوالہ معجم اوسط کتاب الحج باب فیمن مات وعلیہ الحج دار الکتاب بیروت ۳/۲۸۲

[2] " " کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ علی المیت " " ۳/۱۳۸

Marfat.com

والتاسع عشر تمییز المامور فلا یصح احجاج صبی غیر ممیز ویصح احجاج المراھق[1] ـــــ ہم دراں ست ھذہ الشرائط کلھا فی الحج الفرض واما النفل فلا یشترط فیہ شیئ منھا الا الاسلام والعقل والتمییز[2] ـــــ ہمچناں درمناسک علامہ سندی است ودرہندیۃ از غایۃ السروجی شرح ہدایہ از علامہ کرمانی آورد الافضل ان یکون عالما بطریق الحج وافعالہ ویکون حرا عاقلا بالغا اھ[3] **اقول** المراد بالعاقل ما یقابل المعتوہ الذی حکمہ حکم الصبی العاقل دون ما یقابل المجنون لان اصل العقل شرط صحۃ العبادات والکلام ھھنا فی الافضلیۃ وکان الحاصل ان الافضل ان لایکون عبدا ولا معتوھا ولا صبیا ممیزا وانما اکثرنا من النقول فی المسئلۃ لما وقع فی بعض نسخ اللباب من تصحیف اوقع الشارح فی بحث مضطرب وقد اجبنا بحول اللہ تعالٰی فیما علقنا علی طرتہ بما لامزید علیہ ولاحاجۃ بنا الی الاطالۃ بایرادہ ھناط بازبرظاہر الروایۃ مؤید بنصوص صراح احادیث صحاح کہ نفس عمل از جانب آمر واقع شود۔ ایں معنی دراں

کو بھی شامل ہو کیونکہ حج کی ادائیگی اس سے صحیح ہے مگر اُس پر واجب نہیں ـــــ درمختار میں ہے: صَرورہ (جس نے اپنا حجِ اسلام نہ کیا ہو) عورت، غلام اور مُراہق کا حج جائز ہے اور ان کے علاوہ (حجِ بدل کے لیے) ہوں تو بہتر ہے تاکہ اختلافِ ائمہ نہ رہے اھ ملخصا ـــــ ردالمحتار میں ہے: شرط صرف اہلیت ہے، مرد ہونا، آزاد ہونا، بالغ ہونا شرط نہیں اھ ملخصا ـــــ اسی میں لباب سے تعدادِ شرائط میں نقل ہے: انیسویں شرط یہ ہے کہ مامور باتمیز سمجھدار ہو، تو ناسمجھ بچے سے حج کرانا صحیح نہیں اور مُراہق سے حج کرانا صحیح ہے ـــــ اسی میں ہے: یہ ساری شرطیں حجِ فرض میں ہیں نفل میں اسلام، عقل اور تمیز کے سوا کوئی شرط نہیں ـــــ اسی طرح مناسک علامہ سندی میں ہے ـــــ ہندیہ میں غایۃ السروجی از علامہ کرمانی کے حوالے سے ہے: افضل یہ ہے کہ طریقۂ حج اور افعالِ حج سے باخبر ہو اور آزاد، عاقل، بالغ ہو اھ ـــــ **اقول** یہاں عاقل سے مراد مَعتُوہ کا مقابل ہے جس کا حکم عاقل بچے کا ہے، مجنون کا مقابل مراد نہیں اس لیے کہ نفس عقل تو تمام عبادات کی "صحت" کے لیے شرط ہے، اور یہاں کلام "افضلیت" کے بارے میں ہے۔ حاصل یہ ہُوا کہ افضل یہ ہے کہ نہ غلام ہو،

۱؎ ردالمحتار بحوالہ اللباب باب الحج عن الغیر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۴۰

۲؎ " " " " " " " "

۳؎ فتاوٰی ہندیۃ الباب الرابع فی الحج عن الغیر نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۵۷

Marfat.com

بحجته وکان له فضل عشر حجج[1] ہر کہ از پدر و مادر خود حج کرد پس بدرستے کہ حج از او ادا کرد و خودش فضیلت دہ حج یافت رواہ الدارقطنی عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

بے شک اُس کی جانب سے حج ادا کردیا اور خود دس حج کی فضیلت پائی — اسے دارقطنی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

در ردالمحتار است الثواب لاینعدم کما علمت[2] اھ ای اذا اھدی ثواب عملہ لغیرہ وصل الیہ ولو ینعدم من عندہ۔

ردالمحتار میں ہے: ثواب معدوم نہیں ہوجاتا جیسا کہ معلوم ہوا اھ — یعنی جب اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو ہدیہ کیا تو اس کے پاس پہنچ گیا اور خود ہدیہ کرنے والے کے پاس سے فنا نہ ہوا۔

وفیہ عن العلامۃ نوح آفندی عن مناسک القاضی حج الانسان عن غیرہ افضل من حجہ عن نفسہ[3] الخ

اسی ردالمحتار میں علامہ نوح آفندی سے منقول ہے وہ مناسک قاضی سے ناقل ہیں: انسان کا دوسرے کی جانب سے حج کرنا خود اپنی طرف سے حج کرنے سے افضل ہے الخ

وفیہ عن التاتارخانیۃ عن المحیط الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المومنین والمؤمنات لانہا تصل الیہم ولا ینقص من اجرہ شیئ اھ قال وھو مذھب اھل السنۃ والجماعۃ[4] الخ۔

اور اُسی میں تاتارخانیہ سے، اُس میں محیط سے منقول ہے: جو کوئی نفل صدقہ کرے اُس کے لیے افضل یہ ہے کہ تمام مومنین ومومنات کی نیت کرلے کہ وہ ان سب کو پہنچے اور اس کے اجر سے کچھ کم نہ ہوگا اھ — فرمایا: یہی اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے الخ۔

بالجملہ اہدائے ثواب ہمچو روشن کردن چراغ از چراغ ست کہ ازیں چراغ چیزے نہ کاہد، و چراغ دیگر روشنائی یابد، و شک نیست کہ صبی از ہمچو تبرع

مختصر یہ کہ ثواب ہدیہ کرنا ایسا ہے جیسے چراغ سے چراغ جلانا کہ اس چراغ سے کچھ کم نہیں ہوتا اور دوسرے چراغ کو روشنی مل جاتی ہے — اور بلاشبہہ بچہ اس

---

[1] سنن الدارقطنی — کتاب الحج — نشر السنۃ ملتان — ۲/۲۹۰
[2] ردالمحتار — باب الحج عن الغیر — دار احیاء التراث العربی بیروت — ۲/۲۳۶
[3] ردالمحتار — " — " " " — ۲/۲۴۱
[4] " — مطلب فی القراءۃ للمیت الخ — " " " — ۱/[illegible]

قال تعالیٰ :

اتقولون علی اللّٰہ ما لا تعلمون[1]　　کیا تم خدا پر وہ بولتے ہو جس کا تمھیں علم نہیں ۔ (ت)

واللّٰہ تعالیٰ اعلم ۔　　واللّٰہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ ۲۴۳ ۲۴۴ ازبنگال ضلع سلہٹ موضع شوبید پور مرسلہ مولوی انوار الدین صاحب ۳ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ :

(۱) میّت کے ثواب رساں کے لیے قرآن شریف کو ہدیہ کرنا یا چند نماز و روزہ وغیرہ کے کفارہ کے عوض میں قرآن شریف کو حیلہ کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ اگر جائز ہو تو کون کون صورتوں میں ؟ یعنی بعض میّت کے ثلث مال قدر کفارہ کے ہے اور بعض کے کم اور بعض کے بالکلیہ نہیں ۔ اور ان صورتوں میں مع وصیّت کے کیا حکم ہے ؟

(۲) بوقتِ دفن میّت کے دُعا وغیرہ پڑھ کر چھوٹے چھوٹے ڈھیلا وغیرہ پر دم کرکے قبر کے اندر رکھنا جائز ہے یا نہیں ؟

بینوا توجروا ۔

الجواب

(۱) قرآن مجید کسی مسلمان کو دے کر اس کا ثواب میّتِ مسلم کو پہنچانا جائز ہے ۔ کفّارے کے عوض میں قرآن مجید دے کر جو حیلہ یہاں عوام میں رائج ہے محض باطل و بے سود ہے، بلکہ بحالِ وصیت ثلث مال یا باجازت ورثہ بالغین اُس سے زائد، اور بلا وصیت جس قدر مال پر وارث عاقل بالغ چاہے اگر کفارہ واجبہ کی قدر کو کافی نہ ہو بطریق دور پورا کریں، یعنی ایک بار فقیر کو دے دیں اس قدر کا کفارہ ادا ہوا ، فقیر بعد قبضہ پھر اُسے اپنی طرف سے ہبہ کردے ۔ وارث پھر فقیر کو کفارے میں دے ، یہاں تک کہ اُلٹ پھیر میں قدرِ کفارہ تک پہنچ جائے کما نص علیہ فی الدر وغیرہ من الاسفار الغر وقد حققناہ فی فتاونا (جیسا کہ دُرمختار اور اس کے علاوہ کتب مبارکہ میں اس کی تصریح ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق کی ہے ۔ ت)

(۲) کوئی حرج نہیں جبکہ قبر میں جگہ نہ گھیرے لعدم المنع و مالم یمنع لایمنع (کیونکہ اس سے ممانعت نہ آئی اور جس سے منع وارد نہیں وہ ممنوع نہ ہوگا ۔ ت) واللّٰہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ ۲۴۵ از پوسٹ فراش گنج ضلع نواکھالی ملک بنگالہ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ثواب رسانی کی نیت سے قرآن مجید پڑھ کر اُس پر اُجرت دینا

---

[1] القرآن ۷/ ۲۸

Marfat.com

جعل ثوابها لغيره[1] اھ وفی الهندیة عن الغایة کالهدایة
مع زیادة مفیدة وفی ملتقی الابحر اخر الباب وللانسان
ان یجعل ثواب عمله لغیره فی جمیع
العبادات[2] اھ قال فی شرحه مجمع الانهر
هذا وقع فی معرض العلة لما قبله[3] اھ پس
ثابت شد کہ حج از دیگرے کردن از باب اہدائے ثواب
است، ورنہ این تفریع را چہ محل بودے، حالا باید
دید کہ صبی نیز حج عن الغیر تواں کرد یا نہ، در کتب
مذہب تصریحات جلیہ است کہ می تواں کرد۔ در
تنویر الابصار است یشترط اهلیة المامور لصحة
الافعال[4]۔ در حاشیہ علامہ طحطاوی است
عبر بالصحة دون الوجوب لیعم المراهق
فانه اهل للصحة دون الوجوب[5]۔ در درمختار
است فجاز حج الصرورة والمرأة والعبد
والمراهق وغیرهم اولی لعدم الخلاف[6] اھ
ملخصا۔ و در ردالمحتار است الشرط هو
الاهلیة دون الذکورة والحریة والبلوغ[7] اھ
ملخصا۔ وہم دراں از لباب در تعداد شرائط آورد

درمختار باب الحج عن الغیر میں ہے: اصل یہ ہے
کہ جو شخص بھی کوئی بھی عبادت کرے اسے اختیار ہے
کہ اُس کا ثواب دوسرے کے لیے کر دے اھ ــــ
ہندیہ میں غایہ کے حوالے سے عبارت ہدایہ کی طرح ایک
مفید اضافے کے ساتھ ہے ــــ ملتقی الابحر باب مذکور
کے آخر میں ہے: انسان کو تمام عبادات پر اختیار ہے
کہ اپنے عمل کا ثواب دوسرے کے لیے کر دے اھ۔
اس کی شرح مجمع الانہر میں ہے: یہ عبارت بیان ماقبل
کے لیے علت کی منزل میں ہے ــــ تو ثابت ہوا کہ
دوسرے کی جانب سے حج کرنا اہدائے ثواب کے باب
سے ہے ــــ ورنہ اس تفریع کا کیا موقع ہوتا۔ اب
دیکھنا چاہئے کہ بچہ بھی دوسرے کی جانب سے حج کر سکتا
ہے یا نہیں؟ ــــ کتبِ مذہب میں روشن تصریحات
موجود ہیں کہ کر سکتا ہے ــــ تنویر الابصار میں ہے:
صحتِ افعال کے لیے مامور کا اہل ہونا شرط ہے ــــ
حاشیۂ علامہ طحطاوی میں ہے: "صحت" سے تعبیر
فرمائی "وجوب" سے نہیں، تاکہ مُراہق (قریب البلوغ لڑکے)

---

1 درمختار — باب الحج عن الغیر — مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۱
2 ملتقی الابحر — " — موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۲۴۴
3 مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر — باب الحج عن الغیر — دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۱۰
4 درمختار شرح تنویر الابصار — باب الحج عن الغیر — مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۱
5 طحطاوی علی الدرالمختار — باب الحج عن الغیر — دار المعرفۃ بیروت ۱/۵۴۹
6 درمختار — " " " — مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۲
7 ردالمحتار — " " " — دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۴۱

Marfat.com

یا ممنوع، اور میّت کو ثواب قرآن خوانی و کھانا وغیرہ کا ملتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

دیوبندی عقیدہ والوں کی نسبت علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ یہ لوگ اسلام سے خارج ہیں۔ اور فرمایا ہے: من شك فی عذابه وکفره فقد کفر[1] جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے وُہ بھی کافر ہے۔ اُن کی کوئی بات نہ سُنی جائے نہ اُن کی کسی بات پر عمل کیا جائے جب تک اپنے علماء سے تحقیق نہ کرلیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

وایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم[2] اُن سے دُور بھاگو اور اُنھیں اپنے سے دُور کریں، کہیں وُہ تم کو گمراہ نہ کردیں کہیں وُہ تم کو فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

اور اُن کا بنایا ہُوا کوئی مسئلہ اگر صحیح بھی نکلے تو اُس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ عالم ہیں، یا اُن کے اور مسائل بھی صحیح ہوں گے۔ دنیا میں کوئی ایسا فرقہ نہیں جس کی کوئی نہ کوئی بات صحیح نہ ہو۔ مثلاً یہود و نصارٰی کی یہ بات صحیح ہے کہ موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی ہیں، کیا اس سے یہودی اور نصرانی سچے ہوسکتے ہیں! رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: الکذوب قد یصدق[3] بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے۔ دیوبندی تو اموات مسلمین کو ثواب پہنچانے ہی سے جلتے ہیں۔ فاتحہ، سوم، دہم، چہلم سب کو حرام کہتے ہیں۔ یہ سب باتیں جائز ہیں، میّت کو قرآن خوانی وطعام خورانی دونوں کا ثواب پہنچتا ہے۔ تیجے وچالیسویں وغیرہ کا تعیّن عرفی ہے جس سے ثواب میں خلل نہیں آتا۔ ہاں قرآن خوانی پر اُجرت لینا دینا منع ہے۔ اس کا طریقہ یہ کیا جائے کہ حافظ کو مثلاً چالیس دن کے لیے نوکر رکھ لیں کہ جو چاہیں کام لیں گے اور یہ تنخواہ دیں گے، پھر اُس سے قبر پر پڑھنے کا کام لیا جائے۔ اب یہ اُجرت بلاشبہہ جائز ہے کہ اُس کے وقت کے مقابل ہے نہ کہ تلاوتِ قرآن کے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۳ تا ۲۴۵: از شہر محلہ بہاری پور مسئولہ عبدالجبار صاحب ۲۳ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ قرآن شریف پڑھ کر یا زیارتِ قبور وختم تہلیل کرکے جس میں ایصالِ ثواب مقصود ہوتا ہے اُجرت لینا جو حرام ہے وہ قطعی حرام ہے یا نہ؟

(۲) بلاتعیّن اُسی وقت اگر قاری کو کچھ دے دیا جائے وُہ بھی حرام ہے یا نہ؟

---

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶
[2] مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب فصل اول مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۸
[3] مجمع بحار الانوار تحت لفظ صدق نولکشور لکھنؤ ۲/۲۳۹

Marfat.com

کار مارا مؤید تراست کہ چوں صبی ممیز اصل عمل بہر دیگرے وازاں او مے تواں کرد وہبہ ثواب یکے از توابع اوست و ذلك قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فیما رویناعنه تقبل منه و منهما کما اسلفنا پس از مجرد اہدائے ثواب مانع کیست و حاجز چیست، سخن اینجا دراز است و در فیض الٰہی باز امابرہمیں قدر بسندہ کنیم حامدین لربنا علی جودہ و نوالہ ومصلین علی سیدنا محمد و اٰله والله سبحٰنه و تعالٰی اعلم و علمه جل مجدہ اتم و احکم۔

نہ معتوہ، نہ ممیز بچہ ——ہم نے اس مسئلہ میں حوالے زیادہ پیش کئے جس کی وجہ یہ ہے کہ لباب کے بعض نسخوں میں کچھ خطائے کتابت واقع ہوئی جس نے شارح کو ایک با اضطراب بحث میں ڈال دیا جس کا جواب بعونہ تعالٰی ہم نے اس کے حاشیہ میں کامل طور پر دے دیا ہے یہاں اسے ذکر کرکے کلام طویل کرنے کی ضرورت نہیں —— پھر ظاہر الروایہ کی بنیاد پر جو صحیح احادیث کے صریح نصوص سے تائید یافتہ ہے کہ نفس عمل آمر کی جانب سے واقع ہوتا ہے۔ یہ معنی اس کام میں ہمارے لیے زیادہ مؤید ہے کہ جب ممیز بچہ اصل عمل دوسرے کے لیے اور اس کے حق میں کرسکتا ہے اور ثواب ہبہ کرنا بھی اس کے توابع میں سے ایک ہے اور وہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا روایت مذکورہ میں یہ ارشاد ہے کہ "اُس سے اور اس کے ماں باپ دونوں کی جانب سے قبول کیا جائے" —— تو ثواب ہدیہ کرنے سے مانع کون ہے اور رکاوٹ کیا ہے؟ کلام یہاں طویل ہے اور فیضِ الٰہی کا دروازہ کشادہ، مگر ہم اسی قدر پر اکتفاء کرتے ہیں اس کے ساتھ اپنے رب کی، اس کے جُود و کرم پر حمد کرتے ہیں اور اپنے آقا حضرت محمد اور ان کی آل پر درود بھیجتے ہیں۔ اور خدائے پاک و برتر خُوب جاننے والا ہے۔ اور اس ذاتِ بزرگ کا علم زیادہ کامل اور محکم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۴۲ از الٰہ آباد مدرسہ سبحانیہ دارالطلباء مرسلہ محمد سعید الحسن صاحب ۱۱ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے یہ دستور مقرر کر رکھا ہے کہ ہر ششماہی یا سالانہ یوم معیّن و تاریخ مقررہ پر اپنے پیر کا عُرس ہوا کرے، لوگوں کو یہ کہتا ہے کہ جو شخص یہ عرس کرے اور عرس کی نیاز کردہ شیرینی کو کھائے گا اس پر بلاشبہہ جنّت مقام، دوزخ حرام ہے۔ یہ کہنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ کہنا جزاف اور یاوہ گوئی ہے۔ اللہ جانتا ہے کہ کس کا جنّت مقام اور کس پر دوزخ حرام۔ عرس کی شیرینی کھانے پر اللہ و رسول کا کوئی وعدہ ایسا ثابت نہیں جس کے بھروسہ پر یہ حکم لگا سکیں، تو یہ تَقَوُّل علی اللہ (اللہ تعالٰی پر اپنی طرف سے لگا کر کچھ بولنا۔ت) ہوا اور وہ ناجائز ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

اطلع الغیب ام اتخذ عند الرحمٰن عھدا[1] کیا اس نے غیب دیکھ لیا ہے یا رحمان کے یہاں کوئی عہد رکھا ہے۔ (ت)

[1] القرآن ۱۹/۷۸

Marfat.com

هل یجوز الاکل للمسلمین ام لا۔ مسلمانوں کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (ت)

الجواب

لاینبغی لھم ان یجیبوا لانھا ان کانت ضیافۃ فالضیافۃ فی الموت من النیاحۃ روی الامام احمد وابن ماجۃ بسند صحیح عن جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کنا نعد الاجتماع الی اھل المیت وصنعۃ الطعام من النیاحۃ[1] وان کانت بزعمہ صدقۃ مع انہ لاصدقۃ من کافر ولا لکافر ففیہ ازدراء بالمسلمین لانہ یعد نفسہ الخبیثۃ متفضلۃ علیھم بالتصدق وایاھم اکلی صدقتہ والید العلیا خیر من الید السفلی ولاینبغی لید کافر ان تکون علیا بل الاسلام یعلو ولا یعلی ھذا ما ظھر لی وارجوان یکون صوابا ان شاء اللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

انھیں یہ دعوت نہ قبول کرنا چاہئے اس لئے کہ یہ اگر ضیافت ہے تو موت میں ضیافت نیاحت سے ہے۔ امام احمد اور ابن ماجہ نے بسندِ صحیح حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی: ہم گروہِ صحابہ میت کے پاس جمع ہونے اور ان کے کھانا تیار کرنے کو نیاحت سے شمار کرتے تھے ـــــ اور اگر اس کے خیال میں صدقہ ہو ـــ جبکہ صدقہ کسی کافر سے اور کسی کافر کے لیے ہو ہی نہیں سکتا ـــ تو اس میں مسلمانوں کی بے عزتی ہے اس لیے کہ وُہ صدقہ کرکے اپنے نفسِ خبیث کو ان پر احسان کرنے والا اور انھیں صدقہ کھانے والا سمجھا جاتا ہے۔ اوپر والا ہاتھ نیچے والے سے بہتر ہوتا ہے ـــ اور کسی کافر کا ہاتھ اونچا نہیں ہونا چاہئے، بلکہ اسلام غالب ہوتا ہے مغلوب نہیں ہوتا ـــ یہ وُہ ہے جو مجھ پر ظاہر ہوا، اور امید کرتا ہُوں کہ ان شاء اللہ تعالٰی درست ہوگا، اور خدائے برتر خُوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۵۷: از بریلی مسئولہ شیخ عبد العزیز بساطی دوم ذوالقعدہ ۱۳۳۰ھ

اہلِ ہنود اگر فاتحہ دلوانا چاہیں تو دینی چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

فاتحہ ایصالِ ثواب ہے۔ کافر کی طرف سے یا کافر کے مال کا ثواب پہنچانا کیا معنی؟ کافر اصلاً اہلِ ثواب نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل از مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ دار الفکر بیروت ۲/ ۲۰۴
سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی النھی عن الاجتماع الی اھل المیت الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۷
کنز العمال حدیث ۲۴۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۶۶

Marfat.com

اور لینا جائز ہے یا نہیں ؟ اور ایک قرآن مجید پڑھ کے چالیس درم سے کم اُجرت لینا اور پڑھانے والے کے لیے چالیس درہم سے کم اُجرت دینا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

ثواب رسانی کے لیے قرآن عظیم پڑھنے پر اُجرت لینا اور دینا دونوں ناجائز، اور چالیس درہم اجرت محض بے اصل ہے۔

مسئلہ ۲۴۶ ازبنارس کچی باغ مسئولہ مولوی محمد ابراہیم صاحب ۱۸ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

دستور ہے کہ اغنیاء قرآن خوانی کے واسطے بلائے جاتے ہیں اور اُن کی دعوت دی جاتی ہے، کیا ان اغنیا کو بعد قرآن خوانی دعوتِ طعام چہلم جائز ہے ؟ اور یہ فعل شرعاً کیسا ہے ؟ بینوا توجروا

الجواب

موت میں دعوت بے معنی ہے، فتح القدیر میں اسے بدعت مستقبحہ فرمایا لان الدعوۃ شرعت فی السرور لا فی الشرور[1] (اس لیے کہ دعوت خوشی میں مشروع ہے غمی میں نہیں۔ ت) اغنیا کا اس میں کچھ حق نہیں، اور اگر بنظر المعھود عرفاً کالمشروط لفظا (جو عرفاً معلوم ہے اسی کی طرح ہے جو لفظاً مشروط ہے۔ ت) وہ اجرت قرآن خوانی کی حد تک پہنچ گیا ہو۔ کھلانے والا جانتا ہو اُن کی تلاوت کے عوض مجھے کھانا دینا ہے، یہ جانتے ہوں ہمیں قرآن پڑھ کر کھانا لینا ہے، تو آپ ہی حرام ہے، کھانا بھی حرام اور کھلانا بھی حرام۔ لا تشتروا بایٰتی ثمنا قلیلا[2] (میری آیتوں کے بدلے حقیر مالِ دُنیا نہ لو۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۷ از لکھنؤ محلہ فرنگی محل احاطہ حیدر جان طوائف، بردوگان ہیزم سوختنی مسئولہ زین العابدین ۲۰ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ضلع اعظم گڑھ کے قریب و جوار یہ رسمِ قدیم میت کے ایصالِ ثواب کے واسطے جاری تھی کہ ورثاء میت چہلم تک قرآن خوانی کراتے تھے اور بعد اختتام میعاد قرآن خوانی کی اجرت بصورتِ نقد و پارچہ اور اشارے قرآن خوانی میں کھانا دیا کرتے تھے۔ اب چند لوگ دیوبند سے تعلیم پا کر اسی ضلع میں آئے ہیں اور رسم لوگوں کے طریقہ مستمر ایصالِ ثواب کو ممنوع و ناجائز کہتے اور فعلِ عبث قرار دیتے ہیں، پس علمائے اہلسنت و جماعت سے استدعا ہے کہ طریقہ مروجہ ایصالِ ثواب عند الشرع جائز و درست ہے

---

[1] فتح القدیر فصل فی الدفن مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱۰۲/۲
مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی حملہا و دفنہا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۳۹
[2] القرآن ۴۱/۲

Marfat.com

رسالہ

اِتْیَانُ الْاَرْوَاحِ لِدِیَارِھِمْ بَعْدَ الرَّوَاح

۲۱ ۱۳۲

(رُوحوں کا بعد وفات اپنے گھر آنا)

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

مسئلہ ۲۶۰ ۱۳ شعبان المعظم ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس وقت سے رُوح انسان کی جسم سے پرواز کرتی ہے بعد اُس کے پھر بھی اپنے مکان پر آتی ہے یا نہیں؟ اور اس سے کچھ ثواب کی خواستگار خواہ قرآن مجید یا خیرات وغیرہ طعام ہو یا روپیہ پیسہ ہوتی ہے یا نہیں؟ اور کون کون دن رُوح اپنے مکان پر آیا کرتی ہے؟ اور اگر آتی ہے تو منکر اس کا گنہ گار ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو کس گناہ میں شامل ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

خاتمۃ المحدثین شیخ محقق مولنا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ شرح مشکوٰۃ شریف باب زیارۃ القبور میں فرماتے ہیں:

مستحب است کہ تصدق کردہ شود از میّت بعد از رفتن او از عالم تا ہفت روز تصدق از میّت نفع

میت کے دُنیا سے جانے کے بعد سات دن تک اس کی طرف سے صدقہ کرنا مستحب ہے۔ میت کی طرف سے

Marfat.com

(۳) المعروف کالمشروط (جو معروف ہے وہ مشروط کی طرح ہے۔ ت) قاعدہ کلیہ ہے یا نہ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) تلاوت وتہلیل میں اُجرت لینا ضرور حرام ہے اور گناہ ہونے میں قطعی اور غیر قطعی ہونے کا فرق نہیں، گناہ اگرچہ صغیرہ ہوں اُسے ہلکا جاننا قطعی حرام ہے۔

(۲) جبکہ عادات ورواج کے مطابق قاری کو معلوم ہے کہ ملے گا اور اسے معلوم ہے کہ دینا ہوگا، تو ضرور اُجرت میں داخل ہے فان المعروف کالمشروط (معروف مشروط کی طرح ہے۔ ت)۔

(۳) المعروف کالمشروط قاعدہ کلیہ ہے مگر جب صراحۃً معروف کی نفی کر دے تو مشروط نہیں رہے گا، مثلاً قاری سے صاف کہہ دیا جائے کہ دیا کچھ نہ جائے گا، یا وہ کہہ دے کہ میں لُوں گا کچھ نہیں، اس کے بعد پڑھے، پھر جو چاہیں دے دیں وُہ اُجرت میں داخل نہ ہوگا، لان الصریح یفوق الدلالۃ کما فی الخانیۃ وغیرھا (اس لیے کہ صریح کا درجہ دلالت سے اُوپر ہے جیسا کہ خانیہ وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵۱ تا ۲۵۵: حاجی عبدالغنی صاحب طالب علم مدرسہ منظر الاسلام بریلی ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں عالمِ اہلسنت، ناصرِ ملّت اس بارے میں کہ:

(۱) میّت کے تابوت کو لے کر دس قدم چلنا پھر جانب بدلنا، اسی طرح چاروں جانب چالیس قدم چلنا سنّت ہے یا نہیں؟

(۲) اور اگر قبرستان چالیس قدم سے کم ہو تو میّت کو لے کر قبر کے چاروں طرف چالیس قدم گھومنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) نمازِ جنازہ پڑھ کر اور قبور کی زیارت کر کے خیرات لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) جو شخص اس کو ناجائز سمجھ کر اعلان کر دے کہ میں اس کو ناجائز سمجھتا ہُوں کوئی صاحب اس کی اُجرت ہم کو ہرگز نہ دو، پھر اگر کوئی بطور ہدیہ دے تو لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۵) میّت کی رُوح پر ثواب رسانی کے لیے قرآن شریف ومیلاد شریف پڑھ کر خیرات لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) مستحب ہے (۲) جہالت وممنوع ہے (۳) ناجائز (۴) جائز ہے (۵) ناجائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵۶: از بنگالہ ضلع میمن سنگھ موضع مرزا پور مرسلہ منشی آدم غرّہ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

ماتقولون یا علماء الفحول فی ھذہ المسئلۃ کافر مات واراد ورثتہ ان یطعموا طعاما للمسلمین

اس مسئلہ میں علمائے کرام کیا فرماتے ہیں ایک کافر فوت ہُوا اب اس کے ورثہ مسلمانوں کو کھانا کھلانا چاہتے ہیں، تو

Marfat.com

اور استناد کا روایات صحیحہ مرفوعہ متصلۃ الاسناد میں حصر اور صحاح کا صرف کتب ستہ پر قصر، جیسا کہ صاحبِ مائۃ مسائل سے یہاں واقع ہُوا، جہل شدید وسفہ بعید ہے۔ حدیث حسن بھی بالاجماع حجت ہے۔ غیر عقائد و احکامِ حلال وحرام میں حدیثِ ضعیف بھی بالاجماع حجت ہے۔ ہمارے ائمہ کرام حنفیہ وجمہور ائمہ کے نزدیک حدیث مرسل غیر متصل الاسناد بھی حجت ہے۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک حدیث موقوف غیر مرفوع قولِ صحابی بھی حجت ہے کہ یہ سب مسائل ادنیٰ طلبہ علم پر بھی روشن ہیں۔ اور حدیث صحیح کا ان چھ کتابوں میں محصور نہ ہونا بھی علم حدیث کے ابجد خوانوں پر بیّن ومبرہن (ظاہر ودلائل سے ثابت ۔ ت) ہے۔ ولکن الوھابیۃ قوم یجھلون (لیکن وہابیہ نادان ہیں ۔ ت)

طرفہ (تعجب ۔ ت) یہ کہ خود صاحبِ مائۃ مسائل نے اس کتاب اور اربعین میں اور بزرگانِ خاندانِ دہلی جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب وشاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی تصانیف کثیرہ میں وہ وہ روایات غیر صحاح وروایاتِ طبقہ رابعہ اور ان سے بھی نازل تر (کم مرتبہ ۔ ت) سے استناد کیا ہے، جیسا کہ ان کتب کے ادنیٰ مطالعہ سے واضح ومبین ہے ولکن النجدیۃ یجحدون الحق وھم یعلمون (لیکن نجدیہ جان بُوجھ کر حق کا انکار کرتے ہیں ۔ ت)

امام اجل عبداللہ بن مبارک وابوبکر بن ابی شیبہ استاذ بخاری ومسلم حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے موقوفاً اور امام احمد مسند اور طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک اور ابونعیم حلیہ میں بسندِ صحیح حضور پُر نور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مرفوعاً راوی

وھذا لفظ ابن المبارک قال ان الدنیا جنۃ الکافر وسجن المؤمن، وانما مثل المؤمن حین تخرج نفسہ کمثل رجل کان فی السجن فاخرج منہ فجعل یتقلب فی الارض یتفسح فیھا[1]۔

(اور یہ ابن مبارک کے الفاظ ہیں ۔ ت) بیشک دنیا کافر کی بہشت اور مسلمان کا قید خانہ ہے جب مسلمان کی جان نکلتی ہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص زندان میں تھا اب آزاد کر دیا گیا تو زمین میں گشت کرنے اور بافراغت چلنے پھرنے لگا۔

ابوبکر کی روایت یوں ہے:

فاذامات المؤمن یخلی بہ یسرح حیث شاء[2]

جب مسلمان مرتا ہے اس کی راہ کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے جائے۔

---

[1] کتاب الزہد لابن المبارک باب فی طلب الحلال حدیث ۵۹۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۲۱۱

[2] مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الزہد حدیث ۱۶۵۷۱ ادارۃ القرآن کراچی ۱۳/۳۵۵

Marfat.com

مسئلہ ۲۵۸ از عثمان پور ڈاک خانہ کوٹھی ضلع بارہ بنکی مرسلہ محمد حسن یار خاں صاحب ۷ ربیع الاول شریف ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی مسلمان کسی کافر یا مشرک یا رافضی کو قرآن خوانی اور کسی ذریعہ سے ایصالِ ثواب کرے تو اس کافر یا مشرک یا رافضی کو ثواب پہنچے گا یا نہیں؟ اور ایصالِ ثواب کرنے والے کی بابت کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

کافر خواہ مشرک ہو یا غیر مشرک، جیسے آج کل کے عام رافضی کہ منکرانِ ضروریاتِ دین ہیں۔ اُسے ہرگز کسی طرح کسی فعلِ خیر کا ثواب نہیں پہنچ سکتا۔ قال اللہ تعالٰی وما لھم فی الاٰخرۃ من خلاق[1] (اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے، اور ان کے لیے آخرت میں کوئی حصّہ نہیں۔ ت) اور انھیں ایصالِ ثواب کرنا معاذ اللہ خود راہِ کفر کی طرف جانا ہے کہ نصوص قطعیہ کو باطل ٹھہرانا ہے۔ رافضی تبرائی کا فقہائے کرام کے نزدیک یہی حکم ہے، ہاں جو تبرائی نہیں جیسے تفضیلیہ انھیں ثواب پہنچ سکتا ہے اور پہنچانا بھی حرام نہیں جبکہ اُن سے دینی محبت یا ان کی بدعت کو سہل و آسان سمجھنے کی بنا پر نہ ہو، ورنہ انکم اذا مثلھم یہ بھی انھیں میں شمار ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۹ از منڈی ہلدوانی ضلع نینی تال مرسلہ حفیظ احمد مستری ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

ہندو میّت کے ثواب کے لیے میلاد شریف کے واسطے کچھ روپیہ دے تو اس ہندو کے روپے سے میلاد شریف پڑھوانا کیسا ہے؟

الجواب

ہندو سے روپیہ اس واسطے نہ لیا جائے۔ حدیث میں ہے: انی نھیت عن زبد المشرکین[2] (مجھے مشرکین کی جھاگ سے منع کیا گیا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن ۲/ ۲۰۰

[2] سنن ابی داؤد باب فی الامام یقبل ہدایا المشرکین آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۷۸

Marfat.com

قاضی ثناء اللہ بھی تذکرۃ الموتیٰ میں لکھتے ہیں:

"ارواحِ ایشاں (یعنی اولیائے کرام قدست اسرارہم) از زمین و آسمان و بہشت ہر جا کہ خواہند می روند[1]"

اولیائے کرام قدست اسرارہم کی روحیں زمین، آسمان، بہشت میں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں (ت)

خزانۃ الروایات میں ہے:

عن بعض العلماء المحققین ان الارواح تتخلص لیلۃ الجمعۃ وتنتشر فجاؤا الی مقابرھم ثم جاؤا فی بیوتھم[2]۔

بعض علماء محققین سے مروی ہے کہ روحیں شبِ جمعہ چھٹی پاتی اور پھیلتی جاتی ہیں۔ پہلے اپنی قبروں پر آتی ہیں پھر اپنے گھروں میں۔

دستور القضاۃ مستند صاحبِ مائۃ مسائل میں فتاوٰی امام نسفی سے ہے:

ان ارواح المومنین یاتون فی کل لیلۃ الجمعۃ ویوم الجمعۃ فیقومون بفناء بیوتھم ثم ینادی کل واحد منھم بصوت حزین یا اھلی ویا اولادی ویا اقربائی اعطفوا علینا بالصدقۃ واذکرونا ولا تنسونا وارحمونا فی غربتنا[3] الخ۔

بیشک مسلمانوں کی روحیں ہر روز و شبِ جمعہ اپنے گھر آتی اور دروازے کے پاس کھڑی ہوکر دردناک آواز سے پکارتی ہیں کہ اے میرے گھر والو! اے میرے بچّو! اے میرے عزیزو! ہم پر صدقہ سے مہر کرو، ہمیں یاد کرو بھول نہ جاؤ، ہماری غریبی میں ہم پر ترس کھاؤ۔

نیز خزانۃ الروایات مستند صاحبِ مائۃ مسائل میں ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما اذا کان یوم عید او یوم جمعۃ او یوم عاشوراء ولیلۃ النصف من الشعبان تاتی ارواح الاموات ویقومون علٰی ابواب بیوتھم فیقولون ھل من احد یذکرنا ھل من احد یترحم علینا ھل من احد یذکر غربتنا[4] الحدیث

ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے جب عید یا جمعہ یا عاشورے کا دن یا شبِ برات ہوتی ہے اموات کی روحیں آکر اپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑی ہوتی اور کہتی ہیں: ہے کوئی کہ ہمیں یاد کرے، ہے کوئی کہ ہم پر ترس کھائے، ہے کوئی کہ ہماری غربت کی یاد دلائے۔

اسی طرح کنز العباد میں بھی کتاب الروضہ امام زندویسی سے منقول، یہ مسئلہ کہ نہ عقائد کا ہے نہ فقہ کے

---

[1] تذکرۃ الموتیٰ والقبور اردو ترجمہ مصباح النور باب روحوں کے ٹھہرنے کی جگہ کے بیان میں نوری کتب خانہ لاہور ص ۷۵
[2] خزانۃ الروایات
[3] دستور القضاۃ
[4] خزانۃ الروایات

Marfat.com

می کند اورابے خلاف میان اہلِ علم وارد شدہ است در آں احادیث صحیحہ خصوصاً آب و بعضے از علماء گفتہ اند کہ نمی رسد بہ میت رامگر صدقہ ودعا، و در بعض روایات آمدہ است کہ رُوحِ میت می آید خانۂ خود را شبِ جُمعہ، پس نظر می کند کہ تصدق می کنند از وے یا نہ[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔

صدقہ اس کے لیے نفع بخش ہوتا ہے۔ اس میں اہلِ علم کا کوئی اختلاف نہیں۔ اس بارے میں صحیح حدیثیں وارد ہیں، خصوصاً پانی صدقہ کرنے کے بارے میں ___ اور بعض علماء کا قول ہے کہ میّت کو صرف صدقہ اور دُعا کا ثواب پہنچتا ہے ___ اور بعض روایات میں آیا ہے کہ رُوح شبِ جمعہ کو اپنے گھر آتی ہے اور انتظار کرتی ہے کہ اس کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں یا نہیں واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

شیخ الاسلام "کشف الغطاء عما لزم للموتیٰ علی الاحیاء" فصل ہشتم میں فرماتے ہیں:

"در غرائب وخزانہ نقل کردہ کہ ارواحِ مومنین می آیند خانہ ہائے خود را ہر شبِ جمعہ و روزِ عید و روزِ عاشورہ و شبِ برات، پس ایستادہ می شوند بیرون خانہائے خود و ندا می کند ہر یکے با وازِ بلند اندوہگین اے اہل و اولادِ من و نزدیکانِ من مہربانی کنید بر ما بصدقہ"[2]

غرائب اور خزانہ میں منقول ہے کہ مومنین کی رُوحیں ہر شبِ جمعہ، روزِ عید، روزِ عاشوراء اور شبِ برات کو اپنے گھر آکر باہر کھڑی رہتی ہیں اور ہر روح غمناک بلند آواز سے ندا کرتی ہے کہ اے میرے گھر والو، اے میری اولاد، اے میرے قرابت دارو! صدقہ کرکے ہم پر مہربانی کرو۔ (ت)

اسی میں ہے:

"شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ در شرح الصدور احادیث شتے در اکثر ازیں اوقات آوردہ اگرچہ اکثرے خالی از ضعف نیست"۔[3]

شرح الصدور میں شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں سے اکثر اوقات کے بارے میں مختلف حدیثیں نقل کی ہیں اگرچہ اکثر ضعف سے خالی نہیں ہیں۔ (ت)

اکثرے کا لفظ صریح دلالت کررہا ہے کہ بعض بالکل ضعف سے خالی ہیں، تو صاحب مائۃ مسائل کا مطلقاً اس کی طرف نسبت کرنا کہ "ایں روایات را تضعیف ہم فرمودہ اند"[4] کذب و افترا ہے یا جہل و اجترا۔

---

[1] اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۷۱۶، ۷۱۷

[2] کشف الغطاء عما لزم للموتیٰ علی الاحیاء فصل احکام دعا وصدقہ ص ۶۶

[3] " " " " " " "

[4] مائۃ مسائل

احمد بن حنبل وغیرہ من الائمۃ ، اذا روینا فی الحلال و الحرام شددنا و اذ روینا فی الفضائل ونحوھا تساھلنا۔[1]

فرمایا ہے: جب ہم حلال وحرام یعنی باب احکام میں روایت کرتے ہیں تو شدت برتتے ہیں اور جب باب فضائل وغیرہ میں روایت کرتے ہیں تو نرمی رکھتے ہیں (ت)

اس مبحث کی تفصیل فقیر کی کتاب منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین میں ملاحظہ ہو۔ یہیں دیکھیے رثائے مذکور امیر المومنین کیا فضائلِ اعمال سے تھا، وہ بھی بابِ علم سے ہے، جس میں امام خاتم الحفاظ نے بعض علماء کی بے سند حکایت بھی کافی بتائی۔

ثانیاً علم رجال بھی مردود ہو جائے کہ وہ بھی علم ہے نہ عمل وفضل، عمل تو غیر قطعیات سب باطل ومہمل۔

ثالثاً دو تہائی سے زائد بخاری ومسلم کی حدیثیں محض باطل و مردود قرار پائیں۔

رابعاً عقائد واعمال میں تفرقہ جس پر اجماع ائمہ ہے ضائع جائے، کہ احکامِ حلال وحرام میں کیا اعتقاد حلت وحرمت نہیں لگا ہوا ہے، اور وہ عمل نہیں بلکہ علم ہے تو کسی شئے کے حلال یا حرام سمجھنے کے لیے بخاری ومسلم کی حدیثیں مردود۔ اور جب حلال وحرام کچھ نہ جانیں تو اسے کیوں کریں اس سے کیوں بچیں!

خامساً بلکہ فضائلِ اعمال میں بھی احادیثِ صحیحین کا مردود ہونا لازم۔ حالانکہ ان میں ضعیف حدیثیں بھی یہ سفیہ خود مقبول مانتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس عمل میں یہ خوبی ہے، اس پر یہ ثواب یہ جاننا خود عمل نہیں بلکہ علم ہے اور علم بابِ عقائد سے ہے اور عقائد میں صحاح ظنیات مردود۔

سادساً اگلے صاحب نے تو اتنی مہربانی کی تھی کہ حدیث صحیح مرفوع متصل السند مقبول رکھی تھی، انھوں نے بخاری ومسلم بھی مردود کر دیں، جب تک قطعیات نہ ہوں کچھ نہ سنیں گے ؏

قدم عشق پیشتر بہتر

سابعاً ختمِ الٰہی کا ثمرہ دیکھئے، اسی براہین قاطعہ لما امر اللہ بہ ان یوصل میں فضیلتِ علمِ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بابِ فضائل سے نکلوا کر اُس تنگنائے اعتقادیات میں داخل کرایا تاکہ صحیحین بخاری ومسلم کی حدیثیں بھی جو وسعتِ علمِ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر دال ہیں مردود ٹھہریں۔ اور وہیں وہیں اُسی مُنہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علمِ عظیم کی تنقیص کو محض بے اصل وبے سند حکایت سے سند لایا کہ شیخ عبد الحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ حالانکہ حضرت شیخ

---

[1] انسان العیون خطبۃ الکتاب مصطفٰی البابی مصر ۱/۳و۴

Marfat.com

ابن ابی الدنیا و بیہقی سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضرت سلمان فارسی و عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہما باہم ملے، ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تم مجھ سے پہلے انتقال کرو تو مجھے خبر دینا کہ وہاں کیا پیش آیا، کہا کیا زندے اور مُردے بھی ملتے ہیں؟ کہا،

نعم اما المومنون فان ارواحهم فی الجنة وهی تذهب حیث شاءت[1]

ہاں مسلمانوں کی رُوحیں تو جنّت میں ہوتی ہیں اُنھیں اختیار ہوتا ہے جہاں چاہیں جائیں۔

ابن المبارک کتاب الزہد و ابوبکر ابن ابی الدنیا و ابن مندہ سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قال ان ارواح المؤمنین فی برزخ من الارض تذهب حیث شاءت ونفس الکافر فی سجین[2]

بیشک مسلمانوں کی روحیں زمین کے برزخ میں ہیں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں، اور کافر کی روح سجّین میں مقید ہے۔

ابن ابی الدنیا مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قال بلغنی ان ارواح المومنین مرسلة تذهب حیث شاءت[3]

فرمایا: مجھے حدیث پہنچی ہے کہ مسلمانوں کی رُوحیں آزاد ہیں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں،

رجح ابن البران ارواح الشهداء فی الجنة وارواح غیرهم علی افنیة القبور فتسرح حیث شاءت[4]

امام ابوعمر ابن عبدالبر نے فرمایا: راجح یہ ہے کہ شہیدوں کی رُوحیں جنّت میں ہیں اور مسلمانوں کی فنائے قبور پر، جہاں چاہیں آتی جاتی ہیں۔

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں،

ان الروح اذا انخلعت من هذا الهیکل وانفکت من القیود بالموت تحول الی حیث شاءت[5]

بیشک جب رُوح اس قالب سے جُدا اور موت کے باعث قیدوں سے رہا ہوتی ہے جہاں چاہتی ہے جولاں کرتی ہے۔

[1] شعب الایمان باب التوکل والتسلیم حدیث ۱۳۵۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۱۲۱
[2] کتاب الزہد لابن مبارک باب ما جاء فی التوکل حدیث ۴۲۹ " " " ص ۱۴۴
[3] شرح الصدور بحوالہ ابن ابی الدنیا باب مقر الارواح خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۹۸
[4] " " " " " " " ص ۱۰۵
[5] تیسیر شرح جامع صغیر تحت حدیث ان روح المؤمنین الخ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۱/ ۳۲۰

Marfat.com

مسئلہ ۲۶۱ از کانپور محلہ مول گنج مرسلہ امام الدین صاحب ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۲۶ھ

مرنے کے بعد میت کو اپنے عزیزوں سے کس طرح تعلقات رہتے ہیں ؟

الجواب

موت فنائے رُوح نہیں، بلکہ وُہ جسم سے رُوح کا جدا ہونا ہے۔ رُوح ہمیشہ زندہ رہتی ہے۔ حدیث میں ہے انما خلقتم للابد[1] تم ہمیشہ زندہ رہنے کے لیے بنائے گئے۔ تو جیسے تعلقات حیات دنیوی میں تھے اب بھی رہتے ہیں۔ حدیث میں فرمایا کہ "ہر جمعہ کو ماں باپ پر اولاد کے ایک ہفتہ کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں، نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں، برائیوں پر رنجیدہ ہوتے ہیں، تو اپنے گزرے ہوؤں کو رنجیدہ نہ کرو، اے اللہ کے بندو! واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۶۲ از لاہور مسجد بیگم شاہی اندرون دروازہ مستی مرسلہ صوفی احمد الدین طالبعلم ۲۶ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ارواحِ مومنین کی جگہ کون ہے، کیا جسد کے ساتھ رہتے ہیں یا علیحدہ ؟

الجواب

ارواحِ مومنین برزخ میں اجسام مثالی ہیں، جیسے شہدا کے لیے حواصل طیور خضر[1] فرمایا سبز پرندوں کے بھیس میں، اور اُن کے مقام حسب مراتب مختلف ہیں، قبور پر یا چاہِ زمزم میں یا فضائے آسمان میں یا کسی آسمان پر یا عرش کے نیچے نور کی قندیلوں میں، کما فصلہ الامام السیوطی فی شرح الصدور (جیسا کہ امام سیوطی نے شرح الصدور میں اسے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۶۳ تا ۲۶۸ از کانپور محلہ مول گنج مرسلہ امام الدین صاحب ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

(۱) عزیزوں پر جو اثر ہوتا ہے کیا اُس کا اثر میت پر بھی ہوتا ہے یا نہیں ؟

(۲) عذاب و ثواب کی کیا شکل ہے جبکہ انسان خاک میں مل جاتا ہے اور رُوح اپنے مقام پر چلی جاتی ہے۔

(۳) رُوح کا مقام مرنے کے بعد کہاں ہے ؟

(۴) خواب میں اپنے کسی مرحوم عزیز کو دیکھتے ہیں کیا اس کا اثر مرحوم پر بھی پڑتا ہے یا نہیں ؟

(۵) رُوح کیا چیز ہے ؟ اکثر سُنا گیا ہے کہ رُوح تمام دُنیاوی کیفیات کا ادراک ہر وقت بعد موت کرتی ہے۔

(۶) قبر پر کوئی شخص جائے اس کا علم میت کو ہوتا ہے ؟

---

[1] شرح الصدور باب مقر الارواح مطبوعہ خلافت اکیڈمی سوات ص ۹۶

Marfat.com

حلال وحرام کا۔ ایسی جگہ دو ایک سندیں بھی بس ہوتیں نہ کہ اس قدر کثیر و وافر۔

امام جلال الملۃ والدین سیوطی مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفاء زیر رثائے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

لم اجدہ فی شیئ من کتب الاثر لکن صاحب اقتباس الانوار وابن الحاج فی مدخلہ ذکراہ فی ضمن حدیث طویل وکفٰی بذٰلک سنداً لمثلہ فانہ لیس مما یتعلق بالاحکام۔[1]

یعنی میں نے یہ حدیث کسی کتاب حدیث میں نہ پائی مگر صاحبِ اقتباس الانوار اور ابن الحاج نے مدخل میں اسے ایک حدیثِ طویل میں بے سند ذکر کیا۔ ایسی حدیث کو اتنی ہی سند کافی ہے کہ وہ کچھ احکام سے متعلق نہیں۔

باقی رہا ضلالِ حال کے شیخ الضلال گنگوہی کا "براہینِ قاطعہ" میں زعمِ باطل کہ ارواح کا اپنے گھر آنا یہ مسئلہ عقائد کا ہے اس میں مشہور و متواتر صحاح کی حاجت ہے قطعیات کا اعتبار ہے نہ ظنیات صحاح کا۔ یعنی اگر صحیح بخاری و صحیح مسلم کی بھی صحیح و صریح حدیثوں میں ہو کہ روحیں آتی ہیں تو وہ حدیثیں بھی اُن کے دھرم (مذہب ۱۲) میں مردود ہوں گی کہ ان روایات میں عمل نہیں بلکہ علم ہے اور تسلیم بھی کر لیے تو فقط عمل ہے نہ فضل عمل۔ براھین قاطعۃ لما امر اللہ بہ ان یوصل (اللہ تعالیٰ نے جس چیز کے ملانے کا حکم دیا اسے قطع کرنے والی کتاب۔ ت) میں چار ورق سے زائد یہی اعجوبۂ اضحوکہ طرح طرح کے مزخرفات سے آلودہ اندودہ (مزین وملمع ۱۲) کیا ہے سخت جہالتِ فاحشہ ہے۔

اقول اگرچہ ہر جملہ خبریہ جس میں کسی بات کا ایجاب یا سلب ہو اگرچہ اسے نفیاً و اثباتاً کسی طرح عقاید میں دخل نہ ہو نافی یا مثبت کسی پر اس نفی و اثبات کے سبب حکم ضلالت و گمراہی محتمل نہ ہو سب بابِ عقاید میں داخل ٹھہرے، جس میں احادیثِ بخاری و مسلم بھی جب تک متواتر نہ ہوں نامقبول ٹھہریں۔ تو **اولاً** سیر و مغازی و مناقب یہ علوم کے علوم سب گاؤ خورد و دریا بُرد ہو جائیں، حالانکہ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ان علوم میں صحاح درکنار ضعاف بھی مقبول۔ سیرت انسان العیون میں ہے:

لا یخفی ان السیر تجمع الصحیح والسقیم، والضعیف والبلاغ، والمرسل والمنقطع، والمعضل دون الموضوع، وقد قال الامام

مخفی نہیں کہ کتبِ سیر میں موضوع چھوڑ کر صحیح، سقیم، ضعیف، بلاغ، مرسل، منقطع، معضل ہر قسم کی روایتیں ہوتی ہیں۔ امام احمد وغیرہ ائمہ نے

---

[1] مناہل الصفاء فی تخریج احادیث الشفاء

Marfat.com

اقوالِ ائمہ میں مصرح اور اہلسنّت کا اعتقاد ہیں۔ ان کی تفصیل ہماری کتاب "حیات الموات فی بیان سماع الاموات" میں دیکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۴ ۱۶ جمادی الاخری ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو جمعرات کو انتقال کرے اس پر عذابِ قبر ہر جمعرات کو یا دائمی معاف ہے یا نہیں؟

الجواب

جمعرات کے لیے کوئی حکم نہیں آیا، شبِ جمعہ اور روزِ جمعہ اور رمضان مبارک میں ہر روز کے واسطے یہ حکم ہے کہ جو مسلمان اُن میں مرے گا سوالِ نکیرین و عذابِ کرم سے محفوظ رہے گا واللہ اکرم ان یعفو من شئ ثم یعود فیہ۔ اللہ اس سے زیادہ کریم ہے کہ ایک شئے کو معاف فرما کر پھر اس پر مواخذہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۶۵ از عبداللہ صاحب محلہ بہاری پور شہر بریلی ۱۶ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے آج یہ بیان کیا کہ ایک نام کے دو آدمی ہوں تو ایسا ہوجاتا ہے کہ بجائے اُس کے کہ جس کی قضا آتی ہو دوسرے آدمی کی رُوح قبض کرلیتے ہیں فرشتے۔ اور یہ بھی بیان کیا کہ یہ وقوعہ میرے رُوبرو کا ہے کہ ایک کی جان قبض کرلی گئی اور چند منٹوں کے بعد وُہ زندہ ہوگیا اور اُس نام کا اُس محلّہ کے قریب ایک شخص تھا وُہ مرگیا۔ جو شخص اوّل مرگیا تھا جب اُس سے حال دریافت کیا تو اُس نے بہت کچھ قصّہ بیان کیا، اس کے بارے میں کیا حکم صادر فرماتے ہیں؟ زیادہ حدِ ادب!

الجواب

یہ محض غلط ہے، اللہ کے فرشتے اُس کے حکم میں غلطی نہیں کرتے قال اللہ تعالیٰ ویفعلون ما یؤمرون[1] فرشتے وُہ کرتے ہیں جو اُنھیں حکم ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] القرآن ۱۶/۵۰

Marfat.com

قدس سرہٗ نے اسے ہرگز روایت نہ کیا بلکہ اعتراضاً ذکر کرکے صاف فرما دیا تھا کہ "این سخن اصلے ندارد و روایت بدان صحیح نشدہ است" (اس کلام کی کوئی اصل نہیں، اور اس کے بارے میں، روایت صحیح نہیں۔ت)

غرض محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل ماننے کو تو جب تک حدیث قطعی نہ ہو بخاری، و مسلم بھی مردود، اور معاذ اللہ حضور کی تنقیص فضائل کے لیے بے اصل و بے سند و بے سروپا حکایت مقبول و محمود۔ اور پھر دعوٰی ایمان و امانت و دین و دیانت بدستور موجود۔ انا للہ وانا الیہ راجعون — کذٰلك یطبع اللہ علیٰ کل قلب متکبر جبار (اسی طرح اللہ ہر متکبر سخت گیر کے دل پر مُہر کر دیتا ہے۔ت)

بالجملہ یہ مسئلہ نہ بابِ عقائد سے نہ بابِ احکامِ حلال و حرام سے۔ اسے جتنا ماننا چاہئے کہ اُس کے لیے اتنی سندیں کافی و وافی۔ منکر اگر صرف انکارِ یقین کرے یعنی اس پر جزم و یقین نہیں تو ٹھیک ہے، اور عامہ مسائل سیر و مغازی و اخبار و فضائل ایسے ہی ہوتے ہیں، اس کے باعث وُہ مردود نہیں قرار پاسکتے۔ اور اگر دعوٰی نفی کرے یعنی کہے مجھے معلوم و ثابت ہے کہ رُوحیں نہیں آتیں تو جُھوٹا کذّاب ہے۔ بالفرض اگر اُن روایات سے قطع نظر بھی تو غایت یہ کہ عدم ثبوت ہے نہ ثبوت عدم، اور بے دلیل عدم ادعائے عدم محض تحکم و ستم، آنے کے بارے تو اتنی کتب و علماء کی عبارات اتنی روایات بھی ہیں نفی و انکار کے لیے کون سی روایت ہے؟ کس حدیث میں آیا کہ رُوحوں کا آنا باطل و غلط ہے؟ تو ادعائے بے دلیل محض باطل و ذلیل۔

کیسی ہٹ دھرمی ہے کہ طرف مقابل پر روایات موجودہ صرف بربنائے ضعف مردود، اور اپنی طرف روایت کا نام نہ نشان اور ادعائے نفی کا بلند نشان۔ رُوحوں کا آنا اگر بابِ عقائد سے ہے تو نفیاً و اثباتاً ہر طرح اسی باب سے ہوگا، اور دعوٰی نفی کے لیے بھی دلیل قطعی درکار ہوگی، یا مسئلہ ایک طرف سے بابِ عقائد میں ہے کہ صحاح بھی مردود، اور دُوسری طرف سے ضروریات میں ہے کہ اصلاً حاجت دلیل مفقود۔

ولکن الوھابیۃ لایعقلون ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین، اٰمین، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ فقط

لیکن وہابیہ بے عقل ہوتے ہیں — اور برائی سے رکنے، نیکی کے کرنے کی طاقت نہیں مگر بلند عظیم خدا ہی کی طرف سے۔ اور خدائے برتر اپنی مخلوق میں سب سے بہتر حضرت محمد اور ان کی آل و اصحاب سب پر درود نازل فرمائے۔ الٰہی! قبول کر۔ اور اللہ تعالٰی خوب جاننے والا ہے۔ اور اس ذاتِ بزرگ کا علم زیادہ کامل اور محکم ہے (ت)

Marfat.com

رسالہ

جَلیُّ الصَّوْت لِنَھْیِ الدَّعْوَۃِ اَمَامَ مَوْت

۱۳

(کسی موت پر دعوت کی ممانعت کا واضح اعلان)

مسئلہ ۲۶۶ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر بلادِ ہندیہ میں رسم ہے کہ میّت کے روزِ وفات سے اُس کے اعزّہ واقارب واحباب کی عورات اس کے یہاں جمع ہوتی ہیں اُس اہتمام کے ساتھ جو شادیوں میں کیا جاتا ہے۔ پھر کچھ دُوسرے دن اکثر تیسرے دن واپس آتی ہیں، بعض چالیسویں تک بیٹھتی ہیں۔ اس مدّتِ اقامت میں عورات کے کھانے پینے، پان چھالیا کا اہتمام اہلِ میت کرتے ہیں جس کے باعث ایک صرفِ کثیر کے زیر بار ہوتے ہیں۔ اگر اُس وقت اُن کا ہاتھ خالی ہو تو اس ضرورت سے قرض لیتے ہیں، یُوں نہ ملے تو سُودی نکلواتے ہیں اگر نہ کریں تو مطعون و بدنام ہوتے ہیں، یہ شرعاً جائز ہے کیا؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ارسل نبینا الرحیم الغفور بالرفق والتیسیر واعدل الامور فسن الدعوۃ عند السرور دون الشرور صلی اللہ

سب خُوبیاں اللہ کے لیے جس نے ہمارے رحم کرنے، بخشنے والے نبی کو نرمی و آسانی کے ساتھ بھیجا اور کاموں میں اعتدال رکھا، تو دعوت کا طریقہ سرور کے

Marfat.com

الجواب

(۱) عزیزوں کو اگر تکلیف پہنچتی ہے اس کا ملال میّت کو بھی ہوتا ہے، اموات پر رونے کی ممانعت میں فرمایا کہ جب تم روتے ہو مُردہ بھی رونے لگتا ہے، تو اُسے غمگین نہ کرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) انسان کبھی خاک نہیں ہوتا بدن خاک ہو جاتا ہے، اور وہ بھی کُل نہیں، کچھ اجزائے اصلیہ دقیقہ جن کو عجب الذنب کہتے ہیں وُہ نہ جلتے ہیں نہ گلتے ہیں ہمیشہ باقی رہتے ہیں، اُنھیں پر روزِ قیامت ترکیبِ جسم ہوگی۔ عذاب وثواب رُوح وجسم دونوں کے لیے ہے، جو فقط رُوح کے لیے مانتے ہیں گمراہ ہیں، رُوح بھی باقی اور جسم کے اجزائے اصلی بھی باقی، اور جو خاک ہوگئے وُہ بھی فنائے مطلق نہ ہوئے، بلکہ تفرق اتصال ہوا اور تغیرِ ہیأت۔ پھر استحالہ کیا ہے۔ حدیث میں رُوح وجسم دونوں کے معذب ہونے کی یہ مثال ارشاد فرمائی کہ ایک باغ ہے اس کے پھل کھانے کی ممانعت ہے، ایک لنجھا ہے کہ پاؤں نہیں رکھتا اور آنکھیں ہیں، وہ اس باغ کے باہر پڑا ہُوا ہے، پھلوں کو دیکھتا ہے مگر اُن تک جا نہیں سکتا۔ اتنے میں ایک اندھا آیا اُس لنجھے نے اُس سے کہا: تو مجھے اپنی گردن پر بٹھا کر لے چل میں تجھے رستہ بتاؤں گا، اس باغ کا میوہ ہم تم دونوں کھائیں گے۔ یوں وہ اندھا اس لنجھے کو لے گیا اور میوے کھائے، دونوں میں کون سزا کا مستحق ہے؟ دونوں ہی مستحق ہیں، اندھا اُسے نہ لے جاتا تو وہ نہ جا سکتا، اور لنجھا اُسے نہ بتاتا تو وُہ نہ دیکھ سکتا۔ وُہ لنجھا رُوح ہے کہ ادراک رکھتی ہے اور افعالِ جوارح نہیں کر سکتی۔ اور وُہ اندھا بدن ہے کہ افعال کر سکتا ہے ادراک نہیں رکھتا، دونوں کے اجتماع سے معصیت ہُوئی دونوں ہی مستحقِ سزا ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) رُوح کا مقام بعد موت حسبِ مراتب مختلف ہے۔ مسلمانوں میں بعض کی رُوحیں قبر پر رہتی ہیں اور بعض کی چاہِ زمزم میں اور بعض کی آسمان وزمین کے درمیان، اور بعض آسمانِ اوّل دوم ہفتم تک، اور بعض اعلیٰ علیین میں، اور بعض سبز پرندوں کی شکل میں زیرِ عرش نُور کی قندیلوں میں۔ کفار میں بعض کی روحیں چاہ وادیٔ برہوت میں، بعض کی زمینِ دوم سوم ہفتم تک، بعض سجّین میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) کبھی پڑتا ہے کبھی نہیں، دونوں قسم کے خواب شرح الصدور میں مذکور ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) رُوح میرے رب کے حکم سے ایک شے ہے، اور تمھیں علم نہ دیا گیا مگر تھوڑا۔ رُوح کے ادراکاتِ علم وسمع وبصر باقی رہتے، بلکہ پہلے سے بھی زائد ہو جاتے ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) قبر پر آنے والے کو میّت دیکھتا ہے، اُس کی بات سُنتا ہے۔ اگر زندگی میں پہچانتا تھا اب بھی پہچانتا ہے اگر اس کا عزیز یا دوست ہے تو اُس کے آنے سے اُنس حاصل کرتا ہے۔ یہ سب باتیں احادیث،

Marfat.com

ثلثة ایام فی المصیبة[1] اھ زاد فی الخلاصة لان الضیافة تتخذ عند السرور[2]۔

جائز نہیں اھ خلاصہ میں یہ اضافہ کیا کہ دعوت تو خوشی میں ہوتی ہے (ت)

فتاوٰی امام[9] قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے:

یکرہ اتخاذ الضیافة فی ایام المصیبة لانها ایام تاسف فلا یلیق بها مایکون للسرور[3]۔

غمی میں ضیافت ممنوع ہے کہ یہ افسوس کے دن ہیں، توجو خوشی میں ہوتا ہے ان کے لائق نہیں۔

تبیین[10] الحقائق امام زیلعی میں ہے:

لاباس بالجلوس للمصیبة الی ثلث من غیر ارتکاب محظور من فرش البسط والاطعمة من اهل المیت[4]۔

مصیبت کے لیے تین دن بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں جبکہ کسی امرِ ممنوع کا ارتکاب نہ کیا جائے، جیسے مکلّف فرش بچھانے اور میّت والوں کی طرف سے کھانے۔

امام[11] بزازی وجیز میں فرماتے ہیں:

یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع[5]۔

یعنی میّت کے پہلے یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد جو کھانے تیار کرائے جاتے ہیں سب مکروہ وممنوع ہیں۔

علامہ[12] شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

اطال ذلك فی المعراج وقال وهذه الافعال کلها للسمعة والریاء فیحترز عنها[6]۔

یعنی معراج[13] الدرایہ شرح ہدایہ نے اس مسئلہ میں بہت طویل کلام کیا اور فرمایا: یہ سب ناموری اور دکھاوے کے کام ہیں ان سے احتراز کیا جائے۔

جامع[14] الرموز آخر الکراہیۃ میں ہے:

یکرہ الجلوس للمصیبة ثلثة ایام او اقل فی

یعنی تین دن یا کم تعزیت لینے کے لیے مسجد میں بیٹھنا منع

---

١ فتاوٰی سراجیہ — کتاب الکراہیۃ — باب الولیمہ — منشی نولکشور لکھنؤ — ص ٧٥

٢ خلاصۃ الفتاوٰی — کتاب الکراہیۃ — مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ — ٤/٣٤٢

٣ فتاوٰی قاضی خاں — " — منشی نولکشور لکھنؤ — ٤/٧٨١

٤ تبیین الحقائق — فصل فی تعزیۃ اہل البیت — مطبعہ کبرٰی امیریہ مصر — ١/٢٤٦

٥ فتاوٰی بزازیۃ علی ہامش فتاوٰی ہندیۃ — الخامس والعشرون فی الجنائز — نورانی کتب خانہ پشاور — ٤/٨١

٦ ردالمحتار — باب صلٰوۃ الجنائز — مطلب فی کراہیۃ الضیافۃ الخ — ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر — ١/٦٠٣

Marfat.com

سعیرا[1]۔ کہ جہنم کے گہراؤ میں جائیں گے۔

مالِ غیر میں بے اذنِ غیر تصرف خود ناجائز ہے۔ قال تعالیٰ:

لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[2] (اپنے مال آپس میں ناحق نہ کھاؤ۔ت)

خصوصاً نابالغ کا مال ضائع کرنا، جس کا اختیار نہ خود اُسے ہے نہ اُس کے باپ نہ اُس کے وصی کو لان الولایۃ للنظر لا للضرر علی الخصوص (اس لیے کہ ولایت فائدے میں نظر کے لیے ہے نہ کہ معین طور پر ضرر کیلئے۔ت) اور اگر ان میں کوئی یتیم ہُوا تو آفت سخت تر ہے، والعیاذ باللہ رب العالمین۔ ہاں اگر محتاجوں کے دینے کو کھانا پکوائیں تو حرج نہیں بلکہ خُوب ہے، بشرطیکہ یہ کوئی عاقل بالغ اپنے مالِ خاص سے کرے، یا ترکہ سے کریں، تو سب وارث موجود و بالغ و راضی ہوں۔ خانیہ و بزازیہ و تتارخانیہ و ہندیہ میں ہے:

ان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا اذا کانت الورثۃ بالغین وان کان فی الورثۃ صغیر لم یتخذوا ذلک من الترکۃ[3]۔

اگر فقراء کے لیے کھانا پکوائے تو اچھا ہے جب کہ سب ورثہ بالغ ہوں، اور اگر کوئی وارث نابالغ ہو تو یہ ترکہ سے نہ کریں۔ (ت)

نیز فتاوٰی قاضی خاں میں ہے:

ان اتخذ ولی المیت طعاما للفقراء کان حسنا الا ان یکون فی الورثۃ صغیر فلا یتخذ ذلک من الترکۃ[4]۔

ولی میّت اگر فقراء کے لیے کھانا تیار کرائے تو اچھا ہے لیکن ورثہ میں اگر کوئی نابالغ ہو تو ترکہ سے یہ کام نہ کرے۔ (ت)

ثالثاً یہ عورتیں کہ جمع ہوتی ہیں افعالِ منکرہ کرتی ہیں، مثلاً چلّا کر رونا پیٹنا، بناوٹ سے منہ ڈھانکنا، الیٰ غیر ذٰلک۔ اور یہ سب نیاحت ہے اور نیاحت حرام ہے۔ ایسے مجمع کے لیے میّت کے عزیزوں اور دوستوں کو بھی جائز نہیں کہ کھانا بھیجیں کہ گناہ کی امداد ہوگی۔ قال تعالیٰ: ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[5] (گناہ اور زیادتی پر ایک دُوسرے کی مدد نہ کرو۔ت) نہ کہ اہلِ میّت کا اہتمامِ طعام کرنا کہ سرے سے ناجائز ہے، تو اس

---

[1] القرآن ۴/۱۰
[2] القرآن ۲/۱۸۸
[3] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی عشر فی الہدایا والضیافات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۴
[4] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ منشی نولکشور لکھنؤ ۴/۷۸۱
[5] القرآن ۵/۲

Marfat.com

تعالیٰ علیہ وسلم و بارك علیہ وعلیٰ اٰلہ الکرام وصحبہ الصدور۔

وقت، کھانا کہ شرور کے وقت۔ خدائے تعالیٰ ان پر، ان کی معزز آل، اور مقدم اصحاب پر درود وسلام اور برکت نازل فرمائے۔ (ت)

سبحان اللہ! اے مسلمان! یہ پُوچھتا ہے جائز ہے یا کیا؟ یُوں پُوچھ کہ یہ ناپاک رسم کتنے قبیح اور شدید گناہوں سخت وشنیع خرابیوں پر مشتمل ہے۔

اوّلاً یہ دعوت خود ناجائز و بدعتِ شنیعہ قبیحہ ہے۔ امام احمد اپنے مسند اور ابن ماجہ سنن میں بہ سندِ صحیح حضرت جریر بن عبداللہ بجلی سے راوی:

کنا نعد الاجتماع الی اھل المیت وصنعۃ الطعام من النیاحۃ۔[1]

ہم گروہِ صحابہ اہلِ میّت کے یہاں جمع ہونے اور اُن کے کھانا تیار کرانے کو مُردے کی نیاحت سے شمار کرتے تھے۔

جس کی حُرمت پر متواتر حدیثیں ناطق ــــ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر[2] شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:

یکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اھل المیت لانہ شرع فی السرور لافی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ۔[2]

اہلِ میّت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنی منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں، اور یہ بدعتِ شنیعہ ہے۔

اسی طرح علامہ حسن شرنبلالی نے مراقی الفلاح[3] میں فرمایا:

ولفظہ یکرہ الضیافۃ من اھل المیت لانھا شرعت فی السرور ولا فی شرور وھی بدعۃ مستقبحۃ۔[3]

میّت والوں کی جانب سے ضیافت منع ہے اس لیے کہ اسے شریعت نے خوشی میں رکھا ہے نہ کہ غمی میں، اور یہ بُری بدعت ہے۔ (ت)

فتاوٰی خلاصہ[3] وفتاوٰی سراجیہ[4] وفتاوٰی ظہیریہ[5] وفتاوٰی تاتارخانیہ[6] اور ظہیریہ سے خزانۃ المفتین[7] وکتاب الکراہیۃ اور تاتارخانیہ سے فتاوٰی ہندیہ[8] میں بالفاظ متقاربہ ہے:

واللفظ للسراجیۃ لایباح اتخاذ الضیافۃ عند

سراجیہ کے الفاظ ہیں کہ غمی میں یہ تیسرے دن کی دعوت

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از مسند عبداللہ بن عمرو دارالفکر بیروت ۲/ ۲۰۴

سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی النھی عن الاجتماع الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۷

[2] فتح القدیر فصل فی الدفن مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۰۲

[3] مراقی الفلاح علی ھامش حاشیۃ الطحطاوی فصل فی حملہا ودفنہا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۳۹

Marfat.com

معهم فی الیوم الاول جائز لشغلهم بالجهاز وبعدہ یکرہ کذا فی التتارخانیۃ[1] واللّٰہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

ساتھ کھانا جائز ہے کیونکہ وُہ جنازے میں مشغول رہتے ہیں، اور اس کے بعد مکروہ ہے۔ ایسا ہی تتارخانیہ میں ہے۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

مسئلہ ۲۶۷ تا ۲۶۸ ازایرایاں محلہ سادات ضلع فتحپور مسئولہ حکیم سیّد نعمت اللہ صاحب ۲۳ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) سوم ودہم وچہلم میّت کے لیے کھانا جو پکتا ہے اس کو برادری کو کھلائے اور خود جاکر کھائے تو جائز ہے؟ بعض کہتے ہیں کہ تین روز کے اندر میّت کے گھر کا نہ کھائے بعد کو جائز ہے، یہ تفریق صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو وجہ مابہ الفرق ارشاد ہو۔

(۲) مقولہ طعام المیّت یمیت القلب (طعامِ میّت دل کو مُردہ کردیتا ہے۔ ت) مستند قول ہے، اگر مستند ہے تو اس کے کیا معنٰی ہیں؟

الجواب

(۱) سوم، دہم وچہلم وغیرہ کا کھانا مساکین کو دیا جائے، برادری کو تقسیم یا برادری کو جمع کرکے کھلانا بے معنی ہے، کما فی مجمع البرکات (جیسا کہ مجمع البرکات میں ہے۔ ت) موت میں دعوت ناجائز ہے۔ فتح القدیر وغیرہ میں ہے:

انھا بدعۃ مستقبحۃ لانھا شرعت فی السرور لا فی الشرور[2]

وُہ بُری بدعت ہے کیونکہ دعوت کو شریعت نے خوشی میں رکھا ہے، غمی میں نہیں۔ (ت)

تین دن تک اس کا معمول ہے، لہٰذا ممنوع ہے۔ اس کے بعد بھی موت کی نیت سے اگر دعوت کرے گا ممنوع ہے۔

(۲) یہ تجربہ کی بات ہے اور اس کے معنٰی یہ ہیں کہ جو طعامِ میّت کے متمنّی رہتے ہیں اُن کا دل مرجاتا ہے، ذکر وطاعتِ الٰہی کے لیے حیات وچستی اُس میں نہیں رہتی کہ وُہ اپنے پیٹ کے لقمہ کے لیے موتِ مسلمین کے منتظر رہتے ہیں اور کھانا کھاتے وقت موت سے غافل، اور اُس کی لذّت میں شاغل۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب الثانی عشر فی الہدایا والضیافات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۴

[2] فتح القدیر فصل فی الدفن مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۰۲
مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی حملہا ودفنہا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۳۹

Marfat.com

السجد ویکرہ اتخاذ الضیافة فی ھذہ الایام وکذا الکلھا کما فی خیرة الفتاوی[1]۔

ہے اور ان دنوں میں ضیافت بھی ممنوع اور اس کا کھانا بھی منع ہے، جیسا کہ خیرۃ الفتاوٰی میں تصریح کی۔

اور فتاوٰی انقروی اور واقعات المفتین میں ہے:

یکرہ اتخاذ الضیافة ثلاثة ایام واکلھا لانھا مشروعة للسرور[2]۔

تین دن ضیافت اور اس کا کھانا مکروہ ہے کہ دعوت تو خوشی میں مشروع ہوئی ہے۔

کشف الغطاء میں ہے:

ضیافت نمودن اہل میت اہلِ تعزیت را و پختن طعام برائے آنہا مکروہ ست۔ باتفاق روایات چہ ایشاں را بسبب اشتغال بمصیبت استعداد و تہیۂ آن دشوار است[3]۔

تعزیت کرنے والوں کے لیے اہلِ میت کا ضیافت کرنا اور کھانا پکانا باتفاقِ روایات مکروہ ہے اس لیے کہ مصیبت میں مشغولی کی وجہ سے اس کا اہتمام ان کے لیے دشوار ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

پس انچہ متعارف شدہ از پختن اہل مصیبت طعام را در سوم و قسمت نمودن آن میان اہل تعزیت و اقران غیر مباح و نامشروع است و تصریح کردہ بداں در خزانہ چہ شرعیت ضیافت نزد سرور ست نہ نزد شرور وھو المشھور عند الجمھور[4]۔

تو یہ جو رواج پڑ گیا ہے کہ تیسرے دن اہلِ میت کا کھانا پکاتے ہیں اور اہلِ تعزیت اور دوستوں کو بانٹتے کھلاتے ہیں ناجائز و ممنوع ہے، خزانہ میں اس کی تصریح ہے اس لیے کہ شرع میں ضیافت خوشی کے وقت رکھی گئی ہے مصیبت کے وقت نہیں۔ اور یہی جمہور کے نزدیک مشہور ہے۔ (ت)

ثانیاً غالباً ورثہ میں کوئی یتیم یا اور بچہ نابالغ ہوتا ہے، یا اور ورثہ موجود نہیں ہوتے، نہ اُن سے اس کا اذن لیا جاتا ہے، جب تو یہ امرِ سخت حرامِ شدید پر متضمن ہوتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان الذین یاکلون اموال الیتامٰی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا وسیصلون

بیشک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق کھاتے ہیں بلاشبہ وُہ اپنے پیٹوں میں انگارے بھرتے ہیں، اور قریب ہے

---

[1] جامع الرموز | کتاب الکراہیۃ | مکتبہ اسلامیہ گنبدِ قاموس ایران | ۳/ ۳۲۸
[2] فتاوٰی انقرویہ | کتاب الکراہیۃ والاستحسان | دارالاشاعت العربیۃ قندھار | ۱/ ۳۰
[3] و [4] کشف الغطاء | فصل نہم تعزیت | ص ۷۴

السبع او الطیراجر[1]۔ رواہ الحاکم عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما وصحح سندہ۔

درندہ کھا جائے اس میں ثواب ہے، جو پرند کو پہنچے اس میں ثواب ہے۔ (حاکم نے اسے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا اور اس کی سند کو صحیح کہا۔ ت)

بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مااطعمت زوجك فهولك صدقة وما اطعمت ولدك فهولك صدقة وما اطعمت خادمك فهولك صدقة وما اطعمت نفسك فهولك صدقة[2]۔ اخرجه الامام احمد والطبرانی فی الکبیر بسند صحیح عن المقدام بن معدی کرب رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو کچھ تُو اپنی عورت کو کھلائے وُہ تیرے لیے صدقہ ہے اور جو کچھ اپنے بچّوں کو کھلائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے اور جو کچھ اپنے خادم کو کھلائے وُہ تیرے لیے صدقہ ہے اور جو کچھ تو خود کھائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے (اسے امام احمد نے مسند میں اور طبرانی نے کبیر میں بسندِ صحیح حضرات مقدام بن معدی کرب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

ردالمحتار میں بحرالرائق سے ہے:

صرح فی الذخیرة بان التصدق علی الغنی نوع قربة دون قربة الفقیر[3]۔

ذخیرہ میں صراحت ہے کہ غنی پر صدقہ کرنا ایک طرح کی قربت ہے جس کا درجہ فقیر پر تصدق کی قربت سے کم ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

الصدقة لارجوع فیها ولو علی غنی لان المقصود فیها الثواب[4]۔

صدقہ سے رجوع نہیں ہوسکتا اگرچہ غنی پر ہو اس لیے کہ اس کا مقصود ثواب ہوتا ہے۔ (ت)

اسی طرح ہدایہ وغیرہ میں ہے ـــــ مجمع بحارالانوار میں توسط شرح سنن ابی داؤد سے ہے:

الصدقة ما تصدقت به علی الفقراء ای غالب

صدقہ وُہ ہے جو تم فقراء پر تصدق کرو۔ یعنی صدقہ کی

---

[1] مستدرک علی الصحیحین — کتاب الاطعمہ — دارالفکر بیروت ۴/ ۱۳۳

[2] المعجم الکبیر مروی از مقدام بن معدی کرب حدیث ۶۳۴ — مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲۰/ ۲۶۸
مسند احمد بن حنبل حدیث المقدام بن معدیکرب — دارالفکر بیروت ۴/ ۱۳۱

[3] ردالمحتار — کتاب الوقف — داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۵۷

[4] درمختار — فصل فی مسائل متفرقة من کتاب الھبہ — مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۶

Marfat.com

ناجائز مجمع کے لیے ناجائز تر ہوگا۔ کشف الغطاء میں ہے :

ساختن طعام در روز ثانی و ثالث برائے اہلِ میّت اگر نوحہ گراں جمع باشند مکروہ است زیرا کہ اعانت است ایشاں را بر گناہ[1]

اگر نوحہ کرنے والیاں جمع ہوں تو اہلِ میت کے لیے دوسرے تیسرے دن کھانا پکوانا مکروہ ہے کیونکہ اس میں گناہ پر اعانت ہے۔ (ت)

رابعًا اکثر لوگوں کو اس رسمِ شنیع کے باعث اپنی طاقت سے زیادہ ضیافت کرنی پڑتی ہے یہاں تک کہ میّت والے بیچارے اپنے غم کو بھول کر اس آفت میں مبتلا ہوتے ہیں کہ اس میلے کے لیے کھانا، پان چھالیا کہاں سے لائیں اور بارہا ضرورت قرض لینے کی پڑتی ہے۔ ایسا تکلّف شرع کو کسی امر مباح کے لیے بھی زنہار پسند نہیں، نہ کہ ایک رسم ممنوع کے لیے۔ پھر اس کے باعث جو دقتیں پڑتی ہیں خود ظاہر ہیں۔ پھر اگر قرض سودی ملا تو حرام خالص ہوگیا۔ اور معاذ اللہ لعنتِ الٰہی سے پورا حصّہ ملا کہ بے ضرورتِ شرعیہ سُود دینا بھی سُود لینے کے باعث لعنت ہے، جیسا کہ صحیح حدیث میں فرمایا۔ غرض اس رسم کی شناعت و ممانعت میں شک نہیں۔ اللہ عزوجل مسلمانوں کو توفیق بخشے کہ قطعًا ایسی رسومِ شنیعہ جن سے اُن کے دین و دُنیا کا ضرر ہے ترک کر دیں۔ اور طعن بیہودہ کا لحاظ نہ کریں۔ واللہ الہادی۔

تنبیہ : اگرچہ صرف ایک دن یعنی پہلے ہی روز عزیزوں کو ہمسایوں کو مسنون ہے کہ اہلِ میّت کے لیے اتنا کھانا پکوا کر بھیجیں جسے وہ دو وقت کھا سکیں اور باصرار اُنھیں کھلائیں۔ مگر یہ کھانا صرف اہلِ میّت ہی کے قابل ہونا سنّت ہے، اس میلے کے لیے بھیجنے کا ہرگز حکم نہیں اور اُن کے لیے بھی فقط روزِ اوّل کا حکم ہے آگے نہیں۔ کشف الغطاء میں ہے :

مستحب است خویشاں و ہمسایہائے میّت را کہ اطعام کنند طعام را برائے اہلِ وے کہ سیر کند ایشاں را یک شبانہ روزہ والحاح کنند تا بخورند و در خوردن غیر اہلِ میّت ایں طعام را مشہور آنست کہ مکروہ است[2] اھ ملخصًا

میّت کے عزیزوں، ہمسایوں کے لیے مستحب ہے کہ اہلِ میّت کے لیے اتنا کھانا پکوائیں جسے ایک دن رات وہ سیر ہو کر کھا سکیں، اور اصرار کرکے کھلائیں، غیر اہلِ میت کے لیے یہ کھانا قولِ مشہور کی بنیاد پر مکروہ ہے اھ ملخصًا (ت)

عالمگیری میں ہے :

حمل الطعام الی صاحب المصیبۃ والاکل

اہلِ میّت کے یہاں پہلے دن کھانا لے جانا اور اُن کے

---

[1] و [2] کشف الغطاء

Marfat.com

شرط الوجوب فلم یکن الحج مرکبا قیل ھو اقرب الی الصواب و لھذا لایشترط المال فی حق المکی اذا قدر علی المشی الی عرفات فاذا جعل شخص ثواب ما عملہ من ذٰلك الی اٰخر یصل الیہ وینتفع بہ حیا کان المھدی الیہ او میتا[1] اھ ونقلنا عبارۃ الشرح بطولھا لما فیھا من الفوائد۔

صرف بدنی عبادت ہوا۔ کہا گیا یہی درستی سے زیادہ قریب ہے۔ اسی لیے مکی کے حق میں مال کی شرط نہیں جبکہ وُہ عرفات تک پیادہ جانے پر قادر ہو، تو جب مذکورہ عبادات میں سے اپنی ادا کی ہُوئی کسی عبادت کا ثواب کوئی شخص دوسرے کے لیے کر دے تو وہ اسے پہنچے گا اور اس سے اُس کو فائدہ ملے گا، جسے ہدیہ کیا ہے وُہ زندہ ہو یا وفات پا چکا ہو اھ بنایہ۔ ہم نے شرح کی یہ طویل عبارت اس لیے نقل کر دی کہ اس میں متعدد فوائد ہیں۔ (ت)

یُوں بھی اس نیتِ محمود میں کچھ خلل نہیں، اگرچہ افضل وہی تھا کہ صرف فقراء پر تصدق کرتے کہ جب مقصود ایصالِ ثواب تو وہی کام مناسب تر جس میں ثواب اکثر و وافر، پھر بھی اصل مقصود مفقود نہیں، جبکہ نیت ثواب پہنچانا ہے۔ ہاں جسے یہ مقصود ہی نہ ہو بلکہ دعوت و مہمان داری کی نیت سے پکائے، جیسے شادیوں کا کھانا پکاتے ہیں تو اسے بیشک ثواب سے کچھ علاقہ نہیں، نہ ایسی دعوت شرع میں پسند نہ اُس کا قبول کرنا چاہیے کہ ایسی دعوتوں کا محل شادیاں ہیں نہ کہ غمی۔ ولہذا علماء فرماتے ہیں کہ یہ بدعت سیئہ ہے۔ جس طرح میّت کے یہاں روزِ موت سے عورتیں جمع ہوتی ہیں اور ان کے کھانے دانے، پان چھالیا کا اہتمام میّت والوں کو کرنا پڑتا ہے۔ وُہ کھانا فاتحہ و ایصالِ ثواب کا نہیں ہوتا بلکہ وہی دعوت و مہمان داری ہے کہ غمی میں جس کی اجازت نہیں، کما بیناہ ذٰلك فی فتاونٰا (جیسا کہ اسے ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ ت)

یُوں ہی چہلم یا برسی یا ششماہی پر کھانا بے نیت ایصالِ ثواب محض ایک رسمی طور پر پکاتے اور شادیوں کی بھاجی کی طرح برادری میں بانٹتے ہیں، وہ بھی بے اصل ہے، جس سے احتراز چاہیے۔ ایسے ہی کھانے کو شیخ محقق مولانا عبدالحق صاحب محدث دہلوی مجمع البرکات میں فرماتے ہیں:

آنچہ بعد از سالے یا ششماہی یا چہل روز دریں دیار پزند و درمیان برادران بخشش کنند چیزے داخل اعتبار نیست بہتر آنست کہ نخورند[2] اھ۔ ھکذا نقل عنہ

وُہ جو اس دیار میں ایک سال یا چھ ماہ پر پکاتے اور برادری میں بانٹتے ہیں کوئی معتبر چیز نہیں، بہتر یہ ہے کہ نہ کھائیں اھ ــــ اسی طرح ان سے شیخ الاسلام

---

[1] البنایۃ شرح الہدایۃ باب الحج عن الغیر المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۲/ ۱۶۱۱

[2] مجمع البرکات

Marfat.com

مسئلہ ۲۶۹ ازکلی ناگر، پرگنہ پورن پور، ضلع پیلی بھیت، مکان علن خاں نمبردار، مرسلہ اکبر علی شاہ ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۱۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص مرے اور اس کے گھر والے چہلم کا کھانا پکائیں اور جو برادر یا غیر ہوں اُن سے کہیں کہ تمہاری دعوت ہے تو وہ دعوت قبول کی جائے یا نہیں؟ اور کھانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ عرف عام پر نظر شاہد کہ چہلم وغیرہ کے کھانے پکانے سے لوگوں کا اصل مقصود میّت کو ثواب پہنچانا ہوتا ہے، اسی غرض سے یہ فعل کرتے ہیں۔ ولہذا اُسے فاتحہ کا کھانا، چہلم کی فاتحہ وغیرہ کہتے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر فتح العزیز میں لکھتے ہیں:

وارد ست کہ مُردہ دریں حالت مانند غریقے است کہ انتظار فریاد رسی مے برد وصدقات وادعیہ وفاتحہ دریں وقت بسیار بکار او می آید، ازیں ست کہ طوائف بنی آدم تا یک سال وعلی الخصوص تا یک چلہ بعد موت دریں نوع امداد کوشش تمام می نمایند[1]

وارد ہے کہ مُردہ اس حالت میں کسی ڈوبنے والے کی طرح فریاد رسی کا منتظر ہوتا ہے اور اس وقت میں صدقے، دُعائیں اور فاتحہ اسے بہت کام آتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ لوگ مرنے سے ایک سال تک خصوصاً چالیس دن تک اس طرح مدد پہنچانے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ (ت)

اور شک نہیں کہ اس نیّت سے جو کھانا پکایا جائے مستحسن ہے اور عندالتحقیق صرف فقراء ہی پر تصدق میں ثواب نہیں بلکہ اغنیاء پر بھی مورث ثواب ہے۔ حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: فی کل ذات کبد رطبۃ اجر[2] ہر گرم جگر میں ثواب ہے۔ یعنی زندہ کو کھانا کھلائے گا، پانی پلائے گا ثواب پائے گا۔
اخرجہ البخاری ومسلم عن ابی ھریرۃ واحمد عن عبداللہ بن عمرو وابن ماجۃ عن سراقۃ بن مالک رضی اللہ عنھم (اسے بخاری ومسلم نے حضرت ابوہریرہ سے، امام احمد نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے، اور ابن ماجہ نے حضرت سراقہ بن مالک سے روایت کیا رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ ت) حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

فیما یاکل ابن اٰدم اجر وفیما یاکل

جو کچھ آدمی کھا جائے اس میں ثواب ہے اور جو

---

[1] تفسیر عزیزی زیر آیۃ والقمر اذا اتسق الخ مسلم بک ڈپو، لال کنواں، دہلی ص ۲۰۲
[2] سُنن ابن ماجہ باب فضل صدقۃ الماء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۷۰

Marfat.com

توغنی کو بھی لینا ناجائز نہیں، اگرچہ احتراز زیادہ پسندیدہ، اور اسی پر ہمیشہ سے اس فقیر کا عمل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۷۱ ۴ ذی الحجہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنی موت اپنی حیات میں کردی ہے تو اس صورت میں ہندہ کو کب تک دوسرے کے یہاں کی میت کا کھانا نہیں چاہئے۔ اور اگر ہندہ کے گھر میں کوئی مرجائے تو اس کا بھی کھانا جائز ہے اور کب تک یعنی برسی تک یا چالیس دن تک۔ اور اگر ہندہ نے شروع سے جمعرات کی فاتحہ نہ دلائی ہو تو چالیس دن کے بعد سات جمعرات کی فاتحہ دلانا چاہئے، ہوسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

میت کے یہاں جو لوگ جمع ہوتے ہیں اور اُن کی دعوت کی جاتی ہے اُس کھانے کی تو ہر طرح ممانعت ہے اور بغیر دعوت کے جمعراتوں، چالیسویں، چھ ماہی، برسی میں جو بھاجی کی طرح اغنیاء کو بانٹا جاتا ہے وہ بھی اگرچہ بے معنی ہے مگر اس کا کھانا منع نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ غنی نہ کھائے اور فقیر کو تو کچھ مضائقہ نہیں کہ وہی اس کے مستحق ہیں، اور ان سب احکام میں وہ جس نے اپنی موت اپنی حیات میں کردی اور جس نے نہ کی سب برابر ہیں، اور اپنی یہاں موت ہوجائے تو اپنا کھانا کھانے کی کسی کو ممانعت نہیں اور چالیس دن کے بعد بھی جمعراتیں ہوسکتی ہیں، اللہ کے لیے فقیروں کو جب اور جو کچھ دے ثواب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

Marfat.com

رسالہ

حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات

۱۳۰۵ھ

(بے جان کی زندگی، مُردوں کی سماعت کے بیان میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی خلق الانسان ۞ علمہ البیان ۞ واعطاہ سمعا وبصرا وعلما فزان ۞ وجعلہ مظہرا لصفات الرحمٰن ۞ ولم یجعلہ معدوما بفناء الابدان ۞ والصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان ۞ علی السمیع البصیر العلیم الخبیر الملک المستعان ۞ المولی الکریم الرؤوف الرحیم العظیم الشان ۞ سیدنا ومولٰنا محمد النافذ حکمہ فی عوالم الامکان ۞ و علٰی اٰلہ وصحبہ وابنہ الغوث الباھر السلطان ۞ الحق المنعم فی القبر المکرم

تمام تعریف اللہ کے لیے جس نے انسان کو پیدا کیا، اسے بیان سکھایا۔ اسے سماعت، بصارت اور علم دے کر سنوارا۔ اسے رحمان کی صفات کا مظہر بنایا، اور بدنوں کے فنا ہونے سے اس کو معدوم نہ فرمایا اور زیادہ تام وکامل تر درود وسلام ہو ان پر جو سننے دیکھنے، جاننے، خبر دینے والے سلطان ہیں جن سے مدد مانگی جاتی ہے، جو کریم آقا، بڑے مہربان، رحم کرنے والے، بڑی شان والے ہیں، ہمارے سردار اور ہمارے آقا حضرت محمد جن کا حکم امکان کے جہانوں میں نافذ ہے اور ان کی آل واصحاب اور ان کے

Marfat.com

شیخ الاسلام فی کشف الغطاء۔

نے کشف الغطاء میں نقل کیا ہے (ت)

خصوصاً جب اُس کے ساتھ ریاء و تفاخر مقصود ہو کہ جب تو اس فعل کی حرمت میں اصلاً کلام نہیں۔ اور حدیث صحیح میں ہے:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن طعام المتبارِیین ان یوکل اخرجہ ابوداؤد والحاکم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما باسناد صحیح۔ قال المناوی ای المتعارضین بالضیافۃ فخرا وریاء لانہ للریاء لا للہ[2]

یعنی جو کھانے تفاخر و ریاء کے لیے پکائے جاتے ہیں اُن کے کھانے سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ (اسے ابوداؤد اور حاکم نے بسندِ صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے نقل کیا۔ ت) امام مناوی نے کہا یعنی ضیافت کے ذریعہ ناموری اور دکھاوا مقصود ہو تو یہ اللہ تعالٰی کے لیے نہیں کھاوے کیا ہے۔ (ت)

مگر بے دلیل واضح کسی مسلمان کا یہ سمجھ لینا کہ یہ کام اس نے تفاخر و ناموری کے لیے کیا ہے جائز نہیں کہ قلب کا حال اللہ تعالٰی جانتا ہے اور مسلمان پر بدگمانی حرام،

ھذا ھو بحمد اللہ القول الوسط لا وکس فیہ ولا شطط وان خالف من فرط فی الباب و افرط، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم

یہی بحمداللہ درمیانی قول ہے جس میں نہ کمی ہے نہ زیادتی۔ اگرچہ اس باب میں تفریط و افراط کرنے والوں کے خلاف ہو ۔ اور خدائے پاک و برتر خُوب جاننے والا ہے (ت)

مسئلہ ۲۷۰ ۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت کے گھر کا کھانا، جو اہلِ میت سوم تک بطور مہمانی کے پکاتے ہیں اور سوم کے چنوں بتاشوں کا لینا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

میّت کے گھر کا وُہ کھانا تو البتہ بلاشبہہ ناجائز ہے جیسا کہ فقیر نے اپنے فتوے میں مفصلاً بیان کیا، اور سوم کے چنے بتاشے کہ بغرض مہمانی نہیں منگائے جاتے بلکہ ثواب پہنچانے کے قصد سے ہوتے ہیں۔ یہ اس حکم میں داخل نہیں، نہ میرے اس فتوے میں ان کی نسبت کچھ ذکر ہے، یہ اگر مالک نے صرف محتاجوں کے دینے کے لیے منگائے اور یہی اس کی نیّت ہے تو غنی کو ان کا بھی لینا ناجائز، اور اگر اُس نے حاضرین پر تقسیم کے لیے منگائے تو اگر غنی بھی لے گا تو گنہگار نہ ہوگا۔ اور یہاں بحکم عرف و رواج عام حکم یہی ہے کہ وُہ خاص مساکین کے لیے نہیں ہوتے

---

[1] المستدرک علی الصحیحین کتاب الاطعمۃ دار الفکر بیروت ۴/ ۱۲۹

[2] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر زیر حدیث مذکور ۹۴۹۱ دار المعرفۃ بیروت ۶/ ۳۳۵

التیسیر شرح الجامع الصغیر " " مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیۃ ۲/ ۴۷۲

Marfat.com

(مسئلہ ۲۷۲) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیانِ شرع متین دریں باب (کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں۔ ت) کہ ایک بزرگ کے مزار شریف پر واسطے زیارت کے گیا اُس وقت یہ کلمہ زبان سے نکلا کہ اے بزرگ برگزیدۂ درگاہِ کبریائی! آپ اللہ پاک سے میرے واسطے دعا کیجئے کہ حاجت میری فلانی برآوے کیونکہ آپ بزرگ ہیں بطفیلِ رسولِ مقبول علیہ السلام، واسطے اللہ کے حاجت برآوے۔ بعد کو کچھ فاتحہ و درود شریف پڑھا اور پشتر میں پڑھا۔ یُوں مزار گاہ میں جانا اور دُعا مانگنا اور زیارت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ زیادہ والسلام، فقط انتہی بلفظہ۔

اس پر بعض اجلّہ مخادیم کا جواب مزیّن بمہر و دستخط جناب تھا، جس میں صاف صاف صورت مذکورہ کو شرک اور ادنٰی درجہ شائبہ شرک قرار دیا، اور دلیل میں ایک نئے طور پر اصحابِ قبور کے انکارِ سماع بلکہ استحالہ و امتناع سے کام لیا، تحریر شریف یہ ہے:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اس میں شک نہیں کہ زیارتِ قبورِ مومنین خاصۃً بزرگانِ دین، اور پڑھنا درود شریف اور سورۂ فاتحہ وغیرہ کا اور ثواب خیرات، اموات کو بخشنا مندوب ومسنون ہے، جس پر حدیث شریف جناب سیّد الثقلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا[1]۔ میں نے تمھیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا تو اب تم ان کی زیارت کرو۔ (ت)

نص صریح ناطق۔ لیکن بزرگانِ اہلِ قبور کو خطاب طلب دعائے حاجت روائی خود کرنا خالی از شائبہ وشبہۂ شرک نہیں، کیونکہ جب درمیان زائر اور مقبور کے حجب عدیدہ سمع و بصر حائل تو سماع اصوات اور بصارت صور محال، اگرچہ بعض اموات کو بوجہ[1] قطع تعلق از مادۂ زیادتِ[2] ادراک بھی حاصل ہو۔ لیکن یہ مستلزم اس کو نہیں کہ بلا توجہ خاص جس کا

عہ۱ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

عہ۲ عجیب لطیفہ غیبی اقول و باللہ التوفیق، ذی علم اگرچہ لغزش کریں پھر بھی سخنِ حق اُن کے کلام میں اپنی جھلک دکھا ہی جاتا ہے۔ یہ بوجہ مولوی صاحب نے ایسے فرمائے جس نے مذہب حق کی وجہ موجہ ظاہر کر دی، میں عرض کروں جب زیادتِ ادراک کی وجہ علائق مادی کا انقطاع ہے تو وہ عموماً ہر میت کو حاصل (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] سنن ابن ماجہ | باب ماجاء فی زیارۃ القبور | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ص ۱۱۳

مشکوٰۃ المصابیح | باب زیارۃ القبور | فصل اول | مطبع مجتبائی دہلی | ص ۱۵۴

Marfat.com

نہ گزری تھی۔ گمان یوں تھا کہ قصداً احتراز فرماتے ہیں بلکہ غلوِ منکرین کو خود بھی لائقِ انکار ٹھہراتے ہیں۔ طرفہ تریہ کہ پہلی بسم اللہ قلم کو اذنِ رقم ملا تو یُوں کہ طرزِ ارشادِ فریقین کے مضاد، پھر سراپا ناتمامی تقریب و ناکامی مدعا، و اجنبیت دلیل و بے تعلقیِ دعوٰی اگرچہ حضراتِ نجدیہ کا قدیمی دستور، مگر فضیلت سے بغایت دُور، فقیر کو بعض وجوہ سے مولوی صاحب کی رعایت ایک حد تک منظور، و لہٰذا ان سطور میں نام نامی مستور و نامسطور، مگر اظہارِ حق بنصِ قرآن ضرور، اور حدیثِ صحیح میں الدین النصح لکل مسلم[1] (دین ہر مسلم کی خیر خواہی ہے۔ت) ماثور۔ میرا مقصد تھا کہ اس مسئلہ میں تحقیقِ بالغ و تنقیحِ بازغ سے کام لوں، اُس تفصیلِ جامع و تحریرِ لامع سے اختتام دُوں کہ براہینِ اثبات کا حصر وافی ہو، ازہاقِ شبہات کا احاطہ کافی ہو، مگر جب دیکھا کہ خود جواب جناب مذہب منکرین سے منزلوں دُور، اور اکثر اوہام جو اُدھر سے پیش ہوتے ہیں آپ ہی کی تحریر سے ہباءً منثور، تو مجھے بہت کفایتِ مؤنت و کمیِ مشقت ہُوئی۔ اور آخر رائے اس پر ٹھہری کہ بالفعل جناب کی تقریرِ خاص پر جو اعتراضات میرے ذہن میں ہیں گزارش کرکے چند آثار و احادیث و اقوال علمائے قدیم و حدیث و نبذے بحث اصل مدعا، یعنی ارواحِ طیبہ سے طلبِ دُعا، اور بعد وصال ان کا فیض و نوال لکھ کر ختمِ کلام کروں اور بقیہ تحقیقاتِ باہرہ و تدقیقاتِ قاہرہ جو بحمد اللہ حاضرِ خاطرِ بندۂ قاصر ہیں، انھیں بشرطِ جواب مولوی صاحب دورِ آئندہ پر محول رکھوں۔ باایں ہمہ یہ مختصر رسالہ ان شاء اللہ تعالٰی ثابت کردے گا کہ مولوی صاحب کی یہ چند سطری تحریر اور اس پر مع اُن کے اصل مذہب[ع] کے چار سَو وجہ سے داروگیر۔ واللہ المعین وبہ نستعین۔

المقصد الاوّل فی الاعتراضات وازاحۃ الشبہات

(پہلا مقصد اعتراضات اور ازالہ شبہات میں)

اور اس میں دو نوع ہیں:

نوعِ اوّل اعتراضاتِ مقصودہ میں ـــــ شاید مولوی صاحب نام اعتراضات سے ناراض ہوں، لہٰذا مناسب کہ پیرایۂ سوال میں اعتراض ہوں۔

فاقول وبہ التوفیق وبہ الوصول الٰی ذری التحقیق (تو میں کہتا ہوں، اور خدا ہی سے توفیق، اور اسی کی

ع اصل مذہب سے کبرائے مذہب مولوی صاحب کی تصریح مراد ہے کہ میت جماد ہے ۱۲ منہ سلمہ ربہ

---

[1] الصحیح البخاری باب الدین النصیحۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳

Marfat.com

بفضل المنان ۝ واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریك لہ شھادۃ یحیی بھاوجہ الدیان ۝ واشھد ان محمداً عبدہٗ و رسولہ شھادۃ توردنا موارد الرضوان ۝ فصلی اللہ وسلم و بارك و انعم علی ھذا الحبیب القریب الملتجیٰ البعید المرتقی الرفیع المکان ۝ وعلیٰ اٰلہ وصحبہ وعیالہ وحزبہ اولی العلم والعرفان ۝ وعلینا معھم وبھم ولھم یا جلیل الاحسان ۝ وجمیل الامتنان ۝ اٰمین اٰمین الٰہ الحق اٰمین ط

فرزند روشن دلیل والے غوث والے پر جو بہت احسان فرمانے والے رب کے فضل سے قبرِ مکرم میں زندہ انعام یافتہ ہیں۔ اور میں شہادت دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، وُہ یکتا ہے جس کا کوئی شریک نہیں ایسی شہادت جس سے جزا دینے والے رب کو تحیت پیش کی جائے، اور میں شہادت دیتا ہُوں کہ محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں ایسی شہادت جو ہمیں رضوان کے مقامات میں اتارے۔ تو خدا کا درود و سلام اور برکت و انعام ہو اس محبوب پر جو التجا کے لیے قریب، منزلِ ارتقا میں بعید، بلند مرتبے والے ہیں اور اُن کی آل و اصحاب و عیال اور علم و عرفان والی جماعت پر، اور اُن کے ساتھ، ان کے طفیل، ان کے سبب ہم پر بھی، اے بزرگ احسان، جمیل امتنان والے، قبول فرما، قبول فرما، اے معبود برحق قبول فرما! (ت)

اما بعد! یہ معدود سطریں ہیں یا منضود سلکین - تنقیح مسئلہ علم و سماعِ موتٰی، وطلبِ دعا بمشاہد اولیاء ہیں، جنھیں افقر الفقراء احقر الوریٰ عبد المصطفٰے احمد رضا محمدی، سُنّی، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی، اصلح اللہ عملہ وحقق املہٗ نے اوائل ماہِ رجب ۱۳۰۵ھ ہجریہ کی چند تاریخوں میں رنگِ تحریر دیا، اور بلحاظِ تاریخ حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات ۱۳۰۵ھ سے مسمّی کیا، اس سے پہلے کہ فقیر غفرلہٗ نے چند کلمے مسمّی بہ الاھلال بفیض الاولیاء بعد الوصال ۱۳۰۳ھ جمع کئے تھے، اُن کے اکثر مطالب و مضامین بھی اس رسالہ کے بعض انواع و فصول میں مندرج ہُوئے۔ اب یہ عجالہ نہ صرف علم و سماعِ موتٰی کا ثبوت دے گا بلکہ بحول اللہ تعالٰی خوب واضح کرے گا کہ حضرات اولیاء بعد الوصال زندہ اور اُن کے تصرف و کرامات پائندہ اور ان کے فیض بدستور جاری اور ہم غلاموں خادموں محبّوں معتقدوں کے ساتھ وہی امداد و اعانت و یاری، والحمد للہ القدیر الباری۔

یہ رسالہ حق سے متصل، باطل سے منفصل مقدمہ و سہ مقصد و خاتمہ پر مشتمل و حسبنا اللہ ونعم الوکیل ھو مولٰنا وعلیہ التعویل۔

مقدمہ باعث تالیف میں سلخ جمادی الآخرہ ۱۳۰۵ھ کو ایک مسئلہ بغرض تصدیق و اظہار ادعائے طلبِ تحقیق فقیر کے پاس آیا، صورتِ سوال یہ تھی:

Marfat.com

ہم میں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کے اعمال قطعاً مقبول ـــــ درصورتِ ثانیہ جب آپ کے نزدیک بھی بعض اکابر کا ایسا قوی الادراک[1] ہونا مسلّم کہ بتوجہ خاص باذن اللہ تعالیٰ دعائے زائر سُن لیں تو وہاں کرم الٰہی سے ہروقت امید و توقع موجود کہ سننے کا علم نہیں، تو نہ سُننے پر بھی جزم نہیں ۔ پھر کلام کیوں کر ناروا ہوسکتا ہے ۔ جناب کو اپنا اطلاق حکم ملحوظِ خاطر عاطر رہے ۔

سوال (۴) یہ تو ظاہر کہ سائل جن کے دروازوں پر سوال کرتے ہیں وہ ہروقت فراخ دست نہیں ہوتے، اب ان سائلوں کو حضرت کے اعتقاد میں ہر شخص کے حالِ خانہ پر اطلاع و وقوف ہے یا نہیں ۔ اگر کہیے ہاں توجس طرح جناب کے نزدیک زائر بیچاروں نے حضرات اولیاء کو سمیع وبصیر علی الاطلاق مانا، یونہی[2] آپ نے ان بھیک مانگنے والوں، جوگیوں، سادھوؤں کو علیم وخبیر علی الاطلاق جانا ۔ والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اور اگر فرمایئے نہ، توجبکہ سائل بلاحصول علم مرتکبِ سوال ہوتے ہیں ۔ آپ کے طور پر گویا اہلِ بیوت کو معطی و قدیر علی الاطلاق قرار دیتے ہیں یا نہیں ـــــ برتقدیر اوّل واجب ہوا کہ سوال شرک نہ ہوتو ادنیٰ درجہ شائبہ و شبہۂ شرک ضرور ہو حالانکہ بہت اکابر علماء و اولیاء نے وقتِ حاجت اُس پر اقدام فرمایا ہے، حضرت ابوسعید خراز قدس سرہ العزیز جن کی عظمتِ عرفان وجلالتِ شان آفتابِ نیمروز سے اظہر، ہنگامۂ فاقہ ہاتھ پھیلاتے اور شیئاً للہ فرماتے ـــــ یونہی سید الطائفہ جنید بغدادی کے استاد حضرت ابوحفص حداد و حضرت ابراہیم ادھم و امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین سے وقتِ ضرورتِ شرعیہ سوال منقول[3] نقل کل ذلک العلامۃ المناوی فی التیسیر[1] (یہ سب علامہ مناوی نے تیسیر میں نقل کیا ہے ۔ ت) کتب فقہیہ شاہد عادل کہ بعض صور میں علمائے کرام نے سوال فرض بتایا ہے ۔ معاذ اللہ! یہ آپ کے طور پر شرک یا شائبۂ شرک کا فرض ہونا ہوگا ۔ برتقدیرِ ثانی زائر بیچارہ بلا حصولِ علم

---

[1] اگر تسلیم تحقیقی ہے توامر ظاہر اور بطور تجویز و تقدیر ہے ۔ تو یہی عرض کیا جاتا ہے کہ یہ صورت مان کر پھر اُس کلام کی کیا گنجائش ہے ۔ یہ نکتہ محفوظ رہنا چاہیئے ۔ ۱۲ منہ

[2] تشبیہ مقصود بالذات ہے کہ یہ سوال نقض اجمالی ہے ورنہ ہمارے نزدیک نہ صرف اتنا علم وخبر مطلق نہ فقط اُتنا سمع وبصر مطلق ۔ ۱۲ منہ

[3] تحت قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من سأل من غیر فقر فکانما یاکل الجمر ۱۲ منہ

زیرِ ارشاد رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: جس نے بغیر احتیاج کے سوال کیا گویا وہ اپنے پیٹ میں انگارے بھرتا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] التیسیر شرح جامع الصغیر تحت حدیث من سأل مکتبۃ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۲/ ۴۲۱

Marfat.com

انکشافِ حال خارج از علمِ زائر اور بحیز اختیار پروردگارِ عالم ہے۔ بروقتِ دعا زائر کے وہ بزرگ اس کی دعا کو سن لیں، جب زائر بلا حصولِ علم مرتکب سوال کا ہے تو گویا سائل نے اہلِ قبر کو سمیع و بصیر علی الاطلاق قرار دیا ہے۔ اور نہیں ہے یہ اعتقاد مگر شرک۔ اور ادنیٰ درجہ شائبہ و شبہہ شرک تو ضرور ہوا، جس سے احتراز و اجتناب لازم و واجب۔

فرقانِ حمید میں بمقاماتِ متعددہ اس کا بیان بتصریحِ تام موجود از انجملہ ہے، سورۂ یوسف میں ہے:

وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون[1] اور ان میں اکثر خدا کو نہیں مانتے مگر شرک کرتے ہوئے (ت)

اور حدیث شریف میں ہے:

من حلف بغیر اللہ فقد اشرك[2] جس نے غیرِ خدا کی قسم کھائی اس نے شرک کا کام کیا۔ (ت)

اور اس حرمت کا سبب سوائے اس کے نہیں کہ حالف کی اس قسمِ غیرِ خدا سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے عقیدے میں غیرِ خدا کو بھی نفع و ضرر رساں جانتا ہے جو معناً شرک ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مُہر شریف

اس جواب کو دیکھ کر زیادہ تر حیرت یہ ہوئی کہ مولوی صاحب کی کوئی تحریر ان خلاف محدثہ میں آج تک نظر سے

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ) کہ موت خود اسی قطعِ تعلق مادی کا نام ہے، تو بعض اموات کی تخصیص محض بے وجہ، بلکہ تمام اموات کو حاصل ہونا چاہئے، اور بیشک ایسا ہے۔ اسی لیے اکابر محققین تصریح فرماتے ہیں کہ موت کے بعد کا ادراک بہ نسبت ادراکِ حیات کے صاف تر اور روشن تر ہے۔ مقصدِ اخیر میں اس کی بعض تصریحیں آئیں گی، زیادہ نہیں تو نوعِ دوم مقصد سوم مقال چہارم میں شاہ عبدالعزیز صاحب ہی کا قول ملاحظہ ہو جائے۔ منہ

عـــہ۳ مولوی صاحب اس کلام سے شاہ عبدالعزیز صاحب کے اس قول کی طرف مشیر ہیں جس کا ایک پارہ نوع ۲ مقصد ۳ مقال ۱۶ میں مذکور ہوگا۔ اور تتمہ جس نے آدھی وہابیت کا کام تمام کردیا عنقریب سوال ۱۵ میں آتا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ، اس میں شاہ صاحب نے بے شائبہ شبہہ ثابت مانا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض اولیائے کرام کے مدارک کو ایسی وسعت دیتا ہے مولوی صاحب کے لفظ یہاں ایسے واقع ہوئے جو اقرار و انکار دونوں کا پہلو دیں، خیر اگر شاہ صاحب کو اس قول میں خاطی پائیں اور اپنی اگرچہ کو اساعت یا فرض ہی پر محمول رکھیں تاہم ہمیں مضر نہیں، نہ آپ کے کلام کی اصلاح کرسکتا ہے، کما ستری، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ منہ

---

[1] القرآن ۱۲/ ۱۰۶

[2] مسند احمد بن حنبل مروی از عبداللہ بن عمر دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۸۷

Marfat.com

عند قبری فاذا صلی علی رجل من امتی قال لی ذٰلک الملک یا محمد ان فلان بن فلان یصلی علیک الساعۃ[1]

ایک فرشتہ متعین فرمایا ہے جب کوئی اُمتی میرا مجھ پر درود بھیجتا ہے وُہ مجھ سے عرض کرتا ہے : یارسول اللہ! فلاں بن فلاں نے ابھی ابھی حضور پر درود بھیجی ہے (ت)

اللھم صل وبارک علٰی ھذا الحبیب المجتبٰی والشفیع المرتجی وعلٰی اٰلہ و اصحابہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین صلٰوۃ تدوم بدوامک وتبقی ببقائک کما ھو اھل لہ وکما انت اھل لہ اٰمین اٰمین الٰہ الحق اٰمین ـ

اے اللہ! درود اور برکت نازل فرما اِس حبیب پر جو برگزیدہ ہیں اور اس شفیع پر جن سے کرم کی امید ہے اور ان کی آل، اصحاب، ان کی امت کے اولیاء، ان کی ملت کے علماء سب پر ایسا درود جسے تیرے دوام کے ساتھ دوام اور تیری بقا کے ساتھ بقا ہو، ایسا درود جس کے وُہ اہل ہیں اور جو تیری شان کے لائق ہو، قبول فرما، قبول فرما اے معبودِ برحق قبول فرما! (ت)

جاں می دہم در آرزو اے قاصد آخر باز گو
درمجلس آں نازنین حرفے گر از ما مے رود

(اے قاصد! اس آرزو میں جان دے رہا ہوں کہ اُس محبوب کی مجلس میں پھر ایک بات پہنچادو اگر پہنچ سکے۔ ت)

بھلا ارشاد ہو، اولیائے کرام تو خاص حاضرانِ مزار کی بات سُننے پر سمیع علی الاطلاق ہوئے جاتے ہیں۔ یہ بندۂ خدا کہ بارگاہِ عرش جاہ سلطانی صلوات اللہ وسلامہ علیہ سے جُدا نہیں ہوتا اور وہیں کھڑے کھڑے ایک وقت میں شرقاً غرباً جنوباً شمالاً تمام دُنیا کی آوازیں سُنتا ہے اُسے کیا قرار دیا جائے گا۔ آپ کو تو کیا کہوں مگر ان نجدی شرک فروشوں نے نہ خدا کی قدرت دیکھی ہے کہ وُہ اپنے بندوں کو کیا کیا عطا فرما سکتا ہے، نہ اس کی عظمت صفات سمجھی ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر شرک کا ماتھا ٹھنکتا ہے ماقدروا اللّٰہ حق قدرہ[2] (اُنھوں نے خدا کی قدرت نہ جانی جیسا کہ اس کی قدر کا حق تھا۔ ت)

سوال (۷) کیا بات سُننے کے لیے صورت دیکھنی بھی ضرور، جب تو واجب کہ تمام اندھے بہرے ہوں اور فرشتہ مذکور آپ کے طور پر بصیر علے الاطلاق بلکہ اس سے بھی کچھ زائد، ورنہ فقط خطاب کرنے سے بصیر ماننا کیونکر مفہوم

---

[1] کنز العمال بحوالہ مسند الفردوس حدیث ۲۱۸۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۴۹۴
[2] القرآن ۲۲/۷۴

مدد سے بلندیٔ تحقیق تک رسائی ہے۔ ت)

سوال (۱) جناب نے قبر کی مٹی حائل دیکھ کر آواز سُننی، صورت دیکھنی محال ٹھہرائی۔ اس سے مراد محالِ عقلی یا شرعی یا عادی، بر تقدیرِ اول کاش کوئی برہان قاطع اُس کے استحالہ پر قائم فرمائی ہوتی۔ میں پوچھتا ہوں اللہ تعالٰی قادر ہے کہ یہ حائل مانع احساس نہ ہو۔ اگر کہئے نہ، تو اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ[1] (بیشک اللہ تعالٰی ہر شَے پر قادر ہے۔ ت) کا کیا جواب؟ — اور فرمائیے ہاں تو استحالہ کہاں؟ — بر تقدیرِ ثانی آیاتِ قرآنیہ و احادیثِ صحیحہ سے ثابت کیجئے کہ جب تک یہ حجاب حائل رہیں گے ابصار و سماع نہ ہوسکیں گے۔ الفاظِ شرعیہ ملحوظِ خاطر رہیں — بر تقدیرِ ثالث عادتِ اہلِ دُنیا مراد یا عادتِ اہلِ برزخ۔ درصورتِ اوّل کیا دلیل ہے کہ مانع دنیوی مانع برزخ بھی ہے۔ کیا جناب کے نزدیک برزخ دنیا کا ایک رنگ ہے؟ اہلِ دنیا ملائکہ کو نہیں دیکھتے مگر بطور خرقِ عادت اور برزخ والے عموماً دیکھتے ہیں، حتی کہ کفار بھی۔ احادیثِ نکیرین چھپنے کی چیز نہیں۔ درصورتِ دوم جناب نے یہ عادتِ اہلِ برزخ کیونکر جانی، اموات نے تو آکر بیان ہی نہ کیا۔ اور طریقے سے علم ہُوا تو ارشاد ہو۔ اور ما مول کہ دعوے بتمامہا زیرِ لحاظ رہے۔

سوال (۲) اسی تشقیق سے احدُ الشقین الاولین مراد تو آپ ہی کا آخر کلام اُس کا اوّل رد کہ محالِ عقلی سے اصلاً تعلقِ اذن نہیں۔ اور محالِ شرعی سے ہرگز اذن متعلق نہ ہوگا۔ و بر شقِ ثالث اس کا اعتقاد ممکن کا اعتقاد کہ ہر محالِ عادی ممکنِ عقلی ہے اور شرکِ اعظم محالاتِ عقلیہ کا اعتقاد، تو اعتقادِ ممکنِ عقلی کا شرک ہونا محالِ عقلی بیّن الفساد و بعبارتِ اخری اوضح واجلی (اور بعبارات دیگر زیادہ واضح و روشن۔ ت) جناب کی پچھلی عبارت صاف گواہ کہ بعض اموات کو ایسی زیادتِ ادراک عطا ہوتی ہے کہ وہ توجہ خاص کریں تو باذن اللہ دعائے زائرین سن سکتے ہیں — میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالٰی قادر ہے یا نہیں کہ یہ قوت اُنہیں ہر وقت کے لیے بخشے — بر تقدیرِ انکار سخت مشکل۔ اَفَعَیِیْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ[2] (تو کیا ہم پہلی تخلیق سے تھک گئے۔ ت)، درصورتِ اقرار میت بہ وصف ملنے سے خدا کا شریک ہوگیا یا نہیں؟ میں جانتا ہوں ہاں نہ کہئے گا۔ اور جب نہ کی ٹھہری تو میں عرض کروں وہ وصف جس کے ثبوت سے خدا کی شرکت لازم نہ آئی اُس کے اثبات سے خدا کا شریک ہونا کیونکر قرار پایا؟ اور جس کی حقیقت شرک نہیں اُس کا گویا شائبہ کیونکر ہوا؟

سوال (۳) کیا آدمی اُسی کام کو حلال جانے جس کے بکار آمد ہونے پر یقین رکھتا ہو۔ باقی کو حرام سمجھے یا صرف امید کافی اگرچہ علم نہ ہو۔ درصورتِ اولٰی واجب کہ نماز روزہ اور تمام اعمالِ حسنہ کو حرام جانیں کہ وہ بے قبول بکار آمد نہیں اور

---

[1] القرآن ۲/ ۱۰۹

[2] القرآن ۵۰/ ۱۵

اللہ پر جھوٹا افترا کرتے ہیں وہ مراد کو پہنچنے والے نہیں۔ ت) یا نصرانی کے انکارِ تثلیث گناہ عظیم ہے کہ تثلیث آیت انجیل محرف سے ثابت اور آیت الٰہیہ کی تکذیب موجب عذاب شدید۔ قرآن حمید میں بمقامات متعددہ اس کا بیان بتصریح تام موجود از انجملہ ہے سورۂ عنکبوت میں، وما یجحد بایٰتنا الا الظٰلمون[1] (ہماری آیتوں کا انکار نہیں کرتے مگر وہی جو ظالم ہیں۔ ت) ارشاد فرمایئے کیا ان تقریروں سے اُن کی استدلال تام ہوگئی اور اُن کے جھوٹے دعوے معاذ اللہ قرآن عظیم نے ثابت کر دیے، حاش للہ۔ واستغفر اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ——
میں نہیں چاہتا کہ عیاذاً باللہ فلاں وہمان کی طرح آیات الٰہیہ کو اُن کے موقع ومحل سے بیگانہ کر کے بزورِ زبان دوسری طرف پھیرا جائے، ورنہ حضرات منکرین کے مقابل آیۂ کریمہ کما یئس الکفار من اصحٰب القبور[2] (جیسے کفار اہل قبور سے ناامید ہو بیٹھے۔ ت) بہت اچھی طرح پیش ہو سکتی ہے۔ اور وہ اس آیت کی بہ نسبت جو آپ نے تلاوت کی ہزار درجہ زیادہ محل وموقع سے تعلق رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اہل قبور سے کافر لوگ ناامید ہو بیٹھے۔ اب غور کر لیا جائے کہ کون لوگ اہل قبور سے اُمید رکھتے ہیں اور کون یاس کے ہاتھوں آس توڑے بیٹھے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

صنف اٰخر من ھٰذا النوع

(اسی نوع کی ایک اور قسم)

یہاں اُن اکابر خاندان عزیزی کے بعض اقوال رنگ تحریر فرمائیں گے جنھوں نے بے حصول علم ارتکاب سوال جائز رکھا اور مولوی صاحب کے طور پر شرکِ خالص یا ہارے درجے شائبہ شرک میں گرفتار ہوئے۔

سوال (۱۲) شاہ ولی اللہ ہمعات میں حدیث نفس کا علاج بتاتے ہیں:

بارواحِ طیبۂ مشائخ متوجہ شود وبرائے ایشاں فاتحہ خواند یا بزیارت قبر ایشاں رود و از انجا انجذاب دریوزہ کند[3]

مشائخ کی پاک روحوں کی جانب متوجہ ہو اور ان کے لیے فاتحہ پڑھے یا ان کے مزارات کو جائے اور وہاں سے بھیک مانگے۔ (ت)

اقول اوّلاً جناب کے نزدیک مزارات اولیاء سے بھیک مانگنے کا کیا حکم ہے۔ وہاں تو اُن سے دعا

---

[1] القرآن ۲۹/۴۹

[2] القرآن ۶۰/۱۳

[3] ہمعات ہمعہ ۸ اکادیمیۃ الشاہ ولی اللہ حیدرآباد ص ۳۳

[redacted] پر کیوں ان الفاظ کا مصداق ہوا۔

سوال (۵) جو شخص ایک جگہ خاص پر ہو کہ وہاں جاکر جس وقت بات کیجئے سن لے۔ اس قدر سے اسے سمیع علی الاطلاق کہا جائے گا یا نہیں۔ اگر کہیے ہاں، تو اپنے نفس نفیس کو سمیع علی الاطلاق مانیے۔ ہم نے تو ہمیشہ یہی دیکھا ہے کہ دولت خانہ پر جاکر جب کسی نے بات کی ہے آپ کے کان تک پہنچی ہے، اور فرمایئے نہ، تو مزار پر جاکر سمیع علی الاطلاق جانا کیونکر سمجھا گیا!

سوال (۶) زمانہ وجود مخاطب کے استغراق ازمنہ باوصف خصوص مکان کو جناب نے مثبت سمع علی الاطلاق ٹھہرایا تو استغراق ازمنہ وجود و امکنۂ دنیا بدرجۂ اولیٰ موجب ہوگا۔ اب کیا جواب ہے اُس حدیث سے کہ امام بخاری نے تاریخ میں اور طبرانی وعقیلی اور ابن النجار و ابن عساکر و ابوالقاسم اصبہانی نے عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا:

ان اللہ تعالیٰ ملکا اعطاہ اسماع الخلائق (زاد الطبرانی کلہا) قائم علی قبری (زاد الی یوم القیٰمۃ) فما من احد یصلی علیّ صلوۃ الا ابلغنیہا۔[1]

بیشک اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جسے خدا نے تمام جہان کی بات سُن لینی عطا کی ہے، وہ قیامت تک میری قبر پر حاضر ہے، جو مجھ پر درود بھیجتا ہے یہ مجھ سے عرض کرتا ہے۔ (ت)

علّامہ زرقانی شرح مواہب اور علّامہ عبدالرؤف شرح جامع صغیر میں اعطاہ اسماع الخلائق کی شرح میں یُوں فرماتے ہیں:

ای قوۃ یقتدر بہا علی سماع ماینطق بہ کل مخلوق من انس وجن وغیرہما (زاد المناوی فی ای موضع کان)۔[2]

یعنی اللہ تعالےٰ نے اُس فرشتے کو ایسی قوت دی ہے کہ انسان جن وغیرہما تمام مخلوقِ الٰہی کی زبان سے جو کچھ نکلے اُسے سب کے سُننے کی طاقت ہے چاہے کہیں کی آواز ہو (ت)

اور دیلمی نے مسند الفردوس میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اکثروا الصلوۃ علیّ فان اللہ تعالیٰ وکل لی ملکا

مجھ پر درود بہت بھیجو کہ اللہ تعالےٰ نے میرے مزار پر

---

[1] الترغیب بحوالہ المعجم الکبیر الترغیب فی اکثار الصلوۃ علی النبی مصطفی البابی مصر ۲/ ۴۹۹-۵۰۰

[2] التیسیر شرح جامع الصغیر تحت ان اللہ ملکا الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۲۳۰

Marfat.com

یہاں تک کہ کشائش و نُور پائے پھر ملتظر رہے اس کا جس کا فیضان صاحبِ قبر سے ہو اس کے دل پر اھ ملخصاً

اقول اوّلاً اس ندائے یا روح کا حکم ارشاد ہو۔

ثانیاً یہ سالکانِ فیض جو تقریر و تسلیم و اشاعت و تعلیم شاہ صاحب و مترجم صاحب جب چاہا بلا حصول علم قبور کے سامنے یا روح یا روح کرنے اور فیض مانگنے بیٹھ گئے۔ آپ کے طور پر اہل قبور کو سمیع و بصیر و معطی و مفیض علی الاطلاق مان کر اور مانتن و مترجم بتا جاکر مشرک ہوئے یا نہیں ؟

سوال (۱۵) شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر فتح العزیز میں، وہیں جہاں اُنھوں نے بعض خواص اولیاء کو ایسی زیادتِ ادراک ملنی لکھی ہے، یہ بھی فرماتے ہیں کہ :

"اویسیان تحصیل مطلب کمالات باطنی ازانہا مے نمایند وارباب حاجات و مطالب حلِ مشکلات خود ازانہا می طلبند و مے یابند"۔[1]

اُویسی لوگ اپنے کمالاتِ باطنی کا مقصد ان سے حاصل کرتے ہیں، اور اہلِ حاجات و مقاصد اپنی مشکلوں کا حل ان سے مانگتے اور پاتے ہیں (ت)

کیئے زیادت ادراک مسلم، مگر توجہ خاص کا انکشافِ حال تو خارج از علم طالب بجبرِ اختیار پرور دگار عالم ہے، پھر اویسی لوگ جو بلا حصول علم مرتکب استفادہ ہوتے ہیں کیونکر مصداق اُن لفظوں کے نہ ہوئے اور ایسی نسبت کہ معاذ اللہ بذریعہ شرک ملتی ہے، کیونکر صحیح و مقبول ٹھہری۔ یہی شاہ صاحب اپنے والد شاہ ولی اللہ صاحب سے ناقل اویسیت کی نسبت قوی اور صحیح ہے۔ شیخ ابوعلی فارمدی کو ابوالحسن خرقانی سے رُوحی فیض ہے اور ان کو بایزید بسطامی کی رُوحانیت سے، اور ان کو امام جعفر صادق کی روحانیت سے تربیت ہے[2] اھ نقلہ البلھوری فی شفاء العلیل (اسے مولوی خرم علی لاہوری نے شفاء العلیل میں نقل کیا۔ ت)

ثانیاً ذرا شاہ صاحب کے پچھلے لفظ کہ "اہلِ حاجت اپنی مشکلوں کا حل اُن سے مانگتے اور پاتے ہیں" ملحوظِ خاطر رہیں، کس دُھوم دھام سے ارواحِ اولیاء کو حاجت روا مشکل کشا بتایا ہے۔ واللہ! کہا سچ، اگرچہ بُرا مانیں ناواقف ع

الناس اعداء لما جھلوا

(لوگ جس چیز کو نہیں جانتے اس کے دشمن ہوتے ہیں۔ ت)

---

[1] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل پانچویں فصل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷۲

[2] تفسیر فتح العزیز پارہ عم بیان صدقات و فاتحہ الخ مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۲۰۶

[3] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل گیارھویں فصل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۸

Marfat.com

ہوا۔ عموم و اطلاق تو بالائے طاق۔

سوال (۸) بفرض لزوم سماع کلام کو مطلق بصر درکار، جو رؤیتِ مخاطب سے حاصل۔ یا بصر علے الاوّل ملازمت باطل۔ وعلی الثانی لازم کہ تمام مخلوقِ الٰہی بہری اور کسی بات کا سُننا کسی غیر خدا کے لیے ماننا مطلقاً مستلزم شرک ہو تو سب مشرک ہیں، یا ہر ذی سمع بصیر علے الاطلاق تو آفت اشد ہے۔ والعیاذ باللہ۔

سوال (۹) اُن اولیاء کی زیادتِ ادراک اگر اسے مستلزم نہیں کہ ہر کلام زائر سُن لیں تو اُسے بھی نہیں کہ سب کو نہ سُنیں، آپ خود عدم استلزام فرماتے ہیں نہ استلزامِ عدم، تو دونوں صورت میں محتمل رہیں۔ پھر ایک امر محتمل پر جزم شرک کیونکر ہو سکتا ہے۔ غایت یہ کہ بے دلیل ہو تو غلط سہی، کیا ہر غلط بات شرک ہوتی ہے!

سوال (۱۰) مجھے نہیں معلوم کہ قرآن عظیم میں ایک جگہ بھی بیان فرمایا ہو کہ مزارات پر جاکر کلام وخطاب کرنا شرک یا حرام ہے۔ یا اتنا ہی ارشاد ہوا ہو: جو ایسا کرتا ہے گویا اصحابِ قبور کو سمیع یا بصیر علے الاطلاق مانتا ہے۔ اور حضرت کی صحتِ استدلال انھیں امور پر مبنی۔ آپ فرماتے ہیں فرقانِ حمید میں بمقاماتِ متعددہ اس کا بیان بتصریحِ تام موجود۔ مَیں مقاماتِ متعددہ کی تکلیف نہیں دیتا، ایک ہی آیت فرما دیجئے جس میں صاف صاف مضمون مذکور مزبور ہو۔ بیّنوا توجّروا۔

سوال (۱۱) سُورۂ یوسف کی آیۂ کریمہ کہ تلاوت فرمائی اُس کا ترجمہ ومطلب میں کیوں عرض کروں، مولوی اسمٰعیل سے سُنئے۔ تقویۃ الایمان میں لکھا ہے:

"نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ مگر کہ شرک کرتے ہیں[1] یعنی اکثر لوگ جو دعویٰ ایمان کا رکھتے ہیں سو وہ شرک میں گرفتار ہیں" انتہی

خدارا اس میں مزاراتِ اولیاء پر جانے یا اُن سے کلام وخطاب کرنے کا کون سا حرف ہے، استغفراللہ! نام کو بُو بھی نہیں، تصریحِ تام تو بڑی چیز ہے۔ پھر اُس آیت نے جناب کا کون سا دعویٰ ثابت کیا یا حضارِ مزار کو کیا الزام دیا۔ اگر ایسے ہی بے علاقہ استناد کا نام تصریحِ تام، تو ہر شخص اپنے دعوے پر قرآن عظیم کی آیت پیش کر سکتا ہے۔ مثلاً فلسفی کہے: توسیط عقول حق ہے ورنہ لازم آئے کہ تمام اشیاء متکثرہ اُس واحدِ حقیقی سے بالذات صادر ہُوئی ہوں۔ اور یہ خدائے عزّوجل پر افترا۔ فان الواحد لا یصدر عنہ الا الواحد (کیونکہ واحد سے واحد ہی صادر ہو سکتا ہے۔ ت) اور اللہ تعالےٰ پر افترا حرام قطعی۔ قرآن حمید میں بمقاماتِ متعددہ اس کا بیان بتصریحِ تام موجود، از انجملہ ہے سورۂ انعام میں: ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[2] (جو لوگ

[1] تقویۃ الایمان پہلا باب توحید وشرک کے بیان میں مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۴
[2] القرآن ۱۶/ ۱۱۶

Marfat.com

فروغ چشم آگاہی امیرالمومنین حیدر — چشمِ معرفت کو روشنی عطا ہو اے امیرالمومنین حیدر

ز انگشتِ ید اللّٰہی امیرالمومنین حیدر — خدائی ہاتھ والی انگشت سے اے امیرالمومنین حیدر

بجناب ایشاں عرض نمودم نوازشہا فرمودند[1] — حضرت کی بارگاہ میں عرض کیا تو بڑی نوازشیں فرمائیں اھ (ت)

اقول اوّلاً جب جناب مرزا صاحب امراض میں بارگاہِ مشکل کشائی کی طرف توجہ کرتے تھے انھیں کیا خبر تھی کہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الاسنی اس وقت میری طرف متوجہ ہیں یا میری طرف سے التفات فرمائیں گے۔

ثانیاً یونہی جب قصیدہ عرض کرنے بیٹھے، کیا جانتے تھے کہ حضرت والا اس وقت سُن لیں گے۔ تو ان سب اوقات میں بے حصول علم، مرتکبِ عرض و توجہ ہو کر انھوں نے جناب اسداللّٰہی کو سمیع وبصیر علی الاطلاق ٹھہرایا، اور حضرت کے طور پر وہ بُرا لقب پایا یا نہیں۔

ثالثاً مزار پر جا کر کلام وخطاب تو وہ آفت تھا۔ مرزا صاحب جو بے حضورِ مزار ہی توجہیں کرتے قصیدے سُناتے اُن کے لیے حکم کچھ زیادہ سخت ہوگا یا نہیں۔

رابعاً اس 'نیازی خاص' پر بھی نظر رہے کہ یہ معالجہ کرے گا اُن جُہال کے وہم کا جو 'نیاز' کے لفظ کو خاص بجناب بے نیاز مانتے، اور اسی بنا پر فاتحہ حضراتِ اولیاء کو نیاز کہنا شرک وحرام جانتے ہیں۔

خامساً یہ بڑی گزارش تو باقی ہی رہ گئی کہ دفع امراض کے لیے ارواح طیبہ کی طرف توجہ استمداد بالغیر تو نہیں۔ اور جناب کے نزدیک بھلا ایسا شخص اتباعِ شریعت میں یکتا و بے نظیر جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے کہا تھا، بالائے طاق، سرے سے متبع سنّت بلکہ از رُوئے ایمان تقویۃ الایمان راساً مسلم و موحد کہا جائے گا یا نہیں۔

سوال (۱۹) شاہ ولی اللہ کے والد شاہ عبدالرحیم صاحب کی نسبت کیا حکم ہے؟ وہ بھی اس شرک عالمگیر سے محفوظ نہ رہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب قول الجمیل میں لکھتے ہیں:

وایضا تادب شیخنا عبدالرحیم علی روح جدہ لامہ الشیخ رفیع الدین محمد۔[2]

شفاء العلیل میں اس کا ترجمہ یوں کیا:

"اور بھی ہمارے مرشد شاہ عبدالرحیم ادب آموز ہوئے اپنے نانا شیخ رفیع الدین کی روح سے"۔

اور حاشا یہ فیض یوں نہ تھا کہ اُدھر سے بے طلب آیا ہو، بلکہ یہی جا کر قبر پر متوجہ ہُوا کرتے۔ خود شاہ ولی اللہ

---

[1] مکاتیب مرزا مظہر جانجاناں از کلماتِ طیبات ملفوظات مرزا صاحب مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۸

[2] القول الجمیل مع شفاء العلیل گیارھویں فصل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۸۰-۱۷۹

Marfat.com

منگوانا شرک ہُوا جاتا تھا یہاں خود اُن سے بھیک مانگی جاتی ہے۔

ثانیاً کسی سے بھیک مانگنی یونہی معقول کہ وہ اس کی عرض سُنے اور اُس کی طرف توجہ کرے، ورنہ دیواروں پتھروں سے کیا بھیک مانگنا۔ مگر آپ فرما چکے کہ "توجہِ خاص کا انکشافِ حال خارج از علم زائر وجیز اختیار پروردگارِ عالم ہے"۔ اب جو یہ بھیک مانگنے والا شاہ صاحب کے حکم سے بحصولِ علم مرتکب سوال کا ہے اس نے گویا اہلِ قبر کو سمیع وبصیر علی الاطلاق قرار دیا یا نہیں ؛ اور شاہ صاحب نے یہ شرکِ خالص یا شائبہ شرک تعلیم کیا یا نہیں؟ اور ایسی چیز کا سکھانے والا کافر یا مشرک یا بدعتی بدمذہب ہُوا یا نہیں؟ بینوا توجروا

ثالثاً انھوں نے مزار پر جا کر گدائی تو پیچھے بتائی، پہلے گھر ہی بیٹھے ارواحِ طیبہ کی طرف توجہ کرا رہے ہیں، اب تو اطلاق کا پانی سر سے اونچا ہوگیا۔

سوال (۱۳) انھی شاہ صاحب نے ایک رباعی لکھی :ے

آنانکہ زادناس بھیمی جستند | بالجۂ انوار قدم پیوستند
فیض قدس از ہمت ایشاں می جو | دروازۂ فیض قدس ایشاں ہستند[1]

(جو لوگ نفس حیوانی کی آلودگیوں سے باہر ہوگئے وہ ذاتِ قدیم کے انوار کی گہرائیوں سے جاملے، فیضِ قدس ان کی ہمت سے طلب کرو، فیضِ قدس کا دروازہ یہی لوگ ہیں۔ ت)

اور مکتوب شرح رباعیات میں خود اس کی شرح یوں کی ؛

یعنی توجہ بارواحِ طیبہ مشائخ درتہذیب رُوح و سر نفع بلیغ دارد[2] | یعنی مشائخ کی ارواحِ طیبہ کی جانب توجہ رُوح اور باطن کو سنوارنے میں نفع بلیغ رکھتی ہے (ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) کیا اچھا نفع بلیغ ہے کہ بلاحصول علم ان کی ہمت سے فیض چاہ کر مشرک ہوگئے۔

سوال (۱۴) یہی شاہ صاحب "قول الجمیل" میں لکھتے ہیں۔ اُن کی عبارت عربی لاکر ترجمہ کروں، اس سے یہی بہتر کہ مولوی خرم علی صاحب بلہوری مصنّفِ نصیحۃ المسلمین کا ترجمہ نقل کروں۔ یہ صاحب بھی عمائد وکبرائے منکرین سے ہیں، شفاء العلیل میں کہتے ہیں ؛

"مشائخ چشتیہ نے فرمایا، قبرستان میں میّت کے سامنے کعبہ معظمہ کو پُشت دے کر بیٹھے، گیارہ بار سورۂ فاتحہ پڑھے پھر میّت سے قریب ہو پھر کہے یا رُوح اور یا رُوح الرّوح کی دل میں ضرب کرے

---

[1] مکتوبات ولی اللہ از کلماتِ طیبات مکتوب بست ودوم درشرح بعض اشعار مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۹۴
[2] ایضاً

Marfat.com

وغیرہ نے روایت کیا۔ ت) اُس وقت وُہ کعبہ کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے تھے؟ بینوا توجروا

سوال (۲۲) غیر خدا کو کسی طرح نافع یا ضار جاننا مطلقاً شرک ہے یا خاص اُس صورت میں کہ اُسے نفع وضرر میں مستقل بالذات مانے۔ برتقدیر اول یہ وہ شرک ہے جس سے عالم میں کوئی محفوظ نہیں۔ جہان شہد کو نافع اور زہر کو مضر جانتا ہے۔ سچے دوست سے نفع کی اُمید، پکے دشمن سے ضرر کا خوف رکھتا ہے۔ عالم کی خدمت حاکم کی اطاعت اسی لیے کرتے ہیں کہ دینی یا دُنیوی نفع کی توقع ہے۔ مخالف مذہب سے احتیاط سانپ سے احتراز اسی لیے رکھتے ہیں کہ رُوحانی یا جسمانی ضرر کا اندیشہ ہے۔ خود قرآن عظیم ارشاد فرماتا ہے:

اٰباؤکم وابناؤکم لاتدرون ایھم اقرب لکم نفعاً[1]۔ تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے تم نہیں جانتے اُن میں کون تمھیں نفع دینے میں زیادہ نزدیک ہے۔

اور فرماتا ہے:

وماھم بضارین بہ من احد الّا باذن اللّٰہ[2]۔ اور وہ اس سے کسی کو ضرر نہ پہنچائیں گے بے حکم خدا کے۔

صحیح مسلم شریف میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم فرماتے ہیں:

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ[3]۔ تم میں جو اپنے بھائی مسلمان کو نفع دے سکے نفع دے۔

امام احمد و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ بسندِ حسن مالک بن قیس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من ضارّ ضارّ اللّٰہ بہ ومن شاقّ شقّ اللّٰہ علیہ[4]۔ جو کسی کو ضرر دے گا اللہ تعالٰی اسے نقصان پہنچائے گا اور جو کسی پر سختی کرے گا اللہ تعالٰی اُسے مشقت میں ڈالے گا۔

ع ذکر نسخ نافع نہ ہوگا۔ کیا شرک و توحید میں بھی نسخ جاری ہے ۱۲ منہ (م)

---

[1] القرآن ۴/۱۱

[2] القرآن ۲/۱۰۲

[3] صحیح مسلم باب استحباب الرقیۃ من العین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۲۴

[4] جامع الترمذی باب ماجاء فی الخیانۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۲۸۷

Marfat.com

؎ غوثِ اعظم بمن بے سروساماں مددے
قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

(غوثِ اعظم! مجھ بے سروسامان کی مدد فرمائیں، قبلۂ دیں! مدد فرمائیں، کعبۂ ایمان! مدد فرمائیں)

سوال (۱۶) اُسی تفسیرِ عزیزی میں دفن کو نعمتِ الٰہی ٹھہرا کر اُس کے منافع و فوائد میں لکھتے ہیں:

از اولیائے مدفونین انتفاع واستفادہ جاریست۔[1]	مدفون اولیاء سے نفع پانا اور فائدہ طلب کرنا جاری ہے۔ (ت)

اقول اولاً انتفاع تک خیر تھی کہ بے مقصد منتفع بھی ممکن، استفادہ نے غضب کردیا کہ وہ نہیں۔ مگر طلب فائدہ، پھر کیا اچھا نفع دفن میں نکالا کہ بندگانِ خدا بے حصولِ علم مرتکبِ سوال ہو کر معاذ اللہ مشرک ہوتے ہیں۔

ثانیاً لفظ "جاری ست" پر لحاظ رہے کہ اس سے مراد نہیں مگر مسلمانوں میں جاری ہونا، اور جو مسلمانوں میں جاری، ہرگز شرک نہیں کہ جن میں شرک جاری ہرگز مسلمان نہیں۔

سوال (۱۷) مرزا مظہر جانجاناں صاحب جنھیں شاہ ولی اللہ صاحب اپنے مکاتیب میں قیم طریقۂ احمدیہ و داعی سنتِ نبویہ لکھتے ہیں۔ اور حاشیہ مکتوباتِ ولویہ پر انھیں شاہ صاحب سے اُن کی نسبت منقول ہندوعرب و ولایت میں ایسا متبعِ کتاب وسنت نہیں بلکہ سلف میں بھی کم ہوئے اھ ملخصاً مترجماً۔ یہ مرزا صاحب اپنے ملفوظات میں تحریر فرماتے ہیں:

نسبتِ ما بجناب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ می رسد، و فقیر را نیازی خاص بآنجناب ثابت است۔ در وقتِ عروض عارضہ جسمانی توجہ بآنحضرت واقع می شود وسببِ حصول شفا می گردد۔[2]	امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بارگاہ تک نسبت پہنچتی ہے اور فقیر کو اُس جناب سے خاص نیاز حاصل ہے۔ جب کوئی جسمانی عارضہ لاحق ہوتا ہے تو آنحضور کی جانب میری توجہ ہوتی ہے اور شفایابی کا سبب بنتی ہے۔ (ت)

سوال (۱۸) آگے فرماتے ہیں:

یکبار قصیدہ کہ مطلعش اینست ؎	ایک بار وُہ قصیدہ جس کا مطلع یہ ہے: ؎

---

[1] تفسیر فتح العزیز پارہ عم استفادہ از اولیاء مدفونین مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۱۴۳

[2] مکاتیب مرزا مظہر از کلمات طیبات ملفوظات مرزا صاحب مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۸

Marfat.com

فی الجملہ وجہِ معقولیت دارد۔ گوسالہ لایعقل کہ در بلادت و حمق ضرب المثل است ہیچ وجہ شایان تعظیم نیست [1]

مالک ہو فی الجملہ ایک وجہ معقولیت رکھتی ہے مگر بے عقل گائے کا بچھڑا جو بلادت اور بیوقوفی میں ضرب المثل ہے کسی طرح قابلِ تعظیم نہیں۔ (ت)

سوال (۲۴) یہ تو آیندہ عرض کروں گا کہ طلبِ دُعا کو اعتقادِ نفع وضرر سے کتنا تعلق۔ بالفعل اسے یونہی فرض کرکے گزارش کروں کہ دُعا منگوانے میں تو وہ اعتقادِ نفع وضرر نکالا، جو معنیً شرک۔ حالانکہ وُہ خود اُن سے کسی حاجت کی خواستگاری نہیں۔ پھر:

(۱) اُن کے مزارات عظیمۃ البرکات پر حاضر ہوکر خود اُن سے بھیک مانگنا۔

(۲) یا رُوح یا رُوح پکار کر اُن کے فیض کا منتظر رہنا۔

(۳) اپنی مشکلوں کا اُن سے حل چاہنا۔

(۴) بیمار پڑیں تو شفا ملنے کو اُن کی طرف توجہ کرنا کہ ابھی صنفِ سابق میں منقول ہُوئے اُن میں کتنا اعتقادِ نفع و ضرر ثابت ہوتا ہے۔ اور

(۵) لفظِ انتفاع واستمداد خود بمعنے نفع یافتن و فائدہ خواستن۔ اس کا قصد بے اعتقادِ نفع کس عاقل سے معقول۔ ہاں ہاں، انصاف کیجئے تو دُعا طلبی سے دریوزہ گری وحاجت خواہی کہیں زیادہ ہے۔ اس میں صرف نیت سائل پر مدار تفرقہ ہے، اگر سبب ظاہری ومظہرِ عونِ باری جانا تو خالص حق، اور معاذ اللہ مستقل مانا تو نرا شرک۔ بخلاف طلبِ دُعا کہ وہاں نفس کلام مطلوب منہ کی غلامی و بندگی اور حضرت غنی جل جلالہٗ کی طرف محتاجی پر دلیل واضح۔ یہاں تک کہ توہمِ استقلال سے اس کا اجتماع محال کما لایخفٰی علی اولی النہٰی (جیسا کہ اہلِ عقل پر مخفی نہیں۔ ت) با اینہمہ اگر یہ شرک ہے تو اُس کے لیے تو کوئی لفظ مجھے شرک سے بدتر ملتا بھی نہیں جس کا مصداق ٹھہراؤں ع

ضاق عن وصفکم نطاق البیان

(آپ کے وصف سے بیان کا دائرہ تنگ ہے۔ ت)

سوال (۲۵) اگر مان بھی لیں کہ غیر خدا کی قسم اسی لیے حرام ہُوئی تو اس کو مسئلہ دائرہ سے کیا علاقہ۔ کیا کسی سے دُعا کے لیے کہنے میں بھی اُسی طرح کے نفع وضرر کا اعتقاد ظاہر ہوتا ہے جو معناً شرک ہے۔

(۱) خود مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے دُعا چاہی

---

[1] تفسیر عزیزی سُورۃ البقرۃ بیان رفتن موسٰی علیہ السلام برائے آوردن کتاب الخ افغانی دار الکتب لال کنواں دہلی ص ۲۳۸

Marfat.com

اپنے والدِ ماجد سے انفاس العارفین میں ناقل :

می فرمودند مرا در مبدءِ حال بمزار شیخ رفیع الدین الفتے پیدا شد۔ آں جا می رفتم و بقبر شاں متوجہ می شدم الخ[1]

فرماتے تھے مجھے ابتدائے حال میں شیخ رفیع الدین کے مزار سے ایک اُلفت پیدا ہوگئی، وہاں جاتا اور ان کی قبر کی طرف متوجہ ہوتا تھا الخ (ت)

یارب! جب مولوی اسمٰعیل کے اساتذہ ومشائخ سب گرفتارِ شرک ہُوئے یہ انھیں کے خوشہ چین، انھیں کے نام لیوا، اُن کے مدّاح، اُن کے مقلّد کیونکر مومن موحد رہے ع

وحسن نبات الارض من کرم البذر

(زمین کا پودہ عمدہ جب ہی ہوتا ہے کہ بیج اچھا ہو۔ ت)

صنف اٰخر من ھٰذا النوع

(اسی نوع کی ایک اور قسم)

اس میں وُہ سوالات مذکور ہوں گے جو مولوی صاحب کے استدلال دوم یعنی تمسک بحدیث من حلف الخ سے متعلق ہیں۔

سوال (۲۰) حدیث من حلف بغیر اللہ فقد اشرک[2] کی جو عمدہ شرح افادہ فرمائی۔ ذرا کتبِ ائمہ حدیث و فقہ پر نظر کرکے ارشاد ہوجائے کہ کلماتِ عُلماء سے کہاں تک موافق ہے۔ فقیر بہت ممنونِ احسان ہوگا اگر ایک عالم معتمد کی تحریر سے بھی آپ نے اپنا بیان مطابق کر دکھایا۔ الفاظ شریفہ پیشِ نظر رہیں کہ "اس حرمت کا سبب سوا اس کے نہیں" الخ

سوال (۲۱) اعتقادِ نفع وضرر پر قسم کی دلالت، کس قسم کی دلالت، آیا لغۃً اس کے معنے سے یہ امر مفہوم، یا عقلاً خواہ عرفاً لازم وملزوم، کہ آدمی اُسی کی قسم کھائے جس سے نفع وضرر کی اُمید رکھے۔

صدرِ اسلام میں جو صحابہ کرام کعبہ معظمہ کی قسم کھاتے[3] کما رواہ النسائی وغیرہ (جیسا کہ نسائی

---

[1] انفاس العارفین (اردو ترجمہ) زندۂ جاوید المعارف گنج بخش روڈ۔ لاہور ص ۳۶

[2] مسند احمد بن حنبل مروی از عبداللہ ابن عمر دار الفکر بیروت ۲/ ۸۷

[3] سُنن نسائی الحلف بالکعبۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۱۴۳

Marfat.com

اخرجه مسلم والبیهقی عن عمر الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

کرائے۔ اسے مسلم اور بیہقی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

ایک روایت میں ہے حضرت فاروق کو بالتخصیص بھی حکم ہوا اُن سے دُعا کرانا کہ وُہ اللہ کے حضور عزت والے ہیں اخرجہ الخطیب وابن عساکر[1] (اسے خطیب اور ابن عساکر نے روایت کیا۔ ت)

(۵) حسب الحکم امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اُن سے دُعا چاہی[2]۔

اخرجه ابن سعد والحاکم وابو عوانه والرویانی والبیهقی فی الدلائل وابو نعیم فی الحلیة کلهم من طریق اسیر بن جابر عن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ

اسے بطریق اسیر بن جابر حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ابن سعد، حاکم، ابو عوانہ، رویانی، دلائل میں بیہقی، اور حلیہ میں ابو نعیم نے روایت کیا۔ (ت)

(۶) ایک روایت میں ہے امیر المومنین فاروق وامیر المومنین مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما دونوں کو حضرت اویس سے طلب دُعا کا حکم تھا۔ دونوں صاحبوں نے اپنے لیے دُعا کرائی۔ اخرجه ابن عساکر[3] (اسے ابن عساکر نے روایت کیا۔ ت)

(۷) امام ابوبکر بن ابی شیبہ استاذ امام بخاری ومسلم اپنے مصنف اور امام بیہقی دلائل النبوۃ کی مجلد یازدہم میں بسند صحیح[ع1] بطریق ابو معویہ عن الاعمش عن ابی صالح عن مالک الدار رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

۱ قال اصاب الناس قحط فی زمن عمر بن الخطاب فجاء رجل[ع2] الی قبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فقال یا رسول اللہ استسق اللہ

یعنی عہد معدلت مہد فاروقی میں ایک بار قحط پڑا۔ ایک صاحب یعنی حضرت بلال بن حارث مزنی صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مزار اقدس حضور ملجائے بیکساں صلی اللہ

ع1 نص علی صحته الامام القسطلانی فی المواهب ۱۲ منہ (م)

امام قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں اس کے صحیح ہونے کی تصریح فرمائی۔ (ت)

ع2 هو بلال بن الحارث المزنی الصحابی کما عند سیف فی کتاب الفتوح ۱۲ زرقانی شرح مواهب (م)

وُہ بلال بن حارث مزنی صحابی ہیں، جیسا کہ سیف کی کتاب الفتوح میں ہے ۱۲ زرقانی شرح مواہب (ت)

---

[1] مختصر تاریخ ابن عساکر فی ترجمہ اویس قرنی دار الفکر بیروت ۵/ ۸۲

[2] المستدرک للحاکم ذکر لقاء اویس قرنی " " " ۳/ ۴۰۳

[3] مختصر تاریخ ابن عساکر فی ترجمہ اویس قرنی " " " [illegible]

Marfat.com

حاکم کی حدیث میں ہے مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم نے امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حجرِ اسود کی نسبت فرمایا :

بلٰی یا امیر المؤمنین یضر وینفع[1]
کیوں نہیں اے امیر المومنین ! یہ پتھر نقصان دے گا اور نفع پہنچائے گا ۔ (الحدیث)
(الحدیث)

برتقدیرِ ثانی واقع ونفس الامر اس گمان کے خلاف پر شاہد عادل، لاکھوں آدمی اپنے یا اپنے محبوب کے سر یا آنکھوں یا جان کی قسم کھاتے ہیں، اور ہرگز اُن کے خواب میں بھی یہ خیال نہیں ہوتا کہ یہ چیزیں بالاستقلال ہمارے نفع وضرر کی مالک ہیں ۔ نہ ہرگز سامع کا ذہن اس طرف جاتا ہے ۔ بھلا حضرت نابغہ جعدی رضی اللہ عنہ کے اس قول کے کیا معنی ہیں : ؎

لعمری وما عمری علی بھین
لقد نطقت بطلا علی الاقارع

(میری زندگی کی قسم، اور میری زندگی کوئی معمولی چیز نہیں ـــــ بلاشُبہہ اژدہوں (دشمنوں) نے مجھ پر جھوٹ باندھا ہے ۔ ت)

اور جناب کے نزدیک اُس سے کیا اعتقاد ظاہر ہوتا ہے ۔ اسی طرح حضرت صدّیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ اور اُمّ المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا وغیرہما پیشوایانِ دین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے اپنے باپ اور اپنی جان کی قسم کھانی کہ خادمِ حدیث پر مخفی نہیں ۔

سوال (۲۳) خیر قسم غیر سے تو آپ کے نزدیک یہ صرف ظاہر ہی ہوتا تھا کہ وُہ اپنے عقیدے میں غیر خدا کو بھی نفع وضرر رساں جانتا ہے ۔ بگمانِ جناب اتنی ہی بات پر شرع مطہر میں بنائے تحریم ہوئی حالانکہ اس کے دل کا حال خدا جانے ۔ اب اُن کی نسبت حکم ارشاد ہو، جو صاف صاف بالتصریح غیر خدا کو نہ فقط نفع و ضرر رساں بلکہ مالکِ نفع وضرر بتائیں، اور وُہ بھی کسے، اُس شقی کو جو مدعی الوہیت رہا ہو ۔ اور برسوں خرانِ بے عقل نے اُسے پُوجا ہو ۔ وہ کون فرعون بے عون ۔ نسأل اللہ عن حالہ الصون (خدا سے دُعا ہے کہ ہمیں اس کی حالت سے بچائے ۔ ت) شاہ عبدالعزیز صاحب اس امر کے ثبوت میں کہ سامری والوں کی گوسالہ پرستی قبطیوں کی فرعون پرستی سے بدتر تھی ۔ تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں :

تعظیم بادشاہ صاحبِ اقتدار کہ مالکِ نفع وضر باشد
ایسے صاحبِ اقتدار بادشاہ کی تعظیم جو نفع وضرر کا

---

[1] المستدرک للحاکم الحجر الاسود یمین اللہ دار الفکر بیروت ۱/۴۵۷

Marfat.com

دردین ؎۱ — مستحسن اور دین میں عام ہے۔ (ت)

عزیز! یہ نکتہ بہت کارآمد ہے، اور اکثر اوہام وشبہات کا رَد۔ فاحفظ تحفظ و تحظی من الرشد باوفی حظ (اسے یاد رکھو گے تو محفوظ رہو گے اور ہدایت سے بھرپور حصّہ پاؤ گے۔ ت)

نوعِ دوم: مخالفاتِ مولوی صاحب وہم مذہبانِ مولوی صاحب میں۔ یہاں اس امر کا ثبوت ہو گا کہ مولوی صاحب کی تحریر مذہبِ منکرین سے بھی موافق نہیں۔ بوجوہِ عدیدہ واصول وفروعِ طائفہ جدیدہ سے صریح مخالفت اور مذہب مہذب اہلِ حق سے بعض باتوں میں گونہ موافقت فرمائی ہے۔ پھر بھی نہیں کہ صرف ہم مذہبوں ہی سے خلاف ہوا ور خود مولوی صاحب اُن مخالفات کا بخوشی التزام فرمالیں۔ نہیں، نہیں، بلکہ بہت وُہ بھی ہیں جو نادانستہ سرزد ہوگئیں کہ ظاہر ہوئے پر خود بھی آپ کو گوارا نہ ہوں۔ اور اگر تسلیم فرمالیں تو اس سے کیا بہتر۔ دیکھئے تو، یہیں کتنے مسائلِ نزاعیہ طے ہوئے جاتے ہیں۔

مخالفت (۱) مولوی صاحب فرماتے ہیں، زیارتِ قبورِ مومنین خاصّۃً بزرگانِ دین مندوب ومسنون ہے۔ یہ خصوصیت ہمارے طور پر بیشک حق، مگر صاحبِ مائۃ مسائل کے بالکل خلاف۔ انھوں نے جو قسم زیارت شرعاً بلاکراہت جائز مانی اُس میں مزاراتِ عالیہ حضرات اولیا اور ہر شرابی زناکار کی قبر یکساں جانی۔ حیث قال (ان کے الفاظ یہ ہیں):

دریں قسم زیارت کردن قبرِ ولی وغیر ولی وشہید وغیر شہید وصالح وفاسق وغنی وفقیر برابر است ؎۲ — اس قسم میں ولی، غیر ولی، شہید، غیر شہید، صالح، فاسق، غنی اور فقیر سب کی قبر کی زیارت یکساں ہے۔ (ت)

پھر اُس برابری پر بھی صبر نہ آیا۔ آگے اُلٹی ترقی معکوس کرکے فرمایا:

بلکہ از زیارتِ قبورِ اغنیاء وملوک زیادہ تر عبرت حاصل می گردد ؎۳ — بلکہ مالداروں اور بادشاہوں کی قبروں کی زیارت سے زیادہ عبرت حاصل ہوتی ہے۔ (ت)

مطلب یہ کہ جس عہ فائدہ کے لیے شرع نے زیارتِ قبور جائز کی ہے وہ مزاراتِ اولیاء میں ہرگز ایسا نہیں

عہ اقول وباللہ التوفیق ان مردِ عاقل محررِ مائۃ مسائل سے پُوچھنا چاہئے کہ اگر (باقی برصفحہ آئندہ)

۱؎ اشعۃ اللمعات باب حکم الاسراء فصل اول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۴۰۱
۲؎ مائۃ مسائل سوال سیزدہم مکتبہ توحید وسنّۃ پشاور ص ۲۲ - ۲۳
۳؎ ایضاً

Marfat.com

جب وہ مکہ معظمہ جاتے تھے۔ ارشاد فرمایا:

لا تنسنا یا اخی من دعائك[1] رواہ ابوداؤد عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اے بھائی! اپنی دُعا میں ہمیں نہ بھول جانا (اسے ابوداؤد نے حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

احمد و ابن ماجہ کی روایت میں ہے، فرمایا:

اشرکنا یا اخی فی صالح دعائك ولا تنسنا[2]

بھائی! اپنی نیک دُعا میں ہمیں بھی شریک کر لینا اور بھول نہ جانا۔

(۲) حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عادتِ کریمہ تھی جب دفنِ میّت سے فارغ ہوتے تو قبر پر ٹھہر کر صحابہ کرام سے ارشاد فرماتے:

استغفروا لاخیکم واسئلوا لہ التثبیت فانہ الاٰن یسأل[3] رواہ ابوداؤد والحاکم والبیھقی بسند حسن عن عثمان الغنی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے ثابت رہنے کی دُعا مانگو کہ اب اُس سے سوال ہوگا (اسے ابوداؤد، حاکم اور بیہقی نے بسندِ حسن حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

(۳) امام احمد عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، سیّد عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا لقیت الحاج فسلم علیہ وصافحہ ومرہ ان یستغفر لك قبل ان ید خل بیتہ فانہ مغفور لہ[4]

جب تو حاجی سے ملے سلام و مصافحہ کر اور قبل اس کے کہ وُہ اپنے گھر میں جائے اپنی مغفرت کی دُعا اس سے منگوا کہ وُہ بخشا ہوا ہے۔

(۴) حضور نے اویس قرنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ذکر کر کے صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کو حکم دیا:

فمن لقیہ منکم فلیامرہ فلیستغفرلکم[5]

تم میں جو اُسے پائے اپنے لیے اُس سے دعائے بخشش

---

[1] سنن ابی داؤد	باب الدعا	آفتاب عالم پریس لاہور	۱/۲۱۰
[2] سنن ابن ماجہ	باب فضل دعاء الحاج	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	ص ۲۱۳
[3] سنن ابی داؤد	باب الاستغفار	آفتاب عالم پریس لاہور	۲/۱۰۳
[4] مسند احمد بن حنبل	مروی از عبداللہ ابن عمر	دار الفکر بیروت	۲/۶۹
[5] صحیح مسلم	فضائل اویس قرنی	قدیمی کتب خانہ کراچی	۲/۳۱۱

Marfat.com

مخالفت (۴) متکلمین طائفہ کی تقریریں گواہ کہ جو فعل فی نفسہٖ حسن ہو مگر عوام میں اُن کے زعم پر خلط مفاسد کے ساتھ جاری۔ وہ اصل کو ممنوع ٹھہراتے ہیں، نہ کہ مفاسد سے منع۔ اور اصل کی تجویز کریں جب آپ کے نزدیک زیارت مزاراتِ متبرکہ بطور شرک رائج کہ استمداد مذکور شائع وشہور۔ تو اصولِ طائفہ پر اصل زیارت کو حرام کہنا تھا، نہ مندوب ومسنون۔

مخالفت (۵) مولوی اسحاق مائۃ مسائل میں لکھتے ہیں:

اذان دادن بعد از دفن بدعت ومکروہ است زیراکہ معہود از سنّت نیست وانچہ معہود از سنّت نیست بموجب روایات کتبِ فقہ مکروہ می باشد۔ و عبارۃ الکتب ھذا یکرہ عند القبر مالم یعهد من السنۃ والمعهود منها لیس الا زیارتہ والدعاء عندہ قائما کما فی فتح القدیر والبحر الرائق والنہر الفائق والفتاوی العالمگیری[1]

دفن کے بعد اذان دینا بدعت اور مکروہ ہے اس لیے کہ سنّت سے معہود نہیں، اور جو کچھ سنّت سے معہود نہ ہو کتبِ فقہ کی روایات کے مطابق مکروہ ہوتا ہے۔ اور کتابوں کی عبارت یہ ہے قبر کے پاس جو سُنّت سے معہود نہیں مکروہ ہے، اور سنّت سے معہود صرف یہ ہے کہ زیارت اور وہاں کھڑے ہو کر دُعا ہو جیسا کہ فتح القدیر، البحر الرائق، النہر الفائق اور فتاوٰی عالمگیری میں ہے (ت)

اگرچہ ان عبارات کا مطلب جو صاحبِ مائۃ مسائل نے ٹھہرایا انھیں کتابوں کی بہت عبارتوں سے مردود۔ مگر عجب ہے کہ جناب نے اس کلیہ پر عمل فرما کر وقتِ زیارت درود وفاتحہ پڑھ کر ثواب بخشنے کو کیوں نہ مکروہ فرمایا۔

مخالفت (۶) جناب نے امتناع رویت وسماع کو ان حجب عدیدہ کی حیلولت پر مبنی فرمایا یہ ابتنٰی باعلی ندا منادی کہ اموات کو فی انفسہم قوّتِ سمع وابصار حاصل ہے مگر ان حائلوں کے سبب باہر کی صوت وصورت کا ادراک نہیں ہوتا ورنہ اگر خود اُن میں راسًا یہ قوتیں نہ ہوتیں تو بنائے کار حیلولت پر رکھنی محض بے معنی۔ دیوار بیت کی نسبت کوئی نہ کہے گا کہ باہر کی چیزیں اس وجہ سے نہیں دیکھتے کہ بیچ میں آڑ ہے۔ اب متکلمین طائفہ سے استفسار ہو جائے کہ وہ اس تخصیص کے مقر ہوں گے یا راسًا منکر۔ معلم ثانی منکرینِ ہند یعنی مولوی اسحاق دہلوی سے سوال ہوا: سماعتِ موتٰی سوائے سلام جائز است (سوائے سلام کے مردے کا سننا جائز ہے؟۔ت) جواب دیا ثابت نیست[2] (ثابت نہیں۔ت) کیا آدمی اُسی وقت میّت ہوتا ہے جب قبر میں رکھ کر مٹی دے دیں۔

---

[1] مائۃ مسائل سوال بست وہشتم مکتبہ توحید وسنّت پشاور ص ۶۰

[2] " بست وششم " " ص ۵۱-۵۰

Marfat.com

لامتك فانهم قد هلكوا فاتاه رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فی المنام فقیل لہ ائت عمر فاقرأہ السلام واخبرہ انکم مستقیون[1]۔ الحدیث۔

تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضر ہوکر عرض کی: یا رسول اللہ! اپنی امت کے لیے اللہ تعالیٰ سے پانی مانگئے کہ وہ ہلاک ہوئے جاتے ہیں۔ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن صحابی کے خواب میں تشریف لاتے اور ارشاد فرمایا عمر (رضی اللہ عنہ) کے پاس جاکر اُسے سلام پہنچا اور لوگوں کو خبر دے کہ پانی آیا چاہتا ہے۔ الحدیث (ت)

شاہ ولی اللہ قرۃ العینین میں یہ حدیث نقل کر کے کہتے ہیں: رواہ ابو عمر فی الاستیعاب[2] (اسے ابوعمر بن عبدالبر نے استیعاب میں روایت کیا۔ ت)

تنبیہ نبیہ: یہ چند حدیثیں ہیں احیائے حقیقی سے طلبِ دُعا میں۔ اور اموات سے طلب کی قدرے بحث کہ اصل مسئلہ مسئولہ سائل ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ مقصد سوم میں مذکور ہوگی۔ یہاں ایک نکتہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ جو بات شرک ہے اس کے حکم میں احیاء، واموات وانس وجن وملائک وغیرہم تمام مخلوقِ الٰہی یکساں ہیں کہ غیر خدا کوئی ہو خدا کا شریک نہیں ہوسکتا تو امورِ شرک میں حیات وموت سے تفرقہ، جیسا کہ اس طائفہ جدیدہ کا شیوۂ قدیمہ ہے۔ دائرۂ عقل وشرع دونوں سے خروج، کیا زندے خدا کے شریک ہوسکتے ہیں، صرف شراکتِ اموات ہی ممنوع ہے۔ مولوی صاحب اپنی مقیس علیہ یعنی قسم غیر کو ملاحظہ کریں کہ حلال نہیں تو مُردے زندے کسی کے لیے حلال نہیں۔ یُونہی اگر طلبِ دُعا میں شرک ہو تو ہرگز یہ حکم فقط اموات سے خاص نہ ہوگا بلکہ یقیناً احیاء سے دُعا کرانی بھی حرام ٹھہرے گی کہ خدا کا شریک نہ ہوسکنے میں زندے مُردے سب ایک سے۔ ولہذا شیخ الشیوخ علمائے ہند مولٰنا وبرکتنا سیدی شیخ محقق عبدالحق محدّث دہلوی قدس اللہ سرّہ العزیز نے شرح مشکوٰۃ شریف میں فرمایا:

اگر ایں معنی کہ در امداد واستمداد ذکر کردیم موجبِ شرک وتوجہ بماسوائے حق باشد چنانکہ منکر زعم می کند پس باید کہ منع کردہ شود۔ توسل وطلبِ دُعا از صالحان ودوستانِ خدا در حالتِ حیات نیز وایں ممنوع نیست بلکہ مستحب ومستحسن است باتفاق وشائع است

یہ معنی جو ہم نے امداد اور مدد طلبی میں بیان کیا اگر شرک کا موجب اور غیر اللہ کی طرف توجہ قرار پائے، جیسا کہ منکر خیال رکھتا ہے تو چاہئے کہ صالحین اور اولیاء اللہ سے زندگی میں بھی توسل اور دُعا طلبی سے منع کیا جائے۔ حالانکہ یہ ممنوع نہیں بلکہ بالاتفاق مستحب و

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ فضائل عمر ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۲/ ۳۲
[2] قرۃ العینین نوع چہلم المکتبۃ السلفیۃ، لاہور ص ۱۹

Marfat.com

ان اللہ یسمع من یشاء[1] (بیشک اللہ جسے چاہتا ہے سناتا ہے۔ ت) وہی حاصل ہُوا کہ اہلِ قبور کا سُننا تمھاری طرف سے نہیں اللہ عزوجل کی طرف سے ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:

الآیۃ من قبیل انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء[2]

یہ آیت اس آیت کی قبیل سے ہے: بیشک تم ہدایت نہیں دیتے مگر خدا ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے (ت)

جواب دوم نفیِ سماع ہی مانو تو یہاں سے سماع قطعاً بمعنی سمعِ قبول و انتفاع ہے۔ باپ اپنے عاق بیٹے کو ہزار بار کہتا ہے: وُہ میری نہیں سُنتا۔ کسی عاقل کے نزدیک اس کے یہ معنی نہیں کہ حقیقۃً کان تک آواز نہیں جاتی، بلکہ صاف یہی کہ سُنتا تو ہے، مانتا نہیں۔ اور سُننے سے اُسے نفع نہیں ہوتا۔ آیۂ کریمہ میں اسی معنے کے ارادہ پر ہدایت شاہد کہ کفّار سے انتفاع ہی کا انتفا ہے نہ کہ اصل سماع کا۔ خود اسی آیۂ کریمہ انک لا تسمع الموتی کے تتمہ میں ارشاد فرماتا ہے عزّوجل:

ان تسمع الا من یومن باٰیٰتنا فھم مسلمون[3]

تم نہیں سُناتے مگر اُنھیں جو ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں تو وہ فرمانبردار ہیں۔

اور پُرظاہر کہ پند و نصیحت سے نفع حاصل کا وقت یہی زندگیِ دُنیا ہے۔ مرنے کے بعد نہ کچھ ماننے سے فائدہ نہ سننے سے حاصل۔ قیامت کے دن سبھی کافر ایمان لے آئیں گے، پھر اس سے کیا کام الاٰن وقد عصیت قبل[4] (کیا اب جبکہ اس سے پہلے نافرمان رہے۔ ت) تو حاصل یہ ہُوا کہ جس طرح اموات کو وعظ سے انتفاع نہیں، یہی حال کافروں کا ہے کہ لاکھ سمجھائیے نہیں مانتے۔ علّامہ حلبی نے سیرت انسان العیون میں فرمایا:

السماع المنفی فی الایۃ بمعنی السماع النافع وقد اشار الی ذلک الحافظ الجلال السیوطی بقولہ ؎

آیت میں جس سُننے کی نفی کی گئی ہے وہ سماعِ نافع کے معنیٰ میں ہے، اور اس کی طرف حافظ جلال الدین سیوطی نے اپنے اس کلام سے اشارہ فرمایا ہے: ؎

سماع موتی کلام الخلق حق قد
جاءت بہ عندنا الاثار فی الکتب

مُردوں کا کلامِ مخلوق سُننا حق ہے، اس سے متعلق ہمارے پاس کتابوں میں آثار وارد ہیں۔

---

[1] القرآن ۳۵/۲۲
[2] مرقاۃ المصابیح باب حکم الاسراء مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۷/۵۱۹
[3] القرآن ۲۷/۸۱
[4] القرآن ۱۰/۹۱

جیسا روپے والوں کی قبروں میں ہے۔ تو آدمی کو چاہئے وہیں جائے جہاں دو آنے زیادہ پائے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مخالفت (۲) مولوی صاحب وقتِ زیارتِ قبور درود و فاتحہ پڑھ کر اموات کو ثواب بخشنا مندوب و مسنون فرماتے ہیں۔ بہت اچھا۔ قرآن وحدیث سے درود و فاتحہ کی خصوصیت ثابت کر دکھائیں، یا قرونِ ثلاثہ میں اس تخصیص کا رواج بتائیں، ورنہ ندب واستنان درکنار اصولِ طائفہ پر کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار میں داخل ٹھہرائیں۔

مخالفت (۳) سوال سائل میں درود و فاتحہ دونوں کا معاً پڑھنا مذکور تھا اور اسی پر حضرت کا جواب وارد۔ بالفرض اگر فرداً فرداً ان کا پڑھنا ثابت بھی فرمالیں تو اصول طائفہ پر ہیئات اجتماعیہ محل کلام رہیں گی۔ اس بنا پر آپ کو حکم بدعت دینا تھا، یا تسلیم فرمائیے کہ بعد حسن آحاد حسن مجموع میں کلام نہیں جب تک خصوص اجتماع میں کوئی مفسدہ نہ ہو۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) تمہارا بیان حق ہے تو واجب تھا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اگر قبورِ اُحد و بقیع پر سو بار رونق افروز ہوئے تو بادشاہوں جباروں کے مقابر پر دو سو بار تشریف لے گئے ہوتے تاکہ اُمت کو اختیار انفع وافضل کی طرف ارشاد فرماتے یا نہ سہی برابر ہی سہی، کم ہی سہی، کبھی ہی سہی، ایک ہی بار ثابت کر دو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کسی بادشاہ کی خاک پر تشریف فرما ہوئے ہوں یا قبرِ غنی کی بوجہ غنا تخصیص فرمائی ہو۔ پھر سخت عجب ہے کہ جس خاص امر کے لیے حضور نے زیارتِ قبور جائز فرمائی اس کا حصول جہاں بیشتر اور منفعت شرعیہ اتم واوفر اُسی کو دائماً ترک فرمائیں، نہ وہ صحابۂ کرام میں ہرگز رواج پائے پھر ہر قرن و طبقہ کے اہلِ اسلام ہمیشہ زیارتِ مزاراتِ صلحاء کا اہتمام واعتنا رکھیں، نہ یہ کہ فلاں بادشاہ یا سیٹھ کی گور پر چلو وہاں نفع زائد ملے گا۔ حق یہ ہے کہ مزاراتِ عالیہ حضرات اولیاء کرام قدست اسرارہم پر امرِ عبرت میں بھی ترجیح ممنوع اور مشروعیتِ زیارت کی غرض اس میں منحصر ہونا قطعاً باطل و مدفوع، خود انھیں حضرت کی مظاہر الحق ترجمہ مشکوٰۃ کی بعض عبارات مقصد سوم میں ملیں گی، جو ظاہر کر دیں گی کہ صاحب مائۃ مسائل نسی ما قدمت یداہ (پہلے جو لکھ چکے اُسے بھول گئے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی (م)

---

^۱ الدر المنثور بحوالہ مسلم وغیرہ تحت آیت من یھدی اللہ منشورات مکتبۃ آیۃ اللہ العظمی ایران ۳/۱۴۷

Marfat.com

یہ تینوں جواب بتوفیق الوہاب قبل مطالعۂ کلامِ علماء ذہنِ فقیر میں آئے تھے، پھر اُن کی تصریحیں کلماتِ علماء میں دیکھیں کما سمعت وللہ الحمد (جیسا کہ آپ نے سُنا اور اللہ ہی کے لیے حمد ہے۔ ت) اور ابھی ائمۂ علماء کے جواب اور بھی ہیں۔

وفیماذکرنا کفایۃ لمن القی السمع وھو شھید ان اللہ یسمع من یشاء ویھدی الٰی صراط الحمید۔

اور جو ہم نے بیان کیا وُہ کافی ہے اس کے لیے جو کان لگائے اور متوجہ ہو۔ بیشک اللہ جسے چاہتا ہے سناتا ہے اور ذاتِ حمید کے راستے کی ہدایت دیتا ہے (ت)

مخالفت (۹) سائل نے مطلق کہا تھا ایک بزرگ کے مزار شریف پر واسطے زیارت کے گیا جو اپنے ارسال و اطلاق سے شہر میں جانے اور سفر کرکے جانے دونوں کو شامل، کما لایخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) اور آپ نے بھی یُونہی بر سبیلِ اطلاق زیارتِ قبور کی تحسین فرمائی اور سند میں حدیث بھی وُہ ذکر کی جس میں امر بزیارت مطلق وارد۔ یہ اطلاقات مذہب جمہور اہلِ حق سے تو بیشک موافق۔ مگر مشربِ طائفہ میں آپ پر لازم تھا کہ بلا سفر کے قید لگا دیتے، ورنہ سائل و دیگر ناظرین اگر اطلاق دیکھ کر زیارتِ مزارات کو جانا مطلق جائز سمجھے تو مانعین کے نزدیک اُن کا یہ وبال اطلاقِ فتویٰ کے ذمہ رہے گا۔

المقصد الثانی فی الاحادیث

(مقصد دوم احادیث میں)

اگرچہ حیات وادراک وسماع وابصار ارواح میں احادیث وآثار اس درجہ کثرت ووفور سے وارد جن کے استیعاب کو ایک مجلد عظیم ودفتر ضخیم درکار اور خود اُن کے احاطہ واستقصا کی طرف راہ کہاں، مگر یہاں بقدر حاجت صرف ساٹھ حدیثوں پر اقتصار اور مثل مقصد اول اُس میں بھی دو نوع پر انقسامِ گفتار۔

نوع اوّل: بعد موت بقائے رُوح وصفات وافعالِ رُوح میں۔ یہاں وُہ حدیثیں مذکور ہوں جن سے ثابت کہ رُوح فنا نہیں ہوتی اور اس کے افعال وادراکات جیسے دیکھنا، بولنا، سُننا، سمجھنا، آنا جانا، چلنا پھرنا سب بدستور رہتے ہیں۔ بلکہ اُس کی قوتیں بعد مرگ اور صاف وتیز ہوجاتی ہیں۔ حالتِ حیات میں جو کام ان آلاتِ خاکی یعنی آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں، زبان سے لیتے تھے اب بغیر ان کے کرتی ہے۔ اگرچہ جسم مثالی کی یاد آوری سہی۔ ہر چند اس مطلب نفیس کے ثبوت میں وُہ بے شمار احادیث وآثار سب حجۃ کافیہ ودلائل شافیہ جن میں:

(۱) بعد انتقال عقل وہوش بدستور رہنا۔ (۲) روح کا پس از مرگ آسمانوں پر جانا۔

Marfat.com

مخالفت (۷) جب آپ کے نزدیک مانع ادراک حیلولت خاک۔ تو جب تک مٹی نہ دی ہو یا جہاں دفن ہے اس طرح کرتے ہوں کہ باہر کی آواز اندر جانے سے روک نہ ہو، جیسے علّامہ ابن الحاج مدخل میں اہلِ مصر کا رواج بتاتے ہیں کہ اموات کی قبریں نہیں بناتے بلکہ تہ خانوں میں رکھ آتے ہیں اور اُن کے لیے دروازے ہوتے ہیں کہ جب چاہو اندر جاؤ باہر آؤ۔ وہاں کے لیے حکمِ الٰہی ارشاد ہو۔ اگر ایسی جگہ کوئی یُوں پکارے اور اموات سے دُعا کرنے کو کہے تو قطعاً مشرک یا شائبہ وشبہہ شرک میں گرفتار ہوگا یا نہیں۔ متکلمین طائفہ تو ہرگز نہ مانیں گے آپ اپنے کلام کا لحاظ فرمائیں۔

مخالفت (۸) الحمدللہ کہ جناب کا طرزِ کلام اوّل سے آخر تک شاہد عدل کہ آیت کریمہ انك لاتسمع الموتیٰ[1] کو نفی سماع سے کچھ علاقہ نہیں، نہ ہرگز اُس سے یہ مفہوم۔ ورنہ کلامِ جناب کلام اللہ کے صریح خلاف ہوگا۔

اوّلاً آیہ کریمہ یقیناً عام، پس اگر اُس سے نفیِ سماع مستفاد ہو تو قطعاً سلب کلّی پر دلالت کرے گی۔ پھر آپ ارشادِ ربانی کے خلاف بعض اموات کے لیے ایجاب کیونکر کہہ سکتے ہیں۔

ثانیاً اس تقدیر پر مفادِ آیت یہ ہوگا کہ نفسِ موت منافیِ سماع ہے، نہ یہ کہ موتیٰ کو اصل قوت حاصل۔ اور عدمِ ادراک بوجہ حائل۔ پھر آپ کیونکر برخلافِ قرآن حیلولتِ حجب پر بنائے کار رکھتے ہیں۔

لاجرم واضح ہُوا کہ آیہ کریمہ کے صحیح معنی ذہنِ سامی میں ہیں اور آپ خوب سمجھ چکے ہیں کہ اُس میں نفیِ سماع کا اصلاً ذکر نہیں کما ھو الحق الناصع (جیسا کہ یہی حقِ خالص ہے۔ ت) اور عجب نہیں کہ اسی لیے آپ نے آیۂ کریمہ کا ذکر نہ فرمایا، ورنہ اس کے ہوتے بیگانہ باتوں کی کیا حاجت ہوتی۔ لہٰذا فقیر نے بھی اس بحث کو بشرطیکہ مولوی صاحب جواب میں اس کی طرف رجعت فرمائیں جواب الجواب پر محول رکھا۔ واللہ الموفق۔

مگر ازانجا کہ مقام خالی نہ رہے بتوفیقہ تعالیٰ بعض جوابوں کی طرف اشارہ کروں۔ **فاقول** وباللہ استعین (تو میں کہتا ہُوں اور خدا ہی سے مدد کا طالب ہوں۔ ت)

جواب اوّل آیت کا صریح منطوق نفیِ اسماع ہے، نہ نفیِ سماع۔ پھر اُسے محلِ نزاع سے کیا علاقہ۔ نظیر اُس کی آیۂ کریمہ انك لاتهدی من احببت[2] ہے۔ اسی لیے جس طرح وہاں فرمایا ولکن اللہ یھدی من یشاء[3] یعنی لوگوں کا ہدایت پانا نبی کی طرف سے نہیں خدا کی طرف سے ہے۔ یونہی یہاں بھی ارشاد ہُوا:

---

[1] القرآن ۲۷/۸۰

[2] القرآن ۲۸/۵۶

[3] القرآن ۲/۲۷۲

Marfat.com

(۴۳) جو تلاوتِ قرآن میں مشغول مرے قرآنِ عظیم کا ہر وقت اُن کی دلجوئی فرمانا۔ ہر صبح و شام ان کے اہل و عیال کی خبریں انھیں پہنچانا۔

(۴۴) دُودھ پیتے شہزادے کا انتقال ہُوا، جنّت کی ایاں مقرر ہونا، مدّتِ رضاعت تمام فرمانا۔

(۴۵) نیکوں کا شوقِ قیامت میں جلدی کرنا۔

(۴۶) بدوں کا نامِ قیامت سے گھبرانا۔

(۴۷) مقتولانِ راہِ خدا کے دل میں دوبارہ قتل کی آرزو ہونا۔

(۴۸) مسلمانوں کا سبز یا سپید پرندوں کے روپ میں جہاں چاہنا اُڑتے پھرنا۔

(۴۹) جنّت کے پھل پانی کھانا پینا۔

(۵۰) سونے کی قندیلوں میں عرش کے نیچے بسیرا لینا۔ اللھم ارزقنا۔

اور ان کے سوا بہت سے امور وارد ہُوئے، جو ان کے علم و ادراک و سمع و بصر و کلام سیر و غیرہا صفات و احوالِ حیات پر برہانِ ساطع، بلکہ تمام آیات و احادیث عذابِ قبر و نعیمِ قبر اس مدعا پر حجّتِ قاطع، جسے ان تمام باتوں پر اطلاع تفصیلی منظور ہو تصانیفِ ائمۂ دین خصوصاً کتاب مستطاب شرح الصدور بکشف حال الموتی والقبور تصنیف لطیف امام اجل خاتمۃ الحفاظ المحققین امام علامہ جلال الملۃ والدین سیوطی قدس سرہ المکین کی طرف رجوع کرے۔ مگر میں اس نوع میں صرف چند حدیثیں ذکر کروں گا جن میں ارواح کا بعد انتقال اہلِ دنیا کو دیکھنا، اُن سے باتیں کرنا، اُن کی باتیں سُننا اور اسی قسم کے امورِ متعلقہ بدنیا مذکور ہیں، اور ان میں بھی وقائع جزئیہ نہ لکھوں گا کہ کوئی کہے واقعۃ حال لاعموم لہا (ایک واقعہ حال ہے جو عام نہیں ہوتا۔ ت) اگرچہ دقیق النظر کو اُن سے دلیل کی ترتیب اور اتمامِ تقریب دشوار نہ ہو۔ معہذا پھر اُن میں وُہ کثرت جن کا ایراد موجب اطالت، لہذا صرف اُنھیں بعض امورِ کلیہ کی روایت پر اقتصار چاہتا ہُوں، جو ایک عام طور پر حال ارواح میں وارد ہوئے۔

میرے لیے ان احادیثِ نوعِ اول میں دو غرضیں ہیں:

اوّلاً جب بعد فراق بدن اُن کا علم و ادراک و سمع و بصر ثابت ہُوا تو یہ بعینہٖ مسئلہ مقصودہ کا ثبوت ہے کہ اُسی وقت سے نامِ میّت اُن پر صادق ہوتا ہے۔ قبر میں بند ہونے نہ ہونے کو اس میں دخل نہیں، تو عام منکرین پر حجّت ہوں گے۔

ثانیاً جب اُن سے ثابت ہوگا کہ رُوح بعد موت اپنے صفات و افعال پر باقی۔ اور اُن آلاتِ جسمانیہ سے مستغنی، تو اس وقت خاص مولوی صاحب کے مقابل یُوں گزارش ہوسکتی ہے کہ جس پر حجابِ مٹی وغیرہ کے حائل و حجاب دیکھ رہے ہیں وہ جسم خاکی ہے نہ کہ رُوحِ پاک، اور سمع و بصر و علم و خبر جس کے اوصاف ہیں وہ جانِ پاک ہے نہ کہ یہ تودۂ خاک۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

حدیث (۱) امام اجل عبداللہ بن مبارک و ابوبکر بن ابی شیبہ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما

عہ صحابی ابن صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہما ۱۲ منہ (م)

Marfat.com

وأیت النفی معناھا سماع ھدی لا یقبلون ولا یصغون للادب[1]

اور آیتِ نفی کا معنی سماعِ ہدایت ہے یعنی وہ قبول نہیں کرتے اور ادب کی بات پر کان نہیں دھرتے۔ (ت)

امام ابوالبرکات نسفی نے تفسیر مدارک التنزیل میں زیرِ آیۂ سورۂ فاطر فرمایا:

شبہ الکفار بالموتی حیث لاینتفعون بمسموعھم[2]

کفار کو مُردوں سے تشبیہ دی اس لحاظ سے کہ وہ جو سُنتے ہیں اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ (ت)

مولانا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:

النفی منصب علی نفی النفع لاعلی مطلق السمع[3]

مطلق سننے کی نفی نہیں بلکہ معنی یہ ہے کہ ان کا سُننا نفع بخش نہیں ہوتا۔ (ت)

جوابِ سوم مانا کہ اصل سماع ہی منفی مگر کس سے، مَوتٰی سے، مَوتٰی کون ہیں؟ ابدان، کہ رُوح تو کبھی مرتی ہی نہیں۔ اہلِ سنّت وجماعت کا یہی مذہب ہے، جس کی تصریحات بعونہٖ تعالٰی تمہید وفصل اول ودوم، نوعِ اول مقصد سوم میں آئیں گی۔ ہاں کس سے نفی فرمائی؟ من فی القبور سے۔ یعنی جو قبر میں ہے۔ قبر میں کون ہے؟ جسم، کہ رُوحیں تو علّیین یا جنّت یا آسمان یا چاہِ زمزم وغیرہا مقاماتِ عزّ واکرام میں ہیں، جس طرح ارواحِ کفار سجّین یا نار یا چاہِ وادیِ برہُوت وغیرہا مقاماتِ ذلت وآلام میں۔ امام سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں:

لاندعی ان الموصوف بالموت موصوف بالسماع انما السماع بعد الموت لحی وھو الروح[4]

ہم یہ دعوٰی نہیں کرتے کہ جو موت سے متصف ہے وہی سننے سے بھی متصف ہے، مرنے کے بعد سننا ایک ذی حیات کا کام ہے جو رُوح ہے۔ (ت)

شاہ عبدالقادر صاحب برادرِ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب موضح القرآن میں زیرِ کریمۂ وما انت بمسمع من فی القبور فرماتے ہیں: "حدیث میں آیا ہے کہ مُردوں سے سلام علیک کرو وُہ سنتے ہیں، بہت جگہ مُردوں کو خطاب کیا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ مُردے کی رُوح سنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے دھڑ، وُہ نہیں سُن سکتا ہے[5]"

---

[1] السیرۃ الحلبیۃ باب غزوۃ الکبری المکتبۃ الاسلامیۃ بیروت ۲/۱۸۲
[2] تفسیر مدارک التنزیل تحت سورہ ۳۵ آیت ۲۲ دارالکتاب العربیۃ بیروت ۳/۳۳۹
[3] مرقاۃ المصابیح باب حکم الاسراء مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۷/۵۱۹
[4] شفاء السقام الباب التاسع الفصل الخامس نوریہ رضویہ سکھر ص ۲۵۹
[5] موضح القرآن تحت سورہ ۳۵ آیت ۲۲ ناشرانِ قرآن لمیٹڈ اردو بازار لاہور ص ۵۲۴

Marfat.com

اسی لیے علماء فرماتے ہیں دُنیا کو برزخ سے وہی نسبت ہے جو رحمِ مادر کو دنیا سے۔ پھر برزخ کو آخرت سے یہی نسبت ہے جو دنیا کو برزخ سے۔ اب اس سے برزخ و دنیا کے علوم وادراکات میں فرق سمجھ لیجئے۔ وہی نسبت چاہئے جو علم جنین کو علم اہل دنیا سے، واقعی رُوح طائر ہے اور بدن قفس، اور علم پرواز پنجرے میں پرندکی پَرفشانی، کتنی؟ ہاں، جب کھڑکی سے باہر آیا اُس وقت اُس کی جولانیاں قابل دید ہیں۔

حدیث (۳) صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، سیّدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا وضعت الجنازۃ واحتملھا الرجال علٰی اعناقھم فان کانت صالحۃ قالت قدمونی وان کانت غیر صالحۃ قالت لاھلھا یاویلھا ان تذھبون بھا یسمع صوتھا کل شیئ الا الانسان ولو سمع الانسان لصعق[1]

جب جنازہ رکھا جاتا ہے اور مرد اُسے اپنی گردنوں پر اٹھاتے ہیں، اگر نیک ہوتا ہے کہتا ہے مجھے آگے بڑھاؤ۔ اور اگر بد ہوتا ہے کہتا ہے ہائے خرابی اُس کی کہاں لیے جاتے ہو۔ ہر شے اس کی آواز سنتی ہے مگر آدمی کہ وہ سُنے تو بیہوش ہوجائے۔ (ت)

اقول اگرچہ اہلسنّت کا مسلک ہے کہ نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول ہوں گے، جب تک کہ اس میں محذور نہ ہو۔ لہٰذا ہم اس کلامِ جنازہ کو یُوں بھی کلام حقیقی پر محمول کرتے۔ مگر بحمداللہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان پچھلے لفظوں سے نص کو مفسر فرمادیا کہ ہر شے اُس کی آواز سنتی ہے اب کسی طرح مجالِ تاویل و تشکیک باقی نہ رہی، وللہ الحمد!

حدیث (۴) ابوداؤد طیالسی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعاً روایت کیا: اذا وضع المیّت علٰی سریرہ[2]۔ الحدیث مانند حدیث ابوسعید رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

حدیث ۵: امام احمد و ابن ابی الدنیا و طبرانی و مروزی و ابن مندہ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، سیّدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان المیت یعرف من یغسلہ ویحملہ ومن یکفنہ ومن یدلیہ فی حفرتہ[3]

بیشک مُردہ پہچانتا ہے اُسے جو اُس کو غسل دے اور جو اٹھائے اور جو کفن پہنائے اور جو قبر میں اتارے (ت)

---

[1] صحیح البخاری باب قول المیت وھو علی الجنازۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۶

[2] مسند ابی داؤد الطیالسی حدیث ۲۳۳۶ دارالفکر بیروت ص ۳۰۷

[3] مسند احمد بن حنبل مروی از ابوسعید خدری " " ۳/۳

Marfat.com

(۳) اپنے رب کے حضور سجدے میں گرنا۔

(۴) فرشتوں کو دیکھنا۔

(۵) اُن کی باتیں سُننا۔

(۶) اُن سے باتیں کرنا۔

(۷) اپنے منازلِ جنّت کا پیشِ نظر رہنا۔

(۸) نیک ہمسایوں سے نفع پانا۔

(۹) بدہمسایوں سے ایذا اٹھانا۔

(۱۰) ملائکہ کا اُن کے پاس تحفے لانا۔

(۱۱) اُن کی مزاج پُرسی کو آنا۔

(۱۲) اُن کا منتظرِ صدقات رہنا۔

(۱۳) قبر کا اُن سے بزبانِ فصیح باتیں کرنا

(۱۴) اُن کے منتہائے نظر تک وسیع ہونا۔

(۱۵) زندوں کے اعمال اُنھیں سنائے جانا۔

(۱۶) نیکیوں پر خوش ہونا، بُرائیوں پر غم کرنا۔

(۱۷) پسماندوں کے لیے دُعائیں مانگنا۔

(۱۸) اُن کے ملنے کا مشتاق رہنا۔

(۱۹) رُوحوں کا باہم ملنا جلنا۔

(۲۰) ہرگُونہ کلام کے دفتر کُھلنا۔

(۲۱) منزلوں کی فصل سے آپس کی ملاقات کو جانا۔

(۲۲) اگلے اموات کا مُردۂ نَو کے استقبال کو آنا۔

(۲۳) اس کا گزرے قریبوں کو دیکھ کر پہچاننا' ان سے مل کر شاد ہونا۔

(۲۴) اُن کا اس سے باقی عزیزوں دوستوں کے حال پُوچھنا۔

(۲۵) آپس میں خوبیِ کفن سے مفاخرت کرنا۔

(۲۶) بُرے کفن والے کا ہم چشموں میں شرمانا۔

۲۷ اپنے اعمالِ حسنہ یا سیئہ کو دیکھنا۔

(۲۸) اُن کی صحبت سے اُنس و فرحت یا معاذ اللہ خوف و وحشت پانا۔

(۲۹) عالمِ دین کا علم شریعت۔

(۳۰) اہلسنت کا مذہب سنّت۔

(۳۱) مسلمان کے دل خوش کرنے والے کا اس سرور و فرحت سے صحبتِ دلکشا رکھنا۔

(۳۲) تالیِ قرآن کا قرآن عظیم کی پاکیزہ طلعت سے صحبتِ دلکشا رکھنا۔

(۳۳) دشمنانِ عثمان کا اپنی قبروں میں عیاذاً باللہ دجّال پر ایمان لانا۔

(۳۴) نیک بندوں کا خدمتِ اقدس سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعباد اللہ الصالحین میں حاضر ہونا۔

(۳۵) اپنی قبور میں نمازیں پڑھنا۔

(۳۶) حج کرنا لبیک کہنا۔

(۳۷) تلاوتِ قرآن میں مشغول رہنا۔

(۳۸) بلکہ ملائکہ کا اُنھیں تمام و کمال قرآن عظیم حفظ کرانا۔

(۳۹) اپنے رب جل جلالہٗ سے باتیں کرنا۔

(۴۰) رب تبارک و تعالیٰ کا اُن سے کلام جانفزا فرمانا

(۴۱) بیل اور مچھلی کا لڑتے ہوئے اُن کے سامنے آنا تماشا دیکھ کر جی بہلانا۔

(۴۲) جنّت کی نہروں میں غوطے لگانا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ جسدا کاحسن جسد ثم یقال لروحہ ادخلی فیہ فینظر الیٰ جسدہ الاول مایفعل بہ ویتکلم فیظن انھم یسمعون کلامہ وینظر الیھم فیظن انھم یرونہ حتی یاتیہ ازواجہ یعنی من الحور العین فیذھبن بہٖ[1]۔

یعنی اجسامِ مثالیہ سے اُترتا ہے اور اس کی رُوح کو کہتے ہیں اس میں داخل ہو، پس وہ اپنے پہلے بدن کو دیکھتا ہے کہ لوگ اس کے ساتھ کیا کرتے ہیں اور کلام کرتا ہے اور اپنے ذہن میں سمجھتا ہے کہ لوگ اس کی باتیں سُن رہے ہیں، اور آپ جو انھیں دیکھتا ہے تو یہ گمان کرتا ہے کہ لوگ بھی اُسے دیکھ رہے ہیں یہاں تک کہ حُورِعین میں سے اُس کی بیبیاں آکر اُسے لے جاتی ہیں (ت)

حدیث (۹) ابن ابی الدنیا و بیہقی سعید بن مسیب سے راوی:

ان سلمان الفارسی و عبد اللہ بن سلام التقیا فقال احدھما لصاحبہ ان لقیت ربك قبلی فاخبرنی ماذا لقیت، فقال او تلقی الاحیاء الاموات، قال نعم اما المومنون فان ارواحہم فی الجنۃ وھی تذھب حیث شاءت[2]۔

سلمان فارسی و عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہما ملے، ایک صاحب نے دوسرے سے فرمایا: اگر آپ مجھ سے پہلے انتقال کریں تو مجھے خبر دیں کہ وہاں کیا پیش آیا۔ دُوسرے صاحب نے پُوچھا کہ کیا زندے اور مُردے بھی آپس میں ملتے ہیں؟ فرمایا: ہاں مسلمانوں کی رُوحیں تو جنّت میں ہوتی ہیں اور انھیں اختیار ہوتا ہے جہاں چاہے جائیں۔

مغیرہ بن عبدالرحمان کی روایت میں تصریح آئی کہ یہ ارشاد فرمانے والے حضرت سلمانؐ فارسی تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ سعید بن منصور اپنے سُنن اور ابن جریر طبری کتاب الادب میں اُن سے راوی:

قال لقی سلمان الفارسی عبد اللہ بن سلام فقال لہ ان مت قبلی فاخبرنی بما تلقی، وان مت قبلك اخبرتك الحدیث[3]۔

یعنی سلمان فارسی نے عبداللہ بن سلام سے فرمایا: اگر تم مجھ سے پہلے مرو تو مجھے خبر دینا کہ وہاں کیا پیش آیا اور اگر میں تم سے پہلے مروں گا تو میں تمھیں خبر دوں گا۔

عہ صحابی عظیم الشان جلیل القدر صحابی اُن چاروں میں سے جن کی طرف جنت مشتاق ہے ۱۲ منہ سلمہ (م)

---

[1] شرح الصدور بحوالہ ابن مندہ باب مقر الارواح خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۰۳
[2] شعب الایمان حدیث ۱۳۵۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۱۲۱
[3] شرح الصدور بحوالہ کتاب الادب لابن جریر خلافت اکیڈمی سوات ص ۹۸

Marfat.com

سے موقوف اور امام اجل احمد بن حنبل اپنی مسند اور طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک اور ابونعیم حلیہ میں بسند صحیح حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مرفوعاً راوی:

والموقوف ابسط لفظا واتم معنی وانت تعلم انه فی الباب کمثل المرفوع وھذا لفظ امام ابن المبارك قال ان الدنیا جنة الکافر وسجن المؤمن وانما مثل المؤمن حین تخرج نفسه کمثل رجل کان فی سجن فاخرج منه فجعل یتقلب فی الارض ویتفسح فیها[1] ولفظ ابی بکر ھکذا الدنیا سجن المومن وجنة الکافر فاذا مات المومن یخلی سربه یسرح حیث شاء[2]

(اور حدیث موقوف لفظاً زیادہ مبسوط اور معناً زیادہ تام ہے۔ اور معلوم ہے کہ اس باب میں موقوف بھی مرفوع کا حکم رکھتی ہے۔ اور یہ روایتِ امام ابن مبارک کے الفاظ ہیں۔ ت) بیشک دنیا کافر کی جنت اور مسلمان کی زندان ہے، اور ایمان والے کی جب جان نکلتی ہے تو اس کی کہاوت ایسی ہے جیسے کوئی قید خانہ میں تھا اب اُس سے نکال دیا گیا کہ زمین میں گشت کرتا اور بافراغت چلتا پھرتا ہے۔ (اور روایتِ ابوبکر کے الفاظ یہ ہیں: ۔ت) دنیا مسلمان کا قید خانہ اور کافر کی بہشت ہے، جب مسلمان مرتا ہے اسکی راہ کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے سیر کرے۔

حدیث (۲) سیّدی محمد علی ترمذی انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما شبھت خروج المومن من الدنیا الامثل خروج الصبی من بطن امه من ذلك الغم والظلمة الی روح الدنیا[3]

یعنی دُنیا سے مسلمان کا جانا ایسا ہے جیسے بچّے کا ماں کے پیٹ سے نکلنا اس دم گھٹنے اور اندھیری کی جگہ سے اس فضائے وسیع دنیا میں آنا۔

عہ فائدہ: اسی کے مؤید دو[2] حدیثیں اور ہیں مرسل سلیم بن عامر و عمرو بن دینار سے اخرجھما ابن ابی الدنیا (ابن ابی الدنیا نے ان دونوں کو روایت کیا ہے۔ ت) (م)

---

[1] کتاب الزہد لابن مبارک حدیث ۵۹۷ دارالکتب العلمیۃ بیروت ص ۲۱۱
[2] المصنف لابن ابی شیبۃ حدیث ۱۶۵۷۱ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۳/ ۳۵۵
[3] نوادر الاصول الاصل الثالث والخمسون فی ان الکبائر لاتجامع دار صادر بیروت ص ۷۵

Marfat.com

حدیث (۱۳) وہی عمرو بن دینار[علہ] رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے راوی:

مامن میّت یموت الّا وھو یعلم مایکون فی اھلہ بعدہ وانھم یغسلونہ ویکفنونہ وانہ لینظر الیھم[1]

ہر مُردہ جانتا ہے کہ اس کے بعد اُس کے گھر والوں میں کیا ہو رہا ہے، لوگ اُسے نہلاتے ہیں کفناتے ہیں اور وُہ انھیں دیکھا جاتا ہے۔

حدیث (۱۴) ابونعیم اُنھیں سے راوی:

مامن میت یموت الا روحہ فی ید ملک ینظر الی جسدہ کیف یغسل وکیف یکفن وکیف یمشی بہ ویقال لہ وھو علیٰ سریرہ اسمع ثناء الناس علیک[2]

ہر مُردے کی رُوح ایک فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے کہ اپنے بدن کو دیکھتی جاتی ہے کیونکر غسل دیتے ہیں، کس طرح کفن پہناتے ہیں، کیسے لے کر چلتے ہیں اور وُہ جنازے پر ہوتا ہے کہ فرشتہ اُس سے کہتا ہے سُن تیرے حق میں بھلا یا بُرا کیا کہتے ہیں۔

حدیث (۱۵) امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن عبید ابن ابی الدنیا کہ امام ابنِ ماجہ صاحبِ سُنن کے اُستاذ ہیں۔ امام اجل بکر بن عبداللہ[علہ۲] مزنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے راوی کہ اُنھوں نے فرمایا:

بلغنی انہ مامن میّت یموت الا وروحہ فی ید ملک الموت فھم یغسلونہ ویکفنونہ وھو یری مایصنع اھلہ فلو یقدر علی الکلام لینھاھم عن الرنۃ والعویل[3]

مجھے حدیث پہنچی کہ جو شخص مرتا ہے اُس کی روح ملک الموت کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ لوگ اسے غسل وکفن دیتے ہیں اور وُہ دیکھتا ہے کہ اُس کے گھر والے کیا کرتے ہیں، وُہ ان سے بول نہیں سکتا کہ اُنھیں شور وفریاد سے منع کرے۔

اقول اس نہ بولنے کی تحقیق زیرِ حدیث ۳۵ مذکور ہوگی اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

علہ یہ بھی تابعی جلیل ثقہ ثبت ہیں علماءِ مکہ معظمہ و رجالِ صحاح ستہ سے ۱۲ منہ (م)

علہ۲ تابعی جلیل ثقہ ثبت ہیں رواۃِ صحاح ستہ سے ۱۲ منہ سلمہ ربہ (م)

---

[1] شرح الصدور بحوالہ عمرو بن دینار باب معرفۃ المیت خلافت اکیڈمی سوات ص ۳۹

[2] حلیۃ الاولیاء مترجم نمبر ۲۴۶ دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۳۴۹

[3] شرح الصدور بحوالہ ابن ابی الدنیا باب معرفۃ المیت خلافت اکیڈمی سوات ص ۴۰-۳۹

Marfat.com

حدیث (۶) ابوالحسن بن البراء کتاب الروضہ میں بسندِ خود عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، سرورِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مامن میت یموت الاوھو یعرف غاسلہ ویناشد حاملہ ان کان بُشّر بروح وریحان وجنۃ نعیم ان یعجلہ وان کان بشر بنزل من حمیم وتصلیۃ جحیم ان یحبسہ[۱]

ہر مُردہ اپنے نہلانے والے کو پہچانتا اور اٹھانے والے کو قسمیں دیتا ہے اگر اُسے آسائش اور پھولوں اور آرام کے باغ کا مژدہ ملا، تو قسم دیتا ہے مجھے جلد لے چل، اور اگر آبِ گرم کی مہمانی اور بھڑکتی آگ میں جانے کی خبر ملتی ہے قسم دیتا ہے مجھے روک رکھو۔

حدیث (۷) ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مامن میت یوضع علی سریرہ فیخطی بہ ثلٰث خطوات الاتکلم بکلام یسمعہ من شاء اللہ الا الثقلین الجن والانس یقول یا اخوتاہ ویا حملۃ نعشاہ لا تغرنکم الدنیا کما غرتنی ولا یلعبن بکم الزمان کما لعب بی خلفت ماترکت لورثتی والدیان یوم القیٰمۃ یخاصمنی ویحاسبنی وانتم تشیعونی وتدعونی[۲]

جب مُردے کو جنازہ پر رکھ کر تین قدم لے چلتے ہیں ایک کلام کرتا ہے جسے سب سنتے ہیں، جنھیں خدا چاہے سوا جن وانس کے۔ کہتا ہے اے بھائیو!! اے نعش اٹھانے والو! تمھیں دنیا فریب نہ دے جیسا مجھے دیا اور تم سے نہ کھیلے جیسا مجھ سے کھیلی، اپنا ترکہ تو میں وارثوں کے لیے چھوڑ چلا اور بدلہ دینے والا قیامت میں مجھ سے جھگڑے گا اور حساب لے گا، تم میرے ساتھ چل رہے اور اکیلا چھوڑ آؤ گے۔

حدیث (۸) ابن مندہ راوی، حبّان[عہ] بن ابی جبلہ نے فرمایا:

بلغنی ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ان الشھید اذا استشھد انزل

مجھے حدیث پہنچی کہ سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: شہید کے لیے ایک جسم نہایت خوبصورت

عہ یہ تابعی ثقہ ہیں رجالِ بخاری سے، کتاب الادب المفرد میں ۱۲ منہ (م)

---

[۱] شرح الصدور بحوالہ کتاب الروضۃ باب معرفۃ المیت من یغسلہ خلافت اکیڈمی سوات ص ۳۹
[۲] 〃 〃 کتاب القبور لابن ابی الدنیا 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۴۰

Marfat.com

الی المقابر[1]
سے مُردہ خوش ہوتا ہے۔

جعلنا اللہ بمنہ وکرمہ من المسرورین المستبشرین برحمتہ المستریحین بالموت بجودہ وسابغ نعمتہ اٰمین بجاہ النبی الکریم الرؤف الرحیم علیہ واٰلہ وصحبہ واولیاء اُمتہ افضل الصّلوٰۃ والتسلیم۔

اللہ اپنے فضل وکرم سے ہمیں ان لوگوں میں سے بنائے جو اس کی رحمت سے شاداں وفرحاں ہوتے، اس کے وجود وانعام کامل کے سبب موت سے راحت پاتے ہیں۔ الٰہی! قبول فرما نبی کریم رؤف ورحیم کی وجاہت کے صدقے۔ ان پر ان کی آل واصحاب اور ان کی امت کے اولیاء پر بہترین درود وسلام ہو۔

نوعِ دوم: احادیث سمع وادراکِ اہلِ قبور میں، اور اس میں چند فصلیں ہیں:

فصل اوّل اصحابِ قبور سے حیا کرنے میں۔

حدیث (۲۰) اُم المؤمنین صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد جو مشکوٰۃ شریف میں بروایت امام احمد منقول اور اُسے حاکم نے بھی صحیح مستدرک میں روایت کیا اور بشرطِ بخاری ومسلم صحیح کہا کہ فرماتیں:

کنت ادخل بیت الذی فیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وانی واضع ثوبی واقول انما ھو زوجی وابی فلما دفن عمر معھما فواللہ مادخلتہ الا وانا مشدودۃ علیّ ثیابی حیاء من عمر[2]

میں اس مکان جنت آستان میں جہاں حضور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا مزار پاک ہے یونہی بے لحاظ ستر وحجاب چلی جاتی اور جی میں کہتی وہاں کون ہے؟ یہی میرے شوہر یا میرے باپ صلی اللہ تعالےٰ علے زوجہا ثم ابیہا ثم علیہما وبارک وسلم۔ جب سے عمر دفن ہُوئے خدا کی قسم میں بغیر سراپا بدن چھپائے نہ گئی عمر سے شرم کے باعث، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

فرمائیے اگر اربابِ مزارات کو کچھ نظر نہیں آتا تو اس شرم کے کیا معنی تھے؟ اور دفنِ فاروق سے پہلے اس لفظ کا کیا منشا تھا کہ مکان میں میرے شوہر صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے سوا میرے باپ ہی تو ہیں غیر کون ہے!

ع اس نوع کی بعض احادیث بوجہ مناسبت نوعِ دوم میں مذکور ہوئیں، واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ (م)

---

[1] شرح الصدور عن بکر المزنی باب معرفۃ المیت خلافت اکیڈمی سوات ص ۴۰
[2] مشکوٰۃ المصابیح زیارۃ القبور فصل ثالث مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۵۴
مستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابہ دار الفکر بیروت ۴/۷

Marfat.com

حدیث (۱۰) ابن ابی شیبہ استادِ بخاری و مسلم اپنے مصنف میں سیدنا ابوہریرہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ انھوں نے فرمایا:

لایقبض المومن حتیٰ یریٰ البشریٰ فاذا قبض نادیٰ فلیس فی الدار دابۃ صغیرۃ ولا کبیرۃ الا وھی تسمع صوتہ الا الثقلین الجن والانس تعجلوا بی الیٰ ارحم الراحمین فاذا وضع علیٰ سریرہ قال ما ابطاء ما تمشون[1] الحدیث۔

مسلمانوں کی رُوح نہیں نکلتی جب تک بشارت نہ دیکھ لے۔ پھر جب نکل چکتی ہے تو ایسی آواز میں جسے انس و جن کے سوا گھر کا ہر چھوٹا بڑا جانور سنتا ہے، ندا کرتی ہے مجھے لے چلو ارحم الراحمین کی طرف۔ پھر جب جنازے پر رکھتے ہیں کہتی ہے کتنی دیر لگا رہے ہو چلنے میں۔ الحدیث۔

حدیث (۱۱) امام احمد کتاب الزہد میں ام الدرداء[2] رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی کہ فرماتیں:

ان المیت اذا وضع علی سریرہ فانہ ینادی یا اھلاہ ویا جیراناہ ویا حملۃ سریراہ لا تغرنکم الدنیا کما غرتنی[2] الحدیث۔

بیشک مُردہ جب چارپائی پر رکھا جاتا ہے پکارتا ہے اے گھر والو، اے ہمسایو، اے جنازہ اٹھانے والو! دیکھو دنیا تمھیں دھوکا نہ دے جیسا مجھے دیا۔

حدیث (۱۲) ابن ابی الدنیا امام مجاہد[3] رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے راوی:

اذا مات المیت فملک قابض نفسہ فما من شئ الا وھو یراہ عند غسلہ وعند حملہ حتی یوصلہ الیٰ قبرہ[3]

جب مُردہ مرتا ہے ایک فرشتہ اُس کی رُوح ہاتھ میں لیے رہتا ہے نہلاتے اٹھاتے وقت جو کچھ ہوتا ہے وہ سب دیکھتا جاتا ہے یہاں تک کہ فرشتہ اُسے قبر تک پہنچا دیتا ہے۔

ع۱ صحابی، جلیل القدر رفیع الذکر ہیں جن کی عام شہرت ان کی تعریف سے مغنی ۱۲ منہ (م)

ع۲ یہ دو خاتونوں کی کنیت ہے دونوں حضرت ابودرداء صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیبیاں ہیں، پہلی کبریٰ کہ صحابیہ ہیں خیرہ نام، دوسری صغریٰ تابعیہ ثقہ فقیہ مجتہدہ رواۃ صحاح ستہ سے ہجیمہ نام رضی اللہ تعالیٰ عنہما ۱۲ منہ (م)

ع۳ تابعی جلیل الشان امام مجتہد مفسر ثقہ علماء مکہ معظمہ واجلہ تلامذہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سب صحاح میں ان سے روایت ہے ۱۲ منہ (م)

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الزہد کلام ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۳/ ۳۴۸

[2] شرح الصدور بحوالہ کتاب الزہد لاحمد باب معرفۃ المیت خلافت اکیڈمی سوات ص ۴۰

[3] ؍؍ ؍؍ ابن ابی الدنیا ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۳۹

Marfat.com

بہ ۔ سل ۔ بی[1]

یہاں تک کہ میں تم سے انس حاصل کروں اور جان لوں کہ اپنے رب کے رسولوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔

فصل سوم احیاء کی بے اعتدالی سے اموات کے ایذا پانے میں —— ظاہر ہے کہ افعال و احوال احیاء پر انھیں اطلاع نہیں تو ایذا پانی محض بے معنی۔

حدیث (۲۵) امام احمد بسند حسن عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا، فرمایا: لاتؤذ صاحب ھذا القبر یعنی اس قبر والے کو ایذا نہ دے۔ یا فرمایا: لاتؤذہ[2] اسے تکلیف نہ پہنچا۔

حاکم و طبرانی کی روایت میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا، فرمایا: یاصاحب القبر انزل من علی القبر لاتؤذی صاحب القبر ولایؤذیک[3] (او قبر والے! قبر سے اُتر آ، نہ تو صاحب قبر کو ایذا دے نہ وہ تجھے)

مقصد سوم میں اس حدیث کی شرح امام اجل حکیم ترمذی سے منقول ہوگی۔

روایت مناسبہ ابن ابی الدنیا ابو قلابہ[ع۱] بصری سے راوی:

میں ملک شام سے بصرہ کو جاتا تھا، رات کو خندق میں اُترا، وضو کیا، دو رکعت نماز پڑھی، پھر ایک قبر پر سر رکھ کے سو گیا۔ جب جاگا تو صاحب قبر کو دیکھا کہ مجھ سے گلہ کرتا ہے اور کہتا ہے: لقد اذیتنی منذ اللیلۃ اے شخص! تُو نے مجھے رات بھر ایذا دی۔

روایت دوم امام بیہقی دلائل النبوۃ میں اور ابن ابی الدنیا حضرت ابو عثمان[ع۲] نہدی سے وہ ابن مینا تابعی سے راوی:

میں مقبرے میں گیا، دو رکعت پڑھ کر لیٹ رہا، خدا کی قسم میں خوب جاگ رہا تھا کہ سنا کوئی شخص قبر میں سے کہتا ہے: قم فقد اذیتنی اُٹھ کہ تُو نے مجھے اذیت دی۔ پھر کہا کہ تم عمل کرتے ہو اور ہم نہیں کرتے

ع۱ تابعی، ثقہ، فاضل، رجال صحاح ستہ سے ۱۲ منہ (م)

ع۲ اجلۂ اکابر تابعین سے ہیں۔ زمانۂ رسالت پائے ہوئے ثقہ ثبت عابد رجال صحاح ستہ سے ۱۲ منہ (م)

---

۱ صحیح مسلم باب کون الاسلام یہدم ما قبلہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷۶

۲ مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ احمد کتاب الجنائز باب دفن المیت مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۴۹

۳ مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی الکبیر باب البناء علی القبور الخ دار الکتاب بیروت ۳/۶۱

Marfat.com

حدیث (۱۶) یہی امام سفیان[1] علیہ رحمۃ المنان سے راوی:

ان المیت یعرف کل شیٔ حتی انه لینا شد غاسله باللّٰه الاخففت علی قال ویقال له وهو علی سریرہ اسمع ثناء الناس علیک[1]

بیشک مُردہ ہر چیز کو پہچانتا ہے یہاں تک کہ اپنے نہلانے والے کو خدا کی قسم دیتا ہے کہ آسانی سے نہلانا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اُس سے جنازے پر کہا جاتا ہے کہ سُن لوگ تیرے بارے میں کیا کہتے ہیں۔

حدیث (۱۷) یہی عبدالرحمٰن[2] بن ابی لیلیٰ علیہ رحمۃ اللہ وسبحانہٗ وتعالیٰ سے راوی:

الروح بید ملك یمشي به مع الجنازة یقول له اسمع ما یقال لك[2] الحدیث۔

رُوح ایک فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے کہ اسے جنازہ کے ساتھ لے کر چلتا اور اُس سے کہتا ہے سُن تیرے حق میں کیا کہا جاتا ہے۔

حدیث (۱۸) یہی ابن ابی نجیح[3] سے راوی:

ما من میت یموت الا و روحه فی ید ملك ینظر الی جسدہ کیف یغسل وکیف یکفن وکیف یمشی به الی قبرہ[3] الحدیث۔

جو مُردہ مرتا ہے اُس کی روح ایک فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے کہ اپنے بدن کو دیکھتی ہے کیونکر نہلایا جاتا ہے، کیونکر کفن پہنایا جاتا ہے، کیونکر قبر کی طرف لے کر چلتے ہیں۔

حدیث (۱۹) یہی ابو عبداللہ[4] بکر مزنی رحمۃ اللہ علیہ سے راوی:

حدثت ان المیت لیستبشر بتعجیله

مجھ سے حدیث بیان کی گئی ہے کہ دفن میں جلدی کرنے

ع۱ تبع تابعین ومجتہدانِ کوفہ و رجالِ صحاح ستہ سے ہیں۔ امام ثقہ حجت محدث مجتہد عارف باللہ ۱۲ منہ (م)

ع۲ یہ تابعی اعظم القدر جلیل الشان میں رجال صحاح ستہ سے ۱۲ منہ (م)

ع۳ تبع تابعین وعلمائے مکہ و رواۃِ صحاح ستہ سے ۱۲ منہ (م)

ع۴ تابعی جلیل القدر کما مر ۱۲ منہ (م)

---

[1] شرح الصدور، عن سفیان، باب معرفۃ المیت، خلافت اکیڈمی سوات ص ۴۰

[2] " بحوالہ ابن ابی الدنیا " " " " " " ص ۴۰

[3] " عن ابن نجیح " " " " " " "

حدیث (۲۸) امام احمد ابو الربیع سے راوی:

کنت مع ابن عمر فی جنازۃ فسمع صوت انسان یصیح فبعث الیہ فاسکتہ فقلت لہ اسکتہ یا ابا عبد الرحمٰن قال انہ یتاذی بہ المیت حتی یدخل فی قبرہ[1]

میں عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے ساتھ ایک جنازہ میں تھا کسی کے چلّانے کی آواز سنی، آدمی بھیج کر اُسے خاموش کرادیا۔ میں نے عرض کی: اے ابو عبد الرحمٰن! آپ نے اُسے کیوں چپایا، فرمایا: اس سے مُردے کو ایذا ہوتی ہے یہاں تک کہ قبر میں جائے۔

حدیث (۲۹) امام سعید بن منصور اپنے سنن میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

انہ رأی نسوۃ فی جنازۃ فقال ارجعن مازورات غیر ماجورات انکن لتفتن الاحیاء وتؤذین الاموات[2]

یعنی اُنھوں نے ایک جنازے میں کچھ عورتیں دیکھیں اور ارشاد فرمایا پلٹ جاؤ۔ گناہ سے بوجھل ثواب سے اوجھل۔ تم زندوں کو فتنے میں ڈالتی اور مُردوں کو اذیت دیتی ہو۔

تنبیہ: سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جو حدیث صحیح مشہور میں فرمایا: المیت یعذب ببکاء الحی علیہ[3] زندوں کے رونے سے مُردے پر عذاب ہوتا ہے، جسے امام احمد و شیخین نے عمر فاروق و عبد اللہ بن عمر و مغیرہ بن شعبہ، اور ابو یعلٰی نے ابو بکر صدیق و ابو ہریرہ، اور ابن حبان نے انس بن مالک و عمران بن حصین اور طبرانی نے سمرہ بن جندب سے روایت کیا رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ ایک جماعت ائمہ کے نزدیک اس کے معنی بھی یہی ہیں کہ زندوں کے چلّانے سے مُردوں کو صدمہ ہوتا ہے۔ امام اجل سیوطی نے شرح الصدور میں اس معنی کو ایک حدیثِ مرفوع سے مؤید کرکے فرمایا امام ابن جریر کا یہی قول ہے اور اسی کو ایک گروہِ ائمہ نے اختیار فرمایا، پھر اس کی تائید میں یہ دو حدیثیں ابن مسعود و ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم کی کہ ہم نے بیان کیں، ذکر فرمائیں۔ اس تقدیر پر ارشادِ اقدس المیت یعذب الحدیث کی آٹھوں روایتیں بھی یہاں شمار کے قابل تھیں مگر از انجا کہ علماء کو اس کے معنی میں بہت اختلاف ہے۔ نہ ہمارا قصد حصر و استیعاب۔ لہٰذا انھیں معدود نہ کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

حدیث (۳۰) ابن ابی شیبہ اپنے مصنف میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

اذی المؤمن فی موتہ کاذاہ

مسلمان کو بعد موت ایذا دینی ایسی ہے جیسے زندگی میں

---

[1] مسند احمد بن حنبل — مرویات عبد اللہ بن عبد الرحمان — دار الفکر بیروت ۲/ ۱۳۵

[2] سنن سعید بن منصور

[3] صحیح مسلم — کتاب الجنائز — قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۰۲

Marfat.com

حدیث (۲۱) ابن ابی شیبہ و حاکم حضرت عقبہ بن عامر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

ما ابالی فی القبور قضیت حاجتی ام فی السوق والناس ینظرون[1]
یعنی میں ایک سا جانتا ہوں کہ قبرستان میں قضائے حاجت کو بیٹھوں یا بیچ بازار میں کہ لوگ دیکھتے جائیں۔

مقصد ثالث میں اس کے مناسب سلیم بن عمیر سے مذکور ہو گا کہ شرم اموات کے باعث مقابر میں پیشاب نہ کیا حالانکہ سخت حاجت تھی۔

فصل دوم احیاء کے آنے، پاس بیٹھنے، بات کرنے سے مُردوں کے جی بہلنے میں ---- ظاہر ہے کہ اگر دیکھتے، سنتے، سمجھتے نہیں تو ان امور سے جی بہلنا کیسا!

حدیث (۲۲) شفاء السقام امام سبکی و اربعین طائیہ پھر شرح الصدور میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی:

آنس ما یکون المیت فی قبرہ اذا زارہ من کان یحبہ فی دار الدنیا[2]
قبر میں مُردے کا زیادہ جی بہلنے کا وقت وہ ہوتا ہے جب اس کا کوئی پیارا زیارت کو آتا ہے۔

حدیث (۲۳) ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں اور امام عبدالحق کتاب العاقبہ میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، حضور پُرنور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من رجل یزور قبر اخیہ و یجلس عندہ الا استأنس ورد علیہ حتی یقوم[3]
جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی زیارت قبر کو جاتا اور وہاں بیٹھتا ہے میت کا دل اُس سے بہلتا ہے اور جب تک وہاں سے اُٹھے مُردہ اس کا جواب دیتا ہے۔

حدیث (۲۴) صحیح مسلم شریف میں ہے عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ وہ بھی صحابی ہیں نزع میں فرمایا:

اذا دفنتمونی فشنوا علی التراب شنا ثم اقیموا حول قبری قدر ما تنحر جزور و یقسم لحمھا حتی استانس بکم و انظر ماذا اراجع
جب مجھے دفن کر چکو مجھ پر تھم تھم کر آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا پھر میری قبر کے گرد اتنی دیر ٹھہرے رہنا کہ ایک اونٹ ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت تقسیم ہو

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ — کتاب الجنائز — ادارۃ القرآن کراچی — ۳/۳۳۹
[2] شرح الصدور بحوالہ اربعین طائیہ — باب زیارت القبور — خلافت اکیڈمی سوات — ص ۸۵
[3] " " بحوالہ کتاب القبور ابن ابی الدنیا — " " " — ص ۸۴

Marfat.com

فصل چہارم میں وُہ احادیث جن میں صراحۃً وارد کہ مُردے اپنے زائرین کو پہچانتے اور اُن کا سلام سُنتے اور انھیں جواب دیتے ہیں۔

حدیث (۳۳) امام ابوعمر ابن عبدالبر کتاب الاستذکار والتمہید میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

مامن احدیمر بقبر اخیہ المؤمن کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الاعرفہ ورد علیہ السلام[1]

جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی قبر پر گزرتا اور اسے سلام کرتا ہے اگر وُہ اسے دنیا میں پہچانتا تھا اب بھی پہچانتا اور جوابِ سلام دیتا ہے۔

امام ابومحمد عبدالحق کہ اجلّۂ علمائے حدیث سے ہیں اس حدیث کی تصحیح کرتے ہیں[2]، ذکرہ الامام السیوطی فی شرح الصدور والفاضل الزرقانی فی شرح المواھب (اسے امام سیوطی نے شرح الصدور میں اور علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں ذکر کیا۔ ت) اسی طرح امام ابوعمرو سیّد علامہ سمہودی نے اس کی تصحیح فرمائی، ذکرہ الشیخ المحقق فی جامع البرکات وجذب القلوب (اسے شیخ محقق نے جامع البرکات اور جذب القلوب میں ذکر فرمایا ہے۔ ت) امام سبکی شفاء السقام میں یہ حدیث لکھ کر فرماتے ہیں:

ذکرہ جماعۃ وقال القرطبی فی التذکرۃ ان عبدالحق صححہ ورویناہ فی الخلعیات من حدیث ابی ھریرۃ ایضا انتھی[3]۔

اسے ایک جماعت نے ذکر کیا اور امام قرطبی نے تذکرہ میں لکھا ہے کہ امام عبدالحق نے اسے صحیح کہا اور خلعیات میں اسے ہم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت سے بھی بیان کیا ہے انتہی (ت)

قلت وستسمع ذلك (میں نے کہا: وُہ حدیث آگے سُنو گے)

حدیث (۳۴) ابن ابی الدنیا وبیہقی وصابونی وابن عساکر وخطیب بغدادی وغیرہم محدثین ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا مر الرجل بقبر یعرفہ فسلم علیہ رد علیہ السلام وعرفہ

جب آدمی ایسی قبر پر گزرتا ہے جس سے دنیا میں شناسائی تھی اور اُسے سلام کرتا ہے میّت جوابِ سلام دیتا

---

[1] شرح الصدور بحوالہ التمہید لابن عبدالبر باب زیارت القبور خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۴

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[3] شفاء السقام الباب الخامس مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۸۰

Marfat.com

خدا کی قسم اگر تیری طرح دو رکعتیں میں بھی پڑھ سکتا مجھے تمام دُنیا سے زیادہ عزیز ہوتا۔[1]

روایت سوم حافظ ابن مندہ امام قاسم بن مخیمرہ[ع] رحمہ اللہ تعالٰی سے راوی:

اگر میں تپاتی ہوئی بھال پر پاؤں رکھوں کہ میرے قدم سے پار ہو جائے تو یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ کسی قبر پر پاؤں رکھوں۔ پھر فرمایا: ایک شخص نے قبر پر پاؤں رکھا جاگتے میں سُنا الیك عنی یا رجل و لا تؤذنی[2] اے شخص! الگ ہٹ مجھے ایذا نہ دے۔

حدیث (۲۶) امام مالک و احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ و عبدالرزاق و سعید بن منصور و ابن حبان و دارقطنی اُمّ المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی، سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: واللفظ لاحمد کسر عظم المیّت واذاہ ککسرہ حیا[3] مُردے کی ہڈی توڑنی اور اسے ایذا دینی ایسی ہے جیسی زندہ کی ہڈی توڑنی۔

بعض روایاتِ دارقطنی میں لفظ فی الاثم[4] اور زائد یعنی درد پہنچنے میں زندہ و مُردہ برابر ہیں۔ ذکرہ فی مقاصد الحسنۃ (اسے مقاصدِ حسنہ میں ذکر کیا گیا۔ ت) ـــــ مقصد سوم میں اس کے متعلق امام ابو عمر کا قول آئے گا۔

حدیث (۲۷) دیلمی و ابن مندہ امّ المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی، سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

احسنوا الکفن ولا تؤذوا موتاکم بعویل ولا بتاخیر وصیۃ ولا بقطعیۃ وعجلوا قضاء دینہ واعدلوا عن جیران السوء۔[5]

کفن اچھا دو اور اپنی میّت کو چلّا کر رونے یا اس کی وصیّت میں دیر لگانے یا قطع رحم کرنے سے ایذا نہ پہنچا اور اس کا قرض جلد ادا کرو اور بُرے ہمسایہ سے الگ رکھو۔

یعنی قبورِ کفار و اہلِ بدعت و فسق کے پاس دفن نہ کرو۔

ع تابعی، ثقہ فاضل رواۃِ صحاح ستہ سے، غیر انہ عندخ فی التعلیقات (البتہ امام بخاری نے تعلیقات میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ت) ۱۲ منہ (م)

---

[1] شرح الصدور بحوالہ البیہقی فی دلائل النبوۃ باب زیارۃ القبور خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۹

[2] شرح الصدور بحوالہ ابن مندہ باب تأذیہ بسائر وجوہ الاذی خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۶

[3] مسند احمد بن حنبل مرویاتِ حضرت عائشہ دار الفکر بیروت ۶/ ۱۰۵

[4] المقاصد الحسنہ حدیث ۸۰۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۲۱۶

[5] الفردوس بماثور الخطاب ۳۱۸ 〃 〃 〃 ۱/ ۹۸

Marfat.com

بول نہیں سکتی کہ شور و فریاد سے منع کرے۔ اس کے معنی بھی وہی ہیں کہ اپنی بات احیاء کو سنا نہیں سکتے، ورنہ صحیح حدیثوں میں اُس کا کلام کرنا وارد، جیسا کہ حدیث ۳ وغیرہ میں گزرا۔

تنبیہ دوم: فقیر کہتا ہے پھر یہ ہمارا نہ سُننا بھی دائمی نہیں، صدہا بندگانِ خدا نے اموات کا کلام و سلام سُنا ہے، جن کی بکثرت روایات خود شرح الصدور وغیرہ میں مذکور۔ اور بعض اسی مقصد میں فقیر نے بھی نقل کیں اور عجب نہیں کہ اِن شاء اللہ تعالیٰ اپنے محل پر اور بھی مذکور ہوں۔

تنبیہ سوم: بس نافع و مہم۔

اقول و باللہ التوفیق طُرفہ یہ ہے کہ جوابِ سوال نوزدہم میں صاحبِ مائۃ مسائل نے بھی اس حدیث کو عن القاری عن السیوطی عن العقیلی نقل کیا اور اموات کے لیے سلامِ احیاء کا سُننا مسلّم رکھا[۱] اسی قدر ے اپنی وُہ سب جولانیاں جو زیر سوال ۲۶ کے ہیں باطل مان لیں کہ وہاں جن پانچ عبارتوں سے استناد کیا اُن سب میں نفی مطلق ہے۔

اسی طرح آیۂ کریمہ بفرض غلط نافی سماع ہو تو وہاں بھی سلام و کلام کچھ تخصیص نہیں۔ اور عبارت دوم میں توصاف منافات موت و افہام مذکور کیا بعض جگہ متنافیین بھی جمع ہو جاتے ہیں۔ اور عبارت پنجم میں صریحاً لفظِ جمادات موجود۔ پھر پتھروں کے آگے سلام کلام سب ایک سا۔

غرض اگر آیت اور اُن عبارات کا وہی مطلب تو سماعِ سلام کی تسلیم میں اُن سب استنادوں کو دفعتاً سلام ہوا جاتا ہے۔ پھر ناحق اپنے یہاں حدیث عقیلی سے استناد اور کلماتِ قاری و سیوطی کی سُنئے گا تو بہت کچھ ماننا پڑے گا، اُن کی تحقیقاتِ قاہرہ و تصریحاتِ باہرہ عنقریب اِن شاء اللہ تعالیٰ مقصد ثالث میں جگر شگاف مکابرہ و اعتسفاف ہوتے ہیں۔ اُدھر مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی حدیثوں پر کان رکھا اور ارواح گزشتگان کو جماد و سنگ ماننے کا دھرم گیا۔ ذرا خدا لگتی کہنا ایک عقیلی کی حدیث سے آپ نے سماعِ سلام تو تسلیم کیا، بخاری و مسلم وغیرہ کی احادیث صحیحہ سے جُوتوں کی پہچل اور ہاتھ جھاڑنے کی آواز اور سلام کے سوا اور انواعِ کلام بھی سُننا اور اُن پتھروں کا اپنے زائروں کو پہچاننا، اُن کا جواب سلام دینا اور اُن سے اُنس حاصل کرنا، اور اُن کے سوا صدہا امور جو ثابت و مذکورہ وُہ کس جی سے مانیئے گا، یا وہاں پھر فالف بعض الحدیث وکاف ببعض (کسی حدیث کا الف اور کسی کا کاف لیجئے گا۔ ت) کی ٹھہرے گی۔ علاوہ بریں خود یہ حدیث عقیلی اس تخصیص سلام کے رَد کو کیا تھوڑی ہے، یہاں بھی اموات سے فقط السلام علیکم

---

[۱] مائۃ مسائل مسئلہ ۱۹ سماعتِ موتی مکتبہ توحید و سنت پشاور ص ۴۰

Marfat.com

فی حیاتہ[1] اُسے تکلیف پہنچائی۔

حدیث (۳۱) سعید بن منصور اپنے سُنن میں راوی، کسی نے اُس جناب سے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا، فرمایا:

کما اکرہ اذی المومن فی حیاتہ فانی اکرہ اذاہ بعد موتہ[2]

مجھے جس طرح مسلمان زندہ کی ایذا ناپسند ہے یونہی مُردہ کی۔

حدیث (۳۲) طبرانی عبدالرحمٰن بن علا بن لجلاج سے اُن کے والد علا[ع] رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے اُن سے فرمایا:

یا بنی اذا وضعتنی فی لحدی فقل بسم اللہ وعلیٰ ملۃ رسول ثم شن علی التراب شنا ثم اقرأ عند راسی بفاتحۃ البقرۃ و خاتمتہا فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم یقول ذلک[3]

اے میرے بیٹے! جب مجھے لحد میں رکھے بسم اللہ و علیٰ ملۃ رسول اللہ کہنا۔ پھر مجھ پر آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا، پھر میرے سرہانے سورۂ بقرہ کا شروع یعنی مفلحون تک اور خاتمہ یعنی اٰمن الرسول سے پڑھنا کہ میں نے سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا۔

اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد صحیح مسلم سے ابھی گزرا کہ مجھ پر مٹی تھم تھم کر بہ نرمی ڈالنا۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ترجمہ مشکوٰۃ میں اس حدیث کے نیچے لکھتے ہیں:

چوں دفن کنید مرا پس بنرمی وبسہولت بیندازید بر من خاک را یعنی اندک اندک اندازید واین اشارت است بآں کہ میّت احساس می کند و دردناک می شود یانچہ دردناک مے شود باں زندہ[4]

جب مجھے دفن کرنا تو مجھ پر مٹی نرمی وسہولت سے یعنی ذرا ذرا کرکے ڈالنا۔ یہ اشارہ ہے اس بات کا کہ مُردے کو احساس ہوتا ہے اور جس چیز سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے اُسے بھی ہوتی ہے۔

ع تابعی ثقہ ہیں اور اُن کے بیٹے عبدالرحمان تبع تابعین مقبول الروایۃ سے دونوں صاحب رجال جامع ترمذی میں ہیں ۱۲ منہ سلمہ (م)

[1] المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الجنائز ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۳/۳۶۷

[2] شرح الصدور بحوالہ سنن سعید بن منصور باب تاذی المیت خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۶

[3] مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی کبیر باب مایقول عند ادخال المیت القبر دار الکتاب العربی بیروت ۳/۴۴

[4] اشعۃ اللمعات کتاب الجنائز باب دفن المیت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۹۷

Marfat.com

ساتھ دو لڑکوں کے سوا کوئی نہ تھا جو میری سواری کا جانور تھامے تھے۔ میں نے مزارات پر سلام کیا، جواب سنا اور آواز آئی: و اللہ انا نعرفکم کما یعرف بعضنا بعضا خدا کی قسم تم لوگوں کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے آپس میں ایک دوسرے کو۔ میرے بدن پر بال کھڑے ہوگئے، سوار ہوئی اور واپس آئی[1]

روایت دوم مناسب او: امام بیہقی نے ہاشم بن محمد عمری[ع] سے روایت کی: مجھے میرے باپ مدینہ طیبہ سے زیارتِ قبورِ اُحد کو لے گئے، جمعہ کا روز تھا، صبح ہوچکی تھی، آفتاب نہ نکلا تھا، میں اپنے باپ کے پیچھے تھا، جب مقابر کے پاس پہنچے اُنھوں نے بآواز کہا: سلامٌ علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ جواب آیا: وعلیکم السلام یا ابا عبد اللہ۔ باپ نے میری طرف مُڑکر دیکھا اور کہا کہ اے میرے بیٹے! تُو نے جواب دیا؟ میں نے کہا: نہ۔ اُنھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی داہنی طرف کرلیا اور کلامِ مذکور کا اعادہ کیا، دوبارہ ویسا ہی جواب ملا، سہ بارہ کیا پھر وہی جواب ہوا۔ میرے باپ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدۂ شکر میں گر پڑے[2]

روایت سوم: ابن ابی الدنیا اور بیہقی دلائل میں انھیں عطاف مخزومی کی خالہ سے راوی: ایک دن میں نے قبرِ سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس نماز پڑھی، اس وقت جنگل بھر میں کسی آدمی کا نام و نشان نہ تھا، بعد نماز مزار مطہر پر سلام کیا، جواب آیا اور اس کے ساتھ یہ فرمایا:

من یخرج من تحت القبر اعرفه کما اعرف ان اللہ خلقنی وکما اعرف اللیل والنہار[3]

جو میری قبر کے نیچے سے گزرتا ہے میں اُسے پہچانتا ہوں جیسا یہ پہچانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کیا ہے اور جس طرح رات اور دن کو پہچانتا ہوں۔

حدیث (۳۹) ابن ابی الدنیا اور بیہقی شعب الایمان میں حضرت محمد بن واسع سے راوی:

قال بلغنی ان الموتی یعلمون بزوارھم یوم الجمعۃ ویوما قبلہ ویوما بعدہ[4]

مجھے حدیث پہنچی ہے کہ مُردے اپنے زائروں کو جانتے ہیں جمعہ کے دن اور ایک دن اُس سے پہلے اور ایک دن اُس سے بعد۔

[ع] یہ تابعی ہیں، ثقہ، عابد، عارف باللہ، کثیر المناقب، رجال صحاح ستہ سے، الا الطرفین ۱۲ منہ (م)

---

[1] المستدرک للحاکم | کتاب المغازی | دار الفکر بیروت | ۳/ ۲۹
[2] دلائل النبوۃ | باب قول اللہ لاتحسبن الذین | دار الکتب العلمیۃ بیروت | ۳/ ۳۰۹
[3] " | " | " | ۳/ ۳۰۸
[4] شعب الایمان | حدیث ۹۳۰۱ | " | ۷/ ۱۸

Marfat.com

واذا مر بقبر لا یعرفه فسلم علیه رد علیه السلام[1]۔

اور اسے پہچانتا ہے، اور جب ایسی قبر پر گزرتا ہے جس سے جان پہچان نہ تھی اور سلام کرتا ہے میت اسے جوابِ سلام دیتا ہے۔

حدیث (۳۵) امام عقیلی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قال قال ابو رزین یا رسول اللہ ان طریقی علی الموتی فهل من کلام اتکلم به اذا مررت علیهم؟ قال قل السلام علیکم یا اهل القبور من المسلمین والمؤمنین انتم لنا سلف ونحن لکم تبع وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون قال ابو رزین یا رسول اللہ یسمعون قال یسمعون ولکن لا یستطیعون ان یجیبوا[2]۔

یعنی ابو رزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! میرا راستہ مقابر پر ہے، کوئی کلام ایسا ہے کہ جب اُن پر گزروں کہا کروں۔ فرمایا: یوں کہہ سلام تم پر اے قبر والو! اہلِ اسلام اور اہلِ ایمان سے، تم ہمارے آگے ہو اور ہم تمہارے پیچھے، اور ہم ان شاء اللہ تعالیٰ تم سے ملنے والے ہیں۔ ابو رزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا مُردے سُنتے ہیں؟ فرمایا سُنتے ہیں مگر جواب نہیں دے سکتے۔

تنبیہ نبیہ: امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

ای جوابا یسمعه الحی والا فهم یردون حیث لا یسمع[3]۔

یعنی حدیث کی یہ مراد ہے کہ مُردے ایسا جواب نہیں دیتے جو زندے سُن لیں ورنہ وہ ایسا جواب تو دیتے ہیں جو ہمارے سُننے میں نہیں آتا۔

اقول یہ معنی خود اسی فصل کی دو حدیث سابق سے واضح کہ ان میں تصریحاً فرمایا مُردے جوابِ سلام دیتے ہیں، اور اس کی نظیر وہ ہے جو حدیث ۱۵ میں بکر بن عبداللہ مزنی سے گزرا کہ رُوح سب کچھ دیکھتی ہے مگر

ع سمہودی گوید کہ احادیث دریں معنی بسیار است وایں معنی در آحاد ست وعموم مومنین متحقق ۱۲ منہ (م)

علامہ سمہودی فرماتے ہیں اس معنی میں احادیث بہت ہیں اور یہ معنی ہونا خود ہی ثابت ہے افرادِ اُمت اور عام مومنین میں متحقق ہے۔ (ت)

---

[1] شعب الایمان حدیث ۹۲۹۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۱۷

[2] کتاب الضعفاء الکبیر مترجم ۱۵۷۳ " " ۴/ ۱۹

[3] شرح الصدور باب زیارۃ القبور خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۴

Marfat.com

طبرانی کو علامہ مناوی نے تیسیر میں کہا: رجالہ ثقات[1] (اس کے رجال ثقہ ہیں۔ت)

حدیث (۴۳) ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف اور ابنِ حبان نے صحیح مسمّی بالتقاسیم والانواع اور حاکم نیشاپوری نے الصحیح المستدرک علی البخاری ومسلم اور بغوی نے شرح السنہ اور طبرانی نے معجم اوسط اور ہناد نے کتاب الزہد اور سعید بن السکن نے اپنی سُنن اور ابنِ جریر و ابن منذر و ابن مردویہ و بیہقی نے اپنی اپنی تصانیف میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

والذی نفسی بیدہ ان المیت اذا وضع فی قبرہ انہ لیسمع خفق نعالھم حین یؤلون عنہ[2]

قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جب مُردہ قبر میں رکھا جاتا ہے کفش پائے مردم کی آواز سنتا ہے جب اُس کے پاس سے پلٹتے ہیں۔

حدیث (۴۴) جویبر نے اپنی تفسیر میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ایک حدیث طویل روایت کی جس میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

فانہ یسمع خفق نعالھم ونقض ایدیکم اذا ولیتم عنہ مدبرین[3]۔

بیشک وُہ یقیناً تمھارے جوتوں کی پہچل اور ہاتھ جھاڑنے کی آواز سُنتا ہے جب تم اس کی طرف سے پیٹھ پھیر کر چلتے ہو۔

حدیث (۴۵) طبرانی و ابن مردویہ ایک حدیث طویل میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسندِ حسن راوی:

قال شھدنا جنازۃ مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلما فرغ من دفنھا و انصرف الناس قال انہ الاٰن یسمع خفق نعالکم[4]۔ الحدیث

فرمایا: ہم ایک جنازہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہمراہِ رکاب حاضر تھے۔ جب اس کے دفن سے فارغ ہُوئے اور لوگ پلٹے حضور نے ارشاد فرمایا: اب وُہ تمھاری جُوتیوں کی آواز سُن رہا ہے۔

فائدہ جلیلہ: چالیسؔ سے پینتالیس تک جو چھ حدیثیں مذکور ہُوئیں پہلے ہی لاجواب ٹھہر چکی ہیں۔ آج تک کوئی جواب معقول اُن سے نہ ملا نہ ملے۔ غایت سعی اُن کی طرف سے یہ ہے کہ سماع مذکور کو اوّل

---

[1] التیسیر لشرح الجامع الصغیر تحت ان المیت اذا دفن مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۳۰۳

[2] المستدرک للحاکم المیت لیسمع خفق نعالھم دار الفکر بیروت ۱/ ۳۸۰

[3] شرح الصدور بحوالہ جویبر باب فتنۃ القبر خلافت اکیڈمی سوات ص ۵۱

[4] " " طبرانی اوسط " " " " " ص ۵۴

Marfat.com

نہ کہا گیا۔ ذرا آنکھیں مَل کر ملاحظہ ہو آگے ان پتھروں سے کچھ اور کلام و خطاب بھی نظر آتے ہیں کہ تم ہمارے سلف، ہم تمھارے خلف، ہم اِن شاء اللہ تعالیٰ تم سے ملیں گے۔ اس سارے کلام پر ابو رزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا وُہ سنتے ہیں؟ فرمایا: ہاں سُنتے ہیں۔ اور لُطف یہ کہ اس حدیث کے بعد امام سیوطی کا وُہ قول بھی نقل کر گئے کہ حدیث میں جواب نہ دینے سے یہ مراد ہے ' ورنہ اموات واقع میں جواب دیتے ہیں۔ سبحان اللہ سلام بھی سُنیں، کلام بھی سُنیں، جواب بھی دیں، اور پھر پتھر کے پتھر، انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔ سچ فرمایا مولوی معنوی قدس سرہٗ نے: ؎

ما سمیعیم و بصیریم و خوشیم　　　با شما نا محرماں ما خامشیم [1]

(ہم سمیع و بصیر ہیں اور خوش ہیں مگر تم نامحرموں کے سامنے مُہر بلب ہیں۔ت)

حدیث (۳۶) طبرانی معجم اوسط میں عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مصعب بن عمیر اور اُن کے ساتھیوں کے قبور پر ٹھہرے اور فرمایا:

والذی نفسی بیدہ لایسلم علیھم احد الا ردوا الی یوم القیمۃ [2]

قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے قیامت تک جو اُن پر سلام کرے گا جواب دیں گے۔

حدیث (۳۷) بعینہٖ اسی طرح حاکم نے صحیح مستدرک میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرکے تصحیح کی۔

حدیث (۳۸) حاکم مستدرک میں بافادہ تصحیح اور بیہقی دلائل النبوۃ میں بطریق عطاف بن خالد مخزومی عبدالاعلیٰ بن عبداللہ سے وُہ اپنے والد ماجد عبداللہ بن ابی فروہ سے راوی، حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیارتِ شہدائے اُحد کو تشریف لے گئے اور عرض کی:

اللھم ان عبدك ونبیك یشھد ان ھؤلاء شھداء وانہ من زارھم او سلم علیھم الی یوم القیمۃ ردوا علیہ [3]

الٰہی! تیرا بندہ اور تیرا نبی گواہی دیتا ہے کہ یہ شہید ہیں اور قیامت تک جو ان کی زیارت کو آئے گا اور ان پر سلام کرے گا یہ جواب دیں گے۔

تتمہ حدیث: عطاف کہتے ہیں میری خالہ مجھ سے بیان کرتی تھیں میں ایک بار زیارتِ قبورِ شہداء کو گئی میرے

---

[1] مثنوی مولوی معنوی　دفتر سوم　حکایت مارگیری کہ اژدہائے افسردہ الخ　نورانی کتب خانہ پشاور　ص ۲۷

[2] شرح الصدور بحوالہ المعجم الاوسط　باب زیارۃ القبور　خلافت اکیڈمی سوات　ص ۸۵

[3] المستدرک للحاکم　کتاب المغازی　دار الفکر بیروت　۲۹/۳

Marfat.com

بشوکت احادیثِ قاہرہ اتنی دیر کے لیے سماع تسلیم کیا تو واجب کہ اس میت سے کلام کرنے والا حانث ہو کہ وُہ مبنیٰ آپ کے اقرار سے یہاں منتفی، حالانکہ مسئلہ قطعاً مطلق ہے۔ لاجرم ماننا پڑے گا کہ ایمان عرف پر مبنی اور عرفاً اس قسم سے بعد موت کلام کرنا نہیں سمجھا جاتا۔ لہٰذا حالتِ حیات سے مقید رہا۔ ہم کہیں گے اب حق کی طرف رجوع ہُوئے۔ واقعی اس مسئلہ کا یہی مبنیٰ ہے اور اب انکارِ سماعِ موتی سے اسے کچھ علاقہ نہ رہا، کما لایخفی۔ اسی طرح حضراتِ نجدیہ سے کہا جائے گا اگر آپ بھی احادیث صحیحہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لاکر سماعتِ میت تسلیم کرتے ہیں، اگراس وقتِ خاص ہی میں سہی، تو اب حکم ارشاد ہو، اگر کوئی بندہ مسلمان کسی عبد صالح کے دفن ہوتے ہی فوراً اس سے استمداد وطلبِ دُعا کرے تو بھی وُہ بربنائے انکار یعنی عدمِ سماع متحقق نہ ہو۔ ذرا جی کڑا کرکے اس وقتِ خاص ہی میں اجازت دے دیجئے۔

و خامسًا کما اقول ایضًا موت کو تمام حواس وادراکات ودیگر اوصافِ حیات سے یکساں نسبت ہے۔ معاذاللہ اگر پتھر ہونا ٹھہرا تو سُننا، دیکھنا، سمجھنا، بولنا سب کا بطلان لازم۔ اور یہ حضرات کرام خود فرماچکے کہ موت منافیٔ فہم ہے۔ اب کیا جواب ہے اُن حدیثوں سے جو فصلِ اوّل ودوم وسوم میں گزریں، جن سے ثابت کہ اموات ہمیشہ اپنے زائروں کو پہچانتی اور اُن سے اُنس حاصل کرتی اور اُن کے سلام کا جواب دیتی اور اُن کی بے اعتدالیوں سے ایذا پاتی ہیں الٰی غیرذٰلک من الامور المذکورۃ (امور مذکورہ جیسے دیگر امور۔ ت) ـــــ بھلا یہاں تو مقدمہ سوال کی تخصیص نکلی تھی ان مقدمات میں کونسی خصوصیت آئے گی۔

تنبیہ: میرا یہ سب کلام حقیقتاً اُن حضراتِ منکرین سے ہے جو عباراتِ علماء کے یہ معنی سمجھے، ورنہ فقیر کے نزدیک اُن کے ارشاد کا وہ محل ممکن جو عقیدۂ اہلِ حق سے مخالف نہ ہو۔ مولوی صاحب اگر جوابِ فقیر میں اُن عبارات کو یاد کریں گے اُس وقت ان شاء اللہ تعالیٰ وُہ تحقیق تدقیق انیق حاضر کروں گا، اور عجب نہیں کہ مقصد سوم میں اس کی بعض کی طرف عود ہو۔ والعود احمد (اور عود کرنا اچھا ہے۔ ت) وباللہ سبحٰنہ وتعالی التوفیق۔

حدیث (۴۶) صحیح بخاری شریف وغیرہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی:

اطلع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی اھل القلیب فقال وجدتم ما وعد ربکم حقا فقیل لہ اتدعوا امواتا فقال ما انتم باسمع منھم

یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چاہِ بدر پر تشریف لے گئے جس میں کفار کی لاشیں پڑی تھیں۔ پھر فرمایا: تم نے پایا جو تمھارے رب نے تمھیں سچا وعدہ دیا تھا یعنی عذاب۔ کسی نے عرض کی: حضور مُردوں کو پکارتے

Marfat.com

تنبیہ: اس حدیث کے یہ معنی کہ بوجہ برکتِ جمعہ ان تین دن میں اُن کے علم و ادراک کو زیادہ وسعت دیتے ہیں، جو معرفت و شناسائی انھیں ان روزوں میں ہوتی ہے اور دنوں سے بیش و افزوں ہے نہ یہ کہ صرف یہی تین دن علم و ادراک کے ہوں۔ ابھی سُن چکے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی احادیث کثیرہ مطلق ہیں جن میں بلا تخصیص ایام اُن کا علم و ادراک ثابت فرمایا۔ تصریح اس معنی کی ان شاء اللہ مقصدِ سوم میں مذکور ہوگی۔

فصل پنجم میں وہ جلیل حدیثیں جن سے ثابت کہ سماعِ اہلِ قبور سلام ہی پر مقصور نہیں بلکہ دیگر کلام و اصوات بھی سُنتے ہیں۔

حدیث (۴۰) بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی اپنے صحاح اور امام احمد مسند میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور پُر نور سید العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

واللفظ لمسلم ان المیت اذا وضع فی قبرہ انہ لیسمع خفق نعالھم اذا انصرفوا[1]۔

(مسلم کے الفاظ ہیں۔ ت) مردہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور لوگ دفن کرکے پلٹتے ہیں بیشک وہ اُن کی جُوتیوں کی آواز سُنتا ہے۔

حدیث (۴۱) احمد و ابوداؤد بسندِ جید براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان المیت یسمع خفق نعالھم اذا ولوا مدبرین[2]۔

بیشک مُردہ جُوتیوں کی پہچل سُنتا ہے جب لوگ اسے پیٹھ دے کر پھرتے ہیں۔

حدیث (۴۲) بیہقی و طبرانی عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان المیت اذا دفن یسمع خفق نعالھم اذا ولوا عنہ منصرفین[3]۔

بیشک جب مُردہ دفن ہوتا ہے اور لوگ واپس آتے ہیں وہ ان کی جُوتیوں کی آواز سُنتا ہے۔

حدیث بیہقی کو امام سیوطی نے شرح الصدور میں فرمایا: باسناد حسن[4] (اس کی سند حسن ہے۔ ت) اور سند

---

[1] صحیح مسلم باب عرض مقعد المیت قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۸۶
[2] مسند احمد بن حنبل مرویات البراء ابن عازب دار الفکر بیروت ۴/۲۹۶
[3] کنز العمال بحوالہ طبرانی حدیث ۴۲۳۷۹ مکتبۃ التراث الاسلامی مصر ۱۵/۶۰۰
[4] شرح الصدور باب فتنۃ القبر خلافت اکیڈمی سوات ص ۵۰

Marfat.com

حدیث (۴۹) یُوں ہی صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حدیث ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی[1]؛

اما البخاری فساقہ بطولہ واما مسلم فاحالہ علٰی حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

امام بخاری نے تو اسے تفصیل سے ذکر کیا مگر امام مسلم نے تفصیل حدیثِ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے کی۔ (ت)

حدیث (۵۰) طبرانی نے بسندِ صحیح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

یسمعون کما تسمعون ولکن لا یجیبون[2]۔

جیسا تم سُنتے ہو ویسا ہی وہ بھی سُنتے ہیں مگر جواب نہیں دیتے۔

حدیث (۵۱) اسی طرح امام سلیمان بن احمد مذکور نے حدیث عبداللہ بن سیدان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔

تنبیہ نبیہ: ان چھ حدیثوں کے جواب میں جو کچھ کہا گیا تخصیص بے مخصص و دعوٰی بے دلیل سے زیادہ نہیں۔ مثلاً یہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خاص اعجاز تھا، یا یہ امر صرف اُن کفار کے لیے اُن کی حسرت وندامت بڑھانے کو واقع ہُوا حالانکہ اُن کی تخصیصوں پر اصلاً کوئی دلیل نہیں۔ ایسی گنجائش ملے تو ہر نص شرعی جیسے چاہیں مخصص ہو سکے، اور اُن سے بڑھ کر یہ رکیک تاویل ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ خطاب حقیقۃً اموات سے خطاب نہ تھا بلکہ زندوں کو عبرت ونصیحت تھا، حالانکہ نفس حدیث اُس کے رَدپر حجت کافیہ۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امیر المومنین فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے جواب میں صاف اُن کا سننا ارشاد فرمایا، نہ یہ کہ ہمارا یہ کلام صرف تنبیہِ احیاء کے لیے ہے۔ جیسے مرثیہ سیّدنا امام حسین (رضی اللہ تعالٰی عنہ) میں کسی کا مصرع:

اے آب خاک شو کہ ترا آبرو نماند

(اے آب! خاک ہو جا کہ تیری آبرو نہ رہی۔ ت)

باقی اس کے متعلق تمام ابحاث فتح الباری وارشاد الساری وعمدۃ القاری شروح صحیح بخاری و

---

[1] الصحیح للبخاری باب ماجاء فی عذاب القبر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۳-۱۸۴
صحیح مسلم باب مقعد المیت " " ۲/۳۸۷
[2] فتح الباری بحوالہ عبداللہ ابن سیدان باب قتل ابی جہل دار المعرفۃ بیروت ۷/۲۳۶

Marfat.com

وضع فی القبر سے تخصیص کریں یعنی جب قبر میں رکھ کر مٹی دیتے ہیں اُس وقت میت کو ایسی قوتِ سامعہ ملتی ہے کہ اب عنقریب سوالِ منکر نکیر ہونے والا ہے اُس کے لیے پیشتر سے ایسے حواس عطا ہو جاتے ہیں، پھر بعد سوال یہ قوت نہیں رہتی۔ حالانکہ عندالانصاف یہ ادعا محض بے دلیل و لاطائل ہے۔

اوّلاً یہ تخصیص ظاہر حدیث کے خلاف جس پر کوئی دلیل قائم نہیں۔ حدیثیں صاف صاف ارشاد فرمارہی ہیں کہ میت کی قوتِ سامعہ قبر میں اس درجہ تیز اور قوی ہے کہاں سے جانا کہ یہ اُسی وقت کے لیے ملتی ہے اور پھر جاتی رہتی ہے!

ثانیاً مقدمۂ سوال کے لیے پیشتر سے حواس مل جانا کیا معنیٰ کیا فوراً وقتِ سوال نہ مل سکتی تھی یا عطائے الٰہی میں معاذاللہ کچھ دیر لگتی ہے کہ پہلے سے اہتمام ہو رہنا ضرور ہوا۔

یہ دونوں اعتراض شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالٰی نے مدارج النبوۃ میں افادہ فرمائے:

حیث قال ایں تخصیص خلافِ ظاہر است و دلیلے نیست برآں و ظاہر حدیث آنست کہ ایں حالت حاصل ست میت را در قبر و زندہ گردانیدن میت در وقتِ سوال است و پیش ازاں زندہ گردانیدن برائے مقدمہ سوال چہ معنی دارد[1]

یہ تخصیص ظاہر کے خلاف ہے۔ اس پر کوئی دلیل بھی نہیں۔ ظاہر حدیث یہ ہے کہ قبر کے اندر میت کی یہ حالت ہوتی ہے ـــــ میت کو زندہ کرنا سوال کے وقت ہے تو اس سے پہلے مقدمۂ سوال کے لیے زندہ کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ (ت)

و ثالثاً ـ کما اقول سلمنا (جیسے کہ میں کہتا ہوں ہم تسلیم کرتے) کہ پہلے ہی سے ہوش و حواس مل جانا ضروری تھا مگر حاجت اُسی قدر تھی جس میں وہ نکیرین کی بات سُن سمجھ لیتا اس قدر قوتِ عظیمہ کی کیا ضرورت تھی کہ باوجود اتنے حائلوں کے ایسی ہلکی آوازیں بے تکلف سُنے۔ خود یہی حضرات مسئلہ یمین فی الضرب (مارنے کے بارے میں قسم) کی یہی توجیہ کرتے ہیں کہ ہمارے مارے سے مُردے کو تکلیف یا ایذا[ع] نہیں ہوتی اس کا ادراک عذابِ الٰہی کے واسطے ہے۔ یونہی چاہیے تھا کہ اس کا سماع سوالِ نکیرین کے لیے ہو، نہ اصواتِ خارجہ کے واسطے۔

و رابعاً کما اقول ایضاً اگر مسئلہ یمین فی الکلام عدمِ سماع پر مبنی ہو کما زعموا۔ اور اب آپ نے بھی

ع تنبیہ: یہ بات بھی خلافِ تحقیق ہے بلکہ بیشک ایذا ہوتی ہے۔ دیکھو اس مقصد کی فصل سوم اور مقصد سوم کی پنجم ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی۔

---

[1] مدارج النبوۃ اصل در سماعت

ولایجیب ثم یقول یافلان بن فلانة فانه یستوی قاعدًا ثم یقول یافلان بن فلانة فانه یقول ارشدنا رحمک اللہ ولکن لاتشعرون، فلیقل اذکر ما خرجت علیه من الدنیا شہادة ان لا الٰه الا اللّٰه وان محمدًا عبده ورسوله وانك رضیت باللّٰه ربًّا وبالاسلام دینًا وبمحمد نبیًّا وبالقراٰن امامًا فان منکرًا ونکیرًا یاخذ کل واحد منهما بید صاحبه ویقول انطلق بنا ما نقعد عند من قد لقن حجته[1] الحدیث۔

اور جواب نہ دے گا۔ دوبارہ پھر یونہی ندا کرے وہ سیدھا ہو بیٹھے گا۔ سہ بارہ پھر اسی طرح آواز دے، اب وہ جواب دے گا کہ ہمیں ارشاد کر اللہ تجھ پر رحم کرے۔ مگر تمھیں اس کے جواب کی خبر نہیں ہوتی۔ اس وقت کہے یاد کر وہ بات جس پر تو دنیا سے نکلا تھا گواہی اس کی کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اور یہ کہ تو نے پسند کیا اللہ تعالٰی کو پروردگار اور اسلام کو دین اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نبی اور قرآن کو پیشوا۔ منکر ونکیر ہر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے چلو ہم کیا بیٹھیں اس کے پاس جسے لوگ اس کی حجت سکھا چکے۔

فائدہ: امام ابن الصلاح وغیرہ محدثین اس حدیث کی نسبت فرماتے ہیں:

اعتضد بشواهد وبعمل اهل الشام قدیمًا[2]۔ نقله العلامة ابن امیر الحاج فی الحلیة۔

یعنی اس کو دو وجہ سے قوت ہے، ایک تو احادیث اس کے مؤید، دوسرے زمانہ سلف سے علمائے شام اس پر عمل کرتے آئے (علامہ ابن امیر الحاج نے اسے حلیہ میں نقل کیا۔ت)

اسی طرح امام نقاد الحدیث ضیائی مقدسی وامام خاتم الحفاظ حافظ الشان، ابوالفضل احمد بن حجر عسقلانی نے اس کی تقویت اور امام شمس الدین سخاوی نے اس کی تقریر فرمائی اور اس باب میں خاص ایک رسالہ تالیف فرمایا۔ امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس پر عمل کرنا علمائے شام سے نقل فرمایا، اور امام ابوبکر ابن العربی نے اہل مدینہ اور بعض دیگر علماء نے اہل قرطبہ وغیرہ سے اس کا عمل نقل کیا۔ میں کہتا ہوں یہ عمل زمانہ صحابہ وتابعین سے ہے حضرت ابوامامہ صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے خود اپنے لیے تلقین کی وصیت فرمائی،[3]

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۷۹۷۹ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۸/ ۹۹-۲۹۸

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی حملها ودفنها نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۳۸

[3] شرح الصدور باب ما یقال عند الدفن والتلقین خلافت اکیڈمی سوات ص ۴۴

Marfat.com

ولکن لا یجیبون[1]

ہیں۔ ارشاد فرمایا: تم کچھ ان سے زیادہ نہیں سننے والے، پر وُہ جواب نہیں دیتے۔

حدیث (۴۷) صحیح مسلم شریف میں امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یرینا مصارع اھل بدر وساق الحدیث الیٰ ان قال فانطلق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی انتھی الیھم فقال یا فلان بن فلان و یا فلان بن فلان ھل وجدتم ما وعدکم اللہ ورسولہ حقا فانی قد وجدت ما وعدنی اللہ حقا قال عمر یا رسول اللہ کیف تکلم اجسادا لا ارواح فیھا قال ما انتم باسمع لما اقول منھم غیر انھم لا یستطیعون ان یردوا علیّ شیئا[2]

یعنی رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہمیں کفارِ بدر کی قتل گاہیں دکھاتے تھے کہ یہاں فلاں کافر قتل ہوگا اور یہاں فلاں۔ جہاں جہاں حضور نے بتایا تھا وہیں وہیں اُن کی لاشیں گریں۔ پھر بحکم حضور وُہ جیفے ایک کُنویں میں بھر دئے گئے۔ سیّد عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے اور نام بنام اُن کفار لیام کو اُن کا اور اُن کے باپ کا نام لے کر پکارا، اور فرمایا: تم نے بھی پایا جو سچّا وعدہ خدا و رسول نے تمھیں دیا تھا کہ میں نے تو پالیا جو حق وعدہ اللہ تعالےٰ نے مجھے دیا تھا۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! حضور اُن جسموں سے کیونکر کلام کرتے ہیں جن میں روحیں نہیں۔ فرمایا: جو میں کہہ رہا ہُوں اُسے کچھ تم اُن سے زیادہ نہیں سُنتے مگر اُنھیں یہ طاقت نہیں کہ مجھے لوٹ کر جواب دیں۔

حدیث (۴۸) یونہی صحیح مسلم وغیرہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی اور اس میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تین دن بعد اس کُنویں پر تشریف لے گئے اور عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے جواب میں فرمایا:

والذی نفسی بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منھم ولکنھم لا یقدرون ان یجیبوا[3]

قسم اس کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے مَیں جو فرمارہا ہُوں اس کے سُننے میں تم اور وہ برابر ہو مگر وُہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔

---

[1] الصحیح للبخاری — باب ماجاء فی عذاب القبر — قدیمی کتب خانہ کراچی — ۱/۱۸۳

[2] و [3] صحیح مسلم — باب مقعد المیت — 〃 〃 〃 — ۲/۳۸۷

Marfat.com

تصریح فرمائی، یونہی اُن میں اکثر نے ثابت کر دکھایا کہ سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابۂ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا اہلِ قبور سے کلام صرف سلام پر مقتصر نہ تھا اور بدیہی ہے کہ جمادِ محض سے مخاطبہ وگفتگو معقول نہیں۔ لہذا ہم آخر فصل میں وہ بعض حدیثیں جن میں اجلّۂ صحابہ کا اہلِ قبور سے سوائے سلام دیگر انواع کلام فرمانا مذکور، نقل کرکے مقصدِ ثانی کو ختم اور مقصدِ ثالث کی طرف، ان شاء اللہ تعالٰی تصمیم عزم کرتے ہیں، وباللہ التوفیق۔

حدیث (۵۷) ابن ماجہ بسندِ حسن صحیح[عہ] عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال جاء اعرابی الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فذکر الحدیث الی ان قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حیثما مررت بقبر مشرك فبشرہ بالنار، قال فاسلم الاعرابی بعد وقال لقد کلفنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تعبا مامررت بقبر کافر الابشرتہ بالنار[1]۔

یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے فرمایا: جہاں کسی مشرک کی قبر پر گزرے اُسے آگ کا مژدہ دینا ــــــــ اس کے بعد وہ اعرابی مسلمان ہوگیا تو وہ صحابی فرماتے ہیں مجھے مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس ارشاد سے ایک مشقت میں ڈالا، کسی کافر کی قبر پر میرا گزر نہ ہوا مگر یہ کہ اُسے آگ کا مژدہ دیا۔

ہر عاقل جانتا ہے کہ مژدہ دینا بے سماع وفہم محال، اور صحابیِ مخاطب نے ارشادِ اقدس کو معنی حقیقی پر حمل کیا، ولہذا عمر بھر اس پر عمل فرمایا فتبصرو۔

حدیث (۵۸) ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

انہ مربالبقیع فقال السلام علیکم یا اھل القبور اخبار ما عندنا ان نساءکم قد تزوجن ودیارکم قد سکنت واموالکم قد فرقت فاجابہ ھاتف یاعمر ابن الخطاب اخبار ما عندنا ان ماقدمناہ فقد وجدناہ وما انفقنا فقد ربحناہ وما خلفناہ فقد

یعنی ایک بار امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ بقیع پر گزرے اہلِ قبور پر سلام کرکے فرمایا۔ ہمارے پاس کی خبریں یہ ہیں کہ تمہاری عورتوں نے نکاح کرلیے اور تمہارے گھروں میں اور لوگ بسے، تمہارے مال تقسیم ہوگئے۔ اس پر کسی نے جواب دیا: اے عمر بن الخطاب! ہمارے پاس کی خبریں یہ ہیں کہ ہم نے جو اعمال کئے تھے یہاں پائے اور

عہ فائدہ: یہ حدیث طبرانی نے معجم کبیر میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ۱۲ منہ (م)

---

[1] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی زیارۃ قبور المشرکین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۴

Marfat.com

مرقاۃ و لمعات و اشعۃ اللمعات شروح مشکوٰۃ و مدارج النبوۃ وغیرہ صدہا تصانیف علماء میں طے ہوچکی ہیں، جن کی تفصیل موجب تطویل۔ مولوی صاحب اگر امور طے شدہ کی طرف پھر رجعت کریں تو ذرا کتب مذکورہ پر نظر کرکے تقریر وہ فرمائی جائے جس میں ان کی تنقیحات جلیلہ سے عُہدہ برآئی سمجھ لیں، اُس کے بعد ان شاء اللہ فقیر بھی وہ شوارق ساطعہ و بوارق لامعہ حاضر کرے گا جو اس وقت میرے پیشِ نظر جولانیوں پر ہیں، اور شاید اُن میں سے چند حروف مقصد سوم میں استطراداً مذکور رہوں، و باللہ التوفیق۔

حدیث (۵۲) ابوالشیخ عبید بن مرزوق سے راوی:

کانت امرأۃ تقم المسجد فماتت فلم یعلم بها النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فمر علٰی قبرها فقال ما ھذا القبر قالوا أم محجن، قال التی کانت تقم المسجد قالوا نعم، فصف الناس فصلی علیها ثم قال ای العمل وجدت افضل قالوا یا رسول اللہ أتسمع قال ما انتم باسمع منها فذکر انها أجابته ان اقم المسجد[1]۔

یعنی ایک بی بی مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھیں اُن کا انتقال ہوگیا۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کسی نے خبر دی حضور اُن کی قبر پر گزرے۔ دریافت فرمایا: یہ قبر کیسی ہے؟ لوگوں نے عرض کی: اُم محجن کی۔ فرمایا: وہی جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی؟ عرض کی: ہاں۔ حضور نے صف باندھ کر نماز پڑھائی پھر اُن بی بی کی طرف خطاب کرکے فرمایا: تُو نے کون سا عمل افضل پایا؟ صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا وہ سنتی ہے؟ فرمایا: کچھ تم اس سے زیادہ نہیں سُنتے۔ پھر فرمایا: اس نے جواب دیا کہ مسجد میں جھاڑو دینی۔

حدیث (۵۳) طبرانی معجم کبیر و کتاب الدعا میں اور ابن مندہ اور امام ضیائی مقدسی کتاب الاحکام اور ابراہیم حربی کتاب اتباع الاموات اور ابوبکر غلام الخلال کتاب الشافی اور ابن زہیرہ وصایا العلماء عند الموت اور ابن شاہین کتاب ذکر الموت و دیگر علماء محدثین اپنی تصانیف حدیثیہ میں حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا مات احد من اخوانکم فسویتم التراب علٰی قبرہ فلیقم احدکم علٰی راس قبرہ ثم لیقل یا فلان بن فلانۃ فانہ یسمعہ

جب تمہارا کوئی مسلمان بھائی مرے اور اس کی قبر پر مٹی برابر کر چکو تم میں سے کوئی اس کے سرہانے کھڑا ہو اور فلان بن فلانہ[ع] کہہ کر پکارے کہ بیشک وہ سُنے گا

ع یعنی اُسے اس کی ماں کی طرف نسبت کرکے مثلاً اے زید بن ہندہ، اور اگر ماں کا نام نہ معلوم ہو تو بن حوّا کہے کہ وہ سب کی ماں ہیں، خود اسی حدیث میں نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے یہ معنے مروی ۱۲ منہ (م)

[1] شرح الصدور بحوالہ ابوالشیخ باب معرفۃ المیّت من یغسلہ خلافت اکیڈمی سوات ص ۴۰

Marfat.com

الحی الذی لایموت ابدا وھو الغفور الرحیم - بندوں کو موت کے تابع فرمان کر دیا ہے، پاک ہے وہ حیات والا جسے کبھی موت نہیں اور وہی بخشنے والا مہربان ہے۔(ت)

تنبیہ: جن صاحبوں نے جواب حدیث چہلم میں اس خطاب جناب ولایت مآب کرم اللہ وجہہ کو محض وعظ و تنبیہ احیاء کے لیے قرار دیا کما نقلہ فی مائۃ مسائل[1] (جیسا کہ مائۃ مسائل میں اسے نقل کیا گیا۔ ت) غالباً انھوں نے پوری حدیث ملاحظہ نہ فرمائی ورنہ اس کے لفظ اوّل سے آخر تک پکار رہے ہیں کہ یہاں حقیقۃً اموات ہی سے خطاب مقصود تھا۔ اسی قدر کو دیکھ لیجئے کہ جناب مولا نے ابتداءً یہ لفظ ارشاد نہ کئے، بلکہ اوّل اُن سے استفسار فرمایا کہ پہلے تم اپنی خبریں بتاؤ گے یا ہم شروع کریں۔ کہئے بے ارادہ خطاب حقیقی اس دریافت کرنے اور اختیار دینے کے کیا معنے تھے، پھر اُن کی درخواست پر حضرت نے اخبارِ دنیا ارشاد فرما کر اُنھیں حکم دیا: اب تم اپنی خبریں بتاؤ۔ چنانچہ اُنھوں نے عرض کیں۔ پھر مخاطبہ حقیقی میں کیا شک ہے! واللہ الموفق۔

حدیث (۶۰) ابن عساکر نے ایک حدیث طویل روایت کی جس کا حاصل یہ ہے کہ عہد معدلت مہد فاروقی میں ایک جوان عابد تھا، امیر المومنین اس سے بہت خوش تھے، دن بھر مسجد میں رہتا، بعد عشاء باپ کے پاس جاتا، راہ میں ایک عورت کا مکان تھا اُس پر عاشق ہوگئی، ہمیشہ اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی، جوان نظر نہ فرماتا، ایک شب قدم نے لغزش کی، ساتھ ہولیا، دروازے تک گیا، جب اندر جانا چاہا خدا یاد آیا اور بے ساختہ یہ آیۂ کریمہ زبان سے نکلی:

ان الذین اتقوا اذا مسھم طائف من الشیطن تذکروا فاذا ھم مبصرون[2] - ڈر والوں کو جب کوئی جھپٹ شیطان کی پہنچتی ہے خدا کو یاد کرتے ہیں اُسی وقت اُن کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

آیت پڑھتے ہی غش کھا کر گرا۔ عورت نے اپنی کنیز کے ساتھ اُٹھا کر اُس کے دروازے پر ڈال۔ باپ منتظر تھا۔ آنے میں دیر ہوئی، دیکھنے نکلا، دروازے پر بیہوش پڑا پایا، گھر والوں کو بلا کر اندر اُٹھوایا، رات گئے ہوش آیا، باپ نے حال پوچھا، کہا خیر ہے، کہا بتا دے، ناچار قصہ کہا۔ باپ بولا جانِ پدر! وہ آیت کون سی ہے؟ جوان نے پھر پڑھی، پڑھتے ہی غش آیا، جنبش دی، مُردہ پایا۔ رات ہی کو نہلا کفنا کر دفن کر دیا۔ صبح کو امیر المومنین نے خبر پائی باپ سے تعزیت اور خبر نہ دینے کی شکایت فرمائی۔ عرض کی: یا امیر المومنین! رات تھی۔ پھر امیر المومنین ہمراہیوں

---

[1] مائۃ مسائل مسئلہ بست و ششم مکتبہ توحید و سنت پشاور ص ۵۴

[2] القرآن ۷/ ۲۰۱

Marfat.com

کما اخرجہ ابن مندۃ من وجہ اٰخر کما ذکرہ الامام السیوطی فی شرح الصدور **قلت** بل والطبرانی ایضًا علٰی ماساق لفظہ البدر المحمود فی البنایۃ شرح الھدایۃ۔

جیسا کہ ابن مندہ نے دوسرے طریق سے اس کی روایت کی، اسے امام سیوطی نے شرح الصدور میں ذکر کیا ہے۔ میں کہتا ہوں بلکہ طبرانی نے بھی اسے روایت کیا ہے، جیسا کہ علامہ بدرالدین محمود عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں اس کے الفاظ ذکر کیے ہیں (ت)

اور تین تابعیوں سے عنقریب منقول ہوگا کہ اسے مستحب کہا جاتا تھا۔ ظاہر ہے اُن کی یہ نقل نہ ہوگی مگر صحابہ یا اکابر تابعین سے جو اُن سے پہلے ہوئے، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ علامہ ابن حجر مکی کی شرح مشکٰوۃ میں ہے: اعتضد بشواھد یرتقی بھا الی درجۃ الحسن[1] (یہ حدیث بوجہ شواہد درجہ حسن تک ترقی کیے ہے) اسی طرح ذیل مجمع بحارالانوار میں تصریح کی کہ اُس نے شواہد سے قوت پائی۔ واللہ تعالٰی اعلم

حدیث (۵۴ تا ۵۶) امام سعید بن منصور شاگرد امام مالک واستاذ امام احمد اپنے سنن میں راشد بن سعد[ع۱] وضمرہ بن حبیب[ع۲] وحکیم بن عمیر[ع۳] سے راوی، ان سب نے فرمایا:

اذا سوی علی المیت قبرہ وانصرف الناس عنہ کان یستحب ان یقال للمیت عند قبرہ یا فلان قل لا الٰہ الا اللہ ثلث مرات یا فلان قل ربی اللہ ودینی الاسلام ونبیی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2]

جب میّت پر مٹی دے کر قبر درست کرچکیں اور لوگ واپس جائیں تو مستحب سمجھا جاتا تھا کہ مُردے سے اس کی قبر کے پاس کھڑے ہوکر کہا جائے: اے فلاں! کہہ لا الٰہ الا اللہ تین بار، اے فلاں! کہہ میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام اور میرے نبی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

وصل اٰخر من ھذا الفصل: فصل پنجم کی حدیثوں نے جس طرح بحمداللہ سماع موتٰی کی

ع۱ تابعی ثقہ رجال سنن اربعہ سے ۱۲ منہ (م)

ع۲ تابعی ثقہ رجال صحاح ستہ سے ۱۲ منہ (م)

ع۳ تابعی صدوق رجال ابوداؤد وابن ماجہ سے ۱۲ منہ (م)

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکٰوۃ باب اثبات عذاب القبر مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/ ۲۰۹

[2] شرح الصدور بحوالہ سنن سعید ابن منصور باب مایقال عندالدفن خلافت اکیڈمی سوات ص ۴۴

Marfat.com

(۲) امیر المومنین علی مرتضیٰ (۳) حضرت عبداللہ بن مسعود

(۴) حضرت سلمان فارسی (۵) عمرو بن عاص

(۶) عبداللہ بن عمر (۷) ابوھریرہ

(۸) عبداللہ بن عمرو (۹) عقبہ بن عامر

(۱۰) ابو امامہ باہلی

(۱۱) صحابی اعرابی صاحب حدیث صیثما مرت وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اور میں اُن کے سوا اُن صحابہ کرام کے نام یہاں شمار نہیں کرتا جنھوں نے سماع و ادراک موتیٰ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا یا حضور کی زبان پاک سے سُنا مثل عبداللہ بن عباس و انس بن مالک و ابو رزین و براء بن عازب و ابو طلحہ و عمارہ بن حزم و ابو سعید خدری و عبداللہ بن سیدان و ام سلمہ و قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اگرچہ معلوم کہ ارشاد والا حضور اعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سُن کر اُن کے خلاف پر اعتقاد حضرات صحابہ سے معقول نہیں۔ نہ مقام مقام احکام کہ احتمال خلاف بعلم ناسخ ہو۔ تاہم جب قصد استیعاب نہیں تو انھیں پر اقتصار جن کے خود اقوال و افعال دلیل مسئلہ ہیں۔ و باللہ التوفیق۔

ومن التابعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین: (۱۲) مجاہد مکی (۱۳) عمرو بن دینار (۱۴) بکر مزنی (۱۵) ابن ابی لیلیٰ (۱۶) قاسم بن مخیمرہ (۱۷) راشد بن سعد (۱۸) ضمرہ بن حبیب (۱۹) عبید بن عمیر (۲۰) علاء بن لجلاج (۲۱) بلال بن سعد (۲۲) محمد بن واسع (۲۳) ام الدرداء وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ۔

ومن تبع تابعین لطف اللہ بھم یوم الدین: (۲۴) عالم قریش سیدنا ابو محمد بن ادریس شافعی (۲۵) عالم کوفہ فقیہ مجتہد امام سفیان (۲۶) عبدالرحمٰن بن العلاء وغیرہم روح اللہ تعالیٰ ارواحہم۔

ومن اعاظم السلف واکارم الخلف نور اللہ تعالیٰ مراقدھم: (۲۷) عالم اہلبیت رسالت حضرت امام علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی و بتول بنت رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ و علیہم و بارک وسلم (۲۸) امام اجل عارف باللہ محمد بن علی حکیم ترمذی (۲۹) امام محدث جلیل کبیر اسمٰعیل (۳۰) امام فقیہ عابد و زاہد احمد بن عصمہ ابو القاسم صفار حنفی بدو واسطہ شاگرد امام ابو یوسف و امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ (۳۱) امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی (۳۲) امام ابو عمر یوسف بن عبدالبر مالکی۔ (۳۳) امام ابو الفضل محمد بن محمد بن احمد حاکم شہید حنفی صاحب کافی (۳۴) امام ابو الفضل قاضی عیاض یحصبی مالکی (۳۵) امام حجۃ الاسلام مرشد الانام ابو حامد محمد محمد غزالی (۳۶) امام ابو عبداللہ محمد بن احمد بن

Marfat.com

خسرناہ[1]

جو راہِ خدا میں دیا تھا اس کا نفع اٹھایا اور جو پیچھے چھوڑا وُہ ٹوٹے میں گیا۔

حدیث (۵۹) امام احمد تاریخ نیشاپور اور بیہقی اور ابن عساکر تاریخِ دمشق میں سعید بن المسیّب سے راوی :

قال دخلنا مقابر المدينة مع على ابن ابى طالب فنادى يا اهل القبور السلام عليكم ورحمة الله تخبرونا باخبارکم تريدون ان نخبرکم قال فسمعت صوتا وعليك السلام ورحمة الله وبركاته يا امير المؤمنين اخبرنا عما كان بعدنا فقال على رضى الله تعالىٰ عنه اما ازواجكم فقد تزوجن واما اموالكم فقد اقتسمت والاولاد فقد حشروا فى زمرة اليتامىٰ والبناء الذى شيدتم فقد سكن اعداءكم فهذه اخبار ما عندنا فما عندكم فاجابه ميت فقد تخرقت الاكفان وانتثرت الشعور وتقطعت الجلود وسالت الاحداق على الخد ود وسالت مناخير بالقيح والصديد وما قدمناه ربحناه وما خلفناه خسرناه ونحن مرتهنون بالاعمال[2]

یعنی ہم مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ہمرکاب مقابرِ مدینہ طیبہ میں داخل ہُوئے۔ حضرت مولا علی نے اہلِ قبر پر سلام کرکے فرمایا: تم ہمیں اپنی خبریں بتاؤ گے یا یہ چاہتے ہو کہ ہم تمھیں خبر دیں؟ سعید بن مسیّب فرماتے ہیں، میں نے آواز سُنی کسی نے حضرت مولیٰ کو جوابِ سلام دے کر عرض کی: یا امیر المومنین! آپ بتائیے ہمارے بعد کیا گزری؟ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا تمھاری عورتوں نے تو نکاح کرلیے، اور تمھارے مال سو وُہ بَٹ گئے، اور اولاد یتیموں کے گروہ میں اُٹھی، اور وُہ تعمیر جس کا تم نے استحکام کیا تھا اُس میں تمھارے دشمن بسے، ہمارے پاس کی خبریں تو یہ ہیں اب تمھارے پاس کیا خبر ہے؟ ایک مُردے نے عرض کی کہ کفن پھٹ گئے، بال جھڑ پڑے، کھالوں کے پُرزے پُرزے ہو گئے، آنکھوں کے ڈھیلے بہہ کر گالوں تک آئے، نتھنوں سے پیپ اور گندا پانی جاری ہے اور جو آگے بھیجا تھا اس کا نفع ملا اور جو پیچھے چھوڑا اس کا خسارہ ہوا اور اپنے اعمال میں محبوس ہیں۔

وحسبنا الله ونعم الوكيل ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم ۝ سبحٰن من تفرد بالبقاء وقهر عباده بالموت سبحان

ہمیں اللہ کافی ہے اور وُہ کیا ہی اچھا کارساز ہے، طاقت و قوت نہیں مگر عظمت و بلندی والے خدا ہی سے۔ پاک ہے وُہ جو اکیلا باقی رہنے والا ہے، اور اپنے

---

[1] شرح الصدور بحوالہ کتاب القبور لابن ابی الدنیا باب زیارۃ القبور خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۷

[2] ″ ″ ″ تاریخ ابن عساکر ″ ″ ″ ″ ″

Marfat.com

بن ابراہیم بن احمد حلبی شافعی صاحبِ سیرۃ انسان العیون (۷۸) امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی شافعی صاحبِ میزان الشریعۃ الکبرٰی (۷۹) علامہ محمد بن یوسف شامی صاحبِ سبل الہدٰی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (۸۰) علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی صاحبِ شرح مواہب (۸۱) علامہ عبدالرؤف محمد مناوی صاحبِ تیسیر شرح جامع صغیر (۸۲) امام ابوبکر بن محمد بن علی حدادی حنفی صاحبِ جوہرہ نیرہ شرح قدوری (۸۳) علامہ ابراہیم بن محمد ابراہیم حلبی حنفی صاحبِ غنیہ شرح منیہ (۸۴) فاضل علی بن سلطان محمد قاری مکی حنفی صاحبِ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ (۸۵) علامہ محمد بن احمد حموی حنفی استاد محقق شرنبلالی (۸۶) علامہ ابوالاخلاص حسن بن عمار مصری شرنبلالی حنفی صاحبِ نورالایضاح وامداد الفتاح ومراقی الفلاح (۸۷) علامہ خیر الدین رملی حنفی صاحبِ فتاوٰی خیریہ، استاذ صاحبِ درمختار (۸۸) فاضل مدقق محمد بن علی دمشقی حصکفی شارح تنویر (۸۹) سیّدی عارف باللہ عبدالغنی بن اسمٰعیل بن عبدالغنی نابلسی حنفی صاحبِ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ (۹۰) سیّد علامہ ابوالسعود محمد حنفی (۹۱) مولانا عارف باللہ نورالدین جامی حنفی صاحبِ نفحات (۹۲) شیخ محقق برکۃ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الہند مولانا عبدالحق بن سیف الدین محدث دہلوی حنفی صاحبِ لمعات واشعۃ اللمعات وجامع البرکات وجذب القلوب ومدارج النبوۃ (۹۳) فاضل محدث مولٰنا محمد طاہر فتنی احمد آبادی حنفی صاحب مجمع بحار الانوار (۹۴) فاضل شیخ الاسلام دہلوی حنفی صاحبِ کشف الغطا (۹۵) مولٰنا شیخ جلیل نظام الدین وغیرہ جامعانِ فتاوٰی عالمگیری حنفیان (۹۶) بحرالعلوم ملک العلماء مولانا ابوالعیاش محمد بن عبدالعلی لکھنوی حنفی (۹۷) خاتمۃ المحققین علامہ غنیمی حنفی (۹۸) فاضل سیّد احمد مصری طحطاوی حنفی (۹۹) سیّدی امین الدین محمد شامی حنفی محشیانِ شرح علائی (۱۰۰) سیّدی جمال بن عبداللہ بن عمر مکی حنفی وغیرہم برد اللہ تعالٰی مضاجعہم۔

تنبیہ: فقیر غفر اللہ تعالٰی لہٗ نے ان ائمۂ سلف وعلمائے خلف سے صرف اُنھی اکابر کے اسمائے طیبہ گنے جن کے کلام میں خاص سماع وادراک وعلم وشعورِ اہلِ قبور کے نصوصِ قاہرہ یا دلائل باہرہ ہیں۔ پھر اُن میں بھی حصر واستیعاب کا قصد نہ کیا کہ اس کی راہ میں بلاد شاسعہ وبراری واسعہ وجبال شاہقہ وبحار زاخرہ ہیں، بلکہ حاشا وہ بھی بالتمام ؏ ذکر نہ کیے جن کے اقوال ہدایت اشتمال اس وقت میرے سامنے جلوہ فرما د

؏ قولہ وُہ بھی بالتمام ذکر نہ کیے، **اقول** اس دعوٰی کی صحت پر خود یہی رسالہ دلیل کافی ہے، ناظر اوّل تا آخر اس کے مقامات کو مطالعہ کرے گا تو ائمۂ مذکورین کے سوا بہت علماء ومشائخ کے اسماء دیکھے گا۔

(باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

کو لے کر قبر پر تشریف لے گئے ـــــ آگے لفظِ حدیث یُوں ہیں :

فقال عمر یافلان ولمن خاف مقام ربہ جنتٰن، فاجابہ الفتی من داخل القبر یاعمر قد اعطانیھا ربی فی الجنۃ مرتین[1]

یعنی امیرالمومنین نے جوان کا نام لے کر فرمایا: اے فلان! جو اپنے رب کے پاس کھڑے ہونے کا ڈر کرے اس کے لیے دو باغ ہیں۔ جوان نے قبر میں سے آواز دی: اے عمر! مجھے میرے رب نے یہ دولتِ عظمٰے جنّت میں دو بار عطا فرمائی۔

نسأل اللہ الجنۃ لہ الفضل والمنۃ وصلی اللہ تعالٰی علی نبی الانس والجنۃ واٰلہ وصحبہ واصحاب السنۃ اٰمین اٰمین اٰمین!

ہم اللہ سے جنت کے خواستگار ہیں، اسی کے لیے فضل و احسان ہے، اور خدائے برتر کا درود و سلام ہو انس و جن کے نبی اور اُن کی آل واصحاب اور اہلِ سنّت پر۔ الٰہی! قبول فرما، قبول فرما، قبول فرما! (ت)

المقصد الثالث فی اقوال العُلماء

(مقصدِ سوم عُلماء کے اقوال میں)

قال الفقیر محرر السطور غفرلہ المولی الغفور اس مسئلہ میں ہمارے مذہب کی تصریح و تلویح و تنقیص و تلمیح و تائید و ترجیح و تسلیم و تصحیح میں ارشادات متکاثرہ و اقوال متوافرہ ہیں۔ حضراتِ عالیہ صحابہ کرام و تابعین فخام و اتباع اعلام و مجتہدینِ اسلام و سلف و خلف علمائے عظام سے رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین وحشرنا فی زمرتھم یوم الدین اٰمین (اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو اور ہمیں روزِ قیامت اُن کے زمرے میں اُٹھائے۔ الٰہی قبول فرما! ۔ ت) فقیر غفرلہ اللہ تعالٰی اگر بقدرِ قدرت اُن کے حصر و استقصاء کا ارادہ کرے موجبِ عجالہ حدِ مجلد سے گزرے، لہٰذا اوّلاً صرف ننانوے ائمۂ دین و علمائے کاملین کے اسماءِ طیبہ شمار کرتا ہُوں جن کے اقوال اس وقت میرے پیشِ نظر اور اس رسالہ کے فصول و مقاصد میں جلوہ گر وفضل اللہ سبحانہ اوسع و اکثر (اور اللہ سبحانہٗ کا فضل اور زیادہ وسیع و فزوں تر ہے۔ ت) پھر دس نام اُن عالموں کے بھی حاضر کروں گا جن پر اعتماد میں مخالف مضطر وھذا الدیھم ادھی وامر والحمد للہ العلی الاکبر (اور یہ ان کے نزدیک زیادہ سخت اور تلخ ہے، اور سب خُوبیاں بلندی و کبریائی والے خدا ہی کے لئے ہیں۔ ت)

فمن الصّحابۃ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین: (۱) امیرالمومنین عمر فاروق اعظم

---

[1] کنز العمال بحوالہ ک حدیث ۴۶۳۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲/۱۷-۵۱۶

Marfat.com

اصحابِ فہم کے لیے کافی ہیں۔ت) ؎

اولئك ساداتی فجئنی بمثلھم   اذا جمعتنا یا جریر المجامع [1]

(یہ ہیں میرے سردار، پس تو ان کی مثل پیش کر، اے جریر جمع کرنے والے جب تو جمع کر لائے)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

(۱۵۵) حضرت سیّدی ابویزید بسطامی (۱۵۶) حضرت سیّدی ابوالحسن خرقانی (۱۵۷) حضرت سیّدی ابوعلی فارمدی (۱۵۸) حضرت سیّدی ابوسعید خراز (۱۵۹) حضرت استاد امام ابوالقاسم قشیری۔ (۱۶۰) حضرت عارف باللہ سیّدی ابی علی (۱۶۱) حضرت سیّدی ابراہیم بن شیبان (۱۶۲) حضرت سیدی ابویعقوب (۱۶۳) حضرت سیدی علی خواص شیخ امام شعرانی (۱۶۴) حضرت میر ابوالعلے اکبر آبادی سردار سلسلہ نقشبندیہ ابوالعلائیہ (۱۶۵) شاہ محمد غوث گوالیاری صاحبِ جواہرِ خمسہ (۱۶۶) مولانا وجیہ الدین علوی شیخ حضرت مولنا عبدالحق محدث دہلوی (۱۶۷) حضرت سید صبغۃ اللہ بروجی (۱۶۸) شیخ بایزید ثانی (۱۶۹) مولنا عبدالملک (۱۷۰) شیخ اشرف لاہوری (۱۷۱) شیخ محمد سعید لاہوری کہ ساتوں صاحب مشائخ شاہ ولی اللہ سے ہیں۔ (۱۷۲) جناب شیخ مجدد الف ثانی (۱۷۳) شیخ عبدالاحد پیر سلسلہ مجددیہ (۱۷۴) شیخ ابوالرضا محمد جدِ شاہ ولی اللہ (۱۷۵) سید احمد بریلوی پیر میاں اسمٰعیل دہلوی کہ صراطِ مستقیم جن کی ملفوظات قرار دی گئی۔

یہ مجموعہ پونے دوسو (۱۷۵) ہوا من بعضھم صریح البیان ومن بعضھم افادۃ البرھان ومن بعضھم التقریر والاذعان ولبعضھم لیس الخبر کالعیان والحمد للہ فی کل حین واٰن (بعض کا صریح بیان ہے، بعض کی جانب سے افادۂ برہان ہے، بعض سے تقریر اور اذعان ہے، اور بعض کا حال یہ ہے کہ خبر مشاہدے کی طرح نہیں، اور اللہ ہی کی حمد ہے ہر وقت اور ہر آن۔ت) اور ہنوز اس کتاب میں اور باقی ہیں اور جو حصر و استیعاب کی طرف راہ کیا ہے بلکہ استقصائے تمام قدرتِ خامہ و وسعت کاغذ کے ورا آخر نوعِ اوّل مقصد سوم میں ارشاد ان علماء سے مذکور ہو گا کہ علم و سمع و بصرِ موتی پر تمام اہلسنّت وجماعت کا اجماع ہے، تو آج تک جس قدر عمائدِ اہلسنّت گزرے سب کے نام اسی فہرست میں اندراج کے قابل، پھر کون کہہ سکتا ہے کہ وہ کے لاکھ ہے، والحمد للہ رب العٰلمین۔ اور لطف یہ کہ ان مذکورین میں گنتی کے بعض ایسے ہیں جن کے دو ایک ظواہر کلمات سے وہابیہ اس مسئلہ میں استناد کرتے اور انھیں کے باقی اقوال کو پسِ پشت ڈال کر مقامِ تحقیق و مرامِ توفیق و نظامِ تطبیق اور موافق و مبائن جمہور کی تفریق سے محض غافل یا اغوائے عوام کو متغافل گزرتے ہیں واللہ یھدی من یشاء الی صراط المستقیم (اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔ت) ۱۲ منہ دامت فیوضہ (م)

---

[1] مختصر المعانی   تعریف المسند الیہ بالاشارۃ   المکتبۃ الفاروقیہ ملتان   ص ۱۱۱

Marfat.com

فرح قرطبی صاحب تذکرہ (۳۷) امام[11] شمس الائمہ حلوانی حنفی (۳۸) امام[12] عارف باللہ فقیہ زاہد (۳۹) امام[13] محدث
محی الدین طبری شافعی (۴۰) امام[14] ربانی سیدنا علاء الدین سمنانی (۴۱) امام[15] ابوالمحاسن حسن بن علی ظہیر الدین کبیر
مرغینانی حنفی استاذ امام قاضی خاں و صاحب خلاصہ (۴۲) بعض[16] اساتذہ امام شیخ الاسلام علی بن ابی بکر
برہان الدین فرغانی حنفی صاحب التجنیس والمزید (۴۳) امام[17] فقیہ النفس قاضی حسن بن منصور فرغانی اوزجندی
حنفی (۴۴) امام[18] ابوذکریا یحیٰی بن شرف نووی شافعی شارح صحیح مسلم (۴۵) امام[19] فخر الدین محمد رازی شافعی
(۴۶) امام[20] سعد الدین تفتازانی مصنف و شارح مقاصد (۴۷) امام[21] ابوسلیمان احمد بن ابراہیم خطابی (۴۸) امام[22]
ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد سہیلی صاحب الروض (۴۹) امام[23] عمر بن محمد بن عمر جلال الدین خبازی حنفی
صاحب فتاوٰی خبازیہ (۵۰) صاحب[24] عباب حنفی تلمیذ امام اجل قاضی خاں (۵۱) علامہ[25] محمود بن محمد لولوی بخاری
حنفی صاحب حقائق شرح منظومہ نسفیہ تلمیذ التلمیذ امام شمس الائمہ کردری (۵۲) سیدی[26] یوسف بن عمر صوفی حنفی
صاحب مضمرات (۵۳) امام[27] عارف باللہ صدر الدین قونوی (۵۴) امام[28] شہاب الدین فضل اللہ بن حسین تورپشتی
حنفی (۵۵) امام[29] ملک العلماء عز الدین بن عبدالسلام شافعی (۵۶) امام[30] محدث زین الدین مراغی (۵۷) امام[31]
ابوعبداللہ محمد بن احمد بن علی بن جابر اندلسی (۵۸) قاضی[32] ناصر الدین بیضاوی شافعی صاحب تفسیر (۵۹) امام[33]
ابوعبداللہ ابن النعمان صاحب سفینۃ النجاۃ لاہل الالتجاء فی کرامات الشیخ ابی النجا (۶۰) امام[34] عارف باللہ
عبداللہ بن اسعد یافعی شافعی صاحب روض الریاحین (۶۱) امام[35] علامہ سید الحفاظ ابوعلی ابوالفضل احمد بن
علی ابن حجر عسقلانی شافعی صاحب فتح الباری شرح صحیح بخاری (۶۲) امام[36] شمس الدین محمد بن یوسف کرمانی حنفی
صاحب کواکب الدراری شرح صحیح بخاری (۶۳) امام[37] علامہ تقی الدین علی بن عبدالکافی سبکی شافعی صاحب شفاء السقام
(۶۴) امام[38] شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی شافعی صاحب ارتیاح الاکباد بفقد الاولاد (۶۵) امام[39] خاتم الحفاظ
مجدد المائۃ التاسعہ ابوالفضل جلال الدین بن عبدالرحمٰن سیوطی صاحب شرح الصدور و بدور سافرہ و انیس الغریب
و زہر الربی شرح سنن نسائی وغیرہ (۶۶) امام[40] علامہ محمد بن احمد خطیب قسطلانی شافعی صاحب مواہب لدنیہ و
ارشاد الساری شرح صحیح بخاری (۶۷) امام[41] شہاب الدین رملی انصاری شافعی (۶۸) سیدی[42] ولی اللہ
احمد زروق (۶۹) سید[43] عارف باللہ ابوالعباس حضرمی (۷۰) امام[44] احمد بن محمد ابن حجر مکی شافعی شارح
مشکوٰۃ (۷۱) محقق[45] علامہ محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حنفی صاحب حلیہ شرح منیہ (۷۲) امام[46] محمد عبدری مکی مالکی
(۷۳) امام[47] صدر کبیر حسام الدین شہید عمر بن عبدالعزیز صاحب فتاوٰی کبرٰی حنفی (۷۴) امام[48] محمد بن محمد شہاب الدین
بزازی حنفی صاحب بزازیہ (۷۵) علامہ[49] نور الدین سمہودی شافعی صاحب خلاصۃ الوفاء فی اخبار دار المصطفٰی
صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم (۷۶) علامہ[50] رحمۃ اللہ سندی حنفی صاحب مناسک ثلثہ (۷۷) علامہ[51] نور الدین علی

Marfat.com

بھی مرفوع میں داخل۔ ہاں بعض اقوالِ تابعین مثل بلال بن سعد اس مقصد سوم میں مذکور ہوئے اور اس کی وجہ اقوالِ باب سے مناسبت، جس طرح مثلاً امام سفیان کا قول، ایسے ہی تناسب کے سبب اقوالِ تابعین کے ساتھ منقول ہُوا۔ اب بقیہ حضرات کے کلماتِ طیبات و اقوال و تصریحات اگر بوجہ استیعاب لکھیے پھر دفتر ہوتا ہے۔ لہذا صرف **تین سَو قول** پر اقتصار کرتا ہُوں۔ علمائے صنفِ اوّل کے دو سَو اور اہلِ صنفِ دوم کے سَو کہ دیدۂ انصاف صاف ہو تو اتنے کیا کم ہیں ع

درخانہ اگر کس است یکحرف بس است

(اگر خانۂ عقل میں شعور ہو تو اشارہ ہی کافی ہے)

تنبیہ: عدّتِ قول جدّتِ مقول یا تعددِ مقول سے ہے، ابتداءً خواہ تقریراً اور درصورت اخیر ہر عالم کی عبارت جُدا جُدا لکھنا باعثِ طول۔ لہٰذا انھیں ایک ہی سُرخی میں گن کر اسامی علماء پر ہندسہ لگا دیا جائے گا۔ یہ مقصد بھی مثل اپنے دو برادرِ پیشیں کے دو نوع پر منقسم واللہ سبحٰنہ ھوالموفق للحق والصواب فی کل مھم (اور خدائے پاک ہی ہر مہم میں حق و ثواب کی توفیق دینے والا ہے۔ ت)

نوعِ اوّل اقوالِ علماء سلف و خلف میں۔ ایک تمہید اور پندرہ فصل پر مشتمل۔

تمہید اس میں کہ رُوحیں موت سے نہیں مرتیں۔

(۱) ابنِ عساکر تاریخِ دمشق میں امام محمد بن وضاح سے راوی، امام اجل سحنون بن سعید قدس سرہ سے کہا گیا ایک شخص کہتا ہے بدن کے مرنے سے رُوح بھی مرجاتی ہے۔ فرمایا، معاذ اللہ ھذا من قول اھل البدع [۱] خدا کی پناہ یہ بدعتیوں کا قول ہے۔

(۲) امام ابن امیر الحاج خاتمہ حلیہ میں دربارۂ فوائدِ غسلِ میّت فرماتے ہیں:

اذا اعتق المولٰی بتطھیر جسد یلقی فی التراب یعنی جب بندہ دیکھے گا کہ مولیٰ تبارک و تعالےٰ نے

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)

قد قالوا: اذ لیس للرائی فیہ مجال: ولیس للقیاس فی ذاالباب: من مدخل عند ذوی الالباب: وانما التسلیم فیہ اللائق: والانقیاد حیث انبأ الصادق۔ ۱۲ منہ (م)

روایت کیا ہے (۳) وُہ حسبِ ارشادِ علماء مرفوع کے حکم میں ہے، اس لیے کہ اس بارے میں رائے کا گزر نہیں (۴) اور قیاس کا اس باب میں اربابِ عقول کے نزدیک کوئی دخل نہیں (۵) جب صادق نے خبر دی ہے تو اس میں تسلیم و قبول اور تابعداری ہی مناسب ہے۔ (ت)

[۱] شرح الصدور بحوالہ ابن عساکر خاتمۃ فی فوائد تتعلق بالروح خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۱۲۵

Marfat.com

متیسر حالت حاضرہ ہیں۔ فتلك مائة كاملة فيهم وفاء لقلوب عاقلة (یہ مکمل سَو ہیں جو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

میں اتمامِ کلام کو اُن کے نام بھی شمار کرنا اور عدد کو **پونے دوسَو**[۱۷۵] نام تک پہنچاتا ہُوں۔ متن میں سَو ائمہ سلف و خلف اور دس معتمدینِ مخالف کے اسماء گنائے کہ سب ایک سَو دس[۱۱۰] ہُوئے۔ آگے چلیے **من الصحابة والتابعين واتباعهم**: (۱۱۱) حضرت عبداللہ بن سلام (۱۱۲) حضرت ام المومنین صدیقہ (۱۱۳) حضرت امام زین العابدین علی بن حسین بن علی مرتضےٰ (۱۱۴) حضرت امام حسن مثنیٰ ابن حسن مجتبےٰ ابن مولےٰ مشکلکشا صلے اللہ تعالےٰ علیٰ سیدہم و بارک وسلم دائماً ابداً (۱۱۵) افضل التابعین امام سعید بن المسیب (۱۱۶) حبان بن ابی جبلہ (۱۱۷) ابن مینا (۱۱۸) ابو قلابہ بصری (۱۱۹) سلیم بن عمیر (۱۲۰) عبداللہ بن ابن نجیح مکی من العلماء والاولیاء من کلا النوعین المذکورین فی المتن (۱۲۱) امام محدث مفسر مجتہد ابن جریر طبری (۱۲۲) امام محدث اجل ابو محمد عبدالحق صاحبِ احکامِ کبریٰ و احکامِ صغریٰ (۱۲۳) امام ابو عمرو بن الصلاح محدث (۱۲۴) امام قاضی مجدد الشریعۃ کرمانی (۱۲۵) امام اجل ابو البرکات عبداللہ نسفی صاحبِ تصانیفِ مشہورہ (۱۲۶) امام علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی صاحبِ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری (۱۲۷) علامہ ابن ملک شارح مشارق الانوار (۱۲۸) علامہ فضل اللہ بن الغوری حنفی (۱۲۹) امام فخر الدین ابو محمد عثمان بن علی زیلعی صاحبِ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق (۱۳۰) محمد بن محمد حافظ بخاری صاحبِ فصل الخطاب (۱۳۱) امام شہاب الدین شارح منہاج استاذ الاستاذ ابنِ حجر مکی (۱۳۲) حضرت سیدی علی قرشی قدس سرہ العرشی (۱۳۳) امام جلیل نور الدین ابو الحسن علی مصنف بہجۃ الاسرار (۱۳۴) امام مجدالدین عبداللہ بن محمود موصلی حنفی صاحبِ مختار و اختیار (۱۳۵) صاحبِ مطالب المؤمنین (۱۳۶) صاحبِ خزانۃ الروایات (۱۳۷) صاحبِ کنز العباد، ہر سہ از مستندان متکلمین طائفہ (۱۳۸) علامہ جمہوری صاحبِ تصانیفِ کثیرہ (۱۳۹) علامہ زیادی (۱۴۰) علامہ داؤدی شارح منہج (۱۴۱) علامہ حلبی محشی صاحبِ دُرمختار (۱۴۲) شیخ احمد نخلی (۱۴۳) شیخ احمد شناوی (۱۴۴) شیخ احمد قشاشی (۱۴۵) مولانا ابراہیم کردی استاذ الاستاذ شاہ ولی اللہ صاحب (۱۴۶) مولٰنا ابو طاہر مدنی خاص استاذ شاہ ولی اللہ (۱۴۷) مولانا محمد بن حسین کبتی حنفی مکی (۱۴۸) مولانا حسین بن ابراہیم مالکی مکی (۱۴۹) حضرت مولٰنا شیخ الحرم احمد بن دحلان شافعی مکی مصنف سیرت نبویہ و رَدِّ وہابیہ وغیرہما تصانیف علیہ (۱۵۰) مولانا محمد بن محمد غرب شافعی مدنی (۱۵۱) مولٰنا عبدالجبار حنبلی بصری مدنی (۱۵۲) مولٰنا ابراہیم بن خیار شافعی مدنی (۱۵۳) عبدِ صالح ہاشم بن محمد (۱۵۴) اُن کے والد ماجد محمد عمری مدنی

(باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

یااھل الخلود ویااھل البقاء انکم لم تخلقوا للفناء وانما خلقتم للخلود والابد ولکنکم تنتقلون من دار الی دار[1]

اے ہمیشگی والو! اے بقا والو! تم فنا کو نہ بنے بلکہ دوام وہمیشگی کے لئے بنے ہو، ہاں ایک گھر سے دوسرے گھر میں چلے جاتے ہو۔

قول (۲) شرح الصدور میں ہے:

قال العلماء الموت لیس بعدم محض ولافناء صرف وانما ھو انقطاع تعلق الروح بالبدن ومفارقۃ وحیلولۃ بینھما وتبدل حال وانتقال من دار الی دار[2]۔

علماء نے فرمایا موت کے یہ معنی نہیں کہ آدمی محض نیست و نابود ہوجائے بلکہ وہ تو یہی روح و بدن کے تعلق چھوٹنے اور ان میں حجاب و جدائی ہوجانے اور ایک طرح کی حالت بدلنے اور ایک گھر سے دوسرے گھر چلے جانے کا نام ہے۔

تنبیہ: تعلق چھوٹنے کے یہ معنی کہ وہ علاقہ معہودہ جو عالم حیات میں تھا، جاتا رہا۔ اور اسی طرح حجاب و جدائی ہوجانے سے یہ مراد کہ ویسا اتصال تام باقی نہیں، ورنہ مذہب اہلسنت میں روح کو بعد موت بھی بدن سے ایک تعلق واتصال رہتا ہے جیسا کہ فصول آئندہ کے اقوال کثیرہ میں آئے گا ان شاء اللہ تعالٰی۔

قول (۳) جامع البرکات میں فرمایا:

موت عدم محض نیست چنانکہ دہریاں وطبعیان گویند بلکہ انتقال ست از حالے بحالے واز دارے بدارے[3]۔

موت نیست و نابود ہوجانے کا نام نہیں جیسا کہ دہریہ اور طبعیین کہتے ہیں بلکہ ایک حال سے دوسرے حال اور ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہوجانے کا نام ہے۔ (ت)

قول (۴) اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرمایا کہ:

اولیائے خدا نقل کردہ شدند ازیں دار فانی بدار بقا و زندہ اند نزد پروردگار خود ومرزوق اند وخوشحال اند ومردم را ازاں شعور نیست[4]۔

اولیاء اس دار فانی سے دار بقا میں منتقل کردئے جاتے ہیں، وہ اپنے پروردگار کے یہاں زندہ ہیں، انھیں رزق ملتا ہے اور خوشحال رہتے ہیں اور لوگوں کو اس کی خبر نہیں۔ (ت)

---

[1] شرح الصدور بحوالہ حلیہ باب فضل الموت خلافت اکیڈمی، منگورہ، سوات ص ۵

[2] " " " " " " " "

[3] جامع البرکات

[4] اشعۃ اللمعات باب حکم الاسراء فصل ۱ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۴۰۲

Marfat.com

والحمد للہ اولاً و آخراً و باطناً وظاهراً تمام الکلام بمسلك الالزام (اول، آخر، ظاہر، باطن میں اللہ تعالیٰ کی حمد ہے، الزام کے رنگ میں کلام تمام کیا جارہا ہے۔ ت)

اب انھیں لیجئے جن پر اعتماد مخالف کو ضرور : (۱) شاہ ولی اللہ صاحب (۲) ان کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب (۳) اُن کے فرزند ارجمند مولٰنا شاہ عبدالعزیز صاحب (۴) اُن کے برادر مولٰنا شاہ عبدالقادر صاحب (۵) اُن کے ممدوح جناب میرزا مظہر جانجاناں (۶) اُن کے مرید رشید قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی، (۷) مولوی اسحاق صاحب دہلوی (۸) اُن کے شاگرد نواب قطب الدین خاں دہلوی (۹) مولوی خرم علی صاحب بلہوری تجاوز اللہ عنا وعن کل من صح ایمانہ فی النشاتین ورحم کل من یشھد صدقا بالشہادتین (اللہ درگزر فرمائے ہم سے اور ہر اُس شخص سے جس کا ایمان دونوں نشاؤں میں صحیح ہے اور اُن سب پر رحم فرمائے جو سچائی سے دونوں شہادتوں کی گواہی دینے والے ہیں۔ ت) (۱۰) ان سب سے قوی مجتہد نو میاں اسمٰعیل دہلوی واللہ الہادی الی منہج السوی وھو المستعان علٰی کل غوی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ الغالب العلی (اور خدا ہی راہِ راست کی ہدایت دینے والا ہے اور اسی سے ہر گمراہ کے خلاف استعانت ہے اور کوئی طاقت وقوت نہیں مگر خدائے غالب و برتر سے۔ ت)

واضح ہو کہ ارشادات علیہ صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین مقصدِ احادیث میں مذکور ہوئے کہ حدیث اصطلاحِ محدثین[1] میں اُنھیں بھی شامل، معہذا امورِ قبور واحوالِ ارواح مفارقہ میں رائے کو دخل نہیں تو یہاں[2] موقوف

---

[1] علامہ سید شریف رحمہ اللہ تعالیٰ مقدمہ مصطلحات الحدیث میں فرماتے ہیں :

الحدیث اعم من انیکون قول الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والصحابی والتابعی وفعلھم وتقریرھم۔

حدیث رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور صحابی و تابعی سب کے قول، فعل اور تقریر کو شامل ہے۔ (ت)

[2] امام علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اپنی ارجوزہ مسمّٰی بالتثبیت عند التبییت میں فرماتے ہیں :

یکرر السوال للانام ٭ فی ماروو افی سبعۃ ایام ٭ کذا رواہ احمد بن حنبل ٭ فی الزھد عن طاؤس البحر العلی ٭ وحکمہ الرفع کما

(۱) روایتِ محدثین کے مطابق مخلوق سے سوال سات دنوں کے اندر مکرر ہوگا (۲) امام احمد بن حنبل نے زہد میں متبحر بلند رتبہ تابعی امام طاؤس سے ایسا ہی

(باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

روایت چہارم: وہی امام حضرت ابو یعقوب سوسی نہر جوری قدس سرہٗ سے راوی، میں نے ایک مرید کو نہلانے کے لیے تختہ پر لٹایا اس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا، میں نے کہا: جان پدر! میں جانتا ہوں کہ تُو مردہ نہیں یہ تو صرف مکان بدلنا ہے، لے میرا ہاتھ چھوڑ دے۔[1]

روایت پنجم: جناب ممدوح انہی عارف موصوف سے راوی، مکہ معظمہ میں ایک مرید نے مجھ سے کہا پیرومرشد! میں کل ظہر کے وقت مر جاؤں گا۔ حضرت! یہ اشرفیاں لیں آدھی میں میرا دفن آدھی میں میرا کفن کریں۔ جب دوسرا دن ہوا اور ظہر کا وقت آیا مرید مذکور نے آکر طواف کیا، پھر کعبہ سے ہٹ کر لیٹا تو رُوح نہ تھی، میں نے قبر میں اتارا، آنکھیں کھول دیں۔ میں نے کہا: موت کے بعد زندگی کہاں؟ کہا: انا حی وکل محب اللہ حی[2] میں زندہ ہُوں اور اللہ کا ہر دوست زندہ ہے۔

اس قسم کی صدہا روایات کلماتِ ائمہ کرام میں مذکور ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فمالہ من نور[3] (اور خدا جسے نور نہ دے اس کے لیے کوئی نور نہیں۔ت)

فصل دوم: موت سے رُوح میں اصلاً تغیر نہیں آتا اور اس کے علوم و افعال[ع] بدستور رہتے ہیں بلکہ زیادہ ہوجاتے ہیں، پھر جمادیت کیسی اور اثباتِ تخصیص ادراک ذمہ مخصص۔

قول (۶) امام سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں:

النفس باقیۃ بعد موت البدن عالمۃ باتفاق المسلمین بل غیر المسلمین من الفلاسفۃ وغیرھم ممن یقول ببقاء النفوس یقولون بالعلم بعد الموت ولم

یعنی مسلمانوں کا اجماع ہے کہ رُوح بعد مرگ باقی اور علم و ادراک رکھتی ہے، بلکہ فلاسفہ وغیرہم کفار بھی جو بقائے ارواح کے قائل ہیں وہ بھی موت کے بعد علم مانتے ہیں اور بقائے روح میں کسی نے خلاف

[ع] امام سیوطی شرح الصدور میں مذہب اہلسنت کتاب الروح سے یُوں نقل فرماتے ہیں:

ان الروح ذات قائمۃ بنفسھا تصعد وتنزل وتتصل وتنفصل وتذھب وتجئ وتتحرک وتسکن وعلی ذٰلک اکثر من مائۃ دلیل مقرر[4]۔

یعنی رُوح ایک مستقل ذات ہے کہ چڑھتی اُترتی ملتی جدا ہوتی آتی جاتی حرکت کرتی ساکن ہوتی ہے اور اس پر سَو سے زیادہ دلائل ثابت ہوتے ہیں۔ (م)

---

[1] الرسالۃ القشیریۃ فصل فان قیل فما الغالب علی الولی فی حال الخ مصطفی البابی مصر ص ۱۷۰

[2] " " " " " " " " ۱۷۱

[3] القرآن ۲۴/ ۴۰

[4] شرح الصدور خاتمہ فی فوائد تتعلق بالروح خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۱۳۶

Marfat.com

تنبہ العبد الی تطہیر ما ھو باق وھو النفس فانہ لا یفنی عند اھل السنۃ والجماعۃ[1]

ہم پر اس بدن کی تطہیر فرض کی جو خاک میں ڈالا جائیگا تو متنبہ ہوگا کہ اس کی تطہیر اور بھی ضرور ہے جو باقی رہنے والا ہے یعنی روح کہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک فنا نہیں ہوتی۔

(۳) امام عزالدین بن عبد السلام[عـ۱] فرماتے ہیں کہ:

لا تموت الارواح الحیاۃ بل ترفع الی السماء حیۃ[2]

روحیں مرتی نہیں بلکہ زندہ آسمان کی طرف اٹھالی جاتی ہیں۔

(۴) امام جلال الحق والدین سیوطی شرح الصدور میں ناقل' باقیۃ بعد خلقھا بالاجماع[3] روحیں پیدائش کے بعد بالاجماع جاوداں رہتی ہیں۔

(۵) خود امام ممدوح اس امر کی تائید میں کہ شہداء کی زندگی صرف روحانی نہیں بلکہ روح و بدن دونوں سے ہے' ارشاد فرماتے ہیں:

لوکان المراد حیاۃ الروح فقط لم یحصل لہ تمیز عن غیرہ لمشارکۃ سائر الاموات لہ فی ذلک ولعلم المؤمنین باسرھم حیاۃ کل الارواح فلم یکن لقولہ تعالیٰ ولکن لا تشعرون[4]

یعنی اگر آیت کریمہ میں حیات شہید سے صرف زندگی روح مراد ہوتی تو اس میں اس کی کیا خصوصیت تھی۔ یہ بات تو ہر مردے کو حاصل ہے اور تمام مسلمان جانتے ہیں کہ سب کی روحیں بعد موت زندہ رہتی ہیں حالانکہ حیاتِ شہدا کی نسبت آیت میں فرمایا کہ تمھیں خبر نہیں۔

یہاں سے اجماعِ صحابہ ثابت ہوا۔

فصل اوّل: موت صرف ایک مکان سے دوسرے میں چلا جانا ہے نہ کہ معاذ اللہ جماد ہو جانا۔

قول (۱) ابو نعیم حلیہ میں بلال بن سعد[عـ۲] رحمہ اللہ تعالیٰ سے راوی کہ اپنے وعظ میں فرماتے:

عـ۱ نقلہ فی شرح الصدور عن امالیہ ۱۲ منہ (م) اسے شرح الصدور میں اُن کے امالی سے نقل کیا۔ ت

عـ۲ تابعی جلیل' عابد' فاضل' ثقہ' رجال نسائی وغیرہ سے ۱۲ منہ (م)

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] شرح الصدور بحوالہ عزالدین بن عبد السلام خاتمہ فی فوائد تتعلق بالروح خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۳۴

[3] " " کتاب ابن قیم " " " " " " " ص ۱۳۵

[4] " " باب زیارت القبور " " " " " " " ص ۸۵

Marfat.com

قول (۱۲) علامہ مناوی کی شرح جامع صغیر میں ہے:

الموت لیس بعدم محض والشعور باق حتی بعد الدفن[1]

موت بالکل عدم نہیں اور شعور باقی ہے یہاں تک کہ بعد دفن بھی۔

قول (۱۳) اُسی میں ہے:

ان الروح اذا انخلعت من ھذا الھیکل و انفکت من القیود بالموت تجول الی حیث شاءت[2]

بیشک رُوح جب اس قالب سے جُدا اور موت کے باعث قیدوں سے رہا ہوتی ہے جہاں چاہتی ہے جولان کرتی ہے۔

قول (۱۴) شرح الصدور میں منقول کہ دلائلِ قرآن وحدیث لکھ کر کہا:

فصح ان الارواح اجسام حاملۃ لاعراضھا من التعارف والتناکر وانھا عارفۃ متمیزۃ[3]

ان سے ثابت ہوا کہ رُوحیں اجسام ہیں اپنے اوصاف شناخت وناشناخت وغیرہ کی حامل جو بذاتِ خود ادراک تمیز رکھتی ہیں۔

یہاں وُہ تقریر یاد کرنی چاہئے جو زیرِ حدیث دوم گزری۔

قول (۱۵) مقاصد وشرح مقاصد علامہ تفتازانی میں ہے:

عند المعتزلۃ وغیرھم البدنیۃ المخصوصۃ شرط فی الادراک فعندھم لایبقی ادراک الجزئیات عند فقد الاٰلات وعندنا یبقی و ھو الظاھر من قواعد الاسلام[4]

معتزلہ وغیرہم کے مذہب میں یہ بدن شرطِ ادراک ہے تو ان کے نزدیک جب اس کے آلات نہ رہے ادراکِ جزئیات بھی نہ رہا اور ہم اہلِ سنّت وجماعت کے مذہب میں باقی رہتا ہے اور یہی ظاہر ہے قواعدِ دینِ اسلام سے۔

قول (۱۶) لمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے:

سببیۃ الحواس للاحساس وللادراک عادیۃ

حواس کا سببِ احساس وادراک ہونا اک امر عادی ہے

---

[1] التیسیر شرح جامع صغیر تحت ان المیت یعرف من یحملہ الخ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۱/ ۳۰۳

[2] " " " تحت حدیث ان روحی المؤمنین " " ۱/ ۳۲۰

[3] شرح الصدور باب مقر الارواح خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۹۹

[4] شرح مقاصد المبحث الرابع مدرک الجزئیات دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۴۳

Marfat.com

قول (۵) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:

لافرق لهم فی الحالین ولذا قیل اولیاء الله لایموتون ولکن ینتقلون من دار الی دار[1]

اولیاء کی دونوں حالت وممات میں اصلاً فرق نہیں، اسی لیے کہا گیا کہ وہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر تشریف لے جاتے ہیں۔

روایت مناسبہ: امام عارف باللہ اُستاذ ابوالقاسم قشیری قدس سرہٗ اپنے رسالہ میں بسندِ خود حضرت ولی مشہور سیدنا ابوسعید خراز قدس سرہ الممتاز سے راوی کہ میں مکہ معظمہ میں تھا باب بنی شیبہ پر ایک جوان مُردہ پڑا پایا، جب میں نے اُس کی طرف نظر کی، مجھے دیکھ کر مُسکرایا اور کہا:

یا اباسعید اما علمت ان الاحباء احیاء وان ماتوا وانما ینقلون من دار الی دار[2]

اے ابوسعید! کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ کے پیارے زندہ ہیں اگرچہ مرجائیں، وہ تو یہی ایک گھر سے دوسرے گھر میں بلائے جاتے ہیں۔

روایت دوم: وہی عالیجناب حضرت سیدی ابوعلی قدس سرہٗ سے راوی، میں نے ایک فقیر کو قبر میں اتارا، جب کفن کھولا اور اُن کا سر خاک پر رکھ دیا کہ اللہ اُن کی غربت پر رحم کرے، فقیر نے آنکھیں کھول دیں اور مجھ سے فرمایا:

یا اباعلی أتذلنی بین یدی من دللنی[3]

اے ابوعلی! مجھے اس کے سامنے ذلیل کرتے ہو جو میرے ناز اٹھاتا ہے۔

میں نے عرض کی: اے سردار میرے! کیا موت کے بعد زندگی؟ فرمایا:

بلٰی انا حی وکل محب الله حی لاینصرنك بجاهی غدا یاروذباری[4]

میں زندہ ہُوں اور خدا کا ہر پیارا زندہ ہے بیشک وہ جاہت وعزت جو روزِ قیامت ملے گی اس سے تجھے کوئی ضرر نہ پہنچے گا بلکہ میں تیری مدد کروں گا اے روذباری۔

روایت سوم: وہی جناب مستطاب حضرت ابراہیم بن شیبان قدس سرہٗ سے راوی، میرا ایک مرید جوان مرگیا، مجھے سخت صدمہ ہوا، نہلانے بیٹھا، گھبراہٹ میں بائیں طرف سے ابتدا کی، جوان نے وہ کروٹ ہٹا کر اپنی دہنی کروٹ میری طرف کی، میں نے کہا: جانِ پدر! تُو سچا ہے مجھی سے غلطی ہُوئی۔

عہ هذه والاربعة بعدها كل ذلك فی شرح الصدور ۱۲ منہ (م) یہ روایت اور اسکے بعد کی چاروں روایتیں سب شرح الصدور میں ہیں (ت)

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب الجمعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/ ۲۴۱

[2] و [3] الرسالۃ القشیریۃ باب احوالهم عند الخروج من الدنیا مصطفی البابی مصر ص ۱۴۰

[4] الرسالۃ القشیریۃ " " ۱۴۰

قول (۲۱) امام جلال الدین سیوطی رسالہ منظومہ انیس الغریب میں فرماتے ہیں :

یعرف من یغسله و یحمل ویلبس الاکفان ومن ینزل[۱]

(مردہ اپنے نہلانے والے، اٹھانے والے، کفن پہنانے والے، قبر میں اتارنے والے سب کو پہچانتا ہے)

قول (۲۲ تا ۲۴) امام ابن الحاج مدخل اور امام قسطلانی[۲۳] مواہب اور علامہ[۲۴] زرقانی شرح میں تقریباً فرماتے ہیں :

واللفظ لاحمد من انتقل الی عالم البرزخ من المؤمنین یعلم احوال الاحیاء غالباً وقد وقع کثیر من ذلك کما ھو مسطور فی مظنة ذلك من الکتب[۲]

احمد کے الفاظ ہیں جو مسلمان برزخ میں ہیں اکثر احوال احیاء پر علم رکھتے ہیں اور یہ امر بکثرت واقع ہے جیسا کہ کتابوں میں اپنے محل پر مذکور ہے۔

قول (۲۵) اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں علم و ادراک موتے کی تحقیق و تفصیل لکھ کر فرماتے ہیں :

بالجملہ کتاب وسنت مملوو مشحون اند باخبار و آثار کہ دلالت مے کند بر وجود علم موتے بدنیا و اہل آں پس منکر نہ شود آں را مگر جاہل باخبار منکر دین[۳]

الحاصل کتاب وسنت ایسے اخبار و آثار سے لبریز ہیں جو یہ بتاتے ہیں کہ مُردوں کو دُنیا و اہلِ دنیا کا علم ہوتا ہے تو اس کا انکار وہی کرے گا جو اخبار و احادیث سے بے خبر اور دین کا منکر ہو۔ (ت)

فصل چہارم اموات سے حیا کرتے ہیں۔

قول (۲۶) ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں سلیم بن عمیر سے راوی، وُہ ایک مقبرہ پر گزرے، پیشاب کی حاجت سخت تھی، کسی نے کہا یہاں اُتر کر قضائے حاجت کر لیجئے، فرمایا :

سبحان اللّٰہ و اللّٰہ انی لاستحیی من الاموات کما استحیی من الاحیاء[۴]

سُبحان اللہ! خدا کی قسم میں مُردوں سے ایسی ہی شرم کرتا ہُوں جیسی زندوں سے۔

---

[۱] انیس الغریب

[۲] المواہب اللدنیہ من آداب الزیارت المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۵۸۱

زرقانی علی مواہب اللدنیہ المقصد العاشر المطبعۃ العامرہ مصر ۸/ ۳۴۹

المدخل فصل فی الکلام علیٰ زیارہ سید الاولین دار الکتاب العربیہ بیروت ۱/ ۲۵۳

[۳] اشعۃ اللمعات کتاب الجہاد فصل اول نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۴۰۱

[۴] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ بحوالہ ابن ابی الدنیا زیارت القبور مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/ ۱۱۷

Marfat.com

يخالف فى بقاء النفوس الا من لا يعتد به[1] اھ ملتقطا۔

نہ کیا مگر ایسوں نے جو کسی گنتی شمار میں نہیں اھ ملتقطا

قول (۷) تفسیر بیضاوی میں ہے:

فيها دلالة على ان الارواح جواهر قائمة بانفسها مغائرة لما يحس به من البدن تبقى بعد الموت دراكة و عليه جمهور الصحابة والتابعين و به نطقت الأيات والسنن[2]

یہ آیۂ کریمہ دلیل ہے کہ رُوحیں جوہر قائم بالذات ہیں، یہ بدن جو نظر آتا ہے اس کے سوا اور چیز ہیں، موت کے بعد اپنے اُسی جوشِ ادراک پر رہتی ہیں۔ جمہور صحابہ و تابعین کا یہی مذہب ہے اور اسی پر آیات و احادیث ناطق۔

قول (۸) امام غزالی احیاء میں فرماتے ہیں:

لا تظن ان العلم يفارقك بالموت فالموت لا يهدم محل العلم اصلا و ليس الموت عدما محضًا حتى تظن انك اذا عدمت عدمت صفتك[3]

یہ گمان نہ کرنا کہ موت سے تیرا علم تجھ سے جدا ہو جائیگا کہ موت محلِ علم یعنی رُوح کا تو کچھ نہیں بگاڑتی، نہ وُہ نیست و نابود ہو جانے کا نام ہے کہ تو سمجھے جب تو نہ رہا تیرا وصف یعنی علم و ادراک بھی نہ رہا۔

قول (۹، ۱۰) امام نسفی عمدۃ الاعتقاد، پھر علامہ نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں: الروح لا يتغير بالموت[4] مرنے سے رُوح میں کچھ تغیر نہیں آتا۔

قول (۱۱) علامہ تورپشتی فرماتے ہیں:

الروح الانسانية متميزة مخصوصة بالادراكات بعد مفارقتها البدن[5] نقله المناوى۔

فراقِ بدن کے بعد بھی روحِ انسانی متمیز و مخصوص بہ ادراکات ہے۔ (اسے علامہ مناوی نے نقل کیا۔ت)

---

[1] شفاء السقام الفصل الثانی فی الشهداء مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۱۰

[2] تفسیر بیضاوی تحت آیۃ بل احیاء ولکن لا تشعرون مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۱۷

[3] التیسیر بحوالہ الغزالی تحت حدیث من طلب العلم الخ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۲/ ۴۲۹

ف: سعیِ بسیار کے باوجود یہ حوالہ احیاء العلوم سے دستیاب نہیں ہو سکا، تیسیر میں بحوالہ الغزالی بعینہٖ یہ عبارت موجود ہے اس لیے تیسیر سے یہ حوالہ نقل کیا ہے۔ نذیر احمد

[4] الحدیقۃ الندیۃ الباب الثانی فی الامور المھمۃ مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد ۱/ ۲۹۰

[5] التیسیر شرح جامع صغیر بحوالہ التورپشتی تحت حدیث ان ارواح الشهداء الخ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۱/ ۳۶

Marfat.com

فی حضورہ[۱]۔ ذکرہ فی باب الزیارۃ النبویۃ فصل المقام بالمدینۃ المنورۃ۔

مذہب کے خلاف کروں۔ (اسے علامہ قاری نے شرح لباب، باب زیارت نبوی، فصل اقامتِ مدینۂ منورہ میں ذکر کیا۔ ت)

سبحان اللہ اگر اموات دیکھتے سنتے نہیں تو جہر و اخفا، یا رفع و ترک و مکث قنوت و تعجیل سجود میں کیا فارق تھا، للہ انصاف، اگر بنائے قبر حجاب مانع ہو تو امام ہمام کا سامنا کہاں تھا اور اس ادب و لحاظ کا کیا باعث تھا۔

قول (۲۸ تا ۳۱) علامہ فضل اللہ بن غوری حنفی وغیرہ ایک جماعتِ علماء نے تصریح فرمائی کہ زیارت بقیع شریف میں قبۂ حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ابتدا کرے کہ پہلے وہی ملتا ہے تو بے سلام کے وہاں سے گزر جانا بے ادبی ہے، اسی طرح اس بقعۂ پاک میں جو مزار پہلے آتا جائے اس پر سلام کرتا جائے کہ جو ذرا بھی عزت و عظمت رکھتا ہے اس کے سامنے سے بے سلام چلے جانا مروّت و ادب سے بعید ہے۔[۲۹] مولانا علی قاری نے شرح لباب میں اسے نقل فرما کر مسلّم رکھا، شیخ محقق نے جذب القلوب میں[۳۱] بعض دیگر علماء سے اس کی تحسین نقل کی ہے کہ یہ ایک عمدہ مقصد ہے جس کے ساتھ افضل و اشرف کی رعایت نہ کرنی کچھ مضائقہ نہیں بمسلک متقسط میں ہے:

ذکر العلامۃ فضل اللہ بن الغوری من اصحابنا ان البداءۃ بقبۃ العباس والختم بصفیۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما اولٰی لان مشہد العباس اول مایلقی الخارج من البلد عن یمینہ فمجاوزتہ من غیر سلام علیہ جفوۃ فاذا سلم علیہ وسلم علی من یمر بہ اولا فیختم بصفیۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا فی رجوعہ کما صرح بہ ایضا کثیر من مشائخنا[۲] الخ۔

علامہ فضل اللہ بن غوری حنفی وغیرہ ایک جماعتِ علماء نے تصریح فرمائی کہ زیارتِ بقیع شریف میں قبہ حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ابتداء کرے اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے مزار پر ختم کرے یہ بہتر ہے کیونکہ باہر والا جب دائیں طرف سے شروع کرے تو پہلے وہی ملتا ہے تو ان کو سلام کئے بغیر گزر جانا بے ادبی ہے جب ان پر گزرے اور جو مزار پہلے آتا جائے سلام کرتا جائے، تو واپسی مزارِ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا پر ختم کرے جیسا کہ بہت سے ہمارے مشائخ نے تصریح فرمائی الخ (ت)

---

[۱] منسک متوسط مع ارشاد الساری فصل ولیغتنم ایام مقامہ بالمدینۃ الخ دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۴۲

[۲] مسلک متقسط " " " " " " ۳۴۵

کما تقرر فی المذهب اما العلم فبالروح وھو باق اھ[1] ملتقطا۔

جیساکہ مذہب اہلِ سنت میں ثابت ہوچکا اور علم تو رُوح سے ہے وُہ باقی ہے اھ مختصراً

قول (۱۷) امام سیوطی فرماتے ہیں:

ذھب اھل الملل من المسلمین وغیرھم الی ان الروح تبقی بعد موت البدن و خالف فیہ الفلاسفۃ دلیلنا ما تقدم من الاٰیات والاحادیث فی بقائھا وتصرفھا[2] الخ (ملخصاً)

تمام اہلِ ملت مسلمین اور ان کے سوا سب کا یہی مذہب ہے کہ رُوحیں بعد موتِ بدن باقی رہتی ہیں فلاسفہ یعنی بعض مدعیانِ حکمت نے اس میں خلاف کیا، ہماری دلیل وہ آیتیں اور حدیثیں ہیں جن سے ثابت کہ رُوح بعد موت باقی رہتی اور تصرفات کرتی ہے الخ۔

قول (۱۸) ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے:

قد انکر عذاب القبر بعض المعتزلۃ والروافض محتجین بان المیت جماد لاحیاۃ لہ ولا ادراک[3] الخ۔

بعض معتزلہ اور روافض عذابِ قبر سے منکر ہو گئے یہ حجت لاکر کہ مُردہ جماد ہے نہ اس کے لیے حیات ہے نہ ادراک الخ

قول (۱۹) کشف الغطاء مستند مولوی اسحٰق دہلوی میں ہے:

مذہب اعتزال است کہ گویند میت جمادِ محض است[4]۔

میت کو جمادِ محض بتانا معتزلہ کا مذہب ہے۔ (ت)

قول (۲۰) اُسی میں ہے:

فرقے نیست در ارواحِ کاملان درحینِ حیات و بعد از ممات مگر بترقی کمال[5]

اہلِ کمال کی رُوحوں میں حالتِ حیات و موت میں کوئی فرق نہیں ہوتا سوا اس کے کہ بعد موت کمالات میں ترقی ہوجاتی ہے۔ (ت)

فصل سوم ان تصریحوں میں کہ اموات کے علم و ادراک دنیا و اہلِ دنیا کو بھی شامل۔

---

[1] لمعات شرح مشکوٰۃ کتاب الجہاد

[2] شرح الصدور خاتمہ فی فوائد تتعلق بالروح خلافت اکیڈمی، سوات ص ۱۳۵

[3] ارشاد الساری شرح البخاری باب قتل ابی جہل دارالکتب العربی بیروت ۶/۲۵۵

[4] کشف الغطاء

[5] ایضاً

Marfat.com

علامہ طحطاوی[۳۴] نے اس پر تقریر فرمائی۔

قول (۳۵) حدیث میں جو تکیہ قبر پر لگانے سے ممانعت فرمائی اور اسے ایذائے میت ارشاد ہوا جیسا کہ حدیث ۲۵ میں گزرا۔ شیخ محقق رحمہ اللہ اس پر شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

شاید کہ مراد آنست کہ روحِ وے ناخوش می دارد وراضی نیست بہ تکیہ کردن بر قبر وے از جہت تضمن وے اہانت واستخفاف را بوی[۱] واللہ اعلم۔

ہوسکتا ہے کہ یہ مراد ہو کہ اس کی رُوح کو ناگوار ہوتا ہے اور وُہ اپنی قبر پر تکیہ لگانے سے راضی نہیں ہوتی اس لیے کہ اس میں اس کی اہانت اور بے وقعتی پائی جاتی ہے، اور خدا خُوب جاننے والا ہے۔ (ت)

قول (۳۶، ۳۷) عارف باللہ حکیم ترمذی پھر علامہ نابلسی حدیقہ میں فرماتے ہیں:

معناہ ان الارواح تعلم بترك اقامة الحرمة والاستھانة فتاذی بذلك[۲]۔

اس کے یہ معنی ہیں کہ رُوحیں جان لیتی ہیں کہ اس نے ہماری تعظیم میں قصور کیا لہذا ایذا پاتی ہیں۔

قول (۳۸، ۳۹) حاشیہ طحطاوی و ردالمحتار وغیرہ میں ہے، مقابر میں پیشاب کرنے کو نہ بیٹھے لان المیت یتاذی بمایتاذی بہ الحی[۳] اس لیے کہ جس سے زندوں کو اذیت ہوتی ہے اُس سے مُردے بھی ایذا پاتے ہیں۔

اقول بلکہ دیلمی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے اس کلیہ کی صراحتًا روایت کی کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

المیت یؤذیہ فی قبرہ مایؤذیہ فی بیتہ[۴]۔

میّت کو جس بات سے گھر میں ایذا ہوتی تھی قبر میں بھی اُس سے اذیّت پاتا ہے۔

قول (۴۰، ۴۱) حدیث ۲۶ کے نیچے اشعہ میں امام ابو عمر عبدالبر سے نقل کیا:

ازینجا مستفاد می گردد کہ میت متالم می گردد بتمام آنچہ متالم می گردد بدان حی ولازم این ست کہ متلذذ گردد

یہاں سے معلوم ہُوا کہ میت کو ان تمام چیزوں سے تکلیف ہوتی ہے جن سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے، اس کو

---

[۱] اشعۃ اللمعات باب دفن المیّت فصل ۳ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۹۹
[۲] نوادر الاصول الاصل التاسع والمائتان دارصادر بیروت ص ۲۴۴
[۳] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر باب صلوٰۃ الجنازۃ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۳۸۱
[۴] شرح الصدور بحوالہ دیلمی باب تاذی المیت الخ خلافت اکیڈمی، سوات ص ۱۲۴

Marfat.com

قول (۲۷) جب سیدنا امام شافعی مزارِ فائض الانوارِ حضرت امام اعظم پر تشریف لے گئے رضی اللہ تعالٰی عنہما وعن اتباعہما، نمازِ صبح میں قنوت نہ پڑھی، لوگوں نے سبب پوچھا، فرمایا:

کیف اقنت بحضرۃ الامام وھو لایقول بہ[1] ذکرہ سیدی علی الخواص والامام الشعرانی فی المیزان ونحوہ العلامۃ ابن حجر المکی فی خیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان فی اولہا واعادہ فی اٰخرھا عن بعض شراح منہاج الامام النووی وعن غیرہ ونحوہ فی عقود الجمان فی مناقب النعمان عن شیخ شیوخہ الامام الزاھد الولی شہاب الدین شارح المنہاج۔

میں امام کے سامنے کیونکر قنوت پڑھوں حالانکہ وہ اس کے قائل نہیں (اسے سیدی علی خواص نے اور امام شعرانی نے میزان الشریعۃ الکبرٰی میں ذکر کیا، اور اسی کے ہم معنی علامہ ابن حجر نے "الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان" کے شروع میں ذکر کیا اور اس کے آخر میں دوبارہ منہاج امام نووی کے بعض شارحین وغیرہ کے حوالہ سے ذکر کیا۔ اسی طرح عقود الجمان فی مناقب النعمان میں اپنے شیخ الشیوخ امام، زاہد، ولی اللہ شہاب الدین شارح منہاج سے نقل کیا۔ ت)

بعض روایات میں آیا بسم اللہ شریف بھی جہر سے نہ پڑھی

نقلہ الفاضل الشامی فی ردالمحتار عن بعض العلماء وکذا الامام ابن حجر فی الخیرات الحسان۔

اسے فاضل شامی نے ردالمحتار میں بعض علماء سے نقل کیا، ایسے ہی امام ابن حجر نے الخیرات الحسان میں ذکر کیا۔ (ت)

بعض میں ہے تکبیراتِ انتقال میں رفع یدین نہ فرمایا، سبب دریافت ہوا، جواب دیا:

ادبنا مع ھٰذا الامام اکثر من ان نظھر خلافہ بحضرتہ[2] ذکرہ علی القاری فی المرقاۃ۔

اس امام کے ساتھ ہمارا ادب اس سے زائد ہے کہ اُن کے حضور اُن کا خلاف ظاہر کریں (اسے ملّا علی قاری نے مرقاۃ میں ذکر کیا۔ ت)

شرح لباب میں خاص بلفظ استحیا نقل کیا کہ امام شافعی نے فرمایا:

استحیی ان اخالف مذھب الامام

مجھے شرم آتی ہے کہ امام کے سامنے ان کے

---

[1] المیزان الکبرٰی فصل فیما نقل عن الامام الشافعی مصطفی البابی مصر ۱/ ۶۱
[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ تذکرہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/ ۳۰

Marfat.com

اقول تخصیص بنی آدم باضافت حیوانات مراد ہے ورنہ جن بھی بعد موت ادراک رکھتے ہیں کما یاتی قول ۱۹۰ (جیسا کہ قول ۱۹۰ میں آئیگا۔ت) اور خود عذاب وثواب سے علاقہ کی تعلیل اس پر دلیل، واللہ تعالٰی اعلم

فصل ششم ملاقاتِ احیاء و ذکرِ خدا سے اموات کا جی بہلنا ہے۔

قول (۴۲) امام سیوطی نے انیس الغریب میں فرمایا: ع

ویانسون ان اتی المقابر[1]

(جب زائر مقابر پر آتے ہیں مُردے اُن سے اُنس حاصل کرتے ہیں۔ت)

قول (۴۳) امام اجل نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اقسامِ زیارت میں فرمایا ایک قسم کی زیارت اس غرض سے ہے کہ مقابر پر جانے سے اموات کا دل بہلائیں کہ یہ بات حدیث سے ثابت ہے وسیاتی نقلہ فی النوع الثانی ان شاء اللہ تعالٰی (یہ ان شاء اللہ تعالٰی نوعِ ثانی میں نقل ہوگا۔ت)

قول (۴۴) جذب القلوب میں فرمایا:

زیارت گاہی از جہت ادائے حق اہل قبور باشد درحدیث آمدہ مانوس ترین حالتیکہ میت را بود در وقت کہ یکے از آشنایانِ او زیارتِ قبر او کند و احادیث دریں باب بسیار است[2]

زیارت کبھی قبر والوں کے حق کی ادائیگی کے لیے ہوتی ہے۔حدیث میں آیا ہے کہ میّت کے لیے سب سے زیادہ اُنس کی حالت وُہ ہوتی ہے جب اُس کا کوئی پیارا آشنا اُس کی زیارت کے لیے آتا ہے۔ اس باب میں احادیث بہت ہیں۔(ت)

قول (۴۵ و ۴۶) فتاوٰی قاضی خاں پھر فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

ان قرأ القراٰن عند القبور نوی بذلك ان یونسہ صوت القراٰن فانہ یقرأ[3]

مقابر کے پاس قرآن پڑھنے سے اگر یہ نیّت ہو کہ قرآن کی آواز سے مُردے کا جی بہلائے تو بیشک پڑھے۔

قول (۴۷ تا ۴۹) ردالمحتار میں غنیہ شرح منیہ سے اور طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح شرح نورالایضاح میں تلقینِ میّت کے مفید ہونے میں فرمایا:

ان المیت یستانس بالذکر علی ماورد

بیشک اللہ تعالٰی کے ذکر سے مُردے کا جی بہلتا ہے

---

[1] انیس الغریب

[2] جذب القلوب — باب پانزدہم — منشی نولکشور لکھنؤ — ص ۲۱۳

[3] فتاوٰی ہندیہ — الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور — نورانی کتب خانہ پشاور — ۵/۳۵۰

Marfat.com

جذب القلوب میں ہے :

متاخرین علماء اختلاف کردہ اند کہ ابتداء بزیارت کہ کند طائفہ برآنند کہ ابتداء بزیارت حضرت عباس کند وہر کہ باوے دریک قبہ آسودہ اند از ائمہ اہل بیت رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین زیرا کہ اسہل و اقرب است واز پیش ایشاں درگزشتن وبزیارت دیگراں متوجہ شدن نوعے از جفاو سوئے ادب باشد[1] الخ

علمائے متاخرین نے اختلاف کیا ہے کہ زیارت میں ابتدا کس سے کرے، ایک جماعت کے ہاں حضرت عباس رضی اللہ عنہ اوران کے ساتھ قبہ میں جو اہلبیت ائمہ کرام رضوان علیہم آرام فرما ہیں سے شروع کرے کیونکہ یہ آسان اور اقرب ہے اوران کے آگے سے بغیر سلام گزرجانا اور دوسروں کی زیارت میں متوجہ ہوجانا ایک قسم کی لاپرواہی اور بے ادبی ہے الخ (ت)

اُسی میں ہے :

محصل کلام بعضے از علماء آں است کہ ابتدا از قبہ عباس کند رضی اللہ تعالٰی عنہ وعمن معہ وبعد ازاں بہرکہ پیش آید زیرا کہ ہر کرا با دنی جلالت شان بود بے سلام از پیش وے گزشتن وجائے دیگر رفتن از عالم مروت وحفظ طریقہ ادب بغایت دوراست قال بعضھم وھو مقصد صالح لایضر معہ عدم رعایۃ الافضل والاشرف[2] الخ

بعض علماء کے کلام کا ماحاصل یہ ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ اور قبہ میں ان کے ساتھ والوں سے ابتداء کرے اوراس کے بعد ہر پہلے آنے والے کو سلام کرتا جائے کیونکہ کسی ادنٰی شان والے سے بے سلام گزرنا اور دوسری جگہ چلے جانا بھی مروّت اور حفظِ ادب سے بعید ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ مقصد صالح ہے جس کی وجہ سے افضل واشرف کی عدمِ رعایت مضر نہیں الخ (ت)

فصل پنجم افعالِ احیاء سے تاذی اموات میں۔

قول (۳۲ تا ۳۴) مراقی الفلاح میں فرمایا :

اخبرنی شیخی العلامۃ محمد بن احمد الحموی رحمھم اللہ تعالٰی بانھم یتاذون بخفق النعال[3]۔

مجھے میرے استاذ علامہ محمد بن احمد حنفی رحمہ اللہ نے خبردی کہ جُوتی کی پھپل سے مُردے کو ایذا ہوتی ہے۔

---

[1] جذب القلوب باب درفضائل مقبرہ بقیع منشی نولکشور لکھنؤ ص ۱۸۷

[2] " " " ۱۸۸

[3] مراقی الفلاح علی ہامش حاشیۃ الطحطاوی فصل فی زیارۃ القبور نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی " ۳۴۲

Marfat.com

اور خود مذہبِ اہلسنت[1] مقرر ہوچکا کہ تمام ذراتِ عالم کے لیے ایک نوع علم و ادراک و سمع و بصر حاصل ہے مولوی معنوی قدس سرہٗ نے مثنوی شریف میں اس مضمون کو خوب مشرح ادا فرمایا۔ اور اس پر قرآن و احادیث کے صدہا نصوص[2] ناطق جنھیں جمع کروں تو اِن شاء اللہ پانسو سے کم نہ ہوں گے، ان سب کو بلا وجہ ظاہر سے پھیر کر تاویل کرنا قانونِ عقل و نقل سے خروج بلکہ صراحۃً سفاہات مبتدعین میں ولوج ہے خصوصاً وہ نصوص[3] جو صریح مفسر

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے باب فضل الاذان میں ہے:

الصحیح ان للجمادات والنباتات والحیوانات علما وادراکا وتسبیحا قال البغوی وھذا مذھب اھل سنت وتدل علیہ الاحادیث والاٰثار یشھد لہ مکاشفۃ اھل المشاھدۃ والاسرار التی ھی کالانوار والمعتمد فی المعتقدات شھادۃ الاعضاء بلسان القال وما ورد عن الشارع یحمل علی ظاھرہ مالم یصرف عنہ صارف ولا صارف ھنا کما لا یخفٰی[1] ملتقطا ۱۲۔ (م)

صحیح یہ ہے کہ جمادات، نباتات اور حیوانات کو بھی ایک قسم کا علم وادراک اور عمل تسبیح حاصل ہے۔ امام بغوی نے فرمایا یہی اہلسنت کا مذہب ہے جس پر احادیث و آثار سے دلیلیں موجود ہیں، اہل مشاہدہ اور انوار جیسے اسرار والوں کا مکاشفہ بھی اس پر شاہد ہے اور عقیدہ میں معتمد یہ ہے کہ اعضاء کی گواہی زبانِ قال سے ہوگی، شارع سے جو بھی وارد ہے وہ اپنے ظاہر پر محمول ہوگا جب تک ظاہر سے پھیرنے والی کوئی دلیل نہ ہو اور یہاں ایسا کچھ بھی نہیں جیسا کہ واضح ہے۔ (ت)

[2] فقیر نے اپنے فتاوٰی میں ایک جملہ صالحہ ذکر کیا اور صدہا کا پتا دیا و باللہ التوفیق۔ (م)

[3] مثلاً وہ حدیثیں جن میں صاف ارشاد ہوا کہ نہ کوئی جانور شکار کیا جائے، نہ کوئی پیڑ کاٹا جائے جب تک تسبیحِ الٰہی میں غفلت نہ کرے۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ماصید صید ولا قطعت شجرۃ الا بتضییع التسبیح[2]۔ رواہ ابونعیم فی الحلیۃ بسند حسن عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

نہ کوئی جانور شکار کیا جاتا ہے اور نہ کوئی درخت کاٹا جاتا ہے جب تک تسبیح الٰہی نہ ترک کرے۔ اسے ابونعیم نے حلیہ میں بسند حسن ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] مرقات المفاتیح باب فضل الاذان فصل ۱ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۳۴۸-۴۹

[2] کنز العمال بحوالہ ابی نعیم عن ابی ہریرہ حدیث ۱۹۱۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۴۴۵

Marfat.com

بتمام آنچہ متلذذ مے شود بداں زندہ[1]۔

لازم یہ ہے کہ اُسے ان تمام چیزوں سے لذت بھی حاصل ہو جن سے زندہ کو لذت ملتی ہے۔ (ت)

تذئیل: مسئلہ ہے کہ دار الحرب کے جن جانوروں کو اپنے ساتھ لانا دشوار ہو انھیں زندہ نہ چھوڑیں کہ اس میں حربیوں کا نفع ہے، نہ کونچیں کاٹیں کہ اس میں جانوروں کی ایذا ہے بلکہ ذبح کرکے جلادیں تاکہ وہ ان کے گوشت سے بھی انتفاع نہ کرسکیں۔ درمختار میں ہے:

حرم عقر دابۃ شق نقلھا الی دارنا فتذبح وتحرق بعدہ اذ لا یعذب بالنار الا ربھا[2]۔

جس جانور کو دار الاسلام تک لانا دشوار ہو اس کی کونچیں کاٹنا حرام ہے، پہلے ذبح کریں اس کے بعد جلادیں اس لیے کہ زندہ آگ میں ڈالنے کا عذاب دینا ربِّ نار ہی کا کام ہے۔ (ت)

اس پر علامہ حلبی محشی درمختار نے شبہہ کیا کہ یہاں سے لازم کہ مُردے کے جسم کو جو صدمہ پہنچائیں اُس سے اسے تکلیف نہ ہو حالانکہ حدیث میں اس کا خلاف وارد ہے۔ علامہ طحطاوی و علامہ شامی نے جواب دیا کہ یہ بات بنی آدم کے ساتھ خاص ہے کہ وہ اپنی قبور میں ثواب وعذاب پاتے ہیں تو اُن کی ارواح کو ابدان سے ایسا تعلق رہتا ہے جس کے سبب ادراک و احساس ہوتا ہے، جانوروں میں یہ بات نہیں ورنہ ان کی ہڈی وغیرہ سے انتفاع نہ کیا جاتا۔ ردالمحتار میں ہے:

اورد المحشی علی جواز احراقھا بعد الذبح انہ یقتضی ان المیت لایتألم مع انہ ورد انہ یتألم بکسر عظمہ قلت قد یجاب بان ھذا خاص ببنی اٰدم لانھم یتنعمون ویعذبون فی قبورھم بخلاف غیرھم من الحیوانات والالزم ان لاینتفع بعظمھا ونحوہ ثم رأیت ط ذکر نحوہ[3] انتہی۔

محشی نے جانوروں کو ذبح کرکے جلانے پر یہ شبہہ پیش کیا اس سے لازم آتا ہے کہ مُردے کو اذیت نہیں ہوتی حالانکہ حدیث میں اس کا خلاف ہے کہ میت کی ہڈی توڑنے سے اس کو اذیت ہوتی ہے، میں کہتا ہوں اس کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ یہ بات بنی آدم کے ساتھ ہے کیونکہ وہ اپنی قبروں میں خوشی اور تکلیف پاتے ہیں، جانوروں میں یہ بات نہیں ورنہ ان کی ہڈی وغیرہ سے انتفاع نہ کیا جاتا، پھر میں نے طحطاوی کو دیکھا تو انھوں نے ایسا ہی فرمایا، انتہی (ت)

---

[1] اشعۃ اللمعات باب دفن المیت تیج کمار لکھنؤ ۱/۶۹۶
[2] درمختار باب المغنم وقسمتہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۴۲
[3] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۳/۲۵۲

Marfat.com

من اٰداب الزیارۃ ماقالوا من انہ لایاتی الزائر من قبل راسہ لانہ اتعب لبصر المیت بخلاف الاول لانہ یکون مقابل بصرہ[1]

زیارتِ قبور کے ادب سے ایک بات یہ ہے جو علماء نے فرمائی کہ زیارت کو قبر کی پائنتی سے جائے نہ کہ سرہانے سے کہ اس میں میّت کی نگاہ کو مشقت ہوگی یعنی سر اُٹھا کر دیکھنا پڑے گا، پائنتی سے جائے گا تو اس کی نظر کے خاص سامنے ہوگا۔

قول (۶۵) مدخل میں فرمایا:

کفی فی ھذا بیانا قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام المومن ینظر بنور اللہ انتھی ونور اللہ لایحجبہ شیئ، ھذا فی حق الاحیاء من المؤمنین، فکیف من کان منھم فی الدار الاٰخرۃ[2]

اس امر کے ثبوت میں کہ اہلِ قبور کو احوالِ احیاء پر علم و شعور ہے، سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ فرمانا بس ہے کہ مسلمان خدا کے نور سے دیکھتا ہے اور خدا کے نور کو کوئی چیز پردہ نہیں ہوتی، جب زندگی کا یہ حال ہے تو اُن کا کیا پُوچھنا جو آخرت کے گھر یعنی برزخ میں ہیں۔

قول (۶۶) شیخ محقق جذب القلوب میں امام علامہ صدر الدین قونوی سے نقل فرماتے ہیں:

درمیان قبور سائر مومنین وارواحِ ایشاں نسبت خاصی است مستمر کہ بدان زائران رامی شناسند و ردسلام برایشاں می کنند بدلیل استحباب زیارت درجمیع اوقات[3]

تمام مومنین کی قبروں اور روحوں کے درمیان ایک خاص نسبت ہوتی ہے جو ہمیشہ موجود رہتی ہے، اسی سے زیارت کے لیے آنے والوں کو پہچانتے ہیں اور ان کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ زیارت تمام اوقات میں مستحب ہے۔

قول (۶۷) انیس الغریب میں فرمایا: ع

ویعرفون من اتاھم زائراً[4]

(جو زیارت کو آتا ہے مُردے اسے پہچانتے ہیں۔ ت)

---

[1] ردالمحتار حاشیہ درمختار مطلب فی زیارۃ القبور مصطفی البابی مصر ۱/ ۶۶۵

[2] المدخل فصل فی الکلام علی زیارۃ سید المرسلین الخ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۵۳

[3] جذب القلوب باب چہاردہم منشی نولکشور لکھنؤ ص ۲۰۶

[4] انیس الغریب

Marfat.com

فی الاثار[1] جیساکہ حدیثوں میں آیا ہے۔

قول (۵۰ تا ۵۸) امام قاضی خاں فتاوٰی خانیہ[۵۱] شرنبلالی نورالایضاح ومراقی الفلاح وامداد الفتاح[۵۲] پھر علامہ ابوالسعود وفاضل طحطاوی[۵۳] حاشیہ مراقی میں استناداً وتقریراً[۵۴] اور شامی حاشیہ درمیں استناداً، اور خزانۃ[۵۵] الروایات میں فتاوٰی کبرٰی سے، اور امام بزازی[۵۶] فتاوٰی بزازیہ اور شیخ الاسلام[۵۸] کشف الغطا میں، اور ان کے سوا اور علماء فرماتے ہیں:

واللفظ للخانیۃ یکرہ قطع الحطب و الحشیش من المقبرۃ فان کان یابسًا لاباس بہ لانہ مادام رطبًا یسبح فیونس المیت[2]

چوب وگیاہِ سبز کا مقبرہ سے کاٹنا مکروہ ہے اور خشک ہو تو مضائقہ نہیں کہ وُہ جب تک تر رہتی ہے تسبیحِ خدا کرتی ہے اور اس سے میّت کا جی بہلتا ہے۔

علامہ شامی نے اُسی حدیث سے مدلل کرکے فرمایا: اس بنا پر مطلقاً کراہت ہے اگرچہ خودرَو ہو کہ قطع میں حق میّت کا ضائع کرنا ہے۔

تنبیہ: فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالٰی لہ، علماء کی ان عبارات اور نیز چار قول آئندہ و دیگر تصریحات رخشندہ سے دو جلیل فائدے حاصل:

اوّلاً نباتات وجمادات وتمام اجزائے عالم میں ہر ایک کے موافق ایک حیات ہے کہ اُس کی بقا تک ہر شجرو حجر زبانِ قال سے اُس ربِ اکبر جل جلالہٗ کی پاکی بولتا ہے اور سبحان اللہ سبحان اللہ یا اس کے مثل اور کلماتِ تسبیحِ الٰہی کہتا ہے نہ کہ اُن میں صرف زبانِ حال ہے جیساکہ ظاہر بینی کا مقال ہے کہ اس تقدیر پر تر وخشک میں تفرقہ محض بے معنی تھا کما لایخفٰی (جیساکہ مخفی نہیں۔ ت) اور آیہ کریمہ ان من شیئ الا یسبح بحمدہٖ خود اس پر برہانِ قاطع کہ اس میں فرمایا، ولکن لا تفقھون تسبیحھم[3] تم اس کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ ظاہر ہے کہ تسبیح حالی تو ہر شخص عاقل سمجھتا ہے یہاں تک کہ شعراء بھی کہہ گئے:

ہر گیاہے کہ از زمین روید
وحدہٗ لاشریک لہٗ گوید

(جو گھاس بھی زمین سے اُگتی ہے کہتی ہے وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علٰی مراقی الفلاح باب احکام الجنائز نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۰۶
[2] فتاوٰی قاضی خاں " نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۹۵
[3] القرآن ۱۷/ ۴۴

Marfat.com

اقول ولا عطر بعد العروس (میں کہتا ہوں، دلہن کے بعد عطر نہیں ہے۔ ت)

قول (۷۰ و ۷۱) شیخ و شیخ الاسلام نے فرمایا: واللفظ للشیخ فی جامع البرکات (جامع البرکات میں شیخ کے الفاظ ہیں ۔ ت):

تحقیق ثابت شدہ است بآیات واحادیث کہ رُوح باقی است واورا علم وشعور بزائران و احوال ایشاں ثابت است واین امریست مقرر در دین۔[1]

آیات واحادیث سے بہ تحقیق ثابت ہوچکا ہے کہ رُوح باقی رہتی ہے اور اسے زائرین اور ان کے احوال کا علم وادراک ہوتا ہے، یہ دین میں ایک طے شدہ امر ہے۔ (ت)

قول (۷۲) تیسیر میں زیرِ حدیث من زار قبرابویہ (جس نے اپنے باپ کی قبر کی زیارت کی ۔ ت) نقل فرمایا:

ھذا نص فی ان المیت یشعر من یزورہ والا لما صح تسمیتہ زائرا واذا لم یعلم المزور بزیارۃ من زارہ لم یصح ان یقال زارہ ھذا ھو المعقول عند جمیع الامم۔[2]

یہ حدیث نص ہے اس بات میں کہ مُردہ زائر پر مطلع ہوتا ہے ورنہ اُسے زائر کہنا صحیح نہ ہوتا کہ جس کی ملاقات کو جائیے جب اُسے خبر ہی نہ ہو تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اُس سے ملاقات کی، تمام عالم اس لفظ سے یہی معنٰی سمجھتا ہے۔ (ت)

قول (۷۳ و ۷۴) اشعۃ اللمعات آخر باب الجنائز شرح مشکوٰۃ امام ابنِ حجر مکّی سے زیرِ حدیث امّ المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کہ آغاز نوع دوم مقصد دوم میں گزری نقل فرمایا:

دریں حدیث دلیلے واضح ست بر حیاتِ میّت وعلم وے وآنکہ واجب است احترامِ میّت نزد زیارت وے خصوصًا صالحان ومراعات ادب بر قدر مراتب ایشاں چنانکہ در حالت حیات ایشاں۔[3]

اس حدیث میں اس پر کھلی ہُوئی دلیل موجود ہے کہ وفات یافتہ کو حیات وعلم حاصل ہے اور وقتِ زیارت اس کا احترام واجب ہے خصوصًا صالحین کا احترام اور اُن کے مراتب کے لحاظ سے رعایتِ ادب حیاتِ دُنیوی کی طرح ضروری ہے۔ (ت)

---

[1] جامع البرکات

[2] تیسیر شرح جامع صغیر تحت من زار قبرابویہ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۲/ ۴۲۰

[3] اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور فصل ۳ تیج کمار لکھنؤ ۱/ ۷۲۰

Marfat.com

ہیں کہ تاویل کی گنجائش ہی نہیں رکھتے۔ مقام اجنبی نہ ہوتا تو میں اِس مسئلے کا قدرے ایضاح کرتا۔

ثانیًا اقوالِ مذکورہ سے یہ بھی منصّۂ ثبوت پر جلوہ گر ہُوا کہ اہلِ قبور کی قوتِ سامعہ اس درجہ تیز و صاف و قوی تر ہے کہ نباتات کی تسبیح جسے اکثر احیاء نہیں سُنتے وہ بلا تکلف سُنتے اور اس سے اُنس حاصل کرتے ہیں، پھر انسان کا کلام تو واضح اور اظہر ہے واللہ تعالٰی الہادی۔

قول (۵۹ تا ۶۲) مجمع البرکات میں مطالب المومنین سے، اور کنز العباد و فتاوٰی غرائب وغیرہا میں ہے:

وضع الورد و الریاحین علی القبور حسن لانه مادام رطبا یسبح ویکون للمیت انس بتسبیحه[1]۔ گلاب وغیرہ کے پھول قبروں پر ڈالنا خوب ہے کہ جب تک تازہ رہیں گے تسبیحِ الٰہی کریں گے، تسبیح سے میّت کو اُنس حاصل ہوگا۔

فائدہ: مطالب المومنین و جامع البرکات دونوں کتب مستندۂ مخالفین سے ہیں اس سے مولوی اسحٰق نے مائۃ مسائل میں اور اس سے متکلم قنوجی وغیرہ نے استناد کیا۔

فصل ہفتم وُہ اپنے زائرین کو دیکھتے، پہچانتے اور اُن کی زیارت پر مطلع ہوتے ہیں:

قول (۶۳ و ۶۴) مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری مسلک متقسط شرح منسک متوسط، پھر فاضل ابن عابدین حاشیہ شرح تنویر میں فرماتے ہیں:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ابوالشیخ نے روایت کی:

ما اخذ طائر ولا حوت الا بتضییع التسبیح[2]۔ کوئی پرندہ اور مچھلی نہیں پکڑی جاتی مگر تسبیحِ الٰہی چھوڑ دینے سے۔ (ت)

ابن اسحٰق بن راہویہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، ان کے پاس ایک زاغ لایا گیا جس کے شہپر سالم و کامل تھے، دیکھ کر فرمایا میں نے سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سنا:

ماصید صید ولا عضدت عضاء ولا قطعت شجرۃ الا بقلۃ التسبیح[3] ۱۲ منہ (م) نہ کوئی جانور شکار ہُوا نہ کوئی بول کٹی، نہ کسی پیڑ کی جڑیں چھانٹی گئیں مگر تسبیح کی کمی کرنے سے۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۱

[2] درمنثور بحوالہ ابی الشیخ عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ وان من شیئ الآیسبح بحمدہ کے تحت مکتبۃ آیۃ اللہ العظمٰی قم ایران ۴/ ۱۸۴

[3] کنز العمال بحوالہ ابن راہویہ عن ابی بکر حدیث ۱۹۲۰ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/ ۴۴۵

Marfat.com

على صاحبه رد عليه السلام وهى فى مكانها هناك الى ان قال انما ياتى الغلط ههنا من قياس الغائب على الشاهد فيعتقد ان الروح من جنس مايعهد من الاجسام التى اذا شغلت مكانا لم يمكن ان تكون فى غيره وهذا غلط محض[1]

کرنے والا اسلام کرے جواب دیتی ہے۔ لوگوں کو دھوکا اس میں یوں ہوتا ہے کہ بے دیکھے چیز کو محسوسات پر قیاس کرکے رُوح کا حال جسم کا سا سمجھتے ہیں کہ جب ایک مکان میں ہو اُسی وقت دُوسرے میں نہیں ہوسکتی، حالانکہ یہ محض غلط ہے۔

قول (۸۰) علامہ زرقانی شرح مواہب میں نقل فرماتے ہیں:

رد السلام على المسلم من الانبياء حقيقى بالروح والجسد بجملته، ومن غير الانبياء والشهداء باتصال الروح بالجسد اتصالا يحصل بواسطته التمكن من الرد مع كون ارواحهم ليست فى اجسادهم وسواء الجمعة وغيرها على الاصح، لكن لامانع ان الاتصال فى الجمعة واليومين المكتنفين به اقوى من الاتصال فى غيرها من الايام[2] اھ ملخصا۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا جواب سلام سے مشرف فرمانا تو حقیقی ہے کہ رُوح و بدن دونوں سے ہے اور انبیاء و شہداء کے سوا اور مومنین میں یوں ہے کہ اُن کی رُوحیں اگرچہ بدن میں نہیں تاہم بدن سے ایسا اتصال رکھتی ہیں جس کے باعث جواب سلام پر انھیں قدرت ہے اور مذہب اصح یہ ہے کہ جمعہ وغیرہ سب دن برابر ہیں، ہاں اس کا انکار نہیں کہ پنجشنبہ وجمعہ و شنبہ میں اور دنوں کی نسبت اتصال اقوی ہے اھ ملخصاً

قول (۸۱ و ۸۲) شرح الصدور و طحطاوی حاشیہ مراقی میں نقل فرمایا:

الاحاديث والآثار تدل على ان الزائر متى جاء علم به المزور وسمع سلامه وانس به ورد عليه وهذا عام فى حق الشهداء وغيرهم وانه لا توقيت

احادیث و آثار دلیل ہیں کہ جب زائر آتا ہے مُردے کو اس پر علم ہوتا ہے کہ اُس کا سلام سنتا اور اس سے انس کرتا اور اس کو جواب دیتا ہے اور یہ بات شہداء و غیر شہداء سب میں عام ہے نہ اس میں کچھ وقت کی خصوصیت

ع انھیں امام جلیل نے انیس الغریب میں فرمایا: وسلموا ردا على المسلم فى اى يوم قاله ابن القيم، مُردے سلام کے جواب میں سلام کرتے ہیں کوئی دن ہو جیسا کہ ابن قیم نے تصریح کی ۱۲ (م)

---

[1] زہر الربی حاشیہ علی النسائی کتاب الجنائز ارواح المومنین نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱ / ۲۹۲

[2] الزرقانی شرح المواہب المقصد العاشر فی اتمام نعمتہ المطبعۃ العامرہ مصر ۸ / ۳۵۲

Marfat.com

قول (۶۸) تیسیر میں ہے :

الشعور باق حتی بعد الدفن حتی انہ یعرف زائرہ[1]

شعور باقی ہے یہاں تک کہ بعد دفن بھی یہاں تک کہ اپنے زائر کو پہچانتا ہے۔

قول (۶۹) لمعات واشعۃ اللمعات وجامع البرکات میں ہے :

واللفظ للوسطی در روایات آمدہ است کہ دادہ می شود برائے میت روزِ جمعہ علم وادراک بیشتر از انچہ دادہ می شود در روزہائے دیگر تا آنکہ می شناسد زائر را بیشتر از روزِ دیگر[2]

الفاظ اشعۃ اللمعات کے ہیں: روایات میں آیا ہے کہ میّت کو جمعہ کے دن دوسرے دنوں سے زیادہ علم وادراک دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ روزِ جمعہ زیارت کرنے والے کو دوسرے دن سے زیادہ پہچانتا ہے۔

شرح سفر السعادۃ میں مفصل ومنقح تر فرمایا کہ :

خاصیت سی ام آنکہ روزِ جمعہ ارواحِ مومناں بقبورِ خویش نزدیک می شوند نزدیک شدن معنوی وتعلق واتصال روحانی نظیر ومشابہ اتصالی کہ بیدن دارد وزائران راکہ نزدیک قبر می آیند می شناسد وخود ہمیشہ می شناسند ولیکن دریں روز شناختن زیادت بر شناخت سائر ایام ست از جہت نزدیک شدن بقبور لابد شناخت از نزدیک بیشتر وقوی تر باشد از شناخت دور ودر بعض روایات آمدکہ ایں شناخت در اول روز بیشتر است از آخر آن ولہذا زیارت قبور دریں وقت مستحب تر است وعادت در حرمین شریفین ہمین است[3]

تیسویں خاصیت یہ ہے کہ جمعہ کے دن مومنین کی رُوحیں اپنی قبروں سے نزدیک ہوجاتی ہیں - یہ نزدیکی معنوی ہوتی ہے اور روحانی تعلق واتصال ہوتا ہے جیسے بدن سے قرب واتصال ہوتا ہے، اس دن جو زائرین قبر کے پاس آتے ہیں انھیں پہچانتی ہیں اور یہ پہچاننا ہمیشہ ہوتا ہے مگر اس دن کی شناخت دیگر ایام کی شناخت سے بڑھی ہوئی ہوتی ہے جس کا سبب یہی ہے کہ رُوحیں قبروں کے قریب ہوجاتی ہیں۔ ضروری بات ہے کہ نزدیک سے جو شناخت ہوتی ہے وہ دُور والی شناخت سے زائد اور قوی ہوتی ہے ——— اور بعض روایات میں آیا ہے کہ یہ شناخت جمعہ کی شام کو بہ نسبت اور زیادہ ہوتی ہے اسی لیے اس وقت زیارتِ قبور کا استحباب زیادہ ہے، اور حرمین شریفین کا دستور بھی یہی ہے۔ (ت)

---

[1] التیسیر شرح جامع صغیر تحت انّ المیت یعرف من یحملہ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۱/۲۰۳

[2] اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور فصل ۱ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۱۶

[3] شرح سفر السعادۃ فصل دربیان تعظیم جمعہ " " " ص ۱۹۹

Marfat.com

ولنا رسالة فی خصوص اثبات الکرامة بعد موت الولی[1] اھ ملخصًا۔

ہم نے ایک رسالہ خاص اسی امر کے ثبوت میں لکھا ہے اھ ملخصًا (ت)

قول (۸۸ و ۸۹) شیخ مشائخنا رئیس المدرسین بالبلد الامین مولٰنا جمال بن عبداللہ بن عمر مکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنے فتاوٰی میں فرماتے ہیں :

قال العلامۃ الغنیمی وھو خاتمۃ محققی الحنفیۃ اذا کان مرجع الکرامات الی قدرۃ اللہ تعالٰی کما تقرر فلا فرق بین حیاتھم ومماتھم (الی ان قال) قد اتفقت کلمات علماء الاسلام قاطبۃً علی ان معجزات نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا تحصر لان منہا ما اجراہ اللہ تعالٰی ویجریہ لاولیائہ من الکرامات احیاءً و امواتًا الی یوم القیمۃ[2]

علّامہ غنیمی رحمہ اللہ تعالٰی نے کہ محققین حنفیہ کے خاتم ہیں فرمایا جب ثابت ہوچکا کہ مرجع کرامات قدرت الٰہی کی طرف ہے تو اولیاء کی حیات و وفات میں کچھ فرق نہیں تمام علماءِ اسلام ایک زبان فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے معجزے محدود نہیں کہ حضور ہی کے معجزات سے ہیں وہ سب کرامتیں جو اولیائے زندہ و مُردہ سے جاری کیں اور قیامت تک اُن سے جاری فرمائے گا۔

قول (۹۰) اس میں امام شیخ الاسلام شہاب رملی سے منقول ہُوا :

معجزات الانبیاء وکرامات الاولیاء لا تنقطع بموتھم[3]

انبیاء کے معجزے اور اولیاء کی کرامتیں ان کے انتقال سے منقطع نہیں ہوتیں۔

قول (۹۱ و ۹۲) امام ابن الحاج مدخل میں امام ابو عبداللہ بن نعمان کی کتاب مستطاب سفینۃ النجاء لاھل الالتجاء فی کرامات الشیخ ابی النجاء سے ناقل :

تحقق لذوی البصائر والاعتبار ان زیارۃ قبور الصالحین محبوبۃ لاجل التبرک مع الاعتبار فان برکۃ الصالحین جاریۃ بعد مماتھم کما کانت فی حیاتھم[4]

اہلِ بصیرت و اعتبار کے نزدیک محقق ہوچکا ہے کہ قبور صالحین کی زیارت بغرض تحصیلِ برکت و عبرت محبوب ہے کہ اُن کی برکتیں جیسے زندگی میں جاری تھیں بعد وصال بھی جاری ہیں۔

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ کرامات الاولیاء لاحیاء والاموات نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۲۹۳

[2] فتاوٰی جمال بن عمر مکی

[3] 〃 〃

[4] المدخل فصل فی زیارۃ القبور دار الکتاب العربی بیروت ۱/۲۴۹

Marfat.com

پھر کتاب الجہاد لمعات میں اُسے ذکر کرکے لکھا ہے: ھل ھذا الا اثبات العلم والادراك[1] (یہ اگر میت کے لیے علم وادراک ثابت کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔ ت)

فصل ہشتم وُہ اپنے زائروں سے کلام[ع] کرتے اور اُن کے سلام وکلام کا جواب دیتے ہیں۔

قول (۷۵ تا ۷۸) امام یافعی پھر امام سیوطی امام محب طبری شارح تنبیہ سے ناقل ہیں امام اسمٰعیل حضرمی کے ساتھ مقبرہ زبیدہ میں تھے فقال یا محب الدین اتؤمن بکلام الموتی قلت نعم فقال ان صاحب ھذا القبر یقول لی انا من حشو الجنۃ[2] اُنھوں نے فرمایا: اے محب الدین! آپ اعتقاد رکھتے ہیں کہ مُردے کلام کرتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں، کہا اس قبر والا مجھ سے کہہ رہا ہے کہ میں جنت کی بھرتی سے ہُوں۔

تنبیہ: اس روایت کے لانے سے یہ غرض نہیں کہ اُس میّت نے امام اسمٰعیل سے کلام کیا کہ ایسی روایات تو صدہا ہیں اور ہم پہلے کہہ آئے کہ وقائع جزئیہ شمار نہ کریں گے بلکہ محلِ استدلال یہ ہے کہ وُہ دونوں امام احیائے سے اموات کے کلام کرنے پر اعتقاد رکھتے تھے، اور ان دونوں اماموں نے اسے استناداً نقل فرمایا۔

تذییل: امام یافعی امام سیوطی انہی اسمٰعیل قدس سرہ الجلیل سے حاکی ہُوئے بعض مقابریمن پر اُن کا گزر ہُوا بہ شدّت روئے اور سخت مغموم ہُوئے، پھر کھلکھلا کر ہنسے اور نہایت شاد ہُوئے، کسی نے سبب پُوچھا، فرمایا: میں نے اس مقبرہ والوں کو عذابِ قبر میں دیکھا رویا اور رجنابِ الٰہی سے گڑگڑا کر عرض کی، حکم ہُوا: قد شفعناك فیھم ہم نے تیری شفاعت اُن کے حق میں قبول فرمائی۔ اس پر یہ قبر والی مجھ سے بولی: وانا معھم یا فقیہ اسمٰعیل انا فلانۃ المغنیۃ مولانا اسمٰعیل! میں بھی اُنھیں میں سے ہوں مَیں فلانی گائن ہُوں۔ میں نے کہا: وانت معھم تُو بھی ان کے ساتھ ہے۔ اس پر مجھے ہنسی آئی[3]۔ اللّٰھم اجعلنا ممن رحمتہ باولیائك اٰمین (اے اللہ! ہمیں بھی ان میں شامل فرما جن کو اپنے اولیاء کے طفیل رحمت سے نوازا۔ الٰہی قبول فرما۔ ت)

قول (۷۹) زہر الربٰی شرح سُنن نسائی میں نقل فرمایا:

ان للروح شانا اٰخر فتکون فی الرفیق الاعلٰی وھی متصلۃ بالبدن بحیث اذا سلم المسلم

محض رُوح کی شان جُدا ہے باآنکہ ملاءِ اعلٰی میں ہوتی ہے پھر بھی بدن سے ایسی متصل ہے کہ جب سلام

ع تنبیہ: جوابِ سلام کا ایک قول فصلِ ہفتم میں علامہ قونوی سے گزرا ۱۲ منہ (م)

[1] لمعات کتاب الجہاد

[2] شرح الصدور باب فی زیارۃ القبور الخ خلافت اکیڈمی، منگورہ، سوات ص ۸۶

[3] ایضاً

Marfat.com

شمردہ ومقصود حصر نیست آنچہ خود دیدہ و یافتہ است[1]

(۲) سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہما، اور دُو اولیا کو شمار کیا (شیخ عقیل منجی لبسی اور شیخ حیاۃ ابن قیس حرانی رحمہما اللہ تعالٰی) ان کا مقصد حصر نہیں بلکہ خود جو دیکھا اور مشاہدہ فرمایا وُہ بیان کیا۔ ت)

فصل دہم الحمد للہ برزخ میں بھی ان کا فیض جاری اور غلاموں کے ساتھ وہی شان امداد ویاری ہے۔

قول (۹۷) امام اجل عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی میزان الشریعۃ الکبرٰی میں ارشاد فرماتے ہیں:

جمیع الائمۃ المجتہدین یشفعون فی اتباعھم ویلاحظونھم فی شدائدھم فی الدنیا والبرزخ ویوم القیامۃ حتّٰی یجاوزا الصراط[2]۔

تمام ائمہ مجتہدین اپنے پیروؤں کی شفاعت کرتے ہیں اور دنیا و برزخ و قیامت ہر جگہ کی سختیوں میں ان پر نگاہ رکھتے ہیں یہاں تک کہ صراط سے پار ہو جائیں۔

اسی امام اجل نے اسی کتابِ اجل میں فرمایا:

قد ذکرنا فی کتاب الاجوبۃ عن ائمۃ الفقہاء و الصوفیۃ کلھم یشفعون فی مقلدیھم و یلاحظون احدھم عند طلوع روحہ وعند سوال منکر ونکیر لہ وعند النشر والحشر والحساب والمیزان والصراط ولا یغفلون عنھم فی موقف من المواقف ولما مات شیخنا شیخ الاسلام الشیخ ناصر الدین اللقانی رآہ بعض الصالحین فی المنام فقال لہ ما فعل اللہ بک فقال لما اجلسنی الملکان فی القبر لیسئلانی اتاھم الامام مالک فقال مثل ھذا یحتاج الی سوال فی ایمانہ باللہ ورسولہ تنحیا عنہ فتنحیا عنی اھ واذا کان مشائخ الصوفیۃ یلاحظون اتباعھم و مریدیھم

ہم نے کتاب الاجوبہ عن الفقہاء والصوفیہ میں ذکر کیا ہے کہ تمام ائمہ فقہاء وصوفیہ اپنے اپنے مقلدوں کی شفاعت کرتے ہیں اور جب ان کے مقلد کی رُوح نکلتی ہے جب منکر نکیر اُس سے سوال کو آتے ہیں، جب اس کا حشر ہوتا ہے، جب نامۂ اعمال کھلتے ہیں، جب حساب لیا جاتا ہے، جب عمل تُلتے ہیں، جب صراط پر چلتا ہے، غرض ہر حال میں اس کی نگہبانی فرماتے ہیں اور کسی جگہ اس سے غافل نہیں ہوتے۔ ہمارے استاد شیخ الاسلام امام ناصر الدین لقانی مالکی رحمۃ اللہ تعالٰی کا جب انتقال ہوا بعض صالحوں نے اُنھیں خواب میں دیکھا، پُوچھا اللہ تعالٰی نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ کہا جب منکر نکیر نے مجھ سے سوال کے لئے بٹھایا امام مالک تشریف لائے اور ان سے فرمایا ایسا شخص بھی اس کی حاجت رکھتا ہے کہ اس سے خدا و رسول

---

[1] اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور نیج کمار لکھنؤ ۱/ ۷۱۵

[2] المیزان الکبرٰی مقدمۃ الکتاب مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۹

Marfat.com

فی ذلک[1] | کہ بعض وقت ہو اور بعض وقت نہیں۔

قول (۸۳) بنایہ حاشیہ ہدایہ میں دربارۂ حدیث تلقینِ موتٰی فرمایا:

عند اھل السنۃ ھذا علی الحقیقۃ لان اللہ تعالٰی یحیب علی ما جاءت بہ الاٰثار[1]۔ | اہل سنّت کے نزدیک یہ اپنی حقیقت پر ہے اس لیے کہ مُردہ تلقین کا جواب دیتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا۔

فصل نہم اولیاء کی کرامتیں اولیاء کے تصرف بعد وصال بھی بدستور ہیں۔

قول (۸۴) امام نووی نے اقسامِ زیارت میں فرمایا: ایک زیارت بغرضِ حصولِ برکت ہوتی ہے، یہ مزاراتِ اولیاء کے لیے سنّت ہے اور ان کے لیے برزخ میں تصرفات و برکات بے شمار ہیں و ستقف علٰی ذلک ان شاء اللہ تعالٰی (ان شاء اللہ تعالٰی عنقریب اس سے آگاہی ہوگی۔ ت)

قول (۸۵ و ۸۶) اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:

تفسیر کردہ است بیضاوی آیہ کریمہ والنازعات غرقًا الاٰیۃ را بصفات نفوس فاضلہ در حال مفارقت از بدن کہ کشیدہ می شوند از ابدان ونشاط میکنند بسوئے عالمِ ملکوت و سیاحت میکنند دران پس سبقت میکنند بحظائر قدس پس می گردند بشرف و قوت از مدبرات[2] | قاضی بیضاوی نے آیۂ کریمہ والنازعات غرقًا الخ کی تفسیر میں بتایا ہے کہ یہاں بدن سے جدائی کے وقت ارواحِ طیبہ کی جو صفات ہوتی ہیں ان کا بیان ہے کہ وہ بدنوں سے نکالی جاتی ہیں اور عالمِ ملکوت کی طرف تیزی سے جاتی اور وہاں سیر کرتی ہیں پھر مقاماتِ مقدس کی طرف سبقت کرتی ہیں اور قوت و شرف کے باعث مدبراتِ امر یعنی نظامِ عالم کی تدبیر کرنیوالوں سے ہوجاتی ہیں۔ (ت)

قول (۸۷) علّامہ نابلسی قدس سرہ القدسی نے حدیقۂ ندیہ میں فرمایا:

کرامات الاولیاء باقیۃ بعد موتھم ایضا ومن زعم خلاف ذلک فھو جاھل متعصب | اولیاء کی کرامتیں بعد انتقال بھی باقی ہیں جو اس کے خلاف زعم کرے وہ جاہل ہٹ دھرم ہے،

عہ زیارت گاہی از جہت انتفاع بہ اہلِ قبور بود چنانچہ در زیارتِ قبور صالحین آثار آمدہ ۱۲ جذب القلوب | کبھی زیارت، اہلِ قبور سے فائدہ اٹھانے کے لیے ہوتی ہے جیسا کہ قبورِ صالحین کی زیارت کے بارے میں احادیث آئی ہیں (ت)

---

[1] البنایۃ شرح الہدایۃ باب الجنائز مکتبہ امدادیہ مکۃ المکرمہ ۱/۱۰۴۳
[2] اشعۃ اللمعات باب حکم الاسراء ؍؍ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۲۰۱

Marfat.com

تنبیہ نبیہ: ہاں مقلدان ائمہ کو خوشی و شادمانی اور ان کے مخالفوں کو حسرت و پشیمانی، مگر حاشا صرف فروع میں تقلید سے متبع نہیں ہوتا، پہلے مہم امر عقائد ہے جو اس میں ائمہ سلف کے خلاف ہو تو بہ، کہاں وہ اور کہاں اتباع، یوں تو بہتیرے معتزلی حنفیت جتاتے ہیں بعض زیدیہ روافض شافعی کہلاتے ہیں، بہت مجسّمہ موجہہ حنبلی کہے جاتے، پھر کیا ارواحِ طیبہ حضرات عالیہ امام اعظم و امام شافعی و امام احمد رضی اللہ تعالےٰ عنہم اُن سے خوش ہوں گے، کلّا واللہ! ان گمراہوں کا انتساب ایسا ہے جیسے روافض اپنے آپ کو امامیہ کہتے ہیں، حالانکہ اُن سے پہلے بیزار روح پاک ائمہ اطہار ہے رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین۔ یُونہی نجد کے حنبلی، ہند کے حنفی جو مخترعانِ مذہب جدید و متبعانِ قرنِ طرید ہوئے ہرگز حنبلی و حنفی نہیں بلکہ حَبَلی[عله] و جنَفی[عله] ہیں۔ فقیر غفر اللہ تعالےٰ لہٗ نے اپنے قصیدہ اکسیرِ اعظم (۱۳۰۲ھ) کی شرح مجیر معظم (۱۳۰۳ھ) میں غلامانِ سرکارِ قادری کے فضائل اور ان کے لیے جو عظیم اُمیدیں ہیں لکھ کر گزارش کی:

اما ہوس کار اینکہ نزد ایشاں اتباع ہوائے نفس کمال تصوف و رد احکام شرع تمغائے تعرف، مناہی و ملاہی موصل الی اللہ و تباہی و دواہی ریاضت این راہ، روزہا دارند اما بر گردن و نماز ہا گزارند بر معنی ترک کردن و نہ آنکہ از ینہا باکے دارند یا سرے خارند بلکہ فارغ زیند و حسابے ندارند و خود از ینہا چہ حکایت و از بدعت چہ شکایت کہ متہوران ایشاں ضروریات دین را خلاف کنند و بدعوی اسلام بر عقائد اسلام خندہ زنند، من و خدائے من کہ اینان نہ قادری باشند و نہ چشتی بلکہ غادری باشند و زشتی ؎

سایہ ما دُور باد از ما دور الخ اھ ملخصا

مگر وُہ ہوس کار جن کے نزدیک ہوائے نفس کی پیروی کمال تصوف اور احکامِ شرع کو رَد کرنا تمغۂ امتیاز، ممنوعات اور لہو کی چیزیں خدا رسی کا ذریعہ، تباہی اور مصیبت کی چیزیں اس راہ کی ریاضت، روزے رکھیں مگر ذمہ میں رہیں، نمازیں پڑھیں مگر نہ پڑھنے کی طرح، اس پر بھی یہ نہیں کہ کچھ خوف یا فکر ہو بلکہ چین سے جیتے ہیں اور کوئی حساب نہیں رکھتے، اُن کی کیا بات اور اس بد مذہبی کی کیا شکایت جبکہ اُن کے بے باکوں کا حال یہ ہے کہ ضروریاتِ دین کا خلاف کریں اور اسلام کا دعوی کر کے عقائد اسلام پر خندہ زن ہوں، واللہ یہ نہ قادری ہیں نہ چشتی بلکہ غادری ہیں اور زِشتی، ان کا سایہ ہم سے دُور ہو دور الخ (ت)

معہذا بالفرض اگر ایک فریق منکرین باعتبار فروع مقلدین سہی تاہم جب اُن کے نزدیک ارواحِ گزشتگان

عله حَبَل بفتحتین بمعنی غضب ۱۲ منہ (م)

عله جَنَف بفتحتین میل و جور ۱۲ منہ (م)

Marfat.com

قول (۹۳) جامع البرکات میں ارشاد فرمایا:

اولیاء را کرامات وتصرفات در اکوان حاصل است و آن نیست مگر ارواح ایشان را چون ارواح باقی است بعد از ممات نیز باشد۔[1]

اولیاء کو کائنات میں کرامات وتصرفات کی قوت حاصل ہے اور یہ قوت ان کی روحوں کو ہی ملتی ہے تو رُوحیں جب بعد وفات بھی باقی رہتی ہیں تو یہ قوت بھی باقی رہتی ہے۔ (ت)

قول (۹۴) کشف الغطاء میں ہے:

ارواحِ کمل کہ در حینِ حیات ایشاں بہ سبب قربِ مکانت ومنزلت از رب العزت کرامات وتصرفات وامداد داشتند بعد از ممات چوں ہماں قرب باقیند نیز تصرفات دارند چنانچہ در حین تعلق بجسد داشتند یا بیشتر ازاں۔[2]

کاملین کی رُوحیں ان کی زندگی میں رب العزت سے قربِ مرتبت کے باعث کرامات وتصرفات اور حاجتمندوں کی امداد فرمایا کرتی تھیں بعد وفات جب وہ ارواحِ شریفہ اُسی قرب واعزاز کے ساتھ باقی ہیں تو اب بھی ان کے تصرفات ویسے ہی ہوتے ہیں جیسے جسم سے دنیاوی تعلق کے تھے یا اُس سے بھی زیادہ۔ (ت)

قول (۹۵ و ۹۶) شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:

یکے از مشائخ عظام[ع۱] گفتہ است دیدم چہار کس را از مشائخ تصرف می کنند در قبور خود مانند تصرفہائے شاں در حیات خود یا بیشتر شیخ معروف وعبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہما و دوکس[ع۲] دیگر را از اولیاء

ایک عظیم بزرگ فرماتے ہیں میں نے مشائخ میں سے چار حضرات کو دیکھا کہ اپنی قبروں میں رہ کر بھی ویسے ہی تصرف فرماتے ہیں جیسے حیاتِ دنیا کے وقت فرماتے تھے یا اس سے بھی زیادہ (۱) شیخ معروف کرخی

ع۱ یعنی سیدی علی قرشی قدس سرہ العزیز کما روی عنہ الامام نور الدین ابو الحسن علی فی بهجة الاسرار بسندہ ۱۲ منہ (م)

یعنی سیدی علی قرشی قدس سرہ العزیز، جیسا کہ بہجۃ الاسرار میں ان سے نور الدین ابو الحسن علی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

ع۲ یعنی شیخ عقیل بسہی و حضرت شیخ حیاۃ ابن قیس الحرانی قدس اللہ تعالٰی اسرارہما کما فی البهجة ۱۲ منہ (م)

یعنی شیخ عقیل منجی بسہی اور شیخ حیات ابن قیس حرانی رحمہما اللہ تعالٰی، جیسا کہ بہجۃ الاسرار میں ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] جامع البرکات

[2] کشف الغطاء فصل دہم زیارتِ قبور مطبع احمدی دہلی ص ۸۰

Marfat.com

قول (۱۰۳) امام علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں اہلسنّت کے نزدیک علم و ادراک موتیٰ کی تحقیق کرکے فرمایا:

ولھذا ینتفع بزیارۃ قبور الابرار والاستعانۃ من نفوس الاخیار[1]

اسی لیے قبورِ اولیاء کی زیارت اور ارواحِ طیّبہ سے استعانت نفع دیتی ہے۔

قول (۱۰۴ و ۱۰۵) ردالمحتار میں امام غزالی سے ہے:

انھم متفاوتون فی القرب من اللہ تعالٰی ونفع الزائرین بحسب معارفھم و اسرارھم[2]

ارواحِ طیّبہ اولیائے کرام کا حال یکساں نہیں بلکہ وہ متفاوت ہیں اللہ سے نزدیکی اور زائروں کو نفع دینے میں موافق اپنے معارف و اسرار کے۔

قول (۱۰۶) امام ابن الحاج مکی مدخل میں فرماتے ہیں:

ان کانت المیت المزار ممن ترجی برکتہ فیتوسل الی اللہ تعالٰی بہ، یبدأ بالتوسل الی اللہ تعالٰی بالنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذھو العمدۃ فی التوسل والاصل فی ھذا کلہ والمشرع لہ، ثم یتوسل باھل تلک المقابر اعنی بالصالحین منھم فی قضاء حوائجہ ومغفرۃ ذنوبہ ویکثر التوسل بھم الی اللہ تعالٰی لانہ سبحانہ تعالٰی اجتباھم وشرّفھم وکرمھم فکما نفع بھم فی الدنیا ففی الاٰخرۃ اکثر فمن ارادحاجۃ فلیذھب

یعنی اگر صاحبِ مزار اُن لوگوں میں ہے جن سے اُمیدِ برکت کی جاتی ہے تو اُسے اللہ تعالٰی کی طرف وسیلہ کرے، پہلے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے توسل کرے کہ حضور ہی توسل میں عمدہ اور ان سب باتوں میں اصل اور توسل کے مشروع فرمانے والے ہیں، پھر صالحین اہلِ قبور سے اپنی حاجت روائی و بخشش گناہ میں توسّل اور اس کی تکرار و کثرت کرے کہ اللہ تعالٰی نے انھیں چُنا اور فضیلت و کرامت بخشی تو جس طرح دُنیا میں ان کی ذات سے نفع پہنچایا یُونہی بعد انتقال اُس سے زیادہ پہنچائیگا تو جسے کوئی حاجت منظور ہو ان کے مزارات پر حاضر

ع قصد زیارت مقربان آں درگاہ و منتسبان آں

اُس بارگاہ کے قُرب یافتہ اور اُس جناب سے تعلق

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] شرح المقاصد المبحث الرابع مدرک الجزئیات عندنا الخ دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/۴۳

[2] ردالمحتار مطلب فی زیارۃ القبور ادارۃ الطباعۃ العربیۃ مصر ۱/۶۰۴

Marfat.com

فی جمیع الاھوال والشدائد فی الدنیا و الاٰخرۃ فکیف بائمۃ المذاھب الذین ھم أوتاد الارض وارکان الدین وأمناء الشارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی امتہ رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین۔[1]

پر ایمان کے بارے میں سوال کیا جائے الگ ہو اس کے پاس سے۔ یہ فرماتے ہی نکیرین مجھ سے الگ ہو گئے۔ اور جب مشائخ کرام صوفیہ قدست اسرارہم ہول وسختی کے وقت دنیا و آخرت میں اپنے پیروں اور مریدوں کا لحاظ رکھتے ہیں تو ان پیشوایانِ مذاہب کا کہنا ہی کیا جو زمین کی میخیں ہیں اور دین کے ستون، اور شارع علیہ السلام کی اُمت پر اُس کے امین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

اللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ؎

حسبی من الخیرات ما اعددتہ | یوم القیامۃ فی رضی الرحمٰن
دین النبی محمد خیر الورٰی | ثم اعتقادی مذھب النعمٰن
وارادتی وعقیدتی و محبتی | للشیخ عبد القادر الجیلانی

(میرے لیے نیکیوں سے وہ کافی ہے جو روزِ قیامت خوشنودی الٰہی کی راہ میں، میں نے تیار کر رکھا ہے۔ نبی اکرم، مخلوق میں سب سے افضل حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دین پاک، پھر مذہب نعمان امام اعظم ابوحنیفہ پر اعتقاد، اور سیدی شیخ عبدالقادر جیلانی سے ارادت اور عقیدت و محبت۔ ت) ؎

وی بخاک رضا شدم گفتم | کہ تو چونی کہ ما چناں شدہ ایم
ہمہ روز از غمت بفکر فضول | ہمہ شب در خیال بیہدہ ایم
خبری گو بما ز تلخی مرگ | گفت ما جام تلخ کم زدہ ایم
قادریت بکلام ما کردند | سنیّت راگدائے میکدہ ایم
شیر بودیم و شہد افزوزند | ما سراپا حلاوت آمدہ ایم

(ایک دن میں نے رضا کی خاک پر جاکر کہا تمھارا کیا حال ہے، ہمارا حال تو یہ ہے کہ دن رات تمھارے غم میں بیکار سوچتے اور فکر کرتے رہتے ہیں، بتاؤ کہ موت کی تلخی کا حال کیسا رہا؟ عرض کیا: یہ تلخ جام ہم نے تو کم ہی چکھا، قادریت ہمارا مشرب رہا اور سنیّت ہمارا میکدہ، ہم دُودھ تھے ہی اس پر شہد کا اضافہ ہوا، ہم تو سراپا حلاوت نکلے۔ ت)

---

[1] المیزان الکبرٰی فصل فی بیان جملۃ من الامثلۃ المحسوسۃ مصطفٰی البابی مصر ۱/۵۳

Marfat.com

ایں باشد و رَد کند ایں را الخ۔[1] سنّت اور سلف صالحین کے اقوال میں ایسی کوئی بات موجود نہیں جو اِس کے منافی و مخالف اور اسے رَد کرنے والی ہو الخ۔ (ت)

قول (۱۱۰) اُسی میں ہے:

بسیارے را فیوض و فتوح از ارواح رسیدہ و ایں طائفہ را در اصطلاح ایشاں اویسی خوانند۔[2]

بہت سے لوگوں کو فیض و کشف ارواح سے حاصل ہُوا ہے اور اِس جماعت کو ان حضرات کی اصطلاح میں اُویسی کہتے ہیں۔ (ت)

قول (۱۱۱ و ۱۱۲) شیخ الاسلام امام فخر الدین رازی سے ناقل:

چوں می آید زائر نزد قبر حاصل می شود نفس او را تعلقے خاص بقبر چنانچہ نفس صاحب قبر را و بسبب ایں دو تعلق حاصل مے شود میان ہر دو نفس ملاقات معنوی و علاقہ مخصوص پس اگر نفس مزور قوی تر باشد نفس زائر مستفیض مے شود و اگر برعکس بود برعکس شود۔[3]

جب زائر قبر کے پاس آتا ہے تو اسے قبر سے اور ایسے ہی صاحبِ قبر کو اس سے ایک خاص تعلق حاصل ہوتا ہے اور ان دونوں تعلقات کی وجہ سے دونوں کے درمیان معنوی ملاقات اور ایک خاص ربط حاصل ہو جاتا ہے، اب اگر صاحبِ قبر زیادہ قوت والا ہے تو زائر مستفیض ہوتا ہے اور برعکس ہے تو برعکس ہوتا ہے (ت)

قول (۱۱۳ و ۱۱۴) مولٰنا جامی قدس اللہ سرہ السامی حضرت سیدی امام اجل علاء الدولہ سمنانی رحمہ اللہ تعالٰی سے ناقل:

درویشے از شیخ سوال کرد کہ چوں بدن را در خاک ادراک نیست و در عالمِ ارواح حجاب نیست چہ احتیاج است بسر خاک رفتن، چہ در ہر مقامیکہ توجہ کند بروح بزرگے ہماں باشد کہ بسر خاک، شیخ فرمود فائدہ بسیار دارد یکے آنکہ چوں بزیارت کسے مے رود چندانکہ می رود توجہ او زیادہ می شود

ایک درویش نے شیخ سے سوال کیا کہ جب قبر کے اندر ادراک بدن کو نہیں بلکہ رُوح کو ہے اور عالمِ ارواح میں کوئی حجاب نہیں ہے تو قبر کے پاس جانے کی کیا ضرورت، جہاں سے بھی توجہ کرے بزرگ کی روح سے وُہی فائدہ ہوگا جو قبر کے پاس ہوگا۔ شیخ نے فرمایا: اس میں بہت فوائد ہیں ایک یہ کہ جب آدمی کسی کو زیارت

---

[1] اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۷۱۶

[2] " " " ۱/ ۷۱۵

[3] کشف الغطاء فصل دہم زیارت قبور مطبع احمدی دہلی ص ۸۰

Marfat.com

مثل جماد اور محال امداد اور شرک استمداد، تو وہ اس قابل کہاں کہ ارواحِ ائمہ ان پر نظر فرمائیں۔ سنّتِ الٰہیہ ہے کہ منکر کو محروم رکھتے ہیں۔ اللہ تعالٰی حدیثِ قدسی میں فرماتا ہے:

انا عند ظن عبدی بی[1] رواہ البخاری۔

میں بندہ سے وُہ کرتا ہُوں جو بندہ مجھ سے گمان رکھتا ہے۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔

جب اُن کے گمان میں امداد محال تو اُن کے حق میں ایسا ہی ہوگا، ع

گر بر تو حرام است حرامت بادا

سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حدیثِ متواتر میں فرماتے ہیں:

شفاعتی یوم القیٰمۃ حق فمن لم یؤمن بہا لم یکن من اہلہا[2] رواہ ابن منیع عن زید بن ارقم وبضعۃ عشر من الصحابۃ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین۔

میری شفاعت قیامت کے روز حق ہے جو اس پر ایمان نہ لائے گا اُس کے اہل سے نہ ہوگا۔ (اسے ابنِ منیع نے حضرت زید بن ارقم اور تیرہ صحابہ کرام رضوان تعالٰی علیہم اجمعین سے روایت کیا۔ ت)

اللہ تعالٰی دنیا و آخرت میں اُن کی شفاعتوں سے بہرہ مند فرمائے آمین اللّٰہم آمین۔

قول (۹۸ تا ۱۰۰) امام غزالی قدس سرہ العالی پھر شیخ محقق پھر شیخ الاسلام فرماتے ہیں:

واللفظ لشرح المشکوٰۃ حجۃ الاسلام امام غزالی گفتہ ہر کہ استمداد کردہ مے شود بوی در حیات استمداد کردہ مے شود بوی بعد از وفات[3]

الفاظ شرحِ مشکوٰۃ کے ہیں: حجۃ الاسلام امام غزالی فرماتے ہیں جس سے زندگی میں مدد مانگی جائے اُس سے بعد وفات بھی مدد مانگی جائے۔ (ت)

قول (۱۰۱ و ۱۰۲) امام ابن حجر مکی پھر شیخ نے شروحِ مشکوٰۃ میں فرمایا:

صالحاں را مددِ بلیغ است بہ زیارت کنندگانِ خود را بر اندازہ ادب ایشاں[4]

صالحین اپنے زائرین کے ادب کے مطابق ان کی بے پناہ مدد فرماتے ہیں۔ (ت)

---

[1] الصحیح للبخاری باب قول اللہ ویحذرکم اللہ نفسہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۱۰۱

[2] جامع صغیر مع فیض القدیر حدیث ۴۸۹۶ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۴/۱۶۳

[3] اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور مکتبہ نوریہ رضویہ سکّھر ۱/۷۱۵

[4] " " " " " " " " ۱/۷۲۰

Marfat.com

من یسمع ویعقل[1] سمجھنے والوں سے خطاب کرتے ہیں۔

قول (۱۲۰) امام علامہ نووی منہاج میں امام قاضی عیاض کا قول در بارۂ سماعِ موتٰی نقل کرکے فرماتے ہیں:

ھوالظاھر المختار الذی یقتضیہ احادیث السلام علی القبور[2]۔ یہی ظاہر و مختار ہے جسے سلام قبور کی حدیثیں اقتضاء کرتی ہیں۔

قول (۱۲۱) علامہ مناوی نے اسی امر کی دلیل یوں نقل فرمائی ہے: فان السلام علی من لایشعر محال[3] کہ جو نہ سمجھے اس پر سلام اصلاً معقول نہیں۔

قول (۱۲۲) شیخ محقق مدارج النبوۃ میں سلامِ اموات کو حدیث سے نقل کرکے فرماتے ہیں:

خطاب باکسیکہ نہ شنود و نہ فہمد معقول نیست، و نزدیک ست کہ شمار کردہ شود از قبیلۂ عبث چنانچہ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ گفت[4]۔ جو نہ سُنے نہ سمجھے اس سے خطاب معقول نہیں اور قریب ہے کہ عبث کے دائرے میں شمار ہو جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا۔ (ت)

قول (۱۲۳) مولانا علی قاری شرح اللباب میں در بارۂ سلامِ زیارت فرماتے ہیں:

من غیر رفع صوت ولا اخفاء بالمرۃ لفوت الاسماع الذی ھو السنۃ[5]۔ نہ بلند آواز سے ہو نہ بالکل آہستہ جس میں سنانا کہ سنت ہے فوت ہوجائے۔

فصل دوازدہم اہلِ قبور سے سوائے سلام اور انواع خطاب و کلام میں۔

قول (۱۲۴ تا ۱۲۷) منسک متوسط و مسلک متقسط و اختیار شرح مختار و فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

واللفظ للاخیرین فانہ ابسط (الفاظ اخیرین کے ہیں اس لیے کہ یہ زیادہ مبسوط ہیں۔ ت) کہ بعد زیارتِ سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہاتھ بھر ہٹ کر سرِ اقدسِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مقابل ہو اور بعد سلام عرض کرے:

جزاك الله عنا افضل ماجزی اماما عن امتہ آپ کو اللہ تعالٰی ہم سے جزاو عوض نیک دے بہتر

---

[1] شرح الصدور باب زیارۃ القبور خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۹۴

[2] منہاج للنووی شرح صحیح مسلم مع مسلم باب عرض مقعد المیت من الجنۃ والنار الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۸۷

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت من زار قبر ابویہ الخ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۲/۴۲۰

[4] مدارج النبوۃ فصل در سماعت میت نوریہ رضویہ سکھر ۲/۹۵

[5] مسلک متقسط مع ارشاد الساری باب زیارت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم دارالکتاب العربی بیروت ص ۳۳۸

Marfat.com

الیھم ویتوسل بھم فانھم الواسطۃ بین اللہ تعالیٰ و خلقہ وقد تقرر فی الشرع و علم ما للہ تعالیٰ بھم من الاعتناء وذلک کثیر مشھور، و ما زال الناس من العلماء والاکابر کابرًا عن کابر مشرقا ومغربا یتبرکون بزیارۃ قبورھم و یجدون برکۃ ذلک حسًا ومعنًی اھ[1] ملخصا

ہو اور ان سے توسل کرے کہ یہی واسطہ ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق میں، اور بیشک شرع میں مقرر ومعلوم ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ کو اُن پر کیسی عنایت ہے اور یہ خود بکثرت وشہرت ہے اور ہمیشہ علمائے اکابر خلف و سلف مشرق ومغرب میں اُن کی زیارت قبور سے تبرک کرتے اور ظاہر وباطن میں اس کی برکتیں پاتے رہے ہیں اھ ملخصًا۔

قول (۱۰۷ تا ۱۰۹) اشعۃ میں فرمایا:

سیّدی احمد بن زروق کہ از اعاظم فقہاء وعلماء ومشائخ دیارِ مغرب است گفت روزے شیخ ابو العباس حضرمی از من پرسید امدادِ حی قوی ست یا امدادِ میّت قوی ست من گفتم قومی می گویند کہ امدادِ حی قوی تر است ومن می گویم کہ امدادِ میّت قوی تر است پس شیخ گفت نعم زیرا کہ وی در بساطِ حق است و در حضرت اوست (قال) ونقل دریں معنی ازیں طائفہ بیشتر ازاں است کہ حصر واحصار کردہ شود ویافتہ نمی شود در کتاب و سنّت واقوالِ سلف صالح چیزے کہ منافی ومخالف

سیّدی احمد بن زروق جو دیارِ مغرب کے عظیم ترین فقہا اور علماء ومشائخ سے ہیں فرماتے ہیں کہ ایک دن شیخ ابو العباس حضرمی نے مجھ سے پُوچھا زندہ کی امداد قوی ہے یا وفات یافتہ کی؟ میں نے کہا کچھ لوگ زندہ کی امداد زیادہ قوی بتاتے ہیں اور میں کہتا ہوں کہ وفات یافتہ کی امداد زیادہ قوی ہے۔ اس پر شیخ نے فرمایا: ہاں، اس لئے کہ وُہ حق کے دربار اور اس کی بارگاہ میں حاضر ہے (فرمایا) اس مضمون کا کلام ان بزرگوں سے اتنا زیادہ منقول ہے کہ حد وشمار سے باہر ہے اور کتاب[2]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

جناب واستفاضۂ خیرات وبرکات ازایشاں نماید موجب مزید خیر وزیادتِ ثواب خواہد بود والسلام ۱۲ منہ جذب القلوب۔ (م)

رکھنے والوں کی زیارت کا قصد کرے اور اُن سے درخواست کرے کہ اپنی برکات وخیرات کا فیض عطا کریں یہ مزید خیر وخوبی اور ثواب میں زیادتی کا باعث ہوگا، والسلام ۱۲ منہ جذب القلوب (ت)

---

[1] المدخل فصل فی زیارۃ القبور دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۴۸-۲۴۹

[2] جذب القلوب باب دوازدہم مکتبہ نعیمیہ چوک دالگراں، لاہور ص ۱۳۸

Marfat.com

وحسبنا اللّٰہ العزیز الغفور، وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولانا محمد و اٰلہ وصحبہ الٰی یوم النشور۔

ہمیں عزت ومغفرت والا خدا کافی ہے اور اللہ تعالٰی ہمارے آقا ومولا حضرت محمد اور ان کی آل واصحاب پر تاحشر درود ورحمت بھیجے۔ (ت)

فصل سیزدہم بعد دفن میّت کو تلقین اور اسے عقائدِ اسلام یاد دلانے میں۔ یہ فصل فصلِ دوازدہم کی ایک صنف ہے کہ اس میں بھی میّت سے سوائے سلام اور قسم کا خطاب وکلام ہے کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ ت)۔ میں یہاں صرف علمائے حنفیہ کے اقوال شمار کروں گا کہ شافعیہ تو قاطبۃً قائلِ تلقین ہیں الا من شاء اللّٰہ۔

قول (۱۳۱ تا ۱۳۳) امام زاہد صفار نے کتاب مستطاب تلخیص الادلّہ میں تصریح فرمائی کہ تلقینِ موتٰی مسلک اہلسنت ہے اور منعِ تلقین مذہبِ معتزلہ پر مبنی کہ وُہ میّت کو جماد مانتے ہیں۔ امام حاکم شہید نے کافی اور امام خبازی نے خبازیہ میں اُن سے نقل فرمایا:

ان ھذا (ای منع التلقین) علٰی مذھب المعتزلۃ لان الاحیاء بعد الموت عندھم مستحیل، اما عند اھل السنۃ فالحدیث ای لقنوا موتاکم لا الٰہ الا اللّٰہ محمول علی حقیقتہ، لان اللّٰہ تعالٰی یحییہ علی ما جاءت بہ الاٰثار، وقد روی عنہ علیہ الصلٰوۃ والسلام انہ امر بالتلقین بعد الدفن[1] الخ ذکرہ فی ردالمحتار عن معراج الدرایۃ۔

تلقین سے ممانعت معتزلہ کا مذہب ہے اس لیے کہ موت کے بعد زندہ کرنا ان کے نزدیک محال ہے لیکن اہلسنت کے نزدیک حدیثِ تلقین (اپنے مُردوں کو لا الٰہ الا اللہ سکھاؤ) اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے اس لیے کہ اللہ تعالٰی مُردے کو زندہ فرمادیتا ہے جیسا کہ احادیث میں وارد ہے اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے کہ سرکار نے دفن کے بعد تلقین کا حکم دیا الخ۔ اسے ردالمحتار میں معراج الدرایہ کے حوالے سے ذکر کیا (ت)

قول (۱۳۴ و ۱۳۵) دُرمختار میں جوہرہ نیرہ سے ہے: انہ مشروع عند اھل السنۃ[2] بیشک تلقین اہلِ سنت کے نزدیک مشروع ہے۔

قول (۱۳۶) نہایہ شرح ہدایہ میں ہے:

---

[1] ردالمحتار بحوالہ الخبازیۃ مطلب فی تلقین بعد الموت ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۵۷۱

[2] درمختار باب صلٰوۃ الجنازۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۹

Marfat.com

چوں بہ سرِ خاک رسد بحس مشاہدہ کند خاک او را حس او نیز مشغول او می شود و بکلی متوجہ گردد و فائدہ بیشتر باشد و دیگر آنکہ ہرچند ارواح را حجاب نیست و ہمہ جہان او را یکے است اما بآں موضع تعلق بیشتر بود[1] اھ ملخصا

کو جاتا ہے تو جس قدر آگے بڑھتا ہے اس کی توجہ بڑھتی جاتی ہے، جب قبر کے پاس پہنچتا ہے تو حواس سے اس کی قبر کا ادراک اور مشاہدہ کرتا ہے اب اُس کے حواس بھی اُس کے ساتھ مشغول ہو جاتے ہیں اور وُہ پُورے ظاہر و باطن کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے جس کا فائدہ فزوں تر ہوتا ہے۔ دُوسرے یہ کہ اگرچہ ارواح کے لیے حجاب نہیں ہے اور سارا جہان ان کے لیے ایک ہے مگر اُس مقام سے تعلق زیادہ ہوتا ہے۔ اھ بہ تلخیص (ت)

قول (۱۱۵ و ۱۱۶) سیّد جمال مکّی کے فتاوٰی میں امام شہاب الدین رملی سے منقول:

للانبیاء والرسل والاولیاء والصالحین اغاثۃ بعد موتھم[2]

انبیاء و رسل و اولیاء و صالحین بعد رحلت بھی فریاد رسی کرتے ہیں۔

فصل یازدہم تصریحاتِ علماء میں کہ سلامِ قبور دلیل قطعی سماع و فہم و علم و شعور ہے۔

قول (۱۱۷) امام عزالدین بن عبدالسلام اپنی امالی میں فرماتے ہیں:

لانا امرنا بالسلام علی القبور ولولا ان الارواح تدرك لما كان فیه فائدۃ[3]

ہمیں حکم ہوا کہ قبور پر سلام کریں اگر رُوحیں سمجھتی نہ ہوتیں تو بیشک اس میں کچھ فائدہ نہ ہوتا۔

قول (۱۱۸) امام ابوعمر ابن عبدالبر نے فرمایا:

احادیث زیارۃ القبور والسلام علیها وخطابهم مخاطبۃ الحاضر العاقل دالۃ علی ذلك[4] اھ ملخصا

زیارتِ قبور اور ان پر سلام اور ان سے حاضر عاقل کی طرح خطاب کی حدیثیں اس پر دلیل ہیں اھ ملخصا

قول (۱۱۹) شرح الصدور میں مثل قولین سابقین منقول:

قد شرع صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لامته ان یسلموا علی اھل القبور سلام من یخاطبونه

بیشک نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی امت کیلئے اہلِ قبور پر ایسا سلام مشروع فرمایا ہے جیسے سُننے

---

[1] نفحات الانس ترجمہ ابو المکارم رکن الدین علاء الدین السمنانی مہدی توحیدی پور طہران ص ۴۴۰
[2] فتاوٰی جمال بن عمر مکّی
[3] شرح الصدور بحوالہ عزالدین ابن عبدالسلام باب مقر الارواح خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۰۳
[4] 〃 〃 〃 ابن عبدالبر 〃 〃 〃 ۱۰۰

Marfat.com

اسی طرح صاحبِ حقائق[143] نے بتصریح اس کے کہ یہ تلقین بعد دفن تھی، صاحبِ غیاث سے نقل کیا کما فی الحلیۃ (جیسا کہ حلیہ میں ہے۔ت) امام ابن امیر الحاج عبارتِ حقائق لکھ کر فرماتے ہیں: یفید ان فعلہ ارجح علی ترکہ[1] یہ کلام استحباب تلقین کا مفید ہے۔ پھر اس پر حدیث سے دلیل ذکر کرکے ائمہ محدثین امام ابوعمرو بن الصلاح وغیرہ سے اُس کا بوجہ شواہد وعمل قدیم علمائے شام قوت پانا نقل کرتے ہیں کما اسلفناہ فی المقصد الثانی (جیسا کہ ہم نے اسے مقصدِ دوم میں پیش کیا۔ت)

قول (۱۴۴ و ۱۴۵) مضمرات میں ہے:

نحن نعمل بھما عند الموت وعند الدفن[2] نقلہ فی الھندیۃ[145]۔

ہم دونوں تلقینوں پر عمل کرتے ہیں وقتِ نزع بھی اور وقتِ دفن بھی۔ (اسے ہندیہ میں نقل کیا گیا۔ت)

قول (۱۴۶) ذیل مجمع البحار میں ہے: اتفق کثیر علی التلقین[3] بہت علماء کا تلقین پر اتفاق ہے۔

قول (۱۴۷) نورالایضاح میں ہے: تلقینہ فی القبر مشروع[4] مردے کو تلقین کرنا مشروع ہے۔

قول (۱۴۸ و ۱۴۹) علامہ طحطاوی حاشیہ درمختار میں کتاب التجنیس[149] والمزید سے ناقل: التلقین بعد الموت فعلہ بعض مشائخنا[5] ہمارے بعض مشائخ نے موت کے بعد تلقین فرمائی ہے۔

قول (۱۵۰ تا ۱۵۲) جامع الرموز میں جواہر[151] سے منقول:

سئل القاضی مجد[152] الدین الکرمانی عنہ قال ماراٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن وروی فی ذٰلک الحدیثین[6]

قاضی مجد الدین کرمانی سے بارۂ تلقین سوال ہوا، فرمایا جو بات مسلمان اچھی سمجھیں خدا کے نزدیک اچھی ہے، اور اس بارے میں دو حدیثیں روایت کیں۔

ع: یہ معنی خود لفظ اوصانی سے مستفاد مگر اس میں صریح تر ہے کہ لقن بعض الائمۃ بعد دفنہ واوصانی بتلقینہ فلقنتہ بعد ما دفن[7] ۱۲ منہ (بعض ائمہ نے بعد از دفن میّت کو تلقین فرمائی اور مجھے میّت کو تلقین کرنے کی وصیت کی تو میں نے بعد از دفن میّت کو تلقین کی ۱۲ منہ (ت)

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ المضمرات الباب الحادی والعشرون فی الجنائز نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۵۷

[3] تکملہ مجمع بحار الانوار تحت لفظ ثبت نولکشور لکھنؤ ص ۲۵

[4] نورالایضاح باب احکام الجنائز مطبع علیمی لاہور ص ۵۴

[5] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب صلوٰۃ الجنازۃ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۶۴

[6] جامع الرموز فصل فی الجنائز مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۲۷۹

[7] حاشیۃ الشلبی علی التبیین بحوالہ الحقائق باب الجنائز مطبعہ کبرٰی بولاق مصر ۱/۲۳۴

Marfat.com

نبیه ولقد خلفته باحسن خلف وسلکت طریقه ومنهاجه خیر مسلك وقاتلت اهل الردة والبدع ومهدت الاسلام ووصلت الارحام ولم تزل قائلا للحق ناصرالاهله حتی اتاك الیقین[1]

اُس عوض کا جو کسی امام کو اس کے نبی کی اُمت سے عطا فرمایا ہو بیشک آپ نے بہترین خلافت سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نیابت کی اور بہترین روش سے حضور کی راہ وطریقہ پر چلے، آپ نے اہلِ ارتداد و بدعت سے قتال کیا، آپ نے اسلام کو آراستگی دی، آپ نے صلۂ رحم فرمایا، آپ ہمیشہ حق گو اور اہلِ حق کے ناصر رہے یہاں تک کہ آپ کو موت آئی۔

پھر ہٹ کر قبرِ مبارک حضرت فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے محاذی ہو اور بعد سلام عرض کرے:

جزاك الله عنا افضل الجزاء ورضی عمن استخلفك فقد نصرت للاسلام والمسلمین حیاً ومیتاً فكفلت الایتام ووصلت الارحام وقوی بك الاسلام وكنت للمسلمین اماما مرضیا وهادیا مهدیا جمعت شملهم واغنیت فقیرهم وجبرت كسیرهم[2]

اللہ تعالٰی آپ کو بہتر بدلہ دے اور اُن سے راضی ہو جنھوں نے آپ کو خلیفہ کیا یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ آپ نے اپنی زندگی اور موت دونوں حال میں اسلام ومسلمین کی مدد فرمائی، آپ نے یتیموں کی کفالت اور رحم کا صلہ کیا، اسلام نے آپ سے قوت پائی، آپ مسلمانوں کے پسندیدہ پیشوا اور رہنمائے راہ یاب ہوئے، آپ نے اُن کا جتھا باندھا اور ان کے محتاجوں کو غنی کر دیا اور ان کی شکستہ دلی دُور فرمائی۔

اسی طرح کتبِ مناسک میں بہت تصریحیں اس کی ملیں گی۔

قول (۱۲۸ تا ۱۳۰) امام خطابی نے دربارۂ تلقین فرمایا:

لاباس به اذ لیس فیه الا ذکر الله تعالٰی وعرض الاعتقاد علی المیت (الی قوله) وکل ذلك حسن۔ نقله القاری فی المرقاة[3]

اس میں کچھ حرج نہیں کہ وہ ہے کیا مگر اللہ تعالٰی کی یاد اور میت پر عرض اعتقاد، یہ سب خوب ہیں (اسے ملا علی قاری نے مرقاۃ میں نقل کیا۔ ت)

بعینہٖ اسی طرح ذیل مجمع البحار[4] میں مذکور۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ مطلب زیارۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۶۶

[2] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

[3] مرقاۃ المفاتیح بحوالہ الخطابی باب اثبات عذاب القبر حدیث ۱۳۳ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۱/۳۵۶

[4] تکملہ مجمع البحار تحت لفظ ثبت منشی نولکشور لکھنؤ ص ۲۵

Marfat.com

علت بیان کی گئی ہے لہٰذا اسی کو ترجیح ہے۔ت) ولہٰذا علامہ شامی آفندی تبیین کا یہ کلام نقل کرکے فرماتے ہیں،
ظاھر استدلالہ للاول اختیارہ[۱] یعنی قولِ استحباب پر دلیل قائم کرنے سے ظاہر یہی ہے
کہ امام زیلعی اُسی کو مذہب مختار جانتے ہیں اور خود علامہ شامی کا کلام اختیارِ جواز و استحباب پر دلیل ہے
کہ معراج الدرایہ سے عدم تلقین کا ظاہر الروایۃ ہونا نقل کرکے پھر اُسی معراج سے بحوالہ کافی وخبازیہ
امام صفار کا وہ ارشاد نقل کیا پھر فتح کا حوالہ دیا کہ اُنھوں نے حدیثِ تلقین کو اپنی حقیقت پر محمول کرنے کی
بہت تائید فرمائی، پھر غنیہ سے تائید لائے کہ حدیث میں تجوز ہے مگر تلقین سے منع نہ کریں گے کہ میت کو مفید ہے
پھر زیلعی کے کلام سے یُوں استظہار کیا اور شارح نے جو مشروعیتِ تلقین کو قولِ اہلسنت کہا اُسے مقرر و
مسلّم رکھا، واللہ تعالٰی اعلم۔

نکتہ جلیلہ تتمیم کلام و ازالہ اوہام میں۔

اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الٰی ذری التحقیق، طائفہ جدیدہ ان اقوال کے مقابل براہِ تلبیس و
مغالطہ منع تلقین کے اقوال پیش کردیتے ہیں، حالانکہ یہ محض جہالت بے مزہ ہے، ہم یہاں نفس مسئلہ
تلقین کی بحث میں نہیں بلکہ غرض یہ ہے کہ ان علمائے مجوزین نے ادراک وسمع موتٰی مانا اور یہ امر اقوالِ مذکورہ
سے یقیناً ثابت، ذرا آنکھیں مل کر دیکھیں کہ ائمہ نے کیا چیز جائز مانی، تلقینِ میت۔ پھر یہ سیکھیں کہ تلقین
کے معنی کیا ہیں، تفہیم وتذکیر یعنی سمجھانا اور یاد دلانا کما فی حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی (جیسا
کہ حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی الفلاح میں ہے۔ت) پھر کسی ذی عقل سے پُوچھیں کہ تفہیم وتذکیر جماد و
دیوار کو ہوتی ہے یا سامع فہیم وہوشیار کو؟ حاشا وکلا ہر سمجھ والا بچہ جانتا ہے کہ سمجھانا اور یاد دلانا
ہرگز متصور نہیں جب تک مخاطب سُنتا سمجھتا نہ ہو اور جس کے اعتقاد میں ہو کہ مخاطب نہ عقل وفہم رکھتا ہے
نہ میرا کہا سُنے، پھر اس کے آگے بقصدِ تفہیم وتذکیر بات کرے وہ قطعاً مجنون ودیوانہ ہوگا لہٰذا یقیناً واجب
کہ جو ائمہ وعلماء استحباب خواہ جوازِ تلقین کے قائل ہُوئے اُنھوں نے بلاشبہہ اموات کو بعد دفن بھی
کلامِ احیاء سُننے والا مانا اور اسی قدر مقصود تھا بخلاف اقوالِ منع کہ وہ زنہار نہ مخالف کو مفید نہ ہمیں مضر
کہ ترکِ تلقین کی علت کچھ انکارِ فہم وسماع ہی میں منحصر نہیں جس سے خواہی نخواہی سمجھا جائے کہ جو تلقین نہیں
مانتا وہ میت کو سمع وفہیم بھی نہیں جانتا، کیا ممکن نہیں کہ اس کی وجہ بعض کے نزدیک عدم ثبوت ہو، جیسا کہ
حلیہ میں ہے:

---

[۱] ردالمحتار مطلب فی التلقین بعد الموت ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۵۷۱

Marfat.com

کیف لایفعل وقد روی عنه علیه الصلوٰۃ والسلام انہ امر بالتلقین بعد دفن[1] — تلقین کیونکر نہ کی جائیگی حالانکہ نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے مروی ہوا، حضور نے بعد دفن تلقین کا حکم دیا۔

اوران کا قول فصل ہشتم میں گزرا کہ اہلسنت کے نزدیک تلقین اپنی حقیقت پر ہے۔

قول (۱۳۷ و ۱۳۸) امام اجل شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا:

لایومربہ ولاینھی عنہ[2]۔ نقلہ فی النھایۃ وغیرھا۔ — تلقین کا حکم نہ دیں نہ اس سے منع کریں (اسے نہایہ وغیرہ میں نقل کیا۔ت)

حلیہ[۱۳۱] میں اسے نقل کرکے فرمایا: ظاھرہ انہ یباح[3] اس قول سے ظاہر اباحت ہے۔

قول (۱۳۹) امام فقیہ النفس قاضی خاں نے فرمایا:

ان کان التلقین لاینفع لایضر ایضا فیجوز[4] اثرہ المذکوران — تلقین میں اگر کوئی نفع نہ ہو تو ضرر بھی نہیں، پس جائز ہوگی۔ (اسے دونوں مذکور حضرات نے ذکر کیا ہے)

اور ظاہر ہے کہ نفی نفع برسبیل تنزل ہے۔

قول (۱۴۰ تا ۱۴۳) صاحب غیاث فرماتے ہیں:

انی سمعت استاذی قاضی خان انہ یحکی عن الامام ظھیرالدین انہ لقن بعض الائمۃ واوصانی بتلقینہ فلقنتہ فیجوز[5] نقلہ فی شرح النقایۃ۔ — میں نے اپنے استاذ قاضی خاں[۱۴۱] کو سنا کہ امام اجل ظہیر الدین کبیر مرغینانی سے حکایت فرماتے تھے بعض[۱۴۲] ائمہ نے تلقین فرمائی اور مجھے اپنی تلقین کرنے کی وصیت کی تو میں نے انھیں تلقین کی، پس جواز ثابت ہوا۔ (اسے شرح نقایہ میں نقل کیا گیا۔ت)

---

[1] البنایہ فی شرح الہدایۃ باب الجنائز المکتبۃ الامدادیہ فیصل آباد جلد اول جز ثانی ص ۱۰۷۳

[2] " " " بحوالہ الحلوانی " " " " " " "

[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[4] البنایۃ فی شرح الہدایۃ بحوالہ قاضی خان المکتبۃ الامدادیہ فیصل آباد جلد اول جز ثانی ص ۱۰۷۳

[5] جامع الرموز فصل فی الجنائز مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۲۸۰

Marfat.com

اگرچہ علماء نے اس شبہہ کا جواب کافی دے دیا کہ ہم شقِ اول یعنی موت علی الایمان اختیار کرتے ہیں۔ اور یہ کہنا کہ اب حاجت نہیں غیر مسلّم کہ وُہ وقت ہول و دہشت کا ہے ہماری تذکیر اور خدا کے ذکر سے دل میّت کا قوی ہوگا، ڈھارس بندھے گی، وحشت گھٹے گی۔

قال اللہ تعالٰی الا بذکر اللہ تطمئن القلوب[1]۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: سُن لو خدا کی یاد سے ٹھہر جاتے ہیں دل۔

اسی لیے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد دفن حکم دیتے میت کے لیے خدا سے تثبت مانگو کہ اب اس سے سوال ہوگا[2]۔ کما مر فی المقصد الاول (جیسا کہ مقصد اول میں گزرا۔ ت) شیخ الاسلام کا کلام قول ۱۵ میں سُن چکے اور علامہ شرنبلالی مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں:

نفی صاحب الکافی فائدتہ مطلقًا ممنوع (بان فیہ فائدۃ التثبیت للجنان) نعم الفائدۃ الاصلیۃ (وھی تحصیل الایمان فی ھذا الوقت) منتفیۃ ویحتاج الیہ لتثبیت الجنان للسوال فی القبر[3] اھ موضحًا بحاشیۃ الطحطاوی۔

صاحبِ کافی کا مطلقًا فائدے سے انکار ہمیں تسلیم نہیں (کیونکہ اس میں دل کو ٹھہرانے اور ثبات دینے کا فائدہ ہے) ہاں فائدہ اصلیہ (اس وقت اُسے ایمان بخشنا) نہیں، اور تلقین کی ضرورت قبر میں سوال کے وقت دل کی تقویت اور ثبات کے لیے ہے اھ (عبارتِ مراقی ختم حاشیہ طحطاوی سے توضیح کے ساتھ۔ ت)

علامہ ابراہیم حلبی کا جواب اسی مقصد میں گزرا کہ تلقین میں میّت کا فائدہ ہے کہ ذکرِ خدا سے اُس کا جی بہلے گا، فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالٰی اگر عدمِ فائدہ میں ایسی ہی تقریریں کریں تو دعاء و دوا، تمام کارخانۂ اسباب سب مہمل و معطل رہ جائے کہ تقدیرِ الٰہی میں حصول مراد ہے تو آپ ہی ملے گی ورنہ کیا حاصل، غرض جب واضح و بیّن کہ تلقین بے فہم و سماعِ میّت محال اور اس کا انکار کچھ نفیِ سماع میں منحصر نہیں تو یقینًا ثابت کہ اقوالِ جواز ہمارے مذہب پر دلائل ساطع اور اقوالِ ترک و منع اصلًا مضر نہیں، پھر ان کے مقابل ان کا پیش کرنا کیا کہا جائے کہ کس درجہ کی سفاہت ہے اور یہ قدیم چالاکی ان حضرات کی ہے جہاں کسی امر کے اثبات کو بعض علماء کے وُہ اقوال جن کا مبنی اس امر کا ماننا ہو پیش کیجئے اور وُہ مسئلہ مختلف فیہا ہو تو فورًا دوسری طرف کے قول نقل کر لائیں گے یہ نہیں دیکھتے کہ

---

[1] القرآن ۱۳/ ۲۸

[2] مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ ابی داؤد باب اثبات عذاب القبر مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۶

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب احکام الجنائز نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۰۷

Marfat.com

قول (۱۵۳) طحطاوی حاشیہ مراقی میں علامہ حلبی سے منقول:

کیف لا یفعل مع انہ لاضرر فیہ بل فیہ نفع للمیّت[1]

تلقین کیونکر نہ کی جائے گی حالانکہ اس میں کوئی نقصان نہیں بلکہ میّت کا فائدہ ہے۔

قول (۱۵۴) کشف الغطاء میں ہے: بالجملہ بمقتضائے مذہب اہلِ سنّت و جماعت تلقین مناسب۔

پھر امام صفار کا ارشاد کہ:

سزاوار آن ست کہ تلقین کردہ شود میت بر مذہب امام اعظم و ہر کہ تلقین نمی کند و نمے گوید بآن پس او بر مذہبِ اعتزال ست کہ گویند میت جماد محض است و رُوح در قبر معاد نمی شود۔

مذہبِ امامِ اعظم میں میّت کو تلقین مناسب ہے اور جو تلقین کا تارک اور منکر ہے وہ معتزلہ کا مذہب رکھتا ہے جو میّت کو جماد محض کہتے ہیں اور قبر میں پھر رُوح کا اعادہ نہیں مانتے۔ (ت)

نقل کرکے فرمایا:

وانچہ در کافی گفت کہ اگر مسلمان مردہ است محتاج نیست بسوئے تلقین وے بعد از موت وگرنہ فائدہ نمی کند ناتمام است چہ باوجود اسلام احتیاج بسوئے تلقین برائے ثابت داشتن دل باقی ست چنانچہ در حدیث آمدہ کہ آنحضرت صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم بعد از دفن فرمودی استغفار کنید برادر خود را وسوال کنید برائے وے تثبت را بدرستیکہ الآن سوال کردہ مے شود از وے[2] الی آخرہ۔

وُہ جو کافی میں کہا کہ "اگر بحالتِ اسلام مرا ہے تو وہ موت کے بعد تلقین کا محتاج نہیں، اور اگر ایسا نہیں تو تلقین بے سُود ہے" ناتمام ہے اس لیے کہ اسلام کے باوجود، دل کو ثابت رکھنے کے لیے تلقین کی حاجت ثابت ہے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دفن کے بعد فرماتے اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے لیے ثابت قدمی کی دُعا کرو کہ اس وقت اس سے سوال ہو رہا ہے الخ (ت)

قول (۱۵۵ و ۱۵۶) علامہ زیلعی نے تبیین الحقائق میں دربارۂ تلقین پہلے استحباب پھر جواز پھر منع تینوں قول نقل کرکے استحباب پر دلیل قائم کی اور بے شک تعلیل، دلیل اختیار وتعویل ہے، علامہ حامد آفندی نے مغنی المستفتی عن سوال المفتی میں فرمایا: ھو المرجح اذا ھو المحلی بالتعلیل[3] (اس کی

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب احکام الجنائز نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۰۶

[2] کشف الغطاء فصل احکام دفن مطبع احمدی دہلی ص ۵۷

[3] مغنی المستفتی عن سوال المفتی

Marfat.com

الاستحباب[1] اھ نقلہ فی حاشیۃ المراقی و قبلہ الحلبی فی الغنیۃ۔

باہر نہیں اھ اسے حاشیہ مراقی میں اور اس سے پہلے حلبی نے غنیہ میں نقل کیا۔ (ت)

اسی ذخیرہ[2] میں فرمایا:

لایتعوذ التلمیذ اذا قرأ علٰی استاذہ[2]۔

شاگرد استاد کے پاس درس کے وقت تعوذ نہ پڑھے۔ (ت)

درمختار میں اسے نقل کرکے کہا: ای لایسن[3] (یعنی یہ مسنون نہیں۔ت)۔ نہر میں کہا:

لیس ما فی الذخیرۃ فی المشروعیۃ وعدمھا بل فی الاستنان وعدمہ[4]۔

ذخیرہ کی عبارت مشروعیت اور عدمِ مشروعیت سے متعلق نہیں بلکہ سنیت اور عدمِ سنیت سے متعلق ہے۔ (ت)

یُوں ہی[3] ہمارے ائمہ سے در بارۂ عقیقہ لایعق عن الغلام (لڑکے کی طرف سے عقیقہ نہ کرے۔ت) منقول، علمائے کرام فرماتے ہیں اس کے معنی نفی وجوب واستنان ہیں اور اباحت ثابت ہے۔ فتاوٰی خلاصہ میں ہے:

لایعق عن الغلام وعن الجاریۃ یرید انہ لیس بواجب ولا سنۃ لکنہ مباح[5]۔

لڑکے اور لڑکی کی طرف سے عقیقہ نہ کرے، اس سے مراد یہ ہے کہ یہ واجب وسنت نہیں، لیکن مباح ہے۔ (ت)

اسی[4] طرح عامۂ کتب میں مثلاً ہدایہ[1] و وقایہ[2] و نقایہ[3] و بدائع[4] و منیہ[5] و ملتقی[6] و تنویر[7] و جوہرہ[8] وغیرہ فاتحہ وسورت کے درمیان بسم اللہ پڑھنے کے بارے میں امام اعظم و امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما کا قول بلفظ لایاتی و لایسمی[6] (تسمیہ نہ لائے، بسم اللہ نہ پڑھے۔ت) ذکر کیا۔ پھر محققین نے تصریح فرمائی کہ اس سے مراد نفیِ سنیت ہے بخلاف امام محمد کہ قائل استنان ہیں۔ رہی کراہت وممانعت، وہ کسی کا مذہب نہیں، کہ پڑھنا بالاجماع بہتر ہے جیسا کہ ذخیرہ[1] و مجتبٰی[2] و بحر[3] و نہر[4] و حاشیہ دُرر[5] للعلامۃ الشرنبلالی و شرح[6] علائی و حواشی[7] شامی و طحطاوی[8] وغیرہا سے واضح۔ علامہ غزی تمرتاشی نے فرمایا: لابین الفاتحۃ والسورۃ (فاتحہ وسورت کے درمیان

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب سجدۃ الشکر مکروہۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۷۲

[2] الدرالمختار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۵

[3] " " " " ۱/۷۵

[4] ردالمحتار بحوالہ نہرالفائق " ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۳۲۹

[5] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الکراہیۃ الفصل التاسع فی المتفرقات مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/۳۷۷

[6] الدرالمختار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۵

Marfat.com

نص الشیخ عزالدین بن عبدالسلام علیٰ انہ بدعۃ[1]

شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے اس کے بدعت ہونے پر نص کی ہے۔ (ت)

دیکھو امام عزالدین شافعی اس وجہ سے قائلِ تلقین نہ ہُوئے کہ اُن کے نزدیک بدعت تھی، حالانکہ یہ وہی امام عزالدین ہیں جن کا ارشاد قول ۱۷۰ میں گزرا کہ مُردے ہمارا کلام نہ سمجھتے ہوتے تو سلامِ قبور محض لغو تھا۔ یوں ہی کیا ممکن نہیں کہ منع کی وجہ ان کی رائے میں عدمِ فائدہ ہو بایں معنی کہ مُردہ با ایمان گیا تو خود رحمتِ الٰہی اُسے بس ہے وُہ بتوفیقِ ربانی آپ ہی صحیح جواب دے گا۔

قال اللہ تعالیٰ یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیٰوۃ الدنیا و الاٰخرۃ۔[2]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر دُنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔ (ت)

اور جو عیاذ باللہ نوعِ دیگر ہے اُسے لاکھ تلقین کیجئے کیا فائدہ! دیکھو امام حافظ الدین نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے کافی شرح وافی میں انکارِ تلقین اسی پر مبنی کیا۔

حیث قال ولقن الشھادۃ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لقنوا موتاکم شھادۃ ان لا الٰہ الا اللہ والمراد بہ من قرب من الموت وقیل ھو مجریً علیٰ حقیقتہ وھو قول الشافعی لانہ تعالیٰ یحییہ وقد روی انہ علیہ السلام امر بتلقین المیت بعد دفنہ وزعموا انہ مذھب اھل السنۃ والاول مذھب المعتزلۃ الا ان نقول لا فائدۃ بالتلقین بعد الموت لانہ ان مات مومنا فلا حاجۃ الیہ وان مات کافرا فلا یفید التلقین[3] اھ ببعض تلخیص۔

ان کی عبارت یہ ہے: وقتِ نزع شہادت یاد دلائے اس لیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے "اپنے "مُردوں" کو کلمۂ شہادت کی تلقین کرو۔" اس سے مراد وُہ ہیں جو قریب الموت ہوں۔ اور کہا گیا کہ یہ اپنے حقیقی معنیٰ میں ہے، یہی امام شافعی کا قول ہے' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اسے زندہ کردے گا، اور مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے دفن کے بعد تلقین کا حکم دیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ مذہب اہلسنت ہے اور اول معتزلہ کا مذہب ہے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ موت کے بعد تلقین کا کوئی فائدہ نہیں' اس لیے کہ اگر بحالتِ ایمان مرا ہے تو تلقین کی کوئی ضرورت نہیں اور اگر کافر مرا ہے تو تلقین کارگر نہ ہوگی اھ (ختم قدرے تلخیص کے ساتھ)۔ (ت)

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] القرآن ۱۴/ ۲۷

[3] کافی شرح وافی

Marfat.com

ہی اشتباہ علامہ زین بن نجیم مصری کو مسئلہ ذبیحہ میں واقع ہُوا جس پر علامہ سید احمد حموی نے فرمایا:

مبناها على الاعتزال الصريح والعجب ان المصنف لم يتفطن له مع ظهوره من القنية[1]

اس کا مبنیٰ اعتزال پر ہے اور عجب یہ کہ مصنف کو اس پر تنبہ نہ ہُوا باآنکہ صاحبِ قنیہ کا معتزلی ہونا کھُلا ہوا ہے۔

بالجملہ روایت کا تو یہ حال ہے۔ رہی درایت، مقصد دوم میں دیکھ چکے کہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے اس حدیث میں وارد جسے امام ابن الصلاح وامام ضیا وامام ابن حجر ابن امیر الحاج وصاحب مجمع وغیرہم نے بوجہ شواہد وعواضد حسن وقوی کہا، پھر سیدنا ابو امامہ باہلی صحابی اور راشد وضمرہ وحکیم وغیرہم تابعین کے اقوال اُس میں مروی پھر اور صحابہ سے اس کا خلاف ہرگز ثابت نہیں، با این ہمہ قولِ صحابی قبول نہ کرنا اصولِ حنفیہ پر کیونکر مستقیم ہوا، تقلیدِ صحابی[ع] ہمارے امام کا مذہب معلوم ہے۔ میزان الشریعۃ الکبریٰ میں امام ابو مطیع بلخی سے منقول:

قلت للامام ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارأیت لو رأیت رایا ورأی ابو بکر رأیا اكنت تدع رائك لرأيه ؟ فقال نعم فقلت له ارأيت لو رأيت رأيا ورأى عمر رأيا اكنت تدع رأيك لرأيه ؟ فقال نعم وكذلك كنت ادع رائى لرأى عثمان و

میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے عرض کی: بھلا ارشاد فرمائیے اگر آپ کی ایک رائے ہو اور صدیق اکبر کی رائے اس کے خلاف ہو کیا آپ اپنی رائے ان کی رائے کے آگے چھوڑ دیں گے؟ فرمایا: ہاں۔ میں نے عمر فاروق کی نسبت پوچھا، فرمایا: ہاں، اور یونہی میں اپنی رائے عثمان غنی و

ع مولانا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب الخطبہ میں فرماتے ہیں:

قول الصحابی حجۃ فيجب تقليده عندنا اذا لم ینفه شئ اٰخر من السنۃ[2] انتہی اقول وهذا لا یختص بقول الصحابی فان كل دلیل يترك لدليل اقوى منه ۱۲ منہ (م)

صحابی کا قول حجت ہے تو اسکی تقلید ہمارے یہاں واجب ہے جبکہ کوئی حدیث اس کی نفی نہ کرتی ہو انتہی اقول یہ قولِ صحابی سے ہی خاص نہیں اس لیے کہ ہر دلیل اپنے سے قوی تر دلیل کے باعث متروک ہوگی ۱۲ منہ (ت)

---

[1] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر کتاب الصید والذبائح ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۱۰۶

[2] مرقاۃ المفاتیح باب الخطبہ تحت حدیث ۱۴۱۱ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳/ ۵۰۵

محلِ نزاع کیا تھا اور موضع استدلال کون سا مقدمہ ہے، کہا تو یہ تھا کہ امر ثابت ہے و لہذا فلاں فلاں ائمہ نے اس بات پر فلاں بات مبنی کی، اس کا یہ کیا جواب ہوگا کہ فلاں فلاں نے وُہ بنا نہ مانی، کیا انکارِ بنا انکارِ مبنی کو مستلزم ہوتا ہے، واقعی سلامت عقل عجب دولت ہے جسے خدا دے و باللہ التوفیق۔ یہ نکتہ واجب الحفظ ہے کہ اس سے مخالفین کی بہت چالاکیوں کا حال کُھلتا ہے واللہ الہادی۔

فائدہ جمیلہ تنقیح مسئلہ تلقین میں۔

اقول و باللہ استعین، نفس مبحث تلقین کی نسبت استطراداً اتنی بات اور سمجھ لیجئے کہ ظاہر الروایۃ میں اگر لایلقن یا غیر مشروع آیا بھی ہو تو وُہ ممانعت و عدمِ جواز کے لیے متعین نہیں، آخر نہ سُنا کہ امام مجتہد برہان الدین محمود نے ذخیرہ میں بروایت امام محرر المذہب حضرت محمد بن الحسن امام الائمہ مالک الازمہ حضرت امامِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہم سے نقل کیا کہ سجدۂ شکر مشروع نہیں[1] اور علماء نے اس کے معنی عدمِ وجوب لیے۔ اشباہ میں ہے:

سجدۃ الشکر جائزۃ عند ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ لا واجبۃ وھو معنی ماروی عنہ انہا لیست مشروعۃ ای وجوباً[1] اھ واقرہ علیہ العلامۃ السید الحموی فی غمز العیون والسیدان الفاضلان احمد الطحطاوی و محمد الشامی فی حواشی الدر۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک سجدۂ شکر جائز ہے واجب نہیں، یہی اس کا معنی ہے جو امام صاحب سے مروی ہے کہ سجدۂ شکر مشروع نہیں یعنی وجوباً مشروع نہیں اھ۔ اسے علامہ سیّد حموی نے غمز العیون میں اور علامہ سیّد احمد طحطاوی و علامہ سید محمد شامی نے حواشیِ دُرمختار میں برقرار رکھا۔ (ت)

فتاوٰی حجہ میں فرمایا:

عندی ان قول الامام محمول علی الایجاب، وقول محمد علی الجواز والاستحباب، فیعمل بہما لایجب بکل نعمۃ سجدۃ شکراً کما قال ابوحنیفۃ ولکن یجوز ان یسجد سجدۃ الشکر فی وقت سر بنعمۃ او ذکر نعمۃ، فشکرھا بالسجدۃ وانہ غیر خارج عن حد

میرے نزدیک یہ ہے کہ امام اعظم کا قول ایجاب پر اور امام محمد کا قول جواز و استحباب پر محمول ہے تو دونوں قول پر عمل کیا جائیگا ہر نعمت پر سجدۂ شکر واجب نہیں جیسا کہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے لیکن جب کسی نعمت سے مسرت ہو تو سجدۂ شکر کرنا جائز ہے، اسی طرح جب کسی نعمت کی یاد ہو تو اس کے شکریہ میں سجدہ کرلینا یہ دائرۂ استحباب سے

---

[1] الاشباہ والنظائر ما افترق فیہ سجود التلاوۃ ادارۃ القرآن کراچی ۲/۴۳۷

Marfat.com

علمه جل مجده اتم و احکم۔ یہاں ہے۔ اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے اور اس کا علم زیادہ کامل و محکم ہے، اس کا مجد جلیل ہے۔ (ت)

فصل چہاردہم اصل مسئلہ مسئولہ سائل میں۔ یعنی ارواح کرام کو ندا اور ان سے توسل و طلب دُعا۔ یہ فصل بھی فصل دوازدہم کا ایک حصہ ہے کہ یہاں بھی کلام سلام کے سوا ہے مگر مثل فصل تلقین بوجہ مہتم بالشان ہونے کے فصل جداگانہ قرار پائی واللہ الموفق۔

قول (۱۵۷ تا ۱۵۹) سیدی خواجہ حافظی فصل الخطاب[158] پھر شیخ محقق جذب القلوب میں ناقل:

قیل لموسی الرضا[159] رضی اللہ تعالٰی عنہ علمنی کلاما اذا زرت واحدا منکم فقال ادن من القبر وکبر اللہ اربعین مرۃ ثم قل السلام علیکم یا اھل بیت الرسالۃ انی مستشفع بکم ومقدمکم امام طلبی وارادتی ومسألتی وحاجتی واشھد اللہ انی مومن بسرکم وعلانیتکم وانی ابرأ الی اللہ من عدو محمد واٰل محمد من الجن والانس[1] (ملخصًا)

یعنی امام ابن الامام الٰی ستۃ آبائہ کرام علی موسٰی رضا رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم جمیعًا سے عرض کی گئی مجھے ایک کلام تعلیم فرمائیے کہ اہلِ بیت کرام کی زیارت میں عرض کیا کروں؟ فرمایا: قبر سے نزدیک ہو کر چالیس بار تکبیر کہہ پھر عرض کر سلام آپ پر اے اہلبیتِ رسالت! میں آپ سے شفاعت چاہتا ہوں اور آپ کو اپنی طلب خواہش و سوال و حاجت کے آگے کرتا ہوں، خدا گواہ ہے مجھے آپ کے باطن کریم و ظاہر طاہر پر سچے دل سے اعتقاد ہے اور میں اللہ کی طرف بری ہوتا ہوں اُن سب جن وانس سے جو محمد و آلِ محمد کے دشمن ہوں صلی اللہ تعالٰی علٰی محمد و آلِ محمد و بارک وسلم آمین!

قول (۱۶۰ و ۱۶۱) سیدی جمال مکی قدس سرہ کے فتاوٰی میں ہے:

سئلت عمن یقول فی حال الشدائد یارسول اللہ اویاعلی اویاشیخ عبدالقادر مثلاً ھل ھو جائز شرعًا ام لا فاجبت نعم الاستغاثۃ بالاولیاء وندائؤھم والتوسل بھم امر مشروع ومرغوب لاینکرہ الاکابر

مجھ سے سوال ہوا اس شخص کے بارے میں جو سختیوں کے وقت کہتا ہے یارسول اللہ، یاعلی، یاشیخ عبدالقادر مثلاً آیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ میں نے جواب دیا: ہاں اولیاء سے مدد مانگنی اور انھیں پکارنا اور اُن کے ساتھ توسّل کرنا امرِ مشروع و شئے

---

[1] جذب القلوب باب دوازدہم در ذکر مقبرہ شریفہ بقیع مکتبہ نعیمیہ چوک دالگراں لاہور ص ۱۳۸

Marfat.com

نہیں۔ت) محقق علائی نے لا کے بعد لفظ تسن بڑھا دیا (یعنی مسنون نہیں۔ت) پھر فرمایا: ولاتکرہ اتفاقا[1] (مکروہ تو بالاتفاق نہیں۔ت) طحطاوی نے فرمایا: بل لاخلاف فی انہ لوسمی لکان حسنا، نہر[2] (بلکہ اس میں بھی کوئی خلاف نہیں کہ اگر بسم اللہ پڑھا تو اچھا ہے، نہر۔ت) بحرالرائق میں ہے:

الخلاف فی الاستنان اما عدم الکراھۃ فمتفق علیہ ولھذا صرح فی الذخیرۃ والمجتبٰی بانہ ان سمی بین الفاتحۃ والسورۃ کان حسنا عند ابی حنیفۃ۔الخ[3]

اختلاف مسنون ہونے میں ہے اور مکروہ نہ ہونے پر تو اتفاق ہے، اسی لیے ذخیرہ اور مجتبٰی میں تصریح ہے کہ اگر فاتحہ اور سُورۃ کے درمیان بسم اللہ پڑھا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اچھا ہے الخ (ت)

پھر امام صفار کا ارشاد سُن چکے کہ مذہب امام میں تلقین مناسب ہے۔ یہ امام علام صرف دو واسطہ سے شاگردِ صاحبین ہیں، امام نصیر بن یحیٰی سے اخذ علم کیا وھو عن ابن سماعۃ عن ابی یوسف وعن ابی سلیمان الجوزجانی عن محمد (انھوں نے ابن سماعہ سے انھوں نے امام ابویوسف سے اور امام نصیر نے ابوسلیمان جوزجانی سے اخذ کیا اُنھوں نے امام محمد سے۔ت) یہ بالیقین اعرف بمذہب امام ومعنی ظاہر الروایۃ، پھر اُس سے ہزار درجہ زائد اُس جناب کا وہ ارشاد ہے کہ تلقین مذہب اہلسنت اور اس کا منع مشربِ معتزلہ ہے، اور واقعی مشائخ مذہب میں اس فرقہ ضالہ کا اختلاط اور نقول مذہب میں اس کے اقوال وتخاریج کا اندراج بعض جگہ سخت لغزشوں کا باعث ہوتا ہے یہاں تک کہ کبھی حقیقت کار ماہرین پر ملتبس ہوجاتی ہے وباللہ العصمۃ جیسے بشر مریسی معتزلی کا قول والرحمٰن لاافعل کذا[4] (رحمٰن کی قسم میں ایسا نہ کروں گا۔ت) اگر سورۂ رحمٰن مراد لی یمین نہ ہوگی، صاحبِ ولوالجیہ وخلاصہ وغیرہما نے یُوں نقل کر دیا گویا یہی مذہب ہے، حالانکہ وہ اس معتزلی کا قول ہے، اور مذہب مہذب ائمۂ کرام کے بالکل خلاف کما حققہ فی البحر الرائق (جیسا کہ البحر الرائق میں اس کی تحقیق کی ہے۔ت) ردالمحتار میں کہا: ھذا التفصیل فی الرحمٰن قول بشر المریسی[5] (الرحمٰن میں یہ تفریق، بشر مریسی کا قول ہے۔ت) ایسا

---

[1] الدرالمختار	باب صفۃ الصلوٰۃ	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۷۵
[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار	باب صفۃ الصلوٰۃ	دارالمعرفۃ بیروت	۱/۲۱۹
[3] البحرالرائق	فصل واذا اراد الدخول	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/۳۱۲
[4] ردالمحتار	کتاب الایمان	مصطفی البابی مصر	۳/۵۵
[5] "	"	"	"

Marfat.com

بشارت دادہ کہ او از ابدال سبعہ است و با وصف علو حال باطن تصانیف او در علوم ظاہرہ نیز نافع شدہ و مفید و کثیر افتادہ[1]

حق میں بشارت دی کہ وہ ساتوں ابدال میں سے ایک ہیں، علم باطن میں بلند رتبہ کے ساتھ ظاہری علوم میں بھی ان کی کثیر تصانیف موجود ہیں جو نافع و مفید ہیں (ت)

پھر شمارِ تصانیف کے بعد لکھا:

بالجملہ مردے جلیل القدر لیست کہ مرتبہ کمال او فوق الذکر است و او از آخر محققان صوفیہ است کہ بین الحقیقۃ والشریعت جامع بودہ اند و بشاگردی او اجلہ علماء مفتخر و مباہی بودہ اند مثل شہاب الدین قسطلانی کہ سابق حال او مذکور شدہ و شمس الدین لقانی[2] الخ

مختصر یہ کہ وہ ایک جلیل القدر شخصیت ہیں جن کا رتبہ کمال بیان سے بالاتر ہے، وہ ان آخر صوفیہ محققین سے ہیں جو حقیقت و شریعت کے جامع ہوئے، ان کی شاگردی پر اجلہ علما فخر و مباہات کرتے ہیں جیسے علامہ شہاب الدین قسطلانی جن کا حال پہلے ذکر ہوا اور شمس الدین لقانی الخ۔ (ت)

پھر کہا:

و او را قصیدہ ایست بطور قصیدہ جیلانیہ کہ بعضے ابیات او این ست[3]

قصیدہ غوثیہ کے طرز پر ان کا ایک قصیدہ بھی ہے جس کے بعض اشعار یہ ہیں۔ (ت)

اور وہی دو بیت مذکور نقل کیے۔

قول (۱۶۴ و ۱۶۵) امام ابن الحاج امام ابن النعمان کی سفینۃ النجاء[165] سے ناقل:

الدعاء عند قبور الصالحین والتشفع بھم معمول بہ عند علمائنا المحققین من ائمۃ الدین[4]

قبور صالحین کے پاس دعا اور ان سے شفاعت چاہنا ہمارے علمائے محققین ائمہ دین کا معمول ہے۔

قول (۱۶۶ تا ۱۷۰) لباب[166] و شرح لباب[167] و اختیار[168] و فتاوٰی ہندیہ[169] میں ہے: واللفظ للاولین فانہ اتم (الفاظ پہلی دونوں کتابوں کے ہیں کیونکہ وہ زیادہ کامل ہیں۔ ت) بعد زیارت فاروقی بقدر ایک بالشت کے

---

[1] بستان المحدثین مع اردو ترجمہ حاشیہ بخاری سید زروق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۰
[2] " " " " " " " ص ۳۲۱
[3] " " " " " " " "
[4] المدخل فصل فی زیارۃ القبور دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۴۹

Marfat.com

علی وسائر الصحابۃ ماعدا ابا ھریرۃ و انس بن مالك وسمرۃ بن جندب[1] اھ۔

علی مرتضٰی و باقی تمام صحابہ کی رائے کے آگے ترک کردوں گا سوا ابوہریرہ و انس بن مالک و سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہم کے اھ۔

بلکہ علامہ ابن امیر الحاج تو حلیہ میں فرماتے ہیں ، جب کسی مسئلہ میں ایک صحابی کا قول مروی ہو اور دیگر صحابہ سے اُس کا خلاف نہ آئے وہ مسئلہ اجماعی ٹھہرے گا

حیث قال الصحیح قولنا لما روی عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال فی مسافر جنب یتأخر الی اٰخر الوقت ولم یرو عن غیرہ من الصحابۃ خلافہ فیکون اجماعا[2]۔

ان کی عبارت یہ ہے : صحیح ہمارا قول ہے اس لیے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے جنابت والے مسافر کے بارے میں مروی ہے کہ وہ آخر وقت تک پانی کا انتظار کرے ، اس کے خلاف کسی اور صحابی سے مروی نہیں ، تو یہ ان کا اجماعی مسئلہ قرار پائیگا (ت)

بہرحال انکار اگر عدم ثبوت پر مبنی ، تو ثبوت حاضر۔ اور نفیِ نفع پر مبنی ، تو نفع ظاہر۔ ہاں یہ رہ گیا کہ فہم سماعِ موتٰی کا انکار کیجئے یہ بیشک اصولِ معتزلہ ہی پر درست ہوگا۔ و لہذا بحر العلوم نے فرمایا اس بنا پر کہ مُردہ نہیں سُنتا تلقین نہ ماننا مذہب باطل ہے کما سیأتی نقلہ ان شاء اللہ تعالٰی (آگے ان کی عبارت ان شاء اللہ تعالٰی نقل ہوگی۔ ت) لاجرم عمائد حنفیہ سے یہ علمائے دین و ائمہ ناقدین جن میں امام صفار و حاکم شہید و شمس الائمہ و ظہیر کبیر و فقیہ النفس وغیرہم ائمہ مجتہدین ہیں رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین جواز و استحباب تلقین کے قائل ہُوئے اور بالیقین وُہ ہم سے زیادہ روایات و درایاتِ مذہب پر آگاہ تھے ، اور قطعاً اس کے خلاف پر اصلاً کوئی دلیل نہیں اور بیشک اس میں احیا و امواتِ مسلمین کا نفع ہے ، ذکرِ خدا ہے ، رغمِ اعدا ہے ، پھر وجہِ انکار کیا ہے ، تنزلی درجہ اتنا سہی کہ لایؤمر بہ و لاینھی عنہ (جائز و مباح ہو ، نہ حکم ہو نہ ممانعت ۔ ت) باقی عدمِ جواز یا ممانعت حاش للہ محض بے حجت ،

ومن ادعی فعلیہ البیان ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی واللہ تعالٰی اعلم و

جو اس کا مدعی ہو بیان اس کے ذمہ۔ یہ وُہ ہے جو میرے علم میں ہے اور حق کا علم میرے رب کے

---

[1] المیزان الکبرٰی فصل فی بیان ضعف قول من نسب الامام ابا حنیفۃ الخ مصطفی البابی مصر ۱/ ۶۵
[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

Marfat.com

اگرایں معنی موجبِ شرک باشد چنانکہ منکر زعم می کند باید کہ منع کردہ شود توسل وطلبِ دعا از دوستانِ خدا درحالتِ حیات نیز و ایں مستحب و مستحسن است باتفاق وشائع است دردین وآنچہ مروی ومحکی است از مشائخ اہلِ کشف دراستمداد از ارواح کمّل و استفادہ ازاں خارج از حصر است و مذکور ست درکتب و رسائلِ ایشاں ومشہور ست میانِ ایشاں، حاجت نیست کہ آں را ذکر کنیم وشاید کہ منکر متعصب سود نہ کند او را کلماتِ ایشاں عافانا اللّٰہ من ذٰلک کلام دریں مقام بحد اطناب کشید برغمِ منکراں کہ در قربِ ایں زماں فرقہ پیدا شدہ اند کہ منکر اند استمداد واستعانت را از اولیائے خدا ومتوجہاں بجنابِ ایشاں را مشرک بخدا عبدۃ اصنام می دانند و می گویند آنچہ می گویند اھ ملتقطاً[1]

اس کے دوست! میری شفاعت کیجئے اور خدا سے دعا کیجئے کہ میرا مطلوب مجھے عطا فرمادے —— اگر یہ معنی شرک کا باعث ہو جیسا کہ منکر کا خیالِ باطل ہے تو چاہیے کہ اولیاء اللہ کو ان کی حیاتِ دنیا میں بھی وسیلہ بنانا اور ان سے دعا کرانا ممنوع ہو حالانکہ یہ بالاتفاق مستحب و مستحسن اور دین میں معروف ومشہور رہے۔ ارواحِ کاملین سے استمداد اور استفادہ کے بارے میں مشائخ اہلِ کشف سے جو روایات و واقعات وارد ہیں وہ حصر وشمار سے باہر ہیں اور ان حضرات کے رسائل وکتب میں مذکور اور ان کے درمیان مشہور ہیں۔ ہمیں ان کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں اور شاید ہٹ دھرم منکر کے لیے ان کے کلمات سودمند بھی نہ ہوں —— خدا ہمیں عافیت میں رکھے —— اس مقام میں کلام طویل ہُوا اُن منکرین کی تردید وتذلیل کے پیشِ نظر جو ایک فرقہ کے رُوپ میں آج کل نکل آئے ہیں اور اولیاء اللہ سے استمداد واستعانت کا انکار کرتے ہیں اور ان حضرات کی بارگاہ میں توجہ کرنے والوں کو مشرک و بُت پرست سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں جو کہتے ہیں اھ (ت)

اور شرح عربی میں اس مضمونِ اخیر کو یُوں ادا فرمایا:

انما اطلنا الکلام فی ھذا المقام رغما لانف المنکرین فانہ قد حدث فی زماننا شرذمۃ ینکرون الاستمداد من الاولیاء ویقولون مایقولون ومالھم علٰی ذٰلک من علم ان ھم الا یخرصون[2]۔

ہم نے اس مقام میں کلام طویل کیا منکروں کی ناک خاک پر رگڑنے کو کہ ہمارے زمانے میں معدودے چند ایسے پیدا ہُوئے ہیں کہ حضرات اولیاء سے مدد مانگنے کے منکر ہیں اور کہتے ہیں جو کچھ کہتے ہیں اور انھیں اس پر کچھ علم نہیں یُونہی اپنے سے اٹکلیں لڑاتے ہیں۔

---

[1] اشعۃ اللمعات باب حکم الاسراء فصل ۱ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۴۰۱
[2] لمعات التنقیح "

Marfat.com

او معاند وقد حرم برکۃ الاولیاء الکرام، و سئل شیخ الاسلام الشہاب الرملی الانصاری الشافعی عما یقع من العامۃ من قولھم عند الشدائد یا شیخ فلاں ونحو ذلک من الاستغاثۃ بالانبیاء والمرسلین والصالحین فاجاب بما نصہ الاستغاثۃ بالانبیاء والمرسلین والاولیاء الصالحین جائزۃ بعد موتھم الخ[1] اھ ملخصا۔

مرغوب ہے جس کا انکار نہ کرے گا مگر ہٹ دھرم یا دشمنِ انصاف، اور بیشک وُہ برکتِ اولیائے کرام سے محروم ہے۔ شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری شافعی سے استفتاء ہُوا کہ عام لوگ جو سختیوں کے وقت مثلاً یا شیخ فلاں کہہ کر پکارتے ہیں اور انبیاء و اولیاء سے فریاد کرتے ہیں اس کا شرح میں کیا حکم ہے؟ امام ممدوح نے فتوٰی دیا کہ انبیاء و مرسلین و اولیاء و علماء صالحین سے اُن کے وصال شریف کے بعد بھی استعانت و استمداد جائز ہے۔

قول (۱۶۲) علامہ خیر الملۃ والدین رملی حنفی استاذ صاحبِ دُرِ مختار رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما فتاوٰی خیریہ میں فرماتے ہیں:

قولھم یا شیخ عبد القادر نداء فما الموجب لحرمتہ[2] اھ ملخصا۔

لوگوں کا کہنا یا شیخ عبد القادر یہ ایک ندا ہے پھر اس کی حُرمت کا سبب کیا ہے۔

قول (۱۶۳) سیّد احمد زروق رضی اللہ تعالٰے عنہ کہ اکابر علماء و اولیائے دیارِ مغرب سے ہیں اپنے قصیدہ میں ارشاد فرماتے ہیں: ؎

انا لمریدی جامع لشتاتہ
اذا ما سطا جور الزمان بنکبتہ
وان کنت فی ضیق وکرب ووحشۃ
فناد بیا زروق اٰت بسرعتہ[3]

میں اپنے مرید کی پریشانیوں میں جمعیت بخشنے والا ہُوں
جب ستم زمانہ اپنی نحوست سے اُس پر تعدی کرے۔
اور اگر تُو تنگی و تکلیف و وحشت میں ہو تو یُوں ندا کر:
یا زروق، میں فوراً آموجود ہوں گا۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی صاحب اس شیرِ الٰہی کا حال اپنی کتاب بستان المحدثین میں یوں لکھتے ہیں: شیخِ او سیدی زیتون رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ درحقِ اُو — ان کے شیخ سیدی زیتون رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ان کے

---

[1] فتاوٰی جمال بن عمر مکی

[2] فتاوٰی خیریۃ — کتاب الکراہۃ والاستحسان — دار المعرفۃ بیروت — ۲/۱۸۲

[3] بستان المحدثین بحوالہ زروق حاشیہ بخاری زروق — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ص ۳۲۲

Marfat.com

فلیتصف بالذل والانکسار والمسکنۃ والفقر والفاقۃ والحاجۃ والاضطرار والخضوع، ویستغیث بھم ویطلب حوائجہ منھم، ویجزم الاجابۃ ببرکتھم، فانھم باب اللہ المفتوح و جرت سنتہ سبحانہ وتعالٰی فی قضاء الحوائج علٰی ایدیھم وبسببھم[1] (ملخصًا)

پھر جب حاضری سے شرف یاب ہو تو لازم ہے کہ ذلت و انکسار و محتاجی و فقر و فاقہ و حاجت و بے چارگی و فروتنی کو شعار بنائے اور ان کی سرکار میں فریاد کرے اور اُن سے اپنی حاجتیں مانگے اور یقین کرے کہ ان کی برکت سے اجابت ہوگی کہ وہ اللہ تعالٰے کے درکشادہ ہیں اور سنّتِ الٰہی جاری ہے کہ اُن کے ہاتھ پر ان کے سبب سے حاجت روائی ہوتی ہے والحمد للہ ربّ العالمین۔

فصل پانزدہم بقیہ تصریحاتِ سماعِ اموات میں۔

قول (۱۷۴ تا ۱۷۸) امام[۱۷۴] خاتمۃ المجتہدین تقی الملۃ والدین سبکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے شفاء السقام کے باب تاسع فی حیاۃ الانبیاء میں ایک فصل "ما ورد فی حیاۃ الانبیاء" دوسری فصل حیاتِ شہداء میں وضع کرکے فصل ثالث تمام اموات کے سماع و کلام و ادراک و حیات میں وضع کی اور اس میں احادیثِ صحیحہ صحیح بخاری و مسلم وغیرہما سے علم و سماعِ موتٰی ثابت کرکے فرمایا:

وعلی الجملۃ ھذہ الامور ممکنۃ فی قدرۃ اللہ تعالٰی وقد وردت بھا الاخبار الصحیحۃ فیجب التصدیق بھا[2]۔

بالجملہ یہ سب امور قدرتِ الٰہی میں ممکن ہیں اور بیشک اُن کے ثبوت میں یہ حدیثیں وارد ہوئیں تو ان کی تصدیق واجب ہے۔

فصل اول میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات حقیقی تحقیق کرکے آخر میں فرمایا:

اما الادراکات کالعلم والسماع فلا شک ان ذلک ثابت لسائر الموتی فکیف بالانبیاء[3]۔

رہے ادراکات جیسے علم و سماع، یہ تو یقینًا تمام اموات کے لئے ثابت ہیں پھر انبیاء تو انبیاء ہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

[۱۷۶] امام جلال[۱۷۵] الدین سیوطی نے شرح الصدور میں اُس جناب کا یہ قول نقل کرکے تقریر فرمائی، امام زین الدین مراغی جنہیں شرح مواہب میں المحدث العالم النحریر کہا اُس جناب کی یہ تحقیق انیق نقل

---

[1] المدخل فصل فی زیارۃ القبور دار الکتاب العربیۃ بیروت ۱/۲۵۲

[2] شفاء السقام الفصل الثالث فی سائر الموتٰی نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۰۳

[3] " " الباب التاسع الفصل الاول " " " ص ۱۹۲-۱۹۱

Marfat.com

سرہانے کی طرف پلٹے اور وزیرین جلیلین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان کھڑا ہو کر بعد اعادۂ سلام و ذکر مآثر السلام عرض کرے :

جزاکما اللہ عن ذلک مرافقتہ فی جنتہ و ایانا معکما برحمتہ انہ ارحم الراحمین و جزاکما اللہ عن الاسلام و اھلہ خیر الجزاء، جئنا یا صاحبی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زائرین لنبینا و صدیقنا و فاروقنا و نحن نتوسل بکما الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیشفع لنا الی ربنا[1]۔

اللہ تعالےٰ آپ دونوں صاحبوں کو ان خوبیوں کے عوض اپنی جنت میں اپنے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی رفاقت عطا فرمائے اور آپ کے ساتھ ہمیں بھی، بیشک وُہ ہر مہر والے سے زیادہ مہر والا ہے ، اللہ آپ دونوں کو اسلام و اہلِ اسلام کی طرف سے بہتر بدلہ کرامت فرمائے ، اے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں یارو ! ہم اپنے نبی اور اپنے صدیق اور اپنے فاروق کی زیارت کو حاضر ہوئے اور ہم نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طرف آپ دونوں سے توسل کرتے ہیں تاکہ حضور ہمارے رب کے پاس ہماری شفاعت فرمائیں۔

اسی طرح مدخل[2] میں ہے :

یتوسل بھما الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ویقدمھما بین یدیہ شفیعین فی حوائجہ[2]۔

یعنی حضرات شیخین رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف توسّل کرے اور انھیں اپنی حاجتوں میں شفیع بنا کر حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے آگے کرے۔

قول (۱۷۱) اشعۃ اللمعات میں فرمایا :

لیت شعری چہ می خواہند ایشاں باستمداد و امداد کہ ایں فرقہ منکر نداں را آنچہ ما می فہمیم ازاں ایں ست کہ داعی دعا کند خدا و توسل کند بروحانیت ایں بندۂ مقرب را کہ اے بندۂ خدا و ولی وے شفاعت کن مرا و بخواہ از خدا کہ بدہد مسئول و مطلوب مرا

نہ معلوم وہ استمداد و امداد سے کیا چاہتے ہیں کہ یہ فرقہ اس کا منکر ہے ۔ ہم جہاں تک سمجھتے ہیں وُہ یہ ہے کہ دُعا کرنے والا خدا سے دُعا کرتا ہے اور اس بندۂ مقرب کی رُوحانیت کو وسیلہ بناتا ہے یا اس بندۂ مقرب سے عرض کرتا ہے کہ اے خدا کے بندے اور

---

[1] المسلک المتقسط مع ارشاد الساری باب زیارۃ سیّد المرسلین دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۴۰

[2] المدخل فصل فی الکلام علیٰ زیارت سید الاولین الخ " " " ۱/۲۵۸

Marfat.com

شہداست و حیاتِ انبیاء صلوات اللہ تعالے علیہم کامل تر از حیات شہداست[1] — شہداء سے کم درجہ کی ہے اور حیاتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حیاتِ شہداء سے زیادہ کامل ہے (ت)

قول (۱۸۱ و ۱۸۲) امام قرطبی پھر امام سیوطی[2] قبر کے پاس قرآن مجید پڑھنے کے مسئلہ میں فرماتے ہیں:

وقد قیل ان ثواب القراءۃ للقاری وللمیت ثواب الاستماع ولذلک تلحقہ الرحمۃ، قال اللہ تعالٰی واذا قریٔ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون ولا یبعد من کرم اللہ تعالٰی ان یلحقہ ثواب القراءۃ والاستماع معًا[2]۔ — بہ تحقیق کہا گیا کہ پڑھنے کا ثواب قاری کو ہے اور میت کے لیے اس کا اجر ہے کہ اس نے کان لگا کر قرآن سنا اور اسی لیے اس پر رحمت ہوتی ہے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگا کر سنو اور چپ رہو شاید تم پر مہر ہو اور کچھ یہ بھی خدا کے کرم سے دور نہیں کہ مُردے کو قرأت واستماع دونوں کا ثواب پہنچائے۔

اقول ثوابِ قرأت پہنچنے پر جزم نہ کرنے کا باعث یہ کہ وہ شافعی المذہب ہیں اور سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک عباداتِ بدنیہ کا ثواب نہیں پہنچتا مگر جمہور اہلسنّت قائلِ اطلاق وعموم ہیں، اور یہی مذہب ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ہے یہاں تک کہ خود محققینِ شافعیہ نے اس کی ترجیح وتصحیح کی منہم السیوطی فی انیس الغریب (ان میں سے ایک امام سیوطی ہیں جنہوں نے انیس الغریب میں اسکی حقّیت وصفائی کی ہے) تو ہمارے نزدیک شک نہیں کہ میّت کو تلاوت کا بھی ثواب پہنچتا ہے۔

قول (۱۸۳) مرقات میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علم وسماع کا ذکر کرکے فرماتے ہیں: سائر الاموات ایضا یسمعون السلام والکلام[3] سب مُردے سلام وکلام سُنتے ہیں۔ پھر فرمایا: یہ سب مسائل احادیثِ صحیحہ وآثارِ صریحہ سے ثابت ہیں۔

قول (۱۸۴) علامہ حلبی سیرۃ انسان العیون میں امام ابو الفضل خاتم الحفاظ سے ناقل:

سماع موتٰی کلام الخلق حق قد جاءت بہ عندنا الاٰثار فی الکتب[4] — اموات کا کلام مخلوق کو سُننا حق ہے بیشک اس باب میں ہمارے پاس کتابوں میں حدیثیں آئیں۔

قول (۱۸۵) ملک العلماء بحر العلوم مولٰنا عبد العلی لکھنوی مرحوم ارکانِ اربعہ میں فرماتے ہیں:

---

[1] جذب القلوب	باب چہاردہم	منشی نولکشور لکھنؤ	ص ۲۰۶-۷
[2] شرح الصدور	باب فی قرأۃ القرآن للمیت الخ	خلافت اکیڈمی سوات	ص ۱۳۰
[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ	باب الجمعہ فصل ۲	مکتبہ امدادیہ ملتان	۳/۲۳۸
[4] انسان العیون	باب بدء الاذان	مصطفٰی البابی مصر	۲/۴۳۵

Marfat.com

اسی طرح جذب القلوب شریف میں معنی توسل و استمداد بروجہ مذکور بیان کر کے فرمایا:

و ورود نص قطعی در وے حاجت نیست بلکہ عدم نص بر منع آں کافی ست[1]

اس بارے میں نص قطعی کی ضرورت نہیں بلکہ اس کی ممانعت پر نص نہ ہونا ہی کافی ہے۔ (ت)

قول (۱۷۲) شیخ الاسلام جنھیں مائۃ مسائل میں علمائے محدثین سے شمار کیا اور ان کی کتاب کشف الغطاء پر جابجا اعتماد و اعتبار کیا، اسی کشف الغطاء میں فرماتے ہیں:

انکارِ استمداد را وجہے صحیح نمی نماید مگر آنکہ از اول امر منکر شوند تعلق رُوح و بدن را بالکلیہ و آں خلافِ منصوص است، وبریں تقدیر زیارت و رفتن بقبورہم لغو و بے معنی گردد، ایں امرے دیگر است کہ تمام اخبار و آثار دال برخلاف آنست ونیست صورت استمداد مگر ہمیں کہ محتاج طلب کند حاجتِ خود را ازجناب عزت الٰہی بتوسل روحانیت بندۂ مقرب یا ندا کند آں بندہ را کہ اے بندۂ خدا و ولی وے شفاعت کن مرا و بخواہ از خدائے تعالٰی مطلوب مرا و در وے ہیچ شائبۂ شرک نیست چنانچہ منکر وہم کردہ[2] اھ باالالتقاط۔

استمداد سے انکار کی کوئی صحیح وجہ نظر نہیں آتی، مگر یہ کہ سرے سے رُوح و بدن کے تعلق کا ہی بالکل انکار کردیں — اور یہ نص کے خلاف ہے — اس تقدیر پر تو قبروں کے پاس جانا اور زیارت کرنا سب لغو اور بے معنی ہوا جاتا ہے۔ اور یہ ایک دوسری بات ہے جس کے خلاف تمام آثار و احادیث دلیل ہیں۔ اور استمداد کی صورت کیا ہے؟ یہی کہ حاجت مند اپنی حاجت خدائے عزّوجل سے بندۂ مقرب کی روحانیت کو وسیلہ کر کے طلب کرتا ہے، یا اُس بندے کو ندا کرتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ اے خدا کے بندے اور اس کے دوست! میری شفاعت کیجئے اور میرے مطلوب کے لیے خدا سے دُعا کیجئے۔ اس میں تو شرک کا کوئی شائبہ بھی نہیں جیسا کہ منکر کا وہم وخیال ہے اھ ملتقطاً (ت)

قول (۱۷۳) سیّدی محمد عبدری مدخل میں دربارۂ زیارتِ قبورِ انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم فرماتے ہیں:

یاتی الیھم الزائر ویتعین علیہ قصدھم من الاماکن البعیدۃ، فاذا جاء الیھم

زائران کے آگے حاضر ہو اور اس پر متعین ہے کہ دُور دراز مقاموں سے اُن کی زیارت کا قصد کرے

---

[1] جذب القلوب باب پانزدہم دربیان حکم زیارت قبر مکرم الخ منشی نولکشور لکھنؤ ص ۲۲۴

[2] کشف الغطاء فصل دہم زیارتِ قبور مطبع احمدی دہلی ص ۸۱ - ۸۰

Marfat.com

اور واقعی ایسا ہی ہونا چاہئے لانعدام المخصص (کیونکہ کوئی دلیلِ تخصیص نہیں۔ ت)

قول (۱۹۱ تا ۱۹۸) امام اسمٰعیل[۱۹۱] پھر امام بیہقی[۱۹۲] پھر امام سہیلی[۱۹۳] پھر امام قسطلانی[۱۹۴] پھر امام علامہ شامی[۱۹۵] پھر علامہ زرقانی نے سماعِ موتٰی کا اثبات کیا اور دلیل انکار سے جواب دئے کما یظھر بالمراجعۃ الی الارشاد و المواھب وشرحھا وغیر ذٰلک من اسفار العلماء (جیسا کہ ارشاد الساری شرح بخاری، مواہب لدنیہ، شرح مواہب لدنیہ اور ان کے علاوہ کتبِ علماء کے مطالعہ سے معلوم ہوگا۔ ت) مواہب میں امام ابن جابر[۱۹۶] سے بھی اثباتِ سماع نقل کیا۔ امام کرمانی[۱۹۷]، امام عسقلانی، امام عینی، امام قسطلانی نے شروح صحیح بخاری اور امام سخاوی[۱۹۸]، امام سیوطی، علامہ حلبی، علی قاری، شیخ محقق وغیرہم نے اس کی تحقیقیں فرمائیں۔ ازانجا کہ یہ اقوال اُن مباحث سے متعلق جنھیں اس رسالہ میں دورِ آئندہ پر محمول رکھا ہے لہٰذا ان کی نقل عبارات ملتوی رہی واللہ الموفق۔

قول (۱۹۹) جذب القلوب شریف میں ہے:

تمام اہل سنّت وجماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراکات مثل علم وسماع مر سائر اموات را[۱]

تمام اہل سنّت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ علم اور سماعت جیسے ادراکات تمام مُردوں کے لئے ثابت ہیں (ت)

قول (۲۰۰) جامع البرکات میں فرمایا:

سمہودی می گوید کہ تمام اہل سنّت وجماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراک مثل علم وسمع وبصر مر سائر اموات را از آحادِ بشر انتہٰی[۲]۔ والحمد للہ رب العٰلمین۔

امام سمہودی فرماتے ہیں کہ تمام اہل سنّت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ عام افرادِ بشر میں سے تمام مُردوں کے لئے ادراک جیسے علم اور سُننا دیکھنا ثابت ہے، انتہی۔ والحمد للہ رب العالمین (ت)

فقیر غفراللہ تعالٰی نے جن **سَو ائمہ وعلماء** کے اسمائے طیّبہ گنائے تھے بحمداللہ اُن کے اور اُن سے علاوہ اوروں کے بھی اقوالِ عالیہ **دو سَو** شمار کر دئے اور ایفائے وعدہ سے سبکدوش ہُوا۔

تنبیہ: ناظر گمان نہ کرے کہ ہمارے تمام دلائل بس اسی قدر، بلکہ جو نقل نہ کیا وہ بیشتر واکثر۔ پھر فقیر غفراللہ المولی القدیر نے اس رسالہ میں یہ التزام بھی رکھا کہ جو آثار واحادیث واقوال علمائے قدیم وحدیث خاص حضور پُرنور سیّدِ عالم حی باقی بروح مجسم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حیاتِ عالی وعلمِ عظیم وسمع جلیل وبصرِ کریم میں وارد انھیں ذکر نہ کرے تین[۳] وجہ سے:

---

[۱] جذب القلوب باب چہار دہم در فضائل زیارت سیّد المرسلین منشی نولکشور لکھنؤ ص ۲۰۱-۲

[۲] جامع البرکات

Marfat.com

کرکے فرماتے ہیں:

انہ مما یعز وجودہ و فی مثلہ فلیتنافس المتنافسون۔[1]
یہ نایاب تحقیق ہے اور چاہیئے کہ ایسی ہی چیز میں نہایت رغبت کریں رغبت کرنے والے۔

امام احمد قسطلانی نے مواہب شریف میں امام سبکی کا وہ ارشاد مبین اور امام زین الدین کی یہ جلیل تحسین استناداً نقل کی، پھر علامہ عبد الباقی زرقانی نے شرح مواہب میں اس کی تقریر و تائید میں حدیثیں نقل کیں[عہ]۔

قول (۱۷۹) امام ممدوح ھذٰ نے باب مذکور کی فصل خامس میں فرمایا:

کان المقصود بھذا کلہ تحقیق السماع و نحوہ من الاعراض بعد الموت، فانہ قد یقال ان ھذہ الاعراض مشروطۃ بالحیاۃ، فکیف تحصل بعد الموت وھذا خیال ضعیف لانا لا ندعی ان الموصوف بالموت موصوف بالسماع و انما ندعی ان السماع بعد الموت حاصل لحی، وھو الروح وحدھا حالۃ کون الجسد میتا او متصلۃ بالبدن حالۃ عود الحیاۃ الیہ۔[2]
اس سب سے مقصود موت کے بعد سماع وغیرہ صفات کی تحقیق تھی کہ بعض لوگ کہنے لگتے ہیں ان اوصاف کے لئے زندگی شرط ہے تو بعد موت کیونکر حاصل ہوں گے حالانکہ یہ لوچ خیال ہے، ہم یہ نہیں کہتے کہ جو چیز مُردہ ہے وہ سُنتی ہے۔ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ بعد مرگ سماع اس کے لیے ثابت ہے جو زندہ ہے یعنی روح۔ یا تو تنہا وہی جب بدن مُردہ ہو یا جسم سے متصل ہو کر جب حیات بدن کی طرف عود کرے۔

قول (۱۸۰) علامہ قونوی سے جذب القلوب میں ہے کہ اُنھوں نے بہت احادیث ذکر کرکے فرمایا:

جمیع ایں احادیث دلالت دارد برآنکہ اموات را ادراک و سماع حاصل ست وشک نیست کہ سمع از اعراضی ست کہ مشروط است بحیات پس ہم حی اند، ولیکن حیاتِ ایشاں درمرتبہ کمتر از حیات
ان تمام احادیث میں اس بات پر دلیل موجود ہے کہ مُردوں کو ادراک و سماع حاصل ہے اور بلاشبہ سماعت ایسا وصف ہے جس کے لیے زندگی شرط ہے تو سب زندہ ہیں، لیکن ان کی زندگی حیات

عہ یونہی شیخ محقق نے مدارج میں یہ قول علماء سے نقل فرمایا ۱۲ منہ (م)

---

[1] المواہب اللدنیہ بحوالہ زین الدین المراغی حی فی قبرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۶۹۶

[2] شفاء السقام الباب التاسع الفصل الخامس مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۰۹

Marfat.com

تجوهر وقوی[1] گُمانہیں بلکہ اور جوہر دار قوی ہوگیا۔

مقال (۴) شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں:

چوں آدمی میرد رُوح را اصلا تغیر نمی شود چنانچہ حامل قوی بود حالاہم ست شعور وادراکے کہ داشت حالاہم دارد بلکہ صاف تر و روشن تر[2] اھ ملخصاً

جب آدمی مرتا ہے رُوح میں بالکل کوئی تغیر نہیں ہوتا، جس طرح پہلے حامل قوی تھی اب بھی ہے اور جو شعور وادراک اُسے پہلے تھا اب بھی ہے بلکہ اب زیادہ صاف اور روشن ہے اھ ملخصاً (ت)

مقال (۵) تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں:

چوں روح از بدن جُدا شد قوائے نباتی از وجدا می شوند نہ قوائے نفسانی وحیوانی واگر وجود قوائے نفسانی وحیوانی فیضاناً یا بقاءً مشروط باشد بوجود قوائے نباتی ومزاج لازم آید کہ ملائکہ را شعور وادراک وحسے وحرکتے وغضب ودفع منافر نباشد پس حال ارواح درعالم قبر مثل حال ملائکہ است کہ بتوسط شکلے وبدنے کارمی کنند ومصدر افعال حیوانی ونفسانی می گردند بے آنکہ نفس نباتی ہمراہ داشتہ باشند[3]

جب رُوح بدن سے جُدا ہوتی ہے قوائے نباتی اُس سے جُدا ہوجاتے ہیں مگر قوائے نفسانی وحیوانی باقی رہتے ہیں، اور اگر قوائے نفسانی وحیوانی کے فیضان یا بقا کے لیے قوائے نباتی اور مزاج کا وجود شرط ہو تو لازم آئے گا کہ ملائکہ میں شعور وادراک، حِس و حرکت، غضب ودفع ناموافق کچھ بھی نہ ہو۔ تو عالمِ برزخ میں رُوحوں کا حال ایسا ہی ہے جیسے ملائکہ کا حال ہے کہ کسی شکل اور بدن کی وساطت سے کام کرتے ہیں اور نفس نباتی کے بغیر ان سے حیوانی ونفسانی افعال صادر ہوتے ہیں۔ (ت)

مقال (۶) قاضی ثناء اللہ پانی پتی جن سے مولوی اسحاق نے مائۃ مسائل واربعین میں استناد کیا اور جناب مرزا صاحب اُن کے پیرو مرشد وممدوح عظیم شاہ ولی اللہ صاحب نے مکتوب ۵ میں انھیں فضیلت وولایت مآب مروج شریعت ومنور طریقت ونورِ مجسم وعزیز ترین موجودات ومصدر انوار فیوض وبرکات لکھا اور منقول کہ شاہ عبدالعزیز صاحب انھیں بیہقیِ وقت کہتے، رسالہ تذکرۃ الموتٰی میں لکھتے ہیں:

اولیاء گفتہ اند ارواحنا اجسادنا یعنی ارواحِ ایشاں

اولیاء فرماتے ہیں: ہماری رُوح ہی ہمارا جسم ہے،

---

[1] فیوض الحرمین — تحقیق شریف الخ — محمد سعید تاجران کتب کراچی — ص ۱۱۱
[2] تفسیر عزیزی — آیت ولاتقولوا لمن یقتل الخ — افغانی دار الکتب لال کنواں دہلی — ۱/۵۵۹
[3] تحفہ اثنا عشریہ — باب ہشتم در معاد الخ — سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۲۳۹-۲۴۰

Marfat.com

وما قیل ان التلقین لغو لان المیت لا یسمع فهذا باطل[1]

اس بنا پر کہ بعض نے کہا مُردہ نہیں سنتا۔ تلقین سے انکار مذہب باطل ہے۔

قول (۱۸۶) زہر الربی شرح سُنن نسائی میں بعد تحقیق وتفصیل نقل فرمایا:

فثبت بهذا انه لامنافاة بین کون الروح فی علیین او الجنة او السماء وان لها بالبدن اتصالاً بحیث تدرك وتسمع وتصلی وتقرأ وانما یستغرب هذا لكون الشاهد الدنیوی لیس فیه مایشاهد به هذا وامور البرزخ والاٰخرة علیٰ نمط غیر المالوف فی الدنیا[2]

تو ثابت ہُوا کہ کچھ منافات نہیں اس میں کہ رُوح علیین یا جنّت یا آسمانوں میں ہو اور اُس کے ساتھ بدن سے ایسا اتصال رکھے کہ سمجھے، سُنے، نماز پڑھے، قرآن مجید کی تلاوت کرے، اس سے تعجب یُوں ہوتا ہے کہ دُنیا میں کوئی بات اس کے مشابہ نہیں پاتے، حالانکہ برزخ وآخرت کے کام اُس روش پر نہیں جو دنیا میں دیکھی بھالی ہے۔

قول (۱۸۷ تا ۱۸۹) علامہ عبدالرؤف[187] تیسیر میں قائل اور مولانا علی قاری[188] مرقاۃ[189] میں قاضی سے ناقل:

واللفظ للمناوی النفوس القدسیة اذا تجردت عن العلائق البدنیة اتصلت بالملاء الاعلی ولم یبق لها حجاب فتری وتسمع الکل کالمشاهد[3]

(اور الفاظ مناوی کے ہیں۔ت) پاک جانیں جب بدن کے علاقوں سے جُدا ہوتی ہیں ملاءِ اعلیٰ سے مل جاتی ہیں اور ان کے لئے کوئی پردہ نہیں رہتا سب کچھ ایسا دیکھتی سُنتی ہیں جیسے سامنے حاضر ہے۔

قول (۱۹۰) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں زیرِ حدیث "لایسمع مدی صوت المؤذن جن ولا انس ولا شیئ الا شهد له یوم القیمة" محدث علامہ ابن ملک سے منقول "تنکیرهما فی سیاق النفی لتعمیم الاحیاء والاموات"[4] یعنی حدیث شریف کا یہ مطلب ہے کہ زندہ جن اور زندہ آدمی اور مُردہ جن اور مُردہ آدمی جتنے لوگوں کو مؤذن کی آواز پہنچتی ہے اور وہ اس کی اذان سُنتے ہیں سب روزِ قیامت اُس کے لیے گواہی دیں گے۔

یہاں تصریح ہُوئی کہ بعد موت علم وسماع کا باقی رہنا کچھ بنی آدم سے خاص نہیں، جن کے لئے بھی حاصل ہے۔

---

[1] رسائل الارکان، فصل حکم الجنازة، مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ص ۱۵۰
[2] زہر الربی حاشیہ علیٰ سُنن النسائی، کتاب الجنائز، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۲۹۳
[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر، تحت حدیث حیثما کنتم فصلوا علی، مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۱/۵۰۲
[4] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، باب فضل الاذان فصل ا، مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۱۶۰

Marfat.com

مقال (۸) مظاہرِ حق ترجمہ مشکوٰۃ میں ہے: "پانچویں قسم مہربانی اور اُنس کے لیے ہوتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو کوئی گزرے اُوپر قبر مومن بھائی اپنے کے اور سلام کرے تو پہچانتا ہے وہ اس کو اور جواب سلام کا دیتا ہے۔" [1] وعزاہ للامام النووی (اس پر امام نووی کا حوالہ دیا ہے۔ ت)

مقال (۹) مولوی اسحاق صاحب نے اربعین میں عورتوں کے لیے زیارتِ قبر مطلقاً ممنوع ٹھہرانے کو نصاب الاحتساب سے نقل کیا کہ "جب وُہ نکلنے کا ارادہ کرتی ہے ملعونہ ہوتی ہے جب نکلتی ہے چار طرف سے شیاطین اُسے گھیر لیتے ہیں واذا اتت القبر یلعنھا روح المیت [2] اور جب قبر پر آتی ہے میّت کی رُوح اسے لعنت کرتی ہے۔" اپنا ادعائے اطلاق ثابت کرنے کو نقل تو کر گئے مگر نہ دیکھا کہ اس نے جمادیتِ موتیٰ کا خاتمہ کر دیا۔ کلام مذکور صاف دلیل واضح ہے کہ میّت حضورِ زائر پر مطلع ہوتا ہے اور یہ بھی پہچانتا ہے کہ یہ مرد ہے یا عورت، اور اس کے بے جا فعل سے پریشان بھی ہوتا ہے یہاں تک کہ زنِ زائرہ پر لعنت کرتا ہے۔

مقال (۱۰) مرزا مظہر جانجاناں اپنے ملفوظات میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت کہتے ہیں:

یک بار قصیدہ در مدح ایشاں گفتہ بودم عنایت بسیار بحال فقیر نمودہ از روئے تواضع فرمودند مالائق اینہمہ ستائش نیستم۔ [3]

ایک بار ان کی مدح میں ایک قصیدہ عرض کیا تھا، اس فقیر کے حال پر بہت عنایت فرمائی اور تواضعاً فرمایا کہ ہم اس ساری ستائش کے لائق نہیں۔ (ت)

مقال (۱۱) اسی میں حضرت مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کی نسبت کہا:

یک بار قصیدہ بجناب ایشاں عرض نمودم [4] الخ

ایک بار ان کی بارگاہ میں ایک قصیدہ عرض کیا الخ (ت)

مقال (۱۲) شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں:

اذا مات الانسان کان للنسمۃ نشأۃ اخری فینشئ فیض الروح الالھی فیھا قوۃ فیما بقی من الحس المشترک تکفی کفایۃ السمع و البصر والکلام۔ [5]

جب آدمی مرتا ہے رُوحِ حیوانی کے لیے ایک اور اُٹھان ہوتی ہے تو روحِ الٰہی کا فیض اس کے بقیہ حسِ مشترک میں ایک قوت ایجاد کرتا ہے جو سننے اور دیکھنے اور کلام کرنے کا کام دیتی ہے۔

---

[1] مظاہرِ حق ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح باب زیارۃ القبور فصل ۱ ملک دین محمد اینڈ سنز لاہور ۱/ ۱۷-۷۱۶

[2] مسائل اربعین مع اردو ترجمہ مسئلہ ۳۹ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۹۶

[3] ملفوظات مرزا مظہر جان جاناں از کلمات طیبات مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۸

[4] " " " "

[5] حجۃ اللہ البالغہ باب حقیقۃ الروح المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۹

Marfat.com

اوّلاً مسلمانوں پر نیک گمان کہ خاص حضورِ اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو کوئی کلمہ گو مثل سائر اموات نہ جانے گا، اربابِ طائفہ کہ ارواحِ موتیٰ کو جماد سمجھتے ہیں شاید یہاں اس کلمہ مغضوبہ مبغوضہ سے انھیں بھی احتراز ہو، اور معاذ اللہ جیسے نہ ہو تو استغفر اللہ، ایسا شقی لئیم قابلِ کلام و خطاب نہیں بلکہ اس کا جواب اللہ کا عذاب، والعیاذ باللہ رب العالمین۔

ثانیاً واللہ فقیر کو حیا آئی کہ حضور پُر نور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک ایسی بحث "لا و نعم" میں بطور خود شامل کرے، ہاں دوسرے کی طرف سے ابتداء ہو تو اظہارِ حق میں مجبوری ہے۔

ثالثاً وہاں دلائل کی وُہ کثرت کہ نطاق نطق بیان سے عاجز۔ پھر انھیں اقوال پر قناعت بس کہ جس سرکار کے غلام ایسے "العظمۃ للہ" اس کا پُوچھنا ہی کیا، آخر انھیں یہ مدارج و معارج کس نے عطا کئے، اسی سرکار ابد قرار نے، صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم وعلیٰ آلہٖ وصحبہ وابنہ الاکرم سیّدی ومولای الغوث الاعظم، والحمد للہ رب العالمین۔

نوعِ دوم اقوالِ کبراء وعمائدِ خاندانِ عزیزی میں۔ یہاں اقوال مختلط مذکور ہوں گے ناظر ان کے مطالب کو فصولِ نوعِ اول پر تقسیم کرلے۔ سرِ دست **نَو مقال** اُن کے بھی حاضر کرتا ہوں وباللہ التوفیق۔

فصلِ اول —— **مقال (۱)** شاہ ولی اللہ فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں:

اذا انتقلوا الی البرزخ کانت تلک الاوضاع و العادات والعلوم معھم لاتفارقھم[1]۔

جب برزخ کی طرف انتقال کرتے ہیں یہ وضعیں اور عادتیں اور علم سب اُن کے ساتھ ہوتے ہیں جُدا نہیں ہوتے۔

مقال (۲) اُسی میں ہے:

اذا مات ھذا البارع لایفقد ھو ولا براعتہ بل کل ذلک بحالہ[2]۔

جب یہ بندۂ کامل انتقال فرماتا ہے نہ وہ گُمتا ہے نہ اُس کا کمال، بلکہ بدستور اسی حال پر رہتے ہیں۔

مقال (۳) اُسی میں ہے:

کل من مات من الکمل یتخیل الی العامۃ انہ فقد من العالم و واللہ ما فقد بل

جس کامل کا انتقال ہوتا ہے عوام کے خیال میں گزرتا ہے کہ وُہ عالم سے گُم گیا، حالانکہ خدا کی قسم وُہ

---

[1] فیوض الحرمین معہ ترجمہ اردو مشہدِ عظیم الخ محمد سعید اینڈ سنز قرآن محل کراچی ص ۴۲
[2] 〃 〃 〃 تحقیق شریف 〃 〃 〃 ص ۱۱۳

تصرف در دنیا دادہ و استغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمی گردد[1]

(یعنی عالمِ برزخ کی حالت میں) دنیا کے اندر تصرف بخشا ہے اور مشاہدۂ الٰہی میں ان کا استغراق اِس جانب توجہ سے مانع نہیں ہوتا اس لیے کہ ان کے مدارک بہت زیادہ وسعت رکھتے ہیں۔ (ت)

یہی وہ عبارت ہے جس کے سبب مولوی منکر صاحب نے بھی بعض اموات کے لیے زیادتِ ادراک گوارا کی تھی۔

مقال (۱۷) مرزا مظہر صاحب اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:

بعض ارواحِ کاملاں را بعد ترکِ تعلق اجساد آنہا در نشاۂ تصرفے باقی است[2] الخ

جسموں سے ترکِ تعلق کے بعد بھی بعض ارواحِ کاملین کا تصرف اِس دنیا میں باقی ہے الخ (ت)

مقال (۱۸) میاں اسمٰعیل دہلوی صراطِ مستقیم میں حضرت جناب مولٰی مشکل کشا کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کی نسبت خدا جانے کس دل سے یُوں ایمان لاتے ہیں:

در سلطنتِ سلاطین و امارتِ امراء ہمت ایشاں را دخلے ہست کہ بر سیاحانِ عالمِ ملکوت مخفی نیست[3]۔

سلاطین کی سلطنت اور حکّام کی حکومت میں حضرت علی (کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم) کی ہمت کو ایسا دخل ہے جو عالمِ ملکوت کی سیاحت کرنیوالوں پر مخفی نہیں۔ (ت)

مقال (۱۹) اُسی میں شوکت و عظمتِ جناب مرتضوی لکھ کر کہا:

شان جنابِ شیخین بس بلند بہ نسبت ابہت و جلال مذکور ست تمثیلش بظاہر مرتبۂ امیر کبیر ست کہ فارغ از امورِ سیاست گردیدہ ملازم بادشاہ گشتہ بہ نسبت کسیکہ قائم بر خدمات و مشغول بکار پردازی است اگرچہ شوکتِ ظاہریہ و کثرتِ اتباع در حق ایں مصاحب بہ نسبت آں امیر اعظم قائم بخدمات اقل قلیل است لیکن در عزت و وجاہت فوق است چہ فی الحقیقۃ

مذکورہ شوکت و جلال کی بہ نسبت حضرات شیخین کی شان بہت بلند ہے، عالمِ ظاہر میں اس کی مثال اُس امیر کبیر کا مرتبہ ہے جو امورِ سیاست سے فارغ ہو کر بادشاہ کی خدمت میں رہتا ہے بہ نسبت دوسرے امیر کے جو امورِ مملکت سے وابستہ اور کارپردازی میں مشغول ہے اگرچہ ظاہری شوکت اور تابعداروں کی کثرت، امورِ مملکت سے وابستہ اُس امیر اعظم کی

---

[1] تفسیر عزیزی تحت والقمر اذا اتسق سلیم بک ڈپو، لال کنواں دہلی ص ۲۰۶
[2] مکتوبات مرزا مظہر جانجاناں مع کلمات طیبات مکتوب ۱۴ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۷
[3] صراطِ مستقیم ہدایت ثانیہ در ذکر بدعاتیکہ الخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۵۸

Marfat.com

کار اجساد می کنند وگاہی اجساد از غایت لطافت برنگ ارواح می برآیند می گویند کہ رسولِ خدا را سایہ نبود صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم ارواحِ ایشان از زمین وآسمان وبہشت ہر جا کہ خواہند می روند وبہ سبب ہمیں حیات، اجساد آنہا را در قبر خاک نمی خورد بلکہ کفن ہم میماند ابن ابی الدنیا از ملک روایت نمود، ارواحِ مومنین ہر جا کہ خواہند سیر کنند مراد از مومنین کاملین اند حق تعالٰے اجساد ایشاں را قوت ارواح مے دہد در قبور نماز مے خوانند و ذکر می کنند و قرآن مے خوانند اھ ملخصاً[1]

یعنی ان کی رُوحیں جسموں کا کام کرتی ہیں اور کبھی اجسام انتہائی لطافت کی وجہ سے رُوحوں کے رنگ میں جلوہ نما ہوتے ہیں ـــــ اولیاء بتاتے ہیں کہ رسولِ خدا صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا ـــــ ان کی روحیں زمین، آسمان اور جنّت میں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں ـــ اور اسی وجہ سے قبر میں ان کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی، بلکہ کفن بھی سلامت رہتا ہے۔ ابن ابی الدنیا امام مالک سے راوی ہیں کہ "مومنوں کی رُوحیں جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں۔" مومنین سے مراد کاملین ہیں، حق تعالٰے انکے اجسام کو رُوحوں کی قوت عطا فرماتا ہے، وُہ قبروں میں نماز ادا کرتے ہیں، ذکر کرتے ہیں، قرآن پڑھتے ہیں۔ (ختم تلخیص)۔ (ت)

مقال (۷) تفسیر عزیزی میں ارواحِ انبیاء واولیاء وعام صلحا علی سیدہم وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرکے کہ بعض علیین اور بعض آسمان اور بعض درمیانِ آسمان وزمین اور بعض چاہِ زمزم میں، لکھتے ہیں:

تعلقے بقبر نیز ایں ارواح را مے باشد کہ بحضور زیارت کنندگان واقارب ودیگر دوستاں برقبر مطلع ومستانس مے گردند زیرا کہ رُوح را قُرب و بُعد مکانی مانع ایں دریافت نمی شود ومثال آں در وجودِ انسان روحِ بصری است کہ ستارہائے ہفت آسمان را درونِ چاہ مے تواند دید[2]

ان رُوحوں کو قبر سے بھی ایک تعلق رہتا ہے جس کے سبب زائرین اور عزیزوں، دوستوں کی آمد کا انھیں علم ہوتا ہے اور اُن سے انھیں اُنس حاصل ہوتا ہے اس لیے کہ مکان کی دُوری ونزدیکی رُوح کے لیے اس ادراک سے مانع نہیں ہوتی۔ انسان کے وجود میں اس کی مثال رُوحِ بصر ہے جو ہفت آسمان کے ستارے کنویں کے اندر سے دیکھ سکتی ہے۔ (ت)

یہ پچھلا جملہ زیادہ قابلِ لحاظ ہے۔

---

[1] تذکرۃ الموتٰی والقبور اردو ترجمہ مصباح النور باب روحوں کے ٹھہرنے کی جگہ کے بیان میں نوری کتب خانہ لاہور ص ۷۵،۷۶

[2] تفسیر عزیزی پارہ عم تحت ان کتاب الابرار لفی علیین مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۱۹۳

Marfat.com

ایک قصیدہ عرض کیا، بڑی نوازشیں فرمائیں۔ ت)

شاہ ولی اللہ و مولوی[۳۱] خرم علی نے کہا: شاہ عبدالرحیم ادب آموز ہوئے اپنے نانا کی روح سے[۱]، کہ یہ سب اقوال مقصد اوّل کی نوعِ اوّل میں گزرے۔

مقال (۳۲) مرزا صاحب موصوف نے اپنے ملفوظات میں فرمایا:

از فرطِ محبّت کہ فقیر را بجناب امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثابت است و سرمنشا نسبت علیہ نقشبندیہ ایشاں اند بمقتضائے بشریت غشاوہ بر نسبت باطنی عارض مے شود خود بخود رجوع بآنجناب پیدا گشتہ بالتفات ایشاں رفع کدورت مے شود[۲]۔

اُس فرطِ محبت کے سبب جو فقیر کے لیے امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی بارگاہ میں ثابت ہے، اور بلند نسبت نقشبندیہ کا سرمنشا وہی ہیں، بہ تقاضائے بشری نسبت باطنی پر ایک پردہ سا عارض ہوجاتا ہے خود بخود اس بارگاہ کی طرف رجوع پیدا ہوتا ہے اور اُن کی وجہ سے کدورت دُور ہوجاتی ہے۔ (ت)

مقال (۳۳ تا ۳۶) اُسی[۳۳] میں ہے:

التفات غوث الثقلین بحال متوسلان طریقہ علیہ ایشاں بسیار معلوم شد باہیچ کس از اہل ایں طریقہ ملاقات نشدہ کہ توجہ مبارک آنحضرت بحالش مبذول نیست[۳]۔

اپنے طریقۂ عالیہ کے متوسّلین پر حضرت غوث الثقلین کا التفات زیادہ معلوم ہوا اس طریقہ والوں میں سے ایک شخص بھی ایسا نہ ملا جس کے حال پر حضرت کی توجّہ مبارک مبذول نہ ہو۔ (ت)

پھر[۳۴] کہا:

عنایت حضرت خواجہ نقشبند بحال معتقدان خود مصروف است مغلان در صحرا یا وقت خواب اسباب و اسپان خود بحمایت حضرت خواجہ مے سپارند و تائیدات از غیب ہمراہ ایشاں می شود دریں باب حکایات بسیار است تحریر آں باطالت می رساند[۴]۔

اپنے معتقدین کے حال پر حضرت خواجہ نقشبند کی عنایت کارفرما ہے۔ مغل لوگ صحراؤں میں سونے کے وقت اپنے سامان اور گھوڑوں کو حضرت کی حفاظت کے سپرد کرتے ہیں اور غیبی تائیدات ان کے ہمراہ ہوتی ہیں اس باب میں واقعات بہت ہیں جنھیں لکھنے سے طول ہوگا۔ (ت)

---

[۱] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل فصل ۱۱ سلسلہ طریقت حضرت مصنف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۹

[۲] ملفوظات میرزا مظہر جانجاناں از کلمات طیبات ملفوظات حضرت ایشاں مطبع مجتبائی دہلی ص ۸۰

[۳] و [۴] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ص ۸۳

Marfat.com

مقال (۱۳) مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ موضح القرآن میں زیرِ کریمہ وما انت بمسمع من فی القبور فرماتے ہیں "حدیث میں آیا ہے کہ مُردوں سے سلام علیک کرو وہ سنتے ہیں۔ اور بہت جگہ مُردوں کو خطاب کیا ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ مُردے کی رُوح سُنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے دھڑ وہ نہیں سُن سکتا ہے[۱]۔"

وصل دوم بقائے تصرفات وکراماتِ اولیاء بعد الوصال میں۔

مقال (۱۴) شاہ ولی اللہ ہمعات میں لکھتے ہیں:

در اولیائے اُمت واصحابِ طرق اقوی کسیکہ بعد تمام راہ جذب باکد وجوہ باصل ایں نسبت میل کردہ و در آنجا بوجہ اتم قدم زدہ است حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی اند ولہذا گفتہ اند کہ ایشاں در قبور خود مثل احیاء تصرف مے کنند[۲]

اولیائے اُمت واصحابِ طریقت میں سب سے زیادہ قوی شخصیت — جس کے بعد تمام راہ عشق مؤکد ترین طور پر اسی نسبت کی اصل کی طرف مائل اور کامل ترین طور پر اسی مقام پر قائم ہو چکی ہے، حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی ہیں۔ اسی لیے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ یہ اپنی قبروں میں رہ کر زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں (ت)

مقال (۱۵) حجۃ اللہ البالغہ میں اہلِ برزخ کو چار قسم کر کے لکھا:

اذا مات انقطعت العلاقات فلحق بالملئکۃ وصار منھم والھم کالھامھم وسعی فیما یسعون فیہ وربما اشتغل ھٰؤلاء باعلاء کلمۃ اللہ ونصر حزب اللہ وربما کان لھم لمۃ خیر بابن آدم[۳] ملخصا۔

جب مرتے ہیں علائقِ بدنی منقطع ہو کر ملائکہ سے ملتے اور انھیں میں سے ہو جاتے ہیں، جس طرح فرشتے آدمیوں کے دل میں نیک بات کا القاء کرتے ہیں یہ بھی کرتے ہیں اور جن کاموں میں ملائکہ سعی کرتے ہیں یہ بھی کرتے ہیں اور کبھی یہ پاک رُوحیں خدا کا بول بالا کرنے اور اس کے لشکر کو مدد دینے یعنی جہاد و قتلِ کفار و امدادِ مسلمین میں مشغول ہوتی ہیں اور کبھی بنی آدم سے نزدیک و قریب ہوتی ہیں کہ ان پر افاضۂ خیر فرمائیں۔

مقال (۱۶) تفسیر عزیزی میں ہے:

بعض خواص اولیاء را کہ جارحۂ تکمیل وارشاد بنی نوع خود گردانند دریں حالت (یعنی بحالت عالم برزخ)

بعض خواص اولیاء جنھیں اپنے دوسرے بنی نوع کی تکمیل وارشاد کا ذریعہ بنایا ہے ان کو اس حالت میں

---

[۱] موضح القرآن وما انت بمسمع من فی القبور کے تحت ممتاز کمپنی کشمیری بازار لاہور ص ۴۸۰

[۲] ہمعات ہمعہ ۱۱ اکادمی شاہ ولی اللہ حیدر آباد ص ۶۱

[۳] حجۃ اللہ البالغۃ باب اختلاف احوال الناس فی البرزخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۳۵

Marfat.com

قطب الارشاد بالاصالۃ نیز خوانند وایں منصب عالی از وقت ظہورِ آدم علیہ السلام بروحِ پاک علی مرتضےٰ کرم اللہ تعالےٰ وجہہ مقرر بود[۱]

محتاج ہوتے ہیں۔ اس منصب بلند والے کو امام، اور قطب الارشاد بالاصالۃ بھی کہتے ہیں ــ اور یہ منصب عالی ظہورِ آدم علیہ السلام کے زمانے سے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی رُوح پاک کے لئے مقرر تھا۔ (ت)

پھر ائمۂ اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو بترتیب اس منصبِ عظیم کا عطا ہونا لکھ کر کہتے ہیں:

بعدوفات عسکری علیہ السلام تا وقتِ ظہور سید الشرفا غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر الجیلی ایں منصب بروح حسن عسکری علیہ السلام متعلق بود[۲]

حضرت عسکری کی وفات کے بعد سید الشرفا غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر جیلانی کے زمانۂ ظہور تک یہ منصب حضرت حسن عسکری کی رُوح سے متعلق رہے گا (ت)

پھر کہا[۳۹]:

چوں حضرت غوث الثقلین پیدا شد ایں منصب مبارک بوے متعلق شد و تا ظہور محمد مہدی ایں منصب بروح مبارک غوث الثقلین متعلق باشد[۳]

جب حضرت غوث الثقلین پیدا ہوئے یہ منصب مبارک ان سے متعلق ہوا اور امام محمد مہدی کے ظہور تک یہ منصب حضرت غوث الثقلین کی رُوح سے متعلق رہے گا۔ (ت)

پھر کہا[۴۰]:

چوں امام محمد مہدی ظاہر شود ایں منصب عالی تا انقراض زمان بوے مفوض باشد[۴]

جب امام مہدی ظاہر ہوں گے یہ منصب بلند اختتام زمانہ تک اُن کے سپرد رہے گا۔ (ت)

اخیر میں کہا:

استنباط ایں مدعا از کتاب اللہ و از حدیث می توانم کرد[۵] اھ ملخصا

ہم اس مدعا کا استنباط کتاب اللہ اور حدیث پاک سے کرسکتے ہیں اھ ملخصًا (ت)[۴۲]

[۴۱] اصل ان سب اقوال ثلٰثہ کی جناب شیخ مجدّد الف ثانی سے ہے۔ جیسا کہ جلد سوم مکتوب ۴۳/۱۲۳ میں مفصلاً مذکور، اُن کے کلام میں اس قدر امر او رزائد ہے کہ:

بعد از ایشاں (یعنی حضرت مرتضےٰ کرم اللہ تعالےٰ وجہہ الاسنی) ہر یکے از ائمۂ اثنا عشر علی الترتیب

حضرت مرتضےٰ کرم اللہ تعالےٰ وجہہ کے بعد بارہ اماموں میں سے ہر ایک کے لیے ترتیب وتفصیل کے ساتھ

---

[۱] تا [۵] سیف المسلول مترجم اردو خاتمۂ کتاب فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۵۲۷ تا ۵۲۹

Marfat.com

آں امیر باہمگی شوکت وحشمت واتباع خود گویا از اتباع آں مصاحب ست زیراکہ مشورت، تدبیرش در ہمہ اتباع بادشاہی جاری وساری است[1] اھ ملخصا

بہ نسبت اس مصاحب کے حق میں کم سے کم تر ہے لیکن عزت و وجاہت میں یہ اس سے بالا تر ہے۔ اس لیے کہ وہ امیر اپنی تمام تر شوکت وحشمت اور تابعداروں کے باوجود گویا اس مصاحب کا ایک تابعدار ہے اس لیے کہ اس کا مشورہ اور اس کی تدبیر بادشاہ کے تمام تابع داروں میں جاری وساری ہے۔ (ختم بتلخیص)۔ (ت)

مقال (۲۰) مظاہر الحق میں ہے: تیسری قسم زیارت کی برکت حاصل کرنے کے لیے، وہ زیارت اچھے لوگوں کی قبروں کی ہے اس لئے کہ اُن کے لئے برزخ میں تصرفات وبرکات بے شمار ہیں[2] وعزاہ للامام النووی (اسے امام نووی کے حوالے سے لکھا ہے۔ ت)

وصل سوم بعد وصالِ اولیاء کے فیض و امداد میں۔

مقال (۲۱ تا ۳۱) شاہ ولی اللہ و مولوی خرم علی نے کہا: ملتظر رہے اس کا جس کا فیضان صاحبِ قبر سے ہو[3]۔ عزیزی میں فرمایا:

ارباب حاجات حل مشکلات خود از انہا می یابند[4] اہلِ حاجات اپنی مشکلوں کا حل ان سے پاتے ہیں (ت)

دونوں شاہ صاحبوں پھر مولوی خرم علی نے کہا: اویسیت کی نسبت قوی وصحیح ہے روحی فیض ہے اور روحانیت سے تربیت ہے[5] ملخصاً۔

۲۸
عزیزی میں لکھا ہے: از اولیائے مدفونین انتفاع جاری است[6] (دفن شدہ اولیاء سے نفع یابی جاری ہے۔ ت)

۲۹
مرزا مظہر صاحب مولٰی علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت مظہر: قصیدہ عرض نمودم نوازشہا فرمودند[7] (میں نے

---

۱ صراط مستقیم ہدایت ثانیہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۵۹ - ۵۸
۲ مظاہر حق باب زیارۃ القبور دین محمد اینڈ سنز لاہور ۱/ ۶۱۹
۳ شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل کشف قبور واستفاضہ بداں ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷۲
۴ تفسیر عزیزی پارہ عم تحت والقمر اذا اتسق مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۲۰۶
۵ شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل فصل ۱۱ سلسلہ طریقت مصنف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۸
۶ تفسیر عزیزی پارہ عم استفادہ از اولیائے مدفونین مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۱۴۳
۷ ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں از کلمات طیبات ملفوظات حضرت ایشاں مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۸

Marfat.com

مناسبت بروحی حاصل شود بجہت آنکہ فضائل وے استماع کردہ محبتے خاص بہم رسانید و آں محبت سبب کشادہ شدن راہے گرد د میان روح و این کس یا بجہت آنکہ روح مرشد وے یا جد وے باشد د روے ہمت ارشاد منتسبیان خود متمکن شدہ[1] الخ انتہی ملتقطا۔

سے ہو اور ایسا بھی بہت ہوتا ہے کہ کسی رُوح سے مناسبت پیدا ہو گئی اس لئے کہ اس کے فضائل سُن کر اس سے ایک خاص محبت بہم پہنچائی ۔ وُہ محبت اس رُوح اور اِس شخص کے درمیان ایک راہ کُھلنے کا سبب ہوجاتی ہے —— یا اس وجہ سے کہ وہ اس کے مرشد یا مرشد کے مرشد کی روح ہے اس کے اندر اپنے منتسبین کی رہنمائی کی ہمت خود قرار پذیر ہے ۔ الخ (ختم التقاط کے ساتھ)۔ (ت)

مقال (۶۰) اُسی میں ہے:

از ثمراتِ ایں نسبت (یعنی اویسیہ) رویت آں جماعت است در منام و فائدہ از ایشاں یافتن و در مہالک و مضائق صورت آں جماعت پدید آمدن وحل مشکلات وے بآں صورت منسوب شدن[2]

اس نسبت اُویسی کے ثمرات سے ہے خواب میں اُس جماعت کا دیدار ہونا، ان سے نفع پانا، ہلاکت و مصیبت کی جگہوں میں اُس جماعت کی صورت کا نمودار ہونا اور مشکلات کا حل اُس صورت سے منسوب ہونا۔ (ت)

مقال (۶۱) اُسی میں ہے:

امروز اگر کسے را مناسبت بروح خاص پیدا شود و از انجا فیض بردار و غالباً بیرون نیست از آنکہ ایں معنی بہ نسبت پیغمبر صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم باشد یا بہ نسبت حضرت امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ یا بہ نسبت حضرت غوث الاعظم جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ و آنانکہ مناسبت بہ سائر ارواح دارند باعث خصوص آں اسباب طاریہ شدہ اند مثل آنکہ وے محبت آں بزرگ بسیار دارد، و بر قبرِ وے بسیار می رود، و ایں معنی سلسلہ جنبان از جہت

آج اگر کسی کو کسی خاص رُوح سے مناسبت پیدا ہو اور وہاں سے فیض یاب ہو تو غالباً اس سے باہر نہ ہو گا کہ یہ معنی حضرت رسول خدا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت سے ہو یا حضرت امیر المومنین علی مرتضےٰ کرّم اللہ تعالےٰ وجہہ کی نسبت سے یا حضرت غوث اعظم جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی نسبت سے ہو اور جو لوگ تمام ارواح سے مناسبت رکھتے ہیں ان کی خصوصیت کا باعث عارضی اسباب ہوتے ہیں مثلاً یہ کہ وہ اُس بزرگ سے زیادہ محبت رکھتا ہے اور اس

---

[1] ہمعات ہمعہ ۱۱ اکادیمۃ الشاہ ولی اللہ حیدر آباد پاکستان ص ۵۷-۵۶
[2] ہمعات 〃 〃 〃 ص ۵۹

Marfat.com

پھر کہا: [۳۵]

سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ بحال زائران مزار خود عنایت بسیار می فرمایند[۱]

سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اپنے مزار کی زیارت کرنے والوں کے حال پر بڑی عنایت فرماتے ہیں۔ (ت)

پھر کہا: [۳۶]

ہمچنیں شیخ جلال پانی پتی التفاتہا مے نمایند[۲]

اسی طرح شیخ جلال پانی پتی بھی بہت التفات فرماتے ہیں۔ (ت)

مقال (۳۷) قاضی ثناء اللہ پانی پتی جن کی مدح مقال ۶ میں گزری تذکرۃ الموتیٰ میں لکھتے ہیں:

اولیاء اللہ دوستاں و معتقداں را در دنیا و آخرت مددگاری می فرمایند و دشمناں را ہلاک می نمایند و از ارواح بطریق اویسیت فیض باطنی می رسد[۳]

اولیاء اللہ اپنے دوستوں اور عقیدت مندوں کی دنیا و آخرت میں مدد فرماتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں ۔۔ اور روحوں سے اویسیت کے طریقے پر باطنی فیض پہنچتا ہے۔ (ت)

مقال (۳۸ تا ۴۵) یہی قاضی صاحب سیف المسلول میں مرتبہ قطبیت ارشاد کو یوں بیان کر کے کہ

فیوض و برکات کارخانۂ ولایت کہ از جناب الٰہی بر اولیاء اللہ نازل مے شود اول بر یک شخص نازل می شود و از اں شخص قسمت شدہ بہر یک از اولیائے عصر موافق مرتبہ و بحسب استعداد می رسد و بہ ہیچ کس از اولیاء اللہ بے توسط او فیضی نمی رسد و کسے از مردانِ خدا بے وسیلہ او درجۂ ولایت نمی یابد اقطاب جزئی و اوتاد و ابدال و نجباء و نقباء و جمیع اقسام از اولیائے خدا بوے محتاج می باشند صاحب ایں منصب عالی را امام و

کارخانۂ ولایت کے فیوض و برکات جو خدا کی بارگاہ سے اولیاء اللہ پر نازل ہوتے ہیں پہلے ایک شخص پر اُترتے ہیں اور اس شخص سے تقسیم ہو کر اولیائے وقت میں سے ہر ایک کو اس کے مرتبہ و استعداد کے مطابق پہنچتے ہیں اور کسی ولی کو بھی اس کی وساطت کے بغیر کوئی فیض نہیں پہنچتا، اور اہل اللہ میں سے کوئی بھی اس کے وسیلہ کے بغیر درجۂ ولایت نہیں پاتا۔ جزئی اقطاب، اوتاد، ابدال، نجبا، نقبا اور تمام اقسام کے اولیاء اللہ اس کے

---

[۱] ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں مع کلمات طیبات ملفوظات حضرت ایشاں مطبع مجتبائی دہلی ص ۸۳

[۲] " " " " " " " " "

[۳] تذکرۃ الموتیٰ والقبور " اردو ترجمہ مصباح النور باب روحوں کے ٹھہرنے کی جگہ کے بیان میں نوری کتب خانہ لاہور ص۷۶

Marfat.com

در دفن کردن چوں اجزائے بدن بتمامہ یکجا می باشند علاقۂ رُوح با بدن ازراہِ نظرِ عنایت بحال می ماند و توجہ رُوح بزائرین و مستانسین و مستفیدین بہ سہولت مے شود[1]

دفن کرنے میں بدن کے تمام اجزاء ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں اور نظرِ عنایت سے رُوح کا تعلق بدن سے ہو جاتا ہے اور زائرین اور انس اور استفادہ کرنے والوں کی طرف توجہ آسان ہو جاتی ہے (ت)

مقال (۶۴) میاں اسمٰعیل صراطِ مستقیم میں لکھ گئے:

حضرت مرتضوی رایک نوع تفضیل بر حضرات شیخین ہم ثابت و آں تفضیل بجہت کثرت اتباعِ ایشاں و وساطت مقامات ولایت بل سائر خدمات است مثل قطبیت و غوثیت و ابدالیت وغیرہا ہمہ از عہد کرامت مہد حضرت مرتضیٰ تا انقراض دنیا ہمہ بواسطہ ایشاں است[2]

حضرت مرتضیٰ کو یک گُونہ فضیلت حضرات شیخین پر بھی ثابت ہے اور وہ فضیلت متبعین کی کثرت اور مقاماتِ ولایت بلکہ تمام خدمات — جیسے قطبیت، غوثیت، ابدالیت وغیرہا — میں وساطت کے لحاظ سے ہے۔ سب حضرت مرتضیٰ کے عہدِ کریم سے اختتامِ دُنیا تک ان ہی کے واسطے سے ہے۔ (ت)

مقال (۶۵) اُسی میں ہے:

حق جل وعلا بذاتِ پاک خود یا بواسطۂ ملائکہ عظام یا ارواحِ مقدسہ بسبب برکت توسل بقرآن محافظت طالب خواہد نمود[3]

حق جل وعلا بذاتِ خود یا ملائکہ عظام یا ارواحِ مقدسہ کے واسطہ سے، قرآن سے توسّل کی برکت کے سبب طالب کی حفاظت فرمائے گا۔ (ت)

مقال (۶۶) مولوی اسحاق کی مائۃ مسائل میں ہے:

سوال: شخصیکہ منکر باشد فیضِ رُوحِ مبارک محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم را در عالمِ برزخ و شخصے کہ منکر باشد از فیض ارواحِ مقدسہ انبیائے دیگر علیہم الصلوٰۃ والسلام و شخصے کہ منکر باشد از فیض ارواحِ اولیاء اللہ در عالمِ برزخ حکمِ اُو چیست؟

جو شخص عالمِ برزخ میں محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی رُوحِ مبارک کے فیض کا اور جو دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ارواحِ مقدسہ کے فیض کا اور عالمِ برزخ میں جو اولیاء اللہ کی ارواح کے فیض کا منکر ہو اس کا حکم کیا ہے؟

---

[1] تفسیر عزیزی پارہ عم استفادہ از اولیائے مدفونین مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۱۴۳
[2] صراطِ مستقیم ہدایت ثانیہ در ذکر بدعاتیکہ الخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۵۸
[3] 〃 باب چہارم دربیان طریق سلوک راہ نبوت الخ 〃 〃 〃 ص ۱۴۸

Marfat.com

والتفصیل قرار گرفت و در اعصار ایں بزرگواران و ہمچنیں بعد از ارتحال ایشاں ہر کرا فیض و ہدایت می رسد بتوسط این بزرگواران بودہ ملاذ و ملجائے ہمہ ایشاں بودہ اند تا آنکہ نوبت بحضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رسید قدس سرہٗ الخ اھ ملخصا

قرار پذیر ہُوا، ان بزرگوں کے زمانے میں، اسی طرح ان کی رحلت کے بعد جسے بھی فیض و ہدایت پہنچتی انہی بزرگوں کے توسط سے تھی اور سب کا ملجا یہی حضرات تھے یہاں تک کہ حضرت شیخ عبدالقادر قُدِّس سِرّہٗ تک نوبت پہنچی الخ (ت)

اور اُنھوں[45] نے جلد ثانی میں خود اپنے لیے بھی اس منصب کا حصول مانا اور اس اعتراض سے کہ پھر اس دَورے میں منصب مذکور کا حضور پُرنور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اختصاص کب رہا، جلد ثالث میں یُوں جواب دیا کہ:

مجدد الف ثانی دریں مقام نائب مناب حضرت شیخ است و بنیابت حضرت شیخ ایں معاملہ باو مربوط است چنانکہ گفتہ اند نور القمر مستفاد من نور الشمس فلا محذور[2]

مجدّد الف ثانی اس مقام میں حضرت شیخ کا قائم مقام ہے اور حضرت شیخ کی نیابت سے یہ معاملہ اس سے وابستہ ہے جیسا کہ کہا گیا ہے ماہتاب کا نور آفتاب کے نور سے مستفاد ہے۔ تو کوئی اعتراض نہ رہا۔ (ت)

مقال (۴۶ تا ۵۸) شاہ ولی اللہ انتباہ[46] میں اور ان کے بارہ اساتذہ و مشائخ کہ عرب و ہند وغیرہما بلاد کے علماء و اولیاء ہیں، حضرت مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کو وقتِ مصیبت مددگار مانتے اور ع

تجدہ عونا لك فی النوائب

(انھیں مصائب میں اپنا مددگار پاؤ گے۔ ت)

کو حق جانتے، وسیاتی نقلہ فی الوصل الآتی ان شاء اللہ تعالٰی (وصل آیندہ میں یہ کلام نقل ہوگا اگر خدا نے چاہا۔ ت)

مقال (۵۹) شاہ ولی اللہ نے ہمعات میں لکھا:

از جملہ نسبت ہائے معتبرہ نزدیک قوم نسبت اُویسیہ است خواہ ایں مناسبت بہ نسبت ارواح انبیاء باشد یا اولیائے اُمت یا ملائکہ ولباس است کہ

اہلِ طریقت کے نزدیک معتبر نسبتوں میں سے ایک نسبت اُویسی بھی ہے خواہ یہ مناسبت ارواحِ انبیاء کی نسبت سے ہو یا اولیائے امت یا ملائکہ کی نسبت

---

[1] سیف المسلول مترجم اردو فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۵۲۹

[2] مکتوباتِ امام ربانی مکتوب دوصد و بست و سوم مطبع منشی نولکشور لکھنؤ ۲/ ۴۸-۳۴۷

Marfat.com

قدس سرہ متوجہ مے شد و ذوق ایں راہ از آنجا پیدا کرد[1]

اکثر سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کو مرکزِ توجہ بنایا کرتے تھے اور یہیں سے آپ کو راہِ معرفت کا ذوق پیدا ہوا۔ (ت)

مقال (٦٩) اسی میں حضرت میر ابو العلیٰ قدس سرہٗ کے ذکر مبارک میں لکھا:

بمزار فیض الانوار حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ متوجہ بودند و از آنجناب دل ربا بہا یافتند و فیضہا گرفتند[2]

حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ کے مزار فائض الانوار کی طرف متوجہ ہُوئے، اس بارگاہ سے خاص لطف و کرم پایا اور فیوض حاصل کئے۔ (ت)

مقال (٧٠ و ٧١) اُسی میں اپنے نانا ابو الرضا محمد سے نقل کیا:

می فرمودند یک بار حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ را در یقظہ دیدم اسرار عظیم دراں محل تعلیم فرمودند[3]

فرماتے تھے ایک بار حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیداری میں دیکھا اُس مقام میں عظیم اسرار تعلیم فرمائے۔ (ت)

مقال (٧٢) اُسی میں شیخ مذکور کے حالات میں لکھا:

عجوزہ را از مخلصان بعد وفات ایشاں تپ لرزہ گرفت بغایت نزار گشت شبے بنوشیدن آب و پوشیدن لحاف محتاج شد و طاقت آں نداشت و کسے حاضر نبود ایشاں متمثل شدند و آب دادند و لحاف پوشانیدند آں گاہ غائب شدند[4]

مخلصین میں سے ایک بُڑھیا حضرت کی وفات کے بعد تپ لرزہ میں گرفتار ہُوئی، انتہائی لاغر ہوگئی، ایک رات اُسے پانی پینے اور لحاف اوڑھنے کی ضرورت تھی، اس کے اندر طاقت نہ تھی اور دوسرا کوئی موجود نہ تھا، حضرت متمثّل ہُوئے، پانی دیا، لحاف اُڑھایا، پھر اچانک غائب ہوگئے۔ (ت)

مقال (٧٣ تا ٧٥) القول الجمیل میں ہے:

تأدب شیخنا عبدالرحیم من روح الائمۃ الشیخ عبدالقادر الجیلانی و الخواجہ بہاء الدین محمد

یعنی ہمارے مرشد شیخ عبدالرحیم نے ائمہ کرام حضور غوث اعظم و خواجہ نقشبند و خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ

---

[1] انفاس العارفین مترجم اردو شیخ ابراہیم کردی اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور ص ٣٨٦
[2] " " میر ابو العلی " " " ٦٩
[3] " " حصہ دوم شیخ ابو الرضا محمد " ١٩٤
[4] " " امداد اولیاء " ٣٦٩

Marfat.com

قابل گشتہ است، و آں بزرگ را ہمتِ قویہ بودہ است در تربیت منتسبان خود و آں ہمت ہنوز در روح وے باقی است و ایں معنی سلسلہ جنبان از جہت فاعل است[1]

کی قبر پر زیادہ جاتا ہے۔ یہ معنی قابل کی جانب سے محرک بنا — اور اپنے منتسبین کی تربیت میں اُس بزرگ کی ہمت قوی تھی اور وُہ ہمت رُوح میں اب بھی باقی ہے۔ یہ معنیٰ فاعل کی جانب سے محرک ہوا۔ (ت)

مقال (۶۲) حجۃ اللہ البالغہ میں ہے:

قد استفاض من الشرع ان للہ تعالیٰ عباداهم افاضل الملٰئكة وانهم يكونون سفراء بين الله وبين عباده انهم يلهمون فى قلوب بنى ادم خيرا، وان لهم اجتماعات كيف شاء الله وحيث شاء الله يعبر عنهم باعتبار ذلك بالملاء الاعلىٰ وان الارواح افاضل الادميين دخولا فيهم ولحوقا بهم كما قال الله تعالیٰ يايتها النفس المطمئنة ارجعى الى ربك راضية مرضية فادخلى فى عبادى وادخلى جنتى، والملاء الاعلىٰ ثلثة اقسام، قسم هم نفوس انسانية مازالت تعمل اعمالا منجية تفيد اللحوق بهم حتى طرحت عنها جلابيب ابدانها فانسلكت فى سلكهم وعدت منهم[2] اھ ملخصا۔

یعنی بے شک شرع سے بدرجۂ شہرت ثبوت کو پہنچا کہ مقرب فرشتے خدا اور اس کے بندوں میں واسطہ ہوتے اور آدمیوں کے دلوں میں نیک بات کا القاء کرتے ہیں اور ان کے لیے اجتماع ہیں جس طرح خدا چاہے اور جہاں چاہے، اسی لحاظ سے انھیں ملاءِ اعلیٰ کہتے ہیں اور یہ بھی اسی طرح شرع سے بشہرت ثابت کہ بزرگانِ دین کی رُوحیں بھی ان میں داخل ہوتی اور اُن سے ملتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اے اطمینان والی جان! چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اس سے راضی اور وُہ تجھ سے خوش، پس داخل ہو میرے بندوں میں اور آ میری جنّت میں۔" اور ملاءِ اعلیٰ کی ایک قسم وہ ارواحِ انسانی ہیں کہ ہمیشہ رستگاری کے کام کرتے رہے جن کے باعث اُن ملائکہ سے ملے یہاں تک کہ جب بدن کی نقابیں پھینکیں ملاءِ اعلیٰ میں داخل ہوئے اور انھیں سے شمار کئے گئے۔

مقال (۶۳) عزیزی میں فرمایا:

---

[1] ہمعات ہمعہ ۱۱ اکادیمۃ الشاہ ولی اللہ حیدر آباد پاکستان ص ۶۳-۶۲

[2] حجۃ اللہ البالغہ باب ذکر الملاء الاعلیٰ المکتبۃ السلفیہ لاہور ۱/۱۶-۱۵

Marfat.com

زیرا کہ ہر واحد ازیں ہر دو امام تقاضائے جذب حضرت ایشاں بتمامہ بسوئے خود مے فرمود تا آنکہ بعد انقراض زمانۂ تنازع و وقوع مصالحت بر شرکت روزے ہر دو روح مقدس بر حضرت ایشاں جلوہ گر شدند تا قریب یک پاس ہر دو امام بر نفس نفیس حضرت ایشاں توجہ قوی و تاثیر زور آور مے فرمودند تا آنکہ در ہمان یک پاس حصولِ نسبت ہر دو طریقہ نصیبہ حضرت ایشاں گردید[1]

اماموں میں سے ہر ایک حضرت کو پورے طور سے اپنی طرف کھینچنے کا تقاضا کر رہے تھے یہاں تک کہ زمانۂ تنازع کے ختم ہونے اور شرکت پر مصالحت واقع ہو جانے کے بعد ایک دن دونوں مقدس روحیں حضرت پر جلوہ گر ہوئیں ایک پہر کے قریب دونوں امام حضرت کے نفسِ نفیس پر قوی توجہ اور پُر زور تاثیر ڈالتے رہے یہاں تک کہ اسی ایک پہر کے اندر دونوں طریقتوں کی نسبت حضرت کو نصیب ہوگئی۔ (ت)

مقال (۷۹) اُسی میں ہے:

روزے حضرت ایشاں بسوئے مرقد منور حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس سرہ العزیز تشریف فرما شدند بر مرقد مبارک ایشاں مراقب نشستند دریں اثناء بروح پُر فتوح ایشاں علامات متحقق شد و آنجناب بر حضرت ایشاں توجہی بس قوی فرمودند کہ بسبب آں توجہ ابتدائے حصول نسبت چشتیہ متحقق شد[2]

ایک دن حضرت خواجہ خواجگاں خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس سرہ العزیز کے مرقد انور کی طرف حضرت تشریف لے گئے، ان کے مرقد مبارک پر مراقبہ میں بیٹھے اس دوران حضرت کی روح پُر فتوح پر علامات متحقق ہوئیں، اور آں حضور نے حضرت پر بہت قوی توجہ فرمائی جس کے سبب نسبتِ چشتیہ کے حصول کی ابتداء متحقق ہوئی۔ (ت)

وصل چہارم — اصل مسئلہ مسئولہ سائل یعنی اولیائے کرام سے استمداد و التجا اور اپنے مطالب میں طلبِ دعا اور حاجت کے وقت اُن کی ندائیں۔

مقال (۸۰ تا ۸۸) شاہ ولی اللہ نے ہمعات میں کہا:

بزیارت قبر ایشاں رود و از آں جا انجذاب دریوزہ کند[3]

ان کی قبروں کی زیارت کو جائے اور وہاں بھیک مانگے۔ (ت)

---

[1] صراطِ مستقیم باب چہارم دربیان سلوک راہ ثبوت الخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۶۶

[2] ایضاً

[3] ہمعات ہمعہ ۸ اکادیمیہ شاہ ولی اللہ حیدر آباد ص ۳۴

Marfat.com

جواب: ہر فیض شرعی کہ ثبوت باخبار متواترہ باشد منکر آں کافراست و ہر فیضیکہ ثبوت آں باخبار مشہورہ باشد منکر آں ضال است ہر فیضے کہ ثبوت آں بخبر واحد باشد منکر آں بہ سبب ترک قبول گنہ گار خواہد شد بشرطیکہ ثبوت آں بطریق صحیح یا بطریق حسن خواہد شد اھ ملخصاً

جس فیض شرعی کا ثبوت احادیث متواترہ سے ہو اس کا منکر کافر ہے اور جس فیض کا ثبوت احادیث مشہورہ سے ہو اس کا منکر گمراہ ہے اور جس فیض کا ثبوت خبر واحد سے ہو اس کا منکر ترک قبول کی وجہ سے گنہ گار ہوگا بشرطیکہ اس کا ثبوت بطریق صحیح یا بطریق حسن ہو۔ (ت)

ہر چند یہ جواب سراپا عیاری پر مبنی ہے مگر سب نے دیکھا کہ سوال فیض برزخ سے تھا، واجب کہ جواب اسے بھی شامل ہو اس قدر امر نفی جنون کے لیے ضروری یا اُن کی دیانت وللّٰہیت سے انکار اور اخفائے حق وتلبیس بالباطل کا اقرار کیا جائے۔

مقال (۶۷) جناب شیخ مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:

بعد از رحلت ارشاد پناہی قبلہ گاہی (یعنی خواجہ باقی باللہ علیہ رحمۃ اللہ) بتقریب زیارت مزار شریف بہ بلدۂ محروسۂ دہلی اتفاق عبور افتاد روز عید بزیارت مزار شریف ایشاں رفتہ بود در اثنائے توجہ بہ مزار متبرک التفاتے تمام از روحانیت مقدسۂ ایشاں ظاہر گشت واز کمال غریب نوازی نسبت خاصۂ خود را کہ بحضرت خواجہ احرار منسوب بود مرحمت فرمودند[۲]

حضرت ارشاد پناہی قبلہ گاہی (خواجہ باقی باللہ علیہ رحمۃ اللہ) کی رحلت کے بعد مزار شریف کی زیارت کی تقریب سے شہر دہلی میں گزرنے کا اتفاق ہوا۔ عید کے دن حضرت کے مزار پاک کی زیارت کے لیے گیا، مزار پاک کی جانب توجہ کے دوران حضرت کی مقدس روحانیت سے کامل التفات رُونما ہوا اور کمال غریب نوازی سے اپنی خاص نسبت جو حضرت خواجہ احرار کی جانب تھی مجھے مرحمت فرمائی۔ (ت)

تنبیہ: لفظ "بتقریب زیارت مزار شریف الخ" ملحوظ رہے اور یونہی "غریب نواز" بھی کہ حضرت خواجہ اجمیری رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی نسبت کہے جس سے متعصبان طائفہ چڑتے ہیں۔

مقال (۶۸) شاہ ولی اللہ انفاس العارفین میں اپنے استاذ الاستاذ محدث ابراہیم کُردی علیہ الرحمۃ کا حال لکھتے ہیں:

دو سال کم وبیش در بغداد ساکن بود بر قبر سیدی عبدالقادر

کم وبیش دو سال تک آپ بغداد میں مقیم رہے اس دوران آپ

---

[۱] مائۃ مسائل سوال ششم تا ہشتم مکتبہ توحید وسنت پشاور ص ۱۶-۱۷

[۲] مکتوبات امام ربانی مکتوب ۲۹۷ منشی نولکشور لکھنؤ ۱/۲۱۳

Marfat.com

مقال (۹۰ تا ۱۰۲) شاہ ولی اللہ کتاب الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں لکھتے ہیں:

این فقیر خرقہ از شیخ ابوطاہر کردی پوشیدہ و ایشان بعمل آنچہ در جواہر خمسہ است اجازت دادند[۱]

اس فقیر نے شیخ ابوطاہر کردی سے خرقہ پہنا اور انھوں نے جواہر خمسہ میں جو کچھ ہے اس کے عمل کی اجازت دی۔ (ت)

پھر کہا:

وایضاً فقیر در سفرِ حج چوں بہ لاہور رسید دست بوس شیخ محمد سعید لاہوری دریافت ایشان اجازت دعائے سیفی دادند بل اجازت جمیع اعمال جواہر خمسہ[۲]

فقیر سفر حج میں جب لاہور پہنچا شیخ محمد سعید لاہوری کی دست بوسی پائی اُنھوں نے دعائے سیفی کی اجازت دی بلکہ خواہر خمسہ کے تمام عملیات کی اجازت دی (ت)

یہ شیخ ابوطاہر[۹۱] کردی مدنی شاہ ولی اللہ کے شیخ حدیث و پیر سلسلہ ہیں، مدینہ طیبہ میں مدتوں اُن کی خدمت میں رہ کر سلاسلِ حدیث حاصل کئے کہ وہی اُن سے شاہ عبدالعزیز صاحب اور اُن سے مولوی اسحٰق کو پہنچے اور اُن شیخ محمد سعید[۹۲] کی نسبت انتباہ میں لکھا:

یکے از اعیان مشائخ طریقہ بودند شیخ معمر ثقہ[۳]

ممتاز مشائخ طریقت میں سے ایک عمر رسیدہ شیخ تھے۔ (ت)

اسی میں دونوں مشائخ سے سلاسل اجازت بیان کیے جن سے ثابت کہ شیخ ابراہیم[۹۳] کردی والدِ شیخ ابوطاہر مدنی اور ان کے استاذ شیخ احمد قشاشی[۹۴] اور ان کے استاذ شیخ احمد شناوی[۹۵] اور شاہ ولی اللہ کے استاذ الاستاذ احمد نخلی[۹۶] کہ یہ چاروں حضرات بھی شاہ ولی اللہ کے اکثر سلاسلِ حدیث میں داخل ہیں کما یظہر من المسلسلات وغیرھا (جیساکہ مسلسل احادیث وغیرہا کی سندات سے ظاہر ہے۔ ت) اور اُن شیخ معمر ثقہ کے پیر شیخ محمد اشرف[۹۷] لاہوری اور اُن کے شیخ مولانا عبدالملک[۹۸] اور ان کے شیخ بایزید ثانی[۹۹] اور شیخ شناوی کے پیر حضرت سید صبغۃ اللہ[۱۰۰] بروجی اور ان دونوں صاحبوں کے پیر مولٰنا وجیہ الدین[۱۰۱] علوی ان سب علماء و مشائخ نے سیفی وغیرہ اعمالِ جواہر خمسہ کی اجازتیں اپنے اساتذہ سے لیں اور تلامذہ کو عطا کیں، اور جناب شاہ محمد غوث[۱۰۲] گوالیاری تو ان سلاسل کے منتہی اور جواہر کے مؤلف ہیں رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین۔ اب ملاحظہ ہو کہ اسی جواہر خمسہ میں اسی دعائے سیفی کی ترکیب میں کیا لکھا ہے:

نادعلی ہفت بار یا سہ بار یا یک بار بخواند و آں این است:

سات بار، یا تین بار، یا ایک بار نادعلی پڑھے، اور وہ یہ ہے:

۱؎ الانتباہ فی سلاسل اولیاء طریقہ شطاریہ برقی پریس دہلی ص ۱۲۷

۲؎ " " " " " ص ۱۲۷

۳؎ " " " " " ص ۱۲۸

Marfat.com

نقشبند والخواجہ معین الدین بن الحسن الچشتی وانہ رأھم واخذ منھم الاجازۃ وعرف نسبۃ کل واحد منھم علی حدتھا مما فاض منھم علی قلبہ وکان یحکی لنا حکایتھا رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنھم اجمعین[1]

عنہم کی ارواحِ طیبہ سے آدابِ طریقت سیکھے اور ان سے اجازتیں لیں اور ہر ایک کی نسبت جو اُن سرکاروں سے اُن کے دل پر فائز ہوئی جُدا جُدا پہچانی اور ہم سے اُس کی حکایت بیان کرتے تھے اللہ تعالےٰ ان سب حضرات اور اُن سے راضی ہوا۔[2]

مولوی خرم علی صاحب نے اگرچہ رأھم کے ترجمہ میں لفظ "خواب میں دیکھا" اپنی طرف سے بڑھا دیا جس پر کلامِ شاہ ولی اللہ میں اصلاً دال نہیں، مگر ارواحِ عالیہ کا فیض بخشنا، اجازتیں دینا، نسبتیں عطا فرمانا مجبورانہ مسلّم رکھا۔

مقال (۷۶ و ۷۷) مرزا جانجاناں صاحب فرماتے ہیں:

از حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ دو کس طریقہ گرفتند یکے طریقہ قادری اخذ کرد و دیگرے طریقہ نقشبندیہ اختیار نمود ایشاں فرمودند کہ روح مبارک حضرت غوث الاعظم تشریف آوردہ صورت مثالی مرید خاندانِ خود را ہمراہ روند و حضرت خواجہ نقشبند تشریف فرما شدہ صورت مثالی معتقد خود را با خود بردند رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہم[3]

حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ سے دو آدمیوں نے طریقت حاصل کی، ایک نے طریقۂ قادری لیا، دوسرے نے طریقۂ نقشبندیہ اختیار کیا۔ حضرت فرماتے ہیں کہ حضرت غوث اعظم کی رُوحِ مبارک تشریف لائی اور اپنے خاندان کے مرید کی صورتِ مثالی کو ساتھ لے گئی اور حضرت خواجہ نقشبند تشریف فرما ہو کر اپنے عقیدتمند کی صورتِ مثالی کو اپنے ساتھ لے گئے۔ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین۔ (ت)

مقال (۷۸) اسمٰعیل نے صراط المستقیم میں اپنے پیر کا حال لکھا:

رُوحِ مقدس جناب حضرت غوث الثقلین وجناب حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند متوجہ حال حضرت ایشاں گردیدہ تا قریب یک ماہ فی الجملہ تنازع در مابین رُوحین مقدسین در حق حضرت ایشاں ماندہ

حضرت غوث الثقلین اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کی رُوحیں حضرت کے حال پر متوجہ ہوئیں اور قریب ایک ماہ تک دونوں مقدس رُوحوں کے درمیان حضرت کے حق میں تنازع رہا اس لیے دونوں

[1] القول الجمیل معہ شرح شفاء العلیل فصل ۱۱ سند سلسلہ قادریہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۸۲
[2] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل فصل ۱۱ سند سلسلہ قادریہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۸۲
[3] ملفوظات مرزا مظہر از کلمات طیبات مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۸۳

Marfat.com

مقال (۱۰۳) اسی انتباہ میں بعض مشائخ حضرات قادریہ قدست اسرارہم سے حصول مہمات و قضائے حاجات کیلئے ایک ختم یوں نقل کیا:

اوّل دو رکعت نفل بعد ازاں یک صد و یازدہ بار درود بعد ازاں یک صد و یازدہ بار کلمۂ تمجید و یک صد و یازدہ بار شیئاً للہ یا شیخ عبد القادر جیلانی الخ۔[۱]

پہلے دو رکعت نفل پڑھے، اس کے بعد ایک سو گیارہ بار درود، پھر ایک سو گیارہ بار کلمۂ تمجید اور ایک سو گیارہ بار شیئاً للہ یا شیخ عبد القادر جیلانی الخ (خدا کے لیے کچھ عطا ہو اے شیخ عبد القادر جیلانی (ت)

مقال (۱۰۴) شاہ عبد العزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں:

کاش اگر قتلہ عثمان دہ دوازدہ سال دیگر ہم تن بصبر مے دادند و سکوت کردہ مے نشستند سند و ہند و ترک و چین نیز مثل ایران و خراسان یا علی یا علی می گفتند[۲] الخ

کاش اگر قاتلانِ عثمان دس بارہ سال اور صبر کرتے اور خاموش بیٹھتے تو سندھ، ہند، ترکستان اور چین بھی ایران و خراسان کی طرح یا علی یا علی کہتے الخ (ت)

مقال (۱۰۵) رسالہ فیض عام مزاراتِ اولیاء سے استعانت میں شاہ صاحب کا یہ ارشاد ہے:

طریقِ استمداد از ایشاں آنست کہ بزبان گوید اے حضرت من برائے کار فلاں در جناب الٰہی التجا می کنم شما نیز بدعا و شفاعت امدادِ من نماید لکن استمداد از مشہورین باید کرد[۳] (ملخصاً)

ان حضرات سے استمداد کا طریقہ یہ ہے کہ زبان سے کہے: اے میرے حضور! فلاں کام کے لیے میں بارگاہِ الٰہی میں التجا کر رہا ہوں آپ بھی دعا و شفاعت سے میری امداد کیجئے۔ لیکن استمداد مشہور حضرات سے کرنا چاہیے۔ (ت)

یہ خاص صورتِ مسئولہ کا جواب ہے واللہ الہادی الیٰ سبیل الصواب (اور اللہ ہی راہِ راست کی ہدایت دینے والا ہے۔ ت)

الحمدُ للہ کہ یہ نوع بھی اپنے منتہی کو پہنچی، سو (۱۰۰) مقال کا وعدہ تھا ایک سو پانچ (۱۰۵) گئے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مقصد اول میں پینتیس (۳۵) سوال تھے، مقصدِ دوم میں ساٹھ (۶۰) حدیثیں، ادھر نوعِ اوّل میں دو سو (۲۰۰) قول، اب یہ ایک سو پانچ (۱۰۵) مقال مل کر **چار سو (۴۰۰) کا عدد کامل** اور فقیر کا وہ مدعا حاصل ہوگیا کہ مولوی صاحب سددہ اللہ

---

[۱] الانتباہ فی سلاسل الاولیاء

[۲] تحفہ اثنا عشریہ مطاعن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ الخ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۱۴

[۳] فتاوٰی عزیزی رسالہ فیض عام مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۷۷

Marfat.com

رُباعی[1] میں کہا: ع

فیض قدس از ہمتِ ایشاں میجو[1]

(ان کی ہمت سے فیض قدس کے خواستگار رہو۔ ت)

وہ پھر مولوی خرم علی[۲] کہتے ہیں: میت سے قریب ہو پھر کے یا دُوح[۲]

عزیزی[۳] میں فرمایا:

اولیسیان تحصیل مطلب کمالات باطنی از آنہا می نمایند[۳]

اُویسی لوگ باطنی کمالات کا مقصد ان سے حاصل کرتے ہیں۔ (ت)

اور[۵] فرمایا:

ارباب حاجات حلِ مشکلات خود از آنہا مے طلبند[۴]

اہلِ حاجت اپنی مشکلوں کا حل ان سے طلب کرتے ہیں (ت)

اُسی[۵] میں ہے: از اولیائے مدفونین استفادہ جاری است[۵] (مدفون اولیاء سے استفادہ جاری ہے۔ ت)

مرزا[۶] صاحب نے مولیٰ علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی نسبت کہا: در عارضۂ جسمانی توجہ بآنحضرت واقع می شود[۶] (عارضہ جسمانی میں آں حضرت کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ ت) کہ یہ سب اقوال مقصد اوّل میں گزرے۔

شاہ عبد العزیز[۸] نے سید احمد زروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت کہا: مردے جلیل القدر یست کہ مرتبۂ کمال او فوق الذکر است[۸] (ایک جلیل القدر شخصیت ہیں جن کا رتبۂ کمال ذکر سے بالاتر ہے۔ ت) پھر ان سے نقل کیا "مصیبت میں یا زروق کہہ کر پکار میں فوراً مدد کو آؤں گا"۔ یہ اُسی مقصد میں گزرا۔

مقال (۸۹) مرزا صاحب کے وصایا میں ہے: بزیارت مزارات اولیاء دریوزہ فیض جمعیت کن الخ[۹] (مزارات اولیاء کی زیارت سے دل جمعی کے فیض کی بھیک مانگو۔ ت)

---

[۱] ہمعات مکتوبات شاہ ولی اللہ مع کلمات طیبات، مکتوب بست و دوم، درشرح رباعیات مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۹۴

[۲] شفاء العلیل ترجمۃ القول الجمیل کشف قبور واستفاضہ بدان ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷۲

[۳] تفسیر عزیزی زیر آیہ والقمر اذا اتسق مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۱۰۲

[۴] " استفادہ از اولیائے مدفونین " " ۱۴۳/۵

[۵] " " " " "

[۶] ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں از کلمات طیبات مطبع مجتبائی دہلی ص ۸۰

[۷] و [۸] بستان المحدثین حاشیۃ البخاری للزروق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۱

[۹] کلمات طیبات نصائح ووصایا مرزا صاحب مطبع مجتبائی دہلی ص ۸۹

Marfat.com

للامام السبکی وغیرها من الکتب المشهورة لجمهور المحققین حتی اشاروا الیہ فی کتب العقائد المشهورة فقد صرح فی المقاصد وشرحه انه عند المعتزلة وغیرهم البدنیة المخصوصة شرط فی الادراك فعندهم لایبقی ادراك الجزئیات عند فقد الآلات وعندنا یبقی وهو ظاهر من قواعد الاسلام، ولهذا ینتفع بزیارة قبور الابرار والاستعانة من نفوس الاخیار[1] الخ وبالجملة فالنفس الانسانیة تبقی لها الادراکات ولها تعلقات کثیرة بموضع دفن جسدها و الاحادیث والآثار شاهدة لذلك لاینکرها بعد العلم بها الا مکابر معاند الخ۔

کہ علماء نے عقائد کی مشہور کتابوں میں اس کی طرف اشارہ کیا، مقاصد وشرح مقاصد میں تصریح فرمائی کہ معتزلہ وغیرہم کے نزدیک یہ بدن شرطِ ادراک ہے تو اُن کے مذہب میں جب آلاتِ بدنی نہ رہے ادراکِ جزئیات بھی نہ رہا، اور ہم اہلِ سنّت کے نزدیک ادراک باقی رہتا ہے، قواعدِ اسلام اسی کی تائید کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ قبورِ ابرار کی زیارت اور ارواحِ اولیاء سے استعانت نفع دیتی ہے۔ غرض رُوحِ انسانی کے ادراکات باقی اور اُسے موضعِ دفن سے بہت تعلقات ہیں، احادیث و آثار اس پر گواہ ہیں جنھیں جان بُوجھ کر انکار نہ کریگا مگر باطل کوش دشمنِ حق۔ (ت)

اس کے بعد شبہاتِ منکرین کا نصوصِ علماء سے رَد کیا اور عمائد علمائے حرمین طیبین نے اس پر مُہر و دستخط ثبت فرمائے۔

شرح دستخط حضرت مولٰنا محمد بن حسین کتبی حنفی مفتی مکہ

لاکلام فیہ ولا شك یعتریہ اس میں نہ کلام کی گنجائش نہ شک کی خلش۔
امر برقمہ محمد بن حسین الکتبی الحنفی مفتی مکۃ المکرمۃ عفی عنہ بمنہ امین۔

شرح دستخط حضرت مولٰنا وشیخ مشائخنا رئیس المدرسین بالمسجد الحرام مولٰنا جمال ابن عبداللہ بن عمر مکی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

لایلتفت المفید الا الیہ ولا یعول المستفید الا علیہ مفید التفات نہ کرے مگر اسی طرف، اور مستفید اعتماد نہ کرے مگر اسی پر۔ امر برقمہ رئیس المدرسین الکرام

[1] شرح المقاصد المبحث الرابع مدرک الجزئیات عندنا النفس دار المعارف النعمانیہ کریم پارک لاہور ۲/۴۳

Marfat.com

ناد علیا مظهر العجائب	حیرت زا دچیزوں کے مظہر حضرت علی کو ندا کر
تجده عونالك فی النوائب	انھیں ناگہانی آفتوں مصیبتوں میں اپنا مددگار پائے گا
کل هم وغم سینجلی	ہر رنج و غم دُور ہو جائے گا
بولایتك یا علی یا علی یا علی	آپ کی ولایت سے اے علی، اے علی، اے علی! (ت)

اگر مولا علی کو مشکل کُشا ماننا، مصیبت کے وقت مددگار جاننا، ہنگام غم و تکلیف اُس جناب کو ندا کرنا، یا علی یا علی کا دم بھرنا شرک ہو تو معاذ اللہ تمھارے نزدیک حضرات مذکورین سب کفار و مشرکین ٹھہریں، اور سب سے بڑھ کر بھاری مشرک کٹر کا فرعیاذاً باللہ شاہ ولی اللہ ہوں جو مشرکوں کو اولیاء اللہ جانتے، اپنا شیخ و مرشد و مرجع سلسلہ مانتے، احادیث نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی سندیں اُن سے لیتے، مدتوں ان کی خدمتگاری و کفش برداری کی داد دیتے، انھیں شیخ ثقہ و عادل بتلاتے، ان کی ملاقات کو بلفظ دست بوس تعبیر فرماتے ہیں۔ محدثی کا تمغا، حدیث کی سندیں یوں برباد ہوئیں کہ اتنے مشرکین ان میں داخل، پھر شاہ عبدالعزیز صاحب کو شاہ ولی اللہ صاحب سے یہی نسبت خدمت و ارادت و تلمذ و بیعت و مدح و عقیدت حاصل، اور اُن کی سب سندوں میں تمھارے طور پر یہ مشرک اعظم و کافر اکبر شامل، کہاں کی شاہی، کیسی محدثی، اصل ایمان کی سلامتی مشکل، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پھر مولوی اسحٰق و میاں اسمٰعیل بیچارے کس گنتی میں کہ اُن کی تو ساری کرامات اسی شرکستان کی بھٹی میں مشرکوں کی نسل، مشرکوں کی اولاد، مشرک ہی پیر، مشرک ہی استاد، آنکھ کھُلتے ہی مشرک نظر پڑے، ہوش سنبھلتے ہی مشرکوں میں بگڑے، مشرکوں کی گود، مشرکوں کی بغل، مشرکوں کا دُودھ، مشرکوں کا عمل، مشرکوں میں پلے، مشرکوں میں بڑھے، مشرکوں سے سیکھے، مشرکوں سے پڑھے مشرک دادا، مشرک نانا، عمر بھر مشرکوں کو جانا مانا، العیاذ باللہ رب العالمین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ الحق المبین۔ مسلمان دیکھیں کہ یا علی یا علی کو شرک ٹھہرانے کی کیا سزا ملی، نہ ناحق مسلمانوں کو مشرک کہتے نہ اگلوں پچھلوں کے مشرک بننے کی مصیبت سہتے، اس سے یہی بہتر کہ راہِ راست پر آئیں، سچے مسلمانوں کو مشرک نہ بنائیں ورنہ اپنوں کے ایمان کی فکر فرمائیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ خیانت کو بھُول نہ جائیں ؎

دیدی کہ خونِ ناحقِ پروانہ شمع را	دیکھا کہ پروانہ کے خونِ ناحق نے شمع کو
چنداں اماں نہ داد کہ شب را سحر کند	اتنی بھی اماں نہ دی کہ شب کو سحر کرے (ت)
نسأل اللہ العافیۃ وحسن العاقبۃ اٰمین۔	ہم خدا سے عافیت اور انجام کی خیریت کے خواستگار ہیں، الٰہی قبول فرما! (ت)

---

[1] جواہر خمسہ مترجم اردو فصل ۱۳ مناجات اور ادعیہ دارالاشاعت مسافرخانہ کراچی ص ۲۸۲ و ۴۵۳

Marfat.com

شرح دستخط مولٰنا عبدالجبار حنبلی بصری نزیل مدینہ سکینہ

وقفت علیٰ ھذا المجموع فالفیتہ مھند ا سل علی من شق عصا الجماعۃ معز الاعن السنۃ
میں اس تالیف پر واقف ہُوا تو اسے ایک تیغِ ہندی پایا، کھنچی گئی اُس پر جس نے جماعت کا خلاف کیا اور سنّت
سے کنارہ کش ہُوا۔ اشار برقمہ الی الشیخ الاجل الورع الفقیہ النزاھد
مولٰنا عبد الجبار الحنبلی البصری نزیل المدینۃ المنورۃ متع اللہ المسلمین ببقائہٖ اٰمین۔

(عبدالجبّار)

شرح دستخط حضرت مولٰنا السیّد ابراھیم بن الخیار شافعی مفتی مدینہ امینہ

کم طالعت بعد ما طلعت ردود العلماء الاجلۃ علی الفرقۃ الضالۃ المضلۃ فما رأیت مثل ھذہ
الرسالۃ میں نے جب سے اطلاع پائی اس فرقۂ گمراہ و گمراہ گر پر علمائے جلیل کے بہت رَد دیکھے مگر اس رسالہ کا
مثل نظر سے نہ گزرا۔ قال بفمہ ورقمہ بقلمہ خادم العلم بالحرم النبوی الشافعی
ابراھیم ابن المرحوم محمد خیار الحسنی الحرمی۔

(ابراہیم بن محمد خیار)

اَلحمدُ للہ علیٰ حصول المسئول و بلوغ الکلام نہایۃ الماٰمول فقیر عبدالمصطفٰی احمد رضا سُنّی حنفی قادری برکاتی بریلوی نے اس رسالہ کا مسوّدہ اوائل رجب ۱۳۰۵ھ میں کیا پھر بوجہ عروض بعض اعراض و اہتمام دیگر اغراض مثل تحریر مسائل و تصنیف بعض دیگر رسائل جن کی ضرورت اہم نظر آئی اس کی تبییض نے تاخیر پائی۔ اب بحمد اللہ بعنایت الٰہی و اعانت حضرت رسالت پناہی علیہ افضل الصلٰوۃ والسّلام وعلیٰ آلہٖ وصحبہ الکرام سلخ شعبان سنہ مذکورہ کو وقتِ عصر یہ مسودہ مبیضہ ہُوا اور اثنائے تبییض میں سرکار مفیض سے فیوض تازہ کا افاضہ ہُوا۔

والحمد اولاً وآخرا و باطنا وظاھرا وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیّدنا ومولٰنا محمد واٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ وعلینا بھم وبارك وسلم تسلیما کثیرا نسئل اللہ تعالیٰ ان یتقبل سعینا ویغفرلنا ذنوبنا ویرحم فاقتنا ویحیینا مسلمین ویمیتنا مومنین ویحشرنا فی زمرۃ

اور اوّل و آخر، باطن و ظاہر میں خدا ہی کے لیے حمد ہے۔ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد، ان کی آل و اصحاب، ان کے فرزند، ان کی جماعت پر، اور ان کے طفیل ہم پر بھی خدا کا درود، برکت اور بکثرت سلام ہو۔ اللہ تعالیٰ سے ہماری دُعا ہے کہ ہماری کوشش قبول فرمائے، ہمارے گناہ بخشے، ہماری محتاجی پر رحم فرمائے، ہمیں اسلام کے ساتھ زندگی اور ایمان کے ساتھ موت نصیب

Marfat.com

تعالیٰ کے اصل مذہب اور اُس چند سطری تحریر پر چار سَو وجہ سے اعتراض ہے والحمد للہ رب العالمین۔

خاتمہ رسالہ میں دربارۂ سماعِ موتٰی علمائے عرب کا فتوٰی

اس رسالہ کے زمانۂ تالیف میں فقیر کو معتبر طور پر خبر پہنچی کہ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ اگر وُہ ہمارے مسئلہ کا رَد لکھے گا ہم دونوں تحریریں مولویانِ بھوپال کو بھیج دیں گے کہ وہ حکم ہوجائیں۔

اقول تحکیم بے قبول طرفین معقول نہیں، مولوی صاحب ماشاء اللہ فاضل ہیں، یہیں کیوں نہ تصفیہ ہوجائے، طالبانِ تحقیق کو اظہارِ حق سے کیوں باک آئے، رسالۂ فقیر کو ملاحظہ فرمائیں، اگر حق واضح ہوجائے تسلیم واجب، ورنہ جواب مناسب۔ ہاں تحریرِ جواب میں استعداد واستعانت کا اختیار ہے بھوپالیوں سے ہو یا بنگالیوں سے، اور اگر اوروں ہی پر رکھا صلاح وقت ہے تو اہلِ ہند میں جسے دیکھئے گا بلامرجح خود احد الفریقین ہے، بھوپالیوں کو مثلاً مصطفٰی آبادیوں پر کیا وجہِ ترجیح ہے، لہذا سب سے قطع نظر کرکے علمائے عرب کو حکم کیجئے کہ دین وہیں سے نکلا اور وہیں کو پلٹ جائیگا اور وہاں کے جمہور علماء پر ان شاء اللہ تعالٰی شیطان ہرگز قابُو نہ پائے گا۔ جناب مولٰنا اگر اس رائے کو پسند فرمائیں تو اُن اکابر کرام کا مُہری دستخطی فتوٰی بالفعل فقیر کے پاس اصل موجود، جس میں اکثر مسائلِ وہابیّت کا ردّ واضح فرمایا اور طائفہ جدیدہ کو ضال، مضل، مبتدع، مبطل ٹھہرایا۔ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ اُس میں سے چند سطریں متعلق مسئلہ سماع مع شرح و دستخط علماء بتلخیص والتقاط حاضر کرتا ہے، واللہ الہادی اس سوال کے جواب میں کہ وہابیہ عدمِ علم و عدمِ سماعِ موتٰی کا ادعاء و اعتقاد رکھتے ہیں، فرمایا:

هذا الادعاء افتراء قبيح وهذا الاعتقاد اعتداء صريح فان العلماء المحققين من الحنفية والشافعية وغيرهم قد اثبتوا اطلاع الانسان فى البرزخ وسماعه لسلام الزائر وكلامه ومعرفته والانس به بالاحاديث الصحيحة والأثار الصريحة و تلك المسئلة مع دلائلها مصرحة فى المرقاة شرح المشكوٰة لعلى القارى الحنفى وشرح الصدور للحافظ السيوطى وشفاء السقام

یعنی وہابیہ کا یہ ادعاء افترائے قبیح اور یہ اعتقاد ظلم صریح ہے، حنفیہ وشافعیہ وغیرہم کے علمائے محققین نے صحیح حدیثوں صریح خبروں سے ثابت کیا ہے کہ آدمی برزخ میں علم رکھتا اور زائر کا سلام و کلام سُنتا اور اُسے پہچانتا اور اس سے انس حاصل کرتا ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ علی قاری حنفی وشرح الصدور حافظ سیوطی شافعی وشفاء السقام امام سبکی وغیرہا جمہور محققین کی کتبِ مشہورہ میں اس مسئلہ اور اس کے دلائل کی تصریح ہے یہاں تک

Marfat.com

فائدہ ثالثہ: ارواحِ مومنین کو اختیار ہوتا ہے کہ زمین و آسمان میں جہاں چاہیں جائیں، سیر کریں، جولان فرمائیں، دیکھو (حدیث ۱/۱ و ۲/۹ و قول ۳/۱۳ و مقال ۴/۶) یہاں تک کہ بیداری میں اپنے مخلصین سے ملتے فیض بخشتے ہیں (مقال ۵/۷ و ۶/۴۱) ناتواں بیماروں کو پانی پلاتے، کپڑا اُٹھاتے ہیں (مقال ۷/۴۲) جہادوں میں شرکت فرماتے ہیں (مقال ۵/۱۵) دوستوں کی مدد، دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں (مقال ۹/۴۲) یہاں تک کہ شرح سُنن نسائی شریف میں تصریح فرمائی کہ رُوح کا حال جسم کا سا نہیں وُہ ایک وقت میں چند جگہ ہوسکتی ہے (قول ۷۹) میں کہتا ہُوں اولیائے احیاء کی حکایات منقول کہ ایک وقت میں ستّر جگہ تشریف فرما ہوتے تھے پھر بعد وصال کہ رُوح اپنی آزادی و ترقی کامل پر ہوتی ہے اُس وقت کے افعال کا کہنا ہی کیا ہے۔ زہر الربٰی میں یہیں یہ بھی نقل فرمایا کہ ایمان والوں کے دل اسے بے تکلف قبول کرسکتے ہیں کہ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام جب خدمتِ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوتے سدرۃ المنتہٰی سے جُدا نہ ہوتے ہوں بلکہ اُسی آن میں یہاں بھی ہوں اور وہاں بھی العبارۃ علی الحاشیۃ (عبارت حاشیہ میں ہے۔ ت)

عـه هذا جبریل علیه السلام رأه النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم وله ست مائة جناح، منها جناحان سد الافق وکان
۱ یدنو من النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم حتی یضع رکبتیه علٰی رکبتیه ویدیه علی فخذیه وقلوب المخلصین تتسع للایمان بانه من الممکن انه کان هذا الدنو وهو فی مستقره من السمٰوٰت وفی الحدیث فی رؤیة جبریل فرفعت راسی فاذا جبریل صاف قدمیه بین السماء والارض یقول یا محمد انت رسول الله وانا جبریل فجعلت لا اصرف بصری الی ناحیة الا رأیته کذلك ۱۲ - (م)

یہ جبریل علیہ السلام ہیں جنھیں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس حالت میں دیکھا کہ ان کے چھ سو پر ہیں جن میں سے دو پروں نے سارا افق بھر دیا ہے اور وہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قریب آتے یہاں تک کہ اپنے زانو حضور کے زانوؤں سے ملا کر اور اپنے ہاتھ حضور کی رانوں پر رکھتے۔ اور مخلصین کے دل اس بات پر ایمان کی وسعت رکھتے ہیں کہ یہ ممکن ہے کہ یہ قُرب اُسی حال میں ہو جب وُہ آسمانوں کے اندر اپنے مستقر میں موجود ہوں۔ اور حدیث میں حضرت جبریل کو دیکھنے کے بارے میں ہے: میں نے اپنا سر اٹھایا تو دیکھا کہ جبریل آسمان و زمین کے درمیان اپنے قدموں پر صف بستہ کہہ رہے ہیں اے محمد! آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبریل ہوں۔ پھر جس طرف بھی نگاہ پھیرتا انھیں اسی کیفیت میں دیکھتا۔ (ت)

۱؎ زہر الربٰی علٰی سنن النسائی کتاب الجنائز ارواح المومنین نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۲۹۲

Marfat.com

بالمسجد المکی الحرام الراجی لطف ربہ الخفی جمال بن عبد اللہ شیخ عمر الحنفی لطف اللہ تعالیٰ بہما۔

شرح دستخط حضرت مولٰنا حسین بن ابراہیم مالکی مفتی مکّہ مبارکہ

لا ریب فیہ ولا شک یعتریہ

(عبدہٗ حسین)

کتبہ الفقیر حسین بن ابراھیم مفتی المالکیۃ بمکّۃ المشرفیۃ المحمیۃ

شرح دستخط حضرت مولٰنا وشیخنا وبرکتنا زین الحرم عین الکرم مولٰنا احمد زین دحلان شافعی مفتی مکہ مکرمہ قدس سرہ العزیز

رأیت ھذا المؤلف الشریف الحاوی لکل برھان لطیف فرأیتہ قد نص علی عقائد اھل الحق المؤیدین وابطل عقاید اھل الضلال المبطلین میں نے یہ شریف تالیف جامع ہر دلیل لطیف دیکھی تو میں نے اسے پایا کہ اہلِ حق وارباب تائید کے عقیدے صاف واضح لکھے ہیں اور باطل پرست گمراہوں کے مذہب باطل کیے ہیں رقمہ بقلمہ المرتجی من ربہ الغفران احمد بن زین دحلان۔

(احمد دحلان)

شرح دستخط حضرت مولٰنا محمد بن غرب شافعی مدنی مدرس مسجد مدینہ طیبّہ

تاملت فی ھذا المؤلف فرأیت مؤلفہ قد اجاد ولکل نص سنی صریح افاد میں نے یہ رسالہ بغور دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کے مصنّف نے جیّد کلام لکھا اور ہر نص روشن کا افادہ کیا۔

(مہر صاف نخواندہ شد)

کتبہ الفقیر الی اللہ تعالیٰ محمد بن محمد الغرب الشافعی خادم العلم بالمسجد النبوی

شرح دستخط مولٰنا عبد الکریم حنفی از علمائے مدینہ منوّرہ

لما تاملت فی ھذہ الرسالۃ وجدتھا کالسیف الصارم للمعاند الضال لا یطعن فیھا الا من اختل عقلہ وقبحت سیرتہ فی جمیع الاٰجال جب میں نے یہ رسالہ غور سے دیکھا اسے معاند گمراہ کے حق میں مثل تیغ بّراں پایا، نہ طعنہ کرے گا مگر وہ جس کی مت کٹی اور عادت بد ہوئی ہر زمانہ میں۔ من خدام طلبۃ العلم المتوکل علی اللہ العظیم عبد الکریم بن عبد الحکیم بالمسجد نبوی۔

(المتوکل علی اللہ العظیم عبد الکریم بن عبد الحکیم)

Marfat.com

فتوٰی فقیر کی مجلد ششم فتاوٰی مسمّٰی بہ العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ میں منسلک ۔ والحمد للہ رب العالمین۔

فائدہ رابعہ لغایت نافعہ: ارواحِ طیبہ کے نزدیک دیکھنے سُننے میں دُور و نزدیک سب یکساں ہے۔ یہ ایک مطلب نفیس و جلیل و عظیم الفائدہ ہے جس کی طرف توجہ خاص لازم۔ دیکھو (قول ۱/۶۵) کہ اولیاء احیاء نورِ خدا سے دیکھتے ہیں اور نورِ خدا کو کوئی چیز حاجب نہیں، پھر اموات کا کیا کہنا (قول ۲/۶۹) کہ قبر سے نزدیکی تو جمعہ کو ہوتی ہے اور ادراک و شناخت دائمی (قول ۳/۸۶ و ۴/۸۶) کہ رُوح جنت یا آسمان یا علیین میں رفیقِ اعلیٰ میں ہوتی ہے اور وہیں سے زائر کی آواز سُنتی ہے، جواب دیتی، ادراک کرتی، اپنے بدن سے کام لیتی ہے، پھر کون بتا سکتا ہے کہ زمین سے جنت تک کتنے لاکھ کے کروڑ منزل کا فاصلہ ہے نہ کہ بریلی سے بغداد یا ہند سے مدینہ صلے اللہ تعالےٰ علےٰ مالکہا وآلہ وبارک وسلم (قول ۵/۱۱۳ و ۶/۱۱۴) ارواح کے آگے کچھ پردہ نہیں اور انھیں سارا جہان یکساں ہے (قول ۷/۱۸۷ و ۸/۱۸۸ و ۹/۱۸۹) کہ ارواحِ قدسیہ سب کچھ ایسا دیکھتی سُنتی ہیں جیسے سامنے حاضر ہے (مقال ۱/۲) شاہ عبدالعزیز صاحب کا قول کہ رُوح کو قُرب و بُعد مکانی اس دریافت کا حاجب نہیں اس کا حال نگاہ کا سا ہے کہ کُنویں کے اندر سے ساتوں آسمان کے ستارے دیکھ سکتی ہے۔ یہی معنی ہیں ارشاد عالی دو امام اہلبیت طہارت، دو فرزند ریحانین رسالت حضرت امام اجل زین العابدین علی بن حسین شہید کرب و بلا و حضرت امام حسن مثنیٰ ابن امام اکبر سیدنا حسن مجتبےٰ صلوات اللہ وسلامہ علیٰ ابیہم الکریم وعلیہم کے کہ زائرانِ مزارِ اقدس سے فرمایا:

انتم و من فی الاندلس سواء۔ حکاہ فی جذب القلوب وغیرہ۔	تم اور جو اندلس میں بیٹھے ہیں برابر ہیں (اسے جذب القلوب وغیرہ میں بیان کیا گیا ہے۔ ت)

سوال ۶ میں حدیث گزری کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جو روضۂ اقدس پر کھڑا تمام جہان کی آوازیں سُنتا ہے۔ معلوم ہُوا کہ یہ خاصۂ ملزومۂ الوہیت نہیں بلکہ بندے کو اس کا حصول ممکن اور زیرِ قدرتِ الٰہی داخل، پھر کسی کے لئے اُس کا اثبات شرک ہونا عجب تماشا ہے۔ فقیر غفر اللہ تعالےٰ لہٗ نے اس کی تحقیق تام اپنے رسالہ سلطنۃ المصطفیٰ فی ملکوت کل الورٰی میں ذکر کی وباللہ التوفیق۔

فائدہ خامسہ: ولہٰذا اُن کی امداد ہر جگہ جاری، کچھ نزدیکوں پر منحصر نہیں، اور اسی لیے اُن سے استمداد اور اُن کی ندا میں بھی حضورِ مزار غیر مشروط بلکہ جہاں سے چاہو صحیح و درست ہے اگرچہ حضورِ مزارات میں نفع اتم وزائد ہے دیکھو (قول ۱/۱۳ و ۲/۱۱۴) غور کرو ائمۂ مجتہدین کے پیرو تمام ملکِ خدا میں کہاں سے کہاں تک پھیلے ہیں پھر وہ کیونکر ہر شخص کی ہر مشکل و آفت میں مدد فرماتے اور دائمًا خبر گیراں رہتے ہیں، اسی طرح حضرات اولیائے کرام

Marfat.com

الصالحين وان ينفع بهذا التاليف وسائر تصانيفي جميع اخواني فی الدين - انه سميع قريب قدير مجيب والحمد لله رب العلمين -

کرے، صالحین کی جماعت میں ہمارا حشر فرمائے، اور اس تالیف سے اور میری دوسری تصانیف سے میرے تمام دینی بھائیوں کو فائدہ پہنچائے۔ بیشک وُہ سُننے والا قریب، قدرت والا مجیب ہے، اور سب خُوبیاں خدا کے لیے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے (ت)

تمت و بالخیر عمت

(رسالہ تمام ہوا اور خیر کے ساتھ عام ہوا۔ ت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تکمیل جمیل و تسجیل جلیل چند فوائد عالیہ کی یاد دہانی میں

حامدا و مصلیا و مسلما

ہرچند یہ فوائد وہی ہیں جن کا ثبوت مباحث رسالہ میں گزرا مگر کتاب میں ان کے لیے کوئی فصل معین نہ تھی متفرق مواقع پر واقع ہُوئے لہذا اُن کے مہتم بالشان ہونے نے چاہا کہ یہاں اُن کے مواضع پر مطلع کردیا جائے۔

فائدہ اُولیٰ: اس مسئلہ میں خلاف کرنے والے بدعتی گمراہ ہیں۔ دیکھو (قول $\frac{1}{15}$) کہ ادراکاتِ موتٰی کا انکار مذہبِ معتزلہ ہے، (قول $\frac{2}{18}$) کہ بعض معتزلہ رافضی جمادیت موتٰی سے سند لائے، (قول $\frac{3}{19}$) کہ میّت کا جماد ہونا مذہب اعتزال ہے (قول $\frac{4}{25}$) کہ علم موتٰی کا منکر نہ ہوگا مگر حدیثوں سے جاہل ہے اور دین سے منکر، (قول $\frac{5}{199}$ و $\frac{6}{200}$) کہ علم و سمع بصرِ موتٰی پر تمام اہلِ سنت وجماعت کا اجماع ہے۔ پُر ظاہر کہ اُن کے اجماع کا مخالف نہ ہوگا مگر بد مذہب گمراہ۔

فائدہ ثانیہ: اہلِ قبور کہ زائروں کو دیکھتے پہچانتے، اُن کا کلام سُنتے، سلام لیتے، جواب دیتے ہیں۔ یہ بات ہمیشہ ہے اس میں کسی دن کی تخصیص نہیں، جمعہ وغیر جمعہ سب یکساں، نہ کسی وقت کی خصوصیت، ہاں جمعہ کے دن خصوصاً صبح کو معرفت ترقی پر ہوتی ہے، دیکھو (قول $\frac{1}{66}$ و $\frac{2}{69}$ و $\frac{3}{80}$ و $\frac{4}{81}$ و $\frac{5}{82}$ وحاشیہ قول $\frac{6}{81}$) اور خود وُہ تمام احادیث اور صدہا اقوال کہ فصول مقاصد دوم سوم میں اس مطلب پر منقول ہوئے اپنے اطلاق وارسال سے اس عموم و اطلاق کی دلیل کافی ہیں کما مرت الاشارۃ الیہ فی الکتاب (جیسا کہ کتاب میں اس کی طرف اشارہ گزرا۔ ت)

(مقال ۱۳/۳۸ و ۱۴/۳۹ و ۱۵/۴۰ و ۱۶/۴۱ و ۱۷/۴۲ و ۱۸/۴۳ و ۱۹/۴۴ و ۲۰/۴۵ و ۱۱/۴۴) سلطنتیں اور امارتیں کس ملک میں و شہر میں نہیں ہوتیں پھر ان سب میں حضرت مولیٰ مشکل کشا کا توسط کیونکر ہوتا ہے' دیکھو (مقال ۲۲/۱۸) حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے شیخ ابو الرضا کو اسرار تعلیم فرمائے' دیکھو (مقال ۲۳/۱۷ و ۲۴/۱۷) یہ ایک عجوزہ کو پانی پلا کر لحاف اُڑھا کر غائب ہوگئے' دیکھو (مقال ۲۵/۲۲) حضور غوث اعظم و حضرت نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے مریدان سلسلہ کی تربیت فرمائی' دیکھو (مقال ۲۶/۲۲ و ۲۷/۲۲) اسمٰعیل دہلوی مدعی کہ دونوں ارواح طیبہ نے ان کے پیر پر جلوہ فرمایا اور پہر بھر تک توجہ بخشی' دیکھو (مقال ۲۸/۲۲) و لہذا یا رسول اللہ، یا علی، یا شیخ عبد القادر جیلانی کہنا بے تخصیص مکان و قید زمان جائز ہوا اور شاہ ولی اللہ اور ان کے اکابر نے یا علی یا علی کا وظیفہ کیا' دیکھو ۲۹/۱۶۰ و ۳۰/۱۶۱ و ۳۱/۱۶۲ و مقال ۳۲/۹۰ و ۳۳/۹۱ و ۳۴/۹۲ و ۳۵/۹۳ و ۳۶/۹۴ و ۳۷/۹۵ و ۳۸/۹۶ و ۳۹/۹۷ و ۴۰/۹۸ و ۴۱/۹۹ و ۴۲/۱۰۰ و ۴۳/۱۰۱ و ۴۴/۱۰۲ و ۴۵/۱۰۳ و ۴۶/۱۰۴۔ مسلمان ان فوائد سے غفلت نہ کرے کہ بہت نافع ہیں اور ضلالت سے مانع' واللہ الہادی الیٰ صراط مستقیم (اور خدا ہی سیدھے راستے کی ہدایت دینے والا ہے ت)

تنبیہ: یہ مواضع بعیدہ سے استمداد و ندا کا مسئلہ بجائے خود ایک مستقل تالیف کے قابل ہے جس کی تائید میں خود حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بہت احادیث اور خاص تصریح میں حضرت عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن عمر و عثمان بن حنیف وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے آثار اور علاوہ ان چھیالیس ۴۶ مصرحوں، تیرہ ۱۳ مؤیدوں کے جن کی طرف فائدہ خامسہ و رابعہ میں ایما ہوا بہت ائمہ دین و علمائے معتمدین و کبرائے خاندان عزیزی کے اقوال اس وقت میرے پیش نظر جلوہ کر رہے ہیں عجب نہیں کہ حضرت حق جل وعلا کا ارادہ ہو تو فقیر اپنے رسائل کثیرہ کی تتمیم و تبییض سے فارغ ہو کر خاص اسباب میں ایک جامع رسالہ ترتیب دے اور ان سب احادیث و اقوال ماضیہ و آتیہ کو فراہم کر کے تحقیقات سلطنۃ المصطفیٰ وغیرہا میں افاضات تازہ کا اضافہ کرے واللہ الموفق وبہ نستعین والحمد للہ رب العٰلمین (اور خدا ہی توفیق دینے والا ہے، اور اسی سے ہم مدد مانگتے ہیں اور تمام تعریف اللہ کے لیے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ ت)

تذییل

نواب صدیق حسن خان بہادر شوہر ریاست بھوپال رسالہ تقصار جیود الاحرار میں تصریح کرتے ہیں کہ غوث الثقلین و غوث اعظم و قطب الاقطاب کہنا شرک سے خالی نہیں۔ میں کہتا ہوں نواب بہادر نے یہاں خدا جانے کس خیال سے ایسا گرا ہوا لفظ لکھا ورنہ بیشک تمام وہابیہ پر فرض قطعی کہ صرف لفظ غوث کہنے پر خالص شرک جلی کا حکم لگائیں' غوث اعظم و غوث الثقلین تو بہت اجل و اعظم ہے، آخر غوث کے کیا

Marfat.com

پھر سفہائے غافلین کا خود حضور پر نور روح القسط روح القدس روح الارواح صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت بہ جاہلانہ وسوسہ کہ اگر وہ کسی مجلس خیر میں تشریف لائیں تو پیش از قیامت مرقد اطہر سے خروج لازم ہوا اور چاہیے کہ اس وقت روضۂ انور خالی رہ جائے، محض حماقت ہے۔

اولاً وہی رُوح کا جسم پر قیاس اور زندانِ وہم میں سلطانِ عقل کا احتباس۔

ثانیاً ہوشمندوں نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ رُوحیں تو عوام مومنین کی بھی قبور میں محبوس نہیں رہتیں بلکہ اپنے اپنے مراتب کے لائق علیین یا جنت یا آسمان یا چاہِ زمزم وغیرہ میں ہوتی ہیں جسے علمائے کرام یہاں تک کہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی تفسیر عزیزی میں مفصلاً ذکر کیا۔ؑ

ثالثاً یہ اعتراض بعینہٖ اُن احادیثِ کثیرہ پر بھی وارد جن میں صریح تصریح کہ ارواحِ مومنین بعد انتقال جہاں چاہیں سیر کرتی ہیں، لازم کہ جب وُہ سیر کو جائیں قبریں خالی رہ جائیں اور قیامت سے پہلے حشر ہو جائے مگر جہل و تعصب جو نہ کرائیں وہی غنیمت ہے۔ چند سال ہُوئے فقیر کے پاس ایک سوال آیا زید کہتا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روضۂ انور سے جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں، عمرو منکر ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہٗ نے اس کے جواب میں مفصل فتوٰی لکھا اور وہاں اس سیر و اختیار کو شہداء وغیر شہداء عام مومنین کی ارواح کے لیے بہت حدیثوں سے ثابت کیا اور کلماتِ علمائے دین سے اس کے وقائع نقل کیے۔ یہ

ؑ مقامِ علیین بالائے ہفت آسمان است و پائین آن متصل بہ سدرۃ المنتہٰی و بالائے آن متصل بپایہ راست عرش مجید است و ارواحِ نیکاں بعد از قبض در آن جا می رسند، و مقربان یعنی انبیاء و اولیاء در آن مستقر می مانند و عوام صلحا را بعد نویسانیدن نام و رسانیدن نامہائے اعمال برحسب مراتب در آسمانِ دنیا یا درمیانِ آسمان و زمین یا در چاہِ زمزم قرار می دہند و تعلقے بقبر نیز ایں ارواح را می باشند[1] آخر عبارت کہ مقال، میں گزری ۱۲ از تفسیر عزیزی (م)

علیین ساتوں آسمان کے اُوپر ہے اس کا زیریں حصّہ سدرۃ المنتہٰی سے متصل ہے اور بالائی حصہ عرش مجید کے دائیں پائے سے متصل ہے۔ نیکوں کی رُوحیں قبض ہونے کے بعد وہاں پہنچتی ہیں، اور مقربین یعنی انبیاء و اولیاء اس مستقر میں رہتے ہیں، اور عام صالحین کو درج کرانے اور اعمال نامے پہنچ جانے کے بعد حسبِ مراتب آسمانِ دنیا، یا درمیان آسمان و زمین، یا چاہِ زمزم میں جگہ دیتے ہیں، اور ان ارواح کو قبر سے بھی ایک تعلق رہتا ہے۔ (ت)

---

[1] تفسیر عزیزی پارہ عم زیر آیۃ ان کتاب الابرار لفی علیین مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۱۹۳

Marfat.com

وعلی الناس ولکن اکثر الناس لایشکرون (یہ ہم پر اور لوگوں پر خدا کا ایک فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ ت) اب حضراتِ وہابیہ سے اتنا پوچھ لینا چاہتے کہ اس مختصر رسالہ کے مقصد سوم نے علماء کے تین سو پانچ [۳۰۵] قول آپ کے گوش گزار کیے جن میں ایک سو انچاس [۱۴۹] اس علم و سمع و بصرِ موتٰی کے متعلق خاص، اور پانچ [۵] میں یہ کہ اولیاء کی کرامتیں بعد وصال بھی باقی ہیں، ان ایک سو چون [۱۵۴] پر تو آپ کی سرکار سے شاید صرف حکمِ بدعت و ضلالت ہو اگرچہ وہ بھی بتصریح امام الطائفہ مثل شرک محلِ اصلِ ایمان ہے، باقی کتنے رہے ایک سو اکاون [۱۵۱]، اور تین قول ابھی ابھی اسی تکملہ کے فائدہ رابعہ میں تازہ مذکور ہوئے، یہ پھر ایک سو چون [۱۵۴] ہو گئے جن کے مفاد و مقاصد کی تفصیل اس جدول سے ظاہر:

اس باب میں کہ	اقوالِ ائمہ و علماءِ سلف	مقالاتِ خاندانِ عزیزی	کُل	مجموعہ
اولیاء بعد وصال بھی تصرف فرماتے ہیں	۸	۷	۱۵	
وہ بعد رحلت بھی بدستور نزدیک و دُور مدد کرتے ہیں	۲۵	۵۹	۸۴	—
وقتِ حاجت اُن سے استعانت اور ان کی ندا نزدیک و دُور ہر جگہ سے روا۔	۱۶	۲۶	۴۲	۵
ارواحِ طیبہ کو بعد انتقال دیکھنے سُننے میں دُور و نزدیک یکساں۔	۱۲	۱	۱۳	۲

اب ان کی نسبت ارشاد ہو وہ ایک سو چون [۱۵۴] بدعت تھے، یہ ایک سو چون [۱۵۴] آپ کے مذہب میں خالص شرک، اور ان کے قائل ائمہ و افاضل عیاذاً باللہ پکے مشرک ٹھہریں گے یا نہیں؟ اگر کہئے نہ (اور خدا کرے ایسا ہی ہو) تو الحمدللہ کہ ہدایت پائی اور کفر و شرک کی تیز و تُند کہ مدّتوں سے بیرنگ چڑھی تھی اُتار پر آئی، ربِّ قدیر کو ہدایت فرماتے کیا دیر لگتی ہے، آخر کلمہ پڑھتے ہو، شاید پاسِ اسلام کچھ جھلک دکھا جائے، اور محبوبانِ خدا و ائمہ ہُدٰی کو معاذ اللہ کافر و مشرک کہتے جگر تھرّائے، انّ ذٰلک علی اللّٰہ یسیر انّ اللّٰہ علٰی کلّ شیئ قدیر (بیشک وُہ خدا پر آسان ہے یقیناً اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ ت) اور اگر شاید اصرارِ مذہب و تعصب مشرب آڑے آئے، اور بے دھڑک آپ کے مُنہ سے ہاں نکل جائے، تو آپ صاحبوں سے تو اتنا عرض کروں گا کہ حضرات! جنھیں آپ نے مشرک کہہ دیا ذرا آنگاہ رُوبرُو اُن میں شاہ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز صاحبان اور ان کے اسلاف و اخلاف یہاں تک کہ خود بانیِ مذہب امام الطائفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی بھی ہیں اب ان کی نسبت تصریحاً استفسار، اگر یہاں جھجکے تو کہوں گا کیوں صاحب! اسی بات پر ائمہ ہُدٰی تو پنا ہم بخدا چنین و چناں ٹھہریں اور یہ حضرات مطلق العنان

Marfat.com

اپنے مریدانِ سلاسل کے ساتھ دیکھو (قول ۳/۹۷) خود سیدی احمد زرّوق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جب کوئی مصیبت آئے یا زرّوق کہہ کر پکاریں فوراً مدد کو آؤں گا دیکھو (قول ۴/۱۶۳) اور شاہ عبدالعزیز صاحب کا قول، دیکھو (مقال ۵/۸۸) شاہ ولی اللہ کہتے ہیں گھر بیٹھے ارواحِ طیبہ کی طرف توجہ کرو، دیکھو (سوال ۶/۱۲) مرزا مظہر صاحب عارضہ جسمانی میں حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی طرف اور مشکل باطنی میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب توجہیں کرتے اُدھر سے امداد فرمائی جاتی دیکھو (سوال ۷/۱۲ و مقال ۸/۳۲) گھر بیٹھے قصائد سناتے ارواحِ عالیہ سے نوازشیں پاتے، دیکھو (سوال ۹/۱۸ و مقال ۱۰/۱۰) حضور پُرنور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت کہا حضور کے جس متوسل سے ملاقات ہوئی توجہ والا اس کے حال پر مبذول پائی دیکھو (مقال ۱۱/۳۴) مغلوں کا بیان کہ جنگل میں سوتے وقت اپنا مال حضرت خواجہ بہاء الحق والدین نقشبند قدس سرہ العزیز کی حمایت میں سونپتے ہیں اس پر غیب سے مدد پاتے ہیں دیکھو (مقال ۱۲/۳۴) ہر شہر میں بندگانِ خدا ولایت و قطبیت کے مراتب پاتے ہیں پھر کیونکر ان سب کو وہ فیض حضرت ائمہ اطہار و حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہم عطا فرماتے ہیں، دیکھو

عہ **فائدہ جلیلہ:** علامہ زیادی پھر علامہ اجہوری پھر علامہ داؤدی پھر علامہ شامی فرماتے ہیں: جس کی کوئی چیز گم جائے مکان بلند پر روبقبلہ کھڑے ہوکر فاتحہ پڑھے اور اس کا ثواب حضور اقدس سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نذر کرے پھر اس کا ثواب حضرت سیدی احمد بن علوان یمنی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں ہدیہ کرے اس کے بعد یوں عرض کرتا ہو کہ: یاسیدی احمد یا ابن علوان! میری گمی ہوئی چیز مجھے مل جائے الخ۔ ردالمحتار حاشیہ درمختار کے منہیہ میں ہے:

قال الزیادی ان الانسان اذا ضاع لہ شیئ واراد ان یردہ اللہ سبحانہ علیہ فلیقف علی مکان عال مستقبل القبلۃ ویقرء الفاتحۃ ویھدی ثوابھا للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثم یھدی ثواب ذلک لسیدی احمد بن علوان ویقول یاسیدی احمد یا ابن علوان ان لم ترد علی ضالتی و الا نزعتک من دیوان الاولیاء فان اللہ تعالیٰ یرد علی من قال ذلک ضالہ ببرکتہ اجھوری مع زیادۃ کذا فی حاشیۃ شرح المنھج للداؤدی رحمہ اللہ تعالیٰ انتھی ۱۲ (م)

زیادی نے بیان کیا ہے کہ جب کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے تو کسی اونچی جگہ پر قبلہ رُو کھڑا ہو جائے، فاتحہ پڑھے اور اس کا ثواب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہدیہ کرے پھر اس کا ثواب سیدی احمد بن علوان کو ہدیہ کرے اور عرض گزار ہو کہ سیدی احمد، یا ابن علوان! اگر آپ نے میری گم شدہ چیز واپس نہ کرائی تو دفترِ اولیاء سے آپ کا نام نکلوا دوں گا۔ اللہ تعالیٰ یہ کہنے والے کو اس کی گم شدہ چیز ان کی برکت سے واپس دلا دے گا ــــ اجہوری باضافہ، اسی طرح داؤدی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شرح منہج میں ہے ۱۲ (ت)

Marfat.com

تذییل اہم اجل واعظم

رسالہ

الوفاق المتین بین سماع الدفین وجواب الیمین

۱۳۱۶ھ

(مدفون کے سُننے اور مسئلہ قسم کے درمیان محکم مطابقت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللھم لک الحمد وبک استعین صل وسلم وبارک علی الامان الامین المبارک الیمین حبیبک واٰلہ وصحبہ اجمعین مابربار او حنث حانث فی یمین۔

اے اللہ تیرے ہی لیے حمد ہے اور میں تجھی سے مدد کا طالب ہُوں۔ امانت دار امان، یُمن وبرکت والے اپنے حبیب اور ان کی تمام آل واصحاب پر درود وسلام نازل فرما جب تک کوئی قسم پُوری کرنے والا قسم پُوری کرے یا قسم توڑنے والا قسم توڑے۔ (ت)

عائدہ جزیلہ تحقیق مسئلہ یمین میں: حضرات منکرین کی غایت سعی وتمام مایۂ ناز اس باب میں جو کچھ ہے وہ یہی مسئلہ یمین ہے جسے دکھا کر عوام بلکہ کم علموں کو متزلزل کر دیتے ہیں یا کیا چاہتے ہیں، عامۂ مسائل میں کافی شرح وافی وفتح القدیر وکفایہ حواشی ہدایہ ومستخلص وعینی شروح کنز سے طولانی عبارتیں کچھ قطع وبرید کچھ بیگانہ مزید پر مشتمل نقل کیں کہ عوام بڑی بڑی عبارات عربیہ دیکھ کر ڈر جائیں، اور اگر سماعِ موتٰی سے منکر نہ ہوں تو لا اقل تردد تو کر جائیں، مگر بحمد اللہ اہلِ علم جانتے ہیں کہ یہ سب نری ملمع کاری ہے ورنہ وہ عبارات اور ان جیسی سَو یا ہزار جتنی اور ہوں نہ ہمیں مضر نہ منکرین کو مفید، نہ اہل سنت وجماعت کا اجماعی مسئلہ جو نصوصِ صریحہ احادیثِ صحیحہ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت کسی مشکک کی تشکیکاتِ بے معنی سے متزلزل ہو سکے۔ فقیر غفر اللہ المولی القدیر اُس کی تحقیق وتنقیح میں بھی کلماتِ چند نافع وسُود مند گزارش کرے کہ باذنہٖ تعالٰی موافق کو ثبات واستقامت، مخالف منصف کو رشاد وندامت، مکابر متعسف کو وبال وغرامت دیں،

Marfat.com

معنی، فریاد کو پہنچنے والا۔ جب ان کے نزدیک استمداد و فریاد شرک، تو فریاد رس کہنا کیونکر شرک صریح نہ ہوگا!
اب دیکھئے کہ ان حضرات کے طور پر کون کون مشرک ہوگیا، قاضی ثناء اللہ پانی پتی و میاں اسمٰعیل دہلوی نے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو غوث الثقلین لکھا، دیکھو (مقال ۳۸ و ۷۸) شاہ ولی اللہ امام معتمد اور شیخ ابوالرضاء اُن کے جدِ امجد، اور مرزا جانجاناں اُنکے ممدوح اوحد، اور ان کے پیر سلسلہ شیخ عبدالاحد نے غیاث الدارین حضور غوث الثقلین کو غوثِ اعظم کہا، دیکھو (مقال ۶۱، ۷۰، ۷۱، ۷۶، ۷۷) شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں فرمایا:

برخے از اولیاء مسجودِ خلائق و محبوب دلہا گشتہ اند مثل حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ و سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء قدس اللہ تعالیٰ سرہما۔[۱]

کچھ اولیاء خلائق کے مسجود اور دلوں کے محبوب ہوگئے ہیں جیسے حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیا قدس اللہ تعالیٰ سرہما (ت)

تنبیہ: ذرا یہ "مسجود خلائق" کا لفظ بھی پیش نظر رہے جس نے شرک کا پانی سر سے گزار دیا۔ میاں اسمٰعیل نے صراطِ مستقیم میں کہا:

طالبانِ نافہم میدانند کہ مانیز ہم پایۂ حضرت غوث الاعظم شدیم۔[۲]

نافہم طالب یہ سمجھتے ہیں کہ ہم بھی حضرت غوث الاعظم کے ہم پایہ ہوگئے۔ (ت)

انھیں بزرگوار نے حضرت خواجہ قطب الحق والدین بختیار کاکی قدس سرہ العزیز کو قطب الاقطاب لکھا، دیکھو (مقال ۷۹) اور یہاں مولوی اسحٰق صاحب تو رہے ہی جاتے ہیں جنھوں نے مائۃ مسائل کے جواب سوال دہم کہا: "ولایت و کرامت حضرت غوثِ اعظم قدس سرہ۔"[۳] غرض مذہب طائفہ عجب مہذب مذہب ہے جس کی بناء پر تمام ائمہ و عمائدِ طائفہ بھی سو سو طرح مشرک کافر بنتے ہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

تنبیہ مہم واجب الملاحظہ ہر مسلم

الحمدللہ کلام نے ذروۂ منتہٰی لیا اور بیان نے مسئلے کو اُس کا حق دیا ذٰلک من فضل اللہ علینا

---

[۱] تفسیر عزیزی پارہ عم سورۃ الم نشرح مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۳۲۲

[۲] صراط مستقیم تکملہ در بیان سلوک ثانی راہِ ولایت مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۱۳۲

[۳] مائۃ مسائل جواب سوال دہم مسئلہ ۹ مکتبہ توحید و سنت پشاور ص ۲۰ و ۲۱

Marfat.com

لایقصد ہ فیدین ولوسلم من الصلٰوۃ لایحنث وان کان المحلوف علیہ عن یسارہ ھو الصحیح لان السلامین فی الصلٰوۃ من وجہ، ولو سبح لہ للسھو او فتح علیہ القرأۃ وھو مقتد لم یحنث وخارج الصلٰوۃ یحنث[1]

(جس سے کلام نہ کرنے کی قسم کھائی تھی) تو حانث ہوجائیگا لیکن اگر سلام میں اس کا قصد نہ کیا تو دیانۃً اس کا بیان مانا جائے گا۔ اور اگر نماز کا سلام پھیرا اور وہ جس سے متعلق قسم کھائی تھی اس کے بائیں موجود ہے تو بھی قسم نہ ٹوٹی یہی صحیح ہے۔ اس لیے کہ دونوں سلام بھی ایک طرح داخلِ نماز ہیں۔ اور اگر وہ امام تھا یہ مقتدی، سہو پر اس کے لیے سبحان اللہ کہا یا قرأت میں غلطی پر لقمہ دیا تو حانث نہ ہوگا اور بیرونِ نماز ایسا ہُوا تو حانث ہوجائے گا۔ (ت)

اب اس سے یہ قرار دے لینا کہ نمازی پتھر ہیں، نمازی کچھ سنتے نہیں، نمازیوں سے کلام حقیقۃً کلام ہی نہیں اس جہالت کی کچھ بھی حد ہے، خود انھیں کی کتبِ مستندہ کی عبارتیں سُنئے۔ کافی میں ہے:

الاصل ان الالفاظ المستعملۃ فی الایمان مبنیۃ علی العرف عندنا (الی ان قال) قلنا ان غرض الحالف ماھو المتعارف فیتقید بماھو غرضہ الاترٰی ان من حلف ان لایستضیئ بالسراج اولایجلس علی البساط فاستضاء بالشمس او جلس علی الارض لایحنث، وان سمی فی القراٰن الشمس سراجا والارض بساطا رجل حلف ان لایدخل بیتا لایحنث بدخول الکعبۃ والمسجد والبیعۃ والکنیسۃ[2] الخ۔

اصل یہ ہے کہ ہمارے نزدیک قسم میں استعمال ہونے والے الفاظ کی بناء عرف پر ہے (آگے فرمایا) ہم یہ کہتے ہیں قسم کھانے والے کا مقصود وہی ہوتا ہے جو عرف میں جاری ہے تو اس کی قسم اس کے مقصود سے مقید رہے گی۔ دیکھیے اگر کسی نے قسم کھائی کہ چراغ سے روشنی نہ لے گا یا بچھونے پر نہ بیٹھے گا اور سورج سے روشنی لی یا زمین پر بیٹھا تو حانث نہ ہوگا اگرچہ قرآن میں سورج کو چراغ اور زمین کو بچھونا فرمایا ہے۔ کسی نے قسم کھائی گھر میں نہ جائے گا تو کعبہ ومسجد یا کلیسا اور گرجا میں جانے سے حانث نہ ہوگا الخ۔ (ت)

اسی فتح القدیر میں ہے:

الاصل ان الایمان مبنیۃ علی العرف عندنا لاعلی الحقیقۃ اللغویۃ کما نقل عن الشافعی

اصل یہ ہے کہ ہمارے نزدیک قسم کی بناء عرف پر ہے حقیقتِ لغویہ پر نہیں۔ جیسا کہ امام شافعی سے منقول

---

[1] ردالمحتار کتاب الایمان مصطفی البابی مصر ۳/۱۱۲
[2] کافی شرح وافی

Marfat.com

کیا اُن کے لیے کوئی وحی آگئی ہے کہ احکامِ الٰہی سے مستثنیٰ رہیں یا اُنھوں نے رحمان سے عہد لے لیا ہے کہ اُن کی امامت میں بال نہ آئے اگرچہ شرک کے بول کہیں۔

آللّٰہ اذن لکم بھذا ام علی اللّٰہ تفترون[1] ○ مالکم کیف تحکمون ○ ام لکم کتٰب فیہ تدرسون ○ ان لکم فیہ لما تخیرون[2] ○

کیا خدا نے تم کو اس کا اذن دیا ہے یا اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو؟ تمھیں کیا ہُوا تم کیسا حکم لگاتے ہو؟ یا تمھارے لیے کوئی کتاب ہے جس میں تم پڑھتے ہو کہ اس میں تمھارے لئے وُہ ہے جو تم پسند کرتے ہو (ت)

اور اگر شاید بات کی پچ ایسی ہی آپڑی کہ یہاں بھی کھُل کر شرک کی جڑی ؎

شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گزشتی ۔۔۔ گو مشتِ خاکِ ما ہم برباد رفتہ باشد

(میں خوش ہوں کہ تم رقیبوں سے دامن کھینچ کر نکل گئے، گو اس میں ہماری خاک بھی برباد گئی۔ ت)

غرض اس تقدیر پر آپ سے زیادہ عرض کا کیا محل ہوگا جز این کہ سلام علیکم لا نبتغی الجاھلین[3] ○ (سوائے اس کے کہ تم پر سلام ہم نادانوں کو نہیں چاہیے۔ ت) ہاں عوام اہلسنّت کو بیدار کروں گا کہ بھائیو! اب بھی وضوحِ حق میں کچھ باقی ہے جس نامہذب مذہب ناپاک مشرب کی رُو سے صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین و علمائے دین و اولیائے کاملین قرونِ ثلثہ سے لے کر آج تک سب کے سب معاذ اللہ مشرک کافر بدعتی خاسر ٹھہریں ع

مذہب معلوم و اہلِ مذہب معلوم

ظاہر ہے کہ وُہ طائفہ تالفہ کیسا ہوگا اور اُسے سنّت و جماعت سے کتنا علاقہ، سُبحان اللہ سنّت جماعت کو شرک بتائیں، جماعتِ سنّت کو مشرک ٹھہرائیں، پھر سُنّی ہونے کا دعوٰی بجا۔

کلّا و رب العرش الاعلی قل جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا و الحمد للّٰہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی سید المرسلین محمد و اٰلہ وصحبہ اجمعین - سبحانک اللّٰھم وبحمدک اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرک و اتوب الیک و الحمد للّٰہ رب العالمین۔

عرشِ اعلیٰ کے رب کی قسم، ہرگز نہیں! فرما دو حق آیا اور باطل مٹا، بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا۔ ساری تعریف خدا کے لیے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے، اور درود و سلام رسولوں کے سردار حضرت محمّد اور اُن کے سب آل و اصحاب پر، اے اللہ! تیری حمد کے ساتھ تیری پاکی بیان کرتا ہُوں، میں گواہی دیتا ہُوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے مغفرت کا طالب اور تیری بارگاہ میں تائب ہُوں۔ اور سب خوبیاں سارے جہانوں کے مالک اللہ کے لیے ہیں (ت)

---

[1] القرآن ۱۰/۵۹ [2] القرآن ۶۸/۳۶ تا ۳۸ [3] القرآن ۲۸/۵۵

Marfat.com

الایمان عندنا مبنیۃ علی العرف وعند الشافعی و احمد علی الحقیقۃ وعند مالك علی معانی کلم القران[1]

ہمارے نزدیک قسم عرف پر مبنی ہوتی ہے اور امام شافعی و امام احمد کے نزدیک حقیقت پر، اور امام مالک کے نزدیک کلماتِ قرآن کے معانی پر۔ (ت)

بلکہ اسی فتح القدیر میں خاص ہمارے مسئلہ دائرہ کے مبنی علی العرف ہونے کی تصریح کی ، فرماتے ہیں :

یمینہ لاتنعقد الا علی الحی لان المتعارف ھوالکلام معہ[2]

یعنی یہ قسم خاص حالتِ زندگی ہی پر منعقد ہوگی کہ عرف میں کسی سے بولنا اس کی زندگی ہی میں بات کرنے کو کہتے ہیں ۔

علامہ علی قاری مکی حنفی مرقاۃ شرح مشکوۃ شریف میں اسی مسئلہ کو ذکر کرکے فرماتے ہیں :

ھذامنھم مبنی علی ان مبنی الایمان علی العرف فلایلزم نفی حقیقۃ السماع کما قالوا فیمن حلف لایاکل اللحم فاکل السمکۃ مع انہ تعالٰی سماہ لحما طریا[3]

یعنی ہمارے علماء کا یہ ارشاد کہ بعد موت کلام سے قسم نہ ٹوٹے گی اس پر مبنی ہے کہ قسم کی بناء عرف پر ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مُردے حقیقۃً نہیں سُنتے ، جس طرح ہمارے علماء نے فرمایا کہ جو گوشت کھانے کی قسم کھائے مچھلی کھانے سے حانث نہ ہوگا حالانکہ اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں اسے تروتازہ گوشت فرمایا ۔

اسی طرح شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث حنفی اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ میں بعد ذکر مسئلہ کہ :

اگر یکے سوگند خورد کہ کلام نہ کند پس کلام کرد او را بعد مردن او حانث نمی گردد۔[4]

اگر کسی نے قسم کھائی کہ فلاں سے بات نہ کروں گا ، پھر اس کے مرنے کے بعد اس سے کلام کیا حانث نہ ہوگا ۔ (ت)

اس کی وجہ ارشاد فرماتے ہیں :

بنائے ایمان بر عرف و عادت است نہ بر حقیقت۔[5]

قسم کی بنیاد عرف و عادت پر ہے حقیقت پر نہیں (ت)

---

[1] رمز الحقائق شرح کنز الدقائق کتاب الایمان باب الیمین فی الدخول والسکنی نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۰۷
[2] فتح القدیر باب الیمین فی الکلام " " " " " ۴/ ۴۱۰
[3] مرقاۃ المفاتیح باب حکم الاسرار فصل اول مسئلہ سماع الموتی مکتبہ امدادیہ ملتان ۸/ ۱۱
[4] اشعۃ اللمعات " " " " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۲۹۹
[5] " " " " " " " " " ۳/ ۴۰۰

Marfat.com

وباللہ التوفیق و بہ الوصول الی ذری التحقیق (اور خدا ہی سے توفیق ہے اور اسی کی مدد سے بلندیٔ تحقیق تک رسائی۔ ت) مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص قسم کھائے زید سے نہ بولوں گا، تو یہ قسم زید کی حالتِ حیات پر مقصود رہتی ہے۔ اگر بعد انتقال زید سے کلام کرے حانث نہ ہوگا۔ اصل مسئلہ ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم سے صرف اس قدر ہے، اور اس کی وجہ یہ کہ ہمارے نزدیک بنائے یمین عرف پر ہے، لفظ سے جو معنی عرفاً مراد و مفہوم ہوتے ہیں ان پر قسم وارد ہوتی ہے نہ کہ معنی لغوی یا شرعی پر، تمام کتبِ مذہب اور خود ان کتب مذکورہ میں (جن کی عبارات کو منکرین براہِ جہل یا تجاہل اپنی سند سمجھے) اس امر کی تصریحات جلیہ ہیں، مثلاً قسم کھائی بچھونے پر نہ بیٹھے گا یا چراغ سے روشنی نہ لے گا یا چھت کے نیچے نہ آئے گا تو زمین پر یا دھوپ میں یا زیرِ آسمان بیٹھنے سے قسم نہ ٹوٹے گی اگرچہ قرآن عظیم میں زمین کو فرش اور آفتاب کو سراج اور آسمان کو سقف فرمایا،

قال اللہ تعالٰی جعل لکم الارض فراشًا[1] و قال اللہ تعالٰی وجعل فیہا سراجا و قمرا منیرا[2] وقال اللہ تعالٰی وجعلنا السماء سقفا محفوظا[3]۔

اللہ تعالٰی فرماتا ہے: تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا۔ اور فرماتا ہے: اس میں ایک چراغ اور روشن چاند بنایا۔ اور فرماتا ہے: ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا۔ (ت)

یُوں ہی قسم کھائی کسی گھر میں نہ جائے گا، تو مسجد وغیرہ معابد میں جانے سے حانث نہ ہوگا اگرچہ لغۃً ان پر بھی گھر کا لفظ صادق، وجہ وہی ہے کہ اگرچہ شرعًا یا لغۃً یہ اشیاء اُن الفاظ میں داخل مگر ایمان میں عرفاً شمول درکار ہے وُہ یہاں غیر حاصل، بعینہٖ اسی وجہ سے مسئلہ مذکورہ میں بعد موت بولنے سے حنث زائل کہ کسی سے نہ بولنا عرفاً اس کی موت کے بعد سلام و کلام کو غیر شامل، اس سے یہ تراشں لینا کہ ہمارے اصل ائمہ مذہب کے نزدیک میّت سے کلام حقیقۃً یا شرعاً کلام نہیں محض باطل، اور ایسا گمان کرنے والا اصل مبنائے مسئلہ سے جاہل یا ذاہل۔ ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم نے جس طرح یہ تصریح فرمائی یُوں ہی یہ بھی کہ صورت مذکورہ میں اگر یہ قسم کھانے والا اور زید دونوں نماز میں تھے اور زید نے سلام پھیرنے میں ہمراہیوں پر سلام کی نیّت کی حانث نہ ہوگا اور بیرون نماز اگر زید کسی مجمع میں ہو اور قسم کھانے والا السّلام علیکم کہے حانث ہو جائے گا، یونہی اگر زید امام تھا اور یہ مقتدی، زید نماز میں کچھ بھولا اس نے بتایا قسم نہ ٹُوٹے گی، اور نماز سے باہر بتایا ٹوٹ جائے گی۔ بحرالرائق و ردالمحتار وغیرہ کتبِ کثیرہ میں ہے:

لو سلم علی قوم ھو فیھم حنث الا ان

اگر کسی جماعت کو سلام کیا جس میں وہ بھی موجود ہے

---

[1] القرآن ۲/۲۲
[2] القرآن ۲۵/۶۱
[3] القرآن ۲۱/۳۲

Marfat.com

بڑے متبع حدیث ہیں، ورنہ خفا۔ حدیث کی طرف سے رو در قفا۔ اب لاکھ پکارا کیجئے تعالوا الی الرسول (رسول کی طرف آو۔ ت) کون سنتا ہے، کسے قبول، خوبی یہ کہ سب کو چھوڑ کر جن کا دامن پکڑا اُن کے کلمات میں بھی دع ماکدر (گدلے کو چھوڑ دو۔ ت) پر عمل رہا۔ طرفہ تر یہ کہ خود اُن کی عبارتوں میں عقل و دانش و انصاف کو غور و نظر کی رخصت نہ دی، نہ احتمال و استدلال میں تمیز کی۔ ہاں طالب تحقیق و صاحب توفیق براہِ انصاف و ترکِ اعتساف ادھر آئے کہ بعونہٖ تعالٰی رفعِ حجاب و دفعِ اضطراب و تنقیحِ جواب و توضیحِ صواب کے دریا لہراتے پائے۔

فاقول وبحول اللہ تعالٰی اصول تقریرِ جوابات سے پہلے چند مقدماتِ مفید لائقِ تمہید والتوفیق من اللہ العزیز الحمید:

مقدمۂ اولٰی: فصولِ سابقہ میں ثابت ہولیا کہ اہلسنت کے نزدیک رُوح کے لیے فنا نہیں، موت سے رُوحوں کا مرجانا بدمذہبوں کا قول ہے، کتبِ عقائد مثل مقاصد و مواقف و طوالع، اور اُن کی شروح وغیرہا اس کی تصریحات سے مالامال ہیں۔ یہ مسئلہ بلکہ خود روح جسم کے علاوہ ایک شیئ ہونا ہی اگرچہ بنظر بعض الناس منجملہ نظریات تھا جس کے سبب امامِ اجل فخر الدین رازی کو تفسیر کبیر میں زیر کریمہ یسئلونک عن الروح[1] اس پر سترہ حجج قاہرہ کا قائم کرنا پڑا مگر قرآن و حدیث پراتنے نصوصِ واضحہ قاطعہ عطا نہیں فرماتے جن کا حصر و شمار ہوسکے۔ اور اب تو بحمد اللہ تعالٰی یہ باتیں اہلِ اسلام میں بدیہیات سے ہیں جان کا جاننا ہر ایک کی جان نہیں مگر انجان سا انجان جان کا جانا جسم سے نکلنا ضرور جانتا ہے اور ساتھ ہی فاتحہ و خیرات و ایصالِ ثوابِ حسنات صدقات سے بتا دیتا ہے کہ وہ روح کو باقی و برقرار مانتا ہے تو موت حقیقتاً صفتِ بدن ہے نہ کہ وصفِ روح، ولہٰذا علامۃ الوجود مفتی ابو السعود محمد عمادی نے تفسیر ارشاد العقل السلیم میں زیرِ قولہ تعالٰی بل احیاءٌ عند ربھم (بلکہ وہ اپنے رب کے یہاں زندہ ہیں۔ ت) فرمایا:

فیہ دلالۃ علی ان روح الانسان جسم لطیف لایفنی بخراب البدن ولایتوقف علیہ ادراکہ وتألمہ والتذاذہ[2]	اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ انسان کی رُوح ایک جسمِ لطیف ہے جو بدن کے ہلاک ہونے سے فنا نہیں ہوتی اور اس کا ادراک اور لذت و الم پانا بدن پر موقوف نہیں۔ (ت)

عـــہ ان میں بعض دلائل کا خلاصہ عنقریب آتا ہے جن سے بعد موتِ بدن حیاتِ رُوح بھی ثابت ۱۲ منہ (م)

[1] القرآن ۱۷/۸۵

[2] ارشاد العقل السلیم تحت آیۂ مذکورہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۱۱۲

Marfat.com

ولا علی الاستعمال القرآنی کما عند مالک ولا علی النیة مطلقا کما عند احمد[1]

ہے — نہ ہی قرآن کے استعمال پر — جیسا کہ امام مالک کے یہاں ہے — نہ ہی مطلقاً نیت پر — جیسا کہ امام احمد کے یہاں ہے۔ (ت)

اسی کفایہ میں ہے:

الاصل ان الالفاظ المستعملة فی الایمان مبنیة علی العرف عندنا وعند الشافعی علی الحقیقة لان الحقیقة حقیق بان یراد وعند مالک علی معانی کلام القرآن لانه علی اصح اللغات وافصحها ولنا ان غرض الحالف ماھو المتعارف فینعقد بغرضه[2]

اصل یہ ہے کہ قسم میں جو الفاظ استعمال ہوتے ہیں ہمارے نزدیک ان کی بنا عرف پر ہے اور امام شافعی کے یہاں حقیقت پر ہے اس لیے کہ حقیقت اس قابل ہے کہ مراد ہو۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے یہاں الفاظ قرآن کے معانی پر بنا ہے اس لیے کہ قرآن سب سے زیادہ صحیح اور فصیح زبان پر وارد ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ قسم کھانے والے کی غرض وہی ہوتی ہے جو عرف میں ہے تو اس کی غرض سے منعقد ہوگی۔ (ت)

اُسی میں ہے:

رجحنا العرف علی الحقیقة لان مبنی الایمان علی العرف[3]

ہم نے عرف کو حقیقت پر ترجیح دی اس لیے کہ قسم کی بنا عرف ہی پر ہوتی ہے۔ (ت)

اسی مستخلص شرح کنز میں کفایہ کا پہلا کلام لعینہٖ نقل کرکے لکھا:

کذا فی الکفایة وقد ذکر فخرالاسلام فی اصوله ان من جملة ماترک به الحقیقة خمسة انواع وعد من جملتها استعمال العرف الغالب[4]

اسی طرح کفایہ میں ہے۔ اور فخرالاسلام نے اصول میں بیان فرمایا ہے کہ جن امور سے حقیقت متروک ہوجاتی ہے وہ پانچ قسم کے ہیں، ان میں اکثری عرف کے استعمال کو بھی شمار کیا۔ (ت)

اُسی عینی شرح کنز میں ہے:

---

[1] فتح القدیر باب الیمین فی الدخول والسکنٰی نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۷۷
[2] الکفایۃ مع فتح القدیر 〃 〃 〃 〃 〃 〃
[3] 〃 〃 مسائل متفرقہ 〃 〃 ۴/ ۴۷۳
[4] مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق، کتاب الایمان، باب الیمین فی الدخول والسکنٰی دلی پرنٹنگ پریس دہلی ۲/ ۳۳۷

Marfat.com

ان سب عبارات کا محصل یہ کہ رُوح پر اطلاق فانی باعتبار جسم واقع ہُوا یعنی اے وُہ روحو! جن کے بدن فنا ہو گئے تم پر سلام ہو۔ ورنہ خود رُوح کے لیے ہرگز فنا نہیں۔ ولہذا دوسرے فقرے میں اس کی تفسیر فرمادی کہ گلے ہوئے بدن یعنی عام لوگوں کے لیے کہ شہداء اور ان کے مثل خواص کے جسم بھی سلامت رہتے ہیں۔ اس کے بعد تیسیر و سراج المنیر دونوں میں ہے:

فیہ ان الاموات یسمعون اذ لا یخاطب الا من یسمع[1]۔

یعنی اس حدیث سے بھی ثابت ہُوا کہ مُردے سُنتے ہیں کہ خطاب اسی سے کیا جاتا ہے جو سنتا ہو۔

احادیث نوعِ اوّل مقصد اوّل پر نظر تازہ کیجئے تو وُہ ایک ساتھ ان مطالب کو ادا کر رہی ہیں کہ بدن و رُوح دونوں پر میّت کا اطلاق ہوتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بتاتی ہیں کہ حقیقتِ موت بدن کے لیے ہے رُوح اس سے پاک و مبرا ہے مثلاً حدیث پنجم میں ارشاد ہُوا کہ جو شخص مُردے کو نہلاتا کفناتا اٹھاتا دفناتا ہے مُردہ اسے پہچانتا ہے، پُر ظاہر کہ یہ افعال بدن پر وارد ہیں نہ کہ رُوح پر، اور پہچاننا کام رُوح کا ہے، اور جب وُہ اپنے علم و ادراک پر باقی ہے تو اُسے موت کہاں! موت کی چھوٹی بہن نیند میں تو پہچان رہتی نہیں، موت میں کیونکر رہتی! یونہی حدیث ۶ و ۷ و احادیث ۱۰ تا ۱۵ وغیرہ سب اسی طرح ان جملہ مطالب کی مؤدی ہیں کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) لاجرم شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں فرمایا:

موت بمعنی عدم حس و حرکت و عدم ادراک و شعور جسد را رومی دہد و رُوح را اصلاً تغیر نمی شود چنانچہ حامل قوٰی بود حالا ہم ہست و شعورے و ادراکے کہ داشت حالا ہم دارد بلکہ صاف تر و روشن تر پس ارواح را مطلقاً خواہ روح شہید باشد یا روح عامہ مومنین یا رُوح کافر و فاسق بایں معنی مردہ نتواں گفت، مردگی صفتِ بدن است کہ شعور و ادراک و حرکات و تصرفات کہ بسبب تعلق روح باوی ازوی ظاہر می شدند و حالا نمی شوند آری روح را بدو معنی موت لاحق می شود اول آنکہ از مفارقت بدن

موت کا یہ معنی کہ حس و حرکت ختم ہو جائے اور ادراک و شعور مفقود ہو جائے، صرف جسم کے لیے ہوتا ہے۔ اور رُوح میں بالکل کوئی تغیر نہیں ہوتا، وُہ جیسے پہلے حاملِ قوٰی تھی اب بھی ہے۔ پہلے جو شعور و ادراک اس کے پاس تھا وہ اب بھی ہے بلکہ اب زیادہ صاف اور روشن ہے۔ تو اس معنی کر کے رُوح کو مُردہ نہیں کہہ سکتے، مطلقاً خواہ شہید کی رُوح ہو یا عام مومن کی رُوح یا کافر و فاسق کی رُوح موت بدن کی صفت ہے کہ روح کے تعلق کی وجہ سے جو شعور و ادراک اور حرکات و تصرفات بدن سے

---

[1] السراج المنیر شرح الجامع الصغیر تحت آیہ مذکورہ مطبعۃ ازہریۃ مصریۃ مصر ۳/ ۱۲۵

Marfat.com

اصل بات تو اتنی ہے جسے انکارِ سماعِ موتی سے نام کو مس بھی نہیں مگر بعض شروح مثل کتب خمسہ مذکورہ وغیرہا میں اس مسئلہ کی توجیہ و تاویل و وجہ و دلیل کچھ ایسے طور پر واقع ہُوئی جس سے بنظرِ ظاہر بے فکر غائر کچھ وہم خلاف پیدا ہو، حضرات منکرین اور یہ ایک منکرین کیا اہلسنت کے تمام مخالفین ہمیشہ الغریق یتشبث بکل حشیش کے مصداق ہوتے ہیں ڈوبتا ہوا ر (تنکا) پکڑتا ہے، اپنے صریح مضر سے بھی تو استدلال کرلاتے ہیں، پھر جس میں بظاہر کچھ نفع کا وہم نکلتا ہو اس کا کہنا ہی کیا ہے، اب احادیث صحیحہ صریحہ جلیلہ جزیلہ کے تمام قاہر باہر، ظاہر تصریحات سب اٹھا کر طاقِ نسیاں پر رکھ دیں، صحابہ و تابعین و ائمہ دین، سلف صالحین و خلف کاملین سب کے ارشادات جلیلہ علیہ سے آنکھیں بند کرلیں، احادیث اور وُہ ارشاداتِ ائمہ کیوں دیکھے جاتے وہاں تو انکار کی قلعی کھُلتی ہے، نبی مطلع علی الغیب کے ارشاد سے اسی برزخی حالِ پنہاں کی خبر اپنی خواہش کے خلاف ملتی ہے، اقوالِ عُلمار میں اجماعِ اہلسنت کے بادل گرج رہے ہیں جنھیں سُن کر اختراعِ انکار کی چھاتی دہلتی ہے، چار ناچار انھیں چند عباراتِ موہمہ کے معانی موہومہ پر ایمان لانا فرض ٹھہرا، خدارا انصاف! اگر معاذ اللہ صورت برعکس ہوتی کہ حضرات کی طرف وہ دلائل قاہرہ، احادیثِ متواترہ ونقولِ اجماعِ اہلِ سنّت ہوتیں اور دوسرا ان کے خلاف ایسی چند عبارات سے استناد کرتا کیا کچھ نہ بکھرتے پھرتے، طعن و تشنیع کے رنگ نکھرتے، مگر اپنے لیے سب کچھ حلال ہے، کیا کریں اس میں گنجائش نہیں تک مجال ہے ذلك مبلغهم من العلم (یہی ان کا مبلغِ علم ہے۔ ت) طرّہ یہ کہ ان میں مدعیانِ حنفیت درکنار، حضرات غیر مقلدین بھی انکار سماعِ موتی پر مرتے جان دیتے ہیں اور نصوصِ صریحہ، احادیثِ صحیحہ چھوڑ کر ایسے ہی بعض عباراتِ موہمہ کی آڑ لیتے ہیں۔ اب نہ عمل بالحدیث کی آن، نہ اتخذوا احبارھم ورھبانھم[1] (اپنے عالموں اور راہبوں کو خدا کو چھوڑ کر رب بنا لیا ہے۔ ت) پر ایمان۔ بات یہ ہے کہ منکر صاحبوں کے یہاں دین و شریعت اپنی ہوا و ہوس کا نام ہے جہاں جیسا موقع دیکھا اُسی سے کام ہے۔ ان حضرات کے عمل بالحدیث کی وہی حالت ہے جو قرآن عظیم میں اصل اصول مذہب ذوالخویصرہ تمیمی کے دربارۂ صدقات ارشاد فرمائے کہ:

ومنهم من يلمزك فى الصدقٰت فان اعطوا منها رضوا وان لم يعطوا منها اذا هم يسخطون[2]

ان میں کوئی وُہ ہے جو صدقات کے بارے میں تم پر عیب لگاتا ہے۔ اگر انھیں ان میں سے کچھ دے دیا جائے تو راضی ہو جائیں اور نہ دیا جائے تو ناراض ہو جائیں (ت)

ارشاداتِ حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے زعم میں ان کے ہوسات کو جگہ دی تو خوش ہیں

---

[1] القرآن ۳۱/۱۰

[2] القرآن ۵۸/۱۰

Marfat.com

معرضِ فساد و ملحق بالجماد کرے۔ موت مجازی کہ رُوح کے لیے ہے ان سب آفات سے پاک و مبرا ہے و للہ الحمد والحجۃ السامیہ۔

مقدمۂ ثانیہ : عاقل جانتا ہے کہ علم و ادراک صفتِ جان پاک ہے نہ کہ وصفِ مشتِ خاک، قال اللہ عزّ وجل:

ماکذب الفؤاد ما رأی[1] علی القول المختار ان المراد بالرؤیۃ بحاسۃ البصر[2]۔

دل نے غلط نہ کہا اُسے جو آنکھ نے دیکھا۔ یہ معنی قولِ مختار کی بنیاد پر ہے کہ یہاں رؤیت سے مراد حاسۂ نگاہ سے دیکھنا ہے۔ (ت)

تفسیر کبیر میں ہے:

ان الانسان شیئ واحد و ذلک الشیئ ھو المبتلی بالتکالیف الالٰھیۃ والامور الربانیۃ وھو الموصوف بالسمع و البصر ومجموع البدن لیس کذلک ولیس عضو من اعضاء البدن کذلک، فالنفس شیئ مغائر لجملۃ البدن ومغائر لاجزاء البدن وھو موصوف بکل ھٰذہ الصفات[3]۔

انسان ایک شیَ واحد ہے، اسی شیَ کا تکلیفاتِ شرعیہ اور احکام ربانیہ سے ابتلا ہے۔ وہی سننے دیکھنے سے متصف ہے۔ اور پُورا بدن یہ صفت نہیں رکھتا، نہ ہی اعضائے بدن میں سے کوئی عضو اس وصف کا ہے، تو رُوح پُورے بدن کے مغایر اور ہر جزوِ بدن کے مغایر ایک شیَ ہے، وہی ان تمام صفات سے متصف ہے۔ (ت)

اسی میں بعد اقامت حجج کے لکھتے ہیں:

فثبت بما ذکرنا ان النفس الانسانیۃ شیئ واحد و ثبت ان ذلک الشیئ ھو المبصر والسامع والشام والذائق واللامس و المتخیل والمتفکر والمتذکر و المشتھی والغاضب وھو الموصوف بجمیع

یہاں مذکور سے ثابت ہُوا کہ روحِ انسانی ایک شیَ واحد ہے، اور یہ بھی ثابت ہوا کہ وہی شیَ دیکھنے، سننے، سونگھنے، چکھنے، چھُونے، خیال کرنے، سوچنے، یاد کرنے، خواہش کرنے، غصہ کرنے والی ہے، وہی تمام ادراکات سے متصف ہے

---

[1] القرآن ۵۳/۱۱

[2] المصباح المنیر کتاب الباء منشورات دار الھجرۃ قم ایران ۱/۴۷

[3] التفسیر الکبیر تحت ویسئلونک عن الروح المطبعۃ البھیۃ العربیۃ، الازہر مصر ۲۱/۵۲

Marfat.com

پھر بھی مجازاً روح مفارق عن البدن پر بھی اس کا اطلاق آتا ہے۔ حدیث میں ہے:

اللھم رب الارواح الفانیۃ والاجساد البالیۃ[1] الحدیث ولفظہ عند ابن السنی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا دخل الجبانۃ، یقول السلام علیکم ایتھا الارواح الفانیۃ والابدان البالیۃ والعظام النخرۃ التی خرجت من الدنیا وھی باللہ المؤمنۃ، اللھم ادخل علیھم روحا منك وسلامامنا[2]۔

اے اللہ فانی ارواح اور بوسیدہ اجسام کے رب، الحدیث۔ ابن السنی کے یہاں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت سے، اس کے الفاظ یہ ہیں: وُہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم جب قبرستان میں داخل ہوتے تو فرماتے: تم پر سلام ہو اے فانی ارواح اور بوسیدہ اجسام اور گلی ہُوئی ہڈیو! جو دُنیا سے خدا پر ایمان کے ساتھ نکلے، اے اللہ! ان پر اپنی جانب سے آسائش اور ہماری طرف سے سلام پہنچا۔ (ت)

علامہ عزیزی اس حدیث کے نیچے سراج المنیر میں فرماتے ہیں: (الارواح الفانیۃ) ای الفانی اجسادھا[3] (ارواح فانی کا مطلب یہ ہے کہ جن کے جسم فانی ہیں۔ ت)

علامہ زین العابدین مناوی تیسیر میں فرماتے ہیں: یعنی الارواح التی اجسادھا فانیۃ والا فالارواح لاتفنی[4] یعنی وُہ ارواح جن کے جسم فانی ہیں ورنہ ارواح تو فنا نہیں ہوتیں۔ ت)

علامہ حفنی حاشیہ جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

قولہ الفانیۃ ای الفانیۃ اجسادھا اذا الارواح لاتفنی ولذا اتی بالجملۃ بعدھا مفسرۃ لذلك اعنی والابدان البالیۃ ای فی غیر نحو الشھداء[5]۔

اس کا قول "الفانیۃ" یعنی جن روحوں کے جسم فانی ہیں کیونکہ رُوحیں فنا نہیں ہوتیں، اسی لیے اس کی تفسیر کرنیوالا جملہ بعد میں لائے۔ میری مراد، الابدان البالیہ (بوسیدہ اجسام) یعنی شہداء کے ماسوا اجسام بوسیدہ ہیں (ت)

---

[1] تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ کتاب الذکر والدعاء فصل ثالث دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۳۲۸

[2] کتاب عمل الیوم واللیلۃ باب مایقول اذا خرج الی المقابر حدیث ۵۹۳ نور محمد اصح المطابع کراچی ص ۱۹۸

[3] السراج المنیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث مذکورہ مطبعۃ ازہریۃ مصریۃ مصر ۳/ ۱۲۵

[4] التیسیر شرح الجامع الصغیر " " مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیۃ ۲/ ۲۴۸

[5] حواشی الحفنی علی ہامش السراج المنیر " " مطبعۃ ازہریۃ مصریۃ مصر ۳/ ۱۲۵

Marfat.com

خاصہ اوسط۱ھ ملخصا۔ — لذت والم اس کا خاصہ ہے اھ تلخیص (ت)

اقول اس معنی پر شرع سے بھی دلائل قاطعہ قائم، قرآنِ عظیم و اجماعِ عقلاء دو شاہد عدل ہیں کہ انسان سمیع وبصیر ہے۔

قال اللہ تعالٰی ان خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج نبتلیہ فجعلنٰہ سمیعا بصیرا[2]۔ — اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیشک ہم نے آدمی کو ملے ہُوئے نطفے سے پیدا کیا تاکہ اُسے جانچیں، پھر ہم نے اسے سُننے دیکھنے والا بنادیا۔(ت)

اور عقلاً ونقلاً بدیہیات سے ہے کہ انسان کی آنکھ، کان انسان نہیں تو یقیناً ثابت کہ یہ جسے سمیع وبصیر فرمایا چشم و گوش نہیں اور باقی اعضا کا سمع وبصر سے بے علاقہ ہونا واضح تر، تو وہ نہیں مگر رُوح۔ ولہذا قرآن مجید فرماتا ہے:

أَلھم ارجل یمشون بھا، ام لھم اید یبطشون بھا، ام لھم اعین یبصرون بھا، ام لھم اٰذان یسمعون بھا[3]۔ — کیا ان کے پاس پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہیں، یا ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑتے ہیں، یا آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں، یا کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں(ت)

افعال وسمع وبصر کی اضافت صاحبِ جوارح کی طرف فرمائی اور جوارح پر بائے استعانت آئی، ثابت ہوا کہ فاعل وسامع وبصیر رُوح ہے اور بدن صرف آلہ۔ اسی طرح تمام نصوص احوالِ برزخ کہ بعد فنائے بدن بقائے ادراکات پر شاہد ہیں جن سے جملہ کثیرہ فصول سابقہ میں گزرا، سب سے ثابت کہ مدرک غیر بدن ہے، ہاں کبھی مجازًا بدن کی طرف بھی بوجہ آلیت نسبتِ ادراکات ہوتی ہے، قال اللہ تعالٰی وتعیھا اذن واعیۃ[4] (اللہ تعالٰی فرماتا ہے: اور کوئی سمجھ والا کان اُسے سمجھے۔ ت)۔ معالم میں ہے: قال قتادۃ اذن سمعت وعقلت ما سمعت[5] (حضرت قتادہ نے فرمایا: کوئی کان جو سُنے اور سُنی ہُوئی بات کو سمجھے۔ ت) مدارک میں ہے:

قال قتادۃ اذن عقلت من اللہ تعالٰی وانتفعت بما سمعت[6]۔ — حضرت قتادہ نے فرمایا: کوئی کان جس نے خدا تعالٰے سے کلام کو سمجھا اور سُنی ہُوئی بات سے فائدہ اٹھایا۔(ت)

---

[1] تفسیر عزیزی پارہ عم سورۃ الطارق مسلم بک ڈپو، لال کنواں دہلی ص ۲۲۶

[2] القرآن ۷۶/ ۲ [3] القرآن ۷/ ۱۹۵ [4] القرآن ۶۹/ ۱۲

[5] معالم التنزیل علی ہامش تفسیر الخازن تحت آیۃ مذکورہ مصطفی البابی مصر ۷/ ۱۴۳

[6] تفسیر النسفی المعروف بہ مدارک التنزیل ر دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۲۸۶

Marfat.com

از ترقی باز می ماند، دوم بعضے تمتعات مثل اکل وشرب از دستِ آدمی روند لہذا اورا نیز در شرع حکم بموت می فرمایند اما دریں امور فقط اما شہیدانِ راہِ خدارا در حقیقت ایں دو معنی ہم نیست بلکہ ایشاں زندگانند دائماً در ترقی و تمتعات جسدانیہ نیز از ایشاں موقوف نہ شدہ[1] اھ مختصراً۔

ظاہر ہوتے تھے اب نہیں ہوتے —— ہاں روح کو دو معنی میں موت لاحق ہوتی ہے — ایک یہ کہ بدن سے جدا ہوجانے کے بعد اس کی ترقی رک جاتی ہے، دوسرے یہ کہ کھانے پینے جیسی لذتیں اس کے قبضے سے نکل جاتی ہیں — اسی لئے شریعت میں اس کے لیے بھی موت کا حکم دے دیتے ہیں لیکن وہ بھی صرف ان باتوں میں — مگر خدا کی راہ میں شہید ہونے والوں کے لیے حقیقت میں یہ دونوں معنی بھی نہیں بلکہ یہ حضرات زندہ ہیں اور ان کی ترقی ہمیشہ جاری ہے، اور جسمانی لذتیں بھی ان سے موقوف نہیں الخ (ت)

اسی میں ہے:

جانِ آدمی ہر چند در شدائد ومصائب گرفتار شود بحفظِ الٰہی محفوظ است شکستہ شدن و فنا پذیر فتن آں از محالات است ولہذا در حدیث شریف وارد است انما خلقتم للابد یعنی جانِ آدمی کہ در حقیقت آدمی عبارت از آنست ابدی است ہرگز فنا پذیر نیست، وآنچہ در عرف مشہور است کہ موت ہلاک جان می کند محض مجاز است نہایت کار موت آن ست کہ جان از بدن جدا شود و بدن بسبب نایافت مربّی و محافظ از ہم باشد والا جان را فنا متصور نیست واثبات عالمِ برزخ وامکان حشر ونشر مبنی برہمیں مسئلہ است[2] الخ۔

آدمی جس قدر بھی سختیوں اور مصیبتوں میں گرفتار ہو مگر اس کی روح خدا کی حفاظت کے باعث محفوظ ہے، اس کا ٹوٹنا پھوٹنا اور فنا ہونا محال ہے۔ اسی لیے حدیث شریف میں آیا ہے تم ہمیشہ کے لیے پیدا کئے گئے ہو — یعنی تمہاری جان اور روح —— کہ حقیقت میں انسان اسی سے عبارت ہے — ابدی اور جاودانی ہے، وہ کبھی بھی فنا ہونے والی نہیں — اور وہ جو عرف میں مشہور ہے کہ موت جان کو ہلاک کر دیتی ہے محض مجاز ہے۔ موت کا زیادہ سے زیادہ اثر یہ ہے کہ جان بدن سے جدا ہوتی ہے اور بدن اپنے مربّی ومحافظ کو کھو دینے کی وجہ سے بکھر کر رہ جاتا ہے، ورنہ جان کے لیے فنا متصور نہیں۔ عالمِ برزخ اور امکانِ حشر ونشر کے اثبات کی بنیاد اسی مسئلہ پر ہے الخ (ت)

بالجملہ موت بمعنی حقیقی کہ بدن ہی کو عارض ہوتی ہے وہی ایسی چیز ہے کہ جسے لاحق ہو مہمل ومعطل و

---

[1] تفسیر عزیزی پارہ سیقول آیت ولا تقولوا لمن یقتل الخ مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۵۵۹

[2] " " پارہ عم سورۃ الطارق " " " " ۲۲۶

Marfat.com

عذاب جو کچھ ہے رُوح وجسم دونوں پر ہے۔ امامِ جلیل جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں:

عذاب القبر محله الروح والبدن جميعا باتفاق اهل السنة وكذا القول فى التعيم[1]

باتفاقِ اہلِ سنّت عذابِ قبر اور آسائشِ قبر کا محل رُوح اور بدن دونوں ہیں۔ (ت)

اور اس پر شرعِ مطہر سے نصوصِ کثیرہ وشہیرہ متواترہ دال ہیں جن کے استقصا کی طرف راہ نہیں، اسی کتاب کی احادیثِ مذکورہ میں بکثرت اس کے دلائل ہیں کما تری۔ اسی طرح سوالِ نکیرین بھی رُوح و بدن دونوں سے ہے۔ شرح فقہ اکبر میں ہے:

ليس السؤال فى البرزخ للروح وحدها كما قال ابن حزم وغيره وافسد منه قول من قال انه للبدن بلا روح والاحاديث الصحيحة ترد القولين[2]

برزخ میں تنہا روح سے سوال نہیں جیسے ابنِ حزم وغیرہ کا قول ہے اور اس سے زیادہ فاسد اُس کا قول ہے جو کہتا ہے کہ سوال صرف بدنِ بے روح سے ہے۔ صحیح احادیث دونوں قولوں کی تردید فرماتی ہیں (ت)

اور جمادِ من حیث ہو جماد سے سوال یا اُسے لذت خواہ الم کا ایصال بداہۃً محال۔ لاجرم وقتِ سوال بدن کو ایک نوعِ حیات کی عود سے چارہ نہیں، اگرچہ ہم اس کی کیفیت جزماً نہ جانیں۔ امام اجل ابو البرکات نسفی عمدۃ الکلام میں فرماتے ہیں:

عذاب القبر للكفار ولبعض العصاة من المؤمنين والانعام لاهل الطاعة باعادة الحياة فى الجسد وان توقفنا فى اعادة الروح حق[3]

کفار اور بعض گنہگار مومنین کے لیے عذابِ قبر اور اہلِ طاعت کے لیے آسائش وانعام حق ہے اس طرح کہ جسم میں زندگی لوٹا دی جائے اگرچہ رُوح کے لوٹانے میں ہمیں توقف ہو۔ (ت)

امام الائمہ مالک الازمہ سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

سؤال منكر ونكير فى القبر حق واعادة الروح الى العبد فى قبره حق[4]

قبر میں منکر نکیر کا سوال حق ہے، اور قبر میں بندے کی طرف رُوح کا اعادہ حق ہے۔ (ت)

---

[1] شرح الصدور — باب عذاب القبر — خلافت اکیڈمی منگورہ سوات — ص ۷۶

[2] شرح فقہ الاکبر — تعلق الروح بالبدن علی خمسۃ انواع — مطبع قیومی کانپور بھارت — ص ۱۵۴

[3] عمدۃ الکلام للنسفی

[4] فقہ اکبر — ملک سراج الدین اینڈ سنز لاہور — ص ۱۸

Marfat.com

الادراکات لکل المدرکات وھو موصوف بجمیع الافعال الاختیاریة والحرکات الارادیة[1]

اور وہی تمام افعال اختیاریہ اور حرکات ارادیہ سے متصف ہے۔ (ات)

پھر فرمایا:

لما کانت النفس شیئا واحدا امتنع کون النفس عبارة عن البدن وکذا القوة السامعة وسائر القوی فانا نعلم بالضرورة انه لیس فی البدن جزء واحد ھو بعینه موصوف بالابصار والسماع والفکر فثبت ان النفس الانسانیة شیء واحد موصوف بجملة ھذہ الادراکات وثبت بالبداھة ان البدن وشیئا من اجزاء البدن لیس کذلك ولنقرر ھذا البرھان بعبارة اخری فنقول نعلم بالضرورة انا اذا ابصرنا شیئا عرفناہ واذا عرفناہ اشتھیناہ واذا اشتھیناہ حرکنا ابداننا الی القرب منه فوجب القطع بان الذی ابصر ھو الذی عرف ھو الذی اشتھی ھو الذی حرك الی آخر ما اطال واطاب ھذا مختصر ملتقطا۔

جب روح شئ واحد ہے تو محال ہے کہ روح بدن ہو یا قوت سامعہ یا دیگر قویٰ سے عبارت ہو۔ اس لیے کہ ہمیں بدیہی طور پر معلوم ہے کہ بدن میں کوئی ایک جز ایسا نہیں جو دیکھنے سننے اور فکر کرنے سے متصف ہو تو ثابت ہوا کہ روح انسانی وہ شئ واحد ہے جو ان تمام ادراکات سے متصف ہے۔ اور بدیہی طور پر یہ بھی ثابت ہے کہ بدن اور اجزائے بدن میں کوئی جز ایسا نہیں۔ اسی دلیل کو تقریر دیگر کے الفاظ میں یوں کہتے ہیں کہ بدیہی طور پر جانتے ہیں کہ جب ہم کسی چیز کو دیکھتے ہیں تو اس کو پہچانتے ہیں اور جب اسے پہچان لیتے ہیں تو ہم اس کی خواہش کرتے ہیں اور جب اس کی خواہش کرتے ہیں تو اپنے بدن کو اس سے قریب ہونے کے لیے حرکت دیتے ہیں تو اس بات کا قطعی طور پر حکم کرنا ضروری ہے کہ جس نے دیکھا اسی نے پہچانا، اسی نے خواہش کی، اسی نے حرکت دی۔

امام رازی نے اس کی مزید تفصیل اور عمدہ تقریر فرمائی ہے۔ یہاں اختصار کے ساتھ جگہ جگہ کی عبارتوں کا انتخاب نقل ہوا ہے۔ (ات)

تفسیر عزیزی میں ہے:

جزو اعظم جان است وشعور وادراک وتلذذ وتالم

جزو اعظم جان ہے، اور شعور وادراک اور احساس

---

[1] التفسیر الکبیر تحت یسئلونک عن الروح المطبعة البہیة العربیة بمیدان الازہر مصر ۲۱/۳۶

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۲۱/۳۸،۳۹

فی تلك الاجزاء التی لایاخذھا البصروان اللہ علی ذٰلك لقدیر والخلاف فیہ ان کان بناء علی انکار عذاب القبر امکن والا فلا یتصوّر من عاقل القول بالعذاب مع عدم الاحساس۔[1]

توحیات ان ہی اجزاء میں کر دی جائے گی جو نظر نہیں آتے، اور بلاشبہہ اللہ اس پر قادر ہے۔ اس سے اختلاف اگر عذابِ قبر سے انکار کی بنا پر ہو تو ہوسکتا ہے ورنہ کسی عاقل سے متصوّر نہیں کہ وہ اس کا قائل ہو کہ بغیر احساس کے عذاب ہوگا۔ (ت)

پھر رُوح کی نسبت تو اُوپر واضح ہو چکا کہ اس کی حیات مستمرہ غیر منقطعہ ہے، مگر بدن کے لیے بعد عود بھی استمرار ضرور نہیں کہ وُہ ایک تعلق خاص بمقصد خاص ہوتا ہے جس کے انصرام پر اُس کا انقطاع بجا ہے۔ امام بدرعینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں بجواب معتزلہ دلائل اثباتِ عذابِ قبر میں فرماتے ہیں:

لنا اٰیات احدٰھا قولہ تعالٰی النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا فھو صریح فی التعذیب بعد الموت الثانیۃ قولہ تعالٰی ربنا امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین فان اللہ تعالٰی ذکر الموتۃ مرتین وھما لا تتحققان الا ان یکون فی القبر حیاۃ وموت حتی تکون احدی الموتتین مایتحصل عقیب الحیاۃ فی الدنیا والاخری مایتحصل عقیب الحیاۃ التی فی القبر۔[2]

ہماری دلیل میں متعدد آیتیں ہیں، ایک، باری تعالٰی کا یہ ارشاد "وُہ (فرعون اور اس کے ساتھی) صبح[1] و شام آگ پر پیش کیے جاتے ہیں" یہ بعد موت عذاب دیے جانے کے بارے میں صریح ہے۔ دوسری آیت: ارشادِ باری: "اے ہمارے رب! تُو نے دو[2] بار ہمیں موت دی اور دو بار حیات دی"۔ اللہ تعالٰی نے دو بار موت کا ذکر فرمایا ہے، یہ اُسی وقت ہوگا جب قبر میں بھی موت و حیات ہو کہ ایک موت تو وہ ہے جو دنیا کی زندگی کے بعد ہوتی ہے اور دوسری وہ جو قبر والی زندگی کے بعد ہوتی ہے۔ (ت)

شرح الصدور میں بدائع سے ہے:

نقلت من خط القاضی ابی یعلی فی تعالیقہ لابد من انقطاع عذاب القبر لانہ من عذاب الدنیا والدنیا ومافیھا منقطع فلابد ان

قاضی ابویعلی کی قلمی تحریر جو ان کی تعلیقات میں ہے، اُس سے میں نے نقل کیا ہے کہ عذاب قبر کا منقطع ہونا ضروری ہے اس لیے کہ وُہ عذاب دُنیا کی جنس سے ہے

---

[1] فتح القدیر باب الیمین فی الضرب والقتل نوریہ رضویہ سکھر ۴/۴۶۰

[2] عمدۃ القاری شرح البخاری باب المیت یسمع خفق النعال ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ مصر ۸/۱۴۶-۱۴۵

Marfat.com

یہ بر تقدیر مجاز عقلی ہے اور محتمل کہ مجاز فی الطرف ہو یعنی روح پر اطلاقِ اذن، کما فی قولہ تعالٰی قل اذن خیر لکم[1] (جیسا کہ اس ارشاد باری میں: فرماؤ تمھارے لیے وہ بھلائی کے کان ہیں۔ ت) نعمائے جنت کی حدیث میں ہے، مالا عین رأت ولا اذن سمعت[2] (جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سُنا۔ ت) صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم جب تاکید توثیق روایت چاہتے فرماتے: ابصرت عینای وسمع اذنای ووعاہ قلبی[3] (میری آنکھوں نے دیکھا اور میرے کانوں نے سُنا اور میرے دل نے اسے سمجھا۔ ت) تفسیر کبیر میں ہے:

التحقیق ان الانسان جوھر واحد وھو الفعال وھو الدراك وھو المؤمن وھو الکافر وھو المطیع وھو العاصی، وھذہ الاعضاء اٰلات لہ وادوات لہ فی الفعل فاضیف الفعل فی الظاھر الی الاٰلۃ وھو فی الحقیقۃ مضاف الی جوھر ذات الانسان[4]۔

تحقیق یہ ہے کہ انسان ایک جوہر ہے وہی کام کرنے والا ہے، وہی سمجھنے والا ہے، وہی ایمان لانے والا ہے، وہی اطاعت کرنے والا ہے، وہی نافرمانی کرنے والا ہے، اور یہ اعضاء کام میں اس کے آلات و اسباب ہیں تو ظاہر میں کام کی نسبت آلہ کی طرف کی گئی اور حقیقت میں وہ اسی جوہر ذاتِ انسان کی طرف منسوب ہے۔ (ت)

مقدمۂ ثالثہ: جب باجماعِ اہلِ حق رُوح کے لیے موت نہیں، اور تمام کُتبِ عقائد میں تصریح، اور شرح مقاصد کی عبارت فصل دوم نوعِ اول مقصدِ سوم میں گزری کہ اہل سنّت کے نزدیک جسم شرطِ حیات نہیں۔ معتزلہ اس میں خلاف کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ادراکات تابعِ حیات ہیں کما نص علیہ فی شرح طوالع الانوار للعلامۃ التفتازانی وللاصفھانی وشرح المواقف للسید الجرجانی (جیسا کہ علامہ تفتازانی و اصفہانی کی شرح طوالع الانوار اور سیّد شریف جرجانی کی شرح مواقف میں اس کی تصریح ہے۔ ت) ولہٰذا ہمارے نزدیک رُوح موت سے متغیر نہیں ہوتی اس کے علوم و ادراکات بدستور رہتے ہیں جس کا بیان شافی بروجہ کافی فصل مذکور میں مسطور، تو رُوح بعد دفن فتنہ و سوال، یا نعیم و نکال، کسی امر میں ہرگز اعادۂ حیات کی محتاج نہیں کہ حیات و ادراکات اس سے جُدا ہی کب ہُوئے تھے، ہاں بدن ضرور محتاج ہے، وجہ یہ کہ اہل سنّت کے نزدیک قبر کی تنعیم یا معاذ اللہ

---

[1] القرآن ۹/۶۱
[2] مسند احمد بن حنبل مروی از ابوہریرہ دار الفکر بیروت ۲/۳۱۳
[3] صحیح مسلم باب الضیافۃ ونحوھا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۱-۸۰
[4] التفسیر الکبیر سورۂ انفال تحت آیۃ ذٰلک بما قدمت ایدیکم مطبعہ بہیہ مصریہ مصر ۱۵/۱۷۹

Marfat.com

کان کے سوراخ تک ہوا پہنچنے سے ہی ہوتا ہے۔ت) اور شارح نے مباحثِ نظر میں ذکر کیا:

الادراک بالبصر یتوقف علی امور ثلثة مواجھة[1] البصر وتقلیب الحدقة نحوہ طلبا لرؤیتہ[2] و

نگاہ سے ادراک تین امور پر موقوف ہے: نظر کا رُوبرو[1] ہونا، آنکھ کی پُتلی کو اس کی جانب اسے دیکھنے کی طلب

---

[1] ای للبصر نفسہ او شبحہ المنطبع فی نحو مرأة علی القول بالانطباع اما علی القول بخروج الشعاع فمقابلة المبصر حاصلة فی الوجہین لاجل الانعکاس اقول ومیل ائمتنا الفقہاء الی القول بالانطباع ھو ان یقولوا کون الابصار بہ و ذٰلک بانہم صرحوا ان الرجل اذا رأی فرج امرأة وھی فی الماء تثبت حرمة المصاھرة ولو رای فرجہا فی الماء لامنہ وھی خارجة لم تثبت لانہ علی الاول رای فرجہا وعلی الثانی انما رای شبحہ لانفسہ کما فی الخانیة وغیرھا فلو قالوا بالانعکاس لکان رای نفس الفرج فی الصورتین فلیحفظ فانی لم ار من نبہ علیہ ثم رأیت المحقق نبہ علیہ فی فتح القدیر وللہ الحمد ۱۲ منہ (م)

یعنی نگاہ کا خود مرئی کے سامنے ہونا یا اس کی مثال کے جو آئینہ وغیرہ میں منطبع ہو یہ اس قول پر کہ آئینہ میں شَیَ کی صورت منطبع ہوتی ہے اور شعاع بصری نکلنے والے قول پر تو مرئی کا سامنا انعکاس کی وجہ سے دونوں صورتوں میں حاصل ہے **اقول** ہمارے ائمہ فقہاء کا میلان قول انطباع کی طرف ہے کہ رویت انطباع سے واقع ہوتی ہے۔ وُہ میلان یُوں معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات نے تصریح فرمائی ہے کہ جب عورت پانی کے اندر ہو اور کوئی مرد اس کی شرمگاہ دیکھے تو حرمتِ مصاہرت ثابت ہوجاتی ہے اور جب عورت پانی کے باہر ہے اور مرد نے پانی سے نہیں بلکہ پانی میں اس کی شرمگاہ دیکھی تو حرمت نہ ثابت ہوگی۔ اس لیے کہ پہلی صورت میں اس نے خود شرمگاہ دیکھی اور دوسری صورت میں خود شرمگاہ نہیں بلکہ اس کی مثال دیکھی، جیسا کہ خانیہ وغیرہا میں ہے — تو یہ فقہا اگر انعکاس کے قائل ہوتے تو خود شرمگاہ کی رویت دونوں صورت میں قرار پاتی۔ اسے یاد رکھنا چاہیے اس لیے کہ اس پر تنبیہ مَیں نے کہیں نہ دیکھی —— پھر حضرت محقق کو دیکھا کہ انھوں نے فتح القدیر میں اس پر تنبیہ فرمائی ہے۔ اور حمد اللہ ہی کے لیے ہے ۱۲ منہ (ت)

[2] **اقول** قید الطلب خرج وفاقا فلیس من شرط الرؤیة طلبہا والمراد بالانزالة العدم اصلیا او طاریا بفعل الرائی اوغیرہ ۱۲ منہ (م)

اقول طلب کی قید اتفاقی ہے اس لیے کہ دیکھنے کیلئے دیکھنے کی طلب شرط نہیں۔ اور ازالہ سے مراد یہ ہے کہ پردہ نہ ہو خواہ سرے سے نہ رہا ہو یا بعد میں دیکھنے والے یا کسی اور کے عمل سے زائل ہوگیا ہو ۱۲ منہ (ت)

Marfat.com

اس کی شرح منح الروض میں ہے :

(اعادة الروح) ای ردھا وتعلقھا (الی العبد) ای جسدہ بجمیع اجزائہ او ببعضھا مجتمعة او متفرقة (فی قبرہ حق) والواو لمجرد الجمعیة فلاینافی ان السوال بعد اعادة الروح وکمال الحال[1]

(رُوح کا اعادہ) یعنی اسے لوٹانا اور اس کا تعلق ہونا (بندے کی طرف) یعنی اس کے بدن کی طرف ، جو اپنے تمام اجزاء کے ساتھ ہو یا بعض کے ساتھ ہو، یہ مجتمع ہوں یا منتشر ہوں (اس کی قبر کے اندر حق ہے) اور "واو" محض جمعیت کے لیے ہوتا ہے تو اس کے منافی نہیں کہ سوال رُوح لوٹانے اور حالت کامل ہوجانے کے بعد ہوگا ۔ (ت)

اسی میں ہے :

اعلموا ان اھل الحق اتفقوا علی ان اللہ تعالٰی یخلق فی المیّت نوع حیاة فی القبر قدر مایتألم ویتلذذ ولکن اختلفوا فی انہ ھل یعاد الروح الیہ والمنقول عن ابی حنیفة رضی اللہ تعالٰی عنہ التوقف الا ان کلامہ ھنا یدل علی اعادة الروح اذ جواب الملکین فعل اختیاری فلا یتصور بدون الروح وقیل قد یتصور[2] الخ

جان لو کہ اہلِ حق کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالٰی میّت کے اندر قبر میں ایک طرح کی زندگی پیدا کردیتا ہے، اتنی کہ وہ لذت والم کا احساس کرے، مگر اس میں ان کا اختلاف ہے کہ اس کی جانب رُوح لوٹائی جاتی ہے یا نہیں ، اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول یہ ہے کہ توقف کیا جائے، مگر یہاں پر ان کا کلام اعادۂ روح پر دال ہے اس لیے کہ نکیرین کا جواب ایک فعل اختیاری ہے تو وُہ بغیر رُوح کے متصور نہیں اور کہا گیا کہ متصور ہے ۔ (ت)

امام ابن الہمام اُسی فتح القدیر میں فرماتے ہیں :

الحق ان المیت المعذب فی قبرہ توضع فیہ الحیاة بقدر مایحس الالم والبدنیة لیست بشرط عند اھل السنة حتی لوکان متفرق الاجزاء بحیث لاتتمیز الاجزاء بل ھی مختلطة بالتراب فعذب جعلت الحیاة

حق یہ ہے کہ قبر میں عذاب دئے جانے والے مُردے کے اندر اتنی زندگی رکھی جائے گی کہ وُہ الم کا احساس کرے اور یہ بدن اس کے لیے شرط نہیں یہاں تک کہ اگر اس کے اجزاء اس طرح بکھر چکے ہوں کہ امتیاز نہ ہوسکے بلکہ مٹی سے خلط ملط ہوگئے ہوں پھر عذاب دیا جائے

---

[1] شرح فقہ اکبر تحت عبارت مذکورہ مطبع قیومی کانپور بھارت ص ۱۲۱

[2] " " " " مابعد " " " ص ۱۲۲

Marfat.com

والجھۃ والجواب منع الاشتراط[1]۔ اس لیے کہ وُہ جہت اور مکان سے پاک ہے۔ اس شُبہ کا جواب یہ ہے کہ مقابلہ کا شرطِ رؤیت ہونا ہم نہیں مانتے (ت)

امام نسفی مصنف کافی مذکور نے عمدۃ الکلام میں فرمایا:

ماقالوا من اشتراط المقابلۃ وغیرہ یبطل برؤیۃ اللہ تعالٰی ایانا[2]۔ یہ جو کہا گیا کہ رویت کے لیے مقابلہ وغیرہ شرط ہے، اس دلیل سے باطل ہے کہ خدائے تعالٰی ہمیں دیکھتا ہے اور مقابلہ وغیرہ بالکل نہیں۔ (ت)

روح ملاصق بالبدن کا سمع وبصر بروجہ اوّل ہے اور مفارق کا از قبیل دوم،

کل ذٰلک علی الاغلب والا فربما یحس الملاصق بنورہ کما فی کشوف الاولیاء، والمفارق بالاٰلات الباقیۃ الدائمۃ کما فی الانبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام، ومعنی المفارقۃ فیھم طریان لفراق اٰنی تحقیقا للوعد الربانی۔ یہ سب حکم اکثری ہے ورنہ بارہا ایسا بھی ہوتا ہے کہ بدن سے متعلق رُوح اپنے نور کے ذریعہ احساس کرتی ہے جیسا کہ اولیاء کرام کے کشف میں ہوتا ہے۔ اور بدن سے مفارقِ رُوح ان آلات کے ذریعہ احساس کرتی ہے جو باقی ودائم ہوتے ہیں جیسے حضرات انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کے احساسات میں ہوتا ہے۔ اور ان کے حق میں بدن سے روح کی مفارقت کا معنی، بس ایک آن کے لیے جُدائی کا طاری ہونا تاکہ وعدۂ الٰہیہ (ہر نفس کے لیے موت) کا تحقق ہوجائے۔ (ت)

اور اس معنی سے انکار کی منکرانِ سماعِ موتٰی کو بھی گنجائش نہیں کہ آخر رؤیتِ جنت ونار ونعیم وعذاب و سماع وکلامِ ملائکہ ماننے سے چارہ کہاں، اور جب جسم معطل اور آلات مختل تو یہی معنی ظاہر وعیاں، وسیأتی تفصیلہ عنقریب انشاء القریب (انشاء اللہ اس کی تفصیل عنقریب آئیگی۔ ت) اور یہاں ایک تیسرے معنی مجازی اور ہیں یعنی رائی ومرئی وسامع ومسموع میں بروجہ آلیت واسطہ ہونا اور صورِ جزئیہ کا مدرک تک پہنچانا یہ اُس وقت مراد ہوتے ہیں جب سمع وبصر بدن کی طرف مضاف ہوں کما بیناہ فی المقدمۃ الثانیۃ (جیسا کہ دوسرے مقدمہ میں ہم نے اسے بیان کیا۔ ت) خواہ بروجہ اثبات، اور یہ ظاہر ہے خواہ بضمن سلب جہاں سلب مقتصر نا مستمر ہے لتضمنہ الاثبات کما لا یخفی (اس لیے کہ وُہ اثبات کو متضمن ہے جیسا کہ واضح ہے۔ ت)

مقدمہ خامسہ قرآن واحادیث نصوصِ شرعیہ ومحاوراتِ عرفیہ سب میں انسان کی طرف صفات روح وجسم

---

[1] شرح المواقف المرصد الخامس، المقصد الاول منشورات الشریف الرضی، قم، ایران ۸/۱۳۹

[2] عمدۃ الکلام للنسفی

Marfat.com

يلحقهم الفناء والبلاء ولا يعرف مقدار مدة ذلك[1]

اور دنیا اور دنیا کے اندر جو کچھ ہے سب منقطع ہے تو انھیں فنا اور بوسیدگی لاحق ہونا ضروری ہے اور اس مدت کی مقدار معلوم نہیں (ت)

پھر فرمایا:

قلت ويؤيد هذا ما اخرجه هناد بن السری فی الزهد عن مجاهد قال للكفار هجعة يجدون فيها طعم النوم حتى يوم القيامة فاذا صيح باهل القبور يقول الكافر يويلنا من بعثنا من مرقدنا فيقول المؤمن الى جنبه هذا ما وعد الرحمٰن وصدق المرسلون[2]

میں نے کہا: اس کی مؤید وہ ہے جو ہنّاد بن سری نے زہد میں امام مجاہد سے روایت کیا، فرمایا کفار کیلئے ایک خوابیدگی ہوگی جس میں نیند کا مزہ پائیں گے قیامت تک۔ جب قبر والوں کو پکارا جائے گا کافر بولے گا: ہائے ہماری خرابی! کس نے ہمیں ہماری خواب گاہ سے اٹھایا، تو اس کے پہلو سے مومن بولے گا: یہی وہ جس کا رحمان نے وعدہ دیا اور رسولوں نے سچ فرمایا۔ (ت)

مقدمہ رابعہ: سمع و بصر لغۃً وعرفاً ادراک الوان واضواء و اصوات بحاسۂ چشم و گوش کا نام ہے۔ قاموس میں ہے: السمع حسّ الاذن[3] (سماعت کان کی حس کا نام ہے۔ ت) اُسی میں ہے: "البصر محرکۃ حس العین[4]" (بصر ــــ صاد کی حرکت کے ساتھ ــــ آنکھ کے احساس کا نام ہے۔ ت) اسی طرح تاج العروس میں محکم سے ہے۔ صحاح جوہری و مختار رازی میں ہے: البصر حاسة الرؤية[5] (بصر حاسۂ رؤیت ہے۔ ت) المصباح المنیر میں ہے: البصر النور الذی تدرك به الجارحة[6] (بصر وہ نور ہے جس سے عضو کو ادراک ہوتا ہے۔ ت) اُسی میں ہے: ورأيت الشئ رؤية ابصرته بحاسة البصر[7] (میں نے شئ کو دیکھا یعنی میں نے اُسے حاسۂ بصر سے دیکھا) اسی معنی پر مواقف و شرح مواقف میں فرمایا انما يحصل الادراك السمعی بوصول الهواء الى الصماخ[8] (سمعی ادراک

1 و 2 شرح الصدور	آخر باب عذاب القبر	خلافت اکیڈمی منگورہ سوات	ص ۷۶
3 القاموس المحیط	باب العین فصل السین	مصطفی البابی مصر	۳/۴۱
4 " "	باب الراء فصل الباء	" " "	۱/۳۸۷
5 الصحاح للجوہری	تحت لفظ "بصر"	دار العلم للملایین بیروت	۲/۵۹۱
6 المصباح المنیر	کتاب الباء	منشورات دار الهجرۃ قم ایران	۱/۵۰
7 "	کتاب الراء	" " "	۱/۲۴۷
8 شرح المواقف			

Marfat.com

قال تعالیٰ شانہ ایحسب الانسان ان لن نجمع عظامہ ، بلیٰ قادرین علیٰ ان نسوی بنانہ ، بل یرید الانسان لیفجر امامہ ، یسئل ایان یوم القیٰمۃ " الیٰ قولہ جل ذکرہ "یقول الانسان یومئذ این المفر[1]" الیٰ قولہ جلت عظمتہ "ینبؤا الانسان یومئذ بما قدم واخرہ بل الانسان علیٰ نفسہ بصیرۃ ہ ولو القی معاذیرہ[2] ہ

بڑا نادان ہے اور فرماتا ہے: کیا انسان گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع نہ کریں گے ، کیوں نہیں ، ہم قادر ہیں کہ اس کے پور برابر کر دیں ، بلکہ انسان چاہتا ہے کہ اس کے آگے بے حکمی کرے ، پوچھتا ہے کب ہے قیامت کا دن (تا ارشاد :) انسان کہتا ہے اس دن مفر کہاں (تا ارشادِ ربانی :) اس دن انسان کو بتا دیا جائے گا جو اس نے آگے کیا اور پیچھے کیا، بلکہ انسان اپنے نفس کو خوب دیکھنے والا ہے اگرچہ اپنے عذر سامنے لائے ۔ (ت)

واضح ہے کہ تکالیف شرعیہ سے مخاطب ہونا اور ظلم و جہل و حسبان و ارادہ و سوال و کلام و اعلام و معرفت و معذرت یہ سب صفات و افعال رُوح سے ہیں، یونہی فجور بھی ۔

قال عز مجدہ ، ونفس وما سوّٰہا فالھمہا فجورھا وتقوٰہا[3] ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : قسم ہے نفس کی اور اس کی جس نے اسے ٹھیک بنایا ، پھر اس کے دل میں اس کی نافرمانی اور پرہیزگاری ڈالی ۔

انھیں بھی انسان کی جانب اضافت فرمایا بلکہ ایک ہی آیت میں دونوں قسم کے امور اس کے لیے مذکور ۔

قال عز شانہ انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج نبتلیہ فجعلنٰہ سمیعا بصیرا[4] ۔

باری تعالیٰ فرماتا ہے : بے شک ہم نے انسان کو ملے ہوئے نطفہ سے بنایا کہ اسے آزمائیں ، پھر ہم نے اسے سننے والا دیکھنے والا بنایا ۔

مرد و زن کے ملے ہوئے نطفے سے بدن بنا اور تکلیف و آزمائش رُوح کی ہے اور وہی شنوا و بینا ۔

قال تعالیٰ ذکرہٗ اولم یر الانسان انا خلقنٰہ من نطفۃ فاذا ھو خصیم مبین ہ وضرب لنا مثلا ونسی خلقہ[5] الآیۃ ۔

ارشادِ باری ہے : اور کیا انسان نے نہ دیکھا کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا پھر وُہ کھلا جھگڑنے والا ہے اور اس نے ہمارے لیے مثل بنائی اور اپنی تخلیق کو بھول گیا ۔ (ت)

---

[1] القرآن ۷۵/ ۳ تا ۱۰
[2] القرآن ۷۵/ ۱۳ تا ۱۵
[3] القرآن ۹۱/ ۷، ۸
[4] القرآن ۷۶/ ۲
[5] القرآن ۳۶/ ۷۷، ۷۸

Marfat.com

ازالۃ الغشاوۃ المانعۃ من الابصار[1]۔ میں گردش دینا، دیکھنے[3] سے مانع پردہ کا ازالہ۔(ت)

اور اس کا اطلاق بے واسطہ جوارح و آلات ادراک تمام جزئیات مذکورہ خواہ غیر مذکورہ بروجہ جزئی مخصوص پر بھی کیا جاتا ہے یہاں نہ مدرک بالفتح میں صوت و لون وضو کی تخصیص ہے نہ مدرک بالکسر میں آلات جسمانیہ کی قید۔ روز قیامت مومنین اپنے رب عزوجل کو دیکھیں گے اور اس کا کلام سُنیں گے اور وہ اور اس کی صفات اعراض سے پاک ہیں، اور مولٰی عزوجل سمیع و بصیر علی الاطلاق ہے اور آلات و جوارح سے منزہ۔ مصباح میں ہے: سمع اللّٰہ قولك علمہ[2] (خدا نے تیری بات سُنی یعنی اسے جانا۔ ت) مجمع البحار میں ہے:

البصیر تعالٰی یشاھد الاشیاء ظاھرھا وخافیھا من غیر جارحۃ والبصر فی حقہ تعالٰی عبارۃ عن صفۃ ینکشف بھا کمال نعوت المبصرات[3]۔

خدائے بصیر بغیر کسی عضو کے اشیاء کا مشاہدہ فرماتا ہے ان کے ظاہر کا بھی اور باطن کا بھی۔ اور باری تعالٰی کے حق میں بصر ایک ایسی صفت سے عبارت ہے جس سے مرئیات کی صفات کامل طور پر منکشف ہوجاتی ہیں۔(ت)

منح الروض میں ہے:

السمع صفۃ تتعلق بالمسموعات والبصر صفۃ تتعلق بالمبصرات فیدرك ادراکا تاما لاعلٰی سبیل التخیل والتوھم ولا علی طریق تاثیر حاسۃ ووصول ھواء[4]۔

سمع ایک صفت ہے جس کا تعلق مسموعات سے ہے اور بصر ایک صفت ہے جس کا تعلق مبصرات سے ہے تو اسے ادراکِ تام ہوتا ہے مگر خیال و وہم کے طور پر نہیں، نہ ہی حاسہ کی تاثیر اور ہوا پہنچنے کے طور پر۔(ت)

اسی اطلاق پر مواقف و شرح میں فرمایا:

الثانیۃ شبھۃ المقابلۃ وھی ان شرط الرؤیۃ، کما علم بالضرورۃ من التجربۃ، المقابلۃ او ما فی حکمھا نحو المرئی فی المرأۃ وانھا، مستحیلۃ فی حق اللّٰہ تعالٰی لتنزھہ عن المکان

دوسرا شبہہ مقابلہ کا ہے۔ وُہ یہ کہ رؤیت کی شرط یہ ہے کہ مرئی مقابل ہو جیسا کہ بداھتِ تجربہ سے معلوم ہے، یا مقابلہ کے حکم میں ہو جیسے وُہ جو آئینے میں نظر آتا ہے۔ اور مقابل ہونا اللہ تعالٰی کے حق میں محال ہے

---

[1] شرح المواقف — المرصد الخامس فی النظر — منشورات الشریف الرضی ایران ۱/۲۰۱

[2] مصباح المنیر — تحت لفظ سمع — منشورات دار الہجرۃ قم ایران ۱/۲۸۹

[3] مجمع البحار — باب البا مع الصاد — مطبع عالی منشی نولکشور لکھنؤ ۱/۹۶

[4] شرح فقہ الاکبر — شرح الصفات الذاتیہ — مصطفٰی البابی مصر ص ۱۹-۱۸

Marfat.com

بان حال مایکون الجسد علی النعش بقی هناك شئ ینادی ویقول جمعت المال من حله وغیرحله، ومعلوم ان الذی کان الاهل اهلاله وکان جامعا للمال وبقی فی رقبته الوبال لیس الاذٰلك الانسان، فهذا تصریح بان فی الوقت الذی کان الجسد میتا کان الانسان حیا باقیا فاهما، الحجة الثامنة قوله تعالٰی یاایتها النفس المطمئنة ارجعی الٰی ربك راضیة مرضیة والخطاب انما هو حال الموت فدل ان الذی یرجع الی اللہ بعد موت الجسد یکون حیا راضیا ولیس الا الانسان فهذا یدل ان الانسان بقی حیا بعد موت الجسد، الحجة العاشرة جمیع فرق الدنیا من الهند والروم والعرب والعجم و جمیع ارباب الملل والنحل من الیهود والنصارٰی والمجوس والمسلمین یتصدقون عن موتاهم ویدعون لهم بالخیر ویذهبون الی زیاراتهم، ولولا انهم بعد موت الجسد بقوا احیاء لکان التصدق والدعاء والزیارة عبثا، فیدل ان فطرتهم الاصلیة شاهدة بان الانسان لایموت بل یموت الجسد، والحجة السابعة عشرة ان الانسان یجب ان یکون عالما والعلم لایحصل الا فی القلب فیلزم ان یکون الانسان عبارة عن الشئ الموجود فی القلب اوشئ له

کہ جس وقت بدن چارپائی پر ہوتا ہے اس وقت ایک شئ باقی رہتی ہے جو ندا دیتی ہے اور کہتی ہے: میں نے مال جائز و ناجائز طریقوں سے جمع کیا، اور معلوم ہے کہ اہل جس کے اہل تھے، اور جو مال جمع کرنے والا تھا اور جس کی گردن پر وبال رہ گیا وہ نہیں مگر وہی انسان —— تو یہ اس بات کی تصریح ہے کہ جس وقت بدن مُردہ ہے اُسی وقت انسان زندہ، باقی اور سمجھنے والا ہے ——

آٹھویں دلیل: اللہ تعالٰی کا ارشاد: اے اطمینان والی جان! اپنے رب کی طرف لوٹ جا اس حالت میں کہ تو اُس سے راضی وہ تجھ سے راضی —— یہ خطاب بعد موت ہی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ بدن کی موت کے بعد جو اللہ کی طرف لوٹنے والا ہے وہ زندہ، راضی ہوتا ہے۔ اور وہ انسان ہی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ انسان جسم کی موت کے بعد بھی زندہ رہا —— دسویں دلیل: ہندوستان، روم، عرب، عجم کے رہنے والے تمام اہلِ عالم اور یہود، نصارٰی، مجوس، مسلمان، تمام ادیان و مذاہب والے اپنے مُردوں کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں، ان کے لیے دعائے خیر کرتے ہیں اور ان کی زیارت کے لیے جاتے ہیں، اگر وہ جسم کی موت کے بعد زندہ نہ رہتے تو صدقہ، دعا اور زیارت ایک عبث اور بے فائدہ کام ہوتا —— اس میں دلیل ہے کہ ان کی اصل فطرت اس پر شاہد ہے کہ انسان نہیں مرتا بلکہ جسم مرتا ہے —— سترھویں دلیل: ضروری ہے کہ انسان علم رکھنے والا ہو۔ اور علم کا حصول قلب ہی میں ہوتا ہے، تو لازم ہے کہ انسان اُس شئے سے عبارت ہو جو قلب میں موجود ہے یا اُس شئ سے جو قلب سے

Marfat.com

دونوں نسبت کی جاتی ہیں۔

قال اللہ تعالٰی ولقد خلقنا الانسان من سللۃ من طین ۝ ثم جعلناہ نطفۃ فی قرار مکین الٰی قولہ سبحانہ فتبارک اللہ احسن الخالقین[1] ۝ وقال عزوجل واذ قال ربک للملئکۃ انی خالق بشرا من صلصال من حمأ مسنون ۝ فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ سٰجدین[2] ۝ وقال تبارک اسمہ انا خلقنٰھم من طین لازب[3] وقال جل جلالہ یا ایھا الناس ان کنتم فی ریب من البعث فانا خلقنٰکم من تراب ثم من نطفۃ ثم من علقۃ ثم من مضغۃ مخلقۃ وغیر مخلقۃ لنبین لکم ونقر فی الارحام ما نشاء الٰی اجل مسمّی[4] الاٰیۃ۔

اللہ تعالٰی فرماتا ہے: بیشک ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا فرمایا، پھر اسے ایک عزت والی قرارگاہ میں ٹھہرایا، تا ارشادِ باری تعالٰی، تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا۔ اور فرماتا ہے: یاد کرو جب تمھارے رب نے فرشتہ سے فرمایا: بیشک میں بدبودار گارے کی بجتی ہُوئی مٹی سے ایک انسان بنانے والا ہوں تو جب میں اُسے ٹھیک کرلُوں اور اس میں اپنی طرف کی معزز روح پھُونک دُوں تو تم اس کے لیے سجدے میں گر جانا۔ اور فرماتا ہے: بیشک ہم نے ان کو چپکتی ہوئی مٹی سے بنایا۔ اور فرماتا ہے: اگر تمھیں بعث سے متعلق کچھ شک ہے تو بیشک ہم نے تم کو مٹی سے بنایا پھر پانی کی بوند سے پھر خونِ بستہ سے پھر پارۂ گوشت سے، مکمل اور نامکمل تاکہ تم پر ہم روشن کردیں، اور جسے چاہیں ایک مقررہ میعاد تک رحموں میں ٹھہرائیں۔ الآیۃ (ت)

پر ظاہر کہ کھنکھناتی چپکتی خمیر کی ہوئی مٹی، پھر پانی کے قطرے، پھر خُون کی بُوند، پھر گوشت کے لوتھڑے سے بننا رحم میں ایک مدتِ معیّن تک ٹھہرنا ٹھیک ہونے کے بعد اس میں رُوح کا پھُونکا جانا یہ سب احوال[ع] و اطوار بدن کے ہیں اور انسان کی طرف نسبت فرمائی۔

وقال عزمجدہ وحملھا الانسان انہ کان ظلوما جھولا[5] ۝

خدائے عزوجل فرماتا ہے: اور انسان نے اس امانت کو اٹھالیا بے شک وُہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا

ع خصوصًا اخیر کہ غیر بدن کے لیے کسی طرح محتمل نہیں ۱۲ منہ (م)

---

[1] القرآن ۲۳/ ۱۲ و ۱۳ و ۱۴
[2] القرآن ۱۵/ ۲۸ و ۲۹
[3] القرآن ۳۷/ ۱۱
[4] القرآن ۲۲/ ۵
[5] القرآن ۳۳/ ۷۲

Marfat.com

الصانع الحکیم وقولہ تعالٰی (فاذا ھو خصیم مبین) اشارۃ الی الاستدلال باحوال نفسہ علی وجود الصانع الحکیم[1] الخ

اشارہ ہے۔ اور ارشادِ باری (پھر جبھی وُہ کھلا جھگڑنے والا ہے) رُوحِ انسان کے احوال سے صانع حکیم کے وجود پر استدلال کی جانب اشارہ ہے الخ (ت)

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہُوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) آیاتِ کریمہ قرآن اعظم و محاوراتِ عامہ شائعہ تمام عالم کے ملاحظہ سے بہ نگاہِ اوّلیں ذہن میں منقش ہوتا ہے کہ جسے انسان کہتے اور زید و عمرو اعلام یا من وتو ضمائر یا این وآن اسمائے اشارہ سے تعبیر کرتے ہیں، اس میں رُوح وبدن دونوں ملحوظ ہیں، ایک یکسر معزول ہو ایسا ہرگز نہیں، اب خواہ یُوں ہو کہ ہر ایک نسخ حقیقت انسانی میں داخل وجزِ حقیقی ہو یا یُوں کہ ایک سے تجوہر حقیقت اور دوسرے کو معیت وشرطیت مگر ساتھ ہی عقل ونقل کی طرف نظر کیجئے تو ان کا اجماع و اطباق دیکھتے ہیں کہ انسان ایک شئی مدرک عاقل فاہم مرید مکلف مخاطب من اللہ تعالٰی ہے' اور یہ صفات اس کے لیے حقیقۃً ثابت ہیں نہ کہ موصوف بالذات کوئی شئی غیر ہو اور اس کی طرف بالتبع بالعرض نسبت کئے جاتے ہوں' اس بیّن وواضح امر کی طرف التفات کرتے ہی منجلی ہوگیا کہ جس طرح قولین اولین میں تجرد محض بہ معنی بشرط لاشئی مراد لینا کسی عاقل سے معقول نہیں، اگر ہے تو لابشرط' اور یہ بھی منقول نہیں کہ رُوح بدن میں کوئی لحاظ سے بالکل معزول نہیں، اور قول اول تو اس کا قابلِ قبول نہیں کہ انسان عاقل ہے اور ابدان ذوی العقول نہیں، انسان مالک و متصرف ہے بدن کی طرح آلہ ومعمول نہیں، یُوں ہی یہ بھی روشن ہوگیا کہ قول اخیر میں مجموع سے مراد بشرط شئی ہے نہ ترکیب نفسِ حقیقت، ورنہ انسان عاقل و مدرک نہ رہے کہ مجموع مدرک و نا مدرک نامدرک ہے اور لازم آئے کہ آیات ومحاوراتِ عامہ خواہ مدنیات ہوں جن میں موصوف بصفاتِ جسم کو انسان کہا گیا یا روحیات جن میں صفات نفس سے انسان کو متصف کیا' خواہ جامعات جن میں دونوں کو اجتماع دیا سب یکسر حقیقت سے معزول اور مجاز پر محمول ہوں کہ اب انسان نہ رُوح ہے نہ بدن بلکہ شئی ثالث ہے، لاجرم مجموع کا محمل اوّل مراد نہیں ہوسکتا۔

ومن الدلیل علیہ قول الامام ابی طاھر "بما فیہ من المعانی" فماکان لعاقل ان یتوھم دخول الاعراض فی قوام جوھر وانما المراد الدخول فی اللحاظ وکذا تنصیص الامام الرازی علی الترکیب مع اعطائہ مراسا

اس کی ایک دلیل امام ابوطاہر کے یہ الفاظ ہیں (ان تمام معانی کے ساتھ جو اس میں ہیں) کہ اس سے کوئی عاقل یہ وہم نہیں کرسکتا کہ اعراض ایک جوہر کی حقیقت میں داخل ہیں مراد صرف لحاظ میں داخل ہونا ہے۔ اسی طرح مرکب ہونے پر امام رازی کی تصریح' جب کہ ان کے کلام سے

---

[1] التفسیر الکبیر تحت آیۃ مذکورہ مطبعۃ بہیۃ مصریۃ بمیدان الازہر مصر ۱۹/۲۲۴

رویت وعلم شانِ روح ہے اور نطفے سے پیدائش بدن کی، پھر خصومت ومثل زنی ونسیان احوال روح اور ضمیر اخیر نے پھر تخلیق نطفہ سے جانبِ بدن مراجعت کی۔ یہی سب محاورات عرفِ عام میں شائع۔ اب چار حال سے خالی نہیں، یا تو انسان محض بدن ہے یا مجرد رُوح یا ہر ایک یا مجموع۔ احتمالِ ثالث تو بداہۃً مدفوع، ہر عاقل جانتا ہے کہ اس کے بنی نوع کا ہر فرد اور وُہ خود ایک ہی انسان ہے، نہ یہ کہ ہر شخص میں دو انسان ہوں ایک روح ایک بدن، ولہذا اس کی طرف کسی کا ذہاب معلوم نہیں، ثلثہ باقیہ مذاہب معروفہ ہیں، اوّل اکثر متکلمین کا خیال ہے اور ثانی امام رازی وغیرہ کا مفاد مقال، اور ثالث خود انھیں امام جلیل و دیگر اجلہ اکابر کا ارشادِ جمیل۔ تفسیر کبیر میں ہے:

اما القائلون بان الانسان عبارة عن هذه البنية المخصوصة وعن هذا الجسم المحسوس فهم جمهور المتكلمين، وهذا القول عندنا باطل (وذكر عليه حججا الى ان قال) الحجة الخامسة ان الانسان قد يكون حيا حال مايكون البدن ميتا والدليل قوله تعالٰى ولا تحسبن الذين قتلوا فى سبيل الله امواتا بل احياء فهذا النص صريح فى ان اولٰئك المقتولين احياء والحس يدل على ان هذا الجسد ميت، الحجة السادسة قوله تعالٰى النار يعرضون عليها وقوله اغرقوا فادخلوا نارا، وقوله عليه الصلٰوة والسلام القبر روضة من رياض الجنة او حفرة من حفر النار، كل هذه النصوص تدل على ان الانسان يبقى بعد موت الجسد، الحجة السابعة قوله صلى الله تعالٰى عليه وسلم اذا حمل الميت على نعشه رفرف روحه فوق النعش ويقول يا اهلى يا ولدى (الحديث) ان النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم صرح

اس مخصوص ساخت اور اس محسوس جسم کو انسان بتانے والے جمہور متکلمین ہیں اور یہ قول ہمارے نزدیک باطل ہے (اس پر دلائل ذکر کئے، یہاں تک کہ فرمایا:) پانچویں دلیل یہ ہے کہ انسان کبھی زندہ ہوتا ہے جبکہ بدن مُردہ ہوتا ہے اور اس کی دلیل یہ ارشاد باری ہے کہ انھیں جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز مردہ نہ سمجھنا بلکہ وُہ زندہ ہیں۔ یہ صریح نص ہے کہ وہ شہید زندہ ہیں اور احساس یہ بتاتا ہے کہ بدن مُردہ ہے ــ چھٹی دلیل: باری تعالٰی کا ارشاد: فرعون اور اس کے ساتھی آگ پر پیش کیے جاتے ہیں۔ اور یہ ارشاد: وہ غرق کیے گئے پھر آگ میں ڈالے گئے۔ اور رسولِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان: قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ یہ تمام نصوص اس پر دلیل ہیں کہ انسان بدن کی موت کے بعد بھی باقی رہتا ہے ــ ساتویں دلیل: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشاد: جب میت کو اس کی چارپائی پر اٹھایا جاتا ہے اس کی رُوح جنازے کے اوپر پھڑپھڑاتی ہے اور کہتی ہے اے میرے لوگو! اے میری اولاد! (الحدیث) نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صراحت فرمادی

Marfat.com

الخامس تعلقها به یوم البعث وھو اکمل انواع التعلقات ولا نسبة لما قبله الیه اذ لا یقبل البدن معه موتا ولا نوما ولا فسادا[1] اھ وتبعه القاری فی منح الروض۔ اقول الکلام فی الانواع المتغائرة ولا یظهر للتعلق الرحمی تغایر مع الذی بعد الولادة فان کلیهما تعلق الاتصال المحض والتدبیر والتصرف الناقص بخلاف النومی فلا یتمحض للاتصال والبرزخی فلیس مع ذلك تعلق التدبیر والاخروی فلا نقص فیه اصل فیتحصل التقسیم ھکذا التعلق اما متمحض للاتصال اولا الاول ان کمل بحیث لا یقبل الفراق فاخروی والا فدنیوی یقظی والثانی ان کان تعلق تدبیر فنومی اولا فبرزخی فان قیل لیس یستعمل الجنین الاته وجوارحه فی الاعمال والادراك مثل المولود قلت لا یستعملها المولود من ساعته کالفطیم ولا الفطیم کالیافع ولا الیافع کمن بلغ اشده ولا کمثله الشیخ الهرم ثم الفانی فلیجعل عامة ذلك تعلقات متغائرة فافهم[2]۔

پانچواں روزِ بعث کا تعلق۔ وہ سب سے زیادہ کامل تعلق ہے جس سے ماقبل کے تعلقات کو کوئی نسبت نہیں۔ اس لیے کہ اس تعلق کے ساتھ بدن، موت، خواب اور فساد و تغیر قبول نہیں کرتا اھ، اور منح الروض میں علامہ علی قاری نے بھی اسی کا اتباع کیا — اقول گفتگو الگ الگ اور جُدا گانہ تعلقات کے بارے میں ہے — جب کہ شکمِ مادر والے تعلق کی، بعد ولادت والے تعلق سے کوئی مغایرت ظاہر نہیں — اس لیے کہ دونوں صورتوں میں خالص اتصال اور تدبیر و تصرف کا ناقص تعلق ہے۔ اس کے برخلاف حالتِ خواب کے تعلق میں خالص اتصال نہیں، من وجہ فراق بھی ہے۔ اور برزخ والے تعلق میں اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ تدبیر کا تعلق نہیں۔ اور آخرت والے تعلق میں بالکل کوئی نقص نہیں — تو تقسیم اس طرح حاصل ہوگی: تعلق یا تو خالص اتصال رکھتا ہے[1] یا نہیں[2] — اوّل اگر ایسا کامل ہے کہ جدائی قبول نہ کرے تو اُخروی — ورنہ دنیوی جو بیداری میں ہو — اور ثانی اگر تدبیر کا تعلق ہے تو خواب والا ہے۔ اور تدبیر والا نہیں تو برزخی ہے — اگر یہ اعتراض ہو کہ شکم کا بچہ افعال اور ادراک میں اپنے آلات و جوارح کو پیدا شدہ بچے کی طرح استعمال نہیں کرتا (اس فرق کی وجہ سے دونوں کو دو شمار کیا گیا) ہمارا جواب یہ ہوگا کہ اُس وقت مولود بچہ بھی اپنے اعضاء و جوارح کو اُس بچے کی طرح استعمال نہیں کرتا جو دودھ[1] چھوڑ چکا ہو، اور دودھ چھوڑنے والا نوجوان[2] یا قریب البلوغ کی طرح، اور

---

[1] شرح الصدور — باب مقر الارواح — خلافت اکیڈمی منگورہ سوات — ص ۱۰۰
[2] الیواقیت والجواہر — المبحث السادس والستون الخ — مصطفی البابی مصر — ۲/ ۱۵۴

تعلق بالقلب[1] اھ ملتقطا ملخصا۔ متعلق ہے (ختم، تلخیص اور متعدد جگہوں سے اقتباس کے ساتھ)۔ (ت)

امام الطریقۃ بحر الحقیقۃ سیدنا شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ فتوحات مکیہ شریف میں فرماتے ہیں:

لیس فی العلوم اصعب تصورا من ھذہ المسألۃ فان الارواح طاھرۃ بحکم الاصل والاجسام وقواھا کذلك طاھرۃ بما فطرت علیہ من تسبیح خالقھا وتوحیدہ، ثم باجتماع الجسم والروح حدث اسم الانسان وتعلق بہ التکالیف وظھر منہ الطاعات والمخالفات[2] الخ

علوم میں اس مسئلہ سے زیادہ عسیر الفہم کوئی نہیں، اس لیے کہ ارواح بحکم اصل پاک ہیں، اسی طرح اجسام اور ان کے قوٰی اپنے خالق کی تسبیح وتوحید کی جس فطرت پر پیدا ہوئے ہیں، پاک ہیں۔ پھر جسم اور رُوح کے ملاپ سے نام انسان رُونما ہُوا، اس سے تکلیفات واحکام وابستہ ہُوئے اور اس سے فرمانبرداری وخلاف ورزی ظہور پذیر ہُوئی۔ (ت)

امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب الیواقیت والجواہر میں امام ابوطاہر رحمہ اللہ تعالٰی سے نقل فرماتے ہیں:

الانسان عند اھل البصائر ھذا المجموع من الجسد والروح بما فیہ من المعانی[3]

اربابِ بصیرت کے نزدیک انسان جسم وروح کا یہ مجموعہ ہے ان تمام معانی کے ساتھ جو اس میں ہیں (ت)۔

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں زیر قولہ تعالٰی فی سورۃ النحل خلق الانسان من نطفۃ فاذا ھو خصیم مبین[4] فرماتے ہیں:

اعلم ان الانسان مرکب من بدن ونفس فقولہ تعالٰی (خلق الانسان من نطفۃ) اشارۃ الی الاستدلال ببدنہ علی وجود

معلوم ہو کہ انسان بدن اور رُوح سے مرکب ہے، تو ارشادِ باری (انسان کو نطفے سے پیدا کیا) بدنِ انسان سے صانع حکیم کے وجود پر استدلال کی جانب

---

[1] التفسیر الکبیر تحت آیہ ویسئلونك الطبعۃ البھیۃ العربیۃ بمیدان جامع الازہر مصر ۲۱/۴۰ تا ۴۲

[2] الیواقیت والجواہر المبحث السادس والستون مصطفی البابی مصر ۲/۱۵۰

[3] " " بحوالہ شیخ محی الدین " " " " ۲/۱۵۴

[4] القرآن ۱۶/۴

Marfat.com

الیٰ حین البعث لیس بانسان، ومعاذ اللہ ان یریدہ
وھو قول اھل البدع ومصادم للقواطع
وکیف یجوز ان لایکون الروح البرزخی
المتصل بالبدن اتصالا فی فراق
انساناً ومعلوما قطعا ان الانسان
ھوالذی کان امن وکفر واحسن وفجر و
بدیھی ان غیرالانسان غیرالانسان افینعم
من لم یعمل ویعذب من لم یعص
واللہ تعالیٰ یقول عنھم یٰویلنا من
بعثنا من مرقدنا[1] فافادان المبعوثین فی
الحشرھم الراقدون فی القبر ومعلوم
ان المحشورین فی العقبی ھم الکائنون فی
الدنیا فالانسان ھو ھو فی الدور
الثلث لم یزل عن انسانیۃ ولم
ینسلخ عن حقیقۃ، وقال تعالیٰ
النار یعرضون علیھا[2] وانما اعاد
الضمیر الی الناس المذکورین فھم
المعروضون علی النار لا غیرھم
وقال تعالیٰ قتل الانسان ما اکفرہ[3]
الی قولہ عزوجل ثم اماتہ
فاقبرہ[4] فالاقبار بعد الاماتۃ
وقد ارجع الکنایۃ فیہ الی

تا وقتِ بعث جو ہوتا ہے وہ انسان نہیں ۔۔۔ اللہ کی پناہ کہ یہ ان کی مراد ہو ۔۔۔ جب کہ یہ بدمذہبوں کا قول ہے اور قطعی دلائل سے متصادم ہے ۔۔۔ اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وُہ رُوحِ برزخی انسان نہ ہو جو بدن سے فراق کے ساتھ ایک اتصال بھی رکھتی ہے ۔۔۔ اور یہ قطعاً معلوم ہے کہ انسان وہی ہے جس سے ایمان وکفر اور نیکی و بدی کا صدور ہوا ۔۔۔ اور بدیہی ہے کہ غیرِ انسان، غیر انسان ہے تو کیا انعام اُسے ہوتا ہے جس نے عمل نہ کیا، اور عذاب اُسے ہوتا ہے جس نے معصیت نہ کی ؟ ۔۔۔ حالانکہ اللہ تعالٰے ان کے متعلق بیان فرماتا ہے کہ وُہ کہیں گے : ہائے ہماری خرابی! کس نے ہماری خواب گاہ سے ہمیں اٹھایا، اس سے افادہ ہُوا کہ حشر میں جو اٹھائے جانے والے ہیں وہی قبر میں سونے والے ہیں ۔۔۔ اور معلوم ہے کہ آخرت میں جو اٹھائے جائیں گے وہ وہی ہیں جو دنیا میں تھے ۔۔۔ تو انسان تینوں مقامات میں وہی انسان ہے ۔ کسی وقت وُہ انسانیت سے جدا اور اپنی حقیقت سے خارج نہ ہوا ۔۔۔ اور باری تعالٰے فرماتا ہے : وُہ آگ پر پیش کئے جاتے ہیں ۔۔۔۔۔۔ ضمیر ان ہی لوگوں کی طرف لوٹائی جو مذکور ہُوئے تو آگ پر پیش کیے جانے والے وہی ہیں، غیر نہیں ۔ اور ارشادِ باری ہے : انسان مارا جائے کتنا بڑا ناشکرا ہے (تا ارشادِ باری :) پھر اسے موت دی ، پھر اسے قبر میں رکھا ۔۔۔ تو قبر میں رکھنا موت دینے کے بعد ہوا ، اور ضمیر

---

[1] القرآن ۳۶/۵۲
[2] القرآن ۴۰/۴۶
[3] القرآن ۸۰/۱۷
[4] القرآن ۸۰/۲۱

Marfat.com

کثیرة ان الانسان ھوالروح۔ بہت سی جگہ مستفاد ہے کہ انسان ۔وہی روح ہے۔(ت)

رہا محمل دوم اس میں بھی دو احتمال ہیں قوام روح سے ہو اور بدن شرط یعنے انسان رُوح متعلق بالبدن کا نام ہو یا بالعکس یعنی بدن متعلق بالروح کا ثانی بھی اُس مقدمہ مذکورہ واضحہ سے مدفوع کہ انسان عاقل مخاطب بالاصالۃ ہے، نہ بالتبع، تو بفضل اللہ تعالےٰ عرش تحقیق مستقر ہوگیا کہ مختار و منصور وہی قولِ اخیر باین معنی و تفسیر ہے، اور قولِ ثانی بھی اُس سے بعید نہیں کہ جب قوام جوہر میں صرف روح ہے تو انسان رُوح ہی کا نام ہوا ملحوظ بلحاظ تعلق ہونا اُسے روح ہونے سے خارج نہیں کرتا، نہ اُن عبارات میں لحاظِ تعلق سے قطع نظر مذکور، تو اُس کا اسی قولِ منصور کی طرف ارجاع میسور، ولہذا امام اجل فخرالدین رازی نے باآنکہ بارہا روح ہی کے انسان ہونے پر تسجیل و تنقیح فرمائی، خود ہی انسان کے روح و بدن سے مرکب ہونے کی تصریح فرمائی۔ اسی طرح شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں جہاں وُہ عبارت لکھی کہ جان آدمی کہ درحقیقت آدمی عبارت ازان است (آدمی کی جان کہ حقیقت میں آدمی اس سے عبارت ہے۔ ت) وہیں اس کی شرح یُوں ارشاد کی:

تفصیل این اجمال آنکہ آدمی مرکب از دو چیز است جانؔ بدنؔ جزوِ اعظم جان است کہ تبدل و تغیّر دراں راہ نمی یابد و بدون بمنزلہ لباس است کہ اختلاف بسیار در وے راہ می یابد[1] اھ مختصراً

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ آدمی دو چیزوں سے مرکب ہے، جان اور بدن ــ جزوِ اعظم جان ہے جس میں تبدّل و تغیّر کو راہ نہیں ــ اور بدن بمنزلہ لباس ہے کہ اس میں بہت تبدیلی ہُوا کرتی ہے اھ مختصراً (ت)

پھر رُوح کا بدن سے تعلق چار قسم ہے: ایک تعلقِ دنیوی بحالِ بیداری، دوسرا بحالِ خواب کہ من وجہ متعلق من وجہ مفارق، تیسرا برزخی، چوتھا اُخروی،

وجعلھا فی شرح الصدور عن ابن القیم خمسة قال للروح بالبدن خمسة انواع من التعلق متغائرة، الاوّل فی بطن الام، الثانی بعد الولادة، الثالث فی حال النوم فلھا بہ تعلق من وجہ و مفارقة من وجہ، الرابع فی البرزخ فانھا و ان کانت قد فارقتہ بالموت فانھا لم تفارقہ فراقاکلیا بحیث لم یبق لھا الیہ التفات،

اور شرح الصدور میں ابن قیم کے حوالہ سے پانچ قسم قرار دی ــ عبارت یہ ہے: بدن سے رُوح کے پانچ الگ الگ قسم کے تعلق ہیں ــ پہلا شکمِ مادر میں ــ دوسرا بعد ولادت ــ تیسرا حالتِ خواب میں کہ ایک طرح سے رُوح بدن سے متعلق ہے اور دُوسری طرح سے جدا ہے۔ چوتھا برزخ میں ــ کہ رُوح موت کے باعث اگرچہ بدن سے جُدا ہوچکی ہے مگر بالکل جدا نہیں ہُوئی ہے کہ

---

[1] تفسیر عزیزی پارہ عمّ سورۃ الطارق مسلم بک ڈپو، لال کنواں، دہلی ص ۲۲۶

Marfat.com

نہ اہلِ عرف ان میں کسی کلام کو حقیقت سے جُدا جانتے ہیں تو وجہ یہ ہے کہ بوجہ شدت اختلاط گویا روح و بدن شئے واحد ہیں بلکہ رُوح خفی و نظری ہے اور بدن محسوس مرئی اوراشراق شمس روح نے بدن پر حیات کی شعاعیں ڈال کر اُسے اپنے رنگ میں رنگ لیا، جس طرح دہکتے کوئلے کو کہ اُس کے ہر ذرّے میں آگ کی سرایت نے انا النار کہنے کا مستحق

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

امر اللہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما اخرج ابن مردویۃ من طریق الضحاک عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما والضمیر لہ مراد بہ قیام الساعۃ او العذاب، والثانیۃ "ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین" المراد بہ آدم، ثم اعاد الضمیر علیہ مراد بہ ولدہ فقال: "ثم جعلنٰہ نطفۃ"، قال وھی اظھرھا، والثالثۃ "لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم"، ثم قال قد سالہا قوم من قبلکم ای اشیاء اُخر ھذا ملخص کلام السیوطی۔ **اقول** وقد استخرجت مثالین اخرین الاول قولہ عزوجل "احصنت فرجھا فنفخنا فیہ" الفرج فرج المرأۃ والضمیر للفرج بمعنی فرج الجیب علی ما علیہ المحققون والاٰخر ذکرتہ فی رسالتی الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی التی ذکرت فیہا تفسیر قولہ عزوجل وسیجنبہا الاتقی ۱۲ منہ (م)

اسے امام سیوطی نے اتقان میں نقل فرمایا وہ فرماتے ہیں میں نے اپنی فکر سے چند آیات میں استخدام نکالا ہے، تین آیتیں ذکر فرمائیں ایک (اللہ کا امر آیا تو اس کی جلدی نہ مچاؤ) اللہ کا امر محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم، جیسا کہ ابن مردویہ نے بطریق ضحاک حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا اور اس کی ضمیر سے ("جو اس کی جلدی نہ مچاؤ" میں ہے) قیام قیامت یا عذاب مراد ہے — دوسری: ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا۔ انسان سے مراد حضرت آدم ہیں۔ پھر ہم نے اسے نطفہ کیا۔ یہاں انسان کی طرف راجع ضمیر "اسے" سے مراد اولادِ آدم ہے۔ فرمایا: یہ سب سے زیادہ ظاہر ہے — تیسری: ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو کہ اگر وہ تم پر ظاہر کردی جائیں تو تمھیں بُری لگیں۔ پھر ارشاد ہُوا تم سے پہلے کچھ لوگوں نے انھیں پوچھا — یعنی کچھ دُوسری چیزوں کو پُوچھا — یہ امام سیوطی کے کلام کی تلخیص ہے۔ **اقول** میں نے دو مثالیں اور نکالی ہیں اوّل: ارشاد باری عزوجل مریم نے اپنی شرمگاہ محفوظ رکھی تو ہم نے اس میں پھونک ماری۔ شرمگاہ سے مراد شرمگاہِ زن، اور اس کی ضمیر سے مراد چاک گریبان، اس قول کی بنیاد پر جو محققین کا مختار ہے — دوسری مثال میں نے اپنے رسالہ "الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی" (۱۳۰۱ھ) میں ذکر کی ہے جس میں میں نے ارشادِ باری عزوجل "وسیجنبہا الاتقی" کی تفسیر بیان کی ہے۔ (ت)

Marfat.com

یہ بھرپور جوانی والے کی طرح استعمال نہیں کرتا، نہ ہی اس کی طرح بہت بوڑھا، پھر مزید بڑھاپے سے فنا کو پہنچ جانے والا شخص استعمال کرتا ہے ــ تو چاہئے کہ ان سب کو جداگانہ ومتغایر تعلقات قرار دیا جائے ـــــ تو اسے سمجھو۔ (ت)

ان میں جس طرح اعلیٰ واکمل تعلق اُخروی ہے جس کے بعد فراق کا احتمال ہی نہیں، یوں ہی ادون واقل تعلق برزخی ہے کہ باوصف ذاق ایک اتصال معنوی ہے مگر قرآن عظیم وحدیث کریم کے نصوص قاطعہ شاہد عدل ہیں کہ اس قدر تعلق بھی بقائے انسانیت کے لیے بس ہے۔ بداہۃً معلوم کہ قبر میں تنعیم یا معاذ اللہ تعذیب جو کچھ ہے اُسی انسان ہی کے واسطے ہے جو اپنی حیاتِ دنیوی میں مومن ومطیع یا معاذ اللہ کافر وعاصی تھا، نہ یہ کہ طاعت وایمان تو انسان نے کیے اور نعمت مل رہی ہے کسی غیر انسان کو، یا کفر وعصیان انسان سے ہوئے اور عذاب ہوتا ہو کسی غیر انسان پر، اسی طرح وہ تمام حجج واضحہ جو ابھی تفسیر کبیر سے بعد موت بقاوحیات انسان پر گزریں مع اپنے نظائر کثیرہ کی اس مدعا کی کفیل ہیں تو ثابت ہوا کہ حقیقت انسانیہ میں جو تعلق ملحوظ ہے مطلق ومرسل ہے کسی طرح کا ہو،

اما ما قال الامام ابوطاھر بعد ما اسلفنا نقلہ من انہ اذا بطلت صورۃ جسدہ بالموت وزالت عنہ المعانی بقبض روحہ لایسمی انسانا فاذا جمعت ھذہ الاشیاء الیہ بالاعادۃ ثانیا کان ھو ذلک الانسان بعینہ الاتری ان الجسد الفارغ من الروح والمعانی یسمی شبحا وجثۃ ولایسمی انسانا وکذلک الروح المجرد لایسمی انسانا[1] الخ۔

رہا وہ جو امام طاہر نے سابقاً نقل شدہ عبارت کے بعد فرمایا کہ: جب موت سے آدمی کے جسم کی صورت باطل ہوجاتی ہے اور رُوح قبض ہوجانے کی وجہ سے معانی اس سے زائل ہوجاتے ہیں تو اسے انسان نہیں کہا جاتا ـــ پھر جب دوبارہ یہ چیزیں اس کے ساتھ جمع کردی جاتی ہیں تو بعینہٖ وہی انسان ہوجاتا ہے۔ دیکھو کہ رُوح اور معانی سے خالی جسم کو شبح اور جُثّہ، ڈھانچہ اور لاشہ کہا جاتا ہے، انسان نہیں کہا جاتا ــــ اسی طرح مجرد رُوح کو انسان نہیں کہا جاتا الخ۔

فاقول لیس یرید رحمہ اللہ تعالٰی ان الانسان یبطل بالموت وان الذی فی البرزخ من لدن الموت

فاقول (تو میں کہتا ہوں۔ ت) امام موصوف رحمہ اللہ تعالٰی کی مراد یہ نہیں کہ انسان موت سے نیست ونابود ہوجاتا ہے اور عالم برزخ میں ازدم موت

[1] الیواقیت والجواہر المبحث السادس والستون مصطفی البابی مصر ۲/۱۵۴

Marfat.com

اقول وھذا الجواب احسن مما قدم قبلہ حیث قال فان قالوا ھذہ الاٰیۃ حجۃ علیکم لانہ تعالٰی قال "و لقد خلقنا الانسان من سلٰلۃ من طین) وکلمۃ من للتبعیض وھذا یدل علی ان الانسان بعض من ابعاض الطین قلنا کلمۃ "من" اصلھا لابتداء الغایۃ کقولك خرجت من البصرۃ الی الکوفۃ فقولہ تعالٰی ولقد خلقنا الانسان من سلٰلۃ من طین، یقتضی ان یکون ابتداء تخلیق الانسان حاصلا من ھذہ السلالۃ و نحن نقول بموجبہ لانہ تعالٰی یسوی المزاج اولا ثم ینفخ فیہ الروح فیکون ابتداء تخلیقہ من السلالۃ اھ[1] قلت وقد یستأنس لہ بقولہ تعالٰی وبدأ خلق الانسان من طین[2]، فافھم.

اقول یہ جواب اُس سے بہتر ہے جو اس سے پہلے ذکر فرمایا ہے کہ اگر وُہ کہیں کہ یہ آیت تمھارے خلاف حجت ہے اس لیے کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا : بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا ایک خلاصہ سے ، جو مٹی سے ہے۔ کلمۂ مِن (سے) تبعیض کے لیے ہے - اور یہ بتاتا ہے کہ انسان مٹی کا ایک جُز اور بعض ہے ـــــ ہم جواب دیں گے کہ کلمۂ مِن کی اصل ابتدائے غایت کے لیے ہے جیسے تم کہتے ہو میں بصرہ سے کوفہ گیا ، تو ارشادِ باری (ہم نے انسان کو پیدا کیا ایک خلاصہ سے جو مٹی سے ہے) اس کا مقتضی ہے کہ تخلیقِ انسان کی ابتداء اس خلاصے سے ہو اور ہم اس کے مقتضا کے قائل ہیں اس لئے کہ اللہ تعالٰی پہلے مزاج استوار فرماتا ہے پھر اس میں رُوح پھونکتا ہے تو تخلیقِ انسان کی ابتداء خلاصہ سے ہوتی ہے (ختم) قلت اس جواب کے لیے اس ارشاد سے استیناس ہوتا ہے ، اور انسان کی تخلیق مٹی سے شروع کی ۔ تو اسے سمجھو ۔ (ت)

بالجملہ خلاصۂ مبحث یہ ہُوا کہ اطلاقِ انسان کے لیے دو حقیقتیں ہیں : ایک حقیقتِ اصلیہ دقیقہ یعنی روح متعلق بالبدن اگرچہ بتعلق برزخی ، دوم حقیقتِ مشہورہ عرفیہ یعنی بدن ، اور اکثر متکلمین کے زعم میں یہی حقیقت اصلیہ ہے ، اور اگر غرابتِ فن سے قطع نظر کرکے اُن کا کلام انسانِ عرفی پر محمول کریں تو وہ بھی صحیح

مقدمۂ سادسہ : اقول صفاتِ بدن دو قسم ہیں ، اصلیہ کہ خود بدن کے لیے حاصل ، اور تبعیہ کہ حقیقۃً صفاتِ رُوح ہیں ، اور بوجہ اتحاد مذکور بدن کی طرف منسوب ، جیسے علم و سمع و بصر و ارادہ و فاعلیت افعال اختیاریہ وغیرہا ، عرف میں اگرچہ انسان نامِ بدن ٹھہرا مگر صفاتِ تبعیہ کی اس کی طرف اضافت مشروط بشرطِ حیات ہے ، بعدِ موت بے عودِ حیات بدنِ خالی کو عرفاً لغۃً کسی طرح سمیع و بصیر مرید فاعل عاقل نہیں کہتے کہ یہ نسبتیں اسی اتصال سُریانی پر مبنی تھیں جس نے روح و بدن کو عرفاً امر وحدانی کردیا تھا ، جب وُہ مسلوب ہُوا کشف محجوب ہُوا ، صفات تبعیہ حق بہ حقدار رسید ہو کر اپنے مرکز کو گئیں اور اس تودۂ خاک کو اپنی اصلی حالتیں ظاہر ہوئیں ، نظیر اس کی وہی

---

[1] تفسیر کبیر زیرِ آیہ ویسئلونك عن الروح مطبعۃ بہیۃ مصریۃ بمیدان الجامع الازہر ۲۱/ ۵۱

[2] القرآن ۳۲/ ۷

الانسان فثبت ان المیت المقبور لیس الا انسانا ، وبالجملة فالدلائل علی هذا کثیرة لامطمع فی احاطتها۔

وانما اراد التنبیه علی ان الانسان لیس بمعزول اللحاظ عن شیٔ من الروح و البدن فالجسد اذا بطلت صورته بالموت و زالت عنه المعانی لخروج الروح عنه لایسمی ذلك الجسد الفارغ انسانا وقد کان یسمی قبله عرفا لمکان الاتصال کما سیأتی. وکذا الروح المجرد من حیث هو مجرد لایسمی انسانا و انما الانسان المجموع اعنی الروح الملحوظ بلحاظ الاتصال اعم ان یکون دنیویا او اخرویا او برزخیا هکذا ینبغی ان یفهم هذا المقام، والله سبحانه ولی الانعام۔

اس میں بھی انسان ہی کی طرف لوٹائی تو ثابت ہوا کہ میّت جو قبر میں ہوتا ہے وُہ انسان ہی ہے ——— بالجملہ دلائل اس بارے میں بہت ہیں جن کا احاطہ کرنے کی طمع نہیں۔

امام موصوف نے بس اِس بات پر تنبیہ فرمانا چاہا ہے کہ رُوح اور بدن دونوں میں کسی سے بھی انسان لحاظ میں جُدا نہیں — تو جسم کی صورت جب موت کی وجہ سے باطل ہوجائے اور اس سے رُوح نکل جانے کے باعث معانی اس سے زائل ہوجائیں تو اُس خالی جسم کو انسان نہیں کہا جاتا، جبکہ اُس سے پہلے عرفاً کہا جاتا تھا کیونکہ اتصال تھا جیسا کہ آگے آرہا ہے — اسی طرح روح مجرد کو، اس حیثیت سے کہ وُہ مجرد ہے انسان نہیں کہا جاتا — انسان تو مجموعہ رُوح و بدن ہے — یعنی وہ رُوح جس کے ساتھ بدن سے اتصال کا لحاظ ملحوظ ہے خواہ وہ اتصال دنیوی ہو یا اُخروی یا برزخی — اسی طرح اس مقام کو سمجھنا چاہیے، اور خدائے پاک ہی مالکِ انعام ہے (ت)

یہ تحقیق حقیقت ومصداق انسان میں کلام تھا، اب آیات ومحاورات مذکورہ کی طرف چلئے جب انسان وروح ہر ایک کا انسان جُداگانہ ہونا بداہۃً باطل ہوچکا، تو اب اقوال ثلاثہ سے کوئی قول لیجئے آیات ومحاورات بدنیہ وروحیہ سے ایک میں تجوز اور جامعہ میں استخدام ماننے سے گریز نہ ہوگی کما لایخفی۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ نہ مفسرین ان میں کہیں استخدام مانتے ہیں

عہ بل قال بعض العلماء ان الاستخدام بهذا المعنی لم یقع فی القرآن العظیم اصلا نقله الامام السیوطی فی الاتقان، قال وقد استخرجت بفکری اٰیات وذکر ثلثا الاولٰی "اتی امر الله فلاتستعجلوه"

[اصطلاحِ بلاغت میں استخدام یہ ہے کہ کسی لفظ کے متعدد معنی ہوں اور ایک جگہ لفظ یا اس کی ضمیر سے ایک معنیٰ مراد لیا جائے اور وہی دوسری جگہ ضمیر سے دوسرا معنی مراد لیا جائے ۱۲ مترجم] بلکہ بعض علماء نے فرمایا: استخدام اس معنی میں قرآن عظیم میں بالکل کہیں وارد نہیں،

(باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

دیکھے، انھی سے خروجِ شعاع یا انھیں کے لوح میں صورت کا انطباع ہو، یہ نہ واقع ہے نہ ہمارا دعوٰی کو اس پر توقف۔ آخر اہلسنّت کے نزدیک جس طرح ابھی کا مُردہ سُنتا دیکھتا ہے یُونہی برسوں کا، جبکہ کان آنکھ جسم کا کوئی ذرّہ سلامت نہ رہا سب خاک وغبار ہو کر مٹّی میں مل گیا، جس طرح مسلمان قبر میں سُنتا ہے یُونہی ہندو کافر مرگھٹ میں جس وقت اس کے کان آنکھ کو آگ دیتے ہیں وہ اُن آگ دینے والوں کو دیکھتا اُن کی باتیں سُنتا اُس آگ کی اذیت کا احساس کرتا ہے، آنکھ کان اعضا کو جلتا دیکھتا اُن پر آگ بھڑکنے کی آواز سُنتا ہے اور جب جل بُجھ کر راکھ ہو جاتے ہیں جب بھی دیکھتا سُنتا ہے جو سلام وکلام مدفونِ امروزہ کے لیے شرعِ مطہر میں ہے وہی مدفونِ ہزار سالہ کے واسطے، دونوں سے وہی کہا جائیگا کہ "سلام تم پر اے ایمان والو! اللہ تعالٰی تمھیں اور ہمیں بخشے، تم ہمارے اگلے ہو اور ہم تمھارے پچھلے، خدا چاہے تو ہم تم سے ملنے والے ہیں۔" حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن صحابی اعرابی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو جب یہ حکم دیا ہے کہ "جہاں کسی کافر کی قبر پر گزرو اُسے دوزخ جانے کا مژدہ دو" تو ارشادِ اقدس میں تخصیص تازہ مرے ہوئے کی نہ تھی بلکہ صاف تعمیم تھی اور تعمیم ہی پر اُن صحابی نے کاربندی کی، غرض دلائل مطلق ہیں اور عقیدہ مطلق اور آلاتِ جسمانیہ کی تخصیص ناحق، ہمیں اتنی بات سے کام ہے کہ مُردے زندوں کی طرح صورت وصوت کا ادراک کرتے ہیں، اور اوپر روشن ہو چکا کہ ادراک کا روح ہے اور رُوح نہ موت سے مرتی ہے نہ متغیّر ہوتی ہے، مگر اس پر بھی لفظِ میّت کا اطلاق آتا ہے ہم انھیں ارواحِ موتٰی کے سماع و ابصار کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اسی کو اموات کا دیکھنا سُننا کہتے ہیں، اس سے کچھ غرض نہیں کہ وہاں بھی ذرائع وآلات یہی ہوں یا غیر۔ فصلِ پانزدہم میں امام شیخ الاسلام خاتمۃ المجتہدین تقی الملّۃ والدین ابو الحسن علی سبکی قدس سرہ الملکی کا ارشاد گزرا کہ ہم نہیں کہتے کہ مُردہ بدن سُنتا ہے بلکہ رُوح سُنتی ہے خواہ تنہا جبکہ بدن مُردہ رہے یا جسم سے مل کر جبکہ حیات جانبِ جسم عود کرے، آخر اس قدر سے حضرات منکرین بھی منکر نہیں کہ اموات جنّت ونار وملائکہ ثواب وعذاب کو دیکھتے، ان کی بات سُننے سمجھتے، قیامت کے آنے نہ آنے کی دُعائیں کرتے ہیں، تو اس کی تسلیم انھیں بھی ضرور کہ دیکھنا سننا بولنا انھیں آلاتِ جسمانیہ پر غیر مقصور۔

قال المولٰی تبارک وتعالٰی النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا ویوم تقوم الساعۃ ادخلوا اٰل فرعون اشد العذاب[1]

مولٰی تبارک وتعالٰی کا ارشاد ہے: وُہ صبح وشام آگ پر پیش کیے جاتے ہیں اور قیامت کے دن فرعون والوں کو زیادہ سخت عذاب میں ڈالیں گے۔ (ت)

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں،

---

[1] القرآن ۴۰/۴۶

Marfat.com

کردیا اب اُسے آگ ہی کہا جاتا ہے، یونہی جسم کو انا الانسان کا دعوٰی پہنچتا ہے۔ ہم سنتا، دیکھتا، بولتا، چلتا پھرتا، کام کرتا بدن ہی دیکھتے ہیں حالانکہ مدرک و فاعل روح ہے اور بدن آلہ۔ لہذا بدن پر اطلاق انسان حقیقتِ عرفیہ[ع] قرار پایا اور وُہی تمام صفات و افعال کا منسوب الیہ ٹھہرا اور قرآنِ عظیم بھی مطابقت عرف پر اترا،

قال تعالٰی انه لحق مثل ما انکم تنطقون[1]۔ باری تعالٰی فرماتا ہے: بے شک وُہ حق ہے اسی کے مثل جو تم بولتے ہو۔ (ت)

اب نہ تجوز ہے نہ استخدام، نظیر اس کی "رأیت زیدا" ہے، زید را دیدم، زید کو دیکھا، حالانکہ زید اگرچہ اس سے بدن ہی مراد لیجئے ہرگز ہمیں مرئی نہیں، مرئی صرف رنگ و سطح بالائی ہے اور وُہ قطعاً نہ روحِ زید ہے نہ بدن، مگر شدتِ اتصال کے باعث اُسے رؤیتِ زید کہتے ہیں اور ہرگز اس میں تجوز و مخالفتِ حقیقت کا توہم بھی نہیں کرتے، یہاں تک کہ اگر کوئی زید کے رنگ و سطح کو یونہی دیکھے اور قسم کھائے میں نے زید کو نہ دیکھا قطعاً کاذب سمجھا جائے گا، لاجرم تفسیر کبیر میں رُوح کے غیر جسم ہونے پر کلام واسع و مشبع لکھ کر فرماتے ہیں:

اعلموا ان اکثر العارفین المکاشفین من اصحاب الریاضات وارباب المکاشفات والمشاھدات مصرون علی ھذا القول جازمون بھذا المذھب، واحتج المنکرون بقوله تعالٰی من ای شئ خلقه من نطفة خلقه ھذا تصریح بان الانسان مخلوق من النطفة وانه یموت ویدخل القبر ولولم یکن عبارة عن ھذہ الجثة لم تکن الاحوال المذکورة صحیحة والجواب انه لما کان الانسان فی العرف والظاھر عبارة عن ھذہ الجثة اطلق علیه اسم الانسان فی العرف[2] اھ مختصراً

معلوم ہو کہ اہلِ ریاضت اور اربابِ کشف و مشاہدہ میں سے اکثر عرفاءِ مکاشفین اس قول پر اصرار اور اس مذہب پر جزم رکھتے ہیں ــ اور منکرین نے باری تعالٰی کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے اسے کس چیز سے پیدا کیا، نطفہ سے۔ یہ اس بات کی تصریح ہے کہ انسان نطفہ سے پیدا کیا گیا ہے اور وہی مرنے والا اور قبر میں جانے والا ہے۔ اگر انسان جسم و جُثہ سے عبارت نہ ہو تو مذکورہ احوال صحیح نہ ہوں گے، جواب یہ ہے کہ عرف اور ظاہر میں انسان اس بدن سے عبارت تھا تو عرفاً اس پر لفظِ انسان کا اطلاق ہوا (ختم باختصار)

ع عرف تو عرف اس شدتِ اختلاط و عدم تمایز بحد اتحاد نے سفہائے فلاسفہ کو دھوکا دیا جو ہمیشہ تدقیق کے نام پر جان دیتے اور فضول تعمقات کو تحقیق جانتے ہیں، وہ بھی کہاں، خاص مقام تحدید میں انسان کی تعریف کر بیٹھے حیوانِ ناطق، حالانکہ حیوانیت بدن کے لیے ہے کہ وہی جسم نامی ہے اور ناطق و مدرک رُوح، بلکہ خود حیوان ہی کی تعریف میں غلط ہے، جسم نامی متحرک بدن ہے اور حساس و مدید رُوح ۱۲ منہ (م)

---

[1] القرآن ۵۱/۲۳

[2] تفسیر کبیر زیر آیۂ ویسئلونك عن الروح مطبعة بھیة مصریة بمیدان الجامع الازھر مصر ۲۱/۵۳-۵۲

Marfat.com

توجھگڑا ہی کیا ہے۔ ابھی اتفاق ہوگیا۔ اہلِ سنّت بھی تو اسی قدر فرماتے ہیں، گوش و گوشت کی تخصیص کب بتاتے ہیں مگر حاشا وُہ کب اس راہ آتے ہیں، انھیں تو اولیائے مدفونین کی ندا حرام کرنی ہے، اُن محبوبانِ خدا سے طلبِ دُعا حرام کرنی ہے، وہ کس دل سے سُننا مان لیں اگرچہ بے ذریعہ گوش دیکھنا تسلیم کرلیں گے گو بے واسطۂ چشم۔ انھیں تو مولوی مجیب صاحب کی طرح یہ کہنا ہے کہ جب درمیان زائر و مقبور کے حجب عدیدہ سمع و بصر حائل تو سماع اصوات اور بصارت صور محال، یہ تحریر محلِ نزاع ہے جس کا سمجھ لینا مزیلِ اشکال،

الحمد للہ المھیمن المتعال وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد و اٰلہ وصحبہ خیر صحب و اٰل۔ تمام تعریف خدائے نگہبان برتر کے لیے ہے، اور اللہ تعالٰی ہمارے آقا حضرت محمد اور ان کی آل واصحاب پر جو بہترین آل و اصحاب ہیں درود نازل فرمائے (ت)

بحمد اللہ تقریر مقدمات سے فراغ پایا، تحریر جوابات کا وقت آیا جو امر جس مقدمے میں ثابت کیا گیا جواب میں اس پر علامت مق لکھ کر شمار مقدمہ کا ہندسہ لغرض یا دد ہانی ثبت ہوگا کہ ہر جگہ بحکم مقدمہ فلان یا دیکھو مقدمہ فلاں لکھنے کی حاجت نہ ہو۔

فاقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق (اللہ تعالٰی کی توفیق ومدد سے ذروۂ تحقیق تک پہنچا جا سکتا ہے۔ ت)

جوابِ اوّل: ائمہ اہلِ سنّت رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اجماعی عقیدہ کہ مُردے سُنتے ہیں قطعاً حق ہے، اور کیوں نہ حق ہو کہ وُہ اہلِ سنّت ہیں، حق انھیں میں منحصر ہے اور اس کے معنٰی مق۱ یہ کہ مردگان (کہ اُن پر بھی اطلاقِ مق۱ مردہ ومیت کیا جاتا ہے اور خود وُہ اور اُن کے ادراکات باقی ومستمر وبحال ونا متغیر ہیں) بعد فراق بھی بدستور ادراکِ اصوات وکلام کرتے ہیں اور ان مشائخ وشراحِ اہلسنّت وفلاح رحمہم اللہ تعالٰی کا بیان کہ "مُردے نہیں سنتے" بے شک صحیح ہے، اور کیوں نہ صحیح ہو کہ وُہ اہلِ فقاہت ہیں، اُن کا فضل وکمال ظاہر وباہر ہے۔ اور اس کے معنی یہ کہ جو چیز مر گئی یعنی بدن کہ حقیقۃً مق۱ وہی مُردہ ہے سمع سے معزول ہے آلیت مق۲ و توسط وتادیۂ صور کے لائق نہیں، دونوں کلام صراحۃً صحیح ہیں اور آپس میں اصلاً مخالف، نہ کوئی حرف مفید مخالف۔ بحمد اللہ تعالٰی اس معنی نفیس کا بروجہ احتمال ہی بیان کرنا ہمیں بس تھا، مخالف عباراتِ علماء سے مستدل اور ان کے منکرِ سماع ہونے کا مدعی ہے اور احتمال قاطع استدلال، پھر سند کے لیے نظرِ انصاف میں متعدد دلیلیں موجود عہ، مثلاً:

دلیل ۱: جب ائمہ دین وعلمائے معتمدین سے ہزار در ہزار قاہر تصریحیں سماعِ موتٰی کے باب میں موجود اور بتصریح

عہ کہ بقانون مناظرہ شواہد نقض تفصیلی ہیں ۱۲ منہ (م)

Marfat.com

صحبتِ آتش و انگشت ہے، کوئلہ کالا ٹھنڈا تاریک تھا اور نارِ دخانی گرم و سُرخ و روشن، جب تک آگ کی سرایت سے دہک رہا تھا اس کے نیچے اپنے عیوب چھپے ہُوئے تھے آگ ہی کے اوصاف سے موصوف ہوتا جب آگ جدا ہو بُرکان ہُوئی اصل حقیقت عیاں ہُوئی تو ایمان اگرچہ عرف پر مبنی ہیں اور عرفاً انسان خواہ بلفظ انسان و بشر و آدمی تعبیر کیا جائے یا اعلام و ضمائر و اسمائے اشارہ سے اُس کا معبر عنہ یہی بدن ہوتا ہے مگر بنظرِ تقسیم مذکور امور محلوف علیہا کی طرف نظر ضرور، اگر صفاتِ اصلیہ پر مقصور ہو، جیسے اٹھانا، بٹھانا، نہلانا وغیرہا تو کچھ حالتِ حیات کی تخصیص نہ ہوگی کہ نفسِ بدن ان کا صالح ہے، اور اگر صفاتِ تبعیہ پر موقوف ہو جیسے خطاب و اعلام و افہام و کلام، تو ضرورۃً متقید بحالِ حیات رہے گا کہ بغیر ان کے بدن ان کا صالح نہیں۔ بالجملہ انسان کا عرفاً بدن میں حقیقت ہونا اور معنی حقیقی عرفی میں استعمال کیا جانا زنہار اسے مقتضی نہیں کہ وہ کلام بدن کی ہر حالت کو مشتمل رہے یا بعض احوال پر اقتصار کے باعث حقیقتِ عرفیہ سے منسلخ ہو کر کسی اور معنی پر محمول بنے بلکہ وہی مراد ہو کر بات جس حال کے قابل ہوگی اسی قدر کو شامل ہوگی مثلاً اگر کہئے زید نے کوئلے سے بدن جلالیا تو قطعاً اس سے وہی دہکتا ہُوا کوئلہ مراد ہوگا کہ جلانے کی صلاحیت اسی میں ہے، اس سے نہ یہ لازم کہ مطلق کوئلہ اس سے مفہوم ہو نہ یہ کہ کوئلہ اپنے معنی حقیقی سے محروم ہو وھذا کلہ ظاھر جدا (اور یہ سب بہت واضح ہے۔ت) بحمد اللہ تعالٰی یہ معنی ہیں اُس ضابطے کے جو علماء نے یہاں ارشاد فرمایا، اور تنویر الابصار و درمختار و شروح کنز وغیرہا میں مذکور ہُوا کہ:

ماشارك الميّت فيه الحي يقع اليمين فيه على الحالتين، وما اختص بحالة الحياة تقيد بها۔[1]

جس امر میں میّت زندہ کا شریک ہو اس میں قسم دونوں حالتوں پر واقع ہوگی اور جو حالتِ حیات سے خاص ہو اس میں قسم حالتِ زیست سے مقید رہے گی۔(ت)

مقدمہ سابعہ: اقول مناظرات میں وقت و اطالت کہ راہ پاتی ہے بیشتر اصل مقصد و موردِ نزاع سے غفلت کے باعث منہ دکھاتی ہے، فریقین اس کے پابند رہیں، یہ تو معلوم کہ اہلِ باطل کو اکثر اصل مطلب سے فرار ہی میں مفر، مگر اہلِ حق پر اس کا خیال لازم، ہر وقت پیشِ نظر رکھیں کہ بحث کیا تھی اور چلے کدھر، اس میں باذن اللہ تعالٰی تخفیفِ مؤنت اور مخالف کے عجز و سکوت جلد ظاہر ہونے پر معونت ہوتی ہے، اس مسئلہ دائرہ سماعِ موتٰی میں مقصود اہلسنّت کچھ اس پر موقوف نہیں کہ تمام اموات کے بدن ہی قبر میں ہمیشہ زندہ رہیں، زائروں کے سلام و کلام وہ اُنہی کانوں کے ذریعہ سے سنیں ہوائے متموج متکیف بالصوت انہی کے پٹھوں کو کرے، اسی طریقے پر سماع ہو۔ یونہی رؤیت عامہ اموات میں، ہماری اس سے کوئی غرض متعلق نہیں کہ وہ انہی آنکھوں سے

---

[1] درمختار باب الیمین فی الضرب والقتل وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۱۱

Marfat.com

اپنے خصم ہی کا کلام دیکھا ہوتا، مولانا علی قاری کی عبارت نقل کی تھی:

هذه المسائل كلها ذكرها السيوطی فی کتابه شرح الصدور فی احوال القبور بالاخبار الصحيحة والاثار الصريحة۔

یعنی یہ سب مسائل امام سیوطی نے شرح الصدور میں صحیح حدیثوں صریح روایتوں سے بیان کیے۔

شیخ محقق کی عبارت منقول تھی:

بالجملہ کتاب وسنّت مملو ومشحون اند باخبار واحادیث کہ دلالت مے کند بروجود علم مروتیٰ را بدنیا واہل آں پس منکر نہ شود آں را مگر جاہل باخبار و منکر دین[1]

بالجملہ کتاب وسنّت ایسی اخبار واحادیث سے لبریز ہیں جن میں دلیل ہے کہ مُردوں کو دُنیا واہلِ دنیا سے متعلق علم ہوتا ہے، تو اس کا منکر وہی ہوگا جو احادیث سے جاہل اور دین کا منکر ہو۔ (ت)

ثالثًا کیا مولانا قاری وشیخ محقق نے احادیثِ سلام وحدیثِ ترمذی عن ام المومنین در بارۂ خطاب برمیت وغیرہا سے استدلال نہ کیا تھا' یا یہ سب بھی طبقۂ رابعہ میں داخل اور ان پر اعتماد مردود و باطل۔

رابعًا کتبِ سیوطی میں جو کچھ ہے کیا سب طبقۂ رابعہ سے ہوتا ہے یا یہاں خاص ایسا ہے؟ اور جب دونوں باتیں بداہۃً باطل، تو طبقۂ رابعہ کا ذکر مہمل ولاطائل۔

خامسًا احادیث طبقۂ رابعہ جس طرح تصانیفِ امام ممدوح میں مذکور ہوئی ہیں یونہی عامہ ائمہ کی تالیف میں۔ اور خود یہ بلکہ ان سے نازل تر کی احادیث و روایات حجۃ اللہ البالغہ وقرۃ العینین وازالۃ الخفاء وتفسیر عزیزی وتحفہ اثنا عشریہ وغیرہا تصانیفِ ہر دو شاہ صاحب میں کہ یہی اس تقسیم طبقات کے موجد وقائل ہیں تو وہ تودہ بھری ہیں۔

سادسًا لطف یہ کہ خود انہی شاہ عبدالعزیز صاحب نے خود اسی مسئلہ سماعِ موتیٰ میں خود انہی احادیث سے استناد کیا، اسی طرح شرح الصدور شریف کا حوالہ دیا کہ:

تفصیل آں دفتر طویل مے خواہد در کتاب شرح الصدور فی احوال الموتیٰ والقبور کہ تصنیف شیخ جلال الدین سیوطی است و دیگر کتب حدیث باید دید[2]

اس کی تفصیل ایک طویل دفتر کی طالب ہے۔ شیخ جلال الدین سیوطی کی تصنیف شرح الصدور فی احوال الموتیٰ والقبور اور دوسری کتبِ حدیث دیکھنا چاہئے۔ (ت)

---

[1] اشعۃ اللمعات باب حکم الاسراء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۴۰۱

[2] فتاوٰی عزیزی مکتوب درحال ہمراہیان حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۸

Marfat.com

ان ارواح اٰل فرعون فی اجواف طیر سود یعرضون علی النار کل یوم مرّتین تغدو و تروح الی النار فیقال یااٰل فرعون ھذہ ماؤکم حتّی تقوم الساعۃ[1]

فرعونیوں کی روحیں سیاہ پرندوں کے پیٹ میں ڈال کر انھیں روزانہ دو بار نار پر پیش کیا جاتا ہے۔ صبح کو اور شام کو نار کی طرف جاتی ہیں تو کہا جاتا ہے اے فرعون والو! یہ تمھارا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو۔ (ت)

فرعون اور فرعونیوں کو ڈوبے ہوئے کئی ہزار برس ہوئے ہر روز صبح و شام دو وقت آگ پر پیش کیے جاتے ہیں، جہنم جھنکا کر اُن سے کہا جاتا ہے یہ تمھارا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ قیامت آئے، اور ایک انھیں پر کیا موقوف ہر مومن و کافر کو یُونہی صبح و شام جنت و نار دکھاتے اور یہی کلام سناتے ہیں۔ صحیح بخاری؛ صحیح مسلم و موطائے امام مالک و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا مات احدکم عرض علیہ مقعدہٗ بالغداۃ و العشیّ ان کان من اھل الجنۃ فمن اھل الجنۃ و ان کان من اھل النار فمن اھل النار یقال لہ ھذا مقعدك حتی یبعثك اللہ الٰی یوم القیامۃ[2]۔

جب تم میں سے کوئی مرتا ہے اس پر اس کا ٹھکانا صبح و شام پیش کیا جاتا ہے، اگر اہلِ جنت سے تھا تو اہلِ جنت کا مقام اور اہلِ نار سے تھا تو اہلِ نار کا مقام دکھایا جاتا ہے، اس سے کہا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ خدا تجھ کو روزِ قیامت اس کی طرف بھیجے۔ (ت)

یُونہی اموات کی باہم ملاقات، آپس کی گفتگو، قبر کا اُن سے باتیں کرنا، اُن کی حدِ نگاہ تک کشادہ ہونا، احیاء کے اعمال انھیں سنائے جانا، اپنے حسنات و سیئات اور گاؤ ماہی کا تماشا دیکھنا وغیرہ وغیرہ امورِ کثیرہ جن کی طرف صدرِ مقصد دوم میں اشارہ گزرا، جن کے بیان میں دس بیس نہیں صدہا حدیثیں وارد ہُوئیں ان مطالب پر شاہد ہیں جس طریقے سے وہ ان چیزوں اور آوازوں کو دیکھتے سُنتے ہیں اور قیامت تک جسموں کے گلنے، خاک میں ملنے کے بعد بھی دیکھیں سُنیں گے، یُونہی زائروں، قبروں کے سامنے گزرنے والوں اور اُن کے کلام کو۔ طرفہ یہ کہ مولوی اسحاق صاحب نے بھی جواب و سوال ۱۹ میں تسلیم کیا مُردے زندوں کا سلام سُنتے ہیں۔ حضرت! جن کانوں سے سلام سنتے ہیں اُنہی سے کلام، یہ تو ہماری طرف سے کلام تھا، اب جانبِ منکرین نظر کیجئے، ان کا انکار بھی قطعاً عام ہے، صرف آلاتِ جسمانیہ سے خاص نہیں۔ کاش! وہ ایمان لے آئیں کہ اموات اصوات کا ادراکِ تام کرتے ہیں مگر نہ گوشِ بدن

---

[1] الدر المنثور فی التفسیر بالماثور تحت آیۃ مذکورہ مکتبۃ آیۃ اللہ ایران ۵/ ۵۲-۳۵۱

[2] موطا امام مالک جامع الجنائز میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۲۱

Marfat.com

اُترنا مانے۔ کیا معاذ اللہ قرآن عظیم اپنے رسول کی قسم کی تکذیب کے لیے اُترا؟ ایسا لکھتے اللہ و رسول سے کچھ حیا نہ آئی۔ ام المؤمنین نے جب حدیث کو مخالفِ آیت گمان کیا راوی کی طرف وہم و سہو نسبت فرمایا تو نے تو اس ایک حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یوں فرمانا اور قرآن عظیم کا معاذ اللہ اُس خبر کی تغلیط میں آنا مانا۔

ثالثًا لطف یہ کہ یہ آیتیں تین سورتوں میں واقع ہوئیں، نمل، ملائکہ، روم۔ تینوں مکیہ ہیں کہ قبلِ ہجرت نازل ہوئیں اور واقعۂ بدر ہجرت کے بعد ہے، کیا آیتیں پیشگی اُتر آئی تھیں؟ علماء نے ان آیات کو نہ مستثنیات من المکیات میں شمار فرمایا نہ مستثنیات فی النزول میں۔

رابعًا دیکھئے سباق و سیاقِ آیات صراحۃً کلامِ کفار احیاء میں ہے کہ سخنِ حق نہیں سُنتے، نہیں مانتے، نہ کافروں کی لاشوں میں۔ سورۂ روم میں فرماتا ہے:

ولئن ارسلنا ریحا فراٰوہ مصفرا لظلوا من بعدہ یکفرون ۝ فانك لا تسمع الموتی و لا تسمع الصم الدعاء اذا ولوا مدبرین ۝ وما انت بھادی العمی عن ضلٰلتھم ان تسمع الا من یؤمن باٰیٰتنا فھم مسلمون ۝[1]

اگر ہم ہوا بھیجیں جس سے وُہ کھیتی کو زرد دیکھیں تو ضرور اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں، بیشک تم مُردوں کو نہ سناؤ گے اور نہ بہروں کو پکار سُناؤ گے جب وُہ پیٹھ دے کر پھریں، اور نہ تم اندھوں کو ان کی گمراہی سے راہ پر لانے والے ہو، تم ان ہی کو سناؤ گے جو ہماری آیتوں پر ایمان لائیں پھر وہ فرمانبردار ہوں۔ (ت)

بعینہٖ اسی طرح انك لا تسمع الموتٰی سے آخر تک سورۂ نمل میں ہے۔ سورۂ فاطر میں ہے:

انما تنذر الذین یخشون ربھم بالغیب واقاموا الصلٰوۃ ومن تزکی فانما یتزکی لنفسہ والی اللہ المصیر ۝ وما یستوی الاعمی والبصیر ولا الظلمٰت ولا النور ولا الظل ولا الحرور وما یستوی الاحیاء ولا الاموات ط ان اللہ یسمع من یشاء ط وما انت بمسمع من فی القبور ط ان انت الا نذیر ۝[2]

بیشک تمہارا ڈر سنانا ان ہی کو کام دیتا ہے جو اپنے رب سے بے دیکھے ڈریں اور نماز قائم کریں، اور جو سُتھرا بنے تو وُہ اپنے نفع ہی کے لیے ستھرا ہوگا اور اللہ ہی کی طرف پلٹنا ہے، اور برابر نہیں نابینا اور بینا، نہ ہی تاریکیاں اور روشنی، نہ ہی سایہ اور تیز دھوپ، اور برابر نہیں زندے اور مُردے۔ بیشک اللہ جسے چاہتا ہے سناتا ہے، اور تم انھیں سنانے والے نہیں جو قبروں میں پڑے ہیں، تم تو صرف ڈر سُنانے والے ہو۔ (ت)

---

[1] القرآن ۳۰/۵۱ تا ۵۳ و ۲۷/۸۱ و ۸۲
[2] القرآن ۳۵/۱۸ تا ۲۳

Marfat.com

علماء حتی الامکان کلماتِ ائمہ میں توفیق وتطبیق محمود ومقصود، اور بے ضرورت داعیہ ابقائے خلاف ونزاع جس کے باعث خواہی نخواہی ایک گروہِ ائمہ کا کلام غلط وباطل ٹھہرے مطرود ومردود۔ اور یہ توفیق کہ بتوفیقِ الٰہی ہم نے ذکر کی واضح وصریح اور تخالف مفقود، تو لاجرم اسی کی طرف مصیر لازم اور راہِ خلاف بند ومسدود۔

دلیل ۲: خلاف وتطبیق درکنار ثقات علماء اثباتِ سماعِ موتٰی پر اجماعِ اہلسنت نقل فرما چکے، کیا معاذاللہ انھیں جزاف وکذب کی طرف نسبت کرسکتے ہیں یا اکثر مشائخ حنفیہ عیاذاً باللہ ایسے بے مقدار وناقابلِ شمار کہ ان کے خلاف کو لاشیئ ٹھہراکر علماء ادعائے اجماع رکھتے ہیں، لاجرم سبیل یہی ہے کہ باہم خلاف ہی نہیں اجماع نسبت ارواح ہے اور قولِ مشائخ نسبتِ اشباح۔

دلیل ۳: جب احادیثِ کثیرہ وافرہ صریحہ متواترہ سماعِ موتٰی پر بے تخصیص وتقیید وقت ایسی ناطق جن میں ذی انصاف ودین کو مجالِ تاویل وتبدیل نہیں تو کیا مقتضائے حق شناسی حضرات مشائخ ہے کہ اپنی بات بنانے کیلئے خواہ مخواہ اُن کا کلام مخالفِ احادیثِ سید الانام علیہ وعلٰی آلہ الصلوۃ والسلام ٹھہرائے اور وہ بھی کس جرأت کے ساتھ کہ خاص اخبارِ متعلقہ بغیب وبرزخ کا مقام اور خود ارشاداتِ صریحہ نبی لاریب امین الغیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خلاف کلام وان ھذا الابلاء لایحتمل وعناء لایرمہ (یہ ایسی بلاء ہے جو اُٹھنے والی نہیں اور ایسی تکلیف جو ٹلنے والی نہیں۔ ت)

رہا وہابی قنوج رفوخواہ مایہ مسائل صاحب تفہیم المسائل کا تعصب کہ:

آنچہ از ملا علی قاری وشیخ عبدالحق آوردہ ہمہ ہا از شرح صدور نقل می کنند ومایہ تصانیف شیخ جلال الدین سیوطی کتب احادیث طبقہ رابعہ است وایں احادیث قابلِ اعتماد نیستند۔[1]

جو کچھ ملا علی اور شیخ عبدالحق سے نقل کیا ہے سب شرح صدور سے ناقل ہیں اور شیخ جلال الدین سیوطی کی کتابوں کا سرمایہ طبقہ رابعہ کی احادیث ہیں اور یہ حدیثیں قابلِ اعتماد نہیں۔ (ت)

اقول اوّلاً شدتِ تعصب نے صحیح بخاری وصحیح مسلم کی احادیثِ جلیلہ کو شاید دیکھنے نہ دیا، اُن پر بھی طبقہ رابعہ کا حکم ہوگیا۔ کیا علی قاری وشیخ محقق نے اُن سے استناد نہ کیا یا آپ نے اُن کے کلاموں کا جواب دے لیا، شرم شرم! ہاں مجھی کو سہو ہوا جواب کیوں نہ دیا، وُہ دیا کہ عقل وحیا دیانت سب کو جواب دیا۔ آخر کلام میں اُسے بھی سُن لیجئے۔

ثانیاً یہاں اُن کے علاوہ اور حدیثیں بھی تھیں کہ ائمہ فن نے جن کی تصحیحیں کیں، زیادہ علم نہ تھا تو

---

[1] تفہیم المسائل عدمِ سماعِ موتٰی ازکتبِ حنفیہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۳

Marfat.com

وافی تھے مگر خود نفسِ مسئلہ میں انھیں علمائے کرام کے کلام و دیگر ابحاث مقام اور ان کے رد و احکام و نقض و ابرام یک زبان اس معنی پر شہود عدول تو قبول واجب اور عدول مخذول۔ مثلاً :

دلیل ۴ : بحث دیکھئے، کاہے کی ہے؟ ایمان کی۔ اور باجماعِ حنفیہ و تصریحاتِ علمائے مذکورین وغیرہم اُن کا مبنی عرف اور عرف میں مقصد انسان و زید و آن و تو سب کا مورد بدن تو قسم اُسی پر صادق، اور یہ داوری و چاشگری اُسی سے متعلق۔

دلیل ۵ : یہ ظاہر کہ اول تا آخر ان کا کلام موت میں ہے، اور میّت نہیں مگر بدن، خود اسی کافی شرح وافی میں اسی بحثِ ایمان میں فرمایا :

الروح لایموت لکنہ زال عن قالب فلان و اللہ تعالٰی قادر علی اعادتہ[1]۔

یعنی رُوح میّت نہیں وُہ تو صرف بدن سے جُدا ہوگئی ہے اور اللہ تعالٰی قادر ہے کہ اسے دوبارہ بدن میں لے آئے۔

دلیل ۶ : ساتھ ہی دلائل میں صاف تحریر فرماتے ہیں کہ جس میّت میں ان کا کلام ہے وُہ وہی ہے جسے ادراک نہیں، جسے فہم نہیں جسے درد نہیں پہنچتا، جو بے حس ہے۔ کتب خمسہ مستندہ مائۃ مسائل میں ہے :

و اللفظ للرمز، الکلام للافہام فلا یتحقق فی المیت[2]

اور الفاظ رمز الحقائق شرح کنز الدقائق للعینی کے ہیں : کلام سمجھانے کے لیے ہوتا ہے تو میّت کے حق میں ثابت نہ ہوگا۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے : والموت ینافیہ[3] (اور موت اس کے منافی ہے۔ ت) اسی مستخلص الحقائق میں بہ تبعت ہدایہ ہے :

من قال ان ضربتك فعبدی حر فھو علی الضرب فی الحیاۃ، فلو مات ثم ضرب لایحنث لان الضرب اسم لفعل مؤلم یتصل بالبدن و الایلام لایتحقق فی المیت[4]۔

کسی نے کہا اگر میں نے تجھے مارا تو میرا غلام آزاد ہے، یہ قسم زندگی کے اندر مارنے پر محمول ہوگی۔ اگر اس کے مرجانے کے بعد مارا تو حانث نہ ہوگا۔ اس لیے کہ مارنا بدن سے متعلق الم رساں کام کا نام ہے اور الم رسانی میت کے حق میں متحقق نہیں۔ (ت)

---

[1] کافی شرح وافی

[2] رمز الحقائق شرح کنز الدقائق باب الیمین فی الضرب و القتل الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۲۰

[3] فتح القدیر باب الیمین فی الضرب و القتل وغیر ذلک مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۴۶۱

[4] مستخلص الحقائق " " " " " فضل احمد تاجر کتب، پشاور ۲/۳۸۸

Marfat.com

سابعًا یہ سب تمہارے فہم کے لائق کلام تھا، اگر طبقات کے بارے میں تحقیق حق ناصع درکار ہو تو فقیر کا رسالہ مدارج طبقات الحدیث دیکھئے کہ بعونہٖ تعالٰی آنکھیں کھلیں اور حق کے دریا لہراتے ملیں، مکابرہ قنوجی اب وُہ جواب سُنئے جو مُلّا تفہیمی صاحب نے صحیح حدیثوں اور ائمہ علماء کی تمام تحقیقوں کا دو۲ حرف میں دے دیا۔ یہی شگوفہ طبقہ رابعہ چھوڑ کر فرماتے ہیں:

علاوہ بریں از تفسیر ابنِ عباس کہ شیخ جلال الدین سیوطی ذکر آں در دُرِ منثور کردہ صریح عدم سماعِ موتٰی مستفاد است [1]

علاوہ ازیں تفسیر ابن عباس سے ــــ جس کا ذکر شیخ جلال الدین سیوطی نے دُرِ منثور میں کیا ہے: مُردوں کا نہ سُننا صاف طور پر مستفاد ہے۔ (ت)

پھر وہ تفسیر بحوالہ ابوجہل سدی بن سہل الجنید النیشاپوری [عہ] بطریق عبدالقادر عن ابی صالح عن ابن عباس یہ نقل کی کہ جب سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قلیبِ بدر پر اُن کافروں کی لاشوں سے کلام کیا اور فرمایا: تم کچھ ان سے زیادہ نہیں سنتے۔ **فانزل اللہ تعالٰی انك لا تسمع الموتٰی وما انت بمسمع من فی القبور**۔ اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیتیں اتاریں، پھر خود اس روایت کی نسبت کہا نص است بر آنکہ موتٰی را سماع نیست [2] (یہ اس پر نص ہے کہ مُردے نہیں سُنتے۔ ت)

اقول اوّلًا صحاح جلیلہ مشہورہ بخاری ومسلم کے مقابل ایسی شواذ غریبہ ونوادر مجہولہ اجزائے خاملہ ذکر کرتے شرم نہ آئی، اور ایک کتاب میں رطب ویابس، مقبول ومردود جو ملے محض جمع کر دینا مقصود ہو، دوسری جگہ استدلال وتفریع وتحقیق وتنقیح موجود ہو، ان میں فرق کی تمیز بنائی۔

ثانیًا محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم تو مؤکد بقسم کرکے **والذی نفس محمد بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منہم** [3] قسم ہے اس کی جس کے دستِ قدرت میں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جان پاک ہے میں جو فرمارہا ہُوں اُسے تم ان سے کچھ زیادہ نہیں سنتے۔ اور تُو ان آیتوں کو اُس کے خلاف پر

عہ درنسخہ مطبوعہ تفہیم المسائل ہمچنیں است وصحیح الجنید نیشاپوری است فلیتنبہ ۱۲ منہ (م)

تفہیم المسائل کے مطبوعہ نسخہ میں اس طرح ہے اور صحیح "الجنید نیشاپوری" ہے، اسے یاد رکھنا چاہئے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] تفہیم المسائل عدمِ سماعِ موتٰی از کتبِ حنفیہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۳
[2] " " " " " " ص ۸۸
[3] صحیح بخاری باب قتلِ ابی جہل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۵۶۶

Marfat.com

لا الحیات المطلقۃ وقیل یوضع فیہ الحیاۃ من کل وجہ[1]

کہ اسے الم کا احساس ہو، حیاتِ مطلقہ نہیں رکھی جاتی۔ اور کہا گیا کہ اس میں پُورے طور پر زندگی رکھ دی جاتی ہے (ت)

مستخلص میں بعد عبارتِ مسطورہ ہے:

وعذاب القبر یوضع حیاۃ جدیدۃ فیہ وھو قول عامۃ العلماء خلافا لابی الحسن الصالحی[عہ] فان عندہ یعذب المیت من غیر حیاتہ[2]

عذابِ قبر بدن میں ایک نئی زندگی رکھنے سے ہوتا ہے۔ اسی پر عامہ علما ہیں بخلاف ابوالحسن صالحی کے، اس کے نزدیک بغیر زندگی کے مَیّت کو عذاب ہوتا ہے۔ (ت)

اور بالیقین یہ شان بدن ہی کی ہے کہ اُسے موت عارض ہوتی اور اُس کا حس و ادراک باطل کرتی، پھر معاذ اللہ تعذیب کے لیے ایک گونہ حیات دی جاتی ہے اور وُہ بھی کاملہ نہیں ہوتی بخلاف رُوح کہ اس کی حیات مستمرہ ہے، امام ابن الہمام نے اس مضمون کو خوب صاف فرمادیا، بعد عبارتِ مزبورہ لکھتے ہیں:

لانہ لایحس ولذا کان الحق ان المیت المعذب فی قبرہ توضع فیہ الحیاۃ بقدر ما یحس بالالم حتی لوکان متفرق الاجزاء بحیث لاتتمیز الاجزاء بل ھی مختلطۃ بالتراب فعذب

اس لیے کہ اس میں احساس نہیں۔ اسی لیے حق یہ ہے کہ جس مُردے کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے اُس کے اندر اتنی زندگی رکھ دی جاتی ہے کہ وہ الم کا احساس کرے، یہاں تک کہ اگر اس کے اجزا اس طرح بکھر گئے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

طرف نسبت کرکے اسے بلفظ قیل نقل کیا حالانکہ فقیر کے نسخہ کافی میں جمہور کے نزدیک اعادہ حیات اور اُس کی دلیل لکھ کر اُنھیں سے وُہ دونوں قول حیاتِ خفیفہ و حیاتِ کاملہ کے یکساں طور پر نقل کیے کہ:

ثم اختلفوا فقیل توضع فیہ الحیاۃ بقدر ما یتألم لا الحیاۃ المطلقۃ وقیل توضع فیہ الحیاۃ من کل وجہ اھ[3]

پھر علماء مختلف ہوئے، بعض نے کہا اس میں اس قدر زندگی رکھ دی جاتی ہے کہ اسے الم کا احساس ہو حیاتِ مطلقہ نہیں رکھی جاتی، اور بعض نے کہا کہ اس میں پُورے طور پر زندگی رکھ دی جاتی ہے اھ (ت)

اسی طرح علامہ عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں فرمایا فلیتنبہ ۱۲ منہ (م)

عہ رجل من المعتزلۃ الیہ تنسب الفرقۃ الصالحیۃ ۱۲ منہ (م) (یہ معتزلہ میں سے ایک شخص ہے جس کی طرف فرقہ صالحیہ منسوب ہے۔ ت)

[1] مائۃ مسائل — مسئلہ ۲۶ — مکتبہ توحید وسنہ قصہ خوانی پشاور — ص ۵۲

[2] مستخلص الحقائق — باب الیمین فی الضرب والقتل — دلی پرنٹنگ ورکس دہلی انڈیا — ۲/ ۳۸۸

[3] کافی شرح وافی

Marfat.com

ایمان سے کہنا ان آیتوں میں یہی بیان ہے کہ کافروں کی لاشوں پر کیوں پکار رہے ہو وہ مرنے کے بعد کیا سنیں گے۔

خامسًا قطع نظر اس سے کہ اگر اس واقعہ میں اس افادے کے لیے یہ کلام پاک اُترنا تو فاطر والی آیت یا نمل و روم میں کی ایک کافی تھی، انك لا تسمع جُدا اور ما انت بمسمع الگ اترنے کی کیا حاجت تھی ؛ نمل و روم کی دونوں آیتیں تو حرف بحرف ایک ہی ہیں حرف زیادتِ فا کا فرق ہے، اس کے کیا معنی تھے کہ جبریل اس واقعہ پر انکار کے لیے ایک بار انك لا تسمع آخر تک سناتے پھر اسی وقت "فانك لا تسمع" آخر تک سناتے۔ لاجرم ان میں کی ایک کسی دلیل سے اپنے محل سُورت سے جُدا نہیں ہوسکتی، اور جب مکہ معظمہ میں پیش ہجرت انکار اُتر چکا تھا تو اب سیّدِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا اس پر بقسم اصرار کیا احتمال رکھتا تھا!

سادسًا ظاہر حس و عقل بالبداہۃ جسمِ میّت کے معطل و بے حس ہونے پر شاہد ہے، اگر کسی وقت اس کا مدرک ہونا ثابت ہو تو یہ قطعاً امورِ غیبیہ سے ہے۔ اب سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قسم کھا کر اس غیب پر حکم فرمانا پھر قرآن عظیم کا معاذ اللہ اُس کے خلاف پر آنا دو صورتوں کے سوا ممکن نہیں، یا تو اوّلاً عیاذًا باللہ حضور پُرنور صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے رجمًا بالغیب کلام فرمادیا، یا اپنی طرف سے غیب پر حکم لگادیا تھا، یا یوں کہ اول اسی طرف سے خبرِ غیب معاذ اللہ خلافِ واقع آئی، پھر اس کا رَد اُترا، تمھارا ایمان ان دونوں میں سے جسے قبول کرے مانو۔

سابعًا اگر بفرض غلط یہ روایت غریبہ خاملہ صحیح بھی ہو تو قطعاً یقیناً حتماً جزماً آیاتِ مذکورہ آیتِ کریمہ فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی[1] (تو انھیں تم نے قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے اُن کو قتل کیا۔ اور تم نے کنکریاں نہ پھینکیں جب پھینکیں لیکن اللہ نے پھینکیں۔ ت) کے باب سے ہیں جن میں معاذ اللہ ہرگز اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی قسم پر رد انکار نہیں بلکہ یوں ارشاد ہوتا ہے کہ یہ جو اجسامِ مُردہ تمھارا کلام سُن رہے ہیں یہ تم نے انھیں نہ سُنایا بلکہ خدا نے سُنایا ان اللہ یسمع من یشاء و ما انت بمسمع من فی القبور، یہ اسی کی قدرت سے ہُوا کہ ان خالی بدنوں میں روح نے عود کیا جس کے آتے ہی گئے ہوئے ہوش و حواس بدن کے پھر درست ہوگئے۔ اب یہ روایت بھی ہماری دلیل ہے اور تفہیمی مُلّا کے فہم خوار و ذلیل، والحمد للہ الہادی الٰی سواء السبیل (اور خدا ہی راہِ راست کی ہدایت دینے والا ہے۔ ت) خیر بات دُور پہنچی اور اب صاحبِ تفہیم داخل من فی القبور تو سماعِ قبول سے قطعاً مہجور، لہٰذا اصل سخن کی طرف عنان گردانی کیجئے۔ کلامِ مشائخ دوبارہ اجسام موتٰی ہونے پر شواہد و اسانید میں یہ تین امور بالائی کافی و

---

[1] القرآن ۸/ ۱۷

Marfat.com

صحبت کروں یا تیرا بوسہ لوں، تو یہ قسمیں اس مخاطب مرد و زن کی زندگی پر مقتصر رہیں گی، اور اگر قسم کھائی کہ اگر تجھے نہلاؤں یا اُٹھاؤں یا بٹھاؤں، تو موت و حیات دونوں کو شامل ہوں گی، یہاں تک کہ اگر وہ شخص مرگیا اور اس نے اُسے غسلِ میّت دیا اُس کا جنازہ اُٹھایا، اُسے ہاتھ لگایا، کفن پہنایا تو حانث ہوگا۔ کافی میں عبارت منقولہ ماتقدم مسائل کے چند سطر بعد ہے:

بخلاف ان غسلتك او حملتك او مسستك او البستك فانها لا تتقید بالحیاۃ لان الغسل یراد به التنظیف و تطهیر و ذا یتحقق فی المیت الا تری انه یجب غسل المیت تطهیرا له فکیف ینافیه و لوصلی علی المیت قبل الغسل لم یجز ولو کان غسیلا جاز والحمل یتحقق بعد الموت قال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم من حمل میتا فلیتوضا والمس للتعظیم و للشفقة فیتحقق بعد الموت و الالباس للتعظیمة و المیت محل لها[۱]

اس کے برخلاف اگر کہا: اگر میں نے تجھے نہلایا، یا اٹھایا، یا مس کیا، یا پہنایا، تو یہ قسمیں حالتِ حیات سے مقیّد نہ رہیں گی۔ اس لیے کہ نہلانے سے پاک صاف کرنا مقصود ہوتا ہے اور وہ میّت کے حق میں بھی ثابت ہے۔ دیکھو کہ میّت کو پاک کرنے کے لیے اُسے غسل دینا واجب ہے تو وہ قسم اس کے منافی کیسے ہوگی؟ — اور اگر غسل سے پہلے میّت کا جنازہ پڑھ لیا تو جائز نہیں اور بعد غسل جائز ہے۔ اور جس نے ایسے مُردے کو لیے ہُوئے نماز پڑھی جسے غُسل نہ دیا گیا تھا تو جائز نہیں، اور اگر غسل دیا ہوا تھا تو جائز ہے، اور اٹھانا بعد موت بھی متحقق ہے۔ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جس نے کسی میت کو اُٹھایا تو چاہیئے کہ وضو کرے۔" مس کرنا تعظیم یا شفقت کے لیے ہوتا ہے تو وہ بعد موت بھی متحقق ہوگا۔ پہنانا تعظیم کے لیے ہوتا ہے اور میّت اس کا محل ہے۔ (ت)

دیکھئے وہی کان ہے وہی خطاب ہے، اور اگر اس سے بدن مراد نہ ہوتا تو ان حلفوں میں واجب تھا کہ کبھی حانث نہ ہو کہ مسائل قسم ثانی مطلقاً وہی ہوں گے جنھیں محض بدن سے تعلق ہے، جب بدن مقصود نہیں تو اُسے نہلانا، اٹھانا، چُھونا، پہنانا کیوں موجبِ حنث ہونے لگا، اور ایک اسی قَسم پر کیا ہے قسمِ اول میں ضربؔ جماع و بوسہ کیا غیر بدن سے متعلق ہیں، نسق واحد کے ذکر کیے ہُوئے تمام مسائل میں بدن مراد لینا اور صرف ایک کو اس سے الگ کردینا کس قدر دُور از کار ہے کاف خطاب سے جو ان سب میں مراد ہے وہی کلمتک میں، تو لاجرم یقیناً قطعاً یہ سب خطاب محاورہ عرف حلف سب متعلق بدن ہی ہیں اور فارق وہی جلیل و جمیل جو

---

[۱] کافی شرح وافی

Marfat.com

اسی فتح القدیر میں ہے :

لایتحقق فی المیت لانہ لایحس[1]

میّت کے حق میں متحقق نہیں، اس لیے کہ وہ احساس نہیں رکھتا۔ (ت)

اسی مائۃ مسائل میں عینی شرح کنز سے ہے :

الضرب ایقاع الالم و بعد الموت لایتصور[2]

ضرب کا معنی تکلیف پہنچانا اور بعد موت یہ متصوّر نہیں۔ (ت)

تو قطعاً ثابت وُہ بدن ہی میں کلام کر رہے ہیں کہ وہی ایسا میّت ہے جسے نہ حس رہتا ہے نہ ادراک، بخلافِ روح کہ اس کے ادراکات قطعاً باقی ہیں، خود یہی امام نسفی عمدۃ الکلام میں فرما چکے : الروح لایتغیر بالموت[3] (رُوح موت سے متغیّر نہیں ہوتی۔ت)

دلیل ۷ : پھر جب اس تقریر پر شبہ وارد ہُوا کہ جب حس نہیں ادراک نہیں، تألم نہیں، تو عذابِ قبر کیسا! تو ان سب حضرات نے یہی جواب دیا کہ معاذ اللہ جس پر عذابِ قبر ہوتا ہے اُسے قبر میں یک گونہ حیات دی جاتی ہے جس سے الم پہنچنے کے قابل ہوجاتا ہے، اسی مائۃ مسائل میں عینی سے بعد عبارتِ مذکورہ ہے :

ومن یعذب فی القبر یوضع فیہ الحیاۃ علی الصحیح[4]

جسے قبر میں عذاب دیا جاتا ہے صحیح قول یہ ہے کہ اس میں زندگی پیدا کردی جاتی ہے۔ (ت)

اُسی میں کافی سے ہے[عہ] :

عند العامۃ یوضع فیہ الحیاۃ بقدر ما یتألم

جمہور کے نزدیک اس میں اس قدر زندگی رکھ دی جاتی ہے

عہ **لطیفہ** : مائۃ مسائل میں یہ کافی کی عبارت اسی طرح نقل کی جس سے وہم ہو کہ جمہور علماء کے نزدیک قبر میں بدن کی طرف عودِ حیات صرف ایک خفیف طور پر ہوتا ہے، حیاتِ کاملہ ملنا قولِ بعض و مرجوح ہے کہ اِسے عامہ کی

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] فتح القدیر باب الیمین فی الضرب والقتل وغیرذلک مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۴۶۰

[2] مائۃ مسائل مسئلہ ۲۶ مکتبہ توحید و سنۃ قصہ خوانی پشاور ص ۵۶

[3] عمدۃ الکلام لامام نسفی

[4] مائۃ مسائل مسئلہ ۲۶ مکتبہ توحید و سنۃ قصہ خوانی پشاور ص ۵۲

Marfat.com

اتنا ہے کہ فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مواجہے میں آجائے اُس وقت اُن سے یُوں گزارش کرے۔ اگر معاذاللہ یہ سلام وکلام محض از قبیل "اے بادصبا ایں ہمہ آوردہ تست" (اے بادصبا! یہ سب کچھ تُو نے اڑایا ہے۔ت) تھا تو ہٹ ہٹ کر مواجھوں میں آنے کی کیا حاجت تھی! ہٹ دھرم بے انصاف انصاف کی تو کہتے نہیں، مگر ذی عقل منصف تو قطعاً ان تعلیمات سے یہی سمجھتا ہے کہ یہ سلام وکلام ضرور حقیقی ہے اور مواجہے سے مقصود پیشِ نظر آنا، اسی فتح القدیر میں ہے:

ثم یتاخر عن یمینہ قدر ذراع فیسلم علی ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فان راسہ حیال منکب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیقول السلام علیک یا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وثانیہ فی الغار ابا بکر الصدیق جزاک اللہ عن امۃ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیرا ثم یتاخر کذلک قدر ذراع فیسلم علی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لان راسہ من الصدیق کراس الصدیق من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیقول السلام علیک یا امیر المؤمنین عمر الفاروق والذی اعز اللہ بہ الاسلام جزاک اللہ من امۃ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیرا[1]۔

پھر اپنے داہنے ہاتھ بھر ہٹ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سلام عرض کرے اس لیے کہ ان کا سر مبارک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دوشِ انور کے مقابل ہے، تو عرض کرے آپ پر سلام اے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلیفہ اور غار میں ان کے ثانی ابوبکر صدیق! خدا آپ کو اُمتِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے جزائے خیر دے۔ پھر اسی طرح ہاتھ بھر ہٹ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سلام عرض کرے اس لیے کہ ان کا سر مبارک حضرت صدیق سے اسی طرح ہے جیسے حضرت صدیق کا سر مبارک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے، تو عرض کرے آپ پر سلام ہو اے امیر المومنین عمر فاروق، وُہ جس سے اللہ نے اسلام کو عزّت وقوت دی، اللہ آپ کو امتِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے نیک جزا عطا فرمائے۔ (ت)

شاہد ۵: چلئے کہاں کو، انھیں امام ابن الہمام کا وُہ ارشاد ہدایت بنیاد جگر شگاف توہب والحاد سُنیے کہ سارے انکاری مذہب پر مُردنی چھا جائے، اموات کو پتھر سمجھنے پر حجارۃ من سجّیل کا پتھراؤ آئے۔ اسی فتح القدیر کے آخر کتاب الحج میں فرماتے ہیں:

یاتی القبر الشریف ویستقبل جدارہ

یعنی مزارِ انور حضور سیدِ اطہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

---

[1] فتح القدیر کتاب الحج مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۹۵

جعلت الحیاۃ فی تلک الاجزاء التی لایاخذ ھا البصر وان اللہ علی ذلک لقدیر[1] الخ وقد تقدم تاما فی المقدمۃ الثالثۃ۔

باہم امتیاز نہ رہا بلکہ مٹی سے خلط ملط ہو گئے پھر اُسے عذاب دیا گیا توان ہی اجزاء میں زندگی رکھ دی جاتی ہے جو نظر نہیں آتے۔ اور بلاشُبہ اللہ تعالٰی اس پر ضرور قادر ہے الخ یہ عبارت مقدمۂ سوم میں مکمل گزرہی (ت)

اب ذرا آنکھ کھول کر دیکھئے وُہ کسے میّت کہہ رہے تھے، کس کی طرف اعادۂ حیات بقدر احساس الم مانا، کس کے اجزاء منفرق ہوگئے، کس کے اجزاء اتنے باریک ہُوئے کہ نظر کام نہیں کرتی، ہاں وُہ کیا ہے جس کے اجزاء مٹی میں مل گئے، کیا وُہ روح پاک ہے، حاشا یہی بدن تودۂ خاک ہے، توآفتاب کی طرح روشن ہوگیا کہ اسی مردۂ حقیقی میں علماء کا کلام ہے، اسی کی نسبت انکارِ سماع وافہام ہے و للہ الحجۃ السامیۃ (اور اللہ ہی کے لیے بلند حجت ہے۔ ت)

دلیل ۸ : انھیں کتب میں کریمہ وما انت بمسمع من فی القبور سے استدلال کیا اور بر ظاہر کہ من فی القبر نہیں مگر بدن۔ خود صاحب تفہیم المسائل نے اسی بحث میں براہِ بدقسمتی خود انھیں امام عینی شارح کنز کی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری سے نقل کیا:

فان قلت بعد فراغ الملکین من السوال مایکون المیت قلت ان کان سعیدا کان روحہ فی الجنۃ وان کان شقیا ففی سجین علٰی صخرۃ فی الارض السابعۃ[2]

یعنی بعد سوال نکیرین سعید کی روح جنّت میں رہتی ہے اور شقی کی سجّین میں ساتویں زمین کی ایک چٹان پر۔

توقبر میں نہیں مگر بدن، اسی سے آیتِ نفی اسماع فرماتی ہے، اور اسی سے یہ علماء نفیِ سماع۔

دلیل ۹ : نیز یہ سب علماء قولِ اُمّ المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے دلیل لائے، اور ان شاء اللہ القریب المجیب عنقریب روشن ہوتا ہے کہ ام المومنین صرف سماعِ جسمانی کی منکر ہیں اور ادراکِ روحانی کی مثبت ومقر۔

دلیل ۱۰ : انھیں کتب میں اسی مبحث میں مسائل دو۲ قسم کے ذکر فرمائے: ایک متقید بحیات، دُوسرے شاملِ حیات وممات۔ فرماتے ہیں اگر قسم کھائی کہ اگر تجھے ماروں یا تجھ سے بولوں، یا عورت سے کہا اگر تجھ سے

---

[1] فتح القدیر باب الیمین فی الضرب والقتل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۴۶۰
[2] عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری باب المیت یسمع خفق النعال ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۸/ ۱۴۷

Marfat.com

بتا رہے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون، پھر امام ممدوح یہ صرف اپنا ارشاد نہیں فرماتے بلکہ ہمارے علمائے کرام سے نقل فرما رہے ہیں، خدا کی شان یہی وہ مشائخ حنفیہ ہیں کہ سماع روح کا انکار جن کے سر باندھے، اللہ تعالٰے توفیقِ انصاف بخشے، آمین!

شاہد ۶ : یہی امام عینی شارح کنز عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب الاذان بعد ذہاب الوقت میں فرماتے ہیں:

الروح جوھر لطیف نورانی مدرك للجزئیات والکلیات غنی عن الاغتذاء بریٔ عن التحلل والنماء ولھذا یبقی بعد فناء البدن اذ لیست لہ حاجۃ الی البدن ومثل ھذا الجوھر لایکون من عالم العنصر بل من عالم الملکوت فمن شانہ ان لایضرہ خلل البدن وتلتذ بمایلائمہ ویتألم بماینافیہ والدلیل علٰی ذٰلك قولہ تعالٰی ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم الاٰیۃ وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا وضع المیت علٰی نعشہ یرفرف روحہ فوق نعشہ ویقول یا اھلی ویا ولدی۔[1]

رُوح ایک جوہر لطیف نورانی ہے کہ علم سمع وبصر وغیرہا تمام ادراکات رکھتی ہے، کھانے پینے سے بے نیاز، گھٹنے بڑھنے سے بری ہے، اسی لیے فنائے بدن کے بعد باقی رہتی ہے کہ اُسے بدن کی طرف اصلاً احتیاج نہیں، ایسا جوہر عالمِ آب وگِل سے نہیں ہوتا بلکہ عالمِ ملکوت سے، تو اس کی شان یہ ہے کہ بدن کا خلل پذیر ہونا اُسے کچھ نقصان نہ پہنچائے، جو بات موافق ہو اُس سے لذّت پائے، جو مخالف ہو اس سے درد پہنچے۔ اور اس پر دلیل اللہ عزّ وجل کا ارشاد ہے کہ جو راہِ خدا میں مارے گئے ہرگز انھیں مُردہ نہ جانیو بلکہ وُہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس (الآیۃ) اور نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی حدیث کہ جب مُردہ نعش پر رکھا جاتا ہے اس کی رُوح بالائے نعش پرافشاں رہتی ہے اور کہتی ہے کہ اے میرے گھر والو، اے میرے بچو!

لِلّٰہ انصاف! اگر رُوح بعدِ موت معطل اور اس کا فہم وادراک مختل ہو تو یہ کیونکر صحیح ہوتا کہ اسے بدن کی حاجت نہیں، خللِ بدن سے کچھ مضرت نہیں، بھلا رُوح تو بیکار رو جما دہوئی یہ رب کے پاس زندہ کون ہے؟ یہ نعش پر جلوہ فگن و نوازن کون ہے؟

شاہد ۷ : یہی امام محمود اسی عمدہ میں اس حدیث کے نیچے کہ میّت کو اپنے اہل کے رونے سے عذاب

---

[1] عمدۃ القاری شرح البخاری باب الاذان بعد ذہاب الوقت ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۵/۸۸

Marfat.com

بتوفیق اللہ تعالیٰ ہم نے ذکر کیا کہ ضرب میں درد، کلام میں فہم، بوسے میں لذت، جماع میں قضائے شہوت درکار ہے۔ اور یہ امور بدن کے اُن صفات پر مقصور کہ بہ تبعیت روح اسے حاصل ہوتے ہیں لہذا بعد موت جسم خالی انھیں کافی نہیں بخلاف غسل وحمل ومس والباس کہ صرف صفات اصلیہ بدن کے طالب ہیں توان میں حیات وموت یکساں۔

دلیل ۱۱: ان ائمۂ کرام وعلمائے اعلام کا یہ کلام ارواحِ موتٰی پرحمل کرنا صراحۃً باطل وتوجیہ القول بمالا یرضی بہ القائل ہے اُن کے کلمات عالیات بہزار زبان اس سے تحاشی فرمارہے ہیں شواہد سُنئے:

شاہد ۱: امام اجل ابوالبرکات نسفی قدس سرہ کا ارشاد اسی کافی شرح وافی سے ابھی گزرا کہ روحیں نہیں مرتیں۔

شاہد ۲: خود عقائد کی کتاب میں ارشاد فرمایا کہ رُوح میں مرگ سے کچھ تغیر نہیں آتا، کیا وہ اسی رُوح کو کہیں گے کہ مرگئی، فہم وادراک کے قابل نہ رہی، یہ کچھ ہُوا اور تغیر نہ آیا، وائے جہالت!

شاہد ۳: یہی امام ابن الہمام اور ایک یہی کیا تمام علمائے اعلام زیارتِ قبور میں اموات پر سلام اور اُن سے خطاب وکلام تسلیم فرماتے اور اسے سُنّت بتاتے ہیں، فتح القدیر میں ہے:

یکرہ النوم عند القبر وقضاء الحاجۃ بل اولٰی وکل مالم یعهد من السنۃ والمعهود منها لیس الا زیارتها والدعاء عندها قائما کما کان یفعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الخروج الی البقیع ویقول السلام علیکم دار قوم مومنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون اسئل اللہ لی ولکم العافیۃ۔[1]

قبر کے پاس سونا مکروہ ہے اور قضائے حاجت بھی بلکہ بدرجۂ اولٰی یہ مکروہ ہے۔ اور ہر وہ کام جو سنت سے معہود نہ ہو۔ اور سنت سے معہود یہی زیارت اور وہاں کھڑے ہو کر دعا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بقیع تشریف ارزانی میں کیا کرتے تھے اور کہتے تم پر سلام ہو اے اہلِ ایمان لوگو! اور ہم بلاشبہہ تم سے ملنے والے ہیں اگر اللہ نے چاہا۔ میں اپنے لیے اور تمہارے لیے عافیت مانگتا ہوں۔ (ت)

فصل یازدہم میں گزرا کہ یہ سلام وکلام ضرور دلیلِ سماع وافہام ہیں، مگر یہ اکابر اعلام معاذ اللہ اتنی تمیز نہ رکھتے تھے کہ اینٹوں پتھروں سے سلام وکلام کیا معنی؟

شاہد ۴: یُوں ہی جس نے زیارتِ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما ذکر کی بالاتفاق اُن سے علاوہ سلام کلام بھی تعلیم کیا اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ مواجہۂ اقدس حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اتنا ہٹے کہ صدیق (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کے مواجہے میں آجائے اُس وقت اُن سے یوں عرض کرے، پھر ان کے مواجہہ سے

---

[1] فتح القدیر، فصل فی الدفن، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۰۲

Marfat.com

لتبکی فتستعین لہ صویحبة فیا عباد اللہ لا تعذبوا موتاکم[1]

علیہ وسلم کی جان پاک ہے کہ تمہارے رونے پر تمہارا مُردہ رونے لگتا ہے، تو اے خدا کے بندو! اپنی اموات کو عذاب نہ کرو۔

شاہد ۸ : علامہ شرنبلالی نے غنیہ ذوی الاحکام میں قولِ درر:

الایلام لایتحقق فی المیت وکذا الکلام لان المقصود بھذا الافھام والموت ینافیہ[2]۔

الم رسانی میت کے اندر متحقق نہیں، اسی طرح گفتگو بھی، کیونکہ اس کا مقصود افہام اور سمجھانا ہوتا ہے، موت اس کے منافی ہے۔ (ت)

پر تقریر کی اور خود فرمایا:

الاصل فیہ ان کل فعل یلذ و یولم و یغم و یسر یقع علی الحیات دون الممات[3]۔

اس بارے میں اصل یہ ہے کہ ہر وُہ فعل جس سے لذت و الم اور غم و سرور ہو وہ حیات ہی پر واقع ہوگا موت پر نہیں۔ (ت)

اور قول ۳۲ میں ان کا ارشاد بحوالہ حضرت استاذ سُن چکے کہ مُردوں کو جُوتوں کی پہل سے اذیت ہوتی ہے۔

شاہد ۹ : قول ۱۵ دیکھو کہ گھاس اور پیڑ کی تسبیح سے مُردہ کا جی بہلتا ہے۔

تنبیہ : فتاوٰی قاضی خاں و امداد الفتاح و مراقی الفلاح علامہ شرنبلالی وغیرہا میں مقبروں سے درخت و گیاہ سبز کاٹنے کی کراہت پر دلیل مذکور قائم فرمائی اور جس غافل غیر ماؤف الدماغ کے سامنے ان الفاظ کو بیان کیجئے کہ فلاں کی تسبیح سے فلاں کا جی بہلا، اُس کا ذہن قطعاً اس طرف جائے گا کہ اس نے اُس کی تسبیح سنی اور اس سے انس ملا، بداہت عقل شاہد ہے کہ کسی شے سے انس پانے کو اس پر اطلاع ضرور، اور تسبیح جنس کلام سے ہے جس پر اطلاع بطورِ سماع تو یہ کلامِ علماء صراحۃً سماعِ موتٰی کی دلیل صاف ہے بلکہ اس درجہ قوت قویۂ سمع کی جو عامۂ احیاء کو حاصل نہیں کما نبھنا علیہ سالفا (جیسا کہ پیچھے ہم نے اس پر تنبیہ کی۔ ت) تو صاحب تفہیم المسائل کا خبط کہ اس کلام کو ہرگز مطلب سے آشنائی نہیں۔ پھر کہا:

باید دید کہ ایں عبارت را از سماعت موتٰی چہ مناسبت[4]؟

دیکھنا چاہئے کہ اس عبارت کو مُردوں کے سُننے سے کیا مناسبت ہے؟ (ت)

---

[1] المعجم الکبیر مروی از قیلہ بنت مخرمہ حدیث ۱ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲۵/ ۱۰

[2] الدرر الحکام لملا خسرو باب حلف الفعل مطبعہ کاملیہ مصر ۲/ ۵۳

[3] غنیہ ذوی الاحکام حاشیۃ علی الدرر الحکام " " ۲/ ۵۳

[4] تفہیم المسائل عدمِ سماعِ موتٰی از کتب حنفیہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۴

Marfat.com

ویستدبر القبلۃ" وما عن ابی اللیث انہ یقف مستقبل القبلۃ مردود بما روی ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی مسندہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال من السنۃ ان تاتی قبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من قبل القبلۃ و تجعل ظہرک الی القبلۃ وتستقبل القبر بوجہک ثم تقول السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" الا ان یحمل علی نوع ما من الاستقبال وذلک انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی القبر الشریف المکرم علی شقہ الایمن مستقبل القبلۃ، وقالوا فی زیارۃ القبور مطلقا الاولٰی ان یاتی الزائر من قبل رجل المتوفی لا من قبل راسہ فانہ اتعب لبصر المیت بخلاف الاول لانہ یکون مقابلا بصرہ لان بصرہ ناظر الٰی جہۃ قدمیہ اذا کان علٰی جنبہ فعلی ھذا تکون القبلۃ عن یسار الواقف من جہۃ قدمیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بخلاف ما اذا کان من جہۃ وجہہ الکریم فاذا اکثر الاستقبال الیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا کل الاستقبال یکون استدبار القبلۃ اکثر من اخذہ الی جہتہا فیصدق الاستدبار ونوع من الاستقبال[1] الخ۔

زیارت کو حاضر ہو روضۂ اقدس کی طرف منہ اور قبلے کو پیٹھ کرے، اور وہ جو فقیہ ابواللیث سے نقل کیا گیا کہ قبلہ رُو کھڑا ہو مردود ہے اُس حدیث سے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ سنّت یوں ہے کہ مزار اقدس کے حضور قبلہ کی طرف سے آئے قبلے کو پُشت اور قبرِ انور کی طرف منہ کرے۔ پھر عرض رسا ہو سلام حضور پر اے نبی! اور اللہ کی رحمت اور اُس کی برکتیں۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ایک گونہ قبلے کی طرف ہونا مراد لیں اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قبرِ منور میں دہنی کروٹ پر قبلہ رُو تشریف فرما ہیں، اور علمائے کرام نے عام قبروں کی زیارت میں حکم دیا ہے کہ زائر کو چاہیے میّت کی پائنتی کی طرف سے آئے نہ کہ سرہانے کی جانب سے کہ اس میں مُردے کی نگاہ کو تکلیف ہوتی ہے بخلاف پہلی صورت کے کہ یُوں آنے والا میّت کی نگاہ کے سامنے ہوگا اس لیے کہ میّت جب کروٹ سے ہو تو اس کی نظر اپنے پاؤں کی طرف ہے، تو اس تقدیر پر جب یہ حضورِ انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاؤں کی طرف سے حاضر ہوگا قبلہ اس کے بائیں ہاتھ کو ہوگا، زیادہ رُخ جانبِ قبر ہوگا اور ایک گوشہ جانبِ قبلہ ہوگا تو پشت بقبلہ بھی ہُوا اور ایک گونہ قبلہ کی طرف جھکا ہونا بھی صادق آیا الخ۔

اللہ اکبر وللہ الحمد ایمان سے کہنا یہی وہ علماء ہیں جو میت کو پتھر، بے حس، بے ادراک

[1] فتح القدیر کتاب الحج مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۹۵

Marfat.com

علیه وسلم مامن احد یمر بقبر اخیه المومن کان یعرفه فی الدنیا فیسلم علیه الاعرفه ورد علیه السلام[1]

فرمایا: جو شخص بھی اپنے کسی ایسے مومن بھائی کی قبر سے گزرتا ہے جو اُسے دنیا میں پہچانتا تھا اور اسے سلام کرتا ہے تو صاحبِ قبر اسے پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے

شاہد ۲۵: انھیں کا قول ۸۲ دیکھو کہ اموات زائروں کا سلام سنتے، جواب دیتے، اُن سے اُنس پاتے ہیں۔ پھر فرمایا: اس میں نہ شہیدوں کی خصوصیت، نہ کسی وقت کی قید۔ خدارا انصاف! یہ علماء سماعِ رُوح کے منکر ہونگے، حاشَ للہ حاشَ للہ، ولکن الوھابیۃ قوم یعتدون (مگر وہابیہ ایسے لوگ ہیں جو حد سے تجاوز کرتے ہیں۔ ت) پچیس شاہد ہیں اور پچیس سو ممکن مگر علماء اپنا لکھا خود نہ سمجھتے تھے لاجرم قطعاً یقیناً وہ ارواحِ موتٰی کے لیے سمع و بصر و علم و فہم مانتے اور بدنِ مردہ کو جب تک مردہ رہے ان صفات سے معزول جانتے ہیں۔ یہی بعینہٖ ہمارا مذہب اور یہی عباراتِ علماء کا مطلب والحمد للہ رب العالمین۔

دلیل ۱۲: اگر یہ کلامِ مشائخِ کرام رُوح پر محمول ہو تو وہ اعتراضاتِ قاہرہ وارد ہوں جن سے رہائی ناممکن الحصول ہو۔ مثلاً:

اوّلاً حدیث ۴۰ سے ۵۱ تک انھیں بارہ[12] احادیثِ عظیمہ صحیحہ خفق نعال وقلیب بدر سے ایراد جلیل اور ادعائے تخصیص وقتِ سوالِ قبر یا خصوصیت کفار مقتولینِ بدر باطل و بے دلیل کما سمعت (جیسا کہ سن چکے۔ ت) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:

یردہ ان الاختصاص لایصح الابدلیل وھو مفقود ھھنا بل السوال والجواب ینافیانه[2]

اس کی تردید اس سے ہوتی ہے کہ خصوصیت بغیر کسی دلیل کے صحیح نہیں اور دلیل یہاں مفقود ہے بلکہ سوال و جواب تو اس کے منافی ہیں (ت)

ثانیاً یہاں خصوصیت سہی اور جو احادیثِ کثیرہ عموماً و مطلقاً اموات کے علم و سمع و بصر و ادراک و معرفت میں وارد ہیں اُن سے کیا جواب ہوگا۔ مرقاۃ میں ہے:

مع ان ماورد من السلام علی الموتٰی یرد علی التخصیص باول احوال الدفن[3]

باوجودیکہ مُردوں پر سلام کے بارے میں جو احادیث وارد ہیں وہ اول وقتِ دفن سے تخصیص کی تردید کرتی ہیں (ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی زیارۃ القبور نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۳۴۱

[2] و [3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب حکم الاسراء مکتبہ امدادیہ ملتان ۸/۴۶

Marfat.com

ہوتا ہے ۔ امام اجل ابوزکریا نووی سے نقل فرماتے ہیں ؛

حکی عن طائفۃ ان معناہ انہ یعذب بسماع بکاء اھلہ علیہ ویرق لھم وقال والی ھذا ذھب محمد بن جریر الطبری وغیرہ قال القاضی عیاض وھو اولی الاقوال واحتجوا بحدیث فیہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم زجر امرأۃ من البکاء علی ابنھا وقال ان احدکم اذا بکی استعبرلہ صویحبہ فیا عباد اللہ لا تعذبوا اخوانکم[1]

یعنی امام ممدوح نے ایک جماعت علماء سے نقل فرمایا کہ معنی حدیث یہ ہیں کہ لوگ مُردے پر جو روتے ہیں مُردے کو اُن کا رونا سُن کر صدمہ ہوتا ہے اور اُن کے لیے اُس کا دل کڑھتا ہے ۔ امام محمد نے فرمایا محمد بن جریر طبری وغیرہا اسی طرف گئے ، امام قاضی عیاض نے فرمایا یہ سب قولوں سے بہتر ہے، اور اس پر ایک حدیث سے دلیل لائے کہ ایک بی بی اپنے بیٹے پر رو رہی تھیں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں منع کیا اور فرمایا "جب تم میں کوئی روتا ہے تو اس کے رونے پر مُردے کے بھی آنسو نکل آتے ہیں تو اے خدا کے بندو! اپنے بھائیوں کو تکلیف نہ دو"۔

یہ تو ان ائمہ سے نقل تھی اور اس سے پہلے خود امام عینی فرما چکے ہیں :

اما تصور البکاء من المیت فقد ورد فی حدیث ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ان احدکم اذا بکی استعبرلہ صویحبہ والمراد والمراد بصویحبہ المیت[2]

یعنی میّت کا رونا متصوّر ہے کہ ایک حدیث میں آیا ہے: نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا : جب تم میں کوئی روتا ہے تو اس کا ساتھی وہ مُردہ بھی رونے لگتا ہے ۔ (صویحب سے مراد میّت ہے)

للہ انصاف ! یہی علماء ہیں جو ارواحِ موتٰی کے سماع و فہم سے انکار رکھتے ہیں ۔

فائدہ : یہ بی بی حضرت قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ تعالٰے عنہا ہیں، اور یہ حدیث ابوبکر بن ابی شیبہ و طبرانی نے اُن سے روایت کی وُہ خدمتِ اقدس حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰےعلیہ وسلم میں حاضر تھیں اپنے ایک بیٹے کو یاد کرکے روئیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰےعلیہ وسلم نے فرمایا : یہ کیا طریقہ ہے کہ دنیا میں زندگی تک تو اپنے ساتھی سے اچھا سلوک اور مرے پیچھے ایذا دو ،

فوالذی نفس محمد بیدہ ان احدکم

قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ تعالٰے

---

[1] عمدۃ القاری شرح البخاری — ما یرخص من البکاء فی غیر نوح — ادارۃ المنیریۃ بیروت — ۸/ ۷۹

[2] " " " " " " " " " — ۸/ ۷۸

فرماتے ہیں :

وفی حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عند الطبرانی من قول حماد و ابی عمر الضریر مایصرح بذلک[1]

طبرانی کے یہاں بالفاظِ حماد و ابوعمر ضریر جو حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے اُس میں اس کی تصریح ہے۔ (ت)

اور اگر سوال مانئے بھی تو اُس کا وقت ابتدائے وضع و دفن ہے یہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُن ناپاک لاشوں سے وہ گندہ کنواں پٹ جانے کے تین دن بعد وہاں تشریف لے جاکر مخاطب ہوئے تھے، صحیح مسلم کی روایت حدیث ۸۴ میں گزری، اور صحیح بخاری شریف میں ہے :

عن ابی طلحۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امر یوم بدر باربعۃ وعشرین رجلا من صنادید قریش فقذفوا فی طوی من اطواء بدر خبیث مخبث وکان اذا ظھر علی قوم اقام بالعرصۃ ثلث لیال فلما کان ببدر الیوم الثالث امر براحلتہ فشد علیھا رحلھا ثم مشی وتبعہ اصحابہ وقالوا ما نری ینطلق الا لبعض حاجتہ حتی قام علی شفۃ الرکی فجعل ینادیھم باسمائھم واسماء اٰبائھم یافلان بن فلان ویا فلان بن فلان الیسرکم انکم اطعتم اللہ ورسولہ فانا قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا فھل وجدتم ما وعد ربکم حقا قال فقال عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ یارسول اللہ ماتکلم من اجساد لا ارواح لھا فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے روزِ بدر قریش کے چوبیس سربرآوردہ اشخاص کو بدر کے کنوؤں میں سے ایک گندے پلید کنویں میں پھنکوا دیا، حضور کا طریقہ یہ تھا کہ جب کسی قوم پر فتحیاب ہوتے تو میدان میں تین دن قیام فرماتے، جب بدر کا تیسرا دن تھا تو سواری مبارک پر کجاوہ کسوایا، پھر چلے، صحابہ نے ہمرکابی کی، اور کہا ہمارا یہی خیال ہے کہ اپنے کسی کام سے تشریف لے جارہے ہیں، یہاں تک کہ کنویں کے سرے پر ٹھہر کر اُن کا اور اُن کے آباء کا نام لے لے کر اے فلاں بن فلاں اور اے فلاں بن فلاں کہہ کر پکارنے لگے، فرمایا کیا اس سے تمھیں خوشی ہوتی کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم تم نے مانا ہوتا، ہم نے تو حق پایا وہ جس کا ہمارے رب نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا، کیا تم نے اس کو ثابت پایا جو تمھارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا" حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ ان جسموں سے

---

[1] شرح الصدور فصل فیہ فوائد خلافت اکیڈمی سوات ص ۵۹

Marfat.com

محض نافہمی وجہالت ہے، ہاں بحمداللہ تعالٰی اس تذییل جلیل نے شمس وامس کی طرح روشن کردیا کہ اُس کے مقتدار صاحبِ مائۃ مسائل کا اُن عبارات خمس سے استدلال کرنا اور اُس کی تائید میں اس وہابی جدید کا اُسی طرح کی اور عبارات نقل کرکے اوراق بھرنا سب مطلب سے ناآشنا اور مورد نزاع سے محض بیگانہ تھا وللہ الحمد۔

شاہد ۱۰ تا ۱۲: یونہی سیّد علامہ ابوالسعود ازہری صاحبِ فتح اللہ المعین وسیّد علامہ طحطاوی و سید علامہ شامی محشیانِ دُرنے در بارۂ یمین وہی تقریرات ذکر کیں اور سب حضرات نے تسبیح گیاہ سے میّت کو انس ملنا ذکر فرمایا۔ کما تقدّم (جیساکہ گزرچکا۔ ت)

شاہد ۱۳ و ۱۴: سیّدین اخیرین نے تصریح فرمائی کہ انسان جو قبر کے پاس ذکرِ الٰہی کرے اُس سے میّت کا جی بہلتا ہے، دیکھو قول ۴۷ و ۴۹۔

شاہد ۱۵ و ۱۶: یونہی دونوں حضرات نے فرمایا کہ مقابر میں پیشاب کرنے سے زندوں کی طرح مُردے کو بھی ایذا ہوتی ہے۔ دیکھو قول ۳۸ و ۳۹۔

شاہد ۱۷: علامہ طحطاوی نے تقریر فرمائی کہ اموات کو جُوتوں کی پہچل سے اذیت ہوتی ہے۔ دیکھو قول ۳۴۔

شاہد ۱۸ تا ۲۰: علامہ حلبی محشّی دُر بھی اس تقریر یمین میں شریک ہیں اور احراق حیوانات بعد ذبح پر وہ شبہہ فرمایا کہ میّت کو ایذائے خارج سے درد پہنچنا ثابت ہے۔ سیّدین اخیرین نے جواب دیا کہ یہ بنی آدم میں ہے، دیکھو تذییل زیرِ قول ۴۰۔

شاہد ۲۱: قول ۲۷ میں علامہ شامی کا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے وہ نقل فرمانا دیکھو کہ قبرِ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حضور نماز میں بسم اللہ شریف آواز سے نہ پڑھی۔

شاہد ۲۲: قول ۶۴ میّت کے سرہانے سے نہ آئے کہ اس کی نگاہ کو تکلیف ہوگی پائنتی سے آئے کہ میّت کے پیشِ نظر ہوگا۔

شاہد ۲۳: تکمیل جمیل میں علامہ زیادی و داؤدی واجھوری سے علامہ شامی کا وہ نقل کرنا دیکھو کہ کسی چیز کے ملنے کے لیے بلندی پر جاکر حضرت سیّدی احمد بن علوان کو ندا کرے۔

شاہد ۲۴: علامہ طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں قبور پر سلام ذکر کرکے فرمایا: حدیث صحیح سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شناسا قبر پر گزرتا اور سلام کرتا ہے مُردہ اسے پہچانتا اور جواب دیتا ہے۔

حیث قال واخرج ابن عبد البر فی الاستذکار والتمہید بسند صحیح عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی

ان کی عبارت یہ ہے: ابنِ عبدالبر نے استذکار اور تمہید میں بسندِ صحیح حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

Marfat.com

فهل هذا الا توجیه بما لایرضی به قائله (یہ کیا ہے؟ کلام قائل کی ایسی توجیہ جس سے قائل راضی نہیں۔ ت) محض نافہمی وجہل واضح ہے۔

فاقول (تو میں کہتا ہوں۔ ت) **اولاً** یہاں عرفی وحقیقی متغایر نہیں ہے، اوپر (مقدمہ ۴) واضح ہوچکا کہ یہی ادراک اصوات بآلات جسمانیہ ہی حقیقت لغویہ اور یہی متعارف ہے، اور وُہ معنی جو وقت اضافت سمع بروح مجرد یا بحضرت عزت مراد ہوتے ہیں، محلِ یمین میں اُن کا احتمال ہی کیا تھا کہ اطلاقِ نفی انھیں میں شامل ہو۔

ثانیاً مشائخ کرام نے جن وقائع کی توجیہ فرمائی وہ سماع جسمانی پر دال تھے، ان کی توجیہ کی ضرور حاجت تھی اس سے سماعِ روح کا انکار سمجھ لینا تمھاری خوش فہمی ہے۔

ثالثاً توجیہ عذابِ قبر کی بھی ایک ہی کہی، ذی ہوش کو نافع ومضر میں تمیز تک کی لیاقت نہیں مگر تصحیح المسائل کے مقابل آنا ضروری ؎

ماذا اخاضك یا مغرور فی الخطر
حتی هلکت فلیت النمل لم تطر

(اے فریب خوردہ! کس چیز نے تجھے خطرے میں ڈالا کہ تُو ہلاکت کو پہنچا، کاش! چیونٹی پرواز ہی نہ کرتی۔ ت)

عقلمند یہ بھی دیکھا کہ وُہ توجیہ کیا کی ہے اور اُس سے رُوح میں کلام نکلتا ہے یا صاف بدن میں گفتگو ہونا منجلی ہے، دلیل ہفتم کو گزرے ابھی دیر نہ ہُوئی اسے ملاحظہ کیجئے اور صاحب تفہیم کی فہمِ سقیم کی داد دیجئے۔

رابعاً کاش اس بطورِ خویش جماد شنوندہ نابینا وناشنوندہ یعنی اس تحریر سے پہلے مرجانے والے تفہیم نگار زندہ ۱
کو زمانہ مہلت دیتا کہ ہمارے کلام میں دلیل یازدہم اور اس کے پچیس۲۵ شواہد کو آنکھوں دیکھا کانوں سُنتا اُس وقت کُھلتا کہ توجیه القول بما لایرضی به قائله (کلامِ قائل کی ایسی توجیہ جس سے قائل راضی نہیں۔ ت) کا ارتکاب کس نے کیا، خیر، یہ تو جملہ معترضہ تھا، اب رہا یہ کہ جب ابتدائے دفن میں سماع مسلّم تو اس وقت حنث کیوں نہیں، **اقول** ہاں یوں نہیں کہ یمین (مقدمہ) مقتضی حیات مخاطب ہے اور نفس روح سے متعلق نہ تھی، اگر اس سے تعلق ہوتا تو اس کی حیات ادراکات تو مستمرہ ہیں (مقدمہ) ضرور حنث ہوتا۔

فلان العرض وان کان لایبقی زمانین لکنه مادام مستمرا بتجدد الامثال یعد شیئا واحدًا باطباق اللغة والعرف والشرع۔

کیونکہ عرض اگرچہ دو زمانوں تک باقی نہ رہے لیکن وہ تجدد امثال کی وجہ سے مستمر ہو تو باتفاق لغت وعرف وشرع شئ واحد ہی شمار ہوتا ہے (ت)

بخلاف بدن کہ اُس کی حیات زائل ہوکر اب حیاتِ جدیدہ اس وقت ملی ہے اور وہ حیاتِ اولیٰ کی غیر ہے، تو جس حیاۃ

Marfat.com

ثالثاً بہت اچھا، جب ابتدائے دفن میں تم خود سماع کے قائل، یہاں تک کہ کلام لا یعقل منکم لا یعقل اعنی تفہیم المسائل بھی معترف وقائل، حیث قال در وقتِ سوال وجواب ہمہ قائل سماع اند[1] (اس کے الفاظ یہ ہیں، سوال وجواب کے وقت سبھی سماعت کے قائل ہیں۔ ت) اُس وقت کلام کرنے سے کیوں حنث نہیں ہوتا کہ اب توسمع وفہم سب کچھ حاصل، جس طرح انھیں امام ابن الہمام نے دربارۂ تلقین منکرین پر اعتراض کیا کہ:

الا انه علی هذا ینبغی التلقین بعد الموت لانه یکون حین ارجاع الروح[2] — مگر اس بنیاد پر تو بعد موت تلقین ہونی چاہئے اس لیے کہ وہ اعادۂ روح کے وقت ہوتی ہے (ت)

یہ اعتراضات اس تقدیر باطل یعنی انکارِ سماع ارواح پر اصل سے اس کلام مشائخ کو باطل وازبیخ کندہ کرتے ہیں بخلاف اُس تقدیرِ حق کے کہ صرف سماع جسم سے انکار مراد ہے، اب ان میں اصلاً کچھ وارد نہیں ہوتا۔

فاقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ ت) تقریر کلام مشائخ اعلام یہ ہے کہ مبنائے ایمان عرف پر ہے اور خطاباتِ عرفیہ متعلق بدن مگر کلام بے سمع وفہم نامتصور، لاجرم یہ قسم حالتِ حیات پر مقصور اور جسم خالی معزول ومہجور کہ بعد فراقِ روح بدن مردہ ہے اور اُس کے حواس ومشاعر باطل وافسردہ، عذابِ قبر اگرچہ روح وبدن دونوں پر ہے مگر اُس کے لیے بدن کو ایک نوع حیاتِ تازہ بقدرِ الم دی جاتی ہے مگر موت تو اس قدر احساس وادراک کے منافی ہے پھر اس حیات کا استمرار بھی ضرور نہیں، احادیثِ کثیرہ کہ سمع وبصر وفہم وادراک ومعرفتِ اموات پر ناطق ہے ضرور صادق ہیں اُن میں مراد ارواحِ موتی ہیں کہ ادراک حقیقتاً روح ہی کا کام ہے اور اُسے موت نہیں، نہ موتِ بدن سے اُس میں تغیر آئے، البتہ احادیثِ خفقِ نعال ضرور سمع جسمانی بتاتی ہیں، قطع نظر اس سے کہ لفظِ میت بدن میں حقیقت، اُن میں صراحۃً اذا وضع فی قبرہ (جب وہ قبر میں رکھا جاتا ہے۔ ت) ارشاد ہوا، اور قبر میں رکھا جانا بدن ہی کی شان ہے مگر یہ بھی بوجہ مذکور ہم پر وارد نہیں کہ اس وقت بغرضِ سوال بدن کی طرف اعادۂ حیات ہوتا ہے تو سماع حی کے لیے ثابت ہوا نہ کہ میت کے لیے، اور احادیثِ قلیب اگرچہ حیات معادہ للسوال سے جُدا ہیں کہ اوّل تو کافر مجاہر سے سوال ہونے میں کلام ہے۔ امام ابوعمر ابن عبدالبر نے فرمایا: سوال یا مومن سے ہوگا یا منافق سے کہ بظاہر مسلمان بنتا تھا بخلاف کافر ظاہر کہ اس سے سوال نہیں۔ امام جلیل جلال سیوطی نے فرمایا: ھو الارجح ولا اقول سواہ[3] نقلہ فی ردالمحتار (یہی ارجح ہے اور میں اس کے سوا کا قائل نہیں اھ اسے ردالمحتار میں نقل کیا۔ ت) شرح الصدور میں اس کی تائید کرکے

---

[1] تفہیم المسائل — عدم سماع موتٰی از کتب حنفیہ — مطبع محمدی لاہور — ص ۸۱
[2] فتح القدیر — باب الجنائز — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ۲/ ۶۹
[3] ردالمحتار — صلوٰۃ الجنائز — مصطفی البابی مصر — ۱/ ۶۲۹

Marfat.com

سماع موتیٰ است[1] کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سماعِ موتیٰ سے انکار تمام فقہاء کا مذہب ہے۔ (ت)

کیسا حکم تیر بازگشت پیدا کیا یہ تو اسی عقلمند کے کلام سے واضح ہُوا کہ وُہ میّت جس کے لیے فقہاء سماع نہیں مانتے بدن ہی ہے، ذرا ہوش میں آکر بتانا کہ عودِ رُوح کس میں ہوتا ہے؟ پھر یہ پُوچھئے کہ اے ذی ہوش! وُہ روح جس کے ادنیٰ عود سے یہ مشتِ خاک اتنے حجابوں حائلوں میں بالاتفاق سمیع ہوجاتا ہے وُہ خود کہ حجاب وحائل سے منزّہ اور ہمیشہ زندہ ہے، کیوں نہ بالاتفاق دائماً شنوا وبینا ہوگی! اب یاد کیجئے کہ امام ابن الحاج کا ارشاد مذکور قول ۵ و ۶ کہ اولیائے احیاء نورِ خدا سے دیکھتے ہیں، اور نورِ خدا کو کچھ حاجب نہیں، پھر اموات کا کیا کہنا، اور شاہ عبدالعزیز صاحب کا مقال ۷، کہ رُوح کے آگے مکان دور و نزدیک یکساں ہے جس طرح نظر کنویں میں آسمان بریں کے ستارے دیکھتی ہے وغیر ذٰلک اقوالِ کثیرہ مذکورہ۔ دیکھ ظالم! حجتِ الٰہی یُوں قائم ہوتی ہے۔ ہاں یہ باقی رہا کہ ادراکِ روح کے لیے جسم شرط مانئے۔ یہ اوپر واضح ہوچکا کہ اس کے کون قائل ہیں، معتزلہ وغیرہم لیام۔ آگے تم جانو اور تمہارا کام۔ یہی بحمد اللہ تقریر وتفسیر وتنویر اُس کلام حضرات مشائخ کی، جسے مخالف اپنا کمال موافق جان کر اہلِ حق سے اُلجھتے اور موافق بگمان تخالف مشکل ومعضل سمجھتے، اہلِ بدعت اپنی سپر وپناہ ٹھہرا کر آسمان ناز پر اپنی ٹوپیاں اُچھالتے، اور اصحابِ سنّت بظاہر مخالف عقیدہ صادقہ پاکر سلاح معارضہ ومناقضہ سنبھالتے، اب بعونِ عزیز مقتدر عزّ جلالہ روشن ہوگیا کہ امر بالکل بالعکس ہے۔ وہ کلام ہدایت نظام سراپا عقیدہ اہلِ سنت کے مطابق اور مذہبِ مخالف کا رد ونکس ہے۔ بحمد اللہ تعالٰی اب مخالف دیکھے کہ اس کے شوشے قعرِ عدم کے کس گوشے میں گئے، موافق نہ صرف موافق، ہر ذی عقل منصف دیکھے کہ بفضلہٖ تعالٰی اس تقریرِ منیر سے کیا کیا فائدے حاصل ہُوئے:

فائدہ ۱: کلامِ مشائخ بحمد اللہ تعالٰی ہرگز عقیدۂ اہلسنت کے مخالف نہیں۔

فائدہ ۲: نہ عیاذاً باللہ کسی حدیثِ مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خلاف۔

فائدہ ۳: نہ تصریحاتِ ائمہ میں اصلاً تعارض۔

فائدہ ۴: نہ خود ان علماء کے کلام میں کہیں بُوئے تناقض۔

فائدہ ۵: نہ وہ اس مسئلۂ یمین میں اپنی ہی اصل مقرر یعنی بناعلی العرف سے جُدا چلے بلکہ اُسی جڑ سے یہ پودے کھلے۔

فائدہ ۶: نہ وہ ہرگز کسی تخصیص بے دلیل کے مرتکب ہُوئے، نہ اُن کی اس دلیل پر زنہار کوئی نقض وارد، نہ تفریع وتاصیل پر کچھ الزام عائد، غرض یہ سب اور دیگر مقامات میں ان کے کلمات اور باقی ائمہ کے نصوص تصریحات اور

---

[1] تفہیم المسائل عدمِ سماعِ موتیٰ از کتبِ حنفیہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۰ و ۸۱

Marfat.com

علیہ وسلم والذی نفس محمد بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منھم قال قتادۃ احیاھم اللہ حتی اسمعھم قولہ توبیخا وتصغیرا ونقمۃ وحسرتا وندما۔[1]

کلام فرمارہے ہیں جن میں جان نہیں؟ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اُس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں محمد کی جان ہے میری بات تم ان سے زیادہ نہیں سنتے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں: اللہ تعالٰی نے ان کی توبیخ، تذلیل، کلفت، حسرت اور ندامت کے لیے انھیں حیات دے کر حضور کا کلام سُنوایا۔ (ت)

اور حدیث مذکور نص صریح ہے کہ اُن کافروں نے گوشِ بدن ہی سے سُنا کہ امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: حضور کیا کلام فرماتے ہیں ان بدنوں سے جن میں رُوح نہیں۔ اسی کے جواب میں ارشاد ہُوا کہ خدا کی قسم تم ان سے زیادہ نہیں سُنتے۔ تو صاف ثابت ہوا کہ سماعِ جسمانی ہی واقع ہوا مگر جبکہ رُوح کا جسم سے فراق یقیناً معلوم اور بے عودِ حیات سماع جسم خالی قطعاً معدوم، تو اُن کافروں کے لیے تین دن بعد پھر عودِ زندگی ماننے سے چارہ نہیں، اور پر ظاہر کہ یہ امر عموماً نہیں ہوتا، ناچار بالخصوص حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اعجاز سے ان ملاعنہ کو زیادتِ حسرت وندامت وعذاب واذیت ہونے کے لیے واقع ہُوا کہ رُوح وبدن دونوں کا اشتراک تنہا رُوح کے ادراک سے اشد وسخت تر ہے، لہٰذا قتادہ نے کہا: اللہ تعالٰی نے اُن کی حسرت وتوبیخ وتذلیل کے لیے اعادۂ حیات فرماکر سُنوایا۔ بالجملہ جو احادیث سماعِ جسمانی میں نص ہیں اُن میں تخصیصِ وقت یا بعض اموات خود سبیل واضح ہے اور جو ایسی نہیں وہ رأساً غیر وارد کہ سماعِ روح تو آپ ہی خود ثابت ولائح ہے۔ بحمد اللہ یہاں سے روشن ہُوا کہ صاحبِ تفہیم المسائل کا خبط بے ربط کہ:

ہر چند مبنی ایمان برعرف است مگر مقصود فقہاء از نفی سماع دریں مقام نفی سماع عرفی وحقیقی ہر دوست زیرا کہ فقہا نفی سماع مطلق کردہ اند نہ بتقیید عرف و اگر نفی صرف سماع عرفی نہ حقیقی مقصود مے بود حاجت جواب دادن از مسئلہ عذابِ قبر و توجیہ کردن دیگر وقائع کہ بر سماعِ موتٰی دال ست نبود۔[2]

ہر چند کہ قسم کی بنیاد عرف پر ہے مگر یہاں سماع کی نفی سے فقہا کا مقصود عرفی وحقیقی دونوں سماع کی نفی ہے اس لیے کہ فقہا نے سماع کی نفی مطلق کی ہے عرف کی قید لگا کر نہیں، اگر حقیقی نہیں صرف عرف سماع کی نفی مقصود ہوتی تو مسئلہ عذابِ قبر کا جواب دینے اور سماعِ موتٰی پر دلالت کرنے والے دوسرے حالات و واقعات کی توجیہ کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ (ت)

---

[1] صحیح بخاری | باب قتل ابی جہل | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۲/۵۶۶

[2] تفہیم المسائل | عدمِ سماعِ موتٰی از کتبِ حنفیہ | مطبع محمدی لاہور | ص ۸۳

Marfat.com

ماخذ حسب اختلاف مذہب مختلف مثلاً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نام پاک لے کر ندا کرنی ہمارے نزدیک بھی ناجائز ہے اور وہابیہ تو قاطبۃً شرک کہتے ہیں ان کا ماخذ ملوم وہی شرک موہوم، اور ہمارے منع کی وجہ آیہ کریمہ لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً[1] رسول کا پکارنا اپنے میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ تو نام لے کر ندا ناجائز ہے بلکہ یارسول اللہ، یاحبیب اللہ، یاخلیفۃ اللہ وغیرہا اوصاف کریمہ کے ساتھ ندا چاہیے۔ یُوں ہی مسئلہ تلقین بعد دفن کو جمہور معتزلہ تو منع کیا ہی چاہیں کہ اُن سنگ ساروں کے نزدیک اموات کی رُوح و بدن سب اینٹ پتھر ہیں، ولہذا وُہ سفہاء عذابِ قبر و سوالِ نکیرین کے منکر ہیں اور حنفیہ میں جمہور مانعین وہی ہیں قول ۱۳۱ میں امام زاہد صفار کا ارشاد سُن چکے کہ منع تلقین مذہب معتزلہ پر ہے، قول ۱۳۴ و ۱۳۵ میں جوہرہ نیرہ و درمختار سے گزرا کہ تلقین اہل سنّت کے نزدیک مشروع ہے۔ قول ۱۵۴:

ہر کہ تلقین نمی کند ومی گوید بآں او برمذہب اعتزال است کہ گویند میت جماد محض است[2]	جو تلقین کا عامل و قائل نہیں وُہ مذہب معتزلہ پر ہے جو کہتے ہیں کہ میّت جماد محض ہے (ت)

ولہذا امام ابن ہمام نے اپنا عندیہ بیان فرمایا کہ میرے گمان میں منع تلقین انکارِ سماع پر مبنی ہے، یہ اُن جمہور مانعین کے لحاظ سے ضرور صحیح ہے مگر بعض علمائے اہل سنّت کہ منع میں شریک ہُوئے اُن کا ماخذ یہ ہرگز نہیں بلکہ بعض کے نزدیک بدعت ہونا کما مرعن سلطان العلماء (جیسا کہ سلطان العلماء سے گزرا۔ ت) یا ان کے خیال میں بے فائدہ ٹھہرنا کہ ایمان پر گیا تو کیا حاجت ورنہ کیا منفعت! ولہذا امام نسفی نے مسئلہ یمین میں وہ تصریحات فرمائیں مگر انکارِ تلقین میں ہرگز اس کا نام نہ لیا بلکہ اسے عدم فائدہ سے استناد کیا، جیسا کہ قول ۱۵۴ و نکتہ جلیلہ میں گزرا۔ ولہذا ملک العلماء بحر العلوم عبدالعلی محمد نے جب انکارِ تلقین اختیار کیا اسی پر انعدامِ نفع سے استظہار اور ساتھ ہی بربنائے انکار سماع انکار ماننے پر صریح انکار کیا ارکانِ اربعہ میں فرماتے ہیں:

لان المیت لافائدۃ فی تلقینہ اصلا لانہ ان مات مسلما فھو ثابت علی الشھادۃ بالتوحید والرسالۃ فالتلقین لغو وان مات کافرا فلا یفید التلقین لانہ لاینفعہ الایمان بعد الموت وما قیل ان التلقین لغو لان المیت	تلقینِ میّت میں اصلاً کوئی فائدہ نہیں اس لیے کہ اگر وہ اسلام پر مرا ہے تو خود توحید و رسالت پر قائم ہے پھر تلقین بیکار ہے، اور اگر کفر پر مرا ہے تو تلقین سُودمند نہ ہوگی اس لیے کہ موت کے بعد ایمان لانا اسے نفع بخش نہ ہوگا۔ اور یہ جو کہا گیا کہ تلقین اس لیے لغو ہے کہ میّت

---

[1] القرآن ۲۴/۶۳

[2] کشف الغطاء فصل احکام دفن مطبع احمدی دہلی ص ۵۰

Marfat.com

سے یمین متعلق تھی منقطع ہو چکی اور حنث کی گنجائش نہ رہی ، یہی امام ابن الہمام اسی فتح القدیر میں فرماتے ہیں :

الحیاۃ المعادۃ غیر الحیاۃ المحلوف علی اذنہ فیھا وقدومہ وھی الحیاۃ القائمۃ حالۃ الحلف لان تلک عرض تلاشی لایمکن اعادتھا بعینھا وان اعیدت الروح فان الحیاۃ غیر الروح لانہ امر لازم للروح فیما لہ روح[1]

دوبارہ دی جانے والی زندگی اس زندگی کے علاوہ ہے جس کے اندر اجازت اور آمد کی قسم کھائی تھی اور وہ زندگی وہ ہے جو قسم کھانے کے وقت اس شخص کے ساتھ قائم تھی ، کیونکہ وہ تو ایک عرض ہے جو ختم ہوگیا ۔ بعینہٖ اس کا اعادہ ممکن نہیں ، اگرچہ روح کا اعادہ ہو ۔ اس لیے کہ حیات روح کے علاوہ ایک شئی ہے ، وہ ایک ایسا امر ہے جو رُوح کے لیے لازم ہے اُس شئی میں جس کے لیے روح ہوتی ہے ۔ (ت)

تنبیہ جلیل : الحمدللہ جس طرح اس تقریر سے یہ واضح ہوا کہ ہمارے مشائخ کرام باتباعِ احادیث صحیحہ اُن علمیا اوہام حجاب وحائل خشت وگلِ قبر کو مہمل ونا قابلِ التفات جانتے ہیں کہ میت مدفون کے لیے وقت اعادہ رُوح ایسی خفی آوازہائے بیرونی کا سماع ثابت مانتے ہیں ۔ یُونہی یہ بھی لائح ہوا کہ یہاں سماعِ جسمانی سے مانع یہی موت تھی ، ولہذا جس وقت جسم کو ایک نوع حیات ملی سماعِ اصوات کی راہ کھلی ، تو ظاہر کہ روح کہ بالاجماع ہمیشہ زندہ و مستمر بحال و نامتغیر ہے اُس کا سماع عادۃً دائم ہے کہ مصحح موجود اور مانع مفقود ، اب کُھلا کہ مشائخ کرام کی یہ بحث وکلام فقط مذہب منکرین سے بیگانہ ہی نہ تھی بلکہ بحمداللہ تعالٰے صراحۃً اُن کا رد ہیں ، اس تحقیق انیق کے بعد صاحب تفہیم المسائل کا مزاج پُوچھئے کہ آپ کی اس خوش فہمی وقوتِ وہمی نے کہ :

در فتح القدیر نوشتہ کہ بنائے منع تلقین نزد اکثر مشائخ نا بر عدم سماع موتٰی است و در آخر گفتہ کہ طائفہ مشائخ در حدیث تلقین قائل بحقیقت بدیں وجہ شدہ اند کہ وقت تلقین مقام ارجاع روح است برائے سوال و جواب و ایں وقت موتٰی را بجہت عود روح سماع حاصل است پس ایں طائفہ ہم منکرِ سماعِ موتٰی است و در وقتِ سوال وجواب ہمہ قائل سماع از دریں صورت از عبارت فتح القدیر معلوم مے شود کہ مذہب ہمہ فقہا انکار

فتح القدیر میں مرقوم ہے کہ ہمارے اکثر مشائخ کے نزدیک منع تلقین کی بنیاد عدم سماع موتٰی پر ہے ۔ اور آخر میں کہا کہ ایک جماعتِ مشائخ حدیثِ تلقین میں حقیقت کی قائل اس وجہ سے ہُوئی کہ وقتِ تلقین ، سوال وجواب کے لیے رُوح لوٹائے جانے کا موقع ہے اور اس وقت روح کے عود کرنے کے باعث مُردوں کو سماع حاصل ہے تو یہ جماعت بھی سماعِ موتٰی کی منکر ہے اور سوال وجواب کے وقت سبھی سماع کے قائل ہیں ، اس طرح فتح القدیر کی

---

[1] فتح القدیر باب الیمین فی الکلام مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۴۲۴

Marfat.com

ایسے معاصر بلکہ مدارک العصر سے، مگر نابینائی جو چاہے کرائے۔

تنبیہ دوم: اقول بحمد اللہ تعالیٰ واضح ہو چکا کہ ہمیں بقائے حیات بدن وسماع جسمانی سے کچھ کام نہ وہ عام لوگوں میں ہمارا دعوی، نہ ہمارا کوئی مسئلہ اس پر موقوف۔ تو اگر بالفرض بدن کے لیے موت مطلق دائم رہتی ہمارا کچھ حرج نہ تھا، ورودِ نصوص کے سبب ہم نے تنعیم وتعذیبِ قبر روح وبدن دونوں کے لیے مانی۔ اور بشہادت عقل ونقل بدن کے واسطے بھی ایک نوعِ حیات اس تلذذ وتنعم وتالم کے لیے لازم جانی، ہاں یہ ضرور ہمارا مدعا ہے اور بحمد اللہ تعالیٰ دلائل قاہرہ اس پر قائم ہو چکے کہ روح باقی ومستقر بحال ونامتغیر وسمیع ومبصر، اور بدن کے ساتھ اس کا ایک تعلق ہمیشہ مستمر، تو جو کچھ بعد فراق بھی بدن کے ساتھ کیا جائے ضرور دیکھے گی، مطلع ہوگی۔ اگر وہ فعل تعظیم ہے پسند کرے گی یا اہانت ہے ناخوش ہوگی، اذیت پائے گی۔ فصول سابقہ اس بیان کی متکفل ہو چکیں تو خارج سے بھی جو ضرب یا صدمہ بدنِ میت پر واقع ہو اگر بطور استہانت وتحقیر ہے قطعاً روح کو ایذائے روحانی ہوگی۔ رہا یہ کہ اس سے اُسے اذیت ودردِ جسمانی بھی لاحق ہوگا یا نہیں، یعنی جس طرح عالمِ حیات میں بدن پر جو صدمہ آتا بدن اسے روح تک پہنچانے کا آلہ وواسطہ بنتا کہ اس کے تفرق اتصال سے روح کو درد پہنچتا، آیا بعد فراق بھی مثل عذابِ الٰہی والعیاذ باللہ تعالیٰ تعذیبِ بشری سے بھی الم ہوتا ہے یا اس میں درد منتفی، اور صرف وہی توہین کے باعث ناخوشی باقی ظاہر کلام مشائخ کرام جانب دوم ہے، ولہٰذا کافی میں فرمایا:

الميت لا يتالم بضرب بني ادم وانما ذلك مما يتفرد به الله تعالٰی[1]

میت کو بنی آدم کے مارنے سے دُکھ نہیں ہوتا۔ یہ ایسا امر ہے جو خدائے تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے (ت)

اور یہی مقتضائے اثر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے:

اخرج ابن سعد عن خلف معدان قال لما انهزمت الروم يوم اجنادين انتهوا الى موضع لا يعبره الا انسان انسان وجعلت الروم تقاتل عليه وقد تقدموه وعبروه فتقدم هشام بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنه فقاتل عليهم حتى قتل، ووقع على تلك الثلمة فسدها، فلما انتهى المسلمون اليها هابوا ان يوطؤها الخيل

ابن سعد نے خلف بن معدان سے روایت کی وُہ فرماتے ہیں جب روزِ اجنادین رومی شکست خوردہ ہونے لگے ایک ایسی تنگ جگہ پہنچ گئے جسے بس ایک ایک آدمی پار کرسکتا تھا، اسی جگہ رومی جنگ کرنے لگے، ہشام بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے، لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو کر اُسی تنگ جگہ آرہے۔ ان کے جسم سے وُہ حصہ بھر گیا جب مسلمان وہاں پہنچے تو ان کے اوپر گھوڑے

---

[1] کافی شرح وافی

Marfat.com

احادیث و آثار کے عالی ارشادات بحمد اللہ تعالیٰ سب متفق و منظم ہیں اور ایک دوسرے سے متناسب و ملتئم۔ اور اس تقریرِ معقول، مستنیر و مصقول، واجب القبول نہ مانیے تو یہ تمام فوائد منقلب ہو کر ان کے مقابل اتنے ہی ضرر حاصل، اور نتیجہ کچھ نہیں کہ انجام یہ ٹھہرے گا کہ کلامِ مشائخ طرح طرح سے منقوض باطل اور انواع انواع زلزلوں سے متزلزل اور آپ ہی اپنی تلوار سے گھائل، پھر کیا کسی استناد کے قابل وھذا مما لا یرضاہ عاقل (اور اسے کوئی عاقل پسند نہ کرے گا)۔ اب بحمد اللہ مہرِ نیم روز و ماہِ نیم ماہ سے زیادہ رخشاں و درخشاں ہوا کہ بعض کبرائے متاخرین شراح محدثین نے اس باب میں جو تقریریں فرمائیں اصل مرام مشائخ کرام پر وارد نہیں، وہ گویا بر سبیل ارخائے عنان رائحہ مخالفت مان کر جواب مخالف کی تعلیمیں تھیں اور واقعی ہمارے ائمہ کرام و مشائخ اعلام کی انظارِ غامضہ ایسی ہی عالیہ واقع ہوتیں کہ بعض اوقات انظار ناظرین متاخرین ماہرین اُس کے مرقاۃ مدارج و معالی معارج تک وصول میں متساہل رہیں جیسا کہ خادم ابواب و فصول فقہ و اصول پر آشکار و مبین، یہ بحمد اللہ تعالیٰ حقِ تحقیق و تحقیقِ حق ہے جس سے حقِ حقیقِ بقبول و تصدیق یک سرِ مُو متجاوز نہیں ھکذا ینبغی التحقیق واللہ سبحانہ ولی التوفیق (اسی طرح تحقیق چاہیے اور خدائے پاک ہی توفیق کا مالک ہے۔ ت) الحمد للہ! اگر اس تمام کتاب میں اُن مقدمات سبعہ کی تمہید و تزئین اور اس جواب عین الصواب کی تحریر و تبیین کے سوا اور کچھ نہ ہوتا تو بفضلِ عظیم حضرت کریم عمّ نوالہٗ اسی قدر شافی و کافی و مغنی و وافی تھا،

ذلك فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون ۵ رب اوزعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علیّ وعلیٰ والدی وان اعمل صٰلحا ترضاہ واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیك وانی من المسلمین ۵ والحمد للہ رب العالمین۔

وہ اللہ کا فضل ہے ہم پر اور لوگوں پر، لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ اے میرے رب! مجھے یہ عطا کر کہ میں شکر ادا کروں اُس احسان کا جو تُو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیا، اور یہ کہ میں نیک کام کروں جس سے تو راضی ہو، اور میری اولاد کو میرے فائدے کے لیے نیکی دے، بیشک میں تیری طرف رجوع لایا اور یقیناً میں اسلام والوں سے ہوں اور سب خوبیاں اللہ کے لیے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے (ت)

الحمد للہ اس جوابِ جلیل و جمیل کے بعد اصلاً حاجت نہیں کہ اور جوابوں کی طرف توجہ کروں، دلائل نے بفضلہ تعالیٰ یقین قطعی دے دیا ہے کہ بلاشبہ مراد مشائخ کرام یہی ہے تو اب کیا ضرورت ہے کہ تنزلات کیجئے، ارخائے عنان سے مہلتیں دیجئے، مگر مخالف کو شکایت و حسرت نہ رہے، لہذا چا لشکری کو کچھ اور بھی امتداد سہی، اسی جواب کے متعلق بعض تنبیہات مفیدہ لکھ کر دیگر اجوبہ کی طرف عطف عنان کروں و باللہ التوفیق۔

تنبیہ اوّل: اقول بعض مسائل میں اہلِ بدعت اور بعض یا کل اہلسنت متفق ہوتے ہیں اور ان کے

Marfat.com

آہستہ آہستہ نرم نرم ڈالنا۔ یہی وصیت حدیث ۳۲ میں علاء بن لجلاج تابعی سے گزری اور وہیں اس پر شیخ محقق کا قول کہ:

ایں قول اشارت است بآنکہ میّت احساس می کند و دردناک می شود بآنچہ دردناک می شود بآں زندہ[1]

اس قول میں اس جانب اشارہ ہے کہ میّت کو احساس ہوتا ہے اور اُسے بھی اس چیز سے درد پہنچتا ہے جس سے زندہ کو درد پہنچتا ہے (ت)

حدیث ۱۶ میں امام سفیان کا ارشاد گزرا کہ:

انه لیناشد بالله غاسله الا خففت غسلی[2]

مردہ اپنے نہلانے والے کو خدا کی قسم دیتا ہے کہ مجھ پر آسانی کرنا۔

ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے ایک عورت کی میّت کو دیکھا کہ اس کے سر میں زور زور سے کنگھی کی جاتی ہے، فرمایا:

علام تنصون میتکم[3]۔ الامام محمد فی الاثار اخبرنا ابوحنیفة ح وعبد الرزاق فی مصنفه واللفظ له قال اخبرنا سفین عن الثوری کلاهما عن حماد بن ابی سلیمان عن ابراهیم النخعی عن عائشة رضی الله تعالٰی عنها انها رأت امرأة یکدون رأسها بمشط فقالت علام تنصون میتکم[4] ورواه کمحمد ابو عبید القاسم بن سلام وابراهیم الحربی فی کتابیهما فی غریب الحدیث عن ابراهیم عن عائشة رضی الله تعالٰی عنها انها سئلت عن المیت یسرح رأسه فقالت علام

کس جرم میں اپنے مُردے کی پیشانی کے بال کھینچتے ہو۔ اسے امام محمد نے کتاب الآثار میں روایت کیا، فرمایا: ہمیں ابوحنیفہ نے خبر دی۔ اور عبد الرزاق نے مصنف میں روایت کیا۔ الفاظ اسی کے ہیں، کہا ہمیں خبر دی سفیان نے وہ ثوری سے راوی ہیں، امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری دونوں حماد بن ابی سلیمان سے وہ ابراہیم نخعی سے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی ہیں اُنھوں نے دیکھا کہ ایک عورت کے بالوں میں کنگھا کر رہے ہیں، فرمایا: "کیوں اپنی میّت کی پیشانی کے بال کھینچتے ہو؟" اور اسے امام محمد کی طرح ابو عبید قاسم بن سلام اور ابراہیم حربی نے اپنی اپنی کتاب غریب الحدیث

[1] اشعة اللمعات باب دفن المیت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۹۷
[2] شرح الصدور عن سفیان باب معرفة المیت من یغسله خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۴۰
[3] کتاب الآثار امام محمد باب الجنائز وغسل المیت ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ص ۴۶
[4] مصنف عبد الرزاق باب شعر المیت واظفارہ حدیث ۶۲۳۱ المکتبة الاسلامی بیروت ۳/ ۴۳۷

Marfat.com

لایسمع فھذا باطل[1] سنتا نہیں تو یہ باطل ہے۔(ت)

فائدہ: امام علامہ شیخ الاسلام نسفی نے جس طرح کافی میں منعِ تلقین پر صرف نفی نفع بروجہ مذکور سے استدلال کیا جس سے صاف مترشح کہ وُہ اصل سماع کے منکر نہیں، ورنہ سرے سے یہی فرمانا تھا کہ تلقین کسے کی جائے، اینٹوں پتھروں کو۔ یُوں ہی آیات کریمہ کی تفسیر میں نفیِ انتفاع ونفیِ قبول ذکر فرمائی، زیر کریمہ ملائکہ فرمایا شبہ الکفار بالموتی حیث لاینتفعون بمسموعھم[2] (کفار کو مُردوں سے تشبیہ دی اس لحاظ سے کہ وُہ جو سُنتے ہیں اس سے نفع یاب نہیں ہوتے۔ت) زیرکریمہ نمل لما کانوا لایعون مایسمعون ولابھم ینتفعون شبھوا بالموتی[3] (چونکہ کفار جو سنتے ہیں اس کو سمجھتے نہیں اور اس سے فائدہ نہیں اُٹھاتے اس لیے انھیں مُردوں سے تشبیہ دی گئی۔ت) زیر کریمہ روم وھٰؤلاء فی حکم الموتی فلا تطمع ان یقبلوا منک[4] (اور یہ مُردوں کے حکم میں ہیں تو اس کی طمع نہ رکھو کہ وہ تمھاری بات قبول کریں گے۔ت) مگر صاحب تفہیم المسائل تو اختراع وافترا کے ماہر کامل، صاف لکھ دیا:

در تفسیر مدارک تحت آیہ کریمہ والذین کذبوا بآیٰتنا صم بکم می نویسد المعنی انھم فی حال کفرھم وتکذیبھم کمن لایسمع ولایتکلم فلھذا اشبہ الکفار بالموتی لان المیت لایسمع ولایتکلم کذا قال ابن الخازن العراقی الشافعی فی تفسیرہ لباب التاویل فی معنی التنزیل انتہی اھ[5]

تفسیر مدارک میں آیت کریمہ "جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا بہرے گونگے ہیں" کے تحت لکھتے ہیں: معنی یہ ہے کہ وُہ اپنے کفر وتکذیب کی حالت میں ان کی طرح ہیں جو سُنتے بولتے نہیں، اسی لیے کفار کو مُردوں سے تشبیہ دی گئی اس لیے کہ مُردہ سنتا بولتا نہیں۔ ایسے ہی ابنِ خازن عراقی شافعی نے اپنی تفسیر لباب التاویل فی معنی التنزیل میں فرمایا۔ انتہی، یعنی عبارتِ مدارک ختم۔ اھ (ت)

مدارک شریف میں اس عبارت کا نشان نہیں، لطف یہ کہ اس میں تفسیر لباب التاویل کا حوالہ نقل کرکے انتہی کردی یعنی یہاں تک عبارتِ مدارک تھی، حالانکہ صاحبِ مدارک کی وفات ۷۰۱ھ یا ۷۱۰ھ میں علی اختلاف القولین ہے اور لباب التاویل کی تالیف ۷۲۵ھ میں ختم ہُوئی، نہ امام اجل نسفی ایسے حوالے کے عادی، اور وُہ بھی اپنے کسی

---

[1] رسائل الارکان	فصل فی حکم الجنازۃ	مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ	ص ۱۵۰
[2] تفسیر النسفی (مدارک التنزیل)	وما انت بمسمع من فی القبور	دار الکتاب العربی بیروت	۳/۳۳۹
[3] " "	سورہ نمل زیر آیت انک لاتسمع الموتٰی	" "	۳/۲۲۲
[4] " "	" روم فانک لاتسمع الموتٰی	" "	۳/۲۷۶
[5] تفہیم المسائل	عدمِ سماع موتی از کتبِ حنفیہ	مطبع محمدی لاہور	ص ۸۸

Marfat.com

اقول وباللہ التوفیق محصل ارشاد مبارک شیخ شیوخ علماء الہند قدس سرہٗ یہ ہے کہ سمع حقیقۃً بمعنی مطلق ادراک مخصوص اصوات ہے عام ازیں کہ آلاتِ جسمانیہ کا توسط ہو یا نہیں، و لہذا اللہ عزوجل کو سمیع مانتے ہیں کہ عقیدہ ایمانیہ ہے محققین کے نزدیک کوئی تاویل وتجوز نہیں، اس لئے ہم قائل سماع حقیقی ارواح مفارقہ ہیں اگرچہ موت تعطیل آلات کردے اور اگر سمع کے لیے یہ معنٰی بھی نہ مانیے بلکہ توسط آلات ہی سے مخصوص جانیے تو ہم علٰی سبیل التنزل کہیں گے کہ سمع نہ سہی ادراک تام بروجہ جزئی تو ہے، اسی قدر سے ہمارا مدعا حاصل، اگرچہ بنام سمع تعبیر نہ کریں جیسے بعض متکلمین نے سمع وبصر الٰہی جل وعلا کو یونہی تاویل کیا، اور مقدمہ رابعہ میں تقریر فقیر غفرلہ المولی القدیر یاد کیجئے تو اس کا مسلک یہ ہے کہ بحمداللہ تعالٰی نہ ہمیں دعوٰی سمع سے تنزل کی حاجت نہ رُوح مفارق، یامعاذاللہ حضرت عزت میں ارتکاب تاویل کی ضرورت سمع کے دونوں معنی مقرر ومسلّم ہیں اور ایک دوسرے کا نافی نہیں، معنی آلیت نہ کبھی مراد تھی کہ اب تنزل کریں نہ اس معنی میں اطلاق سمع محصور ہوسکے کہ ناچار تاویل وتحمل کریں، خیر یہ طرز بحث کا تنوع تھا اصل سخن کی طرف چلئے۔ **فاقول** جبکہ سمع کے جسمانی وروحانی دونوں معنی اور جسمانی کی نفی میں نہ ہمیں ضرر نہ مخالف کو نفع، تو احتمال قاطع استدلال نہ کہ جب جسمانی ہی کا ارادہ راجح وواضح ہو، پر ظاہر کہ ادراکِ اصوات کا یہی طریقہ معلومہ معہودہ ہے، تو باہمی محاوراتِ عرفیہ میں ذہن اسی طرف تبادر کرے گا، آخر نہ دیکھا جب حضور اقدس سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بعد ذکرِ فضائل جُمعہ ارشاد فرمایا:

اکثروا علیّ من الصّلٰوۃ فیہ فان صلٰوتکم معروضۃ علیّ۔

اس دن مجھ پر درود بہت بھیجو کہ تمہارا درود مجھ پر عرض کیا جائے گا (ت)

صحابہ نے گزارش کی:

یارسول اللہ وکیف تعرض صلاتنا علیك وقد ارمت۔

یارسول اللہ! یہ کیونکر ہوگا حالانکہ بعد وصال جسم باقی نہیں رہتے (ت)

فرمایا:

ان اللہ حرّم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء[1]

بے شک اللہ تعالٰی نے زمین پر انبیاء کا جسم کھانا حرام کیا ہے۔ (ت)

رواہ الامام احمد والدارمی وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ وابن خزیمۃ وابن حبان والدارقطنی والحاکم والبیہقی فی الدعوات الکبیر وابونعیم وصححہ

اسے امام احمد، دارمی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابنِ حبان، دارقطنی، حاکم، دعوات کبیر میں بیہقی، اور ابونعیم نے روایت کیا ــــ اور ابن خزیمہ،

---

[1] مسند احمد بن حنبل　مروی از اوس بن ابی اوس　دارالفکر بیروت　۴/۸
سنن ابن ماجہ　باب ذکر وفاتہ ودفنہ صلی اللہ علیہ وسلم　ایچ ایم سعید کمپنی کراچی　ص ۱۱۹
سنن ابوداؤد　باب تفریع ابواب الجمعہ　آفتاب عالم پریس لاہور　۱/۱۵۰

Marfat.com

فقال عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایھا الناس ان اللہ قد استشھدہ ورفع روحہ وانما ھو جثۃ فاوطؤہ الخیل ثم اوطأہ ھو وتبعہ الناس حتی قطعوہ[1]

چلانے سے خوف کیا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے انھیں شہادت دی اور اس کی رُوح کو اُٹھالیا اب یہ صرف جُثّہ ہے، تو اس پر سے گھوڑے گزار دو۔ پھر انھوں نے پہل کی اور لوگوں نے آپ کی اتباع کی، یہاں تک کہ وُہ جسم پارہ پارہ ہوگیا۔ (ت)

امام جلیل جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

ھذہ الاثار لا تدل علی ان الارواح لا تتصل بالابدان بعد الموت، انما تدل علی ان الاجسام لا تتضرر بما ینالھا من عذاب الناس لھا ومن اکل التراب لھا فان عذاب القبر لیس من جنس عذاب الدنیا وانما ھو نوع اخر یصل الی المیت بمشیۃ اللہ تعالیٰ وقدرتہ[2]

ان آثار میں اس پر دلیل نہیں کہ موت کے بعد بدن سے رُوح کا تعلق نہیں ہوتا، ان کی دلالت صرف اس پر ہے کہ جسم کو اس تکلیف سے ضرر نہیں ہوتا جو انسانوں کی جانب سے اُسے پہنچائی جاتی ہے۔ اسی طرح مٹّی کے کھا لینے سے اسے تکلیف نہیں ہوتی، اس لیے کہ عذابِ قبر عذابِ دنیا کی جنس سے نہیں، وہ ایک دوسری قسم کی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کی مشیت وقدرت سے میت کو پہنچتی ہے۔ (ت)

اور ظواہر حدیث و دیگر آثار واخبار واقوالِ اخیار جانب اول ہیں، حدیث[1] ۲۶ میں روایت دارقطنی سے زیادت لفظ فی الالم گزری یعنی مُردہ وزندہ کی ہڈی توڑنی درد میں برابر ہے۔ علّامہ طیبی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

جم غفیر ذھبوا الی ان المراد ان کسر عظم المیت ککسر عظمہ حیا فی التألم والتاذی[3]

جماعتِ عظیم علماء اس طرف گئی کہ مرادِ حدیث یہ ہے کہ مُردے کی ہڈی توڑنی درد و ایذا میں ایسے ہی ہے جیسے زندہ کی۔

امام ابوعمر ابن عبدالبر و شیخ محقق کا اس باب میں ارشاد قول ۴۰ و ۴۱ میں گزرا اور تینوں سیّد علّامہ ابراہیم حلبی و احمد مصری و محمد شامی محشیانِ دُر کے اقوال اُسی کے بعد مذکور ہوئے، حدیث ۲۴ میں بروایت صحیح مسلم شریف انھی عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گزرا: اذا دفنتمونی فشنوا علی التراب شنا[4] جب مجھے دفن کرو تو مٹّی مجھ پر

---

[1] الطبقات الکبریٰ لابن سعد ترجمہ ہشام بن العاص رضی اللہ عنہ دار صادر بیروت ۴/ ۱۹۴
[2] شرح الصدور باب احوال الموتیٰ فی قبورہم خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۸۳
[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ بحوالہ الطیبی فصل ثالث من باب دفن المیت مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/ ۷۹
[4] صحیح مسلم باب کون الاسلام یہدم ما قبلہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۷۶

Marfat.com

دریں ہر دو حدیث دلیل ست بر آنکہ موتیٰ را سماع نیست و بر آنکہ ایں امر مستقر بود نزد صحابہ زیرا کہ ایشاں بر عرض و سماع درود بعد موت استعجاب کردہ استفسار نمودند آنحضرت علیہ السلام جواب دادند کہ چوں انبیاء را حیات دنیاوی حاصل و جسد ایشاں نیز باقی ست لہذا محلِ استبعاد سماع و عرض نیست [1]

ان دونوں حدیثوں میں اس پر دلیل ہے کہ مُردوں کو سماع حاصل نہیں، اور اس پر کہ یہ امر صحابہ کے نزدیک قرار یافتہ تھا اس لیے کہ ان حضرات نے بعد موت درود پیش ہونے اور سُننے پر تعجب کرکے سوال کیا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جواب دیا کہ جب انبیاء کو حیاتِ دنیاوی حاصل ہے اور ان کا جسم بھی باقی ہے تو سُننے اور پیش ہونے کو بعید سمجھنے کا موقع نہیں۔ (ت)

اقول اولاً اگر یہ مراد کہ اُن سے عام لوگوں کے لیے بعد موت ادراک جسمانی نہ رہنا مستفاد، تو ہمیں مسلّم، اور تمھیں کیا مفاد، اور ادراک روح کا انکار ماننا اور اسی کو اذہانِ صحابہ میں مستقر جاننا معاذ اللہ انھیں بد مذہب ٹھہرانا اور حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اُس پر سکوت تقریر و تسلیم بتانا ہے، ذی ہوش نے اتنا نہ دیکھا کہ صحابۂ کرام نے فنائے جسد و بقائے ادراک میں تنافی ظاہر کی اور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نفی تنافی سے جواب نہ دیا بلکہ نفی منافی سے کہ انبیاء کے اجسام بھی زندہ ہیں، اب یہاں ادراکِ رُوح میں کلام ہو تو دو ہی صُورتیں ہیں: یا[1] تو صحابہ موت جسد سے رُوح کو بھی مُردہ مانتے یا[2] ادراک رُوح کے لیے بقاے بدن شرط جانتے۔ فصولِ سابقہ نیز مباحثِ قریبہ میں بار بار تکرار واضح ہو چکا کہ یہ دونوں قول اہلِ بدعت و ضالین معتزلہ وغیرہم مخذولین کے ہیں، قول ۱۵ میں مقاصد و شرح مقاصد سے گزرا کہ بدن کو شرطِ ادراک جاننا اہلسنّت کے خلاف معتزلہ کا اعتساف ہے۔ اسی طرح عامۂ کتبِ عقائد و تفسیر کبیر وغیرہا میں تصریح منیر۔ افسوس کہ اپنی بد مذہبی بنانے کے لیے معاذ اللہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو عقائدِ فاسدہ کا معتقد و مظہر، اور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اُن پر ساکت و مقرر بتاؤ اور دل میں خوفِ خدا نہ لاؤ۔

ثانیاً کیا خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت صرف سکوت بتانا کہہ رہا ہُوں، وہ صراحۃً کلامِ اقدس کے معنے بتا چکا کہ از آنجا کہ انبیاء کے اجسام باقی ہیں، لہذا سُننے میں استبعاد نہیں، کیا ظلم ہے کہ صاف صاف رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ادراکِ روح کے لیے بقائے جسم کا شرط ماننے والا بتاؤ، خدا بد مذہبی کی بلا سے بچائے۔

ثالثاً طرفہ یہ کہ یہاں پیشی درود بذریعہ ملائکہ مقصود، حدیث دوم میں شہود ملائک کی تصریح موجود، اور خود اس کے

عہ اقول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ

---

[1] تفہیم المسائل عدم سماعِ موتیٰ از کتبِ حنفیہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۴ و ۸۵

Marfat.com

تنصون میتکم۔[1]

میں ابراہیم نخعی سے، انھوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا، ان سے میّت کے سر میں کنگھا کرنے سے متعلق سوال ہُوا۔ فرمایا: کیوں اپنی میّت کا مُوئے پیشانی کھینچتے ہو۔ ت)

بالجملہ رُجحان اسی جانب ہے اور بہرحال اگر الم مانئے تو مسئلہ یمین فی الضرب پر کچھ نقض نہیں کہ یہ الم پہنچے گا حیاتِ معادہ سے، اور حلف تھا حیاتِ موجودہ عند الحلف پر، کما قدمنا تحقیقہ عن الفتح (جیسا کہ فتح القدیر سے اس کی تحقیق ہم پیش کر چکے۔ ت) اور نہ مانیے تو مسئلۂ سماع میں کچھ نقض نہیں کہ ہمارا کلام رُوح سے ہے، آلیتِ بدن ہونا نہ ہونا یکساں۔ ولہذا امام اجل سیوطی نے باآں کہ اثباتِ سماعِ موتی میں وہ تحقیقاتِ باہرہ وقاہرہ رکھتے ہیں اس تقریر پر تقریر فرمائی۔

ھکذا ینبغی ان یفھم ھذا المقام واللہ سبحانہ ولی الانعام وافضل الصلوٰۃ واکمل السلام علٰی سیّدنا محمد اکرم الاکرام واٰلہ وصحبہ الٰی یوم القیام۔

اسی طرح اس مقام کو سمجھنا چاہیے۔ اور خدائے پاک ہی انعام کا مالک ہے۔ اور بہتر درود، کامل تر سلام ہمارے آقا حضرت محمد پر جو کریموں میں سب سے زیادہ کریم ہیں، اور ان کی آل واصحاب پر، روزِ قیامت تک۔ (ت)

جوابِ دوم: مانا کہ رُوح ہی میں کلام ہے مگر کہاں سے، کہ سمع منفی بمعنی ادراک بتوسط آلاتِ جسمانیہ نہیں۔ یوں بھی مطلب حاصل، اور تنافی زائل کہ منفی یہ ہے اور مثبت بمعنی انکشاف تام اصوات بروجہ جزئی۔ اس جواب کے قریب قریب کلام تنزلی سے حضرت شیخ محقق رحمہ اللہ تعالٰی نے مرور فرمایا، شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

دریں جا سخن دیگر است کہ فرضاً اگر از ثبوت سماع تنزل کنیم باعتبار آنکہ سماع بجارحہ سمع می باشد وسمع بخرابی بدن خراب شد بگوییم از نفی سماع نفی علم لازم نمی آید وعلم بروح بود کہ باقی است پس علم بہ مبصرات ومسموعات حاصل باشد نہ بروجہ ابصار وسمع چنانچہ بعض متکلمان سمع وبصر الٰہی تعالٰی را بعلم مسموعات ومبصرات تاویل کردہ اند[2] الخ۔

یہاں ایک اور گفتگو ہے کہ بالفرض اگر ہم ثبوتِ سماع سے تنزل کریں، اس لحاظ سے کہ سُننا کان سے ہوتا ہے اور کان فسادِ بدن کی وجہ سے فاسد ہو چکا تو ہم کہیں گے نفیِ سماع سے نفیِ علم لازم نہیں آتی، اور علم رُوح سے ہوتا ہے جو باقی ہے تو دیکھی سُنی جانے والی چیزوں کا علم حاصل ہوگا اگرچہ دیکھنے اور سُننے کے طور پر نہ ہوگا، جیسا کہ بعض متکلمین نے خدائے تعالٰی کے سمع و بصر کی تاویل مسموعات اور مرئیات کے علم سے کی ہے الخ (ت)

---

[1] غریب الحدیث — قاسم بن سلام و ابراہیم الحربی

[2] اشعۃ اللمعات — باب حکم الاسراء — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴۰۰/۳ و ۴۰۱

Marfat.com

نہیں بخلاف سمع متعارف بذریعہ آلاتِ بدنیہ کہ بے حیاتِ بدن ناممکن، اور یہ وقت اُن کافروں کی حیاتِ جسمانی کا نہ تھا تو اس وقت اثباتِ اسماعِ اجسام منافیِ آیات ہے، ہاں علم حاصل ہے کہ وہ روح سے ہے اور روح باقی ہے یہ حاصلِ ارشاد اُم المومنین صلی اللہ تعالیٰ علیٰ بعلہا الکریم وعلیہا وسلم ہے۔ اور اسی بناء پر مشائخ کرام نے کہ قطعاً در بارۂ ابدان کلام فرمارہے تھے اُس سے استناد کیا کما قدمنا (جیساکہ ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں۔ ت) اور یہ اصلاً ان منکرین ومخالفین کو مفید نہیں کہ سمعِ جسمانی نہ ہمارے دعوے میں مقصود ومنظور، نہ انکارِ منکرین اس پر مقصور، رہا ادراکِ رُوح کا انکار حاشا نہ وہ کلامِ ام المومنین سے مستفاد، نہ ہرگز کسی دلیل سے ظاہر کہ یہ ان کی مراد تو منکرین کا اس سے استناد محض رجماً بالغیب وخرط القتاد، بلکہ اس کے ضلالت وبطلان اور ان کے بطالت وخذلان پر خود ارشاداتِ صحیحہ صریحہ اُم المومنین احسن الاشہاد الاول تو اسی حدیث میں جب علم مان رہی ہیں تو ادراکِ رُوح کی خود قائل ہُوئیں، پھر انکارِ سمعِ رُوح کے کیا معنے، اور حدیث علام تنصون میتکم ابھی گزری کہ میّت کے سر میں زور سے کنگھی کرتے دیکھا تو فرمایا؛ کاہے پر اس کے بال کھینچتے ہو۔ اس سے قطع نظر کیجئے تو حدیث جلیل صحیح بستم کہ ابتدائے نوعِ دوم مقصد دوم میں مذکور ہُوئی، جس میں ام المومنین قسم کھا کر فرماتی ہیں: "واللہ! جب سے امیر المومنین عمر دفن ہُوئے میں اُن کی شرم سے بے تمام کپڑے پہنے مزاراتِ طیبہ پر حاضر نہ ہُوئی"[1] قطعاً لاجواب ہے، جب ام المومنین بعد دفن ابصار مانتی ہیں تو روح کو قطعاً مدرک اور اس کے ادراکات کو شامل، امورِ دنیویہ بھی جانتی ہیں، پھر انکار سماع ظاہر الامتناع، بلکہ محلِ قرب میں حالِ سماع حالِ ابصار سے بداہۃً اخف ہے کہ اُس کے شرائط سے ازید ہیں، شاہد ہیں، معہود ومشہود تو یہ ہے کہ باوصف حائل وحجاب ابصار زائل اور سماع حاصل، جب ام المومنین ایسے کثیف وکثیر پردوں سے دیکھنا مانتی ہیں تو سُننا کیونکر نہ مانیں گی! معہذا کوئی قائل بالفصل نہیں، جو ابصار مانتا ہے سماع بھی مانے گا، اور جو سماع نہیں جانتا ابصار بھی نہ جانے گا۔ تیسری حدیثِ جلیل اُم المومنین منقول بہ نقل ائمہ اجلہ ثقات وعدول رجالِ بخاری ومسلم مروی جامع ترمذی شریف یہ ہے:

حدثنا الحسین بن حریث (ثقۃ من رجال الشیخین) نا عیسٰی بن یونس (ثقۃ مأمون من رجال الستۃ کسائر السند) عن ابن جریج عن	[ہم سے حدیث بیان کی حسین بن حریث نے (یہ ثقہ رجال بخاری ومسلم سے ہیں) انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عیسٰی بن یونس نے (ثقہ مامون، اور باقی رجال سند کی طرح صحاح ستّہ کے رجال سے ہیں)

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ احمد باب زیارۃ القبور مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۵۴

Marfat.com

الاربعة السابقون علی الاخیرین وابن دحیة وغیرهم وحسنه عبدالغنی والمنذری۔

ابن حبان، دارقطنی، حاکم اور ابن دحیہ وغیرہم نے اسے صحیح کہا اور عبدالغنی اور منذری نے حسن کہا۔ (ت)

اسی طرح دوسری حدیث میں ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا:

اکثروا الصلٰوۃ علی یوم الجمعة فانه مشهود تشهده الملٰئکة وان احدا لم یصل علی الاعرضت علی صلٰوته حتی یفرغ منها۔

جمعہ کے دن مجھ پر درود زیادہ بھیجا کرو کہ وہ دن حضورِ ملائک کا ہے رحمت کے فرشتے اس دن حاضر ہوتے ہیں اور جو مجھ تک درود بھیجتا ہے جب تک بھیجتا رہے اس کی درود مجھ پر پیش کی جاتی ہے۔

ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: قلت وبعد الموت میں نے عرض کی اور بعد انتقالِ اقدس؟ فرمایا: ان اللہ تعالٰی حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء بے شک اللہ تعالٰی نے زمین پر انبیاء کا جسم کھانا حرام کیا ہے۔ تتمہ حدیث ہے: فنبی اللہ حی یرزق[۱] اللہ کے نبی زندہ ہیں روزی دیے جاتے ہیں صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم۔

رواه احمد وابوداؤد وابن ماجة عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنه۔

اسے امام احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا (ت)

پر ظاہر کہ پیش ہونے کے معنی نہ تھے مگر اطلاع دی جاتی، اس سے صحابہ کرام کے ذہن ادراک و اطلاع بذریعہ آلاتِ جسمانی ہی کی طرف گئے لہٰذا وہ سوال عرض کئے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے حیاتِ بدن ہی سے جواب دئے، صاحبِ تفہیم المسائل کی جہالت کہ یہ حدیثیں ذکر کرکے لکھا،

عہ هکذا الان هذه القطعة محتملة الادراج فاثبتها علی وجه یحتمل الوجهین وهذا من دقائق حسن التعبیر فلیتنبه ولله الحمد ۱۲۔

میں نے اسے اس طرح ذکر کیا، اس لیے کہ اس حصۂ حدیث میں یہ احتمال ہے کہ راوی نے اپنے طور پر کہا ہو اور یہ بھی کہ حضور کا کلام نقل کیا ہو تو میں نے اس طور پر اسے لکھا کہ دونوں صورتیں بن سکیں، یہ حسن تعبیر کی باریکی ہے جس پر تنبہ چاہیئے۔ اور حمد خدا ہی کے لیے ہے۔ (ت)

---

[۱] سنن ابن ماجہ باب ذکر وفاته ودفنه صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۹

Marfat.com

لاحقون[1]۔ رواہ مسلم و لفظ النسائی مکان قولہ اتاکم الی موجلون وانا ایاکم متواعدون غدا و مواکلون ولابن ماجۃ من وجہ اجر واشار الیہ النسائی ایضا بعد السلام انتم لنا فرط وانا بکم لاحقون[2]۔

اسے مسلم نے روایت کیا اور نسائی میں اتاکم سے موجلون تک کی جگہ یہ الفاظ ہیں ہم اور تم آپس میں کل کے وعدے پر ہیں اور اسی پر بھروسہ کیے ہوئے ہیں۔ اور ابن ماجہ کے الفاظ دوسرے ہیں، نسائی نے بھی لفظ "سلام" کے بعد اسی طرف اشارہ کیا ہے تم ہم سے پہلے پہنچ گئے اور خدا چاہے تو ہم تم سے ملنے والے ہیں۔ (ت)

کیونکر منکر ہوتیں، حالانکہ خود دریافت کرچکی تھیں کہ یا رسول اللہ! کہ جب میں مدفونانِ بقیع کی زیارتوں کو جاؤں تو اُن سے کیا کہوں، حکم ہُوا تھا سلام کرکے یُوں کہو کہ اِن شاء اللہ ہم تم سے ملنے والے ہیں۔

مسلم ونسائی وغیرھما عنہا فی حدیث طویل قالت قلت کیف اقول لھم یارسول اللہ قال قولی السلام علیکم اھل الدیار من المؤمنین المسلمین ویرحم اللہ المستقدمین منا والمستاخرین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون[3]۔

مسلم ونسائی وغیرہما نے حضرت صدیقہ سے ایک حدیث طویل میں روایت کیا، انھوں نے عرض کیا: میں ان سے کیا کہوں یا رسول اللہ؟ فرمایا: یُوں کہو تم پر سلام اے قبرستان والو مومنین مسلمین سے! خدا ہمارے اگلوں اور پچھلوں پر رحم فرمائے۔ بیشک ہم تم سے ملنے والے ہیں اگر اللہ نے چاہا۔ (ت)

بالجملہ ام المومنین صرف سماعِ جسمانی کا انکار فرماتی ہیں مگر ازانجا کہ احادیث ثقات عدول شاہد ہیں ان واقعہ کے رَد کی طرف سبیل نہیں، جمہور علمائے اس مسئلہ میں اُن کا انکار قبول نہ کیا اور یہی مانا کہ اگرچہ تین دن گزر گئے اُن خبیثوں کے ناپاک جسم پھُول پھٹ گئے تھے اور شک نہیں کہ جسم مُردہ ہرگز سننے کے قابل نہیں مگر پھر بھی اُنھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشاد اسی گوشِ سر سے سنا کہ اللہ عزوجل نے ان کی زیادت حسرت کے لیے ان خالی جسموں کو اُس وقت پھر زندہ فرمادیا تھا اور اس میں آیات کی کچھ مخالفت نہ ہُوئی کہ سُنانا اللہ عزوجل کی طرف سے ہوا، نہ وُہ جِلاتا نہ یہ ان کانوں سے سنتے، وصفِ موتی آیت میں ملحوظ ہے یعنی میت جب تک میت ہے اسے سُنا نہیں سکتے اور بعدہ اعادہ رُوح، اب وہ میت ہی نہیں، تو آیات کا اصلاً محل ورود نہ رہا۔

اقول یہ تقریر کلام جانبین بحمد اللہ تعالٰی سب تکلفات سے مجانب ومنزہ ہے، اور اب ام المومنین پر

[1] صحیح مسلم — کتاب الجنائز — اصح المطابع کراچی — ۱/ ۳۱۴

[2] و [3] سنن نسائی — الامر بالاستغفار للمومنین — نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی — ۱/ ۲۸۷

Marfat.com

ترجمے میں لکھا :

گفت ابودردا ارگفتم بطریق استفہام واستبعاد کہ پس از موت نیز عرض می کنند[1]

ابودرداء فرماتے ہیں : میں نے بطریق استفہام واستبعاد عرض کی کہ کیا بعد انتقالِ اقدس بھی وہ درود پیش کریں گے (ت)

ذرا اس "می کنند" کا مرجع تو بولئے مگر اذہانِ صحابہ میں فنا وخرابی بدن کے بعد رُوح کی بے ادراکی تمھاری مقررہ بے ادراکی سے بھی فزوں تر تھی کہ ملائکہ کی بات سُننے سمجھنے پر بھی تعجب واستبعاد فرماتے مگر امثال آیہ کریمہ الناس یعرضون علیہا سے کہ مکیہ ہے اور اظہار فضل جمعہ وتنزیل فرض درود سے بہت پہلے نازل ہُوئی، اُن کے کان بے خبر تھے، ہاں بدن کی یہ حالت ضرور ہے کہ اسی کو وُہ موت عارض ہوتی ہے جو مطلقاً منافی شعور ہے تن مُردہ جب تک مُردہ ہے نہ مَلک کی بات سُن سکتا ہے نہ بشر کی، اور وقتِ سوال وغیرہ عودِ سماع بعودِ حیات ہے۔ اس کا بھی استمرار ضرور نہیں، تو بر قیاس عامۂ ناس کہ اس وقت تک خاصہ اجسامِ طیبہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کا علم نہ تھا بحال فنائے بدن بقائے ادراک جسمانی میں اشکال ہوا جس پر وُہ سوال اور اس کا وہ جواب کاشف حقیقۃ الحال ہُوا، الحمد للہ اتنی حقیقت تھی آپ کے اس نئے ناز کی جس پر بڑی دُھوم سے دکانِ فخر باز کی کہ :

چُوں از جواب مغالطات معترض فراغت دست داد - لہٰذا تحقیق ایں مسئلہ بطور دیگر ضرور افتاد[2]

چونکہ معترض کے مغالطات سے فراغت دستیاب ہُوئی اس لیے اس مسئلہ کی تحقیق دوسرے طور پر ضرور ہوئی (ت)

ماشاء اللہ اس شرط وجزا کے ربط کو تو دیکھئے، یہی بتا رہا ہے کہ سخت گھبرائے ہُوئے اور اعتراضاتِ علامہ معترض قدس سرہٗ کو لاحل سمجھ رہے ہو، اگر واقعی اعتراض اُٹھ جاتے تو اگلی ہی تحقیق کی جان بچ جاتی، آپ کے اس فراغتِ دست کے بعد پچھلی ضرورت پر ضرور افتاد کی افتاد کیوں آتی ؏

نطق کا حوصلہ معلوم ہے بس جانے دو

فائدہ جلیلہ : جب محاورات باہمی میں مطلق سمع سے یہ تبادر تو حدیث قلیب کا ذکر ہی کیا ہے کہ اس کا تو سماع جسمانی میں نص صریح ہونا اور پر مبین ہو چکا اور اُمّ المومنین محبوبہ سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وعلیہا اجمعین حاضر واقعہ نہ تھیں نیز اوپر ظاہر کیا کہ آیات کریمہ متعلق باجسام ہیں خصوصاً وما انت بمسمع من فی القبور، اگرچہ نفی سماع نہیں فرماتے مگر نفی اسماع ظاہر ہے اور اس واقعہ سے صراحۃً اسماع اجسام مفہوم، لہٰذا ام المومنین نے اسے منافی آیات خیال فرما کر وہم وسہو کا حکم دیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یعلمون فرمایا یعنی ان کی رُوحیں جانتی ہیں، راوی کو یسمعون یاد رہا کہ ان کے جسم سنتے ہیں، پر ظاہر کہ علم صفت خاصۂ رُوح ہے جس میں وہ بدن کی محتاج

---

[1] و [2] تفہیم المسائل سماع موتٰی از کتب حنفیہ مطبع محمدی لاہور ص ۴۲

Marfat.com

متعارضان فی ترجمة عذاب القبر قلت لما ثبت من سماع اهل القلیب کلامه وتوبیخه لهم دل ادراکهم کلامه بحاسة السمع علی جواز ادراکهم الم العذاب ببقیة الحواس فحسن ذکرهما فی هذه الترجمة ثم التوفیق بین الخبرین ان حدیث ابن عمر محمول علی ان مخاطبة اهل القلیب کانت وقت المسئلة و وقتها وقت اعادة الروح الی الجسد، وان حدیث عائشة محمول علی غیر وقت المسئلة فبهذا یتفق الخبران[1]

لاشوں سے خطاب کیا اور فرمایا سنتے ہیں اور حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث کہ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ جانتے ہیں، دونوں اس عذابِ قبر میں اس لیے ذکر کیں کہ جب اُنھوں نے حسِ گوش سے کلام سُن لیا تو باقی حواس سے عذاب کا الم بھی ادراک کرلیں گے اور ان حدیثوں میں موافقت یُوں ہے کہ ابن عمر کی حدیث خطاب وقت سوال نکیرین پر محمول ہے اُس وقت بدن میں رُوح آجاتی ہے اور ام المؤمنین کی حدیث اور وقت پر محمول ہے جب بدن خالی رہ جاتا ہے، یوں دونوں حدیثیں متفق ہو جائیں گی۔ (ت)

دیکھو کیسی تصریح ہے کہ سرا کلام ونقش و ابرام سماعِ جسمانی کے بارہ میں ہے۔ اُسی میں ہے:

قلت هذا من عائشة یدل علی انها ردت روایة ابن عمر المذکورة ولکن الجمهور خالفوها فی ذلك وقبلوا حدیث ابن عمر رضی الله تعالٰی عنه لموافقة من رواه غیره[2]۔

یعنی میں کہتا ہوں یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ ام المؤمنین نے روایتِ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کا رد فرمایا مگر جمہور علماء نے اس بات میں ام المؤمنین کا خلاف کیا اور حدیث ابن عمر مقبول رکھی کہ اور صحابہ نے بھی اُس کے موافق روایت کی۔

اُسی میں ہے:

سامعین ایاما کان باذان رؤسهم کما هو قول الجمهور[3]۔

یعنی اُن لاشوں نے وہ ارشادِ اقدس جیسے جسمانی کان سے سنا، جمہور کا قول یہی ہے۔ (ت)

جواب سوم جامع الجوابین۔

اقول قولِ مشائخ کہ میّت یا زید بعد موت نہیں سنتا، چار معنی کو محتمل کہ میت حقیقی بدن مقابل ہے اور روح پر بھی اطلاق کرتے، اور زید عرفی بدن مقید ہے اور روح متعلق با لبدن بھی اس کے معنی۔ بہرحال موضوع میں بدن و روح دو احتمال ہوئے، یونہی سماعِ عرفی متقید سمع آلاتِ بدن ہے اور اس کے دوسرے معنی ادراکِ تام اصوات

---

[1] و [2] و [3] عمدۃ القاری شرح بخاری باب ماجاء فی عذاب القبر ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۸/ ۲۰۲

Marfat.com

عبداللہ بن ابی ملیکۃ قال توفی عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بالحُبشیِ قال فحمل الیٰ مکۃ فدفن فیہا فلما قدمت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اتت قبر عبد الرحمٰن بن ابی بکر فقالت ؎

وکنا کندمانی جذیمۃ حقبۃ
من الدھر حتی قیل لن یتصدعا
فلما تفرقنا کانی ومالکا
لطول اجتماع لم نبت لیلۃ معا

ثم قالت واللہ لو حضرتک ما دفنت الاحیث مت ولو شھدتک ما زرتک[1]

وُہ راوی ہیں ابن جریج سے، وہ عبداللہ بن ابی ملیکہ سے، انھوں نے فرمایا۔ ت] یعنی حضرت سیدنا عبدالرحمان بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ برادرِ حقیقی اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے مکہ معظمہ کے قریب موضع حبشی میں انتقال فرمایا، اُن کی نعش مبارک مکہ معظّمہ لائے، جنت المعلّٰی میں دفن ہُوئے، جب اُمّ المومنین مکہ معظمہ آئیں تو اُن کے مزار مبارک پر گئیں، دو شعر (کہ تمیم بن نویرہ نے اپنے بھائی مالک بن نویرہ کے مرثیہ میں کہے تھے) پڑھے کہ ایک مدّتِ دراز تک جذیمہ (بادشاہِ عرب وعراق وجزیرہ مقتول ملک جزیرہ زبا) کے دونوں مصاحبوں کی طرح (کہ چالیس سال تک صحبتِ بادشاہ میں یکجا رہے تھے) ساتھ رہے، یہاں تک کہ لوگوں نے کہا کہ یہ ہرگز جُدا نہ ہوں گے اب کہ جُدا ہُوئے، گویا اس قدر طول یکجائی پر کسی شب ایک جگہ نہ رہے تھے —— پھر اپنے برادرِ مکرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہوکر یہ باتیں کہیں خدا کی قسم! اگر میں آپ کے انتقال کے وقت موجود ہوتی تو آپ وہیں دفن ہوتے جہاں آپ کا انتقال ہُوا تھا اور اگر میں اس وقت آپ کے پاس ہوتی تو اب آپ کی زیارت کو نہ آتی۔

وہیں دفن ہونا اسی لیے کہ یہی سنّت ہے، نعش کو دُور لے جانا نہ چاہیے، اور زیارت کو نہ آنا یُوں کہ زیارتِ قبور میں عورات کا حصّہ کم ہے۔ ام المومنین اگر معاذ اللہ ادراک وسماعِ ارواح کی منکر ہوتیں تو اس کلام وخطاب کے کیا معنے تھے، کیا کوئی عاقل اینٹوں پتھروں سے باتیں کرتا ہے؟ اور کیونکر منکر ہوتیں حالانکہ دیکھتی سنتی جاتی تھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اموات سے سلام وکلام وخطاب فرمایا کرتے تھے، خود روایت فرماتی ہیں کہ میری ہر شبِ نوبت رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخر شب مقبرہ بقیع پر تشریف لے جاتے اور فرماتے:

السلام علیکم دار قوم مومنین واتاکم ما توعدون غدا مؤجلون وانا ان شاء اللہ بکم

سلام تم پر اے ان گھروں والے مسلمانو! اب تم کو ملا چاہتا ہے جس کا تم سے وعدہ ہے تمھاری میعاد کل کے دن ہے، اور خدا چاہے تو ہم تم سے ملنے والے ہیں

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی الزیارت للقبور للنساء امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۲۵

Marfat.com

پھر یہ منع بے شاہد نہیں بلکہ اس کی صاف سند واضح موجود، خود یہی امام ابن الہمام جن کے کلام سے اکثر مشائخ کی طرف انکار سماع کی نسبت نقل کرتے ہو اسی کلام میں فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اکثر مشائخ کا تلقینِ موتٰی سے انکار کرنا اس پر مبنی ہے کہ وُہ سماعِ موتٰی سے منکر ہیں اور خود اسی کلام میں تلقین مذکور کو فرمایا:

نسب الی اھل السنۃ والجماعۃ وخلافہ الی المعتزلۃ۔[1]

اس تلقین کا مطلوب ہونا اہلسنت وجماعت کی طرف منسوب ہے اور اس کا انکار معتزلہ کی طرف۔

اور کلامِ امام صفار سے صاف صریح تصریح گزری کہ منعِ تلقین مذہبِ معتزلہ ہے۔ کشف الغطا کا قول گزرا کہ جو تلقین نہیں مانتا معتزلی ہے، جوہرہ و درمختار کی عبارت گزری کہ اہلسنت کے نزدیک تلقین امرِ شرعی ہے تو صاف ظاہر ہُوا کہ یہ اکثر مشائخ منکرانِ سماع وہی منکرانِ تلقین معتزلی ہیں۔ یہ سند واضح بہ تفصیلِ تام تصحیح المسائل میں مذکور تھی باایںہمہ صاحب تفہیم المسائل نے منہ زوری سے کہا:

ازاکثر مشائخنا کہ ابن ہمام مشائخ رانسبت بخود کردہ معتزلہ مراد گرفتن ازبس مستبعدست و در کلام کدامی اہلسنت چنیں واقع نہ شدہ وابن ہمام رامعتزلی قرار دادن کار معترض است وآں مسئلہ کہ خلاف عقیدہ حنفیہ اہلسنت باشد دراں ہرگز علی الاطلاق نخواہند گفت کہ ایں قول علمائے حنفیہ است کما لایخفی علی من لہ ادنی رجوع الی الکتب پس مادامیکہ وقوع لفظ اکثر مشائخنا در کلام اہلسنت ومراد بودن ازاں معتزلہ ثابت نہ کنند چگونہ ایں توضیح بمعرض تسلیم درآید۔[2]

اکثر مشائخنا سے کہ ابن ہمام نے مشایخ کو اپنی طرف نسبت کیا۔ معتزلہ مراد لینا بہت مستبعد ہے اور کسی سُنّی کے کلام میں ایسا واقع نہ ہُوا۔ ابن ہمام کو معتزلی ٹھہرانا معترض کا کام ہے، جو مسئلہ حنفیہ اہلسنّت کے عقیدے کے خلاف ہو اس میں علی الاطلاق ہرگز نہ کہیں گے کہ یہ علمائے حنفیہ کا قول ہے، جیسا کہ کتابوں کی طرف ادنی رجوع رکھنے والے پر مخفی نہیں، توجب تک کہ کلام اہلسنت میں اکثر مشایخنا آنا اور اس سے معتزلہ کا مراد ہونا ثابت نہ کریں، یہ توضیح کیسے تسلیم کی جا سکتی ہے۔ (ت)

اقول اس ساری تطویل لاطائل کا صرف اس قدر حاصل بے حاصل کہ کلام اہلسنت میں اکثر مشائخنا سے معتزلہ کا ارادہ مستبعد وخلاف ظاہر ہے' یہ کہنا اس وقت اچھا معلوم ہوتا کہ یا تو علامہ معترض نے یونہی بے سند فرمادیا ہوتا کہ یہاں معتزلہ مراد ہیں یا آپ جواب سند سے عہدہ برآ ہو لیتے اور جب کچھ نہیں تو منع مؤید بسند واضح صرف

---

[1] فتح القدیر باب الجنائز مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۶۸
[2] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی مطبع محمدی لاہور ص ۸۱

Marfat.com

وہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ جب علم مانتی ہیں سماع کیوں نہیں مانتیں، علم روح کے لیے ہے سمع جسمانی بحالت موت جسم کیونکر ہوا، اور اب خود اُم المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا کی حدیث کہ امام احمد نے بسندِ حسن اُن سے اسی قصۂ بدر میں یہی لفظ روایت کیے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ماانتم باسمع لما اقول منھم تم میرا فرمانا کچھ اُن سے زیادہ نہیں سُنتے (جسے علماء نے بشرط محفوظی رجوع ام المومنین پر محمول کیا تھا کہ جب متعدد صحابہ کرام حاضرانِ واقعہ سے روایت سُنی انکار سے رجوع فرمائی) ممکن کہ اثبات سماع روح پر محمول ہو کر نفی و اثبات میں تنافی نہ رہے کہ شاذ و محفوظ کا قصہ چلے یعنی ام المومنین اُن لفظوں پر انکار نہیں کرتیں اُنھیں تو خود حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت فرماتی ہیں بلکہ انکارع۵ اس معنی پر ہے جو اوروں نے سمجھا یعنی جسمانی نہ مانو کہ خلافِ آیت ہے بلکہ مراد حضورِ سمعِ روح ہے، میں بحمد اللہ تعالٰی بعد اتضاح مراد اس کی حاجت نہیں رکھتا کہ قولِ ام المومنین کے جواب میں امام اسمٰعیل و امام بیہقی و امام سہیلی و امام سبکی و امام عسقلانی و امام سیوطی و امام قسطلانی و مولانا قاری و شیخ محقق و علامہ زرقانی وغیرہم اکابر کے کلام نقل کروں اگرچہ یہ سب اس وقت میرے پیشِ نظر ہیں، مگر ہاں امام عینی کی بعض عبارات نقل کروں گا کہ یہ وہی عینی شارح کنز ہیں جن سے اس مسئلہ میں مخالف نے جہلاً استناد کیا۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری کتاب الجنائز باب ماجاء فی عذاب القبر میں فرماتے ہیں:

فان قلت ماوجه ذکر حدیث ابن عمر وحدیث عائشة رضی الله تعالٰی عنهم وهما

یعنی بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان

ع۵ امام عینی کا بھی ایک کلام اس مسلک کی طرف ناظر:

فان ام المومنین لما وهمت عبدالله بن عمر رضی الله تعالٰی عنهم فی حدیث تعذیب المیت ببکاء اهله وشبهت وهمه فیه بوهمه فی حدیث القلیب قال العینی وجه المشابهة بینهما حمل ابن عمر علی الظاهر والمراد منهما ای من الحدیثین غیر الظاهر الخ[1] فبدا ان الاظهر من کلامها رضی الله تعالٰی عنها هو المسلك الاول والله تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (م)

تو اُم المومنین رضی اللہ عنہا نے جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی "میت کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے میت کو عذاب دینے" والی حدیث کے بارے رائے کو وہم قرار دیا اور انکی اس رائے کو قلیب والی حدیث میں ان کے وہم کی طرح قرار دیا، اس پر علامہ عینی نے فرمایا دونوں حدیثوں میں وجہِ مشابہت یہ ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے دونوں حدیثوں کا ظاہری مفہوم مراد لیا جبکہ ان دونوں کا ظاہری مفہوم مراد نہیں ہے الخ مگر حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے کلام سے پہلا مسلک ہی زیادہ واضح ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

[1] عمدۃ القاری شرح البخاری مخاطبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اہل القلوب بعد موتہم ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۱۷/ ۹۳

Marfat.com

نوشتہ تخصیص الشئ باسمہ لایدل علی نفی الحکم عما عداہ[1] لازم نہیں آتی، توضیح میں ہے: کسی خاص چیز کا نام لینا یہ نہیں بتاتا کہ اس کے ماسوا سے حکم کی نفی ہے (ت)

اُنھوں نے کلامِ شافعیہ میں دیکھ کر اُن کی طرف نسبت کیا اُس سے کیا لازم کہ حنفیہ نے نسبت نہ کیا اور بالفرض اُن کا لازمِ سخن یہ ہو بھی تو جب صراحۃً آنکھوں کے سامنے اجلّۂ حنفیہ کی تصریحات موجود تو کیا بعض علماء کے کلام سے نفی مفہوم ہونا محسوسات کو مٹا دے گا، قاعدہ اجماعیہ عقل ونقل میں تو مثبت کو نافی پر مقدم رکھتے ہیں، دو علمائے معتمدین سے ایک فرماتا حنفیہ نے ایسا نہ لکھا، دوسرا فرماتا لکھا، تو لکھنا ہی ثابت ہوتا کہ اس نے نہ دیکھا لہذا انکار کیا اور نہ دیکھنا کوئی حجت نہیں ومن علم حجۃ علی من لم یعلم (علم والا حجت ہے اس پر جسے علم نہیں۔ت) نہ کہ ثبوت عیانی کو نفی بیانی سے دیدہ نادیدہ کر دیں یعنی اگرچہ ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ اکابر علمائے حنفیہ نے لکھا مگر فاضل برجندی جو لکھ چکے ہیں کہ شافعیہ نے کہا لہذا مجبوری ہے اب حس ومشاہدہ کی تکذیب ضروری ہے۔ سچ ہے آدمی وہابی ہو کر جماد لایسمع ولا یفہم ہو جاتا ہے۔

ثالثًا طرفہ جہالت یہ کہ مطلق انکار جانب معتزلہ منسوب ہے نہ اس خصوصیت سے۔ تصحیح المسائل میں کب فرمایا تھا کہ انکار بایں خصوص منسوب بہ معتزلہ ہے۔ اے ذی ہوش! حاصلِ کلام تو یہی تھا کہ انکارِ تلقین مذہب معتزلہ ہے، اور امام ابنِ ہمام اس کا مبنٰی بیان فرماتے ہیں کہ یہ لوگ منکرِ سماع تھے لہذا تلقین سے منکر ہوئے، تو ظاہر ہوا کہ منکرینِ سماع معتزلہ ہیں اگر سرے سے بخصوص انکار سماع جانب معتزلہ نسبت ہوتی تو اس توسیط کی کیا حاجت تھی ویسے ہی نہ کہہ دیا جاتا کہ دیکھو انکار سماع قولِ معتزلہ بتایا گیا، ہاں اس پر ایک شبہہ ہوتا تھا کہ بعض اہلسنت عـــہ بھی تو منع تلقین کی طرف گئے اور جب اس کا مبنٰی وُہ ہے تو یہ بھی اس کے قائل ٹھہریں گے۔ تصحیح میں اس وہم کے دفع کو توجیہ فرمادی کہ ان کا انکار انکارِ سماع پر مبنی نہیں بلکہ ان کے نزدیک تلقین کا بیکار یا ثابت ہونا ذی ہوش نے اسے نسبت بایں خصوص کا دعوٰی سمجھ لیا یہ فہم

عـــہ اقول سابقًا مذکور ہُوا کہ ظاہر الروایۃ سے منع ثابت نہیں اور امام صفار خود امام اعظم پر تلقین مانتے اور منکر کو معتزلی جانتے ہیں اور شک نہیں کہ معتزلہ قدیم سے شامل اہلِ مذہب ہیں اور انھیں بربنائے جمادیت موتی انکار تلقین لازم، ابتداءً وہی لوگ اپنے مذہب فاسد کی بنا پر منکر تھے، لہذا امام صفار اس حصر پر حاکم بعد مرور زمان بعض متاخرین اہلسنت نے کلمات مشائخ مذکورین میں انکار اور ظاہر الروایۃ میں عدم ثبوت دیکھ کر انکار کیا اور عدمِ فائدہ یا عدمِ ثبوت سے رنگِ توجیہ دیا لہذا اب انکار دو طرف منقسم ہو گیا بوجہ جمادیت خاص بمعتزلہ اور بعض اہلسنت کا بوجوہ دیگر جیسا کہ کلامِ امام نسفی سے گزرا فاعلمہ فعسی ان لایتجاوز الواقع عنہ ۱۲ منہ (اسے اچھی طرح جان لے ہوسکتا ہے واقعہ اس سے متجاوز نہ ہو ۱۲ منہ۔ت)

---

[1] تفہیم المسائل معانقہ روزِ عید مطبع محمدی لاہور ص ۱۱۳

Marfat.com

بروجہ جزئی اگرچہ بے ذریعہ آلات، تو محمول میں بھی دو احتمال ہوئے اور حاصل ضرب چار،

(۱) بدنِ مردہ کو سمع آلات نہیں ۔

(۲) بدنِ مردہ کو ادراکِ اصوات نہیں ۔

(۳) روحِ مردہ کو سمع آلات نہیں ۔

(۴) روحِ مردہ کو ادراکِ اصوات نہیں ۔

پہلے تینوں معنے حق ہیں اور ہمارے کچھ مخالف نہیں، نہ مخالف کو اصلاً مفید۔ کلام کے اگر دو ہی معنے ہوتے ایک موافق ایک مخالف، تو مخالف کو اس سے سند لانے کا کوئی محل نہ تھا، نہ احتمالی بات پر مشائخ کرام کو منکرِ سماع متنازع فیہ کہنا صحیح ہو سکتا، نہ کہ تین احتمالاتِ صحیحہ چھوڑ کر از پیشِ خویش چوتھا احتمال جما لینا اور کلام کو بزورِ زبان خواہی نخواہی اپنی سند بتا دینا کیسی جہالتِ واضحہ ہے!

جواب چہارم مذہبِ حنفیہ میں معتزلہ بکثرت پیرے ہوئے ہیں، یہ مشائخ کہ برخلاف عقیدۂ اہلسنت منکرِ سماع ہیں وہی معتزلہ ہیں۔ یہ جواب سیف اللہ المسلول مولٰنا المحقق معین الحق فضل الرسول قدس سرہٗ نے تصحیح المسائل میں افادہ فرمایا۔

اقول کلامِ مشائخ سے استنادِ مخالف دو مقدموں پر مبنی تھا، صغرٰی یہ کہ امتناع سماع متنازع فیہ قول اکثر مشائخ حنفیہ ہے جس کے ثبوت میں وہ عبارات خمسہ پیش کیں۔ اور کبرٰی مطویہ مستورہ یہ کہ جو قول اکثر مشائخ حنفیہ ہے فی نفسہٖ حق ہے یا ہم پر اس کی تسلیم واجب ہے، تقدیرِ اول پر دلیل تحقیقی ہوگی اور دوسرے پر الزامی۔ بہرحال اس کا ثبوت کچھ نہیں۔ اگلے تین جواب ان کے صغرٰی کی ناز برداری میں تھے یعنی کلامِ مشائخ میں سماع متنازع فیہ کا انکار ہرگز نہیں اب یہ جواب اور باقی اجوبہ کبرٰی مستورہ کی خدمت گزاری کو ہیں کہ اگر مکابرہ واصرار وعناد واستکبار سے کسی طرح باز نہ آؤ اور خواہی نخواہی معانی صادقہ صحیحہ موافقہ احادیث صحیحہ وعقیدہ اہلسنت وکلمات ائمہ کرام وخود اقوالِ مشائخ اعلام کو چھوڑ کر بے دلیل بلکہ خلاف دلائل واضحہ معنی کلام مشائخ یہی گھڑو کہ ارواحِ موتٰی کو کسی طرح ادراکِ کلام نہیں ہوتا، تو اب ہم ہرگز نہیں مانتے کہ اس قول کے قائل مشائخ اہلسنت ہوں جن کے ارشاد ہم پر حجت ہوں، کیا مشائخ مذہب میں معتزلہ نہیں؟ درمختار کتاب النکاح فصل محرمات میں ایک مسئلہ کشاف زمخشری معتزلی سے نقل کیا اس پر علامہ شامی نے ردالمحتار میں فرمایا:

نقل ذلک عنہ لان الزمخشری من مشائخ المذھب وھو حجۃ فی النقل[1]

یہ مسئلہ اس سے اس لیے نقل کیا کہ زمخشری مشائخ مذہب سے ہے اور اس کی نقل پر اعتماد ہے۔ (ت)

[1] ردالمحتار فصل فی المحرمات مصطفی البابی مصر ۲/۳۰۲

Marfat.com

باوے از وے ظاہر می شدند وحالا نمی شوند کذا فی تفسیر العزیزی و بعضے گویند کہ تحقیق ہمیں است کہ شہداء راہم حیات مثل انبیاء بجسد است چنانچہ در تفسیر روض الجنان تحت آیہ کریمہ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء می نویسد علماء در تفسیر آیت واحوالِ شہداء خلاف کردند ، عبداللہ ابن عباس وحسن بصری گفتند ایشاں زندہ اند بارواحہم واجسادہم بامداد وشبانگاہ روزی بایشاں می رسد وایشاں خرم اند بانچہ خدا بایشاں می دہد چنانچہ در دیگر آیت فرمود من قولہ تعالیٰ یرزقون فرحین بما اٰتاھم اللہ من فضلہ و بعضے دیگر گفتند ارواحِ ایشاں زندہ باشند وروزی برایشاں عرض مے کنند بامداد وشبانگاہ چنانکہ برارواح آلِ فرعون آتش عرضہ می کنند فی قولہ تعالیٰ النار یعرضون علیہا غدوا وعشیا وعلمائے محققان بیشتر بر قولِ اول اند انتہی۔

کہ شعور وادراک اور حرکات وتصرفات روح کے تعلق کی وجہ سے اس سے ظاہر ہوتے تھے اور اب نہیں ہوتے۔ ایسا ہی تفسیر عزیزی میں ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ تحقیق یہی ہے کہ شہدا کے لیے بھی انبیاء کی طرح جسم کے ساتھ زندگی ہے، جیسا کہ آیہ کریمہ "اللہ کی راہ میں مارے جانے والوں کو مُردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں" کے تحت تفسیر روض الجنان میں لکھتے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر اور شہدا کے احوال میں علماء کا اختلاف ہے۔ عبداللہ بن عباس اور حسن بصری فرماتے ہیں، شہداء جسم و رُوح کے ساتھ زندہ ہیں صبح وشام انھیں رزق ملتا ہے اور یہ اُس پر خوش ہیں جو خدا انھیں دیتا ہے جیسا کہ دوسری آیت میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے انھیں رزق دیا جاتا ہے وہ اس پر خوش ہیں جو اللہ نے اپنا فضل انھیں عطا کیا۔ بعض دیگر کہتے ہیں اُن کی رُوحیں زندہ ہوتی ہیں اور ان ہی پر صبح وشام رزق پیش کرتے ہیں، جیسے فرعونیوں کی رُوحوں پر آگ پیش کرتے ہیں۔ ارشاد باری ہے: وُہ صبح وشام آگ پر پیش ہوتے ہیں۔ اور اکثر علمائے محققین پہلے قول پر ہیں۔ ختم (ت)

کیوں مُلّاجی! اب نسبت کی خبریں کہئے، جب اہلِ سنّت کے نزدیک ہر فاسق وکافر کی رُوح زندہ ہے موت صرف بدن کے لیے ہے اسی کے ادراکات زائل ہوتے ہیں، تو اب سماعِ موتٰی میں کیا مجالِ مقال رہی، جوابات سابقہ کی تقریر کیسی روشن طور پر ثابت ہوگئی، تفہیم المسائل کی ساری عرق ریزی کیسی خاک میں ملی، اب یہ کلام مشایخ جس میں موت و بے فہمی و بے حسی کی تصریحیں ہیں، روح پر محمول ہو مشائخ اہلسنت کا کلام نہ ہونا کیسا واضح و منجلی والحمد للہ العظیم العلی۔ اور عجیب لطیفہ یہ کہ ساتھ ہی خوش وقتی میں آکر تفسیر روض الجنان کی عبارت بھی نقل فرماگئے جس نے رہی سہی ڈھول سے کھال بھی کھوئی، اس میں صاف تصریح ہے کہ سیدنا عبداللہ ابن عباس

---

[1] تفہیم المسائل استمداد از صاحبِ قبر مطبع محمدی لاہور ص ۵۸ و ۵۹

Marfat.com

استبعاد و مخالفت ظاہر سے مندفع نہیں ہو سکتا۔ ہر ادنٰی خادمِ علم جانتا ہے کہ ظاہر صالح دفع ہے نہ حجت استحقاق، تو اُس سے مقدمہ ممنوعہ پر اقامت دلیل چاہنا جہالت کہ وہ محلِ استحقاق ہے اور مقام دفع میں آکر منع سند مقصود ہو تو اور سخت تر جہالت کما لا یخفی علی اھل العلم (جیسا کہ اہلِ علم حضرات پر مخفی نہیں۔ ت) ہاں جوابِ سند کی طرف بھی ایک عجیب نزاکت سے توجہ کی، فرماتے ہیں:

وانکار تلقین را نسبت بہ معتزلہ بعض علمائے شافعیہ زعم کردہ اند نہ حنفیہ چنانچہ در برجندی نوشتہ ولا یلقن بعد الدفن عندنا وعند الشافعی یلقن و زعم بعض اصحابہ انہ مذھب اھل السنۃ و والاول مذھب المعتزلۃ و ایشان انکار تلقین را مطلقاً نسبت بمعتزلہ کردہ اند نہ انکار بخصوصیت ایں جہ کہ سماع موتٰی را نیست کما زعم المعترض [1]

بعض علمائے شافعیہ نے انکارِ تلقین کو معتزلہ کی طرف منسوب کیا ہے نہ کہ حنفیہ نے، جیسا کہ برجندی میں لکھا ہے۔ ہمارے نزدیک بعد دفن تلقین نہ ہوگی اور امام شافعی کے نزدیک تلقین ہوگی۔ ان کے بعض اصحاب نے فرمایا ہے کہ یہ اہلِ سنت کا مذہب ہے اور اول معتزلہ کا مذہب ہے۔ اور انھوں نے مطلقاً انکارِ تلقین کو معتزلہ کی طرف منسوب کیا ہے، نہ خاص اس وجہ سے انکار کہ مُردوں کو سماع نہیں جیسا کہ معترض نے گمان کیا۔ (ت)

اقول اولاً اس نابینائی کی کچھ حد ہے، بھلا جوہرہ و درمختار و کشف الغطا وغیرہا تصانیفِ حنفیہ کو ملاجی کہہ سکتے ہیں کہ میرے پیشِ نظر نہ تھیں تلخیص الادلہ کی عبارت تو خود ہی اپنے خصم کے کلام سے نقل کی کہ امام زاہد صفار کہ در طبقہ ثانیہ از مجتہدین فی المذہب ست در کتاب تلخیص الادلہ نوشتہ وینبغی ان یلقن المیت علی مذھب الامام الاعظم والمقتدی المکرم ومن لم یلقن فھو علٰی مذھب الاعتزال [2] یعنی امام اعظم و پیشوائے مکرم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب پر میت کو تلقین کرنا چاہیے، جو تلقین نہ مانے معتزلی ہے، اور آنکھیں بند کرکے کہہ دیا کہ "بعض شافعیہ زعم کردہ اند نہ حنفیہ"، مگر امام اجل مجتہد فی المذہب زاہد صفار کہ صرف دو واسطے سے امام ابویوسف و امام محمد کے تلمیذ رشید ہیں سرکار کے نزدیک علمائے حنفیہ سے نہیں۔

ثانیاً شافعیہ کا نسبت کرنا حنفیہ کے نسبت کرنے کا کیا نافی و منافی ہے کہ عبارتِ برجندی سے "نہ حنفیہ" بھی نکال لیا، خود سرکار اسی تفہیم کے صفحہ ۷۱ پر فرماتے ہیں:

از تخصیص شیئ بذکر نفی عما عداہ لازم نیاید در توضیح

کسی خاص چیز کو ذکر کرنے سے اس کے ماسوا کی نفی

---

[1] تفہیم المسائل — عدمِ سماعِ موتٰی از کتبِ حنفیہ — مطبع محمدی لاہور — ص ۸۱

[2] 〃 〃 〃 ص ۸۰

Marfat.com

وکلام را در عرض اعمالِ اقارب بر آنہا در بعض ایام آرند جوابش آنکہ مراد از سلام وکلام سلام کلام زائران است نہ دیگراں [1]

ہونے کے تحت مرقات کی عبارت سے تمام مُردوں کے لیے سلام ونقل سُننا نقل کرتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ سلام وکلام سے مراد زیارت کرنے والوں کا سلام وکلام ہے دُوسروں کا نہیں۔ (ت)

سچ ہے بوکھلائے ہُوؤں کا کیا کہنا ؎

وُہ شرمائی ہُوئی نظریں وُہ گھبرائی ہُوئی باتیں
نکل کر گھر سے وُہ گھرنا ترا اُمیدواروں میں

حجّتِ ثانیہ: پھر مشائخ نے جب وقتِ سوال سماع مانا تو اس کی وجہ یہ بتائی کہ اب رُوح جسم میں دوبارہ آئی جب کلام روح کی طرف آئے تو اس جواب کا صاف یہ حاصل کہ رُوح جب تک بدن سے جُدا تھی بے حس وبے ادراک تھی جسم میں آنے کے باعث اس وقت پھر مدرک ہوگئی، یہ صراحۃً بدن کو شرطِ ادراک ماننا ہے کہ سو بار سن چکے کہ یہ مذہب نامہذب معتزلہ ہے، اب یا تو اکثر مشائخنا کی طرف نسبت غلط مانیے تو اپنی ہی سند بگاڑیے، اپنے ہی پاؤں پر تیشہ ماریے، ورنہ یقیناً قطعاً اُن سے وہی معتزلہ مراد ہیں بعد قیام حجج قاطعہ کے حیلوں حوالوں ٹالے بالوں کی کیا گنجائش ہے، نہ اب اس سوال کا موقع کہ پھر یہ شراح اُسے کیوں بے اظہار خلاف نقل کر لائے۔

اقول ویسے ہی نقل کر لائے جس طرح امام عبدالرشید بن ابی حنیفہ ولوالجی وامام طاہر بن احمد وغیرہما اجلہ کرام نے بشیر مریسی معتزلی کا قول یُوں نقل کیا گویا یہی اصل مذہب ہے، جس طرح علامہ محقق زین العابدین بن ابراہیم وفہامہ مدقق علاء الدین محمد دمشقی نے ابوعلی جبائی معتزلی کا قول یُوں نقل کیا گویا یہی مذہبِ مشائخ ہے جس کا بیان فائدہ جمیلہ فصل سیزدہم میں گزرا۔ خود انھیں امام ابن الہمام نے فتح القدیر باب نکاح الرقیق میں ایک مسئلہ محیط سے نقل کیا پھر فرمایا: ھکذا توارد ھا الشارحون [2] شارحین یکے بعد دیگرے یونہی لکھتے چلے آئے۔ پھر فرمایا: یہاں مقتضائے نظر اس کے خلاف ہے۔ پھر اسے بیان کرکے فرمایا: فھذا ھو الوجہ وکثیرا ما یقلد الساھون الساھین [3] سخن موجہ یہی ہے اور اکثر ہوتا ہے کہ بھُولنے والے بھُولنے والوں کی پیروی کر لیتے ہیں۔ علامہ بحر نے بحرالرائق آخر کتاب البیوع باب المتفرقات میں ایک مسئلہ پر اعتراض کیا کہ اس میں مصنفین

---

[1] تفہیم المسائل — استمداد از صاحب قبر — مطبع محمدی لاہور — ص ۷۲

[2] فتح القدیر — باب نکاح الرقیق — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ۳/ ۲۷۰

[3] " " " " " " "

Marfat.com

سقیم اور ادعائے تفہیم ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ھذا وانا **اقول** وباللہ التوفیق سب این وآں سے درگزرے تو اب دلائل ساطعہ قاطعہ حاکم ہیں کہ یہ قطعاً مذہب معتزلہ ہے مثلاً **حجتِ اُولیٰ** کلام کا ہے میں مفروض ہوا روح میں سماع سے کیا مراد لیا، ادراک مطلق اگرچہ بے ذریعہ آلات، اور یہ مشائخ دلیل کیا لا رہے ہیں کہ وہ مردہ ہے، بے حس ہے، فہم وادراک کے قابل نہیں، یہ کہ ہزار بار سُن چکے ہو کہ رُوح کی نسبت ان اعتقادات سے اہل سنّت پاک ومنزّہ ہیں، یہ معتزلہ وغیرہم ضالین ہی کے خیالات بدمزہ ہیں، خود آپ ہی اسی تفہیم میں فرماتے ہیں:

مذہب بعض معتزلہ آن است کہ اگر میّت جماد ست دراں حیات وادراک نیست[1]

بعض معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ میّت جماد ہے اُس میں حیات وادراک نہیں۔ (ت)

اور اسی میں فرمایا:

بعض معتزلہ کہ از آیہ کریمہ وما انت بمسمع من فی القبور در انکار تعذیب استدلال می کردند عینی در ہمیں شرح برجواب ایشاں نوشتہ کہ عدم اسماع مستلزم عدمِ ادراک نیست[2]

آیت کریمہ "تم انھیں سُنانے والے نہیں جو قبروں میں ہیں" سے بعض معتزلہ کا انکارِ تعذیب پر استدلال تھا، عینی نے اسی شرح میں ان کا جواب لکھا کہ نہ سُنانا عدمِ ادراک کو مستلزم نہیں۔ (ت)

افسوس صاحبِ تفہیم المسائل کی بیہوشی ص۶۳ پر یہ آنکھیں بھی بلوا گئی:

ہرچند بعضے گویند کہ شہدا راہم حیات مثل انبیا بجسد است مگر ایں قول مختار اہلِ تحقیق نیست انچہ تحقیق است این ست کہ حیاتِ انبیا بسلامت جسد و رُوح ہردوست وحیاتِ شہدا صرف ببقائے روح است بلکہ تخصیص شہدا نیز بایں معنی لغوست زیرا کہ ارواح را مطلقاً خواہ روحِ شہید باشد یا روحِ عامہ مومنین یا رُوحِ کافر وفاسق بایں معنی مردہ نتواں گفت مردگی صفتِ بدن است کہ شعور وادراک وحرکات وتصرفات بہ سبب تعلق روح

بعض کہتے ہیں کہ انبیاء کی طرح شہداء کے لیے بھی جسم کے ساتھ زندگی ہے۔ مگر یہ قول اہلِ تحقیق کا مختار نہیں، تحقیق یہ ہے کہ انبیاء کی زندگی جسم وروح دونوں کی سلامتی کے ساتھ ہے اور شہدا کی زندگی صرف بقائے روح کے ساتھ ہے بلکہ اس معنی میں شہدا کی تخصیص لغو ہے اس لیے کہ ارواح کو مطلقاً، خواہ شہید کی روح ہو یا عام مومنین کی روح، یا کافر وفاسق کی رُوح، کسی کو اس معنی میں مُردہ نہیں کہہ سکتے، موت بدن کی صفت ہے

---

[1] تفہیم المسائل، عدمِ سماعِ موتیٰ، مطبع محمدی لاہور، ص ۸۱
[2] ″ ″ ″ ص ۸۳

Marfat.com

عطاؤں سے نوازا۔ ت) میں اگر کلامِ مشائخ کے یہ معنی لوں جس سے موت وبے ادراکی روح ثابت ہو تو یہاں تو امر آسان تر ہے کہ اصل مسئلہ میں کوئی دقت نہیں صرف بیانِ دلیل میں محض بے حاجت یہ تخلیط واقع ہوئی۔ اس تقدیر پر یہاں بھی قطعاً جزماً یہی ہُوا کہ مشائخ مذہب سے معتزلہ نے یہ دلیل ذکر کی، پھر بعض مشائخ اہلسنت نے سہواً نقل کردی، پھر نقول درنقول ہوتی چلی گئیں، تنقیح وتنبیہ کی طرف توجہ رہ گئی۔ اب متاخرین اکثر مشائخنا کہا ہی چاہیں، یہی وجہ ہے کہ خود ان علمائے اعلام اہلسنت کے کلام جابجا اس کے خلاف واقع ہوئے جس کے پچیس[۲۵] شواہد دلیل ۱۱ میں سُن چکے، یہاں سہواً معتزلہ کا قول لکھ گئے اور خود یہیں اور دیگر مواقع میں جابجا اپنا عقیدہ حقہ متعدد وجوہ سے ظاہر ہوا وللہ الحمد۔

کیوں مُلّا تفہیمی صاحب! اب اپنے اعذار باردہ واستبعادات کاسدہ دیکھئے کدھر گئے وباللہ التوفیق، اور حقیقۃً یہ سب تمھاری خوبیاں ہیں، نہ تم معانی حقہ صحیحہ صادقہ چھوڑ کر بزورِ زبان وزور وبہتان یہ معنی باطل گھڑو، نہ اس جواب کی حاجت ہو۔ انصافاً اپنے استبعادوں کو آپ ہی بیٹھ کر روؤ۔ ہمارے نزدیک نہ مشائخ کرام نے خطا کی نہ اُن کا کلام حاشا کسی عقیدہ اہلسنت نہ اپنے کسی کلام دیگر کے معارض، نہ یہاں باہم متعارض ومتناقض جس کی تحقیق قاہر اوپر سُن چکے۔ وللہ الحمد۔

جلیلہ عظیمہ : رہی ملّا جی کی پچھلی نزاکت کہ :

انکارِ سماعِ موتٰی بطوریکہ ما می کنیم مذہبِ معتزلہ فہمیدن محض غلط است زیراکہ مذہبِ بعض معتزلہ آن ست کہ میّت جماد است دران حیات وادراک نیست پس تعذیبِ آن محال است واہلسنت گویند کہ ہرچند کہ درمیّت حیات نیست مگر جائز است کہ خدائے تعالٰی دران نوعے از حیات بقدرِ ادراک الم عذاب ولذت وتنعم عندالایلام والتعذیب پیداکند وآں مستلزمِ سماع نیست[۱]

جس طرح ہم سماعِ موتٰی کا انکار کرتے ہیں اسے معتزلہ کا مذہب سمجھنا محض غلط ہے۔ اس لیے کہ معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ میّت جماد ہے اس میں حیات وادراک نہیں تو اس کی تعذیب محال ہے، اور اہل سنت کہتے ہیں کہ ہرچند کہ میّت میں حیات نہیں مگر ہوسکتا ہے کہ خدائے تعالٰی اس میں ایک نوعِ حیات پیدا کردے اس قدر کہ الم پہنچانے اور عذاب دینے کے وقت عذاب کی تکلیف اور آسائش کی لذت کا ادراک کرے اور یہ سماع کو مستلزم نہیں۔ (ت)

ہمارے کلماتِ سابقہ کے ناظر پر اس عذر بدتر از گناہ کی حقیقت خوب منکشف ہے پھر بھی ملّاجی کی خاطر کیجئے کلام کو چند

---

[۱] تفہیم المسائل عدمِ سماعِ موتٰی از کتبِ حنفیہ مطبع محمدی لاہور ص ۱۸

Marfat.com

وحضرت امام حسن بصری و اکثر علمائے محققین شہدائے کے اجسام بھی زندہ مانتے ہیں، اور اسی کو ظاہر آیۂ کریمہ سے مؤکد کیا اور بعض کی طرف سے اس کا جو جواب نقل کیا پر ظاہر کہ نری تاویل ہی تاویل ہے، کہاں ارشادِ الٰہی ہیں یرزقون روزی دئے جاتے ہیں اور کہاں یہ معنی کہ روزی انھیں دیتے نہیں دکھا دیتے ہیں ؏

شربت بنماید و چشیدن نگزارند

(یہ یوں ہی ہے کہ شربت پی لیا ہے اور چکھا نہیں)

اب خدارا اپنے انکاری دھرم کی ایک ٹانگ توڑیئے، شہداء ہی کے لیے سماعت مانئے۔ انھیں سے استمداد جائز جانئے کہ یہاں تو جسم و رُوح سب کچھ زندہ ہے، کسی جھوٹے حیلے کی بھی گنجائش نہیں۔ جس طرح کہ تم خود اسی تفہیم کے صفحہ ۸۰ پر لکھ چکے ہو:

درسماعِ انبیاء علیہم السلام کلامے نیست کہ ایشاں راحیات حاصل است[1]

انبیاء علیہم السلام کے سُننے میں کوئی کلام نہیں ان حضرات کو حیات حاصل ہے (ت)

نیز ص۸۹ پر:

(آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) جواب دادند کہ چوں انبیاء راحیاتِ دنیاوی حاصل وجسد ایشاں نیز باقی است لہذا محل استبعاد سماع دعرض نیست[2]

آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جواب دیا کہ جب انبیاء کو حیاتِ دنیاوی حاصل ہے اور ان کا جسم بھی باقی ہے تو سماعت اور پیشی کو بعید سمجھنے کا موقع نہیں۔ (ت)

طرفہ بکف چراغ دیکھئے، عبارت تو یہ نقل کی اور دعوٰی وُہ نقل کیا کہ بعضے گویند تحقیق ہمیں است (بعض کہتے ہیں تحقیق یہی ہے۔ ت) خیر وُہ بعض ہی سہی اب اُس اجماع کی خبر نہ رہی جو بجمال وقاحت ص۹۳ پر فرمایا:

بالجملہ از کتاب وسنّت واجماعِ اُمّت ثابت کہ موتٰی راسماع حاصل نیست[3]

بالجملہ کتاب وسنّت اور اجماعِ اُمت سے ثابت ہے کہ مُردوں کو سماعت حاصل نہیں ہے۔ (ت)

مگر تم کیا شرماؤ ہر رنگ کی کہہ دینے کے قدیم دھنی ہو ص۸۵ پر یہی جو لکھ گئے:

وآنکہ از عبارتِ مرقات سماع سائر کہ اموات سلام

مُردوں پر بعض ایام میں اہلِ قرابت کے اعمال پیش

---

[1] تفہیم المسائل	عدمِ سماعِ موتٰی از صاحبِ قبر	مطبع محمدی لاہور	ص ۸۳
[2] "	" "	"	ص ۸۵
[3] "	" "	"	ص ۸۸

Marfat.com

گیارہ سو برس بعد ان حضرات کو امام کا ارشاد معلوم ہُوا، اور وہ بھی کس کتاب میں، جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے اس کا نام سنا، خیر اب تو یہ باحیا متدین حضرات کب کے مرکر جا دلایفہم ولا یتکلم ہوگئے، اہلسنت نے ان کی حیات ہی میں مطالبہ کیا تھا کہ حضرت! یہ ساختہ عبارت فتاوٰی غرائب میں تو ہے نہیں، جواب دیا کہ یہ اور رسالہ غرائب فی اختلاف المذاہب ہے، اور کبھی کہا، فی تحقیق المذاہب ہے ـــــ عرض کی گئی: آپ کے پاس ہے یا کہیں اور دیکھا؟ کہا، مفتی سعداللہ صاحب کے یہاں ہے۔ مفتی صاحب مرحوم سے پُوچھا گیا، اُنھوں نے فرمایا: میں اصلاً اس کتاب سے واقف نہیں۔ اللہ اللہ حیا کا پایا یہاں تک پہنچا اور پھر ع

عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیئے

مقدس متدینوں کو عبارت بھی گھڑنی نہ آئی، سہل سہل محاورہ وقواعد کی مطابقت نہ پائی، اس کے الفاظ و بندش کی رکاکت خود ہی کافی شہادت ہے کہ بے علم ہندیوں کی اوندھی گھڑت ہے۔ عبارت عـہ حاشیہ پر ہے ہر صاحبِ ذوقِ سلیم

عـہ در غرائب فی تحقیق المذاہب رای الامام ابوحنیفۃ من یأتی القبور باھل الصلاح فیسلم ویخاطب ویتکلم ویقول یا اھل القبور ھل لکم من خبر وھل عندکم من اثرانی اتیتکم وناديتكم من شهور ولیس سوالی منکم الا الدعاء فھل دریتم ام غفلتم فسمع ابوحنیفۃ یقول مخاطبتہ لہم فقال ھل اجابوالك فقال لا فقال لہ سحقا لك وتربت یداك کیف تکلم اجسادا لا یستطیعون جوابا ولا یملکون شیئا ولا یسمعون صوتا وقرأ وما انت بمسمع من فی القبور[1] انتھی ۱۲

غرائب فی تحقیق المذاہب میں ہے: امام ابوحنیفہ نے ایک شخص کو دیکھا جو اہلِ صلاح کی قبروں کے پاس آتا ہے تاکہ سلام کرے اور خطاب کرے اور کہے اے اہلِ قبور! کیا تمھیں کچھ خبر ہے اور کیا تمھارے پاس کچھ اثر ہے یہاں تک کہ میں تمھارے پاس آیا اور مہینوں سے تم کو پکارا اور میرا سوال تم سے صرف دُعا کا ہے، تو کیا تمھیں پتا چلا یا تم غافل رہے۔ تو ابوحنیفہ نے اُن سے خطاب کرتے ہُوئے کہنے والے کو سُنا تو فرمایا کیا انھوں نے تجھے جواب دیا؟ اس نے کہا نہیں۔ تو اس سے فرمایا: تیری بربادی ہو اور تیرے ہاتھ خاک آلودہوں تو کیسے کلام کرتا ہے ایسے جسموں سے جو جواب نہیں دے سکتے اور کچھ اختیار نہیں رکھتے اور کوئی آواز نہیں سنتے، اور یہ پڑھا، تم انھیں سُنانے والے نہیں جو قبروں میں ہیں۔ ختم (ت)

تفہیم المسائل ص۹۱ جو لفظ سُرخی سے لکھے ہیں تفہیم میں یُونہی ہیں انھیں کوئی غلطی ناسخ نہ سمجھے (باقی بر صفحہ آیندہ)

---

[1] تفہیم المسائل   عدمِ سماعِ موتٰی از کتب حنفیہ   مطبع محمدی لاہور   ص ۸۷

Marfat.com

نے خطا کی اور یہاں خطا زیادہ قبیح واقع ہوئی، پھر فرمایا:

وانا متعجب لکونهم تداولوا هذه العبارات متونا وشروحا وفتاوی ولم یتنبهوا لما اشتملت علیه من الخطاء بتغیر الاحکام واللّٰه الموفق للصواب، وقد یقع کثیرا ان مؤلفا یذکر شیئا خطأ فی کتابه فیأتی من بعده من المشائخ فینقلون تلك العبارة من غیر تغییر ولا تنبیه فیکثر الناقلون لها واصلها الواحد مخطئ کما وقع فی هذا الموضع ولا عیب بهذا علی المذهب لان مولٰنا محمد بن الحسن ضابط المذهب لم یذکر علی هذا الوجه قد نبهنا علی مثل ذلك فی الفوائد الفقهیة فی قول قاضی خاں وغیره ثم نبهت علی ان اصل هذه العبارة للناطفی اخطأ فیه ثم تداولوها[1] (ملخصًا)

یعنی مجھے تعجب ہے کیونکہ ان عبارتوں کو متون و شروح و فتاوٰی سب میں ایک دوسرے سے لیتے نقل کرتے چلے آئے اور اس میں خطا پر متنبہ نہ ہوئے کہ احکام بدل جاتے ہیں اور اللہ ہی صواب کی توفیق دینے والا ہے۔ اور کبھی بکثرت واقع ہوتا ہے کہ ایک مصنف براہِ خطا ایک بات اپنی کتاب میں ذکر فرماتا ہے پھر بعد کے آنے والے مشائخ اسے ویسے ہی بلا تنبیہ نقل کرتے چلے جاتے ہیں تو اس کے ناقل بکثرت ہوجاتے ہیں، حالانکہ اصل میں ایک شخص کی غلطی تھی، جیسا یہاں واقع ہوا، اور اس سے مذہب پر کوئی طعن نہیں آتا کہ ہمارے سردار امام محمد محررِ مذہب نے اس طور پر ذکر نہ کیا اور اسی طرح کے ایک واقعے پر ہم نے فوائد فقہیہ میں تنبیہ کی کہ امام قاضی خاں وغیرہ یعنی صاحبِ خلاصہ و صاحبِ ولوالجیہ وغیرہم نے ایک حصر فرمایا اور وہ غلط تھا پھر میں نے آگاہ کردیا کہ یہ اصل خطا ناطفی سے واقع ہوئی اُن کے بعد مشائخ اسے یونہی نقل کرتے رہے۔

فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالٰی کہ اس قسم کا ایک واقعہ عظیمہ امام اجل ابوجعفر طحاوی کی طرف ایک ترجیح و افتا کی نسبت واقع ہوا جس میں تداول و توارد نقول آج تک چلا آیا اور ہمارے زمانے تک کسی نے اس پر متنبہ نہ فرمایا یہاں تک کہ سب میں متاخر محقق مبصر علامہ شامی کو بھی وہی راستہ بھایا، مگر فقیر غفر اللہ المولی القدیر نے بدلائل ساطعہ قاطعہ امام طحاوی کا فتوٰی نہ اس پر بلکہ قطعًا اس کے برعکس ہونا خود کلامِ امام ممدوح کے اٹھارہ [۱۸] نصوص و دلائل سے ثابت کر دکھایا اور اس بارے میں محض بغرض اظہارِ حق و حفظِ مذہب و دفعِ تشنیعِ مخالفین ایک خاص رسالہ الزهر الباسم فی حرمة الزکٰوة علٰی بنی هاشم معرضِ تصنیف میں لایا وللّٰه الحمد حمدا کثیرا علی ما وهب من جزیل العطایا ما نحن فیه (اور اللہ ہی کے لیے حمد ہے، کثیر حمد اس پر جو اس نے جزیل

---

[1] البحرالرائق باب المتفرقات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۱۸۵

Marfat.com

بنی ضلال قبیلة من بنی المختلق قال سمعت ھاتفا من الھواء یھتف بذلك فلا ادری احفظت ام نسیت لکن اشھد وان الذی یحد ثکم بھذا کذاب مبین ۔

مجہول) راوی ہیں ابو التلبیس ضلالی سے ۔ جو بنی مختلق کے ایک قبیلہ بنی ضلال سے ہے ۔ اس نے کہا ــــ میں نے ہوا سے ایک ہاتف کو یہ پکارتے سُنا تو مجھے پتا نہیں کہ مجھے یاد ہے یا میں بھول گیا لیکن اس پر گواہ رہو کہ تم سے جو شخص یہ بیان کر رہا ہے کھُلا ہُوا کذّاب ہے (ت)

ہم کہتے ہیں الکذوب قد یصدق (بڑا جھُوٹا بھی کبھی سچ بول دیتا ہے ۔ ت) بیشک یہ پچھلا فقرہ اس نے سچ کہا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اھ کلامہ سلمہ ربہ۔

اچھا یہ سب جانے دو ، اگر سچّے ہو تو لکھ دو کہ ہاں مُردے احیاء کا کلام ضرور سنتے ہیں مگر نہ گوشِ بدن بلکہ قوتِ رُوح سے ۔ کیا اسے تم کہہ سکتے ہو ؟ ہرگز نہ کہو گے ۔ اب پردہ کھُل گیا اور صاف ادراکِ روح کا انکار ظاہر ہُوا اور اپنے اسی دعوٰی پر کلام مشائخ ڈھالا اور وُہ موت و بے ادراکی و بے حسی کا سارا نزلہ رُوح پر لا ڈالا ۔ تو اب کیا محلِ انکار ہے کہ یہ قطعاً مذہب معتزلہ فجار ہے ۔ رہا یہ کہ وہ منکرِ عذاب ہیں تم قائل عذاب ، اس تفرقے سے تمھارا اُن کا وہ اتفاق زائل نہیں ہوتا مثلاً کوئی پُورا وہابی اپنی نیچریت کے زور میں دعوٰی کر بیٹھے کہ سیّدنا عیسٰی نبی اللہ صلوات اللہ تعالٰی وسلامہٗ علیہ ضرور سُولی دے گئے ، یہود عنود نے انھیں قتل کیا ، تو اس سے یہی کہا جائے گا کہ تیرا یہ قول مذہبِ نصارٰی ہے ۔ کیا وہ اس کے جواب میں کہہ سکتا ہے کہ سُولی دیا جانا جس طرح وہ مانتا ہے مذہبِ نصارٰی سمجھنا محض غلط ہے اس لیے کہ مذہبِ نصارٰی یہ ہے کہ وُہ کفارہ ہونے کے لیے سُولی دے گئے ، معاذ اللہ تین دن جہنم میں رہ کر خدا کے ہاتھ پر جا بیٹھے ، اور وُہ شخص کہتا ہے کہ ہرچند سُولی دے گئے مگر کفّارہ وغیرہ خرافات ہیں کیا اس فرق کے سبب اس کا وُہ قول مذہبِ نصارٰی ہونے سے خارج ہو جائے گا !

عائدہ ثانیہ : وکانھا الاولی بعبارۃ اخصر (گویا یہ زیادہ مختصر عبارت میں پہلا ہی ہے ۔ ت) میّت میں حیات نہیں ، اس سے مراد روح ہے یا بدن ، اگر بدن تو بحث سے محض بیگانہ ، اور اگر رُوح تو تم یہی مان کر اہلسنّت سے خارج و بری اور اُن کی طرف اُن کی نسبت کر کے کذّاب و مفتری ہُوئے ، اہلسنّت ہرگز رُوح کو بے حیات نہیں مانتے ، اگر کہتے موت مجازی تو مانتے ہیں ۔

عہ وہابیت کا کمال وہی نیچریت ہے ۱۲ منہ (م)

Marfat.com

عوائد جلیلہ سے ترصیفِ تازہ دیجئے اور باذنہ تعالیٰ ازالۂ ہر گونہ اوہام کا ذمہ لیجئے۔

فاقول وبحول اللہ اصول :

عائدۂ اُولیٰ : نجدی صاحبو! ناحق اہلسنت کا دامن پکڑتے اور اپنے مذہب کی جانِ زار کے پیچھے پڑتے ہو، اہلسنت کے یہاں تمھاری گزر نہیں، وُہ کہ وقتِ تنعیم و تعذیب اعادۂ حیاتِ کاملہ خواہ ناقصہ بدن کے لیے مانتے ہیں نہ کہ روح کے لیے کہ وُہ توان کے نزدیک مرتی ہی نہیں، اگر تم لوگ صرف سماعِ جسم یا سماعِ جسمانی بذریعہ آلاتِ جسم کے منکر اور سماعِ رُوح بے توسطِ بدن کے معترف و مقر ہوتے تو ضرور اہلسنت سے موافق اور اُن کے اس مسئلہ سے انتفاع کے مستحق ہوتے، مگر یُوں خلاف ہی کب باقی رہتا یہ تو خاص ہمارا مذہب و عین مرادِ چشمِ ماروشن دلِ ماشاد تھا مگر حاشا تم ہرگز اس کے قائل نہیں، اس میں تمھارا مطلب کہ اولیائے مدفونین سے طلبِ دعا پتھر کو ندا ہے کب بر آتا۔ کیوں ملّاجی! ذرا نگاہ روبرو، کیا آپ وہی نہیں ہیں جو اسی تفہیم کی اسی بحث میں بکمال وقاحت و شوخ چشمی اپنا مذہب نامہذب بزورِ زبان بنانے کے لیے ایک گھڑی ہُوئی فرضی کتاب خیالی تصنیف غرائب فی تحقیق المذاہب سے سند لائے اور اس کی وساطت سے سیدنا امام اعظم وہمام اقدام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جیتے افترا اٹھائے۔ آپ اگرچہ خیالی علماء[1] گھڑ لینے فرضی کتابوں[2] کی ساختہ عبارتیں پیش کر دینے کے پختہ ماہر کار ہیں جن کے حال صواعق و تفہیم و غایۃ الکلام کے مطالعہ سے آشکار ہیں۔ بعض احباب فقیر نے خاص آپ حضرات کی ایسی ہی دیانتوں کے بیان میں رسالہ سیف المصطفیٰ علیٰ ادیان الافترا لکھا اور اس میں ایک سَو ساٹھ[160] دیانات کبرائے طائفہ کو جلوہ دیا مگر اس گھڑت کی ابتدا شاید سرکار سے نہ ہو، تفہیم سے پہلے ایک سہسوانی وہابی صاحب رسالہ سراج الایمان میں اس کے بادی ہوئے ہیں، بہرحال یہ گندی بُو کا عطر فتنہ سہسوان کی گھانی سے ہو یا قنوج کی، ذرا ایمان سے بتائیے کہ آپ حضرات کی اس خانگی ساخت پر دُنیا میں کوئی اور بھی مطلع ہے کہیں اس کتاب کا نام و نشان بھی ہے، کسی اور نے بھی اس سے استناد کیا یا کہیں اس کا نام لیا ہے؟ اللہ اللہ صدہا سال سے مسئلہ سماع و مسئلہ استمداد زیرِ بحث ہے، صدہا کتابوں میں ان کے بیان آئے آج تک کسی کو کانوں کان خبر نہ ہُوئی کہ خود امامِ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان میں نصِ صریح موجود ہے، اب

---

[1] مثل ناصر فا کہانی جس کے مطالبہ پر بکمال حیاداری صاف کہہ دیا گو ناصر فا کہانی نباشد کلام در کلام است ۱۲ منہ (گو ناصر فا کہانی نہیں ہے کلام در کلام ہے ۱۲ منہ۔ ت)

[2] مثل القول المعتمد فی الکلام مع عمل المولد جس میں تُک بھی ٹھیک ملانی نہ آئی، معتمد بفتح میم اور مولد بکسر لام اور پھر عمل مولد پر یا اس میں کلام کی جگہ عمل مولد کے ساتھ گفتگو و کلام ع

بے حیا باش ہر چہ خواہی کن ۱۲ منہ (م)

Marfat.com

منافی سے ملتصق۔

ثانیًا یوں بھی اعتزال سے مفر کہاں، جب باوصف موت ادراکات امور برزخ علم وسمع وبصر باقی مانے تو اور معتزلہ کا مذہب نہ سہی، طوائفِ معتزلہ سے فرقہ صالحیہ کا مشرب سہی، جس کا ذکر آپ نے اسی تفہیم المسائل میں بہ شدتِ سفاہت مقابلِ اہلسنّت کیا تھا کہ :

درشرح مواقف نوشتہ کہ تجویز قیامِ علم وقدرت وارادہ وسمع وبصرِ میّت مذہبِ فرقہ صالحیہ از معتزلہ است[1]۔	شرح مواقف میں لکھا ہے کہ میّت کے ساتھ علم، قدرت، ارادہ اور سمع وبصر قائم ماننا معتزلہ کے فرقہ صالحیہ کا مذہب ہے (ت)

ذی ہوش کو اتنی نہ سُوجھی کہ اہلِ سنّت مقدّ نے کس دن موصوف بالموت کو بحال موصوفی بالموت موصوف بالادراک مانا تھا، وہ تو جس کے لیے ادراکات مانتے ہیں اُسے ہرگز میّت نہیں کہتے ہمیشہ زندہ جانتے ہیں۔ مگر ہاں اب آپ نے رُوح کو میّت بھی مانا اور عذابِ قبر ٹھیک کرنے کے لیے ادراکاتِ برزخیہ بھی ثابت کیے، یہ عین مذہبِ صالحیہ ہے وہ بھی اسی طور پر قائلِ عذابِ قبر ہوئے ہیں۔ اسی مستخلص الحقائق مستند مائۃ مسائل کی عبارت جوابِ اوّل کی دلیل ہفتم میں گزری کہ صالحی کے نزدیک میّت باوصف موت معذب ہوتا ہے۔ نیز اسی کفایہ کی اسی بحث میں ہے :

عن ابی الحسن الصالحی یعذب المیت من غیرحیاۃ اذا الحیاۃ عندہ لیست بشرط لثبوت الالم[2]۔	ابوالحسن صالحی سے منقول ہے کہ میّت کو بغیر حیات کے عذاب ہوتا ہے اس لیے کہ اس کے نزدیک ثبوتِ الم کے لیے حیات شرط نہیں (ت)

نیز وہی امام علینی عمدۃ القاری میں بعد ذکر مذہبِ صالحی فرماتے ہیں :

وھذا خروج عن المعقول لان الجماد لاحس لہ فکیف یتصور تعذیبہ[3]۔	اور یہ معقول سے خروج ہے اس لیے کہ جماد کے پاس حس نہیں ہوتی تو اس کی تعذیب کیونکر متصور ہوگی (ت)

اگر کہیے ہم یہ ادراکات بعودِ حیات مانتے ہیں بخلاف صالحی **اقول** ذرا ہوش میں آکر۔ بھلا اس عودِ حیات سے پہلے بھی روح کو ادراکِ امورِ برزخیہ تھا یا نہیں، اگر نہیں تو حجاب منکشف اور عذر منکسف، ثابت ہوا کہ تم نے روح کو وہی موت مانی جو منافی مطلق ادراک ہے، اب عام معتزلہ میں جا ملے، اور اگر ہاں تو عودِ حیات کا حیلہ اٹھ گیا،

---

[1] تفہیم المسائل | عدمِ سماعِ موتٰی از کتبِ حنفیہ | مطبع محمدی لاہور | ص ۸۸

[2] کفایۃ مع فتح القدیر | باب الیمین فی الضرب الخ | نوریہ رضویہ سکھر | ۴/۲۶۱

[3] عمدۃ القاری شرح بخاری | باب المیت یسمع خفق النعال | بیروت | ۸/۱۴۷

Marfat.com

دیکھیے اور دادِ انصاف دے۔ بعض اصحابِ فقیر سلمہم اللہ تعالیٰ نے ایک لحیم شحیم وہابی ہیڈ مولوی کے رَد میں مبسوط رسالہ نشاط السکین علیٰ حلق البقر السمین لکھا اس میں اس عبارتِ غرائب کی دھجیاں بروجہ احسن اڑا کر اخیر میں ملّا قنوجی کے اُسے نقل کرکے انتہی لکھ دینے پر عجیب لطیفہ لکھا ہے جس کا ذکر خالی از لطف نہ ہوگا۔ قال سلمہ اللہ تعالیٰ ابھی سے انتہا لکھ دی اس کے بعد تو فرضی صاحبِ غرائب نے اس قول کی محدثانہ سند گھڑی ہے:

حیث قال بعد نقلتم حدثنا بذلک المعدوم بن مسلوب العدمی ثنا ابو الفقدان الخیالی ثنا موھوم بن مفروض اللیسی ح ثنا الکذاب بن المفتری نا الوضاع الزوری انا من عہ لا یثق بہ الانجدی کلاھما عن ابی التلبیس الضلالی من

تمھاری منقولہ عبارت کے بعد ہے: ہم سے بیان کیا معدوم بن مسلوب عدمی نے ــ کہا ہم سے بیان کیا ابو الفقدان خیالی نے ــ کہا ہم سے بیان کیا موہوم بن مفروض لیسی نے۔ دوسری سند: ہم سے بیان کیا کذّاب بن مفتری نے ــ کہا ہم سے بیان کیا وضّاع زُوری نے ــ کہا ہمیں خبر دی اس نے جس پر کوئی نجدی ہی اعتماد کرے۔ دونوں (موہوم اور یہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

نہ وہ ناسخ تفہیم کی خطا رہیں بلکہ خود مصنفِ تفہیم وضّاعِ اوّل کی، اس لیے کہ غلط نامہ تفہیم میں بھی ان کی تصحیح نہ کی۔ اور تفہیم صفحہ ۶۸ میں ہے:

احتمال غلطی کاتب ہم مرتفعہ در صحیح نامہ و غلطنامہ کتاب مطبوعہ ہم بغلطی این لفظ تعرض نہ کردہ اھ

کاتب کی غلطی کا احتمال بھی مرتفع ہے کہ مطبوعہ کتاب کے غلط نامہ اور صحیح نامہ میں اس لفظ کے غلط ہونے پر توجہ نہیں کی گئی اھ۔ (ت)

بھلے مانس کو ینطق و یتفوہ و یذکر و یحدث و یشافہ و یحاور وغیرہا یاد نہ تھے ورنہ انھیں بھی یخاطب و یتکلم و یقول کے ساتھ نتھی کر دیتا ۱۲ منہ (م)

عہ هذا وان کان مبھما لکن لا یضر لانہ فی المتابعات فقد رواہ من الضلالی موھوم بن مفروض کما سمعت منفی بن المفقود وآخرون خرائب فی شرح الغرائب ۱۲ منہ (م)

یہ راوی اگرچہ مبہم ہے مگر کوئی ضرر نہیں اس لیے کہ وہ متابعات میں ہے کیونکہ ضلالی سے اس کو موہوم بن مفروض نے روایت کیا ہے جیسا کہ آپ نے سُنا، نیز منفی بن مفقود اور کچھ دوسرے لوگوں نے بھی روایت کیا ہے ۱۲ خرائب شرح غرائب۔ (ت)

Marfat.com

محض مہمل و ناروا و پا در ہوا تھے۔

اقول جب تم لوگ کلامِ مشائخ سے مستدل اور اُس کے اُس معنیٰ محال پر حامل ہو تو تمھیں ان اعذارِ باردہ کی کیا گنجائش!

اولاً مشائخ تو نفسِ موت کو منافیِ ادراک اور اس کی وجہ انتفائے اصل قوت حساس و ادراک مان رہے ہیں اور ان اعذار کا یہ حاصل کہ قوتِ مدرکہ تو موجود و کامل مگر حجاب حائل یا التفات زائل۔

ثانیاً وہ اس موت کو منافی مطلق ادراک بے تخصیص امورِ دنیویہ جان رہے ہیں اور تمھارے اعذار انھی امورِ خارجہ سے خاص ــــ **ثالثاً** حائل وحجاب بدن پر ہے اور کلام روح میں۔

رابعاً پردہ وحیلولت صرف مدفون کے لیے ہے صرف بعد دفن صرف تا عدمِ انکشاف اور کلام عام بلاخلاف۔

خامساً تمھارے حاجب و حائل کا پردہ تو اُسی دن چاک ہو چکا جس دن مشائخ نے وقتِ سوال سماع آوازِ نعال تسلیم کیا اور رسالہ تفہیمی نے در وقتِ سوال وجواب ہمہ قائلِ سماع اند[1] (سوال وجواب کے وقت سب سماع کے قائل ہیں۔ت) کا مژدہ سنایا۔

سادساً عبادت سے اشتغال اور اسی کی کیفیت میں استغراق تو سب اموات کو عام نہ مانئے گا، یُوں کہئے[ع] کہ منعم ہے تو لذتِ نعمت، یا معاذ اللہ معذب ہے تو عذاب کی شدت میں مستغرق ہونا مانع سماع ہے۔ میں کہتا ہُوں اس لذت یا الم کی حالت میں سوال محال ہے یا ممکن بر تقدیرِ اول دلیل استحالہ ارشاد ہو اور زیادہ تفصیل چاہئے تو مقصد اول نوع اول سوال اوّل کی تقریر یاد ہو بر تقدیرِ ثانی ممکن کی جانبیں وجود و عدم یکساں اور برزخ غیب اور

ع تنبیہ: **اقول** بقائے رُوح و ادراکات روح بعد فراق میں اگر استصحاب ناکافی سمجھ کر ہمیں مدعی بھی مانیے تو یہ دعوٰی ایسے نصوص قواطع و اجماعِ ساطع سے ثابت جس میں موافق مخالف کسی کو مجالِ تامل نہیں، آخر مخالفین بھی تنعیم و تعذیب و ادراکاتِ امورِ برزخیہ مانتے ہیں، اس کے بعد مسئلہ نزاعیہ میں بداہۃً ظاہر ہمارے ساتھ ہے کہ جب مدرک باقی ادراک باقی۔ پھر جو نفی بعض مانے مدعی تخصیص وُہ ہے دلیل پیش کرے، اور اگر بالفرض بنظرِ ظاہر الفاظ عکس ہی مانیے تو ہمارا دعوٰی سماع ہے، اور دلیل سمع جس کا وجوب تسلیم واجب التسلیم اور ورود مقصد دوم و سوم میں روشن ہو گیا تو کسی مقدمہ پر منع کی گنجائش نہیں اور دعوٰی پر تو منع کے منع ہی نہیں خصوصًا بعد اقامت دلیل، لاجرم یہ اعذار لغصب منصب استدلال ہیں اور اب یہ قانون مناظرہ و ظائف منعکس فاحفظ تحفظ ۱۲ منہ (م)

---

[1] تفہیم المسائل عدم سماعِ موتٰی از کتبِ حنفیہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۱

Marfat.com

اقول ہاں مگر اس کا اثر ادراکاتِ رُوح پر اصلاً نہیں کما مرّ مراراً (جیساکہ کئی بار گزرا۔ت) خود ملّاجی کی عبارت بیہوشی مظہر حوالہ تفسیر عزیزی ابھی گزری اور تم صراحۃً وہ موت مان رہے ہو جو نافی ومنافی ادراک ہے، اسی کو کلامِ مشائخ سے نقل کرتے اور اسی پر انکارِ سماع کی بناء رکھتے ہو تو قطعاً موت حقیقی مراد لیتے ہو اور اسے روح کے لیے ماننا، یہی اعتزال ہے۔ اگر کہئے معتزلہ تو رُوح کے لیے موت منافی مطلق ادراک مانتے ہیں، و لہذا عذابِ قبر محال جانتے ہیں، اور یہاں مراد وُہ موت ہے جسے صرف ادراکِ صور و اصوات دنیاوی سے تنافی ہو نہ برزخیہ سے۔

اقول اوّلاً یہ تخصیص محض بے دلیل و باطل ہے، موت بھی مانو منافیِ ادراک بھی جانو، جیساکہ کلامِ مشائخ میں مصرح ہے، پھر اُسے ادراک بعض دُون بعض سے خاص کرو، یہ جہل اقبح ہے موت کہ منافی ادراک ہے ہر ادراک کے منافی ہے اور نہیں تو کسی کے نہیں، خود اسی تفہیم المسائل میں براہِ جہالت اپنی سند سمجھ کر نقل کیا:

در مدارک نوشتہ توفیہا اماتتہا وھو ان یسلب ماھی بہ[1] حیۃ حساسۃ دراکۃ[1]

مدارک میں لکھا ہے: توفّی کا معنی انھیں موت دینا، وُہ یہ کہ جس امر کی وجہ سے یہ زندہ، حساس، با ادراک ہیں اُسے سلب کرلیا جائے۔ (ت)

پھر لکھا:

امام راغب در مفردات گفتہ کہ الموت زوال القوۃ الحساسۃ[2]

امام راغب نے مفردات میں فرمایا: موت قوتِ احساس کے زوال کا نام ہے۔ (ت)

کیوں حضرت! جب راساً حس و ادراک کی قوت زائل ہوگئی مدرکہ ہی چل دی تو اب ادراک بعض کاہے سے ہوگا یارب! یہ موت کون سی کہ آدھی کی شنوا آدھی سے بہری، آدھی کی بینا، آدھی سے اندھی، ایک فرد ادراک بھی باقی ہے تو حیات ثابت ہے اور موت منتفی کہ حیات باجماع[2] عقلاً شرط ادراک ہے اور موت منافی مشروط نہ بے شرط متحقق ہوگا نہ منافی

---

[1] صحیح ہم چناں است و در تفہیم المسائل ایں را ماھی جثۃ ساختہ و در غلط نامہ ہم بہ تصحیحش نہ پرداختہ پر غلط است ۱۲ منہ (م)

صحیح بھی اسی طرح ہے (ماھی بہ حیۃ) تفہیم المسائل میں اسے ماھی جثۃ بنادیا اور غلط نامہ میں بھی اس کی تصحیح نہ کی جبکہ یہ بالکل غلط ہے (ت)

[2] ای ومن خالف فقد خرج من المعقول فکان لم یبق من اھل العقول وھم الشرذمۃ الذلیلۃ الصالحیۃ ۱۲ منہ (م)

یعنی جو مخالف ہُوا وہ معقول سے خارج ہوا تو اہلِ عقول سے نہ رہا۔ اور یہ فرقۂ ذلیلہ صالحیہ والے چند افراد ہیں (ت)

---

[1] و [2] تفہیم المسائل عدم سماع موتیٰ از کتبِ حنفیہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۲

Marfat.com

جس کا[عه۱] صدمہ ہزار ضربِ تیغ سے سخت تر، بلکہ ملک[عه۲] الموت کا دیکھنا ہی ہزار تلوار کے صدمہ سے بڑھ کر۔ وہ تنگ جگہ، وہ نری تنہائی، وہ ہر طرف بھیانک بیکسی چھائی، اس پر وہ نکیرین کا اچانک آنا وہ سخت ہیبت ناک صورتیں دکھانا کہ آدمی دن کو ہزاروں کے مجمع میں دیکھے تو حواس بجا نہ رہیں، کالا[عه۳] رنگ، نیلی آنکھیں دیگوں[عه۴] کے برابر بڑی، ابرق کی طرح شعلہ زن، سانس[عه۵]

عه۱ الخطیب فی التاریخ عن انس ابن مالك عن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم والحارث ابن ابی اسامۃ بسند جید عن عطاء بن یسار مرسلا ۱۲۔

اسے خطیب نے تاریخ میں حضرت انس بن مالک سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا، اور حارث بن ابی اُسامہ نے بسندِ جیّد عطا بن یسار سے مرسلاً روایت کیا۔ (ت)

عه۲ ابونعیم فی الحلیۃ عن واثلۃ بن الاسقع عن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲

اسے ابونعیم نے حلیہ میں واثلہ بن اسقع سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ (ت)

عه۳ حدیث عن الترمذی وحسنہ وابن ابی الدنیا والآجری فی الشریعۃ وابن ابی عاصم فی السنۃ والبیہقی عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(۱) اسے ترمذی نے بافادۂ تحسین روایت کیا اور ابن ابی الدنیا نے، اور شریعہ میں آجری نے اور سنہ میں ابن ابی عاصم نے اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔

(۲) البیہقی فی عذاب القبر عن ابن عباس عن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(۲) اور بیہقی نے عذابِ قبر میں حضرت ابن عباس سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ (ت)

عه۴ حدیث اول و ۳ ابن المبارك فی الزھد وابن ابی شیبۃ والآجری والبیہقی عن ابی الدرداء من قولہ ۱۲۔

حدیث اوّل و ۳ ابن المبارک نے زہد میں اور ابن ابی شیبہ آجری اور بیہقی نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کے کلام میں (موقوفاً) روایت کیا۔ (ت)

عه۵ حدیث ۴ الطبرانی فی الاوسط وابن مردویۃ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲

حدیث ۴ طبرانی نے معجم اوسط میں، اور ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی۔ (ت)

عه۶ حدیث ۲ و ۵ ابویعلی وابن ابی الدنیا عن النعیم، حدیث ۶ ابوداؤد فی البعث والحاکم

حدیث ۲ و ۵ کو ابویعلیٰ وابن ابی الدنیا نے نعیم سے روایت کیا۔ حدیث ۶ ابوداؤد نے بعث میں، حاکم

(باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

روحِ میت بحالِ ممات بے عودِ حیات صاحبِ ادراکات تھی، اب معتزلہ صالحیہ میں جا ملے، مفر کدھر، کیا یاد کرو گے کہ کسی سے پالا پڑا تھا۔ ہاں مفر اس میں تھا کہ ان سب اقوال و ابحاث کو در بارۂ بدن مانتے اور روح کو ان تمام بردومات سے پاک وصاف جانیے۔ بدن ہی کو مشائخ مُردہ و بے فہم کہتے اور اسی کے سماع بحالِ موت سے انکار رکھتے ہیں۔ اب ٹھکانے سے آگئے مگر ہیہات کہاں تم اور کہاں حق کا قبول، واللہ المستعان علیٰ کل مستکبر جھول (ہر متکبر جاہل کے برخلاف اللہ تعالیٰ حامل و مددگار ہے۔ت)

ثالثاً صریح جھوٹے ہو، کلامِ مشائخ میں نشانِ تخصیص مفقود، بلکہ اُس کے بطلان پر تنصیص موجود، کیا انھوں نے موت کو منافی ادراک بتاکر شبہہ عذابِ قبر وارد نہ کیا؟ کیا عودِ حیات سے اس کا جواب نہ دیا؟ کیا خود ملّا تفہیمی نے اپنے پاؤں میں تیشہ زنی کو نہ کہا کہ،

مقصود فقہاء از نفی سماع دریں مقام نفی سماع عرفی و حقیقی ہر دوست زیرا کہ فقہا نفی سماع مطلق کردہ اند نہ بتقیید عرف واگر نفی صرف سماع عرفی نہ حقیقی مقصود می بود حاجت جواب دادن از مسئلہ عذابِ قبر نبود و توجیہ کردن دیگر وقائع کہ بر سماعِ موتٰی دال است فھل ھذا الا توجیہ بما لا یرضی بہ قائلہ[1]

اس مقام پر نفیِ سماع سے فقہاء کا مقصود سماع عرفی و حقیقی دونوں کی نفی ہے اس لئے کہ فقہا نے سماع کی نفی مطلق کی ہے نہ کہ عرف کی قید لگا کر۔ اگر حقیقی نہیں صرف عرفی سماع کی نفی مقصود ہوتی تو مسئلہ عذابِ قبر کا جواب دینے کی ضرورت نہ تھی اور دوسرے وقائع جو سماعِ موتٰی پر دلالت کرتے ہیں نہ ان کی توجیہ کی ضرورت تھی یہ ایسی توجیہ ہے جس پر اس کا قائل راضی نہ ہو۔ (ت)

تو قطعاً ثابت کہ وہ اس موت کو منافی مطلق ادراک مانتے اور اس کے ہوتے امورِ برزخ کا ادراک بھی منتفی جانتے ہیں توجب کلام روح پر محمول ہوا قطعاً آفتِ اعتزال نے نامعزول ہوا۔

عائدہ ثالثہ: بحمد اللہ تعالیٰ یہاں سے واضح ہُوا کہ عدم ادراک امورِ دنیویہ میں عذر باطل حجاب وحائل خشت و گل، اور ملّا تفہیمی صاحب کا عذر بطراق اشتغال و استغراق کہ صفحہ ۶۲ و ۶۳ میں لکھا:

ارواحِ طیبہ مجردہ از ابدان بہ جہت اشتغال عبادت رب حقیقی و استغراق بہ کیفیت آں التفات باکوان و حوادث این عالم ندارند[2]

اجسام سے مجرد ارواحِ طیبہ رب حقیقی کی عبادت میں اشتغال اور اس کی کیفیت میں استغراق کے باعث اِس دُنیا کے موجودات و حوادث کی جانب التفات نہیں رکھتیں۔ (ت)

---

[1] تفہیم المسائل عدمِ سماعِ موتٰی از کتبِ حنفیہ مطبع محمدی لاہور ص ۴۳

[2] " استمداد از صاحبِ قبر " ص ۵۸

میں امتحان لینا و حسبنا اللہ ونعم الوکیل ارحم ضعفنا یا کریم یا جمیل صل وسلم علی نبی الرحمۃ و اٰلہ الکرام وسائر الامۃ اٰمین اٰمین یا ارحم الراحمین۔ ایسے عظیم وقت میں شاید آپ کا استغراقی خیال تو یہی حکم لگائے کہ کھلے میدان میں توپ کی آواز بھی سُننے میں نہ آئے مگر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحیح حدیثیں ارشاد فرما رہی ہیں کہ ایسی حالت میں اتنے پردوں میں مُردہ ایسی خفی آواز جُوتوں کی پہچل سنتا ہے جس کا تمھیں خود اعتراف ہے اور وہی امام عینی مستند مائنہ مسائل شرح صحیح بخاری شریف میں فرماتے ہیں:

فیہ ذھول عما ورد فی بعض الاحادیث ان صاحب القبر کان یسأل فلما سمع صریر السبتیتین اصغی الیہ فکاد یھلک لعدم جواب الملکین فقال لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم القھما لئلا توذی صاحب القبر ذکرہ ابو عبداللہ الترمذی[1]

یعنی اس قائل کو یاد نہ رہا وُہ جو ایک حدیث میں آیا ہے کہ قبر والے سے سوال ہو رہا تھا اتنے میں جُوتوں کی پہچل اُس نے سُنی اُدھر کان لگائے جواب میں دیر ہُوئی، قریب تھا کہ ہلاک ہو جائے، سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس جُوتا پہن کر چلنے والے سے فرمایا انھیں اُتار ڈال کہ مُردے کو ایذا نہ پہنچے۔ یہ حدیث ابو عبداللہ محمد ترمذی نے ذکر فرمائی۔ (ت)

اور پھر وُہ سُننا بھی کا ہے سے، گوشِ سر جس کا ادراک بہ نسبت ادراک روح بہت قاصر و مقصور، تو بداہۃً ثابت کہ احوالِ برزخ آپ کے اوہامِ عادیہ سے منزلوں دُور، اور عادات معہودہ دارِ دُنیا پر ان کا قیاس باطل و مہجور۔

عائدہ رابعہ: ادراکِ رُوح مشروط بجسم ہیں یا نہیں، علی الاول صریح اعتزال و علی الثانی تعلقاتِ بدنیہ کی کمی بیشی سے اس کے ادراکات میں تفاوت کس لئے، توضیحِ مقام یہ کہ وُہ جو ملّا تفہیمی نے اہلِ سنّت سے نقل کیا کہ ادراکِ الم ولذت کے لیے وقتِ تنعیم و تعذیب (جسے وقتِ ایلام و تعذیب کہا اور ان کے نصیبوں لذّت کے حصّے کا بھی الم ہی رہا) ایک نوع حیاتِ میت آجاتی ہے اور اس سے سماع لازم نہیں (قطع نظر اس سے کہ فقرۂ آں مستلزم سماع نیست عباراتِ مستندہ میں نہیں) یہ قولِ اہلسنّت بھی قطعاً بدن ہی کے حق میں ہے کہ قبر میں عودِ حیات اُسی کے لیے ہوتا ہے، اور اگر حدوثِ زیادتِ تعلق بالبدن وقتِ انعام و ایلام وسوال کو روح کے لیے عودِ حیات سے تعبیر بھی کیجئے تو اس سے اگر فرق پڑے گا تو ادراکاتِ جسمانیہ میں جس کا حاصل تفاوت آلیت بدن کی طرف آئل مگر اہلسنت کے نزدیک ادراکاتِ روح بدن پر موقوف نہیں تو وہ ان تعلقاتِ حادثہ سے پہلے بھی ویسے ہی مدرکہ عالمہ مبصرہ سامعہ تھی جیسی ان کے بعد یہ تفاوت کہ ایک نوعِ حیات ملتی ہے جس سے ادراکِ لذّت و الم تو ہو اور سماع نہ ہو وہاں ماشی نہیں آخر یہاں گھٹا بڑھا کیا یہی بدن سے تعلق، پھر اس سے ادراکاتِ رُوح کو کیا علاقہ تھا کہ اُس کے تفاوت سے وہ متفاوت

---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری باب المیت یسمع خفق النعال ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۸/۱۴۷

Marfat.com

غیب پر رجماً بالغیب حکم لگانا ضلالت وعیب امام الحرمین ارشاد میں ارشاد فرماتے ہیں:

لا یتقدر الحکم بثبوت الجائز ثبوتہ فیما غاب عنا الا بسمع[1]

جو چیزیں ہم سے غائب ہیں ان میں کسی ممکن الثبوت امر کے ثابت ہوجانے کا حکم دلیل سمعی کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ (ت)

شرح عقائد نسفی میں ہے:

القضایا منھا ماھی ممکنات فلا طریق الی الجزم باحد جانبیھا فکان من فضل اللہ و رحمتہ ارسال الرسل لبیان ذلک[2]

قضایا میں سے ممکنات بھی ہیں۔ ان کی دو جانبوں میں سے کسی ایک کے جزم کی کوئی سبیل نہیں تو اللہ تعالٰی اس کے بیان کے لیے اپنے فضل و رحمت سے رسولوں کو مبعوث فرمایا۔ (ت)

تفسیر کبیر میں ہے:

کل ما جاز وجودہ وعدمہ عقلا لم یجز المصیر الی الاثبات او الی النفی الا بدلیل[3]

عقلاً جس کا وجود اور عدم دونوں ممکن ہو اس میں دلیل سمعی کے بغیر اثبات یا نفی کی طرف جانے کا جواز نہیں (ت)

لاجرم اشتغال کے سبب عدمِ سماع کا شگوفہ مہمل وبیکار ہوکر رہ گیا اور شرع مطہر سے جداگانہ دلیل کی حاجت رہی کہ یہ تلذذ وتالم مانع سماع ہیں، اگر دلیل نہیں اور بیشک نہیں تو آپ کا خذلان وخسران ظاہر وعیاں، ورنہ وہ دلیل ہی نہ دکھائیے، عبث ونا تمام باتوں میں کیوں وقت گنوائیے۔

سابعاً اگر یہ اشتغال مانع سماع ہوتا خواہ تمہاری ہوسات عاطلہ خواہ جہاں فلاسفہ کے مقدمہ باطلہ سے جس کی دھجیاں امام فخر الدین رازی وغیرہ علماء اڑا چکے کہ نفس آنِ واحد میں دو چیزوں کی طرف توجہ نہیں کرسکتا تو واجب کہ اہلِ برزخ کو کلام ملائک کا بھی سماع نہ ہوتا کہ استغراق مانع کے آگے سماع سماع سب ایک سے، حالانکہ تالی قطعاً باطل ہے تو یُوں ہی مقدم۔ غرض استغراق کو امور برزخیہ و دنیویہ میں فارق بنانا چاہا تھا وہ خود محتاج فارق ہے۔

ثامناً العظمۃ للہ والضراعۃ الی اللہ (عظمت وبزرگی اللہ کے لیے ہے اور ضعف وذلالت اللہ تعالٰی کی طرف سے ہے۔ ت) وہ موت کا تازہ صدمہ اٹھائے ہوئے رُوح جس کا ادنٰی جھٹکا سو ضربِ شمشیر کے برابر،

عہ ابن ابی الدنیا عن الضحاک بن حمزۃ مرسلا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲

اسے ابن ابی الدنیا نے ضحاک بن حمزہ سے مرسلاً نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔ (ت)

---

[1] الارشاد فی علم الکلام

[2] شرح عقائد نسفی بحث فی ارسال الرسل دار الاشاعۃ العربیۃ شوکت الاسلام قندھار ص ۹۸

[3] تفسیر کبیر

Marfat.com

جوابِ پنجم: فرض کیا کہ وہ معتزلہ نہیں مشائخ اہلسنت ہی ہیں، مگر یہ مسئلہ کچھ فقہیہ نہیں صاحبِ مائۃ مسائل کو اقرار ہے کہ فقہ سے جُدا متعلق بہ اخبار ہے، سائل نے سوال کیا تھا:

سماعتِ موتیٰ کلامِ احیا در شرح جائز است یا گناہ کدام گناہ؟

مُردوں کا، زندوں کا کلام سُننا شریعت میں جائز ہے یا گناہ، کون سا گناہ؟ (ت)

آپ اس کے جواب میں اظہارِ علم فرماتے ہیں کہ:

عادت وتکیۂ کلام سائل آنست کہ در ہر جا می پرسد جائز است یا گناہ کدام گناہ درین مقام پرسیدن باین عبارت نمی سزد زیرا کہ جواز وگناہ در افعال و اعمال مے شود واین متعلق باخبار است کہ این امر ثابت است یا نہ[1] ملخصاً۔

سائل کی عادت اور تکیۂ کلام یہ ہے کہ ہر جگہ پوچھتا ہے جائز ہے یا گناہ؟ کون سا گناہ؟ یہاں ان الفاظ سے سوال مناسب نہیں اس لیے کہ جواز اور گناہ افعال واعمال میں ہوتا ہے۔ اور یہ اخبار سے متعلق ہے کہ یہ امر ثابت ہے یا نہیں؟ ملخصاً (ت)

اور جب مسئلہ علم فقہ سے ہے ہی نہیں تو حنفیت وشافعیت کی تخصیص یا تقلید بعض یا اکثر مشائخ سے اُسے تعلق یعنی چہ۔ متعلق باخبار ہے اخبار واحادیث کے خلاف غیر ماخذ سے اخذ کیا معنے، غرض تمہید یہ اٹھا کر برخلاف نصوص صریحہ، احادیثِ صحیحہ جواب یُوں دینا:

پس جواب این ست کہ نزد اکثر حنفیہ سماعتِ موتیٰ ثابت نیست[2]

پس جواب یہ ہے کہ اکثر حنفیہ کے نزدیک سماعِ موتیٰ ثابت نہیں۔ (ت)

اور پھر اُس میں بھی تصریحاتِ جلیلہ اصل ماخذ کے مقابل یہ توسّع کہ "چنانکہ از کافی وفتح القدیر حاشیہ ہدایہ صراحۃً واشارۃً کہ قریب بتصریح است معلوم می شود[3]" ملخصاً (جیسا کہ کافی، فتح القدیر حاشیہ ہدایہ سے صراحۃً اور اشارۃً جو تصریح کے قریب ہے، معلوم ہوتا ہے، ملخصاً۔ ت) محض بیجا وبے محل واقع ہُوا، اس جواب کی طرف بھی تفہیم المسائل میں اشارہ فرمایا:

حیث قال و در حقیقت این مسئلہ از علمِ فقہ ہم نیست چنانچہ مجیب نیز درین جا اقرار نمودہ[4]۔

فرمایا: درحقیقت یہ مسئلہ علمِ فقہ سے بھی نہیں جیسا کہ مجیب نے اسی مقام پر اقرار کیا ہے۔ (ت)

---

[1] مائۃ مسائل — مسئلہ ۲۶ — مکتبہ توحید وسنّت پشاور — ص ۵۱

[2] و [3] تفہیم المسائل — عدمِ سماعِ موتیٰ از کتبِ حنفیہ — مطبع محمدی لاہور — ص ۷۳

[4] تفہیم المسائل — " — " — " — ص ۷۷

Marfat.com

جیسے آگ کی لپیٹ، بیل[1] کے سینگوں کی طرح لمبے نوک دار کیلے، زمین پر گھسٹتے سر کے پیچیدہ[2] بال، قدوقامت جسم وجسامت بلا قیامت کہ ایک[3] شانے سے دوسرے تک منزلوں کا فاصلہ، ہاتھوں[4] میں لوہے کا وہ گرز کہ اگر ایک بستی کے لوگ بلکہ جن[5] وانس جمع ہو کر اٹھانا چاہیں نہ اٹھا سکیں، وہ گرج[6] کڑک کی ہولناک آوازیں، وہ دانتوں[7] سے زمین چیرتے ظاہر ہونا، پھر ان آفات پر آفت یہ کہ سیدھی طرح بات نہ کرنا، آتے ہی جھنجھوڑ ڈالنا، مہلت نہ دینا، کڑکی جھڑکی[8] آوازوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فی التاریخ والبیھقی فی عذاب القبر عن امیر المومنین عمر، حدیث ۷ وابن ابی الدنیا عن ابی ھریرۃ، حدیث ۸ وھو وابو النعیم و الآجری والبیھقی عن عطاء ابن الیسار مرسلا کلھم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲۔

نے تاریخ میں اور بیہقی نے عذاب قبر میں امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔ حدیث ۷ ابن ابی الدنیا نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی۔ حدیث ۸ ابن ابی الدنیا، ابونعیم، آجری اور بیہقی سب نے عطاء ابن یسار سے مرسلاً نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی۔ (ت)

[1] حدیث پنجم ۱۲

[2] حدیث چہارم و پنجم ۱۲

[3] دوم و ششم و ہفتم ۱۲

[4] حدیث سوم ۱۲

[5] حدیث پنجم ۱۲

[6] حدیث ششم و ہفتم ۱۲

[7] حدیث پنجم ۱۲

[8] حدیث دوم، چہارم، پنجم، ششم، ہفتم، ہشتم ۱۲

[9] حدیث دوم، ششم، ہفتم ۱۲

[10] حدیث دوم وہشتم و حدیث ۹ احمد و الطبرانی فی الاوسط والبیھقی و ابن ابی الدنیا عن جابر۔ حدیث ۱۰ وابن ابی عاصم و ابن مردویۃ والبیھقی بوجہ اٰخر عنہ، حدیث ۱۱ والآجری فی الشریعۃ عن ابن مسعود کلاھما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین ۱۲۔

حدیث ۲ و ۸ و ۹ امام احمد نے اور معجم اوسط میں طبرانی نے اور بیہقی و ابن ابی الدنیا نے حضرت جابر سے روایت کی۔ حدیث ۱۰ ابن ابی عاصم، ابن مردویہ اور بیہقی نے ان ہی سے ایک دوسرے طریق سے روایت کی۔ حدیث ۱۱ آجری نے شریعہ میں حضرت ابن مسعود سے، دونوں حضرات نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین ۱۲۔ (ت)

Marfat.com

ان عباراتِ مشائخ کے، جنھیں تم نے رُوح پر عمل کر کے صریح کتاب اللہ کے خلاف کر دیا۔ سنّتِ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سُنیے تو کیسی صریح و صحیح و جلیل و جزیل حدیثیں سماعِ موتٰی ثابت فرما رہی ہیں جنھیں سُن کر پتھر بھی موم ہو جائے۔ اجماع مانگیے تو اس نقول اوپر منقول۔ سوادِ اعظم درکار تو اس کا نمونہ مقصد سوم سے آشکار۔ یارب! پھر خلاف کی طرف راہ کدھر، بھلا یہ تو برزخ و معاد کا مسئلہ ہے جن کے لیے کوئی فصل و باب کُتبِ فقہ میں نہ پائے گا کہ وُہ بحثِ فقہ سے یکسر جُدا ہیں، کسی قول یا فعل کا موجبِ کفر ہونا تو خود افعالِ مکلفین ہی سے بحث ہے، اُس کے بیان کو کتبِ فقہ میں "باب الردۃ" مذکور اور صدہا اقوال و افعال پر انھی مشائخ کے بیشمار فتوائے کفر مسطور، مگر محققین محتاط تارکینِ تفریط و افراط باآنکہ سچے دل سے حنفی مقلد اور ان مشائخ کرام کے خادم و معتقد ہیں، زنہار اُن پر فتوٰی نہیں دیتے اور حتی الامکان تکفیر سے احتراز رکھتے بلکہ صاف فرماتے ہیں کہ اگر کوئی روایتِ ضعیفہ اگرچہ دوسرے ہی مذہب کی دربارۂ اسلام مل جائے گی اسی پر عمل کریں گے اور جب تک تکفیر پر اجماع نہ ہولے کافر نہ کہیں گے۔ وہی درمختار جس میں اما نحن فعلینا اتباع ما رجحوہ[1] الخ تھا اسی میں ہے:

القاظه تعرف فی الفتاوٰی بل افردت بالتالیف مع انه لایفتی بالکفر بشیئ منها الا فیما اتفق المشائخ علیه کما سیجیئ قال فی البحر وقد الزمت نفسی ان لا افتی بشیئ منها۔[2]

یعنی الفاظِ کفر کُتبِ فتاوٰی میں معروف ہیں بلکہ اُن کے بیان میں مستقل کتابیں تصنیف ہُوئیں، اس کے ساتھ ہی یہ اُن میں سے کسی کی بناء پر فتوٰی کفر نہ دیا جائیگا مگر جہاں مشائخ کا اتفاق ثابت ہو جیسا کہ عنقریب کلامِ مصنّف میں آتا ہے، بحرالرائق میں فرمایا: میں نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے کہ ان میں سے کسی پر فتوٰی نہ دُوں۔

تنویر الابصار میں ہے:

لایفتی بتکفیر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن اوکان فی کفرہ خلاف ولو روایة ضعیفة۔[3]

کسی مسلمان کے کفر پر فتوٰی نہ دیا جائے جبکہ اس کا کلام اچھے پہلو پر اتار سکیں یا کفر میں خلاف ہو اگرچہ ضعیف ہی روایت سے۔

---

[1] درمختار	مقدمۃ الکتاب (رسم المفتی)	مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۱۵
[2] "	باب المرتد	"	۱/ ۳۵۵
[3] "	"	"	۱/ ۳۵۶

Marfat.com

ہوں بخلاف بدن کہ اس کے ادراکات بنفسہٖ نہیں بلکہ تعلقِ رُوح ہی کے باعث ہیں اور تعلقات متفات تو وقتِ مفارقت سلبِ کلی ادراک ہوگا اور جتنا تعلق بڑھتا جائے گا ادراک بڑھے گا، لہذا ممکن کہ تعذیب و تنعیم کے لیے تعلق کے مدارج متوسط سے وہ درجہ دیا جائے کہ بدن صرف ادراکِ لذّت والم کا آلہ کار پائے اُس کے ذریعہ سے سماع و ابصار ہاتھ نہ آئے اور سوال و کلام کے لیے اس سے اعلیٰ درجہ ملے جس کے باعث سمع بدن کا بھی رستہ کھُلا اور وجہ وہی کہ یہ سب مقدمے امور روح و جسم دونوں سے متعلق ہیں، تنعیم و تعذیب میں مشارکتِ بدن کو صرف اُسی قدر درکار اور سوال میں شرکت کو سمع بھی مطلوب، غرض کلامِ اہلسنت بدن پر محمول کیجئے، اور یقیناً یہی ہے تو آپ کا مطلب فوت۔ محنت رائگاں، اور خواہ مخواہ روح کے گلے باندھیے تو ضلالِ اعتزال نقدِ وقت ہے مفر کہاں!

بالجملہ بحمد اللہ توفیقِ الٰہی رفیقِ اہلسنت اور خذلان و حرماں نصیبِ اہلِ بدعت ہے جو تیر اُن کی کمان سے وصل پاتے ہیں فصل سے پہلے اُنھیں کے منہ پر پلٹا کھاتے ہیں۔ علمائے اعلام کے جتنے کلام بہزار جانکاہی اپنی دلیل بنا کر لاتے ہیں وُہ انہی کے دشمن قاتل اور اہلسنّت کے سچے دلائل بن جاتے ہیں۔ الحمد للہ اب ملّاجی کا ہاتھ یکسر خالی ہوگیا اس ساری بحث میں ان کی تمام چہ می گوئیوں کا حرف بحرف قلع قمع ہولیا۔ مُلّاجی! اب تو ہمیں اجازت دیجئے کہ آپ ہی کے صفحہ عکس حلق عہ کے شکم زاد بول آپ ہی کے مُنہ پر پلٹ دیں کہ:

بے چارہ (قنوجی) عیارہ پختہ جنون خام کارہ کہ از روی کیش خویش کور و کر بل خشت و حجر بلکہ از انہم بتر شدہ است بتصور اینکہ من ہرچہ خواہم نگاشت عامہ مومنین بران اعتماد خواہند ساخت ہرچہ در شکم داشت از دہان برآورد افسوس کہ مردمان رعایت این بیچارہ کہ شبہا دریں باب محنت کشیدہ نہ کردہ تغلیط وے ظاہر کردیم پس ایں معاملہ طشت از بام شد۔

بے چارہ (قنوجی) عیار، پختہ جنوں۔ خام کار۔ جو اپنے مذہب کی رُو سے اندھا، بہرا بلکہ اینٹ پتھر، بلکہ ان سے بھی بدتر ہو چکا ہے، اس خیال سے کہ میں جو کچھ لکھ دُوں گا عام مسلمان اس پر اعتماد کرلیں گے، جو کچھ شکم میں رکھتا تھا زبان پر لایا۔ افسوس کہ یہ بے چارہ جس نے اس باب میں کئی رات مشقت جھیلی ہم لوگوں نے اس کی رعایت نہ کرکے اس کی تغلیط ظاہر کردی تو یہ معاملہ طشت از بام ہوگیا۔ (ت)

والحمد للہ رب العالمین وقیل بعدا للقوم الظالمین۔

اور ساری تعریف اللہ کے لیے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ اور کہا گیا ہلاکت ہو ظالموں کے لیے۔ (ت)

عہ ازفام نجومیہ میں ۱۳۸ کو قلعہ لکھتے ہیں جس کا عکس حلق ۱۲ منہ (م)

Marfat.com

ہماری طرف ہیں، جن کا ایک نمونہ مقصد سوم نے ظاہر کیا اور ان میں اجلۂ ائمہ و مشائخ علمائے حنفیہ بھی ہیں، تم نے پانچ متاخرین کے قول ذکر کیے ہم نے پچاس سے زائد ائمہ و علمائے حنفیہ مجتہدین فی المذہب و فقہاء النفس و عمائد محققین سلف و خلف کے ارشادات دکھاتے جن میں خود اُن پانچ سے بھی امام نسفی و امام عینی و امام ابن الہمام شامل، اُدھر اگر ایک کتاب میں اکثر مشائخنا کا لفظ لکھا ہے تو ادھر متعدد کتب میں اجماعِ اہلسنت مذکور رہا ہے، اب دو راہیں ہیں، تطبیق و ترجیح۔ ان میں تطبیق ہی اولیٰ و اول و بتصریح علماء حتی الوسع اسی پر معوّل، اسے اختیار کیجئے تو بحمد اللہ سبیل واضح ہے کہ اثباتِ سماع رُوح کے لیے ہے اور انکارِ سماع بدن پر محمول، اس کی تقریر اور اس کے منافع و فوائد کی تذکیر جواب اوّل میں مفصلاً تحریر، اور اگر توفیق نہ ملے تو بہت خوب بابِ ترجیح کُھلے، یوں بھی باذنہ تعالیٰ میدان ہمارے ہی ہاتھ رہے گا۔

اوّلاً ہماری طرف احادیث کثیرہ ہیں تمہاری طرف ایک بھی نہیں، کتنی حدیثوں میں سُن چکے کہ ان المیت لیسمع بیشک مُردہ سُنتا ہے۔ یہ بھی کسی حدیث میں آیا کہ المیت لا یسمع مُردہ نہیں سنتا۔ اور یہی علماء تصریح فرماتے ہیں کہ:

لا یعدل عن درایۃ ما وافقتھا روایۃ[1]، کما فی الغنیۃ وردالمحتار۔

درایت سے عدول نہ ہوگا جب کوئی روایت بھی اس کے موافق ہو، جیسا کہ غنیہ و ردالمحتار میں ہے (ت)

ثانیاً رُوح کی موت و بے ادراکی اور اس کے ادراکات کا جسم پر توقف کہ تمہارے طور پر مفادِ کلام مشائخ ہے کتاب اللہ کے خلاف و معارض ہے۔

ثالثاً اجماعِ اہلسنّت کے مناقض ہے۔

رابعاً خود ان کا کلام مضطرب و متناقض ہے۔

خامساً بوجوہِ قاہرہ مجروح و مرجوح ہے۔

سادساً حمل علی البدن نہ مانو محتمل تو ہے اور محتمل صالح معارضہ نہیں۔

سابعاً اگر کوئی حدیث اثباتِ سماع میں نہ ہوتی تو سلام خود منصوص و مجمع علیہ ہے اور کلام کا ظاہر سے صرف و عدول باجماعِ علماء مردود و مخذول۔

ثامناً تم خود مان چکے کہ مُردے زائروں کا سلام سنتے ہیں (مائۃ مسائل جوابِ سوال ۱۹) پھر ثبوتِ سماعِ موتیٰ میں کیا محلِ کلام رہا جب قوتِ سماع حاصل اور خود خارج کی آواز سُننا سمجھنا ثابت تو آواز آواز سب ایک سی اور

---

[1] ردالمحتار واجبات الصلوٰۃ مصطفی البابی مصر ۱/۳۴۳

اقول صدرِ کلام میں واضح ہو چکا کہ یہ کلام ہمارے ائمۂ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم سے منقول نہیں، استدلال مسئلہ منصوصہ میں طبع آزمائی مشائخ ہے، فقہیات میں ائمہ کرام کے بعد مشائخ اعلام کی تقلید بھی علی الراس والعین کہ،

علینا اتباع مارجحوہ وصححوہ کمالوا فتونا فی حیاتھم[1] ہمارے ذمہ اسی کا اتباع ہے جسے ان حضرات نے راجح وصحیح قرار دیا، جیسے وہ اپنی زندگی میں ہمیں فتوٰی دیتے تو ہماری ذمہ داری یہی ہوتی۔ (ت)

مگرع

ہر سخن نکتہ و ہر نکتہ مکانے دارد

(ہر بات میں کوئی نکتہ اور ہر نکتہ کا کوئی موقع ہوتا ہے۔ ت)

موافق مخالف سب اہلِ عقول کا قدیمی معمول کہ ہر فن کی بات اُسی کی حد تک محدود ومقبول، تحقیقِ حلال وحرام میں فقہ کی طرف رجوع ہوگی، اور صحت وضعفِ حدیث میں تحقیقات فنِ حدیث کی طرف، طبی مسئلہ نحو سے نہ لیں گے، نہ نحوی طب سے۔ علماء فرماتے ہیں شروحِ حدیث میں جو مسائل فقہیہ کُتبِ فقہ کے خلاف ہوں مستند نہیں، بلکہ تصریح فرمائی کہ خود اصولِ فقہ کی کتابوں میں جو مسئلہ خلافِ کُتبِ فروع ہو معتمد نہیں، بلکہ فرمایا جو مسئلہ کتبِ فقہ ہی میں غیر باب میں مذکور ہو مسئلہ مذکور فی الباب کا مقادم نہ ہوگا کہ غیر باب میں کبھی تساہل راہ پاتا ہے،

وقد بیّنا کل ذلک فی رسالتنا المبارکۃ ان شاء اللہ تعالٰی فصل القضاء فی رسم الافتاء۔ یہ سب ہم نے اپنے رسالہ فصل القضاء فی رسم الافتاء میں بیان کیا ہے جو بابرکت ہے اگر اللہ تعالٰی نے چاہا۔ (ت)

جو فرقِ مراتب گما کر غلط مبحث کرے جاہل ہے یا غافل ذاہل، برزخ ومعاد امورِ غیبیہ ہیں جن میں قیاس و اجتہاد کو دخل نہیں، اُن کا پتا تو نبی امین الغیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہی کے ارشاد سے چل سکتا ہے نہ مشائخ کی رائے سے، بلکہ علمائے کرام کو اس میں اختلاف ہے کہ عقائد میں تقلید مقبول بھی ہے یا نہیں۔ اللہ کو ایک، رسول کو سچا، جنّت و نار کو موجود، سوال وعذاب ونعیمِ قبر کو حق جاننے میں اس کا کوئی محل نہیں کہ فلاں فلاں مشائخ ایسا فرماتے تھے محض ان کے اعتبار پر مان لیا ہے۔ ہاں عقائد میں کتاب وسنّت واجماعِ اُمّت و سوادِ اعظم اہلسنت کا اتباع ہے، اس لیے کہ خدا ورسول نے ہمیں بتا دیا کہ اجماع ضلالت پر ناممکن اور سوادِ اعظم کا خلاف ابتداع ہے۔ اب کتاب مجید دیکھئے تو بلاشُبہ ثابت فرما رہی ہے کہ رُوح میت نہیں، روح بے ادراک نہیں، روح کے ادراک بدن پر موقوف نہیں، روح فنائے بدن کے بعد باقی ومدرک رہتی ہے برخلاف

---

[1] الدرالمختار مقدمۃ الکتاب (رسم المفتی) مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۵

Marfat.com

دلیل بنائیں گے اور اس کے ساتھ بفضلہٖ تعالیٰ تفہیم المسائل کی ساری بالاخوانیاں بھی نیچی پڑیں، صبح سنت شان سے چمکی، باطل کی ظلمتیں دھواں بن کر اڑیں۔ یہ سب بحمداللہ تعالیٰ ادنیٰ تصدق کفش برداری اعلٰحضرت سید المحققین، سند الفضلاء المدققین، حامی السنن، ماحی الفتن، حجۃ الخلف، بقیۃ السلف، اعلم علماء العالم سیدنا الوالد الماجد المکرم حضرت مولانا محمد نقی علی خاں صاحب حنفی قادری برکاتی و کمترین برکات خاک بوسی آستانہ فیض نشان اقدس حضرت امام العرفاء الکاملین، سنام الاولیاء الواصلین، بدر الطریقۃ، بحر الحقیقۃ، حبر الشریعۃ اقوی الذریعہ، سیدی و مولای و مرشدی وکنزی و ذخری لیومی و غدی حضور سیدنا سید شاہ آلِ رسول احمدی مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہما واتم نورھما و نور قبورھما وقدس سرھما واعاد علینا فی الدارین برکاتہما ورزقنا بمنہٖ برھما آمین الٰہ الحق آمین (اللہ تعالیٰ دونوں حضرات سے راضی ہو اور ان کا نور کامل فرمائے ان کی قبروں کو منور کرے، دارین میں ہمارے اوپران کی برکتیں عائد فرمائے اور اپنے کرم سے ہمیں ان کی فرمانبرداری نصیب کرے، قبول فرمائے الٰہ برحق قبول فرما۔ ت) ہے۔ والحمدللہ رب العالمین جو اہلسنت ان حروف سے نفع پائیں مامول کہ دونوں حضراتِ عالیہ کو ایصالِ ثواب فاتحہ سے شاد فرمائیں اور اس فقیر حقیر اور مولانا مولوی محمد عمر الدین صاحب موصوف کو کہ اس نفیسۂ جلیلہ کے محرک تالیف اور الدال علی الخیر کفاعلہ (خیر کی راہ بتانے والا اسی کی طرح ہے جو خیر کو عمل میں لانے والا ہے۔ ت) کے مصداق منیف ہوئے اور عالی ہمتان زمن محبانِ دین وسنن حاجی اسحٰق آدم صاحب صباغ پلبندری و حاجی ابو حاجی حبیب صاحب پلبندری میمن امین حفظہما اللہ تعالیٰ عن الفتن والمحن کو جن کی ہمت بلند سے اصل کتاب اور جامع فضائل قامع رذائل مولانا مولوی محمد اسمٰعیل صاحب قادری نقشبندی شاذلی سلمہ العلی الولی کو جن کی سعی جمیل سے یہ اجزائے تذییل جلیل منطبع اور اہلسنت ان جواہر دینیہ سے منتفع ہوئے دعائے عفو و عافیت و خیر و برکاتِ دنیا و آخرت سے یاد فرمائیں۔ صحیح حدیث میں ہے، پس پشت اپنے بھائی مسلمان کے لئے دعا پر ملائکہ کہتے ہیں آمین ولک بمثلہ تیری یہ دعا قبول اور اس کے مثل تجھے بھی حصول والحمدللہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

الحمدللہ! آج اس رسالہ سے تصانیفِ فقیر کا عدد ایک سو اسی ہوا، اکرم الاکرمین جل جلالہٗ قبول فرمائے اور فقیر حقیر و اہلسنت کے لیے دارین میں حجتِ نجات بنائے آمین! حُسنِ اتفاق یہ کہ یہ رسالہ سمعِ ارواح کے باب میں ہے اور شمار تصانیف میں ایک سو اسی اور اسمائے الٰہیہ میں صفتِ سمع پر دال اسم پاک سمیع ہے اس کے عدد بھی یہی۔

نسئل السمیع ان یسمع دعواتنا و یستر عوراتنا و یومن روعاتنا و یقضی حاجاتنا و یغفر سیاٰتنا	ربِ سمیع سے سوال ہے کہ ہماری دعائیں سُن لے، ہمارے عیوب چھپائے، ہمارے خوف کی چیزوں کو امن دے، ہماری حاجتیں پوری فرمائے، ہمارے گناہ مٹائے،

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے :

قال الخیر الرملی اقول ولوکانت الروایۃ لغیر اھل مذھبنا ویدل علی ذلك اشتراط کون مایوجب الکفر مجمعًا علیہ[1]

یعنی علامہ خیر الدین رملی استاد صاحبِ دُرمختار نے فرمایا اگرچہ وُہ روایت دوسرے مذہب مثلاً شافعیہ یا مالکیہ کی ہواس لیے کہ تکفیر کے لیے اُس بات کے کفر ہونے پر اجماع شرط ہے۔

یہ علامہ بحر صاحب البحر و علامہ خیر رملی و مدقق علائی در بارۂ تقلید جیسا تصلب شدید حق و سدید رکھنے والے ہیں اُن کی تصانیفِ جلیلہ بحر و اشباہ و رسائل زینیہ و در و فتاوٰی خیریہ وغیرہا کے مطالعہ سے واضح مگر یہاں اُن کے کلمات دیکھئے کہ جب تک اجماع نہ ہو فتوٰیٔ مشائخ پر عمل نہ کریں گے، ہم نے التزام کیا ہے کہ اس پر فتوٰی نہ دیں گے تو وجہ کیا وہی کہ یہ بحث اگرچہ افعالِ مکلفین سے متعلق ہے مگر فقہ کا دائرہ تو حیثیتِ حلال و حرام تک منتہی ہو گیا آگے کفر و اسلام اگرچہ یہ اعظم فرض وہ اخبث حرام، مگر اصالۃً اس مسئلہ کا فن علم عقائد و کلام، وہاں تحقیق ہو چکا ہے کہ جب تک ضروریاتِ دین سے کسی شیئ کا انکار نہ ہو کفر نہیں تو ان کے غیر میں اجماع ہرگز نہ ہوگا، اور معاذ اللہ اُن میں سے کسی کا انکار ہو تو اجماع رُک نہیں سکتا لہٰذا تمام فتاوٰی و نقول سے قطع نظر کر کے مسائل اجماعیہ میں حصر فرما دیا۔ جب یہاں یہ حال ہے تو ہمارا مسئلہ جس میں نہ فعل مکلف نہ حلت و حرمت بلکہ ایک امر برزخ کے ثبوت و عدمِ ثبوت کی بحث ہے کیوں کتاب و سنّت و اجماعِ اُمت و سوادِ اعظم سادات ملّت سے منقطع ہو کر مرہونِ نقول بعض کتبِ فقہیہ ہونے لگا و ھذا ھو حق التحقیق و الحق احق بالتصدیق (یہی حق تحقیق ہے اور حق اس کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کی تصدیق کی جائے۔ ت)

جواب ششم : اقول سب جانے دو، یہ بھی مانا کہ یہ قولِ مشائخ یہاں حجت اور فی نفسہٖ قابلِ قبول و متابعت ہے، اب اس سے زیادہ تنزل کا کوئی درجہ نہیں تاہم ہم پر اس سے احتجاج اصلاً موجہ نہیں، کسی دلیل کا فی نفسہٖ کافی وصالح تعویل ہونا اور بات، اور اس سے ثبوت اور اتمامِ حجت ہونا اور، مثلاً قیاس دلیل شرعی ہے مگر نص کے آگے نامقبول، حدیثِ صحیح احاد حجتِ شرعیہ ہے مگر اجماع کے سامنے غیر معمول، وعلٰی ھذا القیاس، و لہٰذا حدیث کی صحت حدیثی و صحتِ فقہی میں زمین و آسمان کا فرق ہے، جس کی تحقیقِ انیق فقیر کے رسالہ الفضل الموھبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی میں ہے، ان مشائخ کے اگر یہ قول ہیں تو صدہا اکابر اعلام کے ارشاداتِ جلیلہ

ع[a] اس کا سوال شہر ارکاٹ سے آیا تھا لہٰذا تاریخی لقب "اعز النکات بجواب سوال ارکات" ہے، یہ رسالہ غیر مقلدوں کے اُس مشہور مغالطہ کے رد بلیغ میں ہے کہ امام اعظم نے خود فرما دیا ہے جب حدیث صحیح ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے، ایک غیر مقلد نے یہ اعتراض بہت طمطراق سے چھاپا اور حنفیہ سے طلب جواب ہوا یہاں بھی وہ پرچہ بھیجا جس کے جواب میں بفضلہ تعالٰی یہ مختصر و نافع رسالہ تحریر ہوا ۱۲ منہ (م)

---

[1] ردالحتار باب المرتد مصطفی البابی مصر ۳/۳۱۶

Marfat.com

الدولة المكية بالمادة الغيبية

(١٣٢٣ الهجرية)

للشيخ الإمام أحمد رضا خان
القندهاري الأفغاني ثم البريلوي الهندي

مع تعليقها للمصنف باسم التاريخي

الفيوضات الملكية لمحب الدولة المكية

(١٣٢٦ الهجرية)

ويليه

جلائل التقريظات لأجلة علماء الحرمين الشريفين وحماة ومصر والشام وغيرها من بلاد دار السلام زادها الله شرفا وتكريما

مؤسسة رضا

الجامعة النظامية الرضوية - لاهور - باكستان

Marfat.com

فرق تحکم باطل وعلی التنزل یہ ایجاب جزئی اس سلب کلی مشائخ کا ضرور نقیض ومبطل، توجس کلام کو خود باطل مان چکے اُس سے استناد ہوس عاطل۔

تاسعًا بحث ایک امر کے وجود وعدم ونفس الامری میں ہے وہ مشائخ نافی اور یہ ائمہ مثبت ہیں مثبت مقدم۔

عاشرًا اگر بالفرض دونوں پلّے ہرطرح برابر ہوں توامر مستوی رہا، اور سماع ماننے میں نفع بے ضرر ہے کہ جب مُردوں کو مدرک جانیں گے قبور کے پاس کلام بیجا سے باز رہیں گے، افعالِ منکرہ سے حیا کریں گے۔ اور پتھر جانا تو بیباک ہوں گے، یُوں بھی انکارِ سماع میں ضرر واندیشۂ ضیر ہے اور اثباتِ سماع محض نفع وخیر ہے۔

ختم اللہ تعالٰی لنا علٰی محض نفع وخیر وحفظنا من کل ضر وضیر والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد و اٰلہ و صحبہ اجمعین اٰمین۔

اللہ تعالٰی ہمارا خاتمہ محض نفع وخیر پر کرے اور ہر ضرر ونقصان سے ہمیں بچائے۔ اور سب خوبیاں اللہ کے لیے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ اور اللہ تعالٰی ہمارے آقا حضرت محمد اور ان کے تمام آل واصحاب پر درود نازل فرمائے، الٰہی قبول فرما! (ت)

وہ تین جواب ان کے صغرٰی پر عائد تھے، یہ تین ان کے کبرٰی پر وارد۔ اور اوپر گزارش ہوچکا کہ یہ ارخاءِ عنان ہے حق تحقیق وحقیقت حق جواب اوّل سے عیاں ہے والحمد للہ رب العٰلمین۔ فقیر نے اس مسئلہ یمین وکلام اُم المؤمنین کے متعلق کو زیرِ حدیث ۴۵ وحدیث ۵۱ بشرطِ جواب مولوی مجیب صاحب دورِ آئندہ پر محوّل رکھا تھا مگر اللہ عزوجل دارین میں جزائے خیر وافی ووافر عطا فرمائے۔ مولٰنا المکرم ذی الفضل والکرم، ناصرِ سنن، کاسرِ فتن، محبِ دین متین، صدیقنا مولوی محمد عمر الدین سُنّی حنفی قادری مجیدی نزیل بمبئی سلمہ اللہ تعالٰی کو کہ اس بحثِ نفیس وجلیل ومہم کی تحریر وتحبیر پر مصر ہُوئے جس کے باعث ہنگام طبع کتاب دونوں مقام مذکور میں ان مباحث کی طرف عود کے وعدے بڑھائے گئے، خیال تھا کہ ایک آدھ جزلکھ دیا جائے گا جو مقصد سوم کی کسی فصل میں بطور فائدہ اندراج پائیگا۔ طبیعت علیل، ذہن کلیل، مدت معالجات طویل، جس کے سبب قوت ضعف معاذ اللہ تاحدِ تعطیل۔ بااینہمہ نام فرصت معدوم وقلیل، روزانہ امصار واقطار سے ورود فتاوائے کثیر وجزیل، مگر جب لکھنا آغاز ہُوا بارگاہِ واہب الفیض عزجلالہ سے درِ فیوض باز ہُوا، بحمد اللہ تعالٰی وُہ جواہرِ عالیہ وزواہرِ غالیہ عطا فرمائے کہ فقیر حقیر کی حیثیت ولیاقت سے بدرجہا وراء تھے لہذا اس تذییل جلیل کو رسالہ مستقلہ کیا اور بلحاظ تاریخ الوفاق المتین بین سماع الدفین وجواب الیمین ۱۳۱۶ لقب دیا جو بانصاف بے اعتساف اسے دیکھے گا ان شاء اللہ تعالٰی بدلِ صاف شہادت دے گا کہ مسئلہ یمین آج حل ہُوا جسے مخالف موافق، موافق مخالف سمجھا کرتے تھے۔ اُس کا عقدہ اب منحل ہُوا، جن کلمات کو مخالفین اپنی دلیل بنایا کرتے اب وُہ کھلے خود اُنھی کو ذلیل بنائیں گے۔ جن اقوال کو موافقین محتاجِ جواب سمجھے اب انھی کو اپنی

Marfat.com

ویصلّی ویسلّم ویبارك علیٰ سیّدنا الکریم النبی
المکین محمّد وآله وصحبه اجمعین، کان
ذلك لیوم هو اول نصف الأخر من آخر النصف
الاول من اول النصف الأخر من العشر الثانیة
من المائة الرابعة من الالف الثانی من هجرة
سیّد المرسلین مولی الآمال ومولی الامانی
صلی الله تعالیٰ علیه وسلّم وبارك علیه وعلیٰ
آله وصحبه وذرّیته وحزبه وعیاله قدر حسنه
وجماله وجوده ونواله آمین آمین والحمد
لله رب العالمین سبحانك اللهم وبحمدك
اشهد ان لا اله الا انت استغفرك واتوب الیك
سبحان ربك رب العزّة عمّا یصفون و
سلامٌ علی المرسلین ۝ والحمد لله رب
العالمین ۝

اور ہمارے کریم آقا بزرگ نبی حضرت محمد اور ان کی سب
آل واصحاب پر درود وسلام اور برکت نازل فرمائے،
یہ امیدوں کے عطا فرمانے والے، آرزوؤں کے مولا
حضرت سید المرسلین کی ہجرت کے ہزارۂ دوم کی چوتھی
صدی کے دوسرے عشرے میں سے نصف آخر کے اوّل
(۱۳۱٦) میں سے نصف اول کے ماہ آخر (جمادی الآخرہ)
کے نصف آخر کے روز اوّل (۱٦) کو ہوا۔ اللہ تعالےٰ
ان پر درود وسلام اور برکت نازل فرمائے اور ان کی آل،
اصحاب، اولاد، جماعت اور عیال پر بھی، ان کے حسن و
جمال اور جود و نوال کے بقدر قبول فرما۔ اور تمام تعریف
اللہ کے لیے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ اے
اللہ! تیری حمد کے ساتھ تیری پاکی بیان کرتا ہوں،
اور شہادت دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں،
تیری بارگاہ میں توبہ واستغفار کرتا ہوں۔ پاکی ہے
تیرے رب کے لیے جو عزّت کا مالک ہے، ان باتوں سے جو وہ بناتے ہیں، اور سلام ہو رسولوں پر، اور تمام حمد
اللہ کے لیے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ت)

Marfat.com

إنباء الحي
أن كلامه المصون تبيان لكل شيء

(١٣٢٦ الهجرة النبوية)

مع تعليقاتها

حسام المفتري على السيد البري
١٣٢٨ھ

لإمام أهل السنة الشيخ
أحمد رضا خان
القادري الحنفي البريلوي قدس سره

مؤسسة رضا
الجامعة النظامية الرضوية - لاهور، باكستان

Marfat.com

فتاوی رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

۱۰

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۸

پاکستان (۵۴۰۰۰)

فتاوٰی رضویّہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۸
پاکستان (۵۴۰۰۰)

Marfat.com

مَن یُرِدِ اللہُ بِہٖ خیرًا یُفَقِّھْہُ فِی الدِّین

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

جلد دہم

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز
۱۲۷۲ھ ـــــــ ۱۳۴۰ھ
۱۸۵۶ء ـــــــ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن ۰ جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ، لاہور (۸) پاکستان (۱۲۳۵۰)
فون ۶۶۷۵۲

Marfat.com

کتاب ——— فتاوٰی رضویہ جلد دہم
تصنیف ——— شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ
ترجمہ عربی عبارات ——— حضرت علامہ مفتی محمد خاں قادری، لاہور
پیش لفظ ——— حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
ترتیب فہرست ——— 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
تخریج و تصحیح ——— مولانا نذیر احمد سعیدی
باہتمام و سرپرستی ——— حضرت مولٰنا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظم اعلٰی تنظیم المدارس اہلسنّت، پاکستان
کتابت ——— محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)
———
پیسٹنگ ——— مولانا محمد منشا تابش قصوری معلم شعبۂ فارسی جامعہ نظامیہ لاہور
صفحات ——— ۸۳۲
اشاعت ——— ربیع الاول ۱۴۱۷ھ / اگست ۱۹۹۶ء
مطبع ———
ناشر ——— رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
قیمت ——— روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ قادریہ ، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
مکتبہ تنظیم المدارس ، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
مکتبہ ضیائیہ ، بوہڑ بازار، راولپنڈی
ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

Marfat.com

اجمالی فہرست

پیش لفظ ———— ۵
کتاب الزکوٰۃ ———— ۶۳
کتاب الصوم ———— ۳۳۱
باب رؤیۃ الہلال ———— ۳۵۲
باب القضاء والکفّارۃ ———— ۵۱۳
باب الفدیہ ———— ۵۲۱
کتاب الحج ———— ۶۵۷
باب الجنایات فی الحج ———— ۷۱۳

فہرست رسائل

○ تجلی المشکوٰۃ ———— ۷۵
○ اعز الاکتناہ ———— ۱۷۱
○ رادع التعسف ———— ۱۸۷
○ افصح البیان ———— ۲۱۳
○ الزہر الباسم ———— ۲۷۱
○ ازکی الاہلال ———— ۳۵۹

Marfat.com

○ طرق اثبات هلال ———— ٤٠٥

○ البدور الاجلة ———— ٤٤٩

○ الاعلام بحال البخور ———— ٤٨٩

○ تفاسير الاحكام ———— ٥٢٣

○ هداية الجنان ———— ٥٦٧

○ درء القبح ———— ٦١٧

○ العروس المعطار ———— ٦٣١

○ صيقل الرين ———— ٦٧٧

○ انوار البشارة ———— ٧٢٥

○ النيرة الوضية ———— ٧٧١

○

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمدللہ اعلیٰحضرت امام المسلمین مولٰنا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خزائنِ علمیہ و ذخائرِ فقہیہ کو جدید انداز میں عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق منظرِ عام پر لانے کے لیے دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں "رضا فاؤنڈیشن" کے نام سے جو ادارہ چند سال قبل قائم ہُوا تھا وہ انتہائی برق رفتاری کے ساتھ مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہُوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے۔ کتاب الطہارت، کتاب الصلوٰۃ اور کتاب الجنائز پر مشتمل نو خوبصورت جلدیں آپ تک پہنچ چکی ہیں، اب بفضلہٖ تعالیٰ جل مجدہٗ و بعنایۃ رسولہ الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دسویں جلد پیش کی جارہی ہے۔

جلد دہم

یہ جلد فتاوٰی رضویہ قدیم جلد چہارم میں سے کتاب الزکوٰۃ سے آخر تک ۳۱۶ سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے، اس طرح قدیم چار جلدیں دس جدید جلدوں کی صورت میں مکمل ہوچکی ہیں۔ اس جلد کی عربی و فارسی عبارات کا ترجمہ فاضلِ شہیر مترجم کتبِ کثیرہ حضرت علامہ مفتی محمد خاں قادری نے فرمایا ہے جبکہ جلد ششم، ہفتم اور ہشتم کا ترجمہ بھی انہی کی رشحاتِ قلم کا ثمر ہے۔

Marfat.com

پیشِ نظر جلد میں شامل رسالہ البدور الاجلّۃ فی امور الاھلّۃ، اس کی شرح نور الادلّۃ للبدور الاجلّۃ اور اس کے حاشیہ رافع العلّۃ من نور الادلّۃ میں تقدم و تاخر اور عدم ترتیب کی وجہ سے خاصا الجھاؤ تھا جس کی بناء پر اس سے استفادہ بہت دشوار تھا، موجودہ ایڈیشن میں متن، شرح اور متعلقہ حاشیہ کو انتہائی حُسنِ ترتیب کے ساتھ باہم مربوط کر دیا گیا چنانچہ اب اس سے بآسانی استفادہ کیا جاسکتا ہے، نیز رسالہ النیرۃ الوضیۃ شرح الجوھرۃ المضیۃ مع حاشیۃ الطرۃ الرضیۃ جو کہ پہلے فتاوٰی رضویہ میں شامل نہ تھا، موضوع کی مناسبت سے شاملِ اشاعت کر دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اس جلد میں شامل رسائل کے مندرجات کی مفصل فہرست راقم نے افادۂ قارئین کے لیے تیار کر دی ہے متعدد ضمنی مسائل و فوائد کے علاوہ اس جلد میں مندرجہ ذیل سات عنوانات زیرِ بحث لائے ہیں:

(۱) کتاب الزکوٰۃ

(۲) کتاب الصوم

(۳) باب فی رؤیۃ الھلال

(۴) باب القضاء والکفارۃ

(۵) باب الفدیہ

(۶) کتاب الحج

(۷) باب الجنایات فی الحج

مندرجہ بالا عنوانات کے علاوہ انتہائی دقیق اور گرانقدر تحقیقات و تدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل سولہ[۱۶] رسائل بھی اس جلد میں شامل ہیں:

(۱) تجلی المشکوٰۃ لانارۃ اسئلۃ الزکوٰۃ (۱۳۰۷ھ)

ہر قسم کے مال کی زکوٰۃ کے حساب لگانے، ادا کرنے کے اوقات اور مصارف کا بیان

(۲) اعز الاکتناہ فی رد صدقۃ مانع الزکوٰۃ (۱۳۰۹ھ)

صاحبِ نصاب زکوٰۃ ادا نہ کرے اور دیگر صدقات و خیرات کرے یا ذمہ میں فرائض ہوں اور نوافل ادا کرے تو یہ مقبول نہیں۔

(۳) رادع التعسف عن الامام ابی یوسف (۱۳۱۸ھ)

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی جانب ایک مسئلہ کو غلط منسوب کر دیا گیا اس رسالہ میں اس کا جواب دیا گیا ہے۔

(۴) افصح البیان فی حکم مزارع ھندوستان (۱۳۱۸ھ)
ہندوستان کی زمینوں کے تفصیلی احکام

(۵) الزھر الباسم فی حرمة الزکوٰة علی بنی ھاشم (۱۳۰۷ھ)
بنی ہاشم پر زکوٰۃ اور صدقات واجبہ حرام ہیں اور ان کو دیے ادا نہ ہوگی۔

(۶) ازکی الاھلال بابطال ما احدث الناس فی امر الھلال (۱۳۰۵ھ)
رؤیت ہلال میں تار کی خبر معتبر نہیں۔

(۷) طرق اثبات ھلال (۱۳۲۰ھ)
اثباتِ ہلال کے صحیح اور غلط طریقے

(۸) البدور الاجلّة فی امور الاھلّة مع شرح نور الادلّة للبدور الاجلّة مع حاشیة
رفع العلّة عن نور الادلة (۱۳۰۴ھ)
رؤیت ہلال کے تفصیلی احکام

(۹) الاعلام بحال البخور فی الصیام (۱۳۱۵ھ)
اگربتی لوبان وغیرہ کا دھواں منہ یا ناک میں کس طرح جانے سے روزہ ٹوٹتا ہے

(۱۰) تفاسیر الاحکام لفدیة الصلوٰة والصیام (۱۳۱۶ھ)
بعد از موت نماز روزہ کے فدیہ کے مفصل مسائل

(۱۱) ھدایة الجنان باحکام رمضان (۱۳۲۳ھ)
صبح صادق اور کاذب کی معرفت کرائی گئی ہے اور نقشوں سے صبح صادق سمجھایا گیا ہے نیز افطار و سحر کے مسائل بیان کیے گئے ہیں۔

(۱۲) درء القبح عن درك وقت الصبح (۱۳۲۶ھ)
صبح صادق معلوم کرنے کا قاعدہ بیان کیا گیا ہے (سحری کے وقت کی تحقیقِ جلیل)

(۱۳) العروس المعطار فی زمن دعوة الافطار (۱۳۱۲ھ)
دعائے افطار بعد افطار پڑھنا

(۱۴) صیقل الرین عن احکام مجاورة الحرمین (۱۳۰۵ھ)
حرمین طیبین میں سکونت کرنے کا بیان

Marfat.com

(۱۵) انوار البشارۃ فی مسائل الحج والزیارۃ (۱۳۲۹ھ)
آدابِ سفر، مقدماتِ حج، احکامِ حج، احرام، طواف اور طریقۂ حج وغیرہ کا بیان۔

(۱۶) النیرۃ الوضیۃ شرح الجوہرۃ ف المضیۃ مع حاشیۃ الطرۃ الرضیۃ (۱۲۹۵ھ)
مسائلِ حج وزیارت کا بیان

○

ربیع الاول ۱۴۱۷ھ
اگست ۱۹۹۶ء

حافظ عبدالستار سعیدی
ناظمِ تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

ف: ماتن کا نام سید حسین بن صالح جمل اللیل فاطمی حسینی امام وخطیب شافعیہ مکۃ المکرمہ متوفی ۱۳۰۱ھ
شرح وحاشیہ از اعلیحضرت مولانا احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہٗ
اعلیحضرت نے یہ رسالہ بار اول کے حج میں مکہ معظمہ میں ایک دن میں تالیف کیا۔

Marfat.com

فہرست مضامین

کتاب الزکوٰۃ

زکوٰۃ، نماز، روزہ اور عشر کا ثبوت۔ ۶۳

زکوٰۃ ادا ہونے کے لیے نیت شرط ہے عیدی یا انعام کے طور پر دینا۔ سحری جگانے والے۔ ڈالی لانے والے۔ خوشخبری سنانے والے کو زکوٰۃ دینا۔ ۶۵

فائدہ: شروط فاسدہ سے زکوٰۃ فاسد نہیں ہوتی۔ ۶۷

مال زکوٰۃ سے غلہ وغیرہ خرید کر فقراء میں تقسیم کرنا۔ ۶۹

مال زکوٰۃ سے کھانا کھلانا کپڑا پہنانا۔ ۷۰

محتاجوں کو بٹھا کر کھانے کھلانے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ ۷۱

قحط کے زمانے میں چھ روپیہ من غلہ خرید کر چار روپیہ من محتاجوں کے ہاتھ بیچے اور دو روپیہ زکوٰۃ میں محسوب کرے زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں۔ ۷۲

مسروقہ مال کی قیمت چور سے معاف کر کے مالک زکوٰۃ میں محسوب کرے۔ ۷۳

بلا اجازت مقروض اس کا قرض کوئی مال زکوٰۃ سے ادا کر دے۔ قرض میں دیے ہوئے روپوں کی زکوٰۃ۔ ۷۳

● رسالہ تجلی المشکوٰۃ لانارۃ اسئلۃ الزکوٰۃ (ہر قسم کے مال کی زکوٰۃ کے حساب لگانے ادا کرنے کے اوقات اور مصارف کے بیان) ۷۵

زکوٰۃ سے متعلق سات سوالات۔ ۷۵

مسئلہ اولیٰ: زکوٰۃ بتدریج دی جائے یا یکمشت۔ ۷۵

زکوٰۃ پیشگی ادا کرنے کی صورت میں تفریق و تدریج کا کامل اختیار ہے۔ ۷۵

حولان حول سے پہلے زکوٰۃ واجب الادا نہیں ہوتی۔ ۷۵

Marfat.com

زکوٰۃ کی پیشگی ادائیگی تبرع ہے اور تبرع پر جبر نہیں ۷۶
حولانِ حول کے بعد جب زکوٰۃ واجب الادا ہو چکی تو اب تفریق و تدریج ممنوع ہوگی بلکہ فوراً تمام و کمال زر واجب الادا کرے۔ ۷۶
مذہب صحیح ومعتمد میں ادائے زکوٰۃ کا وجوب فوری ہے۔ ۷۶
وجوبِ زکوٰۃ کے بعد ادائیگی میں تاخیر باعثِ گناہ ہے۔ ۷۶
حج کا وجوب قولِ راجح پر فوری ہے لیکن تاخیر کی صورت میں بھی ادا ہی ہوگا نہ کہ قضاء۔ ۸۰
سجدۂ تلاوت کا وجوب امام ابو یوسف کے نزدیک فوری اور امام محمد کے نزدیک متراخی ہے مگر جب بھی کرے گا بالاتفاق ادا ہی کہلائے گا نہ کہ قضاء۔ ۸۰
ہمارے بہت ائمہ نے تصریح فرمائی کہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر کرنے والا مردود الشہادۃ ہے اور یہی منقول ہے حضرت امام محمد سے۔ ۸۰
بعد از وجوبِ زکوٰۃ ادائیگی کی تاخیر میں آفات ہیں۔ ۸۳
امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان افروز واقعہ۔ ۸۴
امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل۔ ۸۴
لوگوں کو زکوٰۃ کی ادائیگی میں تدریج پر راغب کرنے والی باتیں۔ ۸۴
مسئلہ ثانیہ: زید کے پاس زیور ہے وہ اس کی زکوٰۃ دیتا ہے آئندہ کو زیور زیادہ ہو تو کس حساب سے زرِ زکوٰۃ زیادہ کرے۔ ۸۵
سونے اور چاندی کے نصاب کی تفصیل اور اس پر مقدارِ زکوٰۃ کا بیان۔ ۸۵
حولانِ حول سے قمری سال مراد ہے۔ ۸۵
حولانِ حول سے پہلے نصاب کی جنس سے وسط سال میں جتنے مال کا اضافہ ہوگا وہ بھی اصل نصاب میں شامل کرکے سب کی زکوٰۃ دی جائیگی بشرطیکہ کسی مال پر دوبارہ زکوٰۃ لازم نہ آئے۔ ۸۶
مسئلہ ثالثہ: اگر آئندہ زیور کم ہو جائے تو زکوٰۃ میں کس حساب سے کمی کی جائے۔ ۸۸
زکوٰۃ صرف نصاب میں واجب ہوتی ہے نہ کہ عفو میں۔ ۸۸
نصاب میں نقصان اگر حولانِ حول سے قبل ہو تو دو حال سے خالی نہیں۔ ۸۹
نصاب پر سال پورا ہوگیا اور زکوٰۃ واجب ہو چکی مگر ابھی ادا نہیں کی تھی کہ مال کم ہوگیا، یہ تین حال سے خالی نہیں کہ کمی کا سبب استہلاک ہوگا یا تصدق یا ہلاک۔ ۹۰
صورتِ اولیٰ یعنی استہلاک کا حکم۔ ۹۱
صورتِ ثانیہ یعنی تصدق کا حکم۔ ۹۱
امام ابو السعود محمد آفندی مفتی دیارِ رومیہ صاحبِ بحر پر، صاحبِ بحر شرنبلالی پر اور شرنبلالی اس ابو السعود پر مقدم ہیں جو شرنبلالی کی کتب کے محشی ہیں۔ ۹۴
صورتِ ثالثہ یعنی ہلاک کا حکم۔ ۹۵

Marfat.com

مسئلہ رابعہ: سادات محتاجین کو زکوٰۃ دینے کا بیان۔	۹۹
زکوٰۃ سادات کرام اور تمام بنی ہاشم پر حرام قطعی ہے۔	۹۹
سادات کرام پر صدقات مفروضہ کی حرمت ائمہ اربعہ کے اجماع اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔	۹۹
سادات کرام پر صدقات مفروضہ کے حرام ہونے سے متعلق بیش صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حدیثیں روایت فرمائی ہیں۔	۹۹
سادات کے لیے تحریم صدقات کی علت ان حضرات عالیہ کی عزت وکرامت اور نظافت وطہارت ہے۔	۱۰۰
زکوٰۃ مال کا میل اور گناہوں کا دھوون ہے۔	۱۰۰
غنی استحقاق کرامت میں بنی ہاشم کے برابر نہیں۔	۱۰۱
ہاشمی کے غلام مکاتب کو زکوٰۃ جائز نہیں۔	۱۰۲
بنی ہاشم کے لیے جواز زکوٰۃ کے فتوی کی بنیاد ایک مرجوح ومجروح روایت پر ہے۔	۱۰۲
بوقت اختلاف ظاہر الروایۃ ہی مرجح ہے۔	۱۰۳
جو کچھ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے ہمارے ائمہ کا مذہب نہیں۔	۱۰۳
قوت دلیل موجب تعویل ہے۔	۱۰۴
روایت کی موافقت مانع عدول از درایت ہے۔	۱۰۴
سادات کرام کے لیے نہ زکوٰۃ لینا جائز، نہ انھیں دینا جائز، اور نہ ان کو دینے سے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے۔	۱۰۴
قول مرجوع پر فتوی جہالت اور اجماع کے خلاف ہے۔	۱۰۴
اس زمانہ پرآشوب میں سادات کرام کی مواسات کیونکر ہو!	۱۰۵
حضرات سادات اور اہل بیت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت ومعاونت کے فضائل۔	۱۰۵
قیامت کا دن سخت ضرورت وحاجت کا دن ہے۔	۱۰۵
سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک نگاہ لطف جملہ مہمات دو جہان کو بس ہے۔	۱۰۵
وہ تدبیر جس سے خدمت سادات بھی بجا ہو اور زکوٰۃ بھی ادا ہو۔	۱۰۶
مال زکوٰۃ سے میت کو کفن دینا جائز نہیں۔	۱۰۶
مال زکوٰۃ سے کفن میت کے جواز کا حیلہ۔	۱۰۶
تعمیر مسجد وغیرہ تمام نیک کاموں میں مال زکوٰۃ صرف کرنے کا حیلہ۔	۱۰۶
نیک کام کی راہنمائی کرنے والے کو اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا نیک کام کرنے والے کو۔	۱۰۶
نیک کام میں شریک ہونے والے تمام افراد کو کامل ثواب ملتا ہے شراکت کی وجہ سے کسی کے اجر میں کمی واقع نہیں ہوتی۔	۱۰۶
نیک کاموں میں زکوٰۃ خرچ کرنے کے لیے کسی مستحق زکوٰۃ سے تملیک کرانے میں دونوں کو ثواب ملتا ہے۔	۱۰۷
جس سے تملیک کرائی اس سے جبراً واپس نہیں لے سکتے کیونکہ وہ مستقل مالک ہو چکا ہے لہٰذا اسے اختیار ہے چاہے دے یا نہ دے۔	۱۰۷
ہبہ وصدقہ شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتے۔	۱۰۸
مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک سید یا مسجد پر مال زکوٰۃ صرف کرنے کا ایک بے خلش طریقہ۔	۱۰۸

Marfat.com

دائن جب اپنے دین کی جنس سے مال مدیون پائے تو اس کی رضامندی کے بغیر لے سکتا ہے۔ ۱۰۸

دائن اپنے مدیون فقیر کو زکوٰۃ دے کر دین کی وصولی کے طور پر واپس لے سکتا ہے، نہ دے تو چھین سکتا ہے۔ ۱۰۸

اگر کچھ پیسے بعوض روپوں کے بیچے تو جامع صغیر سے بظاہر تقابض بدلین کی شرط معلوم ہوتی ہے مگر روایت مبسوط پر ایک ہی جانب کا قبضہ کافی ہے۔ ۱۰۸

کوئی صدقہ بے قبضہ تمام نہیں ہوتا۔ ۱۰۹

مالِ زکوٰۃ کو اپنے خورد بُرد میں لانے کیلئے حیلوں کا سہارا لینا مقاصدِ شرع کے خلاف اور گویا رب تعالیٰ کو فریب دینا ہے۔ ۱۰۹

مسئلہ خامسہ: زکوٰۃ کن مصارف میں دینا جائز ہے۔ ۱۰۹

مصرفِ زکوٰۃ کی تعریف ۱۰۹

سولہ اشخاص زکوٰۃ دینا ناجائز ہے باقی سب کو دینا جائز ہے ۱۰۹

ہاشمی کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ ۱۰۹

عورت اپنے شوہر کو اور شوہر اپنی بیوی کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے اگرچہ بیوی کو طلاق مغلظہ دے دی ہو جب تک عدت سے باہر نہ آئے۔ ۱۰۹

اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

اپنے والدین اور والدین کے والدین کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ۱۰۹

اپنی اصل و فروع کو زکوٰۃ دینا ناجائز اگرچہ یہ اصلی و فرعی رشتے بذریعہ زنا ہوں۔ ۱۰۹

اپنے اصول و فروع، شوہر اور بیوی کے مملوک کو زکوٰۃ دینا ناجائز اگرچہ مکاتب ہو۔ ۱۰۹

غنی، اس کی نابالغ اولاد اور اس کے غیر مکاتب مملوک کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔ ۱۰۹

ہاشمی کے آزاد کردہ غلام کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ ۱۰۹

کافر کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔ ۱۰۹

ان سولہ اشخاص کا بطورِ خاص ذکر جنہیں زکوٰۃ دینا جائز ہے مگر عدمِ جواز کا وہم ہو سکتا تھا۔ ۱۰۹

جس کی ماں ہاشمیہ اور باپ غیر ہاشمی ہو کیا وہ ہاشمی کہلا سکتا ہے! ۱۰۹

شرع میں نسب باپ سے ہے۔ ۱۰۹

جو فقط ماں کے سیدانی ہونے سے سید بن بیٹھے اور اس پر اصرار کرے وہ بحکمِ حدیث مستحقِ لعنت ہے۔ ۱۰۹

حوائجِ اصلیہ سے فارغ نصاب پر دسترس نہ رکھنے کی چند صورتیں۔ ۱۱۰

نصابِ مذکور پر دسترس رکھنے والا زکوٰۃ نہیں لے سکتا چاہے غازی ہو یا حاجی ہو یا طالبِ علم۔ ۱۱۰

عاملِ زکوٰۃ بحالتِ غنا بھی بقدرِ عمل زکوٰۃ سے لے سکتا ہے ۱۱۰

زکوٰۃ دینے میں تملیک شرط ہے۔ ۱۱۰

محتاجوں کو اپنے دسترخوان پر بٹھا کر بطورِ اباحت کھانا کھلا دینے، میت کے کفن و دفن میں لگانے یا مسجد، کنواں، خانقاہ، مدرسہ، پل اور سرائے وغیرہ بنوانے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ ۱۱۰

مسافر اپنی حاجت سے زائد زکوٰۃ نہیں لے سکتا جبکہ فقیر حاجت سے زائد بھی لے سکتا ہے۔ ۱۱۲

Marfat.com

مسئلہ سادسہ: اڑسٹھ تولے دو ماشے طلائی زیور اور تین سو اکتالیس تولے نقرئی زیور پر زکوٰۃ کتنی ہوگی اور آئندہ ہر سال کے لئے دستور العمل کیا ہے۔ ۱۱۳

جو شخص سونے اور چاندی دونوں مالوں کا مالک ہو اس پر وجوب زکوٰۃ سے متعلق بعض ضوابط ضروریہ کا بیان۔ ۱۱۳

مال جب بشرائط معلومہ نصاب کو پہنچے تو بنفسہٖ وجوبِ زکوٰۃ کا سبب اور رایاتِ حکم میں مستقل ہے۔ ۱۱۳

اگر سونا اور چاندی الگ الگ نصاب نہ بنتے ہوں اور ملانے سے نصاب بن جاتے ہوں دونوں کو بطور تقویم ملا کر نصاب بنالیا جائے گا۔ ۱۱۳

سونے اور چاندی کو آپس میں ملانا صرف بغرضِ تکمیلِ نصاب ہوتا ہے۔ ۱۱۴

ضمِ سیم و زر سے مقصود تحصیلِ واجب ہے نہ کہ تبدیلِ واجب۔ ۱۱۵

ذہب و فضہ کے کامل نصابوں میں حکمِ ضم نہیں بلکہ دونوں پر جدا زکوٰۃ واجب ہوگی۔ ۱۱۵

دونوں نصابوں کا مالک اگر چاہتا ہے کہ ایک ہی زکوٰۃ میں دوں تو قیمت لگا کر دونوں کو ضم کر لینے میں مضائقہ نہیں مگر ایسی تقویم واجب ہے جس میں فقراء کا نفع زائد ہو۔ ۱۱۵

غیر نصاب کو نصاب سے تقویم کر کے ملائیں گے نہ کہ نصاب کو غیر نصاب سے۔ ۱۱۶

اختلاطِ زر و سیم تین حال میں منحصر ہے۔ ۱۱۷

جدول اختلاطات زر و سیم مع اشارۂ احکام۔ ۱۱۸

شرح ضابطۂ اُولیٰ۔ ۱۱۸

ضابطۂ اُولیٰ کی بارہ ۱۲ صورتیں اور ان سب کی مثالیں۔ ۱۱۸

ضروری قاعدہ عظیم الفائدہ واجب الحفظ۔ ۱۲۰

شرح ضابطۂ ثانیہ۔ ۱۲۳

ضابطۂ اُولیٰ کی چوبیس ۲۴ صورتیں۔ ۱۲۳

عالم میں کوئی اختلاطِ زر و سیم ۳۷ صورتوں سے خارج نہیں ہوسکتا۔ ۱۲۴

صورتِ جزئیہ مسئول عنہا کا حکم۔ ۱۲۵

مسئلہ سابعہ: صحیح تعدادِ زکوٰۃ نہ معلوم ہونے کی وجہ سے جو ہر سال مقدارِ واجب سے کم زکوٰۃ میں دیا گیا ہے وہ محسوبِ زکوٰۃ ہوا یا نہیں! ۱۲۶

ادائے زکوٰۃ میں نیت ضروری ہے مقدارِ واجب صحیح معلوم ہونا شرائطِ صحت سے نہیں۔ ۱۲۶

دَینِ عبد انسان کے حوائجِ اصلیہ سے ہے۔ ۱۲۶

دَینِ عبد سے کیا مراد ہے! ۱۲۶

دَینِ عبد منہا کر کے اگر نصاب باقی رہتا ہے تو باقی پر زکوٰۃ واجب ہوگی اگر نصاب باقی نہیں رہتا تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ ۱۲۶

جس شخص کے پاس دو سو چالیس ۲۴۰ درہم چاندی ہے اس پر چھ درہم شرعی زکوٰۃ واجب ہے ایسا شخص اگر ہر سال پانچ درہم دیتا گیا تو کیا حکم ہوگا! ۱۲۷

چند سال کی زکوٰۃ ادا نہ کی ہو تو ادائیگی کا طریقہ۔ ۱۲۸

Marfat.com

زکوٰۃ کے نصاب۔ ۱۲۹

چند سال کی زکوٰۃ ادا کرنا۔ ۱۳۰

صاحبِ نصاب عورت کی زکوٰۃ عورت کے ذمہ ہے، جو زیورات عورت کو پہننے کے لیے دئے گئے ان کی زکوٰۃ شوہر پر ہے۔ ۱۳۲

مالِ تجارت، نقد، مال قرض کی صورت میں ہو تو زکوٰۃ کیسے ادا ہو۔ ۱۳۳

بازار کا نرخ کہاں معتبر ہے! ۱۳۳

مرہون زیوروں کی زکوٰۃ نہ راہن پر نہ مرتہن پر۔ ۱۳۴

سونے چاندی اور روپے کے نصاب۔ ۱۳۴

مختلف قسم کی زکوٰۃ سے متعلق سوال۔ ۱۳۶

سونے چاندی میں سال تمام ہونے پر جو بھاؤ اس کا اعتبار ہے۔ ۱۳۹

فی سیکڑہ ڈھائی روپیہ زکوٰۃ ہے۔ ۱۳۹

زکوٰۃ کن چیزوں پر ہے۔ ۱۳۹

بغیر اجازت دوسرے کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی چاہے باپ بیٹے کی یا بیٹا باپ کی ادا کرے۔ ۱۳۹

زکوٰۃ میں سال تمام کا نرخ معتبر ہے۔ ۱۳۹

حج کیلئے پس انداز مال پر زکوٰۃ قربانی اور صدقہ فطر واجب ہوں گے۔ ۱۴۰

چند سال کی زکوٰۃ باقی ہو تو ان کی زکوٰۃ معلوم کرنے کا قاعدہ۔ ۱۴۰

بینک، ڈاک خانہ یا امانت میں روپیہ ہوں تو ان پر زکوٰۃ واجب ہے۔ ۱۴۱

ڈاک خانہ کے پرامیسری نوٹوں کا حکم۔ ۱۴۲

عورت کا مہر مانع زکوٰۃ نہیں۔ ۱۴۳

عورتوں کو دئے ہوئے زیوروں کی زکوٰۃ شوہر پر ہے۔ ۱۴۳

کمال نصاب کے بعد اضافہ شدہ مال پر بھی زکوٰۃ ہے۔ ۱۴۳

شادیوں میں خرچ کرنے کے لیے رکھے ہوئے روپوں پر زکوٰۃ ہے۔ ۱۴۴

نابالغ پر زکوٰۃ نہیں۔ ۱۴۴

نوٹ اور روپوں کا حکم۔ ۱۴۴

نصاب وخمس نصاب پر زکوٰۃ۔ ۱۴۴

فی سیکڑہ ڈھائی روپیہ زکوٰۃ۔ ۱۴۴

مال نصاب سے کم نہ ہو جائے زکوٰۃ تو ہر سال واجب ہوگی۔ ۱۴۴

نابالغ لڑکیوں کو ہبہ شدہ زیوروں کی زکوٰۃ نہ باپ پر نہ لڑکیوں پر۔ ۱۴۵

نابالغ لڑکیوں کے مملوکہ زیوروں پر زکوٰۃ نہیں، نہ مرہون زیوروں پر۔ ۱۴۵

کتنے روپیہ پر آدمی صاحبِ نصاب ہوگا۔ ۱۴۵

سال تمام تک اضافہ شدہ مال زکوٰۃ میں شامل ہوگا۔ ۱۴۵

امانت اور قرض کے روپے نصاب میں شمار ہوں گے۔ ۱۴۵

تین سال تک عورت کے پاس زیورات تھے اور زکوٰۃ ادا نہ کی..... ۱۵۳

نصاب سے کم مال نہ ہو جائے ہر سال زکوٰۃ واجب ہوگی۔ ۱۵۴

Marfat.com

سونے چاندی، روپیہ کا نصاب ۔ ۱۵۴

مالِ تجارت پر ہر سال زکوٰۃ واجب ہوگی۔ ۱۵۵

منافع کے جزء، حصہ کی خیرات کرنے کی کسی نے منت مانی اور زائد خرچ کر دیا تو زائد زکوٰۃ میں شمار نہ ہوگا۔ ۱۵۶

مالِ تجارت کے اصل اور منافع دونوں پر زکوٰۃ ہے ۱۵۶

زکوٰۃ میں قمری مہینوں کا اعتبار ہے انگریزی مہینوں کا نہیں۔ ۱۵۶

پیرو زو فنڈ میں زکوٰۃ کا حکم۔ ۱۵۷

ظاہر اور پوشیدہ طور پر زکوٰۃ دینا۔ ۱۵۸

پورے مالِ تجارت پر زکوٰۃ ہوگی صرف منافع پر نہیں۔ ۱۵۸

زکوٰۃ ادا کرنے کا وکیل اپنے مصرف میں روپیہ خرچ کر سکتا ہے یا نہیں ۔ ۱۵۸

زکوٰۃ کے روپے تجارت میں نہیں لگ سکتے ہیں۔ ۱۵۹

مسکونہ مکان ہزاروں روپیہ کا ہو یا کرایہ کے ہزاروں روپے آتے ہوں مگر ضرورت سے زائد نہ ہوں وہ زکوٰۃ لے سکتا ہے۔ ۱۶۰

مکان اور اسبابِ خانہ داری پر زکوٰۃ نہیں۔ ۱۶۱

زکوٰۃ والے مال کا بیان، بہ نیت زکوٰۃ مقدار زکوٰۃ الگ کر دی جائے تو فقیر کو دیتے وقت نیت کی ضرورت نہیں۔ ۱۶۱

فقیر کے پاس دی ہوئی رقم موجود ہو تو اس وقت بھی نیت کر لینا کافی ہوگا۔ ۱۶۱

دَین کے اقسام اور احکام۔ ۱۶۲

روپے قرض میں ہوں یا کسی نے غصب کر لیے ہوں

ان کی زکوٰۃ۔ ۱۶۶

قرض کے روپیہ پر زکوٰۃ۔ ۱۶۷

شوہر مقروض ہو تو اس کی عورت کو مقروض قرار نہیں دیا جائے گا۔ ۱۶۸

عورت صاحبِ نصاب ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ ۱۶۸

عورت قرض ادا کرنے کے لیے شوہر کو روپیہ دے تو شوہر پر قرض ہوگا یا نہیں۔ ۱۶۸

عورت پر مہر کی زکوٰۃ کب ہے۔ ۱۶۹

● رسالہ اعزاز الاکتناہ فی ردصدقۃ مانع الزکوٰۃ (صاحبِ نصاب زکوٰۃ ادا نہ کرے اور دیگر صدقات وخیرات کرے یا ذمہ میں فرائض ہوں اور نوافل ادا کرے تو یہ مقبول نہیں) ۱۷۱

زکوٰۃ اعظم فروضِ دین واہم ارکانِ اسلام سے ہے۔ ۱۷۲

قرآن مجید میں بتیس ۳۲ جگہ نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر فرمایا گیا۔ ۱۷۲

زکوٰۃ ادا کرنے سے مال بڑھتا ہے جیسے اجزائے فاسدہ زائد کے کاٹنے سے درخت بڑھتا ہے۔ ۱۷۲

زکوٰۃ دینے سے مال میں برکت اور نہ دینے سے بربادی ہوتی ہے اس پر چار احادیث کا ذکر۔ ۱۷۲

پہلی حدیث: زکوٰۃ کا مال جس مال میں ملا ہوگا اسے تباہ و برباد کر دے گا۔ ۱۷۲

دوسری حدیث: خشکی اور تری میں جو مال تلف ہوتا ہے وہ زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ۱۷۲

Marfat.com

تیسری حدیث: جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کردی اللہ تعالیٰ نے اس کے مال سے شر کو دور کردیا۔ ۱۷۲

چوتھی حدیث: زکوٰۃ دے کر اپنے مالوں کو مضبوط قلعوں میں کرلو اور خیرات سے اپنے بیماروں کا علاج کرو۔ ۱۷۳

زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے اس گنوار کسان سے بھی گزر گئے جو زیادہ غلّے کے حصول کے لیے تخمِ گندم کو زمین میں ڈال دیتا ہے۔ ۱۷۳

عدمِ ادائیگی زکوٰۃ کی آفات سے متعلق اٹھارہ[۱۸] حدیثیں ۱۷۳

زکوٰۃ نہ دینے کی جانکاہ آفتوں کی کوئی تاب نہیں لاسکتا۔ ۱۷۸

ضعیف البنیان انسان کی کیا جان زکوٰۃ نہ دینے کی آفتیں اگر پہاڑوں پر ڈالی جائیں تو خاک میں مل جائیں۔ ۱۷۸

سب سے بڑا احمق وہ شخص ہے جو اپنا مال جھوٹے سچے نام کی خیرات میں صرف کرے اور اللہ تعالیٰ کا قرض اپنی گردن پر رہنے دے۔ ۱۷۸

شیطان کا یہ بڑا دھوکا ہے کہ آدمی کو نیکی کے پردے میں ہلاک کرتا ہے۔ ۱۷۸

نفل بے فرض نرے دھوکے کی ٹٹی ہے اس کے قبول کی اُمید تو مفقود، اور اس کے ترک کا عذاب گردن پر موجود۔ ۱۷۸

فرض خاص سلطانی قرض ہے اور نفل گویا تحفہ و نذرانہ۔ ۱۷۸

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بوقتِ وفات سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصیت۔ ۱۷۹

کوئی نفل قبول نہیں ہوتا جب تک فرض ادا نہ کرلیا جائے۔ ۱۷۹

سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب مستطاب فتوح الغیب شریف سے چند جگر شگاف مثالیں۔ ۱۷۹

اسلام کے فرائض اربعہ نماز، زکوٰۃ، روزۂ رمضان اور حج میں سے اگر تین ادا کرے اُسے کچھ کام نہ دیں گے جب تک چاروں کو نہ بجالائے۔ ۱۸۱

زکوٰۃ نہ دینے والے شخص نے جو خیرات کی، مسجد بنوائی اور گاؤں وقف کیا، یہ سب امور صحیح و لازم تو ہو گئے مگر جب تک زکوٰۃ پوری پوری ادا نہ کرے ان پر امیدِ ثواب و قبول نہیں۔ ۱۸۱

دی ہوئی خیرات فقیر سے واپس نہیں لے سکتا۔ ۱۸۱

وقف بعد تمامی لازم و حتمی ہو جاتا ہے اس کے ابطال کا ہرگز اختیار نہیں رہتا۔ ۱۸۱

وقف میں میراث جاری نہیں ہوتی۔ ۱۸۲

دکھاوے کے لیے پڑھی ہوئی نماز صحیح تو ہوگئی؛ فرض اُتر گیا مگر قبول نہ ہوگی نہ ثواب پائیگا بلکہ گنہ گار ہوگا کیونکہ کسی فعل کا صحیح ہونا اور بات ہے اور مقبول ہونا اور بات ۱۸۲

اللہ تعالیٰ کو بندے کی بھلائی اور عذابِ شدید سے اس کی رہائی منظور ہے۔ ۱۸۲

زکوٰۃ ادا کئے بغیر وقف، مسجد اور خیرات وغیرہ مقبول کرانے کی ایک نیک تدبیر۔ ۱۸۲

مدت دراز گزرنے کے باعث اگر زکوٰۃ کا تحقیق

Marfat.com

حساب معلوم نہ ہو تو کیا کرنا چاہئے۔	۱۸۲
اپنوں کو زکوٰۃ دینے سے دوگنا ثواب ہے ایک صلہ رحمی کا اور ایک تصدق کا۔	۱۸۳
اگر کوئی شخص پچھلے تمام سالوں کی واجب الادا زکوٰۃ دے تو خالی ہاتھ رہ جاتا ہے تو اس کے چھٹکارے کا حیلہ۔	۱۸۳
سال تمام پر فوراً زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے اور پیشگی ادائیگی کے لیے ماہِ رمضان بہتر۔	۱۸۳
زکوٰۃ میں قیمت کا اعتبار ہے ثمن کا نہیں۔	۱۸۴
مصرف زکوٰۃ کے ہاتھ کوئی چیز بیع کر کے زکوٰۃ ادا کرنے کی صورت۔	۱۸۵
قرض کی ایک صورت۔	۱۸۵
مالِ تجارت وغیرہ پر سال تمام پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔	۱۸۶
اعزّہ کون لوگ ہیں۔	۱۸۶
● رسالہ رادع التعسف عن الامام ابی یوسف (حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جانب ایک مسئلہ کو غلط منسوب کر دیا گیا ہے اس رسالہ میں اس کا جواب دیا گیا ہے)	۱۸۷
امام ابو یوسف کے بارے میں جو حکایت امام بخاری کے حوالے سے بیان کی جاتی ہے وہ بخاری شریف میں کہیں نہیں۔	۱۸۸
سال تمام ہونے سے پہلے اگر کوئی زکوٰۃ ادا کرے تو جائز و روا ہے۔	۱۸۸
ثبوتِ شفعہ کے بعد اس کے اسقاط کا حیلہ کرنا مکروہ ہے البتہ دفع ثبوت کے لیے حیلہ امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہیں۔	۱۸۹
اسقاطِ زکوٰۃ کے حیلہ کے عدمِ جواز پر فتویٰ ہے یہی طرفین کا مذہب ہے۔	۱۹۰
حیلۂ اسقاطِ زکوٰۃ کے بارے میں امام ابو یوسف نے اپنے سابق قول سے رجوع فرما لیا۔	۱۹۲
امامِ دین جب ایک قول سے رجوع فرما لے تو وہ اب اس کا قول نہ رہا، نہ اس سے اس پر طعن روا ہے۔	۱۹۲
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جوازِ متعہ کے قائل تھے پھر حرمتِ متعہ کی طرف رجوع فرمایا۔	۱۹۲
زید ابن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے سود کی بعض صورتوں کے جواز کے قائل تھے پھر رجوع فرمایا۔	۱۹۲
امام ابو یوسف کی طرف منسوب کردہ حکایت کسی سندِ مستند سے ثابت نہیں۔	۱۹۲
مجتہد کے اجتہاد میں کسی فعل کا جواز آنا اور بات ہے اور خود اس کا مرتکب ہونا اور بات ہے۔	۱۹۳
اساطینِ دینِ الٰہی بارہا عوام کے لیے رخصت بتاتے ہیں اور خود عزیمت پر عمل کرتے ہیں۔	۱۹۳
امام اعظم ابو حنیفہ اور ان کے شاگرد محمد بن مقاتل رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نبیذ تمر کی حرمت کا فتویٰ نہیں دیتے مگر اس کے باوجود اس کو پیتے بھی نہیں ہیں۔	۱۹۳
کیا یزید پر لعن کرنا جائز ہے؟	۱۹۳

Marfat.com

طاعنینِ امام ابو یوسف پر مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کی مناظرانہ گرفت۔ ۱۹۴
مجتہد اپنی خطا پر بھی ثواب پاتا ہے اگرچہ صواب کا ثواب دُونا ہے۔ ۱۹۴
اپنے فرض سے معاندت قطعاً گناہِ کبیرہ ہے۔ ۱۹۴
سخت کبیرہ بلکہ اکبر الکبائر کی نسبت امام المسلمین کی طرف بے سند کر دینا کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا ۱۹۴
مجرد استقباح و استبعاد بے دلیل شرعی مسموع نہیں۔ ۱۹۵
احکامِ زہد، احکامِ شرع پر حاکم نہیں۔ ۱۹۵
جس نماز میں قلتِ خشوع ہو اہلِ سلوک اس کو باطل، مہمل، فاسد اور مختل سمجھتے ہیں۔ ۱۹۵
فقہاء کا اجماع ہے کہ خشوع نہ نماز کا رکن ہے، نہ فرض، نہ شرط۔ ۱۹۵
کرنے اور کیا کرتے میں زمین و آسمان کا فرق ہے ۱۹۵
کَانَ یَفْعَلُ تکرار میں نص نہیں۔ ۱۹۵
واقعہ حال محتمل صد احتمال ہوتا ہے۔
مجتہد اپنے اجتہاد پر ملام نہیں۔ ۱۹۵
امام زین الملۃ والدین کے خواب میں رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو دیکھنے کا واقعہ۔ ۱۹۵
بعد وجوب زکوٰۃ منع کا حیلہ بالاجماع حرام قطعی یہاں کلام منع وجوب میں ہے۔ ۱۹۶
حق یہ ہے کہ امام ابو یوسف کا قول اس لیے نہیں کہ لوگ زکوٰۃ سے بچیں بلکہ وہ وقتِ ضرورت و حاجت پر محمول ہے۔ ۱۹۶
حیلہ گناہ سے بچنے کے لیے جائز ہے نہ کہ گناہ میں پڑنے کے واسطے۔ ۱۹۷
حیلِ شرعیہ کا جواز قرآن و حدیث سے ثابت ہے ۱۹۷
حضرت ایوب علیہ السلام کی قسم پوری کرنے کا حیلہ۔ ۱۹۷
ایک کمزور شخص پر حد لگانے کا حیلہ۔ ۱۹۷
سود سے بچنے کا ایک حیلہ شرعیہ۔ ۱۹۷
بقول امام شافعی تمام فقہاء۔ امام ابو حنیفہ کے بال بچے ہیں۔ ۱۹۹
امام بخاری کا اپنے زمانے میں حفظِ حدیث، نقدِ رجال اور تنقیحِ صحت و ضعفِ روایات میں پایہ رفیع ہے۔ ۱۹۹
کتبِ احادیث میں امام بخاری کی کتاب بیشک چیدہ و منتخب ہے۔ ۱۹۹
بخاری کی تعالیق، متابعات اور شواہد کو چھوڑ کر اصولِ مسانید پر نظر کیجیے تو گنجائشِ کلام ہے۔ ۱۹۹
امام ابو حنیفہ کے فضائل۔ ۱۹۹
امام بخاری نے امام اعظم ابو حنیفہ کے شاگردوں کے شاگردوں سے علم حاصل کیا۔ ۱۹۹
امام بخاری کو اللہ تعالیٰ نے خدمتِ الفاظِ حدیث کے لیے بنایا تھا، خدمتِ معانی ائمہ مجتہدین خصوصاً امام ابو حنیفہ کا حصہ تھا۔ ۱۹۹
محدث و مجتہد کی نسبت عطار و طبیب کی مثل ہے۔ ۱۹۹

Marfat.com

عطار کامل اگر طبیب حاذق کے مدارک عالیہ تک نہ پہنچے معذور ہے۔ ۲۰۰

امام بخاری نہ تابعین میں سے ہیں نہ تبع تابعین میں سے بلکہ امام اعظم کے پانچویں درجے میں جاکر شاگرد ہیں۔ ۲۰۰

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام اعمش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خراجِ تحسین۔ ۲۰۰

حضرت امام عامر شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل۔ ۲۰۰

ہمارے نزدیک امام بخاری کو امام ابوحنیفہ سے وہی نسبت ہے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ ۲۰۱

فرق مراتب بے شمار حق بدست حیدر کرار لیکن معاویہ بھی ہمارے سردار، طعن ان پر بھی کار فجار۔ ۲۰۱

جو حمایت معاویہ میں حضرت علی کی اولیت وعظمت و اکملیت سے آنکھ پھیرے وہ ناصبی یزیدی، اور جو محبتِ علی میں حضرت معاویہ کی صحابیت و خدمتِ بارگاہِ رسالت کو بھلادے وہ شیعی زیدی ہے۔ ۲۰۱

یہی نسبت مذکورہ ہی ہمارے نزدیک امام ابن الجوزی کو حضور سیدنا غوثِ اعظم اور مولانا علی قاری کو شیخِ اکبر سے ہے۔ ۲۰۱

امام بخاری، ابن جوزی اور ملا علی قاری کے اعتراض سے مذکورہ ہستیوں کی عظمت شان میں فرق نہیں پڑتا۔ ۲۰۱

ان معترضین حضرات پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے کیونکہ ان کے اعتراضوں کا منشا نفسانیت نہ تھا بلکہ ان اکابر محبوبانِ خدا کے مدارکِ عالیہ تک عدمِ رسائی تھا۔ ۲۰۱

اعتراض باطل، معترض معذور اور معترض علیہم کی شانِ ارفع و اعلیٰ۔ ۲۰۱

حولانِ حول کے معنی۔ ۲۰۲

دوسرے شہروں میں مال زکوٰۃ بھیجنے کی صورت۔ ۲۰۲

منی آرڈر وغیرہ کی فیس زکوٰۃ میں محسوب نہیں ہوگی۔ ۲۰۳

سائی کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔ ۲۰۳

عشر کاشتکار پر ہوگا اور بٹائی میں زمیندار پر۔ ۲۰۳

دسویں بیسویں کی صورتیں۔ ۲۰۳

غلے میں زکوٰۃ نہیں اس میں عُشر ہے۔ ۲۰۳

ہندوستان کی زمینیں عشری ہیں یا خراجی۔ ۲۰۴

مالگزاری عشر میں داخل نہیں۔ ۲۰۴

● رسالہ افصح البیان فی حکم مزارع ہندوستان (ہندوستان کی زمینوں کے تفصیلی احکام) ۲۱۳

ہندوستان کے مسلمانوں کی زمینیں خراجی نہ سمجھی جائیں گی جب تک کسی خاص زمین کی نسبت خراجی ہونا دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو بلکہ وہ عشری ہیں یا نہ عشری نہ خراجی، اور دونوں صورتوں میں ان کا وظیفہ عشر ہے۔ ۲۱۳

عدمِ رؤیت، رؤیتِ عدم نہیں۔ ۲۱۴

عدمِ نقل، نقلِ عدم نہیں۔ ۲۱۴

جو زمین نہ عشری ہو نہ خراجی اس میں عشر واجب

Marfat.com

ہوتا ہے۔ ۲۱۴
عشر مالکِ زمین پر ہوگا یا مزارع پر؟ ۲۱۶
لفظ "ناخذ" آکد الفاظ فتویٰ سے ہے۔ ۲۱۶
صحت مزارعت کے بارے میں فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔ ۲۱۷
حرج مدفوع بالنص ہے۔ ۲۱۷
جس زمین کی نسبت خراجی ہونا ثابت ہو جائے اس کا وظیفہ خراج ہے۔ ۲۱۸
خراج شرعی سے مالگزاری انگریزی کو کوئی تعلق نہیں۔ ۲۱۸
مطالبہ خراج مشروط بہ تسلط ہے۔ ۲۱۸
جن بلاد پر جتنے دن تسلط شرعی سلطنت کا نہ رہا بعد از تسلط بھی ان ایام کے خراج کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا۔ ۲۱۸
خراج کا مصرف کیا ہے؟ ۲۱۹
جس شئ کا مصرف نہ رہے اس کا مطالبہ عبث ہے۔ ۲۲۱
مطالبہ سلطنت اور وجوب دیانت میں فرق ہے ۲۲۲
بہت چیزوں کا مطالبہ سلطان کو نہیں پہنچتا مگر شرعاً واجب ہیں۔ ۲۲۲
تسلط وحمایت شرطِ مطالبہ سلطانی ہے نہ کہ شرطِ نفسِ وجوب۔ ۲۲۳
مصرف خراج صرف لشکر اسلام نہیں بلکہ تمام مصالح عامہ مسلمین ہیں۔ ۲۲۳
یہاں موجبہ کلیہ یوں ہے کہ حیثما وجدت الحمایۃ وجبت الجبایۃ، نہ یوں کہ حیثما وجبت الجبایۃ وجدت الحمایۃ، تاکہ اس کا عکس نقیض اس طرح آتا کہ کلما لم توجد الحمایۃ لم تجب الجبایۃ ۲۲۶
عبارت عنایہ میں لفظ یختص موہم واقع ہوا ہے اور وہ زائد و خلاف مقصود ہے۔ ۲۲۶
وضع مقدم سے وضع تالی پر استدلال کیا جاتا ہے۔ ۲۲۸
وضع تالی سے وضع مقدم پر استدلال نہیں کیا جاتا۔ ۲۲۸
جو زمین ذمی نے احیاء کی بالاتفاق خراجی ہے۔ ۲۳۰
خراج آبِ خراجی کے ساتھ خاص نہیں۔ ۲۳۲
مسلمان نے گھر کو باغیچہ بنا لیا یا مُردہ زمین احیاء کی تو اگر عشری پانی سے سیراب کرے گا تو عشر، اور اگر خراجی پانی سے سیراب کرے گا تو خراج واجب ہوگا۔ ۲۳۲
خراج کے لیے سببِ وجوب، ارضِ نامیہ ہے۔ ۲۳۴
خراج کیسے دیں؟ ۲۳۵
خراج میں کیا دیں؟ ۲۳۷
خراج دو قسم ہے: (۱) خراجِ مقاسمہ، (۲) خراجِ مؤظف۔ ۲۳۷
خراج کتنا دیں؟ ۲۳۷
جریب اور صاع کی مقدار کیا ہے؟ ۲۳۹
آم کی بہار کا عشر کس پر ہے؟ ۲۴۱
بہار کب بیچی جائے؟ ۲۴۱
جانوروں کی زکوٰۃ۔ ۲۴۲
مصارفِ زکوٰۃ کون لوگ ہیں؟ ۲۴۶
مقروض کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔ ۲۵۰
چند اقارب کا بیان جنھیں زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔ ۲۵۱

Marfat.com

طلبہ کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔ ۲۵۱
جو بظاہر مصرفِ زکوٰۃ ہو اسے بھی دے سکتے ہیں۔ ۲۵۱
لحاف بنوائے جائیں تو دھنائی سلائی کے مصارف زکوٰۃ میں شمار نہ ہوں گے۔ ۲۵۱
نیاز یا میلاد مالِ زکوٰۃ سے کیا جائے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ ۲۵۱
صدقۂ فطر کی مقدار اور اس کے مصارف، کس پر اور کب ادا کرنا واجب ہے؟ ۲۵۲
اپنے عزیز مقروض کو زکوٰۃ دینے میں دونا ثواب ہے۔ ۲۵۳
علمِ دین پڑھنے والے طلبہ کو زکوٰۃ دینا افضل ہے۔ ۲۵۳
گداگروں کو زکوٰۃ دینا۔ ۲۵۳
زکوٰۃ کے روپے طلبہ میں صرف کرنے کی صورتیں۔ ۲۵۴
تنخواہ یا تعمیرِ مدرسہ میں زکوٰۃ کے روپے صرف نہیں ہوسکتے، ان کاموں میں صرف کرنے کی صورتیں۔ ۲۵۴
مالِ زکوٰۃ سے کتاب وغیرہ خرید کر وقف نہیں کرسکتے، ان میں صرف کرنے کی صورت۔ ۲۵۵
مسجد کے لیے دریاں خریدنے یا دینی کتاب طبع کرانے میں زکوٰۃ خرچ کرنے کی صورت۔ ۲۵۶
چندہ کے روپے مخلوط کرنے میں کب ضمان ہے؟ ۲۵۷
دفاعی فنڈ میں زکوٰۃ دینا۔ ۲۵۸
جنگ یا فساد زدہ مقامات کو زکوٰۃ بھیجنے کا طریقہ۔ ۲۶۰
چندہ کی رقوم باذنِ مالک مخلوط کی جاسکتی ہیں۔ ۲۶۰
غنی صدقہ لے تو اس کا حکم۔ ۲۶۱
طلبہ زکوٰۃ لے سکتے ہیں۔ ۲۶۱
زکوٰۃ تنخواہ میں صرف نہیں ہوسکتی۔ ۲۶۲
یتیم کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ ۲۶۲
یتیم وغیرہ کو کھانے کھلانے، کپڑے پہنانے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ کھانے کپڑے کی قیمت زکوٰۃ میں محسوب ہوگی، پکوائی وغیرہ کے مصارف محسوب نہ ہوں گے۔ ۲۶۲
یتیم خانہ کے لیے مکان خریدنا یا اس کے مقدمہ میں زکوٰۃ خرچ کرنا۔ ۲۶۲
ضرورت پر حیلہ شرعی کرنا چاہیے، اپنے صرف میں لانے کے لیے نہیں، بچوں کے اخراجات کے روپوں سے عورت زکوٰۃ ادا نہیں کرسکتی۔ ۲۶۳
عیدی وغیرہ کے نام سے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔ ۲۶۴
بہن مصرفِ زکوٰۃ ہے بیٹی نہیں۔ ۲۶۴
باپ کو زکوٰۃ دینے کی صورت۔ ۲۶۵
زکوٰۃ اور صدقۂ فطر کے مصارف واحد ہیں۔ ۲۶۶
ماں کی کفالت لڑکے پر اور بہن کی کفالت بھائی پر۔ ۲۶۶
مسجد میں زکوٰۃ خرچ کرنے کی صورت۔ ۲۶۷
حیلہ شرعی کے طریقے اور شرط۔ ۲۶۷
سادات کرام پر مالِ زکوٰۃ حرام ہے، زکوٰۃ سے ان کی مدد کرنے کی صورت۔ ۲۶۷
مدارس دینیہ میں زکوٰۃ خرچ کرنے کی صورت ۲۶۹
زکوٰۃ کا رکن تملیکِ فقیر ہے۔ ۲۶۹

Marfat.com

● رسالہ الزہر الباسم فی حرمۃ الزکوٰۃ علیٰ بنی ھاشم (بنی ہاشم پر زکوٰۃ اور صدقاتِ واجبہ حرام ہیں) ۲۷۱

کیا خمس الخمس کے سقوط کی وجہ سے بنی ہاشم کو زکوٰۃ وصدقۂ واجبہ لینا جائز ہے۔ ۲۷۱

صدقاتِ واجبہ نہ بنی ہاشم کو دینا جائز، نہ انھیں لینا جائز۔ ۲۷۲

بنی ہاشم کے لیے تحریم صدقات سے متعلق متواتر حدیثیں آئی ہیں۔ ۲۷۲

علّتِ تحریم صدقات برائے بنی ہاشم ان کی عزت وکرامت ہے۔ ۲۷۲

زکوٰۃ مال کا میل ہے جس کا حال ماءِ مستعمل کی طرح ہے۔ ۲۷۲

احادیثِ صحیحہ سے علّتِ مذکورہ کی تصریح۔ ۲۷۲

تقریر خمس الخمس، تحریم صدقات پر مبتنی ہے نہ کہ تحریم صدقات تقریر خمس الخمس پر۔ ۲۷۳

سقوطِ عوض سے رجوعِ معوض وہیں ہے جہاں زوالِ معوض، حصولِ عوض پر موقوف ہو۔ ۲۷۳

مشتری نے ثمن بائع کو دے دیے اور مبیع بائع کے پاس ہی ہلاک ہوگیا تو مشتری ثمن کیلئے رجوع کرے گا۔ ۲۷۳

زوالِ معوض اگر عوض کے علاوہ کسی اور علت سے معلل ہو تو جب تک وُہ علت باقی رہے گی زوالِ معوض بیشک رہے گا۔ ۲۷۴

مریض سے بعلت ضرر فرضیت وضوء ساقط ہو جاتا ہے اور اس کے عوض اس پر تیمم لازم ہوتا ہے۔ ۲۷۴

صعید طیب کی عدم موجودگی میں تیمم بھی ساقط ہو جاتا ہے۔ ۲۷۴

تحریم صدقہ و تقریر سہم دونوں بنی ہاشم کے لیے مستقل کرامتیں ہیں۔ ۲۷۴

خمس الخمس بنی ہاشم کے لیے عوض صدقات کس معنیٰ میں ہے؟ ۲۷۴

معاوضت عرفیہ اور معاوضت مصطلحہ میں فرق۔ ۲۷۵

خمس الخمس اور صدقات میں معاوضت مصطلحہ کا ہونا محل کلام ہے۔ (حاشیہ) ۲۷۵

خمس الخمس اور صدقاتِ واجبہ میں انفصال حقیقی نہیں بلکہ منع الجمع ہے۔ ۲۷۵

منفصلہ حقیقیہ کو منع خلو لازم ہوتا ہے۔ ۲۷۵

بنی ہاشم کے لیے زکوٰۃ کا عدم جواز ظاہر الروایۃ ہے۔ ۲۷۵

جو کچھ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہو وہ ہمارے ائمہ کا قول نہیں۔ ۲۷۶

قول مرجوع عنہ پر عمل ناجائز ہے۔ ۲۷۶

امام طحاوی کی طرف روایتِ شاذہ کو اختیار کرنے کی نسبت مسلّم نہیں۔ ۲۷۷

امام طحاوی کے کچھ اختیارات مفردہ ہیں کہ بترک مذہب ان پر عمل کے کوئی معنی نہیں۔ ۲۷۷

امام طحاوی کی جلالتِ شان مسلّم مگر عظمت قاہرہ اصلِ مذہب چیزے دیگر است۔ ۲۷۷

مصنف کی تحقیق کہ امام طحاوی کے نزدیک بھی

Marfat.com

ظاہر الروایۃ ہی مختار ہے اور وہ قطعاً ظاہر الروایۃ کو ہی "بہ ناخذ" فرماتے ہیں۔ ۲۷۷

متعدد کتابوں میں امام طحاوی کی طرف خلاف ظاہر الروایۃ یعنی اختیار جواز کی نسبت غلط فہمی سے کی گئی ہے۔ ۲۷۷

امام طحاوی کے اپنے کلام کے محاوی ظاہرہ اور مطاوی باہرہ سے استدلال کی سترہ وجوہ کہ امام طحاوی کے نزدیک روایت تحریم مختار ہے نہ کہ روایتِ جواز۔ ۲۸۱

سباقِ کلام سے چھ قرینے۔ ۲۸۱

سیاقِ کلام سے چھ قرینے۔ ۲۸۱

نفسِ عبارت سے قرائن وشواہد۔ ۲۸۲

بنی ہاشم کے لیے زکوٰۃ کی حرمت کا ثبوت احادیث کریمہ سے۔ ۲۸۸

کافر، مشرک، وہابی، رافضی، قادیانی وغیرہ کو زکوٰۃ دینا حرام ہے۔ ۲۹۰

صدقاتِ واجبہ غنی کے لیے حرام اور صدقاتِ نافلہ جائز۔

سمرنا فنڈ میں زکوٰۃ یا قربانی کی قیمت دینا۔ ۲۹۰

صدقۂ فطر کا بیان ۲۹۱

امام کو زکوٰۃ، چرمِ قربانی یا تیل کے پیسے لینا۔ ۲۹۱

صدقۂ فطر میں چار چیزوں میں صاع کا اعتبار ہے باقی میں قیمت کا۔ ۲۹۲

نابالغ بچوں کا فطرہ باپ کے ذمہ۔ ۲۹۴

عورت کا فطرہ شوہر کے ذمہ نہیں۔ ۲۹۴

بالغ کی جانب سے باپ یا شوہر کا فطرہ عورت ادا کرے تو اذن کی ضرورت ہے۔ ۲۹۴

صدقۂ فطر اور زرِ زکوٰۃ کے نصاب میں فرق۔ ۲۹۴

صدقۂ فطر کی مقدار۔ ۲۹۵

انگریزی روپوں سے صاع کا تعین۔ ۲۹۵

شرعی گز کی مقدار۔ ۲۹۵

نابالغ بچوں کا فطرہ باپ کے ذمہ ہے۔ ۲۹۶

عورت کا فطرہ نہ باپ پر نہ شوہر پر۔ ۲۹۶

مہمان کا فطرہ میزبان پر نہیں۔ ۲۹۶

فطرہ میں چاول دیا جائے تو قیمت کا اعتبار ہوگا وزن کا نہیں۔ ۲۹۶

انگریزی روپے سے صاع کا تعین۔ ۲۹۶

فطرہ کی احتیاطی مقدار۔ ۲۹۷

صاع کے وزن کی تحقیق۔ ۲۹۸

صاع میں سیر کا اعتبار نہیں۔ ۳۰۲

انگریزی روپے سے صاع کا تعین۔ ۳۰۲

مسجدوں میں چندہ کرنا۔ ۳۰۲

ضرورتِ شرعیہ کے بغیر سوال کرنا حرام ہے۔ ۳۰۳

عام گداگروں کو دینا کیسا ہے؟ ۳۰۳

بے سوال کوئی دے تو لینے میں حرج نہیں۔ ۳۰۳

سوال کرنے کی ایک صورت۔ ۳۰۴

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نام ہونے والے سالانہ فاتحہ کے پیسے محتاج کو دینا۔ ۳۰۵

گداگروں کو دینا، بھیک مانگنے کی مذمت۔ ۳۰۷

میلاد شریف کی شیرینی کا حکم۔ ۳۰۸

Marfat.com

کوئی کل آمدنی بچوں پر خرچ کرے اور دوسرا بچوں پر خرچ اور خیرات بھی کرے ان میں کون افضل ہے ۳۲۱

فاتحہ کے روپے جنگی فنڈ میں دینے کی ایک صورت۔ ۳۲۷

زکوٰۃ سے زمین خرید کر وقف کرنا۔ ۳۲۷

حدیث تصدقوا علی الادیان کلہا سے کفار حربی کو صدقہ دینے پر استدلال کا جواب۔ ۳۲۸

کتاب الصوم

حرام چیزوں سے سحری اور افطار کرنا۔ ۳۳۱

تراویح پڑھانے کے سبب حافظ سے روزہ ساقط نہیں ہوگا۔ ۳۳۲

نابالغ حافظ نوافل میں قرآن پاک پڑھنے کے سبب روزہ نہ رکھ سکے۔ ۳۴۵

۳۰ رمضان کو رؤیت کی خبر ملنے پر روزہ توڑ دیا گیا اور پھر خبر کی تکذیب ہوگئی۔ ۳۴۷

سفر میں روزہ رکھنا۔ ۳۴۷

مختلف موسموں میں رمضان شریف آنے کا سبب۔ ۳۴۹

یوم الشک سے متعلق دو مسائل۔ ۳۵۰

پانچ دنوں میں روزہ کیوں ممنوع ہے؟ ۳۵۱

رمضان شریف میں قرآن پاک کی تلاوت کی فضیلت۔ ۳۵۱

باب رؤیۃ الهلال

رؤیت ہلال میں تار کی خبر معتبر نہیں اور نہ اس کی خبر پر افطار جائز۔ ۳۵۲

● رسالہ ازکی الاہلال بابطال ما احدث الناس فی امر الھلال (رؤیت ہلال میں تار کی خبر معتبر نہیں) ۳۵۹

تحقیق ہلال سے متعلق ایک تراشیدہ طریقہ کا پانچ تنبیہات پر مشتمل رد۔ ۳۶۰

تنبیہ اول: شریعت مطہرہ نے دربارۂ ہلال دوسرے شہر کی خبر کو شہادت کافیہ یا تواتر شرعی پر بناء فرمایا اور ان میں کافی و شرعی ہونے کیلئے بہت قیود و شرائط لگائیں۔ ۳۶۰

تار نہ تو کوئی شہادت شرعیہ ہے نہ خبر متواترہ۔ ۳۶۰

تنبیہ دوم: تار کی حالت خط سے زیادہ ردی و سقیم ہے۔ ۳۶۱

امور شرعیہ میں خطوط و مراسلت کا اعتبار نہیں تو تار کا کیسے ہو سکتا ہے۔ ۳۶۱

خطوط کے غیر معتبر ہونے پر ائمۂ دین کی عبارات۔ ۳۶۱

تنبیہ سوم: اگر اصل خبر میں کوئی خلل شرعی نہ بھی ہو تو تار میں آکر کئی وجوہ سے اس کا دامن اعتبار یکسر تار تار ہو جاتا ہے۔ ۳۶۳

تنبیہ چہارم: علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ دوسرے شہر سے بذریعہ خط خبر شہادت دینا صرف قاضی شرع سے خاص جسے سلطان نے فصل مقدمات پر والی مقرر فرمایا ہو یہاں تک کہ حکم کا خط مقبول نہیں۔ ۳۶۴

جو حکم خلاف قیاس مانا جاتا ہے وہ مورد سے آگے تجاوز نہیں کر سکتا۔ ۳۶۴

Marfat.com

جب مقبول الکتاب کا تار نا چیز ہے تو مردود الکتاب کا تار کیا چیز ہے؟ ۳۶۵

تنبیہ پنجم: قاضیِ شرع کا نامہ بھی صرف اسی وقت مقبول ہے جب دو مرد ثقہ یا ایک مرد دو عورتیں عادل دار القضاء سے یہاں آکر شہادتِ شرعیہ دیں کہ یہ خط بالیقین اسی قاضی کا ہے اس نے ہمارے سامنے لکھا ہے ورنہ ہرگز قبول نہیں۔ ۳۶۵

تار، ٹیلیفون، خط، جنتری وغیرہ کے غیر معتبر ہونے کے بیان میں۔ ۳۶۷

عید کی نماز سے متعلق متعدد مسائل۔ ۳۷۲

رؤیتِ ہلال میں پیشگوئی معتبر نہیں۔ ۳۸۴

عید کا چاند ۳۰ رمضان کو دن میں نظر آئے۔ ۳۸۸

رؤیت ہلال میں اخبار کی خبریں اور خطوط معتبر نہیں۔ ۳۹۰

اختلافِ مطالع سے متعلق دو مسائل۔ ۳۹۴

رؤیت ثابت ہونے پر روزہ رکھنا فرض ہوگا جہاں بھی رؤیت ہو۔ ۴۰۳

● رسالہ طرق اثبات ہلال (اثباتِ ہلال کے سات شرعی طریقوں کا بیان اور سات اختراعی طریقوں کا رد) ۴۰۵

ثبوت رؤیت ہلال کے لیے شرع میں سات طریقے ہیں۔ ۴۰۵

طریق اوّل: خود شہادتِ رؤیت یعنی چاند دیکھنے والے کی گواہی۔ ۴۰۶

ہلالِ رمضان کے بارے میں اکیلے شخص کی گواہی کب قبول ہوگی؟ ۴۰۶

عقل جتنے شخصوں کا غلط خبر پر اتفاق محال جانے تو ایسی خبر مسلم و کافر سب کی مقبول ہے۔ ۴۰۶

طریق دوم: شہادۃ علی الشہادۃ یعنی گواہوں نے چاند خود نہ دیکھا بلکہ دیکھنے والوں نے ان کے سامنے گواہی دی اور اپنی گواہی پر انھیں گواہ کیا۔ ۴۰۹

شہادۃ علی الشہادۃ کا طریقہ۔ ۴۰۹

گواہ فرع کو چاہیے کہ گواہ اصل اور اس کے باپ اور دادا سب کا نام ذکر کرے یہاں تک کہ اگر اسے چھوڑ دے گا تو حاکم اس کی گواہی کو رد کرسکتا ہے۔ (حاشیہ) ۴۱۱

طریق سوم: شہادۃ علی القضاء یعنی قاضیِ شرع کے فیصلہ پر گواہی دینا۔ ۴۱۲

شہادۃ علی القضاء کا طریقہ۔ ۴۱۲

طریق چہارم: کتاب القاضی الی القاضی یعنی ایک قاضیِ شرع کا دوسرے قاضیِ شرع کے نام خط لکھنا۔ ۴۱۳

کتاب القاضی الی القاضی کا طریقہ اور اس کے شرائط۔ ۴۱۳

طریق پنجم: استفاضہ ۴۱۴

استفاضہ کی صورت اور اس کے شرائط۔ ۴۱۴

اثباتِ احکام میں تواتر بھی قائم مقامِ شہادت بلکہ اس سے اقوی ہے۔ ۴۱۷

جو شہادت تواتر کے خلاف ہو وہ رد کر دی جاتی ہے۔ ۴۱۷

Marfat.com

نفی پر تواتر مقبول ہے اور شہادت نا مسموع۔ ۴۱۷

طریق ششم: اکمال عدت یعنی جب ایک مہینہ کے تیس دن پورے ہو جائیں تو ماہ متصل کا ہلال آپ ہی ثابت ہو جائے گا اگرچہ اس کے لیے رؤیت، شہادت اور حکم استفاضہ وغیرہ کچھ نہ ہو۔ ۴۱۹

طریق ہفتم: توپوں کی آواز حوالی شہر کے دیہات والوں کے لیے دلائل ثبوت ہلال سے ہے۔ ۴۲۰

اسلامی شہر میں منادی پر عمل کب ہوگا؟ ۴۲۰

تنبیہ: دربارۂ ہلال غیر رمضان و شوال۔ ۴۲۱

ثبوت ہلال کے غلط طریقے جو جہال میں زیادہ رائج ہیں وہ سات ہیں۔ ۴۲۴

یکم: حکایت رؤیت ۴۲۵

دوم: افواہ ۴۲۵

سوم: خطوط و اخبار ۴۲۶

چہارم: تار جو کہ خط سے بھی زیادہ بے اعتبار ہے ۴۲۷

پنجم: جنتریوں کا بیان ۴۲۸

ششم: قیاسات و قرائن ۴۲۸

ہفتم: کچھ استقرائی اور کچھ اختراعی قاعدے ۴۲۹

رؤیت ہلال سے متعلق دو مسائل ۴۳۱

استفاضہ کی تعریف۔ ۴۳۲

ابر و غبار میں ایک شخص چاند دیکھے۔ ۴۳۶

شعبان کے چاند میں اختلاف ہو اور رمضان اور عید میں ۲۹ کو ابر ہو تو کیا حکم ہے؟ ۴۳۷

فلاں شہر والوں نے چاند دیکھا، ایسی گواہی معتبر نہیں۔ ۴۴۱

یوم صومکم یوم نحرکم کے معنی۔ ۴۴۲

قاضی کے حکم میں علماء ہیں یا نہیں۔ ۴۴۲

عید الاضحیٰ کی رؤیت سے متعلق سوال۔ ۴۴۳

چاند بڑے ہونے کا اعتبار نہیں، یونہی جنتری اور موقتین کا۔ ۴۴۴

فاسق کی شہادت معتبر نہیں۔ ۴۴۶

اختلاف مطالع معتبر نہیں۔ ۴۴۷

● رسالہ البدور الاجلۃ فی امور الاہلۃ (رؤیت ہلال کے تفصیلی احکام) ۴۴۹

فصل اول: رؤیت ہلال کے حکم اور اس کے متعلق مسائل و فوائد میں پندرہ ہلال پر مشتمل۔ ۴۴۹

فرض کفایہ کسے کہتے ہیں۔ ۴۵۰

اگر چاند ہو گیا اور نہ دیکھا تو نادانستہ عید کے دن روزہ حرام میں مبتلا ہوں گے۔ ۴۵۰

۲۹ ذی القعدہ کو ہلال ذی الحجہ کی تلاش ضروری ہے۔ ۴۵۰

موصل الی الفرض فرض، اور موصل الی الواجب واجب ہوتا ہے۔ ۴۵۱

تنبیہ: لوگ تین قسم ہیں (۱) عادل (۲) مستور (۳) فاسق ۴۵۲

عادل، مستور اور فاسق کی تعریفات۔ ۴۵۲

صغیرہ اصرار سے کبیرہ ہو جاتا ہے۔ ۴۵۲

جہاں ریاست اسلامی ہے اُن بلاد میں جو

Marfat.com

عالمِ دین سنّی المذہب سب سے زیادہ علمِ فقہ رکھتا ہو وہ بحکمِ شرع سردارِ مسلمانان ہے۔ ۴۵۴

تنبیہ: آج کل اسلامی ریاستوں میں بھی قضاۃ وحکام اکثر بے علم ہوتے ہیں تو عالمِ دین ان پر بھی مقدم اور وقتِ اختلاف فتوائے عالم پر ہی عمل واجب ہے۔ ۴۵۵

امام الحرمین ابو المعالی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے کی ایک حکایت۔ ۴۵۵

تنبیہ: علمِ دین فقہ وحدیث ہے۔ ۴۵۵

جہلِ مرکب، جہلِ بسیط سے ہزار درجہ بدتر ہے ۴۵۵

جس شام احتمالِ ہلال ہو جب تک حکم حاکمِ شرعی یا فتوائے عالمِ دین نہ ہو ہرگز ہرگز کسی وجہ سے بندوقیں یا آواز کی آتشبازی اپنے دُنیوی کاموں کے لیے بھی نہ کریں۔ ۴۵۷

بغیر علم کے فتوے دینے والے بحکمِ حدیث ضال ومضل ہیں۔ ۴۵۸

رؤیتِ ہلال کی دُعائیں۔ ۴۵۹

فصل دوم: اُن امور میں جن کا دربارۂ تحقیقِ ہلال کچھ اعتبار نہیں، یہ بیس قمر پر مشتمل ہے۔ ۴۶۱

اہلِ ہیئت کون لوگ ہیں؟ ۴۶۱

صحیح مذہب میں اہلِ ہیئت کا اعتبار نہیں اگرچہ وہ ثقہ عادل ہوں۔ ۴۶۱

تنبیہ: اس مسئلہ کے یہ معنیٰ ہیں کہ جو بات وہ بطورِ ہیئات کہیں قبول نہیں ورنہ اگر شہادتِ رؤیت ادا کریں تو مثل اور لوگوں کے ہیں جن شرائط سے اوروں کی گواہی سنی جاتی ہے اُن کی بھی گواہی قبول ہوگی۔ ۴۶۳

بطورِ علمِ ہیئات بھی ثابت ہے کہ ۲۹ کا چاند بعض ۳۰ کے چاندوں سے بڑا ہونا ممکن ہے۔ ۴۶۸

ازروئے ہیئات ثابت ہے کہ کبھی انتیس کا ہلال تیس کے بعض ہلالوں سے اُونچا اور دیرپا ہونا متصور ہے ۴۶۹

عادت اکثری یوں ہے کہ تیسری شب کا چاند غروب نہیں کرتا جب تک عشاء کا وقت نہ آجائے۔ ۴۶۹

تنبیہ: خط بعض صورتوں میں مقبول ہوتا ہے کتاب القاضی الی القاضی، یعنی حاکمِ شرع حاکمِ شرع کو خط لکھے تو بشرائط کثیرہ حجت ملزمہ ہے ۴۷۱

بازاری افواہ اصلاً کوئی چیز نہیں۔ ۴۷۱

یقین دو قسم کا ہوتا ہے (۱) شرعی (۲) عرفی۔ ۴۷۷

مدرک عرفی وشرعی میں فرق نہ کرنا صریح خطا ہے۔ ۴۷۷

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشادِ عالی "شہران لاینقصان" کا کیا مطلب ہے؟ ۴۷۸

مفسداتِ صوم

عورت شرمگاہ میں دوا یا بتّی ڈالے یا تلاعب سے مرد کو منی نکلے۔ ۴۸۱

صبح تک پان کا بیڑا مُنہ میں پڑا رہے۔ ۴۸۵

پانی سے استنجا کرنے میں ریاح خارج ہو۔ ۴۸۵

روزہ کی حالت میں پان کھانا، تمباکو پینا، نسوار لینا۔ ۴۸۶

کھٹّی ڈکار سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ۴۸۶

Marfat.com

روزے کے نواقض۔ ۴۸۶

فصد اور پچکاری کا حکم ۔ ۴۸۷

● رسالہ الاعلام بحال البخور فی الصیام (اگربتی، لوبان وغیرہ کا دھواں منہ یا ناک میں کس طرح جانے سے روزہ ٹوٹتاہے) ۴۸۹

دھواں یا غبار حلق یا دماغ میں بلا قصد چلا جائے تو روزہ نہ جائیگا اگرچہ روزہ دار ہونا یاد ہو۔ ۴۹۰

صائم اگر دھواں یا غبار اپنے حلق یا دماغ میں عمداً، بے حالت نسیانِ صوم داخل کرے گا تو روزہ فاسد ہوگا۔ ۴۹۲

مسئلہ غبار و دخان میں دخول بلا قصد اور ادخال بالقصد پر مدار کار ہے، اول غیر مفسد اور ثانی مفسد ہے۔ ۴۹۴

حقیقتِ صوم، مفطراتِ شرعیہ سے امساک میں محصور ہے۔ ۴۹۴

تکالیفِ شرعیہ قدر وسع پر مقصور ہیں۔ ۴۹۴

انتفائے حقیقت کو انتفائے شئ قطعاً لازم ہے ۴۹۴

حقیقتِ نکاح ایجاب وقبول ہے۔ ۴۹۴

کوئی عورت مجرد ایجاب سے بغیر قبول کے کسی کی زوجہ نہیں بن سکتی۔ ۴۹۴

حقیقتِ زکوٰۃ تملیک فقیر ہے۔ ۴۹۴

زمان برکت نشان سیدنا مسیح کلمۃ اللہ صلوات اللہ وسلامہ علیہ میں زکوٰۃ کا کوئی مصرف نہ ملے گا۔ ۴۹۴

ارکان ساقطہ بضرورت حقیقۃً ارکان سعت ہوتے ہیں نہ کہ ارکان اصل حقیقت۔ ۴۹۴

تحقیقِ شئے بے حقیقت شئ محال عقلی ہے۔ ۴۹۴

خارج سے جوفِ صائم میں داخل ہونے والی مختلف اشیاء کے احکام۔ ۴۹۴

تکلیف بالمحال اور تکلیف مالایطاق باطل ہے ۴۹۵

بقاءِ شئ مع انتفاءِ حقیقت اور اجتماع ذات و منافی ذات باطل ہیں۔ ۴۹۵

بیمار قریب الموت نے مجبوراً دوائی پی تو روزہ ٹوٹ گیا۔ ۴۹۵

کسی نے قتل کی دھمکی دے کر روزہ دار کو کچھ کھلادیا تو روزہ جاتا رہا۔ ۴۹۵

مخمصہ والے مفطر نے مجبوراً کچھ کھایا پیا تو روزہ ٹوٹ گیا اگرچہ گنہگار نہ ہوگا۔ ۴۹۵

سوتے ہوئے حلق میں مفطر چلا جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ۴۹۵

کلی کرنے کے بعد جو تری منہ میں رہتی ہے مفطر نہیں۔ ۴۹۷

نکتۂ دقیقہ ۴۹۷

سبب مفضی الی الشئ دو قسم ہے، ایک مفضی کلیۃً اور دوسرا مفضی نادراً۔ ۴۹۷

کان میں پانی کا بالقصد ادخال، اصح الاقوال پر مفسدِ صوم ہے۔ ۴۹۸

نہاتے یا دریا میں داخل ہوتے ہوئے پانی اگر کان میں چلا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ۴۹۸

نان پز اگر گرمی کے دنوں میں سارا دن کھانا پکائے تو ضعف کی وجہ سے روزہ میں خلل

Marfat.com

آتا ہے تو آدھا دن پکائے۔

کنیز کو پکانے وغیرہ کی وجہ سے ایسا ضعف لاحق ہوا کہ مجبورًا روزہ توڑنا پڑا تو قضا کرے۔ ۵۰۰

غلام وکنیز کن احکام میں اطاعتِ مولیٰ نہ کریں۔ ۵۰۰

کون سے روزہ دار کو کن شرائط کے تحت سالن وغیرہ میں نمک چکھنے کی اجازت ہے۔ ۵۰۱

روزہ دار، بچے کو کوئی چیز چبا کر کب دے سکتا ہے؟ ۵۰۱

دھواں جب حلق میں جاتا ہے تو اس کی تلخی محسوس ہوتی ہے اور طبیعت کی دافعہ فورًا دفع کرتی ہے اور جب دماغ میں جاتا ہے تو اس کی سوزش معلوم ہوتی ہے جو دماغ کو اذیت دیتی ہے۔ ۵۰۳

پانی میں غوطہ لگانا، سُرمہ لگانا، خوشبو سونگھنا، سر یا بدن میں تیل لگانا، مسواک کرنا، منجن لگانا۔ ۵۱۰

باب القضاء والکفارہ

روزہ یا نماز کے کفارے میں قرآن دینا۔ ۵۱۳

سحری کھانے میں صبح ہونے کا علم نہ ہو۔ ۵۱۶

مرض کی وجہ سے روزہ توڑنے میں قضا ہے۔ ۵۱۷

۲۹ کے چاند ثابت ہونے پر ایک روزہ کی قضا واجب ہوگی۔ ۵۱۸

صبح ہونے کے بعد سحری کھائی، شبہ ہو جائے کہ جماع صبح صادق سے قبل ہوا یا بعد، بلا عذر شرعی روزہ توڑنا۔ ۵۱۹

مریض روزہ رکھے یا نہیں۔ ۵۲۰

مرد کے عوض عورت روزہ نہیں رکھ سکتی۔ ۵۲۰

باب الفدیہ

شیخ فانی کے لیے فدیہ ہے۔ ۵۲۱

● رسالہ تفاسیر الاحکام لفدیۃ الصلوٰۃ والصیام (نماز اور روزے کے فدیہ کی مقدار کا بیان) ۵۲۳

نماز و روزہ کے فدیہ سے متعلق بارہ ۱۲ سوالات۔ ۵۲۳

وزن بلاد میں مختلف ہوتے ہیں۔ ۵۲۵

ایک نماز اور ایک روزہ کا فدیہ یا کفارہ کی مقدار کیا ہے؟ ۵۲۵

صاع دو سو ستر تولے اور نیم صاع ایک سو پینتیس ۱۳۵ تولے ہے۔ ۵۲۵

تولہ میں بارہ ۱۲ ماشے، اور ماشہ میں آٹھ رتی، اور رتی میں آٹھ چاول ہوتے ہیں۔ ۵۲۵

انگریزی روپیہ سوا گیارہ ماشے کا ہے۔ ۵۲۵

مثقال کا وزن ساڑھے چار ماشے ہے۔ ۵۲۵

درہم شرعی کا وزن پچیس رتی اور رتی کا پانچواں حصہ ہے ۵۲۵

سات مثقال دس درہم کے برابر ہوتے ہیں۔ ۵۲۵

ہمارے نزدیک صاع عراقی معتبر ہے جو آٹھ رطل کا ہوتا ہے۔ ۵۲۶

ایک رطل بیس استار، ایک استار ساڑھے چار مثقال، ایک مثقال بیس قیراط، اور ایک قیراط ۱ ۱/۵ رتی کا ہوتا ہے۔ ۵۲۶

دو سو درہم نصاب چاندی کے ساڑھے باون اور بیس مثقال نصاب سونے کے ساڑھے سات تولے ہوتے ہیں ۵۲۶

Marfat.com

بریلی، لکھنؤ، دہلی اور رامپور میں رائج سیروں کے وزن میں فرق۔ ۵۲۶

مذکورہ شہروں میں صاع کا وزن مختلف ہے۔ ۵۲۶

فدیہ میں گندم اور جَو کے علاوہ کوئی اور غلہ دیا جائے تو اس میں وزن کا لحاظ نہ ہوگا بلکہ گندم و جَو کی قیمت کا لحاظ ہوگا۔ ۵۲۶

سوال پنجم کی چاروں صورتیں جائز ہیں یعنی دس روزوں کا فدیہ ایک ہی دن بیک وقت ایک شخص یا دس شخصوں یا دس دنوں میں ایک شخص یا دس شخصوں کو دینا۔ ۵۲۷

سوال چہارم کی تمام صورتیں جائز یعنی فدیہ بیک وقت بھی دے سکتا ہے اور متفرق طور پر بھی، مگر جس صورت میں فقیر کو نصف صاع سے کم دیتا ہو وہ صورت قول راجح کے مطابق ناجائز ہے۔ ۵۲۷

فدیہ نماز و روزہ کا مصرف مثل کفارات وصدقات واجبہ کے ہے۔ ۵۲۸

بعد مرگ زوج کا فدیہ زوجہ اور زوجہ کا فدیہ زوج کو دینے کا حکم۔ ۵۲۹

فدیہ میں قیمت دینا افضل ہے مگر قحط سالی کی صورت میں کھانا دینا بہتر ہے۔ ۵۳۰

چار چیزیں جن میں نص شرعی وارد ہے یعنی گندم، جَو، خرما اور کشمش ان میں قیمت کا اعتبار نہیں، وزنِ شرعی ہی معتبر ہے۔ ۵۳۰

جن اشیاء میں قیمت معتبر ہے ان میں روزِ وجوب کی قیمت کا اعتبار ہوگا نہ کہ روزِ ادا کی قیمت کا۔ ۵۳۱

مدیون فقیر کو فدیہ میں دَین چھوڑ دینے سے فدیہ ادا ہو جائے گا یا نہیں۔ ۵۳۲

کیا وصیت بالمال فقط عین کو متناول ہوتی ہے یا دین کو بھی۔ ۵۳۳

قاعدۂ شرعیہ ہے کہ ادائے کامل بہ کامل نہ کہ ادائے کامل بہ ناقص۔ ۵۳۴

اوقات ثلثہ مکروہہ میں کوئی نماز جائز نہیں سوائے اسی دن کی عصر کے۔ ۵۳۴

جو جنازہ اوقاتِ مکروہہ ثلثہ میں لایا گیا اس کی نماز ان اوقات میں جائز ہے۔ ۵۳۴

قضا نمازیں عموماً کامل ہیں لہٰذا اوقاتِ ثلثہ میں ناجائز ہیں۔ ۵۳۵

جو مال کسی پر دَین ہے جب تک وصول نہ ہو مالِ کامل نہیں ناقص ہے۔ ۵۳۵

لاکھوں روپے قرض میں پھیلے ہوئے ہیں اگر پاس کچھ نہیں تو قسم کھا سکتا ہے کہ میرا کچھ مال نہیں۔ ۵۳۵

دَین بہ نیت زکوٰۃ معاف کر دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔ ۵۳۵

جو نصاب کسی فقیر پر دین تھی وہ کل یا بعض اسے معاف کر دے تو قدر معاف شدہ کی زکوٰۃ ساقط ہوگئی۔ ۵۳۵

ناقص ناقص سے ادا ہو سکتا ہے۔ ۵۳۵

ادائے دَین دین سے، اور ادائے عین دین وعین سے جائز ہے۔ ۵۳۵

ادائے دَین، عین سے ناجائز ہے۔ ۵۳۵

Marfat.com

دَین معاف کر دینے سے فدیہ ادا نہ ہوگا۔ ۵۳۶
فدیہ کی ادائیگی کا جو حیلہ ہندلوں میں متعارف ہے ناتمام و ناکافی ہے۔ ۵۳۶
ادائیگی فدیہ کا حیلہ جمیلہ۔ ۵۳۷
متاخرین کی نصوص میں حیلہ کے لیے طریق دور مذکور ہے طریق دین کا کہیں ذکر نہیں۔ ۵۳۹
بہتر سال کی عمر میں مرنے والے شخص کا فدیہ کیسے ادا کیا جائے گا؟ ۵۳۹
سال قمری تین سو چپن دن سے زائد نہیں ہوتا۔
جو شئ قطعی و یقینی ہو وہ احتیاط کی محتاج نہیں۔ ۵۴۰
ایک سال کی نمازوں کے دو ہزار ایک سو تیس (۲۱۳۰) فدیے ہوتے ہیں۔ ۵۴۰
فدیہ صوم و صلوٰۃ کے علاوہ بھی بہت سے فدیے لازم ہوتے ہیں جن میں سے دس کا ذکر۔ ۵۴۰
بالجملہ دین سے فدیہ ادا کرنے کی ۲ صورتیں ہیں۔ ۵۴۲
فائدہ: علماء نے حتی الامکان تقلیل دور پہ نظر فرمائی ہے۔ ۵۴۲
تخفیف دَور یا دَور سے بچنے کا حیلہ۔ ۵۴۳
شیخ فانی اور موتیٰ کے احکام فدیہ میں متعدد فرق ہیں۔ ۵۴۵
شیخ فانی اپنی حیات میں روزہ کا فدیہ دے سکتا ہے، نماز کا نہیں۔ ۵۴۵
شیخ فانی پر روزہ کا فدیہ حیات میں دینا واجب ہے اگر قادر ہو، بعد مرگ وجوب نہیں جب تک اپنے مال میں وصیت نہ کرے۔ ۵۴۵
شیخ فانی اگر اپنی زندگی میں روزہ کا فدیہ ادا کرے یا فدیۂ روزہ کی وصیت کر جائے تو اس فدیہ کے کافی ہونے پر یقین کیا جائے۔ ۵۴۵
شیخ فانی کے علاوہ کوئی شخص اپنی زندگی میں قضا شدہ روزہ کا فدیہ دے تو روزہ ساقط نہ ہوگا بلکہ قضا فرض ہے۔ ۵۴۶
روزہ کی قضا سے پہلے موت آجائے تو فدیہ کی وصیت واجب ہے۔ ۵۴۶
کوئی شخص انتقال کر جائے اور اس کے ذمہ روزہ یا نماز باقی ہے تو اس کی طرف سے کسی اور کے ادا کرنے سے ساقط نہ ہوں گے۔ ۵۴۶
۷۵ سالہ آدمی کے لیے فدیہ۔ ۵۴۷
فدیہ کے مصارف۔ ۵۴۸
تولوں سے فدیہ اور صاع کی مقدار۔ ۵۴۸
شیخ فانی کی تعریف۔ ۵۴۸

مکروہاتِ صوم

مسواک کرنا، منجن لگانا۔ ۵۵۱
عورت سے مَس کرنا یا شرمگاہ دیکھنا۔ ۵۵۱
جنابت کی حالت میں روزہ رکھنا۔ ۵۵۴
دن بھر جنابت کی حالت میں رہنے کی مذمت اور روزے کا حکم۔ ۵۵۴
صرف جمعہ کو روزہ رکھنا۔ ۵۵۹

سحر و افطار کا بیان

آیہ کریمہ فالآن باشروھن سے متعلق سوال۔ ۵۶۱

Marfat.com

سحری میں تاخیر اور افطار میں تعجیل مستحب ہے۔ ۵۶۲

تعجیل و تاخیر کے معنی۔ ۵۶۲

یہ غلط مشہور ہے کہ جب رات کا ساتواں حصّہ باقی رہے تو سحری نہ کھائی جائے، اس کا مدلل رد۔ ۵۶۳

● رسالہ ھدایۃ الجنان باحکام رمضان

(صبح صادق اور کاذب کی معرفت کرائی گئی ہے اور نقشوں سے صبح صادق سمجھایا گیا ہے، افطار و سحر کے مسائل بیان کئے گئے ہیں) ۵۶۷

افطار و سحری رمضان المبارک اور چند مسائلِ روزہ پر مشتمل ایک اشتہار کے بارے میں استفتاء اور اس کے صحیح و غلط ہونے کے متعلق استفسا۔ ۵۶۷

اوقات صحیح نکالنے کے فن کو علمِ توقیت کہتے ہیں۔ ۵۶۸

علمِ توقیت سے ہندوستان کے اکثر علماء غافل ہیں نہ یہ ہیئت کی درسی کتابوں سے آسکتا ہے۔ ۵۶۸

مرزا خیر اللہ منجم کی دو حرفی جدول سے ناواقفِ فن نفع نہیں پا سکتا۔ ۵۶۸

زیج بہادر خانی کی جداول تعدیل سے سحری کو تو کچھ تعلق ہی نہیں اور افطار میں بھی ناقص ہے۔ ۵۶۸

مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے نقشۂ سحر و افطار کا تعارف جس میں برہان و عیان کو مطابق کر دیا گیا۔ ۵۶۸

جو ہیئت کا علم رکھتا ہے وہ نقشۂ مصنف کو برہان کے مطابق دیکھ کر صبح صادق و کاذب کو پہچان سکنے والا اس کو مشاہدہ کے مطابق پائے گا۔ ۵۶۸

مسلمانو! یہ دین ہے جس پر خدا کی دین ہے وہ جانتا ہے کہ اس کا سیکھنا مجھ پر دین ہے۔ ۵۶۹

وقت پہچاننا ہر مسلمان پر فرضِ عین ہے۔ ۵۶۹

بقول امام غزالی صبح صادق و کاذب میں امتیاز کرنا ابتدا میں مشکل ہوتا ہے لیکن بغور مشاہدہ کرتے رہنے سے بعنایتِ الٰہی دونوں صبحیں خوب نگاہ میں بچ جاتی ہیں۔ ۵۷۰

صبح صادق و کاذب میں اشتباہ پیدا کرنیوالی پانچ وجوہ کا بیان۔ ۵۷۰

صبح کاذب کو حدیث میں مستطیل اور صبح کاذب کو مستطیر کہا گیا۔ ۵۷۰

صبح کاذب کی وجہ تسمیہ سے پیدا ہونیوالا اشتباہ۔ ۵۷۰

صبح کاذب کی سپیدی جہاں شروع ہوتی ہے وہ اخیر تک بڑھتی ہی جاتی ہے وہاں ہرگز تاریکی نہیں آتی۔ ۵۷۰

بعض کتبِ ہیئت اور ان کی اتباع میں بعض کتبِ فقہ میں یہ بات غلط لکھ دی گئی کہ جب آفتاب افق سے پندرہ ۱۵ درجے نیچے ہوتا ہے تو صبح صادق ہوتی ہے، اور صبح کاذب اس سے صرف تین درجے پہلے ہوتی ہے۔ ۵۷۰

صبح کی سفیدی افق سے بہت اونچی ہی ہماری نظروں میں پیدا ہوتی ہے نہ کہ زمین کے کنارہ سے اٹھتی ہوئی بلندی پہ آتی ہے۔ ۵۷۱

یہ قول کہ صبح رات کا ساتواں حصّہ ہے ہر موسم اور ہر مقام کے لیے عام نہیں۔ ۵۷۱

صبح کاذب کے شروع سے صبح صادق کے انتشار تک سفیدی کو پیش آنیوالی سات صورتوں کا بیان ۵۷۱

Marfat.com

مسائل مذکورۂ اشتہار میں تین اغلاط کی نشاندہی ۵۷۳
ہلالِ رمضان میں بحالتِ ابر وغبار اجلّہ ائمہ کی تصحیح کے مطابق مستور کی شہادت بھی مقبول ہے۔ ۵۷۳
مستور سے مراد وہ ہے جس کی عدالت باطنی مجہول ہو ۵۷۳
ظاہر الروایۃ مصححہ بالتصریح سے عدول صریح جہل و نامقبول ہے۔ ۵۷۳
قبولِ شہادت کے لیے مطابقت قواعدِ شرعیہ کے ساتھ مطابقت قواعدِ عقلیہ کی قید بڑھانا خلافِ مذہب معتمد ہے۔ ۵۷۴
جو قواعد اہلِ ہیئت نے دربارۂ ہلال اپنے ظنون و تخمینات سے گھڑے ہیں شرع نے اصلاً ان کی طرف التفات نہ فرمایا۔ ۵۷۴
رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ سیر نیّرین عزیز علیم کے حساب مقدر پر ہے درباب رؤیتِ ہلال حساب کو یک لخت ابطال واہمال کیوں فرمایا۔ ۵۷۵
امام اہلِ ہیئت بطلیموس نے مجسطی میں رؤیتِ ہلال کا ذکر کیوں نہیں کیا۔ ۵۷۵
متاخرین اہلِ ہیئت کے تخمینات کا تخلف دشوار نہیں۔ ۵۷۵
اہلِ ہیئت رؤیتِ ہلال کے بارے میں کوئی ضابطہ صحیحہ نہ بتا سکے۔ ۵۷۵
منجمین کے حسابات میں اکثر خطا پڑی ہے۔ ۵۷۵
ثقہ عادل کی شہادت شرعیہ کو رَد کرنے والے قواعدِ عقلیہ قابلِ لحاظ نہیں۔ ۵۷۶
مطلع صاف ہونے کی صورت میں ایک ثقہ کی شہادت کب مردود اور کب مقبول ہے۔ ۵۷۶
فقہ میں بڑا کام قولِ منقح کا ادراک ہے۔ ۵۷۷
جب رمضان دو عادلوں کی گواہی سے ثابت ہوا ہو اور تیس روزے پورے ہونے پر اکتیسویں شب مطلع صاف ہونے کے باوجود چاند نظر نہ آئے تو کیا حکم ہے۔ ۵۷۷
مذہب مفتی بہ کے مقابل بعض مشائخ کے قول پر اعتماد کرنا جہل وخرقِ اجماع ہے۔ ۵۷۸
یوم شک کون سا دن ہے۔ ۵۷۹
شک استوائے طرفین کی حالت میں ہے۔ ۵۷۹
ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک اختلافِ مطالع معتبر نہیں۔ ۵۸۱
ضروریات کے لیے گواہی کی حاجت نہیں۔ ۵۸۱
فتوٰی عدم اعتبار اختلافِ مطالع پر ہے اور یہی احوط واقوی ہے۔ ۵۸۲
ظاہر الروایۃ کو اپنانا ہی احوط ہے۔ ۵۸۲
دو دلیلوں میں سے اقوی پر عمل کرنے میں ہی احتیاط ہے۔ ۵۸۲
جو ظاہر الروایۃ سے خارج ہو وہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ کا مذہب اور قول نہیں۔ ۵۸۳
جو ظاہر الروایۃ سے خارج ہے وہ مرجوع عنہ ہے اور مرجوع عنہ امام صاحب کا قول نہ رہا۔ ۵۸۳
جو ظاہر الروایہ کے مخالف ہے وہ ہمارے اصحاب کا مذہب نہیں۔ ۵۸۳

Marfat.com

قولِ مرجوح پر فتویٰ دینا جہل و خرقِ اجماع ہے۔ ۵۸۳

اختلافِ مطالع کا اعتبار کرنے والے کتنی مسافت میں اس کو معتبر مانتے ہیں۔ ۵۸۴

معتبرینِ اختلافِ مطالع کا تین وجوہ سے رد۔ ۵۸۴

ہمارے ائمہ کا مذہبِ مہذب اس اعلیٰ درجہ تحقیق انیق پر ہوتا ہے کہ مدعیانِ تحقیق تک اس کی ہوا بھی نہیں آئی۔ ۵۸۸

ہمارے ائمہ نے اختلافِ مطالع کا اعتبار کیوں نہیں کیا۔ ۵۸۸

رؤیتِ ہلال کے بارے میں اختلافِ مطالع کا در بارۂ صلوات اختلافِ مطالع پر قیاس محض مع الفارق ہے۔ ۵۸۹

اختلافِ مطالع کے بارے میں مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کے مؤقف کا رد۔ ۵۸۹

امام زیلعی صاحبِ مذہب نہیں، نہ محدثینِ حنفیہ ان میں منحصر ہیں۔ ۵۸۹

امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہم کے برابر کون سے محدثین ہوں گے۔ ۵۸۹

حدیث کریب پر بحث۔ ۵۸۹

مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث کریب کے بارے میں توجیہ صاحبِ فتح القدیر کی توجیہ سے اولیٰ ہے۔ ۵۹۱

مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کو تاتارخانیہ کی عبارت سمجھنے میں غلطی لگی۔ ۵۹۱

مولوی صاحب مذکور کا اختلافِ مطالع کے بارے میں حق کی طرف رجوع۔ ۵۹۳

مولوی صاحب نے اپنے فتاویٰ کی تیسری جلد آپ ہی سوالات قائم کر کے لکھی ہے اور اس میں بہت جگہ پہلی جلدوں کے اغلاط کی اصلاح کر دی لہٰذا ان کا فتاویٰ دیکھنے والوں کو اس کا لحاظ ضروری ہے۔ ۵۹۴

نیم صاع کا وزن انگریزی سیر سے کتنا بنتا ہے اور بریلی اور رامپور کے سیر سے کتنا بنتا ہے۔ ۵۹۴

جس نے بعذرِ شرعی روزہ نہ رکھا ہو اسے ماہِ رمضان کی حرمت کے پیشِ نظر حتی الوسع چھپ کر کھانا چاہیئے۔ ۵۹۵

جو اشیاء نہ غذا ہیں نہ دوا، اور نہ ہی مرغوبِ طبع ہیں، وہ پیٹ بھر کر بھی کھا لینے سے فقط قضا لازم ہے کفارہ نہیں۔ ۵۹۵

روزے توڑنے پر وجوبِ کفارہ کی شرائط۔ ۵۹۵

کفارے میں ترتیبِ شرعی کا لحاظ ضروری ہے۔ ۵۹۵

جب تک انزال نہ ہو جلق سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ۵۹۶

قے سے روزہ کب ٹوٹتا ہے۔ ۵۹۶

مفطرات غیر مکفرات کا بار بار کرنا مطلقاً موجبِ کفارہ نہیں جب تک بہ نیتِ معصیت نہ ہو۔ ۵۹۶

حاملہ اور مرضعہ کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت کب ہے۔ ۵۹۷

رکعاتِ تراویح کی تعداد میں اختلاف ہو کہ بیس[۲۰] پڑھی ہیں یا اٹھارہ[۱۸]، تو اس کی متعدد صورتیں ہیں۔ ۵۹۷

حافظ ایک بار تراویح میں سنا چکا تو دوسری تاریخوں میں دوسری جگہ سنا سکتا ہے۔ ۵۹۸

Marfat.com

تراویح میں ختمِ قرآن سنّت ہے واجب نہیں۔ ۵۹۸

دوبارہ ختمِ قرآن تراویح میں اگرچہ حافظ کے لیے قبل ایقاعِ سنّتِ مؤکدہ نہیں مگر بعد وقوعِ سنّت تو درکنار جتنا پڑھے گا فرض واقع ہوگا۔ ۵۹۸

نماز میں فرض ابتدائی اگرچہ ایک ہی آیت ہے مگر سارا قرآن عظیم اگر ایک ہی رکعت میں پڑھے تو سب فرض ہی واقع ہوگا۔ ۵۹۸

ضمِ سورت واجب ہے تو اس کے لیے فرض رکوع سے عود کیوں۔ ۵۹۸

واجب کے لیے رفضِ فرض ناجائز جبکہ فرض کے لیے رفضِ فرض جائز ہے۔ ۵۹۸

قعدۂ اولیٰ بھول کر سیدھا کھڑا ہوگیا تو اب اُسے عود حلال نہیں۔ ۵۹۸

ضمِ سورت بھول کر رکوع میں جانے والا واپس کھڑا ہوکر سورت پڑھے تو دوبارہ رکوع لازم ہے۔ ۵۹۸

فرض کے لیے جو فرض چھوڑا وہ جاتا رہا۔ ۵۹۸

جو ایک بار تراویح پڑھا چکا اسی رات دوسرے لوگوں کو نہیں پڑھا سکتا۔ ۵۹۹

نفل محض میں بھی استماعِ قرآن فرض ہے۔ ۶۰۰

تراویح سارے ماہِ مبارک میں سنت مؤکدہ ہے ۶۰۱

مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کے ایک فتوی کا چھ وجوہ سے رد۔ ۶۰۳

سنن و نوافل میں اضعفیت مانعِ صحتِ بناء نہیں۔ ۶۰۳

عاری کے پیچھے لابس کی نماز نہیں ہوسکتی۔ ۶۰۳

کلاہ پوش کے پیچھے عمامہ بند کی نماز جائز ہے۔ ۶۰۳

جماعتِ نفل بہ تداعی مشروع نہیں۔ ۶۰۳

تراویح جس طرح متنفل کے پیچھے ساقط نہ ہوں گی اسی طرح مفترض کے پیچھے بھی ادا نہ ہوں گی۔ ۶۰۳

نذر سے جو وجوب آتا ہے وُہ عارضی ہوتا ہے۔ ۶۰۵

وجوبِ عارضی وجوبِ اصلی سے اضعف ہوتا ہے ۶۰۵

اضعف پر اقوی کی بناء صحیح نہیں۔ ۶۰۵

اختلافِ سببِ وجوب مانعِ صحتِ بناء ہے۔ ۶۰۵

ناذر ناذر کی اقتداء نہیں کرسکتا۔ ۶۰۵

ناذر مفترض کی اقتداء نہیں کرسکتا۔ ۶۰۵

فرض جماعت سے اور تراویح تنہا پڑھنے والا وتر کی جماعت میں شریک ہوسکتا ہے۔ ۶۰۵

فرض تنہا اور تراویح جماعت سے پڑھنے والا وتر کی جماعت میں داخل نہیں ہوسکتا۔ ۶۰۵

نابالغ کے پیچھے بالغوں کی کوئی نماز جائز نہیں اگرچہ ایک دن کم پندرہ برس کا ہو۔ ۶۰۷

نماز میں آیتِ سجدہ تلاوت کی تو سجدہ فوراً واجب ہے۔ ۶۰۷

حرمتِ نماز سے خروج جس طرح مانعِ سجدۂ تلاوت ہے یُوں ہی مانعِ سجدۂ سہو بھی ہے۔ ۶۰۷

سجدۂ تلاوت نماز میں کرنا بھول گیا اور حرمتِ نماز سے خارج نہ ہُوا تھا کہ یاد آگیا تو سجدۂ تلاوت پھر سجدۂ سہو دونوں کرے۔ ۶۰۷

دربارۂ ہلال تار کی گواہی شرعاً محض باطل و نامعتبر۔ ۶۰۸

Marfat.com

تار اصلاً اہلیتِ شہادت نہیں رکھتا۔ ۶۰۹

جو استفاضہ شرع نے رؤیتِ ہلال کے بارے میں معتبر فرمایا اس کے معنی کی تحقیق۔ ۶۱۰

استفاضہ بمنزلۂ خبرِ متواتر ہے۔ ۶۱۱

دربارۂ ہلالِ اضحیٰ علامہ شامی کو اشتباہ ہُوا۔ ۶۱۲

تنبیہ ۶۱۳

حج میں ردِ شہادت اختلافِ مطالع کی بناء پہ نہیں بلکہ دفعِ حرج کی وجہ سے ہے۔ ۶۱۴

● رسالہ درء القبح عن درك وقت الصبح (صبح صادق معلوم کرنے کا قاعدہ بیان کیا گیا ہے) ۶۱۷

کیا شریعت میں صبح صادق معلوم کرنے کا کوئی قاعدہ کلیہ ہے یا آنکھوں سے دیکھنا ضروری ہے۔ ۶۱۷

مفتاح الصلوٰۃ میں جو بحوالہ خزانۃ الروایات لکھا ہے کہ رات کا ساتواں حصہ فجر ہوتا ہے اس کا کیا مطلب ہے۔ ۶۱۷

شریعت مطہرہ نے نماز، روزہ اور حج وغیرہ کے لیے جو اوقات مقرر فرمائے ان کا مدار رؤیت پر ہے۔ ۶۱۷

شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام تمام جہان کے لیے اُتری ہے۔ ۶۱۸

اوقات کے لیے حکیم رحیم جل جلالہٗ نے دو کھلی نشانیاں مقرر فرما دیں یعنی چاند اور سورج۔ ۶۱۸

ادراکِ اوقات کے لیے شمس و قمر کے تقرر پر قرآن و حدیث سے دلائل۔ ۶۱۸

ہلال کے ظہور و خفا کے اسباب کثیر و نا منضبط ہیں ۶۱۹

بطلیموس نے متحیرۂ خمسہ و کواکب ثوابت کے ظہور و خفا کے لیے باب وضع کرنے کے باوجود رؤیتِ ہلال سے اصلاً بحث نہ کی۔ ۶۱۹

متاخرین اربابِ ہیئت نے بلحاظ درجہ ارتفاع یا بعد معدل و قوس تعدیل الغروب وغیرہ کی کچھ باتیں رؤیت ہلال کے بارے میں کیں لیکن وہ خود ان میں بشدت مختلف ہیں۔ ۶۱۹

اہلِ ہیئتِ جدیدہ فضول باتوں میں نہایت تدقیق و تعمق کرتے ہیں اس کی چند مثالیں۔ ۶۱۹

ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ رؤیت ہلال کے بارے میں اہلِ توقیت کا قول منظور نہیں۔ ۶۱۹

رؤیت کے تکرار سے تجربہ نے کچھ ضوابطِ کلیہ دئیے جن کی مدد سے وقت کو قوانین علم ہیئت و زیج کے ضابطہ میں لے آنا میسر ہُوا۔ ۶۱۹

شہر کا عرض اور جزء شمس کا میل معلوم ہونا طلوع و غروب کا وقت بتانے کے لیے کافی و وافی ہے۔ ۶۲۰

شرعِ مطہر میں طلوع و غروب عرفی معتبر ہے۔ ۶۲۰

بالائے زمین ۴۵ سے ۵۲ میل تک علی الاختلاف بخارات و ہوائے غلیظہ محیط ہوتی ہیں۔ ۶۲۰

شعاعِ بصر پہلے ملاءِ غلیظ پھر ملاءِ صافی میں گزر کر افق میں پہنچتی ہے۔ ۶۲۰

انکسار کیا ہے اور اس کی مقدار مدت دریافت کرنے کا ضابطہ۔ ۶۲۰

Marfat.com

صبح کاذب و صبح صادق کے وقت انحطاطِ شمس کے درجات میں اہلِ ہیئت کا اختلاف۔ ٦٢١

صبح کاذب اور صبح صادق کی شرعی تعریف۔ ٦٢١

صبح کاذب اور صبح صادق میں کتنے درجات کا فاصلہ ہے۔ ٦٢١

امامِ اعظم کے نزدیک وقتِ مغرب شفق ابیض مستطیر تک ہے۔ ٦٢٢

صبح صادق کے لیے ١٥ درجے انحطاط کے بطلان اور ١٨ درجے انحطاط کی صحت کا مؤید مشہور واقعہ۔ ٦٢٣

امام شمس الائمہ حلوانی کا سنِ وفات کیا ہے (حاشیہ) ٦٢٣

فرع جب تکذیب اصل کرے تو فرع باقرار خود کاذب ہے کیونکہ فرع اصل پر مبتنی ہے جب مبنی باطل تو مبتنی بھی باطل۔ ٦٢٥

سحری کے لیے نقارہ بجانا جائز ہے۔ ٦٢٥

الموڑہ اور بریلی کے سحر و افطار کے وقت میں تفاوت۔ ٦٢٥

سہاور کے افطار و سحر کے اوقات۔ ٦٢٦

غروب پر یقین ہونے پر فوراً افطار سنّت ہے۔ ٦٢٦

الموڑہ میں پہاڑی اور میدانی طلوع و غروب میں فرق۔ ٦٢٧

خرما، پانی سے افطار کرنا، حقہ اس طور پر پینا جس سے تفتیر ہو حرام ہے۔ ٦٢٩

افطار کی دُعا پڑھنے کا وقت۔ ٦٢٩

● رسالہ العروس المعطار فی زمن دعوۃ الافطار (دعائے افطار بعد افطار پڑھنا) ٦٣١

دعائے افطار "اللھم لك صمت الخ" کے بارے میں تین اقوال ہیں کہ قبل افطار پڑھی جائے یا وقتِ افطار یا بعد افطار، ان اقوال ثلاثہ میں سے کون سا قول صحیح ہے۔ ٦٣١

مقتضائے دلیل یہ ہے کہ یہ دلیل روزہ افطار کرکے پڑھی جائے، اس پر پانچ وجوہ سے استدلال۔ ٦٣٤

الفاظ احادیث "اذا افطر قال اللھم الخ" کا مفاد صریح یہی ہے کہ افطر شرط اور قال کذا اس کی جزا ہے۔ ٦٣٥

مجرد قول، مقولے کے بغیر صلاحیت وقوع ہی نہیں رکھتا، ترتب جو لازم جزائیت ہے کہاں سے آئیگا۔ ٦٣٥

اللھم کو کلام مستانف قرار دینا ایسی غلطی ہے کہ شرح مائۃ عامل خواں بھی قبول نہ کرے گا۔ ٦٣٥

جزا شرط سے مقدم نہیں ہوتی بلکہ شرط سے مؤخر اور اس پر مرتب ہوتی ہے۔ ٦٣٥

دعا مذکور اور افطار میں مقارنت حقیقیہ یہاں معقول نہیں۔ ٦٣٥

قول ثانی و ثالث کا مآل ایک ہی ہے۔ ٦٣٥

ادعیۂ افطار میں ماضی کے صیغوں سے انشاء مقصود نہیں تو لاجرم اخبار متعین ہے۔ ٦٣٦

ارتکاب تجوز خلافِ اصل ہے۔ ٦٣٦

Marfat.com

جب تک کوئی حاجت نہ ہو نصوص کو ظاہر پر محمول کرنا واجب ہے۔ ۶۳۶
اَفْطَرْتُ کا ترجمہ "میں افطار کرتا ہوں" صحیح نہیں بلکہ صحیح ترجمہ یہ ہے کہ "میں نے افطار کیا"۔ ۶۳۶
حدیث قدسی سے ثابت ہے کہ جلد افطار کرنیوالا اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے۔ ۶۳۶
تین حدیثیں جو رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے افطار قبل از دعا کا پتا دیتی ہیں۔ ۶۳۷
ملا علی قاری اور ابن الملک کی تصریح کہ دُعاء افطار کے بعد ہے۔ ۶۳۸
اللّٰھم لك صُمتُ دُعا ہے۔ ۶۳۸
احادیث کثیرہ میں ذکر کو بھی دُعا قرار دیا گیا۔ ۶۳۹
بہترین دُعا دُعاء عرفہ ہے۔ ۶۳۹
افضل ذکر لا الٰہ الا اللہ اور افضل دعاء الحمد للہ ہے۔ ۶۴۰
کنایہ تصریح سے ابلغ ہے۔ ۶۴۰
وقت الافطار، عند الافطار، بعد الافطار، ہنگام افطار، نزدیک افطار اور پس افطار سب کا حاصل ایک ہی ہے۔ ۶۴۱
لفظ عند کے لغوی معنی کی تحقیق۔ ۶۴۱
مکانیات سے قربِ مکانی اور زمانیات سے قربِ زمانی ہوگا۔ ۶۴۱
اتحادِ جہت مستلزم قرب اور وہ ہنگامِ حقیقت قربِ مکانی کہ جہت حقیقیہ مختص بمکانیات ہے۔ ۶۴۱
کبھی افطار مقابل سحر اس کھانے کو کہتے ہیں جو صائم شام کو کھاتا ہے۔ ۶۴۲
جس حدیث سے بظاہر افطار سے قبل دعاء کا وقوع ثابت ہے اس کی توجیہ۔ ۶۴۴
داؤد بن زبرقان متروک ہے۔ ۶۴۴

صوم نفل

۲۷ رجب کا روزہ۔ ۶۴۷
۲۷ رجب اور دوسرے نفلی روزے۔ ۶۴۹
حضرت علی مشکل کشا کا روزہ۔ ۶۵۳
رمضان شریف کے اخیر عشرہ میں اعتکاف۔ ۶۵۴

کتاب الحج

عورت پر حج فرض ہو تو اسے حج کے لیے جانا فرض ہے۔ ۶۵۷
حجِ فرض میں والدین کی اجازت کی حاجت نہیں ۶۵۸
والدین پر قرض ہونا لڑکے پر حج فرض ہونے میں مانع نہیں۔ ۶۵۸
جس پر حج فرض ہو وہ حج کو نہ جائے اور دوسرے حاجیوں کی مدد کرے وہ گنہگار رہے۔ ۶۵۸

حج بدل

حاجی راستہ میں مرجائے تو اس کا حج ادا ہوجاتا ہے۔ ۶۵۹
جس پر حج فرض ہو اس سے حجِ بدل کرانا مکروہ ہے۔ ۶۵۹

Marfat.com

حج بدل کے شرائط۔ ٦٥٩
جس عجز کی وجہ سے بدل کرایا گیا ہے وہ مرتے دم تک باقی رہے۔ ٦٥٩
بدل کے لیے آدمی کیسا ہو، کہاں سے جائے، اور کہاں سے حساب لگائے۔ مکہ مکرمہ سے حج بدل کافی ہوگا یا نہیں۔ ٦٦٢
بدل کے روپے اپنی ضرورتوں میں خرچ کرنے سے تاوان دینا ہوگا۔ ٦٦٣
بغیر سِلا لنگوٹ باندھنا جائز ہے۔ ٦٦٤
معتاد طور پر سِلے کپڑے پہننا۔ ٦٦٤
سر یا مونچھ چھپانا احرام میں منع ہے۔ ٦٦٤
سر کھلے رہنے پر ضرر ہو تو اس کی تدبیر۔ ٦٦٤
غسل ضرر کرے تو احرام کے لیے وضو کرے، تیمم نہ کرے۔ ٦٦٥
منیٰ سے عرفات اور مزدلفہ جانے کے اوقات۔ ٦٦٦
ان اوقات میں کوئی مجبوری ہو تو کیا کرے۔ ٦٦٦
بارھویں کو قبل زوال رمی کرنا۔ ٦٦٦
عورت کی جانب سے دوسرا رمی کرسکتا ہے یا نہیں۔ ٦٦٦
احرام کی قربانیاں۔ ٦٦٩
ایک اونٹ میں آٹھ آدمی شریک ہونا۔ ٦٦٩
قربانی کے لیے حرم شرط ہے۔ ٦٧٠
قربانی کی بجائے قیمت خیرات کرنا۔ ٦٧٠
حج کے بعد مدینہ طیبہ نہ جائے تو کیا حکم ہے۔ ٦٧١
حج سے قبل یا بعد مدینہ طیبہ جانا۔ ٦٧٢
رمضان اور غیر رمضان میں مکہ مکرمہ میں نماز، روزہ، عمرہ کے حکم۔ ٦٧٢
حجاز ریلوے کی امداد سے متعلق سوال۔ ٦٧٤
رسالہ صیقل الرین عن احکام مجاورۃ الحرمین (حرمین طیبین میں سکونت کرنے کا بیان) ٦٧٧
جس مکلف شخص کے والدین زندہ ہوں اور معاشی طور پر اس کے محتاج نہ ہوں وہ ان سے اجازت لیے بغیر حرمین شریفین کی طرف ہجرت کرکے وہاں مجاورت اختیار کرسکتا ہے یا نہیں۔ ٦٧٧
والدین کے ساتھ نیک سلوک اعظم واجبات اور اہم قربات سے ہے۔ ٦٧٨
قرآن وحدیث سے والدین اور ان کے ساتھ حُسنِ سلوک کے فضائل۔ ٦٧٨
حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالٰی عنہ خیر التابعین ہیں۔ ٦٨٤
ہجرت کا صحیح مفہوم کیا ہے۔ ٦٨٤
فقیہ واحد شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے۔ ٦٨٥
اگر جریج راہب عالم ہوتا تو جانتا کہ ماں کی پکار پر لبیک کہنا عبادتِ رب سے اولٰی ہے۔ ٦٨٦
اطاعتِ والدین حجِ نفل سے اولٰی ہے۔ ٦٨٦
سید جلیل ابو عبداللہ الفاسی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا واقعہ۔ ٦٨٩
مجاورتِ مکہ مکرمہ کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ ٦٩١
مدینہ منورہ میں رحمت اکثر، الطف اور وافر ہے۔ ٦٩٥

Marfat.com

بالجملہ ہمارے زمانے میں عدم جواز مجاورت کا حکم ہے۔ ۶۹۸

شرائطِ حج

حج کے لیے صحت شرط ہے۔ ۶۹۹

مالِ حاجات سے فاضل ہونا شرطِ وجوب ہے۔ ۶۹۹

عورت کے ساتھ محرم ہونا ضروری ہے۔ ۷۰۱

محرم نہ ہو تو نکاح کرنا ۷۰۱

عورت کے ساتھ متقیہ عورت کا ہونا کافی نہیں۔ ۷۰۱

فاسق کے ساتھ عورت نہ جائے۔ ۷۰۱

محرم نہ ہو تو عورت نکاح کرے۔ ۷۰۴

عورت کے ساتھ محرم ہونا ضروری ہے اگرچہ عورت بوڑھی ہو۔ ۷۰۵

بغیر محرم کے عورت حج کرے تو گنہگار ہو گی۔ ۷۰۵

حرام مال سے حج واجب نہیں ہوگا۔ ۷۰۸

معذور حجِ بدل کرائے۔ ۷۰۹

کسی پر حج فرض تھا اور حج نہیں کیا اب اس کے پاس مال نہیں تو وہ کیسے حج کرے۔ ۷۱۰

راستہ کا مامون ہونا حج کے لیے شرط ہے۔ ۷۱۰

قبرِ انور، کعبہ معظمہ اور عرش سے افضل ہے۔ ۷۱۱

مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں کون افضل ہے۔ ۷۱۱

قدرت کے باوجود زیارت شریف رسول اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے تارک اور منکرِ فضل کا حکم شرعی۔ ۷۱۸

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا واقعہ ۷۲۱

جنایات

سر چھپانے سے تاوان آئیگا۔ تاوان کی تفصیل۔ ۷۱۳

احرام کے سلے ہوئے کپڑے۔ ۷۱۵

احرام کی حالت میں عورتوں کا پنکھے وغیرہ سے منہ چھپانا ۷۱۵

خوشبودار تمباکو پان میں کھانا۔ ۷۱۶

عورت پر حج فرض ہو اور محرم دستیاب ہو تو حج کو جائے اگرچہ شوہر اجازت نہ دے۔ ۷۱۷

● رسالہ انوار البشارۃ فی مسائل الحج والزیارۃ (آدابِ سفر، مقدماتِ حج، احکامِ حج احرام، طواف اور طریقۂ حج وغیرہ کا بیان) ۷۲۵

یہ مختصر اور جامع رسالہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد الحاج مولٰنا محمد نقی علی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ کی کتاب مستطاب "جواہر البیان" سے ملتقط ہے اور اس میں صدہا مسائل مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسائل سے بھی بڑھائے جو کہ حضرت سید محمد احسن صاحب بریلوی کی فرمائش پر معرضِ تحریر میں آیا۔ یہ رسالہ سات فصلوں پر مشتمل ہے۔ ۷۲۵

فصل اول: آدابِ سفر و مقدماتِ حج میں۔ ۷۲۶

اس فصل میں اڑتالیس مسائل مذکور ہیں۔ ۷۲۶

فصل دوم: احرام اور اس کے احکام اور داخلی حرم محترم و مکہ مکرمہ و مسجد الحرام کے بیان میں۔ ۷۳۱

اس فصل میں بیس مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ ۷۳۱

فصل سوم: طواف و سعی صفا و مروہ کا بیان۔ ۷۳۷

اس فصل میں چھتیس مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ ۷۳۷

فصل چہارم: منیٰ کی روانگی اور وقوفِ عرفہ کا بیان۔ ۷۴۵

اس فصل میں چوبیس مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ ۷۴۵

Marfat.com

یوم الترویہ یعنی آٹھ ذوالحجہ کو طلوعِ آفتاب کے بعد منیٰ کے لیے روانہ ہوں اگر ہو سکے تو پیدل چلیں کیونکہ پیدل حج کرنے سے ہر قدم پر سات سو نیکیاں لکھی جائیں گی۔ سو ہزار کا لاکھ، سو لاکھ کا کروڑ، سو کروڑ کا ارب، سو ارب کا کھرب تو اس طرح مکہ مکرمہ واپس پلٹ کر آنے تک یہ نیکیاں تخمیناً اٹھتر کھرب چالیس ارب آتی ہیں۔ ۴۶

موقف کیا ہے۔ (حاشیہ) ۴۸

بطنِ عرنہ سے کیا مراد ہے۔ (حاشیہ) ۴۸

موقف میں بلا عذر چھتری لگانے یا کسی طرح سایہ چاہنے سے حتی المقدور بچنا چاہیے۔ ۵۰

تنبیہ ضروری ضروری، اشد ضروری ۵۰

فصل پنجم: منیٰ و مزدلفہ و باقی افعالِ حج کا بیان ۵۰

اس فصل میں ستاون مسائل کا ذکر ہے۔ ۵۰

وادیٔ محسر کیا ہے۔ ۵۱

محتاجِ محض اگر قران یا تمتع کی نیت کرے تو اس پر قربانی کے بدلے دس روزے واجب ہوں گے۔ (حاشیہ) ۵۲

جنۃ المعلیٰ اور وادی محصب سے کیا مراد ہے (حاشیہ) ۵۵

فصل ششم: جرم اور ان کے کفارے کا بیان۔ ۵۷

اس فصل میں ساٹھ مسائل بیان کیے گئے۔ ۵۷

اس فصل میں دم سے مراد بھیڑ یا بکری اور بدنہ سے مراد اونٹ یا گائے ہوگی۔ ۵۷

دم اور بدنہ میں جانوروں کے شرائط وہی ہیں جو قربانی میں ہیں۔ ۵۷

اس فصل میں صدقہ سے کیا مراد ہوگی۔ ۵۷

جرم غیر اختیاری کا حکم۔ ۵۷

چار پہر سے کیا مراد ہے۔ (حاشیہ) ۵۷

پوری ہتھیلی یا تلوے پر مہندی لگائی تو دم واجب ہے۔ (حاشیہ) ۵۸

مسئلہ: سنگِ اسود پر ملی ہوئی خوشبو اگر بہت سی منہ کو لگ گئی تو دم اور اگر تھوڑی ہو تو صدقہ دینا ہوگا۔ ۵۸

مسئلہ: جہاں ایک دم یا صدقہ ہے قارن پر دو[۲] ہیں۔ ۶۲

مسئلہ: کفارہ کی قربانی یا قارن و متمتع کے شکرانہ کی قربانی غیر حرم میں نہیں ہو سکتی۔ ۶۲

شکرانہ کی قربانی خود بھی کھا سکتا ہے اور غنی کو بھی کھلا سکتا ہے مگر کفارہ کی قربانی صرف محتاجوں کا حق ہے۔ ۶۲

نصیحت ۶۲

وصل ہفتم: حاضری سرکار اعظم مدینہ طیبہ حضور حبیب اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا بیان۔ ۶۳

اس وصل میں چالیس مسائل ذکر کئے گئے ہیں ۶۳

انبیاء علیہم السلام کی موت صرف ایک آن کے لیے ہوتی ہے۔ ۶۴

حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی حیات و وفات میں کوئی فرق نہیں۔ ۶۴

Marfat.com

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم زائرین کی حاضری، کھڑے ہونے، سلام عرض کرنے بلکہ تمام افعال واحوال اور کوچ ومقام سے آگاہ ہیں۔ ۷۶۴

حضور علیہ السلام کے سامنے ایسے کھڑا ہونا چاہئے جیسے نماز میں کھڑے ہوتے ہیں۔ ۷۶۵

روضہ کی جالی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچنا چاہئے کہ خلافِ ادب ہے۔ ۷۶۵

ہر مسجد میں جاتے ہوئے اعتکاف کی نیت کر لینی چاہئے۔ ۷۶۸

ترک جماعت بلا عذر گناہ ہے، کئی بار ہو تو سخت حرام وگناہِ کبیرہ ہے۔ ۷۶۸

روضۂ انور کا طواف، سجدہ اور رکوع کے برابر جھکنا ممنوع ہے۔ ۷۶۹

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تعظیم ان کی اطاعت میں ہے۔ ۷۶۹

● رسالہ النیرۃ الوضیۃ شرح الجوھرۃ المضیۃ (مسائل حج و زیارت کا بیان) ۷۷۱

خطبہ الطرۃ الرضیہ ۷۷۱

شرح خطبہ متن ۷۷۲

ناسک کا معنی ومراد ۷۷۲

خطبہ النیرۃ الوضیہ ۷۷۳

ماتن وشارح رحمہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا واقعہ۔ ۷۷۳

سببِ شرح ۷۷۴

شرائط وجوبِ حج ۷۷۵

مکاتب، مدبر اور ام ولد کی تعریف ۷۷۶

کیا ایمان کے سوا عبادتیں کفار پر فرض ہیں۔ ۷۷۶

احرام کی کیفیت ۷۷۸

احرام کا مسنون ومستحب طریقہ ۷۸۱

وہ امور جو احرام میں حرام ہیں۔ ۷۸۲

سیاہ خضاب ہمیشہ ناجائز ہے مگر جہاد میں۔ ۷۸۴

نماز کا ایک اہم مسئلہ (حاشیہ) ۷۸۵

حج وعمرہ کے ارکان ۷۸۶

رکن، شرط اور فرض میں فرق ۷۸۶

حج کے فرض ۷۸۹

حج کے واجب ۷۸۹

حج کی سنتیں ۷۹۲

طوافِ قدوم، متمتع اور اہل مکہ کیلئے نہیں۔ ۷۹۲

کھلا معجزہ (حاشیہ ۲) ۷۹۵

جرمانے کا بیان ۷۹۶

زیارت سراپا طہارت کا بیان ۷۹۸

حدیث "لا تشد الرحال" کا جواب (حاشیہ) ۸۰۰

زائرین کے مستحقِ شفاعت ہونے کا ثبوت بیس احادیث سے۔ ۸۰۱

عجیب لطیفہ (حاشیہ) ۸۰۲

حضور انور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سلام عرض کرنے والے کو جواب دیتے ہیں۔ ۸۰۶

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم قیامت

Marfat.com

تک کے احوال کو ایسے دیکھ رہے ہیں جیسے اپنی ہتھیلی کو۔ ۸۰۶

سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا علم وفات کے بعد بھی ایسا ہی ہے جیسا آپ کی زندگی میں۔ ۸۰۷

حضور سرورِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حیات و وفات دونوں امت کے لیے بہتر ہیں۔ ۸۰۷

ہمارے اعمال حضور پرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں، نیکیوں پر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شکر ادا کرتے ہیں اور گناہوں پر ہمارے لیے استغفار کرتے ہیں۔ ۸۰۷

زمین پر پیغمبروں کا جسم کھانا حرام ہے۔ ۸۰۷

نبی زندہ ہوتے ہیں اور انھیں رزق دیا جاتا ہے ۸۰۷

مسجد نبوی میں نماز کی فضیلت۔ ۸۰۸

حرمین میں مرنے والے کے لیے قیامت میں امن۔ ۸۰۸

مدینہ مکہ سے افضل ہے۔ ۸۰۹

مدینہ منورہ میں مرنے والے کے لیے شفاعت کی ضمانت۔ ۸۰۹

حسنین کریمین میں سے کون افضل ہے (حاشیہ ع۱) ۸۱۱

حضرات آلِ اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خلاصۂ مخلوقات کہنا صحیح ہے۔ ۸۱۲

تکملہ ۸۱۲

تکملہ لکھنے کی وجہ ۸۱۲

حج وعمرہ کی ترکیب۔ ۸۱۳

حاجیوں کا احرام تین طرح ہوتا ہے۔ ۸۱۳

مفرد، متمتع اور قارن کی تعریف۔ ۸۱۳

زیادہ ثواب قارن کو حاصل ہوتا ہے۔ ۸۱۴

حج کے لیے منیٰ اور عرفات پیدل چلیں تو ہر قدم پر سات کروڑ نیکیاں ہیں۔ ۸۱۷

مکہ مکرمہ سے عرفات اور پھر عرفات سے واپس مکہ مکرمہ تک ۲۸ میل بنتے ہیں اور ایک میل میں چار ہزار قدم اور ہر قدم پر سات کروڑ نیکیاں، تو اس طرح کل نیکیاں تخمیناً اٹھتر کھرب چالیس ارب ہوجاتی ہیں۔ (حاشیہ) ۸۱۷

قدرتِ الٰہی کا عجیب کرشمہ (حاشیہ ع۱) ۸۲۱

قدرتِ ربانی کا صریح نمونہ (حاشیہ ع۱) ۸۲۲

حاضریِ مدینہ طیبہ ۸۲۳

عبد بمعنی غلام کا اطلاق وجواز (حاشیہ ع۱) ۸۲۵

ہمیشہ جلوسِ مسجد میں نیتِ اعتکاف رکھے۔ ۸۲۷

مسجد نبوی شریف کے سات ستونوں کی تفصیل۔ (حاشیہ) ۸۲۷

فائدہ جلیلہ ۸۲۸

Marfat.com

فہرست ضمنی مسائل

تیمم

مریض سے بعلت ضرر فرضیت وضو ساقط ہوجاتا ہے اور اس کے عوض اس پر تیمم لازم ہوتا ہے۔ ۲۷۴

صعیدِ طیب کی عدم موجودگی میں تیمم بھی ساقط ہوجاتا ہے۔ ۲۷۴

نماز

دکھاوے کے لیے پڑھی گئی نماز صحیح تو ہوگئی، فرض اُتر گیا مگر قبول نہ ہوگی، نہ ثواب پائے گا بلکہ گنہگار ہوگا۔ ۱۸۲

فقہاء کا اجماع ہے کہ خشوع نہ نماز کا رکن ہے نہ فرض نہ شرط۔ ۱۹۵

اوقاتِ ثلٰثہ مکروہ میں کوئی نماز جائز نہیں سوائے اسی دن کی عصر کے۔ ۵۳۴

قضا نمازیں عموماً کامل ہیں لہٰذا اوقاتِ ثلٰثہ میں ناجائز ہے۔ ۵۳۵

ایک سال کی نمازوں کے دو ہزار ایک سو تیس (۲۱۳۰) فدیے ہوتے ہیں۔ ۵۴۰

ضمِ سورۃ واجب ہے تو اس کے لیے فرض رکوع سے عود کیوں! ۵۹۸

قعدۂ اولیٰ بھول کر سیدھا کھڑا ہوگیا تو اب اسے عود حلال نہیں۔ ۵۹۸

امام اعظم کے نزدیک وقت مغرب شفق ابیض مستطیر تک ہے۔ ۶۲۲

نماز کا ایک اہم مسئلہ (حاشیہ) ۷۸۵

جماعت

جماعتِ نفل بہ تداعی مشروع نہیں ۶۰۳

Marfat.com

فرض جماعت سے اور تراویح تنہا پڑھنے والا
وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے۔ ۶۰۵
فرض تنہا اور تراویح جماعت سے پڑھنے والا وتر
کی جماعت میں شامل نہیں ہو سکتا۔ ۶۰۵
ترک جماعت بلا عذر گناہ ہے، کئی بار ہو تو سخت
حرام و گناہِ کبیرہ۔ ۷۶۸

امامت

عاری کے پیچھے لابس کی نماز نہیں ہو سکتی۔ ۶۰۳
کلاہ پوش کے پیچھے عمامہ بند کی نماز جائز ہے۔ ۶۰۳
ناذر ناذر کی اقتدا نہیں کر سکتا۔ ۶۰۵
ناذر مفترض کی اقتدا نہیں کر سکتا۔ ۶۰۵
نابالغ کے پیچھے بالغوں کی کوئی نماز جائز نہیں
اگرچہ ایک دن کم پندرہ برس کا ہو۔ ۶۰۷

تراویح

رکعاتِ تراویح کی تعداد میں اختلاف ہو کہ بیس
پڑھی ہیں یا اٹھارہ تو اس کی متعدد صورتیں ہیں۔ ۵۹۷
حافظ ایک بار تراویح میں ختم قرآن کر چکا تو دوسری
تاریخوں میں دوسری جگہ سنا سکتا ہے۔ ۵۹۸
تراویح میں ختمِ قرآن سنت ہے واجب نہیں۔ ۵۹۸
دوبارہ ختمِ قرآن تراویح میں اگرچہ حافظ کے لیے
قبل ایقاع سنتِ مؤکدہ نہیں مگر بعد وقوعِ
سنت تو درکنار جتنا پڑھے گا فرض واقع ہوگا۔ ۵۹۸
جو ایک بار تراویح پڑھا چکا اسی رات دوسرے
لوگوں کو دوبارہ نہیں پڑھا سکتا۔ ۵۹۹
تراویح سارے ماہِ مبارک میں سنتِ مؤکدہ ہے۔ ۶۰۱
تراویح جس طرح متنفل کے پیچھے ساقط نہ ہونگی
اسی طرح مفترض کے پیچھے ادا نہ ہونگی۔ ۶۰۳

قراءت

نماز میں فرض ابتدائی اگرچہ ایک ہی آیت ہو
مگر سارا قرآن عظیم اگر ایک ہی رکعت میں
پڑھے تو سب فرض ہی واقع ہوگا۔ ۵۹۸
ضمِ سورۃ بھول کر رکوع میں جانے والا واپس
کھڑا ہو کر سورۃ پڑھے تو دوبارہ رکوع لازم ہے۔ ۵۹۸
نفل محض میں بھی استماعِ قرآن فرض ہے۔ ۶۰۰

سجدۂ سہو

حرمتِ نماز سے خروج جس طرح مانعِ سجدۂ تلاوت
ہے یونہی مانعِ سجدۂ سہو بھی ہے۔ ۶۰۷

سجدۂ تلاوت

سجدۂ تلاوت کا وجوب امام ابو یوسف کے
نزدیک فوری اور امام محمد کے نزدیک متراخی،
مگر جب بھی کرے گا بالاتفاق ادا ہی کہلائیگا
نہ کہ قضاء۔ ۸۰
نماز میں آیت سجدہ کی تلاوت کی تو سجدہ فوراً
واجب ہے۔ ۶۰۷
سجدۂ تلاوت نماز میں کرنا بھول گیا اور حرمتِ نماز
سے خارج نہ ہوا تھا کہ یاد آگیا تو پھر سجدۂ تلاوت

Marfat.com

اور سجدۂ سہو دونوں کرے۔ ۶۰۷

جنائز

مالِ زکوٰۃ سے میّت کو کفن دینا جائز نہیں۔ ۱۰۶
جو جنازہ اوقاتِ ثلٰثہ مکروہہ میں لایا گیا اُس کی نماز ان اوقات میں جائز ہے۔ ۵۳۴

عیدین

عید کی نماز سے متعلق متعدد مسائل ۳۷۲
عید کا چاند تیس رمضان کو دن میں نظر آئے۔ ۳۸۸
عید الاضحیٰ کی رؤیت سے متعلق سوال ۴۴۳

احکامِ مسجد

مسجد میں زکوٰۃ خرچ کرنے کی صورت۔ ۲۶۷
مسجدوں میں چندہ کرنا۔ ۳۰۲
ہمیشہ جلوسِ مسجد میں نیتِ اعتکاف رکھے۔ ۸۲۷

اعتکاف

رمضان شریف کے آخری عشرہ میں اعتکاف۔ ۶۵۴
ہر مسجد میں جاتے ہوئے اعتکاف کی نیت کر لینی چاہیئے۔ ۷۶۸

دُعا و استغفار

رؤیت ہلال کی دُعائیں۔ ۵۹۴
اللھم لک صمت دُعا ہے۔ ۶۳۸
احادیثِ کثیرہ میں ذکر کو بھی دُعا قرار دیا گیا۔ ۶۳۹
بہترین دُعا دُعاءِ عرفہ ہے۔ ۶۳۹

قرآنی علوم و تفسیر

قرآن مجید میں ۳۲ جگہ نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ ۱۷۲
آیہ کریمہ فَالْئٰنَ بَاشِرُوْھُنَّ الاٰیۃ سے متعلق سوال۔ ۵۶۱

حدیث و اصولِ حدیث

امام ابو یوسف کے بارے میں جو حکایت امام بخاری کے حوالے سے بیان کی جاتی ہے وہ بخاری شریف میں کہیں نہیں۔ ۱۸۸
بخاری کی تعلیق، متابعات اور شواہد کو چھوڑ کر اصولِ مسانید پر نظر کیجئے تو گنجائشِ کلام ہے۔ ۱۹۹
حدیث تصدقوا علی الادیان کلھا سے کفار حربی کو صدقہ دینے پر استدلال کا جواب۔ ۳۲۸
حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ارشاد عالی "شھران لاینقصان" کا کیا مطلب ہے۔ ۴۷۸
صبح کاذب کو حدیث میں مستطیل اور صبح صادق کو مستطیر کہا گیا ہے۔ ۵۷۰
حدیث کریب پر بحث ۵۸۹
مصنف علیہ الرحمۃ کی حدیث کریب کے بارے میں توجیہ صاحبِ فتح القدیر کی توجیہ سے اولیٰ ہے۔ ۵۹۱
الفاظ احادیث "اذا افطر قال اللھم" کا

Marfat.com

مفاد صریح یہی ہے کہ افطر شرط اور قال کذا
اس کی جزا ہے۔ ۶۳۵
جس حدیث سے بظاہر افطار سے قبل دُعا کا
وقوع ثابت ہے اس کی توجیہ۔ ۶۴۴
حدیث "لا تشد الرحال" کا جواب (حاشیہ) ۸۰۰
زائرین کے مستحقِ شفاعت ہونے کا ثبوت
بینٖل احادیث سے۔ ۸۰۱

اسماء الرجال

داؤد بن زبرقان متروک ہیں۔ ۶۴۴

سیرت

حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سلام
عرض کرنے والے کو جواب دیتے ہیں۔ ۸۰۶
رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قیامت تک
کے احوال کو ایسے دیکھ رہے ہیں جیسے اپنی
ہتھیلی کو۔ ۸۰۷
رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا علم وفات کے
بعد بھی ایسا ہی ہے جیسا آپ کی زندگی میں۔ ۸۰۷
حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حیات و
وفات دونوں اُمت کے لیے بہتر ہیں۔ ۸۰۷
ہمارے اعمال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں۔ ۸۰۷
نیکیوں پر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شکر
ادا کرتے ہیں اور گناہوں پر ہمارے لیے استغفار
کرتے ہیں۔ ۸۰۷

تاریخ و تذکرہ

امام محمد باقر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ایمان افروز واقعہ ۸۴
امام ابوسعود محمد آفندی مفتی دیار رومیاں
صاحبِ بحر پر، صاحبِ بحر شرنبلالی پر، اور
شرنبلالی اس ابوالسعود پر مقدم ہے جو
شرنبلالی کی کتب کے محشی ہیں۔ ۹۴
امام زین الملۃ والدین کا خواب میں رسول اللہ
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھنے کا واقعہ۔ ۱۹۵
امام بخاری نہ تابعین میں سے ہیں نہ تبع تابعین
میں سے، بلکہ امام اعظم کے پانچویں درجے میں
جا کر شاگرد ہیں۔ ۲۰۰
امام الحرمین ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے
کی ایک حکایت۔ ۴۵۵
صبح صادق کے لیے ۱۵ درجے انحطاط کے
بطلان اور ۱۸ درجے انحطاط کی صحت کا
مؤید مشہور واقعہ۔ ۶۲۳
امام شمس الائمہ حلوانی کی سنِ وفات کیا ہے (حاشیہ) ۶۲۳
سید جلیل ابو عبد اللہ الغاسی رحمۃ اللہ تعالٰی
علیہ کا واقعہ۔ ۶۸۹
حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کا واقعہ۔ ۷۲۱
امام احمد رضا اور مولانا مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہما کی ملاقات کا
واقعہ۔ ۷۷۴

Marfat.com

عقائد و کلام

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ایک نگاہِ لطف جملہ مہماتِ دو جہاں کو بس ہے۔ ۱۰۵

اللہ تعالےٰ کو بندے کی بھلائی اور عذابِ شدید سے اس کی رہائی منظور ہے۔ ۱۸۲

کیا یزید پر لعن کرنا جائز ہے۔ ۱۹۳

فرقِ مراتب بے شمار حق بدست حیدرِ کرار، مگر معاویہ بھی ہمارے سردار، طعن اُن پہ کارِ فجار۔ ۲۰۱

جو حمایتِ معاویہ میں حضرت علی کی اولیت و عظمت سے آنکھ پھیرے وہ ناصبی یزیدی اور جو محبتِ علی میں حضرت معاویہ کی صحابیت و خدمتِ بارگاہِ رسالت کو بھلا دے وہ شیعی زیدی ہے ۲۰۱

ہجرت کا صحیح مفہوم کیا ہے ! ۶۸۴

انبیا علیہم السلام کی موت صرف ایک آن کے لیے ہوتی ہے۔ ۷۶۴

حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی حیات و وفات میں کوئی فرق نہیں۔ ۷۶۴

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم زائرین کی حاضری، کھڑے ہونے، سلام عرض کرنے بلکہ تمام احوال و افعال اور کوچ و مقام سے آگاہ ہیں ۷۶۴

کیا ایمان کے سوا عبادتیں کفار پر فرض ہیں۔ ۷۷۶

زمین پر پیغمبروں کا جسم کھانا حرام ہے۔ ۸۰۷

نبی زندہ ہوتے ہیں اور انھیں رزق دیا جاتا ہے۔ ۸۰۷

فضائل و مناقب

امام محمد باقر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے فضائل ۸۴

سادات کے لیے تحریم صدقات کی علت ان حضرات عالیہ کی عزت و کرامت اور نظافت و طہارت ہے۔ ۱۰۰

غنی استحقاقِ کرامت میں بنی ہاشم کے برابر نہیں۔ ۱۰۱

حضراتِ سادات اور اہلِ بیتِ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت و معاونت کے فضائل۔ ۱۰۵

نیک کام کی رہنمائی کرنے والے کو اُتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا نیک کام کرنے والے کو۔ ۱۰۶

اپنوں کو زکوٰۃ دینے سے دوگنا ثواب ہے ایک صلہ رحمی کا اور ایک تصدق کا۔ ۱۸۳

بقول امام شافعی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ تمام فقہاء امام ابوحنیفہ کے بال بچے ہیں۔ ۱۹۷

امام بخاری کا اپنے زمانے میں حفظ حدیث، نقدِ رجال اور تنقیح صحت و ضعف روایات میں پایۂ رفیع۔ ۱۹۹

کتبِ احادیث میں امام بخاری کی کتب بیشک چیدہ اور منتخب ہیں۔ ۱۹۹

امام ابوحنیفہ کے فضائل۔ ۱۹۹

امام بخاری نے امام اعظم ابوحنیفہ کے شاگردوں سے علم حاصل کیا۔ ۱۹۹

Marfat.com

امام بخاری کو اللہ تعالیٰ نے خدمتِ الفاظِ حدیث کے لیے بنایا تھا، خدمت معانی ائمہ مجتہدین خصوصًا امام ابوحنیفہ کا حصہ تھا۔ ۱۹۹

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا امام اعمش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اخراج تحسین۔ ۲۰۰

حضرت امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل ۲۰۰

ہمارے نزدیک امام بخاری کو امام ابوحنیفہ سے وہی نسبت ہے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ ۲۰۱

یہی نسبت مذکورہ ہی ہمارے نزدیک امام ابن الجوزی کو حضور سیدنا غوث اعظم اور مولانا علی قاری کو شیخ اکبر سے ہے۔ ۲۰۱

اپنے عزیز مقروض کو زکوٰۃ دینے میں دُونا ثواب ہے۔ ۲۵۳

علم دین پڑھنے والے طلباء کو زکوٰۃ دینا افضل ہے۔ ۲۵۳

تحریم صدقہ و تقدیر سہم دونوں بنی ہاشم کے لئے مستقل کرامتیں ہیں۔ ۲۷۴

امام طحاوی کی جلالتِ شان مسلّم مگر عظمت قاہرہ اصل مذہب چیزِ دیگر است۔ ۲۷۷

رمضان شریف میں قرآن پاک کی تلاوت کی فضیلت۔ ۲۵۱

ہمارے ائمہ کا مذہب مہذب اُس اعلیٰ درجہ تحقیقِ انیق پر ہوتا ہے کہ مدعیانِ تحقیق تک اس کی ہوا بھی نہیں آتی۔ ۵۸۸

امام ابوحنیفہ امام ابویوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم کے برابر کون سے محدثین ہونگے۔ ۵۸۹

حدیث قدسی سے ثابت ہے کہ جلد افطار کرنے والا اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے۔ ۶۳۶

افضل ذکر لا الٰہ الا اللہ اور افضل دُعا الحمدُ للہ ہے۔ ۶۴۰

قرآن وحدیث سے والدین اور ان کے ساتھ حُسنِ سلوک کے فضائل۔ ۶۷۸

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیر التابعین ہیں۔ ۶۸۴

فقیہِ واحد شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے۔ ۶۸۵

اگر جریج راہب عالم ہوتا تو جانتا کہ ماں کی پکار پر لبیک کہنا عبادتِ رب سے اولیٰ ہے۔ ۶۸۶

اطاعتِ والدین حجِ نفل سے اولیٰ ہے۔ ۶۸۶

مدینہ منورہ میں رحمت اکثر، الطف اور اوفر ہے ۶۹۵

مسجد نبوی میں نماز کی فضیلت ۸۰۸

حرمین میں مرنے والے کے لیے قیامت میں امن۔ ۸۰۸

مدینہ مکہ سے افضل ہے۔ ۸۰۹

مدینہ منورہ میں مرنے والے کے لیے شفاعت کی ضمانت۔ ۸۰۹

حسنین کریمین میں سے کون افضل ہے (حاشیہ) ۸۱۱

حضرات آلِ اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خلاصۂ مخلوقات کہنا صحیح ہے۔ ۸۱۲

حج کے لیے منیٰ وعرفات کو پیدل چلیں تو ہر قدم

پرسات کروڑ نیکیاں ہیں۔ ۸۱۷

ہیئت و توقیت

بطورِ علمِ ہیئت بھی ثابت ہے کہ ۲۹ کا چاند بعض ۳۰ کے چاندوں سے بڑا ہونا ممکن ہے۔ ۴۶۸

از روئے ہیئت ثابت ہے کہ کبھی ۲۹ کا ہلال ۳۰ کے بعض ہلالوں سے اونچا اور دیرپا ہونا متصوّر ہے۔ ۴۶۹

سالِ قمری تین سو پچیس ۳۲۵ دن سے زائد نہیں ہوتا۔ ۵۳۹

اوقاتِ صبح نکالنے کے فن کو علمِ توقیت کہتے ہیں۔ ۵۶۸

علمِ توقیت سے ہندوستان کے اکثر علماء غافل ہیں، نہ یہ ہیئت کی درسی کتابوں سے آسکتا ہے۔ ۵۶۸

مرزا خیر اللہ منجم کی دو حرفی جدول سے ناواقف فن نفع نہیں پاسکتا۔ ۵۶۸

زیچ بہادر خانی کی جداول تعدیل سے سحری کو تو کچھ تعلق ہی نہیں اور افطار میں بھی ناقص ہے۔ ۵۶۸

وقت پہچاننا ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔ ۵۶۹

صبح کاذب کی سپیدی جہاں شروع ہوتی ہے وہ اخیر تک بڑھتی ہی جاتی ہے وہاں ہرگز تاریکی نہیں آتی۔ ۵۷۰

بعض کتبِ ہیئت اور ان کی اتباع میں بعض کتبِ فقہ میں یہ غلط بات لکھ دی گئی کہ جب آفتاب افق سے ۱۵ درجے نیچے ہوتا ہے تو صبح صادق ہوتی ہے اور صبح کاذب اس سے صرف تین ۳ درجے پہلے ہوتی ہے۔ ۵۷۰

صبح کی سپیدی افق سے بہت اونچی ہی ہماری نظروں میں پیدا ہوتی ہے نہ کہ زمین کے کنارہ سے اٹھتی ہوئی بلندی پر آتی ہے۔ ۵۷۱

یہ قول کہ صبح رات کا ساتواں حصہ ہے، ہر موسم اور ہر مقام کے لیے عام نہیں۔ ۵۷۱

صبح کاذب کے شروع سے صبح صادق کے انتشار تک سفیدی کو پیش آنے والی سات صورتوں کا بیان۔ ۵۷۱

امام اہلِ ہیئت بطلیموس نے مجسطی میں رؤیتِ ہلال کا ذکر کیوں نہیں کیا۔ ۵۷۵

متاخرین اہلِ ہیئت کے تخمینات کا تخلف دشوار نہیں۔ ۵۷۵

اہلِ ہیئت رؤیتِ ہلال کے بارے میں کوئی ضابطہ صحیحہ نہ بتا سکے۔ ۵۷۵

منجمین کے حسابات میں اکثر خطا پڑتی ہے۔ ۵۷۵

اوقات کے لیے حکیم رحیم جل جلالہٗ نے دو کھلی نشانیاں مقرر فرما دیں یعنی چاند اور سورج۔ ۶۱۸

ہلال کے ظہور و خفا کے اسباب کثیر و نامنضبط ہیں۔ ۶۱۹

بطلیموس نے متحیرہ خمسہ و کواکب ثوابت کے ظہور و خفا کے لیے باب وضع کرنے کے باوجود رؤیت ہلال کی اصلاً بحث نہ کی۔ ۶۱۹

متاخرین اربابِ ہیئت بلحاظ درجہ ارتفاع

Marfat.com

بالبعض معدل لقوس تعدیل الغروب وغیرہ کی کچھ باتیں رؤیت ہلال کے بارے میں کیں لیکن وہ خود ان میں بشدت مختلف ہے ۔ ۶۱۹
اہل ہیئت جدیدہ فضول باتوں میں نہایت تدقیق و تعمق کرتے ہیں اس کی چند مثالیں ۔ ۶۱۹
رؤیت کے تکرار پر تجربہ سے کچھ ضوابط کلیہ دیئے جن کی مدد سے وقت کو قوانین علم ہیئت و زیج کے ضابطے میں لے آنا میسر ہوا ۔ ۶۱۹
شہر کا عرض اور جز شمس کا میل معلوم ہونا طلوع غروب کا وقت بتانے کے لیے کافی ووافی ہے ۔ ۶۲۰
انکسار کیا ہے اور اس کی مقدار مدت دریافت کرنے کا ضابطہ ۔ ۶۲۰
صبح کاذب و صبح صادق کے وقت انحطاط شمس کے درجات میں علم ہیئت کا اختلاف ۔ ۶۲۱
صبحِ کاذب اور صبحِ صادق میں کتنے درجات کا فاصلہ ہے ۔ ۶۲۱

حساب

انگریزی روپے سے صاع کا تعین ۔ ۲۹۶
سات مثقال دس درہم کے برابر ہوتے ہیں ۔ ۵۲۵
صاع دوسوستر تولے اور نیم صاع ایک سو پینتیس تولے ہے ۔ ۵۲۵
تولہ میں بارہ ماشے، اور ماشہ میں آٹھ رتی، اور رتی میں آٹھ چاول ہوتے ہیں ۔ ۵۲۵
انگریزی روپیہ سوا گیارہ ماشے کا ہے ۔ ۵۲۵
مثقال کا وزن ۴½ ماشے ہے ۔ ۵۲۵
درہم شرعی کا وزن ۲۵ رتی اور رتی کا پانچواں حصہ ہے یعنی ۲۵⅕ رتی ۔ ۵۲۵
ایک رطل بیس استار، ایک استار ساڑھے چار مثقال، ایک مثقال بیس قیراط، اور ایک قیراط ۱ ۴/۵ رتی کا ہوتا ہے ۔ ۵۲۶
تولوں سے فدیہ اور صاع کی مقدار ۔ ۵۴۸

فلسفہ طبیعیات

دھواں جب حلق میں جاتا ہے تو اس کی تلخی معلوم ہوتی ہے اور طبیعت کی دافعہ فوراً دفع کرتی ہے اور جب دماغ میں جاتا ہے تو اس کی سوزش معلوم ہوتی ہے جو دماغ کو اذیت دیتی ہے ۔ ۵۰۳
بالائے زمین ۵۴ سے ۵۲ میل تک علی الاختلاف بخارات و ہوائے غلیظہ محیط ہوتی ہے ۔ ۶۲۰
شعاع بصر پہلے ملاءِ غلیظ پھر ملاءِ صافی میں گزر کر افق میں پہنچتی ہے ۔ ۶۲۰
مکانیات سے قربِ مکانی اور زمانیات سے قربِ زمانی ہوگا ۔ ۶۴۱
اتحاد جہت مستلزم قرب اور وہ ہنگامِ حقیقت قرب مکانی کہ جہت حقیقیہ مختص بمکانیات ہے ۔ ۶۴۱

وصیت

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بوقتِ نزع سیدنا فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

Marfat.com

کو وصیت ۔ ١٧٩
کیا وصیت بالمال فقط عین کو متناول ہوتی ہے یا دین کو بھی ۔ ٥٣٣
روزہ کی قضا سے پہلے موت آجائے تو فدیہ کی وصیت واجب ہے ۔ ٥٤٦

ترغیب و ترہیب

بعد از وجوب زکوٰۃ ادائیگی کی تاخیر میں آفات ہیں ۔ ٨٣
لوگوں کو زکوٰۃ کی ادائیگی میں تدریج پر راغب کرنے والی باتیں ۔ ٨٤
قیامت کا دن سخت ضرورت وحاجت کا دن ہے ۔ ١٠٥
نیک کام میں شریک ہونے والے تمام افراد کو کامل ثواب ملتا ہے، شراکت کی وجہ سے کسی کے اجر میں کمی واقع نہیں ہوتی ۔ ١٠٦
نیک کاموں میں زکوٰۃ خرچ کرنے کے لیے کسی مستحقِ زکوٰۃ سے تملیک کرانے میں دونوں کو ثواب ملتا ہے ۔ ١٠٧
زکوٰۃ ادا کرنے سے مال بڑھتا ہے جیسے اجزائے فاسدہ زائدہ کے کاٹنے سے درخت بڑھتا ہے ۔ ١٧٢
زکوٰۃ نہ دینے کی جانکاہ آفتوں کی کوئی تاب نہیں لا سکتا ۔ ١٧٨
ضعیف البنیان انسان کی کیا جان زکوٰۃ نہ دینے کی آفتیں اگر پہاڑوں پر ڈالی جائیں تو خاک میں مل جائیں ۔ ١٧٨
سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب مستطاب فتوح الغیب شریف سے چند جگر شگاف مثالیں ۔ ١٧٩
مسلمانوں پر یہ دین ہے جس پر خدا کی دین ہے وہ جانتا ہے کہ اس کا سیکھنا مجھ پر دین ہے ۔ ٥٦٩

رسم المفتی

بوقتِ اختلاف ظاہر الروایہ ہی مرجح ہے ۔ ١٠٣
جو کچھ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے ہمارے ائمہ کا مذہب نہیں ۔ ١٠٣
قول مرجوع پر فتویٰ جہالت اور اجماع کے خلاف ہے ١٠٤
اسقاطِ زکوٰۃ کے حیلہ کے عدمِ جواز پر فتویٰ ہے یہی طرفین کا مذہب ہے ۔ ١٩٠
حیلہ اسقاط زکوٰۃ کے بارے میں امام ابو یوسف نے اپنے سابق قول سے رجوع فرمالیا ۔ ١٩٢
مجتہد کے اجتہاد میں کسی فعل کا جواز آنا اور بات ہے اور خود اس کا مرتکب ہونا اور بات ۔ ١٩٣
یہ اساطین دین الٰہی بارہا عوام کے لیے رخصت بتاتے ہیں اور خود عزیمت پر عمل کرتے ہیں ۔ ١٩٣
لفظ "ناخذ" آکد الفاظ فتویٰ سے ہے ۔ ٢١٦
صحت مزارعت کے بارے میں فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے ۔ ٢١٧
حرج مدفوع بالنص ہے ۔ ٢١٧
بنی ہاشم کیلئے زکوٰۃ کا عدمِ جواز ظاہر الروایہ ہے ۔ ٢٧٥

Marfat.com

جو کچھ ظاہر الروایہ کے خلاف ہو وہ ہمارے ائمہ کا قول نہیں۔ ۲۷۶
قول مرجوع عنہ پر عمل ناجائز ہے۔ ۲۷۶
امام طحاوی کے کچھ اختیارات مفردہ ہیں کہ بترک مذہب ان پر عمل کے کوئی معنی نہیں۔ ۲۷۷
بغیر علم کے فتوی دینے والے بحکم حدیث ضال و مضل ہیں۔ ۴۵۸
مذہب مفتیٰ بہ کے مقابل بعض مشائخ کے قول پر اعتماد کرنا جہل و خرق اجماع ہے۔ ۵۷۸
فتوی عدم اعتبار اختلاف مطالع پر ہے اور یہی احوط و اقوی ہے۔ ۵۸۲
ظاہر الروایہ کو اپنانا ہی احوط ہے۔ ۵۸۲
دو دلیلوں میں سے اقوی پر عمل کرنے میں ہی احتیاط۔ ۵۸۲
جو ظاہر الروایہ سے خارج ہو وہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب اور قول نہیں۔ ۵۸۳
جو ظاہر الروایہ سے خارج ہے وہ مرجوع عنہ ہے اور مرجوع عنہ امام صاحب کا قول نہ رہا۔ ۵۸۳
جو ظاہر الروایہ کے مخالف ہے وہ ہمارے اصحاب کا مذہب نہیں۔ ۵۸۳
قولِ مرجوع پر فتویٰ دینا جہل اور خرقِ اجماع ہے۔ ۵۸۳

فوائدِ فقہیہ

حولانِ حول سے قمری سال مراد ہے۔ ۸۵
زکوٰۃ صرف نصاب میں واقع ہوتی ہے نہ عفو میں۔ ۸۸
زکوٰۃ میں قمری مہینوں کا اعتبار ہے، انگریزی مہینوں کا نہیں۔ ۱۵۶
حولانِ حول کے معنی۔ ۲۰۲
مطالبہ خراج مشروط بہ تسلط ہے۔ ۲۱۸
جس شئی کا مصرف نہ رہے اس کا مطالبہ عبث ہے ۲۲۱
مطالبہ سلطنت اور وجوب دیانت میں فرق ہے ۲۲۲
بہت چیزوں کا مطالبہ سلطان کو نہیں پہنچتا مگر شرعاً واجب ہیں۔ ۲۲۲
عبارت عنایہ میں لفظ یختص موہم واقع ہوا ہے اور وہ زائد و خلاف مقصود ہے۔ ۲۲۶
جریب اور صاع کی مقدار کیا ہے۔ ۲۳۹
تقریر خمس الخمس تحریم صدقات پر مبتنی ہے نہ کہ تحریم صدقات تقریر خمس الخمس پر۔ ۲۷۳
معاوضت عرفیہ اور معاوضت مصطلحہ میں فرق ۲۷۵
صدقہ فطر میں چار چیزوں میں صاع کا اعتبار ہے، باقی میں قیمت کا۔ ۲۹۲
صاع کے وزن کی تحقیق۔ ۲۹۸
تار نہ تو کوئی شہادت شرعیہ ہے نہ خبرِ متواتر۔ ۳۶۰
جب مقبول الکتاب کا تار ناچیز ہے تو مردود الکتاب کا تار کیا چیز ہے۔ ۳۶۵
استفاضہ کی صورت اور اس کی شرائط۔ ۴۱۴
اثباتِ احکام میں تواتر بھی قائم مقام شہادت بلکہ اس سے اقویٰ ہے۔ ۴۱۷
اسلامی شہر میں منادی پر عمل کب ہوگا۔ ۴۲۰
عادل، مستور اور فاسق کی تعریف۔ ۴۵۲

Marfat.com

جہاں ریاست اسلامی ہے ان بلاد میں جو عالمِ دین سُنّی المذہب سب سے زیادہ علمِ فقہ رکھتا ہو وہ بحکم شرع سردارِ مسلمانان ہے ۴۵۴

مسئلۂ غبار و دُخان میں دخول بلا قصد اور ادخال بالقصد پر مدارِ کار ہے اوّل مفسد اور ثانی غیر مفسد۔ ۴۹۴

حقیقتِ صوم مفطراتِ شرعیہ سے امساک میں محصور ہے۔ ۴۹۴

ہمارے نزدیک صاع عراقی معتبر ہے جو آٹھ رطل کا ہوتا ہے۔ ۵۲۶

چار چیزیں جن میں نصِ شرعی وارد ہے یعنی گندم، جَو، خرما اور کشمش۔ ان میں قیمت کا اعتبار نہیں وزنِ شرعی معتبر ہے۔ ۵۳۰

جن اشیاء میں قیمت معتبر ہے ان میں روزِ وجوب کی قیمت کا اعتبار ہوگا نہ کہ روزِ ادا کی قیمت کا۔ ۵۳۱

شیخ فانی اور موتی کے احکامِ فدیہ میں متعدد فرق ہیں۔ ۵۴۵

شیخ فانی کی تعریف ۵۴۸

فقہ میں بڑا کام منقح کا ادراک ہے۔ ۵۷۷

یومِ شک کون سا دن ہے۔ ۵۷۹

نیم صاع کا وزن انگریزی سیر سے کتنا ہے اور بریلی اور رامپور کے سیر سے کتنا بنتا ہے۔ ۵۹۴

فرض کے لیے جو فرض چھوڑا وہ جاتا رہا۔

نذر سے جو وجوب آتا ہے وہ عارضی ہوتا ہے۔ ۶۰۵

استفاضہ بمنزلہ خبر متواتر ہے۔ ۶۱۱

رکن شرط اور فرض میں فرق۔ ۷۸۶

عبد بمعنی غلام کا اطلاق وجواز (حاشیہ ۱) ۸۲۵

فوائدِ اصولیہ

تبرع پر جبر نہیں ہوتا۔ ۷۶

مذہب صحیح و معتمد میں ادائے زکوٰۃ کا وجوب فوری ہے۔ ۷۶

حج کا وجوب قولِ راجح پر فوری ہے لیکن تاخیر کی صورت میں بھی ادا ہی ہوگا نہ کہ قضا۔ ۸۰

قوتِ دلیل موجبِ تاویل ہے۔ ۱۰۴

روایت کی موافقت مانع عدول از درایت ہے ۱۰۴

ضم سیم و زر سے مقصود تحصیل واجب ہے نہ کہ تبدیلِ واجب۔ ۱۱۵

فرض خاص سلطانی قرض ہے اور نفل گویا تحفہ و نذرانہ۔ ۱۷۸

کوئی نفل قبول نہیں ہوتا جب تک فرض ادا نہ کر لیا جائے۔ ۱۷۹

کسی فعل کا صحیح ہونا اور بات ہے اور اس پر ثواب ملنا اور مقبولِ بارگاہ ہونا اور بات ہے ۱۸۲

امامِ دین جب ایک قول سے رجوع فرما لے تو اب اس کا قول نہ رہا اور نہ اس سے اُس پر طعن روا ہے۔ ۱۹۲

مجتہد اپنی خطا پر بھی ثواب پاتا ہے اگرچہ صواب کا ثواب دُونا ہے۔ ۱۹۴

فرض سے معاندت قطعاً گناہِ کبیرہ ہے۔ ۱۹۴

Marfat.com

مجرد استقباح و استبعاد بے دلیل شرعی مسموع نہیں۔ ۱۹۵
احکامِ زہد احکامِ شرع پر حاکم نہیں۔ ۱۹۵
واقعہ حال محتمل صد احتمال ہوتا ہے۔ ۱۹۵
مجتہد اپنے اجتہاد پر ملام نہیں۔ ۱۹۵
عدمِ رؤیت رؤیتِ عدم نہیں۔ ۲۱۴
عدمِ نقل نقلِ عدم نہیں۔ ۲۱۴
تسلط و حمایت شرط مطالبہ سلطانی ہے نہ کہ شرط نفس وجوب۔ ۲۲۳
خراج کے لیے سببِ وجوب ارض نامیہ ہے ۲۲۴
سقوط عوض سے رجوع معوض وہی ہے جہاں زوالِ معوض حصولِ عوض پر موقوف ہو۔ ۲۷۳
زوالِ معوض اگر عوض کے علاوہ کسی اور علت سے معلل ہو تو جب تک وہ علت باقی رہے گی زوالِ معوض بیشک رہے گا۔ ۲۷۴
جو حکم خلافِ قیاس مانا جاتا ہے وہ مورد سے آگے تجاوز نہیں کر سکتا۔ ۳۶۴
نفی پر تواتر مقبول ہے اور شہادت نامسموع۔ ۴۱۷
موصل الی المفرض فرض اور موصل الی الواجب واجب ہوتا ہے۔ ۴۵۱
مدرک عرفی و شرعی میں فرق نہ کرنا صریح خطا ہے۔ ۴۷۷
تکالیف شرعیہ قدر وسع پر مقصور ہیں۔ ۴۹۴
ارکان ساقطہ بضرورت حقیقتاً ارکان سعت ہوتے ہیں نہ کہ ارکان اصل حقیقت۔ ۴۹۴
تکلیف بالمحال اور تکلیف مالایطاق باطل ہے ۴۹۵
سبب مفضی الی الشئ دو قسم ہے، ایک مفضی کلیۃً اور دوسرا مفضی نادرًا۔ ۴۹۷
قاعدہ شرعیہ ہے کہ ادائے کامل بہ کامل نہ کہ ادائے کامل بہ ناقص۔ ۵۳۴
ناقص ناقص سے ادا ہو سکتا ہے۔ ۵۳۵
ادائے دین، دین سے، ادائے عین، دین و عین سے جائز ہے۔ ۵۳۵
ادائے دین، عین سے ناجائز ہے۔ ۵۳۵
جو شئ قطعی و یقینی ہو وہ احتیاط کی محتاج نہیں۔ ۵۴۰
ظاہر الروایہ مصححہ بالتصریح سے عدول صریح جہل و نامقبول ہے۔ ۵۷۳
ضروریات کے لیے گواہی کی حاجت نہیں۔ ۵۸۱
مفطرات غیر مکفرات کا بار بار کرنا مطلقاً موجبِ کفارہ نہیں جب تک بنیت معصیت نہ ہو۔ ۵۹۶
واجب کے لیے رفضِ فرض ناجائز جبکہ فرض کے لیے رفضِ فرض جائز ہے۔ ۵۹۸
سنن و نوافل میں ازعافیت مانع صحت، بنا نہیں۔ ۶۰۳
وجوب عارضی وجوب اصلی سے اضعف ہوتا ہے۔ ۶۰۵
اضعف پر اقوی کی بنا صحیح نہیں۔ ۶۰۵
اختلاف سبب وجوب، مانع صحت بنا ہے۔ ۶۰۵
ارتکاب تجوز خلافِ اصل ہے۔ ۶۳۶
جب تک کوئی حاجت نہ ہو نصوص کو ظاہر پر

Marfat.com

محمول کرنا واجب ہے۔ ۴۳۶

نکاح

حقیقتِ نکاح ایجاب وقبول ہے۔ ۴۹۴

کوئی عورت مجرد ایجاب سے بغیر قبول کے کسی کی زوجہ نہیں بن سکتی۔ ۴۹۴

نسب

جس کی ماں ہاشمیہ اور باپ غیر ہاشمی ہو کیا وہ ہاشمی کہلا سکتا ہے۔ ۱۰۹

شرع میں نسب باپ سے ہے۔ ۱۰۹

جو فقط ماں کے سیدانی ہونے سے سید بن بیٹھے اور اس پر اصرار کرے وہ بحکمِ حدیث مستحقِ لعنت ہے ۱۰۹

بیع

اگر کچھ پیسے بعوض روپوں کے بیچے تو جامع الصغیر سے بظاہر تقابض بدلین کی شرط معلوم ہوتی ہے مگر روایتِ مبسوط پر ایک ہی جانب کا قبضہ کافی ہے۔ ۱۰۸

مشتری نے ثمن بائع کو دے دیئے اور مبیع بائع کے پاس ہی ہلاک ہوگیا تو مشتری ثمن کے لئے رجوع کرے گا۔ ۲۷۳

مداینات

دائن جب اپنے دین کی جنس سے مال مدیون پائے تو اس کی رضامندی کے بغیر لے سکتا ہے ۱۰۸

دائن اپنے مدیون فقیر کو زکوٰۃ دے کر دَین کی وصولی کے طور پر واپس لے سکتا ہے، نہ دے تو چھین سکتا ہے۔ ۱۰۸

دَین کے احکام اور اقسام ۱۶۲

مقروض کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔ ۲۵۰

مدیون فقیر کو فدیہ میں دَین چھوڑ دینے سے فدیہ ادا ہوجائے گا یا نہیں۔ ۵۳۲

شفعہ

ثبوتِ شفعہ کے بعد اس کے اسقاط کا حیلہ کرنا مکروہ ہے البتہ دفعِ ثبوت کے لیے حیلہ امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہیں۔ ۱۸۹

وقف

وقف بعد تمامی لازم وحتمی ہوجاتا ہے اس کے ابطال کا ہرگز اختیار نہیں رہتا۔ ۱۸۱

وقف میں میراث جاری نہیں ہوتی۔ ۱۸۲

مالِ زکوٰۃ سے کتاب وغیرہ خرید کر وقف نہیں کر سکتے ان میں صرف کرنے کی صورت۔ ۲۵۵

زکوٰۃ سے زمین خرید کر وقف کرنا۔ ۳۲۷

رہن

مرہون زیوروں کی زکوٰۃ نہ راہن پر نہ مرتہن پر۔ ۱۲۴

Marfat.com

ہبہ

ہبہ وصدقہ شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتے ۱۰۸
دی ہوئی خیرات فقیر سے واپس نہیں لے سکتا۔ ۱۸۱

منطق

پہلا موجبہ کلیہ یوں ہے کہ حیث ماوجدت الحمایۃ وجبت الجبایۃ نہ یوں کہ حیثما وجبت الجبایۃ وجدت الحمایۃ تاکہ اس کا عکس نقیض اس طرح آتا کہ کلما لم توجد الحمایۃ لم تجب الجبایۃ۔ ۲۲۶
وضع مقدم سے وضع تالی پر استدلال کیا جاتا ہے۔ ۲۲۸
وضع تالی سے وضع مقدم پر استدلال نہیں کیا جاتا۔ ۲۲۸
خمس الخمس اور صدقاتِ واجبہ میں انفصال حقیقی نہیں بلکہ منع الجمع ہے۔ ۲۷۵
منفصلہ حقیقیہ کو منع خلو لازم ہوتا ہے۔ ۲۷۵
انتفائے حقیقت کو انتفائے شئ قطعاً لازم ہے۔ ۴۹۴
تحقق شئ بے حقیقت شئ محال عقلی ہے۔ ۴۹۴
بقائے شئ مع انتفائے حقیقت اور اجتماعِ ذات ومنافیہ ذات باطل ہیں۔ ۴۹۵
شک استواء طرفین کی حالت میں ہے۔ ۵۷۹
فرع جب تکذیب اصل کرے تو فرع باقرار خود کاذب ہے کیونکہ فرع اصل پر مبتنی ہے جب مبنیٰ باطل تو مبتنی بھی باطل۔ ۶۲۵

لغت

کرنے اور کیا کرنے میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ ۱۹۵
کان یفعل تکرار میں نص نہیں۔ ۱۹۵
اَفطَرتُ کا ترجمہ "میں افطار کرتا ہوں" صحیح نہیں بلکہ صحیح ترجمہ یہ کہ "میں نے افطار کیا" ۶۳۶
وقت الافطار، عندالافطار، بعدالافطار، ہنگام افطار، نزدیکِ افطار اور پسِ افطار سب کا حاصل ایک ہی ہے۔ ۶۴۱
لفظ عند کے لغوی معنیٰ کی تحقیق۔ ۶۴۱
کبھی افطار مقابل سحر اُس کھانے کو کہتے ہیں جو صائم شام کو کھاتا ہے۔ ۶۴۱

نحو

مجرد قول، مقولے کے بغیر صلاحیتِ وقوع ہی نہیں رکھتا، ترتب جو لازم جزائیت ہے کہاں سے آئے گا۔ ۶۳۵
اللّٰھم کو کلام مستانف قرار دینا ایسی غلطی ہے کہ شرح مائۃ عامل خواں بھی قبول نہ کرے گا۔ ۶۳۵
جزاء شرط سے مقدم نہیں ہوتی بلکہ شرط سے مؤخر اور اس پر مرتب ہوتی ہے۔ ۶۳۵

Marfat.com

ادعیہ افطار میں ماضی کے صیغوں سے انشاء مقصود
نہیں تو لاجرم اخبار متعین ہے۔ ٦٣٦

مناظرہ

طاعنین امام ابو یوسف پر مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ
کی مناظرانہ گرفت۔ ١٩٤
معتبرین اختلاف مطالع کا تین٣ وجوہ سے رد۔ ٥٨٤
اختلاف مطالع کے بارے میں مولوی عبدالحی صاحب
لکھنوی کے موقف کا رد۔ ٥٨٩
مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کے ایک فتویٰ کا
چھ٦ وجوہ سے رد۔ ٦٠٣

بلاغت

کنایہ تصریح سے افضل ہے۔ ٦٤٠

حظر و اباحت

سادات کرام کے لیے نہ زکوٰۃ لینا جائز اور
نہ دینا جائز، اور نہ ان کو دینے سے زکوٰۃ
ادا ہوتی ہے۔ ١٠٤
مال زکوٰۃ کو اپنے خورد برد میں لانے کے لیے
حیلوں کا سہارا لینا مقاصد شرع کے خلاف اور گویا
رب تعالیٰ کو فریب دینا ہے۔ ١٠٩
سخت کبیرہ بلکہ اکبر الکبائر کی نسبت امام المسلمین کی
طرف بے سند کردینا کسی طرح جائز نہیں ہوسکتا۔ ١٩٤
تنخواہ یا تعمیر مدرسہ میں زکوٰۃ کے روپے صرف
نہیں ہو سکتے۔ ان کاموں میں صرف کرنے کی صورتیں۔ ٢٥٤
دفاعی فنڈ میں زکوٰۃ دینا۔ ٢٥٨
چندہ کی رقوم باذن مالک مخلوط کی جاسکتی ہے۔ ٢٦٠
طلبہ زکوٰۃ لے سکتے ہیں۔ ٢٦١
تنخواہ میں صرف نہیں ہوسکتی۔ ٢٦٢
کافر، مشرک، وہابی، رافضی، قادیانی وغیرہ
کو زکوٰۃ دینا حرام ہے۔ ٢٩٠
امام کو زکوٰۃ، چرم، قربانی یا تیل کے پیسے لینا۔ ٢٩١
ضرورت شرعیہ کے بغیر سوال کرنا حرام ہے۔ ٣٠٣
عام گداگروں کو دینا کیسا ہے۔ ٣٠٣
بے سوال کوئی دے تو لینے میں حرج نہیں۔ ٣٠٣
حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام ہونیوالے
سالانہ فاتحہ کے پیسے محتاج کو دینا۔ ٣٠٥
میلاد شریف کی شیرینی کا حکم ٣٠٨
حرام چیزوں سے سحری و افطاری کرنا۔ ٣٣١
جس شام احتمال ہلال ہو جب تک حکم حاکم شرعی
یا فتویٰ عالم دین نہ ہو ہرگز ہرگز کسی وجہ سے بندوقیں
یا آواز کی آتشبازی اپنے دنیوی کاموں کیلئے بھی نہ کرے ٥٧٤
جس نے بعذر شرعی روزہ نہ رکھا ہو اسے ماہ رمضان
کی حرمت کے پیش نظر حتی الوسع چھپ کر کھانا چاہیئے ٥٩٥
سحری کے لیے نقارہ بجانا جائز ہے۔ ٦٢٥
موقف میں بلاعذر چھتری لگانے یا کسی طرح
سایہ چاہنے سے حتی المقدور بچنا چاہیئے۔ ٦٥٠
شکرانہ کی قربانی خود بھی کھا سکتا ہے اور غنی کو
بھی کھلا سکتا ہے مگر کفارہ کی قربانی صرف محتاجوں

Marfat.com

کا حق ہے۔ ٦٦٢

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے ایسے کھڑا ہونا چاہیے جیسے نماز میں کھڑے ہوتے ہیں۔ ٦٦٥

روضہ کی جالی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچنا چاہیے کہ خلافِ ادب ہے۔ ٦٦٥

روضہ انور کا طواف، سجدہ و رکوع کے برابر جھکنا ممنوع ہے۔ ٦٦٩

سیاہ خضاب ہمیشہ ناجائز ہے مگر جہاد میں۔ ٦٨٤

قضاء

کتاب القاضی الی القاضی کا طریقہ اور اس کے شرائط۔ ٤١٣

شہادت

ہمارے بہت ائمہ نے تصریح فرمائی کہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر کرنیوالے مردود الشہادۃ ہے اور یہی منقول ہے حضرت امام محمد سے۔ ٨٠

ہلالِ رمضان کے بارے میں اکیلے شخص کی گواہی کب قبول ہوگی۔ ٤٠٦

شہادۃ علی الشہادۃ کا طریقہ۔ ٤٠٩

شہادۃ علی القضاء کا طریقہ۔ ٤١٢

فاسق کی شہادت معتبر نہیں۔ ٤٤٦

ہلالِ رمضان میں بحالت ابر وغبار اجلہ ائمہ کی تصحیح کے مطابق مستور کی شہادت بھی مقبول ہے۔ ٥٧٣

قبولِ شہادت کے لیے مطابقت قواعد شرعیہ کے ساتھ مطابقت قواعد عقلیہ کی قید بڑھانا خلافِ مذہب معتمد ہے۔ ٥٧٤

ثقہ عادل کی شہادت شرعیہ کو رد کرنے والے قواعد عقلیہ قابلِ لحاظ نہیں۔ ٥٧٦

مطلع صاف ہونے کی صورت میں ایک ثقہ کی شہادت کب مردود اور کب مقبول ہے۔ ٥٧٦

دربارۂ ہلال تار کی گواہی شرعاً محض باطل و نامعتبر۔ ٦٠٨

تار اصلاً اہلیتِ شہادت نہیں رکھتا۔ ٦٠٩

حج میں ردِ شہادت اختلافِ مطالع کی بناء پر نہیں بلکہ دفعِ حرج کی وجہ سے ہے۔ ٦١٣

وکالت

زکوٰۃ ادا کرنے کا وکیل اپنے مصرف میں روپیہ خرچ کرسکتا ہے یا نہیں۔ ١٥٨

کفالت

ماں کی کفالت لڑکے پر اور بہن کی کفالت بھائی پر۔ ٢٦٦

حیل

اس زمانہ پُر آشوب میں ساداتِ کرام کی مواسات کیونکر ہو۔ ١٠٥

وہ تدبیر جس سے خدمتِ سادات بھی بجا ہو اور زکوٰۃ بھی ادا ہو۔ ١٠٦

مالِ زکوٰۃ سے میت کو کفن دینا جائز نہیں۔ ١١٠٦

Marfat.com

مالِ زکوٰۃ سے کفنِ میّت کے جواز کا حیلہ ۱۰۶
تعمیرِ مسجد وغیرہ تمام نیک کاموں میں مالِ زکوٰۃ صرف کرنے کا حیلہ۔ ۱۰۶
مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سیّد یا مسجد پر مالِ زکوٰۃ صرف کرنے کا ایک بے خلش طریقہ۔ ۱۰۸
اگر کوئی شخص پچھلے تمام سالوں کی واجب الادا زکوٰۃ دے دے تو خالی ہاتھ رہ جاتا ہے تو اس کے چھٹکارے کا حیلہ۔ ۱۸۳
بعض وجوب زکوٰۃ منع کا حیلہ بالاجماع حرام قطعی، یہاں کلام منع وجوب میں ہے۔ ۱۹۶
حیلہ گناہ سے بچنے کے لیے جائز ہے نہ کہ گناہ میں پڑنے کے واسطے۔ ۱۹۷
حیل شرعیہ کا جواز قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ ۱۹۷
حضرت ایوب علیہ السلام کی قسم پوری کرنے کا حیلہ۔ ۱۹۷
ایک کمزور شخص پر حد لگانے کا حیلہ۔ ۱۹۷
سود سے بچنے کا ایک حیلہ شرعیہ۔ ۱۹۷
حیلہ شرعی کے طریقے اور شرط۔ ۲۶۷
مدارس دینیہ میں زکوٰۃ خرچ کرنے کی صورت۔ ۲۶۹
فدیہ کی ادائیگی کا جو حیلہ ہندوؤں میں متعارف ہے ناتمام و ناکافی ہے۔ ۵۳۶
ادائیگیِ فدیہ کا حیلہ جمیلہ۔ ۵۳۷
متاخرین کی نصوص میں حیلے کے لیے طریقِ دَور مذکور ہے طریقِ دَین کا کہیں ذکر نہیں۔ ۵۳۹
بالجملہ دَین سے فدیہ ادا کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ ۵۴۲
تخفیفِ دَور یا دَور سے بچنے کا حیلہ۔ ۵۴۳

قربانی

حج کے لیے پس انداز مال پر زکوٰۃ، قربانی اور صدقۂ فطر واجب ہوں گے۔ ۱۴۰
سمرنا فنڈ میں زکوٰۃ یا قربانی کی قیمت دینا۔ ۲۹۰
احرام کی قربانیاں۔ ۶۶۹
ایک اونٹ میں آٹھ آدمی شریک ہونا۔ ۶۶۹
قربانی کے لیے حرم شرط ہے۔ ۶۷۰
قربانی کے بجائے قیمت خیرات کرنا۔ ۶۷۰

عتق

غلام و کنیز کن احکام میں اطاعتِ مولیٰ نہ کریں۔ ۵۰۰
مکاتب، مدبّر اور امّ ولد کی تعریف۔ ۷۷۶

تصوّف

جس نماز میں قلّتِ خشوع ہو اہلِ سلوک اس کو باطل، مہمل، فاسد اور مختل سمجھتے ہیں۔ ۱۹۵

قسم

لاکھوں روپے قرض میں پھیلے ہوئے ہیں اگر پاس کچھ نہیں تو قسم کھا سکتا ہے کہ میرا کچھ مال نہیں۔ ۵۳۵

Marfat.com

متفرقات

اعزّہ کون لوگ ہیں ۔ ۱۸۶

مختلف موسموں میں رمضان شریف آنے کا سبب ۔ ۳۴۹

جہل مرکب جہل بسیط سے ہزار درجہ بہتر ہے ۔ ۴۵۵

بریلی، لکھنؤ، دہلی اور رامپور میں رائج سیروں کے وزن میں فرق ۔ ۵۲۶

مولوی صاحب نے اپنے فتاوٰی کی تیسری جلد آپ ہی سوالات قائم کرکے لکھی ہے اور اس میں بہت جگہ پہلی جلدوں کے اغلاط کی اصلاح کردی، لہذا ان کا فتاوٰی دیکھنے والوں کو اس کا لحاظ ضروری ہے ۔ ۵۹۴

جو استفاضہ شرع نے رؤیتِ ہلال کے بارے میں معتبر فرمایا اس کے معنی کی تحقیق ۔ ۶۱۰

صبح کاذب اور صبح صادق کی شرعی تعریف ۔ ۶۲۱

موقف کیا ہے ۔ (حاشیہ) ۷۴۸

بطنِ عرنہ سے کیا مراد ہے ۔ (حاشیہ) ۷۴۸

وادیٔ محسّر کیا ہے ۷۵۱

جنۃ المعلٰی اور وادیٔ محصب سے کیا مراد ہے (حاشیہ) ۷۵۵

چار پہر سے کیا مراد ہے ۔ (حاشیہ) ۷۵۷

مسجد نبوی شریف کے سات ستونوں کی تفصیل (حاشیہ) ۸۲۷

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الزکوٰۃ

مسئلہ ۱ از بکاجبی والا علاقہ جاگل ہری پور ڈاک خانہ کوٹ نجیب اللہ خاں مرسلہ مولوی شیر محمد خاں ۷ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

جناب عالی فیض بخش فیض رساں امیدگاہ جاویداں بندہ سے ایک مولوی امرت سر سے آئے ہیں وہ کسی بات کا جھگڑا کیا تھا تو بندہ نے کہا کہ نماز کا اللہ نے بہت بار قرآن شریف میں ذکر کیا ہے اور زکوٰۃ کا بھی بہت بار ذکر کیا ہے مگر روزہ کا ایک بار ذکر کیا ہے، جناب عالی یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور عُشر کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے یانہیں؟

الجواب

فی الواقع نماز و زکوٰۃ کی فرضیت و فضیلت و مسائل تینوں قسم کا ذکر قرآن مجید میں بہت جگہ ہے یہاں تک کہ مناقب بزازی و بحرالرائق و نہرالفائق و منح الغفار و درمختار و فتح المعین وغیرہا میں واقع ہُوا کہ علاوہ اُن مواقع کے جن میں نماز و زکوٰۃ کا ذکر جُدا جُدا ہے دونوں کا ساتھ ساتھ ذکر قرآنِ عظیم میں بیاسی ۸۲ جگہ آیا ہے، مگر علامہ حلبی و علامہ طحطاوی و علامہ شامی سادات کرام محشیانِ درمختار فرماتے ہیں: صحیح یہ ہے کہ اُن کا ذکر ساتھ ساتھ بتیس ۳۲ جگہ فرمایا ہے۔ علامہ حلبی کے استاد نے وُہ سب مواقع گنا دئے درمختار میں ہے: قرنها بالصلوٰة فی اثنین وثمانین موضعا[1] (بیاسی ۸۲ مقامات پر زکوٰۃ کو نماز کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ ت) شرح مسکین و حاشیہ سید ازھری

[1] درمختار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۹

Marfat.com

میں ہے:

قرن الزکوٰۃ فی اٰی من القراٰن اثنین وثمانین موضعا[1] اھ ملخصا

آیاتِ قرآنی میں بیاسی جگہ زکوٰۃ کو نماز سے متصل بیان کیا گیا ہے اھ تلخیصاً (ت)

طحطاوی و ردالمحتار میں ہے:

واللفظ لط قولہ فی اثنین وثمانین موضعا تبع فیہ صاحب النھر والمنح وتبعا صاحب البحر معزیا الی المناقب البزازیۃ وصوابہ اثنین وثلاثین کما عدھا شیخنا السید اھ حلبی بزیادۃ[2]۔

اس کی عبارت ط کی ہے کہ ان کا قول بیاسی مقامات پر ایسا ہے، اس میں صاحبِ نہر اور منح نے اتباع کی ہے اور ان دونوں نے صاحبِ بحر کی اتباع کی ہے، انھوں نے مناقبِ بزازیہ کی طرف نسبت کی ہے، اور درست یہ ہے کہ زکوٰۃ کو نماز سے متصل جن مقامات پر بیان کیا گیا ان کی تعداد بتیس ۳۲ ہے جیسے کہ اس تعداد کو ہمارے شیخ سید نے شمار کیا ہے اھ حلبی مع اضافہ۔ (ت)

اور فرضیتِ روزہ کا ذکر صرف ایک ہی جگہ ہے، ہاں عبارۃً واشارۃً اس کی فضیلت اور مواقع پر بھی ظاہر فرمائی گئی ہے:

کقولہ تعالٰی فی سورۃ الاحزاب ان المسلمین والمسلمٰت (الٰی قولہ تعالٰی) والصائمین والصائمات[3] (الٰی ان قال تعالٰی) اعد اللہ لھم مغفرۃ واجرا عظیما[4] وقولہ تعالٰی فی سورۃ التوبۃ التائبون العٰبدون الحامدون السائحون[5] الاٰیۃ وقولہ تعالٰی فی سورۃ

مثلاً سورۂ احزاب میں اللہ تعالٰی کا قول ہے: بلاشبہ مسلمان مرد اور مسلمان خواتین (اللہ تعالٰی کے اس فرمان تک) روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی خواتین (یہاں تک کہ فرمایا) اللہ تعالٰی نے ان کے لیے مغفرت اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے، اور سورۂ توبہ میں ارشادِ باری تعالٰی ہے: توبہ کرنیوالے

---

[1] فتح المعین علٰی شرح منلا مسکین — کتاب الزکوٰۃ — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۳۶۹

[2] ردالمحتار — " — مصطفی البابی مصر — ۲/۲

[3] القرآن ۳۳/۳۵

[4] القرآن ۳۳/۳۵

[5] القرآن ۹/۱۱۲

Marfat.com

التحریم تائبات عابدات سائحات السائح ھوالصائم[1]

عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے الآیۃ، اور سورۂ تحریم میں ارشادِ باری تعالٰی ہے، توبہ کرنے والیاں، عبادت کرنے والیاں، روزہ رکھنے والیاں۔ السائح کا معنی روزہ رکھنے والا ہے (ت)

عشر کا ذکر بھی قرآنِ عظیم میں ہے؛

قال تعالٰی فی سورۃ الانعام و اتوا حقہ یوم حصادہ[2]۔ قالہ ابن عباس و طاؤس والحسن وجابر بن زید وسعید بن المسیب[3] رضی اللہ تعالٰی عنہم کما فی المعالم وغیرھا واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے سُورۃ الانعام میں فرمایا: کھیتی کٹنے کے دن اس کا حق ادا کرو۔ (اکثر مفسرین کے نزدیک اس حق سے مراد عشر ہے) (حضرت ابن عباس، طاؤس، حسن، جابر بن زید اور سعید بن المسیب رضی اللہ تعالٰی عنہم ان تمام حضرات نے اس سے عشر مراد لیا ہے جیسا کہ معالم التنزیل وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲ مرزا باقی بیگ صاحب رامپوری ۱۰ ذی قعدہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند مسلمانوں نے ایک صاحب کا کچھ ماہوار نقد بطور چندہ مدِ زکوٰۃ میں سے اور طعام شبانہ روز مقرر کر دیا اور کوئی کام خدمت یا بدل وغیرہ اُن کے ذمہ نہیں کیا، غرض ان لوگوں کی ایک مسلمان بزرگ و مسکین کے ساتھ سلوک کرنا تھا اور ایسے شخص کا اپنے محلہ و مسجد میں رہنا موجبِ خیر و برکت سمجھا، اسی طور پر عرصہ قریب چار سال کے گزرا کہ یہ لوگ موافق اپنے وعدے اور نیّت کے خواہ وُہ بزرگ اپنے وطن کو گئے یا یہاں رہے، دیتے اور ادا کرتے رہے، مگر بعض نے ان میں عذر کیا اور کہا ہم ایامِ غیر حاضری کا نہ دیں گے، تو اس صورت میں زکوٰۃ اُن لوگوں کی ادا ہُوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اصل یہ ہے کہ زکوٰۃ میں نیّت شرط ہے بے اس کے ادا نہیں ہوتی، فی الاشباہ اما الزکوٰۃ فلا یصح اداءھا الا بالنیۃ[4] (اشباہ میں ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی نیت کے بغیر درست نہیں۔ ت) اور نیّت میں اخلاص

---

[1] القرآن ٦٦/ ٥
[2] القرآن ٦/ ١٤٢
[3] معالم التنزیل علٰی ہامش الخازن تحت آیہ مذکورہ مصطفی البابی مصر ٢/ ١٩١
[4] الاشباہ والنظائر القاعدۃ الاولٰی من الفن الاول ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ١/ ٣٠

Marfat.com

شرط ہے بغیر اس کے نیت مہمل، فی مجمع الانھر الزکوۃ عبادۃ فلابد فیھا من الاخلاص[۱] (مجمع الانہر میں ہے زکوۃ عبادت ہے لہذا اس میں اخلاص شرط ہے۔ ت) اور اخلاص کے یہ معنی کہ زکوۃ صرف بہ نیت زکوۃ و ادائے فرض و بجاآوری حکم الٰہی دی جائے، اس کے ساتھ اور کوئی امر منافی زکوۃ مقصود نہ ہو۔ تنویر الابصار میں ہے:

الزکوۃ تملیک جزء مال عینہ الشارع من مسلم فقیر غیر ھاشمی ولا مولاہ مع قطع المنفعۃ عن المملك من کل وجہ ﷲ تعالٰی[۲]

زکوۃ، شارع کے مقرر کردہ حصہ کا فقط رضائے الٰہی کے لیے کسی مسلمان فقیر کو اس طرح مالک بنانا کہ ہر طرح سے مالک نے اس شئے سے نفع حاصل نہ کرتا ہو بشرطیکہ وہ مسلمان ہاشمی نہ ہو اور نہ ہی اس کا مولٰی ہو۔ (ت)

درمختار میں ہے:

ﷲ تعالٰی بیان لاشتراط النیۃ[۳]

"اللہ کے لیے ہو" کے الفاظ نیت ہی کو شرط قرار دینے کے لیے ہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

متعلق بتملیك ای لاجل امتثال امرہ تعالٰی[۴]

ان کلمات (ﷲ تعالٰی) کا تعلق لفظ تملیک سے ہے یعنی یہ عمل فقط اپنے رب کریم کے حکم کی بجاآوری کے طور پر ہو۔ (ت)

پھر اس میں اعتبار صرف نیت کا ہے اگرچہ زبان سے کچھ اور اظہار کرے، مثلاً دل میں زکوۃ کا ارادہ کیا اور زبان سے ہبہ یا قرض کہہ دیا صحیح مذہب پر زکوۃ ادا ہو جائے گی۔ شامی میں ہے:

لا اعتبار للتسمیۃ فلو سماھا ھبۃ او قرضا تجزیہ فی الاصح[۵]

نام لینے کا اعتبار نہیں، اگر کسی نے اس مال کو ہبہ یا قرض کہہ دیا تب بھی اصح قول کے مطابق زکوۃ ادا ہو جائے گی (ت)

---

[۱] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کتاب الزکوۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۹۲

[۲] و [۳] درمختار 〃 مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۹

[۴] ردالمحتار 〃 مصطفی البابی مصر ۲/۴

[۵] 〃 〃 〃 〃

Marfat.com

پھر نیت بھی صرف دینے والے کی ہے لینے والا کچھ سمجھ کر لے اس کا علم اصلاً معتبر نہیں،

فی غمز العیون: العبرۃ لنیۃ الدافع لا لعلم المدفوع[1]

غمز العیون میں ہے کہ اعتبار دینے والے کی نیت کا ہے نہ کہ اس کے علم کا جسے زکوٰۃ دی جارہی ہے (ت)

ولہٰذا اگر عید کے دن اپنے رشتہ داروں کو جنھیں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے کچھ روپیہ عیدی کا نام کرکے دیا اور انھوں نے عیدی ہی سمجھ کرلیا اور اس کے دل میں یہ نیت تھی میں زکوٰۃ دیتا ہوں بلاشبہ ادا ہوجائیگی۔ اسی طرح اگر کوئی ڈالی لایا یا رمضان مبارک میں سحری کو جگانے والا عید کا انعام لینے آیا یا کسی شخص نے دوست کے آنے یا اور کسی خوشی کا مژدہ سنایا اس نے دل میں زکوٰۃ کا قصد کرکے ان لوگوں کو کچھ دیا، یہ دینا بھی زکوٰۃ ہی ٹھہرے گا اگرچہ ان کے ظاہر میں ڈالی لانے یا سحری کو جگانے یا خوشخبری سنانے کا انعام تھا اور انھوں نے اپنی دانست میں یہی جان کرلیا، خلاصۃ الفتاوٰی وخزانۃ المفتین وغیرہما معتبرات میں ہے:

لودفع علی صبیان اقاربہ دراھم فی ایام العید یعنی عیدی بنیۃ الزکوٰۃ اودفع الی من یبشرہ بقدوم صدیق اویخبرہ بخبر یسرہ اویھدی الیہ الباکورۃ او الی الطبال یعنی سحرخواں اوالی المعلم بنیۃ الزکوٰۃ جاز[2]

اگر کسی نے ایامِ عید میں اپنے رشتہ داروں کے بچّوں کو نیتِ زکوٰۃ سے عیدی دے دی یا اس شخص کو جس نے اس کے دوست کی آمد کی اطلاع دی یا کوئی خوشی والی خبر دی یا کسی کو عید مبارک پر دی یا سحری کے وقت بیدار کرنیوالوں یا استاد کو دی تو زکوٰۃ ادا ہوجائے گی (ت)

پھر زکوٰۃ صدقہ ہے اور صدقہ شرطِ فاسد سے فاسد نہیں ہوتا بلکہ وہ شرط ہی فاسد ہوجاتی ہے، مثلاً زکوٰۃ دی اور یہ شرط کرلی کہ یہاں رہے گا تو دوں گا ورنہ نہ دوں گا اس شرط پر دیتا ہوں کہ تو یہ روپیہ فلاں کام میں صرف کرے اس کی مسجد بنادے یا کفنِ اموات میں اٹھادے تو قطعاً زکوٰۃ ادا ہوجائے گی اور یہ شرطیں سب باطل ومہمل ٹھہریں گی،

فی مصارف الزکوٰۃ من الدر المختار لا الی بناء مسجد اوکفن میت والحیلۃ ان یتصدق علی الفقیر ثم یامرہ بفعل ھذہ الاشیاء وھل لہ ان یخالف امرہ ولم ارہ والظاھر

درمختار کے مصارفِ زکوٰۃ میں ہے کہ مسجد کی تعمیر یا کفنِ میّت پر زکوٰۃ نہیں لگتی اور حیلہ یہ ہے کہ فقیر کو زکوٰۃ دی جائے پھر اسے ان کاموں پر خرچ کرنے کا کہا جائے، کیا اس فقیر کے لیے اس دینے والے کے حکم کی خلاف ورزی جائز ہے، میری نظر سے نہیں گزرا۔ ہاں ظاہر یہی ہے کہ

---

[1] غمز عیون البصائر کتاب الزکوٰۃ، فن ثانی ۱/۲۲۱

[2] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الزکوٰۃ الفصل الثامن فی ادار الزکوٰۃ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۲۴۳

Marfat.com

نعم[1] اھ ملخصًا ، قولہ (والظاھر نعم) البحث لصاحب النھر وقال لانہ مقتضی صحۃ التملیک قال الرحمتی والظاھر انہ لاشبھۃ فیہ لانہ ملکہ ایاہ عن زکوٰۃ مالہ وشرط علیہ شرطا فاسدا والھبۃ و الصدقۃ لاتفسدان بالشرط الفاسد[2] اھ ردالمحتار۔

فقیر اس کے خلاف کرسکتا ہے اھ ملخصًا قولہ والظاھر نعم، صاحبِ نہر نے اس پر بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ حرمتِ تملیک کا تقاضا یہی ہے کہ وہ خلاف ورزی کرسکتا ہے۔ رحمتی نے فرمایا: ظاہر یہی ہے اس میں کوئی شک نہیں اس لیے کہ اس نے فقیر کو اپنے مال کی زکوٰۃ دے کر اسے مالک بنادیا اور ساتھ شرطِ فاسد کا اضافہ کردیا ہے حالانکہ ہبہ اور صدقہ شرطِ فاسد سے فاسد نہیں ہوتے اھ ردالمحتار (ت)

پھر جب صریح شرط باوجود خلوصِ نیت ادائے زکوٰۃ میں خلل انداز نہیں تو ایسا برتاؤ جو بظاہر معنیِ شرط پر دلالت کرے مثلاً جب یہاں رہے تو دے اور نہ رہے تو نہ دے، بدرجۂ اولٰی باعثِ خلل نہ ہوگا۔

اقول وقد ظھر ھذا من مسائل البشیر والطبال ومھدی الباکورۃ فانہ انما یحمل الناس علی الدفع الیھم افعالھم ھذہ ولولم یفعلوا فلربما لم یدفع الیھم شیئ ومن ذلک مسئلۃ دفع العیدی بنیۃ الزکوٰۃ الی خدامہ من الرجال والنساء حیث یقع عن الزکوٰۃ کما فی المعراج وغیرہ مع العلم بانہ لولم یخدموہ لما اعطاھم وبالجملۃ فھذہ العلائق تکون بواعث للناس علٰی تخصیصھم بصرف الزکوٰۃ فدوران العطاء معھا وجودا وعدما لایعین معنی التعویض وانما المراجع النیۃ فاذا خلصت اجزت۔

اقول بشارت دینے والے، سحرخواں (سحری کے وقت بیدار کرنے والا) اور نئے پھلوں کا ہدیہ دینے والے کے مسائل سے بھی یہ بات واضح ہوگئی ہے کیونکہ لوگ ان کو ان کے عمل کی وجہ سے دیتے ہیں، اگر وہ یہ کام نہ کریں تو اکثر اوقات ان بیچاروں کو کچھ بھی نہیں دیا جاتا، اسی طرح یہ مسئلہ کہ خدام (خواہ مرد ہوں یا خواتین) کو نیتِ زکوٰۃ سے عیدی دینے سے زکوٰۃ ادا ہوجاتی ہے، جیسا کہ معراج وغیرہ میں ہے، حالانکہ یہ بات مسلّمہ ہے کہ اگر وہ خدمت نہ کرتے تو انھیں یہ رقم نہ ملتی، الغرض یہ وہ تعلقات ہیں جن کی وجہ سے لوگ ان مخصوص لوگوں کو زکوٰۃ دیتے ہیں تو ابِ عطا کا تعلقات کے ساتھ دوران وجوداً و عدماً عوض بنانے کے معنٰی کو معیّن نہیں کرتا، نیت پر مدار ہوگا جب نیت خالص ہوگی تو زکوٰۃ ادا ہوجائے گی۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الزکوٰۃ باب المصرف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۱

[2] ردالمحتار " " مصطفی البابی مصر ۲/۶۹

Marfat.com

جب یہ امور ذہن نشین ہولیے تو جوابِ مسئلہ بحمدہ تعالیٰ واضح ہوگیا، اگر وُہ دینے والے خاص بقصدِ معاوضہ و بطورِ اُجرت دیتے یا نیتِ زکوٰۃ کے ساتھ یہ نیت بھی ملالیتے تو بیشک زکوٰۃ ادا نہ ہوتی۔

اما علی الاوّل فلعدم النیۃ واما علی الثانی فلعدم الاخلاص ولایکون کنیۃ الحمیۃ مع نیۃ الصوم حیث تجزی لانہا نیۃ لاتنافی لانیۃ مناف کما افادہ المولی المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر ولاکذلک ماھنا فان التعویض یبائن التصدق۔

پہلی صورت (بقصدِ معاوضہ و اجرت) میں نیتِ زکوٰۃ ہی نہیں اور دُوسری صورت (یعنی زکوٰۃ کے ساتھ معاوضہ کی نیت بھی ہو) تو اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اور یہ اس طرح نہیں جیسے بخار کی بنا پر رخصت کی نیت کی روزہ کی نیت کے ساتھ کہ یہ جائز ہے کیونکہ نیت اس صورت میں لازم کی نیت ہے منافی کی نہیں، جیسا کہ مولی محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں افادہ فرمایا ہے اور یہاں ایسا نہیں ہے کیونکہ معاوضہ میں دینا صدقہ کرنے کے منافی ہے (ت)

اور جبکہ تقریرِ سوال سے ظاہر کہ انھوں نے محض بہ نیتِ زکوٰۃ دیا اور اُسے زکوٰۃ ہی خیال کیا، معاوضہ و اُجرت کا اصلاً لحاظ نہ تھا تو بے شک زکوٰۃ ادا ہوگئی، اگرچہ وُہ شخص جسے زکوٰۃ دی گئی اپنے علم میں کچھ جانتا ہو، اگرچہ انھوں نے اس سے صاف کہہ بھی دیا ہو کہ یہاں رہو گے تو دیں گے ورنہ نہ دیں گے، اگرچہ وُہ عمل بھی اسی کے مطابق کریں یعنی ایامِ حاضری میں دیں غیر حاضری میں نہ دیں کہ جب نیت میں صرف زکوٰۃ کا خاص قصد ہے تو ان میں کوئی امر اُس کا نافی و منافی نہیں۔

کما حققنا فالافتاء ھھنا بعدم الاجزاء بناء علی مخالفۃ علم المدفوع الیہ کما وقع عن بعض المدعین علو الکعب فی العلم الدینیۃ ناش عن قلۃ التدبر او سوء الفھم واللّٰہ المستعان علی ازالۃ الوھم والحمد للّٰہ واللّٰہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

جیسا کہ ہم نے تحقیق کی ہے، پس اب اس پر فتوٰی دینا کہ یہاں زکوٰۃ اس لیے جائز نہیں کہ جس کو دی جارہی ہے اس کے علم میں نہیں ہے، جیسا کہ علمِ دین میں اپنی فوقیت کا اعلان کرنے والے بعض حضرات نے کیا، یہ قلتِ تدبر یا سوءِ فہم کی وجہ سے ہُوا۔ اللہ تعالٰی ہی ازالۂ وہم پر مددگار ہے والحمد للہ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳: مسئولہ مولوی علی احمد صاحب مصنف تہذیب الصبیان ۱۹ جمادی الاولٰی ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ان دنوں قحط میں بعضے آدمی مد زکوٰۃ میں بھُوکوں کو غلّہ مکّا وغیرہ تقسیم کرتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

زکوٰۃ میں روپے وغیرہ کے عوض بازار کے بھاؤ سے اُس قیمت کا غلّہ مکّا وغیرہ محتاج کو دے کر بہ نیتِ زکوٰۃ مالک

Marfat.com

کر دینا جائز وکافی ہے، زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، مگر جس قدر چیز محتاج کی ملک میں گئی بازار کے بھاؤ سے جو قیمت اس کی ہے وہی مجرا ہو گی بالائی خرچ محسوب نہ ہوں گے، مثلاً آج کل مکّا کا نرخ نو سیر ہے نو من مکّا مول لے کر محتاجوں کو بانٹی تو صرف چالیس روپیہ زکوٰۃ میں ہوں گے، اُس پر جو پلّہ داری یا باربرداری دی ہے حساب میں نہ لگائی جائیگی یا گاؤں سے منگا کر تقسیم کی تو کرایہ گھاٹ چونگی وضع نہ کریں گے، یا غلّہ پکا کر دیا تو پکوائی کی اُجرت لکڑیوں کی قیمت مجرا نہ دینگے، اس کی پکی ہوئی چیز کی جو قیمت بازار میں ہو وہی محسوب ہو گی،

لان رکنها التملیك من فقیر مسلم لوجه الله تعالٰی من دون عوض۔

کیونکہ اس کا رکن یہ ہے کہ کسی فقیر کو اللہ تعالٰی کی رضا کی خاطر اس کا مالک بنایا جائے اور بطور معاوضہ نہ ہو۔ (ت)

درمختار میں ہے:

لو اطعم یتیما ناویا الزکوٰۃ لایجزیه الا اذا دفع الیه المطعوم کما لوکساہ[1]۔

جب کسی نے یتیم کو نیتِ زکوٰۃ سے کھانا کھلایا زکوٰۃ ادا نہ ہوگی جب تک کھانا اس کے حوالے نہ کر دے، ایسے ہی لباس کا معاملہ ہے (ت)

عالمگیری میں ہے:

ماسواہ من الحبوب لایجوز الا بالقیمة[2]۔

یہ دانوں کے علاوہ میں ہے کیونکہ وہاں قیمت ہی ضروری ہے (ت)

اُسی میں ہے: الخبز لایجوز الا باعتبار القیمة[3] (روٹی کا اعتبار قیمت کے بغیر جائز نہیں۔ ت) واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۴۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ اگر کسی شخص نے عوض اس زرِ زکوٰۃ کے جو اُس کے ذمّہ واجب ہے محتاجوں کو کھانا کھلا دیا یا کپڑے بنا دئے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

عوض زرِ زکوٰۃ کے محتاجوں کو کپڑے بنا دینا، انھیں کھانا دے دینا جائز ہے اور اس سے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی خاص روپیہ ہی دینا واجب نہیں مگر ادائے زکوٰۃ کے معنٰی یہ ہیں کہ اُس قدر مال کا محتاجوں کو مالک کر دیا جائے

---

[1] درمختار | کتاب الزکوٰۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۲۹

[2] و [3] فتاوٰی ہندیۃ | الباب الثامن فی صدقۃ الفطر | نورانی کتب خانہ پشاور | ۱/۱۹۲

Marfat.com

اسی واسطے اگر فقراء و مساکین کو مثلاً اپنے گھر بُلا کر کھانا پکا کر بطریقِ دعوت کھلا دیا تو ہرگز زکوٰۃ ادا نہ ہوگی کہ یہ صورت اباحت ہے نہ کہ تملیک، یعنی مدعو اس طعام کو ملکِ داعی پر کھاتا ہے اور اُس کا مالک نہیں ہو جاتا اسی واسطے مہمانوں کو روا نہیں کہ طعامِ دعوت سے بے اذنِ میزبان گداؤں یا جانوروں کو دے دیں، یا ایک خوان والے دوسرے خوان والوں کو اپنے پاس سے کچھ اٹھا دیں یا بعد فراغ جو باقی بچے اپنے گھر لے جائیں۔

فی الدرالمختار لو اطعم یتیما ناویا الزکوٰۃ لایجزیه الا اذا دفع الیه المطعوم کما لوکساه[1] انتھی قوله کما لوکساه ای کما یجزیه[2] اھ طحطاوی عن الحلبی وفی الحاشیة الطحطاویة ایضًا فی باب المصرف لایکفی فیھا الاطعام الا بطریق التملیك ولو اطعمه عنده ناویا الزکوٰۃ لایکفی[3] انتھی۔

درمختار میں ہے کہ اگر کسی نے یتیم کو بنیتِ زکوٰۃ کھانا کھلایا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی مگر اس صورت میں جب کھانا اس کے سپرد کر دیا گیا ہو، جیسا کہ اگر اسے لباس پہنا دیا ہو انتہی قولہ "کما لوکساہ" یعنی اس صورت میں بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اھ طحطاوی عن الحلبی، اور حاشیہ طحطاویہ کے باب المصرف میں یہ بھی ہے کہ کھانا کھلا دینا کافی نہیں البتہ اگر مالک کر دے تو پھر کافی ہے، اور اگر کسی نے نیتِ زکوٰۃ سے کھانا کھلایا تو کافی نہ ہوگا انتہی (ت)

ہاں اگر صاحبِ زکوٰۃ نے کھانا خام خواہ پختہ مستحقین کے گھر بھجوا دیا یا اپنے ہی گھر کِھلایا مگر بتصریح پہلے مالک کر دیا تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی،

فان العبرة للتملیك ولا مدخل فیه لاکله فی بیت المزکی او ارساله الی بیوت المستحقین وما ذکره الطحطاوی محمول علی الدعوۃ المعروفة فانھا المتبادرة منه وانھا لاتکون الا علی سبیل الاباحة، واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

کیونکہ اعتبار تملیک کا ہے اس میں اس کا کوئی دخل نہیں کہ زکوٰۃ دینے والے کے گھر کھانا کھایا یا مستحق لوگوں کے گھر بھیج دیا ہو، اور جو طحطاوی نے ذکر کیا وہ دعوتِ معروفہ پر محمول ہے کیونکہ اس سے متبادر ہے کہ یہ دعوت بطورِ تملیک نہیں ہوتی بلکہ بطورِ اباحت ہوتی ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار — کتاب الزکوٰۃ — مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۹

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار — کتاب الزکوٰۃ — دارالمعرفۃ بیروت ۱/۳۸۸

[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ باب المصرف ؍؍ ۱/۴۲۵

Marfat.com

مسئلہ ۵ مرسلہ مولوی عبدالواحد صاحب متعلم مدرسہ اہلسنت وجماعت بریلی ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے زکوٰۃ کا روپیہ نکالا اور اس روپیہ سے غلّہ خریدا اور تمام محتاجوں کو جمع کرکے اور کھانا پکوا کر کھلوایا تو آیا زکوٰۃ ادا ہوجائے گی کہ نہیں، کیا ضروری ہے کہ جو روپیہ نکالا وُہی بعینہٖ دے؟

الجواب

کھانا جمع کرکے کھلادینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہُوئی لانہ اباحۃ ورکنھا التملیك (کیونکہ یہ اباحت ہے حالانکہ زکوٰۃ کا رکن مالک بنانا ہے۔ ت) نہ بعینہٖ روپیہ دینا ضرور، بلکہ اگر اس کا اناج یا کپڑا خرید کر محتاجوں کو دے دیتا یا کھانا پکا کر اُن کے گھر بھیج دیتا یا حصّے انھیں تقسیم کر دیتا تو بازار کے بھاؤ سے جو اُس کی قیمت ہوتی اس قدر زکوٰۃ ادا ہوجاتی پکوائی وغیرہ اُجرت میں جو صرف ہُوا وہ محسوب نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶ از دھوراجی ملک کاٹھیاواڑ مسئولہ حاجی عیسٰے خاں محمد صاحب ۲۱ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قحط سالی میں مسلمان لوگ چندہ کرکے روپیہ جمع کرکے گندم چھ روپیہ کے بھاؤ سے ایک من خرید کرکے چار روپیہ کے بھاؤ سے مسلمان غریب لوگوں کو دینا اور جو دو روپیہ کا نقصان ہوتا ہے وہ مالِ زکوٰۃ سے ادا ہوجائے گا یا نہیں؟ اگر نہ ہوتا ہو تو کس صورت سے ادا ہو؟ مہربانی فرما کر جلدی عنایت فرمائیں، بہت ضروری ہے، یہاں پر بالکل بارش نہیں ہُوتی ہے اور غریب مسلمان لوگوں کو بہت ضرورت ہے، اس مسئلہ کا سوال بنا کر جواب لکھ کر روانہ کر دینا۔

الجواب

زکوٰۃ اس طرح ادا نہیں ہوسکتی،

فان البیع یبائن الصدقۃ والمحاباۃ لیست فی القدر الزائد المتروك من التملیك فی شیئ فانك لم تملکہ حتی تملکہ۔

کیونکہ بیع، صدقہ کے مبائن چیز ہے، خریداری میں رعایت سودے سے کسی زائد چیز کی تملیک نہیں ہے کیونکہ رعایت تیری ملکیت نہیں، تاکہ تو کسی کو مالک بنائے۔ (ت)

بلکہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ چھ ہی روپے من اُن کے ہاتھ بیچیں اور فی من دو روپے اُن کو زکوٰۃ میں اپنے پاس سے دیں اور قیمت میں چھ روپے اُن سے وصول کریں، اُن کے دو روپے زکوٰۃ میں محسوب ہوں گے اور اُن کو من بھر گیہوں پر چار ہی روپے اپنے پاس سے دینے پڑے۔ واللہ تعالٰی اعلم

Marfat.com

مسئلہ ۱۲ رجب ۱۳۳۱ھ
چار پانچ آدمی بزاز کے یہاں کپڑا خریدنے گئے ان میں سے ایک نے کوئی کپڑا چرالیا، بعد معلوم ہونے کے دکاندار نے اس کو معاف کر دیا اور نیت صدقہ یا زکوٰۃ کی کی، تو یہ نیت اس کی صحیح ہوگی یا نہیں؟ اور یہ کپڑا صدقہ یا زکوٰۃ میں محسوب ہوگا یا نہیں؟

الجواب

اگر وہ کپڑا ہنوز موجود ہے تو نہ وہ صدقہ میں محسوب ہوگا، نہ زکوٰۃ میں، نہ اس کی معافی ہوگی فان الابراء عن الاعیان باطل (کیونکہ اعیان سے بری کرنا باطل ہے۔ ت) ہاں اگر اسے ہبہ کر دیا تو ہبہ ہو جائے گا، اور اگر ہبہ کرنے سے زکوٰۃ یا صدقہ کی نیت کی اور وہ شخص اس کا مصرف ہو تو زکوٰۃ و صدقہ ادا ہو جائیں گے، اور اگر وہ کپڑا اس نے تلف کر دیا یہاں تک کہ اس کا اس پر تاوان لازم آیا اور اس نے وہ تاوان معاف کر دیا تو معافی صحیح ہے اور نیت محمود ہو تو اجر پائے گا اور یہ خود ایک صدقہ نفل ہے مگر اس میں زکوٰۃ کی نیت صحیح نہیں، ہاں اس سے اتنے کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی جتنا تاوان اس پر واجب تھا مگر یہ اس کے دیگر اموال کی زکوٰۃ ہو سکے یہ نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵ تا ۱۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں:

(۱) زید نے اپنے برادرِ حقیقی یا بہنوئی یا بہن یا کسی دوست کو اپنی ضمانت سے مبلغ پچاس روپیہ سودی قرض دلا دئے، اب وہ روپیہ اصل و سود مل کر سو روپیہ ہو گئے، زید نے وہ روپے اپنی زکوٰۃ کے روپے سے ادا کر دئے مگر شخص مذکور سے یہ نہیں کہا کہ روپیہ زکوٰۃ کا ہم نے تمہارے قرضہ میں دیا کیونکہ اگر اس سے کہا جائیگا تو وہ شخص بوجہ برادری کے زکوٰۃ لینا پسند نہیں کرتا ہے اس صورت میں زید زکوٰۃ سے ادا ہو گیا یا نہیں؟

(۲) زید نے مبلغ ہزار روپیہ کا رس خریدا اور روپیہ بموجب رواج کھنڈسالیوں کے بالیوں کو دے دیا، وقتِ وصول رس کے پانچ سو روپیہ کا رس وصول ہوا، اور باقی روپیہ کے سال آئندہ پر وصول ہونے کی امید رہی، اب زید پر زکوٰۃ پانچ سو روپیہ کی چاہیے یا ہزار کی؟ اور اس بقیہ روپے کا یہ انتظام کیا کہ کچھ روپیہ اور دے کر دستاویز تحریر کرا لی اور اس دستاویز کا روپیہ بشرط پیداوار اس تحریر دستاویز سے دس ماہ بعد وصول ہوگا ورنہ سال آئندہ پر کیا قرضہ دستاویز پر زکوٰۃ چاہیے یا نہیں؟

(۳) کچھ قرضہ زید کا اس طور ہے کہ زید نے دستاویز تحریر کرا کے روپیہ قرض کر دیا منجملہ اس کے کچھ روپیہ وصول ہوا اور کچھ باقی رہا، اس بقیہ کی نہ دستاویز ہے اور نہ کوئی شئی ایسی اس شخص کے پاس ہے کہ جس سے وہ قرضہ اپنا ادا کرے، اور اگر ہے تو بغرض بدنیتی اس شئی کو دوسرے کے نام کر دیا، اب زید کو صرف امید ہی امید

Marfat.com

وصول کی ہے لہذا اس روپے پر زکوٰۃ دی جائے یا نہیں ؟

(۴) زید نے پانچ سو روپیہ اپنے اور ہزار قرض لے کر دکان کے منجملہ پندرہ سو روپیہ کے ہزار روپیہ کا مال دُکان میں ہے اور پانچ سو روپیہ قرضہ میں ہیں، اس صورت میں زکوٰۃ دی جائے یا نہیں اور دی جائے تو کس قدر کی ؟

الجواب

(۱) اگر زید نے وُہ روپیہ اپنے اس عزیز کو دل میں نیّتِ زکوٰۃ کر کے دیا تو زکوٰۃ ادا ہوگئی خواہ کسی خرچ میں صرف کرے اور اگر بطور خود بلا اجازت اس کے قرضہ میں دیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) زکوٰۃ کُل روپیہ کی واجب ہوگی مگر مقدار قرضہ کے ابھی ادا کرنا لازم نہیں، بعد وصول ادا کرسکتا ہے۔

(۳) جبکہ اس کے پاس ثبوت نہیں اور نہ وُہ ادا پر آمادہ اور نہ اس کے پاس جائداد، تو اُس قرضہ کی زکوٰۃ لازم نہیں۔

(۴) منجملہ پندرہ سو کے کسی قدر کے زکوٰۃ فی الحال واجب الادا نہیں جبکہ وُہ وہی مال رکھتا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

Marfat.com

تجلّی المشکٰوۃ لانارۃ اسئلۃ الزکٰوۃ

۱۳۰۷ھ

(زکوٰۃ کے مسائل کو واضح کرنے کے لئے چراغ کی چمک)

مسئلہ ۱۲ تا ۱۸ از گونڈہ بہرائچ محلہ چھاؤنی، مکان مولوی اشرف علی صاحب مرسلہ حضرت سیّد حسین حیدر میاں صاحب دامت برکاتہم ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین لطف اللہ بہم اجمعین، ان مسائل میں:

مسئلہ اُولیٰ: زکوٰۃ بتدریج دی جائے یا یکمشت دینے میں کیا نقصان ہے؟ بیّنوا توجّروا۔

الجواب

اگر زکوٰۃ پیشگی ادا کرتا ہے یعنی ہنوز حولانِ حول نہ ہُوا کہ وجوب ادا ہوجاتا، خواہ یُوں کہ ابھی نصاب نامی فارغ عن الحوائج کا مالک ہُوئے سال تمام نہ ہُوا یا یُوں کہ سالِ گزشتہ کی دے چکا ہے اور سالِ رواں ہنوز ختم پر نہ آیا تو جب تک انتہائے سال نہ ہو بلاشبہ تفریق و تدریج کا اختیارِ کامل رکھتا ہے جس میں اصلاً کوئی نقصان نہیں کہ حولانِ حول سے پہلے زکوٰۃ واجب الادا نہیں ہوتی۔ درمختار میں ہے:

شرط افتراض ادائہا حولان الحول — ادائیگیِ زکوٰۃ کے فرض ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ مال

Marfat.com

وھو فی ملکہ[1] ۔ کی ملکیت پر سال گزرے۔ (ت)

تو ابھی شرع اس سے تقاضا ہی نہیں فرماتی، یکمشت دینے کا مطالبہ کہاں سے ہوگا، یہ پیشگی دینا تبرع ہے ولاجبر علی المتبرع وھذا ظاھر جدا (نفلاً دینے پر جبر نہیں اور یہ نہایت ہی واضح ہے۔ ت) اور اگر سال گزر گیا اور زکوٰۃ واجب الادا ہو چکی تو اب تفریق و تدریج ممنوع ہوگی بلکہ فوراً تمام وکمال زر واجب الادا ادا کرے کہ مذہب صحیح ومعتمد ومفتٰی پر ادائے زکوٰۃ کا وجوب فوری ہے جس میں تاخیر باعثِ گناہ۔ ہمارے ائمۂ ثلٰثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اس کی تصریح ثابت۔

رواہ الفقیہ ابوجعفر عن الامام الاعظم وذکرہ ابویوسف فی الامالی کما فی الخلاصۃ وفی منتقی الامام ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم الشھید رحمہ اللہ تعالٰی علی مانقل القھستانی عن المحیط انہ علی الفور عندھما وعن محمد لاتقبل شھادۃ من اخر[2]، فھذا ظاھر فی انہ ھو المذھب المروی عن الشیخین فی ظاھر الروایۃ۔

یہی فقیہ ابوجعفر نے امام اعظم سے روایت کیا، امام ابویوسف نے اسے امالی میں ذکر کیا جیسا کہ خلاصہ میں ہے اور امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم الشہید رحمہ اللہ تعالٰی کی منتقی میں ہے جیسا کہ قہستانی نے محیط سے نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ شیخین کے نزدیک ادائیگی زکوٰۃ علی الفور لازم ہوجاتی ہے، اور امام محمد سے ہے کہ جس نے ادائیگی میں تاخیر کی اس کی شہادت قبول نہ ہوگی۔ یہ بات اس بارے میں واضح ہے کہ شیخین سے یہی مذہب ظاہر الروایۃ میں مروی ہے۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

یلزم بتاخیرہ من غیر ضرورۃ الاثم کما صرح بہ الکرخی والحاکم الشھید فی المنتقی، وھو عین ماذکرہ الفقیہ ابوجعفر عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ یکرہ ان یؤخرھا من غیر عذر فان کراھۃ التحریم ھی المحمل عند اطلاق اسمھا عنھم

بغیر مجبوری کے تاخیر سے گناہ لازم آتا ہے جیسا کہ امام کرخی اور حاکم شہید نے المنتقی میں تصریح کی ہے یہ بعینہٖ وہی بات ہے جس کا تذکرہ فقیہ ابوجعفر نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کیا ہے کہ بغیر عذر ادائیگی کو مؤخر کرنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ جب کراہت کا ذکر مطلقاً ہو تو اس وقت وہ مکروہ تحریمی پر محمول ہوتی ہے

---

[1] درمختار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۳۰

[2] جامع الرموز ″ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۲/۱۰۱

Marfat.com

وکذا عن ابی یوسف وعن محمد ترد شہادتہ بتاخیر الزکوٰۃ حق الفقراء فقد ثبت عن الثلثۃ وجوب فوریۃ الزکوٰۃ[1] اھ ملخصا۔

امام ابو یوسف سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ امام محمد فرماتے ہیں کہ تاخیرِ زکوٰۃ کی وجہ سے گواہی مردود ہوجائیگی کیونکہ زکوٰۃ فقراء کا حق ہے، توتینوں بزرگوں سے یہ ثابت ہُوا کہ زکوٰۃ کی ادائیگی فی الفور لازم ہوتی ہے اھ ملخصاً (ت)

فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

ھل یأثم بتاخیر الزکوٰۃ بعد التمکن ذکر الکرخی انہ یأثم وھکذا ذکر الحاکم الشہید فی المنتقی وعن محمد ان من اخر الزکوٰۃ من غیر عذر لاتقبل شہادتہ وروی ھشام عن ابی یوسف لایأثم[2] اھ ملخصا قلت فقد قدم التاثیم وما یقدمہ فھو الراجح الاظھر الاشھر عندہ کما نص علیہ نفسہ ویکون ھو المعتمد کما صرح بہ الطحطاوی والشامی وغیرھما وکذا اقدمہ فی الھدایۃ والکافی۔

آدمی قدرت کے بعد تاخیرِ زکوٰۃ کی وجہ سے گنہ گار ہوگا یا نہیں؟ امام کرخی نے فرمایا: گنہ گار ہوگا۔ اسی طرح حاکم شہید نے منتقی میں ذکر کیا ہے۔ امام محمد سے مروی ہے کہ جس شخص نے بغیر عذر زکوٰۃ کو مؤخر کیا اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔ ہشام نے امام ابو یوسف سے نقل کیا کہ وُہ گنہ گار نہ ہوگا اھ ملخصاً، قلت (میں کہتا ہوں کہ) گناہ گار ہونا (امام ابو یوسف کے حوالے سے) پہلے ذکر کیا ہے اور وہی قاضیخاں کے ہاں راجح، اظہر اور اشہر ہے، جیسا کہ اس پر خود انھوں نے تصریح کی ہے، اور یہی معتمد ہے، جیسا کہ اس پر طحطاوی، شامی اور دیگر لوگوں نے تصریح کی ہے، اسی طرح ہدایہ اور کافی میں اسی کو مقدم رکھا ہے (ت)

فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

تجب علی الفور عند تمام الحول حتی یأثم بتاخیرہ من غیر عذر وفی روایۃ الرازی علی التراخی حتی یأثم عند الموت والاول اصح

سال پُورا ہونے پر زکوٰۃ فی الفور لازم ہو جاتی ہے حتّٰی کہ بغیر عذر تاخیر سے گناہ ہوگا، رازی کی روایت کے مطابق فی الفور لازم نہیں (حتّٰی کہ مؤخر کرنے سے گناہ نہ ہوگا) البتہ اسی حالت میں موت آگئی تو

---

[1] فتح القدیر کتاب الزکوٰۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۱۴
[2] فتاوٰی قاضی خاں " فصل فی مال التجارۃ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۱۹

Marfat.com

کذا فی التھذیب[1]

قریب موت گناہگار ہوگا، لیکن پہلا قول اصح ہے جیساکہ تہذیب میں ہے۔ (ت)

جواہر اخلاطی میں ہے:

یجب الزکوۃ علی الفور حتی یأثم بتاخیرہ بلا عذر وقیل علی التراخی والاول اصح اھ[2] ملخصا۔

زکوٰۃ علی الفور واجب ہوجاتی ہے حتی کہ بغیر عذر مؤخر کرنے سے گناہ گار ہوتا ہے، بعض کے نزدیک فی الفور نہیں ہوتی لیکن پہلا قول اصح ہے اھ ملخصًا (ت)

مجمع الانہر میں ہے:

قال محمد لاتقبل شہادۃ من لم یؤد زکوتہ وھذا یدل علی الفور کما قال الکرخی وعلیہ الفتوی[3]۔

امام محمد نے فرمایا: جو شخص زکوٰۃ ادا نہ کرے اس کی شہادت مقبول نہ ہوگی، یہ بات دلالت کرتی ہے کہ زکوٰۃ فی الفور لازم ہوجاتی ہے۔ امام کرخی نے بھی یہی فرمایا ہے اور اسی پر فتوٰی ہے (ت)

تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

(وقیل فوری) ای واجب علی الفور (وعلیہ الفتوی) کما فی شرح الوھبانیۃ (فیاثم بتاخیرھا) بلا عذر (وترد شہادتہ) لان الامر بالصرف الی الفقیر معہ قرینۃ الفور وھی انہ لدفع حاجتہ وھی معجلۃ فمتی لم تجب علی الفور لم یحصل المقصود من الایجاب علی وجہ التمام وتمامہ

(بعض نے کہا کہ زکوٰۃ فوری ہے) یعنی زکوٰۃ فی الفور لازم ہوجاتی ہے (اور اسی پر فتوٰی ہے) جیساکہ شرح وہبانیہ میں ہے (تو تاخیرِ ادائیگی سے گناہ لازم آئے گا) جب تاخیر بغیر عذر ہو (اور ایسے شخص کی شہادت مردود ہے) کیونکہ حکم زکوٰۃ کے ساتھ مصرفِ زکوٰۃ فقراء کا ذکر کرنا اس پر قرینہ ہے کہ فی الفور ادائیگی ہو کیونکہ زکوٰۃ دینا ضروریاتِ فقیر کو پورا کرنے کے لیے ہوتا ہے اور اس میں تعجیل مقصود ہے اور اگر یہ فی الفور لازم ہی نہ ہو تو کامل طور پر ایجابِ زکوٰۃ کا مقصد حاصل نہ ہوگا۔ تفصیل اس کی

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الزکوٰۃ فصل فی مال التجارۃ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ ۱/۱۱۹

[2] جواھر الاخلاطی کتاب الزکوٰۃ غیر مطبوعہ قلمی نسخہ ص ۴۳

[3] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر 〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۹۲

Marfat.com

فی الفتح[1] اھ **اقول** فاذا کان ھذا ھو قضیة
الدلیل والالصق بمقصد الشرع
الجلیل وھو الاحوط فی الدین و الادفع
لکید الشیاطین والانفع لفقراء المسلمین و
قد جزم بہ المولٰی فقیہ النفس قاضی الامّة
وصححہ کما مرویاتی من کبار الائمة و
قد ثبت عن ساداتنا الثلٰثة مالکی الازمة
وقد نص کثیرون ان علیہ الفتوٰی
ومعلوم ان ھذا اللفظ اکد و
اقوٰی فعلیہ فلیکن التعویل والاعتماد
وان حکی التراخی ایضا عن الثلٰثة
الامجاد وصححہ الباقانی والتاتارخانی بل
قال المولی المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر
ماذکر ابن شجاع عن اصحابنا ان الزکٰوة علی
التراخی یجب حملہ علی ان المراد
بالنظر الی دلیل الافتراض ای
دلیل الافتراض لا یوجبھا و
ھولا ینفی وجود دلیل الایجاب[2] اھ قال
العلامة السید احمد المصری فی
حاشیة الدرالمختار واختار الکمال ان الزکٰوة فریضة
وفوریتھا واجبة ویصلح ھذا توفیقا بین
القولین[3] اھ **قلت** وکان ظھر لی
التوفیق بان من قال بالتراخی

فتح میں ہے اھ **اقول** جب دلیل کا معاملہ یہ ہے تو یہ مقصد
شرح جلیل سے متصل اور قریب ہے اور یہی دین میں
احوط اور شیاطین کے مکر کو دفع کرنے والا اور فقراء
مسلمین کے لیے زیادہ نافع ہے، اسی پر ہمارے سربراہ
فقیہ النفس قاضی الامّت نے جزم فرمایا اور اس کو صحیح
قرار دیا ہے جس کا ذکر گزرا اور کبار ائمہ سے اس کی تصحیح
آرہی ہے اور ہمارے تینوں ائمہ جو مسلک کے سرتاج ہیں
سے بھی ثابت ہے، اور کثیر فقہاء نے تصریح کی ہے
کہ فتوٰی اسی پر ہے، اور یہ بات مسلّمہ ہے کہ یہ الفاظ
مؤکد اور قوی ہیں، لہذا اسی پر اعتماد ہونا چاہئے اگرچہ ان
تینوں بزرگوں سے تراخی بھی منقول ہے اور اسے
باقانی اور تاتارخانی نے صحیح کہا ہے بلکہ محقق علی الاطلاق
نے فتح القدیر میں فرمایا ہمارے احناف میں سے ابن شجاع
نے جو یہ کہا کہ زکٰوۃ فی الفور لازم نہیں اسے زکٰوۃ کی فرضیت
کی دلیل سے منسلک کرنا ضروری ہے یعنی فرضیت
کی دلیل فی الفور ادائیگی کو واجب
نہیں کرتی جبکہ اس سے فوری ادائیگی
کی علیحدہ دلیل کی نفی نہیں ہوتی
علامہ سید احمد مصری نے حاشیہ درمختار میں کہا کہ کمال
کا مختار یہ ہے کہ زکٰوۃ فرض ہے اور فی الفور ادا کرنا
واجب ہے، تو اس سے دونوں اقوال کے درمیان
موافقت ممکن ہے اھ **قلت** (میں کہتا ہوں) میرے
نزدیک تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ جس شخص نے تراخی کی

[1] درمختار	کتاب الزکٰوۃ	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۳۰
[2] فتح القدیر	کتاب الزکٰوۃ	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	۲/۱۱۴
[3] حاشیة الطحطاوی علی الدرالمختار	″	دارالمعرفة بیروت	۱/۳۹۶

Marfat.com

فمراده ان وقته العمر فتكون اداء متى ادى وان اثم بالتاخير ومن كان بالفور اراد انه يأثم بالتاخير وان لم يصربه قضاء ولا بدع فى ذلك فان الحج فورى على الراجح مع الاجماع على انه لو تراخى كان اداء ونظيره سجدة التلاوة وجوبها فورى عند ابى يوسف ومتراخ عند محمد وهو المختار كما فى النهر والامداد والدر المختار واذا اداها بعد مدة كان مؤديا اتفاقًا لاقاضيا كما فى النهر الفائق وغيره، **اقول** لكن يخدش التوفيقين ما قدمنا عن الخانية حيث فرض المسئلة فى التأثيم ونص رواية هشام عن ابى يوسف لا يأثم فلا بد من ابقاء الخلاف وترجيح الراجح او يقال ان هشامًا انما سمع التراخى فنقل هو او من روى عنه بالمعنى على ما فهم ولعل فيه بعد مايعرف وينكر فليتدبر، والله تعالى اعلم.

بات کی ہے اس کی مراد یہ ہے کہ وقت ادا تمام عمر ہے توجس وقت بھی ادائیگی کرے گا زکوٰۃ ادا ہی ہوگی اگرچہ تاخیر سے گنہ گار ہوگا، اور جس نے کہا "فی الفور واجب ہے" اس کی مراد یہ ہے کہ تاخیر سے انسان گناہگار ہوجاتا ہے اگرچہ تاخیر سے قضاء نہیں ہوگی، اور یہ کوئی نئی بات نہیں کیونکہ حج راجح قول کے مطابق فی الفور لازم ہے، حالانکہ اس پر اجماع ہے کہ اگر کسی نے دیر کے بعد حج کیا تو ادا ہی ہوگا، اس کی نظیر سجدۂ تلاوت ہے جو امام ابویوسف کے نزدیک فی الفور اور امام محمد کے نزدیک علی التراخی واجب ہے، اور یہی مختار ہے جیسا کہ نہر، امداد اور درمختار میں ہے، اگر کسی نے مدت کے بعد سجدہ کیا تو بالاتفاق ادا ہی ہوگا اسے قضاء کرنیوالا نہ کہا جائیگا جیسا کہ النہر الفائق وغیرہ میں ہے **اقول** ان دونوں تطبیقات کو خانیہ کی سابقہ عبارت مخدوش کردیتی ہے کہ وہاں عنوانِ مسئلہ ہی گناہ گار ہونے کے بارے میں ہے، اور امام ابویوسف سے روایتِ ہشام میں گنہگار نہ ہونے کی تصریح ہے لہذا اثباتِ اختلاف اور ترجیح راجح ضروری ہے یا یہ کہا جائے کہ ہشام نے تراخی سنا اور اسے نقل کردیا یا جس نے ان سے روایت بالمعنی کی اس نے اپنی سمجھ کے مطابق نقل کردیا، شاید اس میں بعد معلوم ہو اور اجنبی سمجھا جائے، تو غور کرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

بلکہ ہمارے بہت ائمہ نے تصریح فرمائی کہ اس (زکوٰۃ) کی ادائیگی میں دیر کرنے والا مردود الشہادۃ ہے، یہی منقول ہے محررِ مذہب سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے،

كما مر عن الفتح والخانية ومجمع الانهر ومثله فى خزانة المفتين وفى شرح النقاية عن المحيط وفى جواهر الاخلاطى وبه جزم فى

جیسا کہ فتح، خانیہ اور مجمع الانہر میں ہے۔ اسی طرح خزانۃ المفتین اور شرح نقایہ میں محیط سے اور جواہر الاخلاطی میں ہے، اور اسی پر تنویر اور درمیں جزم

Marfat.com

لتنویر والدر کما سمعت ونقل الامام الخاصی وصاحب المضمرات شرح القدوری و الطحطاوی والشامی وغیرھم عن الامام قاضی خان ان علیہ الفتوٰی وبہ اخذ الفقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ تعالٰی **اقول** وقول من قال ترد شہادتہ یؤیدنا کما لایخفٰی ومن قال لافقولہ لایخالفنا اذ لیس کل مایترجح فیہ الاثم وان صغیرۃ ممایرد بہ الشہادۃ کما لیس یخاف علی من طالع کتاب الشہادۃ۔

کیا ہے جیساکہ آپ سُن چکے۔ امام خاصی، صاحب المضمرات شرح قدوری، طحطاوی اور شامی وغیرہ نے امام قاضی خاں سے نقل کیا کہ اسی پر فتوٰی ہے اور فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ تعالٰی نے اسے ہی لیا ہے **اقول** جس نے یہ کہا کہ "اس کی شہادت مردود ہے" اس نے ہماری تائید کی جیساکہ مخفی نہیں، اور جس نے کہا "مردود نہیں" وُہ ہمارے مخالف نہیں کیونکہ ہر وُہ شئی جس میں گناہگار ہونا راجح ہو اگرچہ گناہ صغیرہ ہی ہو ایسی نہیں جس سے شہادت رَد ہوجائے جیسا کہ یہ اس پر واضح ہے (مخفی نہیں) جس نے کتاب الشہادۃ کا مطالعہ کیا ہے۔ (ت)

اور شک نہیں کہ تدریج میں اگر کل کی تاخیر نہ ہُوئی تو بعض کی ضرور ہوگی حالانکہ اس پر واجب تھا کہ کل مطالبہ فی الفور ادا کرے،

لان الایجاب الفوری انما ھو للکل لا للبعض وھذا ظاھر جدا ثم فی معنی الفور ھھنا بحث للعلامۃ الشامی قدس سرہ السامی حیث قال قولہ فیأثم بتاخیرھا الخ ظاھرہ الاثم بالتاخیر ولو قل کیوم او یومین لانھم فسروا الفور باول اوقات الامکان وقد یقال المراد ان لایؤخر الی العام المقابل لما فی البدائع عن المنتقی بالنون اذا لم یود حتی مضی حولان فقد اساء و اثم اھ فتأمل[1] اھ **اقول** لایخفی ان ھذا القول المعتمد منقول فی عامۃ الکتب بلفظ الفور

کیونکہ فوری واجب کرنا کُل کے لیے ہے نہ کہ بعض کے لیے، اور یہ نہایت ہی واضح ہے، پھر یہاں علّامہ شامی قدس سرہ السامی کو معنیِ فور میں کلام ہے وُہ کہتے ہیں مصنف کے قول "تاخیر زکوٰۃ سے گنہگار ہوگا الخ" اس سے ظاہر یہی ہے کہ تاخیر اگرچہ تھوڑی ہو مثلاً ایک یا دو دن، اس سے گنہگار ہوگا، کیونکہ فقہائے فور کی تفسیر اوّل اوقاتِ امکان سے کی ہے، اور کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ آئندہ سال تک تاخیر نہ ہو کیونکہ بدائع میں منتقی سے ہے کہ جب کئی سال گزر جائیں اور (زکوٰۃ کی) ادائیگی نہ کی ہو تو یہ بُرا اور گناہ ہے اھ فتأمل **اقول** واضح رہے کہ یہ قول معتمد عام کتب میں لفظِ فور اور عدمِ تاخیر سے منقول ہے اور

[1] ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۱۳

Marfat.com

وعدم التاخير وانما معناه كما نصوا عليه
وافدتم انتم هو الاتيان فى اول اوقات الامكان
فالتقييد بعدم التاخير عاما تغيير لا تفسير
ويظهر لى ان قضية الدليل ايضا تخالفه
فان العلماء كالامام فقيه النفس والامام
المحقق على الاطلاق والامام حسين بن محمد
السمعانى صاحب خزانة المفتين والعلامة
برهان الدين ابى بكر بن ابراهيم الحسينى صاحب
جواهر الاخلاطى وغيرهم رحمهم الله تعالٰى
ذكروا تعليل تفرقة محمد بايجاب الزكٰوة على الفور
والحج متراخيا بان الزكٰوة حق الفقراء فيأثم
بتاخير حقهم بخلاف الحج فانه خالص حق
المولٰى سبحانه وتعالٰى وانت تعلم ان حق العبد
بعد وجوب الاداء والتمكن منه لا يتاخر
اصلا الا ترى ان الاجل اذا حل فمطل الغنى
ظلم وان قل[1] وكذا ما حقق المولى
المحقق حيث اطلق من ان مع
النص قرينة الفور وهو الشرع
لدفع حاجة الفقراء وهى معجلة
يدل على الفور الحقيقى ولا يتفاوت
التسويف بعام واعوام فى عدم حصول المقصود
على وجه التمام لا جرم ان قال فى مجمع الانهر
بعد ذكره الفتوى على فورية الزكٰوة

اس کا معنٰی جیسا کہ فقہاء نے تصریح کی اور آپ خود افادہ کرچکے
کہ اوّل اوقاتِ امکان میں بجا لانا ہے لہذا عدمِ تاخیر
کو سال کے ساتھ مقید کرنا تغییر (بدل دینا) ہے تفسیر
نہیں، اور مجھے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ معاملہ دلیل بھی اس
کی مخالفت کررہا ہے کیونکہ علماء مثلاً امام فقیہ النفس،
امام محقق علی الاطلاق، امام حسین بن محمد سمعانی صاحبِ
خزانۃ المفتین اور علّامہ برہان الدین ابوبکر بن ابراہیم
الحسینی صاحبِ جواہر الاخلاطی وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی
نے امام محمد کے زکٰوۃ کو فی الفور اور حج کو علی التراخی لازم
قرار دینے کی علّتوں میں فرق کرتے ہُوئے کہا کہ زکٰوۃ
فقراء کا حق ہے تو اُن کے حق میں تاخیر کی وجہ سے وُہ
شخص گنہگار ہوگا بخلاف حج کے کہ وُہ خالصۃً اللہ سبحانہ
وتعالٰی کا حق ہے، اور آپ جانتے ہیں کہ حقِ عبد
وجوبِ قدرت اور وجوبِ ادا کے بعد بالکل متأخر نہیں
ہوتا، کیا آپ نے نہیں دیکھا جب قرض کی ادائیگی کا
وقتِ مقررہ آجائے تو غنی کا ڈھیل و تاخیر کرنا ظلم ہوتا ہے
اگرچہ وُہ تاخیر تھوڑی ہی کیوں نہ ہو، اور اسی طرح
مولٰی محقق نے تحقیق کرتے ہُوئے کہا کہ نص میں قرینۂ فور
ہے کہ زکٰوۃ حاجتِ فقراء کو دُور کرنے کے لیے ہے اور
اس میں تعجیل ہے جو فورِ حقیقی پر دال ہے، اب کامل طور
پر مقصد کے عدمِ حصول میں سال یا متعدد سالوں کے
اعتبار سے کوئی تفاوت نہیں ہوگا خصوصاً جبکہ مجمع الانہر
میں فوریتِ زکٰوۃ کا تذکرہ کرتے ہُوئے کہا فتوٰی فورِ زکٰوۃ

---

[1] ردالمحتار کتاب الزکٰوۃ ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۲/۱۳

Marfat.com

معنی یجب علی الفور انه یجب تعجیل الفعل فی اول اوقات الامکان[1] اھ قد سمعت نص الخانیۃ اذ قال ھل یاثم بتاخیر الزکوٰۃ بعد التمکن[2] اھ وقال فی خزانۃ المفتین یأثم بتاخیر الزکوٰۃ بعد التمکن ومن اخر من غیر عذر لاتقبل شھادتہ لان الزکوٰۃ حق الفقراء فیأثم بتاخیر حقھم[3] اھ ملخصًا فھذہ نصوص صرائح وما فی المنتقی مفھوم مع انہ ھو الذی یقضی بہ الدلیل فحق ان یکون علیہ التعویل نعم لاغر و فی تقیید رد الشھادۃ بمرورۃ المدۃ فان دلیل الفور ظنی والثابت بہ الوجوب فترکہ صغیرۃ لاترد بہ الشھادۃ الا بعد الاصرار و لا بد لذلک من مرور مدۃ کما افاد البحر فی مسئلۃ تاخیر الحج ، واللہ تعالٰی اعلم۔

پر ہے "یجب علی الفور" کا معنی یہ بیان کیا کہ اوّل اوقاتِ امکان میں فعل کو بجالانا واجب ہے اھ اور آپ خانیہ کی اس تصریح پر بھی آگاہ ہیں کہ کیا تمکن کے بعد تاخیرِ زکوٰۃ سے انسان گناہگار ہوتا ہے یا نہیں اھ اور خزانۃ المفتین میں فرمایا: تمکن کے بعد تاخیرِ زکوٰۃ سے گناہ گار ہوتا ہے، اور جس نے بغیر عذر ادائیگی مؤخر کی اس کی شہادت مقبول نہیں کیونکہ فقراء کا حق ہے، تو ان کے حق میں تاخیر کرنا گناہ ہوگا اھ ملخصًا، پس یہ صریح نصوص ہیں۔ اور جو کچھ المنتقی میں ہے وہ مفہوم ہے باوجودیکہ دلیل کا تقاضا بھی یہی ہے، لہذا اسی پر اعتماد کرنا حق ہے، ہاں رَدِّ شہادت کو مدت کے گزرنے کے ساتھ مقید کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ دلیلِ فور ظنی ہے جس سے وجوب ثابت ہوگا، لہذا اس کا ترک صغیرہ گناہ ہے اس سے شہادت مردود نہیں ہوگی، ہاں مگر اس صورت میں جب ترک پر اصرار ہو، لہذا اس کے لیے مدت کا گزرنا ضروری ہے جیسا کہ بحر میں مسئلہ تاخیرِ حج میں تفصیل مذکور ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

پھر بعد وجوب ادا تدریج کی مضرت اظہر من الشمس کہ مذہب صحیح پر ترکِ فور کرتے ہی گنہگار ہوگا اور مذہب تراخی پر بھی تدریج نامناسب کہ تاخیر میں آفات ہیں۔

وقال تعالٰی سارعوا الٰی مغفرۃ من ربکم[4] وقال تعالٰی فاستبقوا الخیرات[5]۔

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: اپنے رب سے بخشش مانگنے میں جلدی کرو۔ اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے: نیکیوں میں آگے بڑھو۔ (ت)

---

[1] مجمع الانہر کتاب الزکوٰۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۹۲
[2] فتاوٰی قاضی خان " منشی نولکشور لکھنؤ ۱/۱۱۹
[3] خزانۃ المفتین فصل فی مال التجارۃ قلمی نسخہ ۱/۵۲
[4] القرآن ۳/۱۳۳
[5] القرآن ۲/۱۴۸

Marfat.com

ظاہر ہے کہ وقتِ موت معلوم نہیں، ممکن ہے کہ پیش از ادا آجائے تو بالاجماع گنہگار ہوگا،

فان کل موسع یتضیق عند الموت کما نصوا علیہ ولہذا اصرح القائلون بتراخی الوجوب انہ یأثم عند الموت کما قدمنا۔ کیونکہ واجب موسع، موت کے قریب مضیق ہوجاتا ہے جیسا کہ اس پر فقہاء نے تصریح کی ہے، اور اسی وجہ سے علی التراخی وجوب کے قائلین موت کے قریب تارک کو گنہگار کہتے ہیں جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کردیا ہے (ت)

اسی طرح تدریج میں اور دقتیں بھی محتمل، کما لا یخفی علی خادم الفقہ (جیسا کہ کسی بھی خادمِ فقہ پر مخفی نہیں۔ ت) اور مالی وجانی حوادث سے محفوظ بھی رہا تو نفس پر اعتماد کسے ہے فان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم[1] (شیطان انسان میں خون کی طرح گردش کرتا ہے۔ ت) ممکن کہ بہکا دے اور آج جو قصدِ ادا ہے کل یہ بھی نہ رہے۔ سیدنا وابن سیدنا امام ابن الامام کریم ابن الکرام حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالٰی نے ایک قبائے نفیس بنوائی، طہارت خانے میں تشریف لے گئے، وہاں خیال آیا کہ اسے راہِ خدا میں دیجئے فوراً خادم کو آواز دی قریب دیوار حاضر ہوا، حضور نے قبائے معلّٰی اتار کر دی کہ فلاں محتاج کو دے آ۔ جب باہر رونق افروز ہوئے خادم نے عرض کی: اس درجہ تعجیل کی وجہ کیا تھی؟ فرمایا: کیا معلوم تھا کہ باہر آتے آتے نیت میں فرق آجاتا۔ سبحان اللہ! یہ اُن کی احتیاط ہے جو اِنَّ عِبَادِیۡ لَیۡسَ لَکَ عَلَیۡہِمۡ سُلۡطٰنٌ[2] (بلاشبہ میرے بندوں پر تیری حکومت نہیں چلے گی۔ ت) کی آغوش میں پلے اور اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا[3] (اللہ تعالٰی چاہتا ہے کہ اے اہلبیتِ نبوی! تم سے پلیدی کو دُور کرے اور تمھیں خوب پاک فرمادے۔ ت) کے دریا میں نہائے دُھلے صلی اللہ تعالٰی علٰی ابیھم الکریم الاکرام وعلیھم اجمعین وبارک وسلم (ان کے والدگرامی پر اللہ تعالٰی کی رحمتیں ہوں اور ان تمام پر بھی اور برکات وسلام۔ ت) پھر ہم کہ سخرۂ دستِ شیطان ہیں، کس اُمید پر بے خوف ومطلق العنان ہیں وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ میرے نزدیک چند باتیں لوگوں کو تدریج پر حامل ہوتی ہیں، کبھی یہ خیال کہ اہم فالاہم میں صرف کریں یعنی جس وقت جس حاجتمند کو دینا زیادہ مناسب سمجھیں اُسے دیں، کبھی یہ کہ سائل بکثرت آتے ہیں یہ چاہتا ہے مالِ زکوٰۃ ان کے لیے رکھ چھوڑے کہ وقتاً فوقتاً دیا کرے کبھی یکمشت دینا ذرا نفس پر بار ہے اور تھوڑا تھوڑا نکلتا جائے گا تو معلوم نہ ہوگا۔ جنھیں یہ خیال ہوں اُن کے لیے راہ یہی ہے کہ زکوٰۃ پیشگی دیا کریں مثلاً ماہِ مبارک رمضان میں اُن

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح باب فی الوسوسۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸

[2] القرآن ۱۵/ ۴۲

[3] القرآن ۳۳/ ۳۳

Marfat.com

پر حولان حول ہوتا ہے تو رمضان ۱۳۰۰ھ کے لیے شوال ۱۳۰۰ھ سے دینا شروع کریں اور ختم سال تک بتدریج حسبِ رائے و مصلحت دیتے رہیں کہ اس میں ان کے مقاصد بھی حاصل ہوں گے اور تدریج مذموم و ممنوع سے بھی بچیں گے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ثانیہ: زید کے پاس زیور ہے وہ اُس کی زکوٰۃ دیتا ہے آئندہ کو زیور زیادہ ہو تو کس حساب سے زرِ زکوٰۃ زیادہ کیا جائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

شریعتِ مطہرہ نے سونے چاندی کی نصاب پر کہ حوائجِ اصلیہ سے فارغ ہو خواہ وُہ روپیہ اشرفی ہو، گہنا یا برتن یا ورق یا کوئی شَے، حولان حول قمری کے بعد چالیسواں حصہ زکوٰۃ مقرر فرمایا ہے، سونے کی نصاب ساڑھے سات تولے ہے اور چاندی کی ساڑھے باون تولے، پھر نصاب کے بعد جو کچھ نصابِ مذکور کے پانچویں حصہ تک نہ پہنچے معاف ہے اُس پر کچھ واجب نہیں ھذا ھو مذھب صاحب المذھب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وھو الصحیح کما فی التحفۃ ثم مجمع الانھر (یہی صاحبِ مذہب (امام اعظم) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ تحفہ میں پھر مجمع الانہر میں ہے۔ ت) جب خمس کامل ہو جائے اُس پر پھر اس خمس کا چالیسواں حصہ فرض ہوگا، یُوں ہی ایک خمس سے دوسرے تک عفو اور ہر خمس کامل پر اس کا ربع عشر، مثلاً ایک شخص کے پاس ، تولے سونا اس پر ۲ ماشے سونا زکوٰۃ دیتا ہے اور اگر ایک تولہ سے کم اس پر زائد ہے مثلاً ایک رتی کم ۹ تولہ ہے جب بھی وہی ۲ ماشے ۲ سُرخ واجب ہے یہ رتی کم ایک تولہ معاف ہے، ہاں اگر پورا چھ ۶ ماشے ایک تولہ ہے کہ خمس نصاب ہے، اور ہو تو اس کا بھی ربع عشر یعنی ۳ ۲/۵ سُرخ، اور واجب ہوگا کل ۹ تولے پر ۲ ماشے، ۵ ۲/۵ سرخ ہے، پھر ایک تولہ پُورا ہونے تک کچھ نہ بڑھے گا، جب ۱۱ تولے ۶ ماشے کامل ہو وہی ۳ ۲/۵ سُرخ اور بڑھ کر ۲ ماشہ ۳ ۱/۵ سُرخ واجب الادا ہوگا، وعلیٰ ہذا القیاس۔ اسی طرح جس کے پاس ۵۲ تولہ ۶ ماشہ چاندی ہے اس پر ۱ تولہ ۳ ماشہ چاندی واجب ہے، اور جب تک ۱۰ تولے چاندی کہ خمس نصاب ہے نہ بڑھے، یہی واجب رہے گا۔ جب ۶۲ تولے کامل ہو جائے تو اس ۱۰ تولے کا ۱/۴۰ یعنی ۳ ماشہ ۱ ۱/۵ سُرخ، اور زائد ہو کر ایک تولہ ۱۰ ماشہ ۲/۵ سرخ کا وجوب ہوگا وعلیہ قس۔ درمختار میں ہے:

نصاب الذھب عشرون مثقالا والفضۃ مائتا درھم کل عشرۃ دراھم وزن سبعۃ مثاقیل والمعتبر وزنھما اداءً ووجوبًا لاقیمتھما واللازم فی مضروب کل منھما

سونے کا نصاب بیس ۲۰ مثقال اور چاندی کا دوسو ۲۰۰ ایسے درہم ہے کہ ان میں سے دس درہم سات مثقال کا وزن رکھتے ہوں، ان کا وزن ادائیگی اور وجوب میں معتبر ہے، ان دونوں کی قیمت کا اعتبار نہیں، پھر ان

Marfat.com

ومعمولہ ولو تبرا او حلیا مطلقا مباح الاستعمال اولا ربع عشر و فی کل خمس بضم الخاء بحسابہ ففی کل اربعین درھما درھم و فی کل اربعۃ مثاقیل قیراطان وما بین الخمس الی الخمس عفو و قالا مازاد بحسابہ وھی مسئلۃ الکسور[1] اھ ملخصا۔

دونوں سے بنی ہُوئی اشیاء میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ لازم ہے اگرچہ یہ ڈلی کی صُورت میں یا زیورات کی صورت میں ہوں، خواہ ان کا استعمال مباح ہو یا ممنوع ہو (یعنی مردوں کیلئے) ہر خمس میں اس کے حساب سے زکوٰۃ ہوگی، پس ہر چالیس دراہم میں ایک درہم اور ہر چار مثقال میں دو قیراط زکوٰۃ ہوگی جو خمس سے دوسرے خمس تک ہے، اس میں زکوٰۃ نہیں، صاحبین کے نزدیک جتنا اضافہ ہو اس میں اسی کے حساب سے زکوٰۃ ہوگی، یہی مسئلہ کسور کہلاتا ہے اھ ملخصا (ت)

پھر جو شخص مالکِ نصاب ہے اور ہنوز حولان حول نہ ہوا کہ سال کے اندر ہی کچھ اور مال اسی نصاب کی جنس سے خواہ بذریعہ ہبہ یا میراث یا شرایا وصیت یا کسی طرح اس کی ملک میں آیا تو وُہ مال بھی اصل نصاب میں شامل کرکے اصل پر سال گزرنا اُس سب پر حولان حول قرار پائے گا اور یہاں سونا چاندی تو مطلقاً ایک ہی جنس ہیں خواہ ان کی کوئی چیز ہو اور مالِ تجارت بھی اُنھیں کی جنس سے گِنا جائیگا اگرچہ کسی قسم کا ہو کہ آخر اس پر زکوٰۃ یوں ہی آتی ہے کہ اس کی قیمت سونے یا چاندی سے لگا کر انھیں کی نصاب دیکھی جاتی ہے تو یہ سب مال زروسیم ہی کی جنس سے ہیں اور وسط سال میں حاصل ہُوئے تو ذہب وفضہ کے ساتھ شامل کردئے جائیں گے بشرطیکہ اس ملانے سے کسی مال پر سال میں دو بار زکوٰۃ نہ لازم آئے، پھر ملانے کے بعد عفو وایجاب کے وہی احکام ہیں جو اوپر گزرے، مثلاً ایک شخص یکم محرم ۱۳۰۰ھ کو ۳۰ تولے سونے کا مالک ہُوا اور اُس کے سوا جنسِ زروسیم سے اور کوئی چیز اس کی مِلک نہیں تو اس پر ۹ ماشے سونا زکوٰۃ میں فرض ہے کہ سلخ ذی الحجہ ۱۳۰۰ھ کو واجب الادا ہوگا، ہنوز سال تمام نہ ہوا کہ مثلاً یکم رجب کو ایک تولہ اور یکم ذی الحجہ کو دو تولے سونا اُسے اور ملا کہ اب کل ۳۳ تولے ہوگیا تو سلخ ذی الحجہ کو اس مجموع کی زکوٰۃ ۹ ماشہ ۷ ۱/۵ سُرخ سونا واجب الادا ہوگا، گویا اس سب پر سال گزر گیا اگرچہ واقع میں اس ایک تولے کو ہنوز چھ مہینے اور اس دو تولے کو ایک ہی مہینہ گزرا ہے، اور اگر اُس تولہ بھر کے بعد اور نہ ملا کہ سال تمام پر صرف ۳۱ تولے تھا تو وہی ۹ ماشہ واجب رہیں گے کہ نصاب کے بعد خمس پُورا ہونے تک زیادت معاف ہے، اسی طرح اگر تین تولے سونا تو نہ ملا مگر مثلاً ۲۰ ذی الحجہ کو اس نے اپنی زمین یا غلے یا اثاث البیت کے عوض اس قدر مالِ تجارت خریدا جس کی قیمت ۳ تولے سونے تک پہنچی تو اگرچہ اسے مِلک میں آئے ابھی دس ہی دن گزرے مگر مجموع

---

[1] درمختار کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ المال مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵-۱۳۴

Marfat.com

۳۴ تولے کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ ہاں اگر اس کے پاس مثلاً ایک نصاب بکریوں اور ایک دراہم کی تھی اس نے دراہم کی زکوٰۃ ادا کردی اور اُن کے عوض اور بکریاں لیں، ان نئی بکریوں کے لیے آج سے سال شمار کیا جائے گا اگلی بکریوں میں ضم نہ کریں گے کہ آخر یہ اُسی روپے کے بدل میں جس کی زکوٰۃ اس سال کی بابت ادا ہوچکی اب اگر انھیں نصابِ شاۃ میں ملاتے ہیں تو ایک مال پر ایک سال میں دو بار زکوٰۃ لازم آئی جاتی ہے اور یہ جائز نہیں۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

المستفاد ولو بهبة[1] (او شراء او میراث او وصية اھ ش[2]) وسط الحول يضم الى نصاب من جنسه[3] (مالم يمنع منه مانع وهو الثنى المنفى بقوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ولا ثنى فى الصدقة اھ ش[4]) فيزكيه بحول الاصل ولو ادى زكوٰة نقد ثم اشترى به سائمة لاتضم[5] (الى سائمة عنده من جنس السائمة التى اشتراها بذلك النقد المزكى اى لايزكيها عند تمام حول السائمة الاصلية عند الامام للمانع المذكور اھ ش[6]) اھ بالتلخيص وفى ش ايضا احد النقدين يضم الى الأخر وعروض التجارة الى النقدين للجنسية باعتبار

سال کے وسط میں جو بھی حاصل شدہ ہو خواہ بصورت ہبہ ہو (یا شراء یا میراث یا وصیّت کی صورت میں ہو اھ ش) اسے ہم جنس نصاب میں شامل کیا جائیگا بشرطیکہ اس میں کوئی مانع نہ ہو اور تکرارِ زکوٰۃ ہے جس کی نفی سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان الفاظ میں فرمائی کہ صدقہ میں تکرار نہیں اھ ش) تو حول اصل کی زکوٰۃ ادا کی جائے گی، اگر کسی نے نقدی کی زکوٰۃ ادا کی پھر اس نے سائمہ جانور خریدا تو وہ اسے نہ ملائے (اصلی سائمہ کے ساتھ جن کو اس نے اس نقدی سے خریدا تھا جس کی زکوٰۃ ادا کردی گئی یعنی امام کے نزدیک مانع مذکور کی وجہ سے حول سائمہ اصلیہ کے اختتام پر مذکورہ سائمہ پر زکوٰۃ نہیں ہوگی اھ ش) اھ بالتلخیص، ش میں یہ بھی ہے کہ دونوں نقدیں (سونے اور چاندی)

---

[1] درمختار	کتاب الزکوٰۃ	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۳۳
[2] ردالمحتار	باب زکوٰۃ الغنم	مصطفی البابی مصر	۲/۲۵
[3] درمختار	"	مجتبائی دہلی	۱/۱۳۳
[4] ردالمحتار	"	مصطفی البابی مصر	۲/۲۶
[5] درمختار	"	مجتبائی دہلی	۱/۱۳۳
[6] ردالمحتار	"	مصطفی البابی مصر	۲/۲۶

Marfat.com

قیمتها بحرٰہ[1] ملخصًا واللہ تعالٰی اعلم۔ کو ایک دوسری جنسیت کے اعتبار سے ملایا جائے، سامانِ تجارت کو قیمت کے اعتبار سے نقدین کے ساتھ ملایا جائے، بحرٰہ ملخصًا واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ثالثہ : اگر آئندہ زیور کم ہو جائے تو کس حساب سے کمی کی جائے؟ بینوا توجروا

الجواب

زکوٰۃ صرف نصاب میں واجب ہوتی ہے نہ عفو میں، مثلاً ایک شخص آٹھ تولے سونے کا مالک ہے تو دو ماشے سونا کہ اس پر واجب ہوا وہ صرف ۷ تولے کے مقابل ہے نہ کہ پورے آٹھ تولے کے، کہ یہ چھ ماشے جو نصاب سے زائد ہے عفو ہے۔ یُوں ہی اگر ۱۰ تولے کا مالک ہو تو زکوٰۃ صرف ۹ تولہ یعنی ایک نصاب کامل اور ایک نصاب خمس کے مقابل ہے، دسواں تولہ معاف۔ ملتقی الابحر میں ہے :

الزکوٰۃ تتعلق بالنصاب دون العفو فلو ھلک بعد الحول اربعون من ثمانین شاۃ تجب شاۃ کاملۃ[2] اھ ملخصًا۔ زکوٰۃ کا تعلق نصاب سے ہوتا ہے عفو سے نہیں، اب اگر سال کے بعد اس کی بکریوں میں سے چالیس ہلاک ہوگئیں تو اب بھی ایک کامل بکری زکوٰۃ لازم ہوگی اھ ملخصًا۔ (ت)

درمختار میں ہے :

لا فی عفو وھو ما بین النصب فی کل الاموال[3] عفو میں زکوٰۃ نہیں اور یہ ہر حال میں وہ مقدار و حصّہ ہے جو نصابوں کے درمیان ہوتا ہے (ت)

پس اگر نقصان مقدارِ عفو سے تجاوز نہ کرے یعنی اُسی قدر مال کم ہو جائے جتنا عفو تھا، مثلاً مثال اوّل میں ۶ ماشہ اور دوم میں ایک تولہ، جب تو اصلاً قابلِ لحاظ نہیں کہ اس قدر پر تو پہلے بھی زکوٰۃ نہ تھی کل واجب بمقابلہ مال باقی تھا وُہ اب بھی باقی ہے تو زکوٰۃ اسی قدر واجب اور کمی نظر سے ساقط کما مثل لہ فی المنتقی (جیسا کہ منتقی میں اس کی مثال دی گئی۔ ت) اور اگر مقدار عفو سے متجاوز ہو یعنی اُس کے باعث کسی نصاب میں نقصان آئے خواہ یُوں کہ مال میں جس قدر عفو تھا نقصان اس سے زائد کا ہُوا جیسے امثلۂ مذکورہ میں دو تولے یا یُوں کہ ابتداءً

---

[1] ردالمحتار	باب زکوٰۃ الغنم	مصطفی البابی مصر	۲/۲۶
[2] ملتقی الابحر	فصل فی زکوٰۃ الخیل	موسسۃ الرسالہ بیروت	۱/۱۷۷
[3] درمختار	باب زکوٰۃ الغنم	مجتبائی دہلی	۱/۱۳۲

Marfat.com

مال صرف مقادیر نصاب پر تھا عفو سرے سے تھا ہی نہیں جیسے ۱۵ یا ۲۰ یا ۵۰ تولے سونا کہ اس میں رتی چاول جو کچھ گھٹے گا کسی نہ کسی نصاب میں کمی کرے گا۔ ایسا نقصان دو حال سے خالی نہیں یا حولان حول سے پہلے ہے یا بعد، بر تقدیر اوّل دو حال سے خالی نہیں، یا تو سال تمام پر رقم نصابہائے پیشیں پھر پوری ہوگئی یا نہیں، اگر پوری ہوگئی تو یہ نقصان بھی اصلاً نہ ٹھہرے گا اور اس مجموع رقم پر حولان حول سمجھا جائے گا، مثلاً ایک شخص یکم محرم ۱۳۰۰ھ کو ۱۵ تولے سونا کا مالک تھا بعدہٗ اس میں سے کسی قدر قلیل خواہ کثیر ضائع ہوگیا یا صرف کر دیا یا کسی کو دے ڈالا اور تھوڑا سا اگرچہ بہت خفیف باقی رہا، پھر جس قدر کم ہوگیا تھا سلخ ذی الحجہ سے پیشتر اگرچہ ایک ہی دن پہلے پھر آگیا تو پُورے ۱۵ تولہ یعنی دو نصاب کامل کی زکوٰۃ دینی ہوگی کہ ایک مثقال سونا ہے، یُونہی اگر مثلاً آٹھ تولے سونے کا مالک ہے اور وسط میں تولہ بھر گھٹ گیا کہ نصاب بھی پُوری نہ رہی، ختم سال سے پہلے چھ سات ماشے مل گیا تو وہی زکوٰۃ تمام وکمال لازم آئے گی کہ چھ ماشے جو عفو تھا جس طرح اُس کے ہلاک کا اعتبار نہیں یُونہی بعد ہلاک اس کا عود درکار نہیں صرف اس قدر چاہیے کہ شروع سال میں ایک یا زائد جتنی نصابوں کا مالک ہُوا تھا، ختم سال پر وُہ نصابیں پُوری ہوں تو جس قدر زکوٰۃ کا وجوب بحالت استمرار ہوتا اُسی قدر پُوری واجب ہوگی اور نقصان درمیانی پر نظر نہ کی جائے گی، ہاں اتنا ضرور ہے کہ اصل مال سے کوئی پارہ محفوظ رہے سب بالکل فنا نہ ہوجائے ورنہ ملک اوّل سے شمارِ سال جاتا رہے گا اور جس دن ملک جدید ہوگی اُس دن سے حساب کیا جائے گا، مثلاً یکم محرم کو مالکِ نصاب ہُوا صفر میں سب مال سفر کرگیا، ربیع الاوّل میں پھر بہار آئی تو اسی مہینہ سے حول گنیں گے حساب محرم جاتا رہا۔ درمختار میں ہے:

شرط کمال النصاب فی طرفی الحول فی الابتداء للانعقاد وفی الانتہاء للوجوب فلا یضر نقصانہ بینہما فلو ھلک کلہ بطل الحول[1]

سال کی دونوں اطراف میں کمالِ نصاب کی شرط ہے ابتداء میں انعقاد اور انتہاء میں وجوب کے لیے، درمیانی مدّت میں کمی نقصان دہ نہیں۔ ہاں اگر سارا مال ہلاک ہوگیا تو سال باطل ہوجائے گا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فان وجد منہ شیئا قبل الحول ولو بیوم ضمہ وزکی الکل[2]

اگر کوئی شئی سال کے اختتام سے حاصل ہُوئی خواہ ایک ہی دن پہلے ہوا سے ملایا جائیگا اور تمام کی زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔ (ت)

---

[1] درمختار باب زکوٰۃ المال مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۳۵
[2] ردالمحتار باب زکوٰۃ الغنم ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۲/۲۳

Marfat.com

اُسی میں ہے :

قولہ ھلك کلہ ای فی اثناء الحول حتی لو استفاد فیہ غیرہ استانف لہ حولا جدیدا[1]۔

قولہ اگر سارا سال مال ہلاک ہوگیا، یعنی سال کے وسط میں، حتی کہ اگر اس مال کے علاوہ حاصل ہوتا ہے تو اس کے لیے نیا سال ہوگا۔ (ت)

اور اگر یہ نقصان مستمر رہا یعنی ختم سال پر وُہ نصابیں پُوری نہ ہوئیں تو اس وقت جس قدر موجود ہے اتنے کی زکوٰۃ واجب ہوگی اور وہی احکام حسابِ نصاب و لحاظ عفو کے اس قدر موجود پر جاری ہوں گے، جو جاتا رہا گویا تھا ہی نہیں کہ حولانِ حول اسی مقدار پر ہُوا حتی کہ اگر یہ مقدار نصاب سے بھی کم ہے تو زکوٰۃ راسًا ساقط۔

وذلك لان الحولان شرط الوجوب فاذا نقص عن النصاب لم یجب شیئ والا وجب فیما حال علیہ الحول۔

کیونکہ سال کا گزرنا شرطِ وجوب ہے، جب نصاب سے کم ہے تو کوئی شئی لازم نہ ہوگی اور اگر نصاب ہے تو جس پر سال گزرا ہے اس پر زکوٰۃ ہوگی۔ (ت)

حدیث میں ہے حضور پُرنور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لازکوٰۃ فی مال حتی یحول علیہ الحول[2] اخرجہ ابن ماجۃ عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

مال پر زکوٰۃ سال گزرنے سے پہلے لازم نہیں ہوتی، اسے ابنِ ماجہ نے ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔ (ت)

حاشیۂ شامی میں ہے :

لواستھلکہ قبل تمام الحول فلازکوٰۃ علیہ لعدم الشرط[3]

اگر اس نے مال سال کے گزرنے سے پہلے ہلاک کردیا تو عدمِ شرط کی وجہ سے زکوٰۃ لازم نہ ہوگی۔ (ت)

برتقدیرِ ثانی یعنی جبکہ مال پر سال گزرگیا اور زکوٰۃ واجب الاداء ہوچکی، اور ہنوز نہ دی تھی کہ مال کم ہوگیا، یہ تین حال سے خالی نہیں کہ سبب کمی استہلاک ہوگا یا تصدق یا ہلاک۔ استہلاک کے یہ معنی کہ اس نے اپنے فعل سے اُس رقم سے کچھ اتلاف کیا، صرف کرڈالا، پھینک دیا، کسی غنی کو ہبہ کردیا۔ اور یہاں تصدق سے یہ مراد کہ بلانیتِ زکوٰۃ کسی فقیر محتاج کو دے دیا۔ اور ہلاک کے یہ معنی کہ بغیر اس کے فعل کے ضائع و تلف ہوگیا مثلاً

---

[1] ردالمحتار — باب زکوٰۃ المال — ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر — ۲/۳۳

[2] سُنن ابن ماجہ — ابواب الزکوٰۃ — باب من استفاد مالا — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ص ۱۲۹

[3] ردالمحتار — باب زکوٰۃ الغنم — ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر — ۲/۲۱

Marfat.com

چوری ہوگئی یا زر و زیور کسی کو قرض و رعایت دے دیا وُہ مکر گیا اور گواہ نہیں یا مرگیا اور ترکہ نہیں یا مال کسی فقیر پر دین تھا مدیون محتاج کو ابرا کر دیا کہ یہ بھی حکم ہلاک میں ہے۔

اب صُورتِ اُولیٰ یعنی استہلاک میں جس قدر زکوٰۃ سال تمام پر واجب ہولی تھی اُس میں سے ایک حبہ نہ گھٹے گا یہاں تک کہ اگر سارا مال صرف کر دے اور بالکل نادار محض ہو جائے تاہم قرضِ زکوٰۃ بدستور ہے،

سراجیہ و نہایہ وغیرہما میں ہے:

لو استھلك النصاب لا یسقط[1]

اگر نصاب کو کسی نے ہلاک کر دیا تو زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی (ت)

نہر الفائق وحاشیہ طحطاوی میں ہے:

لو وھب النصاب لغنی بعد الوجوب ضمن الواجب وھو اصح الروایتین[2]

اگر کسی نے نصاب کسی غنی کو وجوب کے بعد ہبہ کر دیا تو وُہ واجب (مقدار) کا ضامن ہوگا اور یہی دونوں روایات میں اصح ہے۔ (ت)

محیط سرخسی و عالمگیریہ میں ہے:

فی روایۃ الجامع یضمن قدر الزکوٰۃ وھو الاصح[3]

روایۃ الجامع میں ہے کہ مقدار زکوٰۃ کا ضامن ہوگا اور یہی اصح ہے (ت)

اور صُورتِ ثانیہ یعنی تصدّق میں اگر نذر یا کفارے یا کسی اور صدقۂ واجبہ کی نیت کی تو بالاتفاق اس کا حکم بھی مثلِ استہلاک ہے یعنی زکوٰۃ سے کچھ ساقط نہ ہوگا جو دیا اور جو باقی رہا سب کی زکوٰۃ لازم آئیگی۔

درمختار میں ہے:

اذا نوی نذرًا او واجبًا اٰخر یصح ویضمن الزکوٰۃ[4]

جب کسی نے نذر کی نیّت کر لی یا کسی اور واجب کی تو صحیح ہے مگر زکوٰۃ کی ضمانت دینا ہوگی۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی سراجیہ کتاب الزکوٰۃ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ ص ۲۵

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الزکوٰۃ دار المعرفۃ بیروت ۱/۳۹۵

[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الزکوٰۃ الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۷۱

[4] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۳۰

Marfat.com

اُسی میں ہے :

قولہ ھلك کلہ ای فی اثناء الحول حتی لو استفاد فیہ غیرہ استانف لہ حولا جدیدا۔[1]

قولہ اگر سارا سال مال ہلاک ہوگیا، یعنی سال کے وسط میں، حتی کہ اگر اس مال کے علاوہ حاصل ہوتا ہے تو اس کے لیے نیا سال ہوگا۔ (ت)

اور اگر یہ نقصان مستمر رہا یعنی ختمِ سال پر وہ نصابیں پُوری نہ ہوئیں تو اس وقت جس قدر موجود ہے اتنے کی زکوٰۃ واجب ہوگی اور وہی احکام حسابِ نصاب و لحاظ عفو کے اس قدر موجود پر جاری ہوں گے، جو جاتا رہا گویا تھا ہی نہیں کہ حولانِ حول اسی مقدار پر ہُوا حتی کہ اگر یہ مقدار نصاب سے بھی کم ہے تو زکوٰۃ راسًا ساقط۔

و ذلك لان الحولان شرط الوجوب فاذا نقص عن النصاب لم یجب شیئ والا وجب فیما حال علیہ الحول۔

کیونکہ سال کا گزرنا شرطِ وجوب ہے، جب نصاب سے کم ہے تو کوئی شیئ لازم نہ ہوگی اور اگر نصاب ہے تو جس پر سال گزرا ہے اس پر زکوٰۃ ہوگی۔ (ت)

حدیث میں ہے حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لازکوٰۃ فی مال حتی یحول علیہ الحول[2] اخرجہ ابن ماجۃ عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

مال پر زکوٰۃ سال گزرنے سے پہلے لازم نہیں ہوتی، اسے ابنِ ماجہ نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔ (ت)

حاشیۂ شامی میں ہے :

لو استھلکہ قبل تمام الحول فلا زکوٰۃ علیہ لعدم الشرط۔[3]

اگر اس نے مال سال کے گزرنے سے پہلے ہلاک کردیا تو عدمِ شرط کی وجہ سے زکوٰۃ لازم نہ ہوگی۔ (ت)

برتقدیرِ ثانی یعنی جبکہ مال پر سال گزرگیا اور زکوٰۃ واجب الاداء ہوچکی، اور ہنوز نہ دی تھی کہ مال کم ہوگیا، یہ تین حال سے خالی نہیں کہ سبب کمی استہلاک ہوگا یا تصدق یا ہلاک۔ استہلاک کے یہ معنی کہ اس نے اپنے فعل سے اُس رقم سے کچھ اتلاف کیا، صرف کرڈالا، پھینک دیا، کسی غنی کو ہبہ کردیا۔ اور یہاں تصدق سے یہ مراد کہ بلانیتِ زکوٰۃ کسی فقیر محتاج کو دے دیا۔ اور ہلاک کے یہ معنی کہ بغیر اس کے فعل کے ضائع و تلف ہوگیا مثلاً

---

[1] ردالمحتار باب زکوٰۃ المال ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۲/ ۳۳

[2] سُنن ابن ماجہ ابواب الزکوٰۃ باب من استفاد مالا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۲۹

[3] ردالمحتار باب زکوٰۃ الغنم ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۲/ ۲۱

Marfat.com

چوری ہوگئی یا زر و زیور کسی کو قرض و رعایت دے دیا وُہ مکر گیا اور گواہ نہیں یا مر گیا اور ترکہ نہیں یا مال کسی فقیر پر دین تھا مدیون محتاج کو ابرا کر دیا کہ یہ بھی حکم ہلاک میں ہے۔

اب **صُورتِ اُولیٰ** یعنی استہلاک میں جس قدر زکوٰۃ سال تمام پر واجب ہولی تھی اُس میں سے ایک حبہ نہ گھٹے گا یہاں تک کہ اگر سارا مال صرف کر دے اور بالکل نادار محض ہو جائے تاہم قرضِ زکوٰۃ بدستور ہے،

سراجیہ و نہایہ وغیرہما میں ہے :

لو استھلك النصاب لا یسقط[1]

اگر نصاب کو کسی نے ہلاک کر دیا تو زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی (ت)

نہر الفائق و حاشیہ طحطاوی میں ہے :

لو وھب النصاب لغنی بعد الوجوب ضمن الواجب وھو اصح الروایتین[2]

اگر کسی نے نصاب کسی غنی کو وجوب کے بعد ہبہ کر دیا تو وُہ واجب (مقدار) کا ضامن ہوگا اور یہی دونوں روایات میں اصح ہے۔ (ت)

محیط سرخسی و عالمگیریہ میں ہے :

فی روایة الجامع یضمن قدر الزکٰوة و ھو الاصح[3]

روایۃ الجامع میں ہے کہ مقدار زکوٰۃ کا ضامن ہوگا اور یہی اصح ہے (ت)

اور **صُورتِ ثانیہ** یعنی تصدق میں اگر نذر یا کفارے یا کسی اور صدقہ واجبہ کی نیت کی تو بالاتفاق اس کا حکم بھی مثلِ استہلاک ہے یعنی زکوٰۃ سے کچھ ساقط نہ ہوگا جو دیا اور جو باقی رہا سب کی زکوٰۃ لازم آئیگی۔

درمختار میں ہے :

اذا نوی نذرًا او واجبًا اٰخر یصح ویضمن الزکٰوة[4]

جب کسی نے نذر کی نیت کر لی یا کسی اور واجب کی تو صحیح ہے مگر زکوٰۃ کی ضمانت دینا ہوگی۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی سراجیہ — کتاب الزکوٰۃ — مطبع منشی نولکشور لکھنؤ — ص ۲۵

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار — کتاب الزکوٰۃ — دار المعرفۃ بیروت — ۱/۳۹۵

[3] فتاوٰی ہندیۃ — کتاب الزکوٰۃ — الباب الاول — نورانی کتب خانہ پشاور — ۱/۱۷۱

[4] درمختار — 〃 — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۳۰

Marfat.com

اور اگر تطوّع یا مطلق تصدق کی نیت تھی اور سب تصدق کردے تو بالاتفاق زکوٰۃ ساقط ہوگئی۔ ہندیہ میں ہے:

من تصدق بجمیع نصابہ ولا ینوی الزکوٰۃ سقط فرضھا عنہ وھذا استحسان کذا فی الزاھدی ولا فرق بین ان ینوی النفل اولم تحضرہ النیۃ۔[1]

جس نے تمام مال صدقہ کر دیا اور زکوٰۃ کی نیت نہ کی تو اس سے فرض ساقط ہوجائے گا اور یہ استحسان ہے جیسا کہ زاہدی میں ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ اس نے صدقہ نفلی کی نیّت کی یا ذہن نیت سے خالی تھا۔ (ت)

اور اگر بعض تصدق کیے تو امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک جس قدر صدقہ کیا اُس کی زکوٰۃ ساقط اور باقی کی لازم، مثلاً دوسو درم پر حولانِ حول ہوگیا اور زکوٰۃ کے پانچ درم واجب ہولیے، اب اس نے سَو درم للہ دے دئے تو ان سَو کی زکوٰۃ یعنی ڈھائی درم ساقط ہوگئی صرف ڈھائی دین رہے،

وھو روایۃ عن صاحب المذھب رضی اللہ تعالٰی عنہ کما فی الزاھدی والعنایۃ وغیرھما وعن الامام ابی یوسف ایضا کما فی القھستانی عن الخزانۃ **قلت** وبہ جزم القدوری[1] فی مختصرہ والسمعانی[2] فی خزانۃ المفتین عن شرح الطحاوی[3] ولما قال الاکمل روی ان الامام مع محمد فی ھذہ المسئلۃ[2] قال الطحطاوی[4] عن ابی السعود[5] عن شیخہ[6] وھذا کالتصریح بارجحیتہ[3] اھ وقد نص فی القھستانی والھندیۃ اثرین عن الزاھدی انہ الاشبہ[4]۔

اور یہی صاحبِ مذہب (امام اعظم) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جیسا کہ زاہدی اور عنایہ وغیرہ میں ہے اور امام ابو یوسف سے بھی یہی مروی ہے، جیسا کہ قہستانی نے خزانہ سے نقل کیا ہے **قلت** (میں کہتا ہوں) اسی پر قدوری[1] نے مختصر میں، سمعانی[2] نے خزانۃ المفتین میں شرح طحاوی[3] سے جزم کیا ہے، اکمل نے کہا کہ امام صاحب اس مسئلہ میں امام محمد کے ساتھ ہیں، طحاوی[4] نے ابو السعود[5] سے انھوں نے اپنے شیخ[6] سے نقل کیا کہ یہ راجح ہونے پر تصریح کی طرح ہے اھ قہستانی اور ہندیہ میں زاہدی[9] سے یُوں نقل کیا کہ یہی اشبہ ہے (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ — کتاب الزکوٰۃ — نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۷۱
[2] العنایۃ علٰی ہامش فتح القدیر — " — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۲۶
[3] حاشیہ طحطاوی علی در المختار — " — دار المعرفۃ بیروت ۱/۳۹۵
[4] فتاوٰی ہندیۃ — " — نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۷۱

Marfat.com

مگر امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بعض کا تصدق مطلقاً مثل استہلاک ہے کہ کسی نیت سے ہو اصلاً زکوٰۃ سے کچھ نہ گھٹے گا، تو صورتِ مذکورہ میں اگرچہ سَو روپیہ خیرات کرے زکوٰۃ کے پانچوں درم بدستور واجب رہے، یہ مذہب زیادہ قوی و مقبول و شایانِ قبول ہے۔

اقول فقد اعتمد عامة المتون کالوقایة[1]، والنقایة[2] والکنز[3] والاصلاح[4]، والملتقی[5] والتنویر[6] وغیرھا حتی لم یتعرض کثیر منھم لخلافه اصلا و اقرتھم علیه الشروح کذخیرة[7] العقبی والبرجندی[8] وتبیین[9] الحقائق والایضاح[10] ومجمع[11] الانھر، والدر[12] المختار وغیرھا وقدمه قاضی[13] خان وابراھیم الحلبی فی متنه وھما لا یقدمان الا الاظھر الاشھر الارجح کما نصا علیه فی خطب الکتابین وکذا قدمه فی الخلاصة[14] ومعلوم ان التقدیم یشعر بالاختیار کما فی کتاب الشرکة من العنایة والنھر و الدر المختار واخر دلیله فی الھدایة[15] وھو لا یؤخر الا دلیل ما ھو المختار عنده لیکون جوابا من دلیل ما تقدم واقرہ علی ھذا اشارة المحقق[16] فی الفتح وکذا ذکر الزیلعی فی التبیین دلیل القولین وشید دلیل ابی یوسف واجاب عن دلیل محمد ونسب فی الایضاح والملتقی والدر المختار الخلاف لمحمد وھو تضعیف له کما عرف من محاوراتھم واقر الدر علی ذلك الشامی[17] وقواه ببعض ما ذکرنا ھنا وھو صنیع الملتقی و

اقول اکثر متون نے اسی پر اعتماد کیا ہے مثلاً وقایہ[1]، نقایہ[2]، کنز[3]، اصلاح[4]، ملتقی[5]، تنویر[6] وغیرہ، حتی کہ اکثریت نے اس میں کسی قسم کے اختلاف کا تذکرہ تک نہیں کیا اور شروحات نے بھی انھیں کے قول کو ثابت رکھا ہے مثلاً ذخیرۃ العقبٰی[7]، برجندی[8]، تبیین الحقائق[9]، ایضاح[10]، مجمع الانہر[11] اور درمختار[12] وغیرہ۔ قاضی خان[13] اور ابراہیم حلبی نے اپنے متن میں اُسے مقدم رکھا ہے اور وہ دونوں حضرات اظہر، اشہر اور ارجح قول کو ہی مقدم ذکر کرتے ہیں جیسا کہ اُنھوں نے اپنی کتب کے خطبہ میں اس پر تصریح کی ہے اور خلاصہ[14] میں بھی اسے مقدم رکھا ہے اور یہ مسلّمہ ہے کہ تقدیم مختار ہونے پر دال ہے جیسا کہ عنایہ، نہر اور درمختار کی کتاب الشرکت میں ہے، اور ہدایہ[15] میں اس قول کی دلیل کو مؤخر بیان کیا ہے اور وہ مختار قول کی دلیل ہی کو مؤخر ذکر کرتے ہیں تاکہ ماقبل دلیل کا جواب بن سکے۔ محقق علی الاطلاق[16] نے بھی فتح القدیر میں اسی کو اشارۃً ثابت رکھا ہے، اسی طرح زیلعی[17] نے تبیین میں دونوں اقوال کی دلیل بیان کی اور امام ابو یوسف کی دلیل کو مضبوط کرتے ہوئے امام محمد کی دلیل کا رَد کیا، ایضاح، ملتقی اور درمختار میں کہا کہ اس میں امام محمد کو اختلاف ہے اور وہ اس قول کے ضعیف ہونے پر دال ہے جیسا کہ محاوراتِ فقہاء سے واضح ہے، امام شامی نے دُر کے قول کو اسی طرح ثابت رکھا اور بعض

Marfat.com

تقديم قاضي خان وتاخير الهداية فقد ترجح هذا اولاً بتظافر عامة المتون عليه، وثانياً بجلالة شان من اعتمدوه واقروه كالامام فقيه النفس الذي قالوا فيه انه لا يعدل عن تصحيحه والامام المحقق صاحب الهداية وعصريهما الامام صاحب الخلاصة والامام النسفي صاحب الكنز فالامام برهان الدين محمود وحفيده الامام صدر الشريعة والامام المحقق حيث اطلق والامام الفخر الزيلعي والعلامة الامام ابن كمال الوزير وهم جميعاً من ائمة الاجتهاد بوجه اقرلهم بذلك علماء معتمدون ولا كذلك من عددنا في القول الاول الا القدوري وشارح الطحاوي اما السمعاني فلم ار من اعترف له بذلك وابو السعود هذا ليس هو الامام المحقق علامة الوجود خاتمة المجتهدين محمد افندي مفتي الديار الرومية فانه متقدم على صاحب البحر المقدم على الشرنبلالي السابق على السيد ابي السعود هذا المتكلم على كتب الشرنبلالي تحشيا وتعليقا فتصحيح هؤلاء الجلة ولو التزاماً لا يقاومه قول المجروح المطروح ان غيره اشبه ثم ما فيهم وفي من تبعهم من اعاظم المتاخرين من الكثرة كما علمت يقضي بترجيحه فانما العمل

ہمارے مذکورہ دلائل سے اس کو تقویت دی اور وُہ ملتقی کا طریقہ ہے۔ تقدیم قاضی خان اور تاخیر طریقہ ہدایہ ہے لہٰذا یہ قول ترجیح پائے گا اولاً تو اس لیے کہ اس پر اکثر متون ہیں ثانیاً اس پر بزرگ ترین شخصیات نے اس کی تصریح کی اور اسے ثابت رکھا ہے، مثلاً امام فقیہ النفس جن کے بارے میں فقہاء نے تصریح کی ہے کہ ان کی تصحیح سے عدول نہیں کیا جاسکتا امام محقق صاحبِ ہدایہ اور اُن کے معاصرین امام صاحب الخلاصہ اور امام نسفی صاحب الکنز پھر امام برہان الدین محمود اور اُن کے پوتے امام صدر الشریعۃ، امام المحقق علی الاطلاق، امام فخر زیلعی اور علامہ ابن کمال الوزیر اور یہ تمام بالوجہ ائمہ اجتہاد ہیں، جس کا اقرار کرنے والے علمائے معتمدین ہیں، اور قولِ اوّل میں ہمارے شمار کا معاملہ اس طرح نہیں ماسوائے قدوری اور شارح الطحاوی کے۔ رہا معاملہ سمعانی کا، تو میں نے ان کیلئے اجتہاد کا اعتراف کرتے ہُوئے کسی کو نہیں دیکھا اور ابو سعود سے امام محقق علامۃ الوجود خاتمۃ المجتہدین محمد آفندی مفتی دیارِ روم مراد نہیں کیونکہ وُہ صاحبِ بحر سے پہلے گزرے ہیں اور صاحبِ بحر شرنبلالی سے مقدم اور شرنبلالی اس سیّد ابو السعود سے مقدم ہیں جنھوں نے کتبِ شرنبلالی پر حواشی و تعلیقات تحریر کی ہیں، پس ان عظیم علماء کی تصحیح اگرچہ التزاماً ہو کا مقابلہ کوئی مجروح و مطروح قول نہیں کرسکتا اس بات میں کہ اس کا غیر مختار ہے پھر ان علماء اور ان کے متبعین علماءِ متاخرین کی کثرت جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے بھی ترجیح کا تقاضا کرتی، کیونکہ عمل اس پر

Marfat.com

بما علیه الاکثر کما فی العقود الدریة وغیرھا، وثالثًا بقوة دلیله کما یظھر بمراجعة التبیین وغیرہ، ورابعًا ان فرض تساوی القولین من جھة الترجیح فیترجح ھذا بانه قول ابی یوسف کما عرف ذٰلك فی رسم المفتی، وخامسًا بانه الاحوط فان فیه الخروج عن العھدة بیقین، وسادسًا بانه الانفع للفقراء وقد علم ان للعلماء بذٰلك اعتناءً عظیمًا فی الزکٰوة والاوقاف ھذا ما ظھر لی فانظر ماذا تری، واللہ تعالٰی اعلم۔

ہوتا ہے جس پر اکثریت ہو جیسا کہ عقود الدریہ وغیرہ میں ہے، **ثالثًا** اس کی دلیل قوی ہونے کی وجہ سے جیسا کہ تبیین وغیرہ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے، **رابعًا** اگر جہت ترجیح کی وجہ سے دونوں اقوال میں مساوات فرض کرلیں تب بھی یہی قول ترجیح پاجائے گا کیونکہ یہ امام ابو یوسف کا قول ہے جیسا کہ رسم المفتی میں معلوم ہوچکا، **خامسًا** احوط یہی ہے کیونکہ اس صورت میں ذمہ داری سے بالیقین نکلا جاسکتا ہے، **سادسًا** یہ فقراء کے لیے زیادہ سُود مند ہے اور یہ معلوم ہے کہ علماء زکوٰۃ و اوقاف میں اس کا بہت زیادہ اہتمام کرتے ہیں، مجھ پر تو یہی واضح ہوا، آپ کی کیا رائے ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

رہی **صورتِ ثالثہ** یعنی ہلاک، اس میں بالاتفاق کم یا بہت جس قدر تلف ہو بحساب اربعۂ متناسبہ اُتنے کی زکوٰۃ ساقط ہوگی اور جتنا باقی رہے اگرچہ نصاب سے بھی کم اُتنے کی زکوٰۃ باقی، مثلاً دوسو بیس ۲۲۰ درم شرعی کا مالک تھا حولانِ حول کے بعد ۵ درم واجب الادا ہُوئے، ابھی نہ دئے تھے کہ ۴۰ درم ہلاک ہوگئے تو اب نیم درم ساقط اور ۴ واجب کہ ۲۰ تو عفو تھے جن کے مقابل زکوٰۃ سے کچھ نہ تھا وہ تو بیکار گئے، نصاب میں سے صرف بیس ۲۰ گھٹے، وہ نصاب کی عشر ہیں تو زکوٰۃ کا بھی دسواں حصّہ یعنی آدھا درم ساقط ہوگا باقی باقی، یا یوں دیکھ لیا کہ نصاب سے ۲۰ ہلاک ہُوئے ہیں ان کا $\frac{1}{40}$ نیم درہم ہے اُسی قدر ساقط ہوگیا، یا یوں خیال کرلیا کہ ایک سَو اسّی ۱۸۰ باقی ہیں ان کا $\frac{1}{40}$ ساڑھے چار ہیں اسی قدر واجب رہا، تینوں کا حاصل ایک ہے، اور اگر صورتِ مذکورہ میں ۲۱ درم ضائع ہُوئے ہیں تو زکوٰۃ سے درم کا صرف بیسواں ۲۰ حصّہ کہ کل واجب کا نصف عشر عشر یعنی $\frac{1}{200}$ ہے ساقط ہوگا، باقی $4\frac{19}{20}$ واجب کہ نصاب سے فقط ایک درم ہلاک ہُوا ہے، یہ نصاب کا $\frac{1}{200}$ تھا، اور اگر ۲۱۹ تلف ہُوئے تو درم کا فقط $\frac{1}{40}$ دینا آئے گا باقی ساقط کہ اسی حساب سے حصّہ نصاب باقی ہے وعلٰی ہذا القیاس۔ درمختار میں ہے:

لاشیئ فی عفو ولا فی ھالك بعد وجوبھا تعلقھا بالعین لا بالذمة وان ھلك بعضه سقط حظه ویصرف

عفو میں کوئی شئے لازم نہیں، وجوبِ زکوٰۃ کے بعد ہلاک ہوجانے والے مال پر زکوٰۃ نہیں کیونکہ زکوٰۃ کا تعلق اس مال سے تھا نہ کہ ذمہ کے ساتھ، اور اگر تھوڑا ہلاک

Marfat.com

الهالك الی العفو اولا ثم الی نصاب یلیه ثم و ثم بخلاف المستهلك لوجود التعدی والتوی بعد القرض والاعادۃ هلاك اھ ملتقطاً[1]

ہوا تو اس کے مطابق زکوٰۃ ساقط ہوگی اور ہلاک ہونے والے کو پہلے عفو کی طرف پھر اس سے متصل نصاب کی طرف پھرا جائے گا، اسی طرح آگے سلسلہ ہوگا بخلاف ہلاک کیے جانے والے کے، کیونکہ یہاں زیادتی ہے، قرض لینے والے کے انکار اور دوبارہ ادا کرنے کا نقصان ہلاکت کہلائے گا اھ ملتقطاً (ت)

ردالمحتار میں ہے:

والتوی هنا ان یجحد ولا بینة علیه او یموت المستقرض لاعن ترکة[2]

"توی" سے یہاں مراد یہ ہے کہ مقروض، گواہ نہ ہونے پر قرض سے انکار کردے یا مقروض قرضہ کی ادائگی کے لیے ترکہ چھوڑے بغیر فوت ہوجائے (ت)

اُسی میں ہے:

من الاستهلاك مالو أبرأمدیونه الموسر بخلاف المعسر[3] اھ **اقول** وما اشار الیه فی الدر من الترتیب فی الصرف الی النصب فهو مذهب سیدنا الامام الاعظم رضی الله تعالیٰ عنه خلا فاللامام ابی یوسف رحمه الله تعالیٰ فانه یصرف الهالك بعد العفو الی جمیع النصب شائعا ولکنی لم اذکره هٰهنا لان الکلام فی الذهب والفضة وفیهما لا ثمرة لهٰذا لعدم تفاوت نصبهما فی الواجب اصلا فانه ربع العشر علی الاطلاق وانما تظهر فی السوائم

ہلاک کیے جانے والے مال کی ایک صورت یہ ہے کہ کوئی آدمی اپنے امیر مقروض کو معاف کردے بخلاف تنگدست کو معاف کردینے کے۔ **اقول** در میں نصاب کے مصارف کی جس ترتیب کی طرف اشارہ ہے وہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے۔ اس میں امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا اختلاف ہے کیونکہ وہ عفو کے بعد ہلاک ہونے والے حصّہ کو مشترکہ طور پر تمام نصابوں کی طرف لوٹاتے ہیں لیکن میں نے یہاں اسے ذکر نہیں کیا کیونکہ کلام سونے اور چاندی میں ہے اور ان دونوں میں اس کا کوئی فائدہ نہیں اس لیے کہ ان کے وجوب نصاب میں اصلاً تفاوت نہیں، وہ تو مطلقاً چالیسواں

---

[1] درمختار باب زکوٰۃ الغنم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۳۳
[2] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۱
[3] " " " " "

Marfat.com

اَمّا الاختلاف الواجب فیھا باختلاف النصب فقد یکون شاۃ و وتارۃ بنت مخاض و اخری بنت لبون وھکذا فمن ملك ستۃ وثلثین من الابل فھلك احدی عشرۃ فالواجب عند الامام بنت مخاض وعند الشافی $\frac{۲۵}{۳۶}$ بنت لبون ای خمسۃ وعشرون جزء من ستۃ وثلثین جزء من اجزاء بنت لبون واَمّا لانعدام المثلیۃ فیتصور تفاوت الحسابین کمن ملك مائتی شاۃٍ وشاۃً فالواجب ثلث شیاہ ھلکت منھا ثمانون فالواجب عند الامام شاتان صرفا للھلاك الی اقرب النصب وعند ابی یوسف $\frac{۱۲۱}{۲۰۱}$ ثلث شیاہ ای مائۃ واحد وعشرون جزء من مائتی اجزاء وجزء من ثلث شیاہ ولا یجب ان یکون ھذا کمثل شاتین ویظھر ذلك عند التقویم فان دفع القیمۃ جائز فی الزکوٰۃ قطعًا فلنفرض ان شاۃ بسبعۃ وستین قرشا فقیمۃ الواجب عند الامام ۱۳۴ قرشا وعند ابی یوسف ۱۲۱ وھکذا امامھنا فالتعیین والشیوع سواء بلا تفاوت اصلا فان من ملك مثلا ۴۴ مثقالا من ذھب فالواجب مثقال وقیراطان لان کل مثقال عشرون قیراطا فاذا

حصہ ہے۔ ہاں چارپایوں میں ثمرہ (اختلاف) ظاہر ہوگا، یا تو اس میں اختلاف نصاب اختلاف واجب کی وجہ سے ہوگا مثلاً کبھی بکریاں ہوں گی کبھی بنت مخاض اور کبھی بنت لبون، پس جو شخص چھتیس اونٹوں کا مالک بنا ان میں سے گیارہ ہلاک ہو گئے۔ امام کے نزدیک یہاں بنت مخاض لازم ہے اور دوسرے کے نزدیک بنت لبون کا $\frac{۲۵}{۳۶}$ یعنی بنت لبون کے چھتیس اجزاء میں سے پچیس اجزاء لازم ہوں گے۔ یا وہاں مثلیت معدوم ہونے کی وجہ سے دونوں حسابوں میں تفاوت متصور ہوگا، مثلاً ایک شخص دوسو ایک (۲۰۱) بکری کا مالک ہے اب تین بکریاں لازم ہوگئیں مگر ان میں سے اسّی ہلاک ہوگئیں تو امام کے نزدیک اقرب نصاب کی طرف لوٹنے کی وجہ سے یہاں دو بکریاں لازم ہوں گی اور امام ابو یوسف کے نزدیک تین بکریوں کا $\frac{۱۲۱}{۲۰۱}$ یعنی تین بکریوں کے دوسو ایک (۲۰۱) اجزاء میں سے ایک سو اکیس (۱۲۱) لازم ہوں گے اور اس کا دو بکریوں کی مانند ہونا لازم نہیں اور اس چیز کا اظہار قیمت لگانے کے وقت ہی ہوگا کیونکہ قیمت دینے سے زکوٰۃ بالیقین ادا ہوجاتی ہے۔ مثلاً ہم فرض کرتے ہیں کہ بکری کی قیمت سڑسٹھ (۶۷) قرش ہے تو امام کے نزدیک ایک سو چونتیس (۱۳۴) قرش اور امام ابو یوسف کے نزدیک ایک سو اکیس (۱۲۱) قرش زکوٰۃ لازم ہوگی اسی طرح باقی قیاس کرلیں۔ لیکن زیر نظر مسئلہ میں تعیین اور اشتراک برابر ہیں ان میں کوئی تفاوت ہی نہیں، جو شخص مثلاً چوالیس (۴۴) مثقال سونے کا مالک بنا تو اس پر ایک مثقال اور دو قیراط زکوٰۃ لازم ہے کیونکہ ہر مثقال بیس قیراط ہوتا ہے۔ مثلاً

Marfat.com

هلك ۲۴ مثقالاً مثلاً وبقی ۲۰ فالواجب علی طریقة الامام نصف مثقال وعلیٰ طریقة ابی یوسف $\frac{5}{11}$ ای خمسة اجزاء من احد عشر جزء من اجزاء مثقال وقیراطین فاذا جنسنا حصل ۲۲ قیراطا فحصتها المذکورة عشرة قراریط وذلك نصف مثقال وکذا اذا ملك ۱۸ تولجة من ذهب وهو نصابان وخمسان فالواجب ۵ ماشه ۳ $\frac{1}{5}$ سرخ فاذا هلك ۳ تولجات مثلا بقی نصابان فالواجب علی طریقة الامام ۴ ماشه ۴ سرخ وعلی طریقة ابی یوسف $\frac{5}{6}$ من الواجب الاول فاذا جعلنا الکل اخماس حبة کانت ۲۱۶ خمسا ناخذ منها $\frac{5}{6}$ یحصل ۱۸۰ خمسا وهو ۴ ماشه ۴ سرخ سواءً بسواء وان شککت فانظر الی هذا العمل :

۶) ۲۱۶ (۳۶
۵
۵) ۱۸۰ (۳۶
ماشه ۴) ۳۶ (۸

ثم اعلم ان ابراء المدیون الغنی ایضا قد یکون هلاکا وذلك اذا کان الدین ضعیفا وهو الذی لیس فی مقابلة ۴ سرخ مال کالمهر والدیة وبدل الخلع وتمام الکلام علیه فی ردالمحتار والله سبحانه وتعالیٰ اعلم.

چوبیس مثقال ہلاک ہوگیا اور باقی بیس رہ گیا تو امام کے طریق پر نصف مثقال اور امام ابویوسف کے مطابق $\frac{5}{11}$ یعنی گیارہ مثقال اور دو قیراط کے اجزاء میں پانچ اجزاء لازم ہوں گے، جب ہم انھیں ہم جنس قرار دیں تو یہ بائیس قیراط بن جائیں گے، اب ان میں حصہ مذکورہ دس قیراط ہوگا اور یہ نصف مثقال ہے۔ اسی طرح مثلاً کوئی شخص اٹھارہ تولے سونے کا مالک بنا تو یہ دو نصاب اور دو خمس ہیں تو اب پانچ ماشے ۳ $\frac{1}{5}$ رتی بنے گا تو اب اگر تین تولے مثلاً ہلاک ہوگیا تو دو نصاب باقی رہ گئے۔ اب امام کے طریق کے مطابق چار ماشے اور چار رتی ، اور امام ابویوسف کے طریقہ پر $\frac{5}{6}$ واجب اول کا ہوگا ، تو اگر ہم سب کو حبہ کے خمس بنائیں تو کل ۲۱۶ خمس ہوئے ان میں سے $\frac{5}{6}$ لے لیں تو ۱۸۰ خمس حاصل ہوئے اور ۴ ماشے ۴ رتی ہوئے جو برابر برابر ہیں، اگر تمھیں شک ہو تو اس عمل کو دیکھو :

۶) ۲۱۶ (۳۶
۵
۵) ۱۸۰ (۳۶
ماشہ ۴) ۳۶ (۸

پھر معلوم ہونا چاہئے کہ کسی غنی مقروض کو بری کرنا بھی کبھی ہلاک قرار پاتا ہے اور یہ جب ہوگا کہ قرض یا دین بہت کم ہو اور وہ یہ ۴ رتی سے کم ہو تو مال نہ قرار پائیگا جیسا کہ مہر، دیت، خلع کے بدل میں اس مقدار کو مال قرار نہیں دیا جاتا، اس کی مکمل بحث ردالمحتار میں ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم (ت)

Marfat.com

مسئلہ رابعہ: سادات محتاجین کو زرِ زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں، بہت سادات محتاج ایسے ملتے ہیں کہ خود مانگتے ہیں اور میں نے سنا ہے کہ علمائے رام پور نے جواز کا فتوٰی دیا ہے مگر میں نے اب تک یہ جرأت نہ کی۔ اس بارہ میں آپ کیا حکم فرماتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب، زکوٰۃ ساداتِ کرام وسائر بنی ہاشم پر حرامِ قطعی ہے جس کی حرمت پر ہمارے ائمہ ثلثہ بلکہ ائمہ مذاہبِ اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کا اجماع قائم۔ امام شعرانی رحمہ اللہ تعالٰی میزان میں فرماتے ہیں:

اتفق الائمۃ الاربعۃ علی تحریم الصدقۃ المفروضۃ علی بنی ھاشم وبنی عبدالمطلب وھم خمس بطون اٰل علی واٰل العباس واٰل جعفر واٰل عقیل واٰل الحارث بن عبدالمطلب ھذا من مسائل الاجماع والاتفاق[1] اھ ملخصًا۔

باتفاقِ ائمہ اربعہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب پر صدقہ فرضیہ حرام ہے، اور وُہ پانچ خاندان ہیں: آلِ علی، آلِ عباس، آلِ جعفر، آلِ عقیل، آلِ حارث بن عبدالمطلب۔ یہ اجماعی اور اتفاقی مسائل میں سے ہے اھ ملخصًا۔ (ت)

اول تا آخر تمام متون مذہب قاطبۃً بے شذوذ شاذ وعامہ شروح معتمدہ وفتاوائے مستندہ اس حکم پر ناطق اور خود حضور پر نور سید السادات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متواتر حدیثیں اس باب میں وارد، اس وقت جہاں تک فقیر کی نظر ہے بیس صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اس مضمون کی حدیثیں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیں:

[1] حضرت سیدنا امام حسن مجتبٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ احمد والبخاری ومسلم (ان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے امام احمد، بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔ ت) [2] حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ روی احمد وابن حبان برجال ثقات (ان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے احمد اور ابن حبان نے ثقہ رجال کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ت) [3] حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما روی الامام الطحاوی والحاکم وابو نعیم وابن سعد فی الطبقات وابو عبید القاسم بن سلام فی کتاب الاموال و[4] روی عنہ الطحاوی حدیثًا اٰخر والطبرانی حدیثًا ثالثًا (امام طحاوی، حاکم، ابونعیم، ابن سعد نے طبقات اور

---

[1] المیزان الکبرٰی باب قسم الصدقات مصطفی البابی مصر ۲/۱۳

Marfat.com

ابوعبید قاسم بن سلام نے کتاب الاموال میں روایت کیا ہے اور طحاوی نے ان سے دوسری حدیث اور طبرانی نے تیسری حدیث روایت کی ہے۔ ت) حضرت[7] عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ احمد و مسلم والنسائی (ان سے احمد، مسلم اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ ت) حضرت[8] سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ ابن حبان والطحاوی والحاکم و ابونعیم (ان سے ابن حبان، طحاوی، حاکم اور ابونعیم نے روایت کیا ہے۔ ت) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ الشیخان ولہ عند الطحاوی[9] حدیثان اخران[10] (ان سے بخاری و مسلم نے روایت کیا اور انہی سے امام طحاوی نے دو اور احادیث نقل کی ہیں۔ ت) حضرت[11] انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ البخاری و مسلم ولہ عند الطحاوی[12] حدیث اٰخر (ان سے بخاری و مسلم نے روایت کیا اور انہی سے طحاوی نے ایک اور حدیث روایت کی ہے۔ ت) حضرت[13] معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ الترمذی والنسائی ولہ عند الطحاوی[14] حدیث اٰخر (ان سے ترمذی اور نسائی نے روایت کیا اور انہی سے طحاوی نے ایک اور حدیث بیان کی ہے۔ ت) حضرت[15] ابورافع مولٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم روی عنہ احمد و داؤد والترمذی والنسائی والطحاوی وابن حبان وابن خزیمۃ والحاکم (ان سے امام احمد، داؤد، ترمذی، نسائی، طحاوی، ابن حبان، ابن خزیمہ اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ ت) حضرت[16] ہرمز یا کیسان مولٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم روی عنہ احمد والطحاوی (ان سے امام احمد اور طحاوی نے روایت کیا ہے۔ ت) حضرت[17] بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ اسحٰق بن راھویۃ وابویعلی الموصلی والطحاوی والبزار والطبرانی والحاکم (ان سے اسحاق بن راہویہ، ابویعلی الموصلی، طحاوی، بزار، طبرانی اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ ت) حضرت ابولیلٰی[18] رضی اللہ تعالٰی عنہ، حضرت[19] ابوعمیرہ رشید بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہما الطحاوی (ان دونوں سے طحاوی نے روایت کیا ہے۔ ت) حضرت[20] عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما، حضرت[21] عبدالرحمن بن علقمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ یقال صحابی (ان کو صحابی کہا گیا ہے۔ ت) حضرت[22] عبدالرحمن بن ابی عقیل رضی اللہ تعالٰی عنہ علق عن الثلٰثۃ الترمذی (امام ترمذی نے ان تینوں سے تعلیقاً حدیث بیان کی ہے۔ ت) حضرت ام المومنین[23] صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما روی عنہا الستۃ (ان سے اصحاب ستہ نے بیان کیا۔ ت) حضرت ام المومنین ام[24] سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا روی عنہا احمد و مسلم (ان سے امام احمد اور مسلم نے روایت کیا ہے۔ ت) حضرت[25] ام عطیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا روی عنہا احمد والبخاری و مسلم (ان سے امام احمد، بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔ ت) اور بیشک اس تحریم کی علت اُن حضرات عالیہ کی عزت و کرامت و نظافت و طہارت کہ زکوٰۃ مال کا میل ہے اور گناہوں کا دھوون اس ستھری نسل والوں کے قابل نہیں، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی

Marfat.com

علیہ وسلم نے اس تعلیل کی تصریح فرمائی،

كما في حديث المطلب عند مسلم و ابن عباس عند الطبراني و علي المرتضى عند الطحاوي رضي الله تعالى عنهم اجمعين۔

جیسا کہ مسلم کے ہاں حدیثِ مُطلب، طبرانی کے ہاں حدیث ابن عباس اور طحاوی کے ہاں حدیثِ علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین میں ہے۔ (ت)

اسی طرح عامہ علماء مثل امام[1] ابوجعفر طحاوی شرح معانی الآثار اور امام[2] شمس الائمہ سرخسی محیط اور امام[3] صدر شہید شرح جامع صغیر اور امام[4] برہان الدین فرغانی ہدایہ اور امام[5] حافظ الدین نسفی کافی اور امام[6] فخر الدین زیلعی تبیین اور امام[7] سمنانی خزانۃ المفتین اور علامہ[8] یوسف چلپی ذخیرۃ العقبٰی اور محقق[9] غزی منح الغفار اور مدقق[10] علائی درمختار اور فاضل[11] رومی مجمع الانہر اور سید[12] حموی غمز العیون اور ان کے غیر اس حکم کی یہی علت بیان فرماتے ہیں اور شک نہیں کہ یہ علت تغیر زمانہ سے متغیر نہیں ہوسکتی تو دائماً ابداً بقائے حکم میں کوئی شبہہ نہیں، یہاں تک کہ جمہور علمائے کرام مثل امام[1] ابوالحسن کرخی و امام[2] ابوبکر جصاص و امام[3] حسام الدین عمر صدر شہید و امام[4] علی بن ابی بکر مرغینانی صاحب ہدایہ و امام[5] طاہر بخاری صاحب خلاصہ و امام[6] سغناقی صاحب نہایہ و امام[7] نسفی صاحب کافی و امام[8] زیلعی شارح کنز و امام[9] حسین بن محمد صاحب خزانہ و امام[10] ہمام محمد بن الہمام صاحب فتح و علامہ[11] اتقانی صاحب غایۃ البیان و علامہ[12] برجندی شارح نقایہ و علامہ[13] زین بن نجیم صاحب اشباہ و بحر و علامہ[14] عمر بن نجیم صاحب نہر و علامہ[15] ابراہیم حلبی صاحب ملتقی و علامہ[16] محمد حصکفی صاحب درمختار و مصنفانِ اختیار شرح مختار و فتاوٰی ہندیہ وغیرہم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم بنی ہاشم کو مالِ زکوٰۃ سے عمل صدقات کی اُجرت لینا ناجائز ٹھہراتے ہیں حالانکہ یہ اغنیاء کے لیے بھی روا کہ من کل الوجوہ زکوٰۃ نہیں مگر آخر شبہہ زکوٰۃ ہے اور بنی ہاشم کی جلالتِ شان شبہہ لوث سے بھی براءت کی شایاں۔ تبیین الحقائق میں ہے:

يستحقه عمالة الا ان فيه شبهة الصدقة بدليل سقوط الزكوٰة عن ارباب الاموال فلا يحل للعامل الهاشمي تنزيها لقرابة النبي صلى الله تعالٰى عليه وسلم عن شبهة الوسخ و تحل للغني لانه لا يوازي الهاشمي في استحقاق الكرامة فلا تعتبر الشبهة في حقه[1] اھ ملخصاً۔

عاملین زکوٰۃ کے حقدار ہیں مگر چونکہ اس میں شبہہ زکوٰۃ ہے کیونکہ اس سے صاحبِ اموال کی زکوٰۃ ساقط ہوجاتی ہے لہٰذا ہاشمی عامل کے لیے حلال نہیں تاکہ قرابتِ نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو مَیل کے شبہہ سے بھی محفوظ رکھا جاسکے البتہ غنی عامل کے لیے جائز ہے کیونکہ وُہ مرتبہ کرامت میں ہاشمی کے برابر نہیں، لہٰذا ان کے حق میں اس شبہہ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اھ ملخصاً (ت)

---

[1] تبیین الحقائق باب المصرف مطبعۃ الکبرٰی الامیریۃ بولاق مصر ۱/۲۹۷

Marfat.com

محیط و بحر و درر وغیرہا میں ہے: زکوٰۃ ہاشمی کے غلام مکاتب کو بھی جائز نہیں حالانکہ مکاتب اغنیاء کیلئے حلال، اور وجہ وہی کہ ملک مکاتب من وجہ ملکِ مولیٰ ہے اور یہاں شبہہ مثلِ حقیقت۔ ردالمحتار میں ہے:

فی البحر عن المحیط وقد قالوا انہ لایجوز لمکاتب ھاشمی لان الملک یقع للمولی من وجہ والشبھۃ ملحقۃ بالحقیقۃ فی حقھم اھ ای ان المکاتب وان صار حرا یدا حتی یملک مایدفع الیہ لکنہ مملوک رقبۃ ففیہ شبھۃ وقوع الملک لمولاہ الھاشمی والشبھۃ معتبرۃ فی حقہ لکرامتہ بخلاف الغنی کما مر فی العامل فلذا قید بقولہ فی حق بنی ھاشم اھ۔[1]

بحر میں محیط سے ہے کہ علماء نے فرمایا ہے کہ ہاشمی کے مکاتب کے لیے زکوٰۃ جائز نہیں کیونکہ یہاں ایک لحاظ سے مولیٰ کی ملکیت باقی ہوتی ہے اور یہاں شبہ ہاشمیوں کے حق میں حقیقی طور پر برقرار ہوتا ہے اھ یعنی مکاتب اگرچہ آزاد متصور ہوتا ہے حتی کہ جو کچھ اسے دیا جائے وُہ اس کا مالک بن جاتا ہے لیکن گردن کے اعتبار سے مملوک ہوتا ہے لہٰذا اس صورت میں اس کے ہاشمی مولیٰ کی ملکیت کا شبہ ہے اور یہاں ہاشمی کی شرافت کی وجہ سے شبہ کا اعتبار ہوتا ہے بخلاف غنی کے، جیسا عامل میں گزرا ہے، اسی لیے مصنّف نے حقِ بنی ہاشم کی قید لگائی ہے اھ (ت)

بالجملہ جب حدیث وُہ اور فقہ یہ، پھر خلاف کی طرف راہ کہاں، اب جو صاحب جواز پر فتوٰی دیں ان کا منشاء غلط ایک مقدوح و مرجوح و مجروح روایت ہے جو ابوعصمہ نوح بن ابی مریم جامع نے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حکایت کی کہ ہمارے زمانے میں بنی ہاشم کو زکوٰۃ روا ہے کہ بسببِ حُرمت مالِ غنیمت سے خمسِ خمس ملتا تھا اب کہ وُہ نہیں ملتا زکوٰۃ نے عود کیا۔

اقول یہ حکایت نہ روایۃً رجیح نہ درایۃً نجیح، ہم ابھی بیان کر آئے کہ علّتِ حرمت بنصِ صریح صاحبِ شرع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و تصریحاتِ متظافرۂ حاملانِ شرع رحمۃ اللہ علیہم کثافتِ صدقات و نظافتِ سادات یعنی بنی ہاشم ہے، اور وہ تبدّلِ زمانہ سے متبدل نہیں ہوسکتی، اور جو دلیل اس ضعیف قیل پر بیان میں آئی، فقیر غفراللہ تعالٰی لہٗ نے اس کی کامل ناتمامی اپنے فتاوٰی یکم جمادی الاولٰی ۱۳۰۶ ہجریہ مندرجۂ مجموعہ العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ میں بحمداللہ تعالٰی روشن بیانوں سے واضح کردی اور اسی میں اٹھارہ[18] دلائل ساطعہ قائم کیے کہ امام اجل ابوجعفر طحاوی قدس سرہٗ کی طرف اس روایت مرجوحہ کے اخذ و اختیار کی نسبت میں بڑا دھوکا واقع ہوا

---

[1] ردالمحتار باب المصرف دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۰

Marfat.com

جن میں ستّرہ خود کلام امام ممدوح کی شہادات سے ہیں بلکہ وُہ بلاشُبہ اسی مذہب حق و ظاہر الروایۃ کو بھذا ناخذ (ہم اسی کو لیتے ہیں۔ت) فرماتے اور معتمد و مفتی بہ ٹھہراتے ہیں، ایک سہل سی عام فہم بات یہ ہے کہ وہی امام ممدوح اپنی اسی کتاب شرح معانی الآثار کی اُسی کتاب اُسی باب، اسی بحث میں جہاں اُن سے اس ترجیح معکوس کا وقوع بتایا جاتا ہے خاص اسی بھذا ناخذ سے صاف صریح تصریح فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک بنی ہاشم کے غلام تو غلام، موالی پر بھی زکوٰۃ حرام فرماتے ہیں۔ ہمارے ائمہ سے اس کا خلاف معلوم نہیں۔ سبحان اللہ جب اُن کے نزدیک خود بنی ہاشم کے لیے زکوٰۃ حلال تھی تو ان کے غلاموں پر حرام ماننا کیونکر معقول تھا، طرفہ یہ کہ یہیں امام طحاوی نے اس مذہب کو اختیار فرمایا ہے کہ بنی ہاشم پر نہ صرف زکوٰۃ و صدقات واجبہ بلکہ صدقہ نافلہ بھی حرام ہے۔ اور فرماتے ہیں ہمارے ائمہ ثلٰثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا یہی قول ہے، پھر انھیں قائل جواز ماننا کیسا سخت قول بالمحال ہے جسے اس مطلب جلیل کی تنقیح جمیل پر اطلاع مذکور ہو فتاوٰی فقیر کی طرف رجوع کرے، اور جب یقیناً معلوم کہ وُہ روایت شاذہ مذہب اجماعی ائمہ ثلٰثہ کے خلاف واقعہ اور تمام متون کا اس کے خلاف پر اجماع قاطع اور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی احادیثِ متواترہ اس کی دافع، اور دلیل و درایت میں بھی اُس کا حصہ محض ذاہب وضائع، اور فتوٰیٔ امام طحاوی یقیناً جانبِ ظاہر الروایۃ راجع، تو اس پر فتوٰی دینا قطعاً مردود جس سے شرع مطہر جزماً مانع، کون نہیں جانتا کہ اطباقِ متون کی کیسی شان جلیل ہے جس کے سبب بارہا محققین نے جانبِ خلاف کی صریح تصحیحوں کو قبول نہ کیا کہ اس طرف تصحیح و ترجیح کا نام بھی نہ ہو، نہ کہ صراحۃً امام مجتہد نے اسی جانب پر فتوٰی دیا ہو، با اینہمہ اسے چھوڑ کر اُدھر جانا کس قدر موجب عجب شدید ہے، درمختار میں ہے:

قال فی الخانیۃ وعلیہ الفتوی لکن المتون علی الاول فعلیھا المعول[1]	خانیہ میں ہے کہ فتوٰی اسی پر ہے لیکن متون میں پہلا قول ہے لہذا اسی پر اعتماد ہوگا (ت)

کون نہیں جانتا کہ ہنگامِ اختلاف ظاہر الروایۃ ہی مرجح ہے اگرچہ دونوں مذیل بفتوٰی ہوں۔ بحرالرائق میں ہے:

اذا اختلف التصحیح وجب الفحص عن ظاھر الروایۃ والرجوع الیھا[2]	جب تصحیحِ اقوال میں اختلاف ہو تو ظاھر الروایۃ کی تلاش اور اس کی طرف ہی رجوع کرنا چاہیے (ت)

علماء فرماتے ہیں جو کچھ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے ہمارے ائمہ کا مذہب نہیں۔ ردالمحتار کی کتاب

---

[1] درمختار — کتاب القسمۃ — مطبع مجتبائی دہلی — ۲/۲۱۹

[2] بحرالرائق — باب المصرف — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۲/۲۵۰

Marfat.com

احیاء الموات میں ہے:

ماخالف ظاہر الروایۃ لیس مذہباً لاصحابنا[1] جو ظاہر روایت کے خلاف ہو وہ ہمارے اصحاب کا مذہب نہیں ہوتا۔ (ت)

پھر جبکہ خاص اسی طرف فتوٰی ہُوا اور اُس جانب کچھ نہیں تو اُدھر چلنا روشِ فقہی سے کتنا بعید ہے، کون نہیں جانتا کہ قوتِ دلیل کس قدر موجبِ تعویل، یہاں تک کہ علماء فرماتے ہیں:

لایعدل من درایۃ ماوافقہا روایۃ[2] کما فی الغنیۃ شرح المنیۃ و ردالمحتار وغیرہما۔ اس عقلی دلیل سے اعراض نہیں کیا جائے گا جو نقلی دلیل کے مطابق ہو جیسا کہ منیہ شرح غنیہ اور ردالمحتار وغیرہ میں ہے۔ (ت)

اس تنکیرِ روایۃ پر نظر کیجئے اور مانحن فیہ کی حالت دیکھئے، جب روایت کی موافقت مانع عدول تو ماہی الروایۃ کا خلاف کیونکر مقبول، پھر اس طرف احادیث متواترہ' ان سب کے علاوہ جن کی صحت پر ایسا یقین کہ گویا بگوشِ خویش کلام اقدس حضور پُرنور صلوٰۃ اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ سُن رہے ہیں' میں نہیں کہہ سکتا کہ ان کے وجوہ کے بعد بھی وُہ روایت قبول تو قبول' التفات کے قابل ٹھہرے۔ لاجرم ملاحظہ کیجئے کہ بکثرت علماءِ اصحاب متون و شروح و فتاوٰی اپنی تصانیفِ عظیمہ جلیلہ معتمدہ مثل قدوری[1] و ہدایہ[2] و وافی[3] و کنز[4] و وقایہ[5] و نقایہ[6] و اصلاح[7] و ملتقی[8] و بدایہ[9] و تنویر[10] و کافی[11] و شرح وقایہ[12] و ایضاح[13] و اشباہ[14] و درمختار[15] و طریقہ محمدیہ[16] و حدیقہ ندیہ[17] و خانیہ[18] و خلاصہ[19] و خزانۃ المفتین[20] و جواہر اخلاطی[21] و عالمگیری[22] وغیرہا میں اُس روایت کا نام تک زبان پر نہ لائے اور طبقۃً فطبقۃً منع و تحریم کی روشن تصریحیں کرتے آئے۔ کیا وہ اس روایتِ شاذہ سے آگاہ نہ تھے، یقیناً تھے، مگر اسے قابلِ التفات نہ سمجھے اور بیشک وُہ اسی قابل تھی۔ یہ باوّن[52] عبارتیں اور ستائیس[27] حدیثیں جن کی طرف فقیر نے اس تحریر میں اشارہ کیا، بحمد اللہ اس وقت فقیر کے پیشِ نظر ہیں، سب کی نقل سے بخوفِ تطویل دست کشی کی۔ بالجملہ اصلاً محلِ شک و ارتیاب نہیں کہ سادات کرام و بنی ہاشم پر زکوٰۃ یقیناً حرام، نہ انھیں لینا جائز نہ دینا جائز، نہ ان کے دئے زکوٰۃ ادا ہو، تو اس میں گناہ کے سوا کچھ حاصل نہیں، اور اس کے جواز پر فتوٰی دینا محض غلط و باطل' اور حیلۂ صحت بلکہ قابلیت اغماض سے عاری و عاطل، کیا معلوم نہیں کہ علمائے کرام نے ایسے فتوٰی کی نسبت کیسے سخت الفاظ ارشاد کیے ہیں۔ درمختار میں ہے:

الحکم والفتیا بالقول المرجوح جہل وخرق للاجماع[3] اھ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ قول مرجوح پر فیصلہ وفتوٰی جہالت اور اجماع کو توڑنا ہے اھ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب احیاء الموات دار احیاء التراث العربی ۵/۲۷۸

[2] ردالمحتار دار احیاء التراث بیروت ۱/۳۱۲ و غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۹۵

[3] درمختار خطبۃ الکتاب مطبع مجتـ[illegible]

Marfat.com

رہا یہ کہ پھر اس زمانہ پُر آشوب میں حضرات سادات کرام کی مواسات کیونکر ہو، **اقول** بڑے مال والے اگر اپنے خالص مالوں سے بطور ہدیہ ان حضراتِ عُلیہ کی خدمت نہ کریں تو ان کی بے سعادتی ہے، وُہ وقت یاد کریں جب ان حضرات کے جدِ اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے سوا ظاہری آنکھوں کو بھی کوئی ملجا و ماوا نہ ملے گا، کیا پسند نہیں آتا کہ وُہ مال جو انھیں کے صدقے میں اُنھیں کی سرکار سے عطا ہُوا جسے عنقریب چھوڑ کر پھر ویسے ہی خالی ہاتھ زیرِ زمین جانے والے ہیں، اُن کی خوشنودی کے لیے ان کے پاک مبارک بیٹوں پر اُس کا ایک حصّہ صرف کیا کریں کہ اُس سخت حاجت کے دن اُس جواد کریم رؤف و رحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے بھاری انعاموں، عظیم اکراموں سے مشرف ہوں۔ ابنِ عساکر امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من صنع الی اھل بیتی یدًا کافاتہ علیھا یوم القیمۃ۔[1]

جو میرے اہلِ بیت میں سے کسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا مَیں روزِ قیامت اس کا صلہ اسے عطا فرماؤں گا۔

خطیب بغدادی امیر المومنین عثمانِ غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من صنع صنیعۃ الی احد من خلف عبد المطلب فی الدنیا فعلی مکافاتہ اذا لقینی۔[2]

جو شخص اولادِ عبد المطلب میں کسی کے ساتھ دنیا میں نیکی کرے اس کا صلہ دینا مجھ پر لازم ہے جب وُہ روزِ قیامت مُجھ سے ملے گا۔

اللہ اکبر، اللہ اکبر! قیامت کا دن، وُہ قیامت کا دن، وہ سخت ضرورت سخت حاجت کا دن، اور ہم جیسے محتاج، اور صلہ عطا فرمانے کو محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سا صاحب التاج، خدا جانے کیا کچھ دیں اور کیسا کچھ نہال فرمادیں، ایک نگاہِ لطف اُن کی جُملہ مہماتِ دوجہاں کو بس ہے، بلکہ خود یہی صلہ کروڑوں صلے سے اعلیٰ و انفس ہے، جس کی طرف کلمۂ کریمہ اذا لقینی (جب وہ روزِ قیامت مجھ سے ملے گا۔ ت) اشارہ فرماتا ہے، بلفظِ اذا تعبیر فرمانا بحمداللہ روزِ قیامت وعدۂ وصال و دیدارِ محبوبِ ذی الجلال کا مژدہ سُناتا ہے، مسلمانو! اور کیا درکار ہے دوڑو اور اس دولت و سعادت کو لو و باللہ التوفیق اور متوسط حال والے اگر مصارف

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابنِ عساکر حدیث ۳۴۱۵۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۹۵

[2] تاریخ بغداد ترجمہ ۵۲۲۱ عبداللہ بن محمد الفزاری دار الکتاب العربی بیروت ۱۰/ ۱۰۳

Marfat.com

مستحبہ کی وسعت نہیں دیکھتے تو بحمداللہ وُہ تدبیر ممکن ہے کہ زکوٰۃ کی زکوٰۃ ادا ہو اور خدمتِ سادات بھی بجا ہو یعنی کسی مسلمان مصرفِ زکوٰۃ معتمد علیہ کو کہ اس کی بات سے نہ پھرے، مالِ زکوٰۃ سے کچھ روپے بہ نیتِ زکوٰۃ دے کر مالک کر دے، پھر اس سے کہے تم اپنی طرف سے فلاں سیّد کی نذر کر دو اس میں دونوں مقصود حاصل ہو جائیں گے کہ زکوٰۃ تو اس فقیر کو گئی اور یہ جو سیّد نے پایا نذرانہ تھا، اس کا فرض ادا ہو گیا اور خدمتِ سیّد کا کامل ثواب اسے اور فقیر دونوں کو ملا، ذخیرہ و ہندیہ میں ہے:

اذا اراد ان یکفن میتا عن زکوٰۃ مالہ لایجوز والحیلۃ ان یتصدق بھا علی فقیر من اھل المیّت ثمّ ھو یکفن بہ فیکون لہ ثواب الصدقۃ ولاھل المیّت ثواب التکفین وکذٰلک فی جمیع ابواب البر کعمارۃ المساجد وبناء القناطیر والحیلۃ ان یتصدق بمقدار زکوٰتہ علی فقیر ثمّ یامرہ بالصرف الی ھذہ الوجوہ فیکون للتصدق ثواب الصدقۃ والفقیر ثواب بناء المسجد والقنطرۃ[1] اھ ملخصًا۔

اگر کوئی شخص زکوٰۃ سے میّت کا کفن تیار کرنا چاہے تو جائز نہیں، ہاں یہ حیلہ کر سکتا ہے کہ خاندانِ میّت کے کسی فقیر پر صدقہ کر دے اور وُہ میّت کا کفن تیار کر دے، تو ثواب مالک کے لیے صدقے کا اور اہلِ میّت کے لیے تکفین کا ثواب ہوگا، اسی طرح کا حیلہ تمام امورِ خیر مثلاً تعمیرِ مساجد اور پلوں کے بنانے میں جائز ہے کہ مالک مقدارِ زکوٰۃ کے برابر کسی فقیر کو دے دے اور اسے کہے کہ تُو ان امور پر خرچ کر دے ثواب صدقہ کرنے والے کے لیے صدقہ کا اور بناءِ مسجد و پُل کا ثواب فقیر کو ہوگا اھ ملخصًا (ت)

اقول ویظھر لی ان ثواب تلک القرب لھما جمیعًا لان من دل علی خیر کان کفاعلہ وقد تواتر عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی نظائرہ تکامل الثواب لکل شریک فی الخیر لا تنقص الشرکۃ من اجورھم شیئًا فھذا الذی حدانی علی الجزم بما سمعت ثم رأیت فی الدر المختار

اقول پھر یہ بات واضح ہوئی ہے کہ ان امورِ خیر کا ثواب دونوں کے لیے ہے کیونکہ جو کسی نیکی پر رہنمائی کرتا ہے اسے بھی عمل کرنے والے کی طرح ثواب ملتا ہے، حضور علیہ السلام سے ایسے معاملات میں تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ کارِ خیر میں ہر شریک کو کامل ثواب ملتا ہے، شرکت سے اجرِ شرکاء میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی، مجھے اس پر مذکورہ دلائل کی وجہ سے جزم تھا جسے تُو سُن چکا، پھر میں نے درمختار

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الحیل الفصل الثالث فی مسائل الزکوٰۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۳۹۲

Marfat.com

حیلة التکفین بھا التصدق علی الفقیر ثم ھو یکفن فیکون الثواب لھما[1] اھ قال الشامی ای ثواب الزکوٰۃ للمزکی و ثواب التکفین للفقیر وقد یقال ان ثواب التکفین یثبت للمزکی ایضا لان الدال علی الخیر کفاعلہ وان اختلف الثواب کما وکیفا ط قلت و اخرج السیوطی فی الجامع الصغیر لومرّت الصدقة علی یدی مائة لکان لھم من الاجر مثل اجر المبتدیٔ من غیر ان ینقص من اجرہ شیٔ[2] اھ فھذا عین ما بحث وللہ الحمد۔

میں دیکھا کہ کفن کا حیلہ یہ ہے کہ پہلے مال فقیر پر صدقہ کیا جائے پھر فقیر اس سے کفن بنائے تو ثواب دونوں کے لیے ہوگا اھ۔ امام شامی نے کہا کہ زکوٰۃ کا ثواب مزکی کے لیے اور تکفین کا ثواب فقیر کے لیے ہوگا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تکفین کا ثواب مزکی کے لیے بھی ہے کیونکہ خیر پر رہنمائی کرنے والا فاعلِ خیر کی طرح ہی ہوتا ہے اگرچہ کمیت وکیفیت کے اعتبار سے ثواب مختلف ہوگا' ط۔ قلت امام سیوطی نے جامع صغیر میں نقل کیا کہ اگر صدقہ سَو ہاتھ بھی گزرے تو اجر میں بغیر کسی کمی کے ہر ایک کو اتنا ہی اجر حاصل ہوگا جتنا پہلے کو ہے، یہ بعینہٖ وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا، و للہ الحمد (ت)۔

مگر اس میں دقّت اتنی ہے کہ اگر اس نے نہ مانا تو اسے کوئی راہ جبر کی نہیں کہ آخر وُہ مالک مستقل ہو چکا اسے اختیار ہے چاہے دے یا نہ دے۔ درمختار میں ہے:

الحیلة ان یتصدق علی الفقیر ثم یامرہ بفعل ھذہ الاشیاء وھل لہ ان یخالف امرہ لم ارہ والظاھر نعم[3]

حیلہ یہ ہے کہ فقیر پر صدقہ کیا جائے پھر اسے ان امور کو بجالانے کا کہا جائے، کیا وُہ فقیر اس کی مخالفت کرسکتا ہے یا نہیں؟ یہ میری نظر سے نہیں گزرا، ظاہر یہی ہے کہ مخالفت کرسکتا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

البحث لصاحب النھر وقال لانہ مقتضی صحة التملیك، قال الرحمتی والظاھر انہ لا شبھة فیہ لانہ ملکہ ایاہ عن زکوٰۃ مالہ وشرط

صاحبِ نہر نے بحث کی ہے اور کہا یہ مخالفت کرسکنا صحتِ تملیک کا تقاضا کرتا ہے۔ شیخ رحمتی نے فرمایا: یہی ظاہر ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کیونکہ اپنی زکوٰۃ کا

---

[1] درمختار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۳۰
[2] ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ مصطفی البابی مصر ۲/۱۳
[3] درمختار باب المصرف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۱

Marfat.com

علیہ شرطا فاسدا والھبۃ والصدقۃ لاتفسدان بالشرط الفاسد[1]

مالک بنایا گیا ہے اور اس پر ایک فاسد شرط لگائی گئی ہے، اور ہبہ اور صدقہ شرطِ فاسد سے فاسد نہیں ہوتا۔ (ت)

لہٰذا فقیر غفراللہ تعالٰی لہ کے نزدیک اس کا بے خلش طریقہ یہ ہے کہ مثلاً مالِ زکوٰۃ سے بیس۲۰ روپے سیّد کی نذر یا مسجد میں صرف کیا چاہتا ہے کسی فقیر عاقل بالغ مصرفِ زکوٰۃ کو کوئی کپڑا مثلاً ٹوپی یا سیر سوا سیر غلہ دکھائے کہ یہ ہم تمھیں دیتے ہیں مگر مفت نہ دیں گے بیس روپے کو بیچیں گے، یہ روپے تمھیں ہم اپنے پاس سے دیں گے کہ ہمارے مطالبہ میں واپس کردو، وہ خواہ مخواہ راضی ہوجائے گا، جانے گا کہ مجھے تو یہ چیز یعنی کپڑا یا غلّہ مفت ہی ہاتھ آئے گا، اب بیع شرعی کرکے بیس۲۰ روپے بہ نیّتِ زکوٰۃ اسے دے، جب وہ قابض ہوجائے اپنے مطالبہ ثمن میں لے لے، اول تو وہ خود ہی دے دے گا کہ سرے سے اسے ان روپوں کے اپنے پاس رہنے کی اُمید ہی نہ تھی کہ وُہ گرہ سے جاتا سمجھے اسے تو صرف اس کپڑے یا غلّے کی امید تھی وُہ حاصل ہے تو انکار نہ کرے گا اور کرے بھی تو یہ جبراً چھین لے کہ وہ اس قدر میں اس کا مدیون ہے اور دائن جب اپنے دین کی جنس سے مال مدیون پائے تو بالاتفاق بے اس کی رضامندی کے لے سکتا ہے، اب یہ روپے لے کر بطورِ خود نذرِ سیّد یا بناءِ مسجد میں صرف کردے کہ دونوں مرادیں حاصل ہیں۔

درمختار میں ہے:

یعطی مدیونہ الفقیر زکوتہ ثم یاخذھا من دینہ ولوامتنع المدیون مد یدہ واخذھا لکونہ ظفر بجنس حقہ[2] اھ

اپنے مدیون فقیر کو زکوٰۃ دی پھر اس سے دین وصول کرے، اگر مدیون نہ دے تو اس سے چھین لے کیونکہ یہ اپنے حق کی جنس کو پاتا ہے اھ (ت)

اور فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے اُس مصرفِ زکوٰۃ کے عاقل بالغ ہونے کی شرط اس لیے لگائی کہ اس کے ساتھ یہ غبن فاحش کی مبایعت بلاتکلف روا ہو اور کپڑے غلّے کی تخصیص اس لیے کی کہ اگر کچھ پیسے بعوض روپوں کے بیچا جائے گا تو ظاہر مفاد جامع صغیر پر تقابض البدلین شرط ہوگا وُہ یہاں حاصل نہیں اگرچہ روایت اصل پر ایک ہی جانب کا قبضہ کافی، اور اکثر علماء اسی طرف ہیں اور یہی قول منقح،

کما بیناہ فی البیوع من فتاونا بل حققنا فیھا ان لادلالۃ لکلام الجامع الصغیر ایضا علی اشتراط التقابض وان ظن

جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی کی بیوع میں بیان بلکہ اس کی تحقیق کی ہے کہ جامع صغیر کی عبارت میں بھی تقابض کے شرط ہونے پر کوئی دلالت نہیں

---

[1] ردالمحتار | باب العشر | مصطفی البابی مصر | ۲/ ۶۹

[2] درمختار | کتاب الزکوٰۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۳۰

Marfat.com

العلامة الشامی ماظن۔ اگرچہ علامہ شامی کا گمان کچھ ہو۔ (ت)

بہرحال اس حتی الوسع محلِ خلاف سے بچنا احسن اور زرِ زکوٰۃ پر اُس کا قبضہ کرا کر اپنے مطالبے میں لینے کی قید اس لیے کہ کوئی صدقہ بے قبضہ تمام نہیں ہوتا کما نص علیہ العلماء (جیسا کہ علماء نے اس پر نص فرمائی ہے۔ ت)

اور یہ تو پہلے بیان میں آچکا کہ اغنیاء کثیر المال شکرِ نعمت بجا لائیں۔ ہزاروں روپے فضول خواہش یا دنیوی آسائش یا ظاہری آرائش میں اٹھانے والے مصارفِ خیر میں ان حیلوں کی آڑ نہ لیں۔ متوسط الحال بھی ایسی ہی ضرورتوں کی غرض سے خالص خدا ہی کے کام صرف کرنے کے لیے ان طریقوں پر اقدام کریں نہ یہ کہ معاذ اللہ اُن کے ذریعہ سے ادائے زکوٰۃ کا نام کرکے روپیہ اپنے خُرد بُرد میں لائیں کہ یہ امر مقاصدِ شرع کے بالکل خلاف اور اس میں ایجابِ زکوٰۃ کی حکمتوں کا یکسر ابطال ہے تو گویا اس کا برتنا اپنے رب عزوجل کو فریب دینا ہے۔

والعیاذ باللہ رب العالمین واللہ یعلم المفسد من المصلح، نسألہ تعالٰی ان یصلح اعمالنا ویحصل اٰمالنا والحمد للہ رب العالمین واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

رب العالمین سے پناہ چاہتے ہیں، اور اللہ تعالٰی جانتا ہے مفسد کو مصلح سے، اللہ تعالٰی سے دعا ہے کہ ہمارے اعمال کی اصلاح فرمائے اور ہماری امیدیں بر لائے، والحمد للہ رب العالمین واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلۂ خامسہ: زکوٰۃ کن مصارف میں دینا جائز ہے بیّنوا توجروا۔

الجواب

مصرفِ زکوٰۃ ہر مسلمان حاجتمند ہے جسے اپنے مال مملوک سے مقدار نصاب فارغ عن الحوائج الاصلیہ پر دسترس نہیں بشرطیکہ نہ ہاشمی[۱] ہو نہ اپنا[۲] شوہر نہ اپنی عورت اگرچہ طلاق مغلظہ دے دی ہو، جب تک عدت سے باہر نہ آئے نہ وہ[۳] جو اپنی اولاد میں ہے جیسے بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، نواسا نواسی، نہ وہ[۴] جن کی اولاد میں یہ ہے جیسے ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی اگرچہ یہ اصلی و فرعی رشتے عیاذاً باللہ بذریعہ زنا ہوں، نہ اپنا[۵] یا ان پانچ[۶] قسم میں[۹] کسی[۱۰] کا مملوک[۱۱] اگرچہ مکاتب ہو، نہ کسی[۱۲] غنی کا غلام غیر کاتب، نہ مرد غنی[۱۳] کا نابالغ بچہ، نہ ہاشمی[۱۴] کا آزاد بندہ، اور مسلمان حاجتمند کہنے سے کافر و غنی[۱۵] پہلے ہی خارج ہو چکے۔ یہ سولہ[۱۶] شخص ہیں جنھیں زکوٰۃ دینی جائز نہیں، ان کے سوا سب کو روا، مثلاً ہاشمیہ بلکہ فاطمیہ عورت کا بیٹا جبکہ باپ ہاشمی نہ ہو کہ شرع میں نسب باپ سے ہے۔ بعض مشہورین کہ ماں[۱] کے سیدانی ہونے سے سید بن بیٹھے ہیں اور وہ باوجود تفہیم اس پر اصرار کرتے ہیں بحکمِ حدیثِ صحیح مستحقِ لعنۃ الٰہی

Marfat.com

ہوتے ہیں والعیاذ باللہ وقد اوضحنا ذلك فی فتاونٰنا (اللہ تعالیٰ بچائے، ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی وضاحت کر دی ہے۔ ت) اسی طرح غیر ہاشمی کا آزاد شدہ بندہ اگرچہ خود اپنا ہی ہو یا آپ[۱] اپنے اور اپنے اصول و فروع و زوج و زوجہ و ہاشمی کے علاوہ کسی غنی کا مکاتب یا زنِ[۲] غنیہ کا نابالغ بچہ اگرچہ یتیم ہو یا اپنے بہن[۳] بھائی[۴]، چچا[۵]، پھوپھی[۶]، خالہ[۷]، ماموں[۸]، بلکہ انھیں دینے میں دُونا ثواب ہے، زکوٰۃ وصلۂ رحم یا اپنی بہو[۱۱] یا داماد[۱۲] یا ماں کا شوہر[۱۳] یا باپ کی عورت[۱۴] یا اپنے زوج[۱۵] یا زوجہ[۱۶] کی اولاد کہ ان سولہ کو بھی دینا روا جبکہ یہ سولہ ان سولہ سے نہ ہوں از انجا کہ انھیں اُن سے مناسبت ہے جس کے باعث ممکن تھا کہ ان میں بھی عدمِ جواز کا وہم جاتا، لہذا فقیر نے انھیں بالتخصیص شمار کر دیا، اور نصاب مذکور پر دسترس نہ ہونا چند صورت کو شامل: ایک یہ کہ سرے سے مال ہی نہ رکھتا ہو اسے مسکین کہتے ہیں۔ دوم مال ہو مگر نصاب سے کم، یہ فقیر ہے۔ سوم نصاب بھی ہو مگر حوائجِ اصلیہ میں مستغرق، جیسے مدیون۔ چہارم حوائج سے بھی فارغ ہو مگر اُسے دسترس نہیں، جیسے ابن السبیل یعنی مسافر جس کے پاس خرچ نہ رہا، تو بقدرِ ضرورت زکوٰۃ لے سکتا ہے اس سے زیادہ اُسے لینا روا نہیں، یا وہ شخص جس کا مال دوسرے پر دینِ مؤجل ہے اور ہنوز میعاد نہ آئی اب اُسے کھانے پہننے کی تکلیف ہے تو میعاد آنے تک بقدرِ حاجت لے سکتا ہے یا وہ جس کا مدیون غائب ہے یا لے کر مکر گیا اگرچہ یہ ثبوت رکھتا ہو کہ ان سب صورتوں میں دسترس نہیں۔ بالجملہ[عہ] مدار کار حاجتمندی بمعنی مذکور پر ہے، تو جو نصاب مذکور پر دسترس رکھتا ہے ہرگز زکوٰۃ نہیں پا سکتا اگرچہ غازی ہو یا حاجی یا طالب علم یا مفتی مگر عامل زکوٰۃ جسے حاکمِ اسلام نے اربابِ اموال سے تحصیلِ زکوٰۃ پر مقرر کیا وہ جب تحصیل کرے تو بحالتِ غنا بھی بقدر اپنے عمل کے لے سکتا ہے اگر ہاشمی نہ ہو۔ پھر دینے میں تملیک شرط ہے، جہاں یہ نہیں جیسے محتاجوں کو بطورِ اباحت اپنے دسترخوان پر بٹھا کر کھلا دینا یا میّت کے کفن دفن میں لگانا یا مسجد، کنواں، خانقاہ، مدرسہ، پُل، سرائے وغیرہ بنوانا ان سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، اگر ان میں صرف کیا چاہے تو اس کے وہی حیلے ہیں جو مسئلۂ رابعہ میں گزرے۔

ھذا کلہ ملخص ما استقر علیہ الامر فی تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار وغیرھا من معتبرات الاسفار وقد لخصناہ بتوفیق اللہ احسن تلخیص لعلہ لایوجد من غیرنا وللہ الحمد فمن شك فی شئ من ھذا فلیراجع الاصول

یہ تمام گفتگو خلاصہ ہے اس چیز کا، جس پر تنویر الابصار، درمختار اور رد المحتار جیسی معتبر کتب میں استقرار ہے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم نے خوب تلخیص کر دی ہے شاید ہمارے علاوہ کہیں اور اس کا وجود نہ ہو وللہ الحمد اور جس کو اس بارے میں شک ہو وہ کتبِ اصول

عہ اگر دینِ معجل ہے خواہ ابتداءً یُوں کہ جو اجل مقرر ہوئی تھی گزر چکی اور مدیون غنی حاضر ہے تو یہ صورت دسترس کی ہے ۱۲ منہ (م)

Marfat.com

التی سمینا اولم یسم نعم لاباس ان نورد نصوص بعض مایکاد یخفی او یستغرب ففی ردالمحتار شمل الاولاد بالنکاح و السفاح فلایدفع الی ولدہ من الزنا الخ وفیہ تحت قولہ او بینھما زوجیۃ ولو مباینۃ ای فی العدۃ ولو بثلاث نھر عن معراج الدرایۃ اھ[1] وفیہ تحت قولہ ولا الی مملوک المزکی ولو مکاتبا و کذا مملوک من بینہ وبینہ قرابۃ ولاد او زوجیۃ لما قال فی البحر والفتح اھ[2] وفیہ تحت قولہ بخلاف طفل الغنیۃ فیجوز ای ولو لم یکن لہ اب بحر عن القنیۃ اھ[3] وفیہ وقید بالولاد لجوازہ لبقیۃ الاقارب کالاخوۃ والاعمام والاخوال الفقراء بل ھم اولی لانہ صلۃ وصدقۃ ویجوز دفعھا لزوجۃ ابیہ وابنہ وزوج ابنتہ تاترخانیۃ اھ[4] ملخصا وفیہ من کتاب الوصایا تحت قولہ الشرف من الام فقط غیر معتبر یؤیدہ قول الھندیۃ عن البدائع فثبت ان الحسب والنسب یختص بالاب دون الام اھ فلا تحرم علیہ الزکوۃ ولا یکون کفوا للہاشمیۃ ولا یدخل فی الوقف علی الاشراف[5] ط اھ وفیہ قال

کی طرف رجوع کر کے دیکھ لے خواہ ہم نے ان کا نام لیا ہو یا نہ۔ ہاں اس میں کوئی حرج نہیں کہ اگر بعض ایسی تصریحات کا ذکر کریں جو مخفی ہیں یا غریب۔ ردالمحتار میں ہے "یہ نکاح اور زنا دونوں کی اولاد کو شامل ہے۔ پس اس کے ولدِ زنا کو نہیں دیا جائے گا الخ" اور اسی میں "او بینھما زوجیۃ" کے تحت ہے کہ اگرچہ وہ تین طلاقوں کی عدت بسر کر رہی ہو۔ نہر میں معراج الدرایہ سے ہے اھ اور اسی میں ماتن کے قول "ولا الی مملوک المزکی" کے تحت ہے کہ اگرچہ مکاتب ہو اور اسی طرح وہ مملوک کہ مالک اور اس کے درمیان اولاد یا زوجیت کا رشتہ ہو، جیسا کہ بحر اور فتح میں ہے۔ اور اسی میں ماتن کے قول "بخلاف طفل الغنیۃ فیجوز" کے تحت ہے تو جائز ہے یعنی اگر اس کا والد نہ ہو۔ بحر میں قنیہ سے ہے اھ۔ اور اسی میں ہے کہ اولاد کے ساتھ مقید اس لیے کیا ہے کہ بقیہ اقارب کے لیے جائز ہے مثلاً فقراء بھائی، چچے اور خالو بلکہ اولیٰ ہیں کیونکہ یہاں صلہ اور صدقہ دونوں ہیں زکوٰۃ سوتیلی والدہ، سوتیلے بھائی اور اپنے داماد کو دی جا سکتی ہے تاتارخانیہ اھ ملخصاً اور اسی کے کتاب الوصایا میں ماتن کے قول "الشرف من الام فقط غیر معتبر" کے تحت ہے کہ اس کی تائید ہندیہ میں بدائع کے حوالے سے یہ قول کرتا ہے کہ یہ بات ثابت ہے کہ حسب ونسب والد کے ساتھ مخصوص ہے نہ کہ ماں کے ساتھ اھ اور اس پر زکوٰۃ حرام نہ ہوگی اور نہ وہ ہاشمی کے لیے کفو ہوگا اور وہ وقف علی الاشراف میں داخل نہ ہوگا ط اھ اور اسی میں ہے

---

[1] و [2] ردالمحتار باب المصرف مصطفی البابی مصر ۲/۶۹
[4] " " " " ۲/۶۹
[3] ردالمحتار باب المصرف مصطفی البابی مصر ۲/۷۰
[5] " باب الوصیۃ للاقارب وغیرہم " ۵/۴۷۴

Marfat.com

فی الفتح ایضا ولا یحل لہ ای لابن السبیل ان یاخذ اکثر من حاجتہ قلت وھذا بخلاف الفقیر فانہ یحل لہ ان یاخذ اکثر من حاجتہ وبھذا فارق ابن السبیل کما افادہ فی الذخیرۃ[1] اھ وفیہ تحت قولہ ومنہ ما لوکان مالہ مؤجلا ای اذا احتاج الی النفقۃ یجوز لہ اخذ الزکوٰۃ قدر کفایتہ الی حلول الاجل نھر عن الخانیۃ[2] اھ وفیہ تحت قولہ اوعلی غائب ای ولوکان حالا لعدم تمکنہ من اخذہ[3] ط اھ وفیہ تحت قولہ اومعسر اوجاحد ولو بینۃ فی الاصح فیجوز لہ الاخذ فی اصح الاقاویل لانہ بمنزلۃ ابن السبیل ولو موسرا معترفا لایجوز کما فی الخانیۃ[4] اھ وفیہ تحت قولہ وفی سبیل اللہ وھو منقطع الغزاۃ وقیل الحاج وقیل طلبۃ العلم وفسرہ فی البدائع بجمیع القرب قال فی النھر والخلاف لفظی للاتفاق علی ان الاصناف کلھم سوی العامل یعطون بشرط الفقر[5] الخ وفیہ تحت قولہ وبھذا التعلیل یقوی ما نسب للواقعات من ان طالب العلم یجوز لہ اخذ الزکوٰۃ ولو غنیا اذا فرغ نفسہ

کہ فتح میں بھی کہا اور مسافر کے لیے جائز نہیں کہ وہ حاجت سے زائد لے قلت اور یہ بخلاف فقیر ہے کہ اس کے لیے حاجت سے زائد لینا حلال ہے اور اسی سے فقیر اور مسافر میں فرق ہوگیا جیسا کہ ذخیرہ میں ہے اھ اور اس میں ماتن کے قول "منہ ما لوکان مالہ مؤجلا" (اس کا مال مؤخر ہو جائے) کے تحت ہے یعنی جب نفقہ کا محتاج ہو تو آنے کی مدت تک بقدر کفایت زکوٰۃ کا حصول جائز ہے، یہ نہر میں خانیہ سے ہے اھ اور اسی میں ماتن کے قول "اوعلی غائب" (یا غائب پر) کے تحت ہے یعنی اگرچہ یہ اس حال پر ہو کہ جس سے لینے پر قدرت نہ رکھتا ہو، ط اھ۔ اور اسی میں ماتن کے قول "اومعسر اوجاحد الخ" یا وہ تنگدست۔ یا منکر ہو، اگرچہ اصح قول کے مطابق اس کے لیے گواہ ہوں تو اس کے لیے اصح قول کے مطابق زکوٰۃ لینا درست ہے کیونکہ یہ مسافر کی مانند ہے اور اگر امیر و معترف ہے تو اب جائز نہیں کما فی الخانیہ اھ اور اسی میں ماتن کے قول "فی سبیل اللہ" کے تحت ہے یعنی وہ غازی جس کا خرچہ و اسلحہ ختم ہوگیا ہے بعض کے نزدیک اس سے حاجی اور بعض کے نزدیک طالب العلم مراد ہے، اور بدائع میں اس سے تمام امور خیر کے مسافر بیان کئے ہیں۔ نہر میں ہے کہ یہ اختلاف لفظی ہے کیونکہ اس پر اتفاق ہے عامل کے سوا تمام اصناف کو بشرط فقر زکوٰۃ دی جاسکتی ہے الخ اور اسی میں ماتن کے قول "وبھذا التعلیل یقوی الخ" اس تعلیل کے ساتھ وہ قوی ہوگیا جو واقعات کی طرف منسوب ہے کہ طالب علم کے لیے زکوٰۃ کا لینا جائز ہے

---

[1] و [2] و [3] و [4] و [5] ردالمحتار باب المصرف مصطفی البابی مصر ۶۷/۲

Marfat.com

لافادة العلم واستفادته، ھذا الفرع مخالف لاطلاقھم الحرمة فی الغنی ولم یعتمدہ احد ط قلت وھو کذلك والاوجہ تقییدہ بالفقیر[1] الی اٰخر ما افادہ علیہ رحمۃ الجواد واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

اگرچہ وُہ غنی ہو بشرطیکہ اس نے افادہ و استفادۂ علم کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا ہو، یہ جزئیہ فقہاء کے اس اطلاق کے خلاف ہے جو انھوں نے کہا کہ اگر غنی ہے تو زکوٰۃ لینا حرام ہے اور اس پر کسی نے اعتماد نہیں کیا 'ط' ۔ قلت وہ اسی طرح ہے، اور اوجہ یہ ہے کہ اسے بھی فقر کے ساتھ مقید کر دیا جائے جیسا کہ انھوں نے افادہ کیا ان پر رحمتِ جواد ہو ۔ واللہ سبحانہٗ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ سادسہ: میرے کل زیور طلائی سادے اور جڑاؤ میں سونے کا وزن، موتی اور نگینے اور لاکھ وغیرہا منہا کرکے اڑسٹھ تولے ہے اور زیور نقرئی تین سو اکتالیس تولے، اس صورت میں جو سالانہ زکوٰۃ ہو اس سے مشرح مطلع کیا جاؤں، اور ایک دستور العمل ایسا ہو کہ آئندہ جس قدر اور بنے اس پر زکوٰۃ بڑھالی جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

سونے چاندی کا نصاب اور ان پر واجب وعفو کا حساب مسئلہ ثانیہ میں مشرحاً گزرا اور زیادت و نقصان کے تمام احکام بتفصیل تمام مسئلہ ثانیہ وثالثہ میں مبین ہوئے۔ وُہ دونوں مسئلے بجائے خود دستور العمل تھے مگر اختلاط زر وسیم یعنی دونوں مال کا مالک ہونا البتہ بعض نئے احکام کا موجب ہوتا ہے جن کا بیان اوپر نہ گزرا لہذا فقیر غفراللہ تعالٰی لہ بعض ضوابطِ ضروریہ اور ذکر کرکے دستور العمل کی تکمیل کرتا اور حضرت مستفتی دامت برکاتہ، و دیگر ناظرین منتفعین سے اس کے صلے میں دعائے عفو وعافیتِ دارین کی تمنا رکھتا ہے **فاقول** وباللہ التوفیق مال جب بشرائط معلومہ نصاب کو پہنچے تو بنفسہٖ وجوبِ زکوٰۃ کا سبب اور ایراث حکم میں مستقل ہے جسے اپنے حکم میں دوسری شَے کی حاجت نہیں اور نصاب کے بعد جو خمس نصاب ہو وُہ بھی نصاب وسبب ایجاب ہے، ہاں جو خمس سے کم ہے وُہ اپنی نوع میں مثلاً چاندی یا سونا، سونے میں موجبِ زکوٰۃ نہیں ہوسکتا کہ شرع مطہر نے اسے عفو رکھا ہے کما قدمنا فی المسئلۃ الثانیۃ (جیسا کہ ہم مسئلہ ثانیہ میں پیچھے بیان کر آئے ہیں ۔ت) اسی طرح جو ذرا سا نصاب کو نہیں پہنچا بنفسہٖ سببیتِ وجوب کی صلاحیت نہیں رکھتا مگر جب اس نوع کے ساتھ دوسری نوع بھی ہو یعنی زر وسیم مختلط ہوں تو از انجا کہ وجہ سببیت ثمنیت تھی اور وُہ دونوں میں یکساں، تو اس حیثیت سے

---

[1] رد المحتار باب المصرف مصطفی البابی مصر ۲/ ۶۵

ذہب وفضہ جنسِ واحد ہیں لہذا ہمارے نزدیک جو ایک نوع میں موجب زکوٰۃ نہ ہوسکتا تھا خواہ اس لیے کہ نصاب ہی نہ تھا یا اس لیے کہ نصاب کے بعد عفو تھا اس مقدار کو دوسری نوع سے تقویم کرکے ملادیں گے کہ شاید اب اس کا موجب زکوٰۃ ہونا ظاہر ہو، پس اگر اس ضم سے کچھ مقدار زکوٰۃ بڑھے گی (بایں معنی کہ نوع ثانی قبل ضم نصاب نہ تھی اس کے ملنے سے نصاب ہوگئی یا اگلی نصاب پر نصاب خمس کی تکمیل ہوگئی) تو اسی قدر زکوٰۃ بڑھادیں گے اور اب اگر کچھ عفو بچا تو وہ حقیقۃً عفو ہوگا ورنہ کچھ نہیں اور اگر ضم کے بعد بھی کوئی مقدار زکوٰۃ زائد نہ ہو تو ظاہر ہوجائے گا کہ یہ اصلاً موجبِ زکوٰۃ نہ تھا۔ ہدایہ میں ہے:

تضم قیمۃ العروض الی الذھب والفضۃ حتی یتم النصاب ویضم الذھب الی الفضۃ للمجانسۃ من حیث الثمنیۃ ومن ھذا الوجہ صار سبباً ثم یضم بالقیمۃ عند ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ[1]

سامان کی قیمت کو سونے اور چاندی کی قیمت کے ساتھ ملایا جائے گا تاکہ نصاب مکمل ہوجائے اور ثمن کی بنا پر ہم جنس ہونے کی وجہ سے سونے کو چاندی کے ساتھ ملایا جائے گا اور اسی وجہ سے یہ سبب وجوب ہوگا پھر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک قیمت کے لحاظ سے ملایا جائے گا۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

النقدان یضم احدھما الی الاٰخر فی تکمیل النصاب عندنا[2]

ہمارے نزدیک تکمیلِ نصاب کے لیے دونوں نقود (سونے وچاندی) کو ایک دوسرے کے ساتھ ملایا جائے گا۔ (ت)

تبیین الحقائق میں ہے:

یضم الذھب الی الفضۃ بالقیمۃ فیکمل بہ النصاب لان الکل جنس واحد[3]

سونے کو چاندی کے ساتھ قیمت کے اعتبار سے ملایا جائیگا تاکہ نصاب مکمل ہوجائے کیونکہ یہ آپس میں ہم جنس ہیں (ت)

خلاصہ میں ہے:

اصل ھذا ان الذھب یضم الی فضۃ

ہمارے نزدیک تکمیل نصاب کی خاطر سونے کو چاندی

[1] الہدایہ کتاب الزکوٰۃ فصل فی العروض مکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۱۷۶

[2] فتح القدیر فصل فی العروض مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۶۹

[3] تبیین الحقائق باب زکوٰۃ المال مطبعۃ کبرٰی امیریۃ بولاق مصر ۱/۲۸۱

Marfat.com

فی تکمیل النصاب عندنا وھذا استحسان[۱] کے ساتھ ملانا یہ اصل ہے اور یہ بطور استحسان ہے۔ (ت)

نقایہ میں ہے:

یضم الذھب الی الفضۃ بالقیمۃ لاتمام النصاب[۲] اتمامِ نصاب کے لیے سونے کو قیمت کے اعتبار سے چاندی کے ساتھ ملایا جائے گا۔ (ت)

ان عباراتِ ائمہ وتقریرِ فقیر سے واضح ہُوا کہ یہ ملانا صرف بغرضِ تکمیلِ نصاب ہوتا ہے نصاب کہ بنفسہٖ کامل ہے محتاجِ ضم نہیں کہ خود سببِ مستقل ہے تو شرعِ مطہر اُس کے سبب ایک مقدارِ واجب فرما چکی اب نصاب کو دوسری چیز سے ضم کرنے کا ایجاب تکمیلِ نصاب نہیں تعطیلِ نصاب ہے، یا یُوں کہیے کہ اس ضم سے مقصود تحصیلِ واجب ہے نہ تبدیلِ واجب۔ ولہذا ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ذہب وفضہ کا کامل نصابوں میں حکمِ ضم نہیں بلکہ نصابِ ذہب پر جُدا زکوٰۃ واجب ہوگی اور نصابِ فضہ پر جُدا۔ ہاں اگر کوئی یہ چاہے کہ میں ایک ہی نوع زکوٰۃ میں دوں اور وہ قیمت لگا کر ضم کرلے تو ہمارے نزدیک کوئی مضائقہ بھی نہیں، مگر اس وقت واجب ہوگا کہ تقویم ایسی کرے جس میں فقراء کا نفع زائد ہو مثلاً ایک نقد زیادہ رائج ہے دوسرا کم تو جو رائج تر ہے اُس سے تقویم کرے۔ امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی قدس سرہ الربانی بدائع میں فرماتے ہیں:

اذاکان کل واحد منھما نصابًا تامًا ولم یکن زائدًا علیہ لایجب الضم بل ینبغی ان یؤدی من کل واحد منھما زکوتہ ولوضم احدھما الی الاٰخر حتی یؤدی کلہ من الفضۃ او من الذھب فلاباس بہ عندنا ولکن یجب ان یکون التقویم بما ھوانفع للفقراء رواجا والا فیؤدی من کل واحد منھما ربع عشرہ[۳] اگر دونوں (سونا وچاندی) کا نصاب بلااضافہ کیے کامل ہے تو اب ایک دوسرے کے ساتھ ملانا واجب نہیں بلکہ ہر ایک کی زکوٰۃ ادا کی جائے اور اگر کسی نے ملا کر سونے چاندی میں سے ہر ایک کی زکوٰۃ ادا کردی تو بھی ہمارے ہاں کوئی حرج نہیں لیکن یہ لازم ہے کہ قیمت اس کے ساتھ لگائی جائے جو رواجاً فقراء کے لیے زیادہ نافع ہو، ورنہ ہر ایک میں سے چالیسواں حصہ ادا کردیا جائے۔ (ت)

اس نفیس تقریر سے یہ **فائدے** حاصل ہُوئے کہ اگر ایک جانب نصابِ تام بلاعفو ہے اور دوسری

---

[۱] خلاصۃ الفتاوٰی — الفصل الخامس فی زکوٰۃ المال — مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ — ۱/۲۳۷

[۲] النقایہ — کتاب الزکوٰۃ — نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی — ص ۳۴

[۳] بدائع الصنائع — فصل واما مقدار الواجب فیہ — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۲/۲۰

Marfat.com

طرف نصاب سے کم، تو یہاں یہی طریقہ ضم متعین ہوگا کہ اس غیر نصاب کو اُس نصاب سے تقویم کرکے ملا دیں، یہ نہ ہوگا کہ نصاب کو تقویم کرکے غیر نصاب سے ملائیں۔ مثلاً چاندی نصاب ہے اور سونا غیر نصاب، تو اس سونے کو چاندی کریں گے چاندی کو سونا نہ کریں گے، اور عکس ہے تو عکس۔ اسی طرح اگر ایک طرف نصاب تام بلا عفو ہے اور دوسری جانب نصاب مع عفو، تو صرف اس عفو کو اُس نصاب سے ملائیں گے نصاب مع العفو مجموع کو ضم نہ کریں گے کہ محتاجِ تکمیل صرف وہی عفو ہے نہ کہ نصاب، مثلاً ۷ یا ۹ یا ۱۲ تولے سونا اور ۶۰ تولے چاندی ہے جس میں ۷ تولے چاندی عفو ہے تو صرف اس ۷ تولے چاندی کو سونا کریں گے نہ کہ مجموع ۶۰ تولے کو۔ یونہی اگر دونوں جانب عفو ہے تو صرف ان عفووں کو باہم ملائیں گے، دونوں طرف کے نصاب الگ نکال لیں گے۔ ہندیہ میں ہے:

لو فضل من النصابین اقل من اربعۃ مثاقیل واقل من اربعین درھما فانہ تضم احدی الزیادتین الی الاخری حتی یتم اربعین درھما او اربعۃ مثاقیل ذھب کذا فی المضمرات[1]

اگر دونوں نصابوں پر چار مثقال سے کم اور چالیس دراہم سے کم اضافی ہو تو ایک اضافہ کو دوسرے کے ساتھ ملایا جائے حتی کہ چالیس درہم کامل ہوجائیں یا چار مثقال سونا مکمل ہوجائے، جیسا کہ مضمرات میں ہے۔ (ت)

پس ثابت ہوا کہ قابلِ ضم وہی ہے جو خود نصاب نہیں، پھر اگر یہ قابلیت ایک ہی طرف ہے جب تو طریقۂ ضم آپ ہی متعین ہوگا کما سبق (جیسا کہ پیچھے گزرا۔ ت) اور دونوں جانب ہے تو البتہ یہ امر غور طلب ہوگا کہ اب ان میں کس کو کس سے تقویم کریں کہ دونوں صلاحیتِ ضم رکھتے ہیں، اس میں کثرت وقلت کی وجہ سے ترجیح نہ ہوگی کہ خواہی نخواہی قلیل ہی کو کثیر سے ضم کریں کثیر کو نہ کریں کہ جب نصابیت نہیں تو قلیل وکثیر دونوں احتیاجِ تکمیل میں یکساں۔ ردالمحتار میں ہے:

لافرق بین ضم الاقل الی الاکثر وعکسہ[2]

اقل کو اکثر کے ساتھ ملانا یا اس کے برعکس کرنے میں کوئی فرق نہیں۔ (ت)

بلکہ حکم یہ ہوگا کہ جو تقویم فقیروں کے لیے انفع ہو اسے اختیار کریں، اگر سونے کو چاندی کرنے میں فقراء کا نفع زیادہ ہے تو وہی طریقہ برتیں، اور چاندی کو سونا ٹھہراتے ہیں تو یہی ٹھہرائیں، اور دونوں صورتیں نفع میں یکساں تو مزکی کو اختیار۔ درمختار میں ہے:

---

[1] فتاوٰی ہندیہ — الفصل الاول فی زکوٰۃ الذہب والفضۃ — نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۷۹

[2] ردالمحتار — باب زکوٰۃ المال — مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۵

Marfat.com

لو بلغ باحدھما نصابا دون الاٰخر تعین ما یبلغ بہ ولو بلغ باحدھما نصابا وخمسا وبالاٰخر اقل قومہ بالانفع للفقیر سراج[1] اھ وفی رد المحتار عن النھر عن الفتح یتعین ما یبلغ نصابا دون مالا یبلغ فان بلغ بکل منھما واحدھما اروج تعین التقویم بالاروج[2] اھ وفی شرح النقایۃ للقھستانی و ان تساویا فالمالک مخیر[3]۔

اگر ایک کو ضم کرنے سے نصاب بنتا ہے دوسرے سے نہیں تو جس سے بنتا ہو وہ ضم کے لیے متعین ہوگا، اور اگر ایک کو ضم کرنے سے نصاب اور خمس بنتا ہے اور دوسرے سے کم بنتا ہے تو جو فقیر کے لیے زیادہ فائدہ مند ہو اس سے قیمت بنائے، سراج اھ۔ اور رد المحتار میں بحوالہ نہر، فتح سے منقول ہے کہ نصاب کو پہنچانے والے کی قیمت ضم کے لیے متعین ہوگی دوسرے کی نہیں، اگر دونوں سے نصاب پورا ہو جبکہ ایک رواج سے زائد ہے تو جو زیادہ رائج ہو اس کے ساتھ قیمت لگانا متعین ہوگا اھ اور شرح نقایہ للقہستانی میں ہے: اگر دونوں برابر ہوں تو مالک کو اختیار ہے۔ (ت)

جب یہ امور ممہد ہو لیے تمام صورتوں کے احکام معلوم ہوئے کہ احتیاطاً زر دسیم انہی تین حال میں منحصر:

(۱) یا کسی کی طرف کوئی مقدار قابلِ ضم نہ ہوگی اور یہ جب ہی ہوگا کہ دونوں نصاب ہوں اور دونوں بے عفو، اس کا حکم اول ہی گزرا کہ ہر ایک کی زکوٰۃ جدا واجب ہوگی اور ایک ہی نوع سے دینا چاہیے تو نفع فقراء کا لحاظ واجب۔

(۲) یا صرف ایک طرف مقدار قابلِ ضم ہوگی، یہ یوں ہی ہوگا کہ ایک نصاب بلاعفو ہو اور دوسرا راسا غیر نصاب یا نصاب مع العفو، تو اس کی دو صورتیں نکلیں، ان کا ضابطہ[1] بھی معلوم ہو چکا کہ خاص اسی قابلِ ضم کو دوسرے کے ساتھ تقویم کریں گے۔

(۳) یا دونوں طرف مقدار قابلِ ضم ہو یہ اس طرح ہوگا کہ دونوں نصاب سے کم یا ایک کم اور ایک میں عفو یا دونوں میں عفو، تو اس کی تین[3] صورتیں ہوئیں، ضابطہ[2] بھی مذکور رہا کہ جو مقداریں دونوں طرف قابلِ ضم ہیں اُنھی کو آپس میں ملائیں گے اور نفعِ فقراء کا لحاظ رکھیں گے یعنی جس تقویم میں زیادہ مالیت واجب الادا ہو وہی اختیار کرینگے، اور مالیت برابر ہو تو جس کا رواج زیادہ ہے اسے لیں گے اور قدر رواج سب یکساں ہوں تو اختیار دیں گے۔

---

[1] درمختار	باب زکوٰۃ المال	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۳۵
[2] رد المحتار	"	مصطفی البابی مصر	۲/۳۴
[3] جامع الرموز	کتاب الزکوٰۃ	مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران	۲/۳۱۳

Marfat.com

جدول اختلاطات زر وسیم مع اشارۂ احکام

فضہ ↓ / ذہب ←	نصاب سے کم	نصاب بے عفو	نصاب با عفو
نصاب سے کم	دونوں کا کل بہ لحاظ انفع ملائیں	چاندی کو سونا کریں	سونے کا عفو اور چاندی کا کل بلحاظ انفع ملائیں
نصاب بے عفو	سونے کو چاندی کریں	ہر ایک کی جُدا زکوٰۃ اور ملانا ہی ہو تو لحاظ انفع	سونے کے عفو کو چاندی کریں
نصاب با عفو	چاندی کا عفو اور سونے کا کل بہ لحاظ انفع ملائیں	چاندی کے عفو کو سونا کریں	دونوں عفووں کو بلحاظ انفع ملائیں

ہر چند اس بیان و جدول نے مسئلہ واضح کر دیا، مگر بوجہ پیچیدگی عام مسلمان کے لیے ان دونوں ضابطوں میں ایضاحِ امثلہ کی بیشک ضرورت۔ لہذا فقیر غفرلہ المولی القدیر پھر جانبِ تفصیل عنان گردانی کرتا ہے، وباللہ التوفیق۔

شرح ضابطۂ اُولیٰ: چاندی سونے میں جب ایک نصاب تام بلا عفو ہو اور دُوسرا نصاب نہ ہو خواہ کُلاً یعنی سرے سے نصاب تک پہنچا ہی نہ ہو یا بعضًا، یعنی نصاب کے بعد جو عفو بچا ہو۔ تو غیر نصاب کُل یا بعض کو اُس دوسرے کے ساتھ ضم کریں گے۔ مثلاً چاندی کل یا بعض غیر نصاب ہے تو اُسے بلحاظ قیمت سونا قرار دے کر سونے کے نصاب سے ملائیں گے اور سونا کل یا بعض غیر نصاب ہو تو اسے چاندی سے تو ضابطۂ اولیٰ کی دو صورتیں بعد بسط چار ہو گئیں جیسا کہ مطالعۂ جدول سے واضح ہوا ہوگا۔ اب ہم بعد ضم دیکھیں کے کچھ زکوٰۃ بڑھی یا نہیں، اگر اب بھی نہ بڑھی تو وہ غیر نصاب عفو مطلق تھا کہ کسی طرح موجب زکوٰۃ نہ ہُوا اور بڑھی تو یا کچھ عفو نہ بچے گا اس صورت میں ظاہر ہوگا کہ یہ غیر نصاب جو اپنی نوع میں ناموجبِ زکوٰۃ نظر آتا تھا حقیقۃً بالکل موجب تھا یا قدرے بچے گا تو ثابت ہوگا کہ واقع میں اسی قدر عفو ہے باقی پر زکوٰۃ، تو یہ تین۳ حالتیں ہوئیں جنھیں ان چار میں ضرب دیے سے بارہ۱۲ صُورتیں نکلیں، اب ہر ایک کی مثال لیجئے اور حساب کے لیے فرض کیجئے کہ تولہ بھر سونے کی قیمت چوبیس۲۴ تولے چاندی ہے

ع اس مثلثانہ خانۂ احکام کا خانۂ قطب وہ صورت ہے جس میں اصلاً حکم ضم نہیں اور اس کے چاروں خانہ آتشی بادی آبی خاکی متعلق ضابطۂ اولیٰ اور باقی چاروں خانے کہ چاروں گوشوں پر ہیں متعلق ضابطۂ ثانیہ ۱۲ منہ (م)

Marfat.com

اور تولہ بھر چاندی کا چار رتی سونا۔

مثال ۱: ایک شخص کے پاس ۵۲½ تولے چاندی اور سوا پانچ ماشے سونا ہے تو چاندی نصابِ تام بلا عفو ہے اور سونا کُلّاً غیر نصاب۔ لہٰذا سونے کو چاندی کر کے چاندی سے ملایا یعنی بلحاظِ قیمت دیکھا کہ اس قدر سونے کی کتنی چاندی ہُوئی، نرخ مذکور پر یہ سونا دس تولے چاندی کا ہُوا تو گویا وہ ۵۲½ تولے چاندی ۵ ماشے سونے کا مالک نہیں بلکہ ۶۲ تولے چاندی کا مالک ہے، یہ چاندی کا ایک نصابِ کامل اور ایک نصابِ خمس پُورا ہُوا جس پر عفو کچھ نہ بچا۔

مثال ۲: اسی صورت میں ۱۰ ماشے سونا فرض کیجئے جس کے ۲۰ تولے چاندی، تو گویا ۷۲½ تولے چاندی کا مالک ہے جس میں وہی نصاب کامل و نصابِ خمس نکل کر ۹ تولے چاندی عفو بچی کہ خمس نصاب سے کم ہے یہ عفو حقیقی ہُوا یعنی سونے کو چاندی سے ضم نہ کرتے تو بوجہ عدمِ نصاب بالکل عفو نظر آتا تھا ضم کرنے سے کھل گیا کہ اس میں صرف ۴½ ماشے سونا جس کی ۹ تولے چاندی ہُوئی عفو ہے باقی پر زکوٰۃ واجب۔

مثال ۳: صورتِ مسطورہ میں صرف ۵ ماشے سونا مانیے تو کُل عفو رہے گا کہ اس کی دس ہی تولے چاندی ہُوئی اور مال جب تک نصاب کے بعد خمس نصاب تک نہ پہنچے عفو ہے اور چاندی میں خمس ۱۰ تولے ہے۔

مثال ۴: اسی صورت میں، تولے ۱۱ ماشے سونا لیجئے تو، ½ تولے سونا تو نصابِ کامل ہے اُس کے بعد ۵ ماشے عفو نظر آتا ہے، بس اسی قدر کو چاندی سے ضم کریں گے، اور ایک نصابِ زر اور ایک نصاب و خمس نصابِ سیم کی زکوٰۃ واجب مانیں گے جس میں عفو کچھ نہ رہا۔

مثال ۵: اسی صورت میں ۸ تولے ۴ ماشے سونا ہے تو بدلیل مثال دوم وہی ۴ ماشے سونا عفو رہے گا۔

مثال ۶: ، تولے ۱۱ ماشے سونا ہے تو نصابِ زر سے جتنا زیادہ ہے یعنی ۵ ماشے، سب عفو مطلق ہے کہ بعد ضم بھی زکوٰۃ نہیں بڑھاتا۔

ان چھ مثالوں میں چاندی نصاب تام بلا عفو تھی اور سونا قابلِ ضم، پہلی تین میں راساً نصاب سے کم اور پچھلی تین میں عفو۔ اب وُہ مثال لیجئے کہ سونا نصابِ تام بلا عفو اور چاندی انہی دو وجہوں پر قابلِ ضم۔

مثال ۷: ایک شخص ، ½ تولے سونا ۳۶ تولے چاندی کا مالک ہے تو چاندی کُلّاً غیر نصاب ہے۔ اسے بحساب قیمتِ سونا کیا تو ۹½ تولے ہوا، یہ پُورا نصاب خمس ہے تو سونے کا ایک نصاب کامل اور ایک نصاب خمس ہوا اور عفو اصلاً نہ بچا۔

مثال ۸: اسی صورت میں چاندی ۵۰ تولے رکھئے تو ۱۴ تولے عفو رہے گی کہ ۳۶ تولے کا نصاب خمس ہو گیا ۱۴ تولے کا ، ماشے سونا ہُوا کہ خمس سے کم ہے وُہ عفو رہا۔

مثال ۹: اسی صورت میں چاندی ۳۰ تولے فرض کیجئے تو کل عفو ہے کہ اس کا سوا ہی تولے سونا ہُوا تو بعد

Marfat.com

ضم بھی کچھ نہ بڑھا۔

مثال ۱۰ و ۱۱ و ۱۲: اب ہمیں وہ تین صورتیں بیان کرنا ہیں جن میں سونا نصاب بے عفو ہو اور چاندی نصاب باعفو، جس کے عفو کو سونے سے ملائیں تو جب بھی عفو رہے یا کچھ زکوٰۃ واجب کرے، کچھ عفو بچے یا بالکل زکوٰۃ واجب کرے۔ یہ پچھلی دو صورتیں بظاہر محال عادی نظر آتی ہیں کہ نصاب میں عفو وہی ہوتا ہے جو خمس سے کم ہو اور نصاب کے بعد زکوٰۃ وہی واجب کرتا ہے جو خمس تک پہنچے، تو ان صورتوں کا وقوع جب ہی ہوگا کہ ۱۰ تولے سے کم چاندی ۱½ تولے سونے کے برابر یا اس سے بھی زائد ہو مگر یہ عادۃً ہو نہیں سکتا بلکہ ۱۰ تولے یا اس سے کچھ زیادہ چاندی تولہ بھر سونے کی قیمت کو بھی نہیں پہنچتی، تو بادی النظر میں یہاں صرف صورتِ اُولیٰ ہی قابلِ وقوع ہے یعنی عفوِ سیم کو نصابِ ذہب سے جب ملائیے عفو ہی رہے مگر ایک نفیس و شریف وجلیل ولطیف قاعدہ معلوم کرنے سے کھل جائیگا کہ دو صورتیں بھی قابلِ وقوع ہیں۔ اُس باعظمت قاعدے کا جاننا نہ صرف انہی صورتوں کے لیے ضرور ہے بلکہ جو اہلِ زکوٰۃ زر و سیم دونوں قسم کے مالک ہوں اور عموماً ایسے ہی ہوتے ہیں اُن سب پر اُس کا علم فرضِ عین ہے کہ اس کے نہ جاننے میں بہت غلطیاں اور خرابی و زیاں واقع ہوتے ہیں، لوگ اکثر سمجھ لیتے ہیں ہم زکوٰۃ ادا کر چکے اور واقع میں مطالبہ باقی ہوتا ہے، وہ ضروری **قاعدہ عظیم الفائدہ واجب الحفظ** یہ ہے کہ اگرچہ زر و سیم کی قیمت و وزن باہم اکثر مختلف ہوتے ہیں خصوصاً جبکہ صنعت کا قدم درمیان ہو، مثلاً ممکن کہ تولہ بھر سونے کا کوئی گہنا صناعی کے سبب پچاس[۵۰] روپے کی قیمت کا ہو اگرچہ ایک تولہ سونے کی قیمت پچیس[۲۵] ہی روپیہ ہو یا تولہ بھر چاندی کی چیز چار[۴] روپے کو بکے اگرچہ چاندی ایک ہی روپیہ تولہ ہو، دہلی کی سوداکاریوں میں یہ بات خوب واضح ہوتی ہے، یونہی جب مال ہارتا ہو تو قیمت وزن گھٹ جاتی ہے کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔) مگر شرع مطہر نے سونے چاندی میں وجوباً و اداءً ہر طرح وزن ہی کا اعتبار فرمایا ہے نہ کہ قیمت کا، مثلاً کسی کے پاس صرف ۷ تولے سونے کا گہنا ہے کہ قیمت میں ۷½ تولے سونے تک پہنچتا ہے یا اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے اس پر زکوٰۃ واجب نہیں کہ وزن ۷½ تولے کا نہ ہوا یا ۷½ تولے ہارتے سونے کا مال ہے کہ قیمت ۷ تولے سے بھی کم ہے اس پر زکوٰۃ واجب کہ وزنِ نصاب پورا ہے، یا ایک شخص کے پاس ۷½ تولے سونے کا زیور ہے جو بوجہ صنعت ۱۵ تولے سونے کی قیمت کا ہے اس پر صرف ۲ ماشے سونا واجب ہوگا کہ وزن کا چالیسواں حصہ ہے نہ چار ماشہ کہ قیمت کا ۱/۴۰ ہے، یا ۱۵ تولے وزن کی چیز قیمت میں ۷½ تولے کے برابر ہے، تو باعتبارِ وزن ۴ ماشہ سونا دینا ہوگا، بہ لحاظِ قیمت ۲ ماشہ دینے سے نہ چھوٹے گا، یہ تو وجوباً اعتبارِ وزن ہوا اور اداءً کی یہ صورت کہ مثلاً اس پر ۲ ماشے سونا واجب الادا تھا اس نے اُس کے بدلے ۲ ماشے نفیس کُندن کہ قیمت میں ۲ ماشے سونے کے برابر بلکہ زائد تھا ادا کیا تو عہدہ برآ نہ ہُوا کہ واجب کا وزن پورا نہ ہُوا اور رہا رہا سونا ۲ ماشے دے دیا جو قیمت میں دو ہی ماشے کے برابر تھا تو ادا ہو گیا اگرچہ اس میں کراہت ہے لقولہٖ عزوجل:

Marfat.com

لستم بآخذیہ الا ان تغمضوا فیہ[1]۔

تمھیں ملے تو نہ لوگے جب تک اس میں چشم پوشی نہ کرو۔ (ت)

درمختار میں ہے :

المعتبر وزنھما اداءً و وجوبًا لا قیمتھما[2]۔

اداء و وجوب میں ان دونوں کے وزن کا اعتبار ہے نہ کہ قیمت کا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

یعنی یعتبر فی الوجوب ان یبلغ وزنھما نصابا نھر حتی لو کان لہ ابریق ذھب او فضۃ وزنہ عشرۃ مثاقیل او مائۃ درھم وقیمتہ لصیاغتہ عشرون او مائتان لم یجب فیہ شیئ اجماعًا قھستانی[3]۔

وجوب کے لیے یہ معتبر ہے کہ وُہ وزن کے اعتبار سے نصاب کو پہنچیں، نہر۔ اگر کسی کے پاس سونے یا چاندی کا کُوزہ تھا جس کا وزن دس مثقال یا سَو درہم کے برابر تھا اور زیور کی صورت میں اس کی قیمت بیس یا دو سَو ہے تو اب اس میں بالاجماع کوئی شئی لازم نہیں، قہستانی۔ (ت)

اسی میں ہے :

لو لہ ابریق فضۃ وزنہ مائۃ وقیمتہ بصیاغتہ مائتان لا تجب الزکوٰۃ باعتبار القیمۃ لان الجودۃ والصنعۃ فی اموال الربا لا قیمۃ لھا عند انفرادھا ولا عند المقابلۃ بجنسھا[4]۔

اگر کسی کے پاس چاندی کا ایسا کُوزہ تھا جس کا وزن سو درم ہو اور اس کی زیور کی صورت میں قیمت دو سو درم ہے تو اب قیمت کے اعتبار سے زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، کیونکہ اموالِ ربا میں جو جودت اور صنعت ہوتی ہے اس کی انفرادی صُورت میں کوئی قیمت نہیں ہوتی نہ ہی اس وقت کوئی قیمت ہے جب کسی ہمجنس کے مقابل ہو۔ (ت)

اُسی میں ہے :

یعتبر ان یکون المؤدی قدر الواجب وزنا

جس کی زکوٰۃ ادا کی جائے اس کا وزن کے اعتبار سے

---

[1] القرآن ۲/۲۶۷

[2] درمختار باب زکوٰۃ المال مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۳۴

[3] ردالمحتار 〃 مصطفٰی البابی مصر ۲/۳۳

[4] 〃 〃 〃 ۲/۳۷

Marfat.com

فلوادی عن خمسة جیدة خمسة زیوفا قیمتہا اربعة جیدة جاز وکرہ ولو اربعة قیمتہا خمسة ردیئة لم یجز[1] اھ ملخصاً۔

نصاب ہونا ضروری ہے، اگر کسی نے پانچ جید دراہم کی جگہ پانچ زیوف سے ادا کی جن کی قیمت چار جید دراہم تھی تو جائز مگر مکروہ ہے، اور اگر ان چار کی قیمت پانچ ردی درہم تھے تو جائز ہی نہیں اھ ملخصاً (ت)

مگر جب ان میں ایک کو دوسرے سے تقویم کریں مثلاً چاندی کو سونے یا سونے کو چاندی سے جیسا کہ ضم کی صُورتوں میں دیکھتے آئے تو بالاجماع قیمت کا اعتبار ہے کہ جودت وصنعت خلاف جنس کے مقابلہ میں بالاجماع قیمت پاتا ہے، مثلاً بارہ تولے چاندی کا وزنی گہنا ہے اور قیمت میں ۲۴ تولے چاندی کے برابر، اب اس کی قیمت سونے سے لگائے گا تو بہ لحاظ قیمت پُورا تولہ بھر سونا ہوگا، نہ بلحاظ وزن چھ ماشہ۔ ولہذا جس کے پاس ۲۰۰ تولے چاندی کا زیور چارسو روپے کا قیمتی ہو جس پر ۵ تولے چاندی واجب، وہ اگر ۵ تولے چاندی دے دے گا ادا ہوجائے گا اور ۵ تولے چاندی کی قیمت کا سونا دے گا ہرگز ادا نہ ہوگا بلکہ ۱۰ تولے چاندی کا قیمتی سونا دینا آئے گا۔ ردالمحتار میں ہے:

عدم اعتبار الجودۃ انما ھو عند المقابلۃ بالجنس اما عند المقابلۃ بخلافہ فتعتبر اتفاقاً[2]۔

جید ہونے کا اعتبار، جنس کے ساتھ مقابلہ کے وقت نہیں کیا جاتا اور اگر غیر جنس سے مقابلہ ہو تو بالاتفاق معتبر ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

لوکان لہ ابریق فضۃ وزنہ مائتان وقیمتہ ثلث مائۃ ان ادی خمسۃ من عینہ اومن غیرہ جاز واجمعوا انہ لوادی من خلاف جنسہ اعتبرت القیمۃ حتی لوادی من الذھب ما تبلغ قیمتہ خمسۃ دراھم من غیر الاناء لم یجز فی قولھم لتقوم الجودۃ عند المقابلۃ

اگر کسی کے پاس چاندی کا کوزہ ہے دوصد درہم وزنی اور قیمت تین سو درہم ہے تو اب وہ اس میں سے یا اس کے غیر سے پانچ درہم ادا کرتا ہے تو جائز ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ اگر اس کی مخالف جنس سے ادا کرے تو قیمت کا اعتبار ہوگا حتی کہ اگر اتنا سونا جس کی قیمت پانچ درہم ہو غیر مصنوعہ سے ادا کیا تو ان کے نزدیک جائز نہیں کیونکہ مقابلہ کے وقت جودت

---

[1] ردالمحتار باب زکوٰۃ المال مصطفی البابی مصر ۲/۳۳

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/۳۷

بخلاف الجنس کذا فی المعراج نہر[1] اھ ــــ کی قیمت کا اعتبار ہوتا ہے بخلاف جنس کے، معراج میں اسی طرح ہے، نہر اھ ملخصًا (ت)

ملخصًا۔

جب یہ قاعدہ معلوم ہولیا تو اب ان دو صورتوں کی مثالیں بھی واضح ہوگئیں، مثلاً ایک شخص کے پاس، ۱/۲ ۷ تولے سونا اور ۱/۲ ۶۱ تولے چاندی کا گہنا ہے جو بوجہ صناعی چوگنی قیمت کا ہے اس میں ۱/۲ ۵۲ تولے چاندی تو نصاب کامل ہوگئیں ۹ تولے بچی وہ عفو نظر آتی ہے اسے بلحاظِ قیمت سونے سے ملایا تو یہ ۹ تولے بسبب صنعت ۳۶ تولے کی قیمت میں ہے جس کا ۱/۲ ۱ تولے سونا ہُوا کہ خمس نصاب زر ہے تو ایک نصاب سیم اور ایک نصاب و خمس نصاب زر کی زکوٰۃ واجب ہُوئی اور عفو کچھ نہ بچا اور اسی صورت میں ۶۲ تولے چاندی ہے تو ماشہ بھر سونا کہ اس ۹ ماشے چاندی کی قیمت ہُوا عفو رہے گا کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

شرح ضابطۂ ثانیہ: ملاحظۂ جدول سے یہ بھی کھلا ہوگا کہ دونوں جانب مقدار قابلِ ضم ہونے کی تین صورتیں بھی عند البسط چار ہوگئیں یعنی چاندی سونا دونوں غیر نصاب یا دونوں نصاب مع العفو یا چاندی غیر نصاب اور سونے میں عفو یا سونا غیر نصاب اور چاندی میں عفو۔ پھر ہر صورت چھ حال سے خالی نہیں:

(۱) یہ کہ بعد ضم بھی اصلاً زکوٰۃ نہ بڑھے یعنی خواہ قابلِ ضم چاندی کو سونا کیجئے یا قابلِ ضم سونے کو چاندی، کسی طرح یہ مقدار موجبِ زکوٰۃ نہ ہو، اس صورت میں وہ عفو حقیقی رہے گا، مثلاً ایک شخص ۲۰ تولے چاندی اور ایک تولے سونے کا مالک ہے، چاندی کو سونا کیجئے تو کُل سونا ایک تولہ ۱۰ ماشے ہو، اور سونے کو چاندی، تو کُل چاندی ۴۴ تولے، نہ اتنا سونا موجبِ زکوٰۃ نہ اتنی چاندی۔

(۲) سونے کو چاندی کیجئے تو نصاب بنے اور چاندی کو سونا کیجئے تو نہ بنے، مثلاً ۱۰ تولے چاندی ۵ تولے سونا ہے، سونے کو چاندی کیا تو کُل چاندی ۱۲۰ تولے ہوئی کہ دو نصاب کامل اور دو نصاب خمس، اور ۴ تولے عفو ہے، اور چاندی کو سونا کیا تو کُل ۵ تولے ۵ ماشے سونا ہُوا کہ نصاب تک بھی نہ پہنچا، لہذا سب کو چاندی ہی ٹھہرائیں گے۔

(۳) اس کا عکس کہ چاندی کو سونا کرنے سے نصاب بنے اور سونے کو چاندی کرنے سے نہ بنے، مثلاً ۷ تولے، ۷ ماشے سونا اور ۵۰ تولے چاندی ہے، ۱/۲ ۷ تولے سونا تو نصابِ کامل ہو کر الگ ہوگیا، بچا ۱/۲ ۱ ماشہ سونا، اُدھر وہ عفو ہے اور اِدھر ۵۰ تولے چاندی یہ بے نصاب ہے، انھیں دونوں کا باہم میل ہونا ہے، اب اگر ماشے بھر سونے کو چاندی کرتے ہیں تو کل چاندی ۵۲ تولے آتی ہے، یہ نصاب بھی نہ ہُوئی اور چاندی

---

[1] ردالمحتار ــ باب زکوٰۃ المال ــ مصطفی البابی مصر ــ ۲/۳۳

Marfat.com

کو سونا کرتے ہیں تو یہ کل سونا ۲ تولے ۲ ماشے ہوتا ہے کہ ۱½ تولہ نصاب خمس ہو کر موجب زکوٰۃ ہوگا اور باقی ۸ ماشے عفو رہے گا۔

(۴) دونوں سے نصاب بنے مگر چاندی فقراء کے لیے انفع ہو، مثلاً ۷ تولے سونا ۲۴ تولے چاندی کہ سونا کیجیے تو ۸ تولے ۹ ماشے ہوا، ۷½ تولے پر زکوٰۃ اور ۱ تولہ عفو، تو صرف ۲ ماشے سونا دینا ہوگا جس کی قیمت ۴½ تولے چاندی، اور چاندی کیجیے تو دو سو دس[210] تولے ہوئی کہ پورے چار نصاب بلا عفو ہے جس پر ۵ تولے چاندی واجب، تو چاندی کرنے میں فقراء کو ۹ ماشے چاندی زیادہ ملے گی۔

(۵) سونا انفع ہو، جیسے ۷ تولے سونا ۸۴ تولے چاندی کہ چاندی کیجیے تو چار نصاب کامل کے بعد ۶ تولے عفو رہے گی اور صرف ۵ تولے چاندی دینا ہوگی جس کی قیمت ۲ ماشے ۵ سرخ سونا، اور سونا کیجیے تو پورا ۵ تولے ہوا، ایک نصاب کامل اور ایک نصاب خمس بلا عفو ہے جس پر ۲ ماشے ۵ ۳/۵ سرخ واجب، تو سونا کرنے میں فقراء کو ۳/۵ سرخ زیادہ جائے گا۔

(۶) دونوں یکساں ہوں، مثلاً فرض کیجیے تولہ بھر سونے کی قیمت ۲۱ تولے چاندی ہے اور یہ شخص ۲۴ تولے چاندی ۵۰ تولے سونے کا مالک ہے اگر چاندی کو سونا کرتے ہیں تو ۷½ تولے یعنی ایک نصاب کامل ہوا جس پر ۳½ ماشے سونا قیمتی ۳ تولے ۱۱ ماشے ۲ سرخ چاندی کا واجب ہوا، اور سونے کو چاندی کیجیے تو ۱۵۷ تولے ۶ ماشے چاندی یعنی تین نصاب کامل ہوئی جس پر ۳ تولے ۱۱ ماشے ۲ سرخ چاندی قیمتی ۲ ماشہ سونے کی واجب ہوئی، ہر طرح حاصل ایک ہی رہتا ہے اس صورت میں مزکی کو اختیار ہوگا کہ دونوں میں جس سے چاہے تقویم کرے بشرطیکہ دونوں رواج یکساں ہوں ورنہ رائج تر متعین ہوگا۔

اس ضابطہ کی چار[4] صورتوں میں ان چھ[6] حالتوں کو ضرب دیجیے تو چوبیس[24] ہوتی ہیں جن کے امثلہ کی پوری تفصیل موجب تطویل، اور جبکہ ہم ہر صورت کی ایک مثال لکھ چکے، وضوح مسئلہ بحمد اللہ اپنے منتہی کو پہنچا جس کے بعد زیادہ اطالت کی حاجت نہیں، اب بحمد اللہ یہ دستور العمل کامل و مکمل ہوگیا کہ عالم میں کوئی اختلاط زر و سیم ان ۳۷ صورتوں سے خارج نہیں ہو سکتا۔ ایک صورت دونوں جانب کمال نصاب بلا عفو کی اور ۱۲ صورتیں ضابطۂ اولیٰ اور ۲۴ ضابطۂ ثانیہ کی اور دو[2] صورتیں کہ صرف چاندی کا مالک ہو یا صرف سونے کا، ان کے احکام مسئلۂ ثانیہ میں واضح ہو چکے، انتالیس[39] ہوئیں۔ چالیسویں صورت کہ سونا چاندی کچھ نہ رکھتا ہو اس کا حکم خود واضح۔ اب یہ مسائل بحمد اللہ تعالیٰ تمام صور کے بیان احکام کو کافی و وافی ہوگئے انھیں سے آئندہ کی زیادت و نقصان کے احکام نکل آئیں گے کہ آخر بڑھ کر انھیں سینتیس[37] صورتوں میں سے ایک میں رہے گا، غایت یہ کہ تبدیل صورت ہو جائے، مثلاً پہلے جو مال تھا ضابطۂ اولیٰ کی صورت یکم پر تھا، اب بڑھ کر ضابطۂ ثانیہ یا اولیٰ کی دوم یا اول الصور پر ہوگیا،

Marfat.com

وعلیٰ هذا القیاس، یوں ہی گھٹ کر ۲۴ صورتوں سے باہر نہ جائے گا تو کوئی حکم ایسا نہیں جسے یہ مسائل نہ بتائیں، زیادت ونقصان میں کہاں زکوٰۃ گھٹے بڑھے گی کہاں نہیں، یہ مسئلہ ثانیہ وثالثہ سے دیکھ لیجئے، امید کرتا ہوں یہ شرح ایضاح بحول الفتاح اسی تحریر فقیر کا حصّہ خاصہ ہو، والحمدُ للہ ربّ العالمین۔

اب **صورتِ جزئیہ مسئول عنہا کا حکم** نکالنا کتنی بات ہے' ۶۸ تولے ۲ ماشے سونا اور ۱۴۳ تولے چاندی' اوّل ہر ایک کے نصاب الگ نکال لیجئے، ۶۸ تولے ۲ ماشے میں سونے کے ۹ نصاب کامل ہوئے جن پر ایک تولہ ۸ ماشے ۲ سُرخ سونا واجب ہُوا اور ۸ ماشے فاضل بچا کہ اپنے نصاب میں عفو ہے، ۱۴۳ تولے میں ۱۳۵ تولے کے چھ نصاب کامل جن پر ۳ تولے ۱۰ ماشے ۴ سُرخ چاندی واجب، اور ۲۱ تولے کے ۲ نصاب خمس ہوئے جن پر ۶ ماشے ۲ ۲/۵ سُرخ واجب، ان کا مجموعہ ۴ تولے ۴ ماشے ۶ ۲/۵ سرخ سُرخ ہوا اور مال میں ۵ تولے چاندی فاضل رہی کہ اپنی نوع میں عفو ہے، اب یہ صورت ضابطۂ ثانیہ کی ہُوئی کہ دونوں جانب ایک رقم عفو قابلِ ضم موجود ہے، اس میں اُن چھ حالتوں کی جانچ باقی رہی، چاندی کو سونا کیجئے تو ۵ تولے چاندی عام نرخ سے اس قابل نہیں کہ ۱۰ ماشے سونے کی قیمت پہنچے جو اس ۸ ماشہ سے مل کر خمس نصاب ذہب یعنی ۱۰ تولے سونا بنائے اور زکوٰۃ واجب کرے۔ اب سونے کو چاندی کیجئے تو آج کل کے بھاؤ[۵] سے ۸ ماشے سونا بیشک ۱۶ تولے چاندی سے کچھ زیادہ ہی کا ہے تو وہ اس ۵ تولے چاندی سے مل کر ۲۱ تولے چاندی مع شئے زائد ہوگا، یہ دو نصاب خمس اور حاصل ہوئے جن پر ۶ ماشے ۲ ۲/۵ سُرخ چاندی' اور بڑھی تو یونہی کریں گے اور ۶۸ تولے سونے ۱۴۳ تولے چاندی پر ایک تولہ ۸ ماشے ۲ سرخ سونا' اور ۸ تولے ۱۱ ماشے ۴/۵ سرخ چاندواجب مانیں گے ۴/۵ سُرخ کے معنی رتی کے چار خمس، جسے تقریباً ایک رتی چاندی کہیے، یہ عام بھاؤ کے اعتبار سے ہے، اور اگر بوجہ صنعت نفس مال کے کوئی قیمت بڑھ گئی ہو تو اس کا حساب مالک کو معلوم ہوگا اُس کے لیے وہ قاعدہ ضروریہ واجب الحفظ ہم اوپر لکھ ہی چکے' غرض للہ الحمد والمنۃ' فقیر غفرلہ المولی القدیر نے بتوفیق المولیٰ سبحانہٗ وتعالیٰ ان مسائل کو ایسی شرح وتکمیل و بسط جلیل کے ساتھ بیان کیا ہے کہ شاید اُن کی نظیر کتب میں نہ ملے، امید کرتا ہوں جو شخص ان سب کو بغور کامل خوب سمجھ لے وہ ہزارہا مسائل زکوٰۃ کا حکم ایسا بیان کرے گا جیسے کوئی عالم محقق بیان کرے، جن مسائل میں فقیر نے آج کل کے بعض مدعیانِ فقاہت وتحدیث بلکہ امامتِ فنون فقہ وحدیث کو فاحش غلطیاں کرتے دیکھا، کم علم آدمی جو ان تحریراتِ فقیر کو بنہجِ احسن سمجھ لے گا اِن شاء اللہ تعالیٰ بے تکلف صحیح وصاف ادا کرے گا، مگر

---

[۵] نرخ باختلافِ امصار بھی مختلف ہوتا ہے، اگر وہاں ۸ ماشے سونا ۱۶ تولے چاندی سے کم کا ہو تو نصب فضّہ میں ایک خمس کم ہو جائیگا جس کے سبب مقدار واجب سے ۳ ماشہ ۱ ۱/۵ سرخ چاندی گھٹا دیں گے ۱۲ منہ (م)

Marfat.com

حاشا ہرگز اردو عبارت جان کر اپنی فہم پر قناعت نہ کرے کہ نازک یا غور طلب بات جو آدمی کی اپنی استعداد سے ورا ہو کسی زبان میں کیسی ہی واضح ادا کی جائے پھر نازک ہے بلکہ واجب کہ کسی عالم کامل سے ان مسائل کو پڑھ لے تاکہ بحول اللہ تعالٰے اس باب میں خود عالم کامل ہو جائے۔

واستغفر اللہ العظیم الاعظم مما جری علی لسان القلم وصلی اللہ تعالی علیہ سیدنا و مولانا محمد النبی الاکرم وصحبہ وبارک وسلم واللہ سبحانہ و تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

قلم سے جو لکھا گیا اس پر عظیم و اعظم اللہ تعالٰی سے معافی طلب کرتا ہوں۔ اللہ تعالٰے کی رحمتیں نازل ہوں ہمارے آقا و مولٰی حضرت محمد نبی اکرم پر اور آپ کے آل و اصحاب پر، برکتیں اور سلام بھی۔ اللہ سبحانہٗ وتعالٰی خوب جانتا ہے، اور اسی کا علم کامل اتم اور مستحکم ہے۔ (ت)

مسئلہ سابعہ: صحیح تعدادِ زکوٰۃ نہ معلوم ہونے کی وجہ سے جو ہر سال مقدار واجب سے کم زکوٰۃ میں دیا گیا ہے وہ محسوب زکوٰۃ ہوا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بیشک محسوب ہوا کہ ادائے زکوٰۃ کی نیت ضرور ہے مقدار واجب کا صحیح معلوم ہونا شرائط صحت سے نہیں، غایت یہ کہ ایک جزءِ واجب کے ادا میں تاخیر ہوئی اس سے مذہبِ راجح پر گناہ سہی زکوٰۃ مؤدٰی کی نفی صحت تو نہیں والامر بین غنی عن التبیین (معاملہ واضح ہے مزید وضاحت کا محتاج نہیں۔ ت) پس ہر سال جتنا زکوٰۃ میں دیا وہ قطعاً ادا ہُوا اور جو باقی رہتا گیا وہ اس پر دین ہوا حتی کہ اگر کسی نصاب سے معارض ہو جائے گا تو اُسی قدر مقدار واجب گھٹ جائے گی۔ تشریح اس کی یہ ہے کہ دین عبد (یعنی بندوں میں جس کا کوئی مطالبہ کرنے والا ہو اگرچہ دین حقیقۃً اللہ عزوجل کا ہو، جیسے دین زکوٰۃ جس کا حق مطالبہ بادشاہِ اسلام اعزّ اللہ نصرہ کو ہے) انسان کے حوائج اصلیہ سے ہے ایسا دین جس قدر ہوگا اتنا مال مشغول بحالتِ اصلیہ قرار دے کر کالعدم ٹھہرے گا اور باقی پر زکوٰۃ واجب ہوگی اگر بقدر نصاب ہو، مثلاً ہزار روپے پر حولانِ حول ہوا اور اس پر پانسو قرض ہیں تو پانسو پر زکوٰۃ آئے گی اور ساڑھے نوسو دین ہے تو اصلاً نہیں کہ باقی قدر نصاب سے کم ہے۔ درمختار میں ہے:

لا زکوٰۃ علی مدیون للعبد بقدر دینہ فیزکی الزائد ان بلغ نصابا[1]۔

بندہ کے قرضدار پر قرض کی مقدار پر زکوٰۃ نہیں، ہاں اگر قرض سے زائد نصاب کو پہنچ جائے تو پھر اس کی زکوٰۃ ادا کرے۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۹

Marfat.com

اُسی میں ہے :

فارغ عن دین له مطالب من جهة العباد سواء کان لله تعالٰی کزکٰوة و خراج او للعبد[1] الخ۔

اس دین سے فارغ ہو جس کا مطالبہ بندوں کی طرف سے ہے خواہ وُہ اللہ کے لیے ہو مثلاً زکٰوۃ و خراج یا بندے کے لیے الخ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

المطالب هنا السلطان تقدیرا لان الطلب له فی زکٰوة السوائم وکذا فی غیرها لم یبطل حقه عن الاخذ[2] اھ ملخصاً و ایضاحه فیه۔

یہاں مطالبہ کرنے والا سلطان کو تسلیم کیا جائیگا کیونکہ چارپایوں کی زکٰوۃ وہی طلب کرسکتا ہے اور اس طرح ان کے علاوہ میں اس کے لیے اخذ زکٰوۃ کا حق باطل نہیں ہوگا اھ ملخصاً اور اس کی وضاحت اس میں ہے (ت)

یونہی دوسَو چالیس[۲۴۰] درم شرعی کہ ایک نصاب کامل و ایک خمس ہے (دوسو درم کی ۵۲ تولے چاندی ہوئی اور چالیس کی ۱۰ تولے) ان پر چھ[۶] درم شرعی زکٰوۃ کے واجب، اگر مالک جہلاً یا سہواً یا عمداً ہر سال پانچ درم دیتا گیا[عـــہ] تو سالِ اوّل ایک درم زکٰوۃ کا اس پر دین رہا، دوسرے سال وُہ گویا دوسَو انتالیس[۲۳۹] ہی درم کی جمع رکھتا ہے کہ ایک درہم مشغول بہ دین ہے تو نصاب خمس کہ دوسو کے بعد چالیس کامل تھا جاتا رہا اور اس سال صرف دوسو[۲۰۰] درہم کی زکٰوۃ یعنی پانچ ہی واجب ہُوئے، پس وُہ جب تک ایک درم مذکور ادا نہ کرے یا سال تمام پر اُس کی حاجت سے فارغ ایک درم اور جمع نہ ہو جائے جب تک اس پر یہی پانچ درم واجب ہوا کریں گے البتہ ادائے دین زکٰوۃ کی تاخیر سے گنہگار ہوگا اور یہ گناہ اصرار کے بعد کبیرہ ہو جائیگا والعیاذ باللہ تعالٰی، اور اگر صورتِ مذکورہ میں فرض کیجئے کہ وُہ ہر سال ایک ہی درم دیتا رہا تو سالِ اوّل اس پر پانچ درم زکٰوۃ کے دین رہے، سالِ دوم میں گویا صرف دوسَو پینتیس[۲۳۵] جمع ہیں اس سال وہی پانچ ہُوئے اور دیا ایک ہی، تو اب چار اور قرض ہوکر نو درم دین ہو گئے تیسرے سال تیرہ[۱۳]، چوتھے سال سترہ[۱۷]، یونہی ہر سال دینِ زکٰوۃ میں چار چار بڑھتے جائیں گے اور واجب وہی پانچ پانچ

عـــہ یعنی اپنی آمدنی سے دیتا رہا اور جمع اُسی قدر قائم رہی نہ کم ہُوئی نہ زائد ۱۲ منہ (م)

---

[1] درمختار کتاب الزکٰوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۹

[2] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۲/۵

Marfat.com

ہوتے رہیں گے کہ دو سو سے دو سو انتالیس تک پانچ ہی درم ہیں، جب سالِ دہم میں اکتالیس درم دین ہو جائیں گے تو گیارھویں سال اس پر زکوٰۃ ہی نہ ہوگی کہ جمع صرف ایک سو ننانوے ٹھہریں گے کہ نصاب سے کم ہیں سالِ یازدہم بھی اگر اس نے ایک درم حسبِ دستور دے دیا تو پھر پانچ پانچ درم واجب ہو جائیں گے کہ اب دین میں صرف چالیس درم رہے اور دو سو پورے جمع قرار پائے وعلٰی ہذا القیاس۔ غرض سنین ماضیہ میں کم دینے والا اس نفیس حساب کو خوب سمجھ کر جتنا دین اس کے ذمے نکلے فی الفور ادا کرے۔ ردالمحتار میں ہے:

لوکان له نصاب حال علیه حولان ولم یزکه فیھما لا زکوٰۃ علیه فی الحول الثانی[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر کسی کے پاس ایک ہی نصاب ہے جس پر ۲ سال گزرے حالانکہ اس نے ان میں زکوٰۃ نہیں دی تو اب دوسرے سال میں اس پر زکوٰۃ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۸ ازشہر بریلی محلہ ملوکپور مولوی شفاعت اللہ صاحب طالب علم مدرسہ اہلسنت وجماعت بریلی ۲ ربیع الآخر ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ عرصہ تین سال سے زیور طلائی ونقرئی کی حسبِ تفصیل ذیل اور نقد روپے کی عرصہ تین سال سے مالک ہے اس کے علاوہ اثاث البیت ضروری خرچ کا بھی رکھتی ہے اور روپیہ مذکور میں سے چار روپے ماہوار عرصہ تین سال سے متواتر خرچ ہوتا رہا ہے اب مسماۃ مذکورہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرنا چاہتی ہے کس طرح سے ادا کرے، بیان فرمائیے، زیور طلائی ۴ تولے ۱۰ ماشے ۳ سُرخ، زیور نقرئی معـــہ ، نقد روپیہ صمامـــہ۔

الجواب

بیانِ سائل سے معلوم ہوا کہ زیور ہر سال اتنا ہی رہا کم وبیش نہ ہُوا تو ہر سال جو سونے کا نرخ تھا اُس سے ۴ تولے ۱۰ ماشے ۳ سرخ کی قیمت لگا کر زیور نقرہ کے وزن میں شامل کی جائے گی اور ہر ساڑھے باون تولے چاندی پر اس کا چالیسواں حصہ، پھر ہر ساڑھے دس تولے چاندی پر اس کا چالیسواں حصہ واجب آئے گا، اخیر میں جو ساڑھے دس تولے چاندی سے کم بچے معاف رہے گی، ہر دوسرے سال اگلے برسوں کی جتنی زکوٰۃ واجب ہوتی آئی مال موجود میں سے اتنا کم ہو کر باقی پر زکوٰۃ آئے گی، تین سال سے یہ نقد روپیہ بھی بدستور حساب میں شامل کیا جائیگا اور ہر دوسرے سال جتنے روپے خرچ ہوگئے کم کرلیے جائیں گے، یُوں تین سال کا مجموعی حساب کرکے جس قدر زکوٰۃ

---

[1] ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ مصطفی البابی مصر ۲/۵

Marfat.com

فرض نکلے سب فوراً فوراً ادا کردینی ہوگی اور اب تک جو ادا میں تاخیر کی بہت زاری کے ساتھ اُس سے توبہ فرض ہے اور آئندہ ہر سال تمام پر فوراً ادا کی جائے۔ یہ اگلے تین برسوں میں اس کے سال تمام ہونے کے دن سونے کا بھاؤ دریافت کرنے میں دقت ہو تو احتیاطاً زیادہ سے زیادہ نرخ لگالے کہ زکوٰۃ کچھ رہ نہ جائے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹ از درو ضلع نینی تال مرسلہ عبداللہ صاحب دکاندار ۵ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ پورا نصاب کتنا ہوتا ہے جیسا کہ علمی خطبہ کے اندر تحریر کرچکے ہیں وہ ٹھیک ہے اُن کا قول یہ ہے کہ ساڑھے سات تولے سونا ہو یا ساڑھے باون تولے چاندی ہو، دونوں میں سے ایک چیز ہو وہ اہلِ زکوٰۃ اہلِ نصاب ہوگیا علمائے دین کو غور کرنا چاہیئے کہ ساڑھے باون تولے چاندی ہے اور گھر میں چار چھ آدمی کھانے والے اور خرچ کرنے والے ہیں تو وہ شخص اہلِ نصاب اہلِ زکوٰۃ ہوگیا، دوسری گزارش یہ ہے کہ مالا بدمنہ میں لکھا ہوا ہے کہ کارروائی سے زیادہ ہو، سال بھر اُس پر گزر جائے، یعنی حاجت سے زائد ہو تو جس قدر ایک شخص کے پاس پچاس روپے کا کپڑا تجارت کا ہے اور اس سے اس کی اوقات بسری ہوتی ہے ساٹھ روپیہ کا زیور ہر وقت کے پہننے کا ہے اور اسی روپے اس کے پاس نقد ہیں اور گھر میں کھانے کو کل ایک مہینے کا ہے اور پچانوے روپے مہر عورت کا ہے یعنی قرضدار ہے وہ مال نصاب کا ہوگیا یا نہیں، حضور! ہم لوگوں کا آپ پر یقین کامل ہے جب تک کوئی حکم حضور کے یہاں سے نہ ملے گا ہم کچھ نہیں کرسکتے اور ایک تحریر پیشتر حضور کی خدمت میں روانہ کرچکا ہوں اس کا کوئی جواب نہیں ملا، حضور کو غور کرنا چاہیئے، یہاں پر حضور مولوی کبھی کچھ بتاتے ہیں کبھی کچھ۔ شرع کے اندر رخنہ بازی ہے ہم لوگوں کا یقین آپ پر ہے آپ جیسا لکھیں گے ویسا ہم مانیں گے آپ کے خلاف نہیں کرسکتے، ایک مسئلہ کو چار جگہ دریافت کرو علیحدہ علیحدہ راہ ہوگی اس کی کیا وجہ ہے، رائے کا اتفاق کیوں نہیں ہے ہم لوگوں کو بہت پریشانی ہوتی ہے کوئی مطلب ٹھیک نہیں ہم لوگوں پر عنایت فرمائیے اور دلی مراد پوری کیجئے۔

الجواب

فی الواقع سونے کا نصاب ساڑھے سات تولے اور چاندی کا ساڑھے باون تولے ہے ان میں سے جو اُس کے پاس ہو اور سال پورا اس پر گزر جائے اور کھانے پہننے مکان وغیرہ ضروریات سے بچے اور قرض اسے نصاب سے کم نہ کردے تو اُس پر زکوٰۃ فرض ہے اگرچہ پہننے کا زیور ہو زیور پہننا کوئی حاجتِ اصلیہ نہیں، گھر میں جو آدمی کھانے والے ہوں اس کا لحاظ شریعتِ مطہرہ نے پہلے ہی فرمالیا، سال بھر کے کھانے پینے پہننے تمام مصارف سے جو بچا اور سال بھر رہا اُسی کا تو چالیسواں حصّہ فرض ہوا ہے اور وہ بھی اس لیے کہ تمھیں آخرت میں بھی عذاب سے نجات ملے جس سے آدمی تمام جہان دے کر چھوٹے کو غنیمت سمجھے اور دُنیا میں تمھارے مال میں ترقی ہو برکت ہو یہ خیال کرنا کہ زکوٰۃ سے مال گھٹے گا نرا ضعفِ ایمان ہے۔ مولیٰ تعالیٰ قرآن عظیم میں ارشاد فرماتا ہے کہ وہ زکوٰۃ کو ترقی و افزونی دیتا رہے جسے وہ بڑھائے وہ کیونکر گھٹ سکتا ہے، یہ

Marfat.com

خیال کہ اس وقت اگر سو روپیہ میں سے ڈھائی روپے حکم ماننے میں اُٹھا دیں گے تو آئندہ بال بچے کیا کھائیں گے ، محض شیطانی وسوسہ ہے ۔ زکوٰۃ سے اگر برکت بھی ملتی تو ڈھائی روپیہ سو میں سے کم ہو جاتا رزق نہ چھینتا ، آئندہ سال اگر مال بڑھ گیا کہ سال بھر کا بال بچوں سب کا خرچ ہوا اور وہ روپیہ بدستور رکھے رہے جب تو اس وسوسہ کا جھوٹ ہونا علانیہ ظاہر ہو جائے گا اور اگر اُن میں سے کھانے پینے کی حاجت پڑی یہاں تک کہ نصاب سے کم رہ گیا تو اب آپ سے کوئی زکوٰۃ نہ مانگے گا مگر بال بچوں کی فکر اگلے سال کے لیے کیا ہوگی ، وہ جو جمع تھے کھانے پینے میں اُٹھ گئے اور اب زکوٰۃ بھی نہیں جس کے سر الزام دھرو ، آگے کیونکر جیو گے ، ایسی کمزوریاں شیطان سکھاتا ہے ، عورت کا مہر جس کا مطالبہ بعد موت یا طلاق ہوتا ہے اور عمر بھر ادا کا خیال تک نہیں آتا اُسے زکوٰۃ نہ دینے کا حیلہ نہ بنانا چاہیے ۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ۴۴ برس ہوئے جو میں ۱۳ تولے ۶ ماشے سونے اور ھـ بھر چاندی کی مالک ہوئی ، چاندی نو دس برس تک بدستور رہی ، گیارھویں سال خرچ ہوگئی ، اور سونا دو برس تک اُسی قدر رہ کر تیسرے سال پانچ تولہ خرچ ہوگیا کہ سال تمام میں صرف ۸ تولے ۶ ماشے تھا پانچویں سال ڈھائی تولہ اور خرچ ہوا کہ سال تمام میں صرف ۶ تولہ تھا اور وہی بیالیس برس تک رہا ، پھر وہ بھی اپنی دختر کو ہبہ کر دیا ، جن برسوں تک وہ چاندی میرے پاس تھی بلکہ اُس کے بعد بھی سونے کا بھاؤ عـے تولہ رہا اور چاندی روپیہ کی روپیہ بھر ، اس صورت میں مجھ پر زکوٰۃ کس قدر واجب ہے ؟ بینوا توجروا ۔

الجواب

ظاہر ہے کہ:

سالِ اوّل میں سونا بقدرِ نصاب بلکہ زائد ہوا اور چاندی نصاب تک بھی نہ پہنچی تو اُسی کے سونے سے قیمتاً ضم کریں گے اُس وقت کے نرخ سے ھـ کا ۳ تولہ ۱ ماشہ ۴ سرخ سونا ہوا تو گویا اُس سال ۱۶ تولے ۷ ماشہ ۴ سرخ سونا تھا جس میں ۱۵ تولے دو نصاب کامل ہیں اُن پر واجب ۴ ماشہ ۴ سرخ سونا اور ڈیڑھ تولہ نصاب خمس ہے جس پر واجب ۳ ۳/۵ سرخ ، کل واجب ۴ ماشے ، ۷ ۳/۵ سرخ ، باقی ایک ماشہ ۴ سرخ عفو رہا۔

سالِ دوم بعد اخراجِ دینِ زکوٰۃ گویا ۱۶ تولے ۲ ماشہ ۴ ۲/۵ سرخ سونا تھا جس میں دو نصاب کامل کا واجب ۴ ماشہ ۴ سُرخ ، باقی ایک تولہ ۲ ماشہ ۴ ۱/۵ سُرخ عفو ، مجموع واجبین ۹ ماشہ ۳ ۳/۵ سرخ ۔

سالِ سوم صرف ۸ تولے ۶ ماشے سونا تھا کہ بعد ضم فضہ ۱۱ تولے ۷ ماشے ۴ سرخ ہوا اس سے مجموع واجبین منہا کیا تو ۱۰ تولے ۱۰ ماشہ ۲/۵ سرخ سونا بچا کہ ایک نصاب کامل ہے واجب ۲ ماشہ ۲ سرخ اور دو نصاب خمس واجب ۷ ۱/۵ سرخ ، کل واجب ۳ ماشہ ۱ ۱/۵ سرخ ، باقی ۱۰ تولے سے جو زائد تھا عفو ہوا ۔ کل واجبات ایک تولہ ۴ ۴/۵ سرخ ۔

Marfat.com

سال چہارم بھی اُتنا ہی سونا یعنی ۱۱ تولے ۷ ماشے ۴ سرخ تھا بعد اخراج واجبات ۱۰ تولے ۶ ماشہ ۱/۵ سرخ بچا کہ اس پر بھی وہی نصاب کامل و دو نصاب خمس کا ۳ ماشہ ۱ ۱/۵ سرخ واجب ہوا، زیادہ کی رتیاں عفو ہیں، کل واجبات ایک تولہ ۳ ماشہ ۶ سرخ۔

سال پنجم صرف ۶ تولے سونا تھا کہ بعد اخراج واجبات ۴ تولہ ۸ ماشہ ۲ سرخ رہا، یہ بھی نصاب نہیں اور اُدھر چاندی بھی نصاب نہیں، اب اگر سونے کو چاندی کرتے ہیں تو اس کی قیمت معہ ہو کر ماعہ کی چاندی ٹھہرتی ہے جس میں دو نصاب کامل ماعہ، ایک نصاب خمس لہعہ ۳ ر ۲ ۲/۵ پائی، کل ماعہ ۳ ر ۲ ۲/۵ پائی، باقی عہ ۱۲ ر ۹ ۳/۵ پائی عفو، اور اگر چاندی کو سونا کرتے ہیں تو عہ کا ۳ تولے ۱ ماشہ ۴ سرخ سونا مل کر کل سونا ۷ تولہ ۹ ماشہ ۶ سرخ قرار پاتا ہے جس میں صرف ایک نصاب کامل، باقی ۲ ماشے ۶ سرخ سونا معاف رہے گا۔ ظاہر ہے کہ عصہ اُس عفو سے کہیں زیادہ ہے تو اس صورت میں نفعِ فقراء چاندی ہی کرنے میں ہے لہذا وہی کریں گے اور ۲ تولہ ۱۰ ماشہ ۵ ۱/۵ سرخ چاندی واجب مانیں گے۔

سالِ ششم سونا وہی ۴ تولہ ۸ ماشہ ۲ سرخ ہے مگر چاندی بوجہ دین سالِ پنجم گھٹ گئی عہ کی چاندی کا وزن ۶۴ تولے ۱۰ ماشے ۴ سرخ ہے جس سے واجب سالِ پنجم گھٹا کر ۳۴ تولے ۱۱ ماشے ۶ ۴/۵ سرخ چاندی بچی۔ کل کو چاندی کرتے ہیں تو سونے کے معہ روپیہ کے ۷۰ تولے ۳ ماشے ۶ سرخ چاندی مل کر کُل چاندی ۱۱۴ تولے ۳ ماشے ۴ ۴/۵ سرخ ہوتی ہے جس میں ۱۰۵ تولے کے صرف دو نصاب کامل، باقی ۹ تولے ۳ ماشے ۴ ۴/۵ سرخ عفو رہے گی، اور کل کو سونا کرتے ہیں تو ۳۴ تولے ۱۱ ماشے ۶ ۴/۵ سرخ چاندی کا سونا ۲ تولے ۱۱ ماشے ۱ ۱۳/۲۵ سرخ ملا کر کل سونا ۷ تولے ۷ ماشے ۳ ۱۳/۲۵ سرخ ہوا جس میں ۷ ۱/۲ تولے نصاب کامل اور صرف ایک ماشہ ۳ ۱۳/۲۵ سرخ عفو بچا، پُر ظاہر ہے کہ یہ عفو عفوِ سیم سے بہت کم ہے لہذا اس سال سونا ہی کریں گے اور ۲ ماشہ ۲ سرخ طلا واجب مانیں گے، کل واجباتِ ذہب ایک تولہ ۶ ماشہ، فضّہ ۲ تولے ۱۰ ماشے ۵ ۱/۵ سرخ۔

سالِ ہفتم چاندی تو وہی ۳۴ تولے ۱۱ ماشے ۶ ۴/۵ سرخ رہی مگر سونا صرف ۴ تولے ۶ ماشے رہا کہ واجب سالِ ششم نکل گیا جس کا ۷۶ تولے ۶ ماشے چاندی، تو چاندی کرنے میں کل فضّہ ۱۱۱ تولے ۵ ماشے ۶ ۴/۵ سرخ جس میں وہی دو نصاب کامل نکل کر ۶ تولے ۵ ماشے ۶ ۴/۵ سرخ عفو ہوگی اور سونا کرنے میں کل ذہب ۷ تولے ۵ ماشے ۱ ۱۳/۲۵ سرخ ہوتا ہے کہ نصاب سے بھی گھٹ کر سب عفو ہوا جاتا ہے، لہذا اس سال سب چاندی ہی کریں گے اور وہی ۲ تولے ۱۰ ماشے ۵ ۱/۵ سرخ سیم واجب مانیں گے، اب کل واجباتِ ذہب وہی ایک تولہ ۶ ماشہ، اور فضّہ ۵ تولے ۹ ماشے ۲ ۲/۵ سرخ۔

سالِ ہشتم سونا وہی ۴ تولے ۶ ماشے اور چاندی ۳۱ تولے ایک ماشہ ۱ ۳/۵ سرخ رہی کہ واجب سالِ ہفتم

Marfat.com

خارج ہوگیا، ظاہر ہے کہ اب کبھی سونا نہیں کر سکتے کہ جب سال ہفتم چاندی ۲ تولے ۱۰ ماشے ۵ ۱/۵ سرخ اس سے زائد تھی وہ اس سونے میں مل کر تو نصاب ذہب نہ بناتی تھی اب اتنی گھٹ کر کس طرح نصاب بنا سکے گی، لہذا اس سونے کے وہی ۷، ۶ تولے ۶ ماشے چاندی ملا کر کل چاندی ۱۰۸ تولے، ۱ ماشے ۱ ۳/۵ سرخ مانی، اس میں بھی ۱۰۵ تولے پر وہی ۲ تولے ۱۰ ماشے ۵ ۱/۵ سرخ سیم واجب ہوئی، باقی معاف، وہی کل واجبات ذہب ایک تولہ ۶ ماشے، فضہ ۸ تولے، ۱ ماشے، ۳/۵ سرخ۔

سال نہم واجب سالِ ہشتم گھٹ کر مع سیم ذہب کل چاندی ۱۰۵ تولے ۸ ماشے ۴ ۲/۵ سرخ بچی جس پر تولوں کے، تولے کی کسریں عفو ہو کر واجب مذکور لازم آیا، کل واجباتِ ذہب بدستور، فضہ ۱۱ تولے ۶ ماشے ۴ ۱/۵ سرخ۔

سال دہم واجب سالِ نہم گھٹ کر کل چاندی ۱۰۲ تولے ۹ ماشے، ۱/۵ سرخ بچی، اب دوسرا نصاب کامل نہ رہا بلکہ صرف ایک نصابِ کامل اور چار نصاب خمس ہیں جن پر واجب ۲ تولے، ۷ ماشے ۴ سرخ، کل واجبات ذہب بدستور۔ فضہ ۱۴ تولے ۲ ماشے ۴/۵ سرخ۔

سال یازدہم میں چاندی نہ رہی اور سونا کہ باقی رہا قابلِ نصاب نہیں، لہذا دس سال کے بعد آج تک کچھ واجب نہ ہوا اور کل مطالبہ سونا ڈیڑھ تولہ، چاندی ۱۴ تولے ۲ ماشے ۴/۵ سرخ لازم آیا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱ از مفتی گنج ضلع پٹنہ ڈاک خانہ ایکھگر سرائے مرسلہ محمد نواب صاحب قادری و دیگر سکان مفتی گنج ۲۷ رمضان شریف ۱۳۱۸ھ

زید کی بیوی ہندہ صاحبِ نصاب ہے اور مال از قسم زیورات ہے جو خاص ہندہ کی ملکیت ہے یعنی وہ اپنے میکے سے لائی ہے زید اس کو ہدایت ادائے زکوٰۃ کی کرتا ہے مگر اس کی سمع قبول میں نہیں آتی ہے تو یہ فرمائیے کہ شوہر سے اُس کے عصیان پر مواخذہ ہے یا نہیں اور اس کی طرف سے درانحالیکہ اس کی آمدنی وجہ کفاف سے بیش نہیں ادائے زکوٰۃ کا مکلف شرعاً ہو سکتا ہے یا نہیں اور اُس عورت پر زجر اور فہمائش کی ضرورت ہو تو کس حد تک، اور اگر زید نے اپنے روپیہ سے کچھ زیور بنوا کر ہندہ کو دیا ہو تو اس زیور پر کیا حکم ہے؟

الجواب

زیور کہ ملکِ زن ہے اس کی زکوٰۃ ذمۂ شوہر ہرگز نہیں اگرچہ اموالِ کثیرہ رکھتا ہو، نہ اس کے نہ دینے کا اس پر کچھ وبال لاتزر وازرۃ وزر اخرٰی[1] (کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائیگی۔ ت)

---

[1] القرآن ۶/ ۱۶۴

Marfat.com

اس پر تفہیم وہدایت اور بقدر مناسب تنبیہ و تاکید (جس کی حالت اختلاف حالات مرد وزن سے مختلف ہوتی ہے) لازم ہے قوا انفسکم و اھلیکم نارا[1] (اپنے آپ اور اپنے اہل کو آگ سے بچاؤ۔ ت) اور وہ زیور کہ عورت کو دیا اور اس کی ملک کر دیا اس پر بھی یہی حکم ہے، اور اگر ملک نہ کیا بلکہ اپنی ہی ملک میں رکھا اور عورت کو صرف پہننے کو دیا تو بیشک اس کی زکوٰۃ مرد کے ذمہ ہے جبکہ خود یا دوسرے مال سے مل کر قدر نصاب فاضل عن الحاجۃ الاصلیہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲ مرسلہ عبدالصبور صاحب سوداگر ۶ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

ایک شخص نے ایک ہزار روپے کسی روزگار میں لگائے، بعد سال ختم ہونے کے اُس کے پاس مال دو سو ۲۰۰ روپیہ کا رہا اور قرض میں پانچ سو روپیہ رہا اور نقد میں چار سو روپیہ مع منافع ایک سو کے رہا، آیا کل گیارہ سو روپیہ کی زکوٰۃ نکالی جائے یا کس قدر کی؟

الجواب

سال تمام پر کل گیارہ سو کی زکوٰۃ واجب ہے مگر چار سو نقد اور دو سو کا مال ان کی زکوٰۃ فی الحال واجب الادا ہے اور پانچسو کہ قرض میں پھیلا ہوا ہے جب اس میں سے بقدر گیارہ روپے تین آنے ۲ ۲/۵ پائی کے وصول ہوتا جائے اُس کا چالیسواں حصہ ادا کرتا رہے اور اگر فی الحال سب کی زکوٰۃ دے دے تو آئندہ کے بار بار محاسبہ سے نجات ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳ از شہر مسئولہ منشی شوکت علی صاحب محرر چونگی ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ حساب قیمت کا جس وقت زیور بنوایا تھا وہ رہے گا یا نرخ بازار جو بروقت دینے زکوٰۃ کے ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

سونے کے عوض سونا، چاندی کے عوض چاندی زکوٰۃ میں دی جائے جب تو نرخ کی کوئی حاجت ہی نہیں، وزن کا چالیسواں حصہ دیا جائے گا، ہاں اگر سونے کے بدلے چاندی یا چاندی کے بدلے سونا دینا چاہیں تو نرخ کی ضرورت ہوگی، نرخ نہ بنوانے کے وقت کا معتبر ہو نہ وقت ادا کا، اگر ادا سال تمام کے پہلے یا بعد ہو جس وقت یہ مالک نصاب ہوا تھا وہ ماہ عربی و تاریخ وقت جب عود کریں گے اس پر زکوٰۃ کا سال تمام ہوگا اس وقت کا نرخ لیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] القرآن ۶۶/۶

Marfat.com

مسئلہ ۲۴ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے پاس تخمیناً ۵۲ تولے چھ ماشہ زیور طلائی موجود ہے اور علاوہ اس کے تخمیناً ۵۱ تولے زیور نقرئی و ۲ تولے زیور طلائی بالعوض مبلغ عـــہ روپیہ کی رہن ہے اور عـــہ روپے نقد بھی موجود ہیں اور مالِ تجارت میں کہ جو فروخت سے باقی رہ گیا ہے وہ تخمیناً مالللعـــہ ۱۲ کا ہے تو اس میں زکوٰۃ کس طور سے ادا کی جائے گی۔

الجواب

اتنا زیور رہن ہے اس کے دو معنے ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ اتنا زیور دوسرے شخص کا اس کے پاس ـــہ پر رہن ہے، دوسرے یہ کہ اتنا زیور اس کا دوسرے کے پاس عـــہ پر رہن ہے، پہلی صورت میں وہ زیور اس کا نہیں اس کی زکوٰۃ اس پر نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اُس چھپن پر زکوٰۃ ہوگی جو اس نے اُس راہن کو قرض دئے ہیں اور اُس تقدیر پر اس کے پاس مالِ زکوٰۃ یہ ہوا دو ماشے سونا ۵۲ تولے چاندی اور ـــہ روپیہ اور مالللعـــہ ۱۲ کا مالِ تجارت۔ ۲ ماشے سونا ہونے کا نصاب نہیں اسے بھی چاندی میں شامل کیا جائے گا اگر للعـــہ تولے کا ہے تو چار روپے اس کے پڑیں گے اور ۲ تولے ۲ ماشے وزن کے ـــہ ہوئے تو کل مال ماللعـــہ ۱۲ بھر چاندی ہوا، جس میں چار نصاب کامل ماللعـــہ ہیں اور چار خمس نصاب للعـــہ ۹ ۲/۵ پائی اُس پر واجب ۲ تولے ۳ ماشے ۴ ۴/۵ رتی چاندی ہوئی باقی عفو ہے، دوسری صورت میں وہ زیور اسی کا ہے مگر اس کی زکوٰۃ اس پر واجب نہیں جب تک وہ قبضۂ مرتہن میں رہے، اس تقدیر پر فی الحال اس کے پاس مال زکوٰۃ یہ ہوا دو ماشے سونا ۵۲ تولے اور چھ ماشہ چاندی اور ماـــہ ۱۲ نقد و مالِ تجارت جس میں سے ـــہ دین کے نکل کر ایک سو روپیہ بارہ آنے رہے، سونا چار روپے کا ہو تو کل ماـــہ ۱۲ ہوئے جس میں دو نصاب کامل ماعـــہ ہیں اور چار خمس نصاب للعـــہ ۲/۵ پائی، اُس پر واجب ۳ تولے ۸ ماشے ۴/۵ رتی چاندی ہوئی، باقی عفو ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ادائے زکوٰۃ کے واسطے چاندی کا نصاب کس قدر روپیہ یا کس قدر وزن ہے اور ایسے ہی سونے کا کس قدر ہے؟ رانی کھیت میں چند دنوں سے ایک عالم واعظ وارد ہیں، انھوں نے وعظ میں فرمایا کہ پانچ کم دو سو پر زکوٰۃ فرض نہیں، جس وقت دو سو روپے پورے ہو جائیں اور ایک سال اُن پر گزر جائے اس وقت زکوٰۃ دینا فرض ہوگی اور روپیہ رائج الوقت گورنمنٹ انگلشیہ کا، جس کا وزن سوا گیارہ ماشے ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب (اے اللہ حق اور صواب کی ہدایت عطا فرما۔ ت) چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولے ہے جس کے سکہ رائجہ سے چھپن روپے ہوئے، اور سونے کا نصاب ساڑھے سات تولے۔

Marfat.com

درمختار میں ہے:

نصاب الذہب عشرون مثقالا والفضۃ مائتادرہم کل عشرۃ دراہم وزن سبعۃ مثاقیل[1]

سونے کا نصاب بیس مثقال اور چاندی کا دوسو درہم جن سے ہر دس درہم کا وزن سات مثقال ہو سکے (ت)

مثقال ساڑھے چار ماشے ہے تو درہم کہ اس کا $\frac{7}{10}$ ہے تین ماشے ایک رتی اور پانچواں حصہ رتی کا ہوا۔ کشف الغطاء میں ہے:

مثقال بیست قیراط و قیراط ایک جبہ و چہار خمس جبہ و جبہ کہ آنرا بفارسی سرخ گویند ہشتم حصہ ماشہ است پس مثقال چہار و نیم ماشہ باشد[2]

مثقال بیس قیراط، اور قیراط ایک رتی اور رتی کے خمس کی چوتھائی ہوتا ہے، رتی جسے فارسی میں سرخ کہا جاتا ہے ماشہ کا آٹھواں حصہ ہوتا ہے، تو ایک مثقال ساڑھے چار ماشے کا ہوگا۔ (ت)

جواہر الاخلاطی میں ہے:

الدرہم الشرعی خمس وعشرون حبۃ و خمس حبۃ[3]

یعنی درہم شرعی پچیس رتی اور پانچواں حصہ رتی کا ہے۔

اب حساب سے واضح ہو سکتا ہے کہ دوسو درم نصاب فضہ کے ۵۲ تولے ٦ ماشے اور بیس مثقال، نصاب ذہب کے ۷ تولے ٦ ماشے ہوئے اور یہاں کا روپیہ کہ ۱۱ ماشہ ہے اس سے $\frac{۶}{۲۲}$ ۵۶ روپے دوسو درم کے برابر ہوئے، یہی وزن معین متون مذہب و عامہ شروح و فتاوٰی میں ہے، ردالمحتار میں فرمایا:

علیہ الجم الغفیر والجمہور الکثیر واطباق کتب المتقدمین والمتاخرین[4]

جم غفیر اور جمہور اسی پر ہیں اور کتب متقدمین و متاخرین کا اسی پر اتفاق ہے۔ (ت)

تو اس کے خلاف پر عمل جائز نہیں، عقود الدریہ وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے: العمل بما علیہ الاکثر[5] (عمل اسی پر ہوگا

---

[1] درمختار | کتاب الزکوٰۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۳۴

[2] کشف الغطاء

[3] جواہر الاخلاطی | کتاب الزکوٰۃ | غیر مطبوعہ قلمی نسخہ | ص ۴۴

[4] ردالمحتار | " | مصطفی البابی مصر | ۲/ ۳۲

[5] " | " | " | ۱/ ۱٦٦

Marfat.com

جس پر اکثریت ہو۔ت) فقیر نے اپنی تعلیقات حاشیۂ شامی میں لکھا:

اقول ویظھر للعبد الضعیف انہ الاوجہ فان الشرع المطھر انما اعتبر النصاب تحدیدا لغنی یوجب الزکوٰۃ والغنی بالمالیۃ النامیۃ دون العدد فمن ملک مائۃ ساوت مائتی درھم فقد ساوی الغنی الشرعی فی الموجب ارأیت لو تعورف فی بلد درھم یساوی فی الوزن مائتی درھم ولم یوجب علیہ الا بعد ما یملک مائتین من ھذا کان حاصلہ ان من ملک فی العرب مثلا ھذا القدر من الفضۃ کان غنیا قد انعقد علیہ النصاب ومن ملک فی ذلک البلد قریبا من مائتی امثال تلک الفضۃ یکون فقیراً لا یخاطب بالزکوٰۃ بل یحل لہ اخذ الزکوٰۃ فیؤل الی ان من ملک قدر ربیۃ یأمرہ الشرع بان یعطی من ربیتہ لمن یملک مائتی ربیۃ الا واحدۃ مسد الخلتہ فانہ لقلۃ مالہ فقیر وھذا غنی ھذا مما لا یقبلہ العقل فافھم، واللہ اعلم[1] اھ ما کتبتہ۔

اقول اس عبدِ ضعیف پر واضح ہوا ہے کہ یہی مختار ہے کیونکہ شریعتِ مطہرہ نے غنا کی حدبندی کرتے ہوئے ایسے نصاب کا اعتبار کیا ہے جو زکوٰۃ کے وجوب کا سبب ہو اور غنا مالیتِ نامیہ کی وجہ سے ہے نہ کہ تعداد کی وجہ سے، پس جو شخص ایسے سَو کا مالک ہوا جو دوسو درہم کے برابر ہے تو وہ موجب میں غنائے شرعی کے برابر ٹھہرا۔ بتائیے اگر کسی شہر میں ایک ایسا درہم رواج پائے جس کا وزن دوسو درہم کے برابر ہو، تو کیا اس پر زکوٰۃ صرف اس صورت میں واجب ہوگی جب وہ اس درہم جیسے دوسو درہم کا مالک بنے، تو حاصل یہ ہوگا کہ کوئی عرب دوسو درہم کے برابر چاندی کا مالک بن جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوجائے کیونکہ وہ نصاب کا مالک ہو کر غنی ہوگیا، اور جو شخص اس بھاری درہم والے شہر میں اس چاندی کے دوسوگنا کے قریب کا مالک بنے وہ فقیر رہے اور نصاب کا مالک نہ ہونے پر زکوٰۃ لے سکے، تو گویا عدد کے اعتبار سے بات یُوں ہُوئی کہ جو شخص ایک روپے کی مقدار کا مالک ہو اسے شریعت حکم دے رہی ہے کہ وُہ اپنے ایک روپے سے اس شخص کو زکوٰۃ دے جو ایک کم دوسو روپے کا مالک ہے تاکہ اس کی حاجت پُوری ہوسکے کیونکہ یہ قلتِ مال کی وجہ سے فقیر ہے اور ایک روپے والا غنی ہے، اور یہ ایسی چیز ہے جسے عقل قبول نہیں کرتی۔ غور کیجئے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۶ و ۲۷: از اٹاوہ کچہری کلکٹری مرسلہ مولوی وصی علی صاحب ۴ ربیع الاول شریف ۱۳۲۷ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی ھاتین المسألتین (اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے ان دومسئلوں میں

[1] جد الممتار باب زکوٰۃ المال مطبع مبارکپور (بھارت) ۲/ ۱۲۸

Marfat.com

آپ کا کیا ارشاد ہے۔ ت)؛

(۱) زید اس وقت ۸ تولے ۶ ماشے زیور طلائی اور ۷۹ تولے ۶ ماشے زیور نقرئی کا مالک ہے۔

(۲) عمرو سو تولے چھ ماشے زیور طلائی اور ۱۵۲ تولے ۳ ماشے زیور نقرئی کا مالک ہے، دونوں کو کس قدر زکوٰۃ ادا کرنی چاہیے۔ المستفتی عبدالودود

بموجب ضوابط مندرجہ تحفہ حنفیہ میں نے اس کو یوں نکالا ہے:

(۱) ۸ تولے ۶ ماشے جس میں سے ۷ ۱/۲ تولے نصاب سونے کے بعد خمس ڈیڑھ تولہ تک نہیں پہنچا لہذا ۲ ماشے ۲ رتی واجب الادا زکوٰۃ ہوئی اور ایک تولہ عفو ہوا، ۷۹ تولے ۶ ماشے میں ایک نصاب چاندی ۵۲ تولے اور ۴ خمس ۲۱ تولے، کل ۷۳ تولے پر ایک تولہ ۱۰ ماشے ۲/۵ رتی واجب الادا اور ۶ تولے چاندی عفو ہوئی۔ اب دونوں عفو بلحاظ انفع للفقراء ایک تولہ سونے کی ۷۲ تولے ۶ ماشے چاندی اس طرح ہوئی کہ ایک تولہ سونا بحساب نرخ حال برابر ہے معہ روپے کے اور صعہ کی چاندی معبہ، پس معبہ چاندی اس طرح ہوئی کہ ایک تولہ سونا بحساب نرخ حال برابر ہے معہ روپے کے اور صعہ روپے کی چاندی معبہ پس معبہ چاندی میں ۶ تولے چاندی جو عفو تھی شامل کی گئی تو ۴۱ تولے ۶ ماشے ہوئی جس میں ۶ ماشے کم چار خمس ہیں:

(ا) پورے چار خمس کا ربع عشر ۱۱ ماشے ۴ ۴/۵ سرخ لیے جو ایک تولہ ۱۰ ماشے ۴/۵ واجب پر بڑھائے تو ۲ تولے ۱۰ ماشے ۵ ۱/۵ سرخ واجب الادا ہوا۔

(ب) اگر تین نصاب خمس ۳۱ ۱/۲ تولہ اضافہ کیا جائے تو ۹ ماشے ۳ ۳/۵ اضافہ ہوا اور دس تولے چھ فاضل ہوگا اور ۲ تولے، ۷ ماشے ۴ رتی واجب ہوگا، اگر یہ حساب صحیح ہے تو کون سا اختیار کیا جائے، الف یا ب؟

(۲) عمرو والے معاملہ میں اسی طریقہ سے ۱۶ ۱/۲ تولہ سونے میں ۲ نصاب ۱۵ تولے اور ایک خمس ۱ ۱/۲ تولہ ہے تو دو نصاب کے ۴ ماشے ۴ سرخ اور خمس کا ۳ ۳/۵، کل ۴ ماشے، ۷ ۳/۵ سرخ واجب الادا ہوتا ہے اور عفو کچھ نہیں، اور ۱۵۲ تولے ۳ ماشے چاندی میں ۴ نصاب ۲۱۰ تولے اور تین خمس ۳۱ ۱/۲ تولے مجرا ہو کر ۹ تولے ۹ ماشے عفو رہتا ہے اور ۴ نصاب کے ۵ تولے ۳ ماشے اور تین خمس کا ربع عشر ۹ ماشے ۳ ۳/۵ سرخ ہمگیں ۶ تولے ۳ ۳/۵ سرخ واجب الادا ہوتا ہے اب ایک جانب عفو نہیں اور دوسری جانب ہے اس صورت میں ۹ تولے ۹ ماشے عفو کو چھوڑ دیا جائے یا اس کو سونا کیا جائے، اگر سونا کیا جائے تو اس کے خمس کا ربع عشر لے کر ۴ ماشے، ۷ ۳/۵ سرخ اضافہ کیا جائے یا کیا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

زکوٰۃ عمرو کا حساب صحیح ہے مگر ۹ تولے ۹ ماشے چاندی جبکہ سونا کرنے سے ۱ ۱/۲ تولہ سونے کی قدر نہ ہو تو اُسے

Marfat.com

نصابِ ذہب میں ملانے کی کوئی وجہ نہیں بلکہ صورتِ مذکورہ میں وہ مطلقاً عفو رہے گی، ہاں اگر اپنی صنعت کی وجہ سے اُس مقدار تک پہنچ جائے یا بڑھ جائے تو جتنے خمس نصابِ ذہب اس میں پیدا ہوں گے اُن کا ربع عشر زکوٰۃِ ذہب پر زیادہ کرلیا جائے گا باقی جو خمس کامل سے کم رہا چھوڑ دیا جائے گا، حسابِ زکوٰۃِ زید میں تین سہو واقع ہوئے:

(۱) تولہ بھر سونا کہ اپنی نوع میں عفو تھا جبکہ نرخ حال سے پچیس روپے کا ہے تو اُسے پچیس ہی روپیہ بھر چاندی قرار دیں گے جس کی تیئس ۲۳ تولے پانچ ماشے دو رتی چاندی ہوئی کہ روپیہ سوا گیارہ ماشے کا ہے نہ یہ کہ تولہ بھر سونے کی قیمت ؎ روپیہ لے کر پھر ان ؎ روپے کی چاندی خریدیں اور ۲۷ تولے چاندی قرار دیں قیمت سکّہ ہی سے لگائی جاتی ہے نہ کہ پتھر یا اینٹ سے۔ فتح القدیر میں ہے:

التقویم فی حق اللہ تعالٰی یعتبر بالتقویم فی حق العباد متی قومنا المغصوب او المستھلك نقوم بالنقد الغالب کذا ھنا[1]

اللہ تعالٰی کے حق میں قیمت لگانے کا اعتبار اسی طرح ہوگا جو بندوں کے حق میں مفید ہو جب ہم کسی مغصوب یا ہلاک شدہ چیز کی قیمت لگائیں گے تو نقد غالب سے لگائیں گے، اسی طرح یہ ہے۔ (ت)

فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

یقوم بالمضروبۃ کذا فی التبیین[2]

مضروبہ سے قیمت لگائی جائے گی، جیسا کہ تبیین میں ہے۔ (ت)

پس مقدار مذکور ۶ تولے عفو سیم میں ملانے سے ۲۹ تولے ۵ ماشے ۲ رتی چاندی ہوئی جس میں صرف ۲ خمس ہیں جن پر ۶ ماشے ۲ ۲/۵ سرخ اور روا جب ہو کر کل واجب ذمہ زید سونا ۲ ماشے ۲ سرخ چاندی ۲ تولے ۸ ماشے ۲ ۴/۵ سرخ۔

(۲) ۲۵ روپوں کے بھر ۳۷ تولے چاندی اگر کی جائے تو ۶ تولے عفو سے مل کر ۴۳ تولے ہوتی نہ کہ ۴۱، یہ لغزش قلم تھی۔

(۳) اگر بالفرض ۳۷ تولے اور ملاتے اور حاصل جمع ۴۱ ہی تولے ہوتا تو حساب ب متعین تھا الف کی طرف کوئی راہ نہ تھی کہ جو خمس سے چاول بھر بھی کم ہے وہ خمس کامل ہرگز نہ مانا جائے گا، یہ ہمیشہ یاد رکھا جائے اور فائدہ اولٰے خوب سمجھ لیا جائے کہ فقیر کا ضابطہ جو تحفہ حنفیہ میں چھپا اس میں اس کی صاف تصریح کی گئی تھی اس کا جاننا اس کے

---

[1] فتح القدیر فصل فی العروض مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۶۸

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فی العروض نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۷۹

Marfat.com

ضوابط کے اجرا پر معین ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۷ تا ۳۱ از شہر ملوک پور مرسلہ جناب سید محمد علی صاحب نائب ناظر فرید پور ۳۰ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں:

(۱) زکوٰۃ زیور طلائی و نقرئی پر کس حساب سے دی جائے، آیا قیمتِ خرید پر یا جو قیمت اس کی خرید کرنے سے ملتی ہے؟

(۲) زرِ نقد پر زکوٰۃ ۲/۱ ۲ سیکڑہ ہے یا اس سے کم و بیش؟

(۳) زکوٰۃ کن کن اشیاء پر واجب ہے؟

(۴) صدقۂ فطر و زکوٰۃ والدین کی جانب سے اولاد اور اولاد کی جانب سے والدین جبکہ خور د و نوش یک جا ہو دے سکتے ہیں؟

الجواب

(۱) سال تمام پر بازار کے بھاؤ سے جو قیمت ہو اس کا لحاظ ہوگا، اگر مختلف جنس سے زکوٰۃ دینا چاہیں مثلاً سونے کی زکوٰۃ میں چاندی، ورنہ سونے چاندی کی خود اپنی جنس سے زکوٰۃ دیں تو وزن کا اعتبار ہے قیمت کا کچھ لحاظ نہیں۔

(۲) صاحبین کا یہی مذہب ہے اور اس میں فقیر کا نفع زیادہ ہے اور دینے والے کو بھی حساب کی آسانی ہے۔

(۳) سونا چاندی اور مالِ تجارت اور چرائی پر چھوٹے ہوئے جانور۔

(۴) خور و نوش یکجا ہو یا ان میں دوسرے کی طرف سے کوئی فرض و واجب مالی ادا کرنے کے لیے اس کی اجازت کی حاجت ہے، اگر بالغ اولاد کی طرف سے صدقۂ فطر یا اس کی زکوٰۃ ماں باپ نے اپنے مال سے ادا کر دی یا ماں باپ کی طرف سے اولاد نے اور اصل جس پر حکم ہے اس کی اجازت نہ ہوئی تو ادا نہ ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

مسئلہ ۳۲ ایک شخص کے پاس گیارہ تولے سونا اور دو سیر چاندی ہے تو اس کو کس قدر زکوٰۃ دینا چاہیے، یعنی ان دونوں کی مقدار تحریر فرمائیے کہ اس قدر سونے کی زکوٰۃ کے روپے ہوئے اور اس قدر چاندی کی زکوٰۃ کے۔ بینوا توجروا

الجواب

ایک بات لکھئے، چاندی کا ٹھیک وزن کتنا ہے، صاحبین علیہما الرضوان کے مذہب پر تو حساب سب آتا ہے تین ماشے دو رتی ۵/۱ ۳ چاول بھر سونا اور پانچ روپے بھر چاندی دے۔ اگر امام اعظم علیہم الرضوان کے مذہب

Marfat.com

پر چاہیں تو جس دن سال تمام ہوا اُس دن وہ سونا اور چاندی جو اس کے پاس ہیں بازار کے بھاؤ میں کس نرخ کے تھے اس کے معلوم ہونے پر حساب موقوف ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۳۳ مسئولہ سید ایوب علی صاحب ساکن بریلی محلہ بہاری پور کا سگر

زید بشوقِ زیارت حرمین الطیبین کچھ پس انداز کرتا جاتا ہے، اس طرح پر اب وہ صاحب نصاب عرصہ ڈیڑھ سال سے ہو گیا تو اس کو صدقۂ فطر و زکوٰۃ قربانی عید الاضحیٰ کرنا چاہیئے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اس پر زکوٰۃ فرض ہے اور صدقہ و قربانی واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۴ از خواجہ قطب ۲۷ ذی القعدۃ الحرام ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے پاس انیس 19 اشرفیاں جے پوری وزنی ۱۷ تولہ ۵ ماشہ اور چار اشرفیاں انگریزی وزنی ۳ تولہ ۹ ماشہ جملہ ۲۳ اشرفیاں وزنی ۲۱ تولہ ۲ ماشے ہیں اور پچیس سال سے اُس نے زکوٰۃ نہ دی اور ان کے سوا اور کوئی مالِ زکوٰۃ نہ اس کے پاس تھا' نہ ہے، تو اس صورت میں اس پر کس قدر زکوٰۃ واجب ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

۹ تولے ۷ ماشے ایک رتی ۴ چاول سونا اور ایک چاول کے چار خمس $\frac{4}{5}$، تفصیل یہ ہے کہ نصاب ذہب ۷ تولے ۶ ماشے ہے، واجب ۲ ماشے ۲ سرخ، اور خمس نصاب ایک تولہ ۶ ماشے واجب $3\frac{3}{5}$ سرخ خمس نصاب سے زائد جو بچے معاف ہے، ہر سال گزشتہ کی زکوٰۃ سال آئندہ دین ہو کر اس قدر مال کم ہوتا جائیگا یہاں تک کہ اگر دیون زکوٰۃ جمع ہوتے ہوتے باقی مال نصاب سے کم رہ جائے تو اب کچھ تازہ واجب نہ ہوگا واجب مجموع سنین گزشتہ۔ معلوم کرنے کا قاعدہ یہ ہے کہ جو کچھ سال اخیر میں بعد منہائی دیون زکوٰۃ باقی ہے اسے اصل مال اول سے تفریق کرکے باقی میں اس اخیر کا واجب جوڑ دیں حاصل جمع برسوں کا مجموعہ واجبات ہوگا۔

طریقۂ استخراج اس جدول سے واضح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(جدول اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

Marfat.com

سال	باقی تولہ	باقی ماشہ	باقی سرخ	باقی خمس سرخ	بچا خمس	واجب ماشہ	واجب سرخ	بچا خمس	واجب ماشہ	واجب سرخ	واجب خمس	کل واجب سال ماشہ	کل واجب سال سرخ	کل واجب سال خمس
١	٢١	٢	٠	٠	٢	٤	٤	٤	١	٦	٢	٦	٢	٢
٢	٢٠	٧	٥	٣	″	″	″	٣	١	٢	٤	٥	٦	٤
٣	٢٠	١	٦	٤	″	″	″	″	″	″	″	٥	٦	٤
٤	١٩	٨	٠	٠	″	″	″	″	″	″	″	٥	٦	٤
٥	١٩	٢	١	١	″	″	″	٢	٠	٧	١	٥	٣	١
٦	١٨	٨	٦	٠	″	″	″	″	″	″	″	٥	٣	١
٧	١٨	٣	٢	٤	″	″	″	″	″	″	″	٥	٣	١
٨	١٧	٩	٧	٣	″	″	″	١	″	٣	٢	٤	٧	٣
٩	١٧	٥	٠	٠	″	″	″	″	″	″	″	٤	٧	٣
١٠	١٧	٠	٠	٢	″	″	″	″	″	″	″	٤	٧	٣
١١	١٦	٧	٠	٤	″	″	″	٠	″	٠	٠	٤	٤	٣
١٢	١٦	٢	١	١	″	″	″	٠	″	٠	٠	٤	٤	٠
١٣	١٥	٩	٥	١	″	″	″	″	″	″	″	٤	٤	٠
١٤	١٥	٥	١	١	″	″	″	″	″	″	″	٤	٤	٠
١٥	١٥	٠	٥	١	″	″	″	٤	″	″	″	٤	٤	٠
١٦	١٤	٨	١	١	١	٢	٢	٤	١	٦	٢	٤	٠	٢
١٧	١٤	٤	٠	٤	″	″	″	″	″	″	″	٤	٠	٢
١٨	١٤	٠	٠	٢	″	″	″	″	″	″	″	٤	٠	٢
١٩	١٣	٨	٠	٠	″	″	″	″	″	″	″	٤	٠	٢
٢٠	١٣	٣	٧	٣	″	″	″	٣	″	٢	٤	٣	٤	٤
٢١	١٣	٠	٢	٤	″	″	″	″	″	″	″	٣	٤	٤
٢٢	١٢	٨	٦	٠	″	″	″	″	″	″	″	٣	٤	٤
٢٣	١٢	٥	١	١	″	″	″	″	″	″	″	٣	٤	٤
٢٤	١٢	١	٤	٢	″	″	″	″	″	″	″	٣	٤	٤
٢٥	١١	٩	٧	٣	″	″	″	″	٠	٧	١	٣	١	١

مسئلہ ٣٥

٢١ ربیع الاوّل ١٣٢٣ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ متین وفضلائے شریعت اس مسئلہ میں کہ بینک یا ڈاکخانہ میں جو روپیہ جمع کیا جاتا ہے اس کی نسبت زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

الجواب

روپیہ کہیں جمع ہو کسی کے پاس امانت ہو مطلقاً اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ٣٦ ٣٧

٢ ذی الحجہ ١٣٣١ھ

(١) میں نے مبلغ سو روپیہ سیونگ بینک میں جمع کر رکھا ہے وُہ پورا سال بھر میرے قبضہ میں نہیں رہا، اس پر زکوٰۃ

Marfat.com

واجب ہے یا جب دو یا تین سال وغیرہ میں برآمد کر کے قبضہ میں لیا جائے اس وقت زکوٰۃ دی جائے اور جب قبضہ میں آئے تو ہر سال کی بابت زکوٰۃ دی جائے یا صرف اسی سال قبضہ والے کی بابت؟

(۲) میں نے مبلغ دوسو روپے کے پرامیسری نوٹ ڈاک خانے سے خرید کیے اب اگر مجھ کو روپے کی خواہ کسی قدر سخت ضرورت ہو تو فوراً وصول نہیں ہو سکتا بلکہ تا وقتیکہ کوئی خریدار غیر ان پرامیسری نوٹ کا پیدا نہ ہو تب تک وہ روپیہ مجھ کو وصول نہیں ہو سکتا خواہ دو روز میں خریدار پیدا ہو جائے یا سال بھر میں پیدا ہو تو اس رقم پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) وہ جب تک بینک میں ہے اپنے قبضے میں سمجھا جائے گا اور ہر سال اُس پر زکوٰۃ واجب ہو گی خواہ سال بسال ادا کرتا رہے یا جب اس میں سے گیارہ روپے سوا تین آنے کی وصول ہو اُس میں سے چالیسواں حصہ دے اور جتنے برس رہا ہے سب برسوں کی زکوٰۃ واجب ہو گی، ہاں ہر سال اگلے برسوں کی زکوٰۃ کی قدر اس پر دین سمجھ کر اتنا زکوٰۃ سے جُدا رہے گا، مثلاً دوسو روپیہ جمع ہیں تو پہلے سال دوسو پر پانچ روپیہ تقریباً واجب ہُوئے دوسرے سال پانچ روپیہ سال گزشتہ کی زکوٰۃ کے اُس پر واجب ہیں لہٰذا اس سال ایک سو پچانوے پر زکوٰۃ واجب ہو گی تقریباً چار روپے چودہ آنے۔ تیسرے سال اُس پر دو سال کی زکوٰۃ کے نو روپے چودہ آنے قرض ہیں یہ مستثنیٰ ہو کر ایک سو نوے روپے دو آنے پر زکوٰۃ واجب ہو گی وعلی ھذا القیاس، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) پرامیسری نوٹوں کا یہ قاعدہ ہے کہ روپیہ گورنمنٹ کو دے دیا جاتا ہے جس پر وُہ یہ نوٹ دیتی ہے اب یہ روپیہ کبھی واپس نہ ملے گا نہ خود اصل مالک لے سکتا ہے نہ اس کا وارث نہ اس کا کوئی قائم مقام، ہاں گورنمنٹ اس روپے پر چھ آنے فیصدی ماہوار کے حساب سے ہمیشہ سود دے گی تو یہ نوٹ نوٹوں کی طرح خود مال نہیں بلکہ سند قرض ہیں لہٰذا اس پر گورنمنٹ سُود دیتی ہے اور عام نوٹ خزانے سے خریدے جائیں تو ایک پیسہ سُود نہ دے گی کہ وہ بیع تھی معاوضہ تمام ہو گیا اور یہاں قرض ہے سود جاری رہا اور جب ان نوٹوں کا روپیہ قرض رہا اور وہ قرض کسی طرح واپس نہیں مل سکتا تو قرض مردہ ہوا اور قرض مُردہ پر زکوٰۃ نہیں، نہ ان نوٹوں کا بیچنا جائز کہ وہ حقیقۃً غیر مدیون کے ہاتھ دین کی بیع ہے اور وُہ جائز نہیں تو ان کو بیچ کر جو روپیہ لے گا اس کے لیے خبیث ہو گا اور اس پر فرض ہو گا کہ جس سے لیا تھا اسے واپس دے اور اس بیع فاسد کو فسخ کرے تو زکوٰۃ ان نوٹوں پر ہے کہ یہ مال نہیں، نہ اس روپیہ پر جو انھیں بیچ کر ملے گا کہ یہ تمام وکمال خبیث ہے، نہ اس روپیہ پر جو گورنمنٹ کو قرض دے کر یہ نوٹ لیے تھے کہ وہ قرض مردہ ہے جو کبھی واپس نہ ملے گا۔ درمختار میں ہے:

الاصل فیہ حدیث علیؓ لا زکوٰۃ فی مـال　　　　اس میں اصل علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے

Marfat.com

الضمار وهو مالا یمکن الانتفاع بہ مع بقاء الملک[1] ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔ کہ مالِ ضمار پر زکوٰۃ نہیں، مالِ ضمار وہ کہ ملکیت ہونے کے باوجود اس سے انتفاع ممکن نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۸ ازمقام درو ضلع نینی تال مسئولہ عبداللہ دکاندار صاحب ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے پاس ساٹھ روپے نقد ہیں اور پچاس روپے کا اس کی عورت پر زیور ہر وقت پہننے کا اور پچاس روپے کی دکانداری کرتا ہے کل یہی اسباب ہے اور اس میں پچانوے روپے مہر عورت کا قرض ہے اور جو دُکان کرتا ہے وہ ایسا سمجھنا چاہیے کہ جیسے کاشتکار کے ہل جوتنے کے بیل اور گھوڑا پچیس روپے کی قیمت کا ہے دکانداری کا سوت لادنے کے واسطے، اس حالت میں اوّل مال پر زکوٰۃ ہونی چاہئے یا نہیں؟ جیسا کہ شرع شریف کا حکم ہو عمل کیا جائے، اور سال بھر کے کھانے کا اناج بھی اس کے گھر میں نہیں ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

آج کل عورتوں کا مہر عام طور پر مہر مؤخر ہوتا ہے جس کا مطالبہ بعد موت یا طلاق ہوگا مرد کو اپنے تمام مصارف میں کبھی خیال بھی نہیں آتا کہ مجھ پر یہ دین ہے ایسا مہر مانع وجوبِ زکوٰۃ نہیں ہوتا سال تمام پر اس کے پاس اگر ساٹھ روپے بچے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی، زکوٰۃ کا نصاب ۵۶ روپے (۵۲½ تولہ چاندی) ہے اور وہ زیور اگر شوہر کی ملک ہے تو وہ بھی شامل کیا جائے گا ایک سو دس پر زکوٰۃ واجب ہوگی، اور اگر وہ مالِ تجارت بھی بچا تو وہ بھی شامل ہوگا ایک سو ساٹھ پر ہوگی، غرض ان تینوں مالوں میں سے سال تمام پر اگر ۵۶ روپے کی قدر ہوگا تو زکوٰۃ واجب ہے ورنہ نہیں اور اگر زیور عورت کی ملک ہے تو اس کی زکوٰۃ اس پر واجب ہوگی جبکہ وہ خود یا اس کی ملک کا اور سونا چاندی ملاکر ساڑھے باون تولے چاندی ہو ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۹ از نینی تال کاشی پور مسئولہ ڈاکٹر اشتیاق علی ۸ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

متعلق زکوٰۃ پارسال میرے پاس ایک سو پچاس روپے رمضان میں جمع تھے اور زکوٰۃ میں نے ایک سو پچاس روپے پر دی تھی، دو ماہ بعد دوسو ہوگئے اور ۶ ماہ بعد ۲۵۰ ہوگئے اور اب رمضان میں پورے تین سو ہوگئے، اور میں ہر سال رمضان میں زکوٰۃ نکالا کرتا ہوں تو اب مجھ کو تین سو روپے پر دینا ہوگی یا صرف ۱۵۰ پر کیونکہ ۱۵۰ کے بعد جو روپے بڑھے ہیں ان کو پورا ایک سال نہیں گزرا ہے۔

الجواب

نصاب جبکہ باقی ہو تو سال کے اندر اندر جس قدر مال بڑھے اسی پہلے نصاب کے سال تمام پر اس کل کی

[1] درمختار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۹

Marfat.com

زکوٰۃ فرض ہوگی، مثلاً یکم رمضان کو سال تمام ہوگا اور اس کے پاس صرف سَو روپے بھتے تیس شعبان کو دس ہزار اور آئے کہ سال تمام سے چند گھنٹے بعد جب یکم رمضان آئے گی اس پورے دس ہزار ایک سو پر زکوٰۃ فرض ہوگی، واللہ تعالٰے اعلم۔

مسئلہ ۱۴۳ از شہر بریلی محلہ جسولی مسئولہ حافظ علی شاہ صاحب ۴ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی تین لڑکیوں کی شادی کے واسطے روپیہ علیحدہ کر دیا ہے جس میں سے دو لڑکیاں نابالغ ہیں اور ایک قابل ہے شادی کے، اب اس روپیہ کی زید پر زکوٰۃ دینا واجب ہے یا نہیں؟

الجواب

ضرور واجب ہے مگر اُس حالت میں ہر نابالغہ کا حصّہ جُدا کر کے یہ کہہ دے کہ میں نے اسے اُس کا مالک کیا، اس کی زکوٰۃ ان کے بلوغ تک کسی پر واجب نہ ہوگی، بعد بلوغ اگر شرائطِ زکوٰۃ پائے گئے تو ان لڑکیوں پر واجب ہوگی اور بالغہ کا حصّہ جُدا کر کے اُسے مالک کر دے اور اس کے قبضے میں دے دے اگرچہ پھر اس سے لے کر اپنے پاس رکھ لے، اس حصّہ کی زکوٰۃ حسبِ شرائط اُس بالغہ پر ہوگی۔ واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ ۱۴۴ تا ۱۴۶ از شہر بریلی مرسلہ شوکت علی فاروقی ۴ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) کیا نوٹ اور روپیہ کا ایک ہی حکم ہے، نوٹ تو چاندی سونے سے علیحدہ کاغذ ہے۔

(۲) فی صدی زکوٰۃ کا کیا دینا ہوتا ہے۔

(۳) جس روپیہ سے زکوٰۃ پہلے سال میں دے دی اور باقی روپیہ بدستور دوسرے سال تک رکھا رہا اب دوسرے سال آنے پر کیا پھر اُسی روپیہ میں سے جس میں پہلے سال زکوٰۃ دے چکا ہے زکوٰۃ دینا ہوگی بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) نوٹ اور روپیہ کا حکم ایک نہیں ہو سکتا، روپیہ چاندی ہے کہ پیدائشی ثمن ہے اور نوٹ کاغذ کہ اصطلاحی ثمن ہے تو جب تک چلے اس کا حکم پیسوں کے مثل ہے کہ وہ بھی اصطلاحی ثمن ہے۔

(۲) زکوٰۃ ہر نصاب وخمس پر چالیسواں حصّہ ہے اور مذہبِ صاحبین پر نہایت آسان حساب اور فقراء کے لیے نافع یہ ہے کہ فیصدی ڈھائی روپے۔

(۳) دس برس رکھا رہے، ہر سال زکوٰۃ واجب ہوگی جب تک نصاب سے کم نہ رہ جائے، یہ اس لیے کہ جب پہلے سال کی زکوٰۃ نہ دی دوسرے سال اس قدر کا مدیون ہے تو اتنا کم کر کے باقی پر زکوٰۃ ہوگی، تیسرے

Marfat.com

سال اگلے دونوں برسوں کی زکوٰۃ اس پر دین ہے تو مجموع کم کرکے باقی پر ہوگی، یوں ہی اگلے سب برسوں کی زکوٰۃ منہا کرکے جو بچے اگر خود یا اس کے اور مال زکوٰۃ سے مل کر نصاب ہے تو زکوٰۃ ہوگی ورنہ نہیں۔ واللہ تعالٰے اعلم۔

مسئلہ ۴۴ مسئولہ شمس الدین احمد از فرخ آباد ۱۲ شوال ۱۳۳۴ھ

وُہ زیور جو کسی نے اپنے بچّوں یعنی لڑکیوں کو بنوا دیا اور ان کی ملک میں کر دیا اور وُہ بچّے ابھی نابالغ ہیں زکوٰۃ دینے کے لائق ہی نہیں یعنی اپنی بی بی کے زیور اور نقد کی زکوٰۃ دیتے وقت بچّوں کا زیور حساب میں شامل کرے یا نہیں؛ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جو زیور بچّوں کو ہبہ کر دیا اس کی زکوٰۃ نہ اس پر نہ بچّوں پر، اُس پر اس لیے نہیں کہ یہ ملک نہیں، اُن پر اس لیے نہیں کہ وُہ بالغ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۵ تا ۴۷ ۲۲ شوال ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:

(۱) جو لڑکیاں ناکتخدا ہیں اور نابالغ، ان کے زیور کی بھی زکوٰۃ ہونی چاہیے یا نہیں؟

(۲) میں نے لڑکی کی شادی کی ضرورت سے اپنا زیور رہن کیا، شوہر اس وقت میں بیکار تھے، باقی زیور جو میرے پاس تھا اس کی زکوٰۃ تو میں ادا کرتی رہی، جو رہن تھا اس کی زکوٰۃ نہ دی، سات آٹھ برس رہن رہا، اب میں نے چھڑایا تو اس سات آٹھ برس کی زکوٰۃ چاہیے یا نہیں؟

(۳) شوہر نے جس وقت قرض لیا تھا تو زیور میرا بطور رہن کے رکھ دیا تھا میری والدہ کے پاس، تو اور تھوڑا زیور جو اُس وقت میں بھی رہن نہ رکھا تھا جب سے اب تک میرے پاس ہے اور زکوٰۃ جب سے نہیں دی گئی قرضے کا خیال کرکے۔

الجواب

(۱) نابالغ لڑکیوں کا جو زیور بنایا گیا اگر ابھی انھیں مالک نہ کیا گیا بلکہ اپنی ہی ملک پر رکھا اور ان کے پہننے کے صرف میں آتا ہے اگرچہ نیت یہ ہو کہ بیاہ ہُوئے پر ان کے جہیز میں دے دیں گے جب تو وُہ زیور ماں باپ جس نے بنایا ہے اُسی کی ملک ہے، اگر تنہا یا اُس کے اور مال سے مل کر قدرِ نصاب ہے اُسی مالک پر اس کی زکوٰۃ ہے اور اگر نابالغ لڑکیوں کی ملک کر دیا گیا تو اس کی زکوٰۃ کسی پر نہیں، ماں باپ پر تو یُوں نہیں کہ اُن کی ملک نہیں، اور لڑکیوں پر یُوں نہیں کہ وُہ نابالغہ ہیں، جب جوان ہوں گی اُس وقت سے ان پر احکامِ زکوٰۃ

Marfat.com

وغیرہ کے جاری ہوں گے۔

(۲) ان برسوں کی زکوٰۃ واجب نہیں کہ جو مال رہن رکھا ہے اس پر اپنا قبضہ نہیں، نہ اپنے نائب کا قبضہ ہے، بحر الرائق میں ہے:

اطلق الملك فانصرف الی الکامل وھو المملوك رقبۃ ویدا فلا یجب علی المشتری فیما اشتراہ للتجارۃ قبل القبض کذا فی غایۃ البیان ولایلزم علیہ ابن السبیل لان ید نائبہ کیدہ کذا فی معراج الدرایۃ ومن موانع الوجوب الرھن اذا کان فی ید المرتھن لعدم ملك الید بخلاف العشر حیث یجب فیہ کذا فی العنایۃ[۱] اھ مختصرًا۔

ملک کا ذکر مطلق کیا ہے لہٰذا اس سے ملکیتِ کاملہ مراد ہوگی اور وہ رقبۃً اور یدًا دونوں طرح مملوک ہونا ہے لہٰذا مشتری پر قبض سے پہلے اس شئ پر زکوٰۃ نہ ہوگی جو اس نے بطورِ تجارت خریدی، غایۃ البیان میں اسی طرح ہے۔ اس پر مسافر کے ساتھ اعتراض لازم نہیں آتا کیونکہ اس کے نائب کا قبضہ اس کے اپنے قبضے کی طرح ہے، معراج الدرایہ میں ایسے ہی ہے۔ اور موانعِ وجوب میں سے رہن بھی ہے جبکہ وہ مرتہن کے قبضہ میں ہو کیونکہ اس صورت میں ملکیت نہیں بخلاف عشر کے، وہاں واجب ہے، العنایہ اھ مختصراً (ت)

درمختار میں ہے: ولا فی مرھون بعد قبضہ[۲] (قبضہ کے بعد مرہونہ شئ میں زکوٰۃ نہیں۔ ت)

طحطاوی میں ہے:

ای علی المرتھن لعدم الملك ولا علی الراھن لعدم الید واذا استردہ الراھن لایزکی من السنین الماضیۃ وھو معنی قول الشارح بعد قبضہ ویدل علیہ قول البحر ومن موانع الوجوب الرھن اھ حلبی وظاھرہ ولوکان الرھن ازید من الدین[۳] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

یعنی مرتہن پر زکوٰۃ اس لیے نہیں کہ وہاں ملکیت نہیں، نہ ہی راہن پر ہے کیونکہ اس کا قبضہ نہیں، جب راہن اس شئ کو واپس لے گا تو گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ نہیں دے گا، شارح کے قول "قبضہ کے بعد" کا یہی معنٰی ہے اور اس پر بحر کی یہ عبارت دال ہے، موانعِ وجوب میں سے رہن ہے اھ حلبی، اس کا ظاہر بتارہا ہے کہ اگرچہ رہن قرض سے زائد ہو اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[۱] بحر الرائق کتاب الزکوٰۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۰۳

[۲] درمختار مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۹

[۳] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الزکوٰۃ دار المعرفۃ بیروت ۳۹۱-۹۲

Marfat.com

(۳) اظہارِ سائلہ سے واضح ہُوا کہ یہ زیور بغرضِ رہن اس نے خود اپنے شوہر کو دیا اور اس نے اس کی اجازت سے رہن کیا تھا تو یہ رہن بھی رہن بالحق تھا، تو ظاہر یہاں بھی یہی ہے کہ اُس مدّت کی زکوٰۃ واجب نہ ہو،

لعدم الملك الكامل فانه ليس مملوكا يدا لان قبض الرهن قبض استيفاء، كما في الهداية۔[1]

ملکیت کاملہ نہ ہونے کی بنا پر کیونکہ وہ قبضہ کے لحاظ سے مملوک نہیں ہے کیونکہ رہن کا قبضہ وصولی کا قبضہ ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔ (ت)

اور بعد تعلق حق مذکور کے کچھ یہ ضرور نہیں کہ وُہ دین خود اسی پر ہو لہٰذا اگر کوئی شخص کسی کی طرف سے اُس کے دَین کی ضمانت کرلے تو بمقدارِ دَین اس کا مال مشغول سمجھا جائیگا کہ دائن کو حقِ استیفاء اس سے حاصل ہے اگرچہ دَین اصالۃً اس پر نہیں۔ درمختار میں ہے:

فارغ عن دين له مطالب من جهة العباد سواء كان لله تعالٰی كزكوٰة وخراج او للعبد ولو كفالة۔[2] الخ

ایسے دَین سے فارغ ہو جس کا مطالبہ بندوں کی طرف سے ہو خواہ اللہ تعالٰی کے لیے ہو مثلاً زکوٰۃ، خراج یا بندے کا حق ہو اگرچہ بطور کفالت ہو الخ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال فی المحیط لو استقرض الفا فكفل عنه عشرة ولكل الف فی بيته وحال الحول فلا زكوٰة على واحد منهم لشغله بدين الكفالة لان له ان يا خذ من ايهم شاء بحر۔[3] الخ

محیط میں ہے اگر کسی نے ہزار روپیہ قرض لیا اور اس کی طرف سے دس آدمی کفیل بنے اور ہر ایک کے پاس ایک ایک ہزار روپیہ ہے جس پر سال گزرا تو ان میں سے کسی پر زکوٰۃ نہیں کیونکہ وہ قرض کفالت میں مشغول ہے کیونکہ قرضخواہ ان میں سے کسی سے بھی قرض لے سکتا ہے، بحر الخ (ت)

ہدایہ میں ہے:

لو كانت العارية عبدا فاعتقه المعير جاز لقيام ملك الرقبة ثم المرتهن بالخيار ان شاء رجع بالدين

اگر عاریۃً غلام تھا اسے معیر نے آزاد کر دیا تو جائز ہے کیونکہ وہ اس کی گردن کا مالک ہے پھر مرتہن کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو راہن سے دین وصول کرے کیونکہ اس نے

---

[1] الہدایہ | کتاب الرھن | مطبع یوسفی لکھنؤ | ۴/۵۱۷

[2] درمختار | کتاب الزکوٰۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۲۹

[3] ردالمحتار | " | مصطفی البابی مصر | ۲/۶

Marfat.com

علی الراھن لانہ لم یستوفہ و ان شاء ضمن المعیر قیمتہ لان الحق قد تعلق برقبتہ برضاہ وقد اتلفہ بالاعتاق[1] الخ

بدل حاصل نہ کیا ـــــ اگر وُہ چاہے تو معیر سے اس کی قیمت وصول کرسکتا ہے کیونکہ حق کا تعلق گردن سے اس کی رضامندی سے ہے جو اس نے آزاد کرکے ضائع کیا ہے الخ (ت)

ہاں جو زیور رہن نہ تھا اور جب سے پاس ہے اگر وُہ خود یا اور مالِ زکوٰۃ سے مل کر نصاب تھا تو جب تک نصاب پُورا رہا اُس مدت کی زکوٰۃ واجب ہے اور قرضے کا خیال باطل خیال ہے کہ قرض شوہر پر تھا اور زیور عورت کا زکوٰۃ عورت پر ہے نہ کہ شوہر پر، البتہ یہ زکوٰۃ جو چڑھتی گئی ہر سال اس کا حساب لگانے سے جس سال اُسے مجرا کرکے مال بقدرِ نصاب نہ رہے اس سال کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، مثلاً زیور وغیرہ اموال زکوٰۃ ملا کر پہلے سال دوسو دس (۲۱۰) درم کا مال تھا اُس سال پانچ درم زکوٰۃ کے واجب ہوئے، دوسرے سال یہ پانچ درم کا کہ زکوٰۃ کا قرضہ ذمہ پر ہے مجرا کرکے گویا دوسو پانچ (۲۰۵) درم کا مال تھا اب پھر پانچ واجب ہُوئے، تیسرے سال دس درم زکوٰۃ کے مجرا کرکے گویا دوسو (۲۰۰) کا مال تھا اب بھی پانچ واجب ہوئے، چوتھے سال پندرہ مجرا کرکے پانچ کم دوسو کا مال رہا، یہ نصاب نہیں، اب زکوٰۃ نہیں، وہی پندرہ ہی واجب الادا رہے، مگر یہ کہ ختمِ سال پر اور کہیں سے پانچ درم مل گئے ہوں کہ دوسو درم پُورے ہوکر پھر پانچ درم لازم آئیں گے اور بیس واجب ہوجائیں گے، یہی حساب ہر سال میں خیال کرلینا لازم ہے، دوسو درم شریعت میں چھپن روپے کے ہوتے ہیں اور پانچ درم کا ایک روپیہ سوا چھ آنے ایک دھیلا اور پیسے کا دسواں حصّہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از فرید پور شرقی مرسلہ منشی محمد علی صاحب نائب ناظر تحصیل فرید پور ۵ رجب ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ زید کے پاس چارسو روپیہ علاوہ خرچ روزمرہ کے اس تفصیل سے ہیں کہ دوسو روپیہ بابت خرید مکان مسکونہ کے مالکِ مکان کو دے چکا ہے اور دوسو روپے نقد رکھے ہیں اب زید کو زکوٰۃ ادا کرنا چارسو روپے پر چاہیے یا دوسو پر، جو اس کے پاس نقد رکھے ہیں، کب اور کس حساب سے اُس کو ادا کرنا چاہیے، مثلاً اگر اسی مہینہ جمادی الثانی سے اُس کے پاس دوسو روپے نقد جمع ہوگئے، تو اب زید کو کس مہینہ میں اور کس قدر ادا کرنا چاہیے، اور درصورت نہ ادا کرنے کے کیا مواخذہ اس کے ذمے ہوگا، امید کہ للہ تعالٰی جواب بالتفصیل مرحمت فرمایا جائے تاکہ عام فہم ہوکر سب کو فائدہ دارین عطا فرمائے۔

---

[1] الہدایۃ باب التصرف فی الرہن مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۵۴۵

Marfat.com

الجواب

بیانِ سائل سے واضح ہُوا کہ ہنوز اُس مکان کی بیع نہیں ہُوئی، وعدہ خرید وفروخت درمیان آیا ہے، اور اسی بنا پر زید نے مالکِ مکان کو دوسو روپے پیشگی دے دئے اور اُسے اجازت دی کہ خرچ کرلے، یہ صورت قرض کی ہُوئی ثمن کہہ نہیں سکتے کہ ابھی بیع ہی نہیں ہوئی امانت نہیں کہہ سکتے کہ خرچ کی اجازت دی لاجرم قرض ہے

فی لسان الحکام والعقود الدریۃ وغیرھما دفع الیہ دراھم فقال لہ انفقھا ففعل فھو قرض کما لو قال اصرفھا الی حوائجك[1]۔

لسان الحکام اور عقود الدریہ وغیرہ میں ہے کہ کسی کو دراہم دیئے گئے اور کہا گیا کہ انھیں خرچ کر، اس نے خرچ کر دیئے تو یہ قرض ہے جیسا کہ اگر کسی نے یہ کہا ہو کہ انھیں اپنی ضروریات پر خرچ کرلے۔ (ت)

تو دوسو کہ اس کے پاس رکھے ہیں اور دوسو جو مالکِ مکان کو دئے ہیں چاروں سو اسی کی ملک میں اور مالِ زکوٰۃ ہیں، زکوٰۃ کا نصاب ان روپوں سے چھپن۵۶ روپے ہے، جس تاریخ یہ شخص چھپن۵۶ روپے یا زائد کا مالک ہُوا اُسی تاریخ سے مالکِ نصاب سمجھا گیا، جب ہی سے سالِ زکوٰۃ کا حساب ہوگا، سال کے اندر جو مال اور ملتا گیا اُسی کے ساتھ ملتا رہے گا، سال تمام پر دیکھیں گے سب خرچوں سے بچ کر حوائجِ اصلیہ سے فاضل کتنا روپیہ اس کی ملک میں ہے خواہ اس کے اپنے پاس رکھا ہو یا کسی کے پاس امانت ہو یا کسی کو قرض دے دیا ہو اُس قدر پر زکوٰۃ واجب آئے گی، اور جو سال تمام ہونے سے پہلے صَرف ہوگیا ہو وہ حسابِ زکوٰۃ میں محسوب نہ ہوگا مثلاً یکم محرم ۱۳۳۵ھ کو چھپن روپیہ کا مالک ہُوا تھا، ربیع الاول میں سَو اور ملے، جمادی الآخر میں دوسو اور ملے، یہ دوسو مالکِ مکان کو قرض دے دے تو اُس پر اُسی یکم محرم سے سال چل رہا ہے اور ابھی کہ سال تمام نہ ہوا کچھ نہیں کہہ سکتے کہ کس قدر پر زکوٰۃ واجب ہوگی اب اگر یکم محرم ۱۳۳۶ھ کے آنے سے پہلے مکان کی بیع واقع ہوگئی اور وہ دوسو کہ قرض دئے تھے سال تمام سے پہلے قیمتِ مکان میں محسوب ہوگئے تو یہ دوسو حسابِ زکوٰۃ سے خارج ہوگئے کہ ان پر سال نہ گزرا، اسی طرح اگر بیع نہ ٹھہری اور روپیہ واپس لے لیا اور سال تمام سے پہلے کل یا بالبعض خرچ ہوگیا تو اُس سے بھی تعلق نہ رہا تمامی سال پر جو باقی رہے اُسے دیکھیں گے کہ ۵۶ روپیہ یا ۵۶ زائد ہے تو اُس پر ایک سال کی زکوٰۃ واجب ہوگی، اور اگر سال تمام پر ۵۶ سے بھی کم رہے تو کچھ نہیں کہ اگرچہ ابتداء میں نصاب بلکہ نصاب سے زائد کا مالک تھا مگر سال نہ گزرنے پایا کہ نصاب سے کم ہوگیا تو وجوبِ زکوٰۃ کا محل نہ رہا اور اگر سال تمام تک یعنی جب سے یہ شخص مالکِ نصاب ہُوا سال پُورا ہونے تک نہ بیع ٹھہری نہ روپیہ واپس ہُوا

---

[1] العقود الدریۃ کتاب الھبۃ حاجی عبدالغفار و پسران تاجرانِ کتب ارگ بازار قندھار ۲/۹۱

Marfat.com

بلکہ مالکِ مکان پر قرض ہی رہا تو اب اس پر کہ خود نصاب بلکہ چند نصاب ہیں اور اس کے سوا اور جو نقد اُس وقت موجود ہو، غرض جس قدر روپیہ یا سونا یا چاندی حاجاتِ اصلیہ سے فاضل ملک میں ہے خواہ شروع سال زکوٰۃ سے تھا خواہ بیچ میں ملا اُس سب پر زکوٰۃ واجب ہوئی، جو نقد ہے اس پر تو واجب کے ساتھ وجوبِ ادا بھی ہو گیا فی الحال دی جائے، اور جو قرض ہے اس پر ہنوز وجوبِ ادا نہیں وصول پانے پر ہوگا خواہ روپیہ ہی وصول ہو، یوں کہ بیع نہ ٹھہری اور روپیہ واپس ملے خواہ بیع ہو کر، قیمت میں مجرا ہو جائے کہ یہ بھی وصول پالینا ہے، پھر از انجا کہ قرض دین قوی ہے اور صورتِ مسئولہ میں ابتدائے نصاب مالِ نقد سے ہے کہ اُسی پر سالِ زکوٰۃ شروع ہُوا اس سال تمام پر پایا اُس کے بعد جو رقم قرض سے وصول ہوگی اُسے دیکھا جائے گا کہ خمس نصاب یعنی لعہ کے پانچویں حصے لعہ ۲⅖ پائی سے کم ہے یا نہیں، اگر کم ہے اور کوئی مالِ نقد نہ اس وقت موجود نہ سالِ رواں کے ختم پر آکر ایسا ملا جو اس رقم وصولی سے مل کر خمس نصاب ہو جاتا تو اس کی زکوٰۃ دینی اصلاً واجب نہ ہوگی نہ سالِ گزشتہ کے لیے، نہ رواں کے لیے، اور اگر ایسا مال نقد پایا جائے تو اسے اُس کے ساتھ ملا دیں گے، پھر اگر عین سال تمام کے وقت وصول ہُوا تو خود روزِ وصول، ورنہ سال تمام رواں پر جو باقی ہوگا اس پر یہ حکم لگائیں گے کہ ہر خمس نصاب پر اُس کا چالیسواں حصہ واجب الادا، اور خمس سے کم پر کچھ نہیں، اور اگر رقم وصول مذکور خمس نصاب سے کم نہیں تو جس قدر برس اس پر بحالتِ دین میں گزرے ہوں اُن سب کی زکوٰۃ دینا آئے گی جب تک زکوٰۃ نکالتے نکالتے خمس نصاب سے کم نہ رہ جائے۔ پھر بہر حال جس قدر خمس سے کم رہے گا اُس کا وہی حکم ہے کہ اور مال نقد ہو تو اس کے ساتھ ملا کر تمام رواں پر حکم دیکھا جائے گا، ورنہ کچھ نہیں، سب صورتوں کی مثال لیجئے، مثلاً ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ کو تین سو درم شرعی کا مالک ہوا اس وقت سے سالِ زکوٰۃ شروع ہو گیا، یہ سب روپے وسط سال میں کسی کو قرض دے دیئے خاص سال تمام کے دن اُن سے اُنتالیس درم شرعی وصول ہُوئے اور آج کچھ نقد اس کی ملک نہیں تو ان لعہ درم پر بھی کچھ دینا نہ آئے گا کہ یہ خمس نصاب یعنی چالیس درم سے کم ہیں اور اگر سال تمام سے پہلے مثلاً ۲۴ ذی الحجہ ۱۵ھ کو یا شروع سال میں مالکیت دن کے بارہ بجے ہوئی تھی اب ۲۵ ذی الحجہ ۱۵ھ کو بارہ بجے سے ایک لحظہ پہلے انتالیس درم کہیں اور سے مل گئے اور اُسی وقت ایک درم اس قرض میں سے وصول ہوا تو اسے اُن انتالیس درم میں ملا دیں گے، اب یہ چالیس درم ہو گئے کہ خمس کامل ہے تو ایک درم دینا واجب آیا اور اگر اسی صورت میں مثلاً قرض میں سے بھی انتالیس درم وصول ہوئے کہ نقد موجود سے مل کر اٹھتر درم ہو گئے تو بھی ایک ہی درم کہ ایک خمس کامل یعنی چالیس درم کی زکوٰۃ ہے واجب الادا ہوگا، باقی اڑتیس درم زائد کہ خمس سے کم ہیں سال تمام آئندہ کے انتظار میں رہیں گے اور اگر سرے سے فرض کیجئے کہ شروع سال زکوٰۃ کو پانچ سال کامل گزر گئے اُس وقت تک کچھ نہ ملا اُس کے بعد چوالیس درم

Marfat.com

قرض سے وصول ہُوئے اور اُن کے سوا اور کچھ نقد نہیں تو اس رقم میں صرف ایک خمس نصاب ہے اُوپر کے چار درہم زیادہ ہیں، یہ خمس پانچ برس تک فرض تھا تو ہر سال کی بابت ایک درم دینا واجب ہُوا پانچ درم زکوٰۃ دیے اور اگر اسی صورت میں تینتالیس درم وصول ہوئے تو چار ہی درم زکوٰۃ دینا واجب ہوگی کہ جب بابت سالِ اول ایک درم زکوٰۃ کا ان للعہ پر ڈالا تو سالِ دوم کے لیے للعہ رہے ان پر ایک درم اس سال کا ڈالا، سوم کے لیے للعہ رہے، چہارم کے لیے للعہ، تو یہ چار درم واجب الادا ہوئے، پنجم کے لیے صرف للعہ ہی رہ گئے کہ خمس سے کم ہیں ان پر کچھ نہیں، اسی طرح اگر للعہ وصول ہوتے تو تین ہی درم دینے آتے اور للعہ تو دو اور للعہ تو ایک ہی اور للعہ سے زیادہ پانچ ہی دینے ہوں گے جب تک پُورے انشی تک نہ پہنچیں اسی پر چھ لازم آئیں گے، پہلے سال دو خمس کے دو درم، اب سالِ دوم میں اٹھتر رہ گئے کہ ایک ہی خمس کامل ہے، تو باقی چار سال میں ایک ہی ایک لازم آیا، یوں ہی بیاسی وصول ہوں تو سات دے گا کہ دو سال تک دو خمس کامل رہے، چوراسی پر آٹھ، چھیاسی پر نو، اور اٹھاسی سے زیادہ سب پر دس، جب تک ایک سو بیس کامل نہ ہوں۔ پھر ایک سو بیس پر گیارہ وعلیٰ ہذا القیاس۔ یہ اس صورت میں ہے کہ کچھ نقد نہ ہو، ورنہ اس کے ساتھ ملا کر حساب لگائیں گے، مثلاً تینتالیس وصول ہونے پر چار درم لازم آتے تھے، اگر نقد ایک درم بھی موجود ہے تو پُورے پانچ آئیں گے کہ اس کے ساتھ مل کر چوالیس ہو گئے اور چوالیس پر پانچ لازم تھے وقس علی ہذا۔ پھر بہر صورت جو فاضل بچا وہ سال تمام آئندہ کا انتظار کرے گا، یہ ہے جو کلماتِ علماء سے فہمِ فقیر میں آیا،

وارجو ان یکون صوابا ان شاء اللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ باحکامہ علیم۔

میں امیدوار ہوں کہ یہ ان شاء اللہ تعالےٰ صواب ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے احکام کو خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

تنویر الابصار و درمختار و ردالمحتار میں ہے:

الدیون تجب زکوتہا اذا تم نصابا بنفسہ او بما عندہ مایتم بہ النصاب وحال الحول ولو قبل قبضہ فی القوی والمتوسط لکن لا فوراً بل عند قبض اربعین درہما من القوی کقرض فکلما قبض اربعین درھما یلزمہ درہم وعند قبض مائتین من متوسط، و

قرضوں پر زکوٰۃ لازم ہے جب خود نصاب ہوں یا اپنے پاس جو کچھ ہے اس سے مل کر نصاب بن جائیں اور اس پر سال گزر جائے اگرچہ قوی اور متوسط میں قبضہ سے قبل گزرے لیکن فی الفور نہیں بلکہ قوی میں چالیس درہم کے قبضہ پر جیسے قرض قوی ہے پس جب بھی چالیس دراہم پر قبضہ ہوگا ایک درہم لازم ہوگا اور متوسط میں دو سو درہم کے قبضہ پر۔

Marfat.com

فی البدائع قال الکرخی ھذا اذا لم یکن لہ مال سوی الدین والا فما قبض منہ فھو بمنزلۃ المستفاد فیضم الی ما عندہ وکذلک فی المحیط[1] اھ ملتقطاً۔

بدائع میں ہے امام کرخی نے فرمایا: یہ تب ہے جب دین کے علاوہ اس کے پاس مال نہ ہو، اور اگر مال ہو تو جتنے حصے پر قبضہ ہوگا وہ بمنزلہ منافع ہوگا اپنے پاس موجود مال سے اسے ضم کیا جائے گا، اور محیط میں بھی اسی طرح ہے اھ ملتقطاً (ت)

نیز ردالمحتار میں ہے:

ذکر فی المنتقی رجل لہ ثلثمائۃ درھم دین حال علیہا ثلثۃ احوال فقبض مائتین فعند ابی حنیفۃ یزکی للسنۃ الاولٰی خمسۃ وللثانیۃ والثالثۃ اربعۃ اربعۃ عن مائۃ وستین ولاشیئ علیہ فی الفضل لانہ دون الاربعین[2]۔

ملتقی میں ہے کہ ایک شخص کا تین سو درہم دین ہے اور اس پر تین سال گزر گئے اُسے دو سو درہم وصول ہوئے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک پہلے سال کے پانچ اور دوسرے وتیسرے سال کے چار چار درہم ایک سو ساٹھ دراہم پر ہونگے اور چالیس سے کم زائد پر کچھ نہیں۔ (ت)

اسی میں محیط سے ہے:

لوکان لہ الف علی معسر فاشتری منہ بھا دینارا ثم وھبہ منہ فعلیہ زکوٰۃ الالف لانہ صار قابضا لہا بالدینار[3] اھ۔

اگر کسی تنگدست پر ہزار درہم قرض ہے تو اس سے ایک دینار خرید کر پھر اسے ہبہ کردیا تو اب زکوٰۃ ہزار ہی کی ہے کیونکہ وُہ دینار کی وجہ سے ہزار ہی کا قابض متصور ہوگا اھ (ت)

شرح نقایہ قہستانی میں ہے:

یضم الحادث ولو قبیل اٰخر الحول لانہ قبل وقت الوجوب[4] اھ۔

نئے مال کو شامل کیا جائیگا اگرچہ سال کے آخر سے تھوڑا سا پہلے ملا ہو کیونکہ یہ وقتِ وجوب سے پہلے ہے اھ (ت)

---

[1] ردالمحتار مع درمختار شرح تنویرالابصار باب زکوٰۃ المال مصطفی البابی مصر ۲/۳۸ تا ۴۰
[2] " " " " ۲/۳۸
[3] " " " " ۲/۴۰
[4] جامع الرموز کتاب الزکوٰۃ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۲/۳۱۶

Marfat.com

ادا نہ کرنے کی حالت میں جو مواخذہ زکوٰۃ نہ دینے پر ہے اس کا سزاوار ہوگا معاذ اللہ معاذ اللہ، وہ نہ ہلکا ہے نہ قابلِ برداشت، اس کے بارے میں کچھ آیات و احادیث فقیر کے رسالہ اعزالاکتناۃ فی رد صدقۃ مانع الزکوٰۃ (۱۳۰۹ھ) میں مذکور ہوئیں، اُن میں بعض کا خلاصہ یہ کہ جس سونے چاندی کی زکوٰۃ نہ دی جائے روزِ قیامت جہنم کی آگ میں تپا کر اُس سے اُن کی پیشانیاں، کروٹیں، پیٹھیں داغی جائیں گی۔ اُن کے سر، پستان پر جہنم کا گرم پتھر رکھیں گے کہ چھاتی توڑ کر شانے سے نکل جائے گا اور شانے کی ہڈی پر رکھیں گے کہ ہڈیاں توڑتا سینے سے نکل آئے گا، پیٹھ توڑ کر کروٹ سے نکلے گا، گُدّی توڑ کر پیشانی سے اُبھرے گا۔ جس مال کی زکوٰۃ نہ دی جائے گی روزِ قیامت پرانا خبیث خونخوار اژدہا بن کر اُس کے پیچھے دوڑے گا یہ ہاتھ سے روکے گا وہ ہاتھ چبالے گا پھر گلے میں طوق بن کر پڑے گا اُس کا مُنہ اپنے منہ میں لے کر چبائے گا کہ میں ہُوں تیرا مال، میں ہُوں تیرا خزانہ۔ پھر اس کا سارا بدن چباڈالے گا۔ والعیاذ باللہ رب العالمین، واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۹ ۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کی رخصت جمادی الاولیٰ ۱۳۱۵ھ میں ہُوئی اور اُس وقت وُہ جہیز کی مالک ہوئی، اس سے پہلے مالک نہ تھی، اس وقت اس کی مِلک میں زیور طلائی لہ ۹ ماشہ ۱۰ تولے تھا اور زیور نقرئی ما ۳ روپیہ بھر اس قدر اخیر عُمر تک اس کے پاس رہا، تین سال دس ماہ تئیس دن کے بعد ربیع الآخر شریف ۱۳۱۹ھ میں ہندہ نے انتقال کیا، اُس وقت اُس کے پاس چار عدد طلائی اور تھے، ایک ساڑھے تولہ گیارہ ماشہ کا جس کی دس ماہ پیش از مرگ مالک ہُوئی، دوسرا دو تولے کا کہ موت سے ڈیڑھ سال پہلے مِلا تھا، تیسرا چار تولے کا دو سال پہلے، چوتھا پانچ تولے کا تین سال پہلے، اس صورت میں ہندہ پر زکوٰۃ کس قدر ہُوئی؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ہندہ پر تین سال زکوٰۃ واجب ہُوئی کہ چوتھے سال میں ایک ماہ سات روز باقی تھے کہ اس نے وفات پائی مال کہ وقتِ رخصت مِلا اُس پر تینوں برسوں کی زکوٰۃ ہے، یُوں ہی چوتھا عدد پانچ تولے کا جب مرگ سے تین سال پہلے مِلا تو رخصت کے ۱۰ ماہ ۲۳ دن بعد، بالجملہ پہلے سالِ تمام سے پہلے پایا تو وُہ بھی مالِ اوّل میں شامل ہُوا اور تینوں سال کی زکوٰۃ اس پر آئی، اور یہیں سے واضح ہوا کہ تیسرے عدد پر دو سال اخیر کی زکوٰۃ ہے اور دوسرے پر ایک ہی برس کی اور پہلے پر اصلاً نہیں، تو سونے میں حاصل ملک ہندہ باعتبار ہر سہ سال یہ ہوا سالِ اوّل ما ۹ ۱۰/ دوم للعہ سوم ماہ ۹ للعہ صورت مسئولہ میں جبکہ ہندہ اسی قدر مال کی مالک تھی اور زکوٰۃ تینوں سال نہ دی تو ہر پہلی زکوٰۃ کا دین سال مابعد کے مال سے مجرا ہوتا رہا واجب سال اوّل طلائی ۱۱ ماشہ، سرخ نقرہ تین روپیہ بھر اور

Marfat.com

اور تین ماشے تین سرخ، مال سال دوم سے استثناء کیا تو سال دوم طلا للعہ ۱۰ ماشہ ۲ سرخ رہا، واجب ۱۱ ماشہ ۷ سرخ ۵ ۱/۵ چاول، اور نقرہ ما[illegible] ۸ ماشہ ۴ سرخ رہا، واجب تین روپے بھر ۲ ماشہ ۲ سرخ ۴ ۳/۵ چاول، سال سوم طلا واجب دو سال ایک تولہ ۱۱ ماشے ۱ سرخ ۵ ۱/۵ چاول، نقرہ واجب دو سال سے روپے بھر ۵ ماشہ ۶ سرخ ۴ ۳/۵ چاول منہا کر کے باقی طلا للعہ ۱۰ ماشہ ۲ سرخ ۲ ۲/۵ چاول، واجب ایک تولہ ۲ سرخ ۴۷/۱۰۰ چاول، نقرہ مالعہ روپیہ بھر ۵ ماشہ ۲ سرخ ۲ ۲/۵، واجب ۳ روپیہ بھر ایک ماشہ ۴ سرخ ۲ ۱۳۷/۲۰۰ چاول جمیع واجب سہ سالہ طلا ۲ تولے ۱۱ ماشے ۳ سرخ ۵ ۹۷/۱۰۰ چاول یعنی ۲ تولے ۱۱ ماشے ۳ رتی ۵ چاول اور ایک چاول کے سو حصوں سے ستانوے حصے، نقرہ لعہ تولہ، ماشہ ۲ سرخ ۷ ۵۷/۲۰۰ یعنی نو روپیہ بھر اور ۷ ماشے ۲ رتی ۷ چاول اور چاول کے دو سو حصوں سے ستاون حصے، یہ سب مذہب صاحبین پر ہے اور مذہب امام پر کچھ کمی تخفیف ہو جائے گی، سائل اس پر راضی نہ ہو اور تخفیف ہی چاہے تو یہ ضرور ہے کہ تینوں برس ہر سال تمام کے صحیح تاریخ پر سونے اور چاندی کا صحیح نرخ بازار دریافت کر کے بتائیے نیز یہ کہ کس کس عدد کی قیمت بوجہ صنعت اپنے وزن سے کس کس قدر زائد ہے بے اس کے حساب ناممکن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵ از بنگالہ ضلع سلہٹ پرگنہ بیجواڑہ موضع ناران گولہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی ایک سو روپے کی زکوٰۃ دے کر مدفون کیا پھر دوسرے سال میں زکوٰۃ دینا ضروری ہے یا نہیں؟ بیّنوا بالحوالۃ الکتاب توجروا یوم الحساب۔ فقط

الجواب

ہر برس ضرور ہے جب تک کل مالِ زکوٰۃ جو اُس کی ملک ہے حقیقۃً یا حکماً نصاب یعنی ساڑھے سات تولہ سونے یا ساڑھے باون تولہ چاندی یعنی انگریزی چھپن ۵۶ روپے سے کم نہ ہو جائے، حقیقۃً کم ہو جانا یہ کہ زکوٰۃ وغیرہ میں صرف کرتے کرتے خواہ کسی اور طور سے گھٹ جائے اور حکماً یہ کہ ہر برس زکوٰۃ واجب ہوتی رہی اور ادا نہ کی ہر سال زکوٰۃ کا دین اس پر چڑھتا رہا یہاں تک کہ مالِ زکوٰۃ قدر نصاب نہ رہا مثلاً صرف یہی سو روپے، مگر اس کے پاس مالِ زکوٰۃ تھا اور یہی رہا اور مال زیادہ نہ ہوا تو اب پہلے سال تمام پر بربنائے مذہب صاحبین ڈھائی روپے واجب ہوئے مگر اس نے ادا نہ کی، دوسرے سال تمام پر زکوٰۃ صرف ۹۷ روپے ۸ آنے رہی کہ ۲ روپے ۸ آنے دین زکوٰۃ سال گزشتہ میں مشغول ہیں اس سال ۲ روپے ۷ آنے واجب ہوئے، تیسرے سال تمام پر دو سال گزشتہ کا دین زکوٰۃ ۴ روپے ۱۵ آنے مستثنیٰ ہو کر فقط پچانوے روپے ایک آنہ پر زکوٰۃ آئی کہ ۲ روپیہ چھ آنے اور ایک پیسے کی چاندی کا دسواں حصہ ہوا وعلیٰ ہذا القیاس جب گھٹتے گھٹتے ۵۶ روپے سے کم رہ جائے تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

Marfat.com

فی الدر المختار سبب افتراضها ملك نصاب حولی فارغ من دین له مطالب من جهة العباد کزکوٰة وخراج[1] اھ ملخصًا وفی الهندیة رجل له الف درهم لامال له غیرها استاجر بها دارا عشر سنین لکل سنة مائة فدفع الالف ولم یسکنها حتی مضت السنون والدار فی ید الاٰجر یزکی الاٰجر فی السنة الاولٰی عن تسع مائة وفی الثانیة عن ثمان مائة الا زکوٰة السنة الاولٰی ثم یسقط لکل سنة زکوٰة مائة اخرٰی وما وجب علیه بالسنین الماضیة[2] الخ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت کا سبب ایسے نصاب کا مالک ہونا ہے جس پر سال گزرا ہوا ور وہ ایسے دین سے فارغ ہو جس کا مطالبہ بندوں کی طرف سے ہو مثلاً زکوٰۃ، خراج وغیرہ اھ تلخیصًا۔ ہندیہ میں ہے ایک آدمی کے پاس ہزار دراہم ہیں اس کے علاوہ کوئی مال نہیں اس نے ان کے عوض دس سال تک گھر کرایہ پر لے لیا کہ ہر سال کے عوض ایک صد درہم ادا کرے گا، اس نے ہزار درہم دے دئے مگر اس گھر میں وہ کسی سال تک رہائش پذیر نہ ہُوا اور گھر آجر کے پاس ہی رہا، تو آجر پہلے سال نوسو کی، دوسرے سال آٹھ سو کی، مگر گزشتہ سال کی زکوٰۃ کی مقدار نکال کر، پھر ہر سال ایک سو اور وُہ جو گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ کی مقدار ہو، سالانہ ساقط ہوتی جائے گی، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۱

۶ شعبان المعظم ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے جس مالِ تجارت پر ایک مرتبہ زکوٰۃ ادا کردی پھر دوسرے سال اس پر زکوٰۃ دینا نہ چاہیے بلکہ اس کے نفع پر زکوٰۃ دینا چاہیے۔ بیّنوا توجروا

الجواب

مالِ تجارت جب تک خود یا دوسرے مالِ زکوٰۃ سے مل کر قدرِ نصاب اور حاجتِ اصلیہ مثل دینِ زکوٰۃ وغیرہ سے فاضل رہے گا ہر سال اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی زید کا بیان محض غلط ہے تشهد به الکتب قاطبة۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۲ تا ۵۴

مسئولہ محمد صبور سوداگر میز کرسی بریلی متصل کرہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک شخص نے اپنی تجارت کے آغاز کے وقت یہ قرار دیا کہ جو منافع ہوگا اس کا سولھواں حصہ اللہ نام

---

[1] درمختار | کتاب الزکوٰۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۲۹

[2] فتاوٰی ہندیۃ | الفصل الثانی فی الفروض | نورانی کتب خانہ پشاور | ۱/ ۸۲-۱۸۱

Marfat.com

صَرف کرے گا، قبل معلوم ہونے منافع کے اُس نے ہر موقع کارِ خیر میں صَرف کرنا شروع کیا، وقت کرنے حساب کے، منافع کی تعداد کا سولھواں حصّہ کم نکلا اُس صرف سے جو وُہ کارِ خیر میں صَرف کر چکا، یہ فاضل روپیہ بمدِ زکوٰۃ داخل ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) ایک شخص حق الحنث کے ساتھ ایک تجارت میں شریک ہے، قبل حاصل ہونے منافع کے اس تجارت سے بتدریج اپنے صرف کے واسطے لیتا رہا، وقت معلوم ہونے منافع کے وہ قرضدار تجارت کا تھا، جو منافع اس کے نامزد ہُوا وُہ قرضہ میں داخل کیا، اس حالت میں اس منافع کی زکوٰۃ اس کے ذمّہ عائد ہے یا نہیں؟

(۳) ایک شخص نے وقت شروع کرنے تجارت کے دیگر شخص سے جو اُس کی تجارت میں شرکت روپے کے ساتھ دینا چاہتا تھا ظاہر کیا کہ میں وقت چھٹے کے (معلوم کرنا منافع کا) پہلے زکوٰۃ نکال دیتا ہُوں بعدہٗ منافع تقسیم کیا جاتا ہے، اُس دیگر شخص نے اس بات کو پسند کیا اور روپیہ کے ساتھ منافع میں برابر کا شریک ہوا، اس بات کے ظاہر کرنے سے کیا اس کے ذمّہ اس کے روپیہ کی بھی زکوٰۃ عائد ہوگی یا صرف منافع کی رقم رہی جو طرفین کے حصّہ سے خرچ میں داخل ہوتی ہے۔ بیّنوا توجّروا

الجواب

(۱) جبکہ بہ نیّت زکوٰۃ وُہ دینا نہ تھا تو جو زائد دیا گیا زکوٰۃ میں محسوب نہیں ہو سکتا، ہاں آئندہ سال کے اُس سولھویں حصّہ میں مجرا ہو سکتا ہے جو اس نے اللہ عزّوجل کے لیے دینا ٹھہرا رکھا ہے، مثلاً اس وقت دس روپیہ زیادہ پہنچے اور آئندہ سال منافع کا سولھواں حصّہ سو روپے ہو تو اُسے اختیار ہے کہ یہ دس اس میں محسوب کرکے نوّے روپے دے۔

(۲) نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) دوسرے کی زکوٰۃ اس کے ذمّہ عائد نہیں ہو سکتی، ایک پر اُس کے حصّہ کی زکوٰۃ لازم ہے، اور زکوٰۃ صرف منافع مالِ تجارت پر نہیں ہوتی، جس طرح مکان زمین دکان کے صرف منافع پر ہوتی ہے یہاں ایسا نہیں بلکہ کل مالِ تجارت پر لازم ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۵ از محلہ چاہ بائی مسئولہ حافظ محمد صادق مختار عام منشی رحیم داد خاں صاحب تحصیلدار ۵ شعبان ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مالک ہے جائداد زمینداری وغیرہ کا اور اس کی آمدنی مختلف اوقات میں وصول ہوتی رہتی ہے اور مالگزاری و نیز دیگر اخراجات میں خرچ ہوتی رہتی ہے اور ایسی صورت میں حساب سالانہ انگریزی ماہِ اکتوبر سے شروع ہوتا ہے اور ماہِ ستمبر میں ختم کیا جاتا ہے لہذا جو رقم بعد اخراجات کے آخر سال پر باقی رہتی ہے اس پر زکوٰۃ کب واجب ہوگی؟ کس وقت اس کو ادا کرنا چاہئے؟ بیّنوا توجروا

Marfat.com

الجواب

ستمبر اکتوبر کا اعتبار حرام ہے، نہ اس کے اوقاتِ آمدنی پر لحاظ، بلکہ سب میں پہلی جس عربی مہینے کی جس تاریخ جس گھنٹے منٹ پر وہ ۵۶ روپیہ کا مالک ہُوا اور ختمِ سال تک یعنی وہی عربی مہینہ وہی تاریخ وہی گھنٹہ منٹ دوسرے سال آنے تک اُس کے پاس نصاب باقی رہا وہی مہینہ تاریخ منٹ اُس کے لیے زکوٰۃ کا سال ہے، آمدنی کا سال کبھی سے شروع ہوتا ہو اُس عربی مہینہ کی اُس تاریخ منٹ پر اُس کی زکوٰۃ دینا فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۶ از شہر بریلی اسٹیشن ریلوے سٹی آر، کے، آر نعمت حسین دراپور ۱۵ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید عرصہ تخمیناً بیس سال سے ریلوے کمپنی کے یہاں ملازم ہے اور ریلوے اپنے قاعدے کے موافق بشمول دیگر ملازمان کے زید کی تنخواہ ماہواری سے ایک آنہ چار پائی فی روپیہ بطور ضمانت مجرا کرلیتی ہے اور بعد چھ ماہ کے اُس روپے کو کسی دوسری تجارت وغیرہ میں لگا دیتی ہے، درصورت نفع و نقصان کے رسدی کمی بیشی کر کے پھر ششماہی پر رسید دے دیتی ہے، ابتدا میں ایک روپیہ دو آنہ مجرا ہوتا تھا، جُوں جُوں تنخواہ میں ترقی ہوتی گئی اُس میں بھی اضافہ ہوتا گیا، چنانچہ اب مبلغ تین روپے ماہوار مجرا کیا جاتا ہے اور اب اصل تعداد مبلغ پانچسو کی ہوگئی ہے اور کُل تعداد ایک ہزار سے زائد ہوگئی ہے جس وقت زید ملازمت سے علیحدہ ہوگا اُس وقت اُس کو اور اُس کے ورثا کو وصول ہوگا بشرطیکہ میعادِ ملازمت اچھے طریقے پر ختم ہوجائے اور کوئی قصور وغیرہ واقع نہ ہو، مگر پانچسو روپے جو اصلی ہے اُس میں کسی طرح اندیشہ نہیں ہے سوا اس کے کہ درمیان ملازمت کے روپے کا وصول ہونا ناممکن ہے جب تک ملازمت سے مستوفی نہ ہو، از رُوئے شریعت اُس روپے پر زکوٰۃ دینا فرض ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کس وقت سے دی جائیگی؟ اصلی تعداد پر دی جائے گی یا کُل روپے پر؟ اور نصابِ زکوٰۃ کس قدر اور اس پر مقدارِ زکوٰۃ کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جب سے وُہ اصلی روپیہ خود یا مع اور زکوٰتی مال کے جو زید کے پاس ہے، قدر نصاب یعنی ۵۶ روپے تک پہنچا اور حوائجِ اصلیہ سے بچ کر اُس پر سال گزرا اُس وقت سے اُس پر زکوٰۃ واجب ہوئی اور سال بسال جدیدہ زکوٰۃ واجب ہوتی رہی، ہاں اگلے سال کی جتنی زکوٰۃ واجب ہُوئی ہے اس سال جمع میں سے اُتنا کم کرلیں گے کہ اُتنا اُس پر اللہ عزوجل کا دین ہے باقی مع جدید مقدار سالِ حال پر زکوٰۃ آئے گی، تیسرے سال کی جمع میں سے دُوبرس گزشتہ کی زکوٰۃ واجب شدہ مجرا کریں گے اور سالِ حال کا اضافہ شامل کریں گے، اس قدر پر زکوٰۃ آئے گی، چوتھے سال کی جمع میں سے تین سال کی زکوٰۃ مذکور مجرا کریں گے اور سالِ حال کا اضافہ شامل کریں گے اس قدر پر زکوٰۃ آئے گی، چوتھے سال کی جمع میں سے تین سال کی زکوٰۃ مذکور مجرا اور امسال کا اضافہ شامل ہوگا، اخیر تک یونہی کرینگے،

Marfat.com

تجارت میں وُہ روپیہ اگر اُس کی اجازت سے لگایا جاتا ہے تو اس کا منافع شامل ہوگا اس طور پر زکوٰۃ سال بہ سال واجب ہوا کرے گی، مگر اس روپیہ کی زکوٰۃ ادا کرنا اس وقت لازم ہوگا جب وُہ وصول ہوگا، اور جو اضافہ کمپنی سُود کے طریقے پر کرتی ہے اُس پر کبھی زکوٰۃ نہ ہوگی، نہ وہ اس کی مِلک ہے نہ اُسے سُود کی نیت سے کسی طرح جائز ہے، ہاں بعد ختم اگر کمپنی بطور خود اس کو وُہ اضافہ دے اور کمپنی میں کوئی مسلمان شریک نہ ہو تو یہ اُس اضافہ کو اس نیت سے لے سکتا ہے کہ ایک غیر مسلم جماعت ایک مال بخوشی دیتی ہے، یُوں مال مباح سمجھ کر لے سکتا ہے سُود کی نیت نہ ہو، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۷ از کوسی کلاں ضلع متھرا مرسلہ اللہ مہر ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زکوٰۃ اعلان سے دینا بہتر ہے یا خفیہ طور سے؟ بینوا توجروا

الجواب

زکوٰۃ اعلان کے ساتھ دینا بہتر ہے، اور خفیہ دینا بھی بے تکلف روا ہے، اور اگر کوئی صاحبِ عزت حاجتمند ہو کہ اعلانیہ نہ لے گا یا اس میں سبکی سمجھے گا تو اُسے خُفیہ بھی دینا بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۸ از سید پور ڈاک خانہ وزیر گنج ضلع بدایوں مرسلہ آغاز علی خاں ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

تجارت کے سرمایہ اصلی پر یعنی اس کی لاگت پر زکوٰۃ دینا واجب ہے یا منافع پر؟

الجواب

تجارت کی نہ لاگت پر زکوٰۃ ہے نہ صرف منافع پر، بلکہ سال تمام کے وقت جو زرِ منافع ہے اور باقی مالِ تجارت کی جو قیمت اس وقت بازار کے بھاؤ سے ہے اُس پر زکوٰۃ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۹ مسئولہ حافظ محمود حسین صاحب ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۰۸ھ

زید نے بکر کو کچھ دیا اور کہا اس کو مساکین کو جہاں مناسب سمجھو دے دیجیو، اگر زید خود اس کا مصرف ہو اپنے اوپر اس کو صرف کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

جس کے مالک نے اُسے اذنِ مطلق دیا کہ جہاں مناسب سمجھو، دو، تو اسے اپنے نفس پر بھی صرف کرنے کا اختیار حاصل ہے، جبکہ یہ اس کا مصرف ہو۔ ہاں اگر یہ لفظ نہ کہے جاتے تو اُسے اپنے نفس پر صرف کرنا جائز نہ ہوتا مگر اپنی یا اولاد کو دے دینا جب بھی جائز ہوتا اگر وُہ مصرف تھے۔ درمختار میں ہے،

للوکیل ان یدفع لولدہ الفقیر وزوجتہ لالنفسہ الا اذا قال ربھا

وکیل کو جائز ہے کہ اپنے نابالغ فقیر بچے اور اپنی بیوی مستحق کو زکوٰۃ دے دے جبکہ خود نہیں لے سکتا،

Marfat.com

ضعها حیث شئت[1] - واللہ تعالٰی اعلم۔ ہاں اگر مال والے نے یہ کہا ہو کہ جہاں مناسب سمجھو خرچ کرو، تو اپنے لیے بھی جائز ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶۰ تا ۶۲ ازاندور سیاگنج مرسلہ طاہر محمد عبدالغنی صاحب ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

(۱) اگر چند اشخاص دولتمندان کئی ہزار روپے زکوٰۃ کا جمع کرکے چند معتبر لوگوں کے سپرد اس غرض سے کریں کہ وہ روپیہ حقداران زکوٰۃ کو حسبِ ضرورت ان کے دیا جائے۔

(۲) وہ لوگ جن کی سپردگی میں مالِ زکوٰۃ دیا گیا ہے وہ اس مال کو بڑھانے کی غرض سے تجارت میں لگا سکتے ہیں یا نہیں، یا کسی تاجر کی شرکت میں شامل کرسکتے ہیں یا نہیں؟

(۳) ایک ایسا شخص کہ جس کے نزدیک اپنا ذاتی مکان ہے اور اس مکان کی سالانہ آمدنی سَو روپے بھی مگر بوجہ عیالدار ہونے کے اُس کا خرچ تین سو روپے سالانہ ہے تو ایسے شخص کو زکوٰۃ کے مال سے امداد دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱ و ۲) ان لوگوں پر فرض ہے کہ وہ روپیہ مستحقینِ زکوٰۃ پر تقسیم کردیں اُس سے تجارت کرنا ان کو حرام ہے جب تک اذنِ جملہ مالکان نہ ہو، اور مالکوں کو بھی جائز نہیں کہ اگر اُن پر زکوٰۃ کا پورا سال ہوچکا ہو تو زکوٰۃ روکیں اور تجارت کے منافع حاصل ہونے پر ملتوی کریں۔ سالتمام پر زکوٰۃ فوراً فوراً ادا کرنا واجب ہے، ہاں جس نے پیشگی دیا ہُوا ابھی سال تمام اُس پر نہ آیا ہو وہ سال تمام آنے تک ٹھہر سکتا ہے، پھر اگر یُوں کرے کہ مثلاً ہزار روپے سال آئندہ کی زکوٰۃ کی نیت سے تجارت میں لگا دئے کہ ان سے جو نفع ہو وہ بھی مع ان ہزار کے فقراء کو دے گا تو یہ نہایت محبوب عمل ہے،

وفیہ حدیث من نرع شعیرا جرۃ الاجیر وحصل منہ اموالا فلما جاء الاجیر سلم کلھا الیہ ففرج اللہ بہ منہ وھم اصحاب الرقیم رضی اللہ تعالٰی عنھم[2]۔

اس بارے میں وُہ حدیث ہے کہ جس نے مزدور کی اُجرت جَو کو بویا اور اس سے جو اموال حاصل ہوئے جب مزدور آیا تو وُہ تمام اموال اسے دے دئے، تو اللہ تعالٰی نے انھیں (رضی اللہ عنہم) کو راستہ دیا جب وُہ غار میں پھنس گئے تھے اور وُہ اصحاب کہف ہیں (ت)

---

[1] درمختار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۳۰

[2] صحیح مسلم باب قصہ اصحاب الغار الثلٰثۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۵۳

Marfat.com

مگر یہ ضرور ہے کہ اگر تجارت میں نقصان ہو تو وہ نقصان فقراء پر نہیں ڈال سکتا، اُن کو سالتمام پر پورے ہزار دینے لازم ہوں گے۔

(۳) ہاں اُسے زکوٰۃ دے سکتے ہیں اگرچہ اُس کی حاجت سکونت کا مکان ہزار روپے کا ہو یا کرائے پر چلا لے کہ مکان سے ہزار روپے سالانہ آتا ہو اور اُس کا ضروری مصارف و نفقہ اہل و عیال سے اتنا نہ بچتا ہو کہ وہ اپنی حاجت اصلیہ سے فارغ ۵۶ روپے کا مالک ہو۔ عالمگیریہ میں ہے:

لوکان لہ حوانیت اودار غلۃ تساوی ثلثۃ آلاف درہم وغلتھا لاتکفی لقوتہ وقوت عیالہ یجوز صرف الزکوٰۃ الیہ فی قول محمد رحمہ اللہ تعالٰی ولو کان لہ ضیعۃ تساوی ثلثۃ آلاف ولا تخرج مایکفی لہ ولعیالہ اختلفوا فیہ قال محمد بن مقاتل یجوز لہ اخذ الزکوٰۃ ھکذا فی فتاوٰی قاضیخان[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر کسی شخص کی دُکانیں اور کرایہ کی جگہ ہے جو تین ہزار دراہم کے مساوی ہیں لیکن کرایہ اس کے اور اس کے عیال کے لیے کافی نہیں تو امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک اس پر زکوٰۃ خرچ کرنا جائز ہے اور اگر اس کی زمین ہے جو تین ہزار کے مساوی ہے لیکن اس سے اتنی پیداوار نہیں ہوتی جو اُس کے اور اس کے اہل و عیال کے لیے کافی ہو تو اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے، محمد بن مقاتل کہتے ہیں کہ اس کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے۔ اسی طرح فتاوٰی قاضی خاں میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶۳ ـ ۶۴ مرسلہ محمد قاسم صاحب از مقام گونڈل علاقہ کاٹھیاواڑ ۲ ذیقعدہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین ذیل کے مسئلوں میں:

(۱) ایک شخص نے چالیس یا پچاس ہزار کے مکانات اپنی حاجات سے زیادہ صرف کرایہ وصول کرنے کی غرض سے خریدے، آیا اس صورت میں حاجت سے زیادہ مکانات میں ان کی قیمت کے اوپر زکوٰۃ فرض ہے یا جو کرایہ آتا ہے اس کے اوپر ہے؟

(۲) جو صاحب مکان کی زینت کے لیے تانبے، پیتل، چینی وغیرہ کے برتن خرید کر کے مکان کو سجاتا ہے اور کبھی وہ برتن استعمال میں بھی آتے ہیں اور کبھی نہیں بھی آتے ہیں، اس صورت میں کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب السابع فی المصارف نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۸۹

Marfat.com

الجواب

(۱) مکانات پر زکوٰۃ نہیں اگرچہ پچاس کروڑ کے ہوں، کرایہ سے جو سال تمام پر پس انداز ہوگا اس پر زکوٰۃ آئے گی اگر خود یا اور مال سے مل کر قدر نصاب ہو۔

(۲) برتن وغیرہ اسباب خانہ داری میں زکوٰۃ نہیں اگرچہ لاکھوں روپے کے ہوں، زکوٰۃ صرف تین۳ چیزوں پر ہے: سونا۱، چاندی، کیسے ہی ہوں، پہننے کے ہوں یا برتنے کے یا رکھنے کے، سکہ ہو یا ورق۔ دوسرے۲ چرائی پر چھوٹے جانور۔ تیسرے۳ تجارت کا مال۔ باقی کسی چیز پر نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۵ از بدایوں خانہ اسسٹنٹ کمشنر ۷ ربیع الاول شریف ۱۳۰۸ھ

ایک شخص کے پاس مال زکوٰۃ کے قابل ہے، اُس نے سال گزشتہ کے بعد یکمشت روپیہ مسلمان محتاج کو دیا لیکن اس نے زکوٰۃ کی نیت بروقت دینے کے نہ کی، نہ اس کے دل میں خیال آیا کہ زکوٰۃ ادا کرتا ہوں، بعد کو خیال آیا ہو تو یہ دیا ہُوا روپیہ زکوٰۃ میں داخل ہُوا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر یہ مال کہ محتاج کو دیا خالص بہ نیتِ زکوٰۃ الگ کر رکھا تھا یعنی اس نیت سے جُدا کر کے رکھ چھوڑا کہ اسے زکوٰۃ میں دیں گے تو جس وقت اس میں سے محتاج کو دیا گیا زکوٰۃ ادا ہوگئی اگرچہ دیتے وقت زکوٰۃ کا خیال نہ آیا اور ایسا نہ تھا تو وُہ مال جب تک محتاج کے پاس موجود ہے اب اس میں زکوٰۃ کی نیت کرلے صحیح ہو جائے گی، اور اگر اس کے پاس نہ رہا تو اب نیت نہیں کر سکتا، یہ مال خیرات نفل میں گیا زکوٰۃ جُدا ادا کرے۔ درمختار میں ہے:

شرط صحۃ ادائھا نیۃ مقارنۃ للاداء ولو کانت المقارنۃ حکما کما لو دفع بلا نیۃ ثم نوی والمال قائم فی ید الفقیر او مقارنۃ بعزل ما وجب کلہ او بعضہ ولا یخرج عن العھدۃ بالعزل بل بالاداء للفقراء[۱] اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم۔

صحت ادائیگی زکوٰۃ کے لیے ادا کے وقت نیت کا متصل ہونا ضروری ہے خواہ اتصال حکمی ہو، مثلاً کسی نے بلا نیت زکوٰۃ ادا کر دی اور ابھی مال فقیر کے قبضہ میں ہو تو نیت کر لی یا کل یا بعض مال برائے زکوٰۃ جُدا کرتے وقت نیت کر لی جائے، باقی جدا کرنے سے ذمہ داری پُوری نہیں ہوگی بلکہ فقراء تک پہنچانے سے ہوگی اھ تلخیصاً واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[۱] درمختار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۳۰

Marfat.com

مسئلہ ۶۶ از مونگیر محلہ بٹون بازار مرسلہ شیخ امداد علی صاحب ۱۲ صفر ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو روپیہ قرض و دین میں لوگوں پر پھیلا ہوا اور زر وصولی ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اگر واجب ہوگی تو فی الحال یا بعد وصول، اور کتنے وصول پر واجب ہوگی اور اس پر سال تمام کب سے لیا جائے گا؟ بینوا توجروا

الجواب

دین تین۳ قسم ہے:

اوّل قوی یعنی قرض، جسے عرف میں دست گرداں کہتے ہیں اور تجارتی مال کا ثمن یا کرایہ، مثلاً اُس نے بہ نیت تجارت کچھ مال خریدا وہ قرضوں کسی کے ہاتھ بیچا تو یہ دین جو خریدار پر آیا دین قوی ہے، یا کوئی مکان یا دکان یا زمین بہ نیتِ تجارت خریدی تھی اب اسے کسی کے ہاتھ سکونت یا نشست یا زراعت کے لیے کرایہ پر دیا، یہ کرایہ اگر اس پر دین ہوگا تو دینِ قوی ہوگا۔

دوم متوسط کہ کسی مال غیر تجارتی کا بدل ہو، مثلاً گھر کا غلّہ یا اثاث البیت، یا سواری کا گھوڑا کسی کے ہاتھ بیچا، یونہی اگر کسی پر کوئی دین اپنے مورث کے ترکہ میں ملا تو مذہبِ قوی پر وُہ بھی دین متوسط ہے۔

سوم ضعیف کہ کسی مال کا بدل نہ ہو، جیسے عورت کا مہر کہ منافع بضع کا عوض ہے، یا وُہ دین جو بذریعہ وصیت اسے پہنچا یا بسبب خلع عورت پر لازم آیا، یا مکان دکان زمین کہ بہ نیّت تجارت نہ خریدی تھی اُن کا کرایہ چڑھا قسم سوم کے دین پر، جب تک دین رہے اصلاً زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اگرچہ دس برس گزر جائیں، ہاں جس دن سے اس کے قبضہ میں آئے گا شمارِ زکوٰۃ میں محسوب ہوگا یعنی اس کے سوا اور کوئی نصابِ زکوٰۃ اسی کی جنس سے اس کے پاس موجود تھا اس پر سال چل رہا تھا تو جو وصول ہُوا اس میں ملا لیا جائے گا اور اسی کے سال تمام پر کل کی زکوٰۃ لازم ہوگی اور اگر ایسا نصاب نہ تھا تو جس دن سے وصول ہُوا اگر بقدر نصاب ہے اُسی وقت سے سال شروع ہوا ورنہ کچھ نہیں اور دو قسم سابق میں تجارت دین ہی سال بسال زکوٰۃ واجب ہوتی رہے گی مگر اُس کا ادا کرنا اسی وقت لازم ہوگا جبکہ اُس کے قبضہ میں دین قوی سے بقدر خمس نصاب یا متوسط سے بقدر کامل نصاب آئیگا یہاں کے روپے میں نصاب کامل ۵۶ روپیہ ہے اور اس کا خمس لعہ ۲۳ ۲/۵ پائی، پھر اگر دین کئی سال کے بعد وصول ہو تو ہر سال متقدم کی زکوٰۃ جو اس کے ذمہ دین ہوتی رہی وُہ پچھلے سال کے حساب میں اسی وصولی رقم پر ڈالی جائے گی، مثلاً عمرو پر زید کے تین سو درم شرعی دین قوی تھے، پانچ برس بعد چالیس درم سے کم وصول ہوئے تو کچھ نہیں اور چالیس ہُوئے تو صرف ایک درم دینا آئے گا اگرچہ پانچ برس کی زکوٰۃ واجب ہے کہ سال اوّل کی بابت ان چالیس درم سے ایک درم دینا آیا یا اب انتالیس رہ گئے کہ خمس نصاب سے کم ہے لہذا باقی برسوں کی بابت ابھی

Marfat.com

کچھ نہیں، اور اگر تین سو درم دین متوسط تھے تو جب تک دو سو وصول نہ ہوں کچھ واجب الادا نہیں اور دو سو درم اگر پانچ برس بعد وصول ہوئے تو اکیس درم دینے ہوں گے، سال اول کے پانچ درم اب سال دوم میں مال ۱۹۵ رہ گئے تو ۱۵ کہ خمس سے کم تھے عفو ہو کر ۱۸۰ درم سال سوم میں مالیہ ۱۷۶ رہے اب بھی چار درم چہارم میں ماعلیہ پنجم میں ما ۱۶۸ ان پر بھی چار چار کل لہ ۲۱ درم واجب الادا ہوئے، یونہی جب دین قوی سے خمس نصاب اور متوسط سے پورا نصاب وصول ہوتا جائیگا، اسی حساب سے اتنے کی زکوٰۃ سنین گزشتہ کی زکوٰۃ واجب الادا ہوتی جائے گی، اگر کل وصول ہوگا کل کی، پھر دین ہونے کی تاریخ سے سال اول حالت میں مانا جائے گا جبکہ اس سے پہلے اس کی کسی جنس کے نصاب کا سال رواں نہ تھا ورنہ جو دین وسط سال میں اس کا یا فتنی ہوا وہ اسی مال موجود میں ملاکر اس کے سال سے حساب رہے گا۔ مثلاً یکم محرم کو دو سو درم کا مالک ہوا، یکم رجب کو اس کا کوئی دین قوی یا متوسط کسی پر لازم آیا تو اس دین کا سال بھی یکم محرم سے لیں گے نہ کہ یکم رجب سے، تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

الدیون عند الامام ثلثة قوی، متوسط ضعیف فتجب زکوٰتها اذا تم نصابا (بنفسه او بما عنده مما یتم به) و حال الحول (ای ولو قبل قبضه فی القوی و المتوسط) لکن لا فوراً بل عند قبض اربعین درهما من القوی کقرض و بدل مال تجارة فکلما قبض اربعین درهما یلزمه درهم و عند قبض مائتین من بدل مال لغیر تجارة وهو المتوسط کثمن سائمة و عبید خدمة و یعتبر مامضی من الحول قبل القبض فی الاصح و مثله مالو ورث دینا علی رجل و عند قبض مائتین مع حولان الحول بعده من ضعیف و

امام صاحب کے نزدیک دیون کی تین اقسام ہیں: قوی، متوسط، ضعیف۔ دیون پر زکوٰۃ ہوتی ہے بشرطیکہ وہ خود یا مالک کے پاس موجود مال سے مل کر نصاب کو پہنچیں اور ان پر سال گزرا ہو اگرچہ قوی اور متوسط میں قبضہ سے پہلے ہو لیکن فوراً نہیں بلکہ قوی میں چالیس دراہم کے قبضہ پر ایک درہم ہوگا جیسا کہ قرض اور بدلِ مالِ تجارت میں ہوتا ہے تو جب بھی چالیس دراہم پر قابض ہوگا ایک درہم لازم ہوگا، غیر تجارت کے بدلے میں جو دین ہوتا ہے اسے متوسط کہا جاتا ہے اس میں سے دو سو دراہم کے قبضہ کے بعد زکوٰۃ ہوگی مثلاً سائمہ کی قیمت۔ خدمت والے غلاموں کی قیمت، اصح قول کے مطابق قبضہ سے قبل گزشتہ سالوں کا بھی اعتبار کیا جائیگا، اسی کی مثل وہ صورت ہے جب کوئی دین میں کسی کا وارث بنا، اور ضعیف میں دو سو کے

Marfat.com

هو بدل غیر مال کمهر و بدل خلع الا اذا کان عنده مایضم الی الدین الضعیف (الاولی ان یقول مایضم الدین الضعیف الیه والحاصل انه اذا قبض منه شیئا وعنده نصاب یضم المقبوض الی النصاب و یزکیه بحوله ولایشترط له حول بعد القبض)[1] اھ ملخصا مزیدا من ردالمحتار اقول والاولی فی رسم الضعیف مالیس بدل یشتمل مالیس بدلا اصلا کالدین الموصی به فی ردالمحتار عن المحیط اما الدین الموصی به فلا یکون نصابا قبل القبض لان الموصی له ملکه ابتداء من غیر عوض ولا قائم مقام الموصی فی الملک فصار کما لو ملکه بهبة[2] اھ هذا وفی الخانیة والفتح والبحر واللفظ لقاضی خان اذا اجر دارہ اوعبدہ بمائتی درهم لاتجب الزکوٰة مالم یحل الحول بعد القبض فی قول ابی حنیفة رحمة الله تعالٰی علیه فان کانت الدار والعبد للتجارة وقبض

قبضہ کے وقت زکوٰۃ ہوگی بشرطیکہ اس کے بعد سال گزرے اور دین ضعیف غیر مال کا بدل ہوتا ہے مثلاً مہر، بدل خلع، مگر ایسی صورت میں جب دین ضعیف کے ساتھ مالک کے پاس موجود مال ہو تو ملایا جائے (بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ دین ضعیف کو اس مال کے ساتھ ملایا جائے، حاصل یہ ہے کہ اس میں سے جب کسی شئی پر قبضہ ہوا حالانکہ مالک کے پاس نصاب بھی تھا تو اب مقبوض کو نصاب سے ملا کر سال کی زکوٰۃ دی جائے اس میں قبض کے بعد سال کا گزرنا شرط نہیں) اھ تلخیصاً، اضافی عبارت ردالمحتار کی ہے، اقول ضعیف کی تعریف یوں کرنا بہتر ہے کہ جو مال کا بدل نہ ہو تاکہ اسے بھی شامل ہو جائے جو اصلاً بدل ہی نہیں مثلاً وہ دین جس کی وصیت کی گئی ہو۔ ردالمحتار میں محیط سے ہے وہ دین جس کی وصیت کی گئی ہو وہ قبض سے پہلے نصاب نہیں بن سکتا کیونکہ موصی لہ بغیر عوض کے ابتداءً مالک بن رہا ہے اور یہ ملکیت میں وصیت کرنے والے کا قائم مقام بھی نہیں، یہ ایسے ہوگا جیسے وہ ہبہ کا مالک بنا ہو اھ خانیہ، فتح اور بحر میں ہے، اور الفاظ قاضی خاں کے ہیں جب کسی نے دار یا غلام دو سو دراہم کے عوض اجرت پر دیا تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول کے مطابق قبضہ کے بعد سال گزرنے سے پہلے زکوٰۃ لازم نہ ہوگی، اگر دار اور غلام تجارت کے لیے تھے اور سال کے

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ المال مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۳۶
ردالمحتار " " مصطفی البابی مصر ۲/۳۸ تا ۴۰
[2] ردالمحتار باب زکوٰۃ المال دار الکتب العربیہ مصطفی البابی مصر ۲/۳۹

Marfat.com

اربعین درھما بعد الحول کان علیہ درھم بحکم الحول الماضی قبل القبض لان اجرۃ دار التجارۃ وعبد التجارۃ بمنزلۃ ثمن مال التجارۃ فی الصحیح من الروایۃ اھ[1] قلت فتقدم علی روایۃ انہا من الضعیف او الوسیط وان مشی علی الاخری فی المحیط وکذلك کون الموروث من المتوسط ھو الرجیح وان جزم فی الھندیۃ عن الزاھدی انہ من الضعیف فقد مرضھا فی الخانیۃ و اخر وھٰکذا اشار الی تضعیفہ فی الفتح و البحر وفی رد المحتار عن المنتقی رجل لہ ثلثمائۃ درھم دین حال علیھا ثلثۃ احوال فقبض مائتین فعند ابی حنیفۃ یزکی للسنۃ الاولی خمسۃ وللثانیۃ و الثالثۃ اربعۃ اربعۃ من مائۃ وستین ولا شئ علیہ فی الفضل لانہ دون الاربعین اھ[2] وفی الھندیۃ عن شرح المبسوط للامام السرخسی ان الدین مصروف الی المال الذی فی یدہ[3] الخ وفی رد المحتار اذا کانت الالف من دین قوی کبدل عروض تجارۃ فان ابتداء الحول ھو حول الاصل لا من حین البیع ولا من حین القبض فاذا قبض منہ نصابا او اربعین

بعد چالیس دراہم پر قبضہ ہوا تو اب ایک درہم لازم اس سال کی وجہ سے ہوا جو قبضہ سے پہلے گزرا ہے کیونکہ صحیح روایت کے مطابق دار تجارت اور عبد تجارت کی اجرت مال تجارت کے ثمن کی مثل ہوتی ہے اھ قلت پہلے ایک روایت میں گزرا ہے کہ یہ دین ضعیف یا متوسط سے ہے اگرچہ محیط میں دوسری روایت کو اختیار کیا ہے، اسی طرح مال موروثہ بھی متوسط میں سے ہے اور یہی راجح ہے، اگرچہ ہندیہ میں زاہدی سے اس کے ضعیف ہونے پر جزم کیا ہے، خانیہ میں اسے کمزور قرار دیا ہے۔ اسی طرح فتح اور بحر میں اس کے ضعف کی طرف اشارہ ہے۔ ردالمحتار میں منتقی سے ہے کہ کسی شخص کا تین سو دراہم دین تھا اور اس پر تین سال گزرے تو اس کا دو سو پر قبضہ ہُوا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک پہلے سال پانچ، دوسرے وتیسرے میں ایک سو ساٹھ میں سے، چار چار درہم زکوٰۃ دے، فضل میں کوئی شئی لازم نہ ہوگی کیونکہ وہ چالیس سے کم ہیں اھ ہندیہ میں امام سرخسی کی شرح مبسوط سے ہے کہ دین اس مال کی طرف لوٹے گا جس پر قبضہ ہو الخ ردالمحتار میں ہے کہ جب دین قوی مثلاً بدل سامان تجارت ہزار دراہم ہوں تو سال کی ابتداء حولِ اصل سے ہوگی نہ کہ وقتِ بیع سے اور نہ وقتِ قبضہ سے، تو جب اس نے دین سے نصاب یا چالیس درہم پر قبضہ کیا تو اس سال کا

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں — فصل فی مال التجارۃ — نولکشور لکھنؤ — ۱/ ۱۹-۱۱۸

[2] رد المحتار — باب زکوٰۃ المال — مصطفی البابی مصر — ۲/ ۳۸

[3] فتاوٰی ہندیۃ — کتاب الزکوٰۃ — نورانی کتب خانہ پشاور — ۱/ ۱۷۳

Marfat.com

درهما نزكاه عما مضى بانيا على حول الاصل فلو ملك عرضا للتجارة ثم بعد نصف الحول باعه ثم بعد حول و نصف قبض ثمنه فقد تم عليه حولان فيزكيهما وقت القبض بلا خلاف[1] اھ اقول وانما خص الكلام بالقوى لان اصله من اموال الزكوٰة بخلاف المتوسط فلا حول لاصله فلو لم يكن له قبله نصاب من جنسه لا يبتدأ الحول الا من حين البيع لانه به صار مال الزكوٰة كما نقله ھھنا عن المحيط وليس يريد ان فى الوسيط لا يبتدأ الا من وقت البيع وان وجد قبله نصاب يجانسه تحت حولان الحول فانه خلاف مسئلة المستفاد والمتفق عليها عند علمائنا المصرح بها فى جميع كتب المذهب متونا وشروحا وفتاوٰى فافهم وتثبت . والله تعالٰى اعلم .

اعتبار کرتے ہُوئے گزشتہ عرصہ کی زکوٰۃ دے اگر کوئی شخص تجارت کے لیے سامان کا مالک ہُوا پھر اس نے نصف سال کے بعد سامان بیچ ڈالا اور ڈیڑھ سال کے بعد اس کے ثمن پر قبضہ کیا تو اب اس پر دو سال گزر چکے ہیں تو اب بلا اختلاف وقت قبض سے اس کی زکوٰۃ دی جائے گی اھ اقول دین قوی کے ساتھ کلام مخصوص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا اصل اموالِ زکوٰۃ سے ہوتا ہے بخلاف دین متوسط کہ وہاں اس کے اصل پر سال شرط نہیں ہے۔ اب اگر اس کی جنس سے پہلے نصاب نہ تھا تو اب سال کی ابتداء بیع کے وقت سے ہی ہوگی کیونکہ اس کی وجہ سے وہ مالِ زکوٰۃ بنا ہے جیسا کہ اس مقام پر محیط سے منقول ہُوا ہے اور یہ مراد نہیں کہ متوسط میں وقتِ بیع سے پہلے ابتداء نہیں ہوسکتی اگرچہ سال پہلے اس کی جنس سے نصاب ہو کیونکہ یہ مسئلہ مستفاد اور اس متفق علیہ مسئلہ کے خلاف ہے جس پر ہمارے علماء نے تمام کتب کے متون، شروحات اور فتاوٰی میں تصریح کی ہے، پس اسے اچھی طرح سمجھ لو اور اس پر قائم رہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶۷ ۲۲ شوال ۱۳۱۴ھ

جب قرضہ کے ادا کی شکل نہ ہُوئی تو شوہر نے والدہ کو رقعہ لکھ دیا اور وُہ زیوران سے واپس لے کر فروخت کر ڈالا اور روپیہ تجارت میں لگایا، بیچنا مجھے منظور نہ تھا مگر مجبوری تھی کہ روزگار نہ تھا، شوہر کی بیکاری تھی، قرضہ ابھی ادا نہ ہُوا اور وُہ تجارت بھی نقصان ہو کر چھٹ گئی، مالکِ تجارت شوہر ہی سمجھے جاتے تھے، اس کی آمد گھر میں سب بال بچّوں کے خرچ میں صرف ہوتی تھی، تجارت چھٹنے کے بعد جو روپیہ بچا وہ سب گھر کے خرچوں میں صرف ہوا، کبھی یہ ذکر درمیان نہ آیا کہ میرے زیور کا روپیہ ہے کیونکہ معاملہ ایک سمجھا جاتا تھا اب وُہ روپیہ بھی نہیں اور

---

[1] ردالمحتار باب زکوٰۃ المال مصطفی البابی مصر ۲/ ۲۹

Marfat.com

نہ شوہر کا روزگار ٹھیک ہے اور قرضہ بدستور ہے، بینوا توجروا۔

الجواب

اگر زیور تمھاری اجازت سے بیچ کر شوہر نے اپنی تجارت میں لگایا اگرچہ وُہ اجازت اسی مجبوری سے تھی کہ شوہر کی بیکاری ہے تو اس کی قیمت شوہر پر قرض رہی اور اگر بے تمھاری اجازت کے بطور خود بیچ ڈالا اگرچہ تم نے سکوت کیا تو حکم غصب میں تھا بہرحال سال بسال اُس کی زکوٰۃ تم پر واجب ہوتی رہی اور واجب ہُوا کرے گی جب تک نصاب باقی رہے مگر اس زکوٰۃ کا دینا تم پر واجب نہ ہوگا، جب تک شوہر اس میں سے بقدر گیارہ روپے سوا تین آنہ کچھ کوڑیاں کم کے تمھیں ادا نہ کرے یعنی لہ عہ ۳ ر ۲ ۲/۵ پائی جس وقت اس قدر اس میں سے تمھارے قبضہ میں آئے گا اُس وقت اس مقدار کا چالیسواں حصّہ دینا واجب ہوگا اور اگر کچھ قبضہ میں نہ آئے گا تو اس زکوٰۃ کا ادا کرنا واجب نہ ہوگا،

قال الشامی فی مسئلۃ المغصوب قال والظاھر علی القول بالوجوب ان حکم الدین القوی اھ ای فیجب عند قبض اربعین درھما[1]

علامہ شامی نے مسئلہ مغصوب میں فرمایا کہ ظاہر وجوب کا قول ہی ہے کیونکہ یہی دین قوی کا حکم ہے اھ یعنی چالیس درہم کے قبضہ پر ایک درہم لازم ہوگا۔ (ت)

ہاں اگر تم نے وہ زیور انھیں دے ہی دیا تھا اس کی قیمت کبھی لینے کا خیال نہ تھا تو تم پر اس کی زکوٰۃ واجب ہی نہیں کہ ایسی حالت میں تمھیں استحقاقِ واپسی نہ رہا جبکہ کسی قرینہ سے شوہر کو مالک کردینا سمجھا گیا ہو، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۸ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص کا روپیہ اگر قرض میں پھیلا ہو تو اس کی زکوٰۃ اس کے ذمہ فرض ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جو روپیہ قرض میں پھیلا ہے اس کی بھی زکوٰۃ لازم ہے مگر جب بقدر نصاب یا خمس نصاب وصول ہو اُس وقت ادا واجب ہوگی جتنے برس گزرے ہوں سب کا حساب لگا کر۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۹ ۸ شوال ۱۳۱۴ھ

(ا) شوہر میرا قرضدار ہے اور میرے پاس زیور ہے زکوٰۃ کے لائق، اور میرا شوہر کا معاملہ ایک ہے، اور میرے پاس جو کچھ روپیہ ہوا تو شوہر کے قرضہ میں دے دیا یہ سمجھ کر کہ میرا اور اُن کا معاملہ واحد ہے بلکہ شوہر کو معلوم بھی

---

[1] ردالمحتار باب زکوٰۃ المال مصطفی البابی مصر ۲/ ۳۹

Marfat.com

بعد کو ہوا، اب میرا نہ شوہر پر تقاضا ہے نہ یہ گفتگو ہوئی کہ میں نے معاف کردیا بلکہ اپنا اُن کا معاملہ ایک سمجھ کر قرضہ میں دے دیا۔ اب جو زیور ہے وہ قرضہ سے بہت کم ہے لیکن زکوٰۃ کے لائق ہے اس صورت میں زکوٰۃ دینا فرض ہے یا نہیں؟ اور خرچ بال بچوں کا بہت ہے آمد بہت کم ہے، اگر زکوٰۃ فرض ہو تو کچھ ایسی صورت بتائیے کہ جس میں زکوٰۃ بھی ادا ہوجائے اور خرچ کو تکلیف نہ ہو۔

(۲) جو روپیہ میری والدہ کے پاس سے مجھ کو ملا تھا میں نے شوہر کے قرضہ میں دے دیا یا گھر میں بال بچوں کے خرچ میں صرف ہوا زکوٰۃ کا حال معلوم نہ تھا کہ مجھ پر فرض ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) عورت اور شوہر کا معاملہ دنیا کے اعتبار سے کتنا ہی ایک ہو مگر اللہ عزوجل کے حکم میں وہ جدا جدا ہیں، جب تمہارے پاس زیور زکوٰۃ کے قابل ہے اور قرض تم پر نہیں شوہر پر ہے تو تم پر زکوٰۃ ضرور واجب ہے اور ہر سال تمام پر زیور کے سوا جو روپیہ یا اور زکوٰۃ کی کوئی چیز تمہاری اپنی ملک میں تھی اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہوئی، جو روپے تم نے بغیر شوہر کے کہے بطور خود ان کے قرضہ میں دے دیا وہ تمہارا احسان سمجھا جائے گا اس کا مطالبہ شوہر سے نہیں ہوسکتا، بال بچوں کا خرچ باپ کے ذمہ ہے تمہارے ذمہ نہیں، زکوٰۃ دینے سے خرچ کی تکلیف نہ سمجھو بلکہ اُس کا نہ دینا ہی تکلیف کا باعث ہوتا ہے نحوست اور بے برکتی لاتا ہے اور زکوٰۃ دینے سے مال بڑھتا ہے اللہ تعالٰی برکت و فراغت دیتا ہے، قرآن مجید میں اللہ کا وعدہ ہے، اللہ تعالٰی سچا اور اس کا وعدہ سچا، والسلام۔

(۲) اگر روپیہ تم نے شوہر کو دیا کہ اس سے اپنا قرض ادا کرلو اور اُسے دے ڈالنا مقصود نہ تھا تو وہ روپیہ تمہارا شوہر پر قرض ہے،

فی العقود الدریة عن لسان الحکام دفع الیه دراھم فقال له انفقها ففعل فھو قرض کما لو قال اصرفھا الی حوائجك[1]

عقود الدریہ میں لسان الحکام سے ہے کہ اگر کسی کو یہ کہتے ہوئے دراہم دئے گئے کہ تم انھیں خرچ کرو اب اس نے خرچ کرلیے تو یہ قرض ہے جیسا کہ کہا ہو کہ تُو اسے اپنی ضروریات میں خرچ کرے (ت)

اس صورت میں تو وہی حکم ہے کہ اس کی زکوٰۃ تم پر سال بسال واجب جب تک نصاب باقی رہے، مگر یہ زکوٰۃ دینا اسی وقت لازم ہوگا جب شوہر سے بقدر للعہ ۳/ کے وصول پاؤ گی، اُس وقت اس زکوٰۃ میں سے ساڑھے چار آنے دینے واجب ہوں گے کچھ کوڑیاں کم یعنی ۴ر ۵ $\frac{19}{25}$ پائی، اور اگر شوہر کو دے ڈالا یا بطور خود بغیر شوہر کی

---

[1] العقود الدریۃ کتاب الھبۃ حاجی عبدالغفار و پسران تاجران کتب ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۹۱

Marfat.com

درخواست کے اُن کے قرضہ میں دے دیا تو یہ روپیہ اور نیز وہ جو بچوں کے خرچ میں صرف ہُوا اُن میں یہ دیکھا جائے گا کہ زکوٰۃ کا سال تمام ہونے سے پہلے یہ روپیہ دے ڈالا اور صَرف ہو گیا جب تو کچھ نہیں، اور اگر بعد زکوٰۃ واجب ہونے کے دے دیا اور اُٹھ گیا تو جب تک باقی تھا اتنی مدت کی زکوٰۃ واجب رہی جب سے دے ڈالا خرچ ہو گیا زکوٰۃ لازم نہ ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱ صفر ۱۳۳۲ھ

عورت پر مہر کی زکوٰۃ کون سی صورت سے واجب ہو گی مثلاً مہر غیر معجل ہے یا کہ معجل اور غیر معجل دونوں میں عورت نے معاف کر دیا یا کہ معجل اور غیر معجل دونوں میں شوہر نے ادا نہ کیا عورت پر جب بھی کیا زکوٰۃ واجب ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

معجل مہر سے جب بقدر خمس نصاب ہو اُس وقت عورت پر زکوٰۃ واجب الادا ہو گی اور پہلے دیتی رہے تو بہتر ہے اور یہ مہر جو عام طور پر بلا تعیینِ وقت باندھا جاتا ہے جس کا مطالبہ عورت قبلِ موت و طلاق نہیں کر سکتی اس پر زکوٰۃ کی صلاحیت بعد وصول ہو گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

Marfat.com

رسالہ

اعزّ الاکتناہ فی ردّ صدقۃ مانع الزّکوٰۃ

۱۳۰۹

(زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کے صدقۂ نفلی کے رَد کے متعلق نادر تحقیقِ حقیق)

مسئلہ ۲۷: از پیلی بھیت مرسلہ عبدالرزاق خاں ذیقعدۃ الحرام ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنے روپیہ کی زکوٰۃ تو نہیں دیتا ہے مگر روپیہ مصرفِ خیر میں صرف کرتا ہے یعنی ہر روز فقراء کو زرِ نقد و غلہ تقسیم کرتا ہے، اور ایک مسجد بنوائی ہے، اور ایک گاؤں اس روپیہ سے خرید کر واسطے خیرات کے ہبہ کر دیا ہے اور تا حیات خود زرِ توفیر اس کا صرف کرتا رہے مصرف خیر میں۔ اب ایک اور شخص یہ کہتا ہے کہ جس روپیہ کی زکوٰۃ نہیں دی گئی ہے، اس روپیہ سے کسی قسم کی خیرات جائز نہیں ہے، ہر روز کی خیرات اور بنوانا مسجد کا اور گاؤں کا ہبہ کرنا سب اکارت ہے۔ فلہذا فتوٰی طلب کیا جاتا ہے کہ جس روپیہ کی زکوٰۃ نہیں دی گئی ہے اس روپیہ کو مصرفِ خیر میں صَرف کرنا جیسا کہ بالا مذکور ہے درست ہے یا نہیں؟ اور اگر درست نہیں ہے تو اس موضع کو ہبہ سے واپس لے کر دوبارہ اس قصد سے ہبہ کرے کہ اس موضع کی توفیر ہو جو ہر سال وصول ہوا کرے گی بالعوض اس زرِ زکوٰۃ کے جو اس کے ذمہ زمانہ ماضیہ کی دین ہے صرف ہُوا کرے۔ بینوا توجروا

المکلف: عبدالرزاق خاں ولد نتھو خاں کھنڈ ساری ساکن پیلی بھیت محلہ اشرف خاں

Marfat.com

الجواب

زکوٰۃ اعظم فروضِ دین و اہم ارکانِ اسلام سے ہے، ولہذا قرآن عظیم میں بتیس[۳۲] جگہ نماز کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا اور طرح طرح سے بندوں کو اس فرضِ اہم کی طرف بلایا، صاف فرمادیا کہ زنہار نہ سمجھنا کہ زکوٰۃ دی تو مال میں سے اتنا کم ہوگیا، بلکہ اس سے مال بڑھتا ہے۔

یمحق اللہ الربٰو و یربی الصدقات[۱] — اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو (ت)

بعض درختوں میں کچھ اجزائے فاسدہ اس قسم کے پیدا ہو جاتے ہیں کہ پیڑ کی اٹھان کو روک دیتے ہیں، احمق نادان انھیں نہ تراشے گا کہ میرے پیڑ سے اتنا کم ہو جائے گا، پر عاقل ہوشمند تو جانتا ہے کہ ان کے چھانٹنے سے یہ نونہال لہلہا کر درخت بنے گا ورنہ یوں ہی مرجھا کر رہ جائے گا، یہی حساب زکوٰۃ کی مال کا ہے۔

حدیث[۱] میں حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ماخالطت الصدقۃ اومال الزکوٰۃ مالا الا افسدتہ[۲] رواہ البزار والبیہقی عن ام المومنین الصدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

زکوٰۃ کا مال جس میں ملا ہوگا اسے تباہ و برباد کردے گا۔ اسے بزار اور بیہقی نے ام المومنین الصدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔

دوسری[۲] حدیث میں ہے حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ماتلف مال فی بر ولا بحر الا بحبس الزکوٰۃ[۳] اخرجہ الطبرانی فی الاوسط عن ابی ھریرۃ عن امیر المومنین عمر الفاروق الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

خشکی و تری میں جو مال تلف ہوا ہے وہ زکوٰۃ نہ دینے ہی سے تلف ہوا ہے۔ اسے طبرانی نے اوسط میں ابوہریرہ سے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔

تیسری[۳] حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من ادی زکوٰۃ مالہ فقد اذھب اللہ شرہ[۴] اخرجہ ابن خزیمۃ فی صحیحہ والطبرانی

جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی بیشک اللہ تعالٰی نے اس مال کا شر اس سے دور کر دیا۔ اسے ابن خزیمہ

---

[۱] القرآن ۲/۲۷۶

[۲] شعب الایمان للبیہقی حدیث ۳۵۲۲ فصل الاستعفاف عن المسئلۃ دارالکتب العلمیہ بیروت ۳/۲۷۳

[۳] مجمع الزوائد بحوالہ المعجم اوسط باب فرض الزکوٰۃ دارالکتاب العربی بیروت ۳/۶۳

[۴] صحیح ابن خزیمہ حدیث ۲۲۵۸ المکتب الاسلامی بیروت ۴/۱۳

Marfat.com

فی الاوسط والحاکم فی المستدرک عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

نے اپنی صحیح میں، طبرانی نے معجم اوسط میں اور حاکم نے مستدرک میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔

چوتھی حدیث میں ہے حضور اعلیٰ صلوٰۃ اللہ وسلامہٗ علیہ فرماتے ہیں:

حصنوا اموالکم بالزکوٰۃ وداووا مرضاکم بالصدقۃ[1] رواہ ابوداؤد فی مراسیلہ عن الحسن والطبرانی والبیہقی وغیرھما من جماعۃ من الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اپنے مالوں کو مضبوط قلعوں میں کرلو زکوٰۃ دے کر، اور اپنے بیماروں کا علاج کرو خیرات سے۔ اسے ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں امام حسن بصری سے اور طبرانی و بیہقی اور دیگر محدثین نے صحابہ کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اے عزیز! ایک بے عقل گنوار کو دیکھ کہ تخم گندم اگر پاس نہیں ہوتا بہزار دقت قرض دام سے حاصل کرتا اور اسے زمین میں ڈال دیتا ہے، اس وقت تو وہ اپنے ہاتھوں سے خاک میں ملا دیا مگر امید لگی ہے کہ خدا چاہے تو یہ کھونا بہت کچھ پانا ہو جائے گا۔ تجھے اس گنوار کے برابر بھی عقل نہیں، یا جس قدر ظاہری اسباب پر بھروسہ ہے اپنے مالک جل وعلا کے ارشاد پر اتنا اطمینان بھی نہیں کہ اپنے مال بڑھانے اور ایک ایک دانہ ایک ایک پیڑ بنانے کو زکوٰۃ کا بیج نہیں ڈالتا۔ وہ فرماتا ہے، زکوٰۃ دو تمہارا مال بڑھے گا۔ اگر دل میں اس فرمان پر یقین نہیں جب تو کھلا کفر ہے، ورنہ تجھ سے بڑھ کر احمق کون کہ اپنے یقینی نفع دین ودنیا کی ایسی بھاری تجارت چھوڑ کر دونوں جہانوں کا زیان مول لیتا ہے۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان تمام اسلامکم ان تؤدوا زکوٰۃ اموالکم[2] رواہ البزار عن علقمۃ۔

تمہارے اسلام کا پورا ہونا یہ ہے کہ اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرو۔ اسے بزار نے حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

حدیث: حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من کان یؤمن باللہ ورسولہ فلیؤد زکوٰۃ

جو اللہ اور اللہ کے رسول پر ایمان لاتا ہو اسے لازم

---

[1] کتاب المراسیل باب الصائم یصیب اہلہ (۲۰) مکتبہ علمیہ لاہور ص ۶۲

[2] کشف الاستار عن زوائد البزار باب وجوب الزکوٰۃ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۴۱۶

Marfat.com

مالہ[1] رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

ہے کہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرے۔ اسے طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔

حدیث[۲]: حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس کے پاس سونا یا چاندی ہو اور اس کی زکوٰۃ نہ دے قیامت کے دن اس زر وسیم کی تختیاں بنا کر جہنم کی آگ میں تپائیں گے پھر ان سے اس شخص کی پیشانی اور کروٹ اور پیٹھ پر داغ دیں گے، جب وہ تختیاں ٹھنڈی ہو جائیں گی پھر انھیں تپا کر داغیں گے قیامت کے دن کہ پچاس ہزار برس کا ہے، یونہی کرتے رہیں گے یہاں تک کہ تمام مخلوق کا حساب ہو چکے[2]۔ اخرجہ الشیخان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بخاری ومسلم نے اسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

مولیٰ تعالیٰ فرماتا ہے:

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم ○ یوم یحمٰی علیھا فی نار جہنم فتکوٰی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون ○[3]

اور جو لوگ جوڑتے ہیں سونا چاندی اور اسے خدا کی راہ میں نہیں اٹھاتے یعنی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے انھیں بشارت دے دُکھ کی مار کی جس دن تپایا جائے گا وہ سونا چاندی جہنم کی آگ سے، پس داغی جائیں گی اس سے ان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں، یہ ہے جو تم نے اپنے لیے جوڑ کر رکھا تھا اب چکھو مزا اس جوڑنے کا۔

پھر اس داغ دینے کو بھی نہ سمجھئے کہ کوئی چہکا لگا دیا جائے گا یا پیشانی و پشت وپہلو کی چربی نکل کر بس ہوگی بلکہ اس کا حال بھی حدیث سے سُن لیجئے:

حدیث[۴]: سیّدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ان کے سرپستان پر وہ جہنم کا گرم پتھر رکھیں گے کہ سینہ توڑ کر شانہ سے نکل جائے گا اور شانہ کی ہڈی پر رکھیں گے کہ ہڈیاں توڑتا سینہ سے نکلے گا۔ اخرجہ الشیخان

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۳۵۶۱ عن عبداللہ ابن عمر مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۲/۴۲۴

[2] صحیح مسلم باب اثم مانع الزکوٰۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۱۸

[3] القرآن ۹/۳۴

[4] صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب ما ادی زکوٰتہ فلیس بکنز قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۹

Marfat.com

عن الاحنف بن قیس (اسے امام بخاری و مسلم نے حضرت احنف بن قیس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت) اور فرمایا: میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ پیٹھ توڑ کر کروٹ سے نکلے گا اور گدّی توڑ کر پیشانی سے۔[1] رواہ مسلم (اسے امام مسلم نے روایت کیا۔ ت)

اور اس کے ساتھ اور بھی ایک کیفیت سُن رکھئے:

حدیث ۵: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: کوئی روپیہ دوسرے روپے پر نہ رکھا جائے نہ کوئی اشرفی دوسری اشرفی سے چھُوجائے گی بلکہ زکوٰۃ دینے والے کا جسم اتنا بڑھادیا جائے گا کہ لاکھوں کروڑوں جوڑے ہوں تو ہر روپیہ جُدا داغ دے گا۔[2] رواہ الطبرانی فی الکبیر (اسے طبرانی نے معجم کبیر میں نقل کیا ہے۔ ت)

اے عزیز! کیا خدا و رسول کے فرمان کو یونہی ہنسی ٹھٹھا سمجھتا ہے یا پچاس ہزار برس کی مدت میں یہ جانکاہ مصیبتیں جھیلنی سہل جانتا ہے، ذرا یہیں کی آگ میں ایک آدھ روپیہ گرم کرکے بدن پر رکھ دیکھ، پھر کہاں یہ خفیف گرمی کہاں وہ قہر آگ، کہاں یہ ایک ہی روپیہ کہاں وہ ساری عمر کا جوڑا ہوا مال، کہاں یہ منٹ بھر کی دیر کہاں وہ ہزار دن برس کی آفت، کہاں یہ ہلکا سا چہکا کہاں وہ ہڈیاں توڑ کر پار ہونے والا غضب۔ اللہ تعالٰی مسلمان کو ہدایت بخشے، آمین!

حدیث ۶: مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دے گا وہ مال روزِ قیامت گنجے اژدہے کی شکل بنے گا اور اس کے گلے میں طوق ہوکر پڑے گا۔ پھر سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کتاب اللہ سے اس کی تصدیق پڑھی کہ رب عزوجل فرماتا ہے:

سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیٰمۃ[3]۔ | جس چیز میں بخل کر رہے ہیں قریب ہے کہ طوق بناکر ان کے گلے میں ڈالی جائے قیامت کے دن۔

رواہ ابن ماجۃ والنسائی وابن خزیمۃ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ | اسے ابن ماجہ، نسائی اور ابن خزیمہ نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے (ت)

حدیث ۷: فرماتے ہیں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: وہ اژدہا منہ کھول کر اس کے پیچھے دوڑے گا، یہ بھاگے گا، اس سے فرمایا جائے گا: لے اپنا وہ خزانہ کہ چھپا کر رکھا تھا کہ میں اس سے غنی ہوں۔ جب دیکھے گا کہ

---

[1] صحیح مسلم باب اثم مانع الزکوٰۃ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۳۲۱
[2] مجمع الزوائد بحوالہ المعجم الکبیر باب فرض الزکوٰۃ دارالکتاب العربی بیروت ۳/۶۵
[3] القرآن ۳/۱۸۰
[4] سنن النسائی باب التغلیظ فی حبس الزکوٰۃ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۲۷۲

Marfat.com

اس اژدہا سے کہیں مفر نہیں، ناچار اپنا ہاتھ اس کے مُنہ میں دے دے گا وُہ ایسا چبائے گا جیسے نر اونٹ چباتا ہے[1] رواہ مسلم عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

حدیث[8]: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: جب وُہ اژدہا اس پر دوڑے گا یہ پُوچھے گا تُو کون ہے؟ کہے گا میں تیرا وُہ بے زکوٰتی مال ہُوں جو چھوڑ مرا تھا، جب یہ دیکھے گا کہ وُہ پیچھا کیے ہی جارہا ہے ہاتھ اس کے منہ میں دے دے گا وہ چبائے گا، پھر اس کا سارا بدن چبا ڈالے گا[2] اخرجہ البزار والطبرانی وابنا خزیمۃ وحبان عن ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے بزار، طبرانی، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے حضرت ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث[9]: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: وُہ اژدہا اُس کا منہ اپنے پھن میں لے کر کہے گا: میں تیرا مال ہُوں میں تیرا خزانہ ہُوں[3] رواہ البخاری والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے بخاری اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

حدیث[10]: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: فقیر ہرگز ننگے بھُوکے ہونے کی تکلیف نہ اُٹھائیں گے مگر اغنیاء کے ہاتھوں، سُن لو ایسے تونگروں سے اللہ تعالٰی سخت حساب لے گا اور انھیں دردناک عذاب دے گا[4] رواہ الطبرانی عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ (اسے طبرانی نے امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث[11]: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: زکوٰۃ نہ دینے والا ملعون ہے زبانِ پاک محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر[5]۔ رواہ ابن خزیمۃ واحمد وابویعلٰی وابن حبان (اسے

---

[1] صحیح مسلم باب اثم مانع الزکوٰۃ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۳۲۱

[2] کشف الاستار عن زوائد البزار باب فیمن منع الزکوٰۃ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۴۱۸
المعجم الکبیر مروی از ثوبان رضی اللہ عنہ حدیث ۱۴۰۸ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲/۹۱

[3] صحیح البخاری باب اثم مانع الزکوٰۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۸

[4] مجمع الزوائد بحوالہ معجم اوسط باب فرض الزکوٰۃ دار الکتاب العربی بیروت ۳/۶۲

[5] صحیح ابن خزیمہ باب ذلعن لاوی الصدقۃ المکتب الاسلامی بیروت ۴/۹
کنز العمال بحوالہ ن عن ابن مسعود حدیث ۹۷۵۰ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۴/۱۰۴

Marfat.com

ابن خزیمہ، احمد، ابویعلیٰ اور ابن حبان نے روایت کیا۔ ت)

حدیث[۱۲]: مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سُود کھانے والے اور کھلانے والے اور اس پر گواہی کرنے والے اور اس کا کاغذ لکھنے والے، زکوٰۃ نہ دینے والے ان سب کو قیامت کے دن ملعون بتایا[۱]۔ رواہ الاصبہانی (اسے اصبہانی نے روایت کیا۔ ت)

حدیث[۱۳] کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: قیامت کے دن تونگروں کے لیے محتاجوں کے ہاتھ سے خرابی ہے۔ محتاج عرض کریں گے اے رب ہمارے! انھوں نے ہمارے وُہ حقوق جو تُو نے ہمارے لیے ان پر فرض کیے تھے ظلماً نہ دئے۔ اللہ عزوجل فرمائے گا: مجھے قسم ہے اپنے عزّت وجلال کی کہ تمھیں اپنا قُرب عطا کروں گا اور انھیں دُور رکھوں گا[۲]۔ رواہ الطبرانی وابوالشیخ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے طبرانی اور ابوالشیخ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث[۱۴] کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ لوگ دیکھے جن کے آگے پیچھے غرقی لنگوٹیوں کی طرح کچھ چیتھڑے تھے اور جہنّم کی گرم آگ پتھر اور تھوہر اور سخت کڑوی جلتی بدبو گھانس چوپایوں کی طرح چرتے پھرتے تھے۔ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پُوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ عرض کی: یہ زکوٰۃ نہ دینے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم نہیں فرماتا[۳]۔ رواہ البزار عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے بزار نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث[۱۵]: دو عورتیں خدمتِ والا میں سونے کے کنگن پہنے حاضر ہوئیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کی زکوٰۃ دوگی؟ عرض کی: نہ۔ فرمایا: کیا چاہتی ہو کہ اللہ تعالیٰ تمھیں آگ کے کنگن پہنائے؟ عرض کی: نہ۔ فرمایا: زکوٰۃ دو[۴]۔ رواہ الترمذی والدارقطنی واحمد وابوداؤد والنسائی عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (اسے ترمذی، دارقطنی، احمد، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث[۱۶]: ایک بی بی چاندی کے چھلّے پہنے تھیں، فرمایا: ان کی زکوٰۃ دوگی؟ انھوں نے کچھ انکار سا کیا۔

---

[۱] کنز العمال بحوالہ ھب عن علی حدیث ۹۷۸۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/۱۰۷

[۲] مجمع الزوائد بحوالہ المعجم الاوسط باب فرض الزکوٰۃ دار الکتاب العربی بیروت ۳/۶۲

[۳] کشف الاستار عن زوائد البزار باب منہ فی الاسراء حدیث ۵۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۳۸

[۴] جامع الترمذی باب ماجاء فی زکوٰۃ الحلی آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۸۱

Marfat.com

فرمایا، تو یہی تجھے جہنم میں لے جانے کو بہت ہیں[1]۔ رواہ ابوداود والدارقطنی عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا (اسے ابو داؤد اور دارقطنی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۲: کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: زکوٰۃ نہ دینے والا قیامت کے دن دوزخ میں ہوگا[2]۔ رواہ الطبرانی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۳: فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم: دوزخ میں سب سے پہلے تین شخص جائیں گے، ان میں ایک وہ تونگر کہ اپنے مال میں عزوجل کا حق ادا نہیں کرتا[3]۔ رواہ ابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحیھما عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔ ت)

غرض زکوٰۃ نہ دینے کی جانکاہ آفتیں وہ نہیں جن کی تاب آسکے، نہ دینے والے کو ہزار سال ان سخت عذابوں میں گرفتاری کی امید رکھنا چاہئے کہ ضعیف البنیان انسان کی کیا جان، اگر پہاڑوں پر ڈالی جائیں سُرمہ ہو کر خاک میں مل جائیں، پھر اس سے بڑھ کر احمق کون کہ اپنا مال جھوٹے سچے نام کی خیرات میں صرف کرے اور اللہ عزوجل کا فرض اور اس بادشاہ قہار کا وہ بھاری قرض گردن پر رہنے دے، شیطان کا بڑا دھوکا ہے کہ آدمی کو نیکی کے پردے میں ہلاک کرتا ہے، نادان سمجھتا ہی نہیں، نیک کام کررہا ہوں، اور نہ جانا کہ نفل بے فرض نرے دھوکے کی ٹٹی ہے، اس کے قبول کی امید تو مفقود اور اس کے ترک کا عذاب گردن پر موجود۔ اے عزیز! فرض خاص سلطانی قرض ہے اور نفل گویا تحفہ و نذرانہ۔ قرض نہ دیجئے اور بالائی بیکار تحفے بھیجئے وہ قابل قبول ہوں گے خصوصاً اس شہنشاہ غنی کی بارگاہ میں جو تمام جہان و جہانیاں سے بے نیاز ہے؟ یوں یقین نہ آئے تو دنیا کے جھوٹے حاکموں ہی کو آزما لے، کوئی زمیندار مال گزاری تو بند کرلے اور تحفے میں ڈالیاں بھیجا کرے، دیکھو تو سرکاری مجرم ٹھہرتا ہے یا اس کی ڈالیاں کچھ بہبود کا پھل لاتی ہیں! ذرا آدمی اپنے ہی گریبان میں منہ ڈالے، فرض کیجئے آسامیوں سے کسی کھنڈساری کا رس بندھا ہوا ہے جب دینے کا وقت آئے وہ رس تو ہرگز نہ دیں مگر تحفہ میں آم خربوزے بھیجیں، کیا یہ شخص ان آسامیوں سے راضی ہوگا یا آتے ہوئے اس کی نادہندگی پر جو آزار انھیں پہنچا سکتا ہے ان آم خربوزے کے بدلے اس سے باز

---

[1] سنن ابی داؤد باب الکنز ماھو و زکوٰۃ الحلی آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۱۸

[2] مجمع الزوائد بحوالہ المعجم الصغیر باب فرض الزکوٰۃ دارالکتاب العربی بیروت ۳/۶۴

[3] صحیح ابن خزیمہ باب لذکر ادخال مانع الزکوٰۃ الخ المکتب الاسلامی بیروت ۴/۸

Marfat.com

آئے گا۔ سبحان اللہ! جب ایک گنہ گاری کے مطالبہ کا یہ حال ہے تو ملک الملوک احکم الحاکمین جل وعلا کے قرض کا کیا پوچھنا! امام محمد بن المبارک بن الصباح اپنے جزء املاء اور عثمان بن ابی شیبہ اپنی سنن اور ابونعیم حلیۃ الاولیاء اور ہناد فوائد اور ابن جریر تہذیب الآثار میں عبدالرحمن بن سابط و زبید و زبید پسران حارث ومجاہد سے راوی:

لما حضر ابابکرن الموت دعا عمر فقال اتق الله یا عمر واعلم ان لہ عملا بالنہار لا یقبلہ باللیل وعملا باللیل لا یقبلہ بالنہار واعلم انہ لا یقبل نافلۃ حتی تؤدی الفریضۃ الحدیث۔ ذکرہ العلامۃ ابراھیم بن عبداللہ الیمنی المدنی الشافعی فی الباب الثالث عشر من کتاب "القول الصواب فی فضل عمر بن الخطاب" وفی الباب التاسع عشر من کتاب "التحقیق فی فضل الصدیق" وھو اول کتب کتبہ "الاکتفا فی فضل الاربعۃ الخلفاء"۔ ورواہ الامام الجلیل الجلال السیوطی رحمہ اللہ تعالٰی فی الجامع الکبیر فقال عن عبدالرحمن بن سابط و زبید و زبید بن الحارث و مجاھد قالوا لما حضر الخ

یعنی جب خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نزع کا وقت ہوا امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بلا کر فرمایا: اے عمر! اللہ سے ڈرنا اور جان لو کہ اللہ کے کچھ کام دن میں ہیں کہ انھیں رات میں کرو تو قبول نہ فرمائے گا اور کچھ کام رات میں کہ انھیں دن میں کرو تو مقبول نہ ہوں گے۔ اور خبردار ہو کہ کوئی نفل قبول نہیں ہوتا جب تک فرض ادا نہ کر لیا جائے الحدیث (اسے علامہ ابراہیم بن عبداللہ الیمنی المدنی الشافعی نے القول الصواب فی فضل عمر بن الخطاب کے باب ۱۳ میں اور کتاب التحقیق فی فضل الصدیق کے باب ۱۹ میں ذکر کیا ہے یہ پہلی کتاب ہے جو انھوں نے خود لکھی ہے جس کا نام الاکتفاء فی فضل الاربعۃ الخلفاء ہے، اسے امام جلیل جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالٰی نے جامع الکبیر میں عبدالرحمن بن سابط اور زبید و زبید بن الحارث اور مجاہد سے روایت کیا کہ جب نزع کا وقت آیا الخ۔ ت)

حضور پرنور سیدنا غوث اعظم مولائے اکرم حضرت شیخ محی الملۃ والدین ابو محمد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی کتاب مستطاب فتوح الغیب شریف میں کیا کیا جگر شگاف مثالیں ایسے شخص کے لیے ارشاد فرمائی ہیں جو فرض چھوڑ کر نفل بجا لائے۔ فرماتے ہیں: اس کی کہاوت ایسی ہے جیسے کسی شخص کو بادشاہ

۱؎ حلیۃ الاولیاء ذکر المہاجرین ۱ ابوبکر الصدیق دارالکتاب العربی بیروت ۱/ ۳۶

۲؎ المسانید والمراسیل من الجامع الکبیر حدیث ۱۸۹ مسند ابوبکر الصدیق دارالفکر بیروت ۱۳/ ۵۳

Marfat.com

اپنی خدمت کے لیے بلائے، یہ وہاں تو حاضر نہ ہُوا اور اس کے غلام کی خدمتگاری میں موجود رہے۔ پھر حضرت امیر المومنین مولی المسلمین سیدنا مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے اس کی مثال نقل فرمائی کہ جناب ارشاد فرماتے ہیں: ایسے شخص کا حال اس عورت کی طرح ہے جسے حمل رہا جب بچہ ہونے کے دن قریب آئے اسقاط ہوگیا اب وہ نہ حاملہ ہے نہ بچہ والی۔ یعنی جب پُورے دنوں پر اگر اسقاط ہو تو محنت تو پوری اٹھائی اور نتیجہ خاک نہیں کہ اگر بچہ ہوتا تو ثمرہ خود موجود تھا حمل باقی رہتا تو آگے امید لگی تھی اب نہ حمل نہ بچہ، نہ اُمید نہ ثمرہ اور تکلیف وہی جھیلی جو بچہ والی کو ہوتی۔ ایسے ہی اس نفل خیرات دینے والے کے پاس سے روپیہ تو اٹھا مگر جبکہ فرض چھوڑا یہ نفل بھی قبول نہ ہُوا تو خرچ کا خرچ ہوا اور حاصل کچھ نہیں۔ اسی کتاب مبارک میں حضور مولیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ:

فان اشتغل بالسنن والنوافل قبل الفرائض لم یقبل منه واھین[1]

یعنی فرض چھوڑ کر سنّت ونفل میں مشغول ہوگا یہ قبول نہ ہوں گے اور خوار کیا جائے گا۔

یُوں ہی شیخ محقق مولانا عبد الحق محدّث دہلوی قدس سرہٗ نے اس کی شرح میں فرمایا کہ:

ترک آنچہ لازم وضروری ست واہتمام بآنچہ نہ ضروری است از فائدہ عقل وخرد دوراست چہ دفع ضرر اہم ست برعاقل از جلب نفع بلکہ بحقیقت نفع دریں صورت ملتفی است[2]

لازم اور ضروری چیز کا ترک اور جو ضروری نہیں اس کا اہتمام عقل وخرد میں فائدہ سے دُور ہے کیونکہ عاقل کے ہاں حصولِ نفع سے دفعِ ضرر اہم ہے بلکہ اس صورت میں نفع ملتفی ہے۔ (ت)

حضرت شیخ الشیوخ امام شہاب الملّۃ والدّین سُہروردی قدس سرہ العزیز عوارف شریف کے باب الثامن والثلثین میں حضرت خواص رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے نقل فرماتے ہیں:

بلغنا ان اللہ لایقبل نافلۃ حتی یؤدی فریضۃ یقول اللہ تعالیٰ مثلکم کمثل العبد السوء بداء بالھدیۃ قبل قضاء الدین[3]

ہمیں خبر پہنچی کہ اللہ عزّوجل کوئی نفل قبول نہیں فرماتا یہاں تک کہ فرض ادا کیا جائے، اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے فرماتا ہے کہاوت تمھاری بدبندہ کی مانند ہے جو قرض ادا کرنے سے پہلے تحفہ پیش کرے۔

خود **حدیث** میں ہے: حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] [2] فتوح الغیب مع شرح عبد الحق الدہلوی المقالۃ الثامنۃ والاربعون منشی نولکشور لکھنؤ ص ۲۷-۲۷۲

[3] عوارف المعارف ملحق باحیاء العلوم باب ۳۸ فی ذکر آداب الصلوٰۃ الخ مکتبہ ومطبعہ المشھد الحسینی قاہرہ ص ۱۶۸

Marfat.com

اربع فرضهن اللّٰه فی الاسلام فمن جاء بثلث لم یغنین عنه شیئًا حتی یاتی بهن جمیعًا الصلٰوۃ والزکوٰۃ وصیام رمضان وحج البیت[1] رواہ الامام احمد فی مسندہ بسند حسن عن عمارۃ بن حزم رضی اللّٰه تعالٰی عنه۔

چار چیزیں اللّٰہ تعالٰی نے اسلام میں فرض کی ہیں جو ان میں سے تین[3] ادا کرے وہ اسے کچھ کام نہ دیں جب تک پوری چاروں نہ بجالائے نماز، زکوٰۃ، روزۂ رمضان، حج کعبہ (اسے امام احمد نے اپنی مسند میں سند حسن کے ساتھ حضرت عمارہ بن حزم رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

سیدنا عبداللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

امرنا باقام الصلٰوۃ وایتاء الزکوٰۃ ومن لم یزك فلاصلٰوۃ له[2] رواہ الطبرانی فی الکبیر بسند صحیح۔

ہمیں حکم دیا گیا کہ نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور جو زکوٰۃ نہ دے اس کی نماز قبول نہیں (اسے طبرانی نے المعجم الکبیر میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ت)

سُبحان اللّٰہ! جب زکوٰۃ نہ دینے والے کی نماز، روزے، حج تک مقبول نہیں تو اس نفل خیرات نام کی کائنات سے کیا امید ہے بلکہ انھی سے اصبہانی کی روایت میں آیا کہ فرماتے ہیں:

من اقام الصلٰوۃ ولم یؤت الزکوٰۃ فلیس بمسلم ینفعه[3]

جو نماز ادا کرے اور زکوٰۃ نہ دے وہ مسلمان نہیں کہ اسے اس کا عمل کام آئے۔

الٰہی! مسلمان کو ہدایت فرما آمین!

بالجملہ اس شخص نے آج تک جس قدر خیرات کی، مسجد بنائی، گاؤں وقف کیا، یہ سب امور صحیح ولازم تو ہوگئے کہ اب نہ دی ہوئی خیرات فقیر سے واپس کرسکتا ہے نہ کیے ہوئے وقف کو پھیر لینے کا اختیار رکھتا ہے، نہ اس گاؤں کی توفیر ادائے زکوٰۃ، خواہ اپنے اور کسی کام میں صرف کرسکتا ہے کہ وقف بعد تمامی لازم وحتمی ہوجاتا ہے جس کے ابطال کا ہرگز اختیار نہیں رہتا۔

فی الدر المختار الوقف عندھما ھو حبسھا علی ملك اللّٰه تعالٰی فیلزم فلا یجوز

درمختار میں ہے کہ وقف صاحبین کے نزدیک اللّٰہ تعالٰی کی ملکیت میں چلے جانے کی وجہ سے لازم ہوجاتا ہے

---

[1] مسند احمد بن حنبل — حدیث زیاد بن نعیم — دار الفکر بیروت ۴/ ۲۰۱
کنز العمال بحوالہ حب عن عمارہ بن حزم — حدیث ۳۳ — موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۳۰

[2] مجمع الزوائد بحوالہ المعجم الکبیر — باب فرض الزکوٰۃ — دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۶۲

[3] الترغیب والترہیب بحوالہ اصبہانی — الترہیب من منع الزکوٰۃ — مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۴۰

Marfat.com

لہ ابطالہ ولا یورث عنہ وعلیہ الفتوٰی[1]، ملخصا۔

لہٰذا اس کا ابطال جائز نہیں، اور نہ ہی اس کا کوئی وارث ہوسکتا ہے، اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

مگر بااین ہمہ جب تک زکوٰۃ پُوری پُوری نہ ادا کرے ان افعال پر امیدِ ثواب وقبول نہیں کہ کسی فعل کا صحیح ہو جانا اور بات ہے اور اس پر ثواب ملنا مقبولِ بارگاہ ہونا اور بات ہے، مثلاً اگر کوئی شخص دکھاوے کے لیے نماز پڑھے نماز صحیح تو ہوگئی فرض اُتر گیا، پر نہ قبول ہوگی نہ ثواب پائے گا، بلکہ الٹا گناہگار ہوگا، یہی حال اس شخص کا ہے۔ اے عزیز! اب شیطان لعین کہ انسان کا عدو مبین ہے بالکل ہلاک کر دینے اور یہ ذرا سا ڈورا جو قصد خیرات کا لگا رہ گیا ہے جس سے فقراء کو تو نفع ہے اسے بھی کاٹ دینے کے لیے یوں فقرہ سُجھائے گا کہ جو خیرات قبول نہیں تو کرنے سے کیا فائدہ، چلو اسے بھی دُور کرو، اور شیطان کی پُوری بندگی بجالاؤ، مگر اللہ عزوجل کو تیری بھلائی اور عذابِ شدید سے رہائی منظور ہے، وہ تیرے دل میں ڈالے گا کہ اس حکمِ شرعی کا جواب یہ نہ تھا جو اس دشمنِ ایمان نے تجھے سکھایا اور رہا سہا بالکل ہی متمرد و سرکش بنایا بلکہ تجھے تو فکر کرنی تھی جس کے باعث عذابِ سلطانی سے بھی نجات ملتی اور آج تک کہ یہ وقف و مسجد و خیرات بھی سب مقبول ہوجانے کی اُمید پڑتی، بھلا غور کرو وہ بات بہتر کہ بگڑتے ہُوئے کام پھر بن جائیں، اکارت جاتی محنتیں از سرِ نو ثمرہ لائیں یا معاذاللہ یہ بہتر کہ رہی سہی نام کو جو صورتِ بندگی باقی ہے اسے بھی سلام کیجئے اور کھُلے ہُوئے سرکشوں، اشتہاری باغیوں میں نام لکھالیجئے، وہ نیک تدبیر یہی ہے کہ زکوٰۃ نہ دینے سے توبہ کیجئے، آج تک کہ جتنی زکوٰۃ گردن پر ہے فوراً دل کی خوشی کے ساتھ اپنے رب کا حکم ماننے اور اسے راضی کرنے کو ادا کر دیجئے کہ شہنشاہِ بے نیاز کی درگاہ میں باغی غلاموں کی فہرست سے نام کٹ کر فرماں بردار بندوں کے دفتر میں چہرہ لکھا جائے۔ مہربان مولا جس نے جان عطا کی، اعضا دیئے، مال دیا، کروڑوں نعمتیں بخشیں، اس کے حضور منہ اُجالا ہونے کی صورت نظر آئے اور مژدہ ہو، بشارت ہو، نوید ہو، تہنیت ہو کہ ایسا کرتے ہی اب تک جس قدر خیرات دی ہے وقف کیا ہے، مسجد بنائی ہے، ان سب کی بھی مقبولی کی اُمید ہوگی کہ جس جُرم کے باعث یہ قابلِ قبول نہ تھے جب وہ زائل ہوگیا انھیں بھی باذن اللہ تعالیٰ شرفِ قبول حاصل ہوگیا۔ چارۂ کار تو یہ ہے آگے ہر شخص اپنی بھلائی بُرائی کا اختیار رکھتا ہے، مدتِ دراز گزرنے کے باعث اگر زکوٰۃ کا تحقیقی حساب نہ معلوم ہوسکے تو عاقبت پاک کرنے کے لیے بڑی سے بڑی رقم جہاں تک خیال میں آسکے فرض کرلے کہ زیادہ جائے گا تو ضائع نہ جائے گا بلکہ تیرے رب مہربان کے پاس تیری بڑی حاجت کے وقت کے لیے جمع رہے گا

---

[1] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۷۷

وہ اس کا کامل اجر جو تیرے حوصلہ وگمان سے باہر ہے عطا فرمائے گا، اور کم کیا تو بادشاہ قہار کا مطالبہ جیسا ہزار روپیہ کا ویسا ہی ایک پیسے کا۔ اگر بدیں وجہ کہ مال کثیر اور قرنوں کی زکوٰۃ ہے یہ رقم وافر دیتے ہُوئے نفس کو درد پہنچے گا، تو اول تو یہ ہی خیال کر لیجئے کہ قصور اپنا ہے سال بہ سال دیتے رہتے تو یہ گٹھڑی کیوں بندھ جاتی، پھر خدائے کریم عزّوجل کی مہربانی دیکھئے، اس نے یہ حکم نہ دیا کہ غیروں ہی کو دیجئے بلکہ اپنوں کو دینے میں دُونا ثواب رکھا ہے، ایک تصدق کا، ایک صلہ رحم کا۔ تو جو اپنے گھر سے پیارے دل کے عزیز ہوں جیسے بھائی، بھتیجے، بھانجے، انھیں دے دیجئے کہ ان کا دینا چنداں ناگوار نہ ہوگا، بس اتنا لحاظ کر لیجئے کہ نہ وہ غنی ہو نہ غنی باپ زندہ کے نابالغ بچے، نہ اُن سے علاقۂ زوجیت یا ولادت ہو یعنی نہ وُہ اپنی اولاد میں نہ آپ انکی اولاد میں۔ پھر اگر رقم ایسی ہی فراواں ہے کہ گویا ہاتھ بالکل خالی ہُوا جاتا ہے تو دئے بغیر تو چھٹکارا نہیں، خدا کے وہ سخت عذاب ہزاروں برس تک جھیلنے بہت دشوار ہیں، دُنیا کی یہ چند سانسیں تو جیسے بنے گزر ہی جائیں گی، تاہم اگر یہ شخص اپنے ان عزیزوں کو بہ نیتِ زکوٰۃ دے کر قبضہ دلائے پھر وہ ترس کھا کر بغیر اس کے جبر و اکراہ کے اپنی خوشی سے بطور ہبہ جس قدر چاہیں واپس کر دیں تو سب کے لیے سراسر فائدہ ہے، اس کے لیے یہ کہ خدا کے عذاب سے چھُوٹا اللہ تعالےٰ کا قرض وفرض ادا ہُوا اور مال بھی حلال و پاکیزہ ہو کر واپس ملا، جو رہا وُہ اپنے جگرپاروں کے پاس رہا، ان کے لیے یہ فائدہ ہیں کہ دنیا میں مال ملا عقبےٰ میں اپنے عزیز مسلمان بھائی پر ترس کھانے اور اسے ہبہ کرنے اور اس کے ادائے زکوٰۃ میں مدد دینے سے ثواب پایا، پھر اگر ان پر پُورا اطمینان ہو تو زکوٰۃ سالہا سال کا حساب لگانے کی بھی حاجت نہ رہے گی، اپنا کل مال بطور تصدق انھیں دے کر قبضہ دلادے پھر وہ جس قدر چاہیں اسے اپنی طرف سے ہبہ کر دیں، کتنی ہی زکوٰۃ اس پر تھی سب ادا ہوگئی اور سب مطلب بر آئے اور فریقین نے ہر قسم کے دینی و دنیوی نفع پائے، مولیٰ عزّوجل اپنے کرم سے توفیق عطا فرمائے آمین آمین یارب العالمین۔ واللہ تعالےٰ اعلم وعلمہ اتم۔

مسئلہ ۲۳: از شہر محلہ ملوک پور مرسلہ جناب سیّد محمد علی صاحب نائب ناظر فریدپور۔ ۳۰ رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ

زکوٰۃ کس ماہ میں دینا اولیٰ ہے یا یہ کہ زیور اور روپیہ تو جب پورا سال گزر جائے؟

الجواب

جب سال تمام ہو فوراً فوراً پُورا ادا کرے، ہاں اوّلیت چاہے تو سال تمام ہونے سے پہلے پیشگی ادا کرے، اس کے لیے بہتر ماہِ مبارک رمضان ہے جس میں نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ستّر فرضوں کے برابر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

Marfat.com

مسئلہ ۲۰ از بنارس مسجد بی بی راجی متصل شفاخانہ مرسلہ مولوی حکیم عبدالغفور صاحب ۱۳۱۲ھ

ماقولکم ایھاالعلماء (اے علماء کرام! آپ کا کیا ارشاد ہے) دریں مسئلہ کہ زید پیشہ طبابت کرتا ہے اور کچھ گولیاں اس کے پاس ہیں کہ بحساب فی روپیہ ۴ گولیاں علی العموم بیماروں کو دیتا ہے لیکن لاگت اصل ۴ گولیوں کی ۴ پیسے ہے، جب مطب میں کوئی غریب مصرفِ زکوٰۃ آجاتا ہے تو ۴ گولی مذکور الصدر جس کی قیمت اصلی ۴ پیسے ہے دے کر ایک روپیہ ادائے زکوٰۃ میں شمار کرتا ہے، اس صورت میں بموجب اس کے خیال کے ایک روپیہ زکوٰۃ میں سے ادا ہوگا یا ایک آنہ جو لاگتِ اصلی ہے؟ بیّنوا توجّروا۔

الجواب

ہر چند ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنے پیشہ کی چیز برضائے مشتری ہزار روپے کو بیچے جبکہ اس میں کذب و فریب و مغالطہ نہ ہو، مگر زکوٰۃ وغیرہا صدقاتِ واجبہ میں جہاں واجب شئی کی جگہ اس کی غیر کوئی چیز دی جائے تو صرف بلحاظِ قیمت جانبین ہی دی جاسکتی ہے،

فی التبیین لوادی من خلاف جنسہ تعتبر القیمۃ بالاجماع[1] اھ وفی التاتارخانیۃ عن التحفۃ الواجب فی الابل الانوثۃ حتی لایجوز الذکور الا بطریق القیمۃ[2] اھ وفی محیط الامام السرخسی فی صدقۃ الفطر ان دقیق الحنطۃ والشعیر وسویقھما مثلھما والخبز لایجوز الا باعتبار القیمۃ وھو الاصح[3] اھ الکل فی الھندیۃ۔

تبیین میں ہے کہ اگر شئی کے غیر جنس سے زکوٰۃ ادا کرنا ہو تو بالاتفاق قیمت کا اعتبار ہوگا اھ اور تاتارخانیہ میں تحفہ سے ہے کہ اونٹوں میں اگر مؤنث لازم ہے تو اب مذکر سے ادائیگی جائز نہیں مگر بطورِ قیمت اھ امام سرخسی کی محیط کے صدقۃ الفطر میں ہے کہ گندم و جَو کا آٹا اور ان کے ستو ایک دوسرے کی مثل ہیں لیکن روٹی نہیں دی جاسکتی، ہاں قیمت کے اعتبار سے، اور یہی اصح قول ہے اھ مکمل تفصیل ہندیہ میں ملاحظہ کیجئے۔ (ت)

اور قیمت وہ کہ نرخ بازار سے جو حیثیت شئی کی ہو، نہ وہ کہ بائع اور مشتری میں اُن کی تراضی سے قرار پائے کہ وہ ثمن ہے،

---

[1] تبیین الحقائق باب زکوٰۃ المال مطبعہ کبرٰی امیریہ بولاق مصر ۱/۲۷۰
[2] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ تاتارخانیہ الفصل الثانی فی الفروض نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۸۱
[3] " " محیط السرخسی الباب الثامن فی صدقۃ الفطر " " ۱/۱۹۱

Marfat.com

فی ردالمحتار الفرق بین الثمن والقیمۃ ان الثمن ما تراضی علیہ المتعاقدان سواء زاد علی القیمۃ او نقص والقیمۃ ما قوم بہ الشیئ بمنزلۃ المعیار من غیر زیادۃ ولا نقصان[۱]

ردالمحتار میں ہے کہ ثمن اور قیمت میں فرق ہے، جس پر متعاقدان راضی ہوجائیں وہ ثمن ہوں گے خواہ قیمت شیئ سے زائد ہو یا کم، بغیر کسی کمی و زیادتی کے شیئ کے معیاری عوض کا نام قیمت ہے۔ (ت)

تو اُن گولیوں کی بہ لحاظ نرخ بازار جس قدر مالیت ہوا سی قدر زکوٰۃ میں مجرا ہوں گے اُس سے زائد دین الٰہی رہا کہ فوراً واجب الادا ہے، ہاں اگر زیادہ محسوب کرنا چاہے تو اس کی سبیل یہ نہیں بلکہ یُوں ہے کہ مصرف زکوٰۃ کو گولیاں ہبۃً نہ دے اس کے ہاتھ بیع کرلے، اب بیع میں اختیار ہے جو ثمن چاہے اس کی رضامندی سے ٹھہرا لے اگرچہ شئی کی حیثیت سے کتنا ہی زائد ہو بشرطیکہ مشتری عاقل بالغ ہو، اور اسے سمجھا دے کہ اگر تیرے پاس قیمت نہیں تو اس کا اندیشہ نہ کر میں خود اپنے پاس سے تجھے دے کر سبکدوش کردوں گا، اب مثلاً ۴ گولیاں ایک روپیہ کو اس کے ہاتھ بیچے وُہ خریدے اس کا ایک روپیہ اس پر دین ہوگیا پھر ایک روپیہ بہ نیت زکوٰۃ اسے دے کر قبضہ کرادے پھر اپنے آتے میں روپیہ اس سے واپس لے، اگر وُہ عذر کرے تو جبراً لے سکتا ہے کہ اتنے میں وُہ اس کا مدیون ہے، یوں اسے ۴ گولیاں مفت ملیں گی اور اس کی زکوٰۃ سے ایک روپیہ ادا ہوجائے گا،

فی الدرالمختار حیلۃ الجواز ان یعطی مدیونہ الفقیر زکوتہ ثم یاخذھا من دینہ ولو امتنع المدیون مدیدہ واخذھا لکونہ ظفر بجنس حقہ[۲] واللہ تعالٰی اعلم

درمختار میں ہے کہ حیلہ جواز یہ ہے کہ آدمی اپنے مقروض فقیر کو زکوٰۃ دے پھر اس سے قرضہ وصول کرے، اگر مقروض نہ دے تو چھین لے کیونکہ وہ اپنے حق کی جنس پر قادر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۷۵ تا ۷۷: از بمبئی ۹ ہوٹل آئسکریم مسئولہ شیخ امام علی صاحب رضوی ۱۵ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک شخص نے کچھ زمین کسی زمیندار سے ٹھیکہ میں لی اس کے پاس دس ہزار روپیہ جمع کیا، میعاد ٹھیکہ کی مقرر نہیں، یہ طے ہوا کہ جس وقت روپیہ واپس کریں گے زمین ٹھیکہ سے نکال لیں گے اور اس شخص نے زمین سے نفع حاصل کرنے کی اجازت دی، اس روپیہ کی زکوٰۃ کا کیا حکم ہے اور کس طریقہ سے اس کی زکوٰۃ دی جائے؟

(۲) اگر ایک شخص کے پاس دس بگھہ زمین کاشتکاری کی ہے اور وُہ پانچ بگھہ زمین میں بارش سے غلہ

---

[۱] ردالمحتار باب خیار الشرط مصطفی البابی مصر ۴/ ۵۷
[۲] درمختار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۳۰

Marfat.com

اگاتا ہے اور پانچ بیگھہ زمین کو کنوئیں یا دریائی پانی سے سینچ کر غلّہ پیدا کرتا ہے اور غلہ صرف اتنا ہی ہوتا ہے کہ جو خاندان کے لیے کافی ہوتا ہے بچت نہیں، اس صورت میں اُس کے عشر اور زکوٰۃ کا کیا حکم ہے ؟

(۳) اگر کسی شخص نے ایک دُکان میں دس ہزار روپیہ کا سامان یعنی میز کرسی اور برتن وغیرہ خرید کر گاہکوں کے استعمال کے لیے لگا دیا اور دُکان میں فروخت کی اشیاء روزانہ یا دوسرے تیسرے دن لاکر فروخت کرتا ہے تو اس دس ہزار روپیہ کی زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟ اور روزانہ جو آمدنی ہوتی ہے اس کو اپنے خرچ میں لاتا ہے ؟

الجواب

(۱) یہ کوئی صورت ٹھیکہ کی نہیں، ٹھیکہ میں نفع کے مقابل روپیہ ہوتا ہے نہ یہ کہ نفع لیا جائے اور واپسی زمین پر روپیہ واپس ہو جائے، یہ صورت قرض کی ہے اور زمین رہن ہے اور اس سے نفع لینا جائز نہیں اور اس کی زکوٰۃ اس روپے والے پر واجب، اگرچہ واجب الادا اس وقت ہو گی جب وہ قرض بقدر نصاب یا خمس نصاب اُس کو وصول ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) زکوٰۃ تو نہ غلّہ پر ہے نہ زمین پر، اگر سونا یا چاندی تمام حاجاتِ اصلیہ سے فارغ بقدر نصاب ہو اور سال گزرے تو زکوٰۃ واجب ہو گی اور عشر بہرحال واجب ہے، مینہ کی پیداوار پر دسواں حصہ اور پانی دی ہوئی پر بیسواں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) جس دن وہ مالکِ نصاب ہُوا تھا جب اُس پر سال پُورا گزرے گا اُس وقت جتنا سونا چاندی یا تجارت کا مال میز کرسی وغیرہ جو کچھ بھی ہو بقدر نصاب اس کے پاس تمام حاجات اصلیہ سے فارغ موجود ہو گا اس پر زکوٰۃ فرض ہو گی، روزمرہ کے خرچ میں جو خرچ ہو گیا ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از کانپور محلہ فیل خانہ کہنہ مسئولہ سید محمد آصف صاحب ۹ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

حضور کے فتاوٰی جلد اول مطبوعہ کے حاشیہ پر یہ عبارت ہے کہ :

"جس کے عزیز محتاج ہوں اسے منع ہے کہ انھیں چھوڑ کر غیروں کو اپنے صدقات دے، حدیث میں فرمایا: ایسے کا صدقہ قبول نہ ہو گا اور اللہ تعالےٰ روزِ قیامت اس کی طرف نظر نہ فرمائے گا۔" عزیز سے کون کون شخص مراد ہیں ؟

الجواب

عزیزوں میں ذو رحم محرم مقدم ہیں پھر باقی ذو رحم، ان سے پھیر کر اجنبی کو صدقہ نہ دے۔ پھیرنے کے معنی کا صدق چاہیے، مثلاً گداگروں کو جو ایک آدھ پیسہ یا روٹی کا ٹکڑا دیا جاتا ہے کہ اپنے اعزّا کو نہیں دے سکتا، اور دے تو وہ نہ لیں گے، وُہ ان سے پھیر کر دینا نہ ہُوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

Marfat.com

رسالہ

رادع التعسف عن الامام ابی یُوسف

۱۳۱۸ھ

(حیلہ زکوٰۃ کے بارے میں امام ابو یوسف پر غیر مقلدین کے اعتراض کا رد)

مسئلہ ۹: از گونڈہ ملک اودھ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ عبداللہ صاحب مدرس مذکور ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۱۸ھ

کتاب ظفر المبین مؤلفہ محی الدین غیر مقلد میں لکھا ہے کہ جناب قاضی ابویوسف صاحب آخر سال پر اپنا مال اپنی بی بی کے نام ہبہ کر دیا کرتے تھے اور اس کا مال اپنے نام ہبہ کرا لیا کرتے تھے تاکہ زکوٰۃ ساقط ہوجائے، یہ بات کسی نے امام ابوحنیفہ صاحب سے نقل کی انھوں نے فرمایا کہ یہ اُن کے فقہ کی جہت سے ہے اور درست فرمایا، چنانچہ اس امر کو ایک عالم صاحب مقلد نے بھی تصدیق کیا بلکہ یہ کہا اس معاملے کو امام بخاری صاحب نے بھی درج کتاب کیا ہے اور بہت نفرت کے ساتھ لکھا ہے اس کی تشریح و توضیح مدلل ارشاد فرمائی جائے۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم لک الحمد صل وسلم علی سیّد انبیائک واٰلہ وصحبہ وسائر اصفیائک اسألک حبّک وحبّ

اے اللہ تیرے ہی لیے حمد ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کے سربراہ پر صلوٰۃ وسلام، ان کی آل و اصحاب اور باقی تمام اصفیاء پر بھی۔ اے اللہ! میں آپ سے آپ کی

Marfat.com

اجبائك وحسن الادب مع جميع اولیائك و اعوذبك من غضبك و سخطك و سوء بلائك ۔

محبت، آپ کے محبوبوں کی محبت اور آپ کے تمام دوستوں کے ساتھ حسنِ ادب کا سوال کرتا ہوں، اور آپ کے غضب، ناراضگی اور گرفت سے پناہ مانگتا ہوں (ت)

اوّلاً صحیح بخاری شریف میں اوّل تا آخر کہیں اس حکایت کا پتا نہیں کہ امام ابویوسف اس کے عامل تھے امام اعظم مصدق ہوئے، امام بخاری نے صرف اس قدر لکھا کہ بعض علماء کے نزدیک اگر کوئی شخص سال تمام سے پہلے مال کو ہلاک کرے یا دے ڈالے یا بیچ کر بدل لے کہ زکوٰۃ واجب نہ ہونے پائے تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا، اور ہلاک کرکے مرجائے تو اس کے مال سے کچھ نہ لیا جائے گا، اور سال تمام سے پہلے اگر زکوٰۃ ادا کردے تو جائز و روا۔ اُن کی عبارت یہ ہے:

وقال بعض الناس فی عشرین و مائة بعیر حقتان فان اھلکھا متعمدا او وھبھا او احتال فیھا فرارا من الزکوٰۃ فلا شئ علیہ[1]

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ایک سو بیس[۱۲۰] اونٹوں میں دو[۲] حقہ ہیں اور اگر انھیں عمداً ہلاک کردیا یا انھیں کسی کو ہبہ کردیا یا زکوٰۃ سے بھاگنے کے لیے کوئی حیلہ کرلیا تو اب مالک پر زکوٰۃ نہیں ہوگی (ت)

پھر کہا:

وقال بعض الناس فی رجل له ابل فخاف ان تجب علیہ الصدقة فباعھا بابل مثلھا او بغنم او ببقر او بدراھم فرارا من الصدقة بیوم و احتیالا فلا شئ علیہ وھو یقول ان زکی ابله قبل ان یحول الحول بیوم او بسنة جازت عنه[2]

بعض لوگوں نے اس شخص کے بارے میں کہا جس کے پاس اونٹ ہوں وہ ڈرتا ہے کہ کہیں اس پر صدقہ لازم نہ ہوجائے پس وہ زکوٰۃ سے فرار اور حیلہ کرتے ہوئے ایک دن پہلے اس کی مثل اونٹوں سے بیچ دیتا ہے یا بکری یا گائے یا دراہم کے عوض بیچ دیتا ہے تو اب اس پر کوئی شئ لازم نہیں، اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر مالک نے اپنے اونٹ کی زکوٰۃ سال گزرنے سے ایک دن یا سال پہلے زکوٰۃ دے دی تو ادا ہوجائیگی۔ (ت)

پھر کہا:

وقال بعض الناس اذا بلغت الابل عشرین

بعض لوگوں نے کہا جب اُونٹ بیس[۲۰] ہوجائیں تو اس

---

[1] و [2] صحیح البخاری کتاب الحیل باب فی الزکوٰۃ والّا یفرق الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۰۲۹

Marfat.com

ففیھا اربع شیاہ فان وھبھا قبل الحول او باعھا فرارا واحتیالا لاسقاط الزکوۃ فلا شئ علیہ وکذلك ان اتلفھا فمات فلا شئ فی مالہ[۱]

میں چار بکریاں لازم ہوں گی، اب اگر اسقاطِ زکوٰۃ کیلئے حیلہ کرتے ہوئے سال گزرنے سے پہلے ان اونٹوں کو ہبہ کردیا تواب کوئی شئے لازم نہ ہوگی، اسی طرح اگر مالک نے ہلاک کردیا اور مالک فوت ہوگیا تواس کے مال میں کوئی شئی لازم نہ ہوگی۔ (ت)

اس میں نہ اُس حکایت کا کہیں نشان، نہ امام اعظم خواہ امام ابو یوسف کا نام، ایک مسئلہ میں بعض علماء کا صرف مذہب نقل کیا ہے کہ کوئی ایسا کرے تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا۔

ثانیًا ہمارے کتبِ مذہب نے اس مسئلہ میں امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی کا اختلاف نقل کیا اور صاف لکھ دیا کہ فتوٰی امام محمد کے قول پر ہے کہ ایسا فعل جائز نہیں۔ تنویر الابصار و درمختار و درر و غرر و جوہرہ وغیرہا میں ہے:

واللفظ للاولین (تکرہ الحیلۃ لاسقاط الشفعۃ بعد ثبوتھا وفاقا) کقولہ للشفیع اشترہ منی ذکرہ البزازی (واما الحیلۃ لدفع ثبوتھا ابتداً فعند ابی یوسف لاتکرہ وعند محمد تکرہ، ویفتی بقول ابی یوسف فی الشفعۃ) قیدہ فی السراجیۃ بما اذا کان الجار غیر محتاج الیہ واستحسنہ محشی الاشباہ (وبضدہ) وھوالکراھۃ (فی الزکوٰۃ) والحج واٰیۃ السجدۃ جوھرۃ[۲]

پہلی دونوں کتب کی عبارت یہ ہے (ثبوتِ شفعہ کے بعد اسقاط کے لیے حیلہ کرنا بالاتفاق مکروہ ہے) مثلاً شفیع کے لیے یہ کہنا کہ وہ چیز آپ مجھ سے خرید لیں۔ اسے بزازی نے ذکر کیا (لیکن ابتداً عدمِ ثبوت کے لیے حیلہ کرنا امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہیں، اور امام محمد کے ہاں مکروہ ہے شفعہ میں امام ابو یوسف کے قول پر فتوٰی ہے) سراجیہ میں اس قید کا اضافہ ہے کہ بشرطیکہ پڑوسی اس کا محتاج نہ ہو، محشیِ اشباہ نے اسے پسند کیا ہے اور زکوٰۃ، حج اور آیتِ سجدہ میں (اس کی ضد) بھی کراہت پر فتوٰی ہے، جوہرہ (ت)

ردالمحتار میں شرح درر البحار سے ہے: ھذا تفصیل حسن[۳] (یہ تفصیل خوبصورت ہے۔ ت) غمز العیون

---

[۱] صحیح البخاری کتاب الحیل باب فی الزکوٰۃ والا یفرق بین مجتمع الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۲۹

[۲] درمختار کتاب الشفعۃ باب ما یبطلھا مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۱۶

[۳] ردالمحتار " " مصطفی البابی مصر ۵/ ۱۷۳

Marfat.com

میں ہے :

الفتوی علی عدم جواز الحیلۃ لاسقاط الزکوٰۃ وھو قول محمد رحمہ اللہ تعالٰی وھو المعتمد[1]

فتوٰی حیلہ اسقاطِ زکوٰۃ کے عدمِ جواز پر ہے اور یہی امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کا قول ہے، اور اسی پر اعتماد ہے (ت)

مجمع الانہر میں شرح الکنز للعینی سے ہے :

المختار عندی ان لاتکرہ فی الشفعۃ دون الزکوٰۃ[2]

میرے نزدیک مختار یہ ہے کہ شفعہ میں حیلہ مکروہ نہیں لیکن زکوٰۃ میں مکروہ ہے۔ (ت)

وقایہ و اصلاح و ایضاح میں ہے :

واللفظ لھذین لایکرہ حیلۃ اسقاط الشفعۃ والزکوٰۃ عند ابی یوسف خلافا لمحمد و یفتی فی الاول بقول الاول وفی الثانی بقول الثانی[3]

ان دونوں کی عبارت یہ ہے : اسقاط شفعہ و زکوٰۃ کے لیے حیلہ امام ابویوسف کے نزدیک مکروہ نہیں لیکن امام محمد کو اس میں اختلاف ہے پہلے (شفعہ) میں پہلے امام (ابویوسف) کے قول پر اور دوسرے (زکوٰۃ) میں دوسرے امام (محمد) کے قول پر فتوٰی ہے۔ (ت)

امام الائمہ سراج الامہ حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب بھی یہی مذہبِ امام محمد ہے کہ ایسا فعل ممنوع و بد ہے۔ غمز العیون میں تاتارخانیہ سے ہے :

کان ذلک مکروھا عند الامام و محمد[4]

یہ (حیلہ) امام اعظم اور امام محمد دونوں کے نزدیک مکروہ ہے۔ (ت)

تو امام کی طرف وُہ نسبت تصویب کہ انھوں نے فرمایا (ابویوسف نے درست فرمایا) خود مذہبِ امام کے صریح خلاف ہے۔

ثالثاً بلکہ خزانۃ المفتین میں فتاوٰی کبرٰی سے ہے :

---

[1] غمز عیون البصائر الفن الخامس من الاشباہ والنظائر الخ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۲۹۲

[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل و تبطل الشفعۃ بتسلیم الکل اوالبعض داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۸۶

[3] شرح الوقایۃ کتاب الشفعۃ باب ماھی فیہ الخ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۷۰

[4] غمز عیون البصائر الفن الخامس من الاشباہ والنظائر وھو فن الحیل ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۲۹۲

Marfat.com

الحیلۃ فی ابطال الشفعۃ بعد ثبوتھا یکرہ لانہ ابطال لحق واجب و اما قبل الثبوت فلاباس بہ وھو المختار والحیلۃ فی منع وجوب الزکوٰۃ تکرہ بالاجماع[1]

ثبوت کے بعد ابطالِ شفعہ کے لیے حیلہ کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ حق واجب کو باطل کرنا ہے لیکن ثبوت سے پہلے حیلہ میں کوئی حرج نہیں، اور یہی مختار ہے اور وجوبِ زکوٰۃ میں رکاوٹ کے لیے حیلہ کرنا بالاجماع مکروہ ہے۔ (ت)

یہاں سے ثابت کہ ہمارے تمام ائمہ کا اس کے عدمِ جواز پر اجماع ہے، حضرت امام ابویوسف بھی مکروہ رکھتے ہیں ممنوع و ناجائز جانتے ہیں کہ مطلق کراہت کراہتِ تحریم کے لیے ہے خصوصاً نقل اجماع کہ یہاں ہمارے سب ائمہ کا مذہب متحد بتا رہی ہے اور شک نہیں کہ مذہب امام اعظم و امام محمد اس حیلہ کا ناجائز ہونا ہے، غمز العیون کے لفظ سُن چکے کہ صاف عدمِ جواز کی تصریح ہے **اقول** اگر بتطافر نقول خلاف بغرض توفیق اس روایت اجماع میں کراہت کو معنی اعم پر حمل کریں،

فربما تجیئ کذا کقولھم فی الصلوٰۃ کرہ کذا وکذا و ارادوا بہ المکروھات من القسمین۔

تو کبھی یوں بھی آتا ہے جیسا کہ فقہاء کا نماز کے باب میں کہنا کہ فلاں فلاں چیز مکروہ ہے اور مکروہات کی دونوں قسموں کو مراد لیتے ہیں (ت)

توحاصل یہ ہوگا کہ اس حیلہ کے مکروہ و ناپسند ہونے پر ہمارے ائمہ کا اجماع ہے، خلاف اس میں ہے کہ امام ابویوسف مکروہِ تنزیہی فرماتے ہیں اور امام اعظم و امام محمد مکروہِ تحریمی۔ اور فقیر نے بچشم خود امام ابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ کی متواتر کتاب مستطاب الخراج میں یہ عبارت شریفہ مطالعہ کی (مطبع میری بولاق مصر صفحہ ۴۵):

قال ابویوسف رحمہ اللہ لا یحل لرجل یؤمن باللہ والیوم الاٰخر منع الصدقۃ و لا اخراجھا من ملکہ الی ملك جماعۃ غیرہ لیفرقھا بذلك فتبطل الصدقۃ عنھا بان یصیر لکل واحد منھم من الابل والبقر والغنم مالایجب فیہ الصدقۃ و لایحتال فی ابطال الصدقۃ بوجہ ولا سبب بلغنا عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ

یعنی امام ابویوسف فرماتے ہیں کسی شخص کو جو اللہ و قیامت پر ایمان رکھتا ہو یہ حلال نہیں کہ زکوٰۃ نہ دے یا اپنی ملک سے دوسروں کی ملک میں دے دے جس سے ملک متفرق ہوجائے اور زکوٰۃ لازم نہ آئے کہ اب ہر ایک کے پاس نصاب سے کم ہے اور کسی طرح کسی صورت ابطالِ زکوٰۃ کا حیلہ نہ کرے، ہم کو ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث پہنچی ہے کہ انھوں نے فرمایا زکوٰۃ نہ دینے والا مسلمان نہیں رہتا، اور جو زکوٰۃ نہ دے اس کی

---

[1] خزانۃ المفتین

Marfat.com

انہ قال ما مانع الزکوٰۃ بمسلم ومن لم یؤدھا فلا صلوٰۃ لہ[1]   نماز مردود ہے۔

فتاوٰی کبرٰی و خزانۃ المفتین کی نقلِ اجماع عبارتِ اطلاق کی تائید کر رہی ہے اور اس کا اطلاق اُس اجماع کی امام ابو یوسف نے یہ کتاب مستطاب خلیفہ ہارون کے لیے تصنیف فرمائی ہے جبکہ امام خلافت ہارونی میں قاضی القضاۃ و قاضی الشرق والغرب تھے اُس میں کمال اعلانِ حق کے ساتھ خلیفہ کو وُہ ہدایات فرمائی ہیں جو ایک اعلیٰ درجے کے امام ربانی کے شایانِ شان تھیں کہ اللہ کے معاملے میں سُلطان و خلیفہ کسی کا خوف و لحاظ نہ کرے اور خلیفہ رحمہ اللہ تعالٰے نے ان ہدایات کو اسی طرح سنا ہے جو ایک خدا پرست سلطان و امیر المومنین کے لائق ہے کہ نصائحِ ائمہ و علماء اگرچہ بظاہر تلخ ہوں گوشِ قبول سے سُنے اور اُن کے حضور فروتنی کرے، یہ زمانہ امام کا آخر زمانہ تھا، حاضرینِ مجلس مبارک سیدنا امام اعظم یا اُس کے بعد کا قریب زمانہ جس میں خلافیاتِ ائمہ ثلٰثہ منقول ہُوئی ہیں اُس سے متقدم تھا، تو اس تقدیر پر نقل اجماع کو ظاہر سے پھیرنے کی حاجت نہیں، تطبیق یُوں ہوگی کہ امام ابی یوسف رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ نے اس قول سے رجوع فرمایا اور اُن کا آخر قول یہی ٹھہرا جو ان کے استاذ اعظم امام الائمہ اور شاگرد اکبر امام محمد کا ہے رضی اللہ تعالٰے عنہم اجمعین، اور ایک امام دین جب ایک قول سے رجوع فرمائے تو اب وہ اس کا قول نہ رہا، نہ اس پر طعن روا، نہ سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما پر طعن کیا کہ وُہ ابتداء میں جوازِ متعہ کے مدتوں قائل رہے ہیں یہاں تک کہ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے اپنے زمانۂ خلافت میں اُن سے فرمایا کہ آپ ہی اُوپر آزما دیکھیے، اگر متعہ کرو تو میں سنگسار کردوں، آخر زمانہ میں اس سے رجوع کیا اور فرمایا: اللہ عزوجل نے زوجہ و کنیز شرعی بس ان دو کو حلال فرمایا ہے فکل فرج سواھما حرام[2] ان دو کے سوا جو فرج ہے حرام ہے رواہ الترمذی (اسے ترمذی نے روایت کیا۔ ت) زید بن ارقم رضی اللہ تعالٰے عنہ پر طعن کیا جائے کہ وُہ پہلے سُود کی بعض صُورتیں حلال بتاتے تھے یہاں تک کہ اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا کہ زید کو خبر دے دو کہ اگر وہ اس قول سے باز نہ آئے تو انھوں نے جو حج و جہاد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہمراہِ رکاب کیا اللہ تعالٰے اسے باطل فرما دے گا[3] رواہ الدارقطنی (اسے دارقطنی نے روایت کیا۔ ت)

رابعًا یہ حکایت کسی سند مستند سے ثابت نہیں، اور بے سند مذکور ہونا طعن کے لیے کیا نفع دے سکتا ہے

---

[1] کتاب الخراج   باب فی الزیادۃ والنقصان الخ   مطبعہ بولاق مصر   ص ۸۶

[2] جامع الترمذی   ابواب النکاح   باب ماجاء فی نکاح المتعۃ   امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۳۳

[3] سنن الدارقطنی   کتاب البیوع   حدیث ۲۱۱   نشر السنۃ ملتان   ۳/۵۲

Marfat.com

وہ بھی ایسی کتاب میں خصوصاً جس میں تو وہ حدیثیں خود رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طرف ایسی منسوب ہیں جن کی نسبت ائمۂ حدیث نے جزم کیا کہ باطل و موضوع و مکذوب ہیں۔

ولکل فن رجال ولکل رجال مجال ویابی اللہ العصمۃ الا لکلامہ وکلام رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ہر فن کے ماہرین ہیں اور تمام ماہرین میں خطا کا امکان ہے، اللہ تعالیٰ نے عصمت صرف اپنے کلام اور اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلام ہی کو عطا فرمائی ہے۔ (ت)

مجتہد کے اجتہاد میں کسی فعل کا جواز آنا اور بات اور خود اس کا مرتکب ہونا اور بات، یہ اساطین دین الٰہی بارہا عوام کے لیے رخصت بتاتے اور خود عزیمت پر عمل کرتے، سیدنا امام اعظم امام الائمہ سراج الامہ کاشف الغمہ مالک الازمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں:

لا احرم النبیذ الشدید دیانۃ ولا اشربہ مروءۃ۔

میں نبیذ کو دیانۃً حرام نہیں کہتا لیکن مروتاً اسے پیتا نہیں ہوں۔ (ت)

اُن کے شاگرد محمد بن مقاتل رازی کہتے ہیں:

لو اعطیت الدنیا بحذافیرھا ما شربت المسکر یعنی نبیذ التمر والزبیب ولو اعطیت الدنیا بحذافیرھا ما افتیت بانہ حرام[1]۔ ذکرہ الامام البخاری فی الخلاصۃ۔

اگر تمام دنیا مجھے دے دی جائے تو میں نشہ آور چیز یعنی تمر اور زبیب کا نبیذ نہ پیوں گا، اور اگر مجھے تمام دنیا عطا کر دی جائے تو میں اس کے حرام ہونے کا فتویٰ نہیں دے سکتا، امام بخاری نے خلاصہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ (ت)

خامساً امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ الشریف احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں:

فان قیل ھل یجوز لعن یزید لانہ قاتل الحسین او امربہ قلنا ھذا لم یثبت اصلا فلا یجوز ان یقال انہ قتل او امربہ مالم یثبت فضلا عن اللعنۃ لانہ

اگر سوال کیا جائے کہ کیا یزید پر لعنت کرنا جائز ہے کیونکہ وہ امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا قاتل ہے یا اس نے آپ کے قتل کا حکم دیا ہے، تو ہم کہتے ہیں کہ یہ اصلاً ثابت نہیں جب تک ثابت نہ ہو جائے تو اسے

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الاشربہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۲۰۵

Marfat.com

لاتجوز نسبة مسلم الی کبیرة من غیر تحقیق نعم یجوز ان یقال قتل ابن ملجم علیا و قتل ابولؤلؤ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فان ذلک ثبت متواترا فلا یجوز ان یرمی مسلم بفسق وکفر من غیر تحقیق[1]

قاتل یا اس کا آمر نہ کہا جائے چہ جائیکہ اس پر لعنت کی جائے کیونکہ بغیر تحقیق کسی مسلمان کی طرف کبیرہ گناہ کی نسبت کرنا جائز نہیں، ہاں یہ کہنا جائز ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابن ملجم اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو ابولولو نے شہید کیا کیونکہ یہ تواتر سے ثابت ہے تو بغیر تحقیق کسی مسلمان کی طرف فسق یا کفر کی نسبت کرنا ہرگز جائز نہیں (ت)۔

اقول یہ فعل کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے حکایت کیا جاتا ہے آیا خطاء اجتہادی ہے یا اس کی قابلیت نہیں رکھتا بلکہ معاذ اللہ عمدًا فریضۃ اللہ سے معاندت ہے، بر تقدیر اول اس سے طعن کے کیا معنی مجتہد اپنی خطا پر ثواب پاتا ہے اگرچہ صواب کا ثواب دونا ہے، اور اگر عیاذًا باللہ شق ثانی فرض کی جائے تو فرض خود سے معاندت قطعًا کبیرہ ہے خصوصًا وہ بھی بر سبیلِ عادت جو (کردیا کرتے تھے) کا مفاد ہے خصوصًا اس زعم کے ساتھ کہ آخرت میں اس کا ضرر ہر گناہ سے زائد ہے تو معاذ اللہ اکبر الکبائر ہوا پھر کیونکر حلال ہوگیا کہ ایسے سخت کبیرہ شدید نہ کبیرہ بلکہ اکبر الکبائر کو ایک مسلمان نہ صرف مسلمان بلکہ امام المسلمین کی طرف بلا تواتر نہ فقط بے تواتر بلکہ محض بلا سند صرف حکی کی بنا پر نسبت کردیا جائے۔ سبحان اللہ! یزید پلید کی طرف تو یہ نسبت ناجائز و حرام ہو کہ اس نے امام مظلوم سیدنا حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو شہید کرایا اس لیے کہ اس کا حکم دینا اس خبیث سے متواتر نہیں اور سیدنا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ایسی شدید عظیم بات نسبت کرنا حلال ٹھہرے حالانکہ تواتر چھوڑ اصلاً کوئی ٹوٹی پھوٹی سند بھی نہیں۔

فقد تمت الحجة بالحجة علی الحجة و طهر به ذیل امام الحجة وللہ الحجة البالغة ولکل جواد کبوة ولکل صارم نبوة ولکل عالم هفوة ولقد صدق امام دار الهجرة عالم المدینة سیدنا الامام مالک بن انس رحمة اللہ تعالیٰ اذ یقول کل ماخوذ من قوله ومردود علیه الا صاحب هذا القبر صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم الا

اب حجت پر حجت کے ساتھ حجت تمام ہوگئی اور امام الحجۃ کا دامن پاک ہوگیا اور کامل حجت اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے، ہر شہسوار کو گرنا اور ہر تلوار کند ہونا ہے اور ہر عالم کو لغزش کا سامنا ہے ـــــ امام دار الہجرت عالم مدینہ سیدنا امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سچ فرمایا کہ ہر ایک کا قول ماخوذ بھی ہوسکتا ہے اور مردود بھی ماسوائے اس قبر کے مکین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ـــــ

[1] احیاء العلوم الآفۃ الثامنۃ اللعن مکتبہ ومطبعۃ المشہد الحسینی القاہرۃ ۳/۱۲۵

Marfat.com

ان الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ھفوات بدرت مھما ندرت یبتغون الفتنۃ فی الدین وایذاء قلوب المسلمین واللہ المستعان علی الطاغین والمردۃ الباغین ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

———— بلاشبہ وہ لوگ جن کے دلوں میں ٹیڑھ ہے وہ ان ہفوات کی اتباع کرتے ہیں جیسے بھی وُہ ظاہر ہوں اور اس سے دین میں فتنہ برپا کرکے مسلمانوں کے دلوں کو ایذا دیتے ہیں، ان سرکشوں اور مردود باغیوں کے خلاف اللہ تعالٰی مدد فرمانے والا ہے۔ (ت)

سادساً مجرد استقباح واستبعاد بے دلیل شرعی مسموع نہیں، نہ احکام زہاد احکام شرع پر حاکم، نماز میں قلتِ خشوع کو اہلِ سلوک کیا کیا سخت وشنیع مذمتیں نہیں کرتے، ایسی نماز کو باطل ومہمل وفاسد ومختل سمجھتے ہیں۔ اور فقہاء کا اجماع ہے کہ خشوع نہ رکنِ نماز ہے نہ فرض نہ شرط، مانحن فیہ کا محلِ اجتہاد نہ ہونا مخالف نے نہ بتایا نہ قیامت تک بتا سکتا ہے، پھر اجتہادِ مجتہد پر طعن کیا معنی رہا، فعل اگر بفرضِ غلط ایک آدھ بار وقوع بسندِ معتمد ثابت بھی ہوجائے تو کرنے اور کیا کرنے میں زمین آسمان کا بل ہے، نہ کان یفعل تکرار میں نص، کما بیناہ فی التاج المکلل فی انارۃ مدلول کان یفعل (جیسا کہ ہم نے اس بات کو اپنے رسالہ "التاج المکلل فی انارۃ مدلول کان یفعل" میں بیان کیا ہے۔ ت) واقعہ حال محتمل صد احتمال ہوتا ہے عروض ضرورت یا امر اہم یا کچھ نہ سہی تو بیانِ جواز ہی کہ فعلاً قولاً سے اکمل واتم اور (یہ اُن کی فقہ سے ہے) تصویب نہیں، اس کے معنی اس قدر کہ یہ اُن کا اجتہاد ہے جس کا حاصل صرف منع طعن ہے کہ مجتہد اپنے اجتہاد پر ملام نہیں، جس طرح حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے عکرمہ کو جب اُنھوں نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شکایت کی کہ وتر کی ایک رکعت پڑھی، جواب دیا دعہ فانہ فقیہ[1] انھیں کچھ نہ کہو کہ وہ مجتہد ہیں رواہ البخاری (اسے بخاری نے روایت کیا۔ ت)

ہاں دربارہ تصویب وتصدیق یہ حکایت کُتب میں منقول ہے کہ امام زین الملّۃ والدّین ابوبکر خواب میں زیارتِ اقدسِ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مشرف ہُوئے کسی شافعی المذہب نے امام ابویوسف کا یہ قول حضور کے سامنے عرض کیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ابویوسف کی تجویز حق ہے، یا فرمایا درست ہے۔ شرح نقایہ میں ہے:

وقد ایدہ ماصح عندنا ان افضل العلماء فی زمانہ واکمل العرفاء فی اوانہ زین الملۃ والدین ابوبکر

اس کی تائید وُہ واقعہ کرتا ہے جو ہمارے نزدیک صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ اپنے وقت کے افضل العلماء، اکمل العرفاء، زین الملت والدین

---

[1] صحیح بخاری باب ذکر معاویہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۳۱

ف: بخاری کے مقام مذکور پر دو حدیثیں منقول ہیں ایک کے الفاظ یہ ہیں دعہ فانہ صحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسری کے الفاظ یوں قال اصاب انہ فقیہ۔ اعلحضرت علیہ الرحمۃ نے دونوں حدیثوں کا اختصار نقل کیا ہے۔ نذیر احمد

Marfat.com

الناٰبادیؒ قد رای فی المنام ان شافعی المذھب قال فی مجلس النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان ابا یوسف جوز حیلۃ فی اسقاط الزکوٰۃ فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان ماجوزہ ابویوسف حق او صدق۔[1]

ابوبکر الناٰبادی نے خواب میں دیکھا کہ شافعی المذہب شخص نے مجلسِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عرض کیا کہ ابویوسف نے اسقاطِ زکوٰۃ میں حیلہ کو جائز رکھا ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ابویوسف نے جو تجویز کیا ہے وہ حق ہے یا درست ہے (ت)

سابعًا بعد وجوب منع کا حیلہ بالاجماع حرام قطعی ہے، یہاں کلام منعِ وجوب میں ہے یعنی وُہ تدبیر کرنی کہ ابتداءً زکوٰۃ واجب ہی نہ ہو۔ امام ابویوسف فرماتے ہیں اس میں کون سے حکم کی نافرمانی ہوئی، اللہ عزوجل نے سال تمام ہونے پر زکوٰۃ فرض کی جو بعد وجوب ادا نہ کرے بالاجماع عاصی ہے، یہ کہاں فرض کیا ہے کہ اپنے مال پر سال گزر بھی جانے دو، جس طرح یہ فرض فرمایا ہے کہ جو زاد و راحلہ و قدرت رکھتا ہو حج کرے یہ کب فرض کیا ہے کہ زاد و راحلہ واستطاعت کے قابل مال جمع بھی کرو، یونہی ہرگز واجب کیا مستحب بھی نہیں کہ قدرِ نصاب مال جوڑ کر سال بھر رکھ چھوڑو تاکہ زکوٰۃ واجب ہو، ائمہ دین کو تعلیم غل کی طرف منسوب کرنا بدگمانی ہے جو عوام مسلمین پر بھی جائز نہیں، اور حق یہ ہے کہ امامِ ممدوح کا یہ قول بھی اس لیے نہیں کہ لوگ اسے دستاویز بناکر زکوٰۃ سے بچیں، بلکہ وہ وقتِ ضرورت وحاجت پر محمول ہے، مثلاً کسی پر حج فرض ہوگیا تھا مال چوری ہوگیا، مصارفِ حج ونفقۂ عیالی کے لیے ہزار درم کی ضرورت ہے اس سے کم میں نہ ہوگا محنت وکوشش سے جمع کیے، آج قافلہ جانے کو ہے کل سالِ زکوٰۃ تمام ہوگا، اگر پچیس درہم نکل جائیں گے مصارف میں کمی پڑے گی، یہ ایسا حیلہ کرے کہ حج فرض سے محروم نہ رہے، یا کوئی شخص اپنے حال کو جانتا ہے کہ زکوٰۃ اُس سے ہرگز ہرگز قطعًا نہ دی جائے گی، اُس کا نفس ایسا غالب ہے کہ کسی طرح اس فرض کی ادا پر اصلًا قدرت نہ دے گا، یہ اس خیال سے ایسا کرے کہ بعد فرضیت ترک ادا وارتکابِ گناہ سے بچوں تو از قبیل من ابتلی ببلیتین اختار اھونھما (جو شخص دو مشکلات میں گھر جائے ان میں سے آسان کو اختیار کرے۔ ت) ہوگا۔ سراجیہ میں ہے:

اذا اراد ان یحتال لامتناع وجوب الزکوٰۃ لما انہ خاف ان لایؤدی فیقع فی المأثم فالسبیل ان یھب النصاب قبل تمام الحول من یثق بہ

جب کوئی امتناعِ وجوبِ زکوٰۃ کے لیے حیلہ کرتا ہے کہ وُہ اس بات سے ڈرتا ہے کہ اگر اس نے زکوٰۃ ادا نہ کی تو گناہگار ہوگا، تو اس کے لیے راستہ یہ ہے کہ سال گزرنے سے پہلے نصاب کسی بااعتماد آدمی کے

---

[1] شرح نقایہ

Marfat.com

ویسلمہ الیہ ثم یستوھبہ[1] حوالے کردے پھر اس سے بطور ہبہ واپس لے لے۔ (ت)

دیکھو تصریح ہے کہ یہ حیلہ گناہ سے بچنے کے لیے، نہ کہ معاذ اللہ گناہ میں پڑنے کے واسطے۔ حیل شرعیہ کا جواز خود قرآن عظیم و احادیث سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہے، ایوب علیہ الصلوٰۃ و السلام نے قسم کھائی تھی کہ اپنی زوجہ مقدسہ کو سَو کوڑے ماریں گے، رب العزت عزجلالہ نے فرمایا:

وخذ بیدك ضغثا فاضرب بہ ولا تحنث[2] یعنی سَو تیلیوں کی ایک جھاڑو بنا کر اُس سے ایک دفعہ مار لو اور قسم جھوٹی نہ کرو۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک کمزور شخص پر حد لگانے میں اسی حیلہ جمیلہ پر عمل فرمایا، ارشاد ہوا:

خذوا لہ عثکالا فیہ مائۃ شمراخ ثم اضربوہ بہ ضربۃ واحدۃ[3]۔ رواہ احمد وابن ماجۃ وابوداؤد وبمعناہ البغوی فی شرح السنۃ الاولان عن ابی امامۃ بن سھل عن سعید بن سعد بن عبادۃ والثالث عن ابی امامۃ بن سھل عن بعض الصحابۃ من الانصار والرابع عن سعید بن سعد بن عبادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم برجل[4] الحدیث ھذا حدیث حسن الاسناد ورواہ الرویانی فی مسندہ فقال حدثنا محمد بن المثنی نا عثمٰن بن عمر نا فلیح عن سھل بن سعد ان ولیدۃ فی عھد رسول اللہ

شاخہائے خرما کا ایک گچھا لے کر جس میں سَو شاخیں ہوں اُس سے ایک بار مار دو (اسے امام احمد، ابن ماجہ، ابوداؤد نے اور معناً بغوی نے شرح السنۃ میں روایت کیا ہے، پہلے دونوں محدثین نے حضرت ابوامامہ بن سہل اور انھوں نے سعید بن سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے اور تیسرے نے حضرت ابوامامہ بن سہل سے انھوں نے ایک انصاری صحابی سے روایت کی ہے، اور چوتھے نے حضرت سعید بن سعد بن عبادہ سے روایت کیا کہ نبی پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں ایک شخص کو لایا گیا، الحدیث۔ اس حدیث کی سند حسن ہے اور اسے رویانی نے اپنی سند میں یوں روایت کیا کہ ہمیں محمد بن مثنٰی نے انھیں

---

[1] فتاوٰی سراجیۃ کتاب الحیل والخوارج والخوارج منشی نولکشور لکھنؤ ص ۱۴۲

[2] القرآن ۳۸/ ۴۴

[3] مسند امام احمد بن حنبل حدیث سعید بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۵/ ۲۲۲

[4] شرح السنۃ باب حد المریض حدیث ۲۵۹۱ المکتب الاسلامی بیروت ۱۰/ ۳۰۳

Marfat.com

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حملت من الزنا، فسئلت من احبلك؟ فقالت احبلنی المقعد فسئل عن ذٰلك فاعترف فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ لضعیف عن الجلد فامر بمائۃ عثکول فضربہ بھا ضربۃ واحدۃ[1] اھ ھٰکذا وقع فیما رأیت انما المعروف ابن سھل سعید بن سعد وفی اخری لابن ماجۃ عن ابن سھل عن سعد بن عبادۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عثمان بن عمر نے انھیں فلیح نے حضرت سہل بن سعد سے بیان کیا کہ ایک لڑکی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں زنا سے حاملہ ہوگئی، پوچھا گیا یہ حمل کس کا ہے؟ اس نے کہا یہ اس لُولے کا ہے، پُوچھا گیا تو اس نے اعتراف کرلیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ کمزور ہے سَو کوڑوں کی سزا نہیں جھیل سکتا، لہٰذا آپ نے سَو شاخوں والے خُرما کی شاخ سے اسے ایک ضرب لگوائی اھ دیکھا تو میں نے یہی ہے مگر معروف ابن سہل سعید بن سعد ہیں، اور ابن ماجہ کی دوسری روایت میں ابن سہل نے حضرت سعد بن عبادہ سے بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے (ت)

خود صحیح بخاری شریف بلکہ صحیحین میں حضرت ابوسعید و حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ایک صاحب کو خیبر پر عامل بنا کر بھیجا، وُہ عمدہ خرمے وہاں سے لائے، فرمایا: کیا خیبر کے سب خُرمے ایسے ہی ہیں؟ عرض کی: نہیں یارسول اللہ! واللہ کہ ہم چھ سیر خُرموں کے بدلے یہ خرمے تین سیر، اور نو سیر دے کر اس کے چھ سیر خریدتے ہیں۔ فرمایا:

لاتفعل بع الجمع بالدراھم ثم ابتع بالدراھم جنیبا[2]

ایسا نہ کرو بلکہ ناقص یا پچمیل خرمے پہلے روپوں کے عوض بیچو پھر ان روپوں سے یہ عمدہ خرمے خریدو۔

اور ہر موزوں کے بارے میں یہی حکم فرمایا، نیز صحیحین میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ برنی چھوہارے کہ عمدہ قسم ہیں خدمتِ اقدس حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر لائے، فرمایا: یہ کہاں سے آئے ہیں؟ عرض کی: ہمارے پاس ناقص چھوہارے تھے اُن کے چھ سیر دے کر یہ تین سیر لیے، فرمایا:

اَوّہْ عین الربا لاتفعل ذٰلك ولکن

اُف خاص سُود ہے ایسا نہ کرو، ہاں جب بدلنا

---

[1]

[2] صحیح البخاری کتاب البیوع باب اذا اراد بیع تمر بتمر خیر منہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۹۳

Marfat.com

اذا اردت ان تشتری فبع التمر ببیع اٰخر ثم اشتر بہ[۱] چاہو تو اپنے چھوہارے اور چیز سے پہلے بیچ کر پھر اس سے اچھے چھوہارے مول لے لو۔

یہ شرعی حیلے نہیں تو اور کیا ہیں، باب حیل واسع ہے، اگر کلام کو وسعت دی جائے تطویل لازم آئے۔ اہلِ انصاف کو اسی قدر بس ہے، پھر جب اللہ و رسول اجازت دیں تعلیمیں فرمائیں تو ابو یوسف پر کیا الزام آسکتا ہے، ہاں ہمارے امام اعظم و امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہم نے یہ خیال فرمایا کہ کہیں اس کی تجویز عوام کے لیے مقصد شنیع کا دروازہ کھولے لہذا ممانعت فرمادی، اور ائمۂ فتوٰی نے اسی منع ہی پر فتوٰی دیا، امام بخاری بھی اگر امام محمد کا ساتھ دیں اور یہ قول امام ابی یوسف پسند نہ کریں تو امام ابی یوسف کی شانِ جلیل کو کیا نقصان، وہ کون سا مجتہد ہے جس کے بعض اقوال دوسروں کو مرضی نہ ہوئے، یہ رد و قبول تو زمانۂ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بلانکیر رائج و معمول ہے نہ بخاری کے اقوال مذکورہ میں کوئی کلمہ سخت نفرت کا ہے اُن سے صرف اتنا نکلتا ہے کہ یہ قول انھیں مختار نہیں، اور ہو بھی تو ان کی نفرت امام مجتہد کو کیا ضرر دے سکتی ہے، خصوصاً ائمہ حنفیہ لاسیما امام الائمہ امام اعلم رضی اللہ تعالٰی عنہ و عنہم کہ امام بخاری کے امام و متبوع سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ جن کی نسبت شہادت دیتے ہیں کہ تمام مجتہدین امام ابو حنیفہ کے بال بچے ہیں، حفظِ حدیث و نقدِ رجال و تنقیحِ صحت و ضعفِ روایات میں امام بخاری کا اپنے زمانے میں پایۂ رفیع والا، صاحبِ رتبۂ بالا، مقبولِ معاصرین و مقتدائے متاخرین ہونا مسلّم۔ کتبِ حدیث میں ان کی کتاب بیشک نہایت چیدہ و انتخاب جس کے تعالیق و متابعات و شواہد کو چھوڑ کر اصولِ مسانید پر نظر کیجئے تو ان میں گنجائش کلام تقریباً شاید ایسی ہی ملے جیسے مسائل ثانیہ امام اعظم میں، اور یہ بھی بحمد اللہ حنفیہ و شاگردان ابو حنیفہ و شاگردانِ شاگردِ ابو حنیفہ مثل امام عبداللہ بن المبارک و امام یحیٰی بن سعید قطان و امام فضیل بن عیاض و امام مسعر بن کرام و امام وکیع الجراح و امام لیث بن سعد و امام معلی بن منصور رازی و امام یحیٰی بن معین وغیرہم ائمہ دین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا فیض تھا کہ امام بخاری نے اُن کے شاگردوں سے علم حاصل کیا اور اُن کے قدم پر قدم رکھا اور خود امام بخاری کے استاذ اجل امام احمد بن حنبل امام شافعی کے شاگرد ہیں، وہ امام محمد کے، وہ امام ابو یوسف کے، وہ امام ابو حنیفہ کے، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین، مگر یہ کار اہم ایسا نہ تھا کہ امام بخاری اس میں ہمہ تن مستغرق ہوکر دوسرے کار راجل و اعظم یعنی فقاہت و اجتہاد کی بھی فرصت پاتے، اللہ عزوجل نے انھیں خدمت الفاظ کریمہ کے لیے بنایا تھا خدمتِ معانی ائمہ مجتہدین خصوصاً امام الائمہ ابو حنیفہ کا حصہ تھا۔ محدّث و مجتہد کی نسبت عطار و طبیب کی مثل ہے، عطار دوا شناس ہے اُس کی دُکان عمدہ عمدہ دواؤں سے مالا مال ہے مگر تشخیصِ مرض و معرفتِ علاج و طریقِ استعمال طبیب کا کام ہے

---

[۱] صحیح البخاری کتاب الوکالت باب اذا باع الوکیل شیئاً فاسداً الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۱۰

Marfat.com

عطار کامل اگر طبیب حاذق کے مدارکِ عالیہ تک نہ پہنچے معذور ہے خصوصاً ملک اطبائے حذاق امام ائمہ آفاق جو ثریا سے علم لے آیا جس کی دقتِ مقاصد کو اکابر ائمہ نے نہ پایا، بھلا امام بخاری تو نہ تابعین سے ہیں نہ تبع تابعین سے، امام اعظم کے پانچویں درجے میں جاکر شاگرد ہیں، خود حضرت امام اجل سلیمٰن اعمش کہ اجلۂ تابعین و امام ائمۂ محدثین سے ہیں حضرت سیدنا انس بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ خادم رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے شاگرد اور ہمارے امامِ اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے استاد، ان سے کچھ مسائل کسی نے پُوچھے اس وقت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی وہاں تشریف فرما تھے امام اعمش نے ہمارے امام سے فتویٰ لیا، ہمارے امام نے سب مسائل کا فوراً جواب دیا، اعمش نے کہا یہ جواب آپ نے کہاں سے پیدا کیے؟ فرمایا ان حدیثوں سے جو میں نے خود آپ سے سُنیں اور وُہ احادیث مع اسانید پڑھ کر بتا دیں، امام اعمش نے کہا :

حسبك ماحدثتك به فی مائة یوم تحدثنی به فی ساعة واحدة، ماعلمت انك تعمل بھذه الاحادیث یا معشر الفقهاء انتم الاطباء ونحن الصیادلة وانت ایها الرجل بکلا الطرفین[1]۔

یعنی بس کیجئے میں نے جو حدیثیں سَو دن میں بیان کیں آپ نے گھڑی بھر میں مجھے سنا دیں، مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ احادیث میں یہ کام کرتے ہیں اے مجتہدا تم طبیب ہو اور ہم محدثین عطار۔ اور اے ابوحنیفہ! تم نے دونوں کنارے گھیر لیے۔

یہ روایت امام ابنِ حجر مکی شافعی وغیرہ ائمۂ شافعیہ وغیرہم نے اپنی تصانیف خیرات الحسان وغیرہا میں بیان فرمائی، یہ تو یہ خود ان سے بدرجہا اجل و اعظم ان کے استاذ اکرم و اقدم امام عامر شعبی جنھوں نے پانسو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو پایا حضرت امیر المومنین مولیٰ علی و سعد بن ابی وقاص و سعید بن زید و ابوہریرہ و انس بن مالک و عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن عمرو عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن زبیر و عمران بن حصین و جریر بن عبداللہ و مغیرہ بن شعبہ و عدی بن حاتم و امام حسن و امام حسین وغیرہم بکثرت اصحابِ کرام رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے شاگرد اور ہمارے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے استاذ جن کا پایۂ رفیع حدیث میں ایسا تھا کہ فرماتے ہیں بیس سال گزرے ہیں کسی محدث سے کوئی حدیث میرے کان تک ایسی نہیں پہنچی جس کا علم مجھے اس محدث سے زائد نہ ہو۔ ایسے مقام والا مقام باآں جلالتِ شان فرماتے ہیں :

انا لسنا بالفقهاء ولکنا سمعنا الحدیث فرویناه للفقهاء من اذا

ہم لوگ فقیہ و مجتہد نہیں ہم نے تو حدیثیں سُن کر فقیہوں کے آگے روایت کردی ہیں جو ان پر مطلع ہو کر

---

[1] الخیرات الحسان الفصل الثلاثون فی سنده فی الحدیث ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۴

Marfat.com

علم عمل[1] نقله الزين فی تذکرة الحفاظ۔ کارروائی کرینگے۔ (اسے شیخ زین نے تذکرۃ الحفاظ میں نقل کیا ہے۔ ت)

کاش امام اجل سیدنا امام بخاری علیہ رحمۃ الباری اگر فرصت پاتے اور زیادہ نہیں دس بارہ ہی برس امام حفص کبیر بخاری وغیرہ ائمہ حنفیہ رحمہم اللہ تعالٰی سے فقہ حاصل فرماتے تو امام ابوحنیفہ کے اقوال شریفہ کی جلالتِ شان عظمتِ مکان سے آگاہ ہوجاتے، امام ابوجعفر طحاوی حنفی کی طرح ائمہ محدثین وائمہ فقہاء دونوں کے شمار میں یکساں آتے، مگر تقسیم ازل جو حصے سے

ہر کسے را بہر کارے ساختند
میل او اندر دلش انداختند

(جس کو کسی کام کے لیے تیار کرنا ہوتا ہے اس کام کی محبت اس کے دل میں ڈال دیتے ہیں)

اور انصافاً یہ تمنا بھی عبث ہے، امام بخاری ایسے ہوتے تو امام بخاری ہی نہ ہوتے، ان ظاہر بینوں کے یہاں وہ بھی ائمہ حنفیہ کی طرح معتوب ومعیوب قرار پاتے فالی اللہ المشتکی و علیہ التکلان (اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں ہی درخواست ہے اور اسی پر بھروسا ہے۔ ت)

بالجملہ ہم اہل حق کے نزدیک حضرت امام بخاری کو حضور پُرنور امام اعظم سے وہی نسبت ہے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حضور پُرنور امیر المومنین مولی المسلمین سیدنا ومولٰنا علی المرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنی سے کہ فرقِ مراتب بے شمار اور حق بدست حیدر کرار، مگر معاویہ بھی ہمارے سردار، طعن ان پر بھی کارِ فجار، جو معاویہ کی حمایت میں عیاذاً باللہ اسد اللہ کے سبقت واولیت وعظمت واکملیت سے آنکھ پھیرلے وہ ناصبی یزیدی، اور جو علی کی محبت میں معاویہ کی صحابیت ونسبت بارگاہِ حضرت رسالت بھلا دے وہ شیعی زیدی، یہی روشِ آداب بحمد اللہ تعالٰی ہم اہلِ توسط واعتدال کو ہر جگہ ملحوظ رہتی ہے، یہی نسبت ہمارے نزدیک امام ابن الجوزی کو حضور سیدنا غوثِ اعظم اور مولانا علی قاری کو حضرت خاتمِ ولایت محمدیہ شیخ اکبر سے ہے، نہ ہم بخاری وابن جوزی و علی قاری کے اعتراضوں سے شان رفیع امام اعظم وغوثِ اعظم وشیخ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہم پر کچھ اثر سمجھیں نہ ان حضرات سے کہ بوجہ خطا فی الفہم معترض ہوئے الجھیں، ہم جانتے ہیں کہ ان کا منشاءِ اعتراض بھی نفسانیت نہ تھا بلکہ اُن اکابر محبوبان خدا کے مدارک عالیہ تک درس ادراک نہ پہنچنا لاجرم اعتراض باطل اور معترض معذور، اور معترض علیہم کی شان ارفع واقدس، والحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علٰی سید المرسلین

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ترجمہ ۷۷ الشعبی علامۃ التابعین دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن ۱/ ۷۹

Marfat.com

محمد و اٰلہٖ وصحبہٖ واولیائہٖ وعلمائہٖ واھلہٖ وحزبہٖ اجمعین، اٰمین، و اللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ازمرزاپور بنگلہ نابالغ مرسلہ شجاعت حسین بیگ صاحب بریلوی

بنظراشرف عالم المعی فاضل لوذعی مجدّد مائۃ حاضرہ جناب مفتی صاحب زاد اللہ فیوضہ، بعد سلام مسنون گزارش ہے مجھ پر عرصہ سے قرض تھا یکم رمضان ۱۳۳۸ھ کو اپنی دکان بیع کرکے قرضہ دے دیا، بے حد و بے شمار شکر ہے کہ اُس نے مجھے اُس بارِ عظیم سے اپنے فضل وکرم سے سبکدوش فرمایا، بعد ادائے کل قرضہ دوہزار دوسو پچانوے زائد علی الاحتیاج باقی رہے، دُوسری ماہِ مبارک کو بامتثالِ رب عزوجل قبل گزرنے حولانِ حول کے اعــہ للعہ روپے علیحدہ کردئے مــہ باقی رہے اُن اعــہ للعہ روپے کی زکوٰۃ بحکم شریعتِ مطہرہ مــہ ہوئے بقیہ مــہ میں ایک کا اضافہ کرکے مــہ بہ نیت زکوٰۃ علیحدہ کردئے، یہ طریقہ بحکم شریعتِ مطہرہ صحیح ہوا یا نہیں؟ ۲۳ رمضان تک میں بریلی رہا جب تک زرِ زکوٰۃ طلباء وفقراء کو دیتا رہا ـــــہ باقی تھے کہ مجھے بضرورت ۲۴ کو مرزاپور آنا پڑا، اب یہاں یہ بقیہ اہل حاجت کو دیا جائے تو خلافِ حکمِ شرعی تو نہ ہوگا؟ میرے ایک سالے ہیں جو کٹرہ میران پور ضلع تلہر میں منسوب ہیں قلیل آمدنی ہے اور کثیر اولاد ہیں اگر اُن کو کچھ بھیجا جائے تو صلہ رحم بھی ہوگا مگر یہ ارشاد ہو کہ جس قدر ان کو بذریعہ ڈاک روانہ کیا جائے، مثلاً پانچ روپے بھیجے اور ڈاک کی فیس ایک آنہ یا دو آنے ہوئی تو یہ پیسے انھیں ــہ سے دئے جائیں یا علیحدہ اپنے پاس سے۔

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، جس دن تاریخ وقت پر آدمی صاحبِ نصاب ہُوا جب تک نصاب رہے وہی دن تاریخ وقت جب آئے گا اُسی منٹ حولانِ حول ہوگا اس بیچ میں جو اور روپیہ ملے گا اُسے بھی اسی سال میں شامل کرلیا جائے گا اور اسی حولان کو اُس کا حولان مانا جائے گا اگرچہ اسے ملے ہوئے ابھی ایک ہی منٹ ہُوا، حولانِ حول کے بعد ادائے زکوٰۃ میں اصلاً تاخیر جائز نہیں، جتنی دیر لگائے گا گنہ گار ہوگا، ہاں پیشگی دینے میں اختیار ہے کہ بتدریج دیتا رہے سال تمام پر حساب کرے اس وقت جو واجب نکلے اگر پُورا دے چکا بہتر، اور کم گیا ہے تو باقی فوراً اب دے، اور زیادہ پہنچ گیا تو اُسے آئندہ سال میں مُجرا لے۔ آپ پر حولانِ حول جس دن تاریخ وقت پر ہوتا ہوا سے اس بیچ میں جو یہ روپے ملے سب زکوٰۃ میں شامل کیے جائیں گے وہ چھپن بھی جو بہ نیت زکوٰۃ علیحدہ رکھے اور ان سب کو ملاکر ۱/۴۰ لیں گے، ہاں اسے پہلے نصاب نہ ہوتا تو جس وقت یہ روپے ملے اُسی وقت سے شروع سال لیتے اور اس وقت آپ نے مــہ ادا کیے یا بیش وکم کا اعتبار نہ ہوتا سال تمام پر دیکھیے کہ کیا باقی ہے اُتنے کی زکوٰۃ کا مطالبہ ہوتا وہ مطالبہ مــہ نکلتا یا بیش وکم، بقیہ زکوٰۃ وہاں کے مساکین کو دیجئے

Marfat.com

حرج نہیں۔ سالے سے اگر نسبی رشتہ نہیں تو رحم میں شامل نہیں، دوسرے شہر کو وہ زکوٰۃ بھیج سکتے ہیں جو ابھی واجب الادا نہ ہوئی، حولانِ حول نہ ہوا، اس کے بعد نہیں، جتنا روپیہ زکوٰۃ گیرندہ کو ملے گا اتنا زکوٰۃ میں محسوب ہوگا، بھیجنے کی اُجرت وغیرہ اس پر جو خرچ ہو شامل نہ کی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۲

(۱) اگر زمیندار زمین بٹائی پر جتوائے یا کاشتکار دیگر کاشت کار سے کاشت کرائے اور نصف پیداوار کے مستحق ہوں تو دونوں پر زکوٰۃ فرض ہوگی؟

(۲) فصل ربیع میں جس کھیت کو پانی نہ دیا اس کا دسواں حصہ، پانی دئے ہوئے کا بیسواں اور فصل خریف میں دسواں کیوں کہ بارش کے پانی سے پیدائش ہے، یونہی صحیح ہے؟

الجواب

(۱) صاحبین کا مذہب یہ ہے کہ عشر صرف کاشتکار پر ہے اس پر فتویٰ دینے میں کوئی حرج نہیں بلکہ ان ملکوں میں جہاں اُجرت میں نقدی ٹھہری ہوتی ہے وہاں اسی پر فتویٰ ہونا چاہئے اور بٹائی میں حسبِ قولِ امام فقط زمیندار پر ہے۔

(۲) جسے بارش یا نہر یا تالاب کا پانی دیا گیا اُس میں دسواں حصہ ہے، اور جسے چرسے یا ڈھکلی سے پانی دیا گیا اس میں بیسواں حصہ اور جسے مول کا پانی دیا گیا اس میں بھی بیسواں حصہ چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۳ از سرنیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۲ رجب ۱۳۱۳ھ

زید دریافت کرتا ہے کہ کاشت کار نے زکوٰۃ کھیت کی پیداوار میں سے دسواں حصہ بلا پانی دیا ہوا اور بیسواں حصہ پانی دئے ہوئے میں سے دیا اگر کاشتکار کے بعد سال تمام کے اُسی پیداوار میں سے جس کی زکوٰۃ دسواں یا بیسواں حصہ دے چکا تھا، بچ رہے تو زکوٰۃ چالیسواں حصہ دینا ہوگا کہ نہیں؟

الجواب

کھیت کی پیداوار پر زکوٰۃ نہیں، وہی عشر ہے، اس کے سوا سال تمام پر اور کوئی زکوٰۃ نہیں آتی، زکوٰۃ صرف تین مالوں پر ہے: سونا چاندی یا وہ مال جو تجارت کی نیت سے خریدا یا جنگل میں چرتے ہوئے جانور۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۴ از درو ضلع نینی تال ڈاکخانہ کچھار مرسلہ عبدالعزیز خاں ۶ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

زمین نہر عشری ہے یا خراجی؟ اور جو روپیہ کہ انگریز زمینداروں سے بطورِ قسط لیتے ہیں وہ محسوب زکوٰۃ عشر ہے یا خراج؟ بیّنوا توجروا۔

Marfat.com

الجواب

زمین بہت صورتوں میں عشری ہوتی ہے بہت میں خراجی، بعض میں نہ عشری نہ خراجی، جن کی تفصیل کتبِ فقہ باب العشر والخروج میں مذکور ہندوستان کی ایک ملک وسیع ہے اس کی مختلف زمینوں میں غالباً وہ سب یا اکثر صور متحقق، تو اس کی زمین کو نہ مطلقاً عشری کہہ سکتے ہیں نہ مطلقاً خراجی، عشر و خراج جو محاصل شرعیہ کے اقسام ہیں جن کے لیے شرع مطہر نے اصول وضوابط ومواقع ومقادیر کی تقدیر فرمائی، انگریز اپنی قسطیں لینے میں اُس اصول کے پابند نہیں بلکہ اُن کا قانون مالگزاری جُدا ہے کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ ت)

مسئلہ ۸۵ از لودھیانہ محلہ گرجو منگلی مرسلہ شیخ محمد مقبول صاحب تاجر ۲۱ جمادی الاولی ۱۳۱۶ھ

ماقول الفقہاء الحنفیۃ فی ان اراضی الھندیۃ التی فی ایدی المسلمین خراجیۃ امر عشریۃ۔ بینوا توجروا۔

فقہاء احناف کا ہندوستان کی اس زمین کے بارے میں کیا موقف ہے جو مسلمانوں کے قبضہ میں ہے، کیا وہ خراجی ہیں یا عشری؟ بینوا توجروا۔ (ت)

الجواب

الارض کثیرا ما تکون عشریۃ کما[۱] فتح وقسم بیننا، وما[۲] اسلم اھلہ طوعا قبل ان تظفر بھم وعشریۃ[۳] اشتراھا ذمی من مسلم فاخذھا مسلم بشفعۃ او ردت علی البائع لفساد[۴] البیع او بخیار[۵] او رؤیۃ[۶] مطلقا او عیب[۷] بالقضاء وما احیاہ[۸] مسلم بقرب العشریات او لتساوی[۹] القرب الیھا والی الخراجیات علی قول ابی یوسف المفتی بہ وسقاہ بماء عشری وحدہ او مع خراجی علی قول الطرفین، و کالاحیاء جعلہ[۱۰، ۱۱] دارہ بستانا او مزرعۃ، وکثیرا ما تکون خراجیۃ کما

زمین بہت سی صورتوں میں عشری ہوتی ہے (جیسا کہ ان صُورتوں میں ہے) مثلاً (۱) زمین مفتوحہ اور مسلمانوں میں تقسیم شدہ ہے (۲) وہاں کے باشندوں نے مسلمانوں کے غلبہ سے پہلے پہلے خوشی سے اسلام قبول کرلیا (۳) زمین عشری تھی اسے کسی ذمّی نے مسلمان سے خرید لیا پھر کسی مسلمان نے بذریعہ شفعہ حاصل کرلی (۴) یا فساد بیع کی وجہ سے (۵) یا خیار شرط (۶) یا خیار رؤیت ہر حال میں (۷) یا عیب کی صورت میں قاضی کی قضا سے وُہ زمین بیچنے والے مسلمان کی طرف واپس لوٹ آئی ہے (۸) جو مسلمان نے آباد کی ہو عشری زمین کے قریب (۹) یا اس زمین کا قرب خراجی اور عشری زمین کے مساوی ہے امام ابو یوسف کے مفتی بہ قول کے مطابق، اور اسے صرف عشری پانی یا عشری اور خراجی دونوں پانی سیراب کرتے ہوں طرفین کے

Marfat.com

فتح[1] ومن به على اهلها اونقل[2] اليه كفار اخر وما فتح[3] صلحا و عشرية[4] اشتراها ذمي من مسلم وخراجية[5] اشتراها مسلم وما احياه[6] ذمي باذن الامام او رضخ[7] له مطلقا او مسلم بقرب الخراجيات، او سقاه بماء خراج صرفا على القولين ومثله[9] مسئلة الدار في المسلم والذمي جميعا، وقد تكون لا عشرية ولا خراجية كما فتحناه و ابقيناه لنا الى يوم القيمة اومات ملاكها وآلت لبيت المال على نزاع في هذا قال في رد المحتار عن الدر المنتقى شرح الملتقى، هذا نوع ثالث يعني لا عشرية ولا خراجية من الاراضي تسمى ارض المملكة واراضي الحوز وهو ما مات اربابه بلا وارث وآل لبيت المال او فتح عنوة وابقي للمسلمين الى يوم القيامة وحكمه على ما في التاتارخانية انه يجوز للامام دفعه للزارع باحد طريقين اما باقامتهم مقام الملاك في الزراعة واعطاء الخراج

قول کے مطابق (۱۰ و ۱۱) اور دار کی زمین کو باغ یا زرعی بنانا، آباد بنانے کی طرح ہے اور بہت سی صورتوں میں زمین خراجی ہوتی ہے (۱) زمین فتح کر لی گئی مگر اس کے باشندوں کو ہی بطورِ حسنِ سلوک واپس کر دی گئی (۲) ایسی زمین کی طرف دوسرے کفار کی منتقلی کی گئی ہو (۳) وُہ زمین بطورِ صلح فتح کی گئی ہو۔ (۴) زمین عشری تھی مگر کسی ذمّی نے مسلمان سے خرید لی۔ (۵) ایسی زمین خراجی جسے کسی مسلمان نے خرید لیا۔ (۶) ایسی زمین جسے اذنِ امام سے کسی ذمی نے آباد کیا۔ (۷) جو زمین ذمّی کو بطورِ عطیہ دے دی گئی (۸) کسی مسلمان نے اس زمین کو خراجی زمین کے قریب آباد کیا یا اسے دونوں قولوں کے مطابق محض خراجی پانی سے سیراب کیا (۹) اسی کی مثل مسئلہ دار ہے مسلمان اور ذمی کے حق میں کر ذمی کیلئے خراجی ہے بعض اوقات زمین نہ عشری ہوتی ہے اور نہ ہی خراجی، مثلاً ہم نے زمین فتح کی اور تا قیامت اسے مسلمانوں کے لیے وقف رکھا یا اس زمین کے مالک فوت ہو گئے اور وُہ زمین بیت المال کی طرف لوٹ آئی، اس میں نزاع ہے۔ رد المحتار میں در المنتقی شرح الملتقی سے ہے کہ یہ زمین کی تیسری نوع ہے یعنی نہ وُہ عشری ہے اور نہ وُہ خراجی زمینوں میں سے ہے، ایسی زمینوں کو ارض مملکت اور اراضی حوز کہا جاتا ہے اور یہ ایسی زمینیں ہیں جن کے مالک بلا وارث فوت ہو جائیں اور وہ زمین بیت المال کی طرف لوٹ آئے یا وُہ زمین بطورِ غلبہ مفتوحہ ہو اور وُہ تا قیامت مسلمانوں کیلئے باقی رکھ دی ہو تاتارخانیہ کے مطابق اس کا حکم یہ ہے کہ حاکمِ وقت اسے دو طریقوں

Marfat.com

واما باجارتها لهم بقدر الخراج فيكون المأخوذ في حق الامام خراجا و في حق الاكرة اجرة لا غير لا عشر ولا خراج[1] اھ باختصار وقال في الدر المختار المشتراة من بيت المال اذا وقفها مشتريها فلا عشر ولا خراج: شرنبلالية معزيا للبحر، وكذا لو لم يوقفها كما ذكرته في شرح الملتقى[2] اھ قال الشامي لم يذكر في البحر العشر وانما قال بعد ما حقق ان الخراج ارتفع عن اراضي مصر لعودها الى بيت المال بموت ملاكها فاذا اشتراها انسان من الامام ملكها ولا خراج عليها لان الامام قد اخذ البدل للمسلمين وتمامه في التحفة المرضية اھ نعم ذكر العشر في تلك الرسالة فقال انه لا يجب ايضا لانه لم يرفيه نقلا، قلت ولا يخفى ما فيه لانهم قد صرحوا بان فرضية العشر ثابتة بالكتاب والسنة والاجماع والمعقول وبانه يجب فيما ليس بعشري ولا خراجي كالمفاوز والجبال وبان الملك غير شرط

میں سے کسی ایک کے مطابق زراعت کیلئے دے سکتا ہے یا زراعت اور خراج دینے میں مالکوں کے قائم مقام بنادے یا بقدر خراج اجارہ پر دے دے اب اس زمین سے حاصل شدہ حاکم کے حق میں خراج اور کرایہ پر لینے والوں پر سوائے اجرت کے کچھ نہ ہوگا، تو ان پر نہ عشر ہے نہ خراج اھ اختصاراً، درمختار میں ہے کہ بیت المال سے خریدی ہُوئی زمین کو جب مشتری وقف کرتا ہے تو اب اس پر نہ عشر ہے اور نہ خراج، شرنبلالیہ بحوالہ بحر۔ اور اسی طرح اس وقت حکم ہے جب وقف نہ کرے جیسا کہ میں نے شرح الملتقی میں ذکر کیا ہے۔ شامی کہتے ہیں کہ بحر میں عشر کا ذکر نہیں، انھوں نے اس کی تحقیق کے بعد کہا کہ اراضی مصر کے مالک فوت ہونے اور ان کے بیت المال کی طرف لوٹنے کی وجہ سے خراج ختم ہوگیا، تو اب کوئی انسان امام سے ایسی زمین خریدتا ہے تو وہ مالک بن جائیگا اور خراج نہیں ہوگا کیونکہ امام نے اس کا بدل مسلمانوں کے لیے حاصل کرلیا ہے، اس کی تفصیل تحفہ مرضیہ میں ہے اھ ہاں اس رسالہ میں عشر کا ذکر ہے کہ عشر بھی واجب نہیں کیونکہ اس میں نقل نہیں پائی گئی۔ میں کہتا ہُوں یہ محلِ نظر ہے کیونکہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ فرضیتِ عشر کتاب اللہ، سنّت، اجماع اور قیاس سے ثابت ہے اور اس بات کی بھی تصریح کی ہے کہ عشر اس زمین میں واجب ہے جو نہ عشری ہو اور

---

[1] ردالمحتار باب العشر والخراج والجزیۃ مصطفی البابی مصر ۳/۲۸۰
[2] درمختار " " " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۴۸

Marfat.com

فيه بل الشرط ملك الخارج ولان العشر يجب في الخارج لا في الارض فكان ملك الارض وعدمه سواء كما في البدائع ولا يلزم من سقوط الخراج سقوط العشر على انه قد ينازع في سقوط الخراج حيث كانت من ارض الخراج او سقيت بمائه[1] الخ ملتقطا وبواقي المسائل معروفة في الدرر وغيره من الاسفار الغرر وارض الهند على سعتها لا يبعد ان يوجد فيها تلك الصور كلها او جلها فالمصير الى التبيين فاي ارض ثبتت فيها صورة اجرى عليها حكمها من كونها خراجية او عشرية او لا ولا سبيل الى الجزم بحكم واحد من دون تحقيق وما يتوهم من ان القاسم بن محمد الثقفي افتتحها عنوة سنة ثلث وتسعين[2] كما في الفتح والبناية ولو يعلم قسمتها بين المسلمين فوجب كونها خراجية فليس بمغن ولا مجد كيف وان قاسما لم يفتح منها الا شيئا نزرا يسيرا من احدى نواحيها مما يلي ملتان والافتتاح عنوة لا تستلزم الخراجية كما

نہ خراجی، مثلاً جنگل اور پہاڑ کی زمین، اور یہ بھی تصریح ہے کہ ملکیت اس پر شرط نہیں بلکہ زمین سے حاصل ہوئی چیز کی ملکیت شرط ہے اور اس لیے بھی کہ عشر حاصل شدہ میں لازم ہوتا ہے نہ کہ زمین میں، لہذا زمین کی ملکیت اور عدم ملکیت برابر ہے البدائع، اور سقوط خراج سے سقوط عشر لازم نہیں آتا، علاوہ ازیں سقوطِ خراج میں بھی اختلاف ہے جبکہ وہ زمین خراجی ہو یا خراجی پانی سے سیراب ہو الخ اختصاراً۔ باقی مسائل درمختار اور دیگر کتب میں معروف ہیں۔ ہندوستان کی زمین نہایت وسیع ہے اس میں مذکورہ تمام صورتوں یا اکثر کا پایا جانا بعید نہیں لہذا یہ حکم لگانے کے لیے کہ یہ عشری ہے یا خراجی، یا نہ عشری ہے نہ خراجی۔ زمین کا تعین ضروری ہے کہ کون سی زمین کا معاملہ درپیش ہے تحقیق کے بغیر یقینی طور پر ایک حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ اور جو یہ وہم کیا گیا ہے کہ قاسم بن محمد الثقفی نے ۹۳ھ کو ہندوستان کی زمین بطور غلبہ حاصل کی تھی جیسا کہ فتح اور بنایہ میں ہے اور یہ معلوم نہیں کہ انھوں نے مسلمانوں کے درمیان اسے تقسیم کیا تو اب اس کا خراجی ہونا ضروری ہے، یہ وہم نہ کافی ہے اور نہ قوی، اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے کیونکہ قاسم نے بہت تھوڑا سا حصہ فتح کیا تھا جو ہندوستان کے ایک گوشہ ملتان کے ساتھ متصل تھا اور بطور غلبہ حصول زمین اس کے خراجی ہونے کو مستلزم نہیں جیسا کہ آپ نے جان لیا ہے تو جس طرح

---

[1] ردالمحتار باب العشر والخراج والجزیۃ مصطفی البابی مصر ۳/ ۲۷۹

[2] فتح القدیر باب العشر والخراج مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۲۸۰

Marfat.com

علمت وكما لم يعلم قسمتها بيننا كذلك
لم يثبت المن بها على اهلها فكيف يحكم
بايجاب الخراج على المسلمين مع عدم ثبوت
موجبه، الا يمكن ان تكون الارض مما ابقى
للمسلمين بل لعله الظاهر من صنيع السلاطين
فاذن لا تكون فى اصل الوضع عشرية
ولا خراجية وما كان منها بايدى الناس
يتملكونها ويتوارثونها، يحكم بانها مملوكة
لهم ويحمل على ان منها ما كان مواتا
فاحيت ومنها ما انتقل اليهم بوجه
صحيح من بيت المال وبعد هذا لا تكون
خراجية قطعا لانها لم تكن فى بدء امرها
منها ولا يوضع الخراج على مسلم بدأ وتكون
عشرية على ما حققه فى رد المحتار وفارغة
الوظيفتين فى الصورة الثانية على ما فى التحفة
المرضية وغنية ذوى الاحكام والدر المختار،
قال ابن عابدين عدم ملك الزراع غير معلوم
لنا الا فى القرى والمزارع الموقوفة او
المعلوم كونها لبيت المال اما غيرها
فنراهم يتوارثونها جيلا بعد
جيل وفى الخيرية اذا ادعى
واضع اليد الذى تلقاها
شراء أو ارثا او غيرها من اسباب

مسلمانوں کے درمیان تقسیم کرنا معلوم نہیں اسی طرح
ان باشندوں کو بطور حسنِ سلوک دینا بھی تو ثابت نہیں،
تو عدم ثبوت مقتضی کے باوجود مسلمانوں پر وجوب اخراج
کا حکم کیسے لگایا جا سکتا ہے البتہ ایسا ممکن بلکہ مسلمان
سلاطین سے زیادہ ظاہر یہی ہے کہ انھوں نے یہ زمین
مسلمانوں کے لیے رکھی ہو تو اب اصل مصرف کے اعتبار
سے نہ یہ عشری ہے اور نہ خراجی، اور جو زمین مسلمانوں
کے قبضہ میں ہو وہی اس کے مالک و وارث ہوں تو
وہاں اس زمین کو انہی کی مملوکہ کہا جائے گا اور یہی سمجھا
جائے گا ان میں سے کچھ زمین غیر آباد تھی اسے مسلمانوں
نے آباد کر لیا اور کچھ انکی طرف بیت المال سے بطریق صحیح
آئی ہے، اس کے بعد تو وہ قطعاً خراجی نہ ہو گی کیونکہ
ابتداءً وہ خراجی نہیں ہو سکتی اور نہ ہی کسی مسلمان پر ابتداءً
خراج لازم ہو سکتا ہے اور وہ عشری ہو گی جیسا کہ اس
کی تفصیل رد المحتار میں ہے، اور دوسری صورت میں
دونوں وظیفوں (عشر و خراج) سے فارغ ہو گی جیسا کہ
تحفہ مرضیہ، غنیہ ذوی الاحکام اور در مختار میں ہے:
ابن عابدین کہتے ہیں کہ ہمیں قریٰ اور وقف شدہ کھیتوں
کے علاوہ عدم ملک زراع کا علم نہیں یا ہمیں معلوم ہے
کہ یہ زمین بیت المال کی ہے، اس کے علاوہ زمین کے
مسلمان ہر دور میں وارث بنتے اور خرید و فروخت کرتے
چلے آ رہے ہیں، خیریہ میں ہے کہ قبضہ کرنے والا جب
کوئی دعویٰ کرے کہ یہ زمین مجھے شراءً یا وراثۃً یا دیگر کسی

Marfat.com

الملك انها ملكه فالقول له او على من يخاصمه فى الملك البرهان اھ وقد قالوا ان وضع اليد و التصرف من اقوى مايستدل به على الملك ولذا تصح الشهادة بانه ملكه وفى رسالة الخراج لابى يوسف ليس للامام ان يخرج شيئا من يد احد الا بحق ثابت معروف اھ والائمة اذا قالوا فى الكنائس المبنية للكفر انها كانت فى برية فاتصلت بها عمارة المصر فاولى ان يقولوا ببقاء تلك الاراضى بيد من هى تحت ايديهم باحتمال انها كانت مواتا فاحييت او انها انتقلت اليهم بوجه صحيح[1] اھ ملتقطا الى اخر ما اطال و اطاب واوضح الصواب اما ما قال فى اخره و الحاصل فى الاراضى الشامية والمصرية و نحوها ان ما علم منها كونه لبيت المال بوجه شرعى فحكمه ما ذكره الشارح عن الفتح (اى سقط الخراج و الماخوذ اجرة) ومالم يعلم فهو ملك لاربابه و الماخوذ منه خراج لا اجرة

سبب ملک کے ذریعے حاصل ہُوئی ہے تو وہ اس کی ملک ہوگی اور اسی کا قول معتبر ہوگا یا جو اس کے ساتھ ملکیت میں مخاصمت کرے اس پر دلیل کا لانا ہوگا اھ اور فقہاء نے تصریح کی ہے کہ قبضہ اور تصرف، ملکیت پر قوی دلیل بنتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اس کے مالک ہونے پر شہادت دینا صحیح ہوتا ہے۔ امام ابویوسف کی کتاب الخراج میں ہے کہ کسی حاکم کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی کے قبضہ سے کوئی شَے خارج کرے ماسوائے اس صورت کے جب دُوسرے کا حق ثابت و معروف ہو اھ اور ائمہ نے ان گرجوں کے بارے میں تصریح کی ہے جو کفار کی خاطر بنائے گئے وُہ ایسے بیابان میں تھے جو شہر کی عمارتوں سے متصل ہے تو یہاں اولیٰ یہی کہنا ہے کہ زمین انہی کی ملکیت میں باقی رہے گی جن کے وہ قبضہ میں ہے کیونکہ ممکن ہے وُہ زمین غیر آباد ہو اور ان لوگوں نے اسے آباد کیا یا وہ ان لوگوں کی طرف بطریق صحیح منتقل ہُوئی ہو اھ یہ ان کی طویل، خوبصورت اور صواب کو واضح کرنے والی عبارت کا خلاصہ ہے، اور اس کے آخر میں یہ جو کہا کہ شام، مصر اور ان کی طرح دیگر علاقوں کی اراضی کے بارے میں اگر یہ علم ہو کہ بطریق شرعی بیت المال کو حاصل ہُوئی ہیں تو ان کا حکم وہی ہے جس کا ذکر شارح نے فتح سے کیا (یعنی خراج ساقط ہو جائے گا اور جو حاصل کیا جائے گا وُہ اجرت ہوگی) اور جن زمینوں کا علم نہیں وہ ان کے مالکوں کی ہی ہوں گی اور اس سے خراج

[1] ردالمحتار باب العشر والخراج والجزیۃ مصطفی البابی مصر ۳/۲۰۰

Marfat.com

لانه خراجی فی اصل الوضع اھ[1] فقد ابان ان الوجه کونها خراجیة فی بدء الامر لما قدم فی ھذا البیان مستندا للامام الثانی ان ارض العراق والشام ومصر عنوة خراجیة ترکت لاھلها الذین قھروا علیها اھ[2] وقال قبله قال ابویوسف فی کتاب الخراج ان ترکها الامام فی ایدی اھلها الذین قھروا علیها فھو حسن فان المسلمین افتتحوا ارض العراق والشام ومصر ولم یقسموا شیئا من ذلك بل وضع عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنه علیها الخراج ولیس فیها خمس[3] اھ فھذا ما قال انه خراجی فی اصل الوضع اما ما نحن فیه اذ لم یثبت ذلك لا یمکن جعلها خراجیة بالاحتمال وایجابه علی المسلمین الذین لیسوا من اھله بتصریح ذوی الکمال ھذا ما ظھر لی واللّٰه تعالٰی اعلم بحقیقة الحال ثم رأیت فی الفتاوی العزیزیة نقل عن رسالة مولٰنا الشیخ الجلیل جلال التھانیسری:

وصول کیا جائے گا نہ کہ اُجرت، کیونکہ اصلاً یہ زمین خراجی ہے اھ تو واضح کیا کہ ابتداءً ہی ان کے خراجی ہونے کی وجہ وہی ہے جس کو پہلے بیان کیا جو امام ثانی کی دلیل ہے کہ عراق، شام اور مصر کی زمینیں بطور غلبہ حاصل ہوئی ہیں اور خراجی ہیں کیونکہ انھیں اس کے ان سابقہ باشندوں کو دے دیا گیا جن سے بطور غلبہ حاصل کی گئی تھی اھ اس سے پہلے لکھا کہ امام ابویوسف نے کتاب الخراج میں فرمایا اگر حاکم نے انھیں لوگوں کے پاس زمین رہنے دی جن سے بطور غلبہ حاصل کی تھی تو یہ بہت اچھا کیا کیونکہ مسلمانوں نے عراق، شام اور مصر کی زمینیں حاصل کیں تو انھیں تقسیم نہ کیا بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان زمینوں پر خراج لگایا اور ان میں خمس نہ رکھا گیا اھ یہ وہی ہے جس کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ یہ اصل کے اعتبار سے خراجی ہیں مگر وہ جس میں ہم گفتگو کر رہے ہیں جب تک ثابت نہ ہو ان کا احتمال کی بنیاد پر خراجی قرار دینا اور مسلمانوں پر ایسی چیز کا وجوب جس کے وہ بقول صاحبِ کمال کے اہل نہیں ممکن نہیں، یہ مجھ پر ظاہر ہوا ہے اور حقیقتِ حال سے اللہ تعالٰی زیادہ واقف و آگاہ ہے پھر میں نے فتاوٰی عزیزیہ میں دیکھا کہ انھوں نے مولانا شیخ جلال الدین تھانیسری قدس سرہ السری کے رسالہ

---

[1] ردالمحتار باب العشر والخراج والجزیۃ مصطفی البابی مصر ۲/۲۸۲
[2] ردالمحتار باب العشر والخراج والجزیۃ مصطفی البابی مصر ۲/۲۸۱
[3] ردالمحتار باب العشر والخراج والجزیۃ مصطفی البابی مصر ۲/۲۷۹

Marfat.com

قدس سرہ السری ما نصہ بالعجمیۃ
زمین ہندوستان در ابتدائے فتح مانند سواد عراق
کہ در عہد حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مفتوح شدہ
بود موقوف بر ملک بیت المال است و زمینداراں
رابیش از تولیت و داروغگی تردد و فراہم آوردن مزارعین
واعانت وزراعت وحفظ دخلے نیست چنانچہ لفظ
زمیندار نیز اشعارے باں می کند و تغیر و تبدل زمینداری
عزل ونصب زمینداران و اخراج بعضے از آنہا واقرار
بعضے وعطائے بعض آراضی بافغاناں وبلوچاں و
سادات و قدوائیاں بصیغہ زمینداری دلالت
صریحہ بریں می کند پس دریں صورت جمیع اراضی ہندوستان
مملوک بیت المال گشت وبعقد مزارعت علی النصف
اواقل منہ در دست زمینداران[1] فھذا صریح
فیما استظھرناہ من ان الفاتحین
لم یقسموھا ولم یمنوا بھا
بل ابقوھا ملکا للمسلمین و
الحکم فیہ ما بیناہ و
ذکرہ رحمہ اللہ تعالیٰ فی سواد
العراق فمختار الائمۃ الشافعیۃ
کما بینہ فی رد المحتار اما
عندنا فممنون بھا علی اھلھا
ولا یضرنا الکلام فی التمثیل
فعلی ھذا اما بایدی المسلمین

سے نقل کیا جو فارسی الفاظ میں یوں ہے :
ہندوستان کی زمین ابتداءً اسی طرح فتح ہوئی جس
طرح عراق کی زمین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کے دور میں فتح ہوئی تھی ، یہ بیت المال کی ملکیت
میں بطور وقف رہے گی اور زمینداروں کا اس سے زیادہ
دخل نہیں کہ وہ ان زمینوں کے متولی، منتظم، مزارعین مہیا کرنے
اور بیت المال کے لیے تعاون، زراعت اور نگرانی کرنیوالے ہیں
جیسا کہ لفظ زمیندار بھی اس کی طرف اشارہ کر رہا ہے،
زمینداری میں تغیر و تبدل، اور انھیں معزول و مقرر کرنا
ان میں سے بعض کا رکھنا اور بعض کا نکالنا ، افغانیوں
بلوچوں، سادات اور قدوائیوں کو لفظ زمینداری کے
ساتھ بعض زمینوں کا دینا بھی اسی پر تصریح ہے لہٰذا
اس صورت میں ہندوستان کی تمام زمین بیت المال
کی ملکیت ہے، نصف یا اس سے اقل پر مزارعت
کے عقد کے ذریعے زمیندار کے قبضہ میں ہوگی - یہ
تمام اس پر تصریح ہے جیسے ہم نے اختیار کیا کہ فاتحین
نے جن زمینوں کو نہ تقسیم کیا نہ وہاں کے باشندوں کو دیں
بلکہ انھیں مسلمانوں کی ملکیت میں رکھا تو ان کا وہی حکم ہے
جو ہم نے بیان کر دیا ہے ، اور مذکور شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ
نے عراق کی زمین کے بارے میں جو کہا تو یہ ائمہ شوافع
کا مختار ہے جیسا کہ رد المحتار میں بیان ہوا ہے اور
ہمارے نزدیک تو وہ زمین وہاں کے باشندوں کو
بطور احسان دے دی گئی تھی البتہ بطور مثال لانا

---

[1] فتاویٰ عزیزی مسئلہ اراضی عطائے سلطانی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۴۳

Marfat.com

من الاراضی لا تجعل الاعشریة مالم یثبت فی شئ منها کونها خراجیة بوجه شرعی واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

ہمیں نقصان دہ نہیں تو اب اس ضابطہ پر جو زمین مسلمانوں کے قبضہ میں ہوگی وہ عشری ہی ہوگی مگر اس صورت میں جب اس کے خراجی ہونے پر کوئی وجہ شرعی موجود ہو واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

Marfat.com

افصح البیان فی حکم مزارع ھندوستان

۱۳۱۸ھ

(ہندوستان کی زمینوں کے تفصیلی احکام)

مسئلہ ۸۶ از بہار شریف مدرسہ اسلامیہ مرسلہ مولوی عبداللہ صاحب طالب علم ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ وُہ سب زمین ہندوستان کی جس کی مالگزاری زمیندار نقد دیتے ہیں آیا عشری ہے یا خراجی، اگر عشری ہے تو بعد منہائی مالگزاری کے واجب ہے یا بلا منہائی، اور یہ بھی کہ اس صورت میں کہ زمیندار سب اپنی رعایا کے ساتھ زمین کو بندوبست کرتے ہیں اس صورت میں عشر کس پر واجب ہے، زمیندار پر یا رعایا پر؟ اور بصورت خراجی ہونے کے وُہ مال گزاری جو نقد دیتے ہیں وہی خراج تصور کیا جائیگا اور کوئی دوسرا، اور جب دوسرا ہوگا تو مالگزاری منہا دے کر خراج شرعی دینا ہوگا یا بغیر منہا، اور کس قدر اور کس حساب سے دینا ہوگا، اور بصورت عدم عشری و عدم خراجی ہونے کے ہم زمینداروں کو کیا کرنا چاہیے جو مواخذہ سے بری ہوں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی زمینیں خراجی نہ سمجھی جائیں گی جب تک کسی خاص زمین کی نسبت خراجی ہونا دلیل

Marfat.com

شرعی سے ثابت نہ ہو۔ کما حققناہ بتوفیق اللہ تعالٰی فی فتاوٰنا بما لا یتجاوز الحق عنہ (جیسا کہ ہم نے اللہ تعالٰی کی توفیق سے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق کی ہے جس سے حق متجاوز نہیں۔ت) بلکہ وہ عشری ہیں یا نہ عشری نہ خراجی، اور دونوں صورتوں میں ان کا وظیفہ عشر ہے۔

اما علی الاول فظاھر و اما علی الثانی فکما حققہ فی ردالمحتار خلافا لما فی التحفۃ المرضیۃ ثم الشرنبلالیۃ ثم الدرالمختار وما حققہ واضح نفیس، والدر انما عزاہ للشرنبلالی والشرنبلالی لصاحب التحفۃ عن العلامۃ صاحب البحر فالیہ دار فیہ الامر وھو رحمہ اللہ تعالٰی وما فی التحفۃ لم یستند فیہ النقل انما اعتمد علی عدم رؤیتہ نقلا بلزوم العشر فیہ وانت تعلم ان عدم الرویۃ لیست رؤیۃ العدم ولا عدم النقل نقل العدم والنصوص مطلقۃ والعشر یجب فیما لیس بعشر ولا خراجی کالمفاوز والجبال اقول ومعنی کون ما فتحناہ فابقیناہ لنا الی یوم القیامۃ من دون ان نعطیھا ملاکھا او کفارا اخرین او نقسمھا بین الغانمین وکذا اما مات ملاکھا فالت لبیت المال ان العشر والخراج انما یوجب حقا للمسلمین وھذہ قد کانت او صارت لھم فلا وجہ لان یوجب شیئ لھم

پہلی صورت میں تو معاملہ واضح ہے اور دوسری صورت میں بھی عشر ہے جیسا کہ ردالمحتار میں اس کی تفصیل ہے البتہ تحفہ مرضیہ پھر شرنبلالیہ پھر درمختار کا اس میں اختلاف ہے اور صاحبِ درمختار کی تحقیق نہایت نفیس ہے، در نے شرنبلالی اور شرنبلالی نے صاحبِ تحفہ سے اور وہاں علامہ صاحبِ بحر کی طرف منسوب ہے، اور معاملہ کی بنیاد یہاں یہی ہے اور مذکور شیخ رحمہ اللہ تعالٰی نے اور جو کچھ تحفہ میں ہے اس کے نقل پر کوئی دلیل نہیں، اس پر اعتماد صرف اس وجہ سے کیا گیا ہے کہ ایسی زمین میں عشر کے لازم ہونے پر کوئی روایت ہماری نظر سے نہیں گزری اور آپ جانتے ہیں کہ عدمِ رؤیت، رؤیتِ عدم نہیں ہوتی۔ عدمِ نقل، نقلِ عدم نہیں۔ حالانکہ نصوص مطلق ہیں اور جو زمین نہ عشری ہو اور نہ خراجی وہاں عشر لازم ہوتا ہے۔ **اقول** اس عبارت کہ "ہم نے زمین فتح کی اور اسے تاقیامت اپنے لیے رکھا" کا معنی یہ ہے کہ اسے مالکوں کو واپس نہ دیا یا دیگر کفار کو نہ دی یا بطورِ غنیمت اسے لشکریوں میں تقسیم نہ کیا اسی طرح وہ زمین جس کا مالک فوت ہوگیا اور وہ بیت المال کی ہوگئی کیونکہ عشر اور خراج مسلمانوں کے حق کی وجہ سے لازم ہوتا ہے۔ یہ مذکورہ زمین یا تو ہے ہی مسلمانوں کی یا ان کی طرف لوٹ آئے گی، لہذا مسلمانوں کے لیے ان پر کوئی

Marfat.com

علیهم ففراغ الوظیفة لعدم من یوظف علیه کارض خربة لم تزرع اصلا اما اذا وجدنا من نوجب علیه فلا معنی للفراغ وقد نص المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر[1] اواخر باب زکوٰة الزروع فی تعلیل قول الامام رضی اللہ تعالٰی عنه ان الذمی اذا اشتری عشریة من مسلم تصیر خراجیة ما نصه وجه قول ابی حنیفة انه تعذر العشر لان فیه من معنی العبادة والارض لا تخلوا عن وظیفة مقررة فیها شرعا[2] اھ مختصرا فهذا بحمد اللہ نص فیما عولنا علیه وللہ الحمد و بالجملة مالبیت المال فارغة ما دامت لها فاذا انتقلت لملك احد بوجه صحیح کما هو المحمل فی الاراضی التی بایدی الناس یتوارثونها ویتصرفون فیها تصرف الملاك کما حققه فی ردالمحتار وبیناه فی فتاونا فلا محید عن التوظیف الا تری ان الموات تکون لبیت المال

شئ واجب کرنے کی کوئی وجہ نہیں، یہاں عشر وخراج کا نہ لازم ہونا اس لیے ہے کہ یہاں کوئی ایسا شخص ہی نہیں جس پر کچھ لازم کیا جائے جیسے کہ بنجر زمین جو بالکل ہی کاشت نہ کی گئی ہو اور اگر ہم یہاں ایسے شخص کو پالیں جس پر کوئی شئی لازم کریں تو فراغ کا کوئی معنٰی نہ ہوگا۔ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں باب زکوٰۃ الزارع کے آخر میں امام صاحب رضی اللہ عنہ کے قول کی علت بیان کرتے تصریح کی ہے کہ ذمی نے جب عشری زمین کسی مسلمان سے خریدی تو وُہ خراجی ہوجائے گی۔ امام ابوحنیفہ کے قول کی وجہ یہ بیان کی کہ یہاں عشر نہیں ہوسکتا کیونکہ عشر میں عبادت کا پہلو ہے اور زمین شرعی طور پر کسی مقرر وظیفہ سے خالی نہیں ہوسکتی اھ اختصارًا، بحمداللہ یہ یہ ہمارے مختار پر تصریح ہے وللہ الحمد۔ الغرض بیت المال کی زمین جب تک بیت المال کی ہے وُہ ہر وظیفہ سے فارغ رہے گی حتی کہ وہ کسی طریق صحیح سے کسی کی ملکیت میں چلی جائے جیسا کہ معاملہ ان اراضی کا ہے جو لوگوں کے پاس بطور وراثت منتقل ہوتی ہیں اور ان میں وُہ مالکوں جیسا تصرف کرتے ہیں جیسا کہ ردالمحتار میں ہے اور ہم نے اسے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے پس اُن پر وظیفہ سے چھٹکارا نہیں، کیا تمھارے علم میں نہیں کہ جب بے آباد زمین

---

[1] فتح القدیر باب زکوٰۃ الزروع الثمار مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱۹۶/۲

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱۹۷/۲

وھی فارغۃ فاذا ھی تحیٰی باذن الامام فتصیر ذات وظیفۃ کذا ھذا۔

بیت المال کی ملکیت ہو تو وہ وظیفہ سے فارغ ہوتی ہے تو جب وُہ حاکم کی اجازت سے وہ آباد ہو جائے تو وُہ زمین صاحبِ وظیفہ کی ہوجائیگی یہاں بھی یہی معاملہ ہے۔ (ت)

اورعشر پُوری پیداوار کا لیا جائے گا نہ صرف منافع خالص کا،

فی تنویر الابصار یجب العشر بلا رفع مؤن الزرع[1] فی الدر المختار لتصریحھم بالعشر فی کل الخارج[2] اھ قلت ومن یظلم لا یظلم۔

تنویر الابصار میں ہے کہ کھیتی کے تمام اخراجات نکالے بغیر عشر لازم ہے۔ درمختار میں اس کی دلیل یہ دی ہے کہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ عشر تمام پیداوار پر ہے۔ (ت)

قلت ومن یظلم لا یظلم (میں کہتا ہوں ظلم کے بدلے ظلم نہ کیا جائیگا۔ت)

زمین اگر بٹائی پر دی جائے یعنی مزارع سے پیداوار کا حصّہ مثلاً نصف یا ثلث غلّہ قرار دیا جائے تو مالکِ زمین پر صرف بقدر حصّہ کا عشر آئیگا مثلاً مزارعت بالمناصفہ کی صورت میں سَو من غلہ پیدا ہوا تو زمیندار پانچ من عشر میں دے، اور اگر اجارہ میں دی گئی جسے لوگ نقشی کہتے ہیں مثلاً سَو روپیہ بیگھہ پر اٹھائی تو سیّدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک کل عشر مالکِ زمین پر ہے اور صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی کے نزدیک کل مزارع پر ہے زمیندار سے کچھ مطالبہ نہیں۔ امام قاضی خاں نے قولِ اوّل کے اظہر ہونے کا اشارہ کیا،

وعلیہ اقتصر الامام الخصاف وبہ جزم فی منظومۃ النسفی والاسعاف واعتمدہ المتاخرون کالخیر الرملی واسمٰعیل الحائک وحامد آفندی وغیرھم رحمھم اللہ تعالٰی۔

امام خصاف نے اسی پر اکتفاء کیا ہے اور منظومہ نسفی اور اسعاف میں اسی پر جزم کیا ہے اور متاخرین مثلاً خیر رملی، اسمٰعیل حائک، حامد آفندی وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی نے اسی پر اعتماد کیا ہے (ت)

مگر حاوی قدسی میں قول دوم پر فتوٰی دیا اور وُہ بھی لفظ ناخذ (ہم اسی کو لیں گے۔ت) کہ آکد الفاظ فتوٰی سے ہے وہ تصحیح التزامی بھی اور یہ صریح ہے،

فی الدر المختار العشر علی الموجر کخراج موظف وقالا علی المستاجر کمستعیر مسلم وفی الحاوی وبقولھما ناخذ

درمختار میں ہے کہ عشر کرایہ پر دینے والے پر ہے جیسا کہ مقرر خراج، صاحبین کے نزدیک عشر کرایہ دار پر ہے جیسے کہ مسلمان عاریۃً کوئی چیز لے حاوی

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب العشر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۳۹
[2] ایضاً

فی المزارعۃ ان کان البذر من رب الارض فعلیہ ولو من العامل فعلیھما بالحصۃ[1] فی رد المحتار تحت قولہ وفی المزارعۃ الخ ماذکرہ الشارح ھو قولھما اقتصر علیہ لما علمت ان الفتوی علی قولھما بصحۃ المزارعۃ لکن ما ذکر من التفصیل یخالفہ ما فی البحر والمجتبی والمعراج والسراج والحقائق والظھیریۃ وغیرھا من ان العشر علی رب الارض عندہ وعلیھما عندھما من غیر ذکر ھذا التفصیل وھو الظاھر لما فی البدائع من ان المزارعۃ جائزۃ عندھما والعشر یجب فی الخارج والخارج بینھما فیجب العشر علیھما[2] الخ۔

میں ہے ہم صاحبین کا قول لیتے ہیں اور مزارعت میں اگر بیج زمین کے مالک کا ہے تو اس پر عشر ہے اور اگر عامل کا ہے تو حصّہ کے مطابق دونوں پر ہوگا، ردالمحتار میں ماتن کے قول "وفی المزارعۃ الخ" کے تحت یہ شارح نے جو کہا یہ صاحبین کا قول ہے، اور اس پر اکتفاء کی وجہ آپ جان چکے کہ صحتِ مزارعت کے بارے میں صاحبین کے قول پر فتوٰی ہے لیکن جو تفصیل میں بیان ہُوا وہ اس کے مخالف ہے، جو بحر، مجتبٰی، معراج، سراج، حقائق، ظہیریہ وغیرہ میں ہے کہ امام صاحب کے نزدیک عشر مالکِ زمین پر ہے اور صاحبین کے نزدیک دونوں پر ہے مگر تفصیل کا ذکر نہیں، اور عشر پیداوار میں واجب ہے اور پیداوار دونوں کے درمیان تقسیم ہوگی لہذا عشر دونوں پر ہوگا الخ (ت)

بالجملہ قول دوم بھی ضعیف نہیں اور ہمارے بلاد میں وہی ارفق بالناس ہے یہاں اجرتیں بلحاظ عشر ہرگز مقرر نہیں ہوتیں، اگر پیداوار کا عشر اُجرت سے دلائیں تو غالباً کچھ نہ بچے بلکہ بہت جگہ عشر ہی میں گھر سے دینا پڑے باقی مصارف دیہی مالگزاری انگریز جُدا رہے، اور اگر اس پر مجبور کیجئے کہ اب وہ اُجرتیں مقرر کیجئے کہ عشر و مالگزاری و جملہ مصارف دے کر تمہارے لیے بقدر کفالت بچے تو یہ ہرگز میسر نہیں، مزارعین اس پر کیوں راضی ہونے لگے

وفی نزع الناس عن عاداتھم حرج والحرج مدفوع بالنص لا یکلف اللہ نفسا الا ما اتاھا سیجعل اللہ بعد عسر یسرا[3] وھذا کما ذکر العلامۃ الشامی رحمہ اللہ تعالٰی فی اوقاف

لوگوں کو ان کی عادات سے روکنا حرج ہے اور حرج کا مدفوع ہونا نص سے ثابت ہے۔ ارشاد باری ہے اللہ تعالٰی ہر نفس کو اتنی تکلیف دیتا ہے جتنا اسے عطا فرمایا ہے عنقریب اللہ تعالٰی دشواری کے بعد

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار | باب العشر | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۴۰-۱۳۹
[2] ردالمحتار | " | مصطفی البابی مصر | ۲/۶۱
[3] القرآن ۶۵/۷

بلاده انه لا تفی الاجرة ولا اضعافها بالعشر او خراج المقاسمة قال فلا ینبغی العدول عن الافتاء بقولهما فی ذلك لانهم فی زماننا یقدرون اجرة المثل بناء علی ان الاجرة سالمة لجهة الوقف ولا شیئ علیه من عشر وغیرہ اما لو اعتبر دفع العشر من جهة الوقف وان المستاجر لیس علیه سوی الاجرة فان اجرة المثل تزید اضعافا کثیرة کما لایخفی فان امکن اخذ الاجرة کاملة یفتی بقول الامام والا فبقولهما لما یلزم علیه من الضرر الواضح الذی لایقول به احد والله تعالٰی اعلم اھ۔[1]

آسانی فرمادے گا، یہ اسی طرح ہے جو علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی نے اپنے شہروں کے ان اوقاف کے بارے میں ذکر کیا ہے جن میں نہ اجرت نہ اس کے ساتھ عشر کا اضافہ اور نہ ہی غلے کی تقسیم پوری ملتی ہے، انھوں نے کہا کہ اس سلسلہ میں صاحبین کے قول پر فتوٰی دینے سے اعراض مناسب نہیں کیونکہ ہمارے دور میں لوگ اجرت مثلی مقرر کرتے ہیں اس بنا پر کہ وقف کے لیے اجرت مثلی مقرر کرنے میں نقصان سے سلامتی ہے اور اس پر کوئی عشر وغیرہ نہیں اور اگر وقف کی جانب سے عشر دینے کا اعتبار کیا جائے اور مستاجر پر سوائے اجرت کے کچھ نہ ہو تو اجرت مثلی کئی گنا بڑھ جاتی ہے جیسا کہ مخفی نہیں، تو اگر کاملاً اجرت لینا ممکن ہو تو امام صاحب کے قول پر فتوٰی ہوگا ورنہ صاحبین کے قول پر، تاکہ اس سے وہ واضح نقصان لازم آئے جس کا قول کسی نے بھی نہیں کیا واللہ تعالٰی اعلم اھ (ت)

رہی وُہ زمین جس کی نسبت خراجی ہونا ثابت ہوجائے مثلاً تحقیق ہو کہ ابتدائے زمانہ سلطنت اسلام سقی اللہ تعالٰی عہدہا میں ابتداءً یہ زمین کسی کافر ذمی کی تھی کہ اس نے باذنِ سلطان احیاء کی، سلطان نے اسے عطا کی، اُس سے مسلمان نے خریدی یا مسلمان نے خراجی زمین کے قرب میں احیاء کی، اس کا وظیفہ ضرور خراج ہے اور بلاشبہ خراج شرعی سے مالگزاری انگریزی کا کوئی تعلق نہیں، نہ حساب ادا میں وہ مجرا دی جائے وھذا ظاھر جلی لاخفاء به (اور یہ ظاہر وروشن ہے اس میں کوئی خفا نہیں۔ت) امرِ تحقیق طلب یہ ہے کہ جب یہاں نہ سلطنتِ اسلام نہ لشکرِ اسلام تو خراجِ شرعی بھی واجب رہا یا نہیں، اور رہا تو کسے اور کیا اور کتنا دیا جائے۔ **اقول** وباللہ التوفیق یہ تو کتب میں مصرح ہے کہ مطالبۂ خراج مشروط بہ تسلط ہے، جن بلاد پر جتنے دنوں سلطنت شرعیہ کا تسلط نہ رہے بعد تسلط بھی اُن ایام کے خراج کا مطالبہ نہیں خواہ انھوں نے اتنے دنوں کسی اور قوم کو خراج دیا یا اُسے بھی نہ دیا ہو کہ خراج لینا حمایت فرمانے کے ساتھ

---

[1] ردالمحتار باب العشر مصطفی البابی مصر ۲/۶۰

ہے جب اُتنے دنوں سلطنتِ دینیہ ان کی حمایت سے جُدا رہی اس مدت کا خراج نہیں لے سکتی۔ کنز میں ہے:

لو اخذ العشر والخراج والزکٰوۃ بغاۃ لم یوخذ اخری۔[1]

اگر باغی عشر، خراج اور زکوٰۃ وصول کرلیں تو دوبارہ نہ لیا جائے گا۔ (ت)

ہدایہ، بحر وغیرہما میں ہے:

لان الامام لم یحمھم والجبایۃ بالحمایۃ۔[2]

کیونکہ حاکم نے ان کی حمایت نہیں کی اور خراج تو حمایت کی بنا پر ہوتا ہے۔ (ت)

تبیین وبحر وغنیہ ذوی الاحکام میں ہے:

اشتراط اخذھم الخراج ونحوہ وقع اتفاقا حتی لو لم یاخذوا منہ سنین وھو عندھم لم یوخذ منہ شیئ ایضا لما ذکرنا۔[3]

خراج وغیرہ لینے کی شرط لگانے کا ذکر اتفاقاً ہوا ہے حتی کہ اگر کئی سال ان سے وصولی نہ کی حالانکہ ذمی ان کے پاس تھا تو اب سابقہ سے بھی کوئی شئے نہ لی جائیگی جیسا کہ ہم نے بیان کردیا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ویظھرلی ان اھل الحرب لو غلبوا علی بلدۃ من بلادنا کذلك للتعلیلھم اصل المسئلۃ بان الامام لم یحمھم والجبایۃ بالحمایۃ وفی البحر وغیرہ لو اسلم الحربی فی دار الحرب واقام فیھا سنین ثم خرج الینا لم یاخذ منہ الامام الزکٰوۃ لعدم الحمایۃ الخ۔[4]

مجھ پر یہ ظاہر ہُوا ہے کہ اگر اہلِ حرب ہمارے کسی شہر پر غالب آجائیں تو حکم یہی ہوگا کیونکہ یہاں دلیل وعلّت وہی ہے کہ حاکم نے ان کی حمایت نہیں کی اور خراج حمایت کی وجہ سے ہوتا ہے، اور بحر وغیرہ میں ہے اگر حربی نے دارالحرب میں اسلام قبول کرلیا اور وُہ وہاں ہی کئی سال تک مقیم رہا پھر ہمارے ہاں آیا تو حاکم عدمِ حمایت کی وجہ سے اس سے کچھ وصول نہیں کرسکتا الخ (ت)

اور یہ بھی تصریح ہے کہ مصرف خراج لشکرِ اسلام ہے فقرا کا اس میں کچھ حق نہیں۔

---

[1] کنز الدقائق فصل فی الغنم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۹
[2] بحرالرائق " " " ۲/۲۲۳
[3] تبیین الحقائق فصل فی صدقۃ الغنم مطبعہ کبرٰی بولاق مصر ۱/۲۷۴
[4] ردالمحتار باب زکوٰۃ الغنم مصطفی البابی مصر ۲/۲۶

Marfat.com

فی العنایۃ تحت مسئلۃ شراء ذمی عشریۃ من مسلم فی توجیہ روایۃ عن محمد حق الفقراء تعلق بہ فھو کتعلق حق المقاتلۃ بالاراضی الخراجیۃ ثم قال فی توجیہ اخری مایصرف الی الفقراء ھو ماکان للہ تعالٰی بطریق العبادۃ ومال الکافر لیس کذلک فیصرف فی مصارف الخراج[1] وفی الدرالمختار عن ابن الشحنۃ فی نظم بیوت المال ع

وثالثھا خراج مع عشور

الی ان قال :

فمصرف الاولین اتی بنص

وثالثھا حواہ مقاتلونا[2] اھ

وفی الفتح والعنایۃ وغیرھما قبیل باب الجزیۃ مصرف العشر الفقراء ومصرف الخراج المقاتلۃ[3] اھ وقد اعترض فی الفتح فی المسألۃ المارۃ علی جعل العشریۃ بشراء الذمی خراجیۃ بان التغییر ابطال لحق الفقراء بعد تعلقہ فلا یجوز[4] الخ۔

عنایہ میں اس مسئلہ " ذمی نے کسی مسلمان سے عشری زمین خریدی " کے تحت امام محمد رحمہ اللہ سے مروی روایت کی توجیہ میں ہے کہ فقراء کا اس کے ساتھ حق متعلق ہے، پس یہ اسی حق کی طرح ہے جس طرح خراجی زمینوں کے ساتھ حقِ مقاتلہ کا تعلق ہوتا ہے پھر دوسری توجیہ کرتے ہوئے کہا کہ جو کچھ فقراء پر خرچ کیا جاتا ہے وہ اللہ تعالٰی کے لیے بطور عبادت ہوتا ہے اور مالِ کافر میں یہ بات نہیں ہوتی لہذا اسے مصارفِ خراج میں ہی خرچ کیا جائے گا اور درمختار میں ابن شحنہ سے بیوت المال کی نظم میں ہے :

اور تیسری قسم خراج مع عشر ہے۔

آگے چل کر کہا :

پہلی دونوں کے مصارف نص میں موجود ہیں اور تیسری کا مصرف ہمارے مقاتلہ (لشکرِ اسلام) ہوتے ہیں۔ اھ

اور فتح و عنایہ وغیرہ میں باب الجزیہ سے تھوڑا پہلے ہے کہ عشر کا مصرف فقراء اور خراج کا مصرف مقاتلہ کرنے والے (لشکرِ اسلام) ہوتے ہیں اھ فتح میں گزشتہ مسئلہ کہ عشری زمین کا ذمی کے خریدنے سے خراجی ہونے پر اعتراض کیا ہے کہ زمین کے ساتھ فقراء کا حق متعلق ہونے کے بعد تغیر ان کے حق کو باطل کر دیتا ہے جو جائز نہیں الخ (ت)

---

[1] العنایۃ مع فتح القدیر باب العشر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۹۶

[2] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۰

[3] فتح القدیر باب العشر والخراج مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۲۸۶

[4] " باب زکوٰۃ الزروع والثمار " " ۲/۱۹۷

Marfat.com

اور شک نہیں کہ جب مصرف نہ باقی ہو، مطالبہ کس کے لیے ہو، ولہذا ہمارے امام کے نزدیک عاشر تاجر سے خربوزے، کھیرے، ککڑی وغیرہا جلد بگڑ جانے والی پیداوار کا عشر نہ لے گا جبکہ فقراء موجود نہیں کہ مصرف ہی نہیں اور وُہ اشیاء رکھنے سے بگڑ جائیں گی، تو مطالبہ عبث ہے۔

فی الفتح قبیل باب المعادن، من مر بطاب اشتراھا للتجارۃ کالبطیخ والقثاء ونحوہ لم یعشرہ عند ابی حنیفۃ فانھا تفسد بالاستبقاء ولیس عند العامل فقراء فی البر لید فع لھم فاذا بقیت لیجدھم فسدت فیفوت المقصود[1] اھ مختصراً۔

فتح میں باب المعادن سے تھوڑا پہلے ہے، کہ جو شخص سبزیوں کے کھیت کے پاس سے گزرا اس نے تجارت کے لیے انھیں خریدا مثلاً خربوزہ اور کھیرا وغیرہ، تو اب امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک اس پر عشر نہ ہوگا کیونکہ وہ باقی رکھنے سے خراب ہوجاتی ہیں، اور عامل کے پاس جنگل میں فقراء نہیں ہوتے جنھیں وُہ عشر دے دے، اور اگر انھیں فقراء کے پانے کے لیے باقی رکھتا ہے تو وہ خراب ہوجاتے ہیں تو اس سے مقصود فوت ہوجاتا ہے اھ اختصاراً (ت)

بلکہ علماء نے تصریح فرمائی کہ کل خراج کا وجوب ہی لشکرِ اسلام کے حق کے لیے اور ان کی حمایت کا معاوضہ ہے۔ فتح القدیر، کتاب السیر، باب العشر میں ہے :

الخراج جزاء المقاتلۃ علی حمایتھم فما سقی بما احموہ وجب فیہ[2] اھ۔

خراج لشکرِ اسلام کی حمایت کا معاوضہ ہے، جو زمین ان کی حمایت سے سیراب ہوگی اس میں خراج واجب ہوگا اھ (ت)

عنایہ میں اسی جگہ ہے :

الخراج یجب جبرا للمقاتلۃ فیختص وجوب الخراج بما یسقی بماء حمتہ المقاتلۃ (الی قولہ) الی ھذا اشار شمس الائمۃ[3] اھ

خراج، مقاتلہ کے نقصان کو پُورا کرنے کے لیے ہوتا ہے، لہذا خراج انھی زمینوں کے ساتھ مخصوص ہوگا جو لشکر کی حمایت کے تحت سیراب ہوں گی (آگے چل کر کہا) شمس الائمہ نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ (ت)

---

[1] فتح القدیر — باب فیمن یمر علی العاشر — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۷۸
[2] ایضاً — باب العشر والخراج — ایضاً ۵/ ۲۸۱
[3] العنایۃ مع فتح القدیر — باب العشر والخراج — ایضاً ۵/ ۲۸۰

Marfat.com

اُسی کے اواخر باب زکوٰۃ الزروع میں ہے:

الخراج یجب حقا للمقاتلۃ فیختص وجوبہ بماحمتہ المقاتلۃ۔[1]

خراج حقِ مقاتلہ کے طور پر لازم ہوتا ہے لہذا یہ اسی کے ساتھ مخصوص رہے گا جو مقاتلہ کے تحت ہوگا۔ (ت)

یہ کلمات بظاہر سقوطِ خراج کی طرف ناظر مگر نظرِ دقیق حاکم کہ نفسِ وجوب ثابت وقائم، مطالبۂ سلطنت و وجوبِ دیانت میں فرق بعید ہے، بہت چیزیں ہیں کہ سلطان کو اُن کا مطالبہ نہیں پہنچتا اور شرعاً واجب ہے

کزکوٰۃ الاموال الباطنۃ کما فی الدر وغیرہ عامۃ الاسفار وقد قال الشامی عن البحر وغیرہ فی مسئلۃ اسلام الحربی فی دار الحرب بعد العبارۃ المذکورۃ ونفتیہ باداۂھا ان کان عالما بوجوبھا والا فلا زکوٰۃ علیہ لان الخطاب لم یبلغہ وھو شرط الوجوب[2] اھ

جیسے اموالِ باطنہ کی زکوٰۃ، جیساکہ در اور دیگر کتب میں ہے، شامی نے بحر وغیرہ کے حوالے سے دار الحرب میں کسی حربی کے اسلام لانے کے بارے میں گفتگو کرتے ہُوئے عبارت مذکورہ کے بعد کہا کہ اگر وُہ حربی مسلمان وجوب زکوٰۃ کا علم رکھتا ہے تو ہم اسکی ادائیگی کا فتوی دینگے ورنہ اس پر زکوٰۃ ہی نہیں کیونکہ اسے ایسا حکم ہی نہیں پہنچا جو وجوب کے لیے شرط ہے اھ (ت)

ولہذا صورت مذکورۂ عدم تسلط میں تصریح فرمائی کہ متغلبین اگر زکوٰۃ وعشر لے کر ان کے مصارف میں صرف نہ کریں تو اربابِ اموال پر اُن کا دوبارہ دینا واجب ہے اور خراج میں جو اعادے کی حاجت نہیں اس کا سبب یہ کہ وہ متغلبین خود بھی ایک اسلامی لشکر کی حیثیت سے اُس کے مصرف ہیں تو خراج اپنے محل کو پہنچ گیا

فی الدر المختار اذا اخذ البغاۃ والسلاطین الجائرۃ زکوٰۃ الاموال الظاھرۃ کالسوائم والعشر والخراج لا اعادۃ علی اربابھا ان صرف الماخوذ فی محلہ الاٰتی ذکرہ والا یصرف فیہ فعلیھم فیما بینھم وبین اللہ تعالٰی اعادۃ غیر الخراج لانھم مصارفہ۔[3]

درمختار میں ہے اگر باغیوں اور ظالم حکمرانوں نے اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ وصول کرلی مثلاً چارپایوں کی زکوٰۃ، یا عشر وخراج وصول کرلیا تو اب مالکوں سے دوبارہ نہیں لیا جائیگا (بشرطیکہ ان کی جگہ خرچ کیا گیا جن کا ذکر آرہا ہے) اور اگر وہاں خرچ نہیں کیا تو مالکوں پر بطور دیانت عشر وزکوٰۃ کا اعادہ لازم ہے خراج کا نہیں کیونکہ باغی لشکر خود خراج کا مصرف ہیں۔ (ت)

---

[1] العنایۃ مع فتح القدیر باب زکوٰۃ الزروع والثمار مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۹۷
[2] ردالمحتار باب زکوٰۃ الغنم مصطفی البابی مصر ۲/۲۶
[3] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۳۴

Marfat.com

درمنتقی پھر طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے:

اما الخراج فلا یفتون باعادته لانهم مصارفه اذا اھل البغی یقاتلون اھل الحرب و الخراج حق المقاتلة[1]۔

خراج دوبارہ لینے کا فتوی نہیں دیا جائے گا کیونکہ یہ اس کا مصرف ہیں کیونکہ اہلِ بغاوت نے اہلِ حرب کے ساتھ مقاتلہ کیا اور خراج مقاتلہ کا حق ہے (ت)

ہدایہ وبحر وغیرہما میں ہے:

افتوا بان یعید وھا دون الخراج لانهم مصارف الخرج لکونهم مقاتلة والزکوۃ مصرفها الفقراء ولا یصرفونها الیهم[2]۔

علماء نے فتوی دیا ہے کہ خراج کے علاوہ کا اعادہ ہوگا کیونکہ اہلِ بغاوت خراج کا مصرف ہیں اس لیے کہ یہ مقاتل ہیں اور زکوۃ کا مصرف فقراء ہیں لہذا ان پر خرچ نہیں کی جاسکتی۔ (ت)

تو ثابت ہوا کہ تسلط وحمایت شرط مطالبہ سلطانی ہے نہ شرط نفس وجوب اور اس تعلیل نے کہ اعادہ خراج اس وجہ سے نہیں کہ وُہ خود بھی مصرف ہیں واضح کر دیا کہ اگر وُہ مصرف نہ ہوں جیسے نامسلم قومیں تو خراج کا اعادہ بھی ضرور ہے مصرف خراج صرف لشکرِ اسلام نہیں بلکہ تمام مصالح عامہ مسلمین ہیں جن میں تعمیر مساجد ووظیفہ امام ومؤذن وبنائے پل وسرا وتنخواہ مدرسین علم دین وخبرگیری طلبۂ علوم دین وخدمت علمائے اہلِ حق حامیانِ دین مشغولین درس ووعظ وافتا وغیرہا امورِ دین سب داخل ہیں۔

فی رد المحتار تحت قول ابن الشحنة المار الذی فی الهداية وعامة الکتب المعتبرة انه یصرف فی مصالحنا کسد الثغور و بناء القناطیر والجسور وکفایة العلماء و القضاء والعمال ورزق المقاتلة وذراریهم اھ ای ذراری الجمیع[3]۔

ردالمحتار میں ابن شحنہ کے گزشتہ قول جو ہدایہ اور اکثر کتب معتبرہ میں ہے، کے تحت یہ ہے: خراج ہمارے مصالح پر خرچ کیا جاسکتا ہے مثلاً دفاعی بند، پل، راستے، علماء، قضاء، علماء کی خدمت، مقاتلہ کرنے والے اور ان کی اولاد، یعنی مذکورہ تمام لوگوں کی اولاد پر خرچ کیا جاسکتا ہے (ت)

درمختار میں ہے:

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب زکوۃ الغنم دارالمعرفۃ بیروت ۱/۴۰۴

[2] الہدایۃ کتاب الزکوۃ فصل فی مالا صدقۃ فیہ المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۱۷۳

[3] ردالمحتار باب العشر مصطفی البابی مصر ۲/۶۳

Marfat.com

مصرف الجزیۃ والخراج مصالحنا کسد ثغورنا وبناء قنطرۃ وجسر وکفایۃ العلماء والمتعلمین تجنیس، وبہ یدخل طلبۃ العلم فتح، والقضاۃ والعمال ککتبۃ قضاۃ وشہود قسمۃ ورقباء سواحل ورزق المقاتلۃ وذراریہم ای ذراری من ذکر مسکین[1] (ملخصًا)

جزیہ اور خراج کا مصرف ہمارے رفاہی کام ہیں مثلاً رفاعی معاملات، جیسے دارالاسلام کی سرحدوں کی حفاظت کرنا، سڑکوں اور پلوں کا بنانا، علماء اور اساتذہ کو بطورِ کفالت دینا، تجنیس۔ اس میں طالبعلم بھی داخل ہیں، فتح۔ قضاۃ اور عمال، جیسے قاضیوں کے کاتب، ورثاء اور شرکاء کے درمیان تقسیم کے گواہ اور سواحلِ دریا کے نگہبان یعنی عشر لینے والے کذا فی الطحطاوی۔ مجاہدین کی روزی اور ان سب کی ذریت کی، یعنی جن کا ذکر اوپر ہوا ان سب کی اولاد کی روزی۔ کذا فی شرح مسکین۔ (ملخصًا) (ت)

ہدایہ میں ہے:

الخراج یصرف فی مصالح المسلمین و یعطی قضاۃ المسلمین و عمالہم و علماؤھم منہ مایکفیہم لانہ مال بیت المال و ھو معد لمصالح المسلمین و ھؤلاء عملتہم[2]

خراج مسلمانوں کے مفاد کے لیے ہوگا۔ مسلمان قضاۃ، عمال، علماء کی ضروریات کو اس سے پورا کیا جائے گا کیونکہ یہ بیت المال کا مال ہے اور بیت المال مسلمانوں کے مفاد کے لیے ہوتا ہے، اور یہ لوگ مسلمانوں کی خدمت کر رہے ہوتے ہیں۔ (ت)

فتح میں ہے:

زاد فی تجنیس المعلمین والمتعلمین و بھذا تدخل طلبۃ العلم[3] اھ الکل مختصرا۔

تجنیس المعلمین والمتعلمین میں یہ اضافہ ہے کہ اس کے ساتھ طالب علم اس میں داخل ہو گئے اھ تمام عبارتوں میں اختصار ہے۔ (ت)

خود امام مذہب سیدنا امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ کتاب الخراج میں خلیفہ ہارون رشید سے ارشاد فرماتے ہیں:

؎۱ درمختار	فصل فی الجزیۃ	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۳۵۴
؎۲ الہدایۃ	فصل و نصارٰی بنی تغلب الخ	المکتبۃ العربیہ کراچی	۲/۵۷۹
؎۳ فتح القدیر	" " "	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	۵/۳۰۷

Marfat.com

وسألت من ای وجه تجری علی القضاۃ و العمال الارزاق فاجعل (اعز اللہ امیر المؤمنین بطاعتہ) ما یجری علی القضاۃ والولاۃ من بیت مال المسلمین من جبایۃ الارض او من خراج الارض والجزیۃ لانھم فی عمل المسلمین فیجری علیھم من بیت مالھم ویجری علی والی کل مدینۃ وقاضیھا بقدر ما یحتمل، وکل رجل تصیرہ فی عمل المسلمین فاجر علیہ من بیت مالھم ولا تجر علی الولاۃ والقضاۃ من مال الصدقۃ شیئا الا والی الصدقۃ فانہ یجری علیہ منھا کما قال اللہ تبارک وتعالٰی والعاملین علیھا[1]۔

اے امیر المومنین! تُو نے یہ پُوچھا ہے کہ قضاۃ اور عمال کے وظائف کا معاملہ کیسے کیا جائے تو (اللہ تعالٰی امیر المومنین کو رعایا کی فرمانبرداری کے ذریعے عزت بخشے) قضاۃ اور عمال کو مسلمانوں کے بیت المال یعنی زمین کی ضمان، خراج اور جزیہ سے وظائف دیئے جائیں کیونکہ وُہ مسلمانوں کے کام میں مصروف ہوتے ہیں، پس ان پر بیت المال سے خرچ کرو اور ہر شہر کے والی اور قاضی کے لیے اتنا وظیفہ جاری کرو جتنا وُہ کام کرتے ہیں، اور جو شخص مسلمانوں کے کام میں مقرر کرو اس پر بیت المال سے خرچ کرو، والیوں اور قاضیوں پر مال صدقہ سے خرچ نہ کرو، ہاں والی صدقہ پر کرسکتے ہو کیونکہ اس پر اس میں سے خرچ کیا جاسکتا ہے جیسا کہ اللہ تعالٰی کا ارشادِ گرامی ہے اور صدقات وصول کرنے والے کے لیے۔ (ت)

اور اگر بالفرض خاص لشکرِ اسلام ہی اس کا مصرف ہوتا تو بحمد اللہ تعالٰی وہ بھی جابجا موجود، اور اوپر معلوم ہوچکا کہ خاص یہاں ہونا ان بلاد کی حمایت کا شرط مطالبہ ہے نہ شرط وجوب۔ اور اشیائے سریعۃ الفساد پر خراج کا قیاس نہیں ہوسکتا، پھر وہاں بھی صرف مطالبہ منتفی ہے نہ وجوب، خود اسی مسئلہ میں تصریح ہے کہ عاشر اگرچہ اس سے عشر نہ لے گا مگر تاجر کو اس کے ادا کا حکم کرے گا۔

فی ردالمحتار عن الشرنبلالیۃ صورۃ المسألۃ ان یشتری بنصاب قرب مضی الحول علیہ شیئا من ھذہ الخضراوات للتجارۃ فتم علیہ الحول، فعندہ لایاخذ الزکٰوۃ لکن یامر المالک باداءھا

ردالمحتار میں شرنبلالیہ سے ہے صورت مسئولہ یُوں ہے کہ سال ختم ہونے کے قریب اگر کسی نے تجارت کے لیے نصاب کے عوض سبزیات خریدیں اور اس پر سال مکمل ہوا تو امام صاحب کے نزدیک اس سے زکوٰۃ وصول نہیں کی جائے گی لیکن

---

[1] کتاب الخراج من ای وجہ تجری علی القضاۃ الخ مطبعۃ بولاق مصر ص ۲۰۲

Marfat.com

بنفسہ[1] الخ۔ | مالک سے کہا جائیگا کہ خود ادا کردے۔ (ت)

ایجابِ خراج میں لشکرِ اسلام کا حق اور اس کی حمایت پر تقرر معاوضہ ضرور منظورِ نظرِ شرع ہے مگر اس سے وجودِ حمایت کا شرطِ وجوب ہونا لازم نہیں، تصریحاتِ ائمہ سے واضح ہولیا کہ خراج صرف انہی کے لیے مقرر نہ ہوا بلکہ جمیع مصالح عامہ اہلِ اسلام اس میں متساویۃ الاقدام، ہاں جہاں حمایت ہو ان کا بھی حق ضرور ہے اور جہاں اُن کا حق ہو وہی معاوضہ منظور رہے، بالجملہ ادھر سے کلیہ ہے یعنی حیثما وجدت الحمایۃ وجبت الجبایۃ (جہاں حمایت ہوگی وہاں خراج لازم ہوگا۔ ت) اُدھر سے نہیں کہ حیث ماوجبت الجبایۃ وجدت الحمایۃ (جہاں خراج ہوگا وہاں حمایت ہوگی۔ ت) تاکہ اس کا عکس نقیض کیجئے کلما لم توجد الحمایۃ لم توجب الجبایۃ (جب حمایت نہ ہوگی تو خراج لازم نہ ہوگا۔ ت) فتح القدیر کی عبارت مذکور کا منشاء اسی قدر ہے البتہ عبارتِ عنایہ میں لفظ یختص موہم واقع ہوا ہے اور وُہ قطعاً زاید بے حاجت محض بلکہ خلافِ مقصود ہے،

وذلک لان محمدا رحمہ اللہ صرح فی الزیادات ان المسلم لایبتدأ بتوظیف الخراج[2] ثم وقع بینھم الخلاف فیما اذا احیا مسلم مواتا فقال ابویوسف تعتبر بحیزھا ای بمایقرب منھا فان کانت من حیز ارض الخراج فخراجیۃ او ارض العشر فعشریۃ لان القرب من اسباب الترجیح وقال محمد ان کان صفتھا انھا یصل الیھا ماء الانھار فخراجیۃ او ماء عین ونحوہ فعشریۃ کل ذٰلک فی الفتح[3] وقد لزم من ھذا توظیف

یہ اس لیے کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے زیادات میں تصریح کی ہے کہ مسلمان پر ابتداءً خراج نہیں آسکتا، پھر ان ائمہ کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہے کہ جب کسی مسلمان نے غیر آباد زمین کو آباد کیا، امام ابویوسف نے فرمایا اس کے قُرب کا اعتبار کیا جائیگا اگر خراجی کے قریب ہے تو خراجی اگر عشری کے قریب ہے تو عشری، کیونکہ قرب اسبابِ ترجیح میں سے ہے۔ امام محمد نے فرمایا اگر اسے نہری پانی سیراب کرتا ہو تو خراجی، اور اگر چشمہ وغیرہ کا پانی ہو تو عشری۔ یہ تمام تفصیل فتح میں ہے بعض کے گمان کے مطابق اس سے مسلمان پر

---

[1] ردالمحتار | باب العاشر | مصطفی البابی مصر | ۲/ ۴۷

[2] فتح القدیر | باب زکوٰۃ الزروع والثمار | مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر | ۲/ ۱۹۸

[3] ر | باب العشر والخراج | ر | ۵/ ۲۸۰

Marfat.com

الخراج علی المسلم ابتداءً اذا اسقاھا بماء الخراج علی ماظن[۱] وھو خلاف نص الزیادات فاجیب[۲] بتقیید مافی الزیادات بما اذا لم یکن منہ صنیع یستدعی ذٰلک وھو السقی بماء الخراج اما اذا وجد ذٰلک فھو دلالۃ التزامہ الخراج

ابتدائی طور پر خراج کا تقرر لازم آتا ہے جبکہ وُہ زمین خراجی پانی سے سیراب ہو رہی ہو، حالانکہ یہ زیادات کی تصریح کے خلاف ہے، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ زیادات کی عبارت میں اس قید کا اعتبار رہے کہ بشرطیکہ اس مسلمان سے کوئی ایسا عمل نہ پایا جاتا ہو جو خراج کا تقاضا کرتا ہو اور وہ عمل خراجی پانی سے سیرابی ہے، اور اگر ایسا ہے تو بطور التزام اس کا

عہ[۱] ظنہ جماعۃ منھم الشیخ حسام الدین السغناقی فی النھایۃ ولیس کما ظنوا بل انما ھو انتقال ما تقرر فیہ الخراج بوظیفتہ الیہ وھو الماء فان فیہ وظیفۃ الخراج فاذا سقی بہ انتقل ھو بوظیفتہ الی ارض المسلم کما لو اشتری خراجیۃ وھذا لان المقاتلۃ ھم الذین حموا ھذا الماء فثبت حقھم فیہ وحقھم ھو الخراج فاذا اسقی بہ مسلم اخذ منہ حقھم کما ان ثبوت حقھم فی الارض اعنی خراجھا لحمایتھم ایاھا یوجب مثل ذٰلک، افادہ فی الفتح من باب زکوۃ الزروع ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

عہ[۱] یہ گمان ایک جماعت نے کیا ہے جن میں سے شیخ حسام الدین سغناقی ہیں جنھوں نے نہایہ میں اظہار کیا ہے، جبکہ معاملہ وُہ نہیں جو انھوں نے گمان کیا ہے بلکہ یہ مسلمان کی طرف وظیفۂ خراج والی چیز کا انتقال ہے۔ اور وُہ پانی ہے کیونکہ اس میں خراج والا وظیفہ ہے۔ تو جب اس سے زمین سیراب ہوگی تو اس کا وظیفہ بھی مسلمان کی زمین پر لاگو ہوگا جیسا کہ کوئی خراجی زمین خریدے تو اس پر خراج آتا ہے یہ اس لیے کہ مقاتلہ وُہ لوگ ہیں جو اس پانی کو تحفظ فراہم کرتے ہیں اس لیے اس پانی میں ان کا حق ثابت ہوگا جبکہ وُہ خراج ہے تو جب کوئی مسلمان اس پانی کو استعمال کرے گا تو اس سے پانی کا حق لیا جائیگا جس طرح خراجی زمینوں میں تحفظ فراہم کرنے پر مقاتلہ کا حق واجب ہوتا ہے، اس کا افادہ فتح کے باب زکوٰۃ الزروع سے حاصل ہے ۱۲ منہ غفرلہ۔ (ت)

عہ[۲] المجیب الامام شمس الائمۃ السرخسی کما فی الفتح ۱۲ منہ غفرلہ (م)

عہ[۲] جواب دینے والے شمس الائمہ سرخسی ہیں جیسا کہ فتح میں ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

Marfat.com

رضاه به لان الخراج جزاء المقاتلة على حمايتهم فما سقى بما حموه وجب فيه[1] هذا ما في الهداية والفتح، ولاحاجة فيه الى تخصيص الخراج بما حموه اصلا بحيث لو يوجد لم يجب انما الحاجة الى استتباع حمايتهم ايجاب الخراج بحيث اذا وجدت وجب لان المقصود اثبات الوجوب لاجل ثبوت الحماية فتكون الحماية ملزومة والخراج لازما ليستدل بوضع المقدم على وضع التالى واللازم لا يجب تساويه اما اذا قلنا بان الخراج يختص بالحماية كان المعنى هو انتفاءه بانتفاءها فيكون اللازم هو الحماية فلا يصح الاستدلال بوجوده على وجوب الخراج لان وضع التالى لاينتج وضع المقدم فظهران حديث الخصوص لايوافق المقصود فاذن التقرير الصحيح ما اشار اليه في الهداية وبينه في الفتح وانعم ايضاحه في زكوة الزروع كما نقلنا نصه آنفا في المنهية۔

خراج پر راضی ہونا ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ خراج تو حمایت پر مقاتلہ کا معاوضہ ہے اور جو حمایتی (خراجی) پانی سے سیراب ہوگی اس میں خراج واجب ہوگا۔ یہ ہدایہ اور فتح میں تھا۔ یہاں خراج کو اس چیز کے ساتھ مقید کرنے کی اصلاً ضرورت نہیں کہ یہ وہاں ہوتا ہے جہاں حمایت ہو، اور جہاں حمایت نہ ہوگی وہاں خراج کا وجوب نہ ہوگا۔ یہ ضرورت تو ان کی حمایت کی وجہ سے ایجابِ خراج کے لیے ہے یعنی جہاں حمایت ہوگی وہاں خراج کا وجوب ہوگا کیونکہ مقصود ثبوت حمایت کی خاطر وجوبِ خراج کا اثبات ہے تو اب حمایت ملزوم اور خراج لازم قرار پائے گا تاکہ وضع مقدم سے وضع تالی پر استدلال کیا جاسکے اور لازم کے لیے (ملزوم کے) مساوی ہونا ضروری نہیں ہوتا لیکن جب ہم یہ کہیں گے کہ خراج حمایت کے ساتھ مخصوص ہے، تو اب معنیٰ ہوگا کہ خراج کی نفی سے حمایت کی نفی ہو تو اب اس صورت حمایت کا لازم ہونا لازم آجائے گا تو اب وجود لازم (حمایت) سے وجوب خراج پر استدلال درست نہ ہوگا کیونکہ وضع تالی سے وضع مقدم پر منتج نہیں ہوتی۔ تو اب ظاہر ہوگیا کہ مخصوص کرنے والی بات مقصود کے موافق نہیں، اب تقریر صحیح وہی ہے جس کی طرف ہدایہ میں اشارہ ہے اور فتح میں بیان ہوئی اور اس کی وضاحت زکوٰۃ الزروع میں کی، جیسا کہ ہم نے ابھی منہیہ میں اس کی عبارت بصورت نص نقل کی ہے (ت)

پھر اس اختصاص کو اپنے ظاہر اطلاق پر رکھئے تو قطعاً غلط و باطل ہے، جو زمینیں ہم نے

---

[1] فتح القدیر باب العشر والخراج مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۲۸۱

Marfat.com

قہراً خواہ صلحاً فتح کیں اور ان کے اہل کو اُن پر برقرار رکھا یا قہراً فتح کرکے اور جگہ کے کافروں کو دے دیں اُن پر یقیناً خراج ہے اگرچہ انھیں آبِ عشری مثل باران وغیرہ سے پانی دیا جاتا ہو۔ محققین تصریح فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ ہمارے ائمہ کا اجماعیہ ہے۔ محقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا:

نحن نقطع ان الارض التی اقر اھلھا لوکانت تسقی بعین اوبماء السماء لم تکن الاخراجیۃ لان اھلھا کفار والکفار لوانتقلت الیھم ارض عشریۃ ومعلوم ان العشریۃ قد تسقی بعین اوبماء السماء لاتبقی علی العشریۃ بل تصیر خراجیۃ فی قول ابی حنیفۃ وابی یوسف خلافا لمحمد فکیف یبتدأ الکافر بتوظیف العشر ثم کونھا عشریۃ عند محمد اذا انتقلت الیہ کذلک اما فی الابتداء فھو ایضا یمنعہ[1]۔

ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ جس زمین پر اس کے اہل برقرار رہے اگرچہ وہ چشمہ یا آسمانی پانی سے سیراب ہوتی ہو تو وہ خراجی ہی ہوگی کیونکہ اس کے مالک کافر ہیں اور کافر کی طرف اگرچہ عشری زمین منتقل ہو اور یہ بات معلوم ہو کہ اگر عشری زمین کو چشمہ یا آسمانی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے تو وہ عشری نہ رہے گی بلکہ وُہ امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے قول کے مطابق خراجی ہوجائے گی، ہاں امام محمد کا اس میں اختلاف ہے، تو اب کافر پر ابتدائی طور پر عشر کیسے مقرر کیا جاسکتا ہے، پھر امام محمد کے نزدیک جب عشری زمین کسی کافر کی طرف منتقل ہوگی تو وہ عشری ہی رہے لیکن ابتداءً وُہ بھی کافر پر عشر سے منع کرتے ہیں۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

وقد اطال المحقق فی فتح القدیر فی تقریرہ ثم قال والحاصل ان التی فتحت عنوۃ ان اقر الکفار علیھا لایوظف علیھم الا الخراج ولوسقیت بماء المطر وان قسمت بین المسلمین لایوظف الا العشر وان سقیت بماء الانہار[2]۔

محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں بڑی طویل گفتگو کرکے کہا کہ حاصل یہ ہے کہ جو زمینیں بطور غلبہ حاصل ہوں اگر کفار کو ہی ان پر قابض رکھا تو اب ان پر خراج ہی مقرر کیا جائیگا اگرچہ وہ بارش سے سیراب ہوتی ہوں، اور اگر وُہ زمینیں مسلمانوں میں تقسیم کردی گئیں تو ان پر عشر ہی مقرر کیا جائیگا اگرچہ وہ نہری پانی سے سیراب کی جاتی ہوں۔ (ت)

---

[1] فتح القدیر باب العشر والخراج مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۲۸۰

[2] بحرالرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۵۰۱

Marfat.com

امام محقق زیلعی نے تبیین الحقائق میں فرمایا :

هذا التفصیل فی حق المسلم اما الکافر فیجب علیه الخراج من ای ماء سقی لان الکافر لایبتدأ بالعشر فلا یأتی فیه التفصیل فی حالة الابتداء اجماعاً۔[1]

یہ تفصیل حقِ مسلم میں ہے، رہا کافر کا معاملہ تو اس پر خراج ہوگا خواہ جو پانی بھی سیراب کرے کیونکہ کافر پر ابتداءً عشر نہیں ہوتا لہذا ابتداءً اس میں بالاتفاق تفریق و تفصیل نہیں ہوگی۔ (ت)

اسی طرح بحر الرائق و مجمع الانہر میں اس سے نقل کیا اور مقرر رکھا، ولہذا علامہ حلبی نے متن متین ملتقی الابحر میں اُن زمینوں کو خراجی ہونے کا مسئلہ مطلق رکھا ارض السواد خراجیة (سواد کی زمین خراجی ہے۔ ت) کے بعد فرمایا :

وکذا کل ما فتح عنوة واقر اهلها علیه او صولحوا سوی مکة۔[2]

اسی طرح ماسوائے مکہ کے وُہ زمین جو بطور غلبہ فتح ہُوئی اور اس کے باشندوں کو وہاں قابض رکھا یا ان سے صلح کرلی گئی۔ (ت)

اور اصلاً خلاف کا ذکر نہ کیا حالانکہ انھیں التزام ہے کہ جس مسئلہ میں ائمہ ثلثہ مذہب سے کسی کا خلاف ہو ضرور نقل کریں گے۔

قال فی خطبته وصرحت بذکر الخلاف بین ائمتنا الخ[3]

علامہ حلبی نے خطبۂ کتاب میں فرمایا ہمارے ائمہ کے درمیان اگر کسی مسئلہ میں اختلاف ہوگا تو میں اس کی تصریح کروں گا۔ (ت)

اسی طرح متن جلیل کنز میں مطلق فرمایا :

فتح عنوة واقر اهله علیه او فتح صلحا خراجیة۔[4]

وُہ زمین جو بطور غلبہ حاصل ہُوئی اور وہاں کے قابضین کو برقرار رکھا یا بطور صلح فتح ہُوئی تو وہ خراجی ہوگی۔ (ت)

اور خلاف کی طرف باوصف التزام رمز ایمانہ کیا یُونہی جو زمین ذمی نے احیا کی بالاتفاق خراجی ہے اگرچہ

---

[1] تبیین الحقائق باب العشر والخراج الخ مطبعہ کبرٰی امیریہ بولاق مصر ۱/۲۷۲
[2] ملتقی الابحر " " " مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۲۷۰
[3] " " خطبۃ الکتاب (مقدمۃ المؤلف) " " ۱/۱۰
[4] کنز الدقائق باب العشر والخراج والجزیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹۱

Marfat.com

پانی عشری دیا ہو، فتح القدیر و تبیین الحقائق و بحرالرائق وغیرہا میں ہے:

لو احیاھا ذمی کانت خراجیة سواء سقیت عند محمد بماء السماء ونحوہ اولا وسواء کانت عند ابی یوسف من حیز ارض الخراج او العشر[1] اھ فظھر ضعف ما انتحاہ فی العنایة تبعا للنہایة رکونا الی ظاھر نقل فی الھدایة علی خلاف نقل فی الغایة کما بینہ المحقق فی الفتح واللہ ولی الھدایة والفتح۔

اگر کسی ذمی نے زمین کو آباد کیا تو وُہ خراجی ہوگی خواہ آسمانی پانی وغیرہ سے سیراب ہو یا نہ ہو اور امام ابویوسف کے نزدیک خواہ خراجی کے قریب ہو یا عشری کے قریب اھ اس سے اس کا ضعف ظاہر ہوگیا جو عنایہ میں نہایہ کی اتباع کرتے ہُوئے میلان کیا ہے ہدایہ میں نقل ظاہر کی طرف اور وُہ نقل غایة کے خلاف ہے جیسا کہ محقق نے فتح میں کیا، اور اللہ تعالٰی ہی ہدایت اور فتح کا مالک ہے۔(ت)

لاجرم خود عنایہ میں تصریح فرمائی کہ مسئلہ اعتبار آب مطلق نہیں، ہدایہ میں فرمایا تھا:

اذا کانت لمسلم دار خطة فجعلھا بستانا فعلیہ العشر معناہ اذا سقاھا بماء العشر واما اذا کانت تسقی بماء الخراج ففیھا الخراج لان المؤنة فی مثل ھذا تدور مع الماء[2]۔

جب بطور قبضہ کسی مسلمان کی خالی زمین پر گھر بنایا پھر اسے اس نے باغ بنادیا تو اس پر عشر ہوگا، اس کا معنٰی یہ ہے کہ جب وُہ عشری پانی سے سیراب ہوتا ہو اور جب وہ خراجی پانی سے سیراب ہو تو اس میں خراج ہوگا کیونکہ ایسی صورتوں میں عشر و خراج کا معاملہ پانی کے ساتھ ہے۔(ت)

اس پر عنایہ میں لکھا ہے:

معنی قولہ "فی مثل ھذا" الارض التی لم یتقرر امرہ علی عشر او خراج وھو احتراز عما اذا کان لمسلم ارض تسقی بماء العشر وقد اشتراھا ذمی فان ماءھا عشری وفیہ الخراج[3]۔

ماتن کے قول "فی مثل ھذا" سے مراد وہ زمین ہے جس کا معاملہ عشر و خراج کے اعتبار سے مستحکم نہ ہوا ہو، اس سے اس صورت سے احتراز ہوگیا جب کسی مسلمان کی ایسی زمین تھی جو عشری پانی سے سیراب ہوتی تھی اور اسے ذمی نے خریدلیا تو اب اس کا پانی عشری ہے لیکن اس میں خراج ہے۔(ت)

---

[1] فتح القدیر باب العشر والخراج مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۲۸۱

[2] الہدایة باب زکوٰة الزروع والثمار المکتبة العربیة کراچی ۱/۱۸۴

[3] العنایة مع فتح القدیر " " " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۹۷

Marfat.com

دیکھو کیسی صاف تصریح ہے کہ خراج آب خراجی کے ساتھ خاص نہیں، اور تحقیق یہ ہے کہ اب بھی اطلاق صحیح نہیں، مسئلہ احیائے ذمی وغیرہا کے متعلق تصریحات ابھی گزریں، ہاں امام مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک اعتبار آب صرف اس صورت میں ہے جہاں مسلمان پر ابتداءً وظیفہ مقرر کرنا ہو جیسے اس نے اپنے گھر کو باغیچہ بنالیا یا مردہ زمین احیاء کی، محقق علی الاطلاق نے یُوں شرح فرمائی:

قوله الوظيفة فی مثله ای فيما هو ابتداء توظيف على المسلم من هذا ومن الارض التی احياها لاكل مالم يتقرر امره فی وظيفة كما فی النهاية بان الذمی لوجعل دارخطته بستانا او احيا ارضا او رضخت له لشهوده القتال كان فيها الخراج وان سقاها بماء العشر عند ابی حنيفة رحمه الله تعالٰی۔[1]

ماتن کا قول "الوظیفۃ فی مثلہ" یعنی اس زمین کا جس کا ابتداءً مسلمان پر وظیفہ مقرر کرنا ہے اور جسے اس نے آباد کیا ہو نہ کہ ہر وہ زمین جس کا وظیفہ مستحکم نہ ہوا ہو جیسا کہ نہایہ میں ہے کیونکہ اگر ذمی نے قبضہ شدہ گھر کو باغ بنالیا یا زمین کو آباد کیا یا اسے جہاد میں شرکت کی وجہ سے بطور عطیہ ملی تو اس میں خراج ہوگا اگرچہ اسے اس نے ماءِ عشری سے سیراب کیا ہو امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک۔ (ت)

خود ہدایہ میں فرمایا:

ان جعلها (ای المجوسی داره) بستانا فعليه الخراج وان سقاها بماء العشر لتعذر ايجاب العشر اذ فيه معنى القربة فتعين الخراج وهو عقوبة تليق بحاله[2] اھ **اقول** وبه ظهر سقوط ما فی العناية على هذا القول من الهداية، ما نصه، لقائل ان يقول اما ان يكون الاعتبار للماء اوللحال من توضع عليه الوظيفة فان كان الاول وجب عليه العشر وان كان الثانی ناقض هذا

اگر (مجوسی نے اپنے دار کو) باغ بنادیا تو اس پر خراج ہے اگرچہ اسے عشری پانی سے سیراب کیا ہو کیونکہ یہاں وجوبِ عشر متعذر ہے اس لیے کہ عشر میں عبادت کا پہلو ہے لہذا خراج متعین ہوگا جو بطور عقوبت مجوسی کے حال کے مناسب ہے **اقول** اس سے عنایہ کے اس اعتراض کا ساقط ہونا ظاہر ہوگیا جو ہدایہ کے قول پر ان الفاظ میں کیا کہ معترض کہہ سکتا ہے کہ یہاں اعتبار پانی کا یا اس شخص کا ہے جس پر عشر و خراج لازم کرنا ہے، اگر پانی کا اعتبار ہے تو مجوسی پر عشر لازم آئے گا اور اگر شخص مکلف کا اعتبار ہو تو اس کا

[1] فتح القدیر باب زکوٰۃ الزروع والثمار مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۹۸
[2] الہدایۃ " " " المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/ ۱۸۴

Marfat.com

قولہ (لان المؤنۃ فی مثل ھذا تدور مع الماء) (ووجب علی المسلم العشر اذا سقی ارضہ بماء الخراج[1] اھ وجہ السقوط ان الکلام ھٰھنا فی الذمی وما مر من دوران المؤنۃ مع الماء انما کان فیما فیہ ابتداء التوظیف علی المسلم فلامساغ للتناقض اصلا و ولاحاجۃ الی تجشم الجواب بما قال ان الاعتبار للماء ولکن قبول المحل شرط وجوب الحکم والکافر لیس بمحل لایجاب العشر علیہ لکونہ عبادۃ الخ[2] وکیف ماکان فمقصودنا حاصل و ھو بطلان تخصیص الخراج بالماء الخراجی اما مطلقا واما فیمالم یتقرر امرھا علی وظیفۃ نعم ھو صحیح عند صاحب المذھب فیما فیہ بدء التوظیف علی مسلم فقط۔

اس قول سے تضاد لازم آئے گا کہ "ایسی صورت میں وظیفہ کے تعین کے لیے پانی کا اعتبار کیا جاتا ہے" "اور مسلمان پر عشر لازم ہوتا ہے جب وہ اپنی زمین کو خراجی پانی سے سیراب کرتا ہو" اھ وجہ سقوط یہ ہے کہ یہاں گفتگو ذمی میں ہو رہی ہے، اور جو گزرا ہے کہ تعین وظیفہ میں پانی کا اعتبار ہے، وہ اس صورت میں ہے جب ابتداءً کسی مسلمان پر وظیفہ کا تعین کرنا ہو تو یہاں تناقض کا ثبوت ہی نہیں ہوا لہذا یہ کہہ کر جواب میں تکلف کی ضرورت نہیں، کہ اعتبار تو پانی کا ہی ہوتا ہے مگر وجوبِ حکم کے لیے محل کا قبول کرنا شرط ہے اور کافر ایجابِ عشر کا محل نہیں کیونکہ عشر ادا کرنا عبادت ہے الخ بہرحال ہمارا مقصد حاصل ہے وہ یہ کہ خراجی پانی کے ساتھ خراج کو مخصوص کرنے کا بطلان ہے، یا تو ہر حال میں یا اس صورت میں جب زمین پر کسی وظیفہ کا تقرر نہ ہوا ہو، ہاں یہ صاحبِ مذہب کے نزدیک اس وقت فقط صحیح ہے جب کسی مسلمان پر ابتداءً وظیفہ کا تقرر کرنا ہو۔ (ت)

پھر مفتیٰ بہ یہ ہے کہ یہاں بھی پانی کا اعتبار نہیں بلکہ قرب دیکھیں گے اگر زمین خراجی سے نزدیک ہے خراج ہوگا اگرچہ آب عشری دیا ہو، اور عشری سے تو عشر اگرچہ پانی خراج کا ہو۔ تنویر میں ہے:

لواحیاہ مسلم اعتبر قربہ[3]۔

اگر کسی مسلمان نے زمین کو آباد کیا تو وہاں اس کے قریب زمین کا اعتبار کیا جائیگا۔ (ت)

---

[1] العنایۃ مع فتح القدیر باب زکوٰۃ الزروع والثمار مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۹۸

[2] " " " " " " " "

[3] تنویر الابصار متن درمختار باب العشر والخراج الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۴۹

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے :

هذا عند ابی یوسف واعتبر محمد الماء فان احیاها بماء الخراج فخراجیة والا فعشریة بحر و بالاول یفتی؛ درمنتقی[1]

یہ امام ابویوسف کے نزدیک ہے ، امام محمد نے پانی کا اعتبار کیا ہے ، اگر مسلمان نے زمین خراجی پانی سے آباد کی ہے تو وہ خراجی ہوگی ورنہ عشری ، بحر۔ فتوٰی پہلے قول پر ہے ؛ درمنتقی ۔ (ت)

اُسی میں ہے :

وهو ما مشی علیه المصنف اولا کالکنز وغیرہ وقدمه فی متن الملتقی فافاد بترجیحه علی قول محمد وقال ح وهو المختار کما فی الحموی علی الکنز عن شرح قراحصاری وعلیه المتون[2]۔

یہی وہ ہے جس پر پہلے مصنف چلے مثلاً کنز وغیرہ۔ اور ملتقی کے متن میں اسے مقدم کیا ہے ، یہ اس بات کو مفید ہے کہ انھوں نے اسے امام محمد کے قول پر ترجیح دی ہے اور ح نے کہا کہ یہی مختار ہے جیسا کہ حموی علی الکنز میں شرح قراحصاری کے حوالے سے ہے ، اور متون اسی پر ہیں ۔ (ت)

معہذا اگر تخصیص مان بھی لیجئے تو لشکرِ اسلام کا ید قبضہ پانی پر وارد ہونا ابتداءً اس کی خراجیت کا مفید ہوچکا بقاءً بھی خراجیت ، بقاء ید پر موقوف رہنے کی کیا دلیل ہے ، اور پُر ظاہر کہ ہمارا کلام بقاء میں ہے ،

الا تری ان الخراج یجب عقوبة علی الکفر ثم لا یحتاج فی بقائه حتی لو اسلموا لم یسقط الخراج عن اراضیهم کما نصوا علیه قاطبة ۔

آپ جانتے ہیں کہ خراج کفر کی سزا کے طور پر واجب ہوتا ہے پھر اپنی بقاء میں اس کا محتاج نہیں حتی کہ اگر کافر مسلمان ہوگئے تو ان کی زمینوں سے خراج ساقط نہ ہوگا جیسا کہ اس پر فقہاء نے قطعی تصریح کی ہے (ت)

بالجملہ جہاں تک نظر کی جاتی ہے یہاں کی اُن زمینوں سے جن کا خراجی ہونا بہ ثبوت شرعی ثابت ہولیا بلاوجہ شرعی وجوب خراج کا اُٹھ جانا ثابت نہیں ہوتا اور کیونکر ثابت ہو حالانکہ خراج کے لیے سبب وجوب ارض نامیہ ہے اور وہ حاصل تو وجوب بھی حاصل ، ہدایہ مسئلہ عدم اجتماع عشر و خراج میں فرمایا :

---

[1] ردالمحتار باب العشر والخراج الخ مصطفی البابی مصر ۲۸۴/۳

[2] ایضاً

Marfat.com

سبب الحقین واحد وھو الارض النامیۃ الا انہ یعتبر فی العشر تحقیقا و فی الخراج تقدیرا ولھذا یضافان الی الارض[1]

دونوں حقوق (عشر وخراج) کا سبب ایک ہے اور وہ ارض نامی ہے، ہاں عشر میں اس کا نامی ہونا عملاً اور خراج میں بالفرض ہے، یہی وجہ ہے کہ ان دونوں کی نسبت زمین کی طرف ہوتی ہے (ت)

فتح القدیر میں ہے:

قال الشافعی یجمع بینھما لان سبب العشر الارض النامیۃ بالخارج تحقیقا وسبب الخراج الارض النامیۃ بہ تقدیرا وقد تحقق سبب کل منھما ولا منافاۃ بین الحقین فیجبان ولنا ان تعدد الحکم واتحادہ بتعدد السبب واتحادہ وسبب کل من الخراج والعشر الارض النامیۃ ولھذا یضافان الیھا فیقال خراج الارض وعشر الارض والاضافۃ دلیل السببیۃ وکون الارض مع النماء التقدیری غیر الارض مع التحقیقی مخالفۃ اعتباریۃ لاحقیقۃ فالارض النامیۃ ھی السبب واذا اتحد السبب اتحد الحکم[2] اھ ملتقطا

امام شافعی فرماتے ہیں کہ ان دونوں کو جمع کیا جاسکتا ہے کہ عشر کا سبب ارض نامی سے عملاً پیداوار اور خراج کا سبب ارض نامی سے پیداوار کا امکان ہے اور یہاں دونوں کا سبب متحقق ہے اور دونوں کے حقوق میں منافات بھی نہیں لہذا دونوں واجب ہوں گے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ حکم کا متعدد اور واحد ہونا سبب کے متعدد اور واحد ہونے پر موقوف ہے، خراج وعشر کا سبب ارض نامی ہے اسی لیے زمین کی طرف ان کی نسبت کرتے ہوئے کہا جاتا ہے۔ زمین کا خراج، زمین کا عشر اور کسی کی طرف اضافت اس کے سبب ہونے پر دلیل ہے۔ زمین کا امکانی نمو پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اس کا ایسی زمین کا غیر ہونا جو واقعۃً نمو پر مشتمل ہے، یہ اعتباری طور پر ہے۔ یہاں حقیقۃً مخالفت نہیں تو ارض نامی ہی سبب قرار پائے گی، توجب سبب ایک ہے تو حکم بھی ایک ہی ہوگا اھ اختصاراً (ت)

ہنوز بعض وجوہ اور فقیر میں ہیں کہ بخوفِ اطالت ترک کیں وفیما ذکرنا کفایۃ واللہ ولی الھدایۃ (ہم نے جو ذکر کیا یہ کافی ہے اللہ تعالٰی ہی ہدایت کا مالک ہے۔ ت) کسے دیں، اس کا

---

[1] الھدایۃ باب العشر والخراج الخ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/۵۷۳

[2] فتح القدیر " " " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۲۸۶-۸۷

Marfat.com

جواب. بیانِ سابق سے واضح ہو لیا کہ اس کے بہت مصارف مثل مساجد و مدارس و طلبہ و علماء یہاں موجود ہیں ان پر صرف کریں اور اگر بالفرض لشکر ہی اُس کا مصرف ہوتا اور عساکر اسلامیہ سے کسی تک پہنچانے پر قدرت نہ ملتی جب بھی سقوط کے کوئی معنی نہ تھے، خراج ذمہ مکلف پر واجب ہوتا ہے۔ عنایہ میں ہے:

الخراج فی ذمۃ المالک والعشر فی الخارج[1]۔

خراج، مالک کے ذمہ ہے اور عشر پیداوار پر ہوتا ہے۔ (ت)

فتح میں ہے:

العشر فی الخارج والخراج فی الذمۃ[2]۔

عشر، پیداوار پر ہے اور خراج مالک کے ذمہ ہوتا ہے۔ (ت)

اور وہ ایک حق ثابت معروف مثل ملک و دین ہے

حتی لا یحل لصاحب ارض خراجیۃ اکل غلتها قبل اداء خراجها[3] کما فی التنویر ای فی خراج المقاسمۃ فکانہ کان مالا مشترکا، وللامام حبس الخارج للخراج[4] کما فی الدر ای فی الخراج الموظف وقد قال فی الهدایۃ الرهن والکفالۃ جائزان فی الخراج لانہ دین مطالب بہ ممکن الاستیفاء فیمکن ترتیب موجب العقد علیہ فیهما[5]۔

حتی کہ خراجی زمین کے مالک کے لیے خراج کی ادائیگی سے پہلے اس کا غلہ کھانا حلال نہیں، جیسا کہ تنویر یعنی خراج مقاسمہ میں ہے، گویا یہ مال مشترک ہے اور حاکم کو خراج لینے کے لیے پیداوار کا روک لینا جائز ہے جیسا کہ دُر میں یعنی خراج موظف میں ہے، ہدایہ میں ہے رہن اور کفالہ خراج میں دونوں جائز ہیں کیونکہ یہ ایسا دین ہے جس کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے اور اس کا حصول بھی ممکن ہوتا ہے لہذا تقاضائے عقد کا ان دونوں پر مرتب ہونا ممکن ہوگا۔ (ت)

---

[1] العنایۃ مع فتح القدیر باب العشر والخراج مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۲۸۶
[2] فتح القدیر " " "
[3] تنویر الابصار متن درمختار باب العشر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۳۹
[4] درمختار " " "
[5] الهدایۃ کتاب الکفالۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۱۱۶

Marfat.com

اور ذمہ دین سے مشغول ہو تو بے ادا یا ابراء صرف اس بنا پر کہ مستحق نہ رہا ساقط نہ ہوگا بلکہ اُس کے ورثہ کو دیں گے، وُہ بھی نہ رہیں تو فقراء کو دے کہ براءت ذمہ کریں گے خراج میں اصالۃً حق فقراء نہ ہونا ضرورۃً انھیں دئے جانے کے منافی نہیں کما فی سائر الدیون (جیسا کہ تمام دیون میں ہے۔ ت) **کیا دیں**

خراج ۲ دو قسم ہے: خراج مقاسمہ یعنی بٹائی کہ پیداوار کا نصف یا ثلث یا ربع یا خمس مقرر ہوا اور خراج موظف کہ ایک مقدار معین ذمے پر لازم کردی جائے خواہ روپیہ، مثلاً سالانہ دو روپے بیگھہ اور کچھ جیسے امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے غلے کی ہر جریب پر ایک صاع غلہ اور ایک درہم مقرر فرمایا، ظاہر یہ ہے کہ ان بلاد کا خراج موظف ہی تھا، بیت المال میں روپیہ ہی لیا جاتا نہ کہ غلہ، میوہ، ترکاری وغیرہ۔ بلکہ مدتوں سے عامہ بلاد میں سلاطین کا یہی داب معلوم ہوتا ہے، ہدایہ میں فرمایا:

وفی دیارنا وظفوا من الدراھم فی الاراضی کلھا وترک کذٰلک لان التقدیر یجب ان یکون بقدر الطاقۃ من ای شیئ کان[1]۔

ہمارے علاقہ میں تمام زمینوں پر دراہم کا تقرر کیا جاتا ہے، اور ترکوں کے ہاں بھی یہی ہے کیونکہ بقدرِ طاقت مقدار مقرر کرنا ضروری ہے چاہے وہ جنس سے ہی ہو۔ (ت)

تو ظاہراً یہاں کا خراج موظف ہی سمجھنا چاہئے مگر جس زمین کی نسبت ثابت ہو کہ زمان سلطنت اسلام سقی اللہ تعالٰی عہدہا میں اُس پر خراج مقاسمہ تھا، خراج موظف بالاتفاق مالک زمین پر ہے اور خراج مقاسمہ صاحبین کے نزدیک مزارع پر امام کے نزدیک زمیندار پر کما فی الدر والشامیۃ (جیسا کہ در اور شامیہ میں ہے۔ ت) **کتنا دیں**، اگر مقدار معلوم ہو کہ زمانۂ سلطنت اسلامیہ سقی اللہ تعالٰی عہدہا کیا مقرر تھا، جب تو ظاہر ہے کہ اُسی قدر دیں دو شرط سے، اوّلاً خراج موظف میں جہاں جہاں مقدار مقرر فرمودۂ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ منقول ہے وہاں اس پر زیادت نہ ہو کہ مذہب صحیح میں اس پر اضافہ کسی سلطان کو نہیں پہنچتا، زائد ہو تو زیادت نہ دیں اور جہاں کوئی مقدار امیر المومنین سے منقول نہیں وہاں اور خراج مقاسمہ میں نصف سے زیادت نہ ہو کہ خلافِ انصاف ہے، زائد ہو تو نصف ہی دیں۔ ثانیاً اُتنے کی ادا اس زمین سے اب بھی ممکن ہو ورنہ بلحاظِ طاقت دیں۔

فی التنویر التنصیف عین الانصاف فلا یزاد علیہ[2] اھ فی ردالمحتار لایزاد علیہ فیہ ولا فی

تنویر میں ہے نصف دینا عین انصاف ہے لہذا اس پر اضافہ نہ کیا جائے اھ ردالمحتار میں ہے اس میں اضافہ

---

[1] الہدایہ باب العشر والخراج المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/ ۵۷۲

[2] تنویر الابصار متن درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۴۹

Marfat.com

خراج المقاسمة ولا فی الموظف اھ[1] فی الدر المختار ولا فی الموظف علی مقدار ماوظفه عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ[2] اھ فی التنویر وینقص ماوظف ان لم تطق[3] اھ فی رد المحتار قال فی النھر لایزید علی النصف وینبغی ان لاینقص عن الخمس قاله الحدادی[4] اھ وکان عدم التنقیص عن الخمس غیر منقول فذکرہ الحدادی بحثا لکن قال الخیر الرملی یجب ان یحمل علی ما اذا کانت تطیق فلو کانت قلیلة الریع کثیرة المؤن ینقص اذ یجب ان یتفاوت الواجب لتفاوت المؤنة کما فی ارض العشر[5] اھ مختصرا۔

نہ کیا جائے اور نہ ہی خراج مقاسمہ اور خراج موظف میں اھ درمختار میں ہے اور نہ ہی خراج موظف میں اس مقدار میں اضافہ کیا جاسکتا ہے جو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مقرر کی ہے اھ تنویر میں ہے اگر طاقت نہ ہو تو مقررہ میں کمی کی جاسکتی ہے اھ ردالمحتار میں ہے کہ نہر میں ہے کہ نصف سے زیادہ نہیں کیا جاسکتا، حدادی نے کہا مناسب ہے خمس سے کم نہ کیا جائے اھ اور خمس سے کم نہ کرنا منقول نہیں تو حدادی نے اسے بطور بحث ذکر کیا ہے۔ لیکن خیر رملی نے کہا ہے کہ اسے اس صورت پر محمول کرنا ضروری ہے جب وہ زمین طاقت رکھتی ہو، اور اگر رقبہ کم ہو مگر اخراجات اس کے زیادہ ہوں تو پھر کم کیا جاسکتا ہے کیونکہ اخراجات کے تفاوت کی وجہ سے واجب میں تفاوت ضروری ہوتا ہے جیسا کہ عشری زمین میں ہے اھ مختصراً (ت)

اور اگر معلوم نہ ہو کہ سلطنت اسلام میں کیا معین تھا تو ظاہراً خراج مقاسمہ و خراج موظف غیر مقرر امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ میں نصف دیں اور مقررات امیر المومنین میں اُسی کا لحاظ رکھیں، غرض ہر جگہ پوری مقدار دیں جس سے زیادت جائز نہ تھی۔

لان التنقیص انما کان یثبت بنقص الامام ولم یثبت فلم یثبت فکان الاستقصار فیه فراغ الذمة یقینا فکان الاحوط ھذا کله

کیونکہ کمی امام کے کرنے سے ہوگی اور جب وُہ ثابت نہیں تو وظیفہ میں کمی بھی ثابت نہ ہوگی تو یہاں یقینی فراغ ذمّہ کے لیے مقرر پر اکتفاء ہوگا تو یہی احوط ہوگا، اوّل سے

---

[1] ردالمحتار	باب العشر والخراج الخ	مصطفی البابی مصر	۳/ ۲۸۶
[2] درمختار	"	مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۳۴۹
[3] تنویر الابصار متن درمختار	"	"	"
[4] ردالمحتار	"	مصطفی البابی مصر	۳/ ۲۸۶
[5] "	"	"	۳/ ۲۸۷

Marfat.com

من اول الکلام الیٰ ھنا مما اخذہ الفقیر تفقھا وارجوان یکون صوابا ان شاء اللہ تعالیٰ فان اصبت فمن اللہ وحدہ وانا احمد اللہ علیہ وان اخطأت فمنی ومن الشیطان وانا ابرؤ الی اللہ منہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

لے کر یہاں تک یہ گفتگو فقیر نے بطور تفقہ کی ہے اور میں امید کرتا ہُوں کہ ان شاء اللہ یہ صواب ہوگی، اگر تو میں درست ہُوا تو اللہ وحدہٗ کی طرف سے ہے اور میں اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد بجالاتا ہُوں، اور اگر یہ غلط ہے تو میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہے اور میں اس سے برأت کا اعلان کرتے ہُوئے اپنے اللہ کے دامن میں آتا ہُوں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ (ت)

وظیفۂ مقررۂ فاروقیہ فی جریب سالانہ یہ ہے ہر قسم غلّے پر اُسی سے ایک صاع اور ایک درہم اور کُرطاب یعنی خربوزے تربوز کی پالیزوں، کھیرے ککڑی بینگن وامثالہا کی باڑیوں پر پانچ درہم انگور و خرما کے گھنے باغوں پر جن کے اندر زراعت نہ ہوسکے۔ دس درہم ان کے ماورا میں وہی تقدیر طاقت ہے جس کی انتہا نصف تک پھر ان اقسام میں حیثیت زمین وقدرت کا اعتبار ہے جو زمین جس چیز کے بونے کی لیاقت رکھتی ہو اور یہ شخص اس پر قادر ہو اُس کے اعتبار سے خراج ادا کرے مثلاً انگور بو سکتا ہے تو اُنھیں کا خراج دے اگرچہ گیہوں بوئے ہوں، اور گیہوں کے قابل ہے تو اس کا خراج دے، اگرچہ جو بوئے ہوں ہر حال میں خراج سال بھر میں ایک ہی بار لیا جائے گا اگرچہ سال میں چار بار زراعت کرے یا باوصف قدرت بالکل معطل رکھ چھوڑے اور یہ جریب انگریزی گز سے کہ ان بلاد میں رائج ہے (جس کی مقدار سولہ[۱۶] گرہ ہے ہر گرہ تین[۳] انگل) پینتیس گز مسطح ہے یعنی ۳۵ گز طول ۳۵ گز عرض، اور صاع دوسوستر[۲۷۰] تولے ہے یعنی انگریزی روپیہ سے دوسواٹھاسی[۲۸۸] روپیہ بھر کہ رامپور کے سیر سے پورے تین سیر ہُوئے اور دس[۱۰] درہم کے عصا[۱۲] ۹ ۲/۵ پائی یعنی دو[۲] روپے پونے تیرہ آنے اور پانچواں حصّہ پیسے کا پانچ درم کے عصا[۶] ۴ ۴/۵ پائی ایک درم کے ۴ ۵ ۱۹/۲۵ پائی یعنی ۴/۲۵ پائی کم ساڑھے چار آنے۔

فی الدر المختار وضع عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکل جریب ھو ستون ذراعا فی ستین بذراع کسریٰ (سبع قبضات) صاعا من بر او شعیر (والصحیح انہ مما یزرع فی تلک الارض کما فی الکافی شرنبلالیۃ ومثلہ فی البحر) ودرھما من اجود

درمختار میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہر جریب میں ایک صاع گندم یا جَو مقرر فرمائے اور جریب طولاً عرضاً ساٹھ ذراع کا ہوتا ہے اور ہر ذراع سات مُٹھیوں کا ہوتا ہے اور صحیح یہ ہے اس زمین سے جو کچھ پیدا ہو رہا ہے اسی سے وظیفہ ادا کیا جائیگا جیسا کہ کافی، شرنبلالیہ میں اور اسی کی مثل بحر میں ہے

Marfat.com

النقود (وزن سبعة كما في الزكوٰة بحر) ولجريب الرطبة (وهي القثاء والخيار والبطيخ والباذنجان وما جرى مجراه) خمسة دراهم ولجريب الكرم او النخل متصلة (قيد فيهما) ضعفها وما ليس فيه توظيف عمر كزعفران وبستان فيها اشجار متفرقة يمكن الزرع تحتها طاقته وغاية الطاقة نصف الخارج لان التنصيف عين الانصاف[1] اھ مختصرا مزيدا ما بين الاهلة من ردالمحتار وفي الدر لو زرع الاخس قادرا على الاعلٰى كزعفران فعليه خراج الاعلٰى وهذا يعلم ولا يفتى به كيلا يتجرئ الظلمة[2] في ردالمحتار عن العناية رد بانه كيف يجوز الكتمان وانهم لو اخذوا كان في موضعه لكونه واجبا واجيب بانا لو افتينا بذلك لادعى كل ظالم في ارض ليس شانها ذلك انها قبل هذا كانت تزرع الزعفران فياخذ خراج

اور نقود میں سے ایک درہم لازم ہوگا جس کا وزن سات مثقال ہو جیسا کہ زکوٰۃ میں ہوتا ہے، بحر) اور سبزیات (اور وہ کھیرے، تر، خربوزے، بینگن اور ایسی دیگر اشیاء) کی جریب میں پانچ دراہم، انگور اور خرما کے گھنے باغوں (یہ قید دونوں کے لیے ہے) میں دس درہم ہے اور جس میں سیدنا عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کوئی وظیفہ مقرر نہیں فرمایا مثلاً زعفران، اور وہ باغ جس میں متفرق درخت ہوں اور وہاں کاشت کرنا ممکن ہو تو طاقت کے مطابق وظیفہ ہوگا اور انتہائے طاقت نصف پیداوار ہے کیونکہ نصف ادا کرنا عین انصاف ہے اھ مختصراً، ہاں قوسین کے اندر ردالمحتار سے اضافہ میری طرف سے کیا گیا ہے اور در میں ہے کہ اگر کسی نے اعلٰی پر قادر ہوتے ہوئے ادنٰی کو کاشت کیا مثلاً زعفران، تو اس پر اعلٰی کا خراج ہوگا، یہ جان تو لیا جائے مگر اس پر فتوٰی نہ دیا جائے تاکہ ظالم اس سے فائدہ نہ اٹھائیں۔ ردالمحتار میں عنایہ کے حوالے سے یہ رد کیا گیا ہے کہ ایسی بات کا چھپانا کیسے جائز ہوسکتا ہے اور اگر ظالم لیتے ہیں تو وہ ٹھیک کرتے ہیں کیونکہ وہ واجب ہے، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اگر ہم اس پر فتوٰی دیتے ہیں تو ظالم ہر زمین کے بارے میں یہ دعوٰی کرے گا کہ اس سے پہلے اس میں زعفران بویا جاتا تھا اگرچہ

---

[1] درمختار باب العشر والخراج الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۴۹
ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۲/۸۶-۲۸۵
[2] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۰

Marfat.com

ذٰلك وهو ظلم وعدوان[1] اھ واللفظ للفتح قالوا لایفتی بھذا لما فیہ تسلط الظلمة علی اموال المسلمین اذ یدعی کل ظالم ان ارضہ تصلح لزراعة الزعفران ونحوہ وعلاجہ صعب[2] اھ قلت والذی یؤدی بنفسہ ولاجابی کما فی بلادنا فلا یخشی ذٰلك فلذا اعولت علی ماھنالك وفی الھدایة ان غلب علی ارض الخراج الماء وانقطع الماء عنہا او اصطلم الزرع آفة فلاخراج علیہ، وان عطلھا صاحبھا فعلیہ الخراج، ولا یتکرر الخراج بتکرر الخارج فی سنة[3] اھ بالالتقاط، واللہ سبحانہ وتعالٰی.

وُہ ایسی نہ ہو تو وہ اس سے خراج وصول کرے گا اور یہ ظلم وزیادتی ہوگی اھ فتح کی عبارت یہ ہے کہ فقہائے فرمایا ہے کہ اس کے ساتھ فتوٰی نہیں دیا جائے گا کیونکہ ایسی صورت میں مسلمانوں کے مال پر ظالموں کو مسلط کرنا لازم آئے گا اور ہر ظالم یہ دعوٰی کرے گا کہ یہ زمین کاشتِ زعفران وغیرہ کے قابل تھی اور اس کا حل مشکل ہے اھ میں نے کہا جو شخص خود بخود ادا کرے اور وصولی کرنیوالا نہ ہو، جیسا کہ ہمارے علاقے میں ہے اس میں ایسا کوئی خوف وخدشہ نہیں اس لیے یہاں اسی پر اعتماد کیا جائیگا' ہدایہ میں ہے کہ اگر خراجی زمین پر پانی کا غلبہ ہوگیا یا اس سے پانی منقطع ہوگیا یا کسی آفت نے فصل ختم کر دی تو اس پر خراج نہ ہوگا اور اگر مالک نے زمین کو معطل رکھا ـــــــ تو اس پر خراج ہوگا، ایک سال میں دوبارہ پیداوار پر خراج نہ ہوگا اھ اختصاراً، واللہ سبحانہٗ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۸۷ از موضع سرنیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۲ رجب ۱۳۳۱ھ

زید دریافت کرتا ہے کہ آم کی بہار میں کس صورت سے دسواں حصّہ نکال کے فروخت کرسکتا ہے جس سے فروخت خبیث نہ ہو۔

الجواب

بہار اس وقت بیچنی چاہیے جب پھل ظاہر ہوجائیں اور کسی کام کے قابل ہوں، اس سے پہلے بیع جائز نہیں اور اس وقت اُس میں عشر واجب ہوتا ہے پھل اپنی حد کو پہنچ جائیں کہ اب کچّے اور نا تمام ہونے کے باعث ان کے بگڑجانے، سُوکھ جانے، مارے جانے کا اندیشہ نہ رہے اگرچہ ابھی توڑنے کے قابل نہ ہُوئے ہوں، یہ حالت جس کی ملک میں پیدا ہوگی اُسی پر عشر ہے، بائع کے پاس پھل ایسے ہو گئے تھے اُس کے بعد بیچے تو عشر بائع پر ہے، اور جو اس حالت

---

[1] ردالمحتار باب العشر والخراج مصطفی البابی مصر ۲/ ۲۸۹
[2] فتح القدیر " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۲۸۵
[3] الہدایة " المکتبة العربیة کراچی ۲/ ۵۷۳

Marfat.com

تک پہنچنے سے پہلے کچے بیچ ڈالے اور اس حالت پر مشتری کے پاس پہنچے تو عشر مشتری پر ہے بعینہ یہی حکم کھیتی کا ہے واللہ تعالےٰ اعلم۔

جانوروں کی زکوٰۃ

مسئلہ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جانوران حسب ذیل پر جو کہ بغرض کاشتکاری ہیں اور تجارت کی غرض سے نہیں ہیں اور سال میں زیادہ حصہ جنگل میں چرتے ہیں اُن پر زکوٰۃ دینی چاہیئے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

تفصیل: بیل ۱۸، گائے ۲۱، بچہ گائے ۲سال کے ۱۳، بچہ اندر ایک سال ۳، بھینس ۲، بھینس زائد از دو سال ۲، بچہ بھینس کم از ایک سال ۲، بھینسے ۶۔ کل ۶۷ راس۔

الجواب

اونٹ، گائے، بھینس، بکری، بھیڑ نر خواہ مادہ خواہ دونوں مختلط، جبکہ قدر نصاب ہوں (کہ اونٹ میں پانچ، گائے بھینس میں تیس، بھیڑ بکری میں چالیس ہے) اور بونے جوتنے لادنے، کھانے کے لیے نہ رکھے گئے ہوں بلکہ تمام حاجات اصلیہ سے فارغ صرف دودھ یا نسل یا قیمت بڑھنے کے لیے پالے جاتے یا شوقیہ پرورش و فربہی کے واسطے ہوں اور سال کا اکثر حصہ جنگل میں چھوٹے ہوئے چرنے پر اکتفا کرتے ہوں اور اُن پر سال پورا گزرے اور تمامی سال کے وقت وہ سب جانور ایک نوع کے یعنی سب اونٹ یا سب گائے بھینس یا سب بھیڑ بکری ایک سال سے کم کے نہ ہوں بلکہ اُن میں کوئی ایک سال کامل کا بھی ہو اگرچہ ایک ہی ہو تو ان پانچوں باتوں کے اجتماع سے ان کی زکوٰۃ دینی فرض ہوگی ورنہ نہیں۔ زکوٰۃ میں گائے بھینس ایک ہی نوع ہیں اور ان کا حساب زکوٰۃ یہ ہے کہ تیس۳۰ سے کم پر کچھ نہیں، تیس۳۰ پر ایک بچہ دو سال کامل کا، پھر اُنسٹھ تک یہی واجب رہے گا، ساٹھ پر کہ دو تیس کا مجموعہ ہے انہتر تک دو بچے ایک سالہ، ستر پر کہ ایک تیس اور ایک چالیس کا مجموعہ ہے، اُناسی تک ایک بچہ یک سالہ ایک دو سالہ، اسّی پر کہ دو چالیس ہیں نواسی تک دو بچے دو سالہ، نوّے پر کہ تین تیس ہیں ننانوے تک تین بچے یک سالہ، سو پر کہ دو تیس اور ایک چالیس ہے ایک سو نو تک دو بچے یک سالہ ایک دو سالہ، ایک سو دس پر کہ ایک تیس دو چالیس ہے ایک سو انیس تک ایک بچہ یک سالہ، ایک سو بیس پر کہ چاہے چار تیس سمجھ لو چاہے تین چالیس ایک سو انتیس تک چاہے چار بچے یک سالہ دے چاہے تین بچے دو سالہ۔ اسی قیاس پر ہر تیس پر ایک بچہ یکسالہ، اور ہر چالیس پر ایک بچہ دو سالہ لازم آتا جائے گا اور دہائیوں کے بیچ میں جو اکائیاں نو تک آتی جائینگی سب معاف ہوں گی اور گائے بھینس مخلوط ہوں تو جو گنتی میں زیادہ ہو اُسی کا بچہ یک سالہ یا دو سالہ لیں گے، اور برابر

Marfat.com

ہوں تو اُن میں جو قسم اعلیٰ ہے اس کا ادنیٰ لیا جائے گا یا ادنیٰ کا اعلیٰ۔ یونہی بھیڑ بکری مخلوط ہونے میں، مثلاً ایک شخص کے پاس پندرہ پندرہ گائے بھینسیں ہیں جن میں ایک ایک سال کے متعدد بچے دونوں قسم کے ہیں، کوئی زیادہ فربہ کوئی ہلکا کوئی متوسط، تو جہاں گائے کا بچہ زیادہ قیمتی سمجھا جاتا ہو تو اُن یکسالہ بچوں میں سب سے ہلکا یا بھینس کے یکسالہ بچوں میں سب سے فربہ لیا جائے گا اور جہاں بھینس کا بچہ بیش قیمت ہو تو اس کے یک سالہ بچوں میں سب سے ہلکا یا گائے کے یک سالہ بچوں میں سب سے فربہ دیا جائے گا۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

(السائمة المکتفیة بالرعی اکثر العام لقصد الدر والنسل) والسمن فی البدائع لو اسامها للحم فلا زکٰوة کما لو اسامها للحمل والرکوب، ولو للتجارة ففیها زکٰوة التجارة (فلو علفها نصفه لا تکون سائمة) فلا زکٰوة للشك فی الموجب[1] (نصاب البقر والجاموس) (ثلثون سائمة وفیها تبیع ذو سنة) کاملة (او تبیعة) انثاه (وفی اربعین مسن ذو سنتین او مسنة) ولا شیئ فیما زاد (الی ستین ففیها ضعف ما فی ثلثین) وعلیه الفتوی (ثم فی کل ثلثین تبیع وفی کل اربعین مسنة الا اذا تداخلا کمائة وعشرین فیخیر بین اربع اتبعة و ثلاث مسنات وھکذا[2] (ولا شیئ فی عوامل وحمل) بفتحتین ولد

سائمہ وہ چوپایہ ہے جو سال کا اکثر حصہ باہر چر کر گزارا کرے، اگر ایسا جانور کسی نے دُودھ، نسل اور گھی کے لیے رکھا ہو، بدائع میں ہے کہ اگر گوشت کے لیے ہو تو زکوٰۃ نہیں جیسا کہ اگر کسی نے بوجھ لادنے یا سواری کے لیے رکھا تو زکوٰۃ نہیں، اگر تجارت کیلئے ہے تو اس میں زکوٰۃ ہوگی (اگر نصف سال چارہ ڈالا تو وہ جانور سائمہ نہ ہوگا) اس میں زکوٰۃ نہ ہوگی کیونکہ موجب میں شک ہے (گائے) بھینس (کا نصاب تیس ہے ان میں تبیع) ایک کامل سال کا واجب ہوگا (یا تبیعہ) اسکی مونث (اور چالیس میں ایک مسن دو سال یا ایک مسنہ) اس پر اضافہ میں کوئی شئی نہیں، (ساٹھ تک پھر ساٹھ پر تیس میں جو کچھ تھا اس کا دوگنا لازم ہے اور اس پر فتویٰ ہے (پھر ہر تیس پر ایک تبیع اور ہر چالیس پر ایک مسنۃ ہوگا مگر اس صورت میں جب تداخل ہو جائے مثلاً تعداد ایک سو بیس ہوگی تو اب اختیار ہے چار تبیع دے دے یا تین مسنے، اسی طرح آگے کا معاملہ ہے (محنت و مشقت لینے والے

---

[1] درمختار — باب السائمہ — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۳۱
[2] " — باب زکوٰۃ البقر — " — ۱/۱۳۲

Marfat.com

الشاۃ (وفصیل) ولد الناقۃ (وعجول) بوزن سنور ولد البقرۃ وصورتہ ان یموت کل الکبار ویتم الحول علی اولادھا الصغار (الا تبعاً لکبیر ولو واحداً (و) لا فی (عفو وھو ما بین النصب فی کل الاموال[1] اھ ملخصا ملتقطا۔

جانوروں، بکری کے بچّوں، اونٹنی کے بچوں اور گائے کے بچّوں میں زکوٰۃ نہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ بڑے جانور مرجاتے ہیں اور سال ان کے چھوٹے بچوں پر مکمل ہوتا ہے (تو اب زکوٰۃ نہیں) مگر اس صورت میں کہ بڑے موجود ہوں تو ان کی اتباع میں زکوٰۃ ہوگی اگرچہ بڑا ایک ہو اور عفو میں زکوٰۃ نہیں، اور یہ تمام اموال میں نصابوں کے درمیانی حصہ کو کہا جاتا ہے ملخصاً۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

الجاموس ھو نوع من البقر کما فی المغرب فھو مثل البقر فی الزکوٰۃ والاضحیۃ والربا ویکمل بہ نصاب البقر وتوخذ الزکوٰۃ من اغلبھا وعند الاستواء یوخذ اعلی الادنی وادنی الاعلٰی نھر، وعلی ھذا الحکم البخت والعراب والضان والمعز، ابن ملک[2]۔

بھینس، گائے کی ایک نوع ہے جیسا کہ مغرب میں ہے لہذا یہ زکوٰۃ، قربانی اور ربا میں گائے کے حکم میں ہوگی، اس سے گائے کا نصاب مکمل ہوجاتا ہے اگر گائیں غالب ہوں تو زکوٰۃ لی جائے گی اور اگر برابر ہوں تو اُن میں جو قسم اعلٰی ہے اس کا ادنی لیا جائیگا یا ادنیٰ کا اعلیٰ، نہر۔ اور اسی کے حکم میں بختی اور عربی اونٹ، بھیڑ اور بکری وغیرہ ہوتے ہیں، ابن الملک۔ (ت)

اسی میں ہے :

النصاب اذا کان ضأنا یوخذ الواجب من الضان ولو معزا فمن المعز ولو منھما فمن الغالب ولو سواء فمن ایھما شاء جوھرۃ ای فیعطی ادنی الاعلٰی او اعلی الادنی کما قدمناہ[3]۔

نصاب اگر بھیڑ کا ہے تو بھیڑ ہی وصول کی جائے' اور اگر نصاب بکری کا ہے تو بکری ہی لی جائے گی' اور اگر دونوں سے نصاب ہے تو پھر غالب کا اعتبار ہوگا' اور دونوں برابر ہوں تو جس سے چاہے لے لو، جوہرہ۔ یعنی اعلیٰ سے ادنیٰ یا ادنیٰ سے اعلیٰ لیا جائیگا۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کردیا ہے (ت)

---

[1] درمختار | باب زکوٰۃ الغنم | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۳۳
[2] ردالمحتار | باب زکوٰۃ البقر | مصطفی البابی مصر | ۲/۱۹
[3] ” | باب زکوٰۃ الغنم | ” | ۲/۲۰

Marfat.com

عالمگیریہ میں ہے:

ادنی السن الذی یتعلق بہ وجوب الزکوٰۃ فی الابل بنت مخاض، وفی البقر تبیع، وفی الغنم ھو الثنی کذا فی شرح الطحاوی[1] اھ ملتقطا

کم از کم وہ عمر جس کے ساتھ اونٹوں میں زکوٰۃ متعلق ہوتی ہے بنت مخاض ہے، گائے میں تبیع، اور بھیڑ بکریوں میں ثنی، جیسا کہ شرح الطحاوی میں ہے اھ اختصارًا (ت)

درمختار میں ہے:

بنت مخاض ھی التی طعنت فی السنۃ الثانیۃ، وتبیع ذو سنۃ کاملۃ، والثنی من الضان والمعز ھو ما تمت لہ سنۃ[2] اھ بالالتقاط۔

بنت مخاض، جو عمر کے دوسرے سال میں داخل ہو۔ تبیع، ایک سال کی عمر۔ اور بھیڑ و بکری میں ثنی وہ ہوتا ہے جس پر سال مکمل ہو جائے اھ اختصاراً (ت)

ہندیہ میں ہے:

السوائم تجب الزکوٰۃ فی ذکورھا واناثھا ومختلطھما والسائمۃ ھی التی تسام فی البراری لقصد الدر والنسل والزیادۃ فی الثمن والسمن کذا فی محیط السرخسی[3]۔

سائمہ چوپایوں مذکر و مؤنث اور ان دونوں کے اختلاط پر زکوٰۃ ہے۔ اور سائمہ وہ چوپائے ہوتے ہیں جو جنگل میں چریں اور ان سے مقصد دودھ، نسل، ثمن میں اضافہ اور گھی کا حصول ہو۔ محیط سرخسی میں اسی طرح ہے۔ (ت)

جب یہ قواعد معلوم ہولئے، حکم مسئلہ مسئولہ واضح ہوگیا۔ اٹھارہ بیل اور دو بھینسے کہ کاشتکاری کے لیے ہیں اُن پر کچھ نہیں، اور ایک سال سے کم کے بچّے اگرچہ خود محلِ وجوب نہیں مگر یک سالہ کے ساتھ مل کر ان پر بھی وجوب ہوتا ہے تو سب جانور سینتالیس ہُوئے جن پر ایک بچّہ دو سال کامل کی عمر کا واجب ہے اور از انجا کہ ان میں زیادہ گائے ہیں تو یہ دو سالہ گائے کا ہی بچہ دیا جائے گا بچھڑا ہو خواہ بچھیا، اور از اں جا کہ ان میں زیادہ مادہ ہیں سینتالیس میں اکیس گائے ہیں اور دو بھینسیں پوری، دو چھوٹیاں۔ تو افضل یہ ہے کہ دو برس کامل کی بچھیا زکوٰۃ میں دے، فی الھندیۃ عن التتارخانیۃ عن العتابیۃ ہندیہ میں تتارخانیہ سے عتابیہ سے ہے گائے

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب الثانی فی صدقۃ السوائم فصل ثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۷۷-۷۸

[2] درمختار باب نصاب الابل وزکوٰۃ البقر والغنم مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۳۱ تا ۱۳۳

[3] فتاوٰی ہندیۃ الباب الثانی فی صدقۃ السوائم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۷۶

Marfat.com

الافضل فی البقران یؤدی من الذکوالتبیع ومن الانثی التبیعۃ[۱] ـ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

میں افضل یہ ہے کہ مذکر میں تبیع اور مؤنث میں تبیعہ دیا جائے۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۸۹ از گونڈہ بہرائچ محلہ چھاؤنی مکان مولوی مشرف علی صاحب مرسلہ سید حسین صاحب دامت برکاتہم ۱۳ جمادی الاولٰی ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں لطف اللہ بہم اجمعین زکوٰۃ کن کن مصارف میں دینا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مصرفِ زکوٰۃ ہر مسلمان حاجتمند جسے اپنے مال مملوک سے مقدار نصاب فارغ عن الحوائج الاصلیہ پر دسترس نہیں بشرطیکہ نہ ہاشمی ہو[۱] نہ اپنا شوہر[۲] نہ اپنی عورت[۳] اگرچہ طلاق مغلظہ دے دی ہو جب تک عدت سے باہر نہ آئے، نہ وہ جو اپنی اولاد[۴] میں ہے جیسے بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، نواسا نواسی، نہ وہ[۵] جن کی اولاد میں یہ ہے جیسے ماں باپ، دادا دادی نانا نانی اگرچہ یہ اصلی وفرعی رشتے عیاذاً باللہ بذریعہ زنا ہوں، نہ اپنا یا ان پانچوں[۶] قسم میں کسی کا مملوک[۱۱] اگرچہ مکاتب ہو، نہ کسی[۱۲] غنی کا غلام غیر کاتب، نہ مردِ[۱۳] غنی کا نابالغ بچہ، نہ[۱۴] ہاشمی کا آزاد بندہ، اور مسلمان حاجتمند کہنے سے کافر[۱۵] وغنی[۱۶] پہلے ہی خارج ہوچکے۔ یہ سولہ[۱۶] شخص ہیں جنہیں زکوٰۃ دینی جائز نہیں، ان کے سوا سب کو روا۔ مثلاً ہاشمیہ[۱] بلکہ فاطمیہ عورت کا بیٹا جبکہ باپ ہاشمی نہ ہو کہ شرع میں نسب باپ سے ہے، بعض متہورین کہ ماں کے سیدانی ہونے سے سید بن بیٹھے اور باوجود تفہیم اس پر اصرار کرتے ہیں بحکم حدیثِ صحیح مستحقِ لعنتِ الٰہی ہوتے ہیں والعیاذ باللہ تعالٰی وقد اوضحنا ذٰلک فی فتاوٰنا (اللہ تعالٰی کی پناہ اور ہم نے اسے اپنے فتاوٰی میں خوب واضح کردیا ہے۔ ت) اسی طرح غیر ہاشمی کا آزاد[۲] شدہ بندہ اگرچہ خود اپنا ہی ہو یا[۳] اپنے اصول وفروع وزوج وزوجہ وہاشمی کے علاوہ کسی غنی کا مکاتب یا زنِ[۴] غنیہ کا نابالغ بچہ اگرچہ یتیم ہو یا اپنے بہن[۵] بھائی، چچا، پھوپھی، خالہ، ماموں[۱۱] بلکہ انھیں دینے میں دُونا ثواب ہے، زکوٰۃ وصلہ رحم یا اپنی بہو[۱۱] یا داماد[۱۲] یا ماں کا شوہر[۱۳] یا باپ کی عورت[۱۴] یا اپنے زوج[۱۵] یا زوجہ کی[۱۶] اولاد کہ ان سولہ[۱۶] کو بھی دینا روا، جبکہ یہ سولہ اول سولہ سے نہ ہوں، زانجا کہ انھیں اُن سے مناسبت ہے جس کے باعث ممکن تھا کہ ان میں ہی عدمِ جواز کا وہم جاتا لہٰذا فقیر نے انھیں بالتخصیص شمار کردیا اور نصاب مذکور پر دسترس نہ ہونا چند صورت کو شامل،

ایک یہ کہ سرے سے مال ہی نہ رکھتا ہو اسے مسکین کہتے ہیں۔

دوم مال ہو مگر نصاب سے کم، یہ فقیر ہے۔

---

[۱] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثالث فی زکوٰۃ البقر نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۷۸

Marfat.com

سوم نصاب بھی مگر حوائج اصلیہ میں مستغرق جیسے مدیون۔
چہارم حوائج سے فارغ ہو مگر اسے دسترس نہیں، جیسے ابن السبیل یعنی مسافر جس کے پاس خرچ نہ رہا تو بقدر ضرورت زکوٰۃ لے سکتا ہے اس سے زیادہ اسے لینا روا نہیں۔ یا وہ شخص جس کا مال دوسرے پر دین مؤجل ہے اور ہنوز میعاد نہ آئی اب اسے کھانے پہننے کی تکلیف ہے تو میعاد آنے تک بقدر حاجت لے سکتا ہے یا وہ جس کا مدیون غائب ہے یا لے کر مکر گیا اگرچہ یہ ثبوت رکھتا ہو کہ ان سب صورتوں میں دسترس نہیں بالجملہ مدار کار حاجتمندی بمعنی مذکور پر ہے تو جو نصاب مذکور پر دسترس رکھتا ہے ہرگز زکوٰۃ نہیں پاسکتا اگرچہ غازی ہو یا حاجی یا طالب علم یا مفتی مگر عامل زکوٰۃ جسے حاکم اسلام نے ارباب اموال سے تحصیلِ زکوٰۃ پر مقرر کیا وہ جب تحصیل کرے تو بحالت غنی بھی بقدر اپنے عمل کے لے سکتا ہے، اگر ہاشمی نہ ہو۔ پھر دینے میں تملیک شرط ہے، جہاں یہ نہیں جیسے محتاجوں کو بطور اباحت اپنے دسترخوان پر بٹھلا کر کھلا دینا یا میّت کے کفن دفن میں لگانا یا مسجد، کنواں، خانقاہ، مدرسہ، پل، سرائے وغیرہ بنوانا ان سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، اگر ان میں صرف کیا چاہے تو اس کے وہی حیلے ہیں جو ہمارے فتاوٰی میں مسطور ہیں،

هذا كله ملخص ما استقر عليه الامر فى تنوير الابصار والدر المختار ورد المحتار وغيرها من معتبرات الاسفار وقد لخصناه بتوفيق الله تعالٰى احسن تلخيص لعله لا يوجد من غيرنا ولله الحمد، فمن شك فى شئ من هذا فليراجع الاصول التى سمينا

یہ اس تمام گفتگو کا خلاصہ ہے جس پر تنویر الابصار، درمختار، ردالمحتار اور دیگر کتبِ معتبرہ میں معاملہ کو ثابت کیا ہے اور ہم نے اللہ تعالٰی کی توفیق سے اس کی سب سے اچھی تلخیص کی ہے، شاید یہ ہمارے علاوہ کہیں نہ ملے وللہ الحمد۔ اور جس شخص کو اس بارے میں شک ہو وہ ان اصول وکتب کی طرف رجوع کرے خواہ

ع: اگر دین معجل خواہ ابتداءً ہے یا یُوں کہ اجل مقرر ہوئی تھی گزر چکی اور مدیون غنی مقر حاضر ہے تو یہ صورت دسترس کی ہے اور یاد رکھنا چاہئے کہ قرض جسے لوگ دست گرداں کہتے ہیں شرعاً ہمیشہ معجل ہوتا ہے، اگر ہزار عہد وپیمان و وثیقہ و تمسک کے ذریعہ اس میں میعاد قرار پائی ہو کہ اتنی مدت کے بعد دیا جائے گا اس سے پہلے اختیارِ مطالبہ نہ ہوگا اگر مطالبہ کرے تو باطل و نامسموع ہو وغیرہ وغیرہ ہزار شرطیں اس قسم کی کرلی ہوں تو وہ سب باطل ہیں اور قرض دہندہ کو ہر وقت اختیارِ مطالبہ ہے،

لانه تبرع ولا جبر على المتبرع وقد نص فى الاشباه والدر وغيرهما انه لا يصح تاجيل القرض ۱۲ منه غفرله (م)

کیونکہ یہ تبرع ہے اور تبرع میں جبر نہیں۔ اشباہ، دُر اور دیگر کتب میں یہ تصریح ہے کہ ادائیگی قرض کا وقت مقرر کرنا صحیح نہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

Marfat.com

او لم نسم نعم لاباس ان نورد نصوص بعض مایکاد یخفی او یستغرب، ففی رد المحتار شمل الاولاد بالنکاح و السفاح فلا یدفع الی ولدہ من الزنا[1] الخ وفیہ تحت قولہ او بینھما زوجیۃ ولو مباینۃ ای فی العدۃ ولو بثلاث نھر عن معراج الدرایۃ[2] اھ وفیہ تحت قولہ ولا الی مملوک المزکی ولو مکاتبا وکذا مملوک من بینہ وبینہ قرابۃ ولاد او زوجیۃ لما قال فی الفتح[3] الخ وفیہ تحت قولہ وبخلاف طفل الغنیۃ فیجوز ای ولو لم یکن لہ اب بحر عن القنیۃ[4] اھ وفیہ و قید بالولاد لجوازہ لبقیۃ الاقارب کالاخوۃ والاعمام والاخوال الفقراء بل ھم اولی لانہ صلۃ وصدقۃ و یجوز دفعھا لزوجۃ ابیہ و ابنہ و زوج ابنتہ، تاترخانیہ[5] اھ ملخصا وفیہ من کتاب الوصایا تحت قولہ الشرف

ان کے ہم نے نام لیے ہیں یا نہیں، ان میں سے بعض ایسی نصوص کے ذکر میں بھی کوئی حرج محسوس نہیں کرتے جنھیں مخفی یا نادر سمجھا گیا ہے۔ ردالمحتار میں ہے یہ تمام اولاد کو شامل ہے خواہ وہ نکاح کی وجہ سے ہو یا زنا کی وجہ سے، لہٰذا اولادِ زنا کو بھی زکوٰۃ نہیں دی جائیگی الخ اور اسی میں ماتن کے قول "یا ان کے درمیان زوجیت کا رشتہ ہو خواہ وہ مبائنہ ہو یعنی خواہ وہ تین طلاق ہو جانے پر عدت بسر کر رہی ہو، یہ نہر میں معراج الدرایہ سے ہے اھ اور اسی میں ماتن کے قول" زکوٰۃ دینے والا اپنے غلام کو نہ دے خواہ وہ مکاتب ہو کے تحت ہے" اور اسی طرح اس غلام کا حکم ہے جس کے اور زکوٰۃ دینے والے کے درمیان رشتۂ اولاد یا زوجیت ہو، اس دلیل کے پیش نظر جو بحر اور فتح میں ہے اور اسی میں ماتن کے قول" بخلاف غنی عورت کے بچے کے کہ اسے دینا جائز ہے یعنی اس کا والد نہ ہو، یہ بحر میں قنیہ سے ہے اھ اور اسی میں ہے کہ اولاد کی قید اسی لیے ہے کہ باقی اقارب مثلاً بھائی بہنیں، چچا اور خالو اگر فقراء ہوں تو انھیں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے بلکہ یہ لوگ زکوٰۃ کے زیادہ مستحق ہیں کیونکہ یہاں صلہ رحمی اور صدقہ دو چیزیں جمع ہو جاتی ہیں، اپنے والد اور بیٹے کی بیوی اور اپنے داماد کو زکوٰۃ جائز ہے تاتارخانیہ اھ ملخصاً اور اسی میں کتاب الوصایا سے ماتن کے قول" فقط

---

[1] و [2] و [3] ردالمحتار باب المصرف مصطفی البابی مصر ۲/ ۶۹
[4] ردالمحتار 〃 〃 ۲/ ۷۲
[5] 〃 〃 〃 ۲/ ۶۹

Marfat.com

من الام فقط غير معتبر، يؤيده
قول الهندية عن البدائع فثبت ان
الحسب والنسب يختص بالاب دون الام اھ
فلا تحرم عليه الزكوٰة ولا يكون كفوًا
للهاشمية ولا يدخل في الوقف على
الاشراف ط[1] اھ وفيه وقال في الفتح ايضا
ولا يحل له ای لابن السبيل ان
ياخذ اكثر من حاجته، قلت وهذا
بخلاف الفقير فانه يحل له ان ياخذ
اكثر من حاجته وبهذا فارق ابن
السبيل كما افاده في الذخيرة اھ وفيه تحت
قوله ومنه مالوكان ماله مؤجلا ای اذا
احتاج الى النفقة يجوز له اخذ الزكوٰة
قدر كفايته الى حلول الاجل نهر عن الخانية
اھ، وفيه تحت قوله اوعلى غائب ای
ولوكان حالا لعدم تمكنه من اخذه[2] ط اھ
وفيه تحت قوله او معسر او جاحد ولوله
بينة في الاصح، فيجوز له الاخذ في اصح
الاقاويل لانه بمنزلة ابن السبيل
ولو موسرا معترفا لا يجوز كما في الخانية[3]
اھ، وفيه تحت قوله و
في سبيل الله وهو منقطع

ماں کی وجہ سے شرف معتبر نہیں" کے تحت ہے کہ
ہندیہ نے بدائع سے جو لکھا ہے وُہ اس کا مؤید ہے
تو ثابت ہوگیا کہ حسب ونسب والد کے ساتھ مختص
ہے نہ کہ ماں کے ساتھ اھ پس اس پر زکوٰۃ حرام نہیں
اور نہ ہی وہ ہاشمی کا کفو بنے گا اور سادات پر وقف
میں شامل نہ ہوگا۔ اور اسی میں ہے فتح میں بھی ہے
کہ اس (مسافر) کے لیے ضرورت سے زائد لینا جائز
نہیں۔ میں کہتا ہُوں بخلاف فقیر کے کہ اس کے لیے
ضرورت سے زاید لینا جائز ہے، اسی سے فقیر اور
مسافر کے درمیان فرق واضح ہوگیا، جیسا کہ اس کا
بیان ذخیرہ میں ہے اھ اور اس میں ماتن کے قول
"اور ایسی ہی صورت وُہ ہے جس میں مال کے حصول کیلئے وقت
مقرر ہو یعنی خرچہ کی ضرورت ہو تو وقت مقرر آنے تک
بقدرِ کفایت زکوٰۃ لینا جائز ہے یہ نہر میں خانیہ سے
ہے اور اس میں ماتن کے قول "یا وہ قرضہ کسی غائب پر ہے"
کے تحت ہے یعنی اگرچہ قرضہ حالی ہو کیونکہ اس وقت اس
کے حصول پر قادر نہیں اور اسی میں ماتن کے قول" یا
مقروض تنگ دست یا منکر ہو اگرچہ اصح قول کے
مطابق گواہ بھی ہوں" کے تحت ہے کہ اصح قول کے
مطابق ایسے شخص کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے کیونکہ وہ مسافر
کی طرح ہے اور اگر مقروض امیر اور معترف ہو تو جائز
نہیں جیسا کہ خانیہ میں ہے اھ اور اسی میں ماتن کے

---

[1] ردالمحتار باب الوصیۃ للاقارب مصطفی البابی مصر ۵/۴۸۴
[2] و [3] ردالمحتار باب المصرف " ۲/۶۷

Marfat.com

الغزاة وقيل الحاج وقيل طلبة العلم و فسرہ فی البدائع بجمیع القرب ، قال فی النهر و الخلف لفظی للاتفاق علی ان الاصناف کلهم سوی العامل یعطون بشرط الفقر[1] اھ (ملخصًا) وفیه تحت قوله وبهذا التعلیل یقوی مانسب للواقعات من ان طالب العلم یجوزله اخذ الزکوٰة ولوغنیا اذا فرغ نفسه لافادة العلم واستفادته، هذا الفرع مخالف لاطلاقهم الحرمة فی الغنی ولم یعتمدہ احد ط۔ قلت وهو کذلك والاوجه تقییدہ بالفقیر[2] الٰی اخرما افادعلیه رحمة الجواد۔ و اللّٰه سبحانه وتعالٰی اعلم۔

قول "اور اللہ کی راہ میں" سے مراد وہ غازی ہیں جن کے پاس جہاد کا خرچہ نہیں، بعض نے حاجی قرار دیا، بعض کے نزدیک طلبہ مراد ہیں۔ بدائع میں اس کلمہ کی تفسیر "تمام ثواب والے کام" سے کی ہے، نہر میں ہے کہ اختلاف لفظی ہے کیونکہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ عامل کے سوا تمام مصارف پر تب خرچ کیا جائے گا جب وہ فقیر ہوں اھ اور اسی میں ماتن کے قول، اس علت کے بیان سے واقعات کی طرف منسوب اس قول کی تقویت ہوجاتی ہے کہ طالبعلم کو زکوٰۃ لینا جائز ہے خواہ وہ غنی ہو بشرطیکہ اس نے اپنے آپ کو علم پڑھانے اور پڑھنے کے لئے مختص کررکھا ہو کہ یہ تفریع فقہاء کرام کے حرمتِ زکوٰۃ کو غنی کے لئے مطلق رکھنے کے خلاف ہے جبکہ اس پر کسی نے اعتماد نہیں کیا، ط۔ میں کہتا ہوں یہ معاملہ یونہی ہے، موزوں یہی ہے کہ طالبعلم کو فقیر ہونے سے مقید کیا جائے (ان کے افادہ کے آخر تک ان پر اللہ تعالٰی جواد کی رحمت ہو، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۰ از شہر بہرائچ محلہ ناظر پورہ مسئولہ حکیم محمد عبدالوکیل صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمی زید نے مسجد یا کنواں مسجد سے متعلق طاہر یانی کے لیے تیار کیا اور بوجہ کمی سرمایہ کے بالآخر قرضدار ہوگیا لہذا اس صورت میں مالِ زکوٰۃ دینا جائز ہے کیونکہ قرضدار کو اس کے قرضہ ادا کرنے کے لیے مالِ زکوٰۃ لینا شرعاً جائز ہے کیونکہ منجملہ مصارف مال زکوٰۃ کے قرضہ بھی ایک مصرف ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

جس پر اتنا دین ہو کہ اُسے ادا کرنے کے بعد اپنی حاجاتِ اصلیہ کے علاوہ چھپن روپے کے مال کا مالک نہ رہے گا اور وہ ہاشمی نہ ہو، نہ یہ زکوٰۃ دینے والا اس کی اولاد میں ہو، نہ باہم زوج وزوجہ ہوں، اسے زکوٰۃ دینا بیشک جائز

[1] ردالمحتار باب المصرف مصطفی البابی مصر ۲/ ۶۷

[2] 〃 〃 〃 ۲/ ۶۵

Marfat.com

بلکہ فقیر کو دینے سے افضل، ہر فقیر کو چھپن روپے دفعۃً نہ دینا چاہئیں، اور مدیون پر چھپن ہزار دین ہو تو زکوٰۃ کے چھپن ہزار ایک ساتھ دے سکتے ہیں قال اللہ تعالٰی والغارمین[1] (اللہ تعالٰی کا ارشادِ گرامی ہے اور مقروض لوگوں پر زکوٰۃ خرچ کی جائے۔ت) دُرمختار میں ہے:

ومدیون لایملك نصابا فاضلا عن دینه وفی الظهیریة الدفع للمدیون اولی منه للفقیر[2]

مقروض وہ شخص ہوتا ہے جو قرض سے فاضل نصاب کا مالک نہ ہو، ظہیریہ میں ہے: مدیون کو زکوٰۃ دینا فقیر سے اولٰی ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ونقل ط عن الحموی انه یشترط ان لایکون ھاشمیا[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اور طحطاوی نے حموی سے نقل کیا کہ شرط یہ ہے کہ مدیون ہاشمی نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۱ تا ۱۰۲ مسئولہ رشید احمد متعلم مدرسہ اہلسنت والجماعت ۷ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں کہ کسی شخص نے اپنے مال میں سے زکوٰۃ نکالی وُہ روپیہ ان شخصوں کو دینا چاہئے یا نہیں:

(۱) یہ کہ اگر چچا چچی و چچازاد بھائی و بہنوں کو کچھ دے دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؛

(۲) یہ کہ ماموں و ممانی و نانا و نانی اور ماموں زاد بھائی اور بہنوں کو دینا جائز ہے یا نہیں؛

(۳) یہ کہ پھوپھا و پھوپھی اور ان کی اولاد کو دینا جائز ہے یا نہیں؛

(۴) یہ کہ اگر اپنی ہمشیرہ ہے اور اس کی شادی کردی اور اس کا خاوند کم توجہ کرتا ہے تو اس کو زکوٰۃ کا مال دینا جائز ہے یا نہیں؛

(۵) یہ کہ بھانجی بھانجے کو کچھ دے دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؛

(۶) یہ کہ اگر زکوٰتی روپے سے لحاف میں رُوئی ڈلوا کر غریبوں کو تقسیم کردیں تو جائز ہے یا نہیں؛

(۷) یہ کہ اگر طالب علم کو کچھ دے دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؛

(۸) یہ کہ اگر بہنوئی کو کچھ دے دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؛

---

[1] القرآن ۹/۶۰
[2] درمختار باب المصرف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۰
[3] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۲/۶۷

Marfat.com

(۹) یہ کہ اگرچہ معلوم ہو کہ یہ شخص غریب معلوم ہوتا ہے اور پوشیدہ اس کے پاس چاہے کچھ ہو اس کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۰) یہ کہ ان روپوں میں سے فقیروں کو جو مانگتے پھرتے ہیں دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۱) علاوہ اس کے وہ بات کہ جس میں روپیہ زکوٰۃ صرف کیا جائے وہ برائے مہربانی تحریر کر دیجئے گا۔

(۱۲) یہ کہ اگر مولود شریف میں یا نیاز دعا میں صرف کیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) ہاں جائز ہے جبکہ مصرف ہو۔

(۲) نانا نانی کو ناجائز باقی چاروں کو جائز۔

(۳) ان سب کو دے سکتے ہوں جبکہ نہ غنی ہوں نہ غنی باپ کے بچے نہ ہاشمی۔

(۴) جائز ہے جبکہ محتاج ہو۔

(۵) ان کو بھی بشرائط مذکورہ جائز ہے۔

(۶) ہاں روئی کی قیمت زکوٰۃ میں لگا سکتا ہے جبکہ بہ نیت زکوٰۃ دے مگر بھرائی کی اجرت زکوٰۃ میں شمار نہ ہوگی۔

(۷) جائز ہے جبکہ غنی و ہاشمی نہ ہو۔

(۸) بشرطِ مذکورہ جائز ہے۔

(۹) جبکہ اُسے اُس کا اندرونی حال معلوم نہیں تو ظاہر محتاجی پر عمل کر کے زکوٰۃ دے سکتا ہے۔

(۱۰) جائز ہے مگر جوان تندرست جو بھیک مانگنے کا پیشہ کر لیتے ہیں جیسے جوگی سادھو بچے ان کو دینا جائز نہیں۔

(۱۱) محتاج فقیر جو نہ ہاشمی ہو نہ غنی باپ کا نابالغ بچہ، نہ اپنی اولاد جیسے بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، نواسا نواسی، نہ یہ اس کی اولاد جیسے ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی، نہ اپنی زوجہ، نہ عورت کا اپنا شوہر، ایسے محتاج کو جوان سب کے سوا ہو بہ نیت زکوٰۃ دے کر مالک کر دینے سے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے وبس۔

(۱۲) مجلس میلاد پاک میں حصہ عام تقسیم ہوتا ہے غنی فقیر مصرف غیر مصرف کی تخصیص نہیں ہوتی، یونہی نیاز کی تقسیم میں تو اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہو سکتی، ہاں جو حصے خاص فقرا مصرف زکوٰۃ کو دے اُس کا شمار ان کو دینے میں زکوٰۃ کی نیت کرے تو وہ زکوٰۃ میں محسوب ہو سکتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۳ از مراد آباد مسئولہ امیر حسن صاحب رضوی ۹ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ صدقۂ فطر کس قدر دینا چاہئے اور کس کو دینا چاہئے اور کس وقت ادا کرے اور کس کی طرف سے؟ بینوا توجروا

Marfat.com

الجواب

صدقۂ فطر سو روپے کے سیر سے پونے دو سیر اٹھنی بھر اوپر دیا جائے اور اس کے مصرف وہی لوگ ہیں جو مصرفِ زکوٰۃ ہیں اور اس کے دینے کا وقت واسع ہے، عید الفطر سے پہلے بھی دے سکتا ہے اور بعد بھی، مگر بعد کو تاخیر نہ چاہیئے بلکہ اولٰی یہ ہے کہ نمازِ عید سے پہلے نکال دے کہ حدیث میں ہے: صاحبِ نصاب کے روزے معلق رہتے ہیں جب تک یہ صدقہ ادا نہ کرے گا۔ اپنی طرف سے اور اپنے بچوں کی طرف سے دینا واجب ہے اور باندی غلام کی طرف سے بھی جو اس کی ملک ہیں، بی بی یا نابالغ بچوں کی طرف سے دینا واجب نہیں اگر وہ صاحبِ نصاب ہیں، آپ دیں یا اُن کی اجازت سے یہ دے، بلا اجازت ان کی طرف سے ادا نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۴

میرے عزیزوں میں ایک شخص نابینا اور قرضدار ہیں جائیداد ان کے ہے لیکن قرضداری سے کم ہے اور قبضہ دوسرے شخص کا ہے، اُن کو آمد بھی پُورے پُورے طور سے نہیں ملتی، زکوٰۃ ان کو دینی چاہیئے یا نہیں؟ فقط

الجواب

ہاں بلکہ عزیزوں کو دینے میں دُونا ثواب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۵ از حاجی عبد الکریم نور محمد جنرل مرچنٹ چوک ناگپور ۹ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

زکوٰۃ کا پیسہ طلبہ کو دے سکتے ہیں امداد کے لیے یا نہیں؟

الجواب

طلبہ کہ صاحبِ نصاب نہ ہوں انھیں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے بلکہ اُنھیں دینا افضل ہے جبکہ وہ طلبہ علمِ دین بطورِ دین پڑھتے ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۶ از شہر بریلی دفتر انجمن خادم المسلمین ۲۲ شعبان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ پیشہ ور گداگروں کو زکوٰۃ و خیرات کا مال دینے سے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے یا نہیں اور مذہبی و تمدنی نقطۂ نظر سے کہاں تک یہ گروہ زکوٰۃ کا مستحق ہے اور پیشہ ور گداگروں کی ہمت افزائی نہ کرنا کہاں تک جائز ہے؟

الجواب

گدائی تین قسم ہے:

ایک غنی مالدار جیسے اکثر جوگی اور سادھو بچے انھیں سوال کرنا حرام اور انھیں دینا حرام، اور اُن کے دئے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوسکتی، فرض سر پر باقی رہے گا۔

Marfat.com

دوسرے وُہ کہ واقع میں فقیر ہیں قدرِ نصاب کے مالک نہیں مگر قوی و تندرست کسب پر قادر ہیں اور سوال کسی ایسی ضرورت کے لیے نہیں جوان کے کسب سے باہر ہو کوئی حرفت یا مزدوری نہیں کی جاتی مفت کا کھانا کھانے کے عادی ہیں اور اس کے لیے بھیک مانگتے پھرتے ہیں انھیں سوال کرنا حرام، اور جو کچھ انھیں اس سے ملے وہ ان کے حق میں خبیث کہ حدیث شریف میں،

لا تحل الصدقۃ لغنی ولا لذی مرۃ سوی[1]۔ صدقہ حلال نہیں کسی غنی کے لیے اور نہ کسی توانا و تندرست کے لیے (ت)

انھیں بھیک دینا منع ہے کہ معصیت پر اعانت ہے، لوگ اگر نہ دیں تو مجبور ہوں کچھ محنت مزدوری کریں۔

قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم و العدوان[2]۔ اللہ تعالٰی کا مبارک فرمان ہے: گناہ اور زیادتی پر تعاون نہ کرو (ت)

مگر ان کے دئے سے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی جبکہ اور کوئی مانع شرعی نہ ہو کہ فقیر ہیں،

قال اللہ تعالٰی انما الصدقت للفقراء[3]۔ اللہ تعالٰی کا فرمان مبارک ہے صدقات فقراء کے لیے ہیں (ت)

تیسرے وُہ عاجز ناتواں کہ نہ مال رکھتے ہیں نہ کسب پر قدرت، یا جتنے کی حاجت ہے اتنا کمانے پر قادر نہیں انھیں بقدرِ حاجت سوال حلال، اور اس سے جو کچھ ملے ان کے لیے طیّب، اور یہ عمدہ مصارفِ زکوٰۃ سے ہیں اور انھیں دینا باعثِ اجرِ عظیم، یہی ہیں وُہ جنھیں جھڑکنا حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۱: از ناگوار مارواڑ از دکان قادر بخش مرسلہ محمد بخش پریزیڈنٹ انجمن مدرسہ حمیدیہ اسلامیہ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مالِ زکوٰۃ مدرسہ اسلامیہ میں دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

مدرسہ اسلامیہ اگر صحیح اسلامیہ خاص اہلسنت کا ہو۔ نیچریوں، وہابیوں، قادیانیوں، رافضیوں، دیوبندیوں وغیرہم مرتدین کا نہ ہو تو اس میں مالِ زکوٰۃ اس شرط پر دیا جاسکتا ہے کہ مہتمم اس مال کو جُدا رکھے اور خاص تملیک فقیر کے مصارف میں صرف کرے مدرسین یا دیگر ملازمین کی تنخواہ اس سے نہیں دی جاسکتی۔

---

[1] جامع الترمذی ابواب الزکوٰۃ باب ما جاء من لاتحل لہ الصدقۃ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۸۳

[2] القرآن ۵/۲

[3] القرآن ۹/۶۰

Marfat.com

نہ مدرسہ کی تعمیر یا مرمت یا فرش وغیرہ میں صرف ہو سکتی ہے، نہ یہ ہو سکتا ہے کہ جن طلبہ کو مدرسہ سے کھانا دیا جاتا ہے اُس روپے سے کھانا پکا کر اُن کو کھلایا جائے کہ یہ صورتِ اباحت ہے اور زکوٰۃ میں تملیک لازم، ہاں یُوں کر سکتے ہیں کہ جن طلبہ کو کھانا دیا جاتا ہے اُن کو نقد روپیہ بہ نیّت زکوٰۃ دے کر مالک کر دیں پھر وُہ اپنے کھانے کیلئے واپس دیں یا جن طلبہ کا وظیفہ نہ اجرۃً بلکہ محض بطور امداد ہے اُن کے وظیفے میں دیں یا کتابیں خرید کر طلبہ کو اُن کا مالک کر دیں۔ ہاں اگر روپیہ بہ نیّت زکوٰۃ کسی مصرف زکوٰۃ دے کر مالک کر دیں وُہ اپنی طرف سے مدرسہ کو دے دے تو تنخواہ مدرسین و ملازمین وغیرہ جملہ مصارف مدرسہ میں صرف ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۸ از حافظ محمد ایاز صاحب از قصبہ نجیب آباد ضلع بجنور محلہ پٹھان پور ۲۴ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر زکوٰۃ کے روپے سے دو چار کتب دینی مثل فتاوٰی عالمگیری و مشکوٰۃ شریف وغیرہ خرید کر کے دوسرے شخص کے پاس بطور وقف رکھ دی جائیں تاکہ عام کو اس سے فیض پہنچے اس وجہ سے ایسی کتاب بوجہ بیش قیمت ہونے کے یہاں میسر نہیں ہے تو اس کے واسطے کیا صورت ہونی چاہئے کہ زکوٰۃ بھی ادا جائے اور کتابوں کی کارروائی بھی ہو جائے۔

الجواب

مال زکوٰۃ سے وقف ناممکن ہے کہ وقف کسی کی ملک نہیں ہوتا اور زکوٰۃ میں فقیر کی تملیک شرط ہے اس کی تدبیر یوں ہو سکتی ہے کہ کسی نیک بندہ کو جو زکوٰۃ کا مصرف ہے نہ نیت زکوٰۃ دے کر ملک کر دیا جائے اور وُہ اپنی طرف سے کتابیں خرید کر وقف کر دے۔ ایک اور حیلہ بھی ممکن ہے مثلاً سَو روپے کی کتابیں وقف کرنے کے لیے خریدنی ہیں اور اس پر سَو روپے زکوٰۃ کے آتے ہیں تو من دو من گیہوں مثلاً کسی فقیر کے ہاتھ سو روپے کو بیع کرے اور اُسے سمجھا دے کہ یہ قیمت تمھیں ہم ہی دینگے جب وُہ خرید لے تو اب اسے سَو روپے بہ نیتِ زکوٰۃ دے جائیں، جب وُہ قبضہ کر لے اب اس سے اس آتی ہوئی قیمت میں روپے لے لیے جائیں، اگر نہ دے تو جبراً لے سکتا ہے کہ وُہ اس کا مدیون ہے، اب اس روپے سے کتابیں خرید کر وقف کر دیں، المسئلۃ منصوص علیہا فی الدر المختار والمعتمدات الاسفار[۱] (درمختار اور دیگر معتمد کتب میں اس مسئلہ پر نص ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۹ تا ۱۱۰ حاجی عیسٰی صاحب کاٹھیاوار ۲۲ رمضان شریف ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک مسجد میں بلحاظ مصلیان بہت کم گنجائش ہے یا بایں وجہ کہ ہر وقت کی نماز میں کش مکش کا سامنا ہوتا ہے لہذا ایسی حالت میں اگر کوئی صاحب زکوٰۃ اپنی زر زکوٰۃ کو کسی غریب مسلمان شخص کی ملکیت قائم کر کے اس مکان کو جو مسجد سے ملا ہوا ہے خرید کر کے شاملِ مسجد کر دے تو زکوٰۃ ادا ہو گی یا نہیں؛ مگر آنکہ

Marfat.com

مسجد مذکور کے قرب و جوار کے مسلمانوں میں اس قدر استطاعت نہیں کہ جو چندہ فراہم کرکے مکان مذکور کو خرید سکیں
(۲) ایسی کتاب دینی جو اگر طبع کی جائے تمام مسلمانانِ عالم میں مفید ثابت ہوسکتی ہے اگر کوئی شخص زرِ زکوٰۃ سے چندہ فراہم کرکے کتاب مذکور بغرض رفاہِ عام چھپوائے تو ان چندہ دہندگان اصحاب کا زرِ زکوٰۃ ادا ہوگا یا نہیں؟

الجواب

(۱) جبکہ اس نے فقیر مصرفِ زکوٰۃ کو بہ نیّت زکوٰۃ دے کر مالک کر دیا زکوٰۃ ادا ہوگئی اب وہ فقیر مسجد میں لگادے دونوں کے لیے اجرِ عظیم ہوگا، درمختار میں ہے:

وحیلۃ التکفین بھا التصدق علی فقیر ثم ھو یکفن، فالثواب لھما وکذا فی تعمیر المسجد[1]۔

کفن بنانے کے لیے یہ حیلہ ہے کہ صدقہ فقیر کو دیا جائے پھر وُہ فقیر کفن بنا دے تو ثواب دونوں کے لیے ہوگا، اسی طرح تعمیرِ مسجد میں حیلہ کیا جاسکتا ہے۔ (ت)

بحرالرائق میں زیرِ قولِ متن لا الی بناء مسجد وتکفین میت وقضاء دینہ وشراء قن یعتق (زکوٰۃ سے تعمیرِ مسجد، میّت کے لیے کفن اور اس کا ادا، قرض اور ایسے غلام کا خریدنا جائز نہیں جسے آزاد کر دیا گیا ہو۔ت) فرمایا:

والحیلۃ فی الجواز فی ھذہ الاربعۃ ان یتصدق بمقدار زکوٰتہ علی فقیر ثم یأمرہ بعد ذٰلک الصرف فی ھذہ الوجوہ فیکون لصاحب المال ثواب الزکوٰۃ وللفقیر ثواب ھذہ الصرف کذا فی المحیط[2]۔

ان چاروں میں جواز کا حیلہ یہ ہے کہ آدمی زکوٰۃ فقیر کو دے پھر اسے کہے کہ ان چاروں پر خرچ کرے، صاحبِ مال کیلئے زکوٰۃ کا ثواب اور فقیر کے لیے خرچ کا ثواب ہوگا۔ کذا فی المحیط (ت)

(۲) جائز ہے اور اس میں چندہ دہندوں کے لیے اجرِ عظیم اور ثواب جاری ہے، جب تک وہ کتاب باقی رہے گی اور نسلاً بعد نسلٍ جن جن مسلمانوں کو فائدہ دے گی ہمیشہ ان سب کا اجر ایک چندہ دہندے کو اُس کی حیات میں اور اُس کی قبر میں پہنچتا رہے گا۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا مات الانسان انقطع عملہ الا من ثلث صدقۃ جاریۃ او عمل ینتفع بھا

جب انسان فوت ہوجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے مگر تین صورتوں میں جاری رہتا ہے: ایک اس نے

---

[1] درمختار | کتاب الزکوٰۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۳۰

[2] بحرالرائق | باب المصرف | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۲/۲۴۳

Marfat.com

اولد صالح یدعولہ[1]۔ رواہ البخاری فی ادب المفرد و مسلم فی الصحیح وابوداؤد و الترمذی عن النسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

صدقہ جاریہ کیا تھا، دوسرا اس کا ایسا عمل جواب بھی نافع ہے یا اس کی نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔ اسے امام بخاری نے ادب المفرد میں، مسلم نے صحیح میں، ابوداود، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

مگر اولاً فقیر کو بہ نیت زکوٰۃ دے کر مالک کر دینا ضرور ہے پھر وہ فقیر طبع کتاب میں خود دے دے یا اس سے دلوادے، جیسا کہ درمختار و بحرالرائق کی عبارت سے گزرا، یا جو جو طریقے ائمہ نے کتب فقہ میں لکھے ہیں بجالائے۔

درمختار میں ہے:

حیلۃ الجواز ان یعطی مدیونہ الفقیر زکوتہ ثم یأخذھا عن دینہ ولو امتنع المدیون مدیدہ واخذھا لکونہ ظفر بجنس حقہ فان مانعہ رفعہ للقاضی[2]۔

حیلہ جواز یوں ہے کہ اپنے مقروض فقیر کو زکوٰۃ دی جائے پھر اس سے اپنے قرض میں واپس لی جائے اور اگر مقروض نہ دے تو اس سے چھین لے کیونکہ یہ اپنے حق پر قدرت کا معاملہ ہے، اگر اس پر بھی نہ دے تو قاضی کی طرف معاملہ لے جایا جائے (ت)

اور سب سے آسان یہ ہے کہ ایک دیندار شخص کے پاس سب زکوٰۃ دہندہ اپنا چندہ جمع کریں اور اس سے کہہ دیں کہ زرِ زکوٰۃ ہے طریقہ شرعیہ پر بعد تملیکِ فقیر طبع میں ہمارے ثواب کے لیے صرف کرو وہ ایسا ہی کرے، سب زکوتیں بھی ادا ہو جائیں گی اور وہ دینی ضروری نافع کام بھی ہو جائیگا اور یہ اموال کا ملانا کہ باذن مالکانہ ہے کہ چندہ کا یہی طریقہ معروفہ معہودہ ہے کچھ مانع نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے:

لو خلط زکوۃ موکلیہ ضمن وکان متبرعا الا اذا وکلہ الفقراء[3]۔

اگر اپنے موکلین کی زکوٰۃ خلط ملط کر دی تو وکیل ضامن ہوگا اور وہ تبرع کرنے والا ہوگا مگر اس صورت میں جب فقراء نے اسے اپنا وکیل قرار دے دیا ہو۔ (ت)

---

[1] صحیح مسلم — باب مایلحق الانسان من الثواب بعد وفاتہ — قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۴۱
الادب المفرد — باب ۱۹ برالوالدین بعد موتہما — حدیث ۳۸ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۲۱
[2] درمختار — کتاب الزکوٰۃ — مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۳۰
[3] ایضاً

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے:

قال فی التتارخانیۃ اذا وجد الاذن او اجاز المالکان[1] اھ۔

تاتارخانیہ میں ہے کہ یہ کسی اذن کی وجہ سے ہو یا مؤکل اسے جائز کردیں اھ (ت)

اسی میں ہے:

ثم قال فی التتارخانیۃ اوجدت دلالۃ الاذن بالخلط کما جرت العادۃ الخ[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

پھر تاتارخانیہ میں کہا کہ یا دلالۃً اختلاط کی اجازت ہو جیسے کہ عادت معروفہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۱: مسئولہ ناصرالدین صاحب پیلی بھیتی از آگرہ محلہ نئی بستی، گلی بدھو بیگ، مکان حافظ سعیدالدین سوداگر لٹھا ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جنگ اٹلی وشہنشاہِ روم کے واسطے اہلِ اسلام نے اکثر چندہ جمع کیا ہے، اگر زیور کی زکوٰۃ کا روپیہ جنگ مذکور کے واسطے شہنشاہِ روم کو بھیجا جائے تو یہ روپیہ دینا جائز ہوگا یا ناجائز؟ بینوا توجروا

الجواب

زکوٰۃ جہاد کے اُن مصارف میں جن میں فقیر کو تملیک نہ ہو جیسے گولے بارود کی خریداری یا فوج کی باربرداری یا فوجی افسروں کی تنخواہ یا فوجی دواخانہ کی دواؤں میں دینا جائز نہیں، نہ اس سے زکوٰۃ ادا ہو۔ عالمگیری میں ہے:

لایجوز ان یبنی بالزکاۃ المسجد وکذا الحج والجھاد وکل مالاتملیک فیہ کذا فی التبیین[3]۔

زکوٰۃ سے مسجد بنانا جائز نہیں، اسی طرح حج اور جہاد، بلکہ ہر وُہ مقام جہاں تملیک نہ ہو۔ تبیین میں یہی ہے۔ (ت)

ہاں فقیر مجاہدوں کو دی جائے یا شہیدوں کے فقیر پس ماندوں کو یا ان مجاہدوں کو جو سفر کرکے آئے گھر پر اموال رکھتے ہیں یہاں مصارف کے لیے کچھ پاس نہیں ان کو دینا جائز ہے اول فی سبیل اللہ ہے ثانی فقراء اور

۱؎ ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۲

۲؎ ردالمحتار "

۳؎ فتاوٰی ہندیۃ الباب السابع فی المصارف نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۸۸

Marfat.com

ثالث ابن السبیل، اور یہ سب مصارفِ زکوٰۃ ہیں۔ درمختار میں ہے:

مصرف الزکوٰۃ فقیر و فی سبیل اللّٰہ وھو منقطع الغزاۃ و ابن السبیل وھو کل من لہ مال لامعہ[1] (ملخصًا)

زکوٰۃ فقراء پر خرچ کی جائے اور اللہ تعالٰی کی راہ میں، اور اس سے مراد محتاج غازی اور مسافر، اور اس سے مراد ہر وہ شخص ہے جس کا مال تو ہو مگر اس کے پاس نہ ہو۔ (ت)

یا یہ ہو کہ یہاں کسی معتمد فقیر کو دے کر مالک کرکے قبضہ دے دیں وہ اپنی طرف سے اس چندہ میں دے دے اب کوئی شرط نہیں ہر مصرف میں صرف ہوسکتی ہے، اور زکوٰۃ دہندہ اور فقیر دونوں کو ثواب ملے گا۔ درمختار میں ہے:

حیلۃ التکفین بھا التصدق علی فقیر ثم ھو یکفن فیکون الثواب لھما وکذا فی تعمیر المسجد[2]

تکفین کے لیے حیلہ یہ ہے کہ زکوٰۃ فقیر کو دی جائے فقیر کفن بنوادے، تو ثواب دونوں کے لیے ہوگا، اسی طرح تعمیرِ مسجد میں حیلہ کی صورت ہے۔ (ت)

پھر صورتِ اولٰی میں کہ خود زکوٰۃ ہی ان جائز مصارف کے لیے وہاں بھیجے، اگر ابھی اس کی زکوٰۃ کا سال تمام نہ ہوا تھا پیشگی دیتا ہے جب تو دوسرے شہر کو بھیجنا مطلقًا جائز ہے اور اگر سال تمام کے بعد بھیجے جب بھی اس صورت میں حکم جواز ہے کہ مجاہدوں کی اعانت میں اسلام کا زیادہ نفع ہے۔ درمختار میں ہے:

کرہ نقلھا الا الی قرابۃ او احوج او اصلح او اورع او انفع للمسلمین، او کانت معجلۃ قبل تمام الحول فلا یکرہ خلاصۃ[3]۔ (ملخصًا)

زکوٰۃ کو دوسری جگہ منتقل کرنا مکروہ، ہاں اس صورت میں مکروہ نہیں جب دوسری جگہ کوئی رشتہ دار، زیادہ محتاج، نیک، صاحبِ تقوٰی یا مسلمانوں کا زیادہ فائدہ ہو یا سال سے پہلے جلدی زکوٰۃ دینا چاہتا ہو، خلاصہ (ت)

مگر اطمینان ضرور ہو کہ ٹھکانے پر پہنچے بیچ میں خورد برد نہ ہوجائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] درمختار | باب المصرف | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۴۰
[2] ؍؍ | کتاب الزکوٰۃ | ؍؍ ؍؍ ؍؍ | ۱/۱۳۰
[3] ؍؍ | باب المصرف | ؍؍ ؍؍ ؍؍ | ۱/۴۲-۱۴۱

Marfat.com

مسئلہ ۱۱۲ از دہرہ دون محلہ دھامان مسئولہ مختار حسین قادری ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ موجودہ حالتِ زار جو مظلومین میں ترک کی ہے مثلاً سمرنا، اناطولیہ وغیرہ میں جو یونانیوں کی دست درازیوں کے شکار ہو رہے ہیں ان کی امداد زکوٰۃ کے مال سے کی جائے تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو روپیہ بھیجنے اور دینے کی کیا صورت ہونی چاہئے، موجودہ طریق جو سیٹھ چھوٹانی بمبئی والا کر رہا ہے کہ امداد مظلومین ترکوں کی جس میں وُہ زکوٰۃ کو بھی شامل کرنا چاہتا ہے اپنے اختیار سے زکوٰۃ اور دیگر چندہ لے کر جتنی جہاں ضرورت ہوتی ہے مثلاً بیماروں کی مدد، لُٹے ہُوئے گھروں کی امداد وغیرہ اپنی رائے کے موافق صرف کرتا ہے تو جو لوگ اس میں زکوٰۃ دیتے ہیں ادا ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اس طریقہ سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوسکتی، یہ لوگ بطور خود چندہ کرتے ہیں اور زکوٰۃ وغیر زکوٰۃ بلکہ مسلم وغیر مسلم سب کے چندے غلط کر لیتے وُہ روپیہ فوراً ہلاک ہوجاتا ہے اور قابلِ ادائے زکوٰۃ نہیں رہتا، فان الخلط استھلاک (کیونکہ خلط ملط کرنا ہلاک کرنا ہوتا ہے۔ت) فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

رجلان دفع کل منھما زکوٰۃ مالہ الی رجل لیؤدی عنہ فخلط مالھما ثم تصدق ضمن الوکیل مال الدافعین وکانت الصدقۃ عنہ کذا فی فتاوٰی قاضی خان[1]

دو اشخاص نے اپنے مال کی زکوٰۃ ایک شخص کو دی تاکہ وُہ ان کی طرف سے ادا کرے اس نے دونوں کے مال کو ملا دیا پھر زکوٰۃ ادا کی تو وکیل ان کے مال کا ضامن ہوگا اور صدقہ وکیل کی طرف سے ہوگا، فتاوٰی قاضی خاں (ت)

درمختار میں ہے:

لوخلط زکوٰۃ مؤکلیہ ضمن وکان متبرعا الا اذا وکلہ الفقراء[2]

اگر اپنے مؤکلین کی زکوٰۃ میں خلط ملط کر دیا تو وہ وکیل ضامن ہوگا اور متبرع ہوگا مگر اس صورت میں کہ جب اسے فقراء نے اپنا وکیل بنایا ہو۔ (ت)

اس کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ زکوٰۃ دینے والے خالص مسلمان اپنی اپنی زکوٰۃ ایک معتمد متدین کے پاس جمع کریں اور وُہ روپیہ ملا لینے کی اجازت دیں اور اُس میں کوئی پیسہ غیر زکوٰۃ کا خلط نہ کیا جائے نہ کسی وہابی یا رافضی یا نیچری یا قادیانی یا حدِ کفر تک پہنچے ہُوئے گاندھوی کی زکوٰۃ اس میں شامل ہو کہ ان لوگوں کی زکوٰۃ شرعاً

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الثالث فی زکوٰۃ الذہب الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۸۳
[2] درمختار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۳۰

Marfat.com

زکوٰۃ نہیں، یہ خالص زکوٰۃ شرعی کا جمع کیا ہوا مال کہ مالکوں کے اذن سے خلط ملط کیا گیا اُن فقراء مظلومین کو پہنچایا جائے۔

ردالمحتار میں زیرِ عبارت مذکورہ درمختار ہے:

قوله ضمن وكان متبرعا، لانه ملكه بالخلط وصار مؤديا مال نفسه قال فى التتارخانية الا اذا وجد الاذن أو اجاز المالكان اھ ويتصل بهذا العالم اذا سئل للفقراء شيئا وخلط يضمن قلت ومقتضاه لو وجد العرف فلا ضمان لوجود الاذن حينئذ دلالة[1] و الله سبحانه و تعالٰى۔

ان کا قول ہے وکیل ضامن ہوگا اور اس کی ادائیگی بطورِ تبرع ہوگی کیونکہ خلط ملط کرنے سے وہ مالک ہو جاتا ہے اور اب وہ اپنے مال کو ادا کرنے والا ہوگا۔ تتارخانیہ میں ہے کہ مگر اس صورت میں جب اجازت ہو یا مالک اسے جائز کردیں اھ اس کے ساتھ وہ صورت بھی ملحق ہے جب کسی عالم نے فقراء کے لیے کچھ مانگا اور خلط ملط کر دیا تو وُہ ضامن ہوگا۔ میں کہتا ہوں اس کا مقتضایہ ہے کہ اگر عرفاً ایسا کیا جاتا ہو تو اب ضمان نہ ہوگا کیونکہ اس وقت دلالۃً اجازت موجود ہے۔ واللہ سبحانہٗ و تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۳ مسئولہ امیر حسن بنگالی طالب علم مدرسہ اہلسنت و جماعت ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

مالدار کے لیے صدقہ لینا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

صدقہ واجبہ مالدار کو لینا حرام اور دینا حرام، اور اس کے دئے ادا نہ ہوگا، اور نافلہ مانگ کر مالدار کو لینا حرام اور بے مانگے مناسب نہیں جبکہ دینے والا مالدار جان کر دے اور اگر وہ محتاج سمجھ کر دے تو لینا حرام، اور اگر لینے کے لیے اپنے آپ کو محتاج ظاہر کیا تو دوہرا حرام، ہاں وہ صدقاتِ نافلہ کہ عام خلائق کے لیے ہوتے ہیں اور ان کے لینے میں کوئی ذلّت نہیں وُہ غنی کو بھی جائز ہیں جیسے حوض کا پانی، سقایہ کا پانی، نیاز کی شیرینی، سرائے کا مکان، پل پر سے گزرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۴ از بریلی محلہ کانکر ٹولہ متصل مسجد خورد مرسلہ الطاف علی خاں مورخہ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مدرسہ دینیہ میں زکوٰۃ و صدقہ مدرسین کو دینا جائز ہے یا نہیں، تنخواہ میں دینا و طلباء کو جو کہ یتیم ہیں ان کی تعلیم کے اخراجات کے واسطے دینا جائز ہے یا نہیں ؟

---

[1] ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۲

Marfat.com

الجواب

تنخواہِ مدرسین میں نہیں دے سکتے، ہاں طلبہ کو تملیک کر سکتے ہیں اگرچہ یتیم نہ ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۵ ازمیرٹھ بستی ضلع جودھپور مسئولہ فخرالدین شاہ ۱۹ ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یتیموں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟ بچہ اپنی قرابت کا ہے اُس کا وارث کوئی نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

یتیم بچہ کو خصوصاً جبکہ اپنا قرابت دار ہو زکوٰۃ دینا بہت افضل ہے جبکہ وہ نہ مالدار نہ سید وغیرہ نہ ہاشمی ہو نہ اپنی اولاد یا اولاد کی اولاد ہو۔ ہاں بھائی بھانجا ہو تو وہ بشرائط مذکورہ سب سے زیادہ مستحق ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۶ از شہر محلہ مملوک پور مرسلہ جناب سید محمد علی صاحب نائب ناظر فرید پور ۳۰ رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ

زرِ زکوٰۃ میں سے اگر یتیموں مساکین کو کھلایا جائے یا کپڑا بنایا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

کپڑا بنا کر ان کو دے کر مالک کر دینا، کھانا پکا کر اُن کے گھر کو بھیج کر قبضہ میں دے کر مالک کر دینا تو حالت موجودہ پر یہ سلا ہوا کپڑا اور پکا ہوا کھانا بازار کے بھاؤ سے جتنے کا ہے اُس قدر زکوٰۃ میں مجرا ہو گا، سلائی پکوائی وغیرہ مجرا نہ ملے گی اور اگر اپنے یہاں پکا کر دستر خوان پر بٹھلا کر کھلا دیا جس طرح دعوتوں میں ہوتا ہے تو وہ زکوٰۃ نہیں ہو سکتا لانھا تملیك وھذہ اباحۃ (کیونکہ زکوٰۃ میں مالک بنانا ہوتا ہے اور اس صورت میں ملکیت نہیں بلکہ اباحت ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۷ و ۱۱۸ ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو مکان واسطے یتیموں کے خریدا جائے اس کی بیع میں زکوٰۃ کا روپیہ دینا درست ہے یا نہیں، اور وہ مکان نام یتیم خانہ کے ہو۔

(۲) کہ مقدمہ جو واقعہ جبولی میں گئو کشی والوں سے ہوا ہے اس کے صرف میں زکوٰۃ کا روپیہ دیا جائے یا نہیں کیونکہ وہ مذہبی معاملہ قرار دیا گیا ہے۔

الجواب

یتیم خانہ کی خریداری میں روپیہ لگا دینے سے زکوٰۃ ہرگز ادا نہ ہو گی لانہ ان کان وقفا والزکوٰۃ تملیك فلا یجتمعان (کیونکہ یتیم خانہ اگر وقف ہے اور زکوٰۃ میں تملیک ہوتی ہے لہٰذا ان دونوں کا اجتماع نہیں ہو سکتا۔ ت) نہ کسی غنی کو صرف مقدمہ کے لیے دینے سے ادا ہو سکے اگرچہ وہ مقدمہ مذہبی دینی ہو فان الغنی لیس بمصرف

Marfat.com

(کیونکہ غنی زکوٰۃ کا مصرف نہیں ہے ۔ ت) نہ کسی فقیر نہ مسکین کے دینی خواہ دنیوی مقدمہ میں وکیلوں مختاروں کو دینے یا اور خرچوں میں اٹھانے سے ادا ممکن جب تک فقیر کو دے کر اُس کے قبضہ کے بعد اُس سے لے کر صرف نہ کیا جائے فان الصدقة لا تحصل الا بتمليك مصرفها ولا تتم الا بقبضة (کیونکہ صدقہ تب ادا ہوگا جب کسی مصرف کو مالک بنایا جائے گا اور تملیک کا اتمام قبضہ کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ ت) پس اگر اس قسم کے معاملات میں اٹھانا چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ جو شخص شرعاً مصرفِ زکوٰۃ ہے اسے بہ نیتِ زکوٰۃ دے کر اُس کا قبضہ کرا دیں پھر وہ اپنی طرف سے اپنے آپ خواہ اُسے دے کر خریداری تیم خانہ خواہ کسی دینی مقدمہ وغیرہ امورِ خیر میں لگا دے۔ عالمگیریہ وغیرہا میں ہے:

فی جمیع ابواب البر کعمارۃ المساجد وبناء القناطیر الحیلة ان یتصدق بمقدار زکوٰۃ علی فقیر ثم یامرہ بالصرف الی ھذہ الوجوہ فیکون للمتصدق ثواب الصدقة وللفقیر ثواب بناء المسجد والقنطرۃ[1] (ملخصا) واللہ تعالٰی اعلم۔

تمام امورِ خیر مثلاً تعمیرِ مساجد اور پُلوں کی تعمیر وغیرہ میں حیلہ یہ ہے کہ مقدارِ زکوٰۃ فقیر پر صدقہ کی جائے پھر اسے ان امور پر خرچ کرنے کے لیے کہا جائے ثواب صدقہ کرنے والے کے لیے صدقہ کا ثواب اور فقیر کے لیے مسجد اور پُل کی تعمیر کا ثواب ہوگا (ملخصاً) واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۹ ۲۲ شوال ۱۳۱۴ھ

سوالِ اوّل بعد سلام کے عرض ہے میرے پاس سوا اس کے جو شوہر کے پاس سے صرف کے لیے آتا ہے اور کوئی آمد نہیں، اور وہ اتنی ہے کہ گزر بھی بہ مشکل ہوتی ہے، عرض ہے کہ ایسی صورت بتائیے کہ جس میں زکوٰۃ بھی ادا ہو اور خرچ کی بھی دقت نہ ہو، یہ بڑی بی کہتی ہیں کہ آپ کے یہاں مجھ کو کچھ روپیہ دے اور پھر وہ دو آنہ میں مول لئے یا جو خرچ مجھ کو شوہر کے پاس سے ملتا ہے اُس میں سے زکوٰۃ ادا کر کے بچوں کے صرف کی جائے تو کچھ بُرائی تو نہیں؟ یا جو روپیہ والد کے ترکہ کا ملا تھا وہ میرا بچوں کے صرف میں ہوگیا وہ ہو سکتا ہے کہ میں زکوٰۃ میں مجرا کر لوں اس واسطے کہ آپ فرماتے ہیں بچوں کا صرف باپ کے ذمہ ہے۔

الجواب

زیور خود مال ہے اُس میں سے زکوٰۃ ادا کی جائے، شوہر سے جو کچھ خرچ بچوں کے لیے ملتا ہے اُس میں سے زکوٰۃ دینے کا ہرگز اختیار نہیں تمہارے خرچ کو جو کچھ تمہیں دیتے ہیں اُس میں سے زکوٰۃ دے سکتی ہو، اپنے مال کی زکوٰۃ

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الحیل الفصل الثالث فی مسائل الزکوٰۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۳۹۲

Marfat.com

اپنے بچّوں کے صرف میں نہیں کی جاسکتی، اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، ماں کا جو کچھ بچّوں کے صرف میں اُٹھ گیا زکوٰۃ میں مجرا نہیں ہوسکتا اگرچہ بچوں کا خرچ باپ پر ہے ماں پر نہیں، وہ طریقہ کہ زکوٰۃ کا مال بہ نیتِ زکوٰۃ کسی محتاج کو دے کر مالک کر دیا جائے پھر اس کی رضامندی سے تھوڑے داموں کو اس سے خرید لیں، یہ حیلہ بضرورت صرف ایسی جگہ ہو کہ مثلاً کسی سیّد صاحب کو حاجت ہے مالِ زکوٰۃ انھیں دے نہیں سکتے اور اپنے پاس زرِ زکوٰۃ سے زیادہ دینے کی وسعت نہیں تو اس طرح زکوٰۃ ادا کرکے برضامندی مول لے کر سید صاحب کے نذر کردیا جائے یا مسجد کی تعمیر یا میّت کے کفن میں لگا دیا جائے کہ یہ سب نیتیں اللہ ہی کے لیے ہیں، خرید کر اپنے یا اپنے بچّوں کے صرف میں لانے کی غرض سے یہ حیلہ نہیں کہ اس میں راہِ خدا میں مال خرچ کرکے پھر جانا پایا جائیگا والعیاذ باللہ تعالٰی، آسان طریقہ جو یہاں ہوسکے یہ ہے کہ آدمی جن کی اولاد میں خود ہے یعنی ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی یا جو اپنی اولاد میں ہیں یعنی بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، نواسا نواسی اور شوہر و زوجہ ان رشتوں کے سوا اپنے جو عزیز قریب حاجتمند مصرفِ زکوٰۃ ہیں اپنے مال کی زکوٰۃ انھیں دے جیسے بہن بھائی، بھتیجا بھتیجی، ماموں، خالہ، چچا، پھوپھی کہ انھیں دینے میں دُونا ثواب ہے اور نفس پر بار بھی کم ہوگا کہ اپنے سگے بہن بھائی یا بھتیجے بھانجے کا دیا ہوا آدمی اپنے ہی کام میں اُٹھتا جانتا ہے پھر یہ بھی کچھ ضرور نہیں کہ انھیں زکوٰۃ جتا ہی کر دے بلکہ دل میں زکوٰۃ کی نیت ہو انھیں عیدی وغیرہا یا شادیوں کی رسوم خواہ کسی بات کا نام کرکے مالک کردے زکوٰۃ ادا ہوجائیگی، پھر اگر مثلاً اپنے بہن بھائی کو دیا اور انھوں نے اُس کے بچوں پر خرچ کی تنگی دیکھ کر اپنی خوشی سے اس کے بچّوں پر ہبہ کردیا تو زکوٰۃ میں کچھ خلل نہ آئے گا نہ مقصودِ شریعت کے خلاف ہوگا اور دونوں مطلب یعنی ادائے زکوٰۃ اور بچّوں کے خرچ کی وسعت حاصل ہوجائیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۰: از موضع مکرجی والا علاقہ جاگل تھانہ پرہیو ڈاکخانہ کوٹ نجیب اللہ خاں مرسلہ مولوی محمد شیر صاحب ۱۴ جمادی الآخر ۱۳۱۴ھ

اپنی دختر یا حقیقی ہمشیرہ کو زکوٰۃ یا زمین کا عشر دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

بہن کو جائز ہے جبکہ مصرفِ زکوٰۃ ہو اور بیٹی کو جائز نہیں،

فی الدر المختار مصرف الزکوٰۃ والعشر فقیر الخ وفیہ لایصرف الی من بینھما ولاد[1] الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے کہ زکوٰۃ و عشر کا مصرف فقیر ہے الخ اور اسی میں ہے کہ زکوٰۃ و عشر ایسے لوگوں پر صرف نہ کی جائے جن سے اپنی ولادت کا تعلق ہو الخ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[1] درمختار باب المصرف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۱-۱۴۰

Marfat.com

مسئلہ ۱۲۱ مرسلہ محمود حسن صاحب شاگرد رشید احمد گنگوہی صاحب ۲۰ صفر ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس بارہ میں کہ میری زکوٰۃ کا روپیہ اپنے والد کو کسی حیلہ سے دے سکتی ہوں یا نہیں، کیونکہ والد ایسی غربت میں ہیں کہ باہر نکلتے بیٹھتے میں شرم آتی ہے اور وہ ایک آبرو دار آدمی ہیں اور نہ کوئی ایسا آدمی ہے کہ میں اس آدمی کو دے دوں وُہ اپنی طرف سے بھی والد کو دے اس صورت میں کسی حیلہ سے اپنے والد کو زکوٰۃ کا پیسہ دے سکتی ہوں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

باپ کو زکوٰۃ دینا کسی طرح جائز نہیں۔ نہ اُس کی دی زکوٰۃ ادا ہو سکے۔ یہ بات اگر واقعی ہے کہ باپ ایسا ہی حاجتمند ہے اور سائلہ میں یہ طاقت نہیں کہ زکوٰۃ بھی دے اور باپ کی بھی خدمت کرے اور ایسا اطمینان کا شخص کوئی نہیں پاتی کہ اسے زکوٰۃ دے اور وُہ اپنی طرف سے اُس کے باپ کو دیں تو اس کا یہ طریقہ ممکن ہے کہ مثلاً دس روپیہ زکوٰۃ کے دینے ہیں اور چاہتی ہے کہ یہ روپیہ اُس کے باپ کو پہنچے تو کسی فقیر مصرف زکوٰۃ کے ہاتھ مثلاً دس سیر یا پانسیر گیہوں دس روپیہ کو بیچے اور اسے سمجھا دے کہ زرِ ثمن ادا کرنے کی تمہیں دقت نہ ہوگی ہم زکوٰۃ دیں گے اسی سے ادا کر دینا جب وُہ بیع قبول کرے گیہوں اس کو دے دے اب اُس کے دس درم بابت ثمن گندم اُس پر قرض ہوگئے اُس کے بعد اسے دس روپیہ زکوٰۃ میں دے کر قبضہ کرا دے زکوٰۃ ادا ہوگئی پھر گیہوں کی قیمت میں روپے واپس لے وہ یوں نہ دے تو جبراً لے سکتی ہے کہ وہ اس کا مدیون ہے اب یہ روپیہ اپنے باپ کو دے دے۔

درمختار میں ہے:

حیلۃ الجواز ان یعطی مدیونہ الفقیر زکوٰتہ ثم یاخذھا عن دینہ ولو امتنع المدیون مدید ہ واخذھا لکونہ ظفر بجنس حقہ فان مانعہ رفعہ للقاضی[1]

حیلہ جواز یہ ہے کہ اپنے مقروض فقیر کو زکوٰۃ دی جائے پھر قرض کے عوض اس سے وہ رقم واپس لے لی جائے اگر مقروض نہ مانے تو اس سے چھین لی جائے کیونکہ یہ اپنے مال کے حصول پر قدرت کی صورت ہے، اگر اس میں بھی رکاوٹ بنے تو معاملہ قاضی کے پاس لے جایا جائے۔ (ت)

مگر اس کا لحاظ لازم ہے کہ محتاج باپ کا نفقہ اُس کی سب غنی اولاد پر لازم ہے، بیٹا بیٹی سب پر برابر، تو اگر تنہا یہی اس کی اولاد ہے تو اس پر اس کا کل خرچ کھانے پہننے رہنے کے مکان کا لازم ہے۔ اور اگر اور بھی ہیں تو

---

[1] درمختار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۳۰

Marfat.com

حصہ رسد اور زکوٰۃ بھی اللہ عزوجل کا غنی پر فرض ہے حیلہ کرکے دو واجبوں میں ایک کو ساقط نہ کرے، اللہ عزوجل دلوں کی نیت جانتا ہے، ہاں حقیقۃً قدرت نہ ہو تو حیلہ مذکورہ عمدہ وسیلہ ہے جس سے دونوں واجب ادا ہوسکیں واللہ یعلم المفسد من المصلح[1] (اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۲ مرسلہ مولوی نیاز محمد خاں بدایونی وارد حال مانوگاچہ ملک پیراک ۲ ربیع الثانی ۱۳۲۲ھ

فطرہ کا پیسہ کون کون کام میں صرف ہوسکتا ہے اور کس کس شخص کو دیا جاسکتا ہے؟

الجواب

فطرہ کے مصارف بعینہٖ مصارفِ زکوٰۃ ہیں، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۳ از بریلی محلہ کانکر ٹولہ متصل مسجد خورد مرسلہ جناب الطاف علی صاحب ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص اپنی والدہ اور ہمشیرہ کو باوجود بیوہ اور یتیم ہونے کے کچھ نہ دے اور وہ تکالیف اٹھاتی ہوں اس حالت میں اگر زید صاحبِ نصاب ہو اور زکوٰۃ صدقہ ادا کرے تو وہ قبول ہوگا یا نہیں؟ اور زید کے واسطے شرع شریف میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

زید کی ماں اگر کوئی ذریعۂ معاش نہیں رکھتی تو اس کا نفقہ زید پر فرض ہے۔ یوں ہی یتیم بہن کہ جس کی شادی نہ ہوئی ہو نہ اس کے پاس کچھ مال ہو، ان کو نہ دینے سے اس پر گناہِ عظیم ہے۔ حدیث میں فرمایا:

کفٰی بالمرء اثما ان یضیع من یقوت[2] آدمی کے گنہگار ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو محروم رکھے جن کا خرچہ اس کے ذمہ ہو۔ (ت)

رہی زکوٰۃ، وہ ماں کو نہیں دے سکتا بہن کو دے اور ماں کی خدمت اپنے پاس سے کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۴ از کاٹھیاواڑ مولوی سیف اللہ صاحب پیش امام جبت پور ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام وفضلائے عظام دامت علینا برکاتہم اس مسئلہ میں کہ بضرورت

---

[1] القرآن ۲/۲۲۰

[2] سنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ باب فی صلۃ الرحم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۳۸

[3] مسند احمد بن حنبل مروی از عبداللہ بن عمرو دارالفکر بیروت ۲/۱۶۰، ۱۹۴، ۱۹۵

Marfat.com

زکوٰۃ کا روپیہ کوئی مسلمان قبضہ کرکے جو خود بھی مستحقِ زکوٰۃ ہو توسیعِ مسجد میں صرف کرے تو جائز ہے یا کس صورت سے؟ بینوا توجروا

الجواب

زکوٰۃ دہندہ نے اگر زرِ زکوٰۃ مصرفِ زکوٰۃ کو دے کر اس کی تملیک کردی تو اب اُسے اختیار ہے جہاں چاہے صرف کرے کہ زکوٰۃ اس کی تملیک سے ادا ہوگئی، یوں ہی اگر مزکی نے زرِ زکوٰۃ اسے دیا اور ماذونِ مطلق کیا کہ اس سے جس طور پر چاہو میری زکوٰۃ ادا کردو اس نے خود بہ نیتِ زکوٰۃ لے لیا، اس کے بعد مسجد میں لگادیا تو یہ بھی صحیح و جائز ہے یونہی اگر مزکی نے زرِ زکوٰۃ نکال کر رکھا تو فقیر نے بے اس کی اجازت کے لے لیا اور مالک نے بعد اطلاع اس کا لینا جائز کردیا اور اس کے بعد فقیر نے مسجد میں صرف کیا تو یہ بھی صحیح ہے، اور اگر فقیر نے بطورِ خود قبضہ کرلیا اور مالک نے اُسے جائز نہ کیا یا بعد اس کے کہ یہ مسجد میں لگا چکا جائز کیا، تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ یونہی اگر مالک نے اسے روپیہ دیا اور وکیل کیا کہ میری طرف سے کسی فقیر کو دے دو یہ بھی فقیر ہے خود لے لیا اور مسجد میں لگادیا تو اب بھی زکوٰۃ ادا نہ ہوئی اگرچہ اسے ماذونِ مطلق کیا ہو کہ تملیک نہ پائی گئی اور اس پر روپے کا تاوان آئے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۵ ازمقام ترسائی کاٹھیاواڑ مرسلہ احمد داؤد صاحب یکم جمادی الآخر ۱۳۳۶ھ

فی زمانہ سیدوں کا کوئی پرسانِ حال نہیں، فاقوں تک بعض کی نوبت پہنچتی ہے، ایسی صورت میں زکوٰۃ لینا یا بغیر اس عذر کے بھی زکوٰۃ لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

سید کو زکوٰۃ لینا دینا حرام ہے اور اسے دئے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، اور فاقوں پر نوبت اگر اس بنا پر ہو کہ نوکری یا مزدوری پر قدرت ہے اور نہیں کرنا چاہتا تو یہ فاقہ بھی عذر نہیں ہوسکتا کہ یہ اپنے ہاتھ کا ہے کیوں نہیں کسبِ حلال کرتا، اور اگر واقعی کسب پر قادر نہیں تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس کی اعانت کریں، اور اگر لوگ بے پروائی کریں اور اُسے کوئی ذریعہ رزق کا سوا زکوٰۃ لینے کے نہ ہو تو بقدرِ ضرورت لے اور قدرِ ضرورت میں صرف کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۶ ازمرزاپور سول لائن بنگلہ مولوی محب اللہ صاحب ڈپٹی کلکٹر مرسلہ محمد عبدالقادر صاحب بدایونی ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

زید نے بکر کو صدقہ دیا، بکر کو علم ہے کہ صدقہ ہے، ایسی صورت میں بکر اُس مال کو سید کو دے سکتا ہے یا نہیں، اور وُہ مال بکر کی ملکیت ہے یا زید کی، جبکہ زید بکر کو دے چکا۔

Marfat.com

الجواب

جب زید نے بکر کو مال صدقہ میں دیا اور بکر قابض ہوگیا اور وہ محل صدقہ تھا یا نہ تھا اور زید جانتا تھا کہ بکر محل صدقہ نہیں غنی جان کر صدقہ دیا تو دونوں صورتوں میں بکر مالک ہوگیا،

فقد نص العلماء کما فی ردالمحتار وغیرہ ان الصدقۃ علی الغنی لھا اجر وان کان دون اجر الصدقۃ علی الفقیر[1]

ردالمحتار وغیرہ میں علماء سے تصریح ہے کہ غنی پر صدقہ کا بھی اجر ہے مگر اس اجر سے یہ اجر کم ہوگا جو فقیر پر صدقہ سے حاصل ہوتا ہے۔ (ت)

اور جب وہ مالک ہوگیا اور اپنی طرف سے سیّد کو نذر کرے نہ بطور صدقہ وزکوٰۃ بلکہ بطور ہدیہ وہبہ تو سیّد کو اس کا لینا جائز ہے اگرچہ بکر کو زکوٰۃ ہی دی گئی ہو،

قال علیہ الصلوٰۃ والسلام لک[ف] صدقۃ و لنا ھدیۃ[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۷: مسئولہ محمد عمر حوان المعروف بہ قادری سکنہ موضع باسنی پرگنہ ناگوار مارواڑ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین، امّابعد کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ضلع مارواڑ تحت حکومت ناگوار میں ایک قصبہ ہے معروف بہ باسنی جہاں تخمیناً نوصد گھر مسلمانوں کے ہیں اور بفضلہ سب صغیر وکبیر برنا و پیر صوم وصلوٰۃ کے اس حد تک پابند ہیں کہ سفر وحضر، صحت وسقم، رنج وراحت غرضکہ ہر حالت میں نماز گزار اور پابند صلوٰۃ ہیں۔ قصبہ بھر میں شاذونادر کوئی ایسا بدبخت ہوگا جو نماز نہ پڑھتا ہو، اما بوجہ نہ ہونے علم کے احکامِ شرعیہ و مسائلِ ضروریہ سے محض نابلد ہیں، جہالت کی اس قدر گرم بازاری ہے کہ آباواجداد کی رسوم کو کافی ووافی سمجھ کر مسائل شرعیہ سے (نہ بوجہ تعصب کے بلکہ بباعث نہ ہونے علم کے) یک لخت گریز ہے حق وباطل میں امتیاز ہو نہیں سکتا لیکن باوجود اس بات کے بھی اگر حُسنِ اتفاق سے کوئی عالم آجائے تو اس کے وعظ میں بیٹھ کر تحصیل فیضان کرتے ہیں، افعالِ بد پر متنبہ ہونے کے بعد توبہ واستغفار بھی کرتے ہیں اور کسی مسائل گو کی بات پر چنداں چُون وچرا بھی

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۵۷

[2] صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب اباحۃ الھدیۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۴۵

ف: صحیح مسلم میں الفاظ یُوں ہیں: ھو لھا صدقۃ ولنا ھدیۃ۔ نذیر احمد سعیدی

Marfat.com

نہیں کرتے مگر چونکہ قصبہ نرا کا نرا ہی علم سے معرا ہے، کوئی وجود ایسا نہیں جو اس کی اصلاح و درستی کر سکے، آخر قصبہ کے چند سربرآوردہ و دُوراندیش اصحاب نے سوچا اگر قصبہ میں ایک اسلامی مدرسہ کھول دیا جائے جس کے ذریعہ ایسے وجود و نفوس علمائے اسلام کہ قصبہ میں آرہیں جو علاوہ وعظ گوئی کے مدرسہ میں علم تجوید و تفسیر و حدیث و فقہ و اصول و معانی کا طلبہ کو درس بھی دیتے رہیں تو البتہ قصبہ کی اصلاح حسبِ دلخواہ ممکن ہے، آخرانہیں حضرات مذکور الصدر کی سعی بلیغ سے مدرسہ کی عمارت تیار ہو کر سلسلہ تعلیم بھی شروع کر دیا گیا اور گاؤں کی اصلاح بھی رُوبترقی ہے اور امید ہے کہ مدرسہ اگر قائم رہ گیا پوری درستی ہو جائیگی مگر چونکہ اتنے بڑے قصبہ کے طلباء صغار و کبار جو تخمیناً پانسو ہیں ان کی تعلیم کے لیے کم از کم دس مدرسین درکار ہیں، اور یہ انتظام بھی کر لیا گیا کہ جمیع طلباء داخل مدرسہ کر کے مدرسین بھی مقرر کر لیے گئے مگر مصارفِ مدرسہ رقومِ زکوٰۃ سے متعلق ہیں، اب ہمیں تشویش ہے کہ زکوٰۃ کس حیلہ سے مصارفِ مدرسہ میں مثل مشاہراتِ مدرسین فرش وفروش و تیل و چراغ و نیز مثل اس کے ضروریاتِ مدرسہ میں خرچ ہو سکتے ہیں، آیا اس پر کوئی مفلس آدمی امین مقرر ہو کہ جس کے پاس سے حساب وغیرہ نہ لیا جائے یا اور حیلہ ہو سکتا ہے یا امین کے مزید شرائط ہوں غرضکہ مذہبِ حنفیہ میں کوئی ایسا پہلو نکل آئے کہ جس سے مصارف مدرسہ میں جائز ہونے کا کوئی حیلہ نکل آیا جب تو مدرسہ کی بقا کی امید قصبہ کی اصلاح کی صورت ہے ورنہ بدون ان رقوم کے اہلِ قصبہ میں اتنی وسعت نہیں کہ سوا زکوٰۃ کے اخراجاتِ مدرسہ کو اٹھا سکیں کیونکہ صاحبِ نصاب تو چند ہی ہوں گے باقی سب مسکین، اور اپنا نان و نفقہ قوتِ ضروری پیدا کر کے کھانے والے ہیں لیکن مسکین و متمول سب بالاتفاق مدرسہ میں امداد دہی کے لیے حاضر ہیں کسی کو اختلاف نہیں، جواب مدلل بدلائل قاطعہ و براہینِ ساطعہ مطابق مذہبِ حنفیہ مع صفحاتِ کتب ارقام ہو۔ بینوا توجروا

الجواب

زکوٰۃ کا رکن تملیک فقیر ہے جس کام میں فقیر کی تملیک نہ ہو کیسا ہی کارِ حسن ہو جیسے تعمیرِ مسجد یا تکفینِ میّت یا تنخواہِ مدرسانِ علمِ دین، اس سے زکوٰۃ نہیں ادا ہو سکتی۔ مدرسہ علم دین میں دینا چاہیں تو اس کے تین ۳ حیلے ہیں؛

ایک ۱ یہ کہ متولیِ مدرسہ کو مالِ زکوٰۃ دے اور اُسے مطلع کر دے کہ یہ مالِ زکوٰۃ کا ہے اسے خاص مصارفِ زکوٰۃ میں صرف کرنا، متولی اس مال کو جُدا رکھے اور مال میں نہ ملائے اور اس سے غریب طلبہ کے کپڑے بنائے، کتابیں خرید کر دے یا اُن کے وظیفہ میں دے جو محض بنظرِ امداد ہو نہ کسی کام کی اُجرت۔

دوسرے ۲ یہ کہ زکوٰۃ دینے والا کسی فقیر مصرفِ زکوٰۃ کو بہ نیتِ زکوٰۃ دے اور وہ فقیر اپنی طرف سے کُل یا بعض مدرسہ کی نذر کر دے۔

تیسرے ۳ یہ کہ مثلاً سو روپے زکوٰۃ کے دینے ہیں اور چاہتا ہے کہ مدرسۂ علمِ دین کی ان سے مدد کرے تو

Marfat.com

مثلاً دس سیر گیہوں کسی محتاج مصرفِ زکوٰۃ کے ہاتھ سو روپے کو بیچے اور اسے مطلع کردے کہ یہ قیمت ادا کرنے کو تمہیں ہم ہی دیں گے تم پر اس کا بار نہ پڑے گا، وہ قبول کرلے اس کے بعد سو روپیہ بہ نیتِ زکوٰۃ اس کو دے کہ قابض کردے اس کے بعد اپنے گیہوں کی قیمت میں وہ روپے اس سے لے لے، اگر وہ نہ دینا چاہے تو یہ خود اس سے لے سکتا ہے کہ یہ اس کا عین حق ہے اب یہ روپے مدرسہ میں دے۔ ان پچھلی دونوں صورتوں میں یہ روپیہ تنخواہ مدرسین وغیرہ ہر کارِ مدرسہ میں صرف ہوسکتا ہے والمسئلۃ فی الدر وغیرہ من الاسفار الغر (اس مسئلہ کی تفصیل دُر اور دیگر معتبر کتب میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

Marfat.com

رسالہ

الزّہر الباسم فی حُرمۃ الزکوٰۃ علیٰ بنی ہاشم

۱۳۰۷ھ

(بنی ہاشم پر زکوٰۃ کی حُرمت کے بارے میں کِھلا ہُوا شگوفہ)

مسئلہ ۱۲۸ مرسلہ مولوی حافظ محمد امیر اللہ صاحب مدرس اوّل عربیہ اکبریہ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بنی ہاشم کو زکوٰۃ وصدقۂ واجبہ دینا بجہت سقوط خمس الخمس جائز ہے یا نہیں ؟ کفایہ میں ہے :

قولہ ولا یدفع الیٰ بنی ھاشم وفی شرح الاٰثار للطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لاباس بالصدقات کلھا علی بنی ھاشم والحرمۃ فی عھد النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام للعوض وھو خمس الخمس، فلما سقط ذٰلک بموتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حلت لھم الصدقۃ وفی النتف

قولہ بنی ہاشم کو زکوٰۃ نہ دی جائے، شرح الاٰثار للطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے بنو ہاشم پر تمام صدقات کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ حضور علیہ السلام کی ظاہری حیات میں خمس الخمس کی وجہ سے حرام تھے، جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کی وجہ سے خمس الخمس ساقط ہوگیا تو ان کے صدقات حلال ٹھہرے اور النتف میں ہے

Marfat.com

یجوز الصرف الی بنی ھاشم فی قولہ خلافا لھما، وفی شرح الاثار الصدقۃ المفروضۃ والتطوع محرمۃ علی بنی ھاشم فی قولھما وعن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی روایتان فیھا قال الطحاوی رحمہ اللہ تعالٰی وبالجواز ناخذ انتھٰی[1]۔ بینوا توجروا۔

کہ امام صاحب کے نزدیک صدقات کو بنی ہاشم پر خرچ کیا جاسکتا ہے مگر صاحبین کو اس میں اختلاف ہے۔ شرح الآثار میں ہے کہ صاحبین کے قول کے مطابق فرض ونفل صدقہ بنو ہاشم پر ناجائز ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی سے اس بارے میں دو روایات ہیں، امام طحاوی نے فرمایا کہ ہم جواز پر عمل کریں گے انتہٰی۔ بینوا توجروا (ت)

الجواب

اللھم لک الحمد اَلھِم الصواب (اے اللہ! حمد تیرے ہی لیے ہے اور اے اللہ! درستگی عطا فرما۔ ت) بنی ہاشم کو زکوٰۃ وصدقات واجبات دینا زنہار جائز نہیں، نہ انھیں لینا حلال۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متواتر حدیثیں اس کی تحریم میں آئیں، اور علتِ تحریم ان کی عزت وکرامت ہے کہ زکوٰۃ مال کا مَیل ہے اور مثل سائر صدقاتِ واجبہ غاسل ذنوب، تو ان کا حال مثل ماءِ مستعمل کے ہے جو گناہوں کی نجاسات اور حدث کے قاذورات دھوکر لایا اُن پاک لطیف سُتھرے لطیف اہلبیت طیب وطہارت کی شان اس سے بس ارفع واعلٰی ہے کہ ایسی چیزوں سے آلودگی کریں، خود احادیثِ صحیحہ میں اس علت کی تصریح فرمائی،

احمد ومسلم عن المطلب بن ربیعۃ بن الحارث رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان الصدقۃ لا تنبغی لاٰل محمد انما ھی اوساخ الناس[2]، الطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما انہ لا یحل لکما اھل البیت من الصدقات شیئ ولا غسالۃ الایدی[3]، ھذا مختصرا الطحاوی

مسند احمد اور مسلم میں ہے کہ مطلب بن ربیعہ بن حارث رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ آلِ محمد کیلئے جائز نہیں کیونکہ یہ لوگوں (کے مال) کی مَیل ہے۔ طبرانی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ اے اہلبیت! تمھارے لیے صدقات میں سے کوئی شئے حلال نہیں اور نہ ہی لوگوں کے ہاتھوں کی مَیل، یہ مختصراً ہے، طحاوی میں حضرت علی

[1] الکفایۃ مع فتح القدیر باب من یجوز دفع الصدقۃ الیہ ومن لایجوز مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۲۱۱ تا ۲۱۳
[2] صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب تحریم الزکوٰۃ علی رسول اللہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۴۴
[3] المعجم الکبیر مروی از عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۱/ ۲۱۷

Marfat.com

عن علی کرم اللہ تعالیٰ عنه قال قلت للعباس سل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یستعملك علی الصدقات فسأله فقال ماکنت لاستعملك علی غسالة ذنوب الناس[1]۔

کرم اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عباس سے کہا کہ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے گزارش کرو تاکہ تمھیں آپ صدقات کے لیے عامل مقرر فرمادیں توحضرت عباس نے عرض کیا تو آپ نے فرمایا: میں تجھے لوگوں کے گناہوں کی میل پر عامل نہیں بنا سکتا (ت)

اسی طرح کلماتِ علماء میں اس تعلیل کی بکثرت تصریحیں ہیں، رہا خمس الخمس **اقول** وباللہ التوفیق اس کی تقریر تحریم صدقات سے ناشئ تھی نہ کہ تحریم صدقات اس کی تقریر پر مبتنی ہو،

فان اللہ تعالیٰ لما حرم علیهم الصدقات رزقهم خمس الخمس لان اللہ تعالیٰ لما رزقهم ذلك حرم علیهم الصدقات حتی لولم یسهم لهم ذلك لم یحرم علیهم غسالة السیئات وھل من دلیل علی ذلك بل الدلیل ناطق بخلافه وبعد تحریری ھذا المحل وجدت بحمد اللہ نصا عن الامام المجتهد التابعی مجاهد رحمه اللہ تعالیٰ ان تقریر خمس الخمس مبتن علی تحریم الصدقة فقد روی ابن ابی شیبة والطبرانی عن خصیف (ف) عن مجاهد قال کان اٰل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم لاتحل لهم الصدقة فجعل لهم خمس الخمس[2] اھ۔

کیونکہ اللہ تعالےٰ نے بنو ہاشم پر صدقات حرام فرمائے تو ان کے لیے خمس الخمس کو رزق کا ذریعہ بنایا، نہ یہ کہ جب خمس الخمس انھیں عطا فرمایا تو ان پر صدقات حرام فرمائے حتی کہ اگر ان کے لیے یہ حصہ نہ ہوتا تو ان پر گناہوں کی میل حرام نہ ہوتی اور اس پر کوئی دلیل ہے؟ بلکہ اس کے خلاف دلیل ناطق ہے۔ فقیر نے جب یہ اس مقام پر لکھا تو بحمداللہ مجتہد تابعی امام مجاہد رحمہ اللہ تعالےٰ سے میں نے یہ تصریح پائی کہ خمس الخمس کا اثبات تحریم صدقہ کی بنا پر ہے، محدث ابن ابی شیبہ اور طبرانی نے خصیف سے اور انھوں نے مجاہد سے روایت کیا کہ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آل کے لیے صدقہ حلال نہ تھا لہذا ان کے لیے خمس الخمس رکھا گیا اھ (ت)

اور سقوط عوض سے رجوع معوض وہیں ہے جہاں زوال معوض حصول عوض پر موقوف ہو،

کما فی البیع اذا سلم المشتری الثمن وھلك المبیع فی ید البائع رجع بالثمن

جیسا کہ بیع میں ہے جب مشتری رقم سپرد کردے اور مبیع بائع کے قبضہ میں ہلاک ہوگیا تو مشتری ثمن واپس

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ علی بنی ہاشم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۵۲

[2] مصنف ابن ابی شیبہ 〃 من قال لاتحل الصدقۃ علی بنی ہاشم ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۳/۲۱۵

ف: ابن ابی شیبہ میں بطریق حصین عن مجاہد مروی ہے وفی ن خصیف انظر حاشیۃ مصنف ابن ابی شیبۃ صفحہ مذکورہ بالا۔ نذیر احمد سعیدی

Marfat.com

لان زوال الحق عن الثمن کان موقوفا علی حصول المبیع فاذا لم یسلم المبیع عاد الحق فی الثمن۔

لے سکتا ہے کیونکہ ثمن سے حق کا زوال، حصول مبیع پر موقوف تھا تو جب بائع نے مبیع سپرد نہ کیا تو حق ثمن لوٹ آئیگا۔ (ت)

بخلاف اس کے کہ زوال معوض کسی اور علّت سے معلل ہو تو جب تک وُہ علّت باقی رہے گی زوال معوض بیشک رہے گا اگرچہ حصول عوض ہو یا عوض ہی ساقط ہو جائے،

و الالزم تخلف المعلول عن علته و ذٰلك کالمریض سقطت عنه فرضیة الوضوء لعلة الضرر و عوض عنها بفرض التیمم، فان سقط التیمم ایضا لعدم وجدان الصعید الطیب مثلا لا تعود فرضیة الوضوء قطعا لبقاء الضرر المقتضی لسقوطها فاذن یسقطان جمیعا کذا ھذا۔

ورنہ معلول کا علّت سے تخلف لازم آئے گا اور یہ اسی طرح ہے جیسے کوئی مریض جس سے کسی ضرر کی بناء پر فرضیتِ وضو ساقط تھی اور اس کے عوض تیمم تھا اب اگر پاک مٹّی نہ ہونے کی وجہ سے تیمم بھی ساقط ہو جاتا ہے تو فرضیتِ وضو قطعاً لوٹ کر نہیں آئے گی اس ضرر کے باقی ہونے کی وجہ سے جس سے وُہ ساقط ہوتی تھی تواب دونوں (وضو اور تیمم) کا اجتماعی طور پر سقوط ہو جائیگا، اسی طرح یہاں ہے (ت)

ثمّ اقول (پھر میں کہتا ہُوں۔ت) یہ جواب ہی اس وقت ہے جبکہ ہمیں خمس الخمس کا بایں معنی عوض صدقات ہونا مسلّم ہو کہ اگر تحریم صدقات نہ ہوتی تقریر خمس الخمس عمل میں نہ آتی اور یہ بے شک محلِ کلام ہے نہ اس پر کوئی دلیل قائم، ہم کہہ سکتے ہیں کہ تحریمِ صدقہ و تقریرِ سہم دونوں مستقل کرامتیں ہیں کہ حق عزمجدہٗ نے اہلبیت کرام کو عطا فرمائیں، اور لفظِ تعویض اوّل تو کسی حدیثِ ثابت سے اس وقت فقیر کے خیال میں نہیں وما فی کتب الفقه عوضکم منھا بخمس الخمس فغیر معروف کما صرح المخرجون (یہ جو کتبِ فقہ میں ہے کہ صدقہ کے عوض خمس الخمس ہے تو یہ غیر معروف ہے جیسا کہ اصحابِ تخریج نے تصریح کی ہے۔ت) اور ہو بھی تو کھلا ہوا محاورہ دائرہ سائرہ ہے کہ ایک شَے جاکر جو دوسری ملتی ہے اسے اس کا عوض کہتے ہیں اگرچہ اُن میں ایک کا حصول دوسرے کے زوال پر موقوف ہو نہ ایک کا زوال دوسرے کے حصول کو مستلزم،

کما ان من مات له ولد ثم ولد اٰخر احسن منه یقال له نعم البدل وکما ان من طلق امرأة یدعو ربه ان ابدلنی خیرا منھا مع

جیسا کہ کسی شخص کا ایک بیٹا فوت ہو گیا ہو پھر اس سے اچھا دوسرا بیٹا پیدا ہو تو اسے نعم البدل کہا جاتا ہے ____ اور جس طرح کوئی شخص عورت کو طلاق دیتا ہے اور اپنے رب سے دُعا کرتا ہے کہ

Marfat.com

ان الولدین والمرأتین کان یمکن ان یجتمعا والعوض والمعوض لایجتمعان۔

مجھے اس کے بدلے بہتر بیوی عطا فرما، باوجودیکہ دونوں بیٹوں اور دونوں بیویوں کا اجتماع ممکن ہے حالانکہ عوض اور معوض دونوں جمع نہیں ہوسکتے۔ (ت)

توہمیں ہرگز مسلّم نہیں کہ یہاں معاوضت عرفیہ کے سوا معاوضت مصطلحہ مراد ہو جس کی بنا پر ایک کے سقوط سے دوسرے کا عَود چاہیں۔ لاجرم ظاہر الروایۃ میں ہمارے ائمۂ ثلاثہ بالاجماع بنی ہاشم پر تحریم صدقات فرماتے ہیں کافہ متون علی الاطلاق اسی پر ماشی اور اجلّہ محققین اہل شروح وفتاوٰی وارباب تصحیح وفتوٰی مثل امام برہان الدین فرغانی صاحبِ ہدایہ وامام فقیہ النفس قاضیخاں وامام طاہر صاحبِ خلاصہ وامام نسفی صاحبِ کافی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم بے اشعارِ خلاف اس پر جازم کہ مسئلہ میں کوئی روایتِ مرجوحہ مخالفہ آنے کی بُو بھی نہیں دیتے قابلِ التفات سمجھنا تو درکنار اور جن بعض نے اس کا ذکر کیا ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ مذہب کے خلاف اور ظاہر الروایۃ سے جدا ہے جس کے حاکی فقط نوح جامع ہیں، محقق علی الاطلاق فرماتے ہیں :

لاتدفع الی بنی ھاشم ھذا ظاھر الروایۃ وروی ابوعصمۃ عن ابی حنیفۃ انہ یجوز فی ھذا الزمان[1]۔

بنو ہاشم کو زکوٰۃ نہ دی جائے یہ ظاہر الروایۃ میں ہے۔ اور ابوعصمہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی سے روایت کیا ہے کہ اس دور میں جائز ہے۔ (ت)

مجمع الانہر[2] میں ہے :

لاتدفع الی ھاشمی وھو ظاھر الروایۃ وروی ابوعصمۃ عن الامام انہ یجوز فی زمانہ[2] اھ ملخصا۔

بنو ہاشم کو زکوٰۃ کا عدمِ جواز ظاہر الروایہ ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اس دَور میں جواز کی روایت بھی ہے اھ ملخصاً (ت)

شیخ محقق دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں،

عدمِ جواز دفع زکوٰۃ بر بنی ہاشم ظاہر روایت است و

بنو ہاشم کو زکوٰۃ کا عدمِ جواز ظاہر الروایۃ ہے اور

عہ حاصل یہ کہ اوّلاً معاوضت مصطلحہ مراد ہونا محل کلام ہے اور اثبات ذمۂ مستدلین، ثانیاً عوضین میں مانعۃ الجمع ہونا ضرور ہے نہ منفصلہ حقیقیہ کہ منع خلو بھی لازم ہو اور تمام استدلال اسی پر موقوف، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (م)

---

[1] فتح القدیر فصل من یجوز دفع الصدقۃ الیہ ومن لایجوز الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۲۱۱

[2] مجمع الانہر باب فی بیان احکام المصرف داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۲۴

Marfat.com

در روایتے از امام ابی حنیفہ جائز ست دریں زمان[1]۔ امام ابوحنیفہ سے ایک روایت میں اس زمانہ میں جائز ہے۔ (ت)

درمختار[2] میں ہے، ظاهر المذهب اطلاق المنع[2] (ظاہر مذہب ہر حال میں منع ہے۔ ت)

ردالمحتار[5] و طحطاوی[3] حاشیہ درمختار و حاشیہ[3] مراقی الفلاح میں ہے وروی ابوعصمة عن الامام انه یجوز[3] (شیخ ابوعصمہ نے امام صاحب سے نقل کیا کہ بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ ت) ذخیرۃ العقبیٰ حاشیہ شرح وقایہ میں ہے:

روی عن الامام الاعظم جواز دفع الزکوٰة الی الهاشمی فی زمانه[4]۔ امام اعظم سے روایت ہے کہ ہمارے دور میں ہاشمی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ (ت)

شرح نقایہ برجندی میں فتاوی عتابی سے ہے، عن ابی حنیفة انه یجوز[5] (امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ہاشمی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ ت)

اقول فلاعلیك مما فی قول النتف المنقول فی السوال من الایهام۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) النتف میں جو کچھ منقول ہے اس سے وہم نہیں ہونا چاہئے۔ (ت)

اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ جو کچھ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے ہمارے ائمہ کا قول نہیں بلکہ مرجوع عنہ ہے اور مرجوع عنہ پر عمل ناجائز۔ امام خیر الدین رملی عالم فلسطین اپنے فتاوی میں فرماتے ہیں:

هذا هو المذهب الذی لایعدل عنه الی غیره وما سواه روایات خارجة عن ظاهر الروایة، وما خرج عن ظاهر الروایة فهو مرجوع عنه لما قررّ فی الاصول من عدم امکان صدور قولین یہ وُہ مذہب ہے جس کے غیر کی طرف عدول جائز نہیں، اس کے علاوہ دیگر روایات ظاہر الروایۃ سے خارج ہیں، اور جو ظاہر روایت سے خارج ہو وہ مرجوع عنہ ہوتا ہے کیونکہ اصول میں مسلّمہ ہے کہ کسی مجتہد سے دو مختلف مساوی اقوال صادر نہیں ہوسکتے لہذا مرجوع عنہ

---

[1] اشعۃ اللمعات کتاب الزکوٰۃ باب لاتحل لہ الصدقۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۲۵
[2] درمختار باب المصرف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۱
[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار " دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۴۲۸
[4] ذخیرۃ العقبیٰ حاشیہ شرح وقایہ کتاب الزکوٰۃ باب المصارف منشی نولکشور کانپور ۱/ ۱۳۸
[5] شرح النقایۃ للبرجندی فصل فی مصارف الزکوٰۃ " " " ۱/ ۲۰۷

Marfat.com

مختلفین متساویین من مجتهد و المرجوع عنہ لم یبق قولا لہ کما ذکروہ وحیث علم ان القول ھو الذی تواردت علیہ المتون فھو المعتمد المعمول بہ[1] الخ

مجتہد کا قول نہیں رہے گا، جیسا کہ علماء نے تصریح کی ہے اور جب علم ہو جائے کہ فلاں قول متون میں برابر نقل ہو رہا ہے تو وہی معتمد، اور اسی پر عمل کیا جائے گا الخ (ت)

اسی طرح بحرالرائق کی کتاب القضا میں ہے درمختار میں ہے:

المجتہد اذا رجع عن قول لایجوز الاخذ بہ[2]

جب مجتہد کسی قول سے رجوع کرے تو اس پر عمل کرنا جائز نہیں رہتا۔ (ت)

یوں ہی بحر کی کتاب الطہارۃ میں لکھ کر فرمایا، کما صرح بہ فی التوشیح[3] (جیسا کہ توشیح میں اس پر تصریح ہے۔ ت) اب نہ رہا مگر امام اجل سیدی ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا بہ ناخذ (ہمارا اس پر عمل ہے) فرمانا اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) اگر مان بھی لیا جائے کہ امام طحاوی اسی روایت شاذہ کو اختیار فرماتے ہیں تاہم معلوم ہے کہ اُن کے لیے بعض اختیارات مفردہ ہیں کہ بترک مذہب ان پر عمل کے کوئی معنٰی نہیں، ان کی جلالت شان بیشک مسلم مگر عظمت قاہرہ اصل مذہب چیزے دیگر ست، پھر اطباق احادیث پھر اتفاق متون پھر احقاق جماہیر ائمہ ترجیح وفتیا ایسی شئ نہیں جس کا پلّہ اختیار مفرد امام طحاوی کے باعث گر سکے آخر ائمہ کرام نے ان کا بہ ناخذ (ہمارا اسی پر عمل ہے۔ ت) فرمانا دیکھا، پھر کیا باعث کہ اصلاً اُدھر التفات نہ فرمایا، غرض خادم فقہ جانتا ہے کہ ایسی روایت مرجوحہ مجروحہ جو نہ روایۃً معتمد نہ درایۃً مؤید، صرف ایک اختیار کی بنا پر جسے جمیع متون و سائر مرجحین نے مقبول نہ رکھا ہرگز صالح تعویل نہیں ہوسکتی، یہ سب اس تقدیر پر ہے کہ امام طحاوی کا روایت جواز کو اختیار فرمانا تسلیم کرلیں ورنہ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ کے نزدیک اگر کلام امام طحاوی کی طرف بنظر غائر عطف عنان ہو تو ان شاء اللہ تعالٰی سپیدۂ صبح کی طرح ظاہر وعیاں ہو کہ وہ قطعاً ظاہر الروایۃ ہی کو بہ ناخذ (اسی پر ہمارا عمل ہے۔ ت) فرمارہے ہیں اگرچہ یہ وہ نئی بات ہے جسے سُن کر بہت علمائے زمانہ سخت تعجب فرمائیں گے کہ کفایہ[1] وشرح نقایہ[2] قہستانی و مراقی الفلاح[3] وغمز العیون[4] و درمنتقی[5] و مجمع الانہر[6] و حاشیہ طحطاوی وعقود دریہ[7] وغیرہا متعدد کتابوں میں امام طحاوی کی طرف اختیار جواز کی نسبت مصرح، مگر کیا کیجئے اتباع نظر

---

[1] فتاوٰی خیریہ | کتاب الشہادات | دارالمعرفۃ بیروت | ۲/ ۳۳

[2] درمختار | فصل فی البئر | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۴۱

[3] بحرالرائق | کتاب الطہارت | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱/ ۱۳۸

Marfat.com

خواہی نخواہی فقیر کو ایضاح حقیقۃ الامر پر مجبور کرتا ہے فاستمع لما یتلی علیك (دی جانے والی گفتگو کو اچھی طرح ملاحظہ کیجئے۔ ت) امام اجل طحاوی نے اپنی کتاب مستطاب شرح معانی الآثار کی کتاب الزکوٰۃ میں پہلا باب الصدقۃ علی بنی ہاشم وضع فرمایا اور اس میں ایک حدیث نقل کرکے ارشاد کیا کچھ لوگ اس کی بنا پر بنی ہاشم کے لیے صدقہ جائز رکھتے ہیں پھر اُن کے تمسک کا جواب شافی دیا پھر حدیث فدک سے اُن کا استنا د ذکر کرکے اُس کا بھی جواب کافی تحریر کیا پھر فرمایا:

قد جاءت بعد ھذہ الاٰثار عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم متواترۃ بتحریم الصدقۃ علٰی بنی ھاشم۔[1]

ان آثار کے بعد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متواتر طور پر احادیث سے ثابت ہے کہ بنو ہاشم پر صدقہ حرام ہے۔ (ت)

پھر احادیث امام حسن مجتبٰی[1] و عبد اللہ بن عباس[2] و عبد المطلب بن ربیعہ بن حارث[3] و سلمان فارسی[4] و ابو رافع[5] و ہرمز یا کیسان[6] و رشید بن مالک[7] و ابی لیلٰی[8] و بریدہ اسلمی[9] و انس بن مالک[10] و دو حدیث[11،12] ابی ہریرہ و دو حدیث[13،14] معٰویہ بن حیدہ قشیری رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین چودہ حدیثیں حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے باسانید کثیرہ روایت کرکے فرمایا:

فھذہ الاٰثار کلھا قد جاءت بتحریم الصدقۃ علی بنی ھاشم لا نعلم شیئا نسخھا ولا عارضھا الا ما قد ذکرناہ فی ھذا الباب مما لیس فیہ دلیل علٰی مخالفتھا۔[2]

یہ تمام آثار بنو ہاشم پر صدقہ کی حرمت پر شاہد ہیں، ہمیں ان کے منسوخ ہونے یا انکے مقابل روایات کا علم نہیں مگر جو کچھ ہم نے اس باب میں ذکر کیا ہے وہ کوئی ایسی دلیل نہیں جو ان آثار کی مخالفت پر ہو۔ (ت)

پھر حدیثاً و فقہاً اس مذہب کو مدلل کیا کہ زکوٰۃ تو زکوٰۃ صدقہ نافلہ بھی بنی ہاشم پر حرام ہے اُن کے فقرا بعینہٖ حکم اغنیاء رکھتے ہیں، جو غنی کے لیے جائز ہے انھیں بھی مباح ہے اور جو غنی کو حلال نہیں اُنھیں بھی روا نہیں، پھر فرمایا:

ھذا ھو النظر فی ھذا الباب وھو قول ابی حنیفۃ و ابی یوسف ومحمد رحمھم اللہ تعالٰی۔[3]

اس باب میں یہی دلیل ہے اور یہی امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالٰی کا قول ہے (ت)

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ علی بنی ہاشم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۴۹

[2] " " " " ۱/۳۵۲

[3] " " " "

Marfat.com

اس کے بعد اس روایت کا یوں ذکر فرمایا کہ:

قد اختلف عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی فی ذٰلک فروی انہ قال لا باس بالصدقات کلہا علی بنی ہاشم وذہب فی ذٰلک عندنا الی ان الصدقات انما کانت حرمت علیہم من اجل ما جعل لہم فی الخمس من سہم ذوی القربٰی فلما انقطع ذٰلک عنہم ورجع الٰی غیرہم بموت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حل لہم بذٰلک ما قد کان محرما علیہم من اجل ما قد کان احل لہم وقد حدثنی سلیمان بن شعیب عن ابیہ عن محمد عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ فی ذٰلک مثل قول ابی یوسف فبھذا ناخذ۔[1]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی سے مختلف روایات میں سے ایک روایت یہ ہے کہ بنو ہاشم پر تمام صدقات خرچ کرنے میں کوئی حرج نہیں، اور اس میں ہمارے ہاں دلیل یہ ہے کہ صدقات بنی ہاشم پر حرام ہونے کی وجہ یہ تھی کہ خمس کے ذوی القربٰی کے حصہ میں سے پانچواں حصہ ان کا ہوتا تھا، رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب ان کا وُہ حصہ منقطع ہوکر غیر کی طرف چلا گیا تو اب ان کے لیے وُہ حلال ہوجائے گا جو ان پر حرام ہُوا تھا اس وجہ سے کہ ان پر خمس حلال تھا، مجھے حدیث بیان کی سلیمان بن شعیب نے اپنے والد سے انھوں نے محمد سے انھوں نے ابویوسف سے انھوں نے امام ابوحنیفہ سے اس سلسلہ میں ابویوسف کے قول کے مطابق نقل کیا ہے پس اس کے ساتھ ہی ہمارا عمل ہے۔ (ت)

پھر فرمایا:

فان قال قائل افتکرھہا علٰی موالیہم قلت نعم لحدیث ابی رافع الذی قد ذکرناہ فی ھذا الباب وقد قال ذٰلک ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی فی کتاب الاملاء وما علمت احدا من اصحابنا خالفہ فی ذٰلک۔[2]

اگر کوئی سوال اٹھائے کہ بنو ہاشم کے والی کے لیے مکروہ ہے تو میں کہوں گا ہاں اس حدیث کی وجہ سے جو ابورافع سے مروی ہے اور ہم نے اس باب میں اسے ذکر کردیا ہے، اور یہی بات امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب الاملاء میں کہی ہے اور میں نہیں جانتا کہ ہمارے اصحاب میں سے کسی نے اس کی مخالفت کی ہو۔ (ت)

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ علی بنی ہاشم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۵۲
[2] ایضاً

Marfat.com

پھر فرمایا :

فان قال قائل افتکرہ للهاشمی ان یعمل علی الصدقة قلت لا وقد کان ابو یوسف یکرہ اذا کانت جعالتهم منها وخالف ابا یوسف اٰخرون فقالوا لا باس ان یجتعل منها الهاشمی لانه انما یجتعل علی عمله و ذٰلك قد یحل للاغنیاء لا یحرم علی بنی هاشم الذین یحرم علیهم الصدقة وقد روی عن رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فیما تصدق علی بریرة انه اکل منه (ثم اسند الطحاوی فی ذٰلك احادیث عن امهات المؤمنین عائشة وجویریة وام سلمة وعن ابن عباس وام عطیة رضی الله تعالٰی عنهم ثم قال) فلما کان ما تصدق به علی بریرة رضی الله تعالٰی عنها جائزا للنبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم اکله لانه انما ملکه بالهدیة جاز ایضا للهاشمی ان یجتعل من الصدقة لانه انما یملکه بعمله لا بالصدقة فهٰذا هو النظر وهو اصح ما ذهب الیه ابو یوسف رحمه الله تعالٰی فی ذٰلك اھ ملخصًا۔[1]

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ ہاشمی کے لیے صدقات کیلئے عامل بننا مکروہ ہے تو میں کہوں گا کہ نہیں، امام ابو یوسف ان کی تنخواہ کو صدقات میں مکروہ کہتے ہیں، لیکن دوسرے لوگوں نے امام ابو یوسف کی مخالفت کرتے ہُوئے کہا کہ ہاشمی کو اس میں تنخواہ و وظیفہ دینے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ اس کے عمل ومحنت پر دیا جارہا ہے اور یہ تو اغنیاء کے لیے بھی جائز ہے تو اب ان بنو ہاشم پر یہ کیسے حرام ہوسکتا ہے جن پر صدقہ حرام تھا، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے صدقہ بریرہ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ نے اس سے تناول فرمایا (پھر اس کے بعد امام طحاوی نے سند کے ساتھ امہات المومنین حضرت عائشہ، حضرت جویریہ، حضرت ام سلمہ، حضرت ابن عباس اور حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے احادیث ذکر کیں، پھر کہا) حضرت بریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہا پر کیے گئے صدقہ کا تناول کرنا رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے جائز تھا کیونکہ آپ بطور ہدیہ اس کے مالک قرار پائے تو اب ہاشمی کے لیے بھی صدقہ بطور وظیفہ جائز ہوگا، کیونکہ وہ عمل کی وجہ سے اس کا مالک بن رہا ہے نہ کہ صدقہ کی بنا پر۔ بس یہ اس میں نظر ہے اور یہی مختار ہے اور یہ اس معاملہ میں اقوال ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰے میں سے اصح ہے اھ ملخصاً (ت)

اب اس کلام امام کے محاوی ظاہرہ و مطاوی باہرہ پر نظر کیجئے :

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ علٰی بنی ہاشم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۵۳-۲۵۲

Marfat.com

اول شروع سخن سے دلائل تحلیل کا رد۔

دوم دلائل تحریم کی تکثیر میں کد۔

سوم اُن کا آغاز یُوں کہ نبی صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تحریم میں متواتر حدیثیں آئیں۔

چہارم ختم یُوں کہ ہمارے علم میں ان حدیثوں کا کوئی ناسخ یا عارض نہیں سوا ان چیزوں کے جو اہل تحلیل نے ذکر کیں اور وُہ اصلاً اُن کی مؤید نہیں۔

پنجم حدیثاً و فقہاً ثابت فرمانا کہ نہ صرف زکوٰۃ یا دیگر واجبات بلکہ مطلقاً تمام صدقات بنی ہاشم پر حرام ہیں یہاں تک کہ نافلہ بھی، اور یہی مذہب ائمہ ثلاثہ کا ہے۔

ششم صاف صاف حصر فرما دینا کہ اسباب میں یہی مقتضائے نظر فقہی ہے، اب روایت خلاف کے لیے کہاں گنجائش رکھی، حدیثیں بے ناسخ و معارض متواتر نظر فقہی اسی میں منحصر، پھر اختیار خلاف کس دلیل سے صادر۔ یہ چھ قرینے تو سباق میں ہیں اب سیاق کی طرف چلئے کہ دلائل دیکھئے۔

ہفتم روایت کے اختلاف اور اپنے اختیار کو ذکر کرکے بایرادِ فائے تعقیب سوال قائم فرماتے ہیں کہ اس پر کوئی مجھ سے پُوچھے بھلا بنی ہاشم کے غلامان آزاد شدہ کے لیے اخذ زکوٰۃ ممنوع جانتے ہو، سبحان اللہ اگر اس بہ ناخذ (اسی پر ہمارا عمل ہے۔ ت) کے معنی یہی تھے کہ امام طحاوی نے خود بنی ہاشم کو زکوٰۃ حلال مانی تو اب اس سوال کا کون سا موقع اور کیا محل تھا، موالی تو اس فرعیت کی بناء پر داخل ہوتے تھے کہ مولی القوم منھم (کسی قوم کا غلام اُنھی میں سے ہوتا ہے۔ ت) جب اصول کے لیے جواز ٹھہرا تو فروع کی نسبت کیا پوچھتا رہا۔

ہشتم اس سوال کا جواب سُنئے کہ میں فرماؤں گا ہاں یعنی میرے نزدیک موالی بنی ہاشم کو اخذ زکوٰۃ ممنوع ہے کہ حدیث ابورافع اسی پر ناطق اور ارشاد امام ابی یوسف موافق اور بقیہ ائمہ سے خلاف نامعلوم، سُبحان اللہ کہاں بنی ہاشم کے لیے زکوٰۃ جائز ماننا اور کہاں اُن کے غلاموں پر حرام جاننا۔

نہم پھر حدیث ابورافع تو یونہی تھی کہ:

ان اٰل محمد لایحل لھم الصدقۃ وان مولی القوم من انفسھم[1]

آلِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے صدقہ حلال نہیں اور قوم کا غلام اُنھی میں سے ہوتا ہے (ت)

کیا معنی کہ حدیث کا فرعی حکم اس وجہ سے کہ حدیث میں وارد ہے اخذ فرمائیں اور اسی حدیث کا اصلی حکم جس پر اس کے ساتھ اور احادیث متواترہ بھی ناطق ترک کر جائیں فافہم ولاتعجل۔

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ علی بنی ہاشم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۵۱

Marfat.com

دہم جو بنی ہاشم کے لیے جواز مانے اور موالی پر حرام جانے، حدیث ابورافع ہرگز اس کے لیے حجت نہیں بلکہ صاف اس پر منقلب ہے کہ اُس میں مولائے قوم کو حکم قوم میں فرماتے ہیں جب حکم قوم جواز ہے حکم مولیٰ بھی لاجرم جواز ہوگا ورنہ موالی بالذات مستحق تحریم نہیں تو بر تقدیر اختیار جواز امام طحاوی کا یہ استدلال بالمخالف ٹھہرتا ہے۔

یازدہم طرفہ یہ کہ فرماتے ہیں امام ابویوسف نے مولیٰ پر زکوٰۃ ناروا مانی اور ہمیں اپنے باقی ائمہ سے اس کا خلاف معلوم نہیں، خلاف تو بنا بنایا پیشِ نظر ہے کہ جس روایت میں خود بنی ہاشم کو زکوٰۃ روا ہوئی مولیٰ کے لیے بدرجۂ اولیٰ ہوئی، تو لاجرم وہ اس روایت کو نظر سے ساقط اور ناقابلِ اعتداد جانتے ہیں، جب تو علم خلاف کی نفی فرماتے ہیں۔

دوازدہم اس کے بعد دوسرا سوال قائم کرتے ہیں کہ بھلا تمھارے نزدیک بنی ہاشم کا تحصیلِ زکوٰۃ پر متعین ہوکر اس کی اجرت لینا بھی جائز ہے یا نہیں۔ سبحان اللہ! جب حقیقت زکوٰۃ انھیں جائز کرچکے تو شبہ زکوٰۃ میں کلام کا کیا موقع رہا، اگر امام طحاوی کی وہی مراد ہوتی تو میں ان دونوں سوالوں کی مثال اس سے بہتر نہیں جانتا کہ عالم شافعی المذہب کہے میرے نزدیک بنت الفجور سے نکاح حلال ہے زید پوچھے بھلا اس کی دختر رضاعی بھی حلال جانتے ہو یا نہیں، یا وہ کہے میرے نزدیک زنا موجب حرمت مصاہرت نہیں، زید پوچھے بھلا بے نکاح مس میں کیا کہتے ہو۔

یہ چھ دلائل جلائل سیاق میں تھے، اب نفسِ عبارت پر نظر کیجئے کہ اس کی شہادت سب سے اتم و اکمل و قاطع جدل ہے۔ امام طحاوی نے بنی ہاشم پر مطلق صدقات کی حرمت ثابت کرکے فرمایا: یہ امام ابوحنیفہ و امام ابویوسف و امام محمد کا مذہب یعنی ان سے ظاہر الروایۃ ہے کہ قول نہیں کہتے مگر ظاہر الروایۃ کو، پھر امام سے اختلافِ روایت ذکر کیا اور اول بلفظ روی عنہ کہ صریح ضعفِ روایت پر دلیل ہے وہ روایتِ شاذہ بلا سند ذکر کی پھر بسند متصل نقل کیا کہ امام کا قول مثل قول امام ابویوسف ہے اور اس پر فرمایا فبھذا ناخذ۔ اب دیکھ لیجئے کہ امامِ طحاوی نے امام ابویوسف کا کیا مذہب بیان فرمایا تھا جس پر حوالہ کرتے ہیں کہ ہمیں اس سند کے ساتھ امام سے اسی مذہب ابویوسف کے مطابق پہنچا، آخر وُہ نہ تھا مگر اطلاقِ تحریم، تو قطعاً اسی کو بھذا ناخذ فرمارہے ہیں یہ تو یقیناً معلوم کہ اوپر امام ابویوسف کا کوئی قول نہ گزرا مگر تحریم، اور یہ بھی نہایت واضح وجلی کہ حوالہ نہیں کرتے، مگر امر مذکور پر لاجرم ماننا ہوگا کہ اختلافِ روایت بتا کر پہلے لفظ روی عنہ روایت ابوعصمہ روایت کی پھر وحدثنی (مجھے بیان کیا۔ ت) سے مذہب تحریم کہ اصول میں اسی طریق محمد عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ (امام محمد نے امام ابویوسف سے انھوں نے امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ تعالٰی سے روایت کیا۔ ت) سے مروی رنگ اسناد دیا اور اسی کو بھذا ناخذ (اسی پر ہمارا عمل ہے۔ ت) سے مذیل کیا، اب سارا بیان اوّل سے آخر تک

Marfat.com

منتظم و ملتئم ہو گیا اور تمام اعتراضات و استغرابات دفعۃً دفع ہو گئے ورنہ اخذ الکلام ببعضہ یجر لبعض (ورنہ یہ تو بعض کلام کو لینا اور بعض کو چھوڑنا ہے۔ت)

تامل کیجئے تو کلامِ امام کا یہ وہ یقینی محل ہے جس کے سوا دوسرا محتمل نہیں اور ہنوز اس کے مؤیدات نفس کلام و دیگر وجوہ سے بکثرت باقی ہیں مثلاً:

سیزدہم آشنائے کلامِ محدثین جانتا ہے کہ وہ جس قول کو مسنداً لاتے ہیں یا تو سند لکھ کر اُسے بیان فرماتے ہیں وھو الاکثر (اکثر کا طریقہ یہی ہے۔ت) یا قول بیان کرکے سندیوں ذکر کرتے ہیں کہ حدثنی بذلك فلان عن فلان یا حدثنی فلان عن فلان مثلہ (مجھے فلاں سے فلاں نے بیان کیا یا فلاں نے فلاں سے اسی کی مثل بیان کیا۔ت) تاکہ اسناد مسند سے مرتبط ہو جائے نہ یوں کہ بالکل تغایر و انقطاع رہے کہ روی عن ابی حنیفۃ کذا وحدثنی فلان عن ابی حنیفۃ (امام ابوحنیفہ سے اسی طرح مروی ہے اور مجھے فلاں نے امام ابوحنیفہ سے فلاں کی مثل قول نقل کیا ہے۔ت)

چہاردہم اگر ایسا ہی مانئے تو ضرور ہے کہ قولِ ابی یوسف بھی جواز ہو حالانکہ قولِ ابی یوسف قطعاً تحریم ہے بلکہ قول درکنار شاید اُن سے کوئی روایت شاذہ بھی مثل روایت نوح نہیں۔

پانزدہم خود امام طحاوی چند سطر کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ قول ابی یوسف موالی پر بھی تحریم ہے نہ کہ خود اصول کے لیے جواز۔

شانزدہم اور چند سطر بعد فرمایا قول ابی یوسف میں ہاشمی کو شبہ زکوۃ بھی روا نہیں یعنی اپنے عمل کی اُجرت مالِ زکوۃ سے لینا پھر اجازت حقیقت چہ معنی، تو لاجرم قول ابی یوسف وہی تحریم ہے اور اس سند کا متن اسی پر محول، اور وبہٖ نأخذ (اسی پر ہمارا عمل ہے۔ت) سے مذیل۔

ہفدہم اوپر سن چکے کہ روایت جواز روایت نوح ابن ابی مریم ابوعصمہ مروزی تلمیذ امام ابوحنیفہ و امام ابی لیلٰی و کلبی ہے اور امام طحاوی اپنی روایت مختارہ کو بطریق سلسلۃ الذہب محمد عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ (امام محمد نے امام ابویوسف سے اور انھوں نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے۔ت) روایت فرماتے ہیں اگر وہی روایت اس طریق سے مروی ہوتی تو روی ابو یوسف عن ابی حنیفۃ (امام ابویوسف نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا۔ت) کہا جاتا، نہ روی ابو عصمۃ (شیخ ابوعصمہ نے روایت کیا۔ت) کہ مہرِ عالم افروز کو چھوڑ کر چراغ کی طرف نہیں جاتے نہ ہرگز فقہاء کا داب کہ امام کی وُہ روایتیں جو بطریق صاحبین مروی ہیں کسی اور کے نام سے منسوب کیا کریں خصوصاً وُہ صاحب بھی ایسے کہ جن کی نسبت کلام ائمہ معلوم ہے، نہیں نہیں بلکہ بیشک یہ روایت جسے وبہٖ نأخذ (اسی پر ہمارا عمل ہے۔ت) فرمایا، انہی روایاتِ اصول سے ہے جو

Marfat.com

اس طریقہ انیقہ صاحبین سے آتی ہیں۔ یہ مجموع اٹھارہ باتیں تو اس نفس عبارت میں ہیں جن کے بعد ان شاء اللہ تعالٰی وضوحِ حقیقۃ الامر میں اصلاً مجالِ کلام نہیں اس کے سوا بعض دلائل قاہرہ و باہرہ اسی شرح معانی الآثار کے دوسرے مقام سے سنیئے جس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ امام طحاوی اُس روایت مردودہ کے اصل مبنی یعنی بنی ہاشم کے لیے خمس الخمس عوض صدقات ہونے ہی کا بہ نہایت شدومد انکار بلیغ فرماتے ہیں کتاب وجوہ الفیئ وخمس المغانم میں ایک قول فرمایا کہ بعض کے نزدیک آیۂ کریمہ میں ذوی القربٰی سے صرف بنی ہاشم مراد ہیں کہ اللہ تعالٰی نے جبکہ ان پر صدقہ حرام کیا یہ خمس کا حصہ اس کا عوض دیا، پھر اس کا رَد فرماتے ہیں کہ:

ان قولھم ھذا عندنا فاسد لان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لما حرمت الصدقۃ علی بنی ھاشم قد حرمھا علی موالیھم کتحریمہ ایاھا علیھم وتواترت عنہ الاثار بذٰلک[1]

علماء کا قول ہے کہ یہ ہمارے نزدیک فاسد ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جب صدقہ بنو ہاشم پر حرام فرمایا تو آپ نے ان کے غلاموں پر بھی اسی طرح حرام فرمایا جس طرح بنو ہاشم پر حرام ہے اور اس پر آپ سے متواتر آثار ہیں۔ (ت)

پھر احادیثِ ابن عباس وابورافع وہرمز یا کیسان رضی اللہ تعالٰی عنہم ذکر کرکے فرمایا:

فلما کانت الصدقۃ المحرمۃ علی بنی ھاشم قد دخل فیھم موالیھم ولم یدخل موالیھم معھم فی سھم ذوی القربٰی باتفاق المسلمین ثبت بذٰلک فساد قول من قال انما جعلت لذی القربٰی فی اٰیۃ الفیئ وفی اٰیۃ خمس الغنیمۃ بدلا مما حرم علیھم الصدقۃ[2]

صدقہ کی حُرمت میں بنو ہاشم کے ساتھ ان کے غلام بھی شامل تو ہیں مگر ذوی القربٰی کے حصہ میں بالاتفاق بنو ہاشم کے ساتھ شامل نہیں اس سے ان لوگوں کے قول کا فساد واضح ہوگیا جو کہتے ہیں کہ ایک آیت فیئ اور ایک آیت خمسِ غنیمت میں جو کچھ حضور کے رشتہ داروں کے لیے مقرر کیا گیا یہ اس صدقہ کے عوض ہے جو اُن پر حرام کردیا گیا ہے (ت)

پھر دوسری دلیل نظری سے اس عوض ہونے کا فساد ثابت کرکے فرمایا:

فدل ذٰلک ان سھم ذوی القربٰی لم یجعل لمن یجعل لہ خلفا من الصدقۃ التی

یہ اس پر دال ہے کہ ذوی القربٰی کا حصہ جن لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا ہے وہ ان پر حرام کردہ

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب وجوہ الفیئ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۸۴

[2] ایضاً

حرمت علیہ[1] صدقہ کا عوض نہیں۔(ت)

پھر تصریح کی کہ بنی ہاشم پر صدقہ حرام ہے اور اسے احادیث متعددہ سے ثابت فرما کر ارشاد کیا،

افلا یری ان الصدقۃ التی تحل لسائر الفقراء من غیر بنی ہاشم من جہۃ الفقر لا تحل لبنی ہاشم من حیث تحل لغیرھم فکذلک الفیئ والغنیمۃ لوکان مایعطون منھا علی جہۃ الفقر اذا ماحل لھم[2]

کیا وہ یہ ملاحظہ نہیں کرتے کہ بنو ہاشم کے علاوہ فقر کی وجہ سے تمام فقراء کے لیے صدقہ حلال ہے، لیکن بنو ہاشم پر اس علت کی بنا پر حلال نہیں جس کی بنا پر اوروں کے لیے حلال ہے تو اسی طرح فیئ اور غنیمت، اگر یہ فقر کی وجہ سے انھیں عطا کئے جائیں تو یہ بھی ان کے لیے حلال نہ ہونگے۔(ت)

اب بھی کچھ وضوح حق باقی رہا وللہ الحمد ھکذا ینبغی التحقیق اللہ سبحانہ ولی التوفیق (اللہ تعالٰی ہی کے لیے ہے حمد وثناء اور تحقیق کے لیے ہی مناسب ہے اللہ سبحانہ، وتعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے۔ ت) رہا یہ کہ امام طحاوی ضمن کلام میں اُس روایت کی ایک توجیہ ذکر فرماگئے کہ ہمارے خیال میں اس روایت کی بنا پر امام کی نظر اس طرف گئی حاشا یہ اصلاً اس کے اختیار سے علاقہ نہیں رکھتا، علماء کا داب ہے کہ اقوال مختلفہ میں ہر ایک کی دلیل ذکر فرماتے ہیں ہدایہ وکافی وغیرہما اس رنگ کی کتابیں اسی انداز پر ہیں پھر مختار وہی ہے جو مختار ہے اور قول کو صرف ابو یوسف کی طرف نسبت کرنا کچھ مستغرب نہیں کہ امام سے تو اختلاف روایت کا بیان ہی ہے اور صاحبین میں اعظم واقدم ابو یوسف ہیں معہذا مذہب تو سب کا اوپر لکھ ہی چکے یہاں فقط بتا دینا تھا بالجملہ کلام امام طحاوی بہ اعلٰی ندا منادی کہ وہ ہرگز اس روایت ضعیفہ کی ترجیح وتصحیح کے پاس بھی نہیں بلکہ قطعاً تحریم پر جازم، اور اس میں بھی یہاں تک جازم کہ تحریم نافلہ پر بھی حاکم، کما ھو المرجح عند المحقق علی الاطلاق والبعض الاٰخرین من الحذاق (جیسا کہ محقق علی الاطلاق اور بعض دیگر اکابرین کے نزدیک راجح ہے۔ ت) غالباً ابتداء میں بمقتضائے یابی اللہ العصمۃ الا لکلامہ وکلام رسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (عصمت صرف کلام اللہ اور کلام رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ہی حاصل ہے۔ ت) بعض علمائے ناقلین کی نظر نے لغزش فرمائی اور وھذا ناخذ (اسی پر ہمارا عمل ہے۔ ت) کی مشار الیہ وُہ روایت ضعیفہ خیال میں آئی پھر علمائے مابعد نقل در نقل فرماتے چلے آئے نقد یا مراجعت کا اتفاق نہ ہُوا

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب وجوہ الفیئ وقسم الغنائم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۸۴

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/۱۹۴

Marfat.com

ورنہ حاش للہ ان کی جلیل شانیں اس سے بس ارفع ہیں کہ بامعاون و تدبر شرح آثار پر نظر فرماتے اور اس کی عبارت کے یہ معنی ٹھہراتے، علامہ زین بن نجیم مصری بحر الرائق میں فرماتے ہیں:

قد یقع کثیرا ان مولفا یذکر شیئا خطأ فی کتابہ فیأتی من بعدہ من المشائخ فینقلون تلک العبارۃ من غیر تغییر فیکثر الناقلون لہا واصلہا الواحد مخطئ[1] الخ

بہت دفعہ ایسا ہوجاتا ہے کہ ایک مصنف اپنی کتاب میں خطا کرتا ہے تو بعد کے مشائخ اسے بغیر کسی تبدیلی کے نقل کردیتے ہیں، ناقلین کثیر ہوجاتے ہیں حالانکہ اصل خطا کرنے والا ایک ہی تھا الخ (ت)

مشتغل علم اگرچہ میری اس طویل تقریر کو بالکل گوش ناآشنا پائے گا مگر امید کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ تعالٰی اس مقام کی تنقیح جمیل و تنقید جلیل برکات علماء سے اس بے بضاعت کا حصہ تھا ع

وللارض من کاس الکرام نصیب

(زمین کے لیے بھی سخیوں کے دسترخوان سے حصّہ ہوتا ہے)

فتبصر و تشکر والحمد للہ الاکبر، وانما اطلنا الکلام فی ھذا المقام لما بلغنا عن بعض علماء العصر من اجلۃ رامفور من اباحۃ الزکوۃ لحضرات الاشراف اغترارا بتلک الروایۃ وذالک الاختیار، وما العصمۃ الا باللہ العزیز الغفار۔

غور کر، شکر کر، حمد اللہ کے لیے جو سب سے بڑا ہے۔ ہم نے اس مقام پر خوب طویل گفتگو اس لیے کی ہے کہ بعض معاصرین علمائے رامپور نے اس روایت کی بنا پر غلط فہمی کا شکار سادات کرام کے لیے زکوۃ کو مباح قرار دیا ہے، عصمت اللہ غالب غفار کے لیے ہی ہے (ت)

غرض میں جزم کرتا ہوں کہ بے شک بنی ہاشم پر زکوۃ حرام ہے اور بیشک اسی پر افتاء واجب اور بیشک اس سے عدول ناجائز، اور بے شک وہ روایت روایۃً مرجوح اور درایۃً مجروح اور بیشک امام طحاوی اس کے خلاف پر قاطع، اور بے شک اُن کی تصحیح جانب ظاہر الروایۃ راجع، والی اللہ المرجع والیہ مناب (اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے اور وہی ماوٰی وملجا ہے۔ ت) واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۱۲۹ مرسلہ مولوی حافظ محمد امیر اللہ صاحب ۲ جمادی الاولٰی ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زکوۃ احوج کو دینا اولٰی ہے خصوصاً جو احوج اپنا قریب ہو یہ حکم مطلق ہے مثلاً بنی ہاشم اپنے اقارب احوجین کو زکوۃ دیں یا یہ مخصوص ہیں بوجہ حدیث،

---

[1] بحر الرائق کتاب البیوع باب المتفرقات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۱۸۵

Marfat.com

یابنی ھاشم حرم اللہ تعالٰی علیکم غسالۃ الناس واوساخھم[1] الخ۔

اے بنی ہاشم! اللہ تعالٰی نے تم پر لوگوں کا بچا ہوا اور ان کی میل حرام کر دی ہے الخ (ت)

کے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بیشک زکوٰۃ اور سب صدقات اپنے عزیزوں قریبوں کو دینا افضل اور دو چند اجر کا باعث ہے، زینب ثقفیہ زوجہ عبداللہ بن مسعود اور ایک بی بی انصاریہ رضی اللہ تعالٰی عنہم درِ اقدس پر حاضر ہوئیں اور حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کی زبانی عرض کرا بھیجا کہ ہم اپنے صدقات اپنے اقارب کو دیں، حضور پُر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لھما اجران اجر القرابۃ واجر الصدقۃ[2] رواہ احمد والشیخان من زینب رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

ان کے لیے دو ثواب ہوں گے ایک ثواب قرابت اور دوسرا تصدق کا (اسے امام احمد، بخاری اور مسلم نے حضرت زینب رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الصدقۃ علی المسکین صدقۃ وعلٰی ذی الرحم ثنتان صدقۃ وصلۃ[3]۔ اخرجہ النسائی والترمذی وحسنہ وابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحھما والحاکم وقال صحیح الاسناد۔

مسکین کو دینا اکہرا صدقہ ہے اور رشتہ دار کو دینا دوہرا، ایک تصدق اور ایک صلۂ رحم (اسے نسائی اور ترمذی نے بیان کیا اور اسے حسن کہا۔ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں اور حاکم نے روایت کیا اور کہا اس کی سند صحیح ہے۔ ت)

بلکہ حدیث میں ہے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یا امۃ محمد والذی بعثنی بالحق لایقبل اللہ صدقۃ من رجل ولہ قرابۃ محتاجون الی صلتہ ویصرفھا الی غیرھم

اے امتِ محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) قسم اس کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا اللہ تعالٰی اس کا صدقہ قبول نہیں فرماتا جس کے رشتہ دار اس کے

---

[1] نصب الرایۃ لاحادیث الھدایۃ کتاب الزکوٰۃ المکتبۃ الاسلامیہ صاحبہا الحاج ریاض الشیخ ۲/ ۴۰۳

[2] صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ فصل النفقۃ والصدقۃ علی الاقربین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۲۳

[3] جامع الترمذی ابواب الزکوٰۃ باب ماجاء فی الصدقۃ علٰی ذی القرابۃ امین کمپنی دہلی ۱/ ۸۳

Marfat.com

والذی نفسی بیدہ لاینظر اللہ الیہ یوم القیامۃ[1] اخرجہ الطبرانی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

سلوک کی حاجت رکھیں اور وہ انھیں چھوڑ کر اوروں پر تصدق کرے، قسم اُس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اللہ تعالٰی روزِ قیامت اُس پر نظر نہ فرمائے گا۔ (اسے طبرانی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

مگر یہ اسی صورت میں ہے کہ وُہ صدقہ اس کے قریبوں کو جائز ہو، زکوٰۃ کے لیے شریعتِ مطہرہ نے مصارف معین فرما دئے ہیں اور جن جن کو دینا جائز ہے صاف بتا دئے، اس کے رشتہ داروں میں وُہ لوگ جنھیں دینے سے ممانعت ہے ہرگز استحقاق نہیں رکھتے، نہ اُن کے دئے زکوٰۃ ادا ہو جیسے اپنے غنی بھائی یا فقیر بیٹے کو دینا، یونہی اپنا قریب ہاشمی کہ شریعت مطہرہ نے بنی ہاشم کو صراحۃً مستثنٰی فرمالیا ہے اور بیشک نصوص مطلق ہیں۔

الشیخان واللفظ لمسلم عن ابی ھریرۃ (ف) رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انا لاتحل لنا الصدقۃ[2] احمد وابوداؤد والترمذی وصححہ والنسائی والحاکم وقال علی شرط الشیخین واقروہ وابن خزیمۃ و ابن حبان والطحاوی عن ابی رافع مولٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان الصدقۃ لاتحل لنا[3] احمد وابن حبان بسند صحیح عن الحسن بن علی رضی اللہ تعالٰی

الشیخان، اور الفاظ مسلم میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں۔ مسند احمد، ابوداؤد اور ترمذی نے صحیح کہا۔ نسائی، حاکم نے کہا یہ شیخین کے شرائط پر ہے۔ محدثین نے اسے ثابت رکھا۔ ابن خزیمہ، ابن حبان اور طحاوی نے حضرت ابورافع (جو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں) نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بیان کیا کہ صدقہ ہمارے لیے حلال نہیں۔ مسند احمد اور ابن حبان نے سند صحیح کے ساتھ حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے

---

[1] مجمع الزوائد بحوالہ معجم اوسط باب الصدقۃ علی الاقارب الخ دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۱۱۷

[2] صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۴۴

[3] جامع الترمذی ابواب الزکوٰۃ باب ماجاء فی کراہیۃ الصدقۃ للنبی الخ امین کمپنی دہلی ۱/ ۴۳

ف: صحیح مسلم میں مذکورہ حوالہ میں "عن ابی ھریرۃ" کی جگہ "عن شعبۃ لھذا الاسناد" ہے۔

Marfat.com

عنهما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انا اٰل محمد لاتحل لنا الصدقۃ[1]، احمد عن ام کلثوم رضی اللہ تعالٰی عنہا ومسلم عن مھران مولٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مثلہ وھو عند الطحاوی عن ام کلثوم ان مولی لنا یقال لہ ھرمز او کیسان[2] الحدیث الطبرانی عن ابن عباس یرفعہ الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ لایحل لکما اھل البیت من الصدقات شیئ[3] احمد وابوداؤد والنسائی والحاکم وصححہ والطحاوی عن بھز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایحل لاٰل محمد منھا شیئ[4]. الٰی غیر ذٰلک من العمومات والاطلاقات التی لاتکاد تحصی لکثرتھا۔

مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا آلِ محمد کے لیے صدقہ حلال نہیں۔ مسند احمد میں حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالٰی عنہا اور مسلم میں حضرت مہران (رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام) سے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اسی کی مثل روایت کیا ہے، امام طحاوی کے نزدیک یہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے کہ ہمارے آزاد شدہ غلام تھے جنھیں ہرمز یا کیسان کہا جاتا ہے الحدیث، طبرانی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اے اہل بیت! تمھارے لیے صدقات میں سے کوئی شَے حلال نہیں۔ مسند احمد، ابوداؤد، نسائی اور حاکم نے اسے صحیح کہا۔ طحاوی نے حضرت بہز بن حکیم انھوں نے اپنے دادا سے انھوں نے رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آلِ محمد کے لیے صدقات میں سے کوئی شَے حلال نہیں۔ اور ان کے علاوہ دیگر عمومی اور اطلاقی دلائل جن کا احصا کثرت کی وجہ سے دشوار ہے۔ (ت)

توبیشک حکم احادیث ہاشمیوں پر مطلق زکوٰۃ کی تحریم ہے خواہ ہاشمی کی ہو یا غیر ہاشمی کی، اور یہی مذہب امام کا ہے اور یہی اُن سے ظاہر الروایۃ اور اسی پر متون، تو یہی معتمد ہے،

فی الدرالمختار ظاھر المذھب اطلاق المنع وقول العینی والھاشمی یجوزلہ دفع زکوتہ

درمختار میں ہے ظاہر مذہب یہی ہے کہ سادات کو صدقہ دینا ہر حال میں منع ہے، امام عینی کا قول کہ ہاشمی

---

[1] مسند احمد بن حنبل — مروی از حسن بن علی رضی اللہ عنہ — دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۰۰
[2] شرح معانی الآثار — کتاب وجوہ الفیئ وقسم الغنائم — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۸۴
[3] المعجم الکبیر — حدیث ۱۱۵۴۳ مروی از عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ — المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۱/ ۲۱۷
[4] مسند احمد بن حنبل — حدیث بہز بن حکیم الخ — دارالفکر بیروت ۵/ ۴۹۲

Marfat.com

لمثلہ صوابہ لا یجوز نہر اھ[1] واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

اپنی زکوٰۃ ہاشمی کو دے سکتا ہے، اسے درست قرار دینا جائز نہیں، نہر اھ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۰ از شہر بریلی مسئولہ منشی شوکت علی صاحب محرر چونگی شب ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زکوٰۃ کا روپیہ کافر، مشرک، وہابی، رافضی، قادیانی وغیرہ کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ان کو دینا حرام ہے اور ان کو دئے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۱ از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مرسلہ نعمت علی صاحب ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خالصاً للہ ولوجہ اللہ جو چیز دی جائے اس کا کھانا امیر وغنی کو کیسا ہے؟

الجواب

صدقۂ واجبہ جیسے زکوٰۃ وصدقۂ فطر غنی پر حرام ہے اور صدقۂ نافلہ جیسے حوض یا سقایہ کا پانی یا مسافر خانے کا مکان غنی کو بھی جائز ہے، مگر میت کی طرف سے جو صدقہ ہوتا ہے غنی نہ لے، نہ غنی کو دیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۲ از راندیر ضلع سورت ڈاکخانہ خاص مسئولہ جناب مولٰنا مولوی فقیر غلام محی الدین صاحب ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آج کل سمرنا فنڈ میں صاحبِ زکوٰۃ سے زکوٰۃ اور جن پر قربانی واجب ہے ان سے قربانی کی قیمت طلب کر رہے ہیں اور اس کے لیے گجراتی بڑے لمبے چوڑے اشتہار چھپے ہیں کیا صاحبِ زکوٰۃ کی زکوٰۃ اور جن پر قربانی واجب ہے ان کی قربانی سمرنا فنڈ میں دینے سے ہو جائے گی؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جس پر قربانی واجب ہے اُسے حرام ہے کہ قربانی نہ کرے اور اس کی قیمت کسی فنڈ میں دے دے اس سے ہرگز قربانی ادا نہ ہوگی واجب کا تارک ہوگا اور عذاب کا مستحق، اور ایسے چندوں میں دینے سے کہ لوگ بطور خود کرتے ہیں اور سب کے چندے زکوٰۃ وغیر زکوٰۃ کے بلکہ مرتدین نااہل زکوٰۃ مثل وہابیہ وغیرہم کے سب خلط کر لیتے ہیں

---

[1] درمختار باب المصرف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۱

Marfat.com

زکوٰۃ ادا نہیں ہوسکتی، ہاں اعانتِ مسلمین کی نیت پر ثواب پائے گا مگر فرضِ زکوٰۃ سر پہ باقی رہے گا وھو تعالٰی اعلم۔

صدقہ فطر کا بیان

مسئلہ ۱۳۳ ازنینی تال مرسلہ شیخ عنایت حسین صاحب ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ واقعہ کان پور میں مسلمانوں سے دربارہ مسجد پولیس سے فساد ہوگیا، پولیس نے اُنھیں نشانہ بندوق بنایا، اب ان کے غریب بچّے یتیم ہوگئے اور نادار مسلمان زخمی ہو کر گرفتار کرلیے گئے، اب ان کی رہائی اور پرورش حفاظت جان وعزّت کے لیے روپے کی ضرورت ہے، مسلمان چاہتے ہیں کہ صدقہ فطر رمضان المبارک اس کارِخیر کے متعلق دے دیا جائے عندالشرع دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

صدقہ فطر میں مسلمان فقیر کو دے کر مالک کردینا شرط ہے، تو اگر غربار کو دے کر مالک کردیں تو جائز ہے یا فقیر کو دیں اور وُہ اپنی طرف سے مقدمہ میں لگانے کو دے دیں تو جائز ہے، ورنہ مقدمے میں اٹھانے یا وکیلوں کو دینے سے صدقہ ادا نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے:

صدقۃ الفطر کالزکوٰۃ فی المصارف و فی کل حال[1] صدقہ فطر مصارف اور تمام احوال میں زکوٰۃ کی طرح ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

من اشتراط النیۃ واشتراط التملیك فلا تکفی الاباحۃ کما فی البدائع[2] یعنی نیت اور تملیک دونوں شرائط ہیں تو محض اباحت کفایت نہ کرے گی کما فی البدائع۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۳۴ تا ۱۳۵ ازراولپنڈی لال کرتی مرسلہ دین محمد صاحب فروش ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) صدقہ فطر لینا امام مسجد کو جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] درمختار باب صدقۃ الفطر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۵

[2] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۲/۸۶

Marfat.com

(۲) مُردوں کے مال یعنی صدقہ وغیرہ لینا بالامذکور کو جائز ہے یا نہیں؟ حالانکہ امام مسجد صاحب زکوٰۃ وصاحبِ مال ہو، دیگر امام مسجد کو ہر جمعرات کو برائے تیل کے نقد و تیل منگانا اور اپنے ذاتی مصرف میں لانا جائز ہے یا نہیں؟ قربانیوں کی کھالیں وغیرہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

صاحبِ نصاب کو اگرچہ امام مسجد ہو کوئی صدقہ واجبہ مثل زکوٰۃ یا صدقات عید الفطر یا کفارات جائز نہیں حرام ہے، اور اس کے دئے وہ زکوٰۃ و صدقہ ادا نہ ہوں گے۔ قربانی کی کھال اگر لوگ اپنی خوشی سے دیں لے سکتا ہے مانگ کر اپنا حق قرار دے کر لینا جائز نہیں۔ اموات کی طرف سے جو نفل صدقہ دیا جاتا ہے اگر دینے والے نے اسے فقیر سمجھ کر دیا اور اس نے اپنا صاحبِ نصاب ہونا چھپایا تو یہ بھی حرام ہے ورنہ مکروہ و ناپسند۔ تیل وغیرہ کے لیے نقد منگا کر جو بچے اپنے صرف میں کرنا بھی حرام ہے مگر اس صورت میں کہ دینے والے اس بات سے آگاہ اور اس پر راضی ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ بقولہ تعالیٰ عن تراض منکم[1] (اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے تمہاری رضامندی سے ہو۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۶ از دیوبند ضلع سہارنپور مسجد جامع مرسلہ مولوی اظہر الدین بنگالی ۹ ذی القعدہ ۱۳۲۲ھ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس ملک میں چاول کثرت سے پیدا ہوں اور وہاں کے باشندوں کی غذا چاول ہی ہو اور گندم مطلقاً پیدا نہ ہو مگر دوسرے ملکوں سے کچھ آتا ہے لیکن وہ بھی ہر جگہ نہیں ملتا ہے بلکہ شہر و قصبہ میں ملتا ہے اور اس کو کوئی غذا کھاتا بھی نہیں بلکہ دوامی اتفاقاً استعمال میں لاتے ہیں اور جو بھی بہت قلت طور پر پیدا ہو مثلاً چار پانسو یا ہزار دو ہزار بیگھہ میں سے کسی نے ایک آدھ بیگھہ میں بولیا اور اس کو ستو بنا کر برس چھ ماہ میں کبھی ناشتہ کے طور پر کھالیتے ہیں اور خرما ناپید ہے اور نہ کہیں ملتا ہے، بس ایسے ملک کے باشندوں پر صدقۂ فطر نصف صاع گندم کی قیمت میں جس قدر چاول آئے وہ واجب ہوگا یا ایک صاع چاول واجب ہوگا بینوا بالدلیل جزاکم اللہ الجلیل (دلیل کے ساتھ بیان کیجئے اللہ تعالیٰ آپ کو جزا دے۔ ت)

الجواب

شرع مطہر نے یہ صدقہ صرف چار چیزوں سے مقرر فرمایا ہے: گیہوں، جَو، خُرما، زبیب۔ ان کے سوا پانچویں کوئی چیز چاول ہو یا دھان یا کپڑا وہ اُنھی میں ایک کی قیمت کے اعتبار سے جائز ہے ورنہ نہیں،

---

[1] القرآن ۴/۲۹

Marfat.com

گیہوں سے نیم صاع واجب ہے یعنی ایک سوپینتیس تولے کہ انگریزی روپیہ سے ایک سو چوالیس روپیہ بھر ہُوا، اور اٹھنی روپیہ کے سیر سے پونے دو سیر اور پون چھٹانک اور بیسواں حصہ چھٹانک کا، اور جَو سے اس کا دونا گیہوں یا جَو کا وہاں کم پیدا ہونا یا غذا میں مستعمل نہ ہونا یا دیہات میں نہ ملنا چاول کو بے لحاظ قیمت صرف صاع یا نیم صاع دے دینے کے قابل نہیں کرسکتا بلکہ واجب ہے کہ اپنے ضلع میں گیہوں نیم صاع یا جَو، ایک صاع کی جو قیمت ہو اُس قدر دام یا اُتنے دام کے چاول یا اور چیز ادا کریں۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

انما تجب من اربعة اشیاء من الحنطة و الشعیر والتمر والزبیب وما سواہ من الحبوب لایجوز الا بالقیمة اھ[1] بالالتقاط

چار اشیاء میں واجب ہے: گندم، جَو، کھجور اور زبیب۔ ان کے ماسوا میں قیمت کے علاوہ جائز نہیں اھ اختصاراً (ت)

منسک متوسط میں ہے:

ھذہ اربعة انواع لاخامس لہا واما غیرھا من انواع الحبوب فلا یجوز الا باعتبار القیمة کالارز والذرة والماش والعدس والحمص وغیر ذلك[2]۔

یہ چار انواع ہیں ان کی پانچویں نہیں اور ان کے علاوہ دانوں میں قیمت کے علاوہ کسی کا اعتبار نہیں مثلاً چاول، باجرہ، مسور اور چنے وغیرہ۔ (ت)

درمختار میں ہے:

مالم ینص علیہ کذرة وخبز یعتبر فیہ القیمة[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

جس پر نص نہیں مثلاً باجرہ اور روٹی، ان میں قیمت کا اعتبار ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۷ ۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۱ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ اگر درخانہ کسے مثلاً دہ کس موجود باشند بعض ازاں غلام وپسر صغیر وبعض زوجۂ خود وپسر کبیر پس صدقہ فطر ہفت کس یا ہشت کس ادا کردہ شود

علمائے دین اور مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ اگر کسی کے گھر میں دس افراد ہوں۔ بعض ان میں سے غلام بعض چھوٹے بچّے، بعض کے ساتھ بیوی اور بڑے بچّے ہوں تو صدقۂ فطر

---

[1] فتاوٰی ہندیة الباب الثامن فی صدقة الفطر نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۹۲-۱۹۱

[2] منسک متوسط متن مسلک متقسط مع ارشاد الساری فصل فی الجزاء اللبس والتغطیة دارالکتاب العربی بیروت ص ۲۶۴

[3] درمختار باب صدقة الفطر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۵

Marfat.com

وصدقہ دو آدمی یا سہ آدمی از غلام و پسر صغیر باشد یا غیر آں دادہ نہ شود پس صدقہ کسانے کہ ادا کردہ شد شرعاً صحیح و درست خواہد شد یا نہ؟ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔

سات افراد کا ہوگا یا آٹھ کا، دو آدمیوں یا تین غلام اور چھوٹے بچوں کا صدقہ نہ دیا ہو، جن اشخاص کا صدقہ دیا ہے وہ شرعاً درست ہوگا یا نہیں؟ کتاب سے جواب دے کہ روزِ حساب اجر پاؤ۔ (ت)

الجواب

ہرچہ مؤدی از اطفال صغار خود ادا کرد ادا شد کہ وجوب ہم بروست نہ بر اطفال و انچہ از زوجہ و اولاد کبار عاقلین داد اگر باذن ایشاں بود نیز از ایشاں ادا شد ورنہ نے فی ردالمحتار عن البحر لوادی زکوٰۃ غیرہ بغیر امرہ فبلغہ فاجاز لم یجز لانہا وجدت نفاذا علی المتصدق لانہا ملکہ ولم یصر نائبا عن غیرہ فنفذت علیہ ولو تصدق عنہ بامرہ جاز[1] (ملخصاً) واللہ تعالٰی سبحٰنہ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

چھوٹے بچّوں کی طرف سے جو ادا کیا وہ ادا ہو جائے گا کیونکہ وہ واجب ہی والد پر تھا، اور جو بیوی اور بڑی اولاد کی طرف سے ادا کیا اگر ان کا اذن تھا تو بھی ادا ہو جائیگا اور اگر اذن نہ تھا تو صدقہ ادا نہ ہوگا۔ ردالمحتار میں بحر سے ہے، اگر کسی نے دوسرے کی طرف سے اس کی اجازت کے بغیر زکوٰۃ ادا کر دی پھر دوسرے تک خبر پہنچی اور اس نے اسے جائز بھی رکھا تب بھی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی کیونکہ اس کا نفاذ صدقہ کرنے والے پر ہے، کیونکہ وہ زکوٰۃ اس کی ملکیت ہے اور غیر سے نائب بن نہیں سکتا کہ اس کی اجازت کا نفاذ ہو، ہاں اگر اجازت سے زکوٰۃ ادا کی ہو تو پھر جائز ہوگا (ملخصاً) واللہ سبحانہ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۱۳۸ ۲۸ جمادی الاولٰی ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زکوٰۃ اور صدقۂ فطر کا نصاب برابر ہے یا کچھ فرق ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مقدارِ نصاب سب کے لیے ایک ہے کچھ فرق نہیں، ہاں زکوٰۃ میں مال نامی ہونا شرط ہے کہ سونا چاندی چرائی پر چھوٹے جانور تجارت کا مال ہے وبس، اور سال گزرنا شرط ہے صدقۂ فطر و قربانی میں یہ کچھ

---

[1] ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۲

Marfat.com

درکار نہیں کما فی جمیع الکتب (جیسا کہ سب کتابوں میں ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۹ از شہر بریلی محلہ ملوکپور مرسلہ جناب سیّد محمد علی صاحب نائب ناظر فرید پور رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ

صدقۂ فطر کی مقدار فی کس کیا ہے؟

الجواب

تین سو اکاون روپے بھر جَو یا اُس کے آدھے گیہوں کہ بریلی کی تول سے پونے دو سیر اور ایک اٹھنی بھر ہُوئی۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۴۰ ۱۴۱ از کریٹ روٹی گودام چھاؤنی لکھنؤ مرسلہ مولوی سیّد باسط احمد ۷ شوال المکرم ۱۳۳۶ھ

(۱) وزن فطرہ بحساب سیر لکھنؤ کتنا دینا چاہیے؟ نصف صاع بوزن سیر لکھنؤ کتنا ہوتا ہے؟

(۲) گز شرعی بہ حساب گز نمبری مروجہ لکھنؤ کس قدر ہے؟

الجواب

(۱) گیہوں کا صاع دو سو ستر (۲۷۰) تولے ہے کہ انگریزی روپے سے دو سو اٹھاسی (۲۸۸) روپے بھر ہوئے۔ نصف صاع کے ایک سو چوالیس (۱۴۴) روپے بھر گیہوں۔ لکھنؤ کا سیر اسّی روپے بھر کا ہے تو اس سے دو سیر ہوئے، سیر کا ۱/۵ کم یعنی پونے دو سیر سے چار روپے بھر اوپر، لیکن زیادہ احتیاط یہ ہے کہ جَو کے صاع سے گیہوں دئے جائیں، جَو کے صاع میں گیہوں تین سو اکاون (۳۵۱) روپے بھر آتے ہیں تو نصف صاع ایک سو پچھتر (۱۷۵) روپے آٹھ آنے بھر ہوا، لکھنؤ کا سوا دو سیر اٹھنی بھر کم۔

(۲) نمبری گز کہ تین فٹ کا ہے، ہر فٹ بارہ (۱۲) انچ گز شرعی جسے ذراع کرباس کہتے ہیں، اس کا نصف یعنی آٹھ گرہ کے برابر ہے کہ وہ چوبیس انگل ہے اور ہر گرہ تین انگل۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۲ ۱۴۳ از موضع خورد مئو ڈاکخانہ بدوسرائے ضلع بارہ بنکی مرسلہ سیّد صفدر علی صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین امورِ ذیل میں:

(۱) زید کی بیوی ہندہ جو مالکِ نصاب نہیں ہے مع اپنے ایک خورد سال بچّے کے اپنے باپ بکر کے یہاں یعنی میکے میں عید الفطر کو قیام رکھتی ہے تو اُس کا اور اس کے لڑکے کا صدقہ کس کو دینا چاہیے، آیا زید کو جو ہندہ کا شوہر ہے یا بکر کو جو ہندہ کا باپ ہے۔

(۲) اگر کوئی مہمان یہاں ۲۷ یا ۲۸ رمضان شریف سے مقیم ہے یا قبل طلوعِ فجر عید الفطر آیا تو کیا ان مہمانوں کا صدقہ شرعاً میزبان کو ادا کرنا چاہیے یا مہمان اپنا صدقہ خود ادا کریں؟

Marfat.com

الجواب

(۱) خورد سال بچے کا صدقۂ فطر اُس کے باپ پر ہے، اور عورت کا نہ باپ پر نہ شوہر پر، صاحبِ نصاب ہوتی تو اُس کا صدقہ اسی پر ہوتا ہے۔

(۲) مہمان کا صدقہ میزبان پر نہیں، وہ اگر صاحبِ نصاب ہیں اپنا صدقہ آپ دیں۔ وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۴ ۲۸ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

فطرۂ رمضان کے نصف صاع آٹے کے عوض میں اگر نصف صاع چاول دے دے تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

چاول کی قیمت کے اعتبار سے دئے جائیں گے خواہ وزن میں نصف صاع ہوں یا زیادہ یا کم یعنی نصف صاع گندم کی قیمت میں جتنے چاول آئیں اتنے دئے جائیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۵ (جلد میں سوال نہیں)

الجواب

صاع چار مُد ہے اور مد دو رطل اور رطل بیس استار، اور استار ساڑھے چار مثقال، اور مثقال ساڑھے چار ماشے، اور تولہ بارہ ماشے، اور انگریزی روپیہ سوا گیارہ ماشے، تو صاع دوسو ستر تولے، اور روپوں سے دوسو اٹھاسی روپے بھر، تو اسّی روپے کے سیر سے ۳ سیر ۹ چھٹانک اور $\frac{3}{5}$ چھٹانک، یا یوں کہئے کہ ساڑھے تین سیر ڈیڑھ چھٹانک اور $\frac{1}{10}$ چھٹانک۔ اس حساب میں کوئی شک نہیں، اسی تول کے گیہوں دئے جاتے تھے۔

لما فی الفتح یعتبر نصف صاع من بر من حیث الوزن عند ابی حنیفۃ[1]
کیونکہ فتح میں ہے کہ امام ابوحنیفہ کے ہاں وزن کے اعتبار سے نصف صاع گندم کا اعتبار ہے (ت)

رمضان المبارک ۲۷ھ سے علامہ شامی کی یہ احتیاط زیادہ پسند آئی کہ صاع لیا جائے جَو کا، اور اس کے وزن کے گیہوں دئے جائیں، ظاہر ہے کہ جو ہلکا ہو جتنے برتن میں دوسو ستر تولے جَو آئیں گے جب وہ گیہوں سے بھرا جائے گا تول میں زیادہ چڑھیں گے، اس میں فقیروں کا نفع زیادہ ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

علی ھذا الاحوط تقدیرہ بالشعیر ولھذا
اس بنا پر احتیاط اسی میں ہے کہ اس کا تقرر جَو

---

[1] فتح القدیر فصل فی مقدار الواجب وقتہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۲۲۹

Marfat.com

نقل بعض المحشين عن حاشية الزيلعی للسید محمد امین میرغنی ان الذی علیہ مشائخنا بالحرم الشریف المکی ومن قبلھم من مشائخھم وبہ کانوا یفتون تقدیرہ بثمانیة ارطال من الشعیر ولعل ذلك لیحتاطوا فی الخروج عن الواجب بیقین لما فی مبسوط السرخسی من ان الاخذ بالاحتیاط فی باب العبادات واجب اھ فاذا قدر بذلك یسع ثمانیة ارطال من العدس ومن الحنطة ویزید علیھا البتة بخلاف العکس فلذا کان تقدیر الصاع بالشعیر احوط اھ[1] الخ

سے ہو، اسی لیے بعض محشین نے حاشیہ زیلعی للسید محمد امین میرغنی سے نقل کیا، حرم مکی کے مشائخ اور ان سے پہلے ان کے مشائخ نے اسی پر اعتماد کیا اور وہ اسی پر فتوٰی دیا کرتے تھے کہ آٹھ رطل جَو کا اعتبار ہوگا اور شاید انھوں نے یہ اس لیے کیا تاکہ واجب کی ادائیگی بالیقین ہوجائے اور اس لیے بھی کہ مبسوط سرخسی میں ہے کہ عبادات کے معاملے میں احتیاط پر عمل واجب ہوتا ہے اھ جب صاع کا تقرر یُوں ہوا تو اب مسور اور گندم کے آٹھ رطل کی گنجائش بھی ہوگی اور یہ اس سے بہرصورت بڑھ جائیں گے بخلاف عکس کے۔ اسی لیے صاع کا تقرر جَو کے ساتھ کرنا احوط ہے اھ الخ (ت)

اس بنا پر بنظرِ احتیاط و زیادتِ نفعِ فقرا میں نے ۲۷ ماہ مبارک ۱۳۲۷ھ کو ایک سو چوالیس روپیہ بھر جَو وزن کئے کہ نصف صاع ہُوئے اور انھیں ایک پیالے میں بھرا، حُسنِ اتفاق کہ تام چینی کا ایک بڑا کاسہ گویا اسی پیمانہ کا ناپ کر بنایا گیا تھا وُہ جَو اس میں پوری سطح مستوی تک آگئے من دون تکویم ولا تقعیر (بغیر ابھار اور گہرائی کے۔ ت) تو وہی کاسہ نصف صاع شعیری ہُوا، پھر میں نے اُسی کاسہ میں گیہوں بھر کر تولے تو بریلی کے سیر سے ۲/۱ ۱ ثار اور ایک اٹھنی بھر ہُوئے یعنی ایک سو پچھتر روپے آٹھ آنہ بھر، تو یہ وزنِ گندم ہوا اور اس کا دوچند ۳۵۱ روپیہ بھر وزن جَو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۶ ازریاست کشمیر ضلع میرپور ڈاک خانہ نوشہرہ موضع پھڈہ مرسلہ مولوی محمد عبداللہ صاحب ۴ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ درمختار میں صاع ۱۰۴۰ درم کا لکھا ہے اور اکثر کتب میں من ۱۸۰ مثقال کا ہے وبقول معروف کل عشرة دراھم سبعة مثاقیل (معروف قول کے مطابق ہر دس دراہم کا وزن سات مثقال ہونا چاہیے۔ ت) ایک من ۱۸۲ مثقال کا ہوتا ہے تو صاع میں آٹھ مثقال زیادہ آئے، اور ایسے ہی شیخ دہلوی نے شرح سفر السعادۃ و شرح مشکوٰۃ میں وزن صاع لکھا ہے قاعدہ مذکور سے پورا موافق

---

[1] ردالمحتار باب صدقۃ الفطر مصطفی البابی مصر ۲/ ۸۴

Marfat.com

نہیں آتا ہے، یہ تحقیق و تدقیق فرماکر جلد عنایت کیجئے۔

الجواب

صاع چار من ہے اور من چالیس استار، اور استار ساڑھے چار مثقال، اور مثقال ساڑھے چار ماشے، اور ماشہ آٹھ رتی، اور رتی آٹھ چاول، اور بارہ ماشے کا ایک تولہ، تو صاع دو سو ستر تولے ہے اور انگریزی روپیہ رائج سے کہ روپیہ سوا گیارہ ماشے کا ہے، صاع دو سو اٹھاسی روپیہ بھر، اور من ایک سو اسی مثقال یعنی سڑسٹھ تولے چھ ماشے، یعنی بہتر روپیہ بھر۔ یہ وزن محقق ہے جس میں اصلا شبہ نہیں، غرر الافکار شرح درر البحار میں ہے:

الصاع اربعة امداد والمد رطلان والرطل نصف من والمن بالاستار اربعون والاستار بالمثاقيل اربعة ونصف اھ مختصرا۔[1]

صاع چار مُد کا ہوتا ہے، اور مد دو رطل کا، رطل نصف من کا، من چالیس استار کا، اور استار ساڑھے چار مثقال کا ہوتا ہے اھ اختصاراً (ت)

کشف الغطاء میں ہے:

بدانکہ معتبر نزد ما عراقی ست و آن ہشت رطل ست و رطل بست استار و استار چار و نیم مثقال و مثقال بست قیراط یک حبہ و چہار خمس حبہ و حبہ کہ آنرا بفارسی سُرخ گویند ہشتم حصہ ماشہ است پس مثقال چہار و نیم ماشہ باشد۔[2]

واضح رہے کہ ہمارے نزدیک معتبر عراقی (صاع) ہے اور وہ آٹھ رطل کا ہوتا ہے، ایک رطل بیس استار اور استار ساڑھے چار مثقال، مثقال بیس قیراط ایک حبہ اور چہار خمس حبہ ہے۔ حبہ جسے فارسی میں "سُرخ" کہتے ہیں ماشہ کا آٹھواں حصہ ہوتا ہے، پس مثقال ساڑھے چار ماشہ ہوا۔ (ت)

حضرت شیخ محقق دہلوی قدس سرہ القوی کا بیان اصلاً اس سے مخالف نہیں، مثقالوں کا یہی حساب رکھا ہے کہ سات سو بیس مثقال کا صاع اکبری و جہانگیری سیروں سے اس کا اندازہ بتایا ہے، اکبری سیر تیس استار کا تھا اور صاع ایک سو ساٹھ استار، تو صاع ۱۶۰ ÷ ۳۰ = ۵ $\frac{1}{3}$ سیر اکبری ہوا، اور سیر جہانگیری ۳۶ استار، تو صاع ۱۶۰ ÷ ۳۶ = ۴ $\frac{4}{9}$ سیر جہانگیری ہوا۔ شرح صراط مستقیم فصل زکوٰۃ فطر میں فرماتے ہیں:

صاع عراقی ہشت رطل و صاع حجازی پنج رطل و ثلث رطل

عراقی صاع آٹھ رطل اور حجازی پانچ رطل اور ثلث رطل

---

[1] ردالمحتار بحوالہ شرح درر البحار باب صدقۃ الفطر مصطفی البابی مصر ۲/۸۳
[2] کشف الغطاء فصل در احکام دعا و صدقہ و نخوان از اعمال خیر برائے میت مطبع احمدی، دہلی ص ۶۸

Marfat.com

وواجب نزد شافعی صاع حجازی ست و نزد ما نصف صاع عراقی و آن دو من ست و من چہار استار و استار چہار و نیم مثقال۔ پس من صد و ہشتاد مثقال بود کذا قال شارح الوقایۃ و از کتب دیگر نیز ہمچنیں معلوم می گردد وچوں ایں حساب را بوزن دیار خود کار فرمائیم نصف صاع بوزن اکبر شاہی کہ سیرے سی سیر شاہی بود دو و نیم سیری می شود و پنج سیر شاہی، و بوزن حال جہانگیر شاہی ابد اللہ ملکہ و سلطنتہ کہ سیرے سی و شش سیر شاہی بود دو سیر و یک پاؤ می شود بیک سیر شاہی کم' باین حساب کہ صاع ہفت صد و بست مثقال ست از انکہ صاع چہار من ست و من چہل استار و استار چہار و نیم مثقال پس ہر من صد و ہشتاد مثقال بود چوں سیر شاہی ہم چہار نیم مثقال ست لازم آید کہ نصف صاع ہشتاد سیر شاہی باشد و ہشتاد سیر شاہی دو و نیم سیر و پنج سیر شاہی شود بوزن قدیم و دو سیر و یک پاؤ یک سیر شاہی کم بوزن حال۔ واللہ تعالٰی اعلم[1]

اور ثلث رطل ہے۔ امام شافعی کے نزدیک صاع حجازی واجب ہے اور ہمارے نزدیک صاع عراقی' جو دو من کا ہوتا ہے، اور من چار استار، اور استار ساڑھے چار مثقال ہے، لہذا من ایک سو اسی (۱۸۰) مثقال ہوا جیسا کہ شارح وقایہ نے کہا، اور دوسری کتب سے بھی اسی طرح معلوم ہوتا ہے، جب ہم اس کا حساب اپنے شہروں کے وزن کے اعتبار سے کرتے ہیں تو نصف صاع اکبری سیروں کے مطابق ۲½ سیر ۵ استار ہوگا اور جہانگیری (اللہ تعالٰی اس کے ملک و سلطنت کی حفاظت کرے) سیروں کے مطابق ۲¼ سیر اور ایک استار کم بن جاتا ہے یہ اس حساب سے کہ صاع ۷۲۰ مثقال ہو اور اگر صاع ۴ من' اور من ۴۰ استار اور استار ۴½ مثقال ہو تو ہر من ۱۸۰ مثقال ہوگا، جب استار ۴½ مثقال ہے تو لازم آیا کہ نصف صاع' ۸۰ استار' اور ۸۰ استار ۲½ سیر اور ۵ استار قدیم وزن ہُوا، اور ۲¼ سیر ایک استار کم موجودہ وزن ہوا۔ واللہ تعالٰی اعلم اھ (ت)

سیر شاہی اور پیسہ اور استار ایک ہی وزن ہے یعنی ساڑھے چار مثقال کہ سوا بیس ماشے ہُوئے' اور وزن قدیم سے مراد اکبری اور حال سے جہانگیری۔ صدر باب طہارت میں بھی یہی حساب افادہ فرمایا ہے۔ اتنا ہے کہ وہاں مُدِ عراقی و مُدِ حجازی دونوں کا ان سیروں سے اندازہ کیا اور بعض جگہ تہائی پیسہ کی کسر کو کہ ڈیڑھ ماشہ ہوئی مسامحۃً ترک فرمادیا ہے حیث قال صاع چہار مُد ست و مُد بتولے دو رطل ست (یہاں انھوں نے کہا کہ صاع چار مُد ہے اور مُد دو رطل کا ہوتا ہے۔ ت) (یہ قول ہمارے ائمہ کا ہے کہ صاع کو آٹھ رطل لیتے ہیں)

---

[1] شرح سفر السعادۃ فصل در زکوٰۃ فطر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۲۸۶-۸۷

Marfat.com

و دلالت ظاہر احادیث ہم برین است چہ در بعض احادیث وضو بمد واقع شدہ و در بعضے بدو رطل و تطبیق در آں است کہ مصداق ہر دو یکے باشد و بقولے مد رطل و ثلث رطل عراقی ست ۔

(یہ قول شافعیہ ہے کہ صاع ۵ ۱/۳ رطل ÷ ۴ = ۱ ۱/۳ رطل)

و رطل بست استار ست و استار چہار و نیم مثقال کہ وزن یک پیسہ است و ایں حساب ابہامے دارد و ما آنرا بوزن ایں دیار فرود آریم تا واضح گردد بدانکہ مد بقول اول (حنفی) یک من شرعی ست و من شرعی چہل استار و آں بوزن اکبری کہ سیر سی پیسہ است یک سیر و ثلث سیر بوزن جہانگیر شاہی ابداللہ فی مراضیہ ملکہ و سلطنتہ کہ سیرے سی و شش پیسہ است یک سیر و چہار پیسہ پس صاع (یعنی عراقی) کہ چہار مد ست پنج سیر و ثلث سیر اکبری باشد و بوزن جہانگیری چہار سیر و نیم سیر و دو پیسہ کم و مد بقول ثانی (شافعی) یک سیر اکبری سہ پیسہ و چیزے کم (یعنی ۳ ۱/۳ پیسہ کم ۲۶ ۲/۳ پیسہ ہوا) و سہ ربع سیر جہانگیری چیزے کم (یعنی ثلث پیسہ کم کہ جہانگیری تین پاؤ ۲۷ پیسہ ہے) و صاع (یعنی حجازی) بوزن اکبری سہ و نیم سیر و دو پیسہ (یعنی تہائی پیسہ کم کہ ساڑھے تین سیر اکبری اور دو پیسے کے ۱۰۷ پیسے ہوئے اور صاع حجازی ۱۰۶ ۲/۳ پیسہ) و بوزن جہانگیری سہ سیر یک پیسہ کم[1] (بلکہ ۱ ۱/۳ پیسہ کم) کہ

ظاہر احادیث کی دلالت بھی اسی پر ہے کیونکہ بعض احادیث وضو میں ہے کہ اس کے لیے ایک مُد کافی ہے اور بعض احادیث میں دو رطل کا تذکرہ ہے، ان میں تطبیق یوں ہے کہ دونوں کا مصداق ایک ہی ہے ۔ ایک قول کے مطابق مد رطل اور ثلث رطل عراقی ہے (ت)

(یہ قول شافعیہ ہے کہ صاع ۵ ۱/۳ رطل ÷ ۴ = ۱ ۱/۳ رطل)

اور رطل بیس[۲۰] استار اور استار ۴ ۱/۲ مثقال جو کہ ایک پیسہ کا وزن ہے، اس حساب میں ابہام ہے ہم اس کو اپنے علاقہ کے حساب سے بناتے ہیں تاکہ واضح ہوجائے۔ معلوم ہونا چاہئے کہ مُد پہلے (حنفی) قول پر ایک من ہے اور شرعی من چالیس[۴۰] استار ہے، یہ اکبری وزن ہے جس میں سیر تیس[۳۰] پیسہ برابر ہے تو مُد ایک سیر اور سیر کا ثلث ہُوا۔ جہانگیر بادشاہ اللہ تعالٰی اس کے ملک و سلطنت کو ہمیشہ پسندیدہ فرمائے، کہ اس کا سیر چھتیس[۳۶] پیسہ، تو مُد ایک سیر اور چار پیسہ برابر ہوا، پس صاع عراقی جو چار مُد ہے پانچ سیر اور ایک سیر کا ثلث، اکبری حساب سے ہُوا۔ اور جہانگیری حساب سے چار سیر اور دو پیسہ کم آدھ سیر ہُوا۔ اور دوسرے قول (شافعی) کے مطابق مُد، ایک اکبری سیر اور تین پیسہ سے قدرے کم، یعنی ۳ ۱/۳ پیسہ کم ۲۶ ۲/۳ پیسہ ہوا۔ اور جہانگیری حساب سے تین پاؤ سے کم یعنی پیسے کا تہائی حصّہ کم جو کہ تین پاؤ ۲۷ پیسہ ہے۔ اور صاع حجازی، اکبری حساب سے ۳ ۱/۲ سیر ایک پیسہ کم

---

[1] شرح سفر السعادۃ فصل در طہارت الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۳۰

Marfat.com

تین سیر جہانگیری ۱۰۸ پیسہ ہے) انتہی مزیداً ما بین الہلالین منی۔ عبارت ختم ہوئی اور قوسین میں اضافہ میری طرف سے ہے۔ (ت)

البتہ اشعۃ اللمعات مطبع مصطفائی محمد حسین خاں باب الغسل میں سیر جہانگیری سے صاع عراقی کا حساب ظاہراً خطائے کاتب سے غلط ہوگیا ہے حیث قال صاع بوزن اکبر شاہی کہ سیرے سی سیر شاہی بود پنج سیر و دہ سیر شاہی مے شود (اکبر شاہی کے حساب سے کہ ایک سیر تیس ۳۰ استار کا ہے، صاع ۵ سیر ہُوا اور دس استار ہے۔ت) (یہ صحیح ہے اور حساب اول کے مطابق کہ دس سیر شاہی ثلث پیسہ اکبری ہے کما لا یخفی جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت))

وبوزن حال جہانگیری ابداﷲ ملکہ وسلطنتہ کہ سیرے سی و شش سیر شاہی ست چہار سیر و یک پاؤ می شود بیک سیر شاہی کم[1] اور جہانگیری حساب سے جس میں ایک سیر ۳۶ استار کا ہے، عراقی صاع چار سیر ایک پاؤ اور ایک سیر کم ہے۔ (ت)

(یہ غلط ہے کہ صاع ۱۶۰ پیسہ ہے اور سوا چار سیر جہانگیری ایک پیسہ کم کے ۱۵۲ ہی پیسے ہُوئے آٹھ پیسے کا فرق ہے صحیح وہی ہے جو اوپر گزرا کہ ساڑھے چار سیر جہانگیری ہے دو پیسے کم)

مسئلہ ۱۴۷ تا ۱۴۹ ازیہان پورہ مکہرا اسٹیٹ مسئولہ مرتضٰی خاں پی سارجنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس آفس ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں عید الفطر کے خطبہ میں فطرہ فی کس ایک سیر ساڑھے گیارہ آنے بھر مبلغ ایک سو پانچ روپیہ بھر کے حساب سے دینا بتایا، کیا یہ صحیح ہے؟

(۲) صاع کتنے سیر کا، سیر کتنے روپیہ بھر، روپیہ کتنے ماشے کا، اور کون روپیہ شرع سے، اس میں کیا حکم ہے؟

(۳) خطبہ علمی میں نصف صاع یعنی دو سیر جس کا وزن بریلی کے سیر سے ایک سیر نو چھٹانک سے کچھ بتایا کیا یہ صحیح ہے؟ رائج الوقت سیر سے فطرہ فی کس کتنا دینا چاہئے؟

الجواب

(۱) خالد کا یہ قول محض غلط ہے، گیہوں صدقۃ الفطر ایک سو چوالیس روپیہ بھر ہے للعٰہ اور زیادہ احتیاط اٹھنی اوپر ایک سو چھتر روپے بھر، ماعہ کما بیّناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اسے بیان

---

[1] اشعۃ اللمعات باب الغسل فصل ثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۲۳

Marfat.com

کیا ہے۔ ت) ایک سو پانچ روپے ساڑھے گیارہ آنے بھر سے کسی طرح صدقہ ادا نہیں ہو سکتا۔

(۲) سیر مختلف ہوتے ہیں، صاع کا حساب ہر جگہ کے سیر سے بدلے گا، صاع اس انگریزی روپیہ ائج الوقت سے دو سو اٹھاسی روپے بھر ہے، اور تولوں سے دو سو ستّر تولے۔ یہ روپیہ سوا گیارہ ماشہ بھر ہے۔

(۳) گیہوں کا فطرہ انگریزی روپے سے ایک سو چوالیس روپے بھر ہے جو بریلی کے سیر سے کہ نٹو روپیہ بھر کا ہے چھٹانک کم ڈیڑھ سیر ہوا سیر کا پانچواں حصہ کم۔ حساب صحیح و منقح یہ ہے زیادہ احتیاط وہ ہے جو اوپر گزری کہ گیہوں بریلی کے سیر سے پونے دو سیر دیں اٹھنّی بھر اوپر، اور رانشی کے سیر سے تین چھٹانک دو سیر دس اٹھنی بھر اوپر۔ واللہ تعالٰی اعلم

سوال کیسے جائز ہے کیسے ناجائز

مسئلہ ۱۵۰ از مولوی محمد اسمٰعیل محمود آبادی ۷ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

اس ملک میں رواج ہے کہ بعد نماز قبل فاتحہ اخیرہ کے ایک شخص اُٹھ کر مسافروں مسکینوں کے واسطے مسجد کے اندر مقتدیوں میں چندہ کرتا ہے بعد ہو جانے کے فاتحہ پڑھی جاتی ہے بعدہٗ جو کچھ رقم بذریعہ چندہ جمع ہوتی ہے اس کو مسافروں اور مسکینوں میں تقسیم کر دیتے ہیں، آیا یہ امر اس طرح مسجد کے اندر جائز ہے؟

الجواب

جائز ہے جبکہ وہ چندہ کرنے والا خود اس میں سے نہ لیتا ہو، بلکہ مسجد میں مساکین کے لیے اس طرح چندہ کرنا خود سنّت سے ثابت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر لوگ جو صحیح وسالم جوان تندرست ہیں مگر بوجہ آرام طلبی کے طلبِ معاش کی محنت سے جی چُرا کر سوال کو کہ بظاہر آسان ہے پیشہ اپنا مقرر کیا ہے، چنانچہ بعض نے تو چند کتابیں فارسی اردو وغیرہ کی دیکھ کر وعظ گوئی اختیار کی ہے اور دوسرے وطنوں میں جا کر اسی کے ذریعہ سے سوال کرتے ہیں اور بعض مشائخین کی شکل بنا کر کماتے ہیں اور بعضے مسافر بن کر مسجدوں میں ٹھہرتے ہیں اور اقسام اقسام کی حاجتیں ظاہر کر کے سوال کرتے ہیں اور بسبب کثرت اور رواج اس قسم کے لوگوں کی جو کوئی محتاج سچی حالت والا مسکین اور مسافر مصیبت زدہ ہوتا ہے، اس کی تصدیق اور شناخت بھی کم ہوتی ہے، علاوہ سوال کرنے کے یہ بھی ہوتا ہے کہ جس شہر یا محلہ میں پہنچے ہیں وہاں کے باشندوں سے وہاں کے لوگوں کا حال معلوم کر کے جس کسی کو اہلِ شہر یا محلہ سے ذی وجاہت معلوم کرتے ہیں اس کو جا گھیرتے ہیں

Marfat.com

اور کہتے ہیں کہ ہمارے واسطے تم اپنے محلہ یا شہر سے آگاہ کرادو بعض لوگ ان کی باتوں میں آکر ان کی طرف سے لوگوں سے مانگ مانگ کر ان کے واسطے کچھ فراہم کرادیتے ہیں، ایسا شخص جو ایسے لوگوں کے واسطے کوشش کرکے کچھ دلوادے تو بمقتضائے اس حدیث شریف کے الدال علی الخیر کفاعلہ[1] (بھلائی پر رہنمائی کرنے والا اسے بجالانے والے کی طرح ہوتا ہے۔ت) ثواب پائے گا اور یہ فعل اس کا موجب اجر ہوگا یا بحکم ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[2] (گناہ اور زیادتی پر تعاون نہ کرو۔ت) کے سوال حرام کے معاونت کا مرتکب ہوگا اور ایسے لوگوں کو دینے والا بھی ثواب پائے گا یا نہیں یا گنہگار رہوگا۔ بینوا توجروا

الجواب

بے ضرورتِ شرعی سوال کرنا حرام ہے، اور جن لوگوں نے باوجود قدرت کسب بلاضرورت سوال کرنا اپنا پیشہ کرلیا وہ جو کچھ اس سے جمع کرتے ہیں سب ناپاک وخبیث ہے اور ان کا یہ حال جان کر اُن کے سوال پر کچھ دینا داخلِ ثواب نہیں بلکہ ناجائز وگناہ، اور گناہ میں مدد کرنا ہے۔ اور جب انھیں دینا ناجائز تو دلانے والا بھی دال علی الخیر نہیں بلکہ دال علی الشر ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل فقیر غفراللہ تعالٰی نے اپنے مجموعۂ فتاوٰی میں ذکر کی، لیکن اگر بے سوال کوئی کچھ دے جیسے لوگ علماء ومشائخ کی خدمت کرتے ہیں تو اس کے لے لینے میں کوئی حرج نہیں بلکہ نیت نیک ہو تو دینے اور لینے والے دونوں داخلِ ثواب ہیں خصوصاً جبکہ لینے والا حاجت رکھتا ہو، سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امیرالمومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو کچھ عطا بھیجی اُنھوں نے واپس حاضر کی کہ حضور نے ہمیں حکم دیا تھا کسی سے کچھ نہ لینے میں بھلائی ہے، فرمایا یہ بحالتِ سوال ہے اور جو بے سوال آئے وہ تو ایک رزق ہے کہ مولٰی تعالٰی نے تجھے بھیجا، امیرالمومنین نے عرض کی واللہ اب کسی سے کچھ سوال نہ کروں گا اور بے سوال جو چیز آئے گی لے لوں گا۔[3]

رواہ مالک فی الموطا واصل الحدیث اسے موطا میں امام مالک نے روایت کیا ہے اور اصل

---

[1] المعجم الکبیر مروی از ابومسعود الانصاری المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۷/ ۲۸-۲۲۷

[2] القرآن ۵/ ۲

[3] صحیح البخاری باب من اعطاہ اللہ شیئًا من غیر مسئلۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹۹
صحیح مسلم باب جواز الاخذ بغیر سوال الخ " ۱/ ۳۳۴
مسند احمد بن حنبل مروی از عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۱/ ۱۷ و ۴۰
مصنف ابن ابی شیبہ کتاب البیوع والاقضیۃ حدیث ۲۰۱۶ ادارہ علوم القرآن والعلوم الاسلامیہ ۶/ ۵۵۲

Marfat.com

عند الشیخین من حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما وفی الباب عن ام المومنین الصدیقۃ عند احمد والبیھقی وعن واصل بن الخطاب عند ابی یعلٰی وعن خالد بن عدی الجھنی عند احمد وابی یعلٰی و الطبرانی وابن حبان والحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عند الامام احمد وعن عائذ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھم عند احمد والطبرانی والبیھقی و ھذہ کلھا احادیث قویۃ باسانید جیاد۔

حدیث بخاری ومسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے، اور اس بارے میں امام احمد اور بیہقی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے، ابویعلٰی نے حضرت واصل بن خطاب سے، امام احمد، ابویعلٰی، طبرانی، ابن حبان اور حاکم نے حضرت خالد بن عدی الجھنی سے، امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، امام احمد، طبرانی اور بیہقی نے حضرت عائذ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے، اور یہ تمام احادیث جیّد اسناد کی وجہ سے قوی ہیں۔ (ت)

حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ماالمعطی من سعۃ بافضل من الاٰخذ اذا کان محتاجا[1] رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما وشاھدہ عندہ فی الاوسط کابن حبان فی الضعفاء من حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

تونگری سے دینے والا کچھ لینے والے سے افضل نہیں جبکہ وہ حاجت رکھتا ہو (اسے طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا اور اوسط میں ان کے ہاں اس کا شاہد بھی ہے جیسا کہ ابن حبان نے الضعفاء میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث روایت کی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۲: از پکھریرا محلہ نور الحلیم شاہ شریف آباد رائے پور ضلع مظفر پور مرسلہ شریف الرحمٰن صاحب ۳ شعبان ۱۳۳۶ھ

زید مالدار ہے چھ سات ہزار روپے یا کچھ کم وبیش کی زمین رکھتا ہے اور اس کو پانچ چھ سو روپیہ قرض ہے آیا وہ زمین بیچ کر ادا کرے یا بھیک مانگ کر، شرعًا اس کو اس غرض سے بھیک مانگنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر اس کا ذریعۂ رزق اس زمین کے سوا اور نہیں، نہ وہ کسی کسب پر قادر ہے نہ اس زمین کا کوئی حصہ

[1] المعجم الکبیر مروی از عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۲/ ۴۲۳

Marfat.com

جدا کرکے باقی لائق کفایت بچے یا کوئی ایک حصہ لینے پر راضی نہ ہو، غرض یہ کہ سوائے سوال جمیع اسباب بند ہوں تو بحکم ضرورت بقدرِ ضرورت سوال حلال ورنہ حرام،

فان الضرورۃ تبیح المحظورات وماکان لضرورۃ تقدر بقدرھا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ضرورت ممنوعات کو مباح کردیتی ہے اور ضرورت کے پیشِ نظر اتنی ہی مقدار جائز ہوگی (ت) واللہ تعالٰی اعلم

صدقات نفل کا بیان

مسئلہ ۱۵۳ از سرکار مارہرہ مطہرہ از درگاہ مسکین پناہ مسئولہ حضرت سیّد شاہ حامد حسین میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم ۱۰ شعبان ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک صاحب بغرض ثواب اپنے جائز روپے سے ماہواری یا سالانہ کھانا پکوا کر فاتحہ حضور پُرنور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیا کرتے ہیں اور کھانا مساکین وغیر مساکین کو کھلادیتے ہیں یا تقسیم کردیتے ہیں ایک طالبعلم حنفی قادری سنّی سیّد کہ جس کی تعلیم دینی بوجہ نہ استطاعت ہونے کے اُس کے ولی کے غیر مکمل رہی جاتی ہو اور علوم دینی حاصل نہ کرنے کی وجہ سے اُس طالب علم آلِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بدعقیدہ ہو جانے کا اندیشہ ہو اس صورت میں اگر وہ روپیہ کو جو فاتحہ میں صرف کیا جاتا ہے اگر اس طالب علم کے تعلیم دینی میں بہ نیت ثواب فاتحہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صرف کردیا جائے تو بدل اُس فاتحہ سالانہ یا ماہواری کا ہوکر باعثِ خوشنودی سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہوگا یا نہیں اور ثواب میں کمی تو نہ ہوگی؟

الجواب

یہ اُس کا نعم البدل ہوگا اور ثواب میں کمی کیا معنی، اُس سے ستّر گُنا ثواب کی زیادہ اُمید ہے بطور مذکور کھانا پکاکر کھلانے یا بانٹنے میں ایک کے دس ہیں۔

قال اللہ تعالٰی من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا[1]

اللہ تعالٰی کا ارشادِ گرامی ہے جو نیکی بجالاتا ہے اس کے لئے اس کی دس مثل ہیں۔ (ت)

اور طالب علمِ دین کی اعانت میں کم سے کم ایک کے سات سو۔

قال اللہ تعالٰی مثل الذین ینفقون اموالھم

اللہ تعالٰی کا فرمان عالی ہے: ان کی کہاوت جو اپنے

---

[1] القرآن ۶/ ۱۶۱

Marfat.com

فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ واللہ یضعف لمن یشاء ط واللہ واسع علیم[1]

مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُس دانہ کی طرح جس نے اگائیں سات بالیاں، ہر بالی میں سو دانے، اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لیے چاہے، اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

فی سبیل اللہ ھو منقطع الغزاۃ وقیل الحاج وقیل طلبۃ العلم خصوصًا۔[2]

فی سبیل اللہ سے مراد وُہ غازی ہیں جن کے پاس خرچہ و اسلحہ نہ ہو، بعض نے کہا حاجی، اور بعض نے کہا اس سے خصوصًا طلبۂ علم مراد ہیں (ت)

جبکہ اس میں حفظِ ہدایت ہو، صحیح حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لان یھدی اللہ بک رجلا خیر لک مما طلعت علیک شمس وغربت۔[3]

تیری وجہ سے کسی ایک کا ہدایت پاجانا ہر اس شئی سے بہتر ہے جس پر طلوعِ آفتاب ہو۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہٗ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۵۴ ازرامپور چاہ شو مرسلہ مولوی عبدالصمد صاحب ۱۸ محرم ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ جو لوگ تندرست وتوانگر کھاتے پیتے ہیں انھوں نے اپنا پیشہ گدائی اور فقیری اور محتاجگی کا مقرر کیا ہے اور در بدر شہر بہ شہر بھیک مانگتے سوال کرتے پھرتے ہیں اور ہرگز محنت مزدوری نہیں کرتے اگرچہ مالدار آسودہ حال ہیں ایسے لوگوں کو بھیک مانگنا اور سوال کرنا حلال ہے یا حرام؟ اور اگر حرام ہے تو دینا بھی بوجہ اعانت علی الحرمۃ حرام اور ممنوع ہے یا نہیں؟ جبکہ مسجد میں سوال اور اس عطا کو کتبِ فقہ میں حرام ومکروہ فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ درمختار میں مرقوم ہے: ویحرم فیہ السوال ویکرہ الاعطاء[4] (مسجد میں مانگنا حرام اور دینا مکروہ ہے۔ ت)۔ بینوا بالکتاب وتوجروا بیوم الحساب (کتاب سے بیان کرو اور یومِ حساب اجر پاؤ۔ ت)

---

[1] القرآن ۲/ ۲۶۱

[2] درمختار باب المصرف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۰

[3] الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۷۲۱۹ دارالمعرفۃ بیروت ۵/ ۲۵۹

اتحاف السادۃ المتقین بیان ترک الطاعات خوفًا من الریاء دارالفکر بیروت ۸/ ۳۲۰

[4] درمختار باب مایفسد الصلوٰۃ الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۳

Marfat.com

الجواب

جو اپنی ضروریات شرعیہ کے لائق مال رکھتا ہے یا اس کے کسب پر قادر ہے اُسے سوال حرام ہے اور جو اس مال سے آگاہ ہو اُسے دینا حرام، اور لینے اور دینے والا دونوں گنہگار و مبتلائے آثام۔ صحاح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تحل الصدقة لغنی ولذی مرة سوی[1] رواہ الائمة احمد والدارمی والاربعة عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالٰی عنه۔

صدقہ حلال نہیں ہے کسی غنی کے لیے، نہ کسی تندرست کے لیے (اسے امام احمد، دارمی اور چاروں ائمہ نے حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

نیز صحاح میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من سأل الناس وله ما یغنیه جاء یوم القیامة ومسئلته فی وجهه خموش[2] رواہ الدارمی والاربعة عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنه۔

جو لوگوں سے سوال کرے اور اس کے پاس وہ شے ہو جو اُسے بے نیاز کرتی ہو روزِ قیامت اس حال پر آئیگا کہ اُس کا وہ سوال اس کے چہرہ پر خراش و زخم ہو (اسے دارمی اور چاروں ائمہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

نیز فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من سأل الناس اموالھم تکثرا فانما یسأل جمر جھنم فلیستقل منه او لیستکثر[3] رواہ احمد ومسلم وابن ماجة عن

جو اپنا مال بڑھانے کے لیے لوگوں سے اُن کے مال کا سوال کرتا ہے وہ جہنم کی آگ کا ٹکڑا مانگتا ہے، اب چاہے تھوڑی لے یا بہت۔ (اسے امام احمد،

---

[1] سنن الدارمی	باب من تحل له الصدقة ۱۵	نشر السنۃ ملتان	۱/ ۳۲۵
جامع الترمذی	ابواب الزکٰوۃ	امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی	۱/ ۸۳
[2] سنن الدارمی ۱۵	باب من تحل له الصدقة	نشر السنۃ ملتان	۱/ ۳۲۵
جامع الترمذی	ابواب الزکٰوۃ	امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی	۱/ ۸۲
[3] مسند احمد بن حنبل	مروی از ابوہریرہ رضی اللہ عنہ	دار الفکر بیروت	۲/ ۲۳۱
صحیح مسلم	کتاب الزکٰوۃ	قدیمی کتب خانہ کراچی	۱/ ۳۳۳
سنن ابن ماجہ	باب من سأل عن ظہر غنی	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	ص ۱۳۳

Marfat.com

ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

مسلم اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

نیز فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من سأل من غیر فقر فانما یاکل الجمر[1] رواہ احمد وابن خزیمۃ وایضا فی المختارۃ عن حبشی بن جنادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔

جو بے حاجت وضرورت شرعیہ سوال کرے وہ جہنم کی آگ کھاتا ہے (اسے امام احمد اور ابن خزیمہ نے روایت کیا ہے اور المختارہ میں حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔ ت)

تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

لا یحل ان یسئل شیئا من القوت من لہ قوت یومہ بالفعل او بالقوۃ کالصحیح المکتسب ویاثم معطیہ ان علم بحالہ لاعانتہ علی المحرم[2] اھ۔

جس شخص کے پاس عملاً ایک دن کی روزی موجود ہو یا وہ روزی کمانے کی صحیح طاقت رکھتا ہو (یعنی وہ تندرست و توانا ہو تو) اس کے لیے روزی کا سوال جائز نہیں، اس کے حال سے آگاہ شخص اگر اسے کچھ دے گا تو وہ گنہگار ہوگا کیونکہ وہ حرام پر اس کی مدد کررہا ہے[2] (ت)

وتمام الکلام فی ھذا المقام مع دفع الاوھام فی فتاونا وقد ذکرنا شیئا منہ فیما علقنا علی رد المحتار واللہ تعالٰی یقول جل مجدہ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان، واللہ تعالٰی اعلم۔

اور اس پر ایسی تفصیلی گفتگو جس سے تمام اوہام کا رد ہوجائے ہم نے اپنے فتاوٰی میں کی ہے اور اس میں کچھ ردالمحتار کے حاشیہ میں بھی ذکر کی ہے اور اللہ تعالٰی سبحانہٗ کا مبارک فرمان ہے: گناہ اور زیادتی پر مدد نہ کرو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۵: مرسلہ سید مظفر علی ساکن قصبہ شاہ آباد ضلع ہردوئی محلہ سید باڑہ ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۰ھ

میلاد شریف اور گیارھویں شریف اور فاتحہ اولیاء اللہ کی شیرینی کھانا اور شربت محرم کا پینا درست ہے یا نہیں اور ان کا حرام جاننے والا اور مثل زکوٰۃ کے مال کے بجز مساکین اور سب کے واسطے حرام قطعی بتانے والا

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث حبشی بن جنادۃ السلولی رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۴/ ۱۶۵
صحیح ابن خزیمہ ۲۴۴۶ باب التغلیظ فی مسئلۃ الغنی من الصدقۃ حدیث ۲۴۴۶ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۰۰

[2] درمختار شرح تنویر الابصار باب المصرف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۲

Marfat.com

حنفی مقلد ہے یا نہیں؟ اور ایسا شخص حنفی مقلد اشخاص میں قابلِ امامت ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

اشیاء مذکورہ سے کوئی چیز نہ زکوٰۃ ہے نہ صدقہ واجبہ، اس کا کھانا غنی، فقیر، سیّد وغیرہ سب کو بالاتفاق حلال ہے اُسے سوائے مساکین اوروں پر حرام بتانے والا اللہ عزوجل پر افتراء کرتا ہے اور سخت عذاب شدید کا مستحق ہے، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون متاع قلیل ولھم عذاب الیم[1]

اور نہ کہو اپنی زبانی جھوٹ بناوٹوں سے کہ یہ چیز حلال ہے اور یہ چیز حرام کہ اللہ پر جھوٹ باندھو بیشک جو اللہ پر جھُوٹ باندھتے ہیں فلاح نہ پائیں گے دنیا میں تھوڑا سا کھا پہن لیں پھر آخرت میں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

فتاوٰی عتابیہ پھر نہایہ شرح ہدایہ پھر سعدی آفندی علی العنایہ میں ہے:

یجوز النفل للھاشمی مطلقا بالاجماع وکذا یجوز النفل للغنی[2]

ہر نفلی صدقہ بالاتفاق ہاشمی کے لیے جائز ہے اور اسی طرح نفلی صدقہ غنی کے لیے بھی جائز ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

جازت التطوعات من الصدقات وغلۃ الاوقاف لھم[3]

نفلی صدقات اور غلہ اوقاف ان (اغنیاء) کے لیے جائز ہے۔ (ت)

ذخیرہ پھر ردالمحتار میں ہے:

ان فی التصدق علی الغنی نوع قربۃ دون قربۃ الفقیر[4]

غنی پر صدقہ کی صورت میں وہ قربت ہوتی ہے جو فقیر پر صدقہ سے کم ہے۔ (ت)

معہذا ان اشیاء میں تصدق کی نیّت نہیں ہوتی بلکہ عام حاضرین پر ہدیہ تقسیم اور ہدیہ یقیناً مطلقاً سب کے لیے جائز

---

[1] القرآن ۱۶/ ۱۱۶ و ۱۱۷

[2] حاشیۃ سعدی آفندی علی العنایہ مع فتح القدیر باب من یجوز دفع الصدقۃ الیہ الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۲۱۱

[3] درمختار باب المصرف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۱

[4] ردالمحتار کتاب الوقف داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۵۷

Marfat.com

اور زمانۂ رسالت سے علی العموم بلا تخصیصِ مساکین رائج ہے، ایسا شخص کہ صراحۃً اللہ و رسول پر افترا کرتا ہے اور حلالِ خدا کو حرام بتاتا ہے، اگر جاہل بے علم ہے اور اپنے قولِ باطل پر مُصر ہے تو دو وجہ سے فاسق ہے:

اوّلاً حلال کو حرام کرنا،

دوسرے بے علم فتوٰی دینا، حلال حرام میں زبان کھولنا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

افتوا بغیر علم فضلوا واضلوا[1]۔ رواہ البخاری واحمد ومسلم والترمذی وابن ماجۃ عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

بے علم کہ شرعی حکم لگا بیٹھے تو آپ بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا (اسے امام بخاری، احمد، مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت)

نیز حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من افتی بغیر علم لعنتہ ملٰئکۃ السماء والارض[2]۔ رواہ ابن عساکر عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ۔

جو بغیر علم کے کوئی حکمِ شرعی بتائے اس پر آسمان و زمین کے فرشتے لعنت کریں (اسے ابن عساکر نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالٰے وجہہ سے روایت کیا۔ ت)

اور فاسق کی امامت مکروہِ تحریمی ہے،

کما فی الحجۃ والغنیۃ والتبیین والطحطاوی علی المراقی وغیرھا وقد حققنا فی النھی الاکید۔

جیسا کہ حجہ، غنیہ، تبیین اور طحطاوی علی المراقی وغیرہ میں ہے اور ہم نے اپنے رسالہ "النھی الاکید" میں اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ (ت)

اور اگر ذی علم ہے تو اُس کا حکم اور سخت تر ہے کہ وہ دانستہ اللہ عزوجل پر افترا کرتا ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون[3]۔

جھوٹے افترا وہی باندھتے ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب کیف یقبض العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰

[2] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن علی کرم اللہ وجہہ حدیث ۲۹۰۱۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۹۳

[3] القرآن ۱۶/ ۱۰۵

Marfat.com

اور اس کے غیر مقلد ہونے میں شک نہیں، وُہ نہ حنفی ہے نہ شافعی نہ مالکی نہ حنبلی کہ کسی مذہب میں ہدیۂ تقسیم اغنیاء پر حرام نہیں، ہاں وہ شیطان کا مقلد ہے، جس نے صحابہ کرام کے زمانہ سے اس وقت تک تمام مسلمانوں کو مرتکب حرام و اکل حرام بنانے کا ناپاک وسوسہ اُس کے بے باک دل میں ڈالا اور غیر مقلد کے پیچھے نماز حرام، بلکہ محض باطل ہے کما حققناہ فی کتابنا المذکور (جیسا ہم نے اپنی کتاب مذکور میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت)

فتح القدیر میں ہے:

الصلوٰۃ خلف اھل الاھواء لاتجوز[1] اہلِ ہوا کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۶ از کلکتہ کولھوٹولہ اسٹریٹ نمبر ۶۵ مرسلہ حاجی محمد لعل خاں صاحب ۲۰ ربیع الاول ۱۳۱۱ھ

قبلہ وکعبہ حضرت مولائی مرشدی مدظلہ العالی تمنائے قدم بوسی کے بعد مؤدبانہ گزارش ہے کہ ایک شخص جو اہل وعیال رکھتا ہے اپنی ماہانہ یا سالانہ آمدنی سے بلاافراط وتفریط اپنے بال بچوں پر خرچ کرکے بقایا خدا کی راہ میں دیتا ہے آئندہ کو اہل وعیال کے واسطے کچھ نہیں رکھتا، دوسری اپنی آمدنی سے بچّوں پر ایک حصہ خرچ کرکے دوسرا حصہ خیرات کرتا اور تیسرا حصّہ آئندہ ان کی ضرورتوں میں کام آنے کی غرض سے رکھ چھوڑنے کو اچھا جانتا ہے ان دونوں میں افضل کون ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

حُسنِ نیّت سے دونوں صورتیں محمود ہیں، اور باختلافِ احوال ہر ایک افضل، کبھی واجب، ولہذا اس بارہ میں احادیث بھی مختلف آئیں اور سلف صالح کا عمل بھی مختلف رہا۔

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) اس میں قول موجز و جامع ان شاء اللہ تعالٰی یہ ہے کہ آدمی دو قسم ہیں منفرد کہ تنہا ہو اور معیل کہ عیال رکھتا ہو، سوال اگرچہ معیل سے متعلق ہے مگر ہر معیل اپنے حق نفس میں منفرد اور اس پر اپنے نفس کے لحاظ سے وہی احکام ہیں جو منفرد پر ہیں، لہذا دونوں کے احکام سے بحث درکار۔

اوّل وُہ اہلِ انقطاع وتبتل الی اللہ اصحابِ تجرید وتفرید جنھوں نے اپنے رب سے کچھ نہ رکھنے کا عہد باندھا ان پر اپنے عہد کے سبب ترک ادخار لازم ہوتا ہے اگر بچا رکھیں تو نقضِ عہد ہے اور بعد عہد پھر جمع کرنا ضرور ضعفِ یقین سے ناشئ یا اُس کا موہم ہوگا، ایسے اگر کچھ بھی ذخیرہ کریں مستحقِ عتاب ہوں، حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۰۴

Marfat.com

علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کچھ خرمے جمع دیکھے، فرمایا: یہ کیا ہے؟ عرض کی: شئ ادخرتہ لغدٍ میں نے آئندہ کے لیے جمع کر رکھے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے: اعدّ ذٰلك لاضيافك حضور کے مہمانوں کے خیال سے انھیں رکھا ہے۔ فرمایا:

اما تخشی ان یکون لك دخان فی نار جھنم انفق یا بلال ولا تخش من ذی العرش اقلالا[1] رواہ البزار بسند حسن و الطبرانی فی الکبیر عن ابن مسعود و ابو یعلٰی والطبرانی فی الکبیر والاوسط بسند حسن والبیھقی فی شعب الایمان واللفظ الاول لہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

کیا ڈرتا نہیں کہ تیرے لیے آتشِ دوزخ کا دھواں ہو، اے بلال! خرچ کر اور عرش کے مالک سے کمی کا اندیشہ نہ کرو۔ اسے بزار نے سندِ حسن سے، طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے، ابویعلٰی اور طبرانی نے المعجم الکبیر اور اوسط میں سندِ حسن سے، اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے پہلے الفاظ اسی کے ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہیں۔

ایک بار انھی بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا: "اے بلال! فقیر مرنا اور غنی ہو کر نہ مرنا"۔ عرض کی: اس کی کیا سبیل ہے؟ فرمایا: جو ملے نہ چھپانا اور جو مانگا جائے منع نہ کرنا (ظاہر ہے کہ جب نہ مال چھپانا ہو نہ کسی کا سوال رد کیا جائے تو سائلین کسی وقت بھی کچھ پاس نہ چھوڑیں گے) عرض کی: ایسا کیونکر کروں؟ فرمایا:

ھو ذاك او النار[2] والعیاذ باللہ تعالٰی رواہ الطبرانی فی الکبیر و ابو الشیخ فی الثواب والحاکم فی المستدرك عن بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

یا تو یونہی کرنا ہوگا یا آگ۔ (اللہ تعالٰی کے دامنِ رحمت میں پناہ لیتا ہوں۔ اسے طبرانی نے المعجم الکبیر میں، ابوالشیخ نے الثواب میں اور حاکم نے المستدرک میں حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

دوم فقر و توکل ظاہر کرکے صدقات لینے والا اگر یہ حالت مستمر رکھنا چاہے تو اُن صدقات میں سے کچھ جمع کر رکھنا

---

[1] شعب الایمان باب فی الزکوٰۃ حدیث ۳۳۴۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۲۰۹
المعجم الکبیر مروی از بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث ۱۰۲۰ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱/ ۳۴۰
مجمع الزوائد بحوالہ البزار باب فی الانفاق والامساک دار الکتاب العربی بیروت ۱۰/ ۲۴۱
[2] المعجم الکبیر مروی از بلال رضی اللہ عنہ حدیث ۱۰۲۱ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱/ ۳۴۱

Marfat.com

اُسے ناجائز ہوگا کہ یہ دھوکا ہوگا اور اب جو صدقہ لے گا حرام وخبیث ہوگا، انہی دونوں باب سے ہیں وہ احادیث جن میں ایک اشرفی ترکہ چھوڑنے والے کو ایک داغ فرمایا، دو پر دو، تین پر تین یعنی فی اشرفی ایک داغ دیا جائیگا۔

فلاحمد والطبرانی عن ابی امامة رضی اللہ تعالٰی عنه توفی رجل من اهل الصفة فوجد فی مئزرہ دینار فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم کیة ثم توفی اٰخر فوجد فی مئزرہ دیناران فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم کیتان[1] ولاحمد وابن حبان عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنه قال توفی رجل من اهل الصفة فوجدوا فی شملته دینارین فذکروا ذٰلك للنبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فقال کیتان[2] ولهما وللبخاری من سلمة بن الاکوع رضی اللہ تعالٰی عنه کنت جالسا عند النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فاتی بجنازة فقال هل ترك من شیئ قالوا نعم ثلثة دنانیر فقال باصابعه ثلث کیات[3] مختصراً

امام احمد اور طبرانی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے اصحابِ صفہ میں سے ایک فوت ہُوئے ان کے پلّے میں ایک دینار پایا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے لیے ایک داغ ہے۔ دوسرا فوت ہوا اس کے دامن میں دو دینار رکھے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دو داغ ہیں۔ امام احمد اور ابن حبان نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اصحابِ صفہ میں سے ایک فوت ہوئے ان کے شملہ میں دو دینار پائے گئے تو لوگوں نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا: یہ دو داغ ہیں۔ احمد، ابن حبان اور بخاری میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کہ میں رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہُوا تھا ایک جنازہ لایا گیا، آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے کچھ چھوڑا ہے؟ عرض کیا: ہاں اس نے تین دراہم چھوڑے ہیں۔ آپ نے مبارک انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: یہ تین داغ ہیں (ت)

ظاہر ہے کہ ان حدیثوں کا محل وُہ نہیں ہوسکتا جو آیۂ کریمہ:

والذین یکنزون الذهب والفضة ولا ینفقونها فی سبیل اللہ فبشرهم بعذاب الیم ○

جو لوگ سونا وچاندی جمع کرتے رہتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انھیں دردناک عذاب کی

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از ابوامامہ دارالفکر بیروت ۵/۲۵۳

[2] " مروی از عبداللہ ابن مسعود " ۱/۴۵۷

[3] " مروی از سلمہ بن اکوع " ۴/۴۷

Marfat.com

یوم یحمی علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ماکنزتم لانفسکم فذوقوا ماکنتم تکنزون[1]۔

بشارت دیجئے کہ جس دن جہنم کی آگ میں انھیں پگھلایا جائے گا اور ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا (اور کہا جائے گا) یہ ہے وہ خزانہ جسے تم اپنے لیے جمع کرتے تھے اب اپنے جمع کئے ہوئے کا عذاب چکھو۔ (ت)

وحدیثِ صحیح:

من اوکی علی ذھب اوفضۃ ولم ینفقہ فی سبیل اللہ کان جمرا یوم القیامۃ یکوی بہ[2]۔ رواہ احمد والطبرانی واللفظ لہ کلاھما بسند صحیح عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

جس نے سونا وچاندی جمع کیا اور اسے راہِ خدا میں خرچ نہ کیا وہ روزِ قیامت اس کے لیے آگ کا انگارہ بن جائیگا اور اس سے مالک داغا جائے گا۔ اسے امام احمد اور طبرانی (الفاظ اسی کے ہیں) نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے (ت)

کا محل ہے کہ جب زکوٰۃ دے دے حقوق واجبہ شرعیہ ادا کردے کنز نہ رہا اور سبیل اللہ میں خرچ نہ کرنا صادق نہ آیا لہذا استحقاقِ داغ نہ رہا،

فالبیھقی فی سننہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما موقوفا ومرفوعا الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کلما ادی زکٰوۃ فلیس بکنز وان کان مدفونا تحت الارض وکلما لاتؤدی زکوٰتہ فھو کنز وان کان ظاھرا[3] ولابی داؤد عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما قال لما نزلت ھذہ الاٰیۃ والذین یکنزون الذھب والفضۃ کبر ذٰلک علی المسلمین فقال عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ انا

بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے موقوفاً اور مرفوعاً نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بیان کیا، ہر وہ مال جس کی زکوٰۃ دے دی جائے وہ کنز نہیں کہلاتا اگرچہ وہ زمین میں مدفون ہو اور ہر مال جس کی زکوٰۃ نہ دی گئی ہو وہ کنز ہے اگرچہ ظاہر ہو۔ ابوداؤد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ جب یہ آیہ کریمہ والذین یکنزون الذھب والفضۃ نازل ہوئی تو مسلمان پریشان ہوئے، حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا میں

---

[1] القرآن ۹/ ۳۴ و ۳۵

[2] المعجم الکبیر مروی از ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ حدیث ۱۶۴۱ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۲/ ۱۵۳

[3] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الزکوٰۃ باب التفسیر الکنز الخ دار صادر بیروت ۴/ ۸۳

Marfat.com

افرج عنکم فانطلق فقال یا نبی الله انه کبر علی اصحابك هذه الاٰية فقال ان الله لم یفرض الزكوٰة الا ليطيب ما بقى من اموالكم وانما فرض المواريث لتكون لمن بعدكم قال فكبر عمر رضی الله عنه[1]

تمھاری یہ پریشانی دُور کرتا ہُوں، حضور کی خدمت میں حاضر ہُوئے اور عرض کیا: یا نبی اللہ! اس آیہ مبارکہ نے آپ کے اصحاب کو پریشان کردیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالٰی نے زکوٰۃ فقط اسی لیے فرض فرمائی تاکہ تمھارا باقی مال پاک ہوجائے اور وراثت اس لیے فرض کی ہے تاکہ بعد کے لوگوں کو مال ملے۔ راوی کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اللہ کی بڑائی بیان کی۔ (ت)

اور یہ اس لیے کہ بیس دینار سے کم پر نہ زکوٰۃ ہے نہ کوئی صدقہ واجبہ۔ لاجرم یہاں استحقاقِ داغ انھی دو وجہ سے ایک پر ہو،

قال الله تعالٰی واوفوا بالعهد ان العهد كان مسئولا[2]

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: عہد پورا کرو عہد کے بارے میں پُوچھا جائے گا۔ (ت)

وفی قوت القلوب والترغيب وغيرهما انما كان كذلك لانه ادّخر مع تلبسه بالفقر ظاهرا ومشاركته الفقراء فيما يأتيهم من الصدقة[3]

قوت القلوب اور ترغیب وغیرہ میں ہے یہ داغ اس لیے ہے کہ ذخیرہ کرنے کے ساتھ اس نے ظاہراً فقر کا اظہار کیا اور وہ صدقات میں فقراء کے ساتھ شریک ہوگیا۔ (ت)

یہ اُسی تقدیر پر ہے کہ داغ سے مراد عیاذاً باللہ آتشِ دوزخ میں تپا کر داغ دینا ہو، اور اگر اس سے دھبا مراد ہو یعنی اس کے جمال و نورانیت میں وہ ایسے معلوم ہوں گے جیسے چہرہ پر چیچک وغیرہ کا داغ، اور جن موردوں کے بارے میں یہ حدیثیں آئیں وہاں بلاشُبہہ یہی معنی دوم انسب و اقرب ہیں تو وہ ان دونوں قسموں سے الگ ہیں، امام حجۃ الاسلام نے احیاء میں بعد ذکرِ وجہِ اول فرمایا:

الثانی ان لایکون ذلك عن تلبيس، فيكون المعنى به النقصان عن درجته فی الاٰخرة اذ لا یؤتی احد من الدنيا شيئا الا نقص

دوسرا یہ کہ دھوکا کی بنا پر نہ ہو، اب معنٰی یہ ہوگا کہ آخرت کے درجات میں کمی ہوجائے گی کیونکہ دنیا میں جس کو بھی کچھ دیا گیا ہے اس کے عوض آخرت

---

[1] سنن ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب حقوق المال آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۳۴

[2] القرآن ۱۷/۳۴

[3] الترغیب والترھیب کتاب الصدقات الترغیب فی الانفاق فی وجوہ الخیر الخ مصطفی البابی مصر ۲/۵۸

Marfat.com

بقدرہ من الاٰخرۃ[1] (ملخصا) | میں کمی ہو جائے گی (ملخصاً) (ت)

زبیدی نے اتحاف السادہ میں فرمایا:

وھذا الوجہ ھو اللائق بمقام الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم کما لایخفی[2] | صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مقام کے یہی وجہ مناسب ہے، جیسا کہ مخفی نہیں۔ (ت)

سوم جسے اپنی حالت معلوم ہو کہ حاجت سے زائد جو کچھ بچا کر رکھتا ہے نفس اُسے طغیان وعصیان پر حامل ہوتا یا کسی معصیت کی عادت پڑی ہے اس میں خرچ کرتا ہے تو اس پر معصیت سے بچنا فرض ہے اور جب اُس کا یہی طریقہ معین ہو کہ باقی مال اپنے پاس نہ رکھے تو اس حالت میں اس پر حاجت سے زائد سب آمدنی کو مصارفِ خیر میں صرف کر دینا لازم ہوگا،

وذٰلک لان فقدان الاٰلۃ احد العصمتین وما تعین طریقا لواجب وجب۔ | یہ اس لیے کہ ذریعہ کا مفقود ہو جانا بھی عصمت کی ایک صورت ہے اور جو شئی کسی واجب کا ذریعہ بن رہی ہو وہ بھی واجب ہو جاتی ہے۔ (ت)

چہارم جو ایسا بے صبرا ہو کہ اگر اُسے فاقہ پہنچے تو معاذ اللہ رب عزوجل کی شکایت کرنے لگے اگرچہ صرف دل میں، نہ زبان سے، یا طرق ناجائزہ مثل سرقہ یا بھیک وغیرہ کا مرتکب ہو اس پر لازم ہے کہ حاجت کے قدر جمع رکھے، اگر پیشہ ور ہے کہ روز کا روز کھاتا ہے تو ایک دن کا، اور ملازم ہے کہ ماہوار ملتا ہے یا مکانوں دکانوں کے کرایہ پر بسر ہے کہ مہینہ پیچھے آتا ہے تو ایک مہینہ کا، اور زمیندار ہے کہ فصل یا سال پر پاتا ہے تو چھ مہینہ یا سال بھر کا، فان درء المفاسد اھم من جلب المصالح (مصالح کے حصول سے مفاسد کا ختم کرنا اہم ہوتا ہے۔ ت) اور اصل ذریعۂ معاش مثلاً آلاتِ حرفت یا دکان مکان دیہات بقدرِ کفایت کا باقی رکھنا تو مطلقاً اس پر لازم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من رزق فی شیئ فلیلزمہ[3]۔ رواہ البیھقی فی شعب الایمان عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔ | جو شئی کسی کا ذریعۂ رزق ہو وہ اسے لازم پکڑے۔ امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسندِ حسن بیان کیا ہے۔ (ت)

---

[1] احیاء العلوم کتاب التوحید والتوکل الفن الثانی فی التعرض لاسباب الادخار مکتبہ ومطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۴/۲۷۸

[2] اتحاف السادۃ المتقین " " " " " دار الفکر بیروت ۹/۵۰۵

[3] شعب الایمان باب التوکل والتسلیم حدیث ۱۲۴۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۸۹

Marfat.com

دوسری حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ماامن عبد یبیع تالدًا الا سلط اللہ علیہ تالفا[1]۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن الصحابۃ جمیعا عہ المال القدیم۔

جو بندہ قدیم جائداد کو بیچ دے اللہ تعالٰی اس پر تلف کرنے والا مسلط کر دیتا ہے۔ اسے طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کیا ہے اور تمام صحابہ سے منقول ہے۔ تالد قدیم مال کو کہتے ہیں (ت)

تیسری حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من باع عقر دار من غیر ضرورۃ سلط اللہ علی ثمنہا تالفا یتلفہ[2]۔ رواہ فی الاوسط عن معقل بن یسار رضی اللہ تعالٰی عنہ العقر بالفتح الاصل۔

جس نے بغیر ضرورت اصل دار کو بیچا اللہ تعالٰی اس کے ثمنوں پر کسی تلف کرنیوالے کو مسلط کر دیتا ہے۔ اسے طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ لفظ عقر بالفتح ہے اس کے معنی اصل کے ہیں (ت)

پنجم جو عالم دین مفتی شرع یا مدافع بدع ہو اور بیت المال سے رزق نہیں پاتا، جیسا یہاں ہے، اور وہاں اس کا غیر ان مناصب دینیہ پر قیام نہ کر سکے کہ افتایا دفع بدعات میں اپنے اوقات کا صرف کرنا اس پر فرض عین ہو اور وہ مال وجائداد رکھتا ہے جس کے باعث اسے غنا اور ان فرائض دینیہ کے لیے فارغ البالی ہے کہ اگر خرچ کر دے محتاج کسب ہو اور ان امور میں خلل پڑے، اس پر بھی اصل ذریعہ کا ابقا اور آمدنی کا بقدر مذکور جمع رکھنا واجب ہے فان مقدمۃ الفریضۃ فریضۃ (کسی فریضہ کا مقدمہ فرض ہوتا ہے۔ ت) ایسے عالم کو جہاد کے لیے جانے کی اجازت نہیں کسب مال میں وقت صرف کرنے کی کیونکر اجازت ہو سکتی ہے، تنویر و درمختار میں ہے:

عالم لیس فی البلدۃ افقہ منہ فلیس لہ الغزو[3]۔

کسی شہر میں فقیہ ہو اور وہاں اس سے بڑھ کر دین جاننے والا نہ ہو تو ایسا شخص جہاد پر نہیں جا سکتا۔ (ت)

ششم اگر وہاں اور بھی عالم یہ کام کر سکتے ہوں تو ابقاء وجمع مذکور اگرچہ واجب نہیں مگر اہم و موکد

---

[1] المعجم الکبیر مروی از عمران بن حصین حدیث ۵۵۵ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۸/ ۲۲۲

[2] الجامع الصغیر بحوالہ طبرانی اوسط حدیث ۸۵۵۳

[3] درمختار کتاب الجہاد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۳۹

Marfat.com

بیشک ہے کہ علمِ دین وحمایتِ دین کے لیے فراغ بال، کسب مال میں اشتغال سے لاکھوں درجے افضل ہے معہذا ایک سے دو اور دو سے چار بھلے ہوتے ہیں، ایک کی نظر کبھی خطا کرے تو دوسرے اسے صواب کی طرف پھیر دیں گے، ایک کو مرض وغیرہ کے باعث کچھ عذر پیش آئے تو جب اور موجود ہیں کام بند نہ رہے گا لہذا تعدد علمائے دین کی طرف ضرورحاجت ہے۔

ہفتم عالم نہیں مگر طلب علمِ دین میں مشغول ہے اور کسب میں اشتغال اُس سے مانع ہوگا تو اس پر بھی اُسی طرح ابقاء وجمع مسطور آکد واہم ہے۔

ہشتم تین صورتوں میں جمع منع ہوئی، ۲ میں واجب، ۲ میں مؤکد۔ جو ان آٹھ سے خارج ہو وہ اپنی حالت پر نظر کرے اگر جمع نہ رکھنے میں اس کا قلب پریشان ہو توجہ بعبادت و ذکرِ الٰہی میں خلل پڑے تو بمعنی مذکور بقدرِ حاجت جمع رکھنا ہی افضل ہے اور اکثر لوگ اسی قسم کے ہیں ع

پراگندہ روزی پراگندہ دل

(روزی پراگندہ ہو تو دل بھی پراگندہ ہوتا ہے۔ ت)

ے شب چو عقد نماز بر بندم
چہ خورد بامداد فرزندم

(رات کو نماز میں دل کیا لگے جب یہ پریشانی ہو کہ صبح بچے کیا کھائیں گے۔ ت)

عین العلم میں ہے:

یترك المضطرب طریق المتوکل بالادخار لان الغرض صلاح القلب[1]۔	مضطرب ذخیرہ کے ذریعے متوکل کا طریق ترک کردے کیونکہ مقصد اصلاحِ قلب ہے (ت)

احیاء العلوم میں ہے:

بل لوامسك ضیعة یکون دخلها وافیا بقدر کفایته وکان لایتضرع قلبه الا به فذلك له اولٰی[2]	بلکہ اگر قدر کفایت کو پورا کرنیوالی جائیداد کو محفوظ کرے جبکہ (عبادت میں) تفرع اسی سے حاصل رہتا ہے تو یہ بہتر ہے۔ (ت)

یہاں وہ لوگ مراد ہیں جن کو توجہ بخدا کا قصد ہے ورنہ منہمکین فی الدنیا تو کسی وقت بھی متوجہ نہیں ہوتے، غنی

---

[1] عین العلم الباب العشرون فی التوحید والتوکل الخ مطبع اسلامیہ لاہور ص ۳۲۸
[2] احیاء العلوم " " " مکتبہ ومطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۴/ ۲۷۷

Marfat.com

ہوں تو بھول جائیں اللھم انا نعوذبك من غنی یطغی ومن فقر ینسی (اے اللہ! ہم تیری پناہ مانگتے ہیں اس غنا سے جو تیرا باغی بنا دے اور اس فقر سے جو تجھے بھلا دے۔ ت)

نہم اگر جمع رکھنے میں اس کا دل متفرق اور مال کے حفظ یا اس کی طرف میلان سے متعلق ہو تو جمع نہ رکھنا ہی افضل ہے کہ اصل مقصود ذکرِ الٰہی کے لیے فراغ بال ہے جو اس میں مخل ہو وہی ضم ہے ان ہی دونوں مقاموں کی طرف حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُس دعا میں اشارہ فرمایا جو اپنی اُمت کو تعلیم فرمائی کہ:

اللھم ما رزقتنی مما احب فاجعله قوة لی فیما تحب اللھم وما زویت عنی مما احب فاجعله فراغا لی فیما تحب[1]۔ رواہ الترمذی عن عبد اللہ بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنه وحسنه۔

اے اللہ! تو نے جو مجھے میرا پسندیدہ رزق دیا ہے تو اسے اپنے پسندیدہ کاموں میں میرے لیے قوت کا ذریعہ بنا دے، اور وہ پسندیدہ رزق جو تو نے مجھ سے روک رکھا ہے تو اسے اپنے پسندیدہ کاموں میں میرے لیے ذریعہ فراغت بنا دے۔ اسے امام ترمذی نے حضرت عبد اللہ بن یزید رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کرکے حسن قرار دیا ہے۔ (ت)

امام حجۃ الاسلام بعد عبارتِ مذکورہ فرماتے ہیں:

المقصود اصلاح القلب لیتجرد لذکر اللہ، ورب شخص یشغله وجود المال ورب شخص یشغله عدمه، والمحذور ما یشغل عن اللہ عزوجل، والا فالدنیا فی عینها غیر محذورة لا وجودها ولا عدمها[2]۔

مقصود تو دل کی اصلاح ہے تاکہ وہ ذکرِ الٰہی کے لیے خالی ہوجائے اور بہت سے لوگوں کو مال کا ہونا اللہ تعالیٰ سے غافل کر دیتا ہے اور بہت سے لوگوں کو مال کا نہ ہونا غافل کر دیتا ہے، اور منع تو وہ ہے جو اللہ عزوجل سے غافل کردے ورنہ فی نفسہٖ دنیا کا وجود وعدم ممنوع نہیں۔ (ت)

دہم اصحاب نفوسِ مطمئنہ ہوں نہ عدم مال سے اُن کا دل پریشان نہ وجودِ مال سے ان کی نظر، وہ مختار ہیں۔ حق سبحانہ اپنے نبی سیدنا سلیمان علیہ السلام سے فرماتا ہے:

ھذا عطاؤنا فامنن او امسك بغیر حساب[3]۔

یہ ہماری عطا ہے اب تو چاہے تو احسان کر یا روک رکھ، تجھ پر کچھ حساب نہیں۔ (ت)

---

[1] جامع الترمذی ابواب الدعوات امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۸۷
[2] احیاء العلوم کتاب التوحید والتوکل، احوال المتوکلین الخ مکتبہ ومطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۴/۲۷۷
[3] القرآن ۳۸/۳۹

Marfat.com

اور کچھ نہ کہنا افضل کہ عباد اللہ کا فائدہ ہے۔ احیاء کتاب الزکوٰۃ وظیفہ سادسہ مزکی میں ہے:

المال کلہ للّٰہ عزوجل و بذل جمیعہ ھو الاحب عند اللّٰہ سبحٰنہ وانما لم یأمر بہ عبدہ لانہ یشق علیہ بسبب بخلہ کما قال عزوجل "فیحفکم تبخلوا"[1]

تمام مال اللہ عزوجل کے لیے ہے اور تمام کا تمام خرچ کر دینا اللہ سبحانہ کے ہاں پسندیدہ عمل ہے باقی تمام کو خرچ کر دینے کا اللہ تعالٰی نے اس لیے حکم نہیں دیا کہ بندے پر بخل کی وجہ سے ایسا کرنا مشکل تھا جیسا کہ باری تعالٰی نے ارشاد فرمایا: تم سے زیادہ طلب کرے تو تم بخل کرو گے۔ (ت)

یازدہم حاجت سے زیادہ کا مصارفِ خیر میں صرف کر دینا اور جمع نہ رکھنا صورتِ سوم میں تو واجب تھا باقی جملہ صُوَر میں ضرور مطلوب، اور جوڑ کر رکھنا اس کے حق میں ناپسند و معیوب کہ منفرد کو اس کا جوڑنا طولِ امل یا حُبِ دنیا ہی سے ناشی ہوگا اور طولِ امل غرور ہے، اور حُبِ دُنیا اشر الشرور۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل وعدّ نفسک من اصحاب القبور اذا اصبحت فلا تحدّث نفسک بالمساء واذا امسیت فلا تحدث نفسک بالصباح[2] رواہ الترمذی والبیھقی عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما وھو فی صحیح البخاری برفع اولہ ووقف اٰخرہ۔

دنیا میں یُوں رہ گویا تُو مسافر بلکہ راہ چلتا ہے اور اپنے آپ کو قبر میں سمجھ کر صبح کرے تو دل میں یہ خیال نہ لا کہ شام ہوگی، اور شام ہو تو یہ نہ سمجھ کہ صبح ہوگی۔ (اسے ترمذی اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ صحیح البخاری میں اس کا اول حصّہ مرفوعاً اور آخری موقوفاً مروی ہے۔ ت)

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: یا ایھا الناس اما تستحیون اے لوگو! کیا تمھیں شرم نہیں آتی؟ حاضرین نے عرض کی: یا رسول اللہ! کس بات سے۔ فرمایا:

تجمعون مالا تاکلون وتبنون مالا تعمرون وتاملون مالا تدرکون الا تستحیون

جمع کرتے ہو جو نہ کھاؤ گے اور عمارت بناتے ہو جس میں نہ رہو گے اور وہ آرزوئیں باندھتے ہو جن تک

---

[1] احیاء العلوم کتاب اسرار الزکوٰۃ بیان دقائق الآداب الباطنہ الخ مکتبہ ومطبعہ المشہد الحسینی قاہرہ ۱/۲۱۸
القرآن ۴۷/۳۷

[2] جامع الترمذی ابواب الزہد باب ماجاء فی قصر الامل امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۵۷

Marfat.com

ذٰلک[۱] رواہ الطبرانی عن ام الولید بنت عمر الفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنھما۔

نہ پہنچو گے اس سے شرماتے نہیں۔ (اسے طبرانی نے حضرت ام الولید دخترِ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ ت)

ایک حدیث میں ہے اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک مہینے کے وعدے پر ایک کنیز سَو دینار کو خریدی، رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

الا تعجبون من اسامۃ یشتری الی شھرٍان اسامۃ طویل الامل، والذی نفسی بیدہ ماطرفت عینای الا ظننت ان شفریّ لایلتقیان حتی یقبض اللہ روحی ولا رفعت قدحا الی فظننت انی واضعہ حتی اقبض ولا لقمت لقمۃ الا ظننت انی لا اسیغھا حتی اغص بھا من الموت والذی نفسی بیدہ ان ما توعدون لاٰت وما انتم بمعجزین[۲]۔ رواہ ابن ابی الدنیا فی قصر الامل وابونعیم فی الحلیۃ والاصبھانی فی الترغیب والبیھقی عن ابی سعیدؓ الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

کیا اسامہ سے تعجب نہیں کرتے جس نے ایک مہینے کے وعدے پر (کنیز) خریدی، بیشک اسامہ کی امید لمبی ہے قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں تو جب آنکھ کھولتا ہُوں یہ گمان ہوتا ہے کہ پلک جھپکنے سے پہلے موت آجائیگی اور جب پیالہ منہ تک لے جاتا ہُوں کبھی یہ گمان نہیں کرتا کہ اس کے رکھنے تک زندہ رہوں گا، اور جب کوئی لقمہ لیتا ہُوں گمان ہوتا ہے کہ اسے حلق سے اتارنے نہ پاؤں گا کہ موت اسے گلے میں روک دے گی، قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بیشک جس بات کا تمھیں وعدہ دیا جاتا ہے ضرور آنے والی ہے اور تم تھکا نہ سکو گے۔ اسے ابن ابی الدنیا نے باب فی قصر الامل میں ابونعیم نے حلیہ میں، اصبہانی نے ترغیب میں اور بیہقی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیوار پر کہگل اور ٹٹی درست کرتے دیکھا، فرمایا: اے عبداللہ! کیا ہے؟ عرض کی: درست کرتا ہُوں۔ فرمایا:

---

[۱] المعجم الکبیر مروی از ام الولید بنت عمر بن خطاب حدیث ۴۲۱ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۲۵/ ۱۷۲
[۲] حلیۃ الاولیاء ابوبکر بن ابی مریم الغسانی ۳۳۴ دار الکتاب العربی بیروت ۶/ ۹۱
الترغیب والترہیب کتاب التوبہ والزہد مصطفی البابی مصر ۴/ ۲۴۲

Marfat.com

الامر اسرع من ذٰلك[1] رواہ ابو داؤد والترمذی وحسنہ وصححہ وابن ماجۃ وابن حبان عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

معاملہ اس سے قریب تر ہے (اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کرکے حسن اور صحیح کہا۔ ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے گردن مبارک پر دستِ اقدس رکھ کر فرمایا:

ھذا ابن اٰدم وھذا اجلہ یہ ابن آدم ہے اور یہ اس کی موت ہے۔

پھر دستِ انور پھیلا کر فرمایا:

وثم املہ وثم املہ[2] رواہ الترمذی وابن حبان وبنحوہ النسائی وابن ماجۃ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اور وہ اتنی دور اس کی امید ہے اُتنی دور اس کی امید ہے۔ (اسے ترمذی، ابن حبان اور اسی کی مثل نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

ایک حدیث میں ہے:

الدنیا دار من لادار لہ ولہا یجمع من لاعقل لہ[3] رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان عن ام المومنین وھذا عن ابن مسعود من قولہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

دُنیا بے گھروں کا گھر ہے اور اس کے لیے وُہ جمع کرتا ہے جو بے عقل ہے۔ (اسے امام احمد اور بیہقی نے شعب الایمان میں اُم المومنین سے روایت کیا ہے اور اسے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول کے طور پر نقل کیا ہے۔ ت)

ایک حدیث میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من کنز دنیا یرید حیاۃ باقیۃ فان الحیاۃ بید اللہ الا وانی لا اکنز دینارا

جو دنیا جوڑ کر رکھے کہ بقائے زندگی چاہتا ہو تو زندگی تو اللہ کے ہاتھ میں ہے، سُن لو میں نہ اشرفی

---

[1] جامع الترمذی ابواب الزہد باب ماجاء فی قصر الامل امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۵۷
سنن ابن ماجہ ابواب الزہد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۱۷
[2] جامع الترمذی ابواب الزہد باب ماجاء فی قصر الامل امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۵۷
[3] مسند احمد بن حنبل مروی از عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۶/ ۷۱

ف: جامع الترمذی اور سنن ابن ماجہ میں حدیث کے الفاظ یُوں ہیں: ما اری الامر الا اعجل من ذٰلک۔ نذیر احمد

Marfat.com

ولا درھما ولا اخبأ من قالغد[1] رواہ ابوالشیخ فی الثواب عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جوڑ کر رکھتا ہُوں نہ روپیہ، نہ کل کے لیے کھانا اٹھا کر رکھوں۔ (اسے ابوالشیخ نے الثواب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ت)

یہ سب منفرد کا بیان، رہا عیالدار ظاہر ہے کہ وُہ اپنے نفس کے حق میں منفرد ہے، تو خود اپنی ذات کے لیے اُسے اُنھیں احکام کا لحاظ چاہیے اور عیال کی نظر سے اس کی صورتیں اور ہیں ان کا بیان کریں۔

دوازدہم عیال کی کفایت شرع نے اس پر فرض کی وہ ان کو توکل وتبتل وصبر علی الفاقہ پہ مجبور نہیں کرسکتا، اپنی جان کو جتنا چاہے کَسے مگر ان کو خالی چھوڑنا اس پر حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کفی بالمرء اثما ان یضیع من یقوت[2] رواہ الامام احمد وابوداؤد والنسائی و الحاکم والبیہقی بسند صحیح عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما وعزاہ فی المقاصد لمسلم۔

آدمی کو گناہ کافی ہے کہ جس کا قُوت اس کے ذمہ ہے اُسے ضائع چھوڑے۔ (اسے امام احمد، ابوداؤد، نسائی، حاکم اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بسندِ حسن روایت کیا ہے۔ مقاصد میں اس کی نسبت مسلم کی طرف ہے۔ت)

حجۃ الاسلام فرماتے ہیں قدس سرہٗ:

لا یجوز تکلیف العیال الصبر علی الجوع فلا یمکنہ فی حقھم ولا توکل المکتسب فاما ترك العیال توکلا فی حقھم او القعود عن الاھتمام بامرھم توکلا فھذا حرام وقد یفضی الی ھلاکھم ویکون ھو ماخوذا بھم[3]۔ (ملخصا)

عیال کو بھوک پر قائم رکھنا جائز نہیں اس کو ان کے حق میں ایسا ممکن نہیں اور اسی طرح کمانے والے کو توکل کرلینا بھی جائز نہیں، عیال کے حق میں توکل کرتے ہُوئے انھیں چھوڑ دینا یا توکل کرتے ہُوئے ان کے اخراجات کا اہتمام نہ کرتے ہُوئے بیٹھ جانا حرام ہے اور اگر یہ ان کی ہلاکت کا سبب بن گیا تو یہ شخص پکڑا جائے گا۔ (ت)

---

[1] الترغیب والترھیب بحوالہ ابی الشیخ فی کتاب الثواب کتاب التوبہ والزہد مصطفی البابی مصر ۴/ ۱۸۹

[2] سنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ باب فی صلۃ الرحم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۳۸

مسند احمد بن حنبل مروی از عبداللہ بن عمرو دار الفکر بیروت ۲/ ۱۶۰، ۱۹۴، ۱۹۵

[3] احیاء العلوم کتاب التوحید والتوکل مکتبہ ومطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۲/ ۲۶۲

Marfat.com

حضور پُر نور سید المتوکلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے نفسِ کریم کے لیے کل کا کھانا بچا رکھنا پسند نہ فرماتے۔ ایک بار خادمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے پرند کا گوشت کہ آج تناول تو فرمایا تھا بچا ہُوا دوسرے دن حاضر کیا، فرمایا:

الم انھك ان ترفعی شیئا لغد، فان اللّٰہ یأتی برزق غدا[1]۔ رواہ ابویعلی بسند صحیح والبیھقی عن انس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔

کیا ہم نے منع نہ فرمایا کہ کل کے لیے کچھ اٹھا کر نہ رکھنا کل کی روزی اللہ کل دے گا۔ (اسے ابویعلٰی نے سند صحیح کے ساتھ اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور اپنی عیال کریم کے لیے سال بھر کا قُوت جمع فرما دیتے۔ صحیحین میں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

کان صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم ینفق منہ (ای مما افاء اللّٰہ علی رسولہ من اموال بنی النضیر) علی اھلہ نفقۃ سنۃ ثم یجعل مابقی منہ مجعل مال اللّٰہ عزوجل[2]۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے اس (مالِ فے جو اللہ تعالٰی نے بنو نضیر کے اموال سے حضور کو عطا کیا تھا) سے سال بھر خرچ کرتے پھر باقی کو جمع کرکے بیت المال میں دے دیتے۔ (ت)

سیزدہم وہ جس کی عیال میں صورت چہارم کی طرح بے صبرا ہو اور بے شک بہت عوام ایسے نکلیں گے تو اس کے لحاظ سے تو اس پر دوہرا وجوب ہوگا کہ قدر حاجت جمع رکھے،

قال اللّٰہ تعالٰی قوا انفسکم واھلیکم نارا[3]۔

اللہ تعالٰی کا ارشاد مبارک ہے: اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو آگ سے بچاؤ۔ (ت)

چہاردہم ہاں جس کی سب عیال صابر و متوکل ہوں اسے روا ہوگا کہ سب راہِ خدا میں خرچ کردے۔ سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک بار صدقہ کا حکم فرمایا، امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں میں خوش ہُوا کہ اگر صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ پر سبقت لے جاؤں گا تو اس بار کہ میرے پاس مال بہت ہے اور ان کے پاس کم۔ فاروق اپنے تمام مال کا نصف حاضر لائے، ارشاد ہُوا: عیال کے لیے کیا چھوڑا؟ عرض کی: اتنا ہی۔

---

[1] مسند ابی یعلٰی از مسند انس بن مالک حدیث ۴۲۰۸ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت ۴/ ۱۹۲
شعب الایمان باب التوکل والتسلیم حدیث ۱۳۴۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۱۱۹

[2] صحیح البخاری کتاب النفقات ۲/ ۸۰۶ و کتاب الفرائض ۲/ ۹۹۶ و کتاب الاعتصام ۲/ ۱۰۸۶ قدیمی کتب خانہ کراچی
صحیح مسلم باب حکم الفیئ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۹ و ۹۱

[3] القرآن ۶۶/ ۶

Marfat.com

صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ تمام وکمال اتنا اپنا سارا مال حاضر لائے، ارشاد ہوا: عیال کے لیے کیا چھوڑا؟ عرض کی: اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ حضور اقدس نے فرمایا:[عـه١] بینکما ما بین کلمتیکما (تم دونوں کے مرتبوں میں وُہ فرق ہے جو تمھاری ان باتوں میں ہے) اگر صاحبِ جائداد ہے اور اسکی آمدنی خرچ سے زائد ہے تو اس کی آمدنی سے بقدر خرچ رکھ کر باقی کا تصدق مطلقاً افضل ہے، اگر دخل ماہانہ ہے تو ایک مہینہ کا خرچ رکھ کر اور سالانہ تو ایک سال کا، اس سے زائد کا جمع رکھنا حرص و حُبِّ دنیا سے ناشی ہوتا ہے۔ اور حُبِّ دنیا خطا کی جڑ ہے۔ صحیحین میں امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان ینفق علٰی اھلہ نفقۃ سنتھم من ھذا المال ثم یاخذ ما بقی فیجعلہ مجعل مال اللہ[١]۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسی مال سے اپنے اہل پر سال بھر خرچ کرتے پھر بقیہ کو اللہ کے راہ میں خرچ کر دیتے۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الدنیا دار من لا دار لہ ولھا یجمع من لا عقل لہ[٢] رواہ الامام احمد والبیھقی فی الشعب عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا بسند صحیح۔

دنیا بے گھروں کا گھر ہے اور اس کے لیے احمق ہی جمع کرے گا۔ (اسے امام احمد، بیہقی نے شعب الایمان میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے بسندِ صحیح روایت کیا ہے۔ ت)

احیاء العلوم شریف میں ہے:

ماوراء السنۃ لا یدخرلہ الا بحکم ضعف القلب فھو غیر واثق بتدبیر الحق فان اسباب الدخر تتکرر بتکرر السنین[٣] ملخصاً۔

سال سے زائد رزق جمع نہ کیا جائے مگر اس صورت میں دل ضعیف ہو اور تدبیرِ حق کے ساتھ واثق نہ ہو کیونکہ اسباب جمع مختلف سالوں کی وجہ سے مختلف ہونگے (ت)

اور اگر جائداد نہیں رکھتا عیال کے لیے اتنا پس انداز کرنا کہ اگر یہ مر جائے تو وہ اس بقیہ سے متمتع ہوں اور انھیں بھیک مانگنی نہ پڑے افضل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:[عـه٢]

عـه١ یہاں تک یہ جواب دستیاب ہوا (اس سے آگے عربی جملہ اور اسکا ترجمہ جواہر البیان فی اسرار الارکان ص۶۱ میں اسی حدیث کے تحت ملا ہے۔
عـه٢ یہاں سے سوال مذکور کا یہ مختصر جواب ہے ۱۲

---

[١] صحیح البخاری کتاب النفقات ۲/ ۸۰۶ و کتاب الفرائض ۲/ ۹۹۶ و کتاب الاعتصام ۲/ ۱۰۸۶ قدیمی کتب خانہ کراچی
صحیح مسلم باب حکم الفئ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰ و ۹۱
[٢] مسند احمد بن حنبل مروی از عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دار الفکر بیروت ۶/ ۷۱
[٣] احیاء العلوم کتاب التوحید والتوکل بیان احوال المتوکلین مکتبہ و مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۴/ ۲۷۰

Marfat.com

انا ان تذر ورثتك اغنیاء خیر من ان تذرھم عالة یتکففون الناس فی ایدیھم[1]۔ رواہ الشیخان عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

تیرا ورثاء کو غنی چھوڑنا اس سے کہیں بہتر ہے کہ محتاج میں لوگوں سے مانگتے پھریں۔ اسے بخاری و مسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اور اس کی مقدار جو اُن کے لیے چھوڑنا مناسب ہے ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ سے چار ہزار درہم مروی ہے یعنی ہر ایک کو اتنا حصہ پہنچے، اور امام ابوبکر فضل سے دس ہزار درہم، اور اگر ان کے حصے مختلف ہیں تو لحاظ اس کا کیا جائیگا جس کا حصہ سب سے کم ہے، اور اس سے زیادہ پھر ہوس ہے، درمختار میں ہے:

ندبت (ای الوصیة) باقل منه (ای من الثلث) ولو عند غنی ورثته او استغناءھم بحصتھم، کما ندب ترکھا بلا غنی و استغناء[2] (ملخصًا)

جب ورثا غنی یا اپنے حصّہ کے سبب مستغنی ہوں تو تیسرے حصہ وراثت سے کم میں وصیت کرنا مستحب ہوتا ہے جیسا کہ ورثا غنی و مستغنی نہ ہوں تو ترکِ وصیت مستحب ہے (ملخصًا)۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

استغنائھم بحصتھم بان یرث کل منھم اربعة الاف درھم علی ماروی عن الامام او یرث عشرة الاف درھم علی ماروی عن الفضلی قھستانی عن الظھیریة واقتصر الاتقانی علی الاول[3]۔

ورثاء کا اپنے حصہ کے ساتھ مستغنی ہونا یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک چار ہزار درہم کا وارث بنے، جیسا کہ امام صاحب سے مروی ہے۔ یا دس ہزار، جیسا کہ فضلی قہستانی نے ظہیریہ سے نقل کیا ہے۔ اتقانی نے پہلے قول پر ہی اکتفاء کیا ہے۔ (ت)

چار ہزار درہم کے انگریزی روپے سے گیارہ سو بیس ہوئے اور دس ہزار کے دو ہزار آٹھ سو۔ ہاں اگر عیال خود غنی ہوں تو پس انداز نہ کرنا ہی افضل، یُونہی اگر فاسق ہوں کر مال معصیت میں خرچ کریں گے تو اُن کے لیے کچھ نہ چھوڑنا ہی بہتر۔ فتاوٰی خلاصہ ولسان العلوم و فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

لوکان ولدہ فاسقا واراد ان یصرف ماله

اگر اولاد فاسق و فاجر ہے اور وُہ چاہتا ہے کہ میں اسے

---

[1] صحیح البخاری	کتاب النفقات باب فضل النفقة علی الاہل	قدیمی کتب خانہ کراچی	۸۰۶/۲
صحیح مسلم	کتاب الوصیة	قدیمی کتب خانہ کراچی	۳۹/۲
[2] درمختار	کتاب المعاقل	مطبع مجتبائی دہلی	۳۱۸/۲
[3] ردالمحتار	″	مصطفی البابی مصر	۴۶۱/۵

Marfat.com

الی وجوہ الخیر ویحرمہ عن المیراث ہذا خیر من ترکہ[۱] واللہ تعالٰی اعلم

وراثت سے محروم کرکے مال کو اچھے کاموں پر خرچ کردوں تو یہ وراثت چھوڑنے سے بہتر ہے (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۷: از جبلپور ضلع سِلّی بھیت مرسلہ محمد حسین احمد صاحب اسٹیشن ماسٹر ۶ ربیع الآخر ۱۳۳۱ھ

مخزنِ علوم حقانی وربانی ادام اللہ فیوضہم، تسلیم بعد تعظیم میری اہلیہ عرصہ سے ہر سال حضرت غوث الاعظم کی گیارھویں میں سوامن بریانی پکواکر نیاز دلاتی ہے اور مساکین کو تقسیم کی جاتی ہے کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ یہ رقم امسال شہداء ویتامٰی عساکرِ عثمانیہ کی امداد کے لیے بھیجی جائے اور گیارھویں شریف معمولاً قدرے شیرینی یا طعام پر ولادی جائے؟ زیادہ نیاز

الجواب

اگر دونوں باتیں نہ ہوں تو یہی بہتر ہے کہ قدرے نیاز دے کر وہ تمام قیمت امدادِ مجاہدین میں بھیج دی جائے اور اس کا ثواب بھی نذرِ روحِ اقدس حضرت سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۸: از بلتھرا بازار ضلع بلیا مرسلہ شیخ واجد علی محمد سلطان سوداگر چرم ۱۶ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید شخص مالدار ہے اور سالانہ مدِ زکوٰۃ میں ہزاروں روپیہ نکال کر مستحقین میں تقسیم کرتا ہے مگر سوال یہ ہے کہ کیا اس رقمِ زکوٰۃ سے زید حقیت زمینداری خرید کر اُس کے خالص منافع کو مستقل طور پر مستحقین اور طالبِ علمِ دینیات کو دے سکتا ہے، کیا اس کے جواز کی کوئی صورت ہے، چونکہ زید اپنے کاروبارِ تجارت کو بہ مقابلہ حقیت زمینداری کے مستحکم نہیں خیال کرتا وہ چاہتا ہے کہ اس صورت میں ہمیشہ وہ زکوٰۃ سے مستحقین میں اس کا نفاذ رکھے۔

الجواب

زکوٰۃ تملیکِ فقیر ہے، نہ جائداد خریدنے سے ادا ہوسکتی ہے نہ جائداد فقراء پر وقف کردینے سے، ہاں اگر وہ روپیہ کسی فقیر مصرفِ زکوٰۃ کو باجازتِ شرعی دے کر بہ نیتِ زکوٰۃ مالک کردے تو اُس فقیر کی اجازت سے اس کی جائداد خرید کر وقفِ فقراء کرے تو یہ صورت بہت مستحسن ہے اور اُس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ مثلاً دس ہزار روپیہ زکوٰۃ کے دینے ہیں اور چاہتا ہے کہ ان کی جائداد خرید کر وقفِ فقراء کرے تو کسی فقیر مصرفِ زکوٰۃ کے ہاتھ مثلاً سو پچاس روپیہ کا مال دس ہزار روپیہ کو بیچے اور وہ قبول کرلے تو دس ہزار روپیہ اس کو بہ نیتِ زکوٰۃ دے اور اُس قیمت کے مطالبہ میں واپس لے کر اُن کی جائداد خرید کر وقفِ فقراء کردے، یوں وقف بھی

---

[۱] فتاوٰی ہندیہ الباب السادس فی الہبۃ للصغیر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۳۹۱

Marfat.com

ہو جائیگا اور زکوٰۃ بھی ادا ہو جائے گی اور اس فقیر کو بھی سو پچاس روپیہ کا مال مل جائے گا اور وہ بعد ادائے زکوٰۃ دس ہزار روپیہ واپس دینا نہ چاہے یہ جبراً لے سکتا ہے کہ اس کا اتنا اس پر آتا ہے۔ دُرمختار میں ہے:

ولو امتنع المدیون مدیدہ واخذھا لکونہ ظفر بجنس حقہ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم

اگر مدیون نہیں دیتا تو اسے چھین لے کیونکہ یہ اپنے حق کے حصول پر قدرت پاتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۹ از کانپور محلہ فیل خانہ قدیم مرسلہ مولانا مولوی سید محمد آصف صاحب زید فیضہم ۲۷ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کتاب کنوز الحقائق میں یہ حدیث شریف ہے: تصدقوا علی اھل الادیان کلھا[2] (تمام دینوں والوں پر صدقہ کرو۔ ت) اور دوسری حدیث سے ثابت ہے کہ ہر جاندار سے بھلائی صدقہ ہے۔ ائمہ کرام کفار حربی سے سلوک کو کیوں منع کرتے ہیں، ان کے کیا دلائل ہیں اور احادیث کے کیا جواب؟ کتاب السنیۃ الانیقۃ میں ہے:

لاتکون براشرعا ولذا لم یجز التطوع الیہ فلم یقع قربۃ[3]۔

یہ شرعاً نیکی نہیں ہو گی اسی وجہ سے ایسے کافر پر نفلی صدقہ جائز نہیں اور نہ وہ قربت بنے گا۔ (ت)

الجواب

بملاحظہ مولانا المکرم ذی المجد والکرام مولانا مولوی سید آصف صاحب دامت فضائلہم، تصدقوا علی اھل الادیان کلھا میں امر بتصدق ہے اور تصدق قربت جہاں قربت نہ ہو صدق تصدق محال ہے اور بہ تصریح ائمہ اہلِ حرب کو کچھ دینا اصلاً قربت نہیں تو وہاں صدق تصدق ناممکن اور قطعاً حاصلِ حدیث یہ کہ جن کو دینا قربت ہے وہ کسی دین کے ہوں ان پر تصدق کرو یہ ضرور صحیح ہے اور صرف اہلِ ذمّہ کو شامل نصرانی ہوں خواہ یہودی خواہ مجوسی خواہ وثنی، کسی دین کے ہوں، اگر وہ قول لیں کہ غنی کو دینا صدقہ نہیں ہو سکتا تو مسلمان غنی بھی اس عموم اہل الادیان کلھا میں نہیں آسکا کہ وہ محلِ صدقہ ہی نہیں اور کلام تصدق میں ہے، یہی جواب اس حدیث سے ہے کہ ہر جاندار سے بھلائی صدقہ ہے، ورنہ صحیح مسلم شریف کی صحیح حدیث میں فرمایا کہ جو وزغ کو ایک ضرب مارے سَو نیکیاں پائے[4]۔ دوسری حدیث میں ہے: جس نے سانپ کو قتل کیا اس نے گویا ایک مشرک حلال الدم کو قتل کیا[5]۔ رواہ الامام احمد عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے امام احمد نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے

---

[1] درمختار — کتاب الزکوٰۃ — مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۳۰

[2] کنوز الحقائق — حدیث نمبر ۲۹۴۳، ۱/۲۲۲

[3] السنیۃ الانیقۃ

[4] صحیح مسلم کتاب قتل الحیات — باب استحباب قتل الوزغ — قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۳۶

[5] مسند احمد بن حنبل — مروی از عبد اللہ بن مسعود — دار الفکر بیروت ۱/۳۹۵

Marfat.com

روایت کیا ہے۔ ت)

تیسری حدیث میں ہے:

اقتلوا الحیات کلھن فمن خاف ثأرھن فلیس منا[1]۔ رواہ ابوداؤد والنسائی و الطبرانی فی الکبیر عن جریر بن عبد اللہ و عن عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

سب سانپوں کو قتل کرو، جو ان کے بدلہ لینے سے ڈرے وہ ہمارے گروہ سے نہیں۔ (اسے ابوداؤد، نسائی اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ ت)

ایک حدیث میں ہے:

من قتل حیۃ او عقربا فکانما قتل کافرا[2]۔ رواہ الخطیب عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جس نے سانپ یا بچھو مارا گویا ایک کافر مارا (اسے خطیب نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

کفار کی نسبت خود قرآن عظیم میں ہے: فاقتلوھم حیث ثقفتموھم[3] (اور ان کو جہاں پاؤ مارو۔ ت) اور فرمایا: اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا[4] (جہاں کہیں ملیں پکڑے جائیں اور گن گن کر قتل کئے جائیں۔ ت) اور فرمایا: واغلظ علیھم[5] (ان پر سختی کرو۔ ت) اور فرمایا: ولیجدوا فیکم غلظۃ[6] (وہ پائیں تمھارے اندر سختی۔ ت) تو وہ اصلاً محلِ احسان نہیں۔ ابتدائے اسلام میں غیر محارب و محارب کفار میں فرق فرمایا تھا اُن سے نیک سلوک اور برابری کا برتاؤ جائز تھا اور اِن سے منع اور اسی کو ان سے دوستی رکھنے سے تعبیر فرمایا تھا ورنہ دوستی تو کسی کافر سے کبھی حلال نہ تھی۔

قال اللہ تعالٰی لاینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ

اللہ تعالٰی کا ارشادِ گرامی ہے: اللہ تمھیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں نہ لڑے اور تمھیں تمھارے گھروں سے نہ نکالا کہ ان کے ساتھ احسان کرو اور ان سے

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی قتل الحیات آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۵۶
[2] تاریخ بغداد ترجمہ نمبر ۶۹ محمد بن الحسین الخثمی الاشنانی دار الکتاب العربی بیروت ۲/۲۳۴
[3] القرآن ۲/۱۹۱ و ۴/۹۱
[4] القرآن ۳۳/۶۱
[5] القرآن ۹/۷۳
[6] القرآن ۹/۱۲۳

Marfat.com

یحب المقسطین ٥ انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظٰھروا علٰی اخراجکم اَنْ تولّوھم ج ومن یتولّھم فاولٰئک ھم الظّٰلمون ٥[1]

انصاف کا برتاؤ برتو، بیشک انصاف والے اللہ کو محبوب ہیں، اللہ تمھیں انھی سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑے یا تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا یا تمھارے نکالنے پر مدد کی کہ ان سے دوستی کرو، اور جو ان سے دوستی کریں تو وہی ستمگار ہیں۔ (ت)

معالم شریف وغیرہ میں ہے:

ثم ذکر الذین نہاھم عن صلتھم فقال انما ینھٰکم اللہ[2] الاٰیۃ

پھر اللہ تعالٰی نے ان لوگوں کا ذکر کیا جن سے احسان سے منع فرمایا، تو فرمایا انما ینھٰکم اللہ۔ (ت)

خازن میں ہے:

ثم ذکر اللہ الذین نھی عن صلتھم و برھم فقال تعالٰی انما ینھٰکم اللہ[3]

پھر ان لوگوں کا ذکر کیا جن سے نیکی و احسان منع ہے تو فرمایا انما ینھٰکم اللہ۔ (ت)

تو معلوم ہوا کہ ان کے ساتھ نیک سلوک موالات ہے اور ان سے موالات مطلقاً کثیر آیات میں حرام فرمائی۔ اسی سورۂ کریمہ کے آخر میں ہے:

یٰایھا الذین اٰمنوا لا تتولّوا قوما غضب اللہ علیھم[4]

اے ایمان والو! ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ کا غضب ہے۔ (ت)

لاجرم کبیر میں ہے: قال قتادۃ نسختھا اٰیۃ القتال[5] (حضرت قتادہ نے فرمایا اس آیت کو آیتِ قتال نے منسوخ کردیا ہے۔ ت) تو اب کسی کافر حربی سے برّ و صلہ جائز نہ رہا اگرچہ اس نے بالفعل محاربہ نہ کیا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن ۶۰/ ۸ و ۹

[2] تفسیر معالم التنزیل مع الخازن زیر آیت لا ینھٰکم اللہ الخ مصطفی البابی مصر ۷/ ۷۔

[3] تفسیر الخازن " " " " ۔۔

[4] القرآن ۶۰/ ۱۳

[5] تفسیر کبیر زیر آیت لا ینھٰکم اللہ الخ المطبعۃ البھیۃ مصر ۲۹/ ۳۰۴

Marfat.com

کتابُ الصّوم

(روزے کا بیان)

مسئلہ ۱۶۰

کسی نے حرام کھانا کھا کر روزہ رکھا اور حرام چیز سے افطار کیا فرضِ صوم اُس پر سے ساقط ہُوا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجّروا۔

الجواب

بیشک صورتِ مستفسرہ میں فرض ساقط ہوگیا فان الصوم انما ھو الامساك من المفطرات الثلثة من الفجر الی اللیل (روزہ صبح سے لے کر شام تک تین چیزوں (کھانا، پینا اور ہمبستری) سے رک جانا ہے ت۔) سحری کھانا یا افطار کرنا روزے کی حقیقت میں داخل نہ اس کی شرائط سے، پھر اگر یہ مالِ حرام سے واقع ہوئی تو اس کا گناہ جُدا رہا مگر سقوطِ فرض میں شبہہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۱

چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیانِ شرع متین درمسئلہ کہ روزۂ فرض برحافظِ قرآن بوجہے کہ تراویح می گزارد معاف ست یا نہ؟ بینوا توجروا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک حافظِ قرآن پر تراویح پڑھانے کی وجہ سے روزہ رکھنا معاف ہے یا نہیں؟

Marfat.com

ایها العلماء۔

اے علماء! جواب تحریر فرماکر اجر پاؤ۔ (ت)

الجواب

ختم قرآن در تراویح از سنتے بیش نیست و فرقے کہ از سنت تا فرض ست خود ہویداست چہ بلا سفاہتے باشد ایں را بہر آں گزاشتن و کار دین را واژگونہ داشتن بلکہ ایں بہانہ دروغ خود بفہم در نمی آید زیرا کہ قرأتِ قرآن مانع روزہ نیست ہزاراں ہزار حافظانِ قرآن در اقطارِ عالم واکنافِ زمین از پیران و بچگان وکم طاقتان ہم بروز روزہ مے دارند وہم بہ شب قرآن می خوانند و بدیں معنی ہیچ مضرتے بچشم ایشاں نمی رسد و چہ گونہ رسد کہ ہم روزہ صحت ست وہم قرآن شفا اما اعتقادے صحیح باید تا ازیں دادہائے الٰہی نفع رونماید۔

تراویح میں ختم قرآن سنّت سے بڑھ کر نہیں، سنت اور فرض میں جو فرق ہے وہ نہایت ہی ظاہر و باہر ہے، یہ کتنی بیوقوفی اور کم عقلی ہے کہ سنت کی خاطر فرض چھوڑ دیا جائے، یہ دین سے برگشتگی، بلکہ یہ جھوٹا بہانہ سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ قراءتِ قرآن روزہ رکھنے سے مانع نہیں ہوسکتی۔ پوری دُنیا میں ہزار ہا حفاظِ قرآن جن میں بوڑھے، بچّے اور کمزور شامل ہیں دن کو روزہ رکھتے ہیں اور رات کو قرآن سناتے ہیں اور کبھی کسی کو ایسا معاملہ نقصان دہ نہیں ہُوا اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ روزہ بھی صحت ہے اور قرآن سراپا شفا ہے لیکن اعتقاد کا صحیح ہونا ضروری ہے تاکہ اللہ تعالٰی یہ نفع عطا فرمائے۔

قال اللہ تعالٰی وننزل من القراٰن ماھو شفاء ورحمۃ للمومنین ولا یزید الظلمین الاّ خسارا[1]۔

اللہ تعالٰی کا فرمانِ مبارک ہے: ہم نے قرآن نازل کیا جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور ظالموں کے خسارہ میں اضافہ ہی کرتا ہے۔

وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اغزوا تغنموا وتصوموا تصحوا وسافروا تستغنوا[2]۔ اخرجہ الطبرانی فی المعجم الاوسط من طریق زھیر بن محمد عن سھیل بن ابی صالح عن ابیہ

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جہاد کرو غنیمت حاصل کرو، روزہ رکھو صحت حاصل کرو، بغرضِ تجارت سفر کرو اور نفع حاصل کرکے غنا حاصل کرو۔ اسے طبرانی نے معجم اوسط میں زہیر بن محمد سے، انھوں نے سہیل بن ابی صالح سے، انھوں نے اپنے والد سے،

---

[1] القرآن ۱۷/۸۲

[2] مجمع الزوائد بحوالہ المعجم الاوسط باب اغزو وا تغنموا الخ دار الکتاب العربی بیروت ۵/۳۲۴
مقاصد الحسنہ حرف السین المہملہ حدیث ۵۴۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۲۳۶

Marfat.com

عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه کما فی المقاصد الحسنة و روایة ثقات کما فی ترغیب المنذری واخرجه الامام احمد ایضاً کما قال السخاوی و روی قوله صوموا تصحوا[1] عن ام المومنین عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اخرجه ابن السنی و ابونعیم فی الطب النبوی کما فی الجامع الصغیر للسیوطی لکن اسناده ضعیف[2] کما قال المناوی قلت ولا یضر لثبوته برجال ثقات مع ان الضعیف معمول به فی الفضائل اجماعاً کما افاد النووی وغیرہ۔

ہیچ باور نمی آید کہ ایں کس را قرآن خواندن از روزہ باز می دارد پس نباشد مگر عذر باطل و دون ہمتی و نفس پروری والعیاذ باللہ اگر بالفرض ہمچناں ست کہ قرآن خواندن اورا بحدے ناتواں می کند کہ طاقت روزہ طاق می گردد تا دریں صورت ایں قرآن خواندن در حق وے نہ سنت و باعثِ ثواب باشد بلکہ حرام و موجبِ عذاب و رنگ کسیکہ تلاوتِ قرآن دراز کرد تا آنکہ وقتِ نماز از دست رفت ایں چنیں قرآن خواندن در آں قولِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم داخل است کہ فرمود رب تالی القرآن والقرآن یلعنه[3]

انھوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا ہے جیساکہ مقاصد حسنہ میں ہے اور یہ ثقہ لوگوں کی روایت ہے جیساکہ ترغیب منذری میں ہے اور اسے امام احمد نے بھی تخریج کیا جیساکہ سخاوی نے کہا اور یہ الفاظ بھی ام المومنین نے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیے کہ روزہ رکھو اور صحت پاؤ۔ اسے ابن سنی نے اور ابونعیم نے طب نبوی میں روایت کیا، جیساکہ جامع الصغیر للسیوطی میں ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے، جیساکہ مناوی نے کہا قلت اس کا ضعیف ہونا نقصان دہ نہیں کیونکہ ثقہ لوگوں سے مروی ہے، علاوہ ازیں ضعیف پر فضائل میں عمل بالاتفاق جائز ہے جیساکہ نووی وغیرہ نے بیان کیا ہے۔

کسی طرح بھی یہ باور نہیں کیا جا سکتا کہ اس شخص کو قرأتِ قرآن روزہ رکھنے سے مانع ہے، یہ صرف عذر باطل، کم ہمتی اور العیاذ باللہ اگر بالفرض قرآن پڑھنا اتنا کمزور کر دیتا ہے کہ اسے روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رہتی تو اس صورت میں اس کے لیے قرآن پڑھنا نہ سنّت ہے نہ باعثِ ثواب، بلکہ حرام اور موجبِ عذاب ہے جس طرح کوئی شخص قرآن کی تلاوت اتنی طویل کرے کہ نماز کا وقت ہی فوت ہو جائے تو وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کے تحت داخل ہوگا: "بہت سے لوگ قرآن پڑھتے ہیں مگر قرآن ان پر لعنت

---

[1] الجامع الصغیر مع التیسیر تحت حدیث صوموا تصحوا مکتبۃ الامام الشافعی ریاض سعودیۃ ۲/۹۵
[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر " " " " " "
[3] المدخل لابن الحاج بیان فضل تلاوۃ القرآن الخ دار الکتاب العربی بیروت ۱/۸۵

Marfat.com

ای بسا قرآن خواناں کہ قرآن ایشاں را لعنت مے کند، علماء مطلق فرمودہ اند ہر عملے کہ ضعیف واز روزہ باز دارد، روا نیست فی الدر المختار لا یجوز ان ان یعمل عملا یصل بہ الی الضعف[1] واگر مردے را حالتے باشد کہ چوں روزہ دارد قیام در نماز نتواند اُو را روا نیست کہ روزۂ رمضان ترک دہد بلکہ روزہ دارد و نماز نشستہ گزارد فی الدر المختار عن البزازیۃ لو صام عجز عن القیام صام وصلی قاعدا جمعا بین العبادتین[2] سبحان اللہ! نزد علماء قیام نماز کہ خود فرض است بغرض مراعات روزہ ساقط گردد اینجا روزۂ رمضان بہر ادائے سنتے حاشا بلکہ بہر تفاخرے بہ حصول امامتے بلکہ بہر فعلے ناجائزے گناہے حرامے عفو مے شود ان ھذا الاجھل صریح او عناد قبیح ایں عزیز را گویند کہ حق سبحانہ و تعالے صوم رمضان بر تو و ہمگناں فرض عین فرمودہ است و قرآن در تراویح ختم کردن نہ فرض ست و نہ سنتِ عین، اگر بسبب تکثیر تلاوت ہنگام دور کہ اکثر حافظاں را ازاں ناگزیر ست ضعفے بتو راہ می یابد ایں خود برگردن تو نہادہ اند بحافظے دیگر اقتدا کن و تراویح گزارد و روزہ دار ہم فرض بیاب و ہم بہ سنت شتاب و ایں قدر تیز نمے توانی

کرتا ہے۔" علماء نے مطلقاً فرمایا ہے کہ جو بھی عمل روزہ رکھنے سے کمزور کرے یا مانع ہو وہ جائز نہیں، درمختار میں ہے کہ ہر وُہ عمل جو انسان کو کمزور کر دے وُہ جائز نہیں ہوتا۔ اگر روزے کی وجہ سے کوئی شخص اتنا کمزور ہو جاتا ہے کہ نماز میں قیام کی طاقت نہیں رکھتا تو اس کے لیے رمضان کا روزہ چھوڑنا جائز نہیں بلکہ وہ روزہ رکھے اور نماز بیٹھ کر ادا کرے۔ درمختار میں بزازیہ سے ہے اگر کسی نے روزہ رکھا اور وہ نماز میں قیام سے عاجز ہو گیا تو دونوں عبادات کو جمع کرتے ہوئے روزہ رکھے اور نماز بیٹھ کر ادا کرے۔ سبحان اللہ! علماء کے نزدیک روزہ کی خاطر نماز میں قیام ساقط ہو جاتا ہے حالانکہ یہ قیام فرض ہے، صورتِ مذکورہ میں تو سنت کی خاطر نہیں بلکہ حصول امامت پر تفاخر کے لیے روزۂ رمضان ترک کیا جارہا ہے بلکہ ناجائز، حرام اور گناہ فعل کے لیے ترک ہے، اللہ تعالٰی معاف فرمائے۔ یہ تو جہالت صریح اور عناد قبیح ہے، اس عزیز سے کہا جائے کہ اللہ سبحانہ وتعالٰی نے تجھ پر روزۂ رمضان فرضِ عین فرمایا ہے اور تراویح میں قرآن ختم کرنا نہ فرض نہ سنتِ عین۔ اگر بسبب کثرت تلاوت دور کی وجہ سے جو حفاظ کے لیے ناگزیر ہوتا ہے ایسا ضُعف لاحق ہونے کا خطرہ ہے تو یہ بوجھ اپنے اوپر نہ لے بلکہ کسی دوسرے حافظ کی اقتداء کرے، تراویح ادا کرے اور روزہ رکھے، فرض کو بجالائے، اور سنت بھی حاصل کرے، اور اگر اس قدر کی بھی طاقت نہیں تو

[1] و [2] درمختار باب مایفسد الصوم ومالا یفسد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۵۲

Marfat.com

تمام قرآن در تراویح مخواں و مشنو ہمیں بست
رکعت بہ نحیکہ قادر باشی بجا آور و روزہ از دست
دادہ مستحق نار جحیم و عذاب الیم مباش اے
برادر! روزہ فرضِ عین ست و فرضِ عین بر فرضِ
کفایہ مقدم و ختم قرآن در تراویح سنتِ کفایہ
است و سنتِ کفایہ از سنتِ عین مؤخر ایں
چہ ستم بے خردی باشد کہ سنتِ کفایہ بر فرضِ عین
مقدم دارند، من العلماء من وسع فی
ترك الختم لكسل القوم قائلا ان من
لم يكن عالما باهل زمانه فهو جاهل[1]
كما فى الدر المختار عن الزاهدى
عن الوبرى والكرمانى وفيه
عن الاختيار الافضل فى زماننا قدر
مالا يثقل عليهم قال اقره المصنف يعنى
الغزى وغيره وعن المجتبى عن الامام
لو قرأ ثلاثا قصارا او اٰية طويلة فى الفرض
فقد احسن ولم يسئ
قال الزاهدى فما ظنك
بالتراويح[2] قلت فانظر الى
جهل هذا الذى يترك صوم
رمضان لشئ يرخص فى
تركه لمثل هذا روزے امیر المؤمنین

تو تمام قرآن تراویح میں نہ پڑھے اور نہ سُنے، جس طریقہ
سے بیس تراویح ادا کرنے پر قادر ہے ادا کرے،
روزہ اگر نہ رکھا تو نارِ جہنم اور عذابِ الیم کا مستحق ٹھہرے گا،
اے میرے بھائی! روزہ فرضِ عین ہے اور فرضِ عین
فرضِ کفایہ پر مقدم ہوتا ہے، اور ختمِ قرآن تراویح میں
سنتِ کفایہ ہے اور سنت کفایہ سنتِ عین سے مؤخر
ہوتی ہے، یہ کیا ظلم ہے کہ سنتِ کفایہ کو فرض عین پر
مقدم کر دیا گیا ہے۔ بعض علماء نے قوم میں سُستی و
کاہلی پیدا ہو جانے کی وجہ سے ختمِ قرآن کو ترک کر دینے
کی بھی گنجائش یہ کہتے ہوئے روا رکھی ہے کہ جو شخص
اپنے زمانے کے حالات سے آگاہ نہیں وُہ جاہل ہے
جیسا کہ درمختار میں زاہدی سے اور وہاں وبری اور کرمانی کے
حوالے سے ہے اور اسی میں الاختیار سے ہے کہ ہمارے
زمانے میں اتنی مقدار افضل ہے جو بوجھ نہ بنے، اور کہا
کہ اسے ہی مصنف الغزی وغیرہ نے ثابت رکھا ہے،
المجتبیٰ میں امام صاحب سے منقول ہے کہ اگر کسی نے
فرائض میں تین آیات چھوٹی یا بڑی پڑھیں تو اس نے
بہت اچھا کیا اور وہ گنہ گار نہیں۔ زاہدی کہتے ہیں
کہ پھر تراویح کے معاملہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟
میں کہتا ہوں اس جاہل کو دیکھو جو رمضان کا روزہ ایسے
عمل کی خاطر ترک کر رہا ہے جس کا ترک روزے کی خاطر
کیا جا سکتا تھا۔ ایک دن امیر المؤمنین حضرت

---

1. درمختار باب الوتر والنوافل مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۹
2. " " " ۱/ ۹۸

Marfat.com

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سلیمان بن ابی حثمہ را
درجماعت صبح نہ دید مادرش را پرسید عرض داد او ہمہ
شب نماز گزاردہ است صبح دم خوابش برد و حضور
جماعت نتوانست امیرالمومنین فرمود مرا در جماعت صبح
حاضر شدن محبوب تر ست از شب زندہ داشتن

مالك فی الموطا عن شهاب عن
ابی بكر بن سليمان بن ابی حثمة
عن عمر بن الخطاب فقد
سليمان بن ابی حثمة فی
صلوٰة الصبح وان عمر بن
الخطاب غدا الى السوق وسكن
سليمان بين السوق والمسجد
فمر على الشفاء ام سليمان فقال
لها لم ار سليمان فی صلوٰة
الصبح فقالت انه بات يصلی
فغلبته عيناه فقال عمر لان اشهد
صلوٰة الصبح فی الجماعة احب الی ان
اقوم ليلة[1] و رواه ابوبكر بن ابی شيبة
عن عبد الرحمن عن عمر
ولفظه لان اصليهما فی
جماعة احب الی من احيی
ما بينهما[2] يعنی الصبح والعشاء

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سلیمان بن
ابی حثمہ کو صبح کی جماعت میں نہ دیکھا آپ نے ان کی
والدہ سے وجہ پوچھی تو انھوں نے عرض کیا وہ تمام
رات نماز پڑھتے رہے صبح کے وقت انھیں نیند
آگئی جس کی وجہ سے وہ جماعت میں شریک نہ ہو سکے،
امیرالمومنین نے فرمایا: میرے نزدیک صبح کی نماز میں
شریک ہونا تمام رات کی عبادت سے کہیں افضل ہے۔

مؤطا میں امام مالک نے شہاب سے انھوں نے
ابوبکر بن سلیمان بن ابی حثمہ سے انھوں نے حضرت
عمر بن خطاب سے بیان کیا کہ انھوں نے سلیمان
بن ابی حثمہ کو نمازِ صبح میں غائب پایا، دوسرے
دن حضرت عمر بازار کی طرف تشریف لے گئے سلیمان
مسجد اور بازار کی درمیانی جگہ پر رہائش پذیر تھے،
آپ سلیمان کی والدہ حضرت شفا کے پاس سے
گزرے تو فرمایا: میں نے سلیمان کو نمازِ صبح میں نہیں
دیکھا وہ کہنے لگیں: وہ ساری رات نماز پڑھتا رہا صبح
اس پر نیند کا غلبہ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: نمازِ صبح کیلئے
حاضر ہونا مجھے تمام رات قیام سے زیادہ محبوب ہے۔
اسے ابوبکر ابن ابی شیبہ نے عبدالرحمن سے، انھوں
نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا،
اور اس کے الفاظ یہ ہیں: "مجھے جماعت کے ساتھ دونوں
نمازیں ادا کرنا ان دونوں (عشاء اور صبح) کے درمیان

---

[1] موطا امام مالک باب ما جاء فی العتمة والصبح میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۱۵
[2] مصنف ابن ابی شیبہ فی التخلف فی العشاء والفجر الخ ادارۃ القرآن کراچی ۳۳۳/۱

Marfat.com

حضور پُرنور سیدنا غوث الثقلین پیردستگیر محی الدین
ابومحمد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰے عنہ
درکتاب مستطاب فتوح الغیب شریف
مقالہ در ترتیب عبادات فرمود آنجا برجاہلے
کہ در حفظ سنّت ونفل فرائض را از دست می دہد
اقامت قیامت کُبرٰی نمود، فقیر عفراللہ تعالٰے
برخے ازاں سخن کریم مع ترجمۂ شیخ محقق مولانا
عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ
نقل کم باشد کہ جاہلاں را از خواب غفلت بیدار
سازد واللہ الہادی ے فرماید رضی اللہ تعالٰی
عنہ ینبغی للمومن ان یشتغل اولا
بالفرائض ے باید وسر زد مسلمان
راکہ کاربند ونخست بہ چیز ہائے کہ فرض و
واجب گردانیدہ است حق تعالٰے از
عبادت کہ ترک آنہا آثم ومعاقب می گردد
فاذا فرغ منھا اشتغل بالسنن
چوں بپردازد از فرائض مشغول گردد بسنتہائے
راتب راکہ معین ومؤکدہ شدہ است
ہمراہ فرائض وترک آں سبب اسارت
وعتاب ست ثم یشتغل بالنوافل و
الفضائل پس مشغول گردد بعبادت ہائے
نافلہ کہ زیادت ست برآں وفضیلت دارد
وفعل آنہا ثواب ست وبترک آں اثمی واسائتے
نے فمالم یفرغ من الفرائض فاشتغال
بالسنن حمق ورعونۃ پس مادام کہ

قیام سے محبوب ہے۔ حضور پُرنور سیدنا غوث الثقلین
پیردستگیر محی الدین ابومحمد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ
تعالٰی عنہ اپنی مبارک کتاب فتوح الغیب شریف کے
ترتیب عبادات کے مقالہ میں فرماتے ہیں اور ایسے
جاہل پر جو سنّت ونفل کی وجہ سے فرائض ترک کر دیتا
ہے قیامت کبرٰی برپا فرماتے ہیں فقیر (اللہ تعالٰے
اسے بخش دے) اس مبارک گفتگو سے کچھ حصہ مع
ترجمہ شیخ محقق مولانا عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ
تعالٰے علیہ نقل کرتا ہے تاکہ جاہل لوگ خواب غفلت
سے بیدار ہوں اور اللہ تعالٰی ہی ہدایت عطا فرمانے
والا ہے، حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ فرماتے
ہیں کہ "مومن کو چاہیئے کہ وُہ پہلے فرائض بجا لائے"
مسلمانوں کو چاہیئے کہ وُہ پہلے ان عبادات کو بجالائے
جو اللہ تعالٰی نے ان پر فرض وواجب کی ہیں جن کے
ترک سے وہ گنہ گار اور قابل گرفت بن جاتے ہیں
"جب ان فرائض سے فراغت ہوجائے تو پھر سُنن
میں مشغول ہو" جب مسلمان ان فرائض سے فارغ
ہوجائے تو پھر ان سُنن میں مشغول ہو جو فرائض کے
ہمراہ معین مؤکد ہیں جن کا ترک اسارت اور عتاب کا
سبب ہے" پھر نوافل وفضائل میں مشغول ہو"
پھر ان نفلی عبادات میں مشغول ہو جو ان فرائض و
سُنن سے زائد ہیں اور فضیلت رکھتے ہیں۔ ان کا
بجالانا ثواب لیکن ان کا ترک گناہ نہیں" جب تک
فرائض سے فراغت نہ ہو سُنن میں مشغول ہونا
بیوقوفی اور رعونت ہے) تو جب تک فرائض

Marfat.com

نہ پردازد از فرائض وتمام نہ کند آنہا راپس مشغول شدن
بسنتہا نشان جہل و بے خردی وسبک عقلی ست چہ
ترک انچہ لازم وضروری ست واہتمام بہ انچہ نہ ضروری ست از
قاعدۂ عقل وخرد دور ست چہ دفع ضرر اہم است بر عاقل از جلب نفع
بلکہ بحقیقت نفع دریں صورت منتفی ست و
بایں قیاس کردن نوافل با ترک فرائض نیز نامقبول و
باطل ست چنانچہ مے فرمایند فان اشتغل
بالسنن والنوافل قبل الفرائض
پس اگر مشغول گردد بسنتہا ونفلہا پیش از اتیانِ
فرائض لم تقبل منہ واھین در پذیرفتہ
نہ شود ازو بلکہ خوار کردہ شود وگفتہ اند کہ اتیانِ
نوافل با ترک فرائض بداں ماند کہ یکے ہدیہ برد
کسے کہ دام وے دارد و دام ندہد ایں ہرگز قبول
نیفتد ونیز گفتہ اند کہ ہر کہ نوافل نزد وے
اہم از فرائض باشد وے مخدوع وممکور ست
ونیز گفتہ اند ہلاک مردم دو چیز ست اشتغال
نافل بتضییع فرائض وعمل جوارح بے مواطات
قلب فمثلہ کمثل رجل یدعوہ الملک
الیٰ خدمتہ پس حال وقصہ غریب آں
کسے کہ ترک مے کند فرائض را باتیان سنن و
نوافل ہمچو حال مردے ست کہ مے خواند او را
بادشاہ بخدمت خود، کنایت ست از اتیانِ
فرائض کہ پروردگار تعالے کہ حامل و بادشاہ
علی الاطلاق ست بداں خواندہ و
امر کردہ است فلا یأتی الیہ

مکمل نہ ہو جائیں سنتوں میں مشغول ہونا جہالت اور بے عقلی
ہے کیونکہ ایسی چیز کا ترک کرنا جو لازم وضروری تھی اور ایسی چیز
کا اہتمام جو ضروری نہیں تھی عقل وخرد کے قاعدے سے
دُور ہے کیونکہ عاقل کے لیے منافع کے حصول سے ضرر
کا دُور کرنا اہم وواجب ہوتا ہے بلکہ حقیقۃً اس صورت
میں نفع ہے ہی نہیں ۔ اسی پر قیاس نوافل ادا کرنا
اور فرائض ترک کر دینا بھی نامقبول و باطل ہے جیساکہ فرمایا
" پس اگر سنن ونوافل میں فرائض سے پہلے مشغول ہو گیا"
یعنی اگر فرض کی ادائیگی سے پہلے ہی سُنن ونوافل میں
مصروف ہو گیا تو " وہ مقبول نہ ہوں گے بلکہ ذلت ورسوائی
ہو گی"۔ علماء فرماتے ہیں کہ نوافل کا بجالانا اور فرائض
کو ترک کر دینا ایسے ہی جیسے کوئی اپنے قرض خواہ کو ہدیہ
دے دے مگر اس کا قرض ادا نہ کرے تو یہ ہدیہ ہرگز
مقبول نہ ہو گا۔ یہ بھی کہا گیا کہ جس کے نزدیک نوافل
فرائض کی نسبت اہم ہوں وہ دھوکا وفریب زدہ ہے۔
یہ بھی کہا گیا ہے کہ دو چیزیں لوگوں کو ہلاک کر دینے والی
ہیں نفلی عبادات میں مشغول ہو کر فرائض کو ضائع کر دینا
اور قلب کی موافقت کے بغیر ظاہری اعضاء کا عمل کرنا
" اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جسے بادشاہ
اپنی خدمت میں بلائے " یعنی اس شخص کا حال جو فرائض
ترک کرکے سُنن ونوافل بجالائے اس کا حال اس شخص
کی طرح ہے جسے بادشاہ اپنی خدمت میں طلب کرے"
اس سے مراد وہ فرائض ہیں جن کا حکم اللہ تعالے نے
دیا ہے جو علی الاطلاق حاکم و بادشاہ ہے اور وہ اس
اعلیٰ طریقے پر بندے کو بلاتا ہے " پس وہ اس کی طرف

Marfat.com

پس نمی آید آں مرد بسوئے بادشاہ و یقف
بخدمة الامیر الذی ھو غلام
الملك وخادمہ ومی ایستد درچاکری یکے از
امرائے بادشاہ کہ غلام بادشاہ و چاکر اوست و
تحت یدہ وولایتہ وزیر دستِ قدرت
وتصرف اوست ایں مثال اتیان سنن و نوافل
ست کہ بر طریقہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلّم
کہ بندہ وامیر ووزیرِ خاص درگاہِ اوست وباستحسان
واستحباب علماء کہ بندگان وغلامان اویند عمل
کردن ست اگرچہ ہمہ بحکم حضرت پروردگار تعالٰی
وتشریع اوست ، ولیکن فرائض را بہ جہت
الزام وایجاب نسبت بجناب ایزدی کنند و سُنن و
نوافل را کہ نہ دراں مرتبہ اند بخدمتِ رسول و
اصحاب واتباعِ او صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
وعلیہم اجمعین عن علی بن ابی طالب روایت ستٗ
از امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہٗ قال قال
رسول اللہ گفت پیغمبر خدا صلی اللہ تعالٰے
علیہ وسلم ان مثل مصلی النوافل بدرستیکہ
قصہ وحال گزارندۂ نفلہا وعلیہ فریضۃ
وحال آنکہ بر ذمّہ او فرضی ست کہ نہ گزاردہ است
آں را کمثل حبلی حملت ہیچو قصہ وحال
زنے باردار است کہ تمام شدہ است مدتِ حمل او
فلما دنی نفاسھا اسقطت پس ہرگاہ نزدیک شد
وقت زائیدن وے افگند بچہ را ناتمام از شکم و وجہِ تشبیہ
رنج دیدن ومشقت کشیدن ست بے فائدہ زیرا کہ چوں

نہیں آتا" یعنی وہ آدمی بادشاہ کی طرف نہیں آتا
"اور وُہ بادشاہ کے ایسے امیر کے پاس کھڑا رہے
جیسے اس کا غلام اور خادم ہو) یعنی وُہ ایسے چاکر کے
پاس کھڑا رہتا ہے جو بادشاہ کا غلام ہے" اور
اس کے قبضہ وولایت میں ہے" وہ اس کے تصرف
اور قدرت کے تحت ہے، یہ ان سنن ونوافل کی مثال
ہے جو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم (جو بارگاہِ
خداوندی میں امیر اور خصوصی وزیر ہیں) کے طریقہ پر
یا علماء کے استحباب پر (جو اللہ تعالٰی کے غلام اور بندے
ہیں) کے طریقہ پر عمل پیرا ہوتا ہے اگرچہ تمام پروردگار کے
حکم سے ہی لیکن فرائض کی نسبت الزام و ایجاب کی
وجہ سے اللہ تعالٰی کی طرف کی جاتی ہے اور وہ سنن و
نوافل جن کا درجہ یہ نہیں ان کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب واتباع کی طرف
کر دی جاتی ہے۔ حضرت علی بن ابی طالب سے مروی ہے
امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالٰے وجہہٗ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا،
"نوافل ادا کرنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے
جو نوافل ادا کرتا ہے حالانکہ اس پر فرائض ہیں" حالانکہ
اس کے ذمہ ایسے فرائض ہیں جنھیں اس نے ادا نہیں
کیا" اس حاملہ خاتون کی طرح ہے" جس کی مدتِ حمل
مکمل ہوگئی" جب ولادت کا وقت آیا تو اس نے
بچے کو گرا دیا) یعنی نا تمام بچے کو اس نے جننے کے وقت
گرا دیا۔ وجہ تشبیہ بے فائدہ تکلیف ومشقت اٹھانا ہے
کیونکہ جب وُہ نوافل عدمِ ادائیگی فرائض مقبول ہی نہیں

Marfat.com

قبول نیفتاد آں نوافل بجہت عدم ادائے فرائض
حاصل شد مرآں مصلّے را رنج ومشقت بے فائدہ
چنانچہ حاصل شد آں زن حاملہ را کہ مدت مدید گزشت
ومشقت کشید فائدہ کہ حصول ولد ست بر آں
مراتب نہ گشت فلا ھی ذات حمل پس آں
زن نہ خداوند حمل ست باعتبار انتفائے مقصود
کہ ولد ست ولا ھی ذات ولاد نہ خداوند ولادت
بجہت اسقاط حمل وکذلك المصلی لا یقبل اللہ
لہ نافلۃ حتی یؤدی الفریضۃ وہمچنیں مصلّی
مذکور در نمی پذیرد خدائے تعالیٰ مراو را نماز نفل را
تا آنکہ بجا آرد فرض را پس نہ فرض باشد او را ونہ نفل و
مثال دیگر مصلی نفل را بے ادائے فرائض مثل تاجر است
کہ سود می خواہد بے سرمایہ چنانچہ می فرمایند ومثل المصلی
کمثل التاجر وحال مصلّی مذکور حال سوداگر ست کہ
لا یحصل لہ ربحہ حاصل نمی شود مراو را سود در سودا
حتی یاخذ راس مالہ تا آنکہ بگیرد سرمایہ خود را فکذلك
المصلی بالنوافل لا یقبل لہ نافلۃ حتی یؤدی
الفریضۃ ہمچنیں حال مشغول شوندہ بہ نوافل پذیرفتہ
نمی شود مراو را نفل کہ بمنزلہ سود است تا آنکہ ادا کند فرض را
کہ بمشابہ سرمایہ است[1] اھ مع اختصار فی کلمات الشرح ۔

بالجملہ ایں کسے باجماع علماء فاسق و
فاجر و مرتکب کبیرہ و مستحق عذاب الیم
وخزی عظیم است ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قومے را دید کہ

تو وہ نمازی بے فائدہ مشقت اٹھا رہا ہے جیسے کہ حاملہ
خاتون نے کتنی طویل مدت تکلیف اٹھائی مگر اس پر
فائدہ بصورتِ اولاد مرتب نہ ہوا" پس اب یہ حاملہ
نہیں ہے"، کیونکہ مقصود فوت ہوگیا" نہ ہی یہ صاحبِ
اولاد ہے"، کیونکہ حمل ساقط ہوگیا" اسی طرح وہ نمازی
جب تک فرائض ادا نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے
نوافل قبول نہیں فرمائے گا" تو جب تک نمازی فرائض
بجا نہیں لاتا نہ اس کے نوافل ہوں گے نہ فرائض ۔
بے ادا فرائض کے نوافل ادا کرنے والے نمازی کی دوسری
مثال یوں ہے جیسے کوئی تاجر بغیر سرمایہ کے نفع حاصل
کرنا چاہے، لہذا فرمایا" نمازی کی مثال تاجر کی طرح ہے"
یعنی مذکور مصلّی کا حال سوداگر کی طرح ہے" اسے تجارت
میں نفع حاصل نہیں ہوتا" یعنی اسے سوداگری میں اس
وقت تک نفع نہیں ہوسکتا" یہاں تک کہ وہ اپنا سرمایہ
حاصل کرے"، جب تک وہ سرمایہ نہیں لگائے گا
اسے نفع کیسے ہوگا" اسی طرح معاملہ ہے نوافل ادا
کرنے والے نمازی کا، اس کے نفل ادائیگی فرائض کے
بغیر مقبول نہیں ہوسکتے" کیونکہ نفل بمنزلہ نفع کے اور فرض
بمنزلہ سرمایہ کے ہیں اھ کلماتِ شرح میں کچھ اختصار
کیا گیا ہے ۔

بالجملہ یہ شخص باجماع علماء فاسق، فاجر،
مرتکب کبیرہ، عذاب الیم اور ذلّت عظیم کا مستحق ہے،
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ

---

[1] فتوح الغیب مع شرح فارسی مقالہ ۴۸ منشی نولکشور لکھنؤ ص ۲۷۳ تا ۲۷۵

Marfat.com

ایشاں را سرنگوں آویختہ اند و کنجہائے دہاں ایشاں
دریدہ کہ ازآنہا خون می ریزد فرمود اینان چہ
باشند، فرشتہ عرضداشت کسانیکہ قبل از وقت
افطار رمضان مے کنند اخرجہ ابن
خزیمۃ و ابن حبان فی صحیحیھما عن ابی امامۃ
الباھلی رضی اللہ تعالٰی عنہ قال سمعت
رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
یقول بینا انا نائم اذ اتانی رجلان فاخذا
بضبعی فأتیابی جبلا وعرا و ساق الحدیث
الٰی ان قال ثم انطلقابی فاذا انا بقوم
معلقین بعراقیبھم مشققۃ اشداقھم
دمًا قال قلت من ھؤلاء، قال
الذین یفطرون رمضان
قبل تحلۃ صومھم[1] چوں پیش
از وقت افطار را ایں عذاب ست اصلاً روزہ
نہ داشتن را خود قیاس کن کہ چنداں باشد والعیاذ باللہ
نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماید رسن ہائے اسلام
و بنیادہائے دین سہ چیز ست کہ بر ایشاں بنائے
اسلام نہادہ اند ہر کہ از آنہا یکے را ترک دہد کافرست
بداں خونِ او حلال، یکے شہادت کلمۂ توحید، دوم
نماز فرض، سوم روزۂ رمضان، و در روایتے فرماید
ہر کہ از انہا یکے بگزارد پس آں کافر ست بخدا و
نہ پذیرند ازو ہیچ فرض و نہ نفل و

اُلٹے لٹکے ہوئے ہیں اور ان کی باچھوں کو چیرا جا رہا ہے
اور اُن سے خون بہہ رہا ہے، آپ نے پوچھا یہ کون
لوگ ہیں؟ فرشتے نے عرض کیا، یا رسول اللہ! یہ لوگ
رمضان کا روزہ قبل از وقت افطار کر لیتے تھے۔ ابن خزیمہ
اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں حضرت ابو امامہ باہلی
رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے
کہ میں سویا ہُوا تھا میرے پاس دو آدمی آئے وہ
مجھے اٹھا کر ایک پہاڑ پر لے گئے (تفصیلاً حدیث
بیان کی جس کا ایک حصّہ یہ ہے) پھر مجھے آگے لے گئے
تو وہاں ایک قوم اُلٹی لٹکی ہوئی تھی ان کی باچھوں کو چیرا
جا رہا تھا جن سے خُون بہہ رہا تھا، فرمایا: میں نے پوچھا
یہ کون لوگ ہیں؟ بتایا گیا: یہ رمضان کا روزہ وقت آنے
سے پہلے ہی افطار کر لیتے تھے۔ جب قبل از وقت روزہ
افطار کرنے پر یہ عذاب ہے تو خود سوچئے بالکل روزہ
نہ رکھنے پر کتنا عذاب ہوگا العیاذ باللہ، نبی صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام اور دین کی بنیاد تین چیزیں
ہیں جن پر اسلام کی عمارت کھڑی ہے ان میں سے
اگر کسی نے ایک کو ترک کر دیا تو وہ کافر ہوگا اور اس کا
خُون مباح ہوگا، ان میں سے ایک کلمۂ توحید کی شہادت،
دوم نمازِ فرض، سوم روزۂ رمضان۔ اور ایک
روایت میں ہے کہ جو ان میں سے کسی کو بجا نہ لایا وہ
خدا کا منکر ہے، اس کا کوئی نفل و فرض قبول نہیں

[1] صحیح ابن خزیمہ باب تعلیق المفطرین قبل وقت الافطار حدیث ۱۹۸۶ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۲۳۷

Marfat.com

بدرستی کہ روا باشد خون و مال او ابو یعلی باسناد حسن وقال المنذری ایضا اسنادہ حسن عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما قال حماد بن زید ولا اعلمہ الا قد رفعہ الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال عری الاسلام وقواعد الدین ثلثۃ علیھن اسس الاسلام، من ترك منھن واحدۃ فھو بھا کافر، حلال الدم، شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ والصلوٰۃ المکتوبۃ وصوم رمضان[1]۔ وفی روایۃ من ترك منھن واحدۃ فھو باللہ کافر ولا یقبل منہ صرف ولا عدل وقد حل دمہ ومالہ وروی ھذہ سعید بن زید بن عمرو بن مالك النکری عن ابی الجوزاء عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولم یشك فی رفعہ[2]، وھم منقول باشد آں حضرت علیہ علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کہ فرمود حق تعالٰی در دین اسلام چہار چیز را فرض کردہ است ہرکہ ازانہا سہ بجا آرد و را ہیچ بکار نیاید تا ہمہ چہار را ادا سازد، نماز و زکوٰۃ و

کیا جائے گا اور اس کا خون و مال مباح ہوگا۔ اسے ابو یعلٰی نے اسنادِ حسن کے ساتھ ذکر کیا، منذری نے بھی اسے سندِ حسن کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے، حماد بن زید کہتے ہیں کہ میں اسے نہیں جانتا مگر یہ کہ اس کی نسبت رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اسلام کے رسے اور دین کے ستون تین ہیں جن پر اسلام کی بنیادیں ہیں جس نے بھی ان میں سے کسی ایک کو ترک کیا وُہ کافر ہے اور اس کا خون مباح ہے، پہلی لا الٰہ الا اللہ کی شہادت، دوسری نمازِ فرض، تیسری رمضان کا روزہ۔ دوسری روایت میں ہے کہ جس نے ان میں سے کسی ایک کو چھوڑا وُہ اللہ کا منکر ہے اس کا کوئی نفل و فرض قبول نہیں، اس کا خون و مال مباح ہے۔ یہ روایت سعید بن زید نے عمرو بن مالک النکری سے انھوں نے ابو الجوزا سے انھوں نے حضرت ابن عباس سے اُنھوں نے رسولِ خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے اور اس کے مرفوع ہونے میں شک نہیں کیا۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے یہ بھی منقول ہے کہ حق تعالٰی نے دینِ اسلام میں چار چیزوں کو فرض کیا ہے ان میں سے اگر کوئی تین بجالاتا ہے تو وہ اس کے کسی کام نہیں آسکتے یہاں تک کہ وُہ چاروں کو بجا لائے (وُہ

---

[1] مسند ابو یعلی الموصلی ترجمہ ۲۳۴۵ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت ۳/ ۱۳
[2] الترغیب والترہیب من ترک الصلوٰۃ عمداً الخ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۳۸۲ و ۲/ ۱۱۰

Marfat.com

روزۂ رمضان و حجِ کعبہ الامام احمد عن زیاد بن نعیم الحضرمی مرسلا قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اربع فرضھن اللہ فی الاسلام فمن جاء بثلاث لم یغنین عنہ شیئا حتی یأتی بھن جمیعا الصلٰوۃ والزکٰوۃ وصیام رمضان وحج البیت[1] و نیز مروی شد ازاں سرور علیہ افضل الصلٰوۃ والسلام کہ فرمود ہر کہ یک روز از رمضان بے رخصتِ شرع و بے مرض روزہ ندارد اگر ہمہ عمر خودش روزہ خواہد داشت عوض آں یک روزہ نخواہد شد فقد اخرج الترمذی واللفظ لہ وابوداؤد والنسائی و ابن ماجۃ والبیھقی وابن خزیمۃ فی صحیحہ والبخاری تعلیقا عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال من افطر یوما من رمضان من غیر رخصۃ ولا مرض لم یقض عنہ صوم الدھر کلہ وان صامہ[2] مسلماناں را باید کہ پس ایں کس تراویح نگزارند بدو وجہ اولاً او فاسق ست و نماز پس فاسق مکروہ کما صرحت بہ المتون والشروح والفتاوٰی

چار یہ ہیں) نماز، زکوٰۃ، روزۂ رمضان، حجِ کعبہ۔ امام احمد نے زیاد بن نعیم الحضرمی سے مرسلاً مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: چار چیزوں کو اللہ تعالٰی نے ایمان میں فرض فرمایا ہے جو ان میں سے تین بجالائے گا وہ اسے کسی شیئ کا فائدہ نہیں دیں گے حتّٰی کہ تمام کو بجالائے، وہ نماز، زکوٰۃ، روزۂ رمضان اور حجِ کعبہ ہے نیز حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے یہ مروی ہے کہ اگر کسی نے شریعت کی اجازت اور مرض کے بغیر روزۂ رمضان نہ رکھا اگر ساری عمر روزہ رکھے تب بھی اس کا عوض نہیں ہوسکتا، ترمذی نے روایت کیا یہ الفاظ اسی کے ہیں، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، بیہقی، ابن خزیمہ نے صحیح میں اور بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے تعلیقاً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے بغیر رخصت اور مرض کے ایک دن رمضان کا روزہ چھوڑ دیا اب اگر سارا زمانہ روزہ رکھتا رہے تو اس کا ازالہ نہیں ہوسکتا، مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ دو وجوہ کی بنا پر ایسے شخص کو تراویح نہ پڑھانے دیں، **اولاً** یہ فاسق ہے اور فاسق کی اقتدا میں نماز مکروہ ہوتی ہے جیسا کہ اس پر متون، شروحات اور فتاوٰی کی

---

[1] مسند احمد بن حنبل — حدیث زیاد ابن نعیم الحضرمی — المکتب الاسلامی بیروت ۴/۲۰۱

[2] صحیح بخاری — باب اذا جامع فی رمضان — قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۹
جامع الترمذی — ابواب الصیام — امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۹۰

Marfat.com

قاطبۃ ثانیاً غالب آنست کہ ایں کس بغایت پست ہمت و بدشوق در امورِ دینیہ است وخواندن قرآن در تراویح ہمیں بغرضِ تحصیل امامت و تقدم و تفاخر بروجہ ریاء وسمعہ اختیار کردہ است پس باید کہ غرضش را حاصل شدن نہ دہند وچوں کسے اقتدا نہ کند، لاجرم ایں فعل حرام را گزارد وان شاء اللہ تعالیٰ رجوع بروزہ آرد، قال تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1] ایں قرآن خوانی ازاں کس گناہِ عظیم ست ومقتدیان باقتدائے اعانت برگناہ می کنند پس خود آثم باشد ہرچند سخن قدرے دراز شد اما بحمد اللہ خالی از نفع نیست یکے از جہت تحقیقِ مسئلہ دوم از روئے ذکر شریف ونقل کلام لطیف حضور پُرنور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فان عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ[2]، لاسیما ھذا السید رأس الاولیاء وتاج الاقطاب وسید الصلحاء رضی اللہ عنہ وعنہم اجمعین، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

قطعی تصریحات ہیں ثانیاً غالب گمان یہ ہے کہ یہ شخص انتہائی درجہ کا کم ہمت اور امورِ دینیہ کے معاملے میں بدذوق ہے اور وہ تراویح میں قرآن محض حصولِ امامت کیلئے سُنا رہا ہے اور ریاکاری کرتے ہوئے تقدم و تفاخر پر عمل پیرا ہے لہذا اسے اس مقصد میں کامیاب نہ ہونے دیں، جب کوئی اس کی اقتداء نہیں کرے گا تو ان شاء اللہ تعالٰی وہ اس فعلِ حرام سے رجوع کرے گا، اللہ تعالٰی کا فرمان ہے، گناہ اور زیادتی پر ہرگز تعاون نہ کرو۔ ایسے شخص سے قرآن پڑھوانا گناہِ عظیم ہے، اور اقتداء کی صورت میں مقتدی گناہ پر اس کی اعانت کرنے والے ہوں گے لہذا یہ بھی گنہگار ہوں گے، ہرچند گفتگو قدرے طویل ہوگئی ہے بحمد اللہ نفع سے خالی نہیں، ایک تو تحقیقِ مسئلہ کی وجہ سے اور دوسرا حضور پُرنور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے کلام و ذکر شریف کے نقل کرنے کی وجہ سے، کیونکہ صالحین کے تذکرہ سے خصوصاً اس اولیاء کے سربراہ، اقطاب کے تاج اور سید الصلحاء رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم اجمعین کے تذکرے پر رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم۔ (ت)

مسئلہ ۱۶۲: از میرٹھ کمبوہ دروازہ مکان داروغہ یاد الٰہی صاحب مرسلہ مرزا غلام قادر بیگ صاحب
۱۲ رمضان ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نابالغ لڑکا کہ نوافل میں قرآن شریف پڑھتا ہے اگر

---

[1] القرآن ۵/ ۲
[2] مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الصلوٰۃ علی الجنازۃ مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/ ۶۱

Marfat.com

بوجہ کثرتِ ضعف و محنتِ دَور، روزہ افطار کرے تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

نابالغ پر تو قلمِ شرع جاری ہی نہیں وُہ اگر بے عذر بھی افطار کرے اُسے گنہگار نہ کہیں گے۔

لقولہ[ع] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رفع القلم عن ثلثۃ الی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعن الصبی حتی یحتلم[1]

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: تین افراد سے قلم اٹھالیا گیا ہے۔ ان میں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس بچّے کا بھی ذکر فرمایا ہے جو ابھی بلوغت کو نہیں پہنچا۔ (ت)

مگر بیان کرنا اس کا ہے کہ بچّہ جیسے آٹھویں سال میں قدم رکھے اُس کے ولی پر لازم ہے کہ اسے نماز روزے کا حکم دے، اور جب اُسے گیارھواں سال شروع ہو تو ولی پر واجب ہے کہ صوم و صلوٰۃ پر مارے بشرطیکہ روزے کی طاقت ہو اور روزہ ضرر نہ کرے۔ حدیثِ صحیح میں ہے کہ حضور پُرنور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مروا اولادکم بالصلوٰۃ وھم ابناء سبع سنین و اضربوھم علیھا وھم ابناء عشر[2]

جب بچّے سات سال کے ہوجائیں تو انھیں نماز کا کہو اور دس سال کے ہوجائیں تو انھیں ترکِ نماز پر سزا دو۔ (ت)

تنویر الابصار میں ہے:

وجب ضرب ابن عشر علیھا[3]

ترکِ نماز پر دس سال کے بچّے کو سزا دینا واجب ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

[ع] رواہ احمد وابوداؤد والحاکم عن امیر المومنین عمر وعلی وکالنسائی وابن ماجۃ عن ام المومنین عائشۃ الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اسے امام احمد، ابوداؤد اور حاکم نے امیر المومنین حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا، اور نسائی و ابن ماجہ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] المستدرک للحاکم — رفع القلم عن الثلاث — دار الفکر بیروت — ۱/۲۵۸
[2] سنن ابی داؤد — باب متی یؤمر الغلام الخ — آفتاب عالم پریس لاہور — ۱/۷۱
[3] تنویر الابصار مع درمختار — کتاب الصلوٰۃ — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۵۸

Marfat.com

ظاہر الحدیث ان الامر لابن سبع واجب کالضرب والظاہر ایضا ان الوجوب بالمعنی المصطلح علیہ لابمعنی الافتراض لان الحدیث ظنی فافہم[1]۔

ظاہر حدیث میں ہے کہ سات سال کے بچے کو نماز کا کہنا اسی طرح واجب ہے جیسے دس سال کے بچے کو سزا دینا واجب ہے، اور یہ بھی واضح ہے کہ یہاں وجوب سے اصطلاحی وجوب مراد ہے نہ کہ بمعنی فرض، کیونکہ حدیث ظنی ہے۔ پس غور کیجئے۔ (ت)

درمختار میں ہے: والصوم کالصلٰوۃ علی الصحیح[2] (صحیح قول کے مطابق روزہ کا حکم نماز ہی کی طرح ہے۔ ت) عالمگیری میں ہے: قال الرازی یؤمر الصبی اذا اطاقہ[3] (امام رازی نے فرمایا: جب بچہ توانا ہوجائے تو اسے (نماز و روزہ کا) حکم دیا جائے۔ ت) اُسی میں ہے:

ھذا اذا لم یضرالصوم ببدنہ فان اضر لایؤمر بہ[4]۔

یہ اُس وقت ہے جب روزہ جسمانی تکلیف کا سبب نہ بن رہا ہو، اگر بن رہا ہو تو پھر اسے نہ کہا جائے (ت)

اور پُرظاہر کہ یہ احکام حدیث وفقہ میں مطلق وعام، تو ولی نابالغ ہفت سالہ یا اس سے بڑے کہ اُسی وقت ترکِ صوم کی اجازت دے سکتا ہے جبکہ فی نفسہٖ روزہ اُسے ضرر پہنچائے ورنہ بلا عذرِ شرعی اگر روزہ چھڑائے گا یا چھوڑنے پر سکوت کرے گا گنہگار ہوگا کہ اس پر امر یا ضرب شرعاً لازم اور تارکِ واجب بزہ کار و آثم اور دَور کلام اللہ کا محنت عذر و افطار نہیں۔ اوّلاً اکثر ہوتا ہے کہ بچے بہت جوان قوی تندرست لوگ ایسے امور میں کم ہمتی کو بے قدرتی سمجھ لیتے حالانکہ کمرِ ہمت چست باندھیں تو کھل جائے کہ عجز سمجھنا صرف وسوسہ تھا اور واقعہ میں عجز ہو بھی یعنی روزہ رکھ کر کلام اللہ شریف پر محنت شاقہ نہیں ہوسکتی تو راہ یہ ہے کہ روزہ رکھوائیں اور قرآن مجید کا جتنا شغل بے کلفت ہوسکے لیں، اور جس قدر کی طاقت نہ دیکھیں بعد رمضان دورِ آئندہ پر ملتوی رکھیں کہ شرعاً صیام کے لیے ایام معیّن ہیں جن کے فوت سے ادا فوت ہوگی اور دور کے لیے کوئی دن مقرر نہیں ہمیشہ و ہر وقت کرسکتے ہیں فرض کیجئے اگر مردِ نوجوان تندرست مقیم کی یہی حالت ہوتی ہے کہ روزے کے ساتھ محنت دَور نہ کرسکتا تو کیا شرع اسے اجازت دیتی کہ دَور کے لیے روزہ ترک کرے، حاشا وکلا، بلکہ لازم فرماتی کہ روزہ رکھ اور دَور دَورِ دیگر پر موقوف رکھ، تو معلوم ہوا اسی میں

---

[1] ردالمحتار | کتاب الصلٰوۃ | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۱/ ۲۳۵

[2] دُرمختار | 〃 | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۵۸

[3] فتاوٰی ہندیۃ | المتفرقات من باب الاعتکاف | نورانی کتب خانہ پشاور | ۱/ ۲۱۴

[4] ایضاً

خیر ہے، اور اس کے عکس میں شر، اور ولی کو چاہئے بچے کو ہر خیر کا حکم دے اور ہر شر سے باز رکھے محشیانِ دُر سادا تنا حلبی وطحطاوی و شامی رحمہم اللہ تعالٰی فرماتے ہیں :

مرادہ من ھذین النقلین بیان ان الصبی ینبغی ان یوم لجمیع المأمورات وینھی عن جمیع المنھیات[1]۔

ان دونوں تصریحات کا مقصد یہ ہے کہ ولی پر لازم ہے کہ وُہ بچّے کو تمام اوامر کو بجالانے اور تمام منہیات سے باز رہنے کا کہے۔ (ت)

علّامہ طحطاوی نے فرمایا :

فلاخصوصیۃ للصلٰوۃ والصوم والخمر کما یرشد الیہ التعلیل[2] اھ ھذا ماعندی والعلم بالحق عند ربی انہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

اس میں نماز، روزہ اور شراب ہی مخصوص نہیں جیسا کہ علت کا بیان اسے واضح کر رہا ہے اھ۔ یہ مجھ پر واضح ہوا ہے اور علمِ حق میرے رب کے پاس ہے، انہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۶۳ ازکمپ معرفت حکیم سید نورالحسن صاحب دہلوی ۴ شوال ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین بیچ اس مسئلہ کے جو کہ بوجہ اختلاف ہونے رؤیت ہلال کے ۳۰ تاریخ رمضان المبارک کو روزہ افطار کیا گیا اور بعد معلوم ہوجانے خبر تکذیب رؤیت کے روزہ قائم نہیں کیا گیا اور اکل وشرب برابر رکھا، اب اس روزے کے واسطے کفارہ لازم ہے یا قضا و نیز جن صاحبوں نے بعد خبر پانے تکذیب رؤیت کے پھر اپنے صوم کو کلی غرارہ سے دہن کو پاک کرکے قائم کرلیا ہے اُن کو کیا امر لازم ہے آیا کفارہ یا قضا؟

الجواب

جنھوں نے اکل وشرب قائم رکھا حالانکہ کذب پر مطلع ہوچکے تھے وُہ گنہگار ہوئے لیکن کفارہ ان پر بھی نہیں جنھوں نے فوراً کلی غرارہ کرلیا وُہ ثواب پائیں گے اور ایک روزہ اُس کے عوض کا وُہ بھی رکھیں، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۴ ازگلگٹ چھاؤنی جونال مرسلہ سردار امیر خاں ملازم کپتان اسٹوٹ ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سفر میں روزہ رکھنا کیسا ہے؟ خاص کر کے لڑائی کے موقع پر جانا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

جو اپنے گھر سے تین منزل کامل یا زیادہ کی راہ کا ارادہ کرکے چلے خواہ کسی نیت اچھی یا بُری سے جانا ہو، وُہ

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ مصطفی البابی مصر ۱/۲۵۹

[2] حاشیہ طحطاوی علی الدرالمختار " دارالمعرفت بیروت ۱/۱۷۰

Marfat.com

جب تک مکان کو پلٹ کر نہ آئے یا بیچ میں کہیں ٹھہرنے کی جگہ پندرہ دن قیام کی نیت نہ کرلے مسافر ہے، ایسے شخص کو جس دن کی صبح صادق مسافرت کے حال میں آئے اُس دن کا روزہ ناغہ کرنا اور پھر کبھی اس کی قضا رکھ لینا جائز ہے پھر اگر روزہ اسے نقصان نہ کرے نہ اُس کے رفیق کو اُس کے روزہ سے ایذا ہو جب تو روزہ رکھنا ہی بہتر ہے ورنہ قضا کرنا بہتر ہے،

فی الدرالمختار لمسافر سفرا شرعیا و لو بمعصیۃ الفطر، ویندب الصوم ان لم یضرہ فان شق علیہ او علی رفیقہ فالفطر افضل لموافقۃ الجماعۃ و یجب علی مقیم اتمام صوم یوم من رمضان سافر فی ذلک الیوم[1] اھ ملتقطا

درمختار میں ہے وُہ مسافر جس کا سفر شرعی (مقدار کے برابر) ہو خواہ گناہ کی خاطر ہو روزہ چھوڑ سکتا ہے اور اگر اسے روزہ تکلیف نہ دے تو روزہ رکھنا مستحب ہے، اور اگر روزہ مشکل ہو یا اس کے ساتھی پر مشکل ہو تو پھر جماعت کی موافقت میں افطار افضل ہے مقیم پر اس روزۂ رمضان کا اتمام لازم ہے جس دن اس نے سفر شروع کیا اھ مختصراً (ت)

یونہی غازی اگر یقیناً جانے کہ اب دشمن سے مقابلہ ہونے والا ہے اور روزہ رکھوں گا تو ضعف کا اندیشہ ہے تو وُہ بھی ناغہ کرے اگرچہ سفر میں نہ ہو۔

فی ردالمحتار عن النہر عن الخلاصۃ الغازی اذا کان یعلم یقینا انہ یقاتل العدو فی رمضان و یخاف الضعف ان لم یفطر افطر[2]

ردالمحتار میں نہر سے خلاصہ سے ہے کہ غازی کو جب یقین ہو کہ رمضان میں دشمن سے مقابلہ ہوگا اور اگر روزہ رکھا تو کمزور ہو جائے گا تو روزہ نہ رکھے (ت)

مگر یہ اجازت بلا سفر صرف اُسی کو مل سکتی ہے جو حمایت یا اعانتِ دینِ اسلام میں لڑتا ہو، باقی ملکی لڑائیاں یا معاذ اللہ کفر کی حمایت یا کافر کی طرف ہو کر اگرچہ دوسرے کافر ہی سے لڑنا، یہ سب گناہ ہیں۔ گناہ پر طاقت کے لیے روزہ قضا کرنے کی اجازت ممکن نہیں۔

فی مستامن فتح القدیر فرع نفیس فی المبسوط لو اغار قوم من اھل الحرب

فتح القدیر کے باب المستامن میں ہے کہ مبسوط میں نہایت نفیس جزئیہ ہے کہ اگر اہلِ حرب میں سے

---

[1] درمختار باب ما یفسد الصوم فصل فی العوارض مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۵۲ تا ۱۵۴

[2] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۲/۱۲۶

Marfat.com

علی اھل الدار التی فیھم المسلم المستامن لایحل لہ قتال ھٰؤلاء الکفار الا ان خاف علٰی نفسہ لان القتال لما کان تعریضا لنفسہ علی الھلاك لا یحل الا لذٰلك اولا علاء کلمۃ اللہ تعالٰی وھو اذا لم یخف علی نفسہ لیس قتالہ لھٰؤلاء الا اعلاء لکفر[1]۔

کچھ لوگوں نے کسی ایسے علاقے پر حملہ کردیا جس میں کسی مسلمان نے پناہ لے رکھی تھی تو اس مسلمان کے لیے ان کفار کے ساتھ لڑائی کرنا جائز نہ ہوگا، البتہ اس صورت میں جب اسے اپنی جان کا خوف ہو، کیونکہ قتال میں اپنے آپ کو ہلاکت پر پیش کرنا ہوتا ہے اور یہ جائز نہیں مگر اس صورت میں جب اپنی جان کا خوف ہو یا کلمۃ اللہ تعالٰی کی سربلندی کے لیے ہو، اور جب اسے اپنے نفس کا خوف نہیں تو اب اس کا قتال سوائے کفر کی بلندی کے کچھ نہ ہوگا۔(ت)

ہاں جب یہ لوگ سفر میں ہوں تو بوجہ سفر اجازت ہوگی اگرچہ وہ سفر جانب سفر ہو۔

کماقدمنا عن الدرالمختار والخلاف فیہ معروف بیننا وبین الشافعی رضی اللہ تعالٰی عن الجمیع۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جیسا کہ ہم نے دُرمختار کے حوالے سے پیچھے بیان کیا ہے اور اس میں ہمارے اور امام شافعی (اللہ تعالٰی ان تمام سے راضی ہو) کے درمیان مشہور اختلاف ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۶۵ عرفان علی صاحب رضوی بیسل پوری ملازم کچہری کلکٹر پیلی بھیت ۱۶ شعبان ۱۳۳۲ھ

ماہ رمضان شریف کبھی موسم گرما میں ہوتا ہے کبھی موسم سرما میں، کبھی موسم بہار میں کبھی برسات میں۔ فرض کیجئے کہ ایک مرتبہ ماہِ رمضان گرمیوں میں ہو تو دوسرے سال بھی گرمیوں میں ہونا چاہئے کیونکہ وہی موسم دوبارہ سال بھر بعد آتا ہے، شمسی مہینے کے حساب سے کبھی رمضان موسمِ گرما میں ہوتا ہے اور کبھی موسم سرما میں، اس کی وجہ کیا ہے؟ چونکہ حضور علمِ ہیأت میں یدِطولٰی رکھتے ہیں پس سوائے حضور کے کسی اور سے اس کا حل ہونا غیر ممکن۔ بینوا توجروا

الجواب

موسموں کی تبدیلی خالق عزوجل نے گردشِ آفتاب پر رکھی ہے مثلاً تحویل برج حمل سے ختم جوزا تک فصل ربیع ہے، پھر تحویل سرطان سے ختم سنبلہ تک گرمی، پھر تحویلِ میزان سے ختم قوس تک خریف، پھر تحویل جدی سے ختم حوت تک جاڑا، یہ آفتاب کا ایک دَور ہے کہ تقریباً ۳۶۵ دن اور پونے چھ گھنٹے میں کہ پاؤ دن کے قریب ہُوا پُورا ہوتا ہے۔ اور عربی شرعی مہینے قمری ہیں کہ ہلال سے شروع اور ۳۰ یا ۲۹ دن میں ختم ہوتے ہیں۔ یہ بارہ[۱۲] مہینے

---

[1] فتح القدیر باب المستامن مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۲۶۰

Marfat.com

یعنی قمری سال ۳۵۴ یا ۳۵۵ دن کا ہوتا ہے تو شمسی سال سے دس گیارہ دن چھوٹا ہے، سمجھنے کے لیے کسرات چھوڑ کر شمسی سال ۳۶۵ قمری ۳۵۵ میں رکھے کہ دس دن کا فرق ہوا، اب فرض کیجئے کہ کسی سال یکم رمضان شریف یکم جنوری کو ہوئی تو آئندہ سال ۲۲ دسمبر کو یکم رمضان ہوگی کہ قمری ۱۲ مہینے ۳۵۵ دن میں ختم ہو جائیں گے اور شمسی سال پورا ہونے کو ابھی دس دن اور درکار ہیں، پھر تیسرے سال یکم رمضان ۱۲ دسمبر کو ہوگی، چوتھے سال یکم دسمبر کو ہوگی، تین برس میں ایک مہینہ بدل گیا، پہلے یکم جنوری کو تھی اب یکم دسمبر کو ہوئی، یونہی ہر تین برس میں ایک مہینہ بدلے گا، اور رمضان المبارک ہر شمسی مہینہ میں دورہ فرمائے گا، بعینہ یہی حالت ہندی مہینوں کی ہوگی، اگر وہ لوند نہ لیتے، انھوں نے سال رکھا شمسی اور مہینے لیے قمری، تو ہر برس دس دن گھٹ گھٹ کر تین سال بعد ایک مہینہ گھٹ گیا، لہٰذا ہر تین سال پر وہ ایک مہینہ مکرر کر لیتے ہیں تاکہ شمسی سال سے مطابقت رہے، ورنہ کبھی جیٹھ جاڑوں میں آتا اور پوس گرمیوں میں، بلکہ نصارٰی جنھوں نے سال و ماہ سب شمسی لیے اگر یہ چوتھے سال ایک دن بڑھا کر فروری ۲۹ کا نہ کرتے تو اُن کو بھی یہی صورت پیش آتی کہ کبھی جُون کا مہینہ جاڑوں میں ہوتا اور دسمبر گرمیوں میں، یوں کہ سال ۳۶۵ دن کا لیا اور آفتاب کا دورہ ابھی چند گھنٹے بعد پورا ہوگا کہ جس کی مقدار تقریباً چھ گھنٹے، تو پہلے سال شمسی سال دورہ یافتہ سے ۶ گھنٹے پہلے ختم ہوا، دوسرے سال ۱۲ گھنٹے پہلے، تیسرے سال ۱۸ گھنٹے پہلے، چوتھے سال تقریباً ۲۴ گھنٹے، اور ۲۴ گھنٹے کا ایک دن رات ہوتا ہے، لہٰذا ہر چوتھے سال ایک دن بڑھا دیا کہ دورۂ آفتاب سے مطابقت رہے، لیکن دورۂ آفتاب پورے چھ گھنٹے زائد نہ تھا بلکہ تقریباً پونے چھ گھنٹے، تو چوتھے سال پورے ۲۴ گھنٹے کا فرق نہ پڑا تھا بلکہ تقریباً ۲۳ گھنٹے کا اور بڑھا لیا ایک ایک کہ ۲۴ گھنٹے ہے، تو یوں ہر سال میں شمسی سال دورۂ آفتاب سے کچھ کم ایک گھنٹہ بڑھے گا، سو برس بعد تقریباً ایک دن، لہٰذا صدی بعد ایک دن گھٹا کر پھر فروری ۲۸ دن کا کر لیا، اسی طرح اور دقیق کسرات کا حساب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۶ از رائے پور سی پی محلہ بیجناتھ پارہ مرسلہ بہادر علی خاں سپرنٹنڈنٹ پنشنر محکمہ بندوبست ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

شعبان کی ۲۹ کو اگر چاند نظر نہ آئے تو ۳۰ کو علاوہ قاضی و مفتی کے عوام کو روزہ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جائز ہے تو کس نیت سے؟

الجواب

اگر ۲۹ کی شام کو مطلع صاف ہو اور چاند نظر نہ آئے تو ۳۰ کو قاضی مفتی کوئی بھی روزہ نہ رکھے اور اگر مطلع پر ابر و غبار ہو تو مفتی کو چاہیے کہ عوام کو ضحوۂ کبرٰی یعنی نصف النہار شرعی تک انتظار کا حکم دے کہ جب تک کچھ نہ کھائیں پئیں، نہ روزے کی نیت کریں، بلانیّت روزہ مثلِ روزہ رہیں، اس بیچ میں اگر ثبوت شرعی سے

Marfat.com

رویت ثابت ہو جائے تو سب روزے کی نیت کرلیں روزۂ رمضان ہو جائے گا، اور اگر یہ وقت گزر جائے کہیں سے ثبوت نہ آئے تو مفتی عوام کو حکم دے کہ کھائیں پئیں، ہاں جو شخص جو کسی خاص دن کے روزے کا عادی ہو، اور اگر اس تاریخ وہ دن آکر پڑے مثلاً ایک شخص ہر پیر کو روزہ رکھتا ہے اور یہ دن پیر کا ہو تو وہ اپنے اسی نفلی روزے کی نیت کرسکتا ہے شک کی وجہ سے رمضان کے روزے کی نیت کرے گا یا یہ کہ چاند ہو گیا تو آج رمضان کا روزہ رکھتا ہوں ورنہ نفل، تو گنہگار ہوگا۔ حدیث میں ہے:

من صام یوم الشك فقد عصی ابا القاسم[1] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم

جس نے یوم شک کا روزہ رکھا اس نے حضرت ابو القاسم محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۶۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سائل دریافت کرتا ہے کہ بروز پیر روزہ رکھنا چاہیے یا نہیں کیونکہ اگر ابر رہا تو چاند کا ثبوت ہونا غیر ممکن ہے اور اگر مطلع صاف ہوا تو دیکھ کر چاند روزہ ہوگا، اس غرض سے دریافت کیا گیا ہے بغیر چاند دیکھنے کے روزہ ناجائز ہوگا، حضور تحریر فرمادیجئے تاکہ دیہات میں خبر کردی جائے، جیسا بھی تحریر ہوگا ویسا کیا جائے گا۔

الجواب

اگر چاند ہو جائے یا شرعی شہادت گزر جائے تو کل کا روزہ ہے ورنہ دوپہر تک کچھ کھائیں پئیں نہیں اس خیال سے کہ شاید چاند ثابت ہو جائے، پھر اگر ثابت ہو جائے تو روزہ کی نیت کرلیں ورنہ کھانا کھالیں اور جب تک رویت یا ثبوت رویت نہ ہو جائے رمضان کی نیت سے کل کا روزہ رکھنا حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۸

مرسلہ احمد شاہ خاں از موضع نگریا سادات

ان پانچ روزوں میں جو روزہ رکھنا منع ہے یعنی ایک خاص عید الفطر اور عید الاضحٰی کے، تو اس کی کیا وجہ ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

یہ دن اللہ عزوجل کی طرف سے بندوں کی دعوت کے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۹

ماہ رمضان المبارک اور غیر رمضان المبارک میں قرآن خوانی یا اور کوئی ختم مثلاً تسبیح و تہلیل کے کوئی شخص پڑھے یا پڑھائے تو دونوں میں ثواب برابر ہے یا کم و بیش ہے، تو کیا وجہ ہے؟ بینوا توجروا

---

[1] صحیح بخاری باب اذا رأیتموا الہلال فصوموا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۶

Marfat.com

الجواب

رمضان المبارک میں ہر عمل نیک کا ثواب باقی مہینوں کے عمل سے اکثر و اوفر ہے، رمضان کا نفل اور مہینوں کے فرض اور اس کا فرض اور مہینوں کے ستر فرض کے برابر ہے۔ اور اللہ عزوجل کا فضل اوسع و اکبر ہے۔

سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہر مبارک کی نسبت فرمایا:

من تقرب فیہ بخصلۃ من الخیر کان کمن ادی فریضۃ فیما سواہ، ومن ادی فیہ فریضۃ کان کمن ادی سبعین فریضۃ فیما سواہ[۱] الحدیث رواہ ابن خزیمۃ والبیھقی، واللہ تعالیٰ اعلم

جس نے رمضان میں کوئی نفلی نیکی کا کام کیا اسے اس شخص جیسا ثواب ملے گا جس نے رمضان کے علاوہ میں فرض ادا کیا، اور جس نے اس میں فرض ادا کیا وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے رمضان کے علاوہ میں ستر فرض ادا کیے۔ الحدیث، اسے ابن خزیمہ اور بیہقی نے روایت کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۷۰ از مونگیر ملک بہار مرسلہ مولوی محمد عمر صاحب ولایتی مقیم مونگیر مسجد ٹوٹی ۵ شوال ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مونگیر میں ۲۹ رمضان روز یکشنبہ کو باوجود صفائے مطلع چاند نظر نہ آیا مگر کلکتہ سے بذریعہ تار برقی خبر آئی کہ یہاں ۲۹ رمضان روز یکشنبہ چاند دیکھا گیا بعد اس کے یہاں کے ایک رئیس نے کلکتہ کے امام جامع مسجد سے بذریعہ تار برقی دریافت کیا امام صاحب نے بھی یہی جواب دیا کہ کلکتہ میں بتاریخ ۲۹ رمضان چاند دیکھا گیا اس پر اُس رئیس نے مع اور چند آدمیوں کے روزے توڑ ڈالے مگر کسی ذی علم نے ان کی موافقت نہ کی ان اشخاص مفطرین کی نسبت درصورتِ صحت خبر مذکور کیا حکم ہے اور درصورت عدم صحت صرف اس روزے کی قضا اُن اشخاص پر لازم ہوگی یا کفارہ اور تعزیر بھی کسی قسم کی؟ بینوا توجروا

الجواب

تار کی خبر شرعاً محض نامعتبر کما حققناہ فی فتوٰی مفصلۃ بما لامزید علیہ (جیسا کہ ہم نے اپنے فتوٰی میں اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے جس پر اضافہ نہیں ہوسکتا۔ ت) اس کی بنا پر افطار محض ناجائز واقع ہوئی اور اشخاص مذکورین بیشک مرتکب گناہ ہوئے اگرچہ بعد کو تحقیق ہوجائے کہ اس دن واقعی عید ہی تھی کہ جب تک انھوں نے روزے توڑے اصلاً ثبوتِ شرعی نہ تھا اور اُنھوں نے بے اذنِ شرع افطار پر اقدام کیا اور یہ قطعاً گناہ ہے۔ شرع مطہر نے صوم و افطار کو رؤیت پر معلق فرمایا۔

---

[۱] صحیح ابن خزیمہ باب فضائل شہر رمضان حدیث ۱۸۸۷ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۹۲-۱۹۱

Marfat.com

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ[1]۔ اخرجہ الشیخان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ والحدیث مشہور۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے پر عید کرو۔ اسے بخاری و مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا ہے اور یہ حدیث مشہور ہے۔ (ت)

انھوں نے بے ثبوتِ رؤیت عید کرلی اور حکم احکم حاکم اعظم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے مخالفت کی ہم نے فتوٰی مفصلہ میں ثابت کیا کہ تار کی خبر مجہولین و فساق بلکہ بعض کفار کی وساطت سے آتی ہے اور ایسی خبر میں شرع نے فرض کیا تھا کہ زنہار بے تحقیق عمل نہ کریں۔

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنباء فتبینوا ان تصیبوا قوما بجھالۃ فتصبحوا علٰی ما فعلتم نادمین[2]○

اللہ تعالٰی نے فرمایا اے اہلِ ایمان! اگر تمھارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو اس کی تحقیق کرلو کہ کہیں تم کسی قوم کو بے جانے ایذا نہ دے بیٹھو، پھر اپنے کئے پر پچھتاتے رہو۔ (ت)

انھوں نے صرف اُسی کے اعتماد پر کاربندی کرلی شرع مطہر نے حکم دیا تھا تمھیں علم نہ ہو تو علم والوں سے پوچھو۔

قال اللہ تعالٰی فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون[3]۔

اللہ تعالٰی کا مبارک فرمان ہے: اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمھیں علم نہیں۔ (ت)

انھوں نے اہلِ علم سے بے پُوچھے کارروائی کی، قرآن عظیم نے ارشاد کیا تھا جو بات پیش آئے علماء سے عرض کرو وہ حقیقتِ کار تک پہنچ جائیں گے۔

قال اللہ تعالٰی واذا جاءھم امر من الامن اوالخوف اذاعوا بہ ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم[4]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جب ان کے پاس کوئی بات اطمینان یا ڈر کی آتی ہے اس کا چرچا کر بیٹھتے ہیں اور اگر اس میں رسول اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے تو ضرور اس کی حقیقت جان لیتے ان لوگوں سے جو ان میں سے اجتہاد کرتے ہیں (ت)

---

[1] صحیح بخاری باب اذا رأیتم الہلال فصوموا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۶
[2] القرآن ۴۹/۶
[3] القرآن ۲۱/۷
[4] القرآن ۴/۸۳

Marfat.com

انھوں نے اپنی رائے مستقل سمجھی فرقانِ حکیم نے حکم فرمایا تھا جب تک شرع اجازت نہ دے آپ کچھ نہ کر بیٹھو

قال اللہ تعالیٰ یایہا الذین اٰمنوا لاتقدموا بین یدی اللہ ورسولہ واتقوا اللہ ان اللہ سمیع علیم[1]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے اہلِ ایمان! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو یقیناً اللہ سُننے جاننے والا ہے (ت)

انھوں نے بے ثبوت شرعی جسارت کی، رمضان شریف بالیقین ثابت تھا اور مسلمانوں کو شرع مطہر نے بحکم فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ[2] (جو ماہِ رمضان کو پائے وہ ضرور اس کے روزے رکھے۔ ت) روزے پر جمع فرمایا تھا واجب تھا کہ جب شرع اِذن دیتی کہ اب وُہ کام ختم ہوا اُس وقت روزہ چھوڑتے،

قال اللہ تعالیٰ انما المؤمنون الذین اٰمنوا باللہ ورسولہ واذا کانوا معہ علی امر جامع لم یذھبوا حتی یستاذنوہ[3]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بلاشبہ ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر یقین لائے اور وہ جب حضور کے پاس کسی معاملہ میں حاضر ہوتے ہوں جس کیلیے جمع کیے گئے ہوں تو آپ کی اجازت کے بغیر وہاں سے نہیں جاتے۔ (ت)

انھوں نے بے اذن شرع کہ ہنوز اس تاریخ رمضان کا ختم ہو جانا دلیل شرعی سے ثابت نہ ہوا تھا اُس امر جامع سے جدائی کی، مانا کہ بعد کو عید ہی ظاہر ہو مگر اُس وقت تک اُن کے شہر میں تو رمضان ہی معلوم تھا، انھوں نے قطعاً امر دین میں ناواقفانہ جسارت اور احکامِ شرع سے جاہلانہ مخالفت کی، تو یہ اگرچہ نفس الامر میں مصیب ہوں عند الشرع خطاوار ہوئے،

کما قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من قال فی القراٰن برأیہ فاصاب فقد اخطأ[4]۔ اخرجہ ابوداؤد والترمذی والنسائی عن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے قرآن پاک کی تفسیر اپنی رائے سے کی وہ درست بھی ہو تو پھر بھی اس نے خطاء کی۔ اسے ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت جندب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بیان کیا۔ (ت)

اور یہیں سے ثابت کہ وہ بہر تقدیر اپنی بے باکی وجرأت و استقلال بالرائے ومخالفتِ اہل علم واختراعِ حکم

---

[1] القرآن ۴۹/۱
[2] القرآن ۲/۱۸۵
[3] القرآن ۲۴/۶۲
[4] سنن ابی داؤد باب الکلام فی کتاب اللہ بلا علم آفتاب عالم پریس، لاہور ۲/۱۵۸

Marfat.com

کے باعث مستحقِ تعزیر ہوئے کہ یہ سب گناہ ہیں اور ہر گناہ جس میں حد نہیں اس میں تعزیر ہے،

فی الاشباہ کل معصیۃ لیس فیہا حد مقدر ففیہ التعزیر[1]

اشباہ میں ہے جس معصیت پر کوئی حد متعین نہ ہو اس میں تعزیر ہوگی (ت)

اور اس کی تعیینِ قسم حاکمِ شرع ایدہ اللہ تعالٰی کی رائے پر ہے، ضرب، حبس، گوشمال، سخت کلام، تیز نگاہ وغیرہا جس طریقہ سے مصلحت جانے زجر فرمائے اور ضرب اختیار کرے تو انتالیس کوڑے سے زیادہ نہ ہو۔

فی شرح التنویر التعزیر لیس فیہ تقدیر بل ھو مفوض الی رأی القاضی وعلیہ مشائخنا زیلعی لان المقصود منہ الزجر واحوال الناس فیہ مختلفۃ، بحر[2]

شرح تنویر میں ہے کہ تعزیر مقدر نہیں بلکہ قاضی کی رائے کے مطابق ہوگی، اور ہمارے مشائخ اسی پر ہیں، زیلعی، کیونکہ اس سے مقصود زجر ہے اور اس بارے میں لوگوں کے طبائع مختلف ہوتے ہیں، بحر۔ (ت)

اسی میں ہے:

اکثرہ تسعۃ وثلثون سوطا لو بالضرب[3]

تعزیر زیادہ سے زیادہ انتالیس کوڑے ہے اگر ضرب کرنی ہو (ت)

اور جہاں والیِ شرع نہ ہو جیسے ہمارے بلاد، وہاں یہ لوگ تعزیر سے محفوظی پر خوش نہ ہوں کہ یہ خوشی اُن کے گناہ کو ہزار چند کردے گی، بلکہ اس سے ڈریں جس کی حکومت ہر جگہ ہے اور ہر وقت ہر بات پر قادر ہے اور اسی کی طرف پھر کر جانا ہے۔ فوراً صدقِ دل سے تائب ہوں، اور جیسے یہ معصیت اعلانیہ کی توبہ بھی بالاعلان کریں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا عملت سیئۃ فاحدث عندھا توبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ[4] اخرجہ الامام احمد فی الزھد والطبرانی فی المعجم الکبیر عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ باسناد حسن۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کوئی بُرائی کرو تو اس پر توبہ کرو، اگر گناہ خفیہ ہے تو توبہ بھی خفیہ طور پر کی جائے اور اگر گناہ اعلانیہ ہے تو توبہ بھی اعلانیہ کی جائے۔ اسے امام احمد نے زہد میں اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر کتاب الحدود والتعزیر ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۲۸۵

[2] و [3] درمختار باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲۶

[4] کنز العمال حدیث ۱۰۱۸۰ بحوالہ احمد فی الزہد عن عطا بن یسار باب التعزیر موسستہ الرسالہ بیروت ۴/۲۰۹
المعجم الکبیر حدیث ۳۲۱ مروی از معاذ بن جبل المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۲۰/۱۵۹

Marfat.com

آئندہ کے لیے عہد واثق ہو کہ کبھی امور دین میں بیباکی و جرأت نہ کرینگے اور بے ارشادِ علماء اپنی رائے سے قدم نہ رکھیں گے،

ویتوب اللّٰہ علی من یشاء[1]، ویھدی الیہ من اناب[2]

اللہ تعالٰی جس کی چاہے توبہ قبول فرمائے۔ اور اپنی طرف اسی کو ہدایت دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع لائے(ت)

پھر اگر طرق مقبولہ شرع سے ثابت ہو جائے کہ وہ خبر سچی اور عید واقعی تھی تو ان پر اس روزے کی قضا نہیں کہ تحقیق ہوا وہ دن روزے کا نہ تھا،

ولاقضاء الا عن وجوب وافساد النفل بعد الشروع وان اوجب القضاء لکن ھذا فی غیر صوم الایام الخمسۃ کما فی التنویر وشرحہ للعلائی علی ان محلہ فی الشروع قصدا الا تری ان من شرع فی صلٰوۃ ظانا انہ لم یصلھا ثم تذکر فقطع لاقضاء علیہ۔

وجوب کے سوا کسی کی قضا نہیں، نفلی روزہ شروع کرکے توڑ دینے سے روزہ واجب تو ہو جاتا ہے لیکن وہ حکم ان پانچ دنوں کے علاوہ میں ہے جیسا کہ تنویر اور اس کی شرح للعلائی میں ہے، علاوہ ازیں اس کا محل قصداً شروع ہوتا ہے کیا آپ نہیں جانتے کہ جو شخص کسی نماز میں یہ گمان کرتے ہوئے شروع ہوا کہ اس نے ادا نہیں کی تھی، پھر اسے یاد آگیا کہ اس نے ادا کرلی ہے تو اس نے نماز توڑ دی تو اب اس پر قضا نہیں۔(ت)

نظیر اس کی یہ ہے کہ ابھی غروب شمس محقق نہ ہوا اور کسی شخص نے جبراً روزہ کھول لیا یہ امر اسے روا نہ تھا' کما فی السراج الوھاج والبحر الرائق ووجیز الکردری (جیسا کہ سراج الوہاج، بحرالرائق اور وجیز کردری میں ہے۔ت) لیکن اگر بعد کو ثابت ہو کہ فی الواقع اُس وقت آفتاب ڈوب ہو چکا تھا تو روزے کی قضا نہیں، کما نص علیہ الامام الزیلعی ثم الطحطاوی ثم الشامی (جیسا کہ اس پر امام زیلعی نے پھر طحطاوی اور پھر شامی نے تصریح کی ہے۔ت) کہ ظاہر ہوا کہ وقوعِ افطار اپنے محل میں تھا، اور اگر منکشف ہو کہ خبر غلط تھی اور وہ دن رمضان کا تھا یا کچھ تحقیق نہ ہو تو بے شک اُس روزے کی قضا لازم ہے، تقدیر اول پر تو وجہ واضح اور برتقدیر ثانی رمضان کا آنا یقینی تھا اور اُس کا جانا شرعاً ثابت نہ ہوا والیقین لایزول بالشك (یقین شک سے زائل نہیں ہوا کرتا۔ت) تو وہ دن عند الشرع رمضان ہی کا تھا کہ شرع نے عدم رؤیت میں تیس[۳۰] دن پورے کا مہینہ رکھا ہے،

---

[1] القرآن ۹/۱۵

[2] القرآن ۱۳/۲۷

Marfat.com

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلثین[1] اخرجہ البخاری و نحوہ مسلم عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم پر چاند (بادل کی وجہ سے) مخفی رہے تو تم تیس دن مکمل کرو۔ اسے امام بخاری نے اور اس کی مثل امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے (ت)

نظیر اس کی یہ ہے کہ بے تحقیق غروب افطار کرلیا پھر ثابت ہُوا کہ آفتاب باقی تھا یا کچھ نہ کُھلا' دونوں حالت میں قضا ہے کما صرح بہ الزیلعی ومن بعدہ (جیسا کہ اس پر زیلعی اور ان کے بعد آنے والوں نے تصریح کی ہے ت) بایں ہمہ مانحن فیہ میں کفارہ کسی تقدیر پر نہیں کہ آخر انھوں نے اپنے نزدیک عید ہی جان کر روزے توڑے اور وُہ خبریں اگرچہ شرعاً نامقبول ہیں۔ مگر ان عامیوں کے لیے مورث ظن بلکہ اُن کے گمان میں موجب یقین ہوچکی تھیں تو اُن کی طرف سے جنایت کاملہ نہ پائی گئی وان تبتنی الکفارۃ علیہا (اور کفارہ جنایت کاملہ پر ہوتا ہے۔ ت) نظیر اس کی وہ شخص ہے جس کے ایک دوست نے اُس سے بیان کیا میں نے عید کا چاند دیکھا اس نے اُسے معتمد سمجھ کر روزہ توڑ ڈالا اگرچہ گنہ گار ہُوا کہ ایک کی خبر ہلالِ عید میں محض نامعتبر، اور اسی وجہ سے قضا بھی آئی مگر کفارہ نہیں، علامہ حسن شرنبلالی نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں:

ان افطر من رأی الھلال وحدہ فی شوال قضی ولا کفارۃ علیہ ولا علی صدیق للرائی ان شھد عندہ بھلال الفطر وصدقہ فافطر لانہ یوم عید عندہ فیکون شبھۃ[2]

جس نے شوال کا چاند تنہا دیکھا اور روزہ نہ رکھا تو وُہ قضا کرے اس پر کفارہ نہیں اسی طرح جس نے اس کی گواہی کی تصدیق کی عید الفطر کے چاند میں' اور روزہ نہ رکھا کیونکہ اس کے نزدیک یہ عید کا دن ہے لہٰذا یہاں شبہہ کا وقوع ہوگیا ہے (لہٰذا قضا ہوگی کفارہ نہیں۔ (ت)

اسی طرح فتح القدیر وہندیہ وغیرہا میں ہے، بلکہ علماء تصریح فرماتے ہیں اگر گاؤں والوں نے تیسویں رمضان کو شہر سے نقارے کی آواز سُنی اور وُہ سمجھے کہ نقارہ عید کا ہے روزے توڑ دئے، حالانکہ وہ نقارہ کسی اور بات کا تھا کفارہ لازم نہیں، فتاوٰی منہیہ پھر شرح نقایہ پھر مجمع الانہر پھر ردالمحتار میں ہے:

---

[1] صحیح بخاری باب اذا رأیتم الہلال فصوموا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۶

[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فیما ثبت بہ الہلال نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۵۰

Marfat.com

وافطر اهل الرستاق بصوت الطبل يوم الثلثين ظانين انه يوم العيد وهو لغيره لم يكفر[1]۔ واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اگر اہلِ علاقہ نے تیسویں دن ڈھول کی آواز پر یہ گمان کرتے ہُوئے روزہ افطار کر لیا کہ یہ عید کا دن ہے حالانکہ وُہ کسی اور وجہ سے بجایا گیا تھا تو اب ان پر کفارہ نہیں ہوگا۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب ما یفسد وما لا یفسد دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۱۰۶

Marfat.com

ازکی الاہلال بابطال ما احدث الناس فی امر الہلال

۱۳۰۵ھ

(رؤیت ہلال کے بارے میں لوگوں کی ایجاد کردہ خبر (تار و خط) کو باطل کرنے میں عمدہ بحث)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ ربّ محمد صلی اللہ علیہ وسلما

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ در بارۂ رؤیت ہلال تار کی خبر شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟ اور اگر کچھ لوگ یہ انتظام مقرر کریں کہ در باب رؤیت ہلال رمضان وشوال و ذی الحجہ ومحرم کے پیشتر سے مراسلات مقام دیگر کو جہاں جہاں مناسب خیال کیا جائے اس مضمون سے بھیجے جائیں کہ اگر ان مقاموں میں ۲۹ کی رؤیت ہو تو خبر رؤیت کی بذریعہ تار کے پہنچ جائے اور بعد پہنچنے خبر شہادت کافی کے مشتہر کر دیا جائے تو یہ طریقہ شرعاً مقبول یا محض باطل اور اس کی بنا پر اعلان ہو تو مسلمانوں کو اس پر عمل جائز یا حرام؟ اور اعلان کرنے والوں کے حق میں کیا حکم ہے؟

بینوا توجروا۔

الجواب

الحمد للہ الذی بشکرہ یصیر ہلال النعمۃ — سب تعریف اللہ کے لیے جس کے شکر سے نعمتوں کا چاند

Marfat.com

بدرا والصّلٰوۃ والسلام علی اجل شموس الرسالۃ قدرا وعلٰی الہٖ وصحبہ نجوم الھدی واقمار التقی ما اتی البرق بخبر الودق فصدق مرۃ وکذب اخری اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔

بدر بن جاتا ہے، صلٰوۃ وسلام اس ذات پر جو قدر و منزلت میں رسالت کا سب سے اعلٰی آفتاب ہیں، آپ کے آل واصحاب پر جو ہدایت کے ستارے اور تقوٰی کے چاند ہیں جب تک بجلی کی چمک بارش کی خبر دے کبھی وُہ سچ ہو اور کبھی غلط، اے اللہ! حق وصواب کی ہدایت عطا فرما۔ (ت)

امورِ شرعیہ میں تار کی خبر محض نامعتبر، اور یہ طریقہ کہ تحقیق ہلال کیلئے تراشا گیا باطل و بے اثر، مسلمانوں کو ایسے اعلان پر عمل حرام اور جو اس کی بنا پر مرتکبِ اعلان ہو سب سے زیادہ مبتلائے آثام۔ اس طریقے میں جو غلطیاں اور احکامِ شرع سے سخت بیگانگیاں ہیں۔ اُن کی تفصیل کو دفتر درکار، لہٰذا یہاں بقدرِ ضرورت و فہم مخاطب چند آسان تنبیہوں پر اقتصار۔

تنبیہ اول: شریعتِ مطہرہ نے دربارۂ ہلال دوسرے شہر کی خبر کو شہادت کافیہ یا تواترِ شرعی پر بنا فرمایا اور ان میں بھی کافی و شرعی ہونے کے لیے بہت قیود و شرائط لگائیں جس کے بغیر ہرگز گواہی و شہرت بکار آمد نہیں اور پُرظاہر کہ تار نہ کوئی شہادتِ شرعیہ ہے نہ خبرِ متواتر، پھر اس پر اعتماد کیونکر حلال ہو سکتا ہے۔ فتح القدیر و درمختار و حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے:

واللفظ للدر یلزم اھل المشرق برؤیۃ اھل المغرب اذا ثبت عندھم رؤیۃ اولٰئک بطریق موجب[1]۔

در کے الفاظ یہ ہیں اہلِ مشرق پر اہلِ مغرب کی رویت کی وجہ سے لازم ہو جاتا ہے بشرطیکہ جب اس رویت کا ثبوت ان کے ہاں بطریقِ موجب ہو۔ (ت)

علامہ حلبی و علامہ طحطاوی و علامہ شامی حواشیِ در میں فرماتے ہیں:

بطریق موجب کان یتحمل اثنان الشھادۃ اویشھد اعلی حکم القاضی اویستفیض الخبر بخلاف ما اذا اخبران اھل بلدۃ کذا رأوہ لانہ حکایۃ[2]۔

طریقِ موجب یہ ہے کہ شہادت لانے والے دو ہوں یا وہ قاضی کے فیصلہ پر گواہ ہوں یا خبر مشہور ہو بخلاف اس صورت کے جب دونوں نے یہ خبر دی ہو کہ فلاں اہلِ شہر نے دیکھا ہے کیونکہ یہ تو حکایت ہے۔ (ت)

جو یہاں تار کی خبر پر عمل چاہے اس پر لازم کہ شرعًا اس کا موجب و ملزم ہونا ثابت کرے مگر حاشا نہ ثابت ہوگا جب تک ہلال مشرق اور بدر مغرب سے نہ چمکے، پھر شرعِ مطہر پر بے اصل زیادت اور منصب رفیع فتوٰی پر جرأت کس لیے والعیاذ

---

[1] درمختار | کتاب الصوم | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۴۹

[2] ردالمحتار | باب صدقۃ الفطر | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۹۶

Marfat.com

باللہ سبحانہ وتعالیٰ اور یہ خیال کہ تار میں خبر تو شہادت کافیہ کی آتی محض نادانی کہ ہم تک تو نامعتبرہ طریقے سے پہنچی۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ معتبر کس کی خبر، پھر جو حدیث نامعتبر راویوں کے ذریعہ سے آتی ہے کیوں پایۂ اعتبار سے ساقط ہوجاتی ہے!

تنبیہ دوم: تار کی حالت خط سے زیادہ ردی وسقیم کہ اس میں کاتب کا خط تو پہچانا جاتا ہے طرزِ عبارت شناخت میں آتا ہے، واقف کار دیگر قرائن سے اعانت پاتا ہے۔ بایں ہمہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ امورِ شرعیہ میں ان خطوط و مراسلات کا کچھ اعتبار نہیں کہ خط خط کے مشابہ ہوتا ہے اور بن بھی سکتا ہے تو یقین شرعی نہیں ہوسکتا کہ یہ اُسی شخص کا لکھا ہُوا ہے۔ ائمۂ دین کی عبارتیں لیجئے:

اشباہ[1] میں ہے: لایعتمد علی الخط ولا یعمل بہ[1] (خط پر نہ اعتماد کیا جائے گا نہ عمل۔ ت)

ہدایہ[2] میں ہے: الخط یشبہ الخط فلم یحصل العلم[2] (خط دوسرے خط کے مشابہ ہوتا ہے لہذا اس سے علم حاصل نہ ہوگا۔ ت)

فتح القدیر[3] میں ہے: الخط لا ینطق وھو متشابہ[3] (خط بولتا نہیں اور اس میں مشابہت ہوتی ہے۔ ت)

درمختار[4] میں ہے: لایعمل بالخط[4] الخ (خط پر عمل نہیں کیا جاسکتا الخ۔ ت)

فتاوٰی قاضیخاں[5] میں ہے:

القاضی انما یقضی بالحجۃ والحجۃ ھی البینۃ او الاقرار اما الصک فلا یصلح حجۃ لان الخط یشبہ الخط[5]	قاضی فیصلہ دلیل پر کرے اور دلیل گواہ ہیں یا اقرار پر فیصلہ کرے، اشٹام حجت نہیں کیونکہ خط دوسرے خط کے مشابہ ہوسکتا ہے (ت)

کافی[6] شرح وافی میں ہے: الخط یشبہ الخط وقد یزور ویفتعل[6] (خط خط کے مشابہ ہوتا ہے اور

---

[1] الاشباہ والنظائر کتاب القضاء والشہادات والدعاوی ادارۃ القرآن وعلوم اسلامیہ کراچی ۱/۳۳۸

[2] ہدایہ کتاب الشہادات فصل ما یتحملہ الشاہد مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۱۵۷

[3] فتح القدیر

[4] درمختار کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۸۳

[5] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی دعوی الوقف الخ منشی نولکشور لکھنؤ ۴/۷۴۲

[6] کافی شرح وافی

Marfat.com

یہ ان اشیاء میں سے ہے جن سے کسی کی طرف جھوٹ منسوب کیا جاتا اور جعلسازی کی جاتی ہے۔ (ت)

مختصر ظہیریہ پھر شرح الاشباہ للعلامۃ البیری پھر ردالمحتار میں ہے:

لایقضی القاضی بذٰلک عند المنازعۃ لان الخط مما یزور ویفتعل[1]

قاضی جھگڑے کے وقت اس پر فیصلہ نہ کرے کیونکہ خط میں کسی کی طرف جھوٹ منسوب کیا جاسکتا ہے اور بنالیا جاتا ہے۔ (ت)

عینی شرح کنز میں ہے:

الخط یشبہ الخط فلا یلزم حجۃ لانہ یحتمل التزویر[2]

خط خط کے مشابہ ہوتا ہے لہذا وہ دلیل نہیں بن سکتا کیونکہ اس میں جعلسازی کا احتمال ہوتا ہے۔ (ت)

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے:

الشہادۃ والقضاء والرؤیۃ لایحل الاعن علم ولا علم ھنا لان الخط یشبہ الخط[3]

شہادت اور قضا اور رؤیت یقین کے بغیر حلال نہیں اور یہاں یقین حاصل نہیں کیونکہ خط، خط کے مشابہ ہوتا ہے۔ (ت)

فتاوٰی عالمگیری میں ملتقط سے ہے:

الکتاب قد یفتعل ویزور اذ الخط یشبہ الخط والخاتم یشبہ الخاتم[4]

خط میں جعل سازی اور من گھڑت بات بھی ہوسکتی ہے اور خط، خط کے مشابہ ہوتا ہے۔ اسی طرح مُہر دوسری مُہر کے مشابہ ہوسکتی ہے۔ (ت)

غمز العیون میں فتاوٰی امام اجل ظہیر الدین مرغینانی سے ہے:

العلۃ فی عدم العمل بالخط کونہ مما یزور ویفتعل ای من شانہ ذٰلک وکونہ من شانہ ذٰلک یقتضی عدم العمل بہ وعدم الاعتماد علیہ،

خط پر عمل نہ کرنے کی علت یہ ہے کہ اس کے ذریعے جعلسازی کی جاسکتی ہے یعنی اس کی یہ صفت بن سکتی ہے اور اس صفت کا ہونا تقاضا کرتا ہے کہ اس پر عمل نہ کیا جائے اور نہ اعتماد کیا جائے اگرچہ

---

[1] ردالمحتار باب کتاب القاضی الی القاضی داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۵۲

[2] عینی شرح کنز: رمز الحقائق شرح کنز الدقائق کتاب الشہادۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۸۰

[3] مجمع الانہر کتاب الشہادت داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۱۹۲

[4] فتاوٰی ہندیہ اسباب الثالث والعشرون فی کتاب القاضی الی القاضی نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۳۸۱

Marfat.com

وان لم یکن مزورا فی نفس الامر کما ھو ظاھر[1]

نفس الامر میں اس میں جعلسازی نہ کی گئی ہو جیسا کہ ظاہر ہے۔ (ت)

دیکھئے کس قدر روشن وواضح تصریحیں ہیں کہ خط پر اعتماد نہیں، نہ اس پر عمل نہ اس کے ذریعہ سے یقین حاصل ہو، نہ اس کی بنا پر حکم و گواہی حلال کہ خط خط کے مشابہ ہوتا ہے اور مُہر مُہر کے مانند ہوسکتی ہے، اور صاف ارشاد فرماتے ہیں کہ خط کا صرف اپنی ذات میں قابلِ تزویر ہونا ہی اس کی بے اعتباری کو کافی ہے اگرچہ یہ خاص خط واقع میں ٹھیک ہو، پھر یہ تار جس میں خبر بھیجنے والے کے دست وزبان کی کوئی علامت تک نام کو بھی نہیں اور اس میں خط کی بہ نسبت کذب و تزویر نہایت آسان کیونکر امورِ دینیہ کی بنا اُس پر حرام قطعی نہ ہوگی۔ سبحان اللہ ائمہ دین کی وُہ احتیاط کہ مُہر خط کو صرف گنجائشِ تزویر کے سبب لغو ٹھہرایا حالانکہ مُہر بنا لینا اور خط میں خط ملا دینا سہل نہیں شاید ہزار میں دو ایک ایسا کر سکتے ہوں اور یہاں تو اصلاً دشواری نہیں جو چاہے تار گھر میں جائے اور جس کے نام سے چاہے تار دے آئے، وہاں نام و نسب کی کوئی تحقیقات نہیں ہوتی، نہ رجسٹری کی طرح شناخت کے گواہ لیے جاتے ہیں، علاوہ بریں تار والوں کے وجوبِ صدق پر کون سی وحی نازل ہے کہ اُن کی بات خواہی نخواہی واجب القبول ہوگی اور اس پر احکامِ شرعیہ کی بنا ہونے لگی ہزار افسوس ذلتِ علم و قلتِ علماء پر، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تنبیہ سوم: قطع نظر اس سے کہ خبر شہادت منگانے کے لیے جنھیں مراسلات بھیجے جائیں گے غالباً ان کا بیان حکایت و اخبارِ محض سے کتنا جُدا ہوگا جس کی بے اعتباری تمام کتبِ مذہب میں مصرح۔ بالفرض اگر اصل خبر میں کوئی خللِ شرعی نہ ہو تاہم اس کا جائزہ اعتبار تار میں آکر یکسر تار تار کہ وُہ بیان ہم تک اصالتًا نہ پہنچا بلکہ نقل در نقل ہوکر آیا، صاحبِ خبر تو وہاں کے تار والے سے کہہ کر الگ ہوگیا اُس نے تار کو جنبش دی اور اس کے کھٹکوں سے جن کے اطوارِ مختلفہ کو اپنی اصطلاحوں میں علامتِ حروف قرار دے رکھا ہے اشاروں میں عبارت بتائی اب وہ بھی جُدا ہوگیا یہاں کے تار والے نے اُن کھٹکوں پر نظر کی، اور ضرباتِ معلومہ سے جو فہم میں آیا نقوشِ معرفہ میں لایا اب یہ بھی الگ ہوا وہ کاغذ کا پرچہ کسی ہرکارے کے سپرد ہُوا کہ یہاں پہنچا کر چلتا بنا۔ سبحان اللہ اس نفیس روایت کا سلسلۂ سند تو دیکھئے مجہول عن مجہول نامقبول از نامقبول، اس قدر وسائط تو لابدی ہیں پھر شاید کبھی نہ ہونا ہو کہ معزز لوگ بذاتِ خود جاکر تار دیں، اب جس کے ہاتھ کہلا بھیجا مانیے وُہ جدا واسطہ اُس پر فارم کی حاجت ہُوئی تو تحریر کا قدم درمیان آپ نہ آئے تو کسی انگریزی دان کی وساطت، اُدھر تار کا بابو اردو نہ لکھے تو یہاں مترجم کی جُدا ضرورت، باایں ہمہ فصل زائد ہُوا اور تار وصل نہیں۔ جب تو نقل در نقل کی گنتی ہی کیا ہے، وائے بے انصافی

---

[1] غمز العیون مع الاشباہ والنظائر کتاب القضاء والشہادات الخ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۳۳۹

Marfat.com

اس طریقہ تراشیدہ پر عمل کرنے والوں سے پُوچھا جائے ان سب وسائط کی عدالت وثقاہت سے کہاں تک آگاہ ہیں، حاش للہ نام بھی نہیں معلوم ہوتا، نام درکنار اصل شمار وسائط بتانا دشوار، سب جانے دیجئے اسلام پر بھی علم نہیں اکثر ہنود وغیرہم کفاران خدمات پر معیّن، غرض کوئی موضوع سی حدیث اس نفیس سلسلے سے نہ آتی ہوگی، پھر ایسی خبر پر امورِ شرعیہ کی بنا کرنا استغفر اللہ علماء، تو علماء ئیں نہیں جانتا کہ کسی عاقل کا کام ہو۔

تنبیہ چہارم : علماء تصریح فرماتے ہیں کہ دوسرے شہر سے بذریعہ خط خبر شہادت دینا صرف قاضیِ شرع سے خاص جسے سلطان نے مقدمات پر والی فرمایا ہو، یہاں تک کہ حَکَم کا خط مقبول نہیں، درمختار میں ہے :

القاضی یکتب الی القاضی وھو نقل الشھادۃ حقیقۃ ولا یقبل من محکم بل من قاض مولی من قبل الامام[1] الخ ملتقطا۔	قاضی دوسرے قاضی کی طرف لکھ سکتا ہے اور یہ حقیقۃً نقلِ شہادت ہے اور یہ فیصل سے قبول نہیں بلکہ اس قاضی سے قبول ہے جسے حاکم نے مقرر کیا ہو الخ ملتقطا (ت)

فتح میں ہے :

ھذا النقل بمنزلۃ القضاء ولھذا لا یصح الا من القاضی[2]۔	یہ نقل بمنزلہ قضاء کے ہے لہذا یہ قاضی کے علاوہ کسی سے صحیح نہیں۔ (ت)

غیر قضاۃ تو یہیں سے الگ ہوئے، رہے قاضی ان کی نسبت صریح ارشاد کہ اس بارے میں نامۂ قاضی کا قبول بھی اس وجہ سے ہے کہ صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے برخلاف قیاس اسکی اجازت پر اجماع فرمالیا ورنہ قاعدہ یہی چاہتا تھا کہ اس کا خط بھی اُنہی وجوہ سے جو اوپر گزریں مقبول نہ ہوا اور پُر ظاہر کہ جو حکم خلافِ قیاس مانا جاتا ہے مورد سے آگے تجاوز نہیں کرسکتا، اور دوسری جگہ اس کا اجرا محض باطل وفاحش خطا، پھر حکم قبول خط سے گزر کر تار تک پہنچا کیونکر روا۔ ائمۂ دین تو یہاں تک تصریح فرماتے ہیں کہ اگر قاضی اپنا آدمی بھیجے بلکہ بذاتِ خود ہی آکر بیان کرے کہ میرے سامنے گواہیاں گزریں ہرگز نہ سُنیں گے کہ اجماع تو صرف دربارۂ خط منعقد ہوا ہے، پیامِ ایلچی وخود بیانِ قاضی اس سے جدا ہے۔ امام محقق علی الاطلاق شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں :

الفرق بین رسول القاضی وکتابہ حیث	قاضی کے قاصد اور اس کے خط میں یہ فرق ہے کہ

---

[1] درمختار باب کتاب القاضی الی القاضی مطبع مجتبائی دہلی ۲/۸۳-۸۴

[2] فتح القدیر " " " " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/۳۸۹

Marfat.com

یقبل کتابہ ولا یقبل رسولہ، فلان غایۃ رسولہ ان یکون کنفسہ، وقد منا انہ لوذکر مافی کتابہ لذلك القاضی بنفسہ لایقبلہ، وکان القیاس فی کتابہ کذلك، الا انہ اجیز باجماع التابعین علی خلاف القیاس فاقتصر علیہ۔[1]

خط قبول کیا جائے گا لیکن قاصد مقبول نہیں، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ قاصد، قاضی کے قائم مقام ہے جبکہ ہم پہلے بیان کرچکے کہ اگر قاضی خود جاکر دوسرے قاضی کو خط والا مضمون بتائے تو دوسرا قاضی اسے قبول نہیں کرے گا، خط کے بارے میں قیاس کا تقاضا یہی ہے کہ قبول نہ ہو لیکن تابعین حضرات کے اجماع سے اس کو جائز و مقبول قرار دیا گیا جو کہ خلافِ قیاس ہے اسی لیے اسی میں اجازت محصور رہے گی۔ (ت)

سبحان اللہ! پھر تار بیچارے کی کیا حقیقت کہ اسے کتاب القاضی پر قیاس کریں اور جہاں خود بیان قاضی شرعاً بے اثر وہاں اس کے سر بنائے احکام دھریں ؎

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

(راستے کا تفاوت دیکھیں کہ کہاں سے کہاں تک ہے۔ ت)

اور جب شرعاً قاضی کا تار یوں بے اعتبار، تو اوروں کے تار کی جو ہستی ہے وہ ہماری تقریر صدر سے آشکار کہ مقبول الکتاب کا تار ناچیز، تو مردود الکتاب کا تار کیا چیز، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ الملك العزیز۔

تنبیہ پنجم: قاضی شرع کا نامہ بھی صرف اُسی وقت مقبول جب دو مرد ثقہ یا ایک مرد دو عورتیں عادل دارالقضا سے یہاں آکر شہادتِ شرعیہ دیں کہ یہ خط بالیقین اُسی قاضی کا ہے اور اس نے ہمارے سامنے لکھا ہے ورنہ ہرگز قبول نہ ہوگی اگرچہ ہم اس قاضی کا خط پہچانتے ہوں اور اس کی مُہر بھی لگی ہو اور اُس نے خاص اپنے آدمی کے ہاتھ بھیجا بھی ہو۔ ہدایہ میں ہے:

لایقبل الکتاب الابشہادۃ رجلین اور رجل وامرأتین لان الکتاب یشبہ الکتاب فلایثبت الا بحجۃ تامۃ وھذا لانہ ملزم فلابد من الحجۃ۔[2]

خط نہیں قبول کیا جائے گا مگر دو مرد یا ایک مرد اور دو خواتین کی گواہی پر قبول ہوگا کیونکہ خط، خط کے مشابہ ہوسکتا ہے لہذا اس حجتِ کاملہ کے بغیر خط کا ثبوت نہ ہوگا اور یہ اس لیے کہ خط کی وجہ سے حکم لازم ہوتا ہے اور اس لیے حجت کا ہونا ضروری ہوتا ہے (ت)

فتاوٰی ہندیہ میں ملتقط سے ہے:

---

[1] فتح القدیر شرح ہدایہ باب القاضی الی القاضی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۳۸۶

[2] ہدایہ 〃 مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۱۳۰۹

Marfat.com

یجب ان یعلم ان کتاب القاضی الی القاضی صار حجة شرعا فی المعاملات بخلاف القیاس لان الکتاب قد یفتعل ویزوّر الخط یشبه الخط والخاتم یشبه الخاتم ولکن جعلنه حجة بالاجماع ولکن انما یقبله القاضی المکتوب الیه عند وجود شرائطه ومن جملة الشرائط البینة حتی ان القاضی المکتوب الیه لایقبل کتاب القاضی مالم یثبت بالبینة انه کتاب القاضی[1]

یہ جان لینا ضروری ہے کہ قاضی کا خط دوسرے قاضی کی طرف معاملات میں شرعاً حجت ہے لیکن خلاف قیاس کیونکہ خط میں جعلسازی اور جھوٹ لکھا جاسکتا ہے، اور خط، خط کے مشابہ، اسی طرح مہر دوسری مُہر کے مشابہ ہوسکتی ہے لیکن ہم نے اسے اجماع کی وجہ سے حجت مانا ہے، لیکن جس قاضی کی طرف لکھا گیا ہو تب قبول کرے جب اسکی شرائط پائی جائیں، اور ان شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ اس پر گواہ ہوں حتی کہ قاضی دوسرے قاضی کے خط کو اس وقت تک قبول نہیں کرسکتا جب تک گواہ گواہی نہ دیں کہ یہ قاضی کا خط ہے (ت)

عقود الدریہ میں فتاوٰی علامہ قاری الہدایہ سے ہے:

اذا شھدوا انه خطه من غیر ان یشاھدوا کتابته فلا یحکم بذلك[2]

جب وُہ گواہی دیں کہ یہ اس کا خط ہے مگر انھوں نے لکھتے ہوئے نہیں دیکھا تو ایسے خط پر فیصلہ نہ دیا جائے (ت)

سبحان اللہ! یہ خطوط یا تار جو یہاں آتے ہیں اُن کے ساتھ کون سے دو گواہ عادل آکر گواہی دیتے ہیں کہ کہ فلاں نے ہمارے سامنے لکھا یا تار دیا مگر ہے یہ کہ ناواقفی کے ساتھ امورِ شرع میں بے جا مداخلت سب کچھ کراتی ہے نسأل اللہ توفیق الصواب وبه نستعین فی کل باب (ہم اللہ تعالٰی سے توفیقِ صواب کا سوال کرتے ہیں اور ہر معاملہ میں اسی سے مدد چاہتے ہیں۔ت)

اے عزیز! اس زمانہ فتن میں لوگوں کو احکامِ شرع پر سخت جرأت ہے خصوصاً ان مسائل میں جنھیں حوادث جدیدہ سے تعلق ونسبت ہے جیسے تار برقی وغیرہ سمجھتے ہیں کہ کتبِ ائمہ دین میں ان کا حکم نہ نکلے گا جو مخالفت شرع کا ہم پر الزام چلے گا مگر نہ جانا کہ علمائے دین شکر اللہ تعالٰی مساعیھم الجمیلة (اللہ تعالٰی ان کی مساعیِ جمیلہ کو قبول فرمائے۔ت) نے کوئی حرف ان عزیزوں کے اجتہاد کو اٹھا نہیں رکھا ہے تصریحاً تلویحاً تفریعاً تاصیلاً سب کچھ فرما دیا ہے زیادہ علم اسے ہے جسے زیادہ فہم ہے اور ان شاء اللہ العزیز زمانہ ان بندگانِ خدا سے خالی نہ ہوگا جو

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الثالث والعشرون فی کتاب القاضی الی القاضی نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۳۸۱

[2] عقود الدریہ الکتابۃ علی ثلاثۃ مراتب الخ ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۱۹

Marfat.com

مشکل کی تسہیل، معضل کی تحصیل، صعب کی تذلیل، مجمل کی تفصیل سے ماہر ہوں۔ بحر سے صدف، صدف سے گوہر، بذر سے درخت، درخت سے ثمر نکالنے پر باذن اللہ تعالٰی قادر ہوں۔

لاخلا الکون عن افضالھم وکثر اللہ فی بلادنا من امثالھم اٰمین اٰمین برحمتك یا ارحم الراحمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی خاتم النبیین سیدنا محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وحکمہ عزشانہ احکم۔

زمانہ ان فضلاء سے خالی نہیں اور اللہ تعالٰی ایسے لوگوں کو ہمارے علاقوں میں زیادہ کرے آمین آمین برحمتک یا ارحم الراحمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی خاتم النبیین سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وحکمہ عزشانہ احکم۔ (ت)

مسئلہ ۱۷۲: از رامپور بوساطت مولوی بشیر احمد صاحب مدرس اول مدرسہ اہلسنت وجماعت بریلی

۴ ربیع الاول ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ۲۹ تاریخ کو کسی شہر میں چاند نظر نہ آئے اور دُوسرے شہر میں وہی چاند ۳۰ کا نظر آیا اور وہاں کے لوگ ٹیلی فون یا ٹیلی گراف میں اطلاع دیں تو وہ خبر معتبر ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

ہرگز معتبر نہیں ہوسکتی، اصلاً قابلِ لحاظ نہیں ہوسکتی، تار کی سخت بے اعتباری میں فقیر کا فتوٰی مفصلہ طبع ہوچکا ہے، اُس کی حالت ٹیلی فون درکنار خط سے بہت گری ہُوئی ہے کہ اس میں مرسل کے ہاتھ کی علامت تک نہیں ہوتی اور اکثر بنگالی بابُوؤں وغیرہم کفّار کا توسط ہوتا ہے ورنہ مجاہیل ہونا ضروری ہے، اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ خط بھی معتبر نہیں، ہدایہ میں ہے: الخط یشبہ الخط[1] (تحریر ایک دوسرے کے مشابہ ہوسکتی ہے۔ ت) توشرعاً تار پر عمل کیونکر ممکن! یُونہی ٹیلیفون کہ اس میں شاہد ومشہود نہیں ہوتا صرف آواز سنائی دیتی ہے، اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ آڑ سے جو آواز مسموع ہو اُس پر احکامِ شرعیہ کی بناء نہیں ہوسکتی کہ آواز آواز سے مشابہ ہوتی ہے۔ تبیین الحقائق امام زیلعی پھر فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

لوسمع من وراء الحجاب لایسعہ ان یشھد لاحتمال ان یکون غیرہ

اگر کسی نے پردہ کے پیچھے سے سُنا تو اس کو گواہی دینا جائز نہیں کیونکہ وہ کوئی دوسرا بھی ہوسکتا ہے کیونکہ

---

[1] الہدایہ فصل مایتحملہ الشاہد مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۱۵۷

Marfat.com

اذ النغمة تشبه النغمة[1] الخ وصورۃ الثنیا التی ذکرت لاتحقق لہا فیما نحن فیہ کما لایخفی، واللہ تعالٰی اعلم۔

آواز ایک دوسرے کے مشابہ ہوسکتی ہے الخ اور جو صورت مستثنٰی قرار دی گئی ہے اس کا ہماری اس بحث میں تحقق نہیں ہے، جیسا کہ مخفی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۷۳: مرسلہ منظور علی علوی کاکوروی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک جگہ پہاڑ میں ایسی ہے جہاں بغیر بہت وقت سے اونچی چوٹیوں پر گئے چاند نہیں دیکھا جاسکتا ہے اور جہاں جاکر بھی اکثر بسبب ابر غبار کے چاند نہیں دکھائی دیتا ہے ایسی جگہ میں مسلمانوں کو شوال کی رؤیت ہلال کی اطلاع بذریعہ تار کے پاکے روزہ افطار کردینا اور عید کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ تار اگر ایک ہو دو ہوں یا دس بارہ ہوں، کسی صورت میں ان پر اعتبار جائز ہے یا نہیں؟ اگر خبر بذریعہ تار کے نہ مانی جائے تو پہاڑوں میں (مثلاً نینی تال میں) کبھی رمضان کا مہینہ انتیس کو نہیں ختم ہوسکتا ہے، اس لیے کہ دس بارہ برس کا مشاہدہ ہے کہ ہمیشہ ابر غبار کی وجہ سے شوال کا چاند نہیں دیکھا جاسکتا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ[2] چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو۔ اور فرماتے ہیں: ان اللہ امدہ لرؤیتہ[3] اللہ تعالٰی نے اس کا مدار رؤیت پر رکھا ہے۔ تار اگرچہ دس بیس ہوں اصلاً شرعاً امورِ دینیہ میں قابلِ التفات نہیں کہ اس کی حالت خط سے بھی بدتر ہے اپنے شناسا کا خط پہچانا جاتا ہے، طرزِ عبارت سے پتا چلتا ہے، تار میں یہ کچھ بھی نہیں، پھر ہمارے تمام ائمہ نے عام کتبِ مذہب میں مثل ہدایہ و درمختار و اشباہ و خیریہ و عقود الدریہ و فتاوٰی قاضی خاں و فتاوٰی عالمگیری وغیرہا میں تصریح فرمائی کہ خط کا اعتبار نہیں بلکہ صاف فرمایا کہ مُہر کا بھی ان معاملات میں اعتبار نہیں ہوتا، پھر تار کیونکر قابلِ اعتبار ہوسکتا ہے، خصوصاً تار بابوؤں کی عدالت درکنار اسلام کا بھی علم نہیں، بلکہ اکثر ہنود وغیرہ ہوتے ہیں دس بیس جگہ سے آنا کافر یا فاسق مجہول کی خبر کو معتبر شرعی نہ کردے گا، نہ یہاں حدِ تواتر تک پہنچنا معقول کہ دس نہیں ہزار

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی فی بیان تحمل الشہادۃ الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۴۵۲

[2] صحیح بخاری باب اذا رأیتم الہلال فصوموا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۶

[3] سنن دارقطنی کتاب الصیام نمبر ۲۶ نشر السنۃ ملتان ۲/۱۶۲

Marfat.com

جگہ سے تار آئیں ہم کو تو ایک ہی تار گھر سے ملیں گے اور کہیں دو چار بھی ہوئے تو یہ تواتر نہیں، اپنے دنیوی معاملات کو دیکھیے دو روپے کا دعوٰی ہو اور گواہ بیس دفعہ تار پر اپنی گواہی بھیجے کیا کچہریوں میں قبول ہو جائیگی، پھر عید کر لینا کیسے حلال ہو جائے گا! رہا یہ کہ اس صورت میں کہ انتیس کا چاند ہی وہاں نہ ہو گا، شعبان سے ذی الحجہ تک پانچ ہلالوں کا بغور دیکھنا تلاش کرنا ہر جگہ کے مسلمانوں پر واجب ہے اونچی چوٹیوں پر جانے کی دقت اگر صرف بوجہ تکلیف یا کاہلی ہو تو یہ عذر ہرگز نہ سُنا جائے گا، اور اوپر جا کر دیکھنا واجب ہو گا۔ اگر کوئی نہ جائے گا سب گنہگار رہیں گے اور اگر واقعی ناقابلِ برداشت تکلیف ہے تو معاف ہے۔ ع۵

فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلثین [۱] چاند تم پر پوشیدہ رہے تو تیس کی گنتی پوری کرو۔

مسلمانوں کو حکم سے غرض ہے ۳۰، ۲۹ سے کیا کام! اور اگر یہ خیال ہے کہ ۲۹ کے رمضان کی خوشی زیادہ ہوتی ہے، یہ کیونکر ہو گی، تو یہ محض بے معنی خیال ہے، اور غور کریں تو اُس کی کسر اُدھر شعبان میں نکل جائیگی کہ وہ بھی کبھی ۲۹ کا نہ ہو گا، تو رمضان کہ ۳۰ کا چاند وہاں ۲۹ کو نظر آئے گا اہتمام کریں تو ۲۹ تاریخ نزدیک کی آبادیوں میں دو چار معتبر مسلمان بھیج کر پہاڑ سے باہر بھی رؤیت کرا سکتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۴ از گونڈل کاٹھیاواڑ مرسلہ محمود میاں ابن قاضی عبدالغنی صاحب ۸ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ

اس ریاست میں ٹیلیفون ہونے کی وجہ سے بذریعہ ٹیلیفون رؤیت ہلال رمضان یا عید رُو برو آمنے سامنے دونوں مسلمان ہوں اور ایک جگہ کا مسلمان دوسرے کو خبر دے کہ میں نے چاند دیکھا اور دوسری جگہ والا بھی مسلمان ہو اور اس کی آواز پہچانتا ہو کہ فلاں شخص یہ خبر دے رہا ہے تو اس کی آواز پہچان کر ان کے قول پر عمل کیا جائیگا یا نہیں؛ یا ٹیلیفون دینے والا اور لینے والا دونوں ملازم مسلمان ہیں، ایک نے دوسرے کو بذریعہ ٹیلیفون خبر دی رؤیت ہلال کی، اس نے دوسرے سے کہا فلاں جگہ سے مجھ کو فلاں نے کہا کہ وہاں پر رؤیت ہلال ہوئی تو ایسی خبر پر اعتماد چاہیئے یا نہیں؟

الجواب

ٹیلی فون دینے والا اگر سُننے والے کے پیشِ نظر نہ ہو تو امورِ شرعیہ میں اس کا کچھ اعتبار نہیں اگرچہ آواز پہچانی جائے کہ آواز مشابہ آواز ہوتی ہے، اگر وہ کوئی شہادت دے معتبر نہ ہو گی، اور اگر کسی بات کا اقرار کرے

ع۵ اصل میں یہاں بیاض ہے ۱۲

---

[۱] سنن دار قطنی کتاب الصیام نمبر ۲۹ نشر السنۃ ملتان ۱/۱۶۳

Marfat.com

سننے والے کو اس پر گواہی دینے کی اجازت نہیں، ہاں اگر وہ اس کے پیش نظر ہے جسے دو بدو آمنے سامنے سے تعبیر کرتے ہیں، یعنی اس کی دونوں آنکھیں اس کی دونوں آنکھوں کے سامنے ہوں، ایک دوسرے کو دیکھ رہا ہو، اور ٹیلی فون کا واسطہ صرف بوجہ آسانیِ آواز رسانی کے لیے ہو کہ اتنی دُور سے آواز پہنچنا دشوار تھا، تو اس صورت میں اس کی بات جس حد تک شرعاً معتبر ہوتی اب بھی معتبر ہوگی، مثلاً خود اپنی رؤیت کی شہادت ادا کرے تو مانی جائے گی اگر وہ مقبول الشہادۃ ہے لیکن اتنی بات کہ فلاں جگہ رؤیت ہُوئی اگرچہ متصل آکر ادا کرے جب بھی معتبر نہیں کہ یہ محض حکایت ہے نہ کہ شہادت، اور یہ کہ فلاں نے مجھ سے کہا کہ فلاں جگہ ہُوئی، اور نہ زیادہ مہمل کہ حکایت در حکایت ہے۔ تبیین الحقائق پھر فتاوٰی عالمگیری میں ہے :

ولوسمع من وراء الحجاب لایسعه ان یشهد لاحتمال ان یکون غیرہ اذا النغمة تشبه النغمة الا اذا کان فی الداخل وحدہ ودخل وعلم الشاهد انه لیس فیه غیرہ ثم جلس علی المسلك ولیس له مسلك غیرہ فسمع اقرار الداخل ولا یراہ لانه یحصل به العلم وینبغی للقاضی اذا فسرله ان لایقبله[1]

اگر کسی نے پردے کے پیچھے سے سُنا تو سننے والا گواہی نہیں دے سکتا، ممکن ہے کوئی اور شخص ہو، کیونکہ آواز آواز سے مشابہ ہوسکتی ہے مگر اس صورت میں جب داخل ہونے والا اکیلا ہو اور شاہد جانتا اور علم رکھتا ہو کہ اس کے علاوہ دوسرا نہیں، پھر وہ گواہ راستہ پر بیٹھتا ہے جبکہ اس راستہ کے علاوہ کوئی اور راستہ بھی نہیں، اور داخل ہونے والے کا اقرار سُنتا ہے اور اسے دیکھتا نہیں (تو اب گواہی قبول ہے) کیونکہ اب اسے یقین حاصل ہے، اور اگر گواہ پردے والے کی بات کی از خود تفسیر کرے تو قاضی کے لیے مناسب ہے کہ وہ تفسیر کو قبول نہ کرے۔ (ت)

ذخیرہ پھر ہندیہ میں ہے :

کان الفقیه ابو اللیث یقول اذا اقرت المرأة من وراء الحجاب وشهد عندہ اثنان انها فلانة لایجوز لمن سمع اقرارها ان یشهد علی اقرارها الا اذا رأی شخصا یعنی حال ما اقرت فح یجوز له ان

فقیہ ابو اللیث فرمایا کرتے تھے کہ جب پردہ کے پیچھے عورت نے اقرار کیا اور دو آدمیوں نے گواہی دی کہ یہ فلاں عورت ہے تو اقرار سننے والے کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس کے اقرار پر گواہی دے مگر اس صورت میں جب اس نے اس خاتون کو دیکھا ہو یعنی

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی فی بیان تحمل الشہادۃ الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۴۵۲

Marfat.com

یشھد علی اقرارھا شرط رؤیۃ شخصھا لارؤیۃ وجھھا۔[1]

اقرار کرتے وقت تو اب اس کے لیے جائز ہے کہ اس کے اقرار پر گواہ بنے باقی شرط شخصیت کو دیکھنا ہے نہ کہ چہرے کو۔ (ت)

درمختار میں ہے:

شھدوا انہ شھد عند قاضی مصر کذا شاھدان برؤیۃ الھلال فی لیلۃ کذا وقضی القاضی بہ ووجد استجماع شرائط الدعوی جاز لھذا القاضی ان یحکم بشھادتھما لان قضاء القاضی حجۃ وقد شھدوا بہ لالو شھدوا برؤیۃ غیرھم لانہ حکایۃ[2] اھ وتمام تحقیقہ فی فتاوٰنا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

گواہوں نے گواہی دی کہ قاضی مصر کے پاس فلاں رات چاند دیکھنے پر دو گواہوں نے گواہی دی ہے اور قاضی نے اس پر فیصلہ دیا اور شرائطِ دعوٰی پائی جائیں تو اس قاضی کے لیے دو گواہوں کی شہادت پر فیصلہ دینا جائز ہے کیونکہ قضاءِ قاضی حجت ہے اور گواہوں نے اس قضاء پر ہی گواہی دی ہے، ہاں اس صورت میں فیصلہ نہیں دے سکتا جب انھوں نے یہ گواہی دی ہو کہ فلاں نے چاند دیکھا ہے کیونکہ یہ حکایت ہے اھ اس کی تمام تحقیق ہمارے فتاوٰی میں ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۷۵: از دفتر صحیفہ حیدرآباد دکن مطبوعہ ۱۶ رمضان ۱۳۳۳ھ

تار اور ٹیلیفون زمانہ حال کی ایجاد ہے یعنی فقہائے ماسبق کے زمانہ میں یہ چیزیں ایجاد نہیں ہوئی تھیں اس لئے قدیم کتبِ فقہ اس تذکرے سے خالی ہیں کہ تار اور ٹیلیفون کے ذریعہ سے جو خبریں آتی ہیں وہ قابلِ تقسیم ہیں یا نہیں، اس مسئلہ کی نسبت علماء کے ایک عام اجماع و اتفاق کی ضرورت ہے، پس براہِ کرم بیان فرمایا جائے کہ تار اور ٹیلی فون کے ذریعہ سے جو خبر آئے وہ ازروئے احکامِ شریعت قابلِ تسلیم ہے یا نہیں؟ اور ایسی خبر کی بناء پر احکامِ شرعیہ مثلاً ترک و اختیارِ صوم اور تقرر یوم حج وغیرہ کا تصفیہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

تار محض بے اعتبار، یونہی ٹیلی فون، اگر خبر دہندہ پیشِ نظر نہ ہو۔ تفصیل فقیر کے فتاوی مرسلہ سے معلوم ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی فی بیان تحمل الشھادۃ الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۴۵۳

[2] درمختار کتاب الصیام مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۹

Marfat.com

مسئلہ ۱۷۶ تا ۱۷۸ مسئولہ عبدالعزیز تاجر چرم قصبہ ٹکاری محلہ تنا گنج ضلع گیا ۱۶ ذی القعدہ ۱۳۳۳ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسائلِ مفصل ذیل میں بحوالگی کتبِ فقہ وفتاوٰی۔ بینوا توجروا۔

سوال اوّل: نمازِ عید کہ جس کی ادائیگی رؤیتِ ہلال پر موقوف ہے اگر اس کی رؤیت کی خبر ایسی بستی میں جہاں ابر وباد کی وجہ سے چاند نہ دیکھا گیا ہو اور معتبر شخص کی زبانی کہ اُس شخص کو بھی خبر غیر شہر میں بذریعہ تار کے ملی ہو اور وُہ شخص اپنے مکان پر نمازِ عید کی پڑھ کر آیا ہو اس شخص معتبر کے بیان پر روزہ افطار کرنا اور نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں، اور بعد پڑھنے نمازِ عید کے جو لوگ کہ سفر میں عید کے روز کلکتہ وغیرہ میں ہیں وہ لوگ یہاں آئے اور بیان کیا کہ ہم نے اور جماعتِ کثیرہ نے اپنی آنکھ سے چاند دیکھ کر نمازِ عید روزِ جمعہ کو پڑھی ہے ایسی صورت میں روزِ جمعہ کو افطار کرنا اور نمازِ عید جمعہ کو پڑھنا جائز ہوا یا نہیں، اور اطراف وجوانب میں بمعائنہ رویتِ ہلال عید روزِ جمعہ کو ہوئی اس کے لیے شہادت کثیر ہے۔

سوال دوم: ایک بستی کے بعض افراد نے شخص معتبر کے بیان پر کہ جس کو خبر بذریعہ تار کے دوسرے شہر میں ملی ہو اُس شخص کے بیان پر جہاں بوجہ ابر و باد رؤیت نہ ہوئی وہاں کے بعض افراد نے روزہ افطار کیا اور نمازِ عید پڑھی اور بعض افراد نے وہیں کے کہ جن کو اشتباہ ماہِ رمضان کی رؤیت میں تیس کا تھا اور اُن کے حساب سے انتیس رمضان پڑتا تھا اور خبر اُن لوگوں کو بھی قبل باقی رہنے پورے وقت نماز کے ملی مگر شخص معتبر کے قول وخبر و تار پر اعتبار نہ کرکے روزِ جمعہ کو نہ روزہ افطار کیا اور نہ نمازِ عید پڑھی بلکہ سنیچر کے روز روزہ افطار کیا اور نمازِ عید پڑھی، جمعہ کا روزہ جائز ہولیا یا ناجائز؟

سوال سوم: ایک مسجد میں دو روز نمازِ عید پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جواب سوال اول: در بارۂ ہلال خط اور تار محض بے اعتبار، اور در بارۂ ہلالِ عید ایک عادل ثقہ کی خود اپنی رؤیت کی گواہی بھی مقبول نہیں جب تک پورا نصابِ شہادت نہ ہو، درمختار میں ہے:

شرط للفطر مع العلۃ والعدالۃ نصاب الشہادۃ ولفظ اشہد[۱]	عید الفطر میں بادل عدالت کی موجودگی میں نصاب شہادت اور لفظ شہادت ضروری ہے (ت)

تو ایک معتبر شخص کی خبر محض اور وُہ بھی اپنی رؤیت کی نہیں دُوسرے کی، اور وُہ بھی تار کی معلوم ہوئی، چار وجہ سے

[۱] درمختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۸

Marfat.com

مردود تھی اور اس کی بنا پر عید کرنا حرام، جن لوگوں نے اس بنا پر روزہ توڑا سخت گناہ شدید کے مرتکب ہوئے اور اس دن کی نماز عید بھی گناہ و مکروہِ تحریمی و ناجائز ہوئی، اور دوسرے دن نمازِ عید نہ پڑھنے سے بھی ترکِ واجب کے گنہ گار ہوئے اور بعد کو ثبوت کتنے ہی کثیر ہو جائیں اُن کے اُن گناہوں کو رفع نہیں کر سکتا کہ جس وقت تک انھوں نے یہ افعال کئے ثبوت شرعی نہ تھا تو ان پر سے مخالفتِ حکمِ شرع کا الزام بے توبہ زائل نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

جواب سوال دوم: جن لوگوں نے اُس خبر پر عمل نہ کیا اور روزہ قائم رکھا اور دوسرے دن نمازِ عید پڑھی انھوں نے مطابق حکمِ شرع کیا ایسا ہی کرنے کا شرعًا حکم تھا اگرچہ جمعہ ضرور روزِ عید تھا مگر وہاں نہ رویت نہ ثبوتِ شرعی گزرا تو اُن پر جمعہ کا روزہ ہی فرض تھا اور سنیچر کی عید واجب، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں: صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ[1] (چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے پر عید کرو۔ ت)

جواب سوال سوم: یہ صورت دو روز نمازِ عید کی نہ تھی کہ وہاں جمعہ کو عید ناجائز تھی جنھوں نے پڑھی وہ ایک ناجائز نفل تھا کہ جماعت سے ادا کیا اور گنہ گار ہوئے۔ درمختار میں ہے:

صلوٰۃ العید فی القری تکرہ تحریما ای لانہ اشتغال بما لایصح[2]

دیہاتوں میں نمازِ عید مکروہِ تحریمی ہے کیونکہ یہ ایسی چیز میں مشغول ہونا ہے جو درست نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ھو نفل مکروہ لادائہ بالجماعۃ[3]

یہ نوافل ہیں اور نوافل کی جماعت کے ساتھ ادائیگی مکروہ ہے۔ (ت)

نمازِ عید وہی ہوئی جو دوسرے گروہ نے روزِ شنبہ پڑھی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۹ از ضلع بتیا ڈاک خانہ و مقام رتسڑ رحیم اللہ و عبدالرحمٰن ۱۲ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں مسلمان باشندوں میں سے ایک شخص حاجی مصدی صاحب ہیں جو کہ احاطہ بنگلہ خطہ آسام ضلع تیرپور رہتے ہیں اور وہیں تجارت کرتے ہیں لہذا انھوں نے خط لکھا کہ یہاں کے لوگوں نے چاند ماہ رمضان المبارک کا روز سہ شنبہ یعنی منگل کے ہُوا، قریب قریب پچاس آدمیوں نے دیکھا اور دو تین آدمی خاص ہمارے آدمیوں میں سے جو کہ کاروبار دکان کے کرتے ہیں دیکھا مگر جناب حاجی مصدی صاحب انکار

---

[1] صحیح بخاری باب اذا رأیتم الھلال فصوموا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۶
[2] درمختار باب العیدین مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۴
[3] ردالمحتار 〃 مصطفی البابی مصر ۱/۶۱۱

Marfat.com

کرتے ہیں کہ ہم نے بچشمِ خود نہیں دیکھا اور جتنے اُس اطراف کے ملک آسام میں رہتے ہیں کسی نے چاند نہیں دیکھا، جس وقت یہ خط آیا اُس وقت جناب مولانا مولوی عبدالغفار صاحب ساکن موضع اعظم گڈھی شاگرد مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی سلسلہ مدرسہ دیوبند تشریف لائے تھے انھوں نے خط دیکھ کر فرمایا کہ دوبارہ خط سے دریافت کرو کہ اگر واقعی ان لوگوں نے چاند دیکھا تو تم لوگ بھی جمعہ کی عید کرلینا پنجشنبہ کو چاہے چاند ہو یا نہ ہو اور ایک روزہ قضا، کا رکھ لینا، تو پھر جب دوبارہ لکھا گیا تو اسی مضمون کا جواب آیا کہ چاند کا دیکھنا صحیح ہے ۵۰ آدمیوں نے باشندہ ملک آسام کے دیکھا لہذا محض ملک آسامیوں کا دیکھنا اور بموجب فتوٰی دینے مولوی عبدالغفار صاحب یہ قابلِ سند ہوسکتا ہے کہ نہیں اور جمعہ کو ہم لوگ عید کرسکتے ہیں کہ نہیں، برتقدیر نہ چاند ہونے پنجشنبہ کے عید جمعہ کو کرسکتے ہیں یا نہیں، اور واقعی ایسا ہُوا کہ پنجشنبہ کو عید کا چاند نہیں نظر پڑا، ہزاروں آدمیوں نے دیکھا اور نہ کہیں چاند دیکھنے کی خبر آئی جو لوگ کہ معتقد مولوی عبدالغفار صاحب کے نہیں تھے جبکہ دیکھا یہ لوگ نہیں مانیں گے تو محض رفع نزاع کے لیے انہی لوگوں کے ساتھ عید جمعہ کو کرلی بغیر چاند دیکھے تفریق جماعت اور دو فریق ہوجانے کے خیال سے، لہذا ازروئے شرع کے تفصیل بالا کی تحقیق۔ بینوا توجروا۔

الجواب

دربارۂ ہلال خط اور تار محض بے اعتبار،

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ[1] رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: چاند دیکھنے پر روزہ شروع کرو اور چاند دیکھنے پر عید کرو۔ (ت)

ہدایہ و اشباہ و درمختار وغیرہ عام کتب میں ہے: الخط لایعمل بہٖ[2] (خط پر عمل نہیں کیا جاتا۔ ت)

دیوبندی کا فتوٰی محض باطل تھا اور بغیر رؤیت یا ثبوت شرعی جمعہ کو عید کرلینا حرام تھا اور تفریق جماعت سے بچنے کا خیال خام تھا اگر کچھ لوگ بے ثبوتِ شرعی جمعہ کو عید کرلیتے تو نہ وہ عید عید تھی نہ وہ نماز نماز، نہ وہ جماعت جماعت، تفریق کاہے کی ہُوئی! اب صورتِ تفریق تو نہ ہُوئی مگر حقیقۃً ابطال ہوگیا، نماز بھی گئی، سب گنہ گار ہوئے، اگرچہ واقعہ میں عید جمعہ کی تھی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۰: از ریاست چھتاری ضلع بلند شہر مسئولہ عبدالغفور خاں صاحب محلہ کٹرہ ۱۵ صفر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ ہمارے قصبہ میں ہلال رمضان شب پنجشنبہ میں دیکھا گیا اور پنجشنبہ کا روزہ ہوا، ۲۰ روز بعد مولوی ناظر حسن دیوبندی کا ایک خط بنام رئیس پہنچا جس کا مضمون یہ تھا کہ

۱؎ صحیح بخاری	باب اذا رأیتم الھلال فصوموا	قدیمی کتب خانہ کراچی	۱/ ۲۵۶
۲؎ درمختار	باب کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ	مطبع مجتبائی دہلی	۲/ ۸۳
الاشباہ والنظائر	کتاب القضاء والشہادات الخ	ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی	۱/ ۳۳۸

Marfat.com

دیوبند میں کچھ آدمی بہرائچ کے آئے اور اُن سے تحقیق ہُوا کہ رویت ہلال شب چہارشنبہ میں ہُوئی اور روزہ چہارشنبہ کا ہوا، لہذا علمائے دیوبند نے حکم دیا کہ روزہ چہارشنبہ سے رکھا جائے، جن لوگوں نے جمعرات سے رکھا ہے وُہ ایک روزہ قضا رکھیں، اسی بناء پر ۲۳ رمضان کے جمعہ کو اعلان کیا گیا کہ لوگ ایک روزہ قضا رکھیں اور بہرحال میں عید جمعہ سے متجاوز نہ ہوگی، جمعرات کو ۲۹ رمضان تھی باوجود صاف ہونے مطلع کے اور کمال کوشش کے چاند نہیں دکھائی دیا حالانکہ قصبہ نے مولوی صاحب کے خط پر استدلال کر کے جمعہ کو عید کا حکم دے دیا، آیا مولوی صاحب کا خط شرعاً قابلِ پابندی ہے اور اس کی بناء پر باوجود عدم رویت حکم فطر کا صحیح یا غلط ہے اور ہم لوگوں کو اب کیا کرنا چاہئے؟ بینوا رحمکم اللہ تعالٰی بالکتاب (اللہ تعالٰی آپ پر رحم کرے کتاب اللہ سے بیان کیجئے۔ ت) جواب تفصیلاً مع عباراتِ کتب مرحمت ہو اور حمایت فرمائی جائے۔

الجواب

دربارہ ہلال خط اور تار محض بے اعتبار،

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ[1] حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے پر عید کرو(ت)

ہدایہ و اشباہ و درمختار وغیرہا عامہ کتب میں ہے: الخط لایعمل بہ[2] (خط پر عمل نہیں کیا جاتا۔ ت) دیوبند والوں کے پاس بہرائچ کے آدمیوں نے اگر یہ بیان کیا کہ وہاں چاند ہُوا یا یہی کہا کہ بہت لوگوں نے دیکھا اور اپنی روایت کی شہادت نہ دی یا دی اور اُن میں کوئی شخص قابل قبول شرع نہ تھا جب تو دیوبندیوں کا وہ حکم ہی سرے سے باطل تھا، اور ایسا نہ بھی ہو تو اس قصبہ والوں کو اس کے خط پر عمل حرام تھا کہ اول تو خط دربارہ ہلال خود ہی مردود، دوسرے وہ بھی ایک ایسے فرقے کا جس کا پیشہ توہینِ خدا و رسول جل و علا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، بہرحال گناہ ہُوا اور توبہ لازم۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۱ از بلندشہر ڈاکخانہ چھتاری مدرسہ احمدیہ مسئولہ محمد محفوظ الحق قادری ۲۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۴ھ

حضرت مولٰنا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، معروض خدمت شریف ہے کہ جناب والا کا ایک مختصر سا پرچہ جس پر جناب کی مہر لگی ہوتی ہے اور ایک سطر میں یہ عبارت مرقوم ہے (میرے سامنے شہادتیں گزرگئیں کل جمعہ کو عید ہے) خاکسار کو موصول ہُوا اس کے متعلق فتوٰی شرعی دریافت طلب ہے کہ جس جگہ یہ پرچہ

---

[1] صحیح بخاری باب اذا رأیتم الہلال فصوموا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۶

[2] درمختار باب کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۸۴

الاشباہ والنظائر کتاب القضاء والشہادات الخ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۳۳۸

Marfat.com

پہنچے تو وہاں کے لوگوں کو جمعہ کو عید کرنا لازم تھی یا نہیں اور روزے توڑ دینا ضرور تھے یا نہیں اور اس کی عام تشہیر اور دیگر بلاد میں اشاعت سے کیا مفاد تھا؟ بینوا توجروا

الجواب

وہ پرچے دیگر بلاد میں نہ بھیجے گئے، تقسیم کرنے والوں نے اسٹیشن پر بھی دے، ان میں سے کوئی لے گیا ہوگا۔ بعض لوگوں نے پبلی بھیت کے واسطے چاہا اور ان کو جواب دے دیا گیا کہ جب تک دو شاہد عادل لے کر نہ جائیں پرچہ کافی نہ ہوگا اور بلاد بعیدہ کو کیونکر بھیجے جاتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۲ تا ۱۸۴ از راجپوتانہ چتوڑ گڑھ عبدالکریم ۱۸ شوال المکرم ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ان عبارات کی بنا پر

قال فی العیون والفتوی علی قولهما اذا تیقن انه خطه سواء کان فی القضاء او الرؤیة او الشهادة فی الصك وان لم یکن الصك فی ید الشاهد لان الغلط نادر واثر التغییر یمکن الاطلاع علیه وقلما یشتبه الخط من کل وجه فاذا تیقن ذلك جاز الاعتماد علیه توسعة علی الناس[1]۔

عیون میں ہے فتوی اس وقت صاحبین کے قول پر ہے جب یہ یقین ہو کہ فلاں کا خط ہے خواہ قضاء کا معاملہ ہو یا رؤیت وشہادتِ اشٹام کا، اگرچہ اشٹام گواہ کے ہاتھ میں نہ ہو کیونکہ غلط ہونا نادر الوقوع ہے اور تبدیلی پر اطلاع ممکن ہے اور بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ تحریر دوسری تحریر کے کلیۃً مشابہ ہو تو جب اسے خط کا یقین ہو تو لوگوں پر آسانی کی خاطر اس پر اعتماد جائز ہے (ت)

اور اما خط البیاع والصراف والسمسار فهو حجة وان لم یکن مصدرا معنونا یعرف ظاهرا بین الناس وکذلك ما یکتب الناس فیما بینهم یجب ان یکون حجة للعرف[2]

عام خرید و فروخت کرنے والے، سونے چاندی کا سودا کرنے والے اور دلّال کا خط تمہید، تقریر اور عنوان کے بغیر بھی حجت ہے جو لوگوں میں واضح طور پر معروف ہیں، اور یونہی لوگوں کی آپس کی خط وکتابت عرف کی بنا پر حجت ہونا واجب ہے۔ (ت)

---

[1] غمز عیون البصائر مع الاشباہ کتاب القضاء والشہادات الخ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۳۳۸
رد المحتار باب کتاب القاضی الی القاضی الخ مصطفی البابی مصر ۴/ ۳۹۳

[2] " " " " " ۴/ ۳۹۲

Marfat.com

فتوٰی دیا جاسکتا ہے کہ رؤیت ہلال کی شہادت کے لیے کسی عزیز کا خط جو اس کی طرزِ عبارت اور رات دن کی تحریر سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ضرور اسی کا خط ہے معتبر ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(۲) اگر کسی دینی معاملہ میں خط معتبر نہ ہوگا جو علماء دُور دراز سے فتوٰی تحریر کرتے ہیں اس پر کیسے اعتماد ہو؟

(۳) بالخصوص رمضان شریف کے چاند کے لیے بجائے شہادت کے صرف خبر ہی کافی ہے اس کے لیے بھی خط معتبر ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

حکم اللہ و رسول کے لیے (جل جلالہ، وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) تمام کتب میں تصریح ہے:

الخط لایعمل بہ' الخط یشبہ الخط، الخاتم یشبہ الخاتم[1] خط پر عمل نہیں کیا جاسکتا۔ خط، خط کے مشابہ اور مُہر مُہر کے مشابہ ہوتی ہے۔ (ت)

بیاع و صراف و مفتی کے خطوط بالاجماع مستثنٰی ہیں علی خلاف القیاس لضرورۃ الناس وما کان خلاف القیاس لایجوز القیاس علیہ' مکاتبات ناس فیما بینھم (لوگوں کی ضرورت کے پیشِ نظر خلافِ قیاس حجت ہیں اور جو خلافِ قیاس ہو اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، لوگوں کی آپس کی خط و کتابت اور چیز ہے۔ ت) دوسری چیز ہیں اور امر حلال فیما بینھم و بین ربھم (ان کے اور ان کے رب کے درمیان معاملہ ہے۔ ت) متون و شروح و فتاوٰی تمام کتب معتمدہ مذہب دیکھ لیے جائیں جہاں یہ گنتی کے استثنا وہ بھی بہت مباحث کے ساتھ کرتے ہیں کہیں بھی ہلال کا استثنا ہے تو اپنی طرف سے زیادت فی الشرع کیونکر جائز ہُوئی، قاضی الشرق والغرب نے شاہد کے اپنے خط کا استثنا فرمایا جس کے ساتھ سو وجوہ مذکور ہوسکتی ہیں اور اپنے خط کا اشتباہ بغایت بعید ہے انھوں نے بھی کہیں ہلال میں خط کا اعتبار فرمایا، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ امدہ لرؤیتہ[2] (اللہ تعالٰی نے اس کا مدار رؤیت پر رکھا ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں:

صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ[3] چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے پر عید کرو۔ (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر ۱/ ۳۳۸ و الہدایۃ کتاب الشہادۃ ۳/ ۱۵۷ و فتاوٰی ہندیہ ۳/ ۳۸۱

[2] سنن الدارقطنی کتاب الصیام حدیث ۲۶ نشر السنۃ ملتان ۲/ ۱۶۲

[3] صحیح بخاری باب اذا رأیتم الہلال فصوموا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۶

Marfat.com

تمام کتب میں تصریح ہے کہ خود رؤیت ہو یا دوسری جگہ کی رؤیت بطریق موجب ثابت ہو اور ان طرق موجبہ کی بھی تفصیل فرماتے ہیں کہ شہادت ہو یا شہادۃ علی الشہادۃ یا شہادۃ علے الحکم یا استفاضہ مع التحقیق مجرد حکایت اگرچہ متعدد ثقات عدول کریں تصریح ہے کہ مقبول نہیں، حتی کہ ہلال رمضان میں لفظ اشہد کی حاجت نہیں پھر خط کہ حکایت مجردہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا بلکہ اکثر اوقات اسکے برابر بھی نہیں ہو سکتا جیسے ڈاک کا خط کہ وسائط مجاہیل بلکہ اکثر بذریعہ کفار آتا ہے کیونکر کوئی چیز ہو سکتا ہے والتفصیل فی رسائلنا (اور تفصیل ہمارے رسالوں میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۵ تا ۱۹۳ از رائے پورسی پی محلہ بیجنا تھ پارہ مرسلہ بہادر علی خاں سپرنٹنڈنٹ پنشنر محکمہ بندوبست ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

(۱) رؤیت ہلال کے بارے میں تار اور خط کی خبریں معتبر ہیں یا نہیں؟

(۲) جہاں چاند ۲۹ کو نظر نہ آئے وہاں چاند کی رؤیت امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک کن کن ذرائع سے ثابت ہو سکتی ہے؟

(۳) اخباروں کے اندر جو لفظ تاریخ ماہ لکھی ہوتی ہے مثلاً ۸ شعبان یا ۱۵ رمضان یا ۴ ذی الحجہ، اور رؤیت ہلال کا ذکر نہیں ہوتا تو فقط تاریخ لکھ دینے سے وہاں جہاں ۲۹ کو رؤیت نہ ہوئی اُس ماہ کے ہلال کی رؤیت ثابت ہو سکتی ہے۔

(۴) یہ جو فقہاء نے فرمایا کہ ۲۹ کو اگر چاند نظر نہ آئے تو ۳۰ دن پورے کرنا چاہئیں تو رمضان اور عید الفطر کے ساتھ خاص یا سب ماہ کے لئے ہے۔

(۵) جنتری کے حساب سے روزہ رکھنا یا عید کرنا یا کسی دیگر ماہ کی تاریخ مقرر کرنا درست ہے۔

(۶) شعبان کی ۲۹ کو چاند نظر نہ آئے اور افواہ ہو کہ چاند ہو گیا لیکن شہادت دینے والا نہ ملے تو شب کو تراویح مع جماعت کرنا جائز ہے یا نہیں اور صبح کو روزہ رکھنا درست ہے یا نہیں؟

(۷) یہ جو مشہور ہے کہ رجب کی چوتھی جس دن کی ہوتی ہے اُسی دن رمضان کی پہلی ہوتی ہے اور جو شوال کی پہلی ہوتی ہے اُسی روز عاشورہ ہوتا ہے یہ معتبر ہے یا نہیں؟

(۸) اگر کسی جگہ سے ایک یا دو آدمی آکر فقط اتنا کہیں کہ ہمارے شہر فلاں دن عید ہے اور چاند کی رؤیت کا ذکر نہ کریں نہ اپنا نہ دُوسروں کا، تو ان کی اس خبر پر اس شہر والے عید کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۹) اگر متواتر یا تین ماہ میں رؤیت کے دن ابر ہو جائے تو ایسے موقع پر ایک ماہ ۲۹ کا اور ایک ماہ تیس کا لے کر عید لوگ اپنی رائے سے مقرر کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر یُونہی مقرر کرکے عید کر لی تو نماز ہُوئی یا نہیں؟ اور اگر اکثر شہر کے لوگوں نے یونہی عید کی اور سو پچاس نے خلاف کیا اور دوسرے دن نماز عید پڑھی تو حق پر

Marfat.com

کون ہے، کثیر یا قلیل؟

الجواب

(۱) رؤیت ہلال میں تار اور خط اصلاً معتبر نہیں، تار کی حالت تو خط سے بھی نہایت ردی ہے کہ وہ نہ مرسل کے ہاتھ کا لکھا ہوتا ہے نہ اُس پر اُس کے دستخط ہوتے ہیں نہ اُس کی مُہر ہوسکتی ہے اور ذرائع وصول مجاہیل بلکہ اکثر کفار ہوتے ہیں اور خط ان سب وجوہ سے اُس پر فائق ہوسکتا ہے بااین ہمہ تمام کتب مذہب میں تصریح ہے کہ خط کا اعتبار نہیں، نہ اس پر عمل ہوسکے کہ خط خط کے مثل ہوتا ہے اور مُہر مُہر کی مثل بن سکتی ہے۔ اشباہ میں ہے:

لایعتمد علی الخط ولا یعمل بہ[1]۔ خط پر نہ تو اعتماد کیا جائے گا اور نہ ہی عمل۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

الخط یشبہ الخط فلا یحصل العلم[2]۔ تحریر تحریر کے مشابہ ہوتی ہے تو اس سے علم یقینی حاصل نہ ہوگا۔ (ت)

عالمگیریہ میں ہے:

الکتاب قد یزور ویفتعل والخط یشبہ الخط والخاتم یشبہ الخاتم[3]۔ تحریر میں جھوٹ اور جعلسازی ہوسکتی ہے۔ خط خط کے اور مُہر مُہر کے مشابہ ہوسکتی ہے۔ (ت)

اس مسئلہ کی پُوری تفصیل ہمارے رسالہ ازکی الھلال بابطال ما احدث الناس فی امر الھلال میں ہے۔

(۲) ثبوتِ ہلال کے لیے ضرور ہے کہ یا تو رؤیت پر علینی شہادت ہو یا علینی شاہدوں نے جن شاہدوں کو حسبِ شرائطِ شرعیہ اپنی شہادت کا حامل کیا ہو اُن کی شہادت شہادت پر ہو یا حاکم شرعی کے حکم شرعی پر شہادت بروجہ شرعی ہو یا شرائط معتبرہ فقہیہ کے ساتھ کتاب القاضی الی القاضی ہو یا جس شہر میں قاضیِ شرع ہو اور اس کے حکم سے وہاں روزہ وعید ہُوا کرتے ہیں وہاں سے لوگ گروہ کے گروہ آئیں اور بالاتفاق اُس حاکمِ شرع کا حکم بیان کریں، اور ان میں سے کچھ نہ ہو تو اخیر درجہ تیس[۳۰] کی گنتی پُوری کرنا ہے یعنی جب اگلے مہینہ کی رؤیت ہولی یا کافی ثبوتِ شرعی سے ثابت ہُوئی اور اس مہینے میں ۲۹ کو رؤیت نہ ہُوئی تو تیس دن پُورے ہوکر ہلال خواہی نخواہی ہوگا کہ شرعی مہینہ تیس[۳۰] سے زائد نہیں ہوسکتا، ان طریقوں اور ان کی شرائط کا مفصل اور مدلل بیان ہمارے رسالہ

---

[1] الاشباہ والنظائر کتاب القضاء والشہادات والدعاوی ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۳۳۸

[2] ہدایہ کتاب الشہادۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۱۵۷

[3] فتاوٰی ہندیہ الباب الثالث والعشرون فی کتاب القاضی الی القاضی نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۳۸۱

Marfat.com

طرق اثبات ہلال میں ہے۔

(۳) اخباروں کا صرف تاریخ لکھنا تو کوئی چیز نہیں، اخباروں میں اگر رؤیت کی خبر چھپے تو وہ بھی محض نامعتبر ہے کہ نہ شہادت علی الرؤیۃ ہے نہ شہادت علی الشہادت، نہ شہادت علی الحکم، پھر اخبار نہیں مگر ایک خط اور اُوپر گزرا کہ ان امور میں خط اصلاً معتبر نہیں، خصوصاً اخباری دُنیا کہ بے سروپا اُڑانے میں ضرب المثل ہے۔

(۴) یہ حکم بارہ مہینے کے لیے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک بار دسوں انگشتانِ مبارک تین دفعہ اٹھا کر فرمایا: الشھر ھکذا وھکذا وھکذا[1] مہینہ اتنا اور اتنا اور اتنا ہوتا ہے، یعنی تیس[۳۰] دن کا۔ اور ایک بار دسوں انگشت مبارک تین دفعہ اٹھائیں مگر اخیر میں ایک انگشت مبارک بند فرما کر فرمایا: الشھر ھکذا وھکذا وھکذا[2] مہینہ اتنا اور اتنا اور اتنا ہوتا ہے، یعنی ۲۹ دن کا۔ تو کوئی قمری عربی مہینہ کہ یہی شریعتِ مطہرہ میں معتبر ہیں نہ ۲۹ دن سے کم ہوسکتا ہے نہ تیس[۳۰] سے زائد، جس مہینے کی رؤیت کافی ثبوتِ شرعی سے ثابت ہو اور اس کی ۲۹ کو رؤیت نہ ہو تو ۳۰ پورے کرکے خواہی نخواہی دوسرے مہینے کا ہلال ہے۔

(۵) شریعتِ مطہرہ میں جنتری کا حساب اصلاً معتبر نہیں، درمختار میں ہے: وقول اولی التوقیت لیس بموجب[3] (اہل توقیت کا قول سببِ وجوب نہیں بن سکتا۔ ت) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: انا امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب[4] (ہم بظاہر ان پڑھ ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں۔ ت) یہ ان کے بارے میں ہے جو واقعی ہیئت داں تھے، نہ کہ آج کل کے جنتری والے جنھیں ہیئت کی ہوا بھی نہیں لگی، بڑے بڑے نامی جنتری دانوں کی نہایت واضح تقاویم شمسیہ میں وہ اغلاط فاحشہ دیکھے ہیں کہ مدہوش کے سوا دوسرے سے متوقع نہیں نابہ حساب ہلال چہ رسد حسابِ ہلال وہ دشوار چیز ہے جہاں اہلِ ہیئت کے مسلم امام بطلیموس نے گھٹنے ٹیک دئے مجسطی میں ظہور وخفائے کواکب وثوابت تک کے لیے باب وضع کیا اور ظہورِ ہلال کو ہاتھ نہ لگایا۔

(۶) ایسی صورت میں نہ شب کو تراویح پڑھنی جائز، نہ صبح کو روزہ رمضان رکھنا حلال، اما الثانی فللحدیث واما الاول فللتداعی فی النفل (دوسرا حدیث کی وجہ سے اور پہلا نفل کی طرف تداعی کی وجہ سے منع ہے۔ ت) بلکہ اگر جماعت نہ کریں اکیلے ہی اکیلے بیس[۲۰] رکعتیں پڑھیں اور تراویح کی نیت کریں جب بھی شرعِ مطہر

---

[1] صحیح بخاری | باب اذا رأیتم الہلال فصوموا | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/۲۵۶

[2] 〃 | 〃 | 〃 | ۱/۲۵۶

[3] درمختار | کتاب الصوم | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۴۸

[4] صحیح بخاری | باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لانکتب الخ | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/۲۵۶

سنن ابی داؤد | باب الشہر یکون تسع وعشرین | آفتاب عالم پریس لاہور | ۱/۳۱۷

Marfat.com

پرزیادت کرنے والے ہوں گے کہ تراویح شرع مطہر نے شب ہائے رمضان میں رکھی ہیں اور یہ رات اُن کے لیے شبِ رمضان نہیں۔

(۷) یہ محض بے اصل ہے اور تجربہ بھی اس کے خلاف پر شاہد، اور اس پر اعتماد شرعاً ہرگز جائز نہیں۔ والمسئلة فی البزازیة وخزانة المفتین وغیرھما (یہ مسئلہ بزازیہ اور خزانۃ المفتین وغیرہ میں ہے۔ ت) تمام قیاسات وحسابات وقرائن کہ عوام میں مشہور ہیں شرعاً باطل ومہجور ہیں صرف انہی طریقوں پر اعتماد جائز ہے جو جوابِ سوال دوم میں گزرے اور ہمارے رسالہ طرق اثباتِ ہلال میں مفصل مذکور ہیں وبس۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۸) فقط اتنی خبر پر عید کرنا حرام ہے۔ فتح القدیر وبحرالرائق وعالمگیری میں ہے:

لوشھد جماعة ان اھل بلدة قد رأوا ھلال رمضان قبلکم بیوم فصاموا وھذا الیوم ثلثون بحسابھم ولم یرھؤلاء الھلال لایباح فطر غد ولایترك التراویح فی ھذہ اللیلة لانھم لم یشھدوا بالرؤیة ولا علی شھادة غیرھم وانما حکوا رؤیة غیرھم[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر کسی جماعت نے گواہی دی کہ فلاں اہلِ شہر نے تم سے پہلے ایک دن رمضان کا چاند دیکھا اور انہوں نے روزہ رکھا، ان کے حساب سے آج کا دن تیسواں ہے جبکہ خود ان لوگوں نے چاند نہیں دیکھا تھا تو ان کو آئندہ دن کا روزہ چھوڑنا جائز نہیں اور نہ ہی اس رات کی تراویح کو ترک کرنا مباح ہوگا کیونکہ گواہوں نے چاند کی رؤیت پر گواہی نہیں اور نہ ہی غیر کی شہادت پر گواہی ہے بلکہ اُنہوں نے صرف غیر کی رؤیت حکایت کی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

(۹) جب تک رؤیت نہ ہو یا ثبوت صحیح شرعی سے ثابت نہ ہو ہر مہینہ تیس کا لیا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فان غم علیکم فاکملوا العدة ثلاثین[2]۔ چاند تم پر پوشیدہ رہے تو تیس کی گنتی پوری کرو۔ (ت)

یہ قاعدہ کہ ایک مہینہ ۳۰ اور ایک ۲۹ کا محض باطل ہے جس کے بطلان پر مشاہدہ شاہد عادل ہے کئی کئی مہینے متواتر ۳۰ کے ہو جاتے ہیں اور کئی کئی ۲۹ کے، اور علم ہیئت کی رُو سے ۴ مہینے پے در پے ۳۰ کے ہو سکتے ہیں اور تین ۲۹ کے۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ — الباب الثانی فی رؤیة الہلال — نورانی کتب خانہ پشاور — ۱ /۱۹۹

[2] سنن دارقطنی — کتاب الصیام — حدیث ۲۶ — نشر السنۃ ملتان — ۲ /۱۶۲

Marfat.com

کما ھو مصرح بہ فی الزیجات القدیمۃ و الجدیدۃ وشروحھا واحالوہ علی التجربۃ والاستقراء ومنھم من تکلف بیانہ بالاستدلال ولم یتم۔

جیساکہ قدیم وجدید زائچوں اور ان کی شروح میں اس پر تصریح ہے اور انھوں نے اسے تجربہ اور تتبع کے سپرد کردیا ہے بعض نے استدلال کرنے کی کوشش کی وہ کامیاب نہ ہوسکے۔ (ت)

شریعت مطہرہ میں ہیئت والوں کی اس تحدید استقرائی کا بھی اعتبار نہیں۔ ثبوت شرعی سے اگر ۴ مہینے لگاتار ۲۹ کے ہوں تو مانے جائیں گے، اور مثلاً چھ مہینے متواتر روز ہلال ابر رہے اور ثبوت نہ ہو تو سب مہینے ۳۰ کے لیے جائیں گے لان الثابت لایزول بالشك (کیونکہ ثابت شدہ شئے کا زوال شک سے نہیں ہوتا۔ ت) جن لوگوں نے ایک مہینہ ۳۰ اور ایک ۲۹ کا لے کر عید کرلی اُن کی وُہ عید اور نماز سب باطل ہُوئی اور ان پر چار گناہ رہے:

اوّل گناہ عظیم روزۂ رمضان کا عمداً ترک کہ وُہ اُن کے لیے رمضان تھا۔

دوم نفل کا بجماعتِ کثیرہ پڑھنا کہ وُہ نمازِ عید کہ اُنھوں نے پڑھی نمازِ عید نہ تھی نافلۂ محضہ ہُوئی اور نفل کا جماعت کثیر کرکے پڑھنا گناہ۔

سوم واجب نماز عید کا ترک کہ دُوسرے دن اُن کے لیے عید تھی اُس دن نماز نہ پڑھی۔

چہارم شریعت میں دل سے نیا حکم گھڑنے کا وبال شدید سب سے علاوہ، اگرچہ بعد کو تحقیق ہوجائے کہ جس دن انھوں نے نماز پڑھی واقعی اُسی دن عید تھی، اگرچہ وہ سارا شہر ہو، اور جنھوں نے تیس تیس کی گنتی پُوری کرکے عید کی اُن کی عید اور نماز سب صحیح ہُوئی اور وُہ ان سب گناہوں سے بچے، اگرچہ بعد کو تحقیق ہو کہ عید ایک دن یا دو دن پہلے تھی اگرچہ صرف یہ دو ہی شخص ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۴ از کڑہ مرسلہ حافظ جضو خاں ۲۹ شعبان ۱۳۰۰ھ

بعد سلام مسنون کے گزارش یہ ہے تراویح اور روزہ کے بارے میں کیا حکم ہے بموجب شرع شریف کے کیفیت یہ ہے مولوی محمد شکر اللہ صاحب کا بیان ہے کہ گرد ونواح بنارس کے حساب سے آج تاریخ ۳۰ ہے مولوی صاحب تشریف بنارس لائے ہیں۔ مولوی محمد احسان کریم صاحب کا یہ بیان ہے کہ بچشم خود چاند شعبان کا دیکھا اُس کے حساب سے آج تیس ہے۔ حافظ حبیب الحسن صاحب کا بیان ہے دو شخصوں معتبر نے چاند شعبان کا بیان کیا دیکھنا اُس کے حساب سے آج ۳۰ شعبان ہے اور مولوی محمد شکر اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ چند صاحبان معتبر نے چاند شعبان کا دیکھنا بیان کیا اور میں بنارس میں موجود تھا۔

الجواب

بعد ازما ہو المسنون۔ مولوی شکر اللہ صاحب کا پہلا بیان کہ گرد ونواح بنارس کے حساب سے

Marfat.com

آج تیس ۳۰ ہے مجرد حکایت ہے کہ شرعاً مقبول نہیں۔

فی الدر المختار لو شهدوا برؤیة غیرهم لانه حکایة[1] — درمختار میں ہے اگر غیر کے دیکھنے پر گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی کیونکہ یہ حکایت ہے (ت)

مولوی احسان کریم صاحب تنہا ہیں اور ہلالِ شعبان میں ایک کی گواہی معتبر نہیں۔

فی رد المحتار و بقیة الاشهر التسعة فلا یقبل فیها الا شهادة رجلین او رجل و امرأتین عدول احرار غیر محدودین کما فی سائر الاحکام[2] — ردالمحتار میں ہے باقی نو مہینوں کے ثبوت کے لیے ایک کی گواہی معتبر نہیں بلکہ دو مرد یا ایک مرد اور دو خواتین جو عادل، آزاد ہوں اور حدِ قذف ان پر نافذ نہ ہوئی ہو جیسا کہ دیگر احکام میں ہے۔ (ت)

حافظ حبیب الحسن صاحب کا بیان اور مولوی شکر اللہ صاحب کی دوسری تقریر بالفرض اگر شہادت علی الشہادت مانی جائے تو عدد ناقص،

فی رد المحتار لاتقبل مالم یشهد علی شهادة کل رجل رجلان او رجل وامرأتان[3] — ردالمحتار میں ہے اس وقت تک شہادت پر شہادت قبول نہیں کی جائے گی جب تک ایک شخص کی شہادت پر دو مرد یا ایک مرد اور دو خواتین شہادت نہ دیں (ت)

بالجملہ ان بیانوں میں ایک بھی قابلِ اعتبار شرعی نہیں اور حکم شرعی قاعدہ شرعیہ ہی کے طور پر ثابت ہو سکتا، نہ مجرد خیالات پر۔ مطلع شعبان کا نہایت صاف تھا اور بہت آدمی چاند دیکھتے رہے کسی کو نظر نہ آیا، اب اگرچہ عنداللہ آج ۳۰ ہی سہی مگر شرع بے ثبوت شرعی کیونکر حکم دے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۵ از کلکتہ دھرم تلاء ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں کلکتہ میں ۲۹ شعبان روز پنجشنبہ شام کو مطلع بالکل صاف تھا سب لوگوں نے چاند پر غور کیا رؤیت نہ ہوئی مگر ایک پیر صاحب نے پیش گوئی کی تھی کہ جمعہ کو یکم رمضان ہوگی اُن کے معتقدین نے بلا رؤیت جمعہ سے روزہ رکھ لیا اب ایک صاحب کہ شاید بغداد شریف کے ہیں یہاں آئے اُن پیر صاحب نے انھیں پیش کیا اپنی پیشگوئی کی تصدیق کے لیے انھوں نے اپنی رؤیت

---

[1] درمختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۹

[2] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۲/۱۰۳

[3] " " " ۲/۹۹

Marfat.com

نہر سویز میں شام پنجشنبہ کی بیان کی، پھر اُسی جلسہ میں دوسرا شخص کھڑا ہُوا کہ میں نے اور بہت آدمیوں نے امرتسر میں شام پنجشنبہ کو دیکھا، یونہی تیسرے شخص نے کہ وُہ بھی کہیں سے آیا ہے اُس جلسہ سے جُدا اپنی رؤیت بیان کی مگر یہ سب لوگ اُن پیر صاحب کے موافقین ہیں اس صورت میں رمضان شریف کی پہلی بروز جمعہ قرار پائیگی اور روزہ جمعہ کا کلکتہ والوں اور دوسرے ہندوستان پر فرض ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں وُہ پیشگوئی اور بلا رؤیت اس پر عمل کرنے والے سب گنہگار ہُوئے اگرچہ اب کیسے ہی قطعی ثبوت سے یکم جمعہ کی ثابت ہو جائے کہ جس وقت انھوں نے حکم دیا اور عمل کیا تھا اُس وقت تو ثبوت شرعی نہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ[1] (چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر ہی عید کرو۔ ت) دوسری حدیث میں ہے:

لاتقدموا الشھر حتی تروا الھلال وتکملوا العدۃ[2] الحدیث رواہ ابوداؤد والنسائی۔

چاند دیکھنے سے پہلے مہینے کو شروع نہ کرو بلکہ گنتی پوری کرو، الحدیث، اسے ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے (ت)

جب صوم شک کے لیے ہے قد عصی ابا القاسم محمدا[3] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُس نے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ تو باوصف صفائی مطلع رؤیت نہ ہونے پر رمضان بنا لینا کیسی سخت بیباکی و نافرمانی تھی، رہا ان گواہیوں کا حال مذہب مشہور و مختار متون و مصحح کبار ائمہ پر تو یہ شہادت محض مہمل و نامسموع ہیں کہ بحالت صفائی مطلع دو چار کی شہادت سے کچھ نہیں ہوتا جمع عظیم چاہیئے، اور جبکہ مسلمین نے تلاشِ ہلال میں تقصیر و تکاسل کو راہ نہ دی جیسا کہ بحمد اللہ تعالٰی اب یہاں مشاہد ہے تو ایسی جگہ اُس روایت پر عمل کی بھی ضرورت تحقیق نہیں کہ دو کافی ہیں۔

فی الدر المختار قیل بلا علۃ جمع عظیم لیقع العلم بخبرھم وھو مفوض الی رأی الامام من غیر تقدیر

درمختار میں ہے کہ اگر بادل وغیرہ نہ ہو تو ایک بڑی جماعت کی گواہی ضروری ہے تاکہ ان کی خبر سے یقین حاصل ہو جائے اور مذہب کے مطابق یہاں جماعت

۱؎ صحیح بخاری	باب اذا رأیتم الھلال فصوموا	قدیمی کتب خانہ کراچی	۲۵۶/۱
۲؎ سنن ابی داؤد	باب اذا اغمی الشھر	آفتاب عالم پریس لاہور	۳۱۸/۱
۳؎ صحیح البخاری	باب اذا رأیتم الھلال فصوموا	قدیمی کتب خانہ کراچی	۲۵۶/۱

Marfat.com

بعد علی المذھب وعن الامام انه یکتفی بشاھدین واختارہ فی البحر[1] اھ ملخصا[2] فی رد المحتار قوله وھو مفوض قال فی السراج الصحیح انه مفوض الی رأی الامام ان وقع فی قلبه صحة ماشھدوا به وکثرت الشھود امر بالصوم اھ وکذا صححه فی المواھب وتبعه الشرنبلالی وفی البحر عن الفتح والحق ان العبرۃ بمجیئ الخبر وتواترہ من کل جانب اھ وفی النھر انه موافق لما صححه فی السراج تامل، قوله واختارہ فی البحر حیث قال وینبغی العمل علٰی ھذہ الروایة فی زماننا لان الناس تکاسلت عن ترائی الاھلة فانتفی قولھم مع توجھھم طالبین لما توجه ھو الیه فکان التفرد غیر ظاھر فی الغلط[2] الخ اھ ملخصا

کی تعداد کا کوئی تعین نہیں بلکہ قاضی کی رائے پر منحصر ہے اور امام سے یہ بھی مروی ہے کہ دو گواہ کافی ہیں، بحر میں اسے اختیار کیا گیا ہے اھ ملخصاً۔ ردالمحتار میں قولہ مفوض، سراج میں ہے کہ یہی صحیح ہے کہ قاضی کی رائے پر منحصر ہے کہ اگر گواہی اور کثرتِ شہود کی بنا پر اس کے دل میں اس کی صحت کا یقین ہو جائے تو وہ روزے کا حکم دے اھ مواہب میں اسی کی تصحیح کی ہے اور اسی کی اتباع شرنبلالی نے کی ہے۔ اور بحر میں فتح سے ہے کہ حق یہ ہے کہ ہر جانب سے خبر کے آنے اور تواتر سے اس کے ثبوت کا اعتبار ہے اھ اور نہر میں ہے کہ یہ اسی کے موافق ہے جس کی تصحیح سراج میں ہے تامل، قولہ بحر نے اسی کو اختیار کیا ہے، عبارتِ بحر یہ ہے ہمارے زمانے میں اس روایت پر عمل ہونا چاہئے، کیونکہ لوگ چاند دیکھنے میں سستی کرتے ہیں، تو اس سے فقہاء کا ایک شخص کے دیکھنے اور اس کی خبر کو رد کرنے کے متعلق یہ قول کہ کثیر لوگوں کی طلب وتلاش کے باوجود وہاں ایک شخص کو نظر آتا ہے تو اس ایک کی خبر کا غلط ہونا غیر ظاہر ہے، ختم ہو جاتا ہے الخ اھ ملخصا (ت)

مگر راجح یہ ہے کہ جب شاہد میں کوئی خصوصیتِ خاصہ ایسی ہو جس سے اُس کا دیکھنا اور اوروں کو نظر نہ آنا مستبعد نہ رہے، مثلاً عام لوگ شہر میں تھے اس نے جنگل میں دیکھا یا وُہ زمین پر تھے اس نے بلندی پر دیکھا تو دربارہ ہلال رمضان المبارک ایسے ایک کی بھی گواہی مقبول ہو گی جبکہ وُہ شرعاً قابل قبول شہادت ہو،

فی الدرالمختار وصحح فی الاقضیة الاکتفاء بواحد ان جاء من خارج البلد او

درمختار میں ہے اور الاقضیۃ میں صحیح قرار دیا ہے کہ ایک کی گواہی پر اکتفا کر لیا جائے

---

[1] درمختار | کتاب الصوم | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۴۸
[2] ردالمحتار | ″ | مصطفی البابی مصر | ۲/ ۱۰۱

Marfat.com

کان علی مکان مرتفع واختارہ ظہیرالدینؒ[1]۔

جب وہ خارج شہر سے آیا ہو یا وہ کسی بلند جگہ پر ہو اسے ظہیر الدین نے پسند کیا ہے (ت)

صورتِ مستفسرہ میں شاہد بغدادی میں خصوصیت مذکورہ تو بیشک ہے کہ اگر یہ بیان صحیح ہے تو ایک تو آبادی سے دور، دوسرے دریا کہ اس کی ہوا گرد وغبار و دُخان سے صاف تر ہوتی ہے، پھر کلکتہ کا طول بلد نہر سویز سے اتنا زائد کہ کلکتہ میں پہر بھر رات سے زائد گزر لیتی ہے تو وہاں شام ہوتی ہے، اس مدت میں چاند آفتاب سے اور زیادہ ہٹ آئے گا اور رویت آسان تر ہوگی بلکہ بہ وجہ گواہِ امرتسری میں ہے کہ اقل درجہ بہتر[2] میل کے تفاوت طول پر ایسا فرق ممکن ہے،

کما اعتمد علیہ التاج التبریزی الشامی عن شرح المنہاج للرملی۔

جیسا کہ اس پر تاج تبریزی شامی نے رملی کی شرح منہاج سے نقل کرتے ہوئے اعتماد کیا ہے (ت)

بس یہ دیکھنا رہا کہ یہ گواہ خود بھی مقبول الشہادۃ ہیں یا نہیں، اگر خصوصیت مذکورہ کے ساتھ ایک گواہ بھی مستور الحال تک ہے یعنی اس کے وضع لباس حرفت معیشت کلام وغیرہ سے اُس کا مرتکب کبیرہ یا مصر صغیرہ یا خفیف الحرکات ہونا ظاہر نہیں، نہ کسی دوسرے طریقہ سے اس میں یہ امور معلوم تو ازانجا کہ ہلال رمضان مبارک میں مستور کی گواہی بھی مقبول ہے،

کمانص علیہ الامام ابوعبداللہ الحاکم الشہید فی الکافی۔

جیسا کہ اس پر امام ابوعبداللہ الحاکم شہید نے الکافی میں تصریح کی ہے (ت)

اُس کی شہادت مان کر روزۂ جمعہ کی قضا کی جائے گی مگر جبکہ گواہ کی حالت اور پیر مسطور سے اُس کی شدّت عقیدت پر نظر کرنے سے وہ اس کی بات سچّی بنانے پر متہم ٹھہرتا ہو جیسا کہ آجکل بہت لااُبالی لوگوں کا اپنے ساختہ مشائخ کے ساتھ حال ہے تو البتہ اس کی گواہی نہ سُنی جائے گی کہ تہمت بھی اسباب ردِّ شہادت سے ہے،

فی الدر المختار امیر کبیر ادعی فشہد لہ عمالہ وتوابعہ ورعایاھم لاتقبل[2] اھ قال العلامۃ الرملی یؤخذ منہ ان شہادۃ خدامہ الملازمین لہ ملازمۃ کملازمۃ العبد لمولاہ کذٰلک لاتقبل وھو ظاھر

درمختار میں ہے کسی بڑے امیر نے دعوٰی کیا اس کے عمال، نائبین اور رعایا اس پر گواہی دیں تو یہ مقبول نہ ہوگی اھ علامہ رملی کہتے ہیں کہ اس سے متفرع ہوجاتا ہے کہ اس کے خدام ملازمین کی گواہی اسی طرح ہے جیسے غلام کی گواہی اس کے مولیٰ کے حق میں ہو تو وہ بھی مقبول

---

[1] درمختار — کتاب الصوم — مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۸
[2] درمختار — باب القبول وعدمہ — ؍؍ ۲/۹۴

Marfat.com

لاسیما فی زماننا[1] اھ وفیہ ایضا عن الدر لاتقبل شھادۃ الاجیر الخاص او الخادم او التابع او التلمیذ الخاص الذی یعد ضرر استاذہ ضرر نفسہ در ر[2] اھ ملتقطا وانت تعلم ان حال کثیر من عوام الزمان مع من شیخوہ علیھم ربما یبلغ اشد واکثر من حال النواب والامیر والمستاجر والاجیر فحیث وجد التھمۃ عدم القبول والحکم یدور مع علتہ۔

نہیں اور یہی ظاہر ہے خصوصاً ہمارے زمانے میں اھ اور اسی در میں یہ بھی ہے کہ اجیر خاص یا خادم یا تابع یا وہ شاگرد جو استاد کی تکلیف کو اپنی تکلیف محسوس کرے، کی گواہی مقبول نہیں درر اھ اختصاراً، اور آپ جانتے ہیں کہ اس دور میں عوام کے ان لوگوں کے ساتھ جنھیں یہ اپنے شیخ بناتے ہیں بعض اوقات نواب، امیر اور مستاجر اور اجیر سے زیادہ شدید ہوتے ہیں تو مقامِ تہمت میں گواہی مقبول نہ ہوگی، اور حکم کا وُرود اس کی علت پر ہوتا ہے۔ (ت)

یُونہی اگر سب گواہ ظاہر الفسق ہیں مثلاً وُہ لوگ کہ جماعت کے پابند نہیں یا ناجائز تماشا دیکھا کرتے یا حرام نوکری یا پیشہ رکھتے یا داڑھی حدِ شرع سے کم رکھواتے یا ریشمیں کپڑے یا سونے چاندی کے ناجائز لباس یا زیور پہنا کرتے یا ضروریاتِ دین سے غافل بے علم جاہل ہیں کہ نماز، روزہ، وضو، غسل کے فرائض و شرائط و مفسدات سے آگاہ نہیں یا تجارت کرتے ہیں اور بیع و شرار کے ضروری احکام نہ سیکھے وعلٰی ہذا القیاس جن مسائل کی ضرورت پڑے اُن کی تعلیم سے باز رہنے والے کہ یہ سب فسّاق مردود الشہادۃ ہیں تو ایسوں کی گواہی تو شرع مطہر میں اصلاً معتبر نہیں،

فی الدر المختار لاتقبل شھادۃ الجاھل علی العالم لفسقہ بترک ما یجب تعلمہ شرعا ومجازف فی کلامہ او یحلف فیہ کثیرا او اعتاد شتم اولادہ اوغیرھم لانہ معصیۃ کبیرۃ کترک جماعۃ وخروج لفرحۃ قدوم امیر ولبس حریر[3] اھ بالتقاط وفیہ سئل القاضی عما یجب علیہ من الفرائض فان لم یعرفھا

درمختار میں ہے جاہل شخص جو ضروری علم شرعی کے ترک، گپ بازی، زیادہ قسمیں کھانے کی عادت، اپنی اولاد اور غیر کو گالی دینے کی عادت جیسے گناہ کبیرہ، ترکِ جماعت، کسی حاکم کے آنے کی خوشی منانے اور ریشم پہننے جیسے امور کی وجہ سے فاسق شخص کی شہادت قبول نہ ہوگی اھ اختصاراً اور اسی میں ہے کہ قاضی کا ان چیزوں کے بارے میں امتحان لیا جائے گا جن سے اس کا

---

[1] بحوالہ منحۃ الخالق علی البحر الرائق باب من تقبل شہادتہ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۹۶

[2] درمختار باب القبول وعدمہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۵

[3] " " " " " "

Marfat.com

ثبت فسقه لما فی المجتبٰی من ترك الاشتغال بالفقة لا تقبل شهادته والمراد ما یجب علیه تفقهه منه نہر[1]۔

آگاہ ہونا لازم ہے، اگر وُہ ان سے آگاہ نہ ہُوا تو فاسق ہوگا کیونکہ مجتبٰی میں ہے کہ جس نے فقہ میں دلچسپی نہ لی اس کی گواہی قبول نہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جس فقہ کی تعلیم ضروری تھی اگر اسے ترک کر دیا تو پھر گواہی مقبول نہ ہوگی نہر۔ (ت)

پھر جس صُورت میں کہ وُہ گواہی مقبول ہوگی اس کا اثر کلکتہ پر ہوگا نہ دیگر بلادِ ہند پر جب تک وہاں بھی یہ شہادت وثبوت بروجہ شرعی نہ پہنچے خالی خط وحکایت سے کچھ نہیں ہوتا،

فی الدر المختار یلزم اھل المشرق برؤیۃ اھل المغرب اذا ثبت عندھم رؤیۃ اولئك بطریق موجب[2] وفی ردالمحتار بطریق موجب کان یتحمل اثنان الشھادۃ او یشھدا علی حکم القاضی او یستفیض الخبر بخلاف ما اذا اخبران اھل بلدۃ کذا رأوہ لانہ حکایۃ[3] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے اہلِ مشرق پر اہلِ مغرب کی رؤیت کی وجہ سے لزوم ہوگا بشرطیکہ ان کی رؤیت بطریق موجب ثابت ہُوئی ہو۔ ردالمحتار میں طریق موجب کا معنی یوں بیان ہُوا ہے کہ دو آدمی گواہی دیں یا قاضی کے فیصلہ پر گواہ ہوں یا خبر خوب مشہور ہو بخلاف اس صورت کے جب وُہ یہ خبر دیں کہ فلاں شہر کے لوگوں نے چاند دیکھا کیونکہ یہ حکایت ہے اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۹۶ ۳۰ رمضان المبارک ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ اخیر تاریخ رمضان شریف کا روزہ چاند دیکھ کر افطار کرلینا جائز ہے یا نہیں یعنی تیسویں کا چاند اکثر تیسرے پہر سے نظر آتا ہے تو آیا اُسی وقت روزہ کھول لیں یا غروبِ آفتاب کے بعد؟ بینوا توجروا

الجواب

کسی تاریخ کا روزہ دن سے افطار کرلینا ہرگز جائز نہیں بلکہ حرام قطعی ہے، اللہ تعالٰی نے فرض کیا کہ روزہ رات تک پُورا کرو یعنی جب آفتاب ڈوبے اور دن ختم اور رات شروع ہو اُس وقت کھولو۔

قال اللہ تعالٰی ثم اتموا الصیام الی الّیل[4] اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: پھر روزہ کو شام تک پورا کرو۔ (ت)

---

[1] درمختار
[2] درمختار | کتاب الصوم | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۴۹
[3] ردالمحتار | 〃 | مصطفی البابی مصر | ۲/ ۱۰۵
[4] القرآن ۲/ ۱۸۷

Marfat.com

ف

درمختار میں ہے:

لاعبرۃ برؤیۃ الھلال نھارا مطلقا علی مذھب الامام الصحیح المعتمد، واما علی قول الثانی من انہ ان رأی قبل الزوال فللماضیۃ[1]، فلیس الافطار بمعنی نھار الصوم بل لثبوت العید عندہ بذالک ولیس ھذا معنی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ والا یوجب الصوم بمجرد رؤیۃ الھلال بعد المغرب وھذا واضح جدا، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

امام کے صحیح معتمد مذہب کے مطابق ہر حال میں دن کو چاند دیکھنے کا کوئی اعتبار نہیں، مگر امام ثانی (ابویوسف) کے قول پر ہے کہ اگر زوال سے پہلے دیکھا تو یہ گزشتہ رات کا ہوگا تو اب افطار کا یہ معنی نہیں کہ یہ دن کے روزے کا افطار ہے بلکہ اس سے امام ثانی کے نزدیک ثبوت عید ہو رہا ہے کیونکہ گزشتہ رات کا چاند ہے تو عید کی وجہ سے افطار ہے اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فرمان مبارک "چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے پر عید کرو" کا معنی یہ نہیں کہ جب دیکھو تو افطار کرو ورنہ یہ لازم آئے گا کہ مغرب کے بعد محض چاند دیکھنے سے اُسی وقت روزہ لازم ہو جائے اور یہ نہایت ہی واضح ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۹۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نسبت رؤیت ہلال ماہ رمضان المبارک ہندوستان میں اختلاف ہے بذریعہ اخبار و دیگر تحریر معلوم ہوا کہ کلکتہ و دیگر جا میں رؤیت بروز دوشنبہ اور روزہ بروز سہ شنبہ ہوا و دیگر بلاد و امصار میں رؤیت بروز سہ شنبہ اور روزہ بروز چہارشنبہ اور بعض جا روز پنجشنبہ ہوا، پس اب فتوٰی علماء کا کیا ہے آیا بحالت عدم رؤیت ہلال شوال کے روزہ رمضان چہارشنبہ آئندہ کو ختم کرکے پنجشنبہ کو عید کی جائے یا بروز چہارشنبہ عید ہو؟ بینوا توجروا

---

[1] درمختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۹

ف: درمختار میں جو عبارت ملی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں "ورؤیتہ بالنھار للیلۃ الاٰتیۃ مطلقا علی المذھب ذکرہ الحدادی واختلاف المطالع ورؤیتہ نھارا قبل الزوال اوبعدہ غیر معتبر علی ظاھر المذھب۔" درمختار میں لاعبرۃ الخ کے الفاظ نہیں ہیں۔ نذیر احمد سعیدی

Marfat.com

الجواب

واللہ الموفق الصدق و الصواب (اللہ تعالٰی ہی صدق و ثواب کی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔ت)
شارع علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے صوم و فطر کو منوط برؤیت فرمایا۔

قال اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ[1] کما فی الصحاح۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے پر عید کرو۔ جیسا کہ احادیثِ صحاح میں ہے (ت)

پس ہر شہر اور اس کی رؤیت اور اسی پر ابتنائے عدت مجرد اخبارات و خطوط صالح تعویل و اعتماد نہیں نہ صرف شہرتِ افواہ (کہ فلاں بلدہ میں فلاں روز چاند ہُوا جیسے بعض خبریں شہر میں مشتہر ہوجاتی ہیں اور اُن کا اشاعت کنندہ معلوم نہیں) قابلِ اعتبار، ہاں اگر کسی شہر سے جماعات متعددہ آئیں اور ہر ایک بیان کرے کہ فلاں روز وہاں رؤیت ہُوئی تو بیشک اس خبر مستفیض پر عمل واجب ہوگا اگرچہ ان دو بقاع میں بعد المشرقین ہو کہ مذہبِ معتمد پر اختلافِ مطالع غیر معتبر ہے۔

قال العلامۃ المفتی عمدۃ المتاخرین محمد بن علی بن محمد علاء الدین الحصکفی رحمہ اللہ تعالٰی فی الدر المختار شرح تنویر الابصار نعم لو استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری لزمھم علی الصحیح من المذھب مجتبٰی وغیرہ انتھی وفیہ ایضا ان اختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاھر المذھب وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوی بحر عن الخلاصۃ فیلزم اھل المشرق برؤیۃ اھل المغرب اذا ثبت عندھم رؤیۃ اولئك بطریق موجب کما مر وقال الزیلعی الاشبہ انہ یعتبر لکن قال الکمال الاخذ بظاھر الروایۃ

عمدۃ المتاخرین علامہ مفتی محمد بن علی بن محمد علاء الدین الحصکفی رحمہ اللہ تعالٰی نے درمختار شرح تنویر الابصار میں فرمایا: ہاں اگر ایک شہر کی رؤیت دوسرے شہر میں خبر مشہور کے طور پر ہوجائے تو ان پر صحیح مذہب کے مطابق روزہ رکھنا لازم ہوجائیگا مجتبٰی وغیرہ انتہی، اور اسی میں ہے کہ اختلافِ مطالع ظاہر مذہب کے مطابق معتبر نہیں، اکثر مشائخ کا یہی مؤقف ہے اور اسی پر فتوٰی ہے، اسے بحر نے خلاصہ سے نقل کیا ہے، پس اہلِ مشرق پر اہلِ مغرب کی رؤیت سے روزہ یا افطار لازم ہوگا بشرطیکہ اہلِ مشرق کے ہاں یہ بات بطریق موجب ثابت ہو جیسا کہ سابق میں گزرا۔ امام زیلعی نے فرمایا مشابہ بحق یہ ہے کہ (اختلافِ مطالع) معتبر ہے لیکن امام کمال

---

[1] صحیح بخاری باب اذا رأیتم الھلال فصوموا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۵۶/۱

Marfat.com

احوط[1] انتھی (ملخصا) قلت وقد ذکروا ان الفتوی اٰکد من الاشبه وان الفتوی متی اختلف رجح ظاھر الروایة کما فی البحر[2] والدر وغیرھما وفی حاشیة ردالمحتار للفاضل السید محمد امین ابن عابدین الشامی رحمه اللہ عن الشیخ مصطفی الرحمتی الانصاری رحمه اللہ ان معنی الاستفاضة ان تاتی من تلك البلدة جماعات متعددون کل منھم یخبر عن اھل تلك البلدة انھم صاموا عن رؤیة لامجرد الشیوع من غیر علم بمن اشاعه کما قد تشیع اخبار یتحدث بھا سائر اھل البلدة ولایعلم من اشاعھا کما ورد ان فی اٰخر الزمان یجلس الشیطان بین الجماعة فیتکلم بالکلمة فیتحدثون بھا ویقولون لاندری من قالھا فمثل ھذا لاینبغی ان یسمع فضلا من ان یثبت به حکم اھ (قال الشامی) قلت وھو کلام حسن ویشیر الیه قول الذخیرة اذا استفاض وتحقق فان التحقق لایوجد بمجرد الشیوع[3] انتھی۔

کہتے ہیں کہ ظاہر الروایۃ پر عمل احوط ہے انتہی (ملخصاً) قلت فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ لفظ فتوٰی لفظ اشبہ سے زیادہ مؤکد ہوتا ہے اور جب فتوٰی میں اختلاف ہو تو ظاہر الروایۃ کو ترجیح حاصل ہوگی جیسا کہ بحر، در وغیرہ میں ہے، فاضل سید محمد امین ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالٰی نے شیخ مصطفٰی رحمتی انصاری رحمہ اللہ تعالٰی سے اپنے حاشیہ ردالمحتار میں نقل کیا ہے مشہور ہونے کا معنٰی یہ ہے کہ اس شہر سے متعدد جماعتیں آئیں اور وہ تمام اس بات کی اطلاع دیں کہ وہاں لوگوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے محض ایسی افواہ سے نہیں جس کے پھیلانے والا معلوم نہ ہو، جیسا کہ کبھی کبھی بعض خبریں شہروں میں پھیل جاتی ہیں اور ان کے پھیلانے والا معلوم نہیں ہوتا، جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آخری دور میں شیطان جماعت کے درمیان بیٹھ کر کوئی بات کرے گا تو لوگ اسے بیان کریں گے اور کہیں گے ہم نہیں جانتے اس کا قائل کون ہے، تو ایسی باتیں سُننا ہی مناسب نہیں چہ جائیکہ ان سے کوئی حکم ثابت کیا جائے اھ امام شامی کہتے ہیں قلت یہ تمام گفتگو نہایت ہی خوب ہے اور ذخیرہ کی یہ عبارت بھی اسی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ جب خبر مشہور اور متحقق ہوجائے، کیونکہ تحقق محض شہرت اور پھیل جانے سے نہیں ہوتا انتہی (ت)

[1] درمختار | کتاب الصوم | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۴۹
[2] بحرالرائق | کتاب الرضاع | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۳/۲۲۲
[3] ردالمحتار | کتاب الصوم | مصطفٰی البابی مصر | ۲/۱۰۲

Marfat.com

پس ہر شہر میں اپنی رؤیت خواہ غیر شہر کی شرعاً معتبر خبر پر جو پہلی رمضان کی قرار پائے اسی پر بنائے کار رکھیں اور روزہ متروک ہوجانا ثابت ہو تو بعد رمضان قضا کریں اُسی حکم کے اعتبار سے شمار ثلثین کامل کرکے عید کرلیں لیکن اگر اکتیسویں شب کو باوجود صفائی مطلع چاند نظر نہ آئے اور ابتدائے صیام صرف ایک شاہد کی شہادت پر کی گئی ہو تو اس صورت میں تیس کے بعد عید حضرت امام اعظم و امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما ناروا فرماتے ہیں کہ کذب اُس شاہد واحد کا ظاہر ہوگیا اور یہی مذہب و مرجح ،

هذا ما تحرر لنا من اقوال متشتتة وكلمات متشوشة ولنذكر طرفا من كلام الشامی فی هذا المقام ليستبين لك ما لخصته عن المرام قال العلامة الشارح رحمه الله فی الدر وبعد صوم ثلثين بقول عدلين حل الفطر وبقول عدل حيث يجوز وغم هلال الفطر لا يحل على المذهب خلافا لمحمد كذا ذكره المصنف لكن نقل ابن الكمال عن الذخيرة ان غم هلال الفطر حل اتفاقا وفی الزيلعی الاشبه ان غم حل والا لا انتهى مختصرا، قال الفاضل المحشی قوله حل الفطر ای اتفاقا ان كانت ليلة الحادی والثلثين متغيمة وكذا لو مصحية على ما صححه فی الدراية والخلاصة والبزازية وصحح عدمه فی مجموع النوازل والسيد الامام الاجل ناصر الدين

یہ وہ تمام گفتگو تھی جو متفرق اقوال اور تشویش میں ڈالنے والے کلمات سے اخذ کی گئی۔ یہاں امام شامی کی کچھ گفتگو نقل کرنا نہایت ہی مناسب ہے تاکہ وہ مقصد واضح ہوجائے جس کی خاطر میں نے یہ خلاصۂ گفتگو نقل کی ہے، علامہ شارح رحمہ اللہ تعالٰی نے در میں فرمایا جبکہ دو عادلوں کے قول سے روزہ رکھا ہو تو تیس دن کے بعد افطار حلال ہے یعنی جائز ہے، اور اگر ایک عادل کے قول سے رکھا ہو جبکہ یہ جائز ہو اور حال یہ ہو کہ عید کے چاند کے دن ابر ہو تو افطار حلال نہیں صحیح مذہب پر اس میں امام محمد کا اختلاف ہے جیسا کہ مصنف نے ذکر کیا ہے لیکن ابن کمال نے ذخیرہ سے نقل کیا ہے کہ اگر عید کے چاند کے دن بادل وغیرہ ہو تو بالاتفاق افطار حلال یعنی جائز ہے، زیلعی میں ہے اگر چاند بادل وغیرہ کی وجہ سے دکھائی نہ دے تو عید حلال ہے ورنہ نہیں انتہی اختصاراً۔ فاضل محشی نے کہا قولہ حل الفطر یعنی اگر اکتیسویں رات ابر آلود ہو تو بالاتفاق عید جائز ہوگی، اور درایہ، خلاصہ اور بزازیہ کی تصحیح کے مطابق اگر مطلع صاف ہو تب بھی یہی حکم ہے، مجموع النوازل میں اور سید امام اجل ناصر الدین نے

ل؎ درمختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۹

Marfat.com

كما فى الامداد ونقل العلامة نوح الاتفاق على حل الفطر فى الثانية ايضا عن البدائع والسراج والجوهرة قال والمراد اتفاق ائمتنا الثلثة وما حكى فيه من الخلاف انما هو لبعض المشائخ قلت وفى الفيض الفتوى على حل الفطر[1] الخ ثم قال قوله لكن الخ استدراك على ما ذكره المصنف من ان خلاف محمد فيما اذا غم هلال الفطر بان المصرح به فى الذخيرة وكذا فى المعراج عن المجتبى ان حل الفطر هنا محل وفاق وانما الخلاف فيما اذا لم يغم ولم يرا لهلال فعندهما لا يحل الفطر وعند محمد يحل قال شمس الائمة الحلوانى وحرره الشرنبلالى فى الامداد قال فى غاية البيان وجه قول محمد وهو الاصح ان الفطر ما ثبت بقول الواحد ابتداء بل بناءً وتبعاً الخ ثم قال قوله وفى الزيلعى الخ نقله لبيان فائدة لم تعلم من كلام الذخيرة وهى ترجيح عدم الفطر ان لم يغم شوال لظهور غلط الشاهد لانه الاشبه من الفاظ الترجيح لكنه مخالف لما علمته من تصحيح غاية البيان

اس کے برخلاف تصحیح کی ہے جیسا کہ امداد میں ہے، اور علامہ نوح نے بدائع، سراج اور جوھرہ سے نقل کیا ہے کہ دُوسری صورت میں بھی بالاتفاق عید جائز ہوگی، اور کہا کہ یہاں اتفاق سے مراد ہمارے تینوں ائمہ کا اتفاق ہے اور اس سلسلہ میں اختلاف جو منقول ہے تو وُہ بعض مشائخ کا ہے قلت فیض میں ہے فتوٰی عید کے جواز پر ہے الخ پھر کہا قولہ لکن الخ یہ استدراک ہے اس پر جو مصنف نے کہا کہ جب موسم ابر آلود ہو تو ہلال فطر کے بارے میں امام محمد کا اختلاف ہے، اسی طرح ذخیرہ میں اور معراج میں مجتبٰی سے تصریح ہے کہ افطار کی حلت بالاتفاق ہے اور اختلاف اسی صورت میں ہے جب موسم ابر آلود نہ ہو اور چاند دکھائی نہ دے تو اب شیخین کے نزدیک عید جائز نہیں اور امام محمد کے نزدیک جائز ہے، جیسا کہ شمس الائمہ حلوانی نے بیان کیا اور شرنبلالی نے امداد میں نقل کیا کہ غایۃ البیان میں کہا ہے کہ امام محمد کے قول کی دلیل اور وہی اصح ہے کہ افطار ایک شخص کے قول سے ابتداءً ثابت نہیں ہوتا بلکہ تبعاً اور بناءً ثابت ہوا ہے الخ۔ پھر فرمایا قولہ وفی الزیلعی الخ یہ اس فائدہ کے لیے منقول ہے جو کلامِ ذخیرہ سے نہ جانا گیا اور وُہ یہ ہے کہ اگر شوال ابر آلود نہ ہو تو عدمِ افطار کو ترجیح ہوگی اس لیے کہ اس سے گواہ کا غلط ہونا واضح ہوگا کیونکہ لفظ اشبہ الفاظِ ترجیح میں سے ہے لیکن یہ اس کے مخالف ہے جو آپ غایۃ البیان

---

[1] رد المحتار | کتاب الصوم | مصطفی البابی مصر | ۲/ ۰۳-۱۰۲

[2] رد المحتار | کتاب الصوم | مصطفی البابی مصر | ۲/ ۱۰۳

Marfat.com

لقول محمد بالحل، نعم حمل فی الامداد مافی غایۃ البیان علی قول محمد بالحل اذا غم شوال بناء علی تحقق الخلاف الذی نقلہ المصنف وقد علمت عدمہ وح فما فی غایۃ البیان فی غیر محلہ لانہ ترجیح لما ھو متفق علیہ[1] تامل انتھی ملتقطا، فعلیک بتلطیف القریحۃ فی ھذا الباب کیلا تغفل فیستزلک الاضطراب، واللہ تعالٰی اعلم بالصواب والیہ تعالٰی المرجع والمآب۔

کی تصحیح میں جان چکے ہیں جو امام محمد کے قول بالحل (جواز) سے متعلق تھی، ہاں امداد یہ میں غایۃ البیان کی عبارت کو امام محمد کے قول بالحل (جواز) پر محمول کیا جائے گا جبکہ شوال کا چاند ابر آلود ہو، اس بنا پر جو اختلاف مصنف نے نقل کیا ہے حالانکہ آپ نے جان لیا اختلاف نہیں ہے اب جو کچھ غایۃ البیان میں ہے وہ بے محل ہے کیونکہ یہ تو متفق علیہ کو ترجیح دینا ہے، غور کرو انتہی ملتقطا اس معاملہ میں خوب باریک بینی سے کام لو تاکہ غفلت دُور ہو اور اضطراب ختم ہو جائے، واللہ تعالٰی اعلم بالصواب والیہ تعالٰی المرجع والمآب۔ (ت)

مسئلہ ۱۹۸ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۰۹ھ مولوی سید شجاعت علی صاحب از شہر کہنہ بریلی

ماقولھم رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین (اللہ تعالٰی تم سے راضی ہو تمہارا قول کیا ہے۔ ت) اس مسئلہ میں کہ غیر معتبر ہونا اختلاف المطالع کا جو اس عبارت تنویر الابصار سے ظاہر ہے واختلاف المطالع غیر معتبر علی المذھب فیلزم اھل المشرق برؤیۃ اھل المغرب (مطالع کا اختلاف ہمارے مذہب میں معتبر نہیں ہے تو اہلِ مغرب کی رؤیت سے اہلِ مشرق پر حکم لازم ہوگا۔ ت) عام ہے، شامل ہے حج واضحیہ کو، یا خاص بصوم یا بہ فطر ہے اور نیز یلزم کی ضمیر کا مرجع ثبوت ہلال عام ہے، شامل ہر حج واضحیہ کو یا صوم یا فطرہ سے خاص ہے، عام سمجھنا اس کو صواب ہے یا خطا، ایک شہر میں عید الاضحٰی سہ شنبہ کو ہُوئی بموجب رؤیت ہلال وہاں کی، اور دوسرے شہر میں چہار شنبہ کو ہُوئی بموجب رؤیت ہلال یہاں کی، اب قربانی کرنا دوسرے شہر والوں کو جمعہ کے آخر تک کہ وہ یوم رابع قربانی کا ہے باعتبار رؤیۃ اول کے، اور یوم ثالث قربانی کا ہے باعتبار ثانی کے، جائز ہے یا نہیں؟ بینوا بالسند الکتاب توجروا بیوم الحساب (کتاب کی سند کے ساتھ بیان کیجئے اور روزِ حساب اجر پائیے۔ ت) فقط

الجواب

علامہ سید حلبی وعلامہ سید طحطاوی وعلامہ سید شامی محشیانِ درمختار علیھم رحمۃ اللہ العزیز الغفار نے ضمیر

---

[1] ردالمحتار کتاب الصوم مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۰۳

Marfat.com

یلزم کا مرجع ہلال صوم وفطر کو قرار دیا،

وھذا عبارۃ الشامی قولہ فیلزم فاعلہ ضمیر یعود الی ثبوت الھلال ای ھلال الصوم او الفطر[1]

شامی کی عبارت یہ ہے قولہ فیلزم فاعلہ، یہ ضمیر ثبوت ہلال کی طرف لوٹ رہی ہے یعنی رمضان یا عید کا چاند۔ (ت)

اس قدر چنداں قابلِ انکار نہیں، نہ حج و اضحیہ سے نفی لزوم میں نص، ہاں علامہ شامی نے تصریح فرمائی کہ کلماتِ ائمہ کرام سے حج میں اختلاف مطالع کا معتبر ہونا مفہوم اور استظہار کیا کہ اضحیہ میں یہی معتبر ہونا چاہئے اس تقدیر پر اہلِ عید چارشنبہ کو جمعہ تک قربانی جائز ہوگی اگرچہ منگل والوں کے نزدیک وُہ روزِ چہارم ہو جبکہ مطالع بلدین کا مختلف ہونا وہاں کی رؤیت کو یہاں لازم نہ کرے۔ ردالمحتار میں ہے:

تنبیہ یفھم من کلامھم فی کتاب الحج ان اختلاف المطالع فیہ معتبر فلا یلزمھم شیئ لو ظھر انہ رؤی فی بلدۃ اخری قبلھم بیوم، وھل یقال کذلك فی حق الاضحیۃ لغیر الحجاج لم ارہ، والظاھر نعم لان اختلاف المطالع انما لم یعتبر فی الصوم لتعلقہ بمطلق الرؤیۃ وھذا بخلاف الاضحیۃ فالظاھر انھا کاوقات الصلٰوۃ یلزم کل قوم العمل بما عندھم فتجزئ الاضحیۃ فی الیوم الثالث عشر وان کان علی رؤیا غیرھم ھو الرابع عشر[2]

تنبیہ، کتاب الحج میں فقہاء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اختلافِ مطالع کا حج میں اعتبار ہے تو ان حجاج پر کوئی شیئ لازم نہ ہوگی، جب یہ ظاہر ہو جائے کہ دوسرے شہر میں چاند ان سے ایک دن پہلے دیکھا گیا ہے، کیا حجاج کے علاوہ قربانی کے حق میں بھی یہی حکم ہوگا؟ یہ مسئلہ میرے مطالعہ میں نہیں آیا، ہاں ظاہراً یہی حکم معلوم ہوتا ہے کیونکہ اختلافِ مطالعہ کا اعتبار صوم (روزہ) اس لیے نہیں کیا جاتا کہ اس کا تعلق مطلق رؤیت سے ہے بخلاف قربانی کے، تو اس میں ظاہر یہی ہے کہ یہ اوقاتِ نماز کی طرح ہے، ہر قوم پر ان کے اپنے وقت میں نماز لازم ہوگی تو تیسرے دن کی قربانی کفایت کر جائے گی اگرچہ دوسروں کے اعتبار سے وہ چوتھا دن ہو۔ (ت)

اُن کے خیال کا منشایہ ہے کہ طلاق، صلٰوۃ، زکٰوۃ، صوم، نکاح، عتق، ایمان، سیر، بیع، اجارہ، شفعہ، میراث وغیرہا تمام ابوابِ فقہ میں اختلافِ مطالع بلاشبہ معتبر ہے، ہلالِ صوم و فطر میں اصح التصحیحین

---

[1] ردالمحتار | کتاب الصوم | مصطفی البابی مصر | ۲/۱۰۵

[2] " | " | " | "

پر اس کا نہ ماننا بربنائے ورودِ نص ہے کہ:

صوموا لرؤیته و افطروا لرؤیته [1] چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے پر افطار کرو۔ (ت)

مگر یہ علامہ ممدوح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا اپنا خیال ہے جس پر انھوں نے کوئی نقل معتمد پیش نہ کی، نہ کلماتِ علماء اُس کی مساعدت کریں، مسئلہ حج کی بناء دفع حرج شدید پر ہے نہ کہ اختلافِ مطالع پر، اور یہاں عدمِ ورودِ نص ماننا بھی صحیح نہیں، خاص دربارۂ ذی الحجہ بھی حدیث صریح صحیح سے رؤیت پر تعلیق ثابت ہے اور ظاہر سیاقِ کلام ماتن وشارح رحمہما اللہ تعالٰی رجوع ضمیر مطلق ثبوت ہلال کی طرف جس میں ذی الحجہ بھی داخل ہے نظمِ عبارت یہ ہے:

وھلال الاضحٰی وبقیۃ الاشھر التسعۃ کالفطر علی المذھب ورؤیتہ بالنھار للیلۃ الاٰتیۃ مطلقا علی المذھب ذکرہ الحدادی، واختلاف المطالع ورؤیتہ نھارا قبل الزوال اوبعدہ غیر معتبر علٰی ظاھر المذھب، وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوی بحر عن الخلاصۃ فیلزم اھل المشرق [2] الخ

عید الاضحی اور باقی نو ماہ کا چاند صحیح مذہب پر عید الفطر کی طرح ہے، جو چاند دن کو نظر آئے ہر حال میں صحیح مذہب پر آنے والی رات کا شمار ہوگا، اسے حدادی نے ذکر کیا، ظاہر مذہب کے مطابق اختلافِ مطالع اور دن کو زوال سے پہلے یا بعد چاند کا نظر آنا غیر معتبر ہے اکثر مشائخ اسی پر ہیں اور اسی پر فتوٰی ہے، بحر عن الخلاصۃ، لہذا اہلِ مشرق پر لازم ہوگا الخ (ت)

وہ یہاں احکامِ عامہ کے بیان میں ہیں علی الخصوص اس تصریح کے بعد ذی الحجہ وغیرہ کہ سب مہینوں کے ہلال کا وہی حکم ہے جو رمضان وفطر کے تو عند التحقیق اگر دوسری جگہ کی رؤیت بطریق شرعی ثابت ہوجائے تو اُسی پر عمل واجب ہوگا،

والعبد الضعیف لطف بہ المولی اللطیف یرید ان یأتی بھذا التحقیق الجلیل الشریف ان شاء اللہ تعالٰی فی تحریر منفصل نفیس۔

عبدِ ضعیف اپنے مولٰی لطیف کے چاہتا ہے کہ اس پر مستقل تحریر میں تفصیلاً تحقیق کردی ان شاء اللہ تعالٰی۔ (ت)

ورنہ بے تحقیق باتوں پر اس نظر وبحث کی اصلاً گنجائش نہیں شرعاً نہ ہرگز خط پر عمل نہ پرچہ اشتہار کوئی چیز نہ ایسی مہمل دو ایک تحریروں سے استفاضہ شرعی حاصل ہوسکے ایسے طریق کو موجب سمجھ لینا محض خطا وناواقفی اور ایسے

---

[1] صحیح بخاری باب اذا رأیتم الھلال فصوموا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۶

[2] درمختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۹

Marfat.com

بیہودہ ثبوتوں پر عید کرلینا مسلمانوں کی نماز و قربانی خراب کردینا اور عرفہ کے روزے تڑوانا سخت جرأت و بیباکی ہے ——
درمختار میں ہے :

یلزم اھل المشرق برؤیۃ اھل المغرب اذا ثبت عندھم رؤیۃ اولئک بطریق موجب کما مر[1]

اہلِ مشرق پر اہلِ مغرب کی رؤیت کی بنا پر روزہ یا افطار لازم ہوگا بشرطیکہ ان کے ہاں وہ رؤیت بطریق موجب ثابت ہو۔ جیسا کہ گزرا۔ (ت)

ایسی حالت میں ہم پر باتفاقِ علماء اپنی رؤیت پر عمل واجب ہے اور اُن بے اصل شوشوں کی طرف التفات ہی باطل و ذاہب واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۹ تا ۲۰۰ از شاہجہان پور محمد خلیل عربی ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

اولاً مرسلہ محمد اعزاز حسین بعبارت :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شاہجہان پور کے رہنے والے دو شخص ثقہ عادل بمبئی سے آئے اور انھوں نے بیان کیا ہم نے خود ۲۹ ذیقعدہ کو بمبئی میں چاند دیکھا تو بمبئی کے آئے ہوئے لوگوں کی شہادۃ اہلِ شاہجہانپور پر عید الاضحٰی ۲۹ کے حساب سے ہوگی یا نہیں؟ مع حوالہ کتبِ فقہیہ حنفیہ معتبرہ جواب تحریر فرمائیے بینوا توجروا۔

ثانیاً مرسلہ مولوی ریاست علی خاں صاحب بعبارت :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو شخص کسی دوسرے شہر سے ۲۹ تاریخ کا چاند دیکھ کر آئیں، گو مسافت اُس شہر کی ایک ماہ سے زائد ہو تو گواہی اُن کی درباب رؤیت ہلال عید الاضحٰی معتبر ہوگی یا نہیں؛ اور اگر معتبر ہوگی تو قول شامی کا کہ :

یفھم من کلامھم فی کتاب الحج ان اختلاف المطالع فیہ معتبر فلا یلزمھم شیئ لو ظھر انہ رأی فی بلدۃ اخری قبلھم بیوم[2] الخ

کتاب الحج میں فقہاء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ حج میں اختلافِ مطالع معتبر ہے تو حجاج پر کوئی شیئ لازم نہ ہوگی اگر دوسرے شہر میں ایک دن پہلے چاند کا دیکھنا ظاہر ہوجائے الخ (ت)

کیا مطلب ہے۔ اور یہ قول شامی کا معارض قول مفتی بہ اور ظاہر الروایۃ کے ہے تو ترجیح قول شامی کو دی جائیگی یا مفتی بہ قول کو کہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اختلاف مطالع کا مطلقاً اعتبار نہیں ہے گو عید الاضحٰی کا ہو

---

[1] درمختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۹
[2] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۲/۱۰۵

Marfat.com

اور نیز فتوٰی مولوی عبدالحی صاحب کا کہ جو مؤید بحدیث ہے اعتبار کیا جائے گا یا ظاہر الروایۃ اور مفتٰی بہ قول کا کیونکہ مولوی عبدالحی اپنے مجموعۂ فتاوٰی میں یہ لکھتے ہیں کہ ایک ماہ یا زائد کی مسافت کی گواہی درباب رؤیتِ ہلال معتبر اور مقبول نہ ہوگی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جوابِ سوال اول ان لوگوں کی شہادت عادلہ مستجمعۂ شرائطِ شرعیہ واجب الاعتبار ہے اور اُس کا خلاف ناجائز، اور شاہجہان پور میں اس کی بنا پر ضرور ماہ ذیقعدہ ۲۹ کا ثبوت ہو کر اُس کے حساب سے چہارشنبہ کو عیداضحٰی کرنی لازم ہوئی اور اسی حساب سے جو بارھویں تھی یعنی روز جمعہ اُسی تک میعاد قربانی رہی جس نے اُس کے بعد شنبہ کو قربانی کی وُہ قربانی نہ ہُوئی کہ مذہب حنفی میں اختلافِ مطالع کا اصلاً اعتبار نہیں یہی ظاہر الروایۃ ہے اور اسی پر فتوٰی ہے اور علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ جو ظاہر الروایۃ سے خارج ہے وہ اصلاً مذہب ائمہ حنفیہ نہیں خصوصاً جب وہی مذیل بفتوٰی ہو کہ اب تو کسی طرح اس سے عدول روا نہیں۔ خلاصہ وبحرالرائق و تنویرالابصار و درمختار میں ہے:

واللفظ لهذين ملتقطا هلال الاضحٰى وبقية الاشهر التسعة كالفطر على المذهب واختلاف المطالع غير معتبر على ظاهر المذهب وعليه اكثر المشائخ وعليه الفتوٰى[1] (ملخصًا)

خلاصۃً ان دونوں کتابوں کے الفاظ میں صحیح مذہب پر عیدالاضحٰی اور بقیہ نو ماہ کے چاند کا معاملہ عیدالفطر کی طرح ہے، اختلافِ مطالع کا ظاہر مذہب کے مطابق اعتبار نہیں، اس پر اکثر مشائخ ہیں، اور اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

فتاوٰی خیریہ میں ہے:

صرحوا بان ما خرج عن ظاهر الرواية ليس مذهبا لابی حنيفة ولا قولا له[2]

فقہائے نے تصریح کی ہے کہ جو ظاہر الروایۃ سے نکل جائے وہ امام ابوحنیفہ کا نہ مذہب ہوتا ہے نہ قول۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

ما خرج عن ظاهر الرواية فهو مرجوع عنه والمرجوع عنه لم يبق قولا له[3]

جو ظاہر الروایۃ سے نکل جائے اس سے رجوع کرلیا گیا ہوتا ہے اور مرجوع عنہ امام صاحب کا قول باقی نہیں رہتا۔ (ت)

---

[1] درمختار — کتاب الصوم — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۴۹
[2] فتاوٰی خیریہ — کتاب الطلاق — دار المعرفۃ الطباعۃ والنشر بیروت — ۱/۵۲
[3] بحرالرائق — فصل فی التقلید — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۶/۲۷۰

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے:

ماخالف ظاھر الروایۃ لیس مذھبا لاصحابنا۔[1]

جو ظاہر الروایت کے خلاف ہو وہ ہمارے احناف کا مذہب نہیں۔ (ت)

درمختار میں ہے:

الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل وخرق الاجماع۔[2]

مرجوح قول پر فتوٰی وفیصلہ جہالت اور اجماع کی مخالفت ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

کقول محمد مع وجود قول ابی یوسف اذا لم یصحح او یقو وجھہ واولی من ھذا بالبطلان الافتاء بخلاف ظاھر الروایۃ اذا لم یصحح والافتاء بالقول المرجوع عنہ[3] اھ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

جیسا کہ امام ابویوسف کے قول کے باوجود امام محمد کے قول پر جس کی تصحیح نہ کی گئی ہو یا اس کی تقویت بیان نہ کی گئی ہو، اور اس سے زیادہ باطل وہ فتوٰی ہوگا جو ظاہر الروایۃ کے خلاف ہو جبکہ اس خلاف کی تصحیح نہ کی گئی ہو، اور وہ فتوٰی جو مرجوع عنہ ہو اھ، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

جواب سوال ثانی صورت مستفسرہ میں جب وہ شہادت شرعیہ عادلہ ہو تو ضرور معتبر ہوگی اگرچہ ہلال عید اضحٰی ہو اگرچہ اُن میں مسافت ایک ماہ سے زیادہ ہو، یہی ہمارے ائمہ کا مذہب ہے اور اسی پر فتوٰی اور اس سے عدول باطل ونارو۱، علامہ شامی نور قبرہ السامی نے یہاں ظاہر الروایۃ وقول مفتی بہ کا معارضہ نہ چاہا بلکہ براہ بشریت ایک خطائے فکری سے اُسے مختص بہ ہلال صوم وفطر سمجھا، فقط ہلال اضحٰی کو اُن نصوص سے مخصوص جانا اور یہ لغزش نظر تھی کہ اطلاقات بلکہ تنصیصات کتب معتمدہ مذہب کے مقابل اُس کی طرف التفات بھی ناممکن، چہ جائے اعتماد، علامہ ممدوح کا یفھم من کلامھم فرمانا اُسی لغزش فکر کے باعث ہے ورنہ وہ ہرگز ہمارے علماء کے کلام سے مفہوم بلکہ موہوم بھی نہیں اُن کے کلمات عالیات صاف اس مزعوم سے ابا فرمارہے ہیں۔ مولوی لکھنوی صاحب نے نہ صرف اضحٰی بلکہ صوم وفطر سب میں اختلافِ مطالع معتبر ٹھہرایا اور ضرور ظاہر الروایۃ اور مفتٰی بہ کا بالقصد معارضہ کیا اور

---

[1] ردالمحتار — کتاب احیاء الموات — داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۷۸

[2] درمختار — خطبۂ کتاب — مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۵

[3] ردالمحتار — تحت عبارتِ مذکور — مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۵

Marfat.com

خود اپنی تصریحات کی رُو سے بوجوہ کثیرہ فاحش خطاؤں اور باطل بناؤں سے کام لیا علامہ شامی کی بحث سے جسے وہ فتویٰ نہیں بتاتے، اور مولوی لکھنوی صاحب کا فتویٰ جس پر وہ جزم واعتماد کررہے ہیں علمِ فقہ وعلمِ حدیث وعلمِ ہیئت تینوں علوم کی رُو سے صریح باطل ومحض ناقابل، اور خود ان دونوں حضرات کی دوسری تصریحات کے معارض ومناقض ومقابل ہیں، احادیث کی مخالفت تو دونوں صاحبوں نے یکساں کی ہے اگرچہ اس کا الزام بھی مولوی لکھنوی صاحب پر زائد وقوی ہے کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ایک متفقہ مقلد سے زیادہ نہیں بنتے اور فاضل لکھنوی ایک محقق محدث اہل نظر واعتبار نقاد ارشادات ائمہ کبار بننا چاہتے ہیں حتی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے معجزہ عظیمہ سراج الامہ کاشف الغمہ امام الائمہ نائل العلم والایمان من الثریا سیدنا امام اعظم ہمام اقدم رضی اللہ تعالٰی عنہ ارشاداتِ عالیہ کو محک نقد ونقض ودرپے رکھتے ہیں کہ ابوحنیفہ نے یہ کہا اور حق یُوں ہے ابوحنیفہ کے دلائل یہ ہیں اور یہ سب باطل ہیں، ایسے جلیل الشان رفیع المکان محدث احادیث وآثار کے محیط وحاوی فخر بخاری ورشک طحاوی کا احادیث واضحہ مشہورہ معروفہ صحیحہ صریحہ سے مخالف پڑنا ضرور محل عجب ہے۔ فتوائے مولوی صاحب ہرگز مؤید بحدیث نہیں بلکہ صریح مخالف احادیث ہے اور اس کی شکایت بھی کچھ نہیں، بڑے بڑوں پر بھی بدزبانی کی ہے کہ ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے کسی مذہب کو اپنے زعم ناقص میں مخالف حدیث سمجھے اور بعد تنقیح آفتاب کی طرح روشن ہُوا کہ یہ معترضین خود ہی حدیث نہ سمجھتے تھے، وللہ درمن قال (اور اللہ تعالٰی ہی کے لیے بھلائی ہے، جس نے یہ شعر کہا: ؎

وکم من عائب قولاً صحیحا وآفتہ من الفہم السقیم

(بہت سے لوگ صحیح بات کو معیوب قرار دیتے ہیں جبکہ یہ مصیبت کمزور فہم کی وجہ سے آئی ہے۔ت)

اور مبارک فقہ کی مخالفت کا زیادہ حصہ تو انہی فاضل محقق نے لیا۔ علامہ شامی پر اگر یہاں ایک اعتراض ہے تو ان پر چار، پھر جیسا کہ ہم اشارہ کر آئے ہیں، اتنی مخالفات باوصف کثرت قصدیہ ہیں، اور علامہ شامی سے ایک مسئلہ کے فہم میں لغزش ہُوئی جس پر اُنھوں نے بنائے کلام فرمائی تو وہ قاصد موافقت ہیں، نہ مرتکب مخالفت، طرفہ یہ کہ یہ اپنی تصریحوں سے تعارض وتناقض میں بھی انہی ہمارے محقق مدقق معاصر کا پلّہ بھاری ہے اور علمِ ہیئت سے یکسر بیگانگی کا الزام تو صرف انہی پر ہے کہ علامہ شامی کو ان فنون کی جانب التفات نہ تھا اور ہمارے محقق معاصر تو ہمہ داں ہیں، یہ سب اجمالی بیان بعونہٖ تعالٰی دربارہ اہلہ فقیر کی متفرق تحریرات سے واضح ہیں اور احباب کی خواہش ہُوئی تو فقیر بعون القدیر تفصیل کے لیے حاضر۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۱: از گیا محلہ بارہ قریب مسجد غلام مصطفٰی صاحب

مظہرِ انوارِ شریعت حضرت مولانا دامت برکاتکم وفیوضاتکم بعد سلام باکرام آنکہ ایک مسئلہ جو رمضان

Marfat.com

کی تیس تاریخ پیش آیا تھا وہ دریافت طلب ہے امید کہ جواب باصواب زود تر ارسال فرما کر سرفراز و ممتاز فرما کر عنداللہ ماجور ہوں، بصورتِ فرصت ومہلت حدیث ماخذ و حوالہ کتاب بھی ارشاد فرما دیجئے گا فقط زیادہ آفتاب ہدایت تاباں و درخشاں باد۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ میں جس روز رمضان شریف کی تیس ۳۰ تاریخ تھی اُسی روز ایک شہر کے مختار کچہری کے آئے اور انھوں نے کہا کہ آج ہم جس شہر سے آئے ہیں وہاں آج عید کی نماز ہوگی، سامان نماز کا ہو رہا تھا، آپ لوگ بھی پڑھیے۔ مختار صاحب مذکور کسی عالم کے فرستادہ میں سے نہ تھے اور نہ کسی عالم صاحب کا خط لائے تھے اب قطع نظر امورِ خارجہ کے اور اس بات کے کہ آئندہ کیا متحقق ہوگا، صرف یہ ارشاد ہو کہ اس قصبہ میں ازروئے شریعت کے اس روز مختار صاحب موصوف کی خبر معتبر تھی یا نہیں اور مختار صاحب کی خبر کا اعتبار کرکے نمازِ عید کے واسطے فتوٰی دینا صحیح ہوگا یا نہیں، ارشاد فرما کر عنداللہ ماجور و داخلِ حسنات ہوں اور اس قصبہ کا ہندو تار بابو خبر دیتا تھا کہ تار آیا ہے آج عید فلاں شہر میں ہوگی، اب تار بابو کا خبر دینا معتبر تھا یا نہیں؟

الجواب

دربارۂ ہلال خط و تار محض بے اعتبار، اشباہ والنظائر میں ہے: لایعتمد علی الخط ولا یعمل بہ[۱] (خط پر نہ تو اعتماد کیا جائے اور نہ ہی اس پر عمل کیا جائے۔ ت) مخبر واحد اور کچہری کے مختار اور وُہ بھی محض حکایت و اخبار کہ دو شاہدِ عدل بھی ایسی حکایت کرتے تو اصلاً معتبر نہ تھی۔ درمختار میں ہے:

شھدوا انہ شھد عند قاضی مصر کذا شاھدان برؤیۃ الھلال وقضی بہ ووجد استجماع شرائط الدعوی قضی القاضی بشھادتھما لان قضاء القاضی حجۃ وقد شھدوا بہ لا لو شھدوا برؤیۃ غیرھم لانہ حکایۃ[۲] (ملخصًا)

گواہ کہتے ہیں کہ قاضیِ مصر کے پاس فلاں فلاں گواہوں نے فلاں تاریخ کو چاند دیکھنے پر گواہی دی ہے اور وہاں کہ قاضی نے اس پر فیصلہ کر دیا ہے اور شرائطِ دعوٰی ساری کی ساری پائی گئی ہوں تو اب قاضی کو جائز ہے ان کی گواہی پر فیصلہ کردے کیونکہ قاضی کی قضا رحجت ہے اور اسی پر وہاں کے گواہوں نے گواہی دی ہے، ہاں اگر وُہ دوسروں کی رؤیت پر گواہی دیتے تو قبول نہ ہوتی کیونکہ یہ حکایت ہے (ملخصًا)۔ (ت)

---

[۱] اشباہ والنظائر کتاب القضاء والشہادات والدعاوی ادارۃ القرآن والعلوم اسلامیہ کراچی ۱/۳۳۸

[۲] درمختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۹

Marfat.com

صورتِ مذکورہ میں اہلِ قصبہ کو عید کرنی حرام تھی اگرچہ بعد کو عید ثابت ہی ہوجائے کہ اُنھوں نے قبل ثبوت عید کی اور ارشاد حدیث صحیح صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ[1] (چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو۔ت) کے مخالف ہوئے جس نے بربنائے مذکور ہذیانِ تار وحکایت نامختار عید کا فتوٰی دیا سخت حرام ہوا ایسے فتوے پر کبھی عمل نہ کریں، حدیث میں ہے: اذا وسد الامر الی غیر اھلہ فانتظر الساعۃ[2]. جب غیر اہل کو کام سپرد کردیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔(ت)

واللہ تعالٰی اعلم

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۲: از مقام سوجت مارواڑ بازار کے اندر مسئولہ شیخ ننّے میاں کلاہ فروش داہن منڈی

۲۶ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ قصبہ سوجت مارواڑ میں ۲۹ شعبان کو چاند نظر نہیں آیا اور شعبان کے تیس روز پورے کرکے رمضان شریف کے روزے رکھنے شروع کئے، بعد میں کسی وجہ سے دو تین آدمی دہلی گئے، وہاں کے لوگوں نے ۲۹ شعبان کو چاند دیکھنے کے حساب سے روزے رکھے تھے اب وہ شخص اخیر رمضان مبارک میں سوجت واپس آگئے اور کہنے لگے کہ دہلی میں ۲۹ کے حساب سے روزہ رکھنا شروع ہُوا ہے ہم بھی وہاں کے حساب سے عید کرینگے سوجت کے چاند دیکھنے کا خیال نہیں کریں گے، اب سوجت کی ۲۹، اور دوسری جگہ ۳۰ کو کہا کہ کل عید کرینگے تو انہوں نے ضد اور نفسانیت کرکے روزہ نہیں رکھا' اور جن لوگوں نے روزہ رکھا تھا بہکا بہکا کر افطار کرادیا اور بعض لوگوں نے کہا کہ بغیر چاند نظر آئے ہم روزہ افطار نہ کریں گے اور ۳۰ دن پورے کرکے عید کریں گے کیونکہ ھم کو شرع شریف کا یہی حکم ہے اور ایک فتوٰی جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب کا دیکھا گیا تھا جس میں تحریر تھا کہ خطوط اور تار وغیرہ کی خبر سے روزہ افطار نہیں کرنا چاہئے اور پھر اسی قسم کی ایک حدیث بھی نظر آئی جس کا مضمون یہ ہے کہ حضرت کریب رضی اللہ تعالٰی عنہ ملک شام میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس گئے اور رمضان المبارک کا چاند اُن کو نظر آگیا تھا پھر اخیر رمضان شریف کو مدینہ منورہ میں آئے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اُن سے وہاں کے حالات دریافت کیے اور یہ بھی دریافت کیا کہ تم نے چاند کو دیکھا تھا اُنھوں نے کہا کہ جمعہ کی رات کو دیکھا تھا، پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ تم نے خود دیکھا تھا' انھوں نے کہا کہ ہاں میں نے بھی دیکھا تھا اور دوسرے آدمیوں نے بھی دیکھا اور سب نے روزہ رکھا، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا کہ ہم نے تو ہفتے کی رات کو چاند دیکھا سو اسی حساب سے ہم روزہ رکھیں گے۔ پھر حضرت کریب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا کیا آپ

---

[1] صحیح بخاری باب اذا رأیتم الہلال فصوموا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۶

[2] " کتاب العلم " ۱/ ۱۴

Marfat.com

حضرت معاویہ اور اُن کے روزہ رکھنے پر عمل نہیں کرینگے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا کہ نہیں کیونکہ اسی طرح حکم کیا ہم کو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کہ اپنے ملک کی رؤیت لازم آتی ہے دوسرے ملک یا علاقہ والوں پر لازم نہیں ہوتی، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جن لوگوں نے روزہ توڑ دیا اور دُوسروں کے روزے قریب آٹھ بجے کے تُڑوا دئے بغیر چاند دیکھے، تو اب ۲۹ روزے رکھنے والے کو توبہ کرنا اور روزہ کی قضاء رکھنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

صوموا لرؤیته وافطروا لرؤیته فان غم علیکم فاکملوا عدة شعبان ثلثین۔[1]

چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے پر عید کرو، اگر موسم ابر آلود ہو تو تم پر تیس دنوں کا پورا کرنا ضروری ہے (ت)

روزہ اور افطار دونوں کی بناء حضور نے رؤیت پر رکھی، تو خود رؤیت ہو یا دوسری جگہ کی رؤیت کا ثبوت شرعی ہو اگرچہ دونوں جگہ میں فاصلہ مشرق و مغرب کا ہو، یہی ظاہر الروایۃ ہے اور یہی صحیح و معتمد ہے۔ درمختار وغیرہ میں ہے:

یلزم اھل المشرق برؤیة اھل المغرب اذا ثبت ذلك عندھم رؤیة اولئك بطریق موجب شرعی۔[2]

اہلِ مشرق پر اہلِ مغرب کی رؤیت کی بناء پر روزہ و افطار لازم ہے بشرطیکہ ان کے ہاں چاند کا ثبوت بطریق موجب شرعی ہو۔ (ت)

اس کے ثبوت کے سات طریقے ہیں جو ہم نے اپنے فتاوٰی میں مفصل بیان کئے، یہ بات کہ ایک دو آدمی گئے اور دوسرے شہر سے خبر لائے کہ وہاں ۲۹ کا چاند ہوا، نہ رؤیت ہے نہ شہادت ہے نہ شہادت علی الشہادت، نہ شہادت علی الحکم، غرض کوئی طریقہ شرعیہ نہیں محض حکایت ہے، اور وہ در بارۂ ہلال اصلاً معتبر نہیں کما نص علیہ فی الدر وغیرہ من الاسفار (جیسا کہ اس پر در وغیرہ کتب میں تصریح ہے۔ ت) اوروں کے روزے تڑوانے میں یہ مرتکب کبیرہ ہوئے اور وہ روزہ توڑنے والے اور سخت کبیرہ کے مرتکب ہُوئے اور اُن پر قضاء لازم، اور اُن کو دہلی میں اگر کوئی ثبوتِ شرعی بہم نہ پہنچا تھا تو ان کا جرم اور اشد ہے، اور ان پر بھی قضاء لازم، یہ ایسی صورت کا مطلق حکم ہے مگر اس سال کی نسبت کافی شرعی ثبوتوں سے ۲۹ دن کا ثابت ہوگیا، لہٰذا قضاء کی حاجت نہیں،

---

[1] صحیح بخاری — باب اذا رأیتم الہلال فصوموا — قدیمی کتب خانہ کراچی — ۱/۲۵۶

[2] درمختار — کتاب الصوم — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۴۹

Marfat.com

البتہ بلا ثبوت شرعی جو حکم شرع پر جرأت کی اس سے توبہ کی حاجت ہے اور جبکہ شعبان ۳۰ کا شمار کر کے روزہ نہ رکھے تو یکم رمضان کے روزے کی قضا لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

Marfat.com

رسالہ

طرق اثبات الهلال

١٣٢٠ھ

(اثبات چاند کے طریقے)

مسئلہ ۲۰۳: ازبڑودہ گجرات باڑہ نواب صاحب مرسلہ نواب سیّد معین الدین حسن خاں بہادر ۲۵ محرم الحرام ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رؤیت ہلال شریعت میں کس طرح ثابت ہوتی ہے؟ بحوالۂ کتب مع ترجمہ اردو جواب عطا ہو۔ بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل الشمس ضیاء و القمر نورا والصلٰوۃ والسلام علی من صار الدین بطلوع ھلالہ بدرا منیرا وعلٰی الہ وصحبہ الکاملین نورا والمکملین تنویرا۔

سب تعریفات اللہ کے لیے جس نے شمس کو ضیاء اور قمر کو نور بنایا، صلٰوۃ وسلام اس ذاتِ اقدس پر جس کی آمد سے دینِ اسلام تمام ادیان میں بدرِ منیر بن گیا، آپ کے آل واصحاب پر جو نور کے اعتبار سے کامل اور تنویر کے اعتبار سے مکمل ہیں (ت)

ثبوتِ رؤیتِ ہلال کے لیے شرع میں سات طریقے ہیں:

Marfat.com

طریق اوّل: خود شہادتِ رؤیت یعنی چاند دیکھنے والے کی گواہی ہلال رمضان مبارک کے لیے ایک ہی مسلمان عاقل، بالغ، غیر فاسق کا مجرد بیان کافی ہے کہ میں نے اس رمضان شریف کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا اگرچہ کنیز ہو اگرچہ مستور الحال ہو، جس کی عدالت باطنی معلوم نہیں ظاہر حال پابندِ شرع ہے اگرچہ اس کا یہ بیان مجلسِ قضاء میں نہ ہو اگرچہ گواہی دیتا ہوں نہ کہے، نہ دیکھنے کی کیفیت بیان کرے کہ کہاں سے دیکھا کدھر کو تھا کتنا اونچا تھا وغیر ذٰلک۔ یہ اس صورت میں ہے کہ ۲۹ شعبان کو مطلع صاف نہ ہو، چاند کی جگہ ابر یا غبار ہو اور بحالِ صفائی مطلع اگر ویسا ایک شخص جنگل سے آیا یا بلند مکان پر تھا تو بھی ایک ہی کا بیان کافی ہو جائے گا، ورنہ دیکھیں گے کہ وہاں کے مسلمان چاند دیکھنے میں کوشش رکھتے ہیں، بکثرت لوگ متوجہ ہوتے ہیں یا کاہل ہیں دیکھنے کی پروا نہیں، بے پروائی کی صورت میں کم سے کم دو درکار ہوں گے اگرچہ مستور الحال ہوں، ورنہ ایک جماعتِ عظیم چاہیئے کہ اپنی آنکھ سے چاند دیکھنا بیان کرے جس کے بیان سے خوب غلبۂ ظن حاصل ہو جائے کہ ضرور چاند ہوا اگرچہ غلام یا کھلے فساق ہوں، اور اگر کثرت حدِ تواتر کو پہنچ جائے کہ عقل اتنے شخصوں کا غلط خبر پر اتفاق محال جانے تو ایسی خبر مسلم و کافر سب کی مقبول ہے۔ **باقی گیارہ ہلالوں** کے واسطے مطلقاً ہر حال میں ضرور ہے کہ دو مرد عادل یا ایک مرد دو عورتیں عادل آزاد جن کا ظاہری و باطنی حال تحقیق ہو کہ پابندِ شرع ہیں، قاضیٔ شرع کے حضور بلفظ اشھد گواہی دیں یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اس مہینے کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا اور جہاں قاضیٔ شرع نہ ہو تو مفتیٔ اسلام اُس کا قائم مقام ہے جبکہ تمام اہل شہر سے علم فقہ میں زائد ہو اُس کے حضور گواہی دیں اور اگر کہیں قاضی و مفتی کوئی نہ ہو تو مجبوری کو اور مسلمانوں کے سامنے ایسے عادل دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کا بیان بے لفظ اشھد بھی کافی سمجھا جائے گا، ان گیارہ ہلالوں میں ہمیشہ یہی حکم ہے مگر عیدین میں اگر مطلع صاف ہو اور مسلمان رؤیتِ ہلال میں کاہلی نہ کرتے ہوں اور وہ دو گواہ جنگل یا بلندی سے نہ آئے ہوں تو اس صورت میں وہی جماعتِ عظیم درکار ہے، اسی طرح جہاں اور کسی چاند مثلاً ہلالِ محرم کا عام مسلمان پورا اہتمام کرتے ہوں تو بحالتِ صفائی مطلع جبکہ شاہدین جنگل یا بلندی سے نہ آئیں ظاہراً جماعت عظیم ہی چاہیئے کہ جس وجہ سے اُس کا ایجاب رمضان و عیدین میں کیا گیا تھا یہاں بھی حاصل ہے۔ درمختار میں ہے:

قبل بلادعوی و بلا لفظ اشھد و حکم و مجلس قضاء للصوم مع علۃ کغیم و غبار خبر عدل او مستور لا فاسق اتفاقا ولو قنا او انثی بیّن کیفیۃ الرؤیۃ اولا علی

ابر و غبار کی حالت میں ہلال رمضان کے لیے ایک عادل یا مستور الحال کی خبر کافی ہے اگرچہ غلام یا عورت ہو رؤیت کی کیفیت بیان کرے خواہ نہ کرے دعوٰی یا لفظ اشھد یا حکم یا مجلس قاضی کسی کی شرط نہیں مگر فاسق کا بیان بالاتفاق مردود ہے اور عید

Marfat.com

المذهب، وشرط للفطر مع العلة العدالة و نصاب الشهادة ولفظ اشهد ولوکانوا ببلدة لاحاکم فیها صاموا بقول ثقة وافطروا باخبار عدلین مع العلة للضرورة، وقیل بلا علة جمع عظیم یقع غلبة الظن بخبرهم وعن الامام یکتفی بشاهدین واختارہ فی البحر وصحح فی الاقضیة الاکتفاء بواحد ان جاء من خارج البلد اوکان علی مکان مرتفع واختارہ ظهیر الدین، وهلال الاضحی وبقیة الاشهر التسعة کالفطر علی المذهب[1] اھ مختصرا۔

عید الفطر کے لیے بحالِ ناصافی مطلع عدالت کے ساتھ دو مرد یا ایک مرد دو عورت کی گواہی بلفظ اشهد ضرور ہے اور اگر ایسے شہر میں ہوں جہاں کوئی حاکمِ اسلام نہیں تو بوجہ ضرورت بحالِ ابر وغبار ایک ثقہ شخص کے بیان پر روزہ رکھیں اور دو عادلوں کی خبر پر عید کرلیں، اور جب ابر وغبار نہ ہو تو ایسی بڑی جماعت کی خبر مقبول ہوگی جس سے ظنِ غالب حاصل ہوجائے اور امام سے مروی ہوا کہ دو گواہ کافی ہیں اور اسی کو بحر الرائق میں اختیار کیا، اور کتاب الاقضیہ میں فرمایا صحیح یہ ہے کہ ایک بھی کافی ہے اگر جنگل سے آئے یا بلند مکان پر تھا اور اسی کو امام ظہیر الدین نے اختیار فرمایا اور ذی الحجہ اور باقی نو مہینوں کے چاند کا وہی حکم ہے جو ہلالِ عید الفطر کا۔ اھ مختصراً

ردالمحتار میں ہے:

شرط القبول عند عدم علة فی السماء لهلال الصوم او الفطر اخبار جمع عظیم لان التفرد من بین الجم الغفیر بالرؤیة مع توجههم طالبین لما توجه هو الیه مع فرض عدم المانع ظاهر فی غلطه بحر، ولایشترط فیهم العدالة امداد ولاالحریة قهستانی[2]، قوله واختارہ فی البحر حیث قال ینبغی العمل علی هذه الروایة فی زماننا لان الناس تکاسلت عن ترائی الاهلة فانتفی قولهم مع توجههم طالبین و

جب آسمان صاف ہو تو ہلالِ روزہ وعید کے قبول کو جماعتِ عظیم کی خبر شرط ہے اس لیے کہ بڑی جماعت کہ وُہ بھی چاند دیکھنے میں مصروف تھی اُس میں صرف دو ایک شخص کو نظر آنا حالانکہ مطلع صاف ہے ان دو ایک کی خطا میں ظاہر ہے، ایسا ہی بحر الرائق میں ہے اور جماعتِ عظیم میں عدالت شرط نہیں، ایسا ہی امداد الفتاح میں ہے، نہ آزادی شرط ہے ایسا ہی قہستانی میں ہے، اور بحر الرائق میں فرمایا کہ جب لوگ چاند دیکھنے میں کاہلی کریں تو اس روایت پر عمل چاہیے کہ دو گواہ کافی ہیں کہ اب وُہ وجہ نہ رہی کہ سب چاند دیکھنے میں مصروف تھے اور مطلع صاف تھا تو فقط انہی دو کو نظر آنا

[1] درمختار | کتاب الصوم | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۴۹-۱۴۸

[2] ردالمحتار | " | مصطفی البابی مصر | ۲/۱۰۰

Marfat.com

ظاہر الولوالجیۃ والظہیریۃ یدل علی ان
ظاہر الروایۃ ھو اشتراط العدد والعدد
یصدق باثنین اھ وفی زماننا مشاھد
من تکاسل الناس فلیس فی شھادۃ
الاثنین تفرد من بین الجم الغفیر
حتی یظھر غلط الشاھد فانتفت علۃ
ظاہر الروایۃ فتعین الافتاء بالروایۃ
الاخری[1]، وفی کافی الحاکم الذی ھو جمع
کلام محمد فی کتبہ ظاہر الروایۃ وتقبل
شھادۃ المسلم والمسلمۃ عدلا کان او غیر
عدل بعد ان یشھد انہ رأی خارج المصر
او انہ رأہ فی المصر وفی المصر علۃ تمنع
العامۃ من التساوی فی رؤیتہ اھ ولا منافاۃ
بینھما لان اشتراط الجمع العظیم اذا کان
الشاھد من المصر فی مکان غیر مرتفع،
فالثانیۃ مقیدۃ لاطلاق الاولی بدلیل ان
الاولی علل فیھا رد الشھادۃ بان التفرد ظاھر
فی الغلط وعلی ما فی الثانیۃ لم توجد علۃ الرد
ولھذا قال فی المحیط فلا یکون تفردہ
بالرؤیۃ خلاف الظاھر[2] الخ قولہ
وبقیۃ الاشھر التسعۃ لا یقبل فیھا الا شھادۃ رجلین
او رجل وامرأتین عدول احرار غیر محدودین
کما فی سائر الاحکام، بحر عن شرح

بعید از قیاس ہے، اور ولوالجیہ وظہیریہ سے ظاہر ہوتا ہے
کہ ظاہر الروایۃ میں صرف تعدد گواہان کی شرط ہے اور
تعدد دو سے بھی ہوگیا انتہی اور ہمارے زمانے میں لوگوں
کا کسل آنکھوں دیکھا ہے تو دو کی گواہی کو یہ نہ کہیں گے
کہ جمہور کے خلاف انہی کو کیسے نظر آگیا جس سے گواہ کی
غلطی ظاہر ہو تو ظاہر الروایۃ کی وجہ نہ رہی تو اس دوسری
روایت پر فتوی دینا لازم ہُوا اور کافی حاکم جس میں امام محمد کا
تمام کلام کتب ظاہر الروایۃ کا جمع فرمادیا ہے یُوں ہے
کہ رمضان میں ایک مسلمان مرد یا عورت عادل یا
مستور الحال کی گواہی مقبول ہے جبکہ یہ گواہی دے کہ
اس نے جنگل میں دیکھا یا شہر میں دیکھا اور کوئی سبب
ایسا تھا جس کے باعث اوروں کو نظر نہ آیا انتہی اور ان
دونوں روایتوں میں منافات نہیں اس لیے کہ جماعت
عظیم کی شرط وہاں ہے کہ گواہ شہر میں غیر مکان بلند پر ہو
تو یہ پچھلی روایت اُس پہلی کے اطلاق کی قید بتاتی ہے
اور اس پر دلیل یہ کہ پہلی میں ایک کی گواہی نہ ماننے کی
وجہ یہ فرمائی تھی کہ تنہا اُس کا دیکھنا غلطی میں ظاہر ہے
اور اُس پچھلی صورت یعنی جبکہ وُہ جنگل میں یا بلند مکان پر
تھا وہ رَد کی وجہ نہ پائی گئی اس لیے محیط میں فرمایا کہ
کہ اس حالت میں تنہا اُس کا دیکھنا خلاف ظاہر نہ ہوگا الخ
اور باقی نو مہینوں میں مقبول نہ ہوگی مگر گواہی دو مردوں
یا ایک مرد دو عورتوں عادل آزاد کی جن پر حدِ قذف
نہ لگ چکی ہو جیسے باقی تمام معاملات میں۔ اسی طرح

---

[1] ردالمحتار کتاب الصوم مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۰۱
[2] 〃 〃 〃 〃

Marfat.com

مختصر الطحاوی للامام الاسبیجابی والظاھر انہ فی الاھلۃ التسعۃ لافرق بین الغیم والصحو فی قبول الرجلین لفقد العلۃ الموجبۃ لاشتراط الجمع الکثیر وھی توجہ الکل طالبین ویؤیدہ قولہ کما فی سائر الاحکام[۱] اھ ملتقطا۔

بحرالرائق میں امام اسبیجابی کی شرح مختصر طحاوی سے ہے اور ظاہر یہ ہے کہ ان نوچاندوں میں صفائی و عدم صفائی مطلع کا کچھ فرق نہیں ہر حال میں دو کی گواہی قبول ہوگی کہ وہ وجہ جو وہاں شرط جماعت عظیم کی باعث تھی کہ سب ہلال کو تلاش کرتے ہیں یہاں موجود نہیں کہ ان نومہینوں کا چاند عام لوگ تلاش نہیں کرتے ہیں، اور اس کی تائید کرتا ہے امام اسبیجابی کا وُہ فرمانا کہ اُن میں وُہ درکار ہے جو باقی تمام معاملات میں اھ ملتقطا

حدیقہ ندیہ میں ہے :

اذاخلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور مؤکلۃ الی العلماء ویلزم الامۃ الرجوع الیھم ویصیرون ولاۃ فاذاعسر جمعھم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائہ فان کثروا فالمتبع اعلمھم فان استووا اقرع بینھم[۲]

جب زمانہ ایسے سلطان سے خالی ہو جو معاملاتِ شرعیہ میں کفایت کرسکے تو شرعی سب کام علماء کو سپرد ہونگے اور مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ اپنے ہر معاملہ شرعیہ میں اُن کی طرف رجوع کریں وُہ علماء ہی قاضی وحاکم سمجھے جائیں گے پھر اگر سب مسلمانوں کا ایک عالم پر اتفاق مشکل ہو تو ہر ضلع کے لوگ اپنے علماء کا اتباع کریں، اگر ضلع میں عالم کثیر ہوں تو جو سب میں زیادہ احکامِ شریعت کا علم رکھتا ہے اُس کی پیروی ہوگی، اور اگر علم میں برابر ہوں تو اُن میں قرعہ ڈالیں ۱۲ منہ غفرلہ

طریق دوم: شہادۃ علی الشہادۃ یعنی گواہوں نے چاند خود نہ دیکھا بلکہ دیکھنے والوں نے ان کے سامنے گواہی دی اور اپنی گواہی پر انھیں گواہ کیا، اُنھوں نے اُس گواہی کی گواہی دی، یہ وہاں ہے کہ گواہان اصل حاضری سے معذور ہوں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ گواہ اصل گواہ سے کہے میری اس گواہی پر گواہ ہوجا کہ میں گواہی دیتا ہوں میں نے ماہ فلاں سنہ فلاں کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا۔ گواہانِ فرع یہاں آکر یُوں شہادت دیں کہ میں گواہی دیتا ہُوں کہ فلاں بن فلاں نے مجھے اپنی اس گواہی پر گواہ کیا کہ فلاں بن فلاں مذکور نے ماہ فلاں سنہ فلاں کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا اور فلاں بن فلاں مذکور نے مجھ سے کہا کہ میری اس گواہی پر گواہ ہوجا پھر اصل شہادت رؤیت میں اختلافِ احوال کے ساتھ جو احکام گزرے ان کا لحاظ ضرور ہے، مثلاً ماہِ رمضان میں مطلع صاف تھا

---

[۱] ردالمحتار کتاب الصوم مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۰۳

[۲] الحدیقۃ الندیۃ النوع الثالث من انواع العلوم الثلاثۃ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۳۵۱

Marfat.com

تو صرف ایک کی گواہی مسموع نہ ہونی چاہیے جب تک جنگل میں یا بلند مکان پر دیکھنا بیان کرے ورنہ ایک کی شہادت اور اس کی شہادت پر بھی صرف ایک ہی شاہد اگرچہ کنیز مستورۃ الحال ہو بس ہے اور باقی مہینوں میں یہ تو ہمیشہ ضرور ہے کہ ہر گواہ کی گواہی پر دو مرد یا ایک مرد دو عورت عادل گواہ ہوں اگرچہ یہی دو مرد اُن دو اصل میں ہر ایک کے شاہد ہوں، مثلاً جہاں عیدین میں صرف دو عادلوں کی گواہی مقبول ہے زید و عمرو دو عادلوں نے چاند دیکھا اور ہر ایک نے اپنی شہادت پر بکر و خالد دو مرد عادل کو گواہ کر دیا کہ یہاں آکر بکر اور خالد ہر ایک نے زید و عمرو دونوں کی گواہی پر گواہی دی کافی ہے یہ ضرور نہیں کہ ہر گواہ کے جدا جدا دو گواہ ہوں، اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک اصل خود آکر گواہی دے اور دوسرا گواہ اپنی گواہی پر دو گواہ جداگانہ کر بھیجے، ہاں یہ جائز نہیں کہ ایک گواہ اصل کے دو گواہ ہوں اور انھیں دونوں میں سے ایک خود اپنی شہادت ذاتی بھی دے۔ درمختار میں ہے:

الشہادۃ علی الشہادۃ مقبولۃ وان کثرت استحسانا فی کل حق علی الصحیح الا فی حد وقود بشرط تعذر حضور الاصل بمرض او سفر و اکتفی الثانی بغیبتہ بحیث یتعذر ان یبیت باھلہ واستحسنہ غیر واحد، وفی القہستانی والسراجیۃ وعلیہ الفتوی واقرہ المصنف اوکون المرأۃ مخدرۃ لا تخالط الرجال وان خرجت لحاجۃ وحمام، قنیۃ، عند الشہادۃ عند القاضی قید للکل، وبشرط شہادۃ عدد نصاب ولو رجلا وامرأتین عن کل اصل، ولو امرأۃ لا تغایر فرعی ھذا او ذاک، وکیفیتہا ان یقول الاصل مخاطبا للفرع ولو ابنہ، بحر، اشہد علی شہادتی انی اشہد بکذا ویقول الفرع اشہد ان فلانا اشہدنی علی شہادتہ بکذا وقال لی اشہد علی شہادتی

گواہی مقبول ہے اگرچہ یکے بعد دیگرے کتنے ہی درجے تک پہنچے (مثلاً گواہانِ اصل نے زید و عمرو کو گواہ بنایا انھوں نے اپنی اس شہادت علی الشہادت پر بکر و خالد کو گواہ کر دیا خالد نے اپنی اس شہادت علی الشہادت پر سعید و حمید کو شاہد بنا لیا وعلیٰ ہذا القیاس) اور مذہب صحیح پر یہ امر حدود و قصاص کے سوا ہر حق میں جائز ہے اس شرط سے کہ جس وقت قاضی کے حضور ادائے شہادت ہوئی اُس وقت وہاں اصل گواہ کا آنا مرض یا سفر یا زن پردہ نشین ہونے کے باعث متعذر ہو اور امام ابی یوسف کے نزدیک تین منزل دُور ہونا ضرور نہیں بلکہ اتنی دُوری کافی ہے کہ گواہی دے کر رات کو اپنے گھر نہ پہنچ سکے بکثرت مشائخ نے اسی قول کو پسند کیا اور قہستانی و سراجیہ میں ہے کہ اسی پر فتوٰی ہے۔ مصنّف نے اسے مسلّم رکھا اور عورت کی پردہ نشینی یہ کہ مَردوں کے مجمع سے بچتی ہو اگرچہ اپنی کسی ضرورت کے لیے باہر نکلے یا حمام جائے، ایسا ہی قنیہ میں ہے۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ ہر اصل

Marfat.com

گواہ اگرچہ عورت کی گواہی پر پورا نصاب شہادۃ ہو یعنی بذلک[۱] اھ مختصرا۔
دو مرد یا ایک مرد دو[۲] عورتیں گواہی دیں، ہاں یہ ضرور نہیں کہ ہر گواہ اصل کے دو دو جُدا گانہ گواہ ہوں اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ گواہِ اصل گواہِ فرع سے اگرچہ وہ اس کا بیٹا ہو خطاب کر کے کہے تو میری اس گواہی پر گواہ ہو جا کہ میں یہ گواہی دیتا ہوں اور گواہِ فرع یوں ادائے شہادت کرے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں نے مجھے اپنی گواہی پر گواہ کیا اور مجھ سے کہا کہ میری اس گواہی پر گواہ ہو جا۔ اھ مختصراً

اُسی کے بیان ہلال رمضان میں ہے:

وتقبل شہادۃ واحد علٰی اٰخر کعبد و انثٰی ولو علٰی مثلھما[۲]۔

ایک کی گواہی دوسرے پر مثلاً غلام یا عورت کی شہادت اگرچہ اپنی ہی جیسے پر ہلالِ رمضان میں مقبول ہے جبکہ ایک کی گواہی وہاں مسموع ہونے کے قابل ہو جیسے بحالت ناصافی مطلع۔

ردالمحتار میں ہے:

لوشھدا علٰی شہادۃ رجل واحد ھما یشھد بنفسہ ایضا لم یجز کذا فی المحیط السرخسی فتاوی الھندیۃ ولوشھد واحد علٰی شھادۃ نفسہ واٰخران علٰی شھادۃ غیرہ یصح وصرح بہ فی البزازیۃ[۳] اھ مختصرا

اگر دو گواہوں نے ایک مرد کی شہادت پر شہادت کی اور اُن میں ایک خود بذاتہٖ گواہ ہے تو یہ جائز نہیں، ایسا ہی فتاوٰی عالمگیری میں محیط امام سرخسی سے ہے اور اگر ایک نے خود گواہی دی اور دوسرے دو نے اور شخص کی شہادت پر شہادت ادا کی تو یہ درست ہے، بزازیہ میں اس کی تصریح ہے ۱۲

فتاوٰی علمگیریہ میں ذخیرہ سے ہے:

ینبغی ان یذکر الفرع اسم الشاھد الاصل واسم ابیہ وجدہ حتی لوترک ذلک فالقاضی لایقبل شھادتھما کذا فی الذخیرۃ[۴]۔

گواہِ فرع کو چاہئے کہ گواہ اصل اور اس کے باپ اور دادا سب کا نام ذکر کرے یہاں تک کہ اسے چھوڑ دے گا تو حاکم اس کی گواہی قبول نہ کرے گا کذا فی الذخیرۃ ۱۲

---

[۱] دُرمختار — باب الشہادت علی الشہادت — مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۰۰
[۲] " — کتاب الصوم — " " " ۱/ ۱۴۸
[۳] ردالمحتار — باب الشہادۃ علی الشہادۃ — مصطفی البابی مصر ۴/ ۴۲۷
[۴] فتاوٰی ہندیۃ — الباب الحادی عشر فی الشہادۃ علی الشہادۃ — نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۵۲۲

Marfat.com

شہادۃ علی الشہادۃ میں یہ بھی ضرور ہے کہ اُس کے مطابق حکم ہونے تک گواہانِ اصل بھی اہلیتِ شہادت پر باقی رہیں اور شہادت کی تکذیب نہ کریں مثلاً گواہانِ فرع نے ابھی گواہی نہ دی یا دی اور اس پر ہنوز حکم نہ ہوا تھا کہ گواہانِ اصل سے کوئی گواہ اندھا یا گونگا یا مجنون یا معاذ اللہ مرتد ہوگیا یا کہا کہ میں نے تو ان گواہوں کو اپنی شہادت کا گواہ نہ کیا تھا یا غلطی سے گواہ کر دیا تھا تو یہ شہادت باطل ہوجائے گی۔ درمختار میں ہے:

تبطل شہادۃ الفروع بخروج اصلہ عن اہلیتہا کخرس وعمی، وبانکار اصلہ الشہادۃ کقولہم مالنا شہادۃ او لم نشہد او اشہدناہم وغلطنا۱ھ مختصرا[1]

اصل شاہد کے اہلیت سے نکل جانے کے سبب سے فرع کی شہادت باطل ہوجاتی ہے مثلاً اصل شاہد گونگا یا نابینا ہوگیا یا اصل شاہد شہادت سے انکاری ہو، مثلاً اصول یُوں کہیں ہم گواہ نہیں یا ہم نے ان کو گواہ نہیں کیا یا ہم نے ان کو گواہ کیا اور غلط کہا۔ (ت)

طریق سوم: شہادۃ علی القضاء یعنی دوسرے کسی اسلامی شہر میں حاکم اسلام قاضیِ شرع کے حضور رؤیت ہلال پر شہادتیں گزریں اور اُس نے ثبوتِ ہلال کا حکم دیا، دو شاہدانِ عادل اس گواہی وحکم کے وقت حاضر دارالقضاء تھے، انھوں نے یہاں حاکم اسلام قاضیِ شرع یا وُہ نہ ہو تو مفتی کے حضور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں ہمارے سامنے فلاں شہر کے فلاں حاکم کے حضور فلاں ہلال کی نسبت فلاں دن کی شام کو ہونے کی گواہیاں گزریں اور حاکم موصوف نے اُن گواہیوں پر ثبوت ہلال مذکور شام فلاں روز کا حکم دیا، فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہے:

لوشہدوا ان قاضی بلد کذا شہد عندہ اثنان برؤیۃ الہلال فی لیلۃ کذا وقضی بشہادتہما جاز لہذا القاضی ان یحکم بشہادتہما لان قضاء القاضی حجۃ وقد شہدوا بہ[2]

اگر گواہوں نے گواہی دی کہ فلاں شہر کے فلاں قاضی کے پاس فلاں رات میں چاند دیکھنے پر دو آدمیوں نے گواہی دی تو قاضی نے ان کی شہادت پر فیصلہ دے دیا ہے تو اس قاضی کے لیے ان دونوں کی شہادت کی وجہ سے فیصلہ دینا جائز ہے کیونکہ قضائے قاضی حجت ہے اور انھوں نے اس پر گواہی دی ہے۔ (ت)

اسی طرح فتاوٰی قاضیخاں وفتاوٰی خلاصہ وغیرہما میں ہے۔

قلت وقیدہ فی التنویر تبعا للذخیرۃ عن مجموع النوازل باستجماع شرائط

قلت تنویر میں ذخیرہ کی اتباع کرتے ہوئے مجموع النوازل کے حوالے سے نقل کرتے ہوئے یہ قید لگائی کہ دعوٰی

---

[1] درمختار | باب الشہادۃ علی الشہادۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/ ۱۰۰

[2] فتح القدیر | کتاب الصوم | مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر | ۲/ ۲۴۳

Marfat.com

الدعوی و وجهه العلامة الشامی بتوجیهین، لنا فی کل منهما کلام حققناہ فیما علیہ علقناہ فراجعہ ثمہ فانہ من الفوائد المھمة۔

کے تمام شرائط کا پایا جانا ضروری ہے اور علامہ شامی نے اس کی دو توجیہات بیان کی ہیں ان میں سے ہر ایک پر ہمیں کلام ہے، اس کی پوری تفصیل ہم نے حاشیہ ردالمحتار میں بیان کردی ہے وہاں سے ملاحظہ کریں وہ نہایت ہی اہم ہے (ت)

طریق چہارم: کتاب القاضی الی القاضی یعنی قاضیِ شرع جسے سلطانِ اسلام نے فصلِ مقدمات کے لئے مقرر کیا ہو اس کے سامنے شرعی گواہی گزری اُس نے دوسرے شہر کے قاضیِ شرع کے نام خط لکھا کہ میرے سامنے اس مضمون پر شہادتِ شرعیہ قائم ہوئی اور اُس خط میں اپنا اور مکتوب الیہ کا نام و نشان پورا لکھا جس سے امتیاز کافی واقع ہو اور وہ خط دو گواہانِ عادل کے سپرد کیا کہ یہ میرا خط قاضی فلاں شہر کے نام ہے وہ باحتیاط اس قاضی کے پاس لائے اور شہادت ادا کی کہ آپ کے نام یہ خط فلاں قاضی فلاں شہر نے ہم کو دیا اور ہمیں گواہ کیا کہ یہ خط اس کا ہے اب یہ قاضی اگر اُس شہادت کو اپنے مذہب کے مطابق ثبوت کے لیے کافی سمجھے تو اس پر عمل کرسکتا ہے (اور بہتر یہ ہے کہ قاضی کاتب خط لکھ کر ان گواہوں کو سنادے یا اس کا مضمون بتادے اور خط بند کرکے اُن کے سامنے سربمہر کردے، اور اولیٰ یہ کہ اُس کا مضمون ایک کھلے ہوئے پرچے پر الگ لکھ کر بھی ان شہود کو دے دے کہ اُسے یاد کرتے رہیں یہ آکر مضمون پر بھی گواہی دیں کہ خط میں یہ لکھا ہے اور سربمہر خط اس قاضی کے حوالہ کریں یہ زیادہ احتیاط کے لیے ہے ورنہ خیر اُسی قدر کافی ہے کہ دو مردوں یا ایک مرد دو عورتیں عادل کو خط سپرد کرکے گواہ کرلے اور وہ باحتیاط یہاں لاکر شہادت دیں) بغیر اس کے اگر خط ڈاک میں ڈال دیا یا اپنے آدمی کے ہاتھ بھیج دیا تو ہرگز مقبول نہیں اگرچہ وہ خط اُسی قاضی کا معلوم ہوتا ہو اور اس پر اس کی اور اس کے محکمۂ قضا کی مہر بھی لگی ہو (اور یہ بھی ضرور ہے کہ جب تک یہ خط قاضی مکتوب الیہ کو پہنچے اور وہ اُسے پڑھ لے اُس وقت تک کاتب زندہ رہے اور معزول نہ ہو ورنہ اگر خط پڑھے جانے سے پہلے مرگیا یا برخاست ہوگیا تو اس پر عمل نہ ہوگا اور بحالتِ زندگی یہ بھی ضرور ہے کہ جب تک مکتوب الیہ اس خط کے مطابق حکم نہ کرلے اُس وقت تک کاتب عہدۂ قضا کا اہل رہے ورنہ اگر حکم سے پہلے کاتب مثلاً مجنوں یا مرتد یا اندھا ہوگیا تو بھی خط بیکار ہوجائے گا۔ درمختار میں ہے:

القاضی یکتب الی القاضی بحکمہ وان لم یکن الخصم حاضرا لم یحکم و کتب الشھادۃ لیحکم المکتوب الیہ بھا علی رأیہ وقرأ الکتاب علیھم او اعلمھم بہ

ایک قاضی دوسرے قاضی کی طرف حکم نامہ لکھے، اگر خصم حاضر نہ ہو تو قاضی فیصلہ نہ کرے اور گواہی لکھوائے تاکہ قاضی مکتوب الیہ گواہی کے ذریعے اپنی رائے کے مطابق فیصلہ صادر کرے اور قاضی کاتب خط مذکور کو شہود پر

Marfat.com

وختم عندھم وسلم الیھم بعد کتابۃ عنوانہ وھوان یکتب فیہ اسمہ و اسم المکتوب الیہ وشھرتھما واکتفی الثانی بان یشھدھم انہ کتابہ وعلیہ الفتوٰی ویبطل الکتاب بموت الکاتب وعزلہ قبل القراءۃ وبجنون الکاتب وردتہ وحدہ لقذف و عمائہ لخروجہ عن الاھلیۃ وکذا بموت المکتوب الیہ لخروجہ عن الاھلیۃ الا اذا عمم ولا یقبل کتاب القاضی من محکم بل من قاض مولی من قبل الامام[1] (ملخصًا)۔

پڑھے یا انھیں اس کے مضمون سے آگاہ کردے، پھر خط پر پتا یوں تحریر کرے کہ اپنا اور مکتوب الیہ کا نام اور دونوں کی شہرت یعنی وہ لفظ یا لقب ضرور لکھے جس سے وہ مشہور ہوں۔ اور امام ابویوسف نے اس پر اکتفاء کیا ہے کہ قاضی کاتب شاہدوں کو صرف اس پر گواہ کرلے کہ وہ اس کا خط ہے۔ فتوٰی اسی قول پر ہے، اور خط پڑھے جانے سے قبل قاضی کاتب کی موت اور اس کی معزولی کے سبب باطل ہوجاتا ہے۔ اسی طرح قاضی کاتب کے مجنون، مرتد، محدود فی القذف اور نابینا ہوجانے پر بسبب نکل جانے اہلیت قضاء سے خط باطل ہوجاتا ہے، یوں ہی مکتوب الیہ قاضی کی موت سے سبب نکل جانے اہلیت قضا سے خط باطل ہوجاتا ہے مگر اس صورت میں مکتوب الیہ قاضی کی موت سے خط باطل نہیں ہوتا جب کاتب قاضی تعمیم کردے مثلاً یوں کہ جو وہاں کا قاضی ہو یہ خط اس کی طرف ہے، اور خط حَکم کی طرف سے مقبول نہیں بلکہ اس قاضی کی طرف سے مقبول ہے جو سلطان کی طرف سے معین ہو (ملخصًا) (ت)

دررو غرر میں ہے:

لایقبلہ ایضا الا بشھادۃ رجلین اورجل وامرأتین لان الکتاب قد یزور اذا الخط یشبہ الخط والخاتم یشبہ الخط فلا یثبت الا بحجۃ تامۃ[2]

تحریر مقبول نہ ہوگی مگر دو مردوں کی گواہی یا ایک مرد اور خواتین کی گواہی کے بعد، کیونکہ تحریر میں جعلسازی ہوجاتی ہے اور تحریر دوسری تحریر کی مشابہ ہوسکتی ہے اسی طرح مُہر دوسری مُہر کے مشابہ ہوسکتی ہے لہذا حجت کاملہ کے بغیر تحریر کا ثبوت نہ ہوگا۔ (ت)

طریق پنجم: استفاضہ یعنی جس اسلامی شہر میں حاکم شرع قاضی اسلام ہو کہ احکام ہلال اُسی کے یہاں سے صادر ہوتے ہیں اور خود عالم اور ان احکام میں علم پر عامل و قائم یا کسی عالم دین محقق معتمد پر اعتماد کا ملتزم و

---

[1] درمختار باب کتاب القاضی الی القاضی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۸۴-۸۳

[2] دررغرر " " مطبعہ احمد کامل الکائنہ دارسعادت بیروت ۲/ ۴۱۴

Marfat.com

ملازم ہے یا جہاں قاضیِ شرع نہیں تو مفتیِ اسلام مرجع عوام و متبع الاحکام ہو کہ احکامِ روزہ و عیدین اُسی کے فتوے سے نفاذ پاتے ہیں عوام کالانعام بطورِ خود عید و رمضان نہیں ٹھہرالیتے وہاں سے متعدد جماعتیں آئیں اور سب یک زبان اپنے علم سے خبر دیں کہ وہاں فلاں دن بربنائے رؤیت روزہ ہُوا یا عید کی گئی مجرد بازاری افواہ کہ خبر اُڑ گئی اور قائل کا پتا نہیں۔ پُوچھے تو یہی جواب ملتا ہے کہ سُنا ہے یا لوگ کہتے ہیں یا بہت پتا چلا تو کسی مجہول کا انتہا درجہ، منتہائے سند دو ایک شخصوں کے محض حکایت کہ اُنھوں نے بیان کیا اور شدہ شدہ شائع ہوگئی، ایسی خبر ہرگز استفاضہ نہیں بلکہ خود وہاں کی آئی ہُوئی متعدد جماعتیں درکار ہیں جو بالاتفاق وہ خبر دیں، یہ خبر اگرچہ نہ خود اپنی رؤیت کی شہادت ہے نہ کسی شہادت پر شہادت، نہ بالتصریح قضائے قاضی پر شہادت نہ کتاب قاضی پر شہادت، مگر اس مستفیض خبر سے بالیقین یا بہ غلبۂ ظن ملتحق بالیقین وہاں رؤیت وصوم وعید کا ہونا ثابت ہوگا اور جبکہ وہ شہر اسلامی اور احکام و حکام کی وہاں پابندی دوامی ہے تو ضرور مظنون ہوگا کہ امر بحکم واقع ہُوا تو اس طریق سے قضائے قاضی کہ حجتِ شرعیہ ہے ثابت ہوجائیگی اور یہیں سے واضح ہُوا کہ تاریک شہر جہاں نہ کوئی قاضیِ شرع نہ مفتیِ اسلام، یا مفتی ہے مگر نا اہل جسے خود احکامِ شرع کی تمیز نہیں، جیسے آج کل کے بہت مدعیان خامکار، خصوصاً وہابیہ، خصوصاً غیر مقلدین وغیرہم فجار، یا بعض سلیم الطبع سُنّی ناقص العلم ناتجربہ کار، یا مفتی محقق معتمد عالم مستند ہے مگر عوام خود سر اس کے منتظر احکام نہیں، پیش خویش اپنے قیاساتِ فاسدہ پر جب چاہیں عید و رمضان قرار دے لیتے ہیں، ایسے شہروں کی شہرت بلکہ تواتر بھی اصلاً قابلِ قبول نہیں کہ اس سے کسی حجتِ شرعیہ کا ثبوت نہ ہُوا، درمختار میں ہے:

شهدوا انه شهد عند قاضی مصر کذا شاهدان برؤیة الهلال وقضی بهٖ قضی القاضی بشهادتهما لان قضاء القاضی حجة وشهدوا به لالو شهدوا برؤیة غیرهم لانه حکایة نعم لو استفاض الخبر فی البلدة الاخری لزمهم علی الصحیح من المذهب مجتبٰی وغیره[1] (ملخصًا)

دو گواہوں نے گواہی دی کہ فلاں شہر کے قاضی کے پاس چاند دیکھنے کی فلاں دو گواہوں نے گواہی دی ہے اور قاضی نے اس پر فیصلہ صادر فرمادیا ہے تو ان کی گواہی کی بنا پر یہ قاضی بھی فیصلہ دے سکتا ہے کیونکہ قاضی کی قضا حجت ہے اور اس پر وہ گواہ موجود ہیں البتہ اس صورت میں قاضی فیصلہ نہیں دے سکتا جب وہ صرف غیر کی رؤیت پر گواہی دیں کیونکہ یہ محض حکایت ہے، ہاں اگر خبر دوسرے شہر میں مشہور ہوجاتی ہو تو پھر صحیح مذہب کے مطابق ان پر روزہ لازم ہوجائے گا، مجتبٰی وغیرہ (ملخصًا) (ت)

ردالمحتار میں ہے:

---

[1] درمختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۹

Marfat.com

هذه الاستفاضة ليس فيها شهادة على قضاء قاض ولا على شهادة لكن لما كانت بمنزلة الخبر المتواتر وقد ثبت بها ان اهل تلك البلدة صاموا يوم كذا لزم العمل بها لان البلدة لا تخلو عن حاكم شرعي عادة فلابد من ان يكون صومهم مبنيا على حكم حاكمهم الشرعي فكانت تلك الاستفاضة بمعنى نقل الحكم المذكور[1] الخ

یہ شہرت نہ تو قضاءِ قاضی پر شہادت ہے اور نہ ہی کسی اور شہادت پر، لیکن یہ خبرِ متواتر کے درجہ پر فائز ہے اور اس سے یہ ثابت ہوا ہے کہ فلاں شہر کے لوگوں نے اس دن روزہ رکھا تو اس پر عمل لازم ہوگا کیونکہ ہر شہر عادۃً حاکمِ شرعی سے خالی نہیں ہوتا تو اب ان کا روزہ ان کے حاکمِ شرعی کے حکم کی بناء پر ہی ہوگا گویا وہ شہرت حکمِ قاضی کا منقول ہونا ہے۔ الخ (ت)

اُسی میں ہے:

قال الرحمتي معنى الاستفاضة ان تأتي من تلك بلدة جماعات متعددون كل منهم يخبر عن اهل تلك البلدة انهم صاموا عن رؤية لا مجرد الشيوع من غير علم بمن اشاعه كما قد تشيع اخبار يتحدث بها سائر اهل البلدة ولا يعلم من اشاعها كما ورد ان في اٰخر الزمان يجلس الشيطان بين الجماعة ويتكلم بالكلمة فيتحدثون بها ويقولون لا ندري من قالها فمن هذا لا ينبغي ان يسمع فضلا من ان يثبت به حكم اھ قلت وهو كلام حسن و يشير اليه قول الذخيرة اذا استفاض وتحقق فان التحقق لا يوجد بمجرد الشيوع[2]

امام رحمتی نے فرمایا: شہرت کا معنی یہ ہے کہ اس شہر سے متعدد جماعتیں آئیں اور وُہ تمام یہ اطلاع دیں کہ اس شہر میں لوگوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے محض ایسی افواہ سے نہیں جس کے پھیلانے والا معلوم نہ ہو، جیسا کہ اکثر ہوتا رہتا ہے کہ بہت سی خبریں شہر میں پھیل جاتی ہیں اور ان کے پھیلانے والا معلوم نہیں ہوتا، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ آخری زمانے میں شیطان لوگوں کے درمیان آکر بیٹھے گا اور بات کرے گا لوگ اسے بیان کریں گے اور کہیں گے ہم نہیں جانتے یہ بات کس نے کہی، تو ایسی باتیں تو سُننا ہی مناسب نہیں چہ جائیکہ ان سے حکم ثابت کیا جائے اھ قلت یہ کلام بہت اچھا ہے اور اسی کی طرف قولِ ذخیرہ کا اشارہ ہے کہ جب خبر مشہور اور ثابت ہو، کیونکہ ثبوت محض افواہ کی بنا پر نہیں ہوتا۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الصوم مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۰۲
[2] ایضاً

Marfat.com

تنبیہ الغافل والوسنان علی احکام ہلالِ رمضان میں ہے :

لما کانت الاستفاضۃ بمنزلۃ الخبر المتواتر وقد ثبت بھا ان اھل تلک البلدۃ صاموا یوم کذا لزم العمل بھا لان المراد بھا بلدۃ فیھا حاکم شرعی الخ[1]

جب چاند نظر آنے کی خبر، خبرِ متواتر کی طرح مشہور ہو، اور اس سے ثابت ہو جائے کہ فلاں شہر کے لوگوں نے چاند نظر آنے پر روزہ رکھا ہے تو ایسی خبر پر عمل لازم ہوگا کیونکہ اس سے وہ شہر مراد ہوگا جس میں حاکم شرعی ہوگا الخ (ت)

دربارۂ استفاضہ یہ تحقیق علامہ شامی کی ہے اور اس تقدیر پر وُہ شرائط ضرور ہیں کہ صوم وعید بنائے حکم حاکم شرع عالم متبع احکام ہوا کرتا ہو، اور ایک صُورت یہ بھی متصوّر کہ دوسرے شہر سے جماعات کثیرہ آئیں اور سب بالاتفاق بیان کریں کہ وہاں ہمارے سامنے لوگ اپنی آنکھ سے چاند دیکھنا بیان کرتے تھے جن کا بیان مورث یقین شرعی تھا ظاہر اس تقدیر پر وہاں کسی ایسے حاکم شرع کا ہونا ضرور نہیں کہ رؤیت فی نفسہا حجتِ شرعیہ ہے۔

لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ[2]

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے پر عید کرو۔ (ت)

جب جماعت تواتر جماعت تواتر سے اُن کی رؤیت کی ناقل ہے تو رؤیت بالیقین ثابت ہوگئی اور شہادت کی حاجت نہ رہی کہ اثباتِ احکام میں تواتر بھی قائم مقام شہادت بلکہ اُس سے اقوی ہے کہ شہادت پر خلاف تواتر آئے تو رد کردی جائے اور نفی پر تواتر مقبول ہے اور شہادت نامسموع۔ عالمگیریہ میں محیط سے ہے :

ان وجد کلھم غیر ثقات یعتمد علی ذلک بتواتر الاخبار[3]

اگر وہ تمام غیر ثقہ ہوں تب بھی تواتر خبر کی بنا پر اعتماد کیا جائے گا۔ (ت)

درمختار میں ہے :

شہادۃ النفی المتواتر مقبولۃ[4] (نفی متواتر کی گواہی مقبول ہے۔ ت)

ردالمحتار میں ہے :

فی النوادر عن الثانی شھدا علیہ بقول او

نوادر میں امام ابویوسف سے مروی ہے کہ دو گواہوں نے

---

[1] تنبیہ الغافل والوسنان رسالہ من رسائل ابن عابدین الرسالۃ الثانیۃ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۲۵۲

[2] صحیح بخاری باب اذا رأیتم الھلال فصوموا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۶

[3] فتاوٰی ہندیۃ الباب الثانی عشر فی الجرح والتعدیل نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۵۲۹

[4] درمختار باب القبول وعدمہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۸

Marfat.com

فعل یلزم علیه بذٰلك اجارة او بیع او کتابة اوطلاق او عتاق او قتل او قصاص فی مکان او زمان او صفات فبرهن المشهود علیه انه لم یکن ثمه یومئذ لاتقبل لکن قال المحیط فی الحادی والخمسین ان تواتر عند الناس و علم الکل عدم کونه فی ذٰلك المکان والزمان لاتسمع الدعوی ویقضی بفراغ الذمة لانه یلزم تکذیب الثابت بالضرورة۔[1]

کسی کے خلاف اس کے قول یا فعل پر گواہی دی تو مکان، وقت اور صفات کو بیان کرنے سے مدعا علیہ پر الزام ثابت ہوجائے گا۔ جب یہ گواہی اجارہ، بیع، کتابت، طلاق، عتاق، قتل اور قصاص سے متعلق ہو، اور اگر مشہود علیہ گواہ قائم کرکے ثابت کرے کہ اس دن وہ وہاں موجود نہ تھا تو پھر گواہی مقبول نہ ہوگی۔ لیکن محیط میں مسئلہ ۵۱ کے تحت کہا کہ اگر لوگوں سے متواتراً ثابت ہو اور ہر کوئی جانتا ہو کہ یہ شخص اس وقت تک اس جگہ موجود نہ تھا تو اب دعوٰی قابلِ سماعت نہ ہوگا اور اسے بری الذمہ قرار دیا جائے گا ورنہ ثابت بالبداہت کی تکذیب لازم آئیگی (ت)

عقود الدریہ میں فتاوٰی صغرٰی سے ہے:

البینة اذا قامت علی خلاف المشهور المتواتر لاتقبل وهو ان یشتهر ویسمع من قوم کثیر لایتصور اجتماعهم علی الکذب۔[2]

جب مشہور متواتر کے خلاف گواہ قائم ہوں تو انکی گواہی مقبول نہیں، مشہور متواتر وہ خبر ہے کہ اتنی کثیر قوم و کثیر لوگوں میں مشہور و مسموع ہو جن کا جھوٹا ہونا متصور نہ ہوسکتا ہو۔ (ت)

کلامِ علماء مثلاً قولِ مذکور درمختار کے: لواستفاض الخبر فی البلدة الاخری[3] (اگر دوسرے شہر میں خبر مشہور ہوجائے۔ ت) اور قولِ ذخیرہ:

قال شمس الائمة الحلوانی الصحیح من مذهب اصحابنا ان الخبر اذا استفاض وتحقق فیما بین اهل البلدة الاخری یلزمهم حکم هذه البلدة[4] اھ وغیرذٰلك۔

شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ ہمارے احناف کا صحیح مسلک یہ ہے کہ جب خبر مشہور و متحقق ہوجائے تو اس شہر والوں پر بھی وُہ حکم لازم ہوجاتا ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار | باب القبول وعدمہ | مصطفی البابی مصر | ۴/ ۴۳۱

[2] العقود الدریۃ | کتاب الشہادۃ ومطالبہ | ارگ بازار قندھار | ۱/ ۳۶۱

[3] درمختار | کتاب الصوم | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۴۹

[4] ردالمحتار بحوالہ الذخیرہ | کتاب الصوم | مصطفی البابی مصر | ۲/ ۱۰۲

Marfat.com

بلاشبہ اس صورت کو بھی شامل، واللہ تعالٰی اعلم باحکامہ۔

طریق ششم: اکمالِ عدت یعنی جب ایک مہینہ کے تیس۳۰ دن کامل ہوجائیں تو ماہِ متصل کا ہلال آپ ہی ثابت ہوجائیگا اگرچہ اس کے لیے رویت، شہادت، حکم، استفاضہ وغیرہ کچھ نہ ہو کہ مہینہ تیس۳۰ سے زائد کا نہ ہونا یقینی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلثین[1]۔ رواہ الشیخان عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اگر مطلع ابر آلود ہو تو تیس۳۰ کی تعداد مکمل کرو۔ اسے بخاری مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ (ت)

یہ طریقہ صفائی مطلع کی حالت میں کافی ہے اگرچہ ہلال نظر نہ آئے جبکہ گزشتہ ہلال رویت واضحہ یا دو گواہان عادل کی شہادت سے ثابت ہولیا ہو، ہاں اگر ایک گواہ کی شہادت پر ہلالِ رمضان مان لیا اور اُس حساب سے تیس دن آج پُورے ہوگئے اور اب مطلع روشن ہے اور عید کا چاند نظر نہیں آتا تو یہ اکمالِ عدت کافی نہ ہوگا بلکہ صبح ایک روزہ اور رکھیں کہ اگلے ہلال کا ثبوت حجتِ تامہ سے نہ تھا اور باوصف صفائی مطلع تیس کے بعد بھی چاند نظر نہ آنا صاف گواہ ہے کہ اس گواہ نے غلطی کی اور جب کہ وہ ہلال حجت تامہ دو گواہوں عادل سے ثابت تھا تو آج بوصف صفائی مطلع نظر نہ آنا اس پر محمول ہوگا کہ ہلال بہت باریک ہے اور کوئی بخار قلیل المقدار خاص اُسی کے سامنے حاجب ہے جسے صفائی عامۂ افق کے سبب نظر صفائی مطلع گمان کرتی ہے یا اس کے سوا کوئی اور مانع خفی خلاف معتاد ہے، ہاں اگر آج ابر وغبار ہے تو مطلقاً تیس پُورے کرکے عید کرلیں گے اگرچہ ہلالِ رمضان ایک ہی شاہد کی شہادت سے مانا ہو کہ اب اس کی غلطی ظاہر نہ ہوئی۔ تنویر میں ہے:

بعد صوم ثلثین بقول عدلین حل الفطر ولبقول عدل لا[2]۔

دو عادل گواہوں کی بنا پر رمضان کے روزے تیس ہوجانے پر عید الفطر جائز ہے اور ایک عادل کی شہادت پر جائز نہیں (ت)

درمختار میں ہے:

نقل ابن الکمال عن الذخیرۃ انہ ان غم ھلال الفطر حل اتفاقا[3] الخ

ابن کمال نے ذخیرہ سے نقل کیا کہ اگر مطلع ابر آلود ہوا تو عید بالاتفاق جائز الخ (ت)

وتمام تحقیقہ فی ردالمحتار وما علقنا علیہ۔

اسکی تمام تفصیل ردالمحتار اور اس پر ہمارے حاشیہ میں ہے (ت)

---

[1] صحیح بخاری باب اذا رأیتم الھلال فصوموا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۶

[2] تنویر الابصار مع درمختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۹

[3] درمختار شرح تنویر الابصار 〃 〃 ۱/۱۴۹

Marfat.com

طریق ہفتم: علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی نے توپیں سُننے کو بھی حوالی شہر کے دیہات والوں کے واسطے دلائل ثبوت ہلال سے گنا۔ ظاہر ہے کہ یہاں بھی وہی شرائط مشروط ہوں گے کہ اسلامی شہر میں حاکم شرع معتمد کے حکم سے انتیس کی شام کو توپوں کے فائر صرف بحالتِ ثبوت شرعی رویت ہلال ہوا کرتے ہوں کسی کے آنے جانے کی سلامی وغیرہ کا اصلاً احتمال نہ ہو ورنہ شہر اگرچہ اسلامی ہو مگر وہاں احکام شرعیہ کی قدر نہیں احکام جہال بے خرد یا نیچری رافضی وغیرہم بدمذہبوں کے حوالے ہیں جنھیں نہ قواعد شرعیہ معلوم نہ اُن کے اتباع کی پروا، اپنی رائے ناقص میں جو آیا اس پر حکم لگا دیا، توپیں چل گئیں، تو ایسی بے سروپا باتیں کیا قابلِ لحاظ ہوسکتی ہیں کما لایخفی، پھر جہاں کی توپیں شرعاً قابلِ اعتماد ہوں اُن پر عمل اہلِ دیہات ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عند التحقیق خاص اس شہر والوں کو بھی اُن پر اعتماد سے مفر نہیں کہ حاکمِ شرع کے حضور شہادتین گزرنا اُس کا اُن پر حکم نافذ کرنا ہر شخص کہاں دیکھتا سُنتا ہے بحکم حاکم اسلام اعلانِ عام کے لیے ایسی ہی کوئی علامتِ معہودہ معروفہ قائم کی جاتی ہے جیسے توپوں کے فائر یا ڈھنڈورا وغیرہ۔

اقول یہیں سے ظاہر ہوا کہ ایسے اسلامی شہر میں منادی پر بھی عمل ہوگا حتی کہ اس کی عدالت بھی شرط نہیں جبکہ معلوم ہو کہ بے حکم سلطانی ایسا اعلان نہیں ہوسکتا۔ عالمگیریہ میں ہے:

خبر منادی السلطان مقبول عدلا کان او فاسقا کذا فی جواھر الاخلاطی[1]

سلطان کے منادی کی خبر مقبول ہوگی خواہ منادی عادل ہو یا فاسق، جیسا کہ جواہر اخلاطی میں ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قلت والظاھر انہ یلزم اھل القری الصوم بسماع المدافع او رؤیۃ القنادیل من المصر لانہ علامۃ ظاھرۃ تفید غلبۃ الظن وغلبۃ الظن حجۃ موجبۃ للعمل کما صرحوا بہ واحتمال کون ذلک لغیر رمضان بعید، اذ لایفعل مثل ذلک عادۃ فی لیلۃ الشک الا لثبوت رمضان[2]

قلت اور ظاہر یہی ہے کہ اہلِ دیہات پر شہر سے توپوں کی آواز اور قندیلوں کو دیکھنے سے روزہ لازم ہوجاتا ہے کیونکہ یہ علامت ظاہرہ ہے اس سے غلبۂ ظن حاصل ہوتا ہے اور غلبۂ ظن عمل کا موجب ہوتا ہے جیسا کہ فقہاء نے اس پر تصریح کی ہے اور یہ احتمال کہ یہ عمل رمضان کے علاوہ کسی کام کے لیے ہو بعید ہے کیونکہ شک کی رات یہ عمل ثبوتِ رمضان کے علاوہ کسی اور کام کے لیے عادۃً نہیں ہوتا۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الاول فی العمل بخبر واحد نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۰۹

[2] ردالمحتار کتاب الصوم مصطفی البابی مصر ۲/ ۹۹

Marfat.com

منحۃ الخالق میں ہے:

لم یذکروا عندنا العمل بالامارات الظاھرۃ الدالۃ علی ثبوت الشھر کضرب المدافع فی زماننا والظاھر وجوب العمل بھا علی من سمعھا ممن کان غائبا عن المصر کاھل القری و نحوھا کما یجب العمل بھا علی اھل المصر الذین لم یروا الحاکم قبل شھادۃ الشھود وقد ذکر ھذا الفرع الشافعیۃ فصرح ابن حجر فی التحفۃ انہ یثبت بالامارۃ الظاھرۃ الدالۃ التی لا تخلف عادۃ کرؤیۃ القنادیل المعلقۃ بالمنابر قال ومخالفۃ جمع فی ذٰلک غیر صحیحۃ اھ[1]

علماء نے یہ ذکر نہیں کیا کہ ہمارے نزدیک امارات ظاہر مثلاً ہمارے دَور میں توپوں کا چلنا جو ثبوتِ ماہ پر دال ہیں، پر عمل لازم ہے، اور ظاہر یہی ہے کہ اس پر شہر سے غائب آواز سُننے والے پر عمل واجب ہے مثلاً اہلِ دیہات وغیرہ پر جیسا کہ اس پر عمل کرنا ان اہل شہر کیلئے واجب ہے جنھوں نے گواہوں کی گواہی سے پہلے حاکم کو نہ دیکھا ہو، اور یہ جزئیہ شوافع نے بھی بیان کیا ہے ابنِ حجر نے تحفہ میں تصریح کی ہے کہ روزے کا ثبوت ان علاماتِ ظاہرہ سے ہوجاتا ہے جو عادۃً اس موقع پر معروف ہوں مثلاً مناروں پر معلق قنادیل روشن کا دیکھنا، اور کہا کہ ایک جماعت نے اس کی مخالفت کی ہے جو صحیح نہیں اھ (ت)

تنبیہ دربارۂ ہلال غیر رمضان وشوال: جہاں دوسرے شہر کی رؤیت سے یہاں حکم ثابت کیا جائے جیسے دوم سے پنجم تک چار طریقوں میں اُن کے بارے میں علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی رائے یہ ہے کہ اگر وُہ دوسرا شہر اس شہر سے اس قدر مغرب کو نہ ہٹا ہو جس کے باعث رؤیتِ ہلال میں اختلاف پڑسکے جب تو وہ طریقے ہر ہلال میں کام دیں گے ورنہ غیر رمضان و شوال میں معتبر نہ ہوں گے یعنی اگر وہ شہر اس شہر سے اتنا غربی ہے جس کی مقدار بعض علماء نے یہ رکھی ہے کہ بہتّر میل یا زیادہ اُس کا طول شرقی اس کے طول شرقی سے کم ہو اور وہاں کی رؤیتِ ہلالِ ذی الحجہ پر مثلاً شہادت یا شہادت علی الشہادت یا شہادت علی القضا گزری یا کتاب القاضی یا خبر متواتر آئی تو یہاں اس پر عمل نہ ہوگا بلکہ اپنے ہی شہر یا اس کے قریب مواضع یا شرقی بلاد سے اگرچہ کتنے ہی فاصلے پر ہوں ثبوت آنے پر مدار رکھیں گے، اور نہ ملا تو تیس کی گنتی پوری کریں گے۔ رد المحتار میں فرمایا:

یفھم من کلامھم فی کتاب الحج ان اختلاف المطالع فیہ معتبر فلا یلزمھم

کتاب الحج میں فقہاء کے کلام سے مفہوم ہے کہ حج میں اختلافِ مطالع کا اعتبار ہے لہذا ان حجاج پر

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الصوم قبیل باب یفسد الصوم الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۷۰

Marfat.com

شئ لو ظهر انه رؤی فی بلدة اخری قبلهم بیوم وهل یقال کذلك فی حق الاضحیة لغیر الحجاج لم ارہ والظاهر نعم لان اختلاف المطالع انما لم یعتبر فی الصوم لتعلقه بمطلق الرؤیة وهذا بخلاف الاضحیة فالظاهر انها کاوقات الصلٰوة یلزم کل قوم العمل بما عندهم فتجزئ الاضحیة فی الیوم الثالث عشر وان کان علی رؤیا غیرهم هو الرابع عشر۔[1]

کوئی شئ لازم نہ ہوگی، اگر یہ ظاہر ہوا کہ فلاں شہر میں ایک دن پہلے چاند دیکھا گیا کیا یہی بات غیر حجاج کے لیے قربانی کے بارے میں کہی جاسکتی ہے یا نہیں؟ میرے مطالعہ میں اس کا جواب نہیں آیا لیکن ظاہر یہی ہے کہ معتبر ہے کیونکہ روزہ میں اختلافِ مطالع کا اعتبار اس لیے نہیں کیا جاتا کہ اس کا تعلق مطلق رؤیت سے ہے بخلاف قربانی کے، اس میں ظاہر یہی ہے کہ یہ اوقاتِ نماز کی طرح ہے کہ ہر قوم پر اپنے اپنے وقت کے مطابق لازم ہوگی تو انکی تیرھویں کی قربانی کافی ہوجائے گی اگرچہ غیر کی رؤیت کے مطابق وہ چودھویں ہو۔ (ت)

اقول مگر صحیح اس کے خلاف ہے کلام علماء صاف مطلق و عام اور اس تخصیص میں بوجوہ کلام،

فان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم علل اسقاط اعتبار الحساب بانا امة امیة لانکتب ولا نحسب۔[2] کما رواه الشیخان وابوداؤد والنسائی وغیرهم عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما وهذه العلة تعم الاهلة وهذا وان کان خلاف القیاس فلا یمتنع الالحاق به دلالة وان امتنع قیاسا کما قد نص علیه العلماء ومنهم العلامة الشامی فی نفس هذا الکتاب ولا شك ان ذا الحجة کالفطر سواء بسواء

رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حساب وکتاب کی اسقاط کی علت یہ بیان فرمائی کہ ہم امّی لوگ ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں، جیسا کہ بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی وغیرہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے اور یہ علت تمام چاندوں کو شامل ہے اور یہ اگرچہ قیاس کے مخالف ہے لیکن دلالۃً الحاق سے مانع نہیں اگرچہ قیاسًا مانع ہے جیسے کہ اس پر علماء نے تصریح کی ہے اور ان میں سے خود اس کتاب میں امام شامی نے بھی تصریح کی ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ذوالحجہ کا چاند بعینہٖ فطر کے مطابق ہے

---

[1] ردالمحتار — کتاب الصوم — مصطفی البابی مصر — ۲/۱۰۵

[2] صحیح بخاری — باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لانکتب ولانحسب — قدیمی کتب خانہ کراچی — ۱/۲۵۶

سنن ابی داؤد — اول کتاب الصیام — مطبع مجتبائی لاہور — ۱/۳۱۷

Marfat.com

وقد قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الفطر یوم یفطر الناس والاضحی یوم یضحی الناس[1]، اخرجه الترمذی بسند صحیح عن ام المومنین الصدیقة رضی اللہ تعالیٰ عنہا وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فطرکم یوم یفطرون واضحاکم یوم تضحون[2]، رواہ ابوداؤد والبیہقی بسند صحیح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ فطر کا دن وہی ہے جس دن لوگوں نے افطار کیا اور قربانی اسی دن ہے جس دن لوگوں نے قربانی دی۔ ترمذی نے اسے صحیح سند کے ساتھ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت کیا ہے۔ اور آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے تمھاری فطر کا دن وہ ہے جس میں تم افطار کرو، اور تمھاری اضحی کا دن وہ ہے جس میں تم قربانی کرو۔ اسے ابوداؤد اور بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

ثمّ اقول هذا کله کلام معه علی تسلیم ان النوط بالرؤیة انما ورد فی الصوم والفطر ولیس کذلك بل قد ثبت کذلك فی الاضحیة فقد اخرج ابوداؤد والدارقطنی عن امیر مکّة الحارث بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنه قال عهد الینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ان ننسك للرؤیة فان لم نرہ وشهد شاهدا عدل نسکنا بشهادتهما[3] قال الدارقطنی هذا اسناد متصل صحیح[4] فانقطع مبنی

ثمّ اقول (پھر میں کہتا ہوں) یہ تمام کلام اس صورت میں ہے جب یہ تسلیم ہو کہ رؤیت پر مدار صرف صوم اور فطر کے بارے میں وارد ہے حالانکہ ایسی بات نہیں بلکہ اسی طرح ثبوت تو قربانی میں بھی ہے، امام ابوداؤد اور دارقطنی نے امیرِ مکہ حضرت حارث بن حاطب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم سے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اس بارے میں یہ عہد لیا تھا کہ ہم چاند دیکھنے کی بناء پر قربانی کریں اور اگر ہم چاند نہ دیکھ سکیں اور دو عادل آدمی گواہی دے دیں تو ان کی شہادت کی بناء پر قربانی کریں۔ دارقطنی نے فرمایا اسکی سند متصل اور صحیح ہے

---

[1] الجامع للترمذی باب ما جاء فی الفطر والاضحی متی یکون امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۹۹
[2] سنن ابی داؤد کتاب الصیام باب اذا اخطأ القوم الہلال مطبع مجتبائی لاہور ۱/۳۱۸
[3] سنن الدارقطنی باب الشہادۃ علی رؤیۃ الہلال نشر السنۃ ملتان ۲/۱۶۷
[4] ایضاً

Marfat.com

البحث من راسه واستبان الحق ولله الحمد
اما ما تمسك به من مسئلة الحج **فاقول**
لاحجة فيها فانهما فيما ارى لدفع الحرج
العظيم ونظيره ما في التنوير والدر تبين
ان الامام صلى بغير طهارة تعاد الصلوٰة
دون الاضحية لان من العلماء من
قال لا يعيد الصلوٰة الا الامام وحده فكان
للاجتهاد فيه مساغ زيلعي، كما لو شهدوا
انه يوم العيد فصلوا ثم ضحوا ثم
بان انه يوم عرفة اجزأتهم الصلوٰة
والتضحية لانه لا يمكن التحرز عن
مثل هذا الخطاء فيحكم بالجواز
صيانة لجمع المسلمين زيلعي[1] اھ ملخصا
مصححا، ثم رأيت بحمد الله التصريح
به في اللباب وشرحه بل في نفس الشرح المتعلق
به الدر المختار حيث قال شهدوا بعد الوقوف
بوقوفهم بعد وقته لا تقبل شهادتهم و
الوقوف صحيح استحسانا حتى الشهود
للحرج الشديد[2] الخ فقد ظهر الحق
والحمد لله رب العالمين۔

تو بحث کی بنیاد ہی ختم ہوگئی اور حق واضح ہوگیا وللہ الحمد ،
رہا معاملہ مسئلہ حج سے استدلال، تو میں کہتا ہوں کہ
اس میں کوئی دلیل نہیں کیونکہ میرے خیال کے مطابق حج کا
مسئلہ دفعِ حرجِ عظیم پر مبنی ہے اور اس کی نظیر تنویر اور
در میں ہے کہ اگر واضح ہوگیا کہ امام نے بغیر طہارت کے
نماز پڑھائی تو نماز لوٹائی جائے گی نہ کہ قربانی، کیونکہ بعض
علماء نے یہ فرمایا کہ نماز کا صرف امام ہی اعادہ کرے، تو
اب یہ مسئلہ اجتہادی قرار پایا، زیلعی۔ جیسا کہ گواہوں نے
گواہی دی کہ یہ عید کا دن ہے تو لوگوں نے نماز پڑھی
پھر قربانی دی، بعد میں واضح ہوا کہ یہ عرفہ کا دن تھا تو
ان کی نماز اور قربانی جائز قرار دی جائے گی کیونکہ ایسی غلطی
سے بچنا ممکن نہیں تو مسلمانوں کے اجتماع کے تحفظ کے
پیشِ نظر جواز کا حکم یہی لگایا جائے گا زیلعی اھ ملخصاً
مصححاً، بحمد اللہ پھر میں نے اللباب اور اس کی شرح
بلکہ خود شرح درمختار کے مسئلہ سے متعلق درمختار میں یہ تصریح
دیکھی کہ اگر گواہوں نے وقوفِ عرفہ کے بعد گواہی دی کہ یہ
وقوف وقت کے بعد ہوا ہے تو یہ گواہی مقبول نہ ہوگی
اور حاجیوں کا وقوف استحساناً صحیح ہوگا یہاں تک کہ
گواہوں کا وقوف بھی صحیح ہوگا ورنہ حرج شدید لازم آئیگا الخ
تو اب حق ظاہر ہوگیا والحمد للہ رب العالمین۔

غرض ثبوت ہلال کے شرعی طریقے یہ ہیں، ان کے سوا جس قدر طرق لوگوں نے ایجاد کئے محض باطل و
مخذول و ناقابلِ قبول ہیں، خیالاتِ عوام کا حصر کیا ہو مگر آج کل جہاں میں غلط طریقے جو زیادہ رائج ہیں وہ بھی

---

[1] درمختار — کتاب الاضحیہ — مطبع مجتبائی دہلی — ۲۳۲/۲
[2] " — باب الہدی — " — ۱۸۳/۱

Marfat.com

ساٹ ہیں :
یکم حکایتِ رؤیت یعنی کچھ لوگ کہیں سے آئے اور خبر دی کہ وہاں فلاں دن چاند دیکھا گیا وہاں کے حساب سے آج تاریخ یہ ہے ظاہر ہے کہ یہ نہ شہادت رؤیت ہے کہ اُنھوں نے خود نہ دیکھا، نہ شہادت علی الشہادت کہ دیکھنے والے ان کے سامنے گواہی دیتے اور انھیں اپنی گواہیوں کا حامل بناتے اور یہ حسبِ قواعدِ شرعیہ یہاں شہادت دیتے بلکہ مجرد حکایت جس کا شرع میں اصلاً اعتبار نہیں اگرچہ یہ لوگ بھی ثقہ معتمد ہوں اور جن کا دیکھنا بیان کریں وُہ بھی ثقہ مستند ہوں نہ کہ جہال، جہال میں تو یہ رائج ہے کہ کوئی آئے، کیسا ہی آئے، کسی کے دیکھنے کی خبر لائے اگرچہ خود اُس کا نام بھی نہ بتائے بلکہ سرے سے اُس سے واقف ہی نہ ہو، ایسی مہمل خبروں پر اعتماد کرلیتے ہیں۔ فتح القدیر و بحرالرائق و عالمگیریہ وغیرہا میں ہے :

لو شھد جماعة ان اھل بلدة کذا رأوا ھلال رمضان قبلکم بیوم فصاموا وھذا الیوم ثلثون بحسابھم ولم یرھؤلاء الھلال لایباح فطر غد ولاتترك التراویح فی ھذہ اللیلة لانھم لم یشھدوا بالرؤیة ولا علی شھادة غیرھم وانما حکوا رؤیة غیرھم۔[1]

اگر کسی جماعت نے گواہی دی کہ فلاں شہر کے لوگوں نے تم سے ایک دن پہلے چاند دیکھا اور انھوں نے روزہ رکھا ہے اور یہ دن اُن کے حساب سے تیسواں بنتا ہو اور ان لوگوں نے چاند نہیں دیکھا تھا تو ان کے لیے آئندہ دن افطار کی اجازت نہیں اور نہ یہ اس رات تراویح چھوڑ سکتے ہیں کیونکہ گواہوں نے نہ تو رؤیت پر گواہی دی اور نہ ہی غیر کی رؤیت پر شہادت دی بلکہ انھوں نے رؤیتِ غیر کی حکایت کی ہے (ت)

دوم افواہ، شہر میں خبر اُڑ جاتی ہے کہ فلاں جگہ چاند ہُوا، جاہل اسے تواتر و استفاضہ سمجھ لیتے ہیں حالانکہ جس سے پُوچھئے سُنی ہُوئی کہتا ہے، ٹھیک پتا کوئی نہیں دیتا، یا منتہائے سند صرف دو ایک شخص ہوتے ہیں اسے استفاضہ سمجھ لینا محض جہالت ہے، اُس کی صورتیں وُہ ہیں جو ہم نے طریق پنجم میں ذکر کیں۔ منحۃ الخالق حاشیہ بحرالرائق میں ہے :

اعلم ان المراد بالاستفاضة تواتر الخبر من الواردین من بلدة الثبوت الی بلدة التی لم یثبت بھا، لا مجرد الاستفاضة لانھا قد تکون مبنیة علی اخبار رجل واحد مثلا فیشیع الخبر عنه ولاشك ان ھذا

واضح ہو کہ شہرت سے مراد چاند ثابت ہونے والے شہر سے دوسرے شہر میں آنے والے لوگوں کی خبر کا تواتر ہے محض شہرت کافی نہیں کیونکہ بعض اوقات کسی ایک آدمی کی خبر کی بناء پر مشہور ہوجاتا ہے اور یہ بلاشُبہ کافی نہ ہوگی کیونکہ فقہاء کا قول یہ ہے کہ

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ — الباب الثانی فی رؤیۃ الہلال — نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۹۹
بحرالرائق — کتاب الصوم — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۷۰

Marfat.com

لایکفی بدلیل قولھم اذا استفاض الخبر و تحقق فان التحقق لایکون الا بما ذکرنا[1] جب خبر مشہور اور متحقق ہو کیونکہ تحقق مذکورہ بات کے علاوہ ہو ہی نہیں سکتا۔ (ت)

فقیر کو بارہا تجربہ ہُوا کہ ایسی شہرتیں محض بے سروپا نکلتی ہیں اسی ذی الحجہ میں خبر شائع ہُوئی کہ آنولے میں چاند ہُوا ہے وہاں عام لوگوں نے دیکھا اور فقیر کے ایک دوست کا خاص نام بھی لیا گیا، وُہ آئے اور خود اپنی رؤیت اور وہاں سب کا دیکھنا بیان کرتے تھے، فقیر نے اُن کے پاس ایک معتمد کو بھیجا وہاں سے جواب ملا کہ یہاں ابر غلیظ تھا نہ میں نے دیکھا نہ کسی اور نے دیکھا، پھر خبر اُڑی کہ شاہجہان پور میں تو ایک ایک شخص نے دیکھا فقیر نے وہاں بھی ایک معتمد ثقہ کو اپنے ایک دوست عالم کے پاس بھیجا انھوں نے فرمایا اس کا حال میں آپ کو مشاہدہ کرائے دیتا ہوں، اُن کا ہاتھ پکڑ کر شہر میں گشت کیا، دروازہ دروازہ دریافت کرتے پھرتے عید کب ہے، کہا جمعہ کی، کہا کیا چاند دیکھا، کہا کہ دیکھا تو نہیں، کہا پھر کیوں؟ اس کا جواب کچھ نہ تھا، شہر بھر سے یہی جواب ملا، صرف ایک شخص نے کہا میں نے منگل کو چاند دیکھا تھا اور میرے ساتھ فلاں فلاں صاحب نے بھی۔ اب یہ عالم مع اُن معتمد کے دوسرے صاحب کے پاس گئے اُن سے دریافت کیا، کہا وہ غلط کہتا تھا' اور خود ان دونوں صاحبوں کے ساتھ اُن گواہ صاحب کے پاس آئے، اب یہ بھی پلٹ گئے کہ ہاں کچھ یاد نہیں۔ پھر خبر گرم ہُوئی کہ رامپور میں چاند دیکھا گیا اور جمعہ کی عید قرار پائی' فقیر نے دو ثقہ شخصوں کو وہاں کے دو علمائے کرام اپنے احباب کے پاس بھیجا معلوم ہُوا وہاں بھی ابر تھا کسی نے بھی نہ دیکھا' بارے اتنا معلوم ہُوا کہ وہاں دو شخص دہلی سے دیکھ کر آئے ہیں' ان علماء نے ان دو شاہدوں کو بلا کر ان دو ثقات کے سامنے شہادت دلوائی اور جو الفاظ فقیر نے انھیں لکھوا دئے تھے وُہ ان سے کہلوا کر ان کو تحمیلِ شہادت کرائی اور دونوں عالم صاحبوں نے خود ان دونوں شہود اصل کا تزکیہ کیا، اب ان دونوں فرع نے یہاں آکر شہادت علی الشہادت حسبِ قاعدہ شرعیہ دی اُس وقت فقیر نے عید کا فتویٰ دیا، دیکھئے افواہِ اخبار کی یہ حالت ہوتی ہے، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

سوم خطوط و اخبار، بڑی دوڑ یہ ہوتی ہے کہ فلاں جگہ سے خط آیا، فلاں اخبار میں یہ لکھا پایا، حالانکہ ہم طریق چہارم میں بیان کر چکے کہ حاکمِ شرع کا خاص مُہری دستخطی خط جس پر خود اس کی اور محکمہ دار القضا کی مُہر لگی اور اُس کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہو' اور یہاں بھی حاکم شرع کے نام آئے، ہرگز بغیر دو شاہدوں عادل کے جنھیں لکھ کر اپنی کتاب کا گواہ بنا کر خط سپرد کیا اور یہاں اُنھوں نے حاکمِ شرع کو دے کر شہادت ادا کی ہو مقبول نہیں، پھر یہ ڈاک کے پرچے کیا قابلِ التفات ہو سکتے ہیں، اور اخباری گپیں تو اصلاً نام لینے کے بھی قابل نہیں۔ درمختار میں ہے: لایعمل بالخط[2] (خط پر عمل

---

[1] منحۃ الخالق حاشیہ بحر الرائق کتاب الصوم قبیل باب ما یفسد الصوم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۷۰

[2] درمختار باب کتاب القاضی الی القاضی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۸۳

Marfat.com

نہیں کیا جائے گا۔ ت) ہدایہ میں ہے: الخط یشبہ الخط فلم یحصل العلم[1] (تحریر دوسری تحریر کے مشابہ ہوسکتی ہے تو علم قطعی حاصل نہ ہوا۔ ت)

چہارم تار، یہ خط سے بھی زیادہ بے اعتبار، خط میں کاتب کے ہاتھ کی علامت تو ہوتی ہے، یہاں اُس قدر بھی نہیں، تو اس پر عمل کو کون کہے گا مگر اجہل سا اجہل جسے علم کے نام سے بھی مَس نہیں، فقیر نے اس کے رَد میں ایک مفصل فتوٰی لکھا اور بحمد اللہ تعالٰی اس پر ہندوستان کے بکثرت علماء نے مُہریں کیں کلکتے میں چھپ کر شائع ہوا تھا، گنگوہی مُلّانے اپنے ایک فتوٰی میں تار کی خبر اسباب میں معتبر ٹھہرائی اور اُسے تحریرِ خط پر قیاس کیا تھا کہ تار کی خبر مثل تحریر خط کی خبر کے ہے کیونکہ تحریر میں حروف اصطلاحی ہیں جس سے مطلب معلوم ہوجاتا ہے خواہ بحرکتِ قلم پیدا ہوں خواہ کسی لاٹھی یا بانس طویل کی حرکت سے (الٰی قولہ) بہرحال خبر تار کی مثل خط ہے اور معتبر ہے، یعنی خط میں قلم سے لکھتے ہیں تار دینا ایسا ہے کہ کسی بڑے بانس سے جو ہزاروں کوس تک لمبا ہے لکھ دیا تو جیسے وہ معتبر ہے ویسے ہی یہ، بلکہ یہ تو زیادہ معتبر ہونا چاہئے کہ وہاں چھوٹا سا قلم ہے اور یہاں اتنا بڑا بانس، تو اعتبار بھی اسی نسبت پر بڑھنا چاہئے، شملہ بمقدار قلم قیاس تو اچھا دوڑایا تھا مگر افسوس کہ شرعاً محض مردود و ناکام رہا۔ اوّلاً خط و تار میں جو فرق ہیں ہم نے اپنے فتوٰی مفصلہ میں ذکر کئے جو اس قیاس کو ازبیخ برکندہ کرتے اور ان سے قطع نظر بھی کیجئے تو بحکم شرع خط ہی پر عمل حرام، پھر اس بانس کے قیاس کا کیا کام، حکم مقیس علیہ میں باطل ہے تو مقیس آپ ہی عاری و عاطل ہے، مولوی صاحب لکھنوی نے اپنے فتاوٰی میں خط و تار کو بے اعتبار ہی ٹھہرایا اور اس حکم میں حق کی موافقت کی مگر یہ کہنا ہرگز صحیح نہیں کہ خبر تار یا خط بدرجہ کثرت پہنچ جائے تو اس پر عمل ہوسکتا ہے، اسے استفاضہ میں داخل سمجھنا صریح غلط، استفاضے کے معنے جو علماء نے بیان فرمائے تھے وہ تھے کہ طرقِ پنجم میں مذکور ہوئے، متعدد جماعتوں کا آنا اور یک زبان بیان کرنا چاہئے، یہاں اگر متعدد جگہ سے خط یا تار آئے بھی تو اوّلاً وہ اُن وجوہِ ناجوازی سے جنھیں ہم نے اس فتوٰی میں مفصلاً ذکر کیا ہرگز بیان مقبول کے سلسلے میں نہیں آسکتے، ڈاک کے منشی، تار کے بابو، چٹھی رساں اکثر کفار یا عموماً مجاہیل یا فساق فجار ہوتے ہیں، اور بالفرض باطل آئیں بھی تو یہ تعدد مخبر عنہ میں ہوا نہ کہ مخبرین میں کہ یہاں تار لینے والے بابو اگر مسلمان ثقہ ہوں بھی تو ہرگز اتنی جماعاتِ متعددہ نہ ہوں گی جن کی اخبار پر یقینِ شرعی حاصل ہو بلکہ عامہ بلاد میں صرف دو ایک ہی تار گھر ہوتے اور صدر ڈاک خانہ تو ایک ہی ہوتا ہے اگرچہ بڑے شہر میں تقسیم کے لیے دو چار برانچ اور بھی ہوں، بہرحال یہ خط یا تار ہم کو تو معدود ہی شخص ب کے ذریعہ سے ملیں گے پھر استفاضے سے کیا علاقہ ہُوا، کیا اگر زید آکر کہہ دے کہ فلاں جگہ لاکھ آدمیوں نے چاند دیکھا تو یہ خبر مستفیض

---

[1] ہدایہ باب کتاب القاضی الی القاضی مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۱۳۹

Marfat.com

کہلائے گی ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔

پنجم جنتریوں کا بیان، کہ فلاں دن پہلی ہے، اول بعض علمائے شافعیہ وبعض معتزلہ وغیرہم کا خیال اس طرف گیا تھا کہ مسلمان عادل منجموں کا قول اس بارے میں معتبر ہو سکتا ہے اور بعض نے قید لگائی تھی کہ جب اُن کی ایک جماعت کثیر یک زبان بیان کرے کہ فلاں مہینے کی یکم فلاں روز ہے تو مقبول ہونے کے قابل ہے اگرچہ واجب العمل کسی کے نزدیک نہیں، مگر ہمارے ائمہ کرام اور جمہور محققین اعلام اسے اصلاً تسلیم نہیں فرماتے اور اس پر عمل جائز ہی نہیں رکھتے اور یہی حق ہے کہ حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحیح حدیث میں یہاں قولِ منجمین سے قطع نظر و عدمِ لحاظ کی تصریح فرما چکے، پھر اب اُس پر عمل کا کیا محل۔ درمختار میں ہے:

لا عبرۃ بقول الموقتین ولو عدولا علی المذھب[1]۔ صحیح مذہب کے مطابق اہلِ توقیت کا قول معتبر نہیں اگرچہ وُہ عادل ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

بل فی المعراج لایعتبر قولھم بالاجماع ولایجوز للمنجم ان یعمل بحساب نفسہ[2]۔ بلکہ معراج میں ہے کہ اہلِ توقیت کا قول بالاجماع معتبر نہیں اور منجمین کے لیے جائز نہیں کہ وُہ اپنے حساب پر عمل پیرا ہوں (ت)

جب منجمین مسلمین ثقات عدول کے بیان کا یہ حال تو آجکل کی جنتریوں جو عموماً ہنود وغیرہم کفار شائع کرتے ہیں یا بعض نیچری نام کے مسلمان یا بعض مسلمان بھی، تو وُہ بھی انہی ہندوانی جنتریوں کی پیروی سے کیا قابلِ التفات ہو سکتی ہیں، فقیر نے بیس برس سے بڑی بڑی نامی جنتریاں دیکھیں، اول مصرانی ہیئت ہی ناقص ومختل ہے پھر ان جنتری سازوں کو اس کی بھی پوری تمیز نہیں، تقویماتِ کواکب میں وہ وہ سخت فاحش غلطیاں دیکھنے میں آئیں جن میں کوئی سمجھ دار بچہ بھی نہ پڑتا پھر یہ کیا اور ان کی جنتری کیا، اور ان کی دوج اور پروا کی کسے پروا!

ششم قیاسات وقرائن، مثلاً چاند بڑا تھا روشن تھا دیر تک رہا تو ضرور کل کا تھا، آج بیٹھ کر نکلا تو ضرور پندرھویں ہے، اٹھائیسویں کو نظر آیا تھا مہینہ تیس کا ہوگا، اٹھائیسویں کو بہت دیکھا نظر نہ آیا مہینہ انتیس کا ہوگا۔ یہ قیاسات تو حسابات کی وقعت بھی نہیں رکھتے، پھر ان پر عمل محض جہل و زلل۔ حدیث میں ہے حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] درمختار | کتاب الصوم | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۴۸

[2] ردالمحتار | " | مصطفی البابی مصر | ۲/۱۰۰

Marfat.com

من اقتراب الساعة انتفاخ الاھلة[1] رواہ الطبرانی فی الکبیر عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

قربِ قیامت کی علامات سے ہے کہ ہلال پھولے ہوئے نکلیں گے۔ یعنی دیکھنے میں بڑے معلوم ہوں گے۔ (اسے طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اقتراب الساعۃ ان یری الھلال قبلا ویقال ھو للیلتین[2] رواہ فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

علاماتِ قیامت سے ہے کہ چاند بے تکلف نظر آئے گا کہا جائیگا کہ دو رات کا ہے (اسے طبرانی نے اوسط میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

صحیح مسلم شریف میں ابوالبختری سعید بن فیروز سے ہے:

قال خرجنا للعمرۃ فلما نزلنا ببطن نخلۃ قال تراءینا الھلال فقال بعض القوم ھو ابن ثلاث وقال بعض القوم ھو ابن لیلتین فقال ای لیلۃ رأیتموہ قال قلنا لیلۃ کذا وکذا فقال ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مدہ للرؤیۃ فھو للیلۃ رأیتموہ[3]

ہم عمرے کو چلے جب بطنِ نخلہ میں اُترے ہلال دیکھا، کوئی بولا تین رات کا ہے، کسی نے کہا دو رات کا، عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ملے اُن سے عرض کی کہ ہم نے ہلال دیکھا، کوئی کہتا ہے تین شب کا، کوئی دو شب کا۔ فرمایا: تم نے کس رات دیکھا؟ ہم نے کہا فلاں شب۔ کہا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کا مدار رؤیت پر رکھا ہے تو وہ اسی رات کا ہے جس رات نظر آیا۔

ہفتم کچھ استقرائی کچھ اختراعی قاعدے، مثلاً رجب کی چوتھی رمضان کی پہلی ہوگی۔ رمضان کی پہلی ذی الحجہ کی دسویں ہوگی۔ اگلے رمضان کی پانچویں اس رمضان کی پہلی ہوگی۔ چار مہینے برابر تیس تیس کے ہو چکے ہیں یہ ضرور انتیس کا، تین پے درپے انتیس کے ہوئے ہیں یہ ضرور تیس کا ہوگا۔ ان کا جواب اسی قدر میں ہے: ما انزل اللہ بھا من سلطان[4] حق سبحانہ نے ان باتوں پر کوئی دلیل نہ اتاری۔ وجیز امام کردری میں ہے:

---

[1] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۱۰۴۵۱ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۰/۲۴۴
[2] کنز العمال بحوالہ طبرانی اوسط حدیث ۳۸۴۷۰ مؤسستہ الرسالۃ بیروت ۱۴/۲۲۰
[3] صحیح مسلم باب بیان انہ لا اعتبار بکبر الہلال وصغرہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۴۸
[4] القرآن ۱۲/۴۰

Marfat.com

شهر رمضان جاء یوم الخمیس لایضحی ایضافی یوم الخمیس مالم یتحقق انه یوم النحر، وما نقل عن علی رضی اللہ تعالٰی عنه ان یوم اول الصوم یوم النحر لیس بتشریع کلی بل اخبار عن اتفاق فی ھذہ السنۃ وکذا ما ھو الرابع من رجب لایلزم ان یکون غرۃ رمضان بل قد یتفق۔[1]

رمضان کا مہینہ جمعرات کو شروع ہُوا تو یوم خمیس کو قربانی جائز نہ ہوگی جب تک اس بات کا ثبوت نہ ہو جائے کہ یہ قربانی کا دن ہے، اور جو حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ روزے کا پہلا دن عید کا دن ہوتا ہے، یہ شریعت کا قاعدہ کلیہ نہیں بلکہ اس سال اتفاقاً ایسا ہوجانے کا بیان ہے۔ اسی طرح جو رجب کا چوتھا دن ہے لازم نہیں وہ رمضان کا پہلا دن ہو، ہاں کبھی ایسا اتفاقاً ہوجاتا ہے (ت)

خزانۃ المفتین میں فتاوٰی کبرٰی سے ہے:

ماروی ان یوم نحرکم یوم صومکم کان وقع ذٰلک العام بعینه دون الابد لان من اول یوم رمضان الی غرۃ ذی الحجۃ ثلاثۃ اشھر فلا یوافق یوم النحر یوم الصوم الا ان یتم شھران من الثلثۃ وینقص الواحد فاذا تمت الشھور الثلثۃ تتأخر عنه واذا نقصت الشھور الثلثۃ اوشھران تقدم علیه فلا یصح الاعتماد علی ھذا۔[2]

یہ جو مروی ہے کہ تمہاری عید کا دن تمہارے روزے کا دن ہے، یہ ہمیشہ کے لیے نہیں بلکہ معین سال میں ایسا واقعہ ہُوا تھا کیونکہ رمضان کے پہلے دن سے لے کر ذوالحجہ کے پہلے دن تک تین ماہ ہوتے تو یوم نحر اور یوم صوم میں موافقت نہیں ہوسکتی مگر اس صورت میں کہ جب ان تین ماہ میں سے دو کامل ہوں اور ایک ناقص، اب اگر تینوں ماہ کامل ہوتے ہیں تو اس سے تاخر ہوگا اور اگر تین یا دو ناقص ہوجاتے ہیں تو پھر اس پر تقدم ہوگا لہذا اس پر اعتماد درست نہیں (ت)

یہ کلام اجمالی بقدرِ کفایت ہے اور ان احکام کی تفصیلِ تام رسائل و مسائلِ فقیر میں ہے وباللہ التوفیق، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۴: از سلی بھیت مسئولہ عبدالجلیل سوداگر ۱۲ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

جناب مولانا صاحب مکرم دام اکرامکم بعد ہدیہ سلام سنت الاسلام کے گزارش یہ ہے کہ اس مرتبہ

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علی حاشیۃ فتاوٰی ہندیہ کتاب الصوم الفصل الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۹۶

[2] خزانۃ المفتین

Marfat.com

رمضان المبارک کے چاند میں اختلاف ہو کر عید الفطر میں اکثر جگہ اتفاق ہوگیا ہے، چنانچہ بریلی میں بھی جمعہ کی عید ہوئی، سنا گیا ہے کہ آپ نے پنجشنبہ کی شام کو بعد مغرب ارشاد فرمایا تھا کہ چونکہ آج ۳۰ رمضان المبارک ہے اس وجہ سے ہم تراویح نہیں پڑھیں گے اور کل سے بروز جمعہ روزہ نہیں رکھیں گے لیکن دوسروں کو حکم نہیں دیتے ہیں، بعد کو شہادتوں سے چاند رمضان کا منگل کے دن ثابت ہو کر پنجشنبہ کو ۳۰ رمضان قرار پائی اور جمعہ کو عید ہوئی، کارڈ ثانی پر جلد تحریر فرمائیے کہ آپ کا یقین مردوں کی باتوں پر تھا یا ذریعہ اطمینان کوئی اور تھا اور شہادتیں مصر سے آئے ہوئے لوگوں کی ہیں یا ہندوستان سے کس مقام سے تحقیق ہوا اس لیے تصدیق کیا جاتا ہے کہ آئندہ کو کام آئے۔ بینوا توجروا

الجواب

یہاں نہ منگل کو ہلالِ رمضان دکھائی دیا نہ پنجشنبہ کو ہلالِ عید، ابر تھا اور بہت گھرا، شبِ جمعہ میں میں نے تراویح پڑھیں اور صبح روزہ کی نیت تھی کہ دفعۃً مصر سے کچھ لوگوں کے آنے کی خبر سُنی جنھوں نے وہاں ہلالِ رمضان منگل کی شام کو دیکھا تھا وُہ بُلائے گئے اور اُنھوں نے شہادتیں دیں اور پُوری تنقیح کی گئی اور رات کے ایک بجے صبح عید کا حکم دیا گیا اور اُسی وقت سے شہر و شہرِ کہنہ د اطرافِ شہر میں اعلان کیا گیا یُوں یہاں جمعہ کی عید ہوئی ورنہ افواہیں تو پہلے سے سُنی جاتی تھیں جن پر حکم نہیں ہوسکتا تھا، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۵ از منڈی افریقہ مسئولہ حاجی عبداللہ حاجی یعقوب ۲۴ محرم ۱۳۳۱ھ

منڈی شہر میں سب آدمی مذہب شافعی ہیں اور حنفی مذہب والے ہم چند آدمی ہیں، اب یہاں پر روزے ۲۹ ہوئے، ۳۰ کی رات کو ابر بہت ہونے کے سبب سے چاند دیکھنے میں نہیں آیا لیکن بعد نماز مغرب کے تین شہروں سے ٹیلی گراف آئے کہ ہم نے چاند دیکھا ہے شوال کا، اور کل عید ہے، لیکن یہاں کے قاضی صاحب نے ٹیلی گراف کی خبر کو قبول نہ کیا اور تراویح کی نماز پڑھی اور پڑھائی اور روزہ بھی سب سے رکھایا، لیکن جب سورج طلوع ہوا، بعد دو ساعت کے منڈی شہر کے آس پاس کے باغیچوں سے آدمی آئے اُنھوں نے گواہی دی کہ ہم نے چاند دیکھا، تب قاضی صاحب نے شاہدوں سے گواہی لے کر روزہ کھولنے کا حکم دیا، تب تمام آدمیوں نے روزہ توڑ دیا اور خود بھی قاضی صاحب نے روزہ توڑ دیا، اُس دن بہت دیر ہونے کے سبب سے عید کی نماز نہیں پڑھی گئی دُوسرے دن عید کی نماز ہوئی، اب ہم کو دُوسرے آدمی کہتے ہیں کہ ہم کو ایک روزہ قضا کرنا چاہئے۔ اب ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا ہم کو ایک روزہ قضا کرنا پڑے گا؟

الجواب

تار برقیوں پر کہ قاضی اعتبار نہ کیا بہت صواب کیا، ایسا ہی چاہئے تھا، دربارۂ ہلال خط یا تار کا کچھ اعتبار نہیں، صبح کو جو چند شہادتیں گزریں وہ لوگ اگر ثقہ اور ہلالِ عید میں قابلِ قبول شہادت تھے اور راتنے فاصلہ پر تھے

Marfat.com

کہ رات کو آکر گواہی نہ دے سکتے تھے تو اُن کی گواہی مان کر روزہ کھولنے کا حکم دینا بھی صحیح ہے اور اُس روزہ کی قضا نہیں کہ ثبوتِ شرعی سے ثابت ہوگیا کہ وہ روزِ عید تھا نہ کہ روزہ رمضان کا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شہرت و استفاضہ جو در بارۂ ہلال شرعًا معتبر ہے اُس کے کیا معنی ہیں؟ اور مجرد شیوع و اشتہار خبر کافی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اصل یہ ہے کہ مدارِ کار حقیقۃً ثبوت رؤیت پر ہے وبس،

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ[1]۔ اخرجہ الشیخان وغیرھما والحدیث مشہور مستفیض۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے پر عید کرو۔ اسے بخاری، مسلم اور دیگر محدثین نے روایت کیا، اور یہ حدیث مشہور و معروف ہے (ت)

اور رؤیت کا ثبوت شہادت سے منوط فان البینۃ کاسمھا مبینۃ (کیونکہ بینہ (گواہ) اپنے نام کی طرح واضح کرنیوالے ہیں۔ت) اور شہادت کی حلّت رؤیت سے مربوط اذ لاشہادۃ الاعن شہود (کیونکہ شہادت معائنہ کرنیوالوں کے بغیر نہیں ہوتی۔ت) شہادت علی الشہادت و الشہادت علی القضا مقبول ہوتی ہیں اُن کی وجہ قبول یہی ہے کہ وُہ مثبت شہادت معائنہ ہیں،

اما الاولی فظاھر واما الاخری فلانہ لاحکم الاعن شھادۃ ومثبت المثبت مثبت۔

پہلی صورت تو واضح ہے، رہی دُوسری تو وہ اس لیے کہ حکم شہادت کی بنا پر ہی ہوسکتا ہے اور مثبت کو ثابت کرنے والا مثبت ہی ہوتا ہے (ت)

تو ہر وُہ گواہ کہ ان امور سے خالی ہو زنہار قابلِ قبول نہیں، مثلاً ایک جماعت ثقات عدول یُوں گواہی دے کہ فلاں جگہ چاند ہُوا یا فلاں دن اُس شہر والوں نے روزہ رکھا یا آج اُن کے حساب سے فلاں تاریخ ہے ہرگز نہ مانیں گے یہاں تک کہ جو اس پر عمل کرے گا گنہگار ہوگا کہ یہ نہ شہادت رؤیت ہے نہ شہادت علی الشہادت، نہ شہادت علی القضا، بلکہ مجرد حکایت ہے جو کسی طرح حجت نہیں۔ فتح القدیر و فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

انما یلزم الصوم علی متأخری الرؤیۃ

تاخیر سے چاند دیکھنے والوں پر روزہ تب لازم ہوگا

---

[1] صحیح بخاری باب اذا رأیتم الھلال فصوموا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۶

Marfat.com

اذا ثبت عندھم رؤیۃ اولئك بطریق موجب حتی لو شھد جماعۃ ان اھل بلدۃ کذا رأوا ھلال رمضان قبلکم بیوم فصاموا و ھذا الیوم ثلثون بحسابھم ولم یرھؤلاء الھلال لایباح فطر غد ولاتترك التراویح فی ھذہ اللیلۃ لانھم لم یشھدوا بالرؤیۃ ولاعلی شھادۃ غیرھم وانما حکوا رؤیۃ غیرھم[1]۔

جب ان کے ہاں چاند کا ثبوت بطریق موجب شرعی ہو حتی کہ اگر کسی جماعت نے گواہی دی کہ فلاں اہل شہر نے تم سے پہلے ایک دن چاند دیکھا اور انھوں نے روزہ رکھا ہے اور یہ دن ان کے حساب سے تیسواں بنتا ہے لیکن انھوں نے چاند نہیں دیکھا تو ان کے لیے آئندہ کل عید جائز نہیں اور نہ ہی اس رات کی وُہ تراویح ترک کر سکتے ہیں کیونکہ ان لوگوں نے چاند کے دیکھنے پر گواہی نہیں دی اور نہ غیر کے چاند دیکھنے کی گواہی پر گواہی دی ہے انھوں نے دُوسروں کی رؤیت کو حکایت کیا ہے (ت)

ہاں اگر رؤیت شہر دیگر کی خبر اُس حدِ شہرت و استفاضہ کو پہنچے جو باعثِ ثبوت رؤیت یقینی و محقق ہو جائے تو صحیح یہ ہے کہ اعتبار کریں گے، ردالمحتار میں ہے:

فی الذخیرۃ قال شمس الائمۃ الحلوانی الصحیح من مذھب اصحابنا ان الخبر اذا استفاض وتحقق فیما بین اھل البلدۃ الاخری یلزمھم حکم ھذہ البلدۃ اھ ومثلہ فی الشرنبلالیۃ عن المغنی[2]۔

ذخیرہ میں ہے کہ شمس الائمہ حلوانی نے کہا ہمارے احناف کا صحیح مذہب یہی ہے کہ جب دوسرے شہر میں خبر مشہور و متحقق ہو تو تب ان پر اس شہر کا حکم لازم ہوگا اھ شرنبلالیہ میں المغنی کے حوالے سے اسی طرح ہے۔ (ت)

مگر حاشا مجرد شیوع و شہرت کافی نہیں کہ صدہا خبریں خصوصاً آج کل ایسی اُڑتی ہیں جن کا تمام شہر میں چرچا ہوتا ہے، پھر تجربہ گواہ ہے کہ بعد تنقیح محض بے اصل نکلتی ہیں انھیں افواہ کہتے ہیں نہ استفاضہ شرعیہ، ولہذا علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ایسا چرچا محض نامعتبر جب تک ثبوت شرعی نہ ہو، اختیار شرح مختار میں یوم الشک کی نسبت لکھا:

ذلك بان یتحدث الناس بالرؤیۃ ولاتثبت[3]۔

وہ یہ ہے کہ لوگوں میں رؤیت کا چرچا ہو مگر ثبوت نہ ہو۔ (ت)

---

[1] فتح القدیر — فصل فی رؤیۃ الھلال — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۲۴۳
فتاوٰی ہندیۃ — الباب الثانی فی رؤیۃ الھلال — نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۹۹
[2] ردالمحتار — کتاب الصوم — مصطفی البابی مصر ۲/۱۰۲
[3] الاختیار لتعلیل المختار — ″ — ″ ″ ″ ″ ۱/۱۳۰

Marfat.com

واقعی ایسی خبروں کی ظاہری شوکت عام لوگوں کو دھوکا دیتی ہے مگر تفتیش کے بعد کھلتا ہے کہ حقیقت امر کیا ہے یا ان کی ٹھیک سند منتہی تک ملتی ہی نہیں جس سے پوچھئے سُنا کہے گا، بعض اپنے مخبر کا نام بھی بتائیں اُن مخبر سے پوچھے وہ سُنا کہہ کر چُپ رہیں گے، یا بہزار کاوش وعرق ریزی اصل نکلی تو اتنی کہ فلاں کا خط آیا فلاں نے تار دیا چند مسافر معقول صورت ملے کہتے تھے فلاں شہر میں لوگوں نے دیکھا ہمارا فلاں قریب اُس شہر بعید سے آیا بیان کیا وہاں ہزاروں نے دیکھا، ہزاروں کا لفظ تو بیشک ہے مگر یہ نہ دیکھا کہ منقول عنہم میں ہے یا ناقل میں، غرض ایسی افواہ و حکایات شرعاً قابلِ التفات بھی نہیں، نہ ان کی بنا پر کوئی حکم ثابت ہو، ولہذا امام شمس الائمہ و ذخیرہ ومغنی و امداد کا ارشاد سُن چکے کہ ہمارے ائمہ نے صرف استفاضہ واشتہار کافی نہ جانا بلکہ اُس کے ساتھ تحقیق ہو جانے کی قید زیادہ فرمائی۔ علامہ عبدالغنی نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں :

اما خبر التواتر من الناس لبعضهم بعضا بذٰلك فهو ممنوع لاسناد الكل فيه الى الظن والتوهم والتخمين واستفادة الخبر من بعضهم لبعض بحيث لو سألت كل واحد منهم عن رؤية ذٰلك ومعاينته لقال لم اعاينه وانما سمعت ومن قال عاينته تستكشف عن حاله فتراه مستندا الى ظنون وامارات وهمية وعلامات ظنية وربما اذا تأملت وتفحصت وجدت خبر ذٰلك التواتر الذى تزعمه كله مستندا فى الاصل الى خبر واحد او اثنين الى اٰخر ما افاد واجاد رحمه الله تعالٰى۔[1]

کسی خبر کو لوگوں میں سے بعض کا بعض سے تواتر نقل کرنا ممنوع ہے کیونکہ اس سلسلہ میں ان میں سے ہر ایک کی نسبت ظن، وہم اور تخمین کی ہے، اور خبر کا ایک دوسرے سے اس طرح مشہور ہونا کہ اگر ان میں سے ہر ایک سے پوچھا جائے کہ تُو نے دیکھا ہے اور مشاہدہ کیا ہے تو وُہ کہے گا میں نے مشاہدہ تو نہیں کیا ہاں سُنا ہے، اور جو کہے میں نے مشاہدہ کیا ہے تو اس کا حال معلوم کیا جائے گا تو اسے علاماتِ ظنیہ اور اماراتِ وہمیہ اور ظنیات کو سند بنائے ہوئے پائیگا اور اکثر طور پر ایسا ہوتا ہے کہ تو غور وتلاش کرے تو وُہ خبر جس کو تُو متواتر مستند گمان کر رہا تھا وہ اصل میں ایک یا دُو کی خبر ہوتی ہے الخ انھوں نے جو کہا خوب کہا اللہ تعالٰی ان پر رحمتیں نازل فرمائے (ت)

اور یہ زعم کہ ہم کو تو یقین ہو گیا صحیح نہیں یقین وُہ ہے جو حجت شرعیہ سے ناشئ ہو، یُوں تو ایک جماعت ثقات عدول کی وقعت ان چند مجہولوں یا ساقطوں یا تار و خطوط کی اوہام وضبوط سے کیا کم تھی، انصاف کیجئے تو بدرجہا زائد تھے

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ الصنف التاسع تتمۃ الاصناف التسعۃ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۵۲۱

Marfat.com

پھر کیوں علمائے دین نے اس کی بے اعتباری کی تصریح فرمائی،

کما مرنقلہ عن الھندیۃ والفتح ونحوہ فی البحر الرائق والدرالمختار ومجمع الانھر وغیرھا من الاسفار۔

جیسا کہ ہندیہ اور فتح کے حوالے سے گزر چکا، اسی طرح بحرالرائق، درمختار، مجمع الانہر اور دیگر کتب معتمدہ میں ہے (ت)

بلکہ وہ استفاضہ جو شرعاً معتبر ہے اُس کے معنی یہ ہیں کہ اُس شہر سے گروہ کے گروہ متعدد جماعتیں آئیں اور سب بالاتفاق یک زبان بیان کریں کہ وہاں فلاں شب چاند دیکھ کر لوگوں نے روزہ رکھا یہاں تک کہ اُن کی خبر پر یقین شرعی حاصل ہو۔

ردالمحتار میں ہے :

قال الرحمتی معنی الاستفاضۃ ان تاتی من تلک البلدۃ جماعات متعددون کل منھم یخبر عن اھل تلک البلدۃ انھم صاموا عن رؤیۃ لامجرد الشیوع من غیر علم بمن اشاعہ کما قد تشیع اخبار یتحدث بھا سائر اھل البلدۃ ولایعلم من اشاعھا کما وردان فی اٰخرالزمان یجلس الشیطان بین الجماعۃ فیتکلم بالکلمۃ فیتحدثون بھا ویقولون لاندری من قالھا فمثل ھذا لاینبغی ان یسمع فضلا من ان یثبت بہ حکم اھ (قلت) وھو کلام حسن ویشیر الیہ قول الذخیرۃ اذا استفاض وتحقق فان التحقق لایوجد بمجرد الشیوع[1]

شیخ رحمتی نے فرمایا: شہرت کا مفہوم یہ ہے کہ اس شہر سے متعدد جماعتیں آئیں اور تمام اس بات کی اطلاع دیں کہ وہاں کے لوگوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے محض ایسی افواہ سے نہیں جس کے پھیلانے والا معلوم نہ ہو، جیسا کہ بعض اوقات بہت سی باتیں شہر میں پھیل جاتی ہیں لیکن وہ یہ نہیں جانتے ہوتے کہ انھیں کس نے پھیلایا ہے، جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ آخری زمانے میں شیطان لوگوں کے درمیان آکر بیٹھے گا اور وہ کچھ گفتگو کرے گا تو لوگ وہ گفتگو بیان تو کریں گے مگر کہیں گے ہمیں علم نہیں کہ یہ بات کس نے کی ہے، ایسی بات تو قابلِ سماعت ہی نہیں ہوتی چہ جائیکہ اس سے حکم ثابت ہو اھ (میں کہتا ہوں) یہ کلام نہایت ہی خوبصورت ہے اور ذخیرہ کا یہ قول کہ "جب خبر مشہور و متحقق ہو تو تب لازم ہے ورنہ محض شہرت سے ثبوت نہیں ہوتا" بھی اسی کی طرف اشارہ کررہا ہے۔ (ت)

اسی میں ہے :

---

[1] ردالمحتار کتاب الصوم مصطفی البابی مصر ۲/۱۰۲

Marfat.com

الشهادة بان اھل تلک البلدۃ رأوا الھلال وصاموا لانہا لا تفید الیقین فلذا لم تقبل الا اذا کانت علی الحکم او علی شہادۃ غیرھم لتکون شہادۃ معتبرۃ والا فھی مجرد اخبار بخلاف الاستفاضۃ فانھا تفید الیقین[۱]۔ واللہ تعالٰی اعلم

اس بات پر گواہی کہ فلاں اہلِ شہر نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے چونکہ مفید یقین نہیں اس لیے گواہی مقبول نہیں، البتہ اس صورت میں جب قاضی کے فیصلہ ہو یا غیر کی گواہی پر گواہ ہوں تاکہ یہ شہادت معتبرہ قرار پائے تو مفید یقین ہے ورنہ یہ محض خبر ہوگی بخلاف استفاضہ، کیونکہ وہ مفید یقین ہوتی ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰۱: از بہرائچ چوک بازار مرسلہ حافظ محمد شفیع صاحب ۲۶ ماہ مبارک ۱۳۳۳ھ

رمضان شریف کا چاند غبار یا ابر ہونے کی حالت میں صرف ایک شخص نے دیکھا اور قاضی نے اُس پر فتوٰی چاند ہونے کا دے دیا اب کیا غرہ شوال اُس سے تیس دن پُورے ہوجانے پر ثابت ہوجائے گا گو چاند بوجہ غبار یا ابر کے اُس رات کو نظر نہ آئے یا ایسا ایک سے زائد عادل گواہ ہونے پر کیا جاسکتا ہے، بینوا توجروا۔

الجواب

جبکہ ہلال ماہ مبارک بوجہ غبار ایک کی شہادت سے مان کر ۳۰ روزے پُورے کیے اور ہلالِ شوال بوجہ ابر نظر نہ آیا تو صحیح یہ ہے کہ بالاتفاق اس صورت میں عید کرلی جائے، ہاں اگر تیس۳۰ روزوں کے بعد مطلع صاف ہُوا اور عید کا چاند نظر نہ آئے اور رمضان کا چاند شاہد واحد کے قول پر مانا تھا تو راجح یہ ہے کہ عید نہ کریں گے اور اگر دو۲ عادلوں کی گواہی سے روزے رکھے تھے تو قول ارجح پر ۳۰ کے بعد عید کرلیں گے اگر مطلع صاف ہو اور ہلال نظر نہ آئے، درمختار میں ہے:

بعد صوم ثلثین بقول عدلین حل الفطر[۲] (اتفاقا ان کانت لیلۃ الحادی والثلثین متغیمۃ وکذا لوکانت مصحیۃ علی ما صححہ فی الدرایۃ والخلاصۃ والبزازیۃ وفی الفیض الفتوی

دو۲ عادل آدمیوں کی گواہی پر رمضان کے روزے رکھنے شروع کئے تھے تو ۳۰ روزوں کے بعد عید جائز ہوتی ہے (اتفاقاً اگر اکتیسویں رات ابر آلود ہو اور اگر مطلع صاف ہو پھر بھی درایہ، خلاصہ اور بزازیہ کی تصحیح کے مطابق یہی حکم ہے اور فیض

---

[۱] ردالمحتار کتاب الصوم مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۰۲

[۲] درمختار کتاب الصوم قبیل باب ما یفسد الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۹

Marfat.com

علی حل الفطر[1] اھ شامی) ولو صاموا بقول عدل لا یحل علی المذھب کذا ذکرہ المصنف لکن قول ابن الکمال عن الذخیرۃ انہ ان غم ھلال الفطر حل اتفاقا و فی الزیلعی الاشبہ ان غم حل والا لا[2] اھ وتنقیحہ فی رد المحتار وما علقنا علیہ، واللہ تعالٰی اعلم۔

میں ہے کہ فتوٰی اسی قول پر ہے کہ عید الفطر جائز ہوگی اھ شامی) اور اگر ایک عادل کے قول پر انہوں نے روزہ رکھنا شروع کیا تھا تو صحیح مذہب پر عید کرنا درست نہیں، مصنف نے اسی طرح اسے ذکر کیا ہے لیکن ابن کمال نے ذخیرہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اگر چاند رات مطلع ابر آلود ہو تو بالاتفاق عید جائز ہے، زیلعی میں ہے کہ مشابہ بالحق یہ ہے کہ اگر مطلع ابر آلود ہو تو عید جائز، ورنہ جائز نہیں اھ اس کی تفصیل ردالمحتار اور اس پر ہمارے حواشی میں ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰۸: از افضل گڑھ ضلع بجنور مرسلہ یوسف خاں وغیرہ ۲۶ رمضان ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذا میں کہ چاند شعبان کا اکثر جگہ دیکھا اور بہت سے آدمیوں نے نہیں دیکھا مثلاً قصبہ افضل گڑھ میں تخمیناً پندرہ بیس آدمی اقراری چاند دیکھنے یک شنبہ کے ہیں باقی تمام قصبہ خلاف ہے یعنی باقی نے نہیں دیکھا، اب رمضان شریف میں ابر محیط رہا اُسی بنا پر ۳۰ یوم پُورے کرکے روزہ ہر دو فریق نے رکھا تھوڑے فریق نے ایک یوم پیشتر اور زیادہ فریق نے ایک روز بعد رکھا، اب عید قریب آگئی اگر ابر محیط ہوا تو عید فریق اوّل و دوم کو ایک ساتھ کرنا چاہئے یا علیحدہ علیحدہ پورے روزے کرکے کرنا چاہئے حالانکہ ہر فریق اپنے اپنے روزے پُورے ۳۰ کرے گا، اگر دونوں اتفاق سے عید کرتے ہیں تو ایک فریق کے روزے ۳۰ ہوتے ہیں دوسرے کے ۳۱ ہوتے ہیں، ایسی حالت میں کیا کرنا چاہئے؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر اُس کم فرق میں دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں ثقہ عادل شرعی ہیں جو نہ کسی کبیرہ کے مرتکب ہیں نہ صغیرہ پر مُصر، نہ خفیف الحرکات، اور انہوں نے ہلالِ شعبان شام یکشنبہ کو دیکھ کر وہاں اگر کوئی عالم فقیہ سنی المذہب دین دار ہے اس کے حضور بلفظ اشھد یعنی میں گواہی دیتا ہُوں کہہ کر گواہی دی یا وہاں ایسا کوئی عالم نہ تھا تو مسلمانوں کو اپنی رؤیت کی خبر دی اور وہاں شام یکشنبہ یا تو مطلع صاف نہ تھا یا اور لوگوں نے چاند دیکھنے کی کوشش نہ کی یا کی تو بے وقت کی، یا ان دیکھنے والوں نے جہاں سے دیکھا وہ جگہ بلندی پر یا آبادی سے باہر تھی تو ان صورتوں میں ان

---

[1] ردالمحتار کتاب الصوم مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۰۲-۱۰۳

[2] درمختار " قبیل ما یفسد الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۹

Marfat.com

شرطوں سے یکم شعبان روز دوشنبہ کی ثابت ہوگئی اور اُس کی بنا پر بضرورت چہارشنبہ کا پہلا روزہ ہوا، جنھوں نے نہ رکھا اُس کی قضا رکھیں، پھر پنجشنبہ آئندہ کو رمضان مبارک کے ۳۰ ہو کر بضرورت جمعہ کی عید ہوگی، دونوں فریق بالاتفاق جمعہ کی عید کرینگے، ایک کے ۳۰ روزے ایک کے ۲۹ ہوں گے، ۲۹ والے ایک قضا رکھیں گے، اور اگر اُس فریق میں دو گواہ بھی عادل نہیں یا انھوں نے اُس صفت والے عالم کے سامنے لفظ اشھد بمعنی مذکور شہادت نہ دی، یا مطلع صاف تھا اور عام لوگوں نے وقت پر چاند دیکھنے کی کافی کوشش کی اور نظر نہ آیا اور ان لوگوں میں کوئی خصوصیت مثل بلندی مقام یا بیرون آبادی کی نہ تھی تو ان صورتوں میں دوشنبہ کی یکم شعبان ثابت نہ ہوئی اور یہ بعض کہ دیکھنا بیان کرتے ہیں غلط کہتے ہیں ان کو دھوکا ہُوا (اور نظر واقع سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ اس دن حال ہلال عادۃً قابلِ رؤیت نہ تھا) لہذا شعبان کی ۳۰ چہارشنبہ کو ہوئی، اور یکم ماہ مبارک پنجشنبہ سے ہو کر پنجشنبہ ۲۹ کو اگر ابر رہے جمعہ کی ۳۰ ہوگی اور اس کم فریق کو بھی جائز نہ ہوگا کہ اپنے زعم کی بنا پر جمعہ کی عید کرلے بلکہ ان پر بھی روزہ رکھنا واجب ہوگا عام کے ۳۰ ہوں گے اور ان کے ۳۰ ہی ہوں گے، پہلا روزہ چہارشنبہ کا رمضان میں محسوب نہ ہوگا اگرچہ ان پر اپنی رؤیت عین کے سبب اُس دن بھی روزہ کا حکم تھا، یہ سب اُس صورت میں ہے کہ غرہ رمضان چہارشنبہ کا کسی اور ثبوتِ شرعی سے ثابت نہ ہو جائے ورنہ آپ ہی جمعہ کی عید ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

بقیۃ الاشھر التسعۃ (ای ماعدا رمضان والعیدین) لایقبل فیھا الا شھادۃ رجلین اور جل وامرأتین عدول احرار غیر محدودین کما فی سائر الاحکام، بحر عن شرح الامام الاسبیجابی۔[1]

باقی نو ماہ (یعنی رمضان، عید الفطر اور عید الاضحی کے مہینوں کے علاوہ) میں ایسے دو مرد یا ایک مرد دو خواتین کی گواہی قبول کی جائے گی جو عادل، آزاد اور محدود فی القذف نہ ہوں جیسا کہ بقیہ احکام میں ہوتا ہے، بحر میں شرح امام اسبیجابی سے اسی طرح منقول ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

شرط للفطر مع العلۃ نصاب الشھادۃ و لفظ اشھد ولو کانوا ببلدۃ لاحاکم فیھا صاموا بقول ثقۃ وافطروا باخبار عدلین للضرورۃ[2] (ملخصًا)

عید الفطر کے چاند کے لیے عدالت کے علاوہ نصابِ شہادت اور لفظِ شہادت (یعنی اشھد) کا ہونا بھی ضروری ہے اور وہ ایسا شہر ہو جہاں کوئی حاکم نہ ہو تو ضرورت کے پیش نظر ایک ثقہ کے قول پر لوگ روزہ رکھ لیں اور دو عادل گواہوں کی خبر پر عید الفطر کرلیں (ملخصًا)۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الصوم مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۰۳
[2] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۸

Marfat.com

ردالمحتار میں یہ عبارت مذکور ہے:

وذكر في الامداد انها في الصحو كرمضان والفطر اي فلابد من الجمع العظيم ولم يعزه لاحد لكن قال الخير الرملي الظاهر انه في الاهلة التسعة لا فرق بين الغيم والصحو في قبول الرجلين لفقد العلة الموجبة لاشتراط الجمع الكثير وهي توجه الكل طالبين فلو شهدا في الصحو بهلال شعبان وثبت بشروط الثبوت الشرعي ثبت رمضان بعد ثلثين يوما من شعبان وان كان رمضان في الصحو لا يثبت بخبرهما لان ثبوته حينئذ ضمني[1] اه ما في الشامي اقول فاذا ثبت توجه الكل طالبين تحقق المانع فلا يقبل تفرد البعض ما لم يتفردوا بما يقرب الرؤية لهم دون عامة الناس فكانت شهادتهم مردودة فلا يعملوا بها حتى في انفسهم كما في الدر رأى مكلف هلال رمضان او الفطر ورد قوله بدليل شرعي صام مطلقا وجوبا[2] في رد المحتار وافاد

امداد میں ہے کہ اگر مطلع صاف ہو (تو باقی ماہ بھی) رمضان اور عید الفطر کی طرح ہیں یعنی عظیم جماعت کی گواہی ضروری ہے، مگر انہوں نے اس قول کی نسبت کسی کی طرف نہیں کی لیکن خیر الدین رملی نے کہا کہ ظاہر یہی ہے کہ باقی مہینوں میں چاند کے معاملہ میں دو مردوں کی گواہی کی مقبولیت کے لیے ابر آلود اور غیر ابر آلود میں کوئی فرق نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں وُہ علت ہی مفقود ہے جو جماعت کثیر کیلئے شرط ہے اور وُہ ہے سب کا چاند کو تلاش کرنا۔ پس اگر دو مردوں نے صاف موسم میں شعبان کے چاند کی گواہی دی اور شعبان کے تیس دن مکمل ہونے پر رمضان کا ثبوت ہو جائے گا اگرچہ صاف موسم میں دو شخصوں کی گواہی سے رمضان ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اب اس کا ثبوت ضمنًا ہوگا اھ (شامی کی عبارت ختم ہوئی) اقول تو جب سب کا چاند تلاش کرنا ثابت ہو جائے تو مانع ثبوت ہوگا لہٰذا بعض کی گواہی مقبول نہ ہوگی جب تک یہ بعض، عام لوگوں کے مقابلہ میں چاند کی رؤیت کے قریب (مثلاً بلند جگہ یا آبادی سے باہر) ہونے میں منفرد نہ ہوں پس ان کی شہادت مردود ہوگی اور اس پر عمل نہیں کیا جا سکتا حتی کہ گواہ بھی عمل نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ در میں ہے کسی مکلف نے رمضان اور عید الفطر کا چاند دیکھا لیکن اس کا قول دلیل شرعی کی بنا پر رد کر دیا گیا تو وہ وجوبًا روزہ رکھے۔ ردالمحتار میں ہے خیر رملی نے

[1] ردالمحتار کتاب الصوم مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۰۳

[2] درمختار مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۰

Marfat.com

الخیر الرملی انہ لوکانوا جماعۃ و ردت شھادتھم لعدم تکامل الجمع العظیم فالحکم فیھم کذٰلک۔

کہا اگر چاند ایک جماعت دیکھے لیکن عظیم جماعت نہ ہونے کی بنا پر ان کی گواہی مسترد کر دی گئی تو ان کا حکم بھی یہی ہے (یعنی وہ روزہ رکھیں)۔ (ت)

تنبیہ لوصام رائی ھلال واکمل العدۃ لم یفطر الامع الامام لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صومکم یوم تصومون وفطرکم یوم تفطرون رواہ الترمذی وغیرہ والناس لم یفطروا فی مثل ھذا الیوم فوجب ان لایفطر نھر[1] اھ ھذا ما اخذتہ تفقھا من کلامھم والنزاع واضح کما تری بتوفیق اللہ والعلم بالحق عند ربی وھو تعالٰی اعلم۔

تنبیہ اگر چاند دیکھنے والے نے روزہ رکھا اور تیس روزے مکمل کئے تو اب وہ عید الفطر امام کے ساتھ ہی کرے (نہ کہ اکیلا) کیونکہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے "روزے کا وہ دن ہے جس میں تم روزہ رکھتے ہو اور عید کا وہ دن ہے جس میں تم عید کرتے ہو"۔ اسے ترمذی اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے، اور باقی دیگر لوگ اس دن عید نہیں کر رہے لہٰذا اس شخص پر واجب ہے کہ وہ عید نہ کرے نہر اھ یہ وہ تفصیل ہے جو بندہ نے فقہاء کے کلام سے سمجھی ہے اور اللہ کی توفیق سے اب نزاع بھی واضح ہوگیا جیسا کہ آپ نے پڑھ لیا، اور حق کا علم میرے رب کے پاس ہے، وھو تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰۹ تا ۲۱۲ از سہسرام عربیہ مرسلہ مولوی ظفر الدین صاحب مدرس اوّل ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

(۱) عید یہاں پنجشنبہ کو ہُوئی مگر پھلواری میں سات آدمیوں کی رؤیت کے مطابق حسب الحکم شاہ بدر الدین صاحب چہارشنبہ کی عید ہُوئی اس کے بارے میں انھوں نے مجھے خط لکھا پھر جب میں بانکی پور گیا تو بطور استفاضہ خبر مجھے پھلواری میں سات آدمیوں کا چاند دیکھنا اور شاہ صاحب کا حکم دینا معلوم ہوا تو جب عید چہارشنبہ کی ہُوئی تو ذیقعدہ و ذی الحجہ دونوں مہینوں کے چاند تیس ہی کے مانے جائیں جب بھی سہ شنبہ کو ذی الحجہ ہوتی ہے مگر اس طریقہ پر ثبوت یہاں سوائے میرے کسی کو نہیں، تو آیا میرے فتوٰی دینے سے یہاں کے لوگوں کو نماز پڑھنا جائز ہوگا یا خود اسی شہر میں وہ خبر بطور استفاضہ آنے کی ضرورت ہے۔

(۲) یوم صومکم یوم نحرکم یہ کیسی حدیث ہے اور کس کتاب میں ہے اور کس موقع پر حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا تھا، یہاں بالاتفاق روزِ شنبہ کو عید ہُوئی مگر یہاں کے کسی شخص نے نہ عید کا

---

[1] ردالمحتار کتاب الصوم مصطفی البابی مصر ۲/ ۹۸

چاند دیکھا نہ ذی قعدہ کا، صرف میرے فتوٰی وحکم کے مطابق ایسا ہوا، میں نے اپنی تسلّی کے لیے یہ سوالات کیے ہیں، شامی، قاضیخان، سراجیہ، بحرالرائق، عالمگیری، فتح القدیر، کافی میں ثبوت نہیں ملا، اس لیے حضور کو تکلیف دی۔

(۳) آج کل کے علماء قاضی کے حکم میں ہوں گے یا نہیں؟ اور اس کے لیے کیا کیا شرط ہے؟ یا تمام عالم جس نے درسی کتابیں پڑھ لی ہوں اور درس یا وعظ میں مشغول ہو۔

(۴) نماز عیدالاضحٰی کے لیے لوگوں کا چاند دیکھنا یا دوسری جگہ کی رؤیت بطریق موجب ثابت ہونا بایں معنی ضرور ہے کہ جب تک نہ ہوگا اُن لوگوں پر نماز واجب نہ ہوگی یا باوجود رؤیت عامہ بلاد اگر کسی جگہ کے لوگ بوجہ ابر خود نہ دیکھ سکے، نہ دس دن کے اندر کہیں سے کچھ معلومات یقینی بہم پہنچا سکے، حالانکہ جس وقت لوگ اس غفلت سے بیدار ہوئے تو اس کا موقع تھا کہ طریق موجب کے ذریعہ ثبوت حاصل کرسکتے تھے، مگر ایسا نہ کیا اور باوجود ان سب باتوں کے پھر نماز عیدالاضحٰی اُس دن جو ہر جگہ ۱۰ ذی الحجہ تھی اور اُن کے حساب سے ۹ تھی یہ نماز ہوگی یا نہیں؟ اور قربانی جو کی گئی وہ ٹھیک ہوئی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) یہ گواہی کہ فلاں شہر والوں نے چاند دیکھا مقبول نہیں اگرچہ شاہد ایک جماعت ہو کہ یہ نہ شہادۃ علی الرؤیۃ نہ شہادت علی الشہادت۔ فتح القدیر و بحرالرائق و عالمگیریہ وغیرہا میں ہے:

لو شهد جماعة ان اهل بلدة كذا رأوا هلال رمضان قبلكم بيوم فصاموا وهذا اليوم ثلثون بحسابهم ولم يرهؤلاء الهلال لايباح فطر غد ولا ترك التراويح فى هذه الليلة لانهم لم يشهدوا بالرؤية ولا على شهادة غيرهم وانما حكوا رؤية غيرهم۔[1]	اگر لوگوں کی جماعت نے گواہی دی کہ فلاں اہلِ شہر نے تم سے ایک دن پہلے رمضان کا چاند دیکھا اور انھوں نے روزہ رکھا اور اُن کے حساب سے تیسواں دن ہے لیکن ان لوگوں نے چاند نہیں دیکھا تو آئندہ کل وہ عید نہ کریں اور نہ ہی اس رات کی تراویح ترک کریں کیونکہ اس جماعت نے نہ تو چاند دیکھنے پر گواہی دی اور نہ دوسروں کی شہادت پر گواہی دی، انھوں نے صرف دوسروں کی رؤیت کی حکایت کی ہے۔ (ت)

استفاضہ کے بعد تحقیق معتبر ہے خاص اس شہر کا جہاں حاکم شرعی ہو کہ اب یہ شہادۃ علی الحکم ہوگی، تنبیہ الغافل والوسنان میں ہے:

لما كانت الاستفاضة بمنزلة الخبر المتواتر و	جب شہرت، خبر متواتر کے درجہ پر ہو اور شہرت سے یہ

[1] فتح القدیر فصل فی رؤیۃ الہلال مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۲۴۳
فتاوٰی عالمگیری الباب الثانی فی رؤیۃ الہلال نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۹۹
بحرالرائق کتاب الصوم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۷۰

Marfat.com

وقد ثبت بها ان اهل تلك البلدة صاموا يوم كذا لزم العمل بها لان المراد بها بلدة فيها حاكم شرعی[1]

ثابت ہو جائے کہ فلاں اہلِ شہر نے فلاں دن روزہ رکھا ہے تو اس پر عمل لازم ہوگا کیونکہ اس سے مراد وہی شہر ہے جس میں کوئی نہ کوئی حاکمِ شرعی ہوگا (یعنی حاکم کے فیصلہ کے بعد ہی وہاں عمل ہوا) ۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

فكانت تلك الاستفاضة بمعنى نقل الحكم المذكور[2]

وہ شہرت بمعنی حکم مذکور کے منقول ہونے کے ہے ۔ (ت)

حاکمِ شرعی سلطانِ اسلام یا قاضی مولی من قبلہ ہے یا امورِ فقہ میں فقیہ بصیر افقہ بلد، نہ آج کل کے عام مولوی ۔ یہی جوابِ سوال نمبر ۳ ہے ۔ آج کل درسی کتابیں پڑھنے پڑھانے سے آدمی فقہ کے دروازے میں بھی داخل نہیں ہوتا نہ کہ واعظ جسے سوائے طلاقت لسان کوئی لیاقت جہاں درکار نہیں خصوصاً جبکہ خاص مسائل رؤیتِ ہلال ہیں جمیع ائمہ سے تفرد ہو ۔ والمسئلة فی الحديقة الندية عن فتاوى الامام العتابی (اس مسئلہ کی پوری تفصیل حدیقہ ندیہ میں فتاوٰی امام عتابی سے منقول ہے ۔ ت)

(۲) مولٰی علی نے فرمایا بلکہ مولٰی علی نے فرمایا کرم اللہ وجہہ ، یہ اثر کسی کتابِ حدیث سے نظر میں نہیں، فقہا نے ذکر کیا اور ساتھ ہی فرما دیا کہ یہ اُسی عام (سال) کو تھا نہ عام کو، یعنی اسی سال کے لئے تھا اور سالوں کے لیے نہیں ۔ فتاوٰی کبرٰی وخزانۃ المفتین میں ہے :

مايروى ان يوم نحركم يوم صومكم كان وقع ذلك العام بعينه دون الابد[3]

یہ جو مروی ہے کہ تمہاری قربانی کا دن ہی تمہارے روزے کا دن ہے ۔ یہ صرف اسی ایک معین سال کا معاملہ تھا دائمی نہیں ۔ (ت)

وجیز کردری میں ہے :

ما نقل عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ ان یوم اول الصوم یوم النحر لیس بتشریع کلی

جو حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول ہے کہ روزے کا پہلا دن ہی قربانی کا دن ہے، یہ ضابطہ شرعی کا

---

[1] تنبیہ الغافل والوسنان رسالہ من رسائل ابن عابدین رسالہ ۹ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۲۵۲
[2] ردالمحتار کتاب الصوم مصطفی البابی مصر ۲/۱۰۲
[3] خزانۃ المفتین کتاب الصوم قلمی نسخہ ۱/۶۰

Marfat.com

بل اخبار عن اتفاق فی هذہ السنۃ۔[1] | بیان نہیں بلکہ اسی سال اتفاقی معاملہ کے بارے میں اطلاع ہے۔ (ت)

(۴) تحقیق میں تقصیر سے الزام نہ ہُوا مگر بے تحقیق محض افواہ پر عید و قربانی صحیح نہ ہُوئی اگرچہ واقع میں دہم میں ہو کہ جس طرح صحتِ نماز کے لیے دخولِ وقت شرط ہے یونہی اعتقادِ دخول بھی۔ اگر اسے شک ہے کہ ثبوت نہیں اور جزافاً نماز پڑھ لی نماز فاسد ہُوئی اگرچہ وقت حقیقۃً ہو گیا ہو یونہی نمازِ عید بھی کہ ہر مفسدِ صلوات خمس مفسدِ عیدین بھی ہے۔

امداد الفتاح و مراقی الفلاح و ردالمحتار میں ہے:

یشترط اعتقاد دخوله لتکون عبادته بنیة جازمة لان الشك لیس بجازم حتی لو صلی وعنده ان الوقت لم یدخل فظهر انه کان قد دخل لا تجزیه۔[2]

نماز کے لیے دخولِ وقت کا اعتقاد بھی شرط ہے تاکہ نیّتِ جازمہ کے ساتھ عبادت ادا ہو کیونکہ شک سے جزم پیدا نہیں ہوتا حتی کہ اگر کسی نے یہ خیال کرتے ہوئے نماز پڑھی کہ ابھی وقت داخل نہیں ہُوا اور بعد میں پتا چلا کہ وقت داخل ہو چکا تھا تو اس صورت میں اس کی نماز کافی نہ ہو گی (ت)

ردالمحتار میں امداد کے لفظ یہ ہیں:

وکذا یشترط اعتقاد دخوله فلو شك لم تصح صلوته وان ظهر انه قد دخل۔[3]

اسی طرح دخولِ وقت کا اعتقاد بھی شرط ہے پس اگر نمازی کو وقت کے بارے میں شک تھا تو اس کی نماز نہ ہو گی اگرچہ بعد کو پتا چلے کہ وقت داخل ہو چکا تھا۔ (ت)

بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

کل ما یفسد سائر الصلوات و ما یفسد الجمعۃ یفسد صلوۃ العیدین۔[4]

ہر وہ شئی جو باقی نمازوں اور نمازِ جمعہ کو فاسد کرتی ہے وُہ نمازِ عیدین کو بھی فاسد کرتی ہے (ت)

اور جب نماز نہ ہُوئی قربانی بھی نہ ہُوئی کہ شہر میں تقدمِ صلوٰۃ صحتِ اضحیہ ہے والا فهو لحم

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علی حاشیۃ فتاوٰی ہندیہ الاوّل فی الشہادۃ من کتاب الصوم نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۹۶
[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب شروط الصلوٰۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۱۷
[3] ردالمحتار 〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۶۹
[4] بدائع الصنائع فصل فی بیان ما یفسدھا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۷۹

Marfat.com

قدمه لاھلہ کما نص علیہ حدیثا وفقھا (ورنہ وہ گوشت ہے جو اس نے اپنے اہل کے لیے عید سے پہلے تیار کیا جیسا کہ اس پر حدیث وفقہ میں تصریح ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱۳ از بریلی مسئولہ ابن سید صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں شام پنجشنبہ کو ابر محیط تھا رؤیت نہ ہوئی مگر دوسرے دن چاند کو قدرے بڑا دیکھ کر بعض لوگوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید کل کا ہو جنتری میں اگرچہ عید اتوار کی لکھی مگر ساتھ ہی رؤیت کو مشکوک لکھ دیا ہے ایسی صورت میں شرعاً عید دوشنبہ کی ہونا چاہیے یا اتوار کی، اگر عید و قربانی اتوار کو کرلیں تو درست ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

شرع مطہر میں رؤیت کا اعتبار ہے (کہ خود دیکھا جائے یا دوسرے شہر کی رؤیت پر شرعی شہادتیں گزریں) حدیث میں فرمایا: ان اللہ امدہ لرؤیتہ[1] (اللہ تعالٰی نے اس کا مدار رؤیت پر رکھا ہے۔ت) خط یا تار یا عقلی قیاسوں یا دوسرے شہر کی حکایتوں کا شرع میں اصلاً اعتبار نہیں مثلاً کچھ لوگ آئے اور بیان کیا کہ وہاں فلاں دن کی عید ہے یا وہاں رؤیت ہوئی اس پر اصلاً لحاظ نہیں جب تک گواہان عادل شرعی خود اپنا دیکھنا نہ بیان کریں، درمختار میں ہے:

لالو شھدوا برؤیۃ غیرھم لانہ حکایۃ[2] اس صورت میں ثبوت نہیں ہوگا اگر گواہوں نے غیروں کی رؤیت پر گواہی دی ہو کیونکہ یہ حکایت ہے (ت)

جنتریوں کا مشکوک لکھنا تو آپ ہی مشکوک ومہمل ہے اگر وہ یقینی بھی لکھیں تو بھی شرع میں اس پر اعتبار نہیں، درمختار میں ہے:

لاعبرۃ بقول الموقتین ولوعدولا علی المذھب[3] صحیح مذہب کے مطابق نجومیوں کے قول کا اعتبار نہیں اگرچہ وہ عادل ہوں۔(ت)

چاند کے بڑے ہونے پر بھی لحاظ ناجائز ہے، حدیث میں فرمایا:

اقتراب الساعۃ انتفاخ الاھلۃ[4] - رواہ قرب قیامت (کی نشانیوں) میں سے ہے کہ چاند

---

[1] سنن الدارقطنی کتاب الصیام نشر السنۃ ملتان ۲/۱۶۳

[2] درمختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۹

[3] ” ” ” ۱/۱۴۸

[4] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۱۰۴۵۱ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۰/۲۴۴

Marfat.com

الطبرانی فی الکبیر عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بڑا نظر آئے گا۔ اسے طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

دوسری حدیث میں ہے:

من اقتراب الساعۃ ان یری الھلال قبلا فیقال ھو للیلتین[1]۔ رواہ فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

قربِ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ چاند واضح ہوگا تو کہا جائے گا کہ دوسری رات کا ہے۔ اسے طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے (ت)

دونوں حدیثوں کا حاصل یہ کہ قربِ قیامت کی یہ بھی ایک علامت ہے کہ ہلال پھُولا ہُوا نکلے، لوگ کہیں کل کا ہے، پس ایسی صورت میں اتوار کی عید اور قربانی بالکل باطل اور خلافِ شرع ہے۔ عید کوئی دنیوی تقریب نہیں حکمِ الٰہی ہے، جب مطابقِ شرع نہ ہو محض بیکار بلکہ گناہ ہے، بالفرض اگر چاند پنجشنبہ ہی کو ہوگیا ہے جب بھی دوشنبہ کو نماز و قربانی بلاشبہ صحیح ہے اور جمعہ کو ہوا تو یکشنبہ کو نماز و قربانی محض باطل، تو ایسے امر میں پڑنا شرع اور عقل دونوں کے خلاف ہے، مسلمان بھائیوں کو چاہئے کہ شرع کے کام شرع کے طور پر کریں اپنے خیالات کو دخل نہ دیں۔ وباللہ التوفیق، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۴: مسئولہ محمد امین خاں تاجر سبز منڈی شاہجہانپور ۲۰ رجب ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہلالِ رمضان مبارک، یا عیدین اگر دس یا پانچ آدمیوں مسلمانوں نے مشاہدہ کیا اور کل ناقصان شرعی ہیں کوئی محلوق اللحیہ ہے کوئی قصر اللحیہ، کوئی ستر کشادہ رکھتا ہے کسی کی عورت بلا حجاب پیش اجانب جاتی ہے، کوئی سُود لیتا ہے کوئی کذب وغیبت میں مبتلا رہتا ہے، کوئی اور منہیات میں۔ لیکن وہ سب معاملات میں ایسے ثقہ ہیں کہ مفتی کو ان کی شہادت پر یقین تام ہوتا ہے کہ اس امر خاص یعنی شہادت مسلمان میں یہ لوگ کاذب نہیں اور کوئی متقی اس شہادت میں اُن کا شریک نہیں کہ متقی پرہیزگار شہر میں بہت کمیاب ہیں، یا دیہات میں ایسا اتفاق ہو کہ وہاں ایسے لوگ زیادہ ہوتے ہیں اور متقی پرہیزگار شاذ و نادر، اس صورت میں روزہ رمضان شریف کا فرض ہوگا یا نہیں؟ اور نمازِ عید درست ہوگی یا نہیں؟ اور مفتی کو ایسے لوگوں کی شہادت باوجود یقین اہلِ شہر پر فرضیتِ صوم کا حکم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر روزہ نہ رکھے تو آثم ہے یا نہیں؟ اور اگر رکھ کر توڑ ڈالے تو اس پر کفارہ واجب ہے یا نہیں؟

---

[1] کنز العمال بحوالہ طبرانی اوسط حدیث ۳۸۴۷۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴/ ۲۲۰

Marfat.com

الجواب

صحیح یہ ہے کہ مسلمان اگرچہ فاسق ہو اہلِ شہادت ہے مگر اُس کی شہادت قبول کرنی ناجائز ہے ماسوا اُس حالت کے کہ اُس کے بارے میں کہ حاکم کو تحرّی صدق ہو کہ یہ بھی تبین میں داخل ہے۔

کما قال تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا ان جاء کم فاسق بنبأ فتبینوا ان تصیبوا قوما بجھالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم نٰدمین۔[1]

جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو کہ کہیں کسی قوم کو بے جانے ایذا نہ دے بیٹھو، پھر اپنے کیے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔ (ت)

جب مفتی اہلِ فتوٰی کو ان کے بارے میں تحرّی صدق ہو تو اُس کا حکم حجتِ شرعیہ ہے، رمضان و فطر واجب ہو جائیں گے اور اس کے حکم کے بعد عوام میں کسی کو خلاف کی گنجائش نہ ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۵: از ریاست فریدکوٹ ضلع فیروزپور مسئولہ منشی سید محمد علی فورمین ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں حضور فیض گنجور اعلٰحضرت تاج العلوم الشرعیہ اس معاملہ میں کہ اخبار دبدبۂ سکندری سے معلوم ہُوا کہ ملک آسام میں رؤیت ہلال سہ شنبہ کو ہو کر چہارشنبہ کو پہلا روزہ ہُوا، یہاں پنجاب اور عموماً اکثر حصّہ ملک ہندوستان و مارواڑ میں چہارشنبہ کو رؤیت جمعرات کا پہلا روزہ ہُوا اب اس صورت میں ہمارے واسطے کیا حکم ہے، کیا ہم پر اُس روزہ کی قضاء لازم آئے گی؟ اور کس قدر فاصلہ تک رؤیت ہلال کا ایک حکم مانا جاسکتا ہے؟ اگر ۲۹ رمضان المبارک کو جو رؤیت ملک آسام کے حساب سے ۳۰ ہو جائے گی چاند نہ دیکھے یا گرد و غبار کی وجہ سے نہ دیکھا جاسکے تو یہاں پُورے تیس روزے کیے جائیں یا ملک آسام کی تحقیق تصدیق پر عید کرلی جائے، یہ بھی واضح خیالِ انور رہے کہ یہاں رؤیتِ رمضان پر کوئی غبار یا ابر نہیں تھا مطلع کُھلا ہوا تھا چاند کوشش سے بھی نظر نہیں آیا۔ اس حکم سے جلد اطلاع فرمائیے کہ رمضان المبارک کا وقفہ کم رہ چکا ہے۔

الجواب

ہمارے ائمہ کے مذہب صحیح معتمد میں در بارۂ ہلال رمضان و عید فاصلہ بلاد کا اصلاً اعتبار نہیں مشرق کی رؤیت مغرب والوں پر حجت ہے و بالعکس، ہاں دوسری جگہ کی رؤیت کا ثبوت بروجہ صحیح شرعی ہونا چاہئے، خط یا تار یا تحریرِ اخبار، افواہِ بازار یا حکایت امصار محض بے اعتبار، بلکہ شہادتِ شرعیہ یا استفاضۂ شرعیہ درکار، درمختار میں ہے:

---

[1] القرآن ۴۹/۶

Marfat.com

اختلاف المطالع غیر معتبر علی المذھب و علیہ الفتوی فیلزم اھل المشرق برؤیۃ اھل المغرب اذا ثبت عندھم رؤیۃ اولئک بطریق موجب کما مر[1]۔

صحیح مذہب کے مطابق مطالع کا اختلاف معتبر نہیں، اور فتوٰی اسی پر ہے، تو اہلِ مغرب کی رؤیت کی بناء پر اہلِ مشرق پر روزہ لازم ہوگا بشرطیکہ ان کی رؤیت بطریقِ شرعی ان تک پہنچے جیسا کہ گزر چکا ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ بطریق موجب کان یتحمل اثنان الشھادۃ اویشھدا علی حکم القاضی اویستفیض الخبر بخلاف ما اذا اخبران اھل بلدۃ کذا رأوہ لانہ حکایۃ ح[2]۔

قولہ "بطریق موجب" سے مراد یہ ہے کہ دو مرد شہادت پر گواہی دیں یا قاضی کے فیصلہ پر گواہی دیں یا خبر مشہور ہوجائے بخلاف اس صورت کے کہ جب یہ خبر دیں کہ فلاں اہلِ شہر نے چاند دیکھا ہے کیونکہ یہ حکایت ہے، ح۔ (ت)

اسی میں ہے:

قال الرحمتی معنی الاستفاضۃ ان تاتی من تلک البلدۃ جماعات متعددون کل منھم یخبر عن اھل تلک البلدۃ انھم صاموا عن رؤیۃ[3] الخ۔

شیخ رحمتی نے فرمایا، شہرت کا مفہوم یہ ہے کہ اس شہر سے متعدد جماعتیں آئیں اور ہر ایک یہ اطلاع دے کہ اس شہر کے لوگوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے الخ (ت)

پس صورتِ مستفسرہ میں ہم کو نہ خبرِ آسام پر عمل جائز نہ خبرِ حیدرآباد، بلکہ جب تک ثبوت شرعی نہ ہو پنجشنبہ ہی کی پہلی ہے، اور اگر آئندہ پنجشنبہ کو خدانخواستہ ابر یا غبار ہوا اور رؤیت نہ ہو تو حرام ہے کہ اس پنجشنبہ کو ۳۰ مان کر جمعہ کی عید کرلیں بلکہ اُس صورت میں ہم پر جمعہ کا روزہ بھی فرض ہوگا اگرچہ قواعدِ علم ہیأت سے جمعہ آئندہ یکم شوال ہے اور جبکہ ہمیں سہ شنبہ کی رؤیت ثابت ہی نہ ہوئی تو جس نے چہارشنبہ کو بہ نیتِ نفل بھی روزہ نہ رکھا اُس پر بھی اُس روزہ کی قضا نہیں کہ ہمارے حق میں یکم پنجشنبہ کو تھی۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] درمختار | کتاب الصوم | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۴۹
[2] ردالمحتار | " | مصطفی البابی مصر | ۲/۱۰۵
[3] " | " | " | ۲/۱۰۲

Marfat.com

اَلبُدُوْرُ الْاَجِلَّۃِ فِیْ اُمُوْرِ الْاَہِلَّۃِ

مع شرح

نُوْرُ الْاَدِلَّۃِ لِلْبُدُوْرِ الْاَجِلَّۃِ

مع حاشیہ

رَفْعُ الْعِلَّۃِ عَنْ نُوْرِ الْاَدِلَّۃِ

(رؤیتِ ہلال کے تفصیلی احکام)

مسئلہ ۲۱۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ ربّ محمد صلے علیہ وسلّما

(مٓ)[1] **فصل اوّل**: رؤیتِ ہلال کے حکم اور اس کے متعلق مسائل وفوائد میں پندرہ ہلال پر مشتمل۔

ہلال **۱**: ۲۹ شعبان کو غروبِ آفتاب کے بعد ہلالِ رمضان کی تلاش فرض کفایہ ہے۔

---

[1] قوسین کے اندر م، ش، ح سے بالترتیب متن، شرح اور حاشیہ مراد ہے۔

Marfat.com

(ش) ۱ : فرض کفایہ، یعنی سب ترک کریں تو سب گناہگار، اور بعض بقدر کفایت[عـ۵] کریں تو سب پر سے اُتر جائے، اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ شاید شعبان ۲۹ کا ہو جائے تو کل سے رمضان ہے۔ اگر چاند کا خیال نہ کیا تو عجب نہیں کہ ہو جائے اور یہ بے خبر رہیں، تو کل شعبان سمجھ کر ناحق رمضان کا روزہ جائے۔

یجب کفایۃ التماس الھلال لیلۃ الثلثین من شعبان لانہ قد یکون ناقصا[۱] (مراقی الفلاح) الظاھر منہ الافتراض لانہ یتوصل بہ الی الفرض[۲] (ط ط) (حاشیۃ العلامۃ الطحطاوی علیھا)

شعبان کی تیسویں رات چاند کا تلاش کرنا وجوب کنایہ ہے کیونکہ بعض اوقات وہ ناقص ہوتا ہے (مراقی الفلاح) (ت) اس سے ظاہر یہی ہے کہ یہ فرض ہے کیونکہ فرض تک پہنچنے کا یہ وسیلہ ہے (ط ط)

عـ۵ حاشیہ رفع العلۃ عن نور الادلۃ: قلت بقدر کفایت، فقیر نے یہ لفظ اس لیے زاید کر دیا کہ اگر التماس ہلال ایسے شخص نے کیا جس کا بیان عند الشرع مقبول نہ ہو تو اُس کا التماس کرنا نہ کرنا یکساں ہوا اور مقصود شرع کہ اُس کے ایجاب سے تھا یعنی ثبوتِ ہلال، وہ حاصل نہ ہُوا۔ مثلاً صفائے مطلع کی حالت میں صرف ایک آدمی نے تلاش کیا یا ہلالِ عیدین میں فقط عورتوں یا غلاموں نے تلاش کی، وعلٰی ہذا القیاس انما زدتہ تفقھاً فلیحرر۔

(م) ۲ یوں ہی ۲۹ رمضان کو ہلال عید کی۔

(ش) ۲ اگر چاند ہو گیا اور نہ دیکھا تو نادانستہ عید کے دن روزۂ حرام میں مبتلا ہوں گے،

کذا یجب التماس ھلال شوال فی غیوب التاسع والعشرین من رمضان[۳] (ط ط)

اسی طرح شوال کا چاند انتیسویں رمضان کی شام کو دیکھنا بھی واجب ہے (ط ط) (ت)

(م) ۳ ۲۹ ذیقعدہ کو ہلال ذی الحجہ کی تلاش بھی ضروری ہے۔

(ش) ۳ اقول یہ یوں ضروری ہوا کہ حج و نماز عید و قربانی و تکبیراتِ تشریق کے اوقات جاننے اسی پر موقوف ہیں، تو اس کی تلاش عام لوگوں پر واجب کفایہ ہونی چاہئے اور اہلِ موسم پر فرضِ کفایہ کہ وہاں بے خیالی میں چاند ۲۹ کا ہو گیا اور بنا رکھا ۳۰ کا، تو وقوفِ عرفہ کہ حج کا فرضِ اعظم و رُکن اکبر ہے، اپنے وقت سے باہر یوم النحر میں واقع ہوگا اور عام لوگوں کو کسی فرض میں خلل کا اندیشہ نہیں، پر واجبات میں دقت آئے گی، مثلاً کسی ضرورت سے نمازِ عید کی تاخیر بارھویں تک چاہی تو یہ جسے بارھویں سمجھے ہیں وہ تیرھویں ہے۔ اور ایامِ نماز کہ ایامِ نحر تھے گزر چکے، نماز بے وقت ہوئی،

---

[۱] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فیما یثبت بہ الھلال نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۳۵۴
[۲] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح 〃 〃 〃 〃
[۳] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

Marfat.com

بہت لوگ بارھویں کو قربانی کرتے ہیں، ان کی قربانیاں بے وقت ہونگی، عرفہ کی صبح سے ہر نماز کے بعد تکبیر واجب ہوتی ہے، واقع میں جو عرفہ ہے یہ اُسے آٹھویں جان کر تکبیریں نہ کہیں گے۔

وکما ان مایتوصل بہ الی الفرض فرض فکذا ان ما یتوصل بہ الی الواجب واجب فصح الافتراض علی اھل الموسم والوجوب علی غیرھم ھذا کلہ ماذکرتہ تفقھا وارجو ان یکون صوابا ان شاء اللہ تعالٰی۔

جیسا کہ فرض تک پہنچانے والی چیز فرض ہوتی ہے اسی طرح واجب تک پہنچانے والی چیز واجب ہوتی ہے تو اہلِ موسم پر کوشش کرنا فرض اور دوسروں پر واجب ہے، تمام جو میں نے بیان کیا یہ بطور تفقہ ہے اور امید ہے کہ یہ ان شاء اللہ تعالٰی صواب ہوگا۔ (ت)

(م) ۴ ۲۹ رجب کو ہلالِ شعبان، ۲۹ شوال کو ہلالِ ذیقعدہ کی بھی تلاش کریں۔

(ش) ۴ ہلالِ شعبان کی تلاش کا حکم خود حدیث[1] میں ہے، حکمت اس میں یہ ہے کہ جب رمضان کا چاند بوجہ ابر نظر نہیں آتا تو حکم ہے کہ شعبان کی گنتی تیس پوری کرلیں۔ جب شعبان کا چاند بہ تحقیق نہ معلوم ہوگا تو اس کی گنتی پر کیا یقین ہوسکے گا۔

یُوں ہی اگر ذی الحجہ کا چاند نظر نہ آئے تو ذیقعدہ کی گنتی تیس رکھیں گے، اور وہی بات یہاں پیش آئے گی،

کذا ینبغی ان یلتمسوا ھلال شعبان ایضا فی حق اتمام العدد[1] (ع) (فتاوی عالمگیریۃ) عن السراج الوھاج، قلت وزدت[2] علیہ ھلال ذی القعدۃ تفقھا۔

یُوں ہی اتمام تعداد کے لیے شعبان کے چاند کا تلاش کرنا بھی ضروری ہے (ع) یہ فتاوٰی عالمگیری میں سراج وہاج سے ہے، بندہ اس پر بطور استخراج اضافہ کرتا ہے کہ ذی القعدہ کے چاند کا بھی تلاش کرنا ضروری ہے۔ (ت)

---

[1] قلت خود حدیث میں ہے:

اخرج الترمذی فی الجامع والحاکم فی المستدرک عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احصوا ھلال شعبان لرمضان[2] ۱۲ (م)

ترمذی نے جامع میں اور حاکم نے مستدرک میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان کے لیے شعبان کے چاند کو شمار کرو ۱۲ (م)

[2] قلت وزدت علیہ ھلال ذی القعدۃ

قلت اس پر میں نے بطور استنباط ذوالقعدہ کے چاند

(باقی اگلے صفحے پر)

---

[1] الفتاوی الھندیۃ الباب الثانی فی رؤیۃ الھلال دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۹۷

[2] جامع الترمذی باب ما جاء فی احصاء ہلال نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۱۲۳

Marfat.com

تنبیہ : لوگ تین قسم ہیں: (۱) عادل (۲) مستور (۳) فاسق
عادل وہ جو مرتکب کبیرہ[۱] یا خفیف الحرکات[۲] نہ ہو۔
اور مستور پوشیدہ حال جس کی کوئی بات مسقطِ شہادت معلوم نہیں۔
اور فاسق جو ظاہر الفعال ہے۔

عادل کی گواہی ہر جگہ مقبول ہے اور مستور کی ہلالِ رمضان میں، اور فاسق کی کہیں نہیں۔ پر بعض روایات کے بعض الفاظ بظاہر اس طرف جاتے ہیں کہ رمضان میں فاسق کی شہادت بھی سُن لیں۔ ممکن ہے کہ اُس شہر کا حاکم شرع یہی خیال رکھتا ہو، اگرچہ محققین نے اِسے رد کر دیا۔ تو جس فاسق کو معلوم ہو کہ یہاں کے حاکم کا یہ مسلک ہے اس پر بیشک گواہی دینی واجب ہوگی ورنہ نہیں، اور رمضان میں جبکہ عادل و مستور کا ایک حکم ہے، تو اس وجوب میں بھی یکساں رہیں گے۔ رہا عادل، جب وہ دائم المقبول ہے تو اُس پر وجوب بھی مطلقاً ہے یعنی رمضان ہو خواہ عید الفطر خواہ عید الاضحٰی،

یلزم العدل ان یشھد عند الحاکم فی لیلۃ رؤیتہ کیلا یصبحوا مفطرین[۱] وھی من فروض العین واما الفاسق ان علم ان الحاکم یمیل الی قول الطحاوی و یقبل قولہ یجب علیہ ، واما

عادل پر لازم ہے کہ اس نے جس رات چاند دیکھا ہے اسی رات حاکم کے پاس گواہی دے تاکہ لوگ صبح کو بے روزہ نہ اُٹھیں، اور یہ گواہی فرض عین ہے، اور فاسق اگر جانتا ہے کہ حاکم کا میلان طحاوی کے قول کی طرف ہے اور اس کا قول قبول کر لیتا ہے تو اس پر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تفقھا ھذا والذی قبلہ فی ھلال ذی الحجۃ لیس ما ینکر فان امثال ذلك تلتحق علی وجہ دلالۃ النص وھو مما یشترك فیہ الفقہاء والعوام کما نص علیہ العلامۃ ط وغیرہ ۱۲ (م)

کا اضافہ کیا ہے یہ اور اس سے پہلے ذوالحج کے چاند میں تفکر کی ضرورت نہیں کیونکہ اس طرح کے معاملات بطور دلالۃ النص ملحق ہو جاتے ہیں اور اس میں فقہا اور عوام دونوں مشترک ہیں جیسا کہ اس پر علامہ طحطاوی وغیرہ نے تصریح کی ہے ۱۲ (ت)

[۱] قلت مرتکب کبیرہ نہ ہو اقول ارتکاب کبیرہ میں اصرار صغیرہ بھی آگیا کہ صغیرہ اصرار سے کبیرہ ہو جاتا ہے اما قول العلماء ھو ترک الکبائر والاصرار علی الصغائر الخ فاراد و الایضاح لا التتمیم کما لا یخفی (رہا علماء کا یہ قول کہ کبائر کا ترک اور صغائر پر اصرار الخ تو اس سے مراد وضاحت ہے نہ کہ تکمیل تعریف، جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت)

[۲] قلت خفیف الحرکات نہ ہو جیسے بازار میں کھاتے پھرنا یا شارع عام چلنے پر راہ میں پیشاب کو بیٹھنا ۱۲ (م)

---

[۱] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فیما یثبت بہ الہلال نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۵۸

Marfat.com

المستور ففیه شبهة الروایتین[1] (ش عن الحلوانی) اقول واذ قد تقرر قبول المستور کما سیأتی فارتفع النزاع وقد افاد بمفهوم الشرح ان الفاسق لایجب علیه ان لم یعلم ذلك وھو الذی افاد (د ر) عن البزازی و نبه علیه (ش)۔

رہا مستور الحال شخص بھی گواہی دینا واجب ہے۔ تو اس کے بارے میں دو روایات کا شبہ ہے (ش عن الحلوانی) اقول جب مستور کے قول کا مقبول ہونا ثابت ہے جیسا کہ عنقریب آرہا ہے تو نزاع ختم ہوگیا اور مفہوم شرح سے یہ واضح ہوا ہے کہ اگر فاسق اس معاملہ کو نہ جانتا ہو تو اس پر گواہی لازم نہیں، یہ وہ ہے جو (در) نے (بزازی) سے افادہ کی اور اس پر تنبیہ کی (شامی) نے۔ (ت)

پھر وجوب کا سبب یہ ہے کہ اگر دیکھنے والے نے اسی شب گواہی نہ دی تو ہلال رمضان میں صبح کو لوگ بے روزہ اٹھیں گے اور ہلالِ فطر میں روزہ دار۔ اور یہ دونوں ناروا جس کا الزام گواہی نہ دینے والے پر ہوگا۔

فان تاخیر الحجة عن وقت الحاجة اثم، و قد قال تعالٰی ولا تکتموا الشھادة ط و من یکتمھا فانه اٰثم قلبه[2]۔

کیونکہ ضرورتِ وقت سے گواہی میں تاخیر گناہ ہے، اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے: گواہی کو مت چھپاؤ اور جو گواہی چھپائے گا تو اندر سے اس کا دل گنہگار ہے۔ (ت)

اقول مگر ہلال ذی الحجہ میں آٹھویں تک کوئی حاجت ایسی نہیں جو بوجہ تاخیر خلل پذیر ہو۔ بس یوں معلوم ہوجانا چاہیے کہ فجر عرفہ سے لوگ تکبیر میں مشغول ہوں اور حجاج سامان وقوف کریں،

فان اخر الٰی ھذا فلا یؤخر وقت الحاجة ط انما کان الاثم به فلیکن التاخیر الٰی ھنا سابعًا ھذا ما قلته تفقھا فلیحرر۔

پس اگر یہاں تک مؤخر کرتا ہے تو کوئی حرج نہیں لیکن وقتِ حاجت سے مؤخر نہ کرے، ط۔ کیونکہ اس سے گنہگار ہوگا تو یہاں تاخیر سات ذوالحجہ تک ہوسکتی ہے۔ یہ بندہ نے بطور استخراج کہا ہے، اسے محفوظ کیجئے۔ (ت)

(م ۵) ہلال دیکھنے والے عادل پر مطلقًا اور مستور پر رمضان میں، اور فاسق پر جب سمجھے کہ حاکم میری گواہی مان لے گا، واجب ہے کہ رمضان و عید الفطر میں اسی شب اور ذی الحجہ میں آٹھویں تک حاکم شرع کے پاس حاضر ہوکر رؤیت پر گواہی دے۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الصوم داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۹۱

[2] القرآن ۲/ ۲۸۳

(م) ۶ یہاں تک کہ زن پردہ نشین نکلے اگرچہ شوہر اذن نہ دے، اگرچہ کنیز اجازتِ مولٰی نہ پائے۔ اگر سمجھیں کہ ثبوتِ رؤیت ہم پر موقوف ہے ورنہ یہ نکلنا ناجائز ہوگا۔

(ش) ۶ یجب علی الجاریۃ المخدرۃ ان تخرج فی لیلتھا[۱] (د) (درمختار) ای لیلۃ الرؤیۃ[۲] (ش) بلا اذن مولاھا وتشھد کما فی الحافظیۃ[۳] (د) وکذا یجب علی الحرۃ ان تخرج بلا اذن زوجھا کذا غیر المخدرۃ والمزوجۃ بالاولٰی[۴] (ش) محلہ اذا تعینت للشھادۃ و الاحرم علیھا[۵] (طط)

پردہ نشین لونڈی پر اس رات نکلنا لازم ہے۔ (د) سے مراد درمختار ہے یعنی چاندرات۔ (ش) سے مراد شامی ہے یعنی اپنے مولٰی کی اجازت کے بغیر نکلے اور گواہی دے جیسا کہ حافظیہ میں ہے (د) اسی طرح آزاد عورت پر بھی بلا اجازتِ خاوند نکلنا لازم ہے اسی طرح وہ لونڈی جو پردہ نشین نہ ہو اور وہ عورت جو منکوحہ نہ ہو ان کا نکلنا تو بطریقِ اولٰی ہوگا (ش) یہ اس وقت ہے جب شہادت کے لیے اس کا تعین ہو ورنہ اس کا نکلنا حرام ہوگا (طط)۔ (ت)

یہ حکم اس صورت میں ہے جب خاص انھی لوگوں پر گواہی متعین ہو ورنہ پردہ نشین کو جانا یا عورت کو بے اذنِ شوہر یا غلام وکنیز کو بے اجازتِ مولٰی نکلنا روا نہیں،

قال ط (الطحاوی) والظاھر ان محل ذلك عند توقف اثبات الرؤیۃ والافلا[۶] (ش)

طحاوی نے فرمایا، ظاہر یہی ہے کہ اسی کی ضرورت اس وقت ہے جب رؤیتِ چاند کا اثبات ان پر موقوف ہو ورنہ ضروری نہیں (ش) (ت)

(م) ۷ جہاں ریاستیں اسلامی ہیں اُن بلاد میں جو عالمِ دین سُنّی المذہب سب سے زیادہ علمِ فقہ رکھتا ہو وہ بحکمِ شرع سردارِ مسلمانان ہے، مسلمانوں پر فرض ہے کہ اپنی دینی باتوں میں اُسی کی طرف رجوع کریں اور اُس کے فتووں پر عمل کریں، تو چاند دیکھنے والے پر بھی واجب ہے کہ اُس شب اُس کے حضور حاضر ہو کر ادائے شہادت کرے۔

۱؎ درمختار	کتاب الصوم	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۴۸
۲؎ ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۹۱
۳؎ درمختار	"	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۴۸
۴؎ ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۹۱
۵؎ طحطاوی علی مراقی الفلاح	"	نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی	ص ۳۵۸
۶؎ ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۹۱

Marfat.com

(ش ، ت) علامہ عبدالغنی بن اسمٰعیل نابلسی قدس سرہ ، حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں :

وفی العتابی اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور مؤکلۃ الی العلماء ویلزم الامۃ الرجوع الیھم[1]۔

عتابی میں ہے کہ جب دَور ایسے بادشاہ سے خالی ہو جو صاحبِ قدرت ہو تو اس وقت امور علماء کے سپرد ہوں گے اور اُمت پر لازم ہے کہ اس وقت وہ علماء کی طرف رجوع کرے۔ (ت)

اسی میں ہے :

المتبع اعلمھم فان استووا اقرع بینھم[2]۔

علماء میں جو سب سے زیادہ صاحبِ علم ہوگا لوگ اُس کی اتباع کریں ، اگر علم میں برابر ہوں تو ان میں قرعہ ڈال لیں۔ (ت)

تنبیہ : آج کل اسلامی ریاستوں میں بھی قضاۃ وحکام اکثر بے علم ہوتے ہیں ، تو عالم دین اُن پر بھی مقدم۔ اور وقتِ اختلاف فتوٰی عالم پر ہی عمل واجب۔

حکایت : امام الحرمین ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں بادشاہِ وقت کے یہاں ۲۹ کے ہلال پر گواہیاں گزریں ۔ بحکم سلطان اعلان ہوا کہ کل عید ہے ، یہ خبر امام الحرمین کو پہنچی ۔ گواہیاں قابلِ قبول نہ تھیں ، امام کے حکم سے معاً دوسرا اعلان ہوا کہ بحکم امام ابوالمعالی کل روزہ ہے ۔ صبح کو تمام شہر روزہ دار اٹھا ۔ حاسدوں نے یہ خبر خوب رنگ کر بادشاہ تک پہنچائی کہ اگر امام چاہیں تو سلطنت چھین لیں ۔ ملاحظہ ہو کہ اُنھیں کا حکم مانا گیا اور حکم سلطان کی کچھ پروانہ ہوئی ۔ بادشاہ نے برافروختہ ہو کر چوبدار بھیجے کہ جیسے بیٹھے ہیں تشریف لائیں ۔ امام ایک جبہ پہنے تھے ، ویسے ہی دربار میں رونق افروز ہوئے ، اشتعال شاہی دوبالا ہوا کہ لباس درباری نہ تھا ۔ سوال کیا ، فرمایا : اطاعتِ اولوالامر واجب ہے ۔ حکم تھا جیسے بیٹھے ہیں آئیں ، میں یُوں ہی بیٹھا تھا چلا آیا ، کہا اعلانِ خلاف پر کیا باعث تھا ؟ فرمایا ، انتظامِ دنیا تمھارے سپرد ہے اور انتظامِ دین ہمارے متعلق ۔ بادشاہ پر ہیبتِ حق طاری ہوئی ۔ باعزاز تمام رخصت کیا اور بدگویوں کو سزا دی ۔

تنبیہ : علم دین فقہ وحدیث ہے منطق وفلسفہ کے جاننے والے علماء نہیں ، یہ امور متعلق بہ فقہ ہیں ، تو جو فقہ میں زیادہ ہے وہی بڑا عالمِ دین ہے اگرچہ دُوسرا حدیث وتفسیر سے زیادہ اشتغال رکھتا ہو پھر بھی عالم دین نہ ہوگا مگر سنی المذہب کہ فاسد العقیدہ جہل مرکب میں گرفتار جو جہل بسیط سے ہزار درجہ بدتر ، خصوصاً غیر مقلدین کہ

---

[1] الحدیقۃ الندیہ النوع الثالث فی المندوب الیہا مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۳۵۱

[2] ؎ ؎ ؎ ؎ ؎ ؎ ؎

Marfat.com

فقہ و فتوٰی میں اُن پر اعتماد تو ایسا ہے جیسے چور کو پاسبان بنانا۔

(م) ف۸ جہاں کوئی عالم بھی نہ ہو مجمع مسلمین مثلاً مسجد جامع وغیرہ میں گواہی دیں۔

(ش) ف۸ وان لم یوجد حاکم لیشھد فی المسجد (جا[1]) جامع الرموز قلت انما خص المسجد لہ بمحل الاجتماع وانما المقصود الاعلان لیحصل حیثما وجدوا مجتمعین کما لایخفی۔

اگر حاکم موجود نہ ہو تو وہ مسجد میں گواہی دے (جامع الرموز) قلت: خاص مسجد کا ذکر اس لیے کہ وہ محل اجتماع ہے اور مقصود اعلان ہونا ہے تاکہ اعلان ایسی جگہ ہو جائے جہاں لوگ جمع ہوں، جیسا کہ مخفی نہیں (ت)

(م) ف۹ جو بلا عذر گواہی دینے میں تاخیر کرے گا پھر کہے گا میں نے دیکھا تھا اُس کی گواہی مردود ہوگی۔

(ش) ف۹ عذر کی صورت یہ کہ مثلاً شہر میں نہ تھا، دیہات میں دیکھا، وہاں سے اب آیا ہے، تو اس کی گواہی سُن لیں گے، اور تاخیر سے وہی مراد کہ وقت حاجت کے بعد پھر نہ اُٹھا رکھے کہ ہلال رمضان و عید الفطر میں پہلی ہی شب ہے۔

شھدوا فی اٰخر رمضان[ع] برؤیۃ ھلالہ قبل صومھم بیوم ان کانوا فی المصر ردّت لترکھم الحسبۃ وان جاءوا من خارج قبلت من الفتح[2] (ش)

گواہوں نے رمضان کے آخری دن گواہی دی کہ انھوں نے اہل شہر کے روزہ شروع کرنے سے ایک دن پہلے چاند دیکھا تھا، اگر وہ گواہ شہر کے رہنے والے ہوں تو گواہی مسترد ہوگی کیونکہ انھوں نے گواہی میں تاخیر کی ہے اور اگر وہ خارج شہر سے آئے ہوں تو ان کی گواہی مقبول ہوگی، یہ فتح سے شامی میں ہے۔ (ت)

(ح) ف۹[ع] قولہ فی اٰخر رمضان، اقول من احاط بالدلیل علم ان الاٰخر لیس بقید بل لو شھدوا من غد بعد ما اصبح الناس مفطرین انا رأینا الھلال البارحۃ وکانوا فی المصر ولا عذر فسقوا وردت شھادتھم لترکھم الحسبۃ وقد علمت ذٰلک من نص العلماء ان الشھادۃ من

قولہ فی اٰخر رمضان۔ اقول جس شخص نے دلیل کو خُوب جان لیا ہے اس پر واضح ہوگا کہ "الاٰخر" کا لفظ قید نہیں بلکہ اگر انھوں نے اس دن سے دوسرے دن گواہی دی جب لوگ صبح کو بے روزہ اُٹھے تو انھوں نے کہا ہم نے گزشتہ رات چاند دیکھا اور وہ شہر کے رہنے والے تھے اور عذر بھی کوئی نہ ہو تو وہ فاسق قرار پائیں گے ان کی گواہی مسترد ہوگی کیونکہ انھوں نے ذمہ داری کی خلاف ورزی

---

[1] جامع الرموز — کتاب الصوم — مکتبۃ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۳۵۴

[2] ردالمحتار — " — داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۹۱

Marfat.com

فروض العین وانما تجب فی لیلۃ الرؤیۃ حتی تخرج المخدرۃ والمنکوحۃ بدون اذن زوجھا ومولاھا[1] ۱۲ (ملخصاً)

کی ہے، اور آپ یہ بھی جان چکے کہ علماء نے تصریح کی ہے کہ شہادت فرضِ عین ہے اور یہ چاند دیکھنے والی رات میں ہی گواہی دینا لازم ہے حتی کہ پردہ نشین اور منکوحہ خواتین پر بغیر اجازت خاوند اور مولٰی کے (چاند دیکھنے کے لیے نکلنا لازم ہے)۔ (ت)

(م) ۱۰ جب چاند پر نظر پڑے اور دیکھنے والوں کی گواہی کفایت نہ کرتی ہو، فوراً جہاں تک بن پڑے ایسے مسلمانوں کو دکھادیں، جن کی گواہی کافی ہو، اور ویسے بھی دکھادینا چاہئے کہ کثرت بہرحال بہتر ہے۔

(ش) ۱۰ اقول اگر مطلع صاف نہیں، دفعتاً ابر ہٹا اور اُسے چاند نظر پڑا، اب یہ اس قابل نہیں کہ اس کی گواہی مسموع ہو، خواہ فاسق ہے یا مستور یا اکیلا یا صرف عورتیں یا غلام ہیں اور ہلال ہلالِ عیدین تو ان لوگوں کا دیکھنا کافی نہ ہوگا۔ اور عجب نہیں کہ ابر پھر آجائے۔ لہٰذا نہایت تعجیل کرکے ایسے معتمد مسلمانوں کو دکھادے جن کی گواہیاں کفایت کرجائیں قال اللہ تعالٰی تعاونوا علی البر والتقوٰی[2] (اللہ تعالٰی کا فرمانِ مبارک ہے نیکی اور تقوٰی پر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو۔ ت) اس صورت میں تو بشرطِ قدرت معتمدین کو دکھانا لازم ہونا چاہئے، اور اگر ایسا نہیں بلکہ خود ان کی گواہی بس ہے، تاہم اوروں کا دکھانا اچھا ہی ہے کہ کثرتِ شہود بہرحال بہتر ہے عجب کیا کہ یہ اپنے نزدیک اپنی گواہی کافی سمجھیں اور حاکم شرع کو کسی وجہ سے اعتبار نہ آئے تو اور شہود کی حاجت پڑے ھذا کلہ ما ذکرتہ تفقھا وارجوان یکون حسنا ان شاء اللہ تعالٰی (بندہ نے یہ تمام بطور استنباط کہا ہے اور امید ہے یہ ان شاء اللہ درست ہوگا۔ ت)

(م) ۱۱ جس شام احتمالِ ہلال ہو جب تک حکم حاکم شرعی یا فتوٰی عالمِ دین نہ ہو ہرگز ہرگز کسی وجہ سے بندوقیں یا آواز کی آتش بازی اپنے دنیوی کاموں کے لیے بھی ہرگز نہ کریں۔

(ش) ۱۱ اصطلاح یُوں ٹھہری ہُوئی ہے کہ جہاں اسلامی ریاست ہے بعد تحقیق ہلال توپ کے فیر ہوتے ہیں اور شہروں میں بندوقیں یا ہوائیاں وغیرہ چھوڑتے ہیں، اب اگر ثبوتِ شرعی ہوگیا اور حاکمِ شرع نے بھی حکم دے دیا جب تو یہ فعل مستحسن ہے کہ ایک نیتِ صالحہ سے کیا جاتا ہے اور آتشبازی کا ناجائز ہونا بوجہ اضاعت مال تھا یہاں جاری نہیں کہ بعد غرض محمود کے اضاعت کہاں۔ ورنہ دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ اعلانِ ہلال کے سوا اور کسی وجہ سے یہ فعل کریں، مثلاً دوست کے گھر بیٹا پیدا ہُوا، بندوقیں سرکیں، یا خالی بیٹھے مال ضائع کرنا چاہا، ہوائیاں

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فیما یثبت بہ الہلال نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۵۸
ردالمحتار کتاب الصوم داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۹۱

[2] القرآن ۵/ ۲

Marfat.com

ناڑیاں، تومڑیاں چھوڑیں۔ یہ ممنوع ہے کہ اس میں مسلمانوں کو دھوکا ہوگا۔ دوسرے یہ کہ جاہلوں نے جو اپنے جاہلانہ مسئلوں سے بے حکمِ حاکم و فتویٰ عالم اپنے نزدیک رؤیت کی خبر ٹھیک جان کر پٹاخہ بازی شروع کر دی۔ اور یہ بھی زیادہ ناجائز و حرام ہے کہ منصب رفیع شرع پر جرأت ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افتوا بغیر علم فضلوا واضلوا[1] وعنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجرؤکم علی الفتیا اجرؤکم علی النار[2]۔ ھذا کلہ ایضاً تفقھاً، و لا اظن احدا یخالف فیہ۔ واللہ الھادی للصواب۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جو بغیر علم کے فتویٰ دیں گے خود بھی گمراہ اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ بھی فرمانِ مبارک ہے: تم میں سے جو فتویٰ دینے میں زیادہ جرأت کرے گا وہ جہنم میں جانے میں زیادہ جرأت مند ہوگا۔ یہ تمام بھی بطور استخراج ہے اور میں گمان کرتا ہوں کہ اس میں کوئی مخالفت نہیں کرے گا۔ اللہ ہی صواب کی طرف رہنمائی فرمانے والا ہے۔ (ت)

(م) ۱۲ ہلال دیکھ کر اس کی طرف اشارہ نہ کریں

(ش) ۱۲ کہ افعالِ جاہلیت سے ہے،

تکرہ الاشارۃ الی الھلال عند رؤیتہ لانّہ فعل اھل الجاھلیۃ[3] (فتح القدیر)

چاند دیکھنے پر اس کی طرف اشارہ کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ اہلِ جاہلیت کا عمل ہے (فتح القدیر) (ت)

(م) ۱۳ ہلال دیکھ کر منہ پھیر لے۔

(ش) ۱۳ اقول حدیث میں ہے؛

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا رأی الھلال صرف وجھہ عنہ[4]۔ رواہ ابو داؤد عن قتادۃ مرسلا ولا شواھد وسندہ ثقات۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نیا چاند دیکھتے اپنا منہ (مبارک) اس کی طرف سے پھیر لیتے۔ اسے ابو داؤد نے حضرت قتادہ سے مرسلاً روایت کیا ہے اور اس کا شاہد کوئی نہیں اور اس کی سند ثقہ ہے (ت)

---

[1] صحیح مسلم باب رفع العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۴۰

[2] سنن الدارمی باب الفتیا حدیث ۱۵۹ نشر السنۃ ملتان ۱/۵۳

[3] فتح القدیر فصل فی رؤیۃ الھلال نوریہ رضویہ سکھر ۲/۲۴۳

[4] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب مایقول الرجل اذا رای الھلال آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۳۹

Marfat.com

(مناوی نے تیسیر میں افادہ کیا۔ ت)
شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ شر کی چیز ہے افادہ المناوی فی التیسیر[1]
اقول یا یہ کہ کفار نے اُس کی عبادت کی اور شرع میں اُسے دیکھ کر اللہ جل جلالہ سے دُعا کرنی آئی، تو پسندیدہ ہُوا کہ
واللہ ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔
منہ پھیر کر کی جائے تاکہ کفار سے مشابہت نہ لازم آئے۔

(م) ۱۴ یہ جو جاہلوں میں مشہور ہے کہ فلاں چاند تلوار پر دیکھے فلاں آئینے پر۔ یہ سب جہالت وحماقت ہے، بلکہ
حدیث میں جو دُعائیں فرمائیں وُہ پڑھنی کافی ہیں۔

(ش) ۱۴ حدیث میں رؤیتِ ہلال کی بہت دُعائیں آئیں، بعض حصنِ حصین میں مذکور ہیں۔

(ح) ۱۴ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہٗ جہاں تک اس وقت اپنی نظر میں ہیں تمام ادعیہ حدیث کو مع اشارہ رموز مخرجین جمع
کرتا ہے وباللہ التوفیق :

(می) اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر الحمد للّٰہ لاحول
ولا قوۃ اِلّا باللّٰہ۔ اللّٰھم انی اسئلك من خیر
ھذا الشھر واعوذبك من شر القدر و
من شر یوم المحشر[2]۔ (طب) عن
عبادۃ بن الصامت، ھلال خیر ورشد
اٰمنت بالذی خلقك[3]۔ (د) عن
قتادۃ بلاغا، اللّٰھم انی
اسئلك من خیر ھذا (۳)
اللّٰھم انی اسئلك من خیر ھذا الشھر
وخیر القدر واعوذ بك من شرہ[4] (۳)
(طب) عن رافع بن خدیج
باسناد حسن اللّٰھم

(می) اللہ اکبر، اللہ اکبر، الحمد للہ، برائی سے پھرنے اور
نیکی کی طاقت اللہ تعالٰی کی توفیق کے بغیر نہیں۔ اے
اللہ میں تجھ سے اس ماہ میں خیر مانگتا ہوں اور شرِ تقدیر
اور شرِ قیامت سے تیری پناہ ڈھونڈتا ہوں۔ (طب)
حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی
ہے اے خیر ورشد کے چاند میں تیرے پیدا کرنے والے
پر ایمان رکھتا ہوں۔ (د) حضرت قتادہ سے مرسلاً
مروی ہے اے اللہ! میں تجھ سے اس میں خیر مانگتا ہوں
(۳) اے اللہ! میں تجھ سے اس ماہ کی اور تقدیر کی
خیر مانگتا ہوں اور اس کے شر سے تیری پناہ ڈھونڈتا
ہوں (۳) (طب) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالٰی
عنہ سے سندِ حسن کے ساتھ مروی ہے : اے اللہ!

---

[1] التیسیر تحت حدیث کان اذا رای الھلال مکتبۃ الامام الشافعی ریاض سعودیۃ ۲/۲۴۹
[2] مسند احمد بن حنبل مرویات عبادہ بن الصامت دار الفکر بیروت ۵/۳۲۹
[3] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب ما یقول الرجل اذا رای الھلال آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۳۹
[4] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۴۴۰۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۴/۲۷۶

Marfat.com

اهلّه علینا بالیمن والایمان والسلامة والسّلام[1]
(ا ق ت ك حب) عن طلحة بن عبید الله
باسناد حسن، والتوفیق لما تحب و ترضی[2]
حب عن طلحة (طب) عن ابن عمر، والسکینة
والعافیة والرزق الحسن[3] (سن) عن حدیر
السلمی مرسلا، ربی و ربك الله[4] - ا می ت
ك (حب) عن طلحة طب عن ابن عمر،
الحمد لله الذی ذهب بشهر کذا[5] وعن
قتادة بلاغاً (سن) عن عبد الله بن مطرف
اسئلك من خیر هذا الشهر و نوره و برکته
و هداه وطهوره و معافاته[6] (سن) مثله،
اللهم ارزقنا خیره ونصره و برکته و فتحه
و نوره ونعوذ بك من شره وشر ما بعده[7]
(مو مص) عن علی موقوفا۔

اس چاند کو ہم پر برکت، ایمان، سلامتی اور امن والا بنا دے۔ (ا ق ت ک حب) حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے سند حسن کے ساتھ مروی ہے اور اس چیز کی توفیق دے جو تجھے پسند اور تو اس سے راضی ہے۔ (حب) نے طلحہ سے اور (طب) نے حضرت ابن عمر سے یہ الفاظ بھی نقل کئے سکون، عافیت اور رزق حسن مانگتا ہوں (سن) نے حضرت حدیر اسلمی سے مرسلاً روایت کیا میرا رب اور تیرا رب اللہ ہے (ا می ت ک حب) نے حضرت طلحہ سے اور طب نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا تمام حمد اس اللہ کی جو گزشتہ ماہ اسے لے گیا۔ حضرت قتادہ سے بلاغاً، اور (سن) نے حضرت عبد اللہ بن مطرف سے روایت کیا ہے اے اللہ! میں تجھ سے اس ماہ کی خیر، اس کا نور، اس کی برکت، اس کی ہدایت، اس کی طہارت اور عافیت مانگتا ہوں۔

(سن) نے اس کی مثل روایت کیا۔ اے اللہ! ہمیں اس کی خیر، مدد، برکت، رحمت، فتح اور نور عطا فرما اور ہم اس کے اور اس کے مابعد کے شر سے تیری پناہ ڈھونڈتے ہیں۔ اسے (مو مص) نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کیا ہے۔ (ت)

---

1. جامع ترمذی ابواب الدعوات امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۸۳
2. الاحسان بترتیب ابن الحبان حدیث ۸۸۵ باب الادعیة مؤسسة الرسالة بیروت ۳/۷۰
3. عمل الیوم واللیلة حدیث ۶۴۵ دائرة المعارف حیدر آباد دکن انڈیا ص ۱۷۵
4. جامع ترمذی ابواب الدعوات امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۸۳
5. عمل الیوم واللیلة حدیث ۶۴۷ دائرة المعارف حیدر آباد دکن انڈیا ص ۱۷۵
6. 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۱۷۶
7. المصنف ابن ابی شیبہ حدیث ۹۷۹۶ کتاب الدعوات ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۰/۳۹۹-۴۰۰

Marfat.com

(م) ۱۵ چاند پر جب کبھی نظر پڑے تو اس کے شر سے پناہ مانگے۔

(ش) ۱۵ ترمذی، نسائی، حاکم اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی حضور پر نور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے چاند کو دیکھ کر فرمایا:

یا عائشۃ استعیذی باللہ من شر ھذا، اے عائشہ! اللہ تعالٰی کی پناہ مانگ اس شر سے

فان ھذا ھو الغاسق اذا وقب۔[۱] کہ یہی ہے وہ اندھیری ڈالنے والا جب ڈوبے

یا گہنائے، یعنی قرآن عظیم میں جس غاسق کا ذکر فرمایا ومن شر غاسق[۲] اور اس کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم آیا اس سے یہی چاند مراد ہے۔

فصل دوم

اُن امور میں جن کا در بارۂ تحقیق ہلال کچھ اعتبار نہیں، بیس ۲۰ قرآ پر مشتمل

(م) قرا ۱۶ اہل ہیأت کی بات کا کچھ اعتبار نہیں اگرچہ عادل ہوں اگرچہ کثیر ہوں، نہ ہی خود اس پر عمل جائز۔

(ش) قمر ۱/۱۶ اہلِ ہیئت وُہ لوگ جو آسمانوں کے حال اور ستاروں کی چال سے بحث کرتے ہیں، وُہ اپنے حساب سے بتائے، یہ بتلاں دن رؤیت ہلال ہو گی فلاں مہینہ انتیس ۲۹ کا ہوگا فلاں تیس ۳۰ کا۔ پھر اُن کی بات کہ ایک حساب سے ٹھیک بھی پڑتی ہے، پر صحیح مذہب میں اُس کا کچھ اعتبار نہیں اگرچہ وُہ ثقہ عادِل ہوں، اگرچہ اُن کی جماعت کثیر یک زبان ایک ہی بات پر اتفاق کرے۔ مثلاً وہ ۲۹ شعبان کو کہیں آج ضرور رؤیت ہو گی کل یکم رمضان ہے۔ شام کو ابر ہوگیا، رؤیت کی خبر معتبر نہ آئی، ہم ہرگز رمضان قرار نہ دیں گے، بلکہ وہی یوم الشک ٹھہرے گا، یا وہ کہیں آج رؤیت نہیں ہو سکتی، کل یقیناً ۳۰ شعبان ہے، پھر آج ہی رؤیت پر معتبر گواہی گزری، فوراً قبول کرلیں گے اور کچھ خیال نہ کریں گے کہ بر بنائے ہیئت تو آج رؤیت ناممکن تھی۔ گواہ نے دیکھنے میں غلطی کی یا غلط کہا، دلیل اس مسئلے اور اکثر مسائل آئندہ کی جو قمر ۵ تک آئیں گے یہ ہے کہ شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صوم وفطر کا حکم رؤیت پر معلق فرمایا، صحیحین وغیرہما میں بطرق کثیرہ بہت صحابہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم سے مروی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

---

[۱] جامع ترمذی ابواب التفسیر سورۃ الفلق نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۱۶۸

[۲] القرآن ۱۱۳/ ۳

Marfat.com

صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ فان اغمی علیکم فاکملوا عدۃ شعبان ثلثین[1]

چاند دیکھ کر روزہ رکھو، چاند دیکھ کر ختم کرو۔ اور اگر مطلع صاف نہ ہو تو تیس[3] کی گنتی پوری کر لو۔ (ت)

پس ہمیں اسی پر عمل فرض ہے، باقی رہا حساب، اسے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یک لخت ساقط کردیا، صاف ارشاد فرماتے ہیں:

انا امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب الشھر ھکذا وھکذا والشھر ھکذا وھکذا[1] رواہ الشیخان[ع] وابوداؤد ونسائی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

ہم اُمّی امّت ہیں، نہ لکھیں نہ حساب کریں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں تین بار اُٹھا کر فرمایا مہینہ یُوں اور یُوں اور یُوں ہوتا ہے۔ تیسری دفعہ میں انگوٹھا بند فرمالیا یعنی انتیس اور مہینہ یوں اور یُوں ہوتا ہے، ہر بار سب انگلیاں کُھلی رکھیں یعنی تیس۔ (اسے امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔)

ہم بحمد اللہ ولہ المنّۃ اپنے نبی اُمّی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اُمّی اُمّت ہیں، ہمیں کسی کے حساب کتاب سے کیا کام، جب تک رؤیت ثابت نہ ہوگی نہ کسی کا حساب سُنیں، نہ تحریر مانیں، نہ قرائن دیکھیں، نہ اندازے جانیں۔

لا عبرۃ بقول الموقتین ولو عدولا علی المذھب بل فی المعراج لایعتبر قولھم بالاجماع ولا یجوز للمنجم ان یعمل بحساب نفسہ وفی النھر فلا یلزم بقول الموقتین انہ ای الھلال یکون فی السماء لیلۃ کذا وان کانوا عدولا فی الصحیح کما فی الایضاح اھ وفی القنیۃ عن ابن مقاتل انہ کان یسألھم ویعتمد علی قولھم اذا اتفق علیہ جماعۃ منھم ثم نقل عن شرح السرخسی انہ بعید وعن مجد الائمۃ انہ اتفق اصحاب ابی حنیفۃ الا النادر[ع]

صحیح مذہب کے مطابق نجومیوں کا قول معتبر نہیں اگرچہ وُہ عادل ہوں، بلکہ معراج میں ہے کہ ان کا قول بالاجماع معتبر نہیں اور نجومی کو خود اپنے حساب پر عمل کرنا درست نہیں۔ نہر میں ہے نجومیوں کا یہ قول کہ فلاں رات کو آسمان پر چاند نظر آئے گا صحیح روایت کے مطابق ان کے اس قول سے روزہ لازم نہ ہوگا، اگرچہ نجومی عادل ہو جیسا کہ ایضاح میں ہے اھ قنیہ میں ابن مقاتل سے مروی ہے کہ نجومیوں سے سوال کیا جائے اور اگر ان کی ایک جماعت کا اتفاق ہو جائے تو ان کے قول پر اعتماد کیا جائے، پھر شرح سرخسی سے نقل کیا ہے کہ یہ بعید (از قیاس) ہے، مجد الائمہ

---

[1] صحیح بخاری کتاب الصوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۶

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍

والشافعی انه لا اعتماد علی قولھم[1] ش ملخصا

سے مروی ہے کہ کچھ شاذ احناف کو چھوڑ کر باقی تمام احناف اور شوافع اس پر متفق ہیں کہ نجومیوں کے قول پر اعتماد نہیں کیا جائے گا۔ شامی ملخصاً (ت)

تنبیہ: اس مسئلہ کے یہ معنی ہیں کہ جو بات وہ بطور ہیئات کہیں مقبول نہیں۔ ورنہ اگر شہادت رؤیت ادا کریں تو مثل اور لوگوں کے ہیں، جن شرائط سے اوروں کی گواہی سُنی جاتی ہے اُن کی بھی گواہی قبول ہوگی، پھر اُن کا قابلِ شہادت ہونا جبھی ہے کہ ہیئات و نجوم کی خلافِ شرع باتوں پر اعتقاد نہ کرتے ہوں صرف صناعی طور پر آسمان کی گردشوں، ستاروں کی چالوں، طلوع و غروب، جوع و استقامت، بطوء و سرعت، قِرآن، تسدیس تربیع، تثلیث، مقابلہ اجتماع وغیرہ سے بحث کرتے ہوں، ورنہ مثلاً امورِ غیب پر احکام لگانا سعد و نحس کے خرخشے اٹھانا، زائچہ کے راہ پر چلنا چلانا، اوتاد اربعہ طالع رابع عاشر سابع پر نظر رکھنا زائلہ مائلہ کو جانچنا پرکھنا، شرعاً ہجر ہے۔ اور اعتقاد کے ساتھ ہو تو قطعاً کفر، والعیاذ باللہ رب العالمین۔ اسی قبیل سے ہے ان کا کہنا کہ فلاں دن رؤیت واجب ہے فلاں دن محال۔ اگر وجوب و استحالہ عادی مراد لیتے ہیں تو خیر کہ سنۃ اللہ کیلئے تبدیل نہیں، ورنہ حقیقی و عقلی کا قصد معاذ اللہ کُھلا ہوا کفر ہے۔ اعاذنا اللہ بمنہ العظیم، اٰمین (اللہ تعالیٰ اپنے بڑے احسان پر ہمیں محفوظ رکھے، آمین۔ ت)

(ح) $\frac{1}{12}$ علہ اہلِ تنجیم میں قرار پایا ہے کہ جب تک چاند آٹھ درجے آفتاب سے دُور نہیں ہوتا ہرگز نظر نہیں آتا صرح بہ الفاضل الرومی (اس پر فاضل رومی نے تصریح کی ہے۔ ت) اور جب ۱۲ درجے جُدا ہوتا ہے ضرور نظر آتا ہے نص علیہ علامۃ الشریف (علامہ شریف نے اس پر نص کی ہے۔ ت) پھر وُہ ۲۹ تاریخ مغرب کی تقویم یعنی اُس وقت فلک بروج سے شمس و قمر کے مواضع نکال کر فصل دیکھتے ہیں اگر آٹھ درجے سے کم پایا حکم لگا دیا کہ آج رؤیت ہرگز نہ ہوگی اور ۱۲ یا ۱۲ سے زائد دیکھا تو جزم کر دیا کہ ضرور ہوگی اور اس کے مابین معلوم ہوا تو رؤیت ہلال مشکوک رکھتے ہیں، پھر منجمانِ ہند کی ادا کچھ نرالی ہے۔ فقیر نے بارہا دیکھا کہ ۲۹ کی مغرب کو قمر ۱۲ درجے سے بہت زیادہ دُور ہے پھر بھی اُنھوں نے کل کی رؤیت رکھی۔ خیر یہاں یہ کہنا ہے کہ حکمائے یُونان اُن کے قواعد وضع کر چکے خود بھی ان پر مطمئن نہیں، تصریح کرتے ہیں کہ احوال قمر کا آج تک انضباط نہ ہُوا پھر ایسے شاک وشاک فی انہ شاک کی بات کا کیا اعتبار،

سبحانك لا علم لنا الا ما علمتنا انك انت العلیم الحکیم[2] اقول و

پاک ہے تیری ذات ہمیں علم نہیں مگر اتنا جو تُو نے ہمیں سکھایا، بلاشبہ تُو ہی جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الصوم مصطفی البابی مصر ۲/۱۰۰

[2] القرآن ۲/۳۲

Marfat.com

بهذا یرد ما اعتمدہ الامام السبکی من الشافعیة وصوبه الزرکشی منهم وجنح الیه بعض منّا من جواز الاعتماد علیٰ قولهم بناءً علی ان الحساب قطعی والشهادة ظنّی قلنا هذا الحساب ایضا لیس من القطع فی شیٔ کما علمت واحتمال الغلط لیس باقل من احتماله فی خبر العدل والشارع صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قد الغی الحساب ونزل الشهادة بمنزلة الیقین وبالجملة فالمذهب عدم جواز الاعتماد علیهم اصلا ۱۲۔

اقول اس سے اس کا رَد ہو جاتا ہے جس پر شوافع میں سے امام سبکی نے اعتماد کیا ہے اور ان میں سے زرکشی نے اس کی تصویب کی۔ اور ہم احناف میں سے بعض نے ان کی طرف جھکاؤ کیا کہ ان کے قول پر اعتماد جائز ہے اس بنا پر کہ حساب قطعی ہوتا ہے اور شہادت ظنی۔ ہم کہتے ہیں کہ حساب بھی کسی معاملہ میں قطعی نہیں جیسا کہ آپ جان چکے، اور غلطی کا احتمال خبرِ عادل میں احتمال سے کم نہیں، اور شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حساب کو لغو قرار دیا اور شہادت کو بمنزلِ یقین فرمایا، الغرض مذہب صحیح یہی ہے کہ اہلِ توقیت (نجومیوں) پر اعتماد جائز نہیں (ت)

(ح) $\frac{1}{۱۶}$ ؎۲ قد رواہ البخاری فی کتاب الصوم وعقد له باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم لا نکتب ولا نحسب فقصر الفاضل المرحوم عبد الحی اللکھنوی فی القول المنشور عزوہ علی مسلم تقصیر ۱۲۔

اسے بخاری نے کتاب الصوم میں روایت کیا ہے اور باب کا نام "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ گرامی ہے کہ ہم نہ لکھیں اور نہ حساب کریں" فاضل مرحوم عبد الحی لکھنوی کا "القول المنشور" میں اسے صرف مسلم کی طرف منسوب کرنا قلتِ مطالعہ ہے ۱۲ (ت)

(ح) $\frac{1}{۱۶}$ ؎۳ اقول الاولیٰ تاخیر الاستثناء بعد الشافعی لان من اصحابه ایضا من اعتمد علیهم کما سمعت ۱۲۔

اقول یہاں حرف استثناء لفظ شافعی کے بعد ہونا چاہیے کیونکہ ان میں سے بھی کچھ حضرات نے اہلِ ہیئت پر اعتماد کیا ہے جیسا کہ آپ سُن چکے ہیں (ت)

(م) قمر ۲ اخیر مہینے میں دو ایک رات ضرور بیٹھتا ہے ۱۲ پر شریعت میں اس پر مدارِ حکم نہیں۔

(ش) قمر $\frac{1}{۱۷}$ مہینہ انتیس کا ہوتا ہے تو ایک رات بیٹھتا ہے، تیس کا ہو تو دو رات، پھر آج صبح کو طلوعِ شمس سے پہلے چاند جانبِ شرق نظر آیا تھا اور آج شام کی نسبت شہادتِ شرعی رویت پر گزری، بلاشبہ قبول کی جائے گی اور یہ لحاظ نہ ہوگا کہ آج صبح تک تو چاند موجود تھا بن ڈوبے کیونکر ہلال ہوگیا۔

روی یوم التاسع والعشرین قبل الشمس

طلوعِ شمس سے پہلے انتیسویں دن کو چاند دیکھا گیا

Marfat.com

ثم رؤی لیلۃ الثلاثین بعد الغروب و شهدت بینۃ شرعیۃ بذلك فان الحاکم یحکم برؤیتہ لیلا کما ھو نص الحدیث ولا یلتفت الی قول المنجمین انہ لا یمکن رؤیتہ صباحًا ثم مساء فی یوم واحد، کیف وقد صرحت ائمۃ المذاھب الاربعۃ بان الصحیح انہ لا عبرۃ بقول المنجمین[1] ش ملخصا۔

پھر غروب کے بعد تیسویں رات کو دیکھا گیا اور اس پہ شرعی گواہی بھی ہوتی تو حاکم رات کی رؤیت پر فیصلہ دے جیسا کہ اس پر حدیث میں تصریح ہے اور اہل نجوم کے اس قول کی طرف توجہ نہ کرے کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ ایک ہی دن میں چاند صبح اور شام دکھائی دے، یہ کیوں نہ ہو، حالانکہ ائمہ مذاہب نے تصریح کی ہے کہ صحیح مذہب یہی ہے کہ اہلِ نجوم کے قول کا اعتبار نہیں، شامی ملخصاً (ت)

(ح) ۲/۱۷ ع۵ چاند سورج دونوں کی اپنی چال مغرب سے مشرق کو ہے اور حرکتِ یومیہ جس کے بسبب طلوع و غروب روزانہ ہوتا ہے مشرق سے مغرب کو تو چاند صبح کے وقت جب ہی نظر آئیگا کہ سورج کے پیچھے ہو یعنی جانبِ مغرب ہٹا ہوا ہو کہ اگر جانبِ مشرق بڑھا ہو تو آفتاب اس سے پہلے طلوع کرے گا، صبح کے وقت چاند آفتاب سے بھی زیادہ زیرِ زمین اترا ہو گا نظر کیونکر آئے، اور جب پیچھے ہے تو افقِ مشرقی پر سورج سے پہلے چمک آئیگا آفتاب ہنوز زیرِ زمین ہوگا، تو نظر آسکتا ہے بشرطیکہ ۸ درجے سے کم نہ ہو، ورنہ اتنے قرب میں سورج کی شعاعیں اُسے چھپالیں گی، نظر کام نہ کرسکے گی۔ اسی طرح شام کو مغرب میں جب ہی نظر آتا ہے کہ سورج کے آگے ہو یعنی جانبِ مشرق بڑھا ہو کہ اگر جانبِ مغرب ہٹا ہوگا تو سورج سے پہلے ڈوب جائے گا، اور جب آگے ہے تو افقِ غربی پر بعد غروبِ آفتاب باقی رہے تو نظر آنا ممکن بشرطیکہ آٹھ درجہ سے کم فصل نہ ہو۔ جب یہ بات سمجھ لی تو اگر آج صبح کو نظر بھی آئے پھر شام کو ہلال بھی ہو تو لازم ہے کہ صبح کو آٹھ درجے پیچھے تھا شام کو لااقل آٹھ درجے آگے ہوگیا، چار پہر میں سولہ درجے طے کرگیا، حالانکہ وہ کبھی آٹھ پہر کامل میں بھی اتنا نہیں چلتا، اس وجہ سے ہیأت والے اجتماعِ رؤیتِ صبح و شام کو ناممکن کہتے ہیں، مگر جب ثبوت شرعی ہو تو انکار کا کیا یارا، اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿ (بلاشبہ اللہ تعالٰی ہر شیئ پر قادر ہے۔ت)

(م) **قمر ۳ ۱۸** انتیس۲۹ رات کی صبح کو چاند نظر نہیں آتا، شرع اسے بھی نہیں سنتی۔

(ش) ۳/۱۸ یہ دعوٰی دعوٰی اول سے اخص ہے وہاں دو ایک رات بیٹھنا تھا، عام ازیں کہ ۲۹ کو ڈوبے یا ۳۰ کو، یہاں خاص دعوٰی ہے کہ ۲۹ کو ضرور ڈوبتا ہے، شرع میں اس پر بھی لحاظ نہیں مثلاً ۲۹ شعبان

---

[1] ردالمحتار کتاب الصوم مصطفی البابی مصر ۲/۱۰۴

Marfat.com

روز یکشنبہ کو شام کے وقت ابر تھا، گواہانِ شرعی نے رؤیت بیان کی، صبح کو رمضان ٹھہرا، اب جو گنتی ہوتی آئی تو ۲۹ رمضان دوشنبہ کو طلوعِ شمس سے پیشتر چاند موجود تھا، اس پر کوئی خیال کرے کہ دوشنبہ کی پہلی ہوتی تو آج ۲۹ کو چاند صبح کے وقت کیونکر نظر آتا ضرور ہے کہ گواہوں نے غلطی کی شعبان ۳۰ کا ہُوا، آج ۲۸ ہے ابر ہُوا تو اسی حساب پر رمضان کے ۳۰ پُورے ہوں گے، تو یہ خیال محض غلط ہوگا بلکہ وہی دوشنبہ کی ۲۹ ٹھہرے گی اور اسی پر بناءِ احکام رہے گی والدلیل علی ذٰلك مع السند قد انطوی فیما قدمنا (اور اس پر دلیل مع سند ہماری سابقہ گفتگو میں آچکی ہے۔ت)

(م) **قمر ۱۹** دن کو دوپہر سے پہلے چاند جب ہی نظر آتا ہے کہ شب گزشتہ ہلال ہوچکا ہو، پر صحیح مذہب میں اس کا بھی لحاظ نہیں۔

(ش) $\frac{4}{19}$ یعنی مثلاً پنجشنبہ ۲۹ شعبان یا ۲۹ رمضان کو ابر تھا رؤیت نہ ہوئی جمعہ کی دوپہر سے پہلے چاند نظر آیا تو اگرچہ قیاس یہی چاہتا ہے کہ شب جمعہ میں ہلال ہوگیا، ورنہ دوپہر سے پہلے نظر نہ آتا۔ تو آج پہلی ہونی چاہئے۔ مگر صحیح مذہب میں اس کا کچھ لحاظ نہ ہوگا اور آج تیس ہی ٹھہرے گی۔

رؤیته بالنهار للیلة الاٰتیة مطلقا علی المذهب ذکره الحدادی (ای سواء روی قبل الزوال او بعده علی المذهب الذی هو قول ابی حنیفة ومحمد[1] (ملخصا)

(ش) اوجب الحدیث ای قوله علیه الصلوٰة والسلام صوموا لرؤیته وافطروا لرؤیته، فوجب سبق الرؤیة علی الصوم والفطر والمفهوم المتبادر منه الرؤیة عند عشیة اٰخر کل شهر عند الصحابة والتابعین ومن بعدهم بخلاف ماقبل الزوال من الثلثین والمختار

دن کو دیکھا جانے والا چاند مذہب صحیح کے مطابق ہر حال میں آئندہ رات کا شمار ہوگا۔ اسے حدادی نے ذکر کیا مذہب صحیح جو امام اعظم اور امام محمد کا مذہب ہے کے مطابق خواہ زوال سے پہلے دکھائی دے یا زوال کے بعد) (شامی) یہ اس حدیثِ نبوی علٰی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو، تو اس سے چاند کی رؤیت کا روزے اور عید سے پہلے ہونا ضروری ہے، اس سے متبادر یہی مفہوم ہوتا ہے کہ چاند کی رؤیت جو ہر ماہ کی آخری شام کی ہو، مراد ہے۔ یہی صحابہ، تابعین اور ان کے بعد آنے والے اہلِ علم نے کہا ہے بخلاف تیسویں دن کے ماقبل الزوال دکھائی دینے کے، اور مختار امام اعظم

---

[1] ردالمحتار کتاب الصوم مصطفی البابی مصر ۲/۱۰۳

Marfat.com

قولهما[1] (فت) (فتح القدير) وكذا صرح باختياره في ع وخز (خزانة المفتين) وص (خلاصة) وق (قاضي خان) ومر وبز (بزازية) وجو (جواهر الاخلاطي) ومج (مجمع الانهر) وب (بحر الرائق) والاختيار[2] وجامع المضمرات والعناية والغياثية والتتارخانية والتجنيس وغيرها -

اور امام محمد کا قول ہی ہے (فتح القدیر) اس کے مختار ہونے پر ع، خزانۃ المفتین، خلاصہ، قاضی خاں، مر، بزازیہ، جواہر الاخلاطی، مجمع الانہر، بحر الرائق، اختیار، جامع المضمرات، عنایہ، غیاثیہ، تتارخانیہ اور تجنیس وغیرہ میں تصریح ہے۔ (ت)

(ح) ٤/١٩ ع ۵ دوپہر سے پہلے کی قید اس لئے لگائی کہ اگر بعد زوال نظر آیا تو عامۂ کتب پر کسی کے نزدیک گزشتہ رات کا نہ ٹھہرے گا اگرچہ تیسری کا چاند بھی اکثر دن سے نظر آجاتا ہے، دوپہر ڈھلنے کے بعد،

هكذا في عامة الكتب كالبدائع والايضاح والمنظومة والخانية وطم وش والبزازية والعتابية والذخيرة والتتارخانية وجامع الرموز وجواهر الاخلاطي والاختيار والبحر والتبيين والمجتبى والقنية ومجمع البحرين وشرحه لابن ملك وشرح الكنز لملا مسكين وغيرها ووقع في المجمع الانهر تبعا لما في الفتح من التحفة انه عند ابي يوسف اذا رؤي قبل الزوال او بعده الى وقت العصر فللماضية وبعده للمستقبلة[2] ١٢

عام کتب میں اسی طرح ہے مثلاً بدائع، ایضاح، منظومہ، خانیہ، طم، شامی، بزازیہ، عتابیہ، ذخیرہ، تتارخانیہ، جامع الرموز، جواہر الاخلاطی، اختیار، بحر، تبیین، قنیہ، مجمع البحرین اور اس کی شرح لابن ملک، اور شرح کنز لملا مسکین وغیرہ اور مجمع الانہر میں فتح کی اتباع میں اور وہاں تحفہ سے ہے کہ امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ جب چاند زوال سے پہلے یا اس کے بعد عصر تک دکھائی دے تو وہ گزشتہ رات کا ہوتا ہے اور اگر اس کے بعد نظر آئے تو وہ آئندہ رات کا ہوگا۔ (ت)

(م) قمر ۵ ۲۰ کے بڑے ہونے کا کچھ خیال نہ چاہئے۔

---

١ فتح القدیر	کتاب الصوم	نوریہ رضویہ سکھر	٢/٢٤٣
بحر الرائق	"	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	٢/٢٦٣
٢ مجمع الانہر	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	١/٢٣٧
فتح القدیر	"	نوریہ رضویہ سکھر	٢/٢٤٣

Marfat.com

(ش) ۵/۲۰ بہت لوگ چاند کو بڑا دیکھ کر کہنے لگتے ہیں کہ کل کا ہے یا آج ۲۹ نہ تھی ۳۰ تھی کہ ۲۹ کا چاند اتنا بڑا نہیں ہوتا، یہ اُن کی خام خیالی ہے، شرعی معاملے تو اوپر ہو چکے کہ وہاں قیاسی باتوں کا دخل نہیں اور بطور علم ہیأت ہی چلئے تو ان شاء اللہ تعالٰی فقیر ثابت کرسکتا ہے کہ ۲۹ کا چاند بعض ۳۰ کے چاندوں سے بڑا ہونا ممکن۔

اقول اور سب سے بڑھ کر دافع اوہام یہ ہے کہ طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اقتراب الساعۃ انتفاخ الاھلۃ[1] — قربِ قیامت کا ایک اثر یہ ہے کہ ہلال بڑے نظر آئیں گے۔

اور معجم اوسط میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

من اقتراب الساعۃ ان یری الهلال قبلا فیقال هو للیلتین[2] الحدیث۔ — قربِ قیامت کی ایک علامت یہ ہے کہ ہلال سامنے ہی نظر پڑے گا دیکھنے والا کہے گا کہ دو رات کا ہے۔

صحیح مسلم شریف میں ابو البختری سے مروی ہے کہ ہم عمرے کو نکلے بطنِ نخلہ میں ہلال دیکھا کسی نے کہا تین رات کا ہے، کسی نے کہا دو رات کا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے حال عرض کیا، فرمایا: تم نے کس رات دیکھا؟ ہم نے کہا فلاں رات۔ کہا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالٰی مدّہ[ع۱] للرؤیۃ فهو للیلۃ[ع۲] رأیتموہ[3]۔ — اللہ تعالٰی نے اُسے رؤیت پر موقوف فرمایا ہے تو جس رات تم نے دیکھا اُسی رات کا ہے۔

(ح) ۵/۲۰ ع۱ ای جعل وقت الصوم ممتدا الٰی زمان رؤیۃ الهلال ۱۲۔ — اللہ تعالٰی نے وقتِ صوم کو رؤیت چاند کے زمانہ تک طویل (ممتد) کیا ہے ۱۲ (ت)

ع۲ وقع ههنا فی القول المنثور للفاضل اللکنوی لرؤیۃ رأیتموه وهو تصحیف ۱۲ — اور القول المنثور میں فاضل لکھنوی نے "لرؤیۃ رأیتموہ" تحریر کیا ہے یہ تصحیف ہے ۱۲ (ت)

(م) قمر ۶ نہ اس ۲۱ کے اونچے ہونے پر نظر قمر ۷ نہ اس کے دیر تک ٹھہرنے پر التفات۔

(ش) ۶/۲۱ بہت لوگ چاند اونچا دیکھ کر بھی ایسی ہی اٹکلیں دوڑاتے ہیں، بعض کہتے ہیں اگر ۲۹ کا ہوتا تو اتنا

۱؎ کنز العمال بحوالہ المعجم الکبیر حدیث ۳۸۴۶۹ مکتبۃ التراث الاسلامی مصر ۱۴/ ۲۲۰

۲؎ " معجم الاوسط " ۳۸۴۷۰ " "

۳؎ صحیح مسلم کتاب الصیام قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۴۸

Marfat.com

نہ ٹھہرتا۔ یہ سب بھی ویسے ہی اوہام ہیں جن پر شرع میں التفات نہیں، خصوصاً یہ باتیں تو از روئے ہیأت بھی کلیہ نہیں ہوسکتیں، میں ان شاء اللہ تعالیٰ ثابت کرسکتا ہوں کہ کبھی ۲۹ کا ۳۰ کے بعض ہلالوں سے اونچا اور دیر پا ہونا متصور۔

(ح) $\frac{6}{21}$ ع۵ اونچا ہونا اور دیر تک رہنا غالباً زیادتِ فصل سے ہوتا ہے اور یہ ہم اوپر واضح کرچکے کہ کبھی ۲۹ کا بہ نسبت ۳۰ والے کے سورج سے دُور تر ہوتا ہے تو غالباً اُتنا ہی اُونچا بھی ہوگا اور اتنا ہی دیر میں ڈوبے گا۔ علاوہ ازیں دقائقِ ہیأت پر نظر کیجئے تو باوجود استوائے فصل ایک حالت میں بلند تر و دیر پا تر ہونا ممکن و ذلك یبتنی علی مقدمات طویلۃ لو تکلمنا علیھا لخرجنا عما نحن بصددہ[12] (اور یہ طویل مقدمات پر مبنی ہے اگر ہم ان پر گفتگو شروع کردیں تو زیرِ نظر موضوع سے کہیں دُور نکل جائیں گے[12]۔ ت)

(م) قمر ۸ آج کا ہلال ۲۲ شفق سے پہلے ڈوبتا ہے کل کا بعد کو، یہ بھی معتبر نہیں۔

(ش) $\frac{8}{22}$ شفق سے مراد شفقِ احمر ہے یعنی وُہ سرخی جو غروبِ آفتاب کے بعد جانبِ مغرب رہتی ہے۔ عادت یُوں ہے کہ جو ہلال اسی شب ہُوا وہ اس سُرخی کے غائب ہونے سے پہلے ڈوب جاتا ہے، اور جو کل ظاہر ہُوا تھا اس کے بعد غروب کرتا ہے۔ پھر یہ بھی تجربہ کی بات ہے، صحیح مذہب میں اس پر اعتماد نہیں۔

فی مختارات النوازل وقیل ان غاب بعد الشفق فھو للماضیۃ وان غاب قبل الشفق فھو للمستقبلۃ[1] اھ وھکذا ذکرہ مضعفا مقابلا للمذھب الصحیح المختار اعنی کونہ للمستقبلۃ مطلقا فی مج وفت و ق و بز وغیرھا من اسفار کثیرۃ۔

مختارات النوازل میں ہے بعض نے کہا کہ اگر شفق کے بعد چاند غروب ہوگیا تو وُہ گزشتہ رات کا ہوگا اور اگر شفق سے پہلے غروب ہوگیا تو وُہ آئندہ رات کا ہوگا اھ یُونہی یہ ضعیف قول مذہب صحیح اور مختار کے مقابل ذکر کیا ہے، اور مذہب صحیح یہ ہے کہ وہ چاند ہر حال میں آئندہ رات کا ہوگا، مج، فتح القدیر، قنیہ، بزازیہ اور دیگر کتبِ معتمدہ میں یُونہی ہے (ت)

(م) قمر ۹ تیسری رات ۲۳ عشاء سے پہلے چاند نہیں ڈوبتا، پر یہ بھی قابلِ لحاظ نہیں۔

(ش) $\frac{9}{23}$ عادت اکثری یُوں ہے کہ تیسری شب کا چاند غروب نہیں کرتا جب تک عشاء کا وقت نہ آجائے۔ حدیث شریف میں نمازِ عشاء کی نسبت ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یصلیھا لسقوط القمر

حضور سیّدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ نماز اس وقت پڑھا کرتے جس وقت تیسری رات کا

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علٰی ہامش فتاوٰی ہندیہ کتاب الصوم نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۹۶

Marfat.com

لثالثۃ[1] ۔ رواہ ابوداؤد عن النعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما ۔

چاند ڈوبتا ہے (اسے ابوداؤد نے نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے ۔ ت)

پر معاملہ ہلال میں شرعاً اس پر بھی التفات نہیں مثلاً گواہی گزری کہ آج چاند ہوا کل جمعہ کی یکم رمضان ہے اب شنبہ کے بعد جو شب یکشنبہ آئی کہ اس شہادت کی رُو سے تیسری شب تھی، اس میں دیکھا تو چاند مغرب ہی کے وقت عشاء کا وقت آنے سے پہلے ڈوب گیا جس کے سبب گمان ہوتا ہے کہ آج شب دوم ہے اس کا کچھ خیال نہ کریں گے اور تیسری ہی رات قرار دیں گے۔

تنبیہ : **اقول** وباللہ التوفیق بے شک اِس شہادت پر عمل میں معاذ اللہ حدیث کی کچھ مخالفت نہیں، بلکہ عین حکمِ حدیث پر چلنا ہے۔ حضور اقدس سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقتِ عشاء دیکھ کر نماز شروع فرماتے، وہ اس اکثری امر کے سبب غالباً اس وقت سے موافق پڑتی، یا یُوں سہی کہ زمانہ اقدس میں ہمیشہ ہی مطابق آئی، اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ حضور نے ایک وقت بھی اِس غروبِ قمر پر وقتِ نماز کی بنا رکھی ہو نہ کہ اُسے ابدی غیر ممکن التخلف جانتے نہ کہ اس کے سبب امر صوم میں شہادتِ شرعیہ جسے شرع نے مثلِ رؤیت عین قرار دیا روکی جائے۔

سئل فیما غاب الهلال بالليلة الثالثة قبل دخول وقت العشاء هل يعمل بالشهادة ام لا، اجاب المعمول به ما شهدت البينة لان الشهادة نزلها الشارع منزلة اليقين وليس فی العمل بالبينة مخالفة لصلوته صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم[2] (ش) عن فتاوی العلامة الشهاب الرملی الكبير الشافعی ملخصا وهذا اواضح جداً وللہ الحمد ۱۲۔

سوال کیا گیا کہ جب تیسری رات کا چاند دخولِ وقتِ عشا سے پہلے غائب ہوجائے تو کیا شہادت پر عمل کیا جائے گا یا نہیں؟ تو جواب یہ دیا کہ اس پر عمل کیا جائیگا جس پر گواہی ہُوئی کیونکہ گواہی کو شارع علیہ الصلٰوۃ والسلام نے یقین کا مقام قرار دیا ہے اور گواہوں پر عمل کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مخالف نہیں یہ شامی نے علامہ شہاب رملی الکبیر الشافعی کے فتاوٰی سے ملخصاً نقل کیا ہے اور یہ نہایت ہی واضح ہے، حمد اللہ ہی کے لئے ہے ۱۲ (ت)

(ح $\frac{9}{23}$) ؏ **اقول** وبتقریرنا هذا

اقول بحمد اللہ ہماری اس تقریر سے واضح

---

[1] سنن ابی داؤد — کتاب الصلوٰۃ — آفتاب عالم پریس لاہور — ۱/ ۶۰

[2] ردالمحتار — کتاب الصوم — مصطفی البابی مصر — ۲/ ۱۰۰

Marfat.com

ظهر بحمد الله انه لاحاجة الی ما تجشمه الفاضل عبد الحی اللکنوی فی "القول المنشور" مجیبا عن ھذا الاشکال انه لیس فی الحدیث ما یدل علی الدوام فقد یکون ھکذا ولا تغتر بقوله "کان" فانه لا یدل علی الاستمرار کما بسطه النووی فی شرح صحیح مسلم فی ابواب النوافل فتشکر انتھی فقد علمت ان لا اشکال بالحدیث اصلا ولو کان للدوام دواما علی ان ھذہ المسئلة کثیرة الخلاف وقد عقدنا لبیانھا رسالتنا "التاج المکلل فی انارة مدلول کان یفعل" فبناء التقصی علی امر مختلف فیه مع عدم الحاجة الیه مما لا معول علیه ۱۲

ہوگیا کہ اس کی ضرورت نہیں جو فاضل عبد الحی لکھنوی نے القول المنشور میں اس اشکال کے جواب میں کہا کہ حدیث میں کوئی ایسی شئی نہیں جو دوام پر دال ہو، ہاں کبھی ایسا ہوجاتا تھا اور لفظ "کان" سے بھی ضابطہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ یہ دوام واستمرار پر دال نہیں ہوتا جیسا کہ شرح صحیح مسلم کے ابواب النوافل میں امام نووی نے اس پر تفصیلاً گفتگو کی ہے، پس اللہ کا شکر ادا کرو انتہی یقیناً آپ نے جان لیا کہ حدیث کے ساتھ یہاں کوئی اشکال ہی نہیں اگرچہ کانَ ہمیشہ دوام پر دال ہو، علاوہ ازیں اس مسئلہ میں بہت زیادہ اختلاف ہے، ہم نے اس کے لیے ایک رسالہ لکھا جس کا نام "التاج المکلل فی انارۃ مدلول کان یفعل" رکھا ہے، لہذا چھٹکارے کے لئے ایسے معاملہ پر بنیاد رکھنا جو مختلف فیہ ہو اور ضرورت بھی نہ ہو قابلِ اعتماد نہیں ہے ۱۲ (ت)

(م) قمر ۱۰ چودھویں کا سورج ڈوبنے سے پہلے نکلتا ہے قمر ۱۱ پندرھویں کا بیٹھ کر، یہ دونوں بھی نامعتبر ہیں

(ش) $\frac{۱۰-۱۱}{۲۴}$ حاکمِ شرع یا عالمِ دین نے شہادتِ شرعیہ لے کر شعبان کا مہینہ ۲۹ کا ٹھہرایا اور کل بروز جمعہ رمضان کا حکم دیا، اب اس حساب سے شبِ جمعہ ۱۵ کو چاند غروب سے پہلے نکلا، تو بہت جاہل اعتراض کرینگے کہ وہ حکم غلط تھا بلکہ ۳۰ کا چاند ہوا اور ہفتہ کی پہلی، جب تو آج چاند بیٹھ کر نہ چمکا، یا حاکم و عالم نے گواہی ناکافی سمجھ کر شعبان کی گنتی ۳۰ پوری کی، شنبہ سے یکم رمضان رکھی، شبِ جمعہ میں چاند بیٹھ کر نکلا جاہل لوگ کہیں گے کیوں صاحب! ہفتہ کی پہلی تھی تو آج شبِ بدر ہوتی ہے یہ چاند بیٹھ کر کیوں نکلا، ضرور جمعہ کی پہلی تھی اور آج پندرھویں، یہ اور اس قسم کے سب خیالات محض مہمل و بیہودہ ہیں جن پر اصلاً مدارِ احکام نہیں، نہ حاکم و عالم پر شرع یہ لازم فرمائے کہ عند اللہ جو بات نفس الامر میں ہے اس پر مطلع ہوجائیں کہ یہ تکلیف مالا یطاق ہے، بلکہ شرع ان پر یہی فرض کرتی ہے کہ دلیل شرعی سے جو بات ثابت ہو اس پر عمل کرو۔ عام ازیں کہ عند اللہ کچھ ہو خود حضور اقدس عالم ماکان و مایکون صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

انکم تختصمون الی ولعل بعضکم ان

تم میرے حضور اپنے مقدمات پیش کرتے ہو اور شاید

Marfat.com

یکون الحن بحجتہ من بعض فاقضی بنحو مما اسمع فمن قضیت لہ من حق اخیہ شیئا فلا یاخذہ فانما اقطع لہ قطعۃ من نار[1] رواہ احمد والستۃ عن ام المومنین ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

تم پر ایک دوسرے سے زیادہ اپنی حجت بیان کرنے میں تیز زبان ہو تو میں جو سنوں اس پر حکم فرما دوں پس جس کے لیے میں اُس کے بھائی کے حق سے کچھ حکم کروں وُہ اسے نہ لے کہ یہ تو ایک آگ کا ٹکڑا ہے اس کے لیے قطع کرتا ہوں (اسے امام احمد و ائمہ ستہ نے ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت کیا ہے۔ ت)

علاوہ بریں چاند کا چودھویں کو غروبِ شمس سے پہلے نکلنا اگرچہ اکثری ہے، اور اسی لئے اسے بدر کہتے ہیں، مگر بحساب ہیئات بھی اس کا خلاف ممکن، کما لا یخفی علیٰ من یعلمہ (جیسا کہ اہلِ علم پر مخفی نہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(م) **قمر ۱۲** غلط ہے کہ ہمیشہ رجب **۲۵** کی چوتھی رمضان کی پہلی ہو۔

(ش) $\frac{12}{25}$ عوام میں مشہور ہے کہ سال میں جس دن رجب کی چوتھی اسی دن آکر رمضان کی پہلی پڑے گی۔ یہ بات محض بے اصل ہے، اس کا شرعی نہ ہونا تو خود ظاہر، تجربہ بھی خلاف پر شاہد۔ بعض دفعہ رجب کی تیسری اور رمضان کی پہلی مطابق ہُوئی ہے۔

ماھو الرابع من رجب لا یلزم ان یکون غرۃ رمضان بل قد یتفق (بز[2])

رجب کی چوتھی کا رمضان کی پہلی ہونا لازم نہیں بلکہ بعض دفعہ اتفاقاً ایسا ہو جاتا ہے (بزازیہ) (ت)

(م) **قمر ۱۳** رمضان کی پہلی **۲۶** ذی الحجہ کی دسویں ہونا بھی ضروری نہیں۔

(ش) $\frac{13}{26}$ کہیں مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بعض آثار میں آگیا کہ تمھارے روزہ کا دن وہی تمھاری قربانی کا دن ہے، یہ اُس سال کا ایک واقعی بیان تھا، نہ کہ ہمیشہ کے لیے حکمِ شرعی ہو۔ بارہا یکم رمضان و دہم ذی الحجہ مختلف پڑتی ہیں، مثلاً یکم رمضان جمعہ کی ہو اور رمضان شوال ذیقعدہ تینوں مہینے ۲۹ کے تو عید اضحےٰ چہارشنبہ کی ہوگی اور دو ۲۹ کے تو پنجشنبہ کی، اور تینوں تیس ۳۰ کے تو شنبہ کی۔ ہاں دو تیس کے اور ایک ۲۹ کا، تو بے شک جمعہ کی پڑے گی۔ پھر یونہی ہونا کیا ضرور ہے!

---

[1] صحیح بخاری باب موعظۃ الامام للخصوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۰۶۲

[2] فتاوٰی بزازیۃ علی ہامش فتاوٰی ہندیۃ کتاب الصوم نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۹۶

Marfat.com

شہر رمضان اذا جاء یوم الخمیس و یوم عرفۃ جاء یوم الخمیس ایضاکان ذٰلك یوم عرفۃ لایوم الاضحٰی حتّٰی لا تجوز التضحیۃ فی ھذا الیوم ومایروی ان یوم نحرکم یوم صومکم کان وقع ذٰلك العام بعینہ دون الابدلان من اوّل یوم رمضان الی غرۃ ذی الحجۃ ثلثۃ اشھر ولایوافق یوم النحر یوم الصوم الا ان یتم شھران من الثلاثۃ وینقص الواحد فاذا تمت الشھور الثلثۃ تأخرعنہ واذا نقصت الشھور الثلاثۃ او شھران تقدم علیہ فلا یصح الاعتماد علٰی ھذا[1] اھ۔ عن الفتاوی الکبرٰی۔

جب رمضان المبارک جمعرات کو آیا اور یوم عرفہ بھی جمعرات ہی کو آیا تو اب یہ یوم عرفہ تو ہوسکتا ہے یوم اضحی نہیں ہوسکتا حتی کہ اس دن قربانی جائز نہ ہوگی، اور جو یہ مروی ہے کہ تمھارا یوم نحر تمھارے روزہ کا دن ہے یہ ایک معیّن سال میں اتفاق ہُوا تھا، نہ کہ دائمی ضابطہ ہے، کیونکہ رمضان کے پہلے دن سے لے کر ذوالحجہ کی ابتدا تک تین ماہ ہیں تو یوم نحر یوم صوم کے موافق تب ہی ہوگا جب ان تین ماہ میں سے دو کامل اور ایک ناقص ہو، تو جب تینوں کامل واقع ہُوئے تو یوم نحر اس سے مؤخر ہوجائے گا، اور اگر تینوں یا دو ناقص واقع ہُوئے تو یوم نحر اس پہ مقدم ہوگا لہذا اس پر اعتماد صحیح نہیں۔ یہ فتاوے الکبرٰی کے حوالے سے خزانہ میں ہے (ت)

(م) قمریہ ۱ اکثری سہی کہ اگلے رمضان کی ۲۷ پانچویں اس رمضان کی پہلی ہوتی ہے، پر شرع میں اس پر اعتماد نہیں۔

(ش) ۲۷/۱۴ سیدنا امام جعفر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول ہے کہ:

خامس رمضان الماضی اوّل رمضان الاٰتی[2]

گزشتہ رمضان کی پانچویں آئندہ رمضان کی پہلی ہے۔ (ت)

بعض علماء نے کہا اس کا پچاس برس تک تجربہ ہُوا، ٹھیک اُترا۔ بعض معاصرین نے لکھا ۱۲ برس سے میں بھی تجربہ کرتا اور درست پاتا ہُوں۔

اقول مگر فقیر نے ۱۲۹۷ھ سے اب تک کے ۹ رمضانوں میں خیال کیا چند ہی سال میں صاف فرق پڑ گیا۔ پانچ برس تک تو حساب ٹھیک تھا اور اس قاعدے کے مطابق رمضان ۱۳۰۱ھ کی پنجم روز یکشنبہ

---

[1] خزانۃ المفتین کتاب الصوم قلمی نسخہ ۱/۶۰

[2] الاستبصار کتاب الصوم دارالکتب الاسلامیہ تہران ۲/۷۶، من لا یحضرہ الفقیہ دارالکتب الاسلامیہ تہران ۲/۷۸

Marfat.com

آئی، مگر ۱۳۰۲ھ بحسابِ تقویم یکم اسی دن مظنون تھی، مگر فقیر ۲۹ شعبان روز پنجشنبہ کو دیہات میں تھا کشادہ جنگل، صاف مطلع، ابر، غبار، دُخان کسی علت کا نام نہ نشان ۔ میں اور میرے ساتھ اور مسلمان ہرچند غور کرتے رہے رؤیت نہ ہوئی، شبِ جمعہ کی خبر بھی نہ آئی، شنبہ کی عید قرار پائی۔ اب ۱۳۰۲ھ کا حسابِ تقویم اگر غلط بھی مانئے کہ مطلع صاف نہ تھا اور بحکمِ ہیأت یکم یکشنبہ بھی ممکن تھی، تو تصحیح قاعدہ کو اسی دن یکم رکھئے تو یکم پنجشنبہ کی ٹھہرے گی۔ ۱۳۰۲ھ میں یکم بھی جمعرات کو ہونی چاہئے حالانکہ وہ بشہادتِ عین بھی غلط' اور بحکمِ ہیأت بھی ناممکن ۔ لاجرم ماننا پڑے گا کہ ۱۳۰۳ھ میں ٹوٹ گیا ۔ باانیہمہ اگر دائمہ بھی ہو تو صرف ایک تجربہ ہے، نہ حکمِ شرعی جس پر احکامِ شرعیہ کی بناء ہو سکے ۔

(م) قمر ۱۵ برابر چار مہینے سے زیادہ ۲۹ کے نہیں ہوتے، پر اس پر بھی مدار نہیں ۔

(ش) $\frac{15}{28}$ امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں :

قد یقع النقص متوالیا شھرین او ثلثۃ ولا یقع اکثر من اربعۃ اشھر[۱] دو یا تین ماہ مسلسل انتیس کے ہو سکتے ہیں، چار ماہ سے زائد ناقص نہیں ہو سکتے ۔ (ت)

اسی طرح شرح صحیح مسلم میں ہے: لکن مصدرا بلفظۃ قالوا[۲] (لیکن اسے لفظ "قالوا" سے تعبیر کیا ہے ۔ ت)

پھر بھی یہ اسی قبیل سے تجربہ ہے، یا حساب جس پر شرع میں اعتماد نہیں ۔ مثلاً ربیع الآخر سے رجب تک چار مہینے ۲۹ کے ہوتے آئے، اب شعبان کی ۲۹ کو شہادتِ رؤیت گزری، بلاشُبہ مقبول ہوگی، اور یہ خیال نہ کریں گے کہ ۵ برابر ۲۹ کے ہوئے جاتے ہیں ۔

(م) قمر ۱۶ ان امور میں خط کا اعتبار جس طرح عوام میں رائج محض مردود ہے اگرچہ مہر شدہ ہو اور کاتب ثقہ اور خط معروف ۔

(ش) $\frac{16}{29}$ جاہل لوگوں بلکہ بعض اُن مدعیانِ علم میں بھی جو بزعمِ خود فقیہ العصر وحید الدہر ہوں، اعتماد خط کا عجیب جوش ہے ۔ اپنے کسی معتمد کا خط آگیا اور شہادتِ شرعی میں کچھ باقی نہ رہا، گویا خط کاہے کو ہے خاص فلکِ قمر سے ان پر تفسیر جلالین نازل ہوئی ۔ پھر کورے جُہّال کا تو کہنا ہی کیا ہے، وہاں خط سے گزر کر تاریخ خط سے استناد ہوتا ہے، حالانکہ علماء فرماتے ہیں خط پر اعتماد نہیں، نہ اس پر عمل ہو کہ خط خط کے

---

[۱] ارشاد الساری شرح صحیح بخاری — کتاب الصوم — دار الکتاب العربی بیروت — ۳/ ۳۵۷

[۲] شرح نووی علی صحیح مسلم — " — قدیمی کتب خانہ کراچی — ۱/ ۳۴۷

Marfat.com

مشابہ ہوتا ہے اور مُہر مُہر کے مثل ہو سکتی ہے۔

المقرر عند علماء الحنفیة انه لا اعتبار بمجرد الخط والالتفات الیه[1] خ (خیریه) الخط لا یعتمد علیه ولا یعمل به[2] خ۔ لیس الموجود فیه سوی خط فی ورق لیس من حجج الشرع فی شئ[3] خ۔ مجرد الخط علامة لا تبنی علیها الاحکام[4] خ۔ صرح علماؤنا بعدم الاعتماد علی الخط وعدم العمل به[5] خ ملخصاً العبرة لما تقوم البینة الشرعیة علیه لا لما یوجد من الخطوط والکواغذ[6] خ۔ انما هو کاغذ به خط وهو لا یعتمد علیه ولا یعمل به کما صرح به کثیر من علمائنا[7] خ۔ مجرد خط لا یعتمد علیه ولا یعمل له شرعاً[8] خ۔ لیس الورق والخط من حجج الشرع[9] خ۔

علمائے احناف کے ہاں یہ مسلّم ہے کہ محض خط قابل توجہ نہیں، خیریہ۔ خط پر نہ تو اعتماد کیا جائے نہ ہی عمل، خیریہ۔ اس میں ایک ورق پر خط کے علاوہ کچھ نہیں جو کوئی شرعی دلیل نہیں، خیریہ۔ محض خط علامت ہے اس پر احکام کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی خیریہ۔ ہمارے علماء نے تصریح کی ہے کہ خط پر اعتماد اور عمل نہیں کیا جا سکتا خیریہ ملخصاً۔ اعتبار اس کا ہے جس پر شرعی گواہی ہو نہ کہ خطوط اور کاغذ موجود ہونے پر، خیریہ۔ کیونکہ وہ کاغذ ہی ہے جس پر تحریر ہے اور اس پر نہ اعتماد کیا جا سکتا ہے اور نہ عمل، جیسا کہ ہمارے اکثر علمائے نے تصریح کی ہے خیریہ۔ شرعی طور پر خط پر نہ اعتماد کیا جا سکتا ہے نہ عمل خیریہ۔ کاغذ اور خط دلائلِ شرعی سے نہیں خیریہ۔

۱ فتاوی خیریہ	کتاب الادب القاضی	دار المعرفة بیروت	۲/۱۲
۲ "	باب خلل المحاضر والسجلات	"	۲/۱۹
۳ "	"	"	۲/۲۴
۴ "	کتاب الوقف	"	۱/۱۱۹
۵ "	"	"	۱/۱۱۸
۶ "	"	"	۱/۲۰۰
۷ "	"	"	۱/۲۰۳
۸ "	"	"	۱/۲۰۹
۹ "	کتاب البیوع	"	۱/۲۲۸

Marfat.com

من کتاب البیوع لا یعتمد علی الخط ولا یعمل به ولا شك ان الخط اعم من ان یکون بالقلم او بالطابع الذی ھو الختم[1] ملخصًا۔

کتاب البیوع میں ہے کہ خط پر نہ اعتماد کیا جاسکتا ہے نہ عمل، اور اس میں شک نہیں کہ خط سے مراد عام ہے خواہ وہ قلم سے تحریر کیا ہُوا ہو یا اس پر مُہر مطبوع ہو خیریہ ملخصًا (ت)

ان کے سوا بے اعتباریٔ خط میں پندرہ کتابوں کی عبارتیں فقیر نے فتوٰی تار مندرجہ رسالہ ازکی الاہلال میں ذکر کیں و باللہ التوفیق۔

تنبیہ: خط بعض صُورتوں میں مقبول ہوتا ہے، کتاب القاضی الی القاضی یعنی حاکمِ شرع کو خط لکھے و بشرائط کثیر حجتِ ملزمہ ہے

(ح) $\frac{16}{29}$ علٰہ الثلثۃ من کتاب الدعوی کالاخیرۃ ۱۲ آخری کی طرح یہ تینوں بھی کتاب الدعوٰی سے ہیں ۱۲ (ت)

$\frac{16}{29}$ علٰہ الٰی ھٰھنا من الوقف (یہاں تک یہ حوالہ جات کتاب الوقف سے ہیں۔ ت)

(م) قمر ۱۷ تار محض ۳۰ مہمل اور ناقابلِ التفات اگرچہ متعدد شہروں سے وارد ہو۔

(ش) $\frac{17}{30}$ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے اس بارے میں ایک مفصل فتوٰی لکھا اور علمائے بدایوں و رام پور و حیدرآباد و دہلی نے مہریں کیں، وُہ فتوٰی آخر رسالہ ازکی الاہلال میں مذکور ہُوا، اور ہم ان شاء اللہ بحثِ استفاضہ میں یہ بھی ظاہر کریں گے کہ تار جیسا ایک جگہ کا ویسا ہی دس بیس مقام کا، سب نامعتبر ہیں، یعنی اگر کسی شہر میں متعدد تار مختلف امصار سے آئیں تو ان کی بھی کچھ وقعت نہ ہوگی کہ کثرتِ تار کو شرعی تواتر و اشتہار سے اصلاً علاقہ نہیں۔

(م) قمر ۱۸ ۳۱ بازاری افواہ اصلاً کوئی چیز نہیں۔

(ش) $\frac{18}{31}$ اکثر دیکھا گیا ہے کہ خبرِ رؤیت کا شہر میں شہرہ اور عام عوام کی زبان پر چاند چاند کا چرچا ہوگیا، پھر تحقیق کیجئے تو کچھ اصل نہ تھی۔ اسے افواہ کہتے ہیں۔ شرع جس تواتر و شہرت کو قبول فرماتی ہے وہ اور چیز ہے۔

(م) قمر ۱۹ ۳۲ مجرد حکایت محض نامسموع۔

(ش) $\frac{19}{32}$ گواہوں کا مجرد بیان کہ فلاں شہر میں چاند ہُوا، یا فلاں فلاں نے چاند دیکھا، یا فلاں روز سے روزہ رکھا۔ مجرد حکایت ہے جس پر اصلاً التفات نہیں، بلکہ یا تو اپنے معائنہ کی شہادت ہو، یا

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الدعوۃ دارالمعرفۃ بیروت ۲/۵۱

Marfat.com

شہادت پر شہادت۔ یا قضا پر شہادت، یا شرعی شہرت۔ یہ مسئلہ بہت ضروری الحفظ ہے۔ یہ صرف عوام بلکہ آج کل کے بہت مدعیانِ علم، بلکہ بعض ذی علم بھی ناواقف پائے،

واللہ الھادی ھذہ الجماعۃ لم یشھدوا بالرؤیۃ ولا علٰی شھادۃ غیرھم وانما حکوا بالرؤیۃ غیرھم فلا یلتفت الٰی قولھم[1] خز، وقد نص علی المسئلۃ فی دط طم ش فتح ب وغیرھا کما ذکرنا بعض نصوصھا فی ازکی الاھلال۔

اور اللہ ہی ہدایت عطا فرمانے والا ہے، اس جماعت نے چاند دیکھنے کی گواہی نہیں دی اور نہ ہی دُوسروں کی گواہی پر گواہی دی ہے انھوں نے صرف دُوسروں کی رؤیت کی حکایت کی ہے لہذا ان کا قول قابلِ توجہ نہیں ہوگا، خزانہ۔ اور اس مسئلہ پر در، طحاوی، طم، ش، فتح القدیر، ع، ب وغیرہ نے تصریح کی ہے۔ جیساکہ ان میں سے بعض تصریحات کو ہم نے ازکی الاھلال میں ذکر کردیا ہے (ت)

(م) قمر ۲۰ ۳۳ یقین عرفی کچھ بکار آمد نہیں۔ وصلی اللہ علٰی خیر خلقہ سیّدنا محمدٍ وّ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین وَالحمد للہ ربّ العالمین۔

(ش) ۲۰/۳۴ اقول یہ ایک نفیس مسئلہ ہے جس پر فقیر غفر اللہ تعالٰی لہٗ نے تنبیہ کی، یقین دو طرح کا ہوتا ہے: ایک شرعی کہ طریقہ شرع سے حاصل ہو۔ دوسرا عرفی کہ باوجود عدم طریقہ شرعی صرف اپنے مقبولات و مسلّمات یا تجربیات و مشہورات اور قرائن خارجیہ کے لحاظ سے اطمینان حاصل ہوجائے۔ ناواقف لوگ مدرک عرفی و شرعی میں تفرقہ نہ جان کر اسے کافی ووافی و دلیل شرعی گمان کرتے ہیں حالانکہ یہ صریح خطا ہے، مثلاً جہاں شرع مطہر نے شہادت میں عدد شرط کیا دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں ہوں، وہاں ہمارے اعظم کسی معتمد اجل مستند نے جسے افضل اولیاء عالم جانیں، اور وُہ واقع میں بھی غوثِ زمانہ ہی ہو۔ شہادت دی کہ میرے سامنے ایسا ہُوا اور میں نے بچشم خود دیکھا، ہمیں جو اعتبار اس کے فرمانے پر آئے گا ہرگز دو چار دس بیس کی بات پر بھی اس سے زیادہ نہ ہوگا مگر شرع دوسرا گواہ اور مانگے گی، اور معاملہ زنا میں تین۔ تو اگر ایسے ہی تین گواہی دیں جب بھی نامسموع کہ قرآن کریم نے بِاَرْبَعَۃِ شُھَدَاۤءَ[2] فرمایا، اگرچہ اس میں شک نہیں کہ سامع مطلع کو ان کے ارشاد میں اصلاً محلِ شک نہ ہوگا۔ اسی طرح ہزاروں نظیریں اس مسئلہ کی ہوں گی اور

---

[1] ردالمحتار کتاب الصوم مصطفی البابی مصر ۲/۱۰۲
فتح القدیر کتاب الصوم نوریہ رضویہ سکھر ۲/۲۴۳
[2] القرآن ۲۴/۴

Marfat.com

پھر قرائن بے چارے کس گنتی شمار میں ہیں۔ ذی علم کو بارہا واقع ہوتا ہے کہ بہت امور خارجیہ کے لحاظ سے چاند ہونے میں اطمینان کامل رکھتا ہے، مگر جب تک ثبوتِ شرعی نہ ہو ہرگز حکم رؤیت نہیں کرتا۔ یُوں ہی جب ثبوت میزانِ شرع پر ٹھیک اُترے گا مجبوراً حکم رؤیت کرے گا، اگرچہ بنظر امور دیگر کسی طرح ہلال کا ہونا دل پر نہ جمے۔ ایسی ہی جگہ عالم و جاہل کا فرق کھلتا ہے، جب قرائن اس کے خلاف ظاہر ہوتے ہیں جہال حکم عالم پر اعتراض کرنے لگتے ہیں، حالانکہ وُہ جانتا ہے کہ جو میں نے کیا وہی رائے صائب تھی اور مجھ پر بہرحال مدرک شرعی کی پابندی واجب اس امر کی طرف کچھ اشارہ زیر یا نزدہم بھی گزرا، اور ان یقینوں کی زیادہ توضیح رسالہ ازکی الاھلال میں مذکور ہُوئی، و باللہ التوفیق وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد و اٰلہ وصحبہ اجمعین۔

فائدہ: صحیح حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

شھران لاینقصان شھرا عید رمضان و ذوالحجۃ۔ رواہ الامام احمد والستۃ عن ابن ابی بکرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[1]

عید کے دونوں مہینے ناقص نہیں ہوتے یعنی رمضان اور ذی الحجہ۔ (اسے امام احمد اور ائمہ ستہ نے حضرت ابنِ ابی بکرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

بعض علماء نے اس کے یہ معنی لیے ہیں کہ یہ دونوں مہینے ایک سال میں ۲۹ کے نہیں ہوتے۔ صحیح بخاری میں ہے:

قال محمد لایجتمعان کلاھما ناقص۔[2]

محمد بن سیرین کہتے یہ دو مہینے جمع نہیں ہوتے اس حال میں کہ دونوں ناقص (یعنی ۲۹ کے) ہوں۔(ت)

امام بزار نے فرمایا:

لاینقصان جمیعا فی سنۃ واحدۃ[3] (ایک سال میں عید کے دو ماہ جمع نہیں ہوتے کہ دونوں ہی ناقص ہوں۔ت)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا:

ان نقص رمضان تم ذوالحجۃ وان نقص ذوالحجۃ تم رمضان۔[4]

رمضان ۲۹ کا ہوگا تو ذوالحجہ ۳۰ کا، اور ذوالحجہ ۲۹ کا ہوگا رمضان ۳۰ کا۔(ت)

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی عن عبدالرحمن ابن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ دارالمعرفۃ بیروت ۵/ ۳۸
صحیح البخاری کتاب الصوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۶

[2] " " " ۱/ ۲۵۶ "

[3] فتح الباری شرح صحیح بخاری " دارالمعرفۃ بیروت ۴/ ۱۰۷

[4] صحیح البخاری " قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۶

ف: فتح الباری میں امام بزار کی بجائے امام بزار سے یہ عبارت منقول ہے۔

Marfat.com

اور اس معنی کی مؤید وہ حدیث ہے جو بطریق زید بن عقبہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہ شھرا عید لایکونان ثمانیۃ وخمسین یوما عید کے دونوں مہینے ۵۸ دن کے نہیں ہوتے۔ باایں ہمہ محققین کے نزدیک اس سے اکثری اغلبی حکم مراد ہے، نہ کہ دائمی ابدی۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: قد وجدنا ھما ینقصان فی اعوام ہم نے برسوں دیکھا کہ یہ دونوں مہینے سال میں ۲۹ کے ہوئے۔ اقول معہذا حدیث اوّل کے تو عمدہ معانی علماء نے بیان فرمائے، اور تحقیق روشن یہی ہے کہ اس کا ثواب نہیں گھٹتا اگرچہ گنتی میں پورے ہوں، اور حدیث دوم کی صحت معلوم نہیں، اگر صحیح ہو تو بعض رواۃ سے اپنی فہم کی بناء پر نقل بالمعنی محتمل، واللہ تعالٰی اعلم، بالجملہ غرض یہ ہے کہ ایسے تجربیات کا دائمی ہونا ضرور نہیں، اور دائمی ہوں بھی تو احکام شرع کا ان پر مدار نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم، واللہ الھادی و صلی اللہ تعالٰی علٰی سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ؁

۱؎ فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب الصوم دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۱۰۰

۲؎ شرح معانی الآثار کتاب الصیام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۸۱

Marfat.com

مفسداتِ صوم
(روزہ توڑ دینے والی اشیاء)

مسئلہ ۲۱۷ تا ۲۱۹ از علی گڑھ بوساطت رحیم اللہ خاں ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں:

(۱) رمضان میں عورت کوئی دوا خشک اپنے جسم میں رکھے تو روزے میں کچھ فساد آئے گا یا نہیں؟

(۲) عورت بتّی کسی دوا کی یا انگلی سے دوا اپنے جسم میں داخل کرے یا مرد انگلی کرے تو روزہ ٹوٹے گا یا نہیں؟

(۳) عورت کو لپٹایا یا خیال باندھا کچھ دیر کے بعد جس وقت کہ خواہش بالکل نہ رہی بوندیں خارج ہوچکی ہیں، پیشاب کو جاتے وقت بعد پیشاب کے کچھ گاڑھا پانی سفید نکلے جس کی شکل منی کی سی ہو تو اس کو منی کہا جائیگا یا نہیں؟ اور روزہ اس سے ٹوٹے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) اگر روزے کی حالت میں یعنی طلوعِ صبح صادق سے غروبِ شمس تک رمضان خواہ غیر رمضان میں دوا خشک یا تر خواہ کوئی چیز فرج میں اس طرح رکھی گئی کہ فرج داخل کے اندر بالکل غائب کر دی تو روزہ جاتا رہا اور اگر مثلاً دوا کسی کپڑے میں باندھ کر فرج میں اس طرح رکھی کہ کپڑے کا سرا فرج داخل سے باہر رہا اگرچہ فرج خارج میں غائب ہو جائے تو روزہ نہ جائے گا جب تک دوا کا کوئی حصہ کپڑے سے چھن کر فرج داخل کے اندر نہ گرے یا دوا ایسی تر ہو کہ کپڑے میں ٹپک کر فرج داخل میں لگے یا حرکت کے سبب کپڑا چڑھ جائے کہ بالکل فرج داخل کے اندر غائب ہو جائے، ان صورتوں میں روزہ جاتا رہے گا۔

Marfat.com

فی تنویرالابصار والدرالمختار (ادخل عودا) ونحوہ (فی مقعدتہ وطرفہ خارج) وان غیبہ فسد وکذا لو ابتلع خشبۃ اوخیطا ولو فیہ لقمۃ مربوطۃ الا ان ینفصل منہا شیئ ومفادہ ان استقرار الداخل فی الجوف شرط للفساد بدائع ولو ادخلت قطنۃ ان غابت فسد وان بقی طرفہا فی فرجہا الخارج لا (لم یفطر)[1] اھ ملتقطا وفی رد المحتار مادخل فی الجوف ان غاب فیہ فسد وھو المراد بالاستقرار وان لم یغب بل بقی طرف منہ فی الخارج اوکان متصلا بشیئ خارج لایفسد لعدم استقرارہ[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

تنویرالابصار اور درمختار میں ہے: کسی نے عود (کی لکڑی وغیرہ کو) دبر میں اس طرح داخل کیا کہ ایک کنارہ اس کا باہر ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا، اور اگر سب اندر چڑھالے تو ٹوٹ جائے گا اور یہی حکم ہے اس کا جو کوئی لکڑی نگل لے یا دھاگا اگرچہ اس میں لقمہ بندھا ہُوا ہو مگر اس صورت میں کہ جب لقمہ سے کچھ جُدا ہو کر اندر رہ جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اس کا حاصل یہ ہے کہ پیٹ میں داخل ہونے والی چیز کا وہاں (پیٹ میں) استقرار (ٹھہرنا) فساد کے لیے شرط ہے بدائع، اگر عورت نے رُوئی داخل کی جو غائب ہوگئی تو روزہ فاسد ہوجائیگا، اور اگر اس کی کوئی طرف فرج خارج میں نکلی ہُوئی رہی تو روزہ فاسد نہ ہوگا (یعنی روزہ نہیں ٹوٹے گا) اھ اختصاراً۔ ردالمحتار میں ہے کہ جو کچھ جوف میں داخل ہُوا اگر وُہ غائب ہوگیا تو روزہ فاسد ہوجائے گا، اور استقرار سے یہی مراد ہے اور اگر غائب نہ ہوا بلکہ اس کی کوئی جانب خارج باقی رہ گئی یا خارج شئی سے متصل رہی تو عدمِ استقرار کی وجہ سے روزہ فاسد نہ ہوگا، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۲) بتّی اور دوا کا حکم مسئلہ سابقہ میں گزرا، اور انگلی فرج میں داخل کرنے سے عورت کا روزہ صرف چار صورت میں فاسد ہوگا: ایک یہ کہ انگلی داخل کرنے سے اُسی حالت میں کہ انگلی فرج کو مَس کر رہی ہے عورت کو انزال ہوجائے لوجود معنی الفطر وھو الامناء عن مباشرۃ کما فی الھدایۃ وغیرھا[3] (اس صورت میں معنی افطار پایا گیا اور وُہ مباشرت کی وجہ سے منی کا خروج ہے، ہدایہ وغیرہ۔ت) دوسرے یہ کہ انگلی پانی یا روغن کے مانند کسی شَے سے ایسی تر ہو کہ اُس کی تری چھُوٹ کر فرج داخل میں لگے۔ تیسرے یہ کہ خشک انگلی داخل کی وُہ فرج کی رطوبت سے ایسی تر ہوگئی کہ اب اس سے چھوٹ کر دوسری چیز میں لگے بعدہ انگلی باہر کرکے ایسی ہی

---

[1] درمختار | باب مایفسد الصوم | مجتبائی دہلی | ۱/۱۴۹
[2] ردالمحتار | " | مصطفی البابی مصر | ۲/۱۰۷
[3] " | " | " | ۲/۱۰۹

Marfat.com

تری کی حالت میں پھر اندر کی کہ تری چھوٹ کر فرج داخل میں لگی ۔ چوتھے یہ کہ انگلی کٹی ہوئی جسم سے جُدا تھی وہ فرج داخل کے اندر غائب کر دی گئی کہ سرا باہر نہ رہا ، یہ احکام بھی اُسی مسئلہ سے ظاہر ہیں ان میں برابر ہے خواہ انگلی مرد کی ہو یا عورت خود اپنی انگلی داخل کرے اگرچہ بدن صاف کرنے کو ۔ درمختار میں ہے :

ادخل اصبعه اليابسة فی دبرہ او فرجها لو یفطر ولو متبلة فسد[1] اھ ملتقطا

اگر کسی نے انگلی دُبر میں دی یا عورت نے اپنی فرج میں داخل کی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا ، اور اگر انگلی تر تھی تو روزہ ٹوٹ جائے گا اھ اختصاراً (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قوله ولو متبلة فسد لبقاء شئ من البلة فی الداخل[2]

قولہ اگر (انگلی) تر ہُوئی تو ٹوٹ جائے گا ، یہ اس لیے ہے کہ اس صورت میں داخل دبر و فرج میں کچھ تری باقی رہ جائے گی ۔ (ت)

حاشیہ طحطاوی میں ہے :

ظاهر کلامه یقتضی ان الذی ادخل فی فرجها الرجل والحکم واحد[3]

ظاہر کلام کا تقاضا یہ ہے کہ فرجِ عورت میں انگلی داخل کرنے والا مرد ہو ، حالانکہ (دونوں صورتوں میں خواہ مرد ہو یا عورت) حکم ایک ہے (ت)

فتح القدیر میں ہے :

لو ادخل الاصبع فی دبرہ او فرجها الداخل لا یفسد الصوم الا ان تکون مبلولة بماء او دھن علی المختار وقیل یجب علیه القضاء والغسل[4]

اگر کسی نے مرد کی دبر یا عورت کی فرج داخل میں انگلی داخل کی تو مختار قول پر روزہ فاسد نہ ہوگا مگر اس صورت کہ جب وُہ پانی یا تیل کے ساتھ تر ہو ۔ بعض نے کہا ہے کہ ایسی صورت میں روزہ کی قضاء اور غسل لازم ہوجائے گا ۔ (ت)

---

[1] درمختار باب مایفسد الصوم مجتبائی دہلی ۱/۱۴۹

[2] ردالمحتار 〃 مصطفی البابی مصر ۲/۱۰۸

[3] حاشیہ طحطاوی علی الدرالمختار 〃 دارالمعرفۃ بیروت ۱/۴۵۱

[4] فتح القدیر باب مایوجب القضاء والکفارۃ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۲۶۷

Marfat.com

تنبیہ: فتح القدیر ومراقی الفلاح وفتاوٰی ظہیریہ وفتاوٰی ہندیہ وغیرہا عامہ کتب میں جو انگلی کی تری میں آب و روغن کا ذکر ہے محض تمثیل وتصویر ہے، نہ تخصیص وتقیید کہ اگر دودھ یا گھی یا لعابِ دہن میں تر ہو جب بھی بداہۃً حکم یہی ہے کہ مدار صرف کسی تری کا خارج سے جوف میں جاکر رہ جانا ہے کما افادہ فی ردالمحتار (جیسا کہ ردالمحتار میں بیان ہُوا۔ ت) ولہذا درمختار میں مطلق متبلۃ (تر ہوتی۔ ت) فرمایا، اور شک نہیں کہ فرج کی رطوبت جب انگلی سے لگ کر باہر آئی اب وُہ بھی رطوبتِ خارجہ ہوگئی، اب دوبارہ جو باہر سے جاکر فرج داخل کے اندر رہ جائے گی ضرور فسادِ صوم لائے گی جس طرح لعابِ دہن کہ اگر قبل خروج اُسے نگل جائے روزے میں خلل نہیں، اور اگر دہن سے جُدا کر دینے کے بعد کھائے گا روزہ جائے گا کما فی ردالمحتار عن البدائع ومثلہ فی کثیر من الکتب (جیسا کہ بدائع سے ردالمحتار میں اور اسی طرح اکثر کتب میں ہے۔ ت)

رہا علماء کا فرمانا کہ اگر کان سے میل نکالا اور میل لگی ہوئی سلائی دوبارہ سہ بارہ کان میں کی تو بالاجماع روزہ نہ جائے گا۔ بزازیہ ونورالایضاح ودرمختار وغیرہا میں ہے:

واللفظ للوجیز، اجمعوا انہ لوحك اذنہ بعود فاخرج العود وعلٰی راسہ درن ثم ادخلہ ثانیا وثالثا کذٰلك انہ لایفسد[1]

وجیز کی عبارت یہ ہے فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر کسی نے عود (لکڑی) کے ساتھ اپنا کان کھُرچا پھر لکڑی جب باہر نکالی تو اس کے سرے پر میل تھی اب اسی لکڑی کو دوبارہ یا سہ بارہ اسی طرح (کان میں) داخل کیا تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔ (ت)

وہ اس مسئلہ سے جُدا ہے وہاں روزہ نہ ٹوٹنے کی وجہ یہ ہے کہ کان کریدنے میں سلائی دماغ تک نہیں جاتی تو میل جوف میں داخل نہ ہُوا بخلاف یہاں کے کہ فرج داخل خود جوف ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے:

حك اذنہ بعود فخرج علیہ درن مما فی الصماخ ثم ادخلہ ای العود مرارا الی اذنہ لایفسد صومہ بالاجماع، کما فی البزازیۃ لعدم وصول المفطر الی الدماغ[2]، واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر کان کو لکڑی کے ساتھ کھُرچا پھر جب لکڑی واپس نکالی تو اس پر کان کے اندر سے میل آئی پھر اس لکڑی کو کئی دفعہ کان میں داخل کیا تو بالاتفاق روزہ فاسد نہ ہوگا، جیسا کہ بزازیہ میں ہے کیونکہ کوئی چیز روزہ توڑنے والی دماغ تک نہیں پہنچی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علٰی حاشیہ فتاوٰی ہندیہ کتاب الصوم نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۹۸

[2] مراقی الفلاح مع حاشیہ طحطاوی باب فی مالایفسد الصوم نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۶۲

Marfat.com

(۳) منی اپنی رنگت اور بُو اور قوام وغیرہا کے باعث اور پانیوں سے ممتاز ہوجاتی ہے بہرحال صورت مستفسرہ میں جو کچھ نکلا اگرچہ منی ہی ہو جبکہ بالکل شہوت ساکن ہوجانے کے بعد بلاشہوت بعد پیشاب کے نکلا تو اس سے نہ غسل واجب ہو نہ روزے میں کچھ خلل آیا اور مجرد خیال باندھنے سے تو روزہ اصلاً نہیں جاتا اگرچہ اسی حالت تصوّر ہی میں شہوت کے ساتھ انزال ہوجائے، ہاں لپٹانے یا بوسہ لینے یا ہاتھ لگانے کی حالت میں اگر انزال ہو تو روزہ فاسد ہوکر قضا لازم آئے گی اور ان افعال کے ختم کے بعد شہوت ہنوز باقی رہی اور اس حالت میں کہ یہ عورت کے جسم سے جدا ہے منی اُتری اور بشہوت نکل گئی تو اگرچہ غسل واجب ہوگا مگر روزہ نہ جائے گا کہ یہ انزال اُن افعال سے نہ ہوا بلکہ مجرد تصوّر سے ہُوا،

فی الدرالمختار انزل بفکر وان طال او نزع المجامع حال کونہ ناسیا فی الحال عند ذکرہ وکذا عند طلوع الفجر وان امنی بعد النزع لانہ کالاحتلام لم یفطر اھ[1] ملتقطا وبہ یعلم ماذکرنا بالاولی کمالا یخفی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے کہ اگر سوچنے سے انزال ہوگیا اگرچہ وہ سوچ طویل تھی یا نسیاناً جماع شروع کیا تھا، روزہ یاد آنے پر فوراً چھوڑ دیا، اسی طرح حکم ہے اگر اس نے طلوعِ فجر ہوتے ہی جماع چھوڑ دیا، اگر چھوڑنے کے بعد منی کا خروج ہوا اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا کیونکہ یہ احتلام کی طرح ہے اھ مختصراً۔ اس سے زیرِ بحث مسئلہ کا حکم بطریق اولٰی معلوم ہوگیا جو نہایت ہی واضح ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۰ تا ۲۲۱

۲۶ صفر ۱۳۱۷ھ

(۱) ایک شخص پان کھا کے اوّل شب میں سویا، صبح کو اُٹھ کر نیت روزہ کی کرتا ہے، روزہ درست ہوگا یا نہیں؟

(۲) حالتِ روزہ میں اگر کوئی پانی سے استنجا کرے اور ریاحی اخراج ہو اور بدستور استنجا کرنے میں مشغول رہے تو روزہ رہا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) اگر پان کھالیا تھا مُنہ میں صرف چند دانے چھالیا کے دانتوں میں لگے رہ گئے تو روزہ صحیح ہوجائے گا اور اگر صبح کے بعد بھی ایسا اُگال کثیر مُنہ میں تھا جس کا جرم خواہ عرق لعاب کے ساتھ حلق میں جانا مظنون ہے تو روزہ نہ ہوگا۔

---

[1] درمختار باب مایفسد الصوم مجتبائی دہلی ۱/۱۴۹-۱۵۰

Marfat.com

(۲) اس سے روزہ میں کوئی خلل نہیں آتا لعدم المفطر۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۲ مسئولہ عبدالرحمان صاحب جونپوری از گولڑہ ضلع راولپنڈی ۲۶ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو لوگ پان یا تمبا کو یا نسوار کے عادی ہیں وہ اگر روزہ کی حالت میں پان تمباکو نسوار منہ میں رکھ لیں اور اس کا جرم حلق کے اندر نہ جانے دیں تو روزہ ٹوٹ جائیگا یا نہیں؟ اور بصورت ٹوٹ جانے کے قضا لازم آئے گی یا کفارہ؟ مدلل بیان کیجئے، بینوا توجروا

الجواب

پان جب منہ میں رکھا جائے گا اُس کا عرق ضرور حلق میں جائیگا، اور تمباکو جیسی کھائی جاتی ہے وہ اگر منہ میں ڈالی جائیگی تو یقیناً اس کا جرم لعاب کے ساتھ حلق میں جائے گا اور نسوار تو بہت باریک چیز ہے جب اوپر کو سونگھی جائے گی ضرور دماغ کو پہنچے گی اور ان طلب والوں کے مقاصد بھی یونہی بر آئیں گے اور فقہیات میں ایسا مظنون مثل متیقن ہے، یہ سب شیطانی وسوسے ہیں' ان چیزوں کے استعمال سے جو روزہ جائے اس کی فقط قضا نہیں بلکہ کفارہ بھی ضرور ہوگا کہ ان میں صلاح بدن وقضائے شہوت ہے اور اگر بالفرض ان میں احتیاط یقینی کی صورت متصور بھی ہوتی جب بھی ممانعت میں شک نہ تھا جیسے مباشرتِ فاحشہ کہ بے انزال ناقص نہیں مگر ممنوع ضرور ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من وقع فی الشبہات وقع فی الحرام کالراعی یرعی حول الحمی یوشك ان یرتع فیہ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جو شبہات میں داخل ہوتا ہے وہ حرام میں داخل ہوجائے گا جیسا کہ محفوظ جگہ کے قریب بکریاں چرانے والا قریب ہے کہ وُہ حرام میں واقع ہوجائے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۳ از کلکتہ چیت پور نزدیک اسپتال ای، بی، ایس، آر، یکم ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روزہ کس کس حالت میں نہیں ہوتا؟ مثلاً اگر کوئی شخص چھلّے کو اتنا زیادہ کھالے کہ صبح کو اُسے کھٹّی ڈکاریں آئیں تو روزہ ہُوا یا نہیں؟ اگر نہیں ہُوا تو کیا خرابی واقع ہوئی؟ دوسری یہ بات کہ روزہ کس کس حالت میں درست نہیں رہتا؟

الجواب

کھٹّی ڈکار سے روزہ نہیں جاتا، یہ کسی کتاب میں نہیں لکھا۔ روزہ تین باتوں سے جاتا ہے جماع[1] اگرچہ

---

[1] صحیح مسلم باب اخذ الحلال وترک الشبہات قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۸

Marfat.com

انزال نہ ہو، اور مس[2] جبکہ انزال ہو، اور باہر[3] سے کوئی چیز جوف میں اس طرح داخل ہو کہ باہر اس کا علاقہ نہ رہے مثلاً ڈورے میں بوٹی باندھ کر نگل لی اور ڈور باہر ہے تو اگر اسے نکال لے گا روزہ نہ جائے گا اور اگر ڈور باہر نہ رہی یا نکالنے میں بوٹی یا اس کا کچھ حصہ جوف میں رہ گیا تو روزہ جاتا رہا،

کل ذٰلك منصوص علیه فی الدر المختار[1] وغیرہ من الاسفار۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

اس تمام پر درمختار اور دیگر کتب میں تصریح ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۴: مرسلہ قاری عبدالنبی طالب علم ۲ رجب المرجب ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ روزہ دار کو فصد کھلوانا اور سوزاک میں پچکاری لگوانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر فصد یا پچکاری لگوایا تو روزہ باطل ہوجائے گا یا نہیں؟

الجواب

فصد سے روزہ نہ جائے گا، ہاں ضعف کے خیال سے بچے تو مناسب، اور پچکاری سے مرد کا روزہ نہ جائے گا عورت کا جاتا رہے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] درمختار باب مایفسد الصوم مجتبائی دہلی ۱/۱۵۰

Marfat.com

الاعلام بحال البخور فی الصیام

۱۳۱۵ھ

(حالتِ روزہ میں دھونی لینے کے بارے میں اطلاع)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ رب محمد صلی علیہ وسلما

مسئلہ ۲۲۵ از جوناگڑھ کاٹھیاواڑ سرکل مدار المہام مرسلہ مولوی امیر الدین صاحب ۵ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کامل عارف باللہ کے مقبرہ میں بارہ چند حضرات مل کر بعد ۴ بجے دن کے فاتحہ کے لیے حاضر ہوتے ہیں اور بوقتِ فاتحہ ہمیشہ مزار شریف سے کچھ فاصلہ پر لوبان بھی جلایا جاتا ہے اور حاضرین مزار شریف کے قریب کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھتے ہیں مگر حضار میں سے کسی شخص کا ارادہ خوشبو یا دھواں لینے کا ہرگز نہیں ہوتا، اگر بغیر قصد و ارادے کے دھواں ناک و حلق وغیرہ میں چلا جائے تو کیا روزہ فاسد ہو جائے گا؟ ماہِ رمضان المبارک میں ایک شخص نے بیان کیا کہ اس خفیف دھوئیں سے روزہ جاتا رہا اور کفارہ لازم آیا، اور جہاں لوبان جلتا ہے روزہ دار وہاں سے علیحدہ کھڑے ہوتے ہیں اگرچہ مکان ایک ہے۔

بینوا توجروا۔

Marfat.com

الجواب

الحمد للّٰه الذی فرض علینا الصیام طھرا وجعل ھذا الدین یسرا والصلوۃ والسلام علی اطیب ریحان الرحمان طیبا ونشرا وعلی اٰلہٖ وصحبہ الذین من اقتفاھم لایصل الیہ دخان الضلال وردا ولاصدرا۔

تمام تعریف اللہ عزوجل کی جس نے طہارت کے لیے ہم پر روزے فرض فرمائے اور اس دین کو آسان بنایا، اور صلوٰۃ وسلام ہو اس ذات اقدس پر جو خوشبو کے لحاظ سے رحمان کے تمام گلستان میں اعلیٰ ہیں اور آپ کے آل واصحاب پر جنھوں نے آپ کی اس طرح اتباع کی کہ انھیں کسی بھی طرف سے گمراہی کی کوئی غبار لاحق نہ ہوسکے۔ (ت)

متون وشروح وفتاوٰی عامۂ کتب مذہب میں جن پر مدارِ مذہب ہے علی الاطلاق تصریحات روشن ہیں کہ دُھواں یا غبار حلق یا دماغ میں آپ چلا جائے کہ روزہ دار نے بالقصد اسے داخل نہ کیا ہو تو روزہ نہ جائے گا اگرچہ اس وقت روزہ ہونا یاد تھا۔ وقایہ ونقایہ واصلاح وملتقی وتنویر وغیرہا میں ہے:

واللفظ للاصلاح دخل غبار او دخان او ذباب حلقہ لم یفطر[1]

اصلاح کے الفاظ یہ ہیں: حلق میں اگر غبار، دُھواں یا مکھی داخل ہوگئی تو روزہ نہ ٹوٹے گا (ت)

غرر متن درر میں ہے:

دخل حلقہ غبار اودخان او ذباب ولو ذاکرا لم یفسد[2]

روزہ دار کے حلق میں غبار، دُھواں یا مکھی چلی گئی حالانکہ اسے روزہ یاد تھا تو روزہ فاسد نہ ہوگا (ت)،

بدایہ وہدایہ ووافی وکافی میں ہے:

واللفظ للکافی لودخل حلقہ ذباب وھو ذاکر لصومہ یفسد قیاسا لوصول المفطر الی جوفہ وکونہ مما لایتغذی لاینافی الفساد کالتراب وفی الاستحسان لایفسد لانہ لایمکن التحرز عنہ فان

کافی کی عبارت یہ ہے روزہ دار کے حلق میں مکھی چلی گئی حالانکہ اسے روزہ یاد تھا تو روزہ قیاسًا فاسد ہوجائے گا ــــــ اس لئے کہ روزہ توڑنے والی چیز اس کے حلق میں چلی گئی اور اس کا غذا والی چیز نہ ہونا فساد کے منافی نہیں جیسا کہ مٹی کا حکم ہے اور استحسانًا روزہ فاسد نہ ہوگا کیونکہ اس سے بچنا ممکن نہیں ہے

---

[1] درمختار باب یفسد الصوم مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۹
[2] غرر مع درر الحکام باب موجب الافساد احمد کامل الکائنۃ دار السعادۃ بیروت ۱/ ۲۰۲

Marfat.com

الصائم لا یجد بدا من ان یفتح فمہ لیتکلم فصار کالغبار والدخان[1]

کیونکہ روزہ دار کو بات کرنے کے لیے مُنہ کھولنا پڑتا ہے تو مکھی کا حکم غبار اور دُھوئیں کی طرح ہے۔ (ت)

فتح القدیر[11] میں ہے:

قولہ فاشبہ الغبار والدخان اذا دخلا فی الحلق فانہ لایستطاع الاحتراز عن دخولھما الدخولھما من الانف اذا اطبق الفم وصار ایضا کبلل یبقی فی فیہ بعد المضمضۃ۔[2]

مصنف کا قول مکھی کا داخل ہونا غبار اور دھوئیں کی طرح ہے کیونکہ جب وہ حلق میں داخل ہوجائیں تو ان کے دخول سے بچنا ممکن نہیں ہوتا، منہ اگر بند بھی ہو تو وہ ناک کے ذریعے داخل ہوجائیں گے اور یہ اس تری کی مانند بھی ہے جو کُلی کے بعد منہ میں رہ جاتی ہے۔ (ت)

نور الایضاح[12] متن امداد الفتاح میں ہے:

لایفسد الصوم لو دخل حلقہ دخان بلاصنعہ او غبار ولو غبار الطاحون او ذباب او اثر طعم الادویۃ فیہ وھو ذاکر لصومہ[3]

ان صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹتا جب حلق میں بلاقصد دُھواں داخل ہوجائے یا غبار خواہ وہ آٹے کی چکی کا ہو یا مکھی یا دوائیوں کے ذائقے کا اثر منہ میں داخل ہوجائے اگرچہ روزہ دار کو روزہ دار ہونا یاد ہو۔ (ت)

خانیہ[13] و خلاصہ[14] و خزانۃ[15] المفتین میں ہے:

واللفظ للخانیۃ اذا دخل الدخان او الغبار او ریح العطر او الذباب حلقہ لایفسد صومہ۔[4]

خانیہ کی عبارت یہ ہے: حلق میں دھواں، غبار، عطر کی خوشبو یا مکھی داخل ہوجائے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ (ت)

سراج[16] الوہاج و ہندیہ[17] میں ہے:

---

[1] ہدایۃ	باب ما یوجب القضاء و الکفارۃ	المکتبۃ العربیہ کراچی	۱/۱۹۸
[2] فتح القدیر	" "	نوریہ رضویہ سکھر	۲/۲۵۸
[3] نور الایضاح	ما لایفسد الصوم	مطبع علیمی، لاہور	ص ۶۴
[4] فتاوٰی قاضی خان	الفصل فیما لایفسد الصوم	منشی نولکشور لکھنؤ	۱/۹۸

Marfat.com

لودخل حلقه غبار الطاحونة اوطعم الادوية اوغبار الهرس واشباهه، اوالدخان اوما سطع من غبار التراب بالريح او بحوافر الدواب واشباه ذلك لم یفطره[۱]

اگر روزہ دار کے حلق میں چکّی کا غبار، ادویات کا ذائقہ، گھوڑے کے دوڑنے یا اس کی ہم مثل کی غبار، دھواں ہوا کے ذریعے اڑنے والی، چوپایوں اور اس کے ہم مثل کی وجہ سے اڑنے والی غبار چلی جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (ت)

وجیز[۱۸] و انقرویؔ[۱۹] و واقعات[۲۰] المفتین میں ہے:

دخل الذباب اوالدخان او الغبار حلقه اوبقی بلل بعد المضمضة فابتلعه مع البزاق لم یفطر[۲]

روزہ دار کے حلق میں مکھی، دھواں یا غبار چلی گئی یا کُلّی کے بعد تری مُنہ میں رہ گئی اور اسے وہ تھوک کے ساتھ نگل گیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا (ت)

ہاں اگر صائم اپنے قصد و ارادہ سے اگر یا لوبان خواہ کسی شَے کا دُھواں یا غبار اپنے حلق یا دماغ میں عمداً بے حالت نسیان صوم داخل کرے، مثلاً بخور سلگائے اور اسے اپنے جسم سے متصل کرکے دُھواں سُونگھے کہ دماغ یا حلق میں جائے تو اس صورت میں روزہ فاسد ہوگا۔ درمختار[۲۱] میں ہے:

مفاده انه لوادخل حلقه الدخان افطرای دخان کان ولو عودا اوعنبرا لوذاکرا لامکان التحرز عنه فلیتنبه له کما بسطه الشرنبلالی[۳]

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی روزہ دار نے بقصد اپنے حلق میں دُھواں داخل کیا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا خواہ وُہ دُھواں عود یا عنبر کا ہو، اگر اسے روزہ یاد ہو کیونکہ اس سے بچنا ممکن ہے اس پر متنبہ رہنا چاہئے، جیسا کہ اس پر شرنبلالی[۲۲] سے تفصیلی گفتگو کی ہے۔ (ت)

علامہ شرنبلالی نے غنیہ ذوی الاحکام[۲۳] و امداد الفتاح[۲۴] و مراقی الفلاح تینوں کتابوں میں فرمایا:

وھذا لفظ المراقی وفیما ذکرنا اشارة الی انه من ادخل بصنعه دخانا حلقه بای صورة کان الادخال فسد صومه،

مراقی الفلاح کی عبارت یہ ہے جو کچھ ہم نے ذکر کیا اس میں یہ اشارہ ہے کہ اگر کسی نے ارادةً حلق میں دُھواں داخل کیا خواہ ادخال کی کوئی صورت

---

[۱] فتاوٰی ہندیة الباب الرابع فیما یفسد الصوم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۰۳
[۲] فتاوٰی انقرویة کتاب الصوم دارالاشاعة العربیہ قندھار افغانستان ۱/۱۵
[۳] درمختار باب ما یفسد الصوم مجتبائی دہلی ۱/۱۴۹

Marfat.com

سواء کان دخان عنبر او عود او غیرهما حتی من تبخر ببخور فآواه الیٰ نفسه و اشتم دخانا ذاکرا لصومه افطر لامکان التحرز عن ادخال المفطر جوفه و دماغه وھذا مما یغفل عنه کثیر من الناس فلیتنبه له ولا یتوهم انه کشم الورد ومائه والمسك لوضوح الفرق بین هواء تطیب بریح المسك و شبهه وبین جوهر دخان وصل الیٰ جوفه بفعله[1]

ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا خواہ وہ دھواں عنبر، عود یا ان کے ہم مثل کسی کا ہو حتّی کہ جس نے دھونی سلگائی اور اپنے قریب کرکے اس کا دھواں سونگھا حالانکہ روزہ یاد تھا تو روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ اس صورت میں پیٹ اور دماغ کو روزہ توڑنے والی شے سے محفوظ رکھنا ممکن ہے، یہ ان چیزوں میں سے ہیں جن سے اکثر لوگ غافل ہیں، لہذا اس پر خصوصی توجہ دیجئے، یہ وہم نہ کیا جائے کہ یہ تو پھول اور کستوری سونگھنے کی طرح ہی ہے کیونکہ خوشبو کی مہک اور جوہر دخان میں جو ارادۃً جوف میں جائے بڑا واضح فرق ہے (ت)

اسی طرح ردالمحتار[25] میں امداد الفتاح اور طحطاویہ[26] میں غنیہ سے نقل فرماکر مقرر رکھا۔ مجمع الانہر[27] شرح ملتقی الابحر میں ہے:

علی ھذا لو ادخل حلقه فسد صومه حتی ان من تبخر ببخور فاستشم دخانه فادخله حلقه ذاکرا لصومه افطر لانهم فرقوا بین الدخول والادخال فی مواضع عدیدة لان الادخال عمله والتحرز ممکن ویؤیده قول صاحب النهایة اذا دخل الذباب جوفه لا یفسد صومه لانه لم یوجد ما هو ضد الصوم وهو ادخال الشیئ من الخارج الی الباطن وهذا مما یغفل عنه کثیر فلیتنبه له[2]

اس بنا پر اگر کسی روزہ دار نے مذکورہ اشیاء میں سے کسی چیز کو اپنے حلق میں داخل کیا تو اس کا روزہ فاسد ہوجائیگا حتی کہ جس نے بخور کے ساتھ دھونی دی اور اس کا دھواں سونگھا اور روزہ یاد ہوتے ہوئے حلق میں داخل کیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ فقہاء نے متعدد جگہ پر دخول اور ادخال میں فرق کیا ہے کیونکہ ادخال صائم کا اپنا عمل ہے جس سے بچنا ممکن ہے اس کی تائید صاحبِ نہایہ کا یہ قول کرتا ہے کہ جب مکھی پیٹ میں داخل ہوگئی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ کوئی ایسی چیز نہیں پائی گئی جو روزہ کی ضد ہو اور وہ خارج سے کسی شَے کا باطن میں داخل کرنا ہے اس سے بہت سے لوگ غافل ہیں لہذا اس پر توجہ چاہیئے۔ (ت)

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب فی بیان مالایفسد الصوم نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۶۱-۶۲
[2] مجمع الانہر باب موجب الفساد دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۴۵

Marfat.com

حاشیۃ[۲] الکنز للعلامۃ السید ابی السعود الازہری پھر طحطاوی علی المراقی میں ہے:

واللفظ للاول قولہ او دخل حلقہ غبار و التقیید بالدخول للاحتراز عن الادخال ولھذا صرحوا بان الاحتواء علی المبخرۃ مفسد[۱]۔

قولہ "دخل حلقہ غبار" دخول کی قید ادخال سے احتراز کے لیے اسی لیے فقہاء نے تصریح کی کہ بخوردان پر محتوی ہونا مفسد روزہ ہے۔ (ت)

بالجملہ مسئلہ غبار و دخان میں دخول بلا قصد و ادخال بالقصد پر مدار کار ہے۔ اوّل اصلاً مفسدِ صوم نہیں اور ثانی ضرور مفطر، اور بداہۃً واضح کہ صورت مذکورۂ سوال صورتِ دخول ہے نہ کہ شکلِ ادخال، تو اس میں انتقاضِ صوم کا حکم محض بے سند و بے اصل خیال۔

اقول وباللہ التوفیق و بہ الوصول الی ذری التحقیق تحقیقِ مقام و تنقیحِ مرام بتوفیق الملک العلام یہ ہے کہ حقیقت صوم امساک عن المفطرات الشرعیہ میں محصور اور تکالیفِ شرعیہ قدر وسع پر مقصور، اور انتفائے حقیقت کو انتفائے شئے قطعاً لازم وضرور، جس میں ضرورت و عدم ضرورت کا تفرقہ عقلاً و نقلاً باطل و مہجور، مثلاً حقیقتِ نکاح ایجاب وقبول ہے اگرچہ جانبِ ولی سے، اب اگر کوئی شخص ایسی جگہ ہو جہاں نہ کوئی ولی نہ حاکم اسلام اور بوجہ شدتِ احتیاج زن حالت تا بجنونِ حقیقی پہنچے کہ اہلیت تصرف سے خارج ہوجائے تو اس ضرورتِ شدیدہ کے لحاظ سے ہرگز روا نہ ہوگا کہ کوئی عورت بمجرد ایجاب بے قبول اس کی زوجہ بن جائے یا حقیقت زکوٰۃ کہ تملیک فقیر الخ ہے، اگر کہیں ایسا ہو کہ مصرف کوئی نہ ملے جیسا کہ زمان برکت نشان سیدنا مسیح کلمۃ اللہ صلوٰۃ اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ میں ہونے والا ہے تو یہ ممکن نہیں کہ براہِ ضرورت زکوٰۃ اپنی حقیقت سے منسلخ ہوکر کسی غنی کو دینا زکوٰۃ قرار پائے، ارکان ساقطہ بضرورت حقیقت ارکان سعت ہوتے ہیں نہ ارکان اصل حقیقت، ورنہ تحقق شئے بے حقیقت شئ محال عقلی ہے تو منافیات سنخ ذات میں ضرورت و بے ضرورت سے تفرقہ نہیں کرسکتے، اب ہم ان اشیاء کو جو خارج سے جوف صائم میں داخل ہوں نظر کریں تو انحائے مختلفہ کو پاتے ہیں ان میں بعض وُہ ہیں جن سے کسی وقت صائم کو احتراز ممکن نہیں، جیسے ہوا، بعض وُہ جن سے احیاناً تلبس ہر شخص کو ضرور، اور ان سے تحرز کُلی نامقدور، جیسے دخولِ غبار و دخان کہ کسی نہ کسی طرح انسان کو ان سے قُرب کی حاجت ضروری ہے اور وُہ اپنی حدِ ذات میں ممکن الاحتراز نہیں، آدمی کو کلام سے چارہ نہیں، اور کلام نہ بھی کرے تو بے تنفس کیونکر گزرے، اور رہوا کہ ان کی حامل ہوتی ہے اور تمام

---

[۱] فتح المعین حاشیۃ علٰی شرح ملا مسکین باب مایفسد الصوم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۳۱

[۲] طحطاوی علٰی مراقی الفلاح باب فی بیان ما لا یفسد الصوم نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۶۲

Marfat.com

فضا میں بھری اور متحرک رہتی، جا بجا لیے پھرتی ہے، آدمی منہ بند بھی رکھے تو یہ ناک کی راہ سے داخل ہو سکتے ہیں اور بعض وہ جن سے ہمیشہ تحرز کرسکتا ہے اگرچہ نادراً بعض اشخاص کو بعض حالات ایسے پیش آئیں کہ تلبس پر مجبور کریں، جیسے طعام وشراب، اور انھیں دخان وغبار کا بالقصد ادخال کہ یہ تو اپنا فعل ہے انسان اس میں مجبور محض نہیں، شرع مطہر نے کہ حکیم و رحیم ہے جس طرح قسم اوّل کو مفطرات سے خارج فرمایا کہ اگر اسے ملحوظ رکھیں تو صوم ممتنع اور تکلیف روزہ تکلیف بالمحال ٹھہرے، اسی قسم ثانی کو مطلقاً شمار مفطرات میں نہ رکھا کہ اگر مفطر مانیں تو دو حال سے خالی نہیں، یا تو حکم فطر ہمیشہ ثابت رکھیں تو وہی تکلیف مالا یطاق ہوتی ہے یا وقت ضرورت باوصف حصول مفطر روزہ باقی جانیں تو بقائے شے مع انتفائے حقیقت یا اجتماع ذات و منافی ذات لازم آئے اور یہ باطل ہے، ہم ابھی کہہ آئے ہیں کہ دربارۂ حقائق ضرورت کارگر نہیں ہوتی ولہذا شرع مطہر سے ہرگز معہود نہیں کہ کسی شے کو بخصوصہ مفطر قرار دے کر بعض جگہ بنظر ضرورت حکم افطار ساقط فرمایا مثلاً کتب فقہیہ پر نظر ڈالیے،

اوّلاً بیمار قریب مرگ ہو گیا مجبوراً دوا پی ضرورت کیسی شدید تھی جس نے روزہ توڑنا جائز کر دیا مگر روزہ ٹوٹنے کا حکم مرتفع نہ ہُوا۔

ثانیاً ظالم تلوار سر پر لیے کھڑا ہے کہ نہیں کھاتا تو قتل کر دے گا کیسی سخت ضرورت ہے حکم ہوگا کھالے مگر یہ نہ ہوگا کہ روزہ نہ جائے۔

ثالثاً مخمصہ والے مضطر کی ضرورت سے زیادہ کس کی ضرورت ہے، جس کے لیے مردار حرام سے حرام میں اثم زائل، اور بقدر حفظ رمق تناول فرض ہُوا مگر یہ نہیں کہ یہ حالت بصورت صوم واقع ہو تو ضرورت کے لحاظ سے روزہ نہ ٹوٹے۔

رابعاً سوتا مرا برابر ہوتا ہے النوم اخوالموت (نیند موت کی بہن ہے۔ ت) سوتے کے پاس بچنے کا کیا حیلہ، احتراز کا کیا چارہ، مگر یہ ناممکن الاحترازی بقائے صوم کا حکم نہ لائی، سوتے میں حلق میں کچھ چلا جائے تو روزے پر وہی فساد کا حکم آئے گا، غرض خادم فقہ کے نزدیک بدیہیات سے ہے کہ شرع مطہر کبھی کسی چیز کو مفطر مان کر ضرورت و عدم ضرورت کا فرق نہیں فرماتی، لحاظ ضرورت صرف اس قدر ہوتا ہے کہ افطار جائز بلکہ کبھی فرض ہو جائے مگر مفطر مفطر نہ رہے یہ ناممکن، تو ثابت ہُوا کہ اس اصل اجماعی عقل و نقل و قاعدہ شرعیہ آیۂ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا[1] (اللہ تعالٰی کسی نفس کو اس کی طاقت سے بڑھ کر مکلف نہیں ٹھہراتا۔ ت) نے واجب کیا کہ قسم ثانی بھی راساً عداد مفطرات سے مہجور اور مفطر شرعی صرف قسم ثالث میں محصور ہو۔ بحمد اللہ تعالٰی اس تقریر منیر سے روشن ہُوا کہ مفطر نہ ہونے کے لیے جس طرح قسم سوم کی ضرورت نادرہ

---

[1] القرآن ۲/۲۸۶

کہ اتفاقاً بعض صائمین کو بعض احوال میں لاحق ہو جیسے مفطر و مکروہ و نائم و مریض کی مجبوری کافی نہیں ہوسکتی، یُونہی قسم اول کی ضرورت دائمہ لازمہ غیر منفکہ بھی درکار نہیں بلکہ صرف قسم دوم کی ضرورت عامہ فعلیہ بس ہے اور جب اس کی بنا پر وُہ شے شمار مفطر سے خارج رہی تو اب تفصیل و تفریق اوقات و حالات ضرورت نہیں کرسکتے ورنہ وہی استحالہ لازم آئے گا جسے ہم ابھی عقلاً و نقلاً باطل کرچکے، بس دخولِ دخان و غبار بے قصد و اختیار کبھی کہیں پایا جائے اصلاً مفسد صوم نہیں ہوسکتا، نہ اس کہنے کی گنجائش کہ فلاں جگہ اتفاق دخول وہاں جانے سے ہوا نہ جاتا نہ ہوتا، اور جانا قصداً تھا تو ممکن الاحتراز ہُوا۔ امام کردری وجیز[29] میں فرماتے ہیں :

اذا بقی بعد المضمضۃ ماء فابتلعہ بالبزاق ثم لم یفطر لتعذر الاحتراز[1]۔

اگر کُلی کے بعد منہ میں کچھ پانی باقی رہ جائے اور روزہ دار اسے تھوک کے ساتھ نگل جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ اس سے بچنا ممکن نہیں (ت)

فتح سے اسی مسئلہ میں گزرا :

صار کبلل یبقی فی فیہ بعد المضمضۃ[2]۔

یہ اس تری کی طرح ہے جو کلی کے بعد منہ میں باقی رہ جاتی ہے۔ (ت)

شرنبلالیہ میں امام زیلعی سے ہے :

اذا دخل حلقہ غبار او ذباب وھو ذاکر لصومہ لایفطر لانہ لایقدر علی الامتناع عنہ فصار کبلل یبقی فی فیہ بعد المضمضۃ[3]۔

جب روزہ دار کے حلق میں غبار یا مکھّی داخل ہوجائے اگرچہ اسے روزہ یاد ہو تو روزہ فاسد نہ ہوگا کیونکہ اس سے بچنے پر قادر نہیں یہ اس تری کی طرح ہے جو کُلی کے بعد اس کے منہ میں باقی رہتی ہے (ت)

شرح الملتقی للعلامہ عبدالرحمٰن الرومی میں ہے :

انہ لایقدر علی الامتناع عنہ فانہ اذا اطبق الفم لایستطاع الاحتراز عن الدخول من الانف فصار کبلل یبقی فی

روزہ دار اسے روکنے پر قادر نہیں کیونکہ اگر منہ بند بھی رکھے پھر بھی ناک کے ذریعے غبار کے دخول سے احتراز کی طاقت نہیں رکھتا تو یہ یُونہی جیسے کہ وُہ

---

[1] بزازیہ برحاشیہ فتاوٰی ہندیہ کتاب الصوم نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۰۰

[2] فتح القدیر باب مایوجب القضاۃ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۲۵۸

[3] غنیۃ ذوی الاحکام حاشیۃ درر الحکام باب موجب الافساد مطبعہ احمد کامل الکائنۃ۔ دار سعادت مصر ۱/ ۲۰۲

Marfat.com

فیہ بعد المضمضۃ[1] ۔ تری جو کُلی کے بعد منہ میں باقی رہ جاتی ہے (ت)

دیکھو کُلی کے بعد جو تری منہ میں باقی رہتی ہے اُسے بھی شرع نے اسی تعذر تحرز کی بنا پر مفطر نہ ٹھہرایا اب وہاں یہ لحاظ ہرگز نہیں کہ یہ کُلی خود بھی ممکن الاحتراز تھی یا نہیں، اگر محض بے ضرورت کُلی کی جب بھی وُہ تری ناقصِ صوم نہ ہوگی حالانکہ ضرور کہہ سکتے تھے کہ یہ اس کا دخول اس کُلی کرنے سے ہوا، نہ کرتا نہ ہوتا، اور کُلی بے ضرورت تھی تو ممکن الاحتراز ہُوا۔ بزازیہ میں ہے:

یکرہ ادخال الماء فی الفم بلاضرورۃ وفی ظاھر الروایۃ لاباس لان المقصود التطھیر فکان کالمضمضۃ[2] ۔ بلاضرورت پانی کا منہ میں داخل کرنا مکروہ ہے اور ظاہر روایت کے مطابق اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ مقصود تطہیر ہے لہذا یہ کُلی کی طرح ہے (ت)

حدیہ کہ بے ضرورت کُلی کرنی ظاہر الروایۃ میں مکروہ بھی نہیں حالانکہ عنقریب آتا ہے کہ بے ضرورت نمک دیکھنے کے لیے شوربا چکھنا مکروہ و ناجائز ہے، تو وجہ وہی کہ شرع مطہر اسے شمار مفطرات سے خارج فرما چکی تو اب ضرورت و عدمِ ضرورت پر نظر نہ ہوگی نہ اس میں کسی مفطر کا احتمال پیدا ہوگا کہ کراہت آئے۔

ثم اقول وباللہ التوفیق اس پر تو عرشِ تحقیق مستقر ہُوا کہ دخول بلاصنعہ کیفما کان (بلاقصد دخول جیسے بھی ہو۔ت) اصلاً صالح افطار نہیں، ولہذا علمائے کرام نے مدارِ فرق صرف دخول و ادخال پر رکھا، دخول کا کوئی فرد مفطر میں داخل نہ کیا کما سمعت من نصوصھم (جیسا کہ ان کی تصریحات آپ سُن چکے۔ت) مگر یہاں ایک نکتہ دقیقہ اور ہے سبب شیئ مفضی الی الشیئ (شیئ کا سبب شیئ تک پہنچانے والا ہوتا ہے۔ت) دو قسم ہے:

ایک مفضی کلیۃً یا غالباً جس کے بعد وقوع مسبب عادت متیقن یا مظنون بظن غالب ہو کہ فقہیات میں وُہ بھی ملتحق بالیقین۔

دوسرا مفضی نادراً جس کے بعد مسبب کبھی واقع ہوجائے، قسم اوّل کے قصد کو قصدِ مسبّب کہنا مستبعد نہیں کہ جب صاحبِ قصد کو معلوم کہ اس کے بعد مسبب ضرور یا اکثر واقع ہی ہوتا ہے اور اس نے سبب کا ارتکاب بالقصد کیا تو گویا وقوع سبب کا التزام کرچکا بایں معنی خیال کرسکتے ہیں کہ ایسا دخول داخل شق ادخال ہوگا، مگر قسم دوم ہرگز اس قابل نہیں، پُرظاہر کہ یہ سبب کافی نہ ہوگا۔ اور اس کے بعد وقوع مسبب

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب موجب الفساد داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۴۵

[2] بزازیہ برحاشیہ فتاوٰی ہندیۃ کتاب الصوم نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۰۵

Marfat.com

حالت شک واحتمال ہی میں آئے گا تو اس کے قصد کو مجازاً بھی قصد مسبب نہیں کہہ سکتے و ھذا لا یذھب عن عقل عاقل نبیہ فضلا عن فاضل فقیہ (یہ تو کسی عقل عاقل سے مخفی نہیں چہ جائیکہ کسی فاضل فقیہ کے علم سے مخفی ہو۔ ت) حجت ساطعہ لیجئے کان میں بالقصد پانی کا ادخال اصح الاقوال پر مفسد صوم ہے مگر یہی ائمہ کرام جو بحالت قصد ادخال افساد وابطال کی تصحیح فرماتے ہیں نہانے یا دریا کے اندر جانے میں اگر پانی کان میں چلا جائے تو روزہ نہ جانے کی تصریح فرماتے ہیں ائمہ نے اصلاً اس کا اعتبار نہ فرمایا کہ اس دخول آب کا سبب نہانا یا غوطہ لگانا ہوا اور یہ افعال اس نے بالقصد کئے تو گویا بالقصد پانی کان میں پہنچایا وجہ وہی ہے کہ یہ افعال غالباً دخول آب کے موجب نہیں ہوتے اگرچہ کبھی واقع ہوتا بھی ہے تو ان کا قصد اس کا قصد نہیں ہوسکتا۔ خانیہ میں ہے:

لو خاض الماء فدخل الماء فی اذنہ لایفسد صومہ وان صب الماء فی اذنہ اختلفوا فیہ والصحیح ھو الفساد لانہ وصل الی الجوف بفعلہ فلایعتبر فیہ صلاح البدن[1]

اگر پانی میں غوطہ لگایا اور پانی کانوں میں داخل ہوگیا تو روزہ فاسد نہ ہوگا اور اگر کان میں پانی خود ڈالا تو اس بارے میں اختلاف ہے، مذہب صحیح یہی ہے کہ روزہ فاسد ہوجائے گا کیونکہ اس صورت میں پانی پیٹ تک اس کے عمل سے پہنچا ہے لہذا اس میں اصلاح بدن کا اعتبار نہیں ہوگا (ت)

فتاوی امام بزازی میں ہے:

خاض الماء فدخل اذنہ لایفسد بخلاف دخول الدھن وان صب الماء فی اذنہ افسدہ فی الصحیح لوجود الفعل لایعتبر صلاح البدن[2]

روزہ دار پانی میں غوطہ زن ہوا، اس کے کان میں پانی داخل ہوگیا تو روزہ فاسد نہ ہوگا بخلاف تیل کے دخول کے، اور اگر پانی کان میں ڈالا تو یہ صحیح قول کے مطابق روزہ کو فاسد کردے گا کیونکہ یہ اس کے اپنے عمل سے ہوا ہے، پس اس صورت میں اصلاح بدن کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ (ت)

جواہر الاخلاطی میں ہے:

لو اغتسل او خاض فی الماء فدخل الماء اذنہ لایفسد صومہ بلاخلاف ولو ادخل الماء فی اذنہ ففیہ الاختلاف

اگر غسل کیا یا پانی میں غوطہ زن ہوا تو پانی کان میں داخل ہوگیا تو بالاتفاق روزہ فاسد نہ ہوگا اور اگر پانی کان میں خود داخل کیا تو اس میں اختلاف ہے

---

[1] فتاوی قاضیخان الفصل الخامس فیما لایفسد الصوم منشی نولکشور لکھنؤ ۱/ ۹۹

[2] بزازیہ برحاشیہ فتاوی ہندیہ کتاب الصوم نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۹۸

Marfat.com

والاصح هو الفساد لوصوله الی الراس و وصول مالا فیه صلاح البدن غیر معتبر کما لو ادخل خشبۃ فی دبرہ وغیبہا[1]۔

اصح قول یہ ہے کہ روزہ فاسد ہوجائے گا کیونکہ یہ دماغ تک پہنچ جاتا ہے اور دماغ تک ایسی چیز کا پہنچنا جس میں اصلاحِ بدن نہ ہو غیر معتبر ہے، جیسا کہ اگر کسی نے اپنی دبر میں لکڑی داخل کی اور وہ غائب ہوگئی (ت)

فتح القدیر میں ہے:

الفساد اذا أدخل الماء أذنہ لا اذا دخل بغیر صنعہ کما اذا خاض نہرا[2]۔

روزے کا فساد تب ہوگا جب خود اپنے کان میں پانی داخل کرے، اپنے عمل کے بغیر پانی داخل ہونے سے فاسد نہ ہوگا جیسا کہ نہر میں غوطہ زن ہُوا۔ (ت)

دیکھو کیسی صریح تصریحیں ہیں کہ ایسے سبب کا قصد قصدِ مسبب نہیں، یہاں تک کہ اس صورت میں باوصف فعل سبب، وقوع مسبب کو بغیر صنعہ (اپنے عمل کے بغیر۔ ت) فرماتے ہیں۔ اب ہم اپنے مسئلہ دائرہ کو دیکھیں تو کسی مکان میں جہاں بخور سلگتا ہو موضع بخور سے جدا و دُور جا کھڑا ہونا کہ دُھواں لینے کا قصد درکنار دُھوئیں کے پاس تک نہ ہو، ہرگز کسی عاقل کے نزدیک دخولِ دخان کا سبب غالب نہیں ہوسکتا ورنہ واجب تھا کہ رمضان مبارک میں دن کو آگ روشن ہونا، شام کے لیے کچھ کھانا پکنا حرام و باعثِ افطارِ صیام ہوتا اس میں تو شاید خود یہ معترضین بھی شامل ہوں اور امکان احتراز ہی کی ہوس ہو اگرچہ عند التحقیق مفطرات میں اس کو دخل نہیں کما بیناہ بابین وجہ لایحوم حوم حماہ شبھۃ (ہم نے اسے ایسی واضح وجہ کے ساتھ بیان کیا جسے شبہ کا کوئی جالا ڈھانپ نہیں سکتا۔ ت) تو وُہ بھی بداہۃً حاصل کیا ممکن نہ تھا کہ جو کچھ پکانا ہو سحری تک پکا رکھیں یا شام کے وقت بازاری اشیاء پر قناعت کریں خصوصاً اہلِ عرب کہ ویسے بھی کھجوروں پر قناعت کے عادی تھے، ہاں سحر کا پکا سرد ہوجاتا یا بازاری اشیاء میں مزہ نہ آتا، یہ عدم امکان احتراز نہ ہوا زبان کا مزہ ٹھہرا، کیا اس کے لیے روز روزے رکھ کر باطل کردینا حلال ہوجاتا، جس گھر میں دُھواں ہو وہاں موجود ہونا درکنار نصوصِ علماء شاہدِ عدل کہ خود کھانا پکانا، صبح سے شام تک روٹی لگانا بھی دخولِ دخان کا سبب غالب نہیں،

اوّلاً قنیہ[35] و تاتارخانیہ[36] و بحرالرائق[37] و درمختار و ردالمحتار وغیرہا میں ہے:

---

[1] جواہر الاخلاطی — کتاب الصوم — قلمی نسخہ — ص ۴۷

[2] فتح القدیر — باب مایوجب القضاء — نوریہ رضویہ سکھر — ۲/۲۶۷

Marfat.com

والنظم للدر لا یجوز ان یعمل عملا یصل به الی الضعف فیخبز نصف النهار ویستریح الباقی فان قال لا یکفینی کذب باقصر ایام الشتاء[1]

در کے الفاظ میں کوئی ایسا عمل جائز نہیں جو کمزور کر دے تو نانبائی مثلاً یوں کرے کہ نصف دن روٹی پکائے اور باقی دن آرام کرے، پس اگر وہ شخص کہے کہ اس قدر عمل مجھے کفایت نہیں کرتا تو اس کی تکذیب کی جائے سردیوں کے سب سے چھوٹے دن ہیں (ت)

دیکھو نان پز کو فرماتے ہیں اگر گرمی کے دنوں میں سارے دن روٹی لگانے سے وہ ضعف پیدا ہو کر ادائے صیام میں خلل انداز ہو تو آدھے دن پکائے کہ چھوٹے دنوں میں دن بھر پکاتا تھا، نمازوں وغیرہ کے وقت نکال کر گرمیوں کا نصف دن اسی کے قریب قریب ہو جائے گا، یہ نہیں فرماتے کہ ضعف تو جب آئے گا آئے گا اور چوتھائی دن درکنار روٹی پکانے سے دُھواں جو حلق و دماغ میں جاکر روزہ ہی کھو دے گا۔

ثانیاً سراجیہ[3] وغیرہا میں ہے:

امة افطرت فی رمضان متعمدة لضعف اصابها من عمل السید من طبخ او غیره کان واسعا وقضیة للمملوك ان یمتنع عما یعجزه عن اداء الفرائض[2]

وہ لونڈی جس نے اپنے مالک کی خدمت مثلاً کھانا پکانا وغیرہ سے پیدا ہونے والے ضعف کے پیش نظر مجبوراً روزہ توڑ دیا تو جائز ہے اور غلام کو یہ حکم ہے کہ وہ ایسے کاموں سے رُک جائے جو ادائے فرائض سے عاجز کر دینے والے ہوں (ت)

یہ فرمایا کہ کنیز کو پکانے وغیرہ کی محنت سے ضعف ایسا لاحق ہوا کہ مجبوراً روزہ توڑنا پڑا جائز ہے اور قضا رکھے، یہ کیوں نہیں فرماتے کہ سرے سے پکانا ہی سببِ افطار ہے، اور کنیز کو جائز نہیں کہ اس میں مولیٰ کی اطاعت کرے۔ ظہیریہ[3] و ولوالجیہ[4] و بحر الرائق وغیرہا میں ہے:

للامة ان تمتنع من امتثال امر المولٰی اذا کان ذٰلك یعجزها عن اقامة الفرائض لانها مبقاة علی اصل الحریة فی حق الفرائض[3]

لونڈی کے لیے مولیٰ کے ایسے احکام سے رک جانا ہے جس سے وہ ادائے فرائض سے عاجز آجائے گی کیونکہ ادائے فرائض کے اعتبار سے وہ اصلاً آزاد ہے (ت)

---

[1] درمختار | کتاب الصوم | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۵۲
[2] فتاوٰی سراجیہ | 〃 | منشی نولکشور لکھنؤ | ص ۲۹
[3] بحرالرائق | فصل فی العوارض | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۲/۸۲-۲۸۱

Marfat.com

ثالثاً نورالایضاح و مراقی الفلاح میں ہے:

کرہ للصائم ذوق شیئ لما فیہ من تعریض الصوم للفساد وکرہ مضغہ بلاعذر کالمرأۃ اذا وجدت من یمضغ الطعام لصبیہا کمفطرۃ لحیض، اما اذا لم تجد بدا منہ فلاباس بمضغہا لصیانۃ الولد وللمرأۃ ذوق الطعام اذا کان زوجہا سیئ الخلق لتعلم ملوحتہ وان کان حسن الخلق فلا یحل لہا وکذا الامۃ قلت کذا الاجیر۔[1]

روزہ دار کے لیے کسی شئے کا چکھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ روزہ کو فاسد کرنے کے درپے ہونا ہے۔ اسی طرح طعام کا چبانا بھی بلاعذر مکروہ ہے جیسے خاتون بچے کے لیے کسی دوسرے کو چبانے والا پالے (مثلاً حائضہ عورت کو پائے تو چبانا مکروہ ہے) عورت کو اگر چبانے کے سوا چارہ نہ ہو تو بچے کی حفاظت کے لیے ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں، اور خاتون کے لیے طعام کا چکھنا بھی جائز ہے جبکہ خاوند بدخلق ہو تاکہ وہ نمک وغیرہ چکھ سکے اور شوہر حسنِ اخلاق والا ہے تو پھر چکھنا جائز نہیں۔ اور لونڈی کا حکم اسی طرح ہے۔ میں کہتا ہوں اجیر بھی اسی حکم میں ہے (ت)

حاشیہ طحطاوی میں ہے:

قولہ کذا الاجیر ای للطبخ۔[2]

قولہ "کذا الاجیر" یعنی کھانے پکانے کا مزدور۔ (ت)

کنز و بحر و نہر و ہندیہ وغیرہا میں ہے:

واللفظ للاولین کرہ ذوق شیئ و مضغہ بلاعذر لما فیہ من تعریض الصوم للفساد ولایفسد صومہ لعدم الفطر صورۃ ومعنی قید بقولہ بلاعذر لان الذوق بعذر لایکرہ کما قال فی الخانیۃ فیمن کان زوجہا سیئ الخلق اوسیدھا لاباس بان تذوق بلسانہا والمضغ بعذر بان لم تجد المرأۃ من یمضغ لصبیہا الطعام من حائض او نفساء اوغیرھما

پہلی دونوں کتب کی عبارت یہ ہے بلاعذر شئی کا چکھنا اور چبانا مکروہ ہے کیونکہ یہ فسادِ صوم کے درپے ہونا ہے، ہاں اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا کیونکہ صورۃً ومعنیً افطار نہیں پایا گیا "بلاعذر" کی قید اس لیے لگائی ہے کہ عذر کی صورت میں چکھنا مکروہ نہیں جیسا کہ خانیہ میں اس عورت و لونڈی کے بارے میں ہے جس کا خاوند یا مولی بدخلق ہو، اگر ایسا عذر ہو تو زبان کے ساتھ چکھنے میں حرج نہیں اور چبانے میں عذر یہ ہے مثلاً کوئی خاتون نہیں جو بچے کے لیے

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فیما یکرہ للصائم نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۷۱

[2] حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فیما یکرہ للصائم نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۷۱

Marfat.com

ممن لایصوم لم تجد طبیخا و لا لبنا حلیبا لاباس به للضرورۃ، الاتری انہ یجوز لہا الافطار اذا خافت علی الولد فالمضغ اولی[1] (ملخصاً)

طعام چبادے مثلاً حائضہ یا نفاس والی کوئی عورت یا جو روزہ دار نہ ہوں، اور نہ روٹی پکی ہوئی اور نہ دودھ میسر ہو تو اب ضرورت کے پیش نظر کوئی حرج نہیں، کیا آپ نہیں جانتے کہ جب کسی خاتون کو بچے کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو روزہ چھوڑ سکتی ہے، تو چبانا تو بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے :

الذوق لیس بافطار بل یحتمل ان یصیر ایاہ اذ قد یسبق شیئ منہ الی الحلق فان من حام حول الحمی یوشك ان یقع فیہ انتہت[2] مختصرات۔

چکھنا افطار نہیں بلکہ اس میں یہ احتمال ہوتا ہے کہ کہیں کوئی شئے حلق میں چلی جائے (یعنی افطار کا سبب ہے) کیونکہ جو محفوظ جگہ کے قریب جاتا ہے قریب ہے کہ اس میں داخل ہو جائے۔ گزشتہ عبارتیں اختصار کے ساتھ ختم ہوگئیں۔ (ت)

دیکھو کنیز مولیٰ یا عورت شوہر کے لیے یا نان پز مزدوری پر روزے میں کھانا پکاتے تو اسے نمک چکھنا جائز نہیں بتاتے جبکہ مولیٰ و شوہر و مستاجر خوش خلق و حلیم ہوں کہ نمک کی کمی بیشی پر سختی نہ کریں گے اور کج خلق و بدمزاج ہوں تو روا رکھتے ہیں، اور بچے کو کوئی چیز چبا کر دینے میں شرط لگاتے ہیں کہ جب کوئی حیض یا نفاس والی عورت خواہ کوئی بے روزہ دار ایسا نہ ملے جو چبا سکے، نہ بچے کو دودھ وغیرہ اشیاء جن میں چبانے کی حاجت نہ ہو دے سکے اور ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ چکھنے چبانے سے روزہ جاتا نہیں بلکہ احتمال ہے کہ شاید حلق میں چلا جائے، لہذا بے ضرورت ناجائز ہوا مگر یہ نہیں فرماتے کہ سرے سے پکانا ہی حلال نہیں۔ ابھی گزر چکا کہ غلام و کنیز ایسے احکام میں اطاعت مولیٰ نہ کریں، پھر زن و اجیر تو دوسرے درجے میں ہیں، اور پر ظاہر کہ نمک ہرگز حلق میں چلے جانے کا سبب کلی یا اغلبی کیسا، سبب مساوی بھی نہیں، ہاں احتمال قریب ہے۔ ولہذا محقق علی الاطلاق نے بلفظ احتمال ہی تعبیر فرمایا، اب پکانے کی ان اجازتوں کا منشا[2] دو حال سے خالی نہیں یا تو امر وہی ہے کہ دخول دخان جبکہ شرعاً دائرہ مفطرات سے خارج ہو چکا مدار کار حقیقۃً قصد ادخال پر رہا، بغیر اس کے جب افطار ہی نہیں تو اس کے قرب و تعریض میں کراہت کیوں ہو، یا اگر قصد سبب اغلب قصد مسبب ٹھہرا، تو واجب

---

[1] بحر الرائق باب مایفسد الصوم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۸۰-۲۷۹

[2] فتح القدیر باب مایوجب القضاء والکفارۃ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۲۶۸

Marfat.com

کہ دخولِ دخان کے لیے طبخ وغیرہ کی سببیت اُس سے بھی اضعف و نادر تر ہو جو دخول شوربا کے لیے ذوق کی اور فی الواقع تجربہ بھی اس کی ندرت کا گواہ، دُھواں جب حلق میں جاتا ہے اس کی تلخی محسوس ہوتی اور طبیعت کی دافعہ فوراً دفع کرتی ہے، اور جب دماغ میں جاتا اس کی سوزش معلوم ہوتی اور دماغ کو اذیت دیتی ہے، یہ حالت کھانا پکانے والوں کو شاذ و نادر واقع ہوتی ہے نہ کہ ہر وقت یا ہر روز، تو دُھوئیں سے دُور و جُدا کھڑا ہونا اور بھی زیادہ سبب شاذ تر ہوگا، اُس کے قصد کو قصدِ مسبب کہنا کیونکر ممکن، لاجرم یہاں اگر ہوگا تو وہی محض دخول جسے تمام کتب میں تصریحاً فرمایا کہ ہرگز مفسدِ صوم نہیں، بالجملہ اصول و فروعِ شرعیہ پر نظر ظاہر اسی طرف منجر کہ اسباب علی الاطلاق ساقط النظر، ولہذا جس طرح رمضان مبارک میں نہانا[1]، دریا میں[2] جانا حرام نہ ہُوا حالانکہ اس کے سبب کان میں پانی بھی چلا جاتا ہے۔ دن[3] کو کھانا پکانا اور کاموں[4] کے لیے آگ جلانا حرام نہ ہُوا۔ مسلمان نانبائیوں[5]، حلوائیوں[6]، لوہاروں[7]، سُناروں[8] وغیرہم کی دُکانیں قطعاً معطل کردینا واجب نہ ہوا حالانکہ ان میں دُھوئیں سے ملابست ہے۔ جرّاروں[9]، قصابوں[10]، شکّرسازوں[11]، حلوافروشوں کا بازار ہڑتال کردینا لازم نہ ہوا کہ کثرتِ مگس کا موجب ہے۔ دن کو چکّی پیسنا[12]، غلّہ پھٹکنا[13]، باہر[14] نکلنا گلیوں میں چلنا حرام نہ ہوا۔ حالانکہ وہ غالباً غبار سے خالی نہیں ہوتیں۔ یونہی دن[15] کو مساجد بلکہ گھروں میں بھی جھاڑو دینا خصوصاً صدرِ اوّل میں کہ فرش کچّے ہوتے تھے۔ عطّاروں[16] کا دوائیں کُوٹنا، مزارعوں[17] کا غلّہ ہوا پر اڑا کر صاف کرنا۔ معماروں[18] کا مٹی کی دیوار گرانا۔ مسافروں[19] کا خوب چلتی ہوئی ریگستان میں سفر کرنا۔ فوجِ[20] صائمین کا گھوڑوں پر سوار نرم زمینوں سے گزرنا کہ غالباً دخول غبار کے اسباب ہیں ان کی حرمت بھی کہیں مذکور نہیں بلکہ فوجی مجاہدوں کا روزہ احادیث سے ثابت اور بے ضرورت کُلی کا جواز نصِ صراحۃً منصوص، بہرحال اس قدر تو قطعی یقینی کہ اسباب غیر غالبہ کلیۃً نالمحوظ، ولہذا علمائے کرام نے بخور کے سبب فساد صوم ہونے کی یہی تصویر فرمائی کہ اگردان پر محتوی ہوجائے یعنی ایسا جھک جائے کہ گویا وہ اس کے جسم کے اندر اور اس کا بدن اُس پر مشتمل ہے اور شرنبلالیہ و امداد و مراقی و طحطاوی و شامی و مجمع الانہر میں تو اس پر بھی قناعت نہ فرمائی کہ اٰواہ الی نفسہ[1] بخوردان کو اپنے بدن کے متصل کرلیا بلکہ صراحۃً اس پر زیادت کی واشتم دخانہ[2] قریب کرکے اس کا دُھواں اُوپر کو سُونگھا، یہ خاص قصد ادخال اور اس کا مفطر ہونا بے مقال اور صورتِ سوال پر حکمِ افطار باطل خیال ھکذا ینبغی التحقیق واللہ سبحانہ ولی التوفیق والحمد للہ رب العالمین

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیہ طحطاوی باب فی بیان مالا یفسد الصوم نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۶۱
[2] غنیہ ذوی الاحکام حاشیہ درر الحکام باب موجب الافساد مطبعہ کامل الکائنہ دار سعادت مصر ۱/۲۰۲

Marfat.com

(تحقیق کا حق یہی تھا اللہ سبحانہ، ہی توفیق کا مالک ہے والحمدللہ رب العالمین ۔ ت) اور اس پر ایجاب کفارہ تو صریح بہتان ۔ کفارہ کے لیے جنایت کاملہ چاہئے اور بے قصد و بے ارادہ کون سی جنایت کاملہ ہوسکتی ہے، اگر بالفرض غلطا اس صورت میں روزہ جانا بھی ٹھہرا لیتے تو کیا شرع سے کوئی اس کی نظیر بتا سکتا ہے کہ بلا قصد جو افطار واقع ہوا اس میں حکم کفارہ دیا گیا ہو، بھلا یہ تو بلا ارادہ حلق یا دماغ میں دھواں جاتا ہے، بلا تعمد جماع بھی تو موجب کفارہ نہیں جو اکبر و اشنع مفطرات ہے ۔ تنویر الابصار میں ہے:

ان جامع فی رمضان اداءً او اکل او شرب عمدا قضی وکفر[1]

اگر ادائے رمضان میں عمداً جماع کیا یا کھا پی لیا تو قضاء و کفارہ دونوں لازم ہوں گے ۔ (ت)

درمختار میں ہے: عمدا راجع للکل[2] (قصداً کی قید ہر ایک سے متعلق ہے ۔ ت)

ردالمحتار میں ہے:

المراد تعمد الافطار والناسی وان تعمد استعمال المفطر لم یتعمد الافطار[3]

یہاں ارادۃً افطار مراد ہے، بھول جانے والا اگرچہ کھانے پینے کا قصد تو کرتا ہے مگر اس کا افطار کا ارادہ نہیں ہوتا ۔ (ت)

یہ مسئلہ بدیہیاتِ فقہیہ سے ہے حاجتِ ایضاح سے غنی ۔

قلت وانما اطنبنا الکلام فی ھذا المقام حرصا علی احکام الاحکام وادغام الاوھام احترازا ان لایعثر عاثرحین یعثر علی بحث للعلامۃ الشرنبلالی فی ھذا المرام حیث قال رحمہ اللہ تعالٰی فی غنیۃ ذوی الاحکام قولہ اودخل حلقہ غبار او اثر طعم الادویۃ فیہ لانہ لایمکن الاحتراز منہا اھ لدخولہ من الانف اذا اطبق الفم کما فی الفتح قلت فھذا یفید

قلت ہم نے اس مقام پر اتنی طویل گفتگو اس لیے کی ہے تاکہ احکام میں استحکام اور اوہام کا ازالہ ہو اور اگر آپ علامہ شرنبلالی کی بحث پر مطلع ہو تو وہاں ہر کسی کے اعتراض سے محفوظ ہوجائیں انھوں (رحمہ اللہ تعالٰی) نے غنیہ ذوی الاحکام میں فرمایا قولہ یا روزہ دار کے حلق میں غبار یا ادویات کا ذائقہ داخل ہوجائے کیونکہ اس سے احتراز ممکن نہیں اھ کیونکہ اگر منہ بند بھی ہو تو ناک کے ذریعے دخول ہوجائیگا، جیسا کہ فتح القدیر میں ہے، قلت یہ عبارت بتا رہی ہے

---

[1] تنویر الابصار متن درمختار باب مایفسد الصوم ومالایفسدہ مجتبائی دہلی ۱/۱۵۱
[2] درمختار " " " "
[3] ردالمحتار " مایفسد الصوم مصطفی البابی مصر ۲/۱۱۸

Marfat.com

انہ اذا وجد بدا من تعاطی ما یدخل غبارہ فی حلقہ افسد لو فعل[۱] اھ وقال السیّد الطحطاوی فی حاشیۃ علی المراقی وعلی الدرر اللفظ للاولی قولہ اودخل حلقہ غبار الخ بہ عرف حکم من صناعتہ الغربلۃ اوالاشیاء التی یلزمھا الغبار وھو عدم الصوم وفی سکب الانہر عن المؤلف ولو وجد بدا من تعاطی ما یدخل الخ ویدل علیہ التعلیل بعدم امکان التحرز[۱] اھ وقال السید الشامی فی ردالمحتار قولہ لعدم امکان التحرز عنہ ھذا یفید انہ اذا وجد بدا من تعاطی الخ شرنبلالیۃ[۲] اھ ملخصا فیظن ان ما نحن فیہ من باب تعاطی سبب ممکن التحرز عنہ، وحقیقۃ الامر ان العلامۃ الباحث رحمہ اللہ تعالٰی لاینکران مدار الاحکام ھٰھنا علی التفرقۃ بین الدخول والادخال فحسب اما سمعت الی ما مرمن قولہ فی متنہ لایفسد الصوم

اگر ایسے کام میں مشغولیت سے چارہ ہو جس سے غبار حلق میں داخل ہوجاتی ہے تو اب اگر عمل کیا تو روزہ فاسد ہوجائے گا اھ سید طحطاوی نے حاشیہ مراقی اور حاشیہ درر میں کہا ہے اور یہ عبارت پہلی کتاب کی ہے قولہ یا غبار روزہ دار کے حلق میں داخل ہوگئی الخ اس سے ان لوگوں کا حکم معلوم ہوگیا جو گیہوں چھانتے یا ایسے کام کرتے ہیں جن کے ساتھ غبار لازمی ہے اور وہ ہے روزہ کا نہ ہونا، سکب الانہر میں مؤلف سے ہے اگر ایسے کام سے بچنے کا چارہ ہو جس سے دخولِ غبار ہوتا ہے اب اگر ایسا عمل کیا تو روزہ فاسد ہوجائے گا، دلیل یہ علت ہے کہ اس سے بچنا ممکن نہیں اھ سید شامی نے ردالمحتار میں فرمایا قولہ "اس سے بچنا ممکن نہیں" یہ واضح کررہا ہے کہ اگر بچنا ممکن ہو تو الخ شرنبلالیہ اھ تو اس سے گمان کرلیا گیا ہے کہ زیرِ بحث مسئلہ ان میں سے ہے یہاں غبار والے سبب میں مشغول ہونے سے بچنا ممکن ہے اور حقیقتِ امر یہ ہے کہ علامہ رحمہ اللہ تعالٰی اس بات کے منکر نہیں کہ احکام کا مدار یہاں فقط دخول اور ادخال کے فرق پر ہے کیا آپ نے ملاحظہ نہیں کیا کہ متن کے حوالے سے پیچھے گزرا کہ روزہ اس صورت میں فاسد نہ ہوگا

---

[۱] غنیہ ذوی الاحکام حاشیہ درر الحکام باب موجب الفساد احمد کامل الکائنۃ دار سعادت مصر ۱/۲۰۲
[۲] طحطاوی علی مراقی الفلاح باب بیان مالایفسد الصوم نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۶۲
[۳] ردالمحتار باب مایفسد الصوم ومالایفسدہ مصطفی البابی مصر ۲/۱۰۶

Marfat.com

ولو دخل حلقه دخان بلاصنعه[1] وشرحيه
له وحاشيته على الدرر من قوله فيما
ذكرنا اشارة الى انه من ادخل
بصنعه فسد صومه[2] وقوله لامكان
التحرز عن ادخال المفطر[3] ولذا
لما اتى العلامة المدقق العلائى
فى الدر على تلخيص كلام
الشرنبلالى لم يلخص الاحرفا واحدا
وهو التفرقة بالدخول والادخال كما
اسمعناك نصه وانما مطمح نظره و
ملمح بصره رحمه الله تعالى ما القينا
عليك ان السبب اذا كان مفضيا ولابد
كان قصده قصد المسبب فكان من باب
الادخال بصنعه، وانما يستقيم ان استقام
فيما يفضى قطعا او ظنا غالبا ومن
الدليل عليه نوطه فى الكتب الثلثة
حكم الفساد بمجرد تعاطى تلك الاسباب
حيث قال "افسد لو فعل" ولم يقل "لو
فعل ودخل" فانما ينظر الى ان فعله يوجب
الدخول فاجتزأ بذكره عنه والا فلا
يتوهم عاقل فضلا عن فاضل
فضلا عن مثل هذا الفاضل ان

جب دُھواں حلق میں بلا قصد وعمل داخل ہُوا، اس کی
دونوں شروحات اور حاشیہ درر کے حوالے سے یہ قول
بھی گزر چکا کہ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ
روزہ دار نے اگر خود دُھوئیں کو داخل کیا تو روزہ ٹوٹ
جائے گا، قولہ کیونکہ اس صورت میں روزہ توڑنے
والی اشیاء کے ادخال سے احتراز ممکن ہے اس
لیے درمیں علامہ مدقق علائی نے شرنبلالی کے کلام کی
تلخیص کرتے ہُوئے صرف ایک حرف کی تلخیص کی ہے
اور وہ دخول اور ادخال میں فرق ہے جیسا کہ پیچھے ہم نے
ان کے الفاظ آپ کے سامنے رکھے، جو ہم نے بیان کیا
اس سے علامہ رحمہ اللہ تعالٰی کا مطمح نظر یہ ہے کہ سبب
اگر لازمی طور پر مفضی ہے تو اس سبب کا
قصد مسبب کا ہی قصد ہوگا تو یہ ادخال بالقصد کے
باب سے ہوگا، اگر یہ درست ہے تو یہ صرف وہاں ہی
ہوگا جہاں سبب قطعی یا ظن غالب کے طور پر مفضی ہوگا
اس پر دلیل یہ ہے کہ تینوں کتب میں حکم فساد کا مدار
محض ان اسباب میں مشغول ہونے کو قرار دیا ہے، ان
کے الفاظ یہ ہیں "اگر اس نے ایسا کیا تو روزہ ٹوٹ
جائے گا"، یہ نہیں کہا "اگر کیا اور داخل ہوگیا"، کیونکہ
ان کی نظر اس پر تھی کہ ایسے اسباب کا کرنا ہی دخول کا
موجب ہے لہٰذا اس کے ذکر پر اکتفاء فرمایا ورنہ کوئی
عاقل چہ جائیکہ ایسا فاضل یہ بات کہے کہ محض ان کاموں

---

[1] نور الایضاح — باب ما یفسد الصوم — مطبع علیمی لاہور — ص ۶۴
[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ طحطاوی — باب فی بیان ما لا یفسد الصوم — نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی — ص ۳۶۱
[3] غنیہ ذوی الاحکام مع حاشیۃ درر — باب موجب الافساد — مطبعۃ احمد کامل الکائنۃ دار سعادۃ مصر — ۱/۲۰۲

Marfat.com

مجرد تعاطی تلك الافعال يفسد الصوم و ان لم يدخل شئ ثم هو رحمه الله تعالى دار يقيناً ان الكينونة فی بيت فيه بخور ليس سببا غالبا لدخول الدخان ولذا علق الفساد فی كتبه الثلثة "بایوائه الى نفسه" بل ولم يقنع به حتى زاد "واشتم دخانه" فقد وضح اتضاح الشمس فی رابعة النهار ان لامساس بمسألتنا لما بحث العلامة الفاضل هنا۔

ثمّ اقول وبه ظهر ولله الحمد انه لا يرد على بحثه ما قدمنا من مسائل الطبخ والدق والاغتسال وخوض الماء والطحن والسف ودخول الطرقات وامثالها فهذا غاية ما وصل اليه ذهنی القاصر فی تصحيح بحثه لكن يرد عليه من المنصوصات مسألة المضمضة ورودا لا مردله فانها سبب اغلبی بل كلی لدخول البلل ولم يكن تعاطيها ولو بلا ضرورة بل بلا حاجة ليفسد الصوم بالاجماع وان قيل فی النوادر بكراهتها ولعل مجيبا يجيب بان ليس الحامل فيه على الحكم بعدم الفطر مجرد امتناع التحرز بل وشئ اخر و هو كونه قليلا تابعا للريق كما قالوا فی [illegible] قال فی الهداية لو

میں مشغول ہونا روزہ توڑ دیتا ہے اگرچہ کوئی شئ داخل نہ ہوئی ہو، پھر علامہ رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بھی یقیناً جانتے ہیں کہ جس گھر میں بخور ہو وہاں موجود ہونا دھوئیں کے دخول کا سبب غالب نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ تینوں کتب میں یہ قید لگائی ہے کہ اسے اپنے قریب کرے بلکہ اس پر بھی اکتفا نہ کیا حتی کہ یہ زائد کیا کہ اس کا دھواں سونگھے اب تو روشن دن کی طرح واضح ہو گیا کہ علامہ فاضل نے جو یہاں کہا ہے اس کا تعلق ہمارے زیر بحث مسئلہ سے نہیں ہے۔

ثمّ اقول بحمد اللہ اس سے واضح ہو گیا کہ جو ہم نے پیچھے مسائل بیان کئے مثلاً کھانا پکانا، چھکنا، غسل کرنا، پانی میں غوطہ لگانا، چکی پیسنا، غلہ پھٹکنا اور گلیوں میں چلنا وغیرہ، یہ سب علامہ کی بحث کا رد نہیں کرتے۔ علامہ کی بحث کی تصحیح میں بندہ کا ذہن قاصر اسی انتہائی مقام پر پہنچا ہے لیکن اس پر منصوصات میں سے مسئلہ کلی کرنا ایسا وارد ہوتا ہے جس کا جواب نہیں کیونکہ وہاں تری کا دخول سبب اغلب ہی نہیں بلکہ کلی سبب ہے اور روزہ دار کا اس میں مشغول ہونا اگرچہ بلا ضرورت بلکہ بلا حاجت ہو حالانکہ اس صورت میں روزہ بالاتفاق نہیں ٹوٹتا، اگر یہ کہا جائے کہ نوادر میں ہے کہ اس میں کراہت تو ہے تو شاید جواب دینے والا یہ کہے کہ کلی میں عدم فطر کے حکم کا باعث محض احتراز کا امتناع ہی نہیں بلکہ ایک اور شئ بھی ہے اور وہ اس کا قلیل اور تھوک کے تابع ہونا ہے جیسا کہ فقہاء نے اس گوشت کے بارے میں کہا ہے جو

Marfat.com

اکل لحما بین اسنانہ فان کان قلیلا لم یفطر لان القلیل تابع لاسنانہ بمنزلۃ ریقہ، بخلاف الکثیر لانہ لایبقی فیما بین الاسنان والفاصل مقدار الحمصۃ ومادونہا قلیل[1] اھ۔

دانتوں میں پھنس جاتا ہے۔ ہدایہ میں ہے کسی نے دانتوں کے درمیان پھنسا ہوا گوشت کھالیا اگر وُہ تھوڑا تھا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ قلیل دانتوں کے تابع ہونے کی وجہ سے بمنزل تھوک ہوگا بخلاف کثیر کے، کیونکہ وُہ دانتوں کے درمیان باقی نہیں رہ سکتا اور قلیل وکثیر میں فرق یُوں ہے کہ اگر چنے کی مقدار ہو تو کثیر اور اس سے کم ہو تو قلیل اھ۔

اقول ولایجدی فان عدم الافطار ھٰھنا ایضا انما ھو معلل بعدم امکان التحرز، فرجع الامر الی ماوقع، قال فی الفتح وانما اعتبر تابعا لانہ لایمکن الامتناع عن بقاء اثر ما من الماکل حوالی الاسنان وان قل ثم یجری مع الریق التابع من محلہ الی الحلق فامتنع تعلیق الافطار بعینہ فیعلق بالکثیر وھو مایفسد الصلوٰۃ لانہ اعتبر کثیرا فی فصل الصلوٰۃ ومن المشائخ من جعل الفاصل کون ذٰلک مما یحتاج فی ابتلاعہ الی الاستعانۃ بالریق اولا الاول قلیل والثانی کثیر وھو حسن لان المانع من الحکم بالافطار بعد تحقق الوصول کونہ لایسھل الاحتراز عنہ وذٰلک فیما

اقول یہاں یہ بات بھی مفید نہیں کیونکہ روزہ نہ ٹوٹنے کی وجہ یہی بیان کی گئی کہ تری سے بچنا ممکن نہیں تو معاملہ پھر اسی طرف لوٹ آیا جہاں تھا، فتح میں ہے تابع اس لیے قرار دیا کہ کھانے کے بعد دانتوں کے اردگرد یہ اثر کا باقی نہ رہنا ناممکن ہے اگرچہ وہ اثر بہت قلیل ہو پھر وُہ تھوک کے ساتھ اپنی جگہ سے حلق کی طرف چلا جاتا ہے تو اب روزہ ٹوٹ جانے کو بعینہٖ اس اثر کے ساتھ متعلق کرنا ممکن نہ رہا، ہاں کثیر سے متعلق ہوگا اور وُہ اتنی مقدار ہے جو نماز کو فاسد کردے کیونکہ اسے نماز کے معاملہ میں کثیر اعتبار کیا گیا ہے، مشائخ میں سے بعض نے قلیل وکثیر میں یُوں فرق کیا کہ اس شَی کو نگلنے کے لیے تھوک کی مدد کی ضرورت ہے یا نہیں، اگر مدد درکار ہے تو قلیل ورنہ کثیر، اور یہ بہت خوب فرق ہے کیونکہ جوف میں وصول کے بعد روزہ نہ ٹوٹنے کے حکم میں مانع صرف یہ ہے کہ اس سے احتراز آسان نہ تھا اور یہ بات اس میں

---

[1] الہدایۃ باب مایوجب القضاء والکفارۃ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۱۹۸

Marfat.com

یجری بنفسه مع الریق الی الجوف لا فیما یتعمد فی ادخاله لانه غیر مضطر فیه[1] اھ وقد نقل کلامه العلامة الشرنبلالی نفسه فی المراقی تصریحا و فی الغنیة تلویحا مقراعلیه، وھذا ایضا بحمد اللہ تعالٰی مشید ارکان ما نحونا الیه من ان المناط ھو الفرق بالدخول والادخال لاغیر وان لا نظر فی الدخول الی کون سببه مما یستھل التحرز عنه، الا تری ان الانسان غیر مضطر الی اکل ما یبقی شیئ منه فی اسنانه کاللحم و امثاله بل یمکن الاجتزاء بمثل اللبن ثم ان سلم له ان تعاطی الاسباب الغالبة من باب الادخال المفطر لوجب ان یکون مفطرا مطلقا وان احتاج الیھا کما قدمنا بحقیقته فلیس من لم یکن عندہ ما یغنیه یومه ولم یقدر علی الاکتساب الابحرفة غربلة و ھرس وخبز وطبخ و نحوھا مما یدخل فیه الغبار والدخان باجل ضرورة واقل حیلة من مریض او نائم او مکرہ او ذی مخمصة فاذا لم یستحق اولئك اسقاط

جاری ہوسکتی ہے جو تھوک کے ساتھ جوف میں جائے، لیکن اس میں جاری نہیں ہوسکتی جس کا ادخال عمداً ہو کیونکہ اس میں روزہ دار مجبور نہیں اھ علامہ شرنبلالی نے یہ کلام مراقی میں تصریحاً اور غنیہ میں اختصار کے ساتھ اسے ثابت رکھتے ہوئے نقل کیا ہے،

بحمداللہ یہ بھی ہماری اس گفتگو کی بنیادوں کو مستحکم کرتا ہے کہ فرق کا مدار دخول اور ادخال پر ہے' اس کے علاوہ کوئی فرق نہیں اور دخول میں اس طرف نظر کرنا بھی مناسب نہیں کہ اس کا سبب ہونا ایسا تھا جس سے بچنا آسان تھا، کیا آپ ملاحظہ نہیں کرتے کہ دانتوں میں جو بچ جاتا ہے مثلاً گوشت وغیرہ تو انسان اس کے کھانے پر مجبور نہیں بلکہ انسان کا اس سے محفوظ رہنا ممکن بھی ہے، مثلاً دودھ وغیرہ کے ذریعے، پھر اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ ایسے اسباب میں مشغول ہونا جن سے غالباً دخولِ غبار ہوجاتا ہے اور روزہ ٹوٹ جاتا ہے، تو ضروری ہوگا کہ یہ ہر حال میں روزہ ٹوٹنے کا سبب بنے اگرچہ آدمی ان کا محتاج ہو، جیسا کہ ہم پیچھے اس کی حقیقت بیان کر آئے، تو وہ شخص جس کے پاس دن گزارنے کے لیے کوئی چیز نہ ہو اور وہ آٹا چھاننے، گھوڑا دوڑانے، روٹی کھانے اور پکانے وغیرہ جو دخولِ غبار کا سبب ہیں ان کے علاوہ کسی کاروبار پر قادر بھی نہ ہو تو ایسا شخص مریض، سونے والے، مکرہ اور صاحبِ اضطرار سے ضرورت

---

[1] فتح القدیر باب ما یوجب القضاء والکفارۃ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۵۹-۲۵۸

Marfat.com

حکم المفطر فانی یستحقه من هو دونهم وقد جری هو بنفسه فی متنه علی تعمیم الغبار غبار الطاحونة فالاوفق الارفق الالصق بالاصول بالقبول عندی هو الاطلاق الذی جرت علیه المتون والشروح والفتاوی قاطبة الی اواسط القرن الحادی عشر حتی جاء العلامة الشرنبلالی فنظر ما نظر ولقد احسن واجاد فی کتبه الثلثة اذا علق الفساد بالبخور علی اشتمام الدخان والعلم بالحق عند الملک المنّان۔

میں زیادہ اور حیا میں کم نہیں ہوتا، تو جب مذکورہ لوگ اسقاط حکم افطار کے مستحق ہیں، تو جو ان سے کم درجہ کا معذور ہے وہ اسقاط کا لیے مستحق ہوگا، علامہ نے خود متن میں عام غبار کا اعتبار کیا ہے جیسے چکی کا غبار، تو اصول کے زیادہ موافق و مناسب ہوگی اور قبول کے زیادہ لائق۔ میرے نزدیک وہ اطلاق ہے جس پر گیارھویں صدی کے وسط تک تمام متون شروحات اور فتاوی کی نقل جاری رہی حتی کہ علامہ شرنبلالی کا دور آیا تو اُنھوں نے اس پر غور و فکر کیا جو اُن کی شان کے لائق تھا، اُنھوں نے اپنی تینوں کُتب میں یہ لکھ کر بہت ہی خُوب کیا کہ بخور کا دُھواں قصداً سُونگھنے سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے۔ حق کا علم مالک اور احسان فرمانے والے اللہ تعالٰی کے لیے ہے۔ (ت)

الحمدللہ یہ جواب عجاب کاشف صواب، ورافع حجاب اوائل ذی القعدۃ الحرام کے چند جلسوں میں تمام اور بلحاظ تاریخ "الاعلام بحال البخور فی الصیام" نام ہوا، وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیّدنا و مولانا محمد و اٰلہ وصحبہ وبارك وسلم، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۲۲۶: مسئولہ امانت علی شاہ ساکن قصبہ نواب گنج ضلع بریلی ۱۷ رمضان ۱۳۳۱ھ

اس سے پہلے میں نے آپ سے سوال کیا تھا کہ روزہ دار کو غوطہ لگانا چاہیے یا نہیں؟ اور سُرمہ لگانا چاہیے یا نہیں؟ تو ایک شخص کہتا ہے کہ غوطہ لگانا کیا بلکہ ناف کے اُوپر پانی پہنچ جائے گا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اور سُرمہ بعد عصر کے لگانا چاہیے۔ اور ایک شخص نے یہ بھی کہا کہ سُرمہ لگا کر سونا نہ چاہیے، اور روزہ دار کو خوشبو سُونگھنا چاہیے یا نہیں؟ اور سر میں تیل ڈالنا چاہیے یا نہیں؟ اور بدن پر روغن ملنا چاہیے یا نہیں؟ اور ہلاس سُونگھنا چاہیے یا نہیں؟ اور مسواک کرنا چاہیے یا نہیں؟ اور مسواک کی لکڑی چبانا چاہیے یا نہیں؟ اور دانتوں میں خلال کرنا چاہیے یا نہیں؟ اور منجن ملنا چاہیے یا نہیں؟

Marfat.com

الجواب

وہ شخص غلط کہتا ہے. پانی بدن کے اُوپر ہونے سے روزہ جائے تو نہانے سے بھی جائے، وضو سے بھی جائے۔ ہاں جوف کے اندر مسام کے سوا منافذ سے پہنچے تو روزہ جائے گا مگر غوطے میں ایسا نہیں، غوطہ لگا کر کھلے ہوئے منفذ نتھنوں کو دیکھئے کہ ان میں بھی پانی نہیں پہنچا اور سُرمہ بھی ہر وقت لگانے کی اجازت ہے اور لگا کر سو بھی سکتا ہے اور سونے سے بھی کھکھار میں سُرمہ کی رنگت آجائے تو کچھ حرج نہیں کہ یہ مسام سے پہنچا اور آنکھوں میں معاذ اللہ کان یا ناک کے سوراخ نہیں کہ اُن میں داخل روزہ کو مضر ہو۔ روزہ دار خوشبو سُونگھ سکتا ہے. سُونگھنے سے جس کے اجزاء دماغ میں نہ چڑھیں برخلاف اگر لوبان کے دُھوئیں کے کہ اسے سونگھ کر دماغ کو چڑھ جائیگا تو روزہ جاتا رہے گا۔ روزہ دار سر میں روغن ڈال سکتا ہے کہ یہ بھی مسام میں کوئی منفذ نہیں۔ بدن پر بھی روغن مل سکتا ہے مل کر خوب جذب کر سکتا ہے، ہاں مثلاً کان میں نہیں ڈال سکتا، اگر ڈالے گا روزہ جاتا رہے گا۔ روزہ دار کو نا س لینا حرام ہے اُس کا کوئی ذرہ دماغ کو پہنچا تو روزہ جاتا رہے گا۔ مسواک کرنا سنت ہے. ہر وقت کر سکتا ہے، اگرچہ تیسرے پہر یا عصر کو چبانے سے لکڑی کے ریزے چھوٹیں یا مزہ محسوس ہو تو نہ چاہئے۔ خلال کرنے میں تو کوئی مضائقہ نہیں مگر رات کا دانتوں میں کچھ بچا رکھنا نہ چاہئے جسے دن کو خلال سے نکالے. ہاں سحری کھا کر فارغ ہُوا تھا کہ صبح ہوگئی تو اب ہی خلال کرے گا اس کا حرج نہیں، روزہ میں منجن ملنا نہ چاہئے۔

Marfat.com

باب القضا والکفارۃ

مسئلہ ۲۲۷ از بنگالہ ضلع کمرلا پرگنہ سرائل ڈاک خانہ ہرن بیڑ موضع بھوپن مرسلہ عاصم علی صاحب ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت کے نماز و روزہ وغیرہ کے کفارے کے عوض میں قرآن شریف کو حیلہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مع دلائل قویہ و حوالہ کتب معتبرہ ارشاد فرمایا جائے کیونکہ اس ملک بنگالہ میں اکثر علماء حیلۂ مذکورہ کو جائز رکھتے ہیں اور جو ناجائز کہتا ہے اُس کے ساتھ جھگڑنے پر آمادہ ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دلیل بیان کرو، اس لیے حضور پُرنور کو تکلیف دی جاتی ہے۔ بیّنوا بالدلیل توجروا عند الجلیل (دلیل کے ساتھ بیان کرو اور اللہ تعالٰی سے اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

یہ حیلہ دو طور پر ہے:

اوّل یہ کہ نماز روزے وغیرہ جس قدر ذمۂ میت ہوں سب کے کفارے میں خود قرآن مجید ہی مسکین کو دے دیا جائے یعنی مصحف مبارک ہی کو اُن فرائض کا معاوضہ و کفارہ بنا لیا جائے، یہاں جہاں اسی طرح کرتے ہیں اُن کا خیال ہے کہ قرآن عظیم بے بہا چیز ہے اُس کی قیمت کا کون اندازہ کر سکتا ہے تو اگر لاکھوں کفارے ہوں ایک مصحف میں سب ادا ہو جائیں گے، ولہٰذا انھیں میت کی عمر اور اس کی قضا

Marfat.com

نمازوں روزوں کا حساب کرنے کی بھی حاجت نہیں ہوتی کہ حساب تو جب کیجئے کہ کچھ کمی کا احتمال ہو او۔ جہاں ہر طرح یقیناً زیادہ ہی چیز دی جا رہی ہے وہاں حساب کس لئے۔ یہ طریقہ یقیناً قطعاً باطل ومہمل ہے شرع مطہر نے کفارے میں مال معین فرمایا ہے کہ ہر نماز ہر روزے کے عوض نیم صاع گندم یا ایک صاع جَو یا اُن کی قیمت۔ اور اس سے مقصودِ شرع اِدھر نفع رسانی مساکین ہے اُدھر اپنی رحمت کاملہ سے ترکِ فرائض پر مالِ جرمانہ لے کر ان شاء اللہ بندہ تارک کو مطالبہ سے سبکدوش فرمانا، ولہذا ہر نماز و روزہ کے ایک مقدارِ مالِ معین فرمائی کہ جرم کم و زائد میں امتیاز رہے، جس نے تھوڑے چھوڑے ہیں تھوڑا مال دے کر پاک ہو جائے، جس نے زیادہ چھوڑے اس پر اُسی حساب سے جرمانہ بڑھتا جائے۔ مصحف شریف میں دو لحاظ ہیں: ایک کاغذ و سیاہی وجلد کا اعتبار، اس لحاظ سے وہ ایک مال ہے اور اسی لحاظ سے اس کی بیع و شرا ہوتی ہے، بایں معنی اس کی قیمت وہی ہے جتنے پر بازار میں ہدیہ ہو: روپیہ دو روپیہ یا دس پندرہ جو حیثیت ہو اسی لحاظ سے وہ کفارے میں دیا جا سکتا ہے تو بازار کے بھاؤ سے جتنے داموں پر ہدیہ ہو اُسی قدر مال دینا ٹھہرے گا، اور کفارہ ادا ہوا تو صرف اُتنے ہی نماز روزوں کا ادا ہوگا جو ان داموں کے مقابل ہوں مثلاً روپے کے پانچ صاع گیہوں آتے ہیں اور یہ مصحف شریف کہ دیا گیا دو روپے ہدیہ کا تھا تو گویا دس صاع گیہوں دئے گئے کہ صرف بیس نمازوں یا بیس روزوں کا عوض ہوئے، دو چار روپے مالیت کی چیز سے عمر بھر کی نمازوں کا کفارہ کیونکر ادا ہو سکتا ہے۔ دوسرا لحاظ اُس کلامِ کریم کا اعتبار ہے جو اُس میں لکھا ہے اصلاً مال نہیں بلکہ وہ اس احد صمد جل وعلا کی صفت قدیمہ کریمہ اُسی کی ذاتِ پاک سے قائم اور اُس کے کرم سے ہمارے ورقوں، ہمارے سینوں، ہماری زبانوں، ہماری آنکھوں، ہمارے کانوں، ہمارے دلوں پر کتابت وحفظ وتلاوت ونظر وسماعت وفہم میں متجلی ہے، فلوجهه الكريم الحمد كما ينبغي لجلاله وعظم جوده وافضاله، عوام نے سچ کہا کہ وہ بے بہا ہے اور غلط سمجھا کہ اُس کی قیمت حد سے سوا ہے بلکہ وہ بے بہا بایں معنیٰ ہے کہ تقویم و مالیت سے پاک و ورا ہے بایں معنیٰ وہ کفارہ نہیں ہو سکتا کہ کفارہ مال سے ہوتا ہے اور وہ مال نہیں۔ ہدایہ میں ہے:

لا قطع في سرقة المصحف لانه لامالية له على اعتبار المكتوب واحرازه لاجله لا للجلد والاوراق[1]

چوری مصحف میں قطع ید نہیں کیونکہ مکتوب کے اعتبار سے یہ مالیت سے بالاتر ہے باقی اس کی حفاظت مکتوب کی وجہ سے ہوئی ہے نہ کہ جلد اور اوراق کی وجہ سے (ت)

[1] ہدایہ باب ما یقطع فیہ وما لا یقطع المکتبۃ العربیہ کراچی ۲/ ۵۲

Marfat.com

فتح القدیر میں ہے :

لا فی سرقۃ المصحف وقال الشافعی یقطع وھو روایۃ عن ابی یوسف لانہ مال محرز یباع ویشتری ولان ورقہ مال وبماکتب فیہ ازداد بہ ولم ینتقص وجہ الظاھر ان المالیۃ للتبع وھی الاوراق لا المتبوع وھو المکتوب[1]

مصحف کی چوری سے قطعِ ید نہیں، اور امام شافعی نے کہا قطعِ ید ہے۔ امام ابو یوسف سے بھی ایک روایت یہی ہے کیونکہ یہ مال محفوظ ہے، بیچا اور خریدا جاتا ہے اور اس لیے بھی کہ اس کے اوراق مال ہیں اور جو کچھ اس میں تحریر ہے اس سے مالیت میں اضافہ ہوگا نہ کہ کمی۔ ظاہر مذہب کی دلیل یہ ہے کہ مالیت تابع یعنی اوراق کی ہیں نہ کہ متبوع کی جو کہ مکتوب ہے (ت)

اسی طرح کافی شرح وافی وتبیین الحقائق وبحر الرائق و رد المحتار وغیرہا معتمدات اسفار میں ہے۔ بالجملہ مصحف میں جو چیز بے بہا ہے یعنی قرآن وُہ مال نہیں کہ کفارہ بن سکے، اور جو مال ہے یعنی کاغذ وجلد، وُہ بے بہا نہیں کہ عمر بھر کی نماز روزوں کا بدلہ ہوسکے، کاغذ کے اعتبار سے مال ٹھہرانا اور مکتوب کے لحاظ سے بیحد قیمت سمجھ کر میت کی تمام عمر بلکہ ہفت پشت کا کفارہ کرنا ایسا ہے جیسے زید پر کسی کے لاکھ روپے آتے ہوں وہ اس کے بدلے ایک روپے کا مصحف شریف بلکہ ایک آنے کا کوئی پارہ دے کر ادا ہوجانا چاہئے کہ یہ لاکھوں کروڑوں روپے کا ہے بے بہا ہے یُوں تو ایک آیت بلکہ ناخن برابر کاغذ پر ایک اسم اللہ لکھ کر دے دیجئے اور کروڑوں روپے کا قرضہ اتار دیجئے کہ دُنیا ومافیہا ایک اسم جلالت کی قیمت نہیں ہوسکتی جیسے بندوں کے دین میں یہ حیلہ پیش نہیں کیا جاتا ویسے ہی رب العزت عزجلالہ کے دین میں۔ حدیث میں ارشاد ہُوا: فدین اللہ احق ان یقضی[2] (اللہ تعالٰی کا دین زیادہ حق رکھتا ہے کہ اسے پورا کیا جائے۔ ت)

دُوسرا طریقہ یہ کہ میّت پر جس قدر نماز روزے وغیرہا قضا ہوں سب کا حساب لگائیں اور اس کا کفارہ معین کریں کہ مثلاً ہزار من گندم ہوئے مصحف شریف اُتنے گیہوں یا اُن کی قیمت کے عوض مسکین کے ہاتھ بیع کریں وُہ قبول کرلے مصحف تو اس نے پایا اور اس پر ہزار من گندم یا مثلاً تین ہزار روپے ثمن مصحف کے دین ہوگئے، اب اس سے کہیں کہ اتنے گیہوں یا روپے جو ہمارے تجھ پر واجب الادا ہیں وہ ہم نے فلاں میّت کے کفارہ میں تجھے دئے، فقیر کہے میں نے قبول کیے۔ یہ حیلہ قرآن عظیم کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر کتاب یا کپڑے یا

---

[1] فتح القدیر باب مایقطع فیہ ومالا یقطع المکتبۃ العربیۃ کراچی ۵/۱۳۲

[2] صحیح بخاری باب من مات وعلیہ صوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۶۲

Marfat.com

برتن و امثالہا سے ہوسکتا ہے، دہلی کے متاخرین علماء نے یہ حیلہ لکھا مگر نظرِ فقہی میں یہ بھی صحیح نہیں آتا، فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اس کی تحقیق منیر اپنے فتاوٰی میں ذکر کی یہاں اسی قدر کافی کہ کفارے میں مال دینا چاہیے اور دین کہ ساقط کردیا مال نہیں۔ تبیین الحقائق میں ہے:

لوکان لہ دین علی فقیر فابرأہ منہ سقط زکوتہ عنہ لانہ کالہلاك فلو ابرأہ عن البعض سقط زکوۃ ذٰلك البعض لما قلنا وزکوۃ الباقی لاتسقط عنہ ولو نوی بہ الاداء عن الباقی لان الساقط لیس بمال والباقی یجوز ان یکون مالا فکان الباقی خیرا منہ فلا یجوز الساقط عنہ[1]۔

اگر کسی کا فقیر پر قرض تھا معاف کرکے قرض سے اسے بری کردیا تو اس قرض کی زکوٰۃ ساقط ہوجائے گی کیونکہ ہلاک ہونے والے مال کی طرح ہے اور اگر کچھ معاف کیا تو مذکورہ دلیل کی بنا پر اتنے حصّہ کی زکوٰۃ ساقط ہوجائے گی لیکن باقی حصّہ کی زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی اگرچہ وُہ ساقط ہونیوالے حصہ کو باقی کی زکوٰۃ میں شمار کرے کیونکہ ساقط ہونے والا مال نہیں اور باقی رہنے والے کا مال ہونا ممکن ہے اور بقیہ حصہ اس سے بہتر ہے لہذا اس سے اسقاط جائز نہ ہوگا۔ (ت)

بلکہ ضرور ہے کہ وہ دین اس سے وصول کرکے قبضہ میں لاکر پھر کفارے میں دیں۔ درمختار میں ہے:

اوصی لصلواتہ وثلث مالہ دیون علی المعسرین فترکہا الوصی لہم عن الفدیۃ لم تجزہ ولابد من القبض ثم التصدق علیہم[2] اھ وتمام الکلام علی ان الۃ الاوہام فی فتاونا فلیراجعہا من یتخالج فی صدرہٖ شیئ ولا یعجل، واللہ تعالٰی اعلم۔

کسی نے اپنی نمازوں کے لیے وصیت کی اس حال میں کہ اس کا ثلث مال تنگ دستوں پر قرض تھا تو وصی نے نمازوں کے فدیہ کے طور پر ان تنگ دستوں کا قرض چھوڑدیا تو یہ کافی نہ ہوگا کیونکہ پہلے اس مال پر قبضہ ضروری ہے اس کے بعد ان پر صدقہ کرنا جائز ہوگا اھ ازالۃ الاوہام کے لیے تفصیلی گفتگو ہمارے فتاوٰی میں ہے، جس کے سینے میں کوئی شے کھٹک رہی ہو وہ اس کا مطالعہ کرے اور جلد بازی سے کام نہ لے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۵: ازبلگرام ضلع ہردوئی محلہ میدان پورہ مرسلہ حضرت سید ابرہیم میاں صاحب ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

شب سہ شنبہ ۱۲ رمضان المبارک کو ہم لوگوں کی آنکھ قریب ساڑھے چار بجے کھلی، جلد جلد ہم لوگوں نے

---

[1] تبیین الحقائق — کتاب الزکوۃ — المطبعۃ الکبرٰی الامیریۃ مصر — ۱/۲۵۸

[2] درمختار — فصل فی وصایا الذمی وغیرہ — مجتبائی دہلی — ۲/۳۲۴

Marfat.com

کھانا یعنی سحری کھاکر حقہ پی رہے تھے کہ یکایک اذان ہوگئی فوراً کلی کرکے اور کاموں میں مصروف ہو گئے، صبح کو ایک بزرگ سے سب حال کہا گیا انھوں نے اس قسم سے کلمات کہے جس سے ابطالِ صیام معلوم ہوا نہایت تشویش ہوئی، جب ہم لوگوں نے جان لیا کہ روزہ یقیناً نہیں ہے تب ہم چند آدمیوں نے دن کو یعنی ۱۲ بجے اسی ماہ کھانا کھالیا اور یہ امر تخمیناً دس آدمیوں سے واقع ہوا اعنی روزہ کھول لینا بعد کو اور لوگوں سے ذکر ہوا تو اُن لوگوں نے تنبیہ کی اور کہا کہ کھانا کھانا مناسب نہ تھا استطاعتِ کفارہ نہیں حتی کہ دو ماہ متواتر روزے رکھنے کی بھی بظاہر قدرت نہیں، اب جیسی رائے ہو مطلع فرمایا جائے۔ بیّنوا توجروا

الجواب

آج کل کہ آفتاب اوائل بُرج حمل میں ہے۔ بریلی بلگرام کے قریب قریب عرض کے شہروں میں سحری چار بجے تک کھانی چاہیے، ساڑھے چار بجے کب کی صبح ہوچکتی ہے، اس وقت کچھ کھانے پینے کے معنی ہی نہ تھے، وہ روزہ یقیناً نہ ہوا اُس کی قضا فرض ہے مگر غیر مریض ومسافر کو روزہ جاتے رہنے کی بھی حالت میں بوجہ ادب و حُرمت ماہ مبارک دن بھر مثل روزہ رہنا واجب تھا، دن کو پھر جو قصداً کھایا حرام تھا گناہ ہوا، توبہ کی جائے، مگر روزہ تو تھا ہی نہیں جسے اس کھانے نے توڑا ہو، لہذا کفارے سے کچھ علاقہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۹ از خورجہ ضلع بلند شہر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید رمضان شریف میں روزہ سے تھے اخیر رمضان المبارک میں جبکہ وُہ روزہ سے تھے ان کے درد صدر میں ہوا اور دست آئے اور استفراغ کئی بار ہُوا، درد کی بہت سخت تکلیف تھی، بالآخر ۴ بجے بخوف ترقی مرض بعد ظہر ڈاکٹری دوا حالتِ صوم میں پلا دی گئی، روزہ تڑوا دیا گیا، ایسی حالت میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ روزہ توڑنے کی وجہ سے آیا ساٹھ روزے رکھے جائیں یا ساٹھ مسکین کھلائے جائیں یا کچھ نہ کیا جائے؟ درد سے آرام ہونے کے بعد جو آٹھ سات روزے باقی تھے وہ بوجہ ضعف وناطاقتی کے نہیں رکھے گئے تا عید الفطر۔ ایسی صورت میں شارع کا کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب

اس صورت میں نہ ساٹھ روزے ہیں نہ ساٹھ مسکین غرض کفارہ نہیں صرف اُس روزہ کی جو توڑا اور ان روزوں کی جو نہ رکھے قضا ہے ہر روزہ کے بدلے ایک روزہ ولبس۔

فی الدر المختار من مبیحات الفطر خوف ھلاك او نقصان عقل ولو بعطش او جوع

درمختار میں عوارض مبیحہ سے ہے یعنی روزہ نہ رکھنے کو مباح کرنے والی چیزوں میں سے یہ ہیں ہلاکت کا خوف یا نقصانِ عقل کا خوف، یہ خوف خواہ پیاس سے ہو

Marfat.com

شدیدا او لسعة حیة[1] — یا سخت بھوک کی وجہ سے یا سانپ کے کاٹنے سے ہو (ان صورتوں میں روزے کا ترک جائز ہے)۔ (ت)

شامی میں ہے:

فلہ شرب دواء ینفعہ[2] — روزہ دار کے لیے ایسی دوا کا پینا جائز ہے جو اسے نفع دے۔ (ت)

مسئلہ ۲۳ از بہرائچ چوک بازار مرسلہ حافظ محمد شفیع صاحب ۲۶ ماہ مبارک ۱۳۳۳ھ

اگر رمضان شریف کا چاند مکہ معظمہ یا ہندوستان سے دُور دراز ملکوں میں ۲۹ شعبان کو ہُوا اور مثلاً بہرائچ میں اُس تاریخ کو چاند نہیں نظر آیا بلکہ ۳۰ شعبان کو چاند ہُوا کیا اس صورت میں بہرائچ کے باشندوں کو ایک روزہ کی قضا علم و واقفیت قطعی ہونے پر لازم آتی ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے صورتِ مذکورہ میں قضا ایک روزہ کی لازم نہیں اس لیے کہ جب قریب ملک میں چاند نظر آئے تو اُس کا اعتبار ہے دُور ملک کا اس بارے میں اعتبار نہیں، عمرو کا قول اُس کے برخلاف ہے یعنی وُہ قضا لازم ہونے کا التزام کرتا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

عمرو کا قول صحیح ہے، ہمارے ائمہ کرام کا مذہب صحیح و معتمد یہی ہے کہ دربارۂ ہلالِ رمضان و عید اختلافِ مطالع کا کچھ اعتبار نہیں اگر مشرق میں رؤیت ہو مغرب پر حجت ہے اور مغرب میں تو مشرق پر، مگر ثبوت بروجہ شرعی چاہئے، خط یا تار یا تحریرِ اخبار یا افواہِ بازار یا حکایتِ امصار محض بے اعتبار۔ کما فصلناہ فی فتاوٰنا بما لامزید علیہ (جیسا کہ اس کی ایسی تفصیل اپنے فتاوٰی میں تحریر کی ہے جس پر اضافہ دشوار ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

اختلاف المطالع غیر معتبر علی المذھب، وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوی فیلزم اھل المشرق برؤیۃ اھل المغرب اذا ثبت عندھم رؤیۃ اولئک بطریق موجب[3] (ملخصا) — مذہبِ صحیح کے مطابق مطالع کے اختلاف کا اعتبار نہیں، اسی پر اکثر مشائخ ہیں اور فتوٰی اسی قول پر ہے، لہذا اہلِ مشرق پر اہلِ مغرب کی رؤیت کی بنا پر روزہ رکھنا لازم ہوگا بشرطیکہ ان کے ہاں ثبوت چاند موجبِ شرعی سے ثابت ہو۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] درمختار	فصل فی العوارض	مجتبائی دہلی	۱/۱۵۲
[2] ردالمحتار	〃	مصطفی البابی مصر	۲/۱۲۶
[3] درمختار	کتاب الصوم	مجتبائی دہلی	۱/۱۴۹

Marfat.com

مسئلہ ۲۳۱ از موضع درو ضلع نینی تال مسئولہ عبدالجلیل خاں ۱۳ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے طعام سحری ساڑھے چار بجے سے پانچ بجے تک کھانا باہر صحنِ مکان میں نکلنے سے کچھ سفیدی شرق میں آسمان پر معلوم ہوئی اور اذانِ صبح بھی ہوگئی چونکہ تین روزے ہو چکے تھے روزہ رکھ لیا گیا دن میں کچھ اشخاص نے کہا یہ روزہ نہیں ہوا اس واسطے ایک بجے دن کو توڑ ڈالا، پس اندریں صورت ایک روزہ قضا واجب ہوا یا ساٹھ؟ دیگر یہ کہ ماہ صیام میں جو روزے قضا ہوگئے ہوں اور وہ قضا بھی ادا نہ ہوئے تو بقول بعض بالعوض ایک قضا کے کیا ساٹھ کا حکم ہے یا ہر وقت میں ایک ہی رکھنا ہوگا؟ بینوا توجروا

الجواب

اس رمضان شریف میں پانچ بجے تک کسی طرح وقت نہ تھا جبکہ پانچ بجے تک سحری کھائی تو روزہ بلاشبہ ہوا ہی نہیں کہ توڑنا صادق آئے قضا لازم ہے اور کفارہ نہیں، ہاں رمضان مبارک میں اگر کسی وجہ روزہ نہ ہو تو غیر معذور شرعی کو دن بھر روزہ کی طرح رہنا واجب اور کھانا پینا حرام، ایک بجے کھانا کھالیا یہ دوسرا گناہ ہوا، توبہ فرض ہے واللہ تعالٰی اعلم ایک روزہ کی قضا ایک ہی ہے ساٹھ کا حکم کفارہ میں ہے کہ کسی نے بلا عذر شرعی رمضان مبارک کا ادا روزہ جس کی نیت رات سے کی تھی بالقصد کسی غذا یا دوا یا نفع رساں شئی سے توڑ ڈالا اور شام تک کوئی ایسا عارضہ لاحق نہ ہوا جس کے باعث شرعاً آج روزہ رکھنا ضرور نہ ہوتا تو اس جرم کے جرمانہ میں ساٹھ روزے پے در پے رکھنے ہوتے ہیں ویسے جو روزہ نہ رکھا ہو اس کی قضا صرف ایک روزہ ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۲ از گونڈل علاقہ کاٹھیاواڑ مسئولہ عبدالستار بن محمد اسمٰعیل ۱۴ رجب ۱۳۳۴ھ
ماہِ رمضان المبارک میں ایک شخص نے قبل صبح صادق سحری کا کھانا کھا کر روزہ کی نیت کرکے کھانا پینا بند کیا، بعد اس کے اپنی منکوحہ سے خوش طبعی کرتے ہوئے بلا جماع منزل ہوا اور یہ امر قبل صبح صادق یا بعد صبح صادق ہوا اب اس کا روزہ رہا یا قضا کرے یا کفارہ دے؟ اور عورت کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب

عورت کے لیے کچھ حکم نہیں اور مرد پر بھی کفارہ نہیں، اور اگر انزال قبل صبح صادق ہوا تو قضا بھی نہیں اور بعد صبح صادق ہوا اور اس وقت مس وغیرہ نہیں کر رہا تھا اس کے بعد مجرد بقائے تصور سے واقع ہوا جب بھی قضا نہیں، ورنہ اس روزہ کو پورا کرے اور ایک روزہ اس کے عوض رکھے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

Marfat.com

مسئلہ ۲۳۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر دو صاحب کسی شخص کا روزہ زبردستی تڑوادیں ان کے لیے کیا حکم ہے؟ اور جو صاحب روزہ توڑیں وہ کیا کریں اور اُن کے لیے کیا حکم ہے؟ دوسرے کسی صاحب کے بار ڈالنے سے روزہ توڑ اجائے تو ہر دو صاحبان کے لیے کیا حکم ہوگا؟

الجواب

بلاضرورت ومجبوری شرعی فرض روزہ زبردستی تڑوانے والا شیطانِ مجسم ومستحقِ نارِ جہنم ہے اور بغیر سچی مجبوری کے فقط کسی کے بار ڈالنے یا زیر کرنے سے فرض روزہ توڑ دینے والے پر عذاب ہے اور روزہ ادائے رمضان تھا تو حسبِ شرائط اس پر کفارہ واجب جس میں ساٹھ روزے لگاتار رکھنے ہوتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳۴ از لاہور مسئولہ گلاب خلیفہ ۱۱ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

بخدمت شریف جناب عالی خاندان دام اقبالکم بعد ادائے آداب کے عرض کمترین کی یہ ہے کہ جو شخص اس ماہِ رمضان میں روزہ نہ رکھے اور بعد میں پورا روزہ رکھے جس طرح حکمِ رسول ہو تحریر فرمائیں کیونکہ اس ماہ میں طاقت نہیں ہے رکھنے کی، کمزوری ناطاقتی بدن میں ہے۔ جناب کو اس وجہ کہ تکلیف دیتا ہوں صاف تحریر فرمائیں، اور ایک شخص روزہ نہیں رکھتا ہے اپنے عوض ایک عورت کو روزہ رکھاتا ہے، آپ فرمائیں مرد کا مرد کو لازم ہے یا عورت کا عورت کو؟ غیر عورت ہے جس کو روزہ رکھاتا ہے۔ فقط

الجواب

جو ایسا مریض ہے کہ روزہ نہیں رکھ سکتا روزہ سے اُسے ضرر ہوگا، مرض بڑھے گا یا دن کھنچیں گے، اور یہ بات تجربہ سے ثابت ہو یا مسلم طبیب حاذق کے بیان سے جو فاسق نہ ہو تو جتنے دنوں یہ حالت رہے اگرچہ پورا مہینہ وہ روزہ ناغہ کرسکتا ہے اور بعد صحت اس کی قضا رکھے، جتنے روزے چھوٹے ہوں ایک سے تیس تک۔ اپنے بدلے دوسرے کو روزہ رکھوانا محض باطل وبے معنی ہے، بدنی عبادت ایک کے کیے دوسرے پر سے نہیں اُتر سکتی، نہ مرد کے بدلے مرد کے رکھے سے نہ عورت کے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

Marfat.com

باب الفدیۃ

مسئلہ ۲۳۵ مسئولہ قاضی عبدالحمید صاحب پیش امام از قصبہ گکڑی ۲۸ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و فضلائے شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام اگر عذر سے روزہ نہیں رکھتا ہے پر اعادہ روزہ کا یقینی ایک مسکین کو ہمیشہ کھانا کھلا دیتا ہے مگر نمازِ تراویح پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ اور تراویح کے پڑھانے میں حرج تو نہیں ہے؟ جواب دو۔

الجواب

بعض جاہلوں نے یہ خیال کرلیا ہے کہ روزہ کا فدیہ ہر شخص کے لیے جائز ہے جبکہ روزے میں اسے کچھ تکلیف ہو، ایسا ہرگز نہیں، فدیہ صرف شیخ فانی کے لیے رکھا ہے جو بہ سبب پیرانہ سالی حقیقۃً روزہ کی قدرت نہ رکھتا ہو، نہ آئندہ طاقت کی امید کہ عمر جتنی بڑھے گی ضُعف بڑھے گا اُس کے لیے فدیہ کا حکم ہے، اور جو شخص روزہ خود رکھ سکتا ہو اور ایسا مریض نہیں جس کے مرض کو روزہ مضر ہو، اُس پر خود روزہ رکھنا فرض ہے اگرچہ تکلیف ہو۔ بھوک پیاس گرمی خشکی کی تکلیف تو گویا لازم روزہ ہے اور اسی حکمت کے لیے روزہ کا حکم فرمایا گیا ہے، اس کے ڈر سے اگر روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہو تو معاذ اللہ روزے کا حکم ہی بیکار و معطل ہو جائے، امام مذکور اگر واقعی کسی ایسے مرض میں مبتلا ہے جسے روزہ سے ضرر پہنچتا ہے تو تا حصولِ صحت اُسے روزہ قضا کرنے کی اجازت ہے اُس کے بدلے اگر مسکین کو کھانا دے تو مستحب ہے ثواب ہے جبکہ اُسے روزہ کا بدلہ نہ سمجھے اور سچے دل سے نیت رکھے کہ جب صحت پائے گا جتنے روزے قضا ہوئے ہیں ادا کرے گا۔ اس صورت میں وہ امامت کر سکتا ہے اور اگر ویسا مریض نہیں اور کم ہمتی کے سبب روزے قضا کرتا ہے تو سخت فاسق ہے اور اسے امام بنانا گناہ، اور اس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

Marfat.com

تفاسیر الاحکام لفدیۃ الصلوٰۃ والصیام
۱۳۱۶ھ

(بعد از موت نماز و روزہ کے فدیہ کے تفصیلی احکام)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ رب محمد صلی علیہ وسلما

مسئلہ ۲۳۶ تا ۲۴۷: از پٹنہ محلہ لودی کٹرہ مرسلہ قاضی محمد عبدالوحید صاحب فردوسی ۱۰ صفر ۱۳۱۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العالمین کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں:

(۱) موتی کے روزہ کا فدیہ جو فقہ کی کتابوں میں نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جَو لکھا ہے، اس وزن کی تطبیق اس ہندوستان کے کس وزن کے برابر کی گئی ہے، کتبِ فقہ میں جو فی روزہ دو سیر گیہوں یا چار سیر جَو لکھا ہے وہ بیس۲۰ گنڈے کے حساب سے ہے یا انیس۱۹ گنڈے کے؟ غرض پٹنہ ضلع میں اگر کوئی شخص فدیہ دینا چاہے تو وہ کس وزن سے فی روزہ دے گا؟

(۲) چاول کا حساب کس چیز میں ہوگا گیہوں یا جَو میں؟ یعنی فی روزہ چاول مثل گیہوں کے ۲ ثار یا مثل جَو کے ۴ ثار دیا جائے گا؟ اور اگر چاول دیا جا سکتا ہے تو کل اقسام کے چاول ایک ہی حساب سے ہیں یا باسمتی، سلیھا، جوشاندہ مثل گیہوں کے اور موٹا چاول مثل جَو کے ہے؟

Marfat.com

(۳) دھان مثل جَو کے فی روزہ ۴ ثار دے سکتے ہیں یا نہیں ؟

(۴) فدیہ روزہ کا اگرکسی کے ذمہ بہت سا باقی ہے تو وہ کل بیک دفعہ بیک وقت اداکرے یا بدفعات جزوجزو کرکے دے سکتا ہے مثلاً زید متوفی کے ذمہ ۳۰ روزوں کا فدیہ باقی ہے تو یہ ۶۰ ثار گیہوں بیک دفعہ بیک وقت دینا چاہئے یا ایک ایک دو دو کرکے اداکردینے کا مجاز ہے کہ نہیں ؟ اس میں ایک صورت یہ بھی نکلتی ہے کہ اگر زید کے ذمہ ایک ہی روزہ کا فدیہ باقی رہے تو وہ اس دو سیر گیہوں کو پاؤ پاؤ کرکے ۸ دفعہ یا آدھ آدھ سیر کرکے ۴ دفعہ دے سکتا ہے یا نہیں ؟

(۵) متعدد روزوں کا فدیہ کل ایک ہی دن ایک شخص کو دے سکتے ہیں یا روز روز دوسرے دوسرے کو دینا چاہئے ؟ مثلاً زید متوفی کے ذمہ دس روزوں کا فدیہ چاہئے تھا اگر یہ اداکیا جائے تو کل ایک ہی شخص کو ایک ہی دن بیک وقت بیک دفعہ دے دے یا ایک ہی آدمی کو دس روز پیہم دے یا ایک ہی دن میں دس آدمیوں کو دے دے یا دس روز کرکے دوسرے دوسرے کو دے، اس کی چار شکلیں نکلیں،

وھو ھذا:

شکلِ اوّل: ایک ہی دن ایک شخص کو کل دسوں روزوں کا بیک دفعہ بیک وقت دیا جائے۔

شکلِ دوم: ایک ہی آدمی کو دس روزوں تک برابر دیا جائے۔

شکلِ سوم: ایک ہی دن میں دس آدمیوں کو دیا جائے۔

شکلِ چہارم: دس روز کرکے دس آدمیوں کو دیا جائے ــــ یہ چاروں شکلیں جائز ہیں یا نہیں ؟

(۶) اس کے مستحق کون کون اشخاص ہیں ؟ سیّد کو دے سکتے ہیں یا نہیں ؟ اقربا میں جو لوگ غریب ہیں ان کو دینے کا حکم ہے یا نہیں ؟ گھر کے نوکر چاکر کو اگر دیں اور مشاہرہ یا کھانے میں وضع نہ کریں تو جائز ہے یا نہیں ؟

(۷) غلّہ دینا بہتر ہے یا اس کی قیمت باندھ کر جو اُس زمانہ میں نرخ بازار ہو، کون زیادہ مناسب ہے ؟ اور نقد روپیہ کا بھی کل وہی حکم ہے جو غلّہ کا ہے یا فرق ہے ؟

(۸) اگر کسی غریب کے ذمہ روپیہ قرض کا باقی ہے اور فدیہ پانے کا مستحق ہے تو روپیہ فدیہ میں روزے کے دے سکتا ہے یا نہیں ؟

(۹) فدیہ ادا کرتے وقت یہ لفظ کہنا چاہئے کہ یہ غلّہ یا نقد فلاں کے روزہ کا فدیہ ہے یا انما الاعمال بالنیات[1] (اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے۔ ت) کافی ہے ؟

---

[1] صحیح بخاری ـــ باب کیف کان بدؤ الوحی ـــ قدیمی کتب خانہ کراچی ـــ ۱/۲

Marfat.com

(۱۰) شیخ فانی اور موتیٰ کے فدیہ کے احکام میں کوئی فرق ہے یا دونوں کا ایک حکم ہے؟ اور اگر فرق ہے تو وہ کونسا فرق ہے؟

(۱۱) اگر اپنی زندگی میں ہی روزہ قضا شدہ کا فدیہ کوئی شخص دے دے حالانکہ وہ شیخ فانی نہیں ہے تو وہ روزہ اس سے ساقط ہوگا یا نہیں؟

(۱۲) اگر زید نے انتقال کیا اور اس کے ذمہ روزہ فرض باقی رہ گیا ہے تو اس کے وارث یا اقربا اس روزہ کے بدلے میں روزہ رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) وزن بلاد میں مختلف ہوتے ہیں لہذا ہم تولوں اور انگریزی روپوں کا حساب بتاتے ہیں کہ ہر شخص اپنے یہاں کے وزن رائج کو بآسانی اس سے تطبیق دے سکے، ایک روزہ یا ایک نماز کا فدیہ یا کفارہ میں ایک مسکین کی خوراک یا ایک شخص کا صدقۂ فطر یہ سب گیہوں سے نیم صاع اور جَو سے ایک صاع ہے۔ صاع دو سو ستر[۲۷۰] تولے ہے، نیم صاع ایک سو پینتیس[۱۳۵] تولے۔ تولہ بارہ[۱۲] ماشہ، ماشہ آٹھ[۸] رتی، رتی آٹھ[۸] چاول۔ انگریزی روپیہ سکۂ رائجہ سوا گیارہ ماشے ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

اعلم ان الصاع اربعة امداد والمد بالاستار اربعون والاستار بكسر الهمزة بالمثاقيل اربعة ونصف كذا في شرح درر البحار[۱] اھ ملخصاً

معلوم ہونا چاہئے کہ صاع چار مُد اور مُد چالیس استار اور اِستار (ہمزہ پر کسرہ کے ساتھ) ساڑھے چار مثقال ہے، جیسا کہ شرح درر البحار میں ہے اھ ملخصاً (ت)

صاع چار مُد ہے اور ہر مُد چالیس استار اور ہر استار ساڑھے چار مثقال، تو ہر مُد ایک سو اسّی[۱۸۰] مثقال ہُوا اور مثقال ساڑھے چار ماشہ ہے و لہذا درہم شرعی کہ مثقال کا $\frac{7}{10}$ سات عشر ہے۔

فی الدر المختار کل عشرة دراھم وزن سبعة مثاقيل[۲]

درمختار میں ہے ہر دس درم بوزن سات مثقال کے ہے (ت)

پچیس رتی اور پانچواں حصہ رتی کا ہُوا یعنی ۳ ماشہ $\frac{1}{5}$ سرخ۔ جواہر الاخلاطی میں ہے:

الدرهم الشرعی خمس وعشرون حبة وخمس حبة[۳]

درہم شرعی پچیس رتیاں اور رتی کا پانچواں حصہ ہے (ت)

---

[۱] ردالمحتار باب صدقۃ الفطر مصطفی البابی مصر ۲/ ۸۳

[۲] الدرالمختار باب زکوٰۃ المال مجتبائی دہلی ۱/ ۱۳۴

[۳] الجواہر الاخلاطی (قلمی نسخہ) کتاب الزکوٰۃ ص ۲۲

Marfat.com

کشف الغطاء میں ہے:

بدانکہ معتبر نزدما صاع عراقی ست وآں ہشت رطل ست، ورطل بیست استار، واستار چہار و نیم مثقال، ومثقال بیست قیراط، وقیراط یک حبّہ و چہار خمس حبہ، وحبہ کہ آنرا بفارسی سُرخ گویند ہشتم حصہ ماشہ است، پس مثقال چہار ونیم ماشہ باشد۔[1]

واضح ہے ہمارے نزدیک عراقی صاع معتبر ہے اور وُہ آٹھ رطل ہے۔ رطل بیس استار کا ہوتا ہے اور استار ساڑھے چار مثقال کا، مثقال بیس قیراط کا اور قیراط ایک اور حبہ کے چار خمس کا ہوتا ہے، اور حبہ جسے فارسی میں سُرخ کہا جاتا ہے وہ ماشہ کا آٹھواں حصّہ ہوتا ہے، لہذا اب مثقال ساڑھے چار ماشے قرار پایا۔ (ت)

اسی حساب سے دوسو[۲۰۰] درم نصاب فضّہ کے ساڑھے باون تولہ اور بیس[۲۰] مثقال نصاب ذہب کے ساڑھے سات تولے ہوتے ہیں، پس چہارم صاع کی مقدار آٹھ سو دس ماشے یعنی ساڑھے سڑسٹھ (۶۷ $\frac{1}{2}$) تولے ہوئے اور نیم صاع ۱۳۵ تولے اور اس انگریزی روپیہ سے ایک سو چالیس روپیہ بھر جہاں سیر سو روپے بھر یعنی ترانوے تولے نو ماشے کا ہو جیسے بریلی، وہاں نیم صاع کے کچھ کم ڈیڑھ سیر یعنی ایک سیر سات چھٹانک دو ماشے ساڑھے چھ رتی ہوئے، اور ایک صاع کے آدھ پاؤ کم تین سیر اور پانچ ماشے پانچ رتی، اور انگریزی سیر سے کہ اسّی روپے بھر یعنی پورے چھہتّر تولے کا ہے، اور دہلی ولکھنؤ میں وہی رائج ہے ساڑھے تین سیر اور ڈیڑھ چھٹانک اور دسواں حصہ چھٹانک کا ریاست رام پور کا سیر چھیانوے روپے یعنی پورے نوّے تولے کا ہے وہاں تین سیر کامل کا ایک صاع وعلی ھذا القیاس فی سائر البقاع (اسی قاعدے پر باقی علاقوں کو قیاس کیا جائے۔ ت)

(۲ و ۳) گندم وجَو کے سوا چاول دھان وغیرہ کوئی غلّہ کسی قسم کا دیا جائے اُس میں وزن کا کچھ لحاظ نہ ہوگا بلکہ اُسی ایک صاع جَو یا نیم صاع گندم کی قیمت ملحوظ رہے گی اگر اس کی قیمت کے قدر ہے تو کافی مثلاً نیم صاع گیہوں کی قیمت دو آنے ہے تو روپے کے چار سیر والے چاول سے صرف آدھ سیر کافی ہوں گے اور چالیس سیر والے دھان سے پانسیر دینے ہوں گے۔ درمختار میں ہے:

مالم ینص علیہ کذرۃ وخبز یعتبر فیہ القیمۃ[2]

وُہ چیزیں جن پر نص مذکور نہیں مثلاً باجرہ اور روٹی، تو ان میں قیمت کا اعتبار ہے (ت)

---

[1] کشف الغطاء فصل دراحکام دعا وصدقہ وخوان از اعمال خیر برائے میت مطبع احمدی، دہلی ص ۶۸

[2] درمختار باب صدقۃ الفطر مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۵

ہندیہ میں ہے:

انما تجب من اربعة اشياء من الحنطة والشعير والتمر والزبيب وماسواه من الحبوب لايجوز الا بالقيمة[1] اھ ملتقطا۔

یہ صرف ان چار چیزوں میں لازم ہے گندم، جَو، کھجور اور منقہ۔ اور جو ان کے سوا غلہ جات ہیں ان میں فقط قیمت کا ہی اعتبار ہوگا اھ ملتقطا (ت)

لباب میں ہے:

هذه اربعة انواع لاخامس لها واما غيرها من انواع الحبوب فلا يجوز الا باعتبار القيمة كالارز والذرة والماش والعدس والحمص وغير ذلك[2]۔

ان کی چار ہی اقسام ہیں پانچویں کوئی نہیں، لہٰذا ان کے علاوہ غلّہ جات میں قیمت ہی کا اعتبار ہوگا مثلاً چاول، باجرہ، ماش، مسور اور چنے وغیرہ (ت)

(۴ و ۵) فدیہ نماز و روزہ میں سوال پنجم کی چاروں صورتیں تو بلاشبہ جائز ہیں اور سوال چہارم کی بھی سب صورتیں روا، مگر جس میں فقیر کو نصف صاع سے کم دینا ہو اس میں قول راجح عدم جواز ہے، سراجیہ و درمختار و ہندیہ وغیرہا میں اسی پر جزم کیا اور یہی مختار امام ابواللیث ہے۔

فی السراجية لايجوز ان يؤدى عن صلوة لفقيرين[3] اھ وفی الدر لوادى للفقير اقل من نصف صاع لم يجز ولو اعطاه الكل جاز[4] اھ وفی الهندية عن التتارخانية عن الولوالجية لودفع عن خمس صلوات تسع امنان لفقير واحد ومنا لفقير واحد اختار الفقيه انه يجوز عن اربع صلوات ولا يجوز عن

سراجیہ میں ہے کہ ایک نماز کا فدیہ دو فقراء کو دینا جائز نہیں اھ اور دُر میں ہے اگر کسی فقیر کو نصف صاع سے کم دیا تو جائز نہ ہوگا، ہاں اگر اسے تمام دے دیا تو جائز ہے اھ اور ہندیہ میں تاتارخانیہ سے وہاں ولوالجیہ سے ہے کہ اگر کسی نے پانچ نمازوں کا فدیہ نو مُد ایک فقیر کو دیا اور ایک مُد ایک فقیر کو، تو فقیہ ابواللیث کہتے ہیں کہ وہ فدیہ چار نمازوں کا ادا ہوجائے گا پانچویں

---

[1] الفتاوی الھندیۃ الباب الثامن فی صدقۃ الفطر نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۹۱

[2] لباب المناسک مع ارشاد الساری فصل فی احکام الصدقۃ دارالکتاب العربی بیروت ص ۶۴

[3] فتاوی سراجیہ باب قضاء الفوائت نولکشور لکھنؤ ص ۱۷

[4] درمختار ″ مجتبائی دہلی ۱/ ۱۰۱

Marfat.com

الصلوٰۃ الخامسۃ اھ[1] وفی البحر قال ابوبکر الاسکاف یجوز ذٰلک کلہ وقال ابوالقاسم وھو اختیار الفقیہ ابی اللیث یجوز عن اربع صلوات دون الخامسۃ لانہ متفرق ولایجوز ان یعطی کل مسکین اقل من نصف صاع فی کفارۃ الیمین فکذٰلک ھذا فالحاصل ان کفارۃ الصلوٰۃ تفارق کفارۃ الیمین فی حق انہ لایشترط فیھا العدد وتوافقھا من حیث انہ لوادی اقل من نصف صاع الٰی فقیر واحد لایجوز[2] اھ وفی ظھار التنویر جاز لو اطعم واحدا ستین یوما[3] اھ قلت فاذا جاز ھذا فیما یشترط فیہ التعدد فمالا یشترط فیہ اولٰی بالجواز۔

کا نہیں اھ بحر میں ہے کہ شیخ ابوبکر اسکاف نے کہا کہ وُہ تمام نمازوں کا فدیہ ہوگا، ابوالقاسم کہتے ہیں اور یہی فقیہ ابواللیث کا مختار ہے کہ یہ چار نمازوں کا فدیہ ہوگا پانچویں کا نہیں کیونکہ اس سے تفریق ہوگئی، اور کفارۂ قسم میں ہر مسکین کو نصف صاع سے کم نہیں دیا جاسکتا' یہاں بھی حکم اسی طرح ہے، تو حاصل یہ ہُوا کہ نماز کا کفارہ اس لحاظ سے کفارۂ قسم سے الگ ہے کہ اس میں تعداد شرط نہیں، اور اس لحاظ سے موافق ہے کہ اگر ایک فقیر کو نصف صاع سے کم دیا جائے تو جائز نہیں اھ تنویر کے مسئلہ ظہار میں ہے کہ اگر ایک ہی فقیر کو سات دن کھانا کھلایا تو یہ جائز ہوگا اھ قلت جب یہ وہاں جائز یہاں تعدد شرط ہے تو وہاں بطریق اولٰی جائز ہونا چاہیے جہاں تعدد شرط نہیں ہے۔ (ت)

(۶) مصرف اس کا مثل مصرف صدقۂ فطر و کفارۂ یمین وسائر کفارات و صدقات واجبہ ہے بلکہ کسی ہاشمی مثلاً شیخ علوی یا عباسی کو بھی نہیں دے سکتے۔ غنی یا غنی مرد کے نابالغ فقیر بچے کو نہیں دے سکتے، کافر کو نہیں دے سکتے، جو صاحب فدیہ کی اولاد میں ہے جیسے بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی، یا صاحبِ فدیہ جس کی اولاد میں ہے جیسے ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی انھیں نہیں دے سکتے۔ اور اقربا مثلاً بہن بھائی، چچا، ماموں، خالہ، پھوپھی، بھتیجا، بھتیجی، بھانجا، بھانجی ان کو دے سکتے ہیں جبکہ اور موانع نہ ہوں، یونہی نوکروں کو جبکہ اُجرت میں محسوب نہ کریں۔

فی ردالمحتار مصرف الزکوٰۃ ھو مصرف

ردالمحتار میں ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے صدقۃ الفطر،

---

[1] الفتاوی الہندیۃ باب قضاء الفوائت نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۲۵

[2] البحر الرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۹۱

[3] تنویر الابصار متن درمختار باب الکفارۃ مجتبائی دہلی ۱/۲۵۱

Marfat.com

ایضا الصدقۃ الفطر والکفارۃ والنذر وغیر ذٰلک من الصدقات الواجبۃ کما فی القہستانی[1] اقول وھو متمش علی تصحیح ما عن ابی یوسف من عدم جواز شیئ من الصدقات الواجبۃ لکافر ذمی قال فی الدر لاتدفع (ای الزکوٰۃ) الی ذمی وجاز دفع غیرھا وغیر العشر والخراج الیہ ای الذمی ولو واجبا کنذر وکفارۃ وفطرۃ خلافا للثانی وبقولہ یفتی حاوی القدسی[2] اھ وفیہ لو دفعھا المعلم لخلیفتہ ان کان بحیث یعمل لہ لو لم یعطہ صح والالا[3] اھ وفی معراج الدرایۃ ثم الھندیۃ وکذا ما یدفعہ الی الخدم من الرجال والنساء فی الاعیاد وغیرھا بنیۃ الزکوٰۃ[4]

کفارہ، نذر اور دیگر صدقاتِ واجبہ کا بھی وہی مصرف ہے قہستانی **اقول** (میں کہتا ہوں۔ت) یہ اس راہ کو اختیار کیا گیا جو امام ابو یوسف سے مروی قول کی تصحیح کے مطابق ہے کہ صدقاتِ واجبہ کسی کافر ذمی کو دینا ناجائز ہے۔ در میں ہے ذمی کو (زکوٰۃ) نہیں دی جاسکتی البتہ زکوٰۃ، عشر اور خراج کے علاوہ صدقات ذمی کو دئے جاسکتے خواہ وہ صدقہ واجبہ ہی ہوں مثلاً نذر، کفارہ اور صدقہ فطر، اس میں امام ابو یوسف کا اختلاف ہے، امام مذکور کے قول پر حاوی مقدسی نے فتوٰی دیا ہے اھ اور اسی میں ہے اگر معلم نے اپنے خلیفہ کو زکوٰۃ دی اگر وہ اس طرح کام کرتا ہے کہ اگر معلم نہ دیتا تب بھی وہ اس کا کام کرتا ایسی صورت میں دینا درست ہے ورنہ نہیں اھ اور معراج الدرایہ اور ہندیہ میں ہے اسی طرح حکم ہے اس رقم کا جو بہ نیتِ زکوٰۃ عید وغیرہ کے موقعہ پر خدام مردوں یا عورتوں کو دی جاتی ہے (ت)

صدقاتِ واجبہ زوجین کو بھی نہیں دے سکتے **اقول** فدیۂ نماز و روزہ جب بعد مرگ دیا جائے تو مقتضائے نظر فقہی یہ ہے کہ زوجہ کا فدیہ شوہر فقیر کو فوراً اور شوہر کا زوجۂ فقیرہ کو بعد عدت گزرنے کے دینا جائز ہو کہ اب زوجیت نہ رہی اور شوہر زوجہ کے مرتے ہی اجنبی ہوجاتا ہے ولہٰذا اسے مَس جائز نہیں۔

فی الدرالمختار لایصرف الی من بینھا زوجیۃ ولو مبانۃ[5] قال الشامی ای

درمختار میں ہے کہ زکوٰۃ ان کو نہ دی جائے جن کے درمیان زوجیت کا تعلق ہو خواہ خاتون کو طلاق بائنہ

---

[1] ردالمحتار | باب المصرف | مصطفی البابی مصر | ۲/ ۶۴
[2] درمختار | " | مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۴۱
[3] " | " | " | ۱/ ۱۴۲
[4] الفتاوی الہندیۃ | الباب السابع فی المصارف | نورانی کتب خانہ پشاور | ۱/ ۱۹۰
[5] درمختار | باب المصرف | مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۴۱

Marfat.com

فی العدۃ ولو بثلاث نھر معراج الدرایۃ[1] اھ وفی رد المحتار عن بدائع الامام ملک العلماء المرأۃ تغسل زوجھا لان اباحۃ الغسل مستفادۃ بالنکاح فتبقی ما بقی النکاح والنکاح بعد الموت باق الی ان تنقضی العدۃ بخلاف ما اذا ماتت فلا یغسلھا لانتھاء ملک النکاح لعدم المحل فصار اجنبیا[2]، واللہ تعالٰی اعلم۔

ہو چکی ہو اھ علامہ شامی نے فرمایا یعنی وہ عدت میں ہو اگرچہ تین طلاقیں ہو چکی ہوں یہ نہر میں معراج الدرایہ سے ہے اھ ردالمحتار میں امام ملک العلماء کی بدائع سے ہے کہ خاتون اپنے خاوند کو غسل دے سکتی ہے کیونکہ غسل کی اباحت نکاح کی وجہ سے حاصل ہوئی تو جب تک نکاح باقی ہے اباحت بھی باقی رہے اور نکاح تو خاوند کی موت کے بعد بھی باقی رہتا ہے یہاں تک کہ عدت گزر جائے بخلاف اس صورت کہ جب بیوی فوت ہو جائے تو خاوند اسے غسل نہیں دے سکتا کیونکہ محل نہ رکھنے کی وجہ سے نکاح ختم ہو گیا لہذا اب خاوند اجنبی قرار پائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۷) قیمت افضل ہے مگر قحط میں کھانا دینا بہتر،

فی الدر المختار دفع القیمۃ ای الدراھم افضل من دفع العین علی المذھب المفتی بہ جوھرۃ وبحر عن الظھیریۃ وھذا فی السعۃ اما فی الشدۃ فدفع العین افضل[3]

درمختار میں ہے مفتی بہ مذہب کے مطابق قیمت یعنی دراہم کا ادا کرنا عین شے سے افضل ہے جوہرہ۔ اور بحر میں ظہیریہ سے ہے کہ یہ عام حالات یعنی آسانی کے وقت ہے اگر کسی وقت شدت اور قحط ہو تو عین شئی کا دینا افضل ہوگا۔ (ت)

باقی احکام نقد وغلّہ یکساں ہیں مگر وُہ تفاوت جو خاص گندم وجَو میں بسبب اعتبار وزن معتبر شرعی اسقاط لحاظ مالیت کا ہے مثلاً فرض کیجئے کہ نیم صاع گندم کی قیمت دو آنہ ہے اور ایک صاع جَو کی ایک آنہ تو ایک آنہ کی قیمت کی کوئی چیز کپڑا، کتاب، چاول، باجرا وغیرہا بلحاظ قیمت جَو دے سکتے ہیں اگرچہ گندم کی قیمت نہ ہُوئی مگر چہارم صاع گندم کافی نہیں اگرچہ قیمت اُن کی بھی ایک صاع جَو کے برابر ہوگئی کہ چار چیزیں جن پر نص شرعی وارد ہو چکی ہے یعنی گندم، جَو، خُرما، کشمش ان میں قیمت کا اعتبار نہیں، جتنا وزن شرعاً واجب ہے اُس قدر دینا ہوگا۔

---

[1] ردالمحتار | باب المصرف | مصطفی البابی مصر | ۲/۶۹
[2] ردالمحتار | باب الجنائز | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۱/۵۷۶
[3] الدرالمختار | باب الصدقۃ الفطر | مجتبائی دہلی | ۱/۱۴۵

Marfat.com

فی محیط الامام السرخسی ثم الهندیة، لوادی ربع صاع من حنطة جیدة تبلغ قیمته قیمة نصف صاع من شعیر لایجوز عن الکل، بل یقع عن نفسه و علیه تکمیل الباقی وکذا لایجوز ربع صاع من حنطة عن صاع من شعیر[1] اھ ملخصاً فی البدائع لان القیمة انما تعتبر فی غیر المنصوص علیه[2]

محیطِ امام سرخسی پھر ہندیہ میں ہے کہ اگر کسی نے ایسی جید گندم کا چوتھائی صاع ادا کیا جس کی قیمت جَو کے نصف صاع کو پہنچ جاتی ہے تو یہ کل کی طرف سے جائز نہیں بلکہ یہ اپنی طرف سے عطیہ ہے، باقی کی تکمیل کرنا اس پر لازم ہوگا، اور اسی طرح گندم کا چوتھائی صاع جو جَو کے صاع کی قیمت کو پہنچ جائے دینا جائز نہیں اھ بدائع میں ہے کیونکہ قیمت کا اعتبار وہاں ہے یہاں نص میں عین کی تصریح نہیں۔ (ت)

قیمت میں نرخ بازار آج کا معتبر نہ ہوگا جس دن ادا کر رہے ہیں بلکہ روزِ وجوب کا مثلاً اُس دن نیم صاع گندم کی قیمت دو آنے تھی آج ایک آنہ ہے تو ایک آنہ کافی نہ ہوگا۔ دو آنے دینا لازم، اور ایک آنہ تھی اب دو آنے ہوگئی تو دو آنے ضرور نہیں ایک آنہ کافی۔

فی الدرالمختار جاز دفع القیمة فی زکوٰة وعشر وخراج وفطرة ونذر وکفارة غیر العتاق وتعتبر القیمة یوم الوجوب وقالا یوم الاداء[3]

درمختار میں ہے کہ زکوٰۃ، عشر، خراج، صدقۂ فطر، نذر، عتاق کے علاوہ کفارہ میں قیمت کا دینا جائز ہے اور قیمت یومِ وجوب کے اعتبار سے ہوگی اور صاحبین کی رائے کے مطابق یومِ ادا کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا (ت)

(۸) یہاں صُورتیں متعدد ہیں، فدیہ والا اپنی حیات میں فدیہ ادا کرتا ہے جیسے شیخ فانی روزے کا یا اُس کے بعد وارث بلا وصیت بطورِ خود دیتا ہے یا بحکم وصیت ادا کیا جاتا ہے اور درصورت وصیت مدیون پر یہ دین بعدِ موت مورث حادث ہوا ہے جیسے کسی نے ترکہ سے کوئی چیز غصب کرکے صرف کرڈالی کہ اس کے تاوان کا اس پر دین لازم آیا یا دین حیاتِ مورث کا ہے تو یہ چار صورتیں ہیں۔ صورتِ اخیرہ میں عدمِ صحت کا حکم درمختار وغیرہ میں مصرح ہے یعنی زید پر نماز روزے وغیرہما کا فدیہ تھا اس نے وصیت کی کہ یہ میرے مال

---

[1] الفتاوی الہندیۃ الباب الثامن فی صدقۃ الفطر نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۹۲
[2] بدائع الصنائع کتاب الزکوٰۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۳
[3] الدرالمختار باب زکوٰۃ الغنم مجتبائی دہلی ۱/۱۳۳

Marfat.com

سے ادا کرنا عمرو فقیر حیات زید سے زید کا مدیون تھا، وصی نے وہ دین فدیہ میں عمرو کو چھوڑ دیا فدیہ ادا نہ ہوا

قال قبیل باب الوصی اوصی لصلواتہ وثلث مالہ دیون علی المعسرین فترکھا الوصی لھم عن الفدیۃ لم تجزہ ولابد من القبض ثم التصدق علیھم ولو امران یتصدق بالثلث فمات فغصب غاصب ثلثھا مثلاً واستھلکہ فترکہ صدقۃ علیہ وھو معسر یجزیہ لحصول قبضہ بعد الموت بخلاف الدین۱؎ الکل من القنیۃ اھ[1] فی ردالمحتار قولہ اوصی لصلواتہ او صیامہ، منح، قولہ لم تجزہ وقیل تجزیہ قال فی القنیۃ قال استاذنا و الاول احب الی حتی توجد الروایۃ، قولہ بخلاف الدین ای فی المسألۃ السابقۃ فانہ مقبوض قبل الموت، بقی لو اوصی بکفارۃ صلواتہ والمسألۃ بحالھا ھل یجزیہ لحصول قبضہ بعد الموت او لا، یراجع اھ[2]

باب الوصی سے تھوڑا پہلے ہے کسی نے اپنی نمازوں پر فدیہ کی وصیت کی اور اس کے مال کا تہائی حصہ تنگ دست لوگوں پر دین تھا اگر وصی نے وہ حصہ ان تنگ دستوں پر نمازوں کے فدیہ کے طور پر چھوڑ دیا تو کافی نہ ہوگا کیونکہ پہلے قبضہ ضروری ہے اور اس کے بعد ان پر صدقہ کرے تو تب درست ہوگا، اگر اس نے کہا میرا تہائی مال صدقہ کر دیا جائے پھر وُہ فوت ہوگیا اور کسی غاصب نے مثلاً تہائی مال غصب کرلیا اور اسے ہلاک کردیا (حالانکہ وُہ غریب تھا) وصی نے بطور صدقہ وہ مال اس سے نہ لیا تو جائز ہوگا کیونکہ موت کے بعد وصی کو قبضہ حاصل تھا بخلاف اس صورت کے جب مال کسی پر قرض ہو، یہ مسائل قنیہ سے مروی ہیں اھ ردالمحتار میں ہے قولہ "فوت ہونے والے نے اپنی نمازوں یا روزوں کے بارے میں وصیت کی" منح۔ قولہ "یہ کفایت نہیں کرے گا" لیکن بعض کے نزدیک یہ کافی ہے۔ قنیہ میں ہے کہ ہمارے استاذ نے فرمایا مجھے پہلا قول بہت محبوب ہے حتی کہ کوئی دوسری روایت آجائے۔ قولہ "بخلاف قرض" یعنی گزشتہ مسئلہ میں کیونکہ مال موت سے پہلے قبضہ میں نہیں ہوگا۔ باقی رہا یہ معاملہ کہ اگر کسی نے

---

[1] الدرالمختار فصل فی وصایا الذمی مجتبائی دہلی ۲/۳۲۴

[2] ردالمحتار " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۴۷

Marfat.com

اراد بقولہ والمسألۃ بحالہا مسألۃ الغصب ورأیتنی کتبت علیہ مانصہ اقول وباللہ التوفیق ولہ الحمد تبتنی عندی مسألتا الفدیہ والغصب علی ان الوصیۃ بالمال لاتتناول الدین ماکان دینا فاذا صار عینا بالقبض تناولتہ کما صرح بہ فی الظہیریۃ حیث قال اذا کان مائۃ عین ومائۃ درہم علی اجنبی دین فاوصی لرجل بثلث مالہ فانہ یاخذ ثلث العین دون الدین الاتری ان حلف ان لامال لہ ولہ دیون علی الناس لم یحنث ثم ماخرج من الدین اخذ منہ ثلثہ حتی یخرج الدین کلہ لانہ لما تعین الخارج مالا، التحق بما کان عینا فی الابتداء، ولا یقال لما لم یثبت حقہ فی الدین قبل ان یتعین کیف یثبت حقہ فیہ اذا تعین لانا نقول مثل ھذا غیر ممتنع الاتری

نمازوں کے کفارہ کی وصیت کی اور صورت مذکورہ ہی ہو تو موت کے بعد حصولِ قبضہ کی وجہ سے یہ کافی ہوگا یا نہیں اس پر غور کیا جائے اھ والمسئلۃ بحالہا سے مراد مسئلہ غصب ہے۔ ردالمحتار کے حاشیہ پر بندہ نے جو کچھ تحریر کیا ہے وہ یہ ہے اقول اللہ کی توفیق اور اسی کے لیے حمد ہے، سے کہتا ہوں میرے نزدیک فدیہ اور غصب کا مسئلہ اس پر مبنی ہے کہ وصیت بالمال دین کو شامل ہی نہیں جب تک کہ وہ دین رہے، ہاں جب وہ دین قبضہ کی وجہ سے عین ہو جائے تو پھر وصیت اسے شامل ہوگی جیسا کہ ظہیریہ میں ان الفاظ سے صراحت کی ہے کہ جب ایک سو درہم عین اور ایک سو درہم کسی اجنبی پر دین تھے تو فوت ہونے والے نے تہائی مال کی وصیت کی تو اب عین کی تہائی سے وہ مال لیا جائے گا نہ کہ دین سے۔ کیا آپ کے علم میں نہیں اگر کوئی آدمی حلف اٹھاتا ہے کہ اس کے پاس مال نہیں حالانکہ اس نے لوگوں سے قرض لینا ہے تو اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی، پھر دین میں جو حصہ خارج ہوگا اس سے تہائی لیا جائے یہاں تک کہ سارا دین خارج ہو جائے کہ جب خارج ہونے والا مال متعین ہو جائے تو اس مال کے ساتھ لاحق ہو جائے گا جو ابتدائی طور پر عین تھا یہ اعتراض نہیں کیا جا سکتا کہ جب متعین ہونے سے پہلے دین میں مالک کا حق ثابت نہیں ہوا تو متعین ہو جانے کے بعد حق کیسے ثابت ہوگا کیونکہ ہم کہتے ہیں اس طرح کا معاملہ ممتنع نہیں ہوتا، کیا آپ نہیں جانتے کہ جس کے حق میں تہائی

Marfat.com

ان الموصی لہ بثلث المال لا یثبت حقہ فی القصاص ومتی انقلب مالا یثبت حقہ فیہ اھ وبہ یحصل التوفیق بین قولی الخانیۃ لا تدخل الدیون ای فی الوصیۃ بالمال والوھبانیۃ ان الدخول اجدر کما جنح الیہ فی منحۃ الخالق فراجعہا من شتی القضاء ففی مسألۃ الفدیۃ لما کان الدین سابقا علی الموت وقد اراد الوصی اسقاطہ قبل القبض فیکون انفاذ اللوصیۃ فیما لم تتناولہ فلا یجوز ما لم یقبض فیتصدق و فی مسألۃ الغصب لما کان المال عینا عند الوفاۃ وانما حصل قبض الغاصب واستھلاکہ وصیرورتہ دینا بعد الموت فقد تناولتہ الوصیۃ فجاز ھذا ما ظھر لی وبہ یظھر الجواب عما توقف فیہ العلامۃ المحشی بقولہ یراجع فانہ لا غبار علیہ من ھذہ الجھۃ الا ان یثبت ان اداء الکفارات بترک الدین لا یجوز اصلا وفیہ وقفۃ فلیراجع ولیحرر اھ ماکتبت علیہ۔

مال کی وصیت کی گئی اس کا حق قصاص میں ثابت نہیں ہوتا جب وہ تبدیل ہوکر مال بن جائے تو اس میں اس کا حق ثابت ہوجائے گا اھ اس سے خانیہ اور وہبانیہ کے دونوں اقوال میں تطبیق ہوجائے گی۔ خانیہ میں ہے کہ دیون وصیت بالمال میں داخل نہیں ہوتے۔ وہبانیہ میں ہے کہ دیون کا اس میں دخول زیادہ مناسب ہے جیسا کہ منحۃ الخالق میں اسی طرف میلان ہے تو اس کے لیے منحۃ الخالق میں قضا کے متفرق مسائل کی طرف رجوع کرو۔ رہا مسئلہ فدیہ کا معاملہ تو دَین موت سے پہلے تھا اور وصی نے قبضہ سے پہلے ہی اس کے اسقاط کا ارادہ کیا تو یہ وصیت کا ایسی چیز میں اجرا ہوگا جس کو یہ شامل ہی نہیں، تو جب تک قبضہ نہ ہو اور صدقہ نہ کیا جائے یہ جائز نہ ہوگا، اور مسئلہ غصب میں وفات کے وقت مال عین تھا، پھر غاصب کا قبضہ، اس کا اسے ہلاک کرنا اور اس کا دَین بننا یہ سب موت کے بعد ہوا ہے تو اسے وصیت شامل ہوگی تو اس طرح یہ جائز ہے۔ یہ وُہ تھا جو مجھ پر واضح ہُوا۔ اور اس سے اس چیز کا جواب بھی آگیا جس میں علامہ محشی نے لفظ "یراجع" سے توقف کیا کیونکہ اس اعتبار سے اس پر کوئی غبار نہیں، مگر جب یہ ثابت ہوجائے کہ کفارات کی ادائیگی ترکِ دین سے اصلاً جائز ہی نہیں اور اس میں توقف ہے، چاہیے یہ کہ جو ہم نے تحریر کیا ہے اس تمام کا مطالعہ کیا جائے اھ میرا حاشیہ ختم ہوا۔ (ت)

باقی صور کا حکم قابلِ تفتیش و مراجعت ہے **اقول** وباللہ التوفیق امر محتمل ہے اور قائل کہہ سکتا ہے کہ قاعدۂ شرعیہ ادائے کامل بہ کامل ہے، نہ کامل بناقص۔ ولہذا اوقاتِ ثلٰثہ میں کوئی نماز ادا و قضاء جائز نہیں، مگر آج کی عصر یا اس جنازے کی نماز جو انھیں اوقات میں لایا گیا لتادیہما حینئذ کما وجبتا

Marfat.com

والمسائل بتعلیلاتها مذکورۃ متونا وشروحا (کیونکہ ان کی ادائیگی اس طرح ہورہی ہے جس طرح وہ واجب ہوئے تھے اور یہ تمام مسائل اپنی تعلیلات کے ساتھ متون اور شروحات میں مذکور ہیں۔ ت) روزوں میں کوئی ناقص نہیں اور قضا نمازیں عموماً کامل ہیں ولہذا کل کی عصر آج آفتاب ڈوبتے قضا نہیں کی جاسکتی اور جو مال کسی پر دین ہو جب تک وصول نہ ہو مال کامل نہیں ناقص ہے خصوصاً جبکہ کسی مفلس پر ہو کہ وہ تو گویا مردہ مال ہے ولہذا حاصل ملک مال کہ تمول وغنا نہیں ہوتا زید کے لاکھ روپے کسی مفلس پر قرض آتے ہوں جب تک پاس نصاب نہ ہو فقیر ہے خود زکوٰۃ لے سکتا ہے۔

فی الاشباہ من لہ دین علی مفلس مقر فقیر علی المختار[1] اشباہ میں ہے جس کا کسی ایسے شخص پر قرض ہو جو مفلس اقرار کرنے والا ہو تو مختار قول پر وہ فقیر ہے۔ (ت)

بلکہ عرفاً دین کو مال ہی نہیں کہتے اگر لاکھوں قرض میں پھیلے ہوں اور پاس کچھ نہیں تو قسم کھا سکتا ہے کہ میرا کچھ مال نہیں کما تقدم عن الظہیریۃ ومثلہ فی البحر والتنویر وغیرھما (جیسا کہ ظہیریہ کے حوالے سے پہلے گزرا، اس کی مثل بحر، تنویر اور دیگر کتب میں ہے۔ ت) ولہذا کسی عین یعنی نصاب موجود کی زکوٰۃ، دین بہ نیت زکوٰۃ معاف کر دینے سے ادا نہیں ہو سکتی کہ نصاب موجود مال کامل ہے تو مال ناقص اس کی زکوٰۃ نہیں ہو سکتا بلکہ جو دین آئندہ ملنے کا ہے اس کی زکوٰۃ بھی معافی دین سے ادا نہ ہوگی کہ دین باقی، دین ساقط سے بہتر ہے، دین ساقط اب کبھی مال نہیں ہو سکتا اور دین باقی میں احتمال ہے شاید وصول ہو کر مال ہو جائے، ہاں جو نصاب کسی فقیر پر دین تھی وہ کل یا بعض اسے معاف کر دے تو قدر معاف شدہ کی زکوٰۃ ساقط ہو گئی کہ ناقص سے ادا ہو سکتا ہے۔

فی الدرالمختار لو ابرأ الفقیر عن النصاب صح وسقط عنہ، واعلم ان اداء الدین عن الدین والعین عن العین وعن الدین یجوز واداء الدین عن العین وعن دین سیقبض لا یجوز[2] اھ فی تبیین الحقائق لوکان لہ درمختار میں ہے: اگر کسی نے فقیر کو نصاب سے بری کر دیا تو صحیح ہوگا اور اس سے زکوٰۃ ساقط ہو جائیگی۔ واضح رہے کہ دین کی ادائیگی دین سے، اور عین کی ادائیگی عین سے، اور دین دونوں سے جائز ہے لیکن دین کی ادائیگی عین سے اور اس دین سے جو عنقریب مقبوض ہوگا ان دونوں سے جائز نہیں اھ تبیین الحقائق میں ہے اگر کسی کا فقیر پر

---

[1] الاشباہ والنظائر کتاب الزکوٰۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۲۲۰

[2] درمختار " مجتبائی دہلی ۱/۱۳۰

Marfat.com

دین علی فقیر فابرأہ عنه سقط منه زکٰوۃ نوی به عن الزکٰوۃ اولا لانه کالھلاك ولو ابرأہ عن البعض سقط زکٰوۃ ذلك البعض لما قلنا وزکٰوۃ الباقی لا تسقط ولو نوی به الاداء عن الباقی لان الساقط لیس بمال والباقی یجوز ان یکون مالا فکان الباقی خیرا منه فلا یجوز الساقط عنه[1] اھ۔

دین تھا اس نے فقیر کو قرض سے بری کردیا تو اس سے زکٰوۃ ساقط ہوجائے گی خواہ اس سے زکٰوۃ کی اس نے نیت کی ہو یا نہ، اس لیے کہ یہ ہلاک ہونیوالے مال کی طرح ہے اور اگر بعض نے ساقط کیا تو سابقہ دلیل کی بنا پر بعض سے ساقط ہوجائیگی لیکن باقی سے زکٰوۃ ساقط نہ ہوگی اگرچہ باقی سے ادائیگی کی نیت کی گئی ہو کیونکہ جو ساقط ہے مال نہیں اور جو باقی ہے اس کا مال ہونا ممکن ہے تو باقی ساقط سے بہتر ٹھہرا لہذا اس سے سقوط نہیں ہوگا اھ (ت)

یہ تقریر منیر بتوفیق القدیر اقتضاء کرتی ہے کہ دین معاف کرنے سے فدیہ مطلقًا ادا نہ ہو جب تک وصول کرکے فدیہ میں نہ دیں، اس تقدیر پر وہ حیلہ کہ ہندوالوں میں متعارف ہے اور بعض متاخرین فضلائے ہند نے اسے کشف الغطا میں ذکر کیا کہ:

متعارف چناں ست کہ حساب کنند سالہائے میّت را ادنی مدت بلوغ کہ در مرد دوازدہ سال و در زن نہ سال ست وضع کنند باقی را مقابل ہر شش نماز واجب شبانہ روز سہ صاع کامل گیرند وماہ ہا کامل سی روز اعتبار کنند تا فدیہ نمازہائے یک سال کہ سی صد وشصت روز ست یک ہزار وہشتاد صاع حاصل آید و پانزدہ صاع فدیہ رمضان افزایند ہمگی فدیہ تمام سال یک ہزار ونود وپنج صاع شود ہمیں طریق سالہائے تمام عمر را حساب کنند وحاصل آن را موافق قیمت مبلغ شخص نمایند وبنا برضرورت عسرت

معروف یہ ہے کہ میّت کی عمر کے تمام سالوں کا حساب لگاتے ہیں، کم از کم مدتِ بلوغ جو مرد میں بارہ سال اور عورت میں نو سال ہے نکال کر باقی عمر ہر دن رات کی چھ نمازوں کے مقابل (اعتبار سے) تین صاع لیتے ہیں اور ہر ماہ کے تیس دن شمار کئے جاتے ہیں حتی کہ ایک سال (جو تین سو ساٹھ دنوں کا ہے) کی نمازوں کا فدیہ ایک ہزار اسّی صاع بنتا ہے اور ۱۵ صاع رمضان کا فدیہ زیادہ کرتے ہیں تو تمام سال کا فدیہ ایک ہزار پچانوے (۱۰۹۵) صاع ٹھہرا، پس اسی طریقے سے تمام سالوں کا حساب کرلیا جائے اور اس کے حاصل کے مطابق اس کی قیمت

[1] تبیین الحقائق کتاب الزکٰوۃ المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ مصر ۱/۲۵۸

Marfat.com

مصحفے رابمثل آنقدر زر بدست فقیرے فروشند و تسلیم نمایند تا آنقدر زر بر ذمہ اش دین شود پس بگویند کہ ایں قدر زر راکہ بر ذمہ تو دین ست عوض فدیہ نماز و روزہ ہائے فلاں میّت کہ بایں قدر می رسد ترا دادیم و بگوید فقیر کہ قبول کردیم و اگر مبلغ حساب نکنند و قرآن رابمثل آں قدر جنس ہدیہ کنند تا ہمیں جنس بر ذمہ اش دین شود آں را عوض فدیہ بوے بخشند و او قبول نماید نیز کفایت می کنند۔[1]

دے دی جائے، اگر تنگ دستی ہو تو ایک مصحف کو اس مقدار کے زر پر کسی فقیر کو فروخت کردیں اور یہ اس کے ذمّہ دین کردیں اس کے بعد اس سے کہیں کہ تیرے ذمّہ جو دین آیا ہے یہ فلاں کی نماز اور روزوں کا فدیہ میں نے تجھے دیا ہے وہ فقیر کہے اسے قبول کرتا ہوں، اگر قیمت کا حساب نہ کریں اور قرآن کو اس کی مقدار جنس کے ساتھ ہدیہ کریں تاکہ یہ جنس اس کے ذمّہ ہوجائے اور اسے فدیہ کے عوض بخش دیں اور وہ قبول کرے تو یہ بھی کفایت کرجائے گا (ت)

ظاہر اَمحض ناتمام و ناکافی ہے اور اس پر ایک قرینہ واضحہ یہ بھی ہے کہ عامہ کتب معتمدہ مذہب میں ضرورتمند کے لیے جو حیلہ اس کا ارشاد فرمایا سخت دقت طلب اور بہت طول عمل ہے جس کا خود ان فاضل کو اعتراف ہے، یہ متعارف طریقہ ذکر کرکے لکھا:

ومشہور و منقول در اکثر کتب چنانست کہ قدرے گندم کہ میسر شود منجملہ فدیہ بایں نام بہ فقیر دہند و او قبول کند پس از وے طلب نمایند و بستانند باز بوے بدیں نام دہند و ہمچنیں مکرر کنند تا آنکہ فدیہ نماز و روزہ در فدیہ ہا تمام ادا شود و ایں حیلہ خالی از تکلف نیست۔[2]

مشہور اور اکثر کتب میں منقول یہ ہے کہ جو بھی گندم میسر ہو نماز روزہ کے فدیہ کے طور پر اسے فقیر کو دیا جائے وہ قبول کرے اس کے بعد اس سے بطور ہبہ لے لیں پھر اسے بطور فدیہ دے دیں اسی طرح بار بار کریں حتی کہ نماز و روزہ کا فدیہ مکمل ہوجائے اور یہ حیلہ تکلّف سے خالی نہیں۔ (ت)

اقول اسی حیلہ جمیلہ کی تصریح فرمائی درمختار و بزازیہ و خلاصہ و عالمگیریہ و بحرالرائق و غنیہ و صغیری شرح منیہ و فتح اللہ المعین حاشیہ کنز و منحۃ الخالق و طحطاوی علی الدرالمختار و ردالمحتار میں زائدین علی ما فی الشرح کلھم فی باب قضاء الفوات (جو شرح میں ہے اس پر اضافہ کرتے ہوئے ان سب نے یہ مسئلہ باب قضاء الفوات میں ذکر کیا ہے۔ ت) اور جامع الرموز و برجندی شرح نقایہ و

---

[1] کشف الغطا فصل در احکام دعا و صدقہ و نحوان از اعمال خیر برائے میت مطبع احمدی دہلی ص ۶۷

[2] کشف الغطا " " " " " ص ۶۸

Marfat.com

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں کلھم فی الصوم (ان سب نے کتاب الصوم میں یہ مسئلہ ذکر کیا ہے۔ت) اسی کو علامہ عبدالغنی بن اسمٰعیل نابلسی قدس سرہ القدسی نے شرح ہدیہ ابن العماد میں اپنے والد ماجد علامہ اسمٰعیل بن عبدالغنی نابلسی محشی درر وغرر انھوں نے احکام الجنائز سے نقل فرمایا کما فی منحۃ الخالق (جیسا کہ منحۃ الخالق میں ہے۔ت) اسی پر امام اجل ناصر الدین ابوالقاسم محمد بن یوسف حسینی سمرقندی نے ملتقط میں نص فرمایا کما فی شرح مختصر الوقایۃ لعبد العلی (جیسا کہ شرح مختصر الوقایہ عبدالعلی میں ہے۔ت) اسی طرح علامہ مدقق علائی نے در منتقی شرح ملتقی اور علامہ شریف ابوالسعود ازہری نے شرح نورالایضاح میں تصریح فرمائی کما فی شرحہ للسید احمد المصری (جیسا کہ سید احمد مصری کی شرح میں ہے۔ت) یہی تبیین المحارم علامہ سنان الدین یوسف مکی میں مذکور کما فی شفاء العلیل و بل العلیل للعلامۃ الشامی (جیسا کہ شفاء العلیل و بل العلیل للعلامۃ الشامی میں ہے۔ت) یہ سب عبارات اور ان سے زائد اس وقت فقیر کے پیش نظر ہیں بلکہ شفاء العلیل سے ہمارے ائمہ کی کتب فروع و اصول کی طرف اس کی نسبت ظاہر۔

حیث قال اعلوان المذکور فیما رأیتہ من کتب ائمتنا فروعا واصولا انہ اذا لم یوص بفدیۃ الصوم یجوز ان یتبرع منہ ولیہ وھو من لہ التصرف فی مالہ بوراثۃ او وصایۃ قالوا ولو لم یملک شیئا یستقرض الولی شیئا فیدفعہ للفقیر ثم یستوھبہ منہ ثم یدفعہ لاخر وھکذا حتی یتم۔[1]

اس کے الفاظ یہ ہیں میرے مطالعہ کے مطابق ہمارے ائمہ کی کتب خواہ فروع یا اصول میں ہوں یہ مذکور ہے کہ جب میت نے فدیہ صوم کی وصیت نہ کی ہو تو اس کا ولی بطور نفل فدیہ دے سکتا ہے اور ولی سے مراد وہ شخص ہے جو اس کے مال میں بطور وارث یا وصی ہونے کے ناطہ سے تصرف کرسکتا ہو، فقہاء نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر ولی کسی شئے کا مالک نہ ہو تو کسی سے قرض لے کر فقیر کو دے پھر اس سے بطور ہبہ واپس لے پھر فقیر کو دے، اسی طرح بار بار کیا جائے حتی کہ فدیہ پورا ہوجائے۔(ت)

اور فاضل سید علاء الدین شامی نے منۃ الجلیل میں اسے متون و شروح و حواشی کی طرف نسبت کیا

حیث قال والمنصوص فی کلامھم متونا و شروحا وحواشی ان الذی یتولی

اس کی عبارت یہ ہے متون، شروح اور حواشی میں یہ منصوص ہے یہ سارا کچھ ولی کرسکتا ہے، اور ولی

---

[1] شفاء العلیل رسالہ من رسائل ابن عابدین الرسالۃ السابعۃ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۱۹۶

Marfat.com

ذلك انما هو الولی وان المراد بالولی من له ولایة التصرف فی ماله بوصایة او وراثة وان المیت لو لم یملك شیئا یفعل له ذلك الوارث من ماله ان شاء فان لم یکن للوارث مال یستوهب من الغیر او یستقرض لیدفعه للفقیر ثم یستوهبه من الفقیر وهکذا الی ان یتم المقصود[1]۔

سے مراد وہ شخص ہے جو میت کے مال میں اس کی وصیت یا وارث ہونے کی حیثیت سے تصرف کر سکتا ہو اور میت اگر کسی شے کا مالک نہ ہو تو وارث اپنے مال سے بھی یہ حیلہ کر سکتا ہے تاکہ کسی فقیر کو دے پھر فقیر سے بطور ہبہ واپس لے اسی طرح کرے یہاں تک کہ مقصود حاصل ہو جائے۔ (ت)

یہ ائمہ متقدمین سے لے کر ہمارے زمانے تک کے علمائے متاخرین کے نصوص ہیں جن میں سوا اُس طریقہ دور کے طریقۂ دین کا اصلاً پتا نہ دیا اور طریقہ دور میں جو سخت تکلیف ہے مخفی نہیں۔ وجیز امام کردری میں ہے:

ان لم یکن له مال یستقرض نصف صاع و یعطیه المسکین ثم یتصدق به المسکین علی الوارث ثم الوارث الی المسکین ثم وثم حتی یتم لکل صلٰوة نصف صاع کما ذکرنا[2]۔

اگر وارث کے پاس مال نہ ہو تو وارث نصف صاع قرض لے اور کسی مسکین کو دے پھر وہ مسکین اس وارث پر صدقہ کرے پھر وارث، مسکین پر صدقہ کرے اسی طرح بار بار کیا جائے حتی کہ ہر ہر نماز کا فدیہ نصف صاع ہو جائے جیسے ہم ذکر کر آئے (ت)

بعینہٖ اسی طرح نیم صاع، بحرالرائق و خلاصہ و ہندیہ و طحطاوی علی نورالایضاح و ابی السعود علی مسکین و ملتقط و برجندی و درمختار وغیرہا معتمدات اسفار میں ہے۔ اب فرض کیجئے کہ زید نے بہتر ۷۲ سال کی عمر میں وفات پائی، بارہ برس نکال کر ساٹھ ۶۰ رہے۔ ہر سال کے دن تین سو ساٹھ ۳۶۰ نہ رکھئے جس طرح کشف الغطاء میں اختیار کیا ہر سال قمری کبھی تین سو پچپن ۳۵۵ دن سے زائد نہیں ہوتا۔

هذا العرفی الماخوذ بالاهلة اما الحقیقی فیکون اقل منها بساعات کما فصل فی محله، اقول وکذا لاحاجة بنا الی اخذ الشمسیة ثلثمائة و

یہ عرفی سال ہے جو چاند کی بنا پر ہوتا ہے، رہا حقیقی سال تو وہ اس سے کچھ ساعتیں کم ہوتا ہے جیسا کہ اس کی تفصیل اپنے مقام پر کی گئی ہے **اقول** اسی طرح ہمیں شمسی سال تین سو پینسٹھ دن کا لینے کی ضرورت

---

[1] منة الجلیل رسالہ من رسائل ابن عابدین الرسالة الثامنة سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۲۱۲

[2] الفتاوی البزازیة علی حاشیة فتاوٰی ہندیة التاسع عشر فی الفوائت نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۶۹

Marfat.com

خمسة وستين يوما كما فعل فی احکام الجنائز قائلا ینبغی ان تحسب فدیة الصلوٰة بالسنة الشمسیة اخذا باحتیاط من غیر اعتبار ربع الیوم[1] اھ فان ستی العمر اذا حسبت بالقمریات علمنا قطعا ان الایام لا تزید علی مانحسب والمقطوع به لا یحتاج الی الاحتیاط فان قیل لعلهم اخذوا الزائد لیقع عما یؤدعنه من الصلوات التی عسی ان یکون المیت فرط فیها قلت قالوا بعد ذٰلك ثم یحسب سن المیت فیطرح منه اثنا عشرة سنة لمدة بلوغه ان کان المیت ذکرا وتسع سنین ان کانت انثی[2] الخ کما فی احکام الجنائز ایضا فاذا اتوا علی جمیع العمر فماذا عسی ان یکون شاذا یحتاط له۔

نہیں جیسا کہ احکام جنائز میں یہ کہتے ہوئے لیا گیا ہے کہ فدیہ نماز میں احتیاطاً شمسی سال کا اعتبار کرنا چاہئے ماسوائے دن کے چوتھائی حصّہ کے اھ کیونکہ جب عمر کے سالوں کا اعتبار چاند کے اعتبار سے ہے تو یقیناً دن ہمارے حساب سے زائد نہ ہوں گے اور یقینی بات میں احتیاط کی محتاجی نہیں ہوتی، اگر یہ کہا جائے کہ انھوں نے زائد دن اس لئے لئے ہیں شاید میّت نے بعض نمازوں میں کوتاہی کی ہو تو اس کا فدیہ ہو جائے قلت اس کے بعد فقہاء نے فرمایا ہے پھر میّت کی عمر شمار کی جائے اس سے بلوغ کی مدّت بارہ سال خارج کر دی جائے اگر وہ مذکر ہو، اور اگر مؤنث ہے تو نو سال خارج کی جائے الخ جیسا کہ احکام جنائز میں بھی ہے تو جب وہ ساری عمر کی بات کر رہے ہیں تو اس سے خارج کوئی نہیں رہا جس کے لیے احتیاط کی ضرورت ہو۔ (ت)

تو یہی تین سو چپن کافی ہیں پس ایک سال کی نمازوں کے دو ہزار ایک سو تیس (۲۱۳۰) فدیے ہُوئے، اور تیس فدیے یعنی فدیے رمضان المبارک کے ملا کر دو ہزار ایک سو ساٹھ، انھیں ساٹھ میں ضرب دینے سے ایک لاکھ انتیس ہزار چھ سو (۱۲۹۶۰۰) ہوتے ہیں اتنی بار وارث و فقیر میں تصدّق و ہبہ کی اُلٹ پھیر ہونی چاہئے تو فدیہ ادا ہو یہ صرف صوم وصلوٰۃ کا فدیہ ہُوا اور رہنوز اور بہت فدیے وکفارے باقی ہیں مثلاً (۳) زکوٰۃ فرض کیجئے ہزار روپے زکوٰۃ کے اس پر مجتمع ہو گئے تھے اور نیم صاع کی قیمت دو آنے ہے تو آٹھ ہزار دور بہ نیت زکوٰۃ دینے لینے کو درکار ہیں (۴) قربانیاں، اگر فی قربانی ایک ہی روپیہ قیمت رکھئے تو ساٹھ قربانیوں کے لیے چار سو اسی دور ہوں۔ (۵) قسموں کے کفارے، ہر قسم کے لیے دس مسکین جدا جدا درکار ہیں ایک کو دس بار دینا کافی نہ ہوگا (۶) ہر سجدۂ تلاوت کے لیے بھی احتیاطاً ایک فدیہ مثل ایک نماز کے ادا کرنا چاہئے وان لم یجب علی الصحیح کما فی

---

[1] منحة الخالق بحوالہ احکام الجنائز حاشیۃ بحرالرائق باب قضاء الفوائت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۹۰

[2] " " " " " " " " " " " " " " " " "

Marfat.com

التاتارخانیۃ (اگرچہ صحیح قول کے مطابق واجب نہیں جیساکہ تاتارخانیہ میں ہے۔ت) (۷) صدقاتِ فطر اپنے اور اپنے اہل وعیال کے جس قدر ادا نہ ہوئے ہوں (۸) جتنے نوافل فاسد ہوئے اور ان کی قضا نہ کی (۹) جو جو منتیں مانیں اور ادا نہ کیں (۱۰) زمین کا عشر یا خراج جو ادا سے رہ گیا وغیرہ وغیرہ اشیائے کثیرہ،

علی ما ذکر بعضھا فی ردالمحتار وزاد کثیرا فی شفاء العلیل وفصل جلھا فی منۃ الجلیل فراجعھا ان اردت التفصیل وافاد فی الدرالمختار ضابطۃ کلیۃ ان ماکان عبادۃ بدنیۃ فان الوصی یطعم عنہ بعد موتہ عن کل واجب کالفطرۃ والمالیۃ کالزکوۃ یخرج عنہ القدر الواجب والمرکب کالحج یحج عنہ رجلا من مال المیت بحر[1] اھ قلت وکلام البحر اجمع وانفع حیث قال الصلوۃ کالصوم، ویؤدی عن کل وتر نصف صاع وسائر حقوقہ تعالٰی کذٰلک مالیا کان او بدنیا عبادۃ محضۃ اوفیہ معنی المؤنۃ کصدقۃ الفطر او عکسہ کالعشر او مؤنۃ محضۃ کالنفقات اوفیہ معنی العقوبۃ کالکفارات[2] اھ (ملخصًا)

ان میں سے بعض کا تذکرہ ردالمحتار میں ہے اس پر بہت سا اضافہ شفاء العلیل میں کیا اور منۃ الجلیل میں ان میں سے بڑی بڑی کی تفصیل ہے اگر تفصیل چاہتے ہو تو اس کی طرف رجوع کرو۔ درمختار میں یہ ضابطہ کلیہ بیان کیا جس کا حاصل یہ ہے ہر وہ عبادت جو بدنی ہو (جیسے نماز) تو وصی اس کے مرنے کے بعد میّت کی طرف سے ہر واجب کے عوض صدقۃ الفطر کی مقدار فدیہ دے اگر عبادت مالی ہو مثلاً زکوٰۃ تو وصی مقدار واجب میّت کی طرف سے ادا کرے اور اگر مالی و بدنی کا مرکب ہو جیسے حج تو کسی شخص کو بھیج کر میّت کے مال سے حج کرائے کذا فی البحر اھ قلت بحر کا کلام بہت جامع اور نافع ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ نماز، روزے کی طرح ہے، اور ہر وتر کے عوض نصف صاع ادا کیا جائے اور اللہ تعالٰی کے بقیہ حقوق کا معاملہ بھی اسی طرح ہے خواہ وہ مالی ہوں یا بدنی، عبادت محضہ ہوں یا اس میں ذمہ داری کا پہلو بھی ہو مثلاً صدقۃ الفطر یا اس کا عکس ہو مثلاً عشر یا اس میں محض ذمہ داری ہو مثلاً نفقات یا اس میں معنیٰ عقوبت ہو مثلاً کفارات اھ (ملخصًا) (ت)

ان کے لیے کوئی حد معین نہیں کر سکتے اس قدر ہونا چاہئے کہ برات ذمہ پر ظن حاصل ہو واللہ تعالٰی یقبل الحسنات ویقیل السیئات (اللہ تعالٰی حسنات کو قبول کرے اور برائیوں کو ختم کرے۔ت)

---

[1] الدرالمختار کتاب الصوم فصل فی العوارض مجتبائی دہلی ۱/۱۵۲

[2] البحرالرائق فصل فی العوارض ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۸۵

Marfat.com

ان ہزاروں لاکھوں بار کے ہیر پھیر کی دقت دیکھئے اور اس ہندی طریقہ کی سہولت کہ ایک ہی دفعہ میں اُس کے اور اس کی سات پشت کے تمام انواع واقسام کے فدیے کفارے، مواخذے دو حرف کہنے میں معاً ادا ہوسکتے ہیں تو اوّل تا آخر تمام علمائے مذہب کا اس کلفت کے اختیار اور اس سہولت کے ترک پر اتفاق قرینہ واضحہ ہے کہ اُن کے نزدیک اُس آسانی کی طرف راہ نہ تھی ورنہ اسے چھوڑ کر اس مشقت پر اطباق نہ ہوتا بالجملہ دین سے فدیہ ادا کرنے کی دو صورتیں ہیں:

ایک وہ کہ درمختار کتاب الوصایا عبارت مذکورہ سابقاً میں ذکر فرمائی کہ مدیون سے دین وصول کرکے بعد قبضہ پھر اسے فدیہ میں دے دے۔

دوسری وہ کہ درمختار کتاب الزکوٰۃ میں مذکور ہوئی کہ مال فدیہ میں دے کر آتے میں واپس کرے اگر مدیون نہ دینا چاہے ہاتھ بڑھا کر لے لے کہ اپنا عین حق لیتا ہے،

حیث قال وحیلۃ الجواز ان یعطی مدیونہ الفقیر زکوتہ ثم یاخذھا عن دینہ ولو امتنع المدیون مدیدہ واخذھا لکونہ ظفر بجنس حقہ فان مانعہ رفعہ للقاضی[1]۔ اس کے الفاظ یہ ہیں مال موجود کی زکوٰۃ دَین سے ادا کرنے کی تدبیر یہ ہے کہ فقیر مقروض کو اپنی زکوٰۃ حوالہ کردے پھر اس سے دَین کے عوض زکوٰۃ کی رقم واپس لے لے، اگر مقروض نہ دے تو اس کا ہاتھ پکڑ کر چھین لے کیونکہ یہ اسے اس کے حق کی جنس ملی ہے پھر اگر مدیون فقیر مزاحمت کرے تو اس کو قاضی کے پاس لے جائے کہ وہ اس سے دلوا دے گا۔ (ت)

اسی طرح ذخیرہ وہندیہ واشباہ وغیرہا میں ہے باقی یہ صورت کہ جو دَین فقیر پر آتا تھا یا اب اس کے ہاتھ کچھ بیچ کر مدیون کر لیا یہ فدیہ میں چھوڑ دیا جائے اس کے جواز کا پتا کلماتِ علماء سے اصلاً نہیں چلتا بلکہ ظاہر عدم جواز مفہوم ہوتا ہے تو احتیاط اس میں ہے کہ جب تک مشائخ مذہب سے اُس کے جواز کے پتے کی تصریح نہ ملے ایسے امر پر اقدام نہ کیا جائے ھذا ما ظھر لی والعلم بالحق عند ربی (یہ مجھ پر ظاہر ہُوا ہے اور حق کا علم میرے رب کے پاس ہے۔ ت)

فائدہ: علماء نے حتی الامکان تقلیل دورہ پر نظر فرمائی ہے، علامہ شمس قہستانی نے تین صاع سے دورہ فرض کیا کہ ہر بار میں ایک دن کامل کی نماز ادا ہو۔ احکام الجنائز میں چار ہزار بہتّر درہم سے دَور رکھا کہ اُن اعصار وامصار کے حساب سے ہر دَور میں ایک سال کی نماز کا فدیہ ہو۔ ردالمحتار میں دَور یک سالہ

---

[1] الدرالمختار کتاب الزکوٰۃ مجتبائی دہلی ۱/۱۳۰

Marfat.com

ذکر کرکے کہا اس سے زیادہ قرض لے تو ہر بار میں زیادہ ساقط ہو،

ولیشمل کل ذلك وماسواہ مافی منة الجلیل ومما تعارفہ الناس ونص علیہ اھل المذھب ان الواجب اذا کثر ادار واصرۃ مشتملة علی نقود اوغیرھا کجواھر اوحلی اوساعة وبنوا الامر علی اعتبار القیمة[1] الخ

یہ تمام کو شامل ہے، اس کے علاوہ جو منۃ الجلیل میں ہے کہ جو لوگوں کے ہاں معروف ہے اسی پر اہلِ مذہب نے تصریح کی کہ جب واجب کثیر ہوں تو ایک تھیلی میں نقدی وغیرہ مثلاً جواہر، ہار، زیور ڈال کر دَور کریں تو فقہاء نے قیمت کا اعتبار کیا ہے الخ (ت)

یہ سب واضحات ہیں اور ہر فہیم بعد ادراک حساب حتی المقدور تخفیف دَور کرسکتا ہے یہاں تک کہ اگر ممکن ہو کہ جس قدر اموال تمام فدیوں کفاروں مطالبوں کی بابت محسوب ہوئے سب دفعۃً تھوڑی دیر کے لیے کسی سے قرض مل سکیں تو دَور کی حاجت ہی نہ رہے گی کہ کوئی شے اُتنے اموال کے عوض فقیر کے ہاتھ بیچے، اور اگر کفارۂ قسم بھی شامل ہے تو دس کے ہاتھ۔ پھر وُہ اموال قرضہ گرفتہ فدیہ میں دے کر شئی مبیع کو ثمن میں لے لے اور حسبِ مقدرت فقراء کو کچھ دے کر اُن کا دل خوش کردے، ہنوز اس مسئلہ میں بہت تفاصیل باقی ہیں کہ بخیال طول ان کے ذکر سے عنان کشی ہُوئی۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۹) دینے والے کی نیت کافی ہے لفظ کی حاجت نہیں،

کما صرحوا بہ فی الزکوٰۃ وقال العلامة السید الحموی فی شرح الاشباہ والنظائر العبرۃ لنیة الدافع لا لعلم المدفوع الیہ[2] اھ و فی ردالمحتار لا اعتبار للتسمیة[3] الخ و قد فصلناہ فی زکوٰۃ فتاوٰنا۔

جیسا کہ مسئلہ زکوٰۃ میں اس کی تصریح موجود ہے علامہ سیّد حموی نے شرح الاشباہ والنظائر میں فرمایا دینے والے کی نیت کا اعتبار ہے اسے معلوم ہونا ضروری نہیں جسے دی جارہی ہو اھ ردالمحتار میں ہے زبان سے نام لینے کا اعتبار نہیں الخ ہم نے اس کی پُوری تفصیل اپنے فتاوٰی کے کتاب الزکوٰۃ میں دی ہے۔ (ت)

مگر زبان سے بھی کہہ دینے کو علماء مناسب بتاتے ہیں یہاں تک کہ طریقہ ادا میں میّت کے باپ دادا تک کا نام لینا فرماتے ہیں کہ مسکین سے کہا جائے یہ مال تجھے فلاں بن فلاں کے اتنے روزوں یا اتنی

---

[1] منۃ الجلیل رسالہ من رسائل ابن عابدین الرسالۃ الثامنۃ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۲۱۲
[2] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر کتاب الزکوٰۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۲۲۱
[3] ردالمحتار 〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۱۱

Marfat.com

نمازوں کے فدیہ میں دیا وہ کہے میں نے قبول کیا، شرح نقایہ علامہ قہستانی میں ہے:

ینبغی ان یقول الدافع للمسکین فی کل مرۃ انی ادفعك مال کذا الفدیۃ صوم کذا لفلان بن فلان بن فلان المتوفی ویقول المسکین قبلتہ[1]

مسکین کو دینے والا ہر دفعہ کہے میں تجھے فلاں بن فلاں بن فلاں میت کی طرف سے فدیہ صوم کے طور پر مال دے رہا ہوں اور مسکین کہے میں نے اسے قبول کیا۔ (ت)

منحۃ الخالق وشرح ہدیۃ ابن عماد واحکام الجنائز میں ہے:

یقول المسقط لواحد من الفقراء ھکذا فلان بن فلان ویذکر اسمہ ابیہ فاتتہ صلوات سنۃ ھذہ فدیتھا من مالہ نملکك ایاھا ویعلم ان المال المدفوع الیہ صار ملکا لہ ثم یقول الفقیر ھکذا و انا قبلتھا وتملکتھا منك[2]

وارث فقراء میں سے کسی ایک کو یوں کہے کہ یہ فلاں بن فلاں ہے، میت کا نام اس کے والد کا نام ذکر کر کے کہے اس کی سال کی نمازیں فوت ہوگئی تھیں ہم ان کے فدیہ کے طور پر اس مال کا تجھے مالک بنا رہے ہیں، اور وہ مال فقیر کی ملک میں چلا نا معلوم کرے، پھر فقیر یوں کہے میں نے قبول کیا اور تجھ سے اسے اپنی ملک میں لیا۔ (ت)

پُر ظاہر کہ یہ سب اولویتیں ہیں جن پر توقف ادا نہیں،

کما علمت فلا نظر لما یوھمہ کلام الفاضل المعاصر فی منۃ الجلیل حیث قال و یدفع عن الجنایۃ علی الحرم والاحرام مما یوجب دما او صدقۃ نصف صاع او دون ذلك فلا بد من التعرض لاخراجھا بان یقال خذ ھذا عن جنایۃ علی حرم او احرام[3] اھ وانما الواجب التعرض فی النیۃ والقول یعم النفسی

جیسا کہ آپ جان چکے اس کی طرف توجہ نہ کی جائے جس کا وہم فاضل معاصر کے رسالہ منۃ الجلیل میں کلام سے پیدا ہو رہا ہے انھوں نے کہا حرم اور احرام میں جس جنایت کی وجہ سے دم لازم آیا ہو یا نصف صاع صدقہ یا اس سے کم صدقہ لازم آیا ہو تو اس کے نکالتے وقت یہ کہنا ضروری ہے کہ یہ حرم یا احرام میں جنایت کا فدیہ ہے تو اُسے وصول کرا کیونکہ تعرض نیت میں ضروری ہے اور قول کلام نفسی

---

[1] جامع الرموز فصل موجب الافساد مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۷۱

[2] منحۃ الخالق حاشیہ بحر الرائق باب قضاء الفوائت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۹۰

[3] منۃ الجلیل رسالہ من رسائل ابن عابدین الرسالۃ الثامنۃ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۲۲۴

Marfat.com

کو شامل ہوتا ہے، فافہم واللہ تعالٰی اعلم (ت)

فافہم، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۱۰) متعدد فرق ہیں:

(۱) شیخ فانی اپنی حیات میں روزہ کا فدیہ دے گا اور وُہ کافی ہوگا۔ اگر زندگی میں عجز زائل ہو کر قوت نہ آجائے مگر نماز کا فدیہ نہیں دے سکتا کہ اس سے عجز مستمر متحقق نہیں ہوتا مگر دمِ واپسیں کھڑے ہوکر نہ ہوسکے بیٹھ کر پڑھے، بیٹھ کر نہ ہوسکے لیٹ کر اشارہ سے پڑھے۔

(۲) شیخ فانی پر روزہ کا فدیہ حیات میں دینا واجب ہے اگر قادر ہو، بعد مرگ وجوب نہیں جب تک اپنے مال میں وصیت نہ کرے۔

(۳) شیخ فانی کہ زندگی میں روزہ کا فدیہ دے اس کے کافی ہونے پر یقین کیا جائیگا کہ اس میں صراحۃً نص وارد، یونہی اگر فدیۂ روزہ کی وصیت کرے اور فدیۂ روزہ بے وصیت اور فدیۂ نماز بوصیت میں شبہ ہے اور فدیہ نماز بے وصیت میں شبہ اقوی، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

(۴) زندگی میں فدیہ صوم شیخ فانی پر اس کے کل مال میں ہے اور بعد مرگ بے وصیت، بے اجازتِ ورثہ ثلث سے زائد میں نافذ نہ ہوگی۔

فی تنویر الابصار والدر المختار لومات وعلیہ صلوات فائتۃ واوصی بالکفارۃ یعطی لکل صلوۃ کالفطرۃ وکذا الوتر والصوم وانما یعطی من ثلث مالہ ولوفدی عن صلوتہ فی مرضہ لایصح بخلاف الصوم[1] اھ ملخصا، وفی ردالمحتار اذا اوصی بفدیۃ الصوم یحکم بالجواز قطعا، واذا لم یوص فتطوع بہا الوارث فقال محمد فی الزیادات یجزیہ

تنویر الابصار اور درمختار میں ہے اگر کوئی فوت ہُوا اور اس کی نمازیں رہ گئی تھیں اور اس نے کفارہ کی وصیت کی تو ہر نماز کے عوض صدقہ فطر کے برابر فدیہ دیا جائے، اسی طرح وتر اور روزے کا حکم ہے، باقی یہ فدیہ صرف اس کے تہائی مال سے ادا کیا جائیگا اگر کسی نے اپنی نماز کا فدیہ مرضِ موت میں دیا تو صحیح نہیں بخلاف روزہ کے کہ اس کا فدیہ مرضِ موت میں دینا جائز ہے، ردالمحتار میں ہے جب کسی نے فدیۂ صوم کی وصیت کی تو قطعاً جواز کا حکم دیا جائے، اور اگر اس نے وصیت نہ کی مگر وارث نے بطور نفل فدیۂ ادا کردیا تو امام محمد نے زیادات میں فرمایا اگر

---

[1] درمختار باب قضاء الفوائت مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۰۱

Marfat.com

ان شاء الله تعالیٰ وکذا علقه بالمشیئة فیما اذا اوصی بفدیة الصلوٰة فاذا لم یوص فالشبهة اقوی[1] وفی التنویر والدر فدی لزوما عن المیت ولیه بوصیة وان تبرع ولیه جاز ان شاء الله تعالیٰ وللشیخ الفانی یفدی وجوبا لو موسرا ومتی قدر قضی لان استمرار العجز شرط الخلیفة[2] اھ (الکل بالالتقاط) وفی صوم البحر الرائق وقید بالوصیة لانه لو لم یأمر لا یلزم الورثة شیئ کالزکوٰة[3]

اللہ تعالیٰ نے چاہا تو یہ فدیہ کفایت کر جائے گا، اسی طرح انھوں نے اسے مشیتِ باری تعالیٰ سے معلق فرمایا، جب کسی نے نماز کے فدیہ کی وصیت کی تو جب اس نے وصی نہ کی ہو تو شبہہ بہت قوی ہوگا نیز تنویر اور در میں ہے وصیت کی بنا پر وارث کو میّت کی طرف سے فدیہ دینا لازم ہے اور اگر وارث نے بطور احسان فدیہ دے دیا تب بھی ان شاء اللہ یہ فدیہ دینا جائز ہے، اور شیخ فانی اگر امیر ہو تو اس پر فدیہ دینا لازم ہے اور اگر روزہ رکھنے پر قادر ہوگیا تو قضا کرے کیونکہ دوامِ عجز کا شرط ہے یعنی فدیہ کے روزے کا خلیفہ ہونے کے لیے دوامِ عجز شرط ہے۔ یہ تمام عبارتیں اختصاراً ذکر کی گئی ہیں۔ بحر الرائق کے باب الصوم میں ہے وصیّت کے ساتھ مقید اس لیے کیا کہ اگر میت وصیت نہ کرے تو ورثاء پر کوئی شے لازم نہ ہوگی، جیسا کہ زکوٰۃ کا معاملہ ہے۔ (ت)

ان کے سوا اور فرق ہیں کہ مطالعۂ بحر الرائق وغیرہ سے ظاہر مگر مقدار فدیہ وغیرہ جس قدر احکام نو مسائل سابقہ میں مذکور ہوئے اُن میں فدیۂ حیات و ممات یکساں ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۱) نہ۔ کنز میں ہے للشیخ الفانی وھو یفدی[4] (شیخ فانی فدیہ ادا کرے۔ ت) فقط غیر فانی پر قضا فرض ہے پیش از قضا قضا آجائے تو فدیہ کی وصیت واجب، کمارد المحتار وغیرہ من الاسفار (جیساکہ ردالمحتار اور دیگر کتب میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۲) نہ۔ فی البحر الرائق الولی لا یصوم عنه ولا یصلی لحدیث النسائی[ع] لا یصوم

بحر الرائق میں ہے ولی میت کی طرف سے نہ روزہ رکھے نہ نماز پڑھے کیونکہ حدیث نسائی میں ہے کوئی

ع: ای فی سننه الکبری عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما (م)

۱ ردالمحتار	باب قضاء الفوائت	مصطفی البابی مصر	۱/۵۴۱
۲ درمختار	باب ما یفسد الصوم	مجتبائی دہلی	۱/۱۵۳
۳ البحر الرائق	فصل فی العوارض	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۲/۲۸۴
۴ کنز الدقائق	" "	" "	ص ۲۷۰

Marfat.com

احد عن احد ولا یصلی احد عن احد[1] شخص کسی کی طرف سے نہ روزہ رکھے اور نہ نماز پڑھے۔ اھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۸ از شہر کہنہ بریلی مسئولہ محمد شفیع علی خاں مرحوم ۲۴ شعبان ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی عمر ۷۵ سال کی ہے اور بوجہ کمزوری کے برداشت اور طاقت روزہ رکھنے کی نہ ہو ایسی صورت میں اس کو کیا کرنا چاہئے اور کفارہ روزوں کا کس طرح ہو اور کفارہ ہر روز دیا جائے۔ بینوا توجروا

الجواب

طاقت نہ ہونا ایک تو واقعی ہوتا ہے اور ایک کم ہمتی سے ہوتا ہے کم ہمتی کا کچھ اعتبار نہیں، اکثر اوقات شیطان دل میں ڈالتا ہے کہ ہم سے یہ کام ہرگز نہ ہوسکے اور کریں گے تو مرجائیں گے' بیمار پڑجائیں گے، پھر جب خدا پر بھروسہ کرکے کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ادا کرادیتا ہے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچتا، معلوم ہوتا ہے کہ وہ شیطان کا دھوکا تھا ۷۵ برس عمر میں بہت لوگ روزے رکھتے ہیں، ہاں ایسے کمزور بھی ہوسکتے ہیں کہ ستر ہی برس کی عمر میں نہ رکھ سکیں تو شیطان کے وسوسوں سے بچ کر خوب صحیح طور پر جانچ چاہئے، ایک بات تو یہ ہوئی، دوسری یہ کہ ان میں بعض کو گرمیوں میں روزہ کی طاقت واقعی نہیں ہوتی مگر جاڑوں میں رکھ سکتے ہیں یہ بھی کفارہ نہیں دے سکتے بلکہ گرمیوں میں قضا کرکے جاڑوں میں روزے رکھنا ان پر فرض ہے، تیسری بات یہ ہے کہ ان میں بعض لگاتار مہینہ بھر کے روزے نہیں رکھ سکتے مگر ایک دو دن بیچ کرکے رکھ سکتے ہیں تو جتنے رکھ سکیں اُتنے رکھنا فرض ہے جتنے قضا ہوجائیں جاڑوں میں رکھ لیں، چوتھی بات یہ ہے کہ جس جوان یا بوڑھے کو کسی بیماری کے سبب ایسا ضعف ہو کہ روزہ نہیں رکھ سکتے انھیں بھی کفارہ دینے کی اجازت نہیں بلکہ بیماری جانے کا انتظار کریں، اگر قبل شفا موت آجائے تو اُس وقت کفارہ کی وصیت کردیں، غرض یہ ہے کہ کفارہ اس وقت ہے کہ روزہ نہ گرمی میں رکھ سکیں نہ جاڑے میں، نہ لگاتار نہ متفرق، اور جس عذر کے سبب طاقت نہ ہو اُس عذر کے جانے کی امید نہ ہو' جیسے وہ بوڑھا کہ بڑھاپے نے اُسے ایسا ضعیف کردیا کہ گنڈے دار روزے متفرق کرکے جاڑے میں بھی نہیں رکھ سکتا تو بڑھاپا تو جانے کی چیز نہیں ایسے شخص کو کفارہ کا حکم ہے، ہر روزے کے بدلے پونے دو سیر گیہوں اٹھنی بھر اُوپر بریلی کی تول سے، یا ساڑھے تین سیر جَو ایک روپیہ بھر اُوپر۔ واللہ تعالیٰ اعلم، اسے کفارہ کا اختیار ہے کہ روز کا روز دے دے یا مہینہ بھر کا پہلے ہی ادا کردے یا ختم ماہ کے بعد کئی فقیروں کو دے یا سب ایک ہی فقیر کو دے سب جائز ہے۔

---

[1] البحرالرائق فصل فی العوارض ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۸۵

Marfat.com

مسئلہ ۲۴۹ از مدرسہ اہلسنّت وجماعت بریلی مسئولہ مولوی اشرف علی صاحب طالبعلم ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ
ایک شخص نے انتقال کیا اور اس کے ذمّہ کچھ روزہ فرض اور کچھ وقتوں کی نماز رہ گئی اب اس کی نماز روزہ کا فدیہ ادا کرنا چاہتے ہیں تو اس فدیہ کا کون مستحق ہے، کس قسم کے لوگوں کو دیا جائے؟ بیّنوا توجروا

الجواب

اس کے وہی مستحق ہیں جو زکوٰۃ کے مستحق ہیں، فقیر محتاج مسلمان کہ نہ ہاشمی ہوں نہ اس کی اولاد، نہ یہ اُن کی اولاد۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵۰ از مارہرہ شریف ضلع ایٹہ سرکارکلاں مرسلہ حضرت سید محمد میاں صاحب دامت برکاتہم ۷ شعبان ۱۳۳۱ھ
فدیہ صوم جو شخص فانی کے لیے ہو اس کی مقدار بحساب انگریزی اسّی تولہ کے سیر سے کیا ہے اُس سے مطلع فرمایا جاؤں فتوٰی رضویہ میں فتوی بارق النور میں ایک صاع کی مقدار آٹھ رطل اور ہر رطل کی مقدار ۳۶ روپے بھر ہے اس حساب سے ایک صاع دوسو اٹھاسی روپیہ بھر ہوا مگر اس میں ایک سو اٹھاسی بھر لکھا ہے شاید غلطی سے لکھ گیا ہو مجھے خیال پڑتا ہے کہ سال گزشتہ کے اشتہار افطار وسحر میں صدقہ فطر کی مقدار سوا دوسیر اور ایک اٹھنی انگریزی بھر لکھی ہوئی تھی یہ اس فتاوی کے مقدار صاع سے جو دوسو اٹھاسی ہو یا ایک سو اٹھاسی ہو بہرحال مختلف رہتی ہے میں صرف بحساب اسّی تولہ سیر کے مقدار صدقہ فطر وفدیہ دریافت کرنا چاہتا ہوں فقط۔

الجواب

صاع وہی دوسو ستّر تولے ہے جس کا سکہ رائجہ ہند سے دوسو اٹھاسی روپے بھر وزن ہوا کہ یہ روپیہ سوا گیارہ ماشے ہے مگر احسن واحوط یہ ہے کہ گیہوں کا صدقہ جَو کی صاع سے ادا کیا جائے یعنی جس پیمانہ میں ایک سو چوالیس روپے بھر جَو آئیں اُس بھر گیہوں دئے جائیں ظاہر ہے کہ گیہوں وزن میں زیادہ آئیں گے جَو سے بھاری ہیں فقیر نے صاع شعیری حاصل کیا اور اس میں گیہوں بلاتکویم وتقعیر بھر کر تولے تو پورے تین سو اکاون روپے بھر ہوئے تو صدقہ فطر فدیہ صوم وغیرہا میں نیم صاع گندم کے اٹھنی اُوپر پونے دوسو روپے بھر گیہوں دینا احوط ہے جس کے بریلی کے سیر سے اٹھنی بھر اوپر پونے دوسیر ہوئے اور اسّی روپے بھر کے سیر سے اٹھنی بھر اوپر تین چھٹانک دوسیر ہوئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۱ از گونڈہ محلہ نبی گنج مکان مولوی نوازش احمد مسئولہ حافظ محمد اسحٰق ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ
شیخ فانی کی تعریف کیا ہے اور اُس کی عمر کی کچھ تعداد بھی معیّن ہے یا نہیں، احکام شرعیہ مثل نماز روزہ، وضو وغسل کے کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا

Marfat.com

الجواب

شیخ فانی کی عمر اسّی یا نوّے سال لکھی ہے اور حقیقۃً بنائے حکم اس کی حالت پر ہے اگر سو برس کا بڈھا روزہ پر قادر ہے شیخ فانی نہیں اور اگر وہ ستر برس میں بوجہ ضعف بیِّنہ بڑھاپے سے ایسا زار و نزار ہو جائے کہ روزہ کی طاقت نہ رہے تو شیخ فانی ہے۔ غرض شیخ فانی وہ ہے جسے بڑھاپے نے ایسا ضعیف کر دیا ہو، اور جب اس ضعف کی علت بڑھاپا ہوگا تو اس کے زوال کی امید نہیں اسے روزے کے عوض فدیہ کا حکم ہے باقی نماز و طہارت کے بارہ میں پیر و جوان سب کا ایک حکم ہے، جو جس وقت جس حالت میں جتنی بات سے معذور ہوگا بقدر ضرورت تا وقت ضرورت اسے تخفیف دی جائے گی قال تعالٰی لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا[1] (اللہ تعالٰی کا مبارک فرمان ہے اللہ ہر کسی کو اس کی طاقت کے مطابق ہی حکم دیتا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن ۲ /۲۸۶

Marfat.com

مکروہاتِ صوم

مسئلہ ۲۵۲ ازبلگرام شریف محلہ میدان پورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم صاحب ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روزے میں منجن جو بادام، کوئلہ، سپاری وگل وغیرہ کا بنتا ہے اُس کا استعمال کرنا کیسا ہے اور دربارۂ مسواک کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

مسواک مطلقاً جائز ہے اگرچہ بعد زوال، اور منجن ناجائز و حرام نہیں جبکہ اطمینان کافی ہو کہ اس کا کوئی جزو حلق میں نہ جائے گا، مگر بے ضرورتِ صحیحہ کراہت ضرور ہے۔ درمختار میں ہے، کرہ لہ ذوق شیئ[1] الخ (روزہ دار کو شَے کا چکھنا مکروہ ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۳ تا ۲۵۴ ازعلی گڑھ بوساطت رحیم اللہ خاں ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، بینوا توجروا:
(۱) روزے میں اپنی عورت کو لپٹانا یا پاس لیٹنا جس سے خواہش غالب ہو اور مذی نکلے تو روزہ مکروہ ہوگا یا جاتا رہے گا؟

---

[1] الدرالمختار باب مایفسد الصوم مجتبائی دہلی ۱/۱۵۲

Marfat.com

(۲) عورت کی شرمگاہ دیکھنا روزے کو توڑے گا یا نہیں؟

الجواب

(۱) ان افعال سے روزہ جانے کی تو کوئی صورت ہی نہیں جب تک انزال نہ ہو اور خالی پاس لیٹنا جس میں بدن چھونا یا بوسہ لینا کچھ نہ ہو مکروہ بھی نہیں رہا، لپٹانا یا بوسہ لینا یا بدن چھونا ان میں اگر بسبب غلبۂ شہوت فسادِ صوم کا اندیشہ ہو یعنی خوف ہے کہ صبر نہ کرسکے گا اور معاذ اللہ جماع میں مبتلا ہو جائے گا یا بلا جماع ہی ان افعال کی حالت میں انزال ہو جائے گا تو یہ سب فعل مکروہ و ممنوع ہیں اور اگر یہ اندیشہ نہ ہو تو کچھ حرج نہیں، مگر مباشرتِ فاحشہ یعنی ننگے بدن لپٹانا کہ ذکر فرج کو مس کرے روزے میں مطلقاً مکروہ ہے۔ اسی طرح سراج و وہاج میں بوسہ فاحشہ کو بھی مطلقاً مکروہ فرمایا، بوسۂ فاحشہ عورت کے لب اپنے لبوں میں لے کر چبائے، اور زبان چوسنا بدرجۂ اولیٰ مکروہ جبکہ عورت کا لعابِ دہن جو اس کی زبان چوسنے سے اس کے منہ میں آئے تھوک دے، اور اگر حلق میں اتر گیا تو کراہت درکنار روزہ ہی جاتا رہے گا، اور اگر قصداً بحالتِ لذت پی لیا تو کفارہ بھی لازم آئے گا۔

فی الدرالمختار کرہ قبلۃ و مس و معانقۃ ان لم یأمن المفسد وان امن لاباس[1] ملخصًا و فی ردالمحتار جزم فی السراج بان القبلۃ الفاحشۃ بان یمضغ شفتیھا تکرہ علی الاطلاق ای سواء أمن اولا قال فی النھر والمعانقۃ علی التفصیل فی المشھور وکذا المباشرۃ الفاحشۃ فی ظاھر الروایۃ وعن محمد کراھتھا مطلقا وھو روایۃ الحسن قیل وھوالصحیح اھ واختار الکراھۃ فی الفتح وجزم بھا فی الولوالجیۃ بلا ذکر خلاف، وھی ان یعانقھا وھما

درمختار میں ہے: بوسہ لینا، چھونا اور معانقہ کرنا مکروہ ہے اگر جماع یا انزال مفسدِ روزہ کا خوف ہو۔ اور اگر مفسدِ روزہ کا خوف نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ ردالمحتار میں ہے: سراج میں اس پر جزم کیا ہے کہ بوسہ فاحشہ یہ ہے کہ اس کے دونوں ہونٹ اپنے منہ میں لے کر دبانا مطلقاً مکروہ ہے خواہ فسادِ روزہ سے خوف ہو یا نہ ہو۔ نہر میں ہے مشہور روایت کے مطابق بوسہ میں تفصیل ہے ظاہر الروایۃ میں مباشرتِ فاحشہ کا بھی یہی حکم ہے اور امام محمد سے مطلق اس کی کراہت مروی ہے اور یہ روایت حسن سے ہے، بعض نے کہا یہی صحیح ہے اھ ذکر اختلاف کے بغیر فتح میں کراہت کو مختار قرار دیا ہے، اور ولوالجیہ میں کراہت پر جزم کا اظہار ہے۔ اور مباشرت فاحشہ سے مراد یہ ہے

---

[1] الدرالمختار باب ما یفسد الصوم مجتبائی دہلی ۱/۱۵۲

Marfat.com

متجردان ویمس فرجه فرجها بل قال فی الذخیرۃ ان ھذا مکروہ بلا خلاف لانہ یفضی الی الجماع غالبا اھ وبہ علم ان روایۃ محمد بیان لکون ما فی ظاھر الروایۃ وما مرعن النھر لیس ممایبنغی ثم رأیت فی التتارخانیۃ عن المحیط التصریح بما ذکرتہ من التوفیق بین الروایتین وانہ لافرق بینھما وللہ الحمد اھ[1] باختصار وفی الدر الضابط وصول ما فیہ صلاح بدنہ لجوفہ ومنہ ریق حبیبہ فیکفر لوجود معنی صلاح البدن فیہ درایۃ وغیرھا[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

کہ مرد عورت دونوں معانقہ کریں اس حال میں کہ دونوں ننگے ہوں اور مرد کا فرج خاتون کی شرمگاہ کو مس کر رہا ہو بلکہ ذخیرہ میں یہ کہا ہے کہ ایسا عمل بالاتفاق مکروہ ہے کیونکہ یہ غالباً جماع کا سبب بن جاتا ہے اھ اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ امام محمد کی روایت ظاہر روایت کا بیان ہے اور جو کچھ نہر کے حوالے سے گزرا وہ مناسب نہیں پھر میں نے تتارخانیہ میں محیط سے اس پر تصریح دیکھی جو میں نے دونوں روایات میں مطابقت دیتے ہوئے ذکر کی ہے کہ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں وللہ الحمد اھ اختصاراً در میں ہے غذا اور دوا کی شناخت کا ضابطہ یہ ہے پیٹ میں ایسی شئی کا پہنچ جانا جو بدن کی اصلاح کا سبب ہو (وہ غذا یا دوا کہلاتی ہے) محبوب کا لعاب دہن اسی قبیل سے ہے، اگر کوئی نگل جائے تو ایسی صورت میں چونکہ اصلاح بدن موجود ہے لہذا وہ کفارہ ادا کرے جیسا کہ درایہ وغیرہ میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

(۲) نہ۔ اگرچہ بار بار بتکرار دیکھے، یہاں تک کہ دیکھنے ہی کی حالت میں بے چھوئے انزال ہو جائے، ہاں اس صورت میں کراہت ضرور ہے،

فی الدرالمختار انزل بنظر ولو الی فرجھا مرارا لم یفطر[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے اگر انزال ہو جائے نظر کرنے سے اگرچہ عورت کی شرمگاہ کی طرف نظر مکرر ہو روزہ نہ ٹوٹے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار باب ما یفسد الصوم الخ مصطفی البابی مصر ۲/ ۲۳-۱۲۲
[2] درمختار باب ما یفسد الصوم مجتبائی دہلی ۱/ ۱۵۱
[3] " " " ۱/ ۱۴۹

Marfat.com

مسئلہ ۲۵۵ از فرید پور ضلع بریلی مرسلہ قاضی محمد نبی جان صاحب ۲۷ رمضان مبارک ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک شخص ہے اس کو حاجت غسل کی ہے مگر روزہ اس نے رکھا مگر قصداً بوقت ظہر تک اُس نے غسل نہ کیا، وقت نماز ظہر کے غسل کیا، کیا روزہ اُس کا رہا یا گیا؟

الجواب

روزہ ہوجائے گا اگرچہ شام تک نہ نہائے، ہاں ترکِ نماز کے سبب سخت اشد کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۶ از بانکی پور پٹنہ محلہ مراد پور مرسلہ علی حسن صاحب تاجر ۲۳ محرم شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے رمضان شریف کا روزہ جنابت کی حالت میں رکھا اور قصداً دن بھر افطار کے وقت تک غسل نہیں کیا تو کیا یہ روزہ اُس کا بغیر کسی نقص کے درست ہوگا یا نہیں؟ اور روزے کے لیے طہارت شرط ہے یا نہیں؟ اور کیا کوئی ایسی عبادت بدنی بھی ہے جو بے طہارت صحیح ہو؟

الجواب

وہ شخص نمازیں عمداً کھونے کے سبب سخت کبائر کا مرتکب اور عذابِ جہنم کا مستوجب ہُوا مگر اس سے روزے میں کوئی نقص وخلل نہ آیا طہارت باجماعِ ائمہ اربعہ شرطِ صوم نہیں۔ رب عزوجل فرماتا ہے:

احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم[1] روزے کی راتوں میں تمھارے لیے بیویوں سے جماع حلال کیا گیا ہے۔ (ت)

آیہ کریمہ نے ہر جزوِ شب میں جماع وتلبیس بالجماع حلال فرمایا اور محض تحلیل ہی نہیں بلکہ بصیغہ امر ارشادی ارشاد ہوا فالان باشروھن وابتغوا ما کتب اللہ لکم[2] اور اب ان سے مباشرت کرو اور تلاش کرو جو اللہ تعالٰی نے تمھارے لیے لکھ رکھا ہے (ت)

اور ظاہر ہے کہ جزو اخیر شب کو بھی لیلۃ الصیام شامل، اور وہ بھی اس احل لکم اور باشروھن کے امر میں داخل اور اسے بحالتِ جنابت صبح کرنا اور تا تمامی غسل، روزے میں جنب رہنا بداہۃً لازم، تو قرآن عظیم اس کی حلت ودخول زیر امر ارشادی پر حاکم۔ اگر اس سے روزے میں کوئی نقص وخلل

---

[1] القرآن ۲/۱۸۷ [2] ایضاً

Marfat.com

آنا ضرور اتنے حصے کا استثناء فرمادیا، پھر صاحبِ شرع صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عملاً اُس کا بے نقص و بے خلل ہونا فرمادیا۔ صحیحین میں ام المومنین عائشہ صدیقہ وام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یدرکہ الفجر وھو جنب من اھلہ ثم یغتسل ویصوم[1]

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ازواجِ مطہرات سے قربت فرماتے اور صبح ہوجاتی جب تک نہاتے اس کے بعد غسل فرماتے اور روزہ رکھتے۔

صحیح مسلم و مؤطا مالک و سُنن ابی داؤد و نسائی میں اُمّ المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے ہے:

ان رجلا قال لرسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم وھو واقف علی الباب وانا اسمع یارسول اللہ انی اصبح جنبا وانا ارید الصیام فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وانا اصبح جنبا وانا ارید الصیام فاغتسل واصوم فقال الرجل یارسول اللہ انک لست مثلنا قد غفر اللہ لک ما تقدم وما تاخر فغضب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقال انی ارجوان اکون اخشاکم للہ واعلمکم بما اتقی[2]

یعنی حضور پُرنور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اپنے دروازۂ اقدس کے پاس کھڑے تھے ایک شخص نے حضور سے عرض کی اور میں سُن رہی تھی کہ یارسول اللہ! میں صبح کو جنب اُٹھتا ہُوں اور نیت روزے کی ہوتی ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں خود ایسا کرتا ہُوں اُس نے عرض کی حضور کی ہماری کیا برابری، حضور کو تو اللہ عزوجل نے ہمیشہ کے لیے پُوری معافی عطا فرمادی ہے۔ اس پر حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم غضبناک ہُوئے اور فرمایا: بیشک میں امید رکھتا ہُوں کہ مجھے تم سب سے زیادہ اللہ عزوجل کا خوف ہے اور میں تم سب سے زیادہ جانتا ہوں جن جن باتوں سے مجھے بچنا چاہئے۔

اس حدیث صحیح نے خوب واضح فرمادیا کہ اس سے روزہ میں کوئی نقص نہیں آتا ورنہ وہ صاحب سائل تھے محلِ بیان میں سکوت نہ فرمایا جاتا، سکوت کیسا اخیر کے ارشاد نے اور بھی روشن فرمادیا کہ اس میں کوئی بات خوف کی نہیں، نہ یہ اس میں داخل جس سے بچنا چاہئے۔ اور پُرظاہر کہ روزہ غیر متجزی ہے جو چیز اس میں نقص پیدا کرے گی اگر سارے روزے میں ہُوئی تو موجبِ نقص ہوگی اور اس کے اوّل یا آخر کسی لطیف حصہ میں ہوئی تو ضرر دے گی،

---

[1] الصحیح للبخاری باب الصائم یصبح جنبا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۸

[2] سنن ابی داؤد کتاب الصائم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۲۵

Marfat.com

ولہذا ہمارے علمائے کرام نے انھیں آیات و احادیث سے ثابت فرمایا کہ اگر تمام دن جنب رہا جب بھی روزہ کو کچھ مضر نہیں۔ مراقی الفلاح میں ہے:

او اصبح جنبا ولو استمر علی حالتہ یوما او ایاما لقولہ تعالٰی فالئٰن باشروھن لاستلزام جواز المباشرۃ الی قبیل الفجر وقوع الغسل بعد ضرورۃ وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانا اصبح جنبا وانا ارید الصیام و اغتسل واصوم[1]

یا کسی نے حالتِ جنب میں صبح کی اگرچہ وُہ اسی حالت میں ایک دن یا کئی دن رہا کیونکہ اللہ تعالٰی کا ارشادِ گرامی "اب تم مباشرت کرسکتے ہو" اس بات کا متقضی ہے کہ فجر سے تھوڑا سا پہلے تک مباشرت جائز ہوا اور اس کے بعد غسل لازم ہوا اور حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی "میں نے حالتِ جنابت میں صبح کی ہے اور میں روزے کا ارادہ رکھتا ہوں میں غسل کروں گا اور روزہ رکھوں گا۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

لو اصبح جنبا لا یضرہ کذا فی المحیط[2]

اگر کسی نے حالتِ جنب میں صبح کی تو نقصان دہ نہیں، محیط میں اسی طرح ہے۔ (ت)

عالمگیریہ میں ہے:

ومن اصبح جنبا او احتلم فی النہار لم یضرہ کذا فی محیط السرخسی[3]

جس نے بحالتِ جنابت صبح کی یا دن کو احتلام ہوگیا تو یہ اسے نقصان دہ نہیں۔ محیط سرخسی میں اسی طرح ہے (ت)

ہاں بوجہ ارتکاب کبیرہ اس کی نورانیت بالصوم میں فرق آئے گا، نہ اس لیے کہ جنب تھا کہ جنابت سے نورانیت میں تفاوت آتا تو بحالِ جنابت صبح کرنے سے بھی آتا بلکہ اس لیے کہ نماز فوت کی یہاں تک کہ اگر نماز بحالِ جنابت ہوسکتی تو دن بھر بلکہ مہینہ بھر جنب رہنے سے بھی حصول نورانیت بصوم میں فرق نہ ہوتا، یہ فرق بوجہ فوت نماز ایسا ہوگا جیسے روزہ میں کسی کو ظلماً مارنے سے، مگر اس سے کوئی نہ کہے گا کہ نفسِ صوم میں کوئی نقص آگیا، گناہ کے سبب روزے میں خلل آنا ظاہریہ کا مذہب فاسد ہے، اس کی نظیر ایسی ہے کہ کوئی رنگین

---

[1] مراقی الفلاح علی حاشیۃ الطحطاوی باب فی بیان ما لا یفسد الصوم نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۳۶۲
[2] البحر الرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۷۳
[3] الفتاوی الہندیۃ الباب الثالث ما یفسد الصوم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۰۰

Marfat.com

کپڑے پہن کر قرآن عظیم کی تلاوت کرے اس سے نہ تلاوت میں کوئی نقص ہُوا نہ اُس کے ثواب میں کمی، ہاں ظلمتِ گناہ ملنے کے باعث اُس کے لیے نورانیت خالصہ نہ رہی۔ یہ ان میں داخل ہوا جن کو فرماتا ہے:

واٰخرون اعترفوا بذنوبھم خلطوا عملا صالحا واٰخر سیئا۔[1]

اور کچھ اور ہیں جو اپنے گناہوں کے مقر ہوئے اور ملایا ایک کام اچھا اور دُوسرا بُرا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

قرأ القراٰن ولم یعمل بموجبہ یثاب علی قرأتہ کمن یصلی ویعصی۔[2]

کسی نے قرآن حکیم پڑھا لیکن اس کے احکام پر عمل نہ کیا تو تلاوت پر ثواب ملے گا، جیسا کہ کوئی نماز پڑھے اور گناہ کرے (ت)

طحاوی و ردالمحتار میں ہے:

یثاب علی قرأتہ وان کان یأثم بترك العمل فالثواب من جھۃ والاثم من اخری۔[3]

قرأتِ قرآن پر ثواب ملے گا اگرچہ ترکِ عمل کی وجہ سے گناہ گار ہوگا، تو ثواب ایک جہت سے اور گناہ دوسری جہت سے ہے۔ (ت)

بہت عبادات بدنیہ ہیں جن میں طہارت شرط نہیں، جیسے یادِ پر تلاوت اور مسجد میں اعتکاف کہ ان دونوں میں وضو ضرور نہیں اور قرآن عظیم کو بے چُھوئے دیکھنا، کعبہ معظمہ پر بیرونِ مسجد سے نظر کرنا، عالم کو بنگاہِ تعظیم دیکھنا، ماں باپ کو بنظرِ محبّت دیکھنا، عالم سے مصافحہ کرنا، یہ سب عبادات بدنیہ ہیں اور سب بحالِ جنابت بھی روا ہیں۔ حدیث میں ہے حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

خمس من العبادۃ قلۃ الطعم والقعود فی المساجد والنظر الی الکعبۃ والنظر الی المصحف والنظر الی وجہ العالم۔[4] رواہ فی مسند الفردوس عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

پانچ چیزیں عبادت سے ہیں کم کھانا اور مسجد میں بیٹھنا اور کعبہ کو دیکھنا اور مصحف کو دیکھنا اور عالم کا چہرہ دیکھنا۔ (اسے مسند فردوس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا گیا ہے۔ ت)

---

[1] القرآن ۹/ ۱۰۲

[2] الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۸

[3] ردالمحتار 〃 مصطفی البابی مصر ۵/ ۲۸۱

[4] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۹۶۹ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۱۹۵

Marfat.com

دارقطنی وغیرہ کی روایت یوں ہے کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

خمس من العبادۃ النظر الی المصحف و النظر الی الکعبۃ و النظر الی الوالدین و النظر فی زمزم وھی تحط الخطایا و النظر فی وجہ العالم[1]

پانچ چیزیں عبادت سے ہیں مصحف کو دیکھنا اور ماں باپ کو دیکھنا اور زمزم کے اندر نظر کرنا اور اس سے گناہ اُترتے ہیں اور عالم کا چہرہ دیکھنا۔

صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے :

لقینی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانا جنب فاخذ بیدی فمشیت معہ حتی قعد فانسللت فاتیت الرحل فاغتسلت ثم جئت وھو قاعد فقال این کنت یا ابا ھریرۃ فقلت لہ فقال سبحان اللہ یا ابا ھریرۃ ان المؤمن لاینجس[2]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اچانک ملاقات ہوگئی حالانکہ میں حالتِ جنابت میں تھا تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا میں آپ کے ساتھ چلتا رہا حتی کہ آپ تشریف فرما ہُوئے تو میں چپکے سے نکل گیا رہائش گاہ میں جاکر غسل کیا پھر واپس آیا تو آپ تشریف فرما تھے، فرمایا : اے ابوہریرہ! کہاں چلے گئے تھے؟ میں نے ساری بات عرض کی، تو آپ نے فرمایا : سبحان اللہ، ابوہریرہ! مومن ناپاک نہیں ہوتا۔ (ت)

اور افضل واعلٰی تمام عباداتِ بدنیہ جن کے لیے طہارتِ صغرٰی نہ کبرٰی کچھ شرط نہیں، ذکرِ الٰہی ہے اور دعا و ذکر کا عبادت ہونا بدیہی ہے بلکہ ذکر ہی اصلِ جملہ عبادات ہے قال تعالٰی اقم الصلوۃ لذکری[3] (میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ۔ ت) اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حدیث ہے :

الدعاء مخ العبادۃ۔ رواہ الترمذی[4] عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

دعا مغزِ عبادت ہے (اسے ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور ان کے لیے طہارت شرط نہ ہونا ظاہر، ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں :

---

[1] کنز العمال بحوالہ دارقطنی حدیث ۴۳۴۹۴ التراث الاسلامی مصر ۵/ ۸۸۰

[2] الصحیح للبخاری کتاب الغسل باب الجنب یخرج ویمشی فی السوق قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۲

[3] القرآن ۲۰/ ۱۴

[4] جامع للترمذی ابواب الدعوات ماجاء فی فضل الدعاء امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۷۳

Marfat.com

کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یذکر اللہ علی کل احیانہ[1] رواہ مسلم وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے جمیع اوقات میں ذکرِ الٰہی فرماتے تھے (اسے مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ ت)

جنب کو بہ نیتِ دُعا وثنا الحمد وآیۃ الکرسی پڑھنے کی اجازت ہے والمسئلۃ مشھورۃ وفی الکتب مزبورۃ (یہ مسئلہ نہایت مشہور ہے اور کتب میں مسطور ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۷ ۲۶ رجب ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کا روزہ نفل رکھنا کیسا ہے، ایک شخص نے جمعہ کا روزہ رکھا دوسرے نے اُس سے کہا جمعہ عید المومنین ہے روزہ رکھنا اس دن میں مکروہ ہے اور باصرار بعد دوپہر کے روزہ تڑوادیا اور کتاب سرالقلوب میں مکروہ ہونا لکھا ہے دکھلادیا ایسی صورت میں روزہ توڑنے والے کے ذمّے کفارہ ہے یا نہیں؟ اور تڑوانے والے کو کوئی الزام ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جمعہ کا روزہ خاص اس نیت سے کہ آج جمعہ ہے اس کا روزہ بالتخصیص چاہئے مکروہ ہے مگر نہ وہ کراہت کہ توڑنا لازم ہو، اور اگر خاص بہ نیتِ تخصیص نہ تھی تو اصلاً کراہت بھی نہیں، اُس دُوسرے شخص کو اگر نیتِ مکروہہ پر اطلاع نہ تھی جب تو اعتراض ہی سرے سے حماقت ہوا اور روزہ توڑ دینا شرع پر سخت جرأت، اور اگر اطلاع بھی ہُوئی جب بھی مسئلہ بتادینا کافی تھا نہ کہ روزہ تڑوانا اور وُہ بھی بعد دوپہر کے، جس کا اختیار نفل روزے میں والدین کے سوا کسی کو نہیں، توڑنے والا اور تڑوانے والا دونوں گنہگار ہوئے، توڑنے والے پر قضا لازم ہے کفارہ اصلاً نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶

Marfat.com

سحر و افطار کا بیان

مسئلہ ۲۵۸ تا ۲۶۰: از پنڈرارو ڈ ضلع بلاسپور ملک متوسط مرسلہ منشی عتیق احمد صاحب ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں :

(۱) فالئٰن باشروھن، کلوا واشربوا حتیٰ ثم اتموا الصیام الی اللیل، ولا تباشروھن وانتم [1] اب تم مباشرت کرسکتے ہو، کھاؤ پیو یہاں تک، پھر روزہ کو رات تک پورا کرو، اور نہ مباشرت کرو جبکہ تم۔ (ت)

ان چاروں اوامر مشروطہ و نہی ظاہر آیۂ آخر، آیۂ کریمہ تلك حدود الله فلا تقربوھا[2] (یہ اللہ کی حدود ہیں ان کے قریب نہ جاؤ۔ ت) سے متعلق ہے یا نہیں، اگر نہیں ہے تو جمع کا صیغہ کیوں فرمایا گیا، اگر صرف نہی آخر سے متعلق ہے تو حدود اللہ کس طرح ایک پر عائد۔

(۲) جیسا کہ الخیط الابیض من الخیط الاسود[3] (سفید دھاگا کالے دھاگے سے واضح ہوجائے۔ ت)

---

[1] القرآن ۲/ ۱۸۷　　[2] ایضاً
[3] ایضاً

Marfat.com

میں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے حقیقی تاگے کو سمجھا تو من الفجر (فجر ہونے تک۔ ت) نازل ہوا۔ تلك حدود اللہ (یہ اللہ کی حدود ہیں۔ ت) کا نزول بھی کیا اسی طرح ہُوا ہے جبکہ بعض نے سفیدۂ صبح تک کھایا ہو جس سے اندیشہ روزے میں خلل ہونے کے باعث ان احکام اربعہ کے بعد تلك حدود اللہ نازل ہُوئی ہو یا یہ آیت نازل ہونے پر بھی صبح ظاہر ہونے تک کھانے کا معمول برابر جاری رہا عموماً ہر ایک سحری کھاتا رہا۔

(۳) حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سحری کھانا بالکل قریب صبح کے دوامی تھا یا اتفاقی، جیسا کہ بعض حدیثوں میں مروی ہے اور اگر معمول دوامی تھا تو کیا آخر تک رہا اور اسی طرح عموماً سب کو اجازت تا آخر وقت بالقصد ہے یا اس حالت میں کہ آخر وقت ہی اس کو ملا ہو تب۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) سب احکام مذکورہ کی طرف اشارہ ہے، معالم میں ہے:

تلك حدود اللہ یعنی تلك الاحکام التی ذکرھا فی الصیام والاعتکاف[1] یہ اللہ کی حدود ہیں یعنی یہ وہ احکام ہیں جن کا ذکر اس نے روزے اور اعتکاف کے بارے میں فرمایا ہے (ت)

بیضاوی میں ہے:

ای الاحکام التی ذکرت[2] (یعنی وُہ احکام جو پیچھے ذکر ہُوئے ہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۲) اس آیت کا نزول من الفجر[3] کے طور پر نہیں سحری کی تاخیر مستحب و مسنون ہے، احادیثِ صحیحہ میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تعجیلِ افطار و تاخیرِ سحور کا حکم فرمایا اور ارشاد ہوا:[4]

"میری اُمت ہمیشہ خیر سے رہے گی جب تک افطار میں جلدی اور سحر میں دیر کرے گی۔"

مگر تعجیلِ افطار کے معنٰی یہ ہیں کہ جب غروبِ آفتاب پر یقین ہو جائے فوراً افطار کرلے وہم و وسوسہ کو دخل نہ دے نہ بلاوجہ رافضیوں کی طرح شب کا ایک حصہ داخل ہونے کا انتظار کرے، ایسی جلدی کہ ہنوز غروب میں شک ہو حرام و مفسدِ صوم ہے۔ اور تاخیر سحری کے معنی یہ ہیں کہ اُس وقت تک کھائے جب تک طلوعِ فجر

---

[1] معالم التنزیل مع الخازن تحت آیت تلک حدود اللہ الخ مصطفی البابی مصر ۱/۱۶۵

[2] بیضاوی (انوار التنزیل) علی حاشیۃ القرآن الکریم ,, ۱/۱۴۱

[3] القرآن ۲/۱۸۷

[4] صحیح بخاری باب تعجیل الافطار قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۶۳

مسند احمد بن حنبل مروی از ابوذر دار الفکر بیروت ۵/۱۴۷

Marfat.com

کا ظن غالب نہ ہو بخلاف افطار کے کہ وہاں بحالتِ شک روزہ جاتا رہتا ہے، وجہِ فرق یہ ہے کہ شرعِ مطہر کا قاعدہ کلیہ ہے کہ الیقین لایزول بالشك یعنی شک سے یقین زائل نہیں ہوتا۔ رات میں طلوعِ فجر کا جب تک شک نہ ہوا تھا بقائے لیل پر یقین تھا وقوعِ شک سے بھی یہ یقین زائل نہ ہوگا اور رات ہی کا حکم رہے گا جب تک طلوعِ فجر کا ظن غالب نہ ہو، ولہذا ارشاد فرمایا:

حتی یتبین لکم الخیط الابیض یہاں تک کہ سفید ڈورا تمھارے لیے خوب ظاہر ہو جائے۔[1]

اور افطار میں غروبِ شمس جب تک مشکوک نہ ہوا تھا دن پر یقین تھا تو حالتِ شک میں بھی وہی یقین حاصل اور دن باقی سمجھا جائے گا اور اُس وقت روزہ کھولنا دن میں کھولنا ٹھہرے گا، زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اب تک انھیں قواعد پر عمل رہا ہے۔

(۳) تاخیرِ سحور بمعنی مذکور مطلقاً مستحب و مسنون ہے صرف اسی حالت کی خصوصیت نہیں کہ اخیری وقت آنکھ کھلی ہو، عادتِ مستمرہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یہی تاخیر تھی، ہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے برابر کسی کا علم نہیں ہو سکتا، حضور صاحبِ وحی صاحبِ علمته علم الاولین والاٰخرین (تمام اولین و آخرین کے علوم کے جامع۔ ت) وصاحبِ علّمك مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیك عظیما[1] (اللہ نے تعلیم دی ہر اس کی جو آپ نہ جانتے تھے اور اللہ کا آپ پر فضلِ عظیم ہے۔ ت) ہیں اوقات حقیقیہ جن میں حدِ مشترک صرف ایک آن ہوتی ہے، اُن کا امتیاز حقیقی طاقتِ بشری سے خارج ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُس پر مطلع تھے، لہذا احیاناً ایسی تاخیر واقع ہوئی کہ دوسرا اس پر قادر نہیں، ایک شب سحری تناول فرمانے کے بعد صرف اتنے وقفہ پر کہ آدمی پچاس آیات پڑھ لے نمازِ صبح شروع فرما دی۔ ایسے امور میں اتباع کی قدرت نہیں، ہمارے لیے وہی حکم ہے جو جوابِ سوالِ ثانی میں مذکور ہوا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۱: از شہر کہنہ بریلی ۲۷ رجب ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ مسئلہ جو مشہور ہے کہ رمضان شریف میں رات کے سات حصے کئے جائیں، جب ایک حصہ رات کا باقی رہے کھانا پینا ترک کردے، آیا یہ مسئلہ صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

یہ قاعدہ ہرگز صحیح نہیں بلکہ کبھی رات کا ہنوز چھٹا حصہ باقی رہتا ہے کہ صبح ہو جاتی ہے اور کبھی ساتواں

---

[1] القرآن ۴/ ۱۱۳

Marfat.com

آٹھواں، نواں، یہاں تک کہ کبھی صرف دسواں حصہ تقریباً رہتا ہے اُس وقت صبح ہوتی ہے ہم رؤس بروج کے لیے بریلی اور اس کے موافق العرض شہروں میں ایک تقریبی نقشہ دیتے ہیں جس سے اس اجمال کی تفصیل ظاہر ہوگی، افقِ حقیقی پر انطباق مرکزِ شمس جانبِ مغرب سے، اُسی پر انطباق مرکز جانب شرق تک شب نجومی ہے اور افق حسی بالمعنی الثانی سے تجاوز کنارہ آخرین شمس جانب غرب سے اُسی افق سے ارتفاع کنارہ اولین شمس جانب شرق تک شب عرفی ہے اس کی تحصیل میں دونوں جانب کے دقائق انکسار بھی شب نجومی سے ساقط کیے جاتے ہیں اور افق حسی مذکور سے تجاوز کنارہ آخرین شمس سے طلوعِ فجر صادق تک شب شرعی ہے تحصیل فجر میں بھی جانب طلوعِ شمس کہ دقائق انکسار وقت باقی سے مستثنیٰ ہیں۔ یہ نقشہ خود فقیر کا ایجاد ہے جس کا اجمالی بیان یہ ہوا اور جو شخص اس فن میں کچھ ادراک رکھتا ہو اُسے تفصیل بھی بتائی جا سکتی ہے، و باللہ التوفیق وللہ الحمد والمنۃ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

تاریخ شمسی	راس برج	نصف قوس شب نجومی		نصف قوس شب عرفی		نصف قوس صبح		نصف قوس شب شرعی		منٹ شب عرفی	منٹ صبح	نسبت صبح بشب عرفی	تخمینی نسبت
		گھنٹے	منٹ	گھنٹے	منٹ	گھنٹے	منٹ	گھنٹے	منٹ				
۲۰ مارچ	حمل	۱۲	۰	۱۱	۵۴	۱	۲۰	۱۰	۳۴	۷۱۴	۸۰	۴۰/۳۵۷	نواں حصہ
۲۲ اپریل	ثور	۱۱	۱۰	۱۱	۵۴	۱	۲۴	۹	۴۰	۶۶۴	۸۴	۲۱/۱۶۶	آٹھواں حصہ
۲۲ مئی	جوزا	۱۰	۲۸	۱۰	۲۲	۱	۳۱	۸	۵۱	۶۲۲	۹۱	۹۱/۶۲۲	ساتواں حصہ
۲۲ جون	سرطان	۱۰	۱۲	۱۰	۶	۱	۳۶	۸	۳۰	۶۰۶	۹۶	۱۶/۱۰۱	چھٹا حصہ قدرے کم
۲۲ جولائی	اسد	۱۰	۲۸	۱۰	۲۲	۱	۳۱	۸	۵۱	۶۲۲	۹۱	۹۱/۶۲۲	ساتواں حصہ
۲۲ اگست	سنبلہ	۱۱	۱۰	۱۱	۵۲	۱	۲۳	۹	۲۹	۶۶۲	۸۲	۸۳/۶۶۲	آٹھواں حصہ
۲۳ ستمبر	میزان	۱۲	۰	۱۱	۵۲	۱	۱۹	۱۰	۳۳	۷۱۲	۷۹	۷۹/۷۱۲	نواں حصہ
۲۲ اکتوبر	عقرب	۱۲	۵۰	۱۲	۴۲	۱	۱۹	۱۱	۲۳	۷۶۲	۷۹	۷۹/۷۶۲	انیس عہ حصوں سے دو حصے
۲۲ نومبر	قوس	۱۳	۳۲	۱۳	۲۲	۱	۲۲	۱۲	۰	۸۰۲	۸۲	۴۱/۴۰۱	دسواں حصہ
۲۲ دسمبر	جدی	۱۳	۴۸	۱۳	۴۰	۱	۲۵	۱۲	۱۵	۸۲۰	۸۵	۱۷/۱۶۴	دسواں حصہ
۲۲ جنوری	دلو	۱۳	۳۲	۱۳	۲۲	۱	۲۲	۱۲	۰	۸۰۲	۸۲	۴۱/۴۰۱	دسواں حصہ
۲۱ فروری	حوت	۱۲	۵۰	۱۲	۴۲	۱	۱۹	۱۱	۲۳	۷۶۲	۷۹	۷۹/۷۶۲	انیس عہ حصوں سے دو حصے

عہ یعنی نواں حصہ قدرے کم

Marfat.com

ان بیانوں سے واضح ہوا کہ راس السرطان کی صبح جس طرح تمام سال میں سب صبحوں سے باعتبار نسبت بڑی ہے کہ کوئی صبح اپنی رات کا اتنا بڑا حصہ نہیں ہوتی، یونہی وہ مقدار میں بھی جمیع صبحوں سے زائد ہے کہ اتنی مدت کوئی صبح نہیں پاتی مگر اس کے خلاف راس الجدی کی صبح باآنکہ نسبت میں تمام صبحوں سے کم ہے کہ کوئی صبح اپنی رات کا اتنا چھوٹا حصہ نہیں ہوتی لیکن وہ مقدار میں سب سے کم نہیں بلکہ نصف جنوبی میں سب سے زائد مقدار کی

مختصر جدول یہ ہے

تاریخ	برج	نسبت صبح وشب عرفی	برج	تاریخ
۲۲ جون	سرطان	چھٹا حصہ کچھ کم	سرطان	۲۲ جون
۲۳ جولائی	اسد	ساتواں حصہ کچھ زیادہ	جوزا	۲۲ مئی
۲۴ اگست	سنبلہ	آٹھواں حصہ	ثور	۲۱ اپریل
۲۴ ستمبر	میزان	نواں حصہ	حمل	۲۰ مارچ
۲۴ اکتوبر	عقرب	نواں حصہ قدرے کم	حوت	۲۰ فروری
۲۳ نومبر	قوس	دسواں حصہ کچھ زیادہ	دلو	۲۱ جنوری
۲۲ دسمبر	جدی	دسواں حصہ اس سے کچھ کم	جدی	۲۲ دسمبر

فجر ہے، سال میں سب سے چھوٹی فجر فجرِ اعتدالین ہے مگر وہ نسبت میں سب سے کم نہیں بلکہ نصف جنوبی میں سب نسبتوں سے زائد ہے، نیز روشن ہوا کہ صبح کا اپنی مقدار چھوٹی بڑی ہونے میں مطلقاً تابع روز ہونا کہ جتنا دن گھٹے صبح چھوٹی ہوتی جائے اور جتنا بڑھے ترقی پائے، یا مطلقاً تابع شب ہونا کہ ہمیشہ اس کی کمی فزونی رات کی کاہش وبیشی پر رہے جیسا کہ آج کل کے ناواقف محاسبوں میں کسی نے اسے نہار کسی نے لیل کا ٹکڑا سمجھ کر گمان کیا ہے محض غلط ہے بلکہ صبح اپنی کمی بیشی میں میل شمسی کی تابع ہے اعتدالین پر کہ میل منتفی ہوتا ہے صبح سب سے چھوٹی مقدار پر ہوتی ہے پھر جتنا میل بڑھتا جاتا ہے صبح کی مقدار زیادہ ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ انقلاب پر اپنی اعظم مقادیر پر آتی ہے، پھر جس قدر میل گھٹتا ہے صبح چھوٹی ہوتی جاتی ہے حتی کہ اعتدال پر پھر اپنی انقص مقادیر پر آتی ہے اور انقلاب قطب ظاہر کے اعظم مقادیر انقلاب قطب خفی کے اعظم مقادیر سے بھی اعظم ہوتی ہے، یا عام فہمی کے لیے یوں کہئے کہ صبح ہر دو نصف شمالی وجنوبی میں بڑے کی تابع ہے نصف شمالی میں دن رات سے بڑا ہوتا ہے صبح اس کی زیادت وقلت کے ساتھ بڑھتی گھٹتی ہے اور نصف جنوبی میں رات دن سے بڑی ہوتی ہے، صبح افزائش وکاہش میں اس کے ساتھ چلتی ہے، راس الحمل پر اپنی اقل مقدار تک پہنچ کر دن کے ساتھ بڑھنی شروع ہوئی، جب انقلاب صیفی میں دن اپنی نہایت زیادت پر آیا صبح بھی غایت ازدیاد پر پہنچی پھر دن گھٹنا شروع ہوا صبح بھی انھیں قدموں پر رجعت قہقری کرتی ہوئی گھٹتی چلی یہاں تک کہ اعتدال خریفی پر پھر اسی اقل مقادیر پر آگئی، اب رات کے ساتھ فزونی کرنے لگی جب انقلاب شتوی نے شب یلدا (اندھیری اور طویل رات) دکھائی صبح بھی اس نصف میں اپنی اعظم مقادیر پر آئی، آگے رات

Marfat.com

کم ہوتی چلی، صبح بھی بدستور اُلٹے پاؤں کمی پر پلٹی، حتی کہ اعتدال ربیعی پر پھر انقص مقدار ہوتی، وھٰکذا الیٰ ماشاء اللہ تعالیٰ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

Marfat.com

ھدایۃ الجنان باحکام رمضان

۱۳۲۳ھ

(رمضان کے احکام میں جنّت کی راہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۲۶۲ ازشاہجہان پور محلہ جگدل نگر متصل اسٹیشن ریلوے مرسلہ محمد فصاحت اللہ خاں ۷ رمضان المبارک ۱۳۲۳ھ

بعد ادائے آداب کے عرض پرداز ہوں کہ ایک اشتہار مولوی اعظم شاہ صاحب نے بابت افطار و سحری رمضان المبارک ، نیز پنہ سنہ ل روزے کے جو اوپر نقشہ اور پشت پر نقشہ لکھے ہیں شائع کرکے تقسیم کرتے ہیں. شاہجہان پور بلدہ سال گزشتہ میں بابت چاند عید اضحٰی نزاع ہوچکا ہے اس خیال سے اس نقشہ کی بابت تحقیقات کرنا ضر ہے. آج کے روزے کا نقشہ دیا ہوا بابت افطار و سحری اور نقشہ مولوی اعظم شاہ اور نقشہ مولوی ریاست علی خان صاحب کا مقابلہ کیا گیا جو اعظم شاہ کے نقشہ اور آپ کے نقشہ سے بہت فرق آیا بابت سحری ، اور آپ کا نقشہ اور مولوی ریاست علی خاں کا نقشہ قریب قریب ہے جو کہ اب ایسی حالت میں بڑا نقصان کم علموں کا ہورہا ہے اور ہوگا کیونکہ کل کے روز ایک عورت نے چار بج کر چالیس منٹ پر سحری کھائی، اور جب اس کی حالت مولوی اعظم کو معلوم ہوئی تو انھوں نے فرمایا کہ روزہ جاتا رہا اس پر اس نے روزہ توڑ ڈالا

Marfat.com

جب مولوی ریاست علی خاں صاحب سے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ اُس کا روزہ تھا کیونکہ وُہ وقت سحری کھانے کا تھا اور نیز اس اشتہار میں جو مسائل بابت رمضان المبارک اور وقت افطار اور وقت سحری اور مسائل تراویح کے لکھے ہیں وہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ صحیح لکھے ہیں یا نہیں، بندہ اشتہار مذکور روانہ خدمت عالی کرتا ہے اور بعد ملاحظہ جملہ اشتہار کے اس کے صحیح اور غیر صحیح پر توجہ فرمائی جائے، اور اگر غلط ہے تو جس جس مسئلہ میں غلطی ہو اُس کا جواب بحوالہ کتاب ارقام فرما دیجئے، اگر نقشہ غلط ہو تو بابت نقشہ کے اسی قدر کافی ہے کہ نقشہ غلط ہے اور اس اشتہار کے بھیجنے کی بابت جناب مخدوم ومکرم مولوی ریاست علی خان صاحب نے بھی تاکید فرمائی تھی جب میں نے عرض کیا تھا کہ اس اشتہار کو بریلی روانہ کروں گا تو فرمایا کہ ضرور بھیج دو تاکہ وہاں سے جواب آنے کے بعد اُس اشتہار کی صحت اور غلطی کا اعلان کرا دیا جائے، فقط۔

الجواب

بعد مراسم سنت ملتمس بعد سوال جواب واجب اور وقت وجوب اظہار صواب لازم، اوقات صحیح نکالنے کا فن جسے علم توقیت کہتے ہیں، ہندوستان کے طلبہ تو طلبہ اکثر علماء اس سے غافل ہیں نہ وہ درس میں رکھا گیا ہے نہ ہیأت کی درسی کتابوں سے آسکتا ہے اور جو کچھ مسالہ مولوی مسیح الدین خاں کاکوروی وغیرہ بنا گئے وہ فقط ناکافی ہی نہیں بلکہ سخت اغلاط میں ڈالنے والا ہے، یونہی مرزا خیر اللہ منجم کی دو حرفی جدول سے کوئی ناواقف فن نفع نہیں پا سکتا، اگر کسی نے بڑی تحقیقات چاہی تو زیچ بہادر خانی کی جداول تعدیل النہار سے کام لیا سحری کو تو اُن سے کچھ تعلق ہی نہیں اور افطار میں بھی ناقص ہے جب تک متعدد ضروری اصلاحیں اُس کے ساتھ شریک نہ ہوں، پھر جسے وُہ اصلاحیں آتی ہیں اُسے اُن جداول کی کیا حاجت، فقیر نے اس فن میں نہ نری کتابی باتوں پر اعتماد کیا نہ خالی دلائل ہندسیہ پر، نہ تنہا تجربہ ومشاہدہ پر، بلکہ سب کو جمع کیا اور بتوفیق الٰہی اپنی ذہنی جدتوں سے بہت کچھ کام لیا یہاں تک بفضلہ تعالیٰ برہان وعیان کو مطابق کر دیا، میرا نقشہ بفضلہ تعالےٰ جو واقف نہیں ہوتا جو ہیأت وہندسہ جانتا ہو وہ اُسے براہین کے مطابق پائے گا اور جو نگاہ رکھتا ہو صبح صادق وکاذب کو دیکھ کر پہچان سکتا ہو وُہ اسے مشاہدہ سے موافق پائے گا، میرے نقشوں میں بریلی کی سی سحری و افطار میں پانچ پانچ منٹ کی احتیاط ہوتی ہے اور دوسرے شہروں کا تقریبی وقت بھی اُسی صحت کے ساتھ دیا جاتا ہے کہ کم وبیش چار یا پانچ منٹ احتیاطی رہیں۔ جو نقشہ میرے بتائے ہوئے وقت سے جتنا مخالف ہو یقین جانئے کہ وہ اتنا ہی غلط ہے اگرچہ کسی کا بنایا ہوا ہو، دو نقشے اگر صحیح باقاعدہ دیئے ہوں تو صرف اس قدر فرق کر سکتے ہیں کہ احتیاطی منٹ کسی نے دو ایک کم رکھے کسی نے زائد، یا ایک منٹ کی تحتانی کسر دوں میں کسی نے زیادہ تعمق کیا کسی نے بے ضرورت سمجھ کر مساہلت سے کام لیا وبس۔ اب آپ خود دیکھ سکتے ہیں کہ

Marfat.com

ان مولوی صاحب کے نقشے میں کتنا فرق ہے، شاہجہان پور، بریلی، بداؤں، پیلی بھیت، دہلی، رامپور، لکھنؤ، مرادآباد کے وقت یہاں اور شاہجہان پور والے دونوں نقشوں میں دئے ہیں ان میں ہر شہر کے لیے سحری کے اوقات میں بیس بائیس منٹ تک کا فرق ہے اور دہلی کے لیے تو ۲۸ منٹ تک ہے کہ دو منٹ کم آدھا گھنٹا ہوا مگر پیلی بھیت کے لیے اللہ اعلم کس وجہ سے اس قدر ترقی واقع ہُوئی کہ ابتدار میں وقت ٹھیک آیا اور آخر ماہ میں بڑھتے بڑھتے احتیاطی منٹ کا بھی اصلاً نشان نہ رہا کنارے ہی پر آلگا بلکہ تدقیق کی جائے تو تعجب نہیں کہ کچھ حصہ صبح کا آجائے۔ بات یہ ہے کہ مولوی صاحب نے شاہجہانپور کے وقت بطورِ خود تجویز کرکے باقی شہروں کے لیے صرف اُن کا تفاوت طول جو اُن کے خیال میں تھا گھٹا بڑھا لیا حالانکہ تبدلِ اوقات میں بڑا حصہ تفاوت عرض کا ہے دو شہروں میں تفاوت طول اصلاً نہ ہو صرف اختلاف عرض سے طلوع وغروب وصبح وعشا میں گھنٹوں کا فرق پڑجاتا ہے شاہجہان پور وپیلی بھیت میں اکیس منٹ کا تفاوت کسی طرح نہیں بنتا، یہی حال کلکتے کا ہے کہ اخیر کی تاریخوں میں کچھ ہی خفیف نام احتیاط کا رہ گیا ہے دو سال ہُوئے کہ خاص کلکتے کے اوقات یہاں سے شائع ہوئے تھے ۱۲ نومبر سے ۲۸ تک تاریخیں اس سال بھی پڑی ہیں ان سے ملاکر دیکھ سکتے ہیں پرچہ مرسل ہے افطار کے اوقات میں اتنا زیادہ تفاوت نہیں مگر اس کا تھوڑا بھی بہت ہے، مثلاً شاہجہانپور میں احتیاطی منٹ گھٹتے گھٹتے آخر میں صرف ایک ہی رہ گیا مگر دہلی پر آفت پوری ہے اول سے آخر تک غروب سے پہلے افطار لکھا ہے خصوصاً آخر میں تو پانچ منٹ پیش از غروب افطار رہوتی ہے، شاہجہانپور میں جس نے ۴ بج کر ۴ منٹ تک سحری کھائی اس کا روزہ یقیناً صحیح ہوا، وہ عورت روزہ توڑنے سے سخت گنہ گار ہُوئی اس کا روزہ نہ ہونے کا حکم محض غلط تھا۔ ابوداؤد، دارمی ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من افتی بغیر علم کان اثمہ علی من افتاہ[1] — جس نے بے علم فتوٰی دیا اس کا وبال فتوٰی دینے والے پر ہے۔ (ت)

اگر گھڑی صحیح تھی تو یقیناً پاؤ گھنٹے سے زیادہ وقت باقی تھا۔ مسلمانو! یہ دین ہے جس پر خدا کی دین ہے وُہ جانتا ہے کہ اس کا سیکھنا مجھ پر دَین ہے قواعد وبراہین ہیأت وہندسہ بالائے طاق سہی، وقت پہچاننا تو ہر مسلمان پر فرض عین ہے، افسوس کہ ہزاروں آدمی حتی کہ بہت ذی علم بھی صبح صادق وکاذب کی ٹھیک تمیز دیکھ کر نہیں بتا سکتے اور اس پر کتب ہیئت وغیرہ کی پریشان بیانیوں نے انھیں اور دھوکے میں ڈالا ہے، سچ

---

[1] سنن ابی داؤد باب التوقی فی الفتیا ای الفتوی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۵۹

Marfat.com

سچ فرمایا امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی نے کہ ابتداء میں انسان کو ان دونوں صبح میں امتیاز مشکل ہوتا ہے بکثرت بار بار بغور مشاہدہ کرتا رہے تو بعنایت الٰہی دونوں صبحیں خوب نگاہ میں جچ جاتی ہیں کہ بنگاہِ اولیں دیکھ کر کہہ سکتا ہے کہ ابھی صبح صادق ہوئی یا نہ ہوئی، یہاں متعدد وجوہ سے لوگ اشتباہ میں ہیں اُن کا بیان کر دینا ضرور ہے کہ مسلمان سمجھ لیں اور اغلاط سے بچیں۔

فاقول وباللہ التوفیق (پس میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ت) **اولاً** صبح کاذب کو حدیث میں مستطیل یعنی لمبی اور صادق کو مستطیر پھیلی ہوئی فرمایا ہے، ناواقف گمان کرتے ہیں کہ صبح کاذب کوئی ڈورے کی مثل باریک سفیدی ہے اور جہاں ذرا چوڑی سفیدی ہُوئی تو صبح صادق ہوگئی یہ محض غلط وہم ہے، رات کی چھائی ہوئی اندھیری میں باریک ڈورا کیا نظر آسکتا صبح کاذب بھی ضرور عرض رکھتی ہے اور نگاہ میں دو تین گز بلکہ اس سے زیادہ تک چوڑی ہوتی ہے بلکہ حدیث کی مراد وہ ہے جو خود حضور پُر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دستِ اقدس کے اشارے سے تعلیم فرمائی کہ شرقاً غرباً جو سفیدی پھیلی ہوتی ہے وُہ صبح کاذب ہے اور دونوں دست مبارک کی کلمے کی انگلیاں ملاکر ہاتھ پھیلائے یعنی جنوباً شمالاً افق میں پھیلنے والی سپیدی پھیلی صبحِ صادق ہے۔

ثانیاً بعض کتب میں صبح کاذب کی وجہ تسمیہ یہ لکھی کہ یعقبہ ظلمۃ فالافق یکذب بہ یعنی اس کے عقب میں ظلمت ہوتی ہے، یہ سپیدی تو کہہ رہی ہے صبح ہوگئی، افق اس کی تکذیب کرتی ہے لہذا اسے صبح کاذب کہتے ہیں۔ اس کے معنے علمائے[ع] زمانہ قریب نے یہ سمجھ لیے کہ صبح کاذب کی سپیدی جا کر اُس کے بعد اندھیرا ہوجاتا ہے پھر صبح صادق نکلتی ہے حالانکہ یہ محض باطل ہے، صبح کاذب کی سپیدی جہاں شروع ہوتی ہے وُہ اخیر تک بڑھتی ہی جاتی ہے ہرگز غروبِ آفتاب تک وہاں تاریکی نہیں آتی بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ صبح کاذب کی سپیدی افق سے بہت اونچی ظاہر ہوتی ہے اور اس کے عقب میں اس کے پیچھے یعنی افق میں اس کے نیچے بالکل اندھیرا ہوتا ہے، جب صبح صادق پھیلتی ہے یہ تاریکی بھی روشنی سے بدل جاتی ہے۔

ثالثاً بعض کتب ہیئت اور ان کے اتباع سے بعض کتب فقہ مثل ردالمحتار میں لکھ دیا کہ جب آفتاب افق سے ۱۵ درجے نیچے رہتا ہے اس وقت صبح صادق ہوتی ہے، اور صبح کاذب اس سے صرف تین درجے پہلے، یعنی ۱۸ درجے کے انحطاط پر ہوتی ہے [illegible] ہزاروں بار [illegible] یہ محض غلط ہے بلکہ جب آفتاب کا انحطاط قریب ۱۸ درجے کے رہ جاتا ہے اس وقت یقیناً صبح صادق ہوجاتی ہے، صبح کاذب اس سے بہت درجوں پہلے ہوچکتی ہے، میں نے آج ہی رات کہ شب ہشتم ماہ مبارک ہے بچشم خود معائنہ کیا کہ آفتاب ہنوز تینتیس درجے سے زیادہ افق سے نیچا تھا کہ صبح کاذب اپنی جھلک دکھا رہی تھی، صبح صادق ہونے کو ایک گھنٹے کامل سے بھی زیادہ وقت باقی تھا۔

ع: یعنی سعد اللہ صاحب رامپوری ۱۲

Marfat.com

رابعًا عوام صبح کا طلوع ہونا سُنتے ہیں تو اپنے زعم میں یہ گمان کرتے ہیں کہ افق یعنی زمین کے کنارہ سے یہ سپیدی اُٹھتی ہوئی جب بلندی پر آتی ہے تو ہمیں مکانوں میں یا چھت پر دکھائی دیتی ہے جیسے آفتاب وغیرہ ستارے کہ شہر میں اپنے طلوع سے دیر کے بعد نظر آتے ہیں اس بنا پر وہ صبح ہوتی دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ بہت پہلے ہو چکی ہے جب تو اتنی بلندی آگئی ہے حالانکہ یہ بھی ان کا محض وہم ہے بلکہ یہ سفیدی افق سے بہت اونچی ہی ہماری نظروں میں پیدا ہوتی ہے۔ فرض کیجئے کہ آدمی جنگل بلکہ سمندر میں ہو کہ نگاہ کے سامنے درخت، غبار، ابر وغیرہ کوئی شے اصلاً حائل نہ ہو تو وہاں بھی یہ بیاض افق سے بہت اوپر ہی حادث ہو گی اور اس کے نیچے تمام کنارۂ آسمان تاریک ہوگا، اسی کو تو یعقبہ ظلمۃ (اس عقب میں ظلمت ہوتی ہے) کہا گیا، اپنی ہی سمجھ کے قابل یوں سمجھیں کہ نظر بواقع ضرور ہے کہ آفتاب کی کرنیں پہلے اُس حصّے میں سپیدی لاتی ہوں گی جو کنارۂ زمین کے متصل ہے مگر وہ نہ کبھی محسوس ہوتی نہ ہو، افق میں بخارات کا ازدحام اور خطوط نظر کا صدہا مِیل بخار وغیرہ کثافات کو طے کر کے اُفق تک جانا، آفتاب کی دھوپ جیسی روشن چیز کو کتنا میلا کر کے دکھاتا ہے کہ سپیدی کی جگہ سرخی معلوم ہوتی ہے اور تیزی نام کو نہیں ہوتی پھر یہ خفیف ضعیف سپیدی کیا اس قابل ہے کہ افق میں نظر آسکے جو صاف بھی کم ہے اور نظر سے دُور بھی بہت ہے یہ تو ہمیشہ اوپر ہی چمکے گی جہاں نظر سے قُرب بھی ہے اور جگہ بہ نسبت افق صاف تر ہے۔

خامسًا بعض کتب میں واقع ہُوا کہ صبح رات کا ساتواں حصّہ ہے، اسے لوگ ہر موسم میں و ہر مقام کے لیے عام سمجھ لیے، حالانکہ جن عالم نے ایسا فرمایا وہ اُس موسم اور اُس عرض بلد کے لیے خاص تھا ورنہ یقیناً صبح ہمارے بلاد میں رات کے چھٹے حصّے سے دسویں حصے تک ہوتی ہے جس کی مفصل جدول فقیر نے اپنے فتاویٰ میں لکھی ہے اس ماہِ مبارک میں بھی صبح رات کے نویں حصے سے دسویں حصّے تک ہے، جو لوگ ساتواں حصہ لگائیں گے وُہ آپ ہی رات کو دن بنائیں گے، اب ہم بتوفیق اللہ تعالیٰ صبح کاذب کے شروع سے صبح صادق کے انتشار تک جو صُورتیں اس سپیدی کی پیش آتی ہیں اُن کا واضح بیان کرتے ہیں جو آج تک کسی کتاب میں نہ لکھا گیا جو ہمارا برسوں کا مشاہدہ ہے اور جسے بغور سمجھ لینے والا ان شاء اللہ تعالیٰ بہت جلد صبح کاذب و صادق میں امتیاز کا ملکہ پیدا کر سکتا ہے:

(۱) اُفق سے کئی نیزے بلندی پر جانبِ مشرق آج جہاں سے آفتاب نکلنے کو ہو اس کی سیدھ میں یعنی دائرہ منطقۃ البروج کی سطح کرۂ بخار پر رات کی اندھیری میں ایک خفیف سپیدی کا دھبہ پیدا ہوتا ہے جسے چاروں طرف سے رات کی اندھیری گھیرے ہوئے ہے اس انداز پر [illegible] یہ صبح کاذب کی بنیاد پڑتی ہے۔

(۲) جُوں جُوں آفتاب افق کے نزدیک آتا جاتا ہے یہ سپیدی ترقی کرتی ہے مگر ترقی معکوس یعنی اوپر سے

Marfat.com

نیچے کو بڑھتی جاتی ہے، پہلے افق سے بہت اُونچی جھکی تھی اور نیچے دُور تک اندھیرا تھا اب وُہ اونچی سپیدی تو اپنی جگہ رہتی ہے اور اس کے نیچے سپیدی اور اس میں ملتی جاتی ہے یہاں تک کہ شدہ شدہ افق کے قریب تک آنے کو ہوتی ہے مگر ان سب حالتوں میں وُہ ایک طولانی ستون کی حالت میں ہوتی ہے گویا ایک سفید چادر اوپر سے نیچے لٹکائی گئی ہے کہ اسی کی حد تک سپیدی ہے اور آس پاس بالکل اندھیرا ان شکلوں پر

(۳) ان تمام اشکال کے بعد اس عمود کے حصہ زیریں کے دونوں پہلوؤں پر نہایت تھوڑی دُور تک ایک خفیف بھورا پن خاکستری رنگ پیدا ہوتا ہے کہ کبھی تمیز میں آتا ہے اور معاً نگاہ کے نیچے سے نکل جاتا ہے اس طرز پر اب یہ وہ وقت کہ صبح صادق اپنے رُخِ روشن سے نقاب اُٹھایا چاہتی ہے مگر ہنوز صبح نہیں کہ اُس کے لیے تبیّن شرط ہے اور یہ متبیّن نہیں،

قال اللہ تعالیٰ حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر[1] — اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: یہاں تک کہ تمھارے لئے ظاہر ہو جائے سفیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے پَو پھٹ کر۔ (ت)

ان تمام حالتوں تک صبح کاذب ہی ہے اور نمازِ عشاء اور سحری کھانے کا وقت بالاتفاق باقی ہے۔

(۴) اس کے بعد وہ دونوں پہلو سپید ہو جاتے ہیں اگرچہ ان کی سپیدی مائل بہ تیرگی ہوتی ہے اور جنوباً شمالاً اس کا عرض بہت خفیف ہوتا ہے، اس وضع پر یہ ابتدائے صبح ہے اور اس وقت میں ہمارے مشائخ کرام کو اختلاف ہے، بعض نے اُسے صبح قرار دیا اور یہی احوط ہے، اور بعض نے 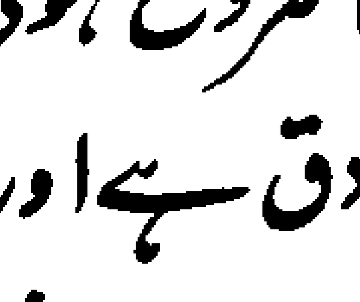 بلحاظ شرط استطارہ وانتشار اسے بھی صبح کاذب کے حکم میں رکھا اور یہی اوسع ہے۔ ان جمیع حالتوں میں عمود کے تمام بالائی حصے کے آس پاس نری سیاہی ہوتی ہے۔

(۵) اس کے بعد دونوں پہلوؤں کی یہ سپیدی آناً فاناً جنوباً شمالاً پھیلنا شروع ہوتی ہے اور ایک خفیف دیر میں پھیل جاتی ہے۔ اس طور پر 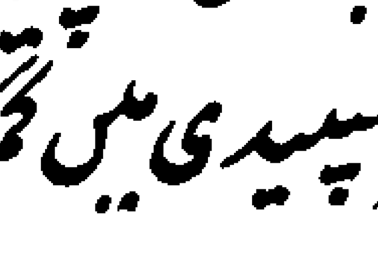 یہ یقینی اجماعی صبح صادق ہے اور ہنوز وہ عمود بدستور باقی، اور اس کے تین طرف سیاہی ہوتی ہے مگر یہ سچی سپیدی جیسی جیسی جنوب شمال میں پھیلتی ہے ساتھ ہی نیچے سے اوپر چڑھتی جاتی ہے برعکس سپیدی کاذب کے کہ اوپر سے نیچے بڑھتی آتی تھی یہاں تک کہ اب وُہ عمود سپید رفتہ رفتہ اس منتشر سپیدی میں گم ہوتے ہوتے فنا ہو جاتا ہے یعنی اُس کے اطراف کی

---

[1] القرآن ۲ / ۱۸۷

Marfat.com

ساری سیاہی کو سپیدی گھیر لیتی ہے اور اب اس عمود کی صورت متمیز نہیں رہتی ان صورتوں پر

۳ مثال ۵ ۲ مثال ۵ مثال ۵

(۶) اب یہ سپیدی جس طرح آسمان پر بڑھی زمین کی جانب بھی متوجہ ہوتی اور صحن و بام کو روشن کر دیتی ہے یہ وقت اسفار ہے کہ نماز صبح کا مستحب وقت ہے اور اس سے پہلے اندھیرے میں پڑھنی خلافِ مستحب۔

(۷) جب آفتاب اور زیادہ قریبِ افق آتا ہے یہ سپیدی سُرخی لاتی ہے پھر سنہرا پن پھر چمکدار سپیدی اُس کے متصل طلوعِ آفتاب ہے، پانچویں شکل جو اجماعی صبح ہے اسے جانے دیجئے، تو چوتھی شکل بھی اس رمضان مبارک اور اس سے پہلے کے متعدد رمضانوں میں بریلی و شاہجہانپور میں تیسری شب کی صبح اُن گھڑیوں سے بھی جو پار سال تک حال کی گھڑیوں سے نو منٹ کم تھیں کبھی کسی دن ٹھیک پانچ بجے بھی نہ ہوتی اور اخیر تاریخوں میں جو چاہے آزما کر دیکھ لے، سوا پانچ بجے تک بھی ہرگز نہ ہوگی تو چار بج کر ۴۰ منٹ پر روزہ نہ ہونے کا حکم کیونکر صحیح ہو سکتا ہے، تمیز کے لیے ایک اور پہچان گزارش کردوں آسمان پر چند کواکب سے ایک شکل حرف کاف بنتی ہے اس وضع پر یہ کاف آج کل پچھلی رات کو طالع ہوتا ہے اس سے ایک نیزے کے فاصلے پر ان دنوں بڑا روشن ستارہ زہرہ ہے بریلی میں صبح کاذب کا عمود آج کل اس کاف کے الف یعنی حصہ وسطانی کے گرد ہوتا ہے اور زہرہ تک پھیلتا ہے پھر زہرہ کے دونوں پہلوؤں سے جنوب و شمال کو صبح صادق تجلی کرتی ہے اس شکل پر،

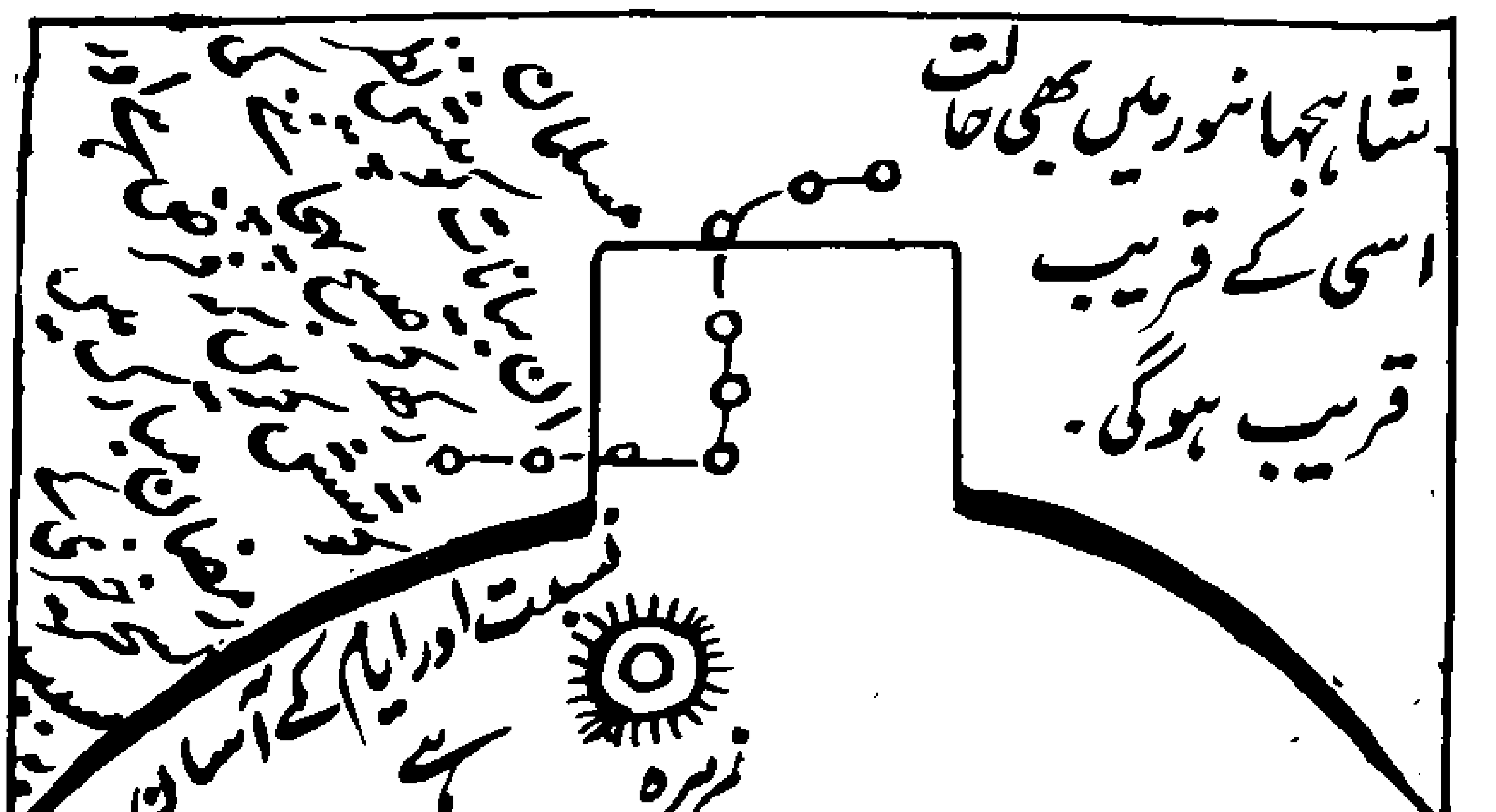

اوقات کے متعلق بیان سے فراغ ہوا۔ رہے مسائل مذکورہ اشتہار، ان میں بھی سخت اغلاط بشدت ہیں، مثلاً:

اول ہلالِ رمضان بحالِ ابر و غبار ایک ثقہ کی گواہی شرط کرنی اس مذہب معتمد و ظاہر الروایۃ مصححہ کے خلاف ہے کہ اجلہ ائمہ مثل امام شمس الائمہ حلوانی و امام برہان الدین فرغانی و امام بزازی وغیرہم نے جس کی تصحیح فرمائی اور نظر بحال زمانہ اس پر اعتماد واجب ہے کہ یہاں شہادت مستور بھی مقبول ہے یعنی جس کا فسق معلوم نہیں اور اس کا ظاہر حال صلاح ہے مگر مذہب امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصریح فرمائی کہ ہلال رمضان میں ثقہ وغیر ثقہ دونوں کی شہادت مقبول ہے غیر ثقہ سے وہی مستور مراد جس کی عدالت باطنی مجہول ہے آج کل ثقہ کی کمیابی ظاہر ہے تو اس ظاہر الروایۃ

Marfat.com

مصحح بالتصریح سے عدول صریح جہل نامقبول، کافی امام حاکم شہید میں ہے:

تقبل شہادة المسلم والمسلمة عدلا کان الشاھد او غیر عدل[1]

مسلمان مرد اور عورت کی شہادت مقبول ہوگی خواہ شاہد عادل ہو یا نہ ہو۔ (ت)

درمختار میں ہے، صححہ البزازی[2] (اس کو بزازی نے صحیح قرار دیا ہے۔ ت) فتح القدیر میں ہے:

وبہ اخذ الحلوانی[3] (اسے حلوانی نے اختیار کیا ہے۔ ت) ردالمحتار میں ہے:

وکذا صححہ فی المعراج والتجنیس و مشی علیہ فی نور الایضاح وانہ ظاھر الروایۃ ایضا فالحاکم الشہید فی الکافی جمع کلام محمد فی کتبہ التی ھی ظاھر الروایۃ والمراد بغیر العدل المستور[4] ملخصاً

معراج اور تجنیس میں اسے صحیح کہا، نور الایضاح نے بھی اسی کو اختیار کیا، اور ظاہر روایت بھی یہی ہے تو حاکم شہید نے الکافی میں امام محمد کا وہ کلام جمع کیا ہے جو ان کی کتب میں مذکور ہے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور غیر عادل سے مراد مستور الحال ہونا ہے (ت)

دوم قبول شہادت کے لیے مطابقت قواعد شرعیہ کے ساتھ مطابقت قواعد عقلیہ کی قید بڑھانی بھی خلاف مذہب معتمد ہے، رؤیت ہلال میں جس قدر عقلی بات کہ شرع مطہر نے بھی قبول فرمائی ہے مثلاً اٹھائیس کو چاند نہیں ہوسکتا اُتنی تو قواعد شرعیہ میں آگئی اس سے زائد جو قواعد اہل ہیئت نے دربارۂ ہلال اپنے ظنون وتخمینات سے گھڑے ہیں شرع نے اصلاً اُن کی طرف التفات نہ فرمایا اور صراحۃً ارشاد فرمایا:

انا امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب الشھر ھکذا او ھکذا[5] الحدیث۔

ہم اُمّی اُمّت ہیں نہ لکھتے ہیں اور نہ ہی حساب جانتے ہیں مہینہ اس طرح، اس طرح ہے الحدیث (ت)

درمختار میں ہے:

لا عبرۃ بقول الموقتین ولو عدولا

مذہب کے مطابق نجومیوں کا قول مقبول نہیں اگرچہ

---

[1] ردالمحتار بحوالہ الکافی للحاکم کتاب الصوم مصطفی البابی مصر ۲/ ۹۹-۹۸
[2] درمختار " مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۸
[3] فتح القدیر " نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۲۵۰
[4] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۲/ ۹۹-۹۸
[5] سنن ابی داؤد " آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۱۷

Marfat.com

علی المذہب[1]۔ | وہ عادل ہوں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

بل فی المعراج لا یعتبر قولھم بالاجماع ولا یجوز للمنجم ان یعمل بحساب نفسہ[2]۔

بلکہ معراج میں ہے کہ نجومیوں کا قول بالاتفاق معتبر نہیں، اور منجم کے لیے اپنے حساب پر بھی عمل کرنا جائز نہیں۔ (ت)

اقول یہ شرع مطہر عالم ماکان ومایکون کے ارشادات ہیں عالم اُمّی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ سیر نیرین ضرور اُس عزیز علیم کے حساب مقدر پر ہے ذٰلک تقدیر العزیز العلیم[3] (یہ سادھا ہے زبردست جاننے والے کا۔ ت) اور کیوں نہ معلوم ہوتا حالانکہ انھیں پر نازل ہوا کہ الشمس و القمر بحسبان[4] (سورج اور چاند حساب سے ہیں۔ ت) بااین ہمہ اُس عالم حقائق عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے درباب رؤیت ہلال حساب کو یک لخت ابطال واہمال فرمایا کہ حضور جانتے تھے کہ یہ اُن محاسبات قطعیہ سے نہیں جن کا ذکر کریمہ بحسبان میں ہے بلکہ ناقص ونامنضبط متاخرین اہل ہیئت کے تخمینات ہیں جن کا تخلف دشوار نہیں، ولہٰذا امام اہل ہیئت بطلیموس نے مجسطی میں باآنکہ ثوابت تک کے ظہور واخفار کے لیے فصل جداگانہ وضع کی، رؤیت ہلال کا اصلاً ذکر نہ کیا کہ وُہ اصلاً اس کے انضباط پر قادر نہ ہُوا اور متاخرین نے جو کچھ لکھا اُن شدید باہمی اختلافات کے بعد (جو مطالعہ شرح مواقف وشرح زیج سلطان وغیرہ سے ظاہر ہیں) خود بھی کوئی ضابطہ صحیحہ نہ بتا سکے ان یتبعون الا الظن وان ھم الا یخرصون[5] (وہ پیچھے نہیں جاتے مگر گمان کے اور وُہ تو نہیں مگر اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔ ت) کے مصداق رہے، ولہٰذا منجمین کے ان حسابات میں اکثر خطا پڑتی ہے، ابھی چند سال کا ذکر ہے کہ رمضان مبارک جنتریوں میں بلااشتباہ ۳۰ روز کا لکھا تھا اور یہاں سے نقشہ سحری وافطار میں ۲۹ دن کا مہینہ شائع ہوا بفضلہ تعالٰی ایسی صاف عام رؤیت ۲۹ کی ہُوئی جس میں اصلاً اختلاف نہ ہوا، مخالفین میں سے ایک صاحب نے بعض خاص احباب سے کہا میں ۲۹ کو نقشہ ہاتھ میں لیے منتظر رہا

---

[1] درمختار	کتاب الصوم	مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۱۴۸
[2] ردالمحتار	"	مصطفی البابی مصر	۲/ ۱۰۰
[3] القرآن	۶/ ۹۶		
[4] القرآن	۵۵/ ۵		
[5] القرآن	۱۰/ ۶۶		

Marfat.com

کہ آج رؤیت نہ ہو اور فوراً نقشہ لے کر پہنچوں کہ ۲۹ کا مہینہ کب ہوا حالانکہ یہ اُن کی خام خیالی تھی، یہاں نقشوں میں تصریح کردی جاتی ہے کہ بربنائے قواعد علم ہیئت ہے، شرع مطہر میں رؤیت پر مدار ہے، اگر رؤیت اس کے خلاف ہو نقشہ پر لحاظ نہ ہوگا، بالجملہ ایسے قواعد عقلیہ کیا قابلِ لحاظ ہو سکتے ہیں جن کے سبب ثقہ عادل کی شہادتِ شرعیہ رَد کی جائے۔

وبہ ظھر الجواب عما ذکرھھنا الامام السبکی الشافعی ان الشھادۃ ظنیۃ والحساب قطعی فانہ رحمہ اللہ تعالٰی ظن انہ کسائر حسابات الھیئۃ من الطلوع والغروب والتحویل والتقویم والخسوف ولیس کذلک بل ھو مثل حساب وقت الکسوف بدایۃ ونھایۃ بل ادون رتبۃ فانہ یتم بعد تکرار الاعمال الطوال مرۃ بعد اخری بخلاف ھذا ومن جرب تجربتی عرف معرفتی لاجرم ردہ کل من جاء بعدہ من محققی الشافعیۃ ایضا وحققوا ان العبرۃ بالشھادۃ الشرعیۃ وان خالفت تلک القواعد العقلیۃ کما فصلہ فی ردالمحتار۔

اس سے امام سبکی شافعی کی گفتگو کا جواب بھی آگیا کہ شہادت ظنی ہے اور حساب قطعی، کیونکہ انھوں نے اسے باقی حسابات مثلاً طلوع، غروب، تحویل، تقویم اور خسوف کی حالت پر قیاس کیا ہے حالانکہ معاملہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ تو ابتداء وانتہا کے اعتبار سے کسوف بلکہ رتبہ کے اعتبار سے اس سے بھی کم درجہ پر ہے کیونکہ یہ یکے بعد دیگرے تکرار عمل سے تام ہوجاتا ہے بخلاف مذکورہ کے، جو بھی مجھ جیسا تجربہ کرے گا اسے ہماری طرح ہی معرفت ہوگی، یہی وجہ ہے کہ ان کے بعد آنے والے محقق شوافع نے بھی ان کا رَد کیا ہے اور یہی ثابت کیا کہ اعتبار شہادت شرعیہ کا ہے اگرچہ وہ قواعدِ عقلیہ کے مخالف ہو، جیسا کہ اس کی تفصیل ردالمحتار میں ہے۔(ت)

سوم، رمضان مبارک میں بحال صفائی مطلع ایک ثقہ کی گواہی مطلقاً رَد کردینا مذہب منقح کے خلاف ہے بلکہ وہ بتصریح محررمذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی اس حالت سے مقید ہے جبکہ اس اکیلے کا رؤیت سے تفرد خلاف ظاہر ہو ورنہ اگر بیرونِ شہر سے آیا اور اہلِ شہر نے نہ دیکھا یا یہ بلندی پر تھا اور لوگ زمین پر، یا لوگوں نے تلاشِ ہلال میں کوشش نہ کی تو صفائے مطلع میں بھی ایک کی شہادت ظاہر الروایۃ مصححہ معتمدہ منقحہ پر مقبول ہے۔

درمختار میں ہے:

صحح فی الاقضیۃ الاکتفاء بواحد ان جاء بخارج البلد اوکان علی

کتاب الاقضیہ میں اس بات کی تصحیح ہے کہ ایک گواہ پر اکتفاء درست ہے جبکہ وہ بیرونِ شہر سے

Marfat.com

مکان مرتفع واختارہ ظہیر الدین[1]

آیا ہو یا وُہ کسی بلند جگہ پر ہو، اور ظہیر الدین نے اسی کو مختار کہا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

واعتمدہ فی الفتاوی الصغری ایضا وھو قول الطحاوی واشار الیہ الامام محمد فی کتاب الاستحسان من الاصل قال فی النھایۃ اذاجاء من خارج المصر اوکان فی موضع مرتفع فانہ یقبل عندنا اھ فقولہ عندنا یدل علٰی انہ قول ائمتنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم وقد جزم بہ فی المحیط وعبر عن مقابلہ بقیل ففیہ التصریح بانہ ظاھر الروایۃ وھو کذلک، ویظھر لی ان لامنافاۃ بینھما لان روایۃ اشتراط الجمع العظیم محمولۃ علٰی ما اذا کان الشاھد من المصر فی مکان غیر مرتفع فتکون الروایۃ الثانیۃ مقیدۃ لاطلاق الروایۃ الاولٰی الخ اھ باختصار[2]۔

فتاوی صغری میں بھی اسی پر اعتماد کیا ہے اور یہی امام طحاوی کا قول ہے امام محمد نے اصل کی کتاب الاستحسان میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے، فرمایا: نہایہ میں ہے جب گواہ بیرونِ شہر سے آیا ہو وہ کسی بلند جگہ پر ہو تو ہمارے نزدیک اس کی گواہی مقبول ہوگی اھ نہایہ کا عندنا یہ واضح کر رہا ہے کہ یہ تینوں ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا قول ہے۔ محیط میں اس پر جزم ہے اور اس کے مقابل قول کو "قیل" سے ذکر کیا اور اس میں تصریح ہے کہ یہ ظاہر الروایت ہے، اور وُہ اسی طرح ہے، میرے نزدیک ان روایات میں کوئی منافات نہیں کیونکہ یہ روایت کہ جمِ عظیم کا ہونا ضروری ہے، یہ اس صورت پر محمول ہے جب گواہ شہری بلند جگہ والا نہ ہو، تو اب دوسری روایت پہلی مطلق روایت کے لیے مقید بن جائے گی الخ اھ اختصاراً (ت)

یہاں تین[3] روایتیں ہیں اور تینوں مصحح، اور تینوں ظاہر الروایۃ ہیں، اور فقیر نے اپنی تعلیقات حاشیہ حاشیہ شامی میں بیان کیا ہے کہ وُہ سب اپنے اپنے محامل پر مقبولہ معمولہ ہیں، اور فقہ میں بڑا کام یہی قول منقح کا ادراک ہے وباللہ التوفیق۔

چہارم جب رمضان دو عادلوں کی شہادت سے ثابت ہُوا ہو اور ۳۰ روزوں کے بعد اکتیسویں شب

---

[1] درمختار | کتاب الصوم | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۴۸
[2] ردالمحتار | " | مصطفی البابی مصر | ۲/۱۰۱

Marfat.com

باوصف صفائے مطلع ہلال نظر نہ آئے تو علماء کو اختلافِ شدید ہے ایسی نادر صورت کے ذکر کی اشتہار میں حاجت نہ تھی، اور ذکر ہوا تو مذہب مفتی بہ کا اتباع ضرور تھا اور یہاں مفتی بہ یہی ہے جس کے ضعف کی طرف اشتہار میں اشعار کیا یعنی عید کرلی جائے اگرچہ چاند نظر نہ آئے، بلکہ علامہ نوح نے فرمایا کہ یہی مذہب ہمارے ائمہ ثلاثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا ہے، اور دوسرا قول کہ ۳۱ روزے رکھے جائیں صرف بعض مشائخ کا ہے تو اس تقدیر پر تو وہ اصلاً قابلِ لحاظ نہ رہا۔ تنویر الابصار میں ہے:

بعد صوم ثلثین بقول عدلین حل الفطر[1]

تیس روزوں کے بعد دو[2] عادل گواہوں کی شہادت پر عید الفطر جائز ہوتی ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای اتفاقا ان کانت لیلۃ حادی والثلثین متغیمۃ وکذا لو مصحیۃ علی ماصحح فی الدرایۃ والخلاصۃ والبزازیۃ[2]۔

یعنی یہ جواز بالاتفاق ہے جب اکتیسویں رات مطلع ابر آلود ہو اور درایہ، خلاصہ اور بزازیہ کی تصحیح کے مطابق اگر مطلع ابر آلود نہ بھی ہو تب بھی یہی حکم ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

ونقل العلامۃ نوح الاتفاق علی حل الفطر فی الثانیۃ ایضا عن البدائع والسراج والجوھرۃ قال والمراد اتفاق ائمتنا الثلثۃ وما حکی فیھا من الخلاف انما ھو لبعض المشائخ، قلت وفی الفیض الفتوی علی حل الفطر[3]

علامہ نوح نے بدائع، سراج اور جوہرہ سے نقل کیا کہ دوسری صورت (جب اکتیسویں رات مطلع ابر آلود نہ ہو) میں بھی جواز عید الفطر پر بھی اتفاق ہے، اور پھر کہا یہاں اتفاق سے مراد ہمارے تینوں ائمہ کا اتفاق ہے اور اس میں جو اختلاف منقول ہے وہ بعض مشائخ کا ہے۔ میں کہتا ہوں فیض میں ہے فتوٰی جواز فطر پر ہے (ت)

مذہب مفتی بہ بلکہ اپنے تمام ائمہ کے مذہب صحیح و معتمد کو ضعیف بتانا اور اُس کے مقابل بعض مشائخ کے قول

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۹

[2] ردالمحتار 〃 مصطفی البابی مصر ۲/۱۰۲

[3] 〃 〃 〃 〃

Marfat.com

پر اعتماد کرنا بحکم درمختار و تصحیح القدوری وغیرہما جہل و خرقِ اجماع ہے۔

پنجم: ۳۰ شعبان کو مطلع صاف ہونے کے ساتھ یوم شک کی تخصیص محض باطل ہے بلکہ مطلع صاف نہ ہو تو ۲۹ شعبان کے بعد کا دن بالاتفاق یوم الشک ہے اور بہ نیتِ رمضان اس کا روزہ رکھنا ممنوع، اختلاف اگر ہے تو اس میں ہے کہ بحالِ صفائے مطلع بھی ۳۰ شعبان یوم الشک ہے یا نہیں، معراج الدرایہ شرح ہدایہ و مجتبٰی شرح قدوری و جامع الرموز شرح نقایہ میں تصریح کی کہ وہ اصلاً یوم الشک نہیں، اور درمختار میں بحوالہ شرح مجمع العینی زاہدی سے نقل کیا کہ بربنائے عدمِ اعتبار اختلاف مطالع وہ بھی یوم الشک ہے کہ شاید کہیں اور رؤیت ہوئی ہو، ردالمحتار میں ہے:

القہستانی قیدہ بما اذا غم فلو مصحیۃ ولم یرا احد فلیس بیوم شك اھ و مثلہ فی المعراج عن المجتبی[1]۔

قہستانی نے اسے اس صورت کے ساتھ مقید کیا جب مطلع ابر آلود ہو، اگر مطلع ابر آلود نہ ہو اور کسی نے چاند بھی نہ دیکھا ہو تو یہ یوم شک نہ ہوگا اھ معراج میں مجتبٰی کے حوالے سے اسی طرح منقول ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

ہو یوم الثلثین من شعبان وان لم یکن علۃ ای علی القول لعدم اعتبار اختلاف المطالع لجواز تحقق الرؤیۃ فی بلدۃ اخری، شرح المجمع للعینی عن الزاہدی[2]۔

یوم شک شعبان کا تیسواں دن ہوگا اگرچہ علت نہ ہو (یعنی مطلع صاف ہو) یعنی اس قول پر جس میں اختلافِ مطالع کا اعتبار نہیں کیونکہ کسی دوسرے شہر میں رؤیت کا ثبوت ہوسکتا ہے۔ یہ امام عینی کی شرح المجمع میں زاہدی کے حوالے سے منقول ہے۔ (ت)

اقول تو کلام زاہدی مضطرب ہوا اور کلام معراج معارض سے سالم رہا اور اُسی کے مثل تبیین الحقائق وغیرہ معتمدات میں ہے اور وہی اظہر و ازہر ہے کہ شک استوائے طرفین کی حالت ہے۔ یہی بحرالرائق میں ہے:

ہو استواء طرفی الادراك من النفی و الاثبات[3]۔

نفی و اثبات کے ادراک کی دونوں اطراف کے برابر ہونے میں شک ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الصوم مصطفی البابی مصر ۲/ ۹۵
[2] درمختار 〃 مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۷
[3] بحرالرائق 〃 ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۴۶

Marfat.com

اور جبکہ مطلع صاف ہو اور چاند اصلاً نظر نہ آئے تو صرف اس احتمال بعید پر کہ شاید کہیں اور سے رؤیت کا ثبوت آجائے شک متحقق ہونا کس درجہ بعید ہے۔

فان مجرد الرؤیۃ فی بلدۃ اخری لایلزمنا مالم تثبت بطریق شرعی وھو احتمال لاعن دلیل فلا یعارض الظن الحاصل من استقراء الحس الصحیح فی المرأی الصریح فافھم۔

محض دوسرے شہر میں دیکھ لینا ہمارے لیے لزوم کو کافی نہیں جب تک طریق شرعی سے اس کا ثبوت نہ ہو، یہ تو بغیر دلیل محض احتمال ہے، اب یہ اس ظن کے مقابل و معارض کیسے ہوسکتا ہے جو حس صحیحہ سے رؤیت صحیحہ میں حاصل ہوتا ہے غور کرو (ت)

ششم یہ کہنا کہ جو لوگ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کرتے اُن کے قول پر روزہ شک کا جائز ہونا چاہئے سخت عجیب، اور دونوں قول سے مخالف و غیر مصیب ہے۔ ۳۰ شعبان کو جب رؤیت نہ ہو تو اس میں ہرگز اختلاف قولین نہیں کہ اُس دن روزۂ رمضان رکھنا گناہ ہے، اختلاف علت حکم میں ہے، جو بحال صفائے مطلع اُسے یوم الشک نہ قرار دیں، اُن کے نزدیک اس لیے کہ لاتقدموا رمضان بصوم یوم ولا یومین (رمضان سے پہلے ایک یا دو دن روزہ نہ رکھو۔ ت)، خود اشتہار میں درمختار سے نقل کیا:

اما علی مقابلہ فلیس بشك ولا یصام اصلاً[1]

اس کے مخالف قول پر یوم شک نہیں تو اب ہرگز روزہ نہ رکھا جائے گا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ولا یجوز صومہ ابتداء لا فرضا ولا نفلاً[2]

رمضان سے پہلے نہ فرضی روزہ رکھا جائے اور نہ نفلی (ت)

اُسی میں ہے:

لانہ لا احتیاط فی صومہ للخواص بخلاف یوم الشك[3]

اس لیے کہ اس روزہ کے رکھنے میں خواص کے لیے کچھ احتیاط نہیں بخلاف یوم شک کے۔ (ت)

---

[1] درمختار | کتاب الصوم | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۴۷
[2] ردالمحتار | " | مصطفی البابی مصر | ۲/۹۵
[3] " | " | " | ۲/۹۵-۹۶

Marfat.com

اور جو اس حال میں بھی یوم الشک کہیں ان کے نزدیک اس لیے کہ:

من صام یوم الشك فقد عصی ابا القاسم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1] — جس نے یوم شک کا روزہ رکھا اس نے حضور ابوالقاسم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ (ت)

درمختار میں ہے:

لایصام یوم الشك ھو یوم الثلثین من شعبان وان لم یکن علۃ الا تطوعا ویکرہ غیرہ[2]۔ (ملخصا) — یوم شک میں روزہ نہ رکھا جائے اور یہ شعبان کا تیسواں دن ہو سکتا ہے اگرچہ کوئی علت نہ ہو، ہاں نفلی روزہ رکھا جا سکتا ہے، اس کے علاوہ مکروہ ہے (ت)

ہفتم اس ایجادی اختراعی حکم کی یہ تعلیل "کیونکہ بالضرور دنیا میں اس روز چاند ہوا ہوگا" اس بالضرور پر کیا دلیل، خود ہی اشتہار میں درمختار و شرح مجمع علینی سے اتنا نقل کیا کہ:

لجواز تحقق الرؤیۃ فی بلدۃ اخری[3] (کیونکہ دوسرے شہر میں رؤیت کا ثبوت ہو سکتا ہے۔ ت) نہ کہ لوجوب وقوع الرؤیۃ فی مکان من الدنیا (دنیا کے کسی گوشے میں رؤیت کا وقوع واجب و لازم ہے۔ ت)

ہشتم اگر ہر ۲۹ کو کہیں نہ کہیں رؤیت ہونی ضرور ہو تو عدم اعتبار اختلاف مطالع پر کہ ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰے عنہم کا وہی مذہب ہے اور اسی پر فتوٰی اور اسی پر اعتماد ہے ہمیشہ رمضان ۲۹ ہی دن کا ہونا لازم ہو کہ بالضرور دنیا میں چاند ہوا ہوگا اور اختلافِ مطالع معتبر نہیں حالانکہ یہ اجماعِ اُمت و نصوصِ صریحہ کے خلاف ہے۔

نہم جب بالضرورۃ کہیں نہ کہیں رؤیت ہونی معلوم، تو ائمہ کا ارشاد کہ ثبوتِ شرعی مثل شہادت و استفاضہ شرعیہ سے دوسری جگہ رؤیت ہونی ثابت ہو تو ہم پر لازم ہوگا ورنہ نہیں کما نص علیہ فی الدرالمختار وسائر الاسفار (جیسا کہ درمختار اور دیگر کتب میں اس پر تصریح ہے۔ ت) محض لغو و مہمل بلکہ غلط و باطل ہو کہ جب یقیناً دوسری جگہ وقوعِ رؤیت معلوم ہے تو یقین سے زیادہ اور کون سا ثبوت چاہیے، کیا ضروریات کے لیے بھی گواہی کی حاجت ہے افسوس کہ علماء نے طریق موجب شرعی سے

---

[1] سنن ابی داؤد — باب کراہیۃ صوم یوم الشک — آفتاب عالم پریس لاہور — ۲/۹۶-۱۵

[2] درمختار — کتاب الصوم — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۴۷

[3] " — " — " — "

Marfat.com

مقید کیا، اشتہاری فتوی دیکھتے تو معلوم ہوتا کہ خود ہی بالضرور ثابت ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

دہم اب یہ تعلیل عجب ہوگی کہ خود مدعا کا ابطال محض کرے گی جب بالضرورت رؤیت معلوم تو جو لوگ اختلافِ مطالع کا اعتبار نہیں کرتے ان کے نزدیک یہ یوم الشک کدھر سے آیا بلکہ یقین یوم الیقین ہے اور روزہ جائز ہونا کیا معنی، بلکہ فرض ہونا چاہئے کہ یقیناً رمضان ہے، بالجملہ ہر ۲۹ کو کہیں نہ کہیں رؤیت ضروری لازم مان لینا معاذ اللہ ائمہ کرام کو مخالفِ اجماعِ مسلمین و مخالفِ نصوص قاطعہ و مجانین قرار دینا ہے جس پر راضی نہ ہوگا مگر بد دین یا مجنون، ہاں احتمال کہئے، پھر اگر ہُوا تو یوم الشک ہُوا اور یوم الشک کا روزہ جائز نہیں پھر جواز کدھر سے آیا۔

یازدہم رمضان و فطر میں اعتبارِ اختلاف مطالع کو قول محققین حنفیہ و محدثین مذہب و مجتہدین روایات فقہیہ قرار دینا محض غلط و تہمت ہے بلکہ اُس کا عدمِ اعتبار ہی ہمارے ائمہ کرام و مجتہدینِ عظام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مذہب ہے اور اسی پر فتوی ہے اور اسی پر جمہور، اور یہی احوط و اقوی من حیث الدلیل، تو بوجوہِ کثیرہ اسی پر عمل واجب، اور اس سے عدول ہرگز جائز نہیں۔ تنویر الابصار و درمختار و بحر الرائق و فتاوٰی خلاصہ وغیرہ میں ہے:

اختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاھر المذھب وعلیہ اکثر المشائخ و علیہ الفتوی[1]

ظاہر مذہب پر اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں، اکثر مشائخ کی یہی رائے ہے اور اسی پر فتوی ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ھو المعتمد عندنا وعند المالکیۃ و الحنابلۃ[2]

ہمارے، مالکیہ اور حنابلہ کے ہاں یہی معتمد ہے (ت)

فتح القدیر میں ہے: الاخذ بظاھر الروایۃ احوط[3] (ظاہر الروایۃ پر عمل احوط ہے۔ ت)

بحر الرائق میں ہے: الاحتیاط العمل باقوی الدلیلین[4] (دونوں دلیلوں سے قوی پر عمل بہتر ہے۔ ت)

---

[1] درمختار — کتاب الصوم — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۴۹

[2] ردالمحتار — " — مصطفی البابی مصر — ۲/۱۰۵

[3] فتح القدیر — " — نوریہ رضویہ سکھر — ۲/۲۴۳

[4] ردالمحتار بحوالہ النہر — خطبۂ کتاب — مصطفی البابی مصر — ۱/۵۴

Marfat.com

عقود الدریہ میں ہے: العمل بما علیہ الاکثر[1] (عمل اس پر کیا جائے جس پر اکثر ہوں۔ ت)

فتاوٰی خیریہ میں ہے:

صرحوا بہ ان ماخرج عن ظاھر الروایۃ لیس مذھبا لابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ولا قولا لہ[2]

فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے کہ ظاہر الروایۃ سے جو خارج ہے وُہ نہ تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب ہوتا ہے اور نہ ہی قول (ت)

بحر میں ہے:

ماخرج عن ظاھر الروایۃ فھو مرجوع عنہ والمرجوع عنہ لم یبق قولا لہ[3] (ملخصًا)

جو ظاہر الروایۃ سے خارج ہو وہ قول مرجوع عنہ ہوتا ہے اور مرجوع عنہ آپ (امام اعظم) کا قول نہیں ہوتا۔ (ت)

شامی میں ہے:

ماخالف ظاھر الروایۃ لیس مذھبًا لاصحابنا[4]

جو قول ظاہر الروایۃ کے خلاف ہو وہ ہمارے اصحاب کا مذہب نہیں ہوتا (ت)

اسی میں ہے: العمل بما علیہ الفتوٰی[5] (جس پر فتوٰی ہو اس پر عمل کیا جائے۔ ت)

تو ان تمام عظیم قولوں کے خلاف دو ایک متاخرین علماء کا قول خلاف کو اشبہ کہہ دینا کیا شبہ ڈال سکتا یا کیا قابلِ التفات ہوسکتا ہے، درمختار میں ہے:

الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل وخرق للاجماع[6]

قول مرجوح پر فیصلہ اور فتوٰی محض جہالت اور اجماع کی مخالفت ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

---

[1] عقود الدریۃ مسائل وفوائد شتّٰی من الحظر والاباحۃ حاجی عبدالغفار و پسران قندھار افغانستان ۲/۳۵۶
[2] فتاوٰی خیریہ کتاب الطلاق دارالمعرفۃ بیروت ۱/۵۲
[3] بحرالرائق کتاب القضاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۲۷۰
[4] ردالمحتار کتاب احیاء الموات داراحیاء التراث العربی، بیروت ۵/۲۷۸
[5] " باب صدقۃ الفطر " " " ۲/۷۸
[6] درمختار مقدمۃ کتاب مجتبائی دہلی ۱/۱۵

Marfat.com

كقول محمد مع وجود قول ابي يوسف اذا لم يصحح او يقو وجهه واولى من هذا بالبطلان الافتاء بخلاف ظاهر الرواية اذا لم يصحح والافتاء بالقول المرجوع عنه[1] اھ۔

جیسا کہ امام محمد کا قول امام ابویوسف کے قول کی موجودگی میں جبکہ اس کی تصحیح نہ کی گئی ہو یا اس کی دلیل قوی نہ ہو اور اولٰی بالبطلان ہے ظاہر الروایۃ کے مخالف پر فتوٰی دینا جبکہ اس کی تصحیح نہ کی گئی ہو اور اسی طرح قول مرجوع عنہ پر فتوٰی دینا ہے اھ (ت)

دوازدہم اقول وباللہ التوفیق ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم جس پر عرش تحقیق مستقر فرمائیں وُہ ایسا نہیں ہوتا کہ اس کے ارکان کسی کے متزلزل کیے متزلزل ہوجائیں، رؤیت ہلال میں اختلافِ مطالع معتبر ماننے والے ذرا سمجھ کر بتائیں کہ اس اعتبار سے کیا مراد، اور وہ کتنی مسافت ہے جس میں اختلافِ مطالع معتبر ہوگا:

اوّلاً اس کے قائلین اس بارے میں خود مختلف ہیں اور مختلف بھی اتنے کہ آٹھ گُنے کا فرق، جواہر لباب وغیرہما میں اُسے ایک مہینہ کی راہ سے مقدر کیا، روزانہ بارہ کوس کی منزل معتاد کے لحاظ سے از انجا کہ میل یہاں کے کوسوں کا $\frac{5}{8}$ ہے ۱۹۲ میل مسافت یکروزہ ہُوئی اور مہینہ بھر کی راہ ۵۷۶ میل جس کے ۱۹۲ فرسخ ہُوئے، جواہر میں اس تحدید پر قصہ سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استدلال کیا:

غدوها شهر ورواحها شهر[2] قال فانه قد انتقل كل غدو ورواح من اقليم الى اقليم وبين كل منهما مسيرة شهر[3]

اس کی صبح کی منزل ایک مہینہ کی راہ اور شام کی منزل ایک مہینہ کی راہ۔ فرمایا وہ ہر صبح وشام ایک اقلیم سے دوسرے اقلیم کی طرف تشریف لے جاتے اور ان کے درمیان ایک ماہ کی مسافت ہوتی۔ (ت)

یہ دلیل جیسی ہے رُولیش ببیں حالت بپرس (اس کا چہرہ دیکھو اور اس کا حال پوچھو۔ ت) ولہذا ایقاظ الوسنان میں اسے نقل کرکے کہا:

في دلالة القصة على ذٰلك نظر[4] (اس مسئلہ پر واقعہ کی دلالت محلِ نظر ہے۔ ت)

---

[1] رد المحتار مقدمۃ الکتاب مطلب لایجوز العمل بالضعیف حتی لنفسہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۵

[2] القرآن ۳۴/۱۲

[3] تنبیہ الغافل والوسنان عن رسائل ابن عابدین بحوالہ القہستانی عن الجواہر سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۲۵۰

[4] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

Marfat.com

ردالمحتار میں فرمایا: لایخفی ما فی ھذا الاستدلال[1] (اس استدلال میں جو نظر ہے وہ مخفی نہیں۔ت) تاج تبریزی نے کہا: بہتر میل سے کم میں اختلاف مطالع ممکن نہیں۔ علامہ رملی شافعی نے شرح منہاج میں اسی کو اختیار کیا اور اسی پر اپنے والد کا فتوٰی بتایا۔ ایقاظ الوسنان میں اسی کو اولٰی کہا،

حیث قال فالاولی ای ماذکرالتاج من ان اختلاف المطالع لایمکن فی اقل من اربعة وعشرین فرسخا اولی لان الظاھر من قوله لایمکن الخ انه قدرہ بالقواعد الفلکیة ولامانع من اعتبارھا ھٰھنا کاعتبارھا فی اوقات الصلٰوۃ۔[2]

الفاظ یہ ہیں کہ پہلا قول کہ تاج تبریزی نے جو ذکر کیا کہ اختلاف مطالع چوبیس فرسخ سے کم میں ممکن نہیں اولٰی ہے کیونکہ یہ ان کے قول لایمکن الخ سے ظاہر یہ ہے کہ انھوں نے قواعد فلکیہ سے اندازہ لگایا ہے اور اس مقام پر ان کا اعتبار کرنے میں کوئی مانع نہیں جیسا کہ اوقاتِ نماز میں ان کا اعتبار ہے۔ (ت)

کہاں چوبیس کہاں ایک سو بانوے، پُورے آٹھ گُنے کا فرق ہے، اور ضرور ہونا تھا کہ ائمہ مجتہدین کا نورِ علم اس کے ساتھ نہیں،

ولوکان من عند غیر اللّٰہ لوجدوا فیه اختلافا کثیرا۔[3]

اور اگر وہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔ (ت)

ثانیاً سب حضرات نے مطلق فرمایا کوئی تخصیص سمت وجانب کی نہ رکھی حالانکہ معظم معمورہ خصوصاً بلادِ ہندوستان اور اُن کے امثالِ کثیرہ مثل خطہ مقدسہ عرب وغیرہ میں جہاں عرض میل کلی کے اندر ہے یا اُس سے بہت متفاوت نہیں، یہ اختلاف معتبر ہو تو یونہی کہ غربی شہر کی رؤیت شرقی پر حجت نہ ہو کہ ممکن کہ شرقی میں وقت غروبِ شمس فصل نیرین کم تھا قمر کا شعاع شمس سے انفصال قابل رؤیت ہلال نہ ہوا تھا جب حرکت فلکیہ نیرین کو بلد غربی کی افق پر لے گئی اتنی دیر میں انفصال بقدر استہلال ہوگیا مگر غربی میں شرقی کی رؤیت مطلقاً کیوں نامعتبر ہو خصوصاً جب کہ عرض متحد یا متقارب ہو کہ اضطجاع وانتصاب افق یکساں ہو، پُر ظاہر کہ جب مشرق میں بعد قابل رؤیت ہوچکا تھا تو غربی میں تو اور زیادہ فصل وظہور ہوجائے گا، اور جنوب و

---

[1] ردالمحتار مطلب فی اختلاف المطالع مصطفی البابی مصر ۲/۱۰۵

[2] تنبیہ الغافل والوسنان من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۲۵۰

[3] القرآن ۴/۸۲

Marfat.com

شمال میں ۲۴ فرسخ درکنار ۱۹۲ کا فصل بھی فاصل ہونا ضرور نہیں، فرض کیجئے آفتاب شمالی ہے اور قمر وقت استہلال عدیم المیل اور ایک شہر خطِ استوا سے ۸ درجہ شمال کو ہے کہ ایک مہینہ کی راہ سے کم فاصلہ ہوا[عہ] اور دوسرا ستّرہ درجے کہ دو مہینے سے بھی زیادہ فصل ہُوا اس لئے کہ غایت تدقیق کے بعد ثابت ہوا ہے کہ زمین کا ایک درجہ ۳۶۵۱۵۵ قدم ہے اور قدم $\frac{1}{3}$ گز اور میل ۱۷۶۰ گز، تو ایک درجہ ارضیہ ۶۹٫۱۲۹ میل ہوا، راہ یک ماہہ ۵۷۶ کو اس پر تقسیم کئے سے ۸٫۳۰۳۰۲۷۷ ہوتے ہیں یعنی ۸° ۱۸′ ۱۰″ ۵۴‴ ح یح ی ند اور تینوں شہر ایک ہی نصف النہار کے نیچے ہیں۔ اب فرض کیجئے کہ صورتِ مذکورہ میں خطِ استوا میں رؤیتِ ہلال ہوئی تو شہر البعد درکنار شہر وسطانی میں بھی رؤیت ضرور نہیں، حالانکہ یک ماہہ راہ سے کم فاصلہ ہے، اس لیے کہ خطِ استوا میں ادھر تو آفتاب جلد ڈوبے گا تو اندھیرا جلد ہوکر رؤیت کا معین ہوگا، ادھر افق منتصب ہے تو آفتاب بعد غروب جلد افق سے دُور ہوکر نورِ شفق کہ عائقِ رؤیت ہوتا جلد کم ہوجائے گا، اُدھر قمر کا ارتفاع زائد ہے تو دیر تک بالائے اُفق رہے گا اور یہ بھی مؤیدِ رؤیت ہوگا بخلاف بلد شمالی کہ وہاں سب امور بالعکس ہیں، اور اسی صورت میں فرض کیجئے کہ شہر البعد میں رؤیت ہوئی تو شہر وسطانی درکنار خطِ استوا میں بھی بدرجۂ اولیٰ رؤیت ہوگی کہ مؤیداتِ رؤیت وہاں بافراط ہیں حالانکہ دو ماہہ راہ سے زیادہ کا فاصلہ ہے، تو معلوم ہُوا کہ جنوباً شمالاً کبھی ایک مہینے سے بھی کم کا فاصلہ اختلافِ رؤیت لاتا ہے اور کبھی دُو مہینے سے زیادہ کا بھی فاصلہ اختلاف نہیں لاتا۔ اب یہ تقریر اس طرف لے جائے گی کہ شہروں کا باہم بُعد معتبر نہ ہو حالانکہ اختلاف مطالع ماننے والوں کی عبارات اس میں نص ہیں، نہ تفاوتِ عرض معتبر ہو نہ تفاوتِ طول شرقی بلکہ صرف تفاوت طول غربی معتبر ہو، یعنی جس کا طول غربی اس شہر سے یک ماہہ راہ یعنی ۸ درجے ۱۸ دقیقے ہو وہاں کی رؤیت

عہ اقول اور تدقیق ادق سے ۳۶۴۶۰۹ قدم اس لیے کہ زمین کا نصف قطر استوائی ۳۹۶۳۶٫۲۹۶ میل ہے اور نیم قطر قطبی ۳۹۴۹۶٫۷۹ پس نیم قطر معدل ۳۹۵۶۶٫۵۴۳ پھر کمال تدقیق ادق سے قطر: محیط :: ۱ : ۳٫۱۴۱۵۹۲۶۵ لوغارثمش ۰٫۴۹۷۱۴۹۹ و لوغارثم معدل ۴٫۵۹۷۳۱۵۹ مجموعہ ۵٫۰۹۴۴۶۵۸ پھر نسبت انصاف مثل نسبت اضعاف ہے تو ۱۸۰ کے لوگارثم ۲٫۲۵۵۲۷۲۵ کو اس سے تفریق کیا بلکہ ۷٫۷۴۴۷۲۷۵ جمع کیا حاصل ۱٫۸۳۹۱۹۳۳ اعدوش ۶۹٫۰۵۴۷ یہ ایک درجہ محیطیہ کے میل ہُوئے اور گز ۱۲۱۵۳۶ تو قدم ۳۶۴۶۰۹ بالرفع یوں بھی وہی مطلب ثابت ہے کما لا یخفی (جیساکہ پوشیدہ نہیں۔ ت) اب حاصلِ قسمت ۸٫۳۴۱۲۱۵۸ ہوگا یعنی ۸ درجے ۲۰ دقیقے ۲۸ ثانیے ۲۳ ثالثے ۱۲ منہ غفراللہ تعالٰی لہ (م)

Marfat.com

معتبر ہو مگر بنے گی یہ بھی نہیں کہ تفاوتِ عرض بھی قطعاً اختلافِ رؤیت لاتا ہے جس کے بعض وجوہ کی طرف ابھی اشارہ ہو چکا تو اُس کا نظر سے اسقاط ناممکن، تفاوتِ عرض سے یہاں تک تو ہوگا کہ ایک شہر میں ہلال مرئی ہو اور دوسرے شہر میں چاند اس وقت زیرِ زمین جا چکا ہو رؤیت وعدم رویتِ ہلال تو بالائے طاق رہی غرض یُوں بھی ٹھیک نہیں آتی، اور حقیقتِ امر یہ ہے کہ تحدید کرنے والوں نے محض سرسری طور پر ایک حد کہہ دی تنقیح پر آئیے تو قیامت تک وُہ خود اس کی حدبست نہ کرسکیں گے۔

ثالثاً اس سب سے قطع نظر کیجئے تو اب ہمارا وُہ سوال متوجہ ہے کہ اس اعتبار اختلاف سے کیا مراد، آیا دو شہروں کا ایسا فصل کہ چاند جب ایک میں مرئی ہو تو دوسرے میں رؤیت ہمیشہ ناممکن ہو، یہ وہ اختلافِ مطالع ہے جسے معتبر مانتے ہیں یا صرف ایسا فصل کہ ایک میں رؤیت ہونے کے ساتھ دوسرے میں رؤیت نہ ہونا ممکن ہو یہ معتبر ہے، بالجملہ بنظر فاصلہ بلدین دوسرے شہر میں عدمِ امکان چاہئے یا امکانِ عدم، اوّل تو یقیناً باطل ہے۔ دنیا میں کوئی فاصلہ ایسا نہیں کہ ایک جگہ ۲۹ کی رؤیت کو صرف نظر بفصل مسافت بے لحاظ خصوص حال ہلال حال دوسری جگہ محال کرتا ہو، اختلاف معتبر ماننے والوں نے بڑی حد یک ماہہ راہ بتائی، اور انھیں بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ ہزارہا بار یہاں بھی ۲۹ کا چاند ہُوا اور یہاں سے مہینوں راہ کے فاصلے پر بھی ہُوا بلکہ جب یہاں ۲۹ کا ہو تو اس عرض میں غرب کو جتنا بڑھیے بدرجہ اولٰی ۲۹ ہی کا ہوگا تو بالضرورۃ ثانی ہی مقصود، اور اب بالیقین راہِ تحدید مسدود، مہینے بھر کی راہ تو بہت ہے، ۲۴ فرسخ کا فاصلہ جس پر تاج تبریزی نے ادعا کیا کہ اس سے کم میں اختلاف ممکن نہیں، اور علامہ شامی نے براہِ تحسینِ ظن فرمایا کہ اُن کا یہ دعوٰی قواعدِ فلکیہ پر ہی مبنی ہوگا۔

اقول ہرگز قواعدِ فلکیہ اس عدمِ امکان کے ساتھ مساعد نہیں بلکہ صراحۃً اس کا رد کرتے ہیں، ایک درجہ زمین یقیناً ۲۴ فرسنگ سے کم ہے کہ یہ ۶۹ میل ہے اور وہ بہتّر، مگر ایک درجے بلکہ اس سے کم فصل غربی پر بھی اختلافِ رؤیت ممکن، دربارۂ ہلال کہ کب صالح رؤیت ہوتا ہے اگرچہ اختلاف اقوال بکثرت ہے، اس میں دس قول تو اس وقت میرے پیشِ نظر ہیں جن کی وجہ وہی ولو کان من عند غیر اللّٰہ (اگر وہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا۔ ت) ہے مگر متاخرین اہلِ ہیئت نے بعد تطاول تجارب جس پر استقرار رائے کیا، وہ یہ ہے کہ نیرین میں بُعد سواء دس درجے سے زائد ہو اور بُعد معدل ۱۰ سے کم نہ ہو۔ زیجِ سلطانی میں ہے:

اگر بُعد معدل میان دہ درجہ و دوازدہ درجہ باشد و بُعد سواء از دہ بیش تر باشد ہلال بتواں دید باریک[1]

بُعدِ معدل اگر دس اور بارہ درجہ کے درمیان ہو اور بُعد سواء دس درجہ سے زائد ہو تو چاند ایک بار دیکھا جاسکتا ہے (ت)

---

[1] زیجِ سلطانی

Marfat.com

علامہ عبدالعلی برجندی شرح میں فرماتے ہیں :

تا ہر دو شرط بجود نگیر و ہلال مرئی نہ شود و متعارف درین زمان این ست[1] جب تک یہ دونوں شرطیں نہ پائی جائیں چاند نظر نہیں آسکتا اور اس زمانہ میں یہی متعارف ہے (ت)

اب فرض کیجئے کہ یہاں وقتِ غروب بعد سواحظ یعنی دس درجے سے ایک دقیقہ کم تھا تو ہلال قابلِ رؤیت نہ تھا اور ایک درجہ حرکت وسطی ۴ دقیقہ میں ہے اور اس مدت میں سبق قمر تقریباً دو دقیقے بلکہ کبھی اس سے بھی زائد ہے تو جب قمر اس شہر سے ایک درجہ بلکہ کم فاصلے کے مقام رؤیت پر آیا بُعد دس درجے سے زائد ہوگیا اور رؤیت ہوگئی، اسی طرح ارتفاعِ قمر وغیرہ اختلاف کے ذرائع سے بھی تقریرِ مدعا ممکن، تو ثابت ہوا کہ ۲۴ بلکہ ۲۳ فرسخ سے کم بھی اختلاف ممکن ہے، اب کوئی راہ نہ رہی سوا اس کے کہ حد اصلاً نہ باندھئے بلکہ یا تو ہمیشہ ہر جگہ ہر ماہ کے لیے خصوص حالِ ہلال حال و محال استہلال پر نظر کیجئے یا مطلقاً کہہ دیجئے کہ ایک شہر کی رؤیت دوسرے کے لیے اصلاً معتبر نہیں اگرچہ ۲۴ فرسخ سے بھی کم فاصلہ ہو، ثانی تو بالاجماع مردود ہے اختلاف معتبر ماننے والے بھی ایسے عموم و اطلاق کے ہرگز قائل نہیں، اور اوّل کی طرف راہ نہیں، مگر انھیں حسابات دقیقہ طویلہ مرئی و عرض مرئی و انکسارِ اُفقی اختلاف منظر افقی و تعدیل الغروب و بُعد معدل وغیرہا کے ذرائع سے جن کے بعد بھی بہت اوقات سوا ظن و تخمین کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ یہ وہی محاسبات ہیں جن کو شریعتِ مطہرہ در بارۂ ہلال یک لخت ساقط و باطل فرما چکی، تو بحمد اللہ تعالٰی نہ ہلال روشن بلکہ آفتاب پردہ برافگن کی طرح آشکارا ہوا کہ اختلاف مطالع معتبر ماننا ہی خلافِ تحقیق تھا اور یہ کہ وہ مؤید بحدیث نہیں بلکہ وہی حدیث مجمع علیہ کے ارشاد واجب الانقیاد سے دُور وسحیق تھا اور یہ کہ نہ صرف رمضان وشوال بلکہ کسی مہینے میں شرع مطہر اُس کی طرف اصلاً دعوت نہیں فرماتی اور یہ کہ ہمارے ائمہ کا مذہب مہذب اس اعلٰی درجہ تدقیق انیق پر ہوتا ہے کہ مدعیانِ تحقیق تک اُس کی ہوا بھی نہیں آتی ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق (تحقیق یُوں ہی ہونی چاہئے اور توفیق کا مالک اللہ ہے۔ ت) کیا انھیں معلوم نہ تھا اختلاف مطالع ہوتا ہے ضرور معلوم تھا، مگر ساتھ ہی یہ بھی جانتے تھے کہ اس کا فتح باب اسی حساب ناقص النصاب کی طرف کھینچ کرلے جائے گا، جسے مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم رَد فرما چکے ہیں، لاجرم صاف فرمادیا کہ اختلاف مطالع اصلاً معتبر نہیں ان اللہ امدہ لرؤیتہ[2] حق تعالٰی نے مدار رؤیت پر رکھا ہے، اگر رؤیت ثبوتِ شرعی سے ثابت ہے اگرچہ کتنا ہی فاصلہ ہو، اور نہیں تو نہیں اگرچہ کتنا ہی قریب ہو، اور یہیں سے ظاہر

---

[1] شرح زیج سلطانی لعبدالعلی البرجندی

[2] صحیح مسلم کتاب الصیام قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۴۹

Marfat.com

ہوا کہ دربارۂ صلوات اختلافِ مطالع پر اس کا قیاس محض مع الفارق ہے حسابِ طلوع وغروب وصبح وشفق ومثلِ اول وثانی واضحاک جلیلہ ومنضبطات کلیہ ہیں بخلاف حساباتِ رؤیتِ ہلال کہ قدمائے اہلِ ہیئت نے اپنے بوتے کا روگ نہ پاکر سرے سے اس کی طرف التفات ہی نہ کیا اور متاخرین نے ہزار اضطراب واختلاف کے بعد آخر علامہ برجندی کی طرح لکھ دیا کہ "بالجملہ ضبط آں بر سبیلِ تحقیق متعسر ست بلکہ متعذر" (رؤیت ہلال کا تحقیقی ضابطہ انتہائی مشکل اور متعذر رہے۔ ت) اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ یک ماہہ راہ پر اختلافِ مطالع کو بحسبِ قواعدِ مبرہنہ علمِ ہیئت ماننا جیسا کہ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی سے اپنے فتاوٰی جلد اول طبع اول ص ۳۰۹ پر واقع ہوا محض قلتِ تدبر سے ناشئی تھا، نیز ہماری تقریر سے ظاہر ہوا کہ اختلافِ مطالع کے یہ معنی قرار دینا کہ ایک شہر میں رؤیت ہو سکتی ہے دوسرے میں نہیں جیسا کہ انھیں سے اُسی صفحہ پر واقع ہوا محض باطل ہے یہاں ہرگز امکان وامتناع کا اختلاف نہیں بلکہ وقوع وامکانِ عدم کا، کما اوضحنا سابقا (جیسا کہ سابقہ گفتگو میں ہم نے اسے واضح کر دیا ہے۔ ت) خود مولوی صاحب مذکور نے اسی فتوے کے آخر میں صفحہ ۳۱۰ پر حق کی طرف رجوع کر کے اختلافِ مطالع کے معنی یُوں لکھے: "یہ ممکن ہے کہ ایک جگہ ہلال دیکھا جائے اور دوسری جگہ نہیں"۔ یہ عبارت پھر بھی محتمل ہے، جلد دوم ص ۷۴ پر صاف تر لکھا: "اگر دو شہروں میں اس قدر بُعدِ مسافت ہے کہ اختلافِ مطالع ہوتا ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ ایک جگہ طلوعِ ہلال ہو اور دوسری جگہ اس روز نہ ہو"۔ اور ایک امام زیلعی کے "اشبہ" لکھ دینے پر مولوی صاحب مذکور کا فرمانا کہ "یہی مذہب محدثینِ حنفیہ کا ہے" محض دعوٰی ہے، زیلعی صاحبِ مذہب نہیں نہ محدثینِ حنفیہ ان میں منحصر، ابوحنیفہ وابویوسف ومحمد رضی اللہ تعالٰی عنہم کے برابر کون سے محدثین ہوں گے جن کا مذہب عدمِ اعتبارِ اختلافِ مطالع ہے، اور محدثی اگر محدثینِ متاخرین ہی سے خاص ہے تو بالغ مرتبۂ اجتہاد امام ابن الہمام کیا کم محدث ہیں جو فرما چکے کہ ظاہر الروایۃ ہی پر عمل احوط ہے۔ رہی حدیثِ کریب کہ انھوں نے ملکِ شام میں رمضان مبارک کا چاند شبِ جمعہ کو دیکھا پھر مدینہ طیبہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے آکر بیان کیا انھوں نے فرمایا ہم نے شبِ شنبہ میں دیکھا تو ہم اپنے ہی حساب سے ۳۰ پورے کریں گے، کریب نے کہا کیا آپ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی رؤیت وحکم پر اکتفا نہ کریں گے فرمایا لا ھٰکذا امرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1] (نہیں، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ہمیں یہی حکم دیا ہے۔ ت) جس سے امام زیلعی نے استناد کیا اور اس کی بنا پر مولوی صاحب مذکور نے اسے موافقِ حدیث بتایا۔ **اقول** حدیث مذکور واقعۃ عین لاعموم لہا (یہ ایک خاص

---

[1] جامع ترمذی ابواب الصیام امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۸۷

Marfat.com

واقعہ ہے اس کا حکم عمومی نہیں۔ت) بحال صفائے مطلع بکثرت ائمہ ایک کی گواہی نہیں مانتے ممکن کہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے اسی بنا پر نہ مانی ہو، اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا حکم تو بے نصاب شہادت ثابت ہو ہی نہ سکتا تھا، تنویر میں ہے:

شھدوا انہ شھد عند قاضی مصر کذا الخ[1]

گواہوں نے کہا کہ انھوں نے قاضیِ شہر کے پاس اس طرح گواہی دی ہے الخ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ شھدوا من اطلاق الجمع علٰی مافوق الواحد وفی بعض النسخ شھدا بضمیر التثنیۃ وھو اولٰی۔[2]

قولہ "شھدوا" یہاں جمع کا اطلاق ایک سے زائد پر ہے، بعض نسخوں میں ضمیر تثنیہ کے ساتھ شھدا ہے اور یہی اولٰی ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

یلزم اھل المشرق برؤیۃ اھل المغرب اذا ثبت عندھم رؤیۃ اولئك بطریق موجب کما مر[3]

اہلِ مشرق پر اہلِ مغرب کی رؤیت روزہ رکھنا لازم تب آئے گا جب ان کی رؤیت بطریق موجب شرعی ثابت ہوگی جیسا کہ گزرا ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

کان یتحمل اثنان الشھادۃ او یشھدا علی حکم القاضی او یستفیض الخبر[4]

دو آدمی شہادت پر شہادت دیں یا حکمِ تام پر شہادت دیں یا خبر مشہور ہو۔ (ت)

لہذا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے لا فرمایا، بنگاہِ اولیں یہ جواب فقیر کے خیال میں آیا تھا، پھر دیکھا کہ امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اور جواب دیا اور اس کے بعض کی طرف بھی اشارہ کیا، فرماتے ہیں:

قد یقال ان الاشارۃ فی قولہ

یُوں کہا جاسکتا ہے کہ حضرت ابن عباس کے ارشاد

---

[1] درمختار | کتاب الصوم | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۴۹

[2] ردالمحتار | 〃 | مصطفی البابی مصر | ۲/۱۰۲

[3] درمختار | کتاب الصوم | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۴۹

[4] ردالمحتار | مطلب فی اختلاف المطالع | مصطفی البابی مصر | ۲/۱۰۵

Marfat.com

ھکذا الی نحو ما جری بینه وبین ام الفضل وحینئذ لادلیل فیه لان مثل ما وقع من کلامه لو وقع لنا لم نحکم به لانه لم یشهد علی شہادۃ غیرہ ولا علی حکم الحاکم، فان قیل اخبارہ عن صوم معاویۃ یتضمنه لانه الامام یجاب بانه لم یات بلفظ الشہادۃ ولو سلم فھو واحد لایثبت بشہادته وجوب القضاء علی القاضی واللہ سبحانه وتعالٰی اعلم والاخذ بظاھر الروایۃ احوط اھ **اقول** لکن فی الحدیث قال انت رایته قلت نعم[2] والاخبار فی رمضان کاف فما ذکر الفقیر اولی۔

ھکذا میں اس بات کی طرف اشارہ ہے جو ان کے اور حضرت ام فضل کے درمیان جاری ہوئی تو اب یہ دلیل نہیں کیونکہ ان کے کلام کی طرح اگر ہمارے سامنے معاملہ آجائے تو ہم اس پر فیصلہ نہیں کریں گے کیونکہ ایسا بیان کرنے والے نے نہ تو کسی کی شہادت پر گواہی دی ہے اور نہ کسی حاکم کے فیصلہ پر، اگر کوئی یہ سوال اٹھائے کہ حضرت معاویہ کے روزہ کی اطلاع اس گواہی کو متضمن ہے کیونکہ وہ امیر تھے، اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ یہاں لفظ شہادت کا ذکر نہیں، اور اگر اس بات کو تسلیم کر بھی لیا جائے تو وہ تنہا ہیں تو ان کی شہادت سے قاضی پر قضا کا فیصلہ لازم نہ ہوگا اللہ تعالٰی بزرگ و برتر بہتر جانتا ہے اور ظاہر الروایۃ پر عمل احوط ہے اھ **اقول** حدیث میں ہے تو نے اسے دیکھا ہے میں نے کہا ہاں، اور رمضان کے لیے یہ اطلاع ہی کافی ہے تو بندہ حقیر نے جو ذکر کیا وہ اولٰی ہے (ت)

معہذا مولوی صاحب مذکور کو حدیث سے استناد اس وقت پہنچتا کہ دمشق و مدینہ طیبہ میں یک ماہہ راہ کا فصل ثابت کیا جاتا ورنہ حدیث خود ان کے بھی مخالف ہوگی کما لایخفی (جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ ت) یہاں ایک امر یہ بھی قابلِ تنبیہ ہے کہ مولوی صاحب مذکور نے اپنے فتاوی میں تین جگہ عبارتِ تاتارخانیہ:

اھل بلدۃ اذا راوا الھلال ھل یلزمه ذٰلك فی حق کل بلدۃ اخری اختلف المشائخ فیه، فبعضهم قالوا لایلزم ذٰلك فانما المعتبر فی حق اھل بلدۃ رؤیتھم وفی الخانیۃ لاعبرۃ لاختلاف المطالع فی ظاھر الروایۃ وفی القدوری

جب ایک شہر والوں نے چاند دیکھا تو کیا ہر شہر والوں پر روزہ لازم ہوگا؟ اس میں مشائخ کا اختلاف ہے، بعض نے کہا ہے اس سے روزہ لازم نہیں، ہر شہر والوں کے حق میں ان کی اپنی رؤیت ہی معتبر ہے۔ خانیہ میں ہے ظاہر الروایۃ کے مطابق اختلافِ مطالع کا اعتبار نہیں، اور قدوری

---

[1] و [2] فتح القدیر کتاب الصوم نوریہ رضویہ سکھر ۲/۲۴۳

Marfat.com

اذا کان بین البلدتین تفاوت لایختلف المطالع یلزمه وذکر شمس الائمۃ الحلوانی انہ الصحیح من مذھب اصحابنا۔[1]

جب دونوں شہروں کے درمیان اتنا تفاوت ہو جس سے مطالع میں اختلاف نہ ہو تو لازم ہوگا، شمس الائمہ حلوانی نے ذکر کیا ہے کہ ہمارے مذہب میں صحیح یہی ہے۔ (ت)

نقل کی اور ظاہراً خیال کیا کہ تصحیح امام شمس الائمہ اعتبار اختلاف کی طرف ناظر ہے حالانکہ وہ مذھب اصحابنا فرمارہے ہیں اور ظاہر ہے کہ مذھب اصحابنا نہیں مگر ظاہر الروایۃ کما قدمنا نقولہ فیما سبق (جیسا کہ ہم نے پہلے تذکرہ کر دیا ہے۔ ت) اور ظاہر الروایۃ نہیں مگر عدم اعتبار اختلاف جیسا کہ خود مولوی صاحب کو اعتراف، ج ۲ ص ۱۶۲ پر لکھا:

نزد اکثر مشائخ حنفیہ موافق ظاہر الروایۃ اختلاف مطالع را مطلقاً اعتبار نیست۔[2]

ظاہر الروایۃ کے موافق اکثر مشائخ حنفیہ کے نزدیک اختلافِ مطالع کا مطلقاً اعتبار نہیں (ت)

ج ۲ ص ۱۴۷ پر کہا: جب کسی شہر میں ثابت ہو جائے کہ فلاں شہر میں چاند ہوا تو ان پر موافق اس کے حکم دیا جائے گا گو دونوں شہروں میں بُعدِ مسافت ہو اور یہی ظاہر الروایۃ ہے۔[3]

لاجرم پھر غنیہ ذوی الاحکام میں فرمایا:

قال الامام الحلوانی الصحیح من مذھب اصحابنا ان الخبر اذا استفاض فی بلدۃ اخری وتحقق یلزمھم حکم تلک البلدۃ۔[4]

امام حلوانی نے فرمایا ہمارے اصحاب کا صحیح مذہب یہی ہے کہ جب خبر دوسرے شہر میں مشہور و متحقق ہو جائے تو پھر دوسرے شہر والوں پر پہلے اہلِ شہر کا حکم لازم ہوگا۔ (ت)

مسلک متقسط شرح منسک متوسط میں فرمایا:

ان ثبت فی مصر لزم سائر الناس فی ظاھر الروایۃ وعلیہ اکثر المشائخ

جب شہر میں ثبوت ہو جائے تو ظاہر الروایۃ کے مطابق باقی لوگوں پر لازم ہوگا، اکثر مشائخ کی یہی

---

[1] مجموعہ فتاوٰی عبدالحی کتاب الصوم مطبع یوسفی لکھنؤ ۱/۲۶۵، ۲۷۳، ۲۷۵
فتاوٰی تاتارخانیہ کتاب الصوم ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۳۵۵
[2] مجموعہ فتاوٰی محمد عبدالحی " مطبع یوسفی لکھنؤ ۱/۲۷۴
[3] " " " " ۱/۲۶۶
[4] غنیہ ذوی الاحکام حاشیۃ درر الحکام " احمد کامل الکائنہ فی دار السعادت بیروت ۱/۲۰۱

Marfat.com

وبہ کان یفتی الفقیہ ابو اللیث وشمس الائمۃ الحلوانی وھو مختار صاحب التجرید والکافی وغیرھم من المشائخ [1]

رائے ہے، فقیہ ابو اللیث اور شمس الائمہ حلوانی نے بھی اسی پر فتوٰی دیا ہے، صاحبِ تجرید و کافی اور دیگر مشائخ کے ہاں یہی مختار ہے (ت)

خلاصہ وعالمگیریہ وغیرہما معتمدات میں فرمایا:

علیہ فتوی الفقیہ ابی اللیث وبہ کان یفتی شمس الائمۃ الحلوانی قال لو رأی اھل مغرب ھلال رمضان یجب الصوم علی اھل المشرق [2]

فقیہ ابو اللیث کا اسی پر فتوٰی ہے، شمس الائمہ اسی پر فتوٰی دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر اہلِ مغرب رمضان کا چاند دیکھ لیں تو اہلِ مشرق پر رمضان کا روزہ لازم ہوجائے گا (ت)

دیکھو کیسی صریح تصریحات ہیں کہ امام شمس الائمہ کا فتوٰی اسی پر ہے کہ اختلافِ مطالع اصلاً معتبر نہیں، بالجملہ بعد اس جاننے کے کہ اختلاف مطالع کا نامعتبر ہونا ہی ظاہر الروایۃ ہے اور اسی پر فتوٰی ہے اور وہی معتمد جمہور و قولِ کثیر ہے، اس سے عدول کی کوئی راہ نہیں مگر الحمدللہ مولوی لکھنوی صاحب نے اپنے فتاوٰی کی جلد سوم میں حق کی طرف صاف رجوع کی، صفحہ ۲۷ پر کہتے ہیں:

سوال: رؤیت یکجا مفید حکم بجائے دیگر مے شود یا آنکہ اختلاف مطالع معتبر ست۔

سوال: آیا ایک جگہ رؤیۃ کا حکم دوسری جگہ پہ لاگو ہوتا ہے یا اختلافِ مطالع معتبر ہے؟

جواب: اختلافِ مطالع معتبر نیست وحکم یکجا مفید حکم بجائے دیگر مے شود اگر خبر رؤیت مشہر شود وانتشار پذیرد ودر مختار مے آرد واختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاھر المذھب وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوی بحر عن الخلاصۃ انتہی در جامع رموز مے آرد الصحیح من مذھب اصحابنا انہ یلزم

جواب: اختلافِ مطالع کا اعتبار نہیں ہے اور ایک جگہ کا حکم دوسری جگہ کے لیے معتبر و مفید ہوتا ہے جبکہ خبر مشہور ہو کر اطراف میں پھیل جائے، ظاہر مذہب میں اختلافِ مطالع کا اعتبار نہیں، اکثر مشائخ کا یہی قول ہے اور فتوٰی بھی اسی پر ہے کذا فی البحر عن الخلاصہ انتہی، اور جامع الرموز میں یہ مذکور ہے ہمارے ائمہ کا صحیح مذہب یہی ہے

---

[1] مسلک متقسط شرح منسک متوسط فصل فی اشتباہ یوم عرفہ الخ دارالکتاب العربی بیروت ص ۱۴۳

[2] فتاوی ہندیۃ کتاب الصوم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۹۹-۱۹۸

Marfat.com

اذا استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری[1] ملخصًا۔

کہ جب خبر دوسرے شہر میں مشہور ہوجائے تو روزہ لازم ہوجاتا ہے۔ (ت)

یہ وہی صحیح من مذھب اصحابنا ہے کہ پہلے قول خلاف کی طرف منسوب سمجھا گیا تھا اور ایک اور سوال کے جواب میں بھی مطلقًا مقام بعید کی شہادت مقبول مانی، ص ۷۰ و ۷۱ :

سوال : گواہان بروز بست ونہم از رمضان گواہی دادند کہ ما ہلال رمضان یک روز قبل دیدہ ایم کہ بداں حساب امروز سیم رمضان ست پس شہادت ایشاں مقبول خواہد شد یا نہ ؟

سوال : گواہوں نے ۲۹ رمضان کو یہ گواہی دی کہ ہم نے رمضان کا چاند ایک روز پہلے دیکھا تھا اس حساب سے آج ۳۰ رمضان بنتا ہے تو ان گواہوں کی گواہی مقبول ہوگی یا نہ ؟

جواب : اگر گواہاں ہمانجا بودند واز اول رمضان ساکت ماندہ بست ونہم رمضان گواہی دادند گواہی ایشاں مقبول نخواہد شد واگر از سفر از مقام بعید می آیند شہادت مقبول خواہد شد کذا فی الخلاصۃ[2]۔

جواب : اگر گواہ اسی مقام کے رہنے والے ہوں اور رمضان کے پہلے دن خاموش رہے اور اب ۲۹ رمضان کی گواہی دے رہے ہیں تو ان کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر کہیں دور کے مقام سے سفر کرکے آئے ہوں تو ان کی شہادت قبول کی جائیگی کذا فی الخلاصہ۔ (ت)

یہ تیسری جلد مولوی صاحب نے آپ ہی سوالات قائم کرکے لکھی ہے اور اس میں بہت جگہ پہلی جلدوں کے اغلاط کی اصلاح کردی ہے اُن کے فتاوٰی دیکھنے والے کو اس کا لحاظ ضرور رہے، مدت سے خیال تھا کہ مسئلہ اختلاف مطالع میں ایک بیان شافی لکھا جائے کہ ابرِ اختلاف اُٹھ کر مطلع صاف نظر آئے، الحمدللہ کہ آج اس کا وقت آیا وللہ الحمد فی الاولٰی والاخری وصلی اللہ تعالٰی علٰی بدر تجلی من البطحاء وعلٰی اٰلہ وصحبہ نجوم الھدی۔

سیزدہم نیم صاع کہ گیہوں سے روزے کا فدیہ اور فطر کا صدقہ ہے ایک سو سینتیس تولہ ہے انگریزی سیر سے کہ اسّی روپے بھر ہے اور روپیہ سوا گیارہ ماشے کا ہے[3] آدھ پاؤ کم دو سیر نہ ہوا بلکہ تین چھٹانک اور بیسواں حصہ چھٹانک کا کم دو سیر، جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی جلد چہارم "صدقہ فطر کے بیان" میں

---

[1] مجموعہ فتاوٰی محمد عبدالحی لکھنوی باب رؤیۃ ہلال مطبع یوسفی لکھنو ۳/ ۷۱-۷۰

[2] " " ۳/ ۷۱

[3] فتاوٰی رضویہ (جدید) جلد ہذا صفحہ ۲۳۹

Marfat.com

مشرحًا بیان کیا ہے اور یہ فتوٰی تحفہ حنفیہ عظیم آباد میں چھپ بھی گیا ہے اور بریلی کے سیر سے کہ پورے سو روپے بھر کا ہے ایک سیر سات چھٹانک دو ماشے ساڑھے چھ رتی اور رامپور کے سیر سے کہ چھیانوے کا ہے پورا ڈیڑھ سیر، فاحفظ ولاتزل۔

چہاردہم جس نے بعذر شرعی روزہ نہ رکھا اسے وقت نہ ہو تو حرمت ماہ مبارک کے لحاظ سے حتی الوسع چھپا کر کھانا پینا چاہئے مگر کسی روزہ دار کے سامنے کچھ نہ کھانے کا مطلقًا وجوب محتاج دلیل ہے۔

پانزدہم کا غذ یا کنکر یا خاک وغیرہا اشیا کو کہ نہ دوا ہیں نہ غذا، نہ مرغوب طبع، اگر تل بھر نہیں پیٹ بھر کھالے گا صرف قضا ہوگی کفارہ نہ آئے گا۔ یونہی روزہ توڑنا عمداً حقنہ وغیرہا اشیائے مذکورہ مابعد کو بھی شامل، مگر اس میں کفارہ نہیں۔ نیز کفارہ صرف ادا روزہ رمضان کے توڑنے میں ہے جبکہ یہ نہ صاحب عذر تھا نہ اس دن میں کوئی آسمانی عذر مثل حیض یا مرض پیدا ہو جائے، نہ ہی توڑنا کسی کے جبر و اکراہ سے ہو اور روزے کی نیت رات سے کی ہو، درمختار میں ہے:

ثم انما یکفر ان نوی لیلا ولم یکن مکرھا ولم یطرأ مسقط کمرض وحیض[1]

پھر کفارہ تب ہوگا جب رات کو نیت کی ہو اور مجبور بھی نہ ہو اور کفارہ چھوڑنے کا کوئی عارضہ مثل مرض وحیض وغیرہ کے لاحق نہ ہوا ہو (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ مسقط ای سماوی لاصنع لہ فیہ ولا فی سببہ رحمتی[2]

قولہ مسقط یعنی وہ عارضہ سماوی جس میں بندے کا کوئی دخل نہ ہو اور نہ اس کے سبب میں دخل ہو، رحمتی۔ (ت)

تو یہ اشتہاری مطلق احکام سب غلط ہیں۔

شانزدہم کفارے میں شرعًا ترتیب ہے سب میں پہلے ایک غلام آزاد کرنا ہے، اس کی طاقت نہ ہو تو دو مہینے کے لگاتار روزے، یہ بھی نہ ہو سکے تو اخیر درجہ ساٹھ مسکین کما نص اللہ تعالٰی علیہ فی اٰیۃ الظھار (جیسا کہ اللہ تعالٰی نے آیتِ ظہار میں تصریح فرمادی ہے۔ ت) غلام آزاد کرنا تو شاید اشتہار میں اس لیے مذکور نہ ہوا کہ یہاں غلام کہاں، مگر روزوں اور ساٹھ مسکینوں میں ترتیب نہ رکھنا صحیح نہیں،

---

[1] درمختار | باب مایفسد الصوم ومالایفسدہ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۵۱

[2] ردالمحتار | مطلب فی الکفارۃ | مصطفی البابی مصر | ۱/۱۲۰

Marfat.com

یہ اگر جہل نہ ہو تو سخت تر ہے کہ تجہیل و تضلیل ہے۔

ہفدہم جلق سے روزہ نہیں ٹوٹتا جب تک اس سے انزال نہ ہو۔ درمختار میں ہے: استمنی بہ ولم ینزل[1] (مشت زنی کی، انزال نہ ہوا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ ت) تو یہ اطلاق بھی غلط ہے۔

ہیجدہم قصداً قے کرنے سے بھی روزہ نہیں جاتا مگر جبکہ روزہ یاد ہونے کی حالت میں منہ بھر کر ہو۔ ردالمحتار میں ہے:

لافطر فی الکل علی الاصح الا فی الاعادۃ والاستقاء بشرط الملأ مع التذکیر شرح الملتقی[2]

اصح قول کے مطابق ان تمام میں افطار نہ ہوگا البتہ اس صورت میں جب قے کو لوٹائے یا خود قے کرے بشرطیکہ منہ بھر کر ہو اور روزہ ہونا یاد ہو، شرح الملتقی (ت)

نوزدہم مفطرات غیر مکفرات مثل حقنہ وغیرہا کا مطلقاً دوبارہ کرنا موجبِ کفارہ نہیں جب تک بقصد معصیت نہ ہو۔ درمختار میں ہے:

کل ما انتفی فیہ الکفارۃ محلہ ما اذا لم یقع ذلك منہ مرۃ بعد اخری لاجل قصد المعصیۃ فان فعلہ وجبت زجرالہ[3]

جس صورت میں کفارہ لازم نہ ہو اس کا محل یہ ہے کہ جب اس شخص سے وہ فعل بتکرار گناہ کے قصد سے صادر نہ ہو، پس اگر اس فعل کو مکرر کرے گا تو زجراً کفارہ واجب ہوگا۔ (ت)

اور اس عبارت سے اگرچہ علامہ طحطاوی نے یہ استظہار کیا کہ دو ہی بار کرنے میں کفارہ واجب کر دیں گے اور علامہ شامی نے اسے نقل کرکے مقرر رکھا مگر اس معنی پر جزم انھیں بھی نہیں، اتنا ہی فرمایا ہے:

ظاھرہ انہ بالمرۃ الثانیۃ تجب علیہ الکفارۃ ولو حصل فاصل بایام[4]

ظاہر یہ ہے کہ اگر دوسری دفعہ کیا تو کفارہ لازم اگرچہ درمیان میں متعدد ایام کا فاصلہ ہو (ت)

اور فقیر کے نزدیک یہ ہنوز محتاجِ مراجعت ہے، اگر یہ مراد ہوتی تو مرۃً اخری (دوبارہ کرنا۔ ت) کہنا کافی تھا مرۃ بعد اخری (بار بار کرنا۔ ت) ظاہراً بار بار تکرار کی طرف ناظر ہے فلیراجع و

---

[1] درمختار | باب مایفسد الصوم و مالا یفسدہ | مجتبائی دہلی | ۱/۱۵۰
[2] ردالمحتار | مطلب فی الکفارۃ | مصطفی البابی مصر | ۲/۱۲۰
[3] درمختار | باب مایفسد الصوم الخ | مجتبائی دہلی | ۱/۱۵۱
[4] ردالمحتار | " | مصطفی البابی مصر | ۲/۱۱۵

Marfat.com

لیحرر (غور طلب ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

بستم حاملہ کو بھی مثل مرضعہ روزہ نہ رکھنے کی اجازت اسی صورت میں ہے کہ اپنے یا بچّے کے ضرر کا اندیشہ غلبۂ ظن کے ساتھ ہو نہ کہ مطلقاً جیسا کہ اشتہار نے زعم کیا۔

بست و یکم جب رکعاتِ تراویح میں اختلاف پڑے کہ بیس ۲۰ پڑھیں یا اٹھارہ ۱۸، تو اس میں نہایت کثرت سے مختلف صورتیں ہیں، اُن کی تمام تر تفصیل اور اُن کے اصول کی تاصیل اور اُن کے احکام تحقیق و تحصیل فقیر نے تعلیقاتِ ردالمحتار میں ذکر کی یہاں اجمالاً اتنا گزارش کہ نہ مطلقاً اختلاف امام و قوم کی حالت میں مقتدیوں کو دو ۲ رکعت پڑھنے کا حکم، نہ مطلقاً تنہا پڑھنے کا حکم، نہ یہ حکم مطلقاً امام کو کسی عدد پر یقین نہ ہونے کے ساتھ خاص، مثلاً مقتدیوں کو یقین ہے کہ بیس ہوگئی اور امام کو شک تھا یا اٹھارہ کا یقین ہی ہے تو مقتدی اصلاً دو ۲ رکعت نہ پڑھیں گے، نہ جماعت سے نہ تنہا، کہ جب اُنھیں تراویح کامل ہوجانے کا یقین ہے تو اب اُنھیں امام کے شک یا یقین سے زیادہ کا کیونکر حکم ہوسکتا ہے، اپنے جزم پر غیر کا جزم بھی حاکم نہیں ہوسکتا نہ کہ شک، ردالمحتار میں ہے:

لو تیقن الامام بالنقص لزمھم الاعادۃ الامن تیقن منھم بالتمام[1]	اگر امام کو کم کا یقین ہو تو ان پر اعادہ لازم ہے مگر ان میں سے جسے تکمیل کا یقین ہو (ت)

فتح القدیر میں ہے:

لان یقینہ لایبطل بیقین غیرہ[2]	کیونکہ اس کا یقین کسی دوسرے کے یقین سے باطل نہیں ہوسکتا۔ (ت)

اور اگر مقتدیوں کو ۱۸ کا یقین ہے اور امام کو بیس ۲۰ کا شک ہو تو خود امام بھی دو ۲ اور پڑھے گا اور یقینِ مقتدیان کی اقتداء کرے گا اور جماعت سے پڑھی جائیں گی۔ درمختار میں ہے:

لو اختلف الامام والقوم فلو الامام علی یقین لم یعد والا اعاد بقولھم[3]	اگر امام اور مقتدیوں کے درمیان اختلاف ہوگیا اگر امام کو یقین ہو تو اعادہ نہ کرے اور اگر یقین نہ ہو تو مقتدیوں کا قول معتبر ہونے کی وجہ سے اعادہ ہوگا۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار | باب سجود السہو | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۱/۵۰۷

[2] فتح القدیر | " | نوریہ رضویہ سکھر | ۱/۴۵۷

[3] درمختار | " | مجتبائی دہلی | ۱/۱۰۳

Marfat.com

فتح القدیر میں ہے:

فان اعاد الامام الصلٰوۃ واعادوا معہ مقتدین بہ صح اقتداؤھم[1]

اگر امام نے اعادہ نماز کیا اور لوگوں نے اس کی اقتدا میں اعادہ کیا تو ان کی اقتداء درست ہوگی (ت)

بست و دوم حافظ کہ ایک بار ختم کر چکا اب دوسری تاریخوں میں دوسری جگہ سنانا چاہتا ہے جہاں ابھی لوگوں نے قرآن عظیم نہیں سنا ہے تو مذہب صحیح و معتمد پر اس کے عدم جواز کی اصلاً کوئی وجہ نہیں نہ اس قرآن سننے کا ثواب نہ ہونے کے کوئی معنی، ظاہر ہے کہ ان راتوں میں وہ بھی تراویح ہی پڑھے گا نہ کہ نفل محض، تو ضرور تراویح کا امام ہو سکتا ہے اور جب امام تراویح ہو سکے گا تو دوبارہ قرآن عظیم پڑھنے سے کیونکر ممنوع ہو سکتا ہے، اور جب اس سے ممنوع نہیں تو بلاشبہہ جو کچھ قرآن عظیم اس میں پڑھے گا وہ تراویح صحیحہ مسنونہ ہی میں ہوگا، پھر ثواب نہ ملنا چہ معنی، اور اس کی یہ تعلیل کہ "وہ اب نفل سناتا ہے اور مقتدی واجب سننا چاہتے ہیں" اس سے بھی زیادہ فاسد و علیل۔ تراویح میں پہلا ختم بھی واجب نہیں صرف سنّت ہی ہے اور دوبارہ ختم کرنا اگرچہ حافظ پر سنّت مؤکدہ نہ تھا مگر یہ قبل ایقاع ہے بعد وقوع سنّت درکنار جتنا پڑھے گا فرض ادا ہوگا کہ نماز میں فرض ابتدائی اگرچہ ایک ہی آیت ہے مگر سارا قرآن عظیم اگر ایک رکعت میں پڑھے سب فرض ہی واقع ہوتا ہے لانہ فرد فاقرؤا ما تیسر من القراٰن (کیونکہ یہ بھی (ارشاد باری تعالٰی) "جو قرآن میں سے آسان ہے پڑھو" کا فرد ہے۔ ت) ولہذا اگر سورت بھول کر رکوع میں چلا جائے پھر رکوع میں یاد آئے تو حکم ہے کہ رکوع کو چھوڑے اور کھڑا ہو کر سورت پڑھے اور پھر رکوع کرے حالانکہ ضم سورت صرف واجب تھا اور واجب کے لیے رفض فرض جائز نہیں جیسے قعدہ اولٰی بھول کر جو سیدھا کھڑا ہو جائے اب اسے عود حلال نہیں کہ قعدہ واجب تھا اور قیام فرض ہے مگر سورت جو پڑھے گا یہ بھی فرض واقع ہوگی تو فرض کے لیے رفض فرض ہوا، ولہذا اگر کھڑا ہو کر سورت پڑھے اور اس خیال سے کہ رکوع تو پہلے کر چکا ہوں دوبارہ رکوع نہ کرے نماز باطل ہو جائیگی کہ فرض کے لیے جو فرض چھوڑا گیا وہ جاتا رہا تھا اس پر فرض تھا کہ رکوع دوبارہ کرتا۔ ردالمحتار میں ہے:

فی المبتغٰی لوسہا عن السورۃ فرکع یرفض الرکوع ویعود الی القیام ویقرأ اھ فی البحر انہ اذا عاد وقرأ السورۃ

المبتغٰی میں ہے اگر سورت پڑھنا بھول گیا رکوع کر لیا تو رکوع چھوڑ کر قیام کی طرف لوٹ آئے اور قرأت کرے اھ بحر میں ہے جب لوٹ کر سورت پڑھی تو سورت بطور

---

[1] فتح القدیر باب سجود السہو نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۴۵۷

صارت فرضا فقد عاد من فرض الیٰ فرض لان کل فرض طولہ یقع فرضا[1] اھ ملتقطا

فرض ادا ہوگی تو یہ ایک فرض سے دوسرے فرض کی طرف لوٹنا ہُوا کیونکہ ہر فرض کی طوالت بھی فرض میں شامل ہوتی ہے اھ ملتقطا (ت)

ایک بار ختم کرکے دُوسری راتوں میں دوسرا ختم نئے لوگوں کو سنانا تو نہایت صاف امر ہے اگر بالفرض کوئی شخص آج اپنی تراویح پڑھ کر آج ہی رات اور لوگوں کی امامت تراویح میں کرے اور قرآن عظیم سنائے تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس قرآن سُننے کا ثواب نہ ہوگا۔ روایت مختارہ امام قاضی خاں پر تو ظاہر ہے کہ وہ متنفل محض کے پیچھے تراویح کی اقتداء بلاکراہت جائز مانتے ہیں، صرف امام کے حق میں کراہت کہتے ہیں اگر نیتِ امامت کرے ورنہ اس پر بھی کراہت نہیں، خانیہ میں فرمایا:

لوصلی العشاء والتراویح والوتر فی منزلہ ثم ام قوما اٰخرین فی التراویح ونوی الامامۃ کرہ ولایکرہ للقوم، ولو لم ینوا الامامۃ اولا و شرع فی الصلٰوۃ واقتدی بہ الناس فی التراویح لم یکرہ لواحد منھما۔[2]

اگرکسی نے نماز عشاء، تراویح اور وتر گھر ادا کئے پھر تراویح میں لوگوں کی امامت کی نیت سے تراویح کی امامت کی تو یہ مکروہ ہے لیکن قوم کے لیے یہ مکروہ نہیں ہے اور اگر اوّلاً اس نے امامت کی نیت نہ کی نماز میں شروع ہُوا تھا کہ لوگوں نے تراویح میں اقتدا کرلی تو اب کسی کے حق میں کراہت نہیں (ت)

اور روایت مختارۂ امام شمس الائمہ سرخسی پر اگرچہ یہ ناجائز ہے اور ان لوگوں کی تراویح نہ ہوں گی،

لان التراویح سنۃ مستقلۃ شرعت بوجہ مخصوص فلا تتادی الا بہ۔

کیونکہ نماز تراویح مستقل سنّت ہے جو وجہ مخصوص پر مشروع ہے تو یہ اسی وجہ مخصوص کے ساتھ ہی وُہ ادا ہوگی (ت)

اور یہی اصح ہے اور اسی پر فتوٰی ہے، عالمگیریہ میں محیط سے ہے:

الامام یصلی التراویح فی مسجدین فی کل مسجد علی الکمال لایجوز۔[3]

ایک امام جو دو مساجد میں مکمل طور پر نمازِ تراویح پڑھائے تو یہ جائز نہیں ہے (ت)

---

[1] ردالمحتار | باب سجود السہو | داراحیاء التراث العربی | ۱/ ۵۰۰

[2] فتاوٰی قاضیخان | فصل فی نیۃ التراویح | نولکشور لکھنؤ | ۱/ ۱۱۱

[3] فتاوٰی ہندیۃ | فصل فی التراویح | نورانی کتب خانہ پشاور | ۱/ ۱۱۶

Marfat.com

اسی میں جامع المضمرات شرح قدوری سے ہے: الفتوی علی ذٰلک[1] (فتوٰی اسی قول پر ہے۔ ت)

جوہرہ نیرہ میں ہے:

لوصلی امام التراویح فی مسجدین فی کل مسجد علی الکمال قال ابوبکر الاسکاف لایجوز وقال ابونصر یجوز لاھل المسجدین واختار ابواللیث قول الاسکاف وھو الصحیح[2]

اگر کوئی امام دو مساجد میں مکمل طور پر نماز تراویح پڑھاتے تو شیخ ابوبکر اسکاف نے فرمایا یہ جائز نہیں، اور شیخ ابونصر نے کہا دونوں مساجد والوں کے لئے جائز ہے، شیخ ابواللیث نے اسکاف کے قول کو اختیار کیا اور یہی صحیح ہے (ت)

نیز ہندیہ میں محیط سے ہے:

لوصلی التراویح مقتدیا بمن یصلی مکتوبۃ او وترا او نافلۃ الاصح انہ لایصح الاقتداء بہ لانہ مکروہ مخالف لعمل السلف[3]

اگر کسی نے نماز تراویح ایسے شخص کی اقتداء میں ادا کی جو فرض یا وتر یا نفل پڑھا رہا تھا تو یہ اقتداء درست نہیں کیونکہ یہ مکروہ اور عملِ اسلاف کے مخالف ہے (ت)

مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ نماز ہی نہ ہوگی، تراویح نہ ہونا اور بات ہے اور نماز نہ ہونا اور بات،

الاتری انہ انما علل بالکراھۃ ومخالفۃ الماثور وھما لاینفیان الاقتداء ولا یفسدان الصلٰوۃ۔

آپ نے دیکھا نہیں کہ علت کراہت اور مخالفت ماثور کو قرار دیا گیا ہے اور یہ دونوں اقتداء کے منافی نہیں اور نہ ہی نماز کو فاسد کرتی ہیں (ت)

تو وہ نماز اگرچہ تراویح نہیں یقیناً نماز صحیح ونفل محض ہے اور نفل محض میں بھی استماعِ قرآن فرض ہے اور اس ادائے فرض پر ثواب نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں تو قرآن سننے کا ثواب یہاں بھی ہے ہاں روایت مفتی بہا پر اس صورت خاصہ میں یعنی جبکہ امام اپنی تراویح پڑھ کر اُسی رات اوروں کی امامت کرے یہ کہہ سکتے ہیں کہ تراویح میں ختم قرآن کا انھیں ثواب نہ ملے گا کہ یہ تراویح نہیں، اور صورتِ اولٰی میں تو اس کی طرف بھی اصلا راہ نہیں کہ وہ نماز بلاشبہ تراویح اور وہ ختم ختم فی التراویح ہے، بات یہ ہے کہ اس مسئلہ میں بھی مولوی صاحب نے مولوی عبدالحی صاحب

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ فصل فی التراویح نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۱۶
[2] الجوہرۃ النیرہ باب قیام شہر رمضان مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۱۱۸
[3] فتاوٰی ہندیۃ فصل فی التراویح نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۱۷

Marfat.com

لکھنوی کا اتباع کیا ہے۔ مولوی صاحب لکھنوی خزانۃ الروایات سے ناقل ہیں:

قال السغناقی امام ختم فی التراویح مرۃ وختم ثانیا بغیرہ ھذا القوم لایخرج ھذا القوم الثانی عن السنیۃ لان الامام خرج السنیۃ فصار لہ نفلا فیدرکون ثواب صلٰوۃ النفل ولا یدرکون ثواب صلٰوۃ التراویح[1]

شیخ سغناقی کہتے ہیں امام نے ایک مرتبہ تراویح میں قرآن ختم کیا تو دوسری قوم سنت کو ادا کرنے والی قرار نہیں پائے گی کیونکہ امام سنت ادا کرچکا تھا اب اس کے لیے وہ نفل ہے، لوگ نماز نفل کا ثواب تو پائیں گے مگر تراویح کا ثواب نہیں پائیں گے (ت)

ظاہر ہے کہ اس کا مبنٰی وہ قول ضعیف ہے کہ جب ختم قرآن ہوجائے تو تراویح سنت نہیں رہتیں،

کمایفصح عنہ قولہ یدرکون ثواب صلٰوۃ النفل وقولہ لایدرکون ثواب صلٰوۃ التراویح۔

جیسا کہ ان کا یہ قول واضح کررہا ہے کہ وہ نماز نفل کا ثواب پائیں گے اور یہ قول بھی کہ وہ تراویح کا ثواب نہیں پائیں گے۔ (ت)

اور یہ قول ضعیف و ناماخوذ ہے اصح و معتمد و معمول بہ یہی ہے کہ ختم اگرچہ ہوجائے تراویح سارے ماہِ مبارک میں سنتِ مؤکدہ ہیں، اسی پر جوہرہ میں جزم کیا اور اسی کو سراج وہاج میں اصح کہا۔ عالمگیریہ میں ہے:

لوحصل الختم لیلۃ التاسع عشر او الحادی والعشرین لایترك التراویح فی بقیۃ الشھر لانھا سنۃ کذا فی الجوھرۃ النیرۃ الاصح انہ یکرہ لہ الترك کذا فی السراج الوھاج[2]

اگر قرآن انیسویں یا اکیسویں کو ختم ہوگیا تو باقی ماہ میں تراویح کو ترک نہ کیا جائے کیونکہ یہ سنت ہیں، جیسا کہ الجوہرۃ النیرۃ میں ہے۔ اصح یہ ہے کہ تراویح کا ترک مکروہ ہے، جیسا کہ السراج الوہاج میں ہے۔ (ت)

تو اب اس سے عدول کا اختیار نہ رہا۔ فتاوٰی خیریہ جلد اول میں فرمایا:

انت علی علم بانہ بعد التنصیص علی اصحیۃ لایعدل عنہ الٰی غیرہ[3]

آپ باخبر ہیں کہ جب اس حکم کے اصح ہونے پر تصریح مل جائے تو دوسرے قول کی طرف عدول نہیں کیا جائیگا (ت)

اسی کی جلد ثانی میں فرمایا: حیث ثبت الاصح لایعدل عنہ[4] (جب اصح کا ثبوت ہو تو پھر اس سے

[1] مجموعہ فتاوٰی بحوالہ خزانۃ الروایات کتاب الصلٰوۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۱/۱۳۴
[2] فتاوٰی ہندیۃ فصل فی التراویح نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۱۸
[3] فتاوٰی خیریہ کتاب الطلاق دارالمعرفۃ بیروت ۱/۳۹
[4] " " کتاب الصلح " " " ۲/۱۰۴

Marfat.com

عدول نہ کیا جائے ۔ت) خود مولوی لکھنوی صاحب نے لکھا :

مفتی بہ و مختار محققین آنست کہ تراویح سنت علیحدہ است و ختم سنت علیحدہ ہیچ ازیں ہر دو تابع دیگر نیست پس بعد ختم سنیت تراویح باقی خواہد ماند چنانکہ بود [1]

مفتی بہ اور مختار محققین کے ہاں یہ ہے کہ تراویح الگ سنت اور ختم قرآن الگ سنت ہے ۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے تابع نہیں لہٰذا ختم قرآن کے بعد سنیت تراویح اسی طرح قائم رہے گی جیسے کہ پہلے تھی (ت)

باوصف اس جاننے کے پھر مفتی بہ سے عدول ہرگز روا نہ تھا اور اس سے بچنے کے لیے مولوی لکھنوی صاحب کی یہ توجیہ کہ :

قول مفتی بہ پڑا اگرچہ تراویح از ذمہ مقتدیاں ساقط خواہد شد چہ در سنت تراویح امام و مقتدی ہر دو برابر اند لیکن در سقوط ختم اشکالیست چہ فقہا در باب اقتداء ضعف نماز امام را اگرچہ بہ یک رکن باشد مانع اقتداء می نویسند چنانچہ در درمختار وغیرہ مذکور ست اما اقتداء المسافر بالمقیم فیصح فی الوقت ویتم لا بعدہ فیما یتغیر لانہ اقتداء المفترض بالمتنفل فی حق القعدۃ لو اقتداء فی الاولیین او القراءۃ لو اقتداء فی الاخریین [2] انتہی دریں صورت باوجودیکہ امام و مقتدی ہر دو تحریمہ فرض بستہ ، سبب ضعف یک جز از اجزاء نماز امام حکم بفساد اقتداء دادہ شد پس بناءً علیہ در صورت سوال ہم حکم بعدم سقوط ختم از مقتدیان دادہ خواہد شد و ہمیں امر از عبارت

قول مفتی بہ پڑا اگرچہ تراویح مقتدیوں کے ذمہ سے ساقط ہو جائیں گی کیونکہ سنت تراویح میں امام اور مقتدی دونوں برابر ہیں لیکن ختم کے سقوط میں اختلاف ہے کیونکہ فقہا اقتداء کے باب میں نماز امام کے ضعف کو اگرچہ وُہ ایک رکن میں ہو مانع اقتداء قرار دیتے ہیں جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے ، مسافر کی اقتداء مقیم کے ساتھ وقتی نماز میں صحیح ہے اور وہ ادا بھی چار رکعت کرے لیکن بعد میں تبدیلی آجاتی ہے لہٰذا اقتداء درست نہیں ہوگی کیونکہ اب اگر پہلی دو رکعات میں اقتداء کرے گا تو قعدہ کے اعتبار سے فرض ادا کرنے والے کی متنفل کی اقتدا لازم آئے گی اور اگر آخری دو رکعات میں اقتداء کرے تو قرارت کے اعتبار سے یہی خرابی لازم آئیگی انتہٰی ، حالانکہ اس صورت میں امام اور مقتدی دونوں نے فرض کی تکبیر تحریمہ کہی لیکن نمازِ امام کے ایک جزء کے ضعف کی وجہ سے فسادِ اقتداء کا حکم جاری ہوگیا ۔ اس

---

[1] مجموعہ فتاوٰی ۔ کتاب الصلوٰۃ ۔ مطبع یوسفی لکھنؤ ۱/۱۳۴
[2] ؍؍ ۔ ؍؍ ۔ ؍؍ ۱/۱۳۵

Marfat.com

سغناقی مفہوم شود ہرگاہ در باب سقوط ختم و عدم سقوط آں اختلافے واقع شد پس امام را لازم کہ ختم ثانی را مع تراویح برخود نذر کردہ گیرد و گوید للہ ان اختم القرآن فی صلوٰۃ التراویح تا ختم او واجب شود و اقتدائے مقتدیان درست شود چنانچہ در خزانۃ الروایۃ تفصیل آں مذکور ست واللہ اعلم حررہ محمد عبدالحی عفا عنہ [1]

پر بنا کرتے ہوئے سوال مذکور کے جواب میں یہی حکم ہوگا کہ مقتدیوں کے ذمّہ سے ختم قرآن ساقط نہیں ہوگا، اور عبارت سغناقی سے یہی بات مفہوم ہو رہی ہے لہٰذا جہاں بھی سقوط و عدم سقوط ختم میں اختلاف ہو جائے وہاں امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ تراویح میں دوسرے ختم کی نذر مانتے ہوئے کہے کہ مجھ پر اللہ کی رضا کی خاطر نماز تراویح میں ختم قرآن لازم تاکہ اس پر ختم قرآن واجب ہو جائے اور مقتدیوں کی اقتداء بھی درست ہو جائے، جیسا کہ خزانۃ الروایۃ میں اس کی تفصیل ہے واللہ اعلم المحرر محمد عبدالحی عفا عنہ (ت)

انصافاً شطرنج میں اضافہ بغلہ سے بہتر نہیں **اوّلاً** سُنن و نوافل میں اضعفیت مانع صحتِ بنا نہیں ہوسکتی ورنہ جس طرح عاری کے پیچھے لابس کی نماز نہیں ہوسکتی یونہی کلاہ پوش کے پیچھے عمامہ بند کی نماز نہ ہوسکے کہ وُہ سنیت میں مقتدیوں سے اضعف ہے۔

ثانیاً یہ مان کر کہ مقتدیوں کے ذمّہ سے تراویح ساقط ہو جائیگی پھر یہ فرمانا کہ امام پر نذر ماننا لازم کہ اقتدائے مقتدیان درست ہو صریح تناقض ہے۔

ثالثاً عبارت سغناقی کا ہرگز یہ مفاد نہیں کہ باوصف صحت تراویح صرف اس بنا پر کہ امام ایک بار ختم کر چکا ہے مقتدیوں کے ذمّہ سے ختم ساقط نہ ہوگا بلکہ اس کا مبنیٰ صراحۃً وہی تھا کہ تراویح ختم کے لیے تھیں جب ختم ہو چکا تراویح بھی ختم ہوگئیں تو امام نفل محض پڑھ رہا ہے اور متنفل کے پیچھے تراویح ادا نہیں ہوتیں، ولہٰذا تصریح کی کہ ثوابِ نفل پائیں گے ثوابِ تراویح نہ پائیں گے، یہ مفاد اُس مفاد کے صریح مضاد ہے نہ کہ باہم اتحاد۔

رابعاً شرع سے معلوم ہے کہ جماعت نفل بہ تداعی مشروع نہیں اور تراویح باجماعت وارد ہوئیں تو وجہ متوارث ماثور پر مقتصر ہوں گی، اور وُہ یُونہی ہے کہ امام و مقتدی سب، نیتِ تراویح کرتے یہاں اضعف واقوی کو دخل نہیں، ولہٰذا اوپر تصحیح گزری کہ تراویح جس طرح متنفل کے پیچھے ساقط نہ ہونگی یُونہی مفترض کے پیچھے بھی ادا نہ ہوں گی حالانکہ مفترض یقیناً اعظم قوت پر ہے تو جب تک دلیل صریح سے ثبوت نہ دیا جائے

---

[1] مجموعہ فتاوی درینکہ بعد یک ختم قرآن آیا سنت تراویح الخ مطبع یوسفی لکھنؤ ۱/۵۲-۲۵۱

Marfat.com

کہ امام کا ایک بارختم کیے ہوئے ہونا بھی ماثور و متوارث کے خلاف ہے اس پر اس کا قیاس محض بے معنی ہے بالجملہ متنفل کے پیچھے تراویح نہ ہونا تو ضرور منقول بلکہ اس پر فتوائے فحول، اور ایک بار ختم قرآن پڑھ لینے کے باعث حافظ کا امامت دیگراں سے معزول ہونا کہیں منقول نہیں اور آپ کی اپنی رائے سے بے نقل صحیح حجت و مقبول نہیں۔

خامسًا بلکہ امر بالعکس ہے خود اسی خزانۃ الروایات میں کنز الفتاوی سے منقول:

رجل امر قوما فی التراویح وختم فیہا ثم امر قوم اخرین لہ ثواب الفضیلۃ ولہم ثواب الختم[1]

کسی نے تراویح میں امامت کرتے ہوئے قرآن ختم کیا پھر دوسرے لوگوں کی امامت کی تو اب امام کے لیے ثوابِ فضیلت اور لوگوں کے لیے ختم کا ثواب ہوگا (ت)

یہ صریح جزئیہ ہے اور آپ کے خیال کا صاف رد اور قاضی گجراتی کا ارشاد کہ ھذا الکتاب غیر مشہور بین العلماء فلا وثوق بہ (یہ کتاب علماء کے درمیان مشہور نہیں لہذا اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ ت) مسلم نہیں، صاحب کنز الفتاوی امام احمد بن محمد بن ابی بکر حنفی مصنف مجمع الفتاوی و خزانۃ الفتاوی ہیں کشف الظنون میں انھیں بلفظ شیخ و امام وصف کیا:

حیث قال کنز الفتاوی للشیخ الامام احمد بن محمد صاحب مجمع الفتاوی الحنفی[2]

ان کے الفاظ یہ ہیں کنز الفتاوی، شیخ امام احمد بن محمد حنفی صاحبِ مجمع الفتاوی کی کتاب ہے (ت)

سادسًا ہم عنقریب واضح کرتے ہیں کہ نذر سے بھی عقدہ کشائی نہ ہوگی امثال فاضل لکھنوی سے قال ابو حنیفۃ کذا والحق کذا (امام ابوحنیفہ نے اسی طرح فرمایا ہے مگر حق یہ ہے۔ت) فرمانے والے ہیں، مصنف خزانۃ الروایۃ ایک متاخر ہندی قاضی جگن گجراتی کی ایسی تقلید سخت عجیب و بعید

ولکن اللہ یفعل ما یرید والحمد للہ علی ارا ءۃ السبیل السدید واللہ سبحٰنہ وتعالٰی۔

اللہ اپنے ارادے کے مطابق کرتا ہے اور صحیح رہنمائی فرمانے پر اللہ تعالٰی ہی کی حمد و ثنا ہے اور اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے جس کی ذات نہایت ہی مقدس و بالا ہے (ت)

بست و سوم اگر وہ مسئلہ و تعلیل قبول کرلیے جائیں تو حافظ مذکور اگر نذر بھی مان لے کہ میں تراویح

---

[1] خزانۃ الروایات

[2] کشف الظنون باب الکاف منشورات مکتبۃ المثنی بغداد ۲/۱۵۱۸

Marfat.com

مع جماعت ختم قرآن ادا کروں گا تو اب بھی کار برآری مسلم نہیں کہ مقتدیوں پر وجوب اصلی تھا اور نذر کا وجوب عارضی ہے اور وہ وجوب اصلی سے، اضعف ہے تو اضعف پر اقوی کی بنا صحیح نہیں۔ فتح اللہ المعین

پھر طحطاوی پھر ردالمحتار میں ہے:

بناء القوی علی الضعیف انما یمنع اذا کانت القوۃ ذاتیۃ فلو عرضت بالنذر کما ھنا فلا ومن ھنا قال فی شرح المنیۃ النذر کالنفل[1]

قوی کی بنا ضعیف پر تب منع ہے جب قوت ذاتی ہو، اگر نذر کی وجہ سے عارضی ہو جیسا کہ یہاں ہے تو پھر مانع نہیں۔ اسی مقام پر شرح منیہ میں ہے کہ نذر نفل کی طرح ہوتی ہے (ت)

اور ضعیف بھی مانئے تو سبب وجوب مختلف ہیں جب بھی بنا صحیح نہ ہوئی جیسے ناذر ناذر کی اقتدا نہیں کر سکتا بلکہ ناذر مفترض کی اقتدا نہیں کر سکتا حالانکہ فرض اقوی ہے تو سبب وہی کہ سبب جدا ہے۔

درمختار میں ہے:

لایصح اقتداء ناذر بمفترض ولا بناذر لان کلا منھما کمفترض فرضا اٰخر الااذا نذر احدھما عین منذور الاٰخر للاتحاد[2] اھ۔

نذر ماننے والے کے لیے فرض ادا کرنے والے اور نذر ادا کرنے والے کی اقتدا صحیح نہیں کیونکہ یہ دونوں الگ الگ فرائض ادا کر رہے ہیں البتہ اس صورت میں جائز ہوگی جب دونوں کی نذر ایک ہو کیونکہ اس صورت میں اتحاد حاصل ہوگا اھ (ت)

مولوی صاحب نے یہاں بھی فاضل لکھنوی کا اتباع کیا اور فاضل لکھنوی نے حسب حوالہ خود قاضی جگن ہندی کا، والحق احق ان یتبع (جبکہ حق ہی اتباع کے لائق تر ہے۔ ت)

بست چہارم تحقیق یہ ہے کہ جس نے فرض جماعت سے پڑھے اور تراویح تنہا وہ تو جماعتِ وتر میں شریک ہو سکتا ہے، اور جس نے فرض تنہا پڑھے ہوں اگرچہ تراویح جماعت سے پڑھی ہوں وہ وتر کی جماعت میں داخل نہیں ہو سکتا وقد حققناہ فی فتاونا بما یکفی ویشفی (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس پر تسلی بخش گفتگو کی ہے۔ ت)

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۷۶
طحطاوی علی الدرالمختار " " دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۹۷
[2] درمختار باب الامامۃ مجتبائی دہلی ۱/۸۴

Marfat.com

درمختار میں ہے:

لولم یصل التراویح بالامام یصلی الوتر معہ[1]	اگر کسی نے تراویح امام کے ساتھ ادا نہیں کی تو وتر امام کے ساتھ ادا کرسکتا ہے (ت)

جامع الرموز میں ہے:

لکنہ اذالم یصل الفرض معہ لایتبعہ فی الوتر[2]	اگر فرض امام کے ساتھ ادا نہ کیے ہوں تو پھر وتر میں امام کی اتباع نہ کرے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

امالو صلاھا جماعۃ مع غیرہ ثم صلی الوتر معہ لاکراھۃ[3]	اگر فرض کسی اور کی اقتدار میں ادا کیے پھر وتر دوسرے امام کے ساتھ پڑھے تو اب کراہت نہ ہوگی (ت)

مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی نے بھی فقہائے کرام سے اس کی ممانعت ہی نقل کی اگرچہ صرف اس بنا پر کہ اس کی وجہ اپنی سمجھ میں نہ آئی اپنی خاص رائے مخالف بتائی، اپنے فتاوٰی میں لکھتے ہیں:

درقنیہ از عین الائمہ و در تاتارخانیہ از علی بن احمد رحمہ اللہ تعالٰی مرقوم کہ ہرکہ فرض باجماعت ادا نہ کردہ باشد وتر ہم بجماعت ادا نہ سازد، ہمچنیں در غنیہ وغیرہا مذکور ست لیکن کدامی وجہ قوی معتدبہ عدم جواز معلوم نمی شود حق جواز معلوم مے شود[4] انتہی۔	قنیہ میں عین الائمہ سے اور تاتارخانیہ میں علی بن احمد رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ جو شخص فرض جماعت کے ساتھ ادا نہ کرے وُہ وتر بھی جماعت سے نہ پڑھے۔ اور اسی طرح غنیہ وغیرہ میں مذکور ہے۔ لیکن اس کے عدمِ جواز پر قوی و معتدبہ وجہ معلوم نہیں ہوسکی جواز حق معلوم ہوتا ہے انتہی (ت)

امام عین الائمہ کرابیسی و امام علی بن احمد و قنیہ و غنیہ و جامع الرموز و ردالمحتار کے نصوص صریحہ کے مقابل صرف آپ کی "معلوم نمی شود" (معلوم نہیں ہوسکی۔ ت) پر عمل کی کوئی وجہ نہیں، کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے۔ ت)

---

[1] درمختار	باب الوتر والنوافل	مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۹۹
[2] جامع الرموز	فصل فی الوتر والنوافل	مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران	۱/ ۲۱۶
[3] ردالمحتار باب الوتر والنوافل	مبحث صلٰوۃ التراویح	داراحیاء التراث العربی بیروت	۱/ ۴۷۶
[4] مجموعہ فتاوٰی	کتاب الصلٰوۃ	مطبع یوسفی لکھنؤ	۱/ ۳۶-۱۳۵

Marfat.com

بست و پنجم بارہ برس سے کم عمر کی تخصیص نہیں بلکہ صحیح ومختار یہ ہے کہ نابالغ کے پیچھے بالغوں کی کوئی نماز جائز نہیں اگرچہ ایک دن کم پندرہ برس کا ہو، امامتِ بالغین کے لیے بلوغ شرط ہے خواہ یہ ظہور آثار مثل احتلام وانزال خواہ بتمامی پانزدہ سال۔ درمختار میں ہے:

لایصح اقتداء رجل بصبی مطلقا ولا فی نفل علی الاصح[1] — بالغ مرد کی اقتداء بچے کے پیچھے مطلقاً اگرچہ نفل نماز میں ہو اصح مذہب پر درست نہیں ہے (ت)

بست و ششم آیتِ سجدہ کہ نماز میں تلاوت کی جائے سجدہ فوراً واجب ہے، اگر تین آیت کی تاخیر کی گنہگار ہوگا پھر اگر عمداً سجدہ نہ کیا نہ معاً رکوع کیا کہ سجدۂ تلاوت رکوع سے ادا ہو جاتا تو اس کی اصلاح سجدۂ سہو سے نہیں ہوسکتی کہ وہ سجدۂ سہو ہے نہ کہ سجدۂ عمد، اور اگر سجدۂ تلاوت کرنا بھول گیا اور حرمتِ نماز سے باہر نکل گیا تو اب بھی سجدۂ سہو نہیں ہوسکتا کہ حرمت سے خروج جیسا کہ مانع سجدۂ تلاوت ہے یوں ہی مانع سجدۂ سہو، ہاں اگر حرمت نماز میں باقی ہے کلام نہ کیا اُٹھ کر چلا نہ گیا اور یاد آیا تو سجدۂ تلاوت پھر سجدۂ سہو دونوں کرے، اور سجدۂ سہو صرف اسی صورت سے خاص نہیں بلکہ اگر سجدۂ تلاوت نماز میں کیا مگر سہواً بتاخیر مثلاً دوسری رکعت میں یاد آیا کہ سجدۂ تلاوت چاہئے تھا اور اب ادا کیا جب بھی سجدۂ سہو کا حکم ہے اگرچہ سجدۂ تلاوت نماز میں ادا ہوگیا، درمختار میں ہے:

ھی علی التراخی ان لم تکن صلویۃ فعلی الفور لصیرورتھا جزأمنھا ویأثم بتاخیرھا ویقضیھا مادام فی حرمۃ الصلوۃ ولوبعد السلام، فتح[2] — سجدۂ تلاوت لازم ہوتا ہے تراخی کے طور پر بشرطیکہ سجدۂ مذکورہ نماز میں لازم نہ ہُوا ہو کیونکہ اگر نماز میں لازم ہُوا تو فی الفور نماز کے اندر کرنا ہی ضروری ہے کیونکہ اب وہ نماز کا جُز بن گیا ہے لہذا اس کی تاخیر سے گنہگار ہوگا اور اس کی قضا بجالاسکتا ہے جب تک وُہ حرمتِ نماز کے اندر ہے اگرچہ سلام کے بعد ہو، فتح۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ ولوبعد السلام ای ناسیا مادام فی المسجد[3] — قولہ سلام کے بعد الخ یعنی بھول جانے والا شخص جب تک مسجد میں ہے سجدہ ادا کرسکتا ہے (ت)

---

[1] درمختار — کتاب الصلوٰۃ — مجتبائی دہلی — ۱/۸۴

[2] ″ — باب سجود التلاوۃ — ″ — ۱/۱۰۵

[3] ردالمحتار — ″ ″ ″ — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۱/۵۱۸

Marfat.com

اسی میں ہے :

لو اخرالتلاوية عن موضعها فان عليه سجود السهو كما فی الخلاصة جازماً بانه لا اعتماد علی ما یخالفه وصححه فی الولوالجیة۔[1]

اگرنماز میں سجدۂ تلاوت مؤخر کردیا تو اس کی وجہ سے سجدۂ سہو آئے گا جیسا کہ خلاصہ میں بطور جزم بیان ہے یعنی اس کے مخالف قول پر اعتماد نہیں کیا جائیگا ولوالجیہ نے بھی اسی قول کی تصحیح کی ہے۔ (ت)

ایضاً درمختار میں ہے :

سجود السهو یجب بترك واجب سهوا فلا سجود فی العمد قیل الا فی اربع۔[2]

بھول کر ترکِ واجب میں سجدۂ سہو ہوتا ہے لہذا قصداً ترک میں سجدۂ سہو نہیں ہوگا، بعض کی رائے میں صرف چار مقامات پر عمداً ترکِ واجب میں سجدۂ سہو لازم ہوجاتا ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے :

اشار الی ضعفه تبعا لنور الایضاح لمخالفته للمشهور وقد ردہ العلامة قاسم بانه لا یعلم له اصل فی الروایة ولا وجه فی الدرایة۔[3]

نورالایضاح کی اتباع کرتے ہُوئے انھوں نے اس کے ضعیف ہونے پر اشارہ کیا ہے کیونکہ یہ قول مشہور کے خلاف ہے، اور علامہ قاسم نے اس کی یُوں تردید کی ہے کہ اس قول کی روایت میں کوئی اصل معلوم نہیں اور نہ ہی اس پر کوئی عقلی دلیل موجود ہے (ت)

بست وہفتم دربارۂ ہلال تار کی گواہی شرعاً محض باطل وانا معتبر وحققناہ فی فتاوٰنا بما لامزید علیه (ہم نے اس کی اپنے فتاوٰی میں خوب تفصیل بیان کی ہے جس پر اضافہ دشوار۔ ت) نامعتبر شرعی کا درجۂ اعتبار کو پہنچا کیونکر یہاں بھی مولوی صاحب نے مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کا اتباع کیا ہے مولوی صاحب لکھنوی نے باآنکہ جابجا خود بے اعتباری تار کی تصریح کی، جلد اول ص ۵۲۳ اس باب (یعنی رؤیت ہلال) میں صرف خبر، تار یا تحریر خطی کافی نہیں جب تک کہ بطور کتاب القاضی الی القاضی (قاضی کا دوسرے قاضی کی طرف لکھنا۔ ت) کی تحریر نہ پہنچے، قاعدہ الخط یشبه الخط (تحریر دوسری تحریر کے مشابہ ہوتی ہے۔ ت) کا مشہور ہے[4] ایضاً صفحہ ۵۴۰ بحسب ضوابط فقہیہ مجرد اخبارات تار وغیرہ درباب

---

[1] ردالمحتار	باب سجود السهو	داراحیاء التراث العربی بیروت	۱/۴۹۷
[2] درمختار	"	مجتبائی دہلی	۱/۱۰۲
[3] ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۱/۴۹۷
[4] مجموعہ فتاوٰی	کتاب الصوم	مطبع یوسفی لکھنؤ	۱/۲۷۲

Marfat.com

حکم صوم و افطار معتبر نہیں[1]۔ صفحہ ۱۰۶ پر یہ لکھا:

واقعی درباب رؤیتِ ہلال شہرتِ اخبار معتبر ست اگراز شہرے خبرے رسیدہ کہ بہ شب گزشتہ درآنجا رؤیت شدہ یا بوساطت تار برقی دریافت ایں امر شدہ تا وقتیکہ شہرت آں نہ شود از تحریرات کثیرہ و اخبار عدیدہ معلوم نہ شود اعتبار آں نباید ساخت[2]۔

رؤیتِ ہلال کے بارے میں خبروں کی شہرت معتبر ہے، اگر کسی شہر سے یہ خبر آئے کہ گزشتہ رات اس جگہ چاند دیکھا گیا ہے یا تار کے ذریعے یہ خبر معلوم ہو تو جب تک کثیر تحریروں اور متعدد خبروں کے ذریعے یہ خبر شہرت حاصل نہ کرے اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ (ت)

اس کی شہرت ہو جانے سے یہ تو مراد نہیں ہو سکتی کہ جب اس شہر میں خبر مشہور ہو گئی کہ فلاں جگہ سے تار آیا ہے تو اب وہی تار جس کی خبر شرعاً نا کافی اور بحسب ضوابط فقہیہ نا معتبر تھی معتبر ہو جائیگا اسے تو کوئی عاقل گمان نہ کرے گا ورنہ کسی فاسق، فاجر، شراب خور، زناکار کی خبر شہر میں اُڑ جائے کہ وہ اپنا چاند دیکھنا بیان کرتا ہے تو چاہئے کہ معتبر ہو جائے، حالانکہ تار اُس سے بھی زیادہ بے اعتبار کہ فاسق اہلِ شہادت ہے ولہذا اگر حاکم شرع اس کی شہادت قبول کرلے حکم صحیح ہو جائے گا اگرچہ حاکم آثم ہو نص علیہ فی الفتح والبحر والدر وغیرہ من الاسفار الغر (فتح، بحر، در وغیرہ دیگر مشہور کتب میں اس پر تصریح ہے۔ ت) اور تار تو اصلاً اہلیتِ شہادت نہیں رکھتا، ہاں شاید یہ مراد ہو کہ جب اُس شہر سے متعدد تار آئیں تو اعتبار کیا جائے گا اور یہ اُس استفاضہ و شہرت میں داخل ہوگا جسے فقہائے کرام نے دربارہ رؤیت معتبر رکھا ہے مگر خیال نہ کیا کہ یہ تعدد ہوگا تو مروی عنہ میں نہ راوی میں کہ یہاں بھی تار بابو اُن سب تاروں کا ناقل ہوگا حالانکہ اُن میں اکثر کفار ہوتے ہیں تو یہ استفاضہ مخترعہ اُس سے بھی بدتر ہوگا کہ ایک فاسق فاجر سر بازار پکارتا پھرے کہ فلاں شہر میں لاکھ آدمیوں نے چاند دیکھا ہے کیا اسے استفاضہ کہیں گے حاشا وکلا، اور جہاں تار گھر متعدد بھی ہوں اور فرض کریں کہ ہر آفس میں اُس شہر سے خبر آئی تو کیا چند کافر یا فاسق یا مجہول آکر کہہ دیں کہ فلاں جگہ کے فلاں فلاں سکان نے ہم سے اپنا چاند دیکھنا بیان کیا تو یہ حکایت محضہ تا حدِ استفاضہ پہنچے گی، استغفر اللہ۔ تار والا تو بے چارہ اتنی بات کا بھی گواہ نہیں اُس نے تو تار میں ایک حرکت پائی اور اس سے کچھ حروف مصطلحہ سمجھے جو نہایت جلدی میں کمال بے حزمی کے ساتھ ایک کاغذ پر لے کر چپراسی کے حوالے کیے، حرکت دینے والے بھی خود رؤیتِ ہلال

---

[1] مجموعہ فتاوٰی کتاب الصوم مطبع یوسفی لکھنؤ ۱/۲۷۳

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۲۶۴

Marfat.com

والے نہ تھے، وُہ وہاں کے بنگالی بابُو یا ہندو یا نصارٰی وغیرہم تھے، اُن کے پاس چاند دیکھنے والے خود نہ آئے، ایک پرچہ پر لکھ کر یا خود انگریزی نہ جانی تو کسی ہندو وغیرہ کفار سے انگریزی کرا کر کسی نوکر چاکر یا راہ چلتے کے ہاتھ تار آفس میں بھیج دی وہ وہاں کا بابو یہاں بھیج دے گا اس کی بلا کو بھی غرض نہیں کہ جس کے نام سے تار جاتا ہے خود وُہ بھیجتا بھی ہے یا کسی نے محض جھوٹ اس کی طرف سے تار دلوایا ہے ایسے نفیس سلسلے کی خبر اگر شرع معتبر کرے تو قیامت ہے، یہ تو تار کے مہملات ہیں، زبانوں کی کہی ہُوئی خود ہمارے آگے مسلمانوں کی اڑا کی ہُوئی ہزار افواہ بازار ہرگز استفاضہ شرعیہ نہیں جب تک پایۂ ثبوت و تحقیق کو نہ پہنچیں پھر متعدد تاروں سے سوا اس کے کہ گورنمنٹ کے خزانے میں چند روپے داخل ہوگئے، اور کیا نتیجہ! یہاں جو استفاضہ شرع نے معتبر فرمایا اس کے معنی معلوم کیجئے، ردالمحتار میں ہے:

قال الرحمتی معنی الاستفاضۃ ان تاتی من تلك البلدۃ جماعات متعددون کل منھم یخبر عن اھل تلك البلدۃ انھم صاموا من رؤیۃ لا مجرد الشیوع من غیر علم بمن اشاعہ کما قد تشیع اخبار یتحدث بھا سائر اھل البلدۃ ولا یعلم من اشاعھا فمثل ھذا لاینبغی ان یسمع فضلا من ان یثبت بہ حکم اھ قلت وھو کلام حسن ویشیر الیہ قول الذخیرۃ اذا استفاض و تحقق فان التحقق لا یوجد بمجرد الشیوع۔[1]

شیخ رحمتی کہتے ہیں کہ استفاضہ کا معنی یہ ہے کہ اس شہر سے متعدد جماعتیں آئیں اور ہر کوئی یہ اطلاع دے کہ انھوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے محض ایسی افواہ سے نہیں کہ جس کے پھیلانے والا معلوم نہ ہو جیسا کہ بہت سی باتیں شہروں میں پھیل جاتی ہیں اور ان کے پھیلانے والا معلوم نہیں ہوتا، تو ایسی بات کو سُننا مناسب نہیں چہ جائیکہ اس سے کوئی حکمِ شرعی ثابت کیا جائے اھ قلت یہ کلام بہت ہی خوب ہے، ذخیرہ کے ان الفاظ میں بھی یہی بات ہے کہ جب مشہور و متحقق ہوجائے تب لازم ہوگا کیونکہ ثبوت و تحقق محض افواہ سے نہیں ہوگا۔ (ت)

دیکھئے استفاضہ اس کا نام ہے کہ اُس شہر سے متعدد جماعات آئیں اور سب یک زبان خبر دیں کہ وہاں رؤیت ہُوئی اور روزہ چاند دیکھ کر رکھا، بے تحقیق خبریں جن کی سند معلوم نہیں اگرچہ تمام اہلِ شہر کی زبان پر ہوں کان رکھنے کے قابل بھی نہیں ہوتیں نہ کہ اُن سے کسی حکمِ شرعی کا اثبات۔ انصاف کیجئے تو تار کی یہی حالت ہے شہر والے ہرگز یہ بھی نہیں بتا سکتے کہ یہ اشاعت کن لوگوں کے ہاتھوں سے ہُوئی، تار کے فارم کس نے لکھے،

---

[1] ردالمحتار کتاب الصوم دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۹۴

Marfat.com

تار بابُو کو فارم دینے کون گیا، وہاں کا تار بابو کون تھا، یہاں کون سے چپراسی کہ دے گیا کون تھا تو وہی رہا کہ لایعلم من اشاعھا (اسے مشہور کرنے والے کا علم نہیں۔ ت) اور استفاض لغوی کے ساتھ تحقق متحقق نہ ہُوا کہ استفاضہ شرعی ہوتا، اور یہیں سے ظاہر کہ انتظام زمانہ حال جس پر مولوی لکھنوی صاحب نے اعتماد اتکال کیا یہاں کچھ بھی بکار آمد نہیں، انتظام اس کا ہے کہ تار جو دیا جائے اپنی تین مقررہ میعادوں پر بھیج دیا جائے گا اس میں فرق نہ آئے گا مکتوب الیہ ملا تو اسے پہنچا دیا جائے گا، آفس کی غلطی سے نہ پہنچا تو محصول اتنی مدت تک واپس دیا جائے گا۔ یہ انتظام اصلاً نہیں کہ تار دینے جو آئے اس کی شناخت لی جائے کہ آیا وہی ہے یا دوسرا شخص غلط سلط اُس کے نام سے دیتا ہے، نہ اس کا انتظام ہے کہ فارم لکھنے والے نے کلام قائل کا صحیح ترجمہ کیا ہے یا اُس نے کچھ کہا اور یہ تار کے تنگ لفظوں میں اُسے ادا نہ کرسکا یا محصول کے بچاؤ کو مطلب ناقص رہ گیا، نہ اس کا انتظام ہے کہ تار دینے، لینے، پہنچانے والے عادل، ثقہ، متقی ہونا درکنار، مسلمان ہی ہوں، پھر انتظام مذکور نے کیا کام دیا، باقی تفصیل فتاوائے فقیر میں ملاحظہ ہو اور ان تمام خرابیوں سے قطع نظر کیجئے تو قبول استفاضہ جس امر پر مبنی تھا یہاں عامّہ بلاد میں سرے سے وہ مبنٰی ہی مفقود ہے، مبنٰی یہ تھا کہ استفاضہ سے اُس شہر میں روزہ ہونا بالیقین ثابت ہوگا اور شہر عادۃً حاکمِ شرع سے خالی نہیں ہوتا اور روزہ وعید حکمِ حاکمِ اسلام ہی سے ہوا کرتے ہیں تو اس استفاضہ سے معلوم ہوگا کہ اُس شہر میں حاکمِ شرع نے حکم دیا اور اس کا حکم حجتِ شرعیہ ہے لہذا مقبول ہوگا جیسے دوگواہ عادل گواہی دیں کہ ہمارے سامنے فلاں حاکمِ شرع کے یہاں شہادتیں گزریں اور اس نے حکم دیا۔

ردالمحتار میں ہے:

الاستفاضۃ لما کانت بمنزلۃ الخبر المتواتر وقد ثبت بھا ان اھل تلک البلدۃ صاموا یوم کذا لزم العمل بھا لان البلدۃ لاتخلو عن حاکم شرعی عادۃ فلابد من ان یکون صومھم مبنیا علی حکم حاکمھم الشرعی فکانت تلک الاستفاضۃ بمعنی نقل الحکم المذکور[1]

جب استفاضہ خبرِ متواتر کی طرح ہے اور اس سے یہ ثابت ہوگیا کہ اس شہر کے لوگوں نے فلاں دن روزہ رکھا ہے تو اس پر عمل ہوگا کیونکہ عادۃً شہر حاکمِ شرعی سے خالی نہیں ہوتا تو ایسی صورت میں لامحالہ ان کا روزہ ان کے حاکمِ شرعی کے فیصلہ پر مبنی ہوگا تو اب استفاضہ بمعنی حکم مذکور کا نقل کرنا ہوگا۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الصوم داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۹۴

Marfat.com

یہاں عامۂ بلاد میں نہ حاکمِ شرعی نہ لوگ پابندِ احکامِ شرعی، پھر استفاضہ ہُوا بھی تو کیا وحسبنا اللہ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

بست و ہشتم مسئلہ اختلافِ مطالع کی تحقیق اعلٰی وجہ انیق پر بحمداللہ تعالٰی بیان ہو چکی جس سے روشن کہ وہ اصلاً کبھی کسی ہلال میں معتبر ہونے کے قابل نہیں۔ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ایک ارشاد:

انا امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب الشھر ھکذا وھکذا وھکذا[1] الحدیث۔

ہم اُمّی امت ہیں نہ لکھتے ہیں اور نہ حساب جانتے ہیں ہم ماہ کو یُوں یُوں شمار کرتے ہیں الحدیث (ت)

مطلقاً اس کے ابطال واہمال کو کافی ووافی، کہ اس کی بنا ہر مہینے میں انھیں حسابات غیر مضبوط پر ہے جن کو شرع مطہر یکسر ساقط النظر فرما چکی مگر در بارۂ ہلال اضحٰی علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کو براہِ بشریت ایک اشتباہ واقع ہُوا اور انھیں گمان گزرا کہ یہاں اس کا اعتبار چاہیے وُہ خود بھی اسے مسئلۂ مذہب نہیں بتاتے صرف اپنی ایک رائے کہتے اور تصریح فرماتے ہیں کہ یہ حکم میں نے کسی کتاب میں نہ دیکھا اور اس کی بناء دو بلکہ ایک ہی امر پر کرتے ہیں اگر وُہ اپنے اس خیال کا منشا ظاہر نہ فرماتے تو شُبہ رہتا کہ شاید یہاں کوئی دقیقہ ہو مگر الحمدللہ کہ ان کے بیان نے امر واضح کردیا اُن دونوں امر میں علامہ شامی کی رائے سامی سے لغزش ہوئی ہے تو ان کے اتباع کی طرف ہرگز سبیل نہیں۔

امر اوّل یہ فرمایا کہ اختلافِ مطالع صوم میں تو اس لیے نامعتبر ہُوا تھا کہ حدیث نے اُسے مطلق رؤیت سے متعلق فرمایا تھا کہ جب کہیں چاند دیکھا گیا رؤیت ہوگئی بخلاف اضحیہ کہ اس کا ویسا تعلق وارد نہیں۔

امر دوم یہ کہ کلامِ علما سے کتاب الحج میں مفہوم ہوتا ہے کہ دربارۂ حج اختلافِ مطالع معتبر ہے تو اگر بعد وقوف گواہ گزریں کہ آج دسویں تھی قبول نہ کی جائے گی۔ ردالمحتار میں فرمایا:

لا یعتبر اختلافھا بل یجب العمل بالاسبق رؤیۃ وھو المعتمد عندنا وعند المالکیۃ والحنابلۃ لتعلق الخطاب عاما بمطلق الرؤیۃ فی حدیث صوموا لرؤیتہ[2]۔

اختلافِ مطالع کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ پہلے چاند کی رؤیت پر عمل واجب ہوگا اور یہی ہمارے (احناف) مالکیہ اور حنابلہ کے ہاں معتمد ہے کیونکہ حدیث پاک "صوموا لرؤیتہ" (چاند دیکھنے پر روزہ رکھو) میں خطاب مطلق رؤیت کو شامل ہے۔ (ت)

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الصیام آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۱۷

[2] ردالمحتار مطلب فی اختلاف المطالع داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۹۶

Marfat.com

تنبیہ : یفھم من کلامھم فی کتاب الحج ان اختلاف المطالع فیہ معتبر فلا یلزمھم شیئ لوظھر انہ رؤی فی بلدۃ اخری قبلھم بیوم وھل یقال کذٰلک فی حق الاضحیۃ لغیر الحجاج لم ارہ والظاھر نعم لان اختلاف المطالع انما لم یعتبر فی الصوم لتعلقہ بمطلق الرؤیۃ وھذا بخلاف الاضحیۃ فالظاھر انھا کاوقات الصلٰوۃ یلزم کل قوم العمل بما عندھم۔[1]

تنبیہ : کتاب الحج میں کلامِ علماء سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ حج میں اختلافِ مطالع کا اعتبار ہے کیونکہ اگر واضح ہوجائے کہ کسی دوسرے شہر میں ایک دن پہلے چاند دیکھا گیا تھا تو اب حجاج پر کوئی شے بھی لازم نہ ہوگی، اور کیا قربانی کے بارے میں غیر حجاج کے حق میں بھی یہی کہا جائے گا ؟ اس بارے میں حکم میری نظر سے نہیں گزرا، ظاہر یہی ہے (کہ اختلافِ مطالع کا اعتبار ہوگا) کیونکہ صوم میں اختلافِ مطالع کا اعتبار اس لیے نہیں کہ حدیث مبارکہ میں روزہ کا تعلق مطلق رؤیت سے ہے بخلاف قربانی کے کہ اس میں ظاہر یہی ہے کہ یہ اوقات نماز کی طرح ہے ہر قوم پر اپنے اوقات کے مطابق عمل لازم ہوگا۔ (ت)

اقول دونوں صحیح نہیں، الحمد للہ دربارۂ اضحیہ بھی ویسی ہی حدیث وارد ہے جیسی صوم وافطار میں تھی شرع نے اُسے بھی مطلق رؤیت سے ویسا ہی متعلق فرمایا ہے جیسا اُن دونوں کو سنن ابی داؤد شریف میں امیرِ مکہ حارث بن حاطب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے :

قال عھد الینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان ننسک للرؤیۃ فان لم نرہ وشھد شاھدا عدل نسکنا بشھادتھما۔[2]

ہمیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ رؤیت پر قربانی کریں پھر اگر ہمیں رؤیت نہ ہو اور دو گواہ عادل گواہی دیں تو ان کی گواہی سے قربانی کرلیں۔

امام دارقطنی نے فرمایا : ھذا اسناد متصل صحیح[3] (اس کی سند متصل اور صحیح ہے۔ ت) اور حج میں ردِ شہادت نہ بربنائے اعتبار اختلاف ہے ورنہ مہینہ بھر سے کم فاصلہ کی رؤیت گواہ بیان کریں تو مقبول ہو، حالانکہ علماء مطلقاً رد فرماتے ہیں بلکہ اس کی وجہ دفع حرج ہے جیسا کہ لباب وشرح لباب میں تصریح ہے یعنی ہزارہا کوس کے فاصلوں سے تمام اقطار واطرافِ زمین سے لاکھوں بندۂ خدا حج کے لیے

---

[1] ردالمحتار مطلب فی اختلاف المطالع داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۹۶

[2] سنن ابی داؤد کتاب الصیام آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۱۹

[3] دارقطنی باب الشھادۃ علی رؤیۃ الھلال حدیث ۱ نشر السنۃ ملتان ۲/۱۶۷

Marfat.com

حاضر ہوئے اب کہ وقت گزر گیا گواہ گواہی دینے آئے کہ تم نے دسویں کو وقوفِ عرفہ کیا تمھارا حج نہ ہوا ، کتنا بڑا حرج عظیم ہے . لاکھوں بندوں کے کروڑوں روپے کا خرچ اور جانوں کی مشقتیں سب برباد گئیں ، اب یا تو سال بھر اور یہ تمام لشکر ہائے عظیم الشان مکہ معظمہ میں پڑے رہیں کہ نہ انھیں روٹی نصیب ہو نہ اہل مکہ کے لیے دانہ بچے یا حکم دیا جائے کہ سب اپنے وطنوں کو واپس جا کر ویسے ہی کروڑوں کے خرچ اور جانوں کی مشقت سے پھر سال آئندہ حاضر ہوں ان دونوں آفتوں سے اُن دونوں گواہوں کی تغلیط آسان تر ہے .

وقد قال الله تعالٰی ما جعل علیکم فی الدین من حرج[1]

اللہ تعالٰی کا ارشاد مبارک ہے ، اللہ نے تم پر دین میں تنگی نہیں فرمائی . (ت)

ولہٰذا وہی علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اگر وقت ہنوز باقی اور تدارک ممکن ہے گواہی مقبول ہوگی پھر اعتبار اختلاف مطالع کدھر رہا . درمختار میں ہے :

شہدوا بعد الوقوف بوقوفہم بعد وقتہ لا تقبل شہادتہم والوقوف صحیح استحسانا حتی الشہود للحرج الشدید وقبلہ ای قبل وقتہ قبلت ان امکن التدارک لیلا مع اکثرہم والا لا[2]

اگر وقوفِ عرفات کے بعد گواہوں نے گواہی دی کہ حاجیوں کا وقوف وقت کے بعد ہوا ہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور استحسانًا حاجیوں کا وقوف صحیح ہوگا ورنہ حرج شدید لازم آئے گا اور اگر گواہوں نے گواہی وقوف سے پہلے دی تو گواہی مقبول ہوگی بشرطیکہ رات کو اکثر لوگوں کے ساتھ تدارک ہوسکے ورنہ نہیں (ت)

خود اسی ردالمحتار میں ہے :

لو شہدوا بعد الوقوف بوقوفہم قبل وقتہ قبلت شہادتہم بخلاف الشہادۃ بانہم وقفوا بعد یومہ فان التدارک غیر ممکن اصلا فلذا لم تقبل[3] (ملخصًا)

اگر وقوف کے بعد گواہوں نے یہ گواہی دی کہ وقوف وقت سے پہلے ہُوا ہے تو گواہی مقبول ہوگی بخلاف اس صورت کے جب یہ گواہی ہو کہ وقوف یوم عرفہ کے بعد ہوا ہے کیونکہ اس صورت میں تدارک ممکن نہیں اس لیے گواہی مقبول نہ ہوگی (ت)

---

[1] القرآن ۲۲/ ۷۸

[2] درمختار باب الہدی مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۳

[3] ردالمحتار باب الہدی داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۲-۲۵۱

Marfat.com

ان تصریحات کے بعد اُس سے اعتبار اختلاف مطالع کی طرف خیال جانا محض شانِ بشریت ہے۔

کذٰلک یریکم اللہ اٰیتہ فی الاٰفاق وفی انفسکم لعلکم تذکرون۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمھیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے آفاق میں اور خود تمھارے اندر تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ (ت)

بست ونہم چالیس[۴] روپے کو نصاب قرار دینے میں بھی شاید مولوی صاحب نے مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کا اتباع کیا ہے مگر وہ صحیح نہیں، صحیح چھپّن[۵۶] روپے ہے جیساکہ جواہر اخلاطی سے ثابت ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اُسے مفصل ذکر کیا۔

سیم تاریخ ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۹ کو شب قدر بالاختلاف اور ۲۷ رمضان کو شب قدر بالاتفاق فرمانے میں شاید اتفاق سے مراد قولِ جمہور ہو اگرچہ بالاختلاف سے اس کا مقابلہ سخت موہم خلاف ہے ورنہ لازم آئے گا کہ اُن تاریخوں میں شب قدر ماننے والوں کے نزدیک ایک رمضان میں دو دو شب قدر ہوں، ایک ان کے قول خاص کے مطابق اور دوسری ۲۷ کو قولِ متفق علیہ کے موافق۔ یونہی اس اشتہار میں اغلاط بکثرت ہیں مگر بعدد ایام مبارک اگر انصاف وہدایت مطلوب ہو تیس[۳۰] رد کیا کم ہیں، واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

Marfat.com

درء القبح عن درک وقت الصبح
١٣٢٦ھ

(صبح صادق کو سمجھنے میں کوتاہی کا ازالہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ رب محمد صلے علیہ وسلما

مسئلہ ٢٦٣ از بازار لال کرتی کیمپ میرٹھ مرسلہ شیخ محمد احسان الحق حنفی قادری ١٤ رمضان ١٣٢٦ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مبین ومفتیانِ شرع متین اس باب میں کہ شریعت میں صبح صادق کا کوئی کلیہ قاعدہ ہے جس کے ذریعہ سے معلوم ہوجایا کرے کہ صبح صادق فلاں وقت ہوتی ہے، اور آنکھوں سے دیکھنے کی کچھ ضرورت نہ ہے یا کوئی حساب اور کلیہ قاعدہ نہیں ہے بلکہ آنکھوں سے دیکھنے ہی پر منحصر ہے، اگر قاعدہ کلیہ نہیں ہے تو مفتاح الصلٰوۃ میں جو بحوالہ خزانۃ الروایات لکھا ہے کہ رات کا ساتواں حصّہ فجر ہوتا ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ بیّنوا توجّروا۔

الجواب

شریعتِ مطہرہ محمدیہ علٰی صاحبہا افضل الصلٰوۃ والتحیۃ نے نماز و روزہ و حج و زکٰوۃ وعدّت وفاتُ طلاق ومدّتِ حمل و ایلا و تاجیل عنین ومنتہائے حیض و نفاس وغیر ذٰلک امور کے لیے یہ اوقات مقرر فرمائے

Marfat.com

یعنی طلوعِ صبح وشمس وغروبِ شمس وشفق ونصف النہار ومثلین وروزوماہ وسال ان سب کے ادراک کا مدار رؤیت پرمشاہدہ پر ہے ان میں کوئی ایسا نہیں جو بغیر مشاہدہ مجرد کسی حساب یا قانون عقلی سے مدرک ہوجاتا ، ہاں رؤیت ومشاہدہ ان سب کے ادراک کا سبب کافی ہے اور یہی اس شریعت عامہ تامہ شاملہ کاملہ کے لائق شان تھا کہ تمام جہان کے لیے اُتری اور اُن میں اکثر وہ ہیں کہ دقائق محاسبات ہیئات وزیج کی تکلیف انھیں نہیں دی جاسکتی ، انا امة امیة لا نکتب ولا نحسب[1] (ہم اُمّی اُمت ہیں نہ لکھتے ہیں اور نہ حساب کرتے ہیں۔ت) فرماکر اپنے تمام غلاموں کے لیے ایک آسان اور واضح راستہ کھول دیا اور ان تمام اوقات کے لیے حکیم رحیم عزجلالہ نے دو کھلی نشانیاں مقرر فرمادیں چاند اور سورج جن کے اختلافِ احوال پر نظر کرکے خواص وعوام سب اوقات مطلوبہ شرعیہ کا ادراک کرسکیں ،

کما قال تعالٰی وجعلنا الیل والنھار اٰیتین فمحونا اٰیة الیل وجعلنا اٰیة النھار مبصرة لتبتغوا فضلا من ربکم ولتعلموا عدد السنین والحساب وکل شیئ فصلناہ تفصیلا[2]۔ وقال تعالٰی یسئلونک عن الاھلة قل ھی مواقیت للناس والحج[3] ۔ وقال تعالٰی کلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر ثم اتموا الصیام الی الیل[4]، وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صوموا لرؤیته وافطروا لرؤیته[5]

جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا تو رات کی نشانی مٹی ہوئی رکھی اور دن کی نشانیاں دکھانے والی کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو اور برسوں کی گنتی اور حساب جانو اور ہم نے ہر چیز خوب جُدا جُدا ظاہر فرمادی۔ اور اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے : تم سے چاند کو پُوچھتے ہیں تم فرمادو وہ وقت کی علامتیں ہیں لوگوں اور حج کے لیے۔ اور اللہ تعالٰی کا یہ ارشاد : کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمھارے لیے ظاہر ہوجائے سفیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے پو پھٹ کر، پھر رات آنے تک روزے پورے کرو ۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد اقدس ہے : تم چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ چھوڑو۔ (ت)

پھر ان میں بعض تو وہ ہیں جن کا مدار صرف رؤیت پر ہی رہا وہ ہلال ہے کہ ان اللہ امدہ

---

[1] سنن ابی داود کتاب الصیام آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۱۷
[2] القرآن ۱۷/ ۱۲
[3] القرآن ۲/ ۱۹۰
[4] القرآن ۲/ ۱۸۷
[5] صحیح بخاری کتاب الصوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۶

Marfat.com

لرؤیتہ[1] (بیشک اللہ تعالٰی نے چاند کا مدار رؤیت پر رکھا ہے۔ ت) اس کے ظہور وخفاء کے وہ اسباب کثیرہ نامنضبط ہیں جن کے لیے آج تک کوئی قاعدہ منضبطہ نہ ہو سکا۔ و لہذا بطلیموس نے مجسطی میں باآنکہ متحیرہ خمسہ وکواکب ثوابت کے ظہور وخفا کے لیے باب وضع کیے مگر رؤیت ہلال سے اصلاً بحث نہ کی، وہ جانتا تھا کہ یہ قابو کی چیز نہیں، اس کا میں کوئی ضابطہ کلیہ نہیں دے سکتا، بعد کے لوگوں نے اپنے تجارب کی بناء پر اگرچہ بلحاظ درجہ ارتفاع یا بعد سوا یا بعد معدل وقوس تعدیل الغروب وغیر ذلک کچھ باتیں بیان کیں مگر وہ خود ان میں بشدت مختلف ہیں اور باوصف اختلاف کوئی اپنے قرارداد پر جازم بھی نہیں جیسا کہ واقفِ فن پر ظاہر ہے اسی لیے اہلِ ہیئت جدیدہ باآنکہ محض فضول باتوں میں نہایت تدقیق وتعمق کرتے ہیں اور سالانہ المنک میں ہر روز کے لیے قمر کے ایک ایک گھنٹہ کا میل ومطالع قمر اور ہر مہینہ میں آفتاب کے ساتھ اس کے جملہ انظار اجتماع واستقبال وتربیع ایمن وایسر کے وقت دیتے ہیں اور ہر ہر تاریخ پر متحیرات وثوابت کے ساتھ اس کے قرانات بیان کرتے ہیں مگر رؤیت ہلال کا وقت نہیں دیتے وہ بھی سمجھے ہوئے ہیں کہ یہ ہمارے بوتے کا نہیں ولہذا ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ اس بارہ میں قولِ اہلِ توقیت پر نظر نہ ہوگی، درمختار میں وہبانیہ سے ہے: وقول اولی التوقیت لیس بموجب[2] (اہلِ توقیت کا قول سببِ وجوب نہیں بن سکتا۔ ت) اور باقی وُہ ہیں کہ اگرچہ اُن کا اصل مدارِ رؤیت پر تھا مگر رؤیت ہی کے تکرر سے تجربہ نے اُن کے بارے میں ضوابط کلیہ دیئے جن کا ادراک بے رؤیت نہ ہو سکتا تھا مگر بعد ادراک وُہ قاعدہ مقرر ہو کر وقت کو قوانین علم ہیأت وزیج کے ضابطہ میں لے آنا میسر ہُوا جس کے سبب ہم پیش از وقت حکم لگا سکتے ہیں کہ فلاں وقت مطلوب شرعی فلاں گھنٹے منٹ سیکنڈ پر واقع ہوگا۔ واقف فن کا وہ حکم لگایا ہُوا کبھی خطا نہ کرے گا کہ آخر مدار کار شمس وقمر کی چال پر ہے اور اُن کی چال عزیز علیم نے ایک حساب مضبوط پر منضبط فرمائی ہے۔

قال تعالٰی الشمس والقمر بحسبان[3] ۵ و قال تعالٰی ذٰلک تقدیر العزیز العلیم[4]۔

ارشادِ باری تعالٰی ہے: سورج اور چاند حساب سے ہیں۔ اور ارشادِ ربانی ہے: یہ حکم ہے زبردست علم والے کا۔ (ت)

---

[1] سنن الدارقطنی کتاب الصیام حدیث ۲۶ نشر السنۃ ملتان ۲/ ۱۶۲
[2] درمختار کتاب الصوم مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۸
[3] القرآن ۵۵/ ۵
[4] القرآن ۳۶/ ۳۸

Marfat.com

توحساب تو قطعی تھا ہی، جتنی بات کی طرف اسے راہ نہ تھی وہ مکرر رؤیت نے براہِ تجربہ بتا دی اور اب تجربہ وحساب دو قطعیوں سے مل کر حکم قطعی ہمارے ہاتھ آگیا مثلاً طلوع وغروب اگر نجومی مراد ہوتے یعنی مرکز شمس کا افق حقیقی پر طرفین شرق وغرب میں انطباق کہ اُن کے جاننے کے لیے رؤیت کی کچھ حاجت نہ تھی، شہر کا عرض اور جز رشمس کا میل ہونا ہی اُن کا وقت بتانے کے لیے کافی ووافی ہوتا جس کے ذریعہ سے ہم ہر عرض کے لیے جداول تعدیل النہار تیار کر لیتے ہیں مگر شرع مطہر میں اس طلوع وغروب کا کچھ اعتبار نہیں، طلوع وغروب عرفی درکار ہے یعنی جانب شرق آفتاب کی کرن چمکنا یا جانب غرب کل قرص آفتاب نظر سے غائب ہوجانا اس میں بھی اگر صرف نصف قطر آفتاب کا قدم درمیان ہوتا تو دقت نہ تھی، مرکز عالم سے آفتاب کا ہر جزو مرکز شمسی پر بعد دریافت کرکے ہر روز کے نصف قطر کی مقدار دریافت کرسکتے تھے جس کی جدول المنک میں دی ہوئی ہوتی ہے مگر بالائے زمین ۴۵ میل سے ۵۲ میل تک علی الاختلاف بخارات ہواء غلیظ کا محیط ہونا اور شعاع بصر کا پہلے اس ملاء غلیظ پھر اس کے بعد ملاء صافی میں گزر کر افق میں پہنچنا حکیم عزوجل کے حکم سے اشعہ بصریہ کے لیے موجب انکسار ہوا جس کے سبب آفتاب یا کوئی کوکب قبل اس کے کہ جانب شرق افق حقیقی پر آئے ہمیں نظر آنے لگتا ہے اور جانب غرب باآنکہ افق حقیقی پر اس کا کوئی کنارہ باقی نہیں رہتا، دیر تک ہمیں نظر آتا رہتا ہے، یہ انکسار ہی وہ چیز ہے جس نے صدہا موقتین کو پیچ وتاب میں رکھا اور طلوع وغروب کا حساب ٹھیک نہ ہونے دیا اور یہی وہ بھاری پیچ ہے جس سے آجکل عام جنتری والوں کے طلوع وغروب غلط ہوتے ہیں اس انکسار کی مقدار مدت دریافت کرنے کو عقل کے پاس کوئی قاعدہ نہ تھا جس سے وہ محتاج رؤیت نہ رہتی، ہاں سالہا سال کے مکرر مشاہدہ نے ثابت کیا کہ اس کی مقدار اوسطاً ۳۳ دقیقہ فلکیہ ہے، اب ضابطہ ہمارے ہاتھ آگیا کہ ان ۳۳ دقیقوں سے اختلاف منظر کے ۹ ثانیہ منہا کرکے باقی پر اس کا نصف قطر شمس زائد کریں، یہ مقدار انحطاط شمس ہوگی یعنی طلوع یا غروب کے وقت آفتاب اُفق حقیقی کے اتنے دقیقے نیچے ہوگا، جب قدر انحطاط معلوم ہولی تو دائرۂ ارتفاع کے اجزاء سے وقت وطالع معلوم کرنے کے قاعدوں نے جو علم ہیأت وزیج میں دئے ہوئے ہیں راہ پائی اور ہمیں حکم لگانا آسان ہوگیا کہ فلاں شہر میں فلاں دن اتنے گھنٹے منٹ سکنڈ پر آفتاب طلوع کرے گا اور اتنے پر غروب معمول سے زیادہ ہوا میں رطوبت یا کثافت اگرچہ انکسار میں کچھ کمی بیشی لاتی ہے جس کا ادراک تھرمامیٹر اور بیرومیٹر سے ممکن، اور وہ قبل از وقوع نہیں ہوسکتا، مگر یہ تفاوت معتدبہ نہیں جس سے عام احکام مطلوبہ شرعیہ میں کوئی فرق پڑے یونہی مثلین وسایہ کا ادراک بھی حساب سے بہت آسان تھا کہ عرض بلد ومیل شمس سے اس کا غایۃ الارتفاع پھر جدول سے اتنے ارتفاع کا ظل اصلی معلوم کرکے

Marfat.com

اس پر ایک یا دو مثل بڑھا کر اتنے ظل کے لیے ارتفاع اور اس ارتفاع کے لیے وقت معلوم کر لیتے مگر یہاں بھی ابھی انکسار کا قدم درمیان ہے کہ کوکب جب تک ٹھیک سمت الراس پر نہ ہو انکسار کے پنجے سے نہیں چھوٹ سکتا مگر رؤیت نے انکسار افقی کلی بتایا اور تناسب سے انکسارات جزئیہ مدرک ہوئے جن کی جدول فقیر نے اپنی تحریرات ہندسیہ میں دی ہے اس کے ملاحظہ سے پھر انھیں قوانین نے راہ پائی، اور ہر روز کے لیے وقت عصر پیش از وقوع ہمیں بتانا آسان ہُوا، طلوع وغروب شفق کو تو انکسار سے بھی علاقہ نہ تھا کہ اُس وقت آفتاب پیش نگاہ ہوتا ہی نہیں کہ بصری شعاعوں کا انکسار لیا جائے وہاں سرے سے عقل کو اس ادراک کی راہ نہ تھی کہ آفتاب افق سے کتنا نیچا ہوگا کہ صبح طلوع کرے گی یا کتنا نیچا جائے کہ شفق ڈوب جائے گی تو پھر رؤیت ہی کی احتیاج پڑی اور صدہا سال کے تکرر مشاہدہ نے ثابت کیا کہ آفتاب ان دونوں وقت تقریباً اٹھارہ درجے نیچے ہوتا ہے، یہ وُہ علم ہے جو اکثر ہیأت دانوں پر مخفی رہا، رجماً بالغیب باتیں اڑا کیے، صبح کاذب کے وقت انحطاط شمس میں مختلف ہوئے، کسی نے سترہ درجہ کہا کسی نے اٹھارہ، کسی نے انیس[19] بتائے، اور مشہور اٹھارہ ہے، اور اسی پر شرح چغمنی نے مشی کی، اور صبح صادق کے لیے بعض نے پندرہ درجہ بتائے ہیں۔ اسے علامہ برجندی نے حاشیہ چغمنی میں بلفظ قد قیل نقل کیا اور مقرر رکھا اور اسی نے علامہ خلیل کاملی کو دھوکا دیا کہ دونوں صبحوں میں صرف تین درجہ کا فاصلہ بتایا جسے رد المحتار میں نقل کیا اور معتمد رکھا، حالانکہ یہ سب ہوسات بے معنی ہیں، شرع مطہر نے اس باب میں کچھ ارشاد فرمایا ہی نہیں، اس نے توصبح کی صورتیں تعلیم فرمائی ہیں کہ صبح کاذب شرقاً غرباً مستطیل ہوتی ہے اور صبح صادق جنوباً شمالاً مستطیر، اور ہم اُوپر کہہ آئے کہ مقدار انحطاط جاننے کی طرف کسی برہان عقلی کو راہ نہیں صرف مدار رؤیت پر ہے، اور رؤیت شاہد عدل ہے کہ صبح کاذب کے وقت ۱۷ یا ۱۸ یا ۱۹ درجے اور صادق کے وقت ۱۵ درجے انحطاط ہونا اور صادق وکاذب میں صرف تین درجہ کا تفاوت ہونا سب محض باطل ہے بلکہ ۱۸ درجہ انحطاط پر صبح صادق ہو جاتی ہے اور اس سے بہت درجے پہلے صبح کاذب، فقیر نے بچشم خود مشاہدہ کیا کہ محاسبات علم ہیأت سے آفتاب ہنوز ۳۳ درجے اُفق سے نیچا تھا اور صبح کاذب خوب روشن تھی، صبح صادق کے سالہا سال سے فقیر کا ذاتی تجربہ ہے کہ اس کی ابتداء کے وقت ہمیشہ ہر موسم میں آفتاب ۱۸ ہی درجہ زیر اُفق پایا ہے، اور صبح کاذب کے لیے جس سے کوئی حکم شرعی متعلق نہ تھا اب تک اہتمام کا موقع نہ ملا، ہاں اتنا اپنے مشاہدہ سے یقیناً معلوم ہُوا کہ اُس میں اور صبح صادق میں ۱۵ درجے سے بھی زائد فاصلہ ہے نہ کہ ۳ درجہ، لاجرم برہان شرح مواہب الرحمٰن پھر شرنبلالیہ علی الدرر پھر ابوالسعود علی الکنز وغیرہا میں ہے:

Marfat.com

البیاض لایذھب الا قریبا من ثلث اللیل[1] | سفیدی، تہائی رات کے قریب ختم ہوجاتی ہے۔ (ت)

یہ وہی سپیدی مستطیل ہے جسے وہ اپنے ملک میں ہمیشہ تہائی رات کے قریب تک رہتی فرماتے ہیں کما دل علیہ الحصر (جیسا کہ حصر کا لفظ اس پر دال ہے۔ت) اور ظاہر ہے کہ اُن بلاد میں رات ۱۴ گھنٹے اور اس سے بھی کچھ زائد تک پہنچتی ہے جس کی تہائی تقریباً پونے پانچ گھنٹے اور بحکم مقابلہ قطعاً معلوم ہے کہ ادھر جتنے حصہ شب تک یہ سپیدی رہے گی اُدھر اُتنا ہی حصہ شب کا باقی رہے گا ــــــــ تو اس بیان پر لیالی شتا میں صبح کاذب کی مقدار وہاں پونے پانچ گھنٹے ہُوئی، اور معلوم ہے کہ وہاں صبح صادق کی مقدار پونے دو گھنٹے سے زائد نہیں، تو صبح صادق و کاذب میں تین گھنٹے تک کا فاصلہ ثابت ہُوا نہ کہ صرف تین ہی درجے۔ مگر امام زیلعی نے تبیین الحقائق میں فرمایا:

روی عن الخلیل انہ قال رأیت البیاض بمکۃ شرفہا اللہ تعالٰی لیلۃ فما ذھب الا بعد نصف اللیل[2] | شیخ خلیل سے منقول ہے کہ میں نے مکّہ (اللہ تعالٰی اسے اور بزرگی عطا فرمائے) میں ایک رات سفیدی دیکھی تو وہ نصف رات کے بعد ختم ہُوئی۔ (ت)

ظاہر ہے کہ مکہ معظمہ میں وہ سپیدی کہ آدھی رات تک رہی، اگر ہوسکتی ہے تو یہی سرطان کی بیاض دراز، ورنہ مکہ معظمہ میں اس کی صبح و شفق مستطیر ڈیڑھ گھنٹا بھی نہیں تو خلیل بن احمد عروضی کی رؤیت و روایت اگر صحیح ہے اُس دن دونوں صبح میں تقریباً پانچ گھنٹے کا فاصلہ ہوگا یہ بہت بعید ضرور ہے مگر اُس قدر میں شک نہیں کہ تین درجے کا قول فاسد و مہجور ہے، اور یہیں سے ظاہر ہُوا کہ برہان کے اس بیان یا خلیل کی اس رؤیت کو در بارہ وقت مغرب مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ذریعہ تضعیف جاننا،

کما وقع عن الطرابلسی فی البرھان فعدل عن اتباع المحقق ابن الھمام مع شدۃ تاسیسہ بہ۔ | جیسا کہ برہان میں طرابلسی سے ہے، انھوں نے باتباع محقق ابن الہمام یہاں سے عدول کرلیا حالانکہ وہ ان کی شدید اتباع کرتے ہیں (ت)

محض خطا ہے، امام کے نزدیک وقتِ مغرب شفق ابیض مستطیر تک ہے جو فجر صادق کی نظیر ہے، وُہ کبھی ان بلاد میں تہائی کیا چوتھائی رات تک بھی نہیں رہتی، اور یہ جو اس قدر دیرپا ہے بیاضِ دراز نظیر صبح کاذب ہے

---

[1] تنبیہ ذوی الاحکام حاشیۃ درر الحکام | کتاب الصلٰوۃ | احمد کامل دار سعادت بیروت ۱/۵۱
[2] تبیین الحقائق | " | مطبع کبرٰی امیریہ مصر ۱/۸۱

Marfat.com

کہ اُسی کی طرح احکامِ شرعیہ سے یکسر ساقط والی بعض ھذا او نحو منہ اوما الی التبیین (اس کے بعض یا اس کے مثل کی طرف تبیین میں اشارہ ہے۔ت)

ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں۔ت) صبح صادق کے لیے ۱۵ درجے انحطاط ہونے کا بطلان اور ۱۸ درجے انحطاط کی صحت اس واقعہ مشہورہ سے بھی ثابت ہے جو فتح القدیر و بحرالرائق و درمختار و عامہ کتب معتبرہ میں مذکور کہ بلغار سے ہمارے مشائخ کرام کے حضور استفتاء آیا تھا کہ گرمیوں کی چھوٹی راتوں میں ان کو وقت عشاء نہیں ملتا آدھی رات تک شفق ابیض رہتی ہے اور وہ ابھی نہ ڈوبی کہ مشرق سے صبح صادق طلوع کر آئی، امام برہان کبیر نے حکم دیا کہ عشاء کی قضاء پڑھیں اور امام بقالی و امام شمس الائمہ حلوانی وغیرہما نے فرمایا اُن پر سے عشا ساقط ہے[1]۔ بالجملہ اُن راتوں میں وہاں وقت عشا نہ پانا متفق علیہ ہے، اب اگر انحطاط صبح صادق ۱۵ درجے ہوتا تو سال کی سب سے چھوٹی رات یعنی شب تحویل سرطان میں بھی اُن کو وقت عشا ملتا ایک رات بھی فوت نہ ہوتا نہ کہ راتوں، اس پر دلیل سُنیے، بلغار کا عرض شمالی ساڑھے انچاس درجے ہے کما فی الزیج السمرقندی ثم الزیج الالوغ بیکی (جیسا کہ سمرقندی اور الوغ بیگی زیج میں ہے۔ت) اور میل کلی یعنی راس السرطان کا میل اُس زمانے میں ۲۳½ درجے سے کچھ زائد تھا کہ اس کی مقدار زمانہ رصد سمرقند میں جسے تقریباً پانسو برس ہوئے[علہ] لح ل رکھی یعنی ۲۳½ درجے سے ۱۷ ثانیہ زیادہ تو زمانہ امام شمس الائمہ حلوانی میں جسے پونے نوسو برس گزرے[علہ۲] اور بھی زائد ہوگا اور طوسی کا رصد مراغہ لیجئے تو وہ اپنے ہی زمانہ میں الح لہ کا رہا ہے یعنی ۲۳ درجے ۳۵ دقیقے، خیر اس کی نہ سُنیے اُس پر تجربہ ہوا ہے کہ اعمال میں کچا ہے تو بلحاظ تناسب کہ اب الح الر یعنی ۲۳° ۲۷ معہ کسر خفیف ہے اُس وقت کا میل الح لح بالرفع رکھئے یعنی ۲۳° ۳۳ تو وہاں راس السرطان کی غایت انحطاط یعنی وقت بلوغ دائرہ نصف اللیل ۱۶ درجے ۵۷ دقیقے تھی یا تقریباً ۱۷ درجے کہئے اور انحطاط صبح ۱۵ درجے ہے تو قطعاً یہی انحطاط شفق ابیض ہے کہ جانبین سے تعادل و تناظر ہے اس تقدیر پر بعد غروب شمس جب تک افق سے آفتاب کا انحطاط بڑھتے بڑھتے ۱۵ درجے تک پہنچا امام اعظم کے مذہب میں وقت مغرب تھا پھر اس کے بعد جبکہ انحطاط اس سے ترقی کرکے آدھی رات کو ۱۷ درجے تک پہنچا پھر

علہ مبدء زیج نسخہ ضمار کھا ہے یعنی آٹھ سو اکتالیس ہجری۔

علہ۲ وفات امام حدود ۴۵۰ ہجری میں ہے یعنی ۴۴۸ یا ۴۵۶ میں ۱۲ منہ۔

---

[1] درمختار کتاب الصلوٰۃ مجتبائی دہلی ۱/۶۰

Marfat.com

آدھی رات ڈھلے اُس سے کم ہوتا ہُوا پھر ۵ اور جے رہا اُس وقت صبح ہُوئی اُس بیچ میں کہ تقریباً چار درجے انحطاط بدلا یقیناً اجماعاً وقتِ عشا تھا تو فوتِ عشا کیا معنے ، اور اگر مقدارِ وقت جاننا چاہو تو

عرض شمالی ۴۹° ۳۰َ ـ میل شمالی ۲۳° ۳۳َ = ۲۵° ۵۷َ + بعد سمتی مفروض ۱۰۵ = ۱۳۰° ۵۷َ نصفہ ۶۵° ۲۸َ ۳۰ً جیبہ

۹۶۹۵۸۹۳۶۵ جیب اول و ۱۰۵ ـ نصف مذکور ۳۹° ۳۱َ ۳۰ً جیبہ

۹٫۶۸۰۳۷۴۰۳ جیب دوم

۰٫۶۱۸۷۴۵۵۶ قاطع عرض پس ۴۰ً ۴۳َ ۱۰ت شروع وقت عشا

۰٫۶۰۳۷۷۶۷۶ قاطع میل ۲۰ ۱۶ ۱۳ شروع وقت صبح

۹۶۹۸۷۸۹۹۶

یعنی رات کے ۱۰ بج کر ۴۳ منٹ ۴۰ سکنڈ پر مغرب ختم ہوگیا اور ایک بج کر ۱۶ منٹ ۲۰ سکنڈ پر صبح شروع ہُوئی تو ۲½ گھنٹے سے زیادہ وقت عشا رہا اور جب اِس رات میں جس کا غایۃ الانحطاط یعنی نہایت قلت میں ہے اتنا طویل وقت ملا تو گرمی کی اور راتوں میں کہ انحطاط اس سے بھی زائد ہے اور بھی زیادہ وقت ہاتھ آئے گا اور یہ متفق علیہ مسئلہ یقیناً غلط ہوجائے گا ، ہاں جب صبح و شفق کا انحطاط ۱۸ درجے لیجئے تو ۴۹° ۳۰َ + ۱۸° = ۶۷° ۳۰َ باقی ۲۲° ۳۰َ یا تمام العرض ۴۰° ۳۰َ ـ غایت مفروضہ ۱۸° = ۲۲° ۳۰َ یعنی جس چیز کا میل شمالی ساڑھے بائیس درجے یا اس سے زائد ہوگا اُس میں ٹھیک آدھی رات کو انحطاط ۱۸ درجے یا اس سے بھی کم ہوگا جو ظہور بیاض کے لیے کافی ہے تو تمام رات میں ایک آن کو بھی اُفق مظلم ہو کر وقتِ عشاء نہ آئے گا اور اب یہ فقط راس السرطان ہی پر نہیں بلکہ ۱۴ درجے جوزا سے ۱۶ درجے سرطان تک یہی حال رہے گا جس کی مقدار ایک مہینہ تین دن بلکہ زائد ہوئی ھکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق (تحقیق اسی طرح مناسب تھی، توفیق کا اللہ ہی مالک ہے ۔ ت) اس تمام بیان سے تین باتیں واضح ہوئیں جن سے جواب سوال روشن ومبین :

(۱) اصل مدار رؤیت ہے شارع علیہ الصلٰوۃ والسلام نے اسباب میں کوئی ضابطہ وحساب ارشاد نہ فرمایا نہ عقل صرف مقدار انحطاط صبح بتا سکتی تھی ۔

(۲) ہاں رؤیت نے وُہ تجارب صحیحہ دئے جن سے قاعدہ کلیہ ہاتھ آیا اور بے دیکھے وقت بتانا ممکن و میسر ہوا ۔

(۳) ازانجا کہ یہاں جو قاعدہ ہوگا رؤیت ہی سے مستفاد ہوگا کہ شرع وعقل دونوں ساکت ہیں تو لاجرم

؎ یعنی دائرہ نصف النہار جانب سمت القدم ۱۲ منہ

Marfat.com

جو قاعدہ رؤیت یا اس کے دئے ہوئے قوانین کی مخالفت کرے خود باطل ہونا لازم کہ فرع جب تکذیب اصل کرے تو فرع باقرارِ خود کاذب ہے کہ اس کا یہ مبتنی تھا، جب مبنی باطل یہ خود باطل، یہ قاعدہ کہ صبح رات کا ساتواں حصّہ ہوتی ہے انھیں قواعد باطلہ فاسدہ سے ہے کہ رؤیت و قوانین عطیہ رؤیت، بالاتفاق اس کے بطلان پر شاہد عدل ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۴: از پیلی بھیت قاضی محلہ مرسلہ قاضی ممتاز حسین صاحب ممتاز ۲۰ رمضان ۱۳۱۷ھ

طعامِ سحری کا جب وقت نہیں رہتا ہے تو درِ مسجد پر نقارہ بجایا جاتا ہے بعض کہتے ہیں کہ جائز ہے اور بعض کہتے ہیں ناجائز ہے، اس میں کیا حکم ہے؟

الجواب

سحری کا نقارہ اجازت یا ممانعت جس اصطلاح معروف پر مقرر کیا جائے اجازت ہے کہ کہیں ممانعت نہیں، درمنتقی شرح الملتقی میں ہے:

ینبغی ان یکون بوق الحمام یجوز کضرب النوبۃ۔[1]

حمام کا تُوتا جائز ہونا چاہئے جیسا کہ نقّارہ جائز ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ینبغی ان یکون طبل السحر فی رمضان لایقاظ النائمین للسحور کبوق الحمام، تامل۔[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

رمضان میں سحری کے وقت سونے والوں کو جگانے کے لیے طبل اسی طرح ہے جیسے حمام کے لیے توتا بجایا جاتا ہے، غور کیجئے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۶۵: از کوہ المورڑہ رانی دھارہ مسئولہ حکیم مولوی خلیل اللہ خاں صاحب سلمہ ۷ ماہ مبارک ۱۳۳۳ھ

سحر و افطار کے نقشے عطا ہوں صاحبزادہ نواب دولھا صاحب مانگتے ہیں، ایک دو منٹ کا تفاوت دیکھ لیا جائے گا۔

الجواب

نقشے بھیجتا ہُوں، المورڑے اور بریلی میں اس ماہ مبارک میں سحری کا اوسط تفاوت منفی پانچ (-۵) ہے یعنی اتنے منٹ وقتِ بریلی سے پہلے ختم ہے اور افطار کا اوسط مثبت ایک (+۱ ۱/۴) یعنی وقت بریلی سے

---

[1] درمنتقی علی حاشیۃ مجمع الانہر فصل فی المتفرقات من کتاب الکراہیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۵۳

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ مصطفی البابی مصر ۵/ ۲۴۷

Marfat.com

سوا منٹ بعد۔ لیکن یہ حساب ہموار زمین کا ہے پہاڑ پر فرق پڑے گا، اور وہ فرق بتفاوتِ بلندی متفاوت ہوگا، اگر دو ہزار فٹ بلندی ہے تو غروب تقریباً چار منٹ بعد ہوگا، اور طلوع اُسی قدر پہلے، لہذا جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ وُہ جگہ کس قدر بلند ہے جواب نہیں دے سکتا۔ اگر کسی دن کے طلوع یا غروب کا وقت صحیح گھڑی سے دیکھ کر لکھو تو میں اس سے حساب کرلوں کہ وُہ جگہ کتنی بلند ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۶۶ از سہاور ضلع ایٹہ مرسلہ سید فردوس علی صاحب ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۲۸ھ

بعد آداب وتمنائے قدمبوسی گزارش ہے کہ ۵ رمضان شریف یوم شنبہ مطابق ۱۰ ستمبر کو افطار روزہ ایک مسجد میں ریلوے ٹائم سے پونے سات بجے روزہ افطار کیا جاتا تھا آپ مطلع فرمائیے کہ اُس روز ریلوے ٹائم سے کس قدر فرق ہے، زیادہ حدِ ادب فقط

الجواب

سہاور میں جس کا عرض شمالی الرح ۴۸ ۲۷° اور طول شرقی عح نح ۵۳ ۸° ہے پنجم ماہ مبارک روز شنبہ مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۱۰ء کو غروب آفتاب ریلوے صحیح وقت سے چھ بج کر سوا چھبیس منٹ پر ہوا تو وُہ گھڑی جس کے ساڑھے چھ پر افطار کیا گیا اگر صحیح تھی روزہ بے تکلف ہوگیا کہ غروب کو پونے چار منٹ گزر چکے تھے اس سے پہلے جو پونے سات پر افطار کرتے تھے خلافِ سنت تھا افطار میں اتنی تاخیر مکروہ ہے ریلوے وقت سہاور کے اپنے وقت سے چودہ منٹ اٹھائیس سکنڈ تیز ہے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۷ از الہ آباد صدر بازار محمد حشمت اللہ صاحب ۱۹ رمضان ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص امام مسجد ہے اور سب لوگ روزہ اُس کی اذان سے افطار کرتے ہیں اور وُہ دیر سے افطار کا حکم دیتا ہے یہاں تک کہ کئی مرتبہ آزمایا گیا ہے کہ تارا نکل آیا بلکہ اس کو تارا دکھا بھی دیا گیا تس پر بھی اس نے کہا کہ ابھی دو منٹ کی دیر ہے تو اس حالت میں کچھ روزہ میں نقص تو واقع نہیں ہوتا ہے؟ اگر کوئی واقع ہوتا ہے تو کیا کرنا چاہیئے؟

الجواب

جب آفتاب تمام وکمال ڈوبنے پر یقین ہوجائے فوراً روزہ کی افطار سنّت ہے، حدیث میں فرمایا:

لاتزال امتی بخیر ما عجلوا الفطر واخروا السحور[1]۔ ہمیشہ میری اُمت خیر سے رہے گی جب تک افطار میں جلدی اور سحری میں دیر کریں۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل روایات ابوذر دار الفکر بیروت ۵/ ۱۴۷

Marfat.com

مگر اتنی جلدی جائز نہیں کہ غروب مشکوک ہو اور افطار کرے یا سحری میں اتنی دیر لگائے کہ صبح کا شک پڑ جائے اور تارے کی سند نہیں بعض تارے دن سے چمک آتے ہیں، ہاں سیاروں کے سوا جو کواکب ہیں وہ اکثر ہمارے بلد میں غروب آفتاب کے بعد چمکتے ہیں اگر ان ستاروں میں سے کوئی ستارہ چمک آتا ہے اور پھر وہ افطار نہیں کردیتا اور دو منٹ کی دیر بتاتا ہے تو یہ رافضیوں کا طریقہ ہے، اور بہت محرومی و بے برکتی ہے، اُس سے توبہ کرنی چاہیئے واللہ تعالیٰ اعلم اس صورت میں مسلمان اس پر نہ رہیں جب غروب پر یقین ہو جائے افطار کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۸ از کوہ الموڑہ رانی دھارہ مسئولہ حکیم مولوی خلیل اللہ صاحب سلمہ ۷ ماہ مبارک ۱۳۳۳ھ

بعد ازادائے سلام سنت الاسلام ولوازم آداب تسلیمات فدویانہ معروض خدمت فیض درجت آنکہ والا نامہ گرامی بشرف صدور لایا مفخر و ممتاز فرمایا، کل اُس کوٹھی کی بلندی دریافت کی گئی، بلندی دریافت کرنے کا ایک آلہ ہوتا ہے جو سطح سمندر سے جس قدر بلند ہو وُہ بتاتا ہے، ایک چھوٹا سا آلہ ہے جو کہ چھوٹی سی ڈبیہ کی طرح ہوتا ہے مثل گھڑی کے گول، اس میں سُوئی ہوتی ہے جو کہ بلندی کے نمبروں پر گشت کرتی ہے غرض وہ کل دیکھا گیا اُس کے ذریعہ سے ذیل کی بلندی دریافت ہُوئی، پانچہزار پانچ سو پچاس فٹ سطح آب سے بلندی ہے اس لیے صاحبزادہ نواب دولہا صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ اب لکھ بھیجو کہ اس حساب سے کیا وقت نکلتا ہے، لیکن یہ بلندی اُس وقت ٹھیک وقت بتاسکتی ہے جبکہ یہ جگہ ہموار ہو یہاں شرقاً وغرباً پہاڑ ہے جس باعث سے طلوع مؤخر اور غروب مقدم ہوتا ہے اور یہ ٹیکری پہاڑ جو کہ غربی جانب ہے ہم سے تین سو یا چار سو فٹ بلند ہے اور شرقی جانب کا پہاڑ غالباً چھ سو فٹ ہوگا اور شمالی جانب پندرہ روزہ کے راستہ پر برف کا پہاڑ نظر آتا ہے جس پر شعاع آفتاب کی بہت پہلے پڑتی ہے اور مطلع صاف ہو تو اس کی چمک یہاں پر بخوبی نظر آتی ہے اور قریب کے پہاڑوں پر کہیں شعاع نہیں ہوتی اور لوگ نماز پڑھتے ہوتے ہیں اور شرق وغرب جو پہاڑ ہے اس پر بھی الموڑہ ہی کی آبادی ہے، سب طرف مکانات بنے ہُوئے ہیں اور اس کوٹھی سے اور خاص شہر یعنی بازار سے چنداں تفاوت نہیں، اب اگر ایک ہزار فٹ پر ۲ منٹ بڑھا جائیں تو گیارہ منٹ اور سوا منٹ طول یا عرض بلد کا کل سوا بارہ منٹ جمع کرنا پڑیں گے جس حساب سے آج کا افطار ۲۳ منٹ پر ہونا چاہیئے (۱۱ + ۱۲ = ۲۳) لیکن میرے خیال میں ۲۰ منٹ سے پیشتر ہی مشرق سے سیاہی نمودار ہو جاتی ہے لیکن مغربی بادلوں میں خوب سرخی اور چاروں طرف کسی قدر بادلوں پر سرخی پائی جاتی ہے، چونکہ صاحبزادہ صاحب موصوف کو تحقیق مطلوب ہے اس لیے خاکسار نے یہاں کی مجموعی کیفیت گزارش کردی، امید کہ جواب باصواب سے ممتاز فرمایا جائے، رام پور سے جو نقشے آئے ہیں اُن میں اس نقشے کے حساب

Marfat.com

سے تین چار منٹ کا بل ہے یعنی غروب چار منٹ مؤخر ہے۔

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، شرقی غربی پہاڑوں کے سبب تاخرِ طلوع و تقدمِ غروب معتبر نہیں، وہ دیوار ہائے مکان کی مثل ہیں، نہ وہ شعاعیں کہ کوہ برف پر پڑ کر روشنی دیتی ہیں کچھ قابلِ لحاظ نہیں جبکہ وُہ پہاڑ اس سے بلند تر ہو وہ شب کی چاندنی کے مثل ہیں کہ چاند پر شعاعِ شمس ہی پڑ کر روشنی پیدا ہوتی ہے۔ نہ یہاں اربعہ متناسبہ ہے کہ دو ہزار فٹ پر چار منٹ تھے تو ہزار پر دو اور ساڑھے پانچ ہزار پر گیارہ ہوں بلکہ یہاں تزاید علی سبیل التناقص ہے، ہر بلندی پر جو تفاوت ہے اس سے دو چند پر دوچند سے کم ہوگا مثلاً سو فٹ بلندی پر افق ۱۰ دقیقے نیچے گرتا ہے اور ہزار فٹ پر صرف ۳۲ دقیقے، نہ کہ ۱۰۰ کا دس گنا، اور چار ہزار فٹ پر ایک درجہ سات دقیقے، نہ کہ ۳۲ کا چوگنا کہ ۲ درجے ۸ دقیقے، یعنی اس سے دوچند ہوتا کہ ۱۰ دقیقے کا چالیس گنا کہ پورے سات درجے ہوتا وقس علٰی ھذا (اور اس پر قیاس کرو۔ت) ۵۵۰ فٹ بلندی پر میں نے حساب کیا افق ایک درجہ ۱۹ دقیقے ۱۰ ثانیے گرا جس کے سبب شروع ماہِ مبارک میں کہ تقویم سرطانی کے ۲۰ درجے پر تھی، طلوع وغروب المرڑہ میں ہموار زمین کے اعتبار سے ۶ منٹ ۴۷ سکنڈ تفاوت تھا یعنی طلوع شمسی اس قدر پہلے اور غروب اس قدر بعد اور آخر ماہِ مبارک میں کہ تقویم اسد کے ۸ پر ہوگی تفاوت ۶ منٹ ۲۵ سکنڈ ہوگا، یہ ۲۲ سکنڈ کا فرق تفاوت میل شمسی کے باعث ہے، غرض اوّل و آخر رمضان حال میں ساڑھے چھ منٹ، تو یہ فرق سمجھئے اور سوا منٹ بلحاظ عرض وطول مجموع پونے آٹھ منٹ وقت افطار بریلی پر بڑھیں گے جس میں احتیاطی منٹ بھی شامل ہیں۔ ۱۳ ماہ مبارک مطابق ۷ جولائی کی نسبت جو تم نے ۱۲ منٹ بڑھائے ہیں ۷ بڑھاؤ (۱۲ + ۰۷ = ۱۹) وہی بات آگئی جو تم نے لکھی کہ "میرے خیال میں ۲۰ منٹ سے پہلے ہی مشرق سے سیاہی نمودار ہوجاتی ہے"۔ ایک رامپور کیا ہندوستان بھر کے نقشوں کی بایں معنی قدر کرنا بے جا نہیں جاننا کہ وُہ بیچارے اپنے گمان میں تو اچھا سمجھ کر کرتے ہیں، اگرچہ یہ فتوٰی ہے اور بے علم فتوٰی سخت حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۶۹ و ۲۷۰ از اروہ نگلہ ڈاک خانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ محمد صادق علی خاں صاحب رمضان ۱۳۳۰ھ

(۱) روزہ افطار کرنا کس چیز سے مسنون ہے؟

(۲) رمضان مبارک میں روزہ افطار کرنے کے بعد مغرب نماز پڑھ کر بہت سے آدمی جمع ہو کر حقہ پیتے ہیں جس سے بیہوش ہوتے ہیں کچھ خبر نہیں رہتی، ہاتھ پیروں میں رعشہ ہوجاتا ہے، آیا یہ حالت شرعاً سکر میں ہے یا نہیں؟ ایسا حقہ پینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

Marfat.com

الجواب

(۱) خرمائے تر اور نہ ہو تو خشک، اور نہ ہو تو پانی۔ سنن ابی داؤد وجامع ترمذی میں بسندِ حسن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یفطر قبل ان یصلی علی رطبات فان لم تکن رطبات فتمیرات وان لم تکن تمیرات حسا حسوات من ماء[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز ادا کرنے سے پہلے تر کھجور سے روزہ افطار فرماتے، اگر تر کھجوریں نہ ہوتیں تو خشک کھجوریں استعمال فرماتے، اگر کھجوریں نہ ہوتیں تو پانی کے چند گھونٹ پیتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(۲) ایسا حقّہ پینا کبھی ہو حرام ہے، اور یہ حالتِ سکر نہیں بلکہ تفتیر ہے، اور سُکر و تفتیر دونوں حرام۔ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی حدیث میں ہے:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن کل مسکر ومفتر[2]۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر نشہ آور مفتر سے منع فرماتے تھے (ت)

اور تفصیل مسئلہ ہمارے رسالہ حقۃ المرجان لمھم حکم الدخان میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۷۱ از بنارس محلہ کندی گڑ ٹولہ متصل شفاخانہ مرسلہ حکیم عبدالغفور صاحب ۱۲ رمضان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دعاءِ افطار اللھم لک صمت وعلی رزقک افطرت قبل از افطار پڑھنی چاہیے یا بعد افطار؟ مظاہر حق نواب قطب الدین حسن واشعۃ اللمعات شیخ عبدالحق میں ترجمہ افطرت کا بصیغہ ماضی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دُعا آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بعد افطار کے پڑھتے تھے، چنانچہ ابن ملک نے بھی اس کو لکھا ہے، قول ابن ملک کو کہ آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم دعا مذکور بعد افطار کے پڑھتے تھے نواب قطب الدین حسن دہلوی نے مظاہر حق شرح مشکوٰۃ میں نقل کیا ہے، لیکن بعض کتابوں میں لکھتے ہیں کہ دُعا مذکورہ بالا قبل افطار پڑھنی چاہیے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

فی الواقع اس کا محل بعد افطار ہے،

ابوداؤد عن معاذ بن زھرۃ ابوداؤد میں حضرت معاذ بن زہرہ رضی اللہ عنہ سے

---

[1] جامع ترمذی باب ماجاء مایستحب علیہ الافطار امین کمپنی دہلی ۱/۸۸
سنن ابی داؤد باب مایفطر علیہ آفتاب عالم پریس، لاہور ۱/۳۲۱
[2] سنن ابی داؤد کتاب الاشربہ " " ۲/۱۶۳

انہ بلغہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان اذا افطر قال اللھم لک صمت وعلٰی رزقک[1] فحمل افطر علٰی معنی ارادۃ الافطار مصروف عن الحقیقۃ من دون حاجۃ الیہ وذا لایجوز وھکذا فی افطرت۔

کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم افطار کے وقت یہ دُعا پڑھتے: "اے اللہ! میں نے تیری رضا کی خاطر روزہ رکھا، تیرے رزق پر افطار کیا" تو یہاں افطر سے مراد ارادۂ افطار لینا اور حقیقی معنی سے بے ضرورت اعراض کرنا ہے حالانکہ یہ جائز نہیں اور اسی طرح کا معاملہ "افطرت" میں ہے (ت)

مولانا علی قاری علیہ الباری مرقاۃ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں:

(کان اذا افطر قال) ای دعا وقال ابن الملک ای قرأ بعد الافطار[2] الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(جب افطار کرتے تو کہتے) یعنی دُعا کرتے ابن الملک نے کہا کہ افطار کے بعد یہ دُعا پڑھتے تھے الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] سنن ابی داؤد — باب القول عند الافطار — آفتاب عالم پریس لاہور — ۱/۳۲۲

[2] مرقاۃ شرح مشکوۃ — کتاب الصوم مسائل متفرقہ — مکتبہ امدادیہ ملتان — ۴/۲۵۸

Marfat.com

العروس المعطار فی زمن دعوة الافطار
۱۳۱۲ھ

(افطار کی دُعا کے وقت کے بیان میں عطر آلود دُولھا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ رب محمد صلی علیہ وسلما

مسئلہ ۲۷۲ از بنارس محلہ پتر کنڈہ مرسلہ مولوی محمد عبدالمجید صاحب چشتی فریدی پانی پتی ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ

ہمارے علماء رحمہم الغفار والقاہم الٰی یوم القرار اس میں کیا فرماتے ہیں کہ دعائے افطارِ روزہ اللھم لك صمت وعلٰی رزقك افطرت کو بعض علماء تو فرماتے ہیں کہ قبل افطار کہے، چنانچہ رسالہ تنبیہ الانام فی آداب الصیام میں ہے: اور قبل افطار کے یہ پڑھنا اللھم لك صمت الخ سنّت ہے[1] انتہی۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ وقتِ افطار کہے۔ چنانچہ رسالہ مفتاح الجنۃ مؤلفہ مولانا مولوی کرامت علی جونپوری مرحوم میں ہے: اور افطار کے وقت سنّت ہے کہ کہے اللھم لك صمت[2] الخ انتہی۔ اور کتاب

---

[1] تنبیہ الانام فی آداب الصیام

[2] رسالہ مفتاح الجنۃ، مولوی کرامت علی

Marfat.com

جواہرالاحکام تصنیف مولوی عبداللہ معروف بہ مستان شاہ میسوری میں نقلاً عن الکفایہ ہے۔ مثلاً سنت وہی ہے کہ وقتِ افطار یہ دُعا کہے اللھم لك صمت الخ انتھٰی۔[1] اور رسالہ خیرالکلام فی مسائل الصیام مؤلفہ جناب مولوی محمد عبدالحلیم مرحوم لکھنوی میں ہے:

وقت افطار سنت آنست کہ بہ گوید اللھم لك صمت الخ انتھی۔[2]

افطار کے وقت سنت یہ ہے کہ دُعا مانگے: اے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا الخ (ت)

اور نورالہدایہ ترجمہ اردو شرح وقایہ مؤلفہ مولوی وحیدالزمان میں ہے: اور جس وقت افطار کرے کہے اللھم لك صمت وعلٰی رزقك افطرت یعنی اے اللہ! تیرے ہی واسطے میں نے روزہ رکھا تھا اور تیرے رزق پر افطار کرتا ہُوں، روایت کیا اس کو ابوداؤد نے کہ ایسا ہی کرتے تھے آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم انتھی۔[3] اور رسائل ارکان اربعہ مؤلفہ مولانا ومقتدانا جناب مولوی عبدالعلی میں کے رسالہ صوم میں ہے:

وینبغی ان یقول عند الافطار اللھم لك صمت وعلٰی رزقك افطرت لما عن معاذ بن زھرۃ قال بلغنی ان رسول اللہ کان اذا افطر قال اللھم لك صمت وعلٰی رزقك افطرت، رواہ ابوداؤد انتھی۔[4]

افطار کے وقت یہ کہنا چاہئے اے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے رزق پر افطار کیا، کیونکہ حضرت معاذ بن زھرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب افطار فرماتے تو کہتے اے اللہ! میں نے تیری خاطر روزہ رکھا اور تیرے رزق پر افطار کیا، اسے ابوداؤد نے روایت کیا انتھی (ت)

اور رسالہ تعلیم الصیام میں ہے: معاذ بن زہرہ نے کہا حضرت (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) افطار کے وقت یُوں کہتے تھے:

اللھم لك صمت وعلٰی رزقك افطرت، رواہ ابوداؤد مرسلاً انتھی۔[5]

اے اللہ! میں نے تیری خاطر روزہ رکھا اور تیرے رزق پر افطار کیا۔ اسے ابوداؤد نے مرسلاً روایت کیا۔ (ت)

---

[1] جواہرالحکام، مولوی عبداللہ

[2] رسالہ خیرالکلام فی مسائل الصیام، مولوی عبدالحلیم

[3] نورالہدایہ ترجمہ شرح وقایہ، کتاب الصوم باب مکروہات الصوم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۷۶

[4] رسائل ارکانِ اربعہ بیان انہ یستحب الافطار بالتمر مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۱۱۵

[5] رسالہ تعلیم الصیام

Marfat.com

اور شیخ عبد الحق قدس سرہٗ کی مدارج النبوۃ میں ہے: حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم افطار کے وقت فرماتے
و در وقتِ افطار فرمودے اللھم لک صمت الخ[1] اے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا الخ انتہی (ت)
انتہی۔

اور انھیں کی اشعۃ اللمعات میں حدیث معاذ بن زہرہ کے ترجمہ میں ہے:
بود آنحضرت چوں افطار می کرد می گفت اللھم لک صمت خداوندا برائے رضائے تو روزہ داشتہ ام وعلٰی رزقک افطرت و بر روزی تو کہ رسانیدی می کشادم روزہ را[2] انتہی۔
حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب افطار کرتے فرماتے اللھم لک صمت اے اللہ! میں نے تیری رضا کیلئے روزہ رکھا وعلٰی رزقک افطرت اور تیرے عطا کردہ رزق پر روزہ افطار کیا انتہی (ت)

اور بعض کہتے ہیں کہ اس دُعا کو بعد افطار کہے۔ چنانچہ مظاہر حق ترجمہ اردو مشکوٰۃ مؤلفہ جناب مولوی قطب الدین مرحوم دہلوی میں ہے: ابن ملک نے کہا ہے کہ حضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) ان کلمات (یعنی اللھم لک صمت الخ) کو بعد افطار کہتے تھے[3] انتہی۔ تو ان قولوں میں صحیح قول کون سا ہے؟ اور نیز اس میں کہ وقت افطار سے مراد قبل از افطار ہے اور پہلے قول اور اس قول کا مآل واحد ہے یا بعد افطار اور پچھلے قول اور اس قول کا مآل واحد ہے اور نیز اس میں کہ لفظ افطرت کا ترجمہ "افطار کرتا ہُوں میں" جیسا کہ مؤلف نور الہدایہ ترجمہ اردو شرح وقایہ نے کیا ہے صحیح ہے یا "افطار کیا میں نے" جیسا کہ شیخ قدس سرہٗ نے اشعۃ اللمعات میں کیا ہے صحیح ہے؟ اور نیز اس میں کہ برتقدیر صحت ترجمہ ثانی کے اس دُعا کا بعد افطار ہونا ثابت ہوگا یا نہیں؟ اور نیز اس میں کہ زید تو کہتا ہے کہ حدیث کے لفظ اذا افطر قال اللھم لک صمت الخ (جب افطار کرتے تو فرماتے اے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا الخ۔ ت) میں اذا حرفِ شرط ہے، افطر جملہ فعلیہ شرط ہے، قال اپنے فاعل ضمیر مستتر اور اللھم لک الخ مقولہ کے ساتھ جزا ہے۔ اور عمرو کہتا ہے اذا حرفِ شرط، افطر شرط، اور رفقد قال جزا۔ پس یہ کلام تو تمام ہوچکا اب اللھم لک صمت برأسہ اور نیز ایک دوسرا کلام ہے قال سے اس کو کچھ تعلق نہیں تو دونوں میں صحیح قول کس کا ہے؟ اور نیز اس میں کہ زید تو کہتا ہے کہ اللھم لک صمت الخ دُعا ہے اور عمرو کہتا ہے نہیں، کیونکہ دُعا تو وُہ کلام ہوتا ہے جو کہ متضمن مضمون طلب ہو، اور یہ ایسا نہیں تو دُعا بھی نہیں، تو دونوں میں صحیح

---

[1] مدارج النبوۃ باب دہم در انواع عبادات نوع چہارم در صوم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۴۲۹
[2] اشعۃ اللمعات کتاب الصوم فصل ثالث " " " ۲/۸۴
[3] مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الصوم افطار کی دعاء دار الاشاعت کراچی ۲/۱۴۳

Marfat.com

قول کس کا ہے؟ اور نیز اس میں کہ لفظ عند ظرف ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو ظرف زمان بمعنی وقت ہے یا ظرف مکان بمعنی نزدیک اور پاس کے؟ اور نیز اس میں کہ مولانا بحرالعلوم مرحوم کے قول وینبغی ان یقول عند الافطار کا ترجمہ "اور لائق ہے یہ کہ کہے وقت افطار کے" کرنا چاہئے یا "اور لائق ہے یہ کہ کہے نزدیک افطار کے" کرنا چاہئے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق مقتضائے دلیل یہ ہے کہ یہ دُعا روزہ افطار کرکے پڑھے۔ اولاً حدیث مذکور ابی داؤد کہ ابن السنی نے کتاب عمل الیوم واللیلہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں یوں روایت کی:

عن معاذ بن زھرۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا افطر قال الحمد للہ الذی اعاننی فصمت ورزقنی فافطرت۔[1]

حضرت معاذ بن زہرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب افطار فرماتے تو یہ پڑھتے: سب حمد اللہ کی جس نے میری مدد فرمائی کہ میں نے روزہ رکھا اور مجھے رزق عطا فرمایا کہ میں نے افطار کیا۔ (ت)

اور نیز ابن السنی نے کتاب مذکور اور طبرانی نے معجم کبیر اور دارقطنی نے سنن میں موصولاً یوں تخریج کی:

عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا افطر قال اللھم لک صمنا وعلٰی رزقک افطرنا فتقبل منا انک انت السمیع العلیم۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب افطار فرماتے تو یہ دُعا پڑھتے: اے اللہ! ہم نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے رزق پر افطار کیا، ہماری طرف سے قبول فرما تو سُننے اور جاننے والا ہے (ت)

ونیز حدیث ابی داؤد ونسائی ودارقطنی وحاکم وغیرہم:

عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے

---

[1] شعب الایمان باب فی الصیام حدیث ۳۹۰۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۳/۴۰۶
کتاب عمل الیوم واللیلۃ باب مایقول اذا افطر حدیث ۴۷۹ معارف نعمانیہ حیدرآباد دکن ص ۱۲۸
[2] " " " " " ۴۸۰ " " " "
سنن الدارقطنی باب القبلۃ للصائم حدیث ۲۱ نشر السنۃ ملتان ۲/۱۸۵

Marfat.com

قال کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا افطر قال ذھب الظمأ وابتلت العروق ویثبت الاجران شاء اللہ تعالٰی۔[1]

کہ جب رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم افطار کرتے تو فرماتے : پیاس چلی گئی، رگیں تر ہوگئیں، اور اگر اللہ تعالٰے نے چاہا تو اجر ثابت ہوگیا (ت)

ان سب کا مفاد صریح یہی ہے افطر شرط اور قال کذا اس کی جزا، مجرد قول کہ مقولے سے معرا کرلیا جائے صلاحیتِ وقوع ہی نہیں رکھتا، ترتّب کہ لازم جزائیت ہے کہاں سے آئیگا، اللّٰھم کو کلام مستانف قرار دینا ایک ایسی بات ہے کہ شرح مائۃ عامل خواں بھی قبول نہ کرے گا، اور جزا شرط سے مقدم نہیں ہوتی بل یعقبہ ویترتب علیہ کما لایخفی علٰی کل من لہ ادنی مسکۃ (بلکہ جزا شرط سے مؤخر اور اس پر مترتب ہوتی ہے جیسا کہ ہر اس شخص پر واضح ہے جو اس فن کے ساتھ تھوڑا سا بھی تعلق رکھتا ہے۔ ت) اور مقارنت حقیقیہ یہاں معقول نہیں کہ عین وقتِ افطار بالاکل والشرب یعنی جس وقت کوئی مطعوم حلق سے اتارا جائے عادۃً خاص اُس حالت میں قرأت نامتیسر، لاجرم تعقیب مراد، وھو المقصود ہاں افطار بالجماع میں اقتران حقیقی مقصور مگر وہ یہاں قطعاً مراد نہیں کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں ت) یہیں سے واضح ہُوا کہ قولِ ثانی وثالث کا مآل ایک ہی ہے اور نکتہ تعبیر اشعار بعدیت متصلہ ہے کہ لفظ بعد بعدیتِ منفصلہ کو بھی شامل، اور وہ خلافِ مقصود ہے، لہذا بلفظ "وقت" تعبیر کہ نافی انفصال ہو، ہنگامِ استحالہ مقارنہ اگرچہ معاقبہ تقدم وتاخر دونوں کو متناول، مگر حالت مجازات مانع تقدم ہے، ولہذا جہاں خارج سے تقدم معلوم شرط میں تاویل ارادہ وغیرہ معمول،

کما فی قولہ عزّ وجلّ اذا قمتم الی الصّلٰوۃ فاغسلوا وجوھکم[2] وفی حدیث کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا دخل الخلاء قال اللھم انی اعوذبك من الخبث والخبائث[3] رواہ الائمۃ احمد والستۃ عن انس

جیسا کہ اللہ عزوجل کے مبارک ارشاد میں ہے جب تم نماز کا ارادہ کرو تو چہرے کو دھولو۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث میں ہے : جب کوئی بیت الخلاء میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو کہے اے اللہ ! میں ناپاک وخبیث سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ اسے امام احمد اور ائمہ ستّہ نے حضرت انس

---

[1] سنن ابی داؤد باب القول عندالافطار آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۲۱
سنن الدارقطنی باب القبلۃ للصائم نشر السنۃ ملتان ۲/۱۸۵
[2] القرآن ۵/۶
[3] جامع ترمذی، باب مایقول اذا دخل الخلاء امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۳

Marfat.com

بن مالك رضی اللہ تعالیٰ عنه، اما ھھنا فحمل "افطر" علی الارادۃ، عدول عن الحقیقۃ من دون حاجۃ تحمل علیہ ولا صارف یدعو الیہ فلا یفعل ولا یقبل۔

بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے لیکن مذکورہ صورت میں لفظ افطر کو ارادہ افطار پر محمول کرنا بے ضرورت حقیقت سے اعراض ہے اور یہاں کوئی مجاز پر قرینہ بھی نہیں، لہذا ایسا نہ کیا جائے اور نہ اسے قبول کیا جائے۔ (ت)

ثانیاً ان ادعیہ میں افطرت (میں نے افطار کیا)، افطرنا (ہم نے افطار کیا)، ذھب الظمأ (پیاس چلی گئی) ابتلت العروق (رگیں تر ہوگئیں) سب صیغے ماضی ہیں اور افطار باللفظ متصوّر نہیں کہ مثل عقود انشا مقصود ہو، لاجرم اخبار متعین تو تقدیم علی الافطار میں یہ سب بھی ارتکاب تجوز کے محتاج ہوں گے کہ خلافِ اصل ہے والنصوص یجب حملھا علی ظواھرھا ما لم نمس حاجۃ واین حاجۃ (جب تک کوئی مجبوری نہ ہو نصوص کو ظاہر پر ہی محمول کرنا چاہئے اور یہاں کوئی ضرورت ومجبوری نہیں ت) یہاں سے یہ بھی ظاہر ہُوا کہ ترجمۂ حضرت شیخ محقق نوراللہ مرقدہ الشریف ہی صحیح ہے اور "افطار کرتا ہوں" بلاوجہ حقیقت سے عدول۔ طرفہ یہ کہ اب بھی حاجت تجوز باقی۔

لما قدمنا من امتناع المقارنۃ فلا بد من تاویل الحال بالاستقبال والافطار بالارادۃ۔

کیونکہ ہم نے پہلے بیان کردیا کہ یہاں مقارنت اتصال ممتنع ہے لہذا حال کو بمعنی استقبال اور افطار بمعنی ارادہ افطار کیا جائے گا۔ (ت)

ثالثاً مرسل ابن السنی وبیہقی میں لفظ الحمد للہ اور مؤید تاخیر کہ حمد بعد اکل معہود ہے جس طرح قبلِ اکل تسمیہ۔

رابعاً یہ تو ظاہر ہے اور شاید مدعی تقدیم کو بھی مسلّم ہو کہ یہ دُعائیں دن میں پڑھ لینے کی نہیں کہ ہنوز وقتِ افطار بھی نہ آیا اب اگر عمرو بعد غروبِ شمس یہ دُعائیں پڑھ کر افطار کرے اور زید بعد غروب فوراً افطار کرکے پڑھے تو دیکھنا چاہئے کہ اس میں کس کا فعل اللہ عزوجل کو زیادہ محبوب ہے، حدیث شاہد عدل ہے کہ فعل زید زیادہ پسند حضرت جل وعلا ہے کہ رب العزت تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

ان احب عبادی الیّ اعجلھم فطرا[1]، رواہ الامام احمد و

مجھے اپنے بندوں میں وہ زیادہ پیارا ہے جو اُن میں سب سے زیادہ جلد افطار کرتا ہے (اسے

---

[1] جامع ترمذی باب ماجاء فی تعجیل الافطار امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۸۸

Marfat.com

والترمذی وحسنه وابنا خزیمة وحبّان فی صحیحیه عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالٰی عنه عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم عن ربه تعالٰی وتقدس۔

امام احمد اور ترمذی نے حسن کہا۔ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نقل کیا انھوں نے نبی اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اور آپ نے اللہ تبارک و تعالٰی سے ذکر کیا، یعنی یہ حدیث قدسی ہے۔ (ت)

شک نہیں کہ صورتِ مذکورہ میں زید کا افطار جلد تر ہوتو یہی طریقہ زیادہ پسند و مرضیِ ربِّ اکبر ہوا جلّ جلالہٗ وعمّ نوالہٗ یہ دُوسرا مؤید ہے اس کا کہ وقت الافطار و بعد الافطار کا مآل واحد ہے کہ جب افطار غروب شمس کے بعد جلد ہو تو احب و افضل، اور مقارنت افطار و دُعا نا متیسر اور پیش از غروب، وقت افطار معدوم، تو وہی صورت بعدیت متصلہ ہی مقصود و مفہوم۔

خامساً فعل اقدس حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بتانے والے بھی اسی کا انکار کرتے ہیں، عادتِ کریمہ تھی کہ قریب غروب کسی کو حکم فرماتے کہ بلندی پر جاکہ آفتاب کو دیکھتا رہے، وہ نظر کرتا ہوتا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کی خبر کے منتظر ہوتے، اُدھر اُس نے عرض کی کہ سُورج ڈوبا اِدھر حضورِ والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خُرما وغیرہ تناول فرمایا،

الحاکم وصححه عن سھل بن سعد والطبرانی فی الکبیر عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنھما وھذا حدیث سھل قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اذا کان صائما امر رجلا اوفی علی نشز فاذا قال غابت الشمس افطر[1] و لفظ حدیث ابی الدرداء امر رجلا یقوم علی نشز من الارض فاذا قال قد وجبت الشمس افطر[2]، و

حاکم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نقل کرکے صحیح کہا اور طبرانی نے الکبیر میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ حدیث سہل کے الفاظ یہ ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب روزہ دار ہوتے تو کسی شخص کو بلند جگہ پر جاکر چاند دیکھنے کا حکم فرماتے، جب وُہ کہتا سورج ڈوب گیا ہے، تو پھر افطار فرماتے۔ حدیث ابوالدرداء کے الفاظ یہ ہیں کسی شخص کو حکم دیتے زمین کے اونچے مقام پر کھڑے ہو کر سُورج دیکھو جب وہ کہتا سورج ڈوب

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب الصوم دار الفکر بیروت ۱/۴۳۴

[2] مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی کبیر دار الکتاب العربی بیروت ۳/۱۵۵

Marfat.com

فی کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ للامام العارف سیدی عبدالوھاب الشعرانی قدس سرہ الربانی کانت عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا تقول رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو صائم یترصد غروب الشمس بتمرۃ فلما توارت القاھا فی فیہ[1]۔

کشف الغمہ عن جمیع الامہ للامام عارف سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی میں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا بیان یوں منقول ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو روزے کی حالت میں دیکھا آپ کھجور پکڑے سورج کے غروب ہونے کا انتظار فرمارہے ہیں، جیسے ہی وہ ڈوبا آپ نے کھجور منہ میں ڈال لی۔ (ت)

یہ تینوں حدیثیں بھی اُس تقدیم افطار کا پتا دیتی ہیں کہ اخبار و افطار میں اصلاً فصل نہ تھا کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) لاجرم تصریح فرمائی کہ یہ دُعا افطار کے بعد واقع ہُوئی، مولانا علی قاری رحمۃ الباری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں زیرِ حدیثِ مذکور ابی داؤد فرماتے ہیں:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان اذا افطر قال ای دعا وقال ابن الملک ای قرأ بعد الافطار[2] الخ۔

رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب افطار فرماتے تو کہتے یعنی دُعا فرماتے، ابن الملک نے کہا کہ آپ افطار کے بعد یہ کلمات پڑھتے الخ (ت)

اس عبارت سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ اللّٰھم لک صمت الخ دُعا ہے، دُعا کے معنی پکارنا، اور اللّٰھم سے بہتر کون سا پکارنا ہوگا، بلکہ اسی مرقاۃ میں تصریح فرمائی کہ کل ذکر دعا وکل دعا ذکر[3] (ہر ذکر دعا ہے اور ہر دُعا ذکر ہے۔ ت) صحیح بخاری شریف میں باب وضع کیا: باب الدعاء بعد الصلاۃ (نماز کے بعد دُعا کے بارے میں باب) اور اسی میں حدیث لائے:

تسبحون فی دبر کل صلوٰۃ عشرا وتحمدون عشرا وتکبرون عشرا[4]۔

تم ہر نماز کے بعد دس دفعہ سبحان اللہ اور دس دفعہ الحمدللہ اور دس دفعہ اللہ اکبر کہو۔ (ت)

یونہی باب الدعا اذا ھبط وادیا (یہ باب اس بارے میں ہے کہ جب کسی وادی میں اُترے تو دُعا کرے۔ ت) میں حدیثِ جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف اشارہ کیا،

---

[1] کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ | کتاب الصوم | دارالفکر بیروت | ۱/۲۵۵
[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ | " | مکتبہ امدادیہ ملتان | ۴/۲۵۴
[3] " " " | کتاب الدعوات | المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ | ۵/۱۳۵
[4] صحیح بخاری | الدعاء بعد الصلوٰۃ | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۲/۹۳۷

Marfat.com

قال کنا اذا صعدنا کبرنا و اذا نزلنا سبحنا[1]۔ جب ہم اُوپر چڑھتے تو اللہ اکبر اور جب نیچے اُترتے تو سُبحان اللہ کہتے (ت)

یُوں ہی باب الدعا اذا اراد سفرا او رجع (یہ باب اس بارے میں ہے کہ جب سفر کا ارادہ کرے یا سفر سے لَوٹے تو دُعا کرے۔ ت) میں حدیث یکبر علی کل شرف[2] الخ (آپ ہر بلندی پر تکبیر کہتے۔ ت) لائے بلکہ خود حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے احادیث کثیرہ میں ذکر کو دُعا فرمایا، صحیحین میں ہے:

عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کنا مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی سفر فکنا اذا علونا کبرنا فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایھا الناس اربعوا علٰی انفسکم فانکم لا تدعون اصم ولا غائبا ولکن تدعون سمیعا بصیرا[3]۔

حضرت ابو موسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے ہم حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے جب ہم بلند جگہ پر چڑھتے تو تکبیر کہتے، حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے آپ پر نرمی کرو کیونکہ تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے تم تو سننے اور دیکھنے والے کو پکار رہے ہو۔ (ت)

جامع ترمذی میں ہے:

عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خیر الدعاء دعاء یوم عرفۃ و خیر ما قلت انا والنبیون من قبلی لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ لہ الملک ولہ الحمد وھو علٰی کل شیئ قدیر قال الترمذی حدیث حسن غریب[4] قال المناوی خیر ما قلت ای ما دعوت[5]۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بہتر دُعا یوم عرفہ کی دُعا ہے، اور سب سے بہتر یہ دُعا ہے جو مَیں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء نے مانگی: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، ملک و حمد اسی کے لیے ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے، ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے، مناوی نے "خیر ما قلت" کا ترجمہ "جو میں نے دعا کی" کیا ہے۔ (ت)

[1] صحیح بخاری باب التسبیح اذا ھبط وادیا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۲۰
[2] " باب الدعا اذا اراد سفرا " " " ۲/۹۴۴
[3] " باب الدعاء اذا علا عقبۃ " " " "
[4] جامع الترمذی باب فی فضل لاحول ولاقوۃ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۹۸
[5] التیسیر شرح جامع صغیر تحت حدیث خیر الدعاء مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/۵۲۵

Marfat.com

ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابنِ حبان، حاکم جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ و افضل الدعاء الحمد للہ[1] حسنہ الترمذی وصححہ الحاکم۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بہتر ذکر لا الٰہ الا اللہ اور افضل دعا الحمد للہ ہے۔ ترمذی نے اسے حسن کہا اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا۔ (ت)

معہذا کنایہ تصریح سے ابلغ ہے اللھم لک صمت (اے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا۔ ت) کہنے والا اخلاص عبادت لوجہ اللہ عرض کرتا ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین[2]۔ اللہ تعالٰے کسی نیکوکار کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

الصوم لی وانا اجزی بہ[3] (روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا ہوں۔ ت)

پھر علٰی رزقک افطرت (تیرے رزق پر میں نے افطار کیا۔ ت) کہہ کر شکرِ نعمت بجالاتا ہے۔ اور رب جل وعلا فرماتا ہے:

ولئن شکرتم لازیدنکم[4] (اگر تم شکر کرو تو میں تمہارے لیے اضافہ کروں گا۔ ت)

اگر دو شخص بادشاہ کے درِ دولت پر حاضر ہوں، ایک عرض کرے اے بادشاہ! مجھے یہ دے۔ دوسرا عرض کرے اے بادشاہ! میں تیرا فرمان سر آنکھوں سے بجالاتا ہوں اور تیرا ہی دیا کھاتا ہوں انصاف کیجئے۔ حُسنِ طلب کس کا حصّہ ہے ؎

ااذکر حاجتی ام قد کفانی حیاؤک ان شیمتک الحیاء

اذا اثنی علیک المرء یوما کفاہ من توضک الثناء

کریما لا یغیرہ صباح عن الخلق الکریم ولامساء

(کیا میں اپنی حاجت ذکر کروں یا آپ کا حیاء ہی میرے لیے کافی ہے، جو آپ کا زیور ہے۔

---

[1] جامع ترمذی باب ان دعوۃ المسلم مستجابۃ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۷۴

[2] القرآن ۹/۱۲۰

[3] مشکوٰۃ کتاب الصوم الفصل الاول مجتبائی دہلی ص ۱۷۳

[4] القرآن ۱۴/۷

Marfat.com

جب کسی دن کسی نے آپ کی تعریف کی تو آپ کی ثنا کا روشن ہونا ہی اس کیلئے کافی تھا،
ایسا کریم کہ صبح و شام مخلوق کو نوازتے ہوئے کوئی تغیر واقع نہیں ہوتا)
بالجملہ قابل قبول ومؤید بالمعقول والمنقول وہی قول ثانی وثالث ہے اور وقت الافطار وعند الافطار
وبعد الافطار وہنگام افطار ونزدیک افطار وپس افطار، سب کا حاصل ایک ہی ہے، نزدیک ترجمۂ عند
ہے، اور عند خواہ ظرف مکان ہو کما افادہ فی الاتقان[1] الشریف (جیسا کہ اتقان شریف میں
ہے۔ ت) خواہ ظرف زمان ومکان دونوں کما نص علیہ فی القاموس[2] (جیسا کہ اس پر قاموس
میں تصریح ہے۔ ت) امتیاز بحسب مدخول علیہ ہوگا کما بینہ فی تاج العروس[3] (جیسا کہ اس کی تفصیل
تاج العروس میں ہے۔ ت) مگر شک نہیں کہ زمان، زمانی پر داخل ہو کر افادۂ قربِ زمان ہی کرے گا،
کوئی عاقل نہ کہے گا کہ عند الصبح کا حاصل قرب مکان صبح ہے، اصل یہ کہ وضع عند قرب مطلق کے لیے ہے
حسی ہو یا معنوی، کما صرح بہ فی مسلم الثبوت[4] وشرح الکافیۃ للرضی وغیرھا من المعتبرات
(جیسا کہ مسلم الثبوت، شرح کافیہ للرضی اور دیگر معتبر کتب میں اس پر تصریح کی ہے۔ ت) مکانیات سے
قربِ مکانی ہوگا، زمانیات سے قربِ زمانی، متعالی عن المکان والزمان سے قربِ مکانت، کما
فی قولہ تعالٰی عند ملیک مقتدر[5] (جیسا کہ اللہ تعالٰی کے ارشاد گرامی میں ہے: (عظیم قدرت
والے بادشاہ کے حضور۔ ت) تو نظر باصل معنی کہ عند لغت میں بمعنی جانب وناحیہ تھا کما فی القاموس[6]
(جیسا کہ قاموس میں ہے۔ ت) اور اتحاد جہت مستلزم قرب، اور وہ ہنگام حقیقت قرب مکانی کہ جہۃ
حقیقیہ مختص بمکانیات ہے، اُسے ظرف مکان کہیں صحیح اور نظر بحال کہ یہ قربِ حسی ومعنوی سب کو شامل
ہو کر زمانیات کو بھی متناول ہوگیا ظرف زمان ومکان دونوں کہیں بھی صحیح،
ھذا ما ظھر لی ولہ استعمالات اُخر یہ تمام وہ تھا جو مجھ پر آشکار ہوا اس کے دیگر استعمالات

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الاربعون فی معرفۃ معانی الادوات مصطفی البابی مصر ۱/۱۶۵
[2] القاموس المحیط تحت فصل العین باب الدال مصطفی البابی مصر ۱/۳۳۰
[3] تاج العروس " " احیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۳۵-۴۳۴
[4] مسلم الثبوت مسائل ادوات التعلیق مطبع انصاری دہلی ص ۶۸
[5] القرآن ۵۴/۵۵
[6] القاموس المحیط تحت فصل العین باب الدال احیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۳۰

Marfat.com

منسلخ فیھا عن معنی الظرفیة کالحکم و الاعتقاد کقولك ھذا عند ابی حنیفة و الفضل و الاحسان کقولہ تعالٰی فان اتممت عشرا فمن عندك[1] وغیر ذٰلك کما ذکرہ الحریری فی درۃ الغواص لیس ھذا مقام تفصیلھا۔

بھی ہیں جو معنی ظرفیت کے علاوہ ہیں، مثلاً حکم اور اعتقاد جیسا کہا جائے یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے یا بمعنی فضل و احسان کے مثلاً اللہ تعالٰی کا مبارک فرمان ہے پس اگر آپ دس مکمل کریں تو تمھارا احسان ہے، ان کے علاوہ دیگر معانی بھی ہیں جنھیں حریری نے درۃ الغواص میں ذکر کیا ہے لیکن یہ مقام تفصیل نہیں (ت)

معانی از قبیل ثانی ہیں اور افطار منجملہ معانی تو اس سے مراد وہی قرب زمانی، ہر ذی عقل جانتا ہے کہ عندالافطار کے معنی حین الافطار ہیں نہ کہ فی مکان الافطار ای مکان کان فیہ المفطر حین افطر والا فالافطار لیس مما یحل فی المکان (افطار کے وقت جہاں افطار کرنے والا ہو ورنہ افطار خود مکان میں حلول نہیں کرتا۔ت) کیا آج اگر کسی شخص نے ایک جگہ روزہ افطار کیا اور چھ مہینے بعد آکر اس جگہ پر دعاء مذکور پڑھ لے یا چار پہر تک وہیں بیٹھا رہا صبح کو دعا پڑھے تو یقول عند الافطار (افطار کے وقت کہے۔ت) کا حکم ادا ہوگیا کہ آخر مکان تو وہی ہے، لاجرم ماننا پڑے گا کہ یہاں عند سے اتحاد زمان ہی مفاد اور اتحاد سے وہی تعقیب متصل مراد، یہ سب واضحاتِ جلیلہ ہیں جن کی اضاحت گویا وقت کی اضاعت، مگر کیا کیجئے کہ بعد وہم واہم وورود سوال حاجتِ ازاحت۔

ان تقریرات سے بحمد اللہ تعالٰی تمام سوالوں کا جواب ہوگیا اور روشن طور پر منجلی ہُوا کہ مقتضائے سنّت یہی ہے کہ بعد غروب جو خُرمے یا پانی وغیرہ پر قبل از نماز افطار معجل کرتے ہیں اُس میں اور علم بغروب شمس میں اصلاً فصل نہ چاہئے یہ دُعائیں اس کے بعد ہوں، ہاں کبھی افطار مقابلِ سحور اس کھانے کو کہتے ہیں جو صائم شام کو کھاتا ہے۔

ابن خزیمة فی صحیحه و من طریقه البیھقی و ابوالشیخ بن حبان فی الثواب عن سلمان الفارسی رضی اللہ تعالٰی عنه یرفعه الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی فضائل شھر رمضان قال من فطر فیه صائما کان مغفرة لذنوبه وعتق رقبته

ابن خزیمہ نے صحیح میں، اور اسی طریق سے بیہقی نے اور ابوالشیخ بن حبان نے الثواب میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فضائلِ رمضان کے بارے میں مرفوعاً بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بیان فرمایا جس نے کسی کا روزہ افطار کروایا اس کے گناہ معاف اور اس کی گردن جہنم سے آزاد

---

[1] القرآن ۲۸/۲۷

Marfat.com

من النار، وكان له مثل اجره من غيران ينقص من اجره شئ، قالوا يارسول الله ليس كلنا يجد ما يفطر الصائم[1] الحديث و فى رواية ابى الشيخ فقلت يارسول الله افرأيت من لم يكن ذلك عنده؟ قال فقبضة من طعام، قلت افرأيت ان لم يكن عنده، لقمة خبز قال فمذقة من لبن قال افرأيت ان لم يكن عنده، قال فشربة من ماء[2] وفى حديث ابى داؤد وغيره بسند صحيح عن انس رضى الله تعالىٰ عنه ان النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم جاء الى سعد بن عبادة فجاء بخبز وزيت فاكل ثم قال النبى صلى الله عليه وسلم افطر عندكم الصائمون واكل طعامكم الابرار وصلت عليكم الملئكة[3] و فى لفظ افطرنا مرة مع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقربوا اليه زيتا فاكل و اكلنا حتى فرغ قال اكل طعامكم الابرار وصلت عليكم الملئكة وافطر عندكم الصائمون۔

ہو جائے گی، اور اس کے لیے روزہ دار کے برابر اجر ہوگا اور روزہ دار کے اجر میں بھی کمی نہ ہوگی۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو روزہ دار کو سیر ہو کر کھانا کھلانے کی طاقت نہیں رکھتے الحدیث۔ اور ابوالشیخ کی روایت میں ہے میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اس کے بارے میں کیا حکم ہے جس کے پاس اتنا نہ ہو؟ فرمایا تو ایک مٹھی طعام سہی۔ میں نے عرض کیا اگر اس کے پاس روٹی کا ٹکڑا نہ ہو؟ فرمایا دُودھ کا گھونٹ۔ عرض کیا اگر یہ بھی نہ ہو؟ فرمایا پانی کا گھونٹ پیش کرے۔ اور ابوداؤد وغیرہ میں سندِ صحیح کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سعد بن عبادہ کے پاس آئے، انھوں نے روٹی اور زیتون پیش کیا، آپ نے تناول کیا اور فرمایا تمھارے پاس روزہ داروں نے افطار کیا، تمھارا کھانا ابرار نے کھایا اور تم پر ملائکہ نے رحمت کی دعا کی۔ دوسری روایت کے الفاظ ہیں: ایک دفعہ ہم نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ افطاری کی آپ کی خدمت اقدس میں زیتون پیش کیا گیا آپ نے اور ہم سب نے تناول کیا جب فارغ ہُوئے تو فرمایا: تمھارے کھانے کو نیک لوگوں نے کھایا تمھارے لیے ملائکہ نے دعا کی اور تمھارے

---

[1] صحیح ابن خزیمۃ | باب فضائل شہر رمضان | المکتب الاسلامی بیروت | ۳/ ۱۹۲

[2] کنزالعمال بحوالہ حب | حدیث ۲۳۶۵۸ | موسستہ الرسالۃ بیروت | ۸/ ۴۶۰

الترغیب والترہیب بحوالہ ابن حبان فی کتاب الثواب الترغیب فی اطعام الطعام | مصطفی البابی مصر | ۲/ ۱۴۴

[3] سنن ابی داؤد | کتاب الاطعمۃ | آفتاب عالم پریس لاہور | ۲/ ۱۸۲

Marfat.com

پاس روزہ داروں نے افطار کیا۔ (ت)

اسی طعامِ شام سے پہلے ایک دُعا وارد ہُوئی ہے اُس میں بھی یہ الفاظ موجود ہیں :

الدارقطنی فی الافراد عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا قرب الی احدکم طعامہ وھو صائم فلیقل بسم اللہ والحمد للہ اللھم لک صمت وعلٰی رزقک افطرت وعلیک توکلت سبحٰنک وبحمدک تقبل منی انک انت السمیع العلیم۔[1]

امام دارقطنی نے افراد میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تمھارے پاس کھانا لایا جائے اور تم حالتِ روزہ میں ہو تو یہ کلمات کہو اللہ کے نام کے ساتھ شروع، تمام حمد اللہ کے لیے ہے، اے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے رزق پر افطار کیا اور تجھ پر توکّل کیا، تیری ذات مقدس ہے اور حمد تیری ہے۔ مجھ سے قبول فرمالے، بیشک تُو سُننے اور جاننے والا ہے"۔ (ت)

حدیث طبرانی :

عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا افطر قال بسم اللہ اللھم لک صمت وعلٰی رزقک افطرت۔[2]

حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب افطار فرماتے تو کہتے: "اللہ کے نام کے ساتھ، اے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے رزق پر افطار کیا"۔ (ت)

میں کہ ظاہر تسمیہ مشعر تقدیم ہے، اگر افطار سے یہی طعامِ شام بمعنی مذکور مراد، جب تو امر واضح ہے، ورنہ وہ بسبب شدتِ ضعف قابلِ احتجاج نہیں، اس کی سند میں داؤد بن الزبرقان متروک ہے۔

قال فی التقریب التھذیب متروک وکذبہ الازدی[3] اھ قلت

التقریب التہذیب میں ہے کہ یہ متروک ہے اور ازدی نے اسے کاذب کہا ہے اھ میں کہتا ہوں

---

[1] کنز العمال بحوالہ قط فی الافراد حدیث ۲۳۸۷۳ مکتبۃ التراث الاسلامی حلب ۸/۵۰۹

[2] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی اوسط باب مایقول اذا افطر دار الکتاب بیروت ۸/۱۵۶

[3] تقریب التہذیب تحت حرف الدال دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۲۷۹

Marfat.com

وکذا الجوزجانی کما فی المیزان۔ جوزجانی نے بھی کہا ہے، جیسا کہ میزان میں ہے۔ (ت)

یہ اس مسئلہ میں آخر کلام ہے، امید کرتا ہوں کہ یہ تحقیق و تفصیل اس تحریر کے غیر میں نہ ملے گی، وللّٰہ الحمد و بہ التوفیق ایاہ نسأل ھدایۃ الطریق، واللّٰہ سبحانہ و تعالٰی اعلم۔

Marfat.com

صومِ نفل

مسئلہ ۲۷۳: از بنارس محلہ مانپور متصل کول چوزہ اونچی سیڑھی مرسلہ عبدالستار ۱۵ شوال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ۲۷ تاریخ ماہ رجب کی، روزہ رکھنا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

بیہقی شعب الایمان اور دیلمی نے مسند الفردوس میں سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعاً روایت کی:

فی رجب یوم ولیلۃ من صام ذٰلک الیوم وقام تلک اللیلۃ کان کمن صام من الدھر مائۃ سنۃ وقام مائۃ سنۃ وھو لثلث بقین من رجب وفیہ بعث اللہ تعالٰی محمدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[1]

رجب میں ایک دن اور رات ہے جو اس دن کا روزہ رکھے اور وہ رات نوافل میں گزارے سو برس کے روزوں اور سو برس کی شب بیداری کے برابر ہو، اور وہ ۲۷ رجب ہے اسی تاریخ اللہ عزوجل نے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔

قال البیہقی منکر[2] (امام بیہقی نے اس روایت کو منکر کہا ہے۔ ت) نیز اسی میں بطریق ابان

---

[1] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۴۳۸۱ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۱۴۲

شعب الایمان حدیث ۳۸۱۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۳۷۴

[2] کنز العمال بحوالہ ھب حدیث ۳۵۱۶۹ مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت ۱۲/ ۳۱۲

Marfat.com

ابن عساکر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی :

فی رجب لیلۃ یکتب للعامل فیھا حسنات مائۃ سنۃ، وذلک لثلث بقین من رجب فمن صلی فیہ اثنتی عشرۃ رکعۃ یقرأ فی کل رکعۃ فاتحۃ الکتاب وسورۃ من القراٰن، ویتشھد فی کل رکعۃ ویسلم فی اٰخرھن، ثم یقول سبحٰن اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر مائۃ مرۃ ویستغفر اللہ مائۃ مرۃ ویصلی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مائۃ مرۃ ویدعو لنفسہ ما شاء من امر دنیاہ واٰخرتہ ویصبح صائما فان اللہ یستجیب دعاءہ کلہ الا ان یدعو فی معصیۃ۔[1] قال البیہقی ھو اضعف من الذی قبلہ،[2] قال ابن حجر فیہ متھمان۔[3]

رجب میں ایک رات ہے کہ اس میں عمل نیک کرنے والے کو سو برس کی نیکیوں کا ثواب ہے اور وہ رجب کی ستائیسویں شب ہے جو اس میں بارہ رکعت پڑھے ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور ایک سورت، اور ہر دو رکعت پر التحیات اور آخر میں بعد سلام سبحٰن اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر سو بار، استغفار سو بار، درود سو بار اور اپنی دنیا و آخرت سے جس چیز کی چاہے دعا مانگے اور صبح کو روزہ رکھے تو اللہ تعالٰی اس کی سب دعائیں قبول فرمائے سوائے اس دعا کے جو گناہ کے لیے ہو۔ (بیہقی فرماتے ہیں یہ روایت سابقہ روایت سے زیادہ ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں اس کے دو راوی متہم بالکذب ہیں۔ ت)

فوائد ہناد میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی :

بعثت نبیا فی السابع والعشرین من رجب فمن صام ذلک الیوم ودعا عند افطارہ کان لہ کفارۃ عشر سنتین۔[4] اسنادہ منکر۔

۲۷ رجب کو مجھے نبوت عطا ہوئی جو اس دن کا روزہ رکھے اور افطار کے وقت دعا کرے دس برس کے گناہوں کا کفارہ ہو (اس کی اسناد منکر ہے۔ ت)

---

[1] شعب الایمان حدیث ۳۸۱۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۳/۳۷۴

[2] کنز العمال بحوالہ شعب الایمان حدیث ۳۵۱۷۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۳۱۲

[3] ماثبت بالسنۃ مع اردو ترجمہ بحوالہ ابن حجر ذکر ماہ رجب ادارہ نعیمیہ رضویہ لال کھوہ موچی گیٹ لاہور ص ۲۵۲

[4] تنزیہ الشریعۃ بحوالہ فوائد ہناد کتاب الصوم حدیث ۴۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/۱۶۱

Marfat.com

جزء ابی معاذ مروزی میں بطریق شہر ابن حوشب ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے موقوفاً مروی:

من صام یوم سبع وعشرین من رجب کتب اللہ له صیام ستین شہرا وھو الیوم الذی ھبط فیه جبریل علی محمد صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بالرسالة۔[1]

جو رجب کی ستائیسویں کا روزہ رکھے تو اللہ تعالٰی اس کے لیے ساٹھ مہینوں کے روزوں کا ثواب لکھے اور وُہ وہ دن ہے جس میں جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے پیغمبری لے کر نازل ہُوئے۔

تنزیہ الشریعۃ سے ماثبت بالسنۃ میں ہے:

وھذا امثل ماورد فی ھذا المعنی[2] یہ اُن سب حدیثوں سے بہتر ہے جو اس باب میں آئیں۔

بالجملہ اس کے لیے اصل ہے اور فضائلِ اعمال میں حدیث ضعیف باجماعِ ائمہ مقبول ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۷۴ ۱۲ شعبان المعظم ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روزہ رکھنا ماہِ مبارک رجب مرجب کی ۲۷ تاریخ کو سوا رمضان کے بہ نسبت اور روزوں کے فضیلت رکھتا ہے یا نہیں؟ اور اگر رکھتا ہے تو کیا وجہ ہے اور ماسوا اس روزے کے درمیان سال بھر کے اور کون کون روزہ ایسا ہے جس کو حضرت رسولِ خدا صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے ارشاد واسطے روزہ رکھنے کے فرمایا ہے؟ اور اگر کوئی شخص روزہ ۲۷ رجب المرجب کو رکھے تو کس قدر مستحقِ ثوابِ کا رہو گا؟ اور نیز دُوسرے روزوں میں؟ اور اگر کوئی منع کرے اوروں کو، اور منکر ہو خود، تو وُہ کون ہے گنہگار ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صوم وغیرہ اعمالِ صالحہ کے لیے بعد رمضان مبارک سب دنوں سے افضل عشرۂ ذی الحجہ ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم فرماتے ہیں:

ما من ایام العمل الصالح فیھن احب الی اللہ تعالٰی من ھذہ الایام العشر قالوا یا رسول اللہ

دس دنوں سے زیادہ کسی دن کا عملِ صالح اللہ عزوجل کو محبوب نہیں، صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ

---

[1] تنزیہ الشریعۃ بحوالہ جزء ابی معاذ کتاب الصوم حدیث ۴۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۱۶۱

[2] ایضاً

ماثبت بالسنۃ مع اردو ترجمہ ذکر ماہِ رجب ادارہ نعیمیہ رضویہ لال کھوہ موچی گیٹ لاہور ص ۲۳۴

Marfat.com

ولا الجهاد فی سبیل اللہ قال ولا الجهاد فی سبیل اللہ الا رجلا خرج بنفسه وماله ثم لم یرجع من ذلك بشئ[1] رواہ البخاری والترمذی وابوداؤد وابن ماجة والطبرانی فی الکبیر بسند جید والبیهقی کلهم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهما والطبرانی فیه بسند صحیح عن ابن مسعودٍ والبزار فی مسندہ بسند حسن وابویعلی بسند صحیح وابن حبان فی صحیحه عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنهم اجمعین۔

اور نہ راہِ خدا میں جہاد؟ فرمایا: اور نہ راہِ خدا میں جہاد مگر وُہ کہ اپنی جان و مال لے کر نکلے پھر اُن میں سے کچھ واپس نہ لائے (اسے بخاری، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں سندِ جید کے ساتھ اور بیہقی تمام حضرات نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے اور اس میں طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ اور بزار نے اپنی مسند میں سندِ حسن کے ساتھ اور ابویعلٰی نے سندِ صحیح کے ساتھ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے روایت کیا ہے۔ ت)

ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مامن ایام احب الی اللہ ان یتعبد له فیها من عشر ذی الحجة یعدل صیام کل یوم منها بصیام سنة وقیام کل لیلة منها بقیام لیلة القدر[2] رواہ الترمذی وابن ماجة والبیهقی۔

اللہ عزوجل کو عشرۂ ذی الحجہ سے زیادہ کسی دن کی عبادت پسندیدہ نہیں، اُن کے ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزوں اور ہر شب کا قیام شبِ قدر کے برابر ہے۔ (اسے ترمذی، ابن ماجہ اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ ت)

خصوصًا روزِ عرفہ کہ افضل ایامِ سال ہے، اس کا روزہ صحیح حدیث سے ہزاروں روزوں کے برابر ہے اور دو سال کامل کے گناہوں کی معافی، ایک سال گزشتہ اور ایک سالِ آئندہ۔

الائمة الستة الا البخاری عن ابی قتادة رضی اللہ عنه

بخاری کے علاوہ ائمہ ستّہ نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی العمل فی ایام العشر امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۹۴
السنن الصغیر للبیهقی باب العمل الصالح فی العشر الخ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۳۷۸
[2] جامع الترمذی باب ماجاء فی العمل فی ایام العشر امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۹۴
سُنن ابن ماجہ باب صیام العشر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۲۵

Marfat.com

قال سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن صوم یوم عرفۃ قال یکفر السنۃ الماضیۃ والباقیۃ[1] ولابی یعلی بسند صحیح عن سھل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من صام یوم عرفۃ غفر لہ ذنب سنتین متتابعین[2] وللطبرانی بسند حسن والبیھقی واللفظ لہ عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول صیام یوم عرفۃ کصیام الف یوم[3]

سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے یوم عرفہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا: یہ سال گزشتہ اور آئندہ کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ اور ابو یعلٰی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے عرفہ کے دن روزہ رکھا اس کے مسلسل دو سالوں کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ اور طبرانی میں سند حسن کے ساتھ اور بیہقی نے اور بیہقی کے الفاظ ہیں ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا گیا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرمایا کرتے کہ عرفہ کے دن کے روزہ کا ثواب ہزار دن کے روزوں کے برابر ہے (ت)

پھر سب دنوں سے افضل روزۂ عاشورہ یعنی دہم محرم کا روزہ ہے اس میں ایک سال گزشتہ کے گناہوں کی مغفرت ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من صام یوم عرفۃ غفر لہ سنۃ امامہ وسنۃ خلفہ ومن صام عاشوراء غفر لہ سنۃ[4] رواہ الطبرانی بسند حسن فی معجمہ الاوسط عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جس نے عرفہ کا روزہ رکھا اس کے پہلے اور آئندہ کے سال کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور جس نے عاشوراء کا روزہ رکھا اس کے ایک سال کے گناہ معاف کردئے جاتے ہیں۔ اسے طبرانی نے معجم الاوسط میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے (ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الصیام قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۶۸
سنن ابن ماجہ باب صیام العشر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۲۵
[2] مسند ابو یعلی حدیث ۷۵۱۰ مؤسسہ علوم القرآن بیروت ۶/۵۰۵
[3] شعب الایمان حدیث ۳۷۶۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/۳۵۷
[4] الترغیب والترہیب بحوالہ معجم اوسط الترغیب فی صوم یوم عرفہ الخ مصطفی البابی مصر ۲/۱۱۲

Marfat.com

محرم کے ہر دن کا روزہ ایک مہینہ کے روزوں کے برابر ہے۔

الطبرانی فی الکبیر و الصغیر عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند لا باس بہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من صام یوما من المحرم فلہ بکل یوم ثلثون حسنۃ[1]

طبرانی نے معجم کبیر اور صغیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ایسی سند کے ساتھ روایت کیا ہے جس میں کوئی حرج نہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے محرم کا ایک روزہ رکھا اس کے لیے ہر دن میں تیس ۳۰ نیکیاں ہیں (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

افضل الصوم بعد رمضان شعبان لتعظیم رمضان[2] رواہ الترمذی واستغربہ و البیہقی فی الشعب وفیہ صدقۃ بن موسٰی۔

رمضان کے بعد سب سے افضل شعبان کے روزے ہیں تعظیم رمضان کے لیے۔ اسے ترمذی نے روایت کر کے غریب کہا اور بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کیا، اور اس میں ایک راوی صدقہ بن موسٰی ہے (ت)

تو ۲۷ رجب کے روزے کو بعد رمضان سب روزوں سے افضل کہنا صحیح نہیں، ہاں بعض احادیث اُس کی فضیلت میں مروی ہُوئیں کہ فقیر نے اپنے فتاوٰی میں ذکر کیں، اُن سب میں بہتر حدیث موقوف ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

من صام یوم سبع و عشرین من رجب کتب اللہ تعالٰی لہ صیام ستین شھرا[3]

جو ۲۷ رجب کا روزہ رکھے اللہ تعالٰی اُس کے لیے پانچ برس کے روزوں کا ثواب لکھے۔

ایسی جگہ حدیث موقوف مثل مرفوع ہے کہ تعیین مقدار اجر کی طرف رائے کو اصلاً راہ نہیں، اور حدیث ضعیف[4] فضائل اعمال میں باجماع ائمہ مقبول ہے کما فصلناہ بما لا مزید علیہ فی رسالتنا الهاد الکاف فی حکم الضعاف (اس کی پوری تفصیل جس پر اضافہ دشوار ہے ہم نے اپنے رسالہ الهاد الکاف فی حکم الضعاف

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۱۰۸۲ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/۷۲

[2] جامع الترمذی ابواب الزکٰوۃ باب ماجاء فی فضل الصدقۃ امین کمپنی دہلی ۱/۸۴
شعب الایمان حدیث ۳۸۱۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/۳۷۷

[3] تنزیہ الشریعۃ بحوالہ جزء ابی معاذ کتاب الصوم حدیث ۴۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۱۶۱

[4] اس کے مطالعہ کے لیے رسالہ "منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین" ملاحظہ ہو جو فتاوٰی رضویہ (جدید) جلد ۵ کے ص ۴۲۹ پر ہے۔

Marfat.com

ین کی ہے۔ت) احادیثِ صحاح وحسان وصوالح میں اور بھی بہت روزوں کے فضائل آئے ہیں جیسے شش عید و ایامِ بیض کہ دونوں میں ہرایک سال بھر کے روزوں کا ثواب لاتا ہے کہ من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا[1] (جس نے کوئی نیکی کی اسے اس کا دس گنا اجر ملے گا۔ت) و روزہ دوشنبہ و روزہ پنجشنبہ و روزہ چہارشنبہ و پنجشنبہ کہ دوزخ سے آزاد ہیں[2] اور روزہ چہارشنبہ و پنجشنبہ وجمعہ کہ جنت میں گوہر و یاقوت و زبرجد کا گھر بناتے ہیں[3] بلکہ روزہ جمعہ یعنی جب اس کے ساتھ پنجشنبہ یا شنبہ بھی شامل ہو مروی ہوا کہ دس ہزار برس کے روزوں کے برابر ہے[4] رواہ البیھقی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ مرفوعًا (اسے بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعًا نقل کیا ہے۔ت) روزہ سے منع کرنا خیر سے منع کرنا اور مناع للخیر (خیر سے روکنے والا) کے وبال میں داخل ہونا ہے جب تک ذاتًا یا عارضًا ممانعتِ شرعیہ نہ ثابت ہو، ۲۷ کے علاوہ بھی روزہ ہائے رجب میں احادیث کثیرہ وارد ہیں جن میں بعض خود اور بعض بتعدد مرتبہ صالح رکھتی ہیں، شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی نے ماثبت بالسنۃ میں اُن کی تفصیل فرمائی۔

ومایروی عن الفاروق الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فلان رجب کانت تعظمہ الجاھلیۃ ایضا وقد کان العھد قریبا والاحکام لم تتبین عند کثیر من الاعراب فتخشی الزیادۃ ولکل وجھۃ ھو مولیھا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اور جو فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے پس اس لئے کہ اہلِ جاہلیت بھی رجب کی تعظیم کرتے تھے زمانہ جاہلیت اسلام سے قبل قریب تھا اور بہت سے عربوں پر احکام اچھی طرح واضح نہ ہوسکے تھے، تو اس لئے رجب کے روزوں کے متعلق بیان میں از خود اضافہ کرنے کا خدشہ موجود ہے جبکہ ہر ایک کیلئے اپنے عمل کی راہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۷۵ از موضع سرنیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب ۱۳۳۱ھ

اکثر عورتیں مشکل کشا علی کا روزہ رکھتی ہیں کیسا ہے؟

الجواب

روزہ خاص اللہ عزوجل کے لیے ہے، اگر اللہ کا روزہ رکھیں اور اس کا ثواب مولا علی کی نذر کریں

---

[1] القرآن ۶/ ۱۶۰

[2] کنز العمال حدیث ۲۴۱۹۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۸/ ۵۶۴

الترغیب والترھیب الترغیب فی صوم الاربعاء الخ مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۲۶

[3] شعب الایمان حدیث ۳۸۷۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۳۹۷

[4] الترغیب والترہیب الترغیب فی صوم الاربعاء مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۲۶

Marfat.com

تو حرج نہیں مگر اس میں یہ کرتی ہیں کہ روزہ آدھی رات تک رکھتی ہیں، شام افطار نہیں کرتیں، آدھی رات کے بعد گھر کے کواڑ کھول کر کچھ دعا مانگتی ہیں اُس وقت روزہ افطار کرتی ہیں، یہ شیطانی رسم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۷۶ از بلگرام شریف محلہ میدان پورہ مرسلہ حضرت صاحبزادہ سید ابراہیم میاں صاحب قادری دامت برکاتہم ۲۳ رمضان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اعتکاف آخر عشرۂ رمضان شریف کا پورے دس روز میں ادا ہوتا ہے یا تین چار روز آخر میں بھی جائز ہے؟ ایک شخص کا بیان ہے کہ مقصود مشروعیت اعتکاف کے واسطے شرف ادراک لیلۃ القدر کی ہے یہ کامل دہے میں حاصل ہوگا، دوسرے شخص کا بیان ہے تین چار روز میں بھی جائز ہے ایسا دیکھا گیا ہے۔

الجواب

اعتکاف عشرۂ اخیرہ کہ سنتِ مؤکدہ علیٰ وجہ الکفایہ ہے جس پر حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مواظبت و مداومت فرمائی پُورے عشرۂ اخیرہ کا اعتکاف ہے، ایک روز بھی کم ہو تو سنّت ادا نہ ہوگی، ہاں اعتکافِ نفل کے لیے کوئی حد مقرر نہیں، ایک ساعت کا بھی ہو سکتا ہے، اگرچہ بے روزہ ہو۔ ولہذا چاہئے کہ جب نماز کو مسجد میں آئے نیتِ اعتکاف کرلے کہ یہ دوسری عبادت مفت حاصل ہو جائے گی، درمختار میں ہے:

سنۃ مؤکدۃ فی العشر الاخیر من رمضان ای سنۃ کفایۃ کما فی البرھان وغیرہ۔[1]

رمضان کے آخری عشرہ میں سنتِ مؤکدہ ہے یعنی سنّتِ کفایہ ہے، جیسا کہ برہان وغیرہ میں ہے (ت)

اسی میں ہے:

و اقلہ نفلا ساعۃ من لیل او نہار عند محمد، وھو ظاھر الروایۃ عن الامام لبناء النفل علی المسامحۃ و بہ یفتی والساعۃ فی عرف الفقھاء جزء من الزمان لاجزء من اربعۃ وعشرین کما یقولہ المنجمون

امام محمد کے نزدیک کم سے کم نفلی اعتکاف دن و رات میں ایک گھڑی کا بھی ہو سکتا ہے اور امام اعظم سے بھی ظاہر الروایت میں ہے کیونکہ نفل کی بناء آسانی پر ہے اور اسی پر فتوٰی ہے، عرف فقہا میں ساعت کا مفہوم زمانے کا ایک جز ہے نہ کہ چوبیس گھنٹوں میں سے ایک گھنٹہ جو کہ اہل توقیت

---

[1] درمختار باب الاعتکاف مجتبائی دہلی ۱/۱۵۶

Marfat.com

كمافي غرر الاذكار وغيره[1]۔

کا موقوف ہے، جیسا کہ غرر الاذکار وغیرہ میں ہے۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

الاعتکاف ینقسم الٰی واجب وھو المنذور تنجیزا اوتعلیقا والٰی سنۃ مؤکدۃ وھو اعتکاف العشر الاواخر من رمضان والٰی مستحب وھو ما سواھما[2]۔

اعتکاف واجب، سنتِ مؤکدہ اور مستحب پر منقسم ہے، واجب جس کی نذر مانی گئی ہو خواہ فی الفور یا معلق ہو، اور سنتِ مؤکدہ وہ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف ہے، اور مستحب جو ان مذکورہ دونوں صورتوں کے علاوہ ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

المسنون ھو اعتکاف العشر بتمامہ[3]، واللہ تعالٰی اعلم۔

سنت اعتکاف وُہ رمضان کا پورا عشرہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار | باب الاعتکاف | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۵۶-۵۷
[2] فتح القدیر | " | مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر | ۲/۳۰۵
[3] ردالمحتار | " | مصطفی البابی مصر | ۲/۱۴۳

Marfat.com

کتاب الحج

مسئلہ ۲۷۷ مسئولہ واحد یار خاں صاحب از بریلی ۴ ذی قعدہ ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت کا حج کو جانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

حج کی فرضیت میں عورت مرد کا ایک حکم ہے، جو راہ کی طاقت رکھتا ہو اُس پر فرض ہے مرد ہو یا عورت، جو ادا نہ کرے گا عذاب جہنّم کا مستحق ہوگا۔ عورت میں اتنی بات زیادہ ہے کہ اُسے بغیر شوہر یا محرم کے ساتھ لئے سفر کو جانا حرام ہے، اس میں کچھ حج کی خصوصیت نہیں، کہیں ایک دن کے راستہ پر بے شوہر یا محرم جائے گی تو گنہگار ہوگی، ہاں جب فرض ادا ہو جائے تو بار بار عورت کو مناسب نہیں کہ وُہ جس قدر پردے کے اندر ہے اُس قدر بہتر ہے۔ حدیث میں اس قدر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اُمہات المومنین کو حج کرا کر فرمایا ھذہ ثم حصر البیوت یہ ایک حج ہو گیا اس کے بعد گھر کی چٹائیاں۔ پھر یہ بھی اولویت کا ارشاد ہے نہ کہ عورت کو دُوسرا حج ناجائز ہے۔ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے اس کے بعد پھر حج کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۷۸ تا ۲۸۰ از ایٹہ ۸ رمضان مبارک مرسلہ محمد اسحاق نائب مدرس تحصیلی اسکول

جناب مولانا صاحب! عرضِ حال ذیل کو ملاحظہ فرما کر جواب ضرور ضرور لکھ دیجئے گا:

(۱) زید خرچ زادراہ آمدورفت کا اپنی ذات خاص سے رکھتا ہے اگر والدین اجازت حجِ مکہ معظمہ کی نہ دیں تو حج نامبردہ کا ہو سکتا ہے یا کیا؟

Marfat.com

(۲) والدین پر قرضہ قلیل اور حقیت زمینداری اس سے کہیں زیادہ قیمت کی ہے۔
(۳) زید مذکور کی اہلیہ نیز عیال اطفال سے کوئی نہیں ہے۔

الجواب

جبکہ زید اپنے ذاتی روپے سے استطاعت رکھتا ہے تو حج اس پر فرض ہے، اور حج فرض میں والدین کی اجازت درکار نہیں بلکہ والدین کو ممانعت کا اختیار نہیں، زید پر لازم ہے کہ حج کو چلا جائے اگرچہ والدین مانع ہوں، والدین پر قرض ہونا اس شخص پر فرضیت میں خلل انداز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۲۸۱ از شہر کہنہ مسئولہ سید محمد نور اللہ صاحب اشرفی جیلانی محرر دار الافتائے اہلسنت بریلی ۸ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کو بوجہ ہونے امکان حج کے جب کبھی حج کی ترغیب دی تو کہتا ہے کہ ہم نے حاجیوں کی اکثر مدد کی ہے پس ہم پر حج کرنا فرض نہیں ہے اور کسی عالم کا قول نہیں مانتا پس کیا اس سے حج شرعاً ساقط ہے؟

الجواب

یہ کلمۂ کفر ہے، حاجیوں کی مدد کرنے سے حج ساقط نہیں ہوسکتا، اس شخص پر توبہ و تجدیدِ اسلام فرض ہے، تجدیدِ نکاح و تجدیدِ اسلام کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۸۲ از بدایوں مولوی محلہ مکان عطا احمد صاحب از طرف اہلیہ شاہ ابو الحسین صاحب مرحوم و مغفور ۷ رمضان ۱۳۲۹ھ

حضرت جناب مولانا صاحب! بعد سلام سنت واضح ہو مجھ کو سخت ضرورت و انتشار برائے دریافت ایک امر واقع ہوگیا وہ یہ ہے کہ میں اس سال جو حج بیت اللہ کو جاتی ہوں تو بارادۂ حج بدل اپنے پیر و مرشد جناب نانا صاحب حضرت شاہ آلِ رسول صاحب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے جاتی ہوں مارہرہ آکر ایک امر جدید دریافت ہوا کہ جس سے آج تک اور اب تک بے خبر محض تھی، وہ امر یہ کہ جناب مرحومہ مغفورہ والدہ صاحبہ جو بیت اللہ تشریف لے گئی تھیں وہاں جاکر ان کو مرض الموت پیدا ہوا اور بتاریخ آٹھویں ذی الحجہ مقام منٰی پہنچ کر انتقال ہوگیا اور حج نہیں ہوا، تو مجھ پر اب حجِ والدہ مغفورہ لازمی ہوگیا، چونکہ میں اپنے ہمراہ بوجہ محرمیت برادر زادہ کو لیے جاتی ہوں جس کی عمر ۱۹ سال کی ہے اور اول مرتبہ یہ برادر زادہ بیت اللہ جاتا ہے تو دریافت طلب آپ سے یہ امر ہے کہ میں اس بچہ سے حجِ والدہ مغفورہ کرادوں اور خود حج بعوض پیرو مرشد

Marfat.com

کروں اور میں سابق میں اپنے شوہر اور اپنے والد مغفور کا حج کر کے آئی ہوں اور میرا ذاتی حج عرصہ اٹھارہ سال ہُوا کہ ہو چکا تھا، اگر برادر زادہ سے حج والدہ مرحومہ نہ ہو سکتا ہو تو میں خود قیام کر کے ایک سال تک دونوں حج مرشد و والدہ ادا کروں، ان امور کا جواب جلد مرحمت ہو۔

الجواب

بعد ادائے تسلیم خادمانہ ملتمس اگر حضرت کی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا پر اُسی سال حج فرض ہُوا تھا اُس سے پہلے کسی برس میں مال وغیرہ اتنا نہ تھا کہ حج فرض ہوتا تو جب تو ان کا حج بفضلہ تعالےٰ ادا ہو گیا، بلکہ ایسا ادا ہُوا کہ ان شاء اللہ قیامت تک ہر سال حج ادا کرتی رہیں گی' اور اگر اس سال سے پہلے فرض ہو چکا تھا تو البتہ حج فرض اُن پر باقی رہا، حضرت اُن کی طرف سے ادا فرمائیں یا ادا کرا دیں تو اجرِ عظیم ہے، اب دیکھا جائے کہ یہ صاحبزادے جب سے بالغ ہوئے کسی سال زمانہ حج میں مال وغیرہ اتنا سامان ان کے پاس تھا کہ ان پر حج فرض ہو گیا یا اب تک ان پر فرض نہ ہُوا اور اگر اُن پر اصلاً فرض نہ ہُوا تو حضرت اُن کو والدہ ماجدہ کی طرف سے حج کرا دیں اور خود حضور پُرنور پیر و مرشد برحق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی طرف سے کریں، اور اگر خود اُن پر حج فرض ہو لیا ہو تو یہ دوسرے کی طرف سے حج کرنے سے گنہگار ہوں گے مگر حج جس کی طرف سے کریں گے ادا ہو جائے گا ان پر گناہ رہے گا اور ایسی صورت میں اُن سے حج غیر کرانا بھی مکروہ ہے کہ ایک گناہ کا حکم دینا ہے، زیادہ حدِ ادب!

مسئلہ ۲۸۳ از نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حج بدل کی کیا کیا شرائط ہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

حج بدل یعنی نیابۃً دوسرے کی طرف سے حجِ فرض ادا کرنا کہ اُس پر سے اسقاطِ فرض کرے ان شرائط سے مشروط ہے:

(۱) جس کی طرف سے حج کیا جائے قبل احجاج اس پر حج فرض ہو، اگر فقیر نے حج کرا دیا پھر غنی ہوا خود حج کرنا فرض ہوگا۔

(۲) محجوج عنہ حج بدل یعنی نائب کے وقوفِ عرفہ کرنے سے پہلے خود ادا سے عاجز ہو، اگر بحالِ قدرت حج کرایا پھر عاجز ہو گیا از سرِ نو احجاج لازم ہوگا۔

(۳) عجز اگر ممکن الزوال تھا مثل حبس و مرض، تو شرط ہے کہ تا دمِ مرگ دائم رہے، اگر بعد حج خود قادر ہوا خود ادا فرض ہو گی بخلاف اس عجز کے کہ قابلِ زوال نہیں، جیسے نابینائی اگر بطور خرقِ عادت

Marfat.com

بعد احجاج زائل بھی ہو جائے اعادہ ضرور نہیں۔

(۴) حجِ بدل کرنے والا تنہا ایک محجوج عنہ کی طرف سے حج واحد کی نیت کرے مثلاً احرمت عن فلان یا اللھم لبیک عن فلان[1] اگر اس کی طرف سے نیت نہ کی یا دو حج کی نیت کی ایک اس کی طرف سے ایک اپنی طرف سے یا دو شخصوں کی طرف سے نیت کی ایک اس کی جانب ایک منیب آخر کی جانب سے تو کافی نہ ہوگا۔

(۵) یہ حج بامر محجوج عنہ ہو بلا اجازت دوسرے کی طرف سے حج کافی نہ ہوگا مگر جبکہ وارث اپنے مورث کی طرف سے حج کرے یا کرائے لقیامہ مقامہ خلافۃ۔

(۶) مصارفِ آمد و رفت وسائر نفقۂ حج کل یا اکثر مال محجوج عنہ سے ہوں۔

(۷) حج اگر بحیات محجوج عنہ ہو تو جسے اس نے امر کیا وہی حج کرے، وہ دوسرے سے کرا دے گا تو ادا نہ ہوگا اور اگر بعد وفات محجوج عنہ ہے تو مامور دوسرے کو بھی اپنی جگہ قائم کر سکتا ہے اگرچہ میت نے اس کا نام لے کر وصیت کی ہو کہ فلاں میری طرف سے حج کرے، ہاں اگر صراحۃً اس نے نہی کر دی تھی کہ وہی کرے نہ دوسرا، تو اب دوسرا کافی نہیں۔

(۸) حجِ بدل کرنے والا اکثر راستہ سواری پر طے کرے اگر باوصف گنجائش نفقہ پیادہ حج کرے گا نفقہ واپس دے گا اور حج اس کی طرف سے نہ ہوگا۔

(۹) محجوج عنہ جب اہلِ آفاق سے ہو تو لازم ہے کہ اس کی طرف سے حج آفاقی کیا جائے اگر اس نے حج کو بھیجا اس نے عمرہ کا احرام باندھا بعد عمرہ موسم میں مکہ معظمہ سے احرام حج باندھا اس کی طرف سے حج نہ ہوگا کہ یہ حج مکی ہوا نہ آفاقی، ہاں اگر قریب حج میقات کی طرف نکل کر احرامِ حج میقات سے باندھے تو جائز ہے کہ حج آفاقی ہوا نہ مکی۔

(۱۰) مخالفت نہ کرے مثلاً تنہا حج کے لیے امر کیا تھا اس نے قران یا تمتع کیا نفقہ واپس دے گا اور حج اس کی طرف سے نہ ہوگا۔

(۱۱) حجِ بدل کرنے والا حج صحیح اس دفعہ میں ادا کرے نا عاقل بچے یا مجنون کا حج کافی نہیں، ہاں مراہق کا کافی ہے، یونہی اگر وہ حج فاسد کر دیا کافی نہ ہوگا اگرچہ قضا بھی کرے۔ بیس[2] شرطیں منسک متقسط میں ہیں انھیں گیارہ میں آگئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] المنسک المتقسط مع ارشاد الساری باب الحج عن الغیر دار الکتاب العربی بیروت ص ۲۹۲

مسئلہ ۲۸۴: از مارہرہ مطہرہ درگاہ مقدس حضرت سید حامد حسن میاں صاحب قبلہ زامت برکاتہم ۱۹ شوال ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بیوہ پچپن برس کی عمر ہے دو بار پہلے اپنی طرف سے لوگوں کو بھیج کر حج بدل کراچکی ہے اُس سے بعض صاحبوں نے کہا کہ وہ حج نہ ہوئے خود حج کو جا اُس نے محرم نہ ہونے کی وجہ سے نکاح کیا مگر ضعیفہ مریضہ ہے اس صورت میں اُس کے وہ حج بدل ادا ہوگئے یا اب خود اس پر حج لازم ہے یا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

زندگی میں جو کوئی حج بدل اپنی طرف سے بوجہ عجز و مجبوری کرائے اس حج کی صحت کے لیے شرط ہے کہ وُہ مجبوری آخر عمر تک مستمر رہے، اگر حج کے بعد مجبوری جاتی رہی اور بذاتِ خود حج کرنے پر قدرت پائی تو اس سے پہلے جتنے حج بدل اپنی طرف سے کرائے ہوں سب ساقط ہوگئے حج نفل کا ثواب رہ گیا فرض ادا نہ ہوا۔ اب اس پر فرض ہے کہ خود حج کرے پھر اگر غفلت کی اور وقت گزر گیا اور اب دوبارہ مجبوری لاحق ہوئی تو ازسرِنو حج بدل کرانا ضرور ہے، ہاں اگر کسی کی معذوری ایسی ہو جو عادۃً اصلاً زوال پذیر نہیں اور اس نے حج بدل کرلیا اور اس کے بعد محض قدرتِ الٰہی مثلاً کسی ولی کی کرامت سے وُہ عذر ناقابل الزوال زائل ہوگیا مثلاً اندھے نے حج بدل کرایا تھا پھر رب العزۃ نے اسے آنکھیں دے دیں تو اس کا وہ حج بدل ساقط نہ ہُوا وہی کافی ہے، خود اگر حج کرے سعادت ہے ورنہ فرض ادا ہوگیا، ایسا زوال عذر کہ کرامت خرقِ عادت ہو معتبر نہیں، مسئلہ شرعیہ تو یہ ہے اور صورتِ سوال سے ظاہر کہ عورت نے پہلے جو دو حج بدل کرائے یا تو وُہ حقیقۃً ایسی مجبور نہ تھی کہ خود نہ جاسکتی یا مرض وضعف وغیرہا کی وجہ سے مجبور تھی اور بعد کو وُہ مجبوری زائل ہوگئی کہ اس نے خود حج کا قصد کیا جس پر دلیل روشن، اسی نیت سے اس کا نکاح کرنا ہے ورنہ پچپن سالہ عورت کو نکاح کی کیا حاجت تھی، بہرحال ان دونوں صورتوں میں کوئی شکل ہو وُہ دونوں حج بدل یا تو سرے سے ناکافی تھے یا اب ساقط ہوگئے، صرف ثوابِ نفل رہا، فرض گردن پر باقی ہے خود ادا کرے، اور مجبور و ناامید ہو تو پھر حج بدل کرائے۔ وباللہ التوفیق واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۸۵ تا ۲۸۸: از پیر بھوڑ بانکی پور از محمد عصمت اللہ صاحب ۲۹ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک خوشحال شخص اپنی متوفی بیوی کی طرف سے (جو دولت مند تھیں اور شوقِ حج کا مصمم ارادہ رکھتی تھیں) حج بدل کرانا چاہتے ہیں لہٰذا ان کو امور ذیل میں حکم شرع شریف ناطق فرمایا جائے:

Marfat.com

(۱) مستطیع شخص جو اپنا فرض ادا کرچکا کسی دوسرے کی طرف سے حج بدل کرسکتا ہے یا نہیں؟

(۲) غیر مستطیع جس پر حج فرض نہیں ہے حج بدل کے واسطے مقرر ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(۳) بہر کیف حج بدل کرنے والے کو خاص مکہ معظمہ میں وہاں کا زمانہ حج کا خرچ دے کر مقرر کرلینا کافی ہے یا نہیں؟

(۴) حج بدل کرنے والا شخص مبدل منہ کے مقام قیام کے قریب باش لیا جائے اور آمدورفت کا تمام خرچ اُس کو دیا جائے تو یہ افضل ہوگا یا صرف بمبئی یا خاص مکہ معظمہ میں حج تک مقرر کرلیا جائے؛ وبینوا بحوالۃ الکتاب توجروا عند اللہ الوھاب (کتاب کے حوالے سے بیان کیجئے اللہ وہاب سے اجر پایئے۔ ت)

الجواب

(۱) کرسکتا ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) اس میں اختلاف ہے اور بہتر احتراز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳) اس قسم کے حج بدل جو کرائے جاتے ہیں اُن سے فرض تو اُتر سکتا نہیں، حج عبادت بدنی اور مالی دونوں سے مرکب ہے، جس پر حج فرض تھا اور معاذ اللہ بے کئے مرگیا ظاہر ہے کہ بدنی حصہ سے تو عاجز ہوگیا رب عزوجل کی رحمت ہے کہ صرف مالی حصہ سے اس کی طرف سے حجِ بدل قبول فرماتا ہے جبکہ وہ وصیت کرجائے اور رحمت پر رحمت یہ کہ وارث کا حج کرانا بھی قبول فرمایا جاتا ہے اگرچہ میت نے وصیت نہ کی، حج بدل والے کو اسی شہر سے جانا چاہئے جو شہر میت کا تھا تاکہ مالی صرف پورا ہو، مکہ معظمہ سے حج کرادینا اس میں داخل نہیں۔ رہا ثواب اس کی امید بھی بخیر ہے، حج کرانے والے صاحب اُس پر اُجرت لیتے ہیں اور جب اُجرت لی ثواب کہاں، اور جب انھیں کو ثواب نہ ملا میت کو کیا پہنچائیں گے، خصوصاً بعض متہور یہ ظلم کرتے ہیں کہ چار چار شخصوں سے حج بدل کے روپے لے لیتے ہیں، اللہ تعالٰی مسلمانوں کو ہدایت فرمائے واللہ تعالٰی اعلم۔

(۴) اس کا جواب اُوپر آچکا اور خرچ آمدورفت دونوں دیا جائے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۸۹ ازمیرٹھ ڈاک خانہ بہادر گڑھ مسئولہ محمد صادق صاحب ۲۲ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

علمائے عظام وکرام! اس مسئلہ میں کیا ارشاد ہوتا ہے کہ کوئی شخص حج بدل کو گیا اور حج کرنے والے نے چالیس روپے اُس کے بال بچوں کے خرچ کے واسطے چار ماہ کے لیے دیے اور پچاس روپے اُس کو خرچ کے واسطے مکہ معظمہ تک دیے اور کہا کہ باقی خرچ مکہ معظمہ جاکر دے دوں گا، اور ٹکٹ جہاز کا حج

Marfat.com

کرنے والے کی طرف سے اس نے لے لیا خداوند تعالیٰ کے حکم سے جہاز چھ سو میل جاکر بوجہ آگ لگنے کے واپس آگیا، اب حج کرانے والے نے کہا کہ ٹکٹ جہاز کا مجھے واپس کردو، تو اس نے فوراً واپس کردیا اور اس حج بدل کرنے والے نے یہ کہا کہ آپ ٹکٹ واپس کیوں لیتے ہیں اب میں دوسرے جہاز میں چلا جاؤں گا چاہے آپ جائیں یا نہ جائیں باقی اور خرچ مجھے دے دیجئے، حج کرانے والے نے کہا کہ میں خود تو جاتا ہی نہیں ہوں اب میں باپ کی طرف سے نہیں کراتا ہوں تو حج بدل کرانے والے نے فوراً ٹکٹ واپس کردیا اور ڈیڑھ ماہ حج بدل کرنے والے نے اس پچاس روپے میں سے کھایا اور کرایہ ریل کا بمبئی سے مراد آباد تک انھیں پچاس روپے میں سے خرچ ہوا ایک طرف۔ اب حج بدل کرنے والے یہ فرماتے ہیں کہ حساب کرکے جو روپیہ تمھارے پاس بچا ہے وہ ہم کو دے دو۔ حج بدل کرنیوالے نے یہ کہا کہ میرے پاس سب خرچ ہوگیا، اب حج بدل کرنے والے کے ذمہ روپیہ دینا آتا ہے یا نہیں، اور حج بدل کرنے والے کا حرج دو ماہ کا ہوا اور حج بدل کرنے والے کی آمدنی ماہوار بتیس روپے کی تھی۔

الجواب

اگر وہ روپے شخص مذکور نے اُسی کام میں اٹھائے تو اُن کا تاوان اُس پر نہیں اور اگر اس سے جدا کسی اپنے ذاتی کام میں اٹھائے تو تاوان لازم ہے اور اس بات میں کہ اسی کام میں وہ روپے صرف ہوئے شخص مذکور کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے اور حرجہ پانے کا اسے استحقاق نہیں اگرچہ اس کی ماہوار آمدنی ہزار روپے ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۹۰-۲۹۱ از پٹنہ عظیم آباد مرسلہ محمد عمر صاحب ۱۳ رمضان المبارک ۱۳۲۱ھ

(۱) ایک شخص عازم بیت اللہ شریف ہے اور اس کو ایک عارضہ یہ ہے کہ بعد اجابت قطرات سرخ زائد از ایک گھنٹہ برابر آیا کرتے ہیں کہ بغیر لنگوٹ نہیں رہ سکتا ہے، بعد ایک گھنٹے کے جب قطرات موقوف ہوں تب استنجا کرکے کپڑا پہنتا ہے، تو ایسا شخص جو بغیر لنگوٹ نہیں رہ سکتا احرام کیونکر باندھے کیونکہ لنگ احرام تو روز ناپاک ہوا کرے گا اور بسبب پیری اور بیماریوں کے غسل سے بھی مجبور ہے تو صرف تیمم بعوض غسل کرلے یا کیا؟

(۲) سرما میں سوا چادر احرام کے کوئی کمبل وغیرہ اوپر سے اوڑھ سکتا ہے یا کیا؟ اور نہیں تو صدمۂ سرما سے محفوظ رہنے کی کیا صورت ہے؟ بینوا توجروا

Marfat.com

الجواب

احرام میں لنگوٹ باندھنا مطلقاً جائز ہے جبکہ سِلا نہ ہو کہ ممانعت لبس مخیط بروجہ معتاد سے ہے یا سر اور مُنہ کے چھپانے سے اور نادوختہ لنگوٹ میں دونوں باتیں نہیں۔

فی الدر المختار بعد الاحرام یتقی ستر الوجہ والراس بخلاف بقیۃ البدن ولبس قمیص وسراویل ای کل معمول علی قدر بدن اوبعضہ وقباء ولو لم ید خل یدیہ فی کمیہ جاز الا ان یزرہ او یخللہ ویجوزان یرتدی بقمیص وجبّۃ ویلتحف بہ فی نوم وغیرہ اتفاقا[1]

درمختار میں ہے محرم چہرہ اور سر کو ڈھانپنے سے پرہیز کرے بخلاف بقیہ بدن کے، اور قمیص اور شلوار پہننے سے بچے، یعنی ہر اس لباس کو پہننے سے پرہیز کرے جو انسان کے تمام قد یا بعض بدن کے موافق بنایا جاتا ہے، اور قبا پہننے سے پرہیز کرے یا اگر محرم قبا کی دونوں آستینوں میں اپنے ہاتھ نہ ڈالے تو جائز ہے مگر یہ کہ اسے گھنڈی یا کانٹے سے اٹکا دے تو جائز نہیں، اور باتفاق یہ جائز ہے کہ محرم قمیص وجبّہ کو بطور چادر استعمال میں لائے یا سونے وغیرہ کی حالت میں جبہ کو بطور لحاف لپیٹے۔(ت)

اور ایسی ضرورت شدیدہ کی حالت میں تو اگر لنگوٹ جائز بھی ہوتا اجازت دی جاتی لان الضرورات تبیح المحظورات (ضرورتیں ممنوعات کو بھی مباح کر دیتی ہیں۔ت) ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا نے سفرِ حج میں اپنے حاملان محمل کریم کو ایک ضرورتِ خاصہ کے سبب تہ بند کے نیچے تنبان یعنی جانگیا پہننے کا حکم دیا کما فی صحیح البخاری[2] (جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔ت) کمل یا بانات یا اُونی چادر وغیرہ بے سلے کپڑے اگرچہ دو چار ہوں اوڑھنے کی اجازت ہے بلکہ سوتے وقت اُوپر سے رُوئی کا انگرکھا چُغہ لبادہ چہرہ چھوڑ کر بدن پر ڈال لینا یا نیچے بچھا لینا بھی ممنوع نہیں بلکہ بیداری میں بھی انھیں کندھوں پر ڈال سکتا ہے جبکہ آستین میں ہاتھ نہ ڈالے نہ بند باندھے، نہ کسی اور ذریعہ سے بندش کرے کما قدمناہ عن الدر وذلک لانہ لیس من اللبس المعتاد (جیسا کہ ہم دُر کے حوالے سے بیان کر آئے کیونکہ یہ عادةً پہننے کی طرح نہیں ہیں۔ت) بااینہمہ ضعیف کمزور کو دو تدبیریں اور ملحوظ رہیں تو انسب اوّلاً تمتع کرے کہ تنہا حج کرنے سے افضل بھی ہے اور احرام کی مدت بھی کم ہوگی یعنی محاذاتِ یلملم سے کہ سمندر میں عدن سے آگے آئیگی صرف عمرے کا احرام

---

[1] درمختار | کتاب الحج فصل فی الاحرام | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۶۴

[2] صحیح بخاری | باب مایلبس المحرم | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/۲۰۹

Marfat.com

باندھے مکہ معظمہ پہنچتے ہی طواف و سعی سے عمرہ بجا لاکر احرام کھول دے، اب بلا تکلف ہشتم ذی الحجہ تک بلا احرام مکہ معظمہ میں قیام کرسکتا ہے جو چاہے پہنے، اوڑھے، سر سے عمامہ باندھے، جو چاہے کرے۔ یہ احرام صرف پانچ روز رکھنا ہوگا۔ بعدہٗ آٹھویں کو پھر احرام حج کا باندھے منٰی کو جائے، عرفات و مزدلفہ سے پلٹ کر دسویں تاریخ جب پھر منٰی میں آئیگا اور جمرۃ العقبہ کی رمی کرکے قربانی جو اس پر بوجہ تمتع واجب تھی بجا لائیگا' اس کے بعد سر منڈائے یا بال کتروائے، احرام کھل گیا سوا عورتوں کے (کہ بعد طوافِ زیارت حلال ہوں گی) جو کچھ احرام نے حرام کیا تھا سب حلال ہوگیا، تو یہ احرام پورے تین دن بھی نہ رہا۔

ثانیاً یہاں بمبئی سے دالان کی شکل کی ایک چیز کھپچیوں کی بنوالے جس کی تین دیواریں ہوں ہر ایک آدھ گز یا قدرے زائد کی اور اوپر چھت پٹی ہو اور دروازہ اور زمین بالکل خالی ہو، تینوں دیواروں اور چھت کو روئی وغیرہ جس سے چاہیں منڈھ لیں، سوتے وقت سرہانے اس مکان کو رکھ کر سر اس کے دروازہ سے داخل کریں کہ چہرہ اس کے سائے میں رہے، باقی بدن پر کپڑا ڈال لیں، اب اس مکان کی وجہ سے سر ہوائے سرد سے بھی محفوظ ہوگیا اور رُو و سر کا چھپانا بھی لازم نہ آیا،

فی الدر المختار من فصل الاحرام لا یتقی (ای المحرم) الاستحمام والاستظلال ببیت ومحمل لم یصب راسہ او وجہہ فلو اصاب احدھما کرہ[1] اھ وفیہ ایضا قالوا لو دخل تحت ستر الکعبۃ فاصاب راسہ او وجہہ کرہ والا فلا باس بہ[2]

درمختار کی فصل احرام میں ہے (محرم) کا حمام میں جانا یا ایسے گھر یا کجاوہ کے سایہ میں جانا منع نہیں جو اس کے سر اور چہرہ کو نہ ڈھانپے، اگر ان میں سے کسی کو ڈھانپتا ہے تو مکروہ ہے اور اس میں یہ بھی ہے فقہا نے کہا ہے کہ اگر محرم غلافِ کعبہ کے نیچے داخل ہوگیا اور اس کے سر یا چہرہ کو غلاف لگا تو کراہت ہے اور اگر نہیں تو کوئی حرج نہیں۔ (ت)

جنابت سے طہارت کے لیے تو آپ ہی تیمم کرے گا، جبکہ نہانے پر قادر نہ ہو، اور احرام کے وقت جو غسل مسنون ہے اُس پر قدرت نہ ہو تو اس کے عوض تیمم مشروع نہیں کہ وہ غسل نظافت کے لیے ہے نہ طہارت کے لیے، کہ طہارت تو حاصل ہے اور تیمم سے طہارت ہوتی نہ نظافت بلکہ بدن پر غبار لگنا خلاف نظافت ہے، تو ایسا شخص اُس غسل کے عوض کچھ نہ کرے صرف وضو کافی ہے۔

---

[1] درمختار کتاب الحج فصل فی الاحرام مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۶۴
[2] ایضاً

فی الدرالمختار من شاء الاحرام توضأ و غسلہ احب، وھو للنظافۃ لا للطھارۃ فالتیمم لہ عند العجز من الماء لیس بمشروع لانہ تلوث[1] اھ ای فی بعض الصور حیث یصیب الغبار والا فمن تیمم علی مرمر مغسول جاز ولم یکن تلوثا ۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے جس نے احرام کا ارادہ کیا وہ وضو کرے، غسل اس کے لیے افضل ہے، اور یہ بات نظافت کے پیش نظر ہے طہارت کے لیے نہیں، اگر محرم کے پاس پانی نہیں تو وضو کی جگہ تیمم نہ کرے کیونکہ یہ تو مٹی میں ملوث ہونا ہے اھ یعنی یہ تلوث ان صورتوں میں لازم آتا ہے جہاں غبار ہو، اگر دھوئے ہوئے سنگِ مرمر پر تیمم کیا تو جائز ہوگا کیونکہ اب تلوث کا خطرہ نہیں ہے ۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۹۲ از بمبئی محلہ قصاباں متصل کرافٹ مارکیٹ مکان گورے بابو صاحب مسئولہ حضرت سید حامد حسین میاں صاحب دام ظلہم ۴ ذیقعدہ ۱۳۲۹ھ

مخدومی مکرمی مدظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، حجاج قطعی معلم و بدویان کے قبضہ میں ہوتے ہیں اکثر، ذی الحجہ کو روانہ ہوکر منٰی میں قیام کرتے ہیں اور شب نہم منٰی شریف سے روانہ ہوکر صبح عرفات پہنچتے ہیں اور مزدلفہ سے بھی پچھلی شب میں روانہ ہوجاتے ہیں، آپ حضرات بدوبان کی سخت مزاجی سے خوب واقف ہیں وہ کسی کا کہا نہیں سنتے، کیا کیا جائے بجز اس کے کہ آپ دعا فرمادیں کہ بدویان انھیں اوقات میں روانہ ہوں جن کی بابت حکم ہے، فقیر کوشش بلیغ کرے گا بشرطیکہ دیگر حجاج نے میرے کلام کی تائید کی، اگر فقیر تنہا ہوتا تو کچھ قافلہ کی ہمراہی کی پروانہ کرتا اور پورے طور پر حسب تحریر رسالہ اوقات معینہ کی پابندی کرتا اور اب بھی ان شاء اللہ تعالٰی حتی المقدور پابندی کرے گا، اللہ تعالٰی میری امداد فرمائے، آمین ثم آمین!

دوم یہ کہ عورت معذور اور غیر معذور کی جانب سے وکالۃً ہر سہ یوم رمی جائز ہے یا نہیں، کیونکہ علاوہ مجمع کے بارھویں تاریخ قبل دوپہر قافلہ روانہ ہوتا ہے میں تنہا رہ جاؤں گا، بعد زوال رمی کرکے قافلہ سے آملوں گا، والسلام

الجواب

بشرفِ ملاحظہ عالیہ حضرت بابرکت والا درجت حضرت مولانا سید حامد حسین میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ بعد ادائے آداب معروض، مطوفون کو اگر اہل قافلہ مل کر

---

[1] درمختار کتاب الحج فصل فی الاحرام مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۶۳

Marfat.com

یا ایک ہی شخص جو ان کے نزدیک ذی وجاہت ہو مجبور کریں تو ان کو ماننا پڑتا ہے، فقیر کو اس کا تجربہ ہے اور اگر نہ مانیں اور مجبوری ہو تو نویں رات منٰی میں صبح تک ٹھہرنا اور آفتاب چمکنے پر عرفات کو چلنا سنت ہے مجبورانہ اس کے ترک سے حج میں کوئی نقص نہ آئے گا مزدلفہ کی حدود کے اندر دسویں تاریخ کے طلوع صبح صادق سے طلوعِ آفتاب تک کسی طرح موجود ہونا اگرچہ ایک لحظہ ہو ادائے واجب کے لیے کافی ہے، تو اگر حدودِ مزدلفہ سے نکل جانے سے پہلے صبح صادق ہوگئی تو واجب ادا ہوگیا اگرچہ سنت ترک ہوگئی ، ہاں اگر اتنی رات سے چل دیا کہ صبح صادق نہ ہونے پائی اور مزدلفہ کی حدود سے نکل گیا تو بے شک واجب ترک ہوا ، قربانی دینی آئے گی، مگر بدوی ایسا نہیں کرتے اور عورتوں اور نہایت کمزور مردوں اور بیماروں کو بخوف ہجوم خود شرع بھی رات سے چل دینے کی اجازت فرماتی ہے ، انھیں کوئی جرمانہ دینا نہ ہوگا ، بارھویں تاریخ قبل زوال چل دینے کی ضرورا ب وہاں عادت نکالی ہے ، اور یہ ہمارے مذہب وظاہر الروایۃ میں گناہ ہے ، فقیر نے توجمالوں کو مجبور کیا اور بحمد اللہ ان کو رکنا پڑا کہ میں اور میرے ساتھ کے سب مرد وعورت بعد زوال رمی کرکے روانہ ہوئے جہاں وہ ہرگز نہ مانیں اور پیچھے رہ جانے میں اندیشہ صحیح ہو تو یہ صورت مجبوری کی ہے ، ضعیف روایت پر عمل کرکے قبل زوال رمی کرکے جاسکتا ہے ، عورت ہونا رمی میں نیابت کے لیے عذر نہیں ، ہاں ایسا بیمار ہو کہ رمی کو نہ جاسکے تو اس سے اجازت لے کر دوسرا اس کی طرف سے رمی کرسکتا ہے یا جو غشی میں ہو تو اس کی بلا اجازت اس کی طرف سے رمی ہوسکتی ہے ، لباب وشرح لباب سننِ حج میں ہے :

والخروج من مکۃ الی عرفۃ یوم الترویۃ والبیتوتۃ بمنی لیلۃ عرفۃ الا لحادث من الضروریات والدفع منہ الیٰ عرفۃ بعد طلوع الشمس[1]

یوم ترویہ کو مکہ سے عرفات کی طرف حاجی نکلے اور عرفہ کی رات منٰی میں بسر کرے بشرطیکہ کوئی مانع اور مجبوری نہ ہو اور پھر منٰی سے طلوعِ آفتاب کے بعد عرفات جائے ۔ (ت)

اسی کی فصل الرواح الی منٰی میں ہے :

وان بات بغیر منی تلک اللیلۃ جاز واساء[2]

اگر منٰی کے علاوہ کسی اور جگہ حاجی نے یہ رات بسر کی تو جائز مگر خلافِ ادب ہے ۔ (ت)

---

[1] لباب وشرح لباب مع ارشاد الساری باب سنن الحج دار الکتاب العربی بیروت ص ۵۱

[2] " " " فصل فی الرواح الیٰ منٰی " " ص ۱۲۷

Marfat.com

اسی کی فصل وقوف بالمزدلفہ میں ہے :

الوقوف بها واجب و اول وقته طلوع الفجر الثانی من یوم النحر و اٰخرہ طلوع الشمس منه فمن وقف بها قبل طلوع الفجر او بعد طلوع الشمس لایعتد به ، وقدر الواجب منه ساعة ورکنه فکینونته بمزدلفة بفعل نفسه او غیرہ نواہ او لم ینو علم بها او لم یعلم، ولو ترك الوقوف بها فدفع لیلا فعلیه دم الا اذا کان لمرض اوضعف بنیة من کبر او صغر او یکون امرأة تخاف الزحام فلا شئ علیه۔[1]

مزدلفہ کا وقوف لازم ہے، ابتدا اس کی یوم نحر کی طلوعِ فجر ثانی سے ہوتی ہے اور اس کا اخیر وقت اسی دن کا طلوعِ آفتاب ہے تو جو طلوعِ فجر سے پہلے یا طلوعِ شمس کے بعد مزدلفہ میں ٹھہرا اس کے ٹھہرنے کا اعتبار نہیں (یعنی وقوف معتبر نہیں ہوگا) مقدار واجب ایک ساعت ہے اور اس کا رکن یہ ہے کہ اس مدّت میں وہاں خود موجود ہونا اپنے عمل سے یا غیر کے عمل سے ہو، نیت ہو یا نہ ہو، اسے مزدلفہ کا علم ہو یا نہ ہو، اگر مزدلفہ کا وقوف ترک کرکے رات کو ہی حاجی واپس آگیا تو ایسی صورت میں دم لازم ہوگا، اگر کوئی مرض ہو یا کبر و صغر کی وجہ سے واضح ہو یا کوئی خاتون ہو جو ازدحام سے ڈرتی ہو تو اب کوئی شئے لازم نہ ہوگی۔ (ت)

اسی کی فصل وقت الرمی فی الیومین میں ہے :

وقت رمی الجمار الثلث فی الیوم الثانی والثالث من ایام النحر بعد الزوال، فلا یجوز قبله فی المشهور ای عند الجمهور، وقیل یجوز وهو خلاف ظاهر الروایة، وفی المسألة روایة اخری مختصة بالیوم الثانی من ایام التشریق، لما فی المرغینانی لو اراد ان ینفر فی هذا الیوم له ان یرمی قبل الزوال وان رمی بعده فهو افضل وانما لا یجوز قبل الزوال، من

ایامِ نحر میں دوسرے اور تیسرے دن تینوں جمرات کو رمی کا وقت زوال کے بعد ہوتا ہے، مشہور روایت یعنی جمہور کے ہاں زوال سے پہلے رمی جائز نہیں، بعض نے کہا جائز ہے لیکن یہ ظاہر الروایت کے خلاف ہے، اس مسئلہ میں ایک اور روایت بھی ہے جو ایّامِ تشریق کے دوسرے دن کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ مرغینانی میں مذکور ہے : اور اگر حاجی نے اس دن لوٹنے کا ارادہ کرلیا ہے تو زوال سے پہلے رمی کرسکتا ہے، ہاں بعد از زوال کرے تو افضل ہوگی، اور زوال سے پہلے اس شخص کے لیے رمی

---

[1] لباب و شرح لباب مع ارشاد الساری فصل فی الوقوف بالمزدلفہ دار الکتاب العربی بیروت ص ۱۴۷

Marfat.com

لایرید النفر کذا روی الحسن عن ابی حنیفۃ[1]

جائز نہیں جو لوٹنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔ امام حسن نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی سے یوں ہی نقل کیا ہے۔ (ت)

اسی کی فصل شرائط رمی میں ہے:

الخامس ان یرمی بنفسہ فلا تجوز النیابۃ عند القدرۃ وتجوز عند العذر، فلو رمی عن مریض لایستطیع الرمی بامرہ او مغمی علیہ ولو بغیر امرہ اوصبی غیر ممیز او مجنون جاز، والافضل ان توضع الحصی فی اکفھم فیرمونھا ای رفقاؤھم ففی الحاوی عن المنتقی عن محمد اذا کان المریض بحیث یصلی جالسا رمی عنہ ولاشیئ علیہ اھ ولعل وجھہ انہ اذا کان یصلی قائما فلہ القدرۃ علی حضور المرمی راکبا او محمولا فلا یجوز النیابۃ عنہ[2] اھ ملخصات واللہ تعالٰی اعلم۔

پانچویں شرط یہ ہے کہ خود رمی کرے قدرت کے باوجود نائب بنانا درست نہیں، ہاں عذر کے وقت جائز ہے، اگر کسی نے ایسے مریض کے کہنے پر رمی کی جو طاقت نہیں رکھتا یا حاجی پر غشی طاری تھی اگرچہ اس نے رمی کا نہ کہا ہو یا جس بچّے کو شعور نہ ہو اس کی طرف سے، یا دیوانے کی طرف سے رمی کردی تو جائز ہوگی۔ افضل یہ ہے کہ سنگریزے معذوروں کے ہاتھوں میں رکھ دیے جائیں تو ان کے رفیق رمی کریں۔ حاوی میں المنتقی سے امام محمد سے مروی ہے جب مریض اس حال میں ہو کہ صرف بیٹھ کر نماز ادا کرتا ہو تو اس کی طرف سے کسی نے رمی کردی تو اس پر کوئی شے لازم نہ ہوگی اھ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وُہ نماز کھڑے ہو کر ادا کرسکتا ہو تو اب اس کے لیے رمی کے لیے جانے کی قدرت ہوگی خواہ سوار ہو کر جائے یا اسے اٹھا کر لے جایا جائے اب اس کی طرف سے نائب بنانا درست نہ ہوگا اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۹۳: از شہر بریلی مسئولہ حضرت ستنا بی بی صاحبہ مدظلہا

حج میں ایک اونٹ میں آٹھ آدمیوں نے شریک ہو کر قربانی کی تو حج ہوا یا نہیں اور قربانی دوبارہ کرے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

حج ہوگیا پھر احرام باندھتے وقت تنہا حج کی نیت باندھی تھی تو قربانی اصلاً ضرور نہ تھی نہ اب اس کے بدلے کسی چیز کی حاجت ہے، ہاں اگر احرام میں حج اور عمرہ دونوں کی نیت ایک ساتھ باندھی تھی یا احرام میں فقط

[1] لباب وشرح لباب مع ارشاد الساری فصل فی وقت الرمی فی الیومین دارالکتاب العربی بیروت ص ۱۶۱ تا ۱۸۵
[2] لباب وشرح لباب مع ارشاد الساری فصل فی احکام الرمی وشرائطہ الخ دارالکتاب العربی بیروت ص ۱۶۶

Marfat.com

عمرہ کی نیت کر کے عمرہ ادا کر کے پھر حج کا احرام مکّہ معظمہ میں باندھا تھا تو البتہ قربانی واجب تھی اور ایک اونٹ میں سات سے زیادہ شریک نہ ہو سکتے تھے تو وہ قربانی نہ ہُوئی ، اس صورت میں البتہ دو قربانیاں لازم ہیں ایک اصل اور ایک جرمانہ کی ، ان کی قیمت بھیج کر حرم شریف میں کرائی جائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۹۴ ۲۹۵

(۱) ایک حاجی نے دم شکریہ کے عوض اس کی قیمت خیرات کی، اب یہ دم شکریہ اس کی جانب سے ادا ہُوا یا نہیں؟ دوسرے صاحب نے دم تقصیر کی قیمت خیرات کی، اس کے ذمہ سے دم ادا ہوا یا نہیں؟

(۲) اگر وُہ صاحب جنھوں نے دم شکریہ اور دم تقصیر منیٰ میں نہ ذبح کیا وُہ یہاں آکر ایک گائے خرید کر مثل قربانی کے شریک ہوکر اور اس کو ذبح کرکے خیرات یہاں کر دیں تو وہ فعل ہند میں درست ہو گا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) نہ، کہ یہاں خود ذبح مقصود ہے اور اللہ عزوجل کے لیے جان دینا تو قیمت اُس کے بدلے میں کافی نہیں، لباب میں ہے:

لا تجوز القیمۃ فی ھدی النذر کما لا تجوز فی غیرہ من الھدایا[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

نذر کے ہدی کی قیمت ادا کرنا جائز نہیں جیسا کہ دیگر ہدیوں میں جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۲) اگر ہندوستان میں ہزار گائیں یا اونٹ ذبح کر دیں ادا نہ ہوگا کہ اس کے لیے حرم شرط ہے۔ درمختار میں ہے:

یتعین الحرم لا منٰی اھ[2] ای لدم شکر و جبر قال الشامی لما تقدم انہ اسم لما یھدی من النعم الی الحرم الخ قلت وقد قال تعالٰی ھدیا بالغ الکعبۃ[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم

حرم متعین ہے منٰی کچھ خاص نہیں اھ یعنی دم شکر اور اس دم کے لیے جو نقصان کے ازالہ کے لیے ہو، امام شامی نے کہا کہ پہلے گزرا کہ یہ ان ہدایا کا نام ہے جو جانور حرم کی طرف لے جائے جاتے ہیں الخ، میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی کا فرمان مبارک یوں ہے وہ ہدی جو کعبہ کو پہنچنے والی ہے' واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] لباب المناسک مع ارشاد الساری فصل فی ایجاب الھدی دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۱۵

[2] درمختار کتاب الحج مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۳

[3] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۲/۲۶۲

Marfat.com

مسئلہ ۲۹۶ ازپیلی بھیت مرسلہ حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدّث سُورتی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ
۱۳ رمضان ۱۳۲۵ھ

جوشخص دُور دراز سفر کرکے حج نفل کرے اور زیارتِ سرورِ کائنات علیہ التحیۃ والصلوٰۃ نہ کرے تو وہ مصداق اس حدیث کا ہوسکتا ہے کہ "جوشخص حج کرے اور میری زیارت نہ کرے تو اس نے مجھ پر ظلم کیا"۔ جو لوگ کہ ساکن مکہ معظمہ کے ہیں اور نفل حج کے بعد روضۂ اقدس کی زیارت نہ کریں تو اس حدیث کے مصداق ہیں یا نہیں؟

الجواب

من حجّ (جس نے بھی حج کیا۔ ت) یقیناً عام ہے مکّی وآفاقی سب کو شامل اور تکرارِ سبب تکرارِ حکم کو مستلزم، اور لم یزرنی (میری زیارت نہ کی۔ ت) کے صدق کو ترک کلی کی طرف مشیر ماننا خلاف اصل متبادر، اور نظرِ ایمانی میں بلاشبہہ ہر بار زیارت لازم، اور اسی پر مسلمین کا عمل لاجرم، فاکہی مکّی متوفی ۹۸۲ھ کتاب حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں فرماتے ہیں:

المامور بہ اذا کان مرتبا علی سبب یتکرر طلبہ من المکلف بتکرر السبب، فمن ذٰلک اجابۃ المؤذن فتطلب الاجابۃ علی ما قالہ جمع کلما وجد الاذان ویتکرر، ومنہ فیما یظہر الزیارۃ للمستطیع کلما حج بناء علی مقتضی ھذا الخبر ونحوہ فیتأکد علی نحو المکی اکثر من تاکدہ علی غیرہ ان لایفوت الزیارۃ بعد حجہ لاسیما فی عام حجہ فان قرب الدار یصیر القریب کالجار والجار التارك للمزار قد جاز سیما اذا کان یرتکب الدیون فی تحصیل شہوتہ، وعدم قطع عادتہ ولا یسر تکبہا فیما ھو اشرف عباد اللہ[1]اھ

جب مامور بہ کسی ایسے سبب پر مترتب ہو جس میں تکرار ہے تو سبب کے تکرار پر مکلّف سے مامور بہ کے مطالبہ کا بھی تکرار ہوگا، مؤذن کی دعوتِ نماز کو قبول کرنا بھی اسی قبیل سے ہے، تو جب بھی اذان کا تکرار ہوگا اجابت کا مطالبہ ہوگا جیسا کہ ایک جماعت کا قول ہے، اس سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ صاحبِ استطاعت جب بھی حج کرے اس اور دیگر فرمان نبوی کی بنا پر دربارِ نبوی علٰی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں حاضری دے، غیر مکّی لوگوں کی بنسبت مکّی لوگوں کو اس کی زیادہ تاکید ہے کہ حج کے بعد خصوصاً حج کی ادائیگی کے سال زیارت کیلئے حاضری کو فوت نہ کرے کیونکہ قربِ دار قریبی کو پڑوسی بنادیتا

---

[1] حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

Marfat.com

قلت و انما جعل التاکد علی المکی اکثر لان عذرہ اقل کما اشار الیہ ۔ و اللہ تعالیٰ اعلم ۔

ہے اور پڑوسی ہو کر زیارت کا تارک ہو تو گویا اس نے ظلم کیا، خصوصاً جب اپنے شوق اور عادت کو پورا کرنے میں تو قرض تک کا ارتکاب کرتا ہو اور ان اعمال میں خرچ نہیں کرتا جو عبادات میں افضل ہیں اھ میں کہتا ہوں مکی لوگوں پر یہ تاکید اکثر ہوگی کیونکہ ان کا عذر اقل ہے جیسا کہ انھوں نے اس طرف اشارہ فرمایا ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۹۷ ۲۹۸ حافظ محمد ایاز صاحب از نجیب آباد ضلع بجنور محلہ پٹھان پورہ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسائل ذیل میں بموجب حکم شرع شریف ارشاد فرمائیے اللہ تعالیٰ اجرِ عظیم عطا فرمائے:

(۱) اگر ماہِ شعبان میں کوئی شخص مکہ معظمہ پہنچ جائے اور رمضان شریف میں وہاں قیام کرے اور نہایت اطمینان سے طواف و سنگِ اسود شریف کا بوسہ وغیرہ وغیرہ ادا کرے تو جیسا ثواب ایامِ حج میں ہوتا ہے ویسا ہی ہوگا یا اس میں اور اس میں کچھ فرق ہوگا اور وہی ثواب ایک نماز کا ملے گا جیسا کہ ایک لاکھ کا اور صدقات وغیرہ میں بھی اسی کے مثل ہوگا یا نہیں حالانکہ شخص مذکور ایامِ حج میں بھی ارکانِ حج ضرور ادا کرے گا۔

(۲) اگر ماہِ شعبان میں کوئی شخص مدینہ پہنچ جائے اور وہاں رمضان المبارک میں قیام کرے اور روضہ مطہرہ کی زیارت کرتا رہے اور ہمراہ قافلہ مدینہ منورہ کے مکہ معظمہ پہنچ کر حج کے ارکان ادا کرے یا ماہِ شوال میں اول مدینہ منورہ جائے اور وہاں زیارتِ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اطمینان کے ساتھ فراغت پاکر مکہ معظمہ جائے اور وہاں حج کے ارکان ادا کرکے اپنے مکان کو چلا آئے، تو ان صورتوں میں شخص مذکور کو ثواب اسی درجہ کا ملے گا جیسا کہ حجِ بیت اللہ شریف کے بعد مدینہ طیبہ جانے کا ہوتا ہے یا کچھ کم ہوگا؛ حاصلِ کلام یہ کہ اول مدینہ منورہ جانا اور وہاں سے قافلہ کے ساتھ بیت اللہ شریف آنا اور ارکانِ حج ادا کرکے مکان کو واپس آجانا درست ہے یا نہیں اور اس کا ثواب مثل بعد مدینہ شریف جانے کے ہے یا نہیں؛ عنداللہ جواب سے مشرف فرمائیے، اس کے اوپر یہاں بہت جھگڑا ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ ثوابِ دارین عطا فرمائے۔

الجواب

(۱) حرم محترم کے اعمال کا ثواب اُس زمین پاک کے اعتبار سے ہے، نہ زمانِ حج کی خصوصیت سے، ایک نیکی پر لاکھ کا ثواب جیسے زمانۂ حج میں ہوگا ویسے ہی دیگر اوقات میں، اور طوافِ کعبہ معظمہ جو حج میں کیا جائے گا اگر وہ طواف فرض ہے جب تو ظاہر ہے کہ فرض کے ثواب کو دوسری چیز نہیں پہنچ سکتی اور

Marfat.com

اگر وہ طوافِ عمرہ ہے تو رمضان مبارک میں اس کا طواف ذی الحجہ سے بہت زیادہ ہوگا لاختلاف العلماء فی نفس جواز العمرۃ فی شہر الحج (کیونکہ علماء کا حج کے مہینے میں جوازِ عمرہ کے بارے میں اختلاف ہے۔ ت)

حدیث میں ہے حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

عمرۃ فی رمضان تعدل حجۃ معی[1] واللہ تعالٰی اعلم۔ رمضان مبارک میں ایک عمرہ میرے ساتھ حج کے برابر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) علمائے کرام نے دونوں صورتیں لکھی ہیں چاہے پہلے سرکارِ اعظم میں حاضر ہو اُس کے بعد حج کرے یہ ایسا ہوگا جیسے صبح کے فرضوں سے سنتیں مقدم ہیں اور حاضری بارگاہِ مقدس اس کے لیے قبولِ حج کا سامان فرما دے گی ان شاء اللہ الکریم ثم رسولہ الرؤف الرحیم علیہ وعلٰی آلہٖ اکرم الصّلٰوۃ والتسلیم، اور چاہے تو حج کے بعد حاضر ہو یہ ایسا ہوگا جیسے مغرب کے فرضوں کے بعد سُنتیں۔ حج اگر مبرور ہے اُسے گناہوں سے پاک کر کے اس قابل کر دے گا کہ زیارت قبرِ انور کرے ؏

پاک شو اول وپس دیدہ بر آں پاک انداز

(پہلے پاک ہوجاؤ پھر مبارک ادا والوں کی زیارت کا شرف پاؤ۔ ت)

یہ سب اس صورت میں ہے کہ مکہ معظمہ کو جاتے میں مدینہ طیبہ راستہ میں نہ پڑے اور اگر ایسا ہے جیسا شام سے آنے والوں کے لیے تو پہلے حاضریٔ دربارِ انور ضروری ہے خلافِ ادب ہے کہ بے حاضر ہوئے حج کو چلا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۹ پیش کردہ منشی محمد عتیق احمد صاحب ساکن پیلی بھیت بتاریخ ۱۲ رجب ۱۳۲۱ھ

بحضرت اعلم العلماء، وافضل الفضلاء، واکمل الکملاء، آفتابِ آسمانِ شریعت، ماہتاب درخشاں طریقت، نور بخش قلوبِ مومنین، روشن فرمائے دین و دنیا، حاکم محکمۂ ایمان، ماتحت حبیب الرحمان سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، حامیِ دینِ متین اہل سنت، ماحیِ ضلالت وکفر وبدعت، صاحبِ حجتِ قاہرہ، مجدد مائۃ حاضرہ، آیۃٌ من آیات اللہ، فضیلت پناہ، حقیقت آگاہ، امام العلماء والفضلاء، حاج الحرمین الشریفین مولانا ومقتدانا، عالی جناب مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی دامت برکاتہم وافاضاتہم، اس بارے میں کیا ارشاد ہے کہ حجاز ریلوے جو حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً کے سفر وزیارت وغیرہ کو مسلمانوں پر آسان کردے گی اور وہاں کے ساکنین خصوصاً حرم محترم مدینہ منورہ کے رہنے والوں کو ہر شئی بہ آسانی میسر آنے کا

---

[1] صحیح مسلم باب فضل العمرۃ فی رمضان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۰۹

Marfat.com

ذریعہ ہو گی اِن شاء اللہ تعالیٰ قابلِ امداد و اعانت اہلِ اسلام ہے یا نہیں جبکہ حضور سلطان المعظم اُس کو خاص مسلمانوں کے روپے سے تعمیر و اجرا کرانے میں بہت سعی و کوشش فرما رہے ہیں اور اس اعانت کا اجر چندہ دہندگان کو ملے گا یا نہیں، کیونکہ بعض کو گمان ہوتا ہے کہ ریل کا بننا ہی غلط بیانی ہے بعض تردد کرتے ہیں کہ روپیہ وہاں تک پہنچتا ہی نہیں حالانکہ یہ امر قابلِ اطمینان پایا گیا ہے قسطنطنیہ سے رسیدات مہری ڈاکخانہ وغیرہ بسند کافی آئی ہیں بعض مقاموں خاص کر پیلی بھیت میں مسلمانوں نے یہ معلوم کرکے کہ حضور والا نے چندہ دینے کو منع فرمایا ہے اس سبب سے سب مسلمان کہ مطیع حکم حضور کے رہتے ہیں جو دراصل صحیح حکم خدا و رسول صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ہوتا ہے چندہ دینے لینے سے باز رہے لیکن اس بارے میں ارشادِ حضور کیا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

حجاز ریلوے مسلمانوں کے نفع و آرام کی چیز ہے، نیت صالحہ سے اس میں شرکت اِن شاء اللہ تعالےٰ باعثِ اجر و برکت ہے۔ بعض حاجیوں کو یہ خیال کہ ریل بننا ہی غلط ہے بلکہ بیچ کے لوگوں نے یہ شعبدہ اٹھا رکھا ہے روپیہ جو جاتا ہے تغلب خائنان میں آتا ہے، اس میں پہلا فقرہ محض غلط و سُوئے ظن ہے وہ بھی صریح یقین کے مقابل، اور پچھلا فقرہ اگرچہ بعض مواضع پر صحیح ہونا ممکن، اور تجربہ شاہد ہے کہ ضرور کہیں صحیح ہوگا، ایسے معاملات میں بہت کاذب و خائن کھڑے ہو جاتے ہیں مگر نہ سب یکساں ہیں نہ بعد حصول ذرائع اطمینان اجازت سُوءِ گمان ہے اور بالفرض ہو بھی تو مسلمان جس نے لوجہ اللہ تعالےٰ دیا اپنی نیت پر اجر پائے گا فقد وقع اجرہ علی اللہ[1] (تو اس کا ثواب اللہ کے ذمّہ ہو گیا۔ ت) فقیر نے اس میں اعانت پر کبھی انکار نہ کیا، البتہ بعض جاہلان علم ادعا نے یہ کہہ دیا تھا کہ اس کی اعانت فرض ہے کہ بے امنیِ راہ کے باعث فرضیت حج میں خلل ہے، ریل کا بننا اس خلل کا ازالہ کرے گا اور مقدمۂ فرض فرض ہوتا ہے اس کا میں نے رَد کیا تھا کہ یہ محض جہالت ہے، اوّل بحمد اللہ تعالیٰ ہرگز راہ میں بے امنی نہیں، جسے حق سبحانہ نے وُہ سفر کریم بخشا اور اس کے ساتھ ایمان کی آنکھ اور عقلِ سلیم عطا کی ہے اُس نے موازنہ کیا اور معلوم کرلیا ہے کہ وہاں باآنکہ بارہ منزل کے اندر صرف دو ایک چوکیاں ہیں بحمدہ تعالیٰ وہ امن و امان رہتی ہے کہ یہاں قدم قدم پر چوکی پہرے کی حالت میں ہو، جس قافلہ میں یہ فقیر ۱۲۹۵ھ میں اپنے رب کے دربار سے اُس کے حبیب کی سرکار میں حاضر ہوتا تھا جلّ جلالہ و صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم، قافلہ بعد زوال ظہر و عصر پڑھ کر وہاں ہوتا اور وقت مغرب خفیف قیام کرتا کہ لوگ مغرب و عشاء کے فرض و وتر پڑھ لیتے، شافعیہ اپنے مذہب پر ایسا کرتے اور حنفیہ بضرورت تقلید غیر پر عامل ہوتے کہ بحالتِ ضرورت اُن شرائط پر کہ فقہ میں مفصل ہیں

---

[1] القرآن ۴/۱۰۰

Marfat.com

ایسا روا ہے، مگر یہ فقیر بحمد اللہ اپنے امام رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق مذہب، ہر نماز خاص اُس کے وقتِ مقرر ہی میں پڑھتا جن کی تعیین اللہ و رسول جل وعلا وصلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرما دی ہے، مجھے عصر و عشاء کے لیے اُترنا پڑتا، قافلہ دُور نکل جاتا، میں جلدی کر کے مل جاتا، قضائے حاجت کے لیے بھی لوگ اس خیال سے کہ قافلہ بعید نہ ہو جائے نزدیک ہی بیٹھ جاتے ہیں، مجھے یہ پسند نہ آتا اور دُور کسی پیڑ یا پہاڑ کی آڑ میں جاتا اس میں بھی لوگ، قافلہ دُور نکل جاتا دن کی تنہائیوں اور رات کی اندھیریوں میں بارہا بدوی ملے وہ مسلّح تھے اور میں نہتا، مگر کبھی سوا السلام علیکم و علیکم السلام، مساکم اللہ بالخیر والسعادۃ صبحکم اللہ بالرضاء والنعیم (تم پر سلام ہو اور تم پر بھی سلام ہو، اللہ تعالیٰ رات خیر اور صبح مبارک کرے، اللہ اپنی خوشنودی اور انعامات سے نوازے۔ ت) کے اصلاً کسی نے کوئی تعرض نہ کیا وللہ الحمد، اتفاقاً کہیں کوئی واقعہ ہو جانا بدامنی نہیں کہلاتا، یہاں شہر سے اسٹیشن کو جاتے ہوئے شب میں متعدد واردات ہو چکیں اور رات کو آنولے سے بدایوں جانے میں تو کتنے ہی وقائع ہوئے، کوئی عاقل ایسے اتفاقیات پر شہر یا راہ میں بدامنی نہ مانے گا پھر وہاں اس حال پر کہ بارہ منزل تک بیچ میں صرف ایک قلعہ رابغ ملتا ہے جگہ جگہ چوکی پہروں کا نشان نہیں، اگر اتفاقی واردات ہو جائیں تو اُس کے باعث بدامنی ماننا، فرضیتِ حج میں خلل جاننا ضعفِ ایمان نہیں تو کیا ہے، لئیم الطبع لوگ جو قافلوں میں بدویوں سے دنائت وخست کا برتاؤ کرتے ہیں اور اس کے سبب وہ ان کی خدمت گزاری کہ ان پر شرعاً عرفاً کسی طرح لازم نہیں، پوری نہیں کرتے (حالانکہ مشاہدہ و تجربہ ہے کہ وہ کریم الطبع بندے قلیل پر کثیر راضی ہو جاتے اور ادنیٰ خدمت گار سے بڑھ کر کام دیتے ہیں، ہاں خسیس دنی الطبع کو ضرور مکروہ رکھتے ہیں) اس باعث سے اگر کوئی تکلیف ان سفہاء کو پہنچ جاتی ہے تو انھیں کی لوم وخست کا نتیجہ ہے اسے طرح طرح کی رنگ آمیزیوں کے ساتھ یہاں آکر بیان کرتے اور محض بے اصل نئی پرانی افواہ اپنے حواشی بڑھا کر مسلمانوں کو سناتے اور انھیں حاضریِ بارگاہِ خدا و رسول سے بددل کرتے ہیں یہ اُن کی ایمانی حالت کا خاکہ ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم و حسبنا اللہ ونعم الوکیل اور اگر معاذ اللہ بدامنی اس حد کی فرض کی جائے کہ مانع فرضیت حج ہو تو اب یہ ریل اگر مورثِ امن وامان بھی لی جائے تو مقدمۂ فرض نہ ہوگی کہ بسبب بے امنی حج فرض ہی نہیں، ہاں مقدمۂ فرضیت ہوگی کہ یہ ہو جائے تو حج فرض ہو اور مقدمۂ فرضیت، فرض درکنار مستحب بھی نہیں ہوتا، مثلاً اتنا مال جمع کرنا کہ حوائج اصلیہ سے بچ کر قدرِ نصاب رہے اور اس پر سال گزرے، مقدمۂ فرضیت زکوٰۃ ہے کہ ایسا ہو تو زکوٰۃ فرض ہو مگر وہ اصلاً مستحب بھی نہیں، غرض ہر عاقل جانتا ہے کہ اسباب ادائے واجب کا مہیا کرنا واجب ہوتا ہے نہ کہ اسبابِ وجوب کا۔ درمختار میں ہے:

لو وھب الاب لابنہ مالا، یحج بہ — اگر والد نے بیٹے کو حج کے لیے مال ہبہ کیا تو اس پر

Marfat.com

لم یجب قبولہ لان شرائط الوجوب لا یجب تحصیلھا۔[1] قبول کرنا لازم نہیں کیونکہ شرائط کا حاصل کرنا لازم نہیں۔ (ت)

یہ اُن جاہلان عالم نما کی جہالت کا رَد تھا ورنہ نفسِ ریل و اعانتِ چندہ پر فقیر نے کبھی اعتراض نہ کیا، مسلمانوں کو اتنا ضرور ہے کہ اس امرِ خیر میں ہمت کریں تو ذرائع اطمینان حاصل کرلیں اور اپنے شہر کے معتمد متدین صلحا مثل جناب مولٰنا الاسد الاسد الاشد الارشد مولانا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی یا مولانا مولوی حکیم محمد خلیل الرحمٰن صاحب یا مولانا قاضی حافظ خلیل الدین حسن صاحب یا مکرمنا منشی محمد عتیق احمد صاحب سلمہم کو متوسط کریں، وباللہ التوفیق، واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] درمختار کتاب الحج مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۶۰

Marfat.com

صیقل الرین عن احکام مجاورۃ الحرمین

۱۳۰۵ھ

(حرمین شریفین میں سکونت کے احکام سے متعلق شبہات کا ازالہ)

مسئلہ ۳۰: از گورکھپور محلہ گھوسی پورہ مسئولہ مولانا مولوی حکیم عبداللہ صاحب ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ فی رجل مکلف لہ ابوان وبنتان صغیرتان لایفتقرون الیہ فی المعاش ولہ زاد وراحلۃ یریدان یہاجر وحدہ الی الحرمین الشریفین زادھما اللہ شرفا وتعظیما وذلک لانہ لایجد مالا یسع زادھم جمیعا ویظن انہ لو استجازھم فی الھجرۃ لایجیزوہ اصلا فہل تجوز لہ الھجرۃ بحکم الشرع ام لا، بینوا بسند

اے علماء کرام (اللہ تم پر رحمت فرمائے) اس مکلف کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے جس کے ایسے والدین اور دو بیٹیاں ہیں جو معاشی اعتبار سے اس شخص کی محتاج نہیں، اس شخص کے لیے زادِ راہ اور سواری وغیرہ بھی ہو، اور وہ چاہتا ہے کہ وہ تنہا حرمین شریفین (اللہ تعالیٰ ان کے شرف وعظمت میں اور اضافہ فرمائے) ہجرت کرجائے کیونکہ وہ تمام کے خرچ کی طاقت نہیں رکھتا اور یہ بھی گمان رکھتا ہے کہ اگر ان

Marfat.com

الکتاب والعبارۃ توجروا یوم الحساب بالبشارۃ۔

مذکورہ افراد سے ہجرت کی اجازت چاہے گا تو وہ اجازت نہیں دیں گے، ایسی صورت میں اس کے لیے شرعًا ہجرت جائز ہے یا نہیں؟ کتاب وسنت کی روشنی میں واضح فرمادیں، اللہ تعالٰی تمھیں یوم قیامت اجر عطا فرمائے گا۔ (ت)

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب الحمد للّٰہ وحدہ والصّلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ المکرمین عندہ۔

اے اللہ حق وصواب کی توفیق عطا فرما، حمد ہے اللہ کے لیے جو ذات وصفات میں لاشریک ہے، صلوۃ وسلام ہو اس ذات پر جس کے بعد کوئی نبی نہیں اور مکرم ومحترم آل واصحاب پر۔

برالوالدین من اعظم الواجبات واھم القربات حتی قرن المولٰی سبحانہ وتعالٰی شکرھما بشکرہ اذ امر عزمن امران اشکرلی ولوالدیك وقد فضلہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی الجھاد فی سبیل اللہ (اخرج) احمد والشیخان وابوداؤد والنسائی عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ، قال سألت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ای العمل احب الی اللہ قال الصّلوۃ علٰی وقتھا، قلت ثم ای، قال برالوالدین، قلت ثم ای، قال الجھاد فی سبیل اللہ[1] قلت، ولیس

والدین کے ساتھ حُسنِ سلوک اعظم واجبات اور اہم عبادات میں سے ہے حتی کہ اللہ تعالٰی سبحانہ وتعالٰی نے ان کی شکرگزاری کو اپنے شکریہ کے ساتھ متصل فرماتے ہُوئے یہ حکم دیا "میرے شکرگزار بنو اور اپنے والدین کے" اور حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے والدین کے ساتھ نیکی کو اللہ کی راہ میں جہاد سے افضل قرار دیا ہے۔ امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے عرض کیا: اللہ تعالٰے کے ہاں کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا: وقت پر نماز۔ میں نے عرض کیا: اس کے بعد کون سا عمل ہے؟ فرمایا: والدین کے ساتھ حُسنِ سلوک۔ عرض کیا: اس کے بعد؟ فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد۔

---

[1] صحیح بخاری کتاب الادب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۸۲

Marfat.com

البران لاتعصیهما اذا صرحا بشئ وتخالفهما فی ماسوی ذٰلك ولكن البران لاتأتی مایكرهانه وان لم یخاطباك فیه بشئ فان الطاعة والارضاء كلاهما واجبان و المعصیة والاسخاط جمیعا محرمان وھٰذان اعنی السخط والرضا لایختصان بما تقدما فیه بصریح البیان كما لایخفٰی۔

وحسبك ما اخرج الترمذی وابن حبان والحاكم وصححه والطبرانی عن عبد الله بن عمرو، والبزار عن عبد الله بن عمر رضی الله تعالٰی عنهم انه صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال رضی الرب فی رضی الوالد وسخط الرب فی سخط الوالد[1]، ولفظ البزار الوالدین فی الموضعین[2] وقد اشار النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم من اراد الجهاد والهجرة الیه صلی الله تعالٰی علیه وسلم ان یرجع فیخدم ابویه ولیس فی الحدیث انهما كانا مفتقرین الیه اخرج احمد والستة الا ابن ماجة

میں کہتا ہوں نیکی ان کے ساتھ یہ نہیں کہ ان کے حکمِ صریح کی تو نافرمانی نہ کی جائے اور اس کے علاوہ میں ان کی مخالفت کی جائے، ہاں نیکی یہ ہے کہ کسی معاملہ میں بھی انھیں پریشان نہ کیا جائے اگرچہ وہ اولاد کو کسی معاملہ کا حکم نہ دیں، کیونکہ طاعت اور راضی کرنا دونوں واجب ہیں اور نافرمانی اور ناراض کرنا دونوں حرام ہیں اور یہ ناراض اور راضی کرنا ان کے صریح حکم کے ساتھ ہی مخصوص نہیں، جیسا کہ مخفی نہیں۔

اس پر دلیل یہ روایت ہی کافی ہے کہ امام ترمذی، ابن حبان، حاکم (انھوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور بزار نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: رب کی رضا والد کی رضا میں ہے اور رب کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔ مسند بزار میں دونوں مقامات پر والد کی جگہ "والدین" کا لفظ ہے۔ کچھ لوگوں نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں جہاد اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس رہنے کی اجازت چاہی آپ نے انھیں والدین کی خدمت کا حکم دیا۔ ان احادیث میں یہ کہیں تصریح نہیں کہ والدین ان کی خدمت کے محتاج تھے۔ امام احمد، ابن ماجہ

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء من الفضل فی رضا الوالدین امین کمپنی دہلی ۲/۱۲

[2] الترغیب والترهیب بحواله البزار کتاب البر والصلة مصطفی البابی مصر ۳/۳۲۲

Marfat.com

عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما، و مسلم و غیرہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قال جاء رجل الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاستاذنہ فی الجہاد فقال احی والداك، قال نعم، قال ففیھما فجاھد[1]

قلت ولا اقول ان مجرد عدم الذکر ذکر العدم، حتی ترجع تقول واقعۃ حال فلا شمول، فما یدریك لعلھما کانا مفتقرین الیہ، وانما اقول ان السائل لم یبین، والنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یستبن، فترك السؤال دلیل الارسال۔

واخرج مسلم فی روایۃ لہ عن ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال اقبل رجل الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال ابایعك علی الھجرۃ والجہاد ابتغی الاجر من اللہ تعالیٰ، قال فھل من والدیك احد حی،

کے علاوہ ائمہ ستہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے، اور مسلم اور دیگر محدثین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر جہاد پر جانے کی اجازت چاہی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ عرض کی: ہاں۔ فرمایا: جاؤ ان کی خدمت میں محنت کرو۔

میں کہتا ہوں میں یہ نہیں کہہ رہا کہ محض عدمِ ذکر ذکرِ عدم ہے، حتی کہ یہ اعتراض ہو کہ یہ تو ایک مخصوص واقعہ ہے جس کا حکم عام نہیں، کیا علم کہ وُہ والدین محتاجِ خدمت ہوں، میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ سائل نے ان کی محتاجی بیان نہیں کی اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تفصیل پوچھی۔ سوال کا نہ کرنا اس بات پر دلیل ہے کہ محتاج ہونا ضروری نہیں۔

امام مسلم نے ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ایک شخص نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا: آقا! میں اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی خاطر ہجرت اور اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے آپ کے دستِ اقدس پر بیعت چاہتا ہوں۔ آپ نے پوچھا: تیرے والدین میں سے کوئی ایک

---

[1] صحیح مسلم باب بر الوالدین قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۱۳

Marfat.com

قال نعم بل کلاھما حی، قال فتبتغی الاجر من اللہ تعالیٰ، قال نعم، قال فارجع الی والدیک فاحسن صحبتھما۔[1]

زندہ ہے؟ عرض کیا: ہاں بلکہ دونوں زندہ ہیں، فرمایا: تو اللہ تعالیٰ سے ثواب و اجر چاہتا ہے؟ عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: والدین کے پاس جاؤ اور ان کی خوب خدمت کرو۔

واخرج ابوداؤد عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلفظ جاء رجل الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال جئت ابایعک علی الھجرۃ وترکت ابوی یبکیان، قال فارجع الیھما فاضحکھما کما ابکیتھما۔[2]

امام ابوداؤد نے اسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان الفاظ میں روایت ذکر کی ہے ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں آپ کے پاس ہجرت پر بیعت کے لیے آیا ہوں اس حال میں کہ میں والدین کو روتے ہوئے چھوڑ آیا ہوں، فرمایا: ان کی خدمت میں واپس جاؤ اور اس طرح خوش کرو جیسے تم نے انھیں رُلایا ہے۔

واخرج ایضا عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رجلا ھاجر من الیمن الی رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فقال ھل لک احد بالیمن، فقال ابوای، قال اذنا لک، قال لا، قال فارجع الیھما فاستاذنھما فان اذنا لک فجاھد والا فبرھما۔[3]

انھوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالے عنہ سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ ایک شخص یمن سے ہجرت کر کے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا، آپ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے پوچھا: یمن میں تیرا کوئی عزیز ہے؟ عرض کیا، میرے والدین ہیں، فرمایا: انھوں نے تجھے اس بات کی اجازت دی ہے؟ عرض کیا نہیں۔ فرمایا: ان کی خدمت میں جا کر اجازت طلب کرو اگر تجھے اجازت دے دیں تو جہاد پر جاؤ اور اگر اجازت نہ دیں تو والدین کی خدمت کرو۔

---

[1] صحیح مسلم — باب بر الوالدین — قدیمی کتب خانہ کراچی — ۲/۳۱۳

[2] سُننِ ابوداؤد — کتاب الجہاد — آفتاب عالم پریس لاہور — ۱/۳۴۲

[3] " — " — " " — ۱/۴۳-۳۴۲

Marfat.com

واخرج النسائی وابن ماجة وحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم، والطبرانی باسناد جید، عن معاویة بن جاھمة ان جاھمة رضی اللہ تعالیٰ عنہ جاء الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فقال یارسول اللہ اردت ان اغزو وقد جئتك استشیرك، فقال ھل لك من ام، قال نعم، قال فالزمھا فان الجنة عند رجلیھا[1]۔

ولفظ الطبرانی قال اتیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم استشیرہ فی الجھاد، فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الك والدان، قلت نعم، قال الزمھما فان الجنة تحت ارجلھما[2]۔

واخرج ھذا اعنی الطبرانی عن طلحة بن معویة السلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قال اتیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فقلت یارسول اللہ انی ارید الجھاد فی سبیل اللہ، قال امك حیة؟ قلت نعم، قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الزم

نسائی، ابن ماجہ، حاکم (اور کہا یہ شرطِ مسلم کے مطابق صحیح ہے) اور طبرانی نے سندِ جید کے ساتھ حضرت معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ حضرت جاہمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں آپ کی خدمت میں مشورہ کے لیے حاضر ہُوا ہوں۔ فرمایا: تمھاری والدہ ہیں؟ عرض کیا: ہیں۔ فرمایا: پس ان کی خدمت کرو کیونکہ جنّت ان کے قدموں میں ہے۔

اور طبرانی میں روایت کے الفاظ یہ ہیں حضرت جاہمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر جہاد کے لیے مشورہ طلب کیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: کیا تمھارے والدین زندہ ہیں؟ میں نے عرض کیا: زندہ ہیں۔ فرمایا: ان کی خدمت کو لازم جانو کیونکہ جنّت ان کے قدموں میں ہے۔

طبرانی نے حضرت طلحہ بن معاویۃ السلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: یارسول اللہ میں اللہ کی راہ میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں۔ فرمایا: تمھاری والدہ زندہ ہیں؟ عرض کیا: ہاں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے قدموں میں

---

[1] سنن النسائی | کتاب الجہاد | مکتبہ سلفیہ لاہور | ۲/۴۸

[2] المعجم الکبیر | حدیث ۲۲۰۲ | المکتبۃ الفیصلیہ بیروت | ۲/۲۸۹

Marfat.com

رجليها فثم الجنة۔[1]

فهذه فتوى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في الهجرة الى المدينة ورسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بين اظهرهم، فكيف بجوار احد الحرمين بعد وفاة سيد الكونين صلى الله تعالى عليه وسلم، فانظر كيف امرهم ان يرجعوا ويلزموا ارجل آبائهم وامهاتهم، وانظر كيف امر من لم يستأذن ان يرجع فليستاذن، وانظر كيف هدى من اتى وتركهما يبكيان، ان يضحكهما كما ابكاهما وانت اذا علمت انهما لا ياذنان ان استاذنت، فقد علمت انهما لاشد حزنا ووجدا بك ان فارقت وما اذنت، فاياك ثم اياك ان تتركهما وهما يبكيان۔

وهذا اخيرالتابعين بشهادة سيد العالمين صلى الله تعالى عليه

رہو، وہیں جنت ہے۔

یہ مدینہ کی طرف ہجرت کے بارے میں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس وقت کا فتویٰ ہے جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کے درمیان ظاہری حیات کے ساتھ تشریف فرما تھے اب سید کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حرمین میں سے کسی ایک میں جانے کا حال کیا ہوگا! ذرا غور تو کیجئے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو اپنے آباء اور امہات کی خدمت میں لوٹنے کا کس انداز میں حکم دیا ہے۔ یہ ملاحظہ بھی کیجئے کہ آپ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شخص کو کیا حکم دیا جو والدین سے اجازت لیے بغیر آیا تھا کہ واپس جاؤ اور اجازت لو۔ اس پر بھی توجہ کیجئے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شخص کی کتنی پیاری رہنمائی فرمائی جو اپنے والدین کو روتا ہوا چھوڑ کر آیا تھا کہ جاؤ ان کو اسی طرح ہنساؤ جس طرح انھیں رلایا ہے۔ جب آپ نے یہ سب کچھ پڑھ لیا تو اب صورت مذکورہ میں اگر والدین سے اجازت مانگے وہ اجازت نہیں دے رہے تو واضح بات ہے کہ وہ تمہاری جدائی پر سخت پریشان وغمگین ہوں گے جبھی تو وہ آپ کو اجازت نہیں دے رہے تو اب روتے ہوئے چھوڑ کر جانا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔

آئیے ایک ایسی شخصیت کا عمل پڑھتے ہیں جن کے بارے میں امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت عمر رضی اللہ

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۸۱۶۲ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۰/۳۰۲

Marfat.com

وسلم المروية من طريق عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ، عند مسلم[1] فی صحیحہ
ومن حدیث علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ
عند الحاکم[2] بسند صحیح اعنی ولی اللہ
سیدنا اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
منعتہ خدمۃ امہ والبر بہا ان
یاتی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم ویتشرف بذالک الشرف الاھم
الاعظم ھو صحبۃ نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،
فما ظنک بھذا الذی یسمیہ الناس ھجرۃ وما ھو ھجرۃ
وانما الھجرۃ ھجران الذنوب، نسأل توفیقہ
من رب القلوب۔

اخرج البخاری وابوداؤد والنسائی
عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال
النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ
والمھاجر من ھجر ما نھی اللہ تعالیٰ
عنہ[3]

وما احسن ما قال اخو العجم ؎

گر در یمنی و بامنی پیش منی
ور پیش منی و بے منی در یمنی

وھو معنی ما قال آخر: ؎

تعالیٰ عنہ سے اور حاکم نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا کہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تمام تابعین میں افضل شخصیت ہے یعنی ولی اللہ حضرت سیدنا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، انھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں آکر اعلیٰ و افضل مقام حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت پانے سے مانع فقط والدہ کی خدمت اور حُسنِ سلوک ہی تھا۔ اب ذرا سوچئے اس عمل کا کیا مقام ہے جسے لوگوں نے ہجرت کا نام دے رکھا ہے حالانکہ یہ ہرگز ہجرت نہیں، ہجرت تو حقیقۃً گناہوں کا چھوڑنا ہے، ہم ربِ قلوب سے اسکی توفیق کے طلبگار ہیں۔

بخاری، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، مسلمان وُہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرا مسلمان محفوظ ہو اور مہاجر وُہ ہے جو ان چیزوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

اور اخو العجم نے کیا خوب کہا ہے:

اگر تو یمن میں ہے اور میرے تصور میں ہے تو میرے سامنے ہے اور
اگر تو میرے سامنے ہے لیکن میرے تصور میں نہیں تو تو یمن میں ہے۔

کسی اور شاعر نے بھی یہی بات یوں کہی ہے:

---

[1] صحیح مسلم — باب من فضائل اویس قرنی — قدیمی کتب خانہ کراچی — ۲/ ۳۱۱
[2] المستدرک للحاکم — مناقب اویس قرنی — دار الفکر بیروت — ۳/ ۴۰۳
[3] صحیح بخاری — باب من سلم المسلمون من لسانہ — قدیمی کتب خانہ کراچی — ۱/ ۶

Marfat.com

وکم من بعید الدار نال مرادہ
وکم من قریب الدار مات کئیبا
وکان سیدی العارف باللہ ابو محمد المرجانی رحمہ اللہ تعالیٰ یقول:
کم من ھو معنا ولیس ھو معنا و
کم من ھو بعید عنا و ھو
معنا اھ[1]۔

ومن اخفی وسائس الشیطان تلبس الشر بالخیر علی الانسان، فیذھب بہ علی السیئات من باب الحسنات، و لا یعرف ذٰلک الا العلماء العاملون ولذا ورد ذم المتعبد بغیر فقہ وضرب لہ مثل سوء فی حدیث عند ابی نعیم فی حلیۃ الاولیاء[2] عن واثلۃ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

وھذا شر مما اخرج الترمذی و ابن ماجۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد[3]۔

فھٰذا الذی یرید الھجرۃ

بہت سے دُور رہنے والے مراد پا لیتے ہیں اور
بہت سے قریب رہنے والے محروم و نامراد مرتے ہیں۔
سیدی عارف باللہ ابو محمد المرجانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
بہت سے لوگ ہمارے ساتھ رہتے ہوئے
بھی ہمارے ساتھ نہیں اور بہت سے ہم سے دُور
ہیں مگر ہمارے ساتھ ہوتے ہیں اھ

جس پر شیطان کے وساوس مخفی ہوں اس انسان پر شر و خیر میں التباس ہو جاتا ہے اور شیطان اسے حسنات سے سیئات کی طرف لے جاتا ہے اور اس بات سے باعمل علماء ہی آگاہ ہو سکتے ہیں، اسی وجہ سے بغیر دین فہمی کے عبادت کرنے والے کی مذمت آئی ہے اور ایسے عابد کی اس حدیث میں بُری مثال بیان ہوئی جو ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

یہ اس سے سخت ہے جسے ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک فقیہ شیطان پہ ہزار عابد سے زیادہ سخت ہے۔

ہجرت کا ارادہ کرنے والا اگر یہ جان لے کہ

---

[1]
[2] حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۳۱۸ خالد بن معدان دار الکتاب العربی بیروت ۵/۲۱۹
[3] جامع الترمذی باب ماجاء فی فضل الفقہ امین کمپنی دہلی ۲/۹۳

Marfat.com

لوعلم ما فی احزان الوالدین و ادخال
الغم علیهما لما ارادها کما ورد عن
النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم، انه
قال لوکان جریج الراهب فقیها عالما
لعلم ان اجابة دعاء امه اولی من عبادة
ربه[1] اخرجه الحسن بن سفین فی مسنده
و الحکیم المولی الترمذی فی نوادره وابن
قانع فی معجمه، والبیهقی فی شعب الایمان عن شهر بن
حوشب عن حوشب بن یزید عن النبی صلی اللہ علیه وسلم۔

فهذا الحدیث، وان بغیت الفقه
فقد نقل العلامة البحر فی البحر الرائق
تفصیلاً برخصة ونهی فی مسئلة حج الولد
بلا اذن الوالد ثم قال هذا کله فی حج الفرض
اما حج النفل فطاعة الوالدین اولی مطلقا
کما صرح به فی الملتقط[2] اھ نقله العلامة
ابن عابدین فی رد المحتار۔

قلت فاذا کان هذا حکمهم فی
الحج وانت ترید القفول، فکیف وانت
عازم ان لا ترجع، وقد وضع فی
الهندیة، ضابطة حسنا
فی امثال هذه المسائل

والدین کو پریشان کرنے میں کیا سزا ہے تو ہجرت کا
ارادہ ترک کردے، جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم سے ہے کہ جریج راہب فقیہ وعالم ہوتا تو
اسے معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے والدہ
کے بلاوے کا جواب اولیٰ ہے۔ حسن بن سفین
نے مسند میں، حکیم ترمذی نے نوادر میں، ابن قانع
نے معجم میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں شہر بن
حوشب سے، انھوں نے حوشب بن یزید سے،
انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے۔

یہ تو احادیث تھیں، باقی رہے فقہاء، تو
علامۃ البحر نے بحر الرائق میں تفصیلاً رخصت کی تفصیل
تحریر کی، اور جبکہ اجازتِ والد کے بغیر اولاد کو حج
کرنے سے منع کیا، پھر فرمایا یہ تمام بحث حج فرض میں ہے،
رہا نفل حج، تو اس میں اطاعتِ والدین ہر حال
میں اولیٰ ہے، جیسا کہ ملتقط میں ہے اھ اسے
علامہ ابن عابدین نے رد المحتار میں نقل کیا ہے۔

میں کہتا ہوں یہ انھوں نے حج کے بارے میں
حکم دیا ہے جس میں تو واپس کوچ کا ارادہ رکھتا
ہے، یہ کیسے جائز ہوسکتا ہے جبکہ تو واپس نہ ہونے کا
رکھتا ہے، فتاویٰ ہندیہ میں ایسے مسائل کے بارے
میں بہت عمدہ ضابطہ بیان کیا ہے وہ یہ ہے

---

[1] نوادر الاصول — الاصل السابع عشر والمائة — دار صادر بیروت — ص ۱۵۲
شعب الایمان — باب فی بر الوالدین — حدیث ۷۸۸۰ — دار الکتب العلمیہ بیروت — ۶/ ۱۹۵
[2] بحر الرائق — کتاب الحج — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۲/ ۳۰۹

Marfat.com

حیث قال الابن البالغ یعمل عملا لاضرر فیه دینا ولا دنیا بوالدیه وھما یکرھانه فلا بد من الاستیذان فیه اذا کان له منه بد[1] اھ فقد حکم ان لا محید من الاستیذان وان لم یکن بھما ضرر اصلا فیما اراد، فھذا حکم المسئلة کما تری، و ما لی التکلم فی ھذا او ذاك ولکن اقول ان المجاورة لا تحل من اصلھا وان اذن الابوان فکیف اذا کرھا وحزنا بھا ھذا ھو قول الامام وبقوله قال الخائفون المحتاطون من العلماء، کما فی الشامی عن الاحیاء، وبه جزم فی المجمع وغیرہ۔

قلت وھو الاقوی دلیلا والاحسن تاویلا والاصلح تعویلا والاقوم قیلا ولیس لحنفی ان یحتار من قوله ویختار قول غیرہ کصاحبیه مثلا الا لضعف بین فی دلیله او ضرورة تدعو الی مخالفة قیله، حتی صرح الفاضلان العلامتان مولٰنا زین بن نجیم المصری والشیخ خیرالدین الرملی، انه لا یعمل ولا یفتی الا بقوله رضی الله تعالٰی عنه ولا یعدل عن قوله الی قولھما

کہ بالغ اولاد کوئی دینی یا دنیوی ایسا کام نہ کرے جو والدین کے لیے غیر مضر اور ناپسند ہو، اور اگر ضروری ہو تو والدین سے اجازت لینا ضروری ہوگا اھ یعنی اگرچہ نقصان وہ نہ بھی ہو تب بھی والدین کی اجازت کے بغیر چارہ نہیں۔ یہ تو مسئلہ کا حکم تھا لیکن مجھے اس میں کلام نہیں ہے اور جبکہ میں یہ کہتا ہوں کہ مجاورت اس صورت میں بھی جائز نہیں جبکہ والدین اجازت دیں تو اس وقت کیسے جائز ہوگی جب وہ اسے پسند نہ کریں اور اس پر پریشان ہوں، اور یہی امام صاحب کا قول ہے، محتاط اور خائف اہل علم نے آپ کے اسی قول کو اختیار کیا ہے جیسا کہ شامی میں احیاء سے ہے، مجمع وغیرہ میں اس پر جزم کا اظہار کیا ہے۔

میں کہتا ہوں یہ قول دلیل کے اعتبار سے قوی، تاویل کے لحاظ سے احسن، اعتماد کے لحاظ سے اصلح اور قیل و قال کے لحاظ سے معتدل ہے، اور کسی حنفی کے لیے یہ اجازت نہیں کہ وہ آپ کے قول کو ترک کرکے کسی دوسرے مثلاً صاحبین کے قول پر عمل کرے ہاں اس صورت میں جائز ہوتا ہے جب آپ کے قول کی دلیل واضح طور پر کمزور ہو یا آپ کے قول کی مخالفت کی اشد ضرورت درپیش ہو، حتی کہ دو عظیم فاضل اہل علم مولانا زین بن نجیم مصری اور شیخ خیرالدین رملی نے تصریح کی ہے کہ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول پر عمل اور فتوٰی دیا جائے گا، اس سے صاحبین یا کسی اور کے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب السادس والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۶۵

Marfat.com

او قول احدھما الا لضرورۃ وان صرح المشائخ بان الفتوی علی قولھما[1] کما فی صلٰوۃ البحر و شھادات الخیریۃ و ھذا امیر المؤمنین عمر الفاروق الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ، کان اذا فرغ من حجہ یدور فی الناس و یقول یا اھل الیمن یمنکم و یا اھل العراق عراقکم و یا اھل الشام شامکم[2] فانہ اھیب لبیت ربکم فی اعینکم ، اوکما یقول رضی اللہ تعالٰی عنہ ۔

قلت وکان ھذا والناس انما ھم صحابۃ او تابعون وھم ما ھم من غایۃ الادب و نہایۃ الاجلال ، فما بال اھل الزمان اھل کیت و ذیت ، و اللہ المستعان لاصلاح الاحوال ، و قد سئل امام دار الھجرۃ ، عالم المدینۃ مالک بن انس رحمہ اللہ تعالٰی ایما احب الیک المجاورۃ او القفول فاجاب ان السنۃ الحج ثم القفول[3] کما نقلہ العلامۃ محمد العبدری فی مدخلہ ۔

قول کی طرف اعراض کی اجازت نہیں البتہ اس صورت میں جو مذکور ہے اگرچہ کچھ مشائخ نے تصریح کی ہے کہ فتوٰی صاحبین کے قول پر ہے جیسا کہ بحر کے باب الصلٰوۃ میں اور فتاوٰی خیریہ کے باب الشہادات میں ہے حالانکہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو دیکھئے وہ جب حج سے فارغ ہوتے تو لوگوں میں دَورہ کرتے اور فرماتے : اے اہلِ یمن ! یمن چلے جاؤ ، اے اہلِ عراق ! عراق چلے جاؤ ، اے اہلِ شام ! اپنے وطن شام لوٹ جاؤ تاکہ تمھارے ذہنوں میں تمھارے رب کے گھر کی ہیبت خوب قائم رہے ۔

میں کہتا ہوں یہ اس دَور کی بات ہے جب صحابہ یا تابعین تھے جو نہایت مؤدب اور نہایت ہی احترام و اکرام کرنے والے تھے ، ہمارے اس دَور کا کیا حال ہوگا ! اللہ تعالٰی ہی اصلاح و احوال کی توفیق دے ۔ امامِ دار الہجرت ، عالمِ مدینہ حضرت امام مالک بن انس رحمہ اللہ تعالٰی سے پُوچھا گیا کہ آپ کو مجاورت محبوب ہے یا لَوٹنا ؟ فرمایا سنّت یہ ہے کہ حج کیا جائے پھر واپس ہو ، جیسا کہ علامہ محمد عبدری نے مدخل میں ذکر کیا ہے ۔

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الشہادات دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۳۳
بحر الرائق کتاب الصلٰوۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۶۶
[2] و [3] المدخل فصل فی ذکر بعض ما یعتور الحاج فی حجہ دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۲۵۳

Marfat.com

قلت وانما اراد سنة الصحابة ماعدا المهاجرين، اما المهاجرون فقد كانوا عن الاقامة محجورين، فلا يدل قفولهم على استنانه كما لا يخفى۔

ثم ان العبدری نقل عن بعض اکابر الاولیاء قدست اسرارهم ، ان جاور بمكة اربعين سنة ولم يبل فی الحرم ولم یضطجع ، قال فمثل هذا تستحب له المجاورة او یومربها والموضع موضع ربح لاموضع خسارة ، فيحرم نفسه الربح لقلة الادب الذی يصدر منه وقلة الاحترام" قال" وقد حکی لی السید الجلیل ابوعبدالله القاضی رحمة الله تعالیٰ علیه انه احتاج الی قضاء حاجة الانسان وهو فی المدينة فخرج الی موضع من تلك المواضع وعزم ان يقضی حاجته فیه فسمع هاتفا ینهاه عن ذلك فقال الحجاج يعملون هذا فاجابه الهاتف بان قال وابن الحجاج وابن الحجاج وابن الحجاج ثلث مرات ، فخرج من البلد حتی قضی حاجته ثم رجع[1] اھ۔

"وقد اطال الکلام فيه الی ان قال" ثم لو فرض ان المجاور لا یباشر

قلت یہاں امام مالک نے سنّت سے مراد غیر مہاجرین صحابہ کی سنّت لی ہے، رہے مہاجرین صحابہ، تو ان کے لیے مکّہ میں اقامت ممنوع تھی، لہٰذا ان کا لوٹنا سنّت پر دال نہیں جیسا کہ واضح ہے۔

پھر شیخ عبدری نے بعض اکابر اولیاء قدست اسرارہم کے بارے میں یہ بھی نقل کیا کہ وُہ چالیس سال مکّہ میں رہے مگر حرم مکّہ میں پیشاب نہ کرتے اور نہ ہی وہاں لیٹتے تھے۔ پھر فرمایا ایسے لوگوں کے لیے مجاورت مستحب ہے' یا انھیں کو اجازت دی جاسکتی ہے اور یہ مقام سراپا نفع ہے، خسارہ نہیں تو قلّتِ ادب اور قلّتِ احترام کی بنا پر انسان خود کو نفع سے محروم نہ کرے۔ پھر فرمایا مجھے السید الجلیل ابوعبداللہ القاضی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے بارے میں بیان کیا گیا کہ انھیں شہر مدینہ میں رفعِ حاجت کی ضرورت پیش آئی تو وُہ شہر میں ایک مقام کی طرف گئے اور وہاں قضاءِ حاجت کا ارادہ کیا تو غیب سے آواز آئی جو اس عمل سے انھیں منع کر رہی تھی تو انھوں نے کہا تمام حجّاج ایسا کرتے ہیں، تو جواب میں تین دفعہ آواز آئی، کہاں کے حجاج، کہاں کے حجاج، کہاں کے حجاج۔ پھر وہ شہر سے باہر چلے گئے اور رفعِ حاجت کی اور پھر لوٹے اھ

طویل گفتگو کے بعد لکھتے ہیں کہ بالفرض مجاورت کرنے والا کوئی ایسا عمل نہیں کرتا جو ذکر ہوا تو اس کے

---

[1] المدخل فصل فی ذکر بعض ما یعتور الحاج فی حجہ دار الکتاب العربی بیروت ۴/۲۵۳

Marfat.com

شيئا مما تقدم ذكره حينئذٍ تكون المجاورة مستحبة فی حقه مالم يخل بعبادة اخری هی اکبر منها کبر الوالدين والقيام بما وجب عليه من صلة الرحم لمن يحب ذلك بالحضو معه دون ارسال السلام بالكتابة وغيره، "قال" والمقصود ان يقدم امتثال الشرع الشريف فيقدم ما قدمه ويؤخر ما اخره، فالمجاورة مع النبی صلی الله تعالٰی عليه وسلم باتباع اوامره واجتناب نواهيه فی ای موضع كان هذه هی المجاورة "قال" ومن كتاب القوت (ای لسيدی ابی طالب المكی رحمه الله تعالٰی) قال بعض السلف كم من رجل بارض خراسان اقرب الی هذا البيت ممن يطوف به، وكان بعضهم يقول لان تكون ببلدك وقلبك مشتاق متعلق بهذا البيت خير لك من ان تكون فيه وانت متبرم بمقامك وقلبك متعلق الی بلد غيره[2] اھ ملتقطا۔

انی لوشئت لطولت الكلام بتوفيق العلام فی تحقيق المرام ولكن حسبی فی هذا المقام كلام الامام ابن الهمام

حق میں مجاورت مستحب ہوگی بشرطیکہ اس سے کوئی بڑی عبادت درمیان میں حائل نہ ہو مثلاً بوڑھے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک و خدمت اور ان لوگوں کی خدمت جو صلہ رحمی کی بناء پر لازم ہے اور وہ اس کے موجود ہونے کا تقاضا کرتا ہو نہ کہ محض تحریری سلام وغیرہ کا۔ پھر لکھا مقصود شرع شریف کے احکام کو مقدم کرنا ہے، لہذا جسے شریعت نے مقدم رکھا ہے اسے مقدم رکھا جائے اور جسے شریعت نے مؤخر رکھا ہے اسے مؤخر رکھا جائے۔ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجاورت آپ کے اوامر کی اتباع اور نواہی سے اجتناب کی صورت میں ہے خواہ انسان کسی جگہ مقیم ہو، اور اصلاً مجاورت یہی ہے۔ اور فرمایا کتاب القوت (للامام ابو طالب مکی رحمہ اللہ تعالٰے) میں بعض اسلاف سے ہے بہت سے خراسان میں رہائش پذیر اس بیت اللہ کے ان لوگوں سے زیادہ قریب ہیں جو اس کا طواف کر رہے ہیں۔ بعض نے فرمایا بندہ اپنے شہر میں ہو اور اس کا دل اللہ تعالٰے کے گھر سے متعلق ہو یہ اس سے بہتر ہے کہ بندہ بیت اللہ میں ہو اور دل کسی اور شہر کے ساتھ وابستہ ہو اھ اختصاراً

اگر میں چاہوں تو اس مقصد پہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور بھی طویل گفتگو کی جا سکتی ہے لیکن اس مقام پر مجھے امام ابن ہمام کی گفتگو ہی کافی ہے کیونکہ

---

[1] المدخل فصل فی ذکر بعض ما یعتور الحاج فی حجہ الخ دار الکتاب العربی بیروت ۴/۲۵۵

[2] " " " " " " ۴/۲۵۶

اذ لا عطر بعد عروس قال قدس سرنا اللہ تعالیٰ بسرہ الکریم ونفعنا فی الدارین بفضلہ، الفخیم، فی فتح القدیر شرح الہدایۃ اختلف العلماء فی کراھۃ المجاورۃ بمکۃ وعدمھا فذکر بعض الشافعیۃ ان المختار استحبابھا الا ان یغلب علی ظنہ الوقوع فی المحذور وھذا قول ابی یوسف ومحمد رحمھما اللہ تعالیٰ وذھب ابوحنیفۃ ومالک رحمھما اللہ تعالیٰ الی کراھتھا۔[1]

قلت والمراد کراھۃ التحریم اذ ھو المحمل عند الاطلاق وبدلیل قول المحقق فیما سیاتی "لا یذکر حالھم قیدا فی جواز الجوار"[2] اھ۔

(قال) وکان ابوحنیفۃ یقول انھا لیست بدار ھجرۃ وقال مالک وقد سئل عن ذلک، ما کان الناس یرحلون الیھا الا علی نیۃ الحج، والرجوع وھو اعجب و ھذا احوط لما فی خلافہ من تعریض النفس علی الخطر، اذ طبع الانسان التبرم والملل من توارد ما یخالف ھواہ فی المعیشۃ وزیادۃ الانبساط المخل

شادی کے بعد عطر کیا کرنا ہے انھوں (اللہ تعالیٰ ہمیں دارین میں ان کے علوم وفیوض سے بہرہ ور فرمائے) نے فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرمایا: مکہ مکرمہ کی مجاورت مکروہ ہے یا نہیں، اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے، بعض شوافع نے کہا کہ مختار قول کے مطابق مستحب ہے لیکن جب غالب گمان ممنوعات کے ارتکاب کا ہو تو پھر مکروہ ہے۔ امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا بھی یہی قول ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجاورت مکروہ ہے۔

میں کہتا ہوں یہاں کراہت سے مراد تحریمی ہے کیونکہ جب لفظ کراہت مطلقاً ہو تو اس سے یہی مراد ہوتی ہے، اور محقق کا آئندہ قول بھی اسی پر دلیل ہے کہ قلیل لوگوں کے حال کو جوازِ مجاورت کے لیے بطورِ قید ذکر نہیں کیا جاتا اھ

آگے لکھا امام ابوحنیفہ نے فرمایا مکہ مقام دار الہجرت نہیں۔ امام مالک سے جب اسی بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا لوگوں کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ حج ادا کرکے واپس ہوجائیں، اور یہ قول نہایت محبوب ہے اور یہی احوط ہے کیونکہ اس کے خلاف کرنے میں اپنے آپ کو خطرے میں ڈالنا ہے کیونکہ انسانی طبیعت یہ ہے کہ بار بار خلافِ خواہش کرنے سے اس کو زندگی میں ملال وپریشانی پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح

---

[1] فتح القدیر کتاب الحج مسائل منثورہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۹۳
[2] " " " ۳/ ۹۴

Marfat.com

بما یجب من الاحترام لما یکثر تکررہ علیہ و مداومۃ نظرہ الیہ وایضا الانسان محل الخطاء کما قال علیہ السلام کل بنی اٰدم خطاءٌ[1]

کثرت کے ساتھ ادب کے منافی ہے بے تکلفی اور بار بار دیکھنے سے ادب و احترام میں کمی واقع ہوجاتی ہے، اور یہ بھی کہ انسان خطاء کا محل ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبارک ارشاد ہے، ہر آدمی محلِ خطاء ہے۔

قلت اخرجہ احمد والترمذی و ابن ماجۃ والحاکم عن انس عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کل بنی اٰدم خطاء وخیر الخطائین التوابون[2] اھ

میں کہتا ہوں اسے امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر آدم محلِ خطا ہے اور بہتر خطاکار وہ ہیں جو توبہ کر لینے والے ہوتے ہیں اھ

(قال) والمعاصی تضاعف علی ماروی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان صح، والا فلا شک، انہا فی حرم اللہ افحش واغلظ، فتنتہض سببا لغلظ الموجب و ھو العقاب (وساق الکلام الی ان قال) وکل من ھذہ الامور سبب لمقت اللہ تعالیٰ واذا کان ھذا سجیۃ البشر فالسبیل النزوح عن ساحتہ، وقل من یطمئن الی نفسہ فی دعوٰیہا البراءۃ من ھذہ الامور، الا وھو فی ذٰلک مغرور، الا یری الی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم المحببین الیہ، المدعو لہ کیف اتخذ

پھر لکھا گناہوں پر سزا بھی کئی گنا ہے جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، اگر یہ روایت صحیح ہے تو فبہا ورنہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کے حرم میں گناہ نہایت ہی بدبختی اور سخت قابلِ گرفت جُرم ہے جو عقاب و سزا کا مستحق بنا دے گا (آگے چل کر لکھا) ان میں ہر امر اللہ تعالےٰ کی ناراضگی کا سبب ہے، اور جب یہ بشری تقاضا ہے تو بچنے کی صُورت فقط اس میدان سے نکل جانا ہے اور کوئی بھی ان امور سے بچنے کا دعوٰی نہیں کرسکتا ماسوائے ان لوگوں کے جو دھوکا میں ہیں، کیا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے بارے میں علم نہیں جو صحابیِ رسول ہیں، محبوب لوگوں میں سے ہیں، اور ان کیلئے حضور کی دعا ہے ہجرت کرکے وُہ طائف چلے گئے

---

[1] فتح القدیر — کتاب الحج مسائل منثورہ — نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۹۳

[2] مسند احمد بن حنبل — مروی از انس رضی اللہ عنہ — دار الفکر بیروت ۳/ ۱۹۸

Marfat.com

الطائف دارًا ، وقال لان اذنب خمسين ذنبا برکبة وھو موضع بقرب الطائف احب الی من ان اذنب ذنبًا واحدا بمکة[1]

قلت یشیر بالدعا الی قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم اللھم فقھه فی الدین[2] وقوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم اللھم علمه الکتاب[3] ، اخرجھما الشیخان ، وانما الفقیه کما قاله الامام الحسن البصری رحمه الله تعالٰی الزاھد فی الدنیا الراغب فی الاٰخرة البصیرة بعیوب نفسه ومثل ھذا یتأھل للجوار لا شك والله قد کان ابن عباس من اعاظم اھله و لکن الاکابر انفسھم یستصغرون فانظر الی الفرق من لا یسلم یخشی السأمة ومن لا یسلم یدعی السلامة۔

اور فرمایا : رُکبہ (طائف کے قریب جگہ کا نام ہے) کے مقام پر پچاس گناہ کرنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں مکّہ میں ایک گناہ کروں۔

میں کہتا ہُوں دُعا سے آپ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اس دُعا کی طرف اشارہ ہے : "اے اللہ ! ابن عباس کو دین کی سمجھ عطا فرما"۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا بھی ہے : "اے اللہ ! ابن عباس کو کتاب کا علم عطا فرما"۔ یہ دونوں دُعائیں بخاری ومسلم میں ہیں۔ فقیہ کی تعریف امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالٰی نے یُوں کی ہے : دنیا سے اعراض کرنے والا ، آخرت کا شوق رکھنے والا ، اور اپنے عیوب سے آگاہ شخص فقیہ کہلاتا ہے ، ایسے لوگ بلاشبہ مجاورتِ مکہ کے اہل ہیں اور اللہ کی قسم حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما تو ان اہل لوگوں میں سے بھی بڑے ہیں ، لیکن اکابر ہمیشہ اپنے آپ کو چھوٹا اور عاجز سمجھتے ہیں ، غور تو کیجئے کتنا فرق ہے ان میں کہ جو غلطی نہیں کرتا وُہ عذاب سے ڈرتا ہے اور جو گناہ سے محفوظ نہیں وہ سلامتی کا دعوٰی کرتا ہے۔

(قال) وعن ابن مسعود رضی الله تعالٰی عنه ما من بلدة یؤاخذ العبد فیھا بالھمة قبل العمل الا مکّة و

پھر لکھا حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کہ کسی شہر میں عمل سے پہلے محض برائی کے ارادے پر گرفت نہیں مگر مکّہ میں۔ پھر یہ آیت تلاوت کی :

---

[1] فتح القدیر کتاب الحج مسائل منثورہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۹۳

[2] صحیح بخاری باب وضع الماء عند الخلاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۶

[3] صحیح بخاری باب قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللھم علمہ الکتاب 〃 〃 ۱/۱۷

Marfat.com

تلا هذه الآية ومن یرد فیه بالحاد بظلم نذقه من عذاب الیم ، وقال سعید بن المسیب للذی جاء من اهل المدینة یطلب العلم ارجع الی المدینة ، فانا نسمع ان ساکن مکة لا یموت حتی یکون الحرم عنده بمنزلة الحل لما یستحل من حرمها ، وعن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه خطیئة اصیبها بمکة اعز علیّ من سبعین خطیئة بغیرها نعم افراد من عباد اللّٰہ استخلصهم وخلصهم من مقتضیات الطباع فاولئك هم اهل الجوار الفائزون بفضیلة من تضاعف الحسنات والصلوات من غیر ما یحبطها من الخطیئات والسیئات (ثم سرد احادیث فی ذلك)

ثم قال لکن الفائز بهذا مع السلامة من احباطه اقل القلیل فلا یبنی الفقه باعتبارهم ولا یذکر حالهم قیدا فی جواز الجوار لان شان النفوس الدعوی الکاذبة و المبادرة الی دعوة الملکة و القدرة علی ما یشترط فیما تتوجه الیه و تطلبه ، و انها لأکذب

"اور جو اس میں کسی زیادتی کا ناحق ارادہ کرے تو ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے"۔ اور حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے مدینہ طیبہ سے طلبِ علم کے لیے مکّہ آنے والے سے فرمایا، مدینہ طیبہ کی طرف واپس چلے جاؤ ہم نے سُن رکھا ہے کہ ساکنِ مکہ نہیں فوت ہوگا حتی کہ حرم اس کے ہاں بمنزل حل کے ہو جاتی ہے کیونکہ وہ اس کی حرمت کا پاس نہیں کرتا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے: مکہ میں کیا جانے والا گناہ دوسرے مقام کے ستّر گناہوں سے بدتر ہوتا ہے، ہاں اللہ تعالےٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جنھوں نے اپنی طبائع کے تقاضوں کو صاف و خالص کرلیا ہے وہی اس پڑوس ومجاورت کے اہل ہیں، وہ ہی حسنات اور عبادات کے فضیلت و درجات پانے والے ہیں اور وُہ سیئات اور گناہوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ (پھر اس سلسلہ میں احادیث ذکر کیں)

پھر کہا، لیکن گناہوں میں گرنے سے محفوظ وسلامتی کے ساتھ کامیاب ہونے والے بہت ہی کم ہوتے ہیں اور قلیل لوگوں کے اعتبار سے فقہی حکم کی بنا نہیں ہوتی اور نہ ہی جوازِ مجاورت کے لیے ان کے حال کو بطورِ قید ذکر کیا جاتا ہے، کیونکہ انسانی فطرت یہ ہے کہ جھوٹے دعوٰی اور تجربہ کے اعلان میں پیش رفت کرتے ہُوئے اور شرائط پر قدرت کا اظہار کرتے ہُوئے مطلوب کی طرف بڑھتا ہے حالانکہ وُہ

لہ فتح القدیر کتاب الحج مسائل منثورہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۹۴-۹۳

Marfat.com

مایکون اذا حلفت فکیف اذا ادعت واللّٰہ تعالٰی اعلم وعلٰی ھذا فیجب کون الجوار فی المدینۃ المشرفۃ کذلک فان تضاعف السیئات او تعاظمھا وان فقد فیھا[1]

(قلت وذٰلک لان الرحمۃ فی المدینۃ اکثر واللطف اوفر والکرم اوسع والعفو اسرع کما ھو شاھد مجرب والحمد للّٰہ رب العالمین ومع ذٰلک) فمخافۃ السآمۃ وقلّۃ الادب المفضی الی الاخلال بواجب التوقیر والاجلال قائم وھو ایضا مانع الا للافراد ذوی الملکات فان مقامھم وموتھم فیھا السعادۃ الکاملۃ[2] اھ مختصرا وموضحا

وھو کما تری من الحسن بمکان فقد افاد واجاد اثابہ الجواد تبارک وتعالٰی وابان ان الامر وان کان فی الواقع علی جواز الجوار بشرط التوثیق وھو التوفیق عند التحقیق کما نص علیہ وصححہ فی شرح اللباب وجزم بہ فی الدر المختار الا ان اھل التوثیق لما کانوا اقل قلیل واحکام الفقہ انما تبتنی علی الغالب الکثیر دون النادر الیسیر فالوجہ ھو اطلاق المنع کما

اپنی قسموں میں نہایت جھوٹا ہوتا ہے تو اپنے دعوٰی میں وُہ کیا ہوگا، اور اللہ تعالٰی ہی بہتر جاننے والا ہے۔ اس بنا پر ضروری ہے کہ مدینہ طیبہ میں مجاورت کا بھی یہی حکم ہو اگرچہ یہاں گناہوں پر سزا میں اضافہ یا اُن کی شدت مفقود ہے۔

(میں کہتا ہوں، کیونکہ مدینہ طیبہ میں رحمت اکثر، لطف وافر، کرم سب سے وسیع اور عفو سب سے جلدی ہوتا ہے جیسا کہ وُہ شاہد و مجرب ہے والحمد للّٰہ رب العالمین، اس کے باوجود) اکتانے کا ڈر اور وہاں کے احترام وتوقیر میں قلّتِ ادب کا خوف تو موجود ہے اور یہ بھی تو مجاورت سے مانع ہے، ہاں وُہ افراد جو فرشتہ صفت ہوں تو ان کا وہاں ٹھہرنا اور فوت ہونا سعادتِ کاملہ ہے اھ اختصارًا

آپ نے دیکھا اس جگہ محقق نے کتنی اچھی گفتگو کی، یہ نہایت ہی عمدہ تفصیل ہے، اللہ تعالٰی انھیں اجر عطا فرمائے، انھوں نے یہ واضح فرمادیا کہ اگرچہ مجاورت کا معاملہ جائز ہے مگر بشرطِ توثیق جو بصورتِ توفیقِ الٰہی ہی حاصل ہوسکتی ہے جیسا کہ اس پر اُنھوں نے تصریح کی ہے شرح اللباب میں اسی کو صحیح کہا، درمختار میں اسی پر جزم کا اظہار کیا مگر چونکہ اہلِ توثیق بہت ہی کم ہوتے ہیں اور احکامِ فقہ کی بنا نادر و قلیل پر نہیں ہوتی بلکہ غالب کثیر پر ہوتی ہے، تو اب مطلقًا منع کہنا ہی بہتر ہے جیسا کہ

---

[1] و [2] فتح القدیر کتاب الحج مسائل منثورہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۹۴

Marfat.com

هو مذهب الامام رضی الله تعالیٰ عنه و لذا اخذ الفاضلون المحشون العلامة الحلبی ثم الطحطاوی ثم الشامی کلهم فی حواشی الدر فی اشتراطه التوثیق حیث نقلوا کلام الفتح ثم قالوا وهو وجیه فکان ینبغی للشارح ان ینص علی الکراهة ویترك التقیید بالتوثیق اه[1] زاد ابن عابدین ای اعتبار للغالب من حال الناس لاسیما اهل هذا الزمان والله المستعان اه[2]

ولقد اعجبنی قول العلامة علی القاری فی مسلك المتقسط شرح المنسك المتوسط مع تصحیحه ما علمت حیث یقول لو کانت الائمة فی زماننا وتحقق لهم شاننا لصرحوا بالحرمة[3] الخ۔

قلت ونظیره ما قال فی الدر المختار فی مسئلة دخول المرأة الحمامات فی زماننا لاشك فی الکراهة لتحقق کشف العورة[4] اه وقد سبقه الی ذلك المحقق علی الاطلاق فی الفتح ونحوه ما ذکر العلائی ایضا فی الدر المنتقی شرح الملتقی

امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب ہے، یہی وجہ ہے کہ درمختار پر حواشی لکھنے والے فاضل علماء حلبی، طحطاوی پھر شامی سب نے فتح القدیر کی عبارت نقل کرکے توثیق کی شرط لگائی اور پھر کہا یہی بہتر ہے لہذا شارح کو چاہئے تھا کہ وہ کراہت پر تصریح کرتا اور توثیق کی قید ترک کردیتا اھ ابن عابدین نے یہ اضافہ کیا کہ یہ اکثر لوگوں کے حال کے اعتبار خصوصًا اس دَور کے حوالے سے ضروری ہے اور اللہ ہی مدد فرمانے والا ہے اھ۔

مجھے علامہ ملّا علی قاری کا "مسلک المتقسط شرح المنسک المتوسط" میں یہ قول بہت پسند آیا، جیسا مجھے معلوم ہے انھوں نے مذکور گفتگو کی تصحیح کرتے ہوئے کہا اگر یہ ائمہ ہمارے دَور میں ہوتے اور ہمارے احوال سے آگاہ ہوتے تو مجاورت کے حرام ہونے کی تصریح کرتے الخ

میں کہتا ہوں اس کی نظیر درمختار میں "عورت کا حمام میں جانا" کے تحت ہے کہ ہمارے دور میں یہ مکروہ ہے کیونکہ بے پردگی ہوتی ہے اھ اور اس سے پہلے فتح میں محقق علی الاطلاق نے بھی یہی لکھا ہے وہ بھی اسی کی مثل ہے جو حافظ علائی نے الدر المنتقی شرح الملتقی میں طالب علم کے وجوب نفقہ کے بارے

[1] طحطاوی علی الدر المختار کتاب الحج باب الهدی دار المعرفة بیروت ۱/۵۶۲
[2] رد المحتار کتاب الحج مطلب فی المجاورة بالمدینة الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۵۶
[3] مسلک متقسط مع ارشاد الساری فصل اجمعوا علی افضل البلاد الخ دارالکتاب العربی بیروت ص ۳۵۲
[4] درمختار باب الاجارة الفاسدة مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۷۸

Marfat.com

في وجوب نفقة طالب العلم ان هذا اذا كان به رشد كما في الخلاصة ولذا قال صاحب المنية والقنية انا افتي بعدم وجوبها فان قليلا منهم حسن السيرة مشتغلا بالعلم الديني واكثرهم (كذا وكذا وذكر من مساويهم ثم قال اعني الحصكفي) واما من كان بخلافهم فنادر في هذا الزمان فلا يفرد بالحكم دفعا لحرج التمييز بين المصلح والمفسد[1] الخ.

قلت ومن هذا القبيل حكمهم بتحريم السماع المجرد عن المزامير فانه يهيج مكامن القلوب واكثر الناس اساري الشهوات فالوجه المنع سدا لباب الفتنة وان كان نفع شيء في حق رجال تحلوا بالفضائل وتخلوا عن الرذائل وماتت شهواتهم بل فنيت ذواتهم فبقي السماع محض الانتفاع وبه انقطع تطويل النزاع فمن فعله من الاولياء فقد اصاب خيره ومن منعه من الفقهاء فقد ازال ضيره فلهم الاجر بما نصحوا

میں لکھا کہ یہ اس وقت ہے جب اس میں نیکی ہو اور بے راہ روی نہ ہو، جیسا کہ خلاصہ میں ہے۔ اسی لیے صاحب منیہ وقنیہ نے کہا میں عدم وجوب کا فتوٰی دیتا ہوں کیونکہ ان میں بہت کم طلبہ اچھے کردار کے حامل اور علم دین کے حاصل کرنے والے ہیں اور ان میں سے اکثر (ایسے ایسے ہیں، اور پھر اپنے دَور کے طلبہ کا ذکر کیا۔ پھر حصکفی نے کہا) جو ان کے خلاف ہیں وہ اس دَور میں بہت ہی کم ہیں، اور اب مصلح اور مفسد میں فرق مشکل ہوجانے کی وجہ سے ان کے لیے الگ حکم بیان نہیں کیا جا سکتا الخ۔

میں کہتا ہوں اسی قبیل سے سماع کا حرام ہونا ہے خواہ وہ مزامیر کے ساتھ نہ ہو، کیونکہ وہ دل کے جذبات کو ابھارتا ہے، اور اب اکثر لوگ شہواتِ نفسانیہ کے قیدی بن چکے ہیں، لہذا فتنہ کے دروازے کو بند کرنے کے لیے سماع سے منع کرنا ہی درست ہے اگرچہ یہ ایسے کچھ لوگوں کے لیے نافع بھی ہے جو فضائل سے مزیّن، رذائل سے خالی ہوں اور ان کی نفسانی خواہشات مرچکی ہوں بلکہ ان کی ذوات سراپا خشوع وخضوع ہوچکی ہوں تو پھر سماع واقعۃً نافع ہوتا ہے۔ اس مسئلہ میں جو طویل نزاع ہے اس سے وہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اولیاء میں سے جس نے سماع سُنا اس نے درست کیا اور اس کے لیے خیر بنا۔ فقہاء میں سے جس نے

---

[1] الدر المنتقی علی حاشیۃ مجمع الانہر فصل فی نفقۃ الطفل دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۰۰

Marfat.com

وللقوم الاذن لما صلحوا ولکل ثواب وبشری، الصواب، والحمد لله رب الارباب۔

وبالجملة فالحکم عدم جواز الجوار اصلا فی زماننا والعاقل لا یسعه الا الاحتیاط لنفسه والاحتراز عن سلوک مسالک تفضی غالبا الی المهالک ومن صدّق نفسه فقد صدّق کذوبا وسیری ذٰلک" ولاحول ولا قوة الّا بالله العلی العظیم" واذا کان الامر کما وصف هنالک سقط منشأ السؤال راسا، اذ تبین ان لیس ما یظنه خیرا خیرا والله المسؤل ان یرزق الخیر ویقی الضیر وهو سبحانه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم وصلی الله تعالٰی علٰی سیدنا محمد واٰله وصحبه وبارک وسلم۔

منع کیا تو انھوں نے اس کے نقصانات کا ازالہ کیا، ان کی اس خیر خواہی پر ان کیلئے اجر ہی اجر ہے، اور لوگوں کیلئے اس میں اجازت ہے جو صلاحیت رکھتے ہوں اور ہر ایک کیلئے ثواب اور بشارت ہے، درستی اور حمد رب الارباب کے لیے ہے۔

بالجملہ ہمارے دَور میں مجاورت کی قطعاً اجازت نہیں، عقلمند اپنے لیے فقط احتیاط ہی کی راہ اپناتا ہے اور ہر اس راستہ سے اجتناب کرتا ہے جس سے ہلاکت میں گرنے کا خدشہ ہو، جس نے اپنے نفس کو سچا سمجھا اس نے جھوٹے کی تصدیق کی اور خود اس کا مشاہدہ بھی کرے گا بُرائی سے بچنے اور نیکی بجا لانے کی طاقت اللہ تعالٰی جو بلند و عظیم ہے کی توفیق کے بغیر نہیں، جب معاملہ یہ ہے جو یہاں بیان ہُوا تو اب سرے سے سوال ہی ختم ہو گیا کیونکہ جس شے کو سائل نے خیر تصوّر کیا تھا وہ خیر ہی نہیں، اللہ ہی سے دعا ہے وُہ خیر کی توفیق دے اور نقصان سے بچائے اور وہی مقدس و اعلم ہے اس کا علم کامل و اکمل ہے، اس کے رسول اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود و سلام ہو اور آپ کے آل واصحاب پر بھی۔ (ت)

Marfat.com

شرائطِ حج

مسئلہ ۳۰۱ ازپٹنہ عظیم آباد بخشی محلہ مسئولہ منشی علی حسین صاحب ۲۵ شعبان ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید معمر قریب ہفتاد سال مریض رعشہ کہ تنہا سفر کے قابل نہیں کبھی اپنے زمانۂ صحت وشباب میں اتنے مال کا مالک نہ ہُوا کہ اُس پر حج فرض ہوتا، اب کہ حالت یہ ہے اُس نے اپنا مال وغیرہ بیچا اور پانچسو روپے اُس کے پاس ہوگئے کہ یہی کُل سرمایہ اُس کا ہے، بوجہ ضعف وامراض دوسرے شہر میں جہاں اس کے اعزّہ ہیں سکونت کرنا اور وہاں مکان خریدنا چاہتا ہے، اس صورت میں اُس پر خود حج کو جانا یا روپیہ دے کر حجِ بدل کرانا واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

صُورتِ مستفسرہ میں زید پر حج اصلاً واجب نہیں، ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب مصحح ظاہر الروایۃ میں تو ایسی تندرستی جو اس سفر مبارک کے قابل ہو شرطِ وجوب ہے کہ بغیر اس کے حج سرے سے واجب ہی نہ ہوتا، نہ خود جاتا نہ دوسرے کو بھیجتا، اور صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی کے مذہب مصحح میں اگرچہ تندرستی مذکور شرطِ وجوب نہیں، شرط وجوب ادا ہے کہ وہ نہ ہو تو خود جانا لازم نہیں مگر اپنے عوض اپنے روپے سے اپنی حیات میں یا بعد موت حج کرانا واجب ہے مگر مال جملہ حاجات سے فاضل جانے آنے کے قابل باتفاق فقہائے کرام شرط وجوب ہے کہ بے اس کے حج واجب ہی نہیں ہوتا، اور مکان حاجاتِ اصلیہ سے ہے اس کی خریداری یا بنانے کے بعد اس زمانے میں کہ اب مصارفِ حج بہت قریب گزرے ہوئے زمانے سے تقریباً دوچند ہوگئے

Marfat.com

اتنا بچا کہ اس سے حج کیلیے جانے آنے رہنے کے بھی تمام مصارف ہوں اور زید کے لیے اس حالت میں کہ نہ اور مال نہ کسب پر قدرت کچھ ذریعۂ معاش بچ بھی رہے معقول نہیں، لہذا بالاتفاق ورنہ علی التنزیل صاحبِ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب صحیح مرجح پر تو بلاشبہ زید پر حج کرانا بھی واجب نہیں اور خود حج کو جانا تو بالاجماع اصلاً صورتِ وجوب نہیں رکھتا لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا[1] (اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔ت)

تنویر الابصار و درمختار و ردالمحتار میں ہے:

الحج فرض علی مسلم حر مکلف صحیح البدن[2] (ای سالم عن الأفات المانعة عن القیام بما لابد منه فی السفر فلا یجب علی مقعد ومفلوج وشیخ کبیر لایثبت علی الراحلة بنفسه واعمی وان وجد قائدا لا بانفسهم ولا بالنیابة فی ظاهر المذهب عن الامام وهو روایة عنهما وظاهر الروایة عنهما وجوب الاحجاج علیهم، وظاهر التحفة اختیار قولهما وکذا الاسبیجابی وقواه فی الفتح، وحکی فی اللباب اختلاف التصحیح وفی شرحه انه مشی علی الاول فی النهایة وقال فی البحر العمیق انه المذهب الصحیح وان الثانی صححه قاضیخان فی شرح الجامع واختاره کثیر من المشائخ[3] اھ ش) بصیر ذی زاد وراحلة

حج ہر مسلم آزاد بالغ صحت مند پر لازم ہے (یعنی ہر اس آفت سے محفوظ ہو جس کے باوجود سفر نہیں کیا جا سکتا، پس لولے، فالج زدہ اور ایسے بڑے بوڑھے پر حج فرض نہیں جو سواری پر قائم نہیں رہ سکتا، اسی طرح نابینا پر بھی فرض نہیں اگرچہ کوئی اس کا معاون ہو، امام صاحب کے ظاہر مذہب کے مطابق نہ ان کی ذوات پر لازم اور نہ ان پر نائب بنانا لازم ہے، اور ایک روایت صاحبین سے یہی ہے۔ ظاہر الروایۃ صاحبین سے یہ ہے کہ ان پر حج بدل کروانا لازم ہے۔ تحفہ سے ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے کہ صاحبین کا قول مختار ہے۔ اسبیجابی میں اسی طرح ہے۔ فتح میں اس کو قوی کہا۔ اللباب میں تصحیح اقوال میں اختلاف منقول ہے، اس کی شرح میں ہے کہ نہایہ میں پہلے قول کو لیا گیا ہے۔ بحر العمیق میں ہے کہ یہی مذہب صحیح ہے۔ قاضیخاں نے شرح الجامع میں دوسرے قول کو صحیح کہا ہے، اور اسے کثیر مشائخ نے اختیار کیا اھ ش) ایسے زادِ راہ اور سواری پر قادر ہو

---

[1] القرآن ۲/۲۸۶
[2] درمختار شرح تنویر الابصار — کتاب الحج — مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۵۹-۱۶۰
[3] ردالمحتار — " — مصطفی البابی مصر ۲/۱۵۴

Marfat.com

فضلا عما لابد منه ومنه المسکن ومرمته ولو کان عندہ مالو اشتری بہ مسکنا و خادما لایبقی بعدہ مایکفی للحج لایلزمه خلاصة، وحرر فی النہر انہ یشترط بقاء راس مال لحرفتہ ان احتاجت لذلک و الالا[1] (وراس المال یختلف باختلاف الناس بحر) والمراد مایمکنه الاکتساب بہ قدر کفایتہ وکفایۃ عیالہ[2] اھ ملتقطات، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

جو اس کی ضروریات سے زائد ہو، ان میں اس کی رہائش اور اس کی مرمت بھی ہے، اگر اس کے پاس مال ہے کہ وہ رہائش اور خادم خریدتا ہے اور باقی اتنا مال نہیں بچتا جو حج کے لیے کافی ہو تو اس پر حج فرض نہیں ہوگا، خلاصہ۔ اور نہر میں ہے اگر وہ کسی کاروبار کا محتاج ہے تو اس کے لیے سرمایہ کا باقی رہنا بھی شرط ہے اور اگر محتاج نہیں تو پھر یہ شرط نہ ہوگی، مختلف لوگوں کے اعتبار سے سرمایہ مختلف ہوسکتا ہے، بحر۔ اور کاروبار سے مراد اتنا ہے جس سے اپنی اور اپنے عیال کے لیے بقدر کفایت روزی حاصل سکے اھ اختصاراً۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۰۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ادائے حج ہندہ پر مدت سے فرض تھا اب جانے کا قصد کیا تو محارم اس کے بہت موانع نہیں جاسکتے، ایک محرم کو کہ ارتکاب مناہی سے بیباک ہے اور انصرام سفر کے کاموں کا اس سے متوقع نہیں، لے جانا ممکن ہے اور ایک عورت متقیہ اور ایک بھتیجا شوہر ہندہ کا کہ بچپن سے اس کے سامنے ہوتی دیندار و ہوشیار ہے جاتے ہیں ان کے ساتھ نہ جائے گی تو پھر جانے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی، فرض رہ جائے گا، اس صورت میں ہندہ کو جانا چاہیے یا نہیں، اور جائے تو کس کے ساتھ جائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

عورت کو بغیر محرم کے حج خواہ کسی اور کام کے واسطے سفر کرنا ناجائز ہے اور بھتیجا شوہر کا محرم نہیں، اور محرم فاسق بیکار ہے اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے، اور معیت زنِ متقیہ کی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کافی نہیں لیکن اگر بغیر محرم کے چلی گئی اور حج کرلیا تو فرض ساقط اور حج مع الکراہۃ ادا، اس فعلِ ناجائز کی معصیت جدا، پس جب ہندہ پر بسبب اجتماعِ شرائط کے حج فرض ہوگیا تھا اور اب معیت محرم کی نہیں ملتی تو چارہ کار یہی ہے،

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار — کتاب الحج — مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۶۰
[2] ردالمحتار — " — مصطفی البابی مصر ۲/۱۵۶

Marfat.com

کہ نکاح کرے، اگر یہ خوف ہو کہ شاید اس نے نکاح کرلیا اور پھر نہ گیا تو یہ پھنس گئی اور حج بھی نہ ہُوا، یا اندیشہ ہو کہ شوہر موافق مزاج نہ نکلے چاہیے تو تھا چند روز کے لیے اور پابند ہو گئی عمر بھر کی، یا سرے سے اسے پابندِ شوہر رہنا منظور ہی نہ ہو، صرف اُس ضرورت کی رفع تک نکاح چاہیے، تو **اقول** (میں کہتا ہُوں۔ ت) اس کی تدبیر یہ ہے کہ اس شرط پر نکاح کرے کہ اگر تو اس سال میرے ساتھ حج کو نہ جائے تو مجھ پر ایک طلاق بائن ہو اور جب بعد حج میں واپس آؤں اور اپنے مکان میں قدم رکھوں تو فوراً مجھ پر طلاق بائن ہو، یوں اگر وُہ نہ گیا تو طلاق ہو جائے گی اور اگر گیا تو واپسی پر عورت جس وقت اپنے مکان میں قدم رکھے گی نکاح سے نکل جائیگی، اور بہتر اور آسان تر یہ ہے کہ اس شرط پر نکاح کرے کہ مجھے ہر وقت اپنے نفس کا اختیار ہو کہ جب کبھی چاہوں اپنے آپ کو ایک طلاق بائن دے دُوں، یوں اُس کے نہ جانے یا واپس آنے پر اور اس کے بعد بھی ہر وقت عورت کو اختیار رہے گا مرضی ہو اس کی زوجیت میں رہے نہ مرضی ہو اپنے آپ کو ایک طلاق بائن دے کر جُدا ہو جائے، درمختار میں ہے:

مع زوج او محرم بالغ عاقل غیر مجوسی ولا فاسق لامرأۃ ولو عجوزا وھل یلزمھا التزوج قولان ولو حجت بلا محرم جاز مع الکراھۃ[1]۔

عورت خواہ بوڑھی ہو اس کے لیے خاوند یا محرم بالغ کا ہونا ضروری ہے بشرطیکہ وہ محرم فاسق اور مجوسی نہ ہو۔ کیا عورت پر حج کے لیے نکاح ضروری ہے، اس بارے میں دو قول ہیں، اگر عورت نے بغیر محرم حج کرلیا تو جائز مع الکراہت ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ قولان ھما مبنیان علی ان وجود الزوج او المحرم شرط وجوب ام شرط وجوب الاداء والذی اختارہ فی الفتح انہ مع الصحۃ وامن الطریق شرط وجوب الاداء فیجب الایصاء ان منع المرض وخوف الطریق اولم یوجد زوج ولا محرم ویجب علیھا التزوج عند فقد المحرم وعلی الاول لایجب شیئ من ذٰلک

قولہ قولان، یہ دونوں اس بنا پر ہیں کہ خاوند یا محرم کا ہونا نفسِ وجوب کے لیے شرط ہے یا وجوبِ ادا کے لیے، فتح میں جو مختار ہے وہ یہ ہے کہ صحت اور راہ پُر امن ہو تو وجوبِ ادا کے لیے شرط ہے، اگر مرض یا راستہ کا خوف مانع ہے تو حج کے بارے میں وصیت لازم ہوگی یا خاوند و محرم نہیں تو محرم کی عدم موجودگی میں نکاح کرنا ضروری ہوگا، اور پہلے قول پر ان میں سے کوئی چیز بھی واجب نہیں

---

[1] درمختار کتاب الحج مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۶۰-۱۶۱

Marfat.com

كما فی البحر وفی النهر وصحح الاول فی البدائع ورجح الثانی فی النهاية تبعا لقاضی خان واختارہ فی الفتح اھ قلت لکن جزم فی اللباب بانه لایجب علیها التزوج مع انه مشی علی جعل المحرم او الزوج شرط اداء ورجح هذا فی الجوهرة وابن امیرحاج فی المناسك كما قاله المصنف فی منحه قال ووجهه انه لایحصل غرضها بالتزوج لان الزوج له ان یمتنع من الخروج معها بعد ان یملکها ولاتقدر علی الخلاص منه وربما لایوافقها فتتضرر منه بخلاف المحرم فانه ان وافقها انفقت علیه و ان امتنع امسکت نفقتها وترکت الحج اھ فافهم[1] اھ ما فی ش **اقول** نعم المخلص من هذه کلها ماذکرت من ان تتزوج بشرط ان تملك طلقة بائنة تطلق بها نفسها متی شاءت فان لم یخرج معها او لم یوافقها او لم تردہ تخلص نفسها ولاحرج علیها واللّٰه تعالٰی اعلم۔

جیساکہ بحر اور نہر میں ہے، بدائع نے اول کو صحیح بتایا اور نہایہ نے قاضی خاں کی اتباع میں دوسرے کو ترجیح دی ہے، اور فتح میں بھی اسی کو اختیار کیا ہے اھ میں کہتا ہوں اللباب میں اس پر جزم ہے کہ اس عورت پر نکاح کرنا لازم نہیں باوجودیکہ انھوں نے بھی یہ کہا ہے محرم یا خاوند وجوبِ ادا کے لیے شرط ہے، اسے جوہرہ میں اور ابن امیر حاج نے المناسک میں اسی کو ترجیح دی، جیساکہ مصنف نے اپنی منح میں کہا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نکاح سے اس عورت کی غرض کا پورا ہونا ضروری نہیں ممکن ہے خاوند نکاح کے بعد اجازت نہ دے اور وہ عورت اس سے خلاصی پر قادر بھی نہ ہو، بہت دفعہ خاوند و بیوی میں موافقت نہیں رہتی لہٰذا نکاح سے نقصان ہوگا بخلاف محرم کے، اگر وہ عوت کی موافقت کرے گا تو اس پر خرچ کرے گی اور اگر وہ رک جاتا ہے تو وہ خرچ بھی روک کر حج چھوڑ دے گی اھ فافہم ما فی ش **اقول** (میں کہتا ہوں۔ ت) ان تمام صورتوں میں بچت اس میں ہے جو ہم نے ذکر کیا، عورت اس شرط پر نکاح کرے کہ عورت طلاق بائنہ کی مالک ہوگی اور جب چاہے اپنے آپ کو دے سکے گی اب اگر خاوند اس کے ساتھ نہیں جاتا یا موافقت نہیں کرتا یا جواب نہیں دیتا تو اس سے خلاصی پائے اور اس پر کوئی تنگی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] رد المحتار کتاب الحج مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۵۸

Marfat.com

مسئلہ ۳۰۳: از پیلی بھیت محلہ بشیر خاں مرسلہ محمد عبداللطیف خاں صاحب رئیس ۸ شوال ۱۳۲۲ھ

جناب مولوی صاحب مخدوم بندہ سلامت، بعد سلام نیاز کے عرض یہ ہے میری بھاوج بیوہ فی الحال ارادہ حج بیت اللہ شریف کے جانے کا رکھتی ہیں بلکہ بھاوج صاحبہ کا قصد حال میں روانگی کا ہے مگر ہمراہ ان کے کوئی شخص محرم نہیں ہے، جو شخص کہ ان کے ہمراہ جاتا ہے وہ ان کے دُور کے رشتہ کا بھائی ہے اور عرصہ سے بھاوج صاحبہ کے پاس ملازم ہے مگر شخص مذکور محتاط نہیں ہے، یہاں کے علماء نامحرم شخص کے ہمراہ جانے سے منع فرماتے ہیں، اور بھاوج صاحبہ کے حقیقی بھائی مکہ شریف سال گزشتہ میں گئے ہوئے ہیں واپسی میں وہ ان کے ہمراہ آئیں گے، جناب بموجب شرع شریف یہ ارقام فرمائیے کہ بھاوج صاحبہ کا ایسے شخص کے ہمراہ جانا جائز ہے یا ناجائز؟ جواب سے جلد مطلع فرمائیے۔

الجواب

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایحل لامرأۃ تؤمن باللہ والیوم الاٰخر ان تسافر مسیرۃ یوم ولیلۃ الامع ذی رحم محرم یقوم علیہا[1]۔ حلال نہیں اس عورت کو کہ ایمان رکھتی ہو اللہ اور قیامت پر کہ ایک منزل کا بھی سفر کرے مگر محرم کے ساتھ جو اس کی حفاظت کرے

یعنی بچّہ یا مجنون یا مجوسی یا بے غیرت فاسق نہ ہو ایسا اگر محرم ہو تو اس کے ساتھ بھی سفر حرام ہے کہ اس سے حفاظت نہ ہوسکے گی یا ناحفاظتی کا اندیشہ ہوگا، حج کا جانا ثواب کے لیے ہے اور بے محرم جانے میں ثواب کے بدلے ہر قدم پر گناہ لکھا جائے گا میں خاص اس موقع کے لیے نہیں کہتا بلکہ عام مسئلہ بتاتا ہوں کہ جو عورت حج کو جانا چاہے اور محرم نہ پائے اور شوہر نہ رکھتی ہو اس کا طریقہ یہ ہے کہ کسی کفو سے نکاح کرکے اُسے ساتھ لے جائے پھر اگر نکاح کو باقی رکھنا نہ چاہے اور اندیشہ ہو کہ دوسرے کی پابند ہوجائیگی تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ کسی کو (فلاں) کفو کے ساتھ اپنے نکاح کرنے کا اس شرط پر کہ جب میں سفرِ حج سے اپنے مکان پر واپس آؤں مکان میں قدم رکھتے ہی فوراً مجھ پر ایک طلاق بائن ہو پھر وکیل کرے

---

[1] صحیح بخاری باب فی کم یقصر الصلوٰۃ وسمہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوماً ولیلۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۴۷-۱۴۸
صحیح مسلم باب سفر المرأۃ مع محرم الی حج وغیرہ " " " ۱/۴۳۳-۴۳۴
سنن ابوداؤد کتاب المناسک باب المرأۃ تحج بغیر محرم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۴۱
الترغیب والترھیب ترہیب المرأۃ ان تسافر الخ مصطفٰے البابی مصر ۴/۷۲

Marfat.com

یہ وکیل یونہی نکاح کرے یعنی اُس سے کہے میں نے فلانہ بنت فلاں بن فلاں اپنی موکلہ کو اتنے مہر کے عوض اس شرط پر تیرے نکاح میں دیا کہ جب وہ عورت بعد حج اپنے گھر واپس آئے مکان میں داخل ہوتے ہی اس پر ایک طلاق بائن ہو، شوہر کہے میں نے اسے اس شرط پر قبول کیا، اب بعد واپسی گھر میں آتے ہی فوراً اس کے نکاح سے نکل جائے گی جسے وہ کسی طرح نہیں روک سکتا، اور جسے مکہ معظمہ سے۔ ایسی پر محرم ملنے کا یقین ہو یوں شرط کرے کہ مکہ معظمہ پہنچتے ہی مجھ پر ایک طلاق بائن ہو مکہ معظمہ پہنچتے ہی طلاق بائن واقع ہو جائے گی، مگر اگر بیچ میں خلوت واقع ہوئے تو تا انقضائے ایام عدت وہاں (مکہ معظمہ) قیام لازم ہوگا اور خلوت نہ ہو تو یہ دقت بھی نہ ہوگی اور ہر حال میں جو عورت ولی رکھتی ہو اُس کے لیے یہ ضرور ہوگا کہ نکاح مذکور ایسے شخص سے کرے جو قوم یا مذہب یا پیشے یا چال چلن میں ایسا کم نہ ہو کہ اُس سے نکاح اُس کے ولی کے لیے باعث ننگ و عار ہو، یا اگر ایسا شخص ہے تو ولی اس کے اس حال پر مطلع ہو کر پیش از نکاح صریح اجازت دے دے ورنہ نکاح نہ ہوگا، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰۴ عبدالجبار خاں صاحب از محلہ جسولی بریلی ۷ شوال ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین بابت اس مسئلہ کے کہ ایک بیوہ عورت مالدار جس کو مقدور حج بیت اللہ شریف کے جانے کا ہو، جس کی عمر تخمیناً چالیس یا پینتالیس سال کی ہے اور اس کو بیوہ ہوئے عرصہ ۲۳ یا ۲۴ سال کا ہوا اور اس کے منہ میں دو ایک دانت داڑھ باقی ہیں اور سر کھچڑی ہے، وہ بیوہ سفر حج بیت اللہ شریف بوساطت یا بہمراہ اپنے رشتہ کے ماموں جن کے سامنے روز پیدائش سے اس وقت تک بے پردہ مثل اپنے والدہ کے آتی ہے اور نیز اس کی اور ہمشیرگان و والدہ وغیرہ اُن کے سامنے بے پردہ آتی ہوں، اور ماموں کی عمر تخمیناً ۷۰ یا ۸۰ برس کی ہے اور وہ ماموں مع اپنی بی بی اور بچہ اور نیز ایک غلام خانہ زاد و دیگر عورات ملازمہ کے حج بیت اللہ شریف جاتے ہیں، اگر وہ بیوہ مذکور اپنے ایسے ماموں رشتہ دار جن کی تعریف اُوپر ہو چکی ہے جس کو حقیقی ماموں سے کم خیال نہیں کیا جا سکتا ہے اُن کے ہمراہ اپنے خرچ سے سفر بیت اللہ شریف کو جائے اور حج و زیارت سے مشرف ہو کر اپنے وطن کو واپس آجائے تو اس کی صورت دیکھنا اور اُس سے ملنا اُس کے رشتہ داروں کو حرام ہے یا حلال؟ یا جائز ہے یا ناجائز؟ یا ثواب پائے گی یا عذاب؟ یا کچھ نہیں؟

الجواب

لا تبدیل لحکم اللہ اللہ کے حکم کو کوئی بدلنے والا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا یحل لامرأۃ تؤمن باللہ والیوم الاٰخر ان تسافر ثلثۃ ایام، وفی

حلال نہیں کسی عورت کو جو اللہ تعالٰی اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو کہ ایک منزل بھی سفر کو جائے

Marfat.com

رواية يوما وليلة الا ومعها زوجها او ذورحم محرم منها[1] او كما لفظه وهذا معناه۔

جب تک ساتھ میں شوہر یا وہ رشتہ دار نہ ہو جس سے ہمیشہ ہمیشہ کو نکاح حرام ہے۔

جانا چاہے تو اس پر لازم ہے کہ اپنے کسی محرم کو ساتھ لے یا حج سے واپسی تک کے لیے نکاح کرلے اگرچہ ستّر اسّی برس کی عمر والے سے جو اس کے ساتھ جائے آئے کہ مقصود صرف یہ ہے کہ بے محرم یا شوہر کے جانا صادق نہ ہو، باقی مقاصد زوجیت ہونے نہ ہونے سے بحث نہیں، اور اگر اندیشہ ہو کہ وہ بعد واپسی طلاق نہ دے گا تو نکاح یوں کیا جائے کہ عورت کہے میں نے اپنے نفس کو تیرے نکاح میں دیا اس شرط پر کہ جب تو مجھے حج کو لے جائے اور واپس آئے تو واپس اپنے مکان پر پہنچتے ہی مجھ پر طلاق بائن ہو یا اگر تو اس سال اس قافلہ کے ساتھ حج کو میرے ہمراہ نہ جائے تو مجھ پر طلاق بائن ہو، مرد کہے میں نے قبول کیا اسی شرط پر کہ جب میں تجھے حج کو لے جاؤں (الی آخرہ) یوں اگر وہ ساتھ نہ جائے تو طلاق ہو جائے گی، اور ساتھ جائے تو واپس پہنچتے ہی طلاق ہو جائے گی، بغیر اس کے جو قدم رکھے گی گناہ میں لکھا جائے گا، ان گناہان کثیرہ کے باعث اگر رشتہ دار اُس سے نہ ملیں تو بے جا نہیں، واللہ سبحانہٗ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۰۵: مسئولہ حافظ محمد عبداللطیف صاحب علیگڑھی ۲۷ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت ضعیفہ ستّر سالہ یا نوجوان عفیفہ نے تن تنہا یا غیر محرم کے ساتھ بقصدِ حج حرمین کا سفر کیا جب بہت کچھ مسافت طے کر چکی تو اس کو راستہ سے اسی حالت میں واپس کرالیا جائے اور اگر وہ خانہ کعبہ اور عرفات میں پہنچ گئی اور ارکانِ حج بتمامہ مع سنن وواجبات وفرائض ادا کئے تو اس کا حج ادا ہو گا یا نہیں؟ اور سفر کی تنہائی مانع ومفسدِ حج ہو گی یا نہیں؟ اور اس کا راستہ سے لوٹانا مناسب ہو گا یا نہیں؟ بینوا بالکتاب والسنة وتوجروا ببیان احکام القراٰن والشریعة (کتاب وسنت سے اس کی تفصیل بیان کیجئے، احکامِ قرآن وشریعت کے بیان پر اللہ تمہیں اجر عطا فرمائیگا۔ ت)

الجواب

عورت اگرچہ عفیفہ یا ضعیفہ ہو اُسے بے شوہر یا محرم سفر کو جانا حرام ہے، یہ عفیفہ ہے تو جن سے اس پر

---

[1] صحیح بخاری، باب فی کم یقصر الصلوٰۃ الخ، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱/ ۱۴۷-۴۸
صحیح مسلم، باب سفر المرأۃ مع محرم الٰی حج وغیرہ، ؍؍، ۱/ ۴۳۳-۳۴
سنن ابوداؤد، باب المرأۃ تحج بغیر محرم، آفتاب عالم پریس لاہور، ۱/ ۲۴۲
الترغیب والترھیب، ترھیب المرأۃ ان تسافر وحدھا بغیر محرم، مصطفی البابی مصر، ۴/ ۷۲

Marfat.com

اندیشہ ہے وُہ تو عفیف نہیں، اور یہ ضعیفہ ہے تو سفر خصوصاً سفرِ حج میں اور زیادہ محتاج محرم ہے کہ جہاز یا اونٹ پر چڑھانے اتارنے کے لیے ضعیفہ کو دوسرے شخص کی زیادہ حاجت ہے، ہاں اگر چلی جائے گی گنہ گار ہوگی، ہر قدم پر گناہ لکھا جائے گا، مگر حج ہوجائے گا کہ معیتِ محرم شرطِ صحتِ حج نہیں، رہی واپسی اگر اُس کا شوہر یا محرم اُس کے ساتھ حج کو جاسکتا ہے تو یہی مناسب ہے، اس صورت میں واپسی کرنا مناسب نہیں، اگر زوج یا محرم کوئی نہیں، یا ہے مگر حج کو نہیں جاسکتا تو اگر ابھی مدتِ سفر تک نہیں گئی ہے واپسی لازم ہے اور اگر مدتِ سفر تک قطع کر چکی تو شوہر یا محرم ہوں تو واپس لائیں کہ اس میں ازالۂ گناہ ہے اور ازالۂ گناہ فرض ہے۔

قال الله تعالٰی یاایها الذین اٰمنوا قوا انفسکم واهلیکم نارا[1]۔

اللہ تعالٰی کا ارشادِ گرامی ہے: اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو آگ سے بچالو۔ (ت)

وقال صلی الله تعالٰی علیه وسلم من رای منکم منکرا فلیغیره بیده[2]۔

اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے: تم میں سے جو بُرائی دیکھے اسے طاقت سے روکے۔ (ت)

اور اگر شوہر و محرم نہیں رکھتی تو اگر اتنی دُور پہنچ گئی کہ مکہ معظمہ تک مدتِ سفر نہیں مثلاً جدّہ پہنچ گئی تو اب چلی جائے اور واپس نہ ہو کہ واپسی میں سفر بلا محرم ہے اور وُہ حرام ہے۔

وکانت کمن ابانها زوجها او مات عنها ولو فی مصر ولیس بینها وبین مصرها مدة سفر رجعت ولو بین مصرها مدة وبین مقصدها اقل مضت۔

مثلاً اس عورت کو خاوند نے طلاق بائن دے دی یا وُہ فوت ہوگیا اگر وُہ شہر تھا اور اس عورت اور اس کے وطن کے درمیان مدتِ سفر نہیں تو وہ عورت لوٹ آئے اور اگر اس کے وطن کے لیے مدتِ سفر ہو اور مقصد کے لیے مدت سے کم ہو تو سفر جاری رکھے (ت)

پھر بعد حج مکہ معظمہ میں اقامت کرے بلا محرم گھر کو واپس آنا بلکہ مدینہ طیبہ کی حاضری ناممکن ہے، یہ وہ عورت ہے جس نے خود اپنے آپ کو بلا میں ڈالا، اس کے لیے چارہ کار نہیں مگر یہ کہ اس کا کوئی محرم جاکر اسے لائے، یُوں کہ اُس سال وُہ جانا نہ چاہتا تھا اس سال گیا یا یُوں کہ اُس سال تک اُس کا کوئی محرم نابالغ تھا اب بالغ ہُوا اور لاسکتا ہے اور یہ بھی نہ ہو تو چارۂ کار نکاح ہے نکاح کرے پھر شوہر کے ساتھ چاہے واپس آئے یا وہیں مقیم رہے، اور اگر

---

[1] القرآن ۶۶/۶

[2] صحیح مسلم باب بیان کون النہی عن المنکر من الایمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۱

Marfat.com

دونوں طرف مدتِ سفر ہے تو یہ بلاسخت تر ہے اور جانا یا آنا کوئی بھی بے گناہ نہیں ہوسکتا، مگر بہ حصول محرم یا تحصیل شوہر، شوہر کے قبضہ میں اگر ہمیشہ رہنا نہ چاہئے تو اس کا یہ علاج ہے کہ اس شرط پر نکاح کرے کہ میرا کام میرے ہاتھ میں رہے گا جب چاہوں اپنے آپ کو طلاق بائن دے لوں، اور اگر یہ بھی ناممکن ہو تو سب طرف سے دروازے بند ہیں پوری مضطرہ ہے اگر ثقہ معتمدہ عورتیں واپسی کے لیے ملیں تو مذہب امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ پر عمل کرکے اُن کے ساتھ واپس آئے اور جانے کیلئے ملیں تو انکے ساتھ جائے انھیں کے ساتھ واپس آئے کہ تقلیدِ غیر عند الضرورۃ بلاشبہ جائز ہے کما فی الدر المختار وغیرہ (جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ ت) اس لیے ارشاد ہُوا کہ اختلاف اصحابی لکم رحمۃ[1] (میرے صحابہ کا اختلاف تمہارے لیے رحمت ہے۔ ت) ھذا ماظھر لی والعلم بالحق عند ربی فلیحرر ولیراجع (یہ مجھ پر واضح ہُوا اور حق کا علم میرے رب کے پاس ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۰۶ تا ۳۰۷: مرسلہ حافظ محمد ایاز صاحب از قصبہ نجیب آباد ضلع بجنور محلہ پٹھان پور ۴ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسائل ذیل میں موافق حکمِ شرع شریف بموجب قرآن وحدیث عقائد اہل سنت ارشاد فرمائیے اللہ تعالٰی اجرِ عظیم عطا فرمائے:

(۱) جس کے پاس روپیہ تنخواہ ورشوت وغیرہ کا شامل ہو اور اس کے خرچ خانگی وغیرہ سے فاضل ہو تو اُس شخص پر حجِ بیت اللہ شریف فرض ہے یا نہیں؟ اگر فرض ہے تو اس روپے سے حج ادا ہوگا یا نہیں؟ اگر نہیں ادا ہوگا تو اس کے واسطے کیا صُورت ہونی چاہئے کہ جس سے حج بھی ادا ہو جائے اور ثواب کا بھی مستحق ہو؟

(۲) جس شخص کے پاس روپیہ واسطے خرچ حجِ بیت اللہ شریف موجود ہے لیکن وُہ شخص بوجہ پُوری تندرستی نہ ہونے کے خود جانے سے معذور ہے تو اس پر حج فرض ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو وہ کس صورت سے ادا ہوسکتا ہے کہ جس سے یہ شخص سبکدوش ہو؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) اگر اس کے پاس مالِ حلال کبھی اتنا نہ ہوا جس سے حج کرسکے اگرچہ رشوت کے ہزار ہا روپے ہوتے تو اس پر حج فرض ہی نہ ہوا کہ مالِ رشوت مثلِ مالِ مغصوب ہے وُہ اس کا مالک ہی نہیں، اور اگر مالِ حلال

---

[1] تہذیب تاریخ دمشق ترجمہ سلیمان بن کثیر دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/ ۲۸۵
کنز العمال حدیث ۱۰۰۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۱۹۹

Marfat.com

اس قدر اس کے پاس ہے یا کسی موسم میں ہُوا تھا تو اس پر حج فرض ہے مگر رشوت وغیرہ حرام مال کا اس میں صرف کرنا حرام ہے اور وُہ حج قابلِ قبول نہ ہوگا اگرچہ فرض ساقط ہو جائے گا۔ حدیث میں ارشاد ہُوا جو مالِ حرام لے کر حج کو جاتا ہے جب وُہ لبیک کہتا ہے فرشتہ جواب دیتا ہے :

لا لبیك ولا سعدیك حتی تردما فی یدیك وحجك مردود علیك[1] | نہ تیری حاضری قبول نہ تیری خدمت قبول، اور تیرا حج تیرے مُنہ پر مردود، جب تک تو یہ حرام مال جو تیرے ہاتھوں میں ہے، واپس نہ دے۔

اُس کے لیے چارۂ کار یہ ہے کہ قرض لے کر فرض ادا کرے۔

(۲) عذر اگر ایسا ہو کہ مانع سفر ہے مثلاً آنکھیں نہیں یا پاؤں نہیں اور اس عذر کے زوال کی کوئی امید نہیں تو اپنی طرف سے حجِ بدل کرا دے، اور اگر عذر مانع سفر نہیں تو خود جائے، اور اگر مانع سفر ہے مثلاً زوال کی امید ہے جیسے تپِ شدید یا درد وغیرہ تو حجِ بدل نہیں کرا سکتا بلکہ زوال کا انتظار کرے، جب شفا ہو جائے خود جائے، اور اگر قبل شفا وقت آجائے تو حجِ بدل کی وصیت کر جائے، اگر اپنی طرف سے کوئی تقصیر نہ کی تھی یعنی جب سے حج فرض ہوا تھا عذر مانع سفر لاحق تھا اور قبل زوال وقت آگیا تو اس پر مواخذہ نہ ہوگا، اور اگر ایک سال بھی ایسا گزر گیا تھا کہ جا سکتا تھا اور نہ گیا تو گنہگار ہُوا، استغفار واجب ہے، اور حجِ بدل کرانا فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰۸: مسئولہ حافظ محمد ایاز صاحب از قصبہ نجیب آباد ضلع بجنور ۲۰ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل میں حضور نے پہلے استفتاء میں بابت حجِ بیت اللہ شریف یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جس کے پاس مال رشوت وغیرہ کا شامل ہے اُس کو چاہئے قرض لے کر حج ادا کرے انتہی۔ اب آئندہ یہ ارشاد فرمائیے کہ وہ قرضہ کہاں سے ادا کرے؟ معترض کہتا ہے کہ اوّل تو جب رشوت وغیرہ کا روپیہ اس کی ملک نہیں ہے تو اُس کے پاس اور کچھ نہیں اور قرض لے کر حج فرض ادا کرنے کی ممانعت ہے، اور بالفرض اگر قرض لے کر حج کے واسطے رکھا اور اپنے روپے سے جو رشوت وغیرہ کا اُس کے پاس ہے اُس سے قرض ادا کر دیا تو وہ کیا ہُوا اُسی اپنے روپے کی وجہ سے تو اس نے قرض لیا تھا لہٰذا یہ روپیہ بھی بعینہٖ اپنے ہی روپے کی مثل ہُوا تو اس کے واسطے دلیل وثبوت کافی ارشاد ہو کہ تسکین ہو جائے یہ شخص حج کے واسطے جانے کا بہت ہی مشتاق ہے۔

---

[1] ارشاد الساری الیٰ مناسک الملا علی قاری باب المتفرقات دارالکتاب العربی بیروت ص ۳۲۲

Marfat.com

الجواب

روپیہ کہ قرض لیا گیا کہ ایک مالِ حلال ہے کہ عقدِ صحیح شرعی سے حاصل کیا تو اس میں خبث کی کوئی وجہ نہیں۔ عالمگیری وغیرہ کتبِ معتمدہ میں تصریح ہے کہ جس کا مال حرام ہے وہ اگر زید کی دعوت کرے یا اسے کچھ دے اور اسکے ورثتہ او استقرضتہ[1] یہ مال مجھے ترکہ میں ملا ہے یا میں نے قرض لیا ہے، تو اس کا لینا اور دعوت کھانا حلال ہے اور جب حج بھی اسی سے فرض ہو چکا تھا اور اب اس کے پاس مالِ حلال نہ رہا صرف مالِ حرام ہے اور مالِ حرام سے حج مردود ہے، تو چارۂ کار سوا اس کے کیا ہے کہ کسی ذریعۂ حلال سے مال حاصل کرکے حج کو جائے اور قرض ادا کرے، قرض بھی ذریعہ حلال ہے، یہ فرض تو ادا ہو گیا، ہاں ادائے قرض میں اس پر دقت ہے کہ مالِ حرام کو اپنے کسی مصرف میں صرف کرنا اسے جائز نہیں، مگر یہ مسئلہ جداگانہ ہے حج سے اُسے تعلق نہیں، اپنی نجات چاہے تو مالِ حرام اُس کے مالک کو یا وارثوں کو پہنچائے اور نہ ملیں تو تصدق کرے اور وجہ حلال سے مال پیدا کرکے قرض ادا کرے اگر ادا ہو گیا فبہا ورنہ حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ جو حج یا جہاد یا نکاح کے لیے قرض لے وہ قرض اللہ عزوجل کے ذمۂ کرم پر ہے[2] اور اگر پیرویِ نفس کی اور مالِ حلال کی طرف توجہ نہ کی اسی حرام سے قرض ادا کیا اور اپنے مصارف میں صرف کرتا رہا تو یہ ایک گناہ ہے اور حج فرض ادا نہ کرتا تو دو گناہ تھے ایک گناہ سے بچ گیا یہ کیا کم ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۰۹ مولوی ابوالمحاسن محمد سجاد بہاری صاحب مدرس اوّل و مہتمم مدرسہ انوار العلوم شہر گیا
۱۲ شوال ۱۳۳۴ھ

مولانا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج شریف! باعث تحریر عریضہ ہذا یہ ہے کہ اس سال نظر بحالات موجودہ حج کے متعلق عامہ مسلمین کو کیا حکم دیا جائے، جناب عالی کی رائے صائب ہو گی کیا خبر احوال شریف مکہ و موجودہ جنگ کے واقعات مسقط وجوب ہو سکتے ہیں یا نہیں، اگر بالفرض اس قسم کا احتمال مسقط وجوب ہو بھی تو ایسے موقع پر فتوٰی کیا دینا چاہیے، اُمید کہ جواب بالصواب سے سرفراز فرمائیں گے۔

الجواب

افواہ کا اعتبار نہیں اگر واقعی ثابت ہو کہ راستہ میں امن نہیں تو وجوب نہ ہو گا کہ من استطاع الیہ سبیلا[3] (جو اس تک چل سکے۔ ت) صادق نہ آیا مگر یہ اس کے لیے ہے جس پر اسی سال وجوبِ حج ہوتا اور جن

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی عشر فی الہدایا والضیافات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲
[2] مجمع الزوائد باب فیمن نوی دینہ واہتم بہ دارالکتاب بیروت ۴/۱۳۲
[3] القرآن ۳/۹۷

Marfat.com

پر پہلے سے واجب ہولیا ہے اور اپنی کاہلی سے اب تک ادا نہ کیا اُن پر سے وجوب ساقط نہیں ہو سکتا، غایت یہ کہ جس سال امن نہ ہونا ثابت ہو وجوبِ ادا نہ ہوگا جب باذنہ تعالیٰ امن ہو جائے واجب الادا ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱۰ ازقادری گنج ضلع بیر بھوم ملک بنگالہ مرسلہ سید ظہور الحسین صاحب قادری رزاقی کرمانی ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

حضور سرورِ کائنات (صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) کا مزار اقدس بلکہ مدینہ طیبہ عرش و کرسی و کعبہ شریف سے افضل ہے یا نہیں؟

الجواب

تربتِ اطہر یعنی وہ زمین کہ جسمِ انور سے متصل ہے کعبہ معظمہ بلکہ عرش سے بھی افضل ہے[1] صرح بہ عقیل الحنبلی وتلقاہ العلماء بالقبول (اس پر ابو عقیل حنبلی نے تصریح کی اور تمام علماء نے اسے قبول کیا۔ ت) باقی مزار شریف کا بالائی حصہ اس میں داخل نہیں، کعبہ معظمہ مدینہ طیبہ سے افضل ہے، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ مدینہ طیبہ سوائے موضع تربتِ اطہر اور مکہ معظمہ سوائے کعبہ مکرمہ ان دونوں میں کون افضل ہے، اکثر جانب ثانی ہیں اور اپنا مسلک اول اور یہی مذہب فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہے، طبرانی کی حدیث میں تصریح ہے کہ المدینۃ افضل من مکۃ[2] (مدینہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) مکہ سے افضل ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] مسلک متقسط مع ارشاد الساری باب زیارہ سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۳۶

[2] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۴۴۵۰ المکتبہ الفیصلیہ بیروت ۴/ ۲۸۸

Marfat.com

باب الجنایات فی الحج

(جنایاتِ حج کا بیان)

مسئلہ ۳۱۱ از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ ملا یعقوب علی خاں ۴ رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص احرام میں ذرا دیر سر پہ بھولے سے کپڑا ڈال لے تو حکم ہے کہ من گیہوں دے اور جو مکّہ میں نہ دے تو یہاں دے کیا حکم ہے؟ حج میں تو خلل نہیں کہ یہ مستحب ہے اور اگر کسی عذر کے سبب سر چھپانا پڑے تو کیا حکم ہے؟

الجواب

جو مرد اپنا سارا یا چوتھائی سر بحالتِ احرام چھپائے جسے عادۃً سر چھپانا کہیں جیسے ٹوپی پہننا، عمامہ باندھنا، سر سے چادر اوڑھنا، دھوپ کے باعث سر پر کپڑا ڈالنا، درد کے سبب سر کسنا، زخم کی وجہ سے پٹّی باندھنا (نہ گٹھڑی یا صندوق یا خوان وغیرہ کا سر پہ اٹھانا کہ یہ سر چھپانے میں داخل نہیں) اُس پہ مطلقاً جُرمانہ واجب ہے، اگرچہ بھولے سے اگرچہ سوتے میں اگرچہ بیہوشی میں اگرچہ عذر سے مگر صحتِ حج میں خلل نہیں، ہاں ایک طرح کا قصور ہے جس کی تلافی کو جُرمانہ مقرر ہوا جیسے نماز میں سہواً ترک واجب سے سجدہ، عذر و بے عذر میں اتنا فرق ہے کہ اگر بے عذر ایک دن کامل یا ایک رات کامل یا اس سے زائد سر چھپا رہا تو خاص حرم میں ایک قربانی ہی کرنی ہوگی جب چاہے کرے، دُوسرا طریقہ کفارہ کا نہیں اور عذر مثلاً بخار یا سردی یا زخم یا درد کے سبب اتنی مدّت چھپایا تو اختیار ہوگا حرم میں قربانی کرے یا جہاں چاہے جب چاہے یا تین[۳] صاع گیہوں یا مثلاً چھ[۶] صاع جو چھ[۶] مسکینوں کو دے یا تین[۳]

Marfat.com

روزے جس طرح چاہے رکھ لے، اور اگر کامل دن یا رات کی مدت سے کم چھپا رہا اگرچہ کتنی ہی تھوڑی دیر کو، تو بے عذری کی صورت میں صدقۂ فطر کی طرح خاص صدقہ ہی لازم ہوگا یعنی نیم صاع گیہوں یا مثلاً ایک صاع جو کہ جہاں چاہے دے اور بصورتِ عذر مختار ہوگا چاہے یہ صدقہ دے یا ایک روزہ جہاں چاہے رکھ لے۔ ایک صاع دو سو ستر تولے کا ہوتا ہے اور سکۂ رائجہ انگریزی روپیہ سوا گیارہ ماشے کا، تو جہاں سو روپے بھر کا سیر ہے جیسے ہمارے شہر بریلی میں، وہاں کی تول سے صاع پانچ ماشے پانچ رتی اوپر آدھ پاؤ پونے تین سیر کا ہوا، اور نصف صاع دو ماشے ساڑھے چھ رتی اوپر تین چھٹانک سوا سیر کا یعنی کچھ کم ڈیڑھ سیر، اس نصف صاع کے آدھے کو عربی میں مُد اور مَن کہتے ہیں۔ تو ذرا دیر کپڑا سر پہ ڈالنے میں من بھر گیہوں کا حکم نہیں بلکہ معتمد روایت میں دو من کا ہے۔

فی الدر المختار ورد المحتار الواجب دم علی محرم بالغ ولو ناسیا او جاهلا او مکرها فیجب علی نائم غطی راسه او ستر راسه (ای کله او ربعه) بمعتاد، اما بحمل اجانة او عدل فلا شیٔ علیه یوما کاملا او لیلة کاملة، وفی الاقل (شمل الاقل الساعة الواحدة او مادونها) تصدق بنصف صاع من بر کالفطرة (افادان التقیید بنصف الصاع من البر اتفاقی فیجوز اخراج الصاع من التمر او الشعیر عن القهستانی) و بعذر (ومن الاعذار الحمی والبرد والجرح والقرح والصداع والشقیقة والقمل) و(اما الخطاء والنسیان والاغماء والاکراه والنوم وعدم القدرة علی الکفارة فلیست باعذار) خیران شاء ذبح فی الحرم او تصدق بثلاثة اصوع طعام علی ستة مساکین این شاء او صام ثلثة ایام ولو متفرقة

درمختار اور ردالمحتار میں ہے ہر محرم بالغ پر دم واجب ہوتا ہے خواہ اس نے وہ عمل نسیاناً یا جہالۃً یا مجبوراً حالتِ نیند میں محرم نے اگر بطورِ عادت پورا دن یا پوری رات سر ڈھانپ لیا (تمام سر یا چوتھائی سر) تو دم لازم ہوگا۔ اگر کسی نے ٹب یا گٹھڑی اٹھائی تو کوئی شے لازم نہیں، اور اگر دن سے کم وقت سر ڈھانپا (لفظ اقل ایک ساعت اور اس سے کم کو بھی شامل ہے) تو گندم کا ایک صاع صدقہ کیا جائیگا جیسے فطرانہ (یہ عبارت بتا رہی ہے کہ نصف صاع گندم کا تذکرہ اتفاقی ہے احترازی نہیں، تو ایک صاع کھجور یا جو بھی دئے جا سکتے ہیں، قہستانی) اگرچہ عذر کی وجہ سے ہو (اعذار میں سے بخار، سردی، زخم، پھوڑا، شقیقہ و سر کا درد اور جوں کا ہونا ہے لیکن عمل خطاءً، نسیاناً، اغماء، مجبوری، نیند یا کفارہ پر عدمِ قدرت یہ عذر نہیں بن سکتے) اسے اختیار ہے چاہے حرم میں دم ذبح کرے یا یہاں چاہے چھ مساکین کو تین صاع طعام دے دے یا تین روزے متفرق طور پر رکھ لے (یہ اس صورت میں ہے

Marfat.com

(ھذا فیما یجب فیہ الدم اما ما یجب فیہ الصدقۃ ان شاء تصدق بما وجب علیہ من نصف صاع او اقل علی مسکین او صام یوما کما فی اللباب)[1] اھ ملتقطین وفی الشامیۃ ایضا وکذا الصوم لایتقید بالحرم فیصومہ این شاء[2] اھ وفیہا ایضا الکفارات کلہا واجبۃ علی التراخی فیکون مؤدیا فی ای وقت[3] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

یہاں دم لازم ہوتا ہے اور جس صورت میں صدقہ لازم ہوگا تو اگر چاہے تو نصف صاع یا اس سے کم کسی مسکین کو دے دے یا ایک دن کا روزہ رکھ لے، اللباب) اھ دونوں عبارتیں مختصر ہیں، اور فتاوٰی شامیہ میں بھی اسی طرح ہے کہ اور اسی طرح روزہ حرم کے ساتھ مخصوص نہیں جہاں چاہے رکھ سکتا ہے اھ، اور اس میں یہ بھی ہے کہ تمام کفارات واجبہ کی ادائیگی فی الفور لازم نہیں لہذا وہ جس وقت بھی ادا کرے ادا ہو جائے گا اھ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۳۱۲ از حافظ عبدالمجید قصبہ تحصیل سوار خاص علاقہ ریاست رامپور بروز سہ شنبہ ۱ ربیع الاخر ۱۳۳۴ھ

محرم کو احرام میں جوڑ لگانا عندالشرع جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

سلی ہوئی چیز سے بچنا چاہئے اور حالتِ ضرورت مستثنٰی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۱۳ تا ۳۱۴ از بمبئی محلہ قصاباں متصل کرافٹ مارکیٹ مکان گورے بابو صاحب مسئولہ حضرت سید حامد حسین میاں صاحب قبلہ دام ظلہم ۴ ذیقعدہ ۱۳۲۹ھ

معظمی مکرمی مدظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، چند امور دریافت طلب ہیں بہ گوارائے تکلیف بوالپسی ڈاک مطلع فرمائیے بعید از شفقتِ بزرگانہ نہ ہوگا۔

اوّل یہ کہ مستورات منہ پر پنکھا کھجور کا لگالیتی ہیں یقیناً وہ پنکھا کنپٹی اور ناک اور منہ سے لگتا ہے اور چہرہ پوشیدہ بھی رہتا ہے احرام کی حالت میں کیا کرنا چاہئے، نماز پڑھتے وقت جبکہ پردہ کی جگہ نہ ہو پنکھا اونچا اٹھا ہوا مشکل سے رکے گا، علاوہ ازیں چہرہ نامحرمان کی نظر سے مخفی رکھنا دشوار ہے اس کے متعلق صاف

---

[1] درمختار باب الجنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۷۴تا۱۷۵
ردالمحتار 〃 مصطفی البابی مصر ۲/ ۲۱۷تا۲۲۸
[2] ردالمحتار 〃 〃 ۲/ ۲۲۸
[3] 〃 〃 〃 ۲/ ۲۱۷

Marfat.com

الفاظ میں تحریر فرمائیے جو سمجھ میں آسکے۔

دوم یہ کہ فقیر تمباکو پان کے ساتھ کھانے کا عادی ہے اگرچہ لعاب ایک قطرہ بھی حلق سے نیچے نہیں اُترتا، تمباکو نہ کھانے کے سبب سخت تکلیف ہوگی، اس تمباکو میں قدرے قلیل مُشک وزعفران کا ہونا بھی بیان کیا جاتا ہے آپ کے ملاحظہ کے واسطے قدرے تمباکو مرسل ہے۔

الجواب

بشرف ملاحظہ عالیہ حضرت بابرکت والا درجت حضرت مولانا سید شاہ حامد حسین میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بعد ادائے آداب معروض، پنکھا سر پر مضبوط باندھیں کہ اٹھارہے اور بڑا ہو کہ اٹھارہنے کی حالت میں چہرہ اجانب سے چھپا رہے پھر بھی اگر احیاناً چہرہ پہ ڈھلک آئے یا کنپٹی یا ناک یا مُنہ سے لگے اگر منہ کی ٹکلی کے چہارم تک نہ پہنچے تو کفارہ کچھ نہیں، نہ قربانی نہ صدقہ کہ نہ چہارم منہ چھپایا نہ چار پہر تک اُسے دوام رہا، اس صورت میں کراہت ومعصیت ہوتی مگر جبکہ وہ بلا قصد ہے اور اُسے قائم نہ رکھا گیا تو مواخذہ نہیں، ہاں اگر چہارم منہ کی ٹکلی چھُپ جائے گی تو ضرور صدقہ دینا آئے گا۔ احکام جو شرع مطہر نے ارشاد فرمائے صدقِ دل سے اُن کا اہتمام ہو تو وہی جس کے احکام ہیں مدد فرماتا اور آسان کر دیتا ہے، تمباکو کے قوام میں خوشبو ڈال کر پکائی گئی جب تو اس کا کھانا مطلقاً جائز ہے اگرچہ خوشبو دیتی ہو، ہاں خوشبو ہی کے قصد سے اُسے اختیار کرنا کراہت سے خالی نہیں اور نظر جانب خوشبو نہ ہو بلکہ حسب عادت دیگر منافع تمباکو کی طرف تو کچھ حرج نہیں اور اگر بے پکائے خوشبو مشک وغیرہ اس میں شامل ہو اور خوشبو دے رہا ہو جب بھی کفارہ کچھ نہیں البتہ کراہت ضرور ہے، یہ کراہت پیک نگلنے پر موقوف نہیں کہ خوشبو کا آنچل میں باندھنا بھی ناجائز ہے، ہاں اگر مشک وغیرہ خوشبو اتنی کم پڑی کہ خوشبو نہ دے یا مدت گزرنے سے اُتر گئی کہ اب خوشبو جاتی رہی تو کراہت بھی نہیں۔ لباب وشرح لباب میں ہے:

الطیب اذا خلطه بطعام قد طبخ فلا شئ علیه اتفاقا سواء یوجد ریحه اولا لانه بالخلط والطبخ یصیر مستهلکا فلا یعتبر وجوده اصلا وان خلطه بمایؤکل بلا طبخ کالزعفران بالملح فالعبرة بالغلبة، فان کان الغالب الملح ای اجزاءه لا طعمه ولونه

اگر خوشبو کسی ایسے کھانے میں ملائی جسے پکایا گیا تو اب محرم پر کوئی شئی لازم نہ ہوگی خواہ مہک باقی ہو یا نہ ہو کیونکہ وُہ اختلاط اور پکنے سے ہلاک وختم ہوگئی اب اس کے وجود کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا اور اگر وہ کھانے والی چیز میں ملی لیکن اس میں پکی نہیں جیسے زعفران نمک میں مل جائے تو غلبہ کا اعتبار ہوگا، اگر نمک کے اجزاء (ذائقہ اور رنگ نہیں) زائد ہیں تو اب کوئی شئی لازم

Marfat.com

فلا شئ علیہ من الجزاء غیر انہ اذا کان رائحتہ موجودۃ کرہ اکلہ لکونہ مغلوبا غیر مطبوخ وان کان الغالب الطیب ففیہ الدم فانہ حینئذ کالزعفران الخالص فیجب الجزاء وان لم تظہر رائحتہ[1] اھ ملخصا محررا۔

نہ ہوگی ماسوائے اس کے کہ اگر مہک باقی تھی تو اس کا کھانا مکروہ ہوگا کیونکہ وہ مغلوب ہے مگر پکی ہوئی نہیں اور اگر غالب خوشبو ہے تو اس میں دم آئیگا کیونکہ وہ خالص زعفران کی طرح ہوگا تو اب سزا لازم ہوگی خواہ مہک نہ ہوگی اھ ملخصا محررا۔ (ت)

اسی کے محرمات احرام میں ہے:

التطیب واکل الطیب وشدہ بطرف ثوبہ ای ربط طیب یفوح ریحہ[2]، واللہ تعالٰی اعلم۔

خوشبو لگانا، خوشبو کھانا، کپڑے کے کنارے میں ایسی خوشبو باندھنا جس کی مہک پھیل رہی ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۱۵: مسئولہ شفقت علی از محلہ ذخیرہ بریلی شہر ۳ ربیع الآخر ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت جس کے پاس اُس کے باپ بھائی خاوند کا دیا ہُوا اتنا سرمایہ موجود ہے کہ جس سے وہ بخوبی حج کر سکتی ہے مسماۃ مذکورہ کا ارادہ اب کے سال حج کرنے کا مصمم ہے مگر باوجود ہر منت وسماجت کے اُس کا خاوند اس کو اجازت نہیں دیتا۔ اس کے حقیقی بھائی بھی اب کی مرتبہ حج کا ارادہ رکھتے ہیں، یہ موقع بھی مسماۃ مذکورہ نے نہایت مناسب سمجھا ہے اس صورت میں یہ عورت بلا اجازت اپنے خاوند کے اپنے بھائیوں کے ہمراہ جا کر حج ادا کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب

جبکہ عورت پر حج فرض ہے اجازتِ شوہر کی ہرگز حاجت نہیں۔

فان الاصح ان افتراض الحج فوری وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ[3]۔

یہی درست کہ فریضہ حج فوراً ادا کیا جائے۔ اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں کرنی چاہئے۔ (ت)

---

[1] لباب وشرح لباب مع ارشاد الساری فصل فی اکل الطیب وشربہ دار الکتاب العربی بیروت ص ۱۰۱ تا ۱۰۳

[2] " " " فی محرمات الاحرام " " ص ۸۱

[3] مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث حکم بن عمرو الغفاری دار الفکر بیروت ۵ /۶۰

Marfat.com

عورت کے لیے ایک بڑی شرط شوہر یا محرم کا ساتھ ہونا ہے، اس وقت تو اس کا بھائی جا رہا ہے کیا معلوم کہ آگے کوئی محرم ساتھ کو نہ ملے تو حج سے محروم رہے، نہایت جلدی کرے اور فوراً بھائی کے ساتھ چلی جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۱۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زیارت شریف حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا کیا حکم ہے اور باوجود قدرت اس کا تارک یا مانع ومنکرِ فضل شرعاً کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

زیارت سراپا طہارت حضور پُرنور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالقطع والیقین باجماع مسلمین افضل قربات واعظم حسنات سے ہے جس کی فضیلت وخوبی کا انکار نہ کرے گا مگر گمراہ بددین یا کوئی سخت جاہل سفیہ غافل، سخرۂ شیاطین والعیاذ باللہ رب العالمین۔ اس قدر پر تو اجماع قطعی قائم، اور کیوں نہ ہو خود قرآن عظیم اس کی طرف بلاتا اور مسلمانوں کو رغبت دلاتا ہے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا:

ولو انھم اذظلموا انفسھم جاؤك فاستغفروا الله واستغفر لھم الرسول لوجدوا الله توابا رحیما[1]۔

یعنی اگر ایسا ہو کہ وہ جب اپنی جانوں پر ظلم یعنی گناہ وجرم کریں تیری بارگاہِ بیکس پناہ میں حاضر ہوں پھر خدا سے مغفرت مانگیں اور مغفرت چاہے ان کے لیے رسول، تو بیشک اللہ عزّوجل کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

امام سبکی شفاء السقام اور شیخ محقق جذب القلوب میں فرماتے ہیں:

"علماء نے اس آیت سے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حالِ حیات وحالِ وفات دونوں حالتوں کو شمول سمجھا اور ہر مذہب کے ائمہ مصنفین مناسک نے وقت حاضری مزار پُرانوار اس آیت کی تلاوت کو آدابِ زیارت سے گنا۔"[2]

علامہ سمہودی شافعی وفاء الوفاء میں فرماتے ہیں:

"حنفیہ زیارت شریف کو قریب بہ واجب کہتے ہیں، اور اسی طرح مالکیہ وحنبلیہ نے تصریح کی۔"[3]

---

[1] القرآن ۴/ ۶۴

[2] جذب القلوب باب پانزدہم دربیان حکم زیارۃ قبر النبی صلے اللہ علیہ وسلم نولکشور لکھنؤ ص ۲۱۱

[3] وفاء الوفاء الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۳۶۶

Marfat.com

ہماری کتبِ مذہب میں مناسکِ[1] فارسی و طرابلسی[2] و کرمانی[3] و اختیار[4] شرح مختار و فتاوٰی[5] ظہیریہ و فتح القدیر[6] و خزانۃ[7] المفتین و منسکِ[8] متوسط و مسلکِ[9] متقسط و منح[10] الغفار و مراقی[11] الفلاح و حاشیۂ[12] طحطاویہ علی المراقی و مجمع[13] الانہر و سنن[14] الہدٰی و عالمگیری[15] وغیرہا میں اس کے قریب واجب ہونے کی تصریح و تقریر کی بلکہ خود صاحبِ مذہب سیّدنا امام اعظم سے اس پر نص منقول۔ جذب القلوب میں ہے:

زیارتِ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نزد ابی حنیفہ از افضل مندوبات و اوکد مستحبات است قریب بہ درجۂ واجبات۔[1]	زیارتِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک افضل مندوبات و اعلٰی مستحبات سے ہے درجۂ واجبات کے قریب۔ (ت)

اور بعض ائمہ مالکیہ و شافعیہ تو صاف صاف واجب کہتے ہیں اور یہی مذہبِ ظاہریہ سے منقول۔

امام ابن الحاج مکی مالکی مدخل اور امام سبکی شافعی تہذیب الطالب امام عبدالحق بن محمد سے نقل فرماتے ہیں:

"امام ابوعمران فاسی مالکی نے فرمایا قبر شریفِ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت واجب ہے۔"[2]

امام قاضی عیاض مالکی شفا شریف میں امام ابوعمرو سے ناقل:

"قبرِ اقدس حضورِ والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سفر کرکے جانا واجب ہے۔"[3]

اسی طرف امام قسطلانی شارح صحیح بخاری شافعی و امام ابن حجر مکی شافعی و علامہ علی قاری حنفی وغیرہم علماء کا میلان ہے بلکہ بعض کلماتِ امام سبکی بھی اسی طرف ناظر۔ شفا شریف میں فرمایا:

"زیارتِ قبر میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم ہے اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم واجب۔"[4]

اسی طرح مواہبِ لدنیہ شریف میں ہے، اور شک نہیں کہ ظاہر دلیل اسی کو مقتضی۔ ابنِ عدی وغیرہ کی حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی۔[5]	جو حج کرے اور میری زیارت کو حاضر نہ ہو بیشک اس نے مجھ پر جفا کی۔

---

[1] جذب القلوب باب پانزدہم در بیان حکم زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم نولکشور لکھنؤ ص ۲۱۰
[2] وفاء الوفاء بحوالہ عبدالحق الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۳۶۴
[3] کتاب الشفا قاضی عیاض فصل فی حکم زیارۃ قبر مطبعۃ شرکت صحافیۃ فی البلاد العثمانیہ ۲/ ۷۵
[4] شفاء السقام الباب الخامس فی تقریر کون الزیارۃ قربۃ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۸۳
[5] کامل ابن عدی ترجمہ النعمان بن شبل الباہلی دارالفکر بیروت ۷/ ۲۴۸۰

Marfat.com

علامہ علی قاری شرح لباب میں اس کی سند کو حسن اور وہی شرح شفاء و درہ مضیہ اور امام ابن حجر جوہر منظم میں محتج بہ فرماتے ہیں، انھی دونوں کتابوں میں فرمایا:

"نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی جفا حرام ہے تو زیارت نہ کرنا کہ متضمن جفا ہے حرام ہوا۔"[1]

مدارج النبوۃ میں ہے:

"صاحبِ مواہب گفتہ ایں ظاہر است در حرمتِ ترکِ زیارت زیرا کہ دریں جفا و اذاے اوست و جفاء و اذاے آنحضرت صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم حرام است باجماع پس واجب باشد ازالہ جفا و آں بزیارت خواہد بود پس زیارت واجب باشد۔"[2]

صاحبِ مواہب نے فرمایا ہے کہ زیارت نہ کرنے کی حرمت پر یہ ظاہر ہے کیونکہ اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جفا ہے اور آپ کو ایذا ہے جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جفا اور ایذاء بالاجماع حرام ہے، تو اس جفا کے ازالہ کے لیے زیارت واجب ہے۔ (ت)

امام قسطلانی اس عبارت کے بعد فرماتے ہیں: "بالجملہ جو باوجود قدرت ترکِ زیارت کرے اس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر جفا کی اور حضور کا ہم پر یہ حق نہ تھا۔"[3]

اسی طرح ترک زیارت کے موجب جفا ہونے میں متعدد حدیثیں آئیں کہ حضرت والد علام قدس سرہٗ نے جواہر البیان شریف میں ذکر فرمائیں اور شک نہیں کہ افراد میں اگرچہ کلام ہو مجموع حَسن تک مترقی، اور حَسن اگرچہ لغیرہٖ ہو محلِ احتجاج میں کافی، اور اسی کے مناسب قصۂ حضرتِ بلال رضی اللہ تعالٰے عنہ ہے کہ امام ابن عساکر وغیرہ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور امام سبکی نے شفا اور علامہ سمہودی نے وفاء اور امام ابنِ حجر نے جوہر میں اس کی سند کو جیّد کہا کہ جب حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ نے شام میں سکونت اختیار فرمائی خواب میں حضور پُرنور سید المحبوبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت سے شرفیاب ہوئے کہ ارشاد فرماتے ہیں:

ماھذہ الجفوۃ یا بلال اما آن لك ان تزورنی یا بلال!

اے بلال! یہ کیا جفا ہے، اے بلال! کیا ابھی تجھے وہ وقت نہ آیا کہ میری زیارت کو حاضر ہو۔

بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ غمگین و ترساں و ہراساں بیدار ہوئے اور فوراً بہ قصدِ مزار پُرانوار جانب مدینہ شدالرحال

---

[1] الجوہر المنظم ابن حجر مکی فصل اول مطبعہ خیریہ مصر ص ۸

[2] مدارج النبوۃ وصل در ذکر غم والم مفارقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۴۴۴

[3] المواہب اللدنیہ مقصد عاشر فصل ثانی الترغیب فی زیارتہ صلے اللہ علیہ وسلم المکتب الاسلامی بیروت ۴/۵۷۱

Marfat.com

فرمایا، جب شرفِ حضور پایا قبرِ انور کے حضور رونا اور منہ اس خاک پر ملنا شروع کیا، دونوں صاحبزادے حضرات حسن و حسین صلی اللہ تعالےٰ علیٰ جدہما و علیہما و بارک وسلّم تشریف لائے۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ انھیں گلے لگا کر پیار کرنے لگے۔ شہزادوں نے فرمایا ہم تمھاری اذان کے مشتاق ہیں یہ سقفِ مسجدِ انور پر جہاں زمانۂ اقدس میں اذان دیتے تھے گئے، جس وقت اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تمام مدینہ میں لرزہ پڑ گیا، جب اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کہا مدینہ کا لرزہ دو بالا ہُوا، جب اس لفظ پر پہنچے کہ اشہد انّ محمّدا رسول اللہ کنواری نوجوان لڑکیاں پردوں سے نکل آئیں اور لوگوں میں غل پڑ گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مزارِ پُر انوار سے باہر تشریف لے آئے۔ انتقالِ حضور محبوب ذی الجلال صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی دن مدینہ منورہ کے مرد و زن میں وُہ رونا نہ پڑا تھا جو اس دن ہوا[1]

در نمازم خم ابروے تو بر یاد آمد　　حالتے رفت کہ محراب بفریاد آمد

(جب آپ کی کمانِ ابرو مجھے نماز میں یاد آئی، تو بیخودی کی حالت میں مسجد آہ و بکا میں مصروف ہوگئی)

اور نیز وُہ حدیث بھی مؤیدِ وجوب ہوسکتی ہے جسے امام ابن عساکر اور امام ابن النجار نے کتاب الدرۃ الثمینہ میں انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مامن احد من امتی لہ سعۃ ثم لم یزرنی فلیس لہ عذر[2]	میرا جو امتی باوصف مقدرت میری زیارت نہ کرے اس کے لیے کوئی عذر نہیں۔

حتی کہ بعض ائمہ شافعیہ زیارتِ شریفہ کو مثلِ حج فرض بتاتے ہیں۔ علامہ عبدالغنی بن احمد بن شاہ عبدالقدوس چشتی گنگوہی قدس سرہٗ شاگرد امام علامہ ابن حجر مکی رحمہم اللہ تعالےٰ سُنن الہدیٰ میں فرماتے ہیں:

"میں نے اپنے استاذ ابن حجر (ایداللہ الاسلام ببقائہ) کو فرماتے سُنا کہ زیارت شریفہ ہمارے بعض اصحاب شافعیہ کے نزدیک مثلِ حج واجب ہے اور ان کے نزدیک واجب و فرض میں کچھ فرق نہیں[3]۔"

بالجملہ قولِ وجوب من حیث الدلیل اظہر اور نظرِ ایمانی میں اَحبّ و ازہر ہے اور قریب وجوب کہ علمائے مذاہبِ اربعہ بلکہ خود امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا منصوص اس کے قریب اور حکماً مقارب، اور قولِ سنّت

---

[1] شفاء السقام　الباب الثالث　مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد　ص ۵۳
[2] المواہب اللدنیہ　مقصد عاشر فصل ثانی　الترغیب فی زیارتہ صلے اللہ علیہ وسلم　المکتب الاسلامی بیروت ۴/۵۷۱
[3] سنن الہدیٰ　عبدالغنی بن احمد

Marfat.com

اس کے منافی نہیں، فقہاء واجب کو بھی کہ سنّت یعنی حدیث سے ثابت ہو "سنّت" بولتے ہیں۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے نمازِ عید کو کہ حنفیہ کے نزدیک واجب ہے سنّت کہا بلکہ اطلاقِ اعم میں مستحب و مندوب بھی واجبات کو شامل اور فرض و واجب جبکہ حکم عمل و اثمِ تارک میں مشارک، اور شافعیہ کے یہاں فرقِ اصطلاح نہیں تو ان کے نزدیک واجب پر اطلاق فرض اور حج سے تمثیل بعید نہیں۔ اس تقریر پر سب افعال متفق ہو جائیں گے اور بہ تصریح علماء مثل علامہ شامی وغیرہ اہدائے وفاق ابقائے خلاف سے اولٰی اور بیشک وجوب و قربِ وجوب کہ جمہور ائمہ مذاہب جس کی تصریح کرتے ہیں، تارک کے اثم پر یک زبان، بہرحال جزم کیا جاتا ہے کہ باوجود قدرت تارکِ زیارت قطعاً محروم و ملوم و بدبخت و مشئوم و آثم و گنہگار و ظالم و جفاکار ہے، والعیاذ باللہ مما لا یرضاہ۔ لاجرم سلفاً و خلفاً علمائے دین و ائمہ معتمدین تارکِ زیارت پر طعنِ شدید و تشنیعِ مدید کرتے آئے کہ ترکِ مستحب پر ہرگز نہیں ہو سکتی۔ علامہ رحمت اللہ علیہ رحمۃ اللہ تلمیذِ امام ابن ہمام نے لباب میں فرمایا:

"ترکِ زیارت بڑی غفلت اور سخت بے ادبی ہے[1]۔"

اور امام ابن حجر مکی قدس سرہ الملکی نے توجوہرِ منظم میں تارکِ زیارت پر قیامتِ کبریٰ قائم فرمائی، فرماتے ہیں رحمہ اللہ تعالٰی:

"خبردار ہو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تجھے ترکِ زیارت سے حد درجہ ڈرایا اور اس کی آفتوں سے وہ کچھ بیان فرمایا کہ اگر تو اُسے غور سے سمجھے تو اپنے اُوپر ہلاکت و بدانجامی کا خوف کرے، حضور نے صاف فرما دیا کہ ترکِ زیارت جفا ہے۔

اور یُوں ہی صحیح حدیث میں آیا کہ "میرا ذکر سُن کر مجھ پر درود نہ پڑھنا جفا ہے"۔ اس سے ثابت ہُوا کہ باوجود قدرت ترکِ زیارت اور ذکرِ اقدس سُن کر ترکِ درود، دونوں یکساں ہیں کہ دونوں جفا ہیں تو تارکِ زیارت پر ان سب عذابوں اور شناعتوں کا خوف ہے جو تارکِ درود کے لیے حدیثوں میں آئیں کہ وہ شقی، نامراد ذلیل[2] و خوار، مستحقِ نار[3]، خدا و رسول سے دُور[4] ہے، اس پر[5] ان سب عذابوں اور نیز مردودِ[6] بارگاہ ہونے کی دعا جبریل امین و حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمائی، وہ راہِ جنت[7] بھُول گیا، حد بھر[8] کا بخیل، ملعون[9]، بے دین[10] ہے، اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دیدارِ جمالِ جہاں آرا سے محروم رہے گا، والعیاذ باللہ تبارک و تعالٰے ان باتوں کو یاد کرکے اسے خبر دے جس نے باوصفِ قدرت براہِ سُستی و کسل زیارت شریف نہ کی، شاید

---

[1] لباب المناسک مع ارشاد الساری باب زیارۃ سید المرسلین دار الکتاب العربی بیروت ص ۲۳۴

Marfat.com

یہ سُن کر ان برائیوں سے توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لائے، اپنے اس نبی پر جفا نہ کرے جو اس کا اور تمام جہان کا اللہ عزوجل کی طرف وسیلہ ہیں، اور ہم نے بہت تارکانِ زیارت بحالِ قدرت کو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے چہروں پر صریح محسوس تاریکی ظاہر کردی اور نیکیوں میں انہیں ایسا سست کردیا کہ عبادت چھوڑ کر دنیا میں پڑگئے اور مرتے دم تک اسی حال پر رہے۔"[1] (ملخصاً) والعیاذ باللہ سبحانہٗ وتعالیٰ۔

اس کے بعد امام نے دو سخت ہولناک واقعے لکھے جنہیں سُن کر مسلمان کا دل کانپ اُٹھے اللہ تعالیٰ اپنی امان میں رکھے صدقہ اپنے پیارے حبیب قریب مجیب صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا، آمین! مسلمان غور کرے جب تارکِ زیارت کا یہ حال، اس کے مانع یا منکرِ فضیلت کا کیا حال ہوگا! آفتاب سے زیادہ روشن کہ ایسا شخص گمراہ، بددین، خارقِ اجماعِ مسلمین، مستحقِ وعیدِ شدید، نولّہ ما تولّی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا[2] (ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بُری جگہ پلٹنے کی ہے)۔

امام ابن حجر افضل القریٰ میں فرماتے ہیں: "جو اس کی خُوبی میں نزاع کرے گا اس کا نزاع کرنا دنیا و آخرت میں اس کی تباہی و رُوسیاہی کا باعث ہوگا۔"[3] امام سبکی شفاء السقام شریف میں فرماتے ہیں: "نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت و اطرافِ عالم سے اس کی طرف سفر اعظم قرباتِ الٰہی سے ہے جیسا کہ مدتوں سے شرق و غرب کے مسلمانوں میں معروف ہے، آج کل بعض مردود (یعنی ابن تیمیہ اور اس کے ہواخواہ) شیطان کے سکھائے سے اس میں شک ڈالنے لگے مگر ہیہات یہ مسلمانوں کے دل میں کہاں جگہ پاتی، یہ تو ایک مردود کی فتنہ پردازی ہے جس کا وبال اسی پر پڑے گا۔"[4] امام احمد قسطلانی مواہب شریفہ میں فرماتے ہیں: "قبر مبارک کی زیارت بہت بڑی قربت اور بڑی امید کی طاعت اور نہایت بلند درجوں کی طرف راہ ہے جو اس کے خلاف اعتقاد کرے اس نے رسنِ اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال دیا اور خدا و رسول و جماعتِ مشاہیر ائمہ کا خلاف کیا۔"[5]

---

[1] جوہر منظم ابن حجر مکی عربی فصل ثالث فی التحذیر من ترک زیارتہ صلے اللہ علیہ وسلم مطبعہ خیریہ مصر ص ۲۸ تا ۳۰

[2] القرآن ۴/۱۱۵

[3] افضل القریٰ

[4] شفاء السقام الباب السادس فی کون السفر الیہا قربۃ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۱۰۲

[5] المواہب اللدنیہ مقصد عاشر فصل ثانی الترغیب فی زیارتہ صلے اللہ علیہ وسلم المکتب الاسلامی بیروت ۴/۵۷۰

Marfat.com

یہاں تک کہ بعض علماء صراحۃً زیارتِ شریفہ کے قربت ہونے کو ضروریاتِ دین سے اور اس کے منکر کو کافر بتاتے ہیں، درۂ مضیہ مولٰنا علی قاری میں ہے: "بعض فضلاء نے مبالغہ کیا کہ فرماتے ہیں زیارت شریفہ کا قربت ہونا دین سے ضرورۃً معلوم ہے اور اس کے منکر پر کفر کا حکم۔"[۱] علامہ شہاب الدین خفاجی مصری نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں فرماتے ہیں: "قبر اکرم سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت اور اس کی طرف سفر کو ابن تیمیہ اور اس کے اتباع مثل ابن قیم نے منع کیا اور یہ اس کا وہ کلام شنیع ہے جس کے سبب علماء نے اس کی تکفیر کی اور امام سبکی نے اس میں مستقل کتاب لکھی۔"[۲]

اقول قولِ تکفیر کی نفیس تقریر و عمدہ توجیہ مع جواب وجیہ فقیر غفر اللہ تعالٰی نے بتوفیق اللہ تعالٰی اصل فتوٰی میں ذکر کی، یہاں اسی قدر کافی۔ مولٰی تعالٰی صدقہ اپنے حبیب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا ان کی سچی محبت اور سچا ادب بخشے اور انہی کی محبت و تعظیم و ادب و تکریم پر دُنیا سے اٹھائے اور اپنے کرم عمیم و فضل عظیم سے دنیا و آخرت میں ان کی زیارت سے مشرف و بہرہ مند فرمائے آمین آمین یا ارحم الراحمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سید المرسلین محمد و آلہ وصحبہ اجمعین۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادری
عبد المصطفٰی احمد رضا خاں

---

[۱] درۂ مضیہ

[۲] نسیم الریاض فصل فی حکم زیارۃ قبرہ علیہ الصلوٰۃ والسلام دار الفکر بیروت ۳/ ۵۱۴

Marfat.com

انوارُ البشارۃ فی مسائل الحج والزّیارۃ

١٣٢٩ھ

(حج وزیارت کے مسائل میں خوشی کی بہاریں)

الحمد للہ رب العالمین والصّلوٰۃ والسلام علی رسولہٖ محمدٍ وآلہٖ و اصحابہٖ اجمعین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

امّا بعد، یہ چند حروف ہدایتِ حجّاج کے لیے ہیں، ان میں اکثر کتاب مستطاب جواہر البیان شریف تصنیفِ لطیف اقدس حضرت خاتم المحققین سیّدنا ومولٰنا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب قادری برکاتی قدس سرّہ الشریف سے التقاط کئے ہیں، ٣ شوال ١٣٢٩ھ کو والا جناب حضرت سیّد محمد احسن صاحب بریلوی نے فقیر احمد رضا قادری غفرلہٗ سے فرمایا کہ ١٠ شوال کو میرا ارادۂ حج ہے بہت لوگ جاتے ہیں حج کا طریقہ اور آداب

ع اور صدہا مسائل اپنے رسائل اور منسک متوسط وغیرہ سے اضافہ کیے ١٢ منہ (م)

Marfat.com

لکھ کر چھاپ دے، حضرت سید صاحب کے حکم سے بکمالِ استعجال یہ چند سطور تحریر ہوئیں، اُمید کہ بہ برکتِ سادات کرام، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مسلمان بھائیوں کو نفع پہنچائے، آمین!

فصلِ اوّل آدابِ سفر و مقدماتِ حج میں

(۱) جس کا قرض آتا ہو یا امانت پاس ہو ادا کر دے، جن کے مال ناحق لیے ہوں واپس دے یا معاف کرائے، پتا نہ چلے تو اتنا مال فقیروں کو دے دے۔

(۲) نماز، روزہ، زکوٰۃ جتنی عبادات ذمّہ پر ہوں ادا کرے اور تائب ہو۔

(۳) جس کی بے اجازت سفر مکروہ ہے جیسے ماں، باپ، شوہر، اسے رضامند کرے جس کا اس پر قرض آتا ہے، اُس وقت نہ دے سکے تو اس سے بھی اجازت لے، پھر بھی حج کسی کی اجازت نہ دینے سے رُک نہیں سکتا۔ اجازت میں کوشش کرے نہ ملے جب بھی چلا جائے۔

(۴) اس سفر سے مقصود صرف اللہ و رسول ہوں۔

(۵) عورت کے ساتھ جب تک شوہر یا محرم بالغ قابلِ اطمینان نہ ہو جس سے نکاح ہمیشہ کو حرام ہے سفر حرام ہے، اگر کرے گی حج ہو جائے گا مگر ہر قدم پر گناہ لکھا جائیگا۔

(۶) توشہ مالِ حلال سے ہو ورنہ قبولِ حج کی اُمید نہیں اگرچہ فرض اُتر جائے گا۔

(۷) حاجت سے زیادہ توشہ لے کر رفیقوں کی مدد اور فقیروں پر تصدق کرتا چلے، یہ حجِ مبرور کی نشانی ہے۔

(۸) عالم کتبِ فقہ بقدرِ کفایت ساتھ لے ورنہ کسی عالم کے ساتھ جائے، یہ بھی نہ ملے تو کم از کم یہ رسالہ ہمراہ ہو۔

(۹) آئینہ، سُرمہ، کنگھا، مسواک ساتھ رکھے کہ سنّت ہے۔

(۱۰) اکیلا سفر نہ کرے کہ منع ہے۔ رفیق دیندار ہو کہ بددین کی ہمراہی سے اکیلا بہتر ہے۔

(۱۱) حدیث میں ہے، جب تین آدمی سفر کو جائیں اپنے میں ایک کو سردار بنالیں[1]۔ اس میں کاموں کا انتظام رہتا ہے، سردار اسے بنائیں جو خوش خلق، عاقل، دیندار ہو۔ سردار کو چاہیے رفیقوں کے آرام کو اپنی آسائش پر مقدم رکھے۔

(۱۲) چلتے وقت اپنے دوستوں عزیزوں سے ملے اور اپنے قصور معاف کرائے، اور ان پر لازم ہے کہ دل سے معاف کر دیں۔ حدیث میں ہے کہ جس کے پاس اس کا مسلمان بھائی معذرت لائے واجب ہے

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الجہاد باب آداب السفر مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۳۹

Marfat.com

کہ قبول کرلے ورنہ حوضِ کوثر پر آنا نہ ملے گا۔[1]

(۱۳) وقتِ رخصت سب سے دُعا لے کر برکت پائے گا۔

(۱۴) ان سب کے دین، جان، اولاد، مال، تندرستی، عافیت خدا کو سونپے۔

(۱۵) لباسِ سفر پہن کر گھر میں چار رکعت نفل الحمد و قل سے پڑھ کر باہر نکلے، وہ رکعتیں واپس آنے تک اس کے اہل و مال کی نگہبانی کریں گی۔

(۱۶) جدھر سفر کو جائے جمعرات یا ہفتہ یا پیر کا دن ہو، اور صبح کا وقت مبارک ہے، اور اہلِ جمعہ کو روزِ جمعہ قبلِ جمعہ سفر اچھا نہیں۔

(۱۷) دروازے سے باہر نکلتے ہی کہے،

بِسْمِ اللّٰهِ وَاٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَتَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ نَّزِلَّ اَوْ نَضِلَّ وَنُضَلَّ اَوْ نَظْلِمَ اَوْ نُظْلَمَ اَوْ نَجْهَلَ اَوْ يُجْهَلَ عَلَيْنَا اَحَدٌ۔[2]

اور درود شریف کی کثرت کرے۔

(۱۸) سب سے رخصت کے بعد اپنی مسجد سے رخصت ہو۔ وقتِ کراہت نہ ہو تو اس میں دو رکعت نفل پڑھے۔

(۱۹) چلتے وقت کہے،

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَّعْثَاۤءِ السَّفَرِ وَكَاٰبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَسُوْۤءِ الْمَنْظَرِ فِي الْمَالِ وَالْاَهْلِ وَالْوَلَدِ۔[3]

ترجمہ: [2] اللہ کے نام سے اور اللہ کی مدد سے اور میں نے اللہ پر بھروسہ کیا اور نہ گناہوں سے پھرنا نہ طاعت کی طاقت مگر اللہ کی توفیق سے۔ الٰہی! ہم تیری پناہ چاہتے ہیں اس سے کہ خود لغزش کریں یا دوسرا ہمیں لغزش دے یا خود بہکیں یا دوسرا بہکائے یا ظلم کریں یا ہم پر ظلم ہو یا جہل کریں یا ہم پر کوئی جہل کرے۔ (م)

[3] الٰہی! ہم تیری پناہ مانگتے ہیں سفر کی مشقت اور واپسی کی بدحالی اور مال یا اولاد میں کوئی بری حالت نظر آنے سے ۱۲ (م)

---

[1] الترغیب والترهیب الترهیب ان یعتذر الی المرء اخوه الخ مصطفی البابی مصر ۳/۲۹۱

[2] کتاب ادعیۃ الحج والعمرۃ ملحق ارشاد الساری فصل فی الوداع دار الکتاب العربی بیروت ص ۲

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۳

Marfat.com

واپسی تک مال اور اہل و عیال محفوظ رہیں گے۔

(۲۰) اُسی وقت تبّت کے سوا قُلْ یَا سے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ تک پانچ سورتیں سب مع بسم اللہ پڑھے، پھر آخر میں ایک بار بسم اللہ شریف پڑھ لے، راستے بھر آرام رہے گا۔

(۲۱) نیز اس وقت اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ[1] ایک بار پھر پڑھ لے بالخیر واپس آئے گا۔

(۲۲) ریل وغیرہ جس پر سوار ہو بِسْمِ اللّٰہِ کہے پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور سُبْحَانَ اللّٰہِ تین تین بار، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ایک بار، پھر کہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ ۵ وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۵[2]

اس کے شر سے بچے۔

(۲۳) ہر بلندی پر چڑھتے اَللّٰہُ اَکْبَر اور ڈھال میں اُترتے سُبْحَانَ اللّٰہ[3]

(۲۴) جس منزل میں اُترے اَعُوْذُ بِکَلِمٰتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ کُلِّھَا مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ[4] کہے ہر نقصان سے بچے گا۔

(۲۵) جب وہ بستی نظر پڑے جس میں ٹھہرنا یا جانا چاہتا ہے کہے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ خَیْرَ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ وَخَیْرَ اَھْلِھَا وَخَیْرَ مَا فِیْھَا وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ وَشَرِّ اَھْلِھَا وَشَرِّ مَا فِیْھَا[5] ہر بلا سے محفوظ رہے گا۔

ترجمہ: ع۱ بیشک وہ جس نے تجھ پر قرآن فرض کیا ضرور تجھے پھرنے کی جگہ واپس لائے گا۔ (م)

ع۲ پاکی ہے اُسے جس نے اسے ہمارے بس میں کر دیا اور ہم میں اس کی طاقت نہ تھی بیشک ہم ضرور اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں۔ (م)

ع۳ میں اللہ کی کامل باتوں کی پناہ مانگتا ہوں اس سب مخلوق کی شر سے۔ (م)

ع۴ الٰہی ہم تجھ سے مانگتے ہیں اس بستی کی بھلائی اور اس بستی والوں کی بھلائی اور اس بستی میں جو کچھ ہے اس کی بھلائی اور تیری پناہ مانگتے ہیں اس بستی کی بُرائی سے اور اس میں جو کچھ ہے اس کی بُرائی سے۔ (م)

---

[1] القرآن ۲۸/۸۵ [2] القرآن ۴۳/۱۳

[3] و [4] کتاب ادعیۃ الحج والعمرۃ ملحق ارشاد الساری فصل فی الرکوب دار الکتاب العربی بیروت ص ۳

[5] الاذکار امام نووی باب مایقول اذا رأی قریۃ الخ 〃 〃 〃 ص ۲۰۱

Marfat.com

(۲۶) جس شہر میں جائے وہاں کے سُنّی عالموں اور باشرع فقیروں کے پاس ادب سے حاضر ہو، مزارات کی زیارت کرے، فضول سیر تماشے میں وقت نہ کھودے۔

(۲۷) جس عالم کی خدمت میں جائے وہ مکان میں ہو تو آواز نہ دے، باہر آنے کا انتظار کرے، اس کے حضور بے ضرورت کلام نہ کرے، بے اجازت لیے مسئلہ نہ پوچھے، اس کی کوئی بات اپنی نظر میں خلافِ شرع ہو تو اعتراض نہ کرے اور دل میں نیک گمان رکھے، مگر یہ سُنّی عالم کے لیے، بدمذہب کے سامنے سے بھاگے۔

(۲۸) ذکرِ خدا سے دل بہلائے کہ فرشتہ ساتھ رہے گا، نہ کہ شعر و لغویات سے کہ شیطان ساتھ ہوگا، رات کو زیادہ چلے کہ سفر جلد طے ہوتا ہے۔

(۲۹) منزل میں راستے سے بچ کر اُترے کہ وہاں سانپ وغیرہ مُوذیوں کا گزر ہوتا ہے۔

(۳۰) راستے پر پیشاب وغیرہ باعثِ لعنت ہے۔

(۳۱) منزل میں متفرق ہو کر نہ اُتریں ایک جگہ اُتریں۔

(۳۲) ہر سفر خصوصاً سفرِ حج میں اپنے اور اپنے عزیزوں دوستوں کے لیے دُعا سے غافل نہ رہے کہ مسافر کی دُعا قبول ہے۔

(۳۳) جب دریا میں سوار ہو کہے:

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَ مُرْسٰهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۝[1]

ڈوبنے سے محفوظ رہے گا۔

جب کسی مشکل میں مدد کی حاجت ہو تین[۳] بار کہے:

یَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعِیْنُوْنِیْ[۲] اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ غیب سے مدد ہوگی، یہ حکم حدیث ہے۔

---

[۱] ترجمہ: اللہ کے نام سے ہے اس کشتی کا چلنا اور ٹھہرنا، بیشک میرا رب ضرور بخشنے والا مہربان ہے، کافروں نے خدا ہی کی قدر جیسے چاہئے تھی نہ پہچانی، حالانکہ ساری زمین قیامت کے دن بہت حقیر سی کی طرح اس کے قبضہ میں ہے اور سب آسمان اس کی قدرت سے لپیٹے جائیں گے، وہ پاک و بلند ہے ان کی شرکت سے ۱۲ منہ (م)

---

[۱] کتاب عمل الیوم واللیلة باب مایقول اذا رکب فی السفینة مجلس دائرة المعارف حیدر آباد دکن ص ۱۳۴

[۲] مجمع الزوائد باب مایقول اذا انفلتت دابته الخ دار الکتاب العربی بیروت ۱۰/۱۳۲

کنز العمال بحوالہ طب عن عتبہ بن غزوان حدیث ۱۷۴۹۸ موسسة الرسالہ بیروت ۶/۷۰۹

Marfat.com

(۳۴) یَاصَمَدُ[1] ۱۳۴ بار روزانہ پڑھے بھوک پیاس سے بچے گا۔

(۳۵) اگر دشمن یا رہزن کا ڈر ہو لِاِیْلٰفِ پڑھے، ہر بلا سے امان رہے۔

(۳۶) سوتے وقت آیۃ الکرسی ایک بار ہمیشہ پڑھے کہ چور اور شیطان سے امان رہے۔

(۳۷) اگر کوئی چیز گم ہو جائے تو کہے:

یَا جَامِعَ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْهِ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ہ اِجْمَعْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ ضَالَّتِیْ[2]، [1]

اِن شاء اللہ تعالیٰ مل جائے گی۔

(۳۸) کرایہ کے اونٹ وغیرہ پر جو کچھ بار کرنا ہو اس کے مالک کو دکھائے اور اس سے زیادہ بغیر اس کی اجازت کے نہ رکھے۔

(۳۹) جانور کے ساتھ نرمی کرے، طاقت سے زیادہ کام نہ لے، بے سبب نہ مارے، نہ کبھی پونچھ پر مارے، حتی المقدور اس پر نہ سوئے کہ سونے کا بوجھ زیادہ ہوتا ہے، کسی سے بات وغیرہ کرنے کو کچھ دیر ٹھہرنا ہو تو اُتر لے اگر ممکن ہو۔

(۴۰) صبح و شام اُتر کر کچھ دیر پیادہ چل لینے میں دینی دُنیوی بہت فائدے ہیں۔

(۴۱) بدوؤں اور سب عربوں سے بہت نرمی کے ساتھ پیش آئے، اگر وہ سختی کریں ادب سے تحمل کرے، اس پر شفاعت نصیب ہونے کا وعدہ فرمایا ہے، خصوصاً اہلِ حرمین خصوصاً اہلِ مدینہ، اہلِ عرب کے افعال پر اعتراض نہ کرے، نہ دل میں کدورت لائے، اس میں دونوں جہان کی سعادت ہے۔

(۴۲) جمال یعنی اونٹ والوں کو یہاں کے سے کرایہ والے نہ سمجھے بلکہ اپنا مخدوم جانے اور کھانے پینے میں اُن سے بخل نہ کرے کہ وہ ایسوں سے ناراض ہوتے ہیں اور تھوڑی بات میں بہت خوش ہو جاتے ہیں اور امید سے زیادہ کام آتے ہیں۔

(۴۳) سفرِ مدینہ طیبہ میں قافلہ نہ ٹھہرنے کے باعث بمجبوری ظہر و عصر ملا کر پڑھنی ہوتی ہے اس کے لیے لازم ہے

---

[1] ترجمہ: اے بے نیاز۔ (م)

[2] ترجمہ: اے یقینی دن کے لیے سب لوگوں کے جمع فرمانے والے بیشک اللہ وعدہ خلاف نہیں کرتا مجھے میری گمی چیز ملا دے ۱۲ منہ (م)

---

[1] درمنثور تحت آیۃ انک جامع الناس مکتبۃ آیۃ اللہ العظمیٰ قم ایران ۹/۲

Marfat.com

کہ ظہر کے فرضوں سے فارغ ہونے سے پہلے ارادہ کرلے کہ اسی وقت عصر پڑھوں گا، اور فرضِ ظہر کے بعد فورًا عصر کی نماز پڑھے یہاں تک کہ بیچ میں ظہر کی سنتیں بھی نہ ہوں، اسی طرح مغرب کے ساتھ عشا بھی انہی شرطوں سے جائز ہے اور اگر ایسا موقع ہُوا کہ عصر کے وقت ظہر یا عشاء کے وقت مغرب پڑھنی ہو تو صرف اتنی شرط ہے کہ ظہر و مغرب کے وقت نکلنے سے پہلے ارادہ کرلے کہ ان کو عصر و عشا کے ساتھ پڑھوں گا۔

(۴۴) واپسی میں بھی وہی طریقہ ملحوظ رکھے جو یہاں تک بیان ہُوا۔

(۴۵) مکان پر اپنے آنے کی تاریخ و وقت کی اطلاع پہلے سے دے دے، بے اطلاع ہرگز نہ جائے خصوصًا رات میں۔

(۴۶) سب سے پہلے اپنی مسجد میں دو رکعت نفل کے ساتھ ملے۔

(۴۷) دو رکعت گھر میں آکر پڑھے پھر سب سے بکشادہ پیشانی ملے۔

(۴۸) دوستوں کے لیے کچھ نہ کچھ تحفہ ضرور لائے اور حاجی کا تحفہ تبرکاتِ حرمین شریفین سے زیادہ کیا ہے اور دُوسرا تحفہ دُعا کہ مکان میں پہنچنے سے پہلے استقبال کرنے والوں اور سب مسلمانوں کے لیے کرے کہ قبول ہے۔

فصل دوم احرام اور اُس کے احکام اور داخلی حرم محترم و مکہ مکرمہ و مسجد الحرام

(۱) ہندیوں کے لیے میقات (جہاں سے احرام باندھنے کا حکم ہے) کوہ یلملم کی محاذات ہے یہ جگہ کامران سے نکل کر سمندر میں آتی ہے، جب جدہ دو تین میل رہ جاتا ہے جہاز والے اطلاع دے دیتے ہیں پہلے سے احرام کا سامان تیار کر رکھیں۔

(۲) جب وُہ جگہ قریب آئے خُوب مَل کر نہائیں اور نہ نہا سکیں تو صرف وضو کرلیں۔

(۳) چاہیں تو مرد سر منڈالیں کہ احرام میں بالوں کی حفاظت سے نجات ملے گی ورنہ کنگھی کرکے خوشبودار تیل ڈالیں۔

(۴) ناخن کتریں، خط بنوائیں، مُوئے بغل و زیرِ ناف دُور کریں۔

(۵) خوشبو لگائیں کہ سنت ہے۔

(۶) مرد سِلے کپڑے اتاریں، ایک چادر نئی یا دُھلی اوڑھیں اور ایک ایسا ہی تہبند باندھیں، یہ کپڑے سفید بہتر ہیں۔

(۷) جب وُہ جگہ آئے دُو رکعت بہ نیتِ احرام پڑھیں، پہلی میں فاتحہ کے بعد قُل یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْن، دوسری میں قُلْ ھُوَ اللّٰہ۔

Marfat.com

(۸) اب حج تین طرح کا ہوتا ہے :

ایک یہ کہ نرا حج کرے اسے افراد[1] کہتے ہیں، اس میں بعد سلام یُوں کہے :

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْهُ لِیْ وَ تَقَبَّلْهُ مِنِّیْ نَوَیْتُ الْحَجَّ مُخْلِصًا لِلّٰهِ تَعَالٰی[1]

دوسرا یہ کہ یہاں سے نرے عمرے کی نیت کرے، مکہ معظمہ میں حج کا احرام باندھے اسے تمتّع[2] کہتے ہیں اس میں بعد سلام یُوں کہے :

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَةَ فَیَسِّرْهَا لِیْ وَ تَقَبَّلْهَا مِنِّیْ نَوَیْتُ الْعُمْرَةَ مُخْلِصًا لِلّٰهِ تَعَالٰی[2]

تیسرا یہ کہ حج و عمرہ دونوں کی یہیں سے نیت کرے اور یہ سب سے افضل ہے اسے قِران[3] کہتے ہیں، اس میں بعد سلام یُوں کہے :

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ فَیَسِّرْهُمَا لِیْ وَ تَقَبَّلْهُمَا مِنِّیْ نَوَیْتُ الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ مُخْلِصًا لِلّٰهِ تَعَالٰی[3]

اور تینوں صورتوں میں اس نیت کے بعد لبیک باوازِ بلند کہے، لبیک یہ ہے :

لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ ط لَبَّیْكَ لَاشَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ ط اِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَةَ لَكَ وَ الْمُلْكَ ط لَاشَرِیْكَ لَكَ[4] ط

(۹) یہ احرام تھا اس کے ہوتے ہی یہ کام حرام ہوگئے :

عورت سے صحبت[1]، بوسہ[2]، مساس[3]، گلے لگانا[4]، اس کی اندامِ نہانی[5] پر نگاہ، جبکہ یہ چاروں باتیں بشہوت ہوں۔ عورتوں کے سامنے اس[6] کا نام لینا، فحش[7] گناہ، ہمیشہ حرام تھے اب اور سخت حرام ہو گئے، کسی سے دنیوی[8] لڑائی جھگڑا، جنگل[9] کا شکار، اس کی طرف شکار کرنے کو اشارہ[10] کرنا یا کسی طرح[11] بتانا، بندوق

---

[1] ترجمہ : الٰہی! میں حج کا ارادہ کرتا ہوں تو اسے میرے لیے آسان کر دے اور مجھ سے قبول فرما، میں نے خاص اللہ تعالےٰ کے لیے حج کی نیت کی۔ (م)

---

[1] منسک متوسط مع ارشاد الساری فصل یصلی رکعتین بعد اللبس دار الکتاب العربی بیروت ص ۶۹

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۷۰

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[4] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۶۹

Marfat.com

یا بارود دیا[12] اس کے ذبح کے لیے چھری دینا[13]، اس کے[14] انڈے توڑنا، پر[15] اکھاڑنا، پاؤں[16] یا بازو توڑنا، اس کا دودھ[17] دوہنا، اس کا گوشت یا انڈے[18] پکانا، بھوننا[19]، بیچنا[20]، خریدنا[21]، کھانا[22]، ناخن[23] کترنا، سر[24] سے پاؤں تک کہیں سے کوئی بال جدا کرنا، منہ یا[25] سر کسی[26] کپڑے وغیرہ سے چھپانا، بستر[27] یا کپڑے[1] کی لقچی یا گٹھڑی سر پر رکھنا، عمامہ[28] باندھنا، برقع[29] و دستانے پہننا، موزے[30] یا جرابیں وغیرہ جو پنڈلی اور اقدام[31] کے جوڑ کو چھپائے پہننا، سلا[32] کپڑا پہننا، خوشبو[33] بالوں یا بدن[34] یا کپڑوں میں لگانا، ملاگیری[35] یا کسم کیسر غرض کسی خوشبو کے رنگے کپڑے[36] پہننا جبکہ ابھی خوشبو دے رہے ہوں۔ خالص[37] خوشبو مشک، عنبر، زعفران، جاوتری، لونگ، الائچی، دارچینی، زنجبیل وغیرہ کھانا، ایسی[38] خوشبو کا آنچل میں باندھنا جس[39] میں فی الحال مہک ہو۔ جیسے[40] مشک، عنبر، زعفران۔ سر یا داڑھی خطمی یا کسی خوشبودار[41] ایسی چیز سے دھونا جس سے[42] جوئیں مر جائیں۔ وسمہ[43] یا مہندی[44] کا خضاب لگانا، گوند وغیرہ سے بال[45] جمانا، زیتون یا تل کا تیل[46] اگرچہ بے خوشبو ہو بدن یا[47] بالوں میں لگانا، کسی کا سر[48] مونڈنا اگرچہ اس کا احرام نہ ہو۔ جوں مارنا[49] پھینکنا، کسی کو اس کے مارنے کا اشارہ کرنا، کپڑا اس کے مارنے[50] کو دھونا یا دھوپ[51] میں ڈالنا، بالوں میں پارہ[52] وغیرہ اس کے مرنے[53] کو لگانا۔ غرض جوں کے ہلاک پر کسی پر کسی طرح باعث ہونا۔

(۱۰) احرام میں یہ باتیں مکروہ ہیں ؛

بدن کا میل چھڑانا، بال یا بدن کھلی یا صابون وغیرہ بے خوشبو کی چیز سے دھونا، کنگھی کرنا، اس طرح کھجانا کہ بال ٹوٹے یا جوں گرے۔ انگرکھا، کرتا یا جبہ پہننے کی طرح کندھوں پر ڈالنا، خوشبو کی دھونی دیا ہوا کپڑا کہ ابھی خوشبو دے رہا ہو پہننا، اوڑھنا۔ قصداً خوشبو سونگھنا اگرچہ خوشبودار پھل یا پتہ ہو جیسے لیموں، نارنگی، پودینہ، عطردانہ۔ سر یا منہ پر پٹی باندھنا، غلاف کعبہ مکہ معظمہ کے اندر اس طرح داخل ہونا کہ غلاف شریف سر یا منہ سے لگے، ناک وغیرہ منہ کا کوئی حصہ کپڑے سے چھپانا، یا کوئی ایسی چیز کھانا پینا جس میں خوشبو پڑی ہو اور نہ وہ پکائی گئی ہو نہ زائل ہو گئی ہو۔ بے سلا کپڑا رفو کیا یا پیوند لگا ہوا پہننا۔ تکیہ پر منہ رکھ کر

عـه[1] لوحمل المحرم علی راسه شیئا یلبسه الناس یکون لابسا، وان کان لایلبسه الناس کالاجانة و نحوه فلا[1] اھ ش عن النهر و الخانیة ۱۲ منه (م)

اگر محرم نے کوئی ایسی شئی اٹھائی جسے لوگ پہنتے ہیں تو اب لباس پہننے والا سمجھا جائیگا، اور اگر لوگ اسے نہیں پہنتے مثلاً ٹب وغیرہ تو اب لابس نہ ہوگا اھ ش نہر اور خانیہ کے حوالے سے ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] ردالمحتار فصل فی الاحرام مصطفی البابی مصر ۲/۱۷۶

Marfat.com

اوندھا لیٹنا، مہکتی خوشبو ہاتھ سے چھونا جبکہ ہاتھ میں نہ لگ جائے ورنہ حرام ہے، بازو یا گلے پر تعویذ باندھا اگرچہ بے سلے کپڑے میں لپیٹ کر، بلا عذر بدن پر پٹی باندھنا[1]، سنگھار کرنا، چادر اوڑھ کر اس کے آنچلوں میں گرہ دے لینا، تہبند باندھ کر کمر بند سے کسنا۔

(۱۱) یہ باتیں احرام میں جائز ہیں:

انگرکھا، کرتا، چغہ لپیٹ کر اوپر سے اس طرح ڈال لینا کہ سر اور منہ نہ چھپے۔ ان چیزوں یا پاجامہ کا تہبند باندھنا۔ ہمیانی یا پٹی باندھنا۔ بے میل چھڑائے حمام کرنا۔ کسی چیز کے سائے میں بیٹھنا۔ چھتری لگانا، انگوٹھی پہننا۔ بے خوشبو کا سرمہ لگانا۔ فصد بغیر بال مونڈے۔ پچھنے لینا۔ آنکھ میں جو بال نکلے اسے جدا کرنا۔ سر یا بدن اس طرح کھجانا کہ بال نہ ٹوٹے، جوں نہ گرے۔ احرام سے پہلے جو خوشبو لگائی اس کا لگا رہنا۔ پالتو جانور اونٹ، گائے، بکری، مرغی کا ذبح کرنا، پکانا، کھانا، اس کا دودھ دوہنا۔ انڈے توڑنا، بھوننا، کھانا۔ کھانے کے لیے مچھلی کا شکار کرنا۔ کسی دریائی جانور کا مارنا دوا یا غذا کے لیے نہ ہو نری تفریح منظور ہو جس طرح لوگوں میں رائج ہے تو شکار دریا ہو یا جنگل خود ہی حرام ہے اور احرام میں سخت تر حرام۔ منہ اور سر کے سوا کسی اور جگہ زخم پر پٹی باندھنا۔ سر یا گال کے نیچے تکیہ رکھنا۔ سر یا ناک پر اپنا یا دوسرے کا ہاتھ رکھنا۔ کان کپڑے سے چھپانا۔ ٹھوڑی سے نیچے داڑھی پر کپڑا آنا۔ سر پر سینی اور بوری اٹھانا۔ جس کھانے کے پکنے میں مشک وغیرہ پڑے ہوں اگرچہ خوشبو دیں یا بے پکائے جس میں خوشبو ڈالی اور وہ بو نہیں دیتی اس کا کھانا پینا۔ گھی یا چربی یا کڑوا تیل یا ناریل یا بادام یا کدو یا کاہو کا تیل کہ بسایا نہ ہو بدن یا بالوں میں لگانا۔ خوشبو کے رنگے کپڑے پہننا جبکہ ان کی خوشبو جاتی رہی ہو

---

[1] یکرہ تعصیب راسہ ولو عصبہ یوما او لیلا فعلیہ صدقۃ ولا شیئ علیہ لو عصب غیرہ من بدنہ لعلۃ او لغیر علۃ لکنہ یکرہ بلا علۃ[1] اھ فتح القدیر ۱۲ منہ (م)

اگر کسی نے سر پر پٹی باندھی اگرچہ ایک دن یا رات ہو تو اس پر صدقہ ہوگا، اور اگر سر کے علاوہ جسم کے کسی اور حصہ پر پٹی باندھی خواہ کسی تکلیف کی وجہ سے تھی یا بلا وجہ، تو کوئی شیئ لازم نہ ہوگی، ہاں بلا وجہ باندھنا مکروہ ہوگا اھ فتح القدیر ۱۲ منہ (ت)

---

[1] فتح القدیر باب الاحرام مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳۴۹/۲

Marfat.com

مگر کسم کیسر کا رنگ مرد کو ویسے ہی حرام ہے۔ دین کے لیے لڑنا جھگڑنا بلکہ حسب حاجت فرض و واجب ہے۔ جُوتا پہننا جو پاؤں کے جوڑ کو نہ چھپائے۔ بے سِلے کپڑے میں لپیٹ کر تعویذ گلے میں ڈالنا۔ آئینہ دیکھنا۔ ایسی خوشبو کا چھُونا جس میں فی الحال مہک نہیں جیسے اگر و بان، صندل یا اس کا آنچل میں باندھنا۔ نکاح کرنا۔

(۱۲) ان مسائل میں مرد و عورت برابر ہیں مگر عورت کو چند باتیں جائز ہیں، سر چھپانا، بلکہ نامحرم کے سامنے اور نماز میں فرض ہے تو سر پہ بستر بقچہ اٹھانا بدرجۂ اولیٰ، گوند وغیرہ سے بال جمانا، سر وغیرہ پر پٹی خواہ بازو یا گلے پر تعویذ باندھنا اگرچہ سی کر، غلافِ کعبہ کے اندر یُوں داخل ہونا کہ سر پر رہے منہ پر نہ آئے، دستانے موزے سلے کپڑے پہننا، عورت اتنی آواز سے لبیک نہ کہے کہ نامحرم سُنے، ہاں اتنی آواز ہر پڑھنے میں ہمیشہ سب کو ضرور ہے کہ اپنے کان تک آواز آئے۔

تنبیہ: احرام میں مُنہ چھپانا عورت کو بھی حرام ہے۔ نامحرم کے آگے کوئی پنکھا وغیرہ منہ سے بچا ہوا سامنے رکھے۔

(۱۳) جو باتیں احرام میں ناجائز ہیں وُہ اگر کسی عذر سے یا بھُول کر ہوں تو گناہ نہیں، مگر ان پر جو جرمانہ مقرر ہے ہر طرح دینا آئے گا اگرچہ بے قصد ہوں سہواً یا جبراً یا سوتے میں۔

(۱۴) وقت احرام سے رمی جمرہ تک (جس کا ذکر آگے آئیگا) اکثر اوقات لبیک کی بے شمار کثرت رکھے خصوصاً چڑھائی پر چڑھتے اُترتے، دو قافلوں کے ملتے، صبح شام پچھلی رات، پانچوں نمازوں کے بعد مرد بآواز کہیں مگر اتنی بلند کہ اپنے آپ یا دوسرے کو تکلیف نہ ہو۔

(۱۵) جب حرم کے متصل پہنچے سر جھکائے، آنکھیں شرمِ گناہ سے نیچی کیے خشوع خضوع سے داخل ہو، اور ہو سکے تو پیادہ ننگے پاؤں اور لبیک و دُعا کی کثرت رکھے، اور بہتر یہ کہ دن کو داخل ہو نہا کر۔

(۱۶) مکہ مکرمہ کے گرداگرد کئی کوس کا جنگل ہے، ہر طرف اس کی حدیں بنی ہُوئی ہیں، ان حدوں کے اندر تر گھاس اکھاڑنا، خود رو پیڑ کا کاٹنا، وہاں کے وحشی جانوروں کو تکلیف دینا حرام ہے یہاں تک کہ اگر سخت دُھوپ ہو اور ایک ہی پیڑ ہے اس کے سایہ میں ہرن بیٹھا ہے تو جائز نہیں کہ اپنے بیٹھنے کیلئے اسے اُٹھائے، اور اگر کوئی وحشی جانور بیرونِ حرم کا اس کے ہاتھ میں تھا اسے لئے ہُوئے حرم میں داخل ہوگیا اب وہ جانور حرم کا ہوگیا، فرض ہے کہ فوراً اسے آزاد کرے۔ مکہ معظمہ میں جنگلی کبوتر بکثرت ہیں، ہر مکان میں

ع چیل، کوّا، چوہا، چھپکلی، سانپ، بچھو، بر، کھٹمل، مچھر، پسّو وغیرہ خبیث اور موذی جانوروں کا قتل حرم میں بھی جائز ہے اور احرام میں بھی۔ (م)

Marfat.com

رہتے ہیں خبردار ہرگز انھیں نہ اڑائے نہ ڈرائے نہ کوئی ایذا پہنچائے۔ بعض اِدھر اُدھر کے لوگ جو مکے میں بسے کبوتروں کا ادب نہیں کرتے، ان کی ریس نہ کرے، مگر بُرا انھیں بھی نہ کہے۔ جب وہاں کے جانوروں کا ادب ہے، تو مسلمان انسان کا کیا کہنا۔

(۱۷) جب رب العالمین جل جلالہٗ کا شہر نظر پڑے ٹھہر کر دعا مانگے اور درود شریف کی کثرت کرے، اور افضل یہ ہے کہ نہا دھو کر داخل ہو اور مدفونین جنت المعلیٰ کے لیے فاتحہ پڑھے۔

(۱۸) جب مدعیٰ میں پہنچے جہاں سے کعبہ معظمہ نظر آئے اللہ اکبر یہ عظیم قبول و اجابت کا وقت ہے صدقِ دل سے اپنے اور تمام عزیزوں دوستوں مسلمانوں کے لیے مغفرت و عافیت مانگے، اور فقیر ایک دُعائے جامع عرض کرتا ہے درود شریف کی کثرت کریں اور اسے کم از کم تین بار پڑھیں؛

اَللّٰھُمَّ[۱] ھٰذَا بَیْتُكَ وَ اَنَا عَبْدُكَ اَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَ الْعَافِیَةَ فِی الدِّیْنِ وَ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ وَلِعَبْدِكَ اَحْمَدَ رَضَا ابْنِ نَقِیْ عَلِیْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ ھُمَا وَ ارْحَمْھُمَا وَ انْصُرْہُ نَصْرًا عَزِیْزًا۔

پھر درود شریف پڑھیں۔

(۱۹) یُونہی ذکرِ خدا و رسول اور اپنے تمام مسلمانوں کے لیے دعائے فلاحِ دارین کرتا ہوا باب السلام تک پہنچے اور اس آستانہ پاک کو بوسہ دے کر داہنا پاؤں پہلے رکھ کر داخل ہو اور کہے:

بِسْمِ اللّٰهِ[۲] وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔

ترجمہ: [۱] الٰہی! یہ تیرا گھر ہے اور میں تیرا بندہ، الٰہی! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہُوں، گناہوں کی معافی اور دین و دنیا و آخرت میں ہر بلا سے محفوظی اپنے لیے اور اپنے ماں باپ اور سب مردوں عورتوں اور تیرے حقیر بندے احمد رضا بن نقی علی کے لیے، الٰہی اس کی زبردست امداد فرما، آمین!

[۲] اللہ کے نام سے اور سب خُوبیاں خدا کو اور رسول اللہ پر سلام، الٰہی درود بھیج ہمارے آقا محمد اور ان کی آل اور ان کی بیبیوں پر، الٰہی! میرے گناہ بخش دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ (م)

Marfat.com

(۲۰) یہ دُعا خوب یاد رکھے جب کبھی مسجد الحرام شریف خواہ مسجد میں داخل ہو اسی طرح جائے اور یہ دُعا پڑھے، اور جب کسی مسجد سے باہر آئے پہلے بایاں پاؤں باہر رکھے اور یہی دُعا پڑھے مگر آخیر میں رَحْمَتِكَ کی جگہ فَضْلِكَ کہے اور یہ لفظ اور بڑھائے: وَسَهِّلْ اَبْوَابَ رِزْقِكَ - اس کی برکات دین و دنیا میں بے شمار ہیں، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ -

فصل سوم طواف وسعی صفا و مروہ کا بیان

اب کہ مسجد الحرام میں داخل ہُوا اگر جماعت قائم یا نماز فرض خواہ وتر یا سنّتِ مؤکدہ کے فوت ہونے کا خوف نہ ہو تو سب کاموں سے پہلے متوجہ طواف ہو کعبہ شمع ہے اور تُو پروانہ، دیکھتا نہیں کہ پروانہ شمع کے گرد کیسے قربان ہوتا ہے یُوں تُو بھی اس شمع پر قربان ہونے کے لیے مستعد ہو جا، پہلے اس مقامِ کریم کا نقشہ دیکھے کہ جو بات کہی جائے خُوب ذہن میں آجائے۔

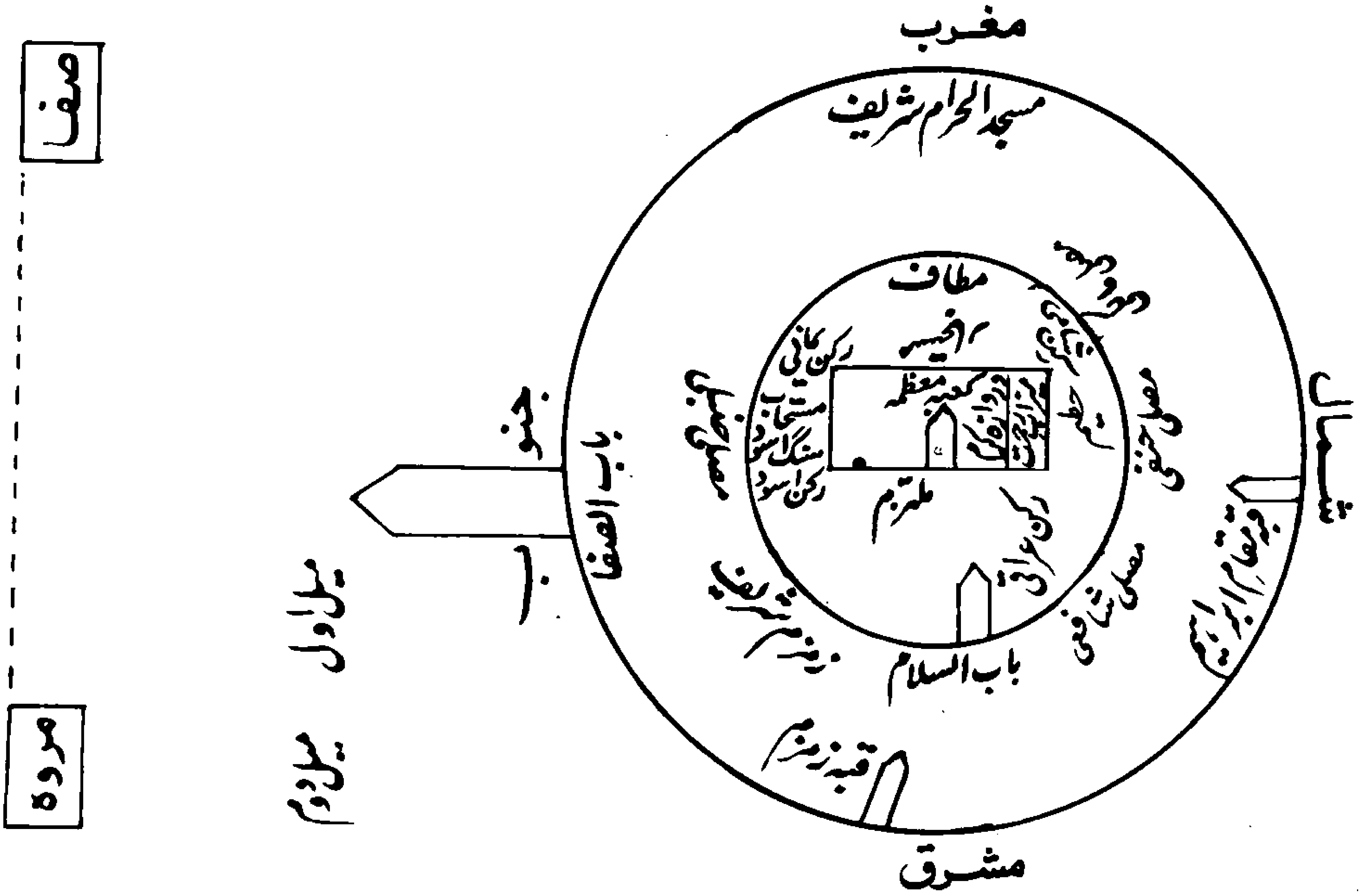

مسجد الحرام ایک گول وسیع احاطہ ہے جس کے کنارے کنارے بہ کثرت دالان اور آنے جانے کے دروازے ہیں اور بیچ میں مطاف ایک گول دائرہ ہے جس میں سنگِ مرمر بچھا ہے اس کے بیچ میں کعبہ معظمہ ہے نبی صلی اللہ

لہ اپنے رزق کے دروازوں میں آسانی فرما۔ (ت)

Marfat.com

تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد الحرام اسی قدر تھی، اس کی حد پر باب السلام شرقی قدیم دروازہ واقع ہے۔ رکن مکان کا گوشہ جہاں اس کی دو دیواریں ملتی ہیں جسے زاویہ کہتے ہیں، اسی طرح د ــــ ح ب ح د ، ح ب دونوں دیواریں مقام ح پر ملی ہیں، یہ رکن زاویہ ہے۔ کعبہ معظمہ کے چار رکن ہیں۔ رکنِ اسود جنوب مشرق کے گوشہ میں، اسی میں زمین سے اونچا سنگِ اسود شریف نصب ہے۔ رکن عراقی مشرق و شمال کے گوشہ میں، دروازۂ کعبہ انھی دونوں رکنوں کے بیچ کی شرقی دیوار میں زمین سے بہت بلند ہے۔ ملتزم اسی شرقی دیوار کا وہ ٹکڑا جو رکن اسود سے دروازۂ کعبہ معظمہ تک ہے۔ رکن شامی شمال مغرب کے گوشہ میں۔ میزابِ رحمت سونے کا پرنالہ رکن شامی و عراقی کے بیچ کی شمالی دیوار پر چھت میں نصب ہے۔ حطیم بھی اسی شمالی دیوار کی طرف ہے۔ یہ زمین[عہ] کعبہ معظمہ ہی کی تھی، زمانۂ جاہلیت میں جب قریش نے کعبہ از سرِ نو بنایا، کمیِ خرچ کے باعث اتنی زمین کعبہ معظمہ سے باہر چھوڑ دی، اس کے گرداگرد ایک قوسی انداز کی چھوٹی سی دیوار کھینچ دی اور دونوں طرف آمد و رفت کا دروازہ ہے، اور یہ مسلمانوں کی خوش نصیبی ہے اس میں داخل ہونا کعبہ معظمہ ہی میں داخل ہونا ہے جو بحمد اللہ تعالیٰ بے تکلف نصیب ہوتا ہے۔ رکنِ یمانی مغرب و جنوب کے گوشہ میں مستجار رکنِ شامی و یمانی کے بیچ کی غربی دیوار کا وہ ٹکڑا جو ملتزم کے مقابل ہے۔ مستجاب رکن یمانی و رکن اسود کے بیچ میں جو دیوار جنوبی ہے یہاں ستر ہزار فرشتے دعا پر آمین کہنے کے لیے مقرر ہیں، فقیر نے اس کا نام مستجاب رکھا۔ مقامِ ابراھیم دروازۂ کعبہ کے سامنے ایک قبہ میں وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کعبہ بنایا تھا اُن کے قدم پاک کا اس پر نشان ہو گیا جو اب تک موجود ہے اور جسے اللہ تعالیٰ نے اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ اللہ تعالیٰ کی کھلی نشانیاں فرمایا۔ زمزم شریف کا قبہ اس سے جنوب کو مسجد شریف میں واقع ہے۔ باب الصفا مسجد شریف کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جس سے نکل کر سامنے کوہِ صفا ہے صفا کعبہ معظمہ سے جنوب کو ایک پہاڑی تھی کہ زمین میں چھپ گئی ہے، اب وہاں قبلہ رُخ ایک دالان بنا دیا ہے اور چڑھنے کی سیڑھیاں، مروہ دوسری پہاڑی صفا سے پورب کو تھی، یہاں بھی قبلہ رُخ دالان بنا دیا ہے اور سیڑھیاں۔ صفا سے مروہ تک جو فاصلہ ہے اب یہاں بازار ہے، صفا سے چلتے ہوئے دہنے ہاتھ کو دکانیں اور بائیں ہاتھ کو احاطہ مسجد الحرام ہے۔ میلین اخضرین اس فاصلہ کے وسط میں دیوارِ حرم شریف میں دو سبز میل نصب ہیں، جیسے میل کے شروع میں پتھر لگا ہوتا ہے۔ مسعیٰ وہ فاصلہ کہ ان دونوں میلوں کے بیچ میں ہے۔ یہ سب صورتیں رسالہ میں بار بار دیکھ کر خوب ذہن نشین کر لیجئے کہ وہاں پہنچ کر پوچھنے کی حاجت

عہ جنوباً شمالاً چھ ہاتھ کعبہ کی زمین ہے اور بعض کہتے ہیں سات ہاتھ اور بعض کا خیال ہے کہ سارا حطیم ہے (م)

Marfat.com

نہ ہو۔ ناواقف آدمی اندھے کی طرح کام کرتا ہے اور جو سمجھ لیا وُہ انکھیارا ہے۔ اب اپنے رب عزّ وجلّ کا نامِ پاک لے کر طواف کیجئے۔

(۱) شروع طواف سے پہلے مرد اضطباع کرے یعنی چادر کی سیدھی جانب دہنی بغل کے نیچے سے نکالے کہ سیدھا شانہ کھلا رہے اور دونوں آنچل بائیں کندھے پر ڈال لے۔

(۲) اب رُو بہ کعبہ حجرِ اسود کی بائیں طرف رکنِ یمانی کی جانب سنگِ اسود اقدس کے قریب یوں کھڑے ہو کہ تمام پتھر اپنے سیدھے ہاتھ کو رہے۔ پھر طواف کی نیت کرو:

اَللّٰھُمَّ[۱] اِنِّیْ اُرِیْدُ طَوَافَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ۔

(۳) اس نیت کے بعد کعبہ کو منہ کیے اپنی داہنی سمت چلو، جب سنگِ اسود کے مقابل ہو (اور یہ بات ادنیٰ حرکت میں حاصل ہو جائے گی) کانوں تک ہاتھ اس طرح اٹھاؤ کہ ہتھیلیاں حجر کی طرف رہیں اور کہو:

بِسْمِ[۲] اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ[۱]

(۴) میسر ہو سکے تو حجرِ اسود مطہر پر دونوں ہتھیلیاں اور ان کے بیچ میں منہ رکھ کر یوں بوسہ دو کہ آواز نہ پیدا ہو سکے۔ تین بار ایسا ہی کرو، یہ نصیب ہو تو کمال سعادت ہے، یقیناً تمہارے محبوب و مولےٰ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اسے بوسہ دیا اور روئے اقدس اس پر رکھا ہے، زہے خوش نصیبی کہ تمہارا منہ وہاں تک پہنچے، اور ہجوم کے سبب نہ ہو سکے تو نہ اوروں کو ایذا دو اور نہ آپ دبو کچلو، بلکہ اس کے عوض ہاتھ سے اور ہاتھ نہ پہنچے تو لکڑی سے سنگِ اسود مبارک چھو کر اسے چوم لو، یہ بھی نہ بن پڑے تو ہاتھوں سے اس کی طرف اشارہ کر کے اُسے بوسہ دے، محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے منہ رکھنے کی جگہ پر نگاہیں پڑ رہی ہیں، یہی کیا کم ہے!

(۵) اَللّٰھُمَّ[۳] اِیْمَانًا بِكَ وَاِتِّبَاعًا لِسُنَّۃِ نَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ[۲]

---

[۱] اے اللہ! میں تیرے مبارک و معزز گھر کا طواف کرنے لگا ہوں اسے میرے لیے آسان فرما اور اسے میری طرف سے قبول بھی فرما۔ (ت)

[۲] اللہ کے نام سے، تمام حمد اللہ کے لیے، اللہ سب سے بڑا ہے اور صلوٰۃ و سلام ہو اللہ کے رسول پر (ت)

[۳] الٰہی تجھ پر ایمان لا کر اور تیرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنّت کی پیروی کو یہ طواف کرتا ہوں ۱۲ منہ (م)

---

[۱] منسک متوسط مع ارشاد الساری فصل فی صفۃ الشروع فی الطواف دار الکتاب العربی بیروت ص ۸۹

[۲] الاذکار امام نووی فصل فی اذکار الطواف ؍؍ ؍؍ ؍؍ ص ۱۷۶

Marfat.com

کہتے ہوئے درِ کعبہ تک بڑھو، جب حجر مبارک کے سامنے سے گزر جاؤ سیدھے ہو لو خانہ کعبہ کو اپنے بائیں ہاتھ پہلے کر یوں چلو کہ کسی کو ایذا نہ دو۔

(۶) مرد رَمل کرتا چلے یعنی جلد جلد چھوٹے قدم رکھتا شانے ہلاتا جیسے قوی و بہادر لوگ چلتے ہیں، نہ کودتا نہ دوڑتا، جہاں زیادہ ہجوم ہو جائے اور رَمل میں اپنی یا غیر کی ایذا ہو اتنی دیر رَمل ترک کرو۔

(۷) طواف میں جس قدر خانہ کعبہ سے نزدیک ہو بہتر ہے، مگر نہ اتنے کہ پُشتہ دیوار پر جسم یا کپڑا لگے اور نزدیکی میں کثرتِ ہجوم کے سبب رَمل نہ ہو سکے تو دُوری بہتر ہے۔

(۸) جب ملتزم، پھر رکن عراقی، پھر میزاب الرحمۃ، پھر رکن شامی کے سامنے آؤ تو یہ سب دُعا کے مواقع ہیں ان کے لیے خاص خاص دُعائیں کہ جو جواہر البیان شریف میں مذکور ہیں سب کا یاد کرنا دشوار ہے اس سے وُہ اختیار کرو جو محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے سچے وعدے سے تمام دعاؤں سے بہتر و افضل ہے یعنی یہاں اور تمام مواقع میں اپنے لیے دُعا کے بدلے اپنے حبیب صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر درود بھیجو، رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

اِذًا یَکْفِی ھَمَّکَ وَیَغْفِرُ لَکَ ذَنْبَکَ[۱] - ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ تیرے سب کام بنا دے گا اور تیرے گناہ معاف فرما دے گا۔

(۹) طواف میں دُعا دُرود کے لیے رُکو نہیں بلکہ چلتے میں پڑھو۔

(۱۰) دُعا و درود چلا چلا کر نہ پڑھو جس طرح مطوف پڑھاتے ہیں بلکہ آہستہ اس قدر کہ اپنے کان تک آواز آئے۔

(۱۱) جب رکن یمانی کے پاس آؤ تو اُسے دونوں ہاتھ یا دہنے سے تبرکاً چھوؤ نہ صرف بائیں ہاتھ سے اور چاہو تو اسے بوسہ بھی دو، اور نہ ہو سکے تو یہاں لکڑی سے چھونا یا اشارہ کر کے ہاتھ چُومنا نہیں۔

(۱۲) جب اس سے بڑھو تو یہ مستجاب جہاں ستّر ہزار فرشتے دُعا پر آمین کہیں گے وہی دعائے جامع پڑھے یا اپنے اور سب احباب و مسلمین اور اس حقیر و ذلیل کی نیت سے صرف درود شریف کافی ہے۔

(۱۳) اب جو دوبارہ حجر تک آئے یہ ایک پھیرا ہوا، یُونہی سات پھیرے کرو، مگر باقی پھیروں میں وُہ نیت کرنا نہیں کہ نیت تو ابتداء میں ہو چکی، اور رَمل صرف اگلے تین پھیروں میں ہے اور باقی چار میں آہستہ بے جنبشِ شانہ معمولی چال سے چلو۔

---

[۱] الترغیب و الترھیب الترغیب فی اکثار الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مصطفی البابی مصر ۲/۵۰۱

Marfat.com

ہو تو۔

(۱۴) جب ساتوں پھیرے ہو جائیں آخر میں پھر حجر کو بوسہ دو یا وہی طریقے ہاتھ یا لکڑی کے برتو۔

(۱۵) بعد طواف مقامِ ابراہیم میں آکر آیۂ کریمہ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِیْمَ مُصَلًّی[1] پڑھ کر دو رکعت طواف کہ واجب ہیں قُلْ یا اور قُلْ ھُوَ اللہ سے پڑھو، اگر وقتِ کراہت مثلاً طلوعِ صبح سے بلندیٔ آفتاب تک یا دوپہر یا نمازِ عصر کے بعد غروب تک نہ ہو ورنہ وقت نکل جانے پر بعد کو پڑھو، یہ رکعتیں پڑھ کر دُعا مانگو، یہاں حدیث میں ایک دُعا ارشاد ہوئی جس کے فائدوں کی عظمت اس سے کہنا ہی چاہتی ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَانِیَتِیْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِیْ وَتَعْلَمُ حَاجَتِیْ فَاعْطِنِیْ سُؤْلِیْ وَتَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اِیْمَانًا یُّبَاشِرُ قَلْبِیْ وَیَقِیْنًا صَادِقًا حَتّٰی اَعْلَمَ اَنَّہٗ لَا یُصِیْبُنِیْ اِلَّا مَا کَتَبْتَ لِیْ وَاَرْضِنِیْ مِنَ الْمَعِیْشَۃِ بِمَا قَسَمْتَ لِیْ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔[2]

حدیث میں ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے جو یہ دُعا کرے گا اس کی خطا بخش دوں گا، غم دُور کر دوں گا، محتاجی سے نکال لوں گا، ہر تاجر سے بڑھ کر اس کی تجارت رکھوں گا، دنیا ناچار و مجبور اس کے پاس آئے گی گو وُہ اسے نہ چاہے۔

(۱۶) پھر ملتزم پر جاؤ اور قریبِ حجر اس سے لپٹو اور اپنا سینہ اور پیٹ اور کبھی دہنا رخسارہ کبھی بایاں رخسارہ اس پر رکھو اور دونوں ہاتھ سر سے اونچے کر کے دیوار پر پھیلاؤ، یا داہنا ہاتھ دروازے اور بایاں سنگِ اسود کی طرف۔ اور یہاں کی دُعا یہ ہے:

ع۱ اور مقامِ ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ ۱۲ منہ (م)

ع۲ الٰہی! تُو میرا چھپا اور ظاہر سب جانتا ہے، تُو میرا عذر قبول فرما اور میری حاجت تجھے معلوم ہے، تُو میری مراد دے اور جو میرے دل میں ہے تُو جانتا ہے، تُو میرے گناہ بخش دے، الٰہی! میں تجھ سے مانگتا ہوں وُہ ایمان جو میرے دل میں پیوست ہو جائے، اور سچّا یقین کہ میں جانوں کہ مجھے وہی ملے گا جو تو نے میرے لیے لکھ دیا ہے اور میں اس معاشِ پر راضی ہوں جو تُو نے مجھے نصیب کی ہے اے سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ۱۲ منہ (م)

---

[1] القرآن ۲/۱۲۵

[2] مسلک متقسط مع ارشاد الساری فصل فی صفۃ الشروع فی الطواف دار الکتاب العربی بیروت ص ۹۴

Marfat.com

یَا وَاجِدُ یَا مَاجِدُ لَا تَزِلْ عَنِّیْ نِعْمَۃً اَنْعَمْتَ بِھَا عَلَیَّ۔[1]

حدیث میں فرمایا: میں جب چاہتا ہوں جبریل کو دیکھتا ہوں کہ ملتزم سے لپٹے ہوئے یہ دُعا کر رہے ہیں۔

(۱۷) پھر زمزم پر آؤ اور ہو سکے تو خواہ ایک ڈول کھینچو ورنہ بھرنے والوں سے لے لو اور کعبہ کو منہ کرکے تین سانسوں میں پیٹ بھر کے جتنا پیا جائے پیو، ہر بار بِسْمِ اللّٰہِ سے شروع اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پر ختم، باقی بدن پر ڈال لو اور پیتے وقت دُعا کرو کہ قبول ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: زمزم جس مراد سے پیا جائے اسی کے لیے ہے۔ یہاں وہی دُعائے جامع پڑھو اور حاضری مکہ معظمہ تک پینا تو بار بار نصیب ہوگا۔ قیامت کی پیاس سے بچنے کے لیے پیو، کبھی عذابِ قبر سے محفوظی کو، کبھی محبتِ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بڑھنے کو، کبھی وسعتِ رزق، کبھی شفائے امراض، کبھی حصولِ علم وغیرہا خاص مرادوں کے لیے پیو۔

(۱۸) وہاں جب پیو خوب پیٹ بھر کر پیو۔ حدیث میں ہے، ہم میں اور منافقوں میں فرق ہے کہ وہ زمزم کوکھ بھر کر نہیں پیتے۔[2]

(۱۹) چاہِ زمزم کے اندر بھی نظر کرو کہ بحکم حدیث دافع نفاق ہے۔[3]

(۲۰) اب اگر کوئی عذر تکان وغیرہ کا نہ ہو تو ابھی ورنہ آرام لے کر صفا مروہ میں سعی کے لیے پھر حجرِ اسود کے پاس آؤ اور اسی طرح تکبیر وغیرہ کہہ کر چومو، اور نہ ہو سکے تو اس کی طرف مُنہ کرکے فوراً بابِ صفا سے جانبِ صفا روانہ ہو۔ دروازے سے پہلے بایاں پاؤں نکالو اور داہنا پہلے جوتے میں ڈالو، اور یہ ادب ہر مسجد سے باہر آتے ہمیشہ ملحوظ رکھو۔

(۲۱) ذکر و درود میں مشغول صفا کی سیڑھیوں پر اتنا چڑھو کہ کعبہ معظمہ نظر آئے (اور یہ بات جہاں پہلی ہی سیڑھی سے حاصل ہے پھر رُخ بہ کعبہ ہو کر دونوں ہاتھ دعا کی طرح پہلے شانوں تک اٹھاؤ اور دیر تک تسبیح و تہلیل و درود و دُعا کرو کہ محلِ اجابت ہے۔ یہاں بھی دُعائے جامع پڑھو، پھر اُتر کر ذکر و

---

[1] اے قدرت والے اے عزت والے مجھ سے زائل نہ کر جو نعمت تُو نے مجھے بخشی ہے ۱۲ منہ (م)

---

[1] مسلک متقسط مع ارشاد الساری فصل فی صفۃ الشروع فی الطواف دار الکتاب العربی بیروت ص ۹۴

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۹۵

[3] 〃 〃 فصل لیستحب الاکثار من شرب ماء زمزم 〃 〃 〃 ص ۳۲۹

Marfat.com

درود میں مشغول مروہ کو چلو۔

(۲۲) جب پہلا میل آئے مرد دوڑنا شروع کریں (مگر نہ حد سے زائد نہ کسی کو ایذا دیتے) یہاں تک کہ دُوسرے میل سے نکل جائیں، اس درمیان میں سب دُعا بہ کوشش تمام کرو، یہاں کی دُعا یہ ہے:

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ[1]

(۲۳) دوسرے میل سے نکل کر پھر آہستہ ہو لو یہاں تک کہ مروہ پر پہنچو، یہاں پہلی سیڑھی چڑھنے بلکہ اس کے قریب کھڑے ہونے سے مروہ پر صعود مل جاتا ہے، یہاں اگرچہ عمارتیں بن جانے سے کعبہ نظر نہیں آتا مگر رُو بہ کعبہ ہو کر جیسا صفا پر کیا تھا کرو، یہ ایک پھیرا ہُوا۔

(۲۴) پھر صفا کو جاؤ پھر آؤ، یہاں تک کہ ساتواں پھیرا مروہ پر ختم ہو، ہر پھیرے میں اسی طرح کریں، اس کا نام سعی ہے، واضح ہو کہ عمرہ صرف انہی افعالِ طواف وسعی کا نام ہے۔ قِران و تمتع والے کے لیے بھی یہی عمرہ ہو گیا اور افراد والے کے لیے یہ طواف قدوم ہوا یعنی حاضریِ دربار کا مجرا۔

(۲۵) قارن یعنی جس نے قِران کیا ہے اس کے بعد طوافِ قدوم کی نیت سے ایک طواف وسعی اور بجالائے۔

(۲۶) قارن اور مفرد جس نے افراد کیا تھا لبیک کہتے ہُوئے احرام کے ساتھ مکّہ میں ٹھہریں، ان کی لبیک دسویں تاریخ رمیِ جمرہ کے وقت ختم ہو گی جبھی احرام سے نکلیں گے جس کا ذکر ان شاء اللہ تعالےٰ آتا ہے، مگر متمتع جس نے تمتع کیا تھا وہ اور معتمر یعنی نرا عمرہ کرنے والا شروع طواف کعبہ معظمہ سے سنگِ اسود شریف کا پہلا بوسہ لیتے ہی لبیک چھوڑ دیں اور طواف وسعی مذکور کے بعد حلق کریں یعنی مرد سارا سر منڈا دیں یا تقصیر یعنی مرد و عورت بال کتروائیں اور احرام[2] سے باہر آئیں، پھر متمتع چاہے تو آٹھویں ذی الحجہ تک بے احرام رہے، مگر افضل یہ ہے کہ جلد حج کا احرام باندھ لے۔ اگر یہ خیال نہ ہو کہ دن زیادہ ہیں یہ

---

[1] اے میرے رب بخش دے اور رحم فرما تو ہی سب سے زیادہ عزّت والا سب سے بڑھ کر کرم والا ۱۲ (م)

[2] کبھی احرام کے ساتھ ہی منیٰ میں قربانی کے لیے جانور ہمراہ لیتے ہیں اسے سوق ہدی کہتے ہیں، اگر کسی متمتع نے ایسا احرام باندھا تو اب اُسے عمرہ کے بعد احرام کھولنا جائز نہ ہو گا بلکہ قارن کی طرح احرام میں رہے اور لبیک کہا کرے یہاں تک کہ دسویں کو رمی کے ساتھ لبیک چھوڑے، پھر قربانی کے بعد حلق یا تقصیر کر کے احرام سے باہر آئے ۱۲ منہ (م)

لہ مسلک متقسط مع ارشاد الساری باب السعی بین الصفا والمروۃ دار الکتاب العربی بیروت ص ۱۱۷

Marfat.com

قیدیں نہ نبھیں گی۔

تنبیہ : طواف قدوم میں اضطباع و رَمل اور اس کے بعد صفا و مروہ میں سعی ضرور نہیں مگر اب نہ کرنے گا تو طواف الزیارت میں کہ حج کا طواف فرض ہے جس کا ذکر ان شاء اللہ آتا ہے، یہ سب کام کرنے ہوں گے، اور اس وقت ہجوم بہت ہوتا ہے عجب نہیں کہ طواف میں رمل اور سعی میں دوڑنا نہ ہوسکے اور اِس وقت ہو چکا تو طواف زیارت میں ان کی حاجت نہ ہوگی، لہذا ہم نے ان کو مطلقاً داخلِ ترکیب کر دیا۔

(۲۷) مفرد و قارن تو حج کے رمل و سعی سے طواف قدوم میں فارغ ہولیے مگر متمتع نے جو طواف و سعی کیے وُہ عمرہ کے تھے، حج کے رمل و سعی اس سے ادا نہ ہوئے اور اس پر طواف قدوم ہے نہیں کہ قارن کی طرح اس میں یہ امور کر کے فراغت پالے، لہذا اگر وُہ بھی پہلے سے فارغ ہولینا چاہے تو جب حج کا احرام باندھے گا اس کے بعد ایک نفل طواف میں رمل و سعی کرے اب اسے طواف الزیارت میں ان کی حاجت نہ ہوگی۔

(۲۸) اب یہ سب حجاج (قارن، متمتع، مفرد کوئی ہو) کہ منٰی جانے کے لیے مکہ معظمہ میں آٹھویں تاریخ کا انتظار کر رہے ہیں۔ ایامِ اقامت میں جس قدر ہوسکے نرا طواف بے اضطباع و رمل و سعی کرتے رہیں، باہر والوں کے لیے یہ سب سے بہتر عبادت ہے اور ہر سات پھیروں پر مقامِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں دو رکعت پڑھیں۔

(۲۹) اب خواہ منٰی سے واپسی پر جب کبھی رات میں جتنی بار کعبہ معظمہ پر نظر پڑے لا اِلٰہ اِلّا اللہ واللہ اکبر تین بار کہیں اور نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر درود بھیجیں، دُعا کریں کہ یہ وقتِ قبول ہے۔

(۳۰) طواف اگرچہ نفل ہو اس میں یہ باتیں حرام ہیں:

بے وضو طواف کرنا ۔ کوئی عضو جو ستر میں داخل ہے اس کا چہارم کھلا ہونا مثلاً ران یا آزاد عورت کا کان۔ بے مجبوری سواری پہ یا کسی کی گود میں یا کندھوں پر طواف کرنا۔ بلا عذر بیٹھ کر سرکنا یا گھٹنوں چلنا۔ کعبہ کو داہنے ہاتھ پر لے کر اُلٹا طواف کرنا۔ طواف میں حطیم کے اندر ہو کر گزرنا۔ سات پھیروں سے کم کرنا۔

(۳۱) یہ باتیں طواف میں مکروہ ہیں:

فضول بات کرنا۔ بیچنا۔ خریدنا۔ حمد و نعت و منقبت کے سوا کوئی شعر پڑھنا۔ ذکر یا دُعا یا تلاوت یا کوئی کلام بلند آواز سے کرنا۔ ناپاک کپڑے میں طواف کرنا۔ رمل یا اضطباع یا بوسہ سنگِ اسود جہاں جہاں ان کا حکم ہے ترک کرنا۔ طواف کے پھیروں میں زیادہ فاصلہ دینا یعنی کچھ پھیرے کر لیے پھر دیر تک ٹھہر گئے یا اور کسی کام میں لگ گئے، باقی پھیرے بعد کو کیے مگر وضو جاتا رہا تو کر آئے یا جماعت قائم ہوئی اور اس نے نماز ابھی نہ پڑھی ہو تو شریک ہو جائے بلکہ جنازہ کی جماعت میں بھی طواف چھوڑ کر مل سکتا ہے باقی جہاں سے چھوڑا تھا

Marfat.com

آکر پورا کرے۔ یونہی[11] پیشاب پاخانہ کی ضرورت ہو تو چلا جائے وضو کر کے باقی پورا کرے۔ ایک[12] طواف کے بعد جب تک اس کی رکعتیں نہ پڑھ لیں دوسرا طواف شروع کر دینا مگر کراہتِ نماز کا وقت ہو جیسے صبح صادق سے طلوعِ آفتاب یا نمازِ عصر پڑھنے کے بعد سے غروبِ آفتاب تک کہ اس میں متعدد طواف بے فصل نماز جائز ہیں، وقتِ کراہت نکل جائے تو ہر طواف کے لیے دو رکعت ادا کرے۔ خطبہ[13] امام کے وقت طواف کرنا، ہاں اگر خود پہلی جماعت میں پڑھ چکا تو باقی جماعتوں کے وقت طواف کرنے میں حرج نہیں اور نمازیوں کے سامنے سے گزر سکتا ہے کہ طواف بھی مثلِ نماز ہی ہے۔ طواف[14] میں کچھ کھانا۔ پیشاب[15] یا پاخانہ یا ریح کے تقاضے میں طواف کرنا۔

(۳۲) یہ باتیں طواف وسعی دونوں میں مباح ہیں؛

سلام[1] کرنا۔ جواب[2] دینا۔ پانی[3] پینا۔ حمد[4] ونعت ومنقبت کے اشعار آہستہ پڑھنا۔ اور سعی[5] میں کھانا کھا سکتا ہے۔ حاجت[6] کے لیے کلام کرنا۔ فتویٰ[7] پوچھنا۔ فتویٰ[8] دینا۔

(۳۳) طواف کی طرح سعی بھی بلا ضرورت سوار ہو کر یا بیٹھ کر ناجائز و گناہ ہے۔

(۳۴) سعی میں یہ باتیں مکروہ ہیں؛

بے[1] حاجت اس کے پھیروں میں زیادہ فصل دینا مگر جماعت قائم ہو تو چلا جائے، یونہی شرکتِ جنازہ یا قضائے حاجت یا تجدیدِ وضو کو اگرچہ سعی میں ضرور نہیں۔ خرید[2] و فروخت[3]۔ فضول[4] کلام۔ صفا[5] یا مروہ پر نہ چڑھنا۔ مرد[6] کا مسعیٰ میں بلا عذر نہ دوڑنا۔ طواف[7] کے بعد بہت تاخیر کر کے سعی کرنا۔ ستر[8] عورت نہ ہونا۔ پریشان[9] نظری یعنی اِدھر اُدھر فضول دیکھنا سعی میں بھی مکروہ ہے اور طواف میں اور زیادہ مکروہ۔

مسئلہ: بے وضو بھی سعی میں کوئی حرج نہیں، ہاں باوضو مستحب ہے۔

(۳۵) طواف وسعی کے سب مسائلِ مذکورہ میں عورتیں بھی شریک ہیں مگر اضطباع[1]، رمل[2]، سعی[3] میں دوڑنا ان کے لیے نہیں۔ مزاحمت[4] کے ساتھ بوسۂ سنگِ اسود یا مسِ[5] رکنِ یمانی یا قربِ[6] کعبہ یا زمزم[7] کے اندر نظر یا خود[8] پانی بھرنے کی کوشش نہ کریں۔ یہ باتیں یوں مل سکیں کہ نامحرم سے بدن نہ چھوئے تو خیر، ورنہ الگ تھلگ رہنا اس کے لیے سب سے بہتر ہے۔

فصل چہارم منیٰ کی روانگی اور عرفہ کا وقوف

(۱) ساتویں تاریخ مسجدِ حرام میں بعد نمازِ ظہر امام خطبہ پڑھے گا اسے سنو۔

(۲) یوم الترویہ کہ آٹھ تاریخ کا نام ہے جس نے احرام نہ باندھا ہو باندھ لے اور ایک نفل طواف میں رمل و سعی جیسا کہ اوپر گزرا، کرلے۔

Marfat.com

(۳) جب آفتاب نکل آئے منیٰ کو چلو اور ہو سکے تو پیادہ کہ جب تک مکہ معظمہ پلٹ کر آؤ گے ہر قدم پر سات سو نیکیاں لکھی جائیں گی، سو ہزار کا لاکھ، سو لاکھ کا کروڑ، سو کروڑ کا ارب، سو ارب کا کھرب۔ یہ نیکیاں تخمیناً ۸، کھرب ۴۰ ارب ہوتی ہیں۔ اور اللہ کا فضل اس نبی کے صدقہ میں اس امت پر بے شمار ہے جل وعلا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم، والحمد للہ رب العالمین۔

(۴) راستے بھر لبیک و دُعا اور درود و ثنا کی کثرت کرو۔

(۵) جب منیٰ نظر آئے کہو:

اَللّٰھُمَّ ھٰذِہٖ مِنًی فَامْنُنْ عَلَیَّ بِمَا مَنَنْتَ بِہٖ عَلٰی اَوْلِیَآئِکَ۔ ؎۱

(۶) یہاں رات کو ٹھہرو، آج ظہر سے نویں کی صبح تک پانچ نمازیں مسجد خیف میں پڑھو۔ آج کل بعض مطوفوں نے یہ نکالی ہے کہ آٹھویں کو منیٰ نہیں ٹھہرتے سیدھے عرفات پہنچتے ہیں، ان کی نہ مانے اور اس سُنّتِ عظیمہ کو ہرگز نہ چھوڑے، قافلہ کے اصرار سے اُن کو بھی مجبور ہونا پڑے گا۔

(۷) شب عرفہ منیٰ میں ذکر و عبادت سے جاگ کر صبح کرو، سونے کے بہت دن پڑے ہیں، اور نہ ہو تو کم از کم عشاء و صبح تو جماعتِ اولیٰ سے پڑھو کہ شب بیداری کا ثواب ملے گا، اور با وضو سوؤ کہ رُوح عرش تک بلند ہوگی۔

(۸) صبح تک مستحب وقت نماز پڑھ کر لبیک و ذکر و درود میں مشغول رہو یہاں تک کہ آفتاب کوہ ثبیر پر کہ مسجد خیف شریف کے سامنے ہے چمکے، اب عرفات کو چلو، دل کو خیالِ غیر سے پاک کرنے میں کوشش کرو کہ آج وُہ دن ہے کہ کچھ کا حج قبول کریں گے اور کچھ ان کے صدقے میں بخش دیں گے۔ محروم وُہ جو آج محروم رہا، وسوسے آئیں تو اُن سے لڑائی نہ باندھو کہ یُوں بھی دُشمن کا مطلب حاصل ہے وُہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم اور خیال میں لگ جاؤ، لڑائی باندھی جائے جب بھی تو اور خیال پڑے بلکہ ان کی طرف دھیان ہی نہ کرو، یہ سمجھ لو کہ کوئی اور وجود ہے جو ایسے خیالات لا رہا ہے مجھے اپنے رب سے کام ہے یُوں اِن شاء اللہ وہ مردود و ناکام واپس جائے گا۔

(۹) راستے بھر ذکر و درود میں بسر کرو، بے ضرورت کچھ بات نہ کرو، لبیک کی بار بار کثرت کرتے چلو۔

(۱۰) جب نگاہ جبلِ رحمت پر پڑے ان امور میں اور زیادہ کوشش کرو کہ اِن شاء اللہ تعالےٰ وقتِ قبول ہے۔

؎۱ الٰہی! یہ منیٰ ہے تو مجھ پر وُہ احسان کر جو تُو نے اپنے دوستوں پر کئے ۱۲ (م)

؎۱ کتاب ادعیۃ الحج والعمرۃ ملحق ارشاد الساری، فصل فاذا کان الیوم الثانی الخ دار الکتاب العربی بیروت ص ۱۷

Marfat.com

(۱۱) عرفات میں اس کوہ مبارک کے پاس یا جہاں جگہ ملے شارع عام سے بچ کر اُترو۔
(۱۲) آج کے ہجوم میں کہ لاکھوں آدمی ہزاروں ڈیرے خیمے ہوتے ہیں، اپنے ڈیرے سے جاکر واپسی میں اس کا ملنا دشوار ہوتا ہے اس لیے پہچان کا نشان قائم کر لو کہ دُور سے نظر آئے۔
(۱۳) مستورات ساتھ ہوں تو ان کے بُرقعہ پر بھی کوئی خاص کپڑا علامت چمکتے رنگ کا لگا دو کہ دُور سے دیکھ کر تمیز کرسکو اور دل میں تشویش نہ رہے۔
(۱۴) دوپہر تک زیادہ وقت اللہ کے حضور زاری اور باخلاص نیت حسبِ استطاعت تصدق وخیرات وذکر ولبیک و درود و دعا و استغفار و کلمۂ توحید میں مشغول رہو۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، سب سے بہتر وہ چیز جو آج کے دن میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء نے کہی یہ ہے:
لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِیْ وَيُمِيْتُ ط وَهُوَ حَیٌّ لَّا يَمُوْتُ ط بِيَدِهِ الْخَيْرُ ط وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ۔[ع][1]
(۱۵) دوپہر سے پہلے کھانے پینے وغیرہ ضروریات سے فارغ ہو لو کہ دل کسی طرف لگا نہ رہے۔ آج کے دن جیسے حاجی کو روزہ مناسب نہیں کہ دُعا میں ضُعف ہوگا۔ یُونہی پیٹ بھر کر کھانا سخت ضرر اور غفلت و کسل کا باعث ہے۔ تین روٹی کی بھوک والا ایک ہی کھائے۔ نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے تو ہمیشہ کے لیے یہی حکم دیا ہے، اور خود دنیا سے تشریف لے گئے اور جَو کی روٹی کبھی پیٹ بھر کر نہ کھائی حالانکہ اللہ کے حکم سے تمام جہان اختیار میں تھا اور ہے، اور اگر انوار و برکات لینا چاہو تو نہ صرف آج بلکہ حرمین شریفین میں جب تک حاضر ہو تہائی پیٹ سے زیادہ ہرگز نہ کھاؤ۔ مانو گے تو اس کا فائدہ، نہ مانو گے تو اس کا نقصان آنکھوں سے دیکھ لوگے۔ ہفتہ بھر اس پر عمل کرکے تو دیکھو، اگلی حالت سے فرق نہ پاؤ جبھی کہنا، جی بچے تو کھانے پینے کے بہت دن ہیں، یہاں تو نور و ذوق کے لیے جگہ خالی رکھو ؎

بھرا تن دوبارہ کیا بھرے گا

ع اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، وہ ایک اکیلا، اس کا کوئی ساجھی نہیں، اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لیے سب خوبیاں، وہی جلائے وہی مارے، اور وہ زندہ ہے کہ کبھی نہ مرے گا، سب بھلائیاں اسی کے قبضہ میں ہیں اور وہ سب کچھ کرسکتا ہے ۱۲ (م)

---

[1] کتاب ادعیۃ الحج والعمرۃ ملحق ارشاد الساری فصل فی التوجہ الی العرفات دار الکتاب العربی بیروت ص ۱۷

Marfat.com

(۱۶) جب دوپہر قریب آئے نہاؤ کہ سنّتِ مؤکدہ ہے اور نہ ہوسکے تو صرف وضو۔

(۱۷) دوپہر ڈھلتے ہی بلکہ اس سے پہلے کہ امام کے قریب جگہ ملے مسجد نمرہ جاؤ، سُنّتیں پڑھ کر خطبہ سُن کر امام کے ساتھ ظہر پڑھو، بیچ میں سلام و قیام تو کیا معنی سنتیں بھی نہ پڑھو، اور بعد عصر بھی نفل نہیں، یہ ظہر و عصر ملا کر پڑھنا جبھی جائز ہے کہ نماز یا تو سلطان خود پڑھائے یا وہ جو حج میں اس کا نائب ہو کر آتا ہے۔ جس نے ظُہر اکیلے یا اپنی خاص جماعت سے پڑھی اسے وقت سے پہلے عصر پڑھنا حلال نہ ہوگا، اور جس حکمت کے لئے شرع نے یہاں ظُہر کے ساتھ عصر ملانے کا حکم فرمایا ہے یعنی غروبِ آفتاب تک دُعا کے لیے وقت خالی ملنا وُہ جاتی رہے گی۔

(۱۸) خیال کرو جب شرع کو یہ وقت دُعا کے لیے فارغ کرنے کا اس قدر اہتمام ہے تو اس وقت اور کام میں مشغولی کس قدر بیہودہ ہے۔ بعض احمقوں کو دیکھا ہے کہ امام تو نماز میں ہے یا نماز پڑھ کر موقف[۱] کو گیا اور وُہ کھانے پینے حقّے چائے اڑانے میں مصروف ہیں خبردار ایسا نہ کرو، امام کے ساتھ نماز پڑھتے ہی فورًا موقف کو روانہ ہو جاؤ، اور ممکن ہو تو اُونٹ پر کہ سنّت بھی ہے اور ہجوم میں دبنے کچلنے سے محافظت بھی۔

(۱۹) بعض مطوّف اس مجمع میں جانے سے منع کرتے ہیں اور طرح طرح سے ڈراتے ہیں ان کی نہ سُنو کہ وہ خاص نزولِ رحمتِ عام کی جگہ ہے، ہاں عورات اور کمزور مرد یہیں کھڑے ہُوئے دعا میں شامل ہوں کہ بطنِ عرنہ[۲] کے سوا یہ سارا میدان موقف ہے اور یہ لوگ بھی تصوّر یہی کریں کہ ہم اس مجمع میں حاضر ہیں اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ نہ سمجھیں، اس مجمع میں یقیناً بکثرت اولیا، بلکہ الیاس و خضر علیہم الصلوٰۃ والسّلام نبی اللہ موجود ہیں، یہ تصور کریں کہ انوار و برکات جو اس مجمع میں اُن پر اُتر رہے ہیں ان کا صدقہ ہم بھکاریوں کو بھی پہنچتا ہے، یوں الگ ہو کر بھی شامل رہیں گے، اور جس سے ہو سکے تو وہاں کی حاضری چھوڑنے کی چیز نہیں۔

(۲۰) افضل یہ ہے کہ امام سے نزدیک جبلِ رحمت کے قریب جہاں سیاہ پتھر کا فرش ہے رُو بقبلہ پس پشتِ امام کھڑا ہو جبکہ ان فضائل کے حصول میں دقّت یا کسی کی اذیت نہ ہو ورنہ جہاں اور جس طرح ہو سکے وقوف[۳] کرو، امام کی دہنی جانب اور بائیں رُو برو سے افضل ہے۔ یہ وقوف ہی حج کی جان اور اس کا بڑا رکن ہے۔

---

[۱] وُہ جگہ کہ نماز کے بعد سے غروبِ آفتاب تک وہاں کھڑے ہو کر ذکر و دُعا کا حکم ہے۔ (م)

[۲] بطنِ عرنہ عرفات میں حرم کے نالوں میں سے ایک نالہ ہے مسجد نمرہ کے مغرب یعنی مکہ معظّمہ کی طرف، وہاں موقف محض ناجائز ہے۔ (م)

[۳] وہاں ذکر و دُعا کے لیے کھڑا ہونا۔ (م)

Marfat.com

(۲۱) بعض جاہل یہ حرکت کرتے ہیں کہ پہاڑ پر چڑھ جاتے ہیں اور وہاں کھڑے رومال ہلاتے رہتے ہیں اس سے بچو اور ان کی طرف بھی برا خیال نہ کرو، یہ وقت اوروں کے عیب دیکھنے کا نہیں اپنے عیبوں پر شرمساری اور گریہ وزاری کا ہے۔

(۲۲) اب وُہ کہ یہاں ہیں اور کہ ڈیروں میں ہیں سب ہمہ تن صدقِ دل سے اپنے کریم مہربان رب کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور میدانِ قیامت میں حسابِ اعمال کے لیے اس کے حضور حاضری کا تصور کرو، نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ لرزتے، کانپتے، ڈرتے، امید کرتے، آنکھیں بند کیے، گردن جھکائے، دستِ دعا آسمان کی طرف سر سے اونچے پھیلاؤ۔ تکبیر، تہلیل، تسبیح، لبیک، حمد، ذکر، دعا، توبہ، استغفار میں ڈوب جاؤ۔ کوشش کرو کہ ایک قطرہ آنسوؤں کا ٹپکے کہ دلیلِ اجابت و سعادت ہے ورنہ رونے کا سا منہ بناؤ کہ اچھوں کی صورت بھی اچھی۔ اثنائے دُعا و ذکر میں لبیک کی بار بار تکرار کرو۔ آج کے دن کی دُعائیں بہت منقول ہیں، اور دُعائے جامع کہ اُوپر گزری کافی ہے، چند بار اسے کہہ لو، اور سب سے بہتر یہ کہ سارا وقت درود، ذکر، تلاوتِ قرآن میں گزارو کہ بوعدۂ حدیث دُعا والوں سے زیادہ پاؤ گے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دامن پکڑو، غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے توسل کرو، اپنے گناہ اور اس کی قہاری یاد کر کے بید کی طرح لرزو اور یقین جانو کہ اس کی مار سے اُسی کے پاس پناہ ہے، اس سے بھاگ کر کہیں جا نہیں سکتے۔ اس کے در کے سوا کہیں ٹھکانا نہیں۔ لہٰذا ان شفیعوں کا دامن لیے اس کے عذاب سے اسی کی پناہ مانگو اور اسی حالت میں رہو کہ کبھی اس کی رحمتِ عام کی اُمید سے مرجھایا دل نہال ہو جاتا ہے اور یونہی تضرع و زاری میں رہو یہاں تک کہ آفتاب ڈوب جائے اور رات کا ایک لطیف جز آجائے اس سے پہلے کوچ منع ہے۔ بعض جلد باز دن ہی سے چل دیتے ہیں ان کا ساتھ نہ دو، غروب تک ٹھہرنے کی ضرورت نہ ہوتی تو عصر ظہر سے ملا کر پڑھنے کا حکم کیوں ہوتا، اور کیا معلوم کہ رحمتِ الٰہی کس وقت توجہ فرمائے، اگر تمہارے چل دینے کے بعد اُتری تو معاذ اللہ کیسا خسارہ ہے، اور اگر غروب سے پہلے حدودِ عرفات سے نکل گئے جب تو پورا جرم ہے اور جرمانے میں قربانی دینی آئے گی۔ بعض مطوّف یُوں ڈراتے ہیں کہ رات میں خطرہ ہے یہ دو ایک کے لیے ٹھیک ہے، اور جب قافلے کا قافلہ ٹھہرے گا تو ان شاء اللہ کچھ اندیشہ نہیں۔

(۲۳) ایک ادب واجب الحفظ اس روز کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سچے وعدوں پر بھروسا کر کے یقین کرے کہ آج میں گناہوں سے ایسا پاک ہو گیا جیسا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہُوا تھا، اب کوشش کروں کہ آئندہ گناہ نہ ہوں اور جو داغ اللہ تعالیٰ نے محض رحمت میری پیشانی سے دھویا ہے پھر نہ لگے۔

(۲۴) یہاں یہ باتیں مکروہ ہیں، غروبِ آفتاب سے پہلے وقوف چھوڑ کر روانگی جب کہ غروب تک

Marfat.com

حدودِ عرفات سے باہر نہ ہو جائے ورنہ حرام ہے۔ نمازِ ظہر وعصر ملانے کے بعد موقف کو جانے میں دیر اس وقت سے غروب تک کھانے پینے یا توجہ بخدا کے سوا کسی کام میں مشغول ہونا، کوئی دنیوی بات کرنا، غروب پر یقین ہو جانے کے بعد روانگی میں تاخیر کرنا، مغرب یا عشاء عرفات میں پڑھنا۔

تنبیہ: موقف میں چھتری لگانے یا کسی طرح سایہ چاہنے سے حتی المقدور بچو، ہاں جو مجبور ہے معذور ہے۔

تنبیہ ضروری، اشد ضروری

بدنگاہی ہمیشہ حرام ہے نہ کہ احرام میں نہ کہ موقف میں، یا مسجد الحرام میں نہ کہ کعبہ کے سامنے نہ کہ طوافِ بیت الحرام میں، یہ تمہارے بہت امتحان کا موقعہ ہے، عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ یہاں منہ نہ چھپاؤ اور تمہیں حکم دیا گیا ہے کہ ان کی طرف نگاہ نہ کرو یقین جانو کہ یہ بڑے عزت والے بادشاہ کی باندیاں ہیں اور اس وقت تم اور وہ سب خاص دربار میں حاضر ہو کر بلا تشبیہ شیر کا بچہ اس کی بغل میں ہو اس وقت کون اس کی طرف نگاہ اٹھا سکتا ہے، تو اللہ واحد قہار کی کنیزیں کہ اس کے خاص دربار میں حاضر ہیں ان پر بدنگاہی کس قدر سخت ہوگی وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی (اور اللہ تعالیٰ ہی کی شان سب سے بلند ہے) ہاں ہاں ہوشیار، ایمان بچائے ہوئے، قلب و نگاہ سنبھالے ہوئے، حرم وہ جگہ ہے جہاں گناہ کے ارادے پر پکڑا جاتا ہے اور ایک گناہ لاکھ گناہ کے برابر ٹھہرتا ہے۔ الٰہی! خیر کی توفیق دے۔ آمین!

فصل پنجم منیٰ و مزدلفہ و باقی افعالِ حج

(۱) جب غروبِ آفتاب کا یقین ہو جائے فوراً مزدلفہ کو چلو، اور امام کا ساتھ افضل ہے مگر وہ دیر کرے تو اس کا انتظار نہ کرو۔

(۲) راستے بھر ذکر، درود و دعا و لبیک و زاری و بکا میں مصروف رہو۔

(۳) راستہ میں جہاں گنجائش پاؤ اور اپنی یا دوسرے کی ایذا کا احتمال نہ ہو تو اتنی دیر اتنی دور تیز چلو، پیادہ ہو خواہ سوار۔

(۴) جب مزدلفہ نظر آئے بشرطِ قدرت پیادہ ہو لینا بہتر ہے اور نہا کر داخل ہونا افضل ہے۔

(۵) وہاں پہنچ کر حتی الامکان جبلِ قزح کے پاس راستے سے بچ کر اترو ورنہ جہاں جگہ ملے۔

(۶) غالباً وہاں پہنچتے پہنچتے شفق ڈوب جائے گی، مغرب کا وقت نکل جائے گا، اونٹ کھولنے

Marfat.com

اسباب اتارنے سے پہلے امام کے ساتھ مغرب وعشاء پڑھو، اور اگر وقت باقی رہے جب بھی ابھی مغرب ہرگز نہ پڑھو نہ راہ میں کہ اس دن یہاں نمازِ مغرب وقتِ مغرب میں پڑھنا گناہ ہے، اگر پڑھ لو گے عشاء کے وقت پھر پڑھنی ہوگی، غرض یہاں پہنچ کر مغرب وقتِ عشاء میں بہ نیتِ ادا نہ کہ بہ نیتِ قضا، حتی الامکان امام کے ساتھ پڑھو اس کا سلام ہوتے ہی معًا عشاء کی جماعت ہوگی، عشاء کے فرض پڑھو، اس کے بعد مغرب و عشا کی سنتیں اور وتر پڑھو، اگر امام کے ساتھ نماز نہ مل سکے تو اپنی جماعت کر لو اور نہ ہو سکے تو تنہا پڑھو۔

(۷) باقی رات ذکر لبیک و درود و دعا میں گزارو کہ یہ بہت افضل جگہ ہے اور بہت افضل رات ہے زندگی ہو تو اور سونے کو بہت سی راتیں ملیں گی اور یہاں یہ رات خدا جانے دوبارہ کسے ملے اور نہ ہو سکے تو خیر باطہارت سو رہو کہ فضول باتوں سے سونا بہتر، اور اتنے پہلے اُٹھ بیٹھو کہ صبح چمکنے سے پہلے ضروریات و طہارت سے فارغ ہو لو۔ آج نمازِ صبح بہت اندھیرے سے پڑھی جائے گی، کوشش کرو کہ جماعتِ امام بلکہ پہلی تکبیر فوت نہ ہو کہ عشاء وصبح جماعت سے پڑھنے والا پوری شب بیداری کا ثواب پاتا ہے۔

(۸) اب دربارِ اعظم کی دوسری حاضری کا وقت آیا، ہاں ہاں کرم کے دروازے کھولے گئے ہیں، کل عرفات میں حقوق اللہ معاف، یہاں حقوق العباد معاف فرمانے کا وعدہ ہے، مشعر الحرام میں یعنی خاص پہاڑی پر اور جگہ نہ ملے تو اس کے دامن میں، اور نہ ہو سکے تو وادیِ محسر کے سوا جہاں گنجائش پاؤ وقوف کرو اور تمام باتیں کہ وقوف عرفات میں مذکور ہوئیں ملحوظ رکھو۔

(۹) جب طلوع آفتاب میں دو رکعت پڑھنے کا وقت رہ جائے امام کے ساتھ منیٰ کو چلو اور یہاں سے سات چھوٹی چھوٹی کنکریاں دانۂ خرما کے برابر پاک جگہ سے اٹھا کر تین بار دھو لو کسی پتھر کو توڑ کر کنکریاں نہ بناؤ۔

(۱۰) راستے بھر بدستور ذکر و دعا و درود و بکثرت لبیک میں مشغول رہو۔

(۱۱) جب وادیِ محسر[عہ۱] پہنچو پانچ سو پینتالیس ہاتھ بہت جلدی تیزی کے ساتھ چل کر نکل جاؤ مگر نہ وہ تیزی جس سے کسی کو ایذا ہو اور اس عرصہ میں یہ دعا کرتے جاؤ: اَللّٰهُمَّ[عہ۲] لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ

عہ۱ یہ منیٰ مزدلفہ کے بیچ میں ایک نالہ ہے دونوں کی حدود سے خارج مزدلفہ سے منیٰ کو جاتے بائیں ہاتھ کو جو پہاڑ پڑتا ہے اس کی چوٹی سے شروع ہو کر ۵۴۵ ہاتھ تک ہے یہاں اصحاب الفیل آکر ٹھہرے تھے اور ان پر عذابِ ابابیل اُترا تھا اس سے جلد گزرنا اور عذابِ الٰہی سے پناہ مانگنا چاہئے ۱۲ منہ (م)

عہ۲ الٰہی! اپنے غضب سے ہمیں قتل نہ کر اور اپنے عذاب سے ہمیں ہلاک نہ کر اور اس سے پہلے ہمیں عافیت دے ۱۲ منہ (م)

Marfat.com

وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِکَ[1]

(۱۲) جب منیٰ نظر آئے وہی دُعا[2] پڑھو جو مکّہ سے آتے منیٰ کو دیکھ کر پڑھی تھی۔

(۱۳) جب منیٰ پہنچو سب کاموں سے پہلے جمرۃ العقبہ[1] کو جاؤ جو ادھر سے پچھلا جمرہ ہے اور مکہ معظمہ سے پہلے نالے کے وسط میں سواری پر جمرے سے پانچ ہاتھ ہٹے ہوئے یوں کھڑے ہو کہ منیٰ داہنے ہاتھ پر اور کعبہ بائیں کو اور جمرہ کی طرف منہ ہو، سات کنکریاں جدا جدا سیدھا ہاتھ خوب اٹھا کر کہ سپیدیٔ بغل ظاہر ہو ہر ایک پر بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَر کہہ کر مارو، بہتر یہ ہے کہ کنکریاں جمرہ تک پہنچیں ورنہ تین ہاتھ کے فاصلے پر گریں، اس سے زیادہ فاصلے پر گری تو وُہ کنکری شمار میں نہ آئے گی۔ پہلی کنکری سے لبیک موقوف کرو۔

(۱۴) جب سات پُوری ہو جائیں وہاں نہ ٹھہرو، فوراً ذکر کرو، دُعا کرتے پلٹ آؤ۔

(۱۵) اب قربانی میں مشغول ہو، یہ وُہ قربانی نہیں جو عید میں ہوتی ہے کہ وُہ تو مسافر پر اصلاً نہیں اور مقیم مالدار پر واجب ہے اگرچہ حج میں ہو بلکہ یہ حج کا شکرانہ ہے، قارن و متمتع پر واجب اگرچہ فقیر[2] ہو، اور مفرد کے لیے مستحب اگرچہ غنی ہو، جانور کی عمر و اعضاء میں وہی شرطیں ہیں جو عید کی قربانی میں۔

(۱۶) ذبح کرنا آتا ہو تو آپ ذبح کرو کہ سنّت ہے ورنہ وقتِ ذبح حاضر رہو۔

(۱۷) رُو بقبلہ لٹا کر خود بھی رُو بقبلہ رہو اور تکبیر کہتے ہوئے نہایت تیز چُھری سے بہت جلد اتنی پھیرو کہ چاروں رگیں کٹ جائیں، زیادہ ہاتھ نہ بڑھاؤ کہ بے سبب کی تکلیف ہے۔

---

[1] منیٰ اور مکّہ کے بیچ میں تین ستون بنے ہُوئے ہیں ان کو جمرہ کہتے ہیں۔ پہلا جو منیٰ سے قریب ہے جمرۂ اولیٰ کہلاتا ہے اور بیچ کا جمرۂ وسطیٰ اور اخیر کا مکہ معظمہ سے قریب ہے جمرۃ العقبہ ۱۲ منہ (م)

[2] مسئلہ: محتاج محض جس کی ملک میں نہ قربانی کے لائق کوئی جانور ہو نہ اتنا نقد یا اسباب کہ اسے بیچ کر لے سکے وہ اگر قِران یا تمتع کی نیت کرے گا تو اس پر قربانی کے بدلے دس روزے واجب ہوں گے تین تو حج کے مہینوں میں یعنی یکم شوال سے نویں ذی الحجہ تک احرام باندھنے کے بعد اس بیچ میں جب چاہے رکھ لے ایک ساتھ خواہ جدا جدا، اور بہتر ہے ۷، ۸ اور ۹ کو ہوں اور باقی سات تیرھویں کے بعد جب چاہے رکھے، اور بہتر یہ ہے کہ گھر پہنچ کر ہوں۔ (م)

---

[1] مسلک متقسط مع ارشاد الساری فصل فی آداب التوجہ الیٰ منیٰ دار الکتاب العربی بیروت ص ۱۴۸

[2] کتاب ادعیۃ الحج والعمرۃ ملحق ارشاد الساری فصل فاذا کان یوم الثانی الخ 〃 〃 ص ۱۷

Marfat.com

(۱۸) بہتر یہ ہے کہ وقتِ ذبح قربانی والے جانور کے دونوں ہاتھ اور ایک پاؤں باندھ لو، ذبح کر کے کھول دو۔

(۱۹) اُونٹ ہو تو اسے کھڑا کر کے سینہ میں گلے کے انتہا پر تکبیر کہہ کر نیزہ مارو کہ سنّت یُونہی ہے اور اس کا ذبح کرنا مکروہ، مگر حلال ذبح سے بھی ہو جائے گا اور گلے پر ایک ہی جگہ اسے ذبح کرے۔ جاہلوں میں جو مشہور ہے کہ اونٹ تین جگہ سے ذبح ہوتا ہے غلط و خلافِ سنّت اور مفت کی اذیت و مکروہ ہے۔

(۲۰) کسی ذبیحہ کو جب تک سرد نہ ہو کھال نہ کھینچو، اعضاء نہ کاٹو کہ ایذا ہے۔

(۲۱) یہ قربانی کر کے اپنے اور تمام مسلمانوں کے حج و قربانی قبول ہونے کی دُعا کرو۔

(۲۲) بعد قربانی رُو بقبلہ بیٹھ کر مرد حلق کریں یعنی سارا سر منڈائیں کہ افضل ہے یا بال کتروائیں کہ رخصت ہے، اور عورتوں کو حلق حرام ہے ایک پور برابر بال کتروا دیں۔

(۲۳) حلق ہو یا تقصیر دہنی طرف سے ابتداء کرو اور اس وقت اَللّٰهُ اَکْبَرُ ط اَللّٰهُ اَکْبَرُ ط لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ط وَاللّٰهُ اَکْبَرُ ط اَللّٰهُ اَکْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ط بعد فراغت بھی کہو، سب مسلمانوں کی بخشش مانگو۔[1]

(۲۴) بال دفن کر دو اور ہمیشہ بدن سے جو چیز بال، ناخن، کھال جُدا ہو دفن کرو۔

(۲۵) یہاں حلق یا تقصیر سے پہلے ناخن نہ کتراؤ، خط نہ بنواؤ۔

(۲۶) اب عورت سے صحبت کرنے، شہوت سے ہاتھ لگانے، گلے لگانے، بوسہ لینے، دیکھنے کے سوا جو کچھ احرام نے حرام کیا تھا سب حلال ہو گیا۔

(۲۷) افضل یہ ہے کہ آج دسویں ہی تاریخ فرض طواف کے لیے جسے طواف الزیارۃ کہتے ہیں مکہ معظمہ جاؤ بدستور مذکورہ پیادہ با طہارت و سترِ عورت طواف کرو مگر اس طواف میں اضطباع نہیں۔

(۲۸) قارن و مفرد طوافِ قدوم میں اور متمتع بعد احرام حج کسی طواف نفل میں حج کے رمل و سعی دونوں خواہ صرف سعی کر چکے ہوں تو اس طواف میں رمل و سعی کچھ نہ کریں اور اگر اُس[1] میں رمل و سعی کچھ نہ کیا ہو یا صرف[2] رمل کیا ہو یا جس[3] طواف میں کیے تھے وُہ عمرہ کا تھا جیسے قارن و متمتع کا پہلا طواف یا وہ طواف بے طہارت کیا تھا تو ان چاروں صُورتوں میں رمل و سعی دونوں اس طوافِ فرض میں کریں۔

(۲۹) کمزور اور عورتیں اگر بھیڑ کے سبب دسویں کو نہ جائیں تو اس کے بعد گیارھویں کو افضل ہے اور اس دن یہ بڑا نفع ہے کہ مطاف خالی ملتا ہے، گنتی کے بیس[1] بیس[2] آدمی ہوتے ہیں، عورتوں کو بھی باطمینانِ تمام

---

[1] مسلک متقسط مع ارشاد الساری فصل فی الحلق والتقصیر دار الکتاب العربی بیروت ص ۱۵۲

Marfat.com

ہر پھیرے میں سنگِ اسود کا بوسہ ملتا ہے۔

(۳۰) جو گیارھویں کو نہ جائے بارھویں کو کرلے، اس کے بعد بلا عذر تاخیر گناہ ہے۔ جرمانہ میں ایک قربانی ہوگی، ہاں مثلاً عورت کو حیض یا نفاس آگیا تو وہ ان کے ختم کے بعد کرے۔

(۳۱) بہرحال بعد طواف دو رکعت ضرور پڑھیں، اس طواف سے عورتیں بھی حلال ہوجائیں گی، حج پورا ہوگیا کہ اس کا دوسرا رکن یہ طواف تھا۔

(۳۲) دسویں، گیارھویں، بارھویں راتیں منٰی ہی میں بسر کرنا سنّت ہے، نہ مزدلفہ میں نہ مکہ میں نہ راہ میں۔ تو جو دس یا گیارہ کو طواف کے لیے گیا واپس آکر رات منٰی ہی میں گزارے۔

(۳۳) گیارھویں تاریخ بعد نمازِ ظہر امام کا خطبہ سُن کر پھر رمی کو چلو، ان ایام میں رمی جمرۃ اولٰی سے شروع کرو جو مسجدِ خیف سے قریب مزدلفہ کی طرف ہے اس کی رمی کو راہِ مکہ کی طرف سے آکر چڑھائی پر چڑھو کہ یہ جگہ بہ نسبت جمرۃ العقبہ کے بلند ہے، یہاں رُو بہ کعبہ سات کنکریاں بطور مذکور مار کر جمرہ سے کچھ آگے بڑھ جاؤ اور دُعا میں ہاتھ یُوں اٹھاؤ کہ ہتھیلیاں قبلہ کو رہیں، حضورِ قلب سے حمد و درود و دُعا و استغفار میں کم سے کم بیس آیتیں پڑھنے قدر مشغول ہو ورنہ پون پارہ یا سورۂ بقر پڑھنے کی مقدار تک۔

(۳۴) پھر جمرۂ وسطٰی پر جاکر ایسا ہی کرو۔

(۳۵) پھر جمرۂ عقبٰی پر، مگر یہاں رمی کرکے نہ ٹھہرو، معًا پلٹ آؤ، پلٹنے میں دُعا کرو۔

(۳۶) بعینہٖ اسی طرح بارھویں تاریخ تینوں جمرے بعد زوال رمی کرو۔ بعض لوگ آج دوپہر سے پہلے رمی کرکے مکہ معظمہ کو چل دیتے ہیں۔ یہ ہمارے اصل مذہب کے خلاف اور ایک ضعیف روایت ہے۔

(۳۷) بارھویں کی رمی کرکے غروبِ آفتاب سے پہلے اختیار ہے کہ مکہ معظمہ روانہ ہوجاؤ، مگر بعد غروب چلا جانا معیوب ہے۔ اب ایک دن اور ٹھہرنا اور تیرھویں کو بدستور دوپہر ڈھلے رمی کرکے مکہ جانا ہوگا اور یہی افضل ہے، مگر عام لوگ بارھویں کو چلے جاتے ہیں تو ایک رات دن یہاں قیام میں قلیل جماعت کو وقت ہے۔

(۳۸) حلق رمی سے پہلے جائز نہیں۔

(۳۹) گیارھویں بارھویں کی رمی دوپہر سے پہلے اصلاً صحیح نہیں۔

(۴۰) رمی میں یہ امور مکروہ ہیں:

دسویں[۱] کی رمی دوپہر بعد کرنا۔ تیرھویں[۲] کی رمی دوپہر سے پہلے کرنا۔ رمی[۳] میں بڑا پتھر مارنا۔ توڑ[۴] کر بڑے پتھر کی کنکریاں مارنا۔ جمرہ[۵] کے نیچے جو کنکریاں پڑی ہیں اٹھا کر مارنا کہ یہ مردود کنکریاں ہیں جو قبول ہوتی ہیں، قیامت کے دن نیکیوں کے پلّے میں رکھنے کو اٹھائی جاتی ہیں ورنہ جمروں کے گرد پہاڑ جمع ہوجاتے۔ ناپاک[۶] کنکریاں مارنا۔ سات[۷]

Marfat.com

سے زیادہ مارنا۔ رمی کے لیے جو جہت مذکور ہوئی اس کا خلاف کرنا۔ جمرہ سے پانچ ہاتھ سے کم فاصلہ پر کھڑا ہونا، زیادہ کا مضائقہ نہیں۔ جمروں میں خلافِ ترتیب کرنا۔ مارنے کے بدلے کنکری جمرے کے پاس ڈال دینا۔

(۴۱) اخیر دن یعنی بارھویں خواہ تیرھویں کو جب منیٰ سے رخصت ہو کر مکہ معظمہ چلو تو وادی محصب[1] میں کہ جنۃ المعلیٰ کے قریب ہے سواری سے اتر لو یا بے اترے کچھ دیر ٹھہر کر مشغولِ دعا ہو اور افضل تو یہ ہے کہ عشاء تک نمازیں یہیں پڑھو ایک نیند لے کر داخلِ مکہ معظمہ ہو۔

(۴۲) اب تیرھویں کے بعد جب تک مکہ میں ٹھہرو اپنے پیر، استاد، ماں باپ خصوصاً حضور پُرنور سیدِ عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب و عترت اور حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف سے جتنے ہو سکیں عُمرے کرتے رہو، تنعیم کو جو مکہ معظمہ سے شمال یعنی مدینہ طیبہ کی طرف تین میل کے فاصلے پر ہے جاؤ وہاں سے عمرہ کا احرام جس طرح اوپر بیان ہوا باندھ کر آؤ اور طواف و سعی حسبِ دستور کر کے حلق یا تقصیر کر لو عُمرہ ہو گیا۔ جو حلق کر چکا اور مثلاً اسی دن دُوسرا عمرہ کیا وُہ سر پر اُسترا پھروالے کافی ہے، یوں ہی وہ جس کے سر پر قدرتی بال نہ ہوں۔

(۴۳) مکہ معظمہ میں کم از کم ایک بار ختمِ قرآن مجید سے محروم نہ رہے۔

(۴۴) جنۃ المعلیٰ حاضر ہو کر ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ و دیگر مدفونین کی زیارت کرے۔

(۴۵) مکانِ ولادتِ اقدس حضورِ انور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی بھی زیارت سے مشرف ہو۔

(۴۶) حضرت عبد المطلب کی زیارت کریں اور ابو طالب کی قبر پر نہ جاؤ، یونہی جدہ میں جو لوگوں نے حضرت حوا رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا مزار کئی سو ہاتھ کا بنا رکھا ہے وہاں بھی نہ جاؤ کہ بے اصل ہے۔

(۴۷) علماء کی خدمت سے شرف لو خصوصاً اکابر جیسے آج کل حضرت مولانا عبد الحق صاحب مہاجر الٰہ آبادی کہ حمیدیہ محل کے قریب تشریف فرما اور مسلمانانِ ہند کے لیے رحمتِ مجسم ہیں اور حضرت شیخ العلماء مولانا محمد سعید بابصیل اور حضرت شیخ الائمہ مولانا احمد ابو الخیر مرداد قریب صفا اور حضرت عماد السنۃ مولانا شیخ صالح کمال قریب باب السلام اور حضرت مولانا سید اسمٰعیل آفندی حافظ کتب الحرم حرم شریف کے کتب خانے میں وغیرہم حفظہم[2] اللہ تعالیٰ۔

---

[1] جنۃ المعلیٰ کہ مکہ کا قبرستان ہے، اس کے پاس ایک پہاڑ ہے اور وُہ دوسرے پہاڑ کے سامنے مکہ کو جاتے ہوئے داہنے ہاتھ پر نالے کے پیٹ سے جُدا ہے، ان دونوں پہاڑوں کے بیچ کا نالہ وادیٔ محصب ہے، جنت المعلےٰ محصب میں داخل نہیں۔ (م)

[2] یہ سب حضرات رخصت ہو چکے ہیں۔ (م)

Marfat.com

(۴۸) کعبہ معظمہ کی داخلی کمال سعادت ہے اگر جائز طور پر نصیب ہو، حرمِ عام میں داخلی ہوتی ہے مگر سخت کشمکش کمزور مرد کا کام ہی نہیں، نہ عورتوں کو ایسے ہجوم میں جرأت کی اجازت، زبردست مرد اگر آپ ایذا سے بچ بھی گیا تو اوروں کو دھکے دے کر ایذا دے گا، اور یہ جائز نہیں۔ نہ یوں حاضری میں کچھ ذوق ملے اور خاص داخلی بے لین دین میسر نہیں اور اس پر لینا بھی حرام اور دینا بھی۔ حرام کے ذریعہ ایک مستحب ملا بھی تو وہ بھی حرام ہو گیا۔ ان مفاسد سے نجات نہ ملے تو حطیم شریف کی حاضری غنیمت جانے، اُوپر گزرا کہ وہ بھی کعبہ ہی کی زمین ہے اور اگر شاید بن پڑے یوں کہ خدام کعبہ سے ٹھہر جائے کہ داخلی کے عوض میں کچھ نہ دیں گے، اس کے بعد یا قبل چاہے ہزاروں روپے دے دو تو کمال آداب ظاہر و باطن کی رعایت سے آنکھیں نیچے کیے، گردن جھکائے، گناہوں پر شرماتے، جلالِ رب البیت سے لرزتے کانپتے بسم اللہ کہہ کر پہلے سیدھا پاؤں بڑھا کر داخل ہو اور سامنے کی دیوار تک اتنا بڑھو کہ تین ہاتھ کا فاصلہ رہے، وہاں دو رکعت نفل غیر وقت مکروہ میں پڑھو کہ نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا مصلّے ہے، پھر دیوار پر رخسار اور منہ رکھ کر حمد و درود اور دعا میں کوشش کرو۔ یوں ہی نگاہیں نیچے کیے چاروں گوشوں پر جاؤ اور دعا کرو اور ستونوں سے چمٹو اور پھر اس دولت کا ملنا اور حج و زیارت کا قبول مانگو اور یونہی آنکھیں نیچے کیے واپس آؤ اوپر یا اِدھر اُدھر ہرگز نہ دیکھو، اور بڑے فضل کی امید کرو کہ وہ فرماتا ہے جو اس گھر میں داخل ہوا وہ امان میں، والحمدللہ۔

(۴۹) بچی ہوئی بتی وغیرہ جو یہاں یا مدینہ طیبہ میں خدام دیتے ہرگز نہ لو بلکہ اپنے پاس سے بتی وہاں روشن کر کے باقی اٹھا لو۔

(۵۰) جب عزمِ رخصت ہو طوافِ وداع بے رمل و سعی و اضطباع بجا لاؤ کہ باہر والوں پر واجب ہے ہاں وقتِ رخصت عورت حیض و نفاس میں ہو اس پر نہیں، پھر دو رکعت مقام ابراہیم میں پڑھو۔

(۵۱) پھر زمزم پر آکر اسی طرح پانی پیو، بدن پر ڈالو۔

(۵۲) پھر دروازۂ کعبہ پر کھڑے ہو کر آستانہ پاک کو بوسہ دو اور قبول و بار بار حاضری کی دعا مانگو اور وہی دعائے جامع پڑھو۔

(۵۳) پھر ملتزم پر آکر غلافِ کعبہ تھام کر اُسی طرح چمٹو، ذکر و درود اور دعا کی کثرت کرو۔

(۵۴) پھر حجرِ اسود کو بوسہ دو اور جو آنسو رکھتے ہو گراؤ۔

(۵۵) پھر اُلٹے پاؤں رُخ بہ کعبہ یا سیدھے چلنے میں بار بار پھر کر کعبہ کو حسرت سے دیکھتے، اس کی جُدائی پر روتے یا رونے کا مُنہ بناتے مسجد کریم کے دروازے سے بایاں پاؤں پہلے بڑھا کر نکلو اور دعائے مذکور پڑھو اور اس کے لیے بہتر باب الحزورہ ہے۔

Marfat.com

(۵۶) حیض و نفاس والی دروازے پر کھڑے ہو کر کعبہ کو بہ نگاہِ حسرت دیکھے اور دعا کرتی پلٹے۔
(۵۷) پھر بقدرِ قدرت فقرائے مکہ معظمہ پر تصدق کر کے متوجہ سرکارِ اعظم مدینہ طیبہ ہو، وباللہ التوفیق۔

فصل ششم جرم اور اُن کے کفارے

ان کی تفصیل موجب تطویل اور رسالہ مختصر اور وقت قلیل۔ اور جو طریقے بتادئے ہیں ان پر عمل کرنا ان شاء اللہ تعالیٰ جُرمانے سے بچنے کا کفیل۔ لہٰذا یہاں صرف اجمالاً معدود مسائل کا بیان ہوتا ہے۔

تنبیہ: اس فصل میں جہاں دم کہیں گے اس سے مراد ایک بھیڑ یا بکری ہوگی، اور بدنہ اونٹ یا گائے۔ یہ سب جانور انھیں شرائط کے ہوں جو قربانی میں ہوں۔ اور صدقہ سے مراد انگریزی روپے سے ایک سو پچھتر (۱۷۵) روپے آٹھ آنے بھر کہ سو روپے کے سیر سے پونے دو سیر ہوئے اٹھنی بھر اوپر گندم یا اس کے دُونے جَو یا کھجور یا ان کی قیمت۔

مسئلہ: جہاں دَم کا حکم ہے وُہ جرم اگر بیماری یا سخت گرمی یا شدید سردی یا زخم یا پھوڑے یا جُوؤں کے ایذار کے باعث ہوگا تو اسے جرمِ غیر اختیاری کہتے ہیں اس میں اختیار رہوگا کہ دم کے بدلے چھ مسکینوں کو ایک ایک صدقہ دے دے یا تین روزے رکھ لے، اور اگر اس میں صدقہ کا حکم ہے اور بہ مجبوری کیا تو اختیار رہوگا کہ صدقے کے بدلے ایک روزہ رکھ لے۔ اب احکام سُنئے:

(۱) سِلا کپڑا یا خوشبو کا رنگا چار پہر[۱] کامل یا لگاتار زیادہ دنوں پہنا تو دَم واجب ہے، اور چار پہر سے کم اگرچہ ایک لحظہ[۲] تو صدقہ۔

(۲) اگر دن کو پہنا اور رات کو گرمی کے باعث اتار ڈالا، یا رات کو سردی کے سبب پہنا دن کو اتار دیا اور باز آنے کی نیت سے اتارا دوسرے دن پھر پہنا تو دُوسرا جرمانہ ہوگا، اسی طرح جتنی بار کرے۔

(۳) بیماری کے سبب پہنا تو جب تک وُہ بیماری رہے گی ایک جُرم ہے اور اگر بیماری یقیناً جاتی رہی دوسری بیماری شروع ہوگئی اور اس میں بھی پہننے کی ضرورت ہے جب بھی یہ دوسرا جرم ہوگا مگر غیر اختیاری۔

---

[۱] چار پہر سے مراد ایک دن یا رات کی مقدار ہے، مثلاً طلوع سے غروب یا غروب سے طلوع یا دوپہر سے آدھی رات یا آدھی رات سے دوپہر تک ۱۲ منہ (م)

[۲] یعنی لمحہ بھر پہنا اور پھر اتار ڈالا جب بھی صدقہ ہے ۱۲ منہ (م)

Marfat.com

(۴) بیماری وغیرہ سے اگر سر[۱] سے پاؤں تک سب کپڑے پہننے کی ضرورت ہوئی تو ایک ہی جرم غیر اختیاری ہے اور اگر مثلاً ضرورت صرف عمامہ کی تھی اور اس نے کرتا بھی پہنا تو دو جرم ہیں عمامہ کا غیر اختیاری اور کرتا[۲] کا اختیاری۔

(۵) مرد سارا سر یا چہارم یا مرد خواہ عورت منہ کی ٹکلی ساری یا چہارم چار پہر یا زیادہ لگاتار چھپائیں تو دم ہے اور چہارم سے کم چار پہر تک یا زیادہ لگاتار چھپائیں تو دم ہے اور چہارم سے کم چار پہر تک یا چار سے کم اگرچہ سارا سر یا منہ تو صدقہ ہے اور چہارم سے کم کو چار پہر سے کم تک چھپائیں تو گناہ ہے کفارہ نہیں

(۶) خوشبو اگر بہت سی لگائی جسے دیکھ کر بہت لوگ بتائیں اگرچہ عضو کے تھوڑے ٹکڑے پر یا کوئی بڑا عضو جیسے سر یا منہ یا ران یا پنڈلی پورا سان دیا اگرچہ تھوڑی ہی خوشبو سے، جب تو اس پر دم ہے، اور اگر تھوڑی سی خوشبو تھوڑے حصے میں لگائی تو صدقہ ہے۔

مسئلہ: سنگِ اسود شریف پر خوشبو ملی جاتی ہے وہ اگر بوسہ لینے میں بحالتِ احرام منہ کو بہت سی لگ گئی تو دم دینا ہوگا اور تھوڑی سے صدقہ۔

(۷) سر پر پتلی مہندی کا خضاب کیا کہ بال نہ چھپائے تو ایک دم ہے اور اگر گاڑھی تھوپی اور چار پہر گزرے تو مرد پر[۲] دو دم ہیں اور چار پہر سے کم تو ایک صدقہ[۳] اور ایک دم، اور عورت پر[۴] بہر حال ایک دم۔

(۸) ایک جلسہ میں کتنے ہی بدن پر خوشبو لگائے ایک جرم، اور مختلف جلسوں میں ہر بار نیا جرم۔

(۹) تھوڑی سی خوشبو بدن کے متفرق حصوں[۵] پر لگائی اگر جمع کرنے سے ایک بڑے عضو کامل کی مقدار ہو جائے تو دم ہے ورنہ صدقہ۔

(۱۰) خوشبودار سرمہ تین بار یا زیادہ بار لگایا تو دم ہے ورنہ صدقہ۔

---

[۱] یونہی پوری ہتھیلی یا تلوے پر مہندی لگائے تو دم ہے، عورت ہو یا مرد، اور چاروں میں ایک ہی جلسہ میں لگائی تو ایک ہی دم، ورنہ ہر جلسہ پر ایک دم، اور ہاتھ یا پاؤں کے کسی حصہ پر لگائی تو صدقہ ۱۲ منہ (م)

[۲] ایک سارے عضو پر خوشبو کا دوسرا چار پہر سر چھپانے کا ۱۲ منہ (م)

[۳] خوشبو پر دم اور چار پہر سے کم سر چھپانے پر صدقہ ۱۲ منہ (م)

[۴] صرف خوشبو کا دم ہے اس لئے کہ سر چھپانا تو اسے روا ہے ۱۲ منہ (م)

[۵] قیدت بہ لان الطیب الکثیر لا یتقید بکمال العضو فتنبہ ۱۲ منہ (م)

یہ قید اس لیے لگائی ہے کہ کثیر خوشبو کی صورت میں کمالِ عضو کے ساتھ مقید نہیں کیا جاتا پس متوجہ رہو ۱۲ منہ (ت)

Marfat.com

(۱۱) اگر خالص خوشبو کی چیز اتنی کھائی کہ اکثر منہ[1] میں لگ گئی تو دم ہے ورنہ صدقہ۔

(۱۲) کھانے میں خوشبو اگر پکنے میں پڑی یا فنا ہوگئی جب تو کچھ نہیں ورنہ اگر خوشبو کے اجزاء زیادہ ہوں تو وہ خالص خوشبو کے حکم میں ہے، اور اگر کھانے کا حصہ زیادہ ہے تو عام کتابوں میں مطلق حکم دیا کہ اس میں کفارہ کچھ نہیں، ہاں خوشبو آتی تو کراہت ہے۔

(۱۳) پینے کی چیز میں خوشبو ملائی اگر خوشبو کا حصہ غالب ہے یا تین بار یا زیادہ پیا تو دَم ہے ورنہ صدقہ۔

مسئلہ: خمیرہ تمباکو نہ پینا بہتر مگر منع یا کفارہ نہیں[2]۔

(۱۴) اگر چہارم سر یا داڑھی کے بال یا زیادہ کسی طرح دُور کئے تو دَم ہے اور کم میں صدقہ۔

(۱۵) اگر چندلا ہے یا داڑھی بہت ہلکی چھدری تو یہ دیکھیں گے کہ اتنے بال اس جگہ کی چہارم مقدار تک پہنچتے ہیں یا نہیں؛

(۱۶) یونہی چند جگہ سے دُور کئے تو ملا کر چہارم کی مقدار دیکھیں گے۔

(۱۷) اگر سارے بدن کے بال ایک جلسہ میں دُور کیے تو ایک ہی جُرم ہے اور مختلف جلسے تو ہر بار نیا جرم۔

(۱۸) مونچھیں اگرچہ پُوری ہوں صرف صدقہ ہے۔

(۱۹) گردن یا ایک بغل پوری ہو تو دَم ہے اور کم میں اگرچہ نصف یا زائد ہو صدقہ۔ یونہی موئے زیرِ ناف چہارم کو سب کے برابر ٹھہرانا صرف سر اور داڑھی میں ہے۔

(۲۰) دونوں بغلیں پُوری مُنڈائے جب بھی ایک ہی دم ہے۔

(۲۱) سر اور داڑھی اور زیرِ ناف اور بغل کے سوا باقی اعضاء کے مُنڈنے میں صرف صدقہ ہے۔

---

[1] اقول لم یقل ففیہ الدم کما قال کثیرون لانہ لم یلتزق باکثر فمہ لا یلزم الدم بالخالص فکیف بالمخلوط ووقع ھٰھنا فی شرح اللباب فی النقل عن الحلبی تحریف او سقط فاجتنبہ کما بیناہ علٰی ھامشہ ۱۲ منہ (م)

میں کہتا ہُوں یہ نہیں کہا اس میں دم ہے جیسا کہ کثیر حضرات نے کہا کیونکہ حجرِ اسود سے اکثر چہرہ کا حصہ مس نہیں کرتا تو جب خالص خوشبو کی وجہ سے دَم لازم نہیں تو مخلوط کے ساتھ کیسے ہوگا، یہاں شرح لباب میں حلبی سے نقل کرتے ہُوئے تحریف ہوگئی ہے یا الفاظ ساقط ہوگئے ہیں جیسا کہ ہم نے وہاں حاشیہ میں بیان کردیا ہے ۱۲ منہ (ت)

[2] کما حققناہ فیما علی ردّ المحتار ۱۲ منہ (م)

جیسا کہ ہم نے اس کی تفصیل حاشیہ رد المحتار میں دی ہے (ت)

Marfat.com

(۲۲) مُونڈنا، کترنا، موچنہ سے لینا، نورہ لگانا سب کا ایک حکم ہے۔

(۲۳) عورت اگر سارے یا چہارم سر کے بال ایک پورہ برابر کترے تو دم ہے اور کم میں صدقہ۔

(۲۴) وضو کرنے یا کھجانے یا کنگھی کرنے میں جو بال گرے اس پر بھی پورا صدقہ ہے، اور بعض نے کہا دو تین بال تک ہر بال کے لیے ایک مٹھی اناج یا ایک روٹی کا ٹکڑا یا ایک چھوہارا۔

(۲۵) بال آپ گر جائے بے اس کا ہاتھ لگائے یا بیماری سے تمام بال گر پڑیں تو کچھ نہیں۔

(۲۶) ایک ہاتھ ایک پاؤں کے پانچوں ناخن کترے یا بیسوں ایک ساتھ تو ایک دم ہے، اور اگر کسی ہاتھ پاؤں کے پورے پانچ نہ کترے تو ہر ناخن پر ایک صدقہ، یہاں تک کہ چاروں ہاتھ پاؤں کے چار چار کترے تو سولہ صدقے دے مگر یہ کہ صدقوں کی قیمت ایک دم کے برابر ہو جائے تو کچھ کم کر لے۔

(۲۷) اگر ایک جلسہ میں ایک ہاتھ یا پاؤں کے کترے، دوسرے میں دوسرے کے، تو دو دم دے۔ یونہی چار جلسوں میں چاروں کے تو چار دم۔

(۲۸) کوئی ناخن ٹوٹ گیا کہ اب اُگنے کے قابل نہ رہا اس کا بقیہ اس نے کاٹ لیا تو کچھ نہیں۔

(۲۹) شہوت کے ساتھ بوس و کنار و مساس میں دم[۲] ہے اگرچہ انزال نہ ہو اور بلا شہوت میں کچھ نہیں۔

(۳۰) اندامِ نہانی پر نگاہ کرنے سے کچھ نہیں اگرچہ انزال ہو جائے، مکروہ ضرور ہے۔

(۳۱) جلق سے انزال ہو جائے تو دم ہے ورنہ مکروہ ہے۔

(۳۲) طواف فرض کل یا اکثر جنابت میں یا حیض و نفاس میں کیا تو بدنہ ہے، اور بے وضو تو دم ہے، اور پہلی صورت میں طہارت کے ساتھ اس کا اعادہ واجب، دوسری میں مستحب۔

(۳۳) نصف سے کم پھیرے بے طہارت کے کئے تو ہر پھیرے کے لیے ایک صدقہ۔

(۳۴) طواف فرض کل یا اکثر بلا عذر اپنے پاؤں چل کر نہ کیا بلکہ سواری یا گود میں یا بیٹھے بیٹھے۔

(۳۵) یا بے سترِ عورت کیا مثلاً عورت کی چہارم کلائی یا چہارم سر کے بال کھلے تھے۔

(۳۶) یا کعبہ کو دہنے ہاتھ پر لے کے الٹا کیا۔

(۳۷) یا اس میں حطیم کے اندر ہو کر گزرا۔

(۳۸) یا بارھویں کے بعد کیا تو ان پانچوں صورتوں میں دم دے۔

ع۱ یہاں بھی جلسہ کا اعتبار چاہیے ایک جلسہ میں ایک بال یا کل ٹوٹیں تو ایک صدقہ اور متعدد جلسوں میں تو متعدد ۱۲ منہ (م)

ع۲ مسئلہ: مرد کے ان افعال سے عورت کو لذت آئے تو بھی دم ہے ۱۲ منہ (م)

Marfat.com

(۳۹) اس کے چار سے کم پھیرے بالکل نہ کیے تو دَم دے اور بارھویں کے بعد کیے تو ہر پھیرے پر صدقہ دے۔

(۴۰) طواف فرض کے سوا اور کوئی طواف ناپاکی میں کیا تو دَم، اور بے وضو تو صدقہ۔

(۴۱) فرض وغیرہ کوئی طواف ہو جیسے ناقص طور پر کیا کہ کفارہ لازم ہُوا، جب کامل اعادہ کر لیا کفارہ اُتر گیا مگر بارھویں کے بعد ہونے سے جو نقصان طواف فرض کے سوا کسی پھیرے میں آیا اس کا اعادہ ناممکن، بارھویں تو گزر گئی۔

(۴۲) نجس کپڑوں سے طواف مکروہ ہے کفارہ نہیں۔

(۴۳) سعی کے چار پھیرے یا زیادہ بلا عذر اصلاً نہ کئے، یا سواری پر کیے تو دَم دے اور حج ہو گیا اور چار سے کم میں ہر پھیرے پر صدقہ دے۔

(۴۴) طواف سے پہلے سعی کر لی پھر کرے، نہ کرے گا تو دم لازم۔

(۴۵) دسویں کی صبح بلا عذر مزدلفہ میں وقوف نہ کیا تو دم دے۔ ہاں کمزور یا عورت بخوفِ زحمت ترک کرے تو جرمانہ نہیں۔

(۴۶) حلق حرم میں نہ کیا حدودِ حرم سے باہر کیا یا بارھویں کے بعد کیا تو دَم ہے۔

(۴۷) رَمی سے پہلے حلق کر لیا دم دے۔

(۴۸) قارِن یا متمتع رمی سے پہلے قربانی یا قربانی سے پہلے حلق کریں تو دَم دیں۔

(۴۹) اگر رمی کسی دن اصلاً نہ کی۔

(۵۰) یا کسی ایک دن کی بالکل یا اکثر ترک کر دی مثلاً دسویں کو تین کنکریوں تک ماریں یا گیارھویں کو دس کنکریوں تک۔

(۵۱) یا کسی ایک دن کی بالکل یا اکثر اس کے بعد دوسرے دن کی، تو ان صورتوں میں دم دے، اور اگر کسی دن کی رمی اس کے بعد آنے والی رات میں کر لی تو کفارہ نہیں۔

(۵۲) اگر کسی دن کے نصف سے کم رَمی مثلاً دسویں کی تین کنکریاں اور دن کی دس بالکل چھوڑ دیں یا دُوسرے دن کیں، تو ہر کنکری پر ایک صدقہ دے، ان صدقوں کی قیمت دَم کے برابر ہو جائے تو کچھ کم کر لے۔

(۵۳) احرام والے نے کسی دوسرے کے بال مونڈے یا ناخن کترے اگر وُہ بھی احرام میں ہے تو یہ صدقہ دے اور وہ صدقہ یا دم اسی تفصیل پر کہ اوپر گزری، اور اگر وہ احرام میں نہیں تو کچھ خیرات کر دے اگرچہ ایک مٹھی، اور وُہ کچھ نہیں۔

Marfat.com

(۵۴) اور اگر اس کو سِلے کپڑے پہنائے یا خوشبو اس طرح لگائی کہ اپنے نہ لگی تو اس پر کفارہ نہیں، ہاں گناہ ہوگا، اگر وہ بھی احرام میں تھا، اور وہ حسبِ تفصیلِ مذکور دَم یا صدقہ دے گا۔

(۵۵) وقوفِ عرفہ سے پہلے جماع کیا تو حج نہ ہُوا اسے حج ہی کی طرح پُورا کرکے دَم دے اور پھر فوراً ہی سال آئندہ اس کی قضا کرلے، عورت بھی احرامِ حج میں تھی تو اس پر بھی یہی لازم ہے اور مناسب ہے کہ حج کے احرام سے ختم تک دونوں اس طرح جُدا رہیں کہ ایک دُوسرے کو نہ دیکھے۔ اگر خوف ہو کہ پھر اس بلا میں پڑجائیں گے اور وقوف کے بعد صحبت کرنے سے حج تو نہ جائے گا مگر اگر حلق وطواف سے پہلے کیا تو بدنہ دے اور دونوں کے بیچ میں کیا تو دم، اور بہتر اب بھی بدنہ ہے، اور دونوں کے بعد کچھ نہیں۔

(۵۶) عمرہ میں طواف کے چار پھیروں سے پہلے جماع کیا تو عمرہ جاتا رہا دَم دے اور عمرہ پھر کرے اور چار کے بعد تو دم دے عمرہ صحیح ہے۔

(۵۷) اپنی جُوں اپنے بدن یا کپڑوں میں ماری یا پھینک دی تو ایک میں روٹی کا ٹکڑا دے، اور دو ہوں تو مٹھی بھر اناج، اور زیادہ میں صدقہ دے۔

(۵۸) جُوئیں مارنے کو سر یا کپڑا دھویا یا دُھوپ میں ڈالا جب بھی یہی کفارے جو خود قتل میں تھے۔

(۵۹) یُونہی دُوسرے نے اس کے کہنے یا اشارہ کرنے سے اس کی جُوں کو مارا جب بھی اس پر کفارہ ہے اگرچہ وہ دُوسرا احرام میں نہ ہو۔

(۶۰) زمین وغیرہ پر گری ہُوئی جُوں یا دُوسرے کے بدن یا کپڑوں کی مارنے میں اس پر کچھ نہیں اگرچہ وہ دوسرا بھی احرام میں ہو۔

مسئلہ: جہاں ایک دَم یا صدقہ ہے قارن پر دو ہیں۔

مسئلہ: کفارہ کی قربانی یا قارن ومتمتع کے شکرانہ کی غیرِ حرم میں نہیں ہوسکتی مگر شکرانہ کی قربانی سے آپ کھائے غنی کو کھلائے، اور کفارہ کی صرف محتاجوں کا حق ہے۔

نصیحت: کفارے اس لیے ہیں کہ بھول چُوک سے یا سونے میں یا مجبوری سے جُرم ہوں تو کفارہ سے پاک ہوجائیں، نہ اس لیے کہ جان بُوجھ کر بلا عذر جُرم کرو اور کہو کہ کفارہ دے دیں گے، دینا تو جب بھی آئیگا، مگر قصداً حکمِ الٰہی کی مخالفت سخت ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ، حق سُبحانہٗ توفیقِ طاعت عطا فرماکر مدینہ کی زیارت کرائے، آمین!

عـــه ذکرته خروجاً عن خلاف قوی ۱۲ منہ (م)
میں نے اس کو اس لیے ذکر کیا ہے تاکہ قوی اختلاف سے خروج ہوجائے (ت)

Marfat.com

وصل ہفتم حاضریٔ سرکارِ اعظم مدینہ طیبہ حضور حبیبِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(۱) زیارتِ اقدس قریب بواجب ہے بہت لوگ دوست بن کر طرح طرح ڈراتے ہیں۔ راہ میں خطرہ ہے، وہاں بیماری ہے۔ خبردار! کسی کی نہ سُنو، اور ہرگز محرومی کا داغ لے کر نہ پلٹو۔ جان ایک دن جانی ضرور ہے، اس سے کیا بہتر کہ اُن کی راہ میں جائے، اور تجربہ ہے کہ جو اُن کا دامن تھام لیتا ہے اسے اپنے سایہ میں بآرام لے جاتے ہیں، کیل کا کھٹکا نہیں ہوتا، والحمد للہ۔

(۲) حاضری میں خاص زیارتِ اقدس کی نیّت کرو یہاں تک کہ امام ابن الہمام فرماتے ہیں اس بار مسجد شریف کی بھی نیت نہ کرے۔

(۳) راستہ بھر درود و ذکر شریف میں ڈوب جاؤ۔

(۴) جب حرمِ مدینہ نظر آئے بہتر یہ کہ پیادہ ہو لو۔ روتے، سر جُھکاتے، آنکھیں نیچی کیے، اور ہو سکے تو ننگے پاؤں چلو بلکہ ؎

جائے سراست اینکہ تو پامی نہی　　پائے نہ بینی کہ کجا می نہی

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا　　ارے سر کا موقعہ ہے او جانے والے

(۵) جب قبۂ انور پر نگاہ پڑے درود و سلام کی کثرت کرو۔

(۶) جب شہرِ اقدس تک پہنچو جلال و جمالِ محبوب صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے تصور میں غرق ہو جاؤ۔

(۷) حاضریٔ مسجد سے پہلے تمام ضروریات جن کا لگاؤ دل بٹنے کا باعث ہو نہایت جلد فارغ ہو ان کے سوا کسی بیکار بات میں مشغول نہ ہو، معاً وضو اور مسواک کرو اور غسل بہتر، سفید و پاکیزہ کپڑے پہنو اور نئے بہتر۔ سُرمہ اور خوشبو لگاؤ اور مُشک افضل ہے۔

(۸) اب فوراً آستانۂ اقدس کی طرف نہایت خشوع و خضوع سے متوجہ ہو، رونا نہ آئے تو رونے کا منہ بناؤ، اور دل کو بزور رونے پر لاؤ اور اپنی سنگدلی سے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طرف التجا کرو۔

(۹) جب درِ مسجد پر حاضر ہو صلوٰۃ و سلام عرض کر کے تھوڑا ٹھہرو جیسے سرکار سے حاضری کی اجازت مانگتے ہو۔ بسم اللہ کہہ کر سیدھا پاؤں پہلے رکھ کر ہمہ تن ادب ہو کر داخل ہو۔

(۱۰) اس وقت جو ادب و تعظیم فرض ہے ہر مسلمان کا دل جانتا ہے آنکھوں، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں، دل سب خیالِ غیر سے پاک کرو، مسجد اقدس کے نقش و نگار نہ دیکھو۔

Marfat.com

(۱۱) اگر کوئی ایسا سامنے آجائے جس سے سلام کلام ضرور ہو تو جہاں تک بنے کترا جاؤ، ورنہ ضرورت سے زیادہ نہ بڑھو۔ پھر بھی دل سرکار ہی کی طرف ہو۔

(۱۲) ہرگز ہرگز مسجد اقدس میں کوئی حرف چلّا کر نہ نکلے۔

(۱۳) یقین جانو کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سچّی حقیقی دنیاوی جسمانی حیات سے ویسے ہی زندہ ہیں جیسے وفات شریف سے پہلے تھے۔ ان کی اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی موت صرف وعدۂ خدا کی تصدیق کو ایک آن کے لئے تھی، ان کا انتقال صرف نظرِ عوام سے چھپ جانا ہے۔

امام محمد ابن الحاج مکّی مدخل اور امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ میں اور ائمۂ دین رحمۃ اللہ تعالٰے علیہم اجمعین فرماتے ہیں:

لَا فَرْقَ بَيْنَ مَوْتِهٖ وَحَيَاتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مُشَاهَدَتِهٖ لِاُمَّتِهٖ وَ مَعْرِفَتِهٖ بِاَحْوَالِهِمْ وَنِيَّاتِهِمْ وَعَزَائِمِهِمْ وَخَوَاطِرِهِمْ وَ ذٰلِكَ عِنْدَهٗ جَلِيٌّ لَاخِفَاءَ بِهٖ[1]

حضورِ اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی حیات وفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ وہ اپنی اُمت کو دیکھ رہے ہیں اور ان کی حالتوں اور ان کی نیتوں، ان کے ارادوں، ان کے دلوں کے خیالوں کو پہچانتے ہیں، اور یہ سب حضور پر ایسا روشن ہے جس میں اصلاً پوشیدگی نہیں۔

امام رحمہ اللہ تلمیذ امام محقق ابن الہمام منسک متوسط اور علی قاری مکی اس کی شرح مسلک متقسط میں فرماتے ہیں:

اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَالِمٌ بِحُضُوْرِكَ وَقِيَامِكَ وَسَلَامِكَ اى بَلْ بِجَمِيْعِ اَفْعَالِكَ وَاَحْوَالِكَ وَارْتِحَالِكَ وَمَقَامِكَ[2]

بیشک رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تیری حاضری اور تیرے کھڑے ہونے اور تیرے سلام بلکہ تیرے تمام افعال و احوال و کوچ و مقام سے آگاہ ہیں۔

(۱۴) اب اگر جماعت قائم ہو شریک ہو جاؤ کہ اس میں تحیۃ المسجد بھی ادا ہو جائیگی ورنہ اگر غلبۂ شوق

---

[1] المدخل لابن الحاج فصل فی زیارۃ القبور دار الکتاب العربی بیروت ۱/۲۵۲
شرح مواہب زرقانی المقصد العاشر مطبعۂ عامرہ مصر ۸/۳۴۸
[2] مسلک متقسط مع ارشاد الساری باب زیارۃ سید المرسلین دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۳۸

Marfat.com

مہلت دے اور اس وقت کراہت نہ ہو تو دو رکعت تحیۃ المسجد وشکرانہ حاضریِ دربارِ اقدس صرف قُل یا اور قُل سے بہت ہلکی مگر رعایتِ سنت کے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ جہاں اب وسط مسجد کریم میں محراب بنی ہے اور وہاں نہ ملے تو جہاں تک ہو سکے اس کے نزدیک ادا کرو، پھر سجدۂ شکر میں گرو اور دُعا کرو کہ الٰہی! اپنے حبیب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب اور اُن کا اور اپنا قبول نصیب کر۔ آمین!

(۱۵) اب کمال ادب میں ڈوبے ہوئے گردن جھکائے آنکھیں نیچی کیے، لرزتے، کانپتے، گناہوں کی ندامت سے پسینہ پسینہ ہوتے حضورِ پُرنور صلّے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عفو وکرم کی اُمید رکھتے حضورِ والا کی پائیں یعنی مشرق کی طرف سے مواجہہ عالیہ میں حاضر ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مزارِ انور میں رُو بقبلہ جلوہ فرما ہیں اس سمت سے حاضر ہو کہ حضور کی نگاہِ بیکس پناہ تمھاری طرف ہو گی اور یہ بات تمھارے لئے دونوں جہان میں کافی ہے۔ والحمدللہ۔

(۱۶) اب کمال ادب وہیبت وخوف وامید کے ساتھ زیرِ قندیل اس چاندی کی کیل کے جو حجرۂ مطہرہ کی جنوبی دیوار میں چہرۂ انور کے مقابل لگی ہے کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ سے قبلہ کو پیٹھ اور مزارِ انور کو منہ کر کے نمازی کی طرح ہاتھ باندھے کھڑے ہو۔ لباب وشرح لباب واختیار شرح مختار وفتاوٰئے عالمگیری وغیرہا معتمد کتابوں میں اس ادب کی تصریح فرمائی کہ یقف کما فی الصلوٰۃ[1] حضور کے سامنے ایسا کھڑا ہو جیسا نماز میں کھڑا ہوتا ہے، یہ عبارت عالمگیری واختیار کی ہے۔ اور لباب میں فرمایا، وَاضِعًا یَمِیْنَہٗ عَلٰی شِمَالِہٖ[2] دست بستہ دہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر کھڑا ہو۔

(۱۷) خبردار جالی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو کہ خلافِ ادب ہے بلکہ چار ہاتھ فاصلہ سے زیادہ قریب نہ جاؤ، یہ ان کی رحمت کیا کم ہے کہ تم کو اپنے حضور بلایا اپنے مواجہۂ اقدس میں جگہ بخشی، ان کی نگاہِ کریم اگرچہ ہر جگہ تمھاری طرف تھی اب خصوصیت اور اس درجہ قرب کے ساتھ ہے والحمدللہ۔

(۱۸) الحمدللہ اب کہ دل کی طرح تمھارا منہ بھی اس پاک جالی کی طرف ہے جو اللہ عزّ وجل کے محبوب عظیم الشان صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی آرام گاہ ہے نہایت ادب و وقار کے ساتھ بآوازِ حزیں و صورتِ دردآگیں، و دل شرمناک وجگر چاک چاک، معتدل آواز سے، نہ بلند وسخت (کہ ان کے حضور آواز

---

[1] فتاوٰی ہندیہ خاتمہ فی زیارۃ قبر النبی صلے اللہ علیہ وسلم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۶۵

[2] شرح لباب مع ارشاد الساری باب فی زیارت سید المرسلین دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۳۷

Marfat.com

بلند کرنے سے عمل اکارت ہو جاتے ہیں) نہ نہایت نرم و پست (کہ سنّت کے خلاف ہے اگرچہ وہ تمہارے دلوں کے خطروں تک سے آگاہ ہیں جیسا کہ ابھی تصریحاتِ ائمہ سے گزرا)

مجرا و تسلیم بجا لاؤ اور عرض کرو:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا خَیْرَ خَلْقِ اللّٰہِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا شَفِیْعَ الْمُذْنِبِیْنَ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ وَاُمَّتِكَ اَجْمَعِیْنَ [1]

(اے پیارے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت و برکات ہوں۔ اے اللہ کے رسول! آپ پر سلام ہو۔ اے مخلوقِ خدا میں سب سے بہتر آپ پر سلام ہو۔ اے گنہ گاروں کی شفاعت فرمانے والے آپ پر سلام ہو۔ آپ پر، آپ کے آل و اصحاب پر اور تمام امت پر سلام ہو۔ ت)

(۱۹) جہاں تک ممکن ہو اور زبان یاری دے اور ملال و کسل نہ ہو صلوٰۃ و سلام کی کثرت کرو۔ حضور سے اپنے لیے اور اپنے ماں باپ، پیر، استاد، اولاد، عزیزوں، دوستوں اور سب مسلمانوں کے لیے شفاعت مانگو، بار بار عرض کرو: اَسْئَلُكَ الشَّفَاعَةَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ [2] (اے اللہ کے رسول! آپ سے شفاعت کا سوالی ہوں۔ ت)

(۲۰) پھر اگر کسی نے عرض سلام کی وصیت کی بجا لاؤ۔ شرعاً اس کا حکم ہے۔ اور یہ فقیر ذلیل ان مسلمانوں کو جو اس رسالہ کو دیکھیں وصیت کرتا ہے کہ جب انھیں حاضریِ بارگاہ نصیب ہو فقیر کی زندگی میں یا بعد کم از کم تین بار مواجہہ اقدس میں ضرور یہ الفاظ عرض کرکے اس نالائق ننگِ خلائق پر احسان فرمائیں، اللہ ان کو دونوں جہان میں جزا بخشے۔ آمین:

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَعَلٰی اٰلِكَ وَذُرِّیَّتِكَ فِیْ كُلِّ اٰنٍ وَّلَحْظَةٍ عَدَدَ كُلِّ ذَرَّةٍ اَلْفَ اَلْفِ مَرَّةٍ مِنْ عُبَیْدِكَ اَحْمَدَ رَضَا ابْنِ نَقِیْ عَلِیْ یَسْأَلُكَ الشَّفَاعَةَ فَاشْفَعْ لَهٗ وَلِلْمُسْلِمِیْنَ۔

(اے اللہ کے رسول آپ پر صلوٰۃ و سلام ہو، آپ کی آل و ذریت پر بھی ہر ذرہ کے برابر، لاکھوں مرتبہ آپ کے غلام احمد رضا ابن نقی علی پر، اور وہ آپ سے شفاعت کا خواستگار ہے اس کی اور تمام مسلمانوں کی شفاعت فرمائیے۔ ت)

---

[1] شرح لباب مع ارشاد الساری باب فی زیارت سید المرسلین دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۳۸

[2] " " " " " " " ص ۳۳۹

Marfat.com

(۲۱) پھر اپنے دہنے ہاتھ یعنی مشرق کی طرف ہاتھ بھر ہٹ کر حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرۂ نورانی کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کرو:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا خَلِیْفَةَ رَسُوْلِ اللهِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللهِ فِی الْغَارِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ[1]

(اے اللہ کے رسول کے خلیفہ! آپ پر سلام۔ اے رسول اللہ کے یارِ غار! آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت و برکات کا نزول ہو۔ ت)

(۲۲) پھر اتنا ہی اور ہٹ کر حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے رُوبرو کھڑے ہو کر عرض کرو:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ ط اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا مُتَمِّمَ الْاَرْبَعِیْنَ ط اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا عِزَّ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ[2]

(اے امیر المومنین آپ پر سلام۔ اے چالیس مسلمان پُورے فرمانے والے! آپ پر سلام۔ اے اسلام اور مسلمانوں کی عزت! آپ پر سلام اور رحمت و برکاتِ الٰہی کا نزول ہو۔ ت)

(۲۳) پھر بالشت بھر مغرب کی طرف پلٹو اور صدیق و فاروق کے درمیان کھڑے ہو کر عرض کرو:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمَا یَا خَلِیْفَتَیْ رَسُوْلِ اللهِ ط اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمَا یَا وَزِیْرَیْ رَسُوْلِ اللهِ ط اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمَا یَا ضَجِیْعَیْ رَسُوْلِ اللهِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ ط اَسْئَلُكُمَا الشَّفَاعَةَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَعَلَیْكُمَا وَبَارَكَ وَسَلَّمَ ط[3]

(اے رسول اللہ کے دونوں خلیفو! تم پر سلام ہو۔ اے رسول اللہ کے دونوں وزیرو! تم پر سلام ہو۔ اے رسول اللہ کے پہلو میں لیٹنے والو! تم پر سلام اور اللہ کی رحمتوں و برکات کا نزول ہو، آپ دونوں سے درخواست ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیکما و بارک وسلم کی خدمت اقدس میں میرے لیے شفاعت کا وسیلہ اور سہارا بنو۔ ت)

(۲۴) یہ سب حاضریاں محلِ اجابت ہیں، دُعا میں کوشش کرو، دُعائے جامع کرو، درود پر قناعت بہتر ہے۔

---

[1] شرح لباب مع ارشاد الساری باب زیارۃ سید المرسلین دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۳۹

[2] " " " " " "

[3] " " " " " ص ۳۴۰

Marfat.com

(۲۵) پھر منبر اطہر کے قریب دعا مانگو۔

(۲۶) پھر روضۂ جنت میں (یعنی جو جگہ منبر و حجرۂ منورہ کے درمیان ہے اور اسے حدیث میں جنت کی کیاری فرمایا) آکر دو رکعت نفل غیر وقت مکروہ میں پڑھ کر دعا کرو۔

(۲۷) یونہی مسجد شریف کے ہر ستون کے پاس نماز پڑھو اور دعا مانگو کہ محلِ برکات ہیں خصوصاً بعض میں خاص خصوصیت۔

(۲۸) جب تک مدینہ طیبہ کی حاضری نصیب ہو ایک سانس بیکار نہ جائے ضروریات کے سوا اکثر وقت مسجد شریف میں باطہارت حاضر رہو۔ نماز و تلاوت درود میں وقت گزارو، دنیا کی بات کسی مسجد میں نہیں چاہیے نہ کہ یہاں۔

(۲۹) ہمیشہ ہر مسجد میں جاتے اعتکاف کی نیت کر لو۔ یہاں تمہاری یاددہانی ہی کو دروازے سے بڑھتے ہی یہ کتبہ ملے گا، نَوَیْتُ سُنَّۃَ الْاِعْتِکَاف ط (میں سنتِ اعتکاف کی نیت کرتا ہوں۔ ت)

(۳۰) مدینہ طیبہ میں روزہ نصیب ہو خصوصاً گرمی میں تو کیا کہنا کہ اس پر وعدۂ شفاعت ہے۔

(۳۱) یہاں ہر نیکی ایک کی پچاس ہزار لکھی جاتی ہے لہٰذا عبادت میں زیادہ کوشش کرو، کھانے پینے کی کمی ضرور کرو۔

(۳۲) قرآن مجید کا کم سے کم ایک ختم یہاں اور حطیم کعبہ معظمہ میں کر لو۔

(۳۳) روضۂ انور پر نظر بھی عبادت ہے جیسے کعبہ معظمہ یا قرآن مجید کا دیکھنا تو ادب کے ساتھ اس کی کثرت کرو اور درود و سلام عرض کرو۔

(۳۴) پنجگانہ یا کم از کم صبح و شام مواجہہ شریف میں عرضِ سلام کے لیے حاضر رہو۔

(۳۵) شہر میں یا شہر سے باہر جہاں کہیں گنبد مبارک پر نظر پڑے فوراً دست بستہ اُدھر منہ کر کے صلوٰۃ و سلام عرض کرو بغیر اس کے ہرگز نہ گزرو کہ خلافِ ادب ہے۔

(۳۶) ترکِ جماعت بلا عذر ہر جگہ گناہ ہے اور کئی بار ہو تو سخت حرام و گناہِ کبیرہ، اور یہاں تو گناہ کے علاوہ کیسی سخت محرومی ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ، صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، جسے میری مسجد میں چالیس نمازیں فوت نہ ہوں اس کے لیے دوزخ و نفاق سے آزادیاں لکھی جائیں[۲]

---

[۱] شرح لباب مع ارشاد الساری باب زیارۃ سید المرسلین دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۴۱

[۲] مسند احمد بن حنبل مروی از انس بن مالک دار الفکر بیروت ۳/۱۵۵

(۳۷) قبر کریم کو ہرگز پیٹھ نہ کرو اور حتی الامکان نماز میں بھی ایسی جگہ کھڑے ہو کہ پیٹھ کرنی نہ پڑے۔

(۳۸) روضۂ انور کا طواف کرو، نہ سجدہ، نہ اتنا جھکنا کہ رکوع کے برابر ہو۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تعظیم ان کی اطاعت میں ہے۔

(۳۹) بقیع و اُحد و قبا کی زیارت سنت ہے۔ مسجد قبا کی دو رکعت کا ثواب ایک عمرے کے برابر ہے، اور چاہو تو یہیں حاضر رہو۔ سیدی ابن ابی جمرہ قدس سرہٗ جب حضور رہوتے آٹھوں پہر برابر حضوری میں کھڑے رہتے۔ ایک دن بقیع وغیرہ کی زیارت کا خیال آیا پھر فرمایا یہ ہے اللہ کا دروازہ بھیک مانگنے والوں کے لیے کھلا ہے اسے چھوڑ کر کہاں جاؤں ع

سر ایں جا سجدہ ایں جا بندگی ایں جا قرار ایں جا

(۴۰) وقتِ رخصت مواجہۂ انور میں حاضر ہو اور حضور سے بار بار اس نعمت کی عطا کا سوال کرو، اور تمام آداب کہ کعبہ معظمہ سے رخصت میں گزرے ملحوظ رکھو اور سچے دل سے دعا کرو کہ الٰہی! ایمان وسنت پر مدینہ طیبہ میں مرنا اور بقیع پاک میں دفن ہونا نصیب ہو۔ اللّٰھم ارزقنا اٰمین اٰمین یا ارحم الراحمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد و اٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین۔

Marfat.com

اَلنَّیِّرَۃُ الْوُضِیَّۃ شرح الْجَوْہَرَۃِ الْمُضِیَّۃ

۱۲۹۵

مع حاشیۃ

اَلطُّرَّۃُ الرَّضِیَّۃ عَلَی النَّیِّرَۃِ الْوُضِیَّۃ

— متن —

از عالم اجل مولانا سید حسین بن صالح جمل اللیل فاطمی حسینی امام و خطیب شافعیہ مکہ مکرمہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۰۱ھ)

— شرح و حاشیۃ —

از اعلیحضرت امام اہلسنّت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ العزیز

حج، عمرہ اور زیارت سراپا طہارت کے آداب و مسائل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمد للہ الذی حمدہ من بحار القدس جوہرۃ مضیۃ والصلوٰۃ والسلام علی من الصلوٰۃ علیہ فی سماء النور نیّرۃ وضیّۃ وعلیٰ اٰلہ وصحبہ الذین السلام علیہم علیٰ تلک

Marfat.com

الصّلوٰۃ طرۃ رضیّۃ و اشھد ان لا الٰہ الّا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ و اشھد ان محمداً عبدہٗ و رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیٰ اٰلہٖ وصحبہ الیٰ یوم القیٰمۃ اٰمین!

امّا بعد

فقیر عبد المصطفٰے احمد رضا غفرلہ واصلح عملہ نے زمانہ تالیف "النیرۃ الوضیۃ شرح الجوھرۃ المضیۃ" میں اس پر بعض منہیات تقییدات لطیفہ پر مشتمل بغرض اظہار مرام یا اتمام کلام یا ازہاق اوہام لکھے تھے۔ اب دیگر حواشی مفیدہ توضیح مسائل یا تخریج احادیث یا زیادت فوائد کو متضمن اور اضافہ کیے، مقصود اس تعلیق مختصر مسمّٰی بہ الطرۃ الرضیۃ علی النیرۃ الوضیۃ سے صرف برادران دینی کے لیے کم ازکم پانسو ورق کی کتاب درکار۔ اسأل اللہ ان ینفع بھما وبسائر تصانیفی المسلمین ویجعلھا جمیعا حجۃ لی لا علی یوم الدین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولانا محمد و اٰلہٖ وصحبہ اجمعین۔ شرح میں کہ کمال اختصار منظور تھا خطبۂ متن کا ترجمہ بھی نہ لکھا مگر اس میں متن ناقص رہتا ہے، لہٰذا یہاں تحریر ہوتا ہے۔

قال المصنف رحمہ اللہ تعالیٰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

م: حمداً لمن انزل فرض الحج ۔۔۔ ودلنا علی سوی النھج

ت: سب خوبیاں اسے جس نے حج کا فرض اتارا اور ہمیں سب راہوں میں سیدھی راہ بتائی۔

م: ثم صلوٰۃ اللہ والسلام ۔۔۔ علیٰ نبیٍّ دینہ الاسلام

ت: پھر خدا کے درود وسلام اس نبی پر جن کا دین اسلام ہے۔

م: محمد و اٰلہ الکرام ۔۔۔ وصحبہ الافاضل الاعلام

ت: یعنی محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی کرم والی آل اور بڑی فضیلت وشہرت والے یاروں پر۔

م: وبعد ذا یقول ذا الفقیر ۔۔۔ بجمال اللیل ھو الشھیر

ت: اس کے بعد کہتا ہے یہ فقیر کہ جمال اللیل کے لقب سے مشہور ہے۔

م: حسین نجل صالح اخی الھدیٰ ۔۔۔ للشافعیۃ امام مقتدیٰ

ت: حسین پسر صالح کہ صاحب رہنمائی تھے شافعیہ کے امام پیشوا۔

م: ھذی اتت ارجوزۃ للناسک ۔۔۔ تنفع فی معرفۃ المناسک

ت: یہ ایک رجز ہے حاجی کے لیے کہ نفع دے گی مسائل حج پہچاننے میں۔

ش: ناسك کے اصل معنی عابد و قربانی کنندہ، یہاں حاجی مراد ہے کہ حج عمدہ عبادات سے ہے اور وجوباً یا استحباباً قربانی پر مشتمل، اور رجز ایک قسم نظم یا نثر مسجّع کی ہے علی اختلاف العروضیین فیہ۔

Marfat.com

م : سمّیتہا الجوھرۃ المضیّۃ　　تضحی بہا نفس الفتی وضیّۃ

ت : میں نے اس کا جوھرہ مضیہ نام رکھا ، مردانِ راہِ علم کی جان اس سے روشنی پائے گی۔

م : مؤمّلا من ربی القبولا　　بہ انال الفوز و السا مولا

ت : اپنے رب سے قبول کی تمنا کرتا ہُوا میں اسی سے پاؤں گا فلاح و مراد۔

م : من عندہ التوفیق للصواب　　و نحوہ المرجع فی المآب

ت : اسی کے پاس ہے راستی کے سامان درست فرمانا اور اسی کی طرف ہے انتہا میں پلٹ جانا۔

م : مقدمۃ فی وجوب الخ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی فرض الحجۃ ، واوضح المحجّۃ[1] ، والصّلوٰۃ والسلام علی نبیّہ الذی اقام الحجۃ ، فقوّم اقواما معوّجۃ[2] وعلیٰ اٰلہ وصحبہ الذین اظھروا زقاق[3] الدین و فجّۃ[4] ، حتی وقعت بالسمٰوٰت من لجّۃ[5] مدائحھم رجّۃ[6] واشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدًا عبدہٗ و رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما تلاطم الامواج فی لجّۃ[7]۔

بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ جب توفیق وعنایتِ الٰہی و اعانت حضرت رسالت پناہی علیہ الصلوٰۃ والسلام الغیر المتناہی نے دستگیری فرمائی اور ۱۲۹۵ھ میں فقیر سراپا تقصیر عبد المصطفیٰ احمد رضا حنفی قادری برکاتی بریلوی غفرلہ ماجنی کو بہ ہمراہی رکاب، سعادت انتساب، حضرت افضل المحققین ، اشمل المدققین ، حامی السنۃ السنیۃ ، ماحی الفتن الدنیۃ ، خدمت والدم ، قبلہ اعظم حضرت مولانا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب قادری برکاتی مدظلہم العالی مدی تعاقب الایام واللیالی ، خلف حضرت قدوۃ العارفین ، زبدۃ الفاضلین ، حجۃ اللہ فی الارضین ، معجزہ من معجزات سیّد المرسلین علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم حضرت مولانا محمد رضا علی خاں صاحب قادری قدس سرہ العلی ، نعمت حاضری بلدہ معظمہ مکہ مکرمہ زادہا اللہ تعالیٰ شرفاً و تکریماً ہاتھ آئی ، حُسنِ اتفاق سے ایک روز جناب مولانا سیّدی حسین بن صالح جمل اللیل علوی فاطمی قادری مکی امام وخطیب شافعیہ سے مقامِ ابراہیم علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم کے

---

[1] راہِ راست ۱۲　　[2] من الاعوجاج کج و ناراست ۱۲

[3] بالضم کوچہ و راہِ تنگ　　[4] بفتح راہ کشادہ و فراخ والمراد بہما ظواھر الدین و دقائقہ ۱۲

[5] شور و غوغا و آواز ۱۲　　[6] لرزہ ۱۲

[7] میان دریا و قعرِ دریا و دریائے ژرف والمراد احد الطرفین ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

قریب کہ فقیر رکعاتِ طواف اور وہ جناب امامتِ نمازِ مغرب سے فارغ ہوتے تھے ملازمت حاصل ہوئی۔ سبحان اللہ! عجب بزرگ خوش اوقات و بابرکات ہیں، اکثر عرب و جادہ و داغستان وغیرہا بلاد نزدیک و دور کے ہزاروں آدمی ان کے بلکہ ان کے مریدوں کے مرید اور شرفِ بیعت و سلسلہ تلمذ سے مستفیض ہیں، اوّل نماز میں عله حد سے زیادہ تلطف فرمایا، فقیر کا ہاتھ اپنے دستِ مبارک میں لیے دولت خانہ تک کہ نزدیک بابِ صفا واقع ہے لے گئے اور تاقیام مکہ معظمہ حاضری کا تقاضا فرمایا، فقیر حسبِ وعدہ حاضر ہوا، مسائلِ حج میں ایک اُرجوزہ اپنا مسمّٰی بالجوہرۃ المضیئۃ فقیر کو سنایا، پھر فرمایا کہ اکثر اہلِ اس سے مستفیض نہیں ہوسکتے، ایک تو زبان عربی دوسرے مذہب شافعی اور ہندی اکثر حنفی ہیں، میں چاہتا ہوں تو اس کی بزبانِ اردو تشریح اور اس میں مذاہبِ حنفیہ کی توضیح کردے۔ فقیر نے باعثِ اجرِ جزیل اور ثوابِ جمیل سمجھ قبول کیا اگرچہ وہاں فرصت نہ تھی نہ کتابیں پاس۔ روزِ اوّل دو بیت کے متعلق صرف تفصیلِ مسائل میں تین ورق طویل سے زائد لکھے گئے۔ جب بطور انموذج حاضر کیے جناب مولانا نے فرمایا: میرا مقصود تطویل اور اس قدر تفصیل نہیں کہ عوام اس سے کم منتفع و متمتع ہوتے ہیں صرف ہمارے کلام کا ترجمہ عله و خلاصۂ مطلب اور جہاں حنفیہ کا اختلاف ہو اُن کا بیانِ مذہب ہوجائے۔ فقیر نے امتثالِ امر لازم اور یہی امر فرصتِ حاصلہ کے ملائم دیکھ کر بتاریخ ہفتم ذی الحجہ روز جہاں افروز دوشنبہ یہ مختصر جملے لکھ دیے اور النیرۃ الوضیئۃ فی شرح الجوہرۃ المضیئۃ سے ملقب کیے اگرچہ بعض عله ضروریات پر بھی مشتمل نہیں مگر حسبِ استدعائے مصنف ہے اور بیانِ مذہب حنفیہ میں اختیار راجح اور ترکِ عله مرجوح کے ساتھ متصف۔ "م" سے مراد متن ہے اور "ت" ترجمہ "ش" شرح

عله حالانکہ اس وقت کوئی تعارف نہ تھا وہ تو فقیر کو کیا جانتے، فقیر نے بھی اس سے پہلے انھیں نہ دیکھا تھا پھر جو کچھ کلمات انھوں نے فرمائے فقیر دنیا و آخرت میں ان کی برکات کی امید رکھتا ہے ۱۲ منہ غفرلہ

عله حسب الارشادِ مصنف بیان مذہب شافعیہ میں صرف ترجمہ و شرح متن پر قناعت کی تنقیح و ترجیح سے غرض نہ رکھی اگرچہ مکہ معظمہ میں اس کا عمدہ سامان مہیا تھا، کتبِ شافعیہ بکثرت ملتیں مگر اس میں ایک تو دیر ہوتی دوسرے مقصود اصلی اس شرح سے ہندیوں کا نفع تھا اُن کے اہلِ سنت عموماً حنفی، پھر مذہبِ شافعیہ کی تنقیح ہوئی نہ ہوئی ایک سی ۱۲ منہ

عله سفر حرمین طیبین سے معاودت کے بعد حضرت والد علام قدس سرہٗ نے جواہر البیان شریف تصنیف فرمائی، فقیر نے اس کے بعض کلمات کا خلاصہ اس شرح کے آخر میں لکھ کر تکملہ کردیا جس کے باعث بحمد اللہ اب یہ مختصر تحریر ضروریات پر مشتمل ہوگئی البتہ ایک جرمانہ کا بیان کہ دفتر چاہتا ہے اور محرم احتیاط رکھے تو اس کی حاجت بھی نہیں پڑتی متروک رہا جسے کسی امر کی ضرورت ہو علماء سے دریافت کرسکتا ہے ۱۲ منہ

عله مگر نادراً دو قول بھی بیان میں آئے جہاں دونوں جانب قوت قویہ تھی پھر بھی جسے اس وقت اقوٰی سمجھا بیان میں مقدم رکھا ۱۲ منہ۔

Marfat.com

"ف" فائدہ[1]۔ واللہ نسأل التوفیق منه الوصول الٰی سواء الطریق (اور اللہ تعالیٰ سے ہی ہم توفیق کا سوال کرتے ہیں اور اسی کے کرم سے صراطِ مستقیم تک رسائی ہے۔ ت)

م : مقدمة فی وجوب حجة الاسلام

ت : حجِ اسلام[2] کے واجب ہونے ہیں۔

ش : یعنی حج کب واجب ہوتا ہے اور اس کے وجوب کے لیے کیا کیا شرطیں درکار ہیں۔

م : شروطها التكليف والاسلام والعقل والحرية والتمام

ت : شرطیں اس کی مکلف مسلمان عاقل ہونا اور پوری آزادی۔

ش : یعنی شرائط وجوب حج کہ جب وہ جمع ہوں حج فرض ہو جائے اور ان میں سے ایک بھی فوت ہو تو نہیں، پانچ ہیں:

اوّل بلوغ، کہ بچے پر فرض نہیں، کرے[3] گا تو نفل ہوگا اور ثواب اسی کے لیے ہے۔ باپ[4] وغیرہ مربّی تعلیم و تربیت کا اجر پائیں گے۔ پھر بعد بلوغ جب شرطیں جمع ہوں گی اس پر حج فرض ہو جائے گا، بچپن کا حج کفایت نہ کریگا۔

دوم اسلام کہ کافر پر ایمان لانے کے سوا کوئی عبادت فرض نہیں، نہ اُس کے ادا کیے ادا ہو سکیں، جب مسلمان ہوگا تو سب احکام اس کی طرف متوجہ ہونگے۔

سوم عقل، کہ مجنون و معتوہ پر فرض نہیں۔ معتوہ وہ جس کے ہوش و حواس درست نہ ہوں، بہکی بہکی باتیں کرے، رائے میں فساد ہو، پھر اس[5] کے ساتھ مارے، گالیاں دے تو مجنون ہے۔

---

[1] "ف" وہاں آئی جہاں کوئی تازہ بات لکھی یا قولِ متن پر کچھ کلام کیا یا مذہبِ حنفیہ کا خلاف بتایا ۱۲ منہ

[2] حج اسلام حج فرض کو کہتے ہیں یعنی پہلا حج کہ مکلف ادا کرے ۱۲ منہ

[3] قیدِ عقل خود مفادِ عبارت ہے ظاہر ہے کہ اُس کا حج کرنا جبھی کہیں گے کہ اتنی سمجھ رکھتا ہو اور بے سمجھ بچے کی عبادت کچھ معتبر نہیں، نہ وہ فرض ہو نہ وہ نفل واللہ تعالٰے اعلم ۱۲ منہ

[4] یعنی یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ بچوں کی عبادت کا ثواب ماں باپ پاتے ہیں اُنھیں نہیں ہوتا، غلط ہے، بلکہ عبادت کا ثواب اِنھیں اور تعلیم و تربیت کا اُنھیں ۱۲ منہ۔

[5] هذا احسن ما قیل فی الفرق بینهما شامی عن البحر ۱۲ منہ (م)

دونوں میں فرق کی بابت اقوال میں سے یہ احسن ہے، یہ شامی نے بحر سے نقل کیا ہے (ت)

Marfat.com

چہارم[4] پوری آزادی، کہ مکاتب و مدبر و ام ولد[1] پر فرض نہیں جب تک کامل آزاد نہ ہوں، ہاں کرلیں گے تو نفل ہوگا۔ پھر بعد آزادیٔ کامل اجتماعِ شرائط ہُوا تو حج فرض ادا کرنا پڑے گا۔

ف: مولیٰ نے اپنے غلام سے کہا میں نے تجھے مال پر مکاتب کیا یا اتنا مال مقرر کیا کہ مال لا دے تو آزاد ہو، اور غلام نے قبول کرلیا، اسے عقدِ کتابت کہتے ہیں اور اس غلام کو مکاتب۔ اور جو کہا تو میرے بعد آزاد ہے تو یہ مدبّر ہُوا، اور جو کنیز اپنے مولیٰ کے نطفے[2] سے بچّہ جنے وہ اُم ولد ہے، ان سب کی غلامی میں ایک طرح کا فرق آجاتا ہے پر حج فرض ہونے کو پُوری حریّت درکار ہے۔

ف: مکلّف عاقل بالغ کو کہتے ہیں تو بعد ذکرِ تکلیف ذکرِ عقل کی حاجت نہ تھی پر جناب مصنّف نے فرمایا میری مراد تکلیف سے صرف بلوغ ہے۔

ف: کافروں پر ایمان کے سوا اور عبادتیں فرض ہونے میں علماء کو اختلاف ہے۔ شافعیہ کے نزدیک فرض ہیں اور یہی مذہب علمائے عراقیین[4] کا ہے اور یہی معتمد[5] و راجح تر ہے۔ فقیر کہتا ہے اس تقدیر پر اسلام کو

---

[1] یونہی معتق البعض ۱۲ منہ

[2] اشارۃ الی انہ لایشترط تحبلھا بجماع المولیٰ حتی لو استدخلت منیہ فی فرجھا فحبلت و ولدت صارت ام ولد[1] کما فی الدر ۱۲ منہ (م)

ام ولد بننے کے لیے مالک کے جماع سے حاملہ بننا شرط نہیں بلکہ کسی طرح مالک کی منی کو اپنی شرمگاہ میں ڈالنے سے حاملہ ہوجائے تو بھی ام ولد بن جائیگی جیسا کہ دُر میں ہے ۱۲ منہ

[3] عند اللہ اسی قدر سے ام ولد ہوجاتی ہے کما فی الدر، ہاں قضاءً پہلی بار مولیٰ کا اقرار بھی شرط ہے یعنی وُہ کہے کہ یہ بچہ میرا ہے، جس کنیز کے لیے ایک دفعہ یہ اقرار کرلیا دوسرے بچے میں قضاءً بھی یہ اقرار شرط نہ رہا البتہ نفی سے منتفی ہوجائے گا اگر زمانہ دراز تک ساقط نہ رہا ہو کہ فراش متوسط ہے قوی نہیں ۱۲ منہ

[4] مشائخِ سمرقند اصلاً فرض نہیں مانتے، ائمہ بخارا فرماتے ہیں اُن پر فرائض کا اعتقاد فرض ہے ادا فرض نہیں، منار میں اسی کو صحیح کہا۔ ثمرۂ اختلاف یہ ہے کہ سمرقندیوں کے نزدیک کافروں پر صرف ترکِ ایمان کے سبب عذاب ہوگا، بخاریوں کے نزدیک فرائض کے نہ ماننے پر بھی عراقیوں کے نزدیک اُن کے بجانہ لانے پر بھی ۱۲ منہ غفرلہ

[5] علامہ ابن نجیم و محقق علائی نے فرمایا:

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] درمختار باب الاستیلاد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۸۷

Marfat.com

شرطِ وجوب[۱] ٹھہرانے میں تامل ہے بلکہ شرطِ صحت ادا[۲] ہے، مگر یہ کہا جائے کہ وجوب سے مراد وہ وجوب ہے جس کے باعث دنیا میں مواخذہ ہوسکے کہ کفار پر ترکِ فرائض میں احتساب نہیں نترکھم ومایدینون فافھم (ان کے دین کے معاملہ میں ان سے تعرض نہ کریں گے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

م : ثم استطاعۃ السبیل شرطھا فلیك بالحفظ لھدی ضبطھا

ت : پھر راہ پر قدرت شرط حج ہے۔ پس چاہئے کہ انھیں حفظ کرکے خوب خیال میں رکھا جائے۔

ش : یعنی شرطِ ششم استطاعت ہے کہ علاوہ مصارف ضروری کے اس قدر مال کا مالک ہو جو مکہ تک اپنی خواہ کرایہ کی سواری میں کھانے پہننے کا متوسط صرف کرتا جائے اور حج کرکے اسی طرح لوٹ آئے اور ضروری مصارف

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وھو المعتمد لان ظاھر النصوص یشھد لھم وخلافہ تاویل[۱] (م)

یہی معتمد علیہ ہے کیونکہ نصوص کا ظاہر اسی پر گواہ ہے اور اس کا خلاف تاویل ہے۔ (ت)

قرآن مجید میں صاف ارشاد ہوا:

ما سلککم فی سقر ○ قالوا لم نك من المصلین ○ ولم نك نطعم المسکین ○ وکنا نخوض مع الخائضین ○ وکنا نکذب بیوم الدین ○ حتی اتانا الیقین[۲] ○ ۱۲ منہ (م)

تمھیں کس چیز نے جہنم میں پہنچایا، انھوں نے کہا ہم نمازی نہ تھے اور مسکینوں کو کھانا نہ کھلاتے تھے اور سازشیں کرنیوالوں کے ساتھ شریک ہوکر ہم بھی حصہ لیتے، اور ہم یوم جزا کا انکار کرتے یہاں تک کہ موت آگئی ۱۲ منہ (ت)

عہ۱ کہ اس مذہب صحیح پر وجوب درکنار وجوب ادا ہے لہٰذا شرائط مرسوم یعنی صحت ادا کی طرف عدول کیا ۱۲ منہ

عہ۲ اقول بل لك ان تقول لما لم یکن الکافر من اھل النیۃ والنیۃ شرط الصحۃ کان الاسلام مندرجا فیھا لا شرطا بحیالہ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (م)

میں کہتا ہوں، آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ کافر جب نیت کرنے کا اہل نہیں جبکہ نیت صحتِ حج کے لیے شرط ہے تو یوں اسلام کا شرط ہونا پایا گیا، علیحدہ شرط نہ سہی، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[۱] کشف الاستار حاشیہ درمختار حاشیہ نمبر ۴ کتاب الحج مطبع مجتبائی دہلی ۱/۶۰

[۲] القرآن ۷۴/ ۴۲ تا ۴۷

Marfat.com

جیسے رہنے کا مکان، پہننے کے کپڑے، گھر کا اثاثہ، اہل وعیال کا نفقہ، قرضخواہوں کا قرض، پیشہ ور کو آلاتِ حرفہ، سوداگر کو اتنی پونجی جس سے اپنی اور اپنے بال بچوں کی کفایت کے لائق کما سکے، طالب علم کے لیے ضروری[عہ] دینی کتابیں، اور جنھیں سواری ہتھیار کی حاجت ہو ان کے لیے یہ بھی۔

ف : یہ استطاعت حج کے مہینوں میں درکار ہے یعنی شوال، ذیقعدہ، ذی الحجہ، اور جو دُور کے ساکن ہیں کہ پہلے سے چلتے ہیں تو جب اس شہر کے لوگ جائیں ورنہ اس سے پہلے اگر استطاعت تھی اور یہ وقت نہ آنے پایا کہ جاتی رہی تو حج[عہ] فرض نہ ہو گا۔

ف : ہمارے امام کے نزدیک تندرستی شرط ہے یعنی بدن میں وہ آفت نہ ہو جو سفر سے معذور کر دے جیسے اپاہج، مفلوج، اتنا بوڑھا کہ سواری پر نہ ٹھہر سکے، مگر صاحبین فرماتے ہیں ان پر حجِ بدل کرانا فرض ہے۔

م : **صفة الاحرام**

ش : یعنی احرام کی کیفیت اور اس کے سنّت و فرض کا بیان

م : تجردٌ عن المخیط واجب لِمُحْرِمٍ من غیر عذرٍ لازب

ت : سِلے کپڑے اتارنے واجب ہیں احرام والے پر اگر کوئی عذر لاحق نہ ہو[عہ]۔

ف : اگر کسی عذر کے سبب سِلا کپڑا پہن لے گا تو گنہگار نہ ہو گا ورنہ کفارہ تو ہر حال دینا لازم آئے گا۔

م : کذالک الاحرام فی ثوبین غیر مخیطین منظفین

ت : یونہی احرام دو کپڑوں میں ہے بے سِلے پاک ستھرے۔

ش : یعنی جب احرام چاہے سِلے کپڑے، عمامہ، ٹوپی، موزے اتارے۔ چادر، تہبند بے سلی اوڑھے باندھے۔

عہ منطق فلسفہ کی کتابیں اس میں داخل نہیں ۱۲ منہ

عہ یعنی جس سال استطاعت ہوئی اُسی سال وقت آنے سے پہلے جاتی رہی ورنہ اگر ایک سال وقت تک باقی تھی تو حج فرض ہو چکا اب ساقط نہ ہو گا اگرچہ دُوسرے برس وقت سے پہلے استطاعت زائل ہو جائے ۱۲

عہ اللازب اللازم ولا یشترط لزوم العذر بل وجودہ حین ارتکاب المحظور فلذا فسرہ باللاحق ۱۲ منہ (م)

لازب، لازم کو کہتے ہیں، جبکہ عذر کا لزوم نہیں بلکہ ممنوع کے ارتکاب کے وقت اس کا وجود شرط ہے اسی لیے اس کی تفسیر میں لاحق کہا ہے ۱۲ منہ (ت)

Marfat.com

ف : نئے سفید ہوں تو بہتر ورنہ دُھلے اُجلے اور ان میں رفو یا پیوند بھی اچھا نہیں، پر جائز ہے، اور ہمیانی یا تلوار کے پرتلے کا ڈر نہیں۔

م : ینوی اداء النسك بالجنان وفضله فی القول باللسان

ت : نیت کرے حج یا عمرہ کی دل سے اور زیادہ خوبی زبان سے کہنے میں ہے۔

ش : یعنی جامۂ احرام پہن کر اب جو کچھ ادا کیا چاہتا ہے (حج خواہ عمرہ خواہ دونوں) اس کی نیت دل سے کرے اور زبان سے بھی الفاظِ نیت کہنا بہتر ہے، مثلاً الٰہی! میں حج کی نیت کرتا ہوں اسے میرے لیے آسان کر اور قبول فرما۔

م : مُلَبِّیًا جهرا من المیقات وذاکرا الله فی الحالات

ت : لبیک کہتا ہُوا بآواز میقات سے اور خدا کی یاد کرتا ہُوا مختلف حالوں میں۔

ش : میقات اُن مقاموں کو کہتے ہیں جو شرع مطہر نے احرام کے لیے مقرر کیے ہیں کہ باہر[1] سے مکہ معظمہ کا قصد کرنے والے کو بے احرام ان مقاموں سے آگے بڑھنا حرام ہے۔ ہندیوں کو وُہ جگہ سمندر میں آتی ہے جب کوہِ یلملم کی سیدھ میں پہنچتے ہیں۔

ف : رکن احرام کے صرف دو ہیں، دل سے نیت اور اس کے ساتھ زبان سے وُہ ذکر جس میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہو، خواہ لبیک یا کچھ اور مثل سبحان اللہ یا الحمد للہ یا اللہ اکبر یا اللھم[2] اغفر لی وغیر ذالک۔ جب یہ دونوں باتیں[3] پائی گئیں احرام بندھ گیا اور جو کچھ محرم پر حرام تھا

---

[1] باہر سے مکہ مکرمہ کا قصد اس لیے کہا کہ اگر آفاقی یعنی باہر والا میقات کے اندر کسی مکان مثل جدہ یا خلیص کا قصد کرکے میقات میں داخل ہو جائے تو اب آفاقی نہ رہا میقاتی ہو گیا اسے وہاں سے مکہ معظمہ میں بے احرام جانا جائز ہے ۱۲ منہ

[2] اشارة الی انه لا یشترط کون الذکر خالصا کما فی تحریمة الصلوة بل یکفی مطلقا ولو مشوبا بالدعاء ھو الصحیح[1] کما فی المسلك المتقسط ۱۲ منه

اس میں اشارہ ہے کہ خالص ذکر شرط نہیں ہے جیسا کہ نماز کے تحریمہ میں ہوتا ہے بلکہ دُعائیہ کلمات بھی ملے ہوں تو صحیح ہے جیسا کہ مسلک متقسط میں ہے ۱۲ منہ

[3] احرام کبھی تقلید وسوقِ بدنہ سے ہوتا ہے مگر اس کے بیان میں طول تھا اور ہندیوں میں اس کا رواج نہیں لہذا اسی پر اکتفا کیا گیا ۱۲ منہ

---

[1] مسلک متقسط مع ارشاد الساری باب الاحرام دار الکتاب العربی بیروت ص ۷۰

Marfat.com

حرام ہوگیا پر لبیک کہنا سنت[1] اور مُحرِم کے لیے ہر ذکر سے بہتر ہے، جہاں تک ہوسکے اس کی کثرت کرے۔ اس کے

عــه وقع فی اللباب ان التلبیة مرة فرض[1] وفی النهر والدر انها مرة شرط[2] قال القاری وهو عند الشروع لاغیر[3] لکن التحقیق ان الفرض والشرط انما هو مطلق الذکر لاخصوص التلبیة کما حققه فی البحر قال وقول من قال انها شرط مراده ذکر یقصد به التعظیم لاخصوصها[4] وتمامه فی رد المحتار اقول و قدنص فی اللباب قبیل ما مران کل ذکر یقصد به تعظیم الله سبحانه یقوم مقام التلبیة[5] اھ وفیه فی صدر باب الاحرام شرائط صحته الاسلام والنیة والذکر وتقلید البدنة[6] اھ ثم عد من سننه تعیین التلبیة قال القاری هناك التلبیة او ما یقوم مقامها من فرائض الاحرام عند اصحابنا[7] اھ وفی الدر یصح الحج بمطلق النیة ولو بقلبه

لباب میں مذکور ہے کہ تلبیہ ایک مرتبہ فرض ہے، اور نہر اور در میں ہے کہ ایک بار شرط ہے۔ ملّا علی قاری نے کہا کہ یہ صرف شروع میں ہے، لیکن تحقیق یہ ہے کہ فرض اور شرط تلبیہ نہیں بلکہ مطلقاً ذکر ہے جیسا کہ بحر میں اس کی تحقیق ہے انھوں نے کہا کہ جس نے کہا تلبیہ شرط ہے اس کی مراد یہ ہے کہ تعظیم پر مشتمل ذکر نہ کہ خاص تلبیہ، مکمل بحث ردالمحتار میں ہے اقول لباب میں تصریح ہے کہ جو ذکر تعظیم پر مشتمل ہو وہ تلبیہ کے قائم مقام ہوتا ہے اھ اسی میں باب الاحرام کے شروع میں ہے کہ احرام کے صحیح ہونے کی شرط اسلام، نیت، ذکر اور بُدنہ کے گلے میں قلادہ باندھنا ہے اھ پھر اس کی سنتوں میں تلبیہ کو ذکر کیا، ملا علی قاری نے کہا کہ یہاں تلبیہ یا اس کے قائم مقام احرام کے فرائض ہیں ہمارے اصحاب کے ہاں اھ در میں ہے کہ حج، مطلق نیت خواہ صرف دل سے

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] لباب المناسک مع ارشاد الساری — فصل وشرط التلبیۃ الخ — دار الکتاب العربی بیروت — ص ۷۰

[2] درمختار — فصل فی الاحرام — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۶۳

[3] مسلک متقسط مع ارشاد الساری — فصل وشرط التلبیۃ الخ — دار الکتاب العربی بیروت — ص ۷۰

[4] بحرالرائق — باب الاحرام — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۲/۳۲۲

[5] لباب المناسک مع ارشاد الساری — فصل وشرط التلبیۃ الخ — دار الکتاب العربی بیروت — ص ۷۰

[6] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 — ص ۶۲

[7] مسلک متقسط 〃 〃 — باب الاحرام — 〃 〃 — ص ۶۲

Marfat.com

الفاظِ مسنونہ یہ ہیں :

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ ط لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ ط اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ[ع] ط لَاشَرِیْکَ لَکَ ط۔

میں تیرے دربار میں حاضر ہوگیا الٰہی ! میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوگیا ، میں حاضر ہوگیا ہُوں ۔ تیرا کوئی شریک نہیں ، میں حاضر ہوگیا ہوں ، بلاشُبہ تعریف اور نعمت اور ملک تیرے ہی لیے ہے ، تیرا کوئی شریک نہیں (ت)

صبح و شام کے وقت اور ہر نماز کے بعد اور بلندی پر چڑھتے ، پستی میں اُترتے ، دوسرے قافلہ سے ملتے ، ستاروں کے ڈُوبتے نکلتے کھڑے ہوتے ، بیٹھتے ، چلتے ، ٹھہرتے ، غرض ہر حالت کے بدلتے زیادہ کثرت کرے ۔

ف : احرام کا مسنون و مستحب طریقہ یہ ہے کہ غسل کرے ، بدن سے مَیل اتارے ، ناخن ترشوائے ، خط بنوائے ، مُوئے بغل و زیرِ ناف دُور کرے ، سر مُنڈانے کی عادت ہو تو مُنڈائے ورنہ کنگھی کرے ، تیل ڈالے ، بدن میں خوشبو لگائے ، پھر جامۂ احرام پہن کر دُو رکعت نماز بہ نیت سنت احرام پڑھے ۔ پھر وہیں قبلہ رُو بیٹھا دل و زبان سے نیت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

لکن بشرط مقارنتھا بذکر یقصد بہ التعظیم[۱] اھ فانکشف الغطاء والحمد للہ رب العالمین ۱۲ منہ (م)

ہو ، صحیح ہو جاتا ہے بشرطیکہ نیت کے ساتھ کوئی ایسا ذکر ہو جس سے تعظیم مقصود ہو اھ ، تو اس سے پردہ چھٹ گیا والحمد للہ رب العالمین ۱۲ منہ (ت)

ع قولہ الملک استحسن الوقف علیہ لئلا یتوھم ان ما بعد خبرہ[۲] شرح اللباب ونقل بعضھم انہ مستحب عند الائمۃ الاربعۃ[۳] اھ رد المحتار، اقول ولم یجب لان المعنی الموہم ایضا صحیح فی نفسہ وان لم مرادا ۱۲ منہ (م)

لفظ "الملک" پر وقف بہتر ہے تاکہ ما بعد کے خبر ہونے کا احتمال پیدا نہ ہو ، شرح لباب ، اور بعض نے نقل کیا ہے کہ یہاں وقف ، ائمہ اربعہ کے ہاں مستحب ہے اھ رد المحتار ، اقول یہ وقف واجب نہیں کیونکہ بعد کے ساتھ ملانے سے جس معنی کا وہم ہو سکتا ہے وہ بھی درست ہے اگرچہ وہ معنی یہاں مراد نہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] درمختار | فصل فی الاحرام | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۶۳

[۲] مسلک متقسط مع ارشاد الساری | فصل ثم یصلی رکعتین | دار الکتاب العربی بیروت | ص ۶۹

[۳] رد المحتار | فصل فی الاحرام | مصطفی البابی مصر | ۲/۱۷۳

Marfat.com

کرے، باآواز[1] تین[3] بار لبیک کہے، آسانی وقبول کی دعا مانگے، نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر درود بھیجے۔

م : مُحرّمات الاحرام

ت : وہ باتیں جن کا احرام میں کرنا حرام ہے

م : لبس مخیط الثیاب حرما من غیر علۃ علیٰ من احرما

ت : سِلا کپڑا پہننا حرام ہے بے کسی بیماری یا عذر کے احرام والے پر۔

ف : واضح ہو کہ جو باتیں احرام میں حرام ہیں وہ اگر کسی عذر سے کیں یا بھول کر ہوئیں تو گناہ نہیں پر ان کا جو جرمانہ مقرر ہے وہ ہر طرح دینا ہوگا اگرچہ بے قصد واقع ہوں یا سہو سے یا مجبوری کو یا کسی کے جبر سے یا سوتے میں. یا کسی طرح اور، سِلا کپڑا احرام جب ہے کہ بطور معتاد استعمال میں آئے ورنہ جبّہ یا کُرتے کا تہ بند باندھا یا انگرکھا یا پاجامہ بدن پر ڈال کر سویا تو حرام نہیں اگرچہ چاہئے نہ تھا۔

م : ویحرم الطیبُ کمثل الآس ودھن شعر لحیۃ وراس

ت : اور حرام ہے خوشبو جیسے آس[2] اور تیل لگانا داڑھی یا سر کے بالوں میں۔

ف : بدن یا کپڑوں[3] میں خوشبو لگانا حرام ہے اور سونگھنا مکروہ، اور خوشبو کا تیل اور روغنِ زیتون

ع[1] مگر نہ حد سے زائد جس میں اذیت ہو، اور عنقریب آتا ہے کہ عورت آہستہ کہے،

ووقع فی المنسک المتوسط[1] انہ یستحب ان یرفع بہا صوتہ الا ان یکون فی مصر[1] اھ ولمارہ لغیرہ ثم وجہہ القاری بخوف الریاء والسمعۃ اقول وفیہ نظر ظاہر ولذا قال القاری ان الاظہران یکون یتضرر فصحف علیٰ بعض من حرر[2] ۱۲ منہ (م)

منسک متوسط میں ہے کہ آواز بلند کرنا مستحب ہے مگر شہر میں مستحب نہیں اھ، کسی اور جگہ یہ نہیں دیکھا، پھر ملا علی قاری نے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ شہر میں بلند کرنے میں ریاکاری کا خوف ہے۔ میں کہتا ہوں اس میں غور کی ضرورت ہے اسی لیے ملا علی قاری نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ اس میں دوسروں کو ضرر ہے، تحریر کرنیوالے کو اشتباہ ہو گیا ہے ۱۲ منہ (ت)

ع[2] بفارسی درخت مورد نامند بروزن دوست ۱۲

فارسی میں دوست کے وزن پر، مورد ایک درخت کا نام ہے ۱۲ (ت)

ع[3] احرام سے پہلے جو خوشبو لگائی وہ لگی رہی تو مضائقہ نہیں بعد احرام کے لگانا حرام ہے ۱۲ منہ

---

[1] منسک متوسط مع ارشاد الساری فصل وشرط التلبیہ دار الکتاب العربی بیروت ص ۷۰ و ۷۱

[2] مسالک متقسط مع ارشاد الساری " " " " " ص ۷۲

Marfat.com

اور تل کا تیل[ع۱] اگرچہ خالص ہوں بالوں میں یا بدن میں لگانا جائز نہیں، اور گھی یا چربی جائز ہے۔

م : حلق شعر ثم قلم ظفر عقد النکاح ثم صید البر

ت : اور بال مُونڈنا، ناخن کترنا، عقدِ نکاح، جنگلی شکار۔

ش : یعنی سر سے پاؤں تک کسی جگہ کے بال مونڈ کر، کتر کر، نُورہ سے، موچلینہ سے، آپ یا دوسرے کے ہاتھ سے دُور کرنا اصلاً جائز نہیں، مگر جو بال آنکھ میں نکلے۔ اور نکاح کرنا حنفیہ کے نزدیک اور دریا کا شکار[ع۲] بالاتفاق جائز ہے۔

ف : اس کے سوا منہ[ع۳] یا سر کو ڈھانکنا اگرچہ سوتے میں، یا کسی سے ناحق لڑنا، یا جماع کرنا، یا شہوت سے بوسہ[ع۴] لینا، یا مساس کرنا، یا عورتوں کے آگے جماع کا تذکرہ لانا، کسی کا سر مونڈنا اگرچہ اس کا احرام نہ ہو، جنگلی شکار[ع۵] کے ہلاک میں کسی طرح شریک ہونا مثلاً شکاری کو بتانا، اشارہ کرنا، بندوق یا بارود دینا، ذبح کے لئے چھری دینا، اس کے انڈے توڑنا، پَر اکھاڑنا، پاؤں یا بازو توڑنا، اس کا دودھ دوہنا، اس کا گوشت یا

ع۱ ان دُو تیلوں میں اگرچہ خوشبُو نہیں ناجائز ہیں، ان کے سوا اور بے خوشبو کے تیل جیسے روغنِ بادام وغیرہ، درمختار سے ان کا جواز نکلتا ہے اور شرح لباب میں مطلقاً ناجائز کہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ

ع۲ یعنی جبکہ خاص کھانے یا دوا کی غرض سے ہو، یا مذہب راجح پر بطور پیشہ وحرفت بھی، ورنہ تفریحاً شکار جیساکہ آجکل عوام میں رائج، دریا کا ہو یا جنگل کا، احرام میں ہو یا غیر احرام میں، ہر طرح حرام ہے کما فی الدرالمختار وغیرہ (جیساکہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ ت) ۱۲ منہ

ع۳ یعنی کل منہ یا بعض، یہاں تک کہ تکیہ پر منہ رکھ کر اوندھے لیٹنا جائز نہیں، ہاں چت یا کروٹ سے روا ہے اگرچہ اس میں بھی رخسارے یا سر کے ایک ٹکڑے کا ڈھکنا ہُوا کہ شرع میں خاص اس کی اجازت ہے اور اس میں مرد وزن کا ایک حکم ہے یہاں تک کہ اسے مُنہ چھپانے کے لیے روا نہیں کہ پنکھا وغیرہ مُنہ پر رکھ لے بلکہ سر پر منہ سے الگ یُوں رکھے کہ آڑ ہو جائے، ہاں سر کا ڈھانکنا عورت کو احرام میں بھی ضرور ہے ۱۲ منہ غفرلہ

ع۴ یعنی اپنی عورت یا کنیز شرعی کے ساتھ بھی یہ باتیں بشہوت ناروا ہیں پھر غیر کے ساتھ دوہرا گناہ، ایک تو فعل آپ ہی ناجائز دوسرے احرام کا محظور ۱۲ منہ

ع۵ پالتو جانور جیسے اونٹ، گائے، بکری، مرغی کے ذبح کرنے، کھانے پکانے میں حرج نہیں ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

یا انڈے پکانا، بھوننا، بیچنا، خریدنا، کھانا، جُوں کے ہلاک پرکسی طور باعث ہونا مثلاً مارنا، پھینکنا، کسی کو اس کے مارنے کا اشارہ کرنا، کپڑا اس کے مرجانے کے لیے دھونا یا دُھوپ میں ڈالنا، وسمہ[1] یا مہندی کا خضاب لگانا، بال خطمی سے دھونا، گوند وغیرہ سے جمانا سب ناجائز ہے۔ اسی طرح تمام چھوٹے بڑے گناہ کہ ہمیشہ بُرے ہیں اور احرام میں بہت زیادہ بُرے۔

م : وحکم مرأة کذا الکتما احرامها فی وجهها فلزما
ان لا تغطیه وفی لباسها المخیط تبقی وغطاء راسها

ت : اور اسی طرح عورت کا حکم ہے لیکن اس کا احرام صرف چہرے میں ہے تو لازم ہُوا کہ منہ نہ چھپائے اور سِلے کپڑوں میں رہے، سر ڈھکے۔

ش : یعنی اُوپر جو باتیں گزریں ان میں عورت مثل مرد کے ہے مگر اسے سِلے کپڑے پہننا، سر ڈھکنا روا ہے صرف چہرے پر کپڑا[2] نہ آنے دے۔

ف : پردہ نشین عورت کوئی پنکھا وغیرہ منہ سے بچا ہُوا سامنے رکھے اور عورتیں لبیک باآواز[3] نہ کہیں۔

عـ۱ مہندی دو وجہ سے حرام ہُوئی: ایک تو خوشبو ہے، دوسرے اس کے لگانے سے بال چھُپ جاتے ہیں تو سر یا منہ کا ڈھانکنا ہُوا، اور وسمہ اگرچہ خوشبو نہیں بال چھپائے گا، پھر سیاہ خضاب ہمیشہ ناجائز ہے مگر جہاد میں، تو محرم کو بدرجۂ اولیٰ ناجائز ہُوا۔ حدیث میں ہے:

"جو سیاہ خضاب کرے اللہ تعالےٰ قیامت کے دن اس کا منہ کالا کرے[1]۔"

دوسری حدیث میں ہے:

"وہ جنت کی بُو نہ سُونگھیں گے[2]۔"

ہاں اگر کوئی رقیق تیل بے خوشبو جس سے بال کالے نہ ہوں لگایا جائے تو وہ اس اختلاف قاری وعلائی پر ہوگا جو اُوپر گزرا، واللہ تعالےٰ اعلم ۱۲ منہ

عـ۲ کپڑے سے مراد ہر چھپانے والی چیز ہے، پنکھے کا مسئلہ اس پر دلیل ہے ۱۲ منہ

عـ۳ باآواز کے یہ معنیٰ نہیں کہ چلّا کر نہ ہو بلکہ یہ مراد ہے کہ آپ ہی سُنے کسی اجنبی مرد کے کان تک نہ جائے کہ

(باقی اگلے صفحہ پر)

لـه کنز العمال محظورات الخضاب حدیث: ۱۷۳۳۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۶۷۱

لـه " " " ۱۷۳۳۲ " " " "

Marfat.com

م : والحج بالجماع بتا یفسد قضاؤہ فی قابل یؤکد
مالم یکن ذا جاھلًا او ناسیًا فما علیه ان یکون فادیًا

ت : اور حج جماع سے بے شبہ فاسد ہوجاتا ہے قضا اس کی سالِ آئندہ[1] میں ضروری ہوتی ہے جب تک یہ شخص ناواقف یا بھولا ہوا نہ ہو کہ اس پر فدیہ دینا لازم نہیں۔

م : ولا فدا علی التی قد اکرھت وطئا ولا فساد فیما قد قضت

ت : اور نہ اس عورت پر فدیہ جس سے زبردستی جماع ہوا اور نہ اس کا وہ عمل فاسد جو کر چکی۔

ش : خلاصہ یہ کہ اگر حج میں قبل تحلل اول[2] کہ دسویں تاریخ منیٰ میں ہوتا ہے یا عمرہ میں قبل اس سے فراغ کلی کے باختیار خود قصداً جماع کیا اور اس کی حرمت سے آگاہ بھی تھا تو وہ حج یا عمرہ فاسد ہوجائے گا اور اس پر فرض ہے کہ اسے پورا کر کے پھر اعادہ کرے اور جرمانہ میں بدنہ یعنی ایک اونٹ دے، اور جو بعد اس کے کیا یا حرمت نہ جانتا تھا یا بھولے سے کر بیٹھا یا کسی کا جبر تھا تو مذہبِ اصح پر نہ حج و عمرہ فاسد ہو نہ فدیہ آئے۔

ف : یہ سب تفصیل مذہبِ شافعیہ کی تھی اور حنفیہ کے نزدیک اگر حج میں وقوفِ عرفہ سے پہلے جماع کیا تو حج فاسد، اور اسے بدستور پورا کر کے ذبح شاۃ (بکری) واعادہ لازم، اور وقوف کے بعد کئے سے حج اصلاً فاسد نہیں ہوتا، پھر اگر حلق و طواف فرض سے بھی فارغ ہو کر کیا تو کچھ جرمانہ بھی نہیں، اور ان دونوں سے پہلے کیا تو بدنہ لازم آئیگا یعنی اونٹ یا گائے، اور دونوں کے بیچ میں واقع ہوا یعنی طوافِ زیارت کے بعد

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اس میں فتنہ ہے اور اپنا سننا ہرگز ذکر و قرارت و کلام میں ضرور ہے اس کے بغیر فقط زبان ہلانے کا کچھ اعتبار نہیں یہاں تک کہ نماز میں قرارت ایسی پڑھی کہ اپنے کان تک نہ آئے وُہ قرارت نہ ٹھہرے گی اور اصح مذہب پر نماز نہ ہوگی، بہت لوگ اس مسئلہ سے ناواقف ہیں ۱۲ منہ

[1] یعنی اس میں یہ نہیں کہ اب فاسد تو ہو گیا ہے جب چاہیں گے قضاء کرلیں گے، بلکہ فوراً سالِ آئندہ ہی قضاء کرے ۱۲ منہ غفرلہ

[2] دسویں کو جو رمی جمار کرتے ہیں سب کچھ حلال ہو جاتا ہے مگر عورتیں، یہ پہلا تحلل ہوا۔ پھر جب طوافِ زیارت کیا عورتیں بھی حلال ہوگئیں، یہ تحللِ آخر و تحللِ تام ہوا۔ یہ مذہب امام شافعی کا ہے۔ ہمارے نزدیک پہلا تحلل حلق سے ہوتا ہے جب تک حلق نہ کیا کوئی چیز حلال نہیں اگرچہ رمی کر چکے ۱۲ منہ

Marfat.com

حلق سے پہلے یا بالعکس تو بکری دینی آئے گی مگر بہت علماء صورت عکس میں بدنہ کہتے ہیں[1] اور عمرہ میں چار طواف سے پہلے فساد ہے اور اتمام و ذبح شاۃ و اعادہ ضرور، اور چار کے بعد صرف ذبح ہے فساد نہیں، اور ان احکام میں برابر ہے قصداً یا بھولے سے، باختیار خود یا جبر سے، دانستہ یا نادانستہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

م : **ارکان الحج**

ش : یعنی حج و عمرہ کے رکن

ف : رکن شے کا وہ ہے جس سے اس کے نفس ذات کا قوام ہو جیسے نماز کے لیے رکوع، سجود، قیام، قعود اور شرط خارج موقوف علیہ کو کہتے ہیں یعنی حقیقت شئ میں داخل نہ ہو پر اس کے بغیر شئ موجود نہ ہو

---

[1] یعنی جبکہ جماع حلق کے بعد طواف سے پہلے ہو ففی الهدایة والکافی والمجمع واللباب والتنویر والدر وغیرها ان فیه شاة[1] قال فی رد المحتار هو ما علیه المتون ومشی فی المبسوط والبدائع والاسبیجابی علی وجوب البدنة وفی الفتح انه الاوجه لاطلاق ظاهر الروایة وناقشه فی البحر والنهر[2] اھ وکذا حکاه فی اللباب وعلی الاول مشی القدوری وشراحه وبالجملة فالموضع نزاع والاول ارفق وهذا احوط واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منه۔ (م)

تو ہدایہ، کافی، مجمع، لباب، تنویر اور دُر وغیرہ میں ہے کہ اس میں بکری لازم ہے۔ رد المحتار میں کہا کہ اس پر متون وارد ہیں۔ اور مبسوط، بدائع اور اسبیجابی اس پر بدنہ کے وجوب کے قائل ہیں، اور فتح میں ہے کہ یہی ظاہر روایت کے اطلاق سے موافق ہے۔ اور بحر اور نہر میں اس پر مناقشہ بیان کیا ہے اھ اور یوں ہی لباب میں حکایت کیا گیا ہے۔ اور پہلے قول پر قدوری اور اس کے شارحین نے رجحان ظاہر کیا ہے غرضیکہ یہ مقام نزاع ہے، پہلا قول آسان ہے اور دوسرا احتیاط پر مبنی ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ (ت)

---

[1] در مختار | باب الجنایات | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۶۵

[2] رد المحتار | " | مصطفی البابی مصر | ۲/۲۳۰

Marfat.com

جیسے نماز کے لیے وضو، نیت، استقبال، تحریمہ اور کسی عمل کے فرائض وہ ہیں جن کے ترک[1] سے عمل باطل ہو جائے اور واجبات کے ترک سے باطل نہیں ہوتا، اس میں خلل آتا اور ناقص ہو جاتا ہے جیسے نماز میں الحمد، سورت، التحیات وغیرہا۔

م : للحج ارکان تعد ستة لابد ان تحفظهن البتة

ت : حج کے چھ[2] رکن ہیں ضرور ہے کہ تو انھیں یاد کرے جزما۔

---

[1] یہ تعریف رکن و شرط دونوں کو شامل، تو فرض ان سے عام ہے،

وفی المسلك المتقسط[1] الفرائض اعم من الارکان والشرائط وغیرھما کالاخلاص فی العبادة اقول یظهرلی ان هذا فی الفرض فی نفسه ومنه الاخلاص فانه فرض بحیاله ولیس من فرائض الصلوة مثلا والا لبطلت بالریاء اما الفرض فی غیره فلابد ان یتوقف وجوده علیه بمعنی انه لایصح الابه فان دخل فرکن وان کان خارجا موقوفا علیه و هذا هو معنی الشرط نعم قد یوخذ فی الشرط تقدمه وجودا والمعیة بقاء کشروط الصلوة .... [2] واسطة کترتیب ما لایتکرر فی رکعة فافهم ۱۲ منه غفرله۔ (م)

مسلک متقسط میں ہے کہ فرائض، ارکان و شرائط وغیرہ سے عام ہیں جیسا کہ عبادت میں اخلاص اقول میرے ہاں ظاہر یہ ہے کہ یہ معاملہ نفس فرض کا ہے جس میں سے اخلاص بھی ہے کہ یہ مکمل فرض ہے حالانکہ یہ نماز کے فرائض میں سے نہیں ہے ورنہ نماز ریاکاری سے فاسد ہو جائے، لیکن غیر میں کوئی فرض ہو تو اس کے لیے ضروری ہے کہ اس فرض پر اس غیر کا وجود موقوف ہو یعنی اس کے بغیر اس غیر کی صحت نہ ہو سکے۔ تو اب یہ فرض اس غیر میں داخل ہو تو رکن کہلائے گا اور اگر خارج ہو کر موقوف علیہ ہو تو شرط ہوگا۔ ہاں شرط میں کبھی وجود کے اعتبار سے مقدم ہونا اور بقاء کے اعتبار سے موقوف کے ساتھ رہنا بھی ملحوظ ہوتا ہے جیسا کہ نماز کی ان شرائط کی ترتیب جو ایک رکعت میں مکرر نہیں آتیں۔

[2] یہ چھ کہ مصنف نے ذکر فرمائے ان میں ہمارے نزدیک تو اکثر رکن نہیں اور بعض بطور شافعیہ بھی محل کلام۔ فقیر نے ایضاح امام نووی میں کہ شافعیہ کے عمدہ مذہب واحد الشیخین میں مطالعہ کیا کہ انھوں نے ارکان حج صرف پانچ لئے ترتیب کو واجبات میں شمار کیا ولعل هذه روایة اخری فی مذھبهم (ہو سکتا ہے کہ ان کے مذہب کی یہ دوسری روایت ہو۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ

---

[1] مسلک متقسط مع ارشاد الساری باب فرائض الحج دار الکتاب العربی بیروت ص ۵۴

[2] یہ عبارت نہیں پڑھی گئی ۱۲

Marfat.com

م : فنية الحج اول الصفة ثم الوقوف معهم بعرفة

ت : پس نیت حج کی ساری ترکیب میں پہلے ہے پھر حاجیوں کے ساتھ عرفہ کے دن وقوف کرنا۔

ش : اس وقوف کے لیے جس طرح دن مقرر ہے یعنی[1] عرفہ کہ ذی الحجہ کی نویں تاریخ ہے یونہی مکان بھی معین ہے یعنی عرفات کہ مکہ معظمہ سے پورب کو نو کوس ہے، تو مصنف کا فرمانا کہ حاجیوں کے ساتھ وقوف کرنا وہ اس سے تعیینِ مکان کی طرف اشارہ فرماتے ہیں یعنی جہاں حجاج ٹھہرتے ہیں وہاں ٹھہرنا ورنہ وقوف میں اوروں[2] کے ساتھ ہونا ضرور نہیں۔

م : ثم طواف ثم سعی بالصفا والحلق والترتیب فیما وصفا

ت : پھر طوافِ زیارت پھر صفا مروہ میں دوڑنا اور سر منڈانا اور ان افعال میں ترتیب۔

ش : یعنی پہلے نیت پھر وقوف پھر طواف پھر سعی، لیکن طواف وحلق میں ترتیب ضرور نہیں، اور حلق سے مراد عام ہے سر منڈانا یا بال کترانا، ہاں منڈانا افضل ہے۔

ف : ہمارے نزدیک رکن حج کے صرف[3] دو ہیں، سب میں بڑا رکن وقوفِ عرفہ۔ اس کے بعد طوافِ زیارت، باقی نیت شرط ہے اور فرائض میں ترتیب فرض اور سعی وحلق واجب۔

م : ھٰذہ کذا للعمرۃ الارکان سوی الوقوف ھٰکذا البیان

ت : یونہی یہ چیزیں عمرہ کی رکن ہیں سوا وقوف کے اسی طرح بیان چاہیے۔

ف : ہمارے ہاں رکنِ عمرہ صرف طواف ہے اور نیت شرط اور سعی وحلق واجب۔

ف : یہ نیت کہ حج وعمرہ میں شرط مانی گئی اس کے دو معنے ہیں ایک تو شروع میں حج یا عمرہ کا عزم

عہ[1] آگے شرح میں آتا ہے کہ وقوف کا وقت عرفہ کے دوپہر ڈھلے سے دسویں کی طلوعِ فجر تک ہے مگر یہ رات نویں تاریخ ہی کی رات گنی جاتی ہے۔ علماء نے فرمایا راتیں ہمیشہ آنے والے دن کے تابع ہوتی ہیں، مثلاً جمعہ کی رات وہ ہے جس کی صبح کو جمعہ ہو، پر ایامِ حج کی راتیں گزرے دنوں کی تابع ہیں مثلاً شبِ عرفہ وہ رات ہے جو نویں تاریخ کے بعد آئے گی اور شبِ نحر دسویں کے بعد ۱۲ منہ

عہ[2] دفع دخل مقدر ۱۲ منہ

عہ[3] ان کے سوا احرام میں بھی باآنکہ شرط ہے کئی مشابہتیں رکن کی ہیں کما بینہ فی ردالمحتار اقول ولی فی اکثرھن کلام بینتہ علی ھامشہ ۱۲ منہ (جیسا کہ ردالمحتار میں بیان کیا ہے، میں کہتا ہوں کہ ان میں سے اکثر میں میری کلام ہے جو میں نے اس کے حاشیہ میں بیان کی ہے۔ ت)

Marfat.com

یہ بعینہ احرام ہے یعنی دل سے قصد اور اس کے ساتھ زبان سے ذکرِ خدا۔ دوسرے طوافِ رکن میں نیتِ طواف کہ وہ فرض ہے اور بے نیت[1] ادا نہیں ہوتا تو اس کی نیت بھی شرط ٹھہری۔

حج کے فرض

ف: یہ فصل جناب مصنف نے نہ لکھی، ہمارے نزدیک رکن کے سوا اور بھی فرض ہیں اور واجبات الگ۔ لہذا ہم اپنے طور پر بیان کرتے ہیں، حج میں دس فرض ہیں: احرام، وقوف[2]، طواف[3] کے چار[2] پھیرے، ان[4] میں طواف کی نیت، وقوف[3] کا عرفات میں ہونا، اپنے وقت میں ہونا کہ زوال[3] عرفہ سے فجرِ نحر تک ہے، طواف کا مسجد الحرام میں ہونا، اپنے وقت میں ہونا کہ فجرِ نحر سے آخر عمر تک ہے، فرضوں[4] میں ترتیب کہ پہلے احرام[4] ہو پھر وقوف پھر طواف، وقوف[5] سے پہلے جماع سے بچنا۔ ان دس میں سے ایک بھی رہ جائے تو حج نہ ہو والعیاذ باللہ۔

واجبات الحج

حج کے واجب

م: الرمی للجمار و الاحرام کذا بمزدلفة المنام

ت: جمروں پر سنگریزے مارنا اور احرام، ایسا ہی مزدلفہ میں سونا۔

ع۱ یہ اس لیے کہہ دیا کہ وقوفِ عرفہ بھی فرض بلکہ رکنِ اعظم ہے پر وہ بے نیت بھی ادا ہو جاتا ہے تو اس کی نیت شرط نہیں ہو سکتی ۱۲ منہ

ع۲ ہر طواف میں سات پھیرے ہوتے ہیں یونہی اس طوافِ فرض میں بھی، مگر ان میں سے فرض فقط چار ہیں، انہی کے اعتبار سے اسے طوافِ فرض کہا جاتا ہے، باقی تین واجب ہیں نہ کیے تو دم دے گا، حج ہو گیا۔ اور چار سے کم کیے تو حج ہی نہ ہوا ۱۲ منہ

ع۳ نویں تاریخ دوپہر ڈھلے سے دسویں کے پو پھٹے تک اس بیچ میں وقوف کا وقت ہے، اگر زوالِ عرفہ سے پہلے وقوف کرکے حدودِ عرفات سے باہر ہو گیا اور وقت میں اعادہ نہ کیا یا پہلے نہ کیا تھا صبحِ نحر چمکنے کے بعد کیا تو حج نہ ہوگا ۱۲ منہ

ع۴ اس فرض کو تین فرض کہہ سکتے ہیں احرام کا وقوف سے پہلے ہونا ایک، طواف پر تقدم دو، وقوف کا طواف سے پیشتر ہونا تین ۱۲ منہ

ع۵ جماع سے بچنا ہمیشہ حج میں واجب ہے جب تک مطلقاً طوافِ فرض سے فارغ نہ ہو جائے پر وقوف تک احتراز فرض ہے کہ اس سے پہلے جماع موجبِ فساد ہوتا ہے پھر فساد نہیں کما مر ۱۲ منہ

Marfat.com

ف: ہمارے نزدیک احرام فرض ہے کما سبق (جیسا کہ پیچھے گزرا۔ ت) ہاں اُس کا میقات[1] سے ہونا واجب ہے۔

ش: منیٰ ایک بستی ہے مکہ معظمہ سے عرفات کی طرف تین کوس، وہاں تین جگہ ستون بنے ہیں انھیں جمار و جمرات کہتے ہیں اور ہر ایک کو جمرہ۔ دسویں تاریخ سے ان پر کنکریاں مارتے ہیں اور منیٰ سے تین کوس مزدلفہ ہے نویں کی شام کو عرفات سے پلٹ کر یہاں رات گزارتے ہیں، دسویں کو منیٰ آتے ہیں، شافعیہ کے نزدیک رات کا بڑا حصہ یہاں بسر کرنا واجب ہے، اسی[2] لیے جناب مصنف نے سونا فرمایا ورنہ حقیقۃً سونے کا حکم کچھ نہیں۔

ف: ہمارے نزدیک واجب صرف اس قدر ہے کہ مغرب[2] و عشاء یہیں پڑھے صبح[3] کو کچھ دیر وقوف کرے، باقی رات کو رہنا واجب نہیں سنّت ہے۔

م: ثم البیت بمنیٰ للرمی — ثم الطواف للوداع ینوی

ت: پھر رات کو منیٰ[4] میں رمی جمار کے لیے رہنا، پھر طواف[5] رخصت کی نیت کرے۔

ف: منیٰ میں دسویں، گیارھویں، بارھویں دن رمی جمار واجب ہے، شب باشی ہمارے نزدیک سنت ہے اور طوافِ وداع کہ رخصت کے لیے کرتے ہیں آفاقی یعنی باہر والے پر واجب ہے مکی تو وہیں کا ساکن ہے نہ کہ رخصت ہونے والا۔

ف: یہاں تک ہمارے مذہب کے پانچ واجب گزرے اور ان کے سوا اور بہت ہیں مثلاً صفا[6]

---

[1] لوگ تین قسم ہیں: اہلِ حرم جو مکہ معظمہ یا اس کے گرد اُن مقاموں میں رہتے ہیں جہاں تک شکار وغیرہ حرام ہے۔ اہلِ حل جو حرم سے باہر مواقیت کے اندر ہیں۔ اہلِ[3] آفاق جو مواقیت سے بھی باہر ہیں آفاقیوں کے لیے حج و عمرہ دونوں کی میقات انھیں مواقیت کے جیسے ہندیوں کے لیے محاذاتِ یلملم، اہلِ حل کی میقات حل ہے یعنی جب حج یا عمرہ کو جائیں حرم میں پہنچنے سے پہلے احرام باندھ لیں اور اہلِ حرم کے لیے میقات حج حرم ہے یعنی مسجد الحرام شریف خواہ اپنے گھر ہی سے، غرض حرم کی کسی جگہ سے احرام کریں اور عمرہ کے لیے حل یعنی حرم سے باہر جا کر عمرہ کا احرام باندھیں۔

ف: مکی کے لیے احرام عمرہ میں افضل تنعیم ہے کہ مدینہ طیبہ کی طرف تین کوس پر ہے، یونہی جب حجاج حج سے فارغ ہو کر مکہ میں چند روز ٹھہریں وہیں سے عمرہ لائیں کہ نزدیک بھی ہے اور افضل بھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ۔

[2] دفع دخل مقدر

Marfat.com

مروہ میں سعی اور اس[۸] کا ایک طواف کامل[ع۱] کے بعد صفا سے شروع اور سات[۹] پھیرے اور ہر بار[۱۰] پوری مسافت قطع اور[۱۱] بشرط قدرت پیادہ ہونا، دن[۱۲] میں[ع۲] وقوفِ عرفہ کرنے والے کو غروبِ شمس کے بعد تک انتظار کرنا، اس[۱۳] کا امام[ع۳] کے ساتھ عرفات سے کوچ کرنا یعنی امام کے چلنے سے پہلے حدودِ عرفہ سے باہر نہ ہونا بشرطیکہ امام وقت[ع۴] پر کوچ کرے اور ہمراہی میں حرج نہ ہو، جمرۃ العقبیٰ[۱۴] کی رمی کہ دہم کو ہے حلق سے پہلے ہونا، ہر[۱۵] دن کی رمی اسی دن ہوجانا، حلق[۱۶] یا تقصیر اور[۱۷] ان کا ایامِ نحر میں خاص[۱۸] زمین حرم میں ہونا، طواف[۱۹] فرض کا[ع۵] بارھویں تک ہوجانا، حجرِ اسود[۲۰] سے شروع ہونا، سات[۲۱] پھیرے حطیم[۲۲] سے باہر با[۲۳] وضو ستر[۲۴] عورت کے ساتھ، بشرط[۲۵] قدرت پیادہ، اپنی[۲۶] دہنی طرف سے آغاز ہونا یعنی کعبۂ معظمہ بائیں ہاتھ کو رکھنا، قارن[ع۶] و متمتع کا شکر کی قربانی[۲۷] حلق[۲۸] سے پہلے رمی[۲۹] کے بعد ایام[۳۰] نحر میں کرنا وغیر ذالک، واللہ تعالیٰ اعلم۔

ع۱ طواف کامل یہ ہے کہ شرائط صحت کو جامع اور جنابت وحیض سے پاک ہو عام ازیں کہ فرض ہو جیسے طوافِ زیارت یا واجب جیسے طواف الوداع کما سیأتی (جیسا کہ آگے آئیگا۔ت) یا سنت جیسے طواف القدوم یا نفل جیسے متمتع کہ حج کی سعی طوافِ زیارت سے پہلے کرنی چاہئے تو ایک طواف نفل کرکے ادا کرے، اس کے سوا کامل کے یہ معنیٰ نہیں کہ ساتوں پھیروں کے بعد ہو بلکہ چار کے بعد ہونا کافی ہے، سعی صحیح اور واجب ادا ہوجائیگا اگرچہ سنت یُونہی ہے کہ ساتوں پھیروں کے بعد کرے، ہاں اگر چار پھیروں سے پیشتر کی تو سعی ادا نہ ہوگی اور طواف کے بعد سے بعدیت متصلہ مراد نہیں اگرچہ مستحب فوراً ہوتا ہے مگر پہلے طواف ہولیا تو پھر جب کبھی سعی کریگا صحیح ہوگی ۱۲ منہ

ع۲ یہ قید اس لیے لگادی کہ جو نویں تاریخ وقوف نہ کرسکا ہو اور دسویں شب کو کرے اس پر کچھ واجب نہیں ایک لمحہ کے لیے زمین عرفات میں گزرجانا کافی ہے کہ فرض اسی قدر ہے ۱۲ منہ

ع۳ اس کا اس لیے کہا کہ جو رات کو وقوف کرے اس پر امام کے ساتھ کوچ بھی واجب نہیں کہ امام تو اس کے آنے سے پہلے جاچکا ۱۲ منہ

ع۴ یعنی اگر امام نے ترکِ واجب کرکے غروب سے پہلے کوچ کردیا تو یہ ساتھ نہ دیں یونہی اگر غروب کے بعد اس نے دیر کی یہ روانہ ہوجائیں ۱۲ منہ

ع۵ یعنی اس کے چار پھیرے جو فرض ہیں بارھویں تک ہوگئے تو واجب ادا ہولیا اگرچہ باقی تین پھیر کبھی ہوں، ہاں سنت یونہی ہے کہ پُورا طواف انہی دنوں میں ہولے بلکہ ساتوں پھیرے ایک ساتھ ہوں ۱۲ منہ

ع۶ مفرد کو یہ قربانی مستحب ہے ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

م : **بعض سُنن الحج**

ت : **حج کی بعض سُنّتیں**

م : قد سنّ للمرء الطواف ان قدم والحجر الاسود فیہ یستلم

ت : باہر سے آنے والے کو ایک طواف سنت ہے ، طواف میں سنگِ اسود کا بوسہ لے ۔

ش : یہ پہلا طواف ہے جو مفرد[عل] حاضر ہوتے ہی کرتا ہے اور قارن عمرہ کے بعد ، اسے طوافِ قدوم کہتے ہیں گویا حاضریٔ دربارِ اعظم کا مجرا ۔

ف : یہ طواف متمتع[عل] کے لیے نہیں نہ اہلِ مکہ کو کہ وہ ہر وقت حاضرِ بارگاہ ہیں اور سنگِ اسود کا بوسہ نہ اسی طواف بلکہ ہر طواف میں سنّت ہے ، طواف اسی سے شروع اور اسی پر ختم ہوتا ہے ۔

م : والاضطباع ثم رمل قد اتی ورکعتان للطواف یا فتی

ت : سنّتوں کے شمار میں اضطباع پھر رمل آیا اور دو رکعتیں طواف کی اے جوان !

ش : اضطباع یہ کہ چادر دہنے بغل کے نیچے سے نکال کر یہ آنچل بائیں شانے پر ڈالے جس میں دہنا کندھا کھلا رہے ، اور رمل یہ کہ طواف میں جلد جلد چھوٹے چھوٹے قدم رکھتا شانوں کو جنبش دیتا چلے ۔

ف : یہ دونوں سنّتیں خاص مردوں کے لیے ہیں وہ بھی صرف اُس طواف میں جس کے بعد صفا مروہ میں سعی ہوتی ہے یعنی طوافِ عمرہ اور حج میں طوافِ قدوم کہ اکثر بخیالِ[عل] زحمت وکمیِ فرصت اسی کے بعد سعی کر لیتے ہیں ، ہاں جس سے رہ گئی وہ طوافِ[عل] زیارت کے بعد کرے گا تو اسی طواف میں رمل کرے مگر

عل مفرد ، قارن ، متمتع کے معنے عنقریب تکملہ میں آتے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ ۱۲ منہ

عل اس لیے کہ وہ آتے وقت عمرہ لایا اور عمرہ میں طوافِ قدوم نہیں ، جب عمرہ کر لیا مکی ہو گیا اور مکی کو یہ طواف نہیں ۱۲ منہ

عل آگے آتا ہے کہ مفرد کو طوافِ زیارت کے بعد کی افضل ہے پر اس دن بہت ہجوم ہوتا ہے اور کئی کام اس لیے طوافِ قدوم پر کر لیتے ہیں اور قارن کے لیے تو افضل ہی یہ ہے ۱۲ منہ

عل جس نے طوافِ زیارت کے بعد بھی سعی نہ کی وہ طواف الوداع کے بعد کر لے کہ سعی کا کوئی وقت معین نہیں ہے اور اب اس طواف میں رمل بھی بجا لائے ،

لان الرمل بعد طواف یعقبہ سعی افادہ کیونکہ رمل ایسے طواف کے بعد ہوتا ہے جس کے بعد

(باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

اضطباع ساقط ہوگیا۔

ف : اضطباع طواف میں ہوتا ہے اور رمل صرف اگلے تین پھیروں میں[علہ]، باقی چار میں اپنی چال، اور ہجوم کے سبب رمل میں اپنی یا اور کی ایذا ہو تو رُک رہے، جب غول نکل جائے پھر رمل کرتا چلے۔

ف : ہر طواف کے بعد دو رکعتیں ہمارے نزدیک سنّت نہیں بلکہ واجب ہیں۔

م : وركعتا الاحرام ثم الغسل له وفي جهر الملبي فضل

ت : اور احرام کی دو رکعتیں پھر اس کے لیے نہانا اور لبیک کے بآواز کہنے میں فضیلت ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

العلامة الخير الرملي قال ولم ار ه صريحا و ان علم في اطلاقهم[۱] اھ رد المحتار **اقول** لا كلام في جوازه وقد صرحوا ان لا توقيت و انما الكلام في انه يؤمر بايقاع السعي بعد طواف الصدر ولو ندبا ولعل الوجه فيه ان يقع سعيه متصلا بالطواف كما هو المستحب لكن يعارضه مستحب اٰخر وهو ان لا يكون بين طوافه للصدر ونفره من مكة حائل كما نصوا عليه وقد اوجب ذالك الامام الشافعي ويوافقه رواية عن ابي يوسف و الحسن بن زياد رحمهم الله تعالٰى فتاكد الاستحباب خروجا عن الخلاف فافهم والله سبحانه وتعالٰى اعلم ۱۲ منہ۔

سعی ہو، اس کا افادہ علامہ خیر الدین رملی نے کیا اور فرمایا اور میں نے صراحۃً یہ دیکھا نہیں اگرچہ فقہاء کے اطلاقات سے معلوم ہوسکتا ہے اھ ردالمحتار **اقول** اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں ہے جبکہ وہ تصریح کرچکے ہیں کہ اس میں وقت مقرر نہیں، اس میں ضرور کلام ہے کہ کیا طواف وداع کے بعد سعی کا استحباباً بھی حکم ہے؛ ہوسکتا ہے کہ وجہ یہ ہو کہ طواف کے بعد متصل سعی ہوجائے تو مستحب ہے لیکن یہاں ایک دوسرا مستحب آڑے آرہا ہے وہ یہ کہ طوافِ وداع اور کُوچ کرنے میں کوئی چیز درمیان میں حائل نہ ہو جیسا کہ فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے جبکہ امام شافعی اس کو واجب قرار دیتے ہیں اور اس کی موافقت ابو یوسف اور حسن بن زیاد کی روایت بھی کرتی ہے تو فوراً بعد میں روانہ ہونے کا استحباب واضح ہوگیا اس کو سمجھو، واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم ۱۲ منہ (ت)

علہ یہاں تک کہ اگر اوّل پھیروں میں بھول گیا تو بھی ان چار میں اور اگر پہلے پھیرے میں یاد نہ رہا تو دو ہی میں کرے اور دو میں بھولا تو ایک ہی میں ۱۲ منہ

---

[۱] ردالمحتار مطلب فی طواف الزیارۃ مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۹۸

Marfat.com

ش : یہ مسائل ہم اوپر لکھ چکے اور یہ بھی کہ عورت لبیک آہستہ کہے۔ غسل نمازِ احرام کلامِ مصنف میں ذکراً مؤخر ہے وقوعاً مقدم۔

م : وفی منیٰ المبیت لیل عرفة من سنة فافهم اخی بمعرفة

ت : اور منیٰ میں نویں رات شب باشی سنّت ہے پس اے برادر! اسے پہچان کر سمجھ لے۔

م : والجمع بین اللیل والنهار بعرفاتٍ جاء فی الاٰثار

ت : اور عرفات میں شب و روز کا جمع کرنا حدیثوں میں آیا ہے۔

ش : یعنی نویں تاریخ جو وقت سے عرفات میں وقوف کرتے ہیں اسے دن ہی میں ختم کریں بلکہ اتنا ٹھہریں کہ سورج وہیں ڈوبے اور ایک لطیف[1] حصہ رات کا آجائے، اس کے بعد مزدلفہ چلیں۔

ف : وقوف فرض تو اس قدر ہے کہ عرفہ کی دوپہر ڈھلے سے دسویں شب کی صبح صادق تک عرفات میں ہونا پایا جائے اگرچہ ایک[2] لمحہ، پھر جو رات کو وقوف کرے اگرچہ مکروہ ہے اسے کچھ دیر لگانا ضرور نہیں اور جو دن کو بعد زوال وقوف کرے کہ سنّت یہی ہے اس پر ہمارے نزدیک امورِ مذکورہ یعنی غروبِ شمس تک ٹھہرنا اور جزوِ قلیل شب کا لے لینا واجب ہیں مگر بعد غروب دیر نہ کرے کہ مکروہ ہے۔

م : سن الوقوف جانب الصخرات والمشعر[3] الحرام حین یاتی

ت : سنّت ہے ٹھہرنا پتھروں کی طرف اور مشعر حرام میں جب آئے۔

ش : عرفات میں سب سے اونچا میدان سیاہ چٹانوں کے پاس جس میں قبلہ رُو کھڑے ہوں تو جبل الرحمۃ دہنے ہاتھ

ع۱ اس سے یہ مراد کہ آفتاب کا غروب یقینی ہو جائے اس کے بعد ہی فوراً کوچ کر دیں کہ پھر توقف مکروہ ہے اور پُر ظاہر کہ بعد غروب ایک آن بھی گزری تو رات کا ایک لطیف حصّہ آگیا ۱۲ منہ

ع۲ اگرچہ بلا قصد اگرچہ سوتا ہُوا اگرچہ بیہوش، اگرچہ گزران، اگرچہ بالاکراہ اگرچہ بحالتِ حدث حیض یا نفاس یا جنابت، اگرچہ جانتا بھی نہ ہو کہ یہ مقام عرفات ہے فرض ہر طرح ادا ہو جائے گا ۱۲ منہ

ع۳ قلت فی ضبط اعرابه شعرا یوافقه وزنة وقافیةً ؎

انصبه مفعولا لفعل یاتی
او جُرّهٗ عطفا علی الصخرات

۱۲ منہ غفرلہ۔

میں نے المشعر الحرام کے اعراب کو ضبط کرنے میں شعر کہا ہے جو وزن اور قافیہ میں اس شعر کے موافق ہے:
اسے "یاتی" فعل کے مفعول ہونے کی بنا پر نصب دے یا "الصخرات" پر عطف ہونے کی بنا پر جر دے۔
۱۲ منہ غفرلہ (ت)

Marfat.com

کو رہتا ہے اسے حضور پُر نور سیّدِ عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا مکانِ وقوف گمان کیا جاتا ہے بہت افضل ہے کہ کسی کی ایذا نہ ہو تو وہاں وقوف کرے۔

ف : یہ تو مستحب ہے اور مشعر الحرام کہ مزدلفہ میں ایک خاص مقام کا نام ہے بالخصوص وہاں وقوف مسنون، ورنہ مزدلفہ کا وقوف ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ ہمارے نزدیک واجب ہے۔

م : اخذ الحصایا صاح من مزدلفة من سنة وغسلها ان اردفه

ت : مزدلفہ سے کنکریاں لینا اے رفیق میرے! سنّت ہے اور ان کا دھولینا اگر اس کے بعد کرے۔

ش : دسویں کی صبح کو مزدلفہ سے منیٰ جاتے ہیں تو آج وہاں ایک جمرہ پر کنکریاں ماریں گے اس کیلئے مستحب ہے کہ سات[1] سنگریزے یہاں سے اٹھالے، اور دھونا تو ہر طرح مستحب ہے کہیں[2] سے اٹھاتے۔

---

[1] اور وُہ جو بعض لوگ باقی دنوں کی رمیِ جمراتِ ثلاثہ کو بھی سنگریزے یہیں سے لیتے ہیں مباح ہے نہ کہ کچھ مندوب نہ کچھ معیوب ۱۲ منہ

[2] اس سے یہ بھی معلوم ہُوا کہ سنگریزے ہر جگہ سے لینے جائز ہیں، ہاں جمرات کے پاس سے نہ اٹھائے کہ وہ پھینکی ہُوئی کنکریاں ہوتی ہیں، اور حدیث میں ہے: "جس کی قبول ہوتی ہیں فرشتے اٹھالے جاتے ہیں ورنہ تمھیں پہاڑ نظر آتے۔"[1] اس سے معلوم ہُوا کہ جو پڑی رہ جاتی ہیں وہ معاذ اللہ مردود ہوتی ہیں تو انھیں اپنے حج میں کیوں استعمال کیجیو، غور کرو تو یہ بھی ہمارے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم کا کُھلا معجزہ ہے۔ اسلام میں حج ہوتے تیرہ سو برس کے قریب گزرے ہر سال لاکھوں بندگانِ خدا ہوتے ہیں ایک روایت میں چھ لاکھ ایک میں آٹھ لاکھ۔ حضرت حسن بصری کے اثر میں پندرہ لاکھ ان سے کم ہوتے ہیں تو فرشتے عدد پُورا کرتے ہیں اور قاعدہ ہے کہ ایسی جگہ عدد زائد ماخوذ ہوتا ہے کہ کم اس کا منافی نہیں۔ فقیر جس سال حاضر ہُوا یعنی ۱۲۹۵ھ حاجیوں کی مردم شماری اٹھارہ لاکھ سُنی گئی پھر ہر شخص ۴۹ یا ۷۰ کنکریاں مارتا ہے ۴۹ ہی رکھئے تو پندرہ لاکھ میں ضرب دینے سے سات کروڑ پینتیس لاکھ (۷۳۵۰۰۰۰۰) کنکریاں جمع ہُوئیں۔ جمع کیجئے تو ہر سال پہاڑ بنتا ہے پھر جب دیکھئے تو جمرے خالی ہوتے ہیں منیٰ میں کچھ گنتی کی کنکریاں نظر آتی ہیں، یہ خدا کی شان ہے اور حقیتِ اسلام کی صریح برہان والحمد للہ رب العالمین۔

ف : یُونہی مسجد کی کنکریاں نہ لے کہ بے ادبی اور اس کی چیز کا اپنے تصرف میں لانا ہے اسی طرح ناپاک کنکری بھی نہ لینی چاہیئے کہ ان پر خدا کا نام لیا جاتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ

---

[1] کنز العمال حدیث ۱۲۱۴۱ ۵/۸۱ و الترغیب و الترھیب الترغیب فی رمی الجمار الخ ۲/۲۰۸

Marfat.com

م : وفی منیٰ لا تترکن الاضحیۃ کذا صلوٰۃ العید مع حسن النیۃ

ت : اور منیٰ میں عید کی قربانی نہ چھوڑ، یونہی عید کی نماز نیک نیت سے۔

ف : ہمارے نزدیک نمازِ عید و قربانی دونوں مقیم مالدار پر واجب ہیں اور شافعیہ سنّت کہتے ہیں، لہذا مصنّفِ علام نے اپنے مذہب کے موافق انھیں سُنن میں گنا، مگر یہاں واجب التنبیہ یہ بات ہے کہ ہمارے علماء ذخیرہ و محیط و غیرہما میں تصریح فرماتے ہیں کہ منیٰ میں نمازِ عید اصلاً نہیں کہ وہاں لوگوں کو امورِ حج سے فرصت نہیں ہوتی۔ علامہ ابراہیم حلبی نے فرمایا، ہاں بالاتفاق نمازِ عید نہ پڑھے۔ علامہ علی قاری نے فرمایا: اس پر تمام علمائے اُمّت کا اجماع ہے کذا فی رد المحتار[1] فافھم واللہ تعالیٰ اعلم (جیساکہ ردالمحتار میں ہے لہذا غور کیجئے، واللہ تعالےٰ اعلم۔ ت) رہی قربانی وہ مذہبِ راجح میں مقیم پر واجب ہے جیسے اہلِ مکّہ و منےٰ اگرچہ احرام میں ہوں، اور مسافر سے تو اس کا مطالبہ ہی نہیں۔

م : وسنّۃ فی فعلھا الثواب لیس علی تارکھا العقاب

ت : اور سنّت کے کرنے میں ثواب ہے چھوڑنے میں عذاب نہیں۔

ف : مگر سُننِ مؤکدہ کے ترک میں سخت ملامت ہوگی، اور عیاذاً باللہ شفاعت سے محرومی بھی وارد، بلکہ محققین فرماتے ہیں اُن کے ترک میں تھوڑا سا گناہ بھی ہے اگرچہ نہ ترکِ واجب کے برابر، انہی وجوہ سے سنت کو مستحب سے امتیاز ہے ورنہ جتنی بات متن میں گزری مستحب کو بھی شامل۔

م : وانّما یؤاخذ المرءعلیٰ اھمال فرض قد اتیٰ مفصلا

ت : یُوں ہی ہے کہ آدمی پر مؤاخذہ فرض چھوڑنے میں ہے جو تفصیل وار دہُوا۔

ش : یعنی جس کے ثبوت میں کوئی اجمال و اشکال نہیں، تو صفت[2] کاشفہ ہے کہ فرض سب ایسے ہوتے ہیں اور بقرینۂ سباق ظاہر کہ مواخذہ سے مراد عذاب ہے ورنہ ملامت کہ ترکِ سُنن پر ہوگی خود گرفت و مواخذہ ہے۔

ع۱ من اراد تحقیق ذٰلک فعلیہ بالبحر الرائق ورد المحتار وغیرھما من الاسفار ۱۲ منہ (م)

جو اس کی تحقیق چاہتا ہے اسے چاہئے کہ وہ بحرالرائق اور ردالمحتار وغیرہ کتب کو دیکھے ۱۲ منہ (ت)

ع۲ یمکن ان یراد بہ ما اتی ای سبق بیانہ مفصلا فعلی ھذا یکون اشارۃ الی فروض الحج المارۃ فی الواجبات علی مذھب المصنف لکن الذی یعطیہ سوق الکلام ان المقصود بیان حکم السنۃ والفرض مطلقا فلذا فسرناہ بما فسرنا ۱۲ منہ (م)

ممکن ہے اس سے مراد وہ ہو جو مفصلاً گزرا ہے اس بناء پر یہ حج کے ان فرائض کی طرف اشارہ ہوگا جو مصنف کے مذہب کے مطابق واجبات میں گزرا، لیکن سوقِ کلام جو مستفاد ہو رہا ہے وہ یہ ہے کہ یہاں مطلق سنت اور فرض کا حکم بیان کرنا مقصود ہے اسی لیے ہم نے مذکورہ تفسیر کی ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] رد المحتار کتاب الحج مطلب فی حکم صلوٰۃ العید والجمعۃ فی منیٰ مصطفی البابی مصر ۲/۲۰۰

Marfat.com

ف : شافعیہ واجب و فرض میں فرق نہیں کرتے، ہمارے نزدیک وُہ دو چیزیں جدا جدا ہیں اور دونوں کے ترک پر استحقاقِ عذاب اگرچہ واجب میں کم، فرض میں زیادہ۔ والعیاذ باللہ۔

م : ذی جملۃ من السنن الشھیرۃ اجل من شمس لدی الظھیرۃ

ت : یہ چند مشہور سنتیں ہیں، مہر نیمروز سے جلالت میں افزوں۔

ف : ان کے سوا آٹھویں تاریخ مکہ معظمہ سے منیٰ، نویں کو بعد طلوعِ شمس منیٰ سے عرفات جانا، وہاں نہانا، مزدلفہ میں رات بسر کرنا، دسویں کو وہاں سے قبلِ طلوعِ شمس منیٰ کو جانا۔ وہاں ایامِ رمیِ جمار میں راتوں کو رہنا، مکہ معظمہ کو یہاں سے جاتے وادیِ محصب[۱] میں اترنا وغیر ذٰلک کہ یہ سب سُننِ مؤکدہ ہیں، واللہ تعالٰی اعلم

م : الفدیۃ

ت : جُرمانہ کا بیان

م : مایفسد الحج ففیہ بُدنۃ وفی سواہ ذبح شاۃ حَسَنَۃ

ت : جس سے حج فاسد ہوتا ہے اس میں بُدنہ ہے اور اس کے ماورا عمدہ بکری ذبح کرنا۔

ش : حج فاسد ہوجاتا ہے جماع سے بشرائط مذکورہ، اور ہم نے حنفیہ شافعیہ کا اختلاف بہ تفصیل بیان کر دیا۔ بُدنہ ان کے یہاں صرف اونٹ کو کہتے ہیں ہمارے[۲] یہاں گائے کو بھی شامل، عمدہ بکری یہ کہ ان عیبوں سے پاک ہو جو اُضحیہ میں ناجائز ہیں اور رفقہ میں بہ تفصیل مذکور۔

ف : یہ دونوں قاعدے کہ جناب مصنّف نے ذکر کیے ہمارے مذہب کے مطابق نہیں جماع قبل الوقوف سے ہمارے نزدیک حج فاسد اور بدنہ لازم نہیں اور بعد الوقوف قبل الحلق والطواف سے بدنہ لازم، حج

---

[۱] یہ وادی مکہ معظمہ کی آبادی سے ملی ہُوئی ہے، مقبرۂ مکہ مکرمہ یعنی جنت المعلٰی کے متصل ذو کوہچے ہیں ان کے مقابل منیٰ کو جاتے ہُوئے بائیں ہاتھ پر بطن وادی سے اُوپر کچھ پہاڑیاں ہیں ان کوہچوں اور پہاڑیوں کے درمیان جتنی وادی رہی وُہ وادیٔ محصب ہے، جب منیٰ سے رمیِ جمار کرکے مکہ معظمہ جائیں یہاں ٹھہرنا ضرور اور بلا عذر اس کا ترک بُرا۔ افضل طریقہ اس کا تکملہ میں آئے گا، اور زیادہ نہ ہوسکے تو اسی قدر کافی کہ سواری روک کر کچھ دیر دعا کرلیں ۱۲ منہ

[۲] تو جہاں بدنہ لازم آئے گا ان کے نزدیک خاص اونٹ واجب ہوگا ہمارے نزدیک گائے بھی کفایت کرجائے گی کما نص علیہ فی الفتح (جیسا کہ فتح القدیر میں اس پر وضاحت کی گئی ہے۔ ت) ۱۲ منہ۔

Marfat.com

فاسد نہیں۔

م : فی کل شعرۃ من الطعام   مُدٌّ ویفدی الغیر بالصیام

ت : ہر بال میں اناج سے چہارم[1] صاع ہے اور ماورا کا جرمانہ روزے۔

ف : بال وغیرہ کے جرمانہ میں ہمارے یہاں بہت تفصیل ہے جس کا بیان موجبِ تطویل ہے، وقتِ حاجت علماء سے دریافت کرلیں۔

م : وما عدا ھذی التی قد ذکرت   احکامھا فیما سواھا سطرت

ت : ان مذکورات کے سوا اور چیزوں کے احکام اس رسالہ کے ماورا میں مسطور ہیں۔

م : وانما ذی جملۃ لیسھلا   لمن اتی لحفظہ مؤمّلا

ت : اور یہ تو چند باتیں ہیں تاکہ آسانی ہو اس کے لیے جو اسے یاد کرنے کی امید میں آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

م : **الزّیارۃ**

ت : زیارت سراپا طہارت سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بیان

م : واقصد اذا حججت للزیارۃ   لقبرطٰہٰ فلك البشارۃ

ت : اور جب حج کر چکے تو زیارتِ قبرِ طٰہٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا قصد کر کہ تیرے لیے خوشخبری ہے۔

ف : علماء مختلف ہیں کہ پہلے حج کرے یا زیارت۔ لباب میں ہے: "حج نفل میں مختار ہے، اور فرض

---

[1] مُدّ شافعیہ وحنفیہ دونوں کے نزدیک چہارم صاع ہے مگر صاع میں اختلاف ہے، ہم ۸ رطل کا کہتے ہیں تو مُد ۲ رطل ہُوا وہ ۵ $\frac{1}{3}$ رطل تو ۱ $\frac{1}{3}$ ہوا، اور صاع عند التحقیق دو سو ستر[۲۷۰] تولے کا ہے، تو ہمارے حساب پر بریلی کے سیر سے کہ سو[۱۰۰] روپیہ بھر کا ہے، ایک صاع آدھ پاؤ کم تین سیر سے ۵ ماشے ۵ رتی زیادہ، اور نیم صاع کہ وہی گندم سے ایک آدمی کے فطر کا صدقہ اور ایک نماز، ایک روزہ کا فدیہ اور کفارہ میں ایک مسکین کا حصّہ یعنی ایک سیر سات چھٹانک دو ماشے ساڑھے چھ رتی (یہاں عبارت میں کچھ اختصار کیا گیا ہے ۱۲ اشرف قادری) رامپور کے سیر سے کہ ۹۶ روپے بھر کا ہے (یعنی پورے نوّے[۹۰] تولے کا (فتاویٰ رضویہ) حساب بہت سیدھا ہے پورے تین سیر کا صاع ہُوا دہلی کے سیر سے کہ ۸۰ روپے بھر کا ہے (یعنی ۸۰ تولے ہے ۱۲ فتاوی رضویہ) صاع ۳ $\frac{3}{5}$ ہوا یعنی ساڑھے تین سیر سے دسواں حصہ سیر کا زائد اور نیم صاع یعنی دو سیر سے پانچواں حصّہ سیر کا کم۔ یہ حساب خوب یاد رکھنا چاہیئے بحمد اللہ تعالےٰ کمال تحقیق ہے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ۱۲ منہ

Marfat.com

ہو تو پہلے حج، مگر مدینہ طیبہ راہ میں آئے تو تقدیم زیارت لازم انتہی"۔ یعنی بے زیارت گزر جانا گستاخی، اور فقیر کو علامہ شُبکی کا یہ ارشاد بہت بھایا کہ پہلے حج کرے تاکہ پاک کی زیارت پاک ہو کر ملے ؏

پاک شو اول وپس دیدہ براں پاک انداز

(پہلے پاک ہو اور پھر اس پاک ہستی پر نظر ڈال)

ف: جناب مصنف کے کلام میں صاف اشارہ ہے کہ سفر مدینہ طیبہ خاص بقصد زیارت شریفہ ہو اور بیشک یہ امر شرعاً محمود اور زیارت اقدس اعظم مقصود، اور حدیث میں لفظ لا تعملہ[ف] الا زیارتی[علہ] موجود یعنی

عہ فائدۂ جلیلہ: یہ حدیث صحیح ہے

رواہ الطبرانی فی الکبیر والدارقطنی فی الامالی وابوبکر المقری فی المعجم والحافظ السلفی وابن عساکر وابونعیم والحافظ ابوعلی وسعید بن السکن البغدادی فی کتاب السنن الصحاح عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اس کو طبرانی نے کبیر اور دارقطنی نے امالی میں، ابوبکر مقری نے معجم میں، حافظ سلفی، ابن عساکر، ابونعیم، حافظ ابوعلی اور سعید بن سکن بغدادی نے سنن او رصحاح میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

امام ابن السکن اشارہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی صحت پر ائمہ حدیث کا اجماع ہے۔

دوسری حدیث میں ہے:

زارنی متعمدا[۳]۔ رواہ العقیلی والبیہقی وابن عساکر۔

بالقصد میری زیارت کرے۔ (اس کو عقیلی، بیہقی اور ابن عساکر نے روایت کیا۔ ت)

تیسری حدیث میں ہے:

زارنی بالمدینۃ محتسبا[۴]۔ اخرجہ ابن ابی الدنیا

ثواب کی نیت سے میری زیارت کے لیے مدینے میں

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[۱] لباب وشرح باب مع ارشاد الساری باب زیارۃ سید المرسلین دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۳۴-۳۳۵

[۲] معجم کبیر مروی از عبداللہ ابن عمر حدیث ۱۳۱۴۹ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۲/ ۲۹۱

کنز العمال حدیث ۳۴۹۲۸ موسستہ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۲۵۶

[۳] شعب الایمان حدیث ۴۱۵۲ باب المناسک دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۴۸۸

[۴] " " ۴۱۵۷ " " ۳/ ۴۹۰

ف: یہ لفظ معجم میں یوں ہے: لا یعلمہ حاجۃ الا زیارتی الخ۔ اور کنز العمال میں یوں ہے: لا یعمدہ حاجۃ الا زیارتی الخ۔ نذیر احمد سعیدی

Marfat.com

اسے کوئی کام نہ ہو میری زیارت کے سوا۔ امام ابن الہمام فرماتے ہیں میرے نزدیک افضل یہ ہے کہ سفر خاص بقصدِ

(بقیہ صفحہ گزشتہ)

والبیہقی و ابن الجوزی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

حاضر ہوا (اس کی ابن ابی الدنیا، بیہقی اور ابن جوزی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے تخریج کی۔ ت)

چوتھی حدیث میں ہے:

قصدنی فی مسجدی[1]۔ اوردہ فی جذب القلوب۔

میرا قصد کر کے میری مسجد میں آئے (اسکو جذب القلوب میں ذکر کیا گیا ہے۔ ت)

اقول علاوہ بریں وُہ تمام احادیث جن میں زیارتِ قبر شریف کی ترغیب و تاکید اور اس کے ترک پر وعید و تہدید ہمارے مدعا کی گواہ و شہید۔ طرفہ بات یہ ہے کہ شارع صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم جس امر کی طرف بہ تاکید بلائیں اور اس کے ترک پر وعید فرمائیں اس کا قصد ناجائز قرار پائے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما الاعمال بالنیات[2]۔ (اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔ ت)

یہ عجب کارِ ثواب ہے جس کی نیت موجبِ عذاب ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ رہی حدیث "لاتشد الرحال" ائمۂ دین نے تصریح فرمائی کہ وہاں ان تینوں مسجدوں کے سوا اور مسجد کے لیے بالقصد سفر کرنے سے ممانعت ہے ورنہ زنہار الفاظِ حدیث طلبِ علم و اصلاحِ مسلمین و جہاد و اعدا و نشرِ دین و تجارت حلال و ملاقات صالحین وغیرہا مقاصد کے لیے سفر سے مانع نہیں، اور قاطعِ نزاع یہ ہے کہ بعینہٖ یہی حدیث بروایت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ امام احمد رحمہ اللہ تعالٰے نے اپنی مسند میں بسندِ حسن یُوں روایت کی،

لاینبغی للمطی ان تشد رحالہ الٰی مسجد تبتغی فیہ الصلٰوۃ غیر المسجد الحرام والمسجد الاقصٰی و مسجدی ھذا[3]۔

ناقہ کو سزاوار نہیں کہ اس کے کجاوے کسی مسجد کی طرف بغرضِ نماز کسے جائیں سوائے مسجد حرام و مسجد اقصٰی اور میری مسجد کے۔

تو خود حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے ارشاد سے حضور کی مراد واضح ہوگئی والحمد للہ رب العالمین ۱۲ منہ

---

[1] جذب القلوب باب چہاردہم در فضائل زیارۃ سید المرسلین مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ص ۱۹۶

[2] صحیح بخاری باب کیف کان بدء الوحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱

[3] مسند احمد بن حنبل مروی از ابوسعید خدری دار الفکر بیروت ۶۴/۳

Marfat.com

زیارتِ والا کرے یہاں تک کہ اس کے ساتھ مسجد شریف کا بھی ارادہ نہ ہو کہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم زیادہ ہے جب حاضر ہوگا حاضریِ مسجد خود ہو جائے گی یا اس کی نیت دوسرے سفر پر رکھے۔

م : ان زیارۃ النبی لانہا بـــة صلوا علیه فالصلوٰۃ واجبة

ت : بے شک زیارت نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی لازم ہے، درود بھیجو ان پر کہ درود فرض ہے۔

ش : علماء فرماتے ہیں زیارت نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی اعظم قربات و افضل طاعات سے ہے، بہت برآرندۂ مقاصد و حاجات، قریب بدرجۂ مؤکدۂ واجبات، بلکہ بعض نے وجوب[1] کی تصریح فرمائی، فقیر کہتا ہے دلیل اسی کو مقتضی، وھو الذی نودّ ان نقول به (ہم یہی کہنا چاہتے ہیں۔ ت) اسی طرح حضور پُر نور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر درود عُمر میں ایک بار تو بالاجماع فرضِ قطعی ہے اور امام شافعی ہر نماز میں فرض اور ہر بار کہ ذکر شریف آئے علماء کو وجوب و استحباب میں اختلاف، امام طحاوی کا مذہب ہر مرتبہ وجوب ہے ذاکر و سامع پر، باقلانی و حلبی و صاحب بحر الرائق و تنویر الابصار وغیرہم اکابر علماء نے اسی کو صحیح و راجح و مختار و معتمد فرمایا اور دلیل اسی کو مقتضی وھو الذی ندب اللہ به (یہی اللہ تعالٰی کو زیادہ پسند ہے ت) البتہ درصورت اتحادِ مجلس دفعاً للحرج تداخل[2] مسلّم۔ واللہ اعلم

م : ویستحق الزائر الشفاعـــة فیما دوته ثقة الجماعـــة

ت : اور زیارت کرنے والا مستحقِ شفاعت ہے اُس حدیث کی رُو سے جسے ثقہ جماعت نے روایت کیا۔

---

[1] یعنی الوجوب المصطلح عند الحنفیة لاکما تقول القدماء الظاھریة ان الزیارة یمة واجبة ولا یفرقون بین الواجب و الفرض اما احداثھم الھنود فقد آمنوا بابن تیمیة وتفوھوا بما لا تعسطه الدیمة الدومیة ولاحول ولا قوة الا باللہ ۱۲ منه (م)

یعنی احناف کی اصطلاح کا وجوب، قدماء ظاہری مذہب والوں کا وجوب مراد نہیں کہ زیارت کریمہ واجب بمعنیٰ فرض ہو کیونکہ وہ فرض اور واجب میں فرق نہیں کرتے، لیکن ہندوستانی نئے ظاہری لوگ تو ابن تیمیہ پر ایمان رکھتے ہوئے وہ بکواس کرتے ہیں جن کو چاٹنے والی دیمک بھی نہ چاٹ سکے، لاحول ولاقوۃ الا باللہ ۱۲ منہ (ت)

[2] المعتمد عندنا الوجوب والتداخل افادہ فی المرقاۃ ۱۲ منه (م)

ہمارے نزدیک قابلِ اعتماد وجوب اور تداخل ہے اس کا افادہ مرقات میں ہے ۱۲ منہ (ت)

Marfat.com

ش : حدیث ۱[۱]: حدیث صحیح میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں : جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔[۱]

حدیث ۲[۲]: جو میری زیارت کو آیا کہ اسے سوا زیارت کے کچھ کام نہ تھا مجھ پر حق ہوگیا کہ روزِ قیامت اُس کا شفیع ہوں۔[۲]

---

[۱] رواہ ابن خزیمۃ فی صحیحہ وابن ابی الدنیا والطبرانی والمحاملی والبزار والعقیلی وابن عدی والدارقطنی والبیھقی وابو الشیخ وابن عساکر وابو طاھر السلفی وعبد الحق فی الاحکامین والذھبی وابن الجوزی کلھم عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وصححہ عبد الحق وحسنہ الذھبی اقول وبعد الحسن فلا شک فی صحتہ لکثرۃ الطرق ففی الباب عن بکر بن عبد اللہ رواہ ابو الحسن یحیٰی بن الحسن فی اخبار المدینۃ وعن عمر الفاروق وعن ابن عباس وعن انس بن مالک وعن ابی ھریرۃ رحم اللہ تعالیٰ عنھم کما سیاتی ۱۲ منہ (م)

اسے ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور ابن ابی الدنیا، طبرانی، محاملی، بزار، عقیلی، ابن عدی، دارقطنی، بیہقی، ابوالشیخ، ابن عساکر، ابو طاہر سلفی، اور عبد الحق نے احکامین میں اور ذہبی اور ابن جوزی سب نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا، اور عبد الحق نے اسے صحیح کہا اور ذہبی نے اس کی تحسین کی **اقول** تحسین کے بعد اس کی صحت میں کثرتِ طرق کی بنا پر شک نہ رہا اس باب میں بکر بن عبد اللہ سے روایت ہے اسے ابو الحسن یحییٰ بن الحسن نے اخبارِ مدینہ میں ذکر کیا اور عمر فاروق سے ابن عباس سے انس بن مالک اور ابو ہریرہ رحم اللہ تعالےٰ عنہم سے روایات مروی ہیں جیسا کہ آگے آرہا ہے ۱۲ منہ (ت)

[۲] یہ حدیث بھی صحیح ہے جس کی تخریج شروع فصل کے حواشی میں گزری۔

عجیب لطیفہ: امام اجل خاتمۃ الحفاظ والمحدثین امام زین الدین عراقی استاذ امام جبل الحفظ استاد المحدثین امام ابن حجر عسقلانی رحمہما اللہ تعالیٰ زیارت مزارِ پُر انوار حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جاتے تھے بعض حنبلی حضرت کے ہمراہِ رکاب تھے حنبلی نے باتباعِ ابن تیمیہ کہ مدعی حنبلیت تھا یُوں کہا کہ میں نے مسجد خلیل اللہ

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[۱] سنن الدارقطنی | کتاب الحج | باب المواقیت | نشر السنۃ ملتان | ۲/۲۷۸

[۲] معجم کبیر | مروی از عبد اللہ بن عمر | حدیث ۱۳۱۴۹ | مکتبہ فیصلیہ بیروت | ۱۲/۲۹۱

کنز العمال | حدیث ۳۴۹۲۸ | موسسۃ الرسالہ بیروت | ۱۲/۲۵۶

Marfat.com

حدیث ۳ : جو مدینہ میں بہ نیتِ ثواب میری زیارت کرنے آئے میں اس کا شفیع و گواہ ہوں[1]۔ [علہ]

حدیث ۴ : جو میرے انتقال کے بعد میری زیارت کرے گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی اور [علہ۲]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

علیہ الصلوٰۃ والسلام میں نماز پڑھنے کی نیت کی، امام نے فرمایا میں نے زیارت قبر سیدنا خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نیت کی، پھر حنبلی سے فرمایا تم نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی مخالفت کی کہ حضور نے مساجد ثلاثہ کے سوا چوتھی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے سفر سے ممانعت کی اور میں نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا اتباع کیا کہ حضور نے فرمایا : قبور کی زیارت کرو۔ کیا اس کے ساتھ کہیں یہ بھی فرما دیا ہے کہ قبورِ انبیاء کی زیارت نہ کرو۔ حنبلی کو سوا حیرت کے کچھ بن نہ آیا[2]۔

نقله العلامة القسطلانی فی المواهب عن الشیخ ولی الدین عراقی عن ابیه الامام زین الدین العراقی رحمة الله تعالٰی علیهم اجمعین۔ (م)

اسے علامہ قسطلانی نے مواہب میں شیخ ولی الدین عراقی سے (انھوں نے اپنے والد امام زین الدین عراقی رحمۃ اللہ تعالٰے علیہم اجمعین سے) نقل فرمایا۔ (ت)

دیکھئے خدا کی شان جس حدیث سے یہ لوگ اپنے زعم میں مزارات کی طرف سفر کی ممانعت نکالتے تھے خدا تعالٰی نے اسی حدیث سے ان پر الزام قائم فرمایا وللہ الحجۃ السامیۃ ۱۲ منہ

علہ رواہ ابن ابی الدنیا والبیهقی وابو الفرج ابن الجوزی عن انس بن مالك رضی الله تعالٰی عنه ۱۲ منه (م)

اسے ابن ابی الدنیا، بیہقی اور ابو الفرج ابن جوزی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا ۱۲ منہ (ت)

علہ۲ رواہ العقیلی وابن عساکر عن ابن عباس، والیعقوبی فی جزئه الحدیثی عن ابی هریرة، و ابن النجار فی الدرة الثمنیة عن انس بن مالك وصدر الحدیث مروی عن ابن عمر

عقیلی اور ابن عساکر نے ابن عباس سے، اور یعقوبی نے جزء الحدیثی میں ابوہریرہ سے، اور ابن النجار نے الدرۃ الثمینہ میں انس بن مالک سے روایت کیا ہے اور صدر حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] شعب الایمان باب المناسک حدیث ۴۱۵۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۴۵۷

[2] المواہب اللدنیہ حکم نذر الزیارۃ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۵۷۴-۷۳

Marfat.com

اور میں روزِ قیامت اپنے زائر کا گواہ یا شفیع ہوں گا۔[1]

حدیث ۵ : جو میری قبر کی، یا فرمایا میری زیارت کرے میں اس کا شافع وشاہد ہوں۔[2] غرض یہ مضمون بہت حدیثوں میں وارد۔

حدیث ۶ : جو مکہ جا کر حج کرے پھر میرے قصد سے میری مسجد میں حاضر ہو اس کے لیے دو حج مبرور لکھے جائیں۔[3] اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم : حج مبرور کی جزا سوا جنت کے کچھ نہیں۔[4]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

رضی اللہ تعالٰی عنہما، رواہ سعید بن منصور والمحاملی والطبرانی وابویعلٰی وابن عدی والدارقطنی والبیھقی وابن عساکر وابن الجوزی وابن النجار وعن حاطب رواہ الدارقطنی والمحاملی والبیھقی وابن عساکر وعن علی کرم اللہ وجہہ رواہ یحیٰی بن جعفر الحسینی فی اخبار المدینۃ، واوردہ ابوسعید فی شرف المصطفٰی ۱۲ منہ (م)

سے مروی ہے۔ اسے سعید بن منصور، محاملی، طبرانی، ابویعلٰی، ابن عدی، دارقطنی، بیہقی، ابن عساکر، ابن جوزی اور ابن نجار نے روایت کیا اور حاطب سے مروی ہے اسے دارقطنی، محاملی، بیہقی اور ابن عساکر نے روایت کیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے اسے یحیٰی بن جعفر الحسینی نے اخبار المدینہ میں روایت کیا۔ اور ابوسعید نے اسے شرف المصطفٰی میں بیان کیا ۱۲ منہ (ت)

عہ۱ رواہ ابوداؤد الطیالسی والبیھقی وابونعیم وابن عساکر عن امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ (م)

اسے ابوداؤد طیالسی، بیہقی، ابونعیم اور ابن عساکر نے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

عہ۲ مر فی صدر الفصل ۱۲ منہ (م)

فصل کے شروع میں گزرا ۱۲ منہ (ت)

عہ۳ رواہ مالک واحمد والبخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ

اسے امام مالک، احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، اصبہانی اور بیہقی

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] کتاب الضعفاء الکبیر ترجمہ ۱۵۱۳ فضالہ بن سعید دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴۵۷/۳

[2] مسند ابوداؤد الطیالسی حدیث من زار قبری دارالمعرفۃ بیروت ص ۱۲ و ۱۳

[3] جذب القلوب باب چہارم در فضائل زیارۃ سید المرسلین نولکشور لکھنؤ ص ۱۹۶

[4] صحیح بخاری ابواب العمرۃ باب وجوب العمرۃ وفضلہا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۳۸/۱

Marfat.com

حدیث ۷[عـه۱]: جو بالقصد میری زیارت کو حاضر ہو روزِ قیامت میرے سایۂ دامان میں ہو۔[1]

حدیث ۸[عـه۲]: جو حجۃ الاسلام بجالائے اور میری قبر کی زیارت سے مشرف ہو اور ایک جہاد کرے اور بیت المقدس میں نماز پڑھے اللہ تعالٰی اس سے فرائض کا حساب نہ لے۔[2]

حدیث ۹[عـه۳]: جس نے حج کیا اور میری زیارت کو نہ آیا اس نے مجھ پر جفا کی۔[3]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)
والاصبہانی والبیہقی عن ابی ہریرۃ و احمد عن عامر بن ربیعۃ وعن جابر بن عبداللہ والطبرانی فی المعجم الکبیر عن ابن عباس واحمد والترمذی والنسائی وابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحہما عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہم، قال الترمذی حسن صحیح، قلت وقد روی من غیر وجہ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

نے حضرت ابوہریرہ سے اور احمد نے عامر بن ربیعہ سے اور جابر بن عبداللہ سے، اور طبرانی نے معجم کبیر میں ابن عباس سے، اور احمد، ترمذی، نسائی، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا۔ میں کہتا ہوں یہ متعدد وجوہ سے مروی ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عـه۱ سبق ذکرہ فی صدر الفصل ۱۲ منہ (م)

فصل کے شروع میں پیچھے اس کا ذکر ہوچکا ۱۲ منہ (ت)

عـه۲ رواہ ابوالفتح الازدی بطریق سفیان الثوری عن منصور عن ابراھیم عن علقمۃ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ (م)

اسے ابوالفتح ازدی نے بطریق سفیان ثوری منصور سے ابراہیم سے علقمہ سے ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ۱۲ منہ (ت)

عـه۳ رواہ ابن حبان والدارقطنی وابن عدی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما وفی الباب عن سیدنا علی کرم اللہ وجہہ ۱۲ منہ (م)

اسے ابن حبان، دارقطنی، ابن عدی نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے اور اس باب میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے ۱۲ منہ (ت)

۱؎ شعب الایمان حدیث ۴۱۵۷ باب المناسک دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۴۹۰

۲؎ تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ بحوالہ (فت) کتاب الحج فصل ثالث " " ۲/ ۱۷۵

۳؎ الکامل فی ضعفاء الرجال ترجمہ نعمان بن شبل دارالفکر بیروت ۷/ ۲۴۸۰

Marfat.com

حدیث[عہ۱] ۱۰: جو اُمتی میرا قدرت رکھتا ہو پھر میری زیارت نہ کرے اس کے لیے کوئی عذر نہیں[۱]

حدیث[عہ۲] ۱۱: جو مجھ پر سلام عرض کرتا ہے میں اسے جواب دیتا ہوں[۲]۔ السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

حدیث[عہ۳] ۱۲: جو مجھ پر میری قبر کے پاس سلام عرض کرے اللہ تعالٰی اس پر ایک[عہ۴] فرشتہ مقرر فرمائے کہ اس کا سلام مجھے پہنچائے اور اس کے دنیا و آخرت کے کاموں کی کفایت فرمائے اور روزِ قیامت میں اس کا شفیع یا گواہ ہوں[۳]۔

حدیث[عہ۵] ۱۳: اللہ تعالٰی نے دنیا میرے سامنے اُٹھائی کہ وہ اور جو کچھ قیامت تک اس میں ہونے والا ہے سب کو ایسا دیکھ رہا ہوں جیسا اپنی ہتھیلی کو[۴]۔

عہ۱ رواہ ابن النجار عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ (م)

اسے ابن نجار نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ۱۲ منہ (ت)

عہ۲ رواہ الامام احمد وابوداؤد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ باسناد صحیح قالہ المناوی ۱۲ منہ (م)

اسے امام احمد اور ابوداؤد نے صحیح اسناد کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ یہ مناوی نے کہا ۱۲ منہ (ت)

عہ۳ ھذا حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ اوردہ فی الجوھر المنظم ذکرہ العلامۃ الزرقانی فی شرح المواھب ۱۲ منہ (م)

یہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ہے، اسے جوہر المنظم میں درج کیا گیا ہے۔ علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں اس کا ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ۴ دربارِ شاہی کا داب ہے کہ حاضرین کی عرض بھی بیگی کے ذریعہ سے ہوتی ہے ورنہ حضور پر دلوں کے ارادے تک روشن ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

عہ۵ رواہ الطبرانی عن ابن عمر الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ (م)

اسے طبرانی نے حضرت ابن عمر الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ۱۲ منہ (ت)

۱؎ تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ بحوالہ تاریخ ابن نجار کتاب الحج فصل ثانی دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۱۷۲

۲؎ سنن ابوداؤد کتاب المناسک باب زیارۃ القبور آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۷۹

۳؎ شعب الایمان باب فی المناسک حدیث ۴۱۵۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۴۸۹

۴؎ کنز العمال بحوالہ نعیم بن حماد فی الفتن حدیث ۳۱۸۱۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۳۷۸

" طب وحل عن ابن عمر حدیث ۳۱۹۷۱ " " " ۱۱/ ۴۲۰

Marfat.com

حدیث ۱۴: میرا علم میری وفات کے بعد ایسا ہی ہے جیسا میری زندگی میں۔[1]

حدیث ۱۵: میری حیات وممات دونوں تمہارے لیے بہتر ہیں، تمہارے اعمال میرے حضور پیش کیے جاتے ہیں میں نیکیوں پر شکر کرتا اور برائیوں پر تمہارے لیے استغفار فرماتا ہوں۔[2]

حدیث ۱۶: بیشک اللہ تعالٰی نے زمین پر پیغمبروں کا جسم کھانا حرام کیا ہے تو اللہ کا نبی زندہ ہے روزی

عہ۱ اخرجه الاصبهانی وابن عدی فی الکامل عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ (م)

عہ۲ رواہ الحارث فی مسندہ وابن سعد فی طبقاتہ والقاضی اسمٰعیل بسند صحیح عن بکر بن عبد اللہ المزنی التابعی الثقۃ مرسلا و البزار مثلہ باسناد صحیح عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ غفر لہ (م)

عہ۳ صدر الحدیث ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء[3] اخرجه الائمۃ احمد وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ و الحاکم والدارقطنی وابن خزیمۃ وابن حبان وابونعیم وغیرھم عن اوس بن اوس رضی اللہ تعالٰی عنہ وصححہ ابنا خزیمۃ وحبان و الدارقطنی وحسنہ عبد الغنی والمنذری وقال ابن دحیۃ انہ صحیح محفوظ بنقل العدل عن العدل اھ واخرجه الطبرانی

اسے اصبہانی اور ابن عدی نے کامل میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ۱۲ منہ (ت)

حارث نے اپنی مسند میں اور ابن سعد نے اپنی طبقات میں اور قاضی اسمٰعیل نے بسند صحیح بکر بن عبد اللہ المزنی التابعی الثقہ سے مرسلاً اور ایسے ہی صحیح اسناد کے ساتھ بزار نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے ۱۲ منہ غفر لہ (ت)

حدیث کا ابتدائی حصہ یہ ہے اللہ تعالٰی نے حرام فرمایا ہے زمین پر کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے۔ اس کو ائمہ کرام ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، حاکم، دارقطنی، ابن خزیمہ، ابن حبان اور ابونعیم وغیرہم نے اوس بن اوس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے تخریج کیا ہے، اور اس کو ابن خزیمہ، حبان اور دارقطنی نے صحیح کہا ہے۔ اور عبد الغنی اور منذری نے اس کو حسن کہا ہے اور ابن دحیہ نے کہا کہ یہ صحیح محفوظ ہے اور اس کے تمام راوی عادل ہیں، اور طبرانی اور بیہقی نے ابوہریرہ سے اور ابن عدی

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] جذب القلوب باب چہار دہم در زیارت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نولکشور لکھنؤ ص ۱۹۹

[2] کنز العمال بحوالہ ابن سعد عن بکر بن عبد اللہ المزنی حدیث ۳۱۹۰۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۴۰۷

[3] سنن ابن ماجہ ابواب الجنائز ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۹

Marfat.com

دیا جاتا ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[1]

حدیث ۱۷: میری اس مسجد میں نماز اور مسجدوں کی ہزار نماز سے افضل ہے سوائے مسجد الحرام کے۔[2] (عـــہ۱)

حدیث ۱۸: جو حرمین میں سے کسی حرم میں مرے روزِ قیامت بے خوف اُٹھے۔[3] (عـــہ۲)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

والبیہقی عن ابی ھریرۃ وابن عدی عن انس ومعہ زیادۃ فنبی اللہ حی یرزق ورواہ ابن ماجۃ بسند صحیح عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین ۱۲ منہ (م)

نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے اس اضافہ "تو اللہ کا نبی زندہ ہے روزی دیا جاتا ہے" ابن ماجہ نے صحیح سند کے ساتھ ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے روایت کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عـــہ۱ رواہ احمد والستۃ الا ابا داؤد عن ابی ھریرۃ واحمد ومسلم والنسائی و ابن ماجۃ عن ابن عمر ومسلم عن ام المؤمنین میمونۃ واحمد عن جبیر بن مطعم وعن سعد وعن الارقم بن ابی الارقم وکابن ماجۃ عن جابر بن عبداللہ وکابن حبان عن عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین ۱۲ منہ (م)

اس حدیث کو امام احمد اور صحاح ستہ کے ائمہ نے ماسوائے ابوداؤد کے سب نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے، اور امام احمد، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے ابن عمر سے اور مسلم نے ام المومنین حضرت میمونہ سے اور احمد نے جبیر بن مطعم اور سعد اور ارقم بن ابی الارقم سے اور ابن ماجہ کی طرح جابر بن عبداللہ سے اور ابن حبان کی طرح عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے روایت کیا ۱۲ منہ (ت)

عـــہ۲ مروی عن انس بن مالک عند البیہقی و عن بکر بن عبداللہ وعن حاطب وعن امیر المؤمنین عمر وعن غیرھم رضی اللہ تعالٰی عنہم تتمۃ للحدیث الاول والرابع و الخامس والسابع وقد مر تخاریجھا ۱۲ منہ (م)

یہ بیہقی کے ہاں انس بن مالک اور بکر بن عبداللہ، حاطب اور امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مروی ہے یہ پہلی، چوتھی، پانچویں اور ساتویں حدیث کا تتمہ ہے۔ اس کی تخاریج گزر چکیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب الجنائز ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۹
[2] صحیح مسلم باب فضل الصلوٰۃ بمسجدی مکۃ والمدینۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۴۶
[3] شعب الایمان باب فی المناسک حدیث ۴۱۵۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/۴۹۰
[4] سنن ابن ماجہ ابواب الجنائز ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۹

Marfat.com

حدیث[1] ۱۹: مدینہ مکہ سے افضل ہے۔[1]

حدیث[2] ۲۰: جس سے مدینہ میں مرنا ہو سکے تو اسی میں مرے کہ جو مدینہ میں مرے گا میں اس کی شفاعت فرماؤں گا۔[2]

اللّٰھم ارزقنا علی الایمان والسنۃ بجاھہ عندک باعظم المنۃ اٰمین اٰمین اٰمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولانا محمد واٰلہٖ وصحبہ اجمعین۔

م: ھنالکم یا معشر الحجاج　　اذ جئتم من ابعد الفجاج

ت: اے گروہِ حاجیاں! تمھیں مژدہ جب آئے تم دُور دراز راہوں سے۔

م: لبیتم، واللہ خیر داع　　فمنکم، تقبل المساعی

ت: تم نے لبیک کہی اور اللہ تعالٰی بہتر بلانے والا ہے اپنی عبادت کی طرف، تو تمھاری کوششیں مقبول ہوں۔

م: وقد حویتم، عظیم المنۃ　　والحج مبرورًا جزاہ الجنۃ

ت: اور بیشک تم نے بڑا احسان جمع کیا اور اچھے حج کا بدلہ بہشت ہے۔

م: خصکم الرحمٰن بالغفران　　وعمکم بالفضل والاحسان

ت: رحمان نے تمھاری خاص مغفرت کی اور تم سب پر فضل و احسان عام کیا۔

ش: یہ اخبار بطور رجا ہے بنظرِ احادیثِ کثیرہ[3] کہ اس معنٰی میں وارد ہوئیں یا دُعا مراد ہے اور تخصیص مغفرت

عہ[1] رواہ الطبرانی فی الکبیر والدارقطنی فی الافراد عن رافع بن خدیج رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ (م)

اس کو طبرانی نے کبیر میں اور دارقطنی نے افراد میں رافع بن خدیج رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ۱۲ منہ (ت)

عہ[2] رواہ احمد والترمذی وابن ماجۃ وابن حبان عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما وصححہ الترمذی ۱۲ منہ (م)

اس کو احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اسے صحیح کہا ۱۲ منہ (ت)

عہ[3] اس بارے میں احادیث کثیرہ وارد ہیں، فضائلِ حج وعمرہ میں حضرت والد قدس سرہ الماجد نے جواہر البیان شریف

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] المعجم الکبیر مروی از رافع بن خدیج　حدیث ۴۴۵۰　المکتبۃ الفیصلیہ بیروت　۴/ ۲۸۸

[2] جامع الترمذی ابواب المناقب باب ماجاء فی فضل المدینۃ　امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی　۲/ ۲۳۱

Marfat.com

کے یہ معنے نہیں کہ خاص تمھاری مغفرت ہو، بلکہ یہ کہ تمھاری خاص[عہ۱] مغفرت ہو۔

م : فالتزموا الحمد له والشکرا اذ ھذہ النعمۃ منہ الکبرٰی

ت : تو حمد و شکر الٰہی کا التزام کر لو کہ یہ نعمت اس کی بہت بڑی ہے۔

م : وعظموا النبی بالسلام علیہ فھو المسك للختام

ت : اور نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی تعظیم کرو ان پر سلام بھیج کر کہ یہ مُشک ہے مہرِ خاتمہ کے لیے۔

م : واٰلہٖ خلاصۃ الانام مع صحبہ الافاضل الکرام

ت : اور ان کی آل پر کہ خلاصہ مخلوقات ہیں مع صحابہ کے کہ بہت فضیلت و کرم والے ہیں۔

ف : اس قسم کے کلمات اہلِ عرف مقامِ مدح میں استعمال کرتے ہیں مثلاً امام الائمہ ابو حنیفہ، سید الاولیاء حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہما بلکہ علماء و ساداتِ عصر کو لکھتے ہیں، افضل المحققین، اکمل المدققین، خلاصہ دودمانِ مصطفوی، نقاوۂ خاندانِ مرتضوی اور ان الفاظ سے عموم و استغراقِ حقیقی مراد نہیں لیتے ورنہ باین معنٰی امام الائمہ و سید الاولیاء حضورِ اقدس سرورِ دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں و بس، اور اگر اُمت[عہ۲] میں لیجئے تو حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ، اسی طرح خلاصہ دودمانِ مصطفوی حضرت بتول زہرا ہیں،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

میں ستّر سے زائد حدیثیں ذکر فرمائیں ان میں بہت احادیث اس معنی کی مفید ملیں گی، سب سے اعلٰی یہ ہے کہ صحیحین میں آیا حضورِ اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: جو حج کرے اور اس میں رفث و گناہ سے بچے ایسا پاک ہو کر پلٹے جیسا جس دن ماں کے پیٹ سے نکلا تھا۔[۱] ۱۲ منہ

عہ۱ یعنی مغفرتِ عامہ سے جُدا و ممتاز ۱۲ منہ

عہ۲ یہ اس لیے کہہ دیا کہ اولیاء کا اطلاق کبھی بمعنے اعم آتا ہے یعنی ہر محبوبِ خدا، تو انبیاء بلکہ ملائکہ کو بھی شامل، اس معنی پر قرآن عظیم میں فرمایا: الاان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون[۲] (سن لو بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ غم۔ ت) باین معنی سید الاولیاء حضور سید المحبوبین ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم، اور کبھی ماورائے انبیاء و مرسلین مراد لیتے ہیں ہزاروں بار سنا ہو گا انبیاء و اولیاء اور عطف مقتضٰی مغایرت ہے اس معنی پر سید الاولیاء حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰے عنہ ہیں کہ باجماعِ اہلِ سنت تمام امت سے افضل و اکمل

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[۱] الترغیب والترہیب کتاب الحج الترغیب فی الحج مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۶۳
صحیح بخاری کتاب المناسک قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰۶

[۲] القرآن ۱۰/ ۶۲

Marfat.com

اور اُوپر سے لیجئے تو حضرت مولا مشکلکشا، اور نقاوۂ خاندانِ مرتضوی حضرت حسن مجتبےٰ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ہیں اور اس لفظ کا تیسرا اطلاق اخص اور ہے جس میں صحابہ بلکہ تابعین کو بھی شامل نہیں رکھتے کہ وہ اسمائے خاصہ سے ممتاز ہیں، جیسے کہتے ہیں اس مسئلہ پر صحابہ و تابعین و اولیائے اُمّت و علمائے ملّت کا اجماع ہے، اس وقت یہ لفظ اصطلاحِ مشائخ وصوفیہ کا ہم عناں ہوتا ہے۔ اس معنی پر بیشک حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیّدالاولیاء ہیں لا یخص منه نفس الا ان یقوم دلیل (اس معنی کر اولیا میں آپ بلا تخصیص سب کے سردار ہیں بغیر دلیل کسی ولی کی تخصیص ہو گی) توفرمان واجب الاذعان "قدمی ھذا علیٰ رقبة کل ولی اللہ" (میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔ ت) میں تخصیص بلا مخصص کی اصلاً حاجت نہیں، کما حققناہ فی المجیر المعظم (جیسا کہ ہم نے المجیر المعظم میں اس کی تحقیق کی ہے) ۱۲ منہ غفرلہ۔

[1] ہم نے اپنی کتاب "مطلع القمرین فی ابانة سبقة العمرین" کے منہیات پر متعدد حدیثوں سے ثابت کیا کہ حضرت سبطِ اکبر حضرت سبطِ اصغر سے افضل ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما، از انجملہ حدیث طبرانی کہ حضورِ والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"حسن کے لیے میری ہیبت و سرداری ہے اور حسین کے لیے میری جرأت و بخشش۔"[1]

دوم حدیث احمد و ابوداؤد کہ فرمایا:

"حسن میرا ہے اور حسین علی کا۔"[2]

سوم حدیث ابویعلیٰ کہ فرمایا:

"حسن تمام جوانانِ اہلِ جنّت کے سردار ہیں۔"[3]

وھذا حدیث حسن، نص صریح فیما قلنا (یہ حدیث ہمارے دعویٰ پر صریح نص ہے۔ ت) فقیر بدلیل احادیث یہی گمان کرتا تھا یہاں تک کہ تیسیر شرح جامع صغیر میں اس معنے کی تصریح پائی والحمد للہ ۱۲ منہ غفرلہ۔

---

[1] مجمع الزوائد باب فیما اشترک الحسن والحسین الخ دارالکتاب العربی بیروت ۹/ ۱۸۵

[2] مسند احمد بن حنبل مروی از مقدام بن معدیکرب دارالفکر بیروت ۴/ ۱۳۲

[3] مجمع الزوائد باب ماجاء فی الحسن بن علی دارالکتاب العربی بیروت ۹/ ۱۷۸

Marfat.com

پس واضح ہوگیا کہ طور متعارف پر حضرات آلِ اطہار کو خلاصۂ مخلوقات کہنا بہت صحیح ہے اور اس سے ان کی فضیلت انبیاء و مرسلین بلکہ خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر لازم نہیں آتی کہ جو امورِ عقائد حقہ میں مستقر ہو چکے وُہ خود ایضاح مراد کو بس ہیں۔ والحمدللہ اوّلاً و اٰخرًا والصلوٰۃ والسلام کاثرًا وافرًا علی الحبیب الجلیل الجلیل باطنًا وظاہرًا و اٰلہٖ وصحبہٖ سادۃ الورٰی ما طلعت شمسٌ و بدا بُدرٌ سرٰی۔

تکمِلہ

حج و عمرہ کی ترکیب اور اوّل سے آخر تک ان کے افعال کی ترتیب اور آدابِ زیارتِ قبرِ حبیب علیہ صلوٰۃ القریب المجیب میں

یہ شرح کہ حسبِ فرمائش حضرت مصنّف نہایت مختصر لکھی گئی اگرچہ بحمداللہ کار آمد مسائل پر مشتمل اور اختیار راجح و ترک مرجوح میں تام و کامل، جسے نہ جانے کا مکروُہ کہ کتبِ کثیرہ فقہیہ جمع کرکے نظرِ تدقیق و فکرِ عمیق سے کام لے سکے اور اس کے ساتھ وقتِ اختلافِ ترجیح یا عدمِ تصریح بافتاء و تصحیح رسمِ افتاء و آدابِ مفتی کے مسالک بعیدہ و معارکِ عدیدہ میں مہارت رکھے بایں ہمہ بحمداللہ جابجا ارشاداتِ لطیفہ و تنقیداتِ شریفہ ہیں جن پر اطلاع ذہنِ ثاقب کا کام، والحمد للہ ولی الانعام، قُلتُہ شکرًا لا بطرًا و فخرًا والعیاذ باللہ مما لا یرضاہ، مگر ازاں جا کہ اوّل تا آخر ترکیبِ اعمال و ترتیبِ افعال بیان نہ ہوئی جس کی طرف عام حجاج کو عمومًا اور عوام کو خصوصًا حاجت، اور اس کے نہ جاننے سے اکثر اوقات کم علم مسلمانوں کو دقت ہوتی ہے، لہٰذا فقیر غفراللہ تعالیٰ لہٗ نے چاہا کہ امورِ مذکورہ سے شرح کی تکمیل اور آخر میں قدرے آدابِ زیارت سراپا طہارت کی مختصر تفصیل کروں کہ عام مومنین کو ان شاء اللہ تعالیٰ خود بصیرت ملے اور مُطوّفوں، مُزَیروں کی حاجت نہ رہے۔ سفرِ مبارک حرمین طیبین سے معاودت فرماکر حضرت تاج العلماء، سراج الکملاء، سیّد الفقہاء، سند الفضلاء، حضرت والد قدس سرہ الماجد نے کتاب مستطاب "جواہر البیان فی اسرار الارکان" میں اس جلیل کام کو نہایت تک پہنچایا اور طہارت و صلوٰۃ و صوم و زکوٰۃ کے اسرارِ دقیقہ و لطائف انیقہ ارشاد فرماکر حج و زیارت کا بیان بے مثیل و عدیل تحریر فرمایا

Marfat.com

جزاہ اللہ تعالٰی خیر جزاء و اعلٰی درجاتہ فی دار اللقاء اٰمین! اس جمیل کتاب جلیل مستطاب کی لطافت وخوبی و دلکشی ع

ذوق ایں مے نشناسی بخدا تا نہ چشی

(بخدا، چکھے بغیر اس شراب کا ذائقہ معلوم نہ ہو سکے گا)

اس مبارک کتاب کے نصف سے زائد میں یہی بیان جانفزا ہے، فقیر اس کی دو فصلوں سے چند حروف تلخیص[1] کرتا ہے و باللہ التوفیق وھدایۃ الطریق۔

حج و عُمرہ کی ترکیب

احرام کی ترکیب تو ہم اُوپر لکھ چکے یہاں اتنا جانئے کہ حاجیوں[2] کا احرام تین[3] طرح ہوتا ہے۔ تنہا حج کی نیت[4] اسے افراد کہتے ہیں، اور ایسے حاجی کو مفرِد، یا یہ کہ میقات[5] پر صرف عُمرہ[6] کا ارادہ کرے، مکہ معظمہ پہنچ کر

---

[1] غالباً اسی کا خلاصہ ہے اگرچہ کہیں کہیں کچھ حرف زاید کیے گئے ۱۲ منہ

[2] چوتھا احرام تنہا عمرہ کا ہے جو تمتع وقِران سے جُدا ہو اسے افراد بالعمرہ کہتے ہیں وُہ حاجی کا احرام نہیں ۱۲ منہ

[3] یعنی جس کے وقوف عرفہ ہوجانے تک احرامِ عمرہ نہ ہو ورنہ نیتِ حج نیتِ عمرہ سے مجتمع ہوکر قِران کی شکل آجائیگی کما فصّلناہ علٰی ھامش ردالمحتار (جیسا کہ ہم نے ردالمحتار کے حاشیہ میں اس کی وضاحت کی ہے۔ت) ۱۲ منہ

[4] قید بالمیقات لبیان الطریق للشروع للمتعۃ فان غیر الآفاقی لا یجوز لہ التمتع والآفاقی لا یجوز لہ التجاوز بغیر احرام والا فان تمتع المکی او تجاوز الآفاقی ثم تمتع کان متعۃ بلا شك وان اثما خلافا لما یوھمہ بعض العبارات والروایات من ارتاب، فعلیہ بشرح اللباب ۱۲ منہ (م)

میقات کی قید تمتع کے مشروع طریقہ کو بیان کرنے کے لئے ہے کیونکہ تمتع آفاقی یعنی میقات کے باہر والوں کے لئے جائز ہے غیر آفاقی کے لیے جائز نہیں، جبکہ آفاقی کو میقات سے آگے احرام کے بغیر گزرنا منع ہے ورنہ اگر مکی نے تمتع کرلیا اور آفاقی نے بغیر احرام میقات سے گزر کر تمتع کرلیا تو دونوں کے تمتع ہو جائیں گے اگرچہ ان کو گناہ ہوگا اس کے خلاف بعض عبارات اور روایات وہم ہوتا ہے جس سے بعض حضرات کو وہم ہوا ہے ایسے حضرات کو چاہیئے کہ وہ شرح لباب کی طرف رجوع کریں ۱۲ منہ (ت)

[5] میقات سے نہ کہا کہ میقات سے ابتدائے احرام ضرور نہیں میقات پر محرم ہونا درکار ہے خاص وہیں باندھے یا پہلے سے باندھا ہو تاکہ تجاوز بے احرام نہ ہو بل الافضل ھو التقدیم علی المیقات الکافی بشرط کما نصوا علیہ (بلکہ میقات مکانی پر مقدم ہونا افضل ہے کہ وہ شرط ہے جیسا کہ اس پر نص ہے ۱۲ منہ۔ت)

Marfat.com

اشہر الحج[1] میں عمرہ[2] کرکے وہیں[3] حج کا احرام باندھے اسے تمتع کہتے ہیں اور اس حاجی کو متمتع، یا یہ کہ حج وعمرہ دونوں کی نیت جمع[4] کرے اسے قران کہتے[5] ہیں اور حاجی کو قارن اور زیادہ ثواب اسی میں ہے۔
جب حرم مکہ کے متصل پہنچے باادب وخشوع پیادہ پا داخل ہو اور برہنہ پاؤں ہونا بہتر ہے، جب مکہ معظمہ تک آئے نہاکر جانا مستحب ہے۔ جب کعبہ معظمہ پر نظر پڑے دعا مانگے کہ محل اجابت ہے۔ باب السلام پر جاکر آستانہ پاک کو بوسہ دے، دہنا پاؤں پہلے رکھ کر بسم اللہ کہہ کر داخل ہو، بعدہ اگر جماعت قائم یا نماز فرض خواہ وتر یا سنت مؤکدہ کے فوت کا خوف نہ ہو تو سب کاموں سے پہلے متوجہ طواف ہو مرد اضطباع[6] کرکے اور

ع۱ اشہر حج یکم شوال سے دہم ذی الحجہ تک ہیں ۱۲ منہ

ع۲ تمتع کے لیے اکثر طواف عمرہ یعنی چار پھیروں کا ان مہینوں میں واقع ہونا ضرور ہے اگرچہ پورا عمرہ ان میں نہ ہو مثلاً تین پھیرے رمضان میں کرلیے چار شوال میں کیے ہوں، یوں بھی تمتع ہوسکتا ہے کہ اکثر کے لیے حکم کل کا ہے تو جن دنوں میں اکثر طواف واقع ہوگا انہی میں عمرہ ہونا ٹھہرے گا ۱۲ منہ۔

ع۳ وہیں اس لیے کہہ دیا کہ عمرہ کے احرام سے نکل کر اپنے وطن کو واپس جائے، اس کے بعد آکر حج کا احرام باندھے تو متمتع نہ ہوگا، عمرہ الگ رہا حج الگ رہا اگرچہ اسی سال کرے۔ دوسرا فائدہ اس قید کا یہ ہے کہ حج کا احرام وہیں یعنی حرم سے باندھے کہ اس کا حکم مثل مکی کے ہے اور مکی کے لیے حج کا میقات حرم ہے اگر حل سے باندھے گا دم دے گا۔ ہاں غیر مکی کا تمتع یوں بھی صحیح ہے پر یہاں جائز ومسنون شکل کا بیان ہے ۱۲ منہ

ع۴ جمع کرنے کے ظاہر متبادر معنے یہ ہیں کہ ایک ہی وقت میں دونوں کی نیت کرے یہ شکل خاص سنت ہے، اور اگر پہلے عمرہ کا احرام باندھا اور ہنوز اس کے چار پھیرے نہ کئے تھے کہ حج کا احرام کرلیا جب بھی قران ہوگیا، یونہی اگر پہلے فقط حج کا احرام کیا تھا اور وقوف عرفہ سے پہلے عمرہ کا احرام کرلیا تو بھی قارن ہوا مگر خلاف سنت کیا خصوصاً جبکہ احرام عمرہ بعض افعال حج میں شروع کے بعد ہو کہ زیادہ برا ہے ۱۲ منہ قدس سرہ العزیز

ع۵ **تنبیہ**: احرام کی بارہ صورتیں ہیں جن میں ایک تمتع ہے اور باقی گیارہ میں بعض ائمہ کے طور پر پانچ افراد ہیں اور چھ قران، اور بعض محققین کی تحقیق پر آٹھ افراد ہیں تین قران۔ اس کی نفیس وجلیل توضیح وتفصیل ہم نے ہوامش رد المحتار پر کی کہ غالباً دوسری جگہ نہ ملے گی، وہاں سے ان تین قسموں کی پوری پوری جامع مانع تعریف ظاہر ہوتی ہے یہاں صرف صاف صاف عام فہم بات لکھ دی ہے ۱۲ منہ

ع۶ **تنبیہ**: طواف قدوم میں رمل واضطباع وسعی کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے، اگر کرے گا تو طواف زیارت میں جس کا بیان آگے آتا ہے ان امور کی حاجت نہ ہوگی ورنہ وہاں کرنے ہوں گے اور اس دن ہجوم بہت ہوتا ہے اور کام بھی زیادہ، لہذا ہم نے بنظر آسانی مطلقاً ان امور کو داخل ترتیب کردیا اور قارن کو تو خود افضل ہی یہ ہے کہ یہ باتیں اسی طواف قدوم میں بجالائے ۱۲ منہ

Marfat.com

عورت بے اضطباع حجرِ اسود کی دہنی طرف رکنِ یمانی کی جانب سنگِ مکرم کے قریب یُوں کھڑا ہو کہ تمام پتھر اپنے اپنے دستِ راست کی طرف رہے پھر طواف کی نیت کر کے کعبہ کو منہ کیے اپنی دہنی سمت چلے۔ جب سنگِ اسود کے مقابل ہو اور یہ بات ادنیٰ حرکت سے حاصل ہو جائے گی، کانوں تک ہاتھ اس طرح اٹھا کر کہ ہتھیلیاں جانبِ حجر رہیں، بسم اللہ والحمد للہ واللہ اکبر والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ کہے اور حجرِ مطہر پہ دونوں کفِ دست اور ان کے بیچ میں منہ رکھ کر یُوں بوسہ لے کہ آواز نہ پیدا ہو[۱]، تین بار ایسا ہی کرے، اگر بے ایذا کشمکش میسر آئے ورنہ ہاتھ یا لکڑی سے مَس کر کے انھیں چوم لے، اور یہ بھی نہ ہو سکے تو ہاتھوں سے اس کی طرف اشارہ کر کے انھیں بوسہ دے لے پھر درِ کعبہ کی طرف بڑھے۔ جب محاذاتِ حجر سے گزر جائے سیدھا ہو لے اور خانہ کعبہ کو اپنی طرف کر کے بے ایذاء و مزاحمت مرد رمل کرتا (اور عورت بے رمل) چلے۔ طواف میں کعبہ سے جتنا پاس ہو بہتر، مگر اتنا نہ کہ پشتۂ دیوار پر جسم یا کپڑا لگے اور نزدیکی میں ازدحام سے رمل نہ کر سکے تو دُوری افضل ہے۔ جب رکنِ یمانی پر آئے اسے دونوں ہاتھوں یا دہنے سے تبرکًا چھوئے نہ صرف بائیں سے اور چاہے تو بوسہ بھی دے اور نہ ہو سکے تو کچھ نہیں[۲] یہاں تک کہ حجرِ اسود تک آ جائے، یہ ایک پھیرا ہُوا، یُوں ہی سات پھیرے کرے، مگر رمل تین پھیروں کے بعد نہیں۔ ختمِ طواف میں بھی حجرِ اسود پر بوسہ دے، پھر مقامِ ابراہیم میں آکر جہاں تک مَرمَر بچھا ہے دو رکعت طواف پڑھے بشرطیکہ وقت مکروہ نہ ہو ورنہ تاخیر کرے، اس کے بعد دُعا مانگے، پھر ملتزم میں آئے کہ اس پارۂ دیوار کا نام ہے جو درمیان حجرِ اسود و درِ کعبہ کے ہے، یہاں قریب حجر ملتزم سے لپٹے اور اپنا سینہ، پیٹ، دہنا رخسارہ کبھی بایاں کبھی تمام منہ اس پر رکھے۔ دونوں ہاتھ سر سے بلند کر کے دیوار پر پھیلائے یا دہنا دروازے اور بایاں حجر کی طرف اور دعا کرے۔ پھر زمزم پر آئے، ہو سکے تو خود ایک ڈول کھینچے ورنہ کسی سے لے کر آبِ مطہر رُو بکعبہ تین سانسوں میں ہر بار بسم اللہ سے شروع، الحمد پر ختم کرتا خوب پیٹ بھر کر پیئے، باقی بدن پر ڈال لے۔ پیتے وقت دُعا کرے کہ قبول ہے۔ کنوئیں کے اندر بھی نظر کرے کہ دافعِ نفاق ہے۔ اب اگر کوئی عذر مثلِ استراحت وغیرہ نہ ہو تو صفا مروہ میں سعی کے لیے پھر حجرِ اسود کو بطورِ مذکور چُومے، اور نہ ہو سکے تو فقط اس کی طرف مُنہ کر کے فورًا بابِ صفا سے جانبِ صفا روانہ ہو، دروازے سے بایاں پاؤں پہلے نکالے اور داہنا پہلے جُوتے میں ڈالے، پھر صفا کی سیڑھی پر چڑھے کہ کعبہ نظر آئے، رُو بکعبہ ہو کر دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلے شانوں تک اٹھائے جیسے دُعا میں کرتے ہیں۔ دیر تک تکبیر،

---

[۱] یہ ادب ہر بوسۂ تعظیم مثلًا اولیاء وعلماء کے دست و پا چُومنے میں بھی ملحوظ رکھے ۱۲ منہ

[۲] یعنی بوسہ ومس نہ ملے تو یہاں یہ نہیں کہ لکڑی سے چھو کر اسے چومے یا ہاتھوں سے اشارہ کر کے بوسہ دیے یہ باتیں صرف حجرِ اسود میں تھیں ۱۲ منہ۔

Marfat.com

تہلیل، درود و دُعا میں رہے کہ محلِ اجابت ہے پھر اُتر کر ذکر و درود میں مشغول مروہ کو چلے۔ ان دونوں کے بیچ میں بائیں ہاتھ کو دیوارِ مسجد الحرام میں دو جگہ سبز علامتیں بنی ہیں جنھیں میلین اخضرین کہتے ہیں۔ مرد پہلے میل سے دوڑنا شروع کریں مگر نہ حد سے زائد نہ کسی کو ایذا دیتے، یہاں تک کہ دوسرے میل سے نکل جائیں۔ اتنے راستے کو "مسعیٰ" کہتے ہیں۔ عورتیں نہ دوڑیں۔ اس مابین میں دُعا بجہد کرے۔ میل دوم سے پھر آہستہ ہولے یہاں تک کہ مروہ پر پہنچے، یہاں گو کعبہ نظر نہیں آتا مگر استقبال کر کے جیسے صفا پر کیا تھا کرے، یہ ایک پھیرا ہوا۔

پھر صفا پر جائے اور مسعیٰ میں دوڑے یہاں تک کہ ساتواں پھیرا مروہ پر ختم ہو۔ واضح ہو کہ عمرہ صرف انھی افعال طواف و سعی کا نام ہے۔ قارن و متمتع کے لیے یہی عمرہ[ع۱] ہو گیا، اور مفرد کے لیے طوافِ قدوم مگر قارن اسی طرح بہ نیتِ طوافِ قدوم ایک طواف و سعی اور کرے، اور وہ اور مفرد دونوں احرام میں رہیں، لبیک گویاں مقیمِ مکّہ ہوں بخلاف متمتع کہ تنہا عمرہ والے کی طرح شروعِ طواف سے بوسۂ حجر لیتے ہی لبیک چھوڑ دے اور طواف و سعی مذکور کے بعد حلق یا تقصیر کر کے احرام[ع۲] سے باہر آئے، پھر چاہے تو ہشتم ذی الحجہ تک بے احرام رہے، مگر افضل یہ ہے کہ جلد احرامِ حج باندھ لے اگر یہ خیال نہ ہو کہ دن زیادہ ہیں احرام کی قیدیں مجھ سے نہ نبھیں گی۔

ایامِ اقامت میں یہ سب[ع۳] حجاج جس قدر ہو سکے نرا طواف بے سعی و رمل و اضطباع کرتے رہیں اور ہر سات پھیروں پر مقامِ ابراہیم میں دو رکعت پڑھیں، ساتویں تاریخ بعد نمازِ ظہر مسجد الحرام شریف میں امام کا خطبہ سُنے۔ آٹھویں تاریخ جس[ع۴] نے ابھی احرام نہ باندھا ہو باندھ لے اور[ع۵] حج کے رمل و سعی پیشتر کرنا چاہے

ع۱ اگرچہ انھوں نے ان افعال میں نیتِ عمرہ نہ کی ہو ۱۲ منہ

ع۲ مگر جس متمتع نے سوق ہدی کیا ہو اُسے قارن کی طرح احرام سے باہر آنا روا نہیں ۱۲ منہ

ع۳ یعنی یہ چند سطریں بیچ میں خاص متمتع کے بیان میں تھیں آگے پھر عام احکام ہیں جن میں قارن، متمتع، مفرد سب شریک ۱۲ منہ

ع۴ اور وُہ وہی متمتع ہوگا جو عمرہ کر کے احرام سے باہر آیا یا مکی جس نے ابھی حج کا احرام نہ کیا ۱۲ منہ

ع۵ مفرد و قارن نے طوافِ قدوم میں جو رمل و سعی کی وُہ حج کی تھی اب انھیں طوافِ زیارت میں فراغت رہے گی پر متمتع کے لیے طوافِ قدوم نہیں اور وُہ رمل و سعی کہ اس نے کی تھی عمرہ کی تھی اس سے حج کی رمل و سعی ادا نہ ہوئی تو اسے طوافِ زیارت میں کرنے ہوں گے لہذا اگر بخیال زحمت و قلتِ فرصت یہ بھی پیشتر فارغ ہو لینا چاہے تو ایک نفلی طواف کے ساتھ ادا کرے ۱۲ منہ

Marfat.com

توایک طواف نفل کے ساتھ کرلے، جب آفتاب نکل آئے سب منٰی کو چلیں بشرطِ قوّت پیادہ کہ جب تک مکّہ پلٹ کر آئے گا ہر قدم پر سات[ع۱] کروڑ نیکیاں لکھی جائیں گی۔ سَو ہزار کا لاکھ، سَو لاکھ کا کروڑ، سَو کروڑ کا ارب، سَو ارب کا کھرب۔ یہ نیکیاں[ع۲] تخمیناً اٹھتر کھرب چالیس ارب آتی ہیں، اور خدا کا فضل اس نبی کے صدقے میں اس امت پر بہت ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، راہ میں لبیک و دُعا و درود و ثنا کی کثرت کرے، منٰی دیکھ کر دُعا مانگے، وہاں شب باش ہوکر آج کی ظہر سے نویں کی صبح تک پانچ نمازیں پڑھے، یہ رات ذکر و عبادت میں جاگتا یا با طہارت سوتا گزارے، جب صبح ہو نماز مستحب وقت پڑھ کر لبیک و ذکر میں رہے یہاں تک کہ آفتاب "کوہِ ثبیر" پر کہ مسجد الخیف شریف کے مقابل ہے چمکے۔ اب عرفات کو چلے، قلب کو خیالِ غیر سے پاک کرنے میں جُہدِ کامل کرے۔ راستہ کثرتِ لبیک و ذکر و درود و توبہ و استغفار میں کاٹے۔ جب نگاہ جبلِ رحمت پر پڑے ان امور میں جہدِ تام کرے کہ اِن شاء اللہ وقتِ قبول ہے۔ عرفات میں اس کوہِ مبارک کے پاس یا جہاں جگہ ملے شارع عام سے بچ کر اُترے۔ دوپہر تک تضرع و ابتہال اور باخلاص نیت حسبِ استطاعت تصدّق و خیرات و ذکر و لبیک و درود و دُعا و استغفار و کلمۂ[ع۳] توحید میں مشغول رہے۔ پھر زوالِ آفتاب سے کچھ پہلے نہائے کہ سنّتِ مؤکدہ ہے، یا وضو کرے اور قبل از زوال کھانے پینے وغیرہما ضروریات سے فارغ ہولے کہ قلب کو کسی جانب تعلق نہ رہے۔ آج کے دن جیسے کہ حاجی کو روزہ مناسب نہیں کہ دُعا میں ضُعف نہ ہو، یوں ہی پیٹ بھر کھانا سخت زہر وَر، غفلت و کسل کا باعث، تین روٹی بھوک والا

ع۱ حدیث میں یُوں ہے کہ پیادہ جانیوالے کو ہر قدم پر سات سو نیکیاں ملتی ہیں حرم کی نیکیوں سے[۱]، اور دوسری حدیث سے ثابت ہے کہ حرم کی ہر نیکی لاکھ نیکیوں کے برابر ہے[۲] تو سات سو کو لاکھ میں ضرب دینے سے سات کروڑ ہوئے ۱۲

ع۲ عرفات مکہ معظمہ سے نو کوس گنی جاتی ہے۔ آتے جاتے اٹھارہ کوس ہُوئے، اور فقیر نے تجربہ کیا کہ عرفی کوس ۱ ۳/۵ ہوتا ہے تو تخمیناً ۲۸ میل سمجھو، ہر میل کے چار ہزار قدم، ۲۸ کو ۴۰۰۰ میں ضرب دینے سے ایک لاکھ بارہ ہزار قدم ہُوئے انھیں سات کروڑ میں ضرب دیجئے تو وہی ۷۸ کھرب ۴۰ ارب نیکیاں ہوتی ہیں، اور اگر عرفات کو مکہ معظمہ سے ۹ میل ہی رکھئے تو ۷۲ ہزار قدم ہوئے جن کی ۵۰ کھرب ۴۰ ارب نیکیاں، یہ کیا تھوڑی ہیں، اور اللہ کا فضل بہت بڑا ہے ۱۲ منہ غفرلہ

ع۳ یعنی لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو حی لا یموت بیدہ الخیر وھو علٰی کل شیئ قدیر۔ حدیث میں فرمایا: بہتر وُہ کلمہ جو آج عرفہ کے دن میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء نے فرمایا یہ ہے ۱۲ منہ

---

۱ و ۲ فتح القدیر کتاب الحج مسائل منثورہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳ / ۸۷

Marfat.com

ایک ہی کھائے، جب زوال ہولے بلکہ اس سے پہلے کہ امام کے قریب جگہ ملے مسجد نمرہ جائے سنتیں پڑھ کر خطبہ سُن کر امام کے ساتھ ظہر پڑھے، اس کے بعد بے توقف عصر کی تکبیر ہوگی معًا جماعت میں عصر پڑھ لے بیچ میں سلام و کلام تو کیا معنے، ظہر کی پچھلی سنتیں بھی نہ پڑھے، اور بعد عصر بھی نفل نہیں، یہ ظہر و عصر کی جمع جبھی جائز ہے کہ نماز امام اعظم یعنی سلطان یا اس کے نائب ماذون کے پیچھے ہو ورنہ عصر وقت سے پہلے باطل ہوگی، بعد نماز فورًا فورًا موقف کو جائے، افضل یہ ہے کہ اونٹ پر امام سے نزدیک جبل الرحمۃ کے قریب جہاں سیاہ پتھروں کا فرش ہے رُو بقبلہ پس پشت امام کھڑا ہو جبکہ ان فضائل کے حصول میں دقت یا کسی کی اذیت نہ ہو ورنہ جہاں[۲] اور جس طرح ہو سکے وقوف کرے، امام کی دہنی جانب بائیں اور بائیں رُو برو سے افضل ہے۔ اب غایت خشوع و خضوع کے ساتھ لرزتا، کانپتا، ڈرتا، امید کرتا، آنکھیں بند کئے، گردن جھکائے، دستِ دُعا آسمان کی طرف اٹھائے، تکبیر، تہلیل، تسبیح، تلبیہ، حمد، ذکر، درود، دُعا، توبہ، استغفار میں ڈوب جائے۔ کوشش کرے کہ ایک قطرہ آنسوؤں کا ٹپکے کہ دلیلِ اجابت و کمالِ سعادت ہے ورنہ رونے والوں کا سا مُنہ بنائے کہ مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ (جس نے جس قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انھی میں سے ہوگا۔ ت) اثنائے دُعا و ذکر میں لبیک کی بار بار تکرار کرے، آج کے دن دُعائیں بہت مقبول ہیں، مگر سب میں بہتر

عـ۱ حدیث میں ہمیشہ تہائی پیٹ کھانے کو فرمایا[۱] ہے ہم حریصوں سے مدام عمل نہیں ہوتا تو کاش ایامِ اقامتِ حرمین میں تو اس پر عامل رہیں ورنہ جانِ برادر ع

انا ئے کہ پُر شد دگر چوں پرد

(پیٹ جب پُر ہو جاتا ہے تو دوسرے امور ہاتھ سے جاتے رہتے ہیں)

اے عزیز! ہفتہ بھر اس پر عمل کر دیکھ، پھر اگر اگلی حالت سے کچھ فرق دیکھے ماننا ورنہ اختیار ہے، زندگی ہے تو کھانے پینے کے بہت دن ہیں، حرمین کی اقامت تو نشاط سے گزرے۔ جانِ برادر! اگر اتنا صبر بھی شاق ہے تو ۸ سے ۱۳ تک کہ خاص اعمالِ حج کے دن ہیں اور آٹھ دس روز مدینہ طیبہ کے کہ حضوریِ مبارک کے ایام ہیں ذرا نفس کی باگ کڑی کر لے ورنہ یقین جان کہ ع

بسیار خوار ست بسیار خوار

(بسیار خوری ــــ کثیر ذلت ہے) ۱۲ منہ

عـ۲ یعنی بطنِ عُرَنہ سے بچ کر کہ وہاں وقوف محض ناجائز ہے وہ عرفات میں ایک نالہ ہے حرم محترم کے نالوں سے مسجد عرفات سے جسے مسجد نمرہ کہتے ہیں پچھال یعنی کعبہ معظمہ کی طرف ۱۲ منہ

---

[۱] الترغیب و الترھیب بحوالہ ترمذی حدیث ۲ الترھیب من الامعان فی الشبع الخ مصطفی البابی مصر ۳/ ۱۳۶

Marfat.com

پائے گا۔ ... دعا والوں سے زیادہ
یہ ہے کہ دُعا کے بدلے سارا وقت درود و ذکر و تلاوتِ قرآن میں گزارے کہ دعا والوں سے زیادہ پائے گا۔
غرض اسی حالت تضرع و زاری پر رہے یہاں تک کہ سورج ڈوب جائے اور ایک جزو[2] لطیف رات کا آجائے، اس سے پہلے کوچ منع ہے اور ایک ادب، واجب الحفظ اس روز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سچے وعدوں پر بھروسا کر کے یقین جانے آج میں گناہوں سے ایسا پاک ہو گیا جیسا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا، اب کوشش کروں گا کہ آئندہ گناہ نہ ہو، اور جو داغ اللہ تعالیٰ نے بہ محض رحمت میری پیشانی سے دھویا ہے پھر نہ لگے۔ بعد تیقن غروب فوراً سکینہ و وقار کے ساتھ ہمراہِ امام[3] لبیک و تکبیر و ذکر و درود میں مشغول مزدلفہ جائیں، راہ میں وسعت ملے اور کسی کی ایذا نہ ہو تو سیر میں شتابی کریں۔ نمازِ مغرب و عشاء عرفات خواہ راہ میں نہ پڑھیں جب مزدلفہ نظر آئے بشرطِ قدرت پیادہ ہو جائے اور نہا سکے تو بہتر۔ یہاں جبلِ قزح کے قریب راہ سے بچ کر اتریں۔ اسباب اتارنے، اونٹ کھولنے سے پہلے وقتِ عشاء میں بعد اذان و اقامت نمازِ مغرب بہ نیت ادا اور اس کے بعد بے تکبیر یا تکبیر کہہ کر بے فصل سنت و نفل مغرب عشاء پڑھ لیں، اس جمع میں جماعت شرط نہیں، صبح تک بقدرِ قدرت یادِ خدا و درود و دُعا میں رہیں، جب صبح ہو، نمازِ صبح اوّل وقت خوب تاریکی میں پڑھ کر مشعر الحرام میں آئیں، امام کے پیچھے رُو بقبلہ ذکر و لبیک و درود و دُعا میں جہد رکھیں۔ اللہ جل جلالہٗ سے بتضرع تمام حقوق العباد سے خلاصی مانگیں۔ یہاں سے سات کنکریاں اٹھا کر دھو کر رکھ لیں، جب خوب روشنی ہو جائے اور آفتاب قریبِ طلوع آئے ہمراہِ امام لبیک و ذکر میں مشغول منیٰ کو چلیں، جب وادیٔ محسر[4] پہنچیں بقدر پانسو پینتالیس گز شرعی کے سیر میں

[1] یہ امر حدیثوں سے ثابت ہے جسے ان کا دیکھنا ہو جواہر البیان شریف مطالعہ کرے۔ خلاصہ ان کا یہ کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: "اگر تو اپنی سب دعاؤں کے عوض مجھ پر درود بھیجا کرے گا تو اللہ تعالیٰ تیرے سب کام بنا دے گا اور تیرے گناہ معاف فرمائے گا[1]۔" بیہقی کی حدیث میں ہے: "رب العزت جل جلالہٗ فرماتا ہے جو میرے ذکر کے سبب دُعا کی فرصت نہ پائے اسے سب مانگنے والوں سے زیادہ دوں[2]۔" ترمذی کی حدیث میں ہے: "مولا تعالیٰ فرماتا ہے جسے تلاوتِ قرآن، ذکر و دُعا کی مہلت نہ دے اسے سب سائلوں سے افضل عطا کروں[3]" ۱۲ منہ

[2] اس کے معنے ہم اوپر لکھ چکے کہ غروبِ آفتاب کا یقینی ہو جانا مراد ہے پھر دیر نہ کرے ۱۲ منہ

[3] اوپر گزرا کہ ہمراہیٔ امام سنت ہے اگر وہ وقتِ مسنون پر کوچ کرے اور معیت میں اپنی یا غیر کی اذیت نہ ہو ۱۲ منہ

[4] یہ منیٰ و مزدلفہ کے بیچ میں ایک نالہ ہے دونوں کی حدود سے خارج مزدلفہ سے منیٰ کو جاتے ہوئے بائیں ہاتھ کو جو پہاڑ پڑتا ہے اس کی چوٹی سے شروع ہوا ہے ۵۴۵ گز طول رکھتا ہے یہاں آکر اصحاب الفیل ٹھہرے اور ان پر عذابِ ابابیل اترا تھا اس لیے اس سے جلد گزرنا اور عذابِ الٰہی سے پناہ مانگنا چاہیے ۱۲ منہ

[1] مشکوٰۃ المصابیح، باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فصل ثانی، مطبع مجتبائی دہلی ص ۸۶ [2] شعب الایمان، حدیث ۵۷۲، بیروت ۱/۴۱۳
[3] جامع الترمذی ابواب فضائل القرآن امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۱۶

Marfat.com

جب یہاں سے چلیں تیزی کریں اور اس وادی میں غضب و عذاب الٰہی سے پناہ مانگیں۔ جب منٰی پہنچیں سب کاموں سے پہلے جمرۃ العقبہ کو کہ ادھر سے پچھلا جمرہ ہے اور مکہ معظمہ سے پہلا، جائیں اور بطنِ وادی میں سواری پر جمرہ سے پانچ ہاتھ کی جگہ چھوڑ کر کھڑے ہوں کہ منٰی دہنے ہاتھ پر رہے اور کعبہ بائیں پر۔ پس رُخ بجمرہ سات کنکریاں جدا جدا سیدھا ہاتھ خوب اٹھا کر کہ سپیدی بغل ظاہر ہو، ہر ایک پر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ماریں۔ بہتر یہ ہے کہ کنکریاں جمرہ تک پہنچیں ورنہ تین گز شرعی کے فاصلے تک گریں، اس سے زیادہ میں وہ کنکری شمار میں نہ آئے گی، پہلی کنکری سے لبیک موقوف کریں۔ جب سات پوری ہو جائیں فوراً ذکر و دعا کرتے پلٹ آئیں۔ اب قربانی[عہ] میں کہ متمتع و قارن پر واجب اور مفرد کو مستحب ہے مشغول ہوں۔ اگر ذبح کرنا آئے خود ذبح کریں ورنہ ذبح میں حاضر ہوں۔ دونوں ہاتھ اور ایک پاؤں اس کا باندھ کر رُو بقبلہ لٹائیں اور تکبیر کہہ کر نہایت تیز چھری بسرعت تمام پھیریں، بعدہٗ ہاتھ پاؤں کھول دیں۔ اونٹ ہو تو اسے کھڑا کر کے سینہ میں منتہائے گلو پر نیزہ ماریں کہ سنت یونہی ہے اور اس کا ذبح مکروہ، اگرچہ حلت میں حرف نہیں۔

بعد فراغ اپنے اور تمام مسلمانوں کے لیے قبول حج و قربانی کی دعا کریں۔ جب تک سرد نہ ہو کھال نہ کھینچیں کہ مکروہ ہے۔ بعدہٗ رُو بقبلہ بیٹھ کر سارا سر منڈائیں کہ افضل ہے یا بال کتروائیں کہ رخصت ہے۔ ابتداء داہنی جانب سے کریں۔ وقت حلق اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد کہتے جائیں۔ بعد فراغ بھی کہیں۔ سب مسلمانوں کی مغفرت مانگیں۔ بال دفن کردیں۔ حلق سے پہلے ناخن نہ کتروائیں۔ خط نہ بنوائیں۔ عورتوں کو حلق روا نہیں ایک پور برابر بال کتروا دیں۔ اب جماع و دواعی جماع کے سوا جو کچھ احرام نے حرام کیا تھا سب حلال ہوگیا۔ افضل یہ ہے کہ آج دسویں ہی تاریخ طواف فرض کے لیے جسے طواف زیارت کہتے ہیں، مکہ معظمہ جائیں بدستور مذکور پیادہ، باطہارت و ستر عورت بے اضطباع[عہ] کریں اسی طرح جو مفرد و متمتع مثل قارن رمل و سعی حج دونوں خواہ صرف سعی حج سے کسی طواف[عہ] کامل باطہارت میں

عہ یہ قربانی عید کی قربانی سے جدا ہے وہ مسافر پر اصلاً نہیں اور مقیم مالدار پر واجب ہے اگرچہ حاجی ہو ۱۲ منہ

عہ اور تحقیق یہ کہ اس طواف میں اضطباع اصلاً نہیں اگرچہ پیشتر نہ کیا ہو ۱۲ منہ

عہ تنبیہ: مسئلہ یہ ہے کہ قارن کو طواف قدوم میں رمل و سعی کر لینی افضل ہے وھذا معنی قولہ مثل قارن (اس کے قول "مثل قارن" کا یہی معنی ہے۔ ت) اور مفرد کو بھی بخیال زحمت و قلت فرصت اجازت اور متمتع کے لیے اگرچہ طواف قدوم نہیں کما بینا من قبل (جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کردیا ہے۔ ت) مگر اسے

(باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

فارغ ہو چکا ہے وُہ رمل وسعی کرے ورنہ اب دونوں بجا لائے، بعد طواف دو رکعت مقامِ ابراہیم میں پڑھیں اس سے عورتیں بھی حلال ہوگئیں۔ بارھویں تک اس کی تاخیر روا۔ اس کے بعد بلا عذر مکروہِ تحریمی موجبِ دَم۔ اب دسویں تاریخ نمازِ ظہر مکہ معظمہ میں پڑھ کر پھر منٰے [1] جائے، گیارھویں شب وہیں بسر کرے، نہ مکہ میں نہ راہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)
ہم اوپر لکھ آئے کہ پہلے کرلینا چاہیئے تو ایک طواف نفل کے ساتھ کرلے اب یہ لوگ اگر پیشتر ان کاموں سے فارغ ہو لیے تھے فبہا، آج حاجت نہ پڑے گی مگر جس نے نہ کیے خواہ قارن ہو یا مفرد یا متمتع، اسے اب کرنے چاہئیں، پر رمل اسی طواف میں مشروع ہے جس کے بعد سعی ہو، تو جس نے ہنوز دونوں نہ کئے ہوں وہ تو ظاہر ہے کہ اس طواف کے ساتھ دونوں کرے گا اور جس نے سعی نہ کی اور رمل کرلیا وہ بھی اب دونوں کرے۔ سعی تو یُوں کہ باقی تھی اور رمل یُوں کہ پہلا رمل جو طواف بے سعی میں واقع ہوا نامشروع تھا اب بروجہ مشروع بجالائے اور جس نے سعی کرلی تھی رمل نہ کیا تھا وُہ اب کچھ نہ کرے، سعی تو یُوں کہ کرچکا ہے اور رمل یُوں کہ کرتا ہے تو بے سعی واقع ہو گا اور سعی دوبارہ نہیں ہو سکتی ۱۲ منہ

عـــہ طواف کامل کے معنے فصلِ واجبات میں گزرے ۱۲ منہ

(حاشیہ صفحہ ھذا)

عـــہ [1] قدرتِ الٰہی کا ایک عجیب تماشا ہر کس و ناکس نے منٰے میں ان آنکھوں سے دیکھا ہے جس سے بحمد اللہ حقانیتِ اسلام و معجزہ باہرہ حضور سیدالانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام ظاہر ہو۔ منٰی چند پہاڑوں کے درمیان ایک چھوٹی سی جگہ کا نام ہے جس کا عرض تو بہت ہی قلیل ہے اور طول دو میل، سارا رقبہ ایک مربع میل سے بھی کم سمجھئے، یہاں چار پانچ روز تمام حجاج کا ہجوم رہتا ہے، پھر یُوں نہیں جیسے نماز کی صفیں یا مجلس کی گنجائش بلکہ جس طرح شہروں میں بستے ہیں ہزار ہا خیمے، ڈیرے، قناتیں، پردے، ہر ایک اپنی اپنی جُدا منزل میں، پھر اصل آبادی کی عمارتیں علاوہ۔ اور ہم اوپر لکھ آئے کہ کسی سال پندرہ لاکھ سے کم نہیں ہوتے، فقیر جس سال حاضر تھا اٹھارہ لاکھ کی مردم شماری سُننے میں آئی، پھر کبھی نہ دیکھئے گا کہ منٰے بھر گئی یا کسی وقت حاضرین سے تنگ ہو گئی، سب اچھے کُھلے بہ فراغت پھیلے، چلتے پھرتے، سوتے، بستے، کام کاج کرتے ہیں، یہ بحمد اللہ صریح تصدیق ہے اس حدیث کی کہ ارشاد ہُوا: "منٰے حاجیوں کے لیے ایسی پھیلتی ہے کہ جیسے ماں کا پیٹ بچّہ کے لیے کہ جتنا بچہ بڑھتا جاتا ہے ماں کا پیٹ جگہ دیتا ہے [1]۔" اشھد ان الاسلام حق والکفر باطل والحمد للہ رب العالمین ۱۲ منہ غفر لہ۔

---

[1] کنز العمال بحوالہ طس عن ابی الدرداء حدیث ۳۴۷۹۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۲۳۰
درمنثور واذکروا اللہ فی ایام معدودات کے تحت مذکور ہے منشورات آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۱/۲۳۵

Marfat.com

میں کہ مکروہ ہے۔ روزِ یازدہم بعد نمازِ ظہر امام کا خطبہ سُن کر متوجہ رمی ہو۔ ان ایام میں رمی جمرہ اولیٰ سے شروع کرے جو مزدلفہ کی طرف مسجدِ خیف سے قریب ہے۔ راہ مکہ کی طرف سے آکر چڑھائی پر چڑھے کہ یہ جگہ بہ نسبت جمرۃ العقبہ کے بلند ہے رُو بہ کعبہ بطورِ مذکور سات کنکریاں مار کر جمرہ سے قدرے آگے بڑھے، مستقبلِ قبلہ ہاتھ دعا میں یوں اٹھا کر کہ ہتھیلیاں رو بہ قبلہ رہیں حضورِ قلب سے حمد و درود و دُعا و استغفار میں بقدر قرأت سورۂ بقرہ یا کم سے کم بمقدار تلاوت بست آیت مشغول رہے۔

آگے جمرۂ وسطی ہے وہاں بھی ایسا ہی کرے، پھر جمرۂ عقبہ ہے یہاں رمی کرکے نہ ٹھہرے معًا پلٹ آئے، پلٹتے میں دُعا کرے۔ شبِ دوازدہم یہیں اپنی فرودگاہ پر گزارے، بارھویں تاریخ جمرات ثلاثہ کو بعد زوال اسی طریقے سے رمی کرے ـــــ اب تا بہ غروبِ آفتاب مختار ہے کہ جانب مکہ روانہ ہو اور ایک دن اور ٹھہرے تو افضل ہے مگر بعد غروب چلا جانا معیوب۔ پس اگر تیرھویں کو بھی ٹھہرا تو اسی طرح رمی جمرات کرکے متوجہ مکہ معظمہ ہو۔ جب وادیٔ محصّب میں کہ جنت المعلیٰ کے قریب ہے پہنچے، سواری سے اُتر لے یا بے اُترے کچھ دیر ٹھہر کر مشغولِ دُعا ہو۔ بہتر تو یہ ہے کہ عشاء تک نمازیں یہیں پڑھے، نیند لے کر داخلِ مکہ معظمہ ہو۔ اب اپنے اور اپنے والدین و مشائخ و اولیائے نعمت خصوصًا حضور سیّد المرسلین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب وعترت علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتحیۃ کی طرف سے جتنے ہو سکیں عُمرے کرتا رہے، جب عزمِ سفر ہو طوافِ وداع بے رمل وسعی و اضطباع کرے، دو رکعت مطلوبہ پڑھے، پھر زمزم[1] پر آئے، پانی بہ طریق مذکور پیئے، بدن پر ڈالے،

ع۱ قدرت ربانی کا صریح نمونہ اس مبارک کنویں میں ہے، چھوٹا سا کنواں، ذرا سا دَور، اور لاکھوں کا ہجوم، آٹھ پہر میں ایک دم کو پانی تھمنے نہیں پاتا، ہزاروں پیتے ہیں، ہزاروں وضو کرتے ہیں، ہزاروں نہاتے ہیں، ہزاروں مشکیں شہر میں جارہی ہیں، ایک غول سرکا دوسرا آیا یہ ٹلنے نہ پایا کہ تیسرا آیا۔ پھر کوئی بتادے کہ فلاں وقت کنویں کا پانی کچھ کمی کر گیا۔ واللہ برکت والے مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت ہے۔ کوئی بڑے سے بڑا، گہرے سے گہرا کنواں فرض کیجئے اور ایک دن میں پندرہ لاکھ، اٹھارہ لاکھ کا ہجوم اس پر آنے دیجئے، دم کے دم میں سُن لیجئے گا کہ تلی میں خاک بھی نہ رہی۔ ایک بار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ میں زمزم شریف میں ایک زنگی گر کر مرگیا، سب پانی کھینچنا تھا، تھک تھک گئے، شل ہو گئے، بہزار مشکل قدرے گھٹا کہ دفعۃً حجر اسود کی طرف سے ایک موسلا دھار پرنالہ اس جوش سے گرا کہ آن کی آن میں پھر ویسا ہی کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار درودیں محمد صلے اللہ تعالیٰ وسلم اور ان کی آل پر ۱۲ منہ غفرلہ۔

Marfat.com

پھر رُو بروئے درِ اقدس کھڑا ہو، آستانۂ پاک کو بوسہ دے۔ فلاحِ دارین، قبولِ حج، مغفرتِ ذنوب، توفیقِ حسنِ عود بارہا کی دُعا کرے۔ ملتزم پر آکر بہ نہج مذکور غلافِ کعبہ تھام کر چمٹے، تضرع، خشوع، دعا، بکاء، ذکر، درود کی جو تکثیر ہو سکے بجالائے، حجرِ مطہر کو بوسہ دے کر اُلٹے پاؤں رُخ بہ کعبہ یا سیدھے چلنے میں بار بار پھر کر کعبہ کو بہ نگاہِ حسرت دیکھتا اور فراقِ بیت پر روتا یا رونے کی صورت بناتا مسجدِ مقدس کے دروازۂ مسمّٰی بہ "باب الحزورہ" سے نکلے پھر بقدرِ استطاعت فقرائے حرم پر تصدق کرکے متوجہ مدینہ طیبہ ہو۔

حاضریٔ دربارِ دُرر بار مدینہ طیّبہ

اس سفر سراپا ظفر میں نیت لحاظِ غیر سے خالص اور درود و ذکر شریف حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نہایت کثرت کرے جب حرمِ مدینہ میں داخل ہو، احسن یہ ہے کہ سواری سے اُتر پڑے، روتا، سر جھکائے، آنکھیں نیچے کئے چلے، ہو سکے تو برہنہ پائی بہتر بلکہ ؎

جائے سراست اینکہ تو پائے می نہی   پائے نہ بینی کہ کجا می نہی

(حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا   ارے سر کا موقع ہے او جانیوالے)

جب نگاہ قبۂ سعادت و بُرجِ کرامت پر پڑے صلوٰۃ و سلام کی کثرت کرے۔ جب خاص شہرِ اقدس تک پہنچے قبلِ دخول اور نہ بن پڑے تو بعد دخول پیش از حضورِ مسجد، وضو و مسواک کرے اور غسل احسن، جامہ سفید پاکیزہ پہنے، نیا بہتر، سُرمہ و خوشبو لگائے مشک افضل۔ جب دروازۂ شہر میں داخل ہو تمام ہمت اپنی تکثیرِ صلوٰۃ و سلام میں مصروف کرے۔ مراقبۂ جلال و جمالِ محبوبِ ذی الجلال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ڈوب جائے۔ اب ان ضروریات و حوائج سے جن کا لگاؤ باعثِ تشویشِ خاطر ہو بسرعت تمام فراغ پاکر پہلا کام یہ کرے کہ آستانۂ والا کی طرف بہ نہایت خشوع و خضوع متوجہ ہو۔ اگر رونا نہ آئے رونے کا مُنہ بنائے اور دل کو بہ زور رونے پر لائے۔ اپنی سختیٔ دل سے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طرف التجا کرے۔ جب درِ مسجد پر حاضر ہو صلوٰۃ و سلام عرض کر کے قدرے توقف کرے گویا سرکار سے اذنِ حضوری طلب کرتا ہے، پھر دہنا پاؤں پہلے رکھ کر سر سے پاؤں تک ادب بنا داخل ہو۔ اس وقت جو ادب و تعظیم واجب ہے مسلمان کا قلب خود واقف ہے۔ دل و جوارح کو خیالِ غیر و حرکاتِ عبث سے باز رکھے۔ مسجد اقدس کی آرائش و زینت ظاہری کی طرف نگاہ نہ کرے۔ اگر کوئی ایسا سامنے آئے جس سے سلام و کلام ضروری ہو حتی الوسع اعراض کر جائے۔ نہ بن پڑے تو قدرِ ضرورت سے تجاوز نہ کرے۔ پھر بھی دل اسی طرف متوجہ ہو۔

Marfat.com

زنہار زنہار اس مسجدِ مقدس میں کوئی حرف چلا کر نہ کہے۔ یقین جان کہ وُہ جناب[ع۱] مزار اعطر و انور میں بحیاتِ ظاہری، دنیاوی، حقیقی ویسے ہی زندہ ہیں جیسے پیش از وفات تھے[۱] موت ان کی ایک امرِ آنی تھی، اور انتقال ان کا صرف نظرِ عوام سے چھُپ جانا۔ ائمۂ دین فرماتے ہیں حضور ہمارے ایک ایک قول و فعل[ع۲] بلکہ دل کے خطروں پر مطلع ہیں[۲] صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم۔

اب اگر جماعت قائم ہو شریک ہو جائے کہ اس میں تحیۃ المسجد بھی ادا ہو جائے گی ورنہ اگر غلبۂ شوق اجازت دے تو دو رکعت تحیۃ المسجد و شکرانۂ حاضری صرف سُورۂ کافرون و اخلاص سے بہت تخفیف کے ساتھ، مگر بہ مراعاتِ سُنن مصلائے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم میں جہاں اب وسطِ مسجد میں محراب نبی ہے اور وہاں میسر نہ آئے تو حتی الوسع اس کے نزدیک ادا کرے، بعدہٗ سجدۂ شکر میں گرے اور دُعا مانگے کہ الٰہی! اپنے حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ادب نصیب فرما۔

اب وقت وُہ آیا کہ منہ اس کاشل دل کے اس شباک پاک کی طرف ہو گیا جو اللہ تعالٰے کے محبوب عظیم الشان کی آرام گاہ رفیع المکان ہے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم، گردن جُھکائے، آنکھیں نیچی کئے، لرزتا، کانپتا، بید کی طرح تھرتھراتا، ندامتِ گناہ سے عرقِ شرم میں ڈوبا قدم بڑھا، خضوع و وقار و خشوع و انکسار کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کر سوا سجدہ عبادت کے جوبات ادب و اجلال میں اکمل ہو بجا لا، حضورِ والا کے بائیں یعنی شرق

ع۱ اس نفیس مقام پر کتاب مستطاب جواہر البیان شریف میں وہ نفحاتِ جاں افروز و نفحاتِ دشمن سوز ہیں جن کی شرح میں فقیر نے کتاب "سلطنت المصطفٰے فی ملکوت کل الورٰی" تحریر کی جسے ان حقائق کی تفصیل دیکھنی منظور ہو اس کی طرف رجوع کرے اِن شاء اللہ حق کا رنگ رچتا ملے گا اور باطل کا سر لچتا، ذٰلکَ من فضل اللہ علینا و علی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون ۱۲ منہ

ع۲ علامہ علی قاری نے فرمایا حضور سے کچھ پوشیدہ نہیں وہ تیرے تمام افعال و احوال و کوچ و مقام سے آگاہ ہیں[۳] ۱۲ منہ

ع۳ امام علامہ محدث شہاب الدین احمد قسطلانی شارح بخاری نے مواہب لدنیہ اور علامہ ابن الحاج مکی محمد عبدری نے مدخل میں اور ان کے ماسوا اور اکابر علماء نے اس معنی کی تصریح فرمائی ۱۲ منہ غفرلہ

---

۱ شرح مواہب زرقانی	المقصد العاشر	مطبعہ عامرہ مصر	۳۴۸/۸
۲ المدخل	فصل فی زیارۃ القبور	دار الکتاب العربی بیروت	۲۵۲/۱
۳ مسلک متقسط مع ارشاد الساری	باب زیارۃ سید المرسلین		ص ۳۳۸

Marfat.com

کی سمت سے آئے کہ وہ جناب مزارِ پُرانوار میں رُو بقبلہ جلوہ فرما ہیں جب تو اس سمت سے حاضر ہوگا حضور کی نگاہِ بیکس پناہ تیری طرف ہوگی اور یہ امر تیرے لیے دوجہاں میں بس ہے۔ پھر زیرِ قندیل میخ سیمیں کے محاذی جو دیوار حجرۂ مقدسہ میں چہرۂ انور کے مقابل مرکوز ہے پہنچ کر پشت بہ قبلہ دست بستہ مثل نماز کھڑا ہو کہ کتبِ معتمدہ[عہ۱] میں اس معنی کی تصریح ہے اور زنہار جالی شریف کے بوسہ و مس سے دُور رہ کہ خلافِ ادب ہے۔ اب نہایت ہیبت و وقار کے ساتھ مجرا و تسلیم بجالا بہ آوازِ حزیں و صورتِ درد آگیں دلِ شرمناک و جگرِ صد چاک معتدل آواز سے، نہ نہایت نرم و پست، نہ بہت بلند و سخت عرض کر:

السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته، السلام علیك یا رسول الله، السلام علیك یا خیر خلق الله، السلام علیك یا شفیع المذنبین، السلام علیك وعلٰی اٰلك واصحابك اجمعین[2]

جہاں تک ممکن ہو اور زبان یاری دے اور ملال و کسل نہ ہو، صلوٰۃ و سلام کی کثرت کر، حضور سے اپنے اور اپنے والدین و مشائخ و احباب تمام اہلِ اسلام کے لیے شفاعت مانگ۔ بار بار عرض کر:

اسئلك الشفاعة یا رسول الله۔[3]

پھر کسی نے عرضِ سلام کی وصیت کی تو بجالا، عرض کر:

السلام علیك یا رسول الله من عبدك[عہ۲] وابن عبدك احمد رضا بن نقی علی

عہ۱ مثل اختیار شرح مختار و فتاوٰی عالمگیری و لباب و شرح لباب وغیرہا ۱۲ منہ

عہ۲ اطلاقِ عبد بمعنے غلام قطعاً جائز و شائع اور قرآن و حدیث میں واقع، فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے اپنی کتاب "البارقة الشارقة علٰی مارقة المشارقة" میں اس کی تحقیق مشبع لکھی اور اپنے رسالہ "مجیر معظم شرح قصیدہ اکسیر اعظم" (۱۳۰۲ھ) میں بھی قدرے توضیح، اور گیارہ احادیث پر قناعت کی، یہاں اسی قدر کافی کہ رب الارباب عز جلالہ قرآن عظیم میں فرماتا ہے:

انکحوا الایامٰی منکم والصالحین من نکاح کر دو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور

(باقی بر صفحہ آئندہ)

۱؎ فتاوٰی ہندیہ خاتمہ فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۶۵

۲؎ شرح لباب مع ارشاد الساری باب زیارۃ سید المرسلین دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۳۸

۳؎ " " " " " " " " " " ص ۳۳۹

Marfat.com

یسئلك الشفاعة فاشفع له وللمسلمین۔

فقیر اپنے مسلمان بھائیوں سے عاجزانہ درخواست کرتا ہے جو صاحب اس رسالہ پر واقف ہو اور اللہ عزجلالہ حاضریٔ روضۂ اقدس عطا فرمائے ان الفاظ کو عرض کرکے ثوابِ جزیل پائیں اور نالائق ننگِ خلائق کو ممنونِ احسان بنائیں۔ اللہ تعالٰی تمہیں دونوں جہان میں جزائے خیر بخشے، آمین!

بعدہٗ ایک گز شرعی اپنے دہنے ہاتھ یعنی مشرق کی جانب ہٹ کر مقابل چہرۂ انور حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کھڑا ہو کر عرض کر:

السلام علیك یا خلیفة رسول الله۔ السلام علیك یا وزیر رسول الله۔ السلام علیك یا صاحب رسول الله فی الغار ورحمة الله وبرکاته۔[1]

پھر اسی قدر ہٹ کر روبروئے جناب فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ قیام کرکے کہہ:

السلام علیك یا امیر المؤمنین۔ السلام علیك یا متمم الاربعین۔ السلام علیك یا عز الاسلام والمسلمین ورحمة الله وبرکاته۔[2]

پھر بقدر نصف گز شرعی کے پلٹ آ، اور صدیق وفاروق کے درمیان کھڑا ہو کر عرض کر:

السلام علیك یا صاحبی رسول الله۔ السلام علیکما یا خلیفتی رسول الله۔ السلام علیك یا وزیری رسول الله ورحمة الله وبرکاته۔[3]

ان سب حاضریوں میں بہ جہدِ تام دعا کرے کہ محلِ قبول ہے، پھر منبرِ اطہر کے قریب آکر دعا کرے،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

عبادکم وامائکم[4] — اپنے لائق غلاموں اور کنیزوں کا۔ (ت)

دیکھو اللہ تعالٰی نے ہمارے غلاموں کو ہمارا عبد فرمایا اگرچہ ہمیں اپنے غلام کو یا عبدی نہ کہنا چاہیے کہ تواضع کے خلاف ہے۔ حدیث میں اس کی ممانعت آئی نہ یہ کہ غلام بھی اپنے آپ کو اپنے آقا کا عبد نہ کہے ۱۲ منہ

---

[1] شرح لباب مع ارشاد الساری باب زیارة سید المرسلین دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۳۹

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۳۴۰

[4] القرآن ۲۴/۳۲

Marfat.com

پھر روضۂ منورہ میں یعنی جو جگہ مابین منبرِ انور و روضۂ مطہرہ کے ہے اور اسے حدیث میں جنت کی کیاری فرمایا
آکر دو رکعت نفل پڑھے اور دُعا کرے۔ اسی طرح مسجد شریف کے ستونوں کے پاس نمازیں پڑھے،
دُعائیں مانگے کہ محلِ برکات ہیں، خصوصاً بعض[1] میں خصوصیات خاصہ، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: اس سوادِ جنت آباد کی اقامت غنیمت جانے، جُہد کرے کہ کوئی نفس بیکار نہ گزرے،
مسجدِ انور سے ضروریات کے سوا باہر نہ جائے باطہارت حاضر رہے مگر حاشا کہ دنیوی باتوں، عبث کاموں
میں وقت ضائع نہ کرے۔

مسئلہ: ہمیشہ جلوسِ[2] مسجد میں نیتِ اعتکاف رکھے اور روزہ نصیب ہو خصوصاً ایامِ گرما میں تو

---

[1] حضرت والد قدس سرہٗ نے جواہر البیان شریف میں سات ستونوں کی تفصیل فرمائی قال رضی اللہ تعالیٰ
عنہ ان میں ایک ستون وہ ہے جو محرابِ مکرم کے دہنی طرف مصلّائے نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی علامت
ہے، ستونِ حنانہ اس کے آگے تھا۔ دوسرا ستون ام المومنین عائشہ صدیقہ کا کہ امام اگر مصلائے شریف
میں نماز پڑھے تو اس کے پیچھے کی صف میں جو ستون واقع ہوں ان میں سے منبر سے جانبِ مشرق تیسرا ستون
ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے چند روز اس کی طرف نماز پڑھی، اس کے پاس دعا مقبول
ہوتی ہے تیسرا اسطوانۂ توبہ، اور وہ ستونِ عائشہ اور ستونِ ملاصق بہ دیوارِ حجرہ کے بیچ میں ہے، نبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی طرف نماز پڑھی اور وہاں اعتکاف فرمایا تھا۔ چوتھا اسطوانۃ السریر کہ جالی شریف سے
ملتصق ہے اسطوانۂ توبہ سے مشرق کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے پاس اعتکاف کیا۔ پانچواں
ستونِ علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور وہ شمال کی طرف اسطوانۂ توبہ کے پیچھے ہے جنابِ مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ یہاں
بیٹھتے اور نماز پڑھتے۔ چھٹا اسطوانۃ الوفود کہ وہ اسی جانب اسطوانۂ علی کے پیچھے ہے۔ اس میں اور اسطوانۂ توبہ میں
صرف ستونِ علی حائل ہے۔ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور افاضل صحابہ یہاں رونق افروز ہوتے
ساتواں اسطوانۃ التہجد کہ بیتِ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے پیچھے ہے ۱۲ منہ

[2] روایت مفتیٰ بہا پر اعتکاف نفل کے لیے کوئی مقدار معین نہیں ایک لمحہ کا بھی ہوسکتا ہے، نہ اس کے لیے روزہ
شرط۔ تو آدمی کو ہر مسجد میں ہر وقت اس کا لحاظ کرنا چاہیے کہ جب داخل ہو اعتکاف کی نیت کرلے، جب تک رہے گا
اعتکاف کا بھی ثواب پائیگا، پھر یہ نیت اسے کچھ پابند نہ کرے گی، جب چاہے باہر آئے اسی وقت اعتکاف ختم
ہوجائے گا فان الخروج فی النفل المطلق مُنہٍ لا مفسدٌ کما نصوا علیہ (کیونکہ نفلی طواف میں مسجد سے نکلنا
اعتکاف کا اختتام ہے مفسد نہیں جیسا کہ اس پر تصریح کی گئی ہے۔ ت) لوگ اپنی ناواقفی یا بے خیالی سے اس
ثواب عظیم کو مفت کھوتے ہیں وفقنا اللہ تعالیٰ للحسنات بجاہ سید الکائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات آمین ۱۲ منہ

Marfat.com

کیا کہنا کہ اس پر وعدۂ[1] شفاعت ہے۔

مسئلہ: یہاں ہر عمل صالح پچاس ہزار تک مضاعف ہوتا ہے لہذا عبادات میں جہد لازم، شب بیدار رہے، کھانے پینے کی تقلیل رکھے، قرآن مجید کا کم سے کم ایک ختم تو یہاں اور حطیم[2] کعبہ معظمہ میں کرلے۔

مسئلہ: نظر حجرۂ منورہ وقبۂ معطرہ کی طرف عبادت ہے جیسے کعبہ کی طرف، تو خشوع وادب کے ساتھ اس کی کثرت کرے۔

مسئلہ: پنجگانہ نماز کے بعد حضور میں حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام عرض کیا کرے۔

مسئلہ: جب محاذاتِ گنبدِ اقدس میں گزرے اگرچہ بیرونِ مسجد اگرچہ بیرونِ مدینہ جہاں سے قبۂ کریمہ نظر آئے بے ٹھہرے اور صلوٰۃ وسلام عرض کیے نہ گزرے کہ ترکِ ادب ہے۔

مسئلہ: ترکِ جماعت ہر جگہ بُرا ہے مگر یہاں سخت محرومی، والعیاذ باللہ۔ حدیث[3] میں ہے: جس سے چالیس

---

[1] حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، میرا جو امتی مدینہ کی شدت وسختی پر صبر کرے گا میں روزِ قیامت اس کا شفیع ہوں گا[1] (رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ) اور پُرظاہر کہ روزہ میں شدت ومحنت پر صبر ہوتا ہے خصوصًا بلادِ گرم میں خصوصًا جبکہ موسم گرما ہو۔ خود حدیث میں آیا: الصوم نصف الصبر[2] روزہ آدھا صبر ہے۔

فائدۂ جلیلہ: جن چیزوں پر وعدۂ شفاعت فرمایا گیا جیسے یہ حدیث یا حدیثِ زیارت شریفہ یا حدیث موت فی المدینہ یا حدیث سوال وسیلہ وغیرہا وہ بحمد اللہ حُسنِ خاتمہ کی بشارت جمیلہ ہیں کہ یہاں وعدۂ شفاعت ہے اور وعدۂ حضور وعدۂ رب غفور انّ اللہ لا یخلف المیعاد[3] (بیشک اللہ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ ت) اور کافر کی شفاعت محال، تو لاجرم بشارت فرماتے ہیں کہ سختی مدینہ پر صابر اور حضور پُرنور کا زائر اور مدینہ طیبہ میں مرنے والا اور حضور کے لیے سوالِ وسیلہ کرنے والا ایمان پر خاتمہ پائے گا والحمد للہ رب العالمین اللھم ارزقنا آمین ۱۲ منہ

[2] کعبہ معظمہ سے متصل جانبِ شمال جو ایک چھوٹی سی دیوار قوسی شکل پر ہے اس کے اندر کی زمین کو حطیم کہتے ہیں اس کا بڑا ٹکڑا ابنائے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں داخلِ کعبہ تھا قریش نے تنگیٔ خرچ کے سبب بنائے جدید میں خارج کردیا ۱۲ منہ

[3] رواہ الامام احمد فی مسندہ بسند صحیح عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ والحمد للہ رب العلمین۔

اسے امام احمد نے بسندِ صحیح اپنی مسند میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے والحمد للہ رب العلمین (ت)

---

[1] صحیح مسلم باب الترغیب فی سکنی المدینۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۴۴

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث رجل من بنی سلیم دار الفکر بیروت ۴/۲۶۰

[3] القرآن ۱۳/۳۱

Marfat.com

نمازیں میری مسجد میں فوت نہ ہوں اس کے لیے دوزخ و نفاق و عذاب سے آزادیاں لکھی جائیں۔[1]

مسئلہ: دیوارِ حجرہ کو مَس نہ کرے نہ اس سے چمٹے بلکہ کم سے کم تین گز شرعی کا فاصلہ رکھے کہ ادب یہی ہے۔

مسئلہ: قبرِ اطہر و اعطر کو ہرگز پیٹھ نہ کرے نماز میں نہ غیر نماز میں۔

مسئلہ: روضۂ انور کا طواف نہ کرے، نہ زمین چومے، نہ پیٹھ مثل رکوع جھکائے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ان کی اطاعت میں ہے۔

مسئلہ: حسبِ استحسانِ علماء زیارتِ بقیع و اُحد و قبا و دیگر آثارِ شریفہ کا قصد ہو تو ان کی تفصیل کتبِ علماء سے دریافت کرے ورنہ حجرہ مطہرہ کے حضور حاضر رہنے کے برابر کون سی دولت ہے اللہ تعالیٰ دُنیا و آخرت میں ان کا قُرب عطا فرمائے، آمین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیّدنا ومولانا محمد وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین، و آخردعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

تمّت الطرۃ الرضیّۃ علی النیرۃ الوضیۃ شرح الجوھرۃ المضیّۃ، والحمد للہ۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل　مروی از انس بن مالک رضی اللہ عنہ　دار الفکر بیروت　۳/ ۱۵۵

Marfat.com

اہلِ علم حضرات کے لئے خوشخبری

فتاوٰی رضویہ

حصہ عبادات مکمل

۱۰ جلدیں

خصوصیات جدید ایڈیشن

- عربی فارسی عبارات کے مقابل سلیس اُردو ترجمہ
- نادر اور قیمتی حوالہ جات کی تخریج، بقیدِ جلد، صفحہ اور مطبعِ کتاب
- عبارات کی پیرابندی قامہ و ڈیش کے ساتھ
- کتابت اعلیٰ، کاغذ بہترین، آفسٹ طباعت، جلد مضبوط ڈائی دار
- ہر جلد کے ساتھ ماخذ و مراجع کے عنوان سے سینکڑوں کُتب اور اُن کے مصنفین بمع سنِ وفات
- سائز ۳۰×۲۰، صفحات ہر جلد اوسطاً ۷۵۰

باقی جلدوں پر تیز رفتاری سے کام جاری ہے

ملنے کے پتے

رضا فاؤنڈیشن ○ مکتبہ تنظیم المدارس ○ مکتبہ قادریہ

جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری گیٹ، لاہور

Marfat.com

امام احمد رضا بریلوی قدس سرّہٗ کی تحقیقات کو تخریج و ترجمہ
اور جدید انداز پر ایڈٹ کر کے شائع کرنے کا عظیم منصوبہ

رضا فاؤنڈیشن

اس عظیم منصوبے کیلئے
عوام اور علماء و مشائخ سے عطیات، چندہ اور قرضِ حسنہ
کی

اپیل

زیرِ نگرانی
جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور (۸) پاکستان (۵۴۰۰۰)

Marfat.com

marfat.com
Marfat.com

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل عظیم الشان فقہی انسائیکلوپیڈیا

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

فتاوی رضویہ

جلد 11

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

تصنیف لطیف اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا

ALAHAZRAT NETWORK

اعلیٰحضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

مَن یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْن

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

www.alahazratnetwork.org

جلد یازدہم

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز
۱۲۷۲ھ ـــــ ۱۳۴۰ھ
۱۸۵۶ء ـــــ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن ۰ جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور۔ پاکستان (۵۴۰۰۰)
فون نمبر ۷۶۵۷۳۱۴

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

نام کتاب ——— فتاوی رضویہ جلد یازدہم

تصنیف ——— شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ

فیضانِ کرامت ——— مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالی علیہ

سرپرستی ——— مولانا صاحبزادہ محمد عبدالمصطفی ہزاروی ناظم اعلی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور و شیخوپورہ

اہتمام ——— مولانا صاحبزادہ قاری نصیر احمد ہزاروی ناظم شعبہ نشر و اشاعت

" " " " " "

ترجمہ عربی عبارات ——— حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

پیش لفظ ——— " " " " "

ترتیب فہرست ——— " " " " " " "

تخریج وتصحیح ——— " " " " " " "

کتابت ——— مولانا نذیر احمد سعیدی

پیسٹنگ ——— محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالہ)

صفحات ——— ۷۳۶

اشاعت ——— محرم الحرام ۱۴۱۸ھ / مئی ۱۹۹۷ء

مطبع ———

ناشر ——— رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

قیمت ———

ملنے کے پتے

○ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
۰۳۰۰/۹۴۱۵۳۰۰ — ۷۶۶۵۷۷۲

○ مکتبۂ اہلسنت جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

○ ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

○ شبیر برادرز، ۴۰ بی، اردو بازار، لاہور

رموز

محقق : علامہ کمال الدین ابن ہمام صاحب فتح القدیر
ح : علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبی صاحب غنیۃ المستملی
ش : علامہ محمد امین ابن عابدین الشامی صاحب رد المحتار
ط : علامہ سید احمد الطحطاوی صاحب حاشیۃ الدر المختار وحاشیہ مراقی الفلاح
الدر : الدر المختار ، علامہ محمد علاء الدین الحصکفی
الدرر : الدرر شرح الغرر ، ملا خسرو علامہ محمد بن فرامرز

www.alahazratnetwork.org

بحر : البحر الرائق ، علامہ زین الدین ابن نجیم
ہندیہ : فتاوٰی عالمگیری ، جماعت علمائے احناف
نہر : النہر الفائق ، سراج الدین عمر بن نجیم
فتح : فتح القدیر ، علامہ کمال الدین ابن ہمام
غنیہ : غنیۃ المستملی ، علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبی
حلیہ : حلیۃ المحلی ، ابن امیر الحاج

مندرجہ بالا عنوانات کے علاوہ انتہائی دقیق اور گرانقدر تحقیقات و تدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل چھ رسائل بھی اس جلد میں شامل ہیں،

(۱) عباب الانوار ان لا نکاح بمجرد الاقرار (۱۳۰۷ھ)
شاہدین کی موجودگی میں مرد اور عورت کے فقط ایک دوسرے کو شوہر و بیوی کہہ دینے سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے یا نہیں۔

(۲) ماحی الضلالۃ فی انکحۃ الہند و بنجالۃ (۱۳۱۷ھ)
ہند و بنگال میں عورت سے اجازتِ نکاح لینے کی رسم کے متعلق۔

(۳) ہبۃ النساء فی تحقق المصاہرۃ بالزناء (۱۳۱۵ھ)
ساس سے زنا کرنے والے کے بارے میں شرعی حکم کا بیان

(۴) ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار (۱۳۱۵ھ)
غیر مقلد وہابی سے نکاح جائز ہے یا ممنوع، اس کا تفصیلی بیان۔

(۵) الجلی الحسن فی حرمۃ ولد اخی اللبن (۱۳۳۰ھ)
رضاعی بھائی کی اولاد کے ساتھ حرمتِ نکاح کا عمدہ اور روشن بیان۔

(۶) تجویز الرد عن تزویج الابعد (۱۳۱۵ھ)
ولیِ اقرب کی عدم موجودگی میں ولیِ ابعد کے نکاح کر دینے کا شرعی حکم

○

محرم الحرام ۱۴۱۸ھ
مئی ۱۹۹۷ء

حافظ عبدالستار سعیدی
ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ
لاہور

فہرست مضامین

کتاب النکاح

ناچ رنگ، باجے گاجے جہاں ہوں وہاں نکاح کا حکم۔ ۱۰۹
ناچ اور اکثر باجے حرام ہیں کفر نہیں اور دیکھنے سننے والا فاسق ہے۔ ۱۰۹
شیطان کبھی حسنات کے حیلہ سے اغوا کرتا ہے۔ ۱۰۹
امر بالمعروف ونہی عن المنکر امور اسلام سے ہیں مگر بے محل تشدد و تعصب گناہ ہے اور یہ بلا وہابیہ میں بہت زیادہ ہے۔ ۱۰۹
امر بالمعروف ونہی عن المنکر کیلئے ایک حد ہے کہ اس سے تجاوز ارتکاب منکر ہے۔ ۱۱۰
زوجین سے اگر کسی کا یہ عقیدہ ہو کہ ناچ حلال ہے تو کیا حکم ہوسکے گا۔ ۱۱۰
ایک شخص دونوں طرف نکاح یعنی ایجاب وقبول کا کس حالت میں کیسے متولی ہو سکتا ہے اور کس صورت میں نہیں۔ اس مسئلہ کے متعلق تمام احکام وخلافیات علماے کرام و تعیینات ائمہ اعلام کا ایضاح تام۔ ۱۱۰
بالغہ پر ولایت اجبار نہیں۔ ۱۱۰
گواہوں کے سامنے منکوحہ کا تمیز ہونا ضروری ہے۔ ۱۱۲
اگر مجلس نکاح میں عورت نقاب ڈالے حاضر ہو تو اس کی طرف اشارہ کافی ہے۔ ۱۱۲
بحالت غیبت زن اس کی اتنی تعریف لازم جس سے گواہ اس کی تمیز کرلیں۔ اگر صرف اس کے نام سے تو اس کا نام کافی ورنہ باپ کا نام، اور یہ بھی کافی نہ ہو تو دادا تک کا نام درکار۔ ۱۱۲
اگر بیان رشتہ کفایت کرے تو اسی قدر کافی۔ ۱۱۲
مکان میں اگر عورت تنہا ہو اور شاہد اس کی گفتگو سنیں اگرچہ اسے نہ دیکھیں نکاح ہو جائے گا۔ ۱۱۳
قاضی خاں نے کہا کہ امام خصاف علم میں بڑے

www.alahazratnetwork.org

ہیں ان کی اقتدا جائز ہے۔
ولی اقرب کے ہوتے ولی ابعد بے اجازت
اقرب نابالغہ سے اور بے اجازت خاص بالغہ،
بالغہ سے اگر نکاح کرے گا تو ان دونوں صورتوں
میں وہ فضولی ہوگا۔
جو کسی طرف سے فضولی ہو وہ نکاح کی دونوں شطر
ایجاب وقبول کا متولی نہیں ہوسکتا اگرچہ ایجاب و
قبول کی عبارتیں علیحدہ علیحدہ ذکر کرے اور اگر تنہا
عقد کرلے گا تو طرفین کے نزدیک نکاح باطل ہوگا
کہ بعد اجازت ولی یا بالغہ بھی نافذ نہ ہوگا۔
بعد نکاح علم ہوا کہ عورت کسی عیب سے قابلِ جماع
نہیں تو نکاح ہوگیا حقِ فسخ حاصل نہیں۔
نکاح میں خیارِ عیب نہیں۔
خلوت بمنزلہ وطی ہے اس سے بھی پورا مہر لازم
ہوجاتا ہے جبکہ مانعِ وطی کوئی امر موجود نہ ہو۔
جو عورت و مرد ایک مکان میں بطور زن و شو رہتے
اور زن و شو مشہور ہوں وہ زوج و زوجہ تصور
کئے جائیں گے۔

○ رسالہ عباب الانوار ان لا نکاح بمجرد
الاقرار۔

عورت کہے یہ میرا شوہر ہے، مرد کہے یہ میری بی بی ہے،
کیا فقط اس سے نکاح ہوجائے گا جبکہ شاہدین
کے سامنے کہیں۔
جو مرد و زن کو مثلِ زن و شو ایک مکان میں رہتے
اور باہم انبساطِ زن و شوئی رکھتے دیکھے اس نے

۱۱۳ اگرچہ عقد نکاح کا معائنہ نہ کیا ہو اسے ان کے
زوج و زوجہ ہونے پر گواہی دینا جائز اور ان پر
گمانِ بد کرنا حرام ہے اور قضاءً ان کے لئے زوج و
زوجہ کے تمام احکام ثابت ہوں گے۔ ۱۲۲
۱۱۴ مجرد اقرارِ زوجیت حقیقۃً نکاح نہیں یعنی اگر
گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول نہ ہوئے ہوں
تو وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں اگرچہ کہتا ہو
کہ یہ میری زوجہ ہے۔ ۱۲۳
طلاق کے جھوٹے اقرار سے قضاءً طلاق ہوجائیگی
۱۱۴ عند اللہ نہ ہوگی۔ ۱۲۳
شوہر نے ایک طلاق دی تھی کسی نے پوچھا کہ تو
۱۱۷ نے کتنی طلاقیں دی ہیں، اس نے کہا تین، تو
۱۱۷ دیانۃً ایک ہے اور قضاءً تین۔ ۱۲۴
بیع کا جھوٹا اقرار بیع نہیں۔ ۱۲۵
۱۱۷ کسی کے لئے مال کا غلط اقرار کیا تو وہ مال مقرلہ
کی ملک نہ ہوگا۔ ۱۲۶
حکمِ قاضی رافعِ خلاف ہے اور قضاء جس طرح
۱۱۸ ظاہراً نافذ ہوتی ہے یونہی باطناً بھی۔ ۱۲۷
اخبار و انشاء میں بداہۃً تباین ہے۔ ۱۲۸
۱۲۱ نکاح میں جد و ہزل برابر ہیں اگر زن و مرد بطور
ہزل یا باکراہ ایجاب وقبول کریں نکاح منعقد
ہوجائے گا اگرچہ دل میں ارادۂ نکاح نہ ہو۔ ۱۲۸
۱۲۱ اگر بے نیت انت طالق کہا طلاق ہوجائے گی ۱۲۸
اور اگر انت طالق سے طلاق عن الوثاق یا طلاق
سابق سے خبر دینے کی نیت کی خواہ پہلے طلاق

www.alahazratnetwork.org

دے چکا ہو یا نہ دی ہو، بہرحال ان صورتوں میں دیانۃً طلاق نہ ہوگی ۔ ١٢٨

کنایات محتاجِ نیت ہیں ۔ ١٢٨

تعلیل دلیلِ تعویل ہے ۔ ١٢٩

جس کی دلیل اقوٰی ہو وُہ تعویل کا زیادہ مستحق ہے ۔ ١٢٩

عمل اسی پر جس پر اکثریت ہے ۔ ١٢٩

علیہ الفتوٰی اور بہ یفتی الفاظِ فتوٰی سے آکد ہیں ۔ ١٣٠

جس پر متون ہوں وہی معتمد ہے اور اسی کی طرف جھکاؤ ہوتا ہے ۔ ١٣٠

اگر کوئی شخص کسی عورت پر نکاح کا دعوٰی کرے اور عورت انکار کردے پھر وہ شخص اس کو کچھ دے کر اس سے اس بات پر صلح کرلے کہ وہ اس نکاح کا اقرار کرے، اب عورت نے اقرار کرلیا تو یہ اقرار جائز اور مال لازم ہوگا ۔ اگر یہ اقرار شہود کے سامنے ہوا ہو اب اگر عورت پھر انکار کرے گی تو قاضی اس کا یہ انکار نہ سُنے گا ۔ ١٣٠

اگر کوئی شخص کسی بیع کا دعوٰی کرے اور مدعا علیہ قسم سے بچنے یا کچہری کی ذلّت سے گریز کرنے کے سبب اقرار کرلے تو بیع قضاءً ثابت ہوجائیگی اور احکام، وجوبِ تسلیم ولزومِ شفعہ وغیرہ جاری ہوں گے لیکن یہ مدعی کاذب وُہ گھر کیا لے گا درحقیقت آگ لے گا ۔ ١٣١

صلح اقرب عقودِ شرعیہ کی طرف راجع کی جاتی ہے ۔ ١٣٢

اگر کوئی مرد کسی عورت پر نکاح کا دعوٰی کرے اور عورت منکر ہو پھر وُہ عورت اسے کچھ مال دے کر اس پر صلح کرے کہ وُہ اس دعوٰی سے باز آجائے تو جائز ہے اور یہ مدعی کے زعم میں معنی خلع میں ہوجائے گا مگر فقہائے فرمایا کہ اُسے اس مال کا اخذ فیما بینہ وبین اللہ تعالٰی حلال نہ ہوگا جبکہ وُہ اپنے دعوٰی میں مبطل ہے ۔ ١٣٢

بعض دین پر صلح صحیح ہے اور باقی کے دعوٰی سے براءت بھی ہوجائے گی یعنی فقط قضاءً نہ دیانۃً اسی لئے اگر وُہ موقع پائے گا تو اسے باقی کا لے لینا جائز ہوگا ۔ ١٣٢

ایسے الفاظ سے جن میں اخبار و انشاء دونوں کا احتمال ہو، بہ نیتِ انشاء نکاح صحیح ہوگا جبکہ شہود کو علم ہو کہ مقصود انشائے عقد ہے ۔ ١٣٤

الفاظ اگر اخبار کے لئے متعین ہوں تو اگرچہ عقد کی نیت ہو منعقد نہ ہوگا ۔ ١٣٤

مرد نے عورت سے کہا تُو میری بی بی نہیں اور اس سے اس نے طلاق کی نیت کی تو طلاق ہوجائے گی اور اس کے یہ معنی ٹھہریں گے کہ تو میری بی بی نہیں اس لئے کہ میں تجھے طلاق دے چکا ہُوں ۔ ١٣٥

اگر کوئی اپنی بی بی کو کہے میں نے اس سے نکاح نہیں کیا اور اس سے نیتِ طلاق کی کرے تو طلاق نہ ہوگی کہ یہ کذبِ محض ہے جس کی تصحیح ناممکن ہے ۔ ١٣٥

امام فقیہ النفس کے مختار اور عام ائمہ کی تصحیح میں توفیق جلیل ۔ ١٣٦

شہود کا الفاظ ایجاب وقبول کے لفظی معنی سمجھنا ضرور نہیں، اتنا ضرور ہے کہ نکاح ہونا سمجھیں۔ ۱۳۸

حال اور عامل میں مقارنت ضروری ہے۔ ۱۴۰

صحت نکاح کیلئے ذکر مہر شرط نہیں کہ نکاح بے ذکر مہر بلکہ بشرط عدم مہر بھی نکاح ہوجاتا ہے۔ ۱۴۰

◯ رسالہ ماحی الضلالۃ فی انکحۃ الہند وبنجالہ۔

ہندوستان وبنگالہ میں جو طریقے رائج ہیں کہ اجازت کسی کے لئے لی جاتی ہے نکاح خواں کوئی ہوتا ہے یا سرے سے عورت شرم کے سبب اجازت دیتی ہی نہیں پاس بیٹھنے والیاں اُس کی طرف سے "ہوں" کردیتی ہیں وغیرہ وغیرہ اس بارے میں تفصیلی احکام۔ ۱۴۱

سکوتِ دوشیزہ سے صرف ولی اقرب کے لئے اجازت ہوتی ہے ولی ابعد کے لئے نہیں ہوسکتی۔ ۱۴۲

جب تک وکیل بالنکاح ماذون مطلق یا بصراحت دوسرے کو وکیل کردینے کا مجاز نہ ہو اور کو وکیل نہیں کرسکتا۔ ۱۴۳

بیع وشرا میں اگر وکیل کا وکیل، اول کے سامنے عقد کرے تو جائز ہے اور خصومت، تقاضی، نکاح اور طلاق وغیرہ میں جائز نہیں۔ ۱۴۴

اصول کی صحیح روایت کے ہوتے ہوئے اس کے ماسوا تمام روایات ساقط ہوجاتی ہیں۔ ۱۴۵

نکاح فضولی اجازت پر موقوف ہوتا ہے اسے باطل جاننا باطل ہے۔ ۱۴۵

اجازت نکاح جس طرح قول سے ہوتی ہے یونہی فعل اور دلالتِ حال سے بھی، اور اس کی چند مثالیں۔ ۱۴۵

بکر وثیب کا فرق صرف دربارہ سکوت ہے کہ بکر کا ثبوت اذن ہے ثیب کا نہیں۔ ۱۴۸

وکیل کا وکیل اگر وکیل اول کے سامنے پڑھادے اور وہ جائز کردے تو نکاح نافذ ہوجائیگا بخلاف طلاق وعتاق کے۔ ۱۴۹

وکیلِ نکاح معبر محض ہے حقوق نکاح مؤکل کی طرف راجع ہوتے ہیں۔ ۱۵۰

ادائے زکوٰۃ کا وکیل بغیر اذنِ مؤکل دوسرے کو وکیل کرسکتا ہے۔ ۱۵۰

دین وصول کرنے کا وکیل بغیر اذن مؤکل اپنے عیال کو وکیل کرسکتا ہے۔ ۱۵۱

مؤکل اگر وکیل کے لئے ثمن کی تعیین کردے تو وہ بلا اجازت مؤکل دوسرے کو وکیل بنا سکتا ہے۔ ۱۵۱

شریعتِ مطہرہ رفق وتیسیر کو پسند فرماتی ہے نہ کہ تضییق وتشدید کو۔ ۱۵۱

جہاں چند روایات ہوں وہاں علماء کو ادھر جھکنا چاہئے جس میں مسلمان تنگی سے بچیں۔ ۱۵۱

نکاح کے طرق رائجہ میں جو قسمیں ہیں اُن کا بیان اور ان سے بچنے کے تین طریقے۔ ۱۵۲

اجازت مفسوخ ومردود کو لاحق نہیں ہوتی۔ ۱۵۳

قبل نکاح اگر کفر صریح کیا اور بے توبہ نکاح کیا

www.alahazratnetwork.org

تو نکاح باطل اور اولاد ولد الزنا۔ ۱۵۲

نکاح کے بعد اگر زوجین میں سے کوئی معاذ اللہ مرتد ہو گیا تو اس کے بعد کے جماع سے جو اولاد ہوگی وہ حرامی ہوگی۔ ۱۵۳

ایسے کلمات کفر کے صدور پر جن سے قائل کو کافر نہ کہیں، تجدید اسلام و تجدید نکاح کا حکم ضرور ہوگا، مگر اولاد ولد الزنا نہ ہوگی۔ ۱۵۴

استفہام اور عقد اقسام انشاء میں سے دو متباین قسمیں ہیں۔ ۱۵۵

مجاز کے لئے قرینہ کی حاجت ہوتی ہے۔ ۱۵۵

زید نے عمرو سے کہا تو نے اپنی بیٹی میرے نکاح میں دی، اس نے کہا دی، تو کیا حکم ہوگا۔ ۱۵۵

نابالغہ کے باپ سے کہا کہ تو اپنی لڑکی میرے نکاح میں دے دے، اس نے کہا دی، تو کیا حکم ہوگا۔ ۱۵۵

مجلسِ منگنی میں اگر کہا تو نے اپنی بیٹی مجھے یا فلاں کو دی، اس نے کہا دی، تو منگنی ہوگی اور مجلسِ نکاح میں تو نکاح۔ ۱۵۹

عقدِ فضولی محض فضول و نامقبول نہیں بلکہ اجازتِ صاحبِ اجازت پر موقوف ہوتا ہے۔ ۱۶۱

ایجاب و قبول میں دیا اور کیا کہا، نکاح ہوگیا اگرچہ میں نے دیا میں نے قبول کیا نہ کہا۔ ۱۶۱

ایجاب و قبول کے لئے اتحادِ مجلس ضرور ہے، ایجاب قبولِ غائب پر موقوف نہیں رہ سکتا بلکہ باطل ہو جائے گا۔ ۱۶۲

توکیل کسی کو کسی تصرف جائز معلوم میں اپنا نائب بنانا ہے۔ ۱۶۳

محض اظہار رضا توکیل نہیں۔ ۱۶۳

کوئی کسی سے کہے کاش تو میرا نکاح فلاں سے کر دیتا اور وہ کر دے تو یہ نکاح فضولی ہوگا۔ ۱۶۴

اگر کوئی شخص کہے کہ جس عورت سے میں نکاح کروں اسے طلاق، پھر کسی شخص سے کہا کہ کاش تو فلاں عورت سے میرا نکاح کر دے۔ اس نے کر دیا تو حانث نہ ہوگا اور طلاق واقع نہ ہوگی کہ اس نے خود نکاح نہیں کیا۔ ۱۶۴

استفہام بنگام ارادۂ تحقیق مفید معنی امر ہوتا ہے۔ ۱۶۴

کسی سے کہے میرا نکاح کر دے یا عورت سے کہے تو میری بی بی ہو جا یا مجھ سے نکاح کر لے، تو یہ توکیل ہے یا ایجاب۔ ۱۶۵

وکیل بالنکاح لڑکی کے باپ سے کہے تو اپنی بیٹی فلاں کو دے دے اور وہ کہے میں نے ہبہ کی، نکاح نہ ہوگا جب تک وکیل "قبول کی میں نے" نہ کہے۔ ۱۶۶

ہر وہ عقد جس میں توکیل صحیح ہے اگر وہ فضولی کرے گا تو اجازت پر موقوف رہے گا، نافذ کر دے گا تو نافذ ہو جائے گا اور رد کر دے گا تو رد ہو جائے گا مگر شرا کہ یہ اجازت پر موقوف نہیں ہوتا۔ ۱۶۶

www.alahazratnetwork.org

عاقدین کے کلام سے جو مقدم ہو وُہ ایجاب ہے اور جو مؤخر ہو وُہ قبول۔ ۱۶۸

بے اذنِ آقا غلام نکاح کرلے اور مولیٰ خبر پاکر طلاق کا حکم دے تو یہ حکم طلاق اس نکاح موقوف کی اجازت ہوگا۔ ۱۶۸

فضولی اگر کفو سے نکاح کر دے اور عورت خبر پاکر خاموش ہو رہے تو یہ سکوت اجازت ہو سکے گا اور اظہارِ نفرت سے رَد ہو جائے گا۔ ۱۶۹

کفو یہ ہے کہ دین یا نسب یا پیشے یا چال چلن وغیرہ میں مرد عورت سے اتنا کم نہ ہو کہ اس سے نکاح اولیائے مخطوبہ کے لئے عار ہو۔ ۱۶۹

گھر میں عورت تنہا ہو مرد شاہدوں کے سامنے کہے کہ میں نے اس گھر میں جو عورت ہے اس سے نکاح کیا، عورت کہے کہ میں نے قبول کیا، نکاح ہو گیا اگرچہ شاہد عورت کو نہ دیکھیں۔ ۱۷۰

عورت پردے میں ہو محض اس سے مجلس نہیں بدلتی۔ ۱۷۰

اگر عورت مجلسِ نکاح میں نقاب ڈالے حاضر ہو تو شاہدوں کا اُسے پہچاننا ضرور نہیں۔ ۱۷۱

قبول فوراً ضرور نہیں اگر مجلس نہ بدلے۔ ۱۷۱

نابالغ عاقل کہ کفر کرے یا کفر پر مطلع ہو کر اسے پسند کرے تو کافر مرتد ہے۔ ۱۷۱

رضا بالکفر بھی کفر ہے۔ ۱۷۱

مشرک سے استعانت نہ چاہئے خصوصًا امورِ دینیہ میں۔ ۱۷۲

نابالغ یا کافر ایجاب قبول کرائے نکاح ہو جائیگا اور اگر وکیل ہو اور خود ایجاب یا قبول کرے جب بھی۔ ۱۷۲

وکیل کا مسلم و بالغ ہونا ضروری نہیں، غیر مسلم و نابالغ سمجھدار بھی وکیل ہو سکتا ہے۔ ۱۷۲

مرتد کی وکالت جائز ہے۔ ۱۷۲

اگر وقتِ توکیل وکیل مسلمان ہو پھر مرتد ہو جائے تو وکالت باطل نہ ہوگی جب تک دار الحرب میں نہ چلا جائے۔ ۱۷۲

مجنون اور ناسمجھ بچہ وکیل نہیں ہو سکتا۔ ۱۷۲

بلوغ و حریت صحتِ وکالت کے لئے شرط نہیں۔ ۱۷۲

مرتد یا نابالغ اگر بزعمِ ولایت اپنے بیٹے بیٹی یا بہن بھائی یا کسی نابالغ نابالغہ کا نکاح پڑھائے تو کسی صورت میں باطل محض ہوگا۔ ۱۷۳

مرتد سے نکاح پڑھوانے کا حکم۔ ۱۷۳

مرتد کسی کا ولی نہیں ہو سکتا اور نابالغ بھی صالحِ ولایت نہیں۔ ۱۷۳

فضولی اگر کوئی ایسا عقد کرے جس کے لئے کوئی اجازت دہندہ نہ ہو تو وہ عقد باطل محض ہے۔ ۱۷۳

باپ نے کہا مکان خرید دو تو نکاح کروں گا، شوہر نے کہا پہلے نکاح کر دو پھر خرید دوں گا۔ باپ نے نکاح و رخصت کر دی، عورت نے کوئی شرط نہ کی، مکان بھی مجہول رہا، یہ نکاح بے شرط ہوا یا معلق اور شوہر کا اقرار معلق بالشرط باطل ہے یا نہیں اور یہ نکاح بے خلل ہے یا کیسا۔ ۱۷۳

ایک ہزار روپیہ اور کچھ ہدیہ دینا مہر قرار پایا اور ہدیہ نہ دیا تو مہر مثل لازم ہوگا۔ ہدیہ اگرچہ مجہول تھا

مگر جب وجود میں آگیا تو جہالت جاتی رہی۔ ۱۷۴

شرط فاسد قبل العقد مبادلاتِ مالیہ میں بھی ملتحق بالعقد نہیں ہوتی۔ ۱۷۵

شرط فاسد جو عقد سے پہلے ہو اس سے کوئی عقد فاسد نہیں ہوتا۔ ۱۷۵

شروط فاسدہ سے نکاح نہیں فاسد ہوتا خود وہی باطل ہوتی ہیں۔ ۱۷۵

عقود تین قسم کے ہیں۔ ۱۷۵

بیع و اجارہ و قسمت وغیرہ شروطِ فاسدہ سے فاسد ہوتے ہیں۔ ۱۷۵

ایفائے وعدہ محبوب ہے اور پورا نہ کرنا ناپسندیدہ اور مکروہ ہے۔ ۱۷۶

اقرار تعلیق بالشرط کی صلاحیت نہیں رکھتا

اصطلاحِ فقہ میں کسی حق ثابت کی خبر دینے کو اقرار کہتے ہیں۔ ۱۷۷

وعدے کی تعلیق بالشرط جائز ہے۔ ۱۷۷

ایفائے وعدہ پر جبر نہیں یعنی قاضی مجبور نہیں کر سکتا، وہ وعدہ جو معلق ہو اس کی وفا دیانۃً لازم ہے، مگر ایک قول میں کفالت اور بیع الوفا میں قاضی وفا پر جبر کر سکتا ہے۔ ۱۷۷

کسی نے اپنا مکان کرایہ پر دے دیا تھا پھر اسی مکان کو کسی اور کے ہاتھ بیچ دیا اب مشتری کرایہ وصول کرتا ہے مگر بائع سے وعدہ کر لیا ہے کہ جب تو ثمن مجھے واپس کرے گا تو مکان واپس کر دوں گا اور کرایہ کے روپے ثمن سے مجرا دوں گا، مشتری کے پاس بائع ثمن کے روپے لایا اور کرایہ کے روپے اس میں سے مجرا کرنے کو کہتا ہے، اگر مشتری حسب وعدہ ایسا کرے تو بہتر ہے ورنہ اس پر جبر نہیں کیا جا سکتا۔ ۱۷۸

کسی وظیفہ مقررہ سے کچھ رقم لے کر دوسرے کے حق میں فارغ ہو جائے اور دوسرا اس سے وعدہ کرے کہ اگر میرا یہ روپیہ تو واپس کر دے گا تو میں تیرا یہ وظیفہ مقررہ لوٹا دوں گا، اس سے اس پر لوٹانا واجب نہ ہوگا۔ ۱۷۸

نابالغ کا اقرار و انکار کچھ نہیں اجازت اس کے ولی کی درکار۔ ۱۸۰

بالغہ اگر آواز سے اجازت لیتے وقت رو دے تو یہ ۱۸۰

نکاح کے لئے کن باتوں کی حاجت ہے۔ ۱۸۰

نکاح کے لئے قاضی کی حاجت نہیں۔ ۱۸۱

ولیِ صغیر کہے (فلاں) نے اپنی لڑکی میرے فلاں لڑکے کے نکاح میں دے دی ہے اور ولیِ صغیرہ کہے ہاں میں نے دے دی ہے، اس سے نکاح ہو گا یا نہیں۔ ۱۸۱

درمختار کی عبارت کذا انا متزوجك وجئتك خاطبا الخ اس سے منگنی نکاح ہو سکتی ہے یا نہیں اگر نہیں تو اس کا کیا مطلب۔ ۱۸۱

ہماری زبان میں صیغہ ماضی مقرون بہ لفظ خاص امر واقع شدہ سے خبر دینے کے لئے ہے، نہ امر غیر واقع کے انشاء و ایجاد کے لئے۔ ۱۸۲

www.alahazratnetwork.org

وقوعِ نکاح سے خبر دینا انشاءِ عقد سے بالکل مبائن و غیر مؤثر ہے۔ ۱۸۲

نکاح اثبات اور اقرار اظہار ہے۔ ۱۸۲

اظہار اقرار کے مغائر ہے۔ ۱۸۲

نکاح و تزویج یہ دو لفظ عقد نکاح میں صریح ہیں۔ اعطاو ہبہ و صدقہ وغیرہ کنایہ۔ ۱۸۳

ان الفاظ سے بھی نکاح ہو جاتا ہے جبکہ گواہ نکاح ہونا سمجھیں اور قرینہ سے یہ معلوم ہو کہ ان سے نکاح مراد ہے۔ ۱۸۳

باپ سے کہا تو نے اپنی لڑکی مجھے دی، اس نے کہا دی، اگر یہ منگنی کے لئے گفتگو ہو تو منگنی ہوئی اور نکاح کے لئے تو نکاح۔ ۱۸۳

نکاح عقد ہے اور منگنی وعدہ ہے۔ ۱۸۳

عقد و وعد میں تباین ہے۔ ۱۸۴

منگنی کو نکاح ٹھہرانا بداہۃً باطل اور اجماعاً غلط ہے۔ ۱۸۴

ھل اعطیتنیھا مجلس عقد میں مفید عقد اور جلسۂ وعد میں طلب وعد ہے۔ ۱۸۶

الفاظِ محتملہ میں مدار قرینہ پر ہے۔ ۱۸۶

نکاح خواں اور شہود کا بینا ہونا ضرور نہیں۔ ۱۸۸

عقد کرنے والا دیندار متقی مسائلِ نکاح سے واقف ہونا چاہئے۔ ۱۸۸

فاسق بددیانت قابلِ اعتماد نہیں جب وہ خود حرام و حلال کی پروا نہیں کرتا تو اوروں کے لئے احتیاط کی کیا امید۔ ۱۸۸

نکاح باعلان ہونا اور ایجاب و قبول سے پہلے خطبہ اور مسجد میں نکاح ہونا اور جمعہ کے دن ہونا اور نکاح خواں عالم باعمل ہونا مستحب ہے۔ ۱۸۸

اس زمانۂ جہل و فساد میں اگر اہلِ علم حاضرِ جلسہ نہ ہوں تو نکاح میں سخت خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہے۔ ۱۸۹

نکاح خواں کلماتِ ایجاب دولہا کے کان میں کہے کہ کوئی نہ سنے تو نکاح نہ ہوگا۔ ۱۹۰

نکاح دو آزاد و مکلف مردوں یا ایک آزاد و مکلف مرد اور دو آزاد مکلف عورتوں کا بطور گواہ موجود ہونا شرط ہے جو ایجاب و قبول کو بیک وقت سنیں۔ ۱۹۰

جاہل کی نکاح خوانی قطعاً خلافِ اولیٰ ہے۔ ۱۹۰

جاہل کی امامت خلافِ اولیٰ ہے۔ ۱۹۰

جاہل کی مضاربت خلافِ اولیٰ ہے۔ ۱۹۰

بعد نکاح اگر شہود انکار کر جائیں تو نکاح دوبارہ کرنا لازم ہوگا یا نہیں۔ ۱۹۰

شہود ابتدائے نکاح میں شرط ہیں یعنی بے ان کے منعقد نہ ہوگا، بقا میں شرط نہیں یعنی شاہدوں کا بقاءِ نکاح کے لئے باقی رہنا ضروری نہیں۔ ۱۹۱

اس شرط پر نکاح کا حکم کہ ایک ماہ بعد طلاق دے دوں گا۔ ۱۹۲

ایک برس یا ایک ماہ یا سو برس تک کے لئے نکاح کیا تو نکاح نہ ہوگا، یہ متعہ کی صورت ہے۔ ۱۹۲

نکاحِ متعہ و موقت اگرچہ مدت مجہولہ یا طویلہ ہو باطل ہے۔ ۱۹۲

ایسی عورت سے نکاح و مہر کا حکم جس کے صرف مخرج
بول ہو اور کوئی علامت مردی و زنی کی نہ ہو صرف
پستان ظاہر ہوں۔ ۱۹۲
فساد خلوت عدم تاکد مہر کا باعث ہے۔ ۱۹۳
امر حسی کا عائق ہونا ہرگز منافی جواز نکاح نہیں۔ ۱۹۳
خیار عیب کو نکاح میں کچھ دخل نہیں۔ ۱۹۳
پستان ظاہر ہونے سے خنثیٰ مشکل کا عورت ہونا معلوم
ہوتا اور اشکال دفع ہو جاتا ہے۔ ۱۹۳
کوئی طوائف اپنے آشنا کے ساتھ گھر میں رہے
اور غیروں سے پردہ کرے تو کیا وہ ہم خانہ رہنے
سے زوجہ متصور ہوگی۔ ۱۹۴
مسلمان حر عاقل بالغ عفیف پر زنا کی تہمت
لگانے والا اگر چار گواہ عادل پیش نہ کرے تو اسے
اسّی کوڑے لگائے جائیں گے اور ہمیشہ کے لئے
وہ مردود الشہادۃ ہوگا۔ ۱۹۵
اگر تین گواہ معائنہ زنا کی گواہی دیں اور چوتھا
نہ ہو تو ان گواہوں پر حد قذف لازم آتی ہے۔ ۱۹۵
عنین (نامرد) کا نکاح درست ہے یا نہیں۔ ۱۹۵
عنین میں تحکیم یعنی پنچ بنالینا جائز ہے کہ وہ حد نہیں
جس کا نفاذ بغیر حاکم کے نہ ہو سکے اور نہ قود ہے
نہ دیت جن کے لئے حاکم کی حاجت ہوتی ہے
اور پنچ کو حسب شرائط بطلب زوجہ تفریق کر دینا
جائز ہے۔ ۱۹۶
عنین اور اس کی زوجہ میں تفریق کی صورت۔ ۱۹۶
ایک کے نرخ پر دوسرے کا نرخ کرنا ممنوع ہے۔ ۱۹۷

عمرو نے کہا میں نے اپنی لڑکی آپ کو دی، زید نے کہا
بہتر ہم کو منظور ہے آپ نے میرے خطبہ کو منظور کیا
اور زبان دی تو میری تسکین ہو گئی اس سے نکاح ہوا
یا نہیں۔ ۱۹۷
کسی کی منگیتر کو پیغام نکاح دینا مکروہ اور ارتکاب
شناعت ہے۔ ۱۹۷
مخطوب منہ کا اپنے اقرار سے پھرنا اور خاطب اول
کو زبان دے کر دوسرے سے قصد تزویج مذموم و
بیجا و قابل مواخذہ ہے۔ ۱۹۷
اگر کسی عذر شرعی سے منگنی کر کے دوسرے سے
نکاح کر دے تو قباحت نہیں۔ ۱۹۷
ذمہ پدر لازم کہ وہ کرے جو اولاد کے حق میں بہتر ہو۔ ۱۹۹
آدمی تبدیل رائے سے محفوظ نہ کسی وقت بعض
مصالح پر اطلاع پانے سے مامون۔ ۱۹۹
جس نے کسی بات پر قسم کھائی پھر اس کے غیر کو
اس سے بہتر جانا تو اسے چاہیے کہ جس کو بہتر دیکھ
رہا ہے وہی کام کرے اور قسم کا کفارہ دے دے۔ ۱۹۹
جو شخص دو مصیبتوں میں مبتلا ہوا سے ان میں سے
اخف و اہون کو اپنانا چاہیے۔ ۲۰۰
والد ہندہ کو زید کفو سے نکاح منظور نہ تھا زید نے
بغیبت والد ہندہ بر سکوت و گریہ برضائے مادر و
ثانی نکاح ظاہر کیا، ہندہ نے صاف کہہ دیا کہ مجھے
بے رضائے والد یہ نکاح پہلے منظور تھا نہ اب
ہے تو کیا حکم ہے۔ ۲۰۰
ہندہ اور اس کے والد کو مجبور کرنے کیلئے جواز نکاح

کے لئے اقرار ہندہ کی شہادت گزارنا اور کچہری سے رخصت کرالینا اس خیال سے کہ گھر لے جاکر نکاح کرلیں گے کیسا ہے اور گھر لے جاکر جو نکاح بالجبر ہوگا کیسا ہوگا۔ ٢٠٠

شبہہ رضاعت جہاں ہو کہ پہلے عورت کہے کہ میں نے اسے دُودھ پلایا ہے اب کہے کہ نہیں پلایا ہے تو اس صورت میں فتوٰی کیا ہوگا اور تقوٰی کا کیا حکم ہوگا۔ ٢٠٠

جھوٹی گواہی اکبر کبائر اور بت پُوجنے کے برابر ہے۔ ٢٠١

جھوٹی گواہی دینے والا وہاں سے ہٹنے سے قبل مستحق نار ہوجاتا ہے۔ ٢٠٢

ظالموں پر اللہ تعالٰے کی لعنت ہے۔ ٢٠٢

دفتر تین ہیں ایک میں سے اللہ تعالٰے کچھ نہ بخشے گا، دوسرے کی اسے پروا نہیں، اور تیسرے میں سے کچھ نہ چھوڑے گا۔ ٢٠٢

اللہ تعالٰے کفر کو نہیں بخشے گا۔ ٢٠٢

بندوں کا آپس میں ایک دوسرے پر جو ظلم ہے اس کا بدلہ ضرور ہوتا ہے۔ ٢٠٢

نکاح بجبر و اکراہ بھی ہوجاتا ہے مگر ایسا کرنا ظلم ہے۔ ٢٠٢

جو عقد قابل فسخ ہیں جیسے بیع و اجارہ اگر یہ جبر و اکراہ سے ہوں تو فسخ کردیا جائیگا۔ ٢٠٣

ناقابلِ فسخ عقود جیسے طلاق، عتاق، نکاح، تدبیر اور استیلاء وغیرہ اگر اکراہ سے ہوں تو لازم ہیں۔ ٢٠٣

مسلمان کی لاٹھی بھی اس کی مرضی کے بغیر لینی جائز نہیں۔ ٢٠٣

مسلمان کو ایذا پہنچانا اللہ اور رسول جل وعلا و صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ایذا دینا ہے۔ ٢٠٤

ظلم و گناہ پر اعانت کرنا ظالم کی مثل ظلم و حرام اور استحقاق عذاب میں مبتلا ہونا ہے۔ ٢٠٤

جو کسی ظالم کے ساتھ اس کی مدد کرنے کے لئے چلا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے نکل گیا۔ ٢٠٤

ہمارے مذہب میں ایک عورت کا بیان ثبوتِ رضاعت کے لئے کافی نہیں، اس سے احتیاطاً بچنا مستحب ہے۔ ٢٠٤

مکروہ تنزیہی کا ارتکاب معصیت نہیں۔ ٢٠٤

جان کا رکھنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ ٢٠٥

شریعت و عقل سلیم کا یہ تقاضا نہیں کہ ہلکی شئ کو بچانے کے لئے ثقیل عظیم کا ارتکاب کیا جائے۔ ٢٠٥

علماء فرماتے ہیں ہمارا زمانہ اجتناب شبہات کا زمانہ نہیں۔ ٢٠٥

جو اپنے جان و مال، دین و مذہب اور اہل و عیال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے۔ ٢٠٥

زید و ہندہ اگر گواہوں کے سامنے باہم ایجاب و قبول ایسا کریں کہ گواہوں کو مطلق سماعت و علم نکاح نہ ہوا اور زید نکاح سے منکر ہوجائے اور حاکم شرع کے روبرو شاہد بھی اپنی لاعلمی ظاہر کریں تو یہ نکاح منعقد ہُوا یا نہیں اور حاکم شرع مہر دلائے گا یا نہیں۔ ٢٠٦

شبہہ نکاح سے حد ساقط اور عقد ثابت ہوجاتا ہے۔ ٢٠٧

اگر وہ دونوں مرتد وہابی تھے مگر مجلس عقد میں اور لوگ بھی ہیں جو گواہ ہو سکتے ہیں تو نکاح صحیح ہو جائے گا۔ ۲۱۸
مرتد کی گواہی معتبر نہیں۔ ۲۱۹
عورت مرد اگر باہم ایجاب و قبول کرلیں اور کسی کو اطلاع نہ ہو تو یہ نکاح درست ہوگا یا نہیں۔ ۲۱۹
اگر کوئی عورت غیر مقلد موجب شرع نکاح پڑھائے تو نکاح ہوگا یا نہیں۔ ۲۱۹
غیر مقلد اور ہندو مشرک سے نکاح پڑھوانے میں فرق۔ ۲۱۹
غیر مقلدوں پر صدہا وجہ سے بحکم احادیث صحیحہ و تصریحات فقہیہ حکم کفر لازم ہے۔ ۲۱۹
غیر مقلدین میں بہت سے کھلم کھلا ضروریات دین کے منکر اور قطعاً اجماعاً کافر ہیں۔ ۲۱۹
وہابیہ کی گمراہیوں پر مطلع ہوتے ہوئے اگر کسی نے ان کو معظم و متبرک سمجھ کر نکاح خوانی کے لیے بلایا ہے تو بعد توبہ و تجدید اسلام تجدید نکاح لازم ہے۔ ۲۲۰
دو لڑکیاں توام کمر سے سرین تک جڑی ہوئی ہیں مبرز ایک ہے، باقی اعضاء الگ ہیں ان کا نکاح کس طرح ہو سکتا ہے۔ ۲۲۰
جو نکاح کی طرف راہ نہ پائیں وہ بچے رہیں یہاں تک کہ اللہ تعالٰی انھیں اپنے فضل سے بے پروا کردے۔ ۲۲۰
نکاح پریشان نظری و بدکاری سے رکنے کا سبب ہے۔ ۲۲۱
روزے شہوت نفسانی کو توڑنے والے ہیں۔ ۲۲۱
جسے نکاح کی طاقت ہو وہ نکاح کرے اور جو نہ کر سکتا ہو وہ روزہ رکھے۔ ۲۲۱
عرض تسعین میں روزہ سے متعلق کیا حکم ہے۔ ۲۲۱
اسی درجہ عرض سے آگے لوگوں کا گزر کیوں نہیں ہو سکتا۔ ۲۲۱
ستر درجہ کے آگے آبادی کا پتا نہیں۔ ۲۲۱
قطب شمالی اور قطب جنوبی میں روز و شب کی مقدار اور سب کی وجہ۔ ۲۲۱
نہار نجومی و عرفی و شرعی کا فرق۔ ۲۲۱
قطبین شمالی و جنوبی میں قمر و کواکب کا طلوع کب کب کس کس طرح ہوتا ہے اور کیسے کیسے غروب اور کب تک طالع رہیں گے اور کب تک غارب۔ ۲۲۱
جو روزے کی طاقت نہ رکھے وہ ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا دے۔ ۲۲۱
جو نہ روزہ رکھ سکے نہ فدیہ دینے پر قادر ہو وہ کیا کرے۔ ۲۲۲
خطبہ نکاح کھڑے ہو کر پڑھا جائے یا بیٹھ کر، کس طرح مسنون ہے ۲۲۲
خطبہ میں مطلقاً قیام افضل ہے۔ ۲۲۲
جو خطبہ سواری پر ہوتا ہے جیسے خطبہ عرفہ وہاں قیام مرکب قائم مقام قیام راکب ہے۔ ۲۲۲
خطبات نافلہ بیٹھ کر بھی ثابت ہیں۔ ۲۲۲
خطبات نکاح بیٹھ کر پڑھنے میں مضائقہ نہیں۔ ۲۲۲
اگر زن و مرد کسی غیر زبان کے الفاظ ایجاب و قبول

www.alahazratnetwork.org

بے معنے الفاظ جانے کہیں اور گواہ بھی اُن الفاظ کے معنی نہ جانیں تو نکاح منعقد ہوگا یا نہیں۔ ۲۲۲
فتاویٰ قاضی خاں وظہیریہ و درمختار و ردالمحتار پر شبہہ اور اُس کا جواب۔ ۲۲۳
مفہوم لفظ، لغوی، شرعی، عرفی، حقیقی اور مجازی کی طرف منقسم ہوتا ہے جبکہ حکم لفظ، غرض، غایت مقصود اور ثمرہ وغیرہ سے موسوم ہوتا ہے اور ان دونوں پر لفظ کے معنی، مضمون حتی کہ موضوع لہ کا بھی اطلاق آتا ہے اگرچہ اول کے بعض اقسام میں وضع نوعی ہے۔ ۲۲۵
ہزل، جد کی ضد ہے۔ ۲۲۶
ہزل لعب ہے یعنی شئے سے اس کے غیر موضوع لہ کا ارادہ کرنا۔ ۲۲۶
جدیہ ہے کہ شئے سے اس کے موضوع لہ کا ارادہ کیا جائے۔ ۲۲۶
ہزل اور مجاز میں فرق۔ ۲۲۶
عورت نے کہا زوجت نفسی منک بالف، اور مرد نے کہا قبلت۔ اور دونوں زبان عربی سے محض ناآشنا تھے مگر اتنا اجمالاً معلوم تھا کہ یہ الفاظ عقدِ نکاح کے لئے کہے جاتے ہیں تو باتفاقِ علماء نکاح ہوگیا۔ ۲۲۶
اگر ناآشنایانِ عربی نے بعت، اشتریت بقصد بیع وشرا کہا اور جانتے تھے کہ یہ الفاظ عقدِ بیع کے ہیں تو ضرور بیع ہو جائے گی۔ ۲۲۷
بعد علم حکم بقصدِ حکم الفاظ کا تکلم اور دلیل مراضاۃ ہے۔ ۲۲۷
نفیس وخسیس میں بیع بالتعاطی منعقد ہوجاتی ہے۔ ۲۲۷
فقہاء مظنۂ غالبہ شئ کو قائم مقام شئ کرتے ہیں۔ ۲۲۷
غالب یہی ہے کہ آدمی الفاظ زبان غیر مفہوم کے مقاصد پر بھی مطلع نہیں ہوتا۔ ۲۲۷
دارالاسلام میں جہل عوارض مکتسبہ میں سے ہے۔ ۲۲۸
نشہ میں طلاق ہوجاتی ہے۔ ۲۲۸
کوئی شخص دارالحرب میں مسلمان ہوا ابھی دارالاسلام کی طرف ہجرت نہیں کی تو اس پر شرائع اسلامیہ کا لزوم نہیں کہ اس کے لئے جہل عذر ہے۔ ۲۲۸
آبادی میں پانی تلاش کئے بغیر تیمم کرکے نماز پڑھ لی، اگر وہاں پانی تھا تو نماز نہ ہوگی۔ ۲۲۸
غیر مدخولہ ایک طلاق سے مطلقاً نکاح سے باہر ہوجاتی ہے اور بغیر عدت جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے اور اس جگہ مسئلہ سے ناواقف ہونا عذر نہیں۔ ۲۲۹
فارسی یا عربی نہ جاننے والے کو کسی نے الفاظ طلاق فارسی یا عربی میں سکھا دئے اور معنی نہ بتائے۔ اس نے یہ الفاظ لاعلمی سے عورت کے لئے کہے تو عنداللہ طلاق نہ ہوگی۔ ۲۲۹
جہل باللسان تقصیر نہیں۔ ۲۲۹
مذاق اور دل لگی میں طلاق دینے سے قضاءً اور دیانۃً ہر طرح طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ ۲۳۰
اگر عورت کو مرد نے ایسے الفاظ سکھائے اور کہلوائے جس سے مہر ونفقۂ عدت کے بدلے خلع ہوجائے کہ عورت مہر ونفقۂ عدت کی بھی مستحق

نہ رہے اور عورت یُوں خلع کرے تو خلع صحیح نہ ہوگا۔ ۲۳۱

گواہانِ نکاح پر یہ لازم نہیں کہ وہ ان ہی الفاظ کا اعادہ کریں جو متعاقدین سے انھوں نے سُنے ہوں یا یہ کہ ان کے مترادف الفاظ کریں یا ان الفاظ کا ترجمہ بیان کریں بلکہ ان کا یہ بیان کافی ہے کہ فلاں نے فلاں سے نکاح کیا۔ ۲۳۳

زنِ فاحشہ سے نکاح جائز ہے اگرچہ تائب نہ ہُوئی ہو۔ ۲۳۵

عورت افعالِ خبیثہ کا ارتکاب کرے اور شوہر بقدرِ قدرت انسداد نہ کرے تو دیوث ہے۔ ۲۳۵

آیت کریمہ الزانیۃ لا ینکحھا الا زانٍ او مشرک منسوخ الحکم ہے یا نکاح سے مراد یہاں جماع ہے۔ ۲۳۵

وقتِ نکاح لڑکی کے ولی کی بات قبول کی جائیگی یا لڑکی کی۔ ۲۳۵

نکاح میں ضروری الفاظ اور لازمی کیا کیا ہیں۔ ۲۳۵

اولیاءِ نکاح کی شرعی ترتیب۔ ۲۳۶

نکاح کا خطبہ سنت اور کلمے پڑھانا ایک اچھی بات ہے۔ ۲۳۶

متعہ حرام ہونے کا قرآن عظیم سے ثبوت۔ ۲۳۶

رنڈی سے نکاح کا کیا حکم ہے۔ ۲۳۷

وہ جائز بات جس سے فتنہ ونفرت پیدا ہو اور آپس میں پھوٹ پڑے ناجائز ہوجاتی ہے۔ ۲۳۷

بیوہ کے نکاحِ ثانی کے متعلق سوال وجواب۔ ۲۳۷

عورت گونگی ہے اور اس کے شوہر کا حال معلوم نہیں کہ زندہ ہے یا مرگیا اس سے نکاح کا کیا حکم ہے۔ ۲۳۸

جس نے متعہ کرلیا ہو وہ حنفی رہا یا نہیں۔ ۲۳۹

فاسق معلن کی امامت ممنوع اس کے پیچھے نماز گناہ اور پھیرنی واجب ہے۔ ۲۳۹

فاسق کو امام بنانے والے گنہگار ہیں۔ ۲۴۰

تبدیلِ مذہب پر سُوءِ خاتمہ کا اندیشہ ہے۔ ۲۴۰

روافض سے نکاح باطل ہے۔ ۲۴۱

ارتکابِ حرام سے نہ کافر ہوتا ہے نہ حنفیت سے خارج۔ ۲۴۱

جمعہ کی نماز سے پہلے نکاح جائز ہوتا ہے یا نہیں۔ ۲۴۱

اپنی کنیزِ شرعی سے نکاح باطل ہے۔ ۲۴۲

فراش وغیرہ میں کیا فرق ہے۔ ۲۴۲

دوسرے کی کنیز سے اس کی اجازت سے نکاح جائز ہے۔ ۲۴۲

شرعاً نسب باپ سے ہے وہ شریف ہے تو بیٹا بھی شریف۔ ۲۴۲

کنیز سے جو اولاد ہو صحیح النسب اور ترکہ کی مستحق ہے۔ ۲۴۲

کچھ لے کر نکاح کردینا حرام اور وہ روپیہ رشوت ہے۔ ۲۴۳

حیات النساء عرف رضیہ کی بجائے گواہوں نے نکاح خواں سے سعادت النساء عرف رضیہ کہا تو نکاح منعقد ہوا یا نہیں۔ ۲۴۳

وکیل بالنکاح مجاز توکیل نہیں۔ ۲۴۳

ایک شخص کی دو لڑکیاں ہیں بڑی عائشہ اور چھوٹی فاطمہ، بڑی کے نکاح میں وقتِ عقد بجائے عائشہ فاطمہ کہا

تو فاطمہ سے عقد ہو جائے گا اور اگر یہ کہا کہ میں اپنی بڑی لڑکی فاطمہ کا نکاح کرتا ہوں تو کسی سے نہ ہوگا کہ اس کی بڑی لڑکی فاطمہ نہیں اور نیت و معرفت شہود یہاں کچھ نافع نہیں۔ ۲۴۳

اہلسنت و روافض میں باہم نکاح منعقد ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ۲۴۳

اور اگر کچھ روز بعد لڑکی رافضیہ ہو جائے تو نکاح رہے گا یا نہیں۔

مرد کا ارتداد بالاجماع فسخ نکاح فی الحال ہے۔ ۲۴۴

عورت کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ نہیں ہوتا مگر مرد کو اس سے قربت ہوگی جب تک اسلام نہ لائے۔ ۲۴۵

عورت نکاح کے تین سال بعد کہتی ہے کہ میں اپنی والدہ کے سبب مجبور تھی اب کے بعد خود مختار ہوں، شوہر نے دھوکا دیا کہ اس کے بیوی بچے نہیں ہیں، نکاح میری لاعلمی میں ہوا، کیا اس صورت میں اُسے فسخ نکاح کا دعوی پہنچتا ہے۔ ۲۴۵

مجبوری مانع جواز نکاح نہیں ہوتی۔ ۲۴۵

باپ نے بالغہ کا نکاح بے اُس سے اجازت لئے کر دیا اور رخصت بھی ہو گئی اب کیا حکم ہے۔ ۲۴۶

عورت کے چند نام ہیں، ایک وقت عقد لیا گیا تو نکاح ہوا یا نہیں۔ ۲۴۶

ایک گواہ سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ ۲۴۷

زید نے اپنی بھاوج سے بجبر اذن نکاح لینا چاہا وہ انکار کرتی رہی پھر رونا شروع کیا، رونے کو اذن ٹھہرا کر نکاح کر لیا، نکاح ہوا یا نہیں۔ ۲۴۷

وکیل کس طرف کا ہونا چاہیے اور شاہد کس طرف کے۔ ۲۴۷

دینار شرعی ساڑھے چار ماشے سونے کا تھا۔ ۲۴۸

سلاطین کے دینار کوئی معین نہیں مختلف تھے۔ ۲۴۸

مہر کا اقل درجہ دس درہم چاندی ہے اور اکثر کے لئے کوئی حد نہیں۔ ۲۴۸

مہر حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا چار سو مثقال چاندی تھا۔ ۲۴۸

مہر اکثر ازواج مطہرات پانچ سو درہم تھا۔ ۲۴۹

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے مہر میں دو روایتیں ہیں۔ ۲۴۸

ہندہ بازاری عورت ہے، زید نے بلا علم و اطلاع ہندہ قاضی کے یہاں مہر میں اپنا ہندہ سے نکاح درج کرا دیا پھر جب مادر ہندہ کو اطلاع ہوئی اس نے ہندہ سے اپنا زیور کپڑا مانگا کہ تیرا نکاح ہو گیا ہے، ہندہ نے کہا تم کہتی ہو کہ نکاح ہو گیا ہے تو جو کچھ ہونا تھا ہو گیا، ہندہ زید کے یہاں سے فرار ہو گئی، زید نے طلب زوجہ کا دعوی دائر کیا قاضی نے اس کا دعوی ڈگری کیا تو یہ نکاح درست ہو گیا یا نہیں۔ ۲۴۸

ہندہ بنت زید کو ہندہ بنت بکر کہا گیا نکاح ہوا یا نہیں۔ ۲۴۹

منگنی کے بعد دوسرے سے نکاح کا حکم۔ ۲۵۰

باپ نے کہا میں نے اپنی فلاں لڑکی کا ناتہ تمہارے

فلاں بالغ سے کردیا والد پسر نے قبول کیا تو نکاح ہوا یا نہیں۔ ۲۵۲
ایک سید نے ایک چماری کو مسلمان کر کے نکاح کر لیا تو وہ گنہگار ہوا یا نہیں اور اس سے ترکِ موالات اور برادری سے نکالنا کیسا ہے۔ ۲۵۳
بالغ مرد کے لئے کفارت شرط نہیں۔ ۲۵۳
باپ نے برادر کو خط لکھا کہ میری دختر نابالغہ کا ناطہ یا نکاح جہاں تمہاری مرضی ہو کر دو، اس نے اس کا نکاح کردیا اور نابالغ کی جانب سے اُس کے ماموں نے قبول کیا اور گواہ کہتے ہیں کہ وہ خط ہم نے خود سُنا ہے اب باپ منکر ہے تو کیا حکم ہے۔ ۲۵۳
ایجاب وقبول نابالغین سے کرایا جائے تو نکاح ہوگیا یا نہیں۔ ۲۵۵
دونوں طرف سے قبولیت ہو تو نکاح کا کیا حکم ہے ۲۵۵
نکاح مسنون کا کیا طریقہ ہے۔ ۲۵۵
اگر ولی خطبہ مسنونہ پڑھے یا ایجاب وقبول پر قادر ہو تو غیر سے ایجاب وقبول کرانا کیسا ہے۔ ۲۵۵
نکاح خواں کو اُجرت لینا دینا کیسا ہے۔ ۲۵۵
اگر اُجرت اپنے صرف میں نہ لائے کارِ خیر میں صرف کرے تو کیا حکم ہے۔ ۲۵۵
نوشہ کے سر پر پگڑی رکھنے کے لئے اُس کے چچا یا بہنوئی آتے ہیں دُوسرا نہیں رکھ سکتا اور وُہ بے روپیہ لئے نہیں رکھتے روپیہ کم ہوتا ہے تو اصرار کرتے ہیں یہ لینا دینا شرعاً کیسا ہے اور اسے ضروری حق جاننا اور اصرار کرنا کیسا ہے۔ ۲۵۵
ولیمہ کی تعریف کیا ہے اور اُس کی مدت کے روز تک ہے ۲۵۵
اگر ولیمہ بخیال سنت نہ کرے بلکہ برائے نام آوری تو کیا حکم ہے۔ ۲۵۶
زید پیشۂ وکالت کرتا ہے اور قاضی ہے تو کیا حکم ہے۔ ۲۵۶
منکوحہ کو غیر منکوحہ ٹھہرانا اور زوجین میں تفریق کرنا کبیرہ ہے۔ ۲۵۷
جو وہابیہ سے ملتا جلتا ہو اس کے یہاں شادی بیاہ کا کیا حکم ہے۔ ۲۵۷
ایک شخص نے ظاہر یہ کیا کہ لہرپور کا ہے اور پھر ثابت ہوا کہ وُہ ہرگام کا ہے اور نام میں اختلاف ہوا، لڑکی کہتی ہے کہ میرا نکاح عبدالرحمٰن بن کلو سے ہوا اور قاضی بھی یہی کہتا ہے مگر گواہ لعل محمد بن منول بتاتے ہیں اور وکیل لعل محمد بن کلو اس صورت میں نکاح کس سے ہوا۔ ۲۵۸
تن بخشی کوئی چیز معتبر ہے یا نکاح۔ ۲۵۸
ایک شخص نے دعائے خیر جلسۂ عام میں کہہ دی کہ میں نے اپنی لڑکی فلاں کو دی، اس سے نکاح ہوا یا نہیں۔ ۲۵۹
خطبہ پڑھا جانا یا ذکرِ مہر شرطِ نکاح نہیں۔ ۲۵۹
نکاح بالفاظِ صریحہ میں نیت شرط نہیں۔ ۲۵۹
جب تک ولی پیش از نکاح غیر کفو کو غیر کفو جان کر بصراحت اجازت نہ دے نکاح باطل محض ہے۔ ۲۶۰
نکاح کسی عمر میں ناجائز نہیں یہاں تک کہ اُسی دن کے بچے کا۔ ۲۶۱
پیٹ کے بچے کا نکاح نہیں ہو سکتا۔ ۲۶۱
جنین پر کسی کی ولایت نہیں۔ ۲۶۱

مناکحت جائز ہے یا نہیں۔ ۲۶۸
اگر عورت کو طلاق بائن ہو جائے مگر تین نہ ہوں تو حلالہ کی حاجت نہیں۔ ۲۶۹
زن و شوہر کی اگر ایک مکان تنہا میں یکجائی ہو چکی ہے تو کل مہر واجب الادا ہو گیا۔ ۲۶۹
عورت پر روزِ طلاق سے عدت لازم ہوتی ہے۔ ۲۶۹
ایک مکان میں زن و شوہر کی تنہائی نہیں ہوئی تھی کہ طلاق ہو گئی تو نصف مہر ساقط ہو گیا۔ ۲۶۹
غیر مدخولہ کو طلاق دی جائے تو اس پر عدت اصلاً نہیں۔ ۲۶۹
یہ کلمہ کہ "اگر ادھر کعبہ بھی ہو جائے تو سر نہ جھکاؤں گا" کلمۂ کفر ہے ایسا کہنے والے پر توبہ اور تجدید اسلام لازم ہے۔ ۲۶۹
زید نے بکر سے کہا کہ میں آپ کی دختر کو اپنے پسر کے واسطے مانگنے والا آیا ہوں اس نے قبول کیا اور زیورات اور کپڑے زید نے حاضر کئے تقسیم شیرینی کے بعد عورت خاطب کے یہاں آ گئی نکاح ہوا یا نہیں۔ ۲۶۹
سوتیلی ساس سے نکاح جائز ہے۔ ۲۷۰
ماں کی خالہ کی بیٹی سے نکاح جائز ہے۔ ۲۷۱
اپنے حقیقی ساڑھو کی لڑکی سے نکاح کیسا ہے۔ ۲۷۱
زید نے جمع بین الاختین کیا تو بیبیاں کیسی ہیں اور اولاد کیسی ہے، اور ترکہ پانے کی مستحق ہیں یا نہیں۔ ۲۷۱
حدیث لا تنکح المرأۃ علی عمتہا الخ کی آیہ کریمہ واحل لکم ما وراء ذلکم ناسخ ہے یا نہیں۔ ۲۷۲
حدیث لا تنکح المرأۃ علی عمتہا ولا علی خالتہا حدیث صحیح مشہور ہے اور وہ مخالفِ قرآن نہیں۔ ۲۷۲
حدیث لا تنکح المرأۃ علی عمتہا ولا علی خالتہا آیہ کریمہ وان تجمعوا بین الاختین کی تفسیر ہے کہ اختیت سے ہر علاقہ محرمیت مراد ہے۔ ۲۷۲
حدیث کلامی لا ینسخ کلام اللہ محض بے اصل ہے۔ ۲۷۳
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآن اور قرآن کی مثل اور عطا کیا گیا ہے۔ ۲۷۳
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حرام کیا ہوا ایسا ہی ہے جیسا اللہ تعالیٰ کا حرام کیا ہوا۔ ۲۷۳
مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جو کچھ تمھیں رسول عطا فرمائیں اس کو لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو۔ ۲۷۳
بحالت نابالغی لڑکی کی ماں نے جس لڑکے سے نسبت ہو چکی تھی اس کے باپ کو بلا کر لڑکی کو رخصت کر دیا اس نے اپنے مکان پر نکاح پڑھوا لیا اب بلوغ کے بعد ماں نے لڑکی کا دوسرا نکاح کر دیا جس سے عورت بھی راضی ہے، کون سا نکاح صحیح ہوا۔ ۲۷۴
جس نابالغ کا کوئی عصبہ ہو وہ اس کے نکاح کا ولی ہے اس کے ہوتے ہوئے ماں کو نکاح کرانے کا اختیار نہیں۔ ۲۷۴
لڑکی کتنے برس میں بالغ ہوتی ہے۔ ۲۷۴

بالغ اپنے نفس کا خود ولی ہے کسی ولی کا محتاج نہیں۔ ۲۷۵
بھائی کے ہوتے ہوئے نانی ولی نہیں ہو سکتی۔ ۲۷۵
نابالغ کسی کا ولی نہیں ہو سکتا۔ ۲۷۵
ایک جوان لڑکی جس کے دادا نے بحالتِ نابالغی ایک نابالغ سے نکاح کر دیا تھا جس کے بلوغ کو ابھی پانچ سال اور درکار ہیں اور لڑکے کے مکان پر ایک ایسا شخص ہے جس سے اپنی عصمت دری آبروریزی کا خوف ہے اس لئے وہاں جانے سے انکار رکھتی ہے اور تفریق کے بعد دوسرا نکاح چاہتی ہے، کیا حکم ہے۔ ۲۷۵
ہندہ کا عقد بارہ برس ہوئے ہوا تھا اُس نے اذن نہ دیا تھا ساکت رہی، پاس بیٹھنے والی عورت نے کہہ دیا کہ ہندہ نے اذن دے دیا ہندہ کہتی ہے کہ میرے دل میں اُس وقت نہ انکار تھا نہ اقرار، تو کیا حکم ہے۔ ۲۷۶
وکیل کے ساتھ شاہدوں کی کچھ حاجت نہیں۔ ۲۷۷
نوشہ کا وقتِ نکاح سہرا باندھنا نیز باجے گاجے سے جلوس کے ساتھ نکاح کو جانا شرعاً کیسا ہے۔ ۲۷۷
ولیمہ کا شرعی حکم کیا ہے اور اس کا تارک کیسا ہے۔ ۲۷۸
جہاں لوگ بعد نکاح ولیمہ نہیں کرتے بلکہ پہلے نکاح کے اوّل روز حسبِ رواج کھلا دیتے ہیں ان کا حکم شرعی کیا ہے۔ ۲۷۸
ولیمہ سننِ مستحبہ میں سے ہے اس کا تارک گنہگار نہیں۔ ۲۷۸
بکر نے سلیم کی ماں کا دُودھ پیا ہے تو سلیم سے بکر کی لڑکی کا نکاح کیسا ہے۔ ۲۷۸
اپنی لڑکی کا ہزار دو ہزار روپیہ لے کر کفو یا غیر کفو سے نکاح کر دیتے ہیں، یہ نکاح کیسا ہے اور وہ رقم کیسی۔ ۲۷۸
زید بکر کا رضاعی بھائی ہے، زید کے چھوٹے بھائی کا نکاح بکر کی چھوٹی بہن سے کیسا ہے۔ ۲۷۹
نابالغہ اگر سمجھدار ہو اور بطور خود نکاح کر لے اور ولی اسے جائز رکھے تو جائز ہوگا۔ ۲۷۹
شرع میں غیر کفو کسے کہتے ہیں۔ ۲۸۰
غیر کفو شرعی سے اگر بالغہ بطور خود نکاح کر لے تو نکاح نہیں ہوگا۔ ۲۸۰
عوام کے محاورہ میں غیر کفو کسے کہتے ہیں۔ ۲۸۰
نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ عورت کو برص ہے تو وہ مہر کی مستحق ہے یا نہیں اور شادی کا صرفہ اُس کے والدین سے لیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ ۲۸۰
شافعی حنفی مذہب پر صحیح طور پر نکاح پڑھائے تو کچھ حرج نہیں۔ ۲۸۱
غیر مقلد کو غیر مقلد جانتے ہوئے اُسے بزرگ جان کر نکاح پڑھوائے تو تجدید اسلام و تجدید نکاح لازم۔ ۲۸۱
ہندہ بالغہ نے بے رضامندی والدین بطور خود زید حنفی سے نکاح کیا ہم صحبت بھی ہوئے اب وہ نکاح سے منکر ہے اور کہتی ہے کہ میں غیر مقلد ہوں، اس نکاح کا کیا حکم ہے۔ ۲۸۱

غیر مقلد شافعی نہیں بلکہ اہلِ بدعت و ہوا و اہلِ نار ہیں۔ ۲۸۲

اس زمانے میں جو مذاہب اربعہ (حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی) سے خارج ہے وہ بدعتی و ناری ہے۔ ۲۸۲

اگر بالغہ شافعیہ بے اذنِ ولی کسی حنفی کفو سے نکاح کرے تو نکاح لازم ہوگا۔ ۲۸۲

مہر میں حیثیت کا لحاظ ضروری ہے یا نہیں، اور حیثیت سے زائد مہر پر جو نکاح ہو وہ نکاح ہوگا یا نہیں۔ ۲۸۲

مفلس سے کتنے ہی کثیر مہر پر نکاح ہو ہو جائیگا مگر یہ ضرور ہے کہ اسے دین جانیں اور ادا کی نیت ہو۔

صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا وہابیہ ملاعنہ پر شدید تازیانہ کہ اللہ تعالٰی اور اس کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر بھروسا ہے۔ ۲۸۳

سیف اللہ سے وہابیوں کی گردن اُڑ گئی قرآن مجید میں فرمایا کہ اللہ ورسول کے دینے پر راضی ہوں۔ ۲۸۳

فرقانِ حمید نے ارشاد کیا کہ اب ہمیں دیتے ہیں اللہ اور اس کا رسول اپنے فضل سے۔ ۲۸۳

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خطبہ مہر کثیر باندھنے پر انکار شدید فرمایا تو ایک خاتون نے آیتِ کریمہ وَ اٰتَیْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا تلاوت کی جس پر آپ نے فوراً اپنے انکار سے رجوع فرمالیا۔ ۲۸۳

یہ نا جائز ہے کہ مہر باندھے اور ادا کی نیت نہ ہو ۲۸۳

حدیث میں ہے کہ وہ حشر میں زانی و زانیہ اٹھائے جائیں گے۔ ۲۸۳

اگر پسرِ زید نے زوجۂ عمرو کی چھاتی جبکہ وہ چار پانچ ماہ کی حاملہ تھی اور حمل بھی پہلا تھا مُنہ میں لے لی اُس وقت دُودھ ہونا معلوم نہیں تو اس لڑکے کا عمرو کی لڑکی سے نکاح ہوگا یا نہیں۔ ۲۸۴

ثبوتِ رضاعت کے لئے ضروری ہے کہ جوفِ صبی میں دُودھ کا قطرہ مُنہ یا ناک کے راستے جانا معلوم ہو محض چھاتی دبانے سے رضاعت ثابت نہ ہوگی۔ ۲۸۴

دُودھ اُترنے کے لئے کوئی مدت مقرر نہیں قوتِ مزاج و کثرتِ خون سے کنواری کو دودھ اُتر سکتا ہے۔ ۲۸۴

ہندہ نابالغہ کا نکاح اُس کے سوتیلے باپ نے کیا اب ہندہ بالغہ ہے کہتی ہے میں اس نکاح کو فسخ کراؤں گی، کیا حکم ہے۔ ۲۸۵

نکاح قاضی سے نہ پڑھوانا دوسرے مسلمان سے پڑھوانا کیسا ہے۔ ۲۸۶

شوہر کے بھتیجے سے بعد وفاتِ شوہر و انقضاءِ عدت نکاح جائز ہے۔ ۲۸۷

اس ارادہ پر نکاح کرنا کہ میں اتنی مدت بعد طلاق دیدوں گا صحیح نہیں بلاوجہ بے سبب طلاق دینا منع ہے۔ ۲۸۷ ۲۸۷

نکاح جس کی اجازت پر موقوف ہو اس سے ناراضگی ظاہر کرتے ہی نکاح موقوف رَد ہو جائیگا۔ ۲۸۸

نکاح موقوف میں قبل اجازت وطی حرام ہے۔ ۲۸۸

www.alahazratnetwork.org

نابالغہ سے شادی اگرچہ اس کی رضا سے ہو اجازت نہیں ٹھہر سکتی۔ ۲۸۸

عورت سے بحالتِ حمل زنا، نکاح و قربت کا حکم۔ ۲۸۸

غیر مدخول بہا کو اگر ایک لفظ میں تین طلاقیں دے مغلظہ ہو جاتی ہے اور اگر متفرق لفظوں سے دے تو مغلظہ نہیں ہوتی۔ ۲۸۹

بیوہ کا نکاح عدت کے اندر ہوا ہو تو کیا حکم ہے۔ ۲۸۹

جیٹھ سے نکاح درست ہے یا نہیں۔ ۲۹۰

ایجاب اگر نامتعین کے لئے ہو تو نکاح نہ ہوگا اور متعین کے لئے ہو تو صحیح ہوگا۔ ۲۹۱

جلسۂ منگنی میں اگر وہ الفاظ جو ایجاب و قبول کے لئے متعین ہیں کہے تو نکاح ہوگا اور اگر الفاظ متردد ہیں تو نہیں۔ اعتبارِ جلسہ سے منگنی ہی ہوگی۔ ۲۹۱

منگنی کے بعد لڑکی کے والد نے انکار کیا لڑکی بالغہ ہے لڑکے کا والد لڑکی کو میکے سے فرار کر کے لے گیا اور اپنے یہاں نکاح کر لیا، کیا حکم ہے۔ ۲۹۱

کسی مسلمان کو ناحق ایذا دینا اللہ و رسول کو ایذا دینے کے مترادف ہے۔ ۲۹۲

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بغیر ولی کے نکاح باطل ہے۔ ۲۹۲

زید ہندہ سے نکاح پر رضامند نہ تھا بجبر ہُوں بجائے قبول کہا نکاح ہُوا یا نہیں۔ ۲۹۳

زید ہندہ سے نکاح کرنے سے پہلے اس کی پھوپھی سے زنا کرتا رہا پھر ہندہ سے نکاح ہُوا کیا حکم ہے اللہ تعالٰی اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا اور گناہوں سے درگزر کرتا ہے۔ ۲۹۳

کسی عورت سے زنا کرنا اس کی بھتیجی یا بھانجی کو حرام نہیں کرتا نہ ان کے نکاح میں کوئی خلل آتا ہے۔ ۲۹۳

پھوپھی اور بھتیجی دونوں کا ایک شخص کے نکاح میں ہونا حرام بلکہ بعد از طلاق ایک کی عدت میں بھی دوسری سے نکاح حرام ہے۔ ۲۹۴

صرف ایک مرد کے سامنے ایجاب و قبول کر لینے سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ ۲۹۴

سجاد کا نکاح عبدالغفار کی ہمشیر اور اُس کا سجاد کی ہمشیر سے ہوا زوجۂ ہمشیرہ عبدالغفار رخصت سے پہلے فرار ہو گئی اس لئے سجاد اپنی ہمشیرہ مولود ن کو رخصت نہیں کرتا کہتا ہے کہ بوجہ فقدان شرط نکاح بدلیں و شرط شکنی باطل ہو گیا کیا یہ صحیح ہے۔ ۲۹۵

نکاح شرطِ فاسد سے فاسد نہیں ہوتا۔ ۲۹۵

نکاح پڑھانے کے لئے دوسرے شخص کی ضرورت نہیں گواہوں کی موجودگی میں مرد و زن خود ہی ایجاب قبول کر سکتے ہیں۔ ۲۹۶

عورت اگر ولی نہ رکھتی ہو مختار ہے جس سے چاہے اپنا نکاح کرے، اور اگر ولی رکھتی ہو تو کفو سے کرنے میں مختار ہے۔ ۲۹۶

قاضی کوئی شرطِ نکاح نہیں آدمی جس سے چاہے نکاح پڑھوائے۔ ۲۹۶

قاضی نکاح کے شرعاً کچھ اختیارات نہیں، نہ وہ اُجرت کا مستحق جبکہ نکاح دوسرے نے پڑھایا ہو۔ ۲۹۷

نکاح خوانی کے قاضی "اسماء سمیتموھا ما انزل اللّٰہ بھا من سلطٰن" کے قبیلہ سے ہیں۔ ۲۹۷
چچا نے نابالغہ کا نکاح کیا اب وہ بعد بلوغ کہتی ہے کہ تیرے چال چلن خراب ہیں میں نکاح توڑ دوں گی کیا حکم ہے۔ ۲۹۷
بعض تو یوں کہتے ہیں کہ بعوض مہر اتنے روپے اتنے دینار سکہ رائج الوقت سوائے نان نفقہ کے اور کوئی بجائے سوا علاوہ اور کوئی بجائے ان کے مع اور کوئی بیچ نکاح تمہارے کے آئی اور دی میں نے کہتے ہیں اور بعض صرف آئی اور بعض صرف دی کہتے ہیں، کون سی عبارت استعمال ہو، اور سوا نان نفقہ کہنے سے شوہر کے ذمہ نان نفقہ ہوا یا نہیں، یونہی علاوہ کہنے میں اور مع کہنے سے نان نفقہ مہر میں شامل ہوگا یا نہیں۔ ۲۹۷
اگر اس شرط پر نکاح کیا جائے کہ مہر کچھ نہ ہوگا جب بھی مہر شرعًا لازم ہوگا اور مہر مثل دینا آئے گا۔ ۲۹۸
اگر اس شرط پر نکاح کیا جائے کہ نان و نفقہ کچھ واجب نہ ہوگا جب بھی اپنی صورتِ وجوب میں ضرور واجب ہوگا۔ ۲۹۸
قبل وجوب اسقاط مہمل ہے۔ ۲۹۸
نکاح و رخصت کے بعد اب خسر کہتا ہے کہ ایک اسٹامپ لکھو کہ میں لڑکی کو کبھی اپنے وطن نہ لیجاؤں گا ورنہ میں اب رخصت نہ کروں گا، کیا خسر ایسا کرسکتا ہے۔ ۲۹۹
عورتوں کو ضرر پہنچانے اور ان پر تنگی کرنے کی قرآن عظیم سے ممانعت۔ ۲۹۹
رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اسلام میں نہ ضرر ہے نہ ضرر رسانی۔ ۳۰۰
ایک عورت نے ایک شخص سے کہا کہ زمانۂ عدت میں مجھ سے نکاح کرلو ورنہ میں حرام کراؤں گی، اس نے بہت سمجھایا نہ مانی مجبورًا نکاح کرلیا، کیا حکم ہے۔ ۳۰۰
خدا نے مردوں کو دو دو تین تین چار چار عورتیں حلال فرمائیں، عورت کے لئے یہی حکم کیوں نہیں ہوا۔ ۳۰۱
کافرہ سے بعد اسلام نکاح کیا وہ ناکح سے حاملہ بھی ہے، نکاح ہوا ہے یا نہیں، زید کہتا ہے یہ نکاح نہ ہوا اور شاہدین و حاضرین محفل کا نکاح بھی ٹوٹ گیا، مجموعہ خانی کی عبارت پیش کرتا ہے۔ ۳۰۱
بلا عذر شرعی ترک جماعت کی عادت موجب فسق، مسقط عدالت اور وجہ رد شہادت ہے۔ ۳۰۲
مطلب حدیث لا نکاح الا بولی وشاھدی عدل۔ ۳۰۵
نہی منافی صحت نہیں۔ ۳۰۵
خطبہ (منگنی) و نکاح میں فرق ہے یا نہیں، اور حدیث تحریم الخطبة علی خطبة اخیه کا کیا مطلب ہے اور اس سے منگنی کے نکاح ہونے پر استدلال صحیح ہے یا نہیں۔ ۳۰۵
اور کیا بنایہ کی عبارت لان الخطبة التزوج صحیح ہے۔ ۳۰۵
عینی کی عبارت وعنه فی الرجل یشرب الشراب الی قوله قال السروجی وھما قولان باطلان کا

مطلب کیا ہے ھا کا مرجع کیا ہے۔ ۳۰۵
سروجی کون ہیں، کیسے ہیں۔ ۳۰۶
اپنے مسلمان بھائی کی منگیتر کو پیام دینا ممنوع ہے۔ ۳۰۸
تحریم مطلق کی نفی سے حل مطلق کا اثبات نہیں ہوتا ۳۰۶
سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ کلیہ نہیں ہو سکتی۔ ۳۰۹
زید نے اپنی بالغہ لڑکی کے نکاح کا وکیل بکر کو کیا اور لکھ بھیجا کہ اکیس ہزار روپے مہر پر عمرو سے اس کا نکاح کردو اس نے کر دیا اور زید کو اطلاع دے دی بالغہ کو اس سب کی اطلاع تھی زید نے اُسے نکاح ہو جانے کی خبر دی تو اُس نے قبول کر لیا، کیا حکم ہے۔ ۳۰۹
اجازت لاحقہ مثل وکالت سابقہ کے ہے۔ ۳۰۹

باب المحرمات

ہندہ نے اپنے ابن الابن زید کو دودھ پلایا آیا ہندہ کی نواسی سے زید کا نکاح ہو سکتا ہے۔ ۳۱۱
سوتیلی خوشدامن سے نکاح کا حکم۔ ۳۱۲
سوتیلی ماں لفظ اُمّھات میں داخل نہیں۔ ۳۱۲
حرمت علیکم اُمّھٰتکم کے بعد ولا تنکحوا ما نکح اٰباؤکم اسی لئے فرمایا۔ ۳۱۲
سوتیلی ماں کی ماں اور اس کی بیٹی بہن حلال ہیں۔ ۳۱۲
شوہر نے طلاق نہیں دی ہے کچھ مال لے کر طلاق دینا چاہتا ہے ایسی عورت سے بے طلاق نکاح کا حکم اور کچھ لے کر طلاق دینے کا حکم۔ ۳۱۳
عورت بے اذنِ شوہر گھر سے نکلے اس سے نکاح سے نہیں نکلتی۔ ۳۱۳
نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ ہے۔ ۳۱۳
فسق و فجور کے سبب بھی نکاح سے باہر نہیں ہوتی۔ ۳۱۳
زوجہ کی زندگی میں حقیقی سالی یا رشتہ کی سالی سے نکاح کا حکم۔ ۳۱۴
بھتیجی بہو یا بھانج بہو سے نکاح جائز ہے یا نہیں ۳۱۵
سالی کی لڑکی کو اپنے لڑکے کے ساتھ نکاح کیلئے پرورش کیا اپنی بی بی اور لڑکا کا مر گیا اُس لڑکی سے پرورش کنندہ کا نکاح جائز ہے۔ ۳۱۵
فقط اس نیت سے کہ اس لڑکی سے اپنے لڑکے کا نکاح کروں گا وہ لڑکی باپ پر حرام نہیں ہوتی۔ ۳۱۵
منکوحہ کی بیٹی اس وقت شوہر پر حرام ہوتی ہے جب منکوحہ سے ہم بستر بھی ہوا ہو۔ ۳۱۶
بے طلاق ہوئے روپے لے کر اپنی منکوحہ و دختر کے دوسروں سے نکاح کا حکم۔ ۳۱۶
باپ کا عورت کی بیٹی اور بیٹے کا اس عورت سے نکاح جائز ہے۔ ۳۱۶
باپ کی ساس حلال ہے جبکہ اپنی نانی نہ ہو۔ ۳۱۷
بہو کی بیٹی حلال ہے جبکہ اپنی پوتی نہ ہو۔ ۳۱۷
سالی سے نکاح یا زنا سے عورت مطلقہ نہیں ہوتی۔
نہ سالی سے زنا یا فقط نکاح کے سبب جوتے جماع حرام ۳۱۷
سالی سے بعد نکاح یا دھوکے میں وطی کی تو جب تک عدت نہ گزرے زوجہ سے قربت جائز نہیں بعد عدت جائز ہوگی۔ ۳۱۷
عورت کا بیان ہے کہ اس کے داماد نے زیادہ فاسدہ میری چارپائی پر آ کر زبردستی پا...

www.alahazratnetwork.org

شروع کر دے اور شکم پر ہاتھ پھیرا، کمر بند کھولنا چاہا، اپنا پہلے کھول لیا تھا، نہایت دشواری سے اُسے علیحدہ کیا، داماد منکر ہے، لڑکی کا نکاح رہا یا نہیں۔ ۳۱۸

منکوحہ کی ماں کے کسی حصّہ جسم کو بشہوت چھُونے سے نکاح زائل نہیں ہوتا مگر منکوحہ ہمیشہ کو حرام ہوجاتی ہے اور اُسے چھوڑ دینا واجب۔ ۳۱۹

مَس بحالتِ شہوت کا مطلب۔ ۳۱۹

مَس برہنہ جسم یا کسی باریک حائل پر ہوگا تو معتبر ہے ورنہ نہیں اگرچہ بہزار شہوت ہو۔ ۳۲۰

مَس و نظر بشہوت کے بعد حُرمت کے لئے انزال نہ ہونا بھی شرط ہے۔ ۳۲۰

تنہا ایک عورت کا بیان قابلِ سماعت نہیں نکاح یقیناً قائم ہے۔ ۳۲۳

حمل حلال کا ہو تو قبل از وضع غیر سے نکاح نہیں ہوسکتا، شوہر سے جس کا یہ حمل ہے نکاح جائز ہے بشرطیکہ طلاق مغلظہ نہ ہو۔ ۳۲۳

زنا کا حمل ہو تو زانی و غیر زانی جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے، فرق اتنا ہے کہ زانی بے وضعِ حمل قربت کرسکے گا اور غیر زانی تا وضع ممنوع رہے گا ہاتھ نہ لگا سکے گا۔ ۳۲۴

زید و ہندہ میں ناجائز تعلق تھا سلمٰی بنت ہندہ کو اس کے چچا نے اپنی بیٹی بتا کر زید سے نکاح کر دیا مگر رخصت نہیں ہُوئی ہے اب معلوم ہوا کہ سلمٰی ہندہ کی بیٹی ہے، اب اس نکاح کا کیا حکم ہے اور اس کے بعد زید ہندہ سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں۔ ۳۲۴

مریدہ پیر پر حرام ہے یا حلال، اور ازواجِ مطہرات حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی مریدات تھیں یا نہیں۔ ۳۲۵

باتفاق علما سب سے پہلے ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ شرفِ ارادت سے مشرف ہُوئیں۔ ۳۲۶

حضرات شیخین ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے سب سے افضل و اکمل مرید تھے۔ اولیاء فرماتے ہیں تا جہاں ست نہ چو مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پیر بود نہ چو صدیق مرید ہے۔ ۳۲۶

قرآن وحدیث [illegible] کو علم دین سکھانا اور اس پر عمل کی ہدایت کرنا لازم اور بڑے اجر کا کام ہے۔ ۳۲۷

نکاحِ سُنّی با دخترِ رافضی صحیح ہے یا نہیں اور اولاد مستحق ترکہ پدری ہے یا نہیں۔ ۳۲۸

روافض کے بعض عقائد کفریہ۔ ۳۲۸

حرامی عورت کا نکاح سُنّی مرد سے ہوگا یا نہیں اور اس کی بطنی اولاد میں کچھ نقصان واقع ہوگا یا نہیں۔ ۳۲۹

ایک شخص کا حمل ایک عورت کو رہا اور بعد معلوم ہونے حمل کے وُہ عورت چاہتی ہے کہ راز فاش نہ ہو با این حمل عقد درست ہوگا یا نہیں۔ ۳۲۹

ایسی دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا جن کی ماں ایک باپ دو ہوں جائز ہے یا نہیں۔ ۳۳۰

دو بہنوں سے آگے پیچھے نکاح کیا پچھلی کا فاسد ہوگا، اس سے مفارقت واجب ہے اگر بعد دخول مفارقت کرے گا تو مہر مسمی ومہر مثل میں سے جو کم ہوگا وہ لازم ہوگا، عورت پر عدت واجب، اولاد صحیح النسب، اور اس کی عدت گزرنے تک پہلی سے وطی حرام ہوگی۔ ۳۳۰

جس کا شوہر مفقود ہوا اور مرد وعورت دونوں حنفی ہوں تو عورت دوسرے نکاح کے لئے کس مدت تک انتظار کرے۔ ۳۳۱

چچی سے نکاح درست ہے۔ ۳۳۲

سوتیلے نانا کی دختر سے نکاح کا حکم۔ ۳۳۲

زید نے اپنی سالی سے زنا کا اقرار کیا پھر انکار، اس کے اقرار زنا پر قاضی کے سامنے شہادت گزری اس شہادت اقرار زنا سے حرمت مصاہرت ثابت ہوگی یا نہیں، اور ہندہ زوجہ زید اس پر حرام ہوگی یا کیا۔ ۳۳۳

اگر اقرار یہ کیا ہو کہ میں نے اس کی ماں سے قبل اس کے نکاح کے زنا کیا تھا تو کیا حکم ہے۔ ۳۳۴

شہادت اقرار اگرچہ مثبت زنا ہونے کی صلاحیت نہ رکھے مگر مثبت اقرار ہے۔ ۳۳۴

اگر دو مرد یا دو عورتیں اور ایک مقذوف بالزنا کے اقرار زنا پر شہادت دیں تو قاذف اور شہود پر حد قذف نہ لگائی جائے۔ ۳۳۴

بینہ سے جو ثابت وہ ایسا ہی ثابت ہوتا ہے جیسے معائنہ سے۔ ۳۳۴

اثبات زنا میں شہادت زنان وشہادت دو مرد ہرگز مسموع نہیں۔ ۳۳۴

اگر دو مرد کسی کے زنا پر اور دو اس کے اقرار زنا پر شہادت دیں تو حد نہیں لگائی جائے گی اور اگر تین مردوں نے زنا اور ایک نے اقرار زنا پر شہادت دی تو تین شہود پر حد قذف لگے گی۔ ۳۳۴

دار القضاء سے باہر کا اقرار مثبت زنا نہیں ہوتا۔ ۳۳۵

اقرار بالزنا بعد رجوع مثبت زنا نہیں رہتا۔ ۳۳۵

اثبات مصاہرت کے لئے ثبوت زنا کی اصلاً حاجت نہیں مجرد اقرار زنا کافی ہے۔ ۳۳۶

اگرچہ ہزل ومذاق میں ایک بار اقرار کیا کہ اس نے ساس سے زنا کیا حرمت مصاہرت ثابت ہوگئی پھر لاکھ انکار کرے مسموع نہ ہوگا۔ ۳۳۶

اگر کسی سے کہا گیا کہ تو نے اپنی بیوی کی ماں سے کیا کیا، اس نے کہا میں نے اس سے جماع کیا، تو حرمت مصاہرت ثابت ہوگئی اگرچہ وہ کہے کہ میں نے جھوٹ کہا۔ ۳۳۶

عورت سے بشرط بکارت نکاح کیا اور اسے ثیب پایا۔ عورت کہتی ہے تیرے باپ نے بکارت کا ازالہ کیا ہے، اگر شوہر نے اس کی تصدیق کر دی تو حرمت ثابت ہو جائے گی۔ ۳۳۶

زنا بمادر زن پیش از نکاح زن اور اس کا عکس دونوں ثبوت حرمت ابدیہ میں یکساں ہیں اگرچہ ایک صورت میں حرمت سابقہ اور دوسری صورت

میں طاریہ ہے۔ ٣٣٧
مرد اپنے اقرار سے پکڑا جاتا ہے۔ ٣٣٧
نکاح کے بعد اقرار کیا کہ قبل نکاح منکوحہ کی ماں سے زنا کیا تھا تو حرمت ثابت ہوگئی مگر عورت کے حق پر کوئی اثر نہ پڑے گا، اگر دخول کرچکا ہے تو پورا مہر مسمّی واجب ہوگا ورنہ نصف۔ ٣٣٨
حجت قاصرہ من جہتہ مقبول اور من جہتہ مردود ہوتی ہے۔ ٣٣٨
جہاں تک مقر پر اقرار کا ضرر ہے ماخوذ اور جتنا دوسرے پر الزام ہے منبوذ ہوگا۔ ٣٣٨
کسی کی کنیز سے نکاح کیا اور قبل دخول اس نے پسر شوہر کا بوسہ لیا، شوہر کہتا ہے کہ بوسہ بشہوت تھا اور مولیٰ انکار کرتا ہے تو حرمت ثابت ہوگئی اور نصف مہر دینا واجب ہوگا۔ ٣٣٨
حقیقی خالہ سوتیلی ماں کے مرنے کے بعد اُس کا شوہر اُس کی بھانجی سوتیلی لڑکی سے عقد کرسکتا ہے۔ ٣٣٨
ہندہ نے زینب کا دُودھ پیا ہندہ کے بیٹے پر زینب کی دختر حرام ہے۔ ٣٣٩
کسی نے زوجہ کے دھوکے میں ہمشیرہ یا خوشدامن کا بشہوت ہاتھ پکڑا نکاح میں کچھ خلل ہُوا یا نہیں اور کس صورت میں عورت اس پر حرام ہوگی۔ ٣٣٩
زید نے بکر کے ساتھ اپنی دختر کا نکاح کیا پھر بے تحقیق بکر کو نامرد ٹھہرا کر خالد سے اس لڑکی کا نکاح کردیا اس نکاح اور اولاد کا کیا حکم ہے۔ ٣٣٩
لیلیٰ وسلمیٰ رضاعی بہنیں ہیں زید نے لیلیٰ سے نکاح کیا ہے
زید کے پسر عمرو کا نکاح سلمیٰ سے جائز ہے۔ ٣٤٠
زید کے نکاح میں حرہ تھی پھر کنیز سے نکاح کیا، یہ نکاح کیسا ہُوا، اور کنیز کا مہر ذمۂ زید ہوگا تو کس قدر، اور کنیز اور اولادِ کنیز ترکۂ زید پائیں گے یا نہیں۔ ٣٤٠
لونڈی پر حرہ کا نکاح جائز ہے مگر اس کا عکس ناجائز ہے۔ ٣٤٠
اجماعاً نکاح فاسد و باطل میں توارث جاری نہیں ہوتا۔ ٣٤١
نکاحِ فاسد میں بعد وطی مہر مسمّی و مہر مثل میں سے اقل لازم ہوگا۔ ٣٤١
جو اولاد نکاح فاسد میں وقت وطی سے چھ مہینے بعد پیدا ہوئی بالاجماع ثابت النسب اور حق ارث ہے۔ ٣٤١
اگر عورت کا بوسۂ رخسار بنظر شہوت لیا عورت کی ساری اولاد اس پر حرام ابدی ہوگئی۔ ٣٤٢
نادانستہ اگر نکاح کرلیں تو طرفین پر واجب کہ فسخ کردیں اور شوہر فسخ پر راضی نہ ہو تو عورت خود فسخ کرسکتی ہے۔ ٣٤٢
بوسۂ لب خواہی نخواہی بنظر شہوت ٹھہرے گا لاکھ ادعا کرے کہ میں نے بشہوت نہ لیا تھا قبول نہ ہوگا اور امام محمد بن الہمام کے نزدیک بوسۂ رخسار بھی ایسا ہی ہے۔ ٣٤٢
ایک شخص نے ایک عورت اور اس کی بیٹی سے زنا کیا، اب زنا سے توبہ کرکے اس سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں۔ ٣٤٣

www.alahazratnetwork.org

استاذ کی بیٹی سے نکاح جائز ہے یا نہیں۔ ۳۴۳

شاگرد عورت سے استاد کا نکاح کیسا ہے۔ ۳۴۳

بھتیجے کا نکاح چچا کی بیوی سے جائز ہے یا نہیں جبکہ وہ محارم میں سے نہ ہو۔ ۳۴۳

مسئلہ زنِ مفقود۔ ۳۴۴

روافض کے اقسام و احکام اور اُن کے بعض عقائدِ کفریہ کا ذکر۔ ۳۴۵

جمع کرنا درمیان عورت اور اس کی بھتیجی کی بیٹی کے حلال ہے یا حرام۔ ۳۴۶

ایسی دو عورتوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے جن میں سے جس کسی کو مرد فرض کریں تو دوسری سے اس کا نکاح ناجائز ہو۔ ۳۴۶

زید نے ہندہ سے نکاح کیا، ہندہ سے حسن و حسین پیدا ہوئے پھر بعد ہندہ حفصہ سے نکاح کیا حفصہ نے اپنی بیٹی زبیدہ کے ساتھ حسین کے بیٹے بکر کو دودھ پلایا تو بکر کا نکاح زاہدہ بنت حسن سے جائز ہے یا نہیں۔ ۳۴۷

بھتیجی اگرچہ سوتیلی ہو چچا پر حرام قطعی ہے۔ ۳۴۸

حرمتِ متعہ کا بیان از احادیث و قرآن۔ ۳۴۹

اللہ تعالٰی نے تا قیامِ قیامت متعہ حرام فرمادیا۔ ۳۵۰

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے روز متعہ اور گدھے کے گوشت سے منع فرمادیا۔ ۳۵۰

متعہ ابتدائے اسلام میں تھا پھر قرآن میں اس کی حرمت نازل ہونے سے یہ حرام ہوگیا۔ ۳۵۰

غزوۂ تبوک کے موقع پر کچھ صحابہ نے متعہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے اس کی حرمت کو بیان فرمایا۔ ۳۵۰

چھوٹی بھاوج سے نکاح کا حکم۔ ۳۵۱

○ رسالہ هبة النساء فی تحقیق المصاهرة بالزناء (زنا سے حرمتِ مصاہرہ کے ثبوت کا بیان) ۳۵۳

ساس سے زنا کرے تو بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہے اگرچہ بیوی کو اس کا علم نہ ہو۔ ۳۵۴

"وربائبکم التی فی حجورکم" الآیۃ کی تفسیر۔ ۳۵۴

زنِ مدخولہ کی بیٹی کی حرمت قرآن سے ثابت ہے۔ ۳۵۴

آیتِ قرآنی میں وصف "التی فی حجورکم" بالاجماع شرطِ حرمت نہیں۔ ۳۵۴

وصف "نسائکم" یعنی مدخولات کا زوجہ ہونا بھی بالاتفاق شرطِ حرمت نہیں۔ ۳۵۴

ماں بیٹی دونوں اگر ایک شخص کی شرعی کنیزیں ہوں تو انھیں جماع میں جمع کرنا حرام ہے۔ ۳۵۴

کنیزیں "نسائکم" میں اور ان کی بیٹیاں "ربائبکم" میں داخل نہیں۔ ۳۵۴

کسی عورت سے نکاح اس کی دختر کی تحریم کیلئے نہ تو علت ہے اور نہ ہی جزءِ علت۔ ۳۵۴

ماں سے صحبت دختر کے لئے علتِ تحریم ہے اور یہ قطعاً مزنیہ میں بھی ثابت ہے۔ ۳۵۴

آیتِ کریمہ "وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم" کی تفسیر۔ ۳۵۴

"وامہات نسائکم" سے کیا مراد ہے۔ ۳۵۵

"ولا تنکحوا ما نکح اٰباؤکم من النساء" میں نکاح کا کیا معنی ہے۔ ۳۵۵

تخصیص کی دلیل پیش کرنا مدعی تخصیص کے ذمہ ہے۔ ۳۵۵

دخول حرام طور پر بھی، تو موطوءۃ کی دختر کے لئے موجب تحریم ہوجاتا ہے۔ ۳۵۵

وہ صورتیں جن میں ایسی عورت سے دخول کیا جو اس کیلئے حلال نہیں مگر اس دخول سے موطوءۃ کی دختر حرام ہوگئی۔ ۳۵۵

تحریم دختر کے لئے نہ نکاح شرط نہ وطی کا بروجہ حلال ہونا لازم بلکہ مناط حرمت صرف وطی ہے۔ ۳۵۵

نکاح معنی وطی میں حقیقت ہے یا مجاز متعارف۔ ۳۵۶

امر فرج میں شرعاً احتیاط واجب ہے۔ ۳۵۶

اصل فرج میں حرمت ہے جب تک حل ثابت نہ ہو حرمت ہی پر حکم ہوگا۔ ۳۵۶

مصاہرت مصاہرت میں فرق نہیں۔ ۳۵۶

حدیث "لا یحرم الحرام الحلال" سخت ضعیف و ناقابل احتجاج وساقط ہے۔ ۳۵۶

بقول امام احمد نہ ارشاد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور نہ اثر ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا بلکہ عراق کے کسی قاضی کا قول ہے۔ ۳۵۷

عثمان بن عبدالرحمٰن وقاصی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل عمرو بن سعد کا پوتا متروک ضعیف اور جھوٹا ہے۔ ۳۵۷

حدیث مذکورہ بالا کی سند کا بیان۔ ۳۵۷

عثمان وقاصی ثقات سے موضوع خبریں روایت

کرتا ہے۔ ۳۵۸

اسحاق بن ابی فروہ متکلم فیہ اور متروک ہے۔ ۳۵۸

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا، فروی کذاب ہے۔ ۳۵۹

اسحاق بن ابی فروہ دو ہیں۔ ۳۵۹

اول اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ تابعی معاصر و تلمیذ امام زہری رجال ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ سے ہے، یہی متروک ہے اور اسی کو امام بخاری نے متروک فرمایا۔ ۳۵۹

امام احمد بن حنبل نے فرمایا، اسحاق بن ابی فروہ سے روایت حلال نہیں۔ ۳۵۹

اسحاق بن ابی فروہ مذکور کا سن وصال ۱۳۶ھ یا ۱۴۴ھ ہے۔ ۳۶۰

دوم اسحاق بن محمد بن اسمٰعیل بن عبداللہ بن ابی فروہ امام بخاری کے استاذ ہیں، ۲۲۶ھ میں وصال فرمایا یہ ہرگز متروک نہیں۔ ۳۶۱

اسحاق بن محمد بن اسمٰعیل کو اگرچہ ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا اور ابوحاتم وغیرہ نے صدوق کہا، البتہ کلام سے خالی یہ بھی نہیں ہیں۔ ۳۶۱

اسحاق مذکور کے بارے میں امام نسائی نے کہا، ثقہ نہیں۔ دارقطنی نے کہا، ضعیف ہیں۔ اور امام ابوداؤد نے کہا، سخت ضعیف ہیں۔ ۳۶۱

اسحاق مذکور کے شیخ عبداللہ کے بارے میں یحییٰ بن سعید قطان نے فرمایا کہ حافظہ کی رو سے ضعیف ہیں۔ اور امام نسائی نے کہا، قوی نہیں ہیں۔ ۳۶۲

www.alahazratnetwork.org

اگر اس حدیث کے ضعف سند سے قطع نظر بھی کی جائے تو بھی یہ اپنے ظاہر پر یقیناً صحیح نہیں۔ ۳۶۳
قلیل پانی یا گلاب میں شراب یا پیشاب ڈال دیں تو وہ پانی اور گلاب حرام ہو جائیں گے۔ ۳۶۳
متعدد مثالیں جہاں حرام شئی حلال کو حرام کر دیتی ہے۔ ۳۶۳
لاجرم حدیث مذکور میں تاویل سے چارہ نہیں کہ حرام من حیث ہو حرام حلال کو حرام نہیں کرتا۔ ۳۶۳
اگر کوئی طاہر شئی جو کہ حرام ہو کسی حلال میں اس طرح مل جائے کہ تمیز ناممکن ہو تو وہ حلال خود حرام نہیں ہو جاتا بلکہ اپنی حلت پر قائم رہتا ہے۔ ۳۶۳
حلال وحرام کے مخلوط کا تناول اس لئے ناجائز ہے کہ بوجہ اختلاط اس کا تناول تناولِ حرام سے خالی نہیں ہو سکتا۔ ۳۶۳
اس حدیث ضعیف میں بھی ہمارے مذہب کے مخالفین کے لئے اصلاً حجت نہیں۔ ۳۶۳
ہمارے مذہب کی مؤید چند احادیث۔ ۳۶۴
حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ جائز نہیں کہ تو بیٹی کی اس شئی پر مطلع ہو جس چیز پر اس کی ماں کی مطلع تھا۔ ۳۶۴
حدیث میں ہے جو شخص کسی عورت کی فرج کو شہوت سے دیکھے اس پر اس عورت کی ماں اور بیٹی حرام ہے۔ ۳۶۴
جو شخص کسی عورت اور اس کی بیٹی دونوں کی فرج کو دیکھے وہ ملعون ہے۔ ۳۶۴
عورت اور اس کی دختر کی فرج کو دیکھنے والے پر روزِ قیامت اللہ تعالٰی نظرِ رحمت نہ کرے۔ ۳۶۴
ساس سے زنا کرنے والے پر عورت اور ساس دونوں حرام ہو جاتی ہیں۔ ۳۶۵
حرمتِ مصاہرہ کی صورت میں مرد و زن کو جدا ہو جانا فرض ہے مگر خود بخود نکاح زائل نہیں ہوتا جب تک شوہر متارکہ نہ کرے، اور بعد متارکہ عدت نہ گزر جائے عورت کسی دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی۔ ۳۶۵
حرمتِ مصاہرہ کے بعد متارکہ سے قبل اگر شوہر وطی کرے تو حرام ہے مگر زنا نہیں اور اس وطی سے پیدا ہونے والی اولاد صحیح النسب ہوگی کیونکہ نکاح باقی ہے۔ ۳۶۵
طلاق اور متارکہ میں فرق۔ ۳۶۵
حرمتِ مصاہرہ اور حرمتِ رضاعت سے نکاح مرتفع نہیں بلکہ فاسد ہو جاتا ہے۔ ۳۶۵
حرمتِ مصاہرہ کے باوجود تفریق سے قبل اگر شوہر نے وطی کی تو اس پر حد لازم نہ ہوگی۔ ۳۶۵
حرمتِ مصاہرہ کے باوجود اگر خاوند نے نہ چھوڑا اور وطی کرتا رہا تو پیدا ہونے والی اولاد ماں اور باپ دونوں کی وارث بنے گی تاہم زن و شو آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔ ۳۶۶
اولادِ زنا بھی اپنی ماں کی میراث پاتی ہے۔ ۳۶۶
دربارۂ مرتد و مرتدہ حکم شرعی یہی ہے کہ ان کا نکاح نہ کسی مسلم و مسلمہ سے ہو سکتا ہے نہ کافر و کافرہ سے نہ مرتد و مرتدہ ان کے ہم مذہب خواہ مخالف مذہب سے غرض تمام جہان میں کسی سے نہیں ہو سکتا۔ ۳۶۷

www.alahazratnetwork.org

شیعہ وغیرہ بدمذہبوں سے شادی کرنا کیسا ہے۔ ۲۶۷
زوجیت وہ عظیم رشتہ ہے جو خواہی نخواہی انس و محبت والفت پیدا کرتا ہے۔ ۲۶۸
بدمذہب سے دوستی و محبت ناجائز ہے، اس سے دین کو نقصان پہنچتا ہے۔ ۲۶۸
آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے۔ ۲۶۸
آدمی اپنے خالص دوست کے دین پر ہوتا ہے تو غور کرے کس سے دوستی کرتا ہے۔ ۲۶۸
بدمذہب عورت سے نکاح میں یہ خیال کہ ہم اس کو سُنّی کرلیں گے محض حماقت ہے۔ ۲۶۸
محبت میں آدمی اندھا بہرا ہوجاتا ہے۔ ۲۶۸
دل پلٹتے اور خیال بدلتے کچھ دیر نہیں لگتی۔ ۲۶۹
بدمذہب کو اپنی بیٹی دینا تو سخت قہر اور زہر قاتل ہے۔ ۲۶۹
عورتوں کو شوہروں سے بے پناہ محبت ہوتی ہے۔ ۲۶۹
عورتیں زیادہ نرم دل ہوتی ہیں۔ ۲۶۹
عورتیں ناقصات العقل والدین ہیں۔ ۲۷۰
اگر کسی نے اپنی رضاعی ساس یا رضاعی سالی سے زنا کیا عمداً یا سہواً، تو نکاح باقی رہے گا یا نہیں۔ ۲۷۰
زوجہ کی رضاعی ماں، نانی، دادی سے وطی بلکہ دواعی وطی بھی جبکہ از الی شہوت ہو دانستہ یا شبہہ یا جبر و اکراہ سے، جس طرح بھی ہوں عورت کو شوہر پر حرام ابدی کر دیتے ہیں۔ ۲۷۱
○ رسالہ ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار (معزز خواتین کو جہنم کے کتوں (بدمذہبوں) کے نکاح میں نہ دے کر شرمندگی سے بچانا) ۲۷۲
سنیہ حنفیہ کا نکاح غیر مقلد وہابی سے کرنا ممنوع و ناجائز اور گناہ ہے۔ ۲۷۳
غیر مقلدین زماں کے بہت عقائد کفریہ وضلالیہ ہیں۔ ۲۷۳
غیر مقلدوں کا گمراہ و بدمذہب ہونا بروجہ احسن ثابت ہے۔ ۲۷۳
بدمذہبوں سے کھانا پینا اور بیاہ شادی کرنا ممنوع ہے۔ ۲۷۳
بدعقیدوں سے انس اور دوستی کرنے والا ایمان کے نور اور حلاوت سے محروم ہوجاتا ہے۔ ۲۷۴
جو اس زمانے میں ان چاروں مذہبوں سے خارج ہو وہ بدعتی اور دوزخی ہے۔ ۲۷۴
اگر غیر مقلد عقیدۂ کفریہ رکھتا ہو تو اس سے نکاح محض باطل اور زنا ہے۔ ۲۷۴
مسلمان عورت کا کافر سے نکاح اصلاً صحیح نہیں۔ ۲۷۴
غیر مقلد عقیدۂ کفریہ نہ بھی رکھتا ہو تب بھی اس سے نکاح بحکم آیت و حدیث منع ہے۔ ۲۷۴
فتوٰی علماء پٹنہ ۲۷۴
فتوٰی علماء بہار ۲۷۵
فتوٰی علماء بدایوں ۲۷۶
فی الواقع سنیہ حنفیہ خاتون کا نکاح غیر مقلد وہابی سے یا تو شرعاً محض باطل و زنا ہے یا ممنوع و گناہ۔ ۲۷۷
وہابی ہو یا رافضی جو بدمذہب عقائد کفریہ قطعیہ رکھتا ہو تو اس سے نکاح باجماع مسلمین بالقطع والیقین باطل محض و زنا صرف ہے۔ ۲۷۷

www.alahazratnetwork.org

عقائد کفریہ قطعیہ کی چند مثالیں۔ ۳۷۷

مدعیانِ اسلام میں جو عقائد کفریہ رکھیں ان کا حکم مثل مرتد ہے۔ ۳۷۷

مرتد مرد خواہ عورت کا نکاح تمام عالم میں کسی عورت مرد مسلم یا کافر مرتد یا اصلی سے نہیں ہو سکتا۔ ۳۷۷

کبرائے وہابیہ اور مجتہدین روافض کو پیشوا و امام یا مسلمان سمجھنے والا کافر ہے۔ ۳۷۸

جس طرح ضروریاتِ دین کا انکار کفر ہے اسی طرح ان کے منکر کو کافر نہ جاننا بھی کفر ہے۔ ۳۷۸

ضروریات دین کے منکر کے کفر و عذاب میں شک کرنے والا باجماعِ علماء کافر ہے۔ ۳۷۸

طوائف ضالہ کے عقائد باطلہ میں کفریات لزومیہ بکثرت ہیں۔

عقائد وہابیہ کے شافی و وافی بیان پر مشتمل دو رسالوں کا نام۔ ۳۷۸

تقلید ائمہ کو شرک اور مقلدوں کو مشرک کہنا غیر مقلدوں کا مشہور و معروف عقیدۂ ضلالت ہے۔ ۳۷۸

معاملات انبیاء و اولیاء سے متعلق ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر ممنوع و مکروہ بلکہ مباحات و مستحبات پر جا بجا حکمِ شرک لگا دینا خاص اصل الاصول وہابیت ہے۔ ۳۷۸

وہابیوں کا خلاصۂ اعتقاد یہ ہے کہ جو وہابی نہ ہو مشرک ہے۔ ۳۷۸

وہابیوں کے مذہب پر صرف مسئلۂ تقلید میں گیارہ سو برس کے ائمہ دین، علماء کاملین اور اولیاء عارفین سب مشرک قرار پاتے ہیں۔ ۳۷۸

تقلید شخصی کی سخت شدید تاکید فرمانے اور اس کے خلاف کو منکر و شنیع و باطل قرار دینے والے ائمہ کے نام۔ ۳۷۸

جمہور ائمہ کرام و فقہائے اعلام کا مذہب صحیح و معتمد و مفتیٰ بہ یہی ہے کہ جو کسی ایک مسلمان کو کافر اعتقاد کرے وہ خود کافر ہے۔ ۳۷۹

حدیث میں ہے کہ جو کسی کلمہ گو کو کافر کہے ان میں سے ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی۔ ۳۸۰

جو کسی کو کفر پر پکارے یا خدا کا دشمن بتائے اور وہ ایسا نہ ہو تو اس کا قول اسی پر پلٹ آئے گا۔ ۳۸۰

حدیث و فقہ دونوں کے حکم سے مسلمان کی تکفیر کرنے والے پر حکم کفر لازم آتا ہے۔ ۳۸۰

علامہ شامی نے وہابیوں کو خوارج میں داخل فرمایا۔ ۳۸۰

خوارج کو کافر کہنا واجب ہے اس بناء پر کہ وہ اپنے ہم مذہب کے سوا سب کو کافر کہتے ہیں۔ ۳۸۰

وہابی ملحد و بے دین ہیں کہ مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں۔ ۳۸۰

وہابیہ کے مذہب نامہذب پر نہ صرف امت مرحومہ بلکہ انبیاء کرام و ملائکہ عظام و خود حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتیٰ کہ خود رب العزۃ جل و علا تک کوئی بھی شرک سے محفوظ نہیں۔ ۳۸۱

خود کفریات بکنا یا کفریات پر راضی ہونا یا انھیں بُرا نہ جاننا یا اُن کے لئے معنی صحیح ماننا سب کا ایک ہی حکم ہے۔ ۳۸۱

جو وہابی کسی ضروریِ دین کا منکر نہ ہو اور نہ ہی کسی ضروریِ دین کے منکر کو مسلمان کہتا ہو تو اس کو برائے احتیاط کافر نہ کہیں گے، اور یہی احتیاط جو مانعِ تکفیر ہے مانعِ نکاح بھی ہے۔ ۳۸۲

یہ کون سی شرع ہے کہ زبان کے باب میں احتیاط کیجئے اور فرج کے بارے میں بے احتیاطی۔ ۳۸۲

احکامِ فقہیہ میں واقعات ہی کا لحاظ ہوتا ہے نہ کہ احتمالاتِ غیر واقعیہ کا۔ ۳۸۲

بدمذہب کسی سنیہ بنت سنی کا کفو نہیں ہو سکتا۔ ۳۸۳

اس شبہہ کا جواب کہ جب اہلِ کتاب سے مناکحت جائز ہے تو غیر مقلد سے کیوں جائز نہیں۔ ۳۸۳

اہلِ کتاب سے مناکحت کے کیا معنی ہیں۔ ۳۸۴

عورت کا مرد پر قیاس کیونکر صحیح ہو سکتا ہے

شرعِ مطہر نے کتابی سے مسلمہ کا نکاح زنا مانا اور مسلم کا کتابیہ سے صحیح جانا، وجہِ فرق کیا ہے۔ ۳۸۴

عورت کے لئے کفاءتِ مرد بالاجماع ملحوظ ہے اور مرد بالغ کے حق میں کفاءتِ زن کا کچھ اعتبار نہیں۔ ۳۸۵

دناءتِ فراش وجہِ غیظ مستفرش نہیں ہوتی۔ ۳۸۵

عرفِ فقہ میں جواز دو معنی پر مستعمل ہے ایک بمعنی صحت اور عقود میں یہی زیادہ متعارف ہے، دوسرا بمعنی حلت اور افعال میں یہی زیادہ مروج ہے۔ ۳۸۵

اذانِ جمعہ کے وقت بیع صحیح ہوگی اگرچہ ممنوع و گناہ ہے۔ ۳۸۵

صحت تو حل کو لازم ہے مگر حل صحت کو لازم نہیں۔ ۳۸۵

افیون و حشیش کی بیع کا حکم۔ ۳۸۶

جواز کے یہ دونوں اطلاق (بمعنی صحت و حلت) تو شائع و ذائع ہیں اور ان کے سوا کچھ اور اطلاقات بھی ہیں۔ ۳۸۶

جواز کا اطلاق کبھی نفاذ کے معنی پر بھی ہوتا ہے ۳۸۶ (حاشیہ)

نفاذ اخص من وجہ ہے حل اور صحت سے یعنی کبھی نفاذ ہوگا حل اور صحت نہیں ہوں گے اور کبھی حل و صحت ہوں گے نفاذ نہ ہوگا۔ ۳۸۷ (حاشیہ)

جواز کبھی لزوم کے معنی کے لئے آتا ہے۔ ۳۸۷

لزوم اور صحت و نفاذ میں نسبت عموم و خصوص مطلق کی ہے۔ ۳۸۸

لزوم اور حل میں نسبت عموم و خصوص من وجہ ہے۔ ۳۸۸

آیۂ کریمہ و احل لکم ما وراء ذالکم میں حل بمعنی عدمِ حرمت وطی ہے جو گناہ کے منافی نہیں۔ ۳۸۸

جواز بمعنی صحت، عدمِ جواز بمعنی ممانعت و اثم کے منافی نہیں۔ ۳۸۹

مستفتی امام معتمد ہیں قول و فعل میں اگر روزِ قیامت ان کی روایت پر عمل میں ہم سے گرفت ہوئی تو ہم ان کا دامن پکڑیں گے کہ ہم نے ان کے ارشاد پر عمل کیا۔ ۳۸۹

بدمذہبوں سے سنیہ کی تزویج ممنوع ہونے پر دلائل۔ ۳۹۰

دلیلِ اول ۳۹۰

اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آنے پر

www.alahazratnetwork.org

ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ ۲۹۰

اپنے اختیار سے ایسی جگہ جانا حرام ہے جہاں منکر ہو اور انکار نہ ہو سکے۔ ۲۹۰

دلیل دوم ۲۹۰

قرآن گواہ ہے کہ زن وشوئی وہ عظیم رشتہ ہے کہ خواہی نخواہی باہم انس ومحبت والفت ورافت پیدا کرتا ہے اور حدیث شاہد ہے کہ عورت کے دل میں جو بات شوہر کی ہوتی ہے کسی کی نہیں ہوتی۔ ۲۹۱

بدمذہب کی محبت سم قاتل ہے۔ ۲۹۱

بدمذہبوں سے دوستی کرنے والا بحکم قرآن انہی میں سے ہے۔ ۲۹۱

آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھتا ہے۔ ۲۹۱

دلیل سوم۔ ۲۹۱

اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔ ۲۹۱

بدمذہبی ہلاک حقیقی ہے۔ ۲۹۱

صحبت خصوصاً بد کا اثر پڑجانا احادیث وتجارب صحیحہ سے ثابت ہے اس کے لئے پانچ مؤیدات۔ ۲۹۲

پہلا مؤید پانچ حدیثیں۔ ۲۹۲

اچھے اور بُرے ہمنشین کی تمثیل وکہاوت۔ ۲۹۲

گمراہوں سے دُور بھاگو اور انھیں اپنے سے دُور کرو کہیں وُہ تمھیں بہکا نہ دیں کہیں وہ تمھیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔

مصاحب پر مصاحب کو قیاس کرو۔ ۲۹۲

بُرے ہمنشین سے دُور بھاگ کہ تُو اسی کے ساتھ ۲۹۲ مشہور ہوگا۔ ۲۹۳

ایک ہمنشین جس قدر دوسرے پر دلالت کرتا ہے اس قدر کوئی اور شے دوسری شے پر دلالت نہیں کرتی۔ ۲۹۳

دوسرا مؤید، شوہر کا عورت پر حاکم ہونا۔ ۲۹۳

تیسرا مؤید، عورت میں مادۂ قبول وانفعال کی کثرت۔ ۲۹۳

چوتھا مؤید، عورتوں کا ناقصات العقل والدین ہونا۔ ۲۹۳

پانچواں مؤید، عورت کے دل میں شوہر کی محبت۔ ۲۹۳

حدیث میں ہے کہ محبت اندھا اور بہرا کردیتی ہے۔ ۲۹۳

آدمی اپنے محبوب کے دین پر ہوتا ہے تو دیکھ بھال کر دوستی کیا کرو۔ ۲۹۴

دل پلٹے اور خیال بدلتے دیر نہیں لگتی۔ ۲۹۴

قلب کو قلب کہتے ہی اسی لئے ہیں کہ وہ منقلب ہوتا ہے۔ ۲۹۴

شرع مطہر جس چیز کو حرام فرماتی ہے اس کے مقدمات اور دواعی کو بھی حرام بتاتی ہے۔ ۲۹۴

مقولہ مسلمہ ہے کہ مقدمۃ الحرام حرام۔ ۲۹۴

جس طرح زنا حرام ہوا زنا کے پاس جانا بھی حرام ہوا۔ ۲۹۵

داعی کے لئے مفضی بالدوام ہونا ضرور نہیں۔ ۲۹۵

دلیل چہارم۔ ۲۹۵

مرد عورتوں پر حاکم ومسلط ہیں۔ ۲۹۵

عورت پر سب سے بڑھ کر حق اس کے شوہر کا ہے۔ ۲۹۵

www.alahazratnetwork.org

اگر غیر خدا کو سجدہ روا ہوتا تو عورت کو حکم ہوتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ ۳۹۵
بدمذہب کی تعظیم حرام ہے۔ ۳۹۶
جس نے کسی بدمذہب کی توقیر کی اس نے اسلام کو ڈھا دینے میں مدد کی۔ ۳۹۶
فاسق شرعاً واجب الاہانۃ ہے اور اس کی تعظیم ناجائز ہے۔ ۳۹۶
دلیل پنجم۔ ۳۹۷
منافق کو سردار کہہ کر مت پکارو کہ اگر وہ تمہارا سردار ہے تو بے شک تم نے اپنے رب عزوجل کو ناراض کیا ہے۔ ۳۹۷
دلیل ششم۔ ۳۹۸
جو عورت کسی بدمذہب کی جورو بنی وہ ایسی ہے جیسے کسی کُتّے کے تصرف میں آئی۔ ۳۹۹
اپنی دی ہوئی چیز پھیرنے والا ایسا ہے جیسے کُتّا قے کرکے اسے پھر کھا لیتا ہے۔ ۳۹۹
بدمذہب کُتّا ہے بلکہ کُتّے سے بھی بدتر ہے۔ ۳۹۹
بدمذہب لوگ دوزخیوں کے کُتّے ہیں۔ ۳۹۹
بدمذہب لوگ سب آدمیوں سے بدتر اور سب جانوروں سے بدتر ہیں۔ ۴۰۰
دلیل ہفتم۔ ۴۰۰
کون سی کتابیہ سے نکاح جائز ہے۔ ۴۰۰
کتابیہ سے بے ضرورت نکاح مکروہ ہے۔ ۴۰۰
کتابیہ حربیہ سے نکاح عند التحقیق ممنوع و گناہ ہے۔ ۴۰۰
مرد اور عورت میں کئی وجوہ سے فرق۔ ۴۰۲
وہابیوں کو نہ خوف خدا ہے نہ خلق سے حیا۔ ۴۰۳
سنّیت وہابیت سے صاف مباین ہے لہٰذا سُنّی و وہابی کا اجتماع ناممکن ہے۔ ۴۰۳
کسی وہابی کا سُنّی ہونا ایسے ہی محال ہے جیسے رات کا دن ہونا یا نصرانی کا مومن ہونا۔ ۴۰۳
مشتبہ الحال منکوحہ وہابیت کو پرکھنے کا طریقہ۔ ۴۰۴
جنت سنت کے آٹھ باب جو ہادی حق و صواب ہیں۔ ۴۰۵
زید سُنّی اور ہندہ شیعہ ہے ان کا نکاح ہو گیا ہے انھیں شرعاً ہمبستری جائز ہے یا نہیں نیز اولاد کا کیا حکم ہوگا۔ ۴۰۵
زید نے حقیقی بہن کی لڑکی سے بحکم ایک عالم کے نکاح کیا یہ نکاح کیسا ہے اور اس عالم کا کیا حکم ہے۔ ۴۰۶
زید نے اپنی بی بی کی زندگی میں اس کی خواہر حقیقی سے نکاح کیا اور دوسری سے نکاح کے بعد قبل خلوت صحیحہ یا بعد خلوت پہلی کو طلاق دے دی، ان دونوں صورتوں میں کیا حکم ہے۔ ۴۱۰
ساس سے زنا کے باعث جبکہ منکوحہ حرام ابدی ہو جائے تو اس سے پردہ بھی فرض ہو جاتا ہے یا وہ مثل محارم ہو جاتی ہے کہ دیکھنا چھونا تنہا مکان میں بیٹھنا جائز ہے۔ ۴۱۰
مسئلہ زن مفقود۔ ۴۱۲
سید سید، شیخ شیخ، پٹھان پٹھان ان قوموں میں بڑے بھائی کی لڑکی اور چھوٹے بھائی کا لڑکا ہو تو نکاح

www.alahazratnetwork.org

جائز ہے یا نہیں۔ ۲۱۳
زید و عمرو حقیقی چچا زاد بھائی ہیں ایک کا دوسرے کی دختر سے نکاح کیسا ہے اور غیر حقیقی میں کیا حکم ہے۔ ۲۱۳
آپس میں بھائی اور بہنوں سوائے نسبی اور رضاعی کے نکاح جائز ہے یا نہیں۔ ۲۱۳
غیر حقیقی دادا کی دختر سے نکاح کا کیا حکم ہے۔ ۲۱۳
پھوپھی خالہ بہن اسی طرح جتنی عورات عورت کے محارم ہیں اُن کی زندگی میں اُن کے شوہروں سے عورت کا نکاح اگرچہ حرام ہے مگر وُہ عورت کے محارم نہیں ہو جاتے ان سے پردہ کا وہی حکم ہے جو اجنبی سے۔ ۲۱۴
خسر، تایا، پھوپھا، خالو، بہنوئی اور جیٹھ، دیور اور چچا، پھوپھی، خالہ، ماموں کے بیٹوں اور راہ چلتے اجنبی سب کا ایک حکم ہے بلکہ ان سے زیادہ احتیاط لازم۔ ۲۱۵
سُنّی کو اپنی دختر رافضی تبرائی قاذفِ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح میں دینا جائز ہے یا نہیں اور باوجود ناجائز جاننے کے بھی ایسا کرے تو کیا حکم ہے۔ ۲۱۵
حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا قاذف کافر ملعون ہے جو اسے کافر نہ جانے خود کافر ہے۔ ۲۱۶
جو شخص اپنی دختر یا خواہر کا نکاح قاذف یا مرتد سے کرے وُہ دیوث ہے۔ ۲۱۶
اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تین شخصوں پر نظر رحمت نہیں فرمائے گا، ماں باپ کا نافرمان، مردوں سے مشابہت رکھنے والی عورت اور دیوث۔ ۲۱۶
تین شخص جنّت میں کبھی نہ جائیں گے، دیوث، مردانی وضع کی عورت اور شرابی۔ ۲۱۶
زید نے جمع بین الاختین کیا باوجود منع کرنے کے نہ مانا اس پر مسلمانوں نے اس سے اجتناب کیا بعض نے اُس کا ساتھ دیا تو شرعاً یہ اجتناب حق ہے یا نہیں اور زید اور اس کے ہمراہیوں کے ساتھ کھانے پینے، سلام کلام کا کیا حکم ہے، اور زید پر کون سی عورت حلال ہے۔ ۲۱۷
سُنّی کو اپنی دختر رافضی کے نکاح میں دینا کیسا ہے، اور سُنّی باوجود ناجائز جاننے کے دے تو کیا حکم ہے۔ ۲۱۷
زمانہ سلف سے اس وقت سُنّی اور رافضی کے درمیان قرابت کا کیا باعث، آیا اُس وقت میں علماء نے اس طرف توجہ نہیں فرمائی یا اُس وقت کے شیعہ اور اب کے روافض میں کچھ فرق ہے۔ ۲۱۷
فاسق معلن سے ابتداء بالسلام مکروہ ہے یونہی بوڑھا مذاق، کذاب، لاغی، گالیاں بکنے والا، اجنبی عورتوں کو گھورنے اور تاک جھانک کرنے والا، گانے والا اور کبوتر باز وغیرہ۔ ۲۱۸
مرتکب حرام کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے اور کھانے پینے والا بھی اسی کی مثل ہے۔ ۲۱۹
گناہ کی نحوست فاعل کے غیر پر بھی ہوتی ہے۔ ۲۱۹
غیر نبی کو نبی سے افضل ماننا کفر ہے۔ ۲۲۰
جو قرآن عظیم کو ناقص مانے کافر ہے۔ ۲۲۰
آج کل کے رافضیوں میں کوئی مسلمان ملنا ایسا ہی

مشکل ہے جیسا کوؤں میں سپید رنگ والا۔ ۴۲۰

رافضیوں کے ساتھ مناکحت حرام قطعی اور زنائے خالص ہے۔ ۴۲۰

جو اپنی بہن یا بیٹی رافضیوں کو دے وُہ دیوث ہے۔ ۴۲۰

حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما پر تبرا فقہائے کرام کے نزدیک مطلقاً کفر ہے۔ ۴۲۰

گمراہ و بد دین کو بیٹی دینا شرعاً گناہ و ممنوع ہے۔ ۴۲۰

پہلے دَور اور موجودہ دور کے رافضیوں میں فرق۔ ۴۲۱

عورت نے بعد طلاق عدت گزرنے سے پہلے دوسرے سے عقد کر لیا اب شوہر ثانی سے ناراض ہے وُہ اور اُس کے ورثاء کہتے ہیں کہ نکاح عدت کے اندر ہُوا تھا اس لئے جائز نہ ہوا اب شخص ثالث سے اس کے نکاح کا کیا حکم ہے۔ ۴۲۱

عدت کے اندر جو نکاح بوجہ عدم علم عدت ہو اس کا فسخ مرد و عورت دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کے سامنے کر سکتا ہے۔ ۴۲۲

متارکہ اور فسخ میں کوئی فرق نہیں یہی حق ہے، علامہ مقدسی نے اسی پر جزم فرمایا۔ ۴۲۲

کیا زید کی حقیقی بہن کی رضاعی بہن زید کے نکاح میں آسکتی ہے۔ ۴۲۲

مسئلہ جمع بین الاختین۔ ۴۲۲

بعد انتقال زوجہ اس کی بھانجی بھتیجی سے فوراً نکاح جائز ہے۔ ۴۲۳

زید لڑکی کا نکاح کر کے باہر چلا گیا، داماد اور لڑکی اور اپنی بی بی کو مکان پر چھوڑ گیا، چھ ماہ بعد واپس آیا تو عورت کو حاملہ پایا، بعد تحقیق معلوم ہُوا کہ داماد سے حاملہ ہے، تو لڑکی داماد کے نکاح میں رہی یا نہیں، طلاق کی ضرورت ہے یا نہیں، مہر لازم ہے یا نہیں، اور زوجہ بعد وضع حمل زید کی رہی یا نہیں اور داماد کے نکاح میں اس کی زوجہ آسکتی ہے یا نہیں۔ ۴۲۳

سوتیلے باپ کے بھائی سے نکاح جائز ہے یا نہیں۔ ۴۲۴

زید سے اس کے خسر و خوشدامن کسی سبب ناراض ہُوئے زوجۂ زید کو بلایا زید کے ماں باپ نے کہا جب ناراضی دُور ہو جائے گی بھیج دیں گے زوجۂ زید مکان پدر پر کسی تقریب میں گئی وہاں سے خسر زید کے آدمی زبردستی اُسے لے گئے اب بلانے سے کہتے ہیں کہ زید نے طلاق دے دی ہے دوسری جگہ نکاح کر دینا چاہتے ہیں اس نکاح اور شوہر ثانی سے وطی کا کیا حکم ہے۔ ۴۲۵

جو کسی کی عورت کو اس سے بگاڑ دے بحکم حدیث وہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے گروہ سے نہیں۔ ۴۲۵

عورت کو شوہر سے توڑ کر دوسرے کے نکاح میں کرا دینا اشد و اخبث ظلم ہے۔ ۴۲۶

جھوٹی گواہی بُت پُوجنے کے برابر گنی گئی ہے۔ ۴۲۶

جھوٹے گواہ کے قدم اپنی جگہ سے ہٹنے نہیں پائیں گے کہ اللہ تعالٰی اس پر عذاب جہنم واجب کر دے گا۔ ۴۲۶

زید ایک مسجد کا امام ہے اُس نے جمع بین الاختین کیا، اعتراض پر کہا یہ امام شافعی کے یہاں جائز ہے، اُسے امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔ ۴۲۶

زید کی دو زوجہ تھیں، زوجہ اولیٰ سے عمرو اور ثانیہ سے بکر خالد ولید، عمرو کا بیٹا سعید سعید کی دختر لیلیٰ لیلیٰ کی دختر سلمیٰ یہ سلمیٰ عمرو کے سوتیلے بھائیوں پر حرام ہے یا حلال۔ ۴۲۷

عدّت کے اندر عورت زنا سے حاملہ ہوئی، اب زانی بعد مرورِ ایامِ عدت نکاح چاہتا ہے جائز ہے یا نہیں، اور وطی قبلِ وضع کا کیا حکم ہے۔ ۴۲۹

دو حقیقی یا تایا یا چچازاد بھائیوں کی اولاد کا آپس میں نکاح درست ہے یا نہیں، حلال ہے تو جو اسے نہ مانے اور کہے کہ گو یہ مسئلہ شرع کا ہے لیکن ہم اس پر عمل نہیں کرتے، ہماری برادری میں باپ دادا سے کبھی ایسا نہیں ہوا، ایسے لوگوں سے میل جول اور ان کے پیچھے نماز کا کیا حکم، اگر ان کی مخالفت میں ماں باپ ناراض ہوں تو والدین کی اطاعت کرے یا شرع کی۔ ۴۳۰

حضرت امام عبداللہ محض رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنیا میں پہلے شخص تھے جن کے ماں باپ دونوں فاطمی ہیں اسی لئے آپ کو محض کہا جاتا ہے، آپ کے وصال کے بعد آپ کی قبر پر ایک سال تک آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت فاطمہ صغریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خیمہ بنائے رکھا۔ ۴۳۱

مزارات پر قبہ بنانے کا ثبوت۔ ۴۳۱

السبت مصدر ہے اور اس کا معنیٰ ہے تعظیم السبت ۴۳۲

ظالموں کی طرف میل مت کرو ورنہ تمھیں جہنم کی آگ چھوئے گی۔ ۴۳۳

فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور اسے امام بنانا گناہ ہے۔ ۴۳۳

ایذاءِ والدین اشد کبائر ہے۔ ۴۳۴

جو دو بلاؤں میں مبتلا ہو اسے چاہئے کہ ان میں سے ہلکی کو اختیار کرے۔ ۴۳۴

حکمِ شرع کو باطل اور مسئلہ کفار کو صحیح ماننے والے صریح کفار و مرتدین ہیں ان سے میل جول حرام ہے۔ ۴۳۴

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی طاعت نہیں۔ ۴۳۴

مرتدین سے میل جول کے بارے میں والدین کی اطاعت ناجائز ہے۔ ۴۳۴

جو کسی امرِ کفار کو اچھا جانے فقہاء اس کی تکفیر کرتے ہیں یہاں تک اگر یوں کہے کہ وقتِ طعام ترکِ کلام مجوسیوں کی اچھی بات ہے یا ترکِ مجامعت بحالتِ حیض مجوسیوں کی اچھی رسم ہے تو کافر ہو جائے۔ ۴۳۵

اگر کوئی کسی کو کہے کہ حکمِ شرع یوں ہے وہ جواب میں کہے کہ میں تو اپنی رسم کے مطابق کام کرتا ہوں شرع سے نہیں، تو بعض علماء کے نزدیک کافر ہو جائے گا۔ ۴۳۵

حقیقی بھانجہ کی بیٹی سے نکاح کا کیا حکم۔ ۴۳۵

مسئلہ نکاح زنِ رافضیہ با سُنّی۔ ۴۳۶

www.alahazratnetwork.org

سوتیلی خالہ سے نکاح کا حکم۔ ۴۳۷

ساس یا سالی سے صحبت کرے تو کیا عورت نکاح سے باہر ہو جاتی ہے اور اس کی عدت ہے یا نہیں۔ ۴۳۷

ایسی دو عورتوں کا ایک وقت میں نکاح میں لانا کہ ایک کو مرد قرار دیں تو صورت محرمات میں آجائیں درست ہے یا نہیں۔ ۴۳۷

ساس نے اپنی نابالغہ لڑکی کے مرجانے کے بعد اس کے شوہر سے نکاح کیا، کیا حکم ہے۔ ۴۳۸

سوتیلے بیٹے کی بی بی سے نکاح کا حکم۔ ۴۳۸

سوتیلی ماں سے نکاح حرام ہے۔ ۴۳۹

ایک شخص عدت میں نکاح پڑھوا دیتا ہے اور یتربصن کو صرف جماع سے بچنے پر محمول کرتا ہے اس کا کیا حکم ہے۔ ۴۳۹

رنڈی سے نکاح کیسا ہے، جائز ہے تو بعد توبہ یا بے توبہ۔ ۴۴۱

آیۂ کریمہ "الزانیۃ لاینکحہا الازان اومشرک" میں چار تاویلیں ماثور ہیں۔ ۴۴۱

قبل متارکہ و تفریق بین المحارم غیر مدخولہ سے دوسرے کا نکاح درست ہے یا نہیں۔ ۴۴۳

قاضی شرع کون ہے۔ یہاں کون حق فسخ و تفریق رکھتا ہے۔ ۴۴۳

متارکہ یا تفریق تا نیز ضرور ہے اور ناکح متارکہ نہیں کرتا تو کیا جائے۔ ۴۴۴

اسلامی ریاست میں مسلمان حاکم نائب شرع ہے بشرطیکہ وہابی، رافضی، قادیانی وغیرہ نہ ہو۔ ۴۴۴

نکاح اگر فاسد واقع ہوا ہو تو تنہا عورت حق فسخ رکھتی ہے۔ ۴۴۴

ہندہ نے زید سے ناجائز تعلق رکھا پھر اپنی بیوہ دختر کا نکاح بے رضامندی دختر بجبر زید سے کر دیا بے طلاق اب اس کا نکاح دوسرے سے ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ۴۴۵

ثبوت حرمتِ مصاہرت کے لئے مشتہاۃ ہونا ضروری ہے۔ ۴۴۵

وجود الشہوۃ من احدہما یکفی کے معنی۔ ۴۴۶

حرمتِ مصاہرۃ کے لئے دونوں کا مشتہی و مشتہاۃ ہونا ضروری ہے وجود شہوت وقتِ مس وغیرہ ایک کا کافی۔ ۴۴۶

بھتیجی، بھانجی، بھتیجے، بھانجے کی لڑکی سے نکاح کیسا ہے۔ ۴۴۶

سنی نے رافضیہ سے بطور شیعہ صیغہ پڑھایا بطریق اہلسنت نکاح نہ ہوا دونوں اپنے مذہب پر قائم رہے اولاد کیسی ہوئی۔ ۴۴۷

روافض کی تکفیر بوجہ ان کے عقائد ملعونہ مشتمل رجعت اموات بدنیا واجب ہے۔ ۴۴۷

حاملہ عورت کا نکاح جائز ہے۔ ۴۴۸

بورے آدمی کا نکاح کس طرح کیا جائے۔ ۴۴۸

مسئلہ زنِ مفقود الخبر۔ ۴۴۸

تحقیق الفرق بین المتارکۃ والفسخ۔ ۴۴۹

چچا کی نواسی سے نکاح کا حکم۔ ۴۵۱

سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح کا حکم۔ ۴۵۱

خسر نے بہو سے زنا کیا بیٹے کا نکاح رہا یا نہیں، بہو دعویٰ زنا کرے خسر منکر ہو تو کیا حکم ہوگا، اور دونوں اقرار کرتے ہوں تو کیا اور اگر شہادت سے ثابت ہو تو کیا، اور شہادت کیسی ہو۔ ۴۵۲

محض عورت کا بیان حرمتِ مصاہرت کے لئے کوئی چیز نہیں جب تک شوہر تصدیق نہ کرے۔ ۴۵۲

اپنے فعل پر خود اپنی شہادت مقبول نہیں۔ ۴۵۳

پرداداکی پرنواسی، دادا کی بھانجی کی بیٹی، چچیری پھپی سے نکاح کا حکم۔ ۴۵۳

خوشدامن سے وطی کرنے والے کی بیوی اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوجاتی ہے۔ ۴۵۳

زوجہ کی خالہ سے زوجہ کے ہوتے ہوئے نکاح کا حکم۔ ۴۵۴

علاتی بہن کی پوتی سے نکاح حرام ہے۔ ۴۵۴

جس عورت سے نکاح کیا تھا اس کی دختر شوہر اول سے نکاح کا حکم۔ ۴۵۴

زوجہ کو طلاق دے اور عدت گزر جائے تو اس کی علاتی بہن سے نکاح کرسکتا ہے۔ ۴۵۵

مسئلہ نکاح در عدت۔ ۴۵۵

زوجہ کی خالہ کو نکاح میں لانا حرام ہے فوراً چھوڑ دے، اور جب تک عدت نہ گزرے زوجہ کو ہاتھ لگانا بھی حرام ہے۔ ۴۵۶

بھانجی سے نکاح حرام ہے۔ ۴۵۷

تبرائی رافضی کے ساتھ نکاح باطل محض ہے۔ ۴۵۷

زید کی ساس کہتی ہے اُس نے مجھ سے زنا کیا، دو گواہوں نے زنا کرتے دیکھا، زید یہ کہہ کر فرار ہوگیا کہ میری عورت غیر مدخولہ مجھ پر حرام ہے جس کو چاہے دے دے۔ اس صورت میں کیا حکم ہے۔ ۴۵۸

فقیر نے بیبا کا دُودھ حفیظن کے ساتھ پیا پھر بیبا کے فہیمن ہوئی فقیر سے کا نکاح فہیمن سے کیسا ہے ۴۶۰

فہیمن بے طلاق کسی دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے۔

زوجہ کے مرنے کے بعد اس کی خالہ یا پھوپھی سے نکاح جائز ہے یا نہیں۔ ۴۶۰

بہو سے بعد طلاق یا موتِ پسر نکاح کیسا ہے۔ ۴۶۱

حکم نکاح با دختر دختر برادر خود۔ ۴۶۱

زید کی نواسی زوجہ اولیٰ سے اور لڑکا زوجہ ثانیہ سے ہے ان کا عقد ہوسکتا ہے یا نہیں۔ ۴۶۲

بکر نے زید کی بی بی کا پہلی اولاد پر دُودھ پیا، تین اولادوں کے بعد زید کی جو لڑکی ہوئی اس لڑکی بکر کے نکاح کا حکم۔ ۴۶۳

سالی سے زنا حرام ہے مگر وہ عورت کو حرام نہیں کرتی۔ ۴۶۳

زید نے ہندہ نابالغہ سے نکاح وجماع کیا پھر طلاق دے دی، ہندہ نے پھر عمرو سے نکاح کیا، عمرو سے اس کے لڑکی ہوئی، یہ لڑکی زید پر حرام ہے یا نہیں۔ ۴۶۴

ماں سے محض نکاح بیٹی کو حرام کرتا ہے یا نہیں، یونہی بیٹی سے ماں کو دونوں میں وطی شرطِ حرمت ہے یا نہیں اور بلوغ شرط ہے یا نہیں۔ ۴۶۴

خالہ اور چچی سے نکاح جائز ہے۔ ۴۶۳
نسبی رشتوں سے چار قسم کی عورتیں حرام ہیں۔ ۴۶۴
عورت نے دعوٰی کیا کہ تیرے باپ نے مجھ سے زنا کیا، اس پر شوہر نے طلاق دے دی، تین مہینے ہوگئے، اب عورت کہتی ہے تم نے مجھ پر تہمت رکھی تھی اس لئے یہ غلط بات کہی۔ آیا عورت سے پھر نکاح کرسکتا ہے ۴۶۵
آوارہ عورتیں جو بے پردہ رہتی کھلے بندوں چلتی پھرتی ہیں، جن سے زنا بھی ثابت ہُوا حمل گرائے گئے ہوں یا طوائف کا نکاح بے استبراءِ رحم جائز ہے یا نہیں۔ ۴۶۶
خسر نے بہو سے زنا کیا، بہو کو اقرار ہے، خسر نہ اقرار کرتا ہے نہ انکار، جب یہ کہا جاتا ہے کہ تُو نے بہت سخت گناہ کیا تو کہتا ہے خطا ہوئی کیا کریں کیا حکم ہے، عورت مہر لے سکتی ہے یا نہیں۔ ۴۶۶
خسر نے بہو سے زنا کیا تو کیا وُہ شوہر کے پاس رہ سکتی ہے۔ ۴۶۷
رشتہ داروں کی کن کن عورتوں سے نکاح جائز ہے اور کن سے ناجائز۔ ۴۶۷
لڑکا اور اُس کا باپ شہادت دلاتے ہیں کہ ہم سُنّی ہیں اور ہمیں شیعہ جانتے ہو تو اطمینان کے لئے ہمیں سُنّی کرلو۔ اُن کے ہم وطن شیعہ کہتے ہیں کہ یہ سُنّی ہیں، یہاں کے مسلمان کہتے ہیں کہ انھیں ہم نے ہمیشہ شیعہ مذہب کا برتاؤ کرتے دیکھا اور بعض مسلمان شہادت دیتے ہیں کہ یہ لڑکے شیعہ نہیں ہیں اور ان کے والد کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہتے، کیا حکم ہے۔ ۴۶۸
دو شخصوں نے کہا کہ لڑکے کا باپ اور لڑکی کی ماں ناجائز تعلقات رکھتے ہیں، لڑکی کے باپ نے قرآن شریف اُٹھانے کو کہا، انکار کیا اور چلے گئے، ثبوت نہ ہُوا، کیا حکم ہے۔ ۴۶۸
مولانا صاحب سے پوچھا نکاح پڑھانے آئیں گے۔ کہا، میں نہیں آؤں گا تو کون آئے گا۔ وقتِ نکاح نہیں آئے اور کہا، جو کوئی ان کا نکاح پڑھائے گا اس کی عورت کو طلاق ہوجائے گی۔ ۴۶۸
یہی سوال انداز بدل کر۔ ۴۶۹
زید کی سسرال کے رشتہ کے ماموں کے لڑکے اور زید کی لڑکی کا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں۔ ۴۶۹
اپنے حقیقی بھائی کی رضاعی بیٹی کی بیٹی سے نکاح کے بارے میں بعض جاہلوں کے فتوے کا رَد۔ ۴۷۰
بھائی کی رضاعی نواسی سے نکاح جہالت، گمراہی اور شریعت پر افتراء ہے۔ ۴۷۷
بھائی کی نواسی سے نکاح ایسا ہی ہے جیسے اپنی بہن سے، چاہے نواسی نسبی ہو یا رضاعی، اور یہ نکاح قرآن، حدیث اور اجماع کی رُو سے حرام قطعی ہے۔ اس کی نسبت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ یا کسی امام المسلمین کی طرف کرنا خطائے محض ہے۔ ۴۷۷
بھائی کی رضاعی نواسی سے جوازِ نکاح کا فتوٰی دینے والے عالم نہیں بلکہ جاہلوں سے ہزار درجہ بدتر ہیں۔ ۴۷۷
جس نے بغیر علم کے فتوٰی دیا اس پر زمین و آسمان کے

www.alahazratnetwork.org

فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ ۴۷۷

حدیث میں ہے لوگ جاہلوں کو رہنما بنا کر ان سے سوال کریں گے تو وہ بغیر علم کے فتویٰ دے کر خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ ۴۷۷

جس مرد کی طرف دُودھ منسوب ہے وہ رضیع کا باپ اس کی اولاد رضیع کے بہن بھائی، اس کے بھائی رضیع کے چچے اور اس کی بہنیں رضیع کی پھوپھیاں ہوں گی جبکہ رضیع کی اولاد اس مرد کی اولاد ہوگی۔ ۴۷۸

فرقہ ظاہریہ مخالف ائمہ اربعہ وتمام مجتہدین ہے ان کے امام داؤد ظاہری کو اہلِ سنّت سے جاننا جہل وسفاہت ہے وہ ہرگز اہلسنت نہیں۔ ۴۷۹

فرقہ ظاہریہ کی مخالفت کا کچھ اعتبار نہیں، نہ ان میں سے کسی کی تقلید جائز۔ ظاہریہ مسلوب العقل ہیں کہ قیاس جلی کے منکر ہیں۔ ۴۸۰

نقلِ مذہب غیر میں بارہا لغزش ہوجاتی ہے۔ ۴۸۲

دار الحرب میں حربیہ سے زنا کی تحلیل کو امام اعظم ابوحنیفہ کی طرف منسوب کرنا محض باطل ہے۔ ۴۸۲

حلتِ غراب کی نسبت امام ابوحنیفہ کی طرف کرنا باطل ہے۔ ۴۸۲

امام مالک کی طرف حلتِ متعہ کی نسبت کرنا صحیح نہیں، امام مالک متعہ کرنے والے پر حدِ زنا نافذ کرتے ہیں۔ ۴۸۲

حنفیہ و دیگر ائمہ کے نزدیک متعہ حرام ہے مگر وہ اس پر حدِ زنا نافذ نہیں کرتے۔ ۴۸۲

ابن علیہ ایک محدث ہیں مجتہد نہیں ہیں۔ ۴۸۳

خلافِ متفرد اجماع میں قادح نہیں۔ ۴۸۳

ظاہریہ مبتدع ہیں اجماع میں ان کے خلاف کا کچھ اعتبار نہیں کہ مبتدع امت دعوت ہیں اُمتِ اجابت نہیں۔ ۴۸۳

ان اللہ حرم من الرضاع ما حرم من النسب حدیث مشہور اور صدرِ اسلام سے اس وقت تک علماء میں متلقی بالقبول ہے۔ ۴۸۳

سنّتِ مشہورہ کے خلاف حکم نافذ نہیں ہوتا۔ ۴۸۴

جو حکم کتاب وسنّتِ مشہورہ اور اجماع کے خلاف ہو وہ مردود ہے۔ ۴۸۴

قول ضعیف ومرجوح پر حکم وفتویٰ جہل وخرقِ اجماع ہے۔ ۴۸۴

مقلد کو اپنے امام کے خلاف حکم جائز نہیں۔ ۴۸۵

قاضی مجتہد، مجتہد فیہ میں اپنی رائے کے خلاف اگر حکم کرے گا تو نافذ نہ ہوگا۔ ۴۸۵

⊙ الجلی الحسن فی حرمة ولد اخی اللبن

(رضاعی بھائی کی اولاد کے ساتھ حرمتِ نکاح کا عمدہ اور روشن بیان)

۴۸۲ ۔۔۔ ۴۸۷

کسی کم علم نے اولادِ رضیع اور اولادِ مرضعہ کے درمیان جوازِ نکاح کا فتویٰ لکھ دیا جو بذریعہ مولوی اکرام الدین صاحب امام وخطیب مسجد وزیر خاں اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان بریلوی تک پہنچا تو آپ نے اس غلط فتوے کے رد میں یہ رسالہ تحریر فرمایا۔ ۴۸۷

غیر مقلدوں کے پیشوا نذیر حسین نے ایک بازاری خیال

مولوی کے غلط فتویٰ پر مہرِ تصدیق لگا دی اور اعلیٰحضرت کی طرف سے گرفت پر اس سے رجوع کیا دُوسرا فتویٰ اس پہلے کے رَد میں لکھا اور عذرِ گناہ بدتر از گناہ پیش کیا۔ ۴۸۹
آتشِ جہنم پر جرأت غیر مقلدی کے لئے لازم بیّن ہے۔ ۴۹۰
جو فتویٰ پر زیادہ جرأت کرتا ہے وہ آگ پر زیادہ جرأت کرتا ہے۔ ۴۹۰
اللہ تعالیٰ ائمہ کے مقابلے کا مزہ چکھاتا ہے۔ ۴۹۰
کلکتہ کے مولوی لطف الرحمٰن بردوانی نے محارم سے نکاح کے جواز کے بارے میں جہان بھر کے علماء کو مخاطب کرتے ہوئے ایک طویل عربی سوال چھپوایا جس کے جواب میں اعلیٰحضرت نے دلائل و نصوص پر مشتمل ایک رسالہ "تجلی البیان لحرمة ابنة اخی اللبان" تحریر فرمایا۔ ۴۹۰
رضیع و مرضعہ کی اولادوں کے درمیان نکاح کے حرام ہونے پر بیش نصوص۔ ۴۹۱
جو نسب سے حرام ہے وہ رضاعت سے بھی حرام ہے۔ ۴۹۱
حضور انور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حضور پُرنور کے رضاعی بھائی بھی ہیں۔ ۴۹۱
رضاعی بھائی کی بیٹی حرام ہے۔ ۴۹۲
حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ہیں کیونکہ دونوں کو ثویبہ نے دودھ پلایا۔ ۴۹۲
نکاحوں کے بارے میں دُودھ اور نسب کی حرمت ایک سی ہے۔ ۴۹۲
رضیع کی تمام اولاد پر مرضعہ کی تمام اولاد حرام ہے۔ ۴۹۳
رضیع کی بیوی مرضعہ کے شوہر پر حرام ہے۔ ۴۹۳
رضیع کی بیٹیاں اور نواسیاں مرضعہ کے شوہر اور اس کے بیٹوں پر حرام ہیں۔ ۴۹۳
دُودھ کا چچا بھی چچا ہے ان سے پردہ کی حاجت نہیں۔ ۴۹۳
رضاعی چچا کی تفسیر۔ ۴۹۳
ماں کے رضاعی بیٹے کی بیٹی، بھتیجی اور محرم ہے۔ ۴۹۳
اولادِ رضیع جس طرح مرضعہ کی پوتا پوتی، نواسا نواسی باجماع قطعی ہے یونہی باجماع ائمہ اربعہ و جملہ فقہا وہ شوہرِ مرضعہ کے بھی پوتے اور نواسے ہیں۔ ۴۹۴
دُودھ کے رشتوں کا قاعدہ کلیہ کہ اس سے چار قسم کی عورتیں حرام ہوتی ہیں۔ ۴۹۴
رضاعی بھائی بہن کی بیٹیاں نسبی بھانجی اور نسبی بھتیجی کی طرح حرام قطعی ہیں۔ ۴۹۶
اخوت رشتہ متکررہ ہے کہ دونوں طرف سے یکساں قائم ہوتا ہے۔ ۴۹۶
یہ محال ہے کہ زید تو عمرو کا بھائی ہو اور عمرو زید کا بھائی نہ ہو۔ ۴۹۷
شرح وقایہ کے شعر "از جانب شیر دہ ہمہ خویش شوند، و از جانب شیرخوارہ زوجان و فروع" پر بحث۔ ۴۹۷
شعر مذکور کا مطلب بیان کرنے میں صاحب عمدۃ الرعایہ کی شدید غلطی۔ ۴۹۸

مصنف کی طرف سے شعر مذکور کی نفیس شرح۔ ۴۹۹

اصل علتِ حرمت جزئیت ہے۔ ۴۹۹

جزئیت نسب میں ظاہر اور رضاعت میں شرعاً معتبر ہے۔ ۴۹۹

زوجیت کا مرجع بھی جانب جزئیت ہے۔ ۴۹۹

دو شخصوں میں علاقۂ جزئیت کی دو صورتیں ہیں۔ ۴۹۹

علاقۂ جزئیت سے حرمت میں چار صورتیں ہیں۔ ۵۰۰

جانب شیر خوارہ سے دو علاقے ثابت و باعث حرمت ہیں، زوجیت و فرعیت۔ ۵۰۰

شیردہ کی جانب سے پانچ اور شیر خوارہ کی جانب سے دو صورتیں، اور ہر صورت میں "خویش شوند" کے معنی کی تفصیل۔ ۵۰۰

فتوائے خلاف کا پانچ وجوہ سے رد۔ ۵۰۱

تقریظات و تائیدات علمائے کرام۔ ۵۰۳

لڑکے نے سنا کہ باپ نے اس کی بی بی سے زنا کیا اس پر غصہ میں بی بی کو مارا اور طلاق دے دی زوجہ نے مہر کی نالش کر دی ڈگری ہو گئی، وکیل زوج کہتا ہے طلاق غصہ میں دی اس لئے نہیں ہوئی اور وکیل زوجہ کہتا ہے ہو گئی، کون سچا ہے۔ ۵۰۵

زید اپنی ممانی جمیلہ سے مذاق کرتا بشہوت اس کا کبھی بوسہ بھی لیا تھا اب زید کا باپ جمیلہ کی لڑکی صغریٰ سے اپنا نکاح کرنا چاہتا ہے کیا حکم ہے۔ ۵۰۵

ممانی اور بھاوج سے مذاق کا حکم۔ ۵۰۶

ایک بہن کا لڑکا دوسری کی دختر کی دختر سے نکاح کر سکتا ہے۔ ۵۰۶

سالی کی دختر سے اپنے بیٹے کا نکاح کیا تو سالی سے اپنا نکاح جائز ہے یا نہیں۔ ۵۰۶

زید کے بیٹے نے اپنی سوتیلی ماں کے ہاتھ میں اپنا ذکر منتشر بے حجاب کسی کپڑے وغیرہ کے دیا کئی بار بوسہ لیا، دو بار دخول کی کوشش کی مگر دخول نہ کر سکا، ایک بار ہندہ کوشش کر کے نکل گئی ایک بار کسی کے آواز کے سبب علیحدہ ہو گیا، ہندہ کو شہوت کبھی نہ تھی، کیا حکم ہے۔ ۵۰۶

مرزائی کی نابالغہ دختر سے عقد جائز ہے یا نہیں، مرزائی مر گیا ہے دختر اپنے مذہب سے بالکل ناواقف ہے۔ ۵۰۷

مرزائی مرتد ہیں۔ ۵۰۸

مرتد مرد ہو یا عورت اس کا جہاں بھر میں کسی سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ ۵۰۸

عقل و تمیز کے بعد نابالغ کا ارتداد و اسلام صحیح ہے۔ ۵۰۸

مرتد لوگ بہت بچپن میں اپنی اولاد کو عقائد کفریہ سکھاتے ہیں۔ ۵۰۸

بدمذہبوں سے قرابت قریبہ رکھنا بارہا منجر بہ فتنہ و فساد مذہب ہوتا ہے۔ ۵۰۸

غیر مقلدوں سے نکاح اور تعلقات کا حکم۔ ۵۰۸

غیر مقلدوں سے میل جول حرام اور ان سے مناکحت ناجائز ہے۔ ۵۰۸

وہابیت ارتداد ہے اور مرتد کا نکاح کسی سے

www.alahazratnetwork.org

بھی جائز نہیں۔

ایک بیوہ حاملہ کا کہنا ہے کہ یہ حمل اس کے داماد کا ہے اب منکوحۂ داماد کا کیا حکم ہے۔ ۵۰۹

زوجۂ زید کئی سال سے لاپتہ ہے اب اس کی حقیقی بہن سے زید نکاح کر سکتا ہے یا نہیں۔ ۵۰۹

حکم عدتِ مفقودہ۔ ۵۰۹

فقہ میں ظنِ غالب یقین سے ملحق ہے۔ ۵۱۰

ایک بھائی کا پوتا دوسرے بھائی کی لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں۔ ۵۱۰

زید نے زینب کا دودھ ہندہ کے ساتھ پیا زینب کی تیسری لڑکی سے زید کے نکاح کا حکم۔ ۵۱۰

دو حقیقی بہنوں میں ایک سے باپ اور دوسری سے بیٹے کا نکاح ہو سکتا ہے۔ ۵۱۰

مسلمان مرد یا عورت کے بد مذہبیں ہندو دہریہ وغیرہ سے نکاح کا حکم۔ ۵۱۰

مسلمان مرد کافرہ کتابیہ سے نکاح کر سکتا ہے۔ ۵۱۰

کتابیوں کا ذبیحہ مسلمانوں کے لئے حلال ہے۔ ۵۱۱

بہو کے ساتھ زنا سے طلاق نہیں ہوتی بہو بیٹے پر حرام ہو جاتی ہے اور کس صورت میں ثبوت حرمت نہیں۔ ۵۱۱

زنا و دواعی زنا نیت زنا میں فرق ہوگا یا نہیں۔ ۵۱۲

تحری دلائل شرعیہ میں سے ہے۔ ۵۱۳

قول فاسق کے صدق پر اگر تحری واقع ہو تو وہ معتبر ہے۔ ۵۱۳

جرمانہ لینا حرام ہے اور حرام شے مسجد میں صرف کرنا حرام ہے۔ ۵۱۳

دیوبندیوں سے فتوی پوچھنا اور اس پر عمل کرنا حرام ہے۔ ۵۱۴

دیوبندیوں کو مولانا یا نور اللہ مرقدہ کہنا حرام ہے۔ ۵۱۴

دیوبندیوں کے اقوال ملعونہ پر مطلع ہو کر ان کے کفر میں شک کرنے والا کافر ہے۔ ۵۱۴

قادیانی کو مجدد، مہدی، مسیح موعود، پیغمبر ماننے والے کا حکم۔ ۵۱۴

ایسے کا نکاح کسی مسلمہ یا غیر مسلمہ اس کی ہم مذہب عورت سے درست ہے یا نہیں۔ درست نہیں تو بے طلاق وعدت وہ عورت کسی دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں۔ ۵۱۴

جزئیت کا قاعدہ کلیہ۔ ۵۱۶

بڑی بھاوج سے نکاح کا حکم اور جن عورتوں سے نکاح حرام ہے وہ کون کون ہیں۔ ۵۱۷

حرمت کے اسباب متعدد ہیں جن میں سے بارہ کا اجمالی ذکر۔ ۵۱۷

جس عورت کا سوتے میں لڑکی نے ایک بار یا دو بار دودھ پی لیا اس کے بھائی سے لڑکی کے نکاح کا حکم، اور نکاح کے بعد معلوم ہوا تو کیا حکم ہے۔ ۵۱۸

سوتیلے چچا سے نکاح کا حکم۔ ۵۱۹

بحالت نابالغی عورت کے سکھانے سے عورت کے ساتھ جس نے صحبت کی اب اس عورت کی لڑکی سے اس کے نکاح کا حکم۔ ۵۱۹

حرمتِ مصاہرت کے لئے کم از کم مراہقت درکار ہے۔ ۵۲۰

پسر و دختر کے لئے اقل عمر مراہقت کا بیان۔ ۵۲۰

www.alahazratnetwork.org

باب الولی

نابالغہ یتیمہ کی کفیل صرف ماں ہے چچا چالیس سال سے بے تعلق ہے، ایسی حالت میں ماں اور چچا دونوں کی بے اجازت اور ان کی عدم موجودگی میں جو نکاح ہوا کیسا ہے۔ ٥٢١

جب دادا یا جوان بھائی نہ ہو تو چچا ولی ہے، چچا کے سامنے ماں کو اختیار نہیں۔ ٥٢١

باپ سے جدا ہونا ولایت شرعیہ کو ساقط نہیں کرتا۔ ٥٢١

گناہ مسقط ولایت نہیں۔ ٥٢١

فسق مانع ولایت نہیں۔ ٥٢٢

نکاح فضولی اجازتِ ولی پر موقوف ہوتا ہے جائز کردے جائز ہوجاتا ہے رد کردے باطل ٥٢٢

باپ دادا کے سوا اور ولی اگر غیر کفو سے نکاح کردے یا مہر میں کمی فاحش کردے تو نکاح صحیح نہیں۔ ٥٢٢

کفو ہونے میں کن امور کا اعتبار ہے۔ ٥٢٣

جو مہر معجل اور نفقہ سے عاجز ہو وہ قابلِ جماع عورت کا کفو نہیں۔ ٥٢٣

باپ نابالغہ کے نکاح کی اجازت اپنے جوان بیٹے کو دے کر سات آٹھ کوس پر چلا گیا نکاح و رخصت ہوگئی باپ آیا چوتھی کی رخصت اس کے سامنے ہوئی سات آٹھ برس برابر آتی جاتی رہی اب کہتا ہے کہ میں راضی نہیں اس صورت میں نکاح کا حکم اور یہ کہ باپ یا صغیرہ کو بعد بلوغ حقِ فسخ ہے یا نہیں۔ ٥٢٣

باپ اور دادا کا کیا ہوا نکاح لازم ہوجاتا ہے اگرچہ مہر میں غبن فاحش اور غیر کفو میں ہو۔ ٥٢٤

لیلیٰ نابالغہ کا باپ بکر اس کے نکاح کی عمرو کفو کے ساتھ کرنے کی اجازت اپنے جوان بیٹے خالد کو دے کر بیس کوس چلا گیا خالد نے زید کے ساتھ کہ وہ بھی برادری ہی کا ہے لیلیٰ کا نکاح جلدی کرکے کردیا، باپ آیا خبر نکاح سن کر ناراض ہوا، دختر کو پھر سسرال نہ جانے دیا، اب سات برس سے لیلیٰ بالغہ ہے اس نے بالغہ ہوتے ہی اس نکاح سے انکار کردیا، کیا حکم ہے۔ ٥٢٤

نکاح فضولی بے اجازت نافذ نہیں ہوتا۔ ٥٢٦

ولی اقرب اگر غائب بغیبت منقطعہ ہو تو حقِ ولایت ولی ابعد کی طرف منتقل ہوجاتا ہے۔ ٥٢٧

غیبت منقطعہ میں دو قول اصح ہیں ارجح اور اکثر مشائخ کا مختار للفتوی احسن واشبہ بالفقہ یہ کہ اگر ولی یا اس کی رائے کا انتظار کیا جائے تو کفو خاطب فوت ہوجائے گا۔ ٥٢٧

نابالغ و نابالغہ کا نکاح جو ان کے اولیا کریں کیسا ہے اور بعد بلوغ وہ اسے فسخ کرسکتے ہیں یا نہیں۔ ٥٢٨

باپ کا کیا ہوا نکاح لازم ہے یعنی اولاد کو فسخ کا اختیار نہیں ہوتا۔ ٥٢٨

ہندہ بالغہ بیوہ ایسے شخص سے نکاح کرنا چاہتی ہے جس سے نکاح پر اس کے والدین راضی نہیں اگر کرے گی تو نکاح ہوگا یا نہیں۔ ٥٢٩

ماموں نے نابالغہ ہمشیرزادی کا نکاح اپنے

لڑکے سے کیا، کوئی اور ولی نہیں، دختر بعد بلوغ جبکہ بلوغ کو کچھ زمانہ گزر جائے اور اُسے نکاح کا پہلے سے علم ہو نکاح سے انکار کرے تو کیا حکم ہے۔ ٥٣٠

عورت کو شوہر سے بگاڑنے والے پر وعید شدید۔ ٥٣١

نابالغہ کا باپ گوالیار میں تھا، ماں مرچکی ہے، نانا بے مشورہ والد نابالغہ اُس کا نکاح ایک رافضی سے چاہتا ہے۔ باپ کو اطلاع ہوئی تو وہ ناراض ہوا اور ممانعت کی ایسی صورت میں اگر نکاح ہو تو کیا حکم ہے۔ ٥٣٢

فاسق نہ صالحہ کا کفو ہے نہ فاسقہ بنت صالح کا۔ ٥٣٣

ہندہ بالغہ باکرہ کا نکاح اُس کے ولی نے اپنی اجازت سے زید کے ساتھ کردیا، ہندہ کو اس کا علم تھا، ہندہ نے اپنی زبان سے اجازت نہ دی نہ انکار کیا، یہ نکاح کیسا ہوا۔ ٥٣٣

بالغہ سے پیش از نکاح اذن لینا مسنون ہے۔ ٥٣٤

زن دوشیزہ کا سکوت بھی اذن ہے جبکہ ولی اقرب یا اس کا وکیل فرستادہ اُس سے ایسے سے نکاح کا اذن لے جسے عورت پہچانتی ہو۔ ٥٣٤

نکاح فضولی قولاً یا فعلاً رد کردینے سے رد ہوجاتا ہے اور اجازت قولی یا فعلی یا سکوتی سے جائز۔ ٥٣٥

رد قولی، رد فعلی، اجازت قولی، فعلی، سکوتی کی تعریف اور مثالیں۔ ٥٣٥

بے اذن لئے نکاح کردینا خلاف سنت ہے گناہ نہیں۔ ٥٣٨

نابالغہ کا نکاح بولایت مادر جبکہ چچا وغیرہ موجود ہوں کیسا ہے اور بعد بلوغ لڑکی ناراض بھی ہے۔ ٥٣٨

جدی مردوں میں سے اگر کوئی موجود ہو تو ماں کو ولایت نکاح نہیں ہوتی۔ ٥٣٩

جدی مردوں میں جو در باب وراثت مقدم ہو وہی ولی نکاح ہوتا ہے۔ ٥٣٩

ولی نکاح عصبہ بنفسہ ہوتا ہے مطابق ترتیب وراثت وحجب۔ ٥٣٩

عصبہ بنفسہ نہ ہو تو ماں کو ولایت نکاح حاصل ہوتی ہے۔ ٥٣٩

ولی اقرب کے ہوتے ہوئے ابعد نکاح پڑھادے تو وہ اقرب کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ ٥٤٠

طوائف نے توبہ کرکے ایک مسلمان سے نکاح کرلیا لڑکی کہتی ہے کہ میں ولی ہوں بے میری اجازت نکاح جائز نہیں۔ ٥٤١

مردار، خون اور حر کی بیع باطل محض ہے کہ محل بیع ہی نہیں کیونکہ مال نہیں۔ ٥٤٢

عقد باطل سے ملک تصرف حاصل نہیں ہوتی۔ ٥٤٢

حرہ مکلفہ کا نکاح بغیر ولی کے نافذ ہوجاتا ہے۔ ٥٤٢

نابالغہ کا باجازت والد نکاح ہوا بعد بلوغ نابالغہ ناپسند کرتی ہے کیا حکم ہے۔ ٥٤٢

وہ صورت جس میں باپ کا کیا ہوا نکاح نابالغہ بھی صحیح نہیں۔ ٥٤٣

زید نے اپنی نابالغہ دختر کا عقد عمرو سے کردیا پھر عمرو فسق وفجور میں مبتلا ہوگیا، ہندہ بالغہ ہوکر اس تزویج کو ناجائز رکھتی ہے کیا حکم ہے۔ ٥٤٤

اعتبارِ کفاءت وقتِ عقد ہے، بعد عقد اگر زائل بھی ہوجائے تو مفسد نہیں۔ ۵۴۴

استیذان از بالغہ نکاح کے لئے ضرور ہے۔ ۵۴۵

نابالغہ کا باپ مفقود الخبر ہے، بھائی بالغ ہے نکاح اُس بھائی اور ماں نے کیا، ہُوا یا نہیں۔ ۵۴۵

نابالغہ کا نکاح ماں نے باوجود انکار نابالغہ و حیاتِ والد کردیا، ہُوا یا نہیں۔ ۵۴۵

غیبت منقطعہ کے لئے مفقود الخبر ہونا ضرور نہیں بلکہ اگر معلوم ہو کہ ولی فلاں جگہ ہے اُس کے آنے یا اُس کی رائے سے اطلاع پانے میں کفو حاضر فوت ہوگا، یہ بھی غیبت منقطعہ ہے۔ ۵۴۶

پرورش کرنے والے کی عدم موجودگی میں اس کی بی بی نے ہندہ کا نکاح کردیا، وہ آیا تو راضی نہ ہُوا، کیا حکم ہے۔ ۵۴۷

جس کا کوئی ولی نسبی نہ ہو اُس کا ولی قاضی شرع ہے، نکاح اس کی اجازت پر موقوف رہے گا۔

جہاں قاضی شرع نہ ہو جیسے اکثر دیار ہندوستان وہاں اعلم علمائے اہل بلد صاحب فتویٰ فقیہ کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ ۵۴۹

ہمشیر اور نانی نانا ہوں تو ولایتِ نکاح کسے حاصل ہوگی۔ ۵۵۰

نانی کے آگے نانا کو ولایتِ نکاح نہیں۔ ۵۵۱

مرتد کو کسی پر ولایت نہیں اگرچہ دعویٰ اسلام رکھتا ہو۔ ۵۵۱

ماموں نے ماں کے مشورہ سے بحالت عدم موجودگی والد اور چچا اور برادر اور دادا نکاح کردیا لڑکی نے بعد بلوغ منظور نہ کیا تو وہ نکاح رہا یا نہیں۔ ۵۵۲

عورت کے نامنظور کرنے سے فسخ نہ ہوگا، فسخ کے لئے ضروری ہے کہ قاضی کے یہاں دعویٰ کرے قاضی فسخ کرے۔ ۵۵۲

خالاؤں نے چچا کی غیبت میں اپنے لڑکوں سے نابالغہ لڑکیوں کا عقد کرلیا، کیا حکم ہے۔ ۵۵۳

درجاتِ بعض اولیا کی تفصیل خالہ سگے چچا سے ولایت میں چھتیسویں درجہ میں ہے۔ ۵۵۳

ماں نے لڑکی کا نکاح باپ کی عدم موجودگی میں زید سے کردیا جس سے وہ راضی تو تھا مگر یہ کہتا تھا کہ جب تک ذکر نہ ہو نہ کرنا، کیا حکم ہے۔ ۵۵۴

نابالغ کے والدین غنی ہوں تو وہ بھی غنی مانا جائیگا۔ ۵۵۶

شوہر اگر خود محض نادار ہو تو وہ اپنے ماں باپ کے غنی سے کفو ٹھہرے گا اگرچہ بالغ ہو جبکہ اس کے مصارف کا اس کے ماں باپ تحمل کرتے ہوں۔ ۵۵۶

اگر بالغہ بے اذنِ ولی کفو سے مہر مثل سے کم پر نکاح کرے تو ولی کو حق اعتراض ہے یا شوہر مہر مثل پورا کرے یا قاضی تفریق کردے۔ ۵۵۷

چچا بولایت خود ایسی حالت میں کہ لڑکی نانی کے پاس ہو اپنے پسر نابالغ سے اُس کا نکاح کردے تو یہ نکاح درست ہوگا۔ ۵۵۷

جو غائب بغیبت منقطعہ ہو وہ اُس وقت تک ولی نہیں رہتا یہی صحیح ہے۔ ۵۵۸

چچا نے بھتیجی کا عقد ماں سے چھپا کر ایک بیمار سے کر دیا تو کیا حکم ہے۔ ۵۵۹

زید نابالغ کا نکاح باجازت اس کی پھوپھی کے محمودہ بالغہ سے ہوا، زید نکاح کے چار ماہ بعد مر گیا، یہ نکاح ہوا یا نہیں، مہر واجب الادا ہے یا نہیں، ہے تو کس قدر۔ ۵۵۹

لڑکا احتلام و انزال اور لڑکی احتلام و حیض و حمل سے بالغ ہوتی ہے۔ ۵۶۰

لڑکا کم از کم بارہ برس کی عمر میں بالغ ہو سکتا ہے اور لڑکی کم از کم نو برس کی عمر میں جبکہ دونوں زیادہ سے زیادہ پندرہ برس میں ۵۶۰

مہر کا لزوم وطی، خلوتِ صحیحہ یا احد الزوجین کی موت سے ہوتا ہے۔ ۵۶۱

نکاحِ موقوف میں اجازت سے قبل موت واقع ہو جائے تو باطل ہو جاتا ہے۔ ۵۶۱

سکوتِ ولی اجازت نہیں اگرچہ جلسۂ نکاح میں موجود ہو جبکہ کوئی ایسا فعل نہ کیا ہو جو اجازت پر دال ہو۔ ۵۶۱

نابالغ کا بالغہ سے نکاح موقوف ہوا اور وہ اس بالغہ سے جبراً وطی کرے تو مہرِ مثل لازم ہوگا اور اگر عورت کی رضا سے وطی کرے تو کچھ لازم نہ ہوگا۔ ۵۶۲

نکاحِ موقوف قبل از اجازت وطی کو حلال نہیں کرتا بلکہ نظر کو بھی تاہم جبراً وطی کی تو مہرِ مثل لازم ورنہ کچھ نہیں۔ ۵۶۲

شبہہ دافعِ حد ہے۔ ۵۶۲

بچے پر حد نہیں۔ ۵۶۲

ماموں نے نابالغہ کا نکاح بولایت خود کر دیا اب بعد بلوغ لڑکی نامنظور کرتی ہے اور جس وقت بالغ ہوئی دو چار آدمیوں کو بلا کر اظہار کیا کہ میں اب بالغہ ہوئی اس نکاح کو فسخ کیا، دین مہر بھی معاف کرے دیتی ہے، شوہر صفائی نہیں کرتا اور فسخ کی خبر قاضی کو کرنا قاضی کو تفریق کرنا چاہئے اور اس سلطنت میں قضا یا نہیں الخ ۵۶۳

زوج کی عدم موجودگی میں قاضی تفریق نہیں کر سکتا بلکہ بوقتِ تفریق اس کی حاضری ضروری ہے۔ ۵۶۳

ہائی کورٹ وغیرہ انگریزی کچہریاں شرعی دارالقضا نہیں لہذا ان حکام کے فسخ کئے نکاح فسخ نہ ہوگا۔ ۵۶۳

مسلمان پنچ شوہر کی موجودگی میں تفریق کر سکتا ہے ۵۶۴

حدود، قصاص اور عاقلہ پر دیت کے علاوہ تمام معاملات میں پنچ کا فیصلہ مثل فیصلۂ قاضی ہے ۵۶۴

ریاستِ اسلامی میں جو مسلمان قاضی ایسا ہو جو خاص اس شہر کے لئے نہ ہو نہ کسی مذہب خاص پر قضا کے لئے مقید ہو تو وہ بھی تفریق کر سکتا ہے اگر مدعی اور مدعا علیہ وہاں کے نہ ہوں۔ ۵۶۴

زید و ہندہ نابالغوں کا نکاح بولایت پدران ہوا زید نابینا ہو گیا، ہندہ کا باپ مر گیا، ہندہ

کی ماں اور چچا رخصت سے انکار کرتے ہیں، کیا حکم ہے۔ ٥٦٤

جب دادا پردادا کی اولاد سے کوئی عاقل بالغ مرد نہ ہو تو ولایت ماں کو ہے، ماں کے ہوتے ہوئے پھوپھی کوئی چیز نہیں، پھوپھی کا کیا ہوا نکاح اس صورت میں ماں کی اجازت پر موقوف تھا، ماں نے رد کر دیا رد ہو گیا۔ ٥٦٥

پدر محمودہ کو حامد کے ساتھ نکاح کرنا منظور نہ تھا، مادر محمودہ اور تمام خاندان نے بغیبت پدر محمودہ کہ بارہ تیرہ کوس پر تھا منعقد کیا، محمودہ بالغہ ہے قبل از وقت نکاح اُس کی ایک ہم عمر کو اس کی مرضی معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ محمودہ نے کہا مجھے بدل منظور ہے وقت نکاح وکیل و گواہ اذن لینے محمودہ کے پاس جا کر واپس آئے، پھر معلوم ہوا کہ انھوں نے صرف مادر محمودہ سے رضامندی حاصل کی ہے، پھر گئے، محمودہ نماز میں مشغول تھی بعد فراغ اس سے پوچھا وہ خاموش رہی، مادر محمودہ نے کہا ہاں منظور ہے، دوبارہ پھر محمودہ سے کہا وہ سرنگوں ہو گئی، پھر پوچھا تو وہ دونوں ہاتھ منہ پر رکھ کر اور زیادہ جھکی، پھر پوچھا محمودہ کی وہی حالت سکوت و خاموشی رہی، وکیل و گواہ لوٹے اور نکاح ہو گیا، شب میں محمودہ کا والد آ گیا اور شور و غل برپا کیا، صبح کو کہا کہ مادر محمودہ یہ کہتی ہے کہ محمودہ کو یہ نکاح منظور نہ تھا اور وقت استیذان محمودہ نماز پڑھ رہی تھی مادر محمودہ نے کہا کہ محمودہ نے کہا تھا کہ مجھ کو منظور ہے والد محمودہ یہی کہتا رہا کہ بوجہ مشغولی نماز نکاح نہ ہوا، پھر باپ نے چاہا کہ علیحدگی ہو جائے، محمودہ نے ایک رقعہ اپنے والد کو لکھا کہ لفظ طلاق ہرگز درمیان میں نہ آنے پائے۔ ایسی صورت میں یہ نکاح ہوا یا نہیں۔ ٥٦٦

ہندہ نابالغہ جس کا کوئی ولی سوائے ماں کے نہیں اُس کا نکاح باجازت نابالغہ برضامندی والدہ خالد نابالغ سے ہوا، قبول نابالغ سے کرایا گیا، پھر ہندہ نے خالد کے یہاں جانا نہ چاہا، پیش کار کی تنبیہ سے رخصت ہوئی، چار برس وہیں رہی، اب پھر ناراضی ظاہر کرتی ہے، اور دوسری جگہ نکاح چاہتی ہے ہمبستری نہیں ہوئی، کیا حکم ہے۔ ٥٧٠

ہندہ باکرہ کا نکاح بغیبت والد ہندہ جو بارہ کوس پر تھا برضامندی مادر و نانی و بسکوت گریہ ہندہ اپنے ساتھ ہونا ظاہر کیا اب کہتا ہے کہ ہندہ نے بصراحت خود قبول کیا وکیل و گواہان نے حسب بیان زید شہادت دی، ہندہ کہتی ہے کہ میں نے ہرگز منظور نہ کیا تھا نہ اب ہے، کیا حکم ہے۔ ٥٧١

استیذان اجنبی بلکہ ولی بعید پر سکوت اذن نہیں۔ ٥٧٢

محل خفا میں تناقض مقبول و عفو ہے۔ ٥٧٣

اگر کوئی شخص کہے یہ میری رضیعہ ہے، پھر خطا کا اعتراف کرے تو سچا مانا جائے گا اور اس اس کے ساتھ نکاح جائز ہو گا جبکہ اپنے اقرار پر ثابت نہ رہے۔ ٥٧٤

رد و اجازت نکاح موقوف میں اختلافِ زوجین ہو تو اگر شہادت عادلہ کافیہ سے زوج کا قول ثابت ہو تو وہ ورنہ قسم کے ساتھ عورت کا قول معتبر ہوگا۔ ۵۷۳

باپ کی ناراضگی صحت و نفاذ نکاح میں خلل انداز نہیں جبکہ عورت حرہ عاقلہ بالغہ ہو اور زوج کفو ہو۔ ۵۷۸

باپ نے لڑکی کا چار سال کی عمر میں نکاح کردیا، بعد بلوغ لڑکی کو پسند و قبول نہیں اس کا مفصل جواب۔ ۵۷۸

نابالغ کا نکاح اگر باپ کردے تو مطلقاً لازم ہو جاتا ہے مگر دو صورتوں میں باپ کا کیا ہوا نکاح بھی جائز نہیں ہوتا۔ ۵۷۹

دار الاسلام میں ولی حد یا عشر سے خالی نہیں ہوتی۔ ۵۸۱

چچا نے نابالغہ بھتیجی کا نکاح کردیا بلوغ پر لڑکی کہتی ہے کہ میرا نکاح اس شخص کے ساتھ نہیں اور نہ کروں گی، نکاح یوں فسخ ہوگیا یا نہیں۔ ۵۸۱

ماں نے نابالغہ کا نکاح حقیقی تایا زاد بھائی کے ہوتے خود کردیا تو اس کا کیا حکم ہے۔ ۵۸۳

رسالہ تجویز الرد عن تزویج الابعد (ولی اقرب کی موجودگی میں ولی ابعد کے نکاح کردینے کا شرعی حکم) ۵۸۵

پانچ سوالوں کا جواب۔ ۵۸۵

سوال اول۔ ۵۸۵

ولی ابعد بغیبت ولی اقرب اگر نکاح کردے تو ولی اقرب اُسے فسخ کرسکتا ہے یا نہیں۔ ۵۸۵

سوال دوم۔ ۵۸۶

غیبت کی تفاسیر سے کون سی تفسیر معتمد علیہ ہے۔ ۵۸۶

سوال سوم۔ ۵۹۰

ولی ابعد سے کون مراد ہے عصبہ یا مطلق وارث، گو ذوی الارحام سے ہو، اگر عصبہ مراد ہے تو موطا سے امام محمد کی حدیث ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کہ اُنھوں نے اپنی بھتیجی بنت عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہم کا نکاح عبد اللہ ابن زبیر سے کردیا، اس کا کیا جواب ہے، پھوپھی تو ذوی الارحام سے ہے۔ ۵۹۰

سوال چہارم۔ ۵۹۲

ولی ابعد نے اگر غیر برادری میں نکاح کردیا تو کیا حکم ہوگا۔ ۵۹۲

ولی اقرب کے غائب ہونے کی کل بہتر صورتیں اور ان کے حکم کا ضابطہ۔ ۵۹۳

فضولی نے جو عقد کیا اگر کوئی ایسا ہے جو اسے جائز کرسکے تو اس کی اجازت پر موقوف ہوگا ورنہ باطل ہوگا۔ ۵۹۳

بحالت غیبت منقطعہ ولی اقرب ولی وہ ہوگا جو مرتبہ میں اس کے بعد ہو بحالت غیبت غائب ولی نہیں وہ اگر پردیس میں نکاح کردے گا نہ ہوگا۔ ۵۹۴

باپ دادا سفر میں تھے دوسرے ولی نے نکاح کردیا واپسی پر انھیں حق اعتراض ہونا چاہیے۔ ۵۹۶

سوال پنجم۔ ۵۹۷

زید سو کوس سے زائد سفر پر گیا ہے زید نے اپنی والدہ کو لکھا کہ میری دختر کا نکاح بے میری اجازت کے

نہ کرنا میں واپس آکر اپنے برادر زادے سے کروں گا
مگر والدہ نے بے دریافت کئے زید اور اس کے
پھوپھی زاد بھائی خالد کے جو موجود تھا نکاح کر دیا زید
بعد واپسی یا خالد نابالغہ کا نکاح فسخ کر سکتا ہے
یا نہیں۔ ۵۹۷
ابن عمۃ الاب ذوی الارحام سے ہے اور دادی
ان پر بالاتفاق مقدم۔ ۵۹۷
ماں دادی پر مقدم ہے۔ ۵۹۷
ولی ابعد کو بحالت غیبت اقرب کب اختیار تزویج
ہوتا ہے۔ ۵۹۸
احراز کفو شرع میں سخت مہم و مہتم بالشان ہے۔ ۵۹۸
نابالغ پر تشریع ولایت تزویج کی حکمت۔ ۵۹۸
ابعد کے لئے حصول ولایت کی تین شرطیں [illegible]
مذہب معتمد پر غیبت منقطعہ میں سفر در کنار شہر سے
باہر ہونا بھی شرط نہیں۔ ۶۰۲
ولی اقرب غائب بغیبت منقطعہ تھا اس لئے
ولی ابعد نے نکاح کیا تو وہ نافذ ہوگیا، اب اگر
ولی اقرب واپس آئے تو اسے رد نہیں کر سکتا
اگرچہ اس کے واپس آنے پر ولایت اس کی جانب
عود کر آتی ہے۔ ۶۰۶
تنبیہ نفیس از مصنف۔ ۶۰۷
زید نے اپنی دختر نابالغہ کی منگنی عمرو سے کر دی زید
مر گیا لڑکی تیرہ برس کی ہوئی مگر علامت بلوغ کوئی
ظاہر نہ ہوئی زید کے باپ نے لڑکی کی عدم موجودگی
میں بخیال بلوغ اس کا عقد بکر سے کر دیا کوئی نشانی
۶۰۹ بلوغ کی ابھی ظاہر نہیں، کیا حکم ہے۔
باپ نے نابالغہ کا نکاح اپنے ہم قوم سے کیا،
شوہر نے رخصت چاہی تو انکار کیا، نالش ہوئی تو
جواب دیا کہ داماد نامرد ہے ہجڑوں میں گانا بجاتا
ہے اگر ڈاکٹر اسے مرد بتائیں تو عذر نہیں، ابھی
فوجداری میں مقدمہ دائر تھا کہ لڑکی کے باپ نے
دیوانی میں دعویٰ فسخ نکاح کر دیا کہ وہ نامرد ہے
ہجڑوں کے افعال سے حالت شرمناک کر لی ہے
میری برابری کا نہ رہا۔ اگر یہ الزام ثابت ہوں تو
۶۱۰ کیا نکاح فسخ کیا جا سکے گا۔
کفاءۃ کا اعتبار وقت عقد ہے اس وقت کفو تھا
۶۱۰ بعد میں فاسق و فاجر ہو گیا تو نکاح فسخ نہیں کر سکتا۔
عنین سے تفریق کے لئے عورت بالغہ کا دعویٰ ضرور
ہے قاضی اس کی طلب پر تفریق کرے گا، اگر
صغیرہ ہوگی تو اس کے بلوغ کا انتظار کیا جائے گا
کیونکہ ممکن ہے وہ بالغہ ہو کر عنین یا مجبوب سے
۶۱۱ راضی ہو۔
عورت نے شوہر کو عنین پایا تو قاضی شوہر کو
۶۱۲ ایک سال قمری کی مہلت (بغرض علاج) دے گا۔
۶۱۲ قاضی کی تفریق سے عورت بائنہ ہو جاتی ہے۔
ماموں نے بالغہ کا نکاح جس کے اور اولیا موجود
۶۱۲ نہیں بے استیذان بالغہ کر دیا، کیا حکم ہے۔
سوتیلے باپ نے بے اذن بالغہ اور بے مشورہ والدہ
۶۱۲ بالغہ کا نکاح کر دیا، کیسا ہے۔
بالغہ کے بھائی کے ہوتے چچا نے بالغہ سے

www.alahazratnetwork.org

استیذان کیا اُس کی خاموشی کو اذن قرار دے کر
اُس کا نکاح کر دیا، زوجین میں خلوت صحیحہ بھی ہوئی
یہ نکاح کیسا ہوا۔ ٦١٣
حقیقی چچا نے بخیال نفع معاش براہ چالاکی بے علم
و رضامندی مادر و عم علاقی ہندہ ہندہ کا عقد اپنے
بیٹے سے کر لیا، ہندہ بالغہ ہے، اس کی عمر اندازاً
چودہ سال ہے، اس نے خبر نکاح سُن کر نا منظور
کیا، کیا حکم ہے۔ ٦١٤
ہنگام نکاح خوانی مہر پر بحث ہوئی، زید مجلس سے
اُٹھ گیا، عمرو نے بحالت غصہ مؤذن سے کہا تم میری
لڑکی کا نکاح بکر سے کر دو بکر مجلس نکاح میں موجود
تھا، مؤذن نے صرف تین کلمے پڑھا کر ایجاب و قبول
کرا دیا کوئی وکیل و گواہ نہیں ہوا نہ مہر کی قید و بکر
کو بتائی یہ کہا کہ مثل لڑکی کی ماں کے مہر باندھا
لڑکی بالغ ہے اس سے اجازت نہ لی گئی، کیا
حکم ہے۔ ٦١٨
لڑکی کا علاتی بھائی ماں اور ماموں کے مقابل ولی
جائز ہے یا نہیں بے اجازت برادر علاتی ماں اور
ماموں بالغہ لڑکی کا نکاح غیر کفو سے کر دیں، تو
کیا حکم ہے۔ ٦١٩
باپ دختر کی منگنی کر کے فوت ہو گیا بغیبت والدہ
دختر چند اشخاص نے بجبر اُس دختر بالغہ کو ایک گھر میں
کر دیا، ماں نے دعویٰ دائر کیا جواب دعویٰ ہوا کہ
متوفی کے بھائی نے جو دوسرے باپ سے ہے
بے اجازت دختر و والدہ دختر نکاح کر دیا کیا حکم ہے ٦٢٠

ہندہ ماں نے رضیہ کا بحالت نابالغی حامد سے عقد
کر دیا رخصت نہ کی تھی چار سال بعد اب رضیہ بالغہ
ہوئی اس عرصہ میں خالد نے دوسری عورت کو رکھ لیا
خالد کی وضع و اطوار چال چلن رضیہ اور ہندہ کو ناگوار
ہیں کمال نفرت سے خالد سے تعلق نہیں چاہتی
انکار کرتی ہے اور خلع چاہتی ہے رضیہ کیا کرے
جو خالد سے قطع تعلق ہو، اور یہ عقد عقد فضولی قرار
پائے گا یا نہیں۔ ٦٢١
نابالغ نے نکاح کیا یا کچھ بیچا یا خریدا اجازت ولی پر
موقوف رہے گا اگر قبل اجازت ولی بالغ ہو گیا تو
خود اس کی اجازت پر موقوف ہو گیا۔ ٦٢٢
ایک شخص نے کسی کو سفر سے لکھا کہ میری نابالغہ
لڑکی کی منگنی فلاں نابالغ لڑکے سے کرنا، اس نے
بعد منگنی خود ولی بن کر نکاح بھی کر دیا والد خبر سُن کر
خوش ہوا انکار نہ کیا، کیا حکم ہے۔ ٦٢٣
ساکت کی طرف قول منسوب نہیں کیا جاتا۔ ٦٢٣
ہندہ بیوہ نے اپنا عقد ایک شریف اپنے خاندانی
سے کر لیا، عمرو بکر خالد نے اس پر اُسے اور اس کی
ماں کو برادری سے نکال دیا ایذا دی، کیا حکم ہے۔ ٦٢٤
ناحق ایذاء مسلم حرام کہ بحکم حدیث وہ ایذاء رسول ہے
اور ایذاء رسول ایذاء اللہ ہے جل جلالہٗ و صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم۔ ٦٢٥
لڑکی دس سال کی ہے ماں نانی چچا میں کس کو اُس
کے نکاح کا اختیار ہے ایک بھائی بھی دوازدہ ١٢
سالہ ہے۔ ٦٢٥

خالد نے اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح رحیم بخش بالغ سے کر دیا اب بوجہ فساد دختر بالغہ چاہتی ہے کہ نکاح فسخ ہو جائے، کیا شرعاً یہ ممکن ہے ۔ ٦٢٥

ہندہ بکر بالغہ ہے اس سے قبل نکاح زید برادر علاتی یا کسی نے صراحۃً استمزاج نہیں لیا اور نہ بعد نکاح صراحۃً اسے خبر دی مگر اُسے خارجی طریقہ سے سب باتیں معلوم تھیں اور تمام رسمیں اُس نے کیں کسی وقت اظہار نارضامندی نہ ہوا اور نہ اب تک ظاہر کرتی ہے بلکہ خوش معلوم ہوتی ہے، کیا حکم ہے ۔ ٦٢٦

ولی نے بالغہ کا نکاح کر دیا اور باکرہ کو ولی کے قاصد یا کسی اور عادل نے نکاح کی خبر دی وہ سن کر خاموش رہی تو یہ سکوت اذن ہے ۔ ٦٢٧

بکر نے اپنے لڑکے خالد کی نسبت سعیدہ دختر زید سے چاہی، زید کو منظور نہ ہوئی، بکر نے ہندہ زوجہ زید کو برہم کر دیا، ہندہ نے اس قدر فساد مچایا کہ زید نے مجبوری بخوف حکام ضلع بخیال اس کے کہ رفع جملہ فساد ہو جائے گا منظور کر لیا اور سعیدہ سے بے اذن لئے اس کا نکاح حامد سے کر دیا، خالد و سعیدہ سے آج تک ملاقات نہ ہوئی، بعد نکاح خالد لندن چلا گیا، وہاں فسق و فجور میں مبتلا ہوا، وہ کسی قسم کی خبر گیری سعیدہ کی نہیں کرتا، نہ وہاں سے آتا ہے، نہ اس کا باپ بکر اس کے خرچہ کی کفالت کرتا ہے، ایسی صورت میں سعیدہ مجاز ہے یا نہیں کہ اپنے باپ کے کئے نکاح کو جو بخوشی نہیں بلکہ بمجبوری و بخوف حکام و بامید رفع خرخشہ کیا تھا اور رفع خرخشہ ہوا ابھی نہیں توڑ دے خالد کا کب تک انتظار کیا جائے گا ۔ ٦٢٧

ولی اگر بحالت جبر و اکراہ نکاح کر دے ہو جائیگا ۔ ٦٢٨

عورتوں سے بحکم قرآن نیک برتاؤ کرنا لازم ۔ ٦٢٩

عورتوں کو مقدور بھر وہاں رکھو جہاں خود رہو ۔ ٦٢٩

عورتوں کو ضرر نہ پہنچاؤ کہ ان پر تنگی کرو ۔ ٦٢٩

عورت کو معلقہ کرنا بحکم قرآن ممنوع ہے ۔ ٦٢٩

بحکم حدیث اسلام ضرر و ضرار سے پاک ہے ۔ ٦٢٩

ہندہ نابالغہ کا باپ مر گیا، ماں نے اس کی سوتیلی بہن کو جس نے اسے بچپن سے اولاد کی طرح پالا تھا اس کے نکاح کی اجازت دے دی، سوتیلی بہن نے نکاح کر دیا، وقت نکاح ہندہ کے چچا اور بھائی موجود نہ تھے مگر انہیں علم تھا، کیا حکم ہے ۔ ٦٢٩

لڑکی کے باپ نے لڑکے کو دہلی سے بھوپال برائے عقد بلایا، برات پہنچی، تاریخ عقد مقرر ہوئی، لڑکی ماموں کے یہاں تھی، باپ لینے گیا، عین وقت پر ماموں نے بھیجنے سے انکار کر دیا، باپ شرم سے زہر کھا کر مر گیا، اس کی تحریری اجازت موجود ہے، لڑکی نابالغہ ہے اُس کا چچا عقد پر رضامند ہے، کیا چچا کی محض اجازت سے بے اطلاع دختر نکاح ہو سکتا ہے ۔ ٦٣٠

بیوہ نے جس سے نکاح کیا اس کے دو لڑکے زوجۂ اولیٰ سے ہیں، ایک دختر اس سے ہوئی۔ شوہر ثانی کے انتقال کے بعد بیوہ نے تیسرا خاوند کیا اور شوہر سوم نے اُس دختر نابالغہ کا نکاح ایک نابالغ

www.alahazratnetwork.org

سے کر دیا۔ ابتداء قرار داد نسبت میں شوہر دوم
کے دونوں لڑکوں کا بھی مشورہ تھا مگر وقت نکاح
یہ دونوں نہ تھے، اب یہ دونوں اس نکاح سے
رضا مند ہیں، کیا حکم ہے۔ ۶۳۳
زید پدر ہندہ نابالغہ کو بکر نے فریب دیا کہ خالد
اس کا ہم قوم ہے زید نے خالد سے عقد کر دیا
رخصت ہوئی تو معلوم ہوا کہ خالد ولد الحرام ذلیل
قوم ہے صغیرہ اسے اپنا شوہر نہیں جانتی نہ اس
کے پاس آئی گئی معاہدۂ نکاح جو مرتب ہوا تھا
بوقتِ بلوغ اس نے فسخ کر دیا کیا حکم ہے۔ ۶۳۴
کسی کو صالح جان کر کہ نشہ کی چیز نہیں استعمال
کرتا اس سے اپنی بیٹی کا عقد کر دیا پھر معلوم ہوا
کہ وہ عادی ہے لڑکی نے بعد بلوغ اظہار کر دیا
اس نکاح سے راضی نہیں، کیا حکم ہے۔ ۶۳۴
اپنی بیٹی کسی کے نکاح میں اسے حر اصلی جان کر
دی اور وہ تھا آزاد شدہ، تو یہ نکاح بالاتفاق
باطل ہوگا۔ ۶۳۵
عدم کفاءۃ بوجہ فسق وغیر فسق میں کوئی فرق نہیں ۶۳۵
فرقت عورت کی طرف سے ہو تو فسخ، مرد کی طرف
سے ہو تو طلاق ہے اور قضاء سب کے لئے
شرط ہے۔ ۶۳۵
فسخ بوجہ عدم کفاءۃ قاضی ہی کے یہاں
ہو سکتا ہے۔ ۶۳۶
لڑکیاں بعد موت والدہ اپنے نانا کے زیر پرورش
رہ کر بالغہ ہوئیں والد اپنے وطن میں ہے لڑکیوں
کی کسی قسم کی امداد نہیں کرتا، نانا شادیوں کا انتظام
کرتا ہے تو والد مانع ہوتا ہے اور خود بوجہ صرف
نہیں کرتا، کیا نانا ولی ہو کر نکاح کر سکتا ہے۔ ۶۳۶
نابالغہ کا باپ فوت ہوگیا اس کے شرعی وارث موجود
ہیں مگر ولی بننے سے انکار کرتے ہیں نابالغہ کی ماں
جس نے عقد ثانی کر لیا ہے وہ یا اس کا شوہر ثانی
ولی بن سکتے ہیں یا نہیں۔ ۶۳۷
زید کے ہندہ سے ایک دختر ہوئی پھر زید نے ہندہ
کو طلاق دے دی دختر ہندہ کے پاس رہی ہندہ
نے بکر سے نکاح کر لیا جب دختر تقریباً ۹ سال
کی ہوئی تو بکر و ہندہ نے اس کا نکاح کر دیا جس
سے نکاح کیا وہ اسلام سے بالکل ناواقف ہے
نہ روزہ رکھتا ہے نہ نماز پڑھتا ہے اب دخترِ ہندہ ۹ www.alahazratnetwork.org
سال کی ہے نماز روزے کی پابند پڑھی لکھی ہے
وہ اس کے یہاں رہنا نہیں چاہتی ولی اصلی
زندہ ہے اس نے اجازتِ نکاح نہیں دی، کیا حکم ہے۔ ۶۳۷
لڑکی ۱۳، ۱۴ سالہ ہے اس کا باپ نہ تو کھانا
کپڑا دیتا ہے نہ لے جاتا ہے بہت کچھ اسے کئی
دفعہ سمجھایا مگر کوئی خیال نہ کیا، ماموں نے کہا یا تو
تم لڑکی کی شادی کرو نہیں کرتے تو لا دعویٰ ہو جاؤ
جواب نہ دیا ماموں نے جب چاہا کہ شادی کر دیجائے
تو اس شخص نے اپنے خسر کو نوٹس دیا کہ تم لڑکی
کی شادی نہ کرنا ورنہ ہم دعویٰ کریں گے۔ کیا
حکم ہے۔ ۶۳۸
ہندہ بیوہ کا عمرو سے ناجائز تعلق ہوا، ہندہ کے

چچا بکر نے یہ خبر پاکر بزور اپنے لڑکے زید سے
بے رضامندیِ ہندہ ہندہ کا نکاح کردیا، وکیل
نے ہندہ سے اجازت چاہی، بخوفِ جان ہندہ
نے اذن دیا، دو چار ماہ بعد موقع پاکر عمرو کے
یہاں بھاگ آئی، ہندہ نے حلفاً بیان کیا کہ مجھے
ہرگز ہرگز منظور نہ تھا بکر وغیرہ کے جبر سے جو دھمکی
ہلاکت کی تھی اقبال کیا پھر مجھے اور زید کو لوگوں نے
ایک مکان میں بند کردیا خلوتِ صحیحہ بھی بجبر ہوئی،
کیا ایسا نکاح جائز ہے، طلاق کی حاجت
ہوگی یا نہیں ۔ ٦٤١
ولی جو مہر باندھے نابالغ بعد بلوغ اُس مہر سے
راضی نہ ہو انکار کرے تو کیا حکم ہوگا ۔ ٦٤٢
زید مرگیا اس کا ایک بھائی جو مذہب و رائے www.alahazratnetwork.org
علیحدہ ہے کسی قسم کا کوئی تعلق مرحوم سے نہیں رکھتا
تھا زید کی لڑکی جو قریب بلوغ ہے اس کی شادی
ہونے والی ہے لڑکی کی سوتیلی ماں جس نے اس کی
پرورش کی ہے شادی کررہی ہے اُس نے زید
کے بھائی سے شادی کے متعلق مدد چاہی اس نے
کہا کہ میں اس شادی میں شریک نہ ہوں گا نہ مجھے
کوئی واسطہ، جہاں چاہیں کریں۔ لڑکی کے دو سوتیلے
بھائی جن کی عمر سولہ سال سے موجود ہیں، کیا
حکم ہے ۔ ٦٤٤
ماں باپ مرگئے نانی نے پرورش کیا آٹھ نو سال
کی عمر میں نانی نے لڑکی کا نکاح نواسے کے ساتھ
کردیا۔ دختر کے حقیقی بھائی موقع پر موجود نہ تھے

ہندہ کو جب پہلی بار حیض ہوا وہ مع اپنی نانی کے
اپنے محلّے کے ایک گھر میں آئی اور دو مرد تین عورتوں
کے سامنے کہا جس کے ساتھ میری نانی نے میری شادی
کی تھی میں اُس سے رضامند نہیں ہوں اُس کے
ساتھ اپنی عمر بسر نہیں کرسکتی، یہ نکاح رہا یا
نہیں، ہندہ نے دوسرا عقد کرلیا، کیا
حکم ہے ۔ ٦٤٥
بعد وفاتِ پدر ماں نے نابالغہ کا کہیں ناتا کردیا
لڑکی کو کسی قدر زیور اور کپڑا چڑھایا گیا، ناتے والے
اپنے زعم میں اسے نکاح سمجھتے ہیں دو تین سال
بعد منگنی والوں نے شادی کا تقاضا کیا، ماں نے
انکار کردیا، انھوں نے ناتا توڑ دیا اور چڑھاوا
…پ نے لیا، لڑکی کی ماں کے مرنے کے بعد
کہتے ہیں ہم نے ناتا نہیں توڑا، کیا بحکم ولہما
الخیار فی غیر الاب والجد لڑکی کو حقِ فسخ ہے ٦٤٦
جہاں قاضی نہ ہو کیا وہاں اعلم علمائے اہلِ بلد
سے فسخ کرالیا جائے ۔ ٦٤٧
لڑکی چودہ سال کی ہے، باپ نے اس کی ماں
کو خط لکھا کہ جس طرح چاہو کرو تمھیں اختیار ہے
کیا باپ کی عدم موجودگی میں ماں نکاح کرسکتی ہے ۔ ٦٤٨
زید نے اپنی پہلی بی بی کے بچوں کو عاق کردیا،
تیسری بی بی سے دختر ہے، اس کی بکر سے
نسبت کرکے فوت ہوگیا، لڑکی دس سال کی
تھی ماں نے بولایتِ خود بکر سے شادی کردی،
پہلی بی بی کا عاق لڑکا کہتا ہے میں ولی ہوں،

دوسری جگہ شادی کرنا چاہتا ہے، کیا حکم ہے۔ ٦٤٨

عاق کرنا شرعاً کوئی چیز نہیں، نہ اس سے ولایت زائل ہو۔ ٦٤٩

بیوہ نے اپنی بالغہ لڑکی کا خود عقد اپنے بھانجے سے کردیا۔ لڑکی کا بیان ہے کہ میرے سامنے عقد سے پہلے چند بار میری ہمشیرہ نے عزیز الحسن سے میرے نکاح ہونے کا ذکر کیا، میں نے قطعی انکار کیا، میرے انکار کی خبر عزیز الحسن اور میری ماں بہنوں وغیرہ سب کو ہوئی، اب بوقتِ نکاح جب مجھ سے اذن لیا گیا میں بوجہ شرم باآواز بلند مجمع میں انکار نہ کرسکی، مگر انکاری سر ہلایا اور اوں ہوں کہا جو انکار تھا میری بہنوں ماں اور خالہ نے غل شور مچا دیا کہ ہوگیا ہوگیا میں نہ رضامند تھی نہ اب ہوں، کیا حکم ہے۔ ٦٤٩

حقیقی چچا نے بولایتِ خود ہندہ کو نابالغہ جانتے ہوئے بعدم موجودگی ہندہ و مادرِ ہندہ زید نابالغ سے نکاح کردیا، پانچ سال بعد زید بالغ ہوکر رخصت کرانا چاہتا ہے، مادرِ ہندہ کا دعوٰی ہے کہ وقتِ نکاح ہندہ بالغہ تھی اس لئے رخصت نہیں کرتی، مادرِ ہندہ کے بیان کی تصدیق کرلی گئی کیا حکم ہے۔ ٦٥٠

نانا نے اپنی نواسی ہندہ نابالغہ دختر زید کا عقد اپنے خاندانی لڑکے بکر سے بے اطلاع زید کیا جائز ہوا یا نہیں، اس عقد کو کون اور کتنے عرصے تک فسخ کرسکتا ہے۔ ٦٥١

ہندہ اگر بالغہ ہو تو جبکہ وہ اپنے شوہر کے گھر رہی اور اس کے ہمراہ اپنے والد کے گھر آئی اور بکر چندے مقیم رہا اس صورت میں یہ عقد درست ہوا یا نہیں (۳) ہندہ درصورتیکہ نابالغہ ہو جبکہ زید کے ملنے والوں نے اس سے پوچھا کہ تم یہاں تھے اور تمہاری بے اجازت وہاں نکاح ہوگیا، یہ کیونکر ہوا، تو زید نے کہا کہ ہم اجازت دے گئے تھے کہ آپ عقد کردیں اور ہمیں صرف اطلاع کردیں، اس صورت میں اجازت صحیح ہوئی یا نہیں (۴) بکر زید کے یہاں تنہا آیا اور قیام کیا زید اُسے اکثر مجالس اور بازار میں ہمراہ لے گیا، دریافت پر کہا میرا داماد ہے، جب بکر ملازمت پر چلا گیا تو خط و کتابت بھی رہی پھر جب وہ مفقود الخبر ہوگیا تو زید نے کہا ہمیں بکر کے ساتھ عقد منظور نہ تھا ہوگیا تھا تو جبراً قہراً منظور کیا، ان سب واقعات سے عقد صحیح ہوگیا یا نہیں۔ زید ع۳ کے مضمون سے منکر ہو اور ع۲ کا انکار نہ کرتا ہو ع۱ کو تسلیم کرتا ہو پھر بھی چار یا پانچ سال کے بعد نکاح فسخ کرکے ہندہ کا دوسرا عقد کردیا، کیا حکم ہے۔ زید کے ساتھ ربط ضبط میل جول رکھنا گناہ ہے یا نہیں، اگر ہندہ رخصت ہوکر بکر کے یہاں نہ گئی ہو نہ اُس کے ساتھ بکر زید کے یہاں آیا ہو لیکن بکر خود زید کے مکان پر آیا قیام کیا ہو زید نے اپنے ملنے والوں سے کہا ہو کہ یہ داماد ہے سب کو دکھلایا ہو تو کیا حکم ہے۔ ٦٥١

www.alahazratnetwork.org

زید نے نابالغہ کا عقد نابالغ سے کر دیا نابالغ کے باپ نے یہ شرط کرلی تھی کہ اگر ہندہ بالغہ ہے تب میں اپنے لڑکے سے اس کا نکاح کروں گا ورنہ نہیں، زید نے اقرار کیا کہ وہ بالغہ ہے نابالغہ اب نوٹس دیتی ہے کہ میں بالغہ ہوگئی، والدین کے نکاح کے فسخ کا مجھے حق ہے، کیا حکم ہے۔

٦٥٣ زید شدتِ مرض میں تھا اُس کے بھائی نے اس کی نابالغہ دختر کے عقد کی اپنے لڑکے کے ساتھ اجازت لے لی زید تین دن بعد مرگیا، لڑکا کفو نہیں کہ ذلیل عورت سے ہے، نکاح ہوا یا نہیں۔

٦٥٤ زید متقی صوفی عالم خوش حال متورع عالم کا بیٹا زاہد عزلت گزین درویش کا پوتا ہے زینب دختر زید بہت نیک اور سیدھی اور ممنوعات سے بہت محترز ہے زید نے اس کی شادی نہ کی تھی کسی عالم متقی کی تلاش میں تھا عمرو جو کسی طرح زید و زینب کا کفو نہیں "آیا" اور اس نے اسے دھوکا دیا کہ میں عالم ہوں اتنا اتنا مالدار ہوں "ایسا ہوں" ویسا ہوں۔ اور زینب سے نکاح کرلیا، بعد علم حقیقت حال زید و زینب اُس سے سخت متنفر ہیں، نہ زینب جانا چاہتی ہے نہ زید بھیجنا چاہتا ہے، عمرو مالاً و دیانتاً زینب کا ہرگز کفو نہیں، اور درمختار میں ہے ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوٰی صورتِ مستفسرہ میں خلوت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو عبارت مذکورہ کے بموجب بطلانِ نکاح کا حکم ہوسکتا ہے یا نہیں، اگر نہیں تو زینب اور اس کے اولیاء کو حقِ فسخ حاصل ہے یا نہیں۔

٦٥٥ فاسق اگرچہ غیر معلن ہو صالحہ یا بنتِ صلحاء کا کفو نہیں ہوسکتا۔

٦٥٨ فقیر محتاج جو ذی حرفہ نہ ہو وہ فقیرہ کا کفو بھی نہیں۔

٦٥٨ مطلقہ بطور خود بلا رضائے ولی اگر کفو سے بغیر حلالہ نکاح و ہم بستری کرے حلالہ نہ ہوگا کہ یہ نکاح ہوگا ہی نہیں۔

٦٥٩ یونہی اگر ولی نے بھی اجازت دے دی ہو مگر ولی کو پیش از نکاح اس کا غیر کفو ہونا معلوم نہ ہو تو نکاح نہ ہوگا۔

٦٥٩ غیر کفو کے ساتھ نکاح کی ولی سے اجازت طلب کی وہ ساکت رہا، عورت نے کرلیا، نکاح نہ ہوا، اگرچہ بعد کو ولی بصراحت اجازت دے دے۔

٦٦٠ لڑکے لڑکی کا بحالت نابالغی نکاح ہوا تھا اب لڑکا یا اس کے وارث لڑکی کی خبر کسی قسم کی نہیں رکھتے۔ لڑکی تین طرح کے علم سے واقف ہے اور لڑکا نرا جاہل۔ لڑکی اب کہتی ہے ہم اول شوہر کو طلاق دے کر نکاحِ ثانی کریں گے، کیا ارشاد ہے۔

٦٦٠ ہندہ نابالغہ کا باپ زید ہزار میل پر تھا ماں اور

www.alahazratnetwork.org

چچا بکر نے ہندہ کے باپ کی تحریری اجازت حاصل
کرکے مفتیِ شہر کو بتا کر خود نکاح خالد سے کر دیا،
جب زید مکان آیا تو خالد نے اُس کی دعوت کی
زید نے جلسۂ دعوت میں نکاح کی رضامندی ظاہر
کی، مہینوں رسوم دامادی وخسروی خالد کے ساتھ
رکھے، اب زید خطا سے انکار کرتا ہے، کیا
حکم ہے۔ ٦٦١

زید نے بھتیجی کا نکاح نابالغی میں کر دیا جس
وقت وہ بالغ ہوئی اُسی وقت اُس نکاح اور
شوہر کے گھر جانے سے انکار کیا، نکاح باقی
رہا یا نہیں، دوسری جگہ ہو سکتا ہے یا نہیں،
مہر لازم ہوا یا نہیں۔ ٦٦٢

بیوہ کے ایک دختر شوہر اول سے تھی شوہر ثانی
نے بقصد سختی وتشدد وبہزار زجر وتوبیخ بیوہ سے
اپنے لڑکے کے ساتھ اس کی چھ سالہ دختر کے
عقد کا اذن لے کر جبریہ نکاح کر دیا لڑکی کا چچازاد
چچا اور چچازاد بھائی وقتِ عقد موجود نہ تھے
انھیں اطلاع نہ ہوئی لڑکی بعد بلوغ جب اظہار
ہوا فوراً پکار اٹھی کہ مجھے اس شوہر کے یہاں
جانا منظور نہیں ہرگز نہ جاؤں گی، منشا بھر بھی
پورا نہ ہونے دیا کیا حکم ہے۔ ٦٦٢

درمختار میں ہے وللولی الاعتراض فی غیر
الکفو مالم تلد لئلا یضیع الولد۔
طحطاوی، ابو المکارم وبنایہ وحاشیۂ شلبی و
ہندیہ میں بعد ولادت بھی بربنائے ظاہر الروایہ
ولی کو اعتراض کا حق بتایا اور امام حسن کی روایت
مفتیٰ بہا پر ابتداء ہی سے بطلانِ نکاح کا حکم
ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ولادت حق اولیاء
کی مسقط نہیں، کیا ثبوت تفریق کا دعوی
صحیح ہوگا وان ولدت۔ ٦٦٣

بعض مولوی کہتے ہیں علویات کا نکاح مع تراضی
اولیاء بے تراضی باطل کہنا شیعہ کا مذہب ہے
بنایہ کی اس عبارت سے مستند ہیں وفی
البسیط ذہب الشیعۃ الی ان نکاح العلویات
ممتنع علی غیرھم مع التراضی قال السروجی
وھما قولان باطلان، ان قولان باطلان
سے کون سے دو قول مراد ہیں۔ ٦٦۴

عقد کر ہوتے ہوتے اولاد پیدا ہو گئی اور چند
روز میں مر گئی تو اب بھی حق اعتراض للاولیاء گیا یا نہیں۔ ٦٦۴

ایک شخص فوت ہوا، بی بی اور دو نابالغ لڑکیاں اور
باپ کو چھوڑا، دختران کا ولی کون ہوگا۔ ٦٦٦

سوتیلی خالہ سے ایک شخص نے نکاح کیا وہ لڑکی
دو سال سے اس کے والدین نے روبرو گواہوں
کے دوسرے لڑکے کو دی ہے مگر رخصت کے
وقت جو نکاح ثانی ہوتا ہے وہ باقی تھا کیا حکم ہے۔ ٦٦٧

کنواری لڑکی بے رضائے والدین غیر شخص
کو اپنے نکاح کا ولی بنا سکتی ہے یا نہیں۔ ٦٦٧

قاضی جسے علم ہو کہ اس لڑکی کے والدین زندہ
ہیں وہ والدین کے بے پوچھے کسی غیر شخص کو
ولی مقرر کر کے لڑکی کا نکاح کر سکتا ہے یا نہیں،

اگر نہیں تو ایسے قاضی کے لئے کیا حکم ہے۔ ۶۶۶

لڑکی بوجہ شرم و حجاب ساکت رہے عزیز و قریب
عورتیں جو اس کے گرد ہوں وہ کہہ دیں ہاں لڑکی کو
منظور ہے، تو نکاح جائز ہوگا یا نہیں اور اس کا
اقرار سکوتی قائم مقام ایجاب و قبول ہوگا یا نہیں۔ ۶۶۷

لڑکی بالغہ یتیم ہے ماں نے اس کا نکاح کیا چچا
تائے اس کے نکاح میں موجود نہ تھے، کیا
حکم ہے۔ ۶۶۸

یتیمة بلغت من عمرها خمسة عشر
سنين زوجتها امها برضاها لكن لم يحضروا
مجلس النكاح اولياؤها وما استشيروا
فى هذا الباب هل جاز النكاح۔ ۶۶۹

بالغہ کے ماں بھائیوں نے میراثی سے کہا کہ فلاں
قبیلہ میں رشتہ کراؤ کسی دوسری جگہ نہ کرنا میراثی
رشوت لے کر دوسری جگہ کر آیا، معلوم ہونے پر
انکار کرا بھیجا اور بھائی خود بھی جا کر منع کر آئے،
مگر وہ لوگ نہ مانے، میراثی نے اپنی طرف سے دن
مقرر کر کے برات منگائی، اس میں رؤسا بھی تھے،
لڑکی کی ماں اور بھائی برابر انکار کرتے رہے۔
رؤسا نے گرد و نواح کے اور رؤسا جمع کر کے
زور ڈالا، بھائیوں کو ایک مقدمہ جعلسازی میں
پھانس دیا وہ عاجز آ کر بولے نکاح ٹھہرا دو،
جب بالغہ سے اذن لینے گئے اس نے انکار
کر دیا، لڑکی کو جبراً خاموش کر دیا اور بہلی میں
بٹھا لے گئے، اس وقت بھی لڑکی نے کہا میرا

www.alahazratnetwork.org

نکاح ہی نہیں ہے، اب تک انکار پر مصر ہے،
۶۷۰ کیا حکم ہے۔

بالغہ شیعہ لڑکی نے بے اجازت والدین سُنّی سے
نکاح کیا، اس کے والدین نکاح فسخ کرانا چاہتے
ہیں کہتے ہیں کہ خلوت صحیحہ نہیں ہوئی اس لئے ہمیں
اختیار فسخ حاصل ہے، نیز نکاح کفو سے نہیں ہوا
اس لئے بھی۔ وکیل نکاح نکاح کا تو مقر ہے مگر
کہتا ہے کہ لڑکی کے ایجاب و قبول کی آواز نہیں
سنی، گواہ آواز سننا بھی بیان کرتے ہیں لڑکی
نے گواہان کے سامنے نکاح سے پہلے اقرار کیا
میں سنت جماعت حنفی مذہب اختیار کر چکی ہوں،
۶۷۱ کیا حکم ہے۔

سُنّی بالغہ لڑکی کا نکاح اس کا باپ رافضی
سے کرنا چاہتا ہے، منع کرنے پر کہتا ہے جائز
ہے، کیا لڑکی اس صورت میں نانا کو مل سکتی ہے
۶۷۲ کہ وہ کسی سُنّی سے نکاح کر دے۔

ماں نے حقیقی چچا کی عدم موجودگی میں نابالغہ کا
چچیرے چچا کی اجازت سے نکاح کر دیا، چچا
ناراض ہے صرف عقد ہوا ہے اگر ناجائز ہوا
۶۷۳ تو دوسرے کے ساتھ ہو سکتا ہے یا نہیں۔

بالغہ ہندہ بنت زید نے بے اجازت زید کفو
سے نکاح کر لیا، زید ناخوش ہو کر بکر کے مکان
سے ہندہ کو حیلہ کر کے لے آیا ایک سال بعد
عمرو سے ہندہ کا نکاح کر دیا، دوسرا نکاح صحیح
ہوا یا نہیں۔ عمرو سے جو اولاد ہو اس کا کیا حکم

ہے از زید کے لئے کیا حکم ہے، زید امام ہو سکتا ہے
یا نہیں۔

۶۷۴ بالغہ ایسے شخص سے جو اس کی ذات کا خوش حال پڑھا لکھا جوان تھا نکاح پر راضی تھی زید بالغہ کا باپ اُس سے راضی نہ تھا بالغہ جس سے راضی تھی زبردستی اُس کے ساتھ اُس کا نکاح کرا دیا اور زبردستی چند آدمی پکڑ کر اس کے یہاں پہنچ آئے یہ نکاح درست ہوا یا نہیں، زید کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔

۶۷۵ بالغہ کا نکاح والدین نے ایک شخص کے ساتھ کیا ماموں اذن لینے گیا لڑکی خاموش رہی، دوبارہ اصرار کرنے پر جواب نہ دیا، ماموں نے طمانچہ مارا لڑکی رونے لگی ماموں نے باہر آکر نکاح پڑھوا دیا کیا حکم ہے لڑکی جانے پر رضامند نہیں ہے۔

۶۷۶ بالغہ نے بے اجازت ولی اپنا عقد کفو سے کر لیا جائز ہوا یا نہیں ولی فسخ کر کے بے طلاق یا خلع کسی مالدار سے جبراً کر دے تو وبال کس پر ہوگا اور یہ فعل کیسا ہوگا۔

۶۷۷ کیا رواج عرف عام قانون شرع شریف پر کسی حالت میں مرجح ہو سکتا ہے۔

۶۷۷ ولی کا مجبوراً حلف ہندہ کے مقابلہ میں معتبر ہوگا یا ہندہ کا قول

۶۷۷ باپ نے اپنی بارہ برس کی لڑکی کے عقد کا ایک نابالغ سے وعدہ کیا اور برادری کے لوگوں کے سامنے مٹھائی اور کپڑا لڑکی کے واسطے لڑکے سے لے لیا اور اقرار کیا کہ فلاں تاریخ نکاح کر دونگا پھر بیمار ہو کر مکان چلا گیا، بیٹی بی بی کو چھوڑ گیا جس کا بار لڑکا اٹھاتا رہا، چھ مہینے ہو گئے خط بھیجے جواب نہ آیا، جانے زندہ ہے یا مر گیا، ماں پہلے راضی نہ تھی مگر جب لڑکے نے کہا کہ تم نکاح نہیں کرتیں تو میں نے جواب تک صرف کیا وہ دے دو، اس پر راضی ہوئی، لڑکی اپنا بھلا برا جانتی ہے وہ بھی راضی ہے، کیا حکم ہے۔

۶۷۸ رفیق بیگم کا نکاح بعد موت والد چچا نے اپنے پسر سے کر دیا، نابالغہ نے بالغ ہوتے ہی اعلان کر دیا کہ اُس نکاح کو نامنظور کر کے فسخ کر دیا، ذریعہ نوٹس شوہر نابالغ اور اس کے باپ کو اطلاع کر دی نوٹس واپس آیا رفیق بیگم نے دیوانی میں نالش دائر کر دی بلا حضور فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ رفیق بیگم فوت ہو گئی، ایسی صورت میں وہ نکاح برقرار متصور ہوگا اور شوہر کو ترکہ پہنچے گا یا نہیں۔

۶۷۹ شخصے بمیان حیات پدر خود بلا رضامندی وے نکاح خواہر صغیرہ بمعاوضہ بازو بجائے کردہ پدرش بعد خبر یافتن انکار کرد و بعد چند مدت راضی شد بازو معاوضہ را در نکاح پسر خود گرفت باز انکار کرد آیا از انکار اول نکاح باطل شد یا نہ۔

۶۸۰ نابالغہ جس کے باپ دادا کی شاخ میں کوئی نہ تھا صرف اس کی ایک بڑھیا ماں ہے برادری والے بلا رضامندی بڑھیا کی لڑکی کی شادی کرنے لگے، نکاح کے وقت بڑھیا دوسری کوٹھڑی میں روتی رہی، تو کیا یہ نکاح صحیح ہوا۔

۶۸۱

زید کسی وجہ سے اپنا نکاح پڑھانے نہ جائے اپنے پیر بھائی کو اپنا ولی بنالے تو ولی نکاح پڑھا کر لاسکتا ہے یا نہیں۔ ٦٨٣

کتنی عمر میں لڑکی کا نکاح جائز اور کتنی عمر میں ناجائز، سِنِ بلوغ بحکم شرعی کتنی عمر میں ہوتا ہے، کتنی عمر میں نکاح جائز ہوتا ہے جبکہ اس کا کوئی حقیقی وکیل مطلق نہ ہو۔ ٦٨٣

جو اپنی بیوی سے چودہ سال سے جدا ہو عورت تین ماہ کی حاملہ ہو اسی حمل سے لڑکی پیدا ہو لڑکی ۱۴ سال تک ماں کے پاس رہی ہو باپ نے کسی قسم کی امداد نہ دی ہو لڑکی بالغ ہوگئی ہو لڑکی نے اپنی خوشی اور والدہ کی اجازت سے نکاح کرلیا ہو باپ موجود نہ ہو نکاح ہم قوم سے کیا ہو اس نکاح کا کیا حکم ہوگا۔ ٦٨٣

ماموں نے نابالغہ کا خود نکاح کردیا اس کے علاتی بھائیوں کو جب خبر ہوئی تو انھوں نے سوتیلی بہن کو شوہر کے مکان سے بلالیا اب یہ چاہتے ہیں کہ کسی معزز سے اس کا نکاح کریں، کیا حکم ہے۔ ٦٨٤

ہندہ نانا کے زیرِ پرورش ہے، باپ محض بے تعلق ہے، ایسی حالت میں نانا عقد کردے تو جائز ہوگا یا نہیں، لڑکی تیرہ سال کی ہے، ٦٨٥

بلوغ کی کیا کیا شرائط اور نشانیاں ہیں۔ ٦٨٥

زید نے اپنی بیماری میں لڑکی کو اس کے ماموں کے سپرد کیا لڑکی پندرہ برس کی تھی، باپ مرگیا، دادا موجود ہے، لڑکی کے دادا نے کچھ دن بعد کہیں کفو سے نکاح کردیا، جب لڑکی نے سُنا تو کہا ہمیں منظور نہیں، نکاح جائز رہا یا نہیں۔ ٦٨٦

باب الکفاءۃ

ہندہ بالغہ شریف زادی کا عمرو چچا ولی شرعی ہے، مادرِ ہندہ نے غیبتِ عمرو میں باذنِ ہندہ بے اطلاع عمرو اس کا نکاح زید کم قوم غیر کفو سے کردیا جب عمرو مطلع ہوا اس خیال سے کہ نکاح تو ہو ہی گیا مصلحتاً منظور کرلیا اور ہندہ کی رخصت کردی برضائے ہندہ وطی بھی ہوئی اب میکے آکر تا ادائے مہرِ معجل شوہر کے جانا یا اُسے اپنے نفس پر قدرت دینا نہیں چاہتی، کیا حکم ہے، ہندہ ناشزہ ہے یا نہیں، وہ اسے زید کے یہاں نہ جانے اپنے نفس کے روکنے کا اختیار ہے یا نہیں۔ ٦٨٨

زید نے غیر شہر سے آکر اپنے آپ کو سُنی اور سید ظاہر کیا عمرو شیخ انصاری نے اپنی دختر لیلٰی جو بارہ تیرہ سال کی ہے بیانِ زید سے دھوکا کھا کر اُسے بیاہ دی لڑکی اور اُس کا باپ سب اہلسنت ہیں رخصت نہ ہونے پائی تھی کہ زید چلا گیا اور خبر نہیں کہ زندہ ہے یا مرگیا، اب دریافت ہوا تو وہ رافضی نکلا اور شراب خوری قماربازی علاوہ، لیلٰی اور اُس کا باپ سخت ناراض ہے، لیلٰی جس کی عمر چودہ پندرہ سال ہے اب دوسری جگہ اپنا عقد کرنا چاہتی ہے، کیا حکم ہے۔ ٦٩٠

قرآن مجید میں جو ایک لفظ، ایک حرف اور ایک

نقطے کی کمی بیشی کا قائل بے یقیناً کافر مرتد ہے۔ ۶۹۱

غیر نبی کو نبی سے افضل کہنا کفر ہے۔ ۶۹۱

قطعی کافر کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے ۶۹۱

زن بازاری کا لڑکا جب بالغ ہوا تو اس نے اسلام قبول کیا پہلے سے جو مسلمان ہے اُسے اپنی صغیرہ کا نکاح اُس کے ساتھ کر دینا جائز ہے یا نہیں۔ ۶۹۴

زید نے اپنی دختر بالغہ کا نکاح عمرو سے کیا۔ وقت نکاح عمرو پر رافضی ہونے کا شبہ ہوا تھا اس لئے اُس سے دریافت کیا اُس نے انکار کیا اور اپنے آپ کو سُنی بتایا اور اپنے سُنی ہونے کا اطمینان دلایا باذنِ ہندہ نکاح ہوگیا، رخصت کے بعد محرم میں عمرو کا رافضی ہونا ظاہر ہُوا جب سے زید نے لڑکی کو روک لیا، کیا حکم ہے۔ ۶۹۷

فاسق اعتقادی فاسق عملی سے بدتر ہے۔ ۶۹۸

بھتیجی کا نکاح اپنے سالے سے کر دیا وہ جملہ منہیات شراب خوری، جُوئے بازی، زناکاری، چوری کا مرتکب ہے، سوزاک آتشک میں مبتلا ہے، خویش امن وغیرہ صالحین سے ہیں انھیں اس سے بہت ذلت و عار ہُوتی، یہ نکاح جائز ہُوا یا نہیں۔ ۷۰۰

سیّدزادی کا نکاح چچا نے بعمر ۱۱ سال بے اطلاع اُس کے والد کے پٹھان سے کر دیا، کیا حکم ہے۔ ۷۰۱

زید نے ولیِ ہندہ سیّدزادی کو دھوکا دے کر اپنی قوم اپنا اور اپنے باپ کا نام چھپا کر نیز اپنی ماں کا کنیز غیر شرعی ہونا اپنے آپ کو شیخ یا سید دُھانی بلسوہ کا مالک بتا کر ہندہ سے نکاح کر لیا معلوم ہونے پر ہندہ ناراضامند ہے فسخ چاہتی ہے کیا حکم ہے۔ ۷۰۲

پٹھان کے لڑکے اور سیّد کی لڑکی کا نکاح جائز ہے یا نہیں۔ ۷۰۳

ہندہ کا بکر نابالغ سے نکاح ہوا جب وہ سنِ تمیز کو پہنچا تو مردی سے خارج اور ہمراہی ہیجڑ رقص کرنا، والدۂ ہندہ اس سے عار پا کر رخصت سے منکر ہے، دختر بھی شوہر کو پسند نہیں کرتی، کیا حکم ہے۔ ۷۰۴

عمرو نے ہندہ کے وارثوں کو دھوکا دیا کہ زید اجنبی جو اُس کے مکان پر مقیم تھا اسے سیّد بتایا اور ہندہ کا اس سے نکاح کرا دیا، پھر معلوم ہوا کہ تو زیاف ہے، ہندہ کے ورثا کو اس سے بہت عار ہے لہذا نکاح فسخ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ ۷۱۰

العالم العجمی کفو للسید الجاہل۔ ۷۱۲

دیندار متدین عجمی عالم سیدہ کا کفو ہے۔ ۷۱۲

فضلِ نسب سے فضلِ علم زائد ہے۔ ۷۱۲

عجمی عالم عربی جاہل کا کفو ہے کیونکہ شرفِ علم اقوی اور بلند و بالا ہے۔ ۷۱۲

عالم فقیر جاہل غنی کا کفو ہے۔ ۷۱۲

غیر قرشی عالم جاہل قرشی و علوی کا کفو ہے۔ ۷۱۲

عالم دین عام مومنین سے سات سو درجے بلند ہے، ہر دو درجوں کے درمیان پانچ سو برس کی راہ ہے۔ ۷۱۳

دین دار متدین عالم ہی درحقیقت عالم ہے، ۷۱۳

www.alahazratnetwork.org

مگر اَن پڑھا لکھا جاہلوں سے بدتر ہے کہ جہل مرکب سخت بُری بلا ہے اور اس میں مبتلا ہونے والا دونوں جہانوں میں سخت ذلیل و حقیر ہوتا ہے۔ ص ۱۴

بدمذہب اہلِ جہنم کے کتے ہیں۔ ص ۱۵

بدمذہب تمام مخلوق سے بدتر ہیں۔ ص ۱۵

جولاہے اور کمال پکانے والے اور موچی اور نائی اور انکے مثل ذلیل پیشہ ور جو اپنے ذلیل پیشوں کیساتھ معروف ہوں اگرچہ عالم ہوں جب بھی شرفا کے کفو نہیں ہوسکتے۔ ص ۱۶

ہمارے بلاد میں سیدانیاں پٹھان یا مغل عالم سے عار نہیں کرتیں، ہاں ذلیل پیشے والے وہ اگر عالم ہوں جب بھی عار زائل نہیں ہوتی۔ ص ۱۶

اگر ذلیل پیشہ وروں سے کوئی عالم ہوا اور وہ اپنے پیشہ کو اتنی مدت سے چھوڑ چکا ہو کہ لوگ اُسے بھول گئے ہوں اور قلوب میں اُس شخص کی وقعت اور نگاہوں میں عظمت ہوگئی ہو اب اُس سے شرفاء کی بیٹیوں کو عار نہ ہو تو یہ بھی کفو ہوسکے گا۔ ص ۱۶

سیدانیوں سے پٹھان یا مغل وغیرہ غیر سید کے نکاح کا حکم۔ ص ۱۷

ایک شخص کہتا ہے کہ سید یعنی آلِ نبی کی دختر ہر ایک کو پہنچ سکتی ہے، کسی نے کہا اگرچہ جاروب کش مسلمان ہوجائے اُسے بھی، جواب دیا کچھ مضائقہ نہیں، کیا حکم ہے۔ ص ۱۷

ہندہ نے نابالغہ دختر کا نکاح خالد غیر کفو سے لاعلمی میں کردیا، بعد بلوغ زوجہ و علم غیر کفو ہونے زوجین کے زوجین میں نااتفاقی ہے اور ہندہ بھی ناراض ہے، دختر مفارقت چاہتی خالد طلاق نہیں دیتا۔ کیا حکم ہے۔ ص ۱۸

زید بت پرست تھا مسلمان ہوکر نکاح چاہتا ہے، بعد اسلام کس قوم میں شمار ہوگا، کس قوم کی لڑکی کے ساتھ وہ نکاح کرسکتا ہے، شرفا کس قوم پر مستحق ہے، زید کی اب کی اولاد ماں کی قوم پر ہوگی یا باپ کی ذات پر، رذالت اور شرافت شرفا قوم پر منحصر ہے یا نہیں۔ ص ۱۹

جو شخص جس کے ہاتھ پر مسلمان ہو اس کی ولاء اسی کے لئے ہے۔ ص ۲۱

ولاء ایک رشتہ ہے مثل رشتۂ نسب کے۔ ص ۲۱

ہندہ منکوحہ خالد کو زید نے رکھ لیا، زید کے ہندہ سے کئی اولادیں ہوئیں، زید لڑکی کی شادی کرنا چاہتا ہے، لوگ کہتے ہیں حرامی ہیں، کیا حکم ہے۔ ص ۲۳

حدیث "ولد الزنا شر الثلثۃ" کا مطلب۔ ص ۲۴

حدیث "فرخ الزنا لا یدخل الجنۃ" کا مطلب۔ ص ۲۵

زید صدیقی متقی ہے اس نے عمرو کے کہنے سے کہ خالد تیرا کفو ہے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح خالد کے ساتھ کردیا، بعد نکاح معلوم ہوا کہ خالد کے یہاں ہمیشہ سے پیشہ حرامکاری جاری ہے اُس کے خاندان کے اکثر لوگ زناکاری کراتے اور ایسی ہی ان کی اولاد ہے مگر اب خالد نے لوگوں کے کہنے سننے سے اپنی بہنوں کا نکاح کردیا، کیا نابالغہ کا نکاح خالد سے جائز و لازم ہوا، زید کو حق فسخ ہے یا نہیں۔ ص ۲۶

www.alahazratnetwork.org

زید حرامی مگر مسلمان دیندار ہے، اس کی اولاد سے حلالی اپنی اولاد کا عقد کر سکتے ہیں یا نہیں۔ ۲۸

نکاح میں کفاءۃ معتبر اور کفاءۃ کا مدار حرفت پر ہے۔ ۲۸

ایک شخص نے ایک یتیمہ نابالغہ سیدزادی پائی بحالت نابالغی پٹھان سے اس کا عقد کر دیا، نابالغہ کے بھائی کو اطلاع بھی نہ دی لڑکی بالغہ ہے اور زوج مفقود الخبر ہو گیا، وہ اپنا دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ ۲۸

زید نے منکوحہ کو طلاق دی اور اس کی نابالغہ دختر مطلقہ کے پاس رہی، زید سفر کر گیا اور متنبہ کر گیا کہ خبردار اس کا نکاح میری رائے کے خلاف نہ ہو۔ ماں نے زید کے خلاف رائے غیر کفو سے نکاح کر دیا، جائز ہوا یا ناجائز۔ ۲۹

سیدہ سے غیر سید نے نکاح کیا اس پر لوگ اسے کافر کہتے ہیں، کافر کہنے والوں کا کیا حکم ہے۔ ۳۰

سیدہ بالغہ باکرہ یا ثیبہ یا مطلقہ اگر غیر سید سے نکاح کرے تو جائز ہوگا یا نہیں۔ ۳۰

غیر سید نے سیدہ سے نکاح کیا، اولاد سید ہوگی یا نہیں۔ ۳۰

سیدہ سے نکاح کرنے والے کو کافر کہنے والوں کو تجدید اسلام چاہئے۔ ۳۰

حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم نے اپنی صاحبزادی سیدہ ام کلثوم کو بطن پاک حضرت بتول زہراء رضی اللہ تعالٰی عنہا سے بخیل امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نکاح میں دی۔ ۳۰

لڑکی بالغہ ہو گئی، کفو ملتا نہیں، غیر کفو ملتے ہیں کم حیثیت یا لڑکی کے باپ سے زائد حیثیت رکھنے والے، مگر ذات کے اچھے نہیں، ان میں کس سے نکاح کیا جائے یا کفو کا انتظار کیا جائے۔ ۳۰

فقط مالی حیثیت میں کم ہونا مانع کفاءۃ نہیں۔ ۳۱

باپ شریف ہو اور ماں طوائف جو توبہ کر کے اس کے باپ کے نکاح میں آئی ہو تو اس سے اولاد کے نسب پر کوئی حرف نہیں آتا۔ ۳۱

ہندہ کو یقین دلا کر کہ محمود نجیب الطرفین تیرا کفو ہے ہندہ کا اس سے نکاح کرا دیا، بعد کو ثابت ہوا کہ کفو نہیں، ہندہ اور اس کے عزیز عار سمجھتے ہیں، ہندہ کا باپ بھی ناراض ہے، یہ نکاح فسخ ہو سکتا ہے یا نہیں۔ یا نکاح فسخ ہی مانا جائے۔ ۳۱

قریش بعض ان کے کفو ہیں بعض کے۔ ۳۲

نابالغہ کا عقد بے اجازت اس کے والد کے کسی غیر کفو سے اس کی ماں کر دے، تو کیا حکم ہے اور اگر ماں کو بھی دھوکا دیا گیا ہو کہ اپنے آپ کو کسی نے شریف بتایا ہو اور وہ ہو نہایت نیچ ذات، اس صورت میں نکاح فسخ ہوتا ہے یا نہیں، بے طلاق والدین دوسرے شریف النسب سے نکاح کر سکتے ہیں۔ ۳۲

ایک اسی طرح کا اور سوال اور اس کا جواب۔ ۳۲

www.alahazratnetwork.org

محمد یحییٰ فوت ہُوا انھوں نے اپنے باپ شاہ عبدالکریم اور بھائی محمد زکریا اور دختر مسماۃ محمودہ بی بی از زوجۂ اولیٰ و دختر راضیہ بی بی از ثانیہ وغیرہ ورثا چھوڑے، شاہ عبدالکریم صاحب بولایت خود محمودہ کا نکاح مولوی محمد یحییٰ کے ننہالی رشتہ دار کے فرزند سے کرکے انتقال کرگئے وقتِ انتقال حافظ محمد زکریا وغیرہ کو بُلا کر وصیت کی کہ راضیہ جس کی عمر ڈیڑھ سال ہے اس کا عقد تمھارے بیٹے عبدالسلام کے ساتھ بولایت جائز اپنے کئے دیتا ہوں اور نانا دوسری جگہ غیر کفو سے اب اُس کا عقد کیا چاہتے ہیں کیا حکم ہے۔

فہرست ضمنی مسائل

تیمم

آبادی میں پانی تلاش کئے بغیر تیمم کرکے نماز پڑھ لی اگر وہاں پانی تھا تو نماز نہ ہوگی۔ ۲۲۸

امامت

جاہل کی امامت خلافِ اولیٰ ہے۔ ۱۹۰

فاسق معلن کی امامت ممنوع، اس کے پیچھے نماز گناہ اور پھیرنی واجب ہے۔ ۲۲۹

فاسق کو امام بنانے والے گنہگار ہیں۔ ۲۳۰

معتدہ کا نکاح پڑھانے والے کو امام بنانا جائز نہیں۔ ۲۶۶

زید ایک مسجد کا امام ہے اس نے جمع بین الاختین کیا، اعتراض پر کہا یہ امام شافعی کے یہاں جائز ہے، اُسے امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔ ۴۲۶

فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور اسے امام بنانا گناہ ہے۔ ۴۳۳

بالغہ ہندہ بنت زید نے بے اجازت زید عمرو سے نکاح کرلیا، زید ناخوش ہو کر بکر کے مکان سے ہندہ کو حیلہ کرکے لے آیا ایک سال بعد عمرو سے ہندہ کا نکاح کردیا، دوسرا نکاح صحیح ٹھہرایا نہیں، عمرو سے جو اولاد ہو اس کا کیا حکم ہے، زید کے لئے کیا حکم ہے، زید امام ہوسکتا ہے یا نہیں۔ ۶۷۴

بالغہ ایسے شخص سے جو اس کی ذات کا خوشحال پڑھا لکھا جوان تھا نکاح پر راضی تھی زید بالغہ کا باپ اس سے راضی نہ تھا، بالغہ جس سے راضی نہ تھی زبردستی اس کے ساتھ اس کا نکاح کرادیا اور زبردستی چند آدمی پکڑ کر اس کے یہاں پہنچا آئے، یہ نکاح درست ہوا یا نہیں، زید کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔ ۶۷۵

www.alahazratnetwork.org

جنائز

مزارات پر قبہ بنانے کا ثبوت۔ ۲۳۱

خطبہ

خطبۂ نکاح کھڑے ہو کر پڑھا جائے یا بیٹھ کر، کس طرح مسنون ہے۔ ۲۲۲
خطبہ میں مطلقاً قیام افضل ہے۔ ۲۲۲
جو خطبہ سواری پر ہوتا ہے جیسے خطبۂ عرفہ وہاں قیام مرکب قائم مقام قیام راکب ہے۔ ۲۲۲
خطبات نافلہ بیٹھ کر پڑھنا بھی ثابت ہیں۔ ۲۲۲
خطبات نکاح بیٹھ کر پڑھنے میں مضائقہ نہیں۔ ۲۲۲

روزہ

روزے شہوت نفسانی کو توڑنے والے ہیں۔ ۲۲۱
جسے نکاح کی طاقت ہو وہ نکاح کرے اور جو نہ کر سکتا ہو وہ روزہ رکھے۔ ۲۲۱
عرض تسعین میں روزہ سے متعلق کیا حکم ہے۔ ۲۲۱

مہر

خلوت بمنزلہ وطی ہے اس سے بھی پورا مہر لازم ہو جاتا ہے جبکہ مانع وطی کوئی امر موجود نہ ہو ۱۱۷
صحت نکاح کے لئے ذکر مہر شرط نہیں کہ نکاح بے ذکر مہر بلکہ بشرط عدم مہر بھی نکاح ہو جاتا ہے۔ ۱۲۰
ایک ہزار روپیہ اور کچھ ہدیہ دینا مہر قرار پایا اور ہدیہ نہ دیا تو مہر مثل لازم ہوگا۔ ۱۷۳
فساد خلوت عدم تاکد مہر کا باعث ہے۔ ۱۹۳
مہر کا اقل درجہ دس درہم چاندی ہے اور اکثر کے لئے کوئی حد نہیں۔ ۲۴۸
زن و شوہر کی اگر ایک مکان تنہا میں یکجائی ہو چکی ہے تو کل مہر واجب الادا ہو گیا۔ ۲۶۹
ایک مکان میں زن و شوہر کی تنہائی نہیں ہوئی تھی کہ طلاق ہو گئی تو نصف مہر ساقط ہو گیا۔ ۲۶۹
نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ عورت کو برص ہے تو وہ مہر کی مستحق ہے یا نہیں۔ ۲۸۰
مہر میں حیثیت کا لحاظ ضروری ہے یا نہیں۔ ۲۸۲
مفلس کتنے ہی کثیر مہر پر نکاح ہو جائیگا مگر یہ ضرور ہے کہ اسے دین جانیں اور ادا کی نیت ہو۔ ۲۸۳
اگر اس شرط پر نکاح کیا جائے کہ مہر کچھ نہ ہوگا جب بھی مہر شرعاً لازم ہوگا اور مہر مثل دینا آئے گا۔ ۲۹۸
نکاح کے بعد اقرار کیا کہ قبل نکاح منکوحہ کی ماں سے زنا کیا تھا تو حرمت ثابت ہو گئی مگر عورت کے حق پر کوئی اثر نہ پڑے گا، اگر دخول کر چکا ہے تو پورا مہر مسمی واجب ہوگا ورنہ نصف۔ ۳۲۸
نکاح فاسد میں بعد وطی مہر مسمی و مہر مثل میں سے اقل لازم ہوگا۔ ۳۴۱
مہر کا لزوم وطی، خلوت صحیحہ یا احد الزوجین

کی موت سے ہوتا ہے۔ ۵۶۱

نابالغ کا بالغہ سے نکاح موقوف ہوا اور وہ اس بالغہ سے جبراً وطی کرے تو مہر مثل لازم ہوگا، اور اگر عورت کی رضا سے وطی کرے تو کچھ لازم نہ ہوگا۔ ۵۶۲

نکاح موقوف قبل از اجازت وطی کو حلال نہیں کرتا بلکہ نظر کو بھی تاہم جبراً وطی کی تو مہر مثل لازم ورنہ کچھ نہیں۔ ۵۶۲

ہنگام نکاح خوانی مہر پر حجت ہوئی، زید مجلس سے اٹھ گیا، عمرو نے بحالت غصہ موذن سے کہا تم میری لڑکی کا نکاح بکر سے کردو، بکر مجلس نکاح میں موجود تھا، موذن نے صرف تین کلمے پڑھا کر ایجاب وقبول کرا دیا، کوئی وکیل وگواہ نہیں نہ مہر کی تعداد بکر کو بتائی، یہ کہا کہ مثل لڑکی کی ماں کے مہر باندھا، لڑکی بالغہ ہے اس سے اجازت نہ لی گئی، کیا حکم ہے۔ ۶۱۸

ولی جو مہر باندھے نابالغ بعد بلوغ اس مہر سے راضی نہ ہو، انکار کرے تو کیا حکم ہوگا۔ ۶۲۲

ہندہ بالغہ شریف زادی کا عمرو چچا ولی شرعی ہے مادر ہندہ نے غیبت عمرو میں باذن ہندہ بے اطلاع عمرو اس کا نکاح زید کم قوم غیر کفو سے کردیا جب عمرو مطلع ہوا اس خیال سے کہ نکاح تو ہو ہی گیا مصلحتاً منظور کرلیا اور ہندہ کی رخصت کر دی برضائے ہندہ وطی بھی ہوئی اب میکے آکر تا ادائے مہر معجل شوہر کے جانا یا اسے اپنے نفس پر قدرت دینا نہیں چاہتی، کیا حکم ہے، ہندہ ناشزہ ہے یا نہیں، اسے زید کے یہاں نہ جانے اپنے نفس کو روکنے کا اختیار رہے یا نہیں۔ ۶۸۸

ولیمہ

ولیمہ کی تعریف کیا ہے اور اس کی مدت کتنے روز تک ہے ۲۵۵

اگر ولیمہ بخیال سنت نہ کرے بلکہ برائے نام آوری، تو کیا حکم ہے۔ ۲۵۶

ولیمہ کا شرعی حکم کیا ہے اور اس کا تارک کیسا ہے۔ ۲۷۸

جہاں لوگ بعد نکاح ولیمہ نہیں کرتے بلکہ پہلے نکاح کے اول روز حسب رواج کھلا دیتے ہیں ان کا حکم شرعی کیا ہے۔ ۲۷۸

ولیمہ سنت مستحبہ ہے اس کا تارک گنہگار نہیں۔ ۲۷۸

رضاعت

شبہ رضاعت جہاں ہو کر پہلے عورت کہے کہ میں نے اسے دودھ پلایا ہے اب کہے کہ نہیں پلایا ہے تو اس صورت میں فتوی کیا ہوگا اور تقوی کا کیا حکم ہوگا۔ ۲۰۰

ہمارے مذہب میں ایک عورت کا بیان ثبوت رضاعت کے لئے کافی نہیں، اس سے احتیاطاً بچنا مستحب ہے۔ ۲۰۲

بکر نے سلیم کی ماں کا دودھ پیا ہے تو سلیم سے بکر کی لڑکی کا نکاح کیسا ہے۔ ۲۷۸

زید بکر کا رضاعی بھائی ہے، زید کے چھوٹے بھائی کا نکاح بکر کی چھوٹی بہن سے کیسا ہے۔ ۲۷۹

اگر پسرِ زید نے زوجۂ عمرو کی چھاتی جبکہ وہ چار پانچ ماہ کی حاملہ تھی اور حمل بھی پہلا تھا منہ میں لے لی اس وقت دودھ ہونا معلوم نہیں تو اس لڑکے کا عمرو کی لڑکی سے نکاح ہوگا یا نہیں۔ ۲۸۴

ثبوتِ رضاعت کے لئے ضروری ہے کہ جوفِ صبی میں دودھ کا قطرہ منہ یا ناک کے راستے جانا معلوم ہو محض چھاتی دبانے سے رضاعت ثابت نہ ہوگی۔ ۲۸۴

دودھ اُترنے کے لئے کوئی مدت مقرر نہیں قوتِ مزاج وکثرتِ خون سے کنواری کو دودھ اُتر سکتا ہے۔ ۲۸۴

ہندہ نے اپنے ابن الابن زید کو دودھ پلایا، آیا ہندہ کی نواسی سے زید کا نکاح ہوسکتا ہے۔ ۳۱۱

ہندہ نے زینب کا دودھ پیا، ہندہ کے بیٹے پر زینب کی دختر حرام ہے۔ ۳۳۹

لیلٰی وسلمٰی رضاعی بہنیں ہیں، زید نے لیلٰی سے نکاح کیا ہے، زید کے پسر عمرو کا نکاح سلمٰی سے جائز ہے۔ ۳۴۰

زید نے ہندہ سے نکاح کیا، ہندہ سے حسن وحسین پیدا ہوئے پھر بعد ہندہ حفصہ سے نکاح کیا، حفصہ نے اپنی بیٹی کے ساتھ حسین کے بیٹے بکر کو دودھ پلایا تو بکر کا نکاح زاہدہ بنت حسن سے جائز ہے یا نہیں۔ ۳۴۷

کیا زید کی حقیقی بہن کی رضاعی بہن زید کے نکاح میں آسکتی ہے۔ ۴۲۲

فقیرے نے بیبا کا دودھ حفیظن کے ساتھ پیا پھر بیبا کے فہیمن ہوئی، فقیرے کا نکاح فہیمن سے کیسا ہے۔ ۴۶۰

بکر نے زید کی بی بی کا پہلی اولاد پر دودھ پیا، تین اولادوں کے بعد زید کی جو لڑکی ہوئی اس لڑکی سے بکر کے نکاح کا حکم۔ ۴۶۳

اپنے حقیقی بھائی کی رضاعی بیٹی کی بیٹی سے نکاح کے بارے میں بعض بنگالیوں کے فتوے کا رد۔ ۴۷۰

بھائی کی رضاعی نواسی سے نکاح جہالت گمراہی اور شریعت پر افترا ہے۔ ۴۷۷

جس مرد کی طرف دودھ منسوب ہے وہ رضیع کا باپ، اس کی اولاد رضیع کے بہن بھائی، اس کے بھائی رضیع کے چچے اور اس کی بہنیں رضیع کی پھوپھیاں ہوں گی جبکہ رضیع کی اولاد اس مرد کی اولاد ہوگی۔ ۴۷۸

رضیع ومرضعہ کی اولادوں کے درمیان نکاح کے حرام ہونے پر تین نصوص۔ ۴۹۱

رضاعی بھائی کی بیٹی حرام ہے۔ ۴۹۲

رضیع کی تمام اولاد پر مرضعہ کی تمام اولاد حرام ہے۔ ۴۹۳

رضیع کی بیوی مرضعہ کے شوہر پر حرام ہے۔ ۴۹۳

رضیع کی بیٹیاں اور نواسیاں مرضعہ کے شوہر اور اس کے بیٹوں پر حرام ہیں۔ ۴۹۳

دودھ کا چچا بھی چچا ہے ان سے پردہ کی

www.alahazratnetwork.org

حاجت نہیں۔ ۴۹۲

رضاعی چچا کی تفسیر۔ ۴۹۲

ماں کے رضاعی بیٹے کی بیٹی بھتیجی اور محرم ہے۔ ۴۹۳

اولادِ رضیع جس طرح مرضعہ کی پوتا پوتی، نواسا نواسی باجماعِ قطعی ہے یُونہی باجماعِ ائمۂ اربعۂ جملہ فقہاء وُہ شوہرِ مرضعہ کے بھی پوتے اور نواسے ہیں۔ ۴۹۴

دودھ کے رشتوں کا قاعدہ کلیّہ کہ اس سے چار قسم کی عورتیں حرام ہوتی ہیں۔ ۴۹۴

زینب نے زینب کا دُودھ ہندہ کے ساتھ پیا زینب کی تیسری لڑکی سے زید سے نکاح کا حکم۔ ۵۱۰

عشرۃ النساء

عورتوں سے بحکمِ قرآن نیک برتاؤ کرنا لازم۔ ۶۲۹

عورتوں کو مقدور بھر وہاں رکھو جہاں خود رہو۔ ۶۲۹

عورتوں کو ضرر نہ پہنچاؤ کہ ان پر تنگی کرو۔ ۶۲۹

عورت کو معلقہ کرنا بحکمِ قرآن ممنوع ہے۔ ۶۲۹

طلاق

طلاق کے جھوٹے اقرار سے قضاءً طلاق ہوجائے گی عنداللہ نہ ہوگی۔ ۱۲۳

شوہر نے ایک طلاق دی تھی کسی نے پوچھا کہ تُو نے کتنی طلاقیں دی ہیں، اس نے کہا تین تو دیانۃً ایک ہے اور قضاءً تین۔ ۱۲۴

اگر بے نیت انت طالق کہا طلاق ہوجائے گی۔ ۱۲۸

اور اگر انت طالق سے طلاق عن الوثاق یا طلاق سابق سے خبر دینے کی نیت کی خواہ پہلے طلاق دے چکا ہو یا نہ دی ہو، بہرحال ان صورتوں میں دیانۃً طلاق نہ ہوگی۔ ۱۲۸

مرد نے عورت سے کہا تُو میری بی بی نہیں اور اس سے اس نے طلاق کی نیت کی تو طلاق ہوجائیگی اور اس کے یہ معنی ٹھہریں گے کہ تُو میری بی بی نہیں اس لئے کہ میں تجھے طلاق دے چکا ہوں۔ ۱۳۵

اگر کوئی اپنی بی بی کو کہے میں نے اس سے نکاح نہیں کیا اور اس سے نیت طلاق کی کرے تو طلاق نہ ہوگی کہ یہ کذب محض ہے جس کی تصحیح ممکن نہیں۔ ۱۳۵

اگر کوئی شخص کہے کہ جس عورت سے میں نکاح کروں اسے طلاق، پھر کسی شخص سے کہا کہ کاش تُو فلاں عورت سے میرا نکاح کر دے اس نے کر دیا تو حانث نہ ہوگا اور طلاق واقع نہ ہوگی کہ اس نے خود نکاح نہیں کیا۔ ۱۶۴

اگر اس شرط پر نکاح کیا کہ تین چار ماہ بعد طلاق دے دوں گا تو طلاق دینا لازم نہیں۔ ۲۱۳

نشہ میں طلاق ہوجاتی ہے۔ ۲۲۸

فارسی یا عربی نہ جاننے والے کو کسی نے الفاظِ طلاق فارسی یا عربی میں سکھا دئے اور معنے نہ بتائے، اس نے یہ الفاظ لاعلمی سے عورت کے لئے کہے تو عنداللہ طلاق نہ ہوگی۔ ۲۲۹

www.alahazratnetwork.org

مذاق اور دل لگی میں طلاق دینے سے قضاءً اور دیانۃً ہر طرح طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ ۲۳۰

بلاوجہ بے سبب طلاق دینا منع ہے۔ ۲۸۷

غیر مدخول بہا کو اگر ایک لفظ میں تین طلاقیں دے مغلظہ ہوجاتی ہے، اور اگر متفرق لفظوں سے دے تو مغلظہ نہیں ہوتی۔ ۲۸۹

شوہر نے طلاق نہیں دی ہے کچھ مال لے کر طلاق دینا چاہتا ہے ایسی عورت سے بے طلاق نکاح کا حکم اور کچھ لے کر طلاق دینے کا حکم۔ ۳۱۳

عورت بے اذنِ شوہر گھر سے نکلے اس سے نکاح سے نہیں نکلتی۔ ۳۱۳

سالی سے نکاح یا زنا سے عورت مطلقہ نہیں ہوتی۔ ۳۱۶

لڑکے نے سنا کہ باپ نے اس کی بی بی سے زنا کیا اس پر غصہ میں بی بی کو مارا اور طلاق دے دی زوجہ نے مہر کی نالش کردی ڈگری ہوگئی، وکیلِ زوج کہتا ہے طلاق غصہ میں دی اس لئے نہیں ہوئی اور وکیلِ زوجہ کہتا ہے ہوگئی، کون سچا ہے۔ ۵۰۵

لڑکے لڑکی کا بحالتِ نابالغی نکاح ہوا تھا اب لڑکا یا اس کے وارث لڑکی کی خبر کسی قسم کی نہیں رکھتے۔ لڑکی تین طرح کے علم سے واقف ہے اور لڑکا نرا جاہل۔ لڑکی اب کہتی ہے ہم اول شوہر کو طلاق دے کر نکاح ثانی کریں گے، کیا ارشاد ہے۔ ۶۶۰

خُلع

اگر عورت کو مرد نے ایسے الفاظ سکھائے اور کہلوائے جس سے مہر و نفقہ عدت کے بدلے خُلع ہوجائے کہ عورت مہر و نفقہ عدت کی بھی مستحق نہ رہے اور عورت یوں خلع کرے تو خلع صحیح نہ ہوگا۔ ۲۳۱

ہندہ ماں نے رضیہ کا بحالتِ نابالغی حامد سے عقد کردیا رخصت نہ کی تھی چار سال بعد اب رضیہ بالغ ہوئی، اس عرصہ میں خالد نے دوسری عورت کو رکھ لیا، خالد کی وضع و اطوار چال چلن رضیہ اور ہندہ کو ناگوار ہیں کمال نفرت ہے خالد سے تعلق نہیں چاہتی انکار کرتی ہے اور خلع چاہتی ہے، رضیہ کیا کرے جو خالد سے قطع تعلق رہے، اور یہ عقد عقدِ فضولی قرار پائے گا یا نہیں۔ ۶۲۱

www.alahazratnetwork.org

عنین

عنین (نامرد) کا نکاح درست ہے یا نہیں۔ ۱۹۵

عنین میں تحکیم یعنی پنچ بنالینا جائز ہے۔ ۱۹۶

عنین اور اس کی زوجہ میں تفریق کی صورت۔ ۱۹۶

باپ نے نابالغہ کا نکاح اپنے ہم قوم سے کیا، شوہر نے رخصت چاہی تو انکار کیا۔ نالش ہوئی تو جواب دیا کہ داماد نامرد ہے ہیجڑوں میں گاتا بجاتا ہے۔ اگر ڈاکٹر اسے مرد بتائیں تو عذر نہیں، ابھی فوجداری میں مقدمہ دائر تھا کہ لڑکی کے باپ نے دیوانی میں دعویٰ فسخ نکاح کردیا کہ وہ نامرد ہے ہیجڑوں کے افعال سے حالت شرمناک کرلی ہے میری برابری کا نہ رہا

اگر یہ الزام ثابت ہوں تو کیا نکاح فسخ کیا جاسکے گا۔ ۶۱۰

عنین سے تفریق کے لئے عورت بالغہ کا دعویٰ ضرور ہے قاضی اس کی طلب پر تفریق کرے گا، اگر صغیرہ ہوگی تو اس کے بلوغ کا انتظار کیا جائے گا کیونکہ ممکن ہے وہ بالغہ ہو کر عنین یا مجبوب سے راضی ہو۔ ۶۱۱

عورت نے شوہر کو عنین پایا تو قاضی شوہر کو ایک سال قمری کی مہلت (بغرضِ علاج) دے گا۔ ۶۱۲

مفقود

جس کا شوہر مفقود ہو اور مرد و عورت دونوں حنفی ہوں تو عورت دوسرے نکاح کے لئے کس مدت تک انتظار کرے۔ ۴۳۱

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ زنِ مفقود۔ ۳۴۴

مسئلہ زنِ مفقود الخبر۔ ۴۱۲ و ۴۴۸

عدّت

عورت پر روزِ طلاق سے عدت لازم ہوتی ہے۔ ۲۶۹

غیر مدخولہ کو طلاق دی جائے تو اس پر عدت اصلاً نہیں۔ ۲۶۹

نسب

شرعاً نسب باپ سے ہے وہ شریف ہے تو بیٹا بھی شریف۔ ۲۴۲

جو اولاد نکاحِ فاسد میں وقتِ وطی سے چھ مہینے بعد پیدا ہوئی بالاجماع ثابت النسب اور مستحقِ ارث ہے۔ ۳۲۱

حرمتِ مصاہرہ کے بعد متارکہ سے قبل اگر شوہر وطی کرے تو حرام ہے مگر زنا نہیں، اور اس وطی سے پیدا ہونے والی اولاد صحیح النسب ہوگی کیونکہ نکاح باقی ہے۔ ۳۶۵

سُنّی نے رافضیہ سے بطورِ شیعہ حیلہ پڑھایا بطریقِ اہلسنت نکاح نہ ہوا دونوں اپنے مذہب پر قائم رہے اولاد کیسی ہوئی۔ ۳۴۷

ہندہ منکوحۂ خالد کو زید نے رکھ لیا، زید کے ہندہ سے کئی اولادیں ہوئیں، زید لڑکی کی شادی کرنا چاہتا ہے، لوگ کہتے ہیں حرامی ہیں، کیا حکم ہے۔ ۷۲۲

غیر سید نے سیدہ سے نکاح کرلیا، اولاد سید ہوگی یا نہیں۔ ۷۳۰

باپ شریف ہو اور ماں طوائف جو توبہ کرکے اس کے باپ کے نکاح میں آئی ہو تو اس سے اولاد کے نسب پر کوئی حرف نہیں آتا۔ ۷۳۱

نفقہ

اگر اس شرط پر نکاح کیا جائے کہ نان و نفقہ کچھ واجب نہ ہوگا جب بھی اپنی صورتِ وجوب میں ضرور واجب ہوگا۔ ۲۹۸

فدیہ

جو روزے کی طاقت نہ رکھے وہ ہر روزے

کے بدلے ایک مسکین کو کھانا دے۔ ٢٢١
جو نہ روزہ رکھ سکے نہ فدیہ دینے پر قادر ہو وہ کیا کرے ٢٢٢

خنثیٰ

ایسی عورت سے نکاح و مہر کا حکم جس کے صرف
مخرج بول ہو اور کوئی علامت مردی و زنی کی نہ ہو
صرف پستان ظاہر ہوں۔ ١٩٢
پستان ظاہر ہونے سے خنثیٰ مشکل کا عورت
ہونا معلوم ہوتا اور اشکال دفع ہوجاتا ہے۔ ١٩٣

جنین

جنین پر کسی کی ولایت نہیں۔ ٢٦١

ولاء

جو شخص جن کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اس کی ولاء
اسی کے لئے ہے۔ ٧٢٠
ولاء ایک رشتہ ہے مثل رشتۂ نسب کے۔ ٧٢٠

اکراہ

ایفائے وعدہ پر جبر نہیں یعنی قاضی مجبور نہیں
کرسکتا، وہ وعدہ جو معلق ہو اس کی وفا دیانۃً
لازم ہے مگر ایک قول میں کفالت اور بیع الوفاء
میں وفائے وعدہ پر جبر کرسکتا ہے۔ ١٧٧
نکاح بجبر واکراہ بھی ہوجاتا ہے مگر ایسا کرنا ظلم ہے ٢٠٢
جو عقد قابل فسخ ہیں جیسے بیع و اجارہ اگر یہ
جبر واکراہ سے ہوں تو فسخ کردیا جائے گا۔ ٢٠٣
ناقابل فسخ عقود جیسے طلاق، عتاق، نکاح، تدبیر اور
استیلاء وغیرہ اگر اکراہ سے ہوں تو لازم ہیں۔ ٢٠٣
ولی اگر بحالت جبر واکراہ نکاح کردے ہوجائیگا۔ ٦٢٨

تفسیر

آیۂ کریمہ الزانیۃ والزانی لاینکحھا الا زان
او مشرک منسوخ الحکم ہے یا نکاح سے
مراد یہاں جماع ہے۔ ٢٣٥
حدیث لاتنکح المرأۃ علی عمتھا ولا علی
خالتھا آیۂ کریمہ وان تجمعوا بین الاختین
کی تفسیر ہے کہ اختیت سے ہر علاقہ محرمیت
مراد ہے۔ ٢٤٢
سوتیلی ماں لفظ امہات میں داخل نہیں۔ ٣١٢
حرمت علیکم امھتکم کے بعد ولا تنکحوا
ما نکح اٰباؤکم اسی لئے فرمایا۔ ٣١٢
وربائبکم التی فی حجورکم الآیۃ
کی تفسیر۔ ٣٥٤
آیت قرآنی میں وصف التی فی حجورکم
بالاجماع شرط حرمت نہیں۔ ٣٥٤
وصف نسائکم یعنی مدخولات کا زوجہ ہونا بھی
بالاتفاق شرط حرمت نہیں۔ ٣٥٤
کنیزیں نسائکم میں اور ان کی بیٹیاں
ربائبکم میں داخل نہیں۔ ٣٥٤
آیت کریمہ وحلائل ابنائکم الذین من

www.alahazratnetwork.org

اصلابکم کی تفسیر۔ ۲۵۴

وامہات نسائکم سے کیا مراد ہے۔ ۲۵۵

ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم من النساء میں نکاح کا کیا معنی ہے۔ ۲۵۵

آیۂ کریمہ واحل لکم ما وراء ذلکم میں حل بمعنی عدم حرمت وطی ہے جو گناہ کے منافی نہیں۔ ۲۸۸

آیۂ کریمۂ الثانیۃ لا ینکحہا الا زان او مشرک میں چار تاویلیں ماثور ہیں۔ ۲۹۱

فوائدِ حدیثیہ

حدیث لا تنکح المرأۃ علی عمتہا الخ کی آیۂ کریمہ واحل لکم ما وراء ذلکم ناسخ ہے یا نہیں۔ ۲۷۲

حدیث لا تنکح المرأۃ علی عمتہا ولا علی خالتہا حدیث صحیح مشہور ہے اور وہ مخالفِ قرآن نہیں۔ ۲۷۲

حدیث کلامی لا ینسخ کلام اللہ محض بے اصل ہے۔ ۲۷۳

مطلب حدیث لا نکاح الا بولی و شاہدی عدل۔ ۳۰۵

خطبہ (منگنی) و نکاح میں فرق ہے یا نہیں، اور حدیث تحرم الخطبۃ علی خطبۃ اخیہ کا کیا مطلب ہے اور اس سے منگنی کے نکاح ہونے پر استدلال صحیح ہے یا نہیں۔ ۳۰۵

حدیث لا یحرم الحرام الحلال سخت ضعیف و ناقابلِ احتجاج وساقط ہے۔ بقول امام احمد نہ ارشادِ رسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور نہ اثرِ ام المؤمنین رضی اللہ تعالےٰ عنہا بلکہ عراق کے کسی قاضی کا قول ہے۔ ۳۵۷

حدیث مذکورہ بالا کی سند کا بیان۔ ۳۵۷

اگر اس حدیث کے ضعفِ سند سے قطع نظر بھی کی جائے تو بھی یہ اپنے ظاہر پر یقیناً صحیح نہیں۔ ۳۶۳

لاجرم حدیث مذکور میں تاویل سے چارہ نہیں کہ حرام من حیث ھو حرام حلال کو حرام نہیں کرتا۔ ۳۶۳

اس حدیث ضعیف میں بھی ہمارے مذہب کے مخالفین کے لئے اصلاً حجت نہیں۔ ۳۶۴

ہمارے مذہب کی مؤید چند احادیث۔ ۳۶۴

ان اللہ حرم من الرضاع ما حرم من النسب حدیث مشہور اور صدرِ اسلام سے اس وقت تک علماء میں متلقی بالقبول ہے۔ ۳۸۳

ولیِ ابعد سے کون مراد ہے عصبہ یا مطلق وارث، گو ذوی الارحام ہو، اگر عصبہ مراد ہے تو مؤطائے امام محمد کی حدیث ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کہ انھوں نے اپنی بھتیجی بنتِ عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہم کا نکاح عبداللہ ابن زبیر سے کردیا، اس کا

www.alahazratnetwork.org

کیا جواب ہے، پھوپھی تو ذوی الارحام سے ہے۔ ۵۹۰

حدیث ولد الزنا شر الثلثۃ کا مطلب۔ ۷۲۳

حدیث فرخ الزنا لا یدخل الجنۃ کا مطلب ۷۲۴

اسماء الرجال

عثمان بن عبد الرحمان وقاصی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قاتل عمرو بن سعد کا پوتا متروک، ضعیف اور جھوٹا ہے۔ ۳۵۷

عثمان وقاصی ثقات سے موضوع خبریں روایت کرتا ہے۔ ۳۵۸

اسحاق بن ابی فروہ متکلم فیہ اور متروک ہے۔ ۳۵۸

امام یحیٰی بن معین نے فرمایا: فروی کذاب ہے۔ ۳۵۹

اسحاق بن ابی فروہ دو ہیں۔ ۳۵۹

اول اسحاق بن عبد اللہ بن ابی فروہ تابعی معاصر وتلمیذ امام زہری رجال ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ سے ہے، یہی متروک ہے اور اسی کو امام بخاری نے متروک فرمایا۔ ۳۵۹

امام احمد بن حنبل نے فرمایا، اسحاق بن ابی فروہ سے روایت حلال نہیں۔ ۳۵۹

اسحاق بن ابی فروہ مذکور کا سن وصال ۱۳۶ھ یا ۱۴۴ھ ہے۔ ۳۶۰

دوم اسحاق بن محمد اسمعیل بن عبد اللہ بن ابی فروہ امام بخاری کے استاد ہیں ۲۲۶ھ میں وصال فرمایا، یہ ہرگز متروک نہیں۔ ۳۶۱

اسحاق بن محمد اسمٰعیل کو اگرچہ ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا اور ابو حاتم وغیرہ نے صدوق کہا، البتہ کلام سے خالی یہ بھی نہیں ہیں۔ ۳۶۱

اسحاق مذکور کے بارے میں امام نسائی نے کہا، ثقہ نہیں۔ دارقطنی نے کہا: ضعیف ہیں۔ اور امام ابوداؤد نے کہا: سخت ضعیف ہیں۔ ۳۶۱

اسحاق مذکور کے شیخ عبد اللہ کے بارے میں یحیٰی بن سعید قطان نے فرمایا کہ حافظہ کی رو سے ضعیف ہیں۔ اور امام نسائی نے کہا، قوی نہیں ہیں ۳۶۲

ابن علیہ ایک محدث ہیں مجتہد نہیں ہیں۔ ۴۸۳

قواعد اصولیہ

کنایات محتاج نیت ہیں۔ ۱۲۸

تعلیل دلیل تحویل ہے۔ ۱۲۹

جس کی دلیل اقوی ہو وہ تحویل کا زیادہ مستحق ہے۔ ۱۲۹

اصول کی صحیح روایت کے ہوتے ہوئے اس کے ماسوا تمام روایات ساقط ہوجاتی ہیں۔ ۱۴۵

شرط فاسد قبل العقد مبادلات مالیہ میں بھی ملتحق بالعقد نہیں ہوتی۔ ۱۷۵

شرط فاسد جو عقد سے پہلے ہو اس سے کوئی عقد فاسد نہیں ہوتا۔ ۱۷۵

اقرار تعلیق بالشرط کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ ۱۷۶

وقوع نکاح سے خبر دینا انشاء عقد سے بالکل مباین وغیر مؤثر ہے۔ ۱۸۲

نکاح اثبات اور اقرار اظہار ہے۔ ۱۸۲

www.alahazratnetwork.org

اظہار اقرار کے مغائر ہے۔ ۱۸۲
عقل و نقل کا قاعدہ اجماعیہ ہے کہ سوال جواب
میں معاد ہوتا ہے۔ ۲۱۱
شروطِ فاسدہ سے نکاح باطل نہیں ہوتا بلکہ خود
شروطِ فاسدہ باطل ہوجاتی ہیں۔ ۲۱۳
ہزل، جد کی ضد ہے۔ ۲۲۶
ہزل لعب ہے یعنی شئے سے اس کے غیر موضوع لہٗ
کا ارادہ کرنا۔ ۲۲۶
بعد علم حکم بقصد الفاظ کا تحاور دلیل مراضاۃ ہے۔ ۲۲۷
دار الاسلام میں جہل عوارضِ مکتسبہ میں سے ہے۔ ۲۲۸
کوئی شخص دار الحرب میں مسلمان ہوا ابھی دار الاسلام
کی طرف ہجرت نہیں کی تو اس پر شرائع اسلام کا
لزوم نہیں کہ اس کے لئے جہل عذر ہے۔ ۲۲۸
قبلِ وجوب اسقاط مہمل ہے۔ ۲۹۸
نہی منافی صحت نہیں۔ ۳۰۵
تحریم مطلق کی نفی سے حل مطلق کا اثبات نہیں ہوتا۔ ۳۰۹
اجازتِ لاحقہ مثل وکالت سابقہ کے ہے۔ ۳۰۹
حجتِ قاصرہ من جہۃ مقبول اور من جہۃ مردود ہوتی ہے۔ ۳۳۸
تخصیص کی دلیل پیش کرنا مدعی تخصیص کے ذمہ ہے۔ ۳۵۵
دخولِ حرام طور پر بھی تو موطوءہ کی دختر کے لئے موجب
تحریم ہوجاتا ہے۔ ۳۵۵
اگر کوئی طاہر شئی جو کہ حرام ہو کسی حلال میں اس طرح
مل جائے کہ تمیز نا ممکن ہو تو وہ حلال خود حرام نہیں
ہوجاتا بلکہ اپنی حلت پر قائم رہتا ہے۔ ۳۶۳
حلال و حرام کے مخلوط کا تناول اس لئے ناجائز
ہے کہ بوجہ اختلاط اس کا تناول، تناولِ حرام
سے خالی نہیں ہوسکتا۔ ۳۶۳
عورت کا مرد پر قیاس کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔ ۳۸۴
شرع مطہر نے کتابی سے مسلمہ کا نکاح زنا مانا اور
مسلم کا کتابیہ سے صحیح جانا، وجہ فرق کیا ہے۔ ۳۸۴
عورت کے لئے کفاءتِ مرد بالاجماع ملحوظ ہے
اور مردِ بالغ کے حق میں کفاءتِ زن کا کچھ اعتبار
نہیں۔ ۳۸۵
دناءتِ فراش وجہ غیظ مستفرش نہیں ہوتی۔ ۳۸۵
صحت تو حل کو لازم ہے مگر حل صحت کو لازم
نہیں۔ ۳۸۵
جواز بمعنی صحت، عدم جواز بمعنی ممانعت و اثم
کے منافی نہیں۔ ۳۸۹
شرع مطہر جس چیز کو حرام فرماتی ہے اس کے
مقدمات اور دواعی کو بھی حرام بتاتی ہے۔ ۳۹۴
مقولہ مسلمہ ہے کہ مقدمۃ الحرام حرام۔ ۳۹۴
دوامی کے لئے مقتضی بالدوام ہونا ضرور نہیں۔ ۳۹۵
جو دو بلاؤں میں مبتلا ہو اسے چاہیے کہ ان میں سے
ہلکی کو اختیار کرے۔ ۴۳۴
خلافِ متفرد اجماع میں قادح نہیں۔ ۴۸۳
ظاہر یہ مبتدع ہیں اجماع میں ان کے خلاف کا
کچھ اعتبار نہیں کہ مبتدع امتِ دعوت ہیں امتِ
اجابت نہیں۔ ۴۸۳
سنتِ مشہورہ کے خلاف حکم نافذ نہیں ہوتا۔ ۴۸۴
جو حکم کتاب و سنتِ مشہورہ اور اجماع کے خلاف ہو

www.alahazratnetwork.org

وہ مردود ہے۔ ۴۸۴

جو نسب سے حرام ہے وہ رضاعت سے بھی حرام ہے۔ ۴۹۱

اخوت رشتۂ متکررہ ہے کہ دونوں طرف سے یکساں قائم ہوتا ہے۔ ۴۹۶

اصل علتِ حرمت جزئیت ہے۔ ۴۹۹

جزئیت نسب میں ظاہر اور رضاعت میں شرعاً معتبر ہے۔ ۴۹۹

زوجیت کا مرجع بھی جانب جزئیت ہے۔ ۴۹۹

دو شخصوں میں علاقۂ جزئیت کی دو صورتیں ہیں۔ ۴۹۹

علاقۂ جزئیت سے حرمت میں چار صورتیں ہیں۔ ۵۰۰

تحری دلائل شرعیہ میں سے ہے۔ ۵۱۳

قولِ فاسق کے صدق پر اگر تحری واقع ہو تو وہ معتبر ہے۔ ۵۱۳

گناہ مسقطِ ولایت نہیں۔ ۵۲۱

فسق مانعِ ولایت نہیں۔ ۵۲۲

ساکت کی طرف قول منسوب نہیں کیا جاتا ہے۔ ۶۲۲

فاسق اعتقادی فاسق عملی سے بدتر ہے۔ ۶۹۸

فضلِ نسب سے فضلِ علم زائد ہے۔ ۷۱۲

شرفِ علم اقوی اور بلند و بالا ہے۔ ۷۱۲

فوائد فقہیہ

بالغہ پر ولایت اجبار نہیں۔ ۱۱۰

نکاحِ فضولی اجازت پر موقوف ہوتا ہے اسے باطل جاننا باطل ہے۔ ۱۲۵

اجازتِ نکاح جس طرح قول سے ہوتی ہے یونہی فعل اور دلالتِ حال سے بھی، اور اس کی چند مثالیں۔ ۱۲۵

بکر و ثیب کا فرق صرف دربارہ سکوت ہے کہ بکر کا ثبوت اذن ہے ثیب کا نہیں۔ ۱۴۸

اجازت مفسوخ و مردود کو لاحق نہیں ہوتی۔ ۱۵۳

عقدِ فضولی محض فضول اور نامقبول نہیں بلکہ اجازتِ صاحبِ اجازت پر موقوف ہوتا ہے۔ ۱۶۱

عاقدین کے کلام سے جو مقدم ہو وہ ایجاب ہے اور جو مؤخر ہو وہ قبول۔ ۱۶۸

شروطِ فاسدہ سے نکاح نہیں فاسد ہوتا خود وہی باطل ہوتی ہیں۔ ۱۷۵

بیع و اجارہ و قسمت وغیرہ شروطِ فاسدہ سے فاسد ہوتے ہیں۔ ۱۷۵

وعدے کی تعلیق بالشرط جائز ہے۔ ۱۷۷

نابالغ کا اقرار و انکار کچھ نہیں اجازت اس کے ولی کی درکار۔ ۱۸۰

بالغہ اگر آواز سے اجازت لیتے وقت روئے تو یہ رد ہے۔ ۱۸۰

نکاح و تزویج یہ دو لفظ عقدِ نکاح میں صریح ہیں اور عطاء و ہبہ و صدقہ وغیرہ کنایہ۔ ۱۸۳

نکاح عقد ہے اور منگنی وعدہ ہے۔ ۱۸۴

نکاح خواں اور شہود کا بینا ہونا ضرور نہیں۔ ۱۸۸

شہود ابتدائے نکاح میں شرط ہیں یعنی بے ان کے منعقد نہ ہوگا، بقا میں شرط نہیں یعنی شاہدوں کا

بقاءِ نکاح کے لئے باقی رہنا ضروری نہیں۔ ۱۹۱
مکروہ تنزیہی کا ارتکاب معصیت نہیں ہے۔ ۲۰۳
جان کا رکھنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ ۲۰۵
شریعت و عقلِ سلیم کا یہ تقاضا نہیں کہ ہلکی شئ
کو بچانے کے لئے ثقلِ عظیم کا ارتکاب کیا جائے۔ ۲۰۵
عقود میں معانی کا اعتبار ہے یہاں تک کہ نکاح
میں بھی۔ ۲۱۳
جدیہ ہے کہ شئ سے اس کے موضوع لہٗ کا ارادہ
کیا جائے۔ ۲۲۶
ہزل اور مجاز میں فرق۔ ۲۲۶
جہل باللسان تقصیر نہیں۔ ۲۲۹
مرد کا ارتداد بالاجماع فسخ نکاح فی الحال ہے۔ ۲۴۴
عورت کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ نہیں ہوتا مگر
مرد کو اس سے قربت حرام ہوگئی جب تک اسلام
نہ لائے۔ ۲۴۵
مجبوری مانع جوازِ نکاح نہیں ہوتی۔ ۲۴۵
تفقہ فقط کتاب سے عبارت دیکھ لینے اور لفظی
ترجمہ سمجھ لینے کا نام نہیں بلکہ مقصدِ شرع کا ادراک
اور احوالِ بلاد وعباد پر نظر رکنِ اعظم تفقہ ہے۔ ۲۶۳
لڑکی کے برس میں بالغ ہوتی ہے۔ ۲۷۴
شرع میں غیر کفو کسے کہتے ہیں۔ ۲۸۰
عوام کے محاورہ میں غیر کفو کسے کہتے ہیں۔ ۲۸۰
نکاح شرطِ فاسد سے فاسد نہیں ہوتا۔ ۲۹۵
قاضی کوئی شرطِ نکاح نہیں آدمی جس سے چاہے
نکاح پڑھوائے۔ ۲۹۶
حرمتِ مصاہرہ اور حرمتِ رضاعت سے نکاح
قاضی نکاح کے شرعاً کچھ اختیارات نہیں، نہ وہ
اُجرت کا مستحق جبکہ نکاح دوسرے نے پڑھایا ہو۔ ۲۹۷
نکاح خوانی کے قاضی "اسماء سمیتموھا
ماانزل اللہ بھا من سلطٰن" کے قبیلہ
سے ہیں۔ ۲۹۷
خدا نے مردوں کو دو دو تین تین چار چار عورتیں
حلال فرمائیں، عورت کے لئے یہی حکم کیوں نہیں
ہوا۔ ۳۰۱
نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے۔ ۳۱۳
کسی عورت سے نکاح اس کی دختر کی تحریم کیلئے
نہ تو علت ہے اور نہ ہی جزءِ علت۔ ۳۵۴
ماں سے صحبت دختر کے لئے علتِ تحریم ہے اور
یہ قطعاً مزنیہ میں بھی ثابت ہے۔ ۳۵۴
وہ صورتیں جن میں ایسی عورت سے دخول کیا جو
اس کے لئے حلال نہیں مگر اس دخول سے موطوءہ
کی دختر حرام ہوگئی۔ ۳۵۵
تحریمِ دختر کے لئے نہ نکاح شرط نہ وطی کا بروجہ
حلال ہونا لازم بلکہ مناطِ حرمت صرف وطی ہے۔ ۳۵۵
نکاح معنی وطی میں حقیقت ہے یا مجاز متعارف۔ ۳۵۶
امرِ فرج میں شرعاً احتیاط واجب ہے۔ ۳۵۷
اصل فرج میں حرمت ہے جب تک حل ثابت
نہ ہو حرمت ہی پر حکم ہوگا۔ ۳۵۶
مصاہرت مصاہرت میں فرق نہیں۔ ۳۵۷
طلاق اور متارکہ میں فرق۔ ۳۶۵

مرتفع نہیں بلکہ فاسد ہو جاتا ہے۔ ۳۶۵

احکامِ فقہیہ میں واقعات ہی کا لحاظ ہوتا ہے نہ کہ احتمالاتِ غیر واقعیہ کا۔ ۳۸۲

بدمذہب کسی سنیہ بنت سنی کا کفو نہیں ہو سکتا۔ ۳۸۳

اس شبہہ کا جواب کہ جب اہلِ کتاب سے مناکحت جائز ہے تو غیر مقلد سے کیوں جائز نہیں۔ ۳۸۴

اہلِ کتاب سے مناکحت کے کیا معنی ہیں۔ ۳۸۴

متارکہ اور فسخ میں کوئی فرق نہیں یہی حق ہے، علامہ مقدسی نے اسی پر جزم فرمایا۔ ۴۲۲

مسئلہ جمع بین الاختین۔ ۴۲۲

ثبوتِ حرمتِ مصاہرت کے لئے مشتہاۃ ہونا ضروری ہے۔ ۴۴۵

وجود الشہوۃ من احدھما یکفی کے معنی، ۴۴۶

حرمتِ مصاہرت کے لئے دونوں کا مشتہی و مشتہاۃ ہونا ضروری ہے وجودِ شہوت وقتِ مس وغیرہ ایک سے کافی ہے۔ ۴۴۶

تحقیق الفرق بین المتارکۃ والفسخ۔ ۴۴۹

فقہ میں ظنِ غالب یقین سے ملحق ہے۔ ۵۱۰

جزئیت کا قاعدہ کلیہ۔ ۵۱۶

حرمت کے اسباب متعدد ہیں جن میں سے بارہ کا اجمالی ذکر۔ ۵۱۷

حرمتِ مصاہرت کے لئے کم از کم مراہقت درکار ہے۔ ۵۲۰

نکاحِ فضولی بے اجازت نافذ نہیں ہوتا۔ ۵۲۶

ولی اقرب اگر غائب بغیبت منقطعہ ہو تو حقِ ولایت ولی ابعد کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ ۵۲۷

غیبت منقطعہ میں دو قول اصح ہیں ارجح اور اکثر مشائخ کا مختار للفتوی احسن واشبہ بالفقہ یہ کہ اگر ولی یا اس کی رائے کا انتظار کیا جائے تو کفو خاطب فوت ہو جائے گا۔ ۵۲۷

فاسق نہ صالحہ کا کفو ہے نہ فاسقہ بنت صالح کا۔ ۵۳۳

رد قولی، رد فعلی، اجازت قولی، فعلی، سکوتی کی تعریف اور مثالیں۔ ۵۳۵

اعتبار کفاءت وقت عقد ہے، بعد عقد اگر زائل بھی ہو جائے تو مفسد نہیں۔ ۵۴۴

لڑکا احتلام و انزال اور لڑکی احتلام و حیض و حمل سے بالغ ہوتی ہے۔ ۵۶۰

لڑکا کم از کم بارہ برس کی عمر میں بالغ ہو سکتا ہے اور لڑکی کم از کم نو برس کی عمر میں جبکہ دونوں زیادہ سے زیادہ پندرہ برس میں۔ ۵۶۰

استیذان اجنبی بلکہ ولی بعید پر سکوت اذن نہیں۔ ۵۷۲

غیبت کی تفاسیر سے کون سی تفسیر معتمد علیہ ہے ۵۸۶

ابن عم الاب ذوی الارحام سے ہے اور دادی ان پر بالاتفاق مقدم۔ ۵۹۷

ماں دادی پر مقدم ہے۔ ۵۹۷

احراز کفو شرع میں سخت مہم و مہتم بالشان ہے۔ ۵۹۸

نابالغ پر تشریع ولایت تزویج کی حکمت۔ ۵۹۸

ابعد کے لئے حصول ولایت کی تین شرطیں۔ ۶۰۰

www.alahazratnetwork.org

کفاءۃ کا اعتبار وقت عقد ہے اس وقت کفو تھا بعد میں فاسق و فاجر ہوگیا تو نکاح فسخ نہیں کرسکتا۔ ۶۱۰

عاق کرنا شرعاً کوئی چیز نہیں، نہ اس سے ولایت زائل ہو۔ ۶۴۹

فقیر محتاج جز ذی حرفہ نہ ہو وہ فقیر کا کفو بھی نہیں ۶۵۸

مطلقہ بطور خود بلا رضائے ولی اگر کفو سے بغیر حلالہ نکاح و ہم بستری کرے حلالہ نہ ہوگا کہ یہ نکاح ہوگا ہی نہیں۔ ۶۵۹

کتنی عمر میں لڑکی کا نکاح جائز اور کتنی عمر میں ناجائز، سن بلوغ بحکم شرعی کتنی عمر میں ہوتا ہے۔ ۶۸۳

کتنی عمر میں نکاح جائز ہوتا ہے جبکہ اس کا کوئی حقیقی وکیل مطلق نہ ہو۔ ۶۸۳

بلوغ کی کیا کیا شرائط اور نشانیاں ہیں۔ ۶۸۵

دین دار متدین عجمی عالم سیدہ کا کفو ہے۔ ۷۱۲

عجمی عالم عربی جاہل کا کفو ہے۔ ۷۱۲

عالم فقیر جاہل غنی کا کفو ہے۔ ۷۱۲

غیر قرشی عالم جاہل قرشی و علوی کا کفو ہے۔ ۷۱۲

فقط مالی حیثیت میں کم ہونا مانع کفاءۃ نہیں۔ ۷۳۱

افتاء ورسم المفتی

عمل اسی پر ہے جس پر اکثریت ہے۔ ۱۲۹

علیہ الفتوٰی اور بہ یفتی الفاظ فتوٰی سے آکد ہیں۔ ۱۳۰

جس پر متون ہوں وہی عمدہ ہے اور اسی کی طرف جھکاؤ ہوتا ہے۔ ۱۳۰

شریعت مطہرہ رفق و تیسیر کو پسند فرماتی ہے نہ کہ تضییق و تشدید کو۔ ۱۵۱

جہاں چند روایات ہوں وہاں علماء کو ادھر جھکنا چاہیے جس میں مسلمان تنگی سے بچیں۔ ۱۵۱

منگنی کو نکاح ٹھہرانا بداہۃً باطل اور اجماعاً غلط ہے۔ ۱۸۴

ھل اعطیتنیہا مجلس عقد میں مفید عقد اور مجلس وعد میں طلب وعد ہے۔ ۱۸۷

الفاظ محتملہ میں مدار قرینہ پر ہے۔ ۱۸۷

علماء فرماتے ہیں ہمارا زمانہ اجتناب شبہات کا زمانہ نہیں۔ ۲۰۵

محل کو مظنون ٹھہرالینا محض ظن ہے۔ ۲۰۸

بے حصول ظن حکم ضرورت نہیں۔ ۲۰۸

تصادق مرد و زن مثبت نکاح ہے اگر جھوٹ کہا تو زنا اور اولاد ولد الزنا۔ ۲۱۳

فقہاء مظنہ غالبہ شئی کو قائم مقام شئی کرتے ہیں۔ ۲۲۷

غالب یہی ہے کہ آدمی الفاظ زبان غیر مفہوم کے مقاصد پر بھی مطلع نہیں ہوتا۔ ۲۲۷

جسے اہل زمانہ کی پہچان نہیں وہ جاہل ہے۔ ۲۶۳

عرف فقہ میں جواز دو معنوں میں مستعمل ہے ایک بمعنی صحت اور عقود میں یہی زیادہ متعارف ہے، دوسرا بمعنی حلت اور افعال میں یہی زیادہ مروج ہے۔ ۲۸۵

زید نے حقیقی بہن کی لڑکی سے بحکم ایک

عالم کے نکاح کیا، یہ نکاح کیسا ہے اور اس عالم کا کیا حکم ہے۔ ۴۰۶

بھائی کی رضاعی نواسی سے جوازِ نکاح کا فتویٰ دینے والے عالم نہیں بلکہ جاہلوں سے ہزار درجہ بدتر ہیں۔ ۴۷۷

جس نے بغیر علم کے فتویٰ دیا اس پر زمین و آسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ ۴۷۷

حدیث میں ہے لوگ جاہلوں کو رہنما بنا کر ان سے سوال کریں گے تو وہ بغیر علم کے فتویٰ دے کر خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ ۴۷۷

نقل مذہب غیر میں بارہا لغزش ہوجاتی ہے۔ ۴۸۲

قول ضعیف ومرجوح پر حکم وفتویٰ جہل و خرق اجماع ہے ۴۸۸

مقلد کو اپنے امام کے خلاف حکم جائز نہیں۔ ۴۸۵

جو فتویٰ پر زیادہ جرأت کرتا ہے وہ آگ پر زیادہ جرأت کرتا ہے۔ ۴۹۰

دیوبندیوں سے فتویٰ پوچھنا اور اس پر عمل کرنا حرام ہے۔ ۵۱۴

محل خفاء میں تناقض مقبول ومعفو ہے۔ ۵۷۵

ولی اقرب کے غائب ہونے کی کل بہتر صورتیں اور ان کے حکم کا ضابطہ۔ ۵۹۳

مذہب معتمد پر غیبت منقطعہ میں سفر درکنار شہر سے باہر ہونا بھی شرط نہیں۔ ۶۰۲

عدم کفاءۃ بوجہ فسق وغیر فسق میں کوئی فرق نہیں ۶۳۵

فرقت عورت کی طرف سے ہو تو فسخ، مرد کی طرف سے ہو تو طلاق ہے اور قضاء سب کے لئے شرط ہے۔ ۶۳۵

فاسق اگرچہ غیر معلن ہو صالحہ یا بنت صلحاء کا کفو نہیں ہوسکتا۔ ۶۵۸

کیا رواج عرف عام قانون شرع شریف پر کسی حالت میں مرجح ہوسکتا ہے۔ ۶۷۷

جولاہے، کھال پکانے والے، موچی، نائی اور ان کے مثل ذلیل پیشہ ور جو اپنے ذلیل پیشوں کے ساتھ معروف ہوں، اگرچہ عالم ہوں جب بھی شرفاء کے کفو نہیں ہوسکتے۔ ۷۱۵

ہمارے بلاد میں سیدانیاں پٹھان یا مغل عالم سے عار نہیں کرتیں، ہاں ذلیل پیشے والے وہ اگر عالم ہوں جب بھی عار زائل نہیں ہوتی۔ ۷۱۵

اگر ذلیل پیشہ وروں سے کوئی عالم ہو اور وہ اپنے پیشہ کو اتنی مدت سے چھوڑ چکا ہو کہ لوگ اسے بھول گئے ہوں اور قلوب میں اس شخص کی وقعت اور نگاہوں میں عظمت ہوگئی ہو اب اس سے شرفاء کی بیٹیوں کو عار نہ ہو تو یہ بھی کفو ہوسکے گا۔ ۷۱۵

سیدانیوں سے پٹھان یا مغل وغیرہ غیر سید کے نکاح کا حکم۔ ۷۱۶

رذالت اور شرافت شرعاً قوم پر منحصر ہے یا نہیں۔ ۷۱۸

نکاح میں کفاءۃ معتبر اور کفاءۃ کا دارومدار عرف پر ہے۔ ۷۲۸

قریش بعض ان کے کفو ہیں بعض کے۔ ۷۳۲

عقائد وکلام

قبل نکاح اگر کفر صریح کیا اور بے توبہ نکاح کیا تو نکاح باطل اور اولاد ولدالزنا۔ ۱۵۲

نکاح کے بعد اگر زوجین میں سے کوئی معاذ اللہ مرتد ہوگیا تو اس کے بعد کے جماع سے جو اولاد ہوگی وہ حرامی ہوگی۔ ۱۵۳

ایسے کلمات کفر کے صدور پر جن سے قائل کو کافر نہ کہیں، تجدید اسلام وتجدید نکاح کا حکم ضرور ہوگا، مگر اولاد ولد زنا نہ ہوگی۔ ۱۵۴

نابالغ عاقل کہ کفر کرے یا کفر پر مطلع ہو کر اسے پسند کرے تو کافر مرتد ہے۔ ۱۶۱

رضا بالکفر بھی کفر ہے۔ ۱۶۱

مشرک سے استعانت نہ چاہیے خصوصًا امور دینیہ میں۔ ۱۷۲

اللہ تعالٰی کفر کو نہیں بخشے گا۔ ۲۰۲

تعظیمًا جمع کا لفظ خدا کی شان میں بولنا جائز ہے یا نہیں، جیسے اللہ جل شانہ یوں فرماتے ہیں۔ ۲۰۷

تجدید ایمان خیر محض ہے۔ ۲۰۸

وہابیہ کی گمراہیوں پر مطلع ہوتے ہوئے اگر کسی نے ان کو معظم ومتبرک سمجھ کر نکاح خوانی کے لیے بلایا ہے تو بعد توبہ وتجدید اسلام تجدید نکاح لازم ہے۔ ۲۲۰

ارتکاب حرام سے نہ کافر ہوتا ہے نہ حنفیت سے خارج۔ ۲۲۱

اہلسنت وروافض میں باہم نکاح منعقد ہوسکتا ہے یا نہیں۔ ۲۴۴

اور اگر کچھ روز بعد لڑکی رافضیہ ہوجائے تو نکاح رہے گا یا نہیں۔ ۲۴۴

دوران عدت نکاح کو حلال جان کر پڑھانے والا اسلام سے خارج اور اس کا اپنا نکاح بھی گیا۔ ۲۶۶

معتدہ کے نکاح میں دانستہ شریک ہونے والے نے اگر اس نکاح کو حرام جانا تو گنہگار ہے، اور اگر حلال جانا تو اسلام سے خارج ہوگیا۔ ۲۶۶

یہ کلمہ کہ "ادھر کعبہ بھی ہوجائے تو سر نہ جھکاؤں گا" کلمۂ کفر ہے ایسا کہنے والے پر توبہ اور تجدید اسلام لازم ہے۔ ۲۶۹

غیر مقلد کو غیر مقلد جانتے ہوئے اسے بزرگ جان کر نکاح پڑھوائے تو تجدید اسلام وتجدید نکاح لازم۔ ۲۸۱

صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا وہابیہ ملاعنہ پر شدید تازیانہ کہ اللہ تعالٰی اور اس کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر بھروسا ہے۔ ۲۸۳

سیف اللہ سے وہابیوں کی گردن اڑگئی قرآن مجید میں فرمایا کہ اللہ ورسول کے دینے پر راضی ہوئے۔ ۲۸۳

فرقان حمید نے ارشاد کیا کہ اب بھی دیتے ہیں اللہ اور اس کا رسول اپنے فضل سے۔ ۲۸۳

اللہ تعالٰی اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا اور گناہوں سے درگزر کرتا ہے۔ ۲۹۴

www.alahazratnetwork.org

روافض کے بعض عقائد کفریہ۔ ۳۲۸

روافض کے اقسام واحکام اوران کے بعض عقاید کفریہ کا ذکر۔ ۳۴۵

محبت میں آدمی اندھا اور بہرا ہوجاتا ہے۔ ۳۶۸

دل پلٹتے اورخیال بدلتے کچھ دیر نہیں لگتی۔ ۳۶۹

بدمذہب کو اپنی بیٹی دینا تو سخت قہر اور زہر قاتل ہے۔ ۳۶۹

بدعقیدوں سے انس اور دوستی کرنے والا ایمان کے نور اور حلاوت سے محروم ہوجاتا ہے۔ ۳۷۲

جو اس زمانے میں ان چاروں مذہبوں سے خارج ہو وہ بدعتی اور دوزخی ہے۔ ۳۷۲

اگر غیر مقلد عقیدہ کفریہ رکھتا ہو تو اس سے نکاح محض باطل اور زنا ہے۔ ۳۷۲

مسلمان عورت کا کافر سے نکاح اصلاً صحیح نہیں۔ ۳۷۲

غیر مقلد عقیدہ کفریہ نہ بھی رکھتا ہو تب بھی اس سے نکاح بحکم آیت وحدیث منع ہے۔ ۳۷۲

عقائد کفریہ کی چند مثالیں۔ ۳۷۷

مدعیان اسلام میں جو عقائد کفریہ رکھیں ان کا حکم مثل مرتد ہے۔ ۳۷۷

کبرائے وہابیہ اور مجتہدین روافض کو پیشوا و امام یا مسلمان سمجھنے والا کافر ہے۔ ۳۷۸

جس طرح ضروریات دین کا انکار کفر ہے اسی طرح ان کے منکر کو کافر نہ جاننا بھی کفر ہے۔ ۳۷۸

ضروریات دین کے منکر کے کفر و عذاب میں شک کرنے والا باجماع علماء کافر ہے۔ ۳۷۸

طوائف ضالہ کے عقائد باطلہ میں کفریات لزومیہ بکثرت ہیں۔ ۳۷۸

جمہور ائمۂ کرام وفقہائے اعلام کا مذہب صحیح و معتمد و مفتٰی بہ یہی ہے کہ جو کسی ایک مسلمان کو کافر اعتقاد کرے وہ خود کافر ہے۔ ۳۷۹

حدیث میں ہے کہ جو کسی کلمہ گو کو کافر کہے ان میں سے ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی۔ ۳۸۰

جو کسی کو کفر پر پکارے یا خدا کا دشمن بتائے اور وہ ایسا نہ ہو تو اس کا قول اسی پر پلٹ آئے گا۔ ۳۸۰

حدیث وفقہ دونوں کے حکم سے مسلمان کی تکفیر کرنے والے پر حکم کفر لازم آتا ہے۔ ۳۸۰

خود کفریات بکنا یا کفریات پر راضی ہونا انھیں برا نہ جاننا یا ان کے لئے معنی صحیح ماننا سب کا ایک ہی حکم ہے۔ ۳۸۱

جو دیابی کسی ضروری دین کا منکر نہ ہو اور نہ ضروری دین کے کسی منکر کو مسلمان کہتا ہو تو اس کو برائے احتیاط کافر نہ کہیں گے، اور یہی احتیاط جو مانع تکفیر ہے مانع نکاح بھی ہے۔ ۳۸۲

یہ کون سی شرع ہے کہ زبان کے باب میں احتیاط سمجھے اور فرج کے بارے میں بے احتیاطی۔ ۳۸۲

بدمذہب کی صحبت سم قاتل ہے۔ ۳۹۱

بدمذہبی بلائے حقیقی ہے۔ ۳۹۱

بدمذہب کی تعظیم حرام ہے۔ ۳۹۶

www.alahazratnetwork.org

جس نے کسی بدمذہب کی توقیر کی اس نے اسلام کو ڈھانے میں مدد کی۔ ۳۹۶

فاسق شرعاً واجب الاہانۃ ہے اور اس کی تعظیم ناجائز ہے۔ ۳۹۶

منافق کو سردار کہہ کر مت پکارو کہ اگر وہ تمہارا سردار ہے تو بیشک تم نے اپنے رب عزوجل کو ناراض کیا۔ ۳۹۷

بدمذہب لوگ دوزخیوں کے کتے ہیں۔ ۳۹۹

بدمذہب کتا ہے بلکہ کتے سے بھی بدتر ہے۔ ۳۹۹

بدمذہب لوگ سب آدمیوں سے بدتر اور سب جانوروں سے بدتر ہیں۔ ۴۰۰

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا قاذف کافر ملعون ہے جو اسے کافر نہ جانے خود کافر ہے۔ ۴۱۶

جو شخص اپنی دختر یا خواہر کا نکاح قاذف یا مرتد سے کرے وہ دیوث ہے۔ ۴۱۶

اللہ تعالٰی قیامت کے دن تین شخصوں پر نظر رحمت نہیں فرمائے گا: ماں باپ کا نافرمان، مردوں سے مشابہت رکھنے والی عورت اور دیوث۔ ۴۱۶

تین شخص جنت میں کبھی نہ جائیں گے: دیوث، مردانی وضع کی عورت اور شرابی۔ ۴۱۶

غیر نبی کو نبی سے افضل ماننا کفر ہے۔ ۴۲۰

جو قرآن عظیم کو ناقص مانے کافر ہے۔ ۴۲۰

حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما پر تبرا فقہائے کرام کے نزدیک مطلقاً کفر ہے۔ ۴۲۰

حکم شرع کو باطل اور مسئلۂ کفار کو صحیح ماننے والے صریح کفار و مرتد ہیں ان سے میل جول حرام ہے۔ ۴۳۲

اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں کسی کی طاعت نہیں۔ ۴۳۴

مرتدین سے میل جول کے بارے میں والدین کی اطاعت ناجائز ہے۔ ۴۳۴

جو کسی امر کفار کو اچھا جانے فقہاء اس کی تکفیر کرتے ہیں یہاں تک کہ اگر یوں کہے کہ وقت طعام ترک کلام مجوسیوں کی اچھی بات ہے یا ترک مجامعت بحالت حیض مجوسیوں کی اچھی رسم ہے تو کافر ہو جائے۔ ۴۳۵

اگر کوئی کسی کو کہے حکم شرع یوں ہے، وہ جواب میں کہے کہ میں تو اپنی رسم کے مطابق کام کرتا ہوں شرع سے نہیں، تو بعض علماء کے نزدیک کافر ہو جائے گا۔ ۴۳۵

فرقہ ظاہریہ مخالف ائمہ اربعہ و تمام مجتہدین ہے ان کے امام داؤد ظاہری کو اہل سنت سے جاننا جہل و سفاہت ہے وہ ہرگز اہلسنت نہیں۔ ۴۷۹

فرقہ ظاہریہ کی مخالفت کا کچھ اعتبار نہیں، نہ ان میں سے کسی کی تقلید جائز ہے ظاہریہ مسلوب العقل ہیں کہ قیاس جلی کے منکر ہیں۔ ۴۸۰

عقل و تمیز کے بعد نابالغ کا ارتداد و اسلام صحیح ہے۔ ۵۰۸

مرتد لوگ بہت بچپن میں اپنی اولاد کو عقائد کفریہ سکھاتے ہیں۔ ۵۰۸

غیر نبی کو نبی سے افضل کہنا کفر ہے۔ ۶۹۱

قطعی کافر کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے۔ ۶۹۱

ایک شخص کہتا ہے کہ سید یعنی آل نبی کی دختر پر کیا

www.alahazratnetwork.org

پہنچ سکتی ہے۔ کسی نے کہا اگر جاروب کش مسلمان ہوجائے اسے بھی، جواب دیا کچھ مضائقہ نہیں، کیا حکم ہے۔ ۲۱۶
سنیّہ سے نکاح کرنے والے کو کافر کہنے والوں کو تجدیدِ اسلام چاہئے۔ ۲۳۰

ردّ بدمذہباں

نکاح میں وکیل یا شاہد غیر مقلد یا وہابی ہے تو نکاح درست ہوگا یا نہیں۔ ۲۱۸
غیر مقلدوں کی ضلالت کا حدِ کفر تک پہنچا ہوا نہ ہونا نادر ہے۔ ۲۱۸
جب سے طائفہ رشیدیہ پیدا ہوا مقلد وہابیوں کا حال بھی کثر اسمٰعیلیوں جیسا ہوگیا۔ ۲۱۸
اگر کوئی عورت غیر مقلد بموجب شرع نکاح پڑھائے تو نکاح ہوگا یا نہیں۔ ۲۱۹
غیر مقلد اور ہندو مشرک سے نکاح پڑھوانے میں فرق۔ ۲۱۹
غیر مقلدوں پر صدہا وجہ سے بحکم احادیث صحیحہ تصریحاتِ فقہیہ حکم کفر لازم ہے۔ ۲۱۹
غیر مقلدین میں بہت سے کھلم کھلا ضروریاتِ دین کے منکر اور قطعی اجماعاً کافر ہیں۔ ۲۱۹
روافض سے نکاح باطل ہے۔ ۲۲۱
غیر مقلد شافعی نہیں بلکہ اہلِ بدعت و ہوا و اہلِ نار ہیں۔ ۲۸۲
اس زمانے میں جو مذاہب اربعہ (حنفی، شافعی، حنبلی و مالکی) سے خارج ہے وہ بدعتی و ناری ہے۔ ۲۸۲
غیر مقلدین زماں کے بہت عقائد کفریہ و ضلالیہ ہیں۔ ۳۷۳
غیر مقلدوں کا گمراہ و بدمذہب ہونا بروجہ احسن ثابت ہے۔ ۳۷۳
بدمذہبوں سے کھانا پینا اور شادی بیاہ کرنا ممنوع ہے۔ ۳۷۳
فی الواقع سنیہ حنفیہ خاتون کا نکاح غیر مقلد وہابی سے یا تو شرعاً محض باطل و زنا ہے یا ممنوع و گناہ۔ ۳۷۷
وہابی ہو یا رافضی جو بدمذہب عقائد کفریہ قطعیہ رکھتا ہو تو اس سے نکاح باجماع مسلمین بالقطع والیقین باطل محض و زنا صرف ہے۔ ۳۷۷
عقائد وہابیہ کے شافی ووافی بیان پر مشتمل ۲ دو رسالوں کا نام۔ ۳۷۸
تقلید ائمہ کو شرک اور مقلدوں کو مشرک کہنا غیر مقلدوں کا مشہور و معروف عقیدۂ ضلالت ہے۔ ۳۷۸
معاملات انبیاء و اولیاء سے متعلق ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر ممنوع و مکروہ بلکہ مباحات و مستحبات پر بیجا بیجا حکم شرک لگادینا خاص اصل الاصول وہابیت ہے۔ ۳۷۸
وہابیوں کا خلاصۂ اعتقاد یہ ہے کہ جو وہابی نہ ہو مشرک ہے۔ ۳۷۸
وہابیوں کے مذہب پر صرف مسئلہ تقلید میں

www.alahazratnetwork.org

گیارہ سو برس کے ائمۂ دین، علماء کاملین اور اولیاء عارفین سب مشرک قرار پاتے ہیں۔ ۳۷۸

علامہ شامی نے وہابیوں کو خوارج میں داخل فرمایا۔ ۳۸۰

خوارج کو کافر کہنا واجب ہے اس بناء پر کہ وہ اپنے ہم مذہب کے سوا سب کو کافر کہتے ہیں۔ ۳۸۰

وہابی ملحد و بے دین ہیں کہ مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں۔ ۳۸۰

وہابیہ کے مذہب نامہذب پر نہ صرف امت مرحومہ بلکہ انبیاء کرام و ملائکہ عظام وخود حضور پر نور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم حتی کہ خود رب العزت جل وعلا تک کوئی بھی شرک سے محفوظ نہیں۔ ۳۸۱

بدمذہبوں سے سنیہ کی تزویج ممنوع ہونے پر دلائل۔

جو عورت کسی بدمذہب کی جورو بنی وہ ایسی ہی ہے جیسے کسی کتے کے تصرف میں آئی۔ ۳۹۹

وہابیوں کو نہ خوفِ خدا ہے نہ خلق سے حیا۔ ۴۰۳

سنیت وہابیت سے صاف مباین ہے لہذا سنی و وہابی کا اجتماع ناممکن ہے۔ ۴۰۳

کسی وہابی کا سنی ہونا ایسے ہی محال ہے جیسے رات کا دن ہونا یا نصرانی کا مومن ہونا۔ ۴۰۳

مشتبہ الحال منکر وہابیت کو پرکھنے کا طریقہ۔ ۴۰۴

سنی کو اپنی دختر رافضی کے نکاح میں دینا کیسا ہے، اور سنی باوجود ناجائز جاننے کے دے تو کیا حکم ہے۔ ۴۱۷

زمانۂ سلف سے اس وقت سنی اور رافضی کے درمیان قرابت کا کیا باعث، آیا اس وقت میں علماء نے اس طرف توجہ نہیں فرمائی یا اس وقت کے شیعہ اور اب کے روافض میں کچھ فرق ہے۔ ۴۱۷

کفریات روافض۔ ۴۲۰

آج کل رافضیوں میں کوئی مسلمان ملنا ایسا ہی مشکل ہے جیسا کووں میں سپید رنگ والا۔ ۴۲۰

رافضیوں کے ساتھ مناکحت حرام قطعی اور زنائے خالص ہے۔ ۴۲۰

جو اپنی بہن یا بیٹی رافضیوں کو دے وہ دیوث ہے۔ ۴۲۰

پہلے دور اور موجودہ دور کے رافضیوں میں فرق۔ ۴۲۱

روافض کی تکفیر بوجہ ان کے عقائد ملعونہ مثل رجعت اموات بدنیا واجب ہے۔ ۴۲۴

آتش جہنم پر جرات غیر مقلدی کے لئے لازم ہیں۔ ۴۹۰

مرزائی مرتد ہیں۔ ۵۰۸

مرتد مرد ہو یا عورت اس کا جہاں بھر میں کسی سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ ۵۰۸

بدمذہبوں سے قرابت قریبہ رکھنا بارہا منجر بہ فتنہ و فساد مذہب ہوتا ہے۔ ۵۰۸

غیر مقلدوں سے نکاح اور تعلقات کا حکم۔ ۵۰۸

غیر مقلدوں سے میل جول حرام اور ان سے مناکحت ناجائز ہے۔ ۵۰۸

وہابیت ارتداد ہے اور مرتد کا نکاح کسی سے بھی جائز نہیں۔ ۵۰۹

دیوبندیوں کو مولانا یا نور اللہ مرقدہ کہنا حرام ہے ۵۱۴

دیوبندیوں کے اقوال ملعونہ پر مطلع ہو کر ان کے

کفر میں شک کرنے والا کافر ہے۔ ۵۱۴
قادیانی کو مجدد، مہدی، مسیح موعود، پیغمبر ماننے والے کا حکم۔ ۵۱۴
زید نے اپنی دختر بالغہ کا نکاح عمرو سے کیا۔ وقتِ نکاح عمرو پر رافضی ہونے کا شبہہ ہوا تھا اس لئے اس سے دریافت کیا اس نے انکار کیا اور اپنے آپ کو سُنّی بتایا اور اپنے سُنّی ہونے کا اطمینان دلایا، باذنِ ہندہ نکاح ہوگیا، رخصت کے بعد محرم میں عمرو کا رافضی ہونا ظاہر ہوا، جب سے زید نے لیلیٰ کو روک لیا، کیا حکم ہے۔ ۶۹۷
بدمذہب اہلِ جہنم کے کُتّے ہیں۔ ۷۱۴
بدمذہب تمام مخلوق سے بدتر ہیں۔

سیر

مرتد یا نابالغ اگر بزعمِ ولایت اپنے بیٹے بیٹی یا بہن بھائی یا کسی نابالغ نابالغہ کا نکاح پڑھائے تو کسی صورت میں باطل محض ہوگا۔ ۱۷۳
دربارۂ مرتد و مرتدہ حکم شرعی یہی ہے کہ ان کا نکاح نہ کسی مسلم و مسلمہ سے ہوسکتا ہے نہ کافر و کافرہ سے، نہ مرتد و مرتدہ ان کے ہم مذہب خواہ مخالف مذہب سے، غرض تمام جہان میں کسی سے نہیں ہوسکتا۔ ۲۶۷
مرتد مرد خواہ عورت کا نکاح تمام عالم میں کسی عورت و مرد مسلم یا کافر مرتد یا اصلی سے نہیں ہوسکتا۔ ۲۷۷
کتابیہ حربیہ سے نکاح عند التحقیق ممنوع و گناہ ہے۔ ۴۰۰
دار الحرب میں حربیہ سے زنا کی تحلیل کا امام اعظم ابوحنیفہ کی طرف منسوب کرنا محض باطل ہے۔ ۴۸۲
مرتد کو کسی پر ولایت نہیں اگرچہ دعوئ اسلام رکھتا ہو۔ ۵۵۱
قرآن مجید میں جو ایک لفظ، ایک حرف اور ایک نقطے کی کمی بیشی کا قائل ہے یقیناً کافر مرتد ہے۔ ۶۹۱

بیوع

بیع کا جھوٹا اقرار بیع نہیں۔ ۱۲۵
ایک کے نرخ پر دوسرے کا نرخ کرنا ممنوع ہے۔ ۱۹۷
اگر ناآشنایانِ عربی نے بعت و اشتریت بقصد بیع و شرا کہا اور جانتے تھے کہ یہ الفاظ عقدِ بیع کے ہیں تو ضرور بیع ہوجائے گی۔ ۲۲۷
نفیس و خسیس میں بیع بالتعاطی منعقد ہوجاتی ہے۔ ۲۲۷
اذانِ جمعہ کے وقت بیع صحیح ہوگی اگرچہ ممنوع و گناہ ہے۔ ۳۸۵
افیون و حشیش کی بیع کا حکم۔ ۳۸۶
مردار، خون اور حُر کی بیع باطل محض ہے کہ محلِ بیع ہی نہیں کیونکہ مال نہیں۔ ۵۴۲
نابالغ نے نکاح کیا یا کچھ بیچا یا خریدا اجازتِ ولی پر موقوف رہے گا اور قبل اجازت ولی بالغ

ہوگیا تو خود اس کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ ۶۲۲

خیار

نکاح میں خیار عیب نہیں۔ ۱۱۷

خیار عیب کو نکاح میں کچھ دخل نہیں۔ ۱۹۳

دعوٰی

اگر کوئی شخص کسی بیع کا دعوٰی کرے اور مدعا علیہ قسم سے بچنے یا کچہری کی ذلت سے گریز کرنے کے سبب اقرار کرلے تو بیع قضاءً ثابت ہوجائیگی اور احکام، وجوب تسلیم ولزوم شفعہ وغیرہ جاری ہوں گے، لیکن یہ مدعی کا ذب وہ گھر کیا لے گا درحقیقت آگ لے گا۔

عورت نکاح کے تین سال بعد کہتی ہے کہ میں اپنی والدہ کے سبب مجبور تھی اب کے بعد خود مختار ہوں، شوہر نے دھوکا دیا کہ اس کے بیوی بچے نہیں ہیں، نکاح میری لاعلمی میں ہوا، کیا اس صورت میں اسے فسخ نکاح کا دعوٰی پہنچتا ہے۔ ۲۴۵

باپ دختر کی منگنی کرکے فوت ہوگیا، بغیبت والدہ دختر چند اشخاص نے بجبر اس دختر بالغہ کو ایک گھر میں کردیا، ماں نے دعوٰی دائر کیا جواب دعوٰی ہوا کہ متوفی کے بھائی نے جو دوسرے باپ سے ہے بے اجازت دختر و والدہ دختر نکاح کردیا کیا حکم ہے۔ ۶۲۰

شہادت

شہود کا الفاظ ایجاب وقبول کے لفظی معنی سمجھنا ضرور نہیں، اتنا ضرور ہے کہ نکاح ہونا سمجھیں۔ ۱۳۸

جھوٹی گواہی اکبر کبائر اور بت پوجنے کے برابر ہے ۲۰۱

جھوٹی گواہی دینے والا وہاں سے ہٹنے سے قبل مستحق نار ہوجاتا ہے۔ ۲۰۲

صرف عورتوں کی شہادت سے نکاح نہیں ہوسکتا، یونہی غلاموں اور بچوں کی شہادت سے۔ ۲۱۶

مرتد کی گواہی معتبر نہیں ہے۔ ۲۱۹

شہادت اقرار اگرچہ مثبت زنا ہونے کی صلاحیت نہ رکھے مگر مثبت اقرار ہے۔ ۳۳۴

بینہ سے جو ثابت ہو وہ ایسا ہی ثابت ہوتا ہے جیسے معائنہ سے۔ ۳۳۴

اثبات زنا میں شہادت زناں وشہادت دومرد ہرگز مسموع نہیں۔ ۳۳۴

لڑکا اور اس کا باپ شہادت دلاتے ہیں کہ ہم سنی ہیں اور ہمیں شیعہ جانتے ہو تو اطمینان کے لئے ہمیں سُنّی کرلو۔ ان کے ہم وطن شیعہ کہتے ہیں کہ یہ سُنّی ہیں یہاں کے مسلمان کہتے ہیں کہ انھیں ہم نے ہمیشہ شیعہ مذہب کا برتاؤ کرتے دیکھا اور بعض مسلمان شہادت دیتے ہیں کہ یہ لڑکے شیعہ نہیں ہیں اور ان کے والد کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہتے، کیا حکم ہے۔ ۴۶۸

دو شخصوں نے کہا کہ لڑکے کا باپ اور لڑکی کی ماں ناجائز تعلقات رکھتے ہیں، لڑکی کے باپ نے قرآن شریف اٹھانے کو کہا، انکار کیا اور چلے گئے ثبوت نہ ہوا، کیا حکم ہے۔ ۴۶۸

قضاء

حکمِ قاضی رافعِ خلاف ہے اور قضا جس طرح ظاہراً نافذ ہوتی ہے یونہی باطناً بھی۔ ۱۲۷

قاضی شرع کون ہے، یہاں کون حقِ فسخ و تفریق رکھتا ہے۔ ۴۴۳

اسلامی ریاست میں مسلمان حاکم نائبِ شرع ہے بشرطیکہ وہابی، رافضی، قادیانی وغیرہ نہ ہو۔ ۴۴۴

قاضی مجتہد، مجتہد فیہ میں اپنی رائے کے خلاف اگر حکم کرے گا تو نافذ نہ ہوگا۔ ۴۸۵

جس کا کوئی ولی نسباً نہ ہو اس کا ولی قاضیِ شرع ہے، نکاح اس کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ جہاں قاضیِ شرع نہ ہو جیسے اکثر دیارِ ہندوستان وہاں اعلم علمائے اہلِ بلد صاحبِ فتویٰ فقیہ کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ ۵۴۹

زوج کی عدمِ موجودگی میں قاضی تفریق نہیں کرسکتا بلکہ بوقتِ تفریق اس کی حاضری ضروری ہے۔ ۵۶۳

ہائیکورٹ وغیرہ انگریزی کچہریاں شرعی دار القضاء نہیں لہٰذا ان حکام کے فسخ کئے نکاح فسخ نہ ہوگا۔ ۵۶۳

مسلمان پنچ شوہر کی موجودگی میں تفریق کرسکتا ہے۔ ۵۶۴

حدود، قصاص اور عاقلہ پر دیت کے علاوہ تمام معاملات میں پنچ کا فیصلہ مثلِ فیصلۂ قاضی ہے۔ ۵۶۴

ریاستِ اسلامی میں جو مسلمان قاضی ایسا ہو جو خاص اس شہر کے لئے نہ ہو، نہ کسی مذہبِ خاص پر قضاء کے لئے مقید ہو تو وہ بھی تفریق کرسکتا ہے اگر مدعی اور مدعا علیہ وہاں کے نہ ہوں۔ ۵۶۴

فسخ بوجہ عدمِ کفاءۃ قاضی ہی کے یہاں ہو سکتا ہے ۶۳۶

جہاں قاضی نہ ہو وہاں اعلم علماء اہلِ بلد سے فسخِ نکاح کرایا جائے ۶۴۰

قاضی جسے علم ہو کہ اس لڑکی کے والدین زندہ ہیں وہ والدین کے بے پوچھے کسی غیر شخص کو ولی مقرر کرکے لڑکی کا نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو ایسے قاضی کے لئے کیا حکم ہے۔ ۶۶۷

www.alahazratnetwork.org

اقرار

مجرد اقرارِ زوجیت حقیقتاً نکاح نہیں یعنی اگر گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول نہ ہوئے ہوں تو وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں اگرچہ کہتا ہو کہ یہ میری زوجہ ہے۔ ۱۲۳

کسی کے لئے مال کا غلط اقرار کیا تو وہ مال مقرلہٗ کی ملک نہ ہوگا۔ ۱۲۶

اگر کوئی شخص کسی عورت پر نکاح کا دعویٰ کرے اور عورت انکار کردے پھر وہ شخص اس کو کچھ دے کر اس سے اس بات پر صلح کرلے کہ وہ اس نکاح کا اقرار کرے اب عورت نے اقرار کرلیا تو یہ اقرار جائز اور مال لازم ہوگا۔ اگر یہ اقرار شہود

کے سامنے ہوا ہو اب اگر عورت پھر انکار کرے گی
تو قاضی اس کا یہ انکار نہ سُنے گا۔ ۱۳۰

اصطلاح فقہ میں کسی کا حق ثابت کرنے کی خبر دینے
کو اقرار کہتے ہیں۔ ۱۷۷

زید نے اپنی سالی سے زنا کا اقرار کیا پھر انکار، اُس
کے اقرارِ زنا پر قاضی کے سامنے شہادت گزری،
اس شہادت اقرارِ زنا سے حرمتِ مصاہرت
ثابت ہوگی یا نہیں، اور ہندہ زوجۂ زید اس پر
حرام ہوگی یا کیا۔ ۳۳۳

اگر اقرار یہ کیا ہو کہ میں نے اس کی ماں سے قبل اس
کے نکاح کے زنا کیا تھا، تو کیا حکم ہے۔ ۳۳۴

دار القضاء سے باہر کا اقرار مثبت زنا نہیں ہوتا۔ ۳۳۵

اقرار بالزنا بعد رجوع مثبت زنا نہیں رہتا۔ ۳۳۵

اثبات مصاہرت کے لئے ثبوت زنا کی اصلاً
حاجت نہیں مجرد اقرار زنا کافی ہے۔ ۳۳۶

اگرچہ ہزل و مذاق میں ایک بار اقرار کیا کہ اس نے
ساس سے زنا کیا حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگئی،
پھر لاکھ انکار کرے مسموع نہ ہوگا۔ ۳۳۶

اگر کسی سے کہا گیا کہ تو نے اپنی بیوی کی ماں سے کیا کیا،
اس نے کہا میں نے اس سے جماع کیا تو حرمتِ
مصاہرت ثابت ہوگئی اگرچہ وہ کہے کہ میں نے جھوٹ کہا ۳۳۶
مرد اپنے اقرار سے پکڑا جاتا ہے۔ ۳۳۷

جہاں تک مقر پر اقرار کا ضرر ہے ماخوذ اور جتنا
دوسرے پر الزام ہے مقبول نہ ہوگا۔ ۳۳۸

اگر کوئی شخص کہے یہ میری رضیعہ ہے، پھر خطا کا
اعتراف کرے تو سچا مانا جائے گا اور اسے اس
کے ساتھ نکاح جائز ہوگا جب کہ اپنے اقرار پر
ثابت نہ رہے۔ ۵۷۴

صُلح

صُلح اقرب عقود شرعیہ کی طرف راجع کی جاتی ہے۔ ۱۳۲

اگر کوئی مرد کسی عورت پر نکاح کا دعویٰ کرے اور
عورت منکر ہو پھر وہ عورت اسے کچھ مال دے کر
اس پر صلح کرے کہ وہ اس دعویٰ سے باز آ جائے
تو جائز ہے اور یہ مدعی کے زعم میں معنی خلع میں
ہو جائے گا مگر فقہائے نے فرمایا کہ اسے اس مال کا
اخذ فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ حلال نہ ہوگا جب کہ
وہ اپنے دعویٰ میں مبطل ہے۔ ۱۳۲

بعض دین پر صلح صحیح ہے اور باقی کے دعویٰ سے
برأت بھی ہو جائے گی یعنی فقط قضاءً نہ دیانۃً،
اسی لئے اگر وہ موقع پائے گا تو اسے باقی کا
لے لینا جائز ہوگا۔ ۱۳۴

کسی وظیفہ مقررہ سے کچھ رقم لے کر دوسرے
کے حق میں فارغ ہو جائے اور دوسرا اس سے
وعدہ کرے کہ اگر میرا یہ روپیہ تو واپس کرے گا تو
میں تیرا یہ وظیفہ مقررہ لوٹا دوں گا اُس سے اس پر
لوٹانا واجب نہ ہوگا۔ ۱۴۸

اجارہ

کسی نے اپنا مکان کرایہ پر دے دیا تھا پھر اُسی

مکان کو کسی اور کے ہاتھ بیچ دیا اب مشتری کرایہ وصول کرتا ہے مگر بائع سے وعدہ کر لیا ہے کہ جب تو ثمن مجھے واپس کرے گا تو مکان واپس کر دوں گا اور کرایہ کے روپے ثمن سے مجرا دوں گا۔ مشتری کے پاس بائع ثمن کے روپے لایا اور کرایہ کے روپے اس سے مجرا کرنے کو کہتا ہے، اگر مشتری حسب وعدہ ایسا کرے تو بہتر ہے ورنہ اس پر جبر نہیں کیا جا سکتا۔ ۱۴۸
نکاح خواں کو اُجرت لینا دینا کیسا ہے۔ ۲۵۵
اگر اُجرت اپنے صرف میں نہ لائے کارِ خیر میں صرف کرے تو کیا حکم ہے۔ ۲۵۵
نوشہ کے سر پر پگڑی رکھنے کے لئے اس کے پھوپھا یا بہنوئی آتے ہیں دُوسرا نہیں رکھ سکتا اور وہ بے روپیہ لئے نہیں رکھتے، روپیہ کم ہوتا ہے تو اصرار کرتے ہیں، یہ لینا دینا شرعاً کیسا ہے؟ اور اسے ضروری حق جاننا اور اصرار کرنا کیسا ہے۔ ۲۵۵

وکالت

جب تک وکیل بالنکاح ماذون مطلق یا بصراحت دوسرے کو وکیل کر دینے کا مجاز نہ ہو اور کو وکیل نہیں کر سکتا۔ ۱۴۳
بیع و شراء میں اگر وکیل کا وکیل، اول کے سامنے عقد کرے تو جائز ہے، اور خصومت، تقاضی، نکاح اور طلاق وغیرہ میں جائز نہیں۔ ۱۴۳
وکیل کا وکیل اگر وکیل اول کے سامنے پڑھا دے اور وُہ جائز کر دے تو نکاح نافذ ہو جائے گا بخلاف طلاق وعتاق کے۔ ۱۴۹
وکیل نکاح معبر محض ہے حقوق نکاح مؤکل کی طرف راجع ہوتے ہیں۔ ۱۵۰
ادائے زکوٰۃ کا وکیل بغیر اذن مؤکل دوسرے کو وکیل کر سکتا ہے۔ ۱۵۰
دَین وصول کرنے کا وکیل بغیر اذن مؤکل اپنے عیال کو وکیل کر سکتا ہے۔ ۱۵۱
مؤکل اگر وکیل کے لئے ثمن کی تعیین کر دے تو وُہ بلا اجازت مؤکل دوسرے کو وکیل بنا سکتا ہے۔ ۱۵۱
توکیل کسی کو کسی تصرف جائز معلوم میں اپنا نائب بنانا ہے۔ ۱۶۳
محض اظہار رضا توکیل نہیں۔ ۱۶۳
وکیل کا مسلم و بالغ ہونا ضروری نہیں، غیر مسلم و نابالغ سمجھدار بھی وکیل ہو سکتا ہے۔ ۱۴۲
مرتد کی وکالت جائز ہے۔ ۱۴۲
اگر وقت توکیل وکیل مسلمان ہو پھر مرتد ہو جائے تو وکالت باطل نہ ہو گی جب تک دار الحرب میں نہ چلا جائے۔ ۱۴۲
مجنون اور ناسمجھ بچہ وکیل نہیں ہو سکتا۔ ۱۴۲
بلوغ و حریت صحت وکالت کے لئے شرط نہیں۔ ۱۴۲
توکیل مجرد ایجاب سے تمام ہو جاتی ہے قبول پر موقوف نہیں ہوتی اگرچہ رَد کر دینے سے رَد ہو جاتی ہے۔ ۲۱۰
مرتد کو وکیل بنانا جائز ہے۔ ۲۱۸

وکیل بالنکاح مجاز توکیل نہیں۔ ۲۴۳

حدود و تعزیر

مسلمان حر عاقل بالغ عفیف پر زنا کی تہمت لگانے والا اگر چار گواہ عادل پیش نہ کرے تو اُسے اَسّی کوڑے لگائے جائیں گے اور ہمیشہ کے لئے مردود الشہادۃ ہوگا۔ ۱۹۵

اگر تین گواہ معاینۂ زنا کی گواہی دیں اور چوتھا نہ ہو تو ان گواہوں پر حدِ قذف لازم آتی ہے۔ ۱۹۵

شبہہ نکاح سے حد ساقط اور عقد ثابت ہوجاتا ہے۔ ۲۰۴

اگر دو مرد یا دو عورتیں اور ایک مقذوف بالزنا کے اقرارِ زنا پر شہادت دیں تو قاذف اور شہود پر حدِ قذف نہ لگائی جائے۔ ۳۳۴

اگر دو مرد کسی کے زنا پر اور دو اس کے اقرارِ زنا پر شہادت دیں تو حد نہیں لگائی جائے گی۔ ۳۳۴

تین مردوں نے زنا اور ایک نے اقرارِ زنا پر شہادت دی تو تین شہود پر حدِ قذف لگے گی۔ ۳۳۵

حرمتِ مصاہرہ کے باوجود تفریق سے قبل اگر شوہر نے وطی کی تو اس پر حد لازم نہ ہوگی۔ ۳۶۵

امام مالک کی طرف حلتِ متعہ کی نسبت کرنا صحیح نہیں، امام مالک متعہ کرنے والے پر حدِ زنا نافذ کرتے ہیں۔ ۴۸۲

حنفیہ و دیگر ائمہ کے نزدیک متعہ حرام ہے مگر وہ اس پر حدِ زنا نافذ نہیں کرتے۔ ۴۸۲

جرمانہ لینا حرام ہے، اور حرام شئی مسجد میں صرف کرنا حرام ہے۔ ۵۱۴

شبہہ دافعِ حد ہے۔ ۵۶۲

بچے پر حد نہیں۔ ۵۶۲

دار الاسلام میں وطی حد یا عقر سے خالی نہیں ہوتی۔ ۵۸۱

قسم

جس نے کسی بات پر قسم کھائی پھر اس کے غیر کو اس سے بہتر جانا تو اسے چاہئے کہ جس کو بہتر دیکھ رہا ہے وہی کام کرے اور قسم کا کفارہ دے دے۔ ۱۹۹

ولی کا جھوٹا حلف ہندہ کے مقابلے میں معتبر ہوگا یا ہندہ کا قول۔ ۶۷۷

اخلاق

www.alahazratnetwork.org

صحبت خصوصاً بد کا اثر پڑجانا احادیث و تجارب صحیحہ سے ثابت ہے اس کے لئے پانچ مؤیدات۔ ۳۹۲

اچھے اور بُرے ہمنشین کی تمثیل و کہاوت۔ ۳۹۲

گمراہوں سے دُور بھاگو اور انھیں اپنے سے دُور کرو کہیں وہ تمھیں بہکا نہ دیں کہیں وہ تمھیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ ۳۹۲

مصاحب پر مصاحب کو قیاس کرو۔ ۳۹۲

بُرے ہمنشین سے دُور بھاگ کہ تُو اسی کے ساتھ مشہور ہوگا۔ ۳۹۳

ایک ہمنشین جس قدر دوسرے پر دلالت کرتا ہے اس قدر کوئی اور شئی دوسری شئی پر دلالت نہیں کرتی۔ ۳۹۳

حدیث میں ہے کہ محبت اندھا اور بہرا کردیتی ہے۔ ۳۹۳

آدمی اپنے محبوب کے دین پر ہوتا ہے تو دیکھ بھال کر دوستی کیا کرو۔ ۳۹۳
ظالموں کی طرف میل مت کرو ورنہ تمھیں جہنم کی آگ چھوئیگی ۳۹۳

فضائل ومناقب

قاضی خاں نے کہا کہ امام خصاف علم میں بڑے ہیں ان کی اقتدار جائز ہے۔ ۱۱۳
جو اپنے مال وجان، دین ومذہب اور اہل وعیال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے۔ ۲۰۵
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کی مثل اور عطا کیا گیا ہے ۲۷۳
نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا حرام کیا ہوا ایسا ہی ہے جیسا اللہ تعالیٰ کا حرام کیا ہوا۔ ۲۷۳
مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جو کچھ تمھیں رسول عطا فرمائیں اس کو لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو۔ ۲۷۳
باتفاق علما سب سے پہلے اُمّ المومنین خدیجۃ الکبریٰ شرفِ ارادت سے مشرف ہوئیں۔ ۳۲۶
حضرات شیخین ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سب سے افضل واکمل مرید تھے۔ اولیاء فرماتے ہیں؛ تا جہان ست نہ چو مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پیرے بود نہ چو صدیق مریدے۔ ۳۲۶
رستغفنی امام معتمد ہیں قول وفعل میں، اگر روز قیامت ان کی روایت پر عمل میں ہم سے گرفت ہوئی تو ہم ان کا دامن پکڑیں گے کہ ہم نے ان کے ارشاد پر عمل کیا۔ ۳۸۹
جنت سنت کے آٹھ باب جو ہادی حق وصواب ہیں۔ ۴۰۵
اللہ تعالےٰ ائمہ کے مقابلے کا مزہ چکھاتا ہے۔ ۴۹۰
عالم دین عام مومنین سے سات سو درجے بلند ہے، ہر دو درجوں کے درمیان پانچسو برس کی راہ ہے۔ ۶۱۳
دیندار متدین عالم ہی درحقیقت عالم ہے۔ ۶۱۳

حقوق العباد

ذمّہ پدر لازم کہ وُہ کرے جو اولاد کے حق میں بہتر ہو۔ ۱۹۹
بندوں کا آپس میں ایک دُوسرے پر جو ظلم ہے اس کا بدلہ ضرور ہوتا ہے۔ ۲۰۲
مسلمان کی لاٹھی بھی اس کی مرضی کے بغیر لینی جائز نہیں۔ ۲۰۳
عورتوں کو ضرر پہنچانے اور ان پر تنگی کرنے کی قرآن عظیم سے ممانعت۔ ۲۹۹
رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اسلام میں نہ ضرر ہے نہ ضرر رسانی۔ ۳۰۰
مرد عورتوں پر حاکم ومسلط ہیں۔ ۳۹۵
عورت پر سب سے بڑھ کر حق اس کے شوہر کا ہے۔ ۳۹۵
اگر غیر خدا کو سجدہ روا ہوتا تو عورت کو حکم ہوتا کہ وُہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ ۳۹۵

www.alahazratnetwork.org

ایذاءِ والدین اشد کبائر ہے۔ ۴۴۴

ناحق ایذاءِ مسلم حرام کہ بحکم حدیث وہ ایذاءِ رسول ہے اور ایذاءِ رسول ایذاءِ اللہ ہے جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ۶۲۵

حظر و اباحت

ناچ رنگ، باجے گاجے جہاں ہوں وہاں نکاح کا حکم۔ ۱۰۹

ناچ اور اکثر باجے حرام ہیں کفر نہیں اور دیکھنے سننے والا فاسق ہے۔ ۱۰۹

امر بالمعروف و نہی عن المنکر امورِ اسلام سے ہیں مگر بے محل تشدد و تعصب گناہ ہے اور یہ بلاد یا بیہ میں بہت زیادہ ہے۔ ۱۰۹

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لئے ایک حد ہے کہ اس سے تجاوز ارتکابِ منکر ہے۔ ۱۱۰

زوجین سے اگر کسی کا یہ عقیدہ ہو کہ ناچ حلال ہے تو کیا حکم ہو سکے گا۔ ۱۱۰

مرتد سے نکاح پڑھوانے کا حکم۔ ۱۷۳

ایفائے وعدہ محبوب ہے اور پورا نہ کرنا ناپسندیدہ اور مکروہ ہے۔ ۱۷۶

عقد کرنے والا دیندار متقی مسائلِ نکاح سے واقف ہونا چاہیے۔ ۱۸۸

فاسق بددیانت قابلِ اعتماد نہیں جب وہ خود حرام و حلال کی پروا نہیں کرتا تو اوروں کے لئے احتیاط کی کیا امید۔ ۱۸۸

نکاح با علان ہونا اور ایجاب و قبول سے پہلے خطبہ اور مسجد میں نکاح ہونا اور جمعہ کے دن ہونا اور نکاح خواں عالم باعمل ہونا مستحب ہے۔ ۱۸۸

جاہل کی نکاح خوانی قطعاً خلافِ اولیٰ ہے۔ ۱۹۰

جاہل کی مضاربت خلافِ اولیٰ ہے۔ ۱۹۰

کسی کی منگیتر کو پیغامِ نکاح دینا مکروہ اور ارتکابِ شناعت ہے۔ ۱۹۷

مخطوب منہ کا اپنے اقرار سے پھرنا اور خاطب اول کو زبان دے کر دوسرے سے عقدِ تزویج مذموم و بیجا و قابلِ مواخذہ ہے۔ ۱۹۷

اگر کسی عذرِ شرعی سے منگنی کر کے دوسرے سے نکاح کر دے تو قباحت نہیں۔ ۱۹۷

www.alahazratnetwork.org

جو شخص دو مصیبتوں میں مبتلا ہو اسے ان میں سے اخف و اہون کو اپنانا چاہیے۔ ۲۰۰

نوشہ سے کہنا "تم نے قبول کی" چاہیے یا نہیں۔ ۲۰۷

عاقدین بالغین کو قبل از عقد کلمے اور صفتِ ایمان مجمل و مفصل پڑھانا ضرور ہے یا نہیں۔ ۲۰۷

عاقدین بالغ ہیں پسر کا ولی چار ماہ کی مہلت چاہتا ہے اگر مہلت دی جائے تو یہ گناہ ہے یا نہیں۔ ۲۰۸

نکاح میں اور نماز میں اور نماز جنازہ میں سہل انگاری نہ کرنی چاہیے۔ ۲۰۹

مرتد سے میل جول حرام ہے۔ ۲۱۸

زنِ فاحشہ سے نکاح جائز ہے اگرچہ

تائب نہ ہوئی ہو۔ ۲۳۵
عورت افعالِ خبیثہ کا ارتکاب کرے اور شوہر بقدرِ قدرت انسداد نہ کرے تو دیوث ہے۔ ۲۳۵
نکاح کا خطبہ سنت اور کلمے پڑھانا ایک اچھی بات ہے۔ ۲۳۶
متعہ حرام ہونے کا قرآن عظیم سے ثبوت۔ ۲۳۶
رنڈی سے نکاح کا کیا حکم ہے۔ ۲۳۷
وہ جائز بات جس سے فتنہ و نفرت پیدا ہو اور آپس میں پھوٹ پڑے ناجائز ہو جاتی ہے۔ ۲۳۷
جس نے متعہ کر لیا ہو وہ حنفی رہا یا نہیں۔ ۲۳۹
جمعہ کی نماز سے پہلے نکاح جائز ہوتا ہے یا نہیں۔ ۲۴۱
اپنی کنیز شرعی سے نکاح باطل ہے۔ ۲۴۲
دوسرے کی کنیز سے اس کی اجازت سے نکاح جائز ہے۔ ۲۴۲
پھُسلا کر نکاح کر دینا حرام اور وہ روپیہ رشوت ہے۔ ۲۴۳
منگنی کے بعد دوسرے سے نکاح کا حکم۔ ۲۵۰
ایک سید نے ایک چماری کو مسلمان کر کے نکاح کر لیا تو وہ گنہگار ہوا یا نہیں اور اس سے ترکِ موالات اور برادری سے نکالنا کیسا ہے۔ ۲۵۳
زید پیشۂ وکالت کرتا ہے اور قاضی ہے تو کیا حکم ہے۔ ۲۵۶
منکوحہ کو غیر منکوحہ ٹھہرانا اور زوجین میں تفریق کرنا کبیرہ ہے۔ ۲۵۷
جو وہابیہ سے ملتا جلتا ہو اس کے یہاں شادی بیاہ کا کیا حکم ہے۔ ۲۵۷
تن بخشی کوئی چیز معتبر ہے یا نکاح۔ ۲۵۸
نکاح کسی عمر میں ناجائز نہیں یہاں تک کہ اُسی دن کے بچے کا۔ ۲۶۱
پیٹ کے بچے کا نکاح نہیں ہو سکتا۔ ۲۶۱
باہر پھرنے والی یا طوائف سے نکاح کیسا ہے۔ ۲۶۵
محرم اور صفر میں نکاح منع ہے یا نہیں۔ ۲۶۵
عدت کے اندر نکاح باطل و حرام ہے۔ ۲۶۶
عدت کے اندر نکاح پڑھانے والے نے اگر حرام جان کر پڑھایا تو سخت گنہگار اور زنا کا دلال ہے مگر اس کا اپنا نکاح نہ گیا۔ ۲۶۶
عدت کے اندر نکاح کرنے والے مرد و زن پر فرض ہے کہ فوراً جدا ہو جائیں ورنہ برادری والے ان دونوں کو قطعاً برادری سے خارج کر دیں ان سے بول چال، نشست و برخاست سب یکلخت ترک کر دیں۔ ۲۶۷
احد الفریقین سُنّی المذہب جبکہ دوسرا شیعہ امامیہ طریق رکھتا ہے ان کے درمیان شرعاً مناکحت جائز ہے یا نہیں۔ ۲۶۸
زید نے جمع بین الاختین کیا تو بیبیاں کیسی ہیں اور اولاد کیسی ہے اور ترکہ پانے کی مستحق ہیں یا نہیں۔ ۲۷۱
نوشہ کا وقت نکاح سہرا باندھنا نیز باجے گاجے سے جلوس کے ساتھ نکاح کو جانا شرعاً کیسا ہے۔ ۲۷۷

اپنی لڑکی کا ہزار دو ہزار روپیہ لے کر کفو یا غیر کفو سے نکاح کردیتے ہیں، یہ نکاح کیسا ہے اور وہ رقم کیسی۔ ۲۷۸

شافعی حنفی مذہب پر صحیح طور پر نکاح پڑھائے تو کچھ حرج نہیں۔ ۲۸۱

نکاح قاضی سے نہ پڑھوانا دوسرے مسلمان سے پڑھوانا کیسا ہے۔ ۲۸۶

نکاح موقوف میں قبل اجازت وطی حرام ہے۔ ۲۸۸

عورت سے بحالتِ حمل زنا، نکاح وقربت کا حکم۔ ۲۸۸

جنیئو سے نکاح درست ہے یا نہیں۔ ۲۹۰

بلا عذرِ شرعی ترک جمعہ وجماعت کی عادت موجب فسق، مسقطِ عدالت اور وجہ رَدِّ شہادت ہے۔ ۳۰۳

قرآن وحدیث سے بی بی کو علم دین سکھانا اور اس پر عمل کی ہدایت کرنا لازم اور بڑے اجر کا کام ہے۔ ۳۲۷

حرامی عورت کا نکاح سُنّی مرد سے ہوگا یا نہیں، اور اس کی بطنی اولاد میں کچھ نقصان واقع ہوگا یا نہیں ۳۲۹

بوسۂ لب خواہی نخواہی بنظرِ شہوت ٹھہرے گا لاکھ دعا کرے کہ میں نے بشہوت نہ لیا تھا قبول نہ ہوگا اور امام محمد ابن الہمام کے نزدیک بوسۂ رخسار بھی ایسا ہی ہے۔ ۳۴۲

اُستاد کی بیٹی سے نکاح جائز ہے یا نہیں۔ ۳۴۳

شاگرد عورت سے استاد کا نکاح کیسا ہے۔ ۳۴۳

حرمتِ متعہ کا بیان از احادیث وقرآن۔ ۳۴۹

اللہ تعالٰی نے تا قیامِ قیامت متعہ کو حرام فرمادیا۔ ۳۵۰

شیعہ وغیرہ بدمذہبوں سے شادی کرنا کیسا ہے ۳۶۷

بدمذہب سے دوستی ومحبت ناجائز ہے اس سے دین کو نقصان پہنچتا ہے۔ ۳۶۸

آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے۔ ۳۶۸

آدمی اپنے خالص دوست کے دین پر ہوتا ہے تو غور کرے کہ کس سے دوستی کرتا ہے۔ ۳۶۸

بدمذہب عورت سے نکاح میں یہ خیال کہ ہم اس کو سُنّی کرلیں گے محض حماقت ہے۔ ۳۶۸

سُنّیہ حنفیہ کا نکاح غیر مقلد وہابی سے کرنا ممنوع ناجائز اور گناہ ہے۔ ۳۷۳

اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس مت بیٹھ ۳۹۰

اپنے اختیار سے ایسی جگہ جانا حرام ہے جہاں منکر ہو اور انکار نہ ہوسکے۔ ۳۹۰

کون سی کتابیہ سے نکاح جائز ہے۔ ۴۰۰

کتابیہ سے بے ضرورت نکاح مکروہ ہے۔ ۴۰۰

سُنّی کو اپنی دختر رافضی تبرائی قاذفِ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے نکاح میں دینا جائز ہے یا نہیں، اور باوجود ناجائز جاننے کے بھی ایسا کرے تو کیا حکم ہے۔ ۴۱۵

فاسق معلن سے ابتداء بالسلام مکروہ ہے، کونسی قبر، ٹھامذاق، کذّاب، لاغی، گالیاں بکنے والا، اجنبی عورتوں کو گھورنے اور تاک جھانک کرنے والا، ناچنے والا اور کبوتر باز وغیرہ۔ ۴۱۸

www.alahazratnetwork.org

مرتکب حرام کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور کھانے پینے والا بھی اسی کی مثل ہے۔ ۴۱۹

گمراہ و بددین کو بیٹی دینا شرعاً گناہ و ممنوع ہے۔ ۴۲۰

مسئلہ نکاح زن رافضیہ با سُنّی۔ ۴۳۶

تبرائی رافضی کے ساتھ نکاح باطل محض ہے۔ ۴۵۷

آوارہ عورتیں جو بے پردہ رہتی کھلے بندوں چلتی پھرتی ہیں جن سے زنا بھی ثابت ہوا حمل گرائے گئے ہوں یا طوائف کا نکاح بے استبراءِ رحم جائز ہے یا نہیں۔ ۴۶۶

علتِ عذاب کی نسبت امام اعظم ابوحنیفہ کی طرف کرنا باطل ہے۔ ۴۸۲

بھائی اور بھاوج سے مذاق کا حکم۔ ۵۰۶

مرزائی کی نابالغہ دختر سے عقد جائز ہے یا نہیں مرزائی مر گیا ہے، دختر اپنے مذہب سے بالکل ناواقف ہے۔ ۵۰۷

مسلمان مرد یا عورت کے بدمذہبین ہنود و دہریہ وغیرہ سے نکاح کا حکم۔ ۵۱۰

مسلمان مرد کافر کتابیہ سے نکاح کر سکتا ہے۔ ۵۱۱

کتابیوں کا ذبیحہ مسلمانوں کے لئے حلال ہے۔ ۵۱۱

بحکم حدیث اسلام ضرر و ضرار سے پاک ہے۔ ۶۲۹

زید حرامی مگر مسلمان دیندار ہے، اس کی اولاد سے حلالی اپنی اولاد کا عقد کر سکتے ہیں یا نہیں۔ ۷۲۸

سیّدہ سے غیر سیّد نے نکاح کیا اس پر لوگ اسے کافر کہتے ہیں، کافر کہنے والوں کا کیا حکم ہے۔ ۷۳۰

ترغیب و ترہیب

ظالموں پر اللہ تعالےٰ کی لعنت ہے۔ ۲۰۲

دفتر تین ہیں، ایک میں سے اللہ تعالیٰ کچھ نہ بخشے گا دوسرے کی اسے پروا نہیں، اور تیسرے میں سے کچھ نہ چھوڑے گا۔ ۲۰۲

مسلمان کو ایذاء پہنچانا اللہ اور رسول جل و علا و صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو ایذاء دینا ہے۔ ۲۰۳

ظلم و گناہ پر اعانت کرنا ظالم کی مثل ظلم و حرام اور استحقاق عذاب میں مبتلا ہوتا ہے۔ ۲۰۳

جو کسی ظالم کے ساتھ اس کی مدد کرنے کے لئے چلا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے نکل گیا ۲۰۴

نکاح پریشان نظری و بدکاری سے رکنے کا سبب ہے۔ ۲۲۱

تبدیلِ مذہب پر سوءِ خاتمہ کا اندیشہ ہے۔ ۲۴۰

جھوٹ اور بے اصل بات قائم کر کے شریعت کو تکلیف دینی سخت بیہودگی ہے۔ ۲۶۱

یہ ناجائز ہے کہ مہر باندھے اور ادا کی نیت نہ ہو، حدیث میں ہے کہ وہ حشر میں زانی و زانیہ اٹھائے جائیں گے۔ ۲۸۳

کسی مسلمان کو ناحق تکلیف دینا اللہ و رسول کو ایذاء دینے کے مترادف ہے۔ ۲۹۲

جو شخص کسی عورت اور اس کی بیٹی دونوں کی فرج کو دیکھے وہ ملعون ہے۔ ۲۹۲

عورت اور اس کی دختر کی فرج کو دیکھنے والے پر روزِ قیامت اللہ تعالےٰ نظرِ رحمت نہ کرے۔ ۴۶۴

بدمذہبوں سے دوستی کرنے والا بحکمِ قرآن انھیں میں سے ہے۔ ۳۹۱

آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھتا ہے۔ ۳۹۱

گناہ کی نحوست فاعل کے غیر پر بھی ہوتی ہے۔ ۴۱۹

جو کسی کی عورت کو اس کے خاوند سے بگاڑ دے بحکمِ حدیث وہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے گروہ سے نہیں۔ ۴۲۵

عورت کو شوہر سے توڑ کر دوسرے کے نکاح میں کرا دینا اشد و اخبث ظلم ہے۔ ۴۲۶

جھوٹی گواہی بت پوجنے کے برابر گنی گئی۔ ۴۲۶

جھوٹے گواہ کے قدم اپنی جگہ سے ہٹنے نہیں پائیں گے کہ اللہ تعالیٰ اس پر عذابِ جہنم واجب کر دے گا۔ ۴۲۶

عورت کو شوہر سے بگاڑنے والے پر وعیدِ شدید۔ ۵۳۱

گمراہ پڑھا لکھا جاہلوں سے بدتر ہے کہ جہلِ مرکب سخت بری بلا ہے اور اس میں مبتلا ہونے والا دونوں جہانوں میں سخت ذلیل و حقیر ہوتا ہے۔ ۲۱۳

ہبہ

اپنی دی ہوئی چیز پھیرنے والا ایسا ہے جیسے کتا قے کر کے اسے پھر کھا لیتا ہے۔ ۳۹۹

فرائض

کنیز سے جو اولاد ہو صحیح النسب اور ترکہ کی مستحق ہے ۲۴۲

نکاحِ سُنّی با دخترِ رافضی صحیح ہے یا نہیں، اور اولاد مستحقِ ترکہ پدری ہے یا نہیں۔ ۳۴۸

اجماعاً نکاحِ فاسد و باطل میں توارث جاری نہیں ہوتا۔ ۳۴۱

حرمتِ مصاہرہ کے باوجود اگر خاوند نے نہ چھوڑا اور وطی کرتا رہا تو پیدا ہونے والی اولاد ماں اور باپ دونوں کی وارث بنے گی تاہم زن و شو آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔ ۳۶۶

اولادِ زنا بھی اپنی ماں کی میراث پاتی ہے۔ ۳۶۶

حساب

دینارِ شرعی ساڑھے چار ماشے سونے کا تھا۔ ۲۴۸

مہرِ حضرت بتول زہرا رضی اللہ عنہا چار سو مثقال چاندی تھا جو یہاں کے حساب سے ایک سو ساٹھ روپے بھر ہوتا ہے۔ ۲۴۸

مہرِ اکثر ازواجِ مطہرات پانچ سو درہم تھا جو یہاں کے ایک سو چالیس روپے بھر ہوتا ہے۔ ۲۴۸

منطق

سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ کلیہ نہیں ہو سکتی۔ ۳۰۹

نفاذ اخص من وجہ ہے حل اور صحت سے یعنی کبھی نفاذ ہوگا حل اور صحت نہیں ہوں گے، اور کبھی حل و صحت ہوں گے نفاذ نہ ہوگا (حاشیہ) ۳۸۷

لزوم اور صحت و نفاذ میں نسبت عموم و خصوص مطلق کی ہے۔ (حاشیہ) ۳۸۸

لزوم اور حل میں نسبت عموم و خصوص من وجہ کی ہے۔ (حاشیہ) ۳۸۸

بلاغت

مجاز کے لئے قرینہ کی حاجت ہوتی ہے۔ ١٥٥
استفہام بہنگام ارادۂ تحقیق مفید معنیٰ امر ہوتا ہے۔ ١٦٤

لغت

ہماری زبان میں صیغہ ماضی مقرون بہ لفظ خاص امر واقع شدہ سے خبر دینے کے لئے ہے، نہ امر غیر واقع کے انشاء و ایجاد کے لئے۔ ١٨٢
جواز کہ یہ دونوں اطلاق (بمعنیٰ صحت وحلت) تو شائع و ذائع ہیں اور ان کے سوا کچھ اور اطلاقات بھی ہیں۔ ٢٨٤
جواز کا اطلاق کبھی نفاذ کے معنیٰ پر بھی ہوتا (حاشیہ) ٢٨٦
جواز کبھی لزوم کے معنیٰ کے لئے آتا ہے۔ ٢٨٧
قلب کو قلب کہتے ہی اسی لئے ہیں کہ وہ منقلب ہوتا ہے۔ ٢٩٤
السبت مصدر ہے اور اس کا معنیٰ ہے تعظیم السبت۔ ٣٣٢

نحو

حال اور عامل میں مقارنت ضروری ہے۔ ١٤٠

ہیئت

اسّی درجہ عرض سے آگے لوگوں کا گزر کیوں نہیں ہو سکتا۔ ٢٢١
ستر درجہ کے آگے آبادی کا پتا نہیں۔ ٢٢١
قطب شمالی اور قطب جنوبی میں روز و شب کی مقدار اور اس کی وجہ۔ ٢٢١
نہار نجمی وعرفی وشرعی کا فرق۔ ٢٢١
قطبین شمالی وجنوبی میں قمر وکواکب کا طلوع کب کب کس کس طرح ہوتا ہے اور کیسے کیسے غروب، اور کب تک طالع رہیں گے اور کب تک غارب۔ ٢٢١

تاریخ و تذکرہ

سلاطین کے دینار کوئی معین نہیں مختلف تھے۔ ٢٤٨
مہر حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا چار سو مثقال چاندی تھا۔ ٢٤٨
مہر اکثر ازواج مطہرات پانچ سو درہم تھا۔ ٢٤٨
حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مہر میں دو روایتیں ہیں۔ ٢٤٨
حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ میں مہر گراں باندھنے پر انکار شدید فرمایا تو ایک خاتون نے آیۂ کریمہ و اٰتیتم احدٰہن قنطارا تلاوت کی جس پر آپ نے فوراً اپنے انکار سے رجوع فرمالیا۔ ٢٨٣
سروجی کون ہیں، کیسے ہیں۔ ٣٠٦
رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے روز متعہ اور گدھے کے گوشت سے

منع فرمادیا۔ ۳۵۰

متعہ ابتدائے اسلام میں تھا پھر قرآن میں اس کی حرمت نازل ہونے سے یہ حرام ہوگیا۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر کچھ صحابہ نے متعہ کیا تو رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے اس کی حرمت کو بیان فرمایا۔ ۳۵۰

تقلید شخصی کی سخت شدید تاکید فرمانے اور اس کے خلاف کو منکر و شنیع و باطل قرار دینے والے ائمہ کے نام۔ ۳۷۸

حضرت امام عبداللہ محض رضی اللہ تعالےٰ عنہ دنیا میں پہلے شخص تھے جن کے ماں باپ دونوں فاطمی ہیں اسی لئے آپ کو محض کہا جاتا ہے۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کی قبر پر ایک سال تک آپ کی زوجۂ مطہرہ حضرت فاطمہ صغریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خیمہ بنائے رکھا۔ ۴۳۱

غیر مقلدوں کے پیشوا نذیر حسین نے ایک وہابی خیال مولوی کے غلط فتویٰ پر مہرِ تصدیق لگا دی اور اعلیٰحضرت کی طرف سے گرفت پر اس سے رجوع کیا، دوسرا فتویٰ اس پہلے کے رَدّ میں لکھا اور عذرِ گناہ بدتر از گناہ پیش کیا۔ ۴۸۹

کلکتہ کے مولوی لطف الرحمٰن بردوانی نے محارم سے نکاح کے بارے میں جہاں بھر کے علماء کو مخاطب کرتے ہوئے ایک طویل عربی سوال چھپوایا جس کے جواب میں اعلیٰحضرت نے دلائل و نصوص پر مشتمل ایک رسالہ "نقد البیان لحرمۃ ابنۃ اخی اللبنان" تحریر فرمایا۔ ۴۹۰

حضور انور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور پُرنور کے رضاعی بھائی بھی ہیں۔ ۴۹۱

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ہیں کیونکہ دونوں کو ثویبہ نے دُودھ پلایا۔ ۴۹۲

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنی صاحبزادی سیدہ ام کلثوم کہ بطنِ پاک حضرت بتول زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تھیں امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں دیں۔ ۷۳۰

www.alahazratnetwork.org

متفرقات

شیطان کبھی حسنات کے صلہ سے اغوا کرتا ہے ۱۰۹

اخبار و انشاء میں بداہۃً تباین ہے۔ ۱۲۸

استفہام اور عقد اقسام انشاء میں سے دو متباین قسمیں ہیں۔ ۱۵۵

عقد و وعد میں تباین ہے۔ ۱۸۴

آدمی نہ تبدل رائے سے محفوظ نہ کسی وقت بعض مصالح پر اطلاع پانے سے مامون۔ ۱۹۹

مفہوم لفظ لغوی، شرعی، عرفی، حقیقی اور مجازی کی طرف منقسم ہوتا ہے جبکہ حکم لفظ غرض، غایت، مقصود اور ثمرہ وغیرہ سے موسوم ہوتا ہے اور ان دونوں پر لفظ کے معنیٰ، مضمون، حتّٰی کہ موضوع لہٗ کا بھی

اطلاق آتا ہے اگرچہ اوّل کے بعض اقسام میں وضع نوعی ہے۔ ۲۲۵
خواص وکنیز میں کیا فرق ہے۔ ۲۴۲
عینی کی عبارت وعنہ فی الرجل یشرب الشراب الیٰ قولہ قال السروجی وھما قولان باطلان کا مطلب کیا ہے ھما کا مرجع کیا ہے۔ ۳۰۵
مریدہ پیر پر حرام ہے یا حلال، اور ازواج مطہرات حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی مریدات تھیں یا نہیں۔ ۳۲۵
متعدد مثالیں جہاں حرام شے حلال کو حرام کردیتی ہے۔ ۳۶۳
زوجیت وہ عظیم رشتہ ہے جو خواہی نخواہی انس ومحبت والفت پیدا کرتا ہے۔ ۳۶۸
عورتوں کو شوہروں سے بے پناہ محبت ہوتی ہے۔ ۳۶۹
عورتیں زیادہ نرم دل ہوتی ہیں۔ ۳۶۹
عورتیں ناقصات العقل والدین ہیں۔ ۳۷۰
دل پلٹتے اور خیال بدلتے دیر نہیں لگتی۔ ۳۹۴
مرد اور عورت میں کئی وجوہ سے فرق۔ ۴۰۲
شرح وقایہ کے شعر "ازجانب شیر دہ ہمہ خویش شوند، وازجانب شیر خوارہ زوجان وفروع" پر بحث۔ ۳۹۷
شعر مذکور کا مطلب بیان کرنے میں صاحب عمدۃ الرعایہ کی شدید غلطی۔ ۳۹۸
پسر ودختر کے لئے اقل عمر مراہقت کا بیان۔ ۵۲۰

www.alahazratnetwork.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتابُ النّکاح

(نکاح کا بیان)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ جس شادی میں رقص اور باجا وغیرہ ممنوعاتِ شرعیہ ہوں وہاں نکاح ہوجاتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اس میں شک نہیں کہ یہ ناچ اور اکثر باجے شرعاً حرام وممنوع ہیں اور ان کے دیکھنے سُننے کا مرتکب فاسق وگنہگار، مگر کفر نہیں کہ نکاح ہی نہ ہو۔ شرعِ مطہر میں نکاح صرف اس سے ہوجاتا ہے کہ مرد و زن ایجاب وقبول کریں اور دو گواہ سُنتے سمجھتے ہوں، باقی اس جلسہ کا کسی ممنوعِ شرعی پر مشتمل نہ ہونا شرط نہیں۔ شیطان کے طرقِ اغوا سے ایک بدتر طریقہ یہ بھی ہے کہ آدمی کو حسنات کے حیلے سے ہلاک کرتا ہے، امر بالمعروف ونہی عن المنکر عمدہ تمغائے مسلمانی ہے۔ اس نیک کام میں بہت لوگ حدودِ خداوندی کا خیال نہیں رکھتے اور تشدد وتعصب کو یہاں تک نباہتے ہیں کہ ان کا گناہ ان جاہلوں کے گناہ سے بدرجہا زائد ہوجاتا ہے جن کے لیے یہ ناصح مشفق بنے تھے، اور یہ بلا حضراتِ وہابیہ میں بہت ہے ذرا ذرا سی بات کو کفر، شرک، بدعتِ ضلالت مخل اصل ایمان کہہ دیتے ہیں اور مطلق پاس ولحاظ اسلام ومسلمین دل میں نہیں لاتے۔ اسی طرح یہ قائل بھی اوروں کو ناچ گانے سے روکتا تھا اور خود اس سے اشد گناہ یعنی شریعتِ مطہرہ پر افترا کیا معہذا اُس پر لازم کہ اہلِ ہند اکثر عوام مسلمین مرد وزن کو معاذ اللہ زانی وزانیہ اور ان کی اولاد کو ولد الزنا ٹھہرائے حالانکہ حق سبحٰنہٗ وتعالٰی فرماتا ہے:

یَعِظُکُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ[1]

اللہ تعالٰی تمھیں دوبارہ کبھی اس طرح کرنے سے منع فرماتا ہے بشرطیکہ تم مومن ہو۔ (ت)

غرض امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی بھی ایک حد مقرر ہے کہ اس سے تجاوز آدمی کو خود ترک معروف وارتکاب منکر میں مبتلا کردیتا ہے۔

وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ[2]

جس نے حدود سے تجاوز کیا اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔ (ت)

ہاں اگر دولہا دلہن میں سے کسی کا یہ عقیدہ ومذہب ہو کہ رنڈیوں کا یہ ناچ حلال ومباح ہے تو وہاں اس حکم کی گنجائش ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از شہر کہنہ ۱۲ صفر المظفر ۱۳۰۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ما قولہم رضی اللہ عنہم اجمعین اس صورت میں کہ شخص واحد کا متولی ہونا دونوں طرفوں نکاح کا جبکہ وہ اصیل ایک طرف سے ہو اور ولی دوسری طرف سے ہو ساتھ ایسے ایجاب کے کہ قائم مقام قبول ہے، جیسے ابن العم نے سامنے گواہوں کے کہا زوجت بنت عمی فلانۃ من نفسی (جیسے چچا زاد کہے کہ میں نے اپنی چچا زاد فلاں لڑکی کا اپنے ساتھ نکاح کیا) جائز ونافذ ہے یا نہیں، اور یہ جواز ونفاذ باجماع علمائے حنفیہ رحمہم اللہ تعالٰی کے ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مسئولہ میں اگر بنت عم نابالغہ ہے اور اس ابن عم سے اقرب اس کا کوئی ولی حاضر نہیں یا بالغہ ہے اور ابن عم نے خاص اپنے ساتھ نکاح کرنے کا اس سے اذن لے لیا ہے عام ازیں کہ اس کے لیے اور ولی اقرب ہو یا نہ ہو فان ھذہ وکالۃ ولا ولایۃ مجبرۃ علی البالغۃ (تو یہ وکالت ہے بالغہ پر جبری ولایت نہیں ہے۔ ت) تو ائمہ ثلثہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم کے نزدیک یہ شخص کہ ایک جانب سے اصیل دوسری طرف سے ولی یا وکیل ہے طرفین نکاح کا متولی ہوسکتا ہے خلافا للامام زفر رحمہ اللہ تعالٰی (امام زفر رحمہ اللہ تعالٰی نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ ت) ہدایہ میں ہے:

یجوز لابن العم ان یزوج بنت عمہ من نفسہ[3]

چچا زاد کو جائز ہے کہ وہ چچا زاد لڑکی کا اپنے ساتھ نکاح کرلے۔ (ت)

---

[1] القرآن ۲۴/ ۱۷
[2] القرآن ۶۵/ ۱
[3] الہدایۃ فصل فی الوکالۃ بالنکاح المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/ ۳۰۲

فتح القدیر میں ہے: الصغیرۃ بغیر اذنہا والبالغۃ باذنہا[1] (صغیرہ کا نکاح بغیر اجازت اور بالغہ کا اجازت سے کرے۔ت) ہدایہ میں ہے:

وقال زفر رحمہ اللہ تعالٰی لایجوز، واذا اذنت المرأۃ للرجل ان یزوجہا من نفسہ فعقد بحضرۃ شاھدین جاز و قال زفر والشافعی رحمہما اللہ تعالٰی لایجوز اھ[2]

امام زفر رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: یہ جائز نہیں، اور جب کسی عورت نے کسی مرد کو اپنے ساتھ نکاح کی اجازت دے دی تو اس مرد نے اگر دو گواہوں کی موجودگی میں اس سے نکاح کرلیا تو جائز ہے، اور امام زفر اور شافعی رحمہما اللہ تعالٰی نے فرمایا ناجائز ہے اھ(ت)

اقول وبہ ظھران ما فی ردالمحتار من نفاذ خمس صور بالاتفاق وھی التی لافضولی فیہا من جانب فانما ارادالاتفاق من ائمتنا الثلثۃ لاجمیع الائمۃ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) اس سے واضح ہوا کہ ان پانچ صورتوں کے بارے میں جن میں کسی جانب سے خود نکاح کرنے والا فضولی نہ بنے، ردالمحتار کا "بالاتفاق" کہنا اس سے ان کی مراد حضرت امام ابوحنیفہ، امام یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالٰی کا اتفاق ہے، سب ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالٰی کا اتفاق مراد نہیں ہے۔(ت)

پس ان صورتوں میں اس کی تنہا عبارت قائم مقام عبارتین ایجاب وقبول ہوجائے گی اور عبارت دیگر کی حاجت نہ ہوگی۔ ہدایہ میں ہے:

اذا تولی طرفیہ فقولہ زوجت یتضمن الشطرین ولایحتاج الی القبول[3]

جب یہ شخص نکاح کی دونوں طرفوں کا ولی ہو تو اس کا یہ کہنا کہ میں نے نکاح کرلیا، ایجاب وقبول دونوں طرفوں کو شامل ہوگا اور اب قبول کہنے کی ضرورت نہیں، نکاح کرلیا یا نکاح کردیا کہے، دونوں طرح جائز ہے۔(ت)

عام ازیں کہ یہ شخص وُہ لفظ ادا کرے جن میں خود اصیل ہے مثلاً تزوجت یا وہ جس میں ولی یا وکیل ہے جیسے زوجت۔ خلافا للامام شیخ الامام بکر خواھر زادہ فی الثانی (امام شیخ الاسلام بکر خواہر زادہ کا دوسرے یعنی "نکاح کردیا" کہنے میں خلاف ہے۔ت)

---

[1] فتح القدیر — فصل فی الوکالۃ بالنکاح — المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ سکھر — ۳/ ۱۹۶
[2] الہدایہ — " " " — المکتبۃ العربیۃ کراچی — ۲/ ۳۰۲
[3] " — " " " — " " " — " "

فتح القدیر میں ہے :

قال شیخ الاسلام خواھر زادہ ھذا اذا ذکر لفظا ھو اصیل فیہ اما اذا ذکر لفظا ھو نائب فیہ فلا یکفی، فان قال تزوجت فلانۃ کفی وان قال زوجتہا من نفسی لایکفی لانہ نائب فیہ وعبارۃ الھدایۃ وھی ماذکرناہ انفا صریحۃ فی نفی ھذا الاشتراط وصرح بنفیہ فی التجنیس ایضا، فی علامۃ غریب الروایۃ والفتاوی الصغری[1] الخ۔

شیخ الاسلام خواہر زادہ نے کہا ہے کہ یہ اس وقت جائز ہوگا جب وُہ اپنے اصیل ہونے کو تعبیر کرے یعنی "میں نے نکاح کیا" کہے، لیکن اگر اس نے نائب ہونے کو تعبیر کیا اور "نکاح کردیا" کہا تو یہ کافی نہیں، پس اگر اس نے "فلاں عورت سے نکاح کرلیا" کہا، تو کافی ہے اور اگر یوں کہا کہ "میں نے فلاں عورت کا اپنے ساتھ نکاح کردیا" تو کافی نہ ہوگا کیونکہ اس کہنے میں وُہ نائب ہے۔ اور ہدایہ کی وہ عبارت جو ابھی ہم نے ذکر کی ہے وُہ اس بات کی نفی میں صریح ہے اور تجنیس میں بھی اس کی نفی پر تصریح ہے، غریب الروایۃ اور فتاوٰی صغرٰی کے حوالے سے کی ہے الخ (ت)

قلت وعلی ھذا اعول فی الدر وغیرہ من المعتبرات وافاد البحر وغیرہ ضعف خلافہ۔

قلت (میں کہتا ہوں۔ت) کہ دُر وغیرہ معتبر کتب میں اسی کو معتمد علیہ قرار دیا ہے، اور بحر وغیرہ نے اس کے خلاف کو ضعیف ظاہر کیا ہے۔(ت)

البتہ شہود کے سامنے منکوحہ کا متمیز ہوجانا ضرور ہے،

حتی لوکانت حاضرۃ متنقبۃ کفت الاشارۃ و ان کان الاحوط کشف الوجہ۔

حتی کہ اگر وُہ عورت نقاب پہنے مجلس میں حاضر ہو تو نکاح میں اس کی طرف اشارہ کافی ہے اگرچہ زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ وُہ چہرہ کُھلا رکھے (ت)

پس اگر بحالتِ غیبت صرف "بنتِ عمی یا فلانہ یا بنت عمی فلانہ" یا ان کے مثل جس لفظ سے شہود اسے متمیز کرلیں تو اسی قدر کافی، ورنہ ذکرِ اب وجد یعنی فلانہ بنتِ فلاں بن فلاں کہنا ضروری ہے۔

خلافا للامام الخصاف ومنتقی الامام الحاکم الشھید والامام شمس الائمۃ السرخسی۔

امام خصاف نے اور منتقی میں امام حاکم شہید اور امام شمس الائمہ سرخسی نے اس کے خلاف قول کیا ہے (ت)

www.alahazratnetwork.org

[1] فتح القدیر فصل فی الوکالۃ بالنکاح المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ سکھر ۱۹۶/۳

ردالمحتار میں ہے:

فی البحر لابد من تمییز المنکوحة عند الشاهدین لتنتفی الجهالة، فان کانت حاضرة متنقبة کفی الاشارة الیها والاحتیاط کشف وجهها فان لم یروا شخصها وسمعوا کلامها من البیت ان کانت وحدها فیه جاز ولو معها اخری فلا لعدم زوال الجهالة وان کانت غائبة ولم یسمعوا کلامها بان عقد لها وکیلها فان کان الشهود یعرفونها کفی ذکر اسمها اذا علموا انه ارادها وان لم یعرفوها لابد من ذکر اسمها واسم ابیها وجدها وجوز الخصاف النکاح مطلقا حتی لو وکلته فقال بحضرتهما زوجت نفسی من موکلتی او من امرأة جعلت امرها بیدی فانه یصح عنده قال قاضی خان والخصاف کان کبیرا فی العلم یجوز الاقتداء به وذکر الحاکم الشهید فی المنتقی کما قال الخصاف اھ قلت وفی التاترخانیة

www.alahazratnetwork.org

بحر میں ہے کہ گواہوں کے نزدیک منکوحہ کا ممتاز ہونا ضروری ہے تاکہ کسی قسم کی جہالت ولاعلمی نہ رہے، پس اگر مجلس میں نقاب پہن کر حاضر ہو تو نکاح میں اس کی طرف اشارہ کافی ہے اگرچہ چہرہ کھلا رکھنے میں احتیاط ہے، اگر مجلس والے اس عورت کی شخصیت کو نہ دیکھ پائیں اور کمرے میں سے اس کی آواز سُن رہے ہوں اگر وہ کمرے میں اکیلی ہو تو نکاح جائز ہے اور اگر اس کے ساتھ کمرے میں کوئی اور عورت بھی ہو تو جائز نہیں کیونکہ لاعلمی باقی ہے۔ اور اگر وہ عورت مجلس میں موجود نہیں اور اس کی آواز بھی سنی نہیں جاسکتی اس کی طرف سے اس کا نکاح وکیل کررہا ہو تو اگر گواہ اس عورت کو جانتے ہیں تو نکاح میں عورت کا نام ذکر کردینا کافی ہے جبکہ گواہوں کو علم ہو کہ وکیل کی مراد یہی عورت ہے، اور اگر گواہ اس کو نہ پہچانتے ہوں تو عورت، اس کے والد اور دادا کا نام ذکر کرنا ضروری ہے، اور امام خصاف نے نام ذکر کیے بغیر بھی جائز کہا ہے مثلاً ایک عورت نے نکاح کرنے والے کو گواہوں کے سامنے اپنا وکیل بنایا ہو تو اس سے نکاح کرنے والا یوں کہہ دے کہ میں نے ان گواہوں کی موجودگی میں اپنی مؤکلہ کا نکاح اپنے ساتھ کردیا یا یوں کہہ دے کہ جس عورت نے مجھے اپنے نکاح کا اختیار دیا ہے میں نے اس کا نکاح اپنے ساتھ کردیا، تو اس طرح بھی امام خصاف کے قول پر نکاح صحیح ہوگا۔ امام قاضی خاں نے فرمایا کہ خصاف کا علم میں بڑا مقام ہے اس کی بات پر

عن المضمرات ان الاول ھو الصحیح وعلیہ الفتوی وکذا قال فی البحر فی فصل الوکیل والفضولی ان المختار فی المذھب خلاف ما قالہ الخصاف وان کان الخصاف کبیرا[1] اھ ما فی ردالمحتار ملخصا۔

قل جائز ہے۔ اور حاکم شہید نے بھی منتقی میں خصاف جیسا قول کیا ہے اھ قلت اور تتارخانیہ میں مضمرات کے حوالے سے ہے کہ پہلا قول صحیح ہے اور اسی پر فتوٰی ہے۔ بحر میں فضولی اور وکیل کی فصل میں یونہی اس کو مذہب میں مختار قرار دیا ہے جو کہ خصاف کے قول کے خلاف ہے اگرچہ خصاف کا بڑا علمی مقام ہے۔ علامہ ردالمحتار کی عبارت کا خلاصہ ختم ہوا۔

اقول[2] وما عزا فی البحر للامام قاضیخان فانما نقلہ قاضی خان عن الامام شمس الائمۃ السرخسی اما ھو بنفسہ فقد قدم عدم الصحۃ ومعلوم انہ انما یقدم ما یعتمدہ۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) بحر میں جو کچھ امام قاضی خان کی طرف منسوب کیا اس کو قاضی خان نے امام شمس الائمہ سرخسی سے نقل کیا ہے لیکن خود ان کا موقف عدم صحت ہے جس کو انھوں نے پہلے ذکر کیا ہے اور یہ بات معلوم شدہ ہے کہ وہ اپنے معتمد علیہ کو پہلے ذکر کرتے ہیں۔ (ت)

اور اگر بنت عم نابالغہ کے لیے ولی اقرب موجود ہو ای غیر غائب بغیبۃ منقطعۃ (یعنی لمبے سفر پر غائب نہ ہو۔ ت) یا بالغہ سے خاص اپنے ساتھ نکاح کرلینے کا اذن نہ لیا اگرچہ اس نے مطلق تزویج کا اذن دیا ہو، تو ان صورتوں میں یہ ابن العم ایک جانب سے فضولی ہوگا اور جو کسی طرف سے فضولی ہو اُس کے لیے تولی شطری النکاح جائز نہیں اگرچہ ایجاب وقبول دو عبارتوں جداگانہ میں کرے ھو الحق الصواب خلافا لما فھم من بعض الکتب (یہی حق اور صحیح ہے بعض کتب سے جو سمجھا گیا ہے وہ اس کے خلاف ہے۔ت) یہاں تک کہ تنہا اس کا عقد کرلینا امام اعظم وامام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک باطل محض ہے کہ اس کے بعد اجازت ولی یا بالغہ سے بھی نافذ نہ ہوگا۔

خلافا للامام الثانی حیث جعلہ من الموقوف فان اجازہ من لہ الاجازۃ جاز والا لا۔

امام ثانی (یعنی امام یوسف) نے اس کے خلاف اس نکاح کو موقوف قرار دیا ہے کہ اگر صاحب اجازت اس کو جائز قرار دے تو جائز ہوگا ورنہ نہیں۔ (ت)

تنویر الابصار ودُرمختار میں ہے:

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۰۲

یتولی طرفی النکاح واحد لیس بفضولی ولو من جانب وان تکلم بکلامین علی الراجح[1] ملخصا اھ

جو شخص دونوں جانب سے نکاح کا ولی ہو وہ کسی جانب سے بھی فضولی نہ قرار پائے گا اگرچہ وہ ایجاب وقبول دو کلاموں سے ادا کرے، یہ راجح قول ہے ملخصاً اھ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

اذا کان فضولیا منھما او من احدھما و من الاٰخر اصیلا او وکیلا او ولیا ففی ھذہ الاربع لایتوقف بل یبطل عندھما خلافا للثانی حیث قال یتوقف علی قبول الغائب کما یتوقف اتفاقا لو قبل عنہ فضولی اٰخر قولہ وان تکلم بکلامین خلافا لما فی حواشی الھدایۃ وشرح الکافی من انہ لو تکلم بکلامین یتوقف اتفاقا ورد فی الفتح بان الحق خلافہ ولا وجود لھذا القید فی کلام اصحاب المذھب[2] اھ مختصرا۔

اگر کوئی شخص دونوں جانب سے فضولی ہو یا ایک جانب سے فضولی اور دوسری جانب سے اصیل ہو یا وکیل یا ولی ہو تو ان چاروں صورتوں میں نکاح موقوف نہ ہوگا بلکہ امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک باطل ہوگا، امام یوسف اس کے خلاف ہیں ان کے نزدیک یہ موقوف ہوگا جس طرح ایک فضولی کی طرف سے ایجاب کو دوسرا فضولی قبول کرے تو بالاتفاق موقوف ہوتا ہے، قولہ (اس کا قول) کہ اگرچہ دو کلاموں سے ایجاب وقبول کرے، یہ خلاف ہے اس کے جو ہدایہ کے بعض حواشی اور کافی کی شرح میں ہے کہ اگر دو کلاموں سے اس نے ادا کیا تو بالاتفاق نکاح موقوف ہوگا اس کو فتح میں رد کر دیا گیا ہے کیونکہ حق اس کے خلاف ہے اور اس قید کا اصحاب مذہب میں کوئی وجود نہیں ہے اھ مختصراً (ت)

تنویر میں ہے:

لابن العم ان یزوج بنت عمہ الصغیرۃ من نفسہ[3]

چچا زاد کو جائز ہے کہ وہ اپنی چچا زاد نابالغہ کا خود اپنے ساتھ نکاح کرلے (ت)

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۶

[2] ردالمحتار باب الکفاءۃ مطلب فی الوکیل والفضولی فی النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۲۶

[3] درمختار شرح تنویر الابصار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۶

شامی میں ہے:

ولا یخفی ان المراد حیث لاولی اقرب منہ[1]

اور ظاہر ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس سے زیادہ قریب کوئی اور ولی نہ ہو۔ (ت)

شرح علائی میں ہے:

لو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ[2] اھ

اگر بعید ولی نے اقرب کی موجودگی کے باوجود نابالغہ کا نکاح کیا تو یہ اقرب ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا اھ (ت)

اقول فافادان الابعد عند حضور الاقرب فضولی فاذا تولی الشطرین بطل۔

اقول اس کلام کا مفاد یہ ہے کہ اقرب کی موجودگی میں بعید ولی، فضولی قرار پائے گا، لہٰذا اگر بعید اس صورت میں دونوں جانب سے ولی بن کر نکاح کرے تو نکاح باطل ہوگا (ت)

اسی میں ہے:

فلو کبیرۃ فلابد من الاستیذان (قبل العقد اھ ش) حتی لو تزوجہا بلا استیذان فسکتت او افصحت بالرضی لایجوز عندھما (لانہ تولی طرفی النکاح وھو فضولی من جانبہا فلم یتوقف عندھما بل بطل اھ ش) وقال ابو یوسف یجوز[3] اھ مزیدا من حاشیۃ الشامی۔

اگر لڑکی بالغہ ہو تو اس سے اجازت لینا ضروری ہے (قبل از نکاح اھ ش) حتی کہ اگر فضولی نے اس سے خود نکاح بغیر اجازت کرلیا اور لڑکی خاموش رہی یا نکاح کے بعد اس نے رضامندی ظاہر کی تو امام اعظم اور امام محمد کے قول پر نکاح جائز نہ ہوگا کیونکہ یہ بالغہ کی موجودگی میں خود اس کی طرف سے فضولی ہے لہٰذا دونوں اماموں کے نزدیک یہ نکاح موقوف نہ ہوگا بلکہ باطل ہوگا اھ ش، اور امام ابو یوسف کے قول پر جائز ہے، اضافی عبارت حاشیۂ شامی کی ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار	باب الکفاءۃ	مطلب فی الوکیل والفضولی الخ	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۳۲۶
[2] درمختار	باب الولی		مجتبائی دہلی	۱/۱۹۴
[3] درمختار	باب الکفاءۃ		"	۱/۱۹۶
ردالمحتار	"		داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۳۲۶

فتح القدیر میں ہے :

وکلته ان یزوجها مطلقا فانه لو زوجها من نفسه لایجوز[1]۔

اگر بالغہ نے کسی کو کہا کہ میرا نکاح کر دے اور کوئی تخصیص نہ کی اس صورت میں اگر اس شخص نے اس کا نکاح خود اپنے ساتھ کرلیا تو جائز نہ ہوگا۔ (ت)

الحمدللہ حکم مسئلہ مفصل و منقح ہوگیا اور سوال کی صورت کلیہ یعنی تولی الواحد طرفی النکاح اور الفاظ جزئیہ یعنی زوجت بنت عمی فلانۃ من نفسی (نکاح کی دونوں جانب سے ایک ہی شخص کا ولی بننا اور جزئی کے الفاظ کہ میں نے چچازاد کا نکاح اپنے ساتھ کرلیا) دونوں کے متعلق تمام احکام و خلافیات علمائے کرام و تصحیحات لمّہ وغیرہا ضروریات متعلقہ مقام سب نے وضوح تام و انجلائے تمام پایا اسی قدر بس ہے اور زیادہ تفصیل کی حاجت نہیں

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳ : علمائے دین اور مفتیان شرع متین بیچ اس مقدمہ کے کیا فرماتے ہیں ایک عورت ہے کہ اس کے علامت سوائے مخرج بول کے اور نہیں ہے اور نکاح اس کا زید سے ہوگیا ہے۔ بعد نکاح ہونے کے یہ حال معلوم ہوا، اب اُس کا نکاح درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

صورت مسئولہ میں وُہ نکاح صحیح اور نصف مہر ذمّہ زید لازم،

فی فتاوی الامام قاضی خان خیار العیب وھو حق الفسخ بسبب العیب عندنا لایثبت فی النکاح فلا ترد المرأۃ بعیب[2] ما وفی الدرالمختار الخلوۃ بلامانع کالوطی فی تاکد المھر انتھی[3] مختصرا و ملخصا،

واللہ تعالٰی اعلم۔

فتاوٰی قاضی خان میں ہے خیارِ عیب جو کہ عیب کی وجہ سے حق فسخ کا نام ہے، ہمارے نزدیک یہ نکاح میں ثابت نہیں ہوتا، لہٰذا کسی عیب کی بنا پر عورت کا نکاح رُد نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے کہ نکاح کے بعد خلوت وطی کی طرح مہر کو لازم کر دیتی ہے بشرطیکہ خلوت کے دوران کوئی مانع نہ ہو، اھ، مختصراً و ملخصاً۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] فتح القدیر — فصل فی الوکالۃ بالنکاح — المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ سکھر ۳/ ۱۹۷

[2] فتاوی قاضیخان — فصل فی الخیارات التی تتعلق بالنکاح — نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۸۷

[3] درمختار — باب المہر — مجتبائی دہلی ۱/ ۹۹-۹۸

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وہندہ انیس بیس برس ایک مکان میں بے تکلف بطور زن وشوہر رہتے اور زید لباس اور جملہ امورِ خانہ داری میں اُسے مثل زنانِ برادری رکھتا، خاندان میں آمدورفت اس کی بتقریب شادی وغمی رہتی اور زوجہ زید مشہور تھی، اور زید مرد پارسا تھا، اس کی وضع پر گمانِ بدکاری نہیں نہیں ہوتا۔ آیا یہ مرد وزن زوج وزوجہ تصور کیے جائیں گے؟ اور جو لوگ جلسہ نکاح میں موجود نہ تھے مگر اس حال سے واقف ہیں اُن کی گواہی سے نکاح ثابت ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

صورتِ مسئولہ میں وہ مرد وزن زوج وزوجہ تصور کیے جائیں گے یہاں تک کہ جو اشخاص اس حال سے واقف ہیں ان کے زوج وزوجہ ہونے پر گواہی دے سکتے ہیں۔ ہدایہ میں ہے:

وکذلک لورأی انسانا جلس مجلس القضاء یدخل علیہ الخصوم حل لہ ان یشھد علی کونہ قاضیا وکذا اذا رأی رجلا وامرأۃ یسکنان بیتا ینبسط کل واحد منھما الی الاٰخر انبساط الازواج[1] وفی الخلاصۃ واما النکاح اذا رأی رجلا یدخل علی امرأۃ وسمع من الناس ان فلانۃ زوجۃ فلان وسعہ ان یشھد انھا زوجتہ وان لم یعاین عقد النکاح[2] وفی فتاوی قاضیخان ولو رأی رجلا وامرأۃ یسکنان فی منزل وینبسط کل واحد منھما علی صاحبہ کما یکون بین الازواج حل لہ ان یشھد علی نکاحھما[3]

اور ایسے ہی اگر کسی نے ایک شخص کو مجلس قضاء پر دیکھا اور اس کے ہاں فیصلے کے لیے مختلف فریقوں کا آنا جانا دیکھا تو اس کو جائز ہے کہ وہ اس شخص کے قاضی ہونے کی گواہی دے، اور ایسے ہی اگر کسی مرد وعورت کو ایک گھر میں خاوند بیوی کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ برتاؤ کرتے دیکھا۔ اور خلاصہ میں ہے کہ نکاح کے ثبوت میں اگر کسی نے ایک شخص کو ایک عورت کے ہاں آتے جاتے دیکھا اور لوگوں سے بھی سُنا کہ یہ مرد وعورت آپس میں خاوند بیوی ہیں تو دیکھنے سننے والے کو جائز ہے کہ وہ اس عورت کے اس مرد کی بیوی ہونے کی شہادت دے۔ اگرچہ اس نے ان کے نکاح کی مجلس نہ دیکھی ہو۔ اور فتاوٰی قاضی خان میں ہے کہ اگر کسی نے مرد وعورت کو ایک مکان میں رہتے دیکھا اور ان کو آپس میں میاں بیوی کی طرح بے تکلف پایا تو اس کے لیے ان دونوں کے نکاح کی شہادت دینا جائز ہے۔ (ت)

[1] ہدایہ کتاب الشہادۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۱۵۸

[2] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۵۲

[3] فتاوٰی قاضی خان فصل فی الشہادۃ علی النکاح نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۸۵

www.alahazratnetwork.org

اورگواہ اگرانھیں زوج زوجہ بیان کریں اور کہیں ہم جلسۂ نکاح میں نہ تھے لیکن یہ امر مشہور ہے تو ان کی گواہی شرعاً مقبول ہے اور نکاح ثابت ہوجائے گا۔ درمختار میں ہے:

بل فی العزمیۃ عن الخانیۃ معنی التفسیران یقولا شھدنا لانا سمعنا من الناس اما لوقالا لم نعاین ذٰلك ولکنہ اشتھر عندنا جازت فی الکل وصححہ شارح الوھبانیۃ وغیرہ[1] ۔ واﷲ تعالٰی اعلم۔

بلکہ عزمیہ میں خانیہ سے منقول ہے کہ گواہ تفسیر کرتے ہوئے کہیں کہ ہم نے لوگوں سے سنا ہے۔ لیکن اگر یوں بھی کہہ دیا کہ ہم نے نکاح ہوتے نہیں دیکھا لیکن ہمارے ہاں لوگوں میں مشہور ہے کہ (دونوں میاں بیوی ہیں) تو تمام صورتوں میں شہادت درست ہوگی۔ اس قول کو شارح وہبانیہ وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ واﷲ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار کتاب الشہادات مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۳

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

عُبَابُ الْاَنْوَارِ اَنْ لَّا نِکَاحَ بِمُجَرَّدِ الْاِقْرَارِ

۱۳۰۷ھ

(محض اقرار کی بنیاد پر نکاح نہ ہونے کے بیان میں انوار کی موج)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۹ از پنجاب فیروز پور صدر بازار مسجد جامع مرسلہ مولوی فضل الرحمٰن صاحب ۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ھ

از فقیر محمد فضل الرحمان بخدمت حضرت فیض درجت مظہر علوم دینی و مصدر فیوض دنیوی جناب مولانا بالفضل والکمال اولٰنا جناب مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی دام فیضہ القوی السلام علیکم!

سوال (۱) زید نے ہندہ سے جو اپنے فعلِ شنیع قبیح سے تائب ہوئی، غیر ضلع میں جا کر نکاح کیا تاکہ کوئی مخل اور مانع اس کارِ خیر کا نہ ہو، اہلِ ضلع نے جب ان سے استفسار کیا کہ تمہارا نکاح ہوا ہے؟ تو انھوں نے یہ پاسخ دیا کہ اس قدر مہر پر ہمارا نکاح ہوا ہے، آیا یہ صورت نکاح صحیح ہے؟

(۲) اگر زید نے اقرار کیا کہ یہ میری بی بی ہے اور ہندہ نے بیان کیا کہ میرا خاوند ہے یہ قیل و قال محضر شہود میں بیان کی گئی، کیا ان الفاظ سے انعقادِ نکاح ہو جاتا ہے؟ اس صورت میں ذکرِ مہر نہیں آیا، بعد توفیق و تطبیق روایات کے جواب مزین بمہر و دستخط فرما کر عطا فرمایا جائے تاکہ آئندہ کسی جاہل کو مجالِ مقال باقی نہ رہے والسلام مع الاکرام۔

الجواب

لك الحمد رب الاس باب صل علی الحبیب الاواب مع الاٰل والاصحاب و اھدنا الحق والصواب اٰمین الٰھنا الوھاب۔

تمام کو پالنے والے اے رب! تیرے لیے ہی تمام حمد ہے، سب سے زیادہ رجوع فرمانے والے محبوب پر رحمت بھیج اور فرما اور اس پر مع اس کے آل واصحاب سلامتی نازل فرما اور ہماری حق وصواب پر رہنمائی فرما، آمین! اے عطا کرنے والے ہمارے اللہ تعالٰی! (ت)

کرم فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ واقعی یہ مسئلہ قابلِ امعانِ انظار واعمالِ افکار ہے،

فاقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی اوج التحقیق (پس میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی کی توفیق سے اور تحقیق کی بلندی تک پہنچنا اسی کی مدد سے ہے۔ ت) اس میں شک نہیں کہ حکم قضا میں نکاح تصادق مرد و زن سے ثابت ہوجاتا ہے یعنی جب وُہ دونوں اقرار کریں کہ ہم زوج و زوجہ ہیں یا باہم ہمارا نکاح ہوگیا ہے یا اور الفاظ جو اس معنی کو مؤدی ہوں تو بلاشبہ انھیں زوج و زوجہ جانیں گے اور قضاءً تمام احکامِ زوجیت ثابت ہوں گے بلکہ عندالناس اس سے بھی کمتر امر ثبوت نکاح کو کافی ہے، جب مرد و زن کو دیکھے مثل زن و شو ایک مکان میں رہتے اور باہم انبساطِ زن وشوئی رکھتے ہیں تو ان پر بدگمانی حرام، اور اُن کے زوج و زوجہ ہونے پر گواہی دینی جائز، اگرچہ عقدِ نکاح کا معائنہ نہ کیا ہو،

نص علیہ فی الھدایۃ والھندیۃ وغیرھما وفی قرۃ العیون عن الدرر لیشھد من رأی رجلا وامرأۃ بینھما انبساط الازواج انھا عرسہ[1]

ہدایہ، ہندیہ وغیرہما اور قرۃ العیون میں درر سے ان سب کتب میں ہے کہ جس نے مرد و عورت کو خاوند بیوی کی طرح بے تکلف معاملات کرتے دیکھا اس کو جائز ہے کہ مرد کے لیے اس عورت کے بیوی ہونے کی شہادت دے۔ (ت)

اسی طرح تسامع بھی سامعین کے نزدیک اثباتِ نکاح کو بس ہوتا ہے یعنی جب ان کا زوج و زوجہ ہونا لوگوں میں مشہور ہو تو انھیں یہی سمجھا جائے گا اور زوجیت پر شہادت روا ہوگی اگرچہ خود اُن کی زبان سے اقرار نہ سُنا ہو،

کما فی الدر المختار وعامۃ الاسفار و

جیسا کہ درمختار اور عام کتب میں اور

[1] قرۃ عیون الاخیار کتاب الشہادات مصطفی البابی مصر ۱/۱۸

فی قرۃ العیون عن العمادیۃ کذا تجوز الشہادۃ بالشھرۃ والتسامع فی النکاح حتی لو رأی رجلا یدخل علی امرأۃ وسمع من الناس ان فلانۃ زوجۃ فلان وسعہ ان یشہد انہا زوجتہ وان لم یعاین عقد النکاح[1]

قرۃ العیون میں عمادیہ سے منقول کہ نکاح کے معاملہ میں شہرت کی بنا پر بغیر تحقیق شہادت جائز ہے حتی کہ ایک شخص کو ایک عورت کے ہاں آتے جاتے دیکھا اور لوگوں سے معلوم ہوا کہ یہ عورت اس شخص کی بیوی ہے، تو اس کو جائز ہے کہ وہ اس عورت کے بارے میں اس شخص کی بیوی ہونے کی شہادت دے اگرچہ اس نے ان کا نکاح نہ دیکھا ہو۔ (ت)

تو ان کا باہم تصادق بدرجہ اولٰی مثبت نکاح،

فی الشامیۃ عن ابی السعود عن العلامۃ الحانوتی صرحوا بان النکاح یثبت بالتصادق والمراد منہ ان القاضی یثبتہ بہ و یحکم بہ اھ[2] ملخصا۔

فتاوٰی شامی میں ہے ابی سعود کی علامہ حانوتی سے روایت ہے کہ فقہائے کرام نے تصریح کی ہے کہ مرد وعورت کی آپس میں خاوند بیوی ہونے کی تصدیق سے نکاح ثابت ہوجائے گا اس سے مراد یہ ہے کہ قاضی اس نکاح کو ثابت قرار دے گا اور اس کو نافذ رکھے گا اھ ملخصا (ت)

پس ایسی صورت میں واجب ہے کہ انھیں زوج و زوجہ ہی تصور کیا جائے جو خواہی نخواہی ان کی تکذیب کرے گا اور بدگمانی کے ساتھ پیش آئے گا مرتکب حرام قطعی ہوگا بایں ہمہ حکم قضا اور ہے اور امر دیانت اور چیز، اگر وہ اپنے اظہار و اخبار میں حقیقۃً سچے ہوں یعنی واقع میں اُن کے باہم نکاح ہولیا ہے تو عنداللہ بھی زوج و زوجہ ہیں ورنہ مجرد ان الفاظ سے جبکہ بطور اخبار بیان میں آئے ہوں نکاح منعقد نہ ہوگا وہ بدستور اجنبی و اجنبیہ ہی رہیں گے، نکاح جن امور و افعال کو ثابت و حلال کرتا ہے دیانۃً ان کے لیے اصلاً ثابت و روا نہ ہوں گے کہ اس تقدیر پر یہ الفاظ کوئی عقد و انشاء نہ تھے محض جھوٹی خبر تھی اور جھوٹی خبر دیانۃً باطل و بے اثر۔

اقول علماء تصریح فرماتے ہیں اگر شوہر نے اقرار طلاق کیا کہ میں اسے طلاق دے چکا ہوں اور واقع میں نہ دی تھی تو گو قضاءً طلاق ہوگئی مگر دیانۃً ہرگز نہ ہوگی کہ اس کا یہ قول طلاق دینا نہ تھا بلکہ طلاق غیر واقع کی جھوٹی خبر دینا، حاشیہ علامہ طحطاوی میں ہے:

---

[1] قرۃ عیون الاخیار کتاب الشہادات دار الکتب العربیۃ الکبرٰی مصر ۱/ ۴۱

[2] رد المحتار کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی ۲/ ۲۶۵

الاقرار بالطلاق کاذبًا یقع بہ الطلاق قضاءً لادیانۃً[1]

طلاق کا جھوٹا اقرار قاضی کے ہاں طلاق قرار پائیگا، عنداللہ نہیں۔ (ت)

فتاوٰی خیریہ میں ہے:

رجل طلق زوجتہ المدخولۃ واحدۃ رجعیۃ فسئل کیف طلقت زوجتک فقال ثلثا کاذبا لایقع فی الدیانۃ الا ماکان اوقعہ من الواحدۃ الرجعیۃ فیملک مراجعتہا فی العدۃ والحال ھذہ[2] اھ ملخصا۔

ایک شخص نے اپنی مدخولہ بیوی کو ایک رجعی طلاق دی تو اس سے پُوچھا گیا کہ تُو نے اپنی بیوی کو کتنی طلاقیں دی ہیں، جواب میں اس نے جھوٹ بولتے ہُوئے کہا کہ میں نے تین طلاقیں دی ہیں، تو عنداللہ ایک ہی رجعی طلاق ہوگی جو اس نے دی ہے تو عنداللہ اس کو عدّت کے دوران رجوع کا حق ہے، اھ، ملخصًا۔ (ت)

تو جب اقرار خلافِ واقع سے عنداللہ طلاق واقع نہیں ہوتی نکاح بدرجۂ اولٰی منعقد نہ ہوگا کہ طلاق سببِ تحریمِ فرج ہے اور نکاح سببِ تحلیل اور امرِ فرج میں احتیاط جلیل، ولہذا علمائے متون وشروح وفتاوٰی میں تصریح فرماتے ہیں کہ مجرد اقرار مرد وزن سے نکاح ہرگز منعقد نہیں ہوتا، اسی پر وقایہ ونقایہ واصلاح وملتقی میں کہ سب اعاظم متونِ معتبرۂ مذہب سے ہیں جزم فرمایا، اسی پر کتاب التجنیس وفتاوٰی اہل سمرقند وغیرہا میں اقتصار کیا، اسی کو شرح جصاص ومختارات النوازل وفتاوٰی خلاصہ وخزانۃ المفتین ومختار الفتاوٰی وایضاح الاصلاح و جامع الرموز میں مذہبِ مختار بتایا، اسی کو تنویر الابصار و درمختار میں مقدم ومختار رکھ کر ضعفِ مخالف کی طرف اشارہ فرمایا، اسی کو فتاوٰی ظہیریہ وفتاوٰی عالمگیریہ میں صحیح کہا، اسی پر جواہر اخلاطی میں اُن دونوں لفظ فتوٰی یعنی مختار وصحیح کو جمع کرکے تیسرا لفظ آکد واقوی علیہ الفتوٰی اور زائد کیا، علامہ خانوتی وسید ابوالسعود کی عبارتیں ابھی گزریں باقی نصوص بالتلخیص یہ ہیں: وقایۃ الروایۃ ومختصر الوقایہ میں ہے: لاینعقد بقولھما عند الشھود ما زن وشوئیم[3] (گواہوں کے سامنے مرد وعورت کا یہ کہنا کہ ہم بیوی خاوند ہیں، نکاح نہ ہوگا۔ ت) شرح نقایہ قہستانی میں ہے: لاینعقد علی المختار[4] (مذہبِ مختار پر نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ ت) متن وشروح علامہ ابن کمال وزیر

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الطلاق دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۱۰۶
[2] فتاوٰی خیریۃ کتاب الطلاق مطلب طلق زوجتہ واحدۃ رجعیۃ الخ " " ۱/ ۳۸
[3] نقایۃ مختصر الوقایہ کتاب النکاح نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۱
[4] جامع الرموز مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۲۴۵

میں ہے:

لایقولھما زن وشوئیم لان النکاح اثبات وھذا اظہار والاظہار غیر الاثبات ذکرہ فی التخییر وقال فی مختارات النوازل ھو المختار[1]

نکاح منعقد نہ ہوگا جب انھوں نے کہا کہ ہم بیوی خاوند ہیں، کیونکہ نکاح معاملہ کو قائم کرنے کا نام ہے اور مرد وعورت کا یہ اقرار، اظہار ہے اور اظہار اثبات نہیں ہے اس کو انھوں نے تخییر میں ذکر کیا ہے اور مختارات النوازل میں ہے کہ یہی مختار مذہب ہے۔ (ت)

ملتقی علامہ ابراہیم حلبی میں ہے:

لو قالا عند الشھود ما زن وشوئیم لاینعقد[2]

اگر انھوں نے گواہوں کے سامنے کہا کہ ہم بیوی خاوند ہیں تو اس سے نکاح منعقد نہ ہوگا۔ (ت)

خانیہ میں ہے:

ذکر البیھقی رحمہ اللہ تعالٰی فی کتابہ رجل وامرأۃ لیس بینھما نکاح اتفقا ان یقرا بالنکاح فاقرالم یلزمھما قال لان الاقرار اخبار عن امر متقدم ولم یتقدم وکذلک فی البیع اذا اقرابیع لم یکن ثم اجاز لم یجز[3]

بیہقی رحمہ اللہ تعالٰی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ کسی مرد وعورت میں پہلے نکاح نہیں ہے اب انھوں نے بالاتفاق نکاح کا اقرار کرلیا تو اس اقرار سے نکاح نہ ہوگا کیونکہ اقرار پہلے ثابت شدہ چیز کی خبر ہوتی ہے جبکہ اقرار سے قبل ان کا نکاح نہیں تھا، اسی طرح خرید وفروخت کا معاملہ ہے کہ دو فریقوں نے بیع کا اقرار کیا حالانکہ پہلے بیع نہ تھی تو اس اقرار سے بیع منعقد نہ ہوگی۔ (ت)

اسی میں ہے:

ذکر فی النوازل رجل وامرأۃ اقرابین یدی الشھود بالفارسیۃ ما زن وشوئیم لاینعقد النکاح بینھما وکذا لو قال لامرأۃ ھذہ

نوازل میں مذکور ہے کہ مرد وعورت نے گواہوں کے سامنے یہ اقرار فارسی میں کیا کہ "ہم بیوی خاوند ہیں" تو اس سے نکاح منعقد نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر مرد نے

---

[1] ایضاح و اصلاح

[2] ملتقی الابحر کتاب النکاح موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۲۳۸

[3] فتاوٰی خانیہ " نولکشور لکھنؤ ۱/۱۴۹

امرأتی وقالت ھی ھذا زوجی لایکون نکاحا(۱)

ایک عورت کے بارے میں کہا کہ یہ میری بیوی ہے اور اس عورت نے بھی کہا کہ یہ میرا خاوند ہے، تو اس سے نکاح منعقد نہ ہوگا۔ (ت)

فتاوٰی امام علامہ حسین بن محمد سمعانی میں ہے:

اقرا بالنکاح بین یدی الشھود فقال ما زن و شوئیم لاینعقد ھو المختار لان النکاح اثبات والاظھار غیر الاثبات ولھذا لواقر بالمال لانسان کاذبا لایصیر ملکا خ (یعنی الخلاصۃ) ولوقال الرجل ھذہ امرأتی وقالت المرأۃ ھذا زوجی بمحضر من الشھود لایکون نکاحا لان الاقرار اخبار عن امر متقدم ولم یتقدم (س) (ای فتاوٰی اھل سمرقند)(۲)

مرد وعورت نے گواہوں کے سامنے کہا کہ ہم بیوی خاوند ہیں تو نکاح منعقد نہ ہوگا، یہی مختار ہے، کیونکہ نکاح اثبات کا نام ہے اور اقرار اثبات نہیں ہوتا بلکہ اظہار ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر کسی نے کسی دوسرے کے لیے اپنے مال کا جھوٹا اقرار کیا تو دوسرے کے لئے ملکیت ثابت نہ ہوگی، (خ یعنی خلاصہ) اگر کسی مرد نے کسی عورت کے متعلق کہا یہ میری بیوی ہے اور عورت نے کہا یہ میرا خاوند ہے، تو گواہوں کے سامنے اس اقرار سے نکاح نہ ہوگا کیونکہ اقرار پہلے سے موجود چیز کے بارے میں خبر ہوتی ہے جبکہ یہاں پہلے نکاح موجود نہیں ہے، (س (فتاوٰی سمرقند)۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

متن مولٰی غزی وشرح محقق علائی میں ہے:

لاینعقد بالاقرار علی المختار خلاصۃ کقولہ ھی امرأتی لان الاقرار اظھار لما ھو ثابت ولیس بانشاء(۳) الخ وسیاتی تمامہ۔

محض اقرار سے نکاح نہ ہوگا مختار قول پر، خلاصہ۔ جیساکہ کوئی شخص کہے کہ یہ میری عورت ہے، تو اس اقرار سے نکاح نہ ہوگا کیونکہ اقرار ثابت شدہ چیز کے اظہار کا نام ہے اور یہ انشاء نہیں ہوتا الخ، یہ مکمل آئندہ آئے گا۔ (ت)

فتاوٰی ہندیہ میں عبارت خلاصہ ھو المختار (یہی مختار ہے۔ ت) تک نقل کی، پھر لکھا:

ولوقال این زن من ست بمحضر من الشھود

اگر کسی نے گواہوں کے سامنے کہا یہ میری بیوی ہے

۱؎ فتاوٰی خانیہ — کتاب النکاح — نولکشور لکھنؤ — ۱/۱۴۹
۲؎ خزانۃ المفتین — قلمی نسخہ — ۱/۴۶
۳؎ درمختار — کتاب النکاح — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۸۵

وقالت المرأة این شوی من است ولم یکن بینهما نکاح سابق اختلف المشائخ فیه والصحیح انه لایکون نکاحا کذا فی الظهیریة وفی شرح الجصاص المختار انه ینعقد اذا قضی بالنکاح او قال الشهود لهما جعلتما هذا نکاحا فقالا نعم ینعقد هکذا فی مختار الفتاوی اھ[1]

اقول وجه الانعقاد فی الاول ان القضاء یرفع الخلاف وانه ینفذ ظاهرا وباطنا وفی الثانی ان السؤال معاد فی الجواب والجعل انشاء کما فی الفتح والدر وغیرهما۔

اور عورت نے کہا یہ میرا خاوند ہے، حالانکہ ان کا پہلے نکاح نہیں تھا، تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے جبکہ صحیح یہی ہے کہ نکاح نہ ہوگا۔ ظہیریہ میں اسی طرح ہے، اور جصاص کی شرح میں ہے کہ اگر قاضی نے نکاح کا فیصلہ دیا یا مرد و عورت کو گواہوں نے کہا کہ کیا تم نے ان الفاظ کو نکاح بنا دیا تو انہوں نے جواب میں ہاں کہہ دیا تو مختار یہ ہے کہ نکاح منعقد ہوجائیگا، مختار الفتاوٰی میں ایسے ہی ہے اھ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) قاضی کے فیصلے کی صورت میں نکاح ہوجانے کی وجہ یہ ہے کہ حکم قاضی رافع خلاف ہے اور قضاءً ظاہراً اور باطناً نافذ ہوتی ہے اور دوسری صورت میں انعقاد کی وجہ یہ ہے کہ جواب، سوال پر مشتمل ہوتا ہے، تو سوال میں نکاح بنانے کا ذکر ہے تو جواب میں بھی بنانے کے ذکر سے نکاح کا انشاء ہوگیا، جیسا کہ فتح اور دُر وغیرہ میں ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

فتاوٰی علامہ برہان الدین ابراہیم بن ابی بکر بن محمد اخلاطی حسینی میں ہے:

اقرا بالنکاح بین یدی الشهود بقولهما ما زن وشوئیم لاینعقد هو المختار وقال بحضور الشهود هذه المرأة زوجتی فقالت هذا الرجل زوجی ولم یکن بینهما نکاح سابق لاینعقد هو الصحیح وعلیه الفتوی[2]۔

دونوں نے گواہوں کے سامنے اقرار کیا کہ ہم بیوی خاوند ہیں تو اس سے نکاح نہ ہوگا یہی مختار ہے، مرد نے گواہوں کے سامنے کہا یہ میری بیوی ہے اور عورت نے بھی گواہوں کے سامنے کہا یہ میرا خاوند ہے تو اس سے نکاح نہ ہوگا جبکہ پہلے نکاح نہ تھا، یہی صحیح ہے اور اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۷۲

[2] جواہر اخلاطی فصل فیما ینعقد النکاح من الالفاظ قلمی نسخہ ص ۴۸

بالجملہ اخبار و انشا کا تباین بدیہی تو ارادۂ اخبار ارادۂ منافی اور ارادہ منافی عقد کا نافی۔

اقول وبتقریری ھذا اندفع ما عسٰی ان یتوھم من ان النکاح مما یستوی فیہ الھزل والجد فلا یحتاج الی نیۃ وقصد حتی لو تکلما بالایجاب والقبول ھازلین او مکرھین ینعقد فکان المناط مجرد التلفظ وان عدم القصد وذلك لان بونًا بیّنًا بین عدم القصد وقصد العدم بارادۃ شیئ اٰخر غیرہ مما یحتملہ اللفظ وما لایحتاج الی القصد یصح مع الاول دون الاٰخر الا تری انہ لوقال انت طالق ولم ینوشیئا طلقت وان نوی الطلاق عن الوثاق او الاخبار عن طلاق سابق صادقا اوکاذبا لم تطلق دیانۃ کما نصوا علیہ انتھی ھذا افادہ ھو التحقیق الحقیق بالقبول وان خفی بعضہ علی بعض الفحول علی ان ھذا انما ھو فی اللفظ الصریح اما الکنایات فلا شك فی توقفہا علی النیۃ کما فی الطلاق والعتاق۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) میری اس تقریر سے اس شبہ کا ازالہ ہوگیا جس میں کہا گیا کہ نکاح تو ان امور میں سے ہے جن میں مذاق اور قصد برابر ہیں لہذا اس میں قصد اور ارادہ کی ضرورت نہیں حتی کہ جب مرد و عورت نے ایجاب وقبول کے کلمات بول دئے اگرچہ مذاق یا جبر سے کہے ہوں تو نکاح ہوجائے گا اس کی صحت کے لیے صرف الفاظ کی ادائیگی کافی ہے اگرچہ قصد نہ بھی ہو (لہذا بصورت اقرار نکاح صحیح ہونا چاہیے) اس شبہ کے ازالہ کی وجہ یہ ہے کہ قصد نہ ہونا اور بات ہے اور نکاح کے خلاف کسی محتمل لفظ کا قصد کرنا اور بات ہے ان دونوں میں بڑا فرق ہے، وہ امور جو قصد کے بغیر ہوجاتے ہیں وہ پہلی صورت یعنی قصد نہ ہونے کی صورت میں صحیح ہوجاتے ہیں مگر کسی مخالف چیز کے قصد سے وہ صحیح نہیں ہوتے۔ آپ دیکھئے کہ طلاق کا لفظ بغیر ارادہ کے بولا جائے تو طلاق ہوجاتی ہے لیکن اگر یہی لفظ طلاق بول کر کسی دوسرے معنی کا ارادہ کیا جائے مثلاً طلاق بول کر باندھے ہوئے کو کھولنا مراد لیا جائے یا انت طالق کہہ کر پہلی دی ہوئی طلاق کی سچی یا جھوٹی خبر اور حکایت کا قصد وارادہ کیا جائے تو دیانۃً یعنی عند اللہ طلاق نہ ہوگی جیسا کہ فقہاء کرام نے اس کو واضح بیان کیا ہے۔ اس فرق کو محفوظ کرو کیونکہ یہ تحقیق قابل قبول ہے، اگرچہ یہ قدرے بعض بڑی شخصیات پر مخفی رہا ہے۔ تاہم یہ بیان صریح الفاظ کے متعلق ہے لیکن کنایہ کے الفاظ بہر حال نیت کے محتاج ہیں، جیسا کہ طلاق وعتاق میں صریح وکنایہ کا فرق موجود ہے (ت)

www.alahazratnetwork.org

اور شک نہیں کہ ظاہرًا عوام ان الفاظ سے ارادۂ انشاء کو جانتے بھی نہ ہوں گے بلکہ جو ان کا مفہوم متبادر ہے یعنی اخبار وہی ان کا مراد و مقصود ہوگا اور سامعین بھی اُنھیں سن کر یہی سمجھیں گے تو جبکہ واقع میں اس سے پہلے نکاح نہ ہُوا تو صرف یہ سوال وجواب و اخبار غلط کیونکر اُنھیں عند اللہ زوج و زوجہ بنا سکتے ہیں،

ھذا مما لایعقل ولا یستاھل ان یقبل یہ غیر معقول ہے اور قبول کرلینے کے قابل نہیں،

اقول فقد بان بحمد الله ضعف مانقل
فی التنویر والدر عن الذخیرة بعد ماقدما 9
عدم الانعقاد بالاقرار علی المختار کما
سمعت حیث قال عقیبه وقیل ان کان
بمحضر من الشهود صح وجعل
الاقرار انشاء وهو الاصح
ذخیرة اھ[۱] فاعلم **اولا** ان المولیین
المحققین رحمهما الله تعالٰی قد اشارا
الی تضعیف هذا بوجوه اما المصنف
فبتقدیمه الاول وتعبیره هذا بقیل
واما المؤلف فبتقریره علی الامرین
وتعلیله للاول فان التعلیل دلیل
التعویل کما نص علیه فی العقود الدریة
وغیرها فافهم **وثانیا** ان
تاملت ما القینا علیك فوجوه ضعفه
لاتخفی لدیك **اما اولا** فلما
تقدم فی کلامی وکلمات
العلماء الکرام علی عدم الانعقاد
بالاقرار من دلائل لاترد و
لاترام ولاشك ان الاقوی دلیلا
احق تعویلا **واما ثانیا** فلما
له من کثرة الترجیحات وقد
تقرر ان العمل بما علیه الاکثر

اقول بحمد اللہ تعالٰی تنویر اور دُر میں جو ذخیرہ سے نقل کیا گیا جہاں انھوں نے اقرارِ نکاح کو مختار قول کے مطابق عدمِ نکاح قرار دیا جیسا تُونے سُنا اور اس کے بعد یہ کہا (کہ بعض نے کہا ہے کہ یہ اقرار گواہوں کے سامنے ہو تو نکاح صحیح ہے اور اقرار کو انھوں نے انشاء قرار دیا ہے اور ذخیرہ کے حوالے سے اس کو اصح کہا) اس نقل کا ضعف واضح ہو گیا تو غور کرو **اولاً** اس لئے کہ (شامی اور طحطاوی رحمہما اللہ) دونوں قابلِ احترام حضرات نے اس کے ضعف پر کئی وجوہ سے اشارہ فرمایا، اور بیشک مصنف (صاحبِ تنویر) نے پہلے قول یعنی عدم انعقاد کو پہلے ذکر اور دوسرے کو "قیل" کے ساتھ ذکر کیا ہے اور مؤلف یعنی صاحب ذخیرہ نے اگرچہ دونوں قولوں کو ذکر کیا لیکن وجہ اور دلیل صرف پہلے قول کی ذکر کی جو کہ قابلِ اعتماد ہونے کی دلیل ہے جیسا کہ یہ قاعدہ عقود الدریہ وغیرہ میں بیان ہے، غور کرو۔ **دوسرا** اس لیے کہ میں نے جو وجوہِ ضعف آپ کو بیان کئے ہیں اگر آپ نے غور کیا ہو تو اس نقل کے ضعف کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں، مثلاً **اول** یہ کہ میں نے اور دیگر علماءِ کرام نے جو کلمات ذکر کئے ہیں کہ اقرار سے نکاح نہیں ہوتا اور اس پر جو دلائل پیش کئے گئے وُہ ناقابلِ تردید ہیں اور بلا شک وشبہ جو دلائل وزنی ہوں گے وہ زیادہ قابلِ اعتماد ہوں گے **ثانیاً** اس لیے کہ اس پر کثیر ترجیحات ذکر کی گئی ہیں اور یہ بات مسلّم ہے کہ جس پر اکثریت ہو وہ عمل کے لیے

---

[۱] درمختار کتاب النکاح مجتبائی دہلی ۱/۸۶-۱۸۵

كما في العقود وغيرها واما ثالثا فلان ماله من علامة الافتاء اشد قوة واعظم وقعة مما لهذا فقد نصوا ان عليه الفتوى وبه يفتى اكد ما يكون من الفاظ الفتوى واما رابعا فلان ما عليه المتون وهي العمدة واليها الركون فهذه الاربعة فقد ظهرت من قبل واما خامسا فلما تسمع انفا قد اظهرلنا المولى الامام برهان الدين محمود بن الصدر السعيد تاج الدين احمد قدس سرهما في ذخيرته مأخذ خيرته اذ بنى ذلك على انه ذكر محرر المذهب محمد رضي الله تعالى عنه في صلح الاصل ادعى رجل على امرأة نكاحا فجحدت فصالحها بمائة على ان تقر بهذا فاقرت فهذا الاقرار جائز والمال لازم لها فظن المولى البرهان ان محمدا اجاز النكاح بالاقرار وقد علم ان هذا لا يصح الا بمحضر من الشهود ففرع عليه

قابلِ قبول ہے جیسا کہ عقود وغیرہ میں ہے **ثالثاً** اس لیے کہ جس میں فتوٰی کی قوی علامت پائی جائے وہ قوت اور وقعت کے لحاظ سے پختہ اور وزنی ہوتا ہے، چنانچہ فقہائے کرام نے اس پر تصریح کی ہے "علیہ الفتوی" اور "بہ یفتی" کے الفاظ فتوٰی کے باب میں سب سے زیادہ پختہ الفاظ ہیں، **رابعاً** اس لیے کہ کتب متون جس کو معتمد علیہ قرار دیں اسی کی طرف ہی رجوع کرنا ہوتا ہے۔ یہ چاروں امور پہلے واضح ہو چکے ہیں، **خامساً** اس لیے جو آپ ابھی سنیں گے کہ امام برہان الدین محمود بن الصدر السعید تاج الدین احمد قدس سرہما نے اپنے ذخیرہ میں جس کو اپنے پسندیدہ امور کا ماخذ ہمارے لیے ظاہر کیا ہے اس کی بنیاد محرر مذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ذکر کردہ مسئلہ پر ہے جس کو انھوں نے اصل یعنی مبسوط کے "باب الصلح" میں بیان کیا ہے وہ یہ کہ ایک شخص نے ایک عورت کے بارے میں دعوٰی کیا کہ میری منکوحہ ہے جبکہ عورت نکاح سے انکاری ہے تو اس نے عورت سے سو روپے کے بدلے صلح کرکے اس سے نکاح کا اقرار کرا لیا تو عورت کا اقرار جائز اور مال لازم ہو جائے گا اھ اس سے محترم برہان الدین کو گمان ہوا کہ امام محمد نے عورت کے اقرار سے نکاح کو جائز قرار دیا اور علامہ برہان الدین نے یقین کر لیا کہ یہ اقرار گواہوں کی موجودگی میں ہوا تو صحیح ہو گا،

www.alahazratnetwork.org

۱؎ ردالمحتار بحوالہ صلح الاصل کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی ۲/ ۲۶۵-۶۶

ان الاصح الصحۃ لو الشہود حضورا قال العبد الضعیف لطف بہ المولی اللطیف و ای شیئ اکون انا حتی اتکلم بین یدی ھذا الامام الجلیل قدس سرہ الجلیل ولکن کثرۃ تصحیحات الائمۃ وجزمہم فی الجانب الاٰخر بما تجرؤنی ان اقول و باللہ التوفیق لا مساس لما فی الاصل بھذا الفصل فان محمدا انما اجاز الاقرار والزم المال فانما افاد جواز الصلح وانقطاع الجدال بحیث لو عادت المرأۃ بعد ذٰلک الی الجحود لم یسمعہ القاضی اما لو لم یجز الصلح لم یلزم المال و اقرت المرأۃ علی انکارھا ھذا ھو حاصل جواز الصلح و عدم جوازہ کما لا یخفی واین ھذا من انعقاد العقد فی الواقع فیما بینہم و بین ربہم العلیم الخبیر تبارک وتعالٰی الیس قد صرحوا انہ لا یطیب لہ البدل ان کان کاذبا ولو ادعی رجل علی اٰخر بیع دارہ مثلا فاقر بہ افتداءً عن یمینہ او فرارا عن ذل الجثو بین یدی القاضی ثبت البیع قضاء وجرت الاحکام من وجوب التسلیم ولزوم الشفعۃ وغیرہ لک لکن ھذا المدعی الکاذب انما یاخذ جمرۃ نار تحرم السراف الصالحین

اسی لیے انھوں نے اس کے بعد یہ تفریع قائم کی کہ اصح بات یہ ہے کہ گواہ موجود ہوں تو اقرار سے نکاح صحیح ہوگا۔ یہ عبدِ ضعیف اللہ تعالٰی مہربان اس پر مہربانی فرمائے، میں کون ہُوں جو اس عظیم امام کے سامنے بات کروں لیکن تصحیح کی کثرت اور ائمہ کرام کا جزم اس کے خلاف ہے جس کی وجہ سے مجھے جرأت ہورہی ہے کہ میں بات کروں۔ اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے، اصل کے بیان کا اس بحث سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے صرف اقرار کو جائز اور مال کو لازم فرمایا ہے جس کا مفاد صرف صلح کا جواز اور جھگڑا ختم کرنا ہے حتی کہ اگر عورت اس کے بعد دوبارہ انکار کرے تو قاضی اس کی سماعت نہیں کرے گا، لیکن اگر صلح کو جائز نہ مانا جائے تو مال لازم نہ ہوگا اور عورت کا انکار باقی رہے گا، صلح کے جواز اور عدم جواز کا حاصل صرف یہی ہے جیسا کہ واضح ہے، اس کا فی الواقع عند اللہ نکاح کے منعقد ہونے سے کوئی تعلق نہیں ہے، کیا ایسی صورت میں مدعی کے جھوٹا ہونے پر معاوضہ کے اس کے لیے طیب نہ ہونے پر فقہا نے تصریح نہیں کی، ایک شخص دوسرے کے خلاف اس کے مکان کی فروختگی کا جھوٹا دعوٰی کرے اور مدعٰی علیہ قسم سے بچنے کے لیے فروختگی کا اقرار کرلے یا قاضی کے ہاں پیشی کی رسوائی سے بچتے ہُوئے اقرار کرلے تو اس صورت میں قضاءً بیع ثابت ہوجائیگی اور اس پر مکان کا قبضہ دینا، اور شفعہ وغیرہ جیسے احکام جاری ہوں گے اس کے باوجود جھوٹے مدعی کی وصولی اس کے لیے جہنم کا انگارا ہے، پھر وہ صلح کرنے والوں نے

ای اذا عقد الصلح وھو انما یصور بارجاعہ الی عقد من العقود الشرعیۃ فلابد من حملہ علی اشبہ عقد بہ ضرورۃ تصحیح الکلام وقطع الخصام اما ھٰھنا اعنی فیما نحن فیہ فلم یریدا عقدا وانما اخبرا خبرا کذبا والکذب وان یروج علی الناس فلا یصحح عند اللہ اصلا فوضح الفرق وزال الاشتباہ والحمد للہ، قال فی الھدایۃ اذا ادعی رجل علی امرأۃ نکاحا وھی تجحد فصالحتہ علی مال بذلتہ حتی یترک الدعوی جاز وکان فی معنی الخلع لانہ امکن تصحیحہ خلعا فی جانبہ بناء علی زعمہ وفی جانبھا بذلا للمال لدفع الخصومۃ قالوا ولا یحل لہ ان یأخذ فیما بینہ وبین اللہ تعالٰی اذا کان مبطلا فی دعواہ[1] اھ، قال فی الکفایۃ ھذا عام فی جمیع انواع الصلح[2] اھ وفی الدر المختار عن القھستانی اما الصلح علی بعض الدین فیصح ویبرء عن دعوی الباقی ای قضاء لادیانۃ ولذا لوظفر بہ اخذہ[3] اھ

جب صلح کا عہد کرلیا تو حکمت کا تقاضا ہے کہ اس معاہدہ کو کسی شرعی عقد کی صورت دینے کے لیے اس کے قریب ترین عقد پر محمول کیا جائے تاکہ ان دونوں کی کلام کو صحیح بنایا جائے اور ان کے جھگڑے کو ختم کیا جاسکے، لیکن یہاں ہمارے زیر بحث مسئلہ میں تو مرد و عورت نے کوئی عقد نہیں کیا بلکہ دونوں نے جھوٹی خبر دی جھوٹ اگرچہ لوگوں پر اثر انداز ہوجاتا ہے لیکن عنداللہ موثر نہیں ہوسکتا، پس فرق واضح اور اشتباہ ختم ہوا۔ وللہ الحمد۔ ہدایہ میں فرمایا اگر کسی مرد نے کسی عورت پر اس سے نکاح کا دعوٰی کیا جبکہ عورت انکاری ہے اور دعوٰی کو ختم کرنے کے لیے مال دے کر صلح کرتی ہے تو یہ صلح جائز ہے، اور اس صلح کو خلع کے معنی پر محمول کیا جائیگا کیونکہ مرد کی طرف سے اس کے دعوٰی کی بنا پر اس معاوضہ کی وصولی کو خلع قرار دینا صحیح ہے اور عورت کی طرف مال کی ادائیگی جھگڑے کو ختم کرنے کی کارروائی تصور کیا جائیگا، اس کے باوجود فقہاء کرام نے یہاں فرمایا کہ اگر وہ مرد جھوٹا ہے تو اس کو عورت سے معاوضہ لینا حلال نہیں ہے اھ اور کفایہ میں کہا کہ یہ ہر قسم کی صلح کو شامل ہے اھ درمختار میں قہستانی سے منقول ہے کہ قرض کے کچھ حصے پر صلح ہوجائے تو جائز ہے اور باقی قرض سے قضاءً بری ہوجائے گا دیانۃً یعنی عنداللہ بری نہ ہوگا اسی لیے اگر قرضخواہ کو مقروض ملے تو باقی کو وصول کرے اھ،

[1] ہدایہ کتاب الصلح مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۲۴۷
[2] کفایہ مع فتح القدیر کتاب الصلح نوریہ رضویہ سکھر ۷/۳۸۹
[3] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۴۳

www.alahazratnetwork.org

وفی الشامیة عن المقدسی عن المحیط قضاہ الالف فانکر الطالب فصالحہ بمائة صح ولا یحل لہ اخذھا دیانة[1] اھ، وسرد النقول فی ذالک یطول و قال فی الھدایة الاصل ان الصلح یجب حملہ علی اقرب العقود الیہ واشبھھا بہ احتیالا لتصحیح تصرف العاقد ما امکن[2] اھ فبما اسمعتک یتحصل الجواب عن تمسک المولی البرھان بثلثة اوجہ **الاول** ان ارجاع الصلح الی تلک العقود تقدیر وتصویر ضروری فلا یتعدی **الثانی** انما تثبت ھذہ العقود بتلک الالفاظ فی ضمن الصلح وکم من شیئ یثبت ضمنا ولا یثبت قصدا الا تری ان قولہ اعتق عبدک ھذا عنی بالف یتضمن الابتیاع مع انہ لا ینعقد قصدا بلفظ الاعتاق **الثالث** ان ھذہ العقود انما تقدر قضاء ولا تؤثر فی الدیانة

اور فتاوٰی شامی میں مقدسی کے حوالے سے محیط سے منقول ہے کہ اگر کسی نے قرض خواہ کو ہزار کردیا مگر قرضخواہ وصولی سے منکر ہے تو مقروض نے ایک سو پر صلح کرلی تو صحیح ہے لیکن قرض خواہ کو دیانۃً لینا حلال نہیں ہے اھ یہاں تمام نقول کو ذکر کرنا طوالت کا باعث ہوگا۔ ہدایہ میں فرمایا کہ قاعدہ یہ ہے کہ صلح کرنے والے کے تصرف کو صحیح قرار دینے کے لیے صلح کے قریب ترین کسی عقد پر محمول کرنا ضروری ہے تاکہ حتی الامکان اس کے عقد کو صحیح بنایا جاسکے اھ میں نے جو کچھ بیان کیا ہے اس سے مولانا برہان الدین کی دلیل کے تین جواب ہوئے پہلا یہ کہ اس صلح کو عقود کی طرف راجع کرنا صرف فرضی ضرورت ہے جو کہ ایک ضرورت کے لیے ہے اس ضرورت کے بغیر تجاوز کرنا درست نہیں۔ **دوسرا** یہ کہ ان عقود کا ثبوت صلح کے الفاظ میں ضمناً ہوتا ہے جبکہ بہت سے امور ضمناً تو ثابت ہوتے ہیں لیکن مقصوداً ثابت نہیں ہوتے، آپ غور کریں کہ جب کوئی کہتا ہے کہ تو اپنے غلام کو میری طرف سے ایک ہزار کے بدلے آزاد کردے تو یہاں ضمناً بیع ہوجاتی ہے، جبکہ "آزاد کردے" کے لفظ سے قصداً بیع منعقد نہیں ہوتی **تیسرا** یہ کہ یہ عقود صلح کے ضمن میں صرف قضاءً نافذ ہوتے ہیں

www.alahazratnetwork.org

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلح دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۴۷۵
[2] ہدایہ " مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۲۴۶

اذا کان مبطلا و نحن لا ننکران باقرارهما یثبت النکاح قضاء و انما الکلام فی الدیانۃ فان کان مراد الامام البرھان ھو الصحۃ قضاء وقد یتأنس لہ بقولہ عطر اللہ مرقدہ جعل الاقرار انشاء حیث لم یقل کان انشاء ولعینہ بناؤہ الامر علی عبارۃ الاصل فانہا کما علمت لا تفید الا الجواز قضاء فھذا حق لا مریۃ فیہ ولا غرو فی المصیر الیہ تصحیحا لکلام ھذا الامام و تحصیلا للوفاق بینہ وبین غیرہ من الائمۃ الاعلام و ان کان فیہ بعد بالنظر الی ظاھر الکلام و الا فلا شك ان الحق مع ھؤلاء الجھابذۃ الکرام واللہ تعالٰی اعلم بحقیقۃ الامر فی کل مرام والحمد للہ مولٰینا الھادی ذی الجلال والاکرام۔

صلح جھوٹ پر مبنی ہو تو دیانۃً نافذ نہیں ہوتے، اور یہ بات ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مرد و عورت کے قاضی کے ہاں اقرار سے قضاءً نکاح ہو جاتا ہے جبکہ ہماری گفتگو دیانت یعنی عنداللہ کے بارے میں ہے، تو اگر امام برہان الدین کی مراد یہ ہو کہ صرف قضاءً نکاح ہو جاتا ہے جبکہ ان کا کلام اس طرف مائل ہوتا ہے کیونکہ انھوں نے اقرار کو انشاء بنایا ہے اور یہ نہیں فرمایا کہ وُہ انشاء ہے اور پھر انھوں نے اپنی بات کا مدار اصل یعنی مبسوط کی عبارت کو بنایا ہے جس سے صرف قضاءً جواز ثابت ہے اگر ان کا یہی مقصد ہے تو بجا اور حق ہے جس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے اور اگر اس عظیم امام کے کلام کو درست بنانے کے لیے اس مقصد کی طرف راجع کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، اگرچہ ان کے ظاہر کلام سے یہ مقصد بعید نظر آتا ہے تاہم اس سے ان کے اور دیگر ائمہ کرام کے کلام میں موافقت پیدا ہو جاتی ہے اور اگر ان کا مذکورہ مقصد نہ ہو تو پھر اس میں کوئی شک و شُبہ نہیں کہ ان کے مقابلہ میں دیگر ائمہ کا کلام حق ہے، اور ہر مقصد میں اللہ تعالٰی ہی حقیقت کو بہتر جاننے والا ہے۔ اللہ تعالٰی رہنمائی فرمانے والے کیلیے تمام تعریفیں ہیں۔ (ت)

ہاں اگر مرد و زن نے وُہ الفاظ کہے جو امر ماضی سے خبر دینے کے لیے متعین نہ تھے مثلاً مرد نے کہا یہ میری زوجہ ہے، عورت بولی یہ میرا شوہر ہے، یا مرد نے کہا میں اس کا خاوند ہُوں، عورت بولی میں اس کی جورو ہُوں اور دونوں نے ان الفاظ سے عقدِ نکاح کرنے کی نیت کی یعنی ان میں کسی کا قصد اخبار نہ تھا دونوں نے بارادۂ انشاء کہے تو بیشک یہ الفاظ عقدِ نکاح ٹھہریں گے کہ جب قصدِ اخبار نہیں تو یہ لفظ اقرار نہیں اور جبکہ اخبارِ ماضی کے لیے متعین نہیں تو ارادۂ انشاء کے صالح ہیں تو انھوں نے الفاظِ صالحہ سے قصدِ انشاء کیا اور اسی قدر تحقق ایجاب و قبول کے لیے بس ہے بخلاف اُن الفاظ کے جو اخبار عن الماضی کے سوا دوسرے معنے کے محتمل نہ ہوں مثلاً کہیں باہم ہمارا نکاح ہو چکا ہے کہ اب لفظ اخبار میں متعین اور انشاء سے مباین۔

www.alahazratnetwork.org

اقول[۱] هذا الذی قررته بتوفیق الله تعالٰی یجب ان یکون هو المراد من قول الامام الاجل فقیه النفس قاضیخان رحمه الله تعالٰی حیث افاد بعد ما اثر عن البیهقی والنوازل ما اسلفنا . قال مولٰنا رضی الله تعالٰی عنه ینبغی ان یکون الجواب علی التفصیل ان اقرا بعقد ماض ولم یکن بینهما عقد لا یکون نکاحا وان اقرت المرأة انه زوجها و اقر الرجل انها امرأته یکون ذٰلك نکاحا و تضمن اقرارهما بذٰلك انشاء النکاح بینهما بخلاف ما اذا اقرا بعقد لم یکن لان ذٰلك کذب محض وهو کما قال ابوحنیفة رضی الله تعالٰی عنه اذا قال الرجل لامرأته لست لی بامرأة ونوی به الطلاق یقع و یجعل کانه قال لست لی بامرأة لانی قد طلقتك ولو قال لم اکن تزوجتها ونوی به الطلاق لا یقع لان ذٰلك کذب محض لا یمکن تصحیحه[۱] اھ قال فی الفتح علی ما نقل عنه فی رد المحتار ان الحق هذا التفصیل[۲] اھ

اقول میں نے اللہ تعالٰی کی توفیق سے جو تقریر کی ہے امام اجل فقیہ النفس قاضی خاں کے قول کا بھی لازمی طور پر یہی مقصد ہے جہاں انھوں نے بیہقی اور نوازل کے قول کو ہمارے بیان کردہ کے مطابق نقل کرنے کے بعد افادہ کرتے ہُوئے فرمایا کہ مناسب ہے کہ جواب میں تفصیل سے کام لیا جائے کہ مرد و عورت نے ماضی میں نکاح نہ ہونے کے باوجود ماضی میں نکاح ہونے کا اقرار کیا تو اس اقرار سے نکاح نہ ہوگا۔ اور اگر عورت نے اقرار میں یُوں کہا کہ یہ میرا خاوند ہے اور مرد نے یُوں کہا کہ یہ میری بیوی ہے تو یہ اقرار نکاح قرار پائے گا اور ان کے اقرار کے ضمن میں نکاح ایجاد ہوجائیگا بخلاف جبکہ ماضی کے نکاح کے بارے میں اقرار ہو، کیونکہ وہ محض جُھوٹ ہے اس تفصیل کا ماحاصل ایسے ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو کہا کہ تُو میری بیوی نہیں ہے اور اس نے طلاق کی نیت کی ہو تو طلاق ہوجائے گی گویا کہ اس شخص نے یُوں کہا کہ تُو میری بیوی نہیں کیونکہ میں نے تجھے طلاق دے دی ہے، اور اگر اس نے بیوی کو یُوں کہا کہ میں نے تجھ سے نکاح نہیں کیا اس قول سے اس نے طلاق کی نیت کی ہو تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ یہ ایسا جھوٹ ہے جس کی توجیہ نہیں ہوسکتی اھ ردالمحتار میں فتح سے نقل کیا گیا ہے کہ یہی تفصیل حق ہے اھ اس

---

[۱] فتاوٰی قاضی خان کتاب النکاح الفصل الاول نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۴۹

[۲] ردالمحتار ـ ـ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۶۶

فانما المعنی علی ما بیّنّا ولیس المراد ان اللفظ اذا لم یتعین للاخبار عن الماضی صح العقد وان نویا به الاخبار کیف وانه لایکون ح الا محض کذب ویشهد لک بذلک ما استشهد به من مسئلة الطلاق فانه ان قال لست لی بامرأۃ ولم ینو به انشاء الطلاق وانما قصد الاخبار الکاذب لم یقع قطعا فانه لایقع عند ذلک بالتصریح کما قدمنا فکیف بالکنایات الا تری انه بنفسه قید المسئلة بقوله ونوی الطلاق فکذا یقال ھٰھنا ونویا النکاح ھذا ما صرت الیه لما وعیت ثم بتوفیق المولٰی سبحانه وتعالٰی رأیت العلامة عبد العلی برجندی نقل فی شرح النقایة کلام الامام فقیه النفس بالمعنی وعبرعنه بعین ما فهمته ولله الحمد وھذا نصه فی الظهیریة لو قال بمحضر من الشهود ایں زن من است فقالت ایں شوئی من ست اختلف المشائخ فیه والصحیح انه لا ینعقد وفی فتاوی قاضی خان انما لایکون ھذا نکاحا اذا قالا ذلک علی سبیل الاخبار عن عقد ماض ولم یکن بینهما عقد اما

تفصیل کا مقصود وہی ہے جو ہم نے بیان کیا اور اس سے یہ مراد نہیں کہ جب اقرار کا لفظ ماضی کی خبر کیلئے متعین نہ ہو تو خبر کی نیت کے باوجود بھی عقدِ نکاح صحیح ہوگا، یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ مرد وعورت نے محض جھوٹ سے کام لیا ہے، اس کا شاہد یہ بھی ہے کہ امام قاضیخان نے اس بیان پر طلاق کے مسئلہ کو بطور شاہد پیش فرمایا کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو کہا کہ تُو میری بیوی نہیں ہے اور اس نے انشاءِ طلاق کا ارادہ نہ کیا بلکہ صرف جھوٹ مراد لیا تو قطعی طلاق نہ ہوگی کیونکہ اس صورت میں صریح لفظ سے جب طلاق نہیں ہوتی تو کنایہ سے کیسے طلاق ہوسکتی ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں آپ نے غور فرمایا ہوگا کہ انھوں نے اس مسئلہ کو طلاق کی نیت سے مقید کیا ہے (کہ مذکورہ لفظ طلاق دینے کی نیت سے کہے تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں) اسی طرح جھوٹے اقرارِ نکاح میں بھی، دونوں نے نکاح کی نیت کی ہو تو نکاح ہوگا ورنہ نہیں، یہ جس کو میں نے سمجھا وہی میں نے اختیار کیا ہے، پھر میں نے اللہ تعالٰی کی توفیق سے علامہ عبدالعلی برجندی کو دیکھا کہ انھوں نے نقایہ کی شرح میں امام قاضی خان کی عبارت کو بالمعنٰی نقل کیا اور اس کی وہی تعبیر کی جو میں نے سمجھی، اور اللہ تعالٰی کے لیے ہی تمام حمد ہے۔ یہی ظہیریہ کی عبارت ہے کہ اگر ایک شخص نے لوگوں کی موجودگی میں ایک عورت کو کہا کہ یہ میری بیوی ہے، اور عورت نے کہا یہ میرا خاوند ہے تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے، اور فتاوٰی قاضیخان میں ہے کہ یہ اس صورت میں نکاح نہ ہوگا جب مرد و

اذا اقرت انه زوجها واقر انها زوجته واراد بذلك انشاء النکاح فہو نکاح[۱] اھ فالحمد للہ علی حسن التفہیم **اقول**[۱۵] وبما قررت ظہر لك ان ھذا الذی اختارہ المولی فقیہ النفس وقال المحقق علی الاطلاق انہ الحق لایخالف ماصححہ عامۃ الائمۃ اصلا بل ھو عین مااعتمدوہ فانہم انما صححوا ان النکاح لاینعقد بالاقرار والاقرار انما یکون عند قصد الاخبار وقد نص الفقیہ علی عدم الانعقاد اما اذا قالاہ مریدین بہ الانشاء لم یکن ذلك من الاقرار فی شیئ فان الاقرار ھو الاخبار دون الانشاء فتوافق القولان وتظافرت التصحیحات علی صحۃ ماافتیت بہ فان حمل کلام الذخیرۃ علی مااسلفنا حصل التوفیق فی الاقوال جمیعا والا فعلیکم بما حررت عضوا علیہ بالنواجذ۔

عورت نے جھوٹی خبر کے طور پر ماضی میں عقد کے بارے میں کہا ہو، اور اگر انھوں نے اس سے انشاءِ نکاح کا ارادہ کیا تو یہ نکاح منعقد ہوگا، اچھے فہم پر اللہ تعالٰی کی حمد ہے۔ **اقول** میری تقریر سے آپ پر واضح ہوگیا کہ جو کچھ امام قاضیخان اور محقق علی الاطلاق نے فرمایا وہی حق ہے اور وہ عام ائمہ کرام کی تصحیح کے ہرگز خلاف نہیں ہے کیونکہ ان ائمہ نے یہی تصحیح کی ہے کہ صرف اقرار سے نکاح منعقد نہ ہوگا کیونکہ اقرار ماضی کے بارے میں خبر کا نام ہے جس وجہ سے امام قاضی خان نے نکاح نہ ہونے کی تصریح کی ہے، لیکن اگر مرد وعورت نے نکاح منعقد کرنے یعنی انشاءِ نکاح کے ارادے سے اقرار کیا تو یہ معنی اخبار نہ ہوگا بلکہ انشاء ہوگا جبکہ اقرار تو خبر کو کہتے ہیں، پس فقہاء اور امام کے قول کے موافق اور تمام تصحیحات میرے فتوے پر مجتمع ہوگئیں، اور اگر ذخیرہ کی عبارت کو اسی معنی میں لیا جائے جو میں نے پہلے ذکر کیا ہے تو اس سے تمام اقوال میں بھی موافقت ہوجائے گی ورنہ میری تحریر کو مضبوطی سے اپناؤ۔ (ت)

اقول[۱۶] اب یہاں ایک اور مسئلہ خلافیہ وارد ہوگا کہ جس طرح نکاحِ مسلم میں وقت ایجاب وقبول دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں عاقل بالغ آزاد اور نکاحِ مسلم میں انھیں اوصاف کے خاص مسلمین کا حاضر ہونا بالاتفاق اور ان کا کلامِ عاقدین معاً سننا عند الجمہور علی المذہب المنصور شرط وضرور ہے آیا یونہی اُن کا کلامِ عاقدین سمجھنا بھی شرط ہے یا نہیں، مثلاً اگر دو ہندیوں کے سامنے مرد وزن نے عربی میں ایجاب وقبول کرلیا وہ نہ سمجھے آیا یہ نکاح فاسد ہوگا یا صحیح، علمائے کرام کے اس میں دونوں قول منقول ہوئے۔

جزم بالاول العلامۃ الزیلعی فی التبیین و

امام زیلعی نے تبیین میں اور محقق علی الاطلاق نے

www.alahazratnetwork.org

[۱] شرح النقایۃ للبرجندی کتاب النکاح نولکشور لکھنؤ ۲/ ۳،۴

المحقق على الاطلاق فی الفتح والمولى الغزی فی متن التنویر وصححه فی الجوهرة وقال فی الذخیرة والظهیریة وخزانة المفتین والسراج الوهاج وشرح النقایة للقہستانی والبرجندی ومجمع الانهر والهندیة انه الظاهر[1] وكذا اختاره فقیه النفس فی الخانیة وضعف خلافه قال الذخیرة ثم البحر ثم الدر ومجمع الانهر فكان هو المذهب[2]، وجزم بالثانی فی الفتاوى وكذا ذكره البقالی وقال فی الخلاصة وجواهر الاخلاطی انه الاصح[3]، وفی مجمع الانهر عن النصاب علیه الفتوى[4] ولم یتعرض لقید الفهم فی مختصر القدوری والوقایة والنقایة والكنز والاصلاح والایضاح والملتقى وكلاهما روایة عن مدار المذهب محمد رضی الله تعالى عنه كما فی الفتح۔

فتح میں پہلے پر جزم کیا ہے اور غزی نے تنویر کے متن میں ذکر کیا اور جوہرہ میں اس کی تصحیح کی۔ ذخیرہ، ظہیریہ، خزانۃ المفتین، سراج الوہاج، قہستانی اور برجندی نے اپنی شرحوں، مجمع الانہر اور ہندیہ میں فرمایا کہ یہ ظاہر ہے، اور یونہی قاضی خان نے خانیہ میں اس کو پسندیدہ قرار دیا اور اس کے خلاف کو ضعیف کہا ہے، اور ذخیرہ، بحر، در، مجمع الانہر نے کہا کہ یہی مذہب ہے اور دوسرے (صحیح) پر جزم کا اظہار فتاوٰی میں کیا اور یوں اس کو بقالی نے ذکر کیا۔ اور خلاصہ اور جواہر الاخلاطی میں کہا کہ یہ ظاہر ہے۔ اور مجمع الانہر میں نصاب کے حوالے سے کہا کہ اس پر فتوٰی ہے۔ اور مختصر القدوری، وقایہ، نقایہ، کنز، اصلاح، ایضاح اور ملتقی میں فہم کی قید کو ذکر نہیں کیا، جبکہ یہ دونوں قول مدار مذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہیں، جیسا کہ فتح میں مذکور ہے۔ (ت)

اور توفیق نفیس یہ ہے کہ معنے الفاظ سمجھنا ضرور نہیں مگر اس قدر سمجھنا ضرور ہے کہ یہ عقد نکاح ہو رہا ہے،

[1] شرح النقایۃ للبرجندی	کتاب النکاح	نولکشور لکھنؤ	۲/۲
مجمع الانہر	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۱/۳۲۱
[2] مجمع الانہر	کتاب النکاح	" "	" "
[3] جواہر اخلاطی	"	قلمی نسخہ	ص ۴۷
[4] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۱/۳۲۱

اقول وقد کان سنح لی ھذا ثم رأیتہ للعلامۃ مصطفی الرحمتی لمحشی الدر وقال فی رد المحتار ووفق الرحمتی بحمل القول بالاشتراط علی اشتراط فھم انہ عقد نکاح والقول بعدمہ علی عدم اشتراط فھم معانی الالفاظ بعد فھم ان المراد عقد النکاح[1] اھ وھو کما تری حسن جدا **اقول** ومن علم الفقہ و الحکمۃ فی اشتراط الشہادۃ فی عقد النکاح اتقن بھذا التوفیق فان من علم ان ھذا نکاح فقد شہد العقد و ان لم یقف علی خصوص ترجمۃ الالفاظ ومن لم یفھم فکأن لم یسمع ومن لم یسمع فکأن لم یحضر وبتقریری ھذا یتضح لک ان الاجتزاء بذکر الحضور او بہ وبالسماع او ذکرھما مع الفھم کل یؤدی مؤدی واحدا عند التدقیق واللہ ولی التوفیق۔

اقول مجھے یہ واضح ہوا، پھر اس کے بعد مجھے یہ بات دُر کے محشی علامہ مصطفےٰ رحمتی کے ہاں مل گئی۔ اور رد المحتار میں فرمایا کہ علامہ رحمتی نے فہم کی شرط والے قول اور فہم کی شرط نہ ہونے والے قول میں یوں تطبیق دی ہے ــــــــــــــــ ــــــــــــــــ کہ جہاں فہم کی شرط کا قول ہے اس سے مراد نکاح ہونے کا فہم ہے اور جہاں فہم کی شرط کی نفی ہے اس سے نکاح کے وقت بولے جانے والے الفاظ کے فہم کی نفی مراد ہے بشرطیکہ نکاح ہونا سمجھا گیا ہو اھ آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ بہت اچھی تطبیق ہے **اقول** جس کو عقدِ نکاح میں گواہوں کے موجود ہونے کی شرط کی حکمت معلوم ہے وہ اس تطبیق کی توثیق کرے گا کیونکہ جس نے گواہوں میں سے یہ معلوم کر لیا کہ یہ نکاح ہے تو نکاح کا گواہ ہو گیا اگرچہ اس نے الفاظ کا ترجمہ نہ سمجھا، اور جس کو نکاح کا فہم نہ ہوا گویا اس نے سُنا ہی نہیں اور جس نے نہ سنا گویا وہ مجلس نکاح میں حاضر نہ ہوا۔ میری اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ نکاح کے جواز میں صرف گواہوں کا حاضر ہونا یا گواہوں کی حاضری اور سماع، یا ان دونوں کے ساتھ فہم کا ذکر حقیقۃً ان سب کا مقصد ایک ہی ہے، اور اللہ سبحانہ تعالٰی توفیق کا مالک ہے۔ (ت)

پس مسئلہ دائرہ میں جبکہ مرد و زن اُن الفاظ سے قصدِ انشاء کریں اُس کے ساتھ یہ بھی ضرور کہ دو شاہد بھی ان کی اس گفتگو کو عقدِ نکاح سمجھیں خواہ بذریعہ قرائن یا خود عاقدین کے مطلع کر رکھنے سے ورنہ اگر سب حضار نے اسے محض اخبار جانا تو فاہمین انہ نکاح صادق نہ آیا اور نکاح صحیح نہ ہوا۔

---

[1] رد المحتار کتاب النکاح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۶۳

www.alahazratnetwork.org

هذا ما قلته تفقها ثم رأيت فی رد المحتار، قال حاصل ما فی الفتح و ملخصه انه لابد فی کنایات النکاح من النیة مع قرینة او تصدیق القابل للموجب وفهم الشهود المراد او اعلامهم به اھ[1] فاتضح المرام والحمد لله ولی الانعام اقول وینبغی ان یکون الاعلام قبل العقد کما اشرت الیه لیکونا جامعی شرائط الشهادة عند العقد الا تری ان فاهمین فی کلامهم حال ولابد من مقارنة الحال والعامل والله تعالٰی اعلم هذا کله مما فاض علی قلب الفقیر بفیض القدیر والمولٰی تعالٰی اذا شاء الحق الجاهل العاجز بالماهر الخبیر والحمد لله علی حسن التوفیق والهام التحقیق والصلٰوة والسلام علٰی سید العالمین محمد واٰله وصحبه اجمعین۔

یہ میں نے اپنی سمجھ سے کہا پھر میں نے ردالمحتار میں دیکھا اُنھوں نے فرمایا کہ فتح کا ماحاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ کنایاتِ نکاح میں نیت مع قرینہ، یا قبول کرنے والے کا ایجاب کرنے والے کی تصدیق کرنا اور گواہوں کا مراد کو سمجھنا یا ان کو بتایا جانا ضروری ہے اھ پس مقصد واضح ہوگیا اور اللہ تعالٰی مالکِ انعام کے لیے تعریف ہے **اقول** گواہوں کو نکاح کے بارے میں پہلے بتانا مناسب ہے تاکہ وہ نکاح کے وقت شہادت کی شرائط پوری کرسکیں، جیسا کہ میں نے اشارہ کیا ہے، کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ فقہاء نے گواہوں کے فاہم ہونے کو حال قرار دیا ہے جبکہ حال اور اس کے عامل کا مقارن ہونا ضروری ہے اور اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے۔ یہ سب کچھ اس فقیر کے قلب پر فیضان ہُوا مولٰی تعالٰی قادر کے فیض سے، جب اللہ تعالٰی چاہے تو وہ جاہل عاجز کو ماہرِ خبیر سے ملحق کردیتا ہے۔ اور اللہ تعالٰی کے لیے سب تعریفیں ہیں اس کے اچھی توفیق دینے پر اور تحقیق کے الہام پر، محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سید العالمین پر صلٰوۃ وسلام اور ان کی آل و اصحاب پر، آمین! (ت)

پھر جس حالت میں انعقادِ نکاح کا حکم ہو ذکر مہر کی کوئی حاجت نہیں کہ نکاح بے ذکر بلکہ بذکرِ عدمِ مہر بھی صحیح و منعقد ہے کما نصوا علیہ (جیسا کہ اس پر انھوں نے تصریح کی ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ تعالٰی اتم واحکم۔

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۶۹

رسالہ

ماحی الضلالۃ فی انکحۃ الھند وبنجالہ

۱۳۱۷ھ

(بنگال اور ہندوستان میں نکاحوں کے بارے میں کوتاہی کو مٹانے والا)

www.alahazratnetwork.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۲ جمادی الاولٰی ۱۳۱۷ ہجریہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ فی زمانہ جو کہ عقد ہوتے ہیں کہ ایک شخص غیر کو ولی ہندہ نے وکیل قرار دے کر اور دو شخص اور ہمراہ اُس کے واسطے گواہی کے مقرر کرکے واسطے اجازت لینے نکاح کے ہندہ کے پاس بھیجے وہ شخص کسی کا سر اور کسی کا پاؤں کچلتا ہوا ہنگامۂ مستورات میں جاکر قریب ہندہ کے بیٹھا اور یہ کلمات کہے کہ تو مجھ کو واسطے عقد اپنے کے وکیل کردے وہ بیچاری بباعث رواج اس ملک اور شرم کے گویا ہوتی ہے، اکثر مستورات اس کو فہمائش کرتی ہیں مگر وہ نہیں جواب دیتی اور بعض بعض کچھ گریہ یا "ہوں" کا اشارہ کردیتی ہیں، بعدہ وکیل صاحب باہر تشریف مع دونوں گواہوں کے لاکر دولہا کے روبرو آکر بیٹھتے ہیں اور واسطے دولہا کے ایک شخص اور، کہ دعوٰی قضا کا رکھتے ہیں اور پیشہ کفش دوزی یا خیاطی یا نوربافی کا کرتے ہیں وہ بھی بیٹھے ہیں .... جو کہ وکیل صاحب مع گواہوں کے تشریف لائے تھے وہ قاضی صاحب سے سلام علیک کرکے رُوبرو دُولہا کے بیٹھ گئے، قاضی صاحب نے وکیل صاحب کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ آپ کا آنا کہاں سے ہوا، وکیل صاحب نے درجواب اس کے ارشاد کیا کہ دختر فلاں نے واسطے عقد اپنے کے مجھ کو وکیل مقرر کرکے

بھیجا ہے اور میری وکالت کے یہ دونوں شخص گواہ ہیں آپ اس کا عقد نوشہ ہذا کے ساتھ کر دیجئے۔ قاضی صاحب نے بعد طے ہونے گفتگو عقد اور تعین مہر مبلغ ایک لاکھ روپے اور بیس دینار سرخ سوائے نان نفقہ کے نوشہ کی طرف متوجہ ہو کر خیال کیا کہ کنگنہ جو ہاتھ میں دولھا کے بندھا تھا وہ کھول کر علیحدہ رکھ دیا اور سہرا کو لوٹ کر شملہ پر لپیٹ دیا اور یہ کلمات فرمائے کہ فلاں شخص کی دختر کو بوکالت فلاں شخص اور بہ گواہی فلاں فلاں شخص کے بالعوض اس قدر مہر سوائے نان نفقہ کے بیچ نکاح تیرے کے دی میں نے، قبول کی تُو نے۔ اس نے کہا قبول کی میں نے۔ بعد کو وکیل صاحب مع گواہوں کے چلے گئے، اور قاضی صاحب بھی اپنا حقِ نکاح خوانی مع دو رکابی پلاؤ کے لے کر تشریف لے گئے۔ دُولھا نے وہ کنگنہ پھر اپنے ہاتھ میں باندھ لیا، آیا یہ نکاح درست ہوا یا نہیں؟ اور جو کہ اولاد ہُوئی وہ حرام کی ہوئی یا حلال کی ہوئی؟ اور قول زید کا یہ ہے کہ نکاح درست نہیں ہوا اور جو کہ اولاد ہُوئی وہ حرامی ہُوئی اور شناخت حرام اور حلال کی یہ ہے کہ جو اولاد ایسے نکاحوں سے ہوتی ہے اُن سے اکثر یہ فعل سرزد ہوتے ہیں جیسے زنا یا شراب خوری یا قمار بازی یا لواطت۔ سوا اس کے جو فعل ناشائستہ ہیں وُہ سرزد ہوتے ہیں یا کہ والدین سے جنگ جدال کرنا اور بزرگ کا لحاظ پاس نہ کرنا، یہ فعل اولاد صالح اور حلال سے ہرگز عمل میں نہیں آئیں گے۔ اور قول عمرو کا یہ ہے کہ کچھ اس نکاح میں قباحت نہیں اور نہ اولاد حرام ہو سکتی ہے کیونکہ قدیم سے یہی رسم چلی آتی، اگر ایسا ہو تو سب مخلوق خدا حرامی ہوگی۔ آیا قول زید کا درست ہے یا عمرو کا؟ اور قول زید کا یہ ہے کہ بالفرض کنگنہ بھی نہیں ہے اور نکاح بھی اصالۃً یا وِلایۃً یا کہ جو وکیل ہے اسی نے ایجاب قبول کرایا اور بعد اس کے کلمات کفر کے طرفین سے خواہ شوہر یا عورت سے سرزد ہُوئے اور ان کو تمیز نہیں ہے کہ یہ کلمات کفر ہیں جب بھی نکاح جاتا رہے گا اور جو قبل از توبہ اور سرِنو ایجاب قبول کرنے کے اولاد ہوگی وُہ بھی حرامی ہوگی۔ بینوا توجروا من اللہ۔

الجواب

ظاہر ہے کہ عورت سے اذن بھی لیا جاتا ہے کہ عاقلہ بالغہ ہو، اور بیشک عاقلہ بالغہ کا اذن شرعاً معتبر اور بیشک دوشیزہ کا سکوت بھی اذن۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم البکر تستأذن فی نفسھا واذنھا صماتھا[1]۔ رواہ احمد والستۃ

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: باکرہ لڑکی سے اس کی ذات کے بارے میں اجازت لی جائے اور اجازت کے جواب میں خاموشی باکرہ کی

---

[1] صحیح مسلم باب استیذان الثیب فی النکاح بالنطق والبکر بالسکوت قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۵۵

الاالبخاری عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اجازت ہوگی۔امام احمد نے اور صحاح ستہ میں ماسوائے بخاری کے اس کو ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔(ت)

مگر یہ اسی وقت ہے جبکہ ولی اقرب اس سے اذن لے ورنہ مجرد خاموشی اذن نہ ٹھہرے گی۔درمختار میں ہے:

فان استاذنہا غیر الاقرب کاجنبی او ولی بعید فلا عبرۃ لسکوتہا[1] الخ۔

اگر باکرہ سے ولی اقرب کا غیر مثلاً کوئی اجنبی یا ولی بعید اجازت طلب کرے تو یہاں باکرہ کی خاموشی رضا میں معتبر نہیں الخ(ت)

اور بیشک اکثر لوگ جو وکیل کئے جاتے ہیں اجنبی یا ولی بعید ہوتے ہیں تو ایسی حالت میں اگر انھوں نے اذن لے لیا اور دوشیزہ نے سکوت کیا تو سرے سے انھیں کے لئے وکالت ثابت نہ ہوئی اور اگر اس نے صاف "ہوں" کہہ دیا یا ولی اقرب کے اذن لینے پر سکوت کیا تو اس کے لیے وکالت حاصل ہوگئی مگر وکیل بالنکاح کو شرعاً اتنا اختیار ہے کہ خود نکاح پڑھائے نہ کہ دوسرے کو پڑھانے کی اجازت دے جب تک ماذونِ مطلق یا صراحۃً دوسرے کو وکیل کرنے کا مجاز نہ ہو بغیر اس کے اگر اس نے دوسرے سے پڑھوایا تو صحیح مذہب پر نکاح بلا اذن ہوگا اگرچہ عقد اس کے سامنے ہی واقع ہو،

www.alahazratnetwork.org

فی رد المحتار عن العلامۃ الرحمتی عن العلامۃ الحموی عن کلام الامام محمد فی الاصل ان مباشرۃ وکیل الوکیل بحضرۃ الوکیل فی النکاح لاتکون کمباشرۃ الوکیل بنفسہ بخلافہ فی البیع[2] الخ اقول نص الغمز عن الولوالجیۃ ھکذا الوکل رجلا فوکل الوکیل غیرہ وفعل الثانی بحضرۃ الاول فان کان بیعا اوشراء یجوز وماعدا البیع والشراء من الخصومۃ والتقاضی والنکاح والطلاق وغیر ذٰلک

ردالمحتار میں علامہ رحمتی نے علامہ حموی کے حوالے سے اصل (مبسوط) میں ذکر شدہ امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا کلام نقل کیا ہے کہ نکاح میں خود وکیل کی موجودگی میں وکیل کی بات معتبر نہیں ہے، بیع کا معاملہ اس کے برخلاف ہے اقول میں کہتا ہوں کہ غمز نے ولوالجیہ سے یوں نقل کیا ہے کہ اگر کسی نے کسی کو اپنا وکیل بنایا اور وکیل نے کسی دوسرے کو اپنا وکیل بنالیا اور اگر دوسرے وکیل نے پہلے وکیل کی موجودگی میں عمل کیا تو ایسی صورت میں اگر بیع وشراء کا معاملہ ہو تو جائز ہے اور اس کے علاوہ دیگر امور مثلاً عدالتی مطالبہ، نکاح،

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

[2] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۰۰

ذکر عصام فی مختصرہ انہ یجوز، وذکر محمد فی الاصل انہ لایجوز فانہ قال اذا فعل الثانی بحضرۃ الاول لم یجز الا فی البیع والشراء وھو الصحیح[1] اھ ملخصا، فاذا کان ھذا ھو مفاد الاصل وقد ذیل بالتصحیح فانقطع الخلاف واضمحلت الروایۃ النادرۃ وسقط ما فی الخانیۃ فکیف بما فی القنیۃ وان ایدہ العلامۃ الطحطاوی وترکہ علامۃ البحر فی البحر والمحقق العلائی فی الدر مستشکلا ولاغرو فقد شہدت کلماتہم رحمہم اللہ تعالٰی انہم لم یطلعوا اذ ذاک علی کلام الاصل اصلا حیث لم یلموا بہ المامًا ولا اشتموا منہ اشماما، ولکن العجب من خاتمۃ المحققین العلامۃ الشامی قدس سرہ السامی حیث اورد کلام الاصل ثم لم یسمح الا باستظہار عدم الجواز مریدابہ عدم النفاذ اذ العقد عقد فضولی فکانہ اقتصر علی النقل عن العلامۃ مصطفٰی ولو راجع الغمز لرأی تصحیح الامام الولوالجی لما فی الاصل ومعلوم ان

طلاق وغیرہ ہوں تو عصام نے اپنی مختصر میں ذکر کیا ہے کہ ان امور میں بھی اس کا عمل جائز ہے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے اصل میں ذکر کیا ہے کہ یہ جائز نہیں ہے تو یوں فرمایا کہ اگر دوسرا وکیل پہلے وکیل کی موجودگی میں عمل کرے تو بیع وشراء کے علاوہ میں جائز نہیں ہے اور یہی صحیح ہے اھ ملخصا، جب اصل (مبسوط) کا مفاد یہی ہے اور اسی ضمن میں اس کی تصحیح کردی گئی ہے تو اس کا خلاف ختم اور نادر روایت کمزور ثابت ہوگئی اور خانیہ کا بیان ساقط ہوگیا، تو اب قنیہ کے بیان کی کیا حیثیت ہے اگرچہ علامہ طحطاوی نے اس کی تائید کی ہے اور پھر اس کو علامہ بحر نے بحر میں اور محقق علائی نے دُر میں باعثِ اشکال قرار دیا ہے اور کوئی امید نہیں ان حضرات نے اصل کے بیان پر اطلاع نہ پائی ہو جیسا کہ ان حضرات کے کلام سے عیاں ہورہا ہے کہ انھوں نے اصل کے مضمون کو چھوا تک نہیں ہے لیکن علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے بارے میں تعجب ہے کہ انھوں نے اصل کے بیان کو ذکر کرنے کے باوجود عدم جواز کے اظہار کے علاوہ کچھ تعرض نہ فرمایا حالانکہ وہ اس کے نفاذ کے خواہاں نہیں ہیں کیونکہ دوسرے وکیل کا نکاح میں یہ عمل عقدِ فضولی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ علامہ شامی نے علامہ مصطفٰی کی نقل کو کافی سمجھا اور اگر وہ غمز کی طرف رجوع کرتے تو امام ولوالجی کا اصل کی عبارت کو صحیح قرار دینا دیکھ لیتے

---

[1] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر کتاب الوکالۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۱۱

www.alahazratnetwork.org

روایة الاصول اذ اصححت سقطت کل روایة سواھا فکان السبیل الجزم دون مجرد الاستظھار ، واللہ ولی التوفیق۔

کیونکہ یہ بات مسلّمہ ہے کہ جب اصول کی روایات کی تصحیح ہوجائے تو باقی تمام روایات ساقط قرار پاتی ہیں اس لیے مناسب تھا کہ علامہ شامی صرف اظہار کی بجائے اپنے جزم کو کام میں لاتے ، اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے۔ (ت)

بہرحال مذہب راجح پر یہ نکاح نکاح فضولی ہوتے ہیں اور نکاحِ فضولی کو مذہب حنفی میں باطل جاننا محض جہالت و فضول بلکہ باجماعِ ائمہ حنفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہم منعقد ہوجاتا ہے اور اجازت اصیل پر (کہ یہاں وہ عورت ہے جس کے بے اذن اس کا نکاح غیر وکیل نے کردیا) موقوف رہتا ہے اگر وہ اجازت دے نافذ ہوجائے اور رَد کردے تو باطل،

کماھو حکم تصرفات الفضولی جمیعا عندنا کما صرح بہ فی عامۃ کتب المذھب۔

جیسا کہ فضولی کے تمام تصرفات کا ہمارے ہاں حکم ہے جس کی تمام کتب مذہب میں تصریح ہے (ت)

عالمگیری میں ہے،

لایجوز نکاح احد علٰی بالغۃ صحیحۃ العقل من اب اوسلطان بغیر اذنھا بکرا کانت او ثیبا فان فعل ذٰلک فالنکاح موقوف علٰی اجازتھا فان اجازتہ جاز وان ردتہ بطل کذا فی السراج الوھاج[1]

عاقلہ بالغہ کی مرضی کے خلاف باپ یا حاکم کا کیا ہُوا نکاح اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہوگا خواہ وہ عاقلہ بالغہ باکرہ ہو یا ثیبہ۔ اگر ایسا ہوا تو اس کی اجازت پر موقوف ہوگا ، وہ جائز قرار دے تو جائز ہوگا ورنہ اگر رَد کردے تو وہ نکاح باطل ہوجائیگا' سراج وہاج میں یوں ہی ہے۔ (ت)

پھر اجازت جس طرح قول سے ہوتی ہے مثلاً عورت خبر نکاح سُن کر کہے میں نے جائز کیا یا اجازت دی یا راضی ہوئی یا مجھے قبول ہے یا اچھا کیا یا خدا مبارک کرے الٰی غیر ذٰلک من الفاظ الرضا (علاوہ ازیں تمام وہ الفاظ جو رضا پر دلالت کرتے ہیں۔ ت) یونہی اس فعل یا حال سے بھی ہوجاتی ہے جس سے رضامندی سمجھی جائے مثلاً عورت اپنا مہر مانگے یا نفقہ طلب کرے یا مبارکباد لے یا خبر نکاح سُن کر خوشی سے ہنسے یا مسکرائے یا اپنا جہیز شوہر کے گھر بھجوائے یا اس کا بھیجا ہُوا مہر لے لے یا اُسے بلا جبر و اکراہ اپنے ساتھ جماع یا بوس و کنار و مساس کرنے دے یا تنہا مکان میں اپنے ساتھ خلوت میں آنے دے یا اُس کے

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الرابع فی الاولیاء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۸۷

کام خدمت میں مشغول ہو جبکہ نکاح سے پہلے اس کی خدمت نہ کیا کرتی ہو و نحو ذٰلک من کل فعل یدل علی الرضا (اور یونہی اس قسم کے تمام وہ افعال جو رضامندی پر دلالت کرتے ہیں۔ ت) ان سب صورتوں میں وہ نکاح کہ موقوف تھا جائز و نافذ و لازم ہوجائے گا۔ عالمگیری میں ہے:

کما یتحقق رضاھا بالقول کقولہا رضیت وقبلت واحسنت واصبت وبارک اللہ لک اولنا ونحوہ یتحقق بالدلالۃ کطلب مہرھا ونفقتہا وتمکینہا من الوطی وقبول التہنیۃ والضحک بالسرور من غیر استہزاء کذا فی التبیین[1]

جیسا کہ، میں راضی ہوں، میں نے قبول کیا، تُونے اچھا کیا، تُونے درست کیا، اللہ تعالٰی تجھے برکت دے یا ہمیں برکت دے جیسے الفاظ سے عاقلہ بالغہ کی رضامندی ثابت ہوتی ہے یُوں ہی ان افعال سے دلالۃً رضا ثابت ہوگی مثلاً مہر طلب کرنا، نفقہ طلب کرنا، وطی کی اجازت دینا، مبارکباد قبول کرنا، خوشی سے ہنسنا وغیرہ، جیسا کہ تبیین میں ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

وان تبسمت فہو رضاھو الصحیح من المذھب ذکرہ شمس الائمۃ الحلوانی کذا فی المحیط[2]

اگر وہ خوشی سے تبسم کرے تو وہ رضا ہے، یہی صحیح مذہب ہے اس کو شمس الائمہ حلوانی نے ذکر کیا جیسا کہ محیط میں ہے۔ (ت)

خانیہ میں ہے:

الرضا باللسان او الفعل الذی یدل علی الرضا نحو التمکین من الوطی وطلب المہر وقبول المہر دون قبول الہدیۃ وکذا فی حق الغلام[3]

رضا زبانی اور عملی دونوں طرح ہوتی ہے یہ ان امور میں ہے جو رضا پر دلالت کریں، جیسے وطی کی اجازت، مہر طلب کرنا، مہر کو وصول کر لینا، بخلاف ہدیہ قبول کرنے کے کہ یہ تنہا رضامندی نہ ہوگی۔ لڑکے کے بارے میں بھی ایسا ہی ہے۔ (ت)

حاشیہ طحطاویہ میں زیر قول درمختار وقبول التہنیۃ والضحک سرورا ونحو ذٰلک (مبارکباد قبول کرنا، ہنسنا خوشی میں وغیرہ۔ ت) ہے کامرھا بحمل جہازھا الی بیت الزوج[4] (جیسے لڑکی کا جہیز کے سامان

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الرابع فی الاولیاء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸۹
[2] " " " " " ۱/۲۸۷
[3] فتاوٰی قاضی خان فصل فی شرائط النکاح نولکشور لکھنؤ ۱/۱۵۸
[4] حاشیہ طحطاوی علی الدرالمختار کتاب النکاح باب الولی دارالمعرفۃ بیروت ۲/۳۲

کو خاوند کے ہاں منتقل کرنے کا کہنا۔ت) ردالمحتار میں ہے:

فی البحر عن الظہیریۃ لوخلاھا برضاھا ھل یکون اجازۃ لارو ایۃ لھذہ المسئلۃ وعندی ان ھذہ اجازۃ اھ وفی البزازیۃ الظاہر انہ اجازۃ[1] اھ مافی الشامیۃ اقول[2] ومن ھھنا زدت المس والتعانق والتقبیل لان الخلوۃ برضاھا لما کانت امارۃ الرضا فھذہ الافعال اجدر واحری کما لایخفی۔

بحر میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ لڑکی کی رضامندی سے وہ شخص خلوت کرلے تو کیا یہ لڑکی کی طرف سے نکاح کو جائز قرار دینا ہے یا نہیں تو اس مسئلہ کی روایت نہیں ہے اور میرے نزدیک یہ اجازت ہے اھ۔ بزازیہ میں ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ یہ اجازت ہوگی اھ شامی کی عبارت ختم ہوتی۔ اقول یہاں پر میں نے چھونا، معانقہ، بوسہ کو مزید بڑھایا کیونکہ جب خلوت رضا کی دلیل ہے تو یہ امور رضا پر دال ہونے میں زیادہ واضح ہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔(ت)

حاشیتین علامہ طحطاوی وشامی میں ہے:

قولہ بخلاف خدمتہ ای ان کانت تخدمہ من قبل ففی البحر عن المحیط والظہیریۃ ولواکلت من طعامہ اوخدمتہ کما کانت فلیس برضی دلالۃ[3] اھ

ماتن کے قول "لڑکی کا خدمت کرنا" اس کے خلاف ہے یعنی اگر لڑکی نکاح سے پہلے اس شخص کی خادمہ تھی، تو اس بارے میں بحر، محیط اور ظہیریہ سے منقول ہے کہ اگر لڑکی نے اس شخص کا کھانا کھایا یا اس کی خدمت کی تو یہ رضا پر دلیل نہ ہوگی اھ(ت)

ہمارے بلاد میں عام لوگوں خصوصاً شریفوں خصوصاً اغنیاء میں اگرچہ یہ اکثر باتیں شبِ زفاف بلکہ مدت تک اُس کے بعد بھی واقع نہیں ہوتیں، اور بوس وکنار ومساس وجماع جو اس شب ہوتے ہیں غالباً نہایت اظہارِ کراہت ونفرت کے ساتھ ہوتے ہیں جن کے باعث انھیں دلیلِ رضا ٹھہرانے میں وقت ہے مگر اس میں شبہہ نہیں کہ شوہر کو شبِ زفاف تنہا مکان میں اپنے پاس آنے دینا اور اس خلوت پر سوا شرم کے کوئی اثر مترتب نہ ہونا یقیناً ہوتا ہے نکاح نافذ ہوجانے کے لیے اسی قدر بس ہے اور یہ امر قطعاً پیش از جماع واقع ہوتا ہے تو جماع بعد نفاذ ولزوم نکاح واقع ہوا اور اولاد اولادِ حلال ہوئی بلکہ[ب] اگر مقاصد شرعِ مطہر اور اپنے بلاد کے حالات کو پیشِ نظر رکھ کر نگاہِ دقیق فقہی سے کام لیجئے تو شبِ اوّل شوہر کو اپنے ساتھ جماع پر قدرت دینا بھی حقیقۃً رضا ہے

---

[1] ردالمحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۰۱

[2] " " " " ۲/ ۳۰۲

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب النکاح دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۳۲

www.alahazratnetwork.org

اگرچہ بظاہر ہزار اظہار تنفر کے ساتھ ہو کہ یہ کراہتیں جیسی ہوتی ہیں سب کو معلوم ہے بحقیقت حال یوں منکشف ہو کہ اُس مرد کی جگہ کسی اجنبی کو فرض کیجئے جس سے اس کا نکاح نہ کیا گیا ہو کیا اس وقت بھی یہ ایسی ہی ظاہری کراہتوں پر قناعت کرکے بالآخر جماع پر قدرت دے دے گی حاشا وکلا، تو صاف ثابت کہ یہ سب امور حقیقۃً قبول نکاح سے ناشی ہوتے بلکہ اس سے پہلے رخصت ہو کر جانا بھی اگرچہ بوجہ مفارقت اعزہ وخانہ مالوفہ نہایت گریہ وبکا کے ساتھ ہو انصافاً دلیل رضا ہے کہ اگر اُسے اپنا شوہر ہونا پسند نہ کرتی اجنبی جانتی ہرگز زفاف کے لیے رخصت ہو کر اس کے یہاں نہ جاتی بلکہ اس سے بھی پہلے آرسی مصحف یعنی جلوہ کی رسم جہاں ہے بشرطیکہ عورت پہلے سے اس کے سامنے نہ آتی ہو وہ بھی دلیل قبول ہے کہ اگر غیر مرد سمجھتی زنہار منہ دکھانے پر راضی نہ ہوتی اسی طرح مٹھی کھلوانے وغیرہ کی رسمیں بھی کہ جلوہ سے بھی پیشتر ہوتی ہیں دلالت وعلامت قرار پاسکتی ہیں اور ان تمام باتوں میں بکر وثیب یکساں ہیں کہ ان میں صرف مسئلہ سکوت میں فرق ہے باقی دلالتیں دونوں میں برابر ہیں تبیین الحقائق میں ہے:

لافرق بینھما فی اشتراط الاستئذان والرضا وان رضاھما قد یکون صریحا وقد یکون دلالۃ غیر ان سکوت البکر رضا دلالۃ لحیائھا دون الثیب۔[1]

باکرہ اور ثیبہ دونوں کا معاملہ اجازت طلب کرنے اور رضا حاصل کرنے میں مساوی ہے اور ان کی رضا کبھی صریحاً اور کبھی دلالۃً ہوتی ہے ہاں صرف اجازت کے موقعہ پر سکوت کے بارے میں فرق ہے کہ باکرہ کا سکوت اس کے حیاء کی وجہ سے رضا کی دلیل ہے مگر ثیبہ کیلئے نہیں۔(ت)

www.alahazratnetwork.org

غرض جب شرع سے قاعدہ کلیہ معلوم ہولیا کہ جس فعل سے اس نکاح پر عورت کی رضا ثابت ہو اذن و اجازت ہے اور بنظرِ تحقیق وانصاف جب اُس شخص اور مرد اجنبی کے ساتھ موازنہ کرتے ہیں تو یہ امور دلیل رضا و قبول نکلتے ہیں تو نفاذ نکاح کا انکار نہ کرے گا مگر جاہل بلکہ جب یہ طریقہ نکاح ہمارے بلاد میں عام طور پر رائج اور معلوم ہے کہ وکیل خود نہ پڑھائے گا دوسرے سے پڑھوائے گا تو کہہ سکتے ہیں کہ ضمن اذن میں دوسرے کو اذن دینے کا بھی عرفاً اذن مل گیا فان المعروف کالمشروط کما ھو من القواعد المقررۃ الفقھیۃ (جیسا کہ فقہی قواعد میں ہے کہ معروف، مشروط کی طرح ہے (یعنی عرف میں مقررہ امور بغیر ذکر بھی معتبر ہونگے)۔ت) اور وکیل کو جب اذن توکیل ہو تو بیشک اُسے اختیار ہے کہ خود پڑھائے یا دوسرے کو اجازت دے فی الاشباہ لایوکل الوکیل الا باذن او تعمیم[2] (اشباہ میں ہے کہ کوئی وکیل اپنا نائب وکیل مؤکل کی

[1] تبیین الحقائق باب الاولیاء والاکفاء المطبعۃ الکبری الامیریۃ مصر ۲/ ۱۱۹

[2] الاشباہ والنظائر کتاب الوکالۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۶

اجازت یا عمومی اختیار کے بغیر نہیں بنا سکتا ہے۔ ت) اس تقدیر پر یہ نکاح سرے سے نافذ ولازم واقع ہوا جس کی تنفیذ میں ان تدقیقات کی اصلاً حاجت نہ رہی مگر یہ جب ہی کہہ سکیں گے کہ اس طریقہ نکاح کی شہرت ایسی عام ہو کہ کنواری لڑکیاں بھی اس سے واقف ہوں اور جانتی ہوں کہ وکیل خود نہ پڑھائے گا دوسرے سے پڑھوائیگا

والالولکن معروفا عندھن فلا یجعل کالمشروط فی حقھن تامل وراجع مسئلۃ سعر الخبز وغیرہ فی البلد۔

ورنہ یہ لڑکیوں کے ہاں معروف نہیں ہوگا اس لیے ان کے حق میں مشروط کی طرح نہ ہوگا، غور کرو اور شہر میں روٹی کے بھاؤ وغیرہ کے مسئلہ کی طرف رجوع کرو۔ (ت)

یہ سب اُس تقدیر پر ہے کہ وکیل اصل نے بعد نکاح کوئی کلمہ ایسا نہ کہا جو اس نکاح کی اجازت ٹھہرے ورنہ خود اسی کے جائز کرنے سے جائز ہو جائے گا اگرچہ اسے اذن توکیل اصلاً نہ ہو۔

فی الاشباہ الوکیل اذا وکل بغیر اذن وتعمیم واجاز ما فعلہ وکیلہ نفذ الا الطلاق والعتاق[1]

اشباہ میں ہے کہ اگر موکل کی اجازت کے بغیر یا عمومی اختیار حاصل کئے بغیر وکیل نے از خود دوسرا وکیل بنالیا تو دوسرے وکیل کے لیے عمل کو پہلے وکیل نے جائز قرار دیا تو یہ عمل نافذ ہو جائے گا ماسوائے طلاق اور عتاق کہ ان میں نافذ نہ ہوگا۔ (ت)

حموی میں ہے:

وکذا لو عقد اجنبی فاجاز الاول[2]

یوں ہی اگر وکیل کے لیے کسی اجنبی نے عمل کیا تو وکیل نے اسے جائز قرار دیا۔ (ت)

غرض ہر طرح پیش از جماع ان نکاحوں کے نافذ و لازم ہونے میں شبہہ نہیں تو اولاد قطعاً اولادِ حلال اور بالفرض ان باتوں سے قطع نظر کیجئے اور بتقدیر باطل ہی مان لیجئے کہ اصلاً ان امور سے کچھ واقع نہیں ہوتا تاہم جب ان بلاد میں عام مسلمین کو اس میں ابتلا ہے تو راہ یہی تھی کہ اس روایت پر عمل کریں جسے امام عصام نے اپنے متن میں اختیار فرمایا اور امام فقیہ النفس قاضی خاں نے اپنے فتاوٰی اور زاہدی نے قنیہ میں اس پر جزم کیا اور علامہ سیدی احمد طحطاوی نے اس کی تائید کی یعنی وکیل بالنکاح جب دوسرے کو نکاح پڑھانے کی اجازت دے اور وہ اس کے سامنے پڑھا دے تو نکاح جائز و نافذ ہو جائے گا اگرچہ وکیل کو

---

[1] الاشباہ والنظائر کتاب الوکالۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۱۱-۱۰

[2] غمز عیون البصائر شرح اشباہ والنظائر " " " " ۲/ ۱۱

اذنِ توکیل نہ ہو۔

اما روایۃ عصام فقد سمعت، و اما الامام فقیہ النفس فقال فی وکالۃ الخانیۃ الوکیل بالتزویج لیس لہ ان یوکل غیرہ فان فعل فزوج الثانی بحضرۃ الاول جاز[1] اھ واما القنیۃ ففی الدر لو استأذنہا فسکتت فوکل من یزوجہا ممن سماہ جاز ان عرفت الزوج والمہر کما فی القنیۃ، و استشکلہ فی البحر بانہ لیس للوکیل ان یوکل بلا اذن فمقتضاہ عدم الجواز او انہا مستثناۃ[2] اھ قال ط قولہ فمقتضاہ عدم الجواز قد یقال ان الوکیل فی النکاح وان تعدد سفیر و معبر والحقوق ترجع الی الموکل فاذا لاضیر فی تعددہ لاسیما والزوج والمہر معلومان ویؤید ذٰلک ما ذکرہ المص والشارح فی الوکالۃ حیث قالا الوکیل لایوکل الا باذن آمرہ الا اذا وکلہ فی دفع زکاۃ فوکل اٰخر

لیکن عصام کی روایت تو آپ نے سُن لی مگر امام فقیہ النفس (قاضی خاں) تو اُنھوں نے خانیہ کے باب وکالت میں فرمایا کہ نکاح کے وکیل نے اگر کسی کو وکیل بنایا تو یہ اس کو جائز نہیں، اور بنالیا تو دوسرے نے اگر پہلے کی موجودگی میں نکاح کیا تو جائز ہوگا اھ مگر قنیہ، تو دُر میں ہے کہ اگر وکیل نے لڑکی سے اذن لینا چاہا تو لڑکی خاموش رہی اور وکیل نے دوسرے شخص کو نامزد کیا تاکہ وُہ اس لڑکی کا نکاح کرے تو لڑکی کو اگر زوج کا نام اور مہر معلوم ہوجائے تو اس دوسرے وکیل کا کیا ہُوا نکاح جائز ہوگا، جیسا کہ قنیہ میں ہے اس پر بحر میں اشکال کیا کہ وکیل از خود دوسرا وکیل نہیں بنا سکتا لہذا اس بنا پر دوسرے کا نکاح صحیح نہیں ہونا چاہئے، یا یہ صورت مستثنٰی قرار دی جائے اھ، اس پر طحطاوی نے فرمایا کہ اس کا قول' عدم جواز چاہئے' اس پر یُوں کہا جاسکتا ہے کہ نکاح کا وکیل صرف سفیر اور معبّر ہوتا ہے' وہ اگر متعدد بھی ہوں تو حقوق صرف موکل کی طرف راجع ہوتے ہیں، تو یہ زیادہ بھی ہوں تو کوئی مضر نہیں خصوصاً جبکہ لڑکی کو خاوند اور مہر کا علم ہوجائے، اس کی تائید مصنف اور شارح کے اس بیان سے ہوتی ہے جو انھوں نے وکالت کی بحث میں ذکر کیا ہے جہاں پر انھوں نے

www.alahazratnetwork.org

---

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب الوکالۃ فصل فی التوکیل بالنکاح نولکشور لکھنؤ ۳/ ۵۸۰
[2] درمختار کتاب النکاح باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۲

والوكيل بقبض الدين اذا وكل من فی عياله والاعند تقدير الثمن من المؤكل للوكيل فيجوز التوكيل بلا اجازة لحصول المقصود اھ ففی مسئلتنا هذه تظهر هذه العلة وهی کالمسئلة الاخيرة بجامع التعيين فی کل فتکون مستثناة فتعين الجواب الثانی فی الشرح فتامل اھ[1] ما فی ط۔

فرمایا کہ وکیل بغیر اجازت دوسرا وکیل نہیں بنا سکتا مگر جب کسی وکیل نے زکوٰۃ دینے کے لئے کسی کو اور قرض وصول کرنے میں وکیل نے اپنے عیال کو اور وکیل کیلئے مؤکل کی طرف سے ثمن طے کر دینے کے بعد کسی غیر کو وکیل بنایا تو بلا اجازت یہ وکالت جائز ہوگی کیونکہ اس سے مقصد پورا ہو جاتا ہے اھ تو ہمارے اس مسئلہ میں بھی یہی علت ظاہر ہوتی اور یہ آخری مسئلہ کی طرح ہے کہ ان میں جامع علت متعدد کی تعیین ہے اس لیے یہ مستثنٰی قرار پائے گا اور شارح کا جواب ثانی متعین ہو جائے گا، غور کر۔ طحطاوی کا بیان ختم ہوا۔ (ت)

اور اگر بحالت استیذان غیر اقرب سکوت ہو تو روایت امام کرخی رحمہ اللہ تعالٰی موجود کہ مطلقاً سکوت کافی ہے۔

فی رد المحتار تحت قوله استاذنها غير الاقرب فلا عبرة لسكوتها الخ ومن الكرخی يكفی سكوتها فتح اھ[2]۔

ردالمحتار میں "لڑکی سے اجازت حاصل کرے کوئی غیر اقرب شخص، تو اس صورت میں لڑکی کے سکوت کا اعتبار نہیں الخ" کے تحت فرمایا، اور امام کرخی سے ایک روایت میں ہے کہ اس کا سکوت رضامندی کے لیے کافی ہے، فتح اھ (ت)

مقاصد شرع سے ماہر خوب جانتا ہے کہ شریعت مطہرہ رفق وتیسیر پسند فرماتی ہے نہ معاذ اللہ تضییق وتشدید، ولہذا جہاں ایسی دقتیں واقع ہوتیں علمائے کرام انہیں روایات کی طرف جھکے ہیں جن کی بناء پر مسلمان تنگی سے بچیں۔ ردالمحتار کی کتاب الحدود میں ہے:

هو خلاف الواقع بين الناس وفيه حرج عظيم لانه يلزم منه تاثيم الامة[3]۔

یہ لوگوں میں مروج کے خلاف ہے اور بہت بڑا حرج ہے کیونکہ اس سے پوری امت کو گنہگار ٹھہرانا لازم آتا ہے۔ (ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب النکاح باب الولی دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۳۰۔۲۹

[2] ردالمحتار کتاب النکاح باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۰۱

[3] ردالمحتار کتاب الحدود مطلب فیمن وطئ من زفت الیہ " " " " " " ۳/ ۱۵۵

اسی کی کتاب الحظر میں ہے :

ھو ارفق باھل ھذا الزمان لئلا یقعوا فی الفسق والعصیان[1]

یہ بات موجودہ زمانہ کے لوگوں کے لیے بڑی رعایت ہے تاکہ وہ فسق اور گناہ میں مبتلا نہ قرار پائیں۔ (ت)

اسی کی کتاب البیوع میں ہے :

لایخفی تحقق الضرورۃ فی زماننا ولاسیما فی مثل دمشق الشام، فانہ لغلبۃ الجھل علی الناس لایمکن الزامھم بالتخلص باحد الطرق المذکورۃ وان امکن ذٰلک بالنسبۃ الی بعض افراد الناس لایمکن بالنسبۃ الی عامتھم وفی نزعھم عن عادتھم حرج وماضاق الامر الا اتسع ولایخفی ان ھذا مسوغ للعدول عن ظاھر الروایۃ کما یعلم من رسالتنا المسماۃ نشر العرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف فراجعھا[2] اھ ملخصًا۔

ہمارے زمانہ میں اس ضرورت کا پایا جانا واضح ہے خصوصًا شام میں دمشق جیسے شہر کے لیے کیونکہ لوگوں میں جہالت کے غلبہ کی وجہ سے ان کو مذکورہ طریقوں میں سے کسی طریقہ سے باز رہنے کا پابند نہیں کیا جاسکتا، اگرچہ بعض لوگوں کو پابند بنانا ممکن ہے مگر عام لوگوں کے لیے یہ ممکن نہیں ہے، جبکہ عوام کو ان کی عادت سے منع کرنا ان کے لیے تنگی کا باعث ہے، اور جہاں معاملہ تنگ ہوتا ہے تو وہ وسعت کا باعث ہوتا ہے اور یہ بات مخفی نہ رہے کہ ظاہر روایت سے اختلاف کی وجہ یہی چیز ہوتی ہے جیسا کہ ہمارے رسالہ "نشر العرف فی بناء الاحکام علی العرف" سے معلوم کیا جاسکتا ہے، تو اس کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ اھ، ملخصًا۔ (ت)

پس روشن ہوگیا کہ اگر روایات عصام وکرخی ہی پر مسلمانوں کا ان سخت آفتوں سے بچانا منحصر ہوتا تو انھیں پر بنائے کار چاہیے تھی نہ کہ مذاہب صحیحہ مشہورہ معتمدہ پر بالیقین یہ نکاح جائز و نافذ ہوں پھر بزور زبان یہاں کے عام مسلمان مردوں، مسلمان عورتوں، خدا کے پاکیزہ بندوں، ستھری بندیوں کو معاذ اللہ زانی و زانیہ و اولاد الزنا قرار دیا جائے، ایسی ناپاک جرأت نہ کرے گا مگر سخت ناخدا ترس۔

یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مؤمنین[3]۔

اللہ تمھیں نصیحت فرماتا ہے کہ پھر ایسا نہ کہنا اگر ایمان رکھتے ہو۔

---

[1] رد المحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۵

[2] " کتاب البیوع مطلب فی بیع الثمر والزرع الخ " " " " ۴/ ۳۹

[3] القرآن ۲۴/ ۱۷

اور اس کے باقی بذیانات کو ولد حلال و حرام کی تمیز جیسی وچناں ہے کلات جنوں سے بہت مشابہ جو بشدتِ اہوال قابلِ جواب نہیں **البتہ** اس قدر ضرور ہے کہ اس طریقہ نکاح میں ایک بے احتیاطی ہے جس کے باعث بعض دقتوں میں پڑنے کا احتمال، تو اہلِ اسلام کو ہدایت چاہئے کہ اس سے باز آئیں، تین باتوں سے ایک اختیار کریں:

اولاً سب سے بہتر یہ ہے کہ جس سے نکاح پڑھوانا منظور ہے عورت سے خاص اسی کے نام اذن طلب کریں اور یہ ہمیشہ ہر طریقہ میں ملحوظِ خاطر رہے کہ اذن لینے والا یا تو ولی اقرب یا اس کا وکیل یا رسول ہو یا عورت سے صراحۃً "ہوں" کہلوالیں، مجرد سکوت پر قناعت نہ کریں، اور بعض احمق جاہلوں میں جو یہ دستور سنا گیا ہے کہ دلہن کے سر سے بالا ٹانے کو پاس بیٹھنے والیوں میں سے کوئی "ہوں" کہہ دیتی ہے اس کا انسداد کریں۔

ثانیاً وکالت دوسرے ہی کے نام کرنا چاہیں تو یوں سہی کہ جس طرح دُلھن سے اس کی وکالت کا اذن مانگیں یُونہی اسے اختیارِ توکیل دینا بھی طلب کریں یعنی کہیں تُو نے فلاں بن فلاں بن فلاں کو فلاں بن فلاں بن فلاں کے ساتھ اس قدر مہر پر اپنے نکاح کا وکیل کیا اور اسے اختیار دیا کہ چاہے خود پڑھائے یا دوسرے کو اپنا نائب بنائے، دُلھن کہے "ہوں"۔

www.alahazratnetwork.org

ثالثاً اگر یہ بھی نہ ہو اور دوسرے ہی شخص نے وکیل کے سامنے نکاح پڑھایا تو جب وُہ پڑھا چکے وکیل فوراً اپنی زبان سے اتنا کہہ دے کہ میں نے اس نکاح کو جائز کیا اور اس کہنے میں تاخیر نہ کرے کہ مبادا اس کے جائز کرنے سے پہلے دُلھن کو خبرِ نکاح پہنچے اور اُس کی ہم عمریں حسبِ عادتِ زمانہ اُسے کچھ چھیڑیں اور وُہ اپنی جہالت سے کوئی ایسی بات کہہ بیٹھے جس سے یہ نکاح کہ اب تک نکاحِ فضولی تھا رَد ہو جائے پھر وکیل تو وکیل خود دُلھن کے جائز کیے بھی جائز نہ ہوگا فان الاجازۃ لا تلحق المفسوخ (کیونکہ فسخ شدہ نکاح کو بعد کی اجازت مفید نہیں ہے۔ت) بخلاف ان تینوں شکلوں کے کہ بالکل اندیشہ و دغدغہ سے پاک ہیں۔

رہا زید کا کلمے وغیرہ کو ذکر کرنا، وُہ محض فضول کہ آخر یہ رسمیں کفر تو نہیں جن کے باعث نکاح نہ ہو۔ ہاں معاذ اللہ اگر مرد یا عورت نے پیش از نکاح کفرِ صریح کا ارتکاب کیا تھا اور بے توبہ و اسلام اُن کا نکاح کیا گیا تو قطعاً نکاح باطل، اور اس سے جو اولاد ہوگی ولد الزنا، اسی طرح اگر بعدِ نکاح اُن میں کوئی معاذ اللہ مرتد ہوگیا اور اس کے بعد کے جماع سے اولاد ہوئی تو وُہ بھی حرامی ہوگی اس کے سوا وہ کلمات جن پر فتاوٰی وغیرہا میں بخلافِ تحقیق حکمِ کفر لکھ دیتے ہیں اور وُہ کلمات جن میں کوئی ضعیف مرجوح روایت بھی اگرچہ اور کسی امام کے مذہب میں عدمِ کفر کی نکل آئے اُن کے ارتکاب سے گو تجدیدِ اسلام و نکاح کا حکم دیں مگر اولاد اولادِ زنا نہیں۔

فی الدر المختار وغیرہ مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا وما فیہ خلاف یؤمر بالتوبۃ والاستغفار وتجدید النکاح[1] اھ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

درمختار وغیرہ میں ہے جو چیز بالاتفاق کفر ہو اس کے ارتکاب سے عمل اور نکاح باطل ہوجاتا ہے اور اس کے بعد کی اولاد، ولدِ زنا ہوگی اور جس چیز کے کفر میں اختلاف ہو اس کے ارتکاب پر توبہ واستغفار اور تجدیدِ نکاح کا حکم ہوگا اھ۔ واللہ سبحانہٗ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ از رامپور افغاناں فرنگن محل بذریعہ ملا ظریف مرسلہ مولوی علیم الدین صاحب چاٹگامی ۲۵ جمادی الاولٰی ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس باب میں کہ اس ملک بنگالہ میں زمانہ قدیم سے درمیان عوام بلکہ اکثر خواص کے بھی یہی دستور ہے کہ بعد خواستگاری اور قول اقرار درمیان طرفین اور قبل ایجاب وقبول کے مخطوبہ کو بعد ضیافت براتیان کے مکان میں لاکر اس طور پر نکاح کراتے ہیں کہ چند درمیان عاقدین بالغین و چند بزرگان مجلس کی اجازت سے ایک شخص کو اس مجلس والے وکیل مخطوبہ قرار دے کر اور دو گواہ یا تین چار گواہ کو اس وکیل کے ساتھ کرکے دولھا کی مجلس سے مخطوبہ کے پاس جو قریب پردہ کے اندر بیٹھی ہوئی ہے روانہ کرتے ہیں اب یہ وکیل مخطوبہ کے قریب گواہوں کے ساتھ جاکر مخطوبہ سے تین بار اس طرح سے قبول کراتا ہے کہ اے فاطمہ زید کی بیٹی! تُو نے بکر کو جو خالد کا پسر ہے اس قدر مہر پر جو اس کے اُوپر واجب الادا ہوگا اپنی زوجیت میں قبول کیا، تو فاطمہ بآوازِ بلند کہتی ہے کہ میں نے قبول کیا' یا فقط ' قبول کیا ' کہہ دیا، اور اس قبولِ مخطوبہ کو گواہان نے بھی سُن لیا اب پھر وُہ وکیل خاطب کی مجلس میں اپنے گواہان کے ساتھ حاضر ہوتا ہے تو جو قاضی عقد کرانے کو دُولھا کے پاس بیٹھا ہے وہ اس وکیل سے سوال کرتا ہے کہ تُو کون ہے، تو وُہ وکیل جواب دیتا ہے کہ میں فاطمہ مخطوبہ کا وکیل ہوں، تو قاضی دریافت کرتا ہے کہ تُو کیا جانتا ہے تو وہ عرض کرتا ہے کہ فاطمہ دخترِ زید نے بکر پسر خالد کو اپنی زوجیت میں قبول کیا ہے اور میں نے قبول کرایا ہے، پھر قاضی سوال کرتا ہے کہ تمہارا کوئی گواہ بھی ہے تو وکیل اپنے گواہوں کی طرف اشارہ کرکے بیان کرتا ہے کہ یہ لوگ گواہ موجود ہیں تو قاضی پھر ان گواہوں کی طرف متوجہ ہوکر ہر ایک گواہ سے الگ الگ سوال کرتا ہے اور گواہ لوگ اپنی سماعت بیان کرتے ہیں یعنی فاطمہ نے بکر کو قبول کیا، اب جب قاضی کو سماعتِ شہادت سے فراغت ہُوئی تو بتعلیمِ قاضی یا خود وکیل مذکور بکر کو قبول

[1] درمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۹

کراتا ہے کہ تُو نے فاطمہ دختر زید کو اس قدر (سَو روپے یا ہزار مثلاً) مہر اپنے ذمہ لے کر قبول کیا یا قبلت تو بکر اقرار کرتا ہے کہ میں نے بہندہ کو قبول کیا یا فقط قبول کیا یا قبلت کہہ دیا پھر قاضی خطبہ وغیرہ پڑھ کر مجلس عقد ختم کردیتا ہے تو اب صورتِ مذکورہ میں فاطمہ اور بکر کا نکاح منعقد ہُوا یا نہیں، برتقدیر اول بعض علماء کو یہ شبہہ ہے کہ یہ وکیل مذکور نہ تو خاطب کی طرف سے مقرر ہُوا نہ مخطوبہ کی طرف سے، حالانکہ یہ دونوں بالغ ہیں اور بالغ کا نکاح بلا اذن عاقدین کیونکر ہوسکتا ہے، اور برتقدیر ثانی ہزاروں آدمی حرامزادے قرار پاتے ہیں اور یہ ایجاب وقبول مذکور کیا قرار پائیں گے، کیا نکاح مذکور بالکل معدوم قرار دیا جائے گا، کیا نکاح فضول سے بھی خارج ہوگیا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اس مسئلہ میں ابانت جواب اور بتوفیقہ تعالٰی اصابت صواب محتاج نظر غائر وفکر دقیق۔

فاقول وباللہ التوفیق تحقیق مقام یہ ہے کہ سفیر مذکور جسے وُہ عوام وکیل مخطوبہ ٹھہراتے ہیں اس کا مخطوبہ وخاطب دونوں سے خطاب مذکور بصورت استفہام ہے اگرچہ حرف استفہام مقدر ہے اور استفہامُ عقدِ اقسام انشا سے دو قسم متبائن ہیں تو جہاں حقیقت استفہام مقصود ومفہوم ہو وہ کلام ایجاب یا قبول نہیں قرار پا سکتا، ہاں اگر صورۃً استفہام اور معنیٰ تحقیق عقد مستفاد ہو تو ایجاب یا توکیل متصور ہوگا مگر اس کے لئے قیام قرینہ درکار کما ھو شان کل مجاز (جیسا کہ ہر مجاز کا تقاضا ہے۔ت) ولہذا علماء فرماتے ہیں اگر زید نے عمرو سے کہا تُو نے اپنی بیٹی میرے نکاح میں دی اس نے کہا "دی" یا "ہاں"، نکاح نہ ہوگا جب تک زید اس کے جواب میں "میں نے قبول کی" نہ کہے۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے،

لو قال رجل لاٰخر زوجتنی ابنتك فقال الاٰخر زوجت او قال نعم مجیبا له لم یکن نکاحا مالم یقل الموجب بعدہ قبلت لان زوجتنی استخبار ولیس بعقد بخلاف زوجنی لانه توکیل[1]۔

اگر ایک شخص نے دوسرے کو کہا کہ تو نے اپنی بیٹی مجھے نکاح کردی، دوسرے نے جواب میں کہا کہ نکاح کردی' یا "ہاں" کہہ دیا تو نکاح نہ ہوگا جب تک ایجاب کرنے والا بعد میں یہ نہ کہے کہ میں نے قبول کی، کیونکہ پہلے کا یہ کہنا کہ تُو نے اپنی بیٹی مجھے نکاح کردی، یہ صرف طلب خبر ہے عقدِ نکاح نہیں ہے، اس کے برخلاف اگر پہلا یہ کہتا کہ تُو مجھے نکاح کردے، تو اس سے دوسرا وکیل بن جاتا اور اس کا "نکاح کردی" کہنے سے نکاح ہوجاتا۔ (ت)

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۶

خلاصہ وخزانۃ المفتین میں ہے:

رجل قال لاخر دختر خویش فلانہ مرا دہ بزنی فقال دادم وھی صغیرۃ ینعقد النکاح وان لم یقل الزوج قبلت ولو قال دادی لا یجوز اذا قال دادم مالم یقل الزوج پذیرفتم الخ۔[1]

ایک شخص نے دوسرے کو کہا تُو اپنی فلاں لڑکی مجھے بیوی کے طور دے دے، تو دوسرے نے کہا میں نے دی۔ اس صورت میں اگر وہ لڑکی نابالغہ ہو تو پہلے کے قبلت (میں نے قبول کی) کہے بغیر نکاح ہوجائے گا، اور پہلے نے یہ کہا ہو کہ تونے مجھے دی ہے تو دوسرے کے "دے دی" کہنے سے نکاح نہ ہوگا جب تک پہلا "میں نے قبول کی" نہ کہے الخ (ت)

فتاوٰی امام قاضی خاں وہندیہ میں امام ابوبکر محمد بن الفضل سے ہے:

اذا قال لاب البنت زوجتنی ابنتک فقال زوجت او قال نعم لا یکون نکاحا الا ان یقول لہ الرجل بعد ذٰلک قبلت لان زوجتنی استخبار ولیس بعقد بخلاف قولہ زوجنی لانہ توکیل[2] اھ باختصار۔

جب ایک شخص نے لڑکی کے باپ کو کہا کہ تُونے اپنی بیٹی مجھے نکاح کردی، تو دوسرے نے جواب میں کہا میں نے نکاح کردی یا "ہاں" کہا تو نکاح نہ ہوگا مگر یہ کہ بعد میں پہلا شخص "میں نے قبول کی" کہہ دے تو نکاح ہوجائیگا کیونکہ "تونے نکاح کردی" کا لفظ خبر کے حصول کیلئے ہے اور عقد نکاح نہیں ہے۔ اس کے بخلاف اگر پہلا یوں کہتا "تو مجھے نکاح کردے" تو بطور توکیل نکاح ہوجاتا ہے اھ اختصاراً (ت)

www.alahazratnetwork.org

نیز خانیہ میں ہے:

رجل قال لغیرہ بالفارسیۃ دختر خویش را مرا دادی فقال دادم لا یکون نکاحا۔[3]

ایک شخص نے دوسرے کو فارسی میں کہا تُونے اپنی لڑکی مجھے دی، تو جواب میں دوسرے نے کہا دے دی، تو نکاح نہ ہوگا۔ (ت)

اسی طرح کتب معتبرہ کثیرہ میں ہے، یہ اصل استفہام کا حکم ہے،

فالاطلاق انما ھو بالنظر الی الحقیقۃ

کلام میں اطلاق حقیقی معنٰی کے لحاظ سے ہوتا ہے

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب النکاح مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/۴
خزانۃ المفتین " قلمی نسخہ ۱/۷۶
[2] و [3] فتاوٰی قاضی خان " نولکشور لکھنؤ ۱/۱۴۹

اما لو اطلقت عہ فہی مقیدۃ حقیقۃ بما اذا لم یرد بہ التحقیق۔

اور اگر عام کر دیا جائے تو پھر اس وقت حقیقی معنیٰ مراد لینے کے لئے مجازی معنیٰ (تحقیقِ عقد) مراد نہ ہونے کی قید ضرور ہوگی۔ (ت)

یہی علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ہنگام ارادہ تحقیقِ عقد تام ہے، فتاوٰی ظہیریہ وخزانۃ المفتین میں ہے:

لوقال بالفارسیۃ دختر خویش مرا دادی فقال دادم لاینعقد النکاح لان ھذا استخبار واستیعاد فلا یصیر وکیلا الا اذا اراد بہ التحقیق دون الاستیام[1]۔

اگر ایک نے دوسرے سے فارسی میں کہا کہ تُو نے اپنی لڑکی مجھے دی، تو دوسرے نے کہا "دی" تو نکاح منعقد نہ ہوگا کیونکہ یہ پہلے کا کلام، طلبِ خبر ہے اور طلب وعدہ ہے لہذا اس کلام سے دوسرا پہلے کے لیے وکیل نہ ہوسکے گا، مگر یہ کہ پہلے نے اپنی کلام سے تحقیقِ عقد (مجازی معنی) مراد لیا ہو تو نکاح ہوجائے گا اور استفہام کا حقیقی معنی استفسار اور منگنی و استخبار ہو تو نکاح نہ ہوگا (ت)

وجیز امام کردری میں ہے:

قال لہ دختر خود فلانہ رابمن دہ فقال دادم وھی صغیرۃ انعقد وان لم یقل قبلت لانہ توکیل ولو قال بمن دادی لا، الا اذا قال دادم وقال الزوج پذیرفتم، الا اذا اراد بدادی التحقیق[2]۔

ایک نے دوسرے سے کہا کہ اپنی فلاں لڑکی مجھے دے، تو دوسرے نے جواب میں کہا میں نے دی، تو نابالغہ لڑکی ہو تو نکاح ہوجائیگا اگرچہ پہلے نے اس کے بعد "میں نے قبول کی" نہ کہا ہو کیونکہ "اپنی لڑکی دے" کہنا دوسرے کو وکیل بنانا ہے، اور اگر پہلے نے یہ کہا ہو کہ "تُو نے مجھے دی" تو پھر نکاح نہ ہوگا مگر اس صورت میں جب دوسرے نے "میں نے دی" کہا اور پہلے نے اس کے جواب میں "میں نے قبول کی" کہا ہو، ہاں اگر پہلے نے "دادی" کے لفظ سے استفہام کی بجائے تحقیقِ عقد مراد لی ہو۔ (ت)

عہ ای جعلت الکلام مطلقا شاملا للحقیقۃ والمجاز بالجملۃ فالتقیید موجب للاطلاق والاطلاق موجب للتقیید فافھم ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

یعنی کلام کو اطلاق پر رکھ کر عام کر دیا جائے یوں کہ حقیقت اور مجاز دونوں کو شامل ہو۔ خلاصہ یہ کہ کلام کو حقیقت سے مقید کرنا، دلالت میں اطلاق کو چاہتا ہے، اور کلام کو عام کرنا (حقیقت ومجاز کو شامل کرنا) عدمِ مجاز کی قید کو چاہتا ہے، غور کرو۔ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] خزانۃ المفتین کتاب النکاح قلمی نسخہ ۱/۷۶
[2] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۱۰

محیط و ہندیہ میں ہے:

لا ینعقد النکاح ما لم یقل الخاطب پذیرفتم الا اذا اراد بقوله دادی التحقیق دون السوم[1] الخ۔

منگنی پوچھنے والا جب تک لڑکی کے باپ کے جواب کے بعد "میں نے قبول کی" نہ کہے گا نکاح نہ ہوگا، مگر یہ کہ اس کے اس کہنے "مجھے تُو نے اپنی لڑکی دی" سے مراد منگنی نہ ہو بلکہ تحقیق مراد ہے الخ (ت)

ذخیرۃ العقبٰی میں ہے:

قوله دادی استخبار فلا یثبت التوکیل به نعم اذا اراد بقوله دادی التحقیق دون السوم ینعقد النکاح وان لم یقل الخاطب پذیرفتم[2] الخ۔

ایک کا کہنا "تُو نے دی" یہ طلب خبر ہے اس سے توکیل ثابت نہ ہوگی۔ ہاں اگر "تُو نے دی" سے مراد منگنی کی بجائے تحقیق ہو تو نکاح ہوجائے گا اگرچہ بعد میں یہ کہنے والا "میں نے قبول کی" نہ کہے الخ (ت)

یہی محمل ہے اس فرع ذخیرہ و ہندیہ کا،

قیل لامرأۃ خویشتن را زن من کردی فقالت کردم ینعقد النکاح وکذا لو قال خویشتن را زن من گردانیدی فقالت گردانیدم[3]۔

اگر کسی عورت کو یہ کہا گیا تُو نے اپنے کو میری بیوی کردیا تو عورت نے کہا "میں نے کردیا" تو نکاح منعقد ہوجائے گا، اور یونہی اگر کسی نے عورت کو کہا تُو نے اپنے کو میری بیوی بنادیا، تو عورت نے کہا "میں نے بنادیا" نکاح ہوجائے گا (ت)

www.alahazratnetwork.org

اور اس فرع محیط و ہندیہ کا

سئل نجم الدین عمن قال لامرأۃ خویشتن را بهزار درم کابین من بزنی دادی فقالت بالسمع والطاعۃ قال ینعقد النکاح ولو قالت سپاس دارم لا ینعقد لان الاول

نجم الدین سے سوال کیا گیا کہ جس نے کسی عورت کو کہا کہ تُو نے اپنے کو ہزار مہر کے بدلے میری بیوی کردیا تو عورت نے جواب میں کہا "سُنا اور اطاعت کی" تو انھوں نے فرمایا: نکاح منعقد ہوگیا، اور اگر عورت

---

[1] فتاوٰی ہندیہ — کتاب النکاح — الباب الثانی — نورانی کتب خانہ پشاور — ۱/۲۷۱
[2] ذخیرۃ العقبٰی — " — نولکشور کانپور — ۲/۱۲۶
[3] فتاوٰی ہندیہ — " — الباب الثانی — نورانی کتب خانہ پشاور — ۱/۲۷۱

اجابۃ والثانی وعد[1]

نے جواب میں یوں کہا "پسند کرتی ہوں" تو نکاح نہ ہوگا کیونکہ پہلا جواب، قبولیت ہے اور دوسرا صرف وعدہ ہے۔ (ت)

لاجرم قول فیصل یہ قرار پایا کہ مدار کار مفہوم و مستفاد بنظر احوال و قرائن استعمال پر ہے، زید نے کہا تو نے اپنی بیٹی مجھے دی، عمرو نے کہا دی۔ اگر مجلس منگنی کی تھی منگنی ہوتی اور نکاح کی تھی تو نکاح ہوگیا، درمختار میں ہے:

وکذا (ای فی کونہ ایجابا قولہ) انا متزوجك اوجئتك خاطبا لعدم جریان المساومۃ فی النکاح اوھل اعطیتنیھا ان کان المجلس للنکاح فنکاح وان للوعد فوعد[2]

یُوں ہی الفاظ ایجاب میں سے یہ بھی ہیں "میں تجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں" یا "میں پیغام نکاح دینے کے لیے آیا ہوں" یا "کیا تُو نے مجھے لڑکی دی"، ان صُورتوں میں اگر مجلس نکاح ہے تو نکاح قرار پائیگا اور اگر مجلس منگنی ہو تو منگنی قرار پائے گی، کیونکہ نکاح میں بھاؤ تجاوز نہیں ہوتا صرف منگنی یا نکاح ہوتا ہے۔ (ت)

شرح مختصر الطحاوی للاسبیجابی پھر شرح قدوری للزاہدی پھر الفتاوی القرویہ و واقعات المفتین میں ہے:

قال لہ ھل اعطیتنیھا فقال اعطیت فان کان المجلس للوعد فوعد وان کان للعقد النکاح فنکاح[3]

ایک نے دوسرے کو کہا تُو نے اپنی لڑکی مجھے دی ہے تو دوسرے نے کہا میں نے دی، تو اگر یہ مجلس نکاح ہو تو نکاح ہوگا اور مجلس منگنی ہو تو منگنی ہوگی (ت)

www.alahazratnetwork.org

فتح القدیر و ردالمحتار میں ہے:

لما علمنا ان الملاحظۃ من جھۃ الشرع فی ثبوت الانعقاد ولزوم حکمہ جانب الرضی عدینا حکمہ الی کل لفظ یفید ذلك بلا احتمال مساو للطرف الاٰخر فقلنا لو قال بالمضارع ذی الھمزۃ اتزوجك فقالت زوجت نفسی انعقد

جب ہمیں معلوم ہُوا کہ نکاح کے منعقد ہونے اور اس حکم کے لازم ہونے میں شریعت نے رضا والے پہلو کا لحاظ کیا ہے، تو ہم نے اس پر نکاح کے حکم کو ایسے الفاظ تک پھیلایا جو رضا کے اظہار کا فائدہ دے سکتے ہیں بشرطیکہ یہ رضا کے خلاف کا مساوی طور پر احتمال نہ رکھتے ہوں، اس لیے ہم نے یہ کہا کہ اگر کسی نے مضارع واحد متکلم کا صیغہ استعمال کرتے ہوئے یوں کہا

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۷۱

[2] درمختار " مجتبائی دہلی ۱/۱۸۵

[3] فتاوٰی القرویہ " دارالاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ۱/۳۳

فی المبدوء بالتاء تزوجنی بنتك فقال فعلت عند عدم قصد الاستيعاد لانه يتحقق فيه هذا الاحتمال بخلاف الاول لانه لا يستخبر نفسه عن الوعد واذا كان كذلك والنكاح مما لا يجری فيه المساومة كان للتحقيق فی الحال فانعقد به لا باعتبار وضعه للانشاء بل باعتبار استعماله فی غرض تحقيقه واستفادة الرضی منه حتی قلنا لو صرح بالاستفهام اعتبر فهم الحال قال فی شرح الطحاوی لو قال هل اعطيتنيها فقال اعطيت ان كان المجلس للوعد فوعد وان كان للعقد فنكاح[1] اھ

"میں تجھ سے نکاح کرتا ہوں" تو عورت نے اس کے جواب میں کہا "میں نے اپنا نکاح کیا" تو نکاح ہوجائے گا۔ اگر کسی نے مضارع واحد مخاطب کے صیغہ کو استعمال کیا اور یوں کہا "تُو اپنی بیٹی مجھ سے نکاح کردے گا" تو جواب میں دوسرے نے کہا "میں نے کردیا" جب اس سے وعدہ کا ارادہ نہ ہو تو یہ الفاظ بھی چونکہ رضامندی کا احتمال رکھتے ہیں اس لیے نکاح ہوجائے گا۔ اس کے بخلاف پہلی صورت میں وعدہ کا احتمال نہیں کیونکہ خود متکلم مضارع کے صیغہ سے اپنی ذات کے بارے میں وعدہ کی خبر نہیں دیتا، جب یہ معاملہ ہے تو اس صورت میں فی الحال نکاح کو قائم کرنا مقصود ہے تو اسی وقت نکاح ہوجائے گا، کیونکہ نکاح میں مذکورہ الفاظ سے وعدہ تو مراد نہیں ہوسکتا، تو ایسے الفاظ سے نکاح کا انعقاد اس لیے نہیں کہ یہ الفاظ نکاح کے لیے وضع ہیں بلکہ اس لیے کہ ان الفاظ کا استعمال مقصد کو حاصل کرنے کی غرض سے کیا گیا اور ان سے رضامندی کا اظہار بھی ہوتا ہے، حتی کہ ہم یہ کہیں گے اگر کسی نے ان الفاظ سے صراحۃً استفہام مراد لیا تو پھر حال کا اعتبار کیا جائے گا، طحاوی کی شرح میں فرمایا کہ اگر کسی نے دوسرے کو کہا "کیا تُو نے اپنی بیٹی مجھے دی ہے" تو دوسرے نے جواب میں کہا کہ "میں نے دی ہے" تو اس صورت میں اگر مجلسِ منگنی ہو تو یہ منگنی ہوگی اور اگر یہ مجلسِ نکاح ہو تو نکاح ہوگا اھ (ت)

اس تحقیق انیق سے عبارات ملتئم ہوگئیں اور حکم منتظم وتمام الکلام علی مسألۃ الاستفہام فیما علقناہ علی رد المحتار (اور مسئلہ استفہام پر مکمل کلام رد المحتار پر ہمارے حاشیہ میں ہے۔ ت) جب یہ اصل منقح ہولی اب صورت مستفسرہ کی طرف چلئے شخص مذکور کہ مجلس خاطب سے اُٹھ کر مخطوبہ کے پاس جاتا ہے جبکہ اس سے پہلے نہ خاطب سے اذن لیا نہ مخطوبہ سے، اور وہ دونوں بالغ ہیں کہ اُن کے معاملہ میں غیر کا اذن کوئی چیز نہیں تو اُسے وکالت سے کیا علاقہ، یقیناً فضولی محض ہوتا ہے مگر ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم

[1] رد المحتار کتاب النکاح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۶۳

کے نزدیک عقدِ فضولی محض فضول و نامقبول نہیں بلکہ منعقد ہوجاتا ہے اور اجازتِ صاحبِ اجازت پر موقوف رہتا ہے کما نصوا علیہ فی الکتب قاطبۃ (جیسا کہ فقہانے تمام کتابوں میں اس پر نص کی ہے۔ ت) پس اگر اس کلام سے کہ زید فضولی مخطوبہ سے کہتا ہے بتحقیق عقد مراد و مفہوم ہوتی تو اُسی وقت انعقادِ نکاح میں شبہہ نہ تھا اس کا کلام ایجاب ہوا اور مخطوبہ کا جواب قبول، عقد موقوفاً منعقد ہوگیا، اُس کے بعد جب فضولی مذکورہ خواہ دوسرے شخص نے خاطب کو اس کی خبر دی اور اس نے اظہارِ قبول کیا، یہ صراحۃً اس عقد موقوف کی تنفیذ ہوئی اور نکاح تام و نافذ و لازم ہوگیا، "قبول کیا میں نے" اور "قبول کیا" دونوں یکساں ہیں کہ جب "تو نے قبول کیا" کے جواب میں "قبول کیا" کہا تو اس کے صاف یہی معنی ہوئے کہ "میں نے قبول کیا" لان السؤال معاد فی الجواب (کیونکہ جواب میں سوال کا اعادہ معتبر ہوتا ہے۔ ت)

ذخیرہ و ہندیہ میں ہے:

قیل لامرأۃ خویشتن را بفلاں بزنے دادی فقالت داد وقیل للزوج پذیرفتی فقال پذیرفت ینعقد النکاح وان لم تقل المرأۃ دادم والزوج پذیرفتم[1]

اگر کسی عورت کو کہا جائے کہ "تُو نے اپنے کو فلاں کی بیوی بنادیا" تو عورت نے جواب میں کہا "بنادیا" تو خاوند کو کہا گیا "تو نے قبول کی" اس نے کہا قبول کی" تو نکاح ہوجائیگا اگرچہ عورت اور مرد نے "میں نے قبول کیا" یا "میں نے اپنا نکاح دیا" نہ کہا ہو۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اصلاح وایضاح میں ہے:

قولھا داد پذیرفت بعد دادی و پذیرفتی ایجاب وقبول لمکان العرف فان جواب مثل ھذا الکلام قد یذکر بالمیم وبدونہ کفروخت وخرید فی البیع[2]

"تُو نے دی، تُو نے قبول کی" کے الفاظ کے بعد صرف "دی" "قبول کی" کہنا عرف کی بنا پر ایجاب قبول ہے، کیونکہ ایسی کلام کے جواب میں متکلم کا صیغہ ضروری نہیں ہے، جیسے بیع میں صرف "خرید و فروخت" کا لفظ استعمال کرلیا جاتا ہے۔ (ت)

اقول جب فارسی میں داد و دادم و پذیرفت و پذیرفتم کا ایک حکم ہے تو اردو میں بدرجۂ اولیٰ فان صیغۃ الماضی بالفارسیۃ للغائب کیونکہ فارسی میں ماضی غائب اور متکلم کا صیغہ

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۷۱

[2] اصلاح وایضاح

غیرھا المتکلم بخلاف لساننا فانما ھی صیغۃ واحدۃ للغائب والحاضر والمتکلم جمیعا وانما یفرق بالضمائر او ذکر الظاھر الاتری ان الفرس تقول اوکرد و تو کردی و من کردم و نحن نقول فی الکل "اس نے کیا" "تم نے کیا" "میں نے کیا" وکذلک فی الفعل اللازم "وہ آیا" "تو آیا" "میں آیا" وانما یفرق فیہ بین الواحد والجمع والمذکر والمؤنث فصیغہ فی اللازم اربع "آیا" "آئی" للواحد المذکر والمؤنث و "آئے" "آئیں" للجمعین کذلک و فی المتعدی صیغۃ واحدۃ للکل وھو "کیا" مثلا سواء اسند الی "اس" او "انھوں" او "تو" او "ہم" للذکر او الذکور او الانثی او الاناث او "لھم" ذکرانا و اناثا ولا فرق بین الغائب والحاضر والمتکلم فی شیٔ منھما اصلا وبہ تبین بطلان ما عم من یزعم ان قول الخاطب "قبول کی" بدون "میں نے" لاینعقد بہ النکاح لعدم تعین القابل۔

علیحدہ ہے جبکہ ہماری زبان میں ماضی غائب، حاضر اور متکلم کا ایک ہی صیغہ ہے جو صرف ضمیر یا اسم ظاہر کی تبدیلی میں فرق پیدا کرتا ہے، آپ دیکھیں کہ فارسی والے اوکرد، تو کردی اور من کردم' ہر ایک کے لیے علیحدہ صیغہ استعمال کرتے ہیں جبکہ ہم سب کے لیے صرف "کیا" کہتے ہیں، اس نے کیا، تو نے کیا، میں نے کیا، اور یوں ہی ہماری زبان میں فعل لازم کا بھی ایک ہی صیغہ ہے جو ضمیر لگانے سے غائب، حاضر اور متکلم کا فرق ظاہر کرتا ہے مثلاً وہ آیا، تو آیا، میں آیا، البتہ واحد جمع اور مذکر و مونث کے لحاظ سے لازم کے چار صیغے ہیں۔ آیا، آئی واحد مونث و مذکر کے لیے' آئے اور آئیں جمع مذکر و مونث کے لیے ہیں۔ اور فعل متعدی کا صرف ایک صیغہ ہے۔ اور یہ "کیا" ہے اس کو بھی ضمیر لگا کر واحد مذکر و مونث، جمع مذکر و مونث کے ساتھ غائب، حاضر اور متکلم کا فرق کیا جاتا ہے مثلاً اس نے کیا' تو نے کیا، میں نے کیا، غرضیکہ اردو میں فعل لازم اور متعدی کے لیے غائب، حاضر اور متکلم کا ضمیروں کے بغیر کوئی فرق نہیں ہے۔ اس بحث سے واضح ہو گیا کہ بعض کا خیال غلط ہے کہ شادی کا پیغام دینے والے پہلے شخص کا دوسرے کے "میں نے دی" کے جواب میں صرف "قبول کی" کہنا کافی نہیں جب تک اس کے ساتھ "میں نے" ذکر نہ کرے کیونکہ اس سے قبول کرنے والے کا تعین نہیں ہوتا لہذا "میں نے قبول کی" کہنا ضروری ہے (اس خیال کے غلط ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اردو میں غائب، حاضر اور متکلم کے لیے صیغہ کا فرق نہیں ہے)۔ (ت)

مگر تقریر مذکور سوال سے ظاہر یہ ہے کہ فضولی کا مخطوبہ سے وہ کلام بقصد انشائے عقد نہیں ہوتا، نہ وہ مجلس مجلس عقد سمجھی جاتی ہے بلکہ اُسے اپنے زعم میں ہندہ سے طلب اذن کی مجلس سمجھتے اور اس گفتگو کو استیذان جانتے اور مجلس عقد مجلس خاطب کو قرار دیتے ہیں جب یہ وہاں سے واپس آکر خاطب سے خطاب کرتا ہے

ولہذا پلٹ کر قاضی کے پاس جاتا ہے جو عقد کرانے کو دُولہا کے پاس بیٹھا ہے اور اُس کے سوال پر اپنے آپ کو وکیل مخطوبہ ظاہر کرتا ہے اور اس کے قبول یعنی رضا سے خبر دیتا ہے، ان قرائنِ واضحہ سے مجلسِ مخطوبہ کا مجلسِ عقد نہ ہونا ظاہر، اور لااقل اتنا تو بدیہی کہ ارادہ عقد ظاہر نہیں معنی مجاز مراد نہ ہو سکنے کو اسی قدر بس ہے۔

فان المجاز مفتقر الی قرینۃ تظھر ارادتہ فحیث لا قرینۃ ترجح جانبہ لاتصح ارادتہ کما علمت من قول المحقق علی الاطلاق بلا احتمال مساو للطرف الاخر واذا کان الامر علی ما وصفنا لم یصح جعل الاستفہام تحقیقا کما دریت.

کیونکہ مجاز ایسے قرینے کا محتاج ہے جس سے متکلم کا ارادہ واضح ہو سکے، تو جہاں ایسا قرینہ نہ ہو جو مراد کو واضح کرسکے وہاں اس معنی مجازی کو مراد نہیں لیا جا سکتا، جیسا کہ محقق علی الاطلاق کے قول "غیر کا مساوی احتمال نہ ہو" سے واضح معلوم ہوا، جب معاملہ یہ ہے جو ہم نے بیان کیا ہے تو استفہام کا مجازی معنی، تحقیق عقد قرینے کے بغیر مراد لینا درست نہ ہوگا، جیسا کہ آپ نے سمجھ لیا۔ (ت)

اب قبول مخطوبہ کو ایک رکن عقد یعنی ایجاب قرار دیجئے تو باطل محض ہے کہ اس ایجاب کا قبول جب کر دوسری مجلس خاطب میں ہوگا اور کوئی ایجاب مجلس سے باہر قبول پر موقوف نہیں رہ سکتا:

کما نصوا علیہ فی عامۃ الکتب وفی النھر والدر من شرائط الایجاب والقبول اتحاد المجلس[1] وفی التنویر وشرحیہ لایتوقف الایجاب علی قبول غائب عن المجلس فی سائر العقود من نکاح وبیع وغیرھما بل یبطل الایجاب ولا تلحقہ الاجازۃ اتفاقا[2]۔

جیسا کہ فقہائے کرام نے عام کتب میں اس کی تصریح کردی ہے۔ نہر اور دُر میں ہے کہ ایجاب و قبول کے معتبر ہونے میں مجلس کا اتحاد ضروری ہے۔ اور تنویر اور اس کی دونوں شرحوں میں ہے کہ ایجاب مجلس سے کسی غائب شخص کے قبول کرنے پر موقوف نہ ہوگا، تمام عقود، نکاح و بیع وغیرہما کا یہی حکم ہے کہ ایجاب بالاتفاق باطل ہوجاتا ہے اور اس کو اجازت لاحق نہیں ہوتی۔

اور اگر توکیل ٹھہرائیے تو اس کی طرف بھی راہ نہیں، توکیل دوسرے کو کسی تصرف جائز معلوم میں اپنا نائب بنانا ہے انابت کا اصلاً کوئی ذکر نہ کلام شخص مذکور میں تھا نہ کلام مخطوبہ میں، تو اس کا حاصل صرف اس قدر ہُوا کہ مخطوبہ نے اس کے سامنے زید کے ساتھ اس قدر مہر پر اپنے نکاح کی رضا ظاہر کی، یہ توکیل نہ ہُوئی۔

---

[1] درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۶

[2] درمختار شرح تنویر الابصار باب الکفاءۃ " " " ۱/۱۹۶

تنویر الابصار میں ہے :

ھو اقامة الغیر مقام نفسه فی تصرف جائز معلوم[1] — وہ یہ کہ غیر کو کسی تصرف جائز معلوم میں اپنے قائم مقام بنانا۔ (ت)

علماء فرماتے ہیں زید نے عمرو سے کہا کاش ! تو میرا نکاح فلاں عورت سے کر دیتا ، اس نے کر دیا ، یہ نکاح ، نکاحِ فضولی ہُوا ، حالانکہ یہاں صراحۃً عمرو سے استعانت تھی تو مجرد اس قدر کہ اس نے کہا تو فلاں سے نکاح پر راضی ہے ؟ اس نے کہا "ہوں" کیونکر توکیل ہوسکتی ہے ۔ فتاوٰی خیریہ میں ہے :

سئل فی رجل قال کل امرأة اتزوجها فھی طالق ثم قال بمجلس لرجل لیتک تزوجنی فلانة ھل اذا زوجه یحنث ام لا اجاب لا یحنث لانه لم یتزوج بل زوجه المزوج فضولی بلا شك والحال ھذہ[2] الخ۔

ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے کہا ہو کہ جس عورت سے بھی میں نکاح کروں اس کو طلاق ہے ، پھر اس شخص نے کسی مجلس میں ایک آدمی کو کہا کاش کہ تو فلاں عورت سے میرا نکاح کر دے ، تو اس آدمی نے اس کا نکاح اس عورت سے کردیا تو کیا حانث ہوگا یعنی اس عورت کو طلاق ہوجائیگی یا نہیں ؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ طلاق نہ ہوگی کیونکہ اس نے تو خود نکاح نہیں کیا بلکہ اس کا نکاح ایک غیر شخص (فضولی) نے کیا ہے اور بلاشک معاملہ یہی ہے الخ (ت)

بالجملہ اس وقت تک کی جو کارروائی تھی لغو و فضول گئی ۔ اب رہا وہاں سے واپسی کے بعد شخص مذکور کا خاطب سے خطاب ، یہاں ضرور تحقیق عقد ہی مقصود ہے کہ ان کے زعم میں مجلس مخطوبہ مجلس توکیل تھی اب کہ یہ اپنے نزدیک وکیل بن کر آیا اس مجلس عقد میں عقد کرتا ہے تو یہ استفہام حقیقۃً ایجاب ہُوا اور زوج کا کہنا قبول کیا قبول ۔

اقول وباللہ التوفیق ، تحقیق مقام یہ ہے کہ استفہام ہنگام ارادہ تحقیق مفید معنی امر ہوتا ہے قال اللہ تعالٰی فھل انتم منتھون ای انتھوا[3] — اللہ تعالٰی نے فرمایا : کیا تم باز آؤ گے ؟ اس سے مراد

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار — کتاب الوکالۃ — مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۰۳
[2] فتاوٰی خیریہ — کتاب النکاح فصل فی نکاح الفضولی — دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۶
[3] تفسیر جلالین — تحت الآیۃ فھل انتم منتھون — اصح المطابع دہلی ص ۱۰۶

www.alahazratnetwork.org

وقال تعالیٰ اتصبرون وکان ربک بصیرا اى اصبروا[1] وقال صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم هل انتم تارکوا لی صاحبی[2] ای اترکوا۔

یہ ہے کہ باز آؤ۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا تم صبر کروگے؟ اور تیرا رب تعالیٰ بصیر ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ صبر کرو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم مجھے میرے صاحب کے بارے میں چھوڑو گے؟ اس سے مراد یہ ہے کہ تم چھوڑ دو (ت)

تو "تُو نے قبول کیا" بمعنی "قبول کر" ہے، اور اس امر میں اگرچہ ہمارے علماء مختلف ہوئے کہ وہ توکیل ہے یا ایجاب۔

فی الدر المختار زوجنی او زوجینی نفسك او کونی امرأتی لیس بایجاب بل توکیل ضمنی وقیل ایجاب ورجحه فی البحر[3] اھ مختصرا وفی رد المحتار مشی علی الاول فی الهدایة والمجمع ونسبه فی الفتح الی المحققین وعلی الثانی ظاهر الکنز و اعترضه فی الدرر بانه مخالف لکلامهم واجاب فی البحر والنهر بانه صرح به فی الخلاصة والخانیة قال فی الخانیة و لفظة الامر فی النکاح ایجاب وکذا فی الخلع والطلاق والکفالة والهبة اھ قال فی الفتح وهو احسن[4] الخ

درمختار میں ہے، تو میرا نکاح کردے۔ اے عورت تو میرا نکاح کر، یا اس کو کہا تو میری بیوی ہوجا، تو یہ کلمات ایجاب نہ ہوں گے بلکہ ضمنًا توکیل ہوگی۔ بعض نے کہا کہ یہ ایجاب ہے، اور بحر میں اسی کو ترجیح دی ہے اھ مختصرًا۔ اور ردالمحتار میں ہے کہ ہدایہ اور مجمع میں پہلے قول کو اپنایا ہے اور اس کو فتح میں محققین کی طرف منسوب کیا ہے اور دوسرے پر کنز نے ظاہر کہا ہے، اور اس پر درر میں اعتراض کیا ہے کہ یہ علماء کے قول کے مخالف ہے، اور اس کا جواب بحر اور نہر میں یہ دیا گیا کہ خلاصہ اور خانیہ میں اس پر تصریح کی ہے۔ اور خانیہ میں فرمایا کہ امر کا لفظ نکاح میں ایجاب ہوتا ہے اور خلع، طلاق، کفالہ اور ہبہ میں بھی ایجاب ہے، اور فتح میں فرمایا کہ یہ احسن ہے الخ (ت)

اور قول توکیل پر یہاں انعقادِ نکاح میں وقت ہوتی کہ یہ شخص خاطب کو وکیل کرنے والا کون نکاح کا وکیل

---

[1] تفسیر جلالین تحت الآیۃ اتصبرون وکان ربک بصیرا اصح المطابع دہلی ص ٣٠٢
[2] صحیح بخاری باب فضل ابی بکر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ١/٥١٠
[3] درمختار کتاب النکاح مجتبائی دہلی ١/١٨٥
[4] ردالمحتار ″ داراحیاء التراث العربی بیروت ٢/٢٦٣

بالنکاح تو دوسرے کو وکیل کر سکتا ہی نہیں، فضولی کیا چیز ہے،

فی الخلاصۃ لو قال الوکیل بالنکاح ھب ابنتك لفلان فقال الاب وھبت لاینعقد النکاح مالم یقل الوکیل بعدہ قبلت لان الوکیل لایملك التوکیل اھ[1] وان کان یتراءی لی ان لقائل ان یقول لعل لاینعقد فیہ بمعنی لاینفذ فانہ ان لم یملك کان توکیلہ فضولیا فکان ماذا الاتری ان الفضولی لایملك التزویج ولو زوج لحصل الزواج ولو موقوفا فکذا ینبغی ان تحصل بتوکیلہ الوکالۃ وان توقف نفاذہ علی تنفیذ من لہ التنفیذ قال فی البحر من البیوع الظاھر من فروعھم ان کل ماصح التوکیل بہ فانہ اذا باشرہ الفضولی یتوقف الا الشراء بشرطہ[2] اھ و معلوم ان التوکیل مما یصح بہ التوکیل فالظاھر الانعقاد موقوفا وان اراد عدمہ اصلا مالم یقل الوکیل قبلت فالتعلیل الصحیح الواضح ما افاد العلامۃ الفھامۃ علی المقدسی

خلاصہ میں ہے اگر وکیل نے کسی کو کہا کہ تُو اپنی لڑکی فلاں کو دے، تو باپ نے جواب میں "میں نے دی" کہا، تو جب تک اس کے بعد وکیل "میں نے فلاں کے لئے قبول کی" نہ کہے نکاح منعقد نہ ہوگا، کہ وکیل از خود دوسرے کو وکیل نہیں بنا سکتا اھ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ اس پر کوئی معترض یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ جب نکاح کا وکیل دوسرے کو وکیل نہیں بنا سکتا تو دوسرا فضولی قرار پائے گا، اور فضولی کا عقد نافذ نہیں ہوتا اگرچہ عقد کی حد تک جائز ہے تو یہاں "منعقد نہ ہوگا" کا معنٰی "نافذ نہ ہوگا" ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ فضولی کو نکاح کرنے کا اختیار نہ ہونے کے باوجود اگر وہ نکاح کردے تو اس کا نفاذ موقوف رہتا ہے تو یہاں بھی وکیل کی توکیل موقوف ہو کر نافذ کرنے والے کی اجازت سے نافذ ہو جائے گی۔ بحر کے بیوع میں کہا ہے کہ فقہاء کرام کے بیان کردہ جزئیات سے ظاہر ہے کہ وہ امور جن میں توکیل جائز ہے اگر ان امور کو فضولی از خود سرانجام دے تو یہ امور موقوف رہیں گے ماسوائے کسی شرط کے ساتھ خرید کے اھ، تو ظاہر ہے کہ وکیل بنانا بھی ان امور میں سے ہے جن میں توکیل جائز ہے، تو ظاہر ہوا یہاں بھی فضولی کا تصرف جائز ہونا موقوف ہوگا، اگر وکیل کی قبولیت کے بغیر باپ کے "دے دی" کہنے سے

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب النکاح مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ٢/٣٠

[2] البحر الرائق کتاب البیوع فصل فی بیع الفضولی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ٦/١٥١

ان قول الوکیل هب ابنتك لفلان ظاهر فی الطلب وانه مستقبل لم یرد به الحال والتحقق فلم یتم به العقد بخلاف زوجنی بنتك بکذا بعد الخطبة ونحوها فانه ظاهر فی التحقق والاثبات الذی هو معنی الایجاب[1] اھ ویعینه عینا ما فی البحر عن الظهیریة لو قال هب ابنتك لابنی فقال وهبت لم یصح ما لم یقل ابو الصغیر قبلت[2] اھ فلا مساغ ھٰھنا لزعم ان الاب لا یملك التوکیل۔

بالکل نکاح نہ ہونا مراد ہو تو پھر اس کی واضح وجہ وہ ہے جس کو علامہ مقدسی نے بیان فرمایا کہ وکیل کا لڑکی کے باپ کو "اپنی فلاں کو دے" کہنا امر اور طلب ہے جو کہ مستقبل کا صیغہ ہے اور فی الحال تحقق مراد نہیں، لہذا عقد تام نہ ہوگا، اس کے خلاف وہ صورت جس میں خود مرد نے کہا کہ "تو اپنی لڑکی مجھے نکاح کر دے" تو یہاں منگنی وغیرہ کے بعد، یہ کلام اثبات وتحقق میں ظاہر ہے اور یہی ایجاب ہوتا ہے اھ بحر میں ظہیریہ سے نقل میں اسی وجہ کو معین کرتے ہوئے کہا کہ اگر ایک نے کہا کہ "تو اپنی بیٹی میرے بیٹے کو دے"، دوسرے نے کہا "میں نے دی"، تو اس وقت نکاح صحیح نہ ہوگا بلکہ لڑکے کے باپ کے اس کے بعد "میں نے قبول کی" کہنا ضروری ہوگا اھ تو یہاں لڑکے کے باپ کے بارے میں یہ خیال کرنا درست نہیں کہ یہ وکیل بنانے کا مالک نہیں ہے (ت)

مگر نظر فقہی حاکم ہے کہ یہ امر بالاتفاق مفید ایجاب اھ ان دونوں سے برکراں ہو،

فانه امر بالقبول والقبول یطلق و یراد به الرضا وهو المحمل فی قول الفضولی المذکور للمخطوبة لعدم ارادتهم اذ ذلك الا استبانة رضاها من دون تتمیم العقد کما قدمنا، ویراد به احد رکنی العقد وهو المراد ههنا حیث المراد تحقیق العقد وهذا القبول وجود له الا تلو الایجاب فی ردالمحتار

کیونکہ یہ قبول کرنے کی درخواست ہوتی ہے اور جواب میں قبول سے مراد رضامندی ہوتی ہے، اور فضولی شخص اگر لڑکی کو کسی کے لیے نکاح کی درخواست کرے تو یہاں بھی یہی مقصد ہوتا ہے کیونکہ اس کارروائی کا مقصد صرف لڑکی کی رضا حاصل کرنا ہوتا ہے نہ کہ نکاح مکمل کرنا ہوتا ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے، اور جہاں مجلس نکاح میں یہ بات کہی جائے تو اس سے نکاح کا ایک رکن مراد ہوتا ہے جیسا کہ زیر بحث مسئلہ میں ہے، تو قبول کا

---

[1] ردالمحتار بحوالۃ المقدسی کتاب النکاح دار احیاء التراث العربی بیروت ٢/٢٦٤

[2] البحرالرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ٣/٨٢

اشار الی ان المتقدم من کلام العاقدین ایجاب سواء کان المتقدم کلام الزوج اوکلام الزوجۃ والمتاخر قبول ح عن المنح فلایتصور تقدیم القبول[1] الخ فالامر بالقبول یتضمن الایجاب علی جہۃ الاقتضاء کقولہ اعتق عبدک عنی بالف یتضمن البیع کذلک وکما ان العبد لوتزوج بلا اذن مولاہ فقول المولی لہ طلقہا رجعیۃ اجازۃ للنکاح الموقوف[2] کما فی الدرالمختار لان الطلاق الرجعی لایکون الابعد النکاح الصحیح فکان الامر بہ اجازۃ اقتضاء[3] کما فی رد المحتار ھذا ما ظہرلی وھو ظاہر جلی وان ابیت فالقول بالایجاب مرجح مصحح بقول الفتح ھو احسن کما علمت۔

لفظ یہاں پر ایجاب کا جواب ہوتا ہے۔ ردالمحتار میں یہ اشارہ دیا کہ عاقدین میں سے پہلے کا کلام ایجاب اور دوسرے کا قبول کہلائے گا، خواہ مرد کا پہلا کلام ہو یا عورت کا۔ اب منح کے قول کہ "قبول پہلے تصور نہیں ہوسکتا الخ"، تو اس پر قبول کرنے کی درخواست اقتضاءً ایجاب پر مشتمل ہے جیسا کہ کوئی کہے کہ تو میری طرف سے ایک ہزار کے بدلے میں اپنا غلام آزاد کردے تو یہ قول ضمناً بیع پر مشتمل ہے (یعنی مجھے فروخت اور پھر آزاد کر) اور جیسا کہ کوئی غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو اس پر مالک اس کو کہے "تو رجعی طلاق دے" تو مالک کا یہ کہنا موقوف نکاح کو جائز قرار دینا ہے جیسا کہ درمختار میں ہے، کیونکہ رجعی طلاق نکاح کے بعد ہی ہوسکتی ہے لہذا رجعی طلاق کا حکم، نکاح کی اجازت متصور ہوگا، جیسا کہ ردالمحتار میں ہے۔ یہ مجھے بالکل واضح معلوم ہوا ہے، اور اگر یہ قابلِ قبول نہیں ہو تو ایجاب والے قول کے بارے میں فتح کا یہ کہنا کہ "یہ احسن ہے"، اس کے لیے ترجیح اور تصحیح قرار پائے گا جیسا کہ آپ جان چکے ہیں۔ (ت)

بہرکیف یہاں تک اس نکاح کے منعقد ہوجانے میں شبہہ نہیں مگر از آنجا کہ شخص مذکور فضولی تھا اجازت مخطوبہ پر موقوف رہا، اب اگر بعد وقوعِ نکاح اس کی خبر پاکر قبل اس کے کہ مخطوبہ سے کوئی قول یا فعل دلیل ردوابطالِ نکاح صادر ہو قولاً یا فعلاً یا سکوتاً اجازت پائی گئی تو نکاح صحیح و تام و نافذ ہوگیا۔ اجازت قولی یہ کہ مثلاً مخطوبہ کہے میں راضی ہوئی مجھے منظور ہے یا اچھا کیا یا الحمدللہ، اور فعلی یہ کہ مثلاً بے جبر و اکراہ شوہر کو خلوت

---

[1] ردالمحتار | کتاب النکاح | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۲۶۳

[2] درمختار | باب نکاح الرقیق | مجتبائی دہلی | ۱/۲۰۴

[3] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۱/۳۰۳

میں اپنے پاس آنے دے یا اس سے مہر یا نفقہ طلب کرے یا اور کوئی فعل کہ دلیلِ رضا ہو، اور سکوتی یہ کہ خود ولی یا اس کا رسول یا ایک ثقہ پرہیزگار جس کی عدالت معلوم و متحقق ہو یا دو مستور الحال جن کا فسق معلوم نہ ہو مخطوبہ کو نکاح کی اطلاع دیں اور وہ شوہر کو پہچانتی ہو اور وہ اس کا کفو بھی ہو یعنی دین یا نسب یا پیشے یا چال چلن وغیرہ میں ایسی کمی نہ رکھتا ہو کہ اس سے نکاح اولیاءِ مخطوبہ کے لیے عار ہو، اس صورت میں مخطوبہ خبر سُن کر خاموش ہو رہے تو یہ سکوت بھی اجازت سمجھا جائے گا وقد فصلنا القول فی کل ذلک فی فتاوٰنا (اس تمام بحث کو ہم اپنے فتاوٰی میں بیان کرچکے ہیں۔ ت) بالجملہ یہ صورت رائجہ دقت سے خالی نہیں خصوصاً بعد استماعِ خبر اظہارِ نفرت واقع ہو جیسا کہ بلادِ ہندوستان میں اکثر دختران دوشیزہ کا معمول ہے جب تو نکاح صاف رد ہو جائے گا کہ پھر مخطوبہ کے جائز کیے بھی جائز نہیں ہو سکتا لہٰذا اس طریقے کی تبدیل ہی واجب و مناسب ہے یا تو شخص متوسط پہلے خاطب سے اذن و وکالت حاصل کرکے جائے اور وہاں جو کلام مخطوبہ سے کہتا ہے اُس سے تحقیقِ عقد مقصود رکھے کہ مخطوبہ سے اُسی قدر گفتگو پر نکاح تام و نافذ ہو جائے، یا مخطوبہ سے یہ الفاظ نہ کہے بلکہ اپنے لیے اذن و وکالت لے کہ تُو نے فلاں بن فلاں ابن فلاں کے ساتھ اتنے مہر پر اپنا نکاح کرنے کے لیے مجھے وکیل کیا، مخطوبہ کہے ہاں، پھر وہاں سے آکر خود یہی شخص خاطب سے کہے میں نے فلانہ بنت فلاں بن فلاں کو اتنے مہر پر تیرے نکاح میں دیا تُو نے قبول کیا، خاطب کہے ہاں، یا یہی الفاظ رکھنا چاہیں تو اول ہی مخطوبہ سے جو گفتگو کی جاتی ہے اُسے مجلس توکیل و طلبِ رضا نہ سمجھیں بلکہ اسی کو مجلسِ عقد سمجھیں اور شخص مذکور وُہ الفاظ بقصدِ تحقیق عقد ہی مخطوبہ سے کہے کہ نکاح وہیں منعقد ہو جائے پھر خاطب کا قبول اُس کی تنفیذ قرار پائے۔

یہ سب تفصیل کہ مذکور ہُوئی اُس صورت میں ہے کہ مخطوبہ جلسہ خاطب سے اتنی دُور بیٹھی ہو کہ اس کا کلام یہاں والے نہ سُنیں یا وہ قبول کیا کہہ کر اُٹھ جائے اُس کے بعد خاطب سے گفتگو آئے یا جب مخطوبہ نے قبول کیا کہہ لیا اُس کے بعد خاطب اُٹھ کھڑا ہوا پھر اس سے کہا گیا کہ ان صورتوں میں مجلس تبدیل ہوگی یا شہود اُن دونوں کا کلام معاً نہ سُنیں گے اور اگر وُہ اس قدر قریب بیٹھی ہے کہ اہلِ جلسہ خاطب نے اُس کا قبول کیا، کہنا سُنا اور ابھی خاطب و مخطوبہ ویسے ہی بیٹھے ہیں کہ خاطب سے آکر بیان کیا گیا اور اس نے قبول کیا کہا کہ مجلس واحد میں دونوں کا کہنا حاضرین میں کم از کم دو مردوں یا ایک مرد دو عورتوں نے معاً سُنا اور سمجھا تو نکاح کی صحت و تمامی میں اصلاً کلام نہیں، اب یہ بیچ کا شخص محض لغو و فضول ہوگا اور خاطب و مخطوبہ ہی کا کلام ایجاب و قبول ہوگا،

وذلک ماقدمنا عن الاصلاح والایضاح   اس کو ہم   پہلے اصلاح، ایضاح، ذخیرہ اور

والذخیرۃ والھندیۃ من قول قائل للمرأۃ دادی فقالت داد ثم للزوج پذیرفتی فقال پذیرفت[۱] وفی الوقایۃ وشرحھا لصدر الشریعۃ اذا قیل للمرأۃ خویشتن را بزنی فلاں دادی فقالت داد ثم قیل للزوج پذیرفتی فقال پذیرفت بحذف المیم یصح النکاح کبیع وشراء ای اذا قیل للبائع فروختی فقال فروخت ثم قیل للمشتری خریدی فقال خرید یصح البیع[۲] اھ

ہندیہ سے نقل کرچکے ہیں کہ اگر کوئی شخص عورت کو کہے کہ تُو نے فلاں کو اپنا نکاح دیا؟ تو عورت نے دادم کی بجائے داد کہا، پھر اس شخص نے مرد کو کہا کہ تُو نے قبول کی؟ تو اس نے "میں نے قبول کی" کے بجائے صرف "قبول کی" کہا تو نکاح صحیح ہوگا۔ وقایہ اور اس کی شرح صدر الشریعۃ میں ہے کہ جب عورت کو کہا جائے کہ تُو نے فلاں کو بیوی ہونا دیا، تو عورت نے صرف "دیا" کہا اور پھر خاوند کو کہا گیا تُو نے قبول کی، تو اس نے بھی صرف "قبول کی" کہا تو نکاح صحیح ہے جیسا کہ بیع کی صورت میں بائع کو کہا گیا کہ تُو نے بیچی، تو اس نے جواب میں "بیچی" کہا ہو اور "میں نے بیچی" نہ کہا، پھر خریدار کے ساتھ بھی یہی سوال وجواب ہوا تو بیع ہوجائے گی اھ (ت)

اور عورت کا پردے میں ہونا تغایر مجلس کا مقتضی نہیں، نہ صحت نکاح میں مخل ہوسکے جبکہ مخطوبہ دو شاہدوں کو عیناً یا تسمیۃً معلوم ہو،

www.alahazratnetwork.org

فی الھندیۃ عن الذخیرۃ عن فتاوی ابی اللیث رجل قال لقوم اشھدوا انی تزوجت ھذہ المرأۃ التی فی ھذا البیت فقالت المرأۃ قبلت فسمع الشھود مقالتھا ولم یروا شخصھا فان کانت فی البیت وحدھا جاز النکاح[۳] الخ **قلت** فافاد ان الحجاب لایغیر المجلس وانما اشترط کونھا

ہندیہ میں ذخیرہ سے اور انھوں نے فتاوی ابی اللیث کے حوالے سے ذکر کیا کہ ایک شخص نے لوگوں کو کہا کہ گواہ ہوجاؤ کہ میں نے اس کمرہ میں موجود عورت سے نکاح کیا اور عورت نے اندر سے جواب دیا کہ "میں نے قبول کیا"۔ گواہوں نے عورت کی یہ بات سُن لی اور عورت کو دیکھا نہیں، اگر عورت اس کمرہ میں اکیلی تھی تو نکاح ہوجائے گا الخ **قلت** (تو میں کہوں گا) حجاب مجلس کو تبدیل نہیں کرتا، صرف شرط یہ ہے کہ وہاں

---

[۱] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۷۱
[۲] شرح وقایہ " " مجتبائی دہلی ۲/۴
[۳] فتاوٰی ہندیہ " الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۶۸

وحدها لانہ لم یسمھا و تعریف الغائبۃ عند الاحتمال انما یکون بالتسمیۃ وفی الھندیۃ ایضاً عن محیط السرخسی ان کانت حاضرۃ متنقبۃ ولا یعرفہا الشھود جاز النکاح وھو الصحیح[1]

عورت اکیلی ہو کیونکہ مرد نے اس کا نام ذکر نہیں کیا جبکہ شبہ کی صورت میں عورت غائبہ کی پہچان اس کے نام سے ہوتی ہے، اور ہندیہ میں محیط سرخسی سے بھی منقول ہے کہ اگر وہ نقاب اوڑھے مجلس میں حاضر ہو اور گواہ نام نہ جانتے ہوں تو بھی نکاح جائز ہوگا، یہی صحیح ہے۔ (ت)

اسی طرح قبول خاطب میں اتنا وقفہ کہ شخص مذکور وہاں سے اُٹھ کر یہاں آیا اور قاضی سے وہ گفتگو ہوتی، گواہیاں لی گئیں۔ اس کے بعد خاطب سے کہا گیا تو اس نے قبول کیا کچھ مضر نہیں جبکہ مجلس متبدل نہ ہوکہ قبول فوراً ہونا ضرور نہیں فی ردالمحتار عن البحر اما الفور فلیس من شرطہ[2] (ردالمحتار میں بحر سے منقول ہے لیکن فوراً ہونا ضروری شرط نہیں اھ۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹: مرسلہ حضرت نور العارفین دام ظلہم المبین از سیتاپور تامسن گنج ۱۸ ربیع الاول شریف ۱۳۰۹ھ

بخدمت عالمان شیخ النّاس ہے مثلاً کوئی لڑکا کہ عمر اس کی تیرہ چودہ برس کی ہے اور نابالغ ہے، اپنے گھر کی عورات کو لے کر میلۂ ہنود میں جاتا ہے اور عورتیں اس کے گھر کی پرستش برسم ہنود کی کرتی ہیں۔ ایسا لڑکا اگر کسی کا نکاح پڑھائے تو جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر فی الواقع اس کے یہاں کی عورات غیر خدا کو پُوجتی ہیں یعنی حقیقۃً دوسرے کی عبادت کہ شرک حقیقی ہے (نہ صرف وُہ بعض رسوم جاہلیت یا افعال جہالت کہ حدِ فسق و گناہ سے متجاوز نہیں گو اہلِ تشدّد انھیں بنام شرک و پرستش غیر تعبیر کریں) اور وہ اس شرک حقیقی پر مطلع اور اس پر راضی ہے تو خود کافر مرتد ہے فان الرضا بالکفر کفر (کیونکہ کفر پر رضا بھی کفر ہے۔ ت) اس تقدیر پر اُس سے نکاح پڑھوانا ہرگز نہ چاہیے کہ مرتد کے پاس تک بیٹھنا شرعاً معیوب ہے،

قال تعالٰی فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا، یاد آنے پر ظالم لوگوں کی مجلس میں مت بیٹھو۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۶۸

[2] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۶۶

[3] القرآن ۶/ ۶۸

نہ کہ خاص دینی شرعی کام میں اُس سے مدد لینا،

قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم انا لا نستعین بمشرك[1]۔ اخرجه احمد و ابوداؤد وابن ماجة عن ام المؤمنین الصدیقة رضی الله تعالٰی عنها بسند صحیح۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ہم مشرک سے مدد لینا ناپسند کرتے ہیں۔ اس کو صحیح سند کے ساتھ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے (ت)

مگر پڑھانے کا تو نکاح صحیح ہوجائے گا کہ اگر وہ صرف الفاظ ایجاب وقبول کہلوانے والا ہے، کہنے والے خود عاقدین یا اُن کے اولیا یا وکلا، جب تو ظاہر کہ اسے عقد سے کوئی علاقہ نہیں، تو اس کے کفر واسلام یا بلوغ یا عدم بلوغ سے عقد پر کیا اثر ہوسکتا ہے اور اگر وکیل بھی ہو کہ خود ہی ایجاب یا قبول کرے گا تاہم صحت وکالت کے لیے اسلام خواہ بلوغ شرط نہیں، عاقل ہونا درکار، وہ حاصل ہے، ہندیہ میں ہے:

تجوز وکالة المرتد بان وکل مسلم مرتدا وکذا لوکان مسلما وقت التوکیل ثم ارتد فهو علی وکالته الا ان یلحق بدار الحرب فتبطل وکالته کذا فی البدائع[2]۔

مسلمان نے کسی مرتد کو وکیل بنایا تو مرتد کی وکالت جائز ہوگی، اور یوں ہی کسی مسلمان کو وکیل بنایا پھر وہ وکیل مرتد ہوگیا تو اس کی وکالت باقی رہے گی مگر وہ دارالحرب چلا جائے تو پھر اس کی وکالت باطل ہوجائیگی، بدائع میں اسی طرح ہے (ت)

www.alahazratnetwork.org

اُسی میں ہے:

لا تصح وکالة المجنون والصبی الذی لا یعقل واما البلوغ والحریة فلیسا بشرط لصحة الوکالة[3]۔

مجنون اور ناسمجھ بچے کی وکالت صحیح نہیں ہے تاہم بالغ ہونا اور آزاد ہونا وکالت کے لیے شرط نہیں ہے۔ (ت)

اسی طرح اگر بے توکیل کسی مرد یا عورت بالغ و بالغہ خواہ صبی وصبیہ کا نکاح اس نے پڑھا دیا اور اس نابالغ کا کوئی ولی شرعی موجود ہے اگرچہ حاکم شرع ماذون بالتزویج یا سلطان اسلام ہی سہی، جب بھی صحیح و منعقد ہوگیا کہ اس تقدیر پر یہ فضولی تھا اور فضولی کا عقد ہمارے نزدیک باطل نہیں بلکہ اجازت پر موقوف رہتا ہے

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۹
[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الوکالۃ الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۵۶۲
[3] " " " " " "

تو جس کا نکاح بے اجازت معتبرہ شرعیہ اس نے پڑھایا اگر وہ خود بالغ یا بالغہ ہے تو خود اس کے ورنہ اس کے ولی مذکور کی اجازت پر موقوف رہے گا اگر اس نے جائز رکھا جائز ہو جائے گا۔

فان الاجازۃ اللاحقۃ کالوکالۃ السابقۃ وقد کان یصلح لھذا فکذا التالی۔

بعد کی اجازت بھی پہلے کی وکالت کی طرح ہے، جب وکالت میں یہ صلاحیت ہے تو بعد والی اجازت بھی ایسی ہی ہے۔ (ت)

اور رد کر دیا تو باطل کما ھو شان عقد الفضولی (جیسا کہ عقد فضولی کا مقام ہے۔ ت) اور اگر ان عورات کے افعال حد کفر تک نہیں یا ہیں مگر یہ ان پر راضی نہیں، جب تو یہ شخص مسلمان ہے، صُوَرِ مذکورہ میں اس سے نکاح پڑھوانے میں اصلاً مضائقہ نہیں۔ ہاں اگر کوئی مرتد یا صبی نابالغ اپنے بیٹے بیٹی بہن بھائی، خواہ کسی اور نابالغ یا نابالغہ کا نکاح اگرچہ بزعم ولایت پڑھائے اور ان کا مسلمان باپ، جوان مسلمان بھائی، چچا، خواہ کوئی اور ولی شرعی مرد یا عورت یہاں تک کہ وہاں سلطان اسلام یا اس کی طرف سے کوئی حاکم شرع ماذون بالانکاح بھی ہو تو البتہ اس صورت میں یہ نکاح باطل محض ہوگا کہ مرتد یا نابالغ صالح ولایت نہیں تو عقد عقد فضولی ہوا، اور ایسی حالت میں صدور پایا کہ شرعاً اس کا کوئی اجازت دینے والا نہیں۔

وکل عقد صدر من فضولی ولا مجیز لہ (ہر وہ عقد جس کو کوئی جائز کرنے والا نہ ہو تو وہ باطل ہوتا ہے جیسا کہ دُر وغیرہ میں ہے، اور ہندیہ میں ہے کہ نابالغ کو ولایت حاصل نہیں جیسا کہ حاوی میں ہے، اور نہ مرتد کو مسلم و کافر اور نہ ہی اس کو اپنے جیسے مرتد پر ولایت ہے، بدائع میں ایسے ہی ہے (ملخصاً) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (ت))

فھو باطل کما فی الدر وغیرہ[1] وفی الھندیۃ لاولایۃ لصغیر کذا فی الحاوی ولا للمرتد علی احد لاعلی مسلم ولا علی کافر ولا علی مرتد مثلہ کذا فی البدائع[2] (ملخصاً) واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲ رجب ۱۳۰۹ھ از کٹھور ضلع سورت مرسلہ مولوی محمد عبدالحق صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین زادہم اللہ تعالٰی شرفاً و تعظیماً لدیہ اس مسئلہ میں کہ سبحان خان نے اپنی دختر عاقلہ بالغہ مسماۃ امینہ بی بی کا خطبہ یعنی منگنی نور الدین عاقل بالغ سے بے کسی شرط و اقرار کے کر دی، جب نکاح کے چند روز رہے نور الدین سے کہا مخطوبہ کے نام ایک مکان خریدو

۱؎ درمختار کتاب البیوع فصل فی الفضولی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۱

۲؎ فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الرابع فی الاولیاء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۸۴

تو نکاح کر دوں ورنہ تین برس نہ کروں گا۔ اس نے کہا پہلے تم نکاح کر دو تو برس چھ مہینے کے بعد ہاتھ پہنچنے سے میں مکان خرید دوں گا۔ سبحان خاں راضی ہوگیا اور پانچ چھ دن بعد نکاح کرکے دوسرے دن وداع کر دی، دو تین مہینے تک زن وشو ہمبستر رہے، اب سبحان خاں نے امینہ کو اپنے یہاں روک رکھا اور کہتا ہے نکاح بوجہ شرط مکان فاسد ہوا حالانکہ عورت نے وقت توکیل بالنکاح یا اس سے پہلے سوا ایک سو ساٹھ روپے مہر کے کوئی شرط مکان وغیرہ کی نہ کی، نہ بعد وداع کوئی گفتگو زبان پر لائی، اور مکان بھی مجہول ہے کہ پختہ و خام کی کوئی تصریح نہ ہوئی، نورالدین کا اقرار بھی معلق تھا کہ پہلے نکاح کر دو تو بعد کو خرید دوں گا، پس یہ نکاح بلا شرط ہوا یا معلق بالشرط الصحیح یا بالشرط الفاسد، اور اقرار مذکور نورالدین معلق بالشرط ہے اور اقرار معلق بالشرط باطل ہے یا نہیں، بہر تقدیر شرعاً اس نکاح میں کوئی خلل اور نورالدین سے مکان دلوانا واجب ہے یا نہیں؟ بینوا بیانا شافیا للمذہب الحنفی من الکتب المعتبرۃ المتداولۃ بین العلماء العظام والفقہاء الکرام توجروا اجرکم اللہ تعالٰی اجرا وافیا۔

الجواب

نکاح مذکور صحیح وبے خلل، اور گمانِ فساد محض باطل و پُر زلل۔

اوّلاً تقریر سوال سے واضح کہ مکان دینا کلام سبحان خاں میں شرط تعجیل نکاح تھا کہ بالآخر وہ بھی نہ رہی نہ شرط فی النکاح۔

ثانیاً علی التسلیم زوج پر ایجاب مال للزوجہ مقتضیات عقد نکاح سے ہے، نہ اُس کے خلاف ومثلہ لایفسد البیع فکیف بالنکاح (اس طرح سے بیع فاسد نہیں ہوتی چہ جائیکہ نکاح کو فاسد کرے۔ت) اگر واقعی بطریق مہر و شرط بھی نہ صرف بروجہ وعدہ اس قرارداد کا ذکر خود اصل عقد میں آتا تاہم اصلاً خلل نہ لاتا، نہ جہالت مکان سے کوئی نقصان آتا، کہ وہ بحالت ایفا بالشرط خود متعین ہوکر مجہول نہ رہتا اور بے ایفا الزام مہر مثل ہوتا،

کما حققہ المولی المحقق الشامی قدس سرہ السامی فی رد المحتار، قال فقد صرح فی النہر بانہ فی المبسوط بعد ان ذکر عبارۃ محمد لو تزوجہا علی الف وکرامتہا او یہدی لہا ھدیۃ فلہا مہر مثلہا لاینقص عن الالف قال ھذہ المسألۃ

جیسا کہ محقق شامی قدس سرہ السامی نے رد المحتار میں اس کی تحقیق کرتے ہوئے فرمایا کہ نہر میں تصریح ہے کہ مبسوط میں امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کی عبارت نقل کرنے کے بعد فرمایا اگر کسی شخص نے عورت سے ہزار اور اعزاز یا ہزار اور ہدیہ دینے کی شرط پر نکاح کیا تو اس کا مہر مثل ہوگا جو ہزار سے کم نہ ہو۔ علامہ شامی نے

علی وجہین ان اکرمہا او اھدی لہا ھدیۃ فلہا المسمی والا فمہر المثل اھ وفی البدائع لوشرط مع المسمّٰی شیئا مجھولا کأن تزوجہا علی الف درھم وان یھدی لہا ھدیۃ فاذا لم یف بالھدیۃ یجب تمام مہر المثل اھ وجہالۃ الھدیۃ والاکرام ترتفع بعد وجودھا[1] اھ ملخصا وتمامہ فیہ۔ 11 11

فرمایا کہ اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں، اگر اس نے وعدہ کے مطابق کوئی اعزازیہ یا ہدیہ دیا تو پھر مہر مقررہ ہزار ہی ہوگا ورنہ مہر مثل ہوگا اھ، بدائع میں ہے کہ اگر مقررہ مہر کے ساتھ کوئی مجہول شئی ذکر کی مثلا یوں کہا کہ ایک ہزار درہم اور کوئی ہدیہ دے گا، تو اگر ہدیہ کا وعدہ پُورا نہ کیا تو پورا مہر مثل واجب ہوگا اھ، ہدیہ اور اعزازیہ دینے کے بعد اس کی جہالت ختم ہوجائے گی اھ ملخصا، مکمل بحث رد المحتار میں ہے۔ (ت)

ثالثًا بفرض باطل اسے شرط فاسد بھی مانیے تاہم ظاہر کہ وقت عقد اس کا کوئی ذکر نہ ہوا وہ صرف ایک گفتگو پیش از عقد تھی جس کا طے ہونا باعث علی التزویج ہوا نہ کہ ماخوذ فی التزویج اور شرط مذکور قبل العقد مبادلات مالیہ میں بھی ملتحق بالعقد نہیں ہوتی مالم یتفقا علی المواضعۃ علیہ حین العقد (میاں بیوی جب تک کسی پر متفقہ طور پر راضی نہ ہوں گے اس وقت تک خاوند پر نکاح کے وقت ذکر شدہ مہر ہی لازم رہے گا ذکر اشال نکاح میں، جامع الفصولین میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

لوشرطا شرطا فاسدا قبل العقد ثم عقدا لم یبطل العقد[2]۔

اگر نکاح سے پہلے کوئی فاسد شرط ذکر کی ہو تو اس کے بعد کا نکاح باطل نہ ہوگا۔ (ت)

رابعًا التحاق بھی سہی یعنی مان لیجئے کہ وہ شرط فی النکاح ہی تھی اور فاسد بھی تھی اور نفس عقد میں ملحوظ و ماخوذ بھی رہی تو نکاح اُن عقود میں نہیں کہ شروط فاسدہ سے فاسد ہوسکے بلکہ وہ شرط ہی خود فاسد ہوتی اور نکاح صحیح و بے خلل رہتا ہے اور جہالت بدل کا علاج مہر مثل ہے۔ خلاصہ میں ہے:

فی شرح الطحاوی العقود ثلثۃ عقد یتعلق بالجائز من الشرط وھو ذکر البدل والفاسد من الشرط یفسدہ کالبیع والاجارۃ والقسمۃ والصلح عن مال وعقد لایتعلق بالجائز من الشرط والفاسد من الشرط

شرح الطحاوی میں ہے کہ عقد تین قسم پر ہیں، ایک وہ کہ جس میں جائز شرط مؤثر ہو مثلاً بدل کا ذکر، اور فاسد شرط بھی مؤثر ہو یعنی اس کو فاسد کردے جیسے عقد اجارہ، بیع، تقسیم، مال پر صلح۔ اور دوسرا وہ کہ اس میں کوئی شرط خواہ جائز ہو یا فاسد مؤثر نہ ہو، جیسے نکاح، خُلع،

---

[1] رد المحتار باب المہر مطلب تزوجہا علی عشرۃ دراہم وثوب دار احیاء التراث العربی بیروت ٢/٣٤٩

[2] جامع الفصولین الفصل الثامن عشر فی بیع الوفاء الخ اسلامی کتب خانہ کراچی ١/٢٣٤

لایبطلہ کالنکاح والخلع والصلح عن دم العمد والعتق عن مال فہذہ العقود تصح بغیر ذکر البدل وتجوز بالبدل المجہول الخ[1] وفی زیادات القاضی الامام فخر الدین العقود التی یتعلق تمامہا بالقبول اقسام ثلثۃ قسم یبطلہ الشرط الفاسد وجہالۃ البدل وھی مبادلۃ المال کالبیع والاجارۃ وقسم لایبطلہ الشرط الفاسد ولاجہالۃ البدل وھو معاوضۃ المال بمالیس بمال کالنکاح والخلع[1] اھ ملخصًا۔

قتلِ عمد پر صلح اور عتق علی المال، یہ عقود بدل کو متعین کئے بغیر بھی صحیح ہوتے ہیں اور بدل مجہول پر بھی جائز ہوتے ہیں الخ۔ قاضی امام فخر الدین کی زیادات میں ہے کہ وُہ عقود جو صرف قبول کرلینے سے مکمل ہوجاتے ہیں، ان کی تین قسمیں ہیں، ایک وہ کہ جن کو فاسد شرط اور بدل کی جہالت فاسد کردیتی ہے، اور یہ مالی عقود ہیں جیسے بیع اور اجارہ وغیرہ، دوسری وُہ جن کو فاسد شرط اور جہالت بدل فاسد نہیں کرتی، جیسے وُہ عقود جن میں غیر مال کے بدلے مال ہو، مثلاً نکاح اور خلع اھ ملخصًا (ت)

بیانِ حکم نکاح میں یہی وجہ کافی و وافی تھی مگر اسئلۂ سائل کا استیفا کے جواب ذکر وجوہ سابقہ پر حامل ہوا وباللہ التوفیق۔ بالجملہ صورت مستفسرہ میں نکاح کو فاسد خیال کرنا سخت جہالت بے معنی ہے۔ رہا مکان تقریر سوال سے ظاہر ہے کہ وہ بطور مہر نہ مانا گیا نہ عاقدین نے اسے بدل بضع قرار دینے پر لحاظ کیا بلکہ نور الدین کی طرف سے بدرخواست سبحان خاں ایک وعدہ تھا جس پر رضامندی ہوکر تزویج ایک جدا مہر مسمّی پر واقع ہوئی اس صورت میں وُہ مکان دینا بیشک مکارم اخلاق سے ہے اور ایفائے وعدہ شرعًا محبوب اور خلف وعدہ ناپسند و مکروہ، تو نور الدین کو بھی چاہئے کہ بشرط دسترس (جس کی تصریح وہ اصل وعدہ میں کرچکا) امینہ کو ایک مکان خرید دے، اقرار اگرچہ تعلیق بالشرط کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ سیّدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ مبسوط کی کتاب الاقرار میں فرماتے ہیں، تعلیق الاقرار بالشرط باطل[2] (اقرار کو شرط سے معلق کرنا باطل ہے۔ ت) خلاصہ میں ہے،

التی تبطل بالشروط الفاسدۃ ولا یصح تعلیقہا بالشرط ثلثۃ عشر البیع والقسمۃ والاجارۃ (الٰی قولہ)

وُہ امور جو فاسد شرط سے باطل ہوجاتے ہیں اور ان کی کسی شرط سے تعلیق بھی صحیح نہیں ہوتی، ایسے امور کی تعداد تیرہ[13] ہے، ان میں بیع، تقسیم، اجارہ

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الخامس فی البیع اذا کان فیہ شرط مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳/ ۵۲ و ۵۱

[2] مبسوط امام محمد

والاقرار[1] | اور اقرار بھی ہے۔ (ت)

مگر بظاہر کہ یہ اقرار مصطلح فقہی نہیں،

فانه اخبار من حق کائن علیه هذا هو التحقیق عندی او هذا اخبار من وجه و انشاء منجز من وجه کما لهج به کثیرون۔

کیونکہ وُہ پہلے سے موجود حق سے خبر دینا ہے، میرے نزدیک یہی تحقیقی بات ہے، یا من وجہ خبر اور من وجہ پورا کرنے کا انشاء ہے جیسا کہ بہت سے علماء نے بیان کیا ہے۔ (ت)

بلکہ وعدہ ہے اور وعدے کی تعلیق بالشرط جائز بلکہ بعض علماء فرماتے ہیں وعدہ تعلیق پاکر واجب ہوجاتا ہے۔ اشباہ میں ہے،

فی القنیة وعد ان یاتیه فلم یاته لا یاثم و لا یلزم الوعد الا اذا کان معلقا کما فی کفالة البزازیة و بیع الوفاء کما ذکره الزیلعی[2]

قنیہ میں ہے ایک شخص نے وعدہ کیا کہ میں آؤں گا، تو وہ نہ آیا، گنہگار نہ ہوگا۔ اور وعدہ صرف وہی لازم ہوتا ہے جو کسی شرط سے معلق ہو، جیسا کہ بزازیہ کی کفالت کی بحث میں ہے، اور بیع الوفاء بھی وعدہ کی یہی قسم ہے جیسا کہ امام زیلعی نے ذکر فرمایا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

وجیز کردری میں ہے :

المواعید باکتساء صور التعلیق تکون لازمة[3]۔ | جن وعدوں میں تعلیق ذکر کی جائے وہ لازم ہوتے ہیں۔ (ت)

تو ظاہر اطلاق عبارات مذکورہ سے صورت دائرہ میں بھی نور الدین پر جس نے وعدہ معلقہ بتقدیم نکاح کیا تھا اور شرط تقدیم متحقق ہوئی بحال دسترس وجوبِ وفا مستفاد ہوسکتا ہے مگر بعد احاطہ کلمات ائمہ نظر غائر استظہار کرتی ہے کہ یہ وجوب ہو بھی تو دیانۃً ہے قضاءً وفائے وعدہ پر جبر نہیں،

الا فی الکفالة و فی بیع الوفاء علی قول و قد ذکرنا الوجه فیهما فیما علقنا علی رد المحتار۔

صرف کفالت اور بیع الوفاء میں ایک قول کے مطابق وفا لازم ہے جس کی وجہ ہم نے ان دونوں کے مقام پر ردالمحتار کے حاشیہ میں ذکر کردی ہے (ت)

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی | الفصل الخامس فی البیع | مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ | ۵۵/۴، ۵۴
[2] الاشباہ والنظائر | کتاب الحظر والاباحۃ | ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی | ۱۱۰/۲
[3] فتاوٰی بزازیہ علی حامش ہندیہ | کتاب الکفالۃ | نورانی کتب خانہ پشاور | ۳/۶

امام فقیہ النفس فخر الدین خانیہ میں فرماتے ہیں:

رجل اجر داره کل شهر بدرهم و سلم ثم باعها من غیره وکان المشتری یاخذ اجرة الدار من هذا المستاجر ومضی علی ذلك زمان وکان المشتری وعد البائع انه اذا رد علیه الثمن یرد داره و یحتسب ما قبض من المستاجر من ثمن الدار فجاء البائع بالدراهم واراد ان یجعل الاجر محسوبا من الثمن قالوا لیس للبائع ان یجعل ذلك من الثمن وما قال المشتری للبائع کان وعدا فلا یلزمه الوفاء بذلك حکما فان نجز وعده کان حسنا والا فلا شیئ علیه[1] اھ ملخصا۔

ایک شخص نے اپنا مکان ہرماہ فی درہم کرایہ پر دیا، پھر اس نے وہ مکان اس کے غیر کو فروخت کردیا اور اب کرایہ دار سے یہ مشتری کرایہ ایک زمانہ تک وصول کرتا رہا جبکہ مشتری نے بائع سے یہ وعدہ کر رکھا تھا کہ جب آپ مکان کی قیمت واپس کردینگے تو میں مکان واپس آپ کو دے دوں گا، اور قیمت میں سے وصول شدہ کرایہ آپ کو منہا کردوں گا، اب ایک مدت بعد بائع نے آکر مشتری کو مکان کی قیمت واپس کردی اور اس نے کرایہ کی رقم قیمت میں منہا کرنا چاہی، تو اس پر فقہاء کرام نے فرمایا کہ بائع کو کرایہ کی رقم قیمت میں شمار کرکے منہا کرنے کا اختیار نہیں، اور مشتری نے جو یہ وعدہ کیا تھا وہ وعدہ تھا جس کی وفا مشتری پر لازم نہیں، ہاں اگر مشتری اپنے طور پر وعدہ کو پورا کرے تو بہتر ہے ورنہ اس پر کچھ لازم نہیں ہے اھ ملخصاً (ت)

www.alahazratnetwork.org

ہندیہ میں ظہیریہ سے اسی صورت خانیہ میں ہے:

ان انجز وعده کان حسنا والا فلا یلزمه الوفاء بالمواعید[2]

اگر وہ وعدہ پورا کرے تو بہتر ہے ورنہ وعدوں کی وفا لازم نہیں ہے (ت)

خیریہ میں ہے:

سئل فی رجل له وظیفة فرغ عنها لاخر بعوض وقررہ القاضی لاهلیته و نذر المفروغ له للفارغ اذا رد الیه نظیر المدفوع یفرغ له فهل

ایک شخص کو قاضی نے اس کی اہلیت کی بنا پر وظیفہ مقرر کرکے ایک کام سپرد کیا تو اس نے ایک معاوضہ کے بدلے وہ کام آگے ایک دوسرے کے سپرد کردیا اور قاضی نے بھی اس کو منظور کرلیا، جبکہ دوسرے

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الاجارات فصل فی الاجارۃ الطویلۃ نولکشور لکھنؤ ۲/ ۴۲۳

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الاجارۃ الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۴۲۷

لا یلزمہ الوفاء بہ شرعا اجاب لا یلزمہ الوفاء بما نذر اذ النذر لا یلزمہ الوفاء بہ الا بشروط وھی متخلفۃ فی ھذا ولو فرضنا اجتماع شرائطہ فالقاضی لا یقضی بہ علی الناذر کما صرحوا بہ قاطبۃ[١] اھ ملخصا فافھم ولا تعجل۔

شخص نے یہ عہد کیا تھا کہ اگر پہلے مقررہ شخص مجھ سے وصول کرنے کے برابر مجھے واپس کرے تو میں اس کے حق میں اس کام سے دستبردار ہوجاؤں گا، اس سوال کے جواب میں کہ اس دوسرے شخص پر اپنے عہد کی پابندی ضروری شرعاً ہے تو جواب میں فرمایا کہ عہد کی وفا لازم نہیں ہے کیونکہ عہد کی وفا چند شرطوں کے بغیر لازم نہیں جو یہاں مفقود ہیں، چنانچہ قاضی عہد کرنے والے شخص پر ایفاءِ عہد کے لزوم کا فیصلہ نہیں کرے گا۔ (ت)

قرۃ العیون میں ہے:

قال سیدی الوالد رحمہ اللہ تعالٰی لا یلزم الوفاء بالوعد شرعا۔[٢]

میرے آقا والد صاحب نے فرمایا کہ شرعاً وعدہ کی وفا لازم نہیں ہے۔ (ت)

اسی طرح اور کتب میں ہے وتمام تحقیق المسألۃ حسب ما ارانا اللہ تعالٰی فی تعلیقنا المنۃ کود (اور مسئلہ کی پوری تحقیق توفیق الٰہی ہمارے مذکورہ حاشیہ میں ہے۔ ت) بہرحال یہاں ایجاب قضاء کی گنجائش نہیں تو نہ امید کہ اس پر مطالبہ جبری ہوسکتا ہے نہ حاکم جبراً مکان دلا سکتا ہے۔ خیریہ میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

ھذا اذا ذکر علی سبیل انہ من المھر وان ذکر علی سبیل العدۃ فھو غیر لازم بالکلیۃ الا ان یتبرع الزوج۔[٣]

یہ تب ہے جب خاوند نے اس کو مہر میں سے قرار دیا ہو، اور اگر وعدہ کے طور پر ذکر ہو تو بالکل لازم نہیں، ہاں اگر بطور عطیہ دے دے تو درست ہے۔ (ت)

ہاں اگر معلوم ہو کہ وہ بھی علی جہۃ المہر مشروط اور عاقدین کو عقد میں اس کی طرف لحاظ تھا تو حکم وہی ہے جو اوپر گزرا کہ اگر مکان دے گا تو باقی مہر مسمّٰی بھی بدستور لازم ورنہ مہر مثل کہ اس مقدار مسمّٰی سے کم نہ ہو کما اسلفنا عن الامام محمد رحمہ اللہ تعالٰی (جیسا کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے ہم نے

---

[١] فتاوٰی خیریہ — کتاب الوقف — دارالمعرفۃ بیروت ١/ ٥٨-١٥٧
[٢] قرۃ العیون — کتاب العاریۃ — دارالکتب العربیۃ الکبرٰی مصر ٢/ ٣٠٠
[٣] فتاوٰی خیریہ — کتاب النکاح باب المھر — دارالمعرفۃ بیروت ١/ ٣٠

پہلے نقل کردیا ہے۔ ت)۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱ ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ رضامند زید کو تھی اور جابر نے جبر کیا بلا رضامندیٔ ہندہ اور بغیر رضامندی ولیوں کے عمرو سے فرضی مہر مقرر کرکے ایجاب و قبول کرایا اور وقت ایجاب کے مسماۃ آہ وزاری اور فریاد واویلا انکار کرتی تھی، مسماۃ کے اس انکار آہ وزاری شور واویلا کو اذن قرار دے کر دولھا سے ایجاب و قبول کرا کے نکاح مشہور کرکے شیرینی تقسیم کردی، ایسا نکاح نزدیک علمائے حقانی جائز ہے یا ناجائز؟ اگر ناجائز ہو یا جائز ہو تو ادلّہ مع آیات اور حدیث کے تحریر فرمائیے، بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں اگر ہندہ نابالغہ تھی جب تو اس کا انکار اقرار کوئی چیز نہ تھا اس کے ولی سے اجازت لینی تھی اور اگر بالغہ تھی تو اگرچہ اذن لیتے وقت اس کا انکار بلکہ صحیح مذہب پر صرف آواز اور فریاد سے رونا ہی رَدِ استیذان کے لیے کافی ہو مگر اس کا حاصل اس قدر کہ نکاح کرنے والے کی وکالت صحیح نہ ہوئی، بہرحال یہ نکاح نکاحِ فضولی ہُوا کہ درصورتِ بلوغ ہندہ خود اس کی ورنہ اس کے ولی کی اجازت پر موقوف رہا، اگر بعد نکاح جب خبرِ نکاح پہنچے رَد کیا جائے گا رَد ہوجائے گا اور اجازت دی جائیگی تو جائز ہوجائے گا۔

فی ردالمحتار عن الذخیرۃ بعضھم قالوا ان کان مع الصیاح والصوت فھو رد والا فھو رضی وھو الاوجہ وعلیہ الفتوی[1] اھ وتمامہ فیہ وفی الدرالمختار لواستاذنھا فی معین فردت ثم زوجھا منہ فسکتت صح فی الاصح[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ردالمحتار میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ بعض نے کہا ہے کہ اگر لڑکی کا رونا چیخ وپکار کے طور پر ہو تو یہ نکاح سے انکار ہوگا ورنہ وہ رضا ہے اور یہی درست ہے اور اسی پر فتوٰی ہے اھ، اور پوری بحث ردالمحتار میں ہے۔ اور درمختار میں ہے اگر لڑکی سے معین شخص کے ساتھ نکاح کی اجازت طلب کی تو لڑکی نے انکار کردیا، اس کے بعد پھر اس کا نکاح اسی شخص سے کیا اور لڑکی خاموش رہی تو نکاح صحیح ہوگا اصح قول میں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲ از پیلی بھیت محلہ بشیر خاں متصل مکان مدینہ شاہ مرسلہ نظام الدین ۲۹ رمضان ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نکاح قبولیت سے جائز ہے یا کوئی اور بات؟ اور قاضی کا

---

[1] ردالمحتار باب الولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۹۹

[2] درمختار 〃 مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۲

ہونا ضرور ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نکاح کے لیے فقط مرد و عورت کا ایجاب و قبول چاہیے، اور دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کا اُسی جلسہ میں ایجاب و قبول کو سُننا اور سمجھنا کہ یہ نکاح ہو رہا ہے، بس اسی قدر درکار ہے، اس سے زیادہ قاضی وغیرہ کی حاجت نہیں،

فی الدرالمختار ینعقد بایجاب وقبول وشرط حضور شاھدین حرین او حر وحرتین مکلفین سامعین قولھما معا علی الاصح فاھمین انہ نکاح علی المذھب بحر[1] اھ ملخصا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے کہ دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی موجودگی میں جو کہ عاقل بالغ اور حر ہوں اور انھوں نے لڑکے اور لڑکی کا ایجاب و قبول ایک مجلس میں سُنا ہو تو نکاح ہو جائیگا بشرطیکہ ان گواہوں نے اس کو نکاح سمجھا ہو، مذہب یہی ہے، بحر، اھ ملخصا

واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳ از مدرسہ محلہ چک منڈی سیت گڑھ مرسلہ مولوی عبدالرزاق صاحب امام مسجد

غرہ محرم الحرام ۱۳۱۲ھ

www.alahazratnetwork.org

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مبین و مفتیانِ شرع متین کثرہم اللہ تعالٰی ایک شخص عمرو نے اپنی برادری کو دعوت منگنی کی دے دی اور وہ اسباب جو فی زماننا دولھا کی جانب سے دئے جاتے ہیں، مثلاً ساڑھی اور انگیا اور زیور وغیرہ، حاضر کیا، اہل برادری نے ولی صغیرہ سے باز پرس کی کہ ہماری طلبی کی کیا وجہ تھی، تو اس نے جواب دیا کہ عبداللہ صاحب نے اپنی لڑکی مسماۃ ہندہ میرے لڑکے مسمی بہ زید کو دے دی ہے لیکن چونکہ مجھے یہ مقصود تھا کہ یہ بات علی رؤس الاشہاد محقق ہو جائے لہذا میں نے آپ کو تکلیف دی ہے علٰی ہذا القیاس ولی صغیرہ سے دریافت کیا گیا کیا تم نے اپنی لڑکی مسمی بہ ہندہ زید کو دی ہے؟ اس نے کہا ہاں میں نے دی ہے اور آپ کی تکلیف دہی کی یہی وجہ ہے، تو ایسی صورت میں نکاح صغیر و صغیرہ منعقد ہوا یا نہیں؟ اور جو درمختار کتاب النکاح میں مذکور ہے،

وکذا انا متزوجک وجئتک خاطبا لعدم جریان المساومۃ فی النکاح[2]

اور یوں ہی کہ تجھ سے نکاح کرتا ہوں اور میں تجھے نکاح کا پیغام دینے آیا ہوں، کیونکہ نکاح بھاؤ چکانا نہیں ہوتا۔ (ت)

[1] و [2] درمختار کتاب النکاح مجتبائی دہلی ۱/۱۸۵-۸۶

آیا اس عبارت منقولہ سے منگنی نکاح ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اگر ہوسکتی ہے تو فھو المراد والا اس عبارت کا کیا مطلب؟

الجواب

ارشاداتِ علمائے کرام میں نظر سے واضح کہ کلماتِ مذکورہ فی السوال انعقادِ نکاح کے لیے اصلاً کافی نہیں، عمرو و عبداللہ دونوں کے کلام صراحۃً اخبار ہیں کہ ہماری زبان میں صیغہ ماضی مقرون بلفظ ہے خاص امر واقع شدہ سے خبر دینے کے لیے ہے نہ امر غیر واقع کے انشاء و ایجاد کو، پھر کلام عمرو سخن ابتدائی نہیں، اہل برادری کے اس بازپرس کا جواب ہے کہ ہماری طلبی کی کیا وجہ تھی، پُر ظاہر کہ اس سوال کا جواب اخبار ہوگا نہ کہ انشائے ایجاب، یُوں ہی کلام عبداللہ کا سیاق بھی کہ ہاں دی ہے، اور آپ کی تکلیف دہی کی یہی وجہ ہے صاف صاف اُسی معنی اخبار و بیانِ وجہ جمع کی تاکید کررہا ہے کما لا یخفی علی العارف باسالیب الکلام (جیسا کہ کلام کے اسلوب کو سمجھنے والے پر مخفی نہیں ہے۔ ت) اور شک نہیں کہ وقوعِ نکاح سے خبر دینا انشائے عقد سے بالکل مبائن و غیر مؤثر ہے، اگر بنظرِ ظاہر کہئے تو حسبِ تصحیحاتِ جمہور ائمہ و اختیاراتِ عامہ متون مذہب مذیل بأکد الفاظ فتوٰی اور نظر دقیق لیجئے تو امثال مقام میں بالاجماع بلانزاع،

کما حققنا ذٰلک بتوفیق اللہ تعالٰی فی رسالتنا "عباب الانوار ان لانکاح بمجرد الاقرار" من فتاونا ولنقتصر ھٰھنا علی الاشارۃ الٰی بعض عبارات الافتاء تنزلا الی الطریقۃ الاولٰی.

جیسا کہ ہم نے اس کو اللہ تعالٰی کی توفیق سے اپنے رسالہ "عباب الانوار ان لانکاح بمجرد الاقرار" میں محقق کیا ہے اور یہاں ہم صرف فتوٰی کی بعض عبارات کی طرف اشارہ کریں گے، پہلے طریقہ پر۔ (ت)

جواہر الاخلاطی میں ہے،

اقر بالنکاح بین یدی الشھود لاینعقد ھو المختار وقیل ینعقد والاول ھو الصحیح وعلیہ الفتوٰی[1]

مرد و عورت نے گواہوں کی موجودگی میں اقرار کیا تو اس سے مختار قول کے مطابق نکاح منعقد نہ ہوگا، اور بعض نے کہا ہے کہ ہوجائے گا، لیکن پہلا قول صحیح اور اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

اصلاح و ایضاح میں ہے:

النکاح اثبات وھذا اظہار والاظہار

اقرار اظہار کا نام ہے جبکہ نکاح اثبات کا نام ہے

---

[1] جواہر الاخلاطی کتاب النکاح قلمی نسخہ ص ۴۸

غیرالاثبات ذکرہ فی التخییر وقال فی مختارات النوازل ھو المختار[1]

اور اظہار اور اثبات دو مختلف چیزیں ہیں، اس کو تخییر میں ذکر کیا ہے، اور مختارات النوازل میں کہا کہ یہی مختار ہے۔ (ت)

ہندیہ میں ہے: الصحیح انہ لایکون نکاحا کذا فی الظہیریۃ[2] (صحیح یہی ہے کہ نکاح نہ ہوگا جیسا کہ ظہیریہ میں ہے۔ ت) وجیز کردری میں ہے: لاینعقد فی المختار الصحیح[3] (مختار اور صحیح قول کے مطابق نکاح منعقد نہ ہوگا۔ ت)

علاوہ بریں دینا، عطا، ہبہ، یہ الفاظ خود ہی نکاح میں صریح نہیں کنایہ ہیں اور عقد و وعدہ دونوں کو محتمل، منگنی ہونے پر بھی عرف شائع میں کہا جاتا ہے کہ فلاں نے اپنی بیٹی فلاں کو دی، ولہذا علماء تصریح فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ بہ نیت خطبہ کہے جائیں تو خطبہ ہی ٹھہرے گا مجلس وعدہ میں صادر ہوں تو وعدہ ہی قرار پائے گا۔ درمختار میں ہے:

لفظ تزویج ونکاح صریح وما عداھما کنایۃ وھو کل لفظ وضع لتملیک عین کاملۃ فی الحال کھبۃ وتملیک وصدقۃ وعطیۃ بشرط نیۃ اوقرینۃ وفھم الشھود المقصود اھ ملتقطا[4]

نکاح میں لفظ 'تزویج' اور 'نکاح' صریح ہیں۔ ان کے علاوہ باقی سب کنایہ ہیں، اور کنایہ کے لیے وہ تمام الفاظ ہیں جو بروقت کسی کامل چیز کی تملیک کے لیے ہوں، مثلاً ہبہ، صدقہ، عطیہ اور تملیک کے الفاظ جب نکاح کی نیت سے استعمال ہوں یا اس پر قرینہ موجود ہو اور اس سے گواہ بھی مقصد کو سمجھ سکیں اھ ملتقطا (ت)

خانیہ میں ہے:

اذا قال لاب البنت وھبت ابنتک منی فقال وھبت فقال قبلت قالوا ان کان ھذا القول من الخاطب علی وجہ الخطبۃ ومن الاب ایضا علی وجہ الاجابۃ لاعلی وجہ العقد

جب ایک لڑکے نے لڑکی کے باپ کو کہا کہ آپ نے اپنی لڑکی مجھے ہبہ کی تو باپ نے جواب میں کہا میں نے ہبہ کی، اس کے بعد پہلے نے کہا میں نے قبول کی، فقہاء کرام نے فرمایا اگر منگنی کرنے والے اور باپ نے مذکورہ

---

[1] اصلاح وایضاح

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۷۲

[3] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش ہندیہ " " " " ۴/۱۰۹

[4] درمختار " مجتبائی دہلی ۱/۱۸۶

لو یکن نکاحا[1] اھ ملخصا

الفاظ منگنی اور اس کے جواب کے طور پر استعمال کئے اور عقد نکاح مقصود نہ ہو تو نکاح نہ ہوگا اھ ملخصاً (ت)

شرح طحاوی پھر مجتبٰی پھر مجموعۂ علامہ الغروی و واقعات المفتیین علامہ قدری آفندی وغیرہا میں ہے:

قال لہ ھل اعطیتنیھا فقال اعطیت فان کان المجلس للوعد فوعد وان کان لعقد النکاح فنکاح[2]

کسی نے لڑکی کے باپ کو کہا تو نے مجھے لڑکی دی تو باپ نے کہا دی، تو مجلسِ نکاح میں نکاح اور منگنی کی مجلس ہو تو منگنی ہوگی۔ (ت)

سوال سے ظاہر کہ یہ مجلس منگنی ہی کی تھی اور کوئی قرینہ واضحہ ایسا نہ پایا گیا جو ان الفاظ کو انشائے عقد کے لیے متعین کرے تو یوں بھی منگنی ہی ٹھہرے گی نہ نکاح۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

جوابِ سوال دوم: نکاح عقد ہے اور منگنی وعدِ عقد و وعد کا تباین بدیہی، تو منگنی کو نکاح ٹھہرانا بداہۃً باطل اور اجماعاً غلط، ابھی کلماتِ علماء سے عقد و وعد کا تفرقہ گزرا، اس کے نصوص کے نقل بدیہی پر استدلال ہے جئتك خاطبا سے انعقادِ نکاح نہ اس وجہ سے ہے کہ خطبہ عقد ہو بلکہ الفاظ مذکورہ خود الفاظِ عقد ہی قرار پائے ہیں یعنی جبکہ نیت و قرینہ متحقق ہو لما علمت ان ماعدا التزویج والنکاح کنایۃ تفتقر الیھما (جیسا کہ آپ نے معلوم کرلیا کہ تزویج اور نکاح کے الفاظ کے علاوہ باقی کنایہ ہیں جو کہ نیت اور قرینہ کے محتاج ہیں۔ ت) ولہذا علماء انھیں الفاظِ ایجاب کے ساتھ شمار فرماتے ہیں۔ وجیز کردری میں ہے:

کتاب النکاح تسعۃ عشر فصلا الاول فی الالۃ کل لفظ یفید ملك الرقبۃ انعقد بہ کقولہ بعت و تزوجت و انکحت و ملکتك ووھبت وتصدقت وجئتك خاطبا وجعلت نفسی لك[3]

کتاب النکاح انیس۱۹ بحثیں ہیں، پہلی آلہ میں، وُہ ہر لفظ جو رقبہ کی ملکیت کے لیے مفید ہو اس سے نکاح منعقد ہوگا، جیسے میں نے فروخت کیا، نکاح کردیا، تجھے مالک بنایا، ہبہ کیا، صدقہ کیا، میں رشتہ لینے آیا ہوں، میں نے اپنا نفس تجھے دیا۔ (ت)

خلاصہ و خزانۃ المفتیین میں ہے:

ینعقد بقولہ تزوجت و انکحت و ملکتك

نکاح منعقد ہوجاتا ہے ان الفاظ سے، میں نے نکاح

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب النکاح الفصل الاول نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۵۰

[2] فتاوٰی الغرویہ ٭ دارالاشاعۃ العربیۃ، قندھار افغانستان ۱/ ۳۳

[3] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۰۸

ووھبت وتصدقت وجئتك خاطبا وجعلت نفسی لك وبعت[1]

کردیا، تجھے مالک بنادیا، ہبہ کیا، صدقہ کیا، میں رشتہ لینے آیا ہوں، میں نے اپنا نفس تجھے دیا، فروخت کیا۔ (ت)

اقول[۲۴] وباللہ التوفیق فقہ اس میں یہ ہے کہ جئتك خاطبا (میں رشتہ لینے آیا ہوں۔ ت) کسی خطبہ متقدمہ سے اخبار نہیں بلکہ انشائے طلب وتزویج ہے اور انشائے طلب عین حاصل امر، تو جئتك خاطبا بمعنی زوجنی ہے، ولہذا بزازیہ میں ان دونوں کا ایک حکم رکھا،

حیث قال جاء رجل فقال زوجنی بنتك او جئتك خاطبا او جئتك تزوجنی بنتك فقال زوجتك فالنکاح واقع لازم ولیس للخاطب ان لایقبل[2]

جیسا کہ انھوں نے ذکر کیا کہ ایک آدمی نے آکر کہا کہ تو اپنی بیٹی مجھے نکاح کردے، یا، میں آپ کے پاس رشتہ لینے آیا ہوں، یا، میں اس لیے آیا ہوں کہ آپ مجھے اپنی بیٹی بیاہ دیں، تو باپ نے کہا میں نے بیاہ دی، تو ان الفاظ سے لازمی نکاح ہوجائے گا، اب رشتہ طلب کرنے والے کو قبول نہ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ (ت)

اور زوجنی الفاظ مفیدہ عقد سے ہے

توکیلا او ایجابا علی اختلاف القولین والاول[ع] اظھر عندی کما بیناہ فیما علقناہ علی ھامش رد المحتار تو اسی طرح جئتك خاطبا۔

وکیل بنانے کے طور پر یا ایجاب کے طور پر دونوں اقوال کے اختلاف پر، اور پہلا یعنی وکیل بناتے ہوئے میرے نزدیک اظہر ہے، جیسا کہ ہم نے اس کو ردالمحتار کے حاشیہ پر بیان کیا ہے تو اسی طرح "میں تیرے پاس رشتہ لینے آیا ہوں" (ت)

بالجملہ لفظ خطبہ باضافت بیانیہ بعد تحقق نیت وقیام قرینہ الفاظ عقد سے ہے نہ الفاظ خطبہ باضافت لامیہ یعنی وہ الفاظ کہ شرعاً خطبہ قرار پائیں نہ کہ وہ الفاظ کہ صراحۃً اخبار ہوں اور معنی انشاء سے منزلوں دور کما لایخفی علی ذی شعور (جیسا کہ اہل شعور پر مخفی نہیں۔ ت)

اقول[۲۵] وباللہ التوفیق اس کا منشاء خود یہی ہے کہ عادۃً نکاح ربا نکاح میں عدم جریان مساومت

ع: انظر مع ماذکرنا ۱۲ منہ (م)

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب النکاح مکتبہ حبیبیہ کانسی روڈ، کوئٹہ ۲/۲

[2] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح نورانی کتب خانہ، پشاور ۴/۱۱۱

سے پہلے منگنی وغیرہ مقدمات ہو چکتے ہیں تو اُن کے بعد الفاظ مجلس عقد کو مساومت پر حمل نہیں کر سکتے بخلاف بیع کہ نہ وہاں ایسا تقدم، نہ اُس کے لیے کوئی مجلس قرینۂ قصد عقد، فتح القدیر پھر بحر الرائق پھر ردالمحتار میں ہے:

النکاح لایدخله المساومة لانه لایکون الا بعد مقدمات ومراجعات فکان للتحقیق بخلاف البیع[1]۔

نکاح میں بھاؤ لگانا نہیں ہوتا کیونکہ نکاح کئی مقدمات اور آمدورفت کے بعد ہُوا کرتا ہے تو کنایہ الفاظ اسی موقع پر نکاح کے تحقق کے لیے ہوتے ہیں بخلاف بیع کے۔ (ت)

تحقیق مقام یہ ہے کہ عبارت مذکورۂ سوال کے معنے اگر یہ ٹھہریں کہ امثال الفاظ بعد قیام قرینۂ قصد عقد مثل جلسۂ نکاح بعد خطبہ و قراءت خطبہ وغیرہا بحکم دلالت ظاہرہ جانب عقد منصرف ہوں گے نہ کہ سُوئے مساومت کہ یہاں کوئی محل مساومت نہیں، تو بیشک صحیح ہے، اور یہی معنی مقصود و مراد۔

الاتری انما الکلام فی الکنایة ولا انعقاد بها الاعند قیام القرینة کما علمت۔

آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ گفتگو کنایہ کے بارے میں ہے اور ان میں قرینہ کے بغیر نکاح منعقد نہ ہوگا جیسا کہ آپ معلوم کر چکے ہیں۔ (ت)

مگر اس بنا پر منگنی یا الفاظ مذکورہ عمرو وعبداللہ کو نکاح نہیں ٹھہرا سکتے کما بینا (جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ ت) اور اگر یہ معنی لیں کہ جو کچھ الفاظ طلب و وعدہ یا طلب ایجاب ایسے میں جاری ہوں خواہی نخواہی نکاح ٹھہریں گے اگرچہ معنی مساومت وطلب و وعدہ کو محتمل اور قرینۂ معینۂ قصد عقد سے عاری ہوں تو محض باطل، نہ ہرگز یہ مرادِ علماء، علماء صاف تصریحات فرماتے ہیں کہ احتمال مساومت و استیعاد یعنی صورتِ واقعہ میں معنی استیام وطلب وعدہ کا احتمال ہونا مانع انعقادِ نکاح ہے۔ خزانۃ المفتین برمز ظ فتاوی امام ظہیر الدین مرغینانی سے ہے:

لوقال بالفارسیة دختر خویش مرا دادی فقال دادم لاینعقد النکاح لان هذا استخبار واستیعاد فلایصیر وکیلا الا اذا اراد به التحقیق دون الاستیام[2]۔

اگر ایک نے فارسی میں کہا کہ تُو نے اپنی بیٹی مجھے دی؟ تو دوسرے نے جواب میں "دادم" کہا تو اس سے بغیر ارادہ نکاح کے نکاح متحقق نہ ہوگا، کیونکہ یہ الفاظ حقیقۃً خبر معلوم کرنے اور وعدہ لینے کے لیے ہوتے ہیں اس لیے دوسرا وکیل نہ بنے گا۔ (ت)

ہندیہ میں محیط سے ہے:

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۶۳

[2] خزانۃ المفتین " قلمی نسخہ (غیر مطبوعہ) ۱/۶۹

www.alahazratnetwork.org

اذا قال لغیرہ دخترِ خویش مرادہ، فقال دادم، ینعقد النکاح وان لم یقل الخاطب پذیرفتم. ولو قال مرا دادی فقال دادم، لاینعقد النکاح مالم یقل الخاطب پذیرفتم الا اذا اراد بقولہ دادی التحقیق دون السوم۔[1]

جب دوسرے کو کہا کہ تُو اپنی لڑکی مجھے دے، تو دوسرے نے کہا "دی" تو اس سے نکاح منعقد ہوجائے گا اگرچہ پہلا "میں نے قبول کی" نہ کہے، اور اگر پہلے نے کہا "تو نے بیٹی مجھے دی" تو دوسرے نے جواب میں کہا "میں نے دی" تو جب تک پہلا اس کے بعد "میں نے قبول کی" نہ کہے نکاح منعقد نہ ہوگا۔ ہاں اگر اس صورت میں دوسرے نے "میں نے دی" سے مراد نکاح کا تحقق لیا اور خواہش اور مرضی کا اظہار مراد نہ لیا تو نکاح ہوجائے گا۔ (ت)

اسی طرح بزازیہ میں ہے ـــــ ردالمحتار میں شرح علامہ مقدسی سے نقل فرمایا:

انما توقف الانعقاد علی القبول فی قول الاب او الوکیل ھب ابنتک لفلان اولابنی او اعطھا مثلا لانہ ظاھر فی الطلب وانہ مستقبل لم یرد بہ الحال والتحقق فلم یتم بہ العقد بخلاف زوجنی بنتک بکذا بعد الخطبۃ ونحوھا فانہ ظاھر فی التحقق والاثبات الذی ھو معنی الایجاب۔[2]

لڑکے کے باپ یا وکیل نے لڑکی کے باپ کو کہا کہ تُو اپنی بیٹی فلاں کو یا میرے لڑکے کو ہبہ کر یا عطا کر، تو اس میں نکاح کا انعقاد لڑکی کے باپ کے دے دینے کے بعد لڑکے کے باپ یا وکیل کے قبول کرلینے پر موقوف ہے کیونکہ یہ الفاظ ظاہری طور پر طلب کے لیے ہوتے ہیں جس میں مستقبل ہوتا ہے، تحقق اور حال مراد نہیں ہوتا، لہذا عقد تام نہ ہوگا۔ اس کے برخلاف اگر یہ کہا ہو کہ "تُو اپنی بیٹی مجھے بیاہ دے" اور یہ کہنا مہر طے کرنے اور منگنی کے بعد ہو تو یہ الفاظ تحقق اور اثبات میں ظاہر ہیں جو کہ ایجاب کہلاتا ہے۔ (ت)

شرح طحاوی سے گزرا کہ ھل اعطیتنیھا (کیا تُو نے بیٹی مجھے عطا کی۔ ت) مجلس عقد میں مفید عقد ہے اور جلسہ وعد میں طلب وعد، بالجملہ الفاظ محتملہ میں مدار قرینہ پر ہے، پھر الفاظ مذکورہ عمرو و عبداللہ تو مساومت و تحقیق دونوں سے مہجور اور خاص اخبار میں متعین ہیں تو انھیں اس عبارت سے بھی کچھ علاقہ نہیں کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

www.alahazratnetwork.org

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الثانی فیما ینعقد بہ النکاح نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۷۱

[2] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۶۳

مسئلہ ۱۴۵: از ملک آسام ضلع جورہاٹ ڈاکخانہ کٹنگا مقام سرائے بہی مرسلہ سید محمد صفاء الدین صاحب ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

سوال اوّل: ایک عدیم البصر عالم وفاضل اور ایک نگہبان بھی اس کے پاس موجود تھا اس نے نکاح پڑھایا، نکاح جائز ہے یا نہ؟

الجواب

بلاشُبہہ جائز ہے کہ نکاح پڑھانے میں آنکھوں کا کیا کام ہے، بلکہ جب وُہ عالم ہے تو وہی انسب و اولٰی، خود گواہانِ نکاح جن کے بغیر نکاح اصلاً صحیح نہیں اگر نابینا ہوں کچھ مضائقہ نہیں۔

کما نص علیہ حتی فی المتون کالکنز والوقایۃ والاصلاح والمختار والہدایۃ والملتقی والتنویر وغیرھا۔

جیسا کہ کنز، وقایہ، اصلاح، مختار، ہدایہ، ملتقی اور تنویر وغیرہ متون میں اس پر تصریح موجود ہے۔ (ت)

تو نکاح پڑھانے والے کی بینائی کیا ضرور کہ وُہ خود ہی نکاح کے لیے ضروری نہیں، عاقدین کا آپ ایجاب و قبول کافی ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

www.alahazratnetwork.org

سوال دوم: اگر عدیم البصر عالم نہ ہو اور نگہبان بھی موجود نہ ہو اس صورت میں اُس نے نکاح پڑھایا، آیا جائز ہے یا نہ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اب بھی جائز ہے جبکہ ٹھیک پڑھائے، بے نگاہی یا بے نگاہبانی کچھ نکاح پڑھانے میں مخل نہیں، ہاں جاہل ہونا مخل ہوسکتا ہے کہ جب مسائل نکاح سے آگاہ نہیں تو ممکن کہ وُہ صورت کردے جس سے نکاح صحیح نہ ہو اور زوجین بھی بوجہ جہل اس سے غافل رہیں تو معاذ اللہ عمر بھر حرام میں مبتلا ہوں، لہذا نکاح میں بہت احتیاط لازم، عقد کرنے والا دیندار، متقی، مسائلِ نکاح سے واقف ہو کہ جاہل سے نادانستہ وقوع مخل کا اندیشہ تھا، فاسق بددیانت پر اعتماد نہیں، جب وُہ خود حلال و حرام کی پروا نہیں رکھتا تو اوروں کے لیے احتیاط کی کیا امید، بحرالرائق و درمختار و فتح اللہ المعین وغیرہا میں ہے:

واللفظ للدر یندب اعلانہ وتقدیم خطبۃ

دُر کے الفاظ ہیں، نکاح کا اعلان، اس سے پہلے خطبہ

؎ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۶

وکونه فی مسجد یوم جمعة بعاقد رشید[1] الخ۔

مسجد میں ہونا جمعہ کا دن ہونا اور نکاح کرنے والا صاحبِ رشد یعنی صاحبِ علم وعمل ہونا مستحب ہے الخ (ت)

اقول الرشد ینتظم العلم والعمل (رشد علم اور عمل دونوں کو جامع ہے۔ ت) اس زمانۂ جہل وفساد میں اکثر وہ صورت رائج ہے کہ اگر اہلِ علم حاضرِ جلسہ نہ ہوں تو نکاح میں سخت خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہے یعنی دُلھن سے زید کے لیے صرف وکالت نکاح لی، یہ تصریح نہ کرائی کہ اسے دوسرے کو وکیل کردینے کا بھی اختیار ہے، اب زید وکیل جو شرعاً صرف نکاح پڑھانے کا مجاز ہُوا وہ خود نہیں پڑھاتا بلکہ قاضی کوئی اور صاحب باہر بیٹھے ہیں اُن سے آکر کہتا ہے مجھے فلاں عورت نے اپنے نکاح کا وکیل کیا، دو گواہ گواہی دیتے ہیں، وہ تو اتنا کہہ کر الگ ہوگیا، اب قاضی جی نے نکاح پڑھایا، یہ نکاح ہرگز نہ ہُوا کہ نہ خود عورت نے ایجاب وقبول کیا نہ اس کے وکیل ماذون نے، بلکہ ایک اجنبی شخص نے، کہ اول تو وکیل کا اپنی وکالت سے خبر دینا اس قاضی کو اپنی طرف سے وکیل کرنا نہیں، اور ہو بھی تو صحیح مذہب میں وکیلِ نکاح کو دوسرے کے وکیل کرنے کا بے اذن موکل اختیار نہیں،

فی الدر عن البحر لیس للوکیل (ای فی النکاح) ان یوکل بلا اذن[2] اھ وفی وکالة غمز العیون عن الولوالجیة لووکل رجلا فی نکاح فوکل الوکیل غیرہ ذکرہ محمد فی الاصل انه لایجوز فانه قال اذا فعل الثانی بحضرة الاول لم یجز وھو الصحیح[3] اھ ملخصا۔

نکاح کے وکیل کو جائز نہیں کہ وہ بغیر اجازت اس میں کسی دوسرے کو وکیل بنائے، یہ بحر کے حوالے سے دُر میں مذکور ہے اھ غمز العیون کی وکالت کی بحث میں ولوالجیہ سے منقول ہے کہ اگر ایک نے کسی کو نکاح کا وکیل بنایا تو وکیل نے کسی دوسرے کو از خود وکیل بنا لیا تو امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے اصل یعنی مبسوط میں ذکر کیا کہ یہ جائز نہیں، انھوں نے فرمایا کہ پہلے کی موجودگی میں دوسرے وکیل نے کارروائی کی تو جائز نہیں ہوگی، یہی صحیح ہے اھ ملخصا (ت)

www.alahazratnetwork.org

تو یہ نکاح نکاحِ فضولی ہُوا اور اجازتِ زنِ بالغہ پر موقوف رہا، اگر خبر پر نفرت وکراہت ظاہر کی جیسا کہ اکثر دختران دوشیزہ سے ایسا ہی واقع ہوتا ہے جب تو ڈھول سے کھال بھی گئی، اب وہ نکاح یکسر باطل ہوگیا کہ آئندہ اجازت سے بھی جائز نہیں ہوسکتا۔

---

[1] درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۵

[2] ؍؍ باب الولی ؍؍ ۱/۱۹۲

[3] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر کتاب الوکالہ ادارۃ القرآن کراچی ۲/۱۲-۲۱۱

فی الدرالمختار لو بلغھا فردت ثم قالت رضیت لم یجز لبطلانہ بالرد و لذا استحسنوا التجدید عند الزفاف لان الغالب اظہار النفرۃ عند فجأۃ السماع[1]۔

درمختار میں ہے کہ لڑکی کو نکاح کی اطلاع ملی تو انکار کردیا پھر بعد میں اس نے کہا میں راضی ہوں، تو پہلے رد شدہ نکاح اس سے جائز نہ ہوگا کیونکہ وہ انکار کرنے کی وجہ سے باطل ہوچکا ہے۔ اسی وجہ سے فقہاء کرام نے فرمایا کہ ایسی صورت میں رخصتی کے وقت دوبارہ نکاح کرنا بہتر ہوگا کیونکہ اچانک نکاح کی خبر پر نفرت کا اظہار ہوتا ہے (اس لیے پہلا انکار نفرت کی وجہ سے ہوا) (ت)

یونہی بعض نکاحوں میں مشاہدہ ہُوا ہے کہ نکاح خواں نے کلماتِ ایجاب دُولھا کے کان میں کہے کہ حاضرین میں کسی نے نہ سُنے صحیح مذہب میں یُوں نکاح نہیں ہوتا بلکہ مجلس واحد میں معًا دُو گواہوں کا دونوں الفاظِ ایجاب وقبول سُننا شرط ہے۔

فی الدر وشرط حضور شاھدین حرین او حر وحرتین مکلفین سامعین قولھما معا علی الاصح[2]۔

در میں ہے کہ نکاح میں دو عاقل بالغ حرمرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہ کے طور پر مجلس میں موجود ہوکر نکاح کے دونوں فریقوں کا کلام سنیں، یہ شرط قرار دیا گیا ہے صحیح قول کے مطابق۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ان باتوں کا منشا وہی جہل و ناواقفی ہے اوران کے سوا اور بہتیں اغلاط کا اندیشہ ہے جن سے علماء ہی آگاہ ہوتے ہیں یا وہ نیک توفیق والے جنھیں علماء کی خدمت وصحبت اور اُن سے مسائل دینیہ کی تحقیقات کا شوق کامل ہے غرض جاہل کی نکاح خوانی قطعًا خلافِ اولٰی ہے جس طرح اس کی امامت یا مضاربت کہ جو اندیشہ خلل وفساد وہاں ہے وہی نکاح میں بھی، کما لایخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از جورہاٹ ملک آسام بانی اسکول مرسلہ میاں محمد علی صاحب ۳ شعبان ۱۳۱۲ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے آپ کا کیا فرمان ہے) اس مسئلہ میں کہ اگر زید نے ایک عورت سے دو گواہ غیر ملکی کے سامنے نکاح کیا پھر زید نے وہ دونوں گواہ جانے کے بعد اپنے نکاح کو ظاہر کیا اور عورت بھی نکاح ہونے پر زید کے مقر ہے اور وہ دونوں گواہان مذکوران ایک غیر ملک میں جاکر ایک عالم سے اور اپنے ملک میں جاکر قاضی کے رُوبرو دونوں جگہ نکاح ہونے زید کی گواہی دیتے ہیں اور دونوں

---

[1] درمختار کتاب النکاح باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

[2] " کتاب النکاح " ۱/۱۸۶

جگہ سے دو خط مع مُہر و دستخط کے اور صورت گواہی اُن دونوں گواہوں کے زید کے نکاح ہونے کا ثبوت زید کے ملک کے ایک عالم اور ایک معتبر آدمی کے پاس ارسال کیا پھر ایک برس کے بعد ان دونوں گواہوں سے ایک گواہ آکر پہلے تین چار آدمی کے رُو برو نکاح ہونے زید کی گواہی دی تھی بعدہٗ دس بارہ روز کے بعد ایک جماعت کے رُو برو انکار نکاح زید کا کیا، زید اور بی بی کے درمیان میں کوئی جھگڑا اور تنازع نہیں ہے۔ زید بھی ہر خاص و عام کے رُو برو کہتا ہے کہ وُہ میری بی بی ہے اور بی بی کہتی ہے کہ زید میرا شوہر ہے، اور حال چال بھی دونوں کے خاوند اور جورو ہونے کے پائے جاتے ہیں، اور مقر نکاح جانبین ہے، از رُوئے شرح شریف کے زید کا نکاح درست اور نافذ ہُوا یا نہیں؟ اور نکاح دوبارہ کرنا لازم آئے گا یا نہ؟ اور صورت نکاح دوبارہ میں حداُن دونوں کے اوپر یعنی زوج زوجہ کے اوپر لازم ہوگا یا نہیں؟ مع دلیل و برہان کے جواب باصواب فرمائیں، اگر دونوں گواہ انکار نکاح کا ہو جائیں تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں وُہ دونوں زوج و زوجہ ہیں، اُن کا نکاح صحیح و ثابت ہے، دوبارہ نکاح کی اصلاً حاجت نہیں، اگرچہ دونوں گواہ انکار کرجائیں،

فان الشہود شرط النکاح فی الابتداء دون البقاء۔ گواہوں کا ہونا نکاح کی ابتداء میں شرط ہے اس کے بقاء کے لیے شرط نہیں۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

جبکہ وہ دونوں باہم مقر نکاح ہیں، یہ اسے اپنی بی بی وُہ اسے اپنا شوہر بتاتی ہے تو کسی کو اعتراض کی ہرگز گنجائش نہیں بلکہ اُن کا صرف یہ باہمی اقرار ہی ثبوتِ نکاح کے لیے کافی ہے اگرچہ کوئی گواہ گواہی نہ دے، فی رد المحتار صرحوا ان النکاح یثبت بالتصادق[1] (ردالمحتار میں ہے کہ علماء نے تصریح کی ہے کہ ایک دوسرے کی تصدیق سے نکاح ثابت ہوجاتا ہے۔ ت) پھر اُن کا باہم زن و شو کی طرح رہنا دوسرا مثبت نکاح ہے یہاں تک کہ جتنے لوگ اس حال سے واقف ہیں سب کو اُن کے زوج و زوجہ ہونے پر گواہی دینی جائز ہے،

فی الہدایۃ حل لہ ان یشہد اذا رأی رجلا و امرأۃ یسکنان بیتا و ینبسط کل واحد منہما الی الآخر انبساط الازواج[2] اھ ملخصاً۔ واللّٰہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ ہدایہ میں ہے جب کوئی مرد و عورت آپس میں خاوند بیوی کی طرح گھر میں رہیں اور دونوں آپس میں میاں بیوی کی طرح بے تکلف ہوں تو دیکھنے والے کو ان کے نکاح کی شہادت دینا جائز ہے اھ ملخصاً۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۶۵
[2] ہدایہ کتاب الشہادۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۱۵۸

مسئلہ ۱۷: ۱۵ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے بایں شرط نکاح کیا کہ بعد ایک ماہ کے طلاق دے دُوں گا، اور اس امر کو اپنے دل میں رکھا، یا یہ کہ ہندہ سے بیان کیا، تو آیا یہ نکاح صحیح ہُوا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نکاح صحیح ہے خواہ دل میں یہ قصد رکھا خواہ عقد میں اس کی شرط کرلی کہ طلاق کا شرط کرنا ہی ارادہ نکاح دائم پر دلیل ہے۔ ہاں اگر یُوں عقد کرے کہ میں نے تجھ سے ایک مہینہ یا ایک برس یا سَو برس کے لیے نکاح کیا تو نکاح نہ ہوگا کہ ایک وقت تک نکاح کو محدود کردینا صورتِ متعہ ہے اور متعہ محض حرام اور زنا۔ درمختار میں ہے:

بطل نکاح متعة وموقت وان جهلت المدة لوطالت فی الاصح ولیس منه مالو نکحها علی ان یطلقها بعد شهر اونوی مکثه معها مدة معینة۔[1]

متعہ کے طور نکاح یا مقررہ مدّت کے لیے نکاح خواہ مدّت لمبی ہو یا مدّت مجہول ہو تو صحیح مذہب میں یہ نکاح باطل ہے، اور اگر اس شرط پر نکاح کیا کہ ایک ماہ بعد طلاق دے دُوں گا، یا اس وقت دل میں مقررہ مدّت کی نیّت کی تھی تو باطل نہ ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لان اشتراط القاطع یدل علی انعقاده مؤبدا وبطل الشرط بحر۔[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

اس لیے کہ نکاح میں طلاق کی شرط دلالت کرتی ہے کہ یہ نکاح دائمی ہے اور یہ شرط باطل ہوگی، بحر۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۱۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ منکوحۂ زید میں کوئی علامت مردی وزنی سے نہیں صرف ایک مخرج ہے جس سے بَول آتا ہے، مگر پستان اس کے مثل زنان کے ہیں، اس صورت میں یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں؟ اور اگر زید اُسے طلاق دے تو ادائے مہر ذمۂ زید لازم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مسئولہ میں نکاح صحیح ہے اور نصف مہر بعد طلاق ذمۂ زید واجب الادا کہ منکوحۂ زید اگرچہ

---

[1] درمختار کتاب النکاح فصل فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/۱۹۰

[2] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۹۴

قبل از بلوغ بوجہ انتفائے ہر دو علامت از قبیل خنثیٰ تھی مگر جب بعد بلوغ اس کی پستانیں مثل پستان زن ظاہر ہوئیں تو اشکال زائل اور اس کا عورت ہونا منکشف ہوگیا، اب بلاشبہہ یہ نکاح اپنے محل میں واقع ہوا اور حل استمتاع کو شرعاً مفید کہ شرائط صحت سب موجود ہیں اور موانع شرعیہ بالکل مفقود، البتہ فساد خلوت عدم تاکد مہر کا باعث ہے اور خیار عیب کو نکاح میں دخل نہیں تاکہ زید بوجہ اس کے فسخ نکاح کرسکے اور کل مہر اس کے ذمہ سے ساقط ہوجائے، رہا امر حسی کا عائق ہونا وہ ہرگز منافی جواز نہیں۔

فی تنویر الابصار من کتاب الخنثیٰ ھو ذو فرج وذکر او من عری عن الاثنین فان ظھر لہ ثدی فامرأۃ انتھی مع التلخیص[۱] وفی الدر المختار من النکاح ھو عند الفقھاء عقد یفید ملک المتعۃ ای حل استمتاع الرجل من امرأۃ لم یمنع من نکاحھا مانع شرعی انتھی[۲] وفیہ من باب المھر الخلوۃ بلا مانع حسی کرتق بفتحتین التلاحم وقرن بالسکون عظم وعقل بفتحتین غدۃ لایطاق فیہ الجماع کالوطئ فی تاکد المھر[۳] انتھی ملخصا وفیہ من ذلک الباب ویجب نصفہ بطلاق قبل وطئ اوخلوۃ[۴] انتھی وفی فتاوی الامام قاضی خان والرتق

تنویر الابصار کی خنثیٰ کی بحث میں ہے خنثیٰ وہ ہے کہ جس کا ذکر اور فرج دونوں ہوں یا خصیتین نہ ہوں، تو اگر اس کے پستان ظاہر ہوجائیں تو عورت قرار پائے گی، تنویر کی عبارت ختم ہوئی، تلخیصاً۔ درمختار میں نکاح کی بحث میں ہے فقہاء کرام کے ہاں نکاح ایسا عقد ہے جو مرد کو عورت سے جماع کا مالک بنادیتا ہے جبکہ اس سے کوئی شرعی مانع نہ ہو اھ اور اسی کے مہر کے باب میں ہے کہ جب خلوت بغیر کسی حسی مانع کے حاصل ہوجائے تو اس کا حکم مہر کو لازم کرنے میں جماع کی طرح ہے، خلوت میں حسی مانع جیسے رتق (ر اور ت کے فتح کے ساتھ) جس کا معنیٰ شرمگاہ میں گوشت کا ابھر جانا، اور جیسے قرن بسکون راء، جس کا معنیٰ ہڈی اور عقل، ع اور ق پر فتح، جس کا معنیٰ غدود ہے یعنی ہڈی اور غدود شرمگاہ میں اس طرح بڑھ جائے کہ جماع کے لیے مانع بن جائے اھ ملخصاً۔ درمختار کے اسی باب میں ہے کہ نصف مہر لازم ہوگا جب خلوت یا جماع سے

۱؎ درمختار شرح تنویر الابصار	کتاب الخنثیٰ	مجتبائی دہلی	۲/۳۴۱
۲؎ ″ ″ ″	کتاب النکاح	″	۱/۱۸۵
۳؎ ″ ″ ″	باب المہر	″	۱/۱۹۹
۴؎ ″ ″ ″	″	″	۱/۱۹۸

يمنع الخلوة لانه يمنع الجماع وذكر فی طلاق الاصل ان العدة يجب علی الرتقاء ای فلها نصف المهر[1] انتهی وفيها من فصل خيارات النكاح ومنها خيار العيب وهو حق الفسخ بسبب العيب عندنا لايثبت فی النكاح فلاترد المرأة بعيب ما وقال الشافعی له ان يرد بالقرن والرتق و يفسخ النكاح فان رد قبل الدخول يسقط كل المهر والا لها مهر المثل كما هو حكم الفسخ[2] انتهی مع التلخيص ، والله تعالٰی اعلم ۔

قبل طلاق دی ہو اھ ۔ فتاوٰی قاضی خاں میں ہے کہ رتق ، خلوت کے لیے مانع ہے کیونکہ یہ جماع کے لیے مانع ہے ، اور اصل (مبسوط) کی بحث طلاق کے بیان میں ہے کہ رتقاء عورت پر عدت واجب اور اس کے لئے نصف مہر ہوگا اھ اور اصل کی بحث اختیاراتِ نکاح میں ہے کہ خیارِ عیب جس کو عیب کی وجہ سے حق فسخ کہتے ہیں ، ہمارے ہاں نکاح کے باب میں ثابت نہیں ، لہذا کسی عیب کی وجہ سے عورت کو رَد نہیں کیا جائے گا ۔ اور امام شافعی نے فرمایا کہ قرن اور رتق والے عیب کی وجہ سے مرد کو فسخ کا اختیار ہے ، پس اگر قبل از دخول رَد یا فسخ کر دے تو تمام مہر ساقط ہوجائے گا ورنہ پورا مہر مثل عورت کا حق ہے جیسا کہ فسخ کا حکم ہے اھ ، ملخصاً ، واللہ تعالٰی اعلم ۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۱۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی عورت طوائف کسی مرد آشنا کے ساتھ پردہ میں حسبِ دستور عیاشیوں کے جو بغرض مقید رکھنے اور نہ ملتفت ہونے اُس کے ساتھ دوسرے مرد کے ، پردہ میں رکھتے ہیں ہم خانہ رہی ہو ، وُہ عورت شرعاً زوجہ تصور کی جائے گی یا نہیں ؟ اور اگر زوجہ تصور کی جائے گی تو ایسے ہم خانہ رہنے کے واسطے کوئی مدت مقرر ہے یا نہیں ؟ اور ہے تو کس قدر مدت ہے ؟ بینوا توجروا ۔

الجواب

صورتِ مسئولہ میں پردہ اُس طوائف کا صرف اُن لوگوں سے جن سے احتمال موافقت کا ہو معتبر نہیں ایسا پردہ ثبوتِ نکاح کی دلیل نہیں ہوسکتا ، البتہ اگر وہ مرد و زن مثل زوج و زوجہ رہتے ، اور جو لوگ اُن کے حالاتِ خانگی سے واقف ہیں اُنھیں زوج و زوجہ تصور کرتے ہوں تو شرعاً زوج زوجہ قرار پائیں گے نہ کہ زانی و زانیہ کہ مسلمان کی طرف بدکاری کی نسبت بے ثبوتِ شرعی ہرگز جائز نہیں ، شارع نے جس قدر احتیاط اس بارے میں فرمائی دوسرے معاملہ

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فی الخلوۃ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۸۱
[2] ؎ ؎ فصل فی الخیارات التی تتعلق بالنکاح ؎ ؎ ۱/ ۱۸۷

میں نہ آئی یہاں حسنِ ظن واجب اور تکذیبِ قاذف لازم، قال عزاسمہٗ لولا جاؤ علیہ باربعۃ شہداء[1] الاٰیۃ (اس پر اگر وہ چار گواہ پیش نہ کریں، الآیۃ۔ ت) اور ارشاد ہوتا ہے: ولولا اذ سمعتموہ قلتم[2] الاٰیۃ (اور کیوں نہیں تم کہتے جب تم اسے سُنتے ہو، الآیۃ۔ ت) اگر کوئی مسلمان حرعاقل بالغ عفیف کی طرف نسبتِ زنا کرے اور چار گواہوں سے ثابت نہ کردے تو بعد طلب مقذوف کے اُسے اَسّی کوڑے مارے جاتے ہیں اور گواہی اس کی کبھی قبول نہیں ہوتی، قال اللہ تعالٰی: والذین یرمون[3] الاٰیۃ (اور وہ لوگ جو تہمت لگاتے ہیں الآیۃ۔ ت)

اسی طرح اگر تین گواہ معائنہ زنا کی گواہی دیں اور چوتھا نہ ہو تو اُن گواہوں پر حدِ قذف لازم آتی ہے،

فی الفتاوی الھندیۃ ان شھد علی الزنا اقل من اربعۃ بان شھد واحد او اثنان او ثلثۃ لاتقبل الشھادۃ ویحد الشاھد حد القذف لہ[4]۔

فتاوٰی ہندیہ میں ہے کہ اگر چار سے کم ایک یا دو یا تین گواہ زنا کی گواہی دیں تو ان کی شہادۃ قبول نہ ہوگی اور گواہوں پر حدِ قذف ہوگی اھ (ت)

پس ایسی صورت میں کہ گواہانِ معائنہ نکاح موجود نہ ہوں شرع حکم نکاح کا فرما دیتی ہے اور اس امر کے لیے شرع شریف میں کوئی مدت مقرر نہ فرمائی بلکہ بحالت عدمِ شہود معائنہ مدارِ ثبوت انبساط و شہرت پر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ ہوا اور زید شبِ زفاف میں بالکل منفعل نہ ہوا اور چارپائی پر لیٹا رہا اور باہم صحبت زید نے ہندہ سے نہیں کی، بعدہٗ معلوم ہوا کہ زید نامرد ہے اور ہندہ نے زید کا عنین ہونے کا بھی ایک عرصہ تک علاج کیا لیکن صورتِ صحبت ظہور میں نہ آئی، اب ہندہ اپنے والدین کے یہاں رہتی ہے اور زید بسبب نامردی کے چاہتا ہے کہ ہندہ کو جان سے مار ڈالے، اس صورت میں نکاح ہندہ کا زید سے درست ہوا یا نہیں؟ اور ہندہ دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ جیسا حکم شرع شریف کا ہو ویسا کیا جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

نکاح ہندہ کا زید سے درست ہے،

اذلیس عدم العنۃ من شرائط صحتہ ولوکان کذلک لما احتیج الی ماذکروہ من باب العنین من المرافعۃ و

کیونکہ نکاح کے درست ہونے کے لیے نامرد نہ ہونا شرط نہیں ہے۔ اور اگر یہ بات ہوتی تو پھر نامرد کے سلسلہ میں قاضی کے ہاں پیش کرنے اور قاضی کا مہلت

---

[1] القرآن ۲۴/۱۳ [2] القرآن ۲۴/۱۶ [3] القرآن ۲۴/۴
[4] فتاوٰی ہندیہ کتاب الحدود الباب الخامس فی الشہادۃ علی الزنا الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۱۵۱-۵۲

التاجیل والطلب والتفریق وھذا واضح جدا۔ | دینا، عورت کا مطالبہ، اور پھر قاضی کی تفریق وغیرہ کو ذکر کرنے کی فقہاء کو ضرورت پیش نہ آتی، جبکہ یہ بات بالکل واضح ہے۔ (ت)

ہندہ کو ہرگز روا نہیں کہ بغیر حصولِ طلاق دوسرے شخص سے نکاح کرلے، اگر کرے گی نکاح ثانی باطل محض ہوگا اور شوہر ثانی سے قربت زنائے خالص، والعیاذ باللہ تعالٰی۔

وذلك لبقاء العصمة كما ذكرنا فالعنين وغيره فيها سواء۔ | دوسرے نکاح کا عدم جواز پہلے نکاح کے تحفظ کیلئے ہوتا ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ پس اس معاملہ میں نامرد اور مرد برابر ہیں۔ (ت)

ہاں صورتِ خلاص یہ ہے کہ زید و ہندہ اپنے معاملہ میں کسی ذی علم کو پنچ کریں،

ففی الخیریة یصح التحکیم فی مسئلة العنین لانه لیس بحد ولا قود ولا دیة علی العاقلة ولهم ان یفرقوا بطلب الزوجة اھ[1] | تو فتاوٰی خیریہ میں ہے نامرد کے مسئلہ میں حکم بنانا اس لیے درست ہے کہ یہ حد، قصاص اور عاقلہ پر دیت کا مسئلہ نہیں ہے، حکم حضرات کے لیے عورت کے مطالبہ پر تفریق کرنا جائز ہے اھ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ہندہ اُس کے حضور عنّت شوہر کا دعوٰی کرے اور اس بنا پر تفریق چاہے پنچ کے نزدیک جب اُس کا عنین ہونا بطرق شرعیہ کہ اُن میں سے ایک طریقہ مثلاً اقرار زید ہے ثابت ہوجائے تو بملاحظہ تفاصیل مذکورہ فی الفقہ سال بھر کی زید کو مہلت دے اور اس تمام برس میں زن و شو یکجا رہیں، اگر کچھ دنوں کو ہندہ کہیں چلی جائیگی وہ دن سال میں معدود نہ ہوں گے، جب اس طرح سال کامل گزر جائے اور زید ہندہ پر قدرت نہ پائے تو اُس وقت بطلب ہندہ زید و ہندہ میں تفریق کردی جائے، اب بعد عدت ہندہ کو اختیار نکاح ہوگا۔

وکل ما ذکرنا مفصل فی الدر المختار ورد المحتار والفتاوی الخیریة وغیرها من الکتب الفقهیة۔ | جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس کی تفصیل درمختار، ردالمحتار اور فتاوٰی خیریہ وغیرہ کتب میں موجود ہے۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مع چند ہمراہیوں کے عمرو کے یہاں اُس کی دختر کو پیام دینے گیا عمرو نے اس کے ساتھ شادی دختر کردینے پر رضا ظاہر کی اور گفتگو کرنے والوں سے

---

[1] فتاوٰی خیریہ | باب التحکیم | دار المعرفة بیروت | ۲/۱۶

مخاطب ہوکر کہا میں نے اپنی لڑکی آپ کو دی، اس پر زید نے کہا بہتر ہم کو منظور ہے جب آپ نے میرے خطبہ کو منظور کیا اور زبان دی تو میری تسکین ہوگئی غرض بات بہمہ وجوہ قرار پاگئی اور طرفین کا اطمینان ہوگیا اب عمرو اُس دختر کا نکاح دوسرے شخص سے کرنا چاہتا ہے یہ اُسے جائز ہے یا نہیں اور بغیر ترک یا اعراض زید کے دوسرے شخص سے اُس دختر کا نکاح صحیح ہوگا یا نہیں اور جبکہ عمرو نے کہا میں نے اپنی لڑکی آپ کو دی اور زید نے اس کے جواب میں کہا بہتر قبول و منظور ہے تو یہ صاف ایجاب وقبول ہو کر نکاح منعقد ہوگیا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں اگرچہ مخطوب منہ کا اپنے اقرار سے پھرنا اور خاطب اول کو زبان دے کر دوسرے سے قصد تزویج کرنا شرعاً مذموم و بے جا و قابلِ مواخذہ ہے، قال تبارک وتعالٰی: ان العھد کان مسئولا[1] (عہد کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ ت) اور جس طرح مخطوب منہ پر مواخذہ ہے اسی طرح وہ دوسرا خاطب جس نے مخطوبہ غیر پر پیام دیا شرعاً مرتکب شناعت ہے،

وقد صح ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی عن السوم علی سوم اخیہ و الخطبۃ علی خطبۃ اخیہ[2]۔

صحیح حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے بھائی کے سودے پر سودے اور بھائی کی منگنی پر منگنی سے منع فرمایا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

مگر بااینہمہ اگر مخطوب منہ اپنی لڑکی کا خاطب اول سے نکاح نہ کرے اور غیر سے تزویج کردے یہ نکاح شرعاً صحیح و درست ہوجائے گا اور ترک و اعراض خاطب اول کی کچھ حاجت نہیں کہ وہ گفتگو جواب تک خاطب و مخطوب منہ کے درمیان آئی اس کی طرف سے مجرد خطبہ تھی اور اس کی جانب سے محض وعدہ، نہ عقد ایجاب و قبول، پس مخطوبہ ہنوز خاطب کی عصمت نکاح میں نہ داخل ہوئی جس کے سبب غیر سے اُس کی تزویج نارَوا ٹھہرے،

فی العقود الدریۃ سئل فیما اذا خطب وکیل زید ابنۃ عمرو البالغۃ لزید بمحضر من الناس فاجابہ الاب الی ذٰلک قائلا ان مھر ابنتی کذا ان رضیت فبھا والا فلا فرضی الخاطب ودفع للاب

عقود الدریہ میں سوال کیا گیا کہ جب زید کے وکیل نے عمرو کی بالغہ لڑکی کے بارے میں لوگوں کی موجودگی میں منگنی کے لئے منگنی کی تو لڑکی کے باپ نے جواب میں کہا کہ میری لڑکی کا اتنا مہر ہے اگر آپ راضی ہیں تو بہتر ورنہ نہیں، اس پر منگنی والا راضی ہوگیا اور

---

[1] القرآن ۱۷/ ۳۴

[2] صحیح مسلم باب تحریم الخطبۃ علی خطبۃ اخیہ الخ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی ۱/ ۴۵۴

شیئا من الحلی والبسہ لابنتہ فلم ترض البنت بالخطبۃ وردتہا فہل یسوغ لہا ذٰلک ولاتکون الخطبۃ واقعۃ موقع عقد النکاح اصلا الجواب حیث لم یجر بینہما عقد نکاح شرعی بایجاب وقبول شرعیین لاتکون الخطبۃ واقعۃ موقع عقد النکاح اصلاً[1]۔

اس نے لڑکی کے باپ کو کچھ زیورات اور لڑکی کو کپڑا پہنایا تو لڑکی نے منگنی پر رضامندی سے انکار کردیا اور منگنی کو رَد کردیا تو اس صورت میں کیا لڑکی کو رَد کا اختیار ہے اور کیا یہ منگنی نکاح کے قائم مقام نہ ہوگی؟ جواب: شرعی طور پر یہ قبول وایجاب کے ساتھ نکاح نہ ہُوا اور یہ منگنی نکاح کے قائم مقام نہ ہوگی۔ (ت)

اور یہ لفظ کہ میں نے اپنی لڑکی آپ کو دی ہرچند کنایاتِ تزویج سے ہے مگر مجلسِ عقد میں عقد قرار پاتا ہے اور مجلسِ وعدہ میں وعدہ۔

فی رد المحتار عن فتح القدیر عن شرح الطحاوی لوقال اعطیتنیہا فقال اعطیت ان کان المجلس للوعد فوعد وان کان للعقد فنکاح[2] اھ واقرہ العلامۃ العلائی والفاضل الرحمتی والسید الطحطاوی وغیرھم رحمہم اللّٰہ تعالٰی۔

ردالمحتار میں فتح القدیر کے حوالے سے طحاوی کی شرح سے منقول ہے کہ اگر کسی نے دُوسرے کو کہا کہ تُو نے لڑکی مجھے دی، جواب میں اس نے کہا کہ میں نے دی، تو اگر یہ بات مجلسِ نکاح میں ہے تو نکاح ہے اور وعد (منگنی) کی مجلس ہے تو منگنی ہوگی اھ اس کو علامہ علائی، فاضل رحمتی، سید طحطاوی وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی نے ثابت رکھا۔ (ت)

اور پُرظاہر کہ وہ مجلس مجلسِ نکاح نہ تھی اور خاطب کا اُس وقت مع چند ہمراہیوں کے جانا بات ٹھہرانے اور وعدہ لینے اور رضامندی حاصل کرنے ہی کے طور پر تھا تو پدرِ مخطوبہ کے وُہ الفاظ بھی وعدہ ہی پر محمول ہوں گے نہ عقد پر، یہاں تک کہ خود خاطب کے کلام سے واضح وروشن کہ وُہ بھی ان کلمات کو اقرار نکاح واظہار رضا وقبول خطبہ ہی سمجھا نہ ایجاب وتزویج کہ اُس نے جواب میں کہا بہتر ہم کو منظور ہے، جب آپ نے میرے خطبہ کو منظور کیا اور زبان دی تو میری تسکین ہوگئی' اور ہر عامی جانتا ہے کہ ہماری زبان میں زبان دینا کسی کام کے وعدہ واقرار کو کہتے ہیں نہ کہ اس کے ایقاع واصدار کو۔ زید نے اگر عمرو سے کچھ روپے مانگے

---

[1] العقود الدریۃ علی تنقیح حامدیہ مسائل منثورہ من ابواب النکاح حاجی عبدالغفار و پسران تاجرانِ کتب قندھار ۱/۳۱

[2] ردالمحتار کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۶۴

اور اس نے دے دے تو یہ نہ کہا جائے گا کہ عمرو زبان دے چکا، ہاں نہ دیے اور دینے کا وعدہ کرلیا تو یہ لفظ بولنا صحیح ہوگا، پس ثابت ہوگیا کہ مخطوب منہ کا وُہ کلام محض اجابت تھا نہ کہ لفظ ایجاب و شتان بینھم (دونوں میں فرق ہے۔ ت) ایک وجہ تو عدم نکاح کی یہ ہُوئی اور یہیں سے دوسری وجہ بھی ظاہر ہے کہ جب کلام خاطب باعلٰی ندا منادی کہ وہ سخن مخطوب منہ کا محصّل اقدام علی العقد نہ سمجھا تھا بلکہ محض اقرار و وعدہ جانا تو اب اس کا یہ کہنا بھی کہ "بہتر ہم کو منظور ہے" بر سبیل قبول تزویج نہ تھا بلکہ اُس کی اجابت پر اپنی خوشی کا اظہار تھا تو اگر فی الواقع مخطوب منہ کے وُہ الفاظ ایجاب ہی ٹھہریں تاہم قبول مفقود ہے اور جملہ اخیرہ کہ "آپ نے زبان دی تو میری تسکین ہوگئی" عنصر مراد موجود جس کے سبب لفظ اوّل صریح قبول ٹھہرا کر الفاظ پر بنا اور نیت کا الغا نہیں کرسکتے اور اس کے سوا بعض وجوہ اور بھی پیدا ہوسکتے ہیں جو عدمِ انعقادِ نکاح پر دلالت کریں،

کما لا یخفی علی ماھر الفقیہ وفیما ذکرنا کفایۃ

جیسا کہ مخفی نہیں ماہر فقیہ پر، اور ہم نے جو ذکر کردیا ہے وُہ عالم کو وضاحت کے لیے کافی ہے (ت)

للتنبیہ۔

بالجملہ نہ الفاظ مخطوب الیہ ایجاب کے قابل، نہ جانب خاطب سے قبول حاصل، نہ مخطوبہ حبالۂ نکاح خاطب میں داخل، نہ غیر سے تزویج ناروا و باطل۔ رہا مخطوب منہ پر گناہ، وُہ بھی اُسی وقت تک ہے کہ اُس نے بلاوجہ یا کسی رنجشِ دنیوی کے سبب تزویج خاطب اوّل سے اعراض کیا ہو اور اگر درحقیقت کوئی عذر مقبول پیدا ہوا اور اس نکاح میں اُس نے حرج شرعی سمجھا اور خاطب ثانی کو حقِ دختر میں بہتر جانا تو شرع مطہر ہرگز اس پر لازم نہیں کرتی کہ تُو اپنی زبان پالنے کے لیے محذورِ شرعی گوارا یا دیدہ و دانستہ بیٹی کے حق میں برا کر نیک و بد پر کامل نظر ذمہ پدر واجب و ضرور، اور آدمی نہ تبدیل رائے سے محفوظ و مصئون، نہ کسی وقت بعض مصالح پر نہ اطلاع پانے سے مامون۔ یہ تو صرف اقرار ہی تھا ہمارے حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تو دربارۂ قسم یہاں حکم دیا ہے کہ اگر تم کسی بات پر قسم کھا بیٹھو پھر خیال میں آئے کہ اس کا خلاف شرعاً بہتر ہے تو اُس بہتر ہی پر عمل کرو اور قسم کا کفارہ دے دو۔

فقد اخرج الامام احمد و مسلم فی صحیحہ والترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من حلف علی یمین فرای غیرھا خیرا منھا فلیات الذی ھو خیر ولیکفر عن یمینہ[1]

امام احمد نے اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور امام ترمذی نے ابوہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کوئی قسم کھائی اور اس نے اس قسم کے خلاف کو بہتر جانا تو بہتر کو اپنالے اور اپنی قسم کا کفارہ دے۔ (ت)

---

[1] صحیح مسلم باب ندب من حلف یمینا فرای غیرہا خیرا منہا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۴۸

پس پدر مخطوبہ پر لازم ہے کہ خدا سے ڈرے اور اصلح و اوفق پر نظر کرے وہ دو مطلبوں کے زیر تقاضا ہے ایفائے موعدت و دفعِ مفسدت، پھر اگر خاطب اول میں کوئی محظورِ شرعی نہ ہو تو اول پر عمل کرے ورنہ ثانی پر کاربند رہے من ابتلی ببلیتین فاختار اھونہما (جو دو آزمائشوں میں مبتلا ہو تو آسان کو اختیار کرے۔ ت) واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۲۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ باپ کو نکاح ہندہ بالغہ کا زید کے ساتھ جو اہل کفو سے ہے منظور نہ تھا اور نہ ہے زید نے بغیبت باپ ہندہ جو صرف بارہ کوس کے فاصلہ پر اپنے علاقہ پر تھا بہ سکوت و گریہ ہندہ و برضامندی مادر و نانی ہندہ وکالت اور شہادت تین اقربا خاص نکاح ظاہر کیا ہندہ کہہ رہی ہے کہ مجھ کو بلا رضامندی اپنے باپ کے یہ نکاح نہ پہلے منظور تھا نہ اب ہے۔ ایسی حالت میں باپ ہندہ یا ہندہ کے مجبور کرنے کے واسطے منجانب زید بخیال جواز نکاح یہ بیان و شہادت گزری کہ ہندہ نے زبان سے اقرار کیا تھا و بعد از رخصتی بذریعہ عدالت یا جس طرح پر ہو اپنے گھر جا کر نکاح کا قصد رکھیں ایسی صورت میں ہندہ کو جو ولایت اپنے باپ میں ہے کسی ذریعہ سے لی جائے اطلاق غصب یا کس گناہ کا ہوگا و نکاح مابعد کی نسبت جو گھر لے جا کر دختر مذکورہ کو مجبور کرکے کرے کیا کہنا چاہئے و زید وغیرہ مرتکب کس گناہ کے ہوں گے یا کچھ نہیں، فرض کیا جائے کہ قضاءً بوجہ نصاب شہادت نکاح جائز ہو لیکن جب باپ ہندہ کو نہ پہلے منظور تھا نہ اب ہے و ہندہ کہہ رہی تھی کہ مجھ کو بلا رضامندی اپنے باپ کے یہ نکاح نہ پہلے منظور تھا نہ اب ہے ایسی حالت میں زید وغیرہ کی نسبت کیا کہنا چاہئے کہ بالجبر باپ ہندہ خواہ ہندہ کو مجبور کرنا کیسا ہے، اگر جائز ہے تو مرتکب غصب یا کس گناہ کا مرتکب و گواہ و وکیل و معین اس کے کس گناہ کے مرتکب اور نکاح آئندہ کی نسبت جو بالجبر اپنے گھر لے جا کر کرے کیا کہنا چاہئے اور یہاں رضاعت کا بھی شبہہ ہے اگرچہ اس میں شک واقع ہے کہ ہندہ کی نانی اور ہندہ نے پہلے کہا تھا کہ ایام رضاعت میں زید کو دودھ پلایا ہے بعدہٗ بحلف کہتے کہ موجود کہ نہیں پلایا ہے ایسی صورت میں احتیاط و تقوٰی کا کیا مقتضی ہے گو نکاح کرنا جائز ہو مگر احتیاط و تقوٰی مقتضی اس امر کا ہے کہ نہ کیا جائے اگر ہو گیا ہو تو ترک کیا جائے یا کیا اگر احتیاط مانع ہے تو اس احتیاط کے ہاتھ سے نہ جانے میں جس قدر باپ ہندہ کا جان دے رہا اور نقصان امور دنیاوی اٹھا رہا ہے یا آوارہ وطن ہو جائے داخل امور دینی و ثواب ہے اور اگر اس صدمہ سے یا مقابلہ میں یعنی جس وقت زید رخصت بجبر یا کوئی فعل جبریہ کرنا چاہے اس وقت جان جاتی رہے تو شہید کا اطلاق کیا جائے یا کیا و نیز متعلق اس کے یہ مسئلہ دریافت طلب ہے کہ زید وغیرہ کہتے ہیں جب بسبب عدم ثبوت رضاعت نکاح شرعاً جائز تو تجدید نکاح کر دو گو احتیاط و تقوٰی مانع ہے و باپ ہندہ کہتا ہے کہ جب احتیاط و تقوٰی مانع ہے تو ہم کیوں کریں پس ایسی صورت میں سوال یہ ہے کہ زید کا قول۔ رقم بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ احتیاط و تقوٰی کو ایک ادنٰی چیز سمجھتا یا کچھ نکلتا ہے دوسرے یہ کہ زید جو وہ باپ ہندہ کو احتیاط و تقوٰی سے روکتا ہے

کیسا فعل ہے ؟

الجواب

جواب سوالِ اوّل[عہ] میں واضح ہوچکا کہ یہ نکاح اگر باذنِ صریحِ ہندہ نہ ہُوا نہ بعد کو اذنِ صریح قولی یا فعلی سے نافذ ہو لیا تو مجرد سکوت ہندہ اُس کے نفاذ کے لیے کافی نہیں، نکاح نکاحِ فضولی تھا اور اذنِ ہندہ پر موقوف، جب ہندہ نے کہا کہ مجھے یہ نکاح نہ پہلے منظور تھا نہ اب ہے تو یہ صاف رَدّ و باطل ہوگیا، اب اگر ہندہ و پدرِ ہندہ کو مجبور کرنے کے لیے کسی جھوٹی شہادت سے نفاذِ نکاح ثابت کیا جائے تو زید اور اس کے شہود سب مستحقِ غضبِ الٰہی و عذابِ شدید ہوں گے، جھوٹی گواہی دینے والے پر سخت ہولناک وعیدیں ارشاد ہُوئی ہیں ہر مسلمان جانتا ہے یہاں تک کہ قرآنِ عظیم میں اسے بُت پوجنے کے برابر شمار فرمایا۔ قال اللہ تعالٰی :

فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور حنفاء للّٰہ غیر مشرکین بہ[1]۔

بتوں کی نجاست سے بچو، جھوٹی بات سے پرہیز کرو، شرک سے بچتے ہُوئے اللہ تعالٰی کی طرف رجوع کرتے ہوئے۔ (ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

عدلت شہادۃ الزور الاشراک باللّٰہ عدلت شہادۃ الزور الاشراک باللّٰہ[2] رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ عن خریم بن فاتک رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔

جھوٹی گواہی خدا کے ساتھ شریک کرنے کے برابر کی گئی جھوٹی گواہی خدا کے لیے شریک بتانے کے ہمسر ٹھہرائی گئی (جھوٹی گواہی خدا کا شریک ماننے کے مساوی کی گئی)، (اس کو ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے خریم بن فاتک رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

www.alahazratnetwork.org

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

الا انبئکم باکبر الکبائر قول الزور وقال شہادۃ الزور[3] رواہ الشیخان عن انس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔

کیا میں تمھیں نہ بتادوں کہ سب کبیروں سے بڑا کبیرہ کون سا ہے؟ بناوٹ کی بات، یا فرمایا جھوٹی گواہی۔ (اسے شیخین نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

عہ یعنی مقام مذکور کا سوال کہ باب الولی میں ہے ۱۲ (م)

[1] القرآن ۲۲/ ۳۰

[2] سنن ابی داؤد — باب فی شہادۃ الزور — آفتاب عالم پریس لاہور — ۲/ ۱۵۰

[3] صحیح بخاری — باب ما قیل فی شہادۃ الزور — قدیمی کتب خانہ کراچی — ۱/ ۳۶۲

صحیح مسلم — باب الکبائر واکبرھا — " " " — ۱/ ۶۴

نیز حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لن تزول قدما شاھد الزور حتی یوجب اللّٰہ لہ النار[1] رواہ ابن ماجۃ والحاکم وصححہ سند؟ عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما۔

جھوٹی گواہی دینے والا اپنے پاؤں ہٹانے نہیں پاتا کہ اللہ عزوجل اس کے لیے جہنم واجب کردیتا ہے۔ (اسکو ابن ماجہ اور حاکم نے صحیح قرار دے کر ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

ایسی ناپاک کارروائی کے ساتھ کسی کی بیٹی کو بلانکاح رخصت کرا کرلے جانا اگرچہ اسی قصد پر ہو کہ گھر لے جاکر نکاح کرلیں گے سخت شدید کبیرہ عظیمہ ملعونہ ہے جس کا مرتکب کراشد ظلم میں گرفتار ہے مستحق عذاب الیم نار ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے، الا لعنۃ اللّٰہ علی الظّٰلمین[2] سُن لو خدا کی لعنت ہے ظلم کرنے والوں پر۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

دفتر تین ہیں، ایک میں سے اللہ عزوجل کچھ نہ بخشے گا، اور دوسرے کی اُسے کچھ پروا نہیں، اور تیسرے میں سے کچھ نہ چھوڑے گا۔ وہ جس میں سے کچھ نہ بخشے گا کفر ہے، اور وہ جس کی اُسے پروا نہیں آدمی کے حقوق اللہ میں گناہ ہیں جیسے کسی دن کا روزہ یا کوئی نماز ترک کردی کہ اللہ عزوجل چاہے گا تو اسے معاف فرمادے گا واما الدیوان الذی لایترک اللّٰہ منہ شیئا مظالم العباد بینھم القصاص لامحالۃ[3] اور وہ دفتر جس میں سے اللہ تعالٰی کچھ نہ چھوڑے گا بندوں کا آپس میں ایک دوسرے پر ظلم ہے اس کا بدلہ ضرور ہونا ہے رواہ الامام احمد والحاکم وصححہ عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہا (اس کو امام احمد اور حاکم نے صحیح قرار دے کر حضرت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔ ت)

نکاح اگرچہ جبر واکراہ سے بھی ہوجاتا ہے

فی الھندیۃ الاصل ان تصرفات المکرہ کلھا قولا منعقدۃ عندنا الا ان ما یحتمل الفسخ منہ کالبیع والاجارۃ یفسخ وما لا یحتمل الفسخ منہ کالطلاق

ہندیہ میں ہے قاعدہ یہ ہے کہ جس پر جبر کیا گیا ہو اس کے اس حالت کے تمام تصرفات نافذ العمل ہونگے ہاں وہ تصرفات جو فسخ کا احتمال رکھتے ہوں جیسے بیع اور اجارہ کہ یہ فسخ قرار پائیں گے، اور جو فسخ کا احتمال نہیں رکھتے

---

[1] سنن ابن ماجہ باب شہادۃ الزور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۳
[2] القرآن ۱۱/ ۱۸
[3] مسند احمد بن حنبل مرویات حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا دارالفکر بیروت ۶/ ۲۴۰

والعتاق والنکاح و التدبیر و الاستیلاد و النذور فھولاء مرکذا فی الکافی[1] اھ وتمامہ فی ردالمحتار قبیل قولہ وشرط حضور شاھدین[2] الخ اقول[3] واما قول الھندیۃ عن الخانیۃ فی تعداد شروط النکاح ومنھا رضاء المرأۃ اذا کانت بالغۃ[3] الخ فقد کتبنا علی ھامشہ مانصہ ای اذنھا قولا اوفعلا صریحا اودلالۃ ولوجبرا وکذا ھکذا ینبغی ان یفسر ھذا المقام۔

مثلاً طلاق، عتاق، نکاح، مدبر بنانا، ام ولدہ بنانا اور نذر تو یہ امور لازم ہوجائیں گے، جیسا کہ کافی میں ہے اھ اس کی تمام بحث ردالمحتار میں ہے، ان کے قول گواہوں کی موجودگی شرط ہے" سے تھوڑا پہلے ہے الخ اقول ہندیہ کا قول جو کہ انھوں نے خانیہ سے نقل کیا نکاح کی شرائط میں" جن میں سے ایک یہ ہے کہ عاقلہ بالغہ عورت کی رضا الخ تو ہم نے اس کے حاشیہ پر لکھا ہے جس کی عبارت یہ ہے یعنی اس کی اجازت قول، فعل صریح یا دلالت سے ہوجاتی ہے اگرچہ بطور جبر ہو، اس مقام کی یونہی تفسیر مناسب ہے۔ (ت)

مگر کسی کی بیٹی کو جبراً بلا نکاح لے جانا پھر بالجبر نکاح کرنا ظلم پر ظلم اور مسلمان کو عار لاحق کرنا ہے۔

قال اللہ تعالٰی لا اکراہ فی الدین[4]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: دین میں جبر نہیں ہے (ت)

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا یحل لمسلم ان یاخذ عصا اخیہ بغیر طیب نفس منہ[5]۔ رواہ ابن حبان فی صحیحہ عن ابی حمید الساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

مسلمان کو حلال نہیں کہ اپنے بھائی مسلمان کی لکڑی بغیر اس کی دلی مرضی کے لے لے (اس کو ابن حبان نے صحیح میں ابو حمید الساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

جب بے مرضی لکڑی لینی حرام ہے لڑکی لینی کس درجہ حرام و اشد حرام ہوگی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] فتاوٰی ہندیہ — کتاب الاکراہ — الباب الاول — نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵
[2] ردالمحتار — کتاب النکاح — داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۶۲
[3] فتاوٰی ہندیہ — کتاب النکاح — الباب الاول — نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۶۹
[4] القرآن ۲/۲۵۶
[5] موارد الظمآن الٰی زوائد ابن حبان کتاب البیوع باب ماجاء فی الغصب حدیث ۱۱۶۶ المطبعۃ السلفیہ بالروضۃ ص ۲۸۳

من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ[1] رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔ (اسے طبرانی نے اوسط میں سند حسن کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

گواہ و وکیل ومعین جتنے لوگ اس واقعہ پر آگاہ ہوکر زید کی اعانت کریں گے سب اس کی مثل ظلم و حرام و استحقاق عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[2]۔

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: گناہ و عداوت میں ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو (ت)

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من مشی مع ظالم لیعینہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خرج من الاسلام[3] رواہ الطبرانی فی الکبیر والضیاء فی المختارۃ عن اوس بن شرحبیل الاشجعی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو کسی ظالم کے ساتھ چلا اس کی مدد کرنے اور وہ جانتا ہے کہ یہ ظالم ہے وہ بیشک اسلام سے نکل گیا۔ (اسے طبرانی نے کبیر میں اور ضیاء نے مختارہ میں اوس بن شرحبیل اشجعی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

رہا مسئلہ رضاعت، ہمارے مذہب میں ایک عورت کا بیان ثبوت رضاعت کے لیے کافی نہیں خصوصاً جبکہ خود مضطرب ہو،

کما فصلناہ فی فتاونا السابقۃ الواردۃ علینا من المسائل فی ھذا الباب۔

جیسا کہ ہم نے اس بارے میں پہلے سے آئے ہوئے مسائل کے جوابات میں اس کی تفصیل اپنے فتاوٰی میں بیان کردی ہے۔ (ت)

اُس سے احتیاط بچنا صرف مرتبہ استحباب میں ہے اور فعل غایت درجہ مکروہ تنزیہی یعنی خلافِ اولٰی کہ نہ کرے تو بہتر، کرے تو کچھ گناہ نہیں۔ فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

رجل تزوج امرأۃ فاخبرہ رجل مسلم ثقۃ

ایک شخص کا عورت سے نکاح ہونے کے بعد ایک ثقہ

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف الریاض ۴/۲۷۳

الترغیب والترہیب من تخطی برالرقاب یوم الجمعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۰۴

[2] القرآن ۵/۲

[3] معجم کبیر حدیث ۶۱۹ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱/۲۲۷

او امرأة انهما ارتضعا من امرأة واحدة قال فی الکتاب احب الی ان یتنزہ فیطلقها ویعطیها نصف المهران لم یدخل بها ولا تثبت الحرمة بخبر الواحد عندنا مالم یشهد به رجلان اورجل وامرأتان[1]

مرد یا عورت نے یہ خبر دی کہ ان میاں بیوی نے ایک عورت کا دُودھ پیا ہے، تو امام قاضی خاں نے کتاب میں فرمایا کہ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ وہ شخص بطور احتیاط عورت کو طلاق دے دے اور دخول نہ کیا ہو تو نصف مہر ادا کرے، جبکہ رضاعت کی حرمت ایک شخص کی خبر سے ثابت نہیں ہوتی جب تک دو مرد، یا ایک مرد اور دو عورتیں شہادت نہ دیں حرمت ثابت نہ ہوگی۔ (ت)

ایسے امر سے بچنے کے لیے جان دینے کی اجازت ہرگز نہیں ہوسکتی کہ جان کا رکھنا ہر فرض سے اہم فرض ہے بلکہ اہل وعیال کو چھوڑ کر جلاوطنی وغیرہ امور بھی کہ خود گناہ یا منجر بہ گناہ ہوں جائز نہیں ہوسکتے،

اذلیس من قضیة الشرع الکریم والعقل السلیم درء شیئ خفیف بارتکاب ثقیل عظیم۔

شریعت مطہرہ اور عقل سلیم اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ معمولی چیز کو کسی عظیم اور بھاری چیز کے ارتکاب سے ختم کیا جائے۔ (ت)

یہاں تقوٰی بمعنی اتقائے شبہات سے وہ صرف مستحب ہے، نہ فرض و واجب۔ علماء فرماتے ہیں:

لیس زماننا زمان اجتناب الشبہات کما فی الاشباہ وغیرہ عن الخانیة والتجنیس وغیرهما۔

اشباہ وغیرہ میں خانیہ اور تجنیس کے حوالہ سے ہے کہ ہمارا زمانہ شبہات سے بچاؤ کا زمانہ نہیں ہے۔ (ت)

زید وغیرہ کی اس درخواست سے تقوٰی کی اہانت نہیں نکلتی بلکہ اس احتیاط کا غیر ضروری ہونا اور اس قدر ضرور صحیح ہے، ہاں اس سے روکنا اگر بالجبر ہو تو ہم لکھ چکے ہیں کہ مسلمان پر جبر و اکراہ کسی امر مباح میں حرام وظلم ہے نہ کہ امر غیر مستحب میں، مگر اس پر جان نہیں دے سکتے، البتہ صورت اولٰی میں یعنی جبکہ واقع میں نکاح باطل ہوا اور زید جھوٹی گواہیاں دلوا کر بالجبر بلا نکاح چھین لے جانا ________ یا بالجبر اس کے ساتھ کوئی فعل ناجائز کرنا چاہے اُس وقت اگر یہ اپنے ناموس کی حفاظت جائزہ کرے جو شرعًا وعقلًا وعرفًا ہر طرح اس کا حق ہے اور ظالم اُسے قتل کردے تو یہ شہید ہوگا۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قتل دون مالہ فھو شہید ومن

جو اپنا مال بچانے میں مارا جائے وہ شہید، جو

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحة فصل فیما یقبل قول الواحد الخ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۹۲

[2] الاشباہ والنظائر کتاب الحظر والاباحة ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۱۰۸

قتل دون دمہ فہو شہید و من قتل دون دینہ فہو شہید و من قتل دون اہلہ فہو شہید[1] اخرجہ الائمۃ احمد و ابوداؤد و الترمذی والنسائی و ابن حبان فی صحاحہم عن سعید بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اپنی جان بچانے میں مارا جائے وہ شہید، جو اپنا دین بچانے میں مارا جائے وہ شہید، جو اپنے گھر والوں کے بچانے میں مارا جائے وہ شہید۔ (اسے احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن حبان نے سعید بن زید سے اپنی صحاح (کتب) میں روایت کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ ت)

مسئلہ ۲۳: از مسجد جامع مرسلہ مولوی احسان حسن صاحب ۷ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید و ہندہ نے باہم کلماتِ ایجاب و قبول نکاح کے، بموجودگی دو آدمیوں کے، کہے، لیکن ان دونوں آدمیوں کو مطلقاً سماعت اور علم نکاح زید اور ہندہ کا نہ ہُوا، بعد ازاں زید نکاح سے منکر ہُوا، اور اُن دونوں شاہدوں نے بھی سماعت اور علم نکاح سے لاعلمی رُوبرو حاکم شرع کے ظاہر کی، تو آیا حاکم شرع زوجہ کو مہر دلائے گا یا نہیں؟ اور یہ نکاح منعقد ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

نکاح میں شرط ہے کہ دونوں گواہ معاً دونوں لفظ ایجاب و قبول جلسہ واحدہ میں سُنیں اور سمجھیں کہ یہ نکاح ہو رہا ہے،

فی الدر المختار شرط حضور شاہدین حرین او حر و حرتین مکلفین سامعین قولہما معا علی الاصح فاہمین انہ نکاح علی المذہب[2]، بحر۔

درمختار میں ہے کہ نکاح میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں عاقل بالغ اور آزاد کا مجلس میں اس طرح موجود ہونا کہ وہ نکاح سمجھتے ہُوئے نکاح کرنے والوں کے کلام کو سُنیں، شرط ہے، یہ صحیح مذہب ہے، بحر۔ (ت)

تو مذہب اصح پر یہ نکاح منعقد نہ ہوا، زید کا انکار سچا ہے، اگر نوبت ہمبستری نہ آئی تو مہر سے کیا علاقہ، ورنہ مہر مثل دینا ہوگا،

فان الوطء فی دار الاسلام لا یخلو عن حد او عقر[3] کما فی الدر المختار وغیرہ۔

کیونکہ دارالاسلام میں ہے محل جماع حد یا عُقر سے خالی نہیں ہوتا، جیسا کہ درمختار وغیرہ معتمد کتب میں ہے۔

---

[1] سنن النسائی کتاب المحاربۃ تحریم الدم نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۱۶۲

[2] درمختار کتاب النکاح مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۶

[3] ؎ باب المہر ۱/ ۲۰۴

من معتمدات الاسفار وقد کانت ھٰھنا شبہۃ العقد فالحد سقط فالعقر ثبت۔

یہاں چونکہ نکاح کا شُبہ ہے لہذا حد ساقط ہوگئی تو عُقر واجب ہوگا۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴: مسئولہ حافظ علی بخش صاحب ساکن آنولہ مسجد حنفیاں ۲۵ شوال ۱۳۲۲ھ

تعظیماً جمع کا لفظ خدا کی شان میں بولنا جائز ہے یا نہیں، جیسے کہ "اللہ جل شانہٗ یُوں فرماتے ہیں" اسی طرح ناکح سے کہنا کہ "تُم نے یہ عورت قبول کی" جمع بولنا چاہئے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

حرج نہیں، اور بہتر صیغہ واحد ہے کہ واحد احد کے لیے وہی انسب ہے۔ قرآن عظیم میں ایک جگہ رب عزّوجل سے خطاب بجمع ہے رب ارجعونِ[1]۔ وہ بھی زبانِ کافر سے ہے۔ اور ناکح سے کہنا کہ تم یا آپ یا جناب نے قبول کی، اس میں بھی حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵: ۱۶ صفر ۱۳۰۳ھ

زید کہتا ہے کہ متناکحین بالغین کو بوقتِ نکاح کلمے اور صفت ایمان مجمل و مفصل پڑھانا بہت ضرور و بہتر ہے اس کو کرنا چاہئے، شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی قدس سرہٗ کے فتاوٰی میں ہے:

از رُوئے شریعت غرا نکاح درمیان مومن و کافر منعقد نمی گردد وظاہر است کہ از انسان در حالت لاعلمی یا از رُوئے سہو اکثر کلمۂ کفر صادر مے گردد کہ بر آں متنبہ نمی شود و دریں صورت اگر نکاح متناکحین واقع شدہ منعقد نمی شود لہذا متاخرین از علمائے محتاطین احتیاطاً صفت ایمان مجمل و مفصل را بحضور متناکحین می گویند و می گویانند تا انعقاد بحالت اسلام واقع شود فی الحقیقت علمائے متاخرین ایں احتیاط را در عقد نکاح افزودہ اند خالی از نزاکت اسلامی نیست کسانے کہ از اسلام بہرہ ندارند بالطف

روشن شریعت کی رُو سے مومن و کافر کے درمیان نکاح نہیں ہوسکتا، ظاہر ہے کہ انسان سے لاعلمی میں کبھی سہواً کوئی کلمۂ کفر صادر ہوجاتا ہے جس پر وُہ آگاہ ہی نہیں ہوتا، تو اس صورت میں اگر مرد و عورت کا نکاح ہوا تو منعقد نہیں ہوگا، لہذا محتاط علماءِ متاخرین مجلسِ نکاح میں صفت ایمان مجمل و مفصل خود بھی کہتے ہیں اور مرد و عورت سے بھی کہلواتے ہیں تاکہ نکاح بحالتِ اسلام واقع ہو۔ علماءِ متاخرین نے عقدِ نکاح میں اس احتیاط کا جو اضافہ فرمایا ہے وُہ درحقیقت اسلامی نزاکت سے خالی نہیں، جو لوگ اسلام کے بارے میں معلومات

---

[1] القرآن ۲۳/ ۹۹

آں کے میرسد [1] انتہی | نہیں رکھتے وہ اس کی لطافت تک کب پہنچ سکتے ہیں۔ (ت)

یہ قول زید کا صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بہتر ہونے میں کیا کلام کہ ذکر خدا و رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خیر محض ہے، خصوصاً تجدید ایمان کرو لیسے بھی حدیث میں اس کا حکم ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الایمان لیخلق فی جوف احدکم کما یخلق الثوب الخلق فاسئلوا اللہ تعالٰی ان یجدد الایمان فی قلوبکم [2] رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابن عمر بسند حسن و الحاکم فی المستدرک عن عمرو بسند صحیح رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

بیشک ایمان تم میں کسی کے باطن میں پرانا ہوجاتا ہے جیسے کپڑا کہنہ ہوجاتا ہے تو اللہ عزوجل سے مانگو کہ تمہارے دلوں میں ایمان کو تازہ فرمائے۔ (اسے طبرانی نے کبیر میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سند حسن اور حاکم نے مستدرک میں حضرت عمرو رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا۔ ت)

www.alahazratnetwork.org

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

جددوا ایمانکم اکثروا من قول لا الٰہ الا اللہ [3] رواہ الامام احمد و الحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔

اپنے ایمان تازہ کرو لا الٰہ الا اللہ بکثرت کہو۔ (اس کو امام احمد اور حاکم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا۔ ت)

تو اس قدر ضرور مسلّم کہ اس کو کرنا چاہئے، ہاں بہت ضروری کہنا نوع افراط سے خالی نہیں جہلاً یا سہواً معاذ اللہ کلمۂ کفر صادر ہوجانا محتمل سہی مگر اسے مظنون ٹھہرالینا سُوئے ظن ہے اور بے حصول ظن حکم ضرورت نہیں کما لایخفٰی، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۶: ۲۰ ربیع الاول شریف ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دختر زید بعمر سترہ [1] سال و پسر عمرو بعمر تئیس [2] سال ہے اور

---

[1] فتاوٰی عزیزی حکم اعلام کلمۂ صفت ایمان مجمل و مفصل بروز عقد نکاح مجتبائی دہلی ۲/۱۲۶

[2] مستدرک للحاکم کتاب الایمان الامر بسوال تجدید الایمان دار الفکر بیروت ۱/۴

[3] مسند احمد بن حنبل مروی از ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ۲/۳۵۹

مانع شرعی موجود نہیں، پسر کا ولی واسطے نکاح کے چار ماہ کی مہلت چاہتا ہے، اگر مہلت دی جائے تو شرعاً گنہگاری ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

کوئی گناہ نہیں جبکہ کوئی اندیشہ صحیح نہ ہو، اور اگر معاذ اللہ اندیشہ ہے اور دوسرا کفو موجود ہے تو مہلت نہ دینا چاہئے، اگر نہ مانے اُس دوسرے سے نکاح کردیں جبکہ دختر رضامند ہو،

لحدیث یا علی لا تؤخرن ثلثا الصلوۃ اذا اٰنت والجنازۃ اذا حضرت والایم اذا وجدت لہا کفوا[1] اوکما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اس حدیث کی بنا پر جس میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا: اے علی! تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو: نماز میں جب وقت ہوجائے، جنازہ میں جب حاضر ہو، اور غیر شادی شدہ لڑکی میں جب اس کا کفو ملے۔ یا جیسے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷: از ریاست رامپور سررشتہ پولیس مرسلہ سید جعفر حسین صاحب محرر سررشتہ ۲۰ محرم ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے اس طور پر نکاح کیا کہ دو گواہ اور ایک وکیل نے ہندہ کے پاس جاکر یہ کہا کہ بکر کے بیٹے زید نے ایک ہزار روپے کے بدلے میں تم کو اپنی زوجیت میں طلب کیا ہے یعنی خواستگاری کی ہے تم بھی اس کو اپنی شوہریت میں قبول کرو اور مجھ کو وکیل قرار دو، تو ہندہ مذکورہ نے فقط لفظ "قبول" کہا (اور اس لفظ قبول کو اس ملک کے عوام و خواص قائم مقام ایجاب کے بنا برعرف کے سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں) پھر اسی طرح تینوں شخص زید کے پاس گئے اور وکیل نے زید سے جاکر کہا کہ تم نے خالد کی بیٹی ہندہ کو مہر مذکور پر قبول کیا تو زید نے صرف لفظ "قبول" کہا (اور اس قبول کو یہاں کے باشندے بمنزل قبول نکاح کے تصور کرتے ہیں اور ہزاروں نکاح اس طور سے ہوگئے اور ہوتے ہیں اور آئندہ بھی ہوں گے کیونکہ یہ طور یہاں کا رسم و رواج قرار پایا ہے) اب اس صورت میں فقط لفظ "قبول" سے نکاح صحیح ہوگا یا نہیں؟ بعض علمائے کرام فرماتے ہیں کہ نکاح صحیح ہوجائے گا کیونکہ عاقل و بالغ کا کلام لغو کرنا نہ چاہئے ورنہ ہزاروں آدمی حرام زادہ قرار پائیں گے مسلمان کو زنا سے شرعاً بچانا چاہئے اور عرف اور رواج

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی الوقت الاول من الفضل نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۵۲

[2] سنن الکبرٰی للبیہقی کتاب النکاح باب اعتبار الکفاءۃ دار صادر بیروت ۷/ ۱۳۳

بھی ادلّہ شرعیہ سے ایک دلیل ہے تو موافق عرف کے نکاح کو صحیح قرار دینا چاہئے، اور بعض علماء کہتے ہیں کہ لفظ "قبول" سے نکاح صحیح نہیں ہوتا کیونکہ لفظ "قبول" مصدر ہے اور مصدر سے نکاح درست نہیں ہوتا، اب متنازع فیہ میں حکم شرع شریف جو ارشاد ہو۔ عوام بیچارے نہ مصدر کو جانیں نہ ماضی کو، وہ تو اپنے عرف و رواج جانتے ہیں اسی کے پیرو و تابعدار ہیں، ان کی اصلاح کس طور پر ہو؟ بیّنوا توجروا

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں صحتِ نکاح میں شُبہہ نہیں، جب ہندہ نے بعد سوال توکیل لفظ "قبول" کہا یہ ایجاب توکیل ہوا اور وہ شخص وکیل ماذون ہوگیا،

فان التوکیل یتم بمجرد الایجاب ولا یتوقف علی القبول وان کان یرتد بالرد کما فی الاشباہ والھندیۃ وغیرھما وھٰھنا وان امکن ان یجعل قول الوکیل تقبلیہ فی زوجیتک ایجاب فضولی بناء علی ماصرح فی الخانیۃ و الخلاصۃ ان الامر فی النکاح ایجاب[1] قال فی الفتح وھذا احسن[2] وح یکون قول المرأۃ قبول قبولا وینعقد النکاح موقوفا علی اجازۃ الرجل فاذ اخاطبہ الوکیل وقال قبول یکون تنفیذ الکنہ خلاف ماقصدوہ فان صنیعھم شاھد انھم لم یجعلوا مجلس المخاطبۃ مع المخطوبۃ مجلس عقد بل استئذان فیکون طلبا للوکالۃ وقولھا قبول توکیلا۔

وکیل بنانے کے لیے صرف ایجاب کافی ہے اور قبول کرنے پر موقوف نہیں اگرچہ ایجاب کو رد کردینے پر وکالت رَد ہوجائیگی، جیسا کہ اشباہ اور ہندیہ وغیرہ میں ہے، اور یہاں اس مسئلہ میں اگرچہ وکیل کا لڑکی کو یہ کہنا کہ "تو بھی لڑکے کو اپنا خاوند ہونا قبول کرلے"، فضولی کی طرف سے ایجاب قرار دیا جاسکتا ہے وُہ خانیہ اور خلاصہ کی اس تصریح کی بنا پر کہ "نکاح میں درخواست" ایجاب ہوجاتا ہے جس کے متعلق فتح میں کہا گیا کہ یہ قول بہت اچھا ہے، تو فضولی کے جواب میں لڑکی کا "قبول" کہنا نکاح کو قبول کرنا قرار دیا جائے گا جس سے نکاح منعقد ہوجائے اور لڑکے کی اجازت پر موقوف قرار پائے، اور جب نکاح کرانے والا شخص (فضولی) لڑکے کو پیشکش کرے اور لڑکا قبول کرلے تو نکاح نافذ ہوجائے، لیکن یہاں مجلس والوں کا مقصد یہ نہیں ہے بلکہ ان کا مقصد صرف لڑکی سے اجازت طلب کرنا ہے تو اس مجلس میں وکالت طلب کرنا اور لڑکی کا "قبول" کہنا صرف توکیل ہوگی۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب النکاح الفصل الاول نولکشور لکھنؤ ۱/۱۵۱

[2] فتح القدیر " " نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۰۴

اب کہ وکیل نے خاطب سے آکر وہ لفظ کہے یہ جانب وکیل سے ایجاب ہوا،

فانہ استفھام وان کان حرفہ مقدرا والاستفھام عند ارادۃ التحقیق یؤدی مؤدی الامر کما حققناہ فی فتاوٰنا والامر کما سمعت ایجاب فی النکاح ولا نعدل عن ھذا القول المرجح الی قول انہ توکیل لان الوکیل لایملک التوکیل فلاینفذ العقد و فیہ تضییق واللّٰہ یحب الرفق۔

تو حقیقتاً یہ استفہام ہے اگرچہ حرف استفہام پوشیدہ ہے اور استفہام مقام تحقیق و انعقاد میں امر کا معنی دیتا ہے جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں تحقیق کی ہے اور نکاح میں امر ایجاب قرار پاتا ہے، اس ترجیح یافتہ قول کو چھوڑ کر ہم اس کو توکیل نہ بنائیں گے کیونکہ عورت کا وکیل کسی دوسرے کو وکیل نہیں بنا سکتا جس کی بنا پر عقد نافذ نہ ہوگا جبکہ اس میں تنگی ہے اور اللہ تعالٰی نے تو نرمی اور وسعت کو پسند فرمایا ہے (ت)

اور زوج کا قبول" کہنا قبول ہوا اور نکاح صحیح و تمام نافذ ہوگیا اور یہ اعتراض کہ قبول مصدر ہے اور مصدر سے نکاح درست نہیں راسا ساقط ہے کہ یہ لفظ اُس سوال وکیل کے جواب میں ہے کہ تم نے ہندہ کو قبول کیا اور عقل و نقل کا قاعدہ اجماعیہ ہے کہ،

السؤال معاد فی الجواب[1] کما صرحوا بہ فی الاشباہ وغیرہا کتاب۔

جواب میں سوال کا اعادہ معتبر ہوتا ہے جیسا کہ اشباہ وغیرہ بہت سی کتب میں تصریح ہے۔ (ت)

تو جواب میں صرف لفظ "قبول" کے قطعاً یہی معنے ہیں کہ "قبول کیا" اور یہ ماضی ہے اور ماضی سے نکاح یقیناً درست ہے کما صرحوا بہ متونا وشروحا وفتاوٰی (جیسا کہ متون، شروح اور فتاوٰی میں تصریح ہے۔ ت) معہذا یہاں اصل کار وہ الفاظ ہیں جو رضا بالانشاء پر بے احتمال مساوی دلیل ہوں اور شک نہیں کہ لفظ "قبول" صراحۃً اُس پر دال، و لہذا علماء تصریح فرماتے ہیں اگر عورت سے کہا اپنے نفس کو میری زوجیت میں دے اس نے کہا بالسمع والطاعۃ نکاح ہوگیا،

کما فی النوازل والخلاصۃ والبزازیۃ والبحر والدر والمحیط والھندیۃ وغیرھا من الاسفار الغر۔

جیسا کہ نوازل، خلاصہ، بزازیہ، بحر، دُر، محیط، ہندیہ وغیرہا مشہور کتب میں ہے۔ (ت)

سمع و طاعت بھی مصدر ہی ہیں اور مناط صحت وہی تقدیر ماضی ہے یا اعتبار تراضی، وہ دونوں

---

[1] الاشباہ والنظائر القاعدۃ الحادیۃ عشرۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۱۸۳

یہاں حاصل، تو حکم عدمِ نکاح محض باطل، فتح القدیر میں ہے:

فاعلمنا ان الملاحظۃ من جھۃ الشرع فی ثبوت الانعقاد ولزومہ حکمہ جانب الرضی عدینا حکمہ الٰی کل لفظ یفید ذٰلک بلا احتمال مساو للطرف الاٰخر[1] الخ۔

جب ہمیں یہ معلوم ہے کہ نکاح کے انعقاد اور اس کے حکم کے لزوم میں شرعًا رضا کے پہلو کا اعتبار ہے تو ہم نے اس حکم کو ہر ایسے لفظ میں معتبر قرار دیا جو اس چیز کا احتمال رکھتا ہو اور اس کے مخالف پہلو کا اس میں مساویانہ احتمال نہ ہو الخ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ او بالسمع والطاعۃ متعلق بمحذوف دل علیہ المذکور ای تزوجت او قبلت متلبسا بالسمع والطاعۃ لامرك ولا یحصل السمع والطاعۃ لامرہ الا بتقدیر الجواب ماضیا مرادا بہ الانشاء لیتم شرط العقد بکون احدھما للمضی[2]۔

ماتن کا قول "او بالسمع والطاعۃ" کا متعلق محذوف ہے جس پر مذکور دال ہے یعنی میں نے نکاح کیا یا قبول کیا آپ کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے اور حکم کی اطاعت مقدر طور پر ماضی کے صیغہ کے ساتھ جواب کے بغیر نہیں ہوسکتی جبکہ ماضی سے انشاء مراد ہوگی تاکہ نکاح کی شرط یعنی ایجاب وقبول میں سے ایک کا صیغہ ماضی ہونا تام ہوجائے۔ (ت)

بحرالرائق میں زیر قول کنز: انما یصح بلفظ النکاح والتزویج وما وضع لتملیک العین فی الحال (نکاح، تزویج اور تملیک عین فی الحال کیلئے موضوع الفاظ سے عقد ہوجاتا ہے۔ ت) فرمایا:

یرد علی المصنف الفاظ ینعقد بھا النکاح غیر الثلثۃ (وعد اشیاء کثیرۃ الٰی ان قال) ومنھا بالسمع والطاعۃ لو قال زوجی نفسك منی فقالت بالسمع والطاعۃ فھو نکاح کما فی الخلاصۃ

مصنف پر اعتراض ہے کہ ان مذکورہ الفاظ ثلٰثہ کے علاوہ دیگر الفاظ سے بھی نکاح منعقد ہوجاتا ہے وہاں انھوں نے بہت سے امور ذکر کیے جن میں سے سمع وطاعت بھی ذکر کرکے فرمایا کہ اگر کسی مرد نے کسی عورت کو کہا کہ تُو اپنے نفس کو مجھے بیاہ دے تو عورت نے جواب میں "بالسمع والطاعۃ" کہہ دیا تو نکاح

---

[1] فتح القدیر کتاب النکاح نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۰۳
[2] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۶۳

www.alahazratnetwork.org

ومنہا ما فی الذخیرۃ لو قال ثبت حقی فی منافع بضعك بالف فقالت نعم صح النکاح[1] اھ و الجواب ان العبرۃ فی العقود للمعانی حتی فی النکاح کما صرحوا بہ وھذہ الالفاظ تؤدی معنی النکاح۔

ہوجائے گا جیسا کہ خلاصہ میں ہے۔ ان الفاظ سے وہ بھی ہے جو ذخیرہ میں مذکور ہے کہ اگر مرد نے عورت کو کہا کہ ہزار کے بدلے تجھ سے جماع کا حق میرے لئے ثابت ہے تو عورت نے جواب میں کہا کہ "ہاں" تو نکاح صحیح ہوگا اھ۔ تو جواب یہ ہے کہ عقود میں حتی کہ نکاح میں معانی کا اعتبار ہوتا ہے جیسا کہ فقہاء نے تصریح کی ہے جبکہ یہ مذکورہ الفاظ نکاح کا معنی ادا کر رہے ہیں۔ (ت) واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸: ۹ ربیع الاول شریف ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور ہندہ دونوں شخص چند شخصوں کے روبرو اس کے مقر ہوں کہ ہمارا نکاح آپس میں ہوگیا ہے یا زید علیحدہ ایک وقت میں اور ہندہ علیحدہ ایک وقت میں چند اشخاص کے روبرو فرداً فرداً یہ ظاہر کریں کہ ہمارا نکاح آپس میں ہوگیا ہے اور پھر خط کتابت میں ہندہ زید کو وہی القاب آداب جو بی بی خاوند کو لکھتی ہے استعمال کرے تو کیا سمجھا جائے گا اور شرعاً کیا حکم دیا جائے گا؟

www.alahazratnetwork.org

الجواب

تصادقِ مرد و زن کہ مرد کہے یہ میری منکوحہ ہے، عورت کہے یہ میرا شوہر ہے، عندالناس مثبت نکاح ہے۔ مگر اگر غلط اقرار کیا ہو تو عنداللہ ہرگز نفع نہ دے گا وہ زانی و زانیہ ہوں گے اور سخت عذاب جہنم کے مستحق اور اولاد ولدالزنا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹: ۱۶ ذی قعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عورت سے اس شرط پر نکاح کیا کہ میں تجھ کو بعد تین چار ماہ کے طلاق دے دوں گا، آیا یہ نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

نکاح جائز ہے اور طلاق دینا اس پر لازم نہیں۔ فان النکاح لا یبطل بالشروط الفاسدۃ بل ھی التی تبطل (شرائط فاسدہ سے نکاح باطل نہیں ہوتا بلکہ شرائط خود باطل قرار پاتی ہیں۔ ت)

واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] بحرالرائق کتاب النکاح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۸۷

مسئلہ ۳۰: ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۱۸ھ

حال یہ ہے کہ حامد اور محمودہ دونوں میں ایسا رشتہ تھا کہ محمودہ اُس کے سامنے آسکتی تھی اور یہ دونوں ایک مدت تک صغر سنی میں ایک ہی جگہ رہتے سہتے تھے، ۱۹۰۸ء میں حامد کی بیوی کا انتقال ہوگیا اور برضامندی فریقین (یعنی حامد اور محمودہ) کے والدین کے حامد کی نسبت محمودہ سے ہوگئی اور مراسم نسبت ادا ہونے کے بعد ایک تاریخ نکاح مقرر ہوگئی، لیکن اس تاریخ مقررہ پر حامد کو کہ وہ گورنمنٹ کا ملازم تھا اتفاق سے رخصت نہ ملی اور تاریخ مقررہ پر نکاح نہ ہوسکا، اس کے بعد کچھ جھگڑے ایسے درپیش ہوگئے کہ دوسری تاریخ مقرر ہونے سے پہلے حامد اپنی ملازمت سے علیحدہ ہُوا، اس کے بعد جب حامد کے والدین نے تاریخ مقرر کرنا چاہی تو محمودہ کے والدین نے یہ عذر پیش کیا کہ حامد اب بے نوکر ہے اس لیے ہم نکاح نہیں کرنا چاہتے، حامد اور محمودہ دونوں بالغ ہیں، محمودہ تاریخ نسبت سے حامد سے پردہ کرتی ہے، جب یہ حال محمودہ کو معلوم ہُوا تو اس نے اپنی والدہ سے صاف صاف کہہ دیا کہ میں دُوسرے امیر گھر جانا پسند نہ کروں گی خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جس سے نسبت ہوئی اس سے نکاح ہوجانا چاہئے، محمودہ کے باپ واقعی امیر کبیر ہیں اور حامد ایک معمولی حیثیت کا آدمی ہے، محمودہ کے باپ یہ کوشش کرتے ہیں کہ محمودہ کا کسی امیر اور مالدار سے نکاح کردیں اور محمودہ کی رضامندی پر کوئی توجہ نہ کی جائے، اس لیے محمودہ یہ چاہتی ہے کہ قبل اس کے کہ یہ جبر اس پر کیا جائے وہ حامد کے ساتھ اپنا نکاح کرلے، مگر اس نکاح کا حال اُس کے والدین کو نہ معلوم ہو اور حامد بھی یہی چاہتا ہے۔ تو علمائے دین مذہب سے یہ امر دریافت طلب ہے کہ محض اگر گواہان اور وکیل کی موجودگی اور علم میں قاضی صاحب نکاح پڑھادیں اور از رُوئے شریعت ایجاب قبول کا اطمینان کرلیں تو یہ نکاح خفیہ جائز ہے اور کسی طرح ناقص تو نہیں؟ فقط۔

الجواب

بالغہ جو بے رضائے ولی بطور خود اپنا نکاح خفیہ خواہ علانیہ کرے اُس کے انعقاد وصحت کے لیے یہ شرط ہے کہ شوہر اس کا کفو ہو یعنی مذہب یا نسب یا پیشے یا مال یا چال چلن میں عورت سے ایسا کم نہ ہو کہ اس کے ساتھ اس کا نکاح ہونا اولیائے زن کے لیے باعثِ ننگ وعار وبدنامی ہو، اگر ایسا ہے تو وہ نکاح نہ ہوگا،

فی الدر المختار ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان[1]۔

درمختار میں ہے کہ غیر کفو میں نکاح کے جائز نہ ہونے کا فتوٰی ہے کہ فسادِ زمان کی وجہ سے نکاح منعقد ہی نہ ہوگا۔ (ت)

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱

مال میں کفاءت کو صرف اس قدر کفایت کہ وُہ شخص اگر پیشہ ور ہو تو روز کا روز اتنا کماتا ہو جو اس عورت غنیہ کے قابلِ کفایت روزانہ دے سکے، اور پیشہ ور نہیں تو ایک مہینہ کا نفقہ دے سکے، اور مہر جس قدر معجل ٹھہرے اس کے ادا پر قدرت بہرحال درکار ہے۔

فی الدر المختار تعتبر الکفاءۃ فی العرب و العجم مالا بان یقدر علی المعجل و نفقۃ شہر لو غیر محترف والا فان کان یکتسب کل یوم کفایتھا لو تطیق الجماع[1]۔ ملخصاً۔

درمختار میں ہے کہ مال کے اعتبار سے عرب و عجم میں کفو کا اعتبار اس طور پر ہے کہ مرد مہر معجل دینے اور ایک ماہ کا نفقہ دینے پر قادر ہو جبکہ غیر کاروباری ہو ورنہ روزانہ کا خرچہ دینے پر قدرت رکھتا ہو بشرطیکہ بیوی جماع کی قدرت رکھتی ہو ملخصاً (ت)

پس اگر حامد اس قدر مال رکھتا ہے اور مذہب و نسب و حرفت و روش میں بھی محمودہ سے ویسا کم نہیں کہ اس سے نکاح باعثِ عار پدرِ محمودہ ہو، جیسا کہ صورتِ سوال سے یہی ظاہر ہے کہ باپ پہلے اُس سے نکاح پر راضی تھا اب صرف نوکری نہ رہنے کا عذر کرتا ہے تو اس صورت میں برتقدیر صدق مستفتی دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کے سامنے حامد و محمودہ کے ایجاب و قبول کر لینے سے جائز و صحیح ہو جائے گا، نفسِ نکاح میں نقصان نہ ہوگا، ماں باپ کو ناراض کرنے کا وبال محمودہ پر ہو تو جُدا امر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۲۱۳: ضلع پٹنہ ڈاکخانہ یادسین موضع یعقوبی سید حمید شاہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی والدہ اور ہمشیرہ عمرو کے مکان پر بطورِ مہمان داری کے آئیں و سوتی تھیں، عمرو نے زید کی والدہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں نے اپنی بیٹی تم کو دی جس سے اس کا منشا یہ تھا کہ زید سے اس لڑکی کا نکاح کریں گے، زید کی والدہ نے اس کے جواب میں عمرو کو دُعائیں دیں اور قبول زبان سے نہیں کیا، بعد کو زید نے ایک چھوٹا سا زیور بطور نشانی کے بنا کر عمرو کی بیٹی کے واسطے بھیجا، اور جس وقت عمرو نے اپنی بیٹی کا تذکرہ زید کی والدہ سے کیا، اُس وقت زید کی والدہ اور زید کی ہمشیرہ اور عمرو کی بیوی تھی یہ تین عورتیں موجود تھیں، اور سوائے عمرو کے اور کوئی مرد گھر میں موجود نہ تھا، نہ اُس ایجاب کا قبول صراحۃً ہُوا نہ ذکر مہر ہُوا اور نہ گواہ موجود تھے، پھر عمرو کے انتقال کے بعد عمرو کے لڑکے نے اُس نابالغہ کا عقد خالد سے کیا اور ابھی رخصت نہیں ہُوئی ہے لیکن عقد مع گواہ اور ذکرِ مہر کے ہُوا ہے تو اس صورت میں عقد خالد کا صحیح ہُوا یا نہیں؟ اور زید مدعی اس بات کا ہے کہ نکاح مجھ سے صحیح ہے، بیّنوا توجروا۔

---

[1] درمختار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۵

الجواب

زید کا دعوٰی محض غلط ہے اس سے نکاح ہرگز صحیح نہ ہوا،

وان فرض ان کلام عمرو مع ام زید کان ایجابا وان دعاءها له قام مقام القبول لدلالۃ الرضا وان بعثۃ حلیا للعرس کانہ اجازۃ لعقد الفضولی فعلی فرض کل ذلک لاوجہ للصحۃ فی الوجہ المذکور لعدم شاھد من الذکور۔

اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ عمرو کا زید کی والدہ سے بات کرنا ایجاب ہے اور والدہ مذکورہ کا عمرو کو دعائیں دینا قبول کے قائم مقام ہے کہ یہ اظہار رضامندی ہے، اور پھر زید کا زیور بھیجنا زید کی طرف سے فضولی کے عقد کی اجازت ہے، باایں ہمہ مذکورہ صورت میں نکاح صحیح نہیں ہے کیونکہ اس عقد کا کوئی مرد گواہ نہیں ہے۔(ت)

درمختار میں ہے:

شرطہ حضور شاھدین حرین او حر وحرتین مکلفین[۱]

نکاح منعقد ہونے کی شرط یہ ہے کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں عاقل بالغ اور حر، مجلس میں حاضر ہوں(ت)

بحرالرائق میں ہے:

فلاینعقد بحضرۃ العبید والصبیان[۲]

غلاموں اور بچوں کی موجودگی سے نکاح نہ ہوگا۔(ت)

www.alahazratnetwork.org

خالد کا عقد صحیح ہُوا،

لان الاقدام علیہ فسخ للفاسد ان قلنا بالفرق بینہ وبین الباطل فی النکاح کما ھو قضیۃ فروع جمۃ۔

اس لیے کہ اس کا یہ اقدام فاسد نکاح کے لیے فسخ قرار پایا ہے۔ جب ہم نکاح میں فاسد و باطل کے فرق کا قول کریں جیسا کہ تمام فروع کا معاملہ ہے(ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲: مرسلہ مولوی سید ظہور احمد صاحب از چھتور شریف ضلع گیا ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

ایک شخص کا نکاح بحضور دو شخص کے عورت کی اجازت سے ہُوا اور وہ دونوں شخص چُپ رہے، تو ایسی صورت میں نکاح درست ہُوا یا نہیں؟ اور وکیل بالنکاح ایک شخص ثالث ہے اور وہ شخصین ناکح کو جانتے ہیں

---

[۱] درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۶

[۲] بحرالرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۸۹

لیکن ناکح نہیں جانتا ہے اور عورت نے وکیل بالنکاح کو وُہ دو شخص کے سامنے پردہ سے اپنے نکاح کی اجازت دی اور وکیل نے یُوں کہا کہ فلاں عورت کو اس قدر مہر پر آپ کو دیا' نہ نکاح کا لفظ کہا ہو اور نہ زوجیت کا۔

الجواب

نہ ناکح کا شاہدین کو پہچاننا ضرور، نہ شاہدین کا وقتِ عقد کچھ بولنا ضرور، نہ خاص لفظ نکاح یا زوجیت ضرور، نہ صرف فلاں عورت کہنے میں محذور، جبکہ تنہا اسی قدر سے اُس کی معرفت ہوجائے، شاہدین کا معًا لفظین ایجاب وقبول کو سُننا اور اتنا سمجھنا کہ یہ نکاح ہو رہا ہے اور لفظ نکاح وتزویج ہونا یا کوئی اور لفظ جو تملیک عین کا ملۃ فی الحال کے لیے وضع کیا گیا اور شاہدین کے نزدیک عاقدین اعنی زوج و زوجہ کا متمیز ہوجانا خواہ بحضور و رؤیت واشارہ یا بالغیبت وتسمیہ مجردہ یا مع نسبت وغیرہ متمیزات میں اس قدر ضرور ہے اور شک نہیں کہ کسی مرد کو اتنے مہر پر عورت کا دیاجانا مفید معنی نکاح ہے تو صورتِ مستفسرہ میں اگر باقی شرائط مذکورہ مجتمع تھے نکاح درست ہوگیا والمسائل کلہا مصرحۃ فی الدر المختار وغیرہ من معتمدات الاسفار (ان تمام مسائل کی تصریح درمختار اور دیگر معتمد کتب میں موجود ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۳ مرسلہ سید ظہور احمد مذکور الصدر ۳۰ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ

ناکح کو تین مرتبہ قبول کرنا شرط ہے یا ایک بار؟ اور گھبرانے کی وجہ تین بار تین طرح کہا، کبھی یہ کہ قبول ہے' کبھی میں نے قبول کیا، کبھی چپ ہے، ایسی صورت میں نکاح درست ہُوا یا نہیں؟ اور بحضور شاہدین ہے اور عورت سے ایجاب درست طور پر ہُوا یا نہیں؟

الجواب

نکاح خواہ کسی عقد میں تین بار قبول اصلاً ضرور نہیں ایک ہی بار کافی ہے، اور تین بار تین طرح الفاظِ قبول ادا ہونا کچھ مضر نہیں، ہاں اگر گھبراہٹ میں بجائے قبول بعض الفاظ رد وانکار ادا ہوں تو یہ دیکھا جائے گا کہ پہلے لفظ قبول کہا تھا تو نکاح ہوگیا کہ بعد تمامی عقد رد وانکار مانع انعقاد نہیں، اور پہلے لفظ "انکار" نکلا تو وہ ایجاب رَد ہوگیا، اب جو اس کے بعد اس نے لفظ "قبول" کہا یہ اس کی طرف سے ایجاب ہُوا، اگر اسی مجلس میں اُدھر سے لفظ "قبول" متحقق ہُوا منعقد ہوجائے گا ورنہ باطل ہوجائے گا' اور اگر متعدد الفاظ میں لفظ رد کوئی نہ تھا ہاں ایسے الفاظ تھے کہ قبول نہ ٹھہریں تو وہ خواہ پہلے ہوں یا پیچھے جبکہ مجلس بدلنے سے پہلے ایک لفظ بھی قبول صحیح کا ادا ہوگا نکاح ہوجائے گا لان الفور غیر شرط والمجلس یجمع المتفرق (کیونکہ فوراً قبول کرنا شرط نہیں اور مجلس جامع متفرقات ہے۔ ت) اور ایجاب عورت کی طرف سے ہو یا مرد کی طرف سے دونوں درست ہیں، عقود میں ایجاب وقبول کچھ متعین نہیں، عاقدین میں جس کی طرف سے الفاظ

عقد پہلے صادر ہوں گے اُن کا نام "ایجاب" رکھا جائے گا اُن کے جواب میں دُوسرا جو کہے گا وہ "قبول" قرار پائے گا، مثلاً عورت نے مرد سے کہا "میں نے تجھے اپنی زوجیت میں قبول کیا" یہ ایجاب ہوا اگرچہ بلفظ قبول ہے، مرد نے اس کے جواب میں کہا "میں نے تجھے اپنی زوجیت میں لیا" یہ قبول ہُوا اگرچہ بلفظ قبول نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۰: از موضع جیتھو ضلع گیا مرسلہ جناب مولوی سیّد محمد ظہور احمد صاحب ۱۶ شوال ۱۳۲۴ھ

جناب مولانا صاحب السلام علیک، استفتاء یہ ہے کہ اگر وکیل بالنکاح یا شاہدین نکاح غیر مقلد وہابی ہو تو ایسے شخص کی وکالت یا شہادت درست ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور نکاح درست ہوگا یا نہیں اگر ایسے لوگ وکیل یا شاہد ہوں؟

الجواب

سیّد صاحب! وعلیک السلام، وہابی وغیر مقلد کی ضلالت جبکہ حدِ کفر تک نہ پہنچی ہو (اور یہ غیر مقلد وہابیوں میں نادر ہے اور جیسے طائفہ رشیدیہ پیدا ہوا، مقلد وہابیوں میں بھی کثر اسمٰعیلیوں کی طرح یہی حالت ہوگئی اُن میں غالباً کوئی نہ ہوگا جس پر بحکم فقہائے کرام لزومِ کفر نہ ہو، اور بہت تو صریح التزام کی حد پر ہیں نسأل اللہ العافیۃ وحسن العاقبۃ) جب تو نکاح میں اُن کا شاہد ہونا اصلاً مخل نہیں اور اگر حدِ کفر پر ہو تو وکالت جب بھی جائز ہے کہ مرتد کو وکیل کرسکتے ہیں یعنی اس کی وکالت صحیح ہوجائے گی اگرچہ اُس سے میل جول اختلاط حرام ہے۔ ہندیہ میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

تجوز وکالۃ المرتد بان وکل مسلم مرتدا وکذا لوکان مسلما وقت التوکیل ثم ارتد فھو علی وکالتہ الا ان یلحق بدار الحرب فتبطل وکالتہ کذا فی البدائع[1]۔

مسلمان نے مرتد کو وکیل بنایا یا مسلمان کو وکیل بنایا وہ بعد میں مرتد ہوگیا تو یہ وکالت باقی رہے گی، مگر جب وہ دار الحرب بھاگ جائے تو وکالت ختم ہوجائے گی، بدائع میں ایسے ہی ہے۔ (ت)

رہی شہادت، عوام میں دو شخص جن کو گواہِ نکاح سے نامزد کیا جاتا ہے اگر وہ دونوں مرتد وہابی تھے مگر جلسے میں اور دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں مسلمان ہیں جنھوں نے معاً ایجاب وقبول سُنا اور سمجھا جب تو نکاح صحیح ہوگیا لوجود الشھود وان کان من سموا شھودا مرتدین (گواہوں کی حاضری کی وجہ سے، اگرچہ انھوں نے مرتد گواہوں کو نامزد کیا ہو۔ ت) اور اگر صرف یہی حاضر وسامع وفاہم تھے یا اور جتنے ہیں وُہ بھی ایسے ہی ہیں ایک نصاب مسلمانوں سے پُورا نہیں تو نکاح صحیح نہ ہُوا فاسد محض ہُوا لان من شرائط الصحۃ

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الوکالۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۵۶۳

الشهود ولا شهادة لمرتد کما فی الدر المختار وغیرہ (کیونکہ صحت کے لیے گواہی شرط ہے اور مرتد شہادت دینے کا اہل نہیں ہے جیسا کہ دُرِمختار وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۵: عورت مرد اگر باہم ایجاب قبول کرلیں اور کسی کو اطلاع نہ ہو تو یہ نکاح ہوجائے گا؟

الجواب

بے حضورِ دو گواہ نکاح فاسد ہے، حدیث میں فرمایا:

البغایا اللاتی ان ینکحن انفسھن بغیر بینة[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم

زناکار ہیں جو اپنی جانوں کو نکاح میں دیتی ہیں بغیر گواہوں کے۔

مسئلہ: مسئولہ محمد یوسف از جبل پور ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی غیر مقلد کسی مقلد کا نکاح بموجب شرع مصطفوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پڑھادے تو اس کا پڑھایا ہُوا نکاح جائز ہے یا حرام؟ اور جو اس نکاح سے اولاد پیدا ہو وُہ حرامی تو نہ ہوگی؟ بینوا توجروا

الجواب

اگرچہ نکاح خواں شرع مطہر میں کوئی چیز نہیں، اگر کوئی ہندو مشرک زوجین کو ایجاب وقبول زوجین گواہان کرادے اور شرائطِ صحت متحقق ہوں نکاح ہوجائے گا، مگر یہاں ایک نکتہ جلیلہ ہے جسے وہی سمجھتے ہیں جو موفق من اللہ تعالٰی عزوجل ہیں وُہ یہ کہ اگر ہندو مشرک پڑھا جائے گا تو کوئی کلمہ گو اسے معظم دینی بلکہ مسلمان بھی نہ جانے گا بخلاف ان کلمہ گویان کفر دروں کے کہ عوام ان کو خالص مسلمان جانتے ہیں حالانکہ ان پر صدہا وجہ سے بحکم احادیث صحیحہ وتصریحات فقہیہ حکم کفر لازم ہے،

کما فصلنا فی الکوکبة الشھابیة و فی النھی الاکید وغیرھما ولدی مزید۔

جیسا کہ الکوکبۃ الشہابیہ اور النہی الاکید وغیرہ رسائل میں ہم نے تفصیل بیان کردی ہے اور میری نظر میں مزید امور بھی ہیں (ت)

اور ان میں بہت تو کھُلّم کھُلا ضروریاتِ دین کے منکر اور قطعاً اجماعاً مرتد کافر ہیں اور نکاح خوانی کے لیے لوگ اُسے بلاتے ہیں جسے اپنے نزدیک صالح اور معتبر جانتے ہیں تو اگر زوجین میں سے کسی نے اُن کے کفریات پر مطلع ہوکر پھر اُن کو نیک اور صالح سمجھا تو ان پر بھی وہی حکم تعدد وقت ہوگا کما صرح بہ فی الشفاء والاشباہ وغیرھما

---

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب النکاح دار صادر بیروت ۷/۱۲۵

ف: یہ حدیث سنن کبرٰی سے ملی اس میں الزوانی کے بجائے البغایا کا لفظ ہے۔ نذیر احمد

(جیسا کہ الشفاء اور الاشباہ وغیرہما میں تصریح کی گئی ہے۔ ت) ایسی صورت میں بحکم فقہ اصلاً مطلق نکاح نہ ہوگا، لہذا احتیاط فرض ہے۔ اگر ایسا واقع ہو لیا یعنی اس کی گمراہیوں پر مطلع ہوکر پھر اُسے معظم و متبرک سمجھ کر نکاح خوانی کے لیے بلایا تو بعد توبہ و تجدید اسلام تجدید نکاح لازم۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۰: از نگلہ مرہرو ڈاک خانہ بیلا وُدہ ضلع میرٹھ مسئولہ محمد ذاکر علی صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو لڑکیاں توام ہیں، کمر سے لے کر سُرین تک جُڑی ہوئی ہیں، سر ایک ہے، اور باقی تمام اعضاء الگ الگ علیحدہ علیحدہ، وہ اپنی مادری زبان تلنگی میں اچھی طرح گفتگو کرسکتی ہیں، عمر ان کی بارہ سال ہے، یہ قصہ سکندرآباد دکن کا ہے، میں نے اس کو اخبار وطن لاہور جلد ۳۲ مورخہ ۱۲ جولائی ۱۹۰۸ء ص ۱۳ میں دیکھا ہے، لکھا ہے کہ یہ ہندو ہیں، ان کے والدین کو ان کے ذریعہ سے کافی آمدنی ہے، درصورت صحیح ہونے اور مسلمان ہونے ان کے لیے ان کی صورت نکاح کیا ہے؟ اگر کیا جائے تو دو بہنیں ایک مرد کے نکاح میں جمع نہیں ہوسکتیں، اور کہا جائے کہ دو سے کیا جائے تو بے حیائی لازم آتی ہے اور یہ دونوں لڑکیاں علیحدہ نہیں ہوسکتیں، حکم اس مسئلہ کا مفصل مدلل ارقام فرمایئے اور روایت فقہاء بھی تحریر کیجئے۔ بیّنوا توجروا

الجواب

www.alahazratnetwork.org

ظاہراً یہ اخباری گپ ہے، ایسے عجائب اگر نادراً پیدا ہوتے ہیں تو عادۃً زندہ نہیں رہتے، اگر بارہ برس سے ایسا اعجوبہ ملک میں موجود ہوتا تو جب ہی سے تمام اخبار اس کے ذکر سے بھر جاتے، دیار و امصار میں شہرت ہوتی نہ کہ اب بارہ سال کے بعد درج اخبار ہوا، اور بالفرض اگر صحیح بھی ہو اور وہ دونوں مسلمان بھی ہو جائیں تو شریعتِ مطہرہ نے کوئی مسئلہ لاجواب نہ چھوڑا، بھلا یہ صورت تو بہت بعید ہے، فرض کیجئے جو عورت ابتدائے بلوغ سے معاذ اللہ جذام و برص میں مبتلا ہو اور اس کے ساتھ ایسی کریہ المنظر کہ اُسے کوئی قبول نہ کرتا نہ کہ بحالت جذام، اس کے لیے کیا صورت ہوگی، اسے شرع کیا حکم دے گی، ہاں اسے عفت و صبر کا حکم فرماتی ہے اور روزوں کی کثرت اس کا علاج بتاتی ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولیستعفف الذین لایجدون نکاحا حتی یغنیھم اللہ من فضلہ[1]

جو نکاح کی طرف کوئی راہ نہ پائیں وہ بچے رہیں جب تک اللہ اپنے فضل سے انھیں بے پرواہ کردے۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] القرآن ۲۴/ ۳۳

یامعشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر و احصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاءٌ۔[1]

اے گروہ نوجوانان! تم میں جسے نکاح کی طاقت ہو وُہ نکاح کرے کہ نکاح پریشان نظری و بدکاری سے روکنے کا سب سے بہتر طریقہ ہے اور جسے ناممکن ہو اُس پر روزے لازم ہیں کہ کسرِ شہوت نفسانی کردیں گے۔

یہی حکم وعلاج اس عجوبہ خلقت کے لیے ہوگا، اس کی نظیر وُہ سوال ہے کہ جہاں عرض تسعین کی نسبت کیا کرتے ہیں جہاں چھ مہینے کا دن اور چھ مہینے کی رات ہے کہ وہاں رمضان کے روزے کیسے رکھیں حالانکہ وہاں انسانی آبادی کا نام نہیں کہ اسّی درجے عرض سے آگے لوگوں کا گزر بھی نہیں کہ ہمیشہ کی ہرآن برف باری نے وہاں سمندر کو دلدل کر رکھا ہے، نہ پانی رہا کہ جہاز گزرے، نہ زمین ہوگیا کہ آدمی چلیں بلکہ ستّر درجے آگے سے آبادی کا پتا نہیں، وہاں جبکہ چھ چھ مہینے کے دن رات ہیں بلکہ قطب شمالی میں چھ مہینے نو دن کا دن اور نو دن سے کم چھ مہینے کی رات، اور قطب جنوبی میں بالعکس، اس لیے کہ اوج آفتابی شمالی اور حضیض جنوبی ہے اور اُس کی رفتار اوج میں سُست اور حضیض میں تیز ہے، پھر یہ نہار ولیل تخمینی ہے، عرفی لیجئے تو نصف قطرِ آفتاب اور حصہ انکسار بڑھ کر مقدار نہاریں اور بہت سے دن بڑھ جائیں گے اور نہار شرعی کے لیے اٹھارہ درجے کا انحطاط لیجئے تو کئی مہینے مقدار نہار میں شامل ہو کر رات بہت کم رہ جائے گی اور وہاں قمر وغیرہ کسی کوکب کا طلوع وغروب حرکت شرقیہ فلکیہ سے نہیں بلکہ صرف اپنی حرکت خاصہ سے جب منطقہ سے شمالی ہوگا قطب شمالی میں طلوع کرے گا اور جب تک شمالی رہے گا طالع رہے گا پھر جب جنوبی ہوگا غروب کرے گا اور جب تک جنوبی رہے گا غارب رہے گا اور اس ظہور وبطون کے لیے کوئی تعیین نہیں کہ قمر اُس وقت اجتماع میں ہو یا استقبال میں، تربیع میں ہو یا شکلِ ہلال میں، تو سال کے بارہ دن رات جو قمر نے پائے ان میں حساب انتظام اہلّہ وشہور نامقدور، اور اگر حکماً صورت تقدیر واندازہ لیجئے بھی جس طرح دربارہ ایام طوال دجّال نمازوں کے لیے ارشاد ہُوا تو وہی قرآن عظیم جس نے فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ[2] (جو تم میں سے ماہِ رمضان کو پائے تو اس کا روزہ رکھے۔ ت) فرمایا اُسی نے وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین[3] (جو روزہ کی استطاعت نہ رکھے تو مسکین کا کھانا فدیہ میں دے۔ ت) ارشاد کیا یعنی جنھیں روزے کی قدرت نہ ہو اُن پر بدلہ ہے ہر روزے کے عوض ایک مسکین کا کھانا

www.alahazratnetwork.org

---

[1] صحیح البخاری کتاب النکاح قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۵۸
صحیح مسلم " " " ۱/ ۴۴۹
[2] القرآن ۲/ ۱۸۵
[3] القرآن ۲/ ۱۸۴

اور جن کو اس کی بھی استطاعت نہ ہو وہ حصولِ استطاعت کا انتظار کریں اور اپنے رب سے انابت و استغفار کو، ہی قرآن کریم فرماتا ہے: لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا[1] خدا کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ حکم نہیں دیتا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۸: از خیر آباد محلہ میاں سرائے مدرسہ عربی قدیم مرسلہ سید فخر الحسن صاحب ۲ ذی القعدہ ۱۳۲۶ھ

خطبہ نکاح کا کھڑے ہو کر پڑھنا چاہئے یا بیٹھ کر، اور کس طریقہ سے مسنون ہے؟

الجواب

اگرچہ خطبہ میں مطلقاً افضل قیام ہے کہ آواز بھی دُور پہنچتی ہے اور باعث توجہ حاضرین بھی ہوتا ہے اور اس امر میں سب خطبے مشترک ہیں، ہاں جو خطبہ سواری پر ہوتا ہے جیسے خطبہ عرفہ، وہاں قیام مرکب قائم مقام قیام راکب ہے مگر خطبہ نافلہ بیٹھ کر بھی ثابت ہیں،

ابن جریر عن سماک بن حرب قال سمعت معرورا او ابن معرور التمیمی قال سمعت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ و صعد المنبر قعد دون مقعد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بمقعدین فقال اوصیکم بتقوی اللہ واسمعوا واطیعوا من ولاہ اللہ تعالٰی امرکم[2]۔

ابن جریر نے سماک بن حرب سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: میں نے معرور یا ابن معرور تمیمی سے سنا انہوں نے کہا میں نے عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سنا جبکہ آپ منبر پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نشستگاہ سے دو سیڑھیاں نیچے تشریف فرما ہوئے تو آپ نے فرمایا میں تمہیں اللہ تعالٰی سے تقوٰی کی وصیت کرتا ہوں اور اللہ تعالٰی کی طرف سے تمہارے امور کے بنائے ہوئے والی کی اطاعت وسمع اختیار کرو۔ (ت)

اور خطبہ نکاح نفل ہی ہے تو بیٹھ کر بھی مضائقہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۹: از سلون ضلع رائے بریلی احاطہ شاہ صاحب مرسلہ مولوی محمد عمر صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ ۲۲ محرم الحرام ۱۳۲۸ھ

جناب مولانا صاحب مجدد مائۃ حاضرہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وعلی من لدیکم، کیا مسلک ہے آپ کا اس مسئلہ میں کہ زید نے تزوّجتُ اور ہندہ نے قَبِلْتُ دو گواہوں کے سامنے کہہ دیا اور دونوں ان الفاظ کے معنی نہیں سمجھتے بلکہ گواہ بھی نہیں سمجھے، آیا اس صورت میں نکاح منعقد ہو جائے گا یا نہیں؟

---

[1] القرآن ۲/ ۲۸۶

[2] کنز العمال بحوالہ ابن جریر حدیث ۴۴۱۹۷ خطب عمر رضی اللہ عنہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۱۵۶

شرح وقایہ اور فتاوٰی قاضی خاں اور فتاوٰی ظہیریہ اور ردالمحتار اور درمختار میں ایسا نکاح جائز لکھا ہے بلکہ درمختار میں اس پر فتوٰی ہے، اور دلیل اس کی کل کتابوں میں یہ لکھی ہے کہ مضمون لفظ کا علم اور اس کا سمجھنا اُن امور میں معتبر ہے جن میں نیّت اور قصد کی ضرورت ہو اور جن امور میں جد و ہزل برابر ہوں اُن میں معنی سمجھنے کی ضرورت نہیں، لہذا نکاح محض بتلفظ نکحتُ و قبلتُ بلافہم معنے منعقد ہوجائیگا جیسا کہ قاضی خاں وغیرہ میں ہے:

لان العلم بمضمون اللفظ انما یعتبر لاجل القصد فلا یعتبر فیما یستوی فیہ الجد و الھزل[1] انتھی۔	کیونکہ لفظ کے مضمون کا علم کسی چیز کے قصد کے لیے ضروری ہوتا ہے اور جس میں قصد اور غیر قصد مساوی ہوں وہاں مضمون کا علم معتبر نہ ہوگا۔ انتہی (ت)

میرے خیال میں یہ دلیل صحیح نہیں، عبارت قاضی خاں کی فلا یعتبر (ای العلم بمضمون اللفظ) فیما یستوی فیہ الجد والھزل (لفظ کے مضمون کا علم معتبر نہ ہوگا جہاں قصد اور غیر قصد (مذاق) برابر ہوں۔ ت) ہرگز قابل تسلیم نہیں۔ ہزل میں مضمون لفظ کا علم اور معنے کا سمجھنا ضروری ہے بغیر فہم معنے ہزل غیر ممکن ہے اس واسطے کہ استعمال لفظ و ارادہ غیر معنے حقیقی و مجازی کا نام ہزل ہے اور اس میں شرط ہے کہ قبل عقد متعاقدین آپس میں ذکر کرلیں کہ یہ عقد بطریق ہزل ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:

الھزل ان یراد بالشیئ غیر ما وضع لہ بغیر مناسبۃ بینھما و الجد ما یراد بہ ما وضع لہ او ما صلح لہ اللفظ مجازا[2] اھ	ہزل (مذاق) سے مراد یہ ہے کہ مناسبت کے بغیر مجازی معنٰی مراد لینا، جد (قصد) سے مراد یہ کہ حقیقی معنٰی یا ایسا مجازی معنٰی مراد لینا جس کے لیے لفظ صلاحیت رکھتا ہو اھ (ت)

نورالانوار میں ہے:

وشرط الھزل ان یکون صریحا مشروطا باللسان بان یذکر العاقدان قبل العقد انھما یھزلان فی العقد ولا یثبت ذٰلک بدلالۃ الحال[3]	مذاق کی شرط یہ ہے کہ زبانی طور پر صراحۃً عقد کرنے والے دونوں فریق، عقد سے قبل ذکر کریں کہ ہم مذاقًا عقد کریں گے، اور مذاق دلالتِ حال سے ثابت نہ ہوگا۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب النکاح الفصل الاول نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۵۱

[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب الخلع والطلاق المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۶/ ۳۲۶

[3] نورالانوار مبحث الامور المعترضۃ للاہلیۃ نوعان ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۰۳ - ۳۰۲

اس صورت میں جبکہ عاقدین بالکل سمجھتے ہی نہیں کہ ان الفاظ کے کیا معنے ہیں اور کس موقع میں استعمال کیے جاتے ہیں تو ہزل کیسے ہوسکتا ہے، قطع نظر اس کے ہزل میں اگرچہ ہازل نفس حکم سے راضی نہیں ہوتا لیکن اس کے اسباب سے راضی رہتا ہے جیسا کہ نور الانوار میں ہے:

وانہ ینافی اختیار الحکم والرضاء بہ و لاینافی الرضاء بالمباشرۃ[1] الخ	مذاق، حکم اور اس پر رضامندی کے منافی ہے لیکن کام کو سرانجام دینے کے لیے منافی نہیں ہے۔ (ت)

اور یہاں عاقدین جانتے ہی نہیں کہ یہ الفاظ کیسے ہیں اور ان کے کیا معنے ہیں، تو رضا بالاسباب بھی مفقود ہے لہذا اس صورت کو ہزل میں داخل کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا۔ دُوسری دلیل مجوزین کی یہ ہے کہ اگرچہ متعاقدین معنے نہیں سمجھتے لیکن اُن کا جہل معتبر نہ ہوگا اور نکاح منعقد ہوجائے گا،

لان الدار دار الاسلام فلایکون الجھل فی احکام الشرعیۃ عذرا۔	چونکہ یہ دارالاسلام ہے لہذا احکام شرعیہ سے جاہل ہونا کوئی عذر نہ بن سکے گا۔ (ت)

اس جگہ دعوٰی و دلیل میں صراحۃً تخلف ہے، دلیل کا منشا تو یہ ہے کہ احکام شرعیہ میں جہل معتبر نہیں، یہ ضرور قابلِ تسلیم ہے لیکن یہ اس امر کو مستلزم نہیں کہ زبان عربی سے جہل بھی غیر معتبر ہو احکام شرعیہ منحصر بزبان عربی نہیں، عاقدین احکامِ نکاح کو زبان غیر عربی مثلاً فارسی اردو وغیرہ میں جانتے ہوں اور زبان عربی سے واقف نہیں تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ جاہل بالاحکام ہیں، جہل بالاحکام اور جہل باللسان کو متحد جان کر دونوں کو غیر معتبر کہنا صحیح نہیں ہوسکتا، لہذا جب عاقدین کو کسی طرح اس کا علم نہیں کہ ان الفاظ کے کیا معنے ہیں اور کس موقع پر اس کا استعمال ہوتا ہے، تو ان کے تلفظ سے نکاح نہیں ہوسکتا۔ فصول عمادی میں ہے:

انہ لایصح عقد من العقود اذا لم یعلما معناہ[2] اھ	جب گواہ حضرات کسی عقد کا معنٰی نہ سمجھیں تو عقد صحیح نہ ہوگا اھ (ت)

فتاوٰی حمادیہ میں بھی مثل اس کے لکھا ہے۔ شمس الاسلام اوزجندی سے کسی نے اس مسئلہ کو پوچھا، فرمایا، نہ منعقد ہوگا،

لان المرأۃ فی ھذہ بمنزلۃ الطوطی والصبی الذی لایعقل۔	کیونکہ اس معاملے میں عورت طوطے اور ناسمجھ بچے کی طرح ہے۔ (ت)

---

[1] نور الانوار مبحث الامور المعترضۃ للاہلیۃ نوعان ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۰۲

[2] فصول عمادی

صاحبِ فتاوٰی بزازیہ کی بھی یہی رائے ہے، درمختار کے فتوے کو ردالمحتار میں لکھا ہے کہ اس میں اختلاف ہے، اب آپ کے نزدیک اگر یہ نکاح جائز ہے تو شبہہ مذکورہ بالا کا جواب مدلل طور سے ارقام فرمائیے، اور اگر ناجائز ہے تو یہ فرمائیے کہ مجوزین کی دلیل بالکل سُست ہے یا نہیں؟ تیسری دلیل میں نے اُن لوگوں کی نہیں دیکھی، اگر آپ کی نظر سے گزری ہو تو مطلع فرمائیے۔ یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ بہت عدیم الفرصت ہوں گے، مگر خدا نے "وارث الانبیاء" آپ کو کیا ہے، سائل اور کس سے اپنے شُبہے رفع کرے۔ والسلام

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، فقیر کی رائے میں دونوں دلیلیں اعتراض سے بری اور دونوں قول اپنے اپنے محل پر صحیح ہیں، دلیل اوّل کی برأت تو واضح تر۔ امام اجل قاضی خاں نے فتاوٰی خانیہ، امام ظہیر الدین مرغینانی نے فتاوٰی ظہیریہ، امام برہان الدین صاحبِ ہدایہ نے کتاب التجنیس والمزید میں اسے افادہ فرمایا اور امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر، پھر محقق زین نے بحرالرائق میں اُس پر تعویل کی، اُس میں صورت مذکورہ کو ہزل نہ کہا بلکہ ایک مقدمہ دلیل پر مسئلہ ہزل سے استدلال فرمایا ہے، تقریر کلام یہ ہے کہ یہاں اگر انعقاد نکاح سے مانع ہو تو یہی کہ معنے معلوم نہیں اور ایسا ہو تو علم بمعنے شرط ہو لیکن وہ شرط نہیں کہ اس کا اشتراط ہو تو قصد ہی کے لیے، اور یہاں قصد درکار نہیں، دیکھو ہزل میں معنے مقصود نہیں ہوتے اور نکاح صحیح ہے۔ اسی مطلب کو تجنیس میں باین عبارت ادا فرمایا:

لو عقدا عقد النکاح بلفظ لا یفہمان کونہ نکاحا ھل ینعقد اختلف المشایخ فیہ قال بعضھم ینعقد لان النکاح لا یشترط فیہ القصد[1]

اگر مرد و عورت نے ایسے الفاظ سے نکاح منعقد کیا جن سے ان دونوں کو نکاح ہونے کا پتا نہ چل سکے، کیا اس صورت میں نکاح ہو جائے گا اس بارے میں مشایخ کا اختلاف ہے، بعض نے فرمایا کہ نکاح منعقد ہو جائیگا کیونکہ نکاح میں قصد شرط نہیں ہے۔ (ت)

رہی دُوسری دلیل، اس پر اعتراض اشتباہِ معنی سے ناشئ ہے۔ فقیر بعون القدیر اسے ایسے نہج سے بیان کرے جس سے دلائل واحکام سب کا انکشاف ہو جائے **فاقول** وباللہ التوفیق یہاں دو چیزیں ہیں لفظ کا مفہوم کہ لغوی شرعی عرفی حقیقی مجازی کی طرف منقسم، اور اس کا حکم کہ غرض غایت مقصود ثمرہ وغیرہا سے موسوم، ان دونوں پر لفظ کے معنے مضمون حتی کہ موضوع لہ کا بھی اطلاق آتا ہے اگرچہ اوّل کے بعض

---

[1] التجنیس والمزید

اقسام میں وضع نوعی ہے۔ امام اجل فخر الاسلام بزدوی قدس سرہ نے اصول میں فرمایا:

الهزل اللعب وهو ان یراد بالشیٔ مالم یوضع له وهو ضد الجد وهو ان یراد بالشیٔ ماوضع له۔[1]

ہزل (مذاق) ایسے کھیل کا نام ہے جس میں کسی چیز سے ایسی مراد لی جائے جس کے لیے وہ چیز وضع نہ کی گئی ہو، یہ جد (قصد) کی ضد ہے اور جد کسی چیز سے اس کا موضوع لہ مراد لینا ہے۔ (ت)

امام جلیل عبدالعزیز بخاری اس کی شرح کشف کبیر میں فرماتے ہیں:

لیس المراد من الوضع ههنا وضع اللغة لاغیر بل وضع العقل والشرع فان الکلام موضوع عقلا لافادة معناه حقیقة کان او مجازا والتصرف الشرعی موضوع لافادة حکمه فاذا ارید بالکلام غیر موضوعه العقلی وهو عدم افادة معناه اصلا وارید بالتصرف غیر موضوعه الشرعی وهو عدم افادته الحکم اصلا فهو الهزل وتبین بما ذکرنا الفرق بین المجاز والهزل فان الموضوع العقلی للکلام وهو افادة المعنی فی المجاز مراد وان لم یکن الموضوع له اللغوی مرادا وفی الهزل کلاهما لیس بمراد وهو معنی مانقل عن الشیخ ابی منصور رحمه الله تعالٰی ان الهزل مالایراد به معنی۔[2]

یہاں وضع سے خاص وضع لغوی مراد نہیں بلکہ وضع عقلی و شرعی سب کو شامل ہے، کیونکہ عقلی طور پر کلام کی وضع اس لیے ہے کہ اپنے معنی کا فائدہ دے چاہے معنی حقیقی ہو یا مجازی ہو اور شرعی تصرف کی وضع اس کے حکم کے افادہ کے لیے ہے تو جب کلام سے اس کا عقلی معنی یعنی افادۂ مقصد مراد نہ ہو اور تصرف شرعی سے شرعی معنی یعنی حکم کا افادہ مراد نہ ہو تو اس کو ہزل کہتے ہیں۔ ہمارے بیان سے واضح ہو گیا کہ مجاز اور ہزل (مذاق) میں فرق ہے کہ مجاز میں عقلی وضع کے لحاظ سے معنی مراد لیا جاتا ہے اگرچہ لغوی معنی مراد نہیں ہوتا جبکہ مذاق میں دونوں معنوں میں سے کوئی بھی مراد نہیں ہوتا، اور شیخ ابو منصور رحمہ اللہ تعالٰی سے منقول کا یہی معنی ہے کہ مذاق وہ ہے جس سے کوئی معنی مراد نہ لیا جائے۔ (ت)

معنی بمعنی اول کا علم اصلاً ضرور نہیں ولہذا اگر عورت نے زوجت نفسی منك بالف اور مرد نے قبلت کہا اور دونوں زبان عربی سے محض ناآشنا تھے مگر اتنا اجمالاً معلوم تھا کہ یہ الفاظ عقد نکاح

---

[1] اصول البزدوی فصل الهزل نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۴۷

[2] کشف الاسرار عن اصول البزدوی 〃 دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۳۵۷

کے لیے کہے جاتے ہیں باتفاقِ علماء نکاح ہوگیا، خانیہ میں ہے:

رجل تزوج امرأۃ بلفظۃ العربیۃ او بلفظ لایعرف معناہ او زوجت المرأۃ نفسھا بذٰلک ان علما ان ھذا اللفظ ینعقد بہ النکاح یکون النکاح عند الکل[1]

اگر کسی مرد نے عربی زبان یا کسی بھی زبان کا ایسا لفظ استعمال کرکے نکاح کیا اور یوں ہی عورت نے ایسا لفظ استعمال کیا کہ جس کا معنٰی اسے معلوم نہ ہو تو اگر ان دونوں کو ان الفاظ سے نکاح کے انعقاد کا علم ہوگیا تو یہ نکاح سب کے ہاں درست ہے (ت)

یوں ہی اگر ناآشنایانِ عربی نے بعت اشتریت بقصد بیع وشرا کہا اور جانتے تھے کہ یہ الفاظ عقد بیع کے ہیں ضرور بیع ہوجائے گی اگرچہ تفسیرِ الفاظ سے ناواقف ہوں کہ بعد علم حکم بقصد حکم اُن الفاظ کا تحاور دلیل مراضاۃ ہے اور ایسی مراضاۃ ہی ان عقود میں کفیل اثبات ہے۔ ہدایہ میں ہے:

المعنی ھو المعتبر فی ھذہ العقود ولھذا ینعقد بالتعاطی فی النفیس والخسیس ھو الصحیح لتحقق المراضاۃ[2]

ان عقود میں معنٰی کا اعتبار ہوتا ہے اور اسی لیے ہر چھوٹی موٹی چیز کے لین دین کرنے سے بیع منعقد ہوجاتی ہے کیونکہ اس صورت میں رضامندی پائی جاتی ہے (ت)

www.alahazratnetwork.org

تو ثابت ہوا کہ مسئلہ دائرہ میں معنی معنی دوم ہی مراد ہے کہ اول بالاجماع مراد نہیں تو اس کا جہل مناط نزاع نہیں ہوسکتا، بعض اکابر نے کہ الفاظ عربی اور عاقدین کے ہندی یا ترکی ہونے سے تصویر فرمائی وہ بحسب عادات فقہاء ہے کہ مظنہ غالبہ شے کو قائم مقام شے کرتے ہیں،

کما لایخفی علی من مارس کلماتھم العلیۃ وقد ذکرنا طرفا منھا فی فتاونا۔

جیسا کہ فقہاء کرام کے کلام کے فہم میں ماہر پر مخفی نہیں جس کا کچھ بیان ہم نے اپنے فتاوٰی میں کیا ہے۔ (ت)

غالب یہی ہے کہ آدمی الفاظ زبان غیر مفہوم کے مقاصد پر بھی مطلع نہیں ہوتا، ولہذا امام فقیہ النفس نے وان لم یعرفا معنی اللفظ (اگرچہ دونوں نے لفظ کا معنٰی نہ سمجھا۔ ت) پر قناعت نہ کی کہ اول کی طرف ذہن نہ جائے بلکہ افادۂ مراد کے لیے ولو علما ان ھذا اللفظ ینعقد بہ النکاح[3] (اور دونوں نے

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں — کتاب النکاح — نولکشور لکھنؤ — ۱/۱۵۱
[2] ہدایہ — کتاب البیوع — مطبع یوسفی لکھنؤ — ۳/۲۴
[3] فتاوٰی قاضی خاں — کتاب النکاح — نولکشور لکھنؤ — ۱/۱۵۱

یہ نہ سمجھا کہ اس لفظ سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے۔ت) بڑھایا، اور امام برہان الدین نے اصل مقصود لفظ لایفہمان کو تہ نکالا (ایسا لفظ جس سے دونوں نے نکاح ہونا نہ سمجھا۔ت) فرمایا، علامہ ابن عابدین نے منحۃ الخالق میں کلام خانیہ سے یہی اخیر فقرہ مقصودہ نقل کیا اول ترک کردیا،

حیث قال قال فی الخانیۃ وان لم یعلما ان ھذا اللفظ یعقد بہ النکاح فھذہ جملۃ مسائل[1] الخ۔

جہاں انھوں نے کہا کہ خانیہ میں فرمایا کہ اگر انھوں نے اس لفظ سے نکاح ہونا نہ سمجھا، تو یہ تمام مسائل ہیں الخ (ت)

اسی قدر نے دلیل دوم سے رفع اعتراض کردیا۔

ثم اقول پھر جس طرح علم بمعنی اوّل اصلاً ضرور نہیں بمعنی دوم دیانۃً مطلقاً ضرور ہے قال تعالٰی لِاُنْذِرَکُمْ بِہٖ وَمَنْۢ بَلَغَ[2] (تاکہ تمھیں ڈر سناؤں اور ان لوگوں کو جن کو یہ ڈر پہنچے۔ت) اگرچہ یہ بلوغ حکم حکماً ہو جیسے دارالاسلام میں ہونا اور سیکھنے کا میسر کہ پھر نہ جاننا اپنی تقصیر ہے، ولہذا جہل کو عوارض مکتسبہ سے شمار فرماتے ہیں کہ ازالہ پر قادر ہو کر باقی رکھنا گویا آپ اس کا حاصل کرنا ہے یہی منشاء ہے کرشہ کی طلاق واقع ہے اگرچہ ایقاع کو عقل ضرور، اور نشہ اس کا مزیل مگر دانستہ اس کا ارتکاب خود اس کا قصور، اصول امام بزدوی میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

الجھل فی دارالحرب من مسلم لم یھاجر یکون عذرا فی الشرائع حتی لاتلزمہ لانہ غیر مقصر وکذٰلک الخطاب فی اول ما نزل فان من لم یبلغہ کان معذورا فاما اذا انتشر الخطاب فی دارالاسلام فقد تم التبلیغ فمن جہل بعد فانما اتی من قبلہ تقصیرہ فلایعذر کمن لم یطلب الماء فی العمران وتیمم وکان الماء موجود اقصلی لم یجز[3]۔

دارالحرب میں مسلمان جو کہ ہجرت کرکے دارالاسلام نہ آیا ہو اس کی شرعی مسائل میں جہالت عذر ہے کہ اس عذر کی بنا پر وہاں اس کے لیے لازم نہ ہوں گے کیونکہ یہ اس کی طرف سے کوتاہی نہیں ہے، یُوں ہی جب پہلا خطاب نازل ہُوا اور دارالاسلام میں رہنے والے کو نہ پہنچا تو وُہ بھی معذور قرار پائیگا لیکن وُہ خطاب جب دارالاسلام میں پھیل جائے اور تبلیغ تام ہوجائے اس کے بعد جو جاہل رہے تو یہ اُس کی کوتاہی شمار ہوگی تو وہ معذور نہ قرار پائے گا جیسا کہ کوئی شخص آبادی میں جہاں پانی موجود ہے تو پانی طلب یا تلاش کئے بغیر تیمم سے نماز پڑھ لے تو نماز نہ ہوگی۔(ت)

---

[1] منحۃ الخالق حاشیۃ علی البحرالرائق کتاب النکاح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸۵/۳
[2] القرآن ۱۹/۶
[3] اصول البزدوی باب العوارض المکتسبۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۴۵

یہی معنے ہیں اُس قول کے کہ دارالاسلام میں جہل عذر نہیں، اور یہیں سے واضح ہوا کہ اگر ہمارے بلاد میں کوئی جاہل سا جاہل اپنی غیر مدخولہ عورت سے کہے تجھ پر طلاق ہے عورت فوراً نکاح سے باہر ہوجائے گی اور بے حاجت عدّت اسے اختیار ہوگا کہ جس سے چاہے نکاح کرلے اور اس کا یہ مسئلہ نہ جاننا کہ غیر مدخولہ مطلقاً ہر طلاق سے بائن ہوجاتی ہے اسے مفید نہ ہوگا، کسی ناخواندہ جنبدی یا بنگالی کو اگر سکھا دے کہ اپنی عورت سے کہہ: ترا از زنی بہشتم (تجھ کو زوجیت سے نکال دیا۔ت) یا طلقتك فالحقی باھلك (میں نے تجھے طلاق دے دی تو اپنے گھر والوں کے پاس چلی جا۔ت)، اور وہ نہ جانے کہ یہ کلمات طلاق کے ہیں عنداللہ طلاق نہ ہوگی کہ یہ جہل بالحکم جہل باللسان سے ناشی ہوا، اور جہل باللسان تقصیر نہیں، فارسی سیکھنا اصلاً اور عربی سیکھنا ہر شخص پر فرض نہیں، اسی سے امام محقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا:

لابد من القصد بالخطاب بلفظ الطلاق عالما بمعناہ او النسبۃ الی الغایۃ کما یفیدہ فروع[1] الخ

لفظ طلاق سے خطاب کرتے ہوئے اس کے معنی کا علم یا غرض کی طرف نسبت ہو جیسا کہ فروع نے افادہ کیا الخ (ت)

یعنی علم معنی ووہم طلاق میں بھی ضرور ہے، اگر وہ صورت پائی جائے کہ اس کے جہل میں معذور ہو جیسے جہل بالحکم بوجہ جہل باللسان تو دیانۃً طلاق نہ ہوگی۔ نہر الفائق میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

ارادانہ شرط للوقوع قضاء و دیانۃ فخرج مالایقع بہ لاقضاء ولادیانۃ کمن کرر مسائل الطلاق ومایقع بہ قضاءً فقط کمن سبق لسانہ لانہ لایقع فیہ دیانۃ اھ[2] **قلت** فقولہ قضاءً ودیانۃً ای معا ای ھو شرط لان یقع دیانۃ ایضا کما یقع قضاءً ولو بدونہ فافھم۔

ان کی مراد ہے کہ وہ قضاءً و دیانۃً وقوعِ طلاق کیلئے شرط ہے تو اس سے وہ صورت خارج ہے جس میں قضاءً و دیانۃً واقع نہ ہو جیسے کوئی شخص مسائل طلاق کا تکرار کرے اور وہ صورت بھی خارج ہے جس میں صرف قضاءً واقع ہو جیسے غلطی سے کہہ دیا ہو تو اس میں دیانۃً واقع نہ ہوگی اھ، **قلت** اُس کے قول "قضاءً و دیانۃً" کا مطلب یہ ہے کہ قضاءً و دیانۃً دونوں کٹھی یعنی یہ شرط دیانۃً وقوع کے لیے بھی ہے جس طرح قضاءً بغیر دیانۃً کے لیے شرط ہے، اسے سمجھو۔ (ت)

البتہ قاضی دعوٰی جہل نہ مانے گا اور حکم طلاق دے گا جب تک دلائلِ واضحہ سے اس کا عذر روشن ہوجائے۔

---

[1] فتح القدیر باب ایقاع الطلاق مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۳۵۱

[2] نہرالفائق

ولہذا درمختار میں فرمایا :

تلفظ به (ای بالطلاق) غیرعالم بمعناه او غافلا اوساهیا او بالفاظ مصحفة یقع قضاء فقط بخلاف الهازل و اللاعب فانه یقع قضاء وديانة لان الشارع جعل هزله به جدّا[1] - فتح -

معنیٰ معلوم نہ ہونے یا غفلت یا بھول کر ، یا غلط لفظ کی صورت میں طلاق کا لفظ بولا تو صرف قضاءً طلاق ہوگی' اس کے برخلاف جبکہ مذاق اور کھیل کے طور پر لفظ طلاق بولے تو قضاءً و دیانۃً دونوں طرح طلاق ہوجائیگی کیونکہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے طلاق میں مذاق کو قصداً طلاق کا حکم دیا ہے ، فتح - (ت)

اس تقریر سے مستنیر ہوا کہ جن اکابر نے صورتِ مسئولہ میں انعقاد نہ مانا وہ حکم دیانت ہے اور جن ائمہ نے مانا وہ حکم قضا ہے - لاجرم امام فقیہ النفس نے صاف فرمایا :

ان لم یعرفا معنی اللفظ ولم یعلما ان هذا لفظ ینعقد به النکاح فهذه جملة مسائل الطلاق والعتاق والتدبير والنكاح والخلع والابراء عن الحقوق والبيع والتمليك فالطلاق والعتاق والتدبير واقع فی الحکم ذکره فی عتاق الاصل فی باب التدبير و اذا عرف الجواب فی الطلاق والعتاق ینبغی ان یکون النکاح کذٰلك لان العلم بمضمون اللفظ انما یعتبر لاجل القصد فلا یشترط فیما یستوی فیه الجد والهزل بخلاف البیع و نحو ذٰلك[2]

اگر دونوں لفظ کا معنیٰ نہیں جانتے اور یہ بھی معلوم نہیں کہ اس لفظ سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے تو طلاق' عتاق ، تدبیر ، نکاح ، خلع ، حقوق سے بری کرنا ، بیع اور تملیک تمام مسائل ہیں ان میں سے طلاق ، عتاق اور تدبیر (مدبر بنانا) حکم میں شامل ہیں ، امام محمد نے اس حکم کو اصل کے باب عتاق کی بحث تدبیر میں ذکر کیا ہے اور جب طلاق وعتاق کا حکم معلوم ہوگیا تو نکاح کا بھی یہی حکم ہونا چاہئے کیونکہ لفظ کے مضمون کا علم قصد و اختیار کے لیے معتبر ہوتا ہے تو جہاں قصد و مذاق کا حکم مساوی ہو وہاں یہ علم شرط نہیں ہوگا بخلاف بیع جیسے امور کے (وہاں علم مذکور شرط ہے) (ت)

ہاں مشائخ اوزجند نے اہل تلبیس کا مکر رد کرنے کو مطلقاً عدم انعقاد اختیار فرمایا یعنی قضاءً بھی حکم نہ دیں گے - بحرالرائق میں ہے :

---

[1] درمختار | کتاب الطلاق | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۲۱۷

[2] فتاوٰی قاضی خاں | کتاب النکاح | نولکشور لکھنؤ | ۱/ ۱۵۱

ولقنتہ لفظ الطلاق فتلفظ بہ غیر عالم بمعناہ وقع قضاء لادیانۃ وقال مشایخ اوزجند لایقع اصلاصیانۃ لاملاک الناس عن الضیاع بالتلبیس کما فی البدائع کذا فی البزازیۃ۔[1]

اگر بیوی نے خاوند کو طلاق کے لفظ کہلائے جبکہ خاوند کو ان کا معنی معلوم نہیں تھا تو یہ لفظ کہنے سے طلاق قضاءً واقع ہوگی دیانۃً نہیں ہوگی، مشائخ اوزجند نے فرمایا کہ اس صورت میں بالکل طلاق نہ ہوگی تاکہ دھوکے سے لوگوں کے املاک کو ضیاع سے بچایا جاسکے، جیساکہ بدائع میں، اور یونہی بزازیہ میں ہے۔(ت)

تاتارخانیہ پھر منحہ میں ہے:

حکی عن القاضی الامام محمود الاوزجندی عمن لقنتہ امرأۃ طلاقا فطلقہا وھو لایعلم بذلک قال وقعت ھذہ المسألۃ باوزجند فشاورت اصحابی فی ذلک واتفقت اٰراؤنا انہ لایفتی بوقوع الطلاق صیانۃ لاملاک الناس عن الابطال بنوع تلبیس ولولقنہا ان تخلع نفسہا منہ بمہرھا ونفقۃ عدتہا واختلعت لایصح وبہ یفتی۔[2]

امام قاضی محمود اوزجندی کے بارے میں مروی ہے کہ انھوں نے اس صورت کے بارے میں کہ بیوی نے خاوند کو طلاق سکھائی جبکہ خاوند کو اس کا معنی معلوم نہ تھا، خاوند نے طلاق کہہ دی، فرمایا کہ یہ مسئلہ اوزجند میں پیش آیا تو میں نے اپنے اصحاب سے اس کے متعلق مشورہ کیا تو ہماری متفقہ رائے یہ قرار پائی کہ اس صورت میں طلاق ہوجانے کا فتوٰی نہیں دیا جائیگا تاکہ دھوکے کے ذریعے لوگوں کے املاک کو ضیاع سے بچایا جاسکے، اور اگر خاوند نے بیوی کو خلع بعوض مہر ونفقۂ عدت سکھایا، تو عورت نے خلع کے یہ الفاظ کہہ دئے تو خلع صحیح نہ ہوگا، اسی پر فتوٰی ہے۔(ت)

www.alahazratnetwork.org

وجیز امام کردری میں ہے:

لقنت المرأۃ بالعربیۃ زوجت نفسی من فلان ولا تعرف ذلک وقال فلان قبلت والشہود یعلمون اولایعلمون صح النکاح قال فی النصاب وعلیہ الفتوی وکذا الطلاق

کسی عورت کو عربی میں یہ کہلایا گیا زوجت نفسی من فلان (میں نے اپنے آپ کو فلاں شخص سے بیاہ دیا) جبکہ عورت کو اس عبارت کا معنٰی معلوم نہ تھا، اس کے بعد اس فلاں شخص نے جواب میں

---

[1] بحرالرائق کتاب الطلاق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۵۸۔۲۵۷
[2] منحۃ الخالق حاشیۃ علی البحرالرائق کتاب الطلاق " " " ۳/۲۵۸

وقال الامام شمس الاسلام الاوزجندی لانه کالطوطی وسیأتی علیہ التعویل[1]

قبلت (میں نے قبول کیا) کہا تو نکاح صحیح ہوگا خواہ گواہوں کو عبارت کا معنیٰ معلوم ہو یا نہ ہو۔ نصاب میں فرمایا کہ اسی پر فتوٰی ہے اور مسئلہ طلاق کا بھی یہی حکم ہے، اور امام شمس الاسلام اوزجندی نے فرمایا: طلاق نہ ہوگی کیونکہ مذکورہ صورت میں مرد' طوطے کی مانند ہے۔ اور عنقریب آئے گا کہ اس پر اعتماد ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

لقنہ الطلاق بالعربیۃ وھو لایعلم قال الفقیہ ابو اللیث لایقع دیانۃ وقال مشائخ اوزجند لایقع اصلا صیانۃ لاملاك الناس عن الابطال بالتلبیس وکذا لو لقنت الخلع وھی لاتعلم وقیل یصح والمختار ما ذکرنا[2] ملتقطا۔

خاوند کو کسی نے عربی زبان میں طلاق سکھائی جبکہ وہ اس کا معنیٰ اور مقصد نہ جانتا تھا، اس کے طلاق کہنے پر فقیہ ابو اللیث کے قول کے مطابق دیانۃً طلاق نہ ہوگی، اور مشائخ اوزجند نے فرمایا طلاق بالکل نہ ہوگی تاکہ دھوکے سے لوگوں کے اموال کو ضیاع سے بچایا جاسکے، اور یوں ہی اگر عورت کو خلع سکھایا گیا اور اس کو معلوم نہیں کہ معنیٰ کیا ہے، تو بعض نے کہا کہ خلع صحیح ہوگا جبکہ مختار وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے اھ ملتقطات، (ت)

رہا نکاح میں گواہوں کا سمجھنا، اس میں تحقیق و توفیق یہ ہے کہ معنی بمعنی اول کا سمجھنا ضرور نہیں بمعنی دوم کا سمجھنا دیانۃً وقضاءً ہر طرح لازم ہے یعنی اتنا جانتے ہوں کہ یہ نکاح ہو رہا ہے یہ الفاظ ایجاب و قبول ہیں اگرچہ تفسیر الفاظ نہ جانیں نہ اُس زبان سے آگاہ ہوں۔ درمختار میں ہے:

شرط حضور شاھدین فاھمین انہ نکاح علی المذھب، بحر[3]۔

نکاح سمجھنے والے دو گواہوں کی حاضری شرط ہے، یہ مذہب ہے، بحر۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال فی البحر جزم فی التبیین بانہ لو عقدا بحضرۃ ھندیین لم یفھما کلامھما لم یجز

بحر میں ہے کہ تبیین میں اس پر جزم کیا گیا ہے کہ اگر دو ہندی گواہوں کی حاضری میں عربی میں نکاح فریقین نے کیا جن کے کلام کو وہ نہ سمجھ سکے تو نکاح جائز نہ ہوگا،

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علی حاشیہ فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۰۹

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ مسائل الایقاع بلا قصد الخ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۴/۱۷۹

[3] درمختار کتاب النکاح مجتبائی دہلی ۱/۱۸۶

وصححه فی الجوھرۃ وقال فی الظھیریۃ والظاھر انه یشترط فھم انه نکاح واختارہ فی الخانیۃ فکان ھو المذھب لکن فی الخلاصۃ لو یحسنان العربیۃ فعقدا بھا والشھود لایعرفونھا الاصح انه ینعقد ووفق الرحمتی بحمل الاشتراط علی اشتراط فھم انه عقد نکاح والقول بعدمه علی عدم اشتراط فھم معانی الالفاظ بعد فھم ان المراد عقد نکاح[1] اھ۔

قلت[2] قد کان سنح للعبد الضعیف قبل ان اراہ لاشك انه حسن جدا وفی وجیز الامام الکردری تزوجھا بالعربی وھما یعقلان لا الشھود قال فی المحیط الاصح انه ینعقد وعن محمد تزوجھا بحضرۃ ھندیین ولم یمکنھما ان یعبرا لم یجز فھذا نص علی انه لایجوز فی الاول ایضا[2] اھ۔

جوہرہ میں اس حکم کو صحیح کہا ہے۔ اور ظہیریہ میں ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ نکاح ہونا گواہوں کو سمجھنا شرط ہے، اور خانیہ میں اس کو مختار کہا تو یہی مذہب ہے، لیکن خلاصہ میں ہے کہ اگر نکاح کے فریقین عربی اچھی طرح جانتے ہیں اور انھوں نے نکاح عربی میں کیا جس کو گواہوں نے نہ سمجھا تو اصح یہ ہے کہ نکاح ہوجائیگا اور علامہ رحمتی نے دونوں اقوال میں یہ موافقت کی کہ جہاں گواہوں کے فہم کو شرط کہا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ نکاح ہونے کو سمجھ لیں اور جہاں فہم کو شرط قرار نہیں دیا گیا اس سے مراد یہ ہے کہ قبول وایجاب کے الفاظ کے معانی سمجھنا شرط نہیں جبکہ نکاح ہونے کا فہم حاصل ہوچکا ہو اھ

قلت (میں کہتا ہوں) اس عبد ضعیف پر واضح ہوا کہ یہ تطبیق بہت اچھی ہے جبکہ ابھی میں نے یہ نہیں دیکھا تھا اور وجیز کردری میں ہے کہ مرد وعورت نے عربی میں نکاح کیا، وہ دونوں عربی جانتے تھے اور گواہ نہ جانتے تھے محیط میں فرمایا کہ اصح یہ ہے کہ نکاح ہوجائے گا، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ فریقین نے عربی میں دو ہندی حضرات کی حاضری میں نکاح کیا جبکہ یہ حضرات اس کی تعبیر پر قدرت نہیں رکھتے تو نکاح جائز نہ ہوگا، امام محمد سے مروی یہ اس بات پر نص ہے کہ عقد نکاح ہونا سمجھنے سے بھی نکاح نہ ہوگا اھ

www.alahazratnetwork.org

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۷۳

[2] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الفصل الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۱۸

اقول[۲۳] فی قول محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ لم یمکنھما ان یعبرا اشارۃ الی ما ذکرنا اذلا حاجۃ الا الی التعبیر الذی یطلب من الشھود عند اداء الشھادۃ ولیس علیھم ان یعیدوا الالفاظ التی تلفظا بھا ولا ان یعبروھا بمرادفاتھا او ترجمتھا بل لو شھدوا ان فلانا تزوج فلانۃ کفی فھذا ھو التعبیر المحتاج الیہ ویکفی لہ ان یفھما انہ عقد نکاح وان لم یعرفا تفسیر الکلام لفظًا لفظًا وایضًا اشتراط ھذا ھو المحقق للمقصد الذی شرع لہ الشرع شرط الشھود فی ھذا العقد متمیزا عن سائر العقود فاسقاطہ الغاء للمقصود واشتراط فھم الالفاظ زیادۃ مستغنی عنھا فعلیہ فلیکن التعویل وبہ یحصل التوفیق وباللہ التوفیق ثم[۲۴] لم یظھر لی معنی قول البزازی فی الاول ایضا فما ھو الا الاول۔

اقول امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول کہ گواہ تعبیر نہ کرسکیں" میں اس بات کی طرف اشارہ ہے جو ہم نے ذکر کی، کیونکہ گواہوں کو تعبیر کی ضرورت صرف اس وقت پیش آتی ہے جب ان سے گواہی ادا کرنے کا مطالبہ کیا جائے، تو اس وقت گواہوں کے لیے ضروری نہیں کہ وہ نکاح کے فریقین کے الفاظ کو دُہرائیں یا ان کے الفاظ کے مترادف الفاظ یا ان الفاظ کا ترجمہ بیان کریں بلکہ اگر اتنا ہی بیان کردیں کہ فلاں مرد کا فلاں عورت سے نکاح ہوا ہے تو کافی ہے، بس یہ وہ تعبیر ہے جس کی ضرورت ہے اور اس کے لیے گواہوں کا مجلس میں اتنا سمجھنا کافی ہے کہ نکاح ہورہا ہے اگرچہ وہ الفاظ کی تفسیر و معانی نہ سمجھ پائیں، پھر یہ کہ شریعت نے خاص اس عقدِ نکاح کے لیے گواہوں کی حاضری کا جو مقصد متعین کیا ہے اس کے لیے یہ شرط مثبت ہے، لہٰذا اتنی شرط کو معتبر نہ سمجھنا شرعی مقصد سے بے اعتنائی ہوگی، اور گواہوں کے لیے نکاح کے الفاظ کے معانی کو جاننے کی شرط لگانا غیر ضروری زیادتی ہے تو اسی پر اعتماد ہونا چاہیے جبکہ اسی سے تطبیق ہوجاتی ہے اور اللہ تعالٰی ہی سے توفیق ہے۔ پھر مجھے بزازیہ کے پہلے قول کا مفہوم بھی نہیں ملا، تو معلوم ہوا کہ ان کا بیان کردہ وہ پہلا قول ہی ہے۔ (ت)

بالجملہ حاصل حکم یہ ہے کہ اگر دو گواہ یہ نہ سمجھے کہ یہ عقدِ نکاح ہے تو نکاح مطلقًا نہ ہوا اگرچہ زن و مرد خُوب سمجھے اور انشائے نکاح ہی کا قصد رکھتے ہوں، اور اگر دو گواہ اس قدر سمجھ لیے اگرچہ تفسیرِ الفاظ نہ جانتے ہوں تو اگر عاقدین بھی اتنا جانتے ہوں کہ ان الفاظ سے نکاح ہوجاتا ہے تو بالاجماع نکاح ہوجائے گا اگرچہ اُس زبان سے دونوں وہ اور گواہ سب ناآشنا ہوں۔ اور اگر عاقدین میں دونوں یا ایک کو معلوم نہ تھا کہ یہ الفاظِ نکاح ہیں تو جہاں احکامِ اسلام کا چرچا نہیں وہاں یہ جہل عذر ہے اور جہاں چرچا ہے اور وہ

www.alahazratnetwork.org

الفاظ کسی غیر زبان کے نہ تھے جس سے اسے آگاہی نہ ہو تو نکاح ہو جائے گا اور یہ عذر مسموع نہیں، اور اگر غیر زبان کے تھے اور فی الواقع اُس نے اسے عقد نہ سمجھا تو عنداللہ نکاح نہ ہوگا۔ رہا قاضی، اُسے نظر کامل چاہئے، اگر ظاہر ہو کہ واقعی فریب کیا گیا اور دھوکا دیا گیا تو بطلانِ نکاح کا حکم دے ورنہ صحت کا،

ھذا ما عندی وارجو ان یکون ھو الفقہ المتین والقول الجامع الناصع المبین.	میرے ہاں فہم یہ ہے اور امید ہے کہ یہی مضبوط فہم ہے اور یہی جامع واضح اور خالص قول ہے (ت)

زنِ فاحشہ سے نکاح جائز ہے اگرچہ تائب نہ ہوئی ہو، ہاں اگر اپنے افعالِ خبیثہ پر قائم رہے اور یہ تا قدرِ قدرت انسداد نہ کرے تو دیوث ہے اور سخت کبیرہ کا مرتکب، مگر یہ حکم اس کی اس بے غیرتی پر ہے نفسِ نکاح پر اس سے اثر نہیں۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے محرمات گنا کر فرمایا: واحل لکم ما وراء ذالکم[1] (اور ان کے سوا جو رہیں وُہ تمہیں حلال ہیں۔ ت) رہی آیہ کریمہ:

والزانیۃ لاینکحھا الا زان او مشرك و حرم ذلك علی المؤمنین[2]	زانیہ عورت سے صرف زانی یا مشرک نکاح کرے اور مومنین پر یہ حرام ہے (ت)

اس کا حکم منسوخ ہے قالہ سعید بن مسیب وجماعۃ (یہ سعید بن مسیب اور ایک جماعت کا قول ہے)، یا نکاح سے یہاں جماع مراد ہے کما قالہ حبر الامۃ عبداللہ بن عباس وسعید بن جبیر ومجاھد والضحاك وعکرمۃ وعبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ویزید بن ھارون[3] (جیسا کہ امت کے ماہر عالم عبداللہ بن عباس اور سعید بن جبیر اور مجاہد، ضحاک، عکرمہ، عبدالرحمان بن زید بن اسلم، اور یزید بن ہارون کا قول ہے۔ ت) والتفصیل فی فتاوٰنا (اس کی تفصیل ہمارے فتاوٰی میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ مسئولہ عبدالرحیم خاں یکم رجب ۱۳۲۹ھ

نکاح کے وقت ولی کی بات قبول کی جائے گی یا لڑکی کے زبانی الفاظ جو وہ کہتی ہے، اور ولی کس کو بنانا چاہئے؟ نکاح میں ضروری الفاظ اور لازمی کیا کیا ہیں اور اُن کا طریقہ کیا ہے؟

الجواب

لڑکی بالغہ ہے تو اس کا اپنا ایجاب یا قبول ہونا چاہئے اگرچہ بواسطہ وکیل۔ اور نابالغہ ہے تو

---

[1] القرآن ۴/۲۴

[2] القرآن ۲۴/۳

[3] تفسیر درمنثور سورۃ النور آیۃ اللہ العظمی النجفی قم ایران ۵/۱۹

اُس کے ولی کا اُولی کسی کے بنانے کا نہیں ہوتا بلکہ وہ شرع مطہر نے ترتیب وار مقرر کیے ہیں سب میں پہلا ولی بیٹا ہے پھر باپ پھر دادا پھر سگا بھائی پھر سوتیلا پھر سگا بھتیجا پھر سوتیلا پھر سگا چچا پھر سوتیلا پھر سگے چچا کا بیٹا پھر سوتیلے کا، وعلیٰ ہذا القیاس دادا پردادا کی اولاد کا جو مرد عاقل بالغ قریب تر ہوگا وہی ولی ہے اور ان میں کوئی نہ ہو تو پھر ماں ہے، اسی طرح بترتیب اصحاب فرائض، پھر ذوی الارحام، اور ان میں کوئی نہ ہو تو پھر حاکم اسلام۔

نکاح میں ضروری الفاظ ایجاب وقبول ہیں جن سے عقد سمجھا جائے نہ وعدہ مثلاً مرد عورت سے کہے میں نے تجھے اپنے نکاح میں لیا عورت کہے میں نے قبول کیا یا عورت کا وکیل کہے میں نے فلاں عورت بنت فلاں ابن فلاں کو دادا تک نام لے اگر صرف باپ کے نام سے پوری تمیز نہ ہوجائے یا عورت سامنے بیٹھی ہے تو کسی کے نام لینے کی حاجت نہیں اشارہ کرکے کہے اس عورت کو تیرے نکاح میں دیا مرد کہے میں نے قبول کیا اور دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں مسلمان عاقل بالغ آزاد ان دونوں کی گفتگو کو معاً سنیں اور سمجھیں کہ یہ نکاح ہو رہا ہے، بس اسی قدر ضروری ہے، اس کے سوا خطبہ پڑھنا سنت ہے اور کلمے پڑھانا ایک اچھی بات ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از ریاست رام پور محلہ پیلا تالاب مرسلہ مولوی شفاعت رسول صاحب سلمہ قادری برکاتی رضوی ۱۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

حضور پرنور کا دربارہ متعہ کے کیا ارشاد ہے، اوائل اسلام میں جائز تھا پھر حرام کردیا گیا، آیا اس کی حرمت حدیث سے ثابت ہے یا اقوالِ صحابہ سے؟

الجواب

متعہ کی حرمت صحیح حدیثوں سے ثابت ہے، امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ارشادوں سے ثابت ہے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اقوال شریفہ سے ثابت ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ قرآن عظیم سے ثابت ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

والذین ھم لفروجھم حٰفظون الا علٰی ازواجھم او ماملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین، فمن ابتغٰی وراء ذٰلک فاولٰئک ھم العادون[1] واللہ تعالٰی اعلم	جو لوگ اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے ماسوا سے اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھتے ہیں وہ ملامت سے محفوظ ہیں اور جو لوگ غیر کے متلاشی ہیں وہ حد سے متجاوز ہیں۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن ۲۳/ ۷-۶-۵

مسئلہ ۴۲: از موضع میونڈی بزرگ مرسلہ سید امیر عالم حسن صاحب مورخہ ۷ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ زید کی آشنائی ایک طوائف سے ہے اور اس سے فعل حرام کرتا ہے اور اس سے کئی اولاد پیدا ہوچکی ہیں اب طوائف مذکور کا یہ ارادہ ہے کہ میرا نکاح اس زید آشنا سے ہوجائے تاکہ میں فعل حرام سے بچ جاؤں، اور زید کی بھی کچھ منشا پائی جاتی ہے لیکن زید کے گھر والے اس نکاح کے منکر ہیں اور زید پر اس بات کا دباؤ ڈالتے ہیں کہ اگر تونے اپنا نکاح طوائف سے کیا تو تم کو برادری سے خارج کردیں گے اس واسطے کہ ہمارے خاندان کو دھبہ لگاتا ہے کیونکہ ہم شریف ہیں، اور نہ اس کی اولاد کا ہم لوگ اپنی برادری میں شادی بیاہ کرسکتے ہیں۔ یہ نکاح ٹھیک نہیں۔ اب علمائے دین فرمادیں کہ یہ نکاح کرنا کیسا ہے۔ آیا سنت میں داخل ہے یا خلافِ سنت؟ اور زید اس نکاح کے کرنے سے دائرۂ اسلام اور برادری میں رہا یا نہیں؟ اور منکر اس نکاح کے کس درجہ میں شمار کیے جائیں؟ اور جو اس نکاح پر اعتراض کریں اور بُرا کہیں وہ کس درجہ میں شمار ہیں؟ فقط۔ جناب اعلٰی حضرت قبلہ کے مع آیت وحدیث، مُہر، دستخط کے امیدوار ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

نکاح سنت ہے مگر رنڈی سے نکاح سنت نہیں، بلکہ اس کے جائز ہی ہونے میں ائمہ کا اختلاف ہے پھر ایک جائز بات جس سے فتنہ ونفرت پیدا ہو اور آپس میں پھوٹ پڑے، ناجائز ہوجاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: بشروا ولا تنفروا[1] (خوشخبری دو اور نفرت نہ پھیلاؤ۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۳: از چوہڑکوٹ یارکھان ملک بلوچستان مرسلہ قادر بخش صاحب ۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

چہ مے فرمایند علمائے دین دریں مسائل کہ:

(۱) اگر زنے بیوہ شود دوم بار نکاح کردن لازم است یا میخواہد کہ من نکاح نمی کنم کہ مے گوید کہ بنشینم رواست یانہ، خواہ جوان باشد یا درمیان سالہ باشد یا پیرزن بود، ہرچہ حکمِ شرع باشد تحریر فرمایند۔

(۲) چوں پدر در زندگی خود دختر را بکودکے درعقد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) کوئی عورت بیوہ ہوجائے تو کیا اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ دوسرا نکاح کرے جبکہ وہ کہتی ہے میں نکاح نہیں کروں گی اور بغیر نکاح بیٹھوں گی، جوان، درمیانہ عمر یا عمر رسیدہ ہو، کیا اس کو بغیر دوسرے نکاح کے بیٹھنا جائز ہے جو شرعی حکم ہو تحریر فرمادیں۔

(۲) باپ نے بیٹی کا نکاح کسی بچے سے کیا اور خاوند

---

[1] صحیح بخاری باب ماکان النبی یتخولہم بالموعظۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶

نکاح آورد کہ صغیرست در خانہ خود دختر نشستہ ست محض ایجاب وقبول کردہ پدرش بمرد دختر دو سہ سال منقضی گردید کہ بالغہ است و کودک تا حال خورد، آیا شرعًا اکنوں بر برادران گناہ ست یا نہ یا حوالۂ آں خورد بکنند؟ ایں چنیں کار برائے پدر مرحوم چگونہ باشد وچہ گناہ؟

بچہ ہے اس لیے باپ نے بیٹی کو اپنے گھر پر رکھا اور رخصتی نہ دی، باپ کے فوت ہونے پر بیٹی دو تین سال سے بالغ ہے اور لڑکا تا حال نابالغ ہے تو کیا اب لڑکی کے بھائیوں پر کوئی گناہ ہوگا اگر وہ نابالغ کے حوالے نہ کریں یا گناہ نہ ہوگا؟ اور باپ مرحوم کے بارے میں بھی بتایا جائے کہ اس کا فعل درست تھا یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیا گناہ ہے؟ (ت)

الجواب

(۱) پیرزن را خود جبر بر نکاح نتواں کرد و جوان نیز اگر بر نفس خود اطمینان دارد و اتباع رسم باطل ہنود نمی کند از قید نکاح دیگر آزاد ماندنش می رسد کما دل علیہ حدیث ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا و بینہ فی اطائب التہانی۔ آرے اگر بر خود اطمینان ندارد نکاح واجب ست واللہ تعالٰی اعلم۔

(۱) عورت بوڑھی ہو تو اسے نکاح پر مجبور نہ کیا جائے، اور اگر جوان ہے تو بھی اس پر جبر نہیں بشرطیکہ وہ اپنے نفس کو محفوظ رکھنے میں مطمئن ہو، اور ہندوؤں کی غلط رسم کی پیروی میں نکاح سے انکار نہ کرتی ہو، تو اس کو دوسرے نکاح کی قید سے آزاد رہنے کا حق ہے، جیسا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا والی حدیث اس پر دال ہے، اور اس کو ہم نے اطائب التہانی میں بیان کیا ہے، ہاں اگر جوان عورت کو اپنے نفس کے بارے میں اطمینان نہ ہو تو پھر اس پر نکاح کرنا واجب ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۲) قاصرہ را نکاحیکہ پدر کرد فسخ نتواں نمود گر با غیر کفو و لغبن فاحش در مہر باشد صبی اگر مراہق شدہ زنش را ماے خواہد باو سپردن لازم ست، واللہ تعالٰی اعلم

نابالغہ کا نکاح جو والد نے کیا ہے وہ لازم ہے کفو میں ہو یا غیر کفو میں، پورے مہر سے ہو یا بہت کم مہر پر، لڑکا اگر قریب البلوغ ہو اور وہ بیوی کی رخصتی کا مطالبہ کرے تو رخصتی ضروری ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۵ از مقام گانے گھاٹ ڈاکخانہ ہلدی ضلع بلیا مرسلہ مولوی عبدالحی صاحب ۹ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت گنگی یہاں ایک ماہ سے آئی ہے اُس کے ساتھ اُس کا ایک لڑکا چار یا پانچ برس کا ہے، اس کے قبل یہ عورت یہاں سے دس میل پر ایک گاؤں ہے وہاں پندرہ

www.alahazratnetwork.org

15/15

مہینے سے تھی جب وہاں آئی تو اِدھر اُدھر پتا لگایا گیا مگر یہ پتا نہیں لگا کہ عورت کہاں کی ہے اور اس کا شوہر مرگیا ہے یا زندہ ہے اور لاپتا ہوگیا یا طلاق دے دیا، اب اس کو ایک شخص نے نکاح کرنے کے لیے رکھا ہے، بعض یہ کہتے ہیں کہ اگر اس کا شوہر زندہ رہتا تو لڑکے کو نہ چھوڑتا، اب اس کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نکاح نہیں ہوسکتا،

فان المانع معلوم والمزیل مجہول وما ثبت بیقین لایزول الابیقین مثلہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کیونکہ اس سے نکاح میں مانع (شادی شدہ) ہونا معلوم ہے اور مانع کو ختم کرنے والا (خاوند کا فوت ہونا یا طلاق دینا) معلوم نہیں ہے تو یقینی امر کا زوال بھی اس جیسے یقینی امر سے ہی ہوسکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۶ از ملیح آباد ضلع لکھنؤ مرسلہ محمد یوسف خاں صاحب ۱۱ جمادی الاولٰی ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حنفی المذہب بحلف کچہری میں بیان کرتا ہے کہ اُس نے ایک مسماۃ کے ساتھ عقدِ متعہ کیا یا متعہ کرلیا اب ایسا شخص مذہبِ حنفی کے اندر داخل رہا یا نہیں؟ اور سُنّی حنفی لوگوں کو نماز میں اس کی امامت یا جماعت جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کا یہ فعل شرعاً کیا قرار دیا جاسکتا ہے؟ اور ایسی حالت میں اس کی بیعت ارادت جو ایک بزرگ کے ہاتھ پر کی تھی قائم رہی یا نہیں؟ اور ایسے شخص کے افعال واقوال معتبر ہوں گے یا نہیں؟ اور حنفی سُنّی لوگ بعد اُس کے مرنے کے اُس شخص کی تجہیز وتکفین ونماز جنازہ پڑھنے کے شرعاً ذمہ دار ہیں یا نہیں؟

الجواب

متعہ بنصِ قرآنِ عظیم واجماعِ ائمہ اہلسنت بلاشبہہ باطل وحرام قطعی ہے،

قال تعالٰی: فمن ابتغٰی وراء ذٰلک فاولٰئک ھم العادون[1]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: جو شخص (بیویوں اور لونڈی مملوکہ) کے علاوہ غیر کی خواہش کرتا ہے وہ حد سے متجاوز ہے۔ (ت)

شخصِ مذکور اس کے ارتکاب اور کچہری میں اعلان سے فاسق معلن ہوا اُس کی امامت ممنوع اور اس کے پیچھے

---

[1] القرآن ۲۳/ ۷

نماز پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب ۔ فتاوٰی حجہ میں ہے :

لوقدموا فاسقا یاثموت[1]

اگر فاسق کو امام بنایا تو وہ گنہگار ہوں گے (ت)

غنیہ میں ہے :

بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم لعدم اعتنائہ باموردینہ فلایبعد منہ الاخلال ببعض شروط الصلٰوۃ وفعل ماینافیھا ھوالغالب بالنظر الی فسقہ[2]

اس بنا پر کہ فاسق کو امام بنانے کی کراہت، کراہت تحریمی ہے، کیونکہ وُہ دینی امور سے بے اعتنائی کرتا ہے تو کیا بعید ہے کہ وُہ نماز کی بعض شرطوں میں خلل اور ان کے منافی عمل نماز میں کر دے اس کے ظاہر حال سے یہی غالب گمان ہوتا ہے (ت)

اور جب ایک بدبودار چمڑے کے لیے اس نے حرام قطعی کا ارتکاب کیا اور بیباک آنا کہ کچہری میں اس کا خود اعلان کیا تو اُس کے قول فعل کا کیا اعتبار رہا، بلکہ معاذ اللہ مرتے وقت اس کے سلب ایمان کا خوف ہے۔ تاتارخانیہ و ردالمحتار وغیرہما میں ہے :

حکی ان رجلا من اصحاب ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ، خطب الی رجل من اصحاب الحدیث ابنتہ فی عھد ابی بکر الجوزجانی فابی الا ان یترک مذھبہ، فیقرأ خلف الامام ویرفع یدیہ عند الانحطاط و نحو ذٰلک فاجابہ فزوجہ فقال الشیخ بعد ماسئل عن ھذہ واطرق راسہ النکاح جائز ولکن اخاف علیہ ان یذھب ایمانہ وقت النزع لانہ استخف بمذھبہ الذی ھوحق عندہ وترکہ لاجل جیفۃ منتنۃ[3]

ایک شخص کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مقلد تھا اس نے شافعی مسلک، ایک محدّث کی لڑکی کی منگنی چاہی تو محدث صاحب نے حنفی مسلک چھوڑنے اور رفع یدین اور قرأت خلف الامام کرنے کی شرط پر رشتہ دیا جو اس نے قبول کرلیا اور محدث صاحب نے نکاح دے دیا۔ یہ واقعہ شیخ ابوبکر جوزجانی کے زمانے کا ہے، جب آپ سے اس واقعہ کے متعلق پُوچھا گیا تو آپ نے سوچ بچار کے بعد فرمایا: نکاح تو جائز ہے لیکن اس شخص کے بارے میں مجھے اندیشہ ہے کہ نزع کے وقت اس کا ایمان جاتا رہے کیونکہ اس نے اپنے پسندیدہ مذہب کی توہین کی ہے اور اسے بدبودار مردار

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی بحوالہ فتاوٰی حجہ فصل فی الامامۃ مجتبائی دہلی ص ۴۷۹

[2] " " " " ص ۴۷۹

[3] ردالمحتار کتاب الحدود مطلب اذا ارتحل الی غیر مذہبہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۹۰

کی خاطر چھوڑ دیا۔ (ت)
بلکہ متعہ کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی سوا اس کے کہ جس سے کیا وہ رافضیہ ہو اور رافضیہ حال سے نکاح بھی باطل ہے نہ کہ متعہ، تو یہ حرام در حرام ہُوا۔ ظہیریہ وہندیہ وحدیقہ ندیہ وغیرہا کتبِ معتمدہ میں ہے، احکامھم احکام المرتدین[1] (ان سے متعلق مرتدین کے احکام ہیں۔ ت) بالجملہ وہ شرعاً سخت سزا کا مستوجب ہے مگر ارتکابِ حرام کے باعث کافر نہ ہوا کہ اُس کی بیعت فسخ ہوجاتی یا اس کے مرنے پر مسلمان اُس کی تجہیز وتکفین ونماز کے ذمہ دار نہ رہیں بلکہ بہ سببِ کبیرہ حنفیت سے بھی خارج نہ ہوگا اگر اسے حرام جان کر کیا ہو، ہاں اگر حلال جانا تو حنفیت کیا سنیت سے خارج ہوگیا ولا یخرج عن الاسلام لما لھم فیھا من الشبھۃ (شبہہ والی بات سے خارج از اسلام نہ ہوگا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۴: از موضع نڈوا مھوا ڈاکخانہ بکھر بازار ضلع بستی مرسلہ گل محمد میاں صاحب ۱۳ رجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ساکن مہداول میں اپنی سگی بھتیجی عاقل بالغ کو ایک شخص ساکن امرڈوبھا کے حوالے کردی چونکہ اس لڑکی کا باپ مدت سے انتقال کرگیا اور لڑکی کا چچا اُس کا مربی تھا وُہ لڑکی جس شخص کے حوالے کردی اُس کو کہا گیا کہ تم اپنے گھر جا کر اس لڑکی سے نکاح کرلو، جمعہ کے روز روبرو گواہان معتبران کے نکاح کرلیا گیا، بعد چند یوم کے چچا کو اُس کے عزیزوں نے بہکادیا، اُنھوں نے جھگڑا ڈال کر کے ایک مولوی بُلایا، مولوی صاحب نے یہ حکم دیا جمعہ کی نماز ادا کرنے کے پہلے نکاح جائز نہیں ہوتا ہے اس واسطے ہم لوگ یہ عریضہ آپ کی خدمت میں روانہ کرتے ہیں کہ یہ مسئلہ سچ ہے کہ جمعہ کے روز نکاح ناجائز ہے برائے مہربانی یہ مسئلہ لکھ کر کے روانہ فرمادیں۔

الجواب

اُس شخص کا یہ کہنا محض غلط اور شریعت پر افترا ہے، نکاح ہر دن جائز ہے، ہاں اگر اذانِ جمعہ ہوگئی تو اُس کے بعد جب تک نماز نہ پڑھ لی جائے نکاح کی اجازت نہیں کہ اذان ہوتے ہی جمعہ کی طرف سعی واجب ہوجاتی ہے۔

قال تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکراللہ وذروا البیع[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! جب جمعہ کے روز اس کی اذان ہو تو اللہ تعالٰی کے ذکر کے لیے چل پڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔ (ت)

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ مطلب الاستخفاف بالشریعۃ کفر ای ردۃ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۳۰۵
[2] القرآن ۶۲/ ۹

پھر بھی اگر کرلی بعد اذان نکاح کریگا گناہ ہوگا مگر نکاح جائز و صحیح ہو جائے گا کما فی الھدایۃ فی البیع ان الکراھۃ للمجاور[1] (جیسا کہ ہدایہ میں بیع کے بارے میں ہے کہ کراہت مجاور یعنی ترک سعی کی وجہ سے ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۸ از اجمیر شریف ڈگی بازار مرسلہ سید زاہد حسین صاحب مالک و منیجر پریس اعلان الحق

۱۴ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص یا چند اشخاص نے خصومۃً یہ کہہ دیا ہو کہ فلاں شخص خواص منکوحہ سے ہے جو خواص یا عصمت و عفت لکھی گئی ہو تو کیا وہ اولاد جائز ہے؟ اور وہ جدی ورثہ پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟ کیا ایسی اولاد کی شرافت و نجابت میں کوئی شک و شبہ ہے؟ خواص و کنیزک میں کیا فرق ہے اور ان کی تعریف کیا ہے؟

الجواب

خواص و کنیزک میں کوئی فرق نہیں وہ عورت کہ بملک شرعی کسی کی ملک ہو اس کی کنیز ہے، پھر اگر دوسرے کی کنیز سے اُس کی اجازت سے اس نے نکاح کیا نکاح صحیح ہوا، اور باپ اگر شریف و نجیب ہے تو اولاد بھی شریف و نجیب ہے کہ شرعاً نسب باپ سے لیا جاتا ہے۔

قال اللہ تعالٰی وعلی المولود لہ رزقھن[2] (اللہ تعالٰی نے فرمایا اور جس کا بچہ ہے اس پر عورتوں کا خرچ ہے۔ت)

www.alahazratnetwork.org

ہاں ہندوستان میں دربارۂ کفاءت اُسے کم مانیں گے کہ یہاں کنیز کی اولاد کو کم درجہ سمجھتے ہیں اور اگر اپنی کنیز شرعی ہے تو اس سے نکاح باطل ہے اور بلا نکاح حلال ہے اگر کوئی ممانعت شرعیہ نہ ہو، بہر حال مولٰی کے جو اولاد اُس سے ہے صحیح النسب ہے اور ترکہ پدری پانے کی مستحق ہے جبکہ مولٰی نے اقرار کیا ہو کہ یہ میری اولاد ہے، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۹ از دہلی پہاڑ گنج مسجد غریب شاہ مرسلہ سید محمد عبدالکریم صاحب ۹ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر جاہل لوگوں میں رواج ہے کہ اگر کوئی شخص مرگیا اور بعد عدت اس عورت نے برادری کے مرد سے نکاح کرنا چاہا تو اس مرنے والے کے لواحقین نے کچھ روپیہ نکاح کرنے والے سے نقد لے کر اس عورت کو نکاح کرنے دیا روپیہ کی تعداد دو سو سے تین سو تک لیتے ہیں، اگر ان کو یہ کہا جاتا ہے کہ یہ روپیہ لینا جائز نہیں تو جواب دیا جاتا ہے کہ یہ تو پنچان کی رسوم ہے۔ اگر یہ رسوم نہ ہو تو تمام عورتیں

---

[1] ہدایہ کتاب البیوع فصل فیما یکرہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۲/۷۰

[2] القرآن ۲/۲۳۳

بیوہ کسی غیر مرد کے ساتھ بھاگ جائیں گی اور کوئی عورت برادری میں نکاح نہیں کرے گی، اب سوال یہ ہے کہ تمام وجوہات سوچ کر جیسے قرآن شریف اور حدیث شریف، فقہ شریف سے ثابت ہو ارشاد فرمائیں تاکہ اس پر عمل کیا جائے۔

الجواب

یہ روپے حرام اور رشوت ہیں ان کا دینا لینا دونوں حرام، اور ان کے کھانے والے حرام خور۔ پنچوں کی رسم سے شریعت کا حرام حلال نہیں ہو سکتا۔ مسلمانوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵ از ریاست رامپور مسئولہ سید احمد میاں صاحب برادر زادہ مولانا سید محمد عاشق صاحب علیہ الرحمۃ

۶ رمضان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خالد کا نکاح مسماۃ حیات النساء بیگم عرف رضیہ بیگم پردہ نشین بنت زید سے قرار پایا تھا، حسب قاعدہ شہود واسطے حصول اجازت واذن مسماۃ کے پاس گئے اور بعد حصول اجازت شہود نے قاضی کے روبرو جلسہ عام میں شہادت اس صورت سے ادا کی کہ سعادت النساء بیگم عرف رضیہ بیگم بنت زید نے اپنے نکاح کا اختیار عمرو وکیل کو دیا، چنانچہ قاضی نے باجازت عمرو وکیل بہ تعداد مہر مثل خالد کے ساتھ نکاح پڑھایا، آیا شرعاً نکاح مسماۃ مذکور کا خالد مذکور کے ساتھ صحیح ہوا یا نہیں کیونکہ شہود نے بجائے نام حیات النساء عرف رضیہ بیگم بنت زید کے سعادت النساء بیگم عرف رضیہ بیگم بنت زید شہادت میں ادا کیا، سعادت النساء بیگم بنت زید کوئی نہیں ہے اور نہ سعادت النساء کا عرف رضیہ بیگم ہے، اس صورت کی غلطی سے نکاح منعقد ہوا یا نہیں؟

الجواب

یہ طریقہ نکاح مخترع اہل ہند ہے وکیل بالنکاح مجاز توکیل نہیں، شہادت کہ ان گواہوں نے دی باطل گئی نہ اس کا کچھ اعتبار ہے، قاضی جس نے ایجاب کیا اگر اس نے ایجاب صحیح لفظوں سے کیا جن سے کم از کم دو حاضران جلسہ جامعان شرائط شہادت کے نزدیک منکوحہ متمیز ہو گئی تو نکاح فضولی منعقد ہو گیا کہ رضیہ کی اجازت پر موقوف رہا اور اگر اس نے بھی ایجاب میں وہی لفظ سعادت عرف رضیہ بنت زید کہے تو نکاح باطل ہوا کہ ان تینوں لفظوں کی مصداق وہاں کوئی عورت نہیں۔ عالمگیریہ میں ہے:

لرجل بنتان کبری عائشۃ وصغری فاطمۃ اراد ان یزوج الکبری وعقد باسم فاطمۃ ینعقد علی الصغری و لو قال زوجت ابنتی الکبری فاطمۃ

ایک شخص کی دو بیٹیاں ہیں ایک بڑی جس کا نام عائشہ اور دوسری چھوٹی جس کا نام فاطمہ ہے، اس نے بڑی کا نکاح کرتے ہوئے فاطمہ کا نام لیا تو چھوٹی کا نکاح ہو گیا، اور اگر نکاح کرتے ہوئے اس نے

لاینعقد علٰی احدٍ منھما کذا فی الظھیریۃ۔[1]

یوں کہا کہ میں نے اپنی بڑی بیٹی فاطمہ کا نکاح دیا، تو کسی بیٹی کا نکاح نہ ہُوا۔ ظہیریہ میں ایسے ہے (ت)

ولوالجیہ میں ہے:

لاینعقد علٰی احدٍ منھما لانہ لیس لہ ابنۃ کبری بھذا الاسم[2] اھ ونحوہ فی الفتح[3] عن الخانیۃ ولاتنفع النیۃ ھٰھنا ولامعرفۃ الشھود بعد صرف اللفظ عن المراد۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کسی بیٹی کا نکاح نہ ہُوا کیونکہ اس کی کوئی بڑی بیٹی اس نام کی نہیں ہے اھ اور فتح میں خانیہ سے بھی یہی مروی ہے اور یہاں نیت اور گواہوں کا فہم کارآمد نہ ہوگا جبکہ اس سے مراد کے خلاف صریح لفظ استعمال کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۲: از شہر میرٹھ اندرکوٹ مرسلہ عبدالرحمان صاحب عرف ننھے ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) اہل تسنّن و اہل تشیّع میں باہم عقد ہوسکتا ہے یا نہیں یعنی لڑکا فرقہ شیعہ کا ہو اور لڑکی اہلسنت وجماعت کی ہو ان دونوں میں باہمی نکاح مذہب اہلسنت کے عقائد کے موافق صحیح ہوگا یا نہیں؟

(۲) اگر کچھ عرصہ کے بعد لڑکی اہل تشیّع ہوجائے تو نکاح رہے گا یا نہیں؟

www.alahazratnetwork.org

الجواب

(۱) عوام اُن تبرائی روافض کو اہل تشیع کہتے ہیں ان سے مناکحت حرام قطعی و باطل محض، اور قربت زنائے خالص ہے اگرچہ مرد سُنّی اور عورت اُن میں کی ہو، نہ کہ عکس کہ اشد غضب اللہ کا موجب ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی۔

(۲) اگر وقت نکاح سُنّی تھے پھر مرد معاذ اللہ اُن میں کا ہوگیا تو نکاح فوراً فسخ ہوگیا خواہ عورت نے بھی وہی مذہب اختیار کرلیا ہو یا نہیں،

لان ردۃ الرجل فسخ فی الحال بالاجماع ولانکاح لمرتد مع احد ولو مرتدۃ مثلہ[4]

کیونکہ خاوند کے ارتداد سے فوراً نکاح فسخ ہوجاتا ہے بالاجماع، اور مرتد کا کسی سے بھی حتی کہ اس جیسی

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۷۰

[2] ولوالجیہ

[3] فتح القدیر کتاب النکاح نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۰۳

[4] فتاوٰی ہندیہ القسم السابع المحرمات بالشرک نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۸۲

کما فی الدر المختار والفتاوی العالمکیۃ وغیرہما۔ مرتدہ سے بھی نکاح جائز نہیں، جیسا کہ درمختار اور فتاوٰی عالمگیری وغیرہما میں ہے۔ (ت)

اگر عورت مستقیمہ رہی اور ہنوز خلوت نہ ہوئی تھی تو ابھی اور ہو چکی تھی تو بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرلے، اگر شوہر اسلام لے بھی آئے اس پر کچھ اختیار نہیں رکھتا لان المنفسخ لا یعود (کیونکہ فسخ شدہ نکاح بحال نہیں ہو سکتا۔ ت) اگر عورت معاذ اللہ ان میں کی ہوگئی اور مرد سُنّی رہا تو نکاح تو فسخ نہ ہوا علی ما فی النوادر و حققنا الافتاء بہ فی ھذا الزمان فی فتاوٰنا (نوادر کی روایت کے مطابق اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق کی ہے کہ اس زمانہ میں فتوٰی یہی ہے۔ ت) مگر مرد کو اس سے قربت حرام ہوگئی جب تک اسلام نہ لائے لان المرتدۃ لیست باھل ان یطأھا مسلم او کافر او احد (کیونکہ مرتدہ عورت اس قابل نہیں رہی کہ کوئی بھی اس سے وطی کرے خواہ مسلمان مرد ہو یا کافر یا کوئی بھی ہو۔ ت) ان مسائل کی تحقیق رسالہ ردالرفضہ میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۲: از نگینہ مرسلہ عبدالرشید صاحب سوداگر سپ ایجنٹ برماآئل کمپنی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی عورت کا نکاح کسی ایسے شخص سے ہو جس کی ایک عورت اور بچّے ہوں اور وہ شخص معاش اس قدر کافی رکھتا ہو کہ ان سب کی پرورش کے لیے نہایت کافی ہو، مرد میں کسی قسم کا نقص نہ ہو، عورت بوقتِ نکاح بالغ ہو، مہر ایک ہزار روپیہ ہو، نکاح مکان منکوحہ پر ہو جس کو عرصہ تین سال پانچ ماہ ہوئے ہوں شوہر نے بعد عقد پندرہ بیس مرتبہ مختلف اوقات میں کئی کئی یوم قیام کیا، کیا عورت منکوحہ کو تنسیخ نکاح کا دعوٰی کرنے کا حق ہے؟ بیانِ منکوحہ حسب ذیل ہے: میری پیدائش ایک ماہ بعد انتقال والد ہوئی میں نے آغوشِ مادر میں پرورش پائی اور ہنوز والدہ کے پاس رہی، میری والدہ نے اس شخص کے ساتھ عقد کر دیا، شخص مذکور نے یہ دھوکا دیا کہ نہ میری بیوی ہے نہ بچّے، میری والدہ کے انتقال کو دو ماہ کا عرصہ ہُوا، میں والدہ کی وجہ سے مجبور تھی، اب میں خود مختار ہوں، بیان شوہر میں نے بیوی بچے ہونے کا اقرار کیا اور چھپایا نہیں، اس کا علم منکوحہ اور اُن کے جملہ رشتہ داران کو ہے جس کی بابت تحریریں شوہر کے پاس ہیں ایسی حالت میں منکوحہ عورت کے صرف بیان پر کہ میرے شوہر کے پاس اور بیوی بچّے موجود ہیں اور شوہر نے دھوکا دیا، نکاح میری لاعلمی میں ہُوا، کیا حکم شرع شریف ہے؟

الجواب

عورت کے عذرات باطل ہیں، برسوں سکوت و معاملہ زناشوئی کے بعد یہ مہملات پیش کرتی ہے، ماں کی زندگی کیا باعثِ مجبوری تھی، نہ بی بی بچّوں کا عذر قابلِ سماعت، نہ مجبوری مانع جوازِ نکاح، اس پر فرض ہے کہ شوہر کی اطاعت کرے، اس شیطانی خیال سے باز آئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۴ از شہر بریلی محلہ کنڈا گلی حکیم وزیر علی مسئولہ ولایت احمد صاحب ۲ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ولایت احمد کا عقد قریشی بانو جس کی عمر قریب بیس سال سے زائد ہے اس کے ساتھ ہوا لیکن مسماۃ مذکورہ کی اجازت لینے کے لیے نہ وکیل صاحب گئے اور نہ گواہان گئے اور نہ مسماۃ مذکورہ سے اجازت باقاعدہ طور پر لی گئی صرف مسماۃ کے والد کی اجازت سے عقد پڑھا دیا گیا ایسی صورت میں عقد ہوا یا نہیں، اور مسماۃ مذکورہ ولایت احمد کی زوجیت میں رہتی ہے اور قریب ایک ماہ کے حمل بھی ہے حالانکہ والد مسماۃ سے کہا گیا کہ مسماۃ سے اجازت لینا چاہیے انھوں نے جواب دیا ہمارے یہاں ضلع بدایوں میں یہی قاعدہ ہے۔

الجواب

بالغہ کا عقد کہ بے اس کے اذن کے ہو بالغہ کی اجازت پر موقوف رہتا ہے، اگر جائز کر دے جائز ہو جاتا ہے، رد کرے باطل ہو جاتا ہے، رخصت ہو کر شوہر کے یہاں جانا بھی اجازت ہے اذا کان غیر مسبوق بالرد (جبکہ پہلے بالغہ کی طرف سے اس کو رد نہ کیا گیا ہو۔ ت) خصوصاً یہاں تو حمل موجود ہے لہذا عقد نافذ ہو چکا اب اعتراض کی گنجائش نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۵ از ریاست رام پور محلہ زیارت ملا ظریف والی مرسلہ اکرام اللہ خاں صاحب عرف چندا میاں ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ زید کا نکاح اپنی برادری میں ایک عورت سے بایں صورت ہوا کہ گواہان نے مسماۃ مذکورہ کا نام ہندہ عرف خویلہ بنت عمرو جلسہ نکاح میں لے کر ادائے شہادت کی اس عورت مذکورہ کی تعریف و تعیین کما حقہ، نزد جلسہ ہوگئی اور کوئی شبہہ و اشتراک نزد زید و قرابت داران زید جو موجود تھے باقی نہیں رہا اور ایجاب و قبول ہو کر نکاح ہو گیا اور گواہان نکاح عورت مذکورہ کے قریبی رشتہ دار تھے جن کی گودوں میں عورت مذکورہ نے پرورش پائی ہے اب والدہ مسماۃ کہتی ہیں کہ نکاح صحیح منعقد نہیں ہوا اس لیے کہ نام عورت کا جلسہ نکاح میں غلط لیا گیا ہے اس کا نام کلثوم ہے، چنانچہ مُہر میں اُس کا نام کلثوم کندہ ہے حالانکہ سوائے مُہر کے ہر جگہ اس کا نام ہندہ ہے جتی کہ تنخواہ جو مقررہ گورنمنٹ ہے اُس کی وصول یابی کی رسیدوں میں بھی یہی نام ہندہ لکھا جاتا ہے اور نیز گورنمنٹ چٹھی میں بھی یہی نام درج ہوتا ہے اور جو عرائض گورنمنٹ میں قبل اس سے دی گئی ہیں اُن میں بھی یہی نام تحریر ہے اور عمرو کے انتقال کے بعد جو درخواست باستحقاق وراثت دی گئی ہیں اُن میں بھی یہی نام ہے غرضکہ عورت مذکورہ کے دونوں نام ہیں، ایسی حالت میں یہ نام غلط قرار دے کر نکاح کو غیر صحیح شرعاً مانا جائے گا یا یہ کہ عورت کے نام دونوں اور چونکہ ان دونوں

میں سے ہندہ بہ نسبت کلثوم کے زیادہ مشہور ہے اس لیے اس سے کافی طریق سے تعریف وتعیین عورت مذکورہ کی بوقت نکاح سمجھی گئی، اس بنیاد پر نکاح صحیح شرعی منعقد ہوگیا۔ امید کہ جواب صاف صاف مرحمت فرمائیے۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر ہندہ اس عورت کا نام ہے (نہ جس طرح عورتوں کو ہندہ سلمٰی مردوں کو زید عمرو سے تعبیر کرتے ہیں) اور اس نام اور صرف ذکر پدر بے ذکر جد سے حاضرین میں دو گواہان صالح شہادت نکاح مسلم نے اسے پہچان لیا تو نکاح صحیح ہوگیا اس کے دس نام اور بھی ہونا کچھ مضر نہیں لان المقصود التعریف لا تکثیر الحروف (کیونکہ مقصود پہچان ہے الفاظ کی کثرت مقصد نہیں۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۶: از چھم گاؤں ضلع پبنا بنگال مرسلہ سید عبدالاغفر صاحب ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ معتمد ومعتبر ایک گواہ مذکر سے بالغہ عورت کا نکاح درست ہوگا یا نہیں یعنی ایک گواہ سے نکاح درست ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

نکاح ایک گواہ سے نہیں ہوسکتا جب تک دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں عاقل بالغ مسلم نہ ہوں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۷: از گوپال نگر پرگنہ [illegible] مسئولہ نثار احمد صاحب ۱۳ ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ

www.alahazratnetwork.org

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے بھائی مرحوم عمر کی بی بی ہندہ سے بعد انقضائے میعاد عدت نکاح کی درخواست کی اس نے انکار کیا اور نہایت ناخوشی ظاہر کی تو زید کے رشتہ داران نے جبراً اذن لینا چاہا ہندہ نے رونا شروع کیا اور کہا کہ میں ہرگز رضامند نہیں تم جبر کرتے ہو اس وجہ سے کہ میرا کوئی عزیز ہمدرد یہاں موجود نہیں، ان لوگوں نے کہا کہ رونا بھی اذن میں شامل، نکاح پڑھا کر مٹھائی تقسیم کردی، بعد ایک ماہ کے ہندہ اپنے والدین کے یہاں کسی حیلہ سے چلی آئی اور جانے سے انکار ہے کہ میں نے اذن نہیں دیا فرضی نکاح پڑھا لیا میں ہرگز نہیں جاؤں گی۔ تو یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر اس نکاح کے بعد ہندہ نے زید کے ساتھ خلوت وصحبت بلاجبر واکراہ کی تو نکاح جب نافذ نہ تھا اب نافذ ہوگیا، اور اگر خلوت نہ کرنے دی یا وہ بھی بالجبر ہوئی تو ہندہ کی ناراضی سے وہ نکاح باطل محض ہوگیا، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۸: از موضع میراں پور مسئولہ سید عاشق حسین ولد محمد حسین ۱۲ شعبان ۱۳۳۸ھ

علمائے دین ونائب رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ بوقت نکاح کے وکیل کس طرف

کا ہونا چاہئے؟ اور شاہد کس طرف کے ہوں؟ اور ایک دینار شرع سلطانی کس قدر روپیہ کا ہوتا ہے اور کے درجوں پر منقسم ہے اور تعداد کیا کیا ہے؟

الجواب

وکیل کسی طرف کا ضرور نہیں، اور دونوں طرف سے ہوسکتے ہیں، خواہ ایک طرف سے ہو، جدھر سے چاہیں۔ اور شاہد وُہ دو مرد یا ایک مرد دو عورت عاقل بالغ آزاد مسلم ہیں کہ ایجاب وقبول معاً سُنیں اور نکاح ہونا سمجھیں، وہ کسی کی طرف کے نہیں ہوتے، یہ جو رسم ہے کہ دو گواہ معین کرتے ہیں بے اصل ہے جتنے حاضران جلسہ اُس صفت کے ہیں سب خود ہی شاہد ہیں کوئی انھیں مقرر کرے یا نہ کرے۔ دینار شرعی ساڑھے چار ماشہ بھر سونے کا تھا اور سلاطین کے دینار کوئی معین نہیں مختلف تھے۔ دینار شرعی دس درم تھا کہ یہاں کے دو روپے پونے تیرہ آنے اور کچھ کوڑیاں ہوا۔ غالباً نکاح کے درجوں سے سائل کی مراد مہر کے درجے ہیں۔ مہر کا اقل درجہ وہی دس درم بھر چاندی ہے اور اکثر کے لیے حد نہیں جتنا بندھے اور مہر حضرت بتول زہرا چار سو مثقال چاندی تھا کہ یہاں کے ایک سو ساٹھ روپے بھر ہوتی۔ اور مہر اکثر ازواج مطہرات پانسو درم کہ یہاں کے ایک سو چالیس روپے ہوئے اور مہر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالٰی عنہا وعنہن جمیعاً میں دو روایتیں ہیں چار ہزار درم کہ گیارہ سو بیس روپے ہوئے یا چار ہزار دینار کہ گیارہ ہزار دو سو روپے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۵۹: از فتحپور محلہ قضیانہ مکان میر خیرات علی تحصیلدار مسئولہ محمد صادق ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ہندہ بازاری عورت ہے اور وُہ زید کے پاس بلا نکاح مدت تک رہی، زید نے بلا علم واطلاع ہندہ کے قاضی کے سیاہہ میں اپنا ہندہ کے ساتھ نکاح درج کردیا، اس کے بعد ہندہ کی ماں وہیں لینے کی غرض سے آئی تو اُس وقت زید نے ہندہ سے کہا تُو نہیں جاسکتی تیرے ساتھ میرا نکاح ہوگیا، تب ہندہ کی ماں نے ہندہ سے کہا کہ ہمارا زیور اور کپڑا ہم کو دے دے تو مجھ سے حیلہ کررہی ہے تیرا نکاح ہوگیا ہے۔ اس پر ہندہ نے جواب دیا کہ زیور اور کپڑا نہ دوں گی اگر تم کہتی ہو کہ نکاح ہوگیا، تو جو کچھ ہونا تھا ہوگیا اگرچہ واقعی نکاح نہیں ہوا، اُس کے کچھ عرصہ بعد ہندہ زید کے پاس سے فرار ہوگئی تب زید نے کچہری فوجداری میں عورت کے بھگالے جانے کا دعوٰی کیا خارج ہوگیا، اس کے بعد طلب زوجہ کا دارالقضاء میں دعوٰی کیا، قاضی صاحب نے بعد لینے ثبوت و تردید کے دعوٰی ڈگری کیا جس کو آٹھ برس کا عرصہ ہُوا تو آیا یہ نکاح درست ہُوا یا نہیں جبکہ واقعی عورت سے اجازت نہیں لی گئی اور وُہ دوسرے کے ساتھ نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ اور یہ عورت بعد مفروری عرصہ دس بارہ سال سے زید کے ساتھ حرام کررہی ہے۔

الجواب

زید کا بے اطلاع ہندہ سیاہہ میں اُس کے ساتھ اپنا نکاح ہونا درج کرا دینا نکاح نہیں، نہ ہندہ کا کہنا کہ اگر تم کہتی ہو کہ نکاح ہوگیا تو جو کچھ ہونا تھا ہوگیا کسی طرح حدِ نکاح میں آسکتا ہے تو ہندہ ضرور بے نکاحی تھی۔ رہی دارالقضا کی ڈگری، اس کی تفصیل معلوم ہونی ضرور، دعوٰی کہ اس میں ہُوا شرائط شرعیہ پر صحیح تھا یا نہیں، ثبوت کیا گزرا اور وہ قوانین شرعیہ پر صحیح تھا یا نہیں، حکم کس نے دیا، اور وہ قاضی عندالشرع تھا یا نہیں، اگر ان میں سے ایک بات بھی کم ہے ہندہ بدستور بے نکاحی ہے زید کو اس پر کوئی دعوٰی نہیں پہنچتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

(اس کے بعد پھر وہیں سے سوال آیا جو مع جواب منقول ہے)

یہ واقعہ حیدرآباد دکن کا ہے وہاں حکومت کی طرف سے عدالت قضا قائم ہے جس میں طلاق، خلع، نکاح، ترکہ، مہر، طلب زوجہ کے مقدمات حسب قانون شرع شریف دائر ہوتے اور فیصل ہوتے ہیں مگر قاضی صاحب جنھوں نے اس مقدمہ کو فیصل کیا ہے غیر متشرع تھے یعنی داڑھی منڈی ہوئی لباس کوٹ پتلون مگر ساتھ ہی اس کے سفارش رشوت سے قطعی اجتناب رکھتے تھے اور اگرچہ ان جیسے فی زمانا حالت ہے اور نائب صاحب بھی بہت معمولی طور پر پڑھے ہوئے ہیں لہٰذا اس صورت واقعہ پر مسئلہ بالا کا کیا جواب ہوگا؟ بینوا توجروا

الجواب

www.alahazratnetwork.org

جبکہ وُہ قاضی منجانب سلطنت اسلامیہ فصل قضا پر مقرر ہے، اگر اس کے یہاں دعوٰی بروجہ صحیح شرعی ہوا اور ثبوت بروجہ شرعی گزرا اور قاضی نے ثبوت نکاح کا حکم دیا تو نکاح ثابت ہوگیا ہندہ بغیر موت یا طلاق دوسری جگہ نکاح نہیں کرسکتی،

کما فی الھدایۃ وتنویر الابصار[1] وغیرھما من معتمدات الاسفار ورجحہ المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر[2] وقد قال امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم شاھداك زوجاك[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جیسا کہ ہدایہ، تنویر الابصار وغیرہما کتب معتمدہ میں ہے اور فتح میں محقق علی الاطلاق نے اس کو ترجیح دی ہے اور حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کے بارے میں فرمایا کہ تجھے تیرے گواہوں نے بیاہ دیا ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۰: از ریاست جاورہ، لال املی مسئولہ ممتاز علی خاں اہلکار حساب ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کی بیع ولدیت زید سے مگر وقتِ نکاح بکر قائم کرکے

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب القضاء فصل فی الحبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۷۹

[2] فتح القدیر باب المحرمات نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۵۶

ایجاب وقبول ہُوا ہے تو ایسا نکاح درست ہُوا یا نہیں؟ نیز اس کا اصلی باپ یعنی زید زندہ موجود ہے بروقت نکاح نہ اس سے اجازت لی گئی نہ اُسے اطلاع دی، صورتِ مسئولہ میں اگر نکاح نہیں ہُوا تو کیا ہندہ اپنی منشا کے موافق اپنے کفو میں نکاحِ ثانی کرسکتی ہے؟ ایامِ عدت کی قید ہے یا نہیں؟ ہندہ بالغہ ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر ہندہ اس جلسۂ نکاح میں حاضر نہ تھی اور اس کی طرف اشارہ کرکے نہ کہا گیا کہ اس ہندہ بنت بکر کا نکاح تیرے ساتھ کیا بلکہ ہندہ کی غیبت میں یہ الفاظ کہے گئے تو ہندہ کا نکاح نہ ہُوا، نہ اُسے طلاق کی حاجت' نہ عدت کی ضرورت، جس سے چاہے اپنا نکاح کرسکتی ہے کہ نکاح تو ہندہ بنت بکر کا ہُوا اور یہ ہندہ بنت بکر نہیں، ہاں اگر بکر نے اسے پرورش یا متبنی کیا تھا اور وہ عرف میں ہندہ بنت بکر کہی جاتی ہے اور اس کہنے سے اسی کی طرف ذہن جاتا ہے تو نکاح ہوگیا اب بغیر طلاق ہندہ کو مخلص نہیں۔ درمختار میں ہے:

غلط وکیلہا بالنکاح فی اسم ابیہا بغیر حضورہا لم یصح[1]

لڑکی کی غیر موجودگی میں اس کے وکیل نے لڑکی کے باپ کا نام غلط کہہ دیا تو نکاح صحیح نہ ہوگا (ت)

عالمگیری میں ہے:

قال امرأتہ عمرۃ بنت صبیح طالق وامرأتہ عمرۃ بنت حفص ولا نیۃ لہ لاتطلق امرأتہ فان کان صبیح زوج أم امرأتہ وکانت تنسب الیہ وھی فی حجرہ فقال ذٰلک وھو یعلم نسب امرأتہ اولا یعلم طلقت امرأتہ[2]

www.alahazratnetwork.org

کسی شخص نے طلاق دیتے وقت اپنی بیوی کا نام عمرہ بنت صبیح کو طلاق کہا جبکہ اس کی بیوی کا نام عمرہ بنت حفص ہے تو طلاق کے وقت اس شخص نے کوئی نیت نہ کی تو اس کی بیوی کو طلاق نہ ہوگی، اور اگر اس کی بیوی عمرہ کی ماں کے دوسرے خاوند کا نام صبیح تھا اور یہ عمرہ اپنی ماں کے ساتھ صبیح کی پرورش میں رہی اس وجہ سے عمرہ صبیح کی طرف منسوب ہوتی ہے اور خاوند کو عمرہ کے اصل نسب کا علم ہے یا نہیں، دونوں صورتوں میں اس کی بیوی عمرہ کو طلاق ہوجائیگی۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ازمیرٹھ صدر بازار محلہ سوتی گنج مرسلہ مولوی محمد افضل صاحب کابلی تعلیم یافتہ مدرسہ منظر اسلام بریلی امام مسجد سوتی گنج ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

چہ مے فرمایند دریں مسئلہ کہ در ملک ہند علماء فتوٰی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندوستان کے

---

[1] درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۷

[2] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی فی ایقاع الطلاق الفصل الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۵۸

وا دند کہ بعد منگنی دختر دیگر جائے نکاح کردن مے تواند حقیر ناجائز پندارد چرا کہ ایجاب وقبول از جانبین ثبوت شود از جانب بچہ گویند کہ "دے دو" واز جانب دختر گویند "دے دیا" یا "دے چکا" یا "سگائی کر چکا" ایں الفاظ برائے وضع عقد ست اگر ایں طور گویند کہ "دیں گے" تو خیر، جناب مولایم عجیب افسوس کہ دیوبندی ہداہم اللہ دین او خراب ومسلمان را نیز بیخ کنی کردند اگر ایں فتوی غلط باشد از ایشاں ہزاراں نطفۂ زنا در عالم منتشر شدہ تدارک ایں عمل بفرمایند۔

علماء فتوٰی دیتے ہیں کہ منگنی کے بعد لڑکی کا دوسری جگہ نکاح جائز ہے لیکن یہ ناچیز اس کو ناجائز سمجھتا ہے کیونکہ ایجاب وقبول جانبین سے ثابت ہوجاتا ہے لڑکے والے "دے دو" کہتے ہیں اور لڑکی والے "دے دی" یا "دے چکا" کہتے ہیں یا "سگائی کر چکا" کہتے ہیں۔ یہ الفاظ عقد نکاح کے لیے وضع ہیں، ہاں اگر لڑکی والے "دیں گے" کہیں تو خیر ہے۔ جناب میرے آقا عجیب افسوس ہے کہ دیوبندی جن کا دین خود خراب ہے وہ مسلمانوں کی بیخ کنی کر رہے ہیں، اگر علماء کا یہ فتوٰی غلط ہو تو ان کی وجہ سے دُنیا میں ہزاروں نطفۂ زنا پھیلے ہوئے ہیں اس لیے اس عمل کا تدارک فرمادیں۔ (ت)

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، لفظ "سگائی کر چکا" خود ظاہر است سگائی نسبت ووعدۂ عقد را گویند نہ عقد را "دے دیا" یا "دے چکا" از انجا کہ مجلس مجلس وعدمی باشد نہ مجلس عقد ہمیں بر وعد محمول می شود نہ بر عقد در شرح امام طحاوی و فتح[1] و درمختار[2] و ردالمحتار ست لوقال ھل اعطیتنیہا فقال اعطیت ان کان المجلس للوعد فوعد و ان کان للعقد فنکاح[1] وچہ گونہ نکاح شود حالانکہ شرط او حضور دو گواہ ست کہ فہمند کہ ایں نکاح ست فی التنویر مع الدر وشرط حضور شاھدین فاھمین انہ نکاح علی المذھب بحر[2] و اینجا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، "سگائی کر چکا" کا لفظ خود ظاہر ہے کہ "سگائی" نسبت اور وعدۂ نکاح کو کہتے ہیں نہ کہ نکاح کو۔ لڑکی والوں کا "دے دیا یا دے چکا" کہنا مجلس وعدہ میں وعدہ پر محمول ہوگا نہ کہ عقد نکاح پر، امام طحاوی کی شرح، فتح، درمختار اور ردالمحتار میں ہے کہ اگر مرد نے کسی کو کہا تُو نے مجھے لڑکی دی، تو اس نے جواب میں کہا کہ میں نے دی۔ تو اگر یہ مجلس وعدہ اور منگنی ہو تو وعدہ اور منگنی ہے اور اگر مجلس عقد ہے تو نکاح ہے، پھر مسئولہ صورت میں نکاح کیسے ہوسکتا ہے جبکہ نکاح کے لیے دو گواہوں کی موجودگی بایں طور شرط ہے کہ وہ اس کو نکاح سمجھیں۔ تنویر اور در

[1] فتح القدیر کتاب النکاح مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۰۳
[2] درمختار شرح تنویر الابصار مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۶

اگر ہزار حاضر باشند ہیچ کس نکاح نہ فہمد کہ منگنی نزد ایشاں چیزے از مقدمات نکاح ست نہ نکاح۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

میں بے نکاح میں دو گواہوں کا ہونا جو یہ سمجھیں کہ یہ نکاح ہے شرط قرار دیا گیا، یہ مذہب ہے بحر۔ اور یہاں مذکورہ صورت میں مجلس میں ہزار بھی ہوں تو کوئی بھی اس کو نکاح نہ سمجھیں گے کیونکہ منگنی کو وہ نکاح نہیں بلکہ اس کے مقدمات میں سے سمجھتے ہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ از کوٹ نیاں ضلع لاہور مسئولہ ضیاء الدین انچارج اصطبل گورنمنٹ ۹ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے حسب ہدایت والد خود جس نے اس کی ہدایت کی تھی کہ اپنی فلاں دختر کا ناطہ اپنے فلاں برادر حقیقی کو دینا تب سے راضی ہو گیا چنانچہ اپنے والد کی موجودگی اور چند مسلمانوں کی مجلس میں اپنے برادر حقیقی کو مخاطب کرکے کہا میں نے اپنی فلاں نام والی دختر بالغہ کا ناطہ تمہارے فلاں بالغ کو دے دیا، والد پسر نے قبول کرلیا، آیا ہر دو ولیوں کے ایجاب و قبول سے یہ نکاح منعقد ہو گیا یا نہیں؟ اگر ہو گیا تو اب والد دختر اس دختر کا اور جگہ نکاح کرسکتا ہے بغیر طلاق کے، اور ولی اور گواہان و نکاح خواں نکاح ثانی کے واسطے حکم شرعی کیا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

www.alahazratnetwork.org

ناتا دینا عرف میں منگنی کرنے کو کہتے ہیں اور منگنی نکاح نہیں، اس صورت میں جب تک عقد نکاح نہ ہو والد دختر دوسری جگہ اس کا نکاح کرسکتا ہے، اور نکاح خواں وغیرہ پر کوئی الزام نہیں۔ اور اگر کہیں کے عرف میں ناتا کرنا نکاح کر دینے کو بھی کہتے ہیں تو وہاں دیکھا جائے گا کہ وہ مجلس جس میں یہ الفاظ ادا ہوئے عقد نکاح کے لیے تھی یا منگنی کے لیے، اگر منگنی کے لیے تھی تو وہی حکم ہے کہ نکاح نہ ہوا، اور والد دختر کو اختیار ہے، اور اگر نکاح کے لیے تھی اور حاضرین میں سے کم از کم دو شخصوں نے کہ اس نکاح کے گواہ ہوسکتے ہوں وہ ایجاب و قبول سنے اور سمجھے کہ یہ نکاح ہو رہا ہے تو نکاح ہو گیا اب دوسری جگہ اس کا نکاح نہیں ہوسکتا، والد دختر اور نکاح خواں اور گواہان نکاح ثانی جن جن کو معلوم تھا کہ اس کا نکاح پہلے ہوچکا ہے سب مبتلائے حرام ہوں گے۔ درمختار میں ہے:

هل اعطيتنيها ان المجلس للنکاح فنکاح وان للوعد فوعد[1] واللہ تعالٰی اعلم

اگر ایک نے دوسرے کو کہا کیا تُو نے مجھے دی، دوسرے نے جواب میں "دی" کہا، تو اگر یہ مجلس نکاح ہو تو نکاح ہوگا، اور اگر مجلس وعدہ ہے تو منگنی ہوگی، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۵

مسئلہ ۶۳: از دہلی پہاڑ گنج مسجد غریب شاہ مسئولہ سید عبدالکریم صاحب قادری رضوی ۹ شوال ۱۳۳۹ھ

بخدمت جناب قبلہ حضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب نائب رسول صلے اللہ علیہ وسلم دامت برکاتہم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شریف زادہ نے ایک عورت کو جو قوم کی چماری تھی مسلمان باقاعدہ کیا اور اس سے نکاح کیا اور اپنے مکان میں لے گیا، جب اہل برادری کو معلوم ہُوا کہ اس نے خاندان قادریہ اور سادات کے بٹا لگا دیا کہ چماری کو مسلمان کرکے نکاح پڑھ لیا اور پردہ میں بٹھالیا، وہ عورت دو سال سے بیوہ تھی، تمام اہل برادری اور تمام مسلمانوں اور ہندوؤں نے اس عورت کو بے پردہ کیا اور بے عزتی کی اور غیر محرموں نے مارپیٹ بھی کی اور اُسے تھانہ میں پہنچا دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ اس عورت نومسلمہ کے ساتھ ایسا کرنے کی اللہ و رسول جل وتعالٰی وصلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اجازت دیتے ہیں یا نہیں؟ اور جو لوگ اس میں شریک ہُوئے وُہ کس گناہ کے مرتکب ہیں یا جس نے مسلمان کرکے اسے اپنے نکاح میں لایا وہ گنہگار ہے اور اس سے ترکِ موالات کرنا برادری سے خارج کرنا اس کا حُقّہ پانی بند کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ عورت کفو میں کب آسکتی ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

مسلمان کرنا باعثِ اجرِ عظیم ہے اور اُس سے نکاح کرکے پردہ میں بٹھانا بھی کارِ خیر ہے اور اس بنا پر اسے برادری سے خارج کرنا ظلم ہے، اور اس مسلمہ عورت کے ساتھ جو زیادتی اور مارپیٹ اور بے پردگی کی گئی سب حرام اور سخت حرام اور ظلم شدید تھا، ایسا کرنے والے حق العبد میں گرفتار ہیں اور اللہ و رسول اُن سے ناراض و بیزار ہیں جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ بالغ مرد کے لیے کفاءت کچھ شرط نہیں، واللہ تعالٰی اعلم

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۶۴: از رامہ تحصیل گوجر خاں ضلع راولپنڈی ڈاکخانہ جاتلی مسئولہ محمد جی ۲۷ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مدعی کے تین شاہد شہادت دیتے ہیں کہ والدِ دختر نابالغہ نے سفر سے ایک خط اپنے بھائی کو لکھا کہ میری دختر نابالغہ فرحان بی بی کا ناتا یا نکاح جس جگہ تمہاری مرضی ہو کردو، ہم لوگ اُس کاغذ کے سامعین ہیں، بعدہٗ اُس وکیل والد نے ایک لڑکے نابالغ مسمّی کمتر کہ جس کا کوئی عصبہ زندہ نہیں ہے کنایہ نکاح کے طور پر کر دیا تھا اور لڑکے معلوم کی طرف سے اُس کے ماموں نے اُس کے لیے قبول کرلیا ہے اور ہم نے یہ نکاح ہی سمجھا ہے، یہ تقریر شاہدین مدعی کی تمام ہے، اب والدِ دختر معلومہ کا سفر سے بالکل منکر ہے اور گواہ اُس کے بھی منکر ہیں تقریر بالا سے، یا کہتے ہیں کہ ناتا ہوا ہے نہ نکاح، حالانکہ وکیل فوت ہوگیا ہے اور کاغذ بھی گم ہوگیا ہے، قیمت کاغذ دی جائے گی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بات صاف لکھئے ایجاب کس نے کیا، قبول کس نے کیا، ایجاب کے کیا لفظ تھے، قبول کے کیا لفظ تھے، لڑکی کا چچا جس کو اس کے باپ نے وکیل کیا تھا اس نے خود پڑھایا تھا یا کسی سے پڑھوایا تھا یا کسی نے بطورِ خود پڑھادیا تھا اور وہ وکیل والد اُس جلسے میں موجود تھا یا نہ تھا، اور جب والد لڑکے کا موجود تھا تو لڑکے کی طرف سے ماموں نے کیوں قبول کیا، والدِ پسر کے کہنے سے یا بطورِ خود، اور والدِ پسر نے اس پر کیا کہا، اور جب وہ الفاظ کنایہ تھے تو ان لوگوں نے کس قرینہ سے نکاح ہونا سمجھا اور دختر کا والد کس بات سے منکر ہے اُس وکیل کرنے سے یا نکاح ہونے سے، اور وہ خط ڈاک میں آیا تھا یا آدمی کے ہاتھ، اور یہ جو مدعی کے تین گواہ ہیں ان کے سامنے پڑھا گیا یا ان کے سامنے والدِ دختر نے لکھا تھا، اور یہ گواہ فقط پرہیزگار ہیں یا کیسے، ان سب باتوں کے مفصل جواب آنے پر جواب ہوسکے گا۔ قیمت کاغذ کی نسبت پہلے آپ کو لکھ دیا گیا کہ یہاں فتوی اللہ کے لیے دیا جاتا ہے بیچا نہیں جاتا، آئندہ کبھی یہ لفظ نہ لکھئے۔ فقط۔

مسئلہ ۶۵: از زامہ تحصیل گوجرخاں ضلع راولپنڈی ڈاکخانہ جاتلی مرسلہ محمد جی صاحب ۸ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ

باپ نے برادر کو خط لکھا کہ میری دختر نابالغہ کا ناتہ یا نکاح جہاں تمہاری مرضی ہو کردو، مکتوب الیہ نے باجازت باپ کے ایک جگہ اس نابالغہ کا نکاح کردیا، ایجاب کے الفاظ یہ ہیں "دختر معلومہ فلاں لڑکے کو میں نے دی ہے" اور نابالغ لڑکے کی جانب سے قبول اس کے ماموں نے کیا ہے، اور تین گواہ کہتے ہیں کہ وہ خط ہم نے خود سُنا ہے کہ باپ نے برادر کو اجازت نکاح دخترِ نابالغہ معلومہ دی ہے اور ہم نے مجلس میں ذکر نکاح کا سُنا ہے اور نکاح کے وقت باپ سفر میں تھا اور خط بھی گم ہوگیا ہے اور بعد نکاح چند روز بعد مکتوب الیہ فوت ہوگیا۔ اب باپ سفر سے آیا ہے وہ کہتا ہے میں نے برادر کو کوئی اجازت نہیں دی اور اس کے گواہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بات بالکل نہیں ہوئی لیکن یہ گواہ باپ کے بہت فاسق ہیں اور تین گواہ جو بالا مذکور ہیں وہ فاسق نہیں ہیں۔

الجواب

جبکہ باپ اُس خط کے لکھنے سے منکر ہے تو اُسے کسی شہادت کی حاجت نہیں، شہادت اُس کی ہونا چاہئے تھی کہ ہمارے سامنے اس نے یہ خط لکھا ہے، اس پر کوئی شہادت نہیں، گواہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے خط سُنا یہ شہادت کچھ معتبر نہیں، لہذا اجازت دینا ثابت نہیں، باپ کے انکار سے وہ نکاح باطل ہوگیا جبکہ وہ حلف سے کہہ دے کہ وہ خط میں نے نہ لکھا تھا نہ میں نے بھائی کو اجازت دی تھی لان الخط یشبہ الخط ولا حجۃ الا البینۃ او الاقرار او النکول (کیونکہ خط، خط کے مشابہ ہوتا ہے، گواہی، اقرار اور قسم سے انکار کے علاوہ کوئی حجت نہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۶ تا ۷۲: از بنارس محلہ پتر کنڈہ مرسلہ جناب مولانا مولوی عبدالحمید صاحب پانی پتی زید کرمہ 1/1
۲۷ شعبان ۱۳۳۸ھ

علمائے دین ان مسائل میں کیا فرماتے ہیں:

(۱) نابالغ لڑکے اور لڑکی سے ایجاب وقبول کرانے سے نکاح صحیح ہوتا ہے یا نہیں؟

(۲) یہاں دستور ہے کہ نکاح خواں نابالغ کے باپ یا کسی اور ولی سے اجازت لے کر دو گواہوں کے ساتھ نابالغہ دلہن کے پاس آتے ہیں اور اس کو پہلے کلمۂ شہادت و آمنتُ باللہ پڑھا کر کہتے ہیں کہ تمہارا نکاح بعوض عہ مہر کے فلاں لڑکے مسمی فلاں سے ہوتا ہے تم نے قبول کیا، کہو ہاں قبول کیا، اسی طرح تین بار کہلاتے ہیں، اس کے بعد نابالغ دولہا کے پاس آتے ہیں اور وہی سب کلمات پڑھا کر کہتے ہیں کہ فلاں کی لڑکی مسماۃ فلاں بعوض عہ مہر کے تمہارے نکاح میں آتی ہے تم نے قبول کیا، کہو ہاں قبول کیا۔ اسی طرح تین بار کہتے ہیں، غرض دونوں جانب قبولیت ہوتی ہے ایجاب کا پتا نہیں، شرعًا یہ نکاح صحیح ہوجاتا ہے اور اس مجلس میں لبا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دلہن یا دولہا نابالغان کے وہ سب یا اور ولی موجود نہیں رہتے بلکہ وہ اپنے اور کاموں میں مشغول رہتے ہیں اس طریقہ میں شرعًا جو خرابی اور نقص ہو اس کی تصریح فرمائیں، اور شرعًا جو طریقہ نکاح مسنون کا ہو ارشاد فرمائیں۔

www.alahazratnetwork.org

(۳) اگر ولی خطبہ مسنونہ پڑھنے یا صرف ایجاب وقبول کرنے پر قادر ہو تو غیر سے ایجاب وقبول کرانا کیسا ہے؟

(۴) نکاح خواں کو اجرت لینا اور دینا کیسا ہے؟

(۵) اگر اجرتِ نکاح اپنے مصرف میں نہ لائے بلکہ مسجد کے تیل اور چٹائی میں صرف کرے تو جائز ہے یا نہیں؟

(۶) نوشہ کے سر پر پگڑی رکھنے کے واسطے اس کے پھوپھا یا بہنوئی کو بلاتے ہیں، جب تک یہ نہیں آتے دوسرا پگڑی نہیں رکھ سکتا، جب یہ آتے ہیں تو بغیر دس پانچ روپے لیے نہیں رکھتے، جب کم ہوتا ہے تو لینے پر انکار اور زیادتی پر اصرار کرتے ہیں، جب حسبِ مرضی پالیتے ہیں تو رکھ دیتے ہیں، اور بعض پھوپھا یا داماد قبل لینے کے رکھ دیتے ہیں اس کے بعد جو ملا لے لیا، اور بعض کچھ اصرار کرکے اور زیادہ لیتے ہیں آیا شرعًا یہ لینا دینا کیسا ہے؟ اور اس کو ضروری حق سمجھنا اور اس پر اہتمام واصرار کرنا کیسا ہے؟

(۷) شرعًا ولیمہ کی تعریف کیا ہے اور اس کی مدت کتنے روز تک ہے؟

(الف) پہلے دعوت کرنا پھر بارات اور رخصتی کرکے دلہن لانا یہ ولیمہ ہے یا نہیں؟

(ب) نابالغ کی رخصتی کے بعد چونکہ زفاف نہیں ہوتا تو بعد دلہن لانے کے دعوت کرنا ولیمہ مسنون ہے؟

یا نہیں؟

(ج) اگر ولیمہ بارادہ سنّت نہ کرے بلکہ خیال نام آوری و برادری سے سُرخ رُوئی مقصود ہو اور یہ کہتا رہے کہ چونکہ دس دفعہ بھاتی لوگ کے یہاں کھا آئے ہیں لہذا برادری کو کھلانا ضرور ہے چاہے ہمارے پاس ہو یا نہ ہو، یہ دعوت کیسی ہے؟ اور مستطیع غیر مستطیع دونوں کا حکم فرمائیے۔

الجواب

(۱) نابالغ لڑکے اور لڑکی جن کا تلفظ کلام سمجھا جائے اور وہ الفاظ و معنی کا قصد کر سکیں اُن کا ایجاب و قبول خود ہو یا دوسرے کی تلقین سے صحیح ہے، پھر اگر باجازت ولی ہے نافذ بھی ہے ورنہ اجازتِ ولی پر موقوف جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) اس کا جواب جوابِ سوال اوّل میں آگیا اور ان عقود میں جو کلام پہلے ہے وہ ایجاب ہے اگرچہ بلفظِ قبول ہو اور جو بعد کو ہو وہ قبول، اور جب باذنِ ولی ہو تو ولی کا وہاں موجود ہونا ضرور نہیں، اور بلا اذن ہو تو اس کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ اور مسنون طریقہ یہ ہے کہ اولیاء خود ایجاب و قبول کریں یا ان کی اجازت سے ان کے وکیل نابالغوں سے کہلوانے کی کوئی حاجت نہیں۔

(۳) کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

www.alahazratnetwork.org

(۴) جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۵) جب جائز ہے تو مسجد میں دینا اور بہتر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۶) یہ ایک مخترع رسم ہے، اسے ضروری سمجھنا ناجائز۔ اور اگر اصرار حدِ ناگواری تک ہو تو حرام، ورنہ آپس کے معاملات میں جن پر شرع سے منع وارد نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۷) شبِ زفاف کی صبح کو احباب کی دعوت کرنا ولیمہ ہے، رخصت سے پہلے جو دعوت کی جائے ولیمہ نہیں، یونہی بعد رخصت قبلِ زفاف اور ریا و ناموری کے قصد سے جو کچھ ہو حرام ہے، اور جہاں اسے قرض سمجھتے ہیں وہاں قرض اتارنے کی نیت میں حرج نہیں اگرچہ ابتداءً یہ نیت محمود نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از سلطان پورہ بکر اسٹیٹ مسئولہ مرتضٰی خاں پی سارجنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس آفس ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید قاضی ہے مگر وکالت کرتا ہے اُس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

وکالت کا پیشہ جس طرح آج کل رائج ہے شرعاً حرام ہے، ایسے شخص کو قاضی کرنے کی اجازت نہیں۔ واللہ اعلم

مسئلہ از سلطان پور (اودھ) محلہ پرتاب گنج مرسلہ حافظ عبدالحمید و عبدالغنی صاحبان ۴ رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ

زید نے پسر بکر سے اپنی لڑکی ہندہ کا نکاح بموجودگی خود کیا اور ہندہ کئی بار اپنی سسرال بھی گئی پھر مخاصمت کی وجہ سے رخصتی تین سال سے بند کر دی، ہندہ اپنے والد زید کی وجہ سے مجبور ہے، اب زید نے ایک دعوٰی فسخ نکاح کا اپنی لڑکی کے نام سے دائر کیا ہے کہ میرا نکاح نابالغی کی حالت میں ہوا، زید کا بیان ہے کہ لڑکی کا نکاح میری عدم موجودگی میں ہوا ہے کیونکہ میں شادی کا سامان مہیا کر کے کسی ضرورت سے ہفتہ عشرہ کے لیے کسی دوسرے شہر کو چلا گیا تھا بی بی نے میری بے اجازت نکاح کر دیا اس پر کچہری میں زید نیز اہل محلہ نے حلف اُٹھایا حالانکہ دعوٰی اس بنا پر خارج ہو گیا کہ بکر کے وکلا نے اس بات کو ثابت کر دیا کہ زید خود موجود تھا اور زید کی اجازت سے قاضی نے نکاح پڑھایا" لہذا زید و معین زید کا شرعاً کیا حکم ہے؟ اور ایسے جھوٹے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا؟

الجواب

حدیث میں ہے:

شاھد الزور لاتزول قدماہ حتی یوجب اللہ لہ النار[1]

جھوٹا گواہ وہاں سے اپنے پاؤں ہٹانے نہیں پاتا کہ اللہ تعالٰی اس کے لیے جہنم واجب کر دیتا ہے۔

گواہوں کا تو یہ حال ہے، اور زید پہلا سبب کہ یہ وبال ہے کہ وہی ان کو جھوٹی شہادت پر باعث ہوا۔ پھر انھوں نے عورت کو شوہر سے جدا کرنا اور منکوحہ کو غیر منکوحہ ٹھہرانا چاہا یہ دُوسرا کبیرہ ہے۔ غرض یہ سب لوگ فاسق معلن ہیں ان کو امام بنانا گناہ، اور ان کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ، اور پڑھ لی ہو تو پھیرنی واجب۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مسئولہ سید ایوب علی صاحب ساکن بریلی محلہ بہاری پور کنگران

جو شخص وہابیہ سے میل جول اور باہمی شادی بیاہ رکھتا ہو اور یہ جانتے ہوئے کہ یہ وہابی ہے اُس کے یہاں شادی بیاہ کر سکتے ہیں جبکہ یہ معلوم ہے کہ وہابیہ سے اس کا میل جول ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

وہابیہ سے میل جول رکھنے والا ضرور وہابی ہے کہ وہابیہ کو گمراہ بددین نہیں جانتا تو خود گمراہ بددین ہے اور اُس کے ساتھ مناکحت ہو ہی نہیں سکتی، اور اگر ان کو گمراہ بددین جانتا اور کہتا ہے پھر بھی ان سے میل جول رکھتا ہے تو سخت فاسق بیباک ہے اُس کی مناکحت سے احتراز چاہیے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] تاریخ بغداد محمد بن عیسٰی دارالکتاب العربی بیروت ۲/ ۴۰۳
سنن ابن ماجہ باب شہادات الزور ص ۱۷۳، تاریخ کبیر باب ش ۱/ ۲۰۸

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ازموضع میرکل پور ڈاکخانہ لاہرپور ضلع سیتاپور مسئولہ محمد حسین صاحب طالبعلم ۱۱ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے شادی کا پیام دیا اور اُس میں یہ اظہار کیا کہ لڑکا لہرپور کا ہے وہ لڑکا قصبہ برگام پور کا نکلا۔ مزید برآں نوشہ کے تعین علم میں اختلاف رہا، لڑکی تو کہتی ہے کہ میرا نکاح عبدالرحمن بن کلو کے ساتھ پڑھا گیا اور قاضی کا بھی یہی قول ہے مگر گواہ لعل محمد بن منوں بتلاتے ہیں اور وکیل لعل محمد بن کلو کا مدعی ہے اور وہ لڑکا جو نوشہ بن کر آیا تھا وہ دراصل برگام کا تھا اور اس کا نام لعل محمد بن منوں تھا، اس صورت میں نکاح کس کے ساتھ ہوا اور اس میں شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

رائج یوں ہے کہ عورت یا اس کے ولی سے اذن لے کر دولھا سے خطاب کرتے ہیں کہ فلاں لڑکی اتنے مہر پر تیرے نکاح میں دی، وہ کہتا ہے میں نے قبول کی۔ اس صورت میں جس سے خطاب کیا گیا اور اس نے قبول کیا اُسی کے ساتھ نکاح ہوا، کہیں کا رہنے والا ہو اور اس کا کچھ بھی نام ہو۔ پھر اگر بالغہ عورت یا نابالغہ کے ولی نے اُسی کے لیے اجازت دی تھی جب تو یہ نکاح نافذ ہوگیا اگر کوئی مانع شرعی نہ ہو، ورنہ فضولی کا نکاح ہوا عورت یا اس کے ولی کی اجازت پر موقوف رہا، اگر جائز کیا جائے جائز ہوگیا، رَد کیا جائے باطل ہوگیا، یہ تو نکاح ہونے نہ ہونے کا حکم ہے، رہا یہ کہ نکاح ہُوا اور مرد نے دعوٰی کیا کہ میرے ساتھ اس کا نکاح ہوا اور اُس عورت کے وکیل اور گواہوں کے بیان میں اختلاف ہُوا، کسی نے کسی کے ساتھ نکاح ہونا بیان کیا دوسرے نے کسی کے ساتھ، اگر دو گواہ شرعی عادل قابل قبول دعوٰی مدعی کے مطابق گواہی دے دیں گے دعوٰی ڈگری کردیا جائے گا عورت و وکیل کچھ کہا کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از نوشہرہ تحصیل جامپور ضلع ڈیرہ غازی خاں مسئولہ عبدالغفور صاحب ۱۴ محرم ۱۳۳۹ھ

ایک شخص کہتا ہے کہ میری اپنی عورت کے ساتھ تن بخشی ہے، آیا شرعاً تن بخشی کوئی چیز معتبر ہے یا نکاح؟ بینوا توجروا

الجواب

تن بخشی پر قناعت صریح زنا ہے اگر اسے حلال جانے تو کافر۔

انما کان ذٰلک من خصائصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، قال تعالٰی خالصۃ لک من دون المؤمنین[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص میں سے ہے، اللہ تعالٰی نے فرمایا: یہ خالص آپ کے لیے ہے مومنین کے لیے نہیں۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن ۳۳/۵۰

دُوسرا مسئلہ: ایک شخص نے دُعائے خیر جلسہ میں کہہ دی کہ میں نے لڑکی اپنی اس شخص مثلاً زید کو دی، بعدہٗ وہ یعنی باپ لڑکی کا مرگیا اس کے وارثان نے اُس لڑکی کا عقد نکاح دوسرے شخص کو کردیا، آیا دعاءِ خیر جائز ہے یا وارثان کا نکاح جائز ہے؟

الجواب

دُعائے خیر سے اگر وعدہ سمجھا جاتا ہے تو وارثوں نے جو یہ نکاح کیا، جائز ہے۔ اور اگر اُسی وقت نکاح کردینا مقصود ہوتا ہے اور زید نے اُسی جلسہ میں قبول کیا اور دو گواہوں نے معاً سُنا اور نکاح ہونا سمجھا تو نکاح ہوگیا، دوسرا نکاح باطل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹: از آمد تحصیل گوجرخان ضلع راولپنڈی ڈاکخانہ جاتلی مسئولہ تاج محمود صاحب ۵ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین زید کے بارے میں تین افراد شہادت دیتے ہیں کہ مدعی علیہ نے والد لڑکے کو بولا ہے کہ میں نے اپنی دختر نابالغہ فلانی تمہارے فلانے لڑکے کو دے دی ہے اس نے قبول لڑکے معلوم کے لیے کرلی ہے اور اس مجلس میں نہ ذکر نکاح کا ہُوا نہ خطبہ پڑھا گیا، نہ ذکر مہر کا ہوا، اس کے علاوہ مدعی علیہ بھی کہتا ہے کہ میں نے ارادہ ناطہ کا کیا ہے نہ نکاح کا، اب یہ نکاح ہوگا یا خطبہ یا ناطہ؟

(۲) قرینہ نکاح کا خطبہ اور ذکر مہر کا ہر دو ہوویں گے یا فہم شہود نکاح کا فقط کافی ہوگا یا نیت ولیِ دختر پر ہے؟

www.alahazratnetwork.org

الجواب

(۱) خطبہ پڑھا جانا یا ذکرِ مہر ہونا کچھ شرطِ نکاح نہیں، وہ مجلس اگر عقد کے لیے تھی عقد ہوگیا اور اگر مجلس وعدہ تھی اور حاضرین نے اسے وعدہ ہی سمجھا تو وعدہ ہُوا نکاح نہ ہُوا،

فی الدر المختار ان المجلس للوعد فوعد وللعقد فعقد[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے کہ اگر یہ مجلس وعدہ (منگنی) کے لیے ہے تو منگنی ہے اور مجلس نکاح ہے تو نکاح ہوگیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) نکاح بالفاظِ صریحہ میں نیت شرط نہیں، الفاظِ ایجاب وقبول ہونا اور دو شاہدوں کا سمجھنا کہ یہ نکاح ہورہا ہے کافی ہے، ذکرِ مہر نہ ضرور نہ قرینہ اور خطبہ اگرچہ ضروری نہیں مگر قرینہ نکاح ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۵

مسئلہ از پنڈی گھیب ڈاک خانہ خاص ضلع اٹک مسئولہ مولوی غلام محی الدین امام و مدرس جامع مسجد ۲۰ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت عاقلہ بالغہ بعض غیر تعلقداروں یا کران ذوی الارحاموں (جن کا ولایتِ نکاح میں کوئی حق نہیں) کے ورغلانے بہکانے پر کچہری میں جاکر درخواست پیش کرے کہ میں جوان ہوں اور اپنے حسبِ منشا نکاح کرنا چاہتی ہوں اور میرے والی مثلاً باپ یا کہ بھائی یا دیگر عصبوں سے مجھے روکتے ہیں سرکار کو اطلاع دیتی ہوں کہ مجھے اجازت دی جائے کہ میں جہاں طبیعت ہو نکاح کراؤں والیوں کی رکاوٹ مجھے نہ ہو۔ اور کچہری گورنمنٹ اسے اجازت دے دے اور وہ جہاں چاہے نکاح کرالیوے۔ والی خوش ہوں یا ناراض۔ اگر اسی موقعہ پران ورغلانے والوں اور ذوی الارحاموں کو کوئی مولوی کہے میاں! یہ تمھارا نکاح اچھا نہ ہوگا باپ یا دیگر والی کو تم ضرور مجلس نکاح میں بلاؤ تو وہ کہیں کہ لڑکی عاقلہ بالغہ جوانہ خود مختار ہے کسی والی کا کوئی ایک ذرہ تک تعلق نہیں ہم ابھی کرتے ہیں پھر جس مولوی نے توڑا تو دیکھا جائے گا مولوی کیا کرے گا جب کچہری نے اجازت دے دی۔

الجواب

یہ حالت غالباً اس صورت میں ہوتی ہے کہ عورت جس سے نکاح کرنا چاہتی ہے وہ غیر کفو ہو یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ میں ایسا کم کہ اس سے اولیائے زن کے لیے باعث ننگ و عار ہو، ایسا نہ ہو تو اس درجہ بے حیائی کیوں اختیار کرے اور اس صورت میں نکاح باطل محض ہے، جب تک ولی پیش از نکاح اُسے غیر کفو جان کر بالتصریح اجازت نہ دے۔ دُرِمختار میں ہے،

(ویفتی) فی غیر الکفو (بعدم جوازہ اصلا) وھو المختار للفتوی لفساد الزمان[1]	غیر کفو میں نکاح کے عدمِ جواز کا فتوٰی دیا جائے گا اور یہی فتوٰی کے لیے مختار ہے کیونکہ زمانہ میں فساد برپا ہوچکا ہے (ت)

اولیاء پر لازم ہے کہ جب کفو پائیں تزویج میں جلدی کریں کہ ایسے وقائع سے ننگ و بے حیائی کا دروازہ نہ کھلے۔ حدیث میں ہے:

یا علی! لاتؤخر ثلثۃ الصلوٰۃ اذا اٰنت والجنازۃ اذا حضرت والایم اذا وجدت	اے علی (رضی اللہ عنہ)! تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو نماز میں جب وقت ہوجائے، جنازہ میں جب حاضر

---

[1] درمختار کتاب النکاح باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱

لہا کفوا[۱]۔

ہوجائے۔ اور غیر شادی شدہ لڑکی کے نکاح میں جب اس کا کفو مل جائے۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۲: شیخ سلامت اللہ قصبہ تلہر محلہ عمر پور ضلع شاہجہان پور پارچہ فروش ۱۷ جمادی الاخری ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لڑکی کی کتنی عمر تک نکاح ناجائز ہوتا ہے اور کتنی عمر ہو تو جائز ہوتا ہے؟

الجواب

نکاح کسی عمر میں ناجائز نہیں، اگر اسی وقت کے پیدا ہوئے بچے کا نکاح اس کا ولی کردے گا نکاح ہوجائے گا، ہاں پیٹ کے بچے کا نکاح نہیں ہوسکتا۔ اذ لا ولایۃ علی الجنین لاحد کما فی غمز العیون[۲]۔

کیونکہ پیٹ میں بچے پر کسی کو ولایت نہیں، جیسا کہ غمز العیون میں ہے۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۳: مسئولہ عبدالعزیز صاحب از شہر محلہ کشتگوٹیاں ۲۹ جمادی الاخری ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو لڑکیاں توام اس صورت سے پیدا ہوئیں کہ دونوں کے کولھوں کی ہڈیاں جڑی ہوئی تھیں اگر وہ ہڈی کاٹ دی جاتی تو ان کے مرجانے کا خوف تھا، اب دونوں جوان ہوئیں ان کی شادی کس طرح کی جاسکتی ہے؟ بینوا توجروا۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

جھوٹ اور بے اصل بات قائم کرکے شریعت کو تکلیف دینی سخت بیہودگی ہوتی ہے، کیا سائل ان لڑکیوں کو پیش کرسکتا ہے۔

مسئلہ ۱۳۴: از موضع دیورنیا ضلع بریلی مسئولہ عنایت حسین صاحب ۲۹ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ مضمون نکاح خوانی جائز ہے یا نہیں۔ واجد علی خاں کی لڑکی نام اس کا تم کو معلوم ہے، بالعوض مہر مؤجل مبلغ دوسو روپیہ سکہ انگریزی کے بوکالت فلاں اور بشہادت فلاں فلاں علاوہ نان نفقہ کے بیچ عقد نکاح تمہارے کے دی گئی تم کو قبول ہے؟ قبول کیا میں نے۔

الجواب

جائز ہے، جبکہ واجد علی خاں معروف ہو یعنی حاضرین سے دو گواہ پہچانیں کہ فلاں شخص ہے ورنہ اُس کے

۱؎ السنن الکبرٰی للبیہقی باب اعتبار الکفاءۃ دار صادر بیروت ۷/ ۱۳۳

۲؎ غمز عیون البصائر للحموی، علی الاشباہ والنظائر ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۶۰۳

باپ دادا کا بھی نام لیا جائے، اور بوکالت فلاں وشہادت فلاں اور علاوہ نان ونفقہ کے کہنا ایک زائد بات ہے جس کی حاجت نہیں، اور "دی گئی" کی جگہ "دی میں نے" کہے، اور وہ کہے جو نابالغہ کا ولی یا ولی کا وکیل یا بالغہ کا وکیل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۵ مسئولہ جناب مولوی انوار الحق صاحب تحصیل چونیاں ضلع لاہور بروز یک شنبہ بتاریخ ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ہندہ کے باپ کے چچا کا بیٹا جو ہندہ مذکور کا ولی تھا وہ چونیاں میں رہتا تھا اور اس کی والدہ نے اس مقام سے سات کوس کے فاصلہ پر ولی مذکور کی عدم موجودگی میں ہندہ کا نکاح پڑھا دیا اب جب ولی مذکور نے اپنی ناراضگی ظاہر کی تو نکاح والدہ کی اجازت سے جو ہوا تھا وہ کس واسطے باطل ٹھہرا، حالانکہ درمختار کی اختیار کردہ عبارت کے بعد لکھا تھا کہ:

واختار فی الملتقی مالم ینتظر الکفو الخاطب جوابہ واعتمدہ الباقانی ونقل ابن الکمال ان الفتوی علیہ[1]۔

ولی ابعد کا نکاح جائز ہوگا جب کفو والا رشتہ ولی اقرب کے جواب کا انتظار نہ کرے یہ صاحبِ ملتقی کا مختار ہے اسی پر باقانی نے اعتماد کیا ہے، ابن الکمال نے نقل کیا کہ فتوٰی اسی پر ہے (ت)

اور صاحب بزازیہ نے اسی قول کو اقرب الی الفقہ کہا ہے اور ردالمحتار میں ذخیرہ سے ہے کہ:

ھو الاصح وفی البحر عن المجتبی والمبسوط انہ الاصح وفی النہایۃ واختارہ اکثر المشائخ وصححہ ابن الفضل[2] انتہی۔

یہی اصح ہے اور بحر میں مجتبٰی اور مبسوط سے منقول ہے کہ یہی اصح ہے۔ اور نہایہ میں ہے کہ اکثر مشائخ نے اس کو اپنایا ہے اور ابن الفضل نے اس کی تصحیح کی ہے۔ انتہی (ت)

ان عبارتوں سے جب معلوم ہوتا ہے کہ ولی عصبہ اقرب کی غیبت میں ولی بعید کو نکاح پڑھانے کا اختیار ہے تو والدہ کا نکاح کیا ہوا کس واسطے باطل کیا گیا فقط۔

(۲) مجلس خطبہ میں ناکح نے رُوبرو گواہان کے ہندہ کے باپ عمرو کو کہا کہ تُو نے اپنی لڑکی بکر کے لڑکے

---

[1] درمختار | باب الولی | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۹۴
[2] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۳۱۵

زید کو دی اس نے کہا "دی" پھر بکر کو کہا کہ تُو نے عمرو کی لڑکی ہندہ اپنے لڑکے زید کے واسطے قبول کی، اس نے کہا "قبول کی" یا حضرت اس ایجاب اور قبول سے ہندہ کا نکاح ہوا یا کہ نکاح کا وعدہ ہوا؟

الجواب

(۱) فی الواقع اقوال اس میں مختلف ہیں اور تصحیحیں بھی مختلف ہیں اور اصح التصحیحین یہی ہے جو درمختار میں ہے مگر درمختار کا یہ مطلب نہیں کہ سات کوس کے فاصلہ پر ما لم ینتظر الکفو الخاطب صادق آجائے تفقہ فقط کتاب سے عبارت دیکھ لینے اور لفظی ترجمہ سمجھ لینے کا نام نہیں بلکہ مقصد شرع کا ادراک اور احوال بلاد وعباد پر نظر رکنِ اعظم تفقہ ہے، اسی درمختار میں ہے:

من لم یکن عالماً باھل زمانہ فھو جاھل۔[1] جو اپنے زمانہ والوں کے حالات نہیں جانتا وہ جاہل ہے (ت)

ہمارے بلاد میں نکاح ابکار کی حالت معلوم ہے مہینوں پیام سلام رہتے ہیں اگر بیٹی والوں کی مرضی بھی ہو تو جلد قبول کردینے کو عیب جانتے ہیں یہ اُن کے یہاں مثل دائر وسائر ہے کہ بیٹی کا معاملہ کچھ بازار کا سودا نہیں ابھی جوتیاں ٹوٹیں نہ چادریں پھٹیں ابھی سے اقبال کردیا جائے اور ایسا تو کوئی بھی کفو خاطب نہیں کہ ولی اقرب سات کوس پر بیٹھا ہے اور وہ اس سے اجازت لینے تک کا انتظار نہ کرے ہاں یہ وہی کرے گا جسے معلوم ہوگا کہ ولی اقرب اسے پروانہ دے گا ایسی تعجیل معتبر کرلینے میں ولایت قربیٰ کا ابطال اور حکم شرع کا نقض ہے بلکہ عندالانصاف یہ روایت مفتی بہا تو روایت مسافت قصر سے بھی تنگ تر ہے ریل نے مسافت قصر کو گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے کی مسافت کردیا، کون سا خاطب ہے کہ اتنی دیر کا انتظار نہ کرے گا و بقیۃ التفصیل فی فتاوی الفقیر (باقی تفصیل اس فقیر کے فتاوٰی میں ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۲) اگر وہ مجلس وعدہ کی تھی اور وعدہ ہی مفہوم ہوا تو وعدہ ہی ہوا نہ کہ نکاح، ورنہ نکاح۔

قال ھل اعطیتنیھا قال نعم ان المجلس للوعد فوعد وان للعقد فعقد۔[2] درمختار وغیرہ۔ اگر کہا کہ تُو نے مجھے لڑکی دی تو جواب میں ہاں کہا تو یہ بات مجلسِ وعدہ میں وعدہ اور مجلسِ نکاح میں نکاح ہوگی، درمختار وغیرہ (ت)

اس کی بنا وہاں کے رواج و متفاہم عرف پر ہے کما اشرنا الیہ (جیسا کہ ہم نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] درمختار باب الوتر والنوافل مطبع مجتبائی دہلی ۳۱۵/۲

[2] " کتاب النکاح " " " ۱۸۵/۱

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ مسئولہ لال محمد خیاط از پھپھوند ضلع اٹاوہ بروز دوشنبہ بتاریخ ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیا، پھر اُسی مرد نے اُسی عورت کے ساتھ بحالتِ حمل نکاح کیا، بعد نکاح اس کے ساتھ مباشرت کی، اس صورت میں نکاح رہا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر وُہ عورت بے شوہر تھی یا شوہر مر گیا یا طلاق دے دی تھی اور یہ حمل شوہر کا شرعاً نہیں قرار پا سکتا تھا یعنی اس کی موت اور طلاق سے دو برس کے بعد بچّہ پیدا ہُوا تو ان سب صورتوں میں نکاح صحیح ہوگیا، پھر اگر وہ حمل اسی زانی کا تھا تو اسے بعد نکاح پاس جانا بھی جائز تھا، اور دُوسرے کا تھا تو نہیں، بہرحال اس مباشرت سے نکاح میں کوئی خلل نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از ضلع چھپرہ سارن ڈاکخانہ صدائی باغ بازار موضع چکدارہ مسئولہ شاہ حبیب احمد صاحب بروز دوشنبہ بتاریخ ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے خالد کو مع دو شاہد کے وکیل معین چند اشخاص کے مقابلہ اجازت دی کہ میری لڑکی جو فلاں نام کی ہے اس کا نکاح وکیل سے دس ہزار روپیہ اور دو دینار سُرخ پر کردو، اب وکیل معین وقتِ ایجاب بجائے دس ہزار روپیہ کے دس ہزار درہم کا الفاظ زبان پر لایا۔ شاہد نے روکا کہ درہم چھوڑو روپیہ کہو، وکیل معین نے یہ کہا کہ درہم روپے کو کہتے ہیں اور دینار اشرفی، یہاں پر درہم و دینار دونوں جمع ہے، لہٰذا اہلِ زبان کے نزدیک مستعمل روپیہ و اشرفی ہے۔ اس پر شاہدان و اہلِ مجلس تمام ساکت رہے اور وکیل معین نے بایں الفاظ ایجاب و قبول کرایا کہ بنتِ فلاں بعوض مہر دس ہزار درہم سکّہ رائج الوقت اور دو دینار سُرخ تمھاری زوجیت میں دیا تم نے قبول کیا، تین مرتبہ ایجاب و قبول کرا کے زبان سے کہہ دیا کہ تم کو کمی بیشی کرنے کی مجاز حق نہیں ہے، درہم سے دس ہزار روپیہ میری مراد ہے اور سکّہ کی دوسری قید ہے جو اس وقت کا روپیہ ہے جو رائج ہے، اگر اس کے خلاف وکیل معین کرے گا تو اس کے نزدیک نکاح باطل ہوگا۔ اب فریقِ ثانی دوسرے روز معہ نوشہ و ہم جلیس اس کے و فریقِ اوّل میں یہ قضیہ ہے کہ کتاب دیکھی جاتی ہے کہ لغت میں درہم کے معنی پیسہ ہے لہٰذا دو سو روپیہ سے بھی کم نکاح ہُوا، اور کوئی جُہلا فریقین یہ کہتا ہے کہ نکاح باطل ہُوا۔ بیان فرمائیے اجر و ثواب پائیے، فقط۔

الجواب

نکاح صحیح ہوگیا اور دس ہزار روپیہ اور دو دینار مہر ہوا۔ درہم پیسہ کو نہیں کہتے روپیہ ہی کو کہتے ہیں، ہاں

اگر اسے مطلق رکھتا تو درہم شرعی کا احتمال ہوتا جس کا وزن تین ماشے ایک رتی ۱/۵ رتی کا ہے اب کہ اُس نے سکہ رائج الوقت کہہ دیا احتمال قطع ہوگیا اور یقیناً یہی روپیہ مراد رہا جو سوا گیارہ ماشہ کا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۹ از مقام سیپری علاقہ راجہ ضلع بریلی تحصیل آنولہ تھانہ سرولی روز چہارشنبہ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ

مسئولہ ننھے خاں صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس باب میں کہ اگر کوئی شخص کسی عورت خواہ باہر کی پھرنے والی یا طوائف سے نکاح کرلے تو وہ جائز یا ناجائز؟ اور بعد نکاح کے بے پردہ عورت باہر جاوے تو نکاح رہا یا نہیں؟ یا اس فعل پر اس کو طلاق دے دے اور مہر ادا کرے تو پھر کوئی حق اس کا ذمہ زوج کے رہا یا نہیں؟ اور نکاح میں ایجاب و قبول باہم کرلے اور گواہ وکیل نہ ہو تو نکاح جائز یا ناجائز؟ اگر بعد نکاح کے اُس عورت کا فعل ناجائز عرصہ ایک یا دو یوم کے معلوم ہو تو زوج اس کو طلاق دے دے اور مہر ادا کرے تو طلاق ہوجاوے گی یا نہیں؟ اور بروقت نکاح تعداد مہر کم از کم کتنی ہونی چاہئے؟

الجواب

نکاح زنِ بے پردہ و بازاری سے بھی جائز ہے اور عورت کے بے پردہ نکلنے سے نکاح نہیں جاتا اور بعد طلاق مہر دینا لازم ہوتا ہے اور عدت تک کا نفقہ، پھر عورت کا کوئی حق مرد پر نہیں رہتا۔ نکاح میں وکیل کی ضرورت نہیں، نہ ایسے دو شخصوں کی ضرورت ہے جن کو گواہ سے نامزد کیا جائے، ہاں یہ ضرور ہے کہ دو مرد عاقل بالغ یا ایک مرد دو عورتیں عاقل بالغ (اور مسلمان عورت کے نکاح میں اُن دونوں تینوں کا مسلمان ہونا بھی شرط ہے) معاً ایجاب و قبول سُنیں اور سمجھیں کہ یہ نکاح ہو رہا ہے، وہی لوگ شرعاً گواہ ہیں اگرچہ وہ لوگ گواہی کے لیے نامزد نہ کیے جائیں، بغیر اس کے نکاح نہیں ہوسکتا۔ طلاق اُسی دن دیں، خواہ جب دیں واقع ہوجائے گی۔ مہر کم از کم دس درم بھر چاندی ہے یعنی دو تولے ساڑھے سات ماشے بھر، یا یہاں کے روپے سے دو روپے پونے تیرہ آنے اور ایک پیسہ کے پانچویں حصے کے برابر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۹۰ – ۹۱ مسئولہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب محمود آبادی امام رسالہ پلٹن بریلی چھاؤنی ۷ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

(۱) ماہِ محرم الحرام و صفر المظفر میں نکاح کرنا منع ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیوں؟

(۲) زید کی لڑکی (لے پالک) ربیبہ کا نکاح زید کے سگے بھائی بکر سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) نکاح کسی مہینے میں منع نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جائز ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۲ بروز شنبہ ۷ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

ایک عورت کا مرد فوت ہوگیا ہے مگر اس کی عدت پوری نہیں ہوئی اس کا نکاح پڑھنا جائز ہے؟ اگر کوئی پیش امام یا قاضی عدت کے اندر نکاح پڑھا دے تو وہ نکاح ہوگا یا نہیں؟ اور اس نکاح پڑھانے والے کے نکاح میں کچھ فساد ہوگا یا نہیں، یا اس نکاح پڑھانے والے پیش امام کے لیے کچھ کفارہ آتا ہے یا نہیں؟ اور اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ صورتِ دیگر یعنی پیش امام نے ایک عورت کا نکاح عدت کے اندر پڑھا دیا اور پھر دوسرے روز اس نے دو مسلمان کے روبرو اقرار کیا کہ مجھ سے غلطی ہوگئی خدا کے لیے معاف کرو۔ انھوں نے اس کو کہا کہ پیش امام صاحب! آپ کا خود نکاح باطل ہوگیا ہے، تو اس نے کہا کہ اچھا میں نکاح دوبارہ چوری سے پڑھاؤں گا مگر برائے خدا مجھ کو اب معاف کرو آئندہ کو ایسا نہ کروں گا۔ مگر پھر اس کو کسی دوسرے مولوی صاحب نے کہہ دیا کہ تم کہہ دو کہ مجھ کو خبر نہ تھی میں نے بے خبری میں نکاح پڑھا دیا۔ تو اس کے لیے شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ تو ایسے نکاح پڑھانے والے کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ اور جس نے اس کو ایسا جھوٹ کہنا سکھلایا کہ تم کہہ دو کہ مجھ کو خبر نہ تھی، تو اس سکھانے والے کے واسطے کیا حکم ہے؟ اور جو لوگ اُس مجلس نکاح میں حاضر تھے اُن کا نکاح درست ہے یا کچھ خلل ہُوا؟ اور ایسے نکاح پڑھانے والے کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے نکاح پڑھانے والے کو کچھ کفارہ دینا چاہیے یا نہیں؟

www.alahazratnetwork.org

الجواب

عدت میں نکاح تو نکاح، نکاح کا پیغام دینا حرام ہے۔ جس نے دانستہ عدت میں نکاح پڑھایا اگر حرام جان کر پڑھایا سخت فاسق اور زنا کا دلال ہوا مگر اس کا اپنا نکاح نہ گیا، اور اگر عدت میں نکاح کو حلال جانا تو خود اس کا نکاح جاتا رہا اور وُہ اسلام سے خارج ہوگیا۔ بہرحال اس کو امام بنانا جائز نہیں جب تک توبہ نہ کرے، یہی حال شریک ہونے والوں کا ہے، جو نہ جانتا تھا کہ نکاح پس از عدت ہو رہا ہے اس پر کچھ الزام نہیں، اور جو دانستہ شریک ہُوا اگر حرام جان کر تو سخت گنہگار ہُوا، اور حلال جانا تو اسلام بھی گیا، اور جس شخص نے امام کو جھوٹ بولنے کی تعلیم دی وُہ سخت گنہگار ہُوا، اس پر توبہ فرض ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۳ مسئولہ نور احمد ٹھیکیدار از مقام پیلی بھیت چندوی لہکرہ پار روز شنبہ ۱۰ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو طلاق دی، دو تین روز کے بعد دوسرے شخص نے نکاح کرلیا، ابھی عدت گزری نہیں ہے، آیا اس کا نکاح ہُوا یا نہیں؟ اگر نکاح نہیں ہُوا تو تیس برس تک اس نے حرام کیا اور حرام کا مرتکب ہوا، اب ہم برادری والے اس پر جرمانہ ڈالنا چاہتے ہیں، شریعت اس میں کیا حکم لگاتی ہے اور ہم لوگ کون سی اس کو سزا دیں، جو حکم شریعت کرے اس کو ہم سزا دے دیں۔

آیا اس کو برادری سے علیحدہ کردیں یا کچھ لوگوں کو کھانا کھلوادیں، اس کا حکم حضور جلد روانہ فرما دیجئے کیونکہ یہاں پر جھگڑا پڑا ہوا ہے فقط۔

الجواب

وہ نکاح نہیں ہوا، حرام محض ہوا، اُن مرد وعورت پر فرض ہے کہ فوراً جُدا ہوجائیں، نہ ہوں تو برادری والے ان دونوں کو قطعاً برادری سے خارج کردیں، اُن سے بول چال، میل جول، نشست و برخاست سب یک لخت ترک کردیں، اس کے سوا یہاں کیا سزا ہوسکتی ہے، اور جبراً کھانا ڈالنا جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۴: مسئولہ عبداللطیف خاں دکاندار پیلی بھیت محلہ ڈوری لال بروز یکشنبہ ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت بیوہ جس کا ایک لڑکا تھا اس نے اپنا نکاح زید سے کیا اور جو لڑکا عورت بیوہ یعنی اب زوجہ زید اپنے ہمراہ لے کر آئی تھی اس کا نام بکر ہے، زوجہ زید فوت ہوگئی اور کوئی اولاد زید سے نہیں ہوئی اور نہ کوئی اولاد زید کی تھی، بکر مذکور نے اپنا نکاح کسی عورت کے ساتھ کیا، جب بکر سے کوئی اولاد نہیں ہوئی بکر نے اپنی زوجہ کو نکال دیا اور طلاق دے دی۔ بعد انقضائے مدتِ عدت کے زید نے اُس کے ساتھ نکاح کیا، آیا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے، وہ اس کی بہو نہیں، کہ بکر اس کا بیٹا نہیں۔ اس کی زوجہ کا بیٹا ہے۔

قال تعالٰی وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم[1] وقال تعالٰی واحل لکم ماوراء ذٰلکم[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اپنے حقیقی بیٹے کی بیوی بننے والیوں سے (نکاح) حرام ہے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان مذکورہ محرمات کے علاوہ باقی عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

بتاریخ ۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۴ھ

مسئلہ ۹۵: از شاہجہان پور بروز شنبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ماقولکم فی ہذہ الصورۃ ایہا العلماء الکرام، اول ہندہ کی نسبت اس کی رضا ورغبت سے زید کے ساتھ ہوئی پھر ہندہ کی والدہ نے اس کا نکاح بکر کے ساتھ ہندہ کو اطلاع دئے بغیر کردیا، اور ہندہ سے یہ کہہ دیا کہ اگر تجھ سے کوئی نکاح کے متعلق دریافت کرے تو یہ کہہ دینا میری ماں کو اختیار ہے۔ جب ہندہ کو اپنے

---

[1] القرآن ۴/۲۳

[2] القرآن ۴/۲۴

www.alahazratnetwork.org

نکاح کی اطلاع ہُوئی جو بکر کے ساتھ کیا گیا تھا تو اس نے اس کو قبول نہیں کیا اور اپنی رضامندی سے اپنا نکاح زید کے ساتھ پڑھوا لیا (اور اس لڑکی کے، سوائے ماں اور بہنوں کے اور کوئی نہ تھا، اور عمر لڑکی کی سترہ سال کی تھی، یعنی بالغ تھی، سوال یہ ہے ان صورتوں میں ہندہ کا نکاح بکر کے ساتھ صحیح ہُوا یا زید کے ساتھ؟ فقط

الجواب

اگر صورتِ واقعہ یہ ہے کہ ہندہ وقتِ نکاح بکر بالغہ تھی اور ماں نے بے اس کی اجازت کے اس کا نکاح کیا، جس کی خبر پاکر اس نے قبول نہ کیا اور اپنا نکاح زید سے کرلیا تو نکاح بکر باطل ہوگیا، اور اگر ہندہ کے کوئی مرد دادا پردادا کی اولاد کا کہ ولیِ نکاح ہوسکے، نہیں، یا زید جس سے ہندہ بالغہ نے رضائے خود نکاح کرلیا ہندہ کا کفو ہے یعنی مذہب، نسب، چال چلن، پیشے وغیرہ کسی بات میں ایسا کم نہیں کہ ہندہ کا اس سے نکاح ولیِ ہندہ کے لیے باعثِ ننگ وعار ہو یا اگر وُہ کفو نہیں تو ولی نے پیش از نکاح اُسے ایسا جان کر اس سے نکاح ہندہ کی صریح اجازت دے دی تو ان صورتوں میں زید کا ہندہ سے نکاح صحیح اور لازم ہوگیا، اور اگر زید مذکور کفو نہیں اور ہندہ کے ولی نے پیش از نکاح اُسے غیر کفو جان کر صریح اجازت نہ دی تو ہندہ کا نکاح زید سے بھی باطل محض ہوا والمسائل کلہا منصوص علیہا فی الدر وغیرہ من الاسفار والغر (یہ تمام مسائل دُر وغیرہ کتب میں صراحۃً مذکور ہیں۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۹۶: از ڈاک خانہ سندیلہ حاجی محلہ متھوا ضلع ہردوئی مرسلہ محمد عبدالوکیل صاحب بروز شنبہ ۹ جمادی الاولٰی ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ احد الفریقین سنّی المذہب ہے، اور دُوسرا فریق شیعہ امامیہ طریقہ رکھتا ہے، کیا ان دو اشخاص کے باہم عقدِ مناکحت شرعاً جائز ہے؟ اور یہ کہ ان سے پیدا شدہ اولاد ثابت النسب ہے یا نہیں؟

الجواب

نکاح اصلاً نہ ہوگا والمسألۃ فی الھندیۃ وغیرھا وقد فصلناھا غیر مرۃ فی فتاوٰنا (یہ مسئلہ ہندیہ وغیرہ میں ہے ہم نے کئی بار اسے اپنے فتاوٰی میں مفصل بیان کیا ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۷: از گونا ریاست گوالیار مقصود علی گرداور بروز شنبہ بتاریخ ۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۴ھ

بحضور واقفانِ طریقت وعالمانِ نکاتِ شریعت، پیشوائے دینِ احمدی ورہنمائے احکاماتِ محمدی مدظلہ بعد آدابِ نیاز دست بستہ گزارش ہے کہ میں عقد تزویج سلطان احمد خاں میں عرصہ ایک سال کا ہُوا آئی اس کا بھائی سلیمان خاں، ماہ تک میرے والدین کے پاس رہا، اس کی بدچلنی واوباشی سے میرے والدین نے اس سے

کہا کہ چلن اپنا سنبھالو، کاش میں ایسا چلن تمھارا خیال کرتا اپنی عورت کو تمھارے سامنے آنے کی اجازت نہ دیتا'
اس نے کہا میں ابھی جاتا ہوں، والد نے کہا جاؤ سلام، وہ چلا گیا۔ میری والدہ کو والد نے یہ حکم دیا کہ آج سے تم
جس وقت اس کا منہ دیکھو گی نکاح سے خارج سمجھنا، میرا شوہر اس کو لایا، میری والدہ نے پردہ کیا، میرے
شوہر نے مجھ سے کہا کہ میرے بھائی کو تمھارے والدین نے علیحدہ کیا میں آج سے تم کو علیحدہ کرتا ہوں، تمھارا
مجھ سے کچھ واسطہ نہیں۔ میں روتی ہوئی اندر آئی وہ چلے گئے صبح کو کریم خاں کو شوہر کے پاس بھیجا، بلایا تو کہا میں
چھوڑ چکا اب کیا واسطہ، اب اگر کعبہ بھی اس طرف ہو تو سر نہ جھکاؤں گا۔ گواہوں کے روبرو کہہ دیا۔ اس
دن سے قریب چھ ماہ کے منقضی ہوئے بالکل میں متروکہ پڑی رہی، اب اس کی ہمشیر نے آکر اول یہ تجویز کیا کسی
صورت سے گھر میں لائے، پھر کہا طلاق کا قصور ہوگیا ہے اس کی تجویز اچھی طرح کرلیں گے کہ ہم اپنے دوسرے
بھائی سے نکاح کرا کر طلاق دلا کر پھر تیسرا نکاح پڑھالیویں گے، کسی کو کچھ معلوم نہ ہوگا، یہ میں نے منظور نہیں کیا
اور نوٹس زرمہر کا دیا، تو اب دعوٰی رخصت کا کرتا ہے، لہٰذا دست بستہ ملتجی ہوں کہ میرا عقد سلطان احمد خاں
سے قائم رہا یا ساقط ہوا؟ زرمہر موجل کی میں حقدار ہوں یا نہیں؟ ایام عدت میرے ختم ہوچکے یا باقی ہیں؟
میں شوہر سابقہ سے اب تعلق ازدواج سابقہ کا رکھوں تو جائز ہے یا نہیں؟ عنداللہ جواب باصواب سے آگاہی
بخشی جائے کہ جس سے دین محمدی کے احکام میں کوئی قصور اس عاصیہ سے نہ سرزد ہو، اس کا اجر حضور کو اللہ تعالٰی
دے گا، یہ ریاست ہندوستانی ہے کوئی اس قدر لیاقت نہیں رکھتا جو شرعاً حکم دے ولیسراج کا برتاؤ ہے۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

بیان مذکور اگر واقعی ہے تو عورت پر بائن طلاق ہوگئی اور نکاح سے نکل گئی اور تین طلاقیں نہ ہوئیں کہ
حلالہ کی حاجت ہو جس کے واسطے سلیمان خاں سے نکاح ہو کر طلاق لی جائے، زن وشوہر کی اگر ایک مکان
تنہا میں ایک جائی ہوچکی ہے تو کل مہر واجب الادا ہوگیا اور عورت پر روز طلاق سے تین حیض کی عدت لازم
ہوئی، تین حیض اگر شروع ہو کر ختم ہوگئے تو عدت سے نکل گئی ورنہ ابھی نہیں، اور اگر ابھی صرف نکاح ہوا ہے
اور ایک مکان میں زن وشوہر کی تنہائی نہ ہوئی تو نصف مہر ساقط ہوگیا اور نصف واجب الاداء، اور عدت
اصلاً نہیں۔ اس طلاق کے بعد عورت اگر چاہے تو سلطان احمد خاں سے دوبارہ نکاح ہوسکتا تھا مگر وہ
کلمہ جو اس نے کہا کہ اگر اُدھر کعبہ بھی ہو تو سر نہ جھکاؤں گا، اسے علماء نے کلمہ کفر لکھا ہے، لہٰذا اگر وہ اب
توبہ کرے اور تجدید اسلام، تو اس کا اس سے نکاح ہوسکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۰: از جناب عثمان ایوب حاجی آدم جی حاجی یعقوب صاحبان ضلع بلاسپور سی پی ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۴ھ
ما قولکم ایہا العلماء الحنفیون رحمکم اللہ تعالٰی اندریں مسئلہ کہ اگر زید نے ایک جماعت کثیرہ کے روبرو

بکر سے اس کی دختر کو مانگا اور کہا کہ میں آپ کی دختر کو اپنے پسر کے واسطے مانگنے والا آیا ہوں اور بکر نے بھی بسمع و طاعت قبول کرلیا اور کپڑے و زیورات زید نے حاضر کیے اور بعد قبول و تقسیم شیرینی وغیرہ کے دختر کا بھیجنا بھجانا بھی خاطب کے یہاں برابر ہوتا رہا، درمیان میں کسی قدر شکر رنجی کے باعث بکر دختر موصوفہ کو دوسرے کے ساتھ عقد نکاح کرنے پر آمادہ ہے پس سائل سوال کرتا ہے کہ صورت مذکورۃ الصدر میں ایقاع نکاح ہُوا کہ نہیں، کیا صورت بالا میں بکر دختر موصوفہ کو کسی دوسرے کے نکاح میں دے سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا بالدلیل و توجروا بالاجر الجزیل۔

الجواب

جبکہ وہ جلسہ منگنی کا تھا نہ کہ نکاح کا، تو صرف اتنے الفاظ سے کہ سوال میں مذکور ہوئے نکاح منعقد نہ ہُوا، اُسے دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۹ از نظام علی خاں ولد امام علی خاں پرگنہ سہسوان ضلع بدایوں بھوانی پور خورد ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۴ھ

ایک شخص ہمارے یہاں بھوانی پور خورد میں پیش امام تھا اس کی بیوی انتقال کرگئی اور اس کی سوتیلی ماں سے نکاح کرلیا ہے جوکہ اس کی سوتیلی ساس تھی یعنی اس کی بیوی کی سگی ماں نہ تھی، اب اس کی بابت ہم کو فتوٰی کی ضرورت ہے حضور کو تکلیف دیتے ہیں کہ اس مسئلہ کو خوب صحیح طور سے ہم کو آگاہ کیجئے گا نکاح درست ہے کہ نادرست ہے؟ وہ کون آیت کلام پاک میں ہے کہ جس سے ناجائز ہے اور وہ کون آیت ہے کہ جس سے جائز ہے اور کون کون پارہ میں ہیں اور کون کون رکوع میں ہیں؟

www.alahazratnetwork.org

الجواب

زوجہ کی سوتیلی ماں سے نکاح جائز ہے کہ سوتیلی ماں ماں نہیں ہوتی۔

قال اللہ تعالٰی ان امھٰتھم الا الّٰئی ولدنھم[1] وقال تعالٰی و احل لکم ما وراء ذٰلکم[2] و اللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا، ان کی مائیں صرف وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنم دیا ہے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا، ان کے ماسوا تمہارے لیے حلال قرار دی گئی ہیں (ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن ۵۸/۲

[2] ؎ ۴/۲۴

مسئلہ ۱۰۰: مسئولہ منشی محمد حسین صاحب جے پوری از شاہجہاں پور ۲۳ جمادی الاولٰی ۱۳۳۴ھ
بتوسط کنور جگندر پال سنگھ بی اے، ایل ایل بی، ڈپٹی کلکٹر 17/17

کیا فرماتے ہیں اس میں کہ زید کی نانی دو بہنیں ہیں، اصلی نانی کی لڑکی تو زید کی اصلی خالہ ہُوئی اُس سے تو نکاح ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن نانی کی دوسری بہن کی لڑکی سے جو زید کی رشتہ میں خالہ ہے زید کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

ماں کی خالہ کی بیٹی سے نکاح جائز ہے، قال تعالٰی و احل لکم ما وراء ذٰلکم[1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان کے ماسوا تمھارے لیے حلال قرار دی گئی ہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۱: مسئولہ مظہر الحق صاحب از گیا فرحت باغ کوٹھی الیسری پرشاد سنگھ رئیس گیا ۲۹ جمادی الاخرٰی ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اپنے حقیقی ساڑھو (سانڈھو) کی لڑکی سے عقد و مناکحت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

ساڑھو (سانڈھو) کی لڑکی اگر سالی کے بطن سے نہیں تو اس سے نکاح مطلقاً جائز ہے جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو، اور اگر سالی سے ہے یعنی اپنی زوجہ کی بھانجی، تو جب تک زوجہ اس کے نکاح میں ہے اس کی بھانجی سے نکاح حرام ہے، ہاں عورت کو طلاق دے دے اور عدت گزر جائے یا عورت مرجائے اس کی بھانجی سے نکاح جائز ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۲: مسئولہ مولوی عزیز الحسن صاحب قادری رضوی برکاتی پھپھوند ضلع اٹاوہ بتاریخ رجب المرجب ۱۳۳۴ھ نبوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے جامع بین الاختین کیا، اور اولادیں دونوں سے ہیں، پس ازروئے شرع اقدس یہ اولادیں اور بیویاں جائز قرار پائیں گی یا نہیں؟ اور پانے ترکہ زید کی مستحق ہوں گی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر دونوں سے ایک ساتھ نکاح کیا دونوں حرام، اور اگر آگے پیچھے کیا تو پہلی کا نکاح بے خلل، دوسری کا

---

[1] القرآن ۴/ ۲۴

حرام، پھر جب دوسری سے قربت کی پہلی سے قربت بھی حرام ہوگئی جب تک اسے جدا کرکے عدت نہ گزر جائے، اولادیں بہرحال ولدالحرام ہیں جیسے وہ نطفہ جو حالتِ حیض میں ٹھہرا[عہ] مگر ولدالزنا نہیں۔ زید کا ترکہ ان سب اولاد کو ملے گا، ہاں دونوں سے معاً نکاح کیا تو دونوں زوجہ ورنہ پچھلی ترکہ نہ پائے گی۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ دونوں سے نکاح کیا ہو، اور اگر زوجہ نکاح میں ہے اور سالی سے زنا کیا تو زوجہ سے قربت بھی حرام نہ ہوگی نہ اس کی اولاد ولدالحرام ہوگی، سالی سے جو بچے ہوں گے ولدالزنا ہوں گے اور زید کا ترکہ نہ پائیں گے، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۳: مرسلہ میاں محمد غوث صاحب ضلع اٹک ڈاکخانہ نخود بتاریخ ۵ رجب المرجب ۱۳۳۲ھ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ،

لاتنکح المرأة علی عمتہا والمرأة علی خالتہا[1] نسائی وغیرہ۔ (نسائی وغیرہ میں ہے پھوپھی اور خالہ کی موجودگی میں ان کی بھتیجی اور بھانجی سے نکاح نہ کیا جائے۔ ت) بینوا توجروا

جواب: صریح نص سے پایا جاتا ہے احل لکم ماوراء ذٰلکم[2] الآیۃ (ان مذکورہ محرمات کے سوا حلال ہیں۔ ت) تو حل ثابت ہوگئی، اور حدیث میں کلامی لاینسخ کلام اللہ وکلام اللہ ینسخ کلامی[3] (میرا کلام اللہ کے کلام کو منسوخ نہیں کرتا اور اللہ کا کلام میرے کلام کو منسوخ کرتا ہے۔ ت) تو تطبیق کی کچھ حاجت نہ رہی، جب ناسخ ٹھہری تو حرمت اُٹھ گئی حل پر حکم پایا گیا۔

الجواب

لاتنکح المرأة علی عمتہا ولا علی خالتہا[4] (پھوپھی اور خالہ کی موجودگی میں ان کی بھتیجی اور بھانجی سے نکاح نہ کیا جائے۔ ت)

حدیث صحیح مشہور ہے، مع ہذا وہ مخالفِ قرآن نہیں بلکہ آیہ کریمہ وان تجمعوا بین الاختین[5] (حرام ہے

[عہ] یعنی اگر ایک ساتھ نکاح کیا ہو یا آگے پیچھے مگر سب اولاد بعد جمع ہوئی ہو ورنہ وہ اولاد جو دوسری کے نکاح اور قربت سے پہلے ہوئی ولدالحرام نہیں ۱۲ مصطفٰی رضا قادری غفرلہ

---

[1] صحیح بخاری باب لاتنکح المرأة علی عمتہا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۶۶

[2] القرآن ۴/۲۴

[3] الکامل فی ضعفاء الرجال ترجمہ جبرون بن واقد الخ دار الفکر بیروت ۲/۶۰۳

[4] صحیح مسلم کتاب النکاح باب تحریم الجمع بین المرأة قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۵۳

[5] القرآن ۴/۲۳

کردہ بہنوں کو نکاح میں جمع کرو۔ ت) کی تفسیر ہے کہ اختیت سے ہر علاقہ محرمیت مراد ہے علاوہ بریں کریمہ واحل لکم ماوراء ذٰلکم[1] (ان کے سوا حلال ہیں۔ ت) عام مخصوص منہ البعض ہے، قال اللہ تعالٰی: 11

ولا تنکحوا المشرکٰت حتی یؤمن ولامۃ مؤمنۃ خیر من مشرکۃ ولو اعجبتکم[2] (مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو تاوقتیکہ وہ ایمان لائیں اور مومن لونڈی، مشرکہ سے بہتر ہے اگرچہ مشرکہ تمہیں پسند ہو۔ ت)

حدیث کلامی لاینسخ کلام اللہ[3] (میرا کلام اللہ کے کلام کو منسوخ نہیں کرتا۔ ت) محض بے اصل ہے، خود صحاح احادیث کثیرہ میں ہے کہ ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، دیکھو ایسا نہ ہو کہ کوئی پیٹ بھرا بے فکرا اپنی مسند پر تکیہ لگائے یہ کہے ہم نہیں جانتے جو قرآن میں حلال پائیں گے اسے حلال کہیں گے اور جو قرآن میں حرام پائیں گے اُسے حرام کہیں گے[4]، الا انی اوتیت القراٰن ومثلہ معہ[5] سُن لو مجھے قرآن دیا گیا اور قرآن کے ساتھ اس کا مثل، اور الا وان ما حرم رسول اللہ مثل ما حرم اللہ[6] سُنو بیشک جسے رسول اللہ نے حرام کیا وہ ایسا ہی حرام ہے جسے اللہ نے حرام کیا۔

خود رب العزت تبارک وتعالٰی قرآن عظیم میں کافروں کی حالت بیان فرماتا ہے:

ولا یحرمون ما حرم اللّٰہ ورسولہ[7] کافر حرام نہیں جانتے اُن چیزوں کو جنھیں اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا۔

www.alahazratnetwork.org

اور مسلمانوں سے فرماتا ہے:

ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا[8] جو کچھ رسول تم کو عطا فرمائیں اس کو لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن ۴/۲۴

[2] القرآن ۲/۲۲۱

[3] الکامل فی ضعفاء الرجال ترجمہ جبرون بن واقد دار الفکر بیروت ۲/۶۰۲

[4] سُنن ابن ماجہ باب اتباع سنۃ رسول اللہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳

[5] سُنن ابی داؤد باب فی لزوم السنۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۷۶

[6] سُنن ابن ماجہ باب اتباع سنۃ رسول اللہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳

[7] القرآن ۹/۲۹

[8] القرآن ۵۹/۷

مسئلہ ۱۰۴ مرسلہ عنایت اللہ خاں صاحب موضع سسونہ ضلع رام پور ۲ رجب المرجب ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی نابالغ کے والدین نے اپنی برادری میں ایک لڑکے نابالغ سے نسبت یعنی منگنی کردی کچھ عرصے کے بعد لڑکی کا باپ فوت ہوگیا اس کی ماں نے بوجہ تنگی معاش بلا نکاح اُس لڑکے نابالغ کے باپ کو بلا کر رخصت کردیا جس کے ساتھ نسبت ہوچکی ہے۔ اس نے اپنے مکان پر لے جاکر نکاح اپنے پسر نابالغ کے ساتھ پڑھوالیا، اب کچھ عرصہ کے بعد اُس کی ماں لڑکی کو رخصت کرا لائی اور دوسری جگہ نکاح کردیا جس کو اب پانچ یا چھ سال ہوچکے ہیں، اب وہ شخص جس سے پہلے نکاح ہوا تھا دعویدار ہے کہ میرے ساتھ رخصت کرائی جاوے میری منکوحہ ہے۔ ماں لڑکی کی پہلے نکاح سے انکار کرتی ہے اور لڑکی بھی پہلے نکاح سے بے خبری بیان کرتی ہے۔ رخصت کرنے کا اور اس کی منگنی کا ماں اقرار کرتی ہے جس سے اُس وقت اجازتِ نکاح قرینہ سے پائی جاتی ہے گو کہ اب انکار کرتی ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں بموجب شرع شریف جو حکم صادر ہو فرمائیے کہ نکاح اول کا صحیح رہا یا دوسرے کا؟ کیونکہ بموجودگی ولی صرف رخصت کردینا اجازتِ نکاح ولی کی جانب سے کسی فضولی کو نکاح کرنے کے لیے کافی ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ نکاح یعنی نابالغی میں ہوا تھا اور دوسرا نکاح بالغ ہونے پر، اس پر عورت بھی راضی ہے۔

الجواب

جس نابالغ کا کوئی عصبہ ہو یعنی اُس کے دادا پردادا کی اولاد کا قریب تر مرد جو وہ اس کے نکاح کا ولی ہے اُس کے ہوتے ماں کو بھی اختیار نہیں، وہ نکاح کہ لڑکے کے باپ نے پڑھوالیا اجازتِ ولی پر موقوف تھا، عصبہ ہو تو وہ ورنہ ماں اگر ولی کی اجازت ہوگئی تھی اور لڑکا اس کا کفو تھا یعنی مذہب یا نسب یا پیشہ یا چال چلن میں کسی بات میں ایسا کم نہ تھا کہ اس سے نکاح ولی کے لیے باعثِ ننگ و عار ہو تو نکاح پہلا صحیح ہوگیا اور دوسرا باطل ہے، ورنہ دوسرا صحیح ہوگیا اور پہلا باطل ہے لان البات اذا طرء علی موقوف ابطلہ (کیونکہ قطعی حکم جب موقوف حکم پر آجائے تو وہ موقوف کو باطل کردیتا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۵ و ۱۰۶ مرسلہ عبدالسلام صاحب پوسٹ ماسٹر ڈاکخانہ دوسہ راج جے پور ۹ رجب المرجب ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیانِ شرع متین صورہائے مندرجہ ذیل میں:

(۱) لڑکی کے برس کی عمر میں بالغ شمار ہوتی ہے اگر بالغہ برضائے خود کسی کے ساتھ نکاح کرے تو وہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟

(۲) زید نابالغ العمر ۱۱ سال جو ہندہ اور خالد کے حقیقی تایا کا لڑکا ہے وہ بولایت بکر کے جو زید کا چار پشت کے فاصلے سے چچا ہوتا ہے ہندہ بعمر ۸ سال اور حقیقی برادرِ ہندہ سے خالد بعمر ۵ سال کے ولایت کا بمقابلہ ہندہ و خالد کے حقیقی نانی کے مدعی ہے۔ شرعاً زید کا یہ دعوٰی صحیح ہے یا نہیں یعنی ہندہ اور خالد کی ولایت اس صورت

حقیقی نانی کو پہنچتی ہے یا زید نابالغ تایا زاد بھائی کو یا بکر کو جو چار پشت کے فاصلے سے چچا ہوتا ہے ؟

الجواب

(۱) لڑکی کم از کم نو برس میں اور زیادہ سے زیادہ پندرہ برس کی عمر میں بالغہ ہوتی ہے اس بیچ میں جب آثارِ بلوغ ظاہر ہوں بالغہ ہے ورنہ پندرہ سال پورے ہونے پر حکمِ بلوغ دے دیا جائے گا اگرچہ آثارِ بلوغ کچھ نہ ظاہر ہوں، بالغہ بے اذنِ ولی خود اپنا نکاح کر سکتی ہے مگر کفو میں، یعنی جس سے نکاح کرے وہ مذہب یا نسب یا پیشہ یا چال چلن میں اس سے ایسا کم نہ ہو کہ اس کے ساتھ نکاح ہونا اس کے ولی کیلئے باعثِ ننگ و عار ہو۔ اگر غیر کفو سے برضائے خود نکاح کرے گی اور ولی رکھتی ہے اور اس نے پیش از نکاح غیر کفو جان کر بالتصریح اجازت نہ دی تو نکاح اصلاً نہ ہوگا، ہاں اگر کوئی ولی نہیں رکھتی یا ولی نے پیش از نکاح شوہر کو غیر کفو جان کر بالتصریح اجازت دی تو اس سے بھی نکاح صحیح ہو جائے گا۔

(۲) خالدہ کی جب عمر پندرہ سال کامل ہے تو وہ شرعاً بالغ ہے اور اپنے نفس کا خود ولی ہے کسی ولی کا محتاج نہیں، اور ہندہ کہ اٹھارہ سال عمر رکھتی ہے اس پر ولایتِ جبر کسی کو نہیں کہ خود بالغہ ہے اور ولایت غیر مجبرہ اس کے بھائی کو ہے اس کے ہوتے نانی یا بکر کوئی چیز نہیں، اور زید نابالغ کو دوسرے کا ولی بنانا جنون ہے نابالغ کسی کا ولی نہیں ہوسکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۱۰۲ مرسلہ جناب ولی محمد صاحب جیتاب مدرس سررشتہ تعلیم ریاست ہلکر اندور بمبئی بازار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ ایک کمسن لڑکی کا نکاح اس کے اولیا نے ایک نہایت ہی کمسن لڑکے زید سے کر دیا، ہندہ اس وقت بالکل بالغہ ہے مگر زید نابالغ، کم از کم پانچ برس اس کی بلوغت کو درکار ہیں، ہندہ اور زید میں زن و شوہر کا تعلق ہونا کیا معنے بلکہ ہندہ کی آج تک اپنے میکہ سے رخصتی ہی نہیں ہوئی ہے، زید کے یہاں زید کے والد کی عین حیات سے جس کا انتقال یکایک ہوگیا اور گزشتہ مگر اب تک نامعلوم کسی نہ کسی وجہ سے اس سانحہ کی خبر زید کے چچا تک کو نہ دی گئی تھی ایک پردیسی نوجوان ملازم چلا آتا ہے زید کے والد مشتبہ جوانا مرگ کے بعد اس ملازم نے زید کے مکان میں وہ رسوخ حاصل کیا کہ ہر سیاہ و سفید وہی کرتا ہے اور اس کے چوبیس گھنٹہ اس مکان میں رہنے سے جہاں کوئی دوسرا بالغ مرد بطور رکن خاندان کے نہیں رہتا ہے زید کے خاندان کو ایک زمانہ حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اور در پردہ مورد اتہام ہے۔ زید کے چچا نے سانحہ مذکورہ بالا سے متعجب ہو کر اس ملازم کے گزشتہ چال چلن کی نسبت جو تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ ابتداء سے یہ ایک آوارہ چلن شخص ہے حتی کہ اس کے والدین نے بھی اس کو مکان سے نکال دیا تھا اس کے بعد وہ عرصہ تک ناٹکوں میں ناچتا رہا گاتا بجاتا رہا۔ اس تحقیق کے بعد متاثر ہو کر زید کے چچا نے جو زید کا جائز طور سے سرپرست ہے زید کی والدہ سے درخواست کی کہ اس

ملازم کو مکان سے علیحدہ کر دیا جائے، مگر زید کی والدہ نے یہ جواب دیا کہ ہرگز نہیں ہو سکتا چاہے کچھ بھی ہو، نہ ملازم مجھ سے نہ میں ملازم سے جُدا ہو سکتی ہُوں۔ ان تمام وقوعات سے ہندہ بخوبی واقف ہے، وہ سسرال جانے سے خود کی عصمت دری اور آبرو ریزی کے خوف کے علاوہ اپنی جان معرضِ خطرہ میں سمجھتی ہے اس لیے سسرال ہرگز نہیں جانا چاہتی بلکہ اپنے خاندان کے حفظِ آبرو کے لحاظ سے تفریق کے بعد دُوسرا نکاح کر لینا چاہتی ہے، اس صورت میں ہندہ کے لیے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

ہندہ کا باپ اگر نہیں اور دادا نے نکاح کر دیا اور ہندہ وقتِ نکاح نابالغہ تھی گو اب بالغہ ہے یا بالغہ تھی اُس سے اذن لے کر نکاح کیا یا بے اس کی اجازت کے نکاح کیا مگر بعد وصولِ خبر اس نے اجازت دی یا دادا آپ اذن لینے آیا تھا اور ہندہ نے سکوت کیا، تو ان سب صورتوں میں نکاح منجانب ہندہ لازم ہو گیا، اس کا فسخ ناممکن ہے، تفریق ہو تو موت یا طلاق سے، اور نابالغ کی طلاق باطل ہے، نہ اس کی طرف سے کوئی ولی طلاق دے سکے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ بارہ برس ہُوئے کہ زید کا نکاح ہندہ سے ہُوا لیکن ہندہ نے بوقتِ نکاح از زبان خود ایجاب نہیں کیا تھا نہ انکار کیا بلکہ سکوت اختیار کیا، ایک دوسری عورت نے جو عروس کے پاس موجود تھی وکیل سے یہ کہہ دیا تھا کہ ہندہ منظور کرتی ہے۔ ہندہ کا بیان ہے کہ اُس وقت میں بالکل خالی الذہن تھی نہ میرے دل میں اقرار تھا نہ انکار کا خیال بلکہ دوسرے خیالات رنج و غم و نئی زندگی شروع ہونے کے تردّدات میں مبتلا تھی، دریافت طلب یہ ہے کہ آیا یہ نکاح شرعًا درست ہُوا یا نہیں، تو زید و ہندہ کو مواخذۂ عقبٰی سے بچنے کے لیے کیا کرنا چاہیے؟ بینوا توجروا نیز عرض ہے کہ جواب جلد مرحمت ہو کیونکہ ہندہ مواخذۂ عقبٰے کے خیال سے نہایت خائف و ترساں ہے، فقط۔

الجواب

ہندہ سے اذن لینے کون آیا تھا وہ سب سے قریب تر ہندہ کا ولی یا اُس ولی کا بھیجا ہُوا یا کون تھا؟ ہندہ کی رخصت ہوئی یا نہیں؟ قبل رخصت ہندہ کے کسی قول یا فعل سے اس نکاح کی خبر سُن کر اظہارِ رغبت یا نفرت ہُوا یا نہیں؟ ان تمام باتوں کی تفصیل پر جواب دیا جائے گا ان شاء اللہ تعالٰی۔

جواباتِ امورِ مستفسرہ

ہندہ کے والد کے چچازاد بھائی یعنی ہندہ کے رشتہ کے تایا اذن لینے گئے تھے، یہ یاد نہیں کہ اس وقت کس نے

انھیں اس کام پر متعین کیا تھا، بالعموم ایسے بزرگ خاندان جن سے لڑکی پردہ نہ کرتی ہو بھیجے جاتے ہیں، چنانچہ یہاں بھی
ایسا ہی ہوا، ہندہ کا باپ اس شہر میں موجود نہ تھا اُس نے ہندہ کے ماموں کو اس نکاح کے مراسم و تقریبات
ادا کرنے کے لیے بذریعہ خط مامور کیا تھا، یہ کہا جا سکتا ہے اذن لینے کے لیے ہندہ کے ماموں ہی نے وکیل کو متعین
کیا ہوگا درحقیقت یہ یاد نہیں ہے، رخصت اسی ہفتہ میں ہو گئی کوئی امر ہندہ کی رغبت و رضامندی کے خلاف
نہ اس وقت نہ آج تک بارہ برس گزرنے کے بعد تک کوئی امر ایسا ظہور پذیر نہ ہوا جس سے ہندہ کی نارضامندی
ظاہر ہو بلکہ کمال اتحاد سے زن و شو بسر کرتے ہیں یہ سوال صرف ہندہ کے اس توہم کی بنا پر پیدا ہوا ہے کہ مبادا نکاح
صحیح نہ ہوا ہو اور عند اللہ مواخذہ باقی رہے اس کا اطمینان مقصود ہے۔

الجواب

اگر صورت واقعہ یہ ہے کہ اگرچہ از انجا کہ اذن لینے والا ولی اقرب نہ تھا ہندہ کا سکوت اذن نہ ٹھہرے اور وہ نکاح
نکاح فضولی ہوا اور ہندہ کی اجازت پر موقوف رہا، مگر جبکہ پیش از رخصت ہندہ سے کوئی قول و فعل ایسا واقع نہ ہوا جس سے
ہندہ کا اس نکاح سے ناراض ہونا سمجھا جاتا اور ہندہ برضا و رغبت رخصت ہو کر شوہر کے یہاں آئی تو وہ نکاح موقوف نافذ
تام ہو گیا، اس میں کوئی اندیشہ مواخذہ کا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۹ تا ۱۱۱ از گونڈل کاٹھیاواڑ مسئولہ جناب سیٹھ عبد الستار بن اسمٰعیل رضوی تاریخ ۷ رجب ۱۳۳۴ھ روز شنبہ

(۱) یہاں پر یہ رواج ہو چلا ہے کہ وقت نکاح وکیل کے ہمراہ دو گواہ نہیں جاتے ہیں اور قاضی وکیل کی وکالت اور
حاضرین کی شہادت سے نکاح پڑھا دیتا ہے آیا یہ امر عند الشرع محمود ہے یا مردود؟ نیز اس ترکیب سے مذہب
حنفی میں نکاح صحیح ہو جائے گا یا نہیں؟ وکیل کو اپنے ساتھ دو گواہ کا رکھنا اور ان شاہدوں کو عورت کی اجازت سننا
ضروری ہے یا نہیں؟ اگر اس طرح ذکر کے برطریق ان مروجہ پر مدام عمل کرنے پر سب گنہگار رہیں یا نہیں؟

الجواب

وکیل کے ساتھ شاہدوں کی حاجت کچھ نہیں، اگر واقع میں عورت نے وکیل کو اذن دیا اور اُس نے پڑھا دیا
نکاح ہو گیا، ہاں اگر عورت انکار کرے گی کہ میں نے اذن نہ دیا تھا تو حاکم کے یہاں گواہوں کی حاجت ہوگی، یہ تو کوئی
غلطی نہیں، ہاں یہ ضرور غلطی ہے کہ وکیل ہوتا ہے کوئی اور، نکاح پڑھاتا ہے دُوسرا، مذہب صحیح و ظاہر الروایہ میں
وکیل بالنکاح دوسرے کو وکیل نہیں کر سکتا، اس میں بہت دقتیں ہیں جن کی تفصیل ہمارے فتاوٰی میں ہے، لہٰذا
یہ چاہیے کہ جس سے نکاح پڑھوانا منظور ہے اُسی کے نام کی اجازت لی جائے یا اذن مطلق لے لیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) نوشہ کا وقتِ نکاح سہرا باندھنا نیز باجے گاجے سے جلوس کے ساتھ نکاح کو جانا شرعاً کیا

حکم رکھتا ہے؟

الجواب

خالی پھولوں کا سہرا جائز ہے اور یہ باجے جو شادی میں رائج و معمول ہیں سب ناجائز و حرام۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) ولیمہ شریف کا کھانا کھلانا شریعت مطہرہ کے کس حکم میں داخل ہے، اس کا تارک کیسا ہے؟ نیز جس شہر کے لوگوں میں سے کوئی بھی بعد نکاح ولیمہ نہ کرتا ہو بلکہ پہلے نکاح کے اول روز جس طرح کہ رواج ہے کھلا دیتا ہو تو ان سب لوگوں کے لیے شریعت نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا حکم شریف کیا ہے؟

الجواب

ولیمہ بعد نکاح سنت ہے اس میں صیغہ امر بھی وارد ہے، عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا: اولم ولو بشاۃ[1] ولیمہ کر اگرچہ ایک ہی دُنبہ یا اگرچہ ایک دنبہ۔ دونوں معنی محتمل ہیں اور اول اظہر تارکان سنت ہیں مگر یہ سنن مستحبہ سے ہے، تارک گنہگار نہ ہوگا اگرچہ اسے حق جانے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۲: از ضلع ہزاری باغ، ڈاک خانہ چترپور، مقام چترپور، مسئولہ محمد عبدالرب صاحب روز پنجشنبہ ۲۲ رجب ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین رحمہم اللہ تعالٰی اجمعین اس مسئلہ میں کہ زید کی بی بی نے بحالت شیرخوارگی اپنے بیٹے عمرو کے اندر مدت رضاعت بکر کو دودھ پلایا، بعدہ زید کی بی بی سے تین لڑکے مسمیان محمد سعید و محمد فاضل و محمد سلیم تولد ہوئے تو اب بکر کی لڑکی سے محمد سلیم جو برادر حقیقی عمرو کا ہے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بحوالہ و بدرج عبارات کتب معتبرہ حنفیہ ارشاد ہو۔

الجواب

بکر کی لڑکی زوجہ زید کی اگلی پچھلی سب اولاد کی حقیقی بھتیجی ہے اور باہم مناکحت حرام قطعی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۳: مسئولہ جناب عبدالستار بن اسمٰعیل صاحب از شہر گونڈل، علاقہ کاٹھیاواڑ، یکشنبہ ۹ شعبان ۱۳۳۴ھ

بعض لوگ اپنی لڑکیاں اس ملک میں بعوض ہزار روپیہ لے کر کفو یا غیر کفو سے نکاح کر دیتے ہیں اس میں بعض وقت عمر کا بھی خیال نہیں رکھتے، یعنی جو شخص زائد رقم دے اس سے نکاح کر دیتے ہیں، آیا ایسی رقم کا لینا والدین کے حق میں مباح ہے یا نہیں اگرچہ والدین غریب ہوں اور اس طرح پر رقم لے کر غیر کفو یا

---

[1] صحیح البخاری باب الصفرۃ للمتزوج قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۷۵-۷۷۶

بڑی عمر والے کے ساتھ نکاح کردینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

مال کے سبب اپنی اولاد کا نکاح غیر کفو سے اس کے حق میں بدخواہی ہے، اور یہ روپیہ رشوت میں داخل ہے۔
فتاوٰی خیریہ میں اس جزئیہ پر بحث فرمائی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۴: مسئولہ عابد خاں معرفت منشی خدا بخش صاحب ٹھیکیدار صدر بازار بریلی دو شنبہ ۱۰ شعبان ۱۳۳۴ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس بارے میں کہ زید بکر کا چچا زاد بھائی ہے اور رضاعی بھی، زید
کے صرف ایک حقیقی چھوٹا بھائی ہے اور بکر کے ایک چھوٹا بھائی اور ایک بہن جو کہ حقیقی ہیں، اور بکر کی بہن دونوں
بھائیوں سے چھوٹی ہے، تو زید کے چھوٹے بھائی کا نکاح بکر کی چھوٹی بہن سے جائز ہے یا نہیں؟ چونکہ زید اور بکر
آپس میں رضاعی بھائی ہیں۔

الجواب

بکر نے اگر زید کی ماں کا دودھ پیا ہے تو زید اور اس کا بھائی بکر کے بھائی ہوئے نہ کہ خواہر بکر کے، اور اگر
زید نے بکر کی ماں کا دودھ پیا ہے تو زید خواہر بکر کا بھائی ہوا نہ کہ زید کا بھائی۔ بہرحال زید کے بھائی اور بکر کی بہن میں نکاح
جائز ہے لقولہم تحل اخت اخیہ رضاعا (فقہاء کے قول کے مطابق بھائی کی رضاعی بہن حلال ہے۔ ت)
واللہ تعالٰی اعلم

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۱۱۵ و ۱۱۶: مسئولہ عنایت حسین خاں محرر تھانہ دوسہ علاقہ ریاست جے پور ملک راجپوتانہ ۲ شعبان ۱۳۳۴ھ
(۱) کیا نابالغ لڑکی برضامندی خود اور خلاف مرضی ولی جائز کے اپنا نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟
(۲) بالغہ برضامندی خود اور خلاف مرضی ولی جائز کے اپنا نکاح غیر کفو میں کرے تو وہ نکاح درست ہے یا
نہیں؟ اور اگر ولی نے قبل از نکاح غیر کفو میں نکاح کرنے سے منع کردیا ہو اور پھر بھی کسی طرح پوشیدہ یا
زبردستی کسی غیر کفو کے ساتھ لڑکی نے نکاح کرلیا ہو تو اس کے ولی کو اس نکاح کے تنسیخ کا اختیار
ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) ہرگز نہیں، ہاں ولی کے اذن سے کرسکتی ہے جبکہ مجوّز ولی ہو، یا بطور خود کرے اور ولی بعد اطلاع
اسے جائز کردے تو جائز ہوجائے گا، رد کردے تو باطل ہوجائے گا۔ درمختار میں ہے:
الولی شرط صحۃ نکاح صغیر[1] الخ اقول نابالغ کے صحتِ نکاح کیلئے ولی شرط ہے الخ اقول

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۱

الوجه تقدیر النفاذ فان الموقوف من الصحیح غیر انه اراد بالصحۃ النفاذ علی التبادر۔ واللہ تعالٰی اعلم

اس کو درست کرنے کے لیے لفظ "نفاذ" مقدر ہے کیونکہ ولی کے بغیر نکاح موقوف ہوتا ہے جو کہ صحیح نکاح ہے مگر یہاں صحت سے مراد نفاذ ہے کیونکہ یہی متبادر ہے (ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۲) شرع میں غیر کفو وُہ ہے کہ نسب یا مذہب یا پیشے یا چال چلن میں ایسا کم ہو کہ اس کے ساتھ عورت کا نکاح اولیائے زن کے لیے باعثِ ننگ وعار ہو، ایسے شخص سے اگر بالغہ بطور خود نکاح کرے گی نکاح ہوگا ہی نہیں اگرچہ نہ ولی نے منع کیا ہو نہ اس کے خلاف مرضی ہو، یہ نکاح اُس صورت میں جائز ہوسکے گا کہ ولی نے پیش از نکاح اس غیر کفو یعنی مذکور کی حالتِ مذکورہ پر مطلع ہو کر دیدہ ودانستہ صراحۃً بالغہ کو اس کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت دے دی ہو، ان میں سے ایک شرط بھی کم ہو تو بالغہ کا کیا ہوا وُہ نکاح باطل محض ہوگا اور ولی کو اس کے فسخ کرنے یا اس کا فسخ چاہنے کی کیا حاجت کہ فسخ تو جب ہو کہ نکاح ہو لیا ہو، یہ تو سرے سے ہوا ہی نہیں۔ درمختار میں ہے:

یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

غیر کفو میں اصلاً نکاح کے ناجائز ہونے کا فتوٰی دیا جائے گا۔(ت) واللہ تعالٰی اعلم

ہاں عوام کے محاورہ میں غیر کفو اسے کہتے ہیں جو اپنا ہم قوم نہ ہو مثلاً سیّد و شیخ یا شیخ اور پٹھان یا پٹھان اور مغل، ایسا غیر کفو اگر اس شرعی معنی پر غیر کفو نہ ہو تو بالغہ کا بے اذن ولی بلکہ بنا راضی ولی اُس سے نکاح کرلینا جائز ہے اور ولی کو اس پر کوئی حق اعتراض نہیں۔ درمختار میں ہے:

نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم

عاقلہ بالغہ حرہ عورت کا نکاح ولی کی رضا کے بغیر بھی نافذ ہوتا ہے۔(ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱: آگرہ چھاؤنی انجن گودام جی آئی پی ریلوے بابو محمد نیاز خاں اسٹورس کلرک روز چہارشنبہ ۳ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ

جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب کو بعد سلام سنّت اسلام ومحبت مشام آں کہ معلوم ہو کہ حضور کو میں تکلیف دیتا ہوں کہ اس مسئلہ میں علماء کیا فرماتے ہیں میرے ایک عزیز کا عقد ایک مسماۃ کے ساتھ ہوا اور اس مسماۃ کے والدین نے لڑکی کی رخصت ۵ ماہ کے بعد کی مگر اس درمیان میں ایک نقص مسماۃ کے بعد ۳ ماہ کے خفیہ ظاہر ہوا ہے کہ مسماۃ کو سفید کوڑھ و برص کہتے ہیں وُہ ہے، اور اس مسماۃ کے والدین سے دریافت

www.alahazratnetwork.org

---

[1] و [2] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱

کرنے پر اب ظاہر کیا ہے کہ کچھ شکم کا داغ ہے، اوّل نکاح کے ظاہر نہ کیا۔ اگر مستفتاۃ کو رخصت کرکے نہ لایا جائے اپنے گھر پر، تو وہ مہر کی مستحق ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور لڑکا اپنا خرچہ اس کے والدین سے لے سکتا ہے یا نہیں؟ فقط

الجواب

نکاح صحیح و تام ہوگیا، دو باتوں سے ایک فرض ہے یا بھلائی کے ساتھ رکھنا یا اچھی طرح چھوڑ دینا۔ اگر قبل خلوت طلاق دی جائے گی آدھا مہر ساقط ہوجائے گا نصف واجب الادا ہوگا۔ شادی میں جو اٹھادیا، خرچ کردیا، اس کا تاوان کسی پر نہیں۔ ہاں جو زیور یا کپڑے چڑھاوے میں دیے ہوں اور عورت کو اُن کا مالک کردینے کی وہاں رسم نہ ہو یہ تملیک نہ بھی جاتی ہو، نہ تملیک کی ہو تو اُن اشیاء کے واپس لینے کا شوہر کو اختیار ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۸ از جبلپور پریس انجمن محمد یوسف یکشنبہ ۱۹ شوال ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین کہ ایک شخص حنفی المذہب نے اپنا نکاح قاضی شافعی المذہب یا اہلحدیث غیر مقلد سے بموجب قاعدۂ احناف پڑھوایا، پس اس کا نکاح جائز ہوا یا نہیں؟ اور بصورت ناجائز ہونے نکاح حسبِ خیال مؤلف فتح المبین تجدید نکاح کی ضرورت ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر کوئی واقعی شافعی المذہب ہے تو شافعیہ مثل ہمارے اہلسنت ہیں اس میں تو کوئی حرج ہی نہیں جبکہ اس نے نکاح ایسے طور پر نہ پڑھایا ہو کہ وہ مذہب حنفی میں صحیح نہیں اور غیر مقلدین صرف تارکِ تقلید نہیں بلکہ ان کا مذہب بہت عقائدِ کفریہ پر مشتمل ہے جس کی قدرے تفصیل الکوکبۃ الشہابیہ میں ہے۔ نکاح پڑھوانا ایک تو بطورِ رسم ہوتا ہے جیسے نکاح خواں قاضی مقرر ہوتے ہیں یوں پڑھوایا اور اس نے حنفی مذہب کے طور پر صحیح پڑھایا تو تجدید نکاح کی حاجت نہیں، اور ایک نکاح پڑھوانا بطور تعظیم ہوتا ہے کہ اس کو معظم اور متبرک سمجھ کر اُس سے پڑھواتے ہیں، اگر یوں پڑھوایا اور اس کو غیر مقلد نہ جانتا تھا کہ وہابیہ میں تقیہ بکثرت ہے تو یوں بھی تجدید نکاح کی ضرورت نہیں جبکہ اُس نے صحیح طور پر پڑھایا ہو، اور اگر غیر مقلد جان کر اُسے معظم و متبرک سمجھا اور اس سے نکاح پڑھوایا تو نہ فقط تجدید نکاح بلکہ تجدید اسلام کی بھی حاجت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۹ از راجپوتانہ کوٹہ محلہ رامپور متصل مسجد موم‌ناں عبدالصمد ملازم بینڈ باجہ دوشنبہ شوال المعظم ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں غیر مقلد شافعی ہیں یا نہیں؟ اور ہندہ بالغہ نو ماہ سے بیوہ ہے اور دو بچے بھی رکھتی ہے اپنے والدین کی بلا رضامندی و عدم موجودگی کے برضامندی و رغبت خود بلا خوف و ترغیب کے زید حنفی سے خود قاضی کے مکان پر جاکر بھراہی چند آدمی نکاح پڑھوالیا۔ پھول و شیرنی و نئے کپڑے وغیرہ پہنے نہیں گئے، دو گواہ اور ایک وکیل اور قاضی نے ایجاب قبول ارکانِ نکاح پورے طور پر ادا کرتے

کیا یہ نکاح ناجائز ہے؟ اور بعد نکاح زید ہندہ نے مثل زن و شوہر کے ہمبستری کی اور صرف تین دن ہندہ زید کے پاس رہی اور اب ہندہ نکاح سے منکر ہے اور اپنے بچاؤ کے لیے کہتی ہے کہ غیر مقلد ہوں، اور شافعی مذہب میں بغیر ولی کے نکاح ناجائز ہے اس کے برخلاف قاضی و دو گواہ و وکیل حلفیہ نکاح ہونا بیان کرتے ہیں، قاضی حلفیہ یہ بیان کرتا ہے کہ ہندہ نے نکاح کے پیشتر اس کے دریافت کرنے پر کہا تھا کہ میں سنت جماعت یعنی حنفی ہوں، اس کا یقین ہونے پر قاضی نے نکاح پڑھایا، کیا ہندہ کا کہنا نکاح کے ناجوازی کے لیے صحیح ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

غیر مقلد شافعی نہیں بلکہ اہلِ بدعت و اہوا و اہلِ نار ہیں۔ طحطاوی علی الدر المختار میں ہے:

فمن کان خارجا من ھؤلاء الاربعۃ فی ھذا الزمان فھو من اھل البدعۃ والنار[1]

جو ان چار مذاہب سے خارج ہے اس دور میں تو وہ بدعتی اور جہنمی ہے (ت)

ہندہ نے جس سے نکاح کیا اگر وہ ہندہ کا کفو ہے یعنی مذہب نسب چال چلن پیشہ کسی بات میں ایسا کم نہیں کہ اس سے ہندہ کا نکاح اولیائے ہندہ کے لیے باعثِ ننگ و عار ہو تو بیشک نکاح صحیح و لازم ہوگیا، ہندہ کے انکار سے اب مٹ نہیں سکتا اگرچہ ہندہ واقع میں شافعیہ ہوتی۔ خلاصہ و درمختار میں ہے:

اذا سئل ما قول الشافعی فی کذا وجب ان یقول قال ابوحنیفۃ کذا[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

جب حنفی سے سوال کیا جائے کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کا اس مسئلہ میں قول کیا ہے تو ہو چاہئے کہ وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول بتائے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۱۲۰: از ضلع پرتاب گڑھ مانک پور ظہور حسام چہار شنبہ ۲۲ شوال ۱۳۳۴ھ

زید محض غریب آدمی ہے جائداد وغیرہ کچھ نہیں رکھتا صرف پیشہ طبابت وغیرہ سے کام چلتا ہے اپنی لڑکی کی شادی کرنا چاہتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ مہر سوا لاکھ روپے سے کم نہ ہوگا، عمرو جس کو لڑکی منسوب ہے وہ اس سے بھی زیادہ غریب ہے، غربت کی وجہ سے عمرو اس قدر دین منظور نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ میں محض غریب آدمی ہوں سوا لاکھ روپیہ میں نے کبھی دیکھا بھی نہیں ہے، اس قدر مہر میں ہرگز قبول نہ کروں گا۔ غرضیکہ دریافت طلب یہ امر ہے کہ زیادتی اگرچہ غیر مستحسن ہے لیکن حیثیت کا کچھ لحاظ رکھنا ضروری ہے یا نہیں؟ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حیثیتِ زوج کا کچھ لحاظ کیا ہے ایسی صورت میں کہ عمرو کی حیثیت سے کہیں زیادہ ہے نکاح سوا لاکھ مہر پر کیسا ہوگا اور اگر ہوگیا تو حدیث شریف میں جو آیا ہے کہ اگر مہر ادا کرنے کی نیت نہ ہوتی تو زنا ہوگا اور لڑکے حرامی، اس کے خلاف ہوگا یا نہیں؟ اور نکاح جائز ہوگا یا نہیں؟ فقط

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الذبائح دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۱۵۳

[2] درمختار باب العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۵۶

الجواب

حیثیت کالحاظ رکھنا مناسب ہے مگر نکاح ہر طرح ہوجائے گا اگرچہ نان شبینہ کے محتاج پر تمام خزائن دنیا کے برابر مہر باندھا جائے مہر نکاح میں اصل نہیں ولہذا نفی مہر کے ساتھ بھی نکاح صحیح ہے مہر مثل لازم ہوگا اور جب رقم معیّن کردی اگرچہ کسی قدر کثیر تو وہ ضرور ذمہ پر لازم ہوگی انسان اگرچہ بادشاہ ہفت اقلیم ہو اس کی حیثیت محدود ہے ذمہ کی وسعت محدود نہیں اگرچہ محتاج محض ہو۔ حدیث میں فرمایا: المال غاد ورائح (مال صبح وشام آنے جانیوالی چیز ہے۔ ت) وہ کہ جنھیں روٹی نصیب نہ تھی آنکھوں دیکھتے والیِ ملک ہوگئے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ طرفین اُسے دَین سمجھیں اور شوہر نیت ادار کھے۔ ایک صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ محض مفلس تھے، نکاح کیا، مہر کثیر کی درخواست کی گئی، قبول فرمالی اور فرمایا: علی اللہ وعلی رسولہ المعال اللہ اور اس کے رسول پر بھروسہ ہے یعنی وہ عطا فرمادیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ خود قرآن عظیم فرماتا ہے:

ولو انھم رضوا ما اٰتٰھم اللّٰہ ورسولہ وقالوا حسبنا اللّٰہ سیؤتینا اللّٰہ من فضلہ ورسولہ انا الی اللّٰہ راغبون[1]

اور کیا اچھا ہوتا اگر وُہ راضی ہوتے اللہ ورسول کے دیے پر، اور کہتے اللہ ہمیں کافی ہے اب ہمیں دیتے ہیں اللہ ورسول اپنے فضل سے، بیشک ہم اللہ ہی کی طرف رُوئے نیاز لاتے ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

ایسی حالت میں کوئی الزام بھی نہیں بلکہ نکاح نیت نیکو اور جانب نما دقہ کے ساتھ کیا گیا ہے تو حسب وعدہ صادقہ حدیث صحیح اللہ عزوجل اس دین کا ضامن ہے، امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک بار خطبہ میں مغالاۃ فی المھور یعنی حیثیت سے زیادہ مہر باندھنے پر انکارِ شدید فرمایا، حاضرین میں سے ایک بی بی نے آیہ کریمہ اٰتیتم احدٰھن قنطارا[2] (تم ان عورتوں کو ڈھیر مال دیتے ہو۔ ت) تلاوت کی جس میں سونے کا ڈھیر عورت کے مہر میں مقرر کرنا جائز فرمایا گیا فوراً امیر المومنین نے انکار سے رجوع فرمائی اور بکمال تواضع فرمایا:

اللھم کل احد افقہ من عمر حتی المخدرات فی المحال[3]

اے اللہ! عمر سے ہر ایک زیادہ فقیہ ہے حتی کہ پردہ دار عورتیں بھی۔ (ت)

ہاں یہ ناجائز ہے کہ مہر باندھے اور ادا کی نیت نہ ہو اگرچہ اس کی حیثیت سے کتنا ہی کم ہو، اسی کو حدیث میں

---

[1] القرآن ۹/۵۹

[2] القرآن ۴/۲۰

[3] سنن الکبرٰی للبیہقی باب لاوقت فی الصداق الخ دار صادر بیروت ۷/۲۳۳

فرمایا ہے کہ وہ حشر میں زانی و زانیہ اٹھائے جائیں گے۔ یہ اس حدیث میں بھی نہیں کہ وہ شرعاً زانی زانیہ ہیں اور اولاد حرامی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۱: از بریلی محلہ ذخیرہ چہار شنبہ ۲۴ شوال ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید وعمرو آپس میں حقیقی بھائی ہیں، زید کے لڑکے نے زوجہ عمرو کی چھاتی اتفاقیہ درآنحالیکہ وہ سو رہی تھی اور چار پانچ ماہ کی تو حاملہ بھی تھی یعنی پہلا حمل تھا اپنے منہ میں لے لی، زوجہ عمرو کا بیان ہے کہ جس وقت میری آنکھ کھلی تو میں نے لڑکے کو دیکھا کہ میری چھاتی اپنے منہ میں لیے ہوئے اس طرح منہ چلا رہا ہے جیسے بچے دودھ پیتے ہیں، مجھ کو نہیں معلوم کہ میرے اس وقت دودھ تھا یا نہیں، یا مجھ کو کوئی اثر دودھ کا معلوم ہوا یا نہیں، میں نے لڑکے کو فوراً اپنی چھاتی سے علیحدہ کردیا اس واقعہ کو عرصہ قریباً سترہ اٹھارہ سال کا ہوا اس صورت میں از روئے شرع زید کے لڑکے مذکور کا عمرو کی کسی لڑکی کے ساتھ نکاح درست ہے یا نہیں؟ اور نیز یہ کہ یہ مدت قلیل حمل کی عورت حاملہ کے اتر آنے دودھ کی ہے یا نہیں؟ زوجہ عمرو کی عمر اس وقت چودہ سال اور زید کے لڑکے کی عمر ایک سال کی تھی۔ بینوا توجروا

الجواب

جب تک دودھ کا کوئی قطرہ جوف میں جانا معلوم وثابت نہ ہو حرمت ثابت نہ ہوگی، درمختار میں ہے:

یثبت بہ ان علم وصولہ بجوفہ من فمہ او انفہ لاغیر فلو التقم الحلمۃ ولم یدر ادخل اللبن فی حلقہ ام لا لم یحرم لان فی المانع شکا ولوالجیۃ۔[1]

اس سے ثابت ہوگا اگر دودھ کا حلق یا ناک کے ذریعہ پیٹ میں پہنچنے کا علم ہو، اس کے بغیر نہیں، اور اگر بچے نے پستان کا سر منہ میں ڈالا اور یہ معلوم نہ ہوسکا کہ بچے کے حلق سے دودھ اترا یا نہیں تو حرمت ثابت نہ ہوگی کیونکہ نکاح سے مانع میں شک پایا گیا، ولوالجیہ (ت)

دودھ اتر آنے کے لیے کوئی مدت مقرر نہیں، عورت کے مزاج کی قوت اور خون کی کثرت پر ہے، کبھی بعد ولادت بھی نہیں اترتا اور کبھی کنواری کے اتر آتا ہے۔ درمختار میں ہے:

الرضاع المص من ثدی آدمیۃ ولو بکرا۔[2]

عورت خواہ باکرہ ہو، کے پستان کو چوسنا رضاع کہلاتا ہے (ت)

www.alahazratnetwork.org

---

[1] درمختار باب الرضاع مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۲

[2] " " " "

یہ معاملہ عمر بھر کے حلال حرام اور اولاد کے حلالی اور حرامی ہونے کا ہے، عورت پر فرض ہے کہ جو بات واقعی ہو ظاہر کردے اخفاء نہ کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

۱۲۲ تا ۱۲۷ مسئلہ مسئولہ محمد اسحاق صاحب بر مکان قادر بخش وفعدار محلہ شاگرد پیشہ ریاست جاورہ ملک مالوہ چہار شنبہ ۲۹ شوال ۱۳۳۲ھ

مخدوم و مکرم جناب مولنا مفتی احمد رضا خاں صاحب دام مجدہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، التماس ہے کہ میں حضور عالی کو امور ذیل کے لیے تکلیف دیتا ہوں امید ہے کہ معاف فرمادیں گے۔ مسماۃ ہندہ کا نکاح بعمر گیارہ سال سوتیلے والد کی اجازت سے زید کے ہمراہ ہوا، بعد نکاح ہندہ چندیوم زید کے گھر رہ کر والدین کے گھر چلی آئی اور وہاں سے بغیر اجازت زید ہندہ والدین کے ہمراہ چالیس کوس دور جا کر سکونت اختیار کی اور قریبًا ایک سال ہندہ کو اپنے والدین کے گھر رہتے ہوئے ہوگیا زید نے اب آن کر رخصت زوجہ کا دعوٰی کیا چونکہ اب ہندہ تیرھویں سال میں ہے اور اپنا بالغہ ہونا کہتی ہے اور بوقتِ نکاح نابالغہ تھی نکاح فسخ کرنا چاہتی ہے کہ میں نابالغہ تھی اور میرا نکاح سوتیلے والد کی اجازت سے ہوا میں فسخ کراؤں گی ایسی صورت میں شرع شریف کیا حکم دیتی ہے؟

الجواب

www.alahazratnetwork.org

سائل کو چند امور کا جواب دینا چاہیے:

(۱) ہندہ کا کوئی ولی ہے یا نہیں؟ مثلاً جوان بھائی یا چچا یا چچا کا بیٹا یا دادا یا پردادا کی اولاد میں کوئی مرد؟

(۲) اگر ہے تو وہ وقت پر موجود تھا یا نہ تھا، اگر تھا تو خبر نکاح سُن کر کچھ بات کی یا نہیں؟ اور اگر کی تو کیا کہا؟

(۳) ہندہ کس مہینے اور روقت میں بالغہ ہوئی، کیا گھنٹہ منٹ تھا؟

(۴) وُہ کب سے دعوٰی فسخ کرتی ہے، اس کو کتنے دن ہوئے، کس مہینے تاریخ وقت میں اس دعوٰی کا لفظ منہ سے نکلا؟

(۵) جس سے نکاح ہوا وہ مذہب، نسل، چال چلن، پیشہ میں موافق ہے یا کم و بیش ہے تو کیا اور کس قدر؟

(۶) ہندہ کا نکاح یا رخصت اس کی ماں کی مرضی سے ہُوئی یا بلا مرضی؟

ان سوالوں کا جواب آنے پر جواب دیا جائے گا۔

جوابِ سوالات

(۱) ہندہ کا کوئی ولی مرد جیسا ارشاد ہُوا زندہ نہیں۔ ازواج میں ماں ہندہ کی حیات ہے۔

(٢) اس وقت کوئی زندہ نہ تھا۔

(٣) ہندہ یکم شوال ١٣٣٤ھ روز سہ شنبہ کو بالغہ ہوئی بوقتِ ظہر قریب ڈھائی بجے کے، گھڑی نہ تھی کہ منٹ دیکھے جاتے۔

(٤) بالغہ ہونے کے دن یعنی یکم شوال ١٣٣٤ھ روز سہ شنبہ تین بجے دعوے کا لفظ مُنہ سے نکلا۔

(٥) زید مذہب میں اہلِ سنت حنفی مسلمان ہے۔ نسب اچھا ہے، پٹھان، اور چال چلن اور پیشہ میں بھی موافق۔

(٦) ہندہ کا نکاح سوتیلے والد کی اجازت سے ہوا و نیز رخصت، حالانکہ ماں کی مرضی نہ تھی مگر خاوند کے کہنے سے اور زبردستی سے۔

الجواب

اگر یہ بیانات واقعی ہیں اور ہندہ کی ماں نے کہ صورتِ مذکورہ میں وہی ولی شرعی ہے اس کے نکاح کی اجازت نہ دی، نہ بعد کو جائز کرنے کا کوئی لفظ کہا، نہ کوئی فعل ایسا کیا کہ دلیلِ اجازت ہو تو یہ نکاح نکاحِ فضولی ہوا اور والدہ ہندہ کی اجازت پر موقوف تھا، اگر قبلِ بلوغِ ہندہ اس کی والدہ نے اس نکاح سے ناراضی اور اس پر انکار ظاہر کر دیا تو جبھی وہ نکاح باطل ہوگیا، اب ہندہ کو طلبِ فسخ کی حاجت نہیں، اور اگر والدہ ہندہ اب تک ساکت رہی تھی انکار نہ کیا تھا اگرچہ ناراض تھی تو ہندہ کے بالغہ ہونے تک وہ نکاح موقوف رہا اب خود اس کی اجازت پر موقوف ہوگیا جب اس نے اس پر ناراضی ظاہر کی باطل ہوگیا، اور کسی دعوے کی ہندہ کو حاجت نہیں، اور اگر والدہ ہندہ قبلِ بلوغِ ہندہ اُسے قولاً یا فعلاً جائز کر چکی تھی اور وہ جائز کرنا شوہر کے جبر و اکراہِ شرعی سے تھا جب بھی ظاہر یہی حکم ہے کہ وہ اجازت اجازت نہ ہوئی، اور اگر بخاطرِ شوہر تھا اگرچہ خود ناراض تھی تو اجازت یقیناً صحیح ہوگئی اور نکاح نافذ ہوگیا، اب ہندہ کو صرف خیارِ بلوغ رہا اس لیے کہ حسبِ بیانِ سائل شوہرِ ہندہ ہندہ کا کفو ہے، اس صورت میں ہندہ کو بالغ ہوتے ہی فوراً دعویٰ فسخ کرنا تھا اس نے بالغہ ہونے کے آدھے گھنٹے بعد دعویٰ کیا تو یہ دعویٰ نامسموع ہے اور نکاح لازم ہوچکا، اب ہندہ کے لیے اس میں کوئی چارۂ کار نہیں وبعید غایۃ البعد انہا لم تعلم بالنکاح الا بعد البلوغ حین ادعت الفسخ (یہ انتہائی بعید ہے کہ کسی لڑکی کو بالغ ہونے کے بعد دعویٰ فسخ کے وقت ہی نکاح کا علم ہوا ہو۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ١٢٨: مسئولہ عبدالعزیز صاحب جمعدار انجنیری کوٹہ راجپوتانہ نیاپورہ چہار شنبہ ١٩ ذوالقعدہ ١٣٣٤ھ

قاضیِ شہر کے علاوہ اگر کوئی دوسرا شخص پابندِ شریعت شرع شریف کے مطابق نکاح پڑھا دے یا دیگر مسلمان نکاح پڑھا دے اور اس کا اندراج رجسٹرِ قاضیِ شہر میں نہ ہو تو کیا وہ ناجائز ہے؟ اس کا جواب بھی دیجئے۔ فقط۔

18/18

الجواب

یہ نکاح خواں قاضی نہ شرعاً ضروری نہ اُن کے رجسٹر کی شرعاً حاجت، ہاں اندراج میں مصلحت ہے، باقی جس سے چاہیں پڑھوائیں کوئی روک نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۹: از کوہ شملہ ولیر نگل لاج مرسلہ کفایت حسین صاحب روز یکشنبہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

حضور مخزنِ علوم، معدنِ فنون، علمائے دین شرع متین، جناب مولوی صاحب قبلہ دام ظلکم یہ مسئلہ حضور کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے کہ خالہ زاد دو بھائی ہیں، ایک کی بی بی دوسرے بھائی کے لڑکے سے یعنی اپنے بھتیجے سے فعل ناجائز کرتی تھی سامنے شوہر کے، جبکہ شوہر فوت ہوگیا تو اسی بھتیجے کے ساتھ عقد کرلیا تو وہ عقد جائز ہے یا ناجائز ہے؟

الجواب

شوہر کے بھتیجے سے بعد وفات شوہر و انقضائے عدت نکاح جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۰: از کاٹھیاواڑ مقام ارٹیاں مرسلہ امین احمد صاحب پنجشنبہ ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

ایک شخص نے نکاح کیا، اس کا ارادہ یہ ہے تھوڑی یا زیادہ مدت بعد اس کو طلاق دے دے گا، یہ نکاح ہوتا ہے یا نہیں؟

www.alahazratnetwork.org

الجواب

اگر نکاح میں کسی مدت کی قید نہ لگائے صرف دل میں ارادہ ہو کہ سال بھر یا ایک مہینے یا ایک ہی دن کے بعد طلاق دے دوں گا تو نکاح میں کوئی حرج نہیں، ہاں بلاوجہ بے سبب محض طلاق دینا منع ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۱: مرسلہ حاجی سید نعیم الدین صاحب مقام امام گنج ڈاکخانہ سندر گنج ضلع رنگپور بنگال ۴ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی یتیمہ مظلومہ مسماۃ بہ الف بعمر صغیرہ نابالغہ ۱۱ یا ۱۲ سال کی اس کے چچا حقیقی کی عین موجودگی میں قہراً و جبراً اہلِ قریہ بطمع رشوت ایک عمر رسیدہ شخص سے یتیمہ الف کا عقد و نکاح کردیا اور چچا حقیقی یتیمہ کا بخیال فتنہ منع کرنے سے قاصر رہا اور لڑکی یتیمہ سے بھی جبراً اذن لیا اور لڑکی قبل سے انکار کرتی تھی اور بوقت اذن بھی انکار کرتی رہی لہذا آج تک انکار کرتی ہے بعد عقد و نکاح چھ ماہ کے درمیان کئی بار مصنوعی شوہر کے مکان پر آمد و رفت کیا لیکن جبراً، لہذا ایک وقت کچھ کھا کر مرنے پر آمادہ ہوگئی تھی اس وجہ سے وارثان مظلومہ رخصتی کراکے اس کے نانا کے مکان مقیم کیا ہے عرصہ چار سال سے زیادہ ہوا اور اس وقت عمر لڑکی الف کی قریباً ۱۶ یا ۱۷ سال کی ہے اور ایک سال سے بالغ کامل ہے اب

شخص عاقد وعقد و ہندہ وارثان الف پر مستعد شر ہے اور رخصتی چاہتا ہے، لڑکی جانے سے انکار کرتی ہے، احتمال ہے رخصتی کرنے سے لڑکی جان ہلاک ہو، اس لیے دست بستہ عرض ہے کہ یہ ولایت و اذن یتیمہ کا صحیح ہُوا یا نہیں، اور عقد و نکاح صحیح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور ایسے عاقد و عقد و ہندہ و عقد پڑھانے والوں پر کچھ حد شرعًا ہو سکتا ہے یا نہیں؟ امید کہ فی سبیل اللہ یتیمہ مظلومہ پر رحم فرمایا جائے، اور ان سب امروں کی بشرط توفیق رفیق تحقیق تحقیق خلاصہ بیان قابل اطمینان، جواب با صواب صاف صاف مفصل بعبارت اردو مدلل بدلائل شرعیہ احمدیہ حنفیہ مزین بمہر و دستخط تحریر صحیح عنایت فرما کر ممنون و مشکور فرمایا جائے، اور کارِ خیر و ثواب عظیم میں داخل ہو جائیے، اور مجھ کو معصیت سے نجات دلائیے۔ بیّنوا توجروا

الجواب

حقیقت کا علم اللہ عزوجل کو ہے، اگر یہ بیان واقعی ہے کہ الف اس وقت نابالغہ تھی اور اس کے چچا نے نہ اس وقت اجازت دی نہ اُس سے پہلے، نہ خبرِ نکاح سُن کر کوئی قول و فعل دلیلِ اجازت اُس سے صادر ہوا اور الف کی رخصت اور چند بار شوہر کے یہاں جانا یہ بھی اس کی بلا اجازت کے ہو، اور اُس وقت تک اُس نے کوئی کلمہ اس نکاح کے رَد کا بھی نہیں کہا، نہ الف کے ہنوز کوئی اولاد ہوئی، تو ان سب شرائط کے ساتھ وہ نکاح الف کے بالغہ ہونے تک چچا کی اجازت پر موقوف تھا اور بعد بلوغ الف خود الف کی اجازت پر موقوف ہُوا، اب اگر یہ بیان واقعی ہے کہ بعد بلوغ الف سے کوئی قول و فعل مثبت اجازت صادر نہ ہوا بلکہ اُسے اس نکاح پر انکار ہے تو ناراضی ظاہر کرتے ہی وہ نکاح کہ موقوف تھا رَد ہوگیا، الف کو اختیار ہے کہ بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرلے اگر خلوتِ صحیحہ واقع ہو چکی ہو جیسا کہ عبارتِ سوال سے ظاہر ہے، اور اگر خالی جانا آنا ہُوا اور ایک مکان میں تنہا تھوڑی دیر کے لیے بھی نہ ہوئے تو عدت کی بھی حاجت نہیں، اور عاقد نے اگر اپنے تصرف میں لیا تو شرائط مذکورہ کے ساتھ مرتکب حرام ہُوا کہ نکاحِ موقوف میں قبلِ اجازت وطی حرام ہے اور وہ وطی کہ الف کی نابالغی میں واقع ہوئی دلیلِ اجازت نہیں ہو سکتی اگرچہ اس کی اجازت سے ہو، عقد پڑھانے والا اگر اس بدنیتی میں شریک تھا تو وہ بھی گنہگار ہے ورنہ عقدِ موقوف فی نفسہٖ جرم نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۲: مرسلہ حاجی ولد میاں صاحب از ضلع گونڈا ریاست بلرام پور بازار چوک ۸ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مثلاً زید نے ہندہ سے جو زنا سے حاملہ تھی دیدہ و دانستہ حالتِ حمل میں نکاح کیا، بعد اُس کے چند آدمیوں نے مجبور کرکے ایک جلسہ میں تین طلاقیں دلوا دیں، یہ نکاح اور طلاق جائز و درست ہُوا یا نہیں؟ برتقدیر اوّل وضع حمل کے بعد جدید نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

جو عورت معاذ اللہ زنا سے حاملہ ہو اس سے نکاح صحیح ہے خواہ اس زانی سے ہو یا اس کے غیر سے۔ فرق اتنا ہے کہ زانی جس کا حمل ہے وہ اس سے قربت بھی کر سکتا ہے اور غیر زانی اگر نکاح کرے تو تا وضعِ حمل قربت نہیں کر سکتا، لئلا یسقی ماءہ زرع غیرہ[1] درمختار (تاکہ دوسرے کی کھیتی کو اپنے پانی سے سیراب نہ کرے۔ درمختار۔ ت) وصح نکاح حبلی من زنا[2] تنویر الابصار۔ زنا سے حاملہ کا نکاح صحیح ہے۔ تنویر الابصار (ت) 19

عدّت زنِ شوہر دار پر ہوتی ہے، جب شوہر مرے یا طلاق دے اور ذاتِ زوج کا حمل زوج ہی کا ٹھہرتا ہے قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: الولد للفراش وللعاھر الحجر[3] (بچے کا نسب نکاح والے کے لیے ہے زانی کو محرومی ہے۔ ت) آیہ کریمہ میں اولات الاحمال سے یہی مراد ہے صدرِ کلام میں خاص صورتِ طلاق ارشاد ہوئی ہے اور اسی کی تفصیل فرمائی گئی ہے:

یایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدۃ[4]۔ اے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عورتوں کو طلاق دیتے وقت ان کی عدت کا پاس کرو اور عدت کا شمار کرو (ت)

حدیث مذکور بطلان نکاح حبلی من زنا پر ہرگز دلیل نہیں بلکہ اگر دلیل ہے تو صحتِ نکاح پر کہ فرمایا فرق بینھما معہذا ممکن ہے کہ وہ تفریق ارشاد ہوئی ہو یعنی ایسی عورت رکھنے کے قابل نہیں، غرض صورتِ مستفسرہ میں عورت کا نکاح بیشک صحیح تھا اب اگر یہ شخص اس سے قربت کر چکا اس کے بعد طلاق دی، یا قربت نہ کی تھی تو ایک لفظ میں تین طلاقیں دیں، مثلاً یہ کہ تُو تین طلاق سے مطلقہ ہے، تو ان دونوں صورتوں میں طلاق مغلظہ ہو گئی اور بغیر حلالہ اس سے نکاح نہیں کر سکتا، اور اگر ہنوز قربت نہ کی تھی اور متفرق لفظوں میں تین طلاقیں دیں مثلاً تجھ پر طلاق ہے طلاق ہے تو طلاق بائن ہوئی مغلظہ نہ ہوئی بے حلالہ اس سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۳ – ۱۳۴: مرسلہ الف خاں صاحب مہتمم مدرسہ انجمن اسلامیہ سانگو ریاست کوٹہ راجپوتانہ ۲۳ صفر ۱۳۳۵ھ

(۱) بیوگان کا عقد مابین ایام عدت سہواً ہو جائے تو یہ درست ہے کہ نہیں یا بعد گزر جانے ایام مذکورہ

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۹

[2] " " " " ۱/۱۸۹

[3] صحیح مسلم باب الولد للفراش الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۷۰

[4] القرآن ۶۵/۱

نکاح کیا جائے تو اس میں کس کی اجازت درکار ہوگی، عورت خود اپنے اختیار سے نکاح پڑھ سکتی ہے یا اس کے رشتہ دار یا کسی اور شخص موجودہ کی اجازت درکار ہوگی۔

(۲) ایسی عورت جس کا خاوند مرجائے اُس کا نکاح اس کے جیٹھ سے ہوسکتا ہے یا نہیں اور وہ کیسی حالت میں اور کس وقت کن شرائط پر۔

الجواب

(۱) عدت میں نکاح باطل وحرام محض ہے سہوًا ہو خواہ قصدًا، بعد عدت اگر عورت نابالغہ ہے تو اجازتِ ولی مطلقًا درکار ہے، اور اگر بالغہ ہے تو دو صورتیں ہیں جس سے نکاح کیا چاہتی ہے اگر وہ اس کا کفو ہے یعنی مذہب نسب چال چلن پیشہ کسی بات میں ایسا کم نہیں کہ اُس سے اُس کا نکاح اس کے اولیاء کے لیے باعثِ ننگ و عار ہو جب تو یہ خود اختیار رکھتی ہے اجازتِ ولی کی حاجت نہیں، اور اگر غیر کفو ہے اور عورت کا کوئی ولی شرعی نہیں جب بھی اسے اپنے نفس کا اختیار ہے، اور اگر ولی شرعی ہے مثلاً بیٹا یا باپ یا دادا پردادا کی اولاد کا کوئی مرد بترتیب فرائض تو جب تک وہ پیش از نکاح اسے غیر کفو جان کر اُس نکاح کی اجازت صراحۃً نہ دے گا عورت کے کئے نکاح نہ ہو سکے گا باطل محض ہوگا،

یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا به یفتی لفساد الزمان[1] درمختار۔	فساد زمان کی وجہ سے غیر کفو میں اصلاً نکاح نہ ہونے کا فتوٰی دیا جائے گا، درمختار (ت)

(۲) بعد عدت جیٹھ سے نکاح جائز ہے جبکہ کوئی مانع مثل رضاعت یا مصاہرت یا جمع محارم نہ ہو اور نکاح کی وہی شرطیں ہیں جو ابتدائی نکاح میں ہوتی ہیں کوئی نئی شرط نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۵: از بلاسپور، سی پی، مرسلہ جناب حاجی دمن حاجی یعقوب صاحبان ۱۶ شعبان ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں بعض علماء کہتے ہیں اگر جلسہ منگنی میں ایجاب وقبول ہو تو بھی نکاح ہوگا اور شرط نکاح پائی گئی تو وہی جلسہ جلسۂ نکاح ہوگا جیسا کہ درمختار و غایۃ الاوطار میں ہے، اور بعض مولوی کہتے ہیں وہ جلسہ جلسۂ نکاح نہ ٹھہرے گا

عہ درمختار میں ہے: کذا انا متزوجك او جئتك خاطبا[2] (یوں ہی اگر کہا: میں تجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں، یا میں تجھے نکاح کا پیغام دینے آیا ہوں۔ت) غایۃ الاوطار میں ہے: "اس وعدے سے نکاح صحیح ہو جائے گا کہ مول چکانا نکاح میں رائج نہیں[3]"۔ ۱۲ (م)

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۱

[2] درمختار کتاب النکاح ۱/ ۱۸۵

[3] غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار " نولکشور لکھنؤ ۲/ ۴

www.alahazratnetwork.org

اور الفاظ ایجاب وقبول وشواہد اس جلسہ منگنی میں غیر معتبر ہوگا، کون فریق حق پر ہے اور برتقدیر قول بعض مولوی صاحب اس عبارتِ خلاصہ[عہ] کے کیا معنے ہوں گے۔

الجواب

عبارتِ خلاصہ کو اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں وہ اس امر میں ہے کہ ایجاب اگر نامتعین کے لیے واقع ہوا تو وہ نکاح صحیح نہیں اور متعین کے لیے واقع ہوا تو صحیح، اور اس مسئلہ میں حکم یہ ہے کہ ان الفاظ کو دیکھا جائے اگر وہ ایجاب وقبول کے لیے متعین ہیں تو نکاح ہوجائے گا اگرچہ جلسہ منگنی کا ہو اور اگر خطبہ وعقد میں متردد ہیں تو جلسہ کا اعتبار رہے گا، جلسہ منگنی کا ہے تو منگنی ٹھہرائیں گے اور نکاح کا ہے تو نکاح۔ درمختار میں ہے:

وکذا ھل اعطیتنیہا ان المجلس للنکاح فنکاح وان للوعد فوعد[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

یوں ہی کہا "کیا تُو نے اپنی لڑکی مجھے دی" نکاح کی مجلس میں نکاح اور وعدہ کی مجلس میں وعدہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۶: مرسلہ محمد اقبال و نور محمد صاحبان امام مسجد تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ ۹ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین رحمہم اللہ تعالٰی مفصلہ ذیل میں، ایک لڑکے کی ایک جگہ منگنی ہوئی تھی نکاح سے پیشتر کچھ عرصہ کے بعد لڑکے اور لڑکی کے والدین کے درمیان کسی خانگی امر کی وجہ سے ناموافقت پیدا ہوگئی جس سے لڑکی والے نکاح دینے سے منکر ہوگئے لڑکے کے والد نے کسی طرح لڑکی کو ورغلا کر چوری بوقت رات لڑکی کے میکے سے

عہ عبارت خلاصہ کی یہ ہے:

ابو الصغیرۃ اذا قال زوجت بنتی فلانۃ من ابن فلان بکذا وقال فلان قبلت لابنی ولم یسم الابن ان کان لہ ابنان او اکثر لایجوز وان کان لہ ابن واحد صح[2] ۱۲ (م)

نابالغہ کے باپ نے جب کہا میں نے اپنی بیٹی فلانی فلاں کے بیٹے کو اتنے مہر میں دی، اس کے جواب میں دوسرے نے کہا میں نے اپنے بیٹے کے لیے قبول کیا اور بیٹے کا نام ذکر نہ کیا، تو اگر اس کے بیٹے زیادہ ہوں تو نکاح نہ ہوگا، اور اگر ایک ہی بیٹا ہو تو نکاح صحیح ہوگا"۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۵

[2] خلاصۃ الفتاوٰی " مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/۵

نکال لیا اور فرار کرکے لے آیا۔ لڑکی چونکہ بالغ ہے اُس نے خود بخود شہر گوجرانوالہ جاکر باوجود لڑکی کے والدین کی نارضامندی اور عدم موجودگی کے اپنے لڑکے سے نکاح کرالیا۔ اس سے طرفین میں بہت سا فساد برپا ہوگیا جس کی نوبت کچہریوں تک پہنچی۔ یہ امر دینی مصلحت کے برخلاف ہوتا ہے۔ امید ہوسکتی ہے کہ ایسی دست درازی آئندہ بھی ایسی کارروائیوں اور فتنوں کی بانی ہو، جس کا انسداد واجب امر ہے۔ کیا ایسے رخنہ انداز آدمیوں کے لیے شریعت میں کوئی سزا مقرر ہے؟ مفصل حال سے آگاہی فرمائیں۔ فقط۔

الجواب

بلاشبہ ایسے لوگ مفسد وفتنہ پرداز اور آبرو ریز فتنہ انگیز مستحق عذاب شدید ووبالِ مدید ہیں، معاذ اللہ اگر ایسی جرأتیں روا رکھی جائیں تو ننگ وناموس کو بہت صدمہ پہنچے گا، کم سے کم اس میں شناعت یہ ہے کہ بلاوجہ شرعی ایذاءِ مسلم ہے۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذی مسلماً فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ[1]

جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی۔

یہ نکاح جس سے ہُوا اگر وُہ عورت کا کفو نہیں یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ میں ایسا کم ہے کہ اس سے نکاح ہونا اولیائے زن کے لیے باعث ننگ وعار ہے جب تو یہ نکاح کہ زنِ بالغہ نے بے رضائے ولی خود کیا سرے سے ہُوا ہی نہیں باطل محض ہے۔ درمختار میں ہے:

ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وبہ یفتی لفساد الزمان[2]

فسادِ زمان کی وجہ سے غیر کفو میں نکاح کے عدمِ جواز کا فتوٰی دیا جائے گا (ت)

اور اگر کفو ہے تو والدین کو ناراض کرکے عورت کا بطورِ خود نکاح کرلینا خصوصاً وہ بھی اس طور پر جاکر عورت کے لیے سخت محرومی وناراضی الٰہی کا باعث ہے، اور امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک تو اب بھی نکاح نہ ہُوا کہ ان کے نزدیک بغیر ولی کے نکاح باطل ہے، یہ کیا تھوڑی شناعت ہے کہ ایک امام برحق کے نزدیک عورت بے نکاحی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف الریاض ۴/ ۳۷۳

[2] درمختار باب الولی مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۱

مسئلہ ۱۳۶ بریلی خوجی محلہ مرسلہ عظیم اللہ صاحب ۳ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ بجبر کرایا گیا حالانکہ زید کی منشاء ہرگز نہ تھی جس کے چند شاہد موجود ہیں۔ بوقت ایجاب قبول کرنے کے زید نے "ہوں" مثل عورات کے کہا اور رخصت نہ ہونے پائی کہ زید اپنے مکان کو چلا گیا، اور اس سے قبل بھی تاریخ مقرر پر زید اپنے گھر سے فرار ہوگیا تھا تو اس صورت میں نکاح زید کا ہندہ کے ساتھ ہُوا یا نہیں؟ مُہر سے مزین فرمایا جائے۔

الجواب

نکاح ہوگیا اگرچہ قبول میں صرف "ہُوں" جبراً کہا ہو،

فان الاکراہ ان تحقق لم یعمل فیما یستوی فیہ الجد والھزل کالنکاح والطلاق والعتاق فکیف مالیس باکراہ۔

جبرواکراہ اگر پایا گیا تو ان امور میں موثر (عذر) نہیں بنے گا جن میں قصد و مذاق مساوی ہے مثلاً نکاح، طلاق اور عتاق اور اگر ان امور میں جبر نہ ہو پھر کیا کہا جائے۔(ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۷ محمد رحیم بخش عبدالحمید صاحبان از قصبہ فرح نگر ضلع گوڑگانوہ ۱۱ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید جبکہ بے ریش تھا اس کی نسبت (یعنی سگائی) ہندہ سے ہُوئی تھی اور زید ہندہ کے مکان پر کسی وجہ سے رہتا تھا یا پُرانی رشتہ داری کی وجہ سے رہتا تھا۔ ہندہ کی پھوپھی نے ہندہ کو گود لیا ہُوا تھا یعنی ہندہ کی پھوپھی لاولد یا بانجھ تھی، ہندہ کے گھر میں سوائے ہندہ کے زید سے کوئی پردہ نہیں کرتا تھا، ہندہ کی پھوپھی نے زید کے ساتھ اس قدر محبت بڑھائی جو کہ شفقت مادری سے زیادہ تر نظر آتی تھی، آخرکار زید سے سوال ہم بستری کا کیا، چونکہ اُس زمانے میں زید بالکل بے خبر تھا یعنی خدا و رسول اور نماز و روزہ سے بالکل بے خبر تھا، غرض دونوں کے باہم ناجائز دوستی کئی سال تک رہی، یہاں تک کہ زید اور ہندہ کے والدین نے شادی کردی، چونکہ میاں بیوی میں کمال درجہ اُلفت اور محبت ہُوئی اور ہندہ کی پھوپھی سے کچھ تعلق نہ رہا۔ اب چونکہ شادی کو تقریباً اٹھارہ سال گزر گئے اور تین بچے بھی ہوگئے، آج تک زید کو اس بات کا خیال تک نہ آیا اب زید ایک بزرگ سے شرفِ بیعت ہوکر خدا اور رسول کی اطاعت میں کمربستہ ہے اور اسی طرح ہندہ بھی پابندِ شرع ہے اور وہ بھی شرفِ بیعت ہوچکی ہے باوجود زید کو ہمیشہ کتب احادیث و فقہ سے کام رہتا ہے لیکن یہ مسئلہ آج تک اُس کی نظر سے نہیں گزرا اور نہ کسی سے ذکر سنا نہ اس بات کا خیال تھا، اب زید کتاب اکسیر ہدایت کا مطالعہ کررہا تھا اس میں باب النکاح پر نظر پڑی، اُس میں یہ عبارت لکھی پائی کہ پھوپھی بھتیجی یک جا نکاح میں حرام ہیں۔ جب سے زید نے یہ عبارت پڑھی دیوانہ اور پاگل سا ہوگیا ہے کیونکہ نہ عورت یعنی بیوی کو چھوڑنے کا یارا ہے

اور نہ خدا اور رسول کے حکم کے برخلاف ہو کر رہنے کی طاقت ہے۔ اب اس کو چھوڑنا چاہیے یا طلاق دینا چاہیے تو اس کے والدین یہ دریافت کریں گے کہ ہماری لڑکی کی کیا خطا ہے۔ اور جُدائی بھی نہایت شاق گزرے گی، مبادا کوئی اور آفت پیدا ہو۔ زید کی بدکرداریوں کی آج تک کسی کو خبر نہ ہوئی اب یہ رُسوائی کیونکر لی جاوے۔ اب تمام کیفیت زید و ہندہ کی آنجناب میں ظاہر کر دی، امیدوار ہوں کہ آپ حکمِ شریعت سے بلا کسی لحاظ و مروت کے حکم فرمادیں، اور اگر اس گناہ کا کفارہ ہو سکتا ہو تو وہ بھی بتلا دیا جائے۔ اور اگر زید و ہندہ میں جُدائی کرانے کا حکم ہو تو تین لڑکیاں جو پیدا ہو چکی ہیں ان کو کیا کیا جائے اور مہر ہندہ کا مبلغ مائتے بندھا ہے وہ ادا کرنا ہو گا یا نہیں؟ حالانکہ ہندہ نے شبِ عروس کو اپنا مہر معاف کر دیا تھا۔

الجواب

وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ویعفو عن السیئات[1] اللہ ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے۔

والحمد للہ رب العالمین، جو گناہ ہوا اس سے توبہ کرے استغفار کرے، باقی جو توہمات دربارۂ منکوحہ پیش آئے محض بے معنے ہیں، کسی عورت سے زنا کرنا اس کی بھتیجی بھانجی کو حرام نہیں کرتا، نہ ان کے نکاح میں کوئی خلل آتا ہے۔ خلاصہ و درمختار وغیرہما میں ہے:

وطیٔ اخت امرأتہ لا تحرم علیہ امرأتہ[2] سالی سے زنا کرنے کی وجہ سے بیوی حرام نہیں ہوگی (ت)

اکسیر ہدایت میں جو لکھا اس کا یہ مطلب ہے کہ پھوپھی بھتیجی دونوں ایک شخص کے نکاح میں ہونا یہ حرام ہے مثلاً بھتیجی نکاح میں ہے تو جب تک وہ نکاح میں رہے یا اگر اسے طلاق دے دے تو طلاق کی عدت جب تک نہ گزرے اُس وقت تک اس کی پھوپھی سے نکاح حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۹: مرسلہ سید عبداللہ صاحب ڈاک خانہ چھم گاؤں پٹرہ، بنگال ۵ اشعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مرد گواہ کے مقابل بالغہ نومسلمان عورت کو کوئی نکاح کیا تو درست ہے یا نہیں؟ از رُوئے مہربانی جواب عنایت فرماکر عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہوویں اور مجھ کو سرفراز فرمادیں۔

الجواب

نکاح کے لیے دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں گواہ ہونا لازم ہے، صرف ایک مرد کے سامنے ایجاب و

---

[1] القرآن ۴۲/۲۵

[2] درمختار کتاب النکاح فصل فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

قبول کرلینے سے نکاح نہیں ہوسکتا، وہو تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۰ مسئولہ براکلو از موضع کرن پورہ ڈاکخانہ سیوان ڈویژن ضلع سارن چھپرا ۱۵ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں

ہمشیرہ	برادر
مسماۃ مولودن	سجاد میاں
عمر تخمیناً ۱۳ یا ۱۴ برس	عمر تخمیناً ۲۱ یا ۲۲ برس
دو بھائی بہن	

[illegible]

مسماۃ زیتون دختر ہمشیرہ غنی خاں موجود کی اولاد ہیں — غفار پسر برادر

شادی گولاوٹ یعنی بدلین شرط پر میاں سجاد مذکور نے اپنا نکاح مسماۃ زیتون مذکور دختر غنی خاں سے کیا اور سجاد مذکور اپنے ہمشیرہ مسماۃ مولودن کا نکاح ساتھ غفار پسر غنی خاں سے کیا اور تاریخ شادی روانگی وآمد بارات کا بعد نکاح مذکورین کے تاریخ دوسرا مقرر تھا کہ اس درمیان میں جب تین روز سجاد کے گئے سے بارات جانے کو باقی تھا تب ہی مسماۃ زیتون اپنے باپ کے گھر سے باہر نکل گئی تب بعدہٗ غفار مذکور کی بارات بھی سجاد کے نہیں آئی، اب درمیان اُس گھرانے اور اُس گھرانے کے تکرار رنجار نجی تطویل کلامی پیش ہوگیا، سجاد کا مقولہ ہے کہ جب زیتون میرے گھر میں نہیں آئی تھی تب الحال بوجہ نقص شرط نکاح بدلین کے رہی اُس خاندان کی بدچلنی وغیرہ ظاہر ہوجانے سے ہرگز ہم اپنی ہمشیرہ مولودن کو اس خاندان میں نہیں جانے دیا نہ اب آنے دیں گے اور نکاح مذکورین بوجہ شرط شکنی وعہد شکنی کے باطل ہوگیا، خدانخواستہ مسماۃ مولودن کی جان کو کوئی نقصان پہنچ جاوے تو عجب نہیں ہے، عرض ہے صاف صاف فتوٰی اس کا حضور ارقام فرماویں، والسلام!

سجاد میاں برادر — مولودن ہمشیرہ — ان لوگ کے والدین فوت کر گئے

الجواب

نکاح میں کوئی شرط بدل کی نہ تھی اور ہوتی بھی تو نکاح شرط فاسد سے فاسد نہ ہوتا اور یہ بھی نہ سہی تو شرط نکاحِ زیتون تھا وہ ہوگیا، بہر حال مولودن غفار خاں کی منکوحہ ہے اور سجاد کو اس کے روکنے کا کوئی حق نہیں، سجاد اپنی منکوحہ زیتون کو تلاش کرکے اپنے قبضہ میں رکھے اور نہ رکھنا چاہے تو طلاق دے، مولودن کے نکاح پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑسکتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۱ از بدایوں مولوی محلہ کونچہ مولوی انوار حسین صدر اعلٰی مکان بخش والا مرسلہ حبیب اللہ صاحب ۱۲ شوال ۱۳۳۵ھ

مسماۃ ہندہ دختر مسماۃ خالدہ بیوہ ہے، اس کے دو بچے نابالغ ہیں، زید پدر شوہر متوفی ہندہ کا

بچوں کو کھانے کو دیتا ہے مگر غیر کافی، ہندہ وخالدہ اپنی محنت کرکے بشمول زید بسر کرتے ہیں، زید یہ چاہتا ہے کہ ہندہ اس کے دوسرے لڑکے سے جس کی بیوی واولاد موجود ہے عقد نکاح باندھنے پر رضامند ہوجائے مگر ہندہ وخالدہ رضامند نہیں، ودیگر اعزاء ہندہ عقد ثانی کو برا خیال کرتے ہیں، اور اگر ہندہ کی جوانی پر خیال کرکے رائے عقد کی دیتے ہیں تو ایسے شخص سے جس سے ہندہ وخالدہ کو اطمینان نہیں ہوتا اب خالدہ ایک شخص ثالث سے جس سے ہندہ بھی رضامند ہے اور ایک جگہ رہتے ہیں اس طرح عقد کرنا چاہتی ہے کہ دو ایک شخص عزیز تیسرے آدمی کے جس سے عقد کرنا چاہتی ہے واقف ہوں اور خود واقف ہو تاکہ ہندہ برے خیال وافعال سے بچی رہے اور اولاد کی بابت نزاع پیدا نہ ہو، تو اس طرح عقد ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بخیال مزید احتیاط شخص ثالث جس سے عقد نکاح پر رضامند ہے ہندہ کو خطبہ نکاح پڑھ کر ایجاب وقبول ہندہ سے کراسکتا ہے یا عقد نکاح باندھنے کے واسطے شخص غیر کی ضرورت ہے؟

الجواب

نکاح پڑھانے کے لیے دوسرے شخص کی حاجت نہیں صرف مرد وزن ہوں اور ایک مرد دو عورتیں عاقل بالغ مسلم کہ معًا دونوں مرد وزن کا ایجاب وقبول سنیں اور سمجھیں کہ یہ نکاح ہورہا ہے، مگر ہندہ اگر ولی نہیں رکھتی یعنی دادا پردادا کی اولاد میں کوئی مرد عاقل بالغ جب تو اسے اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرلے ورنہ اگر یہ شخص جس سے نکاح کیا چاہتا ہے ہندہ کا کفو ہے یعنی مذہب نسب چال چلن پیشے کسی بات میں ایسا کم نہیں کہ اس سے نکاح ہونا ولی ہندہ کے لیے باعث ننگ وعار ہو جب بھی ہندہ مختار ہے، اور اگر کفو نہیں تو جب تک ولی پیش از نکاح اسے غیر کفو جان کر صراحۃً اجازتِ نکاح نہ دے گا نکاح ہوگا ہی نہیں اگرچہ ہزار اعلان کیا جائے علیہ الفتوٰی درمختار وغیرہ (فتوٰی اسی پر ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۲: از بہاری پور بریلی مسئولہ جناب مولوی نواب سلطان احمد خاں صاحب مورخہ ۲۱ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

عرض در خدمت والیان شریعت محمدی وحامیان دین متین احمدی علمائے مقلدین مذہب حنفی یہ ہے کہ ایک شخص میر امام الدین نامی نے اپنی دختر عاقلہ بالغہ کا نکاح عبدالقدوس نامی کے ساتھ کردیا۔ نکاح کا ایجاب قبول ایک لیاقت شخص نے کرایا، بستی کے سب لوگ حاضر تھے مگر قاضی صاحب جلسہ میں موجود نہ تھے تو یہ نکاح جو غیر قاضی سے پڑھایا جائز ہوا یا نہیں؟ اور ان دونوں قاضیوں کو کیا اختیارات ہیں اور اگر کسی شخص نے کسی خاص وجہ سے قاضی کو شادی میں دعوت نہیں دی تو اس پر کیا الزام آتا ہے، اور قاضی کا حق نکاح خوانی اس کو دینا چاہیے یا نہیں جبکہ غیر قاضی سے پڑھوایا، بینوا بیانا وافیا اجرکم اللہ اجرا کافیا۔

الجواب

قاضی کوئی شرط نکاح نہیں، آدمی جس سے چاہے پڑھوائے، چاہے مرد وزن دو گواہوں کے سامنے

خود ایجاب وقبول کرلیں اس نام کے قاضی کے لیے شرعًا کچھ اختیارات نہیں، نہ وہ اُجرت کا مستحق، جبکہ نکاح دوسرے نے پڑھایا، نہ قاضی کو دعوت نہ دینے میں کوئی الزام، یہ نکاح خوانی کے قاضی اسماء سمیتموھا انتم وٰاباؤکم ما انزل اللّٰہ بہا من سلطٰن[1] (یہ اپنے بنائے نام ہیں، شرعی طور ان پر کوئی دلیل نہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۳ از بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ حکیم ریاض الدین صاحب رضوی ۲۳ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عورت بیوہ جو کہ اُس کے چھوٹے بھائی کی زوجہ تھی اُس سے نکاح کیا اور اُس کے ساتھ میں ایک دختر نابالغ تھی اُس دختر کا نکاح اُس کے سوتیلے باپ جو اُس کا پہلے تایا تھا اُس نے اپنی ولایت سے نابالغہ کا نکاح ایک لڑکے کے ساتھ کردیا لیکن لڑکی نکاح سے تاہنوز اپنے شوہر کے یہاں نہیں گئی اب ناکحین بالغ ہوئے تو ناکح اپنی منکوحہ کو اپنے گھر بلاتا ہے اور منکوحہ اُس کے گھر جانے سے انکار کررہی ہے اور کہتی ہے کہ تیرا چال چلن ٹھیک نہیں ہے میں تجھ سے نکاح توڑ دوں گی، تو اس صورت میں لڑکی اپنا نکاح فسخ کرسکتی ہے یا لڑکے کو مجاز ہے کہ زبردستی اُسے لے جائے اور ولایت اس کے سوتیلے باپ کی درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

سوتیلا باپ ہونا تو کوئی وجہِ ولایت نہیں، ہاں چچا ہونا سبب ولایت ہے اگر اس سے مقدم اور کوئی ولی نہ تھا اور یہ لڑکا جس سے اُس نے اس لڑکی کا نکاح کیا مذہب نسب یا پیشہ یا چال چلن میں ایسا کم نہ تھا کہ اُس سے اس لڑکی کا نکاح باعثِ ننگ وعار ہو تو نکاح ہوگیا، مگر اس لڑکی کو اختیار رہتا کہ بالغہ ہوتے ہی فورًا اُس نکاح سے اپنی ناراضی ظاہر کرے، جب تو اُسے فسخ کرنے کا اختیار ہے، اور اگر ذرا دیر لگائی تو اب نکاح لازم ہوگیا اختیارِ فسخ نہ رہا، اور اگر وقتِ نکاح ہی اس لڑکے میں امور مذکورہ میں کوئی کمی تھی جس کے سبب اس لڑکی کا نکاح باعثِ ننگ وعار ہو، جب نکاح سرے سے ہُوا ہی نہیں فسخ کی کیا حاجت! واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۴ تا ۱۴۷ از دلیل گنج پرگنہ جہان آباد ضلع پیلی بھیت مرسلہ منشی محب اللہ صاحب ضلعدار نہر ۲۳ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

وقتِ نکاح جو ایجاب وقبول کرائے جاتے ہیں اس میں اکثر اشخاص ایک دوسرے کے خلاف اعتراض کرتے ہیں،

(۱) زید کی لڑکی کہ نام اس کا تم کو معلوم ہے اور بالفعل اس نام کی اور کوئی لڑکی اس گھر میں موجود نہیں ہے بعوض مہر شرعی اس قدر روپے اور اس قدر دینار سُرخ سلطانی سکّہ رائج الوقت سوائے نان نفقہ کے نیچ نکاح

---

[1] القرآن ۷/ ۷۱

تمہارے کے آئی اور دی میں نے ، قبول کی تم نے ۔

(۲) باقی عبارت سب وہی ہے صرف بجائے لفظ "سوائے" کے علاوہ استعمال کرتے ہیں۔

(۳) میں سب عبارت وہی ہے صرف بجائے "سوائے" یا "علاوہ" کے لفظ "مع" استعمال کرتے ہیں۔

(۴) بعض شخص صرف یہ کہتے ہیں کہ بیچ نکاح تمہارے کے آئی اور دی میں نے ، اور بعض صرف لفظ "آئی" کہتے ہیں اور بعض شخص صرف لفظ "دی" کہتے ہیں ، اس میں کون سا لفظ استعمال کرنا چاہئے ۔ اب اعتراض اس لفظ پر ہے کہ جب لفظ سوائے نان نفقہ کہا گیا تو نان نفقہ دُولھا کے ذمہ عائد نہ ہوا بلکہ صرف روپیہ مہر کا عائد ہوا جیسے کوئی شخص کہے کہ فلاں فلاں شے فلاں شخص کو دی گئی سوائے پگڑی کے یعنی پگڑی نہیں دی گئی ، اسی طرح لڑکی بالعوض اس قدر مہر کے نکاح میں دی گئی سوائے نان نفقہ کے یعنی اس لڑکی کا نان نفقہ دُولھا کے نکاح میں نہیں آیا ، یہی اعتراض لفظ علاوہ کے کہنے سے بھی پیدا ہوتا ہے ۔ اور جب لفظ مع نان نفقہ کہا جاتا ہے تو معترض لوگ رجوع کرتے ہیں تعداد مہر کی طرف ، اور کہتے ہیں کہ بالعوض اس قدر مہر شرعی مع نان نفقہ کے کہنے سے نان نفقہ مہر میں شامل ہوگیا ، یعنی جب عورت نان نفقہ پائے تو وہ مہر مجرا دیا جائے اور تعین مہر کا روپیہ اس نان نفقہ کے حساب سے جب سب پا چکے تو پھر عورت نہ نان نفقہ پانے کی مستحق رہی اور نہ زرِ مہر کی ، گویا وہ بے نان نفقہ اور مہر کے نکاح میں رہی ، اپنے کھانے پینے کا انتظام عورت خود کرے ۔ معروض فرمائے کہ یہ الفاظ سوائے علاوہ مع کے استعمال کے نکاح درست ہوگا اور نان نفقہ بذمہ مرد عائد رہے گا یا نہیں ؟ اور کون سے لفظ کے استعمال سے نان نفقہ عائد ہوگا اور کون سے نہیں ؟

www.alahazratnetwork.org

الجواب

یہ سب اوہام بھی ہیں اور ان کی بحث فضول بھی ، اوہام تو یوں ہیں کہ جو رقم ذکر کی جاتی صرف مہر کے لیے مقصود ہوتی ہے ، اور علاوہ اور سوا اور مع یہ سب مہر کی صفتیں ہوتی ہیں یعنی وہ مہر کہ نان نفقہ سے علاوہ یا اُن کے سوا یا اُن کے ساتھ ہے علاوہ اور سوا کے یہ معنے کہ اس کا وجوب اُن کے وجوب پر زائد ہے اور مع کے یہ معنے کہ یہ اور وہ وجوب میں شریک ہیں یہی مراد ہوتی ہے اور یہی مفہوم ، اور ان سے بحث فضول ، یوں کہ نان و نفقہ و مہر ایسی چیز نہیں کہ اگر بالقصد ان کی نفی بھی کی جائے تو منتفی ہو جائیں یا نکاح میں کچھ خلل آئے ، نکاح شروط فاسدہ سے باطل نہیں ہوتا بلکہ وہ خود شرطیں ہی باطل ہو جاتی ہیں ، اگر اس شرط پر نکاح کیا جائے کہ مہر کچھ نہ ہوگا جب بھی مہر شرعاً لازم ہوگا مہر مثل دینا آئے گا ، اور اگر اس شرط پر نکاح کیا جائے کہ نان نفقہ کچھ واجب نہ ہوگا جب بھی اپنی صورتِ وجوب میں ضرور واجب ہوگا کہ قبل وجوب اسقاط مہمل ہے ۔ حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ،

ما بال اقوام یشترطون بشروط لیست فی کتاب اللہ من اشترط شرطا لیس فی کتاب اللہ

ایسی قوم کا کیا حال ہوا جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جن کی اجازت کتاب اللہ میں کسی طرح نہیں ، ایسی شرطیں

فھو رد وان کانت مائۃ شرط شرط اللّٰہ احق واوثق[1]

سو بھی ہوں تو وہ مردود ہوں گی، اللہ تعالٰی کی طرف سے جائز شرط زیادہ ثابت مضبوط ہے (ت)

بالجملہ اگر ایسی عبارت چاہیں جس میں یہ اوہام پیدا نہ ہوں تو یُوں کہیں بعوض اتنے مہر کے کہ نان و نفقہ کا وجوب اس کے علاوہ ہے تیرے نکاح میں دی اور "آئی" سے "دی" بہتر ہے کہ یہ انشا میں صریح ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۵: ازمقام ہنگن گھاٹ محلہ نشان پورہ ضلع وردھا مرسلہ محمد اسمٰعیل صاحب مورخہ ۲ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

جناب مولانا صاحب مدظلہ السلام علیکم، مندرجہ ذیل میں شرع شریف کا کیا حکم ہے تحریر فرمائیں، اللہ آپ کو اجر نیک عطا کرے۔ زید نے عمرو کی لڑکی سے نکاح کیا، نکاح کے وقت کسی قسم کی شرط وغیرہ نہ تھی، لڑکی رخصت ہو کر گھر آئی، چند روز کے بعد لڑکی کا والد لڑکی کو اپنے مکان میں لے گیا اور اب زید سے اس بات کا طالب ہے کہ وہ ایک اسٹامپ اس مضمون کا تحریر کردے کہ میں لڑکی کو اپنے وطن میں نہیں لے جاؤں گا یہیں اس کے والدین کے پاس اس شہر میں رکھوں گا، اگر زید اسٹامپ نہ لکھے گا تو لڑکی کی طرف سے میرا جواب ہے کہ اب میں لڑکی کو رخصت نہ کروں گا۔ دریافت طلب امر یہ ہیں کہ کیا عمرو کا یعنی لڑکی کے باپ کا یہ عذر معقول ہے اور وہ ایسی حالت میں لڑکی کو روک سکتا ہے؟

www.alahazratnetwork.org

الجواب

اگر مہر کُل یا بعض پیشگی دینا قرار نہ پایا تھا یا قرار پایا تھا اور وہ ادا ہوگیا تو لڑکی کے باپ کا یہ عذر بیجا ہے اور وُہ اسے نہیں روک سکتا۔

قال اللّٰہ تعالٰی واسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم[2] واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیویوں کو اپنے ساتھ سکونت دو گنجائش کے مطابق۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

ہاں اگر کوئی صورت خاص ہو کہ سفر بہت طویل ہے اور وہاں تنہائی میں لڑکی کو ضرر رسانی کا ظن غالب ہے تو اس کے ثبوت پر بے بندوبست کافی، وہاں لے جانے کی اجازت نہ دیں گے۔

قال اللّٰہ تعالٰی ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن[3]، وقال صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ

اللہ تعالٰی نے فرمایا، ان کو تنگی دینے کے لیے ضرر مت پہنچاؤ۔ اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] صحیح بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الولاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۷۷

[2] القرآن ۶۵/ ۶

[3] ایضاً

وسلم لاضرر ولاضرار فی الاسلام[1] واللہ تعالٰی اعلم۔ نے فرمایا: اسلام ضرر اور نقصان پہنچانے کی اجازت نہیں دیتا (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۹: مرسلہ شیخ فضل احمد صاحب درزی بازار کٹرہ متصل کارخانہ میز کرسی یعقوب خاں مورخہ ۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وفضلائے متین دریں مسئلہ کہ ایک عورت کے شوہر نے اپنی زوجہ کو طلاق دی عدت گزرنے نہ پائی تھی کہ عورت نے دوسرے شخص کے پاس جاکر کہا کہ تم میرے ساتھ نکاح کرلو ورنہ میں حرام کرنے پر تیار ہوں اُس نے یہ خیال کرکے کہ عورت حرام کرنے سے خراب ہوجائیگی اور اس عورت کو سمجھایا کہ تیری عدت گزرجانے بعدہٗ نکاح کرلینا مگر عورت نے کسی طرح نہ مانا لہذا اس شخص نے مجبوراً اس عورت سے نکاح کرلیا تو یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ دیگر یہ کہ عرصہ آٹھ ماہ سے یہ عورت اسی شخص کے پاس ہے جس کے ساتھ دوبارہ نکاح کیا۔ بایں وجہ شفقت ومحبت دونوں میں حد اعتدال سے زیادہ ہوگئی کہ تھوڑی دیر کے واسطے بھی نگاہ سے اوجھل ہونا ایک کا دوسرے کو ناگوارِ خاطر ہوتا ہے۔ لہذا دوسرا نکاح اگر اس عورت کے ساتھ ناجائز ہو تو کس صورت سے جائز ہو اور خود بھی زوج وزوجہ پریشان ہیں کہ کیونکر نکاح ہو اور اکثر اوقات ہم بستر بھی ہوئے ہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

وُہ نکاح نہ ہُوا زنائے خالص ہوا، اُن مرد وزن پر فرض ہے کہ فوراً جُدا ہوجائیں، مرد اُسے چھوڑ دے، پھر اگر پہلے کی طلاق کے بعد ابھی تین حیض نہ آئے ہوں تو انتظار فرض ہے یہاں تک کہ تین حیض شروع ہوکر ختم ہوجائیں، اور اگر ختم ہوگئے ہیں اور یہ دوسرا اس سے نکاح چاہتا ہے تو چھوڑنے کے بعد فوراً کرسکتا ہے، اور اگر عورت کسی تیسرے سے نکاح چاہے تو یہ دوسرا جس دن چھوڑے اس کے بعد تین حیض شروع ہوکر ختم ہونا لازم ہے، اس سے پہلے تیسرے سے نکاح نہیں کرسکتی۔ دُرر میں ہے:

المطلقۃ اذا تزوجت فی عدتہا فوطئہا الثانی فرق بینہما وتداخلت عندنا ویکون ماتراہ من الحیض محتسبا منہما جمیعا واذا انقضت العدۃ الاولی ولم تکمل الثانیۃ فعلیہا اتمام العدۃ الثانیۃ۔[2]

مطلقہ عورت نے اگر عدت میں کسی دوسرے سے نکاح کیا اور اس دوسرے نے اس سے جماع کرلیا، تو دونوں میں تفریق کی جائے گی اور دونوں عدتیں متداخل ہوجائیں گی، اور آنے والا حیض دونوں کا مشترکہ ہوگا اور جب پہلی عدت پوری ہوجائے اور دوسری عدت پوری نہ ہو تو دوسری کو تمام کرے۔ (ت)

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۵۱۸۹ مکتبۃ المعارف الریاض ۶/۹۱

[2] درر شرح غرر باب العدۃ احمد کامل الکائنہ دار سعادت بیروت ۱/۴۰۳

خانیہ و بحر و ردالمحتار میں ہے:

اذا تمت عدۃ الاول حل للثانی ان یتزوجھا لا لغیرہ مالم تتم عدۃ الثانی بثلاث حیض من حین التفریق[1]

والله تعالٰی اعلم

جب پہلی عدت پوری ہو جائے تو دوسرے خاوند کو اس سے نکاح حلال ہوگا۔ تفریق کے بعد جب تک دوسری عدت کے تین حیض مکمل نہ ہو جائیں اس وقت تک کسی غیر کے لیے حلال نہ ہوگی۔ (ت)

مسئلہ ۱۵۰، ۱۵۱: از موضع بھوتا بھوتی لیسوتولانڈ ملک افریقہ مرسلہ جناب حاجی اسمٰعیل میاں ابن حاجی امیر میاں صدیقی حنفی قادری

(۱) زید سوال کرتا ہے کہ خدا نے مرد کو حکم دیا دو دو تین تین چار چار، اور عورت کو کیوں نہیں ملا کہ تم دو دو تین تین چار چار مرد کرو۔

(۲) ایک شخص زانی عورت کافرہ کو اسلام قبول کرواکے نکاح کیا اب وہ عورت حاملہ ہے مگر اُسی مرد سے جس کے ساتھ نکاح ہوا ہے۔ آیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ اگرچہ حاملہ اسی سے ہو جب بھی نکاح جائز نہیں اور شاہد و حاضرین کا ٹوٹ جاتا ہے۔ مجموعہ خانی جلد ثانی ص ۳۹:

www.alahazratnetwork.org

در ہدایہ وکافی آوردہ است عورتے حربیہ در دارالاسلام آمد برآں عورت عدت لازم نشود خواہ اسلام در دارحرب آوردہ باشد خواہ نیاوردہ باشد و ایں قول امام اعظم ست رحمۃ اللہ علیہ، و نزدیک امام ابویوسف و امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی عدت لازم شود، و باتفاق علماء برکنیز کہ در تاخت گیرند عدت لازم نیست فاما استبراء لازم ست واگر حربیہ کہ در دارالاسلام آمدہ است وحاملہ تا آں زمان کہ فرزند نزاید نکاح نکند دیگر روایت از امام آنست کہ نکاح درست ست اگر حاملہ باشد فاما نزدیکی باآں عورت شوہر نکند تا آں زمان کہ

ہدایہ اور کافی میں ہے کہ اگر کوئی حربی عورت دارالاسلام آجائے تو اس پر عدت لازم نہیں خواہ دارالحرب میں مسلمان ہوئی یا نہ ہوئی، یہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک اس پر عدت لازم ہے اور جنگ میں گرفتار شدہ لونڈی پر عدت لازم نہیں ہے، یہ سب کا اتفاق ہے، اس پر صرف استبراء لازم ہے۔ اگر کوئی حاملہ عورت دارالحرب سے دارالاسلام آئی تو وہ بچہ کی پیدائش سے قبل نکاح نہیں کرسکتی۔ امام صاحب سے ایک دوسری روایت میں فرمایا کہ وہ نکاح کرسکتی ہے لیکن بچّے کی پیدائش سے قبل اس سے جماع جائز نہیں ہے، جس طرح زنا سے

---

[1] ردالمحتار باب العدۃ مطلب فی وطئ المعتدۃ بشبہۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۶۰۹/۲

فرزند نزاید چنانچہ عورت را از زنا حمل ماندہ است خواستن او رواست و نزدیکی کردن روا نیست تا آں زمان کہ فرزند نزاید و اگر یکے از میان زن و شوہر مرتد شد فرقت میان ایشان واقع شود فاما طلاق واقع نشود ایں قول امام اعظم و امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالٰے و نزدیک امام محمد اگر مرد مرتد شدہ است فرقت واقع شدہ است بے طلاق پس اگر مرد مرتد شدہ است و با زن نزدیکی کردہ باشد تمام مہر بر او لازم شود اگر نزدیکی نہ کردہ است چیزے از مہر لازم نشود و نفقہ نیز لازم نشود اگر خود از خانہ مرد بیروں آمدہ باشد و اگر خود از خانہ مرد بیروں نیامدہ باشد نفقہ بر مرد لازم شود[1]۔

حاملہ سے نکاح جائز مگر بچّے کی پیدائش سے قبل اس سے جماع جائز نہیں ہے۔ اگر خاوند بیوی میں سے کوئی ایک مرتد ہوجائے تو دونوں کی فرقت ہوگی لیکن طلاق نہ ہوگی، یہ قول امام اعظم ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمہما اللہ تعالٰے کا ہے، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک اگر صرف خاوند مرتد ہوجائے تو فرقت ہوجائے گی طلاق نہ ہوگی۔ تو خاوند کے مرتد ہونے کے بعد اگر اس نے بیوی سے جماع کیا تو مکمل مہر لازم ہوگا اور مرتد ہونے کے بعد جماع نہ کیا تو مہر اور نفقہ لازم نہ ہوگا بشرطیکہ عورت خود اس کے گھر سے علیحدہ ہوچکی ہو اور اگر وہ اسی کے گھر میں ہو تو نفقہ مرد پر لازم ہوگا۔ (ت)

الجواب

(۱) اللہ عزوجل فرماتا ہے: ان اللہ لا یأمر بالفحشاء[2] بیشک اللہ عزوجل بے حیائی کا حکم نہیں فرماتا۔ ایک عورت پر دو مردوں کا اجتماع صریح بے حیائی ہے، جسے انسان تو انسان جانوروں میں بھی جو سب سے خبیث تر ہے یعنی خنزیر، وہی روا رکھتا ہے۔ حرمتِ زنا کی حکمت نسب کا محفوظ رکھنا ہے ورنہ پتا نہ چلے کہ بچہ کس کا ہے۔ اگر عورت سے دو مردوں کا نکاح جائز ہو تو وہی قباحت کہ زنا میں تھی یہاں بھی عائد ہو، معلوم نہ ہوسکے کہ بچہ کس کا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) جسے زنا کا حمل ہو والعیاذ باللہ تعالٰے اور وہ شوہردار نہ ہو اُس سے زانی وغیر زانی ہر شخص کا نکاح جائز ہے فرق اتنا ہے کہ غیر زانی کو اس کے پاس جانے کی اجازت نہیں جب تک وضعِ حمل نہ ہولے اور جس کا حمل ہے وُہ نکاح کرے تو اُسے قربت بھی جائز، درمختار میں ہے:

صح نکاح حبلی من زنا وان حرم وطؤھا ودواعیہ حتی تضع لئلا

زنا سے حاملہ کا نکاح صحیح ہے اگرچہ اس سے وطی اور اس سے متعلقہ امور حرام ہیں جب تک وُہ بچّے کو جنم نہ دے،

---

[1] مجموعہ خانی

[2] القرآن ۷/ ۲۸

يسقي ماءه زرع غيره اذ الشعر ينبت منه و لو نكحها الزاني حل له وطؤها اتفاقا۔[1]

تاکہ اس کا پانی غیر کی کھیتی کو سیراب نہ کرے، یہ اس لیے کہ جماع سے حاملہ کے بچے کو بال اُگتے ہیں، اور اس سے خود زانی نے نکاح کیا تو اس کو جماع بھی جائز ہے (ت)

زید کا قول محض غلط ہے اور اس کا کہنا اگرچہ حاملہ اُسی مرد سے ہے جب بھی نکاح جائز نہیں شریعت پر افترا ہے بلکہ صحیح و مفتی بہ یہ ہے کہ اگرچہ حمل دوسرے کا ہو جب بھی نکاح جائز ہے اور اس کا کہنا کہ شاہد و حاضرانِ محفل کے ٹوٹ جاتے ہیں افترا بر افترا ہے، مجموعہ خانی سے جو عبارت اُس نے نقل کی ہے صراحۃً اُس کے خلاف ہے۔

اگر عورت را از زنا حمل ماندہ است خواستن او رواست و نزدیکی کردن روا نیست تا آنکہ نزاید۔[2]

اگر عورت زنا سے حاملہ ہو جائے تو اس سے نکاح جائز اور جماع جائز نہیں جب تک بچے کو جنم نہ دے دے۔ (ت)

اور وُہ جو اسی سے نقل کیا کہ،

حربیہ کہ در دار الاسلام آمدہ است و حاملہ تا نزاید نکاح نہ کنند۔

حربی عورت اگر دار الاسلام آجائے اگر حاملہ ہو تو بچے کی پیدائش تک وُہ نکاح نہ کرے (ت)

یہ اس میں ہے کہ حربی کافر کی حاملہ عورت دار الاسلام میں آکر مسلمان ہوگئی نہ کہ حمل زنا میں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۲: از (برہما) ڈاک خانہ چیگانگ محلہ میدنگ ضلع آکیاب مرسلہ محمد عمر صاحب ۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی الفتاوی قاضی خان وان ترك الجمعۃ ثلاث مرات یصیر فاسقا کذا ذکر فی بعض المواضع وبہ اخذ شمس الائمۃ السرخسی رحمہ اللہ تعالٰی وذکر فی بعض المواضع انہ یبطل العدالۃ انتھی، و ان ترك الصلوۃ بالجماعۃ ولم یستعظم ذلك کما یفعل بہ العوام بطلت عدالتہ

حضرات علمائے کرام اللہ تعالٰی تم پر رحم فرمائے، آپ کا کیا حکم ہے کہ فتاوٰی قاضی خاں میں ہے کہ اگر کسی نے تین جمعے ترک کر دئے تو وہ فاسق ہوگا، یوں ہی بعض مقامات پر مذکور ہے جس کو شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ تعالٰی نے لیا ہے، اور بعض مقامات پر انھوں نے ذکر کیا کہ اس کی عدالت ختم ہو جائے گی اھ اور اگر کسی نے نماز یا جماعت کو اہمیت نہ دیتے ہوئے ترک کیا جیسا کہ عوام کرتے ہیں تو اس کی عدالت باطل

۱؎ درمختار کتاب النکاح فصل فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/۱۸۹
۲؎ مجموعہ خانی

وان ترکہا متأولا بان کان یفضل الامام او یفسق لایبطل عدالتہ ولایقبل شہادۃ من کان معروفا بالکذب[1] انتہی وفی الدرالمختار لاتقبل شہادتہ الا بتاویل بدعۃ الامام او عدم مراعاتہ[2] اھ۔

باطل ہوجائے گی، اور اگر اس نے اہمیت کے باوجود کسی تاویل وعذر کی بنا پر مثلاً امام کو گمراہ یا فاسق قرار دیتے ہوئے جماعت ترک کر دی تو اس کی عدالت باطل نہ ہوگی۔ اور جو شخص جھوٹ بولنے میں مشہور ہوجائے تو اس کی شہادت مقبول نہیں اھ

اور درمختار میں ہے کہ ایسے شخص کی شہادت مقبول نہ ہوگی الّا یہ کہ وہ تاویل اور عذر مثلاً امام کے بدعتی ہونے یا شرعی امور کی رعایت نہ کرنے کی وجہ سے جماعت کو ترک کرے اھ (ت)

جب ان لوگوں کی عدالت باطل ہوگئی تو بوقتِ نکاح وطلاق شہود بنانے سے نکاح وطلاق صحیح ہوگا یا نہیں، چونکہ درمختار میں ہے، شہود عادل عند الشافعی[3] (امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کے ہاں عادل گواہ ہوں۔ت) شہود عادل شرط ہے۔ اور رجعت کرنے کے بارہ میں اللہ تعالٰی فرماتا ہے، واشہدوا ذوی عدل منکم[4] (دو عادل گواہ بناؤ۔ت)، اور آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، لانکاح الا بولی وشاہدی عدل[5] (ولی کے بغیر نکاح نہیں اور دو عادل گواہوں کے بغیر بھی۔ت) اس عبارت مرقومہ اور بعض کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ فاسق کو نکاح وغیرہ میں شہود بنانا معتبر نہیں، جب معتبر نہیں ہے تو ثانیۃً تجدیدِ نکاح کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

بلاشبہہ بلاعذر شرعی ترکِ جمعہ اور ترکِ جماعت کی عادت موجب فسق ومسقط عدالت و وجہ ردِّ شہادت ہے مگر نکاح میں جو شاہدین کی شرط ہے بوقت ادائے شہادت نہیں کہ عدالت کی حاجت ہو بلکہ وقت تحمل شہادت ہے اور اس میں عدالت کچھ ضرور نہیں، حنفی مذہب میں تصریح ہے کہ شاہدینِ نکاح اگر فاسق بھی ہوں حرج نہیں۔ درمختار میں ہے، ولو فاسقین او محدودین فی قذف[6] (اگرچہ دو گواہ فاسق ہوں یا قذف کی حد لگائے گئے ہوں۔ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں	کتاب الشہادات	نولکشور لکھنؤ	۵۳۲/۴
[2] درمختار	باب الامامۃ	مطبع مجتبائی دہلی	۸۲/۱
[3] ردالمحتار مع درمختار	کتاب النکاح	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲۶۲/۲
[4] القرآن ۶۵/۲			
[5] السنن الکبرٰی للبیہقی	لانکاح الّا بشاہدین عادلین	دارصادر بیروت	۱۲۵/۷
[6] درمختار	کتاب النکاح	مطبع مجتبائی دہلی	۱۸۷/۱

حدیث میں جو ارشاد ہوا لانکاح الا بولی وشاھدی عدل[1] (ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح نہیں۔ت) 21
نفی بمعنی نہی ہے اور نہی منافی صحت نہیں بلکہ ہمارے نزدیک یہ نہی ارشادی ہے کہ بالغہ کے نکاح میں ولی بھی شرط نہیں۔
واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۳: از شمس آباد ضلع کیمل پور علاقہ اٹک مرسلہ مولانا قاضی گیلانی صاحب ۱۹ جمادی الاولٰی ۱۳۳۰ھ

بحضور لامع النور، موفور السرور، قاطع الشرور والفسق والفجور حضرت عالم اہل السنۃ والجماعۃ مجدد مائۃ حاضرہ زید مجدہم! بعد نیاز بے آغاز حضور نے فرمایا تھا کہ کتب خانہ فیض نشانہ میں عینی ہدایہ نہیں لہذا دو ورق بقدر حاجت ارسال خدمت فیضدرجت ہیں، مسئلہ خطبہ ونکاح بغیر کفو میں اس ملک کے علماء سخت مختلف ہیں بعض کتب عربیہ فارسیہ قلمی غیر مشہورہ میں لکھا ہے کہ تقسیم فواکہ وشکر یا فاتحہ خوانی بلاایجاب وقبول یا وعدہ کہ میں تم کو اپنی بیٹی دوں گا یا اس ارادہ پر کوئی تحفہ خوردنی یا پوشیدنی لیا تو بھی مثل ایجاب وقبول کے موجب انعقاد نکاح ہوگیا اور حدیث تحریم الخطبۃ علی خطبۃ اخیہ[2] (بھائی کی منگنی پر منگنی حرام ہے۔ت) سے ان عبارتوں کو اور بھی تاکید دیتے ہیں اور عینی شرح ہدایہ کی عبارت کتاب النکاح میں لان الخطبۃ التزوج[3] (کیونکہ منگنی نکاح کے لیے ہوتی ہے۔ت) ان کے مدعا کی پوری مثبت ہے ان کے نزدیک ایجاب وقبول لفظی یا کوئی قول وفعل اس پر دال ہو موجب نکاح ہے اگرچہ فتاوی ہندیہ وغیرہ کی عبارتیں ان کو بار بار دکھائی گئیں مگر وہ لوگ قاصر الفہم اپنی ہٹ سے باز نہیں آتے اور اس کا نام احتیاط فی الفروج رکھا ہے۔ حضور نے ایک بار فرمایا تھا کہ قلم ناسخ کی غلطی معلوم ہوتی ہے اور صحیح عبارت لان الخطبۃ للتزوج معلوم ہوتی ہے حضور کی یہ دُرفشانی نہایت اوفق واوجہ ہے مگر عرض یہ ہے کہ اس مسئلہ خطبہ کے متعلق کل مالہا وما علیہا مع ازالہ اوہام وابانۃ مرام ابحاث کے ساتھ بقدر چار پانچ ورق کے بزبان عربی حضور ارشاد فرمائیں۔ دوسری عبارت عینی کی،

وعنہ فی الرجل یشرب الشراب اوھو حائک یفرق بینھما وفی البسیط ذھبت الشیعۃ الی ان نکاح العلویات ممتنع علی غیرھم مع التراضی قال السروجی وھما قولان باطلان[3] انتہی

عینی سے روایت ہے کہ جو شراب کا عادی یا جولاہا ہے تو دونوں کی تفریق کردی جائے گی، اور بسیط میں ہے کہ شیعہ کا مذہب ہے کہ علویات (سیدزادیوں) کا نکاح ان کے اولیاء کی رضامندی کے باوجود بھی غیر سے ممنوع ہے سروجی نے کہا یہ دونوں قول باطل ہیں انتہی (ت)

---

[1] صحیح مسلم باب تحریم الخطبۃ علی خطبۃ اخیہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۵۴
[2] عینی شرح ہدایہ فصل فی الحداد مکتبہ امدادیہ مکہ مکرمہ ۲/۴۴۳
[3] " " فصل فی الکفارۃ " ۲/۱۰۲

اور عبارت تو اس سے پہلے صاف ہے ھما کے مرجع ہی میں شبہہ ہے، اگر اس قاعدہ اکثریہ پر کہ اصل مرجع میں مذکور قریب ہے قریب کے دو قول لیے جائیں جو کہ ایک شارب و حائک کا، دوسرا شیعہ والا ہے، تو اگرچہ شیعہ کے قول کا بطلان ظاہر ہے کہ ظاہر روایت میں بغیر تراضی اولیاء بھی نکاح درست ہے باوجود ثبوت اعتراض للولی، اور بر روایت نوادر نادرست ہے لفساد الزمان فلو یکن ممتنعا (اس کی وجہ زمانے کا فساد ہے لہذا اصلاً ممنوع نہ ہوا۔ ت) مگر شارب الشراب یا حائک سے اگر اعلیٰ قوم کی عورت نے بغیر تراضی اولیاء کے نکاح کرلیا تو ظاہر روایت ہی کی رُو سے تو تفریق کی جائے گی جیسا کہ کل متون و شروح و فتاوٰی میں مذکور ہے، پس اس کے بطلان کی وجہ کیا ہے، سروجی حنفی مذہب کا ہے یا کہ غیر، اور کس طبقہ کا ہے، اور اس کی عبارت کا صاف مطلب کیا ہے۔ ملک خراسان کے اکثر حصص میں اکثر علمائے احناف اس کے قائل ہیں کہ سیّد زادی کا نکاح ہر شخص شریف و رذیل کے ساتھ درست ہے ولی راضی ہو یا خفا، اور فقہ کی کل کتابوں سے اغماض کرکے صرف دو عبارتوں پر مصر ہیں، ایک آیت سورۂ احزاب کے اوّل رکوع میں،

النبی اولٰی بالمؤمنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم[1] الخ — نبی پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مومنین کی جانوں سے بھی ان کے لیے قریب تر ہیں اور آپ کی ازواج پاک مومنین کی مائیں ہیں الخ (ت)

www.alahazratnetwork.org

کہ تحریم ازواج مطہرات کی رسول اللہ وازواج کی بنات و اخوات و خالات کی طرف متعدی نہیں، جیسا کہ مدارک و خازن و احمدی و روح البیان وغیرہ میں ہے۔

اور دوسری عبارت قال السروجی الخ جو کہ ابھی عینی سے نقل ہوئی ان کو جواب دیا گیا ہے کہ ظاہر روایت و نوادر سے یہ عبارت مخالف نہیں کیونکہ ظاہر روایت میں بھی درست ہے مع اعتراض ولی، اور نوادر میں جو نادرست ہے تو وہ بوجہ فساد زمانہ ہے فلا تعارض ولا تصادم (ظاہر اور نادر روایات میں تعارض و تصادم نہیں ہے۔ ت) اس کے متعلق بھی حضور لامع النور کچھ تحریر فرمائیں۔

الجواب

بملاحظہ شریفہ مولٰنا المبجل المکرم ذی المجد والفضل والکرم مولٰنا مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب دامت معالیہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، عبارت بنایہ صفحہ ۱۰۲ بہت صاف ہے، اوپر کی روایت سے موازنہ کرکے اس روایت کا مطلب واضح ہوتا ہے، امام احمد ابن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے دو روایتیں ذکر کیں، اوّل،

---

[1] القرآن ۳۳/ ۶

لابد من اعتبار الکفاءۃ ولایسقط الابتراضی الولی والمرأۃ[1] کفو کا اعتبار ضروری ہے صرف ولی اور خود لڑکی کی رضا سے اس کا اعتبار ساقط ہوسکتا ہے (ت)

یہ ہمارے مذہب کے موافق ہے حتی کہ روایت حسن مفتی بہا کے بھی کہ اس میں بھی اگر بالغہ برضائے ولی قبل النکاح عالما بعدم الکفاءۃ غیر کفو سے نکاح کرے گی صحیح و نافذ ہوگا اور حق اعتراض بھی نہ رہے گا۔ دوسری، وعنہ فی الرجل یشرب الشراب اوھو حائک یفرق بینھما[2] انہی سے مروی کہ شراب کا عادی یا جولاہا ہو تو دونوں میں تفریق کردی جائے گی۔ (ت)

یہ مطلق ہے وہ استثنائے تراضی یہاں نہیں یہاں بھی وہ استثناء ہو تو دونوں روایتیں ایک ہوجائیں، لاجرم اس کے اطلاق کا یہ حاصل کرلیں کہ کفاءت حقا للشرع لازم تراضی زن و ولی سے بھی ساقط نہ ہوگا، اور گو سب کی رضا سے ایسا نکاح ہو قاضی جبرًا علیہم تفریق کردے گا، جیسے ہمارے یہاں بنت ممسوسہ بشہوت سے برضائے زن و اولیاء نکاح کرے یفرق بینھما (دونوں میں تفریق کردی جائے گی۔ ت) یہی حکم روافض نے دربارۂ علویات دیا کہ اگرچہ قرشی ہو علویہ کا نکاح اگرچہ برضائے کل ہو ممتنع ہے، ان دونوں قولوں کو امام سروجی فرماتے ہیں، باطلان (دونوں باطل ہیں۔ ت) اور وہ بیشک باطل ہیں، اگر بالغہ برضائے ولی حائک سے نکاح کرلے لایفرق بینھما (دونوں میں تفریق نہیں کی جائے گی۔ ت) اور علویہ بالغہ قرشی غیر علوی سے نکاح کرے اگرچہ بے رضائے ولی یا غیر قرشی سے برضائے ولی لایمتنع (منع نہیں کیا جائے گا۔ ت) امام سروجی ابوالعباس احمد قاضی مصر متوفی ۷۱۰ھ صاحب غایہ شرح ہدایہ اجلّہ علمائے حنفیہ سے ہیں، اُس وقت تو فقیر نے قیاس سے گزارش کیا تھا کہ الخطبۃ للتزوج (منگنی نکاح کے لیے۔ ت) ہوگا، اب کتاب کا ورق کہ جناب نے بھیجا دیکھ کر یقین کرتا ہوں کہ بیشک لام ہی ہے، کاتب نے اس کتاب کو نسخ نہ کیا مسخ کیا ہے اسی لیے میں نے نہ خریدی، خطبہ کا غیر نکاح ہونا ایسا روشن ہے جیسے صبح کا غیر شمس ہونا، حاشا یہ احتیاط فی الفروج نہیں بلکہ احتیال فی الفروج ہے کہ منگنی ہوتے ہی منکوحہ بنالیں ولایقول بہ جاھل فضلا عن فاضل (کوئی جاہل بھی یہ بات نہ کہے گا چہ جائیکہ کوئی فاضل کہے۔ ت) کس قدر کثرت وافرہ سے نصوص ملیں گے جو خطبہ و تزوّج کی مباینت ثابت کریں گے ع

ولیس یصح فی الاعیان شیئ اذا احتاج النھار الی دلیل

(دن کی موجودگی بھی اگر کسی دلیل کی محتاج ہو تو پھر دنیا میں کوئی چیز ثابت نہیں قرار پائے گی۔ ت)

www.alahazratnetwork.org

---

[1] البنایۃ شرح ہدایہ فصل فی الکفاءۃ مکتبہ امدادیہ مکہ مکرمہ ۲/ ۱۰۲

[2] البنایہ شرح ہدایہ ؍؍ ؍؍ ؍؍

سے اس کی تائید جلیل شدید، ورنہ حدیث تحریم الخطبة علی خطبة اخیہ[1] (بھائی کی منگنی پر منگنی حرام ہے۔ت) حدیث یحرم السوم علی سوم اخیہ[2] (بھائی کے لگائے ہوئے بھاؤ پر بھاؤ لگانا حرام ہے۔ت) سے نفس سوم کو عقد بیع کرلیں گے۔ بنایہ کی پہلی عبارت وینبغی ان تخطب المعتدة ش لان الخطبة للتزوج ونکاح المعتدة لایجوز[3] (عدت والی عورت کو منگنی کا پیغام دینا مناسب نہیں، شرح میں ہے، کیونکہ منگنی نکاح کے لیے ہوتی ہے جبکہ عدت والی کو نکاح جائز نہیں۔ت) تو ظاہر ہے یہاں کاتب نے "لان" چھوڑ دیا ہے کیا نکاح معتدہ کو "لاینبغی" کہا جاتا اس کی تحریم تو محرمات میں گزری، متن نے دو مسئلے بیان فرمائے ایک خطبہ صریحًا اسے منع فرمایا، شارح اس کی دلیل بتاتے ہیں کہ خطبہ تو بغرض تزوج ہی ہے اور تزوج معتدہ حرام، دوسرا خطبہ بالکنایہ، اسے جائز فرمایا کہ لاباس بالتعریض فی الخطبة (عدت والی کو کنایہ کے طور پر منگنی کے پیغام میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔ت) یعنی خطبہ ہو مگر نہ الفاظ صریحہ میں بلکہ کنایہ تو صریح نہیں، کیا کوئی مسلم بلکہ کوئی عاقل اس کے یہ معنٰی لے سکتا ہے کہ معتدہ سے نکاح بالکنایہ جائز ہے حاش للہ! دوسری عبارت:

ای لایجوز ان یقول صریحا ارید ان انکحك او اخطبك لان الخطبة للتزوج کما ذکرنا[4]	یعنی صراحتًا یہ کہنا کہ میں تجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں یا میں تجھے پیام نکاح دیتا ہوں ناجائز ہے کیونکہ منگنی نکاح کے لیے ہوتی ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا (ت)

www.alahazratnetwork.org

جس میں کاتب نے "ای" کا "ان" اور للتزوج کا التزوج لکھا ہے اس میں ان صاحبوں کو غالبًا یہ دھوکا لگا کہ اخطب کو منصوب پڑھا اور انکحک پر معطوف اور "ارید" کے تحت میں داخل مانا کہ یہ کہنا جائز نہیں کہ میں تجھ سے خطبہ کرنا چاہتا ہوں یوں سمجھ لیا خطبہ تزوج ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ اخطب مرفوع حکائی اور اس کا عطف "ارید" پر ہے یعنی یہ کہنا جائز نہیں کہ میں تجھ سے نکاح کیا چاہتا ہوں نہ یہ کہنا جائز کہ میں تجھے خطبہ کرتا یعنی پیام نکاح دیتا ہوں، پھر اس کے صریح ہونے کی وجہ فرماتے ہیں کہ خطبہ تزوج ہی کے لیے ہوتا ہے تو "اخطبك" کے معنی بعینہٖ وہی ہوئے کہ "ارید ان انکحك" آیہ کریمہ مثل امہات تحریم ابدی عام کے لیے ہے، یہ بیشک ازواج مطہرات سے خاص ہے ورنہ ختنین کریمین سے تزویج بنات کریمات نہ ہوسکتی اس سے یہ لازم سمجھنا کہ غیر ازواج مطہرات

---

[1] صحیح مسلم باب تحریم الخطبة علی خطبة اخیہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۵۴
[2] " باب تحریم البیع علی بیع اخیہ الخ " " ۲/۳
[3] و [4] البنایہ شرح ہدایہ فصل فی الحداد مکتبہ امدادیہ مکۃ المکرمہ ۲/۳۳۴

میں حلِ مطلق ہے سخت جہل ہے، کہاں تحریم مطلق کی نفی کہاں حلِ مطلق کا اثبات، یعنی سالبہ کلیہ کا نقیض موجبہ کلیہ، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۱: از موضع بین ضلع پٹنہ مرسلہ جناب سید مظفر حسین صاحب مورخہ ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بالغہ لڑکی ہندہ کی نسبت عمرو سے مقرر کی اور بکر کو وکیل بالنکاح اور ناکح مقرر کرکے خط لکھ بھیجا کہ ہندہ کا نکاح عمرو سے اکیس ہزار روپیہ دین مہر پر کردو، ان تمام باتوں کی اطلاع ہندہ کو ہے اگرچہ اجازت ہندہ سے موافق دستور ہندوستان نہیں مانگا گیا اور ہندہ کی کسی حرکات وسکنات سے عدم رضامندی اور ناراضگی بھی ظہور میں نہ آئی۔ بکر نے اکیس ہزار دین مہر پر عمرو سے ہندہ کا نکاح کرکے زید کے پاس خط لکھ بھیجا کہ فلاں تاریخ عمرو سے ہندہ کا نکاح اکیس ہزار پر کردیا آپ لڑکی کو خبر کردیجئے، زید نے اپنی لڑکی کو اطلاع دلوایا تو لڑکی نے قبول کرلیا۔ نکاح ایسی صورت میں قبول ہوا اور تجدید کی ضرورت تو نہیں ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اگر صورت واقعہ یہ ہے تو نکاح صحیح وتمام، نافذ ولازم ہوگیا اگر کوئی مانع شرعی مثل فساد مذہب وغیرہ نہ ہو تجدید کی حاجت نہیں فان الاجازۃ اللاحقۃ کالوکالۃ السابقۃ[1] کما فی الخیریۃ وغیرہا (کیونکہ بعد کی اجازت پہلی وکالت کی طرح ہے، جیسا کہ خیریہ وغیرہ میں ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] فتاوٰی خیریہ فصل فی نکاح الفضولی دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۶

باب المحرّمات

(محرمات کا بیان)

مسئلہ ۱۵۵: ۱۹ رجب ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنے ابن الابن زید کو دُودھ پلایا، اب زید کا نکاح اپنی نواسی یعنی بنت سلمٰی سے کیا جا بحق الاب آیا یہ نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

ہرگز جائز نہیں کہ جب زید نے اپنی دادی کا دُودھ پیا تو وہ اس کی ماں ہوئی، اور جب وہ اس کی ماں ہوئی تو اس کی ساری اولاد خواہ اس دُودھ سے پہلے پیدا ہوئی ہو یا بعد سب اس کے بھائی بہن ہُوئے، اور جب وہ سب بہن بھائی ہیں تو ان کی بیٹیاں اس کی بھتیجیاں بھانجیاں ہیں، لیس لیلٰی بھی کہ سلمٰی بنت ہندہ کی دختر ہے زید کی بھانجی ہے اور زید اس کا ماموں، اور ماموں بھانجی کا نکاح کہیں حلال نہیں۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

یحرم علی الرضیع ابواہ من الرضاع واصولھما وفروعھما حتی ان المرضعۃ لو ولدت قبل ھذا الارضاع اوبعدہ اوارضعت رضیعا فالکل اخوۃ الرضیع واخواتہ واولادھم اولاد اخوتہ واخواتہ[1] اھ ملخصاً۔

دُودھ پینے والے بچّے پر رضاعی ماں باپ اور ان کے اصول وفروع حرام ہوجاتے ہیں حتی کہ اگر دُودھ پلانے والی نے اس دُودھ پلانے سے قبل یا بعد اس نے کوئی بچہ جنا ہو یا کسی کو دودھ پلایا ہو تو وہ سب اس کے بھائی بہن ہوں گے اور ان کی اولاد اس کے بھتیجے اور بھتیجیاں اور بھانجے اور بھانجیاں ہوں گی اھ ملخصاً (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الرضاع نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۴۳

اور یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ بعض مدعیانِ علم کا یہ خیال کہ سلمٰی اور لیلٰی زید سے پہلے پیدا ہوئی تھی تو دودھ میں شرکت نہ ہوئی، تو سلمٰی اس کی بہن نہ لیلٰی اس کی بھانجی ٹھہری، محض جہالتِ فاحشہ ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۶ از خیر آباد مرسلہ حسین بخش صاحب رضوی یکم ربیع الاول ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو بکر لے پالا تھا، بیاہی ہے اور بکر نے دوسری عورت سے نکاح کیا، بعدہٗ بکر مرگیا، اب زید چاہتا ہے کہ اپنی سوتیلی خوشدامن سے نکاح کرے، یہ نکاح موافق حاشیہ عینی کے جائز ہے یا نہیں؟ اور زنِ مذکورہ قولہ تعالٰی وامھات نسائکم میں داخل ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

نکاح مذکور بیشک جائز ہے، قال اللہ عزوجل و احل لکم ما وراء ذٰلکم[1] (محرمات مذکورہ کے ماسوا تمہارے لیے حلال کی گئی ہیں۔ ت) علماء قاطبۃً متون وشروح وفتاوٰی میں محرمات صہریہ زوجاتِ اصول وفروع، اصولِ فروعِ زوجات بتاتے ہیں نہ زوجۂ اصول زوجہ وعدم الذکر فی امثال المقام ذکر العدم کما لایخفی (ایسے مقام میں ذکر نہ ہونا گویا نہ ہونے کا ذکر ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) اور سوتیلی ماں لفظِ امہات میں ہرگز داخل نہیں، ورنہ آیۂ تحریم میں حرمت علیکم امھاتکم[2] (تم پر تمہاری مائیں حرام کی گئی ہیں۔ ت) کے بعد ولا تنکحوا ما نکح اٰباؤکم[3] (جن سے تمہارے آباء نے نکاح کیا تم ان سے نکاح نہ کرو۔ ت) کیوں فرمایا جاتا۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ سوتیلی ماں کی ماں اور اس کی بیٹی اور اس کی بہن سب حلال ہیں۔ اگر سوتیلی ماں بھی ماں ہوتی تو یہ عورتیں اس کی نانی، بہن، خالہ قرار پاتیں۔ علامہ خیر الدین رملی فرماتے ہیں،

لاتحرم بنت زوج الام ولا امہ ولا ام زوجۃ الاب ولا بنتھا[4]
ماں کے خاوند کی بیٹی اور اس کی ماں اور باپ کی دوسری بیوی کی ماں اور بیٹی حرام نہیں۔ (ت)

اصل یہ ہے کہ ساس کی حرمت اس وجہ سے نہیں کہ وہ خسر کی زوجہ ہے بلکہ اس لیے کہ وہ زوجہ کی ماں ہے، سوتیلی ساس میں یہ وجہ نہیں لہٰذا اس کی حلت میں کوئی شبہہ نہیں۔ مسئلہ واضح ہے اور حکم ظاہر۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۷ از رسنگھ پور کندیلی متصل جامع مسجد مرسلہ مولوی لقین الدین صاحب ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۰۶ھ

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم، اما بعد کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ نصیبن اپنے خاوند

---

[1] القرآن ۴/۲۴
[2] القرآن ۴/۲۳
[3] القرآن ۴/۲۲
[4] فتاوٰی خیریہ فصل فی المحرمات دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۳

زید کی موجودگی میں بکر سے پھنسی ہوئی تھی، زید اپنے روزگار کی وجہ سے دوسرے شہر میں رہتا تھا، مگر اپنی زوجہ نصیبن کو دو برس تک کچھ خرچ نہ بھیجا، چنانچہ نصیبن علانیہ بکر کے گھر میں آگئی، اس کے ایک لڑکا بھی زید سے ہے، نصیبن کو بکر کے یہاں پڑے ہوئے عرصہ دس برس کا گزرا، اب بکر چاہتا ہے کہ اس سے نکاح کرے، زید نے طلاق نہیں دی ہے مگر ہاں زید کی مرضی ہے کہ مسماۃ کچھ دے تو طلاق دے دوں۔ بکر درصورت طلاق نہ دینے زید کے نصیبن سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ عورت بے اذن شوہر گھر سے نکل جائے تو نکاح سے نکل جائے محض غلط ہے۔

قال تعالٰی،

واللاتی تخافون نشوزھن فعظوھن[1] الاٰیۃ۔ تخافون تعلمون ومن النشوز الخروج بلا اذن۔

جن عورتوں کی نافرمانی کا احساس کرتے ہو ان کو نصیحت کرو، الآیۃ۔ یہاں تخافون بمعنی تعلمون اور نشوز سے مراد اجازت کے بغیر گھر سے نکلنا ہے (ت)

معاذ اللہ اگر ایسا ہو تو نکاح کی گرہ زنان ناقصات العقل والدین کے ہاتھ میں ہوجائے، جو عورت چاہے بے ارادہ شوہر سہل طور پر قید نکاح سے آزادی حاصل کرے حالانکہ اللہ عزوجل نے نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں رکھی ہے۔ قال عزوجل،

بیدہ عقدۃ النکاح[2] یعنی الزوج فی قول علی وسعید بن المسیب وسعید بن جبیر وغیرھم رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

اسی (خاوند) کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے، حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ، سعید بن مسیب اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہم نے خاوند مراد لیا ہے (ت)

اسی طرح عیاذاً باللہ عورت کے فسق وفجور سے بھی نکاح نہیں جاتا، قال اللہ تعالٰی،

واللاتی یأتین الفاحشۃ من نسائکم[3] سماھن مع ذلك نساءھم، وقال جل وعلا والذین یرمون ازواجھم[4] الاٰیۃ الٰی قولہ تبارك وتعالٰی ویدرؤ عنھا

تمہاری بیویوں میں سے جو فحش کاری کی مرتکب ہو۔ اس میں اس کے باوجود ان کو بیویاں فرمایا گیا ہے۔ اللہ جل وعلا نے فرمایا، وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر تہمت لگاتے ہیں الآیۃ، اس عورت سے حد کو ساقط

---

[1] القرآن ۴/۳۴ [2] القرآن ۲/۲۳۷

[3] القرآن ۴/۱۵ [4] القرآن ۲۴/۶

العذاب[۱] الآیۃ کرو۔ الآیۃ تک۔ (ت)

پس جبکہ زید نے ہنوز طلاق نہ دی نصیبن بدستور اس کے نکاح میں باقی ہے اور بکر خواہ کسی کو ہرگز اس سے نکاح حلال نہیں اگر کر بھی لیا، تاہم جیسے اب تک وہ دونوں مبتلائے زنا رہے یونہی اس نکاح بے معنی کے بعد بھی زانی وزانیہ رہیں گے اور یہ جھوٹا نام نکاح کا کچھ مفید نہ ہوگا۔ قال تعالٰی: والمحصنٰت من النساء[۲] (شادی شدہ پاکیزہ عورتیں۔ ت) پس چارہ کار یہی ہے کہ بکر ونصیبن فوراً جُدا ہوجائیں اور اللہ عزوجل کے غضب سے ڈر کر اپنے ان کبیرہ گناہوں سے توبہ کریں پھر نصیبن زید کے پاس نہ رہنا چاہے تو اسے اختیار ہے کہ زید کو طلاق کے بدلے مال دے کر خواہ بغیر مال دئے طلاق حاصل کرے۔ قال المولٰی سبحانہ وتعالٰی:

فان خفتم الّا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ[۳]۔ اگر تمھیں ڈر ہے کہ عدل کے طور پر وہ دونوں حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو (خلع کے طور پر عورت کی طرف سے) فدیہ میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (ت)

جب زید طلاق دے دے تو اب تین حیض کامل گزرنے کے بعد نصیبن کو حلال ہوگا کہ بکر خواہ غیر بکر جس سے چاہے نکاح کرلے۔ قال سبحٰنہ وتعالٰی:

والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروء[۴]۔ طلاق شدہ عورتیں اپنے کو تین حیض تک پابند رکھیں۔ (ت)

بکر ونصیبن اگر اس حکم الٰہی پر گردن رکھیں فبہا، اور اگر نہ مانیں اور اسی حالت پر رہیں یا بے طلاق حاصل کیے آپس میں نکاح کرلیں تو ایمان والے مرد اور ایمان والی بیبیاں انھیں یک لخت چھوڑ دیں، نہ اپنے پاس بیٹھنے دیں نہ خود ان کے پاس بیٹھیں۔ قال عزوجل:

واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[۵]۔ اور کبھی شیطان تجھے بھول میں ڈال دے تو یاد آئے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھ۔ (ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عالم حیاتِ زوجہ میں حقیقی سالی یا رشتہ کی سالی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

تا حیاتِ زوجہ جب تک اسے طلاق ہوکر عدت نہ گزر جائے اس کی بہن سے جو اس کے باپ کے نطفے

[۱] القرآن ۲۴/ ۸
[۲] القرآن ۴/ ۲۴
[۳] القرآن ۲/ ۲۲۹
[۴] القرآن ۲/ ۲۲۸
[۵] القرآن ۶/ ۶۸

یا ماں کے پیٹ سے یا دُودھ شریک ہے نکاح حرام ہے۔ قال اللہ تعالٰی : وان تجمعوا بین الاختین[1] (منع ہے کہ تم دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرو۔ ت) اور ان کے سوا زوجہ کی رشتہ کی بہنیں مثلاً چچا، ماموں، خالہ، پھوپھی کی بیٹیاں اس کے شوہر پر ہر وقت حلال ہیں کل ذٰلک مصرح بہ فی کتب الفقہ (ان تمام مسائل کی تصریح کتبِ فقہ میں موجود ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بھتیج ہو اور بھانج بہو سے نکاح درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

دونوں سے درست ہے، قال اللہ تعالٰی : واحل لکم ما وراء ذٰلکم[2] (اور مذکورہ محرمات کے علاوہ تمہارے لیے حلال کی گئی ہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۰: ۵ ذی الحجہ ۱۳۰۶ھ از لکھنؤ محلہ علی گنج مرسلہ حافظ عبداللہ صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین جواب اس مسئلہ کا کہ ایک شخص نے اپنی سالی کی لڑکی کو واسطے اپنے لڑکے کے نکاح کے پرورش کیا، تقدیر ربی سے لڑکا انتقال کرلیا، بعدہ خود پرورش کنندہ کی بی بی فوت ہوگئی، اب پرورش کنندہ نے اپنی شادی اس لڑکی پرورش کردہ شدہ سے کرلی، یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

قطعاً جائز ہے۔ قال اللہ تعالٰی : واحل لکم ما وراء ذٰلکم[3] (اور مذکورہ محرمات کے علاوہ تمہارے لیے حلال کی گئی ہیں۔ ت) ظاہر ہے کہ بیٹے کے لیے نیتِ نکاح ہونے سے وُہ بیٹے کی منکوحہ نہ ہوگئی جو حلائل ابنائکم الذین من اصلابکم[4] (تمہارے صلبی بیٹوں کے لیے حلال شدہ عورتیں تم پر حرام ہیں۔ ت) میں داخل ہوسکے، حلائل جمع حلیلہ ہے یعنی وُہ عورتیں تم پر حرام ہیں جو بذریعہ نکاح تمہارے صلبی بیٹوں کے لیے حلال ہوچکیں، یہاں نہ ابھی بیٹے سے نکاح ہُوا نہ یہ عورت اُس کے لیے حلال ہوئی باپ پر کیونکر حرام ہوسکتی ہے، اور اگر پرورش کے خیال سے ایسا کہا جائے تو بھی محض غلط۔ قرآن عظیم نے یوں فرمایا ہے :

وربائبکم التی فی حجورکم من نسائکم التی دخلتم بھن فان لم تکونوا دخلتم بھن[5] تمہاری گود کی پالیاں تمہاری اُن عورتوں کی بیٹیاں جن سے تم ہم بستر ہو چکے اگر تم نے ان عورتوں سے ہم بستری

---

[1] القرآن ۴/ ۲۳
[2] القرآن ۴/ ۲۴
[3] القرآن ۴/ ۲۴
[4] القرآن ۴/ ۲۳
[5] القرآن ۴/ ۲۳

فلا جناح علیکم[1] نہ کی ہو تو ان کے ساتھ نکاح میں تم پر کچھ گناہ نہیں۔

دیکھو قرآن مجید تصریح فرماتا ہے کہ اپنی منکوحہ کی دختر اپنی گود کی پالی بھی حلال ہے جب تک منکوحہ سے خلوت نہ کی ہو اختیار رکھتا ہے کہ منکوحہ کو چھوڑ کر یا اس کے مرے پر اس سے نکاح کرلے تو سالی کی بیٹی پرورش کرنے سے کیوں حرام ہونے لگی، یہ محض ہندوانہ خیالات ہیں، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۱ ۲۱ رجب ۱۳۰۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر کا نکاح عمرو کے ساتھ کردیا۔ عمرو نے طلاق نہیں دی، زید نے کچھ روپیہ بکر سے لے کر نکاح بکر کے ساتھ کردیا، اور بکر نے بھی طلاق نہیں دی، زید نے اور شخص ثالث کے ساتھ کچھ روپیہ لے کر نکاح کردیا، اس صورت میں یہ نکاح جائز ہوگئے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

یہ نکاح نہ ہوئے محض زنا ہوئے، قال اللہ تعالٰی، والمحصنٰت من النساء[2] (شادی شدہ عورتیں حرام ہیں۔ ت) عورت اب جس کے پاس ہے اُس پر قطعی فرض ہے کہ عورت کو اپنے پاس سے الگ کردے اور نکال دے، اور عورت پر فرض قطعی ہے کہ اس سے جُدا ہوجائے اپنے خاوند عمرو کے پاس آئے اور یہ روپیہ کہ زید نے بکر اور اس شخص ثالث سے لیا بالکل حرام قطعی اور رشوت بلکہ زنا کی اُجرت تھا، زید پر فرض ہے کہ یہ روپیہ جس سے لیا ہے اُسے واپس کرے، زید اور وہ شخص ثالث اور وہ عورت تینوں میں سے جو شخص ان احکام کی تعمیل نہ کرے مسلمان اُسے اپنی صحبت سے نکال دیں اور اس کے پاس اُٹھنا بیٹھنا ترک کریں۔ قال اللہ تعالٰی:

واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[3] جب کبھی شیطان تجھے بھول میں ڈالے تو یاد آنے پر ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھ۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۲ ۲۷ جمادی الآخرہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا ایک بیٹا ہے اور ہندہ کی ایک بیٹی، زید کا بیٹا ہندہ سے نکاح کیا چاہتا ہے اور زید ہندہ کی بیٹی سے، اس صورت میں یہ دونوں نکاح ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ کتاب اللہ سے فرمائیے۔ بینوا توجروا

الجواب

یہ دونوں نکاح حلال ہیں، قال اللہ تعالٰی، واحل لکم ما وراء ذٰلکم[4] (محرمات مذکورہ کے ماسوا تمہارے لئے

---

[1] القرآن ۴/۲۳ [2] القرآن ۴/۲۴
[3] القرآن ۶/۶۸ [4] القرآن ۴/۲۴

حلال کی گئی ہیں۔ ت) ظاہر ہے کہ پسر زید کے لیے ہندہ اگر ہوگی تو باپ کی ساس ہوگی وذٰلک اذا تقدم نکاح زید (اور یہ جب ہے کہ زید کا نکاح پہلے ہوا ہو۔ ت) اور باپ کی ساس حلال ہے جبکہ وہ اپنی نانی نہ ہو۔

فی ردالمحتار قال الخیر الرملی لا تحرم ام زوجۃ الاب[1] ۔ | ردالمحتار میں ہے کہ خیرالدین رملی نے فرمایا کہ باپ کی ساس حلال ہے۔ (ت)

اور زید کے لیے ہندہ کی بیٹی اگر ہوگی تو بہو یعنی زوجۂ پسر کی بیٹی ہوگی وھذا اذا سبق نکاح ابن زید (یہ جب ہے کہ زید کے بیٹے کا نکاح پہلے ہوا ہو۔ ت) اور بہو کی بیٹی حلال ہے جبکہ وہ اپنی پوتی نہ ہو۔

فی ردالمحتار اما بنت زوجۃ ابنہ فحلال[2] ۔ | ردالمحتار میں ہے بیٹے کی بیوی کی بیٹی حلال ہے۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۳: از اوجین مرسلہ میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ ۲۹ رجب ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی سالی حقیقی سے صحبت کی اور عمرو نے سالی کے ساتھ نکاح، تو زید وعمرو کی اولین عورتوں پر طلاق عائد ہوتی ہے یا نہیں؟ کیونکہ قرآن مجید و فرقان حمید میں ان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف (منع ہے کہ تم دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرو مگر جو ہو گزرا۔ ت) وارد ہے، اس مسئلہ میں جو حکم شرعاً ہو بواگذاشت مع التشریح بحوالۂ کتب بیان فرمائیں۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

بموجودگی زوجہ سالی سے نکاح حرام ہے اور اس پر فرض ہے کہ اُسے ہاتھ نہ لگائے اور فوراً چھوڑ دے اور زنا تو ہر حال حرام ہی ہے مگر سالی سے نکاح یا زنا کرنے سے زوجہ مطلقہ نہیں ہوتی۔ نہ آیت کا یہ مطلب ہے، نہ سالی سے زنا کے سبب زوجہ سے جماع حرام ہو۔ درمختار میں ہے:

فی الخلاصۃ وطیئ اخت امرأتہ لا تحرم علیہ امرأتہ[3] ۔ | خلاصہ میں ہے کہ سالی سے زنا کی وجہ سے بیوی حرام نہ ہوگی۔ (ت)

ہاں سالی کے ساتھ فقط نکاح کرنے سے جماع زوجہ ممنوع ہو جائے جب تک سالی سے جماع واقع نہ ہوا، ہاں اگر بعد نکاح سالی سے جماع کر لیا تو اب زوجہ سے جماع حرام ہو گیا یہاں تک کہ سالی کو چھوڑ دے اور اس کی عدت گزر جائے اُس وقت زوجہ سے جماع جائز ہوگا، یوں ہی اگر بے نکاح سالی سے جماع کیا مگر دیدہ ودانستہ

---

[1] فتاوٰی خیریہ فصل فی المحرمات دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۳

[2] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۷۹

[3] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

زنا نہ کیا بلکہ شبہہ اور دھوکے سے جماع واقع ہو تو بھی زوجہ سے جماع حرام ہو گیا جب تک اس جماع شبہہ کے سبب سالی پر جو عدت لازم آئی ہے ختم نہ ہو جائے۔

فی رد المحتار فی مسئلة نکاح المرأة علی اختها الثانی باطل وله وطئ الاولی الا ان یطأ الثانیة فتحرم الاولی الی انقضاء عدة الثانیة کما لو وطئ اخت امرأته بشبهة حیث تحرم امرأته مالم تنقض عدة ذات الشبهة ح عن البحر[1]

ردالمحتار میں بہن کی موجودگی میں سالی سے نکاح کے مسئلہ میں فرمایا کہ دُوسرا نکاح باطل ہے اور جب تک دوسری سے وطی نہ کی ہو پہلی سے جماع جائز ہے، اگر دوسری سے وطی کرلی ہو تو پہلی سے جماع اس وقت تک حرام ہے جب تک دوسری کی عدت نہ گزر جائے ــــــــ

جس طرح شبہہ کی بناء پر بیوی کی بہن سے جماع ہو جائے تو بیوی سے جماع حرام ہو جاتا ہے تا وقتیکہ شبہہ والی کی عدت پوری نہ ہو جائے، یہ بحر سے منقول ہے۔ (ت) واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۶۴ ازمارہرہ مطہرہ مرسلہ حضرت سید ظہور حیدر میاں صاحب قبلہ پنجم شوال ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ زید نے اپنی دختر ہندہ نابالغہ کا عقد بولایت اپنے ہمراہ بکر کر دیا کہ جس کو عرصہ ایک سال کا گزرا، زید کی زوجہ کو سفر درپیش آیا واسطے حفاظت ونگرانی بکر کو ہمراہ کر دیا زوجہ زید نے بہمراہی اپنے داماد بکر کے مع ایک خادمہ سفر گاڑی پر کیا شب کو سرائے میں بکر نے بارادہ فاسدہ و نیت خراب اپنی خوشدامن کی چارپائی پر آکر زبردستی کہا کہ میں پاؤں داہوں، ہر چند منع کیا لیکن زبردستی پاؤں دبانے شروع کر دیے اور شکم پر ہاتھ پھیر کر قریب تھا کہ کمربند کھول ڈالے اور اپنا ازاربند اول کھول لیا تھا، نہایت مشکل وزبردستی سے بکر کو چارپائی سے علیحدہ کیا گیا، دوبارہ پھر قریب تین بجے شب کے بکر نے آکر چارپائی پر بیٹھ کر ارادہ دست درازی کا کیا زوجہ زید کی آنکھ کھل گئی اور وہ چیخ کر غل مچانے لگی کہ جس سے گاڑی بان اور خادمہ نے چونک کر چراغ سے دیکھا تو بکر تھا عذر بدتر از گناہ کرنے لگا کہ میں کتا مارنے آیا تھا یہ بات زوجہ زید یقین اور خوب مضبوطی سے از رُوئے مباہلہ وقسم شرعی کہتی ہے کہ بکر نے اول مرتبہ میرے شکم پر ہاتھ پھیر کر میرے ازاربند کھولنے کی نیت سے دست درازی کی تھی اور اپنا ازاربند کھول رکھا تھا اور اس وقت بکر کے دست وپا میں رعشہ سخت تھا اگر میں ناراض ہو کر زبردستی بکر کو چارپائی علیحدہ نہ کرتی تو بیشک میری عصمت بکر خراب کر ڈالتا اور اسی ارادہ سے دوبارہ پھر بکر آکر میری چارپائی پر بیٹھا اگر گاڑی بان وخادمہ چراغ لے کر نہ آتے اور نہ دیکھتے

---

[1] ردالمحتار فصل فی المحرمات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۸۶

تو بکر ہرگز اپنے ارادہ سے باز نہ آتا، زید کو بعد دریافت اس حالت کے اپنی دختر ہندہ کے عقد میں شک پڑ گیا اور کہا کہ میں اب رخصت نہ کروں گا۔ تو اب جس حالت میں دونوں ولی اصلی یعنی والدین ہندہ زید مع زوجہ بکر سے بباعث اس حرکت کے ناراض ہیں تو نکاح ہندہ کا بکر سے باقی رہ گیا یا ٹوٹ گیا؟ اور اگر ٹوٹ گیا تو عقد ثانی اس کا خواہ بکر سے یا اور جگہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ دختر زید یعنی ہندہ نابالغہ ہے اور ولی یعنی والدین اس کے بکر سے ناراض ہیں تو ایسی حالت میں مسئلہ شریعت کیا ہے؟ اور اب معاملہ ہندہ و بکر کیا ہونا چاہئے؟ اور زوجہ زید جوان ہے جس سے یہ حرکت بکر نے کی۔ فقط، بینوا توجروا

الجواب

اس میں شک نہیں کہ اپنی منکوحہ کی ماں کے جسم کو بنظر شہوت کسی جگہ ہاتھ لگانے سے گو نکاح زائل نہیں ہوتا مگر عورت ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہو جاتی ہے، اور اس شخص پر واجب ہوتا ہے کہ اسے چھوڑ دے، لیکن اس قدر ضرور ہے کہ مس بحالت شہوت ہو یعنی ہاتھ لگانے کے وقت ہی معًا نعوظ (یعنی عضو تناسل کا قائم ہونا) پیدا ہو یا پہلے سے نعوظ تھا تو ایسی حالت میں زائد ہو جائے ورنہ اگر جس وقت مس کیا نعوظ نہ تھا جب مس ختم ہو چکا اس کے بعد پیدا ہوا یا نعوظ پہلے سے تھا اور مس کرنے میں کچھ زیادہ نہ ہوا بدستور رہا تو حرمت نہ ہوگی۔

فی الدر المختار العبرۃ للشھوۃ عند المس والنظر لا بعدھما وحدھا فیما تحرک اٰلتہ او زیادتہ بہ یفتی[1] وفی رد المحتار قولہ او زیادتہ ای زیادۃ التحرک ان کان موجودا قبلھما قولہ بہ یفتی قال فی الفتح وفرع علیہ مالو انتشر وطلب امرأتہ فاولج بین فخذی بنتھا خطاء لا تحرم امھا مالم یزد الانتشار[2]۔

درمختار میں ہے کہ دیکھنے اور چھونے کے وقت شہوت کا اعتبار ہے ان کے بعد والی شہوت معتبر نہیں، اور اس وقت معتبر شہوت کی حد یہ ہے کہ چھونے اور دیکھنے پر آلہ تناسل حرکت کرے یا اس وقت حرکت میں زیادتی پیدا ہو، اسی پر فتوٰی ہے۔ اور ردالمحتار میں ہے، اس کا قول زیادتہ اس سے مراد حرکت کی زیادتی ہے جبکہ پہلے حرکت موجود ہو، اس کا قول بہ یفتی۔ فتح میں کہا اور اس پر تفریع بیان کی کہ کسی کو انتشار ہوا، اپنی بیوی کی طلب کی تو بیوی کی بجائے (بیوی کے پہلے خاوند سے) بیٹی کی رانوں کو غلطی اور خطا سے استعمال کیا تو اس لڑکی کی ماں (بیوی) اس پر حرام

---

[1] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

[2] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۸۰

نہ ہوگی کیونکہ اس وقت انتشار زائد نہ ہُوا (بلکہ وہی انتشار موجود رہا جو پہلے بیوی کے لیے ہوا تھا ۔ت)

اسی طرح یہ بھی ضرور ہے کہ مس برہنہ جسم پر ہو یا کسی ایسے باریک کپڑے پر سے کہ عورت کے جسم کی حرارت اس کے ہاتھ کو پہنچنے سے مانع نہ ہو جیسے اس زمانہ میں جالی یا تنزیب کی کُرتیاں ، ورنہ اگر ایسا سنگین کپڑا حائل تھا کہ جسم زن کی گرمی ہاتھ کو محسوس نہ ہونے دے تو حرمت نہیں اگرچہ مس بہزار شہوت واقع ہوا ہو۔

فی الدر المختار واصل ممسوسة بشھوة ولو بشعر علی الراس بحائل لایمنع الحرارة[1] فی رد المحتار فلو کان مانعا لاتثبت الحرمة کذا فی اکثر الکتب وکذا لوجامعہا بخرقة علی ذکرہ[2]

درمختار میں ہے شہوت کے ساتھ مس شدہ عورت خواہ یہ مس عورت کے سر کے بالوں کا کسی ایسے پردہ اور کپڑے کے حائل ہونے کے باوجود ہو جو بدن کی حرارت پہنچنے کے لیے مانع نہ ہو، تو بھی اس عورت کے اصول حرام ہوجائیں گے۔ رد المحتار میں ہے کہ اگر وہ کپڑا بدن کی حرارت کے لیے مانع ہو تو حرمت ثابت نہ ہوگی ، اکثر کتب میں ایسے ہی ہے ، اور یوں ہی اگر کسی عورت سے جماع کے وقت ذکر پر موٹا کپڑا لپیٹ لیا (جس سے آپس میں دونوں کے بدن کی حرارت نہ محسوس ہوسکے اور عورت کے باقی تمام بدن پر موٹا کپڑا ہو کہ کوئی حصہ بدن برہنہ مس نہ ہو) (ت)

نیز ایک شرط حرمت یہ ہے کہ یہ حرکت انزال کی طرف مودی نہ ہو، اگر انزال ہوگیا حرمت نہ ہُوئی ۔

فی الدر المختار ھذا اذا لم ینزل فلو انزل مع مس او نظر فلا حرمة بہ یفتی ابن کمال[3]

درمختار میں ہے کہ حرمت تب ثابت ہوگی جب اس انتشار میں انزال نہ ہُوا ہو، اور اگر مس یا نظر کے وقت شہوت سے انزال ہوجائے تو حرمت ثابت نہ ہوگی، اسی پر فتوٰی ہے، ابن کمال۔ (ت)

غرض مس یا نظر کے سبب حرمت مصاہرت ثابت ہونے میں یہ شرطیں ہیں، زوجہ زید کا بیان جس قدر سوال میں مذکور اس سے کچھ نہیں کھلتا کہ صورت واقعہ میں یہ متحقق تھیں یا نہیں، تین بجے شب کے واقعہ میں بکر کا صرف اس کی چارپائی پر آکر بیٹھنا اور دست درازی کا ارادہ کرنا بیان کرتی ہے مجرد ارادہ کوئی چیز نہیں، اور واقعہ اول شب میں بھی کچھ نہیں کہتی کہ بکر کا پاؤں دبانا کپڑے پر سے تھا یا برہنہ پاؤں پر،

---

[1] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

[2] رد المحتار " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۸۰

[3] درمختار " " " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

اور شکم پر ہاتھ پھیرنا بھی کچھ خواہی نخواہی اس میں نص نہیں کہ برہنہ پیٹ پر ہاتھ پھیرا، تو یہ معلوم کہ اس وقت زوجۂ زید کی کُرتی نیچے پڑے کی تھی، تو اس کے فقط اتنے بیان پر حکم حُرمت نہیں ہوسکتا جب تک صاف صاف تمام شرائط کا متحقق ہونا نہ ظاہر ہو۔ لہٰذا فقیر اس مسئلہ کے جواب میں صرف اس قدر حکم دے سکتا ہے کہ اگر بکر نے زوجۂ زید کے پاؤں یا پیٹ خواہ کسی جسم پر برہنہ یا حائل نرم کے ساتھ بطور شہوت ہاتھ لگایا کہ اس حرکت کی حالت ہی میں اسے فوراً پیدا ہوا یا پہلے سے تھا تو اسی حالت میں بڑھ گیا اور انزال واقع نہ ہوا تو بیشک ہندہ ہمیشہ ہمیشہ بکر پر حرام ہوگئی کہ کبھی کسی طریقہ سے اُسے ہاتھ نہیں لگا سکتا، اور اگر ان شرائط میں کچھ کمی تھی تو ہندہ بدستور اس کے لیے حلال ہے، پھر جس حالت میں حکم حرمت دیا جائے گا اس کا بھی یہ حاصل ہرگز نہیں کہ نکاح بالفعل ٹوٹ گیا، یہ محض خطا ہے بلکہ اُس وقت حکم صرف اس قدر ہوگا کہ ہندہ بکر پر حرام ابدی ہوگئی، بکر پر فرض کہ اُسے چھوڑ دے، اگر نہ چھوڑے گا سخت گنہگار ہوگا اور ہندہ کے حق میں بھی گرفتار ہوگا۔ قال اللہ تعالٰی:

فامساک بمعروف او تسریح باحسان[1]، واذ قد فاتہ الامساک بالمعروف لزمہ التسریح باحسان۔

بھلائی سے پاس رکھو یا اچھے انداز میں اس کو آزاد کر دو۔ اس صورت میں پاس رکھنا ممکن نہیں رہا لہٰذا اس کو چاہئے کہ چھوڑ دے۔ (ت)

تو جب تک وہ ترک نہ کرے یا حاکم شرع تفریق نہ کرے نکاح بیشک باقی ہے۔ دوسری جگہ ہرگز ہندہ کا نکاح جائز

عـہ انظر ھھنا فان الدر خص المتارکۃ بالزوج وحقق الشامی انہا تکون من المرأۃ ایضا وان لافرق بینہا وبین الفسخ، وقد تقرر ان حرمۃ المصاھرۃ تفسد النکاح وان فی النکاح الفاسد لکل منہما فسخہ ولو بغیر محضر من صاحبہ دخل بہا اولا وانظر ان غیر البالغۃ ھل لہا اولولیہا فسخ نکاحہا الفاسد تحرزا عن المعصیۃ ام ینتظر بلوغہا اذ لامعصیۃ منہا قبلہ والظاہر الاول فلیحرر ۱۲ (م)

یہاں غور کرنا چاہئے کیونکہ دُر نے متارکہ کا حق خاوند کیلئے خاص کیا ہے جبکہ علامہ شامی نے کہا کہ عورت کو بھی متارکہ کا حق ہے کیونکہ اس میں اور فسخ میں کوئی فرق نہیں؛ اور یہ بات ثابت شدہ ہے کہ حرمۃ المصاہرۃ نکاح کو فاسد کر دیتی ہے، جبکہ نکاح فاسد میں خاوند و بیوی دونوں کو ایک دوسرے کی موجودگی ہو یا نہ ہو دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو فسخ کا حق ہے، اور یہ بھی قابل غور ہے کہ کیا نابالغہ کے فاسد نکاح میں نابالغہ یا اس کے ولی کو فسخ کا اختیار ہے تاکہ گناہ سے بچایا جاسکے یا اس کے بالغ ہونے کا انتظار کیا جائے گا اس بنا پر کہ اس سے قبل گناہ متصور نہیں، اور ظاہر پہلا احتمال ہے، اس کو واضح کرنا چاہئے۔ (ت)

---

[1] القرآن ۲/ ۲۲۹

نہیں، ہاں بعد متارکہ یا تفریقِ حاکمِ شرع پدرِ ہندہ کو اختیار ہوگا کہ بکر کے سوا جس سے چاہے نکاح کردے۔

فی الدرالمختار بحرمۃ المصاھرۃ لایرتفع النکاح حتی لایحل لھا التزوج باٰخر الا بعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ والوطء بھا لایکون زنا[1]۔ وفی ردالمحتار ای وان مضی علیہا سنون کما فی البزازیۃ وعبارۃ الحاوی الابعد تفریق القاضی او بعد المتارکۃ[2] اھ۔

درمختار میں ہے حرمتِ مصاہرہ نکاح کو ختم نہیں کرتی حتی کہ متارکہ اور عدت گزر جانے کے بعد اس کا کسی دوسرے شخص سے نکاح اور وطی جائز ہوگی، اس سے قبل جائز نہیں (حرمتِ مصاہرۃ کے بعد متارکہ سے قبل خاوند کی وطی کو زنا نہ کہا جائے گا۔ ردالمحتار میں ہے اگرچہ کئی سال گزر جائیں، اور حاوی کی عبارت کے مطابق قاضی کی تفریق یا متارکہ کے بعد ہی وُہ نکاح کرسکے گی سالت)، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ ۱۶۵: از مارہرہ مطہرہ مرسلہ جناب سید امیر حیدر صاحب قبلہ ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنی دخترِ نابالغہ کا نکاح بولایت خود و شوئے خود بکر سے کیا، بعدہ بوجہ نااتفاقی باہمی یہ خیال ہُوا کہ یہ نکاح کسی شکل سے توڑا چاہیے کہ دوسری جگہ نکاح ہوسکے، ہندہ سفر کو گئی، ہمراہی میں بکر اور ایک خادمہ اور ایک نابالغہ، چھ آدمی اور گاڑی بان جب www.alahazratnetwork.org پردہ نہ بٹھائے گئے، سرائے میں کھانا کھاکر جو بچا ہندہ نے اپنے سرہانے رکھوالیا۔ چارپائی پر ہندہ اور نیچے فرش پر خادمہ بکر وچھوکری سوئے، ۱۲ بجے شب کے خادمہ مع چھوکری پیشاب کو گئی، بکر غافل سوتا تھا، ہندہ نے بآوازِ سخت پکارا کہ جلد ہوشیار ہو مجھے خوف معلوم ہوتا ہے، بکر پاس گیا اور فرش پر بیٹھنے کا ارادہ کیا کہا کہ میری چارپائی پر بیٹھ جاؤ، وہ ایک گوشہ میں بیٹھ گیا اتنے میں خادمہ آگئی تو بکر سے بسہولت کہا اب تو جاکر سورہو، بکر اپنی جگہ پر سورہا، ۲ بجے شب کے بکر حقہ پینے اٹھا، مکان میں کُتا جاتا معلوم ہُوا، حقہ گاڑی بان کو دے کر اندر آگیا، اندھیرا تھا، چارپائی کو ٹھوکر لگی، ہندہ نے خادمہ اور گاڑیبان کو پکارا، بکر نے فوراً کہا میں ہُوں کُتا مارنے آیا ہُوں کہ کھانا خراب نہ کرے، سب سورہے، صبح کو ہندہ نے خادمہ سے کہا بکر نے میرے ساتھ بدنیتی کا ارادہ کیا، کہا کب؟ کہا جب تُو پیشاب کو گئی تھی، کہا مجھے ایسی کیا دیر ہُوئی تھی اور تم نے جبھی کیوں نہ کہا میں بکر سے پُوچھتی ہُوں، اُسے سخت قسم دے دی، پھر ہفتہ بھر ساتھ رہے کچھ ظاہر نہ ہوا، مکان پر آکر ہندہ نے بہتان باندھا، خادمہ اور گاڑی بان بقسم محض لاعلمی بیان کرتے ہیں اور بکر بھی اپنی بے قصوری کی صدہا قسمیں کھاتا ہے، آیا تنہا بیان ہندہ قابلِ وثوق ہے اور نکاحِ بکر قائم رہا یا گیا؟ بینوا توجروا

---

[1] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

[2] ردالمحتار " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۸۳

الجواب

تنہا ایک عورت کا بیان اصلاً قابلِ سماعت نہیں۔ قال اللہ تعالٰی : واشھدوا ذوی عدل منکم[1] (اپنے دو عادل گواہ بناؤ۔ ت) نکاح بجز یقیناً قائم ہے۔

حتی علی فرض صدقہا ایضا لان المذہب عندنا ان حرمۃ المصاھرۃ لا ترفع النکاح، وانما تفسدہ فلا بد من متارکۃ من زوج او تفریق من قاض[2]، کما فی رد المحتار عن النھر عن الزیلعی (مفھوماً) واللہ تعالٰی اعلم۔

حتی کہ عورت کو سچا بھی تسلیم کیا جائے، اس لیے کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ حرمتِ مصاہرہ نکاح کو ختم نہیں کرتی بلکہ اس کو فاسد کرتی ہے۔ لہٰذا خاوند کا متارکہ یا قاضی کی تفریق ضروری ہے، جیسا کہ ردالمحتار میں زیلعی کے حوالے سے نہر سے منقول ہے (ت)

مسئلہ ۱۶۶ از رانسور علاقہ جے پور ڈاک خانہ نذاون مرسلہ منشی فرزند حسن صاحب ۲۸ ذی قعدہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت کو جس شخص کا حمل ہو قبل وضعِ حمل اُسی سے یا غیر سے نکاح کرنا اسے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔

الجواب

www.alahazratnetwork.org

حمل اگر حلال کا ہے (یعنی وہ جس میں شرعاً نسب ثابت ہو) تو قبل از وضع اس کا نکاح کسی غیر سے نہیں ہوسکتا۔ قال اللہ تعالٰی :

واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن[3]۔

حاملہ عورتوں کی عدت بچے کی پیدائش تک ہے (ت)

ہاں شوہر سے جس کا حمل ہے نکاح جائز، اس کی صورت یہ کہ بعد حمل رہنے کے شوہر نے طلاق دے دی تو اگرچہ ہنوز وضعِ حمل نہ ہو اس سے نکاح ہوسکتا ہے بشرطیکہ طلاق مغلظہ نہ ہو جس میں حلالہ کی ضرورت پڑتی ہے۔

فی الدرالمختار ینکح مبانتہ بما دون الثلث فی العدۃ وبعدھا بالاجماع لا مطلقۃ بالثلث حتی یطأھا غیرہ بنکاح نافذ[4] (ملتقطاً)

درمختار میں ہے کہ اپنی مطلقہ بائنہ سے عدت پوری ہونے سے قبل یا بعد نکاح کرسکتا ہے بالاجماع، تین طلاق والی سے نکاح نہیں کرسکتا جب تک کسی غیر شخص سے اس کا نکاح اور وطی نہ ہوجائے (ملتقطاً) (ت)

---

[1] القرآن ۶۵/۲

[2] ردالمحتار فصل فی المحرمات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۸۳

[3] القرآن ۶۵/۴ [4] درمختار باب الرجعۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۴۲

اور اگر زنا کا حمل ہے (جس میں بچہ شرعاً مجہول النسب ٹھہرتا ہے) تو زانی وغیر زانی جس سے چاہے بے وضع حمل نکاح کرسکتی ہے کہ زنا کے پانی کی شرعاً میں اصلاً حرمت وعزت نہیں، مگر فرق اتنا ہے کہ اگر خود زانی ہی سے نکاح کرلیا جس کا حمل رہا تھا تو اسے صحبت کرنی بھی جائز ہوجائے گی اور غیر سے نکاح ہوا تو جب تک وضع حمل نہ ہولے وہ ہاتھ نہیں لگا سکتا۔

فی الدر المختار صح نکاح حبلی من زنا لاحبلی من غیرہ وان حرم وطؤھا ودواعیہ حتی تضع ولو نکحھا الزانی حل لہ وطؤھا اتفاقا[1] ملخصا۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم بالصواب

درمختار میں ہے: زنا سے حاملہ کے ساتھ نکاح جائز ہے نہ کہ غیر زنا کی حاملہ سے جبکہ اس سے وطی اور متعلقہ امور بچے کی پیدائش تک حرام ہیں، اور اس سے خود زانی نے نکاح کیا ہو تو وطی بھی بالاتفاق جائز ہے اھ ملخصاً (ت)

مسئلہ ۱۶۷: از آنولہ ۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وہندہ بیوہ میں ناجائز طور کی ملاقات تھی، زید اس سے ارادہ نکاح رکھتا تھا، ہندہ کی بیٹی مسماۃ نابالغہ کو جس کی عمر نو برس کی ہے اُس کے چچا نے اپنی بیٹی ظاہر کرکے زید سے نکاح کردیا مگر ہنوز رخصت واقع نہ ہوئی، اب زید کو معلوم ہوا کہ یہ اُسی ہندہ کی بیٹی ہے جس سے قبل اس نکاح کے زید کا ناجائز تعلق رہ چکا ہے، اس حالت میں اس نکاح کی نسبت کیا حکم ہے؟ اور زید بعد اس نکاح کے ہندہ سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر یہ بیان واقعی ہے کہ زید اس نکاح سے پہلے ہندہ کو ناجائز طور پر ہاتھ لگا چکا تھا تو اس کا یہ نکاح کہ ہندہ کی بیٹی سے کیا گیا محض ناجائز وحرام ہوا، اس پر فرض ہے کہ فوراً اس سے دست بردار ہو اور بعد اس کے وہ ہندہ سے نکاح کرسکتا ہے،

فان نکاح البنات وان کان یحرم الامھات لکن اذا کان صحیحا ولا یصح النکاح مع بنت ممسوسۃ لحرمۃ المصاھرۃ۔

بیٹی سے نکاح کی وجہ سے ماں اگرچہ حرام ہوجاتی مگر اس وقت جب بیٹی سے صحیح نکاح ہو، اور حرمت مصاہرت کی بنا پر شہوت کے ساتھ مَس شدہ عورت کی بیٹی سے نکاح صحیح نہیں ہوتا۔ (ت)

---

[1] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۹

www.alahazratnetwork.org

درمختار میں ہے :

حرم بالمصاھرۃ بنت زوجۃ الموطوءۃ و ام زوجتہ وجداتھا مطلقا بمجرد العقد الصحیح[1]

بیوی سے وطی کرنے پر اس کی بیٹی حرمتِ مصاہرہ کی بنا پر حرام ہوجاتی ہے اور بیوی کی ماں اور دادیاں بھی اس پر محض صحیح نکاح کی بنا پر حرام ہوجاتی ہیں (ت)

ردالمحتار میں ہے :

احترازعن النکاح الفاسد فانہ لایوجب بمجردہ حرمۃ المصاھرۃ بل بالوطء اوما یقوم مقامہ من المس بشھوۃ والنظر بشھوۃ[2] الخ

صحیح نکاح کا یہ حکم ہے ، رہا فاسد نکاح تو صرف نکاح سے حرمتِ مصاہرہ ماں اور دادیوں کی نہ ہوگی بلکہ وطی سے ہوگی یا وطی کے قائم مقام امور شہوت سے دیکھنے اور چھونے سے ہوگی الخ (ت)

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۸ : از موضع دربھنگہ ڈاکخانہ روسڑا بازار مقام موتی پور مرسلہ ملا خیر علی صاحب ۵ جمادی الاولٰی ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت مریدہ از روئے شرع پیر پر حرام ہے یا حلال ؟ اور ازواجِ مطہرات حضرت خدیجہ وحضرت عائشہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مریدہ تھیں یا نہیں ؟ اس نکاح کی حرمت وحلت جوکچھ ہو بحوالہ حدیث وفقہ صاف تحریر کریں ۔ بینوا توجروا

الجواب

پیر کو اپنی مریدہ سے نکاح قطعاً حلال ہے[عہ] اسے ممنوع جاننا کتاب وسنّت واجماعِ اُمت وقیاس

عہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مریدہ کو اپنے پیر کے سامنے بے پردہ آنا ناجائز ہے ۔ غضب تو یہ ہے کہ اس زمانے کے بعض جاہل بیباک متصوف اس جھوٹے مسئلہ کو کہ مریدہ بیٹی ہے دستاویز بنالیتے ہیں اور عام عورتوں کو جوان کی مریدی کے جال میں پھنسی ہوتی ہیں حکم قطعی دیتے ہیں کہ ہمارے سامنے بے پردہ و حجاب آیا کرو ، بلکہ تنہائیوں میں انھیں لے کر بیٹھتے ہیں ، حالانکہ یہ باتیں حرام قطعی ہیں ، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زیادہ کوئی پیر نہیں وہ خود اپنے سامنے عورتوں کو بے باکانہ آنے سے منع فرماتے ، اور کبھی حضور پُرنور نے نامحرم عورت کو ہاتھ نہ لگایا ، جو بیبیاں کہ حاضرِ خدمت ہو کر بیعت چاہتیں آپ ان سے (باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۷

[2] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۷۸

چارہ وں دلائل شرع سے محض باطل وبے اصل ہے، قرآن عظیم سے یوں کہ مولیٰ عزوجل نے حرام عورتیں گنا کر فرمایا: واحل لکم ما وراء ذٰلکم[1] اُن کے سوا سب عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں۔ لاجرم مریدہ بھی کہ ان محرمات میں ذکر نہ فرمائی اسی حکم حلت میں داخل رہی، سنت سے یوں کہ نبی سے زیادہ پیرومرشد کون ہے۔ خصوصاً ہمارے حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین وبارک وسلم کہ حضور تو تمام جہان کے پیر ہیں پھر حضور والا صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ نے اپنی امتی بیبیوں ہی سے نکاح فرمایا جن میں حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبری و حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہما اعلیٰ درجہ کی مریدہ اور اعلیٰ درجہ کی بیبیاں ہیں، باتفاق علماء ثابت کہ جب اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نبوت عامہ کو ظاہر فرمایا، سب سے پہلے حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالٰی عنہا شرف ارادت سے مشرف ہوئیں، بعض جاہلوں کی سمجھ میں یوں نہ آئے تو یہ مانیں گے کہ حضرات شیخین صدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سب سے افضل واکمل مرید تھے، اولیاء کرام فرماتے ہیں:

تا جہاں ست نہ ہچو مصطفیٰ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
پیرے بود نہ ہچو ابوبکر صدیق مریدے۔

پوری کائنات میں مصطفیٰ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جیسا نہ کوئی پیر ہے اور نہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ جیسا کوئی مرید ہے۔ (ت)

alahazratnetwork.org

وہ جاہلانہ خیال کہ پیری مریدی کا رشتہ بعینہٖ مثل رشتہ نسب کے ہے، اگر سچّا ہوتا تو مریدہ اپنی بیٹی ہوتی، مریدوں کی بیٹیاں پوتیاں ہوتیں۔ یونہی ختنین عثمان غنی وعلی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما کا نکاح بنات مطہرات حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کیونکر ہوسکتا، اس تقدیر پر صاحبزادیاں بہنیں ہوتیں، مگر جہل وسفاہت کے مفاسد اس سے بھی زائد ہیں۔ اجماع سے یوں کہ آج تک تمام عالم میں کوئی عالم اس نکاح کی حرمت کا قائل نہ ہوا،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) زبانی بیعت لیتے، اور فرماتے تمہاری بیعت ہوگئی، کبھی ہاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت نہ لی شیطان کے مکر سے اللہ سبحٰنہٗ محفوظ رکھے۔ اور بعض جاہل مردوں کو ابلیس باتلبیس نے یوں ورغلایا اور اُن کے ذہن میں یہ سمایا کہ جب ہمارے حالات ہمارے مرشد پر پوشیدہ نہیں تو پھر ہم کیوں اپنی عورتوں کا پیر جی سے پردہ کرائیں، پس بے غل وغش پیر صاحب بحالت موجودگی وعدم موجودگی صاحب خانہ کے زنانے میں جاتے اور وہیں آرام کرتے ہیں۔ یہ راقم آثم کا چشم دید تھا جو بیان میں آیا والعیاذ باللہ تعالٰی۔ (مولوی نواب سلطان احمد خان بریلوی)

---

[1] القرآن ۴/۲۴

فقہائے جملہ مذاہب کی کتابیں موجود، کسی نے مرید کو محرمات سے نہ گنا۔ قیاس سے یُوں کہ رشتہ استاذی وشاگردی بھی تو مثل رشتہ پیری ومریدی ہے، پیرو استاذ دونوں بجائے باپ کے مانے جاتے ہیں، خود حدیث میں فرمایا،

انما انا لکم بمنزلۃ الوالد اعلمکم[1]۔ رواہ احمد وابوداؤد والنسائی وابن حبان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

میں تمہارے لیے بمنزلہ والد ہوں تمہیں تعلیم دیتا ہوں۔ اس کو احمد، ابوداؤد، نسائی اور ابن حبان نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بذریعہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کیا ہے (ت)

بلکہ پیری ومریدی بھی خود ایک اُستاذی وشاگردی ہے، اگر یہ خیالِ باطل ٹھیک ہوتا تو اپنی شاگرد عورت سے بھی نکاح حرام ہوتا اور عورت کو علم سکھانا نکاح جاتے رہنے کا باعث ہوتا کہ اب وہ اس کی بیٹی ہوگئی حالانکہ قرآن و حدیث سے زوجہ کو شاگرد کرنا اور اپنی شاگرد عورت کو نکاح میں لانا دونوں باتیں ثابت۔ قال اللہ تعالٰی،

یایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا[2]۔

اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو دوزخ سے بچاؤ۔

ظاہر ہے کہ گھر والوں کو دوزخ سے بچانا بغیر مسائل سکھائے متصور نہیں کہ بچنا بے عمل، اور عمل بے علم میسر نہیں، تو قرآن مجید صاف حکم فرماتا ہے کہ اپنی عورتوں کو علم دین سکھاؤ اور اُس پر عمل کی ہدایت کرو۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

رجل کانت لہ امۃ فغذاھا فاحسن غذاءھا ثم ادبھا فاحسن تادیبھا وعلمھا فاحسن تعلیمھا ثم اعتقھا و تزوجھا فلہ اجران[3]۔ رواہ الائمۃ احمد والبخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجۃ عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

یعنی جو کوئی کنیز رکھتا ہے اُسے کھلائے اور اچھا کھلائے پھر ادب سکھائے اور بہتر سکھائے اور علم پڑھائے اور خُوب پڑھائے، پھر اُسے آزاد کرکے اپنے نکاح میں لائے وہ شخص دوسرا ثواب پائے (اس کو احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

[1] سنن ابوداؤد باب کراہیۃ استقبال القبلۃ عند قضاء الحاجۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳

[2] القرآن ۶۶/۶

[3] صحیح بخاری باب تعلیم الرجل امتہ واہلہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۰

جاہلوں کی جہالت کہ مریدہ سے نکاح ناجائز بتائیں اور زن و شوہر دونوں کو بے تکلف مرید بنائیں، وہ دونوں اگر باپ بیٹی تھے یہ دونوں سگے بہن بھائی ہوئے۔ اس نکاح کو ممنوع جاننے والا شریعت مطہرہ پر کھلا ہوا افترا کرتا اور حلالِ خدا کو حرام ٹھہراتا ہے اُس پر توبہ فرض ہے، اللہ تعالٰی ہدایت بخشے، آمین! واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۹ ۱۳ شعبان معظم ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فی زمانا جو عقیدہ مروجہ شیعہ رکھتے ہیں علی الخصوص شیعہ لکھنؤ کے اُن کی دختر سے نکاح سُنّی کا درست ہے یا نہیں اور اولاد اس کی مستحق ترکہ پدری کی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

آج کل عام روافض تبرائی خذلہم اللہ تعالٰی عقائد کفریہ رکھتے ہیں اُن میں کوئی کم ایسا نکلے گا جو قرآن مجید میں سے کچھ گھٹ جانا نہ مانتا اور حضرت امیر المومنین مولی المسلمین علی مرتضٰی و باقی ائمہ اطہار کرم اللہ تعالٰی وجوہہم کو حضرات علیہ انبیائے سابقین علٰی نبینا الکریم وعلیہم افضل الصلوٰۃ والتسلیم سے افضل نہ جانتا ہو، اور یہ دونوں عقیدے کفر خالص ہیں، مجتہد لکھنؤ نے اپنے مُہری فتوے میں ان دونوں ملعون عقیدوں کی صاف تصریح کی جو اُن میں خود یہ اعتقاد (بالفرض) نہ بھی رکھتا ہو تاہم اس سے یہ اُمید نہیں کہ مجتہد کا فتوٰی دیکھ کر اُسے کافر جاننا درکنار، خود بھی اُس پر اعتقاد نہ لے آئے اور ایسے عقیدے والے کو اس کے عقیدہ پر مطلع ہو کر جو کافر نہ جانے خود کافر ہے من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[1] (جس نے ان کے کفر اور عذاب میں شک کیا وہ کافر ہے۔ ت) تو آج کل تبرائی رافضیوں میں کسی ایسے شخص کا ملنا جسے ضعیف طور پر بھی مسلمان کہہ سکیں شاید ایسا ہی دشوار ہو گا جیسے حبشیوں زنگیوں میں چمپئی رنگت کا آدمی یا سپید رنگ کا کوا، ایسے رافضیوں کا حکم بالکل مثل حکم مرتدین ہے[2] کما صرح بہ فی الظہیریۃ والہندیۃ والحدیقۃ الندیۃ وغیرہا من الکتب الفقہیۃ (جیسا کہ ظہیریہ، ہندیہ اور حدیقۃ الندیہ وغیرہا کتب فقہ میں اس کی تصریح ہے۔ ت) پس دختر رافضیان جو ایسے ہی عقاید کفریہ رکھتی ہو اس سے سُنّی یا غیر سُنّی کسی کا نکاح نہیں ہوسکتا کہ مرتدہ اصلاً محلِ نکاح نہیں[3] کما نص علیہ فی الدر المختار والعالمگیریۃ وعامۃ الاسفار

---

[1] درمختار | باب المرتد | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۳۵۶

[2] فتاوٰی ہندیہ | باب فی احکام المرتدین | نورانی کتب خانہ پشاور | ۲/۲۶۴

[3] " " | القسم السابع المحرمات بالشرک | " " " " | ۱/۲۸۲

(جیسا کہ درمختار، عالمگیریہ اور عام کتب میں اس پر نص ہے۔ ت) اس سے جو اولاد ہوگی قطعاً ولد الزنا ہوگی اور ترکہ پدری سے مطلقاً محروم کہ ولد الزنا کے لیے شرعاً کوئی باپ ہی نہیں،

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم للعاھر الحجر[1]
رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، زانی کے لیے محرومی ہے۔ (ت)

اور اگر دختر مذکورہ خود ایسے عقائد نہیں رکھتی بلکہ مسلمان ہے تو مسلمان کا نکاح اس سے ہو سکتا ہے اولاد صحیح النسب ہوگی اور ترکہ پدری کی مستحق۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم

مسئلہ ۱۳ شعبان المعظم ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیعان مروجہ کی اولاد حرامی ہے یا حلالی؟ اگر حرامی ہے تو عند اللہ حرامی عورت کا نکاح سُنّی مرد سے ہو جائے گا یا نہیں؟ اور اس کی اولاد وطنی میں کچھ نقصان واقع ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

ان میں مرد یا عورت جس کا عقیدہ کفریہ ہو اولاد حرامی ہے،

اذ لا نکاح لمرتد ولا لمرتدۃ اصلا حتی مع مثلہ فی الارتداد[2] کما نص علیہ الائمۃ الامجاد۔
مرتد مرد اور مرتد عورت کا بالکل کسی سے نکاح نہیں ہو سکتا حتی کہ ان جیسے مرتد سے بھی، جیسا کہ اس پر ائمہ بزرگوار نے تصریح کی ہے۔ (ت)

ہاں اگر زن وشوہر دونوں عقاید کفریہ سے پاک ہیں تو اولاد حلالی ہے، اور حرامی عورت رافضیہ کا نکاح سُنّی سے ہو سکتا ہے جبکہ وہ خود عقیدۂ کفریہ نہ رکھتی ہو، اس صورت میں اُس کی اولاد وطنی میں کوئی نقصان نہیں، اور اگر وہ خود بھی اپنے ماں باپ کی مثل کوئی عقیدہ کفریہ رکھتی ہے تو خود بھی نطفۂ حرام ہے اور اس کی اولاد بھی حرامی، خواہ رافضی سے ہو یا سُنّی سے۔ اور اس سے کسی کا نکاح اصلاً ممکن نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ایک شخص کا حمل ایک عورت کو رہا اور بعد معلوم ہونے حمل کے وہ عورت چاہتی ہے کہ راز فاش نہ ہو مابین حمل عقد درست ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

درست ہے اگرچہ غیر زانی سے ہو مگر وطی و دواعی اسے روا نہیں جب تک وضع نہ ہو، اور جو زانی سے

---

[1] صحیح مسلم باب الولد للفراش الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۷۰

[2] فتاوٰی ہندیہ القسم السابع المحرمات بالشرک نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۸۲

نکاح کرے تو یہ بھی روا، ہاں تاقتِ وضع اصلاً نکاح ناروا اُسی صورت میں ہے کہ حمل زنا سے نہ ہو کما فی الدر المختار وغیرہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۲: از نینی تال تحصیل کھٹیما تھانہ مجھولا موضع جمور مرسلہ سکندر شاہ ۱۴ ربیع الآخر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ زید نے ہندہ کے ساتھ نکاح کیا، ہنوز ہندہ اس کے گھر میں موجود ہے کہ ہندہ کی دوسری بہن سے بھی زید نے نکاح کرلیا اور دونوں عورتیں اس کے گھر میں موجود ہیں کسی کو طلاق نہیں دی ہے وہ دونوں بہنیں زید پر حلال ہیں یا حرام؟ دونوں بہنیں ایک بطن سے ہیں اور باپ ہر ایک کا جداگانہ تھا۔ بینوا توجروا

الجواب

صورتِ مذکورہ میں زید کا اپنی سالی سے نکاح حرام،

قال اللہ تعالٰی وان تجمعوا بین الاختین[1]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: منع ہے کہ تم نکاح میں دو بہنوں کو جمع کرو۔ (ت)

اُس پر فرض ہے کہ فوراً اسے چھوڑ دے، پھر اگر ابھی سالی سے صحبت نہیں کی جب تو ہندہ اس کیلئے حلال ہے اور اگر اس سے صحبت کرلی تو اب اپنی منکوحہ ہندہ کے پاس بھی جانا حرام ہوگیا جب تک سالی کو چھوڑ کر اس کی عدت نہ گزر جائے، جب اسے چھوڑے گا اور اس کی عدت گزر جائے گی اس وقت ہندہ کو ہاتھ لگانا جائز ہوگا۔

ہندیہ میں ہے:

ان تزوجهما فی عقدتین فنکاح الاخیرة فاسد ویجب علیه ان یفارقها ولو علم القاضی بذلك یفرق بینهما فان فارقها قبل الدخول لایثبت شیئ من الاحکام وان فارقها بعد الدخول فلها المهر ویجب الاقل من المسمی ومن مهر المثل وعلیها العدة ویثبت النسب ویعتزل عن امرأته حتی تنقضی عدة اختها کذا فی

اگر دو بہنوں سے علیحدہ علیحدہ نکاح کیا تو دوسری کا نکاح فاسد ہے اور اس پر مفارقت لازم ہے، اور اگر قاضی کو یہ معلوم ہو تو وہ دونوں میں تفریق کردے، اگر دوسری کو دخول سے قبل علیحدہ کردیا تو نکاح کا کوئی حکم نہ ثابت ہوگا، اور اگر اس کو دخول کے بعد جدا کیا تو پھر اس کو مہر دینا ہوگا مہر مثل اور مقررہ سے جو کم ہو وُہ واجب ہوگا اور اس پر عدت ہوگی اور نسب ثابت ہوسکے گا، اور پہلی سے اس وقت تک علیحدگی اختیار کرے

---

[1] القرآن ۴/۲۳

محیط السرخسی[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ | جب تک دوسری بہن کی عدت نہ گزر جائے۔ محیط سرخسی میں یونہی ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۷۳: ۱۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

جس عورت کا شوہر مفقود الخبر ہو اور مرد وعورت ہر دو حنفی مذہب کے ہیں تو عورت دوسرے شخص سے نکاح کرنے کا کس قدر مدت تک انتظار کرے، علماء مذہب حنفیہ کے اس میں کیا حکم دیتے ہیں؟

الجواب

اتنی مدت کہ مرد کی عمر سے ستّر برس گزر جائیں یعنی اگر اب تک زندہ ہو تو ستّر برس کا ہو، مثلاً تیس سال کی عمر میں مفقود ہوا تو عورت چالیس برس انتظار کرے، اس مدت گزرنے پر قاضی اس کی موت کا حکم کرے، بعد حکم عورت چار مہینے دس دن عدت بیٹھے، عدت گزار کر جس سے چاہے نکاح کرے۔ فتح القدیر میں ہے:

عندی الاحسن سبعون لقولہ علیہ الصلٰوۃ والسلام اعمار امتی ما بین الستین الی السبعین فکانت المنتہی غالبًا[2]۔ | میرے نزدیک ستّر بہتر ہے کیونکہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا "میری امت کی عمر ساٹھ اور ستّر کے درمیان ہے"۔ تو آخری حد غالبًا معتبر ہے۔ (ت)

جواہر اخلاطی میں ہے: انہ احوط واقیس[3] (یہی احتیاط اور قیاس کے زیادہ موافق ہے۔ ت) اسی میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

وعلیہ الفتوٰی[4] (اسی پر فتوٰی ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

فی واقعات المفتین لقدری آفندی معزیا للقنیۃ انہ انما یحکم بموتہ بقضاء لانہ امر محتمل فما لم ینضم الیہ القضاء لا یکون حجۃ[5]۔ | واقعات المفتین میں ہے کہ قنیہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے آفندی نے کہا کہ موت کا حکم قاضی کے ذریعہ ہوگا کیونکہ احتمالی معاملہ ہے تو جب تک قاضی کا فیصلہ نہ مل جائے اس وقت تک محض مدت کا گزرنا حجت نہ ہوگا۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح القسم الرابع المحرمات بالجمع نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۷۸-۲۷۷
[2] فتح القدیر کتاب المفقود نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۳۷۴
[3] جواہر اخلاطی " قلمی نسخہ ص ۱۲۲
[4] " " "
[5] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۶۹

تنویر میں ہے :

بعدہ یحکم بموتہ فتعتد عرسہ للموت[1] (ملخصًا) مدت گزرنے کے بعد خاوند کی موت کا حکم دیا جائے گا لہٰذا یہ عورت موت والی عدت پوری کرے گی ملخصًا)

ردالمحتار میں ہے : ای عدۃ الوفاۃ[2] (یعنی وفات والی عدت مراد ہے۔ت) بہت کہن رسیدہ مرد نو عمر عورتوں سے نکاح کرتے ہیں وہاں ایسی صورتیں واقع ہوتی ہیں کہ مرد ستّر برس کا اور عورت جوان ہو، مثلاً پچاس پچپن برس کی عمر میں پندرہ برس کی عورت سے نکاح کیا اور مفقود ہوگیا تو جب اُس کی عمر سے ستّر برس گزریں گے عورت تیس پینتیس برس کی ہوگی، اس عمر کی عورت بیشک نکاح کے قابل ہے اور نہ ہو تو حکم شرع کے لیے ہے نہ کہ اپنی خواہشِ نفس کے لیے۔ قرآن عظیم صاف فرما رہا ہے : والمحصنٰت من النساء[3] (شادی شدہ عورتوں میں سے۔ت) پھر اس کے خلاف کی طرف راہ کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۲ : از کلکتہ امام باغ لین نمبر ۳۱ مسجد مرسلہ حافظ عزیز الرحمٰن صاحب ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد چچا مرنے کے چچی سے نکاح درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو کیا دلیل ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

www.alahazratnetwork.org

درست ہے، دلیل اس کی قول اللہ عزوجل و احل لکم ما وراء ذٰلکم[4] (محرمات کے علاوہ عورتیں تمہارے لیے حلال کی گئی ہیں۔ت) ہے کہ حرام عورتوں کو شمار فرما کر ارشاد ہوا ان کے سوا عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں۔ حرام عورتوں میں چچی کو نہ شمار فرمایا نہ شرع میں کہیں اس کی تحریم آئی تو ضرور وہ حلال عورتوں میں سے ہے، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۷۳ : از آمود ضلع بھڑوچ گجرات کلاں مرسلہ سید غلام سرور ۲ رجب ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے شریعتِ محمدی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا نام مسمی عبداللہ ہے اس کی ہمشیرہ کا نام نوربن تھا، مسماۃ نوربن کا نکاح مسمی ہدایت اللہ کے ساتھ ہوا، مسمی ہدایت اللہ کے نطفہ

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب المفقود مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۶۹

[2] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۳۲

[3] القرآن ۴/۲۴

[4] القرآن ۴/۲۴

شکم مسماۃ نورن سے دو فرزند پیدا ہوئے، مسماۃ نورن مرگئی، بڑے فرزند کا بھی انتقال ہوگیا، چھوٹا فرزند زندہ ہے، مسمی عبداللہ مذکور کے دو دختر ہیں بعد مرنے اپنی بہن مسماۃ نورن کے اپنی بڑی دختر کا نکاح ہدایت اللہ موصوف سے کردی، دوسری دختر جو چھوٹی مسمی عبداللہ کی ہے، ہدایت اللہ کے فرزند سے نکاح پڑھا دیا جاتا ہے، اول تو ہدایت اللہ کا عبداللہ سالا ہوا اور فرزند کا ماموں ہوا عبداللہ کا ہدایت اللہ بہنوئی ہوا اور لڑکا ہدایت اللہ کا عبداللہ کا بھانجا ہوا، جب عبداللہ کی دختر نکاح میں آئی فرزند کی سوتیلی والدہ ہوئی، سوتیلی ماں کی بہن حقیقی خالہ ہوئی اور ہدایت اللہ کا عبداللہ خسر ہوا و زید یا عبداللہ نانا ہوا، نکاح جائز ہے یا نہیں؟ مع مُہر نام کتاب عبارت عربی ترجمہ اردو خلاصہ تحریر فرمائیے، اس کا اجر اللہ آپ کو عطا کرے گا۔ بینوا توجروا

الجواب

فرزند ہدایت اللہ کا نکاح دختر عبداللہ سے جائز ہے، عبداللہ اس کا ماموں ہے نانا نہیں، سوتیلی ماں کا باپ نہ اپنا نانا، نہ سوتیلی ماں کی بہن اپنی خالہ، سوتیلی ماں کی حقیقی ماں یا بہن یا بیٹی سب سے نکاح جائز ہے اگرچہ وہ اپنے باپ کی ساس یا سالی یا دخترِ زن ہے۔ ردالمحتار میں ہے، لاتحرم ام زوجۃ الاب ولا بنتہا[1] (باپ کی منکوحہ کی ماں اور بیٹی حرام نہیں ہوتیں۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۶ تا ۱۷۷ از الٰہ آباد محلہ دودھ والے کے پورہ مکان مولوی بندہ رضا صاحب مرحوم مرسلہ مولوی عبیداللہ صاحب ۱۲ شعبان ۱۳۱۲ھ

بگرامی خدمت سامی منزلت، جامع الکمالات العلمیہ والعملیہ، حاوی الفنون الاصلیہ والفرعیہ، مخدوم معظم، مطاعِ مفخم، نیاز کیشاں جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب دامت فیوضہم از نیاز مند عبیداللہ سلام مسنون خشوع و خضوع مشحون درقطعہ استفتا ابلاغ خدمت والا میں دو باتوں کے لیے بکمال ادب گزارش کر کے توجہ وجیہ کا امیدوار ہوں، ایک یہ کہ یہ دونوں مسئلے معرکۃ الآراء ہو رہے ہیں فتوی بکمال تحقیق و تدقیق مبرہن و مدلل خوب بسط و تفصیل سے لکھے جائیں۔ دوم یہ کہ ان کی ضرورت اشد ہے دوسرے فتووں پر انھیں کو مقدم فرمایا جائے۔

صورتِ سوال یہ ہے، کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے مسماۃ ہندہ زوجہ اولٰی کو اپنے گھر سے نکال دیا اور دوسری عورت سے نکاح کیا، چند شخصوں نے سبب نکال دینے کا زید سے پوچھا، زید نے کہا میں نے اس کی ماں سے زنا کیا تھا اب معلوم ہوا کہ وہ مجھ پر حرام ہے اس لیے اس کو نکال دیا۔ بعدہ زوجہ ثانیہ کو طلاق دے کر زوجہ اولٰی ہندہ کو اپنے مکان میں لاکر رکھا اور اقرار زنا سے انکار کیا قاضی بلدہ کے سامنے شہادت اقرارِ زنا کی پیش ہوئی تو صورتِ مذکورہ میں اس شہادتِ اقرارِ زنا سے حرمت

[1] ردالمحتار فصل فی المحرمات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۷۹

مصاہرت شرعاً ثابت ہوگی یا نہیں؟ اور ہندہ زید پر حرام ہوگئی یا کیا؟ ایک عالم صاحب نے فرمایا کہ اقرارِ زنا پر شہادت معتبر نہیں ہے، اس شہادت سے زنا ثابت نہیں ہوتا تو حرمتِ مصاہرت کیسے ثابت ہوگی، تحریر میں جلدی فرمائی جائے کہ اس مسئلہ میں بہت سے علماء مختلف ہیں۔

سوال دوم: اگر اقرار یہ کیا ہو کہ میں نے اُس کی ماں سے قبل اس کے نکاح کے زنا کیا تھا، تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بلاشبہہ صورتِ مستفسرہ میں حکمِ شرع میں حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگئی، ہندہ زید پر حرامِ ابدی ہوجائیگی فان البینة کاسمها مبینة (بیّنہ اپنے نام کی طرح' واضح کرنے والا ہے۔ ت) جب شہادتِ شرعیہ سے زید کا اقرار بالزنا ثابت ہوا تو اس کے رَد کی طرف کیا سبیل کہ ثابت بشہادت بمنزلہ ثابت بمشاہدہ ہے، اس گواہی سے ثبوتِ زنا نہ ہونا مطلقاً ابطالِ شہادت یا تکذیبِ شہود یا ردِ مشہود بہ کی بنا پر نہیں کہ اُس سے نفسِ اقرار بھی ثابت نہ مانیے۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر پھر علامہ زین مصری بحرالرائق میں فرماتے ہیں:

ان شهد رجلان او رجل و امرأتان علی اقرار المقذوف بالزنا یدرؤ عن القاذف الحد وعن الثلثة ای الرجل والمرأتین لان الثابت بالبینة کالثابت بالمعاینة فکانا سمعنا اقراره بالزنا۔[1]

زنا سے متہم شخص کے اقرارِ زنا پر دو مردوں یا ایک مرد دو عورتوں نے شہادت دی تو اس سے فقہاء نے تہمت لگانے والے اور گواہ ایک مرد اور دو عورتوں سے حدِ قذف کو ساقط قرار دیا ہے کیونکہ گواہی سے ثابت شدہ چیز ایسے ہے جیسے دیکھی ہُوئی ہو، تو گواہوں کے بیان سے ثابت شدہ زنا کا اقرار ایسے ہے جیسے ہم نے خود سُنا ہے (ت)

ثابت ہُوا کہ شہادتِ اقرار اگرچہ مثبتِ زنا ہونے کی اصلاً صلاحیت نہ رکھے کہ اثباتِ زنا میں شہادتِ زنان و شہادتِ دو مرد زنہار مسموع نہیں مگر مثبت اقرار بیشک ہے کہ اس کے لیے نصاب کامل ہے۔ نیز بحر میں ہے:

لوشهد رجلان انه زنی واٰخران انه اقر بالزنا فانه لایحد قال فی الظهیریة و لایحد الشهود

دُو مردوں نے گواہی دی کہ اس نے زنا کیا ہے اور دوسرے دُو نے گواہی دی کہ اس نے زنا کا اقرار کیا ہے تو ایسی صورت میں اس کو زنا کی حد نہیں

www.alahazratnetwork.org

---

[1] فتح القدیر باب حد القذف نوریہ رضویہ سکھر ۵/۱۱۱

21/21

ایضا ان شھد ثلثۃ بالزنا و شھد رابع علی الاقرار بالزنا فعلی الثلثۃ الحد اھ لان شہادۃ الواحد علی الاقرار لا تعتبر فبقی کلام الثلثۃ قذفا[1]۔

لگائی جائیگی۔ اور ظہیریہ میں کہا کہ گواہوں کو بھی حد نہ ہوگی، اور اگر تین مردوں نے زنا کی شہادت دی اور چوتھے نے زنا کے اقرار پر شہادت دی، تو تین پر حدِ قذف ہوگی کیونکہ اقرار کے ایک گواہ کی شہادت معتبر نہیں، تو تین گواہوں کی بات تہمت ہوجائیگی (ت)

دیکھو شہادتِ واحد و شہادتِ رجلین میں تفرقہ فرمایا کہ اول باطل و بیکار اور ثانی معتبر و مثبت اقرار حالانکہ اثباتِ زنا سے دونوں برکنار بلکہ اس شہادت سے ثبوت زنا نہ ہونے کی اور دو وجہیں ہیں :

اولاً وہ اقرار جو ان سے ثابت ہُوا بیرون مجلس قضا تھا اور دار القضا سے باہر کا اقرار مثبت زنا نہیں ہوتا۔ شرح نقایہ علامہ شمس قہستانی میں ہے :

الاقرار لم یعتبر عند غیر الامام حتی لو شھد وا بذلک لم تقبل[2]۔

قاضی یا حاکم کی موجودگی کے بغیر اقرار معتبر نہیں حتی کہ اگر گواہ مجلس سے باہر کے اقرار کی شہادت دیں تو مقبول نہ ہوگی۔ (ت)

ثانیاً مشہود علیہ اگر مقر ہے تو شہادت کی کیا حاجت۔

www.alahazratnetwork.org

فانھا انما تقام علی المنکر کما فی الدر وغیرہ ولا تجامع الاقرار الا فی بضع صور مذکورۃ فی الاشباہ لیست ھذہ منھا۔

شہادت تو منکر کے خلاف ہوتی ہے جیسا کہ دُر وغیرہ میں ہے، اشباہ میں مذکور چند صورتوں کے علاوہ شہادت، اقرار کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی، اور یہ صُورت ان چند میں سے نہیں ہے۔ (ت)

اور منکر ہے تو اقرار سابق سے رجوع کرچکا اور اقرار بالزنا بعد رجوع مثبت زنا نہیں رہتا۔ تحفۃ الفقہاء و بدائع و تبیین الحقائق اور معین الحکام و جامع الرموز و بحر الرائق و غنیۃ ذوی الاحکام و رد المحتار وغیرہا میں ہے،

واللفظ للعلامۃ الشرنبلالی عن الامام ملک العلماء الکاشانی لو اقر بالزنا اربع مرات فی غیر مجلس القاضی وشھد الشھود علی

ملک العلماء امام کاشانی سے منقول کے بارے میں علامہ شرنبلالی کے الفاظ یہ ہیں کہ اگر اپنے زنا پر مجلس قضائے باہر چار مرتبہ اقرار کرے اور اس

---

[1] بحر الرائق کتاب الحدود ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/۵

[2] جامع الرموز " مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۴/۵۱۵

اقرارہ لاتقبل شہادتھم لانہ ان کان مقرا فالشہادۃ لغولان الحکم للاقرار لا للشہادۃ وان کان منکرا فالانکار منہ رجوع والرجوع عن الاقرار فی الحدود الخالصۃ حقاللہ تعالٰی صحیح[1]

اقرار پر گواہ شہادت دیں تو قبول نہ ہوگی، کیونکہ اگر وہ شخص اقراری ہے تو حکم اس کے اقرار پر ہوگا اور گواہی کی وجہ سے نہ ہوگا اس لیے شہادت لغو ہوگی اور اگر وہ مجلس قضا میں منکر ہوجائے تو اس کا یہ انکار اپنے اقرار سے رجوع ہوگا۔ اور حدود جو کہ خالص اللہ تعالٰی کا حق ہیں ان میں رجوع صحیح ہے۔ (ت)

علماء کی یہ تعلیلیں جیسے کہ ثبوتِ زنا کی نفی فرماتی ہیں یونہی ثبوتِ اقرار کی تقریر فرمارہی ہیں تو اتنا ضرور ماننا پڑے گا کہ شہادت مذکورہ سے زید کا اقرار مزبور ثابت ہوگیا، اب یہ دیکھنا رہا کہ اثباتِ مصاہرت کو خاص ثبوتِ زنا درکار ہے یا ثبوتِ اقرار ہی کافی، برتقدیر ثانی اس اقرار پر اصرار بھی ضرور یا بعد اقرار رجوع نامسموع، کلمات علماء باعلٰی ندا منادی کہ یہاں ثبوتِ زنا کی اصلاً حاجت نہیں، مجرد اقرار وہ بھی ایک بار بس ہے، یہاں تک کہ اگر ہزل ومزاح ہی میں کہہ دیا کہ اس شخص نے اپنی ساس کے ساتھ جماع کیا حرمتِ مصاہرت ثابت کردیں گے پھر ہزار بار کہا کرے میں نے جھوٹ کہا تھا ہرگز نہ سنیں گے، محیط وہندیہ وخلاصہ وبحرالرائق وجامع الرموز وبزازیہ وفصولین وعقودالدریہ وغیرہا معتمدات الاسفار میں ہے،

والنظم للدر فی الخلاصۃ قیل لہ ما فعلت بام امرأتک فقال جامعتہا تثبت الحرمۃ ولایصدق انہ کذب ولو ہازلا[2] اھ۔

در کی عبارت ہے کہ خلاصہ میں ہے کہ ایک شخص سے کہا گیا کہ تُو نے اپنی ساس سے کیا کیا تو اس نے جواب میں کہا کہ میں نے اس سے جماع کیا، تو اس سے حرمت ثابت ہوجائے گی، اور اب اگر یہ کہے کہ میں نے تو مذاق میں جھوٹ بولا تھا، تو بھی نہیں مانا جائے گا اھ (ت)

خلاصہ وبحر والقروی وغیرہا میں ہے،

والاصرار لیس بشرط فی الاقرار بحرمۃ المصاہرۃ[3]۔

حرمتِ مصاہرت سے متعلق اقرار میں اصرار شرط نہیں ہے۔ (ت)

یونہی اگر عورت سے بشرطِ دوشیزگی نکاح کیا وقتِ ارادۂ جماع غیر دوشیزہ پایا، عورت نے کہا تیرے

---

[1] بدائع الصنائع کتاب الحدود ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۵۰
غنیہ ذوی الاحکام حاشیہ درر غرر باب حد القذف مطبعۃ احمد کامل الکائنہ بیروت ۲/ ۷۴
[2] درمختار فصل فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۸
[3] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الثالث فی حرمۃ المصاہرۃ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۱۰

باپ نے ازالہ کیا اُس نے تصدیق کر دی حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگئی۔ ظہیریہ و ہندیہ و شمنی و درمختار وغیرہ میں ہے :

واللفظ للبزازیۃ تزوج بکرا فوجدھا ثیبا (ولفظ الاولین تزوج ا . . . د علی انھا ع . . . فلما اراد وقاعھا وجدھا قد . . . ضت) وقالت ابوك فضنی ان صدقھا بانت بلا مھر و الالا، شمنی[1]

دوسرے الفاظ میں ہے کہ باکرہ سے نکاح کیا تو اس کو ثیبہ پایا، اور پہلی دونوں کتب کے الفاظ یہ ہیں کہ ایک عورت سے باکرہ ہونے کی شرط پر نکاح کیا تو جماع کے وقت اس کی بکارت ٹوٹی ہوئی پائی، اور عورت نے کہا کہ تیرے باپ نے میری بکارت توڑی (یعنی دخول کیا) تو اگر اس نے بیوی کی بات کو سچ تسلیم کر لیا تو بیوی کا نکاح ختم ہو جائے گا اور مہر نہ ہوگا ورنہ نکاح ختم نہ ہوگا، شمنی۔ (ت)

ظاہر ہے کہ ان صورتوں سے ثبوتِ زنا محض ناممکن اخیرہ میں تو عورت کا بیان اور اس کی تصدیق کیا بکار آمد ہو سکتی ہے جہاں چار مردوں سے کم کی شہادت مردود ہو، اولے میں ایک بار اقرار وہ بھی بیرونِ دار القضاء، وہ بھی ہزل و مزاح کے موقع پر کیا قابلیت اثباتِ زنا رکھتا ہے، با اینہمہ مجرد اقرار و تصدیق پر حرمتِ مصاہرت کا حکم ہوگیا اور بعد اقرار انکار بھی کارساز نہیں قدرِ تقریر الفضا مقام و ازاحت اوہام کو بس ہے بلکہ غور کیجئے تو فرع اول صورت مستفسرہ کا خاص نص ہے کہ جب اس کے صرف اس قول کو مثبت حرمت مانتے اور رجوع و انکار کو نامسموع جانتے ہیں، اور پُر ظاہر کہ یہ اثبات اثبات فی القضاء ہی ہے کما اشرنا الیہ وفی ردالمحتار وغیرہ نصوا علیہ (جیسا کہ ہم نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور ردالمحتار وغیرہ میں اس پر نص کی گئی ہے۔ ت) اور عند القاضی بعد انکار طریقہ اثبات وہی بیّنہ تو صاف ثابت ہوا کہ شوہر اگر بعد اقرار بالزنا انکار کر جائے اور بیّنہ عادلہ سے اس کا اقرار ثابت ہو قاضی فوراً حکمِ حرمت کر دے گا وھو المقصود۔ انہی بیانوں سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ زنا بمادرِ زن پیش از نکاحِ زن اور اس کا عکس دونوں کا اقرار اس حکمِ حرمت میں یکساں کہ حرمتِ ابدیہ دونوں طرح حاصل اگرچہ ایک صورت میں سابقہ ہو، دوسری میں طاریہ، تو ہر طرح یہ اقرار اقرار بالمحرم ہے والرجل مواخذ باقرارہ (اور مرد اپنے اقرار کی بنا پر ماخوذ ہے۔ ت) ہاں اتنا تفاوت ہوگا کہ اقرارِ زنا قبل النکاح میں شوہر حقِ زن میں اس دعوی اسناد الی ماقبل النکاح میں مصدق نہ ہوگا کہ بر تقدیر عدم دخول ابطال مہر یا بحالتِ دخول افساد تسمیہ مجرد اس کے کہنے سے مان لیں صرف اپنے حق

یعنی بطلان حل وفساد عصمت واخذ بالتدارک میں مصدق ہوگا لہذا حُرمت غیر مستندہ ثابت کرکے نصف مسمی یا کل علی التقدیرین لازم کردیں گے۔ بحرالرائق وردالمحتار میں ہے:

اذا اقر بجماع امها قبل التزوج لا یصدق فی حقها فیجب کمال المهر المسمی ان کان بعد الدخول ونصفه ان کان قبله کما فی التجنیس[1]۔

اگر نکاح سے قبل کے ساس سے زنا کا اقرار کرتا ہے تو اس اقرار کو بیوی کے حقِ مہر کے بارے میں سچ نہیں مانا جائے گا لہذا مقررہ مہر پُورا دینا ہوگا بشرطیکہ یہ اقرار بیوی سے دخول کے بعد کیا ہو اور اگر دخول سے قبل یہ اقرار کیا تو نصف مہر واجب ہوگا، جیسا کہ تجنیس میں ہے۔ (ت)

اور یہ کوئی نئی بات نہیں کہ اقرار واحد من جہۃ مقبول اور من جہۃ مردود ہو اقرار حجت قاصرہ ہے ہمیشہ اس کی یہی شان ہوتی ہے کہ جہاں تک مقر پر اس کا ضرر ہے ماخوذ اور جتنا دوسرے پر الزام ہے منبوذ، ولہذا اگر کسی کی کنیز سے نکاح کیا اس نے پیش از دخول اس کے پسر کا بوسہ لیا شوہر کہتا ہے بوسہ بشہوت تھا حُرمت ثابت ہوگئی مگر حق اسقاطِ مہر میں مسموع نہ ہوگا نصف مہر دینا آئے گا جبکہ مولٰی شہوتِ کنیز وقصدِ افساد کو نہ مانتا ہو۔ ہندیہ میں ہے:

تزوج بامة رجل ثم ان الامة قبلت ابن زوجها قبل الدخول بها فادعی الزوج انها قبلته بشهوة وکذبه المولی فانها تبین من زوجها لاقرار الزوج انها قبلت بشهوة ویلزمه نصف المهر بتکذیب المولی ایاه انها قبلته بشهوة ولا یقبل قول الامة فی ذٰلک لو قالت قبلته بشهوة کذا فی المحیط[2] اھ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

ایک شخص نے کسی کی لونڈی سے نکاح کیا تو لونڈی نے قبل از دخول خاوند کے بیٹے کا بوسہ لے لیا تو خاوند نے دعوٰی کیا کہ اس نے یہ بوسہ شہوت کے ساتھ لیا ہے جبکہ لونڈی کا مالک خاوند کو جھٹلا رہا ہے تو وُہ لونڈی نکاح سے خارج ہوجائے گی کیونکہ خاوند نے شہوت کے ساتھ بوسے کا اقرار کیا ہے اور مالک کی تکذیب کی وجہ سے خاوند پر نصف مہر لازم ہوگا اور یہاں لونڈی کے اقرار کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا کہ میں نے شہوت سے بوسہ لیا ہے۔ یونہی محیط میں ہے۔ (ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ کے مرنے پر سالی سے نکاح کیا

---

[1] ردالمحتار فصل فی المحرمات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۸۳

[2] فتاوٰی ہندیہ القسم الثانی المحرمات بالصہریۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۷۶

اور پہلی عورت سے ایک دختر تھی اب یہ شخص مرگیا اور سالی منکوحہ بے اولاد نے دوسرے سے نکاح کیا اور مرگئی اب وہ جو دختر اس شخص کی ہے جس نے اپنی سالی سے نکاح کیا تھا اور مرگیا تھا سالی کے دوسرے شوہر کو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جائز ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۷۹ ہندہ نے زینب کا دُودھ پیا ہندہ کے بیٹے کو زینب کی دختر جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۸۰ ایک شخص نے اپنی زوجہ کے دھوکے میں سہو سے اپنی ہمشیرہ یا خوشدامن کا ہاتھ از رُوئے شہوت کے پکڑا، اس کے نکاح میں کچھ خلل ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ہمشیرہ کا ہاتھ پکڑنے سے نکاح میں کچھ خلل نہ آیا اور خوشدامن کا ہاتھ پکڑنے سے نکاح فاسد ہوگیا اگر اس سے شہوت پیدا ہوئی یا پہلے سے تھی تو زن مذکورہ مرگئی اور اگر لاحق ہوا تو عورت ہمیشہ کو اس پر حرام ہوگئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ایسی صورت میں کہ زید نے اپنی دختر زینب کا بکر کے ساتھ نکاح کیا اور بعد نکاح قبل رخصت بکر کو بلا تحقیق زبانی باتوں پر نامرد ٹھہرا کر بے طلاق دلوائے بحالت حیات بکر کے زینب کا نکاح خالد کے ساتھ کر دیا اور اس سے اولاد پیدا ہوئی پس ایسی صورت میں یہ نکاح ثانی جائز ہوا یا ناجائز؟ بینوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں قطع نظر اس سے کہ تفریق بوجہ عنت کے لیے جو امور شرعاً درکار ہیں ان میں سے یہاں ایک بھی نہ پایا گیا، راساً بکر کا ایسا عنین ہونا ہی ثابت نہیں جس کی بنا پر زینب کو اختیارِ مخاصمہ و مطالبہ تفریق حاصل ہو، اس لیے کہ ممکن تھا کہ وُہ بالخصوص اس عورت سے نزدیکی پر قادر ہوتا جس صورت میں کہ زینب کی رخصت ہی نہ ہونے پائی اُس کے حق میں بکر کا نامرد ہونا کیسے ثابت ہوا،

فی العالمگیریۃ ان کان یصل الی الثیب دون الابکار او الی بعض النساء دون البعض و ذلک لمرض بہ او لضعف فی خلقہ او لکبر سنہ او سحر

عالمگیریہ میں ہے جو شخص ثیبہ سے جماع کی طاقت رکھتا ہو باکرہ سے نہیں، یا بعض عورتوں سے جماع کی طاقت رکھتا ہو اور دیگر بعض سے نہیں اور اس کی کمزوری مرض کی وجہ سے یا پیدائشی یا بڑھاپے یا جادو کی وجہ سے ہو

فیوعنین فی حق من لایصل الیہا کذا فی النہایۃ۔[1] | تو ان عورتوں کے حق میں اس کو نامرد تصور کیا جائے گا جن سے جماع کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ نہایہ میں یوں ہے۔ (ت)

پس بلا شبہہ نکاح ثانی زینب کا محض ناجائز و باطل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۲: از آناوہ مرسلہ مولوی وصی علی صاحب نائب ناظر کلکٹری آناوہ ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لیلٰی و سلمٰی دو رضاعی بہنیں ہیں، لیلٰی سے زید نے نکاح کیا اب سلمٰی سے اس کے پسر عمرو بن جمیلہ کا نکاح ہوسکتا ہے یا وہ عمرو کی سوتیلی خالہ یعنی سوتیلی ماں کی رضاعی بہن سمجھ کر حرام مانی جائے گی؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں عمرو و سلمٰی کا نکاح جائز ہے کہ باپ کی سالی جبکہ اپنی حقیقی یا رضاعی ماں کی سگی یا سوتیلی یا مادری یا رضاعی بہن نہ ہو حلال ہے خواہ نسبی ہو خواہ رضاعی۔ قال اللہ تعالٰی:

واحل لکم ما وراء ذلکم[2] (محرمات مذکورہ کے سوا تم کے لیے حلال ہیں۔ ت)

سوتیلی خالہ کہ حرام ہے اس کے معنی حقیقی یا رضاعی ماں کی سوتیلی بہن نہ کہ سوتیلی ماں کی حقیقی یا رضاعی بہن۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۱۸۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے نکاح میں ایک عورت حرہ تھی دوسرا نکاح اُس نے ایک کنیز سے کیا، یہ نکاح صحیح ہُوا یا نہیں؟ اور کنیز کا مہر اس کے ذمہ کس قدر لازم ہوگا؟ اُس کنیز سے اُس کی اولاد بھی ہُوئی، اب زید نے انتقال کیا تو کنیز اور اس کی اولاد ترکہ پائیں گے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

زن حرہ پر لونڈی سے نکاح کرنا فاسد ہے،

فی الدر المختار وصح نکاح حرۃ علی امۃ و لایصح عکسہ انتہی[3] ملخصا۔ | درمختار میں ہے لونڈی پر حرہ عورت سے نکاح صحیح ہے اور اس کا عکس یعنی حرہ پر لونڈی سے نکاح صحیح نہیں ہے انتہی ملخصا (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی عشر فی العنین نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۲۲

[2] القرآن ۴/۲۴

[3] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۹

اور زنِ منکوحہ نکاحِ فاسد مستحقِ ارث نہیں،

فی الدرالمختار من باب نکاح الکافر واجمعوا انھم لایتوارثون لان الارث انما ثبت بالنص علٰی خلاف القیاس فی النکاح الصحیح مطلقا فیقتصر علیہ ابن ملک[1]۔ وفیہ من کتاب الفرائض ویستحق الارث باحد ثلثۃ برحم ونکاح صحیح فلا توارث بفاسد ولا باطل اجماعا[2]۔

درمختار کے "باب نکاح کافر" میں ہے کہ ائمہ کرام کا اجماع ہے کہ یہ آپس میں وارث نہ بنیں گے کیونکہ وراثت کا ثبوت نص میں قیاس کے خلاف ہے اور یہ صرف صحیح نکاح میں ہے اور اسی میں منحصر رہے گا، ابن ملک۔ اور اسی درمختار کے کتاب الفرائض میں ہے کہ وراثت کا استحقاق تین وجہ سے ہوتا ہے، رشتہ رحم اور صحیح نکاح کی بناء پر نکاح فاسد یا باطل سے باجماع استحقاق وراثت نہیں اھ (ت)

ہاں اگر وطی واقع ہوگئی تو مہرِ مسمّٰی و مہرِ مثل سے جو کم ہوگا لازم آئے گا مثلاً اگر عقد پانسو روپے مہر پر بندھا ہے اور مہرِ مثل سو روپے ہے تو مہرِ مثل' اور درصورتِ عکس مہرِ مسمّٰی یعنی جو عقد میں بندھا ہے واجب الادا ہوگا' اور جو عقد میں کچھ نہ بندھا یا بندھا معلوم نہیں ہوسکتا تو مہرِ مثل جس قدر ہو قرار پائے گا۔

فی الخلاصۃ الواجب فی النکاح الفاسد الاقل من المسمی ومن مھر المثل ان کان ھناک تسمیۃ[3]، فی الدرالمختار ویجب مھر المثل فی نکاح فاسد بالوطئ لا بغیرہ ولم یزد مھر المثل علی المسمی ولوکان دون المسمی لزم مھر المثل ولو لم یسم او جھل لزم بالغا ما بلغ[4] انتھی مع التلخیص۔

خلاصہ میں ہے اگر مہر مقررہ ہو تو فاسد نکاح سے مہرِ مثل اور مقررہ سے جو کم ہو وہ واجب ہوگا۔ درمختار میں ہے کہ فاسد نکاح میں مہرِ مثل وطی سے واجب ہوتا ہے وطی کے بغیر مہرِ مثل واجب نہیں ہوتا اور مہرِ مثل مقررہ مہر سے زیادہ بھی نہیں کیا جائیگا اگرچہ مقررہ مہر سے مہرِ مثل کم ہو اور اگر مہر مقرر نہ ہو یا مقررہ معلوم نہ ہو تو اس صورت میں مہرِ مثل لازم ہوگا جتنا بھی ہو اھ ملخصاً (ت)

اور اولاد کہ نکاحِ فاسد میں وقتِ وطی سے چھ مہینے بعد پیدا ہوئی بالاجماع ثابت النسب و مستحق الارث ہے،

فی الدرالمختار ویثبت النسب احتیاطا بلادعوۃ

درمختار میں ہے کہ نکاح فاسد میں بغیر دعوٰی احتیاطاً نسب

---

[1] درمختار — باب نکاح الکافر — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۲۰۸
[2] ؍؍ — کتاب الفرائض — ؍؍ — ۲/۳۵۳
[3] خلاصۃ الفتاوی — الفصل الثالث عشر فی النکاح الفاسد — مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ — ۲/۱۱
[4] درمختار — باب المہر — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۲۰۱

وتعتبر من تمه وھی ستة اشھر من الوطی والا لا یثبت وھذا قول محمد وبه یفتی وقال ابتداء المدة من وقت العقد کالصحیح ورجحه فی النھر بانه احوط۱؎ واللّٰہ تعالٰی اعلم

ثابت ہوگی جبکہ مدت کا اعتبار ہوگا جو کہ وطی سے چھ ماہ تک ہے ورنہ نہیں، یہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کا قول ہے اور اسی پر فتوٰی ہے، اور امام اعظم و امام ابویوسف رحمہما اللہ تعالٰی کے قول پر مدت کا اعتبار وقت نکاح سے چھ ماہ ہے جیسا کہ صحیح نکاح میں ہوتا ہے، نہر میں اس کو ترجیح دی گئی ہے کیونکہ اس میں زیادہ احتیاط ہے (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: چہ مے فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ (کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں۔ ت) کہ ہندہ زوجہ بکر کسی تقریب خانگی میں بہت سی مستورات کے ہمراہ ایک مقام پر جہاں دروازہ پر پردہ لگا تھا موجود تھی اور اُس جلسہ میں زوجہ زید بھی تھی زوجہ بکر دوپٹہ یا چادر زوجہ زید کا اتفاق سے اوڑھے تھی، وقت شب تھا، روشنی کافی جیسا کہ تقریبات میں قاعدہ ہے موجود تھی، دریں اثنا، زید وہاں آیا اور ہندہ زوجہ بکر مذکورہ بالا اپنا منہ جو کھلا تھا باہر پردہ کے لائی کہ زید مذکور نے اس کا بوسہ رخسار پر لیا، ہندہ نے و دیگر عورات نے اس کا مواخذہ زید سے کیا، اس وقت زید نے رُو برو جلسہ اور پانچ سات ذکور عادل کے یہ عذر کیا کہ میں نے اپنی زوجہ کے دھوکا میں بوسہ لیا تھا بوجہ اس کے کہ زوجہ بکر یعنی ہندہ مذکور میری زوجہ کا چادر اوڑھے تھی اسی دھوکا اور شبہہ سے بوسہ لیا تھا ہرگز دانستہ یہ فعل نہیں کیا پس اب ہندہ مذکورہ کی لڑکی کا نکاح زید کے ساتھ ازروئے شرع شریف کے درست ہے یا نادرست؟ اس امر پر حکم فرماکر دستخط خاص سے جواب تحریر فرمایا جائے عنداللہ ماجور ہوں گے۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

صورت مستفسرہ میں اگر ثابت ہے کہ زید نے زوجہ بکر کا بوسہ بنظر شہوت لیا تو اُس عورت کی سب اولاد ہمیشہ کے لیے زید پر حرام ہوگئی کسی طرح اس کے ساتھ نکاح نہیں ہوسکتا، اور اگر نادانستہ نکاح کرلیا ہے تو فریقین پر واجب ہے کہ اُسے فسخ کردیں ورنہ سخت گنہگار ہوں گے، اور اگر شوہر فسخ پر راضی نہ ہو تو عورت بذات خود فسخ کرسکتی ہے کما نص علیه فی ردالمحتار (جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ میں اس پر نص ہے۔ ت) بلکہ امام محقق علی الاطلاق کمال الملۃ والدین محمد بن الہمام قدس سرہ العزیز نے فتح القدیر شرح ہدایہ میں تصریح فرمائی ہے کہ جس طرح لبوں کا بوسہ لینا خواہی نخواہی بنظر شہوت قرار پائے گا یہاں تک کہ اگر وہ شخص ادعا کرے کہ یہ فعل مجھ سے بنظر شہوت نہ ہوا تو ہرگز قبول نہ کریں گے اور حکم حرمت ابدی دیں گے یونہی بوسہ رخسار کا ہونا چاہیے کہ یہ بھی بشہوت ہی ٹھہرے گا اور

۱؎ درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۰۱

بوسہ لینے والے کا انکار مسموع نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے :

وفی الفتح یتراأی الحاق الخدین بالفم[1]۔ فتح میں ہے کہ رخسار بھی منہ سے ملحق قرار پائیں گے (ت)

اس طور پر صورت مستفسرہ میں مطلقاً حکم حرمت ہے اور اگر زید انکار شہوت کرے مسموع نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۵: از نجیب آباد ضلع بجنور محلہ نواب پور مرسلہ نیاز اللہ خاں ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک عورت سے زنا کیا مدت تک، اور پھر اسی کی زندگی میں اس کی بیٹی سے بھی حرام کیا یہاں تک کہ دس برس تک اُسے گھر میں ڈال کر پردہ میں رکھ کر حرام کرتا رہا، اب زنا سے توبہ کرکے نکاح کرنا چاہتا ہے، آیا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

کسی وقت کسی حال اس سے نکاح نہیں ہوسکتا کہ ماں کے ساتھ حلال خواہ حرام کسی طرح صحبت کرنے بلکہ صرف بشہوت ہاتھ لگانے یا بوسہ لینے سے بیٹی ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہوجاتی ہے اور بیٹی کے ساتھ ان معاملات سے ماں۔ درمختار میں ہے :

حرم ایضا بالصھریۃ اصل مزنیتہ اراد بالزنا الوطء الحرام واصل ممسوستہ بشھوۃ والمنظور الی فرجھا الداخل وفروعھن[2] اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم۔

مزنیہ کی اصل بھی مصاہرۃ کے طور پر حرام ہوگی، زنا سے مراد حرام وطی ہے، اور شہوت کے ساتھ مس شدہ عورت اور جس کی فرج داخل پر شہوت سے نظر کی ہو کی اصل اور ان کی فرع حرام ہوں گی اھ ملخصا (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۶ تا ۱۸۸: از شاہ نگریا مرسلہ نیاز محمد خاں ۱۲ رجب ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل مندرجہ ذیل میں :

(۱) استاد کی بیٹی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

(۲) شاگردِ اناث سے استاد کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

(۳) بھتیجے کا نکاح چچا کی بی بی سے درحالیکہ محارم سے نہ ہو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

[1] درمختار فصل المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

[2] " " " " "

الجواب

ان سب سے نکاح جائز ہے جبکہ محارم سے نہ ہوں۔ قال اللہ تعالٰی: واحل لکم ما وراء ذالکم[1] (محرمات مذکورہ کے ماسوا تمہارے لیے حلال ہیں۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۹ از اٹاوہ مکان قاضی مظفر علی صاحب ڈگری نویس منصفی مرسلہ شیخ دیدار بخش صاحب
۲۴ صفر ۱۳۱۴ھ

ہندہ کا نکاح نو برس کی عمر میں ہُوا تھا، اس کا شوہر جو بالغ تھا تین ماہ بعد نکاح کے نینی تال کو چلا گیا وہاں اس نے اپنا نکاح کیا اور زوجہ ثانیہ سے اولاد ہُوئی، ہندہ شوہر سے نان ونفقہ کی طالب ہُوئی، اس نے کچھ التفات نہ کی، تب خواہان طلاق ہُوئی، طلاق بھی نہ دی، ایک عرصہ کے بعد زوجہ ثانیہ اور اولاد کو بھی چھوڑ کر کہیں چلا گیا، پانچ چار سال سے مفقود الخبر ہے، ہندہ اب اپنا دوسرا نکاح کیا چاہتی ہے اس معاملہ میں بنظر حالات جو مسئلہ شرعی ہو فرمائیے، اب عمر ہندہ چھبیس سال کی ہے۔ بیّنوا توجروا

الجواب

ہرگز یُوں نکاح نہیں کرسکتی۔ قال اللہ تعالٰی: والمحصنٰت من النساء[2] (شادی شدہ عورتیں حرام ہیں۔ت) اس پر لازم ہے کہ صبر وانتظار کرے یہاں تک کہ اس کے شوہر کی ولادت کو ستّر برس گزر جائیں، اس کے بعد اس کی موت کا حکم کیا جائے فی جواھر الاخلاطی یحکم بموتہ بعد سبعین سنۃ وعلیہ الفتوٰی[3] (جواہر اخلاطی میں ہے، گم شدہ کی عمر کے ستّر سال پُورے ہوتے کے بعد اس کی موت کا حکم کیا جائے گا۔ اسی پر فتوٰی ہے۔ت) ادعائے ضرورت وعذر جوانی حرام کو حلال نہیں کرسکتا، بہت کمسن لڑکیاں کہ بیوہ ہوجاتی ہیں باتباع رسم ہنود عمر بھر نام نکاح نہیں لیتیں، اس وقت ضرورت وجوانی کدھر جاتی ہے، ہزاروں وُہ ہیں جن کے شوہر زندہ موجود ہیں مگر ان کی طرف سے قطعاً برگشتہ و رُوگرداں، وُہ اپنی عمر کیونکر کاٹتی ہیں! یہ جو بعض کا زعم ہے کہ چار سال گزرنے پر عورت کو نکاحِ ثانی کا اختیار امام مالک کے مذہب میں حاصل ہوجاتا ہے محض جہل، اور امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب سے ناواقفی ہے ان کا مذہب یہ ہے کہ عورت حاکم شرع کے حضور مستغیثہ ہو وہ بعد ثبوت مفقودی روزِ مرافعہ سے چار سال کی مہلت دے، اس کے گزرنے پر قاضی تفریق کرے اب عورت عدت پوری کرکے نکاح کرسکتی ہے

---

[1] القرآن ۴/ ۲۴
[2] القرآن ۴/ ۲۴
[3] جواہر الاخلاطی مسائل مفقود قلمی نسخہ ص ۱۲۲

پیش از حکم قاضی شرع اگر بیس برس گزر گئے تو وُہ معتبر نہیں صرح بہ علماء المالکیۃ فی کتبھم (مالکی علماء نے اپنی کتب میں اس کی تصریح کی ہے۔ ت) اس مسئلہ کی تفصیل جلیل فتاوائے فقیر کتاب المفقود میں ہے۔ ت)
واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۰: از پٹنہ لودی کٹرہ مسئولہ مولانا مولوی عبدالوحید غلام صدیق صاحب بہاری ۱۰ ربیع الآخر ۱۳۱۴ھ

حضرت مولانا ادام اللہ فی الدارین تسلیم۔ ایک شیعہ عورت سے سُنّی نے نکاح کیا آیا درست ہوگا یا نہیں؟ جلد فتوٰے مرتب فرما کر روانہ کیجئے ضرورت شدید ہے، میری خاص رائے عدمِ مناکحت پر ہے، منکرین ضروریاتِ دین کافر ہیں اور کفر کے سبب نکاح مسلمان سے کب درست ہے۔ والسلام!

الجواب

شیعہ تین قسم ہیں:

اوّل غالی کہ منکرِ ضروریاتِ دین ہوں، مثلاً قرآن مجید کو ناقص بتائیں، یا بیاضِ عثمانی کہیں یا امیرالمومنین مولا علی کرم اللہ وجہہ خواہ دیگر ائمہ اطہار کو انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم خواہ کسی ایک نبی سے افضل جانیں یا رب العزت جل وعلا پر بداء یعنی حکم دے کر پشیمان ہونا، پچھتا کر بدل دینا، یا پہلے مصلحت کا علم نہ ہونا بعد کو مطلع ہو کر تبدیل کرنا مانیں، یا حضور پرنور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰے علیہ وعلیہم وسلم پر تبلیغ دین متین میں تقیہ کی تہمت رکھیں الی غیر ذٰلک من الکفریات (اس کے علاوہ دیگر کفریات۔ ت) یہ لوگ یقیناً قطعاً اجماعاً کافر مطلق ہیں اور ان کے احکام مثل مرتد، فتاوٰی ظہیریہ وفتاوٰی ہندیہ وحدیقہ ندیہ وغیرہا میں ہے: احکامھم احکام المرتدین[1] (ان کے احکام مرتدین والے ہیں۔ ت) آج کل کے اکثر بلکہ تمام رفاض تبرائی اسی قسم کے ہیں کہ وُہ عقیدۂ کفریہ سابقہ میں اُن کے عالم جاہل مرد عورت سب شریک ہیں الا ماشاء اللہ (مگر جو اللہ تعالٰے چاہے۔ ت) جو عورت ایسے عقیدہ کی ہو مرتدہ ہے کہ اس کا نکاح نہ کسی مسلم سے ہوسکتا ہے نہ کافر سے نہ مرتد سے نہ اس کے ہم مذہب سے، جس سے نکاح ہوگا زنائے محض ہوگا اور اولاد ولدالزنا۔

دوم تبرائی کہ عقاید کفریہ اجماعیہ سے اجتناب اور صرف سبِّ صحابہ رضی اللہ تعالٰے عنہم کا ارتکاب کرتا ہو، ان میں سے منکرانِ خلافتِ شیخین رضی اللہ تعالٰے عنہما اور انھیں بُرا کہنے والے فقہائے کرام کے نزدیک کافر ومرتد ہیں[2] نص علیہ فی الخلاصۃ والھندیۃ وغیرھما (خلاصہ اور ہندیہ وغیرہ میں اس پر نص ہے۔ ت) مگر مسلک محقق قول متکلمین ہے کہ یہ بدعتی ناری جہنمی کلاب النار ہیں مگر کافر نہیں، ایسی عورت سے نکاح اگرچہ

---

[1] فتاوٰی ہندیہ — باب فی احکام المرتدین — نورانی کتب خانہ پشاور — ۲/۲۶۴
[2] خلاصۃ الفتاوٰی — کتاب الفاظ الکفر — مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ — ۴/۳۸۱

www.alahazratnetwork.org

صحیح ہے مگر سخت کراہت شدیدہ سے مکروہ ہے۔

لما فی الحدیث عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا تناکحوھم[1]۔ کیونکہ حدیث شریف میں حضور سید الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ ان سے نکاح نہ کرو (ت)

صحیح حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے اپنے ناقہ کو لعنت کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھڑوا دیا کہ ملعونہ ناقہ پر ہمارے ساتھ نہ رہ، پھر کسی نے اس ناقہ کو نہ چھوا[2]۔ حالانکہ ناقہ فی نفسہا مستحق لعنت نہیں، حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما پر لعنت کرنے والے بلاشبہہ لعنتِ الٰہی کے مورد ہیں،

اولٰئک یلعنہم اللہ و یلعنہم اللاعنون[3]۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ ان پر اللہ تعالٰی لعنت فرماتا ہے اور سب لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔ (ت)

احادیث صحیحہ کثیرہ اس معنی پر ناطق ہیں تو ایک ملعونہ سے صحبت رکھنا کیونکر شرع مطہر کو گوارا ہوگا واللہ الہادی۔

سوم تفضیلی کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو خیر سے یاد کرتا ہو خلفائے اربعہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم کی امامت برحق جانتا ہو صرف امیر المؤمنین مولٰی علی کو حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہم سے افضل مانتا ہو انہیں کفر سے کچھ علاقہ نہیں بدمذہب ضرور ہیں ایسی عورت سے بالاتفاق نکاح جائز ہے ہاں کراہت سے خالی نہیں کہ مبتدعہ ہے اگرچہ ہلکے درجہ کی بدعت سے خصوصاً اگر اس کی محبت میں اپنے مذہب پر اثر پڑنے کا احتمال ہو تو کراہت شدید ہوجائے گی اور ظن غالب تو اشد بالغ بدرجہ تحریم۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۱ از احمد آباد گجرات دکن محلہ کالوپور متصل پور گلیان مرسلہ عبدالکریم صاحب ولد عبدالغنی صاحب ۱۳ جمادی الآخرہ ۱۳۱۳ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں کہ ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا ابھی وہ عورت زندہ سلامت اُس مرد کے نکاح میں موجود ہے اب وہی مرد اس عورت کے بھائی کی نواسی سے نکاح کرنا چاہتا ہے آیا یہ جمع کرنا درمیان عورت اور اس کی بھتیجی کی بیٹی کے حلال ہے یا حرام؟ بینوا بیانا شافیا توجروا اجرا وافیا۔

الجواب

حرام ہے، اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ جو دو عورتیں آپس میں محرم ہوں یعنی ان میں سے جس کو مرد فرض کیا جائے دوسری اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو ایسی دو عورتوں کو جمع کرنا جائز نہیں، یہاں ایسا ہی ہے

---

[1] کنز العمال حدیث ۳۲۴۶۸ و ۳۲۵۴۲ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/ ۵۲۹ و ۵۴۲

[2] صحیح مسلم باب النہی عن لعن الدواب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۲۳

[3] القرآن ۲/ ۱۵۹

اگر منکوحہ اولٰی کو مرد فرض کرتے ہیں تو وہ دوسری اس کے بھتیجے کی بیٹی، اور جس طرح بھتیجی حرام ہے یونہی بھتیجے کی بیٹی، اور اگر اس دوسری کو مرد فرض کرتے ہیں تو وُہ پہلی اس کی ماں کی پھوپھی ہے اور جس طرح اپنی پھوپھی حرام ہے یونہی ماں کی۔ بحرالرائق میں ہے:

الاصل ان کل امرأتین لوکانت احداھما ذکرا والاخری انثی لم یجز للذکران یتزوج الانثی فانہ یحرم الجمع بینھما بالقیاس علی حرمۃ الجمع بین الاختین۱؎۔

قاعدہ یہ ہے کہ ایسی دو عورتیں جن میں سے ایک کو مرد فرض کیا جائے تو ان کا آپس میں نکاح جائز نہ ہو کیونکہ ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنے کی حرمت دو بہنوں کو جمع کرنے کی حرمت پر قیاس ہے۔ (ت)

نقایہ اور اس کی شرح جامع الرموز میں ہے:

وحرم علی المرء اصلہ وفرعہ وفرع اصلہ القریب من الاخوات لاب وام اولاحدھما وبناتھن وبنات الاخوۃ وان بعدت وصلبیۃ اصلہ البعید من عماتہ وخالاتہ لاب وام اولاحدھما وعماتھما وعمات احدھما وان علت وخالاتھما وخالات احدھما وان علت۲؎ واللہ تعالٰی اعلم۔

مرد کی اصل اور اس کی اپنی اولاد اور اس کے ماں باپ کی اولاد یعنی بہنیں، صرف باپ کی طرف سے یا صرف ماں کی طرف سے یا دونوں کی طرف سے ہوں، اور ان بھائیوں اور بہنوں کی اولاد خواہ نیچے تک ہو، اور اوپر والے ماں باپ یعنی دادا دادی اور نانا نانی اوپر تک کی صُلبی اولاد اُن کی پھوپھیاں اور خالائیں ماں باپ دونوں کی طرف سے یا ایک کی طرف سے ہوں، اور ماں باپ کی حقیقی پھوپھیاں اور خالائیں ہوں یا صرف ماں یا باپ کی طرف سے ہوں، خواہ اوپر تک ہوں، سب اس پر حرام ہیں۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۱۹۲: از ضلع صاحب گنج گیا موضع کہرا ڈاکخانہ مخدوم پور مرسلہ شیخ نجم الدین حیدر صاحب ۳ ذیقعدہ ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا اس زوجہ سے دو بیٹے حسن وحسین پیدا ہوئے، بعد وفات ہندہ کے زید نے حفصہ سے نکاح کیا اس زوجہ سے چند اولاد پیدا ہوئی اور حفصہ نے اپنی بیٹی زبیدہ کے ساتھ حسین کے بیٹے بکر کو دودھ پلایا۔ پس اس صورت میں بکر کا نکاح حسن کی بیٹی زاہدہ سے موافق شرع محمدی ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

۱؎ بحرالرائق فصل فی المحرمات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۹۵
۲؎ جامع الرموز شرح نقایہ کتاب النکاح مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۳۴۸ تا ۳۵۰

الجواب

تقریرِ سوال سے ظاہر ہے کہ زبیدہ دخترِ زید ہے اور یہ شیر حفصہ کہ بکر نے پیا زید ہی سے تھا، اگر صورتِ واقعہ یہی ہے تو بکر و زاہدہ میں نکاح حرام محض ہے کہ اس تقدیر پر بکر اپنے دادا زید کا بیٹا ہُوا اور اس کا بیٹا حسن اس کا سوتیلا بھائی، اور حسن کی بیٹی زاہدہ بکر کی سوتیلی بھتیجی، اور بھتیجی اگرچہ سوتیلی ہو چچا پر حرام قطعی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من الولادۃ[1]۔ رواہ الجماعۃ الا ابن ماجۃ عن ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

رضاعت سے سب رشتے حرام ہوجاتے ہیں جو پیدائش (نسب) سے حرام ہیں۔ اس کو ابن ماجہ کے بغیر محدثین نے ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔ (ت)

عالمگیری میں ہے:

یحرم علی الرضیع ابواہ من الرضاع واصولہما وفروعہما من النسب والرضاع جمیعا حتی ان المرضعۃ لو ولدت من ھذا الرجل او غیرہ قبل ھذا الارضاع او بعدہ او ارضعت رضیعا او ولد الرجل من غیر ھذہ المرأۃ قبل ھذا الارضاع او بعدہ او ارضعت امرأۃ من لبنہ رضیعا فالکل اخوۃ الرضیع واخواتہ واولادھم اولاد اخوتہ واخواتہ کذا فی التہذیب[2]۔

دُودھ پینے والے بچے پر رضاعی ماں باپ اور ان کے اصول وفروع نسبی ہوں یا رضاعی سب حرام ہوجاتے ہیں، حتی کہ دُودھ پلانے والی عورت کا موجودہ خاوند سے یا کسی دوسرے سے، دودھ پلانے سے پہلے یا بعد کا بچہ ہو یا اس نے کسی بچے کو دودھ پلایا ہو، یا اس عورت کے خاوند کی کوئی اولاد اس عورت سے ہو یا کسی اور سے ہو، دُودھ پلانے سے پہلے کی ہو یا بعد کی ہو، یا کسی عورت نے اس مرد سے اترے ہوئے دودھ کو کسی بچے کو پلایا ہو، تو یہ تمام، دودھ پینے والے بچے کے بہن بھائی ہوں گے، ——— اور ان کی اولاد اس بچے کے بھتیجے اور بھانجے ہونگے، تہذیب میں یوں ہے۔ (ت)

تفسیر نیشاپوری میں ہے:

---

[1] صحیح مسلم — کتاب الرضاع — قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۶۶

[2] فتاوٰی ہندیہ — " — نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۴۳

بنات الاخوة من الرضاع کل انثی ولدھا ابن الفحل الذی منه اللبن امہ ملخصا[1] — رضاعی بھتیجیاں: یہ تمام وہ لڑکیاں ہیں جو دودھ پلانے والی عورت کے اس خاوند کے بیٹے کی اولاد ہوں جس سے اس عورت کو دودھ اترا ہے اھ ملخصا (ت)

ہاں اگر حفصہ کے یہ دو وجہ زید سے نہ ہوتا تو بکر کی یہ رضاعت زاہدہ کو اس پر حرام نہ کرتی،

لان الحسن وبکرا لو لم یشترکا فی ام ولا اب فلو یکن الحسن الا عمه وبنت العم یحل مالم یوجد مایمنع الحل۔ واللہ سبحانه وتعالٰی اعلم۔ — کیونکہ حسن اور بکر اس صورت میں ماں میں اور نہ ہی باپ میں شریک ہوئے، تو حسن بکر کے لیے صرف چچا ہوا اور چچا کی لڑکی اگر کوئی اور مانع نہ ہو تو حلال ہوتی ہے (ت) واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۳: از شہر کہنہ مسئولہ امیر حیدر صاحب ۹ رجب ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ متعہ کی حرمت کس آیت وحدیث سے اہل سنت کے یہاں ثابت ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

والذین ھم لفروجھم حٰفظون ۵ الا علٰی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین ۵ فمن ابتغٰی وراء ذٰلك فاولٰئك ھم العادون[2] — وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کو بچائے ہوئے ہیں مگر اپنی بی بیوں یا اپنی شرعی کنیزوں پر کہ ان پر کچھ ملامت نہیں تو جو اس کے سوا کوئی اور راہ طلب کرے تو وہی لوگ ہیں حد سے بڑھنے والے۔

ظاہر ہے کہ زن ممتوعہ اس کی بی بی ہے نہ کنیز شرعی، تو یہ وہی تیسری راہ ہے جو خدا کی باندھی ہوئی حد سے جدا اور حرام وگناہ ہے۔ رب تبارک وتعالٰی مردوں سے فرماتا ہے:

محصنین غیر مسٰفحین ولا متخذی اخدان[3] — نکاح کرو بی بی بنا کر قید میں رکھنے کو نہ پانی گرانے اور نہ آشنا بنانے کو۔

عورتوں سے فرماتا ہے: محصنٰت غیر مسٰفحٰت ولا متخذٰت اخدان[4] قید میں آئیاں نہ مستی نکالتیاں نہ یار بناتیاں۔

---

[1] غرائب القرآن (تفسیر نیشاپوری) بیان ان نکاح الامہات والبنات الخ مصطفی البابی مصر ۵/۸

[2] القرآن ۲۳/۷-۶-۵

[3] القرآن ۵/۵

[4] القرآن ۴/۲۵

ظاہر ہے کہ متعہ بھی مستی نکالنے پانی گرانے کا صیغہ ہے نہ قید میں رکھنے بی بی بنانے کا۔ صحیح مسلم شریف میں حدیث حضرت سبرہ بن معبد جہنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

یا ایھا الناس انی کنت اذنت لکم فی الاستمتاع من النساء وان اللہ عزوجل قد حرم ذلك الی یوم القیامۃ[1]۔

اے لوگو! میں نے پہلے تمہیں اجازت دی تھی عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے کی، اور اب بیشک اللہ عزوجل نے اسے حرام کردیا قیامت تک۔

صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حضرت امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ سے ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی عن متعۃ النساء یوم خیبر وعن لحوم الحمر الانسیۃ[2]۔

بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے دن عورتوں سے متعہ اور گدھے کا گوشت حرام فرمادیا۔

جامع ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے:

قال انما کانت المتعۃ فی اول الاسلام کان الرجل یقدم البلدۃ لیس لہ معرفۃ فیتزوج المرأۃ بقدر مایری انہ یقیم فتحفظ لہ متاعہ وتصلح لہ شانہ حتی اذا نزلت الآیۃ الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم قال ابن عباس فکل فرج سواھما فھو حرام[3]۔

متعہ ابتدائے اسلام میں تھا مرد کسی شہر میں جاتا جہاں کسی سے جان پہچان نہ ہوتی تو کسی عورت سے اُتنے دنوں کے لیے عقد کرلیتا جتنے روز اس کے خیال میں وہاں ٹھہرنا ہوتا، وہ عورت اس کے اسباب کی حفاظت اس کے کاموں کی درستی کرتی، جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی کہ سب سے اپنی شرمگاہیں محفوظ رکھو سوا اپنی بیبیوں اور کنیزوں کے، اس دن سے ان دو کے سوا جو فرج ہے وہ حرام ہوگئی۔

حازمی کتاب الناسخ والمنسوخ میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی غزوہ تبوک میں ہم نے کچھ عورتوں سے متعہ کیا،

فجاء رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف لائے

---

[1] صحیح مسلم — باب نکاح المتعۃ الخ — قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۵۱

[2] صحیح بخاری — باب النہی عن نکاح المتعۃ — " " ۲/ ۷۶۷

[3] جامع الترمذی — باب ماجاء فی نکاح المتعۃ — نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۱۸۱

فنظر الیھن وقال من ھؤلاء النسوۃ، قلنا یارسول اللہ نسوۃ تمتعنا منھن، قال فغضب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی احمرت وجنتاہ، وتمعر وجھہ وقام فینا خطیبا، فحمد اللہ واثنی علیہ ثم نھی عن المتعۃ[1]۔

انھیں دیکھا اور فرمایا یہ عورتیں کون ہیں؟ ہم نے عرض کی یارسول اللہ! ان سے ہم نے متعہ کیا ہے۔ یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غضب فرمایا، یہاں تک کہ دونوں رخسارۂ مبارک سُرخ ہوگئے اور چہرۂ انور کا رنگ بدل گیا، خطبہ فرمایا اللہ تعالٰی کی حمد وثناء بیان کی پھر متعہ کا حرام ہونا بیان فرمایا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۴: از ملک بنگالہ شہر چاٹگام کاکس بازار مرسلہ مولوی عبدالمجید صاحب ۳ رمضان مبارک ۱۳۱۵ھ

چہ می فرمایند علمائے دین اندریں کہ نکاح کردن زوجہ برادر حقیقی صغیر خود جائز ست یا نہ؟ بینوا توجروا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چھوٹے سگے بھائی کی بیوی سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جائز است بالاتفاق بعد فراق بموت یا طلاق برادر اصغر باشد یا اکبر۔ قال اللہ عزوجل، واحل لکم ماوراء ذلکم[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم

چھوٹے یا بڑے بھائی کے طلاق دینے یا فوت ہوجانے کے سبب جدائی کے بعد بالاتفاق جائز ہے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا محرمات مذکورہ کے سوا تمہارے لیے حلال ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] نصب الرایۃ بحوالہ الحازمی کتاب النکاح المکتبۃ الاسلامیۃ لصاحبہا ریاض الشیخ ۳/۱۷۹

[2] القرآن ۴/۲۴

هبۃ النسا فی تحقق المصاہرۃ بالزنا ۱۳۱۵ھ

(زنا سے حرمتِ مصاہرت کے ثبوت میں تحقیقِ جلیل)

www.alahazratnetwork.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ ۱۹۵: از بہار محلہ محلی پر مرسلہ سید محمد عبدالسبحان صاحب حنفی دوم شوال مکرم ۱۳۱۵ھ و بار دوم از ملک بنگالہ ضلع ڈھاکہ ڈاکخانہ امیرآباد موضع بیرکاندب مرسلہ محمد زینت علی صاحب ۲ شوال مکرم ۱۳۲۵ھ

حضرت اقدس قبلہ و کعبہ دامت برکاتہم، آداب و تسلیم، عرض ہے ایک بات کا جھگڑا بہار شریف میں حضرات حنفیہ سلمہم اللہ و وہابیہ خذلہم اللہ کے درمیان پھیلا ہوا ہے، اس کا جواب جلد تر روانہ فرمائیے۔ زید نے اپنی ساس سے زنا کیا اور اس کی بی بی کو اس کا علم تھا تو اب زید پر وہ بی بی حرام ہوئی یا نہیں؟ اور اگر حرام ہوئی تو ضرورت طلاق دینے کی ہے یا نہیں؟ دوسرے وہ بی بی باوجود علم کے اپنے شوہر زید کے ساتھ رہی اور زید بھی وطی حسبِ دستور کرتا رہا اور بی بی سے اولاد بھی ہوئی تو وہ اولاد بعد فوت زید یا بی بی زید کے ترکہ کی مستحق ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی خلق من الطین بشرا تمام تعریفیں اس ذات کے لیے جس نے مٹی سے بشر کو

وجعل لہ نسبا و صھرا و افضل الصلٰوۃ والسلام علی سید الانام و اٰلہ الکرام وصحبہ العظام علی الدوام۔

پیدا فرمایا اور اس کے لیے نسب اور رشتۂ ازدواج بنایا، بہترین صلٰوۃ وسلام کائنات کے آقا اور اس کی برگزیدہ آل اور اس کے صحابہ عظام پر دائمی ہو۔ (ت)

اقول و باللہ التوفیق اس زوجۂ زید اس پر حرام ہوگئی اگرچہ اسے اس واقعہ شنیعہ کا علم بھی نہ ہوتا اس کی دلیل جلیل قولِ مولٰی عزوجل وتبارک وتعالٰی ہے:

وربائبکم التی فی حجورکم من نسائکم التی دخلتم بھن فان لم تکونوا دخلتم بھن فلا جناح علیکم[1]

تم پر حرام کی گئیں تمہاری گود کی پالیاں اُن عورتوں کی بیٹیاں جن سے تم نے صحبت کی پھر اگر تم نے اُن سے صحبت نہ کی ہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔

اس آیۂ کریمہ میں زنِ مدخولہ کی بیٹی حرام فرمائی اور جس طرح وصف التی فی حجورکم یعنی اس کی گود میں پلنا بالاجماع شرطِ حرمت نہیں مثلاً زید کسی پچیس سال والی عمر کی عورت سے نکاح کرے اور اس کے پہلے شوہر سے اس کی ایک بیٹی چاردہ سالہ ہو جسے گود میں پالنا درکنار زید نے آج سے پہلے کبھی دیکھا بھی نہ ہو تو کیا زید کو حلال ہوسکتا ہے کہ اس لڑکی سے بھی نکاح کرلے اور مادر و دختر دونوں کو تصرف میں لائے لا الٰہ الا اللہ یہ ہرگز شریعتِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نہیں، اسی طرح وصف نسائکم یعنی اُن مدخولات کا زوجہ ومنکوحہ ہونا بھی بالاتفاق شرط نہیں، کیا لیلے وسلمے ماں بیٹی دونوں جس کی کنیز شرعی ہوں اُسے حلال ہے کہ دونوں سے جماع کیا کرے، مادر و دختر دونوں ایک کے پلنگ پر، عیاذاً باللہ، یہ شریعتِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کس درجہ بعید ہے، حالانکہ ہرگز کنیزیں نسائکم میں داخل نہ ان کی بیٹیوں پر ربائبکم صادق، غالباً ان حراموں کو حلال بتاتے ہوئے غیر مقلد صاحب بھی شرم کریں، تو ثابت ہوا کہ نکاح جس طرح بحکم تتمۂ آیت فان لم تکونوا دخلتم بھن تحریم دختر کے لیے کافی نہیں یونہی شرط و ضروری بھی نہیں یعنی نہ وہ علت ہے نہ جزءِ علت، اب آیۂ کریمہ میں نہ رہا مگر التی دخلتم بھن یعنی اُن عورتوں کی بیٹیاں جن کے ساتھ تم نے صحبت کی، معلوم ہوا صرف اسی قدر علتِ تحریم ہے اور یہ قطعاً مزنیہ میں بھی ثابت کہ وہ ایک عورت ہے جس کے ساتھ اس نے صحبت کی، لاجرم بحکمِ آیت اس کی بیٹی اُس پر حرام ہوگئی، نظیر اس کی اسی بیانِ محرمات میں قولہ عزشانہٗ ہے وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم[2] ہے حرام کی گئیں تم پر تمہارے اُن بیٹوں کی جوروئیں جو تمہاری پشت سے ہیں کہ جس طرح الذین من اصلابکم یعنی بیٹے کا اس کی پشت سے ہونا اخراجِ متبنّٰی کے لیے ہے نہ اخراجِ بیٹی

www.alahazratnetwork.org

---

[1] و [2] القرآن ۴/۲۳

بغسہ کے واسطے، یونہی وصفِ حلائل یعنی بیٹے کی جورو ہونا بھی ملحوظ نہیں، بیٹے کی کنیز مدخولہ بھی ضرور حرام ہے اور وہ لفظِ حلیلہ میں داخل نہیں، اور اگر اشتقاقی معنی لیجئے یعنی جو بیٹے پر حلال ہے تو اب عمومِ تحریم صحیح نہ رہے گا کہ بیٹے کی کنیز مطلقاً حرام نہیں جب تک مدخولہ نہ ہو، یہی حال و امہات نسائکم[1] کا ہے کہ حرام کی گئیں تم پر تمہاری عورتوں کی مائیں، یہاں پر بھی وصفِ زوجیت قید نہیں کہ کنیز مدخولہ کی ماں بھی بدلیل مذکور بالاتفاق حرام، بعینہٖ اسی دلیل سے ولا تنکحوا ما نکح اٰباؤکم من النساء[2] (اپنے باپوں کی منکوحہ بیویوں سے نکاح نہ کرو۔ ت) میں اگر نکاح بمعنی عقد لیجئے تو عقد غیر قید اور بمعنی وطی لیجئے تو وہ ہمارا عین مذہب، بالجملہ ان سب مواضع میں مطلع نظر صرف مدخولہ ہونا ہے اگرچہ بلانکاح ولبس، اب دخلتم بھن میں مولٰی عزوجل نے دخولِ حلال وحرام کی کوئی قید ذکر نہ فرمائی اور اس کے اطلاق میں دونوں داخل، تو جو مدعیِ تخصیص ہو دلیل پیش کرے اور دلیل کہاں بلکہ دلیل اس کے خلاف پر قائم، کیا جس نے اپنی منکوحہ سے صرف حالتِ حیض یا نفاس یا صوم یا اعتکاف یا احرام میں صحبت کی اس کی بیٹی اس پر قطعاً اجماعاً حرام نہ ہوئی حالانکہ یہ دخول حرام تھا بلکہ علمائے کرام نے بہت وہ صورتیں ذکر فرمائیں جن میں دخول تو دخول، عورت ہی کو اس کے لیے حلال نہیں کہہ سکتے اور اُس سے وطی بالاتفاق موجبِ تحریمِ دخترِ موطوءہ ہو جاتی ہے مثلاً ایک کنیز دو مولٰی میں مشترک ہے ان میں سے جو اس سے مقاربت کرے گا دخترِ کنیز اس پر حرام ہو جائے گی، یونہی اپنے پسر کی کنیز یا اپنی کنیز کافرہ غیر کتابیہ یا اپنی اُس عورت سے جس سے ظہار کیا اور کفارہ نہ دیا، یہ سب بالاتفاق ان عورتوں کی بنات کو حرام کر دیتی ہیں حالانکہ یہ عورات سرے سے خود ہی حلال نہ تھیں۔

اقول ان مسائل سے مسئلہ زنِ مظاہرہ تو استناد بالاتفاق کا بھی محتاج نہیں کہ اس پر خود قرآن عظیم دلیل شافی، ظہار بنصِ قرآن مزیلِ نکاح نہیں تو زنِ مظاہر بلاشبہہ نسائکم میں داخل، اور بعد وطی دخلتم بھن بھی حاصل، تو قطعاً اس کی دختر کو حکمِ حرمت شامل، زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور قبل صحبت ظہار کر لیا بعدہ مشغول بجماع ہوا اور کفارہ نہ دیا، کیا اس صورت میں اسے روا ہے کہ ہندہ کی بیٹی سے بھی نکاح کر لے، حاشَ ﷲ یہ شریعتِ محمد رسول اللہ نہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، حالانکہ بعد ظہار عورت بنصِ قرآن اس پر حرام ہو گئی اور جب تک کفارہ نہ دے اسے ہاتھ لگانا جائز نہ تھا، تو ثابت ہوا کہ نہ نکاح شرط نہ وطی کا بروجہ حلال ہونا لازم بلکہ مناطِ حرمت صرف وطی ہے اور حاصل آیت کریمہ یہ کہ جس عورت سے تم نے کسی طرح صحبت کی اگرچہ بلانکاح اگرچہ بروجہ حرام، اس کی بیٹی تم پر حرام ہو گئی، یہی ہمارے ائمہ کرام کا مذہب، اور یہی اکابر صحابہ کرام مثل حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم و حضرت علامہ صحابہ عبداللہ بن مسعود و حضرت عالم القرآن عبداللہ بن عباس و حضرت اقرؤ الصحابہ

---

[1] القرآن ۴/۲۳ [2] القرآن ۴/۲۲

ابی بن کعب و حضرت عمران بن حصین و حضرت جابر بن عبداللہ و حضرت مفتیۂ چار خلافت صدیقہ بنت الصدیق محبوبہ محبوب رب العالمین صلے اللہ تعالٰے علیہ وعلیہم اجمعین و جماہیر ائمہ تابعین مثل حضرات امام حسن بصری و افضل التابعین سعید بن المسیب و امام اجل ابراہیم نخعی و امام عامر شعبی و امام طاؤس و امام عطا بن ابی رباح و امام مجاہد و امام سلیمٰن بن لیسار و امام حماد اور اکابر مجتہدین مثل امام عبدالرحمان اوزاعی و امام احمد بن حنبل و امام اسحاق بن راہویہ اور ایک روایت میں امام مالک بن انس کا ہے رضی اللہ تعالٰے عنہم اجمعین۔

اقول معہذا نکاح معنی وطی میں حقیقت ہے یا مجاز متعارف، قائل قائلھم (شاعر نے کہا) ؎

التارکین علی طھر نساءھم والناکحین بشطی دجلة البقرا

(بیویوں کو طہر کی حالت میں چھوڑنے والے دجلہ کے کنارے گائے سے وطی کرتے ہیں۔ت)

وقال آخر (ایک دوسرے شاعر نے کہا) ؎

کبکر تحب لذیذ النکاح وتھرب من صولة الناکح

(باکرہ کی طرح کہ وہ جماع کی لذت کو پسند کرتی ہے اور خاوند کے حملہ سے فرار کرتی ہے۔ت)

تو کریمہ لاتنکحوا مانکح اٰباؤکم (اپنے باپوں کی منکوحہ عورتوں سے نکاح نہ کرو۔ت) میں لا اقل محتمل تو ضرور اور امر فرج میں احتیاط واجب تو جانب تحریم ہی غالب، بلکہ اصل فرج میں حرمت ہے، تو جب تک حل ثابت نہ ہو حرمت ہی پر حکم ہوگا پھر مصاہرت مصاہرت میں فرق نہیں تو نفس جماع ہی اگرچہ بروجہ حرام بلانکاح ہو علت تحریم رہے گا،

ولعلك ان رجعت الی کلماتھم دریت ان تقریر الدلیل علی ھذا الوجه احسن مما قیل اذ لا یرد علیه ما افادہ فی الفتح بل ھو اصح عندی من الکلام الاول ایضا کما یرشدك الیه ماذکرته ھھنا علی ھامشه وباللہ التوفیق۔

ہو سکتا ہے کہ جب آپ فقہاء کرام کے کلام کی طرف رجوع کریں تو آپ سمجھ جائیں کہ دوسرے قول کے مقابلہ میں دلیل کی یہ تقریر زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس پر فتح کا بیان کردہ اعتراض نہ ہوگا، بلکہ میرے نزدیک یہ پہلے کلام سے بھی اصح ہے جیسا کہ اس کے حاشیہ پر یہاں میرا ذکر کردہ بیان تیری رہنمائی کرے گا، اللہ تعالٰے سے ہی توفیق ہے۔ (ت)

مخالف کے پاس اس کی حلت پر کوئی دلیل نہیں مگر حدیث لایحرم الحرام الحلال[1] حرام حلال کو حرام

[1] سنن الکبرٰی للبیہقی باب الزنا لایحرم الحلال دارصادر بیروت ۷/۱۶۹

نہیں کرتا۔ مگر یہ حدیث کس طرح مخالف کی دلیل ہوسکے جبکہ سخت ضعیف وساقط وناقابل احتجاج ہے۔ بیہقی باآنکہ انتصارِ شافعیت میں اہتمام شدید رکھتے ہیں اسے حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کرکے تضعیف کردی کما فی التیسیر شرح الجامع الصغیر[1] (جیسا کہ جامع صغیر کی شرح تیسیر میں ہے۔ ت)

اقول دلیلِ ضعف کو یہی کافی کہ ام المومنین خود قائل حرمت کما تقدم (جیسا کہ گزرا۔ ت)، اگر اس باب میں خود ارشادِ اقدس حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سُنے ہوتیں تو خلاف کے کیا معنے تھے لاجرم امام احمد نے فرمایا نہ وُہ ارشادِ اقدس سیدِعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے نہ اثرِ ام المومنین، بلکہ عراق کے کسی قاضی کا قول ہے کما فی الفتح[2] (جیسا کہ فتح میں ہے۔ ت)، روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما میں عثمٰن بن عبدالرحمٰن وقاصی ہے جو سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قاتل عمرو بن سعد کا پوتا ہے۔ امام بخاری نے فرمایا ترکوہ[3] محدثین نے اسے متروک کردیا۔ امام ابوداؤد نے فرمایا لیس بشیئ[4] کوئی چیز نہیں۔ امام علی بن مدینی نے سخت ضعیف[5] بتایا۔ نسائی و دارقطنی نے کہا متروک[6] ہے۔ حتی کہ امام یحیٰی بن معین نے فرمایا یکذب[7] جھوٹ بولتا ہے۔

اقول یہی عثمٰن حدیثِ ام المومنین صدیقہ کا بھی راوی ہے۔ روایتِ ابن حبان کتاب الضعفاء میں یوں ہے:

www.alahazratnetwork.org

حدثنا الحسن بن سفیٰن نا اسحٰق بن بہلول نا عبداللہ بن نافع نا المغیرۃ بن اسمٰعیل بن ایوب بن سلمۃ عن عثمٰن بن عبدالرحمٰن عن

ہمیں حدیث بیان کی حسن بن سفیان نے، انھوں نے اسحاق بن بہلول سے، انھوں نے عبداللہ بن نافع سے، انھوں نے مغیرہ بن اسمٰعیل بن ایوب بن سلمہ سے، انھوں نے عثمان بن عبدالرحمان سے، انھوں نے

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر حرف لا مکتبہ امام شافعی ریاض سعودیہ ۲/۵۰۴

[2] فتح القدیر فصل فی بیان المحرمات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۲۸

[3] کتاب الضعفاء الصغیر مع التاریخ الصغیر باب العین مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص ۲۷۰

میزان الاعتدال حرف العین ترجمہ ۵۵۳۱ دارالمعرفۃ بیروت ۳/۴۳

[5] فتح القدیر فصل فی بیان المحرمات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۲۸

[6] میزان الاعتدال حرف العین ترجمہ ۵۵۳۱ دارالمعرفۃ بیروت ۳/۴۳

[7] و [8] " " " " " "

ابن شہاب الزھری عن عروہ عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن الرجل یتبع المرأۃ حراما اینکح ابنتہا اویتبع الابنۃ حراما اینکح امہا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایحرم الحرام الحلال انما یحرم ماکان بنکاح حلال۔

امام ابن شہاب زھری سے، انھوں نے عروہ سے، انھوں نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے، انھوں نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال کیا گیا کہ کوئی شخص کسی عورت سے حرامکاری کرے تو کیا وہ اس عورت کی بیٹی یا ماں سے نکاح کرسکتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا حرام، حلال کو حرام نہیں بناتا، حلال نکاح ہی حرام بناتا ہے۔ (ت)

ابن حبان نے اسے روایت کرکے کہا:

عثمان بن عبدالرحمان ھو الوقاصی یروی عن الثقات الاشیاء الموضوعات لا یجوز الاحتجاج بہ[1]

عثمان بن عبدالرحمان وہی وقاصی ہے ثقات سے موضوع خبریں روایت کردیتا ہے اس سے سند لانا حلال نہیں۔

ہاں سنن ابن ماجہ میں روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما یوں آئی:

حدثنا یحیی بن معلی بن منصور ثنا اسحٰق بن محمد الفروی ثنا عبداللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لایحرم الحرام الحلال[2]

ہمیں حدیث بیان کی یحیی بن معلی بن منصور نے انھوں نے اسحٰق بن محمد فروی سے انھوں نے عبداللہ بن عمر سے انھوں نے نافع سے انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: حرام، حلال کو حرام نہیں بناتا (ت)

اوّلاً اس میں اسحٰق بن ابی فروہ متکلم فیہ ہیں۔ امام عبدالحق نے احکام میں حدیث کو ذکر کرکے فرمایا: فی اسنادہ اسحٰق بن ابی فروۃ وھو متروک[3] اس کی سند میں اسحاق بن ابی فروہ ہے اور وہ متروک ہے۔ نقلہ عنہ المحقق فی الفتح (اسے فتح میں شیخ محقق نے اس سے نقل کیا ہے۔ ت) امام ابوالفرج نے

---

[1] العلل المتناہیہ بحوالہ ابن حبان حدیث ۱۰۳۱ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۲/ ۱۳۶
[2] سنن ابن ماجہ باب لایحرم الحرام الحلال ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۶
[3] فتح القدیر فصل فی بیان المحرمات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۲۸

علل متناہیہ میں فرمایا :

قد رواہ اسحٰق بن محمد الفروی عن عبد اللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایحرم الحرام الحلال قال یحیٰی الفروی کذاب وقال البخاری ترکوہ[1]۔ انتہی

یعنی یہ حدیث اسحٰق بن محمد فروی نے بسند خود حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا : حرام حلال کو حرام نہیں کرتا۔ امام یحیٰی بن معین نے فرمایا : فروی کذّاب ہے۔ امام بخاری نے فرمایا محدثین کے نزدیک متروک ہے۔ انتہی

وانا اقول وباللہ التوفیق سبحٰن من لاینسی (اور میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی سے ہی توفیق ہے پاک ہے وُہ ذات جو بھولتی نہیں۔ ت) ، حافظین جلیلین عبد الحق و ابی الفرج کو التباس واقع ہُوا اسحٰق بن ابی فروہ تھا اسحٰق فروی ، دو ہیں ، ایک اسحٰق بن عبد اللہ بن ابی فروہ تابعی معاصر و تلمیذ امام زہری رجال ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ سے ، یہی متروک ہے ، اسی کو امام بخاری نے ترکوہ فرمایا کما فی تہذیب التہذیب و میزان الاعتدال وغیرھما (جیسا کہ تہذیب التہذیب اور میزان الاعتدال وغیرہما میں ہے۔ ت) تہذیب التہذیب میں ہے : قال ابوزرعۃ وجماعۃ متروک[2] (ابوزرعہ اور ایک جماعتِ ائمہ نے فرمایا : متروک ہے۔ ت) میزان میں ہے :

لواراحدا امشاہ وقال ابن معین وغیرہ لایکتب حدیثہ[3]۔

میں نے کسی کو نہ دیکھا کہ اسے رواں کیا یعنی اُس کی روایت کو کچھ بھی معتبر سمجھا ہو۔ امام ابن معین وغیرہ نے فرمایا اس کی حدیث لکھی تک نہ جائے۔

دونوں کتابوں میں ہے :

نھی احمد بن حنبل عن حدیثہ وقال ابراھیم الجوزجانی سمعت احمد بن حنبل یقول لاتحل الروایۃ عندی عن اسحٰق

امام احمد بن حنبل نے اس کی حدیث نقل کرنے سے منع فرمایا ، ابراہیم جوزجانی نے کہا میں نے امام احمد بن حنبل کو فرماتے سُنا کہ میرے نزدیک اسحٰق بن ابی فروہ

---

[1] العلل المتناہیہ حدیث ۱۰۳۱ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۲/ ۱۳۶
[2] تہذیب التہذیب حرف الالف ترجمہ ۴۴۹ مجلس دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۱/ ۲۴۱
[3] میزان الاعتدال " " ۷۶۸ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۹۳

بن ابی فروۃ۔[1] سے روایت حلال نہیں۔

امام ترمذی نے ابواب الفرائض باب ماجاء فی ابطال میراث القاتل میں حدیث،

القاتل لایرث[2] بطریق اسحٰق بن عبداللہ عن الزھری عن حمید بن عبدالرحمٰن عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کرکے فرمایا ھذا حدیث لایصح و اسحٰق بن عبداللہ بن ابی فروۃ قد ترکہ بعض اھل العلم منھم احمد بن حنبل[3]۔

قاتل وارث نہیں ہوگا، اس حدیث کو اسحٰق بن عبداللہ، انھوں نے زہری انھوں نے حمید بن عبدالرحمٰن انھوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرکے فرمایا یہ حدیث صحیح نہیں کہ اسحٰق بن عبداللہ بن ابی فروہ کو بہت سے اہل علم نے متروک قرار دیا ان میں امام احمد بن حنبل ہیں (ت)

ابوالفرج نے موضوعات میں حدیث،

الصبحۃ تمنع الرزق[4] بطریق اسمٰعیل بن ابی عیاش عن ابن ابی فروۃ عن محمد بن یوسف عن عمرو بن عثمٰن بن عفان عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کرکے کہا ھذا حدیث لایصح و ابن ابی فروۃ متروک[5] (ملخصاً)

الصبحۃ تمنع الرزق (صبح کو سونا رزق کی (برکت) کے لیے مانع ہے) والی حدیث کو اسمٰعیل بن عیاش انھوں نے ابن ابی فروہ انھوں نے محمد بن یوسف انھوں نے عمرو بن عثمان بن عفان انھوں نے اپنے والد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرکے کہا یہ صحیح نہیں کیونکہ ابن ابی فروہ متروک ہے ملخصاً (ت)

امام خاتم الحفاظ نے لآلی میں اس پر تقریر فرمائی اور تعقبات میں بھی اس جرح پر جرح کی، غرض یہ بالاتفاق متروک ہے مگر قدیم ہے ۱۳۶ھ میں انتقال کیا قالہ ابن ابی فدیک[6] (یہ ابن ابی فدیک نے کہا ہے۔ت) یا ۱۴۴ھ میں کما قالہ ابن سعد وغیر واحد وھذا ھو الصحیح[7] کما فی تہذیب

---

[1] میزان الاعتدال حرف الالف ترجمہ ۷۶۸ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۹۳
تہذیب التہذیب ترجمہ ۴۴۹ حیدرآباد، دکن ۱/۲۴۱

[2] جامع الترمذی باب ماجاء فی ابطال میراث القاتل امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۳۲

[3] " " ابواب الفرائض " " " " " "

[4] موضوعات ابن جوزی کتاب النوم ذم الصبحۃ دارالفکر بیروت ۳/۶۹
" ۳/۶۹

[5] " " " " "

[6] تہذیب التہذیب حرف الالف ترجمہ ۴۴۹ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۱/۲۴۲

[7] " " " " " " "

التہذیب (جیسا کہ اس کو ابن سعد اور بہت سے حضرات نے بیان کیا ہے یہی صحیح ہے جیسا کہ تہذیب التہذیب میں ہے۔ ت) یحییٰ بن معلی نے کہ طبقہ عاشرہ سے ہیں اسے کہاں پایا۔

دوم اس کے بھائی کے پوتے اسحٰق بن محمد بن اسمٰعیل بن عبداللہ بن ابی فروہ یہ تبع تابعین سے بھی نہیں' ان کے تلامذہ سے ہیں، رجال بخاری و ترمذی و ابن ماجہ سے، امام بخاری کے استاذ ہیں، ۲۲۶ھ میں انتقال کیا، یہ ہرگز متروک نہیں۔ امام بخاری نے خود جامع صحیح میں ان سے روایت کی تو وہ ان کی نسبت ترک وہ کیونکر فرماتے، ابن حبان نے انھیں ثقات میں ذکر کیا، اور ابوحاتم وغیرہ نے صدوق کہا، البتہ کلام سے خالی یہ بھی نہیں۔ امام نسائی نے کہا ثقہ نہیں۔ امام دارقطنی نے کہا ضعیف ہیں۔ ائمہ محدثین امام بخاری پر ان سے روایت کرنے میں معترض ہیں۔ امام ابوحاتم نے کہا مضطرب الحدیث ہیں آنکھیں جانے کے بعد بارہا ہوتا کہ جیسا کوئی سکھا دیتا ویسے ہی روایت کرنے لگتے۔ عقیلی نے کہا امام مالک سے بکثرت وہ حدیثیں روایت کیں جن پر ان کا کوئی متابع نہیں۔ امام ابوداؤد نے سخت ضعیف کہا۔ امام الشان نے فرمایا آنکھیں جاکر حفظ خراب ہوگیا تھا۔ امام حافظ عبدالعظیم منذری کی ترغیب میں ہے:

اسحٰق بن محمد بن اسمعیل بن ابی فروۃ الفروی صدوق روی عنہ البخاری فی صحیحہ وقال ابوحاتم وغیرہ صدوق، وذکرہ ابن حبان فی الثقات ووھاہ ابوداؤد وقال النسائی لیس بثقۃ۔[1]

اسحٰق بن محمد بن اسمٰعیل بن ابی فروۃ الفروی صدوق ہے۔ اس سے امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے' اور ابوحاتم وغیرہ نے کہا یہ صدوق ہے، اس کو ابن حبان نے ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے، اور ابوداؤد نے اس کو کمزور بتایا ہے، اور نسائی نے کہا یہ ثقہ نہیں ہے۔ (ت)

میزان الاعتدال میں ہے:

ھو صدوق فی الجملۃ، صاحب حدیث، قال ابوحاتم صدوق ذھب بصرہ فربما لقن وکتبہ صحیحۃ، وقال مرۃ مضطرب، وقال العقیلی جاء عن مالک باحادیث کثیرۃ لایتابع علیھا، وذکرہ ابن حبان فی

وہ مجموعی طور پر صدوق ہے اور صاحب حدیث ہے۔ ابوحاتم نے کہا کہ یہ صدوق ہے اور اس کی نظر ضائع ہوگئی تھی اور بعض اوقات دوسرے کی بات مان لیتا تھا اور اس کی کتب حدیث صحیح ہیں، اور انھوں نے کبھی اس کو مضطرب قرار دیا ہے۔ اور عقیلی نے کہا کہ اس نے امام مالک سے کثیر روایات ذکر کیں لیکن ان کی

---

[1] الترغیب والترہیب باب ذکر الرواۃ المختلف فیہم الخ مصطفی البابی مصر ۴/ ۵۶۷

الثقات وقال النسائی لیس بثقۃ، وقال الدارقطنی لایترک، وقال ایضا ضعیف قد روی عنہ البخاری ویوبخونہ علی ھذا، وکذا ذکرہ ابوداؤد ووھاہ جدا[1]

تائید نہ ہوئی، اور اس کو ابن حبان نے ثقہ لوگوں میں شمار کیا ہے، اور نسائی نے کہا کہ ثقہ نہیں ہے، اور دارقطنی نے کہا کہ یہ متروک نہیں، اور ضعیف بھی کہا ہے۔ اور بخاری نے اس سے روایت کیا ہے اس وجہ سے امام بخاری پر طعن بھی ہوا ہے، ابوداؤد نے یوں ہی کہا اور اس کو بہت کمزور قرار دیا۔ (ت)

تقریب میں ہے: صدوق، کف فساء حفظہ[2] (صدوق ہے، اس کا حفظ کمزور ہو گیا تھا۔ ت)

تہذیب التہذیب میں ہے: قال البخاری مات ۲۳۶ھ[3] (امام بخاری رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا وہ ۲۳۶ھ میں فوت ہوا۔ ت) بظاہر کہ اس حدیث کے راوی یہی اسحٰق بن محمد فروی متکلم فیہ ہیں نہ کہ وہ اسحٰق بن عبداللہ فروی متروک۔ بہرحال ایک موضع کلام تو اس کی سند میں یہ ہے۔

ثانیًا اقول دوسرا محل کلام اسحٰق مذکور کے شیخ عبداللہ میں ہے ائمہ محدثین کا ان میں کلام معروف ہے، امام ترمذی نے باب فیمن یستیقظ بللا ولایذکر احتلاما (باب جو نیند سے بیدار ہو کر کپڑے پر رطوبت پائے مگر احتلام یاد نہ ہو۔ ت) میں ایک حدیث ان سے روایت کرکے فرمایا:

عبداللہ ضعفہ یحیی بن سعید من قبل حفظہ فی الحدیث[4]

عبداللہ کو امام یحیی بن سعید قطان نے نقصان حافظہ کی رُو سے حدیث میں ضعیف بتایا۔

اُسی کے ابواب الصلٰوۃ باب ماجاء فی الوقت الاول من الفضل (ابواب الصلٰوۃ، باب اول وقت کی فضیلت کے بیان میں۔ ت) میں ہے:

عبداللہ بن عمر العمری لیس ھو بالقوی عند اھل الحدیث[5]

عبداللہ بن عمر العمری محدثین کے نزدیک چنداں قوی نہیں۔

امام نسائی نے کہا قوی نہیں۔ امام علی بن مدینی نے کہا ضعیف ہیں۔ ابن حبان نے کہا:

کان ممن غلب علیہ الصلاح والعبادۃ حتی

صلاح وعبادت نے ان پر یہاں تک غلبہ کیا کہ حفظ

---

[1] میزان الاعتدال حرف الالف ترجمہ ۷۵۰ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۹۹

[2] تقریب التہذیب " ترجمہ ۳۸۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۸۴

[3] تہذیب التہذیب " " ۴۶۶ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۱/ ۲۴۸

[4] جامع الترمذی ابواب الطہارۃ باب فیمن یستیقظ ویری بللا الخ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۱۶

[5] " " " باب ماجاء فی الوقت الاول الخ " " ۱/ ۲۴

غفل عن حفظ الاخبار وجودۃ الحفظ للاٰثار   احادیث سے غافل ہوئے حدیثیں خوب یاد نہ رہیں
فلما فحش خطؤہ استحق الترک[۱] ۔   جب خطا بکثرت واقع ہوئی ترک کے مستحق ہوگئے۔

امام احمد ویحیٰی سے ان کی توثیق کے اقوال بھی ہیں مگر قولِ فیصل یہ قرار پایا کہ حافظ الشان نے تقریب میں فرمایا، ضعیف عابد[۲] (کمزور عابد ہے۔ ت)

ثالثاً اقول اس حدیث سے جواب کو وہی آیۂ کریمہ و مسئلہ زنِ مظاہرہ کافی ظہار میں جماع حرام تھا پھر اس نے مظاہرہ کی دختر حلال کو کیونکر حرام کردیا۔

رابعاً یہ حدیث جس طرح ابن ماجہ نے روایت کی کہ اگر کچھ قابلِ ذکر ہے تو یہی، اگر اس کے ضعفِ سند سے قطع نظر بھی کی جائے تو اس میں کوئی قصہ سوال اُس حدیث متروک و ساقط کی طرح نہیں صرف اتنا بیان ہے کہ حرام حلال کو حرام نہیں کرتا، یہ اپنے ظاہر پر تو یقیناً صحیح نہیں، کیا اگر قلیل پانی یا گلاب میں شراب یا پیشاب ڈال دیں تو اسے حرام نہ کردیں گے!

اقول کیا کوئی اگر زنا سے جنب ہو تو اسے نماز و قراءتِ قرآن و دخولِ مسجد و طوافِ کعبہ کہ حلال تھے حرام نہ ہو جائیں گے! کیا اگر کوئی ظالم کسی مظلوم کی بکری کا گلا گھونٹ کر مار ڈالے تو اس کا یہ فعل کہ اگر اپنے مال کے ساتھ ہوتا جب بھی بوجہ اضاعتِ مال حرام تھا اور مالِ غیر کے ساتھ تو ظلم حرام در حرام، اس حلال جانور کو حرام نہ کردے گا! کیا اگر کوئی شخص اپنی عورت کو ایک ہفتہ میں تین طلاقیں دے خصوصاً ایامِ حیض میں تو اس فعل حرام در حرام سے وہ زنِ حلال اس پر حرام نہ ہو جائے گی! صدہا صورتیں ہیں جن میں حرام حلال کو حرام کردیتا ہے، تو یہ اطلاق کیونکر مراد ہوسکتا ہے، لاجرم تاویل سے چارہ نہیں کہ حرام من حیث ہو حرام حلال کو حرام نہیں کرتا۔

اقول یعنی بول و شراب نے جو آب و گلاب کو حرام کیا نہ بوجہ اپنی حرمت کے بلکہ اس جہت سے کہ یہ نجس تھے اس سے مل کر اسے بھی نجس کردیا، اب اس کی نجاست باعثِ حرمت ہوئی، اور اگر کوئی شے طاہر حرام کسی حلال میں ایسی مل جائے کہ تمیز ناممکن ہو تو ہم تسلیم نہیں کرتے کہ وہ حلال خود حرام ہوگیا بلکہ حلال اپنی حلت پر باقی ہے اور مخلوط کا تناول اس لیے ناجائز کہ بوجہ اختلاط اس کا تناول تناولِ حرام سے خالی نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ اگر جدا ہوسکے اور جدا کرلیں تو حلال بدستور اپنی حلت پر ہو کما لایخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) یونہی زنا نے نماز وغیرہ کو اس حیثیت سے حرام نہ کیا کہ وہ زنا ہے کہ خصوصیتِ زنا کو اس میں کیا دخل، بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ

---

[۱] میزان الاعتدال   حرف العین   ترجمہ ۴۳۴۳   دارالمعرفۃ بیروت   ۲/۲۶۵
[۲] تقریب التہذیب   "   ۳۵۰۰   دارالکتب العلمیہ بیروت   ۱/۵۱۶

فرجِ مشتہی میں ایلاجِ مشتہی ہے وقس علی ذلک البواقی (باقی کو اسی پر قیاس کرو۔ ت) اب ہم اسے تسلیم کرتے ہیں اور حدیث ہم پر وارد نہیں، یہاں بھی عورت سے زنا کرنے نے دخترِ زن کو اس بنا پر حرام نہ کیا کہ وہ زنا ہے کہ خصوصیتِ زنا کو اس میں بھی دخل نہیں بلکہ اسی حیثیت سے حرام کیا کہ وہ وطی و ادخال ہے تو دخلتم بھن صادق آیا اور دخترِ موطوءہ کی حرمت لایا تو اس حدیثِ ضعیف میں بھی مخالف کے لیے اصلاً حجت نہیں وللہ الحمد۔ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں یہاں بعض احادیث اپنے مذہب کی مؤیدات ذکر فرمائیں، از انجملہ:

قال رجل یارسول اللہ انی زنیت بامرأۃ فی فی الجاھلیۃ افانکح ابنتھا قال لاارٰی ذٰلک ولایصلح ان تنکح امرأۃ تطلع من ابنتھا علی ما تطلع علیہ منھا۔[1]

ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! میں نے زمانۂ جاہلیت میں ایک عورت سے زنا کیا تھا اس کی بیٹی سے نکاح کرلوں۔ فرمایا: میری رائے نہیں اور نہ ایسا نکاح جائز ہے کہ تو بیٹی کی اس چیز پر مطلع ہو جس چیز پر اس کی ماں کی مطلع تھا۔

اقول نیز اس کے مؤید ہے وہ حدیث کہ غایہ سمعانیہ میں حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

من نظر الٰی فرج امرأۃ بشھوۃ حرمت علیہ امھا و بنتھا۔[2]

جو کسی عورت کی فرج کو شہوت سے دیکھے اس پر اس عورت کی ماں اور بیٹی حرام ہوجائیں۔

دوسری حدیث میں ہے:

ملعون من نظر الٰی فرج امرأۃ و بنتھا۔[3]

ملعون ہے جو کسی عورت اور اس کی بیٹی دونوں کی فرج دیکھے۔

عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی:

من نظر الٰی فرج امرأۃ وبنتھا لم ینظر اللہ الیہ یوم القیامۃ۔[4]

جو کسی عورت اور اس کی دختر دونوں کی فرج دیکھے اللہ تعالٰی روزِ قیامت اس پر نظرِ رحمت نہ کرے۔

---

[1] فتح القدیر | فصل فی بیان المحرمات | نوریہ رضویہ سکھر | ۳/ ۱۲۹

[2] البنایہ شرح الہدایہ | فصل فی نکاح المحرمات | مکتبہ امدادیہ مکہ مکرمہ | ۲/ ۴۱

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[4] کنز العمال بحوالہ مصنف عبدالرزاق | حدیث ۴۵۰۰۵ | مؤسسۃ الرسالۃ بیروت | ۱۶/ ۵۱۷

نیز مصنف میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے :

فی الذی یزنی بام امرأتہ قال حرمتا علیہ[1] واللہ تعالٰی اعلم

یعنی اپنی ساس سے زنا کرنے والے کی نسبت فرمایا کہ اس پر ساس اور عورت دونوں حرام ہوگئیں ۔

اس حرمت کے پیدا ہونے سے مرد و زن کو جُدا ہوجانا اور اس نکاح فاسد شدہ کا فسخ کردینا فرض ہوجاتا ہے مگر خود بخود نکاح زائل نہیں ہوجاتا ، یہاں تک کہ شوہر جب تک متارکہ نہ کرے اور بعد متارکہ عدت نہ گزرے عورت کو روا نہیں کہ دوسرے سے نکاح کرے ، اور قبل متارکہ شوہر کا اس سے وطی کرنا حرام ہوتا ہے مگر زنا نہیں کہ نکاح باقی ہے ، ولہذا اُس وطی سے جو اولاد پیدا ہو صحیح النسب ہے ایسے نکاح کے ازالہ کو جو الفاظ کہے جائیں طلاق نہیں بلکہ متارکہ کہلاتے ہیں اگرچہ بلفظ طلاق ہوں یہاں تک کہ ان سے عدد طلاق کم نہیں ہوتا ۔ درمختار میں ہے :

بحرمۃ المصاھرۃ لایرتفع النکاح حتی لایحل لھا التزوج باٰخر الا بعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ والوطئ بھا لایکون زنا[2]۔

حرمتِ مصاہرۃ سے نکاح ختم نہیں ہوتا لہذا دوسرے شخص سے نکاح نہیں کرسکتی جب تک خاوند متارکہ نہ کرے اور عدت نہ گزر جائے ۔ اس دوران اگر خاوند نے وطی کی تو وہ زنا نہیں ہوگا ۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ردالمحتار میں ہے :

قال فی الذخیرۃ ذکر محمد فی نکاح الاصل ان النکاح لایرتفع بحرمۃ المصاھرۃ والرضاع بل یفسد حتی لووطئھا الزوج قبل التفریق لایجب علیہ الحد اشتبہ علیہ اولم یشتبہ[3]۔

ذخیرہ میں ہے امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے اصل یعنی مبسوط کی بحث نکاح میں ذکر فرمایا کہ حرمتِ مصاہرت اور حرمتِ رضاعت کی بنا پر نکاح ختم نہیں ہوتا بلکہ فاسد ہوتا ہے لہذا اگر خاوند نے تفریق سے قبل وطی کرلی تو اس پر زنا کی حد نہیں ہوگی ، اس کو کوئی اشتباہ ہو یا نہ ہو ۔ (ت)

اسی میں ہے :

قال فی الحاوی والوطئ فیھا لایکون زنا

حاوی میں ہے کہ اس مدت میں وطی کو زنا نہ کہا جائیگا

---

[1] کنز العمال بحوالہ مصنف عبدالرزاق حدیث ۴۵۶۹۹ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۶/۵۱۶
[2] درمختار کتاب النکاح فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸
[3] ردالمحتار " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۸۳

لانہ مختلف فیہ وعلیہ مہر المثل بوطئہا بعد الحرمۃ ولاحد علیہ ویثبت النسب[1]

کیونکہ یہ بات مختلف فیہ ہے جبکہ بیوی کے حرام ہونے کے بعد وطی کرنے سے مہر مثل لازم ہوگا اور بچہ ہو تو اس کا نسب ثابت ہوگا اور اس پر حد زنا نہ ہوگی (ت)

اسی میں ہے :

فی البزازیۃ المتارکۃ فی الفاسد بعد الدخول لاتکون الا بالقول کخلیت سبیلک او ترکتک ومجرد انکار النکاح لایکون متارکۃ اما لو انکروقال ایضا اذھبی وتزوجی کان متارکۃ والطلاق فیہ متارکۃ لکن لاینقص بہ عدد الطلاق[2]

بزازیہ میں ہے کہ فاسد نکاح میں دخول کے بعد متارکہ صرف زبانی ہو سکتا ہے، مثلاً یہ کہے میں نے تجھے نکاح سے آزاد کیا یا یُوں کہے میں نے تجھے چھوڑ دیا، اور صرف سابقہ نکاح سے انکار کو متارکہ نہ کہا جائے گا، ہاں اگر انکار کے ساتھ یہ بھی کہے کہ جا نکاح کر، تو متارکہ ہوجائے گا، اور اس موقعہ پر طلاق دینے سے متارکہ ہوجائے گا لیکن اس سے عددِ طلاق کم نہ ہوگا۔ (ت)

اور یہیں سے ظاہر ہُوا کہ اس حالت میں اگر شوہر نے نہ چھوڑا اور ناجائز طور پر ہندہ سے وطی کرتا رہا اور اولاد ہوئی تو وہ اولاد اپنے ماں باپ دونوں کی وارث ہے، ماں کی وراثت تو ظاہر کہ اولادِ زنا بھی اپنی ماں کی میراث پاتی ہے کما نصوا علیہ والمسألۃ فی الدر وغیرہ (جیسا کہ فقہاء کرام نے اس پر نص کی ہے اور یہ مسئلہ دُر وغیرہ میں ہے۔ ت) اور باپ کی وراثت یوں کہ ابھی منقول ہوچکا کہ ایسی حالت کی اولاد، ولد الزنا نہیں صحیح النسب ہے، ہاں زن وشو ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۹۶ از ریاست رامپور مرسلہ جناب نوشہ میاں صاحب ۲۰ محرم ۱۳۱۶ھ

جناب کا یہ فتوٰی جس کی نقل حاضر کی جاتی ہے علمائے رامپور کے حضور بغرض مُہر پیش ہُوا جناب مفتی محمد لطف اللہ صاحب نے فرمایا یہ نقل ہے اور اس میں جو لکھا ہے کہ جو عورت ایسے عقیدہ کی ہو وہ مرتدہ ہے اس کا نکاح نہ کسی مسلمان سے ہوسکتا ہے نہ کافر سے نہ مرتد سے نہ اس کے ہم مذہب سے۔ مجھے اس میں تامل ہے اُس کے ہم مذہب سے نہ ہونے کی سند کیا ہے، مولوی صاحب (یعنی جناب) اس کی

---

[1] رد المحتار باب المحرمات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۰۳

[2] ؎ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/ ۵۲-۲۵۱

سند لکھ کر مُہر فرمادیں تو مجھے مُہر کرنے میں عذر نہیں لہذا نقل فتوٰی مرسل خدمت ہے۔ یہ فتوٰی جناب کا تحریر فرمایا ہوا ہے یا نہیں، اگر ہے تو اس حکم کی سند کیا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

فی الواقع یہ فتوٰی فقیر ہی کا لکھا ہُوا ہے اور در بارۂ مرتد و مرتدہ حکم شرعی یہی ہے کہ اُن کا نکاح نہ کسی مسلم و مسلمہ سے ہوسکتا ہے نہ کافر و کافرہ سے، نہ مرتد و مرتدہ اُن کے ہم مذہب خواہ مخالف مذہب سے، غرض تمام جہان میں کہیں نہیں ہوسکتا۔ مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی پھر فتاوٰی ہندیہ میں ہے:

لایجوز المرتد ان یتزوج مرتدۃ ولامسلمۃ ولاکافرۃ اصلیۃ وکذلک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد[1]۔

مرتد شخص کو مرتدہ، مسلمان یا اصلی کافرہ عورت سے نکاح جائز نہیں، یُوں ہی مرتدہ عورت کسی مسلمان مرد کے لیے حلال نہیں۔ (ت)

فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

لایجوز نکاح المرتدۃ لاحد والمجوسیۃ لاتحل للمسلم وتحل لکافر الا لمرتد[2]۔

مرتدہ کا نکاح کسی کے ساتھ جائز نہیں، مجوسیہ مسلمان کو حلال نہیں وہ ہر اصلی کافر کے لیے حلال ہے اور مرتد کے لیے حلال نہیں۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اسی میں ہے:

البیض اذا تزوج بیضیۃ بشہود وولی ان کانا یظہران الکفر او احدھما کانا بمنزلۃ المرتدین لم یصح نکاحھما[3] اھ مختصرا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

منافق نے اگر منافقہ عورت سے اس کے ولی اور گواہوں کی موجودگی میں نکاح کیا اور اپنے کفر کو ان دونوں نے یا ان میں ایک نے ظاہر کردیا تو ان کا حکم بھی مرتدوں والا ہوگا اور ان کا نکاح صحیح نہ ہوگا اھ مختصراً۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۹۰: از گلگت چھاؤنی جوسنال مرسلہ سید محمد یوسف علی صاحب ۸ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیعہ وغیرہ بدمذہبوں کے ساتھ شادی کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح القسم السابع المحرمات بالشرک نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸۲

[2] فتاوٰی قاضی خاں " باب فی المحرمات نولکشور لکھنؤ ۱/۱۶۷

[3] ایضاً

الجواب

جو ان میں کوئی عقیدۂ کفر رکھتا ہے جیسے آج کل کے عام رافضی، اس کے ساتھ تو کسی کا نکاح ہو ہی نہیں سکتا یہاں تک کہ خود اس کے ہم مذہب کا بھی، اور جو بدمذہب عقاید کفر سے بچا ہو اس کے ساتھ نکاح اگرچہ بایں معنی درست کر لیں تو درست ہو جائے گا زنا نہ ہوگا مگر بدمذہبوں کے ساتھ ایسا بڑا علاقہ پیدا کرنے سے دُور بھاگنا لازم، زوجیت وہ عظیم رشتہ ہے کہ خواہی نخواہی باہم اُنس و محبت و اُلفت پیدا کرتا ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

ومن اٰیٰتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ ان فی ذٰلک لاٰیٰت لقوم یتفکرون[1]۔

اللہ کی نشانیوں سے ہے کہ اس نے بنائیں تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوروئیں کہ تم ان کی طرف رغبت کرو اُن سے مل کر چین پاؤ اور تمہارے آپس میں دوستی اور مہر رکھی، بیشک اس میں ٹھیک نشانیاں ہیں سوچنے والوں کیلئے۔

اور بدمذہب سے دوستی پیدا ہونی اس کی محبت دل میں آنی دین کو سخت نقصان دیتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

المرء مع من احب[2] آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے۔

فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

www.alahazratnetwork.org

الرجل علٰی دین خلیلہ فلینظر احدکم من یخالل[3]۔ رواہ ابوداؤد والترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ باسناد حسن۔

آدمی اپنے خالص دوست کے دین پر ہوتا ہے تو غور کرے کہ کس سے دوستی کرتا ہے۔ (اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے ابوھریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ت)

انہی آیات واحادیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ بدمذہب عورت کو نکاح میں لاتے وقت یہ خیال کرلینا کہ ہم اس پر غالب ہیں اُس کی بدمذہبی ہمیں کیا نقصان دے گی بلکہ اسے سُنّی کریں گے محض حماقت ہے یہ رشتہ تو دوستی میل رغبت میل محبت مہر پیدا کرتا ہے اور محبت میں آدمی اندھا بہرا ہو جاتا ہے، حدیث میں فرمایا:

حبك الشیئ یعمی ویصم[4]۔ رواہ احمد والبخاری

شَیئ کی محبت تجھے اندھا اور بہرا کردیتی ہے۔ اس کو احمد،

---

[1] القرآن ۳۰/ ۲۱

[2] صحیح مسلم باب المرء مع من احب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۳۲

[3] سنن ابوداؤد باب من یؤمران یجالس الخ آفتاب عالم پریس، لاہور ۲/ ۳۰۸

[4] مسند احمد بن حنبل مرویات ابی الدرداء دارالفکر بیروت ۶/ ۴۵۰

فی التاریخ وابوداؤد عن ابی الدرداء وابن عساکر بسند حسن عن عبد اللہ بن انیس والخرائطی فی الاعتلال عن ابی برزۃ الاسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابوداؤد نے ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، اور ابن عساکر نے اسے عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، اور خرائطی نے اعتلال میں ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے۔(ت)

دل پلٹتے، خیال بدلتے کچھ دیر نہیں لگتی اللہ عزوجل اپنے حفظ و امان ہی میں رکھے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان القلوب بین اصبعین من اصابع اللہ یقلبہا کیف یشاء[1]۔ رواہ احمد والترمذی والحاکم عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ ورجالہ رجال مسلم۔

دل اللہ تعالٰی کے خاص تصرف میں ہیں جس طرح چاہتا ہے ان کو پھیرتا ہے۔ اس کو حاکم نے، احمد اور ترمذی نے انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور اس سند کے راوی رجال امام مسلم ہیں۔(ت)

اور اپنی بیٹی دینا تو سخت قہر قاتل زہر ہے کہ عورتیں مغلوبہ محکوم ہوتی ہیں۔ قال اللہ تعالٰی: الرجال قوامون علی النساء[2] (مرد، عورتوں کے منتظم ہیں۔ ت) پھر انھیں شوہر کی محبت بھی ماں سے باپ سے تمام دنیا سے زیادہ ہوتی ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان للزوج من المرأۃ لشعبۃ ما ھی لشیئ[3]۔ رواہ ابن ماجۃ والحاکم عن محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

خاوند کے لیے بیوی کو خاص محبت ہوتی ہے جو کسی دوسرے سے نہیں، اس کو ابن ماجہ اور حاکم نے محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے(ت)

پھر وہ نرم دل بھی زائد ہیں، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

رویدک یا انجشۃ بالقواریر[4]۔

اے انجشہ (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نرم و نازک عورتوں کا پاس کر۔ (ت)

---

[1] مسند احمد بن حنبل — مروی از عبداللہ ابن عمر — دارالفکر بیروت ۲/ ۱۶۸

[2] القرآن ۴/ ۳۴

[3] مستدرک للحاکم — کتاب معرفۃ الصحابہ — دارالفکر بیروت ۴/ ۶۲

[4] صحیح البخاری — باب المعاریض مندوحۃ عن الکرب — قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۱۷

ناقصات العقل والدین بھی ہیں قالہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما فی الصحیح یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے۔ (ت)

پھر یہ سب اس صورت میں ہے جہاں شوہر کا کفو عورت نہ ہونا مانع صحت نہ ہو ورنہ نکاح محض باطل ہوگا کما فصلناہ فی فتاونٰا (جیسے ہم نے اسے اپنے فتاوٰی میں مفصل بیان کیا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۸: از پٹنہ محلہ لودی کٹرہ مرسلہ سید شاہ محمد کمال صاحب ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۱۶ھ

حضرت مولانا صاحب قبلہ! اگر کسی مرد نے اپنی رضاعی ساس اور رضاعی سالی کے ساتھ ایک دفعہ یا دو دفعہ زنا کیا ہو سہواً یا عمداً تو اس حالت میں بی بی کا نکاح باقی رہے گا یا نہیں، اور اگر نکاح نہیں رہا تو پھر اس بی بی سے کسی طرح نکاح یا وہی بی بی اپنے شوہر پر پھر حلال ہو سکتی ہے یا نہیں؟ مگر قبل اس فعل کے اس مرد کو اس مسئلے سے واقفیت نہ تھی۔ بینوا توجروا

الجواب

سالی اگرچہ خاص نسبتی حقیقی ہو اس سے معاذ اللہ زنا اگرچہ بار بار ہو عورت کو اصلاً حرام نہیں کرتا،

فی الدر المختار فی الخلاصۃ وطئ اخت امرأتہ لاتحرم علیہ امرأتہ[1] درمختار میں ہے کہ خلاصہ میں ہے کہ سالی سے وطی بیوی کو حرام نہیں کرتی۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ہاں اگر سالی سے شبہہ اور دھوکے میں وطی ہو جائے تو جب تک سالی اس وطی بالشبہہ کی عدت سے نہ نکلے مرد اپنی منکوحہ کو ہاتھ نہیں لگا سکتا کیلا یلزم الجمع بین المحارم عدۃ (تاکہ عدت میں دو محرم عورتیں ایک کے لیے جمع نہ ہوں۔ ت) یہ حرمت اُتنے ہی دنوں کے لیے ہوگی بعد اختتام عدت عورت بدستور حلال ہو جائیگی

فی رد المحتار قولہ لاتحرم ای لاتثبت حرمۃ المصاھرۃ فالمعنی لاتحرم حرمۃ مؤبدۃ والا فتحرم الی انقضاء عدۃ الموطوءۃ لوبشبھۃ قال فی البحر لووطئ اخت امرأۃ بشبھۃ تحرم علیہ امرأتہ مالم تنقض عدۃ ذات الشبھۃ[2] رد المحتار میں ہے اس کے قول "حرام نہیں" کا مطلب مصاہرت کی حرمت ابدی نہیں ہے ورنہ سالی کے ساتھ شبہ میں وطی سے اس کی بیوی عدت پوری ہونے تک حرام رہتی ہے۔ بحر میں کہا ہے کہ اگر سالی سے شبہ کی بناء پر وطی ہو جائے تو بیوی حرام رہتی ہے جب تک شبہ والی وطی کی عدت نہ گزر جائے۔ (ت)

---

[1] درمختار فصل فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۸

[2] رد المحتار " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۸۱

اور ساس اگرچہ رضاعی ہو یعنی زوجہ کی رضاعی ماں یا رضاعی نانی دادی عیاذاً باللہ اس سے زنا بلکہ دواعی وطی بھی یعنی بشہوت اس کے کسی جزوِ بدن کو چھو جانا اگرچہ ایسے حائل کے ساتھ کہ اس کے جسم کی گرمی اسے محسوس ہونے سے منع نہ کرے یا بشہوت اس کی فرج داخل پر نظر پڑ جانا جبکہ یہ دواعی دواعی رہیں یعنی ان سے انزال واقع نہ ہو اگرچہ وہ زنا یا دواعی زنا دانستہ ہو یا بھول کر یا دھوکے سے یا کسی کے جبر و اکراہ سے بہرحال زوجہ کو حرامِ ابدی اور نکاح کو فاسد کردیتا ہے، عورت کو فوراً چھوڑ دینا اور اس نکاح فاسد شدہ کو فسخ کرنا واجب ہوجاتا ہے اب زوجہ کبھی اس کے لیے حلال نہ ہوگی نہ کبھی اس سے نکاح کرسکتا ہے۔ یہی مذہب ہمارے تمام ائمہ اور امام احمد اور امام مالک فی احدی الروایتین (دو روایتوں میں سے ایک روایت میں۔ت) اور اکابر صحابہ مثل امیر المومنین عمر فاروق اعظم وحضرت عبداللہ بن مسعود وحضرت عبداللہ بن عباس فی الاصح عنہ (ان سے اصح روایت میں۔ت) اور حضرت ام المومنین صدیقہ و ابی بن کعب و جابر بن عبداللہ و عمران بن حصین اور جمہور تابعین مثل امام حسن بصری و امام شعبی و امام ابراہیم نخعی و امام طاؤس و امام عطا ابن رباح و امام مجاہد و امام سعید بن المسیب و امام سلیمٰن بن یسار و امام حماد بن ابی سلیمٰن وغیرہم ائمہ دین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا ہے۔

کما ذکرہ فی الفتح وغیرہ وفی الدر المختار حرم اصل مزنیة وممسوسة بشھوة ولو لشعر علی الرأس بحائل لایمنع الحرارة والمنظور الی فرجھا الداخل وفروعھن مطلقا اذ لم ینزل فلو انزل مع مس اونظر فلا حرمة ولا فرق فیما ذکر بین عمد ونسیان وخطاء واکراہ اھ ملتقطا[1]، وفی ردالمحتار قال فی البحر اراد بحرمة المصاھرة الحرمات الاربع حرمة المرأة علی اصول الزانی وفروعه نسبا ورضاعا وحرمة اصولھا وفروعھا علی الزانی نسبا ورضاعا کما فی الوطئ الحلال[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

جیسا کہ اس کو فتح وغیرہ میں ذکر کیا ہے، اور درمختار میں ہے کہ مزنیہ اور وہ عورت جس کو حرارت بدنیہ سے مانع چیز کے بغیر شہوت کے ساتھ مَس کیا ہو خواہ سر کے بالوں کو مَس کیا ہو اور وہ عورت جس کی فرج داخل پر شہوت سے نظر پڑی ہو تو ان عورتوں کے اصول و فروع اس مرد پر مطلقاً حرام ہوجاتے ہیں بشرطیکہ اس وقت اس کو انزال نہ ہوا ہو اور نظر یا مَس کے وقت انزال ہوجائے تو حرمت ثابت نہ ہوگی، اس میں فرق نہیں خواہ قصداً ہو یا بھول کر یا خطاءً یا جبراً ہو اھ ملتقطا۔ اور ردالمحتار میں ہے بحر میں کہا ہے کہ حرمت مصاہرۃ سے چار حرام مراد ہیں، مرد پر عورت کے اصول و فروع نسبی رضاعی اور عورت پر مرد کے اصول و فروع نسبی رضاعی، جیسا کہ وطی حلال میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

www.alahazratnetwork.org

[1] درمختار فصل فی المحرمات مجتبائی دہلی ١/١٨٨
[2] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ٢/٢٧٩

ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار

۱۳۱۶

(معزز خواتین کو جہنم کے کتوں کے نکاح میں دیتے ہوئے انہیں رسوائی سے بچانا)

مسئلہ ۱۹۹ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و حامیانِ شرع متین اس بارہ میں کہ ایک عورت سنیہ حنفیہ جس کا باپ بھی سنی حنفی ہے اس کا نکاح ایک غیر مقلد وہابی سے کردینا جائز ہے یا ممنوع؟ اس میں شرعاً گناہ ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

مستفتی محمد خلیل اللہ خاں از ریاست رامپور دولت خانہ حکیم اجمل خاں صاحب

الجواب از دفتر تحفہ حنفیہ پٹنہ محلہ لودی کٹرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

نکاح مذکور ممنوع و ناجائز و گناہ ہے، غیر مقلدین زماں کے بہت عقاید کفریہ وضلالیہ کتاب "جامع الشواہد فی اخراج الوہابیین عن المساجد" میں اُن کی تصانیف سے نقل کیے اور ان کا گمراہ و بدمذہب ہونا بروجہ احسن ثابت کیا اور حدیث ذکر کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بدمذہبوں کی نسبت فرمایا:

ولا تؤاکلوھم ولا تشاربوھم یعنی ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ اور پانی نہ پیو

ولا تناکحوھم[1]	اور بیاہ شادی نہ کرو۔

اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کی تفسیر سے نقل کیا ہے کہ،

ہر کہ با بدعتیان اُنس و دوستی پیدا کند نورِ ایمان و حلاوت آں از وے برگیرند[2]	جو شخص بدعقیدہ لوگوں سے دوستی اور پیار کرتا ہے اس سے نورِ ایمان سلب ہوجاتا ہے۔ (ت)

اور طحطاوی حاشیۂ درمختار سے نقل کیا:

من کان خارجا من ھذہ المذاھب الاربعۃ فی ذلک الزمان فھو من اھل البدعۃ والنار[3]	جو اس زمانے میں ان چاروں مذہب سے خارج ہو وُہ بدعتی اور دوزخی ہے۔

کثرت سے علمائے مشاہیر کی اس پر مُہریں ہیں، بالجملہ اگر غیر مقلد عقیدۂ کفریہ رکھتا ہو تو اس سے نکاح محض باطل و زنا ہے کہ مسلمان عورت کا کافر سے نکاح اصلاً صحیح نہیں اور اگر عقیدۂ کفریہ نہ بھی رکھتا ہو تو بد مذہب سے مناکحت بحکمِ آیت و حدیث منع ہے، حدیث اوپر گزری، اور آیت یہ ہے قال اللہ تعالٰی،

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[4]	نہ میل کرو ظالموں کی طرف کہ تمہیں چھوئے گی آگ دوزخ کی۔

ناظم ندوہ نے اپنے فتوے عدم جواز نکاح حنفیہ و شیعہ مطبوعہ مطبع نظامی میں اسی آیت سے استدلال کیا ہے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

الساطر الوازر المعتصم بذیل سیدہ و مولاہ امیر المومنین سیدنا الصدیق العتیق التقی عبد الوحید غلام صدیق الحنفی الفردوسی العظیم آبادی عفا عنہ ربہ ذوالایادی۔

فتوائے علمائے پٹنہ

(۱) اصاب من اجاب (جو جواب دیا گیا ہے درست ہے۔ ت)

حافظ محمد فتح الدین پنجابی (صدر مجلس اہلسنت پٹنہ، مقیم مرشد آباد)

---

[1] الضعفاء الکبیر ترجمہ ۱۵۳ احمد بن عمران دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۲٦
کنز العمال حدیث نمبر ۳۲۲٦۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۵۲۹

[2] تفسیر عزیزی پارہ ۲۹ آیۃ ودّوا لو تدھن فیدھنون کے تحت افغانی دار الکتب لال کنواں دہلی ص ۵٦

[3] طحطاوی علی الدر المختار کتاب الذبائح دار المعرفۃ بیروت ۴/۱۵۳

[4] القرآن ۱۱/۱۱۳

(۲) ھذا ھو الحق الصریح وما سواہ باطل قبیح (یہ جواب حق صریح ہے اور اس کے سوا باطل قبیح ہے۔ ت)

محمد امیر علی (مرحوم، سابق ہیڈ مولوی نارمل اسکول پٹنہ

فتوائے علمائے بہار

(۱) مبسملا و محمدا و مصلیا اما بعد ما قاله العلامه و افاده الفهامه حق صریح و محقق صحیح جدیر بالاعتماد و حقیق بالاستناد و دونه خرط القتاد و لاینکرہ الا اھل الغی و العناد والبغی والفساد۔

بسملہ، تحمید اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود کے بعد، جو کچھ حضرت علامہ فہامہ نے کہا وہ واضح حق، مثبت و صحیح، لائق اعتماد و استناد ہے اور اس کا خلاف مشکل ہے، اور سوائے گمراہ، ہٹ دھرم، باغی اور فسادی کے کوئی اس کا انکار نہیں کرسکتا۔ (ت)

کتبہ خویدم الطلبہ ابو الاصفیا محمد عبد الواحد خاں رامپوری بہاری عفا عنہ

(۲) من کان من زمرة محمد بن عبد الوھاب ممن یتھمون عامة امة مرحومة بالشرك و الكفر علی زعمھم الفاسد وفھمھم الكاسد فھو من الزنادقة والملاحدة و لایجوز به المناكحة و المخالطة و كذٰلك من كان من الغیر المقلدین من یركن الی المجسمیة والمشبھیة والرافضة فی السوء۔

جو شخص اپنے زعم فاسد اور فہم کاسد کی بناء پر شرک و کفر کے ساتھ متہم کرنے والے محمد بن عبد الوہاب کے گروہ سے تعلق رکھنے والا شخص زندیق و ملحد ہے اس کے ساتھ نکاح اور میل جول ناجائز ہے، اور یہی حکم اس شخص کا بھی ہے جو غیر مقلدین میں سے اور مجسمیہ، مشبھیہ اور روافض کی طرف میلان رکھتا ہو۔ (ت)

حررہ محمد یوسف بہاری

(۳) اصاب من اجاب جزی الله المحقق المدقق وحامی السنة وماحی البدعة مولانا منتظم التحفة خیر

مجیب نے درست جواب دیا۔ محقق، مدقق، سنت کے حامی، بدعت کو مٹانے والے، ہمارے سردار اور تحفہ حنفیہ کے منتظم کو اللہ تعالٰی

الجزاء ۔ واللہ اعلم بالصواب و الیہ المرجع والمآب۔

بہترین جزا عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور اسی کی طرف ہی لوٹنا ہے (ت)

جناب مولانا حکیم (ابوالبرکات) استھانوی بہاری

(۴) حامدا ومصلیا قد صح ما فی ھذہ الفتوی کیف لا وھی مملوۃ من الروایات الفقھیۃ المعتبرۃ والاحادیث الصحیحۃ فالمجیب مصیب بلا امتراء جزاہ اللہ سبحٰنہ بفضلہ الاوفی خیر الجزاء حیث صرف ھمۃ العلیا و بذل جھدہ بالنھج الاعلی فی رد الکلمات السفلی من اجاب فقد اصاب ودونہ خرط القتاد، واللہ اعلم بالصواب فقط۔

اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے اور نبی کریم پر درود بھیجتے ہوئے کہتا ہوں کہ جو کچھ اس فتوی میں ہے درست ہے، کیسے نہ ہو جبکہ یہ فتوی معتبر فقہی روایات اور صحیح احادیث سے لبریز ہے اور مجیب بلاشبہ مصیب ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بے انتہا فضل سے مجیب کو جزائے خیر عطا فرمائے جس نے کلمات سفلی کے رد میں اپنی بلند ہمتی اور سعی بلیغ کو کامل طریقے سے بروئے کار لایا۔ مجیب نے درست کہا جس کے خلاف کہنا مشکل و ناممکن ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب فقط (ت)

www.alahazratnetwork.org

حررہ خویدم الطلبۃ الراجی الی رحمۃ ربہ المنان السید محمد سلیمان اشرف البھاری المرداوی عفی عنہ

(۵) حامدا ومصلیا، الجواب حق فماذا بعد الحق الا الضلال۔

اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے اور نبی اقدس پر درود بھیجتے ہوئے کہتا ہوں کہ جواب حق ہے اور حق کے بعد سوائے گمراہی کے کچھ نہیں (ت)

کتبہ خادم الطلبہ خاکسار سید ناظر حسین بہاری المرداوی

فتوائے علمائے بدایوں

(۱) المجیب مصیب (جواب درست ہے۔ ت)

محب الرسول عبدالقادر قادری

(۲) لاریب فیہ (اس میں کوئی شک نہیں۔ ت)

مطیع الرسول محمد عبدالمقتدر قادری

(۳) الجواب صحیح (جواب صحیح ہے۔ ت)

محمد عبدالقیوم قادری

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم۔

الحمد للہ الذی لم یرتض الطیبات الا للطیبین الاخیار وترک الخبیثین للخبیثات الاقذار والصلوٰۃ والسلام علی من امرنا بالتجنب عن کلاب النار وعلٰی اٰلہ وصحبہ الشاھرین سیوفھم علٰی رؤس المبتدعین الفجار۔

اُس اللہ تعالٰی کے لیے حمد ہے جس نے طیبات کو صرف طیب لوگوں کے لیے منتخب فرمایا اور خبیث خبیث لوگوں کیلئے چھوڑ رکھا ہے اور صلوٰۃ وسلام اس پر جس نے ہمیں جہنم کے کتوں سے بچنے کا حکم فرمایا ہے اور آپ کے آل و اصحاب پر جو بدعتی فاجر لوگوں پر اپنی تلواریں لہرا رہے ہیں۔ (ت)

فی الواقع صورت مستفسرہ میں وُہ نکاح یا تو شرعاً محض باطل وزنا ہے یا ممنوع وگناہ۔ سائل سنی صاحب معاملہ سُنی وسنیہ، برادرانِ سنت ہی سے خطاب ہے اور اُنھیں کو حکم شرع سے اطلاع دینی مقصود کہ ایک ذرا بنگاہِ غور ملاحظہ فرمائیں، اگر دلیل شرعی سے یہ احکام ظاہر ہوجائیں تو سنی بھائیوں سے توقع کہ نہ صرف زبانی قبول بلکہ ہمیشہ اسی پر عمل فرمائیں گے اور اپنی کریمہ عزیزہ بنات و اخوات کو ہلاک و ابتلا اور دین وناموس میں گرفتاری بلا سے بچائیں گے وباللہ التوفیق۔ وہابی ہو یا رافضی جو بدمذہب عقاید کفریہ رکھتا ہے جیسے ختم نبوت حضور پرنور خاتم النبیین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا انکار یا قرآن عظیم میں نقص ودخل بشری کا اقرار تو ایسوں سے نکاح باجماع مسلمین بالقطع والیقین باطل محض وزنائے صرف ہے اگرچہ صورت صورتِ سوال کی عکس ہو یعنی سُنی مرد ایسی عورت کو نکاح میں لانا چاہے کہ مدعیانِ اسلام میں جو عقائد کفریہ رکھیں ان کا حکم مثل مرتد ہے کما حققنا فی المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ المکفرۃ (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ "المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ والمکفرۃ" میں تحقیق کی ہے۔ ت) ظہیریہ وہندیہ وحدیقہ ندیہ وغیرہا میں ہے: احکامھم مثل احکام المرتدین[1] (ان کے احکام مرتدین والے ہیں۔ ت) اور مرتد مرد خواہ عورت کا نکاح تمام عالم میں کسی عورت ومرد مسلم یا کافر مرتد یا اصلی کسی سے نہیں ہوسکتا۔ خانیہ وہندیہ وغیرہما میں ہے:

واللفظ للاخیرۃ لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط[2]۔

دوسری کے الفاظ یہ ہیں مرتد کے لیے کسی عورت مسلمان، کافرہ یا مرتدہ سے نکاح جائز نہیں، اور یونہی مرتدہ عورت کا کسی بھی شخص سے نکاح جائز نہیں، جیسا کہ مبسوط میں ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

---

[1] حدیقہ ندیہ الاستخفاف بالشریعۃ کفر مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۳۰۵

[2] فتاوٰی ہندیہ القسم السابع المحرمات بالشرک کتاب النکاح نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸۲

اور اگر ایسے عقائد خود نہیں رکھتا مگر گبرائے وہابیہ یا مجتہدین روافض خذلہم اللہ تعالٰی کہ وہ عقاید رکھتے ہیں انھیں امام و پیشوا یا مسلمان ہی مانتا ہے تو بھی یقیناً اجماعاً خود کافر ہے کہ جس طرح ضروریاتِ دین کا انکار کفر ہے یونہی اُن کے منکر کو کافر نہ جاننا بھی کفر ہے۔ وجیز امام کردری و درمختار و شفائے امام قاضی عیاض وغیرہا میں ہے:

واللفظ للشفاء مختصراً اجمع العلماء ان من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[1]

شفاء کے الفاظ اختصاراً یہ ہیں، علماء کا اجماع ہے کہ جو اس کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ کافر ہے۔ (ت)

اور اگر اس سے بھی خالی ہے ایسے عقائد والوں کو اگرچہ اس کے پیشوایانِ طائفہ ہوں صاف صاف کافر مانتا ہے (اگرچہ بدمذہبوں سے اس کی توقع بہت ہی ضعیف اور تجربہ اس کے خلاف پر شاہد قوی ہے) تو اب تیسرا درجہ کفریات لزومیہ کا آئے گا کہ ان طوائف ضالہ کے عقائد باطلہ میں بکثرت ہیں جن کا شافی و وافی بیان فقیر کے رسالہ الکوکبۃ الشہابیۃ فی کفریات ابی الوہابیۃ (۱۳۱۲ھ) میں ہے اور بقدر کافی رسالہ سل السیوف الھندیۃ علی کفریات بابا النجدیۃ (۱۳۱۲ھ) میں مذکور، اور اگر کچھ نہ ہو تو تقلید ائمہ کو شرک اور مقلدین کو مشرک کہنا ان حضرات کا مشہور و معروف عقیدۂ ضلالت ہے یونہی معاملات انبیاء و اولیاء و اموات و احیاء کے متعلق صدہا باتوں میں ادنٰی ادنٰی بات ممنوع یا مکروہ بلکہ مباحات و مستحبات پر جابجا حکمِ شرک لگا دینا خاص اصل الاصول وہابیت ہے جس سے اُن کے دفاتر بھرے پڑے ہیں، کیا یہ امور مخفی و مستور ہیں، کیا اُن کی کتابوں زبانوں رسالوں بیانوں میں کچھ کمی کے ساتھ مذکور ہیں، کیا ہر سنّی عالم و عامی اس سے آگاہ نہیں کہ وہ اپنے آپ کو موحد اور مسلمانوں کو معاذ اللہ مشرک کہتے ہیں آج سے نہیں شروع سے ان کا خلاصۂ اعتقاد یہی ہے کہ جو وہابی نہ ہو سب مشرک۔ ردالمحتار میں اسی گروہ وہابیہ کے بیان میں ہے:

اعتقدوا انھم ھم المسلمون وان من خالف اعتقادھم مشرکون[2]

ان کا اعتقاد یہ ہے کہ وہی مسلمان ہیں اور جو عقیدہ میں ان کے خلاف ہو وہ مشرک ہے۔ (ت)

فقیر نے رسالہ النھی الاکید عن الصلٰوۃ وراء عدی التقلید (۱۳۰۵ھ) میں واضح کیا کہ خاص مسئلہ تقلید میں ان کے مذہب پر گیارہ سو برس کے ائمہ دین و علمائے کاملین و اولیائے عارفین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین معاذ اللہ سب مشرکین قرار پاتے ہیں خصوصاً وہ جماہیر ائمہ کرام و سادات اسلام و علمائے اعلام جو تقلیدِ شخصی پر سخت شدید تاکید فرماتے اور اس کے خلاف کو منکر و شنیع و باطل و فظیع

---

[1] کتاب الشفاء | القسم الرابع | الباب الاول | دار سعادت بیروت | ۲/۲۰۸

درمختار | کتاب الجہاد | باب المرتد | مجتبائی دہلی | ۱/۳۵۶

[2] ردالمحتار | باب البغاۃ | دار احیاء التراث العربی بیروت | ۲/۳۱۱

بتاتے رہے جیسے امام حجۃ الاسلام محمد غزالی و امام برہان الدین صاحب ہدایہ و امام احمد ابوبکر جوزجانی و امام کیا ہراسی و امام ابن سمعانی و امام اجل امام الحرمین و صاحبان خلاصہ و ایضاح و جامع الرموز و بحر الرائق و نہر الفائق و تنویر الابصار و درمختار و فتاوٰی خیریہ و غمز العیون و جواہر اخلاطی و غنیہ و سراجیہ و مصفّٰی و جواہر و تتارخانیہ و مجمع و کشف و عالمگیریہ و مولانا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی و جناب شیخ مجدد الف ثانی وغیرہم ہزاروں اکابر کے ایمان کا تو کہیں پتا ہی نہیں رہتا اور مسلمان تو نرے مشرک بنتے ہیں یہ حضرات مشرک ٹھہرتے ہیں والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالٰی، اور جمہور ائمہ کرام فقہائے اعلام کا مذہب صحیح و معتمد و مفتٰی بہ یہی ہے کہ جو کسی ایک مسلمان کو بھی کافر اعتقاد کرے خود کافر ہے۔ ذخیرہ و بزازیہ و فصول عمادی و فتاوٰی قاضی خاں و جامع الفصولین و خزانۃ المفتین و جامع الرموز و شرح نقایہ برجندی و شرح وہبانیہ و نہر الفائق و درمختار و مجمع الانہر و احکام علی الدرر و حدیقہ ندیہ و عالمگیری و رد المحتار وغیرہا عامہ کتب میں اس کی تصریحات واضحہ ہیں کتب کثیرہ میں اسے فرمایا: المختار للفتوٰی[1] (فتوٰی کے لئے مختار ہے۔ت) شرح تنویر میں فرمایا: بہ یفتی[2] (اسی پر فتوٰی دیا جاتا ہے۔ت) یہ افتاد تصحیحات اُس قول اطلاق کے مقابل ہیں کہ مسلمانوں کو کافر کہنے والا مطلقاً کافر اگرچہ محض بطور دشنام کہے نہ از راہِ اعتقاد۔ جامع الفصولین میں ہے:

قال لغیرہ یا کافر قال الفقیہ الاعمش البلخی کفر القائل وقال غیرہ من مشائخ بلخ لایکفر فاتفقت ھذہ المسألۃ ببخارٰی اذاجاب بعض ائمۃ بخارٰی انہ کفر فرجع الجواب الٰی بلخ فمن افتٰی بخلاف الفقیہ الاعمش رجع الٰی قولہ وینبغی ان لایکفر علٰی قول ابی اللیث وبعض ائمۃ بخارٰی والمختار للفتوٰی فی جنس ھذہ المسائل ان قائل ھذہ المقالات لو اراد الشتم ولا یعتقدہ کافرا لایکفر ولو

کسی نے غیر کو کہا "اے کافر" تو امام اعمش فقیہ بلخی نے فرمایا وہ کافر ہوگیا اور ان کے علاوہ دیگر مشائخ نے فرمایا: وہ کافر نہ ہوگا، اور یہی مسئلہ بخارٰی میں پیش آیا تو بخارٰی کے بعض ائمہ نے فرمایا: وہ کافر ہوگیا۔ جب یہ جواب بلخ پہنچا تو جن لوگوں نے امام اعمش فقیہ کے خلاف فتوٰی دیا تھا انہوں نے رجوع کرکے اعمش کے قول سے اتفاق کرلیا اور ابو اللیث اور بخارٰی کے بعض ائمہ کے نزدیک کافر نہ کہنا مناسب ہے جبکہ اس قسم کے مسائل میں فتوٰی یہ ہے کہ مسلمان کو کافر کہنے والے نے اگر گالی مراد لی ہو اور کفر مراد نہ لیا تو کافر نہ ہوگا، اور اگر اس نے

---

[1] جامع الفصولین | فی مسائل کلمات الکفر | اسلامی کتب خانہ کراچی | ۲/ ۳۱۱

[2] درمختار | باب التعزیر | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۳۲۷

اعتقد کافر اکفر[1] اھ باختصار۔ — کفر کا اعتقاد کیا تو وہ کافر ہے اھ اختصاراً (ت)

تو فقہائے کرام کے قول مطلق وحکم مفتی بہ دونوں کے رو سے بالاتفاق ان پر حکم کفر ثابت، اور یہی حکم ظواہر احادیث صحیحہ جلیلہ سے مستفاد صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہما میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایما امرئ قال لاخیہ کافر فقد باء بہا احدھما[2] ان کان کما قال والا رجعت الیہ[3]۔ — جو کسی کلمہ گو کو کافر کہے ان دونوں میں ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی، اگر جسے کہا وہ فی الحقیقۃ کافر ہے تو خیر، ورنہ یہ کفر کا حکم اسی قائل پر پلٹ آئے گا۔ (ت)

نیز صحیحین وغیرہما میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث سے ہے:

لیس من دعا رجلا بالکفر اوقال عدو اللّٰہ ولیس کذلک الاحار علیہ[4]۔ — جو کسی کو کفر پر پکارے یا خدا کا دشمن بتائے اور وہ ایسا نہ ہو تو اس کا یہ قول اسی پر پلٹ آئے۔

طرفہ یہ کہ ان حضرات کو ظواہر احادیث ہی پر عمل کرنے کا بڑا دعوٰی ہے، تو ثابت ہوا کہ حدیث وفقہ دونوں کے حکم سے مسلمان کی تکفیر کرنے والے پر حکم کفر لازم، نہ کہ لاکھوں کروڑوں ائمہ واولیاء وعلماء کی معاذ اللہ تکفیر ان صاحبوں کا خلاصہ مذہب ابھی رد المحتار سے منقول ہوا کہ وہابی نہیں سب کو مشرک مانتے ہیں اسی بنا پر علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی نے انھیں خوارج میں داخل فرمایا اور وجیز کردری میں ارشاد ہے:

یجب اکفار الخوارج فی اکفارھم جمیع الامۃ سواھم[5]۔ — خوارج کو کافر کہنا واجب ہے اس بنا پر کہ وہ اپنے ہم مذہب کے سوا سب کو کافر کہتے ہیں۔

لاجرم الدرر السنیۃ فی الرد علی الوھابیۃ میں فرمایا:

ھٰؤلاء الملاحدۃ المکفرۃ للمسلمین[6]۔ — یعنی یہ وہابی ملحد بے دین کہ مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں۔

---

[1] جامع الفصولین — فی مسائل کلمات الکفر — اسلامی کتب خانہ کراچی — ٢/ ٣١١

[2] صحیح البخاری — باب من اکفر اخاہ الخ — قدیمی کتب خانہ کراچی — ٢/ ٩٠١

[3] صحیح مسلم — باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم یا کافر — " " " — ١/ ٥٧

[4] " " " " " " " " "

[5] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیۃ — نوع فیما یتصل بہا مما یجب اکفارہ الخ — نورانی کتب خانہ پشاور — ٦/ ٣١٨

[6] الدرر السنیۃ فی الرد علی الوہابیۃ — المکتبۃ الحقیقۃ استنبول ترکی — ص ٣٨

پھر یہی ان کے صرف ایک مسئلہ ترکِ تقلید کی رُو سے ہے باقی مسائل متعلقہ انبیاء و اولیاء وغیرہم میں ان کے شرک کی اونچی اڑانیں دیکھئے۔ فقیر نے رسالہ اکمال الطامۃ علیٰ شرکٍ سوی بالامور العامۃ میں کلام الٰہی کی ساٹھ آیتوں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تین سو حدیثوں سے ثابت کیا ہے کہ ان کے مذہب نامہذب پر نہ صرف اُمّت مرحومہ بلکہ انبیائے کرام و ملائکہ عظام و خود حضور پُر نور سید الانام علیہ وعلیہم افضل الصلاۃ والسلام حتیٰ کہ خود رب العزۃ جل وعلا تک کوئی بھی شرک سے محفوظ نہیں ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، پھر ایسے مذہب ناپاک کے کفریات واضح ہونے میں کون مسلمان تامل کرسکتا ہے، پھر یہ عقاید باطلہ و مقالات زائغہ جب ان حضرات کے اصول مذہب ہیں تو کسی وہابی صاحب کا ان سے خالی ہونا کیونکر معقول، یہ ایسا ہوگا جس طرح کچھ روافض کو کہا جائے تبرا و تفضیل سے پاک ہیں اور بالفرض تسلیم بھی کرلیں کہ کوئی وہابی صاحب کسی جگہ کسی مصلحت سے ان تمام عقائد مردودہ و اقوال مطرودہ سے تحاشی بھی کریں یا بالفرض غلط فی الواقع ان سے خالی ہوں تو یہ کیونکر متصور کہ ان کے اگلے پچھلے چھوٹے بڑے مصنف مؤلف واعظ مکلب نجدی دہلوی بنگالی بھوپالی وغیرہم جن کے کلام میں اُن اباطیل کی تصریحات ہیں یہ صاحب ان سب کے کفر یا اقل درجہ لزوم کفر کا اقرار کریں کیا دنیا میں کوئی وہابی ایسا نکلے گا کہ اپنے اگلے پچھلوں پیشواؤں ہم مذہبوں سب کے کفر و لزوم کفر کا مقر ہو اور جتنے احکام باطلہ سے کتاب التوحید www.alahazratnetwork.org تقویۃ الایمان و صراط مستقیم و تنویر العینین و تصانیف بھوپالی و سورج گڑھی و بٹالوی وغیرہم میں مسلمانوں پر حکم شرک لگایا جو معاذ اللہ خدا و رسول و انبیاء و ملائکہ سب تک پہنچا اُن سب کو کفر کہہ دے حاش للہ ہرگز نہیں، بلکہ قطعاً انھیں اچھا جانتے امام و پیشوا و صلحائے علما مانتے اور اُن کے کلمات و اقوال کو بامعنی و مقبول سمجھتے اور اُن پر رضا رکھتے ہیں اور خود کفریات بکنا یا کفریات پر راضی ہونا بُرا نہ جاننا اُن کے لیے معنی صحیح ماننا سب کا ایک ہی حکم ہے، اعلام بقواطع الاسلام میں ہمارے علمائے اعلام سے ان امور کے بیان میں جو بالاتفاق کفر ہیں نقل فرمایا:

من تلفظ بلفظ کفر یکفر وکذا کل من ضحك علیه او استحسنه او رضی به یکفر[۱]

جس نے کفریہ کلمہ بولا اس کو کافر قرار دیا جائے گا، یونہی جس نے اس کلمہ کفر یہ ہنسی کی یا اس کی تحسین کی اور اس پر راضی ہوا اس کو بھی کافر قرار دیا جائیگا۔ (ت)

---

[۱] اعلام بقواطع الاسلام ملحق بسبل النجاۃ مطبعہ حقیقۃ استانبول ترکی ص ۳۶۶

بحرالرائق میں ہے :

من حسن کلام اھل الاھواء وقال معنوی اوکلام لہ معنی صحیح ان کان ذلک کفرا من القائل کفر المحسن[1]

جس نے بے دینی کی بات کو سراہا یا بامقصد قرار دیا، یا اس کے معنی کو صحیح قرار دیا تو اگر یہ کلمہ کفر ہو تو اس کا قائل کافر ہوگا اور اس کی تحسین کرنے والا بھی۔(ت)

تو دنیا کے پردے پر کوئی وہابی ایسا نہ ہوگا جس پر فقہائے کرام کے ارشادات سے کفر لازم نہ ہو اور نکاح کا جواز و عدم جواز نہیں مگر ایک مسئلہ فقہی، تو یہاں حکم فقہا یہی ہوگا کہ ان سے مناکحت اصلاً جائز نہیں خواہ مرد وہابی ہو یا عورت وہابیہ اور مرد سُنّی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ہم اس باب میں قول متکلمین اختیار کرتے ہیں اور ان میں جو کسی ضروری دین کا منکر نہیں نہ ضروری دین کے کسی منکر کو مسلمان کہتا ہے اُسے کافر نہیں کہتے مگر یہ صرف برائے احتیاط ہے دربارۂ تکفیر حتی الامکان احتیاط اسی میں ہے کہ سکوت کیجئے، مگر وہی احتیاط جو وہاں مانع تکفیر ہوئی تھی یہاں مانع نکاح ہوگی کہ جب جمہور فقہائے کرام کے حکم سے ان پر کفر لازم تو ان سے مناکحت زنا ہے تو یہاں احتیاط اسی میں ہے کہ اس سے دُور رہیں اور مسلمانوں کو باز رکھیں، للہ انصاف کسی سُنّی صحیح العقیدہ معتقد فقہائے کرام کا قلب سلیم گوارا کرے گا کہ اس کی کوئی عزیزہ کریمہ ایسی بلا میں مبتلا ہو جسے فقہائے کرام عمر بھر کا زنا بتاتے ہیں، تکفیر سے سکوت زبان کے لیے احتیاط تھی اور اس نکاح سے احتراز فرج کے واسطے احتیاط ہے یہ کونسی شریعت ہے کہ زبان کے باب میں احتیاط کیجئے اور فرج کے بارے میں بے احتیاطی، انصاف کیجئے تو بنظرِ واقع حکم اسی قدر سے منقح ہو لیا کہ نفس الامر میں کوئی وہابی ان خرافات سے خالی نہ نکلے گا اور احکام فقہیہ میں واقعات ہی کا لحاظ ہوتا ہے نہ احتمالات غیر واقعیہ کا،

www.alahazratnetwork.org

بل صرحوا ان احکام الفقۃ تجری علی الغالب من دون نظر الی النادر۔

بلکہ انھوں نے تصریح کی ہے کہ فقہی احکام کا مدار غالب امور پر ہوتا ہے، نادر امور پیش نظر نہیں ہوتے(ت)

اور اگر اس سے تجاوز کرکے کوئی وہابی ایسا فرض کیجئے جو خود بھی ان تمام کفریات سے خالی ہو اور اُن کے قائلین جملہ وہابیہ سابقین ولاحقین سب کو گمراہ و بدمذہب مانتا بلکہ بالفرض قائلان کفریات مانتا اور لازم الکفر ہی جانتا ہو اُس کی وہابیت صرف اس قدر ہو کہ باوصف عامیت تقلید ضروری نہ جانے اور بے صلاحیت اجتہاد پیروی مجتہدین چھوڑ کر خود قرآن وحدیث سے اخذ احکام روا مانے تو اس قدر میں شک نہیں کہ یہ فرضی شخص بھی آیہ کریمہ قطعیہ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون[2] (اگر نہیں جانتے تو اہلِ ذکر (علماء) سے پوچھو۔ت)

---

[1] بحرالرائق باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۱۲۴

[2] القرآن ۱۶/ ۴۳

اور اجماع قطعی تمام ائمہ سلف وخلف کا مخالف ہے یہ اگر بطور فقہاء لزوم کفر سے بچ بھی گیا تو خارق اجماع و متبع غیر سبیل المومنین وگمراہ و بددین ہونے میں کلام نہیں ہوسکتا جس طرح متکلمین کے نزدیک دو قسم پیشین کافر بالیقین کے سوا باقی جمیع اقسام کے وہابیہ، اب اگر عورت سُنّیہ بالغہ اپنا نکاح کسی ایسے شخص سے کرے اور اس کا ولی پیش از نکاح اس شخص کی بدمذہبی پر آگاہ ہوکر صراحۃً اس سے نکاح کیے جانے کی رضامندی ظاہر نہ کرے خواہ یوں کہ اُسے اس کی بدمذہبی پر اطلاع ہی نہ ہو یا نکاح سے پہلے اس قصد کی خبر نہ ہوتی یا بدمذہب جانا اور اس ارادہ پر مطلع بھی ہوا مگر سکوت کیا صاف رضا کا مظہر نہ ہوا، یا عورت نابالغہ ہو اور ولی مزوج اب وجد کے سوا یا اب وجد ایسے جو اس سے پہلے اپنی ولایت سے کوئی تزویج کسی غیر کفو سے کرچکے ہوں یا وقت تزویج نشے میں ہوں ان سب صورتوں میں یہ بھی نکاح باطل و زنائے خالص ہوگا کہ بدمذہب کسی سنیہ بنت سنی کا کفو نہیں ہوسکتا اور غیر کفو کے ساتھ تزویج میں یہی احکام مذکورہ ہیں، درمختار میں ہے:

الکفاءۃ تعتبر فی العرب والعجم دیانۃ ای تقوی فلیس فاسق کفوا الصالحۃ نھر[1]

عربی اور عجمی لوگوں کے کفو میں دیانت اور تقوٰی کا اعتبار ہے تو فاسق شخص نیک عورت کا کفو نہ ہوگا، نہر (ت)

غنیہ میں ہے:

المبتدع فاسق من حیث الاعتقاد وھو اشد من الفسق من حیث العمل[2]

اعتقادی فاسق، عملی فاسق سے زیادہ بُرا ہے (ت)

تنویر الابصار و شرح علائی میں ہے:

لزم النکاح بغیر کفو ان المزوج ابا وجدا لم یعرف منھما سوء الاختیار وان عرف لایصح النکاح اتفاقا وکذا لو سکران بحر وان المزوج غیرھما لایصح النکاح من غیر کفو اصلا[3]

اگر باپ یا دادا نے نکاح کیا تو غیر کفو میں بھی یہ نکاح لازم ہوگا بشرطیکہ باپ اور دادا نے اس سے قبل اختیار کو غلط استعمال نہ کیا ہو، اور اگر وہ غلط اختیار استعمال کرچکا ہو تو بالاتفاق یہ نکاح صحیح نہ ہوگا، اور اگر باپ یا دادا نشے میں ہوں تب بھی بالاتفاق نکاح صحیح نہ ہوگا (بحر) اور نکاح والد اور دادا نے نہ کیا تو غیر کفو میں نکاح صحیح نہ ہوگا۔ (ت)

---

[1] درمختار | باب الکفاءۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۹۵

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی | فصل فی الامامۃ | سہیل اکیڈمی لاہور | ص ۵۱۴

[3] درمختار شرح تنویر الابصار | باب الولی | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۹۲

www.alahazratnetwork.org

اُنہی میں ہے :

نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان فلا تحل مطلقۃ ثلثا نکحت غیر کفو بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ فلیحفظ۔[1]

عاقلہ بالغہ نے ولی کی رضا کے بغیر نکاح کیا تو نکاح نافذ ہوگا اور غیر کفو میں عدم جواز کا فتوٰی دیا جائیگا اور یہی فتوٰی کیلئے مختار ہے کیونکہ زمانہ میں فساد آگیا ہے، تو مطلقہ ثلاثہ بھی اگر ولی کی رضا کے بغیر غیر کفو میں نکاح کرے تو پہلے خاوند کے لیے حلال نہ ہوگی جبکہ ولی کو یہ معلوم ہو کہ وہ غیر کفو ہے یاد رکھو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

لایلزم التصریح بعدم الرضا بل السکوت منہ لایکون رضی وقولہ بلا رضی یصدق بنفی الرضی بعد المعرفۃ وبعدمھا وبوجود الرضی مع عدم المعرفۃ ففی ھذہ الصور الثلثۃ لاتحل وانما تحل فی الصورۃ الرابعۃ وھی رضی الولی بغیر الکفو مع علمہ بانہ کذلک اھ[2] ملخصًا۔

ولی کو اپنی عدم رضامندی کے اظہار کے لیے تصریح ضروری نہیں ہے بلکہ اس بارے میں اس کا خاموش رہنا ہی عدم رضا ہے، اس کے قول "بغیر رضا" کا مصداق کفو غیر کفو کے علم کے بعد اور اسی طرح علم کے بغیر رضا کی نفی اور غیر کفو کا علم نہ ہونے پر رضامندی، ان تین صورتوں میں حلال نہ ہوگی، صرف چوتھی صورت میں حلال ہے اور وہ یہ ہے کہ ولی کو غیر کفو کا علم ہو اور اس کے باوجود وہ نکاح پر راضی ہو اھ مع تمام اختصارًا (ت)

www.alahazratnetwork.org

اس تقریر منیر سے اس شبہہ کا ایک جواب حاصل ہُوا جو یہاں بعض اذہان میں گزرتا ہے کہ جب اہل کتاب سے مناکحت جائز ہے تو مبتدعین اُن سے بھی گئے گزرے، غیر مقلد مسلم ہے پھر نکاح مسلم و مسلمہ میں کیا توقف، اہل کتاب سے مناکحت کے کیا معنے، آیا یہ کہ زن مسلمہ کا کتابی کافر کے ساتھ نکاح حاشا ﷲ یہ قطعًا اجماعًا اخبث حرام اور لاکھ زنا سے بدتر زنا ہے یا یہ کہ مسلمان مرد کا کتابیہ کافرہ کو اپنے نکاح میں لانا، اس کے جواز و عدم جواز سے ہم ان شاء اللہ تعالٰی عنقریب بحث کریں گے یہاں اسی قدر کافی ہے کہ مسئلہ دائرہ میں عورت سنیہ اور مرد وہابی کے نکاح سے بحث ہے، عورت کا مرد پر قیاس کیونکر صحیح، آخر وہ کیا فرق تھا جس کے لیے شرع مطہر نے کتابی سے مسلمہ کا نکاح زنا مانا اور مسلم کا کتابیہ سے صحیح جانا، اگر مسلمان مرد کسی کافرہ کو اپنے تصرف میں لاسکے تو کیا ضرور ہے

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱
[2] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۹۷

کہ سنیہ عورت بھی بدمذہب کے تصرف میں جا سکے، عورت کے لیے کفاءتِ مرد بالاجماع ملحوظ جس کی بنا پر احکام مذکورہ متفرع ہوئے اور مرد بالغ کے حق میں کفاءتِ زن کا کچھ اعتبار نہیں کہ دناءتِ فراش وجہ غیظ مستفرش نہیں ہوتی،

فی الدرالمختار الکفاءۃ معتبرۃ من جانب الرجل لان الشریفۃ تابی ان تکون فراشا للدنی و لا تعتبر من جانبھا لان الزوج مستفرش فلا تغیظہ دناءۃ الفراش[1] ملخصا

درمختار میں ہے کہ کفو مرد کی طرف سے معتبر ہے کیونکہ شریف عورت، حقیر مرد کی بیوی بننے سے انکاری ہوتی ہے اور عورت کی طرف سے مرد کیلئے ہم کفو ہونا معتبر نہیں ہے کیونکہ خاوند تو بیوی بنالیتا ہے خواہ عورت ادنٰی ہو، وہ اس وجہ سے عار نہیں پاتا، ملخصا (ت)

وہابی تو بدمذہب گمراہ ہے اگر کوئی زن شریفہ بے رضائے صریح ولی بوجہ مذکور کسی سنی صحیح العقیدہ صالح حاکم سے نکاح کرلے یا ولی غیر اَب وجد اپنی صغیرہ کو کسی ایسے سے بیاہ دے تو ناجائز و باطل ہوگا یا نہیں، ضرور باطل ہے پھر یہ سنی صالح کیا ان سے بھی گیا گزرا، اور نکاح مسلم و مسلمہ میں کیوں بطلان کا حکم ہوا، ھذا ولنرجع الی ما کنا فیہ (اس کو محفوظ کرو اور ہمیں اپنی بحث کی طرف لوٹنا چاہیئے) یہ صورتیں بطلان نکاح بوجہ عدم کفاءت کی تھیں اور اگر ان کے سوا وہ صورت ہو جہاں عدم کفاءت مانع صحت نہیں تو پہلے اتنا سمجھ لیجئے کہ عرف فقہ میں جواز دو معنی پر مستعمل، ایک بمعنی صحت اور عقود میں یہی زیادہ متعارف، یہ عقد جائز ہے یعنی صحیح مثمر ثمرات مثل افادۂ ملک متعہ یا ملک یمین یا ملک منافع ہے اگرچہ ممنوع و گناہ ہو جیسے بیع وقت اذان جمعہ۔ دوسرے بمعنی حلت اور افعال میں یہی زیادہ مروج، یہ کام جائز ہے یعنی حلال ہے، حرام نہیں، گناہ نہیں، ممانعت شرعیہ نہیں۔ بحرالرائق کتاب الطہارۃ بیان میاہ میں ہے،

المشائخ تارۃ یطلقون الجواز بمعنی الحل و تارۃ بمعنی الصحۃ وھی لازمۃ للاول من غیر عکس والغالب ارادۃ الاول فی الافعال والثانی فی العقود[2]

مشائخ لفظ "جواز" کو کبھی حلال کے معنی میں اور کبھی صحیح کے معنی میں استعمال کرتے ہیں جبکہ صحیح ہونا حلال ہونے کو لازم ہے، غالب طور پر افعال میں حلال کے معنٰی اور عقود میں صحیح کے معنی میں استعمال ہوتا ہے (ت)

اسی طرح علامہ سید احمد مصری نے حاشیہ در میں نقل کیا اور مقرر رکھا۔ درمختار میں ہے:

---

[1] درمختار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۴

[2] بحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۶

یجوز رفع الحدث بما ذکر[1] (مذکورہ چیز کے ساتھ حدث کو ختم کرنا جائز ہے الخ۔ ت)

اس پر ردالمحتار میں کہا:

یجوز ای یصح وان لم یحل فی نحو الماء المغصوب وھو اولٰی ھنا من ارادۃ الحل وان کان الغالب ارادۃ الاول فی العقود و الثانی فی الافعال[2]

یجوز یعنی یصح، اگرچہ حلال نہ ہو۔ مثلاً غصب شدہ پانی کے ساتھ، اور یہی معنی یہاں بہتر ہے بجائیکہ حلال والا معنی مراد لیا جائے اگرچہ صحیح غالب طور پر عقود میں اور حلال افعال میں استعمال ہوتا ہے۔ (ت)

درمختار کتاب الاشربہ میں ہے:

صح بیع غیر الخمر مامر ومفادہ صحۃ بیع الحشیشۃ والافیون قلت وقد سئل ابن نجیم عن بیع الحشیشۃ ھل یجوز فکتب لایجوز فیحمل علی ان مرادہ بعدم الجواز عدم الحل[3]

مذکورہ چیزوں میں سے غیر خمر کی بیع صحیح ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ حشیش اور افیون کی بیع صحیح ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ابن نجیم سے حشیش کی بیع کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ جائز ہے تو انھوں نے جواب میں لکھا لایجوز۔ ان کا مقصد عدم جواز سے عدم حل ہے (ت)

بالجملہ جواز کے یہ دونوں اطلاق شائع و ذائع ہیں اور ان کے سوا اور اطلاقات[ع] بھی ہیں جن کی تفصیل سے

ع فقد یطلق بمعنی النفاذ کما قال فی کفالۃ التنویر امرہ بتزویج امرأۃ فزوجہ امۃ جاز ای نفذ لان الکلام ثمہ فی النفاذ لا فی الجواز[4] افادہ السادات الثلثۃ المحشون ح ط ش

اور کبھی جواز کا اطلاق "نفاذ" پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ تنویر کے کفالۃ کے باب میں ہے، اگر کسی نے دوسرے کو کہا کہ کسی عورت سے میرا نکاح کر دے تو اس نے لونڈی سے نکاح کر دیا تو جائز ہے یعنی نافذ ہے کیونکہ یہاں نفاذ میں بات ہو رہی ہے جواز میں بحث نہیں (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] درمختار	کتاب الطہارۃ	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۳۵
[2] ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۱/۱۳۳
[3] درمختار	کتاب الاشربہ	مطبع مجتبائی دہلی	۲/۲۶۰
[4] "	باب الکفالۃ	"	۱/۱۹۵
[5] ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۳۲۵

یہاں بحث نہیں، اب اس صورت خاصہ میں جواز بمعنی صحت ضرور ہے یعنی نکاح کردیں تو ہوجائے گا اور حل بمعنی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وھو اخص من وجہ من الصحۃ والحل جمیعا فقد ینفذ عقد ولا یصح ولا یحل کالبیع عند اذان الجمعۃ الٰی اجل مجھول وقد یصح ویحل ولا ینفذ کبیع فضولی مستجمعا شرائط الصحۃ والحل قال فی رد المحتار ظاھرہ ان الموقوف من قسم الصحیح وھو احد طریقین للشائخ وھو الحق[1] الخ وقد یطلق بمعنی اللزوم قال فی رھن الدر القبض شرط اللزوم کما فی الھبۃ[2] اھ قال الشامی قال فی العنایۃ ھو مخالف لروایۃ العامۃ قال محمد لایجوز الرھن الامقبوضا اھ وفی السعدیۃ انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قال لاتجوز الھبۃ الامقبوضۃ والقبض لیس بشرط الجواز فی الھبۃ فلیکن ھنا کذٰلک اھ وحاصلہ ان یفسر ھنا ایضا الجواز (باقی برصفحہ آیندہ)

اس فائدے کو تین بزرگوار محشی حضرات ــــــ یعنی حلبی طحطاوی اور شامی نے بیان کیا، اور یہ معنی پہلے دو معنی یعنی صحیح اور حلال ہونے سے خاص من وجہ ہے کیونکہ کبھی عقد صحیح اور حلال نہ ہونے کے باوجود نافذ ہوتا ہے جیسے جمعہ کی اذان کے بعد بیع مجہول مدت کے ادھار پر ہو، اور کبھی عقد حلال اور صحیح ہوتا ہے لیکن نافذ نہیں ہوتا، جیسا کہ فضولی کی وُہ بیع جو حلال اور صحیح ہونے کی شرائط کی جامع ہو۔ رد المحتار میں کہا کہ موقوف بیع صحیح کی قسم ہے اور یہ مشائخ کے استعمال کے دو طریقوں میں ایک ہے اور یہی حق ہے الخ اور جواز بمعنی لزوم بھی استعمال ہوتا ہے۔ درمختار کے مسئلہ رہن میں ہے کہ قبضہ لزوم کے لیے شرط ہے جیسا کہ ہبہ میں ہوتا ہے اھ، اس پر علامہ شامی نے کہا کہ عنایہ میں کہا ہے کہ یہ عام روایت کے خلاف ہے، امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ رہن، قبضہ کے بغیر صحیح نہیں اھ اور سعدیہ میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہبہ قبضہ کے بغیر جائز نہیں، جبکہ ہبہ کے جواز کے لیے قبضہ شرط نہیں ہے، مناسب ہے کہ یہاں بھی یونہی ہو اس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں رہن کے معاملہ میں بھی امام محمد کے قول میں جواز کی تفسیر لزوم کے ساتھ کی جائے نہ کہ صحت کے ساتھ جیسا کہ فقہائے نے ہبہ میں کیا یعنی لایجوز کا معنی یہی

---

[1] رد المحتار — کتاب البیوع — داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳

[2] درمختار — کتاب الرہن — مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۶۵

عدم حرمت وطی بھی حاصل یعنی اس میں جماع زنا نہ ہوگا وطی حرام نہ کہلائے گا،

وذلك كقوله عزوجل واحل لكم ما وراء ذٰلكم مع ان فيهن من يكره نكاحهن تحريما كالكتابية كما يأتي فعلمت ان الحل بهذا المعنى لاينافي الاثم في الاقدام على فعل النكاح فافهم واحفظ كيلا تزل والله الموفق.

اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالٰی کا ارشاد "تمھارے لئے حلال کی گئی ہیں محرمات کے سوا" حالانکہ غیر محرمات میں وہ عورتیں بھی شامل ہیں جن سے نکاح مکروہ تحریمہ ہے جیسا کہ کتابیہ عورت کے بارے میں آئندہ بیان ہوگا' تو معلوم ہوا کہ اس معنی میں حلال، نکاح کرنے کے اقدام پر گناہ کے منافی نہیں ہے، اس کو سمجھو اور یاد رکھو تاکہ غلط فہمی نہ ہو اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہی ہے۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

باللزوم لا بالصحة كما فعلوا في الهبة اھ[1] مختصرا وفي مداينات غمز العيون لوجاز اي لزم تاجيله لزم ان يمنع المقرض عن مطالبة قبل الاجل ولا جبر على المتبرع اھ[2] وهو اخص مطلقا من الصحة والنفاذ فقد يصح الشيئ وينفذ ولا لزوم كتزويج العم من كفو بمهر المثل ولا لزوم لموقوف فهو ظاهر ولا لفاسد لانه واجب الفسخ ومن وجه من الحل فقد يلزم ولا يحل كالبياعات المكروهة، والله تعالٰی اعلم ۱۲ منه غفرله (م)

لازم ہو (یعنی قبضہ کے بغیر رہن جائز تھا لازم نہیں) اھ مختصراً۔ اور غمز العیون کے مداینات میں ہے لوجاز یعنی مہلت لازم ہوگی تو لازم ہے کہ قرضخواہ کو مدت پوری ہونے سے قبل مطالبہ سے منع کیا جائے جبکہ قرض کی نیکی کرنے والے پر جبر نہیں ہو سکتا اھ اور جواز بمعنی لزوم، نفاذ اور صحت کے معنی سے خاص مطلق ہے کیونکہ کبھی چیز صحیح اور نافذ ہوتی ہے اور لازم نہیں ہوتی، جیسا کہ چچا زاد کا مہر مثل کے ساتھ کفو میں لڑکی کا نکاح کرنا صحیح اور نافذ ہے مگر لازم نہیں کیونکہ یہ موقوف ہے اور موقوف چیز لازم نہیں ہوتی، اور یہ ظاہر ہے، اور فاسد بھی لازم نہیں کیونکہ وہ واجب الفسخ ہے اور جواز بمعنی لزوم جواز بمعنی حل سے خاص من وجہ ہے، کیونکہ کبھی چیز لازم ہوتی ہے مگر حلال نہیں ہوتی جیسا کہ مکروہ بیع کا حکم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

www.alahazratnetwork.org

---

[1] ردالمحتار کتاب الرہن داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۳۰۶

[2] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر کتاب المداینات ادارۃ القرآن کراچی ۲/۴۷-۲۴۶

عبارات درمختار وغیرہ تجوز مناکحۃ المعتزلۃ لانا لانکفر احدا من اھل القبلۃ وان وقع الزاما فی المباحث[1] (معتزلہ سے نکاح جائز ہے ہم اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے اگرچہ بحث کے طور پر ان پر کفر کا الزام ثابت ہے۔ت) کے یہی معنی ہیں، پُر ظاہر کہ نکاح عقد ہے اور ابھی بحرالرائق و طحطاوی و ردالمحتار سے گزرا کہ عقود میں غالب و شائع جواز بمعنی صحت ہے مگر وہ عدم جواز بمعنی ممانعت واثم کے منافی نہیں۔ فتح القدیر و غنیہ و بحرالرائق وغیرہا میں ہے:

یراد بعدم الجواز عدم الحل ای عدم حل ان یفعل وھو لاینافی الصحۃ[2]

عدم جواز سے عدم حل مراد لیا جاتا ہے یعنی اس کا کرنا حلال نہیں اور یہ صحیح کے منافی نہیں۔(ت)

رہا جواز فعل بمعنی عدم ممانعت شرعیہ یعنی بدمذہبوں سے سنیہ عورت کا نکاح کردینا روا و مباح ہو جس میں کچھ گناہ و مخالفت احکام شرع نہ ہو یہ ہرگز نہیں، ارشاد مشائخ کرام المناکحۃ بین اھل السنۃ و اھل الاعتزال لاتجوز[3] کے یہی معنی ہیں یعنی سنیوں اور معتزلیوں میں مناکحت مباح نہیں۔ فتاوٰی خلاصہ میں فرمایا:

المسألۃ فی مجموع النوازل[4]

یہ مسئلہ مجموع النوازل امام فقیہ احمد بن موسٰی کشّی تلمیذ امام مفتی الجن والانس عارف باللہ شیخ نجم الدین عمر النسفی میں ہے۔

اُسی میں فرمایا: کذا اجاب الامام الرستغفنی[5] امام رستغفنی نے ایسا ہی جواب ارشاد فرمایا۔

ردالمحتار میں نہایہ امام سغناقی سے ہے انھوں نے اپنے شیخ سے نقل کیا وہ فرماتے تھے:

الرستغفنی امام معتمد فی القول والعمل ولو اُخذنا یوم القیمۃ للعمل بروایتہ ناخذہ کما اخذنا[6]

یعنی رستغفنی امام معتمد ہیں قول و فعل میں، اگر روزِ قیامت اُن کی روایت پر عمل میں ہم سے گرفت ہوئی تو ہم ان کا دامن پکڑیں گے کہ ہم نے ان کے ارشاد پر عمل کیا۔

---

[1] درمختار	فصل فی المحرمات	مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۱۸۹
[2] فتح القدیر	باب الامامۃ	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	۱/ ۳۰۴
[3] بحرالرائق	فصل فی المحرمات	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۳/ ۱۰۲
[4] خلاصۃ الفتاوٰی	کتاب النکاح جنس آخر فی الاجازۃ	مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ	۲/ ۶
[5] ″	″ ″	″ ″ ″	″
[6] ردالمحتار			

وجیز امام کردری میں ہے:

سمعت عن ائمۃ خوارزم انہ یتزوج من المعتزلی ولایزوج منھم کما یتزوج من الکتابی ولایزوج منھم ولعلہ اخذ ھذا التفصیل من کلام ابی حفص السفکردری۔[1]

میں نے بعض ائمہ خوارزم سے سُنا کہ معتزلی کی بیٹی تو بیاہ لے اور اپنی بیٹی ان کے نکاح میں نہ دے، جس طرح یہودی نصرانی کی بیٹی بیاہ لیتا ہے اور اپنی بیٹی اُن کے نکاح میں نہیں دیتا اور ممکن ہے کہ ان امام نے یہ تفصیل امام ابوحفص سفکردری کے قول سے اخذ کی۔

یہ دوسرا جواب ہے اس شبہہ کا، کہ مبتدعین کتابیوں سے بھی گئے گزرے ثم اقول وباللہ التوفیق (پھر میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی ہی سے ہے۔ ت) اگر نظرِ تحقیق کو رخصتِ جولان دیجئے تو بدمذہب سے سُنیہ کی تزویج ممنوع ہونے پر شرعِ مطہر سے دلائل کثیرہ قائم ہیں مثلاً:

دلیل اوّل: قال عزوجل واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین۔[2]

اور اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

بدمذہب سے زیادہ ظالم کون ہے اور نکاح کی صحبت سے بڑھ کر کون سی صحبت، جب ہر وقت کا ساتھ ہے، اور وہ بدمذہب تو ضرور اس سے نادیدنی دیکھے گی ناشنیدنی سُنے گی اور انکار پر قدرت نہ ہوگی اور اپنے اختیار سے ایسی جگہ جانا حرام ہے جہاں منکر ہو اور انکار نہ ہوسکے نہ کہ عمر بھر کے لیے اپنے یا اپنی قاصرہ مقسورہ عاجزہ مقہورہ کے واسطے اس فضیحہ شنیعہ کا سامان پیدا کرنا۔

دلیل دوم: قال تبارک وتعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا):

ومن اٰیٰتہٖ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودّۃ ورحمۃ۔[3]

اللہ کی نشانیوں سے ہے کہ اس نے تمھیں میں سے تمھارے جوڑے بنائے کہ ان سے مل کر چین پاؤ اور تمھارے آپس میں دوستی و مہر رکھی۔

اور حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۱۲

[2] القرآن ۶/۶۸

[3] القرآن ۳۰/۲۱

ان للزوج من المرأة لشعبة ماھی لشیٔ[1]۔ رواہ ابن ماجۃ و الحاکم عن محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

عورت کے دل میں شوہر کے لیے جو راہ ہے کسی کے لیے نہیں (اس کو ابن ماجہ اور حاکم نے محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

آیت گواہ ہے کہ زن وشوئی وہ عظیم رشتہ ہے کہ خواہی نخواہی باہم انس ومحبت و الفت ورافت پیدا کرتا ہے، اور حدیث شاہد ہے کہ عورت کے دل میں جو بات شوہر کی ہوتی ہے کسی کی نہیں ہوتی، اور بدمذہب کی محبت سم قاتل ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ومن یتولھم منکم فانہ منھم[2] تم میں جو ان سے دوستی رکھے گا وہ انھیں میں سے ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

المرء مع من احب[3]۔ رواہ الائمۃ احمد و الستۃ الا ابن ماجہ عن انس و الشیخان عن ابن مسعود و احمد و مسلم عن جابر و ابوداؤد عن ابی ذر والترمذی عن صفوان بن عسال وفی الباب عن علی وابی ھریرۃ وابی موسٰی وغیرھم رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

آدمی کا حشر اُسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے (اس کو امام احمد اور ابن ماجہ کے ماسوا صحاح ستہ کے ائمہ نے روایت کیا ہے حضرت انس سے اور بخاری ومسلم نے ابن مسعود سے، احمد ومسلم نے جابر سے، ابوداؤد نے ابوذر سے، اور ترمذی نے صفوان بن عسال سے، اور اس باب میں علی، ابوہریرہ، ابوموسٰی وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بھی روایت ہے۔ ت)

دلیل سوم: قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰے نے فرمایا):

لاتلقوا بایدیکم الی التھلکۃ[4]۔ اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو اور بدمذہبی ہلاک حقیقی ہے۔

قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا): ولاتتبع الھوٰی فیضلک عن سبیل اللہ[5] (اور خواہش کے

---

[1] المستدرک للحاکم — کتاب معرفۃ الصحابہ — دارالفکر بیروت ۴/۶۲
سنن ابن ماجہ — ابواب الجنائز — باب ماجاء فی البکاء علی المیت — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۵

[2] القرآن ۵/۵۱

[3] سنن ابوداؤد — کتاب الادب — آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۴۳

[4] القرآن ۲/۱۹۵ [5] القرآن ۳۸/۲۶

پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی۔ت) اور صحبت خصوصاً بد کا اثر پڑ جانا احادیث وتجارب صحیحہ سے ثابت۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما مثل الجلیس الصالح وجلیس السوء کحامل المسك ونافخ الکیر فحامل المسك اما ان یحذیك واما ان تبتاع منه واما ان تجد منه ریحا طیبة ونافخ الکیر اما ان یحرق ثیابك واما ان تجد منه ریحا خبیثة۔[1] رواہ الشیخان عن ابی موسٰی رضی اللہ تعالٰی عنه۔

اچھے اور بُرے ہمنشین کی کہاوت ایسی ہے جیسے ایک کے پاس مُشک ہے اور دوسرا دھونکنی پھونکتا" وہ مشک والا یا تجھے مفت دے گا یا تُو اس سے مول لے گا، اور کچھ نہیں تو خوشبو ضرور آئے گی' اور دھونکنی والا تیرے کپڑے جلادے گا یا تجھے اس سے بدبو آئے گی۔ (اسے شیخین (امام بخاری ومسلم) نے ابوموسٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

دوسری حدیث میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

مثل جلیس السوء کمثل صاحب الکیر ان لم یصبك من سوادہ اصابك من دخانه۔[2] رواہ ابوداؤد والنسائی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه۔

بُرا ہمنشین دھونکنے والے کی مانند ہے تجھے اس کی سیاہی نہ پہنچے تو دھواں تو پہنچے گا۔ (اس کو ابوداؤد اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

www.alahazratnetwork.org

تیسری حدیث صحیح میں فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔[3] رواہ مسلم۔

گمراہوں سے دُور بھاگو، انھیں اپنے سے دور کرو، کہیں وہ تمھیں بہکا نہ دیں، کہیں وہ تمھیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ (اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ت)

چوتھی حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اعتبروا الصاحب بالصاحب۔[4] رواہ ابن عدی

مصاحب کو مصاحب پر قیاس کرو (اس کو ابن عدی

---

[1] صحیح بخاری باب المسك قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۳۰
[2] سنن ابوداؤد باب من یؤمر ان یجالس آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۰۸
[3] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰
[4] کنز العمال بحوالہ عبداللہ ابن مسعود حدیث ۳۰۷۳۳ مکتبۃ التراث الاسلامی حلب ۱۱/۸۹

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ حسن لشواھدہٖ۔

نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور اس کے شواہد کی بنا پر اس حدیث کو انھوں نے حسن قرار دیا۔ت)

پانچویں حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاك وقرین السوء فانك بہ تعرف[1] ۔ رواہ ابن عساکر عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بُرے ہمنشین سے دُور بھاگ کہ تو اسی کے ساتھ مشہور ہوگا (اس کو ابن عساکر نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

ماشیئ ادل علی الشیئ ولا الدخان علی النار من الصاحب علی الصاحب[2] ذکرہ التیسیر

کوئی چیز دوسری پر اور نہ دُھواں آگ پر اس سے زیادہ دلالت کرتا ہے جس قدر ایک ہمنشین دوسرے پر۔(اس کو تیسیر میں ذکر کیا گیا۔ت)

عقلاء کہتے ہیں گوش زدہ اثرے وارد کہ عمر بھر کان بھرے جانا۔ پھر اس کے ساتھ **دُوسرا مؤید** شوہر کا اس پر حاکم ہونا۔ مجربین کہتے ہیں: الناس علی دین ملوکھم[3] (لوگ اپنے حکمرانوں کے دین پر چلتے ہیں۔ت) **تیسرا مؤید**، عورت میں مادہ قبول وانفعال کی کثرت، وہ بہت نرم دل ہیں جلد اثر پذیر ہیں یہاں تک کہ اہلِ تجربہ میں موم کی ناک مشہور ہیں، خود رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: رویدك یا انجشۃ بالقواریر[4] (اے انجشہ! آبگینوں کو بچا کر رکھو۔ت) **چوتھا مؤید**، ان کا ناقصات العقل والدین ہونا، یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا کما فی الصحیحین (جیسا کہ صحیحین میں ہے۔ت) **پانچواں مؤید**، شوہر کی محبت، جس کا بیان آیت وحدیث سے گزرا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حبك الشیئ یعمی ویصم[5] ۔ رواہ احمد والبخاری

محبت اندھا بہرا کر دیتی ہے (اسے احمد وبخاری

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر حدیث ۲۴۸۴۴ مکتبۃ التراث الاسلامی حلب ۹/۴۳

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث ماقبل کے تحت مکتبہ امام شافعی الریاض السعودیہ ۱/۴۰۲

[3] المقاصد الحسنۃ حرف النون حدیث ۱۲۳۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۴۴۱

[4] صحیح بخاری باب المعاریض مندوحۃ عن الکذب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۱۷

[5] سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی الھوٰی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۴۳

في التاريخ وابوداؤد عن ابي الدرداء و ابن عساكر بسند حسن عن عبد الله بن انيس و الخرائطي في الاعتلال عن ابي برزة الاسلمي رضي الله تعالٰی عنهم۔

نے اپنی تاریخ میں اور ابوداؤد نے ابودرداء سے، اور ابن عساکر نے سندِ حسن کے ساتھ عبداللہ بن انیس سے اور خرائطی نے اعتلال میں ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے۔(ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الرجل علٰی دین خلیله فلینظر احدکم من یخالل[1] رواه ابوداؤد والترمذی عن ابی ھریرة رضی الله تعالٰی عنه بسند حسن۔

آدمی اپنے محبوب کے دین پر ہوتا ہے تو دیکھ بھال کر کسی سے دوستی کرو (اسے ابوداؤد اور ترمذی نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

مسلمانو! اللہ عزوجل عافیت بخشے دل پلٹتے خیال بدلتے کیا کچھ دیر لگتی ہے قلب کو قلب کہتے ہی اس لیے ہیں کہ وہ منقلب ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مثل القلب مثل الریشة تقلبها الریاح بفلاة[2] رواه ابن ماجة عن ابی موسٰی الاشعری رضی الله تعالٰی عنه۔

دل کی حالت اس پر کی طرح ہے کہ میدان میں پڑا ہو اور ہوائیں اسے پلٹے دے رہی ہوں۔(اس کو ابن ماجہ نے ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔(ت)

www.alahazratnetwork.org

ذکر عورتوں کا سا نرم و نازک دل اور اس پر صحبت و سماع متصل پھر واسطہ حاکمی محکومی کا اور اس کے ساتھ مہر و محبت کا غضب جذبہ باعثوں داعیوں کا یہ متواتر و فور اور مانع کہ عقل و دین تھے ان میں نقصان و قصور تو اس تزویج میں قطعاً یقیناً عورت کی گمراہی و تبدیل مذہب کا مظنہ قریبہ ہے اور یہ خود اپنے ہاتھوں ہلاکت میں پڑنا ہے کہ بنص قطعی قرآن ممنوع و ناروا ہے شرع مطہر جس چیز کو حرام فرماتی ہے اس کے مقدمہ و دواعی کو بھی حرام بتاتی ہے مقدمة الحرام حرام (حرام کا پیش خیمہ بھی حرام ہوتا ہے۔ت) مقدمہ مسلمہ ہے،

قال الله تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا):

ولا تقربوا الزنٰی انه کان فاحشة و

زنا کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے اور

---

[1] سنن ابوداؤد کتاب الادب باب من یؤمر ان یجالس آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۰۸

[2] سنن ابن ماجہ باب فی القدر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰

ساء سبیلاً[1]۔ بہت بُری راہ۔

جس طرح زنا حرام ہوا زنا کے پاس جانا بھی حرام ہُوا اور یہ خیال کہ ممکن ہے اثر نہ ہو محض نافہمی اور عقل و نقل دونوں سے بیگانگی ہے داعی کے لیے مفضی بالدوام ہونا ضرور نہیں آخر بوس وکنار ومس ونظر دواعی وطی داعی ہی ہونے کے باعث حرام ہُوئے مگر ہرگز مستلزم ومفضی دائم نہیں۔

دلیل چہارم: قال المولٰی تبارك وتعالٰی (مولٰی تبارک وتعالٰے نے فرمایا):

الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللّٰه بعضھم علٰی بعض[2]۔

مرد حاکم ومسلط ہیں عورتوں پر بسبب اُس فضیلت کے جو اللہ نے ایک کو دوسرے پر دی۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اعظم الناس حقا علی المرأۃ زوجھا[3]۔ رواہ الحاکم وصححہ عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللّٰه تعالٰی عنھا۔

عورت پر سب سے بڑھ کر حق اُس کے شوہر کا ہے (اسے حاکم نے روایت کیا اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰے عنہا سے اس کی تصحیح کی۔ ت)

www.alahazrat

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لوکنت اٰمرا احدا ان یسجد لاحد لامرت النساء ان یسجدن لازواجھن لما جعل اللّٰه لھم علیھن من الحق[4]۔ ولوکان من قدمه الی مفرق راسه قرحة تنبجس بالقیح والصدید ثم استقبلته فلحسته ما ادت حقه[5]۔ رواہ ابوداؤد والحاکم بسند صحیح عن قیس بن سعد بن عبادۃ واحمد

اگر میں کسی کو حکم کرتا کہ غیر خدا کو سجدہ کرے تو البتہ عورتوں کو حکم کرتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں بسبب اُس حق کے کہ اللہ عزوجل نے اُن کے لیے ان پر رکھا ہے۔ اور اگر شوہر کی ایڑی سے مانگ تک سارا جسم پھوڑا ہو جس سے پیپ اور گندا پانی جوش مارتا ہو عورت اگر اپنی زبان سے اسے چاٹ کر صاف کرے تو خاوند کا حق ادا نہ کیا (اس کو ابوداؤد

---

[1] القرآن ۱۷/۳۲

[2] القرآن ۴/۳۴

[3] مستدرک للحاکم کتاب البر والصلۃ دار الفکر بیروت ۴/۱۵۰

[4] سنن ابی داؤد باب فی حق الزوج علی المرأۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۹۱
المستدرک للحاکم کتاب النکاح دار الفکر بیروت ۲/۱۸۷

[5] مسند احمد بن حنبل مروی از مسند انس بن مالک ۳/۱۵۹

والترمذی عن انس بن مالك وفصل السجود احمد وابن ماجة وابن حبان عن عبد الله بن ابی اوفی والترمذی وابن ماجة عن ابی هریرة و احمد عن معاذ بن جبل و الحاکم عن بریدة الاسلمی رضی الله تعالٰی عنهم اجمعین.

اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ قیس بن سعد بن عبادہ، اور احمد اور ترمذی نے انس بن مالک سے، اور احمد، ابن ماجہ اور ابن حبان نے عبدالعزیز بن ابی اوفی سے سجدہ کی فصل میں، اور ترمذی اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے، اور احمد نے معاذ بن جبل اور حاکم نے بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے (ت)

الغرض شوہر عورت کے لیے سخت واجب التعظیم ہے اور بدمذہب کی تعظیم حرام۔ متعدد حدیثوں میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الاسلام[1]۔ رواه ابن عدی وابن عساکر عن ام المؤمنین الصدیقة والحسن بن سفیان فی مسنده وابو نعیم فی الحلیة عن معاذ بن جبل والسجزی فی الابانة عن ابن عمر وکابن عدی عن ابن عباس والطبرانی فی الکبیر وابو نعیم فی الحلیة عن عبد الله بن بسر والبیهقی فی شعب الایمان عن ابراهیم بن میسرة التابعی المکی الثقة مرسلا فالصواب ان الحدیث حسن بطرقه۔

جس نے کسی بدمذہب کی توقیر کی اس نے اسلام کے ڈھانے میں مدد کی (اس کو ابن عدی اور ابن عساکر نے ام المومنین عائشہ صدیقہ اور حسن بن سفیان نے اپنی مسند میں اور ابونعیم نے حلیہ میں معاذ بن جبل سے اور سجزی نے ابانہ میں ابن عمر سے اور ابن عدی نے ابن عباس سے اور طبرانی نے کبیر میں اور ابونعیم نے حلیہ میں عبداللہ بن بسر اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابراہیم بن میسرہ تابعی مکی سے مرسل طور پر روایت کیا ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ اپنے طرق پر یہ حدیث حسن ہے۔ ت)

علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ مبتدع تو مبتدع فاسق بھی شرعاً واجب الاہانۃ ہے اور اس کی تعظیم ناجائز۔ علامہ حسن شرنبلالی مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں:

الفاسق العالم تجب اهانته شرعا فلا یعظم[2]۔

فاسق عالم کی شرعاً توہین ضروری ہے اس لئے اس کی تعظیم نہ کی جائے۔ (ت)

---

[1] شعب الایمان حدیث نمبر ۹۴۶۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۷/۶۱
[2] مراقی الفلاح فصل فی بیان الاحق بالامامۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۵

امام علامہ فخر الدین زیلعی تبیین الحقائق، پھر علامہ سید ابو السعود ازہری فتح المعین، پھر علامہ سید احمد مصری حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:

قد وجب علیھم اھانتہ شرعا۔[1] ان پر اس کی اہانت ضروری ہے (ت)

علامہ محقق سعد الملۃ والدین تفتازانی مقاصد وشرح مقاصد میں فرماتے ہیں:

حکم المبتدع البغض والعداوۃ والاعراض عنہ والاھانۃ والطعن واللعن۔[2] بدمذہب کے لیے حکم شرعی یہ ہے کہ اس سے بغض و عداوت رکھیں، رُوگردانی کریں، اس کی تذلیل و تحقیر بجالائیں، اُس سے لعن وطعن کے ساتھ پیش آئیں۔

لاجرم ثابت ہُوا کہ بدمذہب کو سُنّیہ کا شوہر بنانا گناہ و ناجائز ہے۔

دلیل پنجم: قال العلی الاعلٰی جل وعلا (اللہ بلند و اعلٰی نے فرمایا:) والفیا سیدھا لدی الباب۔[3] ان دونوں نے زلیخا کے سید وسردار یعنی شوہر کو پایا دروازے کے پاس۔ ردالمحتار باب الکفاءۃ میں ہے: النکاح رق للمرأۃ والزوج مالک۔[4] نکاح سے عورت کنیز ہوجاتی ہے اور شوہر مالک۔ اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تقولوا للمنافق یاسید فانہ ان یک سیدا فقد اسخطتم ربکم عزوجل۔[5] رواہ ابوداؤد و النسائی بسند صحیح عن بریدۃ بن الحصیب رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ منافق کو "اے سردار" کہہ کر نہ پکارو کہ اگر وُہ تمہارا سردار ہو تو بیشک تم نے اپنے رب عزوجل کو ناراض کیا۔ (اس کو ابوداؤد اور نسائی نے صحیح سند کے ساتھ بریدہ بن حصیب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

حاکم نے صحیح مستدرک میں بافادۂ تصحیح اور بیہقی نے شعب الایمان میں ان لفظوں سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] طحطاوی علی الدر المختار باب الامامۃ دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۴۳

[2] شرح مقاصد المبحث الثامن حکم المؤمن دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/۲۷۰

[3] القرآن الکریم ۱۲/۲۵

[4] ردالمحتار باب الکفاءۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۱۷

[5] سنن ابی داؤد کتاب الادب آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۲۳

www.alahazratnetwork.org

اذا قال الرجل للمنافق یا سید فقد اغضب ربہ[1] | جو شخص کسی منافق کو "سردار" کہہ کر پکارے وہ اپنے رب عزوجل کے غضب میں پڑے۔

امام حافظ الحدیث عبدالعظیم زکی الدین منذری نے کتاب الترغیب والترہیب میں ایک باب وضع کیا:

الترھیب من قولہ لفاسق اومبتدع یا سیدی او نحوھا من الکلمات الدالۃ علی التعظیم[2] | یعنی ان حدیثوں کا بیان جن میں کسی فاسق یا بدمذہب کو "اے میرے سردار" یا کوئی کلمہ تعظیم کہنے سے ڈرانا۔

اور اس باب میں یہی حدیث انہیں روایات ابی داؤد و نسائی سے ذکر فرمائی۔ جب صرف زبان سے "اے میرے سردار" کہہ دینا باعث غضب رب جل جلالہ ہے تو حقیقۃً سردار و مالک بنالینا کس قدر سخت موجب غضب ہوگا والعیاذ باللہ رب العالمین۔

دلیل ششم: یا ایھا الناس ضرب مثل فاستمعوا لہ[3] واللہ لایستحیی من الحق[4] | اے لوگو! ایک مثل کہی گئی اسے کان لگا کر سنو۔ بیشک اللہ عزوجل حق بات فرمانے میں نہیں شرماتا۔

ایحب احدکم ان تکون کریمتہ فراش کلب فکرھتموہ[5] | کیا تم میں کسی کو پسند آتا ہے کہ اس کی بیٹی یا بہن کسی کتے کے نیچے بچھے تم اسے بہت برا جانو گے۔

رب جل وعلیٰ نے غیبت کو حرام ہونا اسی طرز بلیغ سے ادا فرمایا:

ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ[6] | کیا تم میں سے کوئی پسند رکھتا ہے کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے، تو یہ تمہیں برا لگا۔

---

[1] مستدرک للحاکم | کتاب الرقاق | دار الفکر بیروت | ۳۱۱/۴
شعب الایمان | حدیث ۴۸۸۳ | دار الکتب العلمیہ بیروت | ۲۳۰/۴
[2] الترغیب والترہیب | الترہیب من قولہ لفاسق اومبتدع یا سیدی الخ | مصطفی البابی مصر | ۵۷۹/۳
[3] القرآن الکریم ۷۳/۲۲
[4] القرآن الکریم ۵۳/۳۳
[5] سنن ابن ماجہ | ابواب النکاح | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ص ۱۳۹
مسند احمد بن حنبل | مروی از مسند علی رضی اللہ عنہ | دار الفکر بیروت | ۸۶/۱
[6] القرآن الکریم ۱۲/۴۹

سنیو سنیو اگر سُنّی ہو تو بگوش سنو لیس لنا مثل السوء التی صارت فراش مبتدع کالتی کانت فراش الکلب ہمارے لیے بُری مثل نہیں جو عورت کسی بدمذہب کی جورو بنی وہ ایسی ہی ہے جیسے کسی کُتّے 25/25
کے تصرف میں آئی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کوئی چیز دے کر پھیر لینے کا ناجائز ہونا اسی وجہ سے بیان فرمایا:

العائد فی ھبتہ کالکلب یعود فی قیئہ لیس لنا مثل السوء[1]۔ اپنی دی ہُوئی چیز پھیرنے والا ایسا ہے جیسے کُتّا قے کرکے اُسے پھر کھالیتا ہے، ہمارے لیے بُری مثل نہیں۔

اب اتنا معلوم کرنا رہا کہ بدمذہب کُتّا ہے یا نہیں؟ ہاں، ضرور ہے بلکہ کُتّے سے بھی بدتر و ناپاک تر، کُتّا فاسق نہیں اور یہ اصل دین و مذہب میں فاسق ہے، کُتّے پر عذاب نہیں اور یہ عذاب شدید کا مستحق ہے، میری نہ مانو سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث مانو، ابو حاتم خزاعی اپنے جزء حدیثی میں حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اصحاب البدع کلاب اھل النار[2]۔ بدمذہبی والے جہنمیوں کے کُتّے ہیں۔

امام دارقطنی کی روایت یوں ہے:

حدثنا القاضی الحسین بن اسمٰعیل نا محمد بن عبد اللہ المخرمی نا اسمٰعیل بن ابان نا حفص بن غیاث عن الاعمش عن ابی غالب عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اھل البدع کلاب اھل النار[3]۔

(قاضی حسین بن اسمٰعیل نے محمد بن عبد اللہ مخرمی سے انھوں نے اسمٰعیل بن ابان سے انھوں نے حفص بن غیاث سے انھوں نے اعمش سے انھوں نے ابو غالب سے انھوں نے ابو امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث بیان کی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا) بدمذہب لوگ دوزخیوں کے کُتّے ہیں۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از مسند عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۱/۲۱۷
[2] فیض القدیر شرح جامع الصغیر حدیث ۱۰۸۰ دار المعرفۃ بیروت ۱/۵۲۸
کنز العمال بحوالہ ابی حاتم الخزاعی " ۱۰۹۴ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۲۱۸
[3] کنز العمال بحوالہ قط فی الافراد عن ابی امامہ " ۱۱۲۵ " " " ۱/۲۲۳

www.alahazratnetwork.org

ابونعیم حلیہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اھل البدع شر الخلق و الخلیقۃ[1] — بدمذہب لوگ سب آدمیوں سے بدتر اور سب جانوروں سے بدتر ہیں۔

علامہ مناوی نے تیسیر میں فرمایا:

الخلق الناس و الخلیقۃ البھائم[2] — خلق سے مراد لوگ اور خلیقہ سے مراد جانور ہیں۔ (ت)

لاجرم حدیث میں ان کی مناکحت سے ممانعت فرمائی۔ عقیلی و ابن حبان حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تجالسوھم، ولا تشاربوھم، ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم[3] — بدمذہبوں کے پاس نہ بیٹھو، ان کے ساتھ پانی نہ پیو، نہ کھانا کھاؤ، ان سے شادی بیاہ نہ کرو۔

دلیل ہفتم: کتابیہ سے نکاح کا جواز عدم ممانعت و عدم گناہ صرف کتابیہ ذمیہ میں ہے جو مطیع الاسلام ہو کر دارالاسلام میں مسلمانوں کے زیرِ حکومت رہتی ہو وہ بھی خالی از کراہت نہیں بلکہ بے ضرورت مکروہ ہے۔ فتح القدیر وغیرہ میں فرمایا:

الاولی ان لا یفعل ولا یاکل ذبیحتھم الا للضرورۃ[4] — بہتر یہ ہے کہ بلا ضرورت ان سے نکاح نہ کرے اور نہ ذبیحہ کھائے۔ (ت)

مگر کتابیہ حربیہ سے نکاح یعنی مذکورہ جائز نہیں بلکہ عند التحقیق ممنوع و گناہ ہے، علمائے کرام وجہ ممانعت اندیشۂ فتنہ قرار دیتے ہیں کہ ممکن کہ اس سے ایسا تعلقِ قلب پیدا ہو جس کے باعث آدمی دارالحرب میں وطن کرلے نیز بچے پر اندیشہ ہے کہ کفار کی عادتیں سیکھے نیز احتمال ہے کہ عورت بحالتِ حمل قید کی جائے تو بچہ غلام بنے۔ محیط میں ہے:

یکرہ تزوج الکتابیۃ الحربیۃ لان الانسان لا یأمن ان یکون بینھما ولد فینشأ علی طبائع اھل الحرب ویتخلق باخلاقھم فلا — حربیہ کتابیہ عورت سے نکاح مکروہ ہے کیونکہ انسان اس بات سے بے فکر نہیں ہو سکتا کہ اس سے بچہ پیدا ہو تو وہ اہل حرب میں پرورش پائیگا اور انکے طور طریقے اپنائے گا اور پھر مسلمان ان بچے

[1] حلیۃ الاولیاء — ترجمہ ابومسعود موصلی — دارالکتاب العربی بیروت — ۲۹۱/۸
[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر — تحت حدیث ماقبل — مکتبہ امام شافعی الریاض سعودیہ — ۳۸۳/۱
[3] الضعفاء الکبیر للعقیلی — حدیث ۱۵۳ — دارالکتب العلمیہ بیروت — ۱۲۶/۱
[4] فتح القدیر — فصل فی بیان المحرمات — نوریہ رضویہ سکھر — ۱۳۵/۳

يستطيع المسلم قلعه عن تلك العادة[1] — ان کی عادات چھوڑنے پر قادر نہ ہوگا۔ (ت)

فتح اللہ المعین میں علامہ سید احمد حموی سے ہے:

عم مالو کانت حربية ولكن مكروه بالاجماع لانه ربما يختار المقام فی دار الحرب ولانه فيه تعريض ولده للرق فربما تحبل وتسبی معه فيصير ولده رقيقا وان کان مسلما وربما يتخلق الولد باخلاق الکفار[2]

جوازِ نکاح کا حکم کتابیہ حربیہ کو بھی شامل ہے لیکن یہ مکروہ ہے بالاجماع، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ بیوی کی وجہ سے دارالحرب میں قیام پسند کرلے، اور اس لیے بھی کہ اس میں بچے کو غلامی میں مبتلا کرنے کی سبیل ہوسکتی ہے کہ اس کی وہ حاملہ بیوی مسلمانوں کے ہاتھ قید ہوجائے تو بچہ بھی ماں کی وجہ سے قیدی ہوکر غلام بن جائے اگرچہ وہ مسلمان ہے نیز وہ بچہ دارالحرب میں کفار کی عادات کو اپنا سکتا ہے۔ (ت)

محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں بعبارت مذکورہ فرمایا:

وتکره الکتابية الحربية اجماعا لانفتاح باب الفتنة من امکان التعلق المستدعی للمقام معها فی دار الحرب وتعريض الولد علی التخلق باخلاق اهل الکفر وعلی الرق بان تسبی وهی حبلی فيولد رقيقا وان کان مسلما[3]

حربیہ کتابیہ بالاجماع مکروہ ہے کیونکہ اس سے فتنے کا دروازہ کھلنے کا اندیشہ ہے وہ یہ کہ بیوی سے تعلق مسلمان مرد کو دارالحرب میں رہنے پر آمادہ کرسکتا ہے اور بچے کو کفار کی عادات کا عادی بنانے کا راستہ ہے نیز بچے کی غلامی کے لیے راستہ ہموار کرنے کی کوشش ہے کیونکہ ہوسکتا ہے وہ بیوی حاملہ ہوکر مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوجائے تو بچہ بھی ماں کی وجہ سے غلام بنے اگرچہ وہ مسلمان ہوگا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ردالمحتار میں ہے:

قوله والاولی ان لايفعل يفيد کراهة التنزيه فی غير الحربية ومابعده يفيد کراهة التحريم فی الحربية[4]

اس کے قول کہ "بہتر ہے نہ کرے" سے یہ فائدہ ملتا ہے کہ کتابیہ غیر حربیہ سے نکاح مکروہ تنزیہی ہے جبکہ اس کا مابعد حربیہ کے بارے میں مکروہ تحریمی ہونے کا فائدہ دیتا ہے (ت)

[1] بحرالرائق بحوالہ المحیط فصل فی المحرمات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۱۰۳
[2] فتح المعین " " ۲/۲۰
[3] فتح القدیر " نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۳۵
[4] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۸۹

اہل انصاف ملاحظہ کریں کہ جو اندیشے ائمہ کرام نے وہاں مرد اور اولاد کے لیے پیدا کیے وہ زائد ہیں یا یہ جو یہاں عورت و اولاد کے لیے ہیں، وہاں مرد کا معاملہ ہے یہاں عورت کا، وہ حاکم ہوتا ہے یہ محکومہ، وہ مستقل ہوتا ہے یہ متلونہ، وہ مؤثر ہوتا ہے یہ متاثر، وہ عقل و دین میں کامل ہوتا ہے یہ ناقصہ، وہ اگر دار الحرب میں متوطن ہو گیا تو گنہگار ہوا دین نہ گیا یہ اگر اس کی صحبت میں بجتندہ ہو گئی تو دین ہی رخصت ہوا۔ بچہ بعد شعور اپنے باپ کی تربیت میں رہتا ہے وہاں باپ مسلم ہے یہاں بدمذہب، وہاں کافروں کی عادتیں ہی سیکھنے کا احتمال ہے یہاں خود مذہب کے بدل جانے کا قوی مظنہ، وہاں اگر غلام بنا تو ایک دنیوی ذلت ہے آخرت میں ہزاروں غلام کروڑوں آزادوں سے اعز و اعلیٰ ہوں گے یہاں اگر رافضی وہابی ہو گیا تو اخروی ذلت دینی فضیحت ہے، وہاں غلامی ایک احتمال ہی احتمال تھی اور یہاں یہ بدانجامی مظنون قوی، تو وہاں وہ اندیشے اگر کراہت تنزیہیہ لاتے یہاں یہ مظنون کراہت تحریمیہ تک پہنچ جاتے۔ ہم اوپر گزارش کر چکے ہیں کہ شرعاً جو چیز حرام ہے اس کے مقدمات و دواعی بھی حرام ہوتے ہیں، اور جب کہ وہاں اُن کے سبب کراہت تحریم مانیں تو یہاں اُن کے باعث کھلی تحریم رکھی ہے۔ یہ تیسرا جواب ہے اُس شبہہ کا کہ یہ اُن سے بھی گئے گزرے، مع ہذا شرع مطہر میں اگرچہ وہ مبتدع جس کی بدعت حد کفر کو نہ پہنچی آخرت میں کفار سے بلکا رہے گا اُن کا عذاب ابدی ہے اور اس کا منقطع اور بعد موت دنیوی احکام میں بھی خفت ہو گی مگر اس کے جیتے جی اس کے ساتھ برتاؤ کافر ذمی کے برتاؤ سے اشد ہے اور اس کی وجہ ہر ذی عقل پر روشن کافر ذمی سے ہرگز وہ اندیشہ نہیں جو اس دشمن دین مدعی اسلام و خیر خواہی مسلمین سے ہے وہ کھلا دشمن ہے اور یہ مار آستین، اس کی بات کسی جاہل سے جاہل کے دل پر نہ جمے گی کہ سب جانتے ہیں یہ مردود کافر ہے خدا و رسول کا صریح منکر ہے، اور یہ جب قرآن و حدیث ہی کے حیلے سے بہکائے گا تو ضرور اسرع و اظہر ہے والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔ امام حجۃ الاسلام محمد محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں،

ان كانت البدعة بحيث يكفربها فامره اشد من الذمي لانه لا يقر بجزية ولا يسامح بعقد ذمة و ان كان مما لا يكفر به فامره بينه و بين الله اخف من امر الكافر لا محالة ولكن الامر في الانكار عليه اشد منه على الكافر لان شر الكافر غير متعد

وہ بدعت جو مسلمان کو کفر میں مبتلا کر دے تو ایسا کافر بدعتی دار الاسلام میں ذمی کافر سے بدتر ہے کیونکہ وہ جزیہ کا پابند نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ عقد ذمہ کی پروا کرتا ہے اور اگر بدعت ایسی ہو جس کی وجہ سے بدعتی کو کافر نہیں کہا جا سکتا تو ایسے بدعتی کا معاملہ کافر کی نسبت سے اللہ تعالیٰ کے ہاں ضرور خفیف ہے لیکن اس کی تردید کا معاملہ کافر کے مقابلہ میں زیادہ اہم ہے کیونکہ کافر کا شر مسلمانوں کے لیے اتنا نقصان"

فان المسلمین اعتقدوا کفرہ فلا یلتفتون الٰی قولہ اذ لا یدعی الاسلام و اعتقاد الحق اما المبتدع الذی یدعو الی البدعۃ ویزعم ان ما یدعو الیہ حق فہو سبب لغوایۃ الخلق فشرہ متعد فالاستحباب فی اظہار بغضہ ومعاداتہ والانقطاع عنہ وتحقیرہ والتشنیع علیہ ببدعتہ وتنفیر الناس عنہ اشد[1]

نہیں کیونکہ مسلمان اس کے کافر ہونے کی وجہ سے اس کی بات کو قابلِ التفات نہیں سمجھتے کیونکہ وہ اسلام اور حق کا مدعی نہیں بنتا لیکن گمراہ بدعتی اپنی بدعت کو حق قرار دے کر لوگوں کو اس طرف دعوت دیتا ہے اس لیے وُہ عوام الناس کو گمراہ کرنے کا سبب بنتا ہے لہٰذا اس کا شر زیادہ مُوثر ہے' ایسے شخص کو بُرا جاننا اس کی مخالفت کرنا ، اس سے قطع تعلق کرنا ، اس کی تحقیر کرنا ، اس کا رَد کرنا اور لوگوں کو اس سے متنفر کرنا زیادہ باعث اجر و ثواب ہے ۔ (ت)

یہ چوتھا جواب ہے اُس شُبہہ کا اَلحمدُ للّٰہ آفتابِ حق بے حجاب سحاب متجلی ہوا اور دلائل واضحہ سے نہ صرف وہابی بلکہ ہر بدمذہب کے ساتھ سُنّیہ کی تزویج کا باطلِ محض یا اقل درجہ ممنوع و گناہ ہونا ظاہر ہوگیا ، ہاں ہمارے بعض بھائیوں کا بعض متقشف وہابیہ کے فریب سے دھوکا پاکر یہ عذر باقی ہے کہ یہ احکام تو ان کے لیے ہیں جو مذہبِ اہلسنت سے خارج ہیں اور وہابی ایسے نہیں فلاں فلاں وہابی تو سُنّی ہیں ، اس کا جواب اسی قدر بس ہے کہ عزیز بھائیو ! دینِ حق کے فدائیو ! دیکھو یہ وہم دل میں نہ لانا کہ دیکھو ، بھلا وہابی صاحب جو چاہیں بکیں وہاں نہ خوفِ خدا نہ خلق کی حیا ، مگر پیارے سنّیو ! تم نے یہ کیونکر باور کرلیا کہ بعض وہابی اہلسنت ہیں ۔ عزیزو ! کیا یہ اس کہنے سے کچھ زیادہ عجیب تر ہے کہ فلاں رات دن ہے یا فلاں نصرانی مومن ہے ۔ جب سنّیت ، وہابیت سے صاف مباین ہے تو ان کا اجتماع کیونکر ممکن ہے ۔ ہاں یُوں کہتے تو ایک بات تھی کہ فلاں فلاں لوگ جو وہابی کہلاتے ہیں وہابی نہیں اہلسنت ہیں ۔ بہت اچھا ، چشم ما روشن دلِ ما شاد ، خدا ایسا ہی کرے ، اگر واقع اس کے مطابق ہے تو ہمارا کیا ضرر ، اور اس فتوے پر اس سے کیا اثر ، فتوٰی میں زید و عمرو کسی کی تعیین نہ تھی ، سائل نے وہابی کی نسبت سوال کیا مجیب نے وہابی کے باب میں جواب دیا فلاں اگر وہابی نہیں سُنّی ہے اس سوال و جواب دونوں سے بری ہے ، فتوٰی کی صحت میں کیا شک پروری ہے ۔ پھر عزیز بھائیو ! یہ تنزلی جواب اس کے تسلیم ادعا پر مبنی ہے ، ابھی امتحان کا مرحلہ باقی و دیدنی ہے ، زبان سے کہہ دینا کہ ہم وہابی نہیں گنتی کے لفظ ہیں کچھ بھاری نہیں ،

الٓمّٓ ۚ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنّا

کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اس زبانی کہہ دینے پر

---

[1] احیاء العلوم کتاب الالفۃ والاخوۃ بیان مراتب الذین یبغضون فی اللہ مکتبۃ و مطبعۃ المشہد الحسینی القاہرۃ مصر ۲/ ۱۶۹

وھم لا یفتنون[1]

چھوڑ دیے جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اللہ تعالٰی ہمیں کافی ہے اور وہ اچھا وکیل ہے کوئی حرکت اور کوئی قوت اللہ تعالٰی عظیم وبلند کی مشیت کے بغیر نہیں ہے۔ (ت)

بہت اچھا جو صاحب مشتبہ الحال وہابیت سے انکار فرمائیں امورِ ذیل پر دستخط فرماتے جائیں کھوٹے کھرے کا پردہ کُھل جائے گا چلن میں

(۱) مذہب وہابیہ ضلالت وگمراہی ہے۔

(۲) پیشوایانِ وہابیہ مثل ابن عبدالوہاب نجدی و اسمٰعیل دہلوی و نذیر حسین دہلوی و صدیق حسن بھوپالی اور دیگر چھُٹ بھیے آروی بنگالی پنجابی جنگالی سب گمراہ بددین ہیں۔

(۳) تقویۃ الایمان وصراطِ مستقیم ورسالہ یکروزی وتنویر العینین تصانیفِ اسمٰعیل اور ان کے سوا دہلوی و بھوپالی وغیرہما وہابیہ کی جتنی تصنیفیں ہیں صریح ضلالتوں گمراہیوں اور کلماتِ کفریہ پر مشتمل ہیں۔

(۴) تقلیدِ ائمہ فرض قطعی ہے بے حصول منصب اجتہاد اُس سے رُوگردانی بددین کا کام ہے، غیر مقلدین مذکورین اور ان کے اتباع واذناب کہ ہندوستان میں نامقلدی کا بیڑا اٹھائے ہیں محض سفہاء ناشخص ہیں ان کا تارک تقلید ہونا اور دوسرے جاہلوں اور اپنے سے اجہلوں کو ترک تقلید کا اغوا کرنا صریح گمراہی وگمراہ گری ہے۔

(۵) مذاہبِ اربعہ اہلسنت سب رشد وہدایت ہیں جو ان میں سے جس کی پیروی کرے اور عمر بھر اسی کا پیرو رہے، کبھی کسی مسئلہ میں اُس کے خلاف نہ چلے، وہ ضرور صراطِ مستقیم پر ہے، اُس پر شرعًا کوئی الزام نہیں ان میں سے ہر مذہب انسان کے لیے نجات کو کافی ہے تقلیدِ شخصی کو شرک یا حرام ماننے والے گمراہ ضالین متبع غیر سبیل المؤمنین ہیں۔

(۶) متعلقاتِ انبیاء واولیاء علیہم الصلٰوۃ والثناء مثل استعانت ونداء وعلم وتصرف بعطائے خدا وغیرہ مسائل متعلقہ اموات واحیاء میں نجدی ودہلوی اور اُن کے اذناب نے جو احکامِ شرک گھڑے اور

---

[1] القرآن الکریم ۲۹/ ۲

عامۂ مسلمین پر بلاوجہ ایسے ناپاک حکم جوڑے یہ اُن گمراہوں کی خباثتِ مذہب اور اس کے سبب انھیں استحقاقِ عذاب وغضب ہے۔

(۷) زمانہ کو کسی چیز کی تحسین وتقبیح میں کچھ دخل نہیں، امرِ محمود جب واقع ہو محمود ہے اگرچہ قرونِ لاحقہ میں ہو، اور مذموم جب صادر ہو مذموم ہے اگرچہ ازمنۂ سابقہ میں ہو۔ بدعتِ مذمومہ صرف وہ ہے جو سنتِ ثابتہ کے رد وخلاف پر پیدا کی گئی ہو، جواز کے واسطے صرف اتنا کافی ہے کہ خدا ورسول نے منع نہ فرمایا، کسی چیز کی ممانعت قرآن وحدیث میں نہ ہو تو اسے منع کرنے والا خود حاکم وشارع بننا چاہتا ہے۔

(۸) علمائے حرمین طیبین نے جتنے فتاوے ورسائل مثل الدرر السنیہ فی الرد علی الوہابیہ وغیرہا ردِ وہابیہ میں تالیف فرمائے سب حق وہدایت ہیں اور ان کا خلاف باطل وضلالت۔

حضرات! یہ جنت سنت کے آٹھ باب ہادیٔ حق وصواب ہیں، جو صاحب بے پھیر پھار بے حیلہ "انکار" بکشادہ پیشانی ان پر دستخط فرمائیں تو ہم ضرور مان لیں گے کہ وہ ہرگز وہابی نہیں، ورنہ ہر ذی عقل پر روشن ہوجائیگا کہ منکر صاحبوں کا وہابیت سے انکار نرا حیلہ ہی حیلہ تھا جسے پرچھا اور اسم سے رمنا، اس کے کیا معنے ؎

منکر می بودن و در رنگِ مستاں زیستن

(منکر ہونا اور مستوں کے رنگ میں جینا۔ت)

واللّٰہ یھدی من یشاء الٰی صراط مستقیم[1]۔ (اللہ تعالٰی جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی ہدایت عطا فرماتا ہے۔ت)

الحمدللہ کہ یہ مختصر بیان تصدیق مظہر حق وتحقیق اوائل عشرۂ اخیرہ ماہ مبارک ربیع الاول شریف سے چند جلسوں میں بدرسمائے تمام اور بلحاظ تاریخ "اذاقۃ الاثام بحجر الکرام عن کلاب النار" نام ہوا، وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین والحمدللّٰہ رب العٰلمین۔

مسئلہ ۲۰: غرہ جمادی الاولٰی ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سنّی المذہب ہے اور ہندہ زوجہ شیعی مذہب رکھتی ہے اور باہم کسی طریقہ پر عقد بھی ہوگیا ہے ایسی حالت میں شرعاً ہمبستری یعنی مجامعت جائز ہے اور ایسی حالت میں جو اولاد ہوگی وہ نطفہ صحیح ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

آج کل کے روافض تبرائی علی العموم کافر مرتد ہیں شاید شاذ ونادر اُن میں کوئی مسلمان نکل سکے،

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۱۳

جیسے کوؤں میں سپید رنگ کا کوا۔ ایسی عورت سے نکاح محض باطل ہے اور قربت صریح زنا، اور اولاد یقیناً ولدالزنا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰: از کلکتہ سندریا پٹی ۱۰۹ متصل مسجد ناخدا دکان کتب شیخ فخرالدین مرسلہ نظیر حسن صاحب ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

بعالی خدمت جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام افضالہ پس از سلام مسنون الاسلام آنکہ زید نے اپنی سگی یعنی حقیقی بہن کی لڑکی کی لڑکی سے بحکم ایک عالم کے عقد کیا یہ از رُوئے شرع شریف کے عندالاحناف جائز ہے یا ناجائز ہے؟ مفصل تحریر فرمائیے، بیّنوا توجروا۔

الجواب

عقد مذکور زنائے محض ہے حرام قطعی ہے سخت عظیم شدید گناہ کبیرہ ہے، نہ فقط حنفیہ بلکہ شافعیہ مالکیہ حنبلیہ تمام اُمتِ مرحومہ کے اجماع سے حرام ہے بنص قرآن عظیم سے حرام ہے۔ قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا):

حرمت علیکم امھٰتکم وبنٰتکم واخوٰتکم وعمّٰتکم وخٰلٰتکم وبنٰت الاخ وبنٰت الاخت۔[1] تم پر تمہاری مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں اور بھانجیاں حرام کی گئی ہیں۔(ت)

اس آیۂ کریمہ میں رب عزوجل نے بنات کا لفظ تین جگہ ارشاد فرمایا کہ حرام کی گئیں تم پر تمہاری بیٹیاں، بھائی کی بیٹیاں، بہن کی بیٹیاں۔ اگر بنات یعنی بیٹیاں پوتی نواسی کو بھی شامل تو ضرور بھائی بہن کی پوتی، نواسی بھی اسی حکم میں داخل۔ اور اگر شامل نہیں تو خود اپنی پوتی نواسی بھی حکم آیت میں داخل نہیں تو اس جاہل بیباک کے طور پر وُہ حلال ٹھہرے گی، لقولہ تعالٰی، واحل لکم ماوراء ذٰلکم[2] (تمہارے لیے ان کے ماسوا حلال قرار دی گئی ہیں۔ ت) لاجرم کتب تفسیر میں اسی آیت کریمہ سے بھائی بہن کی پوتی نواسی کا حرام ابدی ہونا ثابت فرمایا اور کُتب فقہ میں اُنھیں بھتیجی بھانجی میں داخل مان کر محارم ابدیہ میں گنایا۔ معالم التنزیل میں ہے:

یدخل فیھن بنات اولاد الاخ والاخت وان سفلن۔[3] ان محرمات ابدیہ میں بھائی اور بہن کی اولاد کی بیٹیاں خواہ نیچے تک ہوں، داخل ہیں (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

[2] " " ۴/ ۲۴

[3] معالم التنزیل حرمت علیکم امھٰتکم الخ کے تحت مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۰۱

تفسیر کبیر میں ہے:

النوع الثانی من المحرمات البنات کل انثی یرجع نسبہا الیک بالولادۃ بدرجۃ او بدرجات باناث او بذکور فہی بنتک النوع السادس والسابع بنات الاخ وبنات الاخت والقول فی بنات الاخ وبنات الاخت کالقول فی بنات الصلب فہذہ الاقسام السبعۃ محرمۃ فی نص الکتاب بالانساب والارحام[1] اھ ملتقطا

محرمات کی دوسری قسم بیٹیاں ہیں، وہ تمام لڑکیاں جن کا نسب ایک درجہ یا کئی درجوں کے مرد اور عورتوں کے واسطہ سے تیری طرف بطور اولاد لوٹتا ہے وہ سب کی سب تیری بیٹیاں ہیں، اور چھٹی اور ساتویں قسم بھائی اور بہن کی بیٹیاں ہیں، اور بھائی اور بہن کی بیٹیوں کا حکم بھی اپنی صلبی بیٹیوں کی طرح ہے، تو یہ سات اقسام نسب اور ارحام کی وجہ سے قرآنی نص سے حرام ہیں اھ ملتقطا (ت)

تفسیر بیضاوی وتفسیر ارشاد العقل میں ہے:

بنات الاخ وبنات الاخت تتناول القربیٰ والبعدیٰ[2]

محرمات میں بھائی اور بہن کی بیٹیاں قریب ہوں یا بعید ہوں سب شامل ہیں۔ (ت)

تفسیر جلالین میں ہے:

وبنات الاخ وبنات الاخت وتدخل فیہن اولادھن[3]

بھائی اور بہن کی بیٹیوں میں ان بیٹیوں کی اولاد بھی داخل ہے۔ (ت)

فتوحات الٰہیہ حاشیہ جلالین میں ہے:

فشملت العبارۃ بنت ابن الاخ وان سفل وبنت ابن الاخت وان سفل[4]

یہ عبارت بھتیجوں اور بھانجی کی بیٹیوں کو بھی اگرچہ نیچے تک ہوں شامل ہے۔ (ت)

ملتقی الابحر میں ہے:

تحرم علی الرجل اختہ وبنتہا وبنت اخیہ

مرد پر اس کی بہن اور اس کی بھانجی اور بھتیجی اور ان

---

[1] تفسیر کبیر تحت الآیۃ حرمت علیکم امہاتکم مطبعۃ البہیۃ مصر ۱۰/ ۲۸-۲۹
[2] تفسیر بیضاوی " " " " مصطفی البابی مصر ۱/ ۸۳
[3] تفسیر جلالین " " " " اصح المطابع دہلی ص ۷۳
[4] فتوحات الٰہیہ حاشیہ جلالین " " " " مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۷۰

وان سفلتا[1]

کی اولاد نیچے تک حرام ہے (ت)

نقایہ میں ہے:

حرم اصلہ وفرعہ وفرع اصلہ القریب[2]

مرد پر اس کے اصول و فروع اور اصل قریب (باپ، ماں) کے فروع حرام ہیں (ت)

شرح وقایہ میں ہے:

وبنات الاخوۃ والاخوات وان سفلت فیحرم جمیع ھؤلاء[3]

بھتیجیاں اور بھانجیاں نیچے تک سب حرام ہیں (ت)

اصلاح میں ہے:

حرم علی المرء اصلہ وفرعہ واختہ وفرعہا وفرع اخیہ[4]

مرد پر اس کے اصول و فروع اور اسکی بہن اور بھائیوں کی اولاد حرام ہے (ت)

درر میں ہے:

واختہ وبنتہا وان سفلت[5]

بہن اور اس کی بیٹیاں نیچے تک حرام ہیں (ت)

فتح القدیر میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

تدخل فی بنات الاخ والاخت بناتھن وان سفلن[6]

بھتیجیوں اور بھانجیوں میں ان کی بیٹیاں بھی نیچے تک داخل ہیں (ت)

اختیار شرح مختار و خزانۃ المفتین میں ہے:

وبنات الاخ وبنات الاخوات وان سفلن فھن محرمات بنص الکتاب نکاحا

بھتیجیاں اور بھانجیاں نیچے تک محرمات ہیں جن سے نکاح، وطی اور اس کے دواعی کی ابدی حرمت

---

[1] ملتقی الابحر　باب المحرمات　مؤسسۃ الرسالۃ بیروت　۱/۲۳۹

[2] النقایۃ مختصر الوقایۃ　کتاب النکاح　نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی　ص ۵۲

[3] شرح وقایہ　المحرمات من النساء　مجتبائی دہلی　۲/۱۱

[4] اصلاح

[5] درر الحکام　کتاب النکاح　احمد کامل الکائنۃ دار السعادت بیروت　۱/۳۲۹-۳۳۰

[6] فتح القدیر　فصل فی بیان المحرمات　نوریہ رضویہ سکھر　۳/۱۱۸

ووطأً ودواعیه علی التابید[1]

کتاب اللہ کی نص سے ثابت ہے۔ (ت)

فتاوٰی قاضی خاں وغیرہا میں ہے:

وبنات الاخوات وان سفلن[2]

بھانجیاں نیچے تک (ت)

محیط سرخسی وفتاوٰی عالمگیری میں ہے:

وکذا بنات الاخ والاخت وان سفلن[3]

یونہی بھتیجیاں اور بھانجیاں نیچے تک (ت)

انوار امام یوسف اردبیلی شافعی میں ہے:

المحرمات علی التابید بالنسب الامھات وان علت والبنات وان سفلت وبنات الاخوۃ والاخوات وان سفلت[4]

نسبی طور پر ابدی محرمات مائیں اوپر تک، بیٹیاں نیچے تک، بھتیجیاں اور بھانجیاں نیچے تک ہیں۔ (ت)

اس جاہل احمق نکاح کرنے والے پر فرض ہے کہ فوراً فوراً اُس اپنی سگی بیٹی سے جُدا ہوجائے اور اس اجہل اضل عالم ظالم پر لازم کہ از سرِ نو کلمہ اسلام پڑھے اپنے اُس ناپاک ملعون فتوے سے توبہ کرے اپنی عورت سے نکاح از سرِ نو کرے۔ "اعلام بقواطع الاسلام" میں ہے:

ومن ذلک ای من المکفرات ان یستحل محرما بالاجماع کالخمر واللواط ولو فی مملوکه الخ[5]

www.alahazratnetwork.org

کافر بنانے والی چیزوں میں سے کسی ایسی چیز کو حلال بنالینا جس کی حرمت پر اجماع ہے مثلاً شراب، لواطت خواہ اپنے مملوک سے ہو الخ (ت)

خلاصہ وہندیہ میں ہے:

من اعتقد الحرام حلالا اوعلی القلب یکفر[6]

جو شخص حرام کو حلال یا حلال کو حرام کرنے پر عقیدہ رکھے وہ کافر ہے (ت)

الٰہی! اس زمانہ پُرفتن کے ہر فتنہ وشر سے تیری پناہ، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

---

[1] الاختیار لتعلیل المختار — فصل فی المحرمات — دار فراس للنشر والتوزیع بیروت — ۸۵/۳

[2] فتاوٰی قاضی خاں — باب فی المحرمات — نولکشور لکھنؤ — ۱۶۵/۱

[3] فتاوٰی ہندیہ — فی بیان المحرمات — نورانی کتب خانہ پشاور — ۲۷۳/۱

[4] انوار الاعمال الابرار

[5] الاعلام بقواطع الاسلام — ملحق بسبل النجاۃ — مکتبۃ حقیقۃ دار الشفقت استنبول ترکی — ص ۳۵۳

[6] فتاوٰی ہندیہ — احکام المرتدین — نورانی کتب خانہ پشاور — ۲۷۲/۲

مسئلہ ۲۰۲: از نواب گنج ضلع بریلی مکان تحصیلدار ظہور الاسلام صاحب مرسلہ حضرت سید نور عالم میاں صاحب مارہروی
۵ رجب ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع شریف اساطین فرقہ اہل سنت و جماعت متبعین ملت حنفیہ اس باب میں کہ ایک شخص نے اپنی بی بی کی زندگی میں اس کی خواہر حقیقی علینی سے نکاح کیا اور بعد نکاح خواہر زن مگر قبل خلوت صحیحہ یا اس سے خلوت صحیحہ کے بعد پہلی بی بی کو طلاق دے دی ان دونوں صورتوں میں یہ نکاح عند الشرع درست و جائز ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

جب ایک بہن نکاح میں ہو دوسری سے نکاح حرام قطعی ہے،

قال اللہ تعالٰی وان تجمعوا بین الاختین[1] اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: حرام ہے دونوں بہنوں کو جمع کرنا۔ (ت)

تو یہ نکاح ضرور حرام و ناجائز ہوا اور پہلی زوجہ کو اس نکاح فاسد کے بعد پیش از خلوت خواہ بعد خلوت طلاق دے دینا اس حرام کو حلال اس فاسد کو صحیح اس ناجائز کو جائز نہیں کرسکتا، علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اگر اولاً زوجہ کو طلاق دے اور ہنوز اس کی عدت نہ گزری ہو کہ اس کی بہن سے نکاح کرلے یہ نکاح حرام ہوگا تو یہاں کہ پہلے اس کی خواہر سے نکاح کرلیا بعد کو طلاق دی کیونکر حلال ہوسکتا ہے۔ درمختار میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

حرم الجمع بین المحارم نکاحا وعدۃ ولو من طلاق بائن[2] وہ عورتیں جو آپس میں محرم ہوں ان کو نکاح اور عدت خواہ طلاق بائن کی عدت ہو، میں جمع کرنا حرام ہے۔ (ت)

شخص مذکور پر فرض ہے کہ فوراً اس دوسری کو چھوڑ دے پھر اگر پہلی کی عدت گزر چکی ہے تو اُسے اختیار ہوگا کہ اُس دوسری کو چھوڑ کر ابھی معاً اس سے نکاح کرلے ورنہ اتنا انتظار فرض ہے کہ اُس پہلی کی عدت گزر جائے اُس کے بعد اُس دوسری سے نکاح صحیح بروجہ شرعی کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۳: ۵ رجب ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ معاذ اللہ ساس سے زنا کے باعث جب منکوحہ حرام ہوجائے تو اس سے پردہ بھی فرض ہوجاتا ہے یا وہ مثل محارم کے ہوجاتی ہے کہ دیکھنا، چھونا، تنہا مکان میں رہنا جائز ہے۔ بینوا توجروا

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳
[2] درمختار فصل فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۸

الجواب

مذہب اصح یہی ہے کہ حرمتِ مصاہرت اگرچہ معاذ اللہ زنا سے ناشئ ہُوئی ہو عورت کو مثل محارم کے کر دیتی ہے تو نظر و مس بشہوت تو قطعاً حرام ہوگئے اور بلاشہوت میں حرج نہیں جبکہ اپنے یا عورت کے لیے حدوثِ شہوت کا اندیشہ نہ ہو، بحالتِ اندیشہ بلاشہوت بھی دیکھنا چُھونا حرام ہوگا بلکہ اگر شک بھی ہو کہ شاید مجھے یا عورت کو شہوت پیدا ہو، نہ ہو جب بھی حکمِ حُرمت ہے، اور تنہا ایک مکان میں جانے کی تو اصلاً اجازت نہیں کہ یہ خواہی نخواہی مظنّۂ شہوت ہے خصوصاً منکوحہ میں جو ایک زمانے تک اس کے نکاح میں رہ چکی اور باہم حجاب و تکلف مرتفع رہا تھا تو عندالانصاف جبکہ منکوحہ سے معاذ اللہ حرمتِ مصاہرت پیدا ہو اُسے مثل اجنبیہ تصوّر کرنے ہی میں احتیاط ہے وباللہ العصمۃ، درمختار میں ہے:

ینظر الرجل من محرمہ ھی من لایحل لہ نکاحہا ابداً بنسب اوبسبب ولو بزنا، الی الرأس والوجہ والصدر والساق والعضدان امن شہوتہ وشہوتہا وان لم یأمن او شک لایحل النظر والمس، کشف الحقائق لابن سلطان والمجتبٰی[1] اھ ملتقطا۔

محرمہ وہ عورت ہے جس سے ابدی طور پر نکاح حرام ہو، نسب کی وجہ سے محرمہ ہو یا کسی سبب کی وجہ سے، وہ سبب زنا ہی کیوں نہ ہو۔ شہوت کا خدشہ ہو تو ایسی محرم عورتوں کے سر، چہرہ، سینہ، پنڈلی اور بازو کو دیکھنا مرد کے لیے جائز ہے، اور اگر مرد یا عورت کو شہوت کا خدشہ ہو یا کوئی ان میں سے حالتِ شہوت میں ہو تو پھر محرمہ کو چُھونا اور دیکھنا جائز نہیں، کشف الحقائق ابن سلطان اور مجتبٰی اھ ملتقطا (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ ولو بزنا ای ولوکان عدم حل نکاحہا لہ بسبب زنا ہ باصولہا او فروعہا قال الزیلعی وقیل انہا کالاجنبیۃ والاول اصح اعتبارا للحقیقۃ لانہا محرمۃ علیہ علی التابید[2]۔

اس کا قول "اگرچہ زنا سے ہو" یعنی اس سے نکاح حلال نہ ہونے کی وجہ اس کے اصول یا فروع سے زنا ہو۔ زیلعی نے کہا کہ ایسی عورت کا چُھونے اور دیکھنے میں اجنبی عورت جیسا حکم ہے جبکہ پہلا قول اصح ہے کیونکہ اس کے ابدی حرام ہونے کی حقیقت کا اعتبار رہوگا۔ (ت)

اُسی میں ہے:

قولہ او شک معناہ استواء الامرین۔

اس کا قول "او شک" اس کا معنی یہ ہے کہ شہوت اور

---

[1] درمختار فصل فی النظر والمس مجتبائی دہلی ۲/۲۴۱

[2] ردالمحتار " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۳۵

تاتارخانیہ۔[1] عدم شہوت دونوں کا احتمال مساوی ہو۔ تاتارخانیہ (ت)

درمختار میں ہے:

والخلوۃ بالمحرم مباحۃ الا الاخت رضاعا والصھرۃ الشابۃ۔[2]

محرم عورتوں سے خلوت مباح ہے مگر رضاعی بہن اور جوان ساس سے جائز نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال فی القنیۃ وفی استحسان القاضی الصدر الشھید وینبغی للاخ من الرضاع ان لایخلو باختہ من الرضاع لان الغالب ھناك الوقوع فی الجماع اھ، وافاد العلامۃ البیری ان ینبغی معناہ الوجوب ھنا[3] اھ مافی رد المحتار **قلت** فاذا کان الغالب ذلك فی الاخت رضاعا فما ظنك فی التی کانت تحتہ زمانا وقد ذاق کل عسیلۃ صاحب، نسأل اللّٰہ العفو والعافیۃ۔ واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

قنیہ اور قاضی الصدر الشہید کے استحسان میں ہے کہ رضاعی بھائی کو رضاعی بہن کے ساتھ تخلیہ مناسب نہیں کیونکہ تخلیہ جماع کا موجب ہوتا ہے، غالب یہی ہے اھ، اور علامہ بیری نے مفید بات کی ہے کہ یہاں ینبغی کا معنی وجوب ہے۔ ردالمحتار کا بیان ختم ہوا۔ **قلت** (میں کہتا ہوں کہ۔ ت) جب رضاعی بہن کے متعلق غالب امر یہ ہے تو اس عورت کے بارے میں کیا خیال ہے جو مدت بھر اس کی بیوی رہی ہو اور یہ مرد وعورت دونوں ایک دوسرے سے لطف اندوز ہوتے رہے ہوں۔ ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کی دعا کرتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ٢٠٣: از مارہرہ مطہرہ مدرسہ درگاہ معلی مرسلہ مولوی رحمت اللہ صاحب ١٠ رجب المرجب ١٣١٠ھ

زید نے ہندہ کے ساتھ عرصہ پندرہ برس کا ہوا کہ نکاح کیا، لڑکا بھی پیدا ہوا پھر زید چلا گیا اور اب تک اس کی خبر نہ لی، نہ نان نفقہ دیا، چندبار اس کو واسطے دینے طلاق کے تحریر کیا، جواب نہ دیا، اب ہندہ دوسرا عقد کرنا چاہتی ہے بخیال حالات زمانہ نہ معلوم کیا امر نامناسب آئندہ پیش آئے، اس وقت بجز ندامت اہل دنیا و الزام شرع کچھ سود نہ ہوگا، پس یہ از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

---

[1] ردالمحتار فصل فی النظر والمس دار احیاء التراث العربی بیروت ٥/٢٣٥

[2] درمختار " " " مجتبائی دہلی ٢/٢٤١

[3] ردالمحتار " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ٥/٢٣٦

الجواب

جب تک موت یا طلاق نہ ہو حرام ہے،

قال اللہ تعالٰی والمحصنٰت من النساء[1]۔ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: شادی شدہ عورتیں(ت)

چارہ کار نالش ہے ورنہ صبر، ورنہ یہ نکاح خود کیا حرام نہ ہوگا تو وہم آئندہ سے بچنے کے لیے قصداً حرام کاری کے کیا معنے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۵ تا ۲۰۸: از بنگالہ ضلع سلہٹ ڈاکخانہ کمال گنج موضع پھول ٹولی مرسلہ مولوی عبدالغنی صاحب ۱۹ شوال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) سید سید شیخ شیخ پٹھان پٹھان، آیا ان قوموں میں بڑے بھائی کی لڑکی اور چھوٹے بھائی کا لڑکا اس صورت میں نکاح جائز ہے یا نہیں؟

(۲) زید وعمرو حقیقی چچا زاد بھائی ہیں اب زید عمرو کی دختر کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے جائز ہے یا نہیں؟ اور غیر حقیقی میں کیا حکم ہے؟

(۳) آپس میں بھائی اور بہنوں سوائے نسبی اور رضاعی کے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

(۴) زید کا دادا غیر حقیقی ہے اب زید اس غیر حقیقی دادا کی دختر سے نکاح کرنا چاہتا ہے جائز ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا۔

الجواب

ان سب صورتوں میں یعنی اپنے حقیقی چچا کی بیٹی یا چچا زاد بھائی کی بیٹی یا غیر حقیقی دادا کی اگرچہ وہ حقیقی دادا کا حقیقی بھائی ہو، اور رشتے کی بہن جو ماں میں ایک نہ باپ میں شریک نہ باہم علاقہ رضاعت جیسے ماموں خالہ پھوپھی کی بیٹیاں یہ سب عورتیں شرعاً حلال ہیں جبکہ کوئی مانع نکاح مثل رضاعت ومصاہرت قائم نہ ہو۔

قال اللہ تعالٰی واحل لکم ما وراء ذٰلکم[2]۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: محرمات کے علاوہ عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں۔(ت)

نقایہ میں ہے:

حرم اصلہ وفرعہ وفرع اصلہ القریب مرد پر اس کے اصول وفروع اور اصل قریب (ماں باپ)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۴

[2] ؎ " " ۴/ ۲۴

وصلبية اصله للبعيد۔[1]

کے فروع (بہن بھائی) اور اصل بعید (دادا اور اوپر والے) باپوں کے صُلبی رشتے حرام ہیں۔ (ت)

درمختار میں ہے:

حلال بنت عمه وعمته وخاله وخالته لقوله تعالٰی واحل لکم ماوراء ذٰلکم[2] اھ قلت ویدخل فیھم اعمام ابیه وجدہ وان علا وامه وجدته وان علت وعماتھم واخوالھم وخالاتھم کما دخلن فی قوله تعالٰی وعمّٰتکم وخٰلٰتکم کما فی التبیین۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

چچا، پھوپھی، ماموں اور خالہ کی لڑکیاں حلال ہیں کیونکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ محرمات کے ماسوا سب عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں۔ قلت (میں کہتا ہوں۔ت) ان میں ماں، باپ، دادا اور دادی کے چچوں اور ان کے ماموں، خالاؤں اور پھوپھیوں کی بیٹیاں بھی حلال ہونے میں داخل ہیں، جیسا کہ تبیین میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰۹: مرسلہ مولوی عبدالحمید صاحب ۶ محرم ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی دو بہنیں اور ایک بیٹی ہے اور اُن کا نکاح بھی ہوگیا ہے، اب آیا زید کی بیٹی کو زید کی دونوں بہنوں کے شوہر سے پردہ کرنا واجب ہے یا نہیں؟ اور بعد مرنے ایک ہمشیرہ کے اُس کے شوہر سے زید کی لڑکی کا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور اس سے بھی پردہ اس حالت میں ہے یا نہیں؟ اور جس بہن کا شوہر زندہ ہے اُس سے بھی نکاح درست ہے یا نہیں؟ بیّنوا بالدلیل توجروا باجر الجزیل۔

الجواب

پھوپھی یا خالہ یا بہن اور اسی طرح جتنی عورات عورت کی محارم ہیں ان کی زندگی میں ان کے شوہروں سے عورت کا نکاح اگرچہ حرام،

واصله قوله عزوجل وان تجمعوا بین الاختین[3] وفی الحدیث لاتنکح المرأۃ علی عمتھا ولا علی

اور اس کا اصل ــ اللہ تعالٰی کا یہ ارشاد "حرام ہے دو بہنوں کو جمع کرنا" اور حدیث میں ہے کہ پھوپھی اور

---

[1] مختصر الوقایۃ فی مسائل الہدایۃ کتاب النکاح نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۲

[2] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۷

[3] القرآن الکریم ۴/۲۳

خالتھا[1] خالہ کے ہوتے ہوئے ان کی بھتیجی اور بھانجی سے نکاح نہ کیا جائے۔(ت)

مگر وُہ عورت کے محارم نہیں ہوجاتے کہ اُن سے نکاح صرف اُس حالت تک حرام جب تک اُس کی پھوپھی یا خالہ یا بہن یا کوئی محرم عورت ان کے نکاح میں ہے بعد افتراق بموت یا طلاق اُن کے شوہروں سے عورت کا نکاح حلال ہے اور محرم وُہ ہوتا ہے جس سے کبھی کسی حال میں نکاح نہ ہوسکے اس کی حرمت ابدیہ ہو جیسے باپ، بیٹا، بھائی، بھتیجا، بھانجا وغیرہم، اور جو محرم نہیں وہ اجنبی ہے اس سے پردہ کا ویسا ہی حکم ہے جیسے اجنبی سے، خواہ فی الحال اس سے نکاح ہوسکتا ہو یا نہیں، اگر حرمت فی الحال عدم پردہ کے لیے کافی ہو تو چاہیے کہ زن شوہردار کا تمام جہان میں سے کسی سے پردہ نہ ہو کہ جب تک وُہ اپنے شوہر کے عقد عصمت میں ہے کسی کو اس سے نکاح روا نہیں۔ قال اللہ تعالٰی، والمحصنٰت من النساء[2] (منکوحہ عورتیں حرام ہیں۔ت) اسی طرح جس مرد کے نکاح میں چار عورتیں موجود ہوں چاہیے کہ اس سے کسی عورت شوہردار خواہ بے شوہر کا پردہ نہ ہو کہ جب تک ان چار میں سے کسی سے بذریعہ موت یا طلاق جدائی نہ ہو پانچواں نکاح اسے حلال نہیں، غرض یہ سب ہندی ہوسیں اور جاہلانہ رسمیں ہیں، شرع مطہر میں پھوپھا اور خالو اور بہنوئی اور جیٹھ اور دیور اور چچا، پھوپھی، خالہ، ماموں کے بیٹوں اور راہ چلتے اجنبی سب کا ایک حکم ہے بلکہ ان سے زیادہ احتیاط لازم ہے کہ نرے اجنبی سے طبعی حجاب ہوتا ہے نہ لئے جلد ہمت پڑسکتی ہے نہ وُہ بے تکلف گھر میں آسکتا ہے بخلاف ان کے۔ ولہذا حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی گئی یارسول اللہ ارأیت الحمو یا رسول اللہ! جیٹھ دیور کا حکم ارشاد ہو، فرمایا، الحمو موت[3] یہ تو موت ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ اس بیان سے تمام مراتب سوال کا جواب منکشف ہوگیا، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۰ از عثمان پور ڈاک خانہ کوٹھی ضلع بارہ بنکی مرسلہ محمد حسن یار خاں صاحب

۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی سُنّی المذہب کو اپنی دختر شیعی تبرائی و قاذف حضرت

---

[1] صحیح مسلم باب تحریم الجمع بین المرأۃ وعمتہا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۵۳
صحیح بخاری باب لاتنکح المرأۃ علٰی عمتہا " " " ۲/۷۶۶

[2] القرآن الکریم ۴/۲۴

[3] مسند امام احمد بن حنبل حدیث عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۴/۱۴۹

صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے عقد نکاح میں دینا جائز ہے یا نہیں؛ اگر ناجائز ہے اور کوئی سُنّی باوجود ناجائز سمجھنے کے بھی ایسا کرے تو اس کی بابت شرعاً کیا حکم ہے؟ جواب مختصر و مدلل مرحمت فرمایا جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

معاذ اللہ رافضی تبرائی باجماعِ مسلمین کافر ملعون ہے یہاں تک کہ جو اُسے کافر نہ جانے خود کافر ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

لاشك فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی اللہ تعالٰی عنہا[1]

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا پر تہمت لگانے والے کے کفر میں کوئی شک نہیں الخ (ت)

اسی کے باب البغاۃ میں ہے:

لان ذٰلك تکذیب صریح القراٰن[2]

کیونکہ تصریح قرآن کی تکذیب ہے۔ (ت)

جو شخص اپنی دختر یا خواہر ایسے کے نکاح میں دے وہ یقیناً دیوث ہے، وہ اپنی بہن بیٹی کو صریح زنا کے لیے دینے والا ہے، حدیث ارشاد فرماتی ہے کہ اس پر جنت حرام ہے اللہ تعالٰی روزِ قیامت اُس پر نظرِ رحمت نہ فرمائیگا۔

احمد والنسائی والحاکم عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند حسن عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثلثة لاینظر اللہ الیھم یوم القیامة العاق لوالدیہ والمرأة المترجلة المتشبھة بالرجال والدیوث[3]

(احمد، نسائی اور حاکم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے سندِ حسن کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کیا۔ ت) تین شخصوں پر اللہ تعالٰی روزِ قیامت نظر نہ کرے گا ماں باپ کو آزار دینے والا اور مردانی عورت یعنی مردوں کی وضع بنانے والی اور دیوث۔

وروی الحاکم والبیھقی فی الشعب بسند صحیح عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثلثة لایدخلون الجنة العاق لوالدیہ

(حاکم اور بیہقی نے شعب الایمان میں بسندِ صحیح روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ت) تین شخص جنت میں نہ جائیں گے ماں باپ کا نافرمان اور

---

[1] ردالمحتار — باب المرتد — دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۲۹۴
[2] ردالمحتار — باب البغاۃ — دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۱۰
[3] مسند احمد بن حنبل — مروی از مسند عبداللہ بن عمر — دارالفکر بیروت ۲/۱۳۴
سنن النسائی — کتاب الزکوٰۃ — نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۳۵۷

والدیوث والرجلۃ النساء[1] — دیوث اور مرد وضع عورت۔

الطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما، ثلثۃ لایدخلون الجنۃ ابدا الدیوث والرجلۃ من النساء ومد من الخمر[2]۔ — (طبرانی نے کبیر میں سند حسن کے ساتھ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت) تین شخص جنت میں کبھی نہ جائیں گے: دیوث اور مردانی وضع کی عورت اور شرابی۔

والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۱-۲۱۲ : از موضع مذکور بوساطت نواب نثار احمد خاں صاحب بریلوی ۷ ربیع الاول شریف ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) زید باوجود علم ہونے کے حقیقی دو بہنوں کو اپنے عقد میں لایا اور دونوں کے ساتھ اوقات بسر کرتا ہے، اہل اسلام اس حرکت سے مانع ہوئے لیکن زید نے کچھ خیال نہ کیا، نہ دونوں میں سے کسی کو جدا کیا، مسلمانوں نے مجبور ہو کر زید سے اجتناب اختیار کیا مگر بعض اشخاص نے زید کا ساتھ دیا تو از روئے شرع شریف مسلمانوں کا یہ اجتناب حق ہے یا نہیں؟ اور زید و نیز اس کے ہمراہیوں کے یہاں خورونوش اور سلام علیک جائز ہے یا نہیں؟ اور زید کو کس عورت جائز ہے اولٰی یا ثانیہ؟ یا دونوں ناجائز ہیں؟ جواب مدلل مرحمت فرمائیے، بینوا توجروا۔

(۲) سُنّی کو اپنی دختر شیعی کے نکاح میں دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے اور کوئی سُنّی باوجود ناجائز سمجھنے کے ایسا کرے تو اس کی بابت شرعاً کیا حکم ہے اور جو کہ سُنّی و شیعہ کی قرابت زمانہ سلف سے اس وقت تک جاری ہے اس کا کیا باعث ہے آیا اس وقت میں علمائے دین نے اس طرف کچھ توجہ نہیں فرمائی یا اُس وقت کے شیعہ سے اِس وقت کے شیعہ میں کچھ فرق ہے؟ اس کی وجہ مدلل زیب قلم فرمائیے کہ رسائل کی خلش و معترضین کا اعتراض دفع ہو جواب مختصر و مدلل مرحمت فرمایا جائے، بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) اولٰی و ثانیہ کہنے سے واضح ہوا کہ دونوں سے معاً نکاح نہ کیا تھا اس صورت میں ثانیہ سے نکاح

---

[1] المستدرک للحاکم — کتاب الایمان ثلاثۃ لایدخلون الجنۃ الخ — دارالفکر بیروت ۱/ ۷۲
شعب الایمان — باب فی الغیرۃ والمذاء الخ — دارالکتب العلمیہ بیروت ۷/ ۴۱۲

[2] مجمع الزوائد — باب فیمن لایرضی لاہلہ بالخبث — دارالکتاب بیروت ۴/ ۳۲۷

حرام ہُوا لقولہ تعالٰی: وان تجمعوا بین الاختین[1] (حرام ہے دو بہنوں کو جمع کرنا۔ ت) اور جب تک اسے ہاتھ نہ لگایا تھا زوجہ حلال تھی اسے ہاتھ لگاتے ہی وہ بھی حرام ہوگئی، اب جب تک اس دوسری کو چھوڑ کر اس کی عدت نہ گزر جائے زوجہ کو بھی ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں۔ زید پر فرض ہے کہ اسے ترک کر دے۔ جب اس کی عدت بعد متارکہ گزر جائے گی اُس وقت زوجہ اس کے لیے حلال ہوگی۔

فی رد المحتار الثانی باطل ولہ وطء الاولٰی الا ان یطأ الثانیۃ فتحرم الاولٰی الی انقضاء عدۃ الثانیۃ کما لو وطی اخت امرأتہ بشبہۃ حیث تحرم امرأتہ مالم تنقض عدۃ ذات الشبہۃ ح عن البحر[2]

ردالمحتار میں ہے: دوسرا نکاح باطل ہے، اس کو پہلی سے وطی جائز ہے لیکن اگر دوسری سے وطی کرلی تو پہلی دُوسری کی عدت گزر جانے تک حرام ہوگی جیسا کہ اگر شُبہ کے طور پر بیوی کی بہن سے وطی ہو جائے تو بیوی اُس وقت تک حرام رہتی ہے جب تک شبہ والی کی عدت نہ گزر جائے، حلبی بحوالہ بحر۔ (ت)

مسلمانوں کا یہ اجتناب حق ہے، قال اللہ تعالٰی:

فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظالمین[3]

ظالموں کے ساتھ یاد آنے پر مت بیٹھو۔ (ت)

زید سے، جب تک تائب نہ ہو، ابتداءِ سلام ممنوع ہے کہ وُہ فاسق معلن اور گناہِ کبیرہ پر مُصر ہے۔

فی الدر المختار یکرہ السلام علی الفاسق لو معلنا[4] الخ وفی رد المحتار عن فصول العلامی لایسلم علی الشیخ المازح الکذاب واللاغی ولا علی من یسب الناس او ینظر وجوہ الاجنبیات ولا علی الفاسق المعلن ولا علی من یغنی او یطیر الحمام مالم تعرف توبتہم[5]

درمختار میں ہے کہ فاسق کو سلام کرنا مکروہ ہے بشرطیکہ وُہ اعلانیہ فسق کرتا ہو الخ، اور ردالمحتار میں ہے فصول علامی سے مروی ہے کہ جھُوٹے اور مذاق کرنے والے بُوڑھے، لغویات بولنے والے، لوگوں کو گالی گلوچ کرنے والے، اجنبی عورتوں کو دیکھنے والے، اعلانیہ فسق کرنے والے، گانے والے اور کبوتر بازی کرنے والے کو اُس وقت تک سلام نہ کیا جائے جب تک اس کی توبہ کا علم نہ ہو جائے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

[2] ردالمحتار باب المحرمات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۸۶

[3] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[4] درمختار فصل البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۱

[5] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث بیروت ۵/ ۲۶۷

اور اس کے ساتھ کھانے پینے سے بھی احتراز چاہئے۔ سنن ابی داؤد و جامع ترمذی میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لما وقعت بنو اسرائیل فی المعاصی نھتھم علماؤھم فلم ینتھوا فجالسوھم فی مجالسھم واکلوھم وشاربوھم فضرب اللہ قلوب بعضھم ببعض فلعنھم علٰی لسان داؤد و عیسٰی بن مریم[1] الحدیث۔

جب بنی اسرائیل گناہوں میں پڑے اُن کے مولوی مانع آئے انھوں نے نہ مانا، اب وہ مولوی ان کے پاس بیٹھے، ساتھ کھانا کھایا پانی پیا تو اللہ تعالٰی نے اُن میں ایک کے دل دوسرے پر مارے اور ان سب کو ملعون کردیا داؤد اور عیسٰی بن مریم علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زبان پر۔ (الحدیث)

زید کا ساتھ دینے والے اگر خاص اس گناہ میں اس کے مدد و معاون ہوئے جب تو ظاہر کہ وہ بھی زید کے مثل بلکہ اس سے بدتر ہیں، قال اللہ تعالٰی: لا تعاونوا علی الاثم والعدوان[2] (گناہ اور دشمنی پر ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو۔ ت) حدیث میں ہے:

من مشٰی مع ظالم لیعینہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خرج من الاسلام[3]۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر والضیاء فی المختارۃ عن اوس بن شرحبیل رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو کسی ظالم کے ساتھ مدد دینے کو چلے اور وہ جانتا ہو کہ یہ ظالم ہے وہ اسلام سے نکل جائے (اس کو طبرانی نے کبیر میں اور ضیاء نے مختارہ میں اوس بن شرحبیل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور اگر اسی قدر ہو کہ زید سے باوصف اس حرکت کے راضی ہیں جب بھی بدلیل حدیث مذکور بنی اسرائیل شریک گناہ و مستحق توہین و تذلیل ہیں، حدیث میں ہے:

الذنب شؤم علٰی غیر فاعلہ (الٰی قولہ) وان رضی بہ شارکہ[4]۔ رواہ فی مسند الفردوس عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

یعنی گناہ کرتا ایک ہے اور اس کا وبال اوروں پر بھی پڑتا ہے کہ جو اس پر راضی ہو وہ بھی شریک گناہ ہے۔ (اس کو مسند فردوس میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] جامع ترمذی ابواب التفسیر سورۃ المائدۃ امین کمپنی دہلی ۲/۱۳۰

[2] القرآن ۵/۲

[3] المعجم الکبیر حدیث اوس بن شرحبیل حدیث ۶۱۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/۲۲۷

[4] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۳۱۶۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۲۴۹

(۲) آج کل کے عام رافضی منکرانِ ضروریاتِ دین اور باجماعِ اُمّت کفار مرتدین ہیں کما حققناہ فی فتاوٰنا وفی المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ المکفرۃ (جیسا کہ اس کی تحقیق ہم نے اپنے فتاوٰی میں اور اپنے رسالہ "المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ المکفرۃ" میں کردی ہے۔ ت) علاوہ اور کفریات کے ذوکفر تو ان کے عالم جاہل مرد عورت سب کو شامل ہیں، مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کو انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے افضل ماننا، اور جو کسی غیر نبی کو کسی نبی سے افضل کہے کافر ہے، اور قرآن عظیم سے معاذ اللہ صحابہ کرام وغیرہم اہلسنّت کا چند پارے یا سورتیں آیتیں گھٹانا کچھ الفاظ تغیر تبدیل کردینا اور جو قرآن عظیم کے ایک حرف ایک نقطے کی نسبت ایسا گمان کرے کافر ہے۔ قال اللہ تعالٰی انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون[1] (ہم نے ذکر نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ ت) ان کے مجتہد جاہل نے یہ عقائد باطلہ اور دیگر عقیدۂ کفریہ صاف صاف لکھ کر اپنی مُہر کردی ان میں جو کوئی خود ان عقائد کا معتقد نہ بھی ہو تو مجتہد کو کافر ہرگز نہ کہے گا بلکہ جناب قبلہ وکعبہ ہی مانے گا اور جو منکر ضروریاتِ دین کو معظم دینی جانے یا کافر ہی نہ کہے خود کافر ہے۔ بزازیہ و درمختار وغیرہما میں ہے، من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[2] (جس نے اس کے کفر اور عذاب میں شک کیا وہ کافر ہے۔ ت) لہٰذا جزم کیا جاتا ہے کہ آج کل رافضیوں میں کوئی مسلمان ملنا ایسا ہی مشکل ہے جیسا کوّوں میں سپید رنگ والا ایسوں کے ساتھ مناکحت تو حرام قطعی وزنائے خالص ہے جو اپنی بہن بیٹی ان کو دے دیوّث ہے، اس عقد باطل کے ذریعہ سے جو نام اس کی بہن بیٹی کو ملنے والے ہیں ان میں ہلکے نام یہ ہیں: زانیہ، فاجرہ، قحبہ، فاحشہ، روسی، رنڈی، بدکار۔ جو اسے پسند کرتا ہو اس کبیرہ فاحشہ پر اقدام کرے ورنہ اللہ عزوجل کے غضب سے ڈرے اور اگر بالفرض کوئی رافضی ایسا ملے جسے مسلمان کہہ سکیں تو حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما پر صرف تبرا بھی فقہائے کرام کے نزدیک مطلقاً کفر ہے کما نص علیہ فی الخلاصۃ و الفتح والدر وغیرہا من الاسفار الغر (جیسا کہ خلاصہ، فتح، دُر وغیرہا مشہور کتب میں اس پر تصریح ہے۔ ت) تو فقہا کے طور پر ہر تبرائی کے ساتھ مناکحت میں وہی احکام ہوں گے اور بالفرض غلط اس سے بھی محفوظ ملے تو آخر گمراہ بددین ہونے میں تو شبہہ نہیں اور ایسے کو بیٹی دینا شرعاً گناہ وممنوع ہے،

کما بیناہ فی رسالۃ مفردۃ فی ھذا الباب سمیناھا ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار۔

جیسا کہ ہم نے اس کو علیحدہ ایک رسالہ میں بیان کیا ہے جو اس موضوع سے متعلق ہے جس کا نام ہم نے "ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار" رکھا ہے (ت)

ائمہ مجتہدین سلف صالحین سے ہرگز یہ امر ثابت نہیں اور اگر نادرًا شاید کہیں وقوع ہوا ہو تو اُس کا منشا اُس کے رفض پر اطلاع نہ پانا اور رافضی کے دین میں تقیہ ہونا و امثال ذٰلك من الاعذار (اور اس قسم کے

---

[1] القرآن الکریم ۱۵/ ۹
[2] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

دیگر عذر۔ ت) ہوگا اس وقت اور پہلے کے روافض میں اتنا فرق بھی ہے کہ اول اتنی آزادی نہ تھی عام طور پر انکار ضروریات دین کی جرأت و تمادی نہ تھی رافضی تو اب پیدا ہوئے زناکاری و حرام خواری تو اُن سے بھی ہزاروں برس پہلے رائج ہے، کیا علمائے دین نے اس طرف کچھ توجہ نہ فرمائی یا اس وقت کے زنا و اکل حرام سے اُس وقت کے زنا و حرام کو کچھ فرق ہے، حاشا علمائے دیندار ہر قرن و طبقہ و زمانہ میں منع فرماتے آئے، ماننا نہ ماننا عوام کا فعل ہے اور ہدایت کرنا نہ کرنا اللہ عزوجل کے اختیار۔ یہی حال گمراہوں سے میل جول کا ہے کہ علمائے اہلِ حق صحابہ و تابعین و ائمہ دین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین قرناً فقرناً منع فرماتے آئے، رسائل رد ندوہ خصوصاً فتوائے جدیدہ فقیر مسمّٰی بہ "فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین" ملاحظہ ہوں، پھر اگر عوام نہ مانیں یا دنیا پرست مولوی ضلالت کی طرف بُلائیں تو اس کا کیا علاج اور علمائے اہلِ حق پر کیا الزام، والی اللہ المشتکی من ضعف الاسلام (لوگوں کے ضعفِ اسلام کی شکایت اللہ تعالٰی ہی کے دربار میں ہے۔ ت) ولاحول ولاقوۃ الاّ باللہ العلی العظیم، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۳: ۸ ربیع الآخر ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے شوہر نے طلاق بائن دی، درمیان عدت کے ہندہ نے نکاح ثانی کرلیا، بعد نکاح کم و بیش ایک سال کے شوہر ثانی ہندہ کا باہر چلا گیا اور کچھ خبر گیراں نہ ہُوا اب کچھ کم ایک سال کے بعد بتحریک ورثہ ہندہ و نیز بخواہش خود ہندہ کو اپنے پاس بلانا چاہتا ہے لیکن اب ہندہ و ورثہ ہندہ اس کے یہاں بھیجنے پر رضامند نہیں اور نیز یہ بھی کہتے ہیں کہ نکاح درمیان عدت کے جائز نہیں تھا اب نکاح ثالث کسی شخص دیگر سے کرنا چاہتی ہے آیا یہ نکاح بلاطلاق جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر اس دوسرے شخص کو وقتِ نکاح معلوم تھا کہ عورت ہنوز عدت میں ہے یہ جان کر اُس سے نکاح کرلیا جب تو وُہ زنائے محض تھا عدت کی کچھ حاجت نہیں نہ طلاق کی ضرورت بلکہ ابھی جس سے چاہے نکاح کرے جبکہ شوہرِ اول کی عدت گزر چکی ہو، اور اگر اُسے عورت کا عدت میں ہونا معلوم نہ تھا تو طلاق کی اب حاجت نہیں مگر متارکہ ضرور ہے یعنی شوہر کا عورت سے کہنا کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا یا عورت کا اس سے کہہ دینا کہ میں تجھ سے جُدا ہوگئی، اس کے بعد عدت بیٹھے عدت کے بعد جس سے چاہے نکاح کرے۔ درمختار میں ہے:

لاعدۃ لوتزوج امرأۃ الغیر عالما بذلک ودخل بہا وبہ یفتی[1] دُوسرے کی منکوحہ عورت سے یہ جانتے ہوئے کہ منکوحہ ہے، نکاح اور دخول کرنے سے عدت نہ ہوگی۔ اسی پر فتوٰی ہے (ت)

---

[1] درمختار باب العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۹

ردالمحتار میں ہے :

اما نکاح منکوحۃ الغیر ومعتدتہ فالدخول فیہ لایوجب العدۃ ان علم انہا للغیر[1]

غیر کی منکوحہ اور معتدہ کو جانتے ہوئے بھی اس سے نکاح اور دخول کی وجہ سے عدت واجب نہ ہوگی (ت)

اُسی میں ہے :

فسخ ھذا النکاح یصح من کل منہما بمحضر الاخر اتفاقا والفرق بین المتارکۃ والفسخ بعید کذا فی البحر[2]

ان مرد وعورت میں ہر ایک کی طرف سے اس نکاح کا فسخ باتفاق دوسرے کی موجودگی میں متارکہ سے صحیح ہوجاتا ہے کیونکہ متارکہ اور فسخ میں یہاں فرق بعید ہے ، جیسا کہ بحر میں ہے ۔ (ت)

اُسی میں علامہ خیر الدین رملی سے ہے : الحق عدم الفرق ولذا جزم بہ المقدسی[3] (فرق نہ ہونا ہی حق ہے ، اسی لیے مقدسی نے اس پر جزم کیا ہے ۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۴ : از شہر کہنہ لاڈلے میاں صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی حقیقی بہن کی رضاعی بہن زید کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں ؟ بیّنوا توجروا

www.alahazratnetwork.org

الجواب

حقیقی بہن کی رضاعی بہن ہونا خود یہ رشتہ موجبِ حرمت نہیں جبکہ اس کے ساتھ کوئی وجہ حرمت نہ پائی جائے ، مثلاً اگر حقیقی بہن کی رضاعی بہن یُوں ہے کہ اُس نے اس کی ماں یا باپ کا دودھ پیا ہے تو وُہ خود اس کی بھی رضاعی بہن ہُوئی اور اس پر حرام ہے ، اور اگر یُوں ہے کہ زید کی بہن نے اُس لڑکی کی ماں کا دُودھ پیا یا دونوں نے تیسری عورت کا دُودھ پیا جس سے زید کو کوئی علاقہ نہیں تو اس صورت میں وُہ لڑکی زید پر حرام نہیں ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۵ : از مقام بیاورہ ایجنسی بھوپال ملک مالوہ مرسلہ محمد عاشق علی صاحب اہلکار نظامت

۲۹ ربیع الاول ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سائلہ اپنی حیات میں بخواہش اولاد چاہتی ہے کہ میرا

---

[1] ردالمحتار باب المہر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۵۰

[2] و [3] ردالمحتار " " " " ۲/۳۵۲

شوہر میری ہمشیرہ حقیقی بیوہ کے ساتھ اپنا عقد کرلیوے اور شوہر اس کا رضامند ہے جو کچھ کہ حکم شرع شریف سے ہو آگہی بخشی جائے۔

الجواب

جب زوجہ مرجائے یا اسے طلاق دے اور عدت گزر جائے تو اُس وقت زوجہ کی بہن سے نکاح جائز ہوتا ہے بغیر اس کے حرام قطعی اور مثلِ زنا ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے: وان تجمعوا بین الاختین[1] (حرام ہے جمع کرنا دو بہنوں کو۔ت) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فلا تعرضن علیّ بناتکن ولا اخواتکن[2] (اے میری ازواج! مجھ پر مت پیش کرو اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو۔ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۶ ۱۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا نکاح سالی کی لڑکی سے بعد فوت بی بی کے درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

زوجہ کا انتقال ہوتے ہی فوراً اُس کی حقیقی بھانجی سے نکاح جائز ہے،

لعدم الجمع نکاحا ولاعدۃ اذلاعدۃ علی الرجل کما حققہ فی العقود الدریۃ۔ (بوجہ عدم اجتماع کے نکاح اور عدت میں کیونکہ مرد پر عدت نہیں ہوتی جیسا کہ عقود الدریہ میں تحقیق فرمائی۔ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۷ مسئولہ ثناء اللہ صاحب متصل سرائے خام ۵ جمادی الاولٰی ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی لڑکی کا نکاح کیا بعد نکاح کے چھ مہینے کے واسطے سفر کو گیا داماد کو اور اپنی بیوی کو مع لڑکی کے مکان پر چھوڑ گیا، بعد واپس آنے سفر کے دیکھا کہ بیوی منکوحہ اپنی کو حاملہ پایا، بعد تحقیقات کے معلوم ہوا کہ حاملہ داماد سے ہوئی تھی، آیا لڑکی اُس کی داماد کے نکاح سے علیحدہ ہوگئی یا نہیں؟ اور طلاق کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اور پھر اس لڑکی کا بذمہ داماد رہا یا نہیں؟ اور زوجہ اس کی بعد وضع حمل کے اُس کی رہی یا نہیں؟ اور داماد کے نکاح میں اُس کی زوجہ

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

[2] مسند امام احمد بن حنبل خطب علی رضی اللہ عنہ ومواعظہ دار الفکر بیروت ۶/ ۳۰۹

آسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

چھ مہینے بلکہ دو سال سے ایک دن کم کے بعد واپس آکر عورت کو حاملہ پانے سے یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ وہ حمل دوسرے کا ہے، اور بدگمانی قطعی حرام ہے، اور تحقیقات اگر بذریعہ شہود ہے یعنی لوگوں نے گواہی دی کہ اس کی زوجہ نے داماد سے زنا کیا تو یہ قریب بہ ناممکن ہے، شہادت کے لیے عدالت درکار ہے، جو یہاں گویا عنقا ہے، پھر ثبوتِ زنا کے لیے چار مرد عادل کا مشاہدہ ضرور کہ انھوں نے اپنی آنکھ سے اُس کا اندام اُس کے بدن میں سُرمہ دانی میں سلائی کی طرح دیکھا، یہ کہاں متصور! لوگ محض قرائن و قیاسات پر اُڑا دیتے ہیں، اس پر اعتبار حلال نہیں، اور وہ سب شرعًا اسّی اسّی کوڑے کے مستحق ہوتے ہیں۔
یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مؤمنین[1]۔ اللہ تعالٰی انھیں فاسق فرماتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ ایمان رکھتے ہو تو پھر ایسی بات زبان سے نہ نکالنا۔

تحقیقات کا تو یہ حال ہے یہ تو تہمتِ زنا رکھنے کا حکم تھا، ہاں ثبوتِ مصاہرت کے لیے دو گواہ بھی کافی ہیں، اگرچہ صرف مس بشہوت کی گواہی دیں، اور اگر کوئی گواہ نہ ہو تو عورت اور داماد اپنے حال سے خوب آگاہ ہیں اور اُن کا رب اُن سے زیادہ اُن کا حال جانتا ہے، اگر واقعی اُس نے بشہوت اُس عورت کے بدن کو صرف ہاتھ ہی لگایا تو جب بھی اس کی منکوحہ ہمیشہ کے لیے اُس پر حرام ہوگئی، وہ اُس کی بیٹی ہوگئی اور ساس تو اُس کی ماں تھی ہی، اب وہ دونوں ماں بیٹیاں اس پر ابد الآباد تک حرام ہیں، کسی طرح کبھی اُن سے نکاح نہیں ہوسکتا، اُس پر فرض ہے کہ اپنی زوجہ کو چھوڑ دے اور اُس کا مہر ادا کردے۔ زوجۂ زید بدستور نکاح میں ہے زنا کے سبب اس کے نکاح میں خلل نہ آیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۸
۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نے نکاحِ ثانی کیا، اس کے ایک لڑکی شوہرِ اول سے ہے، اب اُس کا نکاح شوہرِ ثانی کے بھائی سے کرنا چاہتی ہے جو اس لڑکی کا سوتیلا چچا ہے، یہ نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ماں کا شوہرِ ثانی نہ اپنا باپ ہے نہ اس کا بھائی اپنا چچا نہ سگا نہ سوتیلا۔ سوتیلا چچا وہ ہے کہ اپنے

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۷

باپ کا سوتیلا بھائی ہو، نہ وُہ کہ سوتیلے باپ کا بھائی ہو، یہ نکاح حلال ہے۔ قال تعالیٰ: واحل لکم ما وراء ذٰلکم[1] (محرمات کے ماسوا عورتیں تمہارے لیے حلال کی گئی ہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱۹ ۲۰ رجب المرجب ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس امر میں کہ زید کے پدر و مادر سے خسر اور خوشدامن کو بوجوہِ ناروا ناراضی پیدا ہُوئی لہذا زید کی زوجہ کو خسر و خوشدامن نے طلب کیا، زید اور پدر و مادرِ زید نے کہا کہ ناراضی فیمابین کی دُور ہوجائے تو زوجہ کو بھیجیں گے، اس پر بکر کے مکان سے کہ وہاں بتقریب دنیاوی زوجہ زید کی گئی تھی زبردستی جا کے خسر کے بھیجے ہُوئے آدمی اور خوشدامن زوجہ کو لے گئے اب جب زید نے چاہا کہ میری زوجہ میرے گھر آئے تو خسر اور خوشدامن مجیب ہُوئے کہ زید نے تو طلاق دے دی اور جھُوٹے گواہ بھی بنائے، اور ارادہ دوسرے شخص سے نکاح کرنے کا خسر و خوشدامن رکھتے ہیں، پس یہ نکاحِ ثانی بدون طلاق زوجِ اول کے جائز ہوگا یا ناجائز، اور وطی زوجِ ثانی سے حرام ہوگی یا حلال؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جبکہ صورت واقعہ یہ ہے تو نکاحِ ثانی محض باطل ہوگا اور زوجِ ثانی سے وطی نری زنا ہوگی، جتنے لوگ اس سخت شدید کبیرہ عظیمہ میں اس حال سے آگاہ ہوکر شریک ہوں گے سب سخت گنہگار و مستحق عذاب نار ہوں گے اور ان میں پہلے عذاب دوزخ کا استحقاق جھُوٹے گواہوں کو ہوگا جن کی ناپاک گواہی ایسے ناپاک فاحشہ بات کی تمہید ہوگی۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس منا من خبب امرأۃ علی زوجھا۔[2] رواہ الامام احمد وابن حبان والبزار والحاکم و قال صحیح واقرہ عن بریدۃ وابوداؤد والحاکم بسند صحیح عن ابی ھریرۃ وابویعلی بسند جید والطبرانی فی الاوسط عن ابن عباس و فی الصغیر ونحوہ فی الاوسط عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

جو کسی عورت کو اس کے شوہر سے بگاڑ دے وہ ہمارے گروہ سے نہیں (اسے امام احمد، ابن حبان، بزار اور حاکم نے صحیح کہہ کر اور دوسروں نے ثابت مان کر حضرت بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے اور ابوداؤد اور حاکم بسند صحیح ابوہریرہ سے اور ابویعلٰی نے سند جید سے اور طبرانی نے اوسط میں ابن عباس سے اور طبرانی صغیر میں اوسط کی مثل عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/۲۴

[2] سنن ابی داؤد کتاب الطلاق باب فیمن خبب امرأۃ علی زوجہا آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۹۶

جب کسی کی عورت کو شوہر سے بگاڑ دینے پر یہ حکم ہے تو معاذ اللہ عورت کو شوہر سے توڑ کر دوسرے کے نکاح میں کرا دینا کیسا اشد و اخبث ظلم ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عدلت شهادة الزور بالاشراك بالله، عدلت شهادة الزور بالاشراك بالله، عدلت شهادة الزور بالاشراك بالله، ثم قرأ فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور[1] رواه ابوداؤد والترمذي وابن ماجة عن خريم بن فاتك رضي الله تعالٰی عنه۔

جھوٹی گواہی بُت پُوجنے کے برابر کی گئی، جھوٹی گواہی بُت پُوجنے کے برابر کی گئی، جھوٹی گواہی بُت پوجنے کے برابر کی گئی (تین بار اسے فرماکر) حضور نے یہ آیت اس کی سند میں پڑھی کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے بچو ناپاکی سے کہ وہ بُت ہیں اور بچو جھوٹی گواہی سے۔ (اس کو ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے خریم بن فاتک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

نیز حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لن تزول قدما شاهد الزور حتی یوجب الله له النار[2] رواه ابن ماجة والطبراني في الكبير والحاكم وصححه سنده عن ابن عمر رضي الله تعالٰی عنهما۔

ہرگز جھوٹے گواہ کے پاؤں جگہ سے ہٹنے نہ پائیں گے کہ اللہ تعالٰی اس کے لیے جہنم واجب کردے گا۔ (اسے طبرانی نے کبیر میں اور ابن ماجہ اور حاکم نے سند کو صحیح قرار دے کر عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت)

جب مطلق جھوٹی شہادت کا یہ وبال ہے جس میں پیسہ دو پیسہ مال پر جھوٹی گواہی بھی داخل تو شہادت کذب سے کسی کے ناموس کو برباد کردینا کس قدر سخت موجب غضب الٰہی ہوگا والعیاذ باللہ تعالٰی، اللہ تعالٰی مسلمانوں کو ہدایت دے۔ آمین! واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲: از بدایوں مولوی ٹولہ مسئولہ شیخ نذر اللہ صاحب ۳۰ شوال ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک مسجد کا امام ہے ایک عورت اس کے نکاح میں تھی، بعدہٗ اس کی حقیقی بہن سے نکاح کرلیا، اب وہ دونوں سگی بہنیں اس کے پاس ہیں، جب اس سے کہا جاتا ہے

---

[1] سنن ابی داؤد باب فی شہادۃ الزور آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۵۰-۵۱
سنن ابن ماجہ " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۷۳
[2] " " " " " "

تو کہتا ہے یہ امام شافعی کے مذہب میں جائز ہے۔ اس صورت میں اسے امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

دو بہنوں کا ایک شخص کے نکاح میں ہونا حرام قطعی ہے، اس کی حرمت ایسی نہیں کہ کسی امام نے اپنے اجتہاد سے نکالی ہو جس میں دوسرے امام کو خلاف کی گنجائش ہو، نہ اس کی حرمت کسی حدیث احاد سے ہے کہ جسے وہ حدیث نہ پہنچے یا اُس کی صحت اُسے ثابت نہ ہوئی وہ انکار کرسکے بلکہ اس کی حرمت قرآن عظیم نے خاص اپنی نص واضح صریح سے ارشاد فرمائی ہے کہ:

حرمت علیکم امھٰتکم وبنٰتکم واخوٰتکم (الٰی قولہ عزوجل) وان تجمعوا بین الاختین[1] الاٰیۃ۔ حرام کی گئیں تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں، (اللہ عزوجل کے اس قول تک) اور یہ کہ اکٹھی کرو دو بہنیں۔ الاٰیۃ

دیکھو جس طرح آدمی پر اُس کی ماں بہن بیٹی حرام ہے اسی طرح دو بہنوں کو جمع کرنا اس پر حرام ہے۔ زید نے امام شافعی پر سخت جھوٹ افترا کیا اور اب تک تو وہ اس ناپاک فعل سے فقط حرام کار و مرتکب کبیرہ و مستحق عذاب نار تھا اب اُسے مسلمانوں کے اماموں میں مختلف فیہ بتا کر اس کی حرمت قطعیہ کا منکر ہوا اور اُس کا کام سرحد کفر تک پہنچا، اُس کا معاملہ بہت سخت ہوگیا اُسے امام بنانا حرام ہے اُس کے پیچھے نماز محض باطل ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ جب تک وہ اپنے اس ناپاک فعل سے باز نہ آئے اُس دوسری کو الگ کرکے جُدا نہ کرے اپنے اُس کجی قول سے توبہ نہ کرے نئے سرے سے تجدید اسلام نہ کرے جب تک اُس کے پاس نہ بیٹھیں اُس سے میل جول نہ کریں ورنہ خوف کریں کہ اس کی آگ انہیں بھی نہ پھونک دے۔ قال اللہ تعالٰی:

واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ ایسے فتنہ سے بچو جو صرف ظالموں تک محدود نہ رہے گا (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۱: مسئولہ مولوی عبدالکریم صاحب ساکن امرتسر کٹرہ بھگیاں نزیل بریلی ۵ محرم الحرام ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے دو زوجہ تھیں، زوجہ اولٰی سے ایک بیٹا عمرو اور ثانیہ سے تین بیٹے بکر، خالد، ولید ہوئے۔ عمرو کا بیٹا سعید ہوا، سعید کی دختر لیلٰی تھی، لیلٰی کی دختر سلمٰی ہے، یہ سلمٰی

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

[2] ؎ ؎ ۸/ ۲۵

عمرو کے بیٹے سعید کی نواسی عمرو کے سوتیلے بھائیوں بکر و خالد و ولید پر حرام ہے یا حلال؟ بینوا توجروا۔

الجواب

سلمٰی اپنی ماں لیلٰی کے اُن سب سوتیلے داداؤں پر ایسے ہی حرام ہے جیسے اس کے سگے دادا عمرو پر۔ وہ ان سب کی بیٹی ہے، اُسے ان میں سے کسی کے لیے حلال جاننا نصِ قطعی و اجماعِ اُمت کا انکار اور موجبِ کفر ہے۔

قال اللہ تعالٰی:

حرمت علیکم امھٰتکم و بنٰتکم و اخواتکم وعمّٰتکم وخالٰتکم و بنٰت الاخ و بنٰت الاخت۔[1]

تمھاری مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں اور بھانجیاں تم پر حرام کی گئی ہیں۔ (ت)

اللہ تعالٰی نے بھائی کی بیٹیوں کو حرام فرمایا ہے اور بھائی عام ہے سگا ہو خواہ سوتیلا، ماں جدا ہو خواہ باپ جدا، اور بیٹیاں عام ہیں خواہ بھائی کی اپنی بیٹی ہو یا پوتی یا نواسی یا اس کے بیٹے یا بیٹی کی بیٹی، پوتی، نواسی آخر تک۔ عالمگیریہ میں ہے:

اما الاخوات فالاخت لاب و ام والاخت لاب والاخت لام وکذا بنات الاخ و الاخت وان سفلن۔[2]

بہنوں کا حرام ہونا تینوں قسم سگی، باپ یا ماں کی طرف سے بہن کو شامل ہے اور اسی طرح بھائی اور بہن کی بیٹیوں کے بارے میں نیچے تک۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

تفسیر کبیر میں بیان بنت صلبی میں ہے:

کل انثی یرجع نسبھا الیك بالولادۃ بدرجۃ او بدرجات باناث او بذکور فھی بنتك۔[3]

ہر وُہ عورت جس کا صلبی نسب ایک درجہ یا کئی درجات سے مرد و عورت کے ذریعہ تیری طرف چلے وُہ تیری بیٹی ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

القول فی بنات الاخ و بنات الاخت کالقول فی بنات الصلب فھذہ الاقسام السبعۃ محرمۃ فی نص الکتاب بالانساب۔[4] واللہ تعالٰی اعلم

بھتیجیوں اور بھانجیوں کا حکم صلبی بیٹیوں کی طرح ہے، تو سات قسم کی یہ عورتیں نسب کی بنا پر قرآنی نص سے حرام ہیں۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

[2] فتاوٰی ہندیہ باب فی بیان المحرمات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۷۳

[3] تفسیر کبیر تحت آیت حرمت علیکم امھاتکم الخ مطبع بالمطبعۃ البہیۃ المصریۃ ۱۰/ ۲۸

[4] " " " امھاتکم الّٰتی ارضعنکم الخ " " ۱۰/ ۲۹

مسئلہ ۲۲۲: از پورن پور ضلع پیلی بھیت ۱۴ صفر ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں، زید اپنی عورت چھوڑ کر مرگیا، عورت بیوہ اندر ایام عدت کے عمرو سے مرتکب زنا کی ہوئی حاملہ، حمل زنا کا قرار پاگیا، عدت کے ایام اب گزر گئے، عمرو مستدعی نکاح کا اسی عورت سے ہے، اب نکاح جائز ہے اور وطی کرنا قبل استبرا کے بھی جائز ہے یا نہیں؟ اور کفارہ ذمہ زانی وزانیہ کے عائد ہوتا ہے یا نہیں؟ جواب سے مشرف فرماکر داخل اجر وحسنات ہوں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جبکہ وفاتِ شوہر کی عدت گزر گئی تو اب عورت کو نکاح جائز ہوگیا اور وضعِ حمل کا انتظار زانی خواہ غیر زانی کسی کو ضرور نہیں کہ حمل جو اثنائے عدتِ وفات میں حادث ہو اُس سے عدتِ موت کہ چار مہینے دس دن ہے نہیں بدلتی۔ ردالمحتار میں ہے:

فی النھر ان المعتدۃ لو حملت فی عدتھا ذکر الکرخی ان عدتھا وضع الحمل ولم یفصل والذی ذکرہ محمد ان ھذا فی عدۃ الطلاق اما فی عدۃ الوفاۃ فلا تتغیر بالحمل وھو الصحیح کذا فی البدائع[1]

نہر میں ہے کہ اگر عدت کے دوران معتدہ کو حمل ہوجائے تو کرخی نے کہا کہ اس کی عدت وضعِ حمل یعنی بچے کی پیدائش تک ہوگی، اس کی تفصیل بیان نہ کی کہ کون سی عدت میں یہ حکم ہے، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے جو ذکر فرمایا وہ یہ ہے کہ مذکورہ حکم طلاق کی عدت کا ہے لیکن عدتِ وفات ہو تو اس کا حکم تبدیل نہ ہوگا، یہی صحیح ہے جیسا کہ بدائع میں ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

فرق اتنا ہے کہ خود عمرو جس کے زنا سے یہ حمل رہا ہے وہ اب اگر نکاح کرے تو اسے فی الحال وطی جائز ہے اور دوسرے شخص سے نکاح ہو تو نکاح صحیح ہے مگر اسے تا وضعِ حمل زنا عورت کو ہاتھ لگانا ناجائز ہوگا۔ درمختار میں ہے:

صح نکاح حبلی من زنا وان حرم وطؤھا ودواعیہ حتی تضع لو نکحھا الزانی حل لہ وطؤھا اتفاقا[2]

زنا سے حاملہ عورت سے نکاح جائز ہے اگرچہ اس سے وطی اور اس کے دواعیہ بچے کی پیدائش تک حرام ہے لیکن اگر زانیہ حاملہ سے خود اس کا زانی نکاح کرے تو اس کو وطی بالاتفاق حلال ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب العدۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۰۴

[2] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۹

زانی و زانیہ پر جو حد شرع مطہر نے لازم فرمائی ہے وہ یہاں کہاں، مگر توبہ فرض ہے اور اللہ عزوجل کا عذاب سخت ہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۳ تا ۲۲۶: از اکبر آباد مرسلہ محمد عبدالرزاق صاحب پانی پتی اڈیٹر رسالہ ہمدرد اسلام آگرہ
۹ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک شخص نے اپنے لڑکے کی شادی اپنے حقیقی بھائی کی بیٹی سے کردی یا تایا چچازاد دو بھائیوں نے آپس میں اپنے لڑکے اور دوسرے بھائی کی بیٹی سے نکاح کردیا تو از روئے شرع شریف یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں اور چچازاد بہن تایازاد بھائی پر اور تایازاد بھائی کی دختر چچازاد بھائی کے پسر پر حلال ہے یا نہیں؟

(۲) اگر جائز اور حلال ہے تو جو شخص اس حکم کو نہ مانے اور یہ کہے کہ گو یہ مسئلہ شرع شریف کا ہے لیکن ہم اس پر عمل نہیں کرتے کہ ہماری برادری اور باپ داداؤں سے کبھی ایسا نہیں ہوا تو ایسے لوگوں سے ملنا جلنا اور برادرانہ برتاؤ رکھنا کیسا ہے اور نیز ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟

(۳) اگر کوئی گروہ ایسے نکاح کرنے والے کا حقہ پانی، میل جول برادرانہ بند کردیں اور اس نکاح کو ننگ و ناموس قومی تصور کریں تو اُن سے میل جول رکھنا چاہئے یا نہیں؟

www.alahazratnetwork.org

(۴) اگر ایسے لوگوں کی مخالفت سے ماں باپ ناراض ہوں تو باطاعت والدین گو مخالفتِ شرع شریف ہو جائے اُن سے میل جول رکھنا چاہئے یا اطاعتِ شریعت مقدم رکھے گو والدین ناراض ہو جائیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

دو بھائی حقیقی ہوں خواہ عم زادہ، اُن میں ہر ایک کی اولاد دوسرے کی اولاد پر قطعاً یقیناً باجماعِ اُمت جائز و حلال ہے، چچا ماموں خالہ پھوپھی کی اولاد کو بہن بھائی کہنا ایک مجازی بات ہے جسے ہرگز آیہ کریمہ محارم کے کلمات اخواتکم یا بنٰت الاخ و بنٰت الاخت (تمہاری بہنیں یا تمہاری بھتیجیاں اور بھانجیاں۔ ت) کسی اسلامی مذہب میں شامل نہیں بلکہ نصِ قطعی قرآن عظیم گواہ ہے کہ یہ عورتیں ہرگز بہنوں میں داخل نہیں۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

یا ایھا النبی انا احللنا لک ازواجک التی اٰتیت اجورھن وما ملکت یمینک مما افاء اللہ علیک و بنٰت عمک

اے نبی! بیشک ہم نے حلال کیں تمہارے لیے تمہاری زوجات جن کے مہر تم نے دے اور تمہاری کنیزیں جو اللہ نے تمہیں غنیمت میں دیں اور تمہارے چچا کی

وبنت عمتك وبنت خالك وبنت خالتك[1] الآیة۔ | بیٹیاں اور پھوپھیوں کی بیٹیاں اور ماموؤں کی بیٹیاں اور خالاؤں کی بیٹیاں۔ الآیۃ

ہاں ہنود عنود نے انھیں حقیقی بہن بھائی کی طرح سمجھا ہے جیسے متبنّی کو بزعم باطل بیٹا اور اُس کی زوجہ کو حقیقی بہو کے مثل جانتے ہیں، مشرکانِ عرب اس پچھلے مسئلے میں مشرکانِ ہند کے ہم خیال تھے جس پر اُن سفہا نے نکاحِ حضرت ام المؤمنین زینب رضی اللہ تعالٰی عنہا پر طعن و اعتراض کئے اور قرآن عظیم نے اُن کے شیطانی خیال اُن کے مُنہ پر مار دے۔ قال اللہ تعالٰی:

فلما قضی زید منها وطرا زوجنکها لکیلا یکون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیائهم اذا قضوا منهن وطرا[2]۔ | جب زید نے اس سے اپنی حاجت پُوری کرلی تو اس کو ہم نے آپ سے بیاہ دیا تاکہ مومنین کو اپنے منہ بولے بیٹوں کی مدخولہ مطلقہ بیویوں سے نکاح کے بارے حرج نہ ہو۔ (ت)

مگر عم وعمہ وخال وخالہ کی بیٹیوں کو مشرکین عرب بھی بہن نہ جانتے تھے ان سے مناکحت اُن میں بھی رائج تھی اور مسلمانوں میں بھی ہمیشہ رائج تھی اور اب تمام ممالک اسلامیہ میں شائع و ذائع ہے اُس کی سب سے اعلٰی نظیر حضرت امام حسن مثنّٰی و حضرت فاطمہ صغرٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما کا نکاح ہے کون نہیں جانتا کہ حضرت امام حسن مثنّٰی حضرت امام حسن مجتبٰی کے صاحبزادے ہیں اور حضرت فاطمہ صغرٰی حضرت امام حسین شہید کربلا کی صاحبزادی رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین، پھر یہ اُن کے نکاح میں تھیں، حضرت امام عبداللہ محض رضی اللہ تعالٰی عنہ انھی دونوں پاک مبارک والدین سے پیدا ہوئے اُنھیں محض اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ دنیا میں پہلے شخص تھے جن کے ماں باپ دونوں حضرت بتول زہرا صلی اللہ تعالٰی علٰی ابیہا الکریم وعلیہا وسلم کی اولاد امجاد ہیں۔ باپ حضرت خاتونِ جنت کے پوتے اور ماں اُن کی پوتی۔ صحیح بخاری شریف میں ہے:

لما مات الحسن بن الحسن بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہم ضربت امرأته القبة علٰی قبرہ سنة[3]۔ | جب حسن بن حسن بن علی (رضی اللہ تعالٰی عنہم) فوت ہُوئے تو ان کی بیوی نے ایک سال تک ان کی قبر پر خیمہ لگایا۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۶

[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۳۷

[3] صحیح بخاری کتاب الجنائز باب مایکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۷۷

ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے :

(امرأته) فاطمة بنت الحسین بن علی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہم وھی ابنة عمہم۔[1]

بیوی سے مراد فاطمہ بنت حسین بن علی (رضی اللہ تعالٰی عنہم) ہے جو ان کی چچا زاد ہیں۔ (ت)

یہ نیا مسئلہ خاص مشرکینِ ہند کی گھڑت ہے وُہ بھی ہندوستان کے بعض شہروں کے لیے بعض دیگر مُشرکین کے مسکان کو شاید وہ بھی حلال مانتے ہیں۔ ہنود وغیرہ کو تو آسان ہے کہ اُن کا امام ہوائے نفس و شیطان ہے، عجب اس سے جو دعوٰی اسلام رکھے قرآن عظیم کو اپنا امام جانے اور پھر خلاف قرآن مسائلِ شیطان مانے والعیاذ باللہ رب العالمین، غالبًا یہ ایسے ہی لوگوں کے ناپاک اوہام ہو سکتے ہیں جن کے باپ دادا ہندو تھے اسلام لائے تھوڑا زمانہ گزرا ہو اور یہ جاہل بے شعور اور صحبتِ اہلِ علم سے دُور، دل میں وہی خیالات بے معنی جمے ہُوئے ہیں اور موروث ہونے کے باعث گویا طبیعت ثانیہ ہو گئے ہیں اب کہ حکم قرآن عظیم معلوم ہُوا طبعی گھن کہ اس سے چڑھی ہوئی ہے اس کے امتثال سے مانع آتی ہے جیسے کوئی پُرانا پجاری برہمچاری خوبی قسمت سے مشرف بہ اسلام ہو جائے اور اُس کے سامنے نوجوان گھتی کا نفیس عمدہ فربہ تازہ سُرخ بریاں خوشبو خوشنما نرم چکنا چٹپٹا سلونا گوشت پیش کیا جائے تو عادتِ قدیمہ کے باعث یکایک اُس کی ہمت اس لذیذ نوالے کے لیے یاری نہ دے گی بلکہ دیکھتے ہی آنکھ بند ہو جائے گی، اگر فی الواقع ان لوگوں کے انکار کا صرف اسی قدر منشا ہے خوب جانتے ہیں اور ایمان لاتے ہیں کہ یہ نکاح حلال ہیں ان میں کوئی قباحت نہیں، اور ہنود کہ انھیں حرام سمجھتے ہیں یہ اُن کا شنیع و قبیح زعم ہے بااینہمہ اُس عادتِ قدیمہ کے سبب اُس سے جھجکتے بچتے ہیں جب تو کفر نہیں مگر یہ خیال ناپاک رسوم کفر کا بقیہ ہے اُن پر فرض ہے کہ اُسے دل سے دُور کریں اور پُورے پُورے اسلام میں داخل ہوں ورنہ عذاب الٰہی کے منتظر رہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے :

یٰایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کآفة ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انه لکم عدو مبین ○ فان زللتم من بعد ما جآءتکم البینٰت فاعلموا ان اللّٰہ عزیز حکیم ○ ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللّٰہ فی ظلل من الغمام والملٰٓئکة وقضی الامر والی اللّٰہ

اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو بیشک وہ تمھارا صریح دشمن ہے پھر اگر لغزش کرو بعد اس کے کہ تمھارے پاس آچکیں روشن آیتیں تو جان رکھو اللہ زبردست حکمت والا ہے یہ لوگ کس انتظار میں ہیں مگر یہی کہ آئے ان پر اللہ کا عذاب بادل کی گھٹاؤں میں

---

[1] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب الجنائز قدیمی کتب خانہ کراچی ۴۲۹/۲

ترجع الامور[1]۔

اور فرشتے اور ہو چکے ہونے والی، اور اللہ ہی کی طرف پھرتے ہیں سب کام۔

جلالین شریف میں ہے:

نزل فی عبد اللہ بن سلام و اصحابہ لما عظموا السبت[عہ] وکرھوا الابل بعد الاسلام ادخلوا فی السلم الاسلام کافۃ ای جمیع شرائعہ[2] (ملخصا)۔

جب عبد اللہ بن سلام اور ان کے ساتھیوں نے ہفتہ کا دن منانا چاہا اور سابقہ دین کے پیش نظر، اونٹ کے گوشت کو ناپسند کیا تو آیہ کریمہ ادخلوا فی السلم کافۃ نازل ہوئی یعنی داخل ہو جاؤ سلم میں، سلم سے مراد اسلام یعنی یہ کہ پوری شریعت اسلامیہ کو اپناؤ (ملخصا)۔ (ت)

یعنی جب علمائے یہود مشرف باسلام ہوئے عادت قدیمہ کے باعث اونٹ کے گوشت سے کراہت کی کہ یہود کے یہاں اونٹ حرام تھا اور تعظیم شنبہ کا عزم کیا کہ یہود میں ہفتہ معظم تھا اس پر حق سبحٰنہ وتعالٰی نے یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی کہ اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو اس کے سب احکام مانو ورنہ عذاب الٰہی کے منتظر رہو والعیاذ باللہ تعالٰی۔ اگر یہ لوگ نہ مانیں تو مسلمانوں کو چاہئے ان سے میل جول نہ کریں خصوصا جن سفہا نے وہ ناپاک کلمہ کہا کہ "گو یہ مسئلہ شرع کا ہے مگر ہم الخ" اور جنھوں نے ایسے نکاح کرنے والے کو برادری سے خارج کر دیا وہ سخت ظالم اور شدید مجرم ہیں مسلمانوں کو اُن سے احتراز ضرور ہے، قال اللہ تعالٰی:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[3]۔

ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تمھیں چھوئے دوزخ کی آگ۔

ان کے پیچھے نماز ممنوع ہے کہ وہ اس تعصب وتشدد کے باعث فاسق معلن ہوئے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور اسے امام بنانا گناہ، کما نص علیہ فی الغنیۃ وغیرھا وحققناہ فی النھی الاکید (جیسا کہ اس پر غنیہ وغیرہا میں نص کی ہے اور ہم نے اس کی تحقیق اپنے رسالہ النھی الاکید میں کی ہے۔ ت)

عہ: مصدر منہ قولہ تعالٰی ویوم لا یسبتون لا تاتیھم والمعنی تعظیم السبت ۱۲ منہ غفرلہ (م)

یہ مصدر ہے، اسی سے ہے اللہ تعالٰی کا قول "یوم لا یسبتون لا تاتیھم" روز ہفتہ کے علاوہ دنوں میں مچھلیاں انکے پاس نہ آتیں اور اس سے مراد روز ہفتہ کی تعظیم ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۰۸ تا ۲۱۰

[2] تفسیر جلالین زیر آیۃ ادخلوا فی السلم کافۃ اصح المطابع دہلی ص ۳۱

[3] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

اس صورت میں حتی الوسع کوشش کرے کہ والدین راضی رہیں اور ان کی مخالفت سے بھی نجات ملے ورنہ ظاہری مخالفت اس قدر کہ منجر بمعصیت نہ ہو مجبورانہ محض والدین کے دکھانے تک بجالائے،

فان ایذاءھما من اشد الکبائر ولیست مخالفتھم علی ما وصفنا فی السوء والشناعۃ مثل العقوق ومن ابتلی ببلیتین اختار اھونھما وقد کان سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما حامل لواء صفین مع ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ طاعۃ لہ من دون قتال مع علمہ ان الحق مع امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ وکان یعتذر عن ذلک بان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امرہ بطاعۃ ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہم۔[1]

والدین کو اذیت دینا گناہِ کبیرہ ہے، اور بُری باتوں اور غلط امور میں ان کی مخالفت والدین کی نافرمانی جیسی بات نہیں ہے، اور جو شخص دو مصیبتوں میں مبتلا ہو وہ دونوں میں سے آسان کو اختیار کرے، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے والد کے حکم پر جنگِ صفین میں علم بردار تھے اور جنگ میں شرکت نہ چاہتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس جنگ میں حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم حق پر ہیں انھوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے والد کی اطاعت کی پابندی کے حکم کے عذر سے والد کی موافقت کی۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اور اگر معاذ اللہ اُس انکار کی وجہ یہ ہو کہ اس نکاح کو واقع میں حرام جانتے اور حکمِ شرع کو باطل مانتے مسئلۂ کفار کو صحیح و حسن سمجھتے ہیں جب تو صریح کفار مرتدین ہیں اُن سے میل جول قطعی حرام۔ اب اس صورت میں اُن کی عورتیں ان کے نکاح سے نکل گئیں ان سے ہمبستری زنا ہوگی اولاد ہوئی تو ولد الزنا ہوگی اُن کے پیچھے نماز باطل محض، ان سے میل جول میں والدین کی اطاعت ناجائز، ان سے مخالفت و جدائی لازم، اگرچہ ماں باپ ناراض ہوں، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالٰی۔[2] رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی عن امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ۔

اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں۔ (اس کو بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا۔ ت)

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل بقیہ حدیث الحکم بن عمرو الغفاری رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۵/ ۶۶

[2] بخاری ۲/ ۱۰۷۸، مسلم ۲/ ۱۲۵، سنن ابی داؤد ۱/ ۳۵۳ اور سنن النسائی ۲/ ۱۸۶ اسکے الفاظ یوں ہیں:
لاطاعۃ فی معصیۃ اللہ انما الطاعۃ فی المعروف۔ نذیر احمد سعیدی

غمز العیون میں ہے :

اتفق مشائخنا ان من رأی امر الکفار حسنا فقد کفر حتی قالوا فی رجل قال ترك الکلام عند اکل الطعام حسن من المجوس او ترك المضاجعۃ عندھم حال الحیض حسن فھو کافر۔[1]

ہمارے مشائخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کفار کے شعار کو پسند کرنے والا کافر ہے، حتی کہ انھوں نے فرمایا کہ جو شخص مجوسیوں کے شعار، کھانا کھاتے وقت بات چیت کے ترک، کو اچھا کہے یا حالتِ حیض میں بیوی کے ساتھ ایک بستر میں لیٹنے کے ترک کو مجوسیوں کی وجہ سے اچھا کہے وہ کافر ہے (ت)

اور اتنا حکم تو پہلی صورت میں بھی ہے کہ جس نے وہ الفاظ انکار کہے احتیاطاً تجدیدِ اسلام وتجدیدِ نکاح کرلے۔

جامع الفصولین میں ہے :

قال لخصمہ حکم الشرع کذا فقال خصمہ من برسم کارمی کنم نہ بشرع نے قیل کفر وقیل لا۔[2]

جس نے اپنے مقابل کو کہا کہ حکم شرع یوں ہے اور مقابل کہے میں مروجہ رسم پر عمل پیرا ہوں شرع پر نہیں، تو بعض نے فرمایا وہ کافر ہوگیا اور بعض نے فرمایا نہ ہوا۔ (ت)

درمختار میں ہے :

www.alahazratnetwork.org

فی شرح الوھبانیۃ للشرنبلالی ما یکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا وما فیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح۔[3] واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

شرح وھبانیہ شرنبلالی میں ہے کہ متفق علیہ کفر سے عمل اور نکاح باطل ہوجاتا ہے، حالتِ کفر کی اولاد اولادِ زنا ہوگی، اور جس کے کفر ہونے میں اختلاف ہو اس میں توبہ واستغفار اور تجدیدِ نکاح کا حکم دیا جائے گا ــــــ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم، اور اس جل مجدہ کا علم اتم واکمل ہے (ت)

مسئلہ ۲۲۷: از ملک بنگالہ ضلع پٹنہ ڈاکخانہ بنگاشی موضع مختار گاتی مرسلہ مصلح الدین صاحب ۱۲ شوال المکرم ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ حقیقی بھانجی کی بیٹی سے نکاح جائز

---

[1] غمز العیون مع الاشباہ والنظائر کتاب السیر والردۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۲۹۵

[2] جامع الفصولین فصل فی تنفیذ الوصیۃ اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۰

[3] درمختار کتاب الجہاد باب المرتد مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۹

ہے یا نہیں؟ بادلیل عنایت ہو۔ بینوا توجروا

الجواب

حرام قطعی ہے وہ خود اُس کی بیٹی ہے،

قال اللہ تعالٰی وبنت الاخت[1] وھن یشملن بناتھا من بطنھا ومن ابنھا ومن بنتھا وان سفلن۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور بھانجیاں، جبکہ یہ لفظ بھانجی کی بیٹیوں، پوتیوں اور نواسیوں کو نیچے تک شامل ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۸

چہ مے فرمایند علمائے دین وحامیِ شرع متین دریں مسئلہ کہ اگر مردے از طریق اہلِ سنت و جماعت و زنے از طریق اہلِ شیعہ و باہم مرد و زن صیغہ نکاح مروجہ بطریق اہلِ سنت وجماعت خواندہ باشد و ہنوز خلوت صحیحہ بلکہ رسم رخصت مروجہ ہندوستان نہ شدہ باشد وحالا باہم رضامندی ندارند چہ حکم دارد، آیا نکاح صحیح ست یانہ؟ بینوا توجروا۔

علمائے دین وحامیِ شرع متین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ مرد اہلِ سنت وجماعت ہو اور عورت اہلِ شیعہ میں سے، ان دونوں کا نکاح اہلِ سنت وجماعت کے طریقہ پر ہوا، اور ابھی خلوتِ صحیحہ بلکہ رخصتی بھی نہ ہوئی، جیسا کہ ہندوستان کا طریقہ ہے، جبکہ ابھی رضامندی بھی نہ ہوں، تو ایسا نکاح صحیح ہے یا نہیں؟ بیان کرو اجر پاؤ۔ (ت)

الجواب

آں زن اگر بسلامت قلب خود از عقائد مکفرہ بری ست نکاح صحیح شد و بعد نکاح عدم رضائے او را اعتبار نے و حکما سپرد شوہر کردہ شود و اگر در رنگ عامہ روافض زمانہ عقیدہ مکفرہ دارد نکاح باو باطل محض ست نہ سنی را رسد نہ رافضی نہ یہودی نہ مجوسی ہیچ کس را لان المکفر من اھل الھوی کالمرتد حکمہ والمرتدۃ لاینکحھا مسلم ولا کافر اصلی ولا مرتد

اگر وہ عورت خود دل سے عقائد کفریہ سے توبہ کرچکی ہے اور بری ہوچکی ہے تو نکاح صحیح ہے اور نکاح کے بعد عدم رضامندی کا کوئی اعتبار نہیں، ایسی عورت کو حکماً شوہر کے سپرد کیا جائے گا، اور اگر وہ عورت موجودہ عام روافض جیسے کفریہ عقیدے رکھتی ہو تو اس سے نکاح باطل ہے۔ سنی، رافضی اور مجوسی کسی کے لیے بھی وہ جائز و حلال نہیں، کیونکہ اہلِ ہوٰی میں سے جن کو کافر قرار دیا گیا ہو وہ مرتد کی طرح ہیں

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

مثلہا کما نصوا علیہ آرے اگر وقت نکاح از کفر بری بود تا آنکہ نکاح صحیح شد وحالا ارتکاب او کند تا از حبالہ نکاح بدر آید ایں حیلت و مکیدہ فاسدہ اش ہم بر روئے زن زنند وحکم ببقائے نکاح و وجوب تسلیم نفس کنند کما ھو المختار الاٰن للفتوی علی ما حققناہ فی فتاوٰنا۔ و اللہ تعالٰی اعلم۔

اور مرتد والا حکم رکھتے ہیں اور مرتدہ سے کسی مسلمان، اصلی کافر یا اس جیسے مرتد کو نکاح جائز نہیں، جیسا کہ فقہاءِ کرام نے اس پر تصریح کی ہے۔ ہاں اگر نکاح کے وقت کفر سے بری تھی تو نکاح صحیح ہُوا مگر اس کے بعد اب وُہ عقائد کفریہ کا اظہار بطور حیلہ و مکر اس لیے کرتی تا کہ نکاح سے خلاصی حاصل کرے تو اس کے حیلہ و مکر و فریب کو اس کے منہ پر دے مارا جائے اور نکاح کا حکم باقی رکھا جائے اور اس کو خاوند کے سپرد کرنا ضروری ہے جیسا کہ آج کل فتوٰی میں مختار یہی ہے جس کی تحقیق ہم نے اپنے فتاوٰی میں کردی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۹ تا ۲۳۱: مسئولہ جناب مولوی بشیر احمد صاحب علی گڑھی مدرس اول مدرسہ منظرِ اسلام بریلی ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) سوتیلی خالہ سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

(۲) کوئی شخص اگر ساس یا سالی سے آشنائی اور صحبت کرے تو عورت اس کے نکاح سے باہر ہوجاتی ہے اور اس کی عدت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

(۳) ایسی دو عورتوں کا ایک وقت میں نکاح میں لانا کہ اگر ایک کو مرد اور ایک کو عورت قرار دیا جائے تو صورت محرمات میں آجائیں تو درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) خالہ سگی ہو یا سوتیلی، مثل ماں کے حرام قطعی ہے۔ قال اللہ تعالٰی، وخالٰتکم (اور تمھاری خالائیں۔ ت) درمختار میں ہے: الاشقاء وغیرھن[1] (سوتیلی وغیرہ۔ ت) ہاں منکوحہ پدر کہ اس کی ماں نہیں اُس کی سگی بہن بھی حلال ہے جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو۔ قال تعالٰی، واحل لکم ما وراء ذٰلکم[2] (تمھارے لیے ان محرمات کے ماسوا حلال کی گئی ہیں۔ ت) مگر وہ اس کی خالہ نہیں کہ جس کی بہن ہے وہ اس کی ماں نہیں ہے مگر مجازاً اور ادعائے مجاز بے قرینہ مدفوع و نامسموع، اور بلفرض غلط اگر سوتیلی ماں کی بہن

---

[1] درمختار کتاب النکاح باب فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۶

[2] القرآن الکریم ۴/۲۴

بھی سوتیلی خالہ ہو تو ماں کی سوتیلی بہن یقیناً سوتیلی خالہ ہے بلکہ وہی اطلاق اکثر اور فہما اظہر تو بعض عمائد غیر مقلدین سے تحلیل حرام و تضلیل عوام کے دونوں الزام مدفوع نہیں ہوسکتے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) سالی سے زنا عورت کو حرام نہیں کرتا، ساس کو بشہوت ہاتھ لگانے ہی سے عورت ہمیشہ کو حرام ہوجاتی ہے کہ کسی طرح اُس کے لیے حلال نہیں ہوسکتی مگر نکاح نہیں جاتا بلکہ متارکہ ضرور ہے مثلاً عورت سے کہہ دے میں نے تجھے چھوڑا یا ترک کردیا، متارکہ کے بعد عدت واجب ہوگی جبکہ عورت سے خلوت کرچکا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) دو عورتیں کہ ان میں جس کو مرد فرض کریں دوسری اس پر ہمیشہ حرام ہو ایک شخص کے نکاح میں جمع نہیں ہوسکتیں خواہ ایک وقت میں خواہ مختلف اوقات میں، جیسے ماں بیٹی کہ بعد فرض ماں بیٹا یا باپ بیٹی ہوں گی اور اگر ایک کو مرد فرض کیے سے دوسری اس پر حرام ابدی ہو مگر دوسری کو مرد ٹھہرانے سے وہ پہلی حرام نہ ہو تو ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرسکتے ہیں جیسے ساس بہو کہ ساس مرد ہو تو وہ خسر اور بہو ہیں، بہو خسر پر ہمیشہ حرام ہے اور اگر بہو مرد ہو تو اب ساس سے کوئی رشتہ نہیں وہ اس کے لیے حلال ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۲ - ۲۲۳: از تحصیل ستار گنج ڈاکخانہ خاص ضلع نینی تال مرسلہ الٰہی بخش صاحب کاریگر

www.alahazratnetwork.org

ہادیٔ دین شرع متین جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام مجدہم، بعد سلام علیکم دست بستہ کے التماس ہے آپ کی ذات مجمع کمالات ہم عاصیوں کے لیے باعث افتخار ہے اور ہر مشکل مسئلہ میں آپ سے عقدہ کشائی ہو کر کار ثواب میں داخل ہو کر کار نیک کے پابند ہوسکتے ہیں۔

(۱) ایک عورت بیوہ نے اپنی لڑکی نابالغ کو لڑکے کی زوجیت میں دیا، بعد تھوڑی مدت میں وہ لڑکی نابالغ مرگئی، بعد تھوڑی مدت کے اس عورت نے جو بیوہ پہلے سے تھی اب اُس نے اپنے داماد سے نکاح کرلیا ہے اور اس نکاح سے اب ایک بچہ موجود ہے، آیا یہ نکاح درست ہے یا حرام ہے؟

(۲) ایک شخص نے ایک عورت بیوہ سے نکاح کرلیا، اس عورت بیوہ کا جو پہلا خاوند تھا اس سے ایک لڑکا تھا جو اب عورت کے دوسرے نکاح کرنے پر ہمراہ آیا تھا وہ لڑکا جوان ہوکر مرگیا اور اس کی ماں بھی مرگئی، اب اس جوان لڑکے کی بیوی بیوہ ہے اور اب اس لڑکے کا باپ یعنی اب سوتیلا ہے اور یہ سوتیلا باپ اس سوتیلے لڑکے کی بیوہ بیوی کو یعنی اب اپنی سوتیلی بہو کو یعنی اب سوتیلے بیٹے کی بیوی بیوہ کو نکاح میں لایا جاسکتا ہے اور حرام بھی کیا ہے اور اسی وجہ سے وہ بیوہ بہو حاملہ ہے اور اس کا حمل قریباً چار ماہ کا ہے اور اسی قدر عرصہ اس کے خاوند کو مرے ہوئے گزرا، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بعد مرنے اپنے سوتیلے بیٹے کے وہ شخص اپنی

سوتیلی بہو کے ساتھ فعل کرتا رہا اب یہ نہیں معلوم کہ حمل بیٹے کا ہے یا باپ کا، البتہ قرینِ قیاس یہ ہے کہ سوتیلے بیٹے کا یعنی اُس کے شوہر کا ہے کیونکہ اُس کے شوہر کو مرے ہوئے بھی عرصہ چار ماہ کا گزرا ہے۔ آیا بعد وضع حمل کے نکاح ہونا یعنی سوتیلے بیٹے کی بیوہ بیوی سے خسر سوتیلے کا جائز ہے یا ناجائز؟ والسلام۔ دوسرے مسئلہ کا اصل قصہ مختصر یہ ہے کہ سوتیلے بیٹے کی بیوہ بیوی کو سوتیلا خسر اپنے نکاح میں لاسکتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

(۱) ساس پر داماد مطلقاً حرام ہے اگرچہ اُس کی بیٹی کی رخصت بھی نہ ہُوئی ہو اور قبلِ رخصت مرگئی ہو۔ قال اللہ تعالٰی: وامھات نسائکم[1] (اور تمھاری بیویوں کی مائیں تم پر حرام ہیں) یہ نکاح حرام محض ہوا، وہ بچہ ولدالحرام ہُوا، اُن دونوں پر کہ حقیقۃً ماں بیٹے ہیں فرض ہے کہ فوراً جُدا ہوجائیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) جبکہ یہ بھی احتمال ہے کہ اُس بیوہ کا یہ حمل اپنے شوہر کا ہو، تو جب تک وضع حمل نہ ہو اس سے نکاح قطعی حرام ہے، بعد وضع حمل نکاح کرسکتا ہے لقولہ تعالٰی: وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم[2] (اور تمھارے نسبی بیٹوں کی بیویاں حرام ہیں۔ت) مع قولہ تعالٰی واحل لکم ماوراء ذلکم[3] (اللہ تعالٰی کے اس قول کے پیشِ نظر: اور تمھارے لیے ان کے ماسوا حلال کی گئی ہیں۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۴: مسئولہ مولوی محمد امانت الرسول صاحب از رام پور محلہ سیلا تالاب

www.alahazratnetwork.org

سوتیلی ماں کو اگر باپ تین طلاقیں دے دے لڑکا اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ مدلل تحریر ہو، والسلام۔ بیّنوا توجروا

الجواب

اللہ لا الٰہ الا اللہ، سوتیلی ماں حقیقی ماں کے برابر حرام قطعی ہے۔ اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں ماں کی حُرمت سے پہلے سوتیلی ماں کی حرمت بیان فرمائی ہے، اذ قال اللہ تعالٰی (جبکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ت):

ولا تنکحوا ما نکح اٰبائکم الٰی قولہ تعالٰی انہ کان فاحشۃ ومقتا وساء سبیلا[4] (نہ نکاح کرو اُن عورتوں سے جن سے تمھارے باپ نکاح کرچکے، بیشک وہ بے حیائی اور خدا کو دشمن اور نہایت بُری راہ ہے۔ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۵: از شہر مسئولہ مولوی حافظ امیر اللہ صاحب ۱۴ ذی القعدہ ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عدت میں نکاح پڑھوا دیتا ہے اور بیتو بعض کو صرف

---

[1] القرآن الکریم ۴/۲۳
[2] القرآن الکریم ۴/۲۳
[3] القرآن الکریم ۴/۲۴
[4] " " ۴/۲۲

جماع سے بچنے پر عمل کرتا ہے، صحیح ہے یا غلط؟ اور اس شخص کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

عدت میں نکاح حرام قطعی ہے بلکہ نکاح تو بڑی چیز ہے، قرآن عظیم نے عدت میں نکاح کے صریح پیام کو بھی حرام فرمایا، نکاح بعد عدت کر لینے کے وعدہ کو بھی حرام فرمایا صرف اس کی اجازت دی ہے کہ دل میں خیال رکھو یا کوئی پہلو دار بات ایسی کہو جس سے بعد عدت ارادۂ نکاح کا اشارہ نکلتا ہو، صاف صاف یہ ذکر نہ ہو کہ میں بعد عدت تجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں، یہاں تک کہنا بھی حرام ہے، تو خود نکاح کر لینا کیونکر حلال ہوگا، پھر پہلو دار بات بھی عدت وفات والی سے کہنا جائز ہے، عدت طلاق والی سے باجماع امت وہ بھی جائز نہیں۔ قال اللہ عزوجل (اللہ عزوجل نے فرمایا۔ ت):

والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا فاذا بلغن اجلھن فلا جناح علیکم فی ما فعلن فی انفسھن بالمعروف واللہ بما تعملون خبیر ولا جناح علیکم فیما عرضتم بہ من خطبۃ النساء او اکننتم فی انفسکم علم اللہ انکم ستذکرونھن ولکن لا تواعدوھن سرا الا ان تقولوا قولا معروفا ۵ ولا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتٰب اجلہ واعلموا ان اللہ یعلم ما فی انفسکم فاحذروہ واعلموا ان اللہ غفور حلیم[1] ۵

یعنی تم میں جو لوگ مریں اور عورتیں چھوڑیں وہ عورتیں چار مہینے دس دن اپنی جانوں کو روکے رہیں، جب عدت پوری ہو جائے پھر جو کچھ اپنے معاملہ میں موافق شرع کریں اس کا تم پر الزام نہیں، اور خدا جانتا ہے کہ تمہیں ان سے نکاح کا خیال گزرے گا مگر باہم نکاح کا وعدہ خفیہ بھی نہ کر رکھو، ہاں اس طریقہ معلوم پر کنایۃً کچھ کہہ سکتے ہو اور جب تک عدت پوری نہ ہو نکاح کا قصد بھی نہ کرو، اور جان لو کہ اللہ تمہارے دلوں کی بات جانتا ہے تو اس سے ڈرو، اور جان لو کہ اللہ بخشنے والا حلم والا ہے یعنی عذاب نہ آنے پر مغرور نہ ہو کہ وہ حلیم ہے۔

فتح القدیر میں ہے:

قولہ لا باس بالتعریض فی الخطبۃ اراد المتوفی عنھا زوجھا اذ التعریض لا یجوز فی المطلقۃ بالاجماع[2]

خاص وفات کی عدت والی عورت سے کنایہ کے طور پر پیام نکاح میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ طلاق کی عدت والی سے بالاجماع کنایہ بھی جائز نہیں (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۴-۲۳۵

[2] فتح القدیر باب فی العدۃ المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ سکھر ۴/ ۱۶۵

اگر کوئی شخص عدت میں نکاح پڑھا دیا کرتا اور اُسے حرام وزنا جانتا تو اتنا ہوتا کہ وُہ سخت مرتکب کبائر اور زانی و زانیہ کا دلال ہوتا مگر وہ جو اسے جائز بتاتا اور قرآن عظیم میں تحریف کرکے یہ تربصن کو فقط منع جماع پر حمل کرتا ہے وُہ ضرور منکر قرآن مجید ہے اور اس پر یقیناً کفر لازم، اس پر فرض ہے کہ توبہ کرے اور اپنے اس قول ناپاک کو جھٹلائے اور نئے سرے سے اسلام لائے، اس کے بعد اپنی عورت سے نکاح کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۶ از سلون شریف ضلع رائے بریلی احاطہ شاہ صاحب مرسلہ مولوی محمد عمر صاحب مدرسہ اسلامیہ

۲۲ محرم الحرام ۱۳۲۸ھ

جناب مولانا صاحب مجدد مائۃ حاضرہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، زنِ فاحشہ رنڈی وغیرہ سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو بعد توبہ یا بغیر توبہ بھی؟ اگر بعد توبہ جائز ہے تو توبہ کی قید کیوں ہے؟ کتابیہ سے تو بلا توبہ جائز ہو اور اس سے بلا توبہ جائز نہ ہو، عقل سلیم خلاف حکم کرتی ہے، اور اگر نا جائز ہے تو کیوں؟ والسلام۔ بینوا توجروا۔

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، زنِ فاحشہ سے نکاح جائز ہے اگرچہ تائب نہ ہُوئی ہو، ہاں اگر وہ اپنے افعالِ خبیثہ پر قائم رہے، اور یہ تا بقدرِ قدرت انسداد نہ کرے تو دیوث ہے اور سخت کبیرہ کا مرتکب، مگر یہ حکم اُس کی اس بے غیرتی پر ہے، نفسِ نکاح پر اس سے اثر نہیں، حق سبحانہ وتعالٰی نے محرمات گنا کر فرمایا:

واحل لکم ما وراء ذٰلکم[1] (اور تمہارے لیے محرمات کے ماسوا احلال کی گئی ہیں۔ت) رہی آیۂ کریمہ:

والزانیۃ لاینکحھا الا زان او مشرک وحرم ذٰلک علی المؤمنین[2] زانیہ سے صرف زانی مرد یا مشرک نکاح کرے اور یہ مومنین کے لیے حرام ہے۔ (ت)

اس میں چار تاویلیں ماثور ہیں، ان میں سے اول کی دو فقیر کے نزدیک اصح و احسن ہیں۔

تاویلِ اول: نکاح سے عقد ہی مراد ہے، پہلے زانیہ سے نکاح حرام تھا پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ یہ قول سیدنا سعید بن مسیب رضی اللہ تعالٰی عنہما کا ہے اور بغوی نے اسے ایک جماعت کی طرف منسوب کیا۔

امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کی تصحیح کی، کتاب الام میں فرماتے ہیں:

اختلف اھل التفسیر فی ھذہ الاٰیۃ اختلافا اہلِ تفسیر نے اس آیہ کریمہ میں واضح اختلاف کیا ہے

---

[1] القرآن الکریم ۴/۲۴

[2] القرآن الکریم ۲۴/۳

متباینا فقیل ھی عامۃ ولکن نسخت بقولہ تعالٰی وانکحوا الایامٰی الخ وقد رویناہ عن سعید بن المسیب وھو کما قال وعلیہ دلائل من الکتاب والسنۃ فلا عبرۃ بما خالفہ اھ بمحصولہ، نقلہ فی عنایۃ القاضی۔[1]

بعض نے کہا کہ یہ عام ہے لیکن اللہ تعالٰی کے قول وانکحوا الایامٰی الخ کے نازل ہونے پر منسوخ ہوگئی ہے، اور اس قول کو ہم نے سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے اور وہ ان کے قول کے مطابق درست ہے اور اس پر قرآن وحدیث سے دلائل ہیں، تو اس کے مخالف قول کا اعتبار نہ ہوگا، اس کا خلاصہ ختم ہُوا، جس کو عنایۃ القاضی میں نقل کیا ہے۔ (ت)

تفسیراتِ احمدیہ میں ہے:

ھذا ھو الذی اختارہ الفقیہ ابواللیث وقال ان الاٰیۃ منسوخۃ او معناھا الزانی لاینکح الا زانیۃ او مثلھا اھ[2]۔

اسی کو فقیہ ابواللیث نے مختار قرار دیا ہے اور کہا کہ یہ آیت منسوخ ہے یا اس کا معنٰی یہ ہے کہ زانی زانیہ یا اس جیسی عورتوں سے نکاح کرے اھ (ت)

اقول الذی رأیت من لفظ الفقیہ فی بستانہ قال سعید بن جبیر والضحاک معناھا الزانی لایزنی الا بزانیۃ مثلہ وھکذا روی عن عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنھما وقد قیل ان الاٰیۃ منسوخۃ لان رجلا سأل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال ان امرأتی لاترد ید لامس، فقال طلقھا، فقال انی احبھا، قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فامسکھا اھ[3] فقولہ معناھا الزانی لاینکح صوابہ لایزنی وجزمہ بان الفقیہ جزم بالنسخ غیر ظاھر

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) میں نے جو کچھ فقیہ مذکور کی کتاب "بستان" دیکھی ہے وہ یہ ہے کہ سعید بن جبیر اور ضحاک نے فرمایا کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ زانی صرف اپنے جیسی زانیہ سے زنا کرتا ہے، اور ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسی طرح مروی ہے۔ اور بعض نے کہا کہ آیہ کریمہ منسوخ ہے کیونکہ ایک شخص نے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام سے ذکر کیا کہ میری بیوی کسی چھُونے والے کے ہاتھ کو رَد نہیں کرتی، تو حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا: اس کو طلاق دے۔ تو اس شخص نے کہا کہ مجھے اس سے محبت ہے، تو حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا، تو پھر طلاق نہ دے اھ۔ تو اس کا قول کہ

www.alahazratnetwork.org

[1] عنایۃ القاضی حاشیہ تفسیر البیضاوی زیر آیہ ماقبل دار صادر بیروت ۶/۳۵۷

[2] تفسیرات احمدیہ مطبع کریمی بمبئی ص ۵۴۵

[3] بستان العارفین علی ہامش تنبیہ الغافلین الباب الحادی والسبعون تزوج الزانیۃ دار الزہراء للطباعۃ والنشر ص ۱۰۳

من کلام الفقیه ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ ابواللیث نے کہا اس کا معنٰی "لاینکح" درست نہیں مگر میرے حوالے کے مطابق صحیح یہ ہے کہ انھوں نے معنٰی "لاینبغی" بتایا ہے، اور انھوں نے بطور اعتماد کہا کہ ابواللیث نے فسخ کو مختار قرار دیا، یہ بات ابواللیث کے کلام سے ظاہر نہیں ہوتی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

رغائب الفرقان میں ہے:

قیل انہ صار منسوخا اما بالاجماع وھو قول سعید بن المسیب، وزیف بان الاجماع لاینسخ ولاینسخ بہ، واما بعموم قولہ تعالٰی "وانکحوا الایامٰی فانکحوا ما طاب لکم" وھو قول الجبائی وضعف بان ذٰلك العام مشروط بعدم الموانع السببیۃ والنسبیۃ، ولکن ھذا المانع ایضا من جملتھا[1] اھ اقول ما نسب الی الجبائی فھو عہ

بعض نے کہا کہ منسوخ ہے یا اجماع کے ساتھ یہ قول سعید بن مسیّب کا ہے یہ موقف کمزور ہے کیونکہ اجماع نہ منسوخ ہوتا اور نہ ناسخ ہوتا ہے۔ یا منسوخ ہے اللہ تعالٰی کے ارشاد "وانکحوا الایامٰی فانکحوا ما طاب لکم" کے ساتھ، اور یہ جبائی کا قول ہے۔ اور یہ بھی ضعیف قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس آیت میں بیان کردہ اباحت، سببی یا نسبی مانع کے نہ ہونے کے ساتھ مشروط ہے اور زنا بھی ان موانع میں سے ایک مانع ہے اھ اقول جو جبائی کی طرف منسوب ہے تو وہ (اس سے آگے عبارت دستیاب نہیں ہوسکی)۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۲۳۷: از فرید آباد ڈاک خانہ خوث پور ریاست بہاولپور مرسلہ مولوی نور احمد صاحب فریدی دوازدہم محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

شرعاً قبل متارکہ و تفریق بین المحارم غیر مدخولہ سے کسی دوسرے کا نکاح درست ہے یا نہیں؟ اور قاضی شرعاً کون ہے؟ بوقتِ ضرورت فسخ و تفریق اس ملک ریاست بہاولپور اسلامیہ میں جو تحت قبضہ نصارٰی ہے کون حقِ فسخ و تفریق بالاراکھتا ہے؟ علما کا ہے یا گرد آور قاضیانِ سرکار کا یا محض حکام کا؟ اور حکام بعض صاحب اسلام ہیں بعض اہل ہنود، ان میں کوئی امتیاز ہے یا سب اس کا حق رکھتے ہیں اس

عہ افسوس کہ یہ فتوٰی اسی قدر منقول ملا، آگے دستیاب نہ ہوسکا، جتنا ملا اتنا چھاپ دیا۔ باقی اگر کبھی آئندہ کہیں مل سکا تو وہ بھی ان شاء اللہ تعالٰی علیحدہ یا بطور تبرک چھاپ دیا جائے گا یا کسی حصہ آئندہ میں۔ (مرتب)

[1] رغائب الفرقان (تفسیر نیشاپوری) زیر آیہ ماقبل مصطفی البابی مصر ۱۲/۵۸

ریاست اسلامی میں دو عورات ایک شخص سے یکے بعد دیگرے نکاح کرچکی ہیں اور بحکم شرعی وان تزوجہما علی التعاقب صح الاول وبطل الثانی (آپس میں دو محرم عورتوں سے اگر یکے بعد دیگرے نکاح کیا تو پہلا صحیح ہُوا دُوسرا باطل ہے۔ ت) متارکہ یا تفریق ثانیہ کی ضرور ہے لیکن ناکح متارکہ نہیں کرتا، تفریق لازمی ہے، دریافت طلب یہ ہے کہ اب کیا کیا جائے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اسلامی ریاست میں مسلمان حاکم کہ وہابی، رافضی، قادیانی، نیچری وامثالہم سے نہ ہو نائب شرع ہے مگر یہاں نہ قاضی کی حاجت نہ متارکہ شوہر کی ضرورت کہ نکاح دانستہ فاسد واقع ہوا، عورت تنہا اُس کے فسخ کا اختیار رکھتی ہے، شوہر سے کہہ دے میں نے اس حرام کو چھوڑا پھر اگر مجامعت نہ ہُوئی تو ابھی ورنہ بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرلے۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

یثبت لکل واحد منہما فسخہ ولو بغیر محضر من صاحبہ دخل بہا اولا فی الاصح خروجا عن المعصیۃ فلاینافی وجوبہ بل یجب علی القاضی التفریق بینہما[1]۔

مرد وعورت دونوں کو فسخ کا حق ہے اگرچہ دونوں میں ایک غیر حاضر ہو، دخول ہوچکا ہو یا نہیں، اصح قول یہی ہے۔ تاکہ گناہ سے علیحدگی ہوجائے تو یہ متارکہ قاضی کی تفریق کے وجوب کے منافی نہیں ہے بلکہ قاضی پر الگ کرنا ان دونوں کو واجب ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ردالمحتار میں ہے:

قولہ فی الاصح وقیل بعد الدخول لیس لاحدہما فسخہ الابحضرۃ الاٰخر، قولہ یجب علی القاضی ای ان لم یتفرقا[2]۔

اس کا قول "فی الاصح" اور بعض نے کہا کہ دخول کے بعد ایک کی تفریق دوسرے کی موجودگی کے بغیر جائز نہیں، اور اس کا قول کہ قاضی پر واجب ہے یعنی اس وقت جب دونوں نے آپس میں تفریق نہ کی ہو۔ (ت)

اُسی میں ہے:

فسخ ھذا النکاح من کل منہما بمحضر الاٰخر اتفاقا والفرق بین المتارکۃ والفسخ بعید

اس نکاح کا فسخ دونوں ایک دوسرے کی موجودگی میں کریں، یہ متفقہ مسئلہ ہے، اور یہاں متارکہ اور

---

[1] درمختار شرح تنویرالابصار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۰۱

[2] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۵۱

كذا فى البحر[1]۔ | فسخ کا فرق بعید ہے۔ بحر میں ایسے ہی ہے۔ (ت)

اسی میں خیریہ سے ہے:

الحق عدم الفرق ولذا جزم به المقدسی فی شرح نظم الکنز[2]۔ | حق یہی ہے کہ دونوں میں فرق نہیں ہے، اسی لیے مقدسی نے اس پر نظم الکنز کی شرح میں جزم کیا ہے۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

رجحنا فی باب المھر الثانی انھا تکون من المرأۃ ایضا ولذا ذکر مسکین من صورھا ان تقول له ترکتک۔[3] | ہم نے باب المہر میں ثانی کو ترجیح دی ہے، یہ عورت کو بھی حق ہے، اسی لیے مسکین نے اس کی صورت کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ عورت کہہ سکتی ہے کہ میں نے تجھ سے علیحدگی کرلی ہے۔ (ت)

اس مسئلہ کی تمام تحقیق ہمارے فتاوے میں ہے اور یہاں اس کی حاجت نہیں کہ عورت کے فسخ کو متارکہ کہیں یا نہیں، اُسے فسخ کا اختیار بلاشبہہ بالاتفاق ہے دفعاً للمعصیۃ (گناہ کو ختم کرنے کیلئے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۸: از مین پوری محلہ زیر قلعہ راٹھور مرسلہ سعد اللہ صاحب معمار ۲۱ ربیع الآخر ۱۳۳۲ھ

www.alahazratnetwork.org

ہندہ بیوہ نے زید سے تعلق ناجائز پیدا کیا، اور سنا ہے کہ چند حمل بھی ساقط ہوئے اور ہندہ نے اپنی دختر کا کہ وُہ بھی صغر سنی میں بیوہ ہوگئی تھی زید کے ساتھ جس سے خود تعلق ناجائز رکھتی تھی بلا رضامندی دختر خود بجبر عقد کردیا تو یہ نکاح درست ہوا یا نہیں؟ اور اب اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ بلاطلاق ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر صورت واقعہ یہ ہے یہ نکاح حرام محض ہے۔ زید پر فرض ہے کہ وُہ اسے چھوڑ دے۔ زید کے چھوڑنے کے بعد عدت کے دن پورے کرکے جس سے چاہے نکاح کرلے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۹: از جے پور راجپوتانہ چاندپول بازار متصل دکان گوبند رام فوٹوگرافر مرسلہ حافظ رحیم بخش صاحب خرادی ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

حرمتِ مصاہرت کے لیے عورت کا مشتہاۃ ہونا ضروری ہے،

---

[1] و [2] ردالمحتار | باب المہر | داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۵۲

[3] بحرالرائق | باب العدۃ | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/ ۱۴۶

هذا اذا کانت حیۃ مشتہاۃ اما غیرھا یعنی المیتۃ وصغیرۃ لم تشتہ (فلا) تثبت الحرمۃ بھا اصلا۔ درمختار[1]

حرمت مصاہرہ تب ہوگی جب عورت زندہ اور شہوت والی ہو، لیکن اگر مردہ ہو یا صغیرہ غیر شہوت والی ہو تو حرمت مصاہرہ ہرگز ثابت نہ ہوگی، درمختار۔ (ت)

اور مشتہاۃ کم سے کم نو سال کی لڑکی ہوسکتی ہے تو عبارت ذیل بھی:

اویزداد انتشارا ای ان تکون منتشرۃ قبلہ حتی قیل من انتشرت اٰلتہ وطلب امرأتہ لوطیھا فاولجھا بین فخذی بنتھا لاتحرم علیہا امہا مالم یزداد انتشارا، ووجود الشھوۃ من احدھما یکفی[2]

یا انتشار زیادہ ہوجائے، یعنی آلہ تناسل پہلے منتشر تھا اس پر یہاں تک کہا گیا کہ اگر اس نے آلۂ تناسل کے انتشار کے بعد بیوی کو طلب کیا ہو، یا طلب کرتے ہوئے غلطی سے بیوی کی بیٹی کی ران پر ڈال دیا تو اس لڑکی کی ماں حرام نہ ہوگی جب تک لڑکی کو چھوتے ہوئے انتشار زیادہ نہ ہوا ہو، اور چھوتے وقت مرد یا عورت میں سے ایک کا شہوت میں ہونا حرمت کے لیے کافی ہے۔ (ت)

جو شرح چلپی کے صفحہ ۲۰۹ کے متعلقہ حاشیہ پر درج ہے نو سال یا اس سے زائد کی لڑکی کے واسطے معلوم ہوتی ہے یا آٹھ سال کی لڑکی پر بھی یہ مسئلہ عائد ہوسکتا ہے یعنی حرمت مصاہرت ثابت ہوجائے گی یا کیا؟

الجواب

ثبوت حرمت مصاہرت کے لیے مشتہاۃ ہونا ضروری ہے جیسا کہ درمختار وغیرہ عامۂ کتب میں تصریح ہے اور وجود الشھوۃ من احدھما یکفی[3] (دونوں میں سے ایک کا شہوت سے ہونا کافی۔ ت) کے یہ معنی نہیں کہ صرف یہ مشتہی اور دختر غیر مشتہاۃ یا عورت مشتہاۃ ہو اور لڑکا غیر مشتہی تو حرمت ثابت ہوجائے یہ کسی کا بھی قول نہیں بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ یہ مشتہی ہو اور وہ مشتہاۃ اور بالفعل شہوت ایک کی طرف سے ہو مثلاً اس کے سوتے میں مس بشہوت کیا کہ اُسے اطلاع بھی نہ ہُوئی تو حرمت ہوگئی کہ وجود من احدھما کافی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۰: از ماہم ڈاک خانہ نمبر ۱۶ بمبئی مرسلہ حاجی محمد سلیمان ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۰ھ

زید کا نکاح زید کی بھتیجی کی دختر سے حلال ہے یا حرام یعنی زید و بکر حقیقی دونوں بھائی ایک باپ مادر کی پشت سے ہیں، اب زید کا نکاح بکر کی نواسی سے حلال ہے یا نہیں؟ جیسا خدا و رسول کا حکم ہو قرآن مجید

---

[1] درمختار باب فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

[2] ذخیرۃ العقبٰی حاشیہ شرح وقایہ کتاب النکاح منشی نولکشور لکھنؤ ۲/۱۶۹

[3] ایضاً

حدیث، فقہ سے حکم صادر فرمائیں، بھتیجی کی لڑکی سے اور بھانجی کی لڑکی سے اور بھتیجے کی بیٹی اور بھانجے کی لڑکی سے نکاح درست ہے اور بھتیجی و بھانجی سے تو حرام ہے مگر ان کی اولاد آل سے جائز ہے یا حرام ہے؟

الجواب

حرام قطعی ہے، یہ سب اس کی بیٹیاں ہیں، جیسے بھتیجی بھانجی ویسے ہی ان کی اور بھتیجیوں اور بھانجوں کی اولاد، اور اولاد اولاد کتنے ہی دور سلسلہ جائے سب حرام ہیں، بنات پوتیوں نواسیوں دُور تک کے سلسلے سب کو شامل ہے جس طرح فرمایا گیا: حرمت علیکم امھٰتکم و بنٰتکم[1] تم پر حرام کی گئیں تمھاری مائیں اور تمھاری بیٹیاں۔ اور ماؤں میں دادی نانی، پردادی، پرنانی جتنی اوپر ہوں سب داخل ہیں، اور بیٹیوں میں پوتی، نواسی، پرپوتی، پرنواسی جتنی ہوں نیچے سب داخل ہیں، یوں ہی فرمایا: و بنٰت الاخ و بنٰت الاخت[2] تم پر حرام کی گئیں بھائی کی بیٹیاں اور بہن کی بیٹیاں۔ ان میں بھی بھائی بہن کی پوتی، نواسی، پرپوتی، پرنواسی جتنی دور ہوں سب داخل ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۱: از ضلع بہرائچ محلہ ناظرہ پورہ بمکان سید منصب علی صاحب عرضی نویس مرسلہ سید نصیر الدین صاحب ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

زید مذہب اہل السنۃ والجماعۃ نے ایک عورت شیعہ کے مطابق مذہب شیعہ صیغہ پڑھایا اور نکاح بطریق اہلسنت نہیں کیا اور مدۃ العمر و زن اپنے اپنے مذہب پر قائم رہے، ایسی حالت میں جو اولاد ہوئی وہ جائز یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔

الجواب

آج کل تبرائی رافضی علی العموم مرتدین ہیں اور مرتد مرد خواہ عورت سے دنیا بھر میں کسی کا نکاح نہیں ہوسکتا، جو کچھ اولاد ہوگی ولد الحلال نہیں ہوسکتی۔ عالمگیری میں فتاوٰی ظہیریہ سے ہے:

یجب اکفار الروافض فی قولھم برجعۃ الاموات الی الدنیا الٰی ان قال و احکامھم احکام المرتدین[3]۔

رافضیوں کے اس قول پر کہ "فوت شدہ لوگ دنیا میں پھر واپس آئیں گے" ان کی تکفیر واجب ہے اور یہاں تک کہ انھوں نے فرمایا ان کے احکام مرتدین والے ہیں (ت)

اسی میں مبسوط سے ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

[2] " " ۴/ ۲۳

[3] فتاوٰی ہندیہ باب فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۶۴

لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ و لا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد۔[1]

مرتد کو کسی مرتدہ عورت، یا مسلمان یا اصلی کافر عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں اور یوں ہی مرتدہ عورت کا بھی کسی ایک سے نکاح جائز نہیں۔ (ت)

اس کے بعد صیغہ نکاح کی بحث کی کچھ حاجت نہیں، سنیوں کے طور پر نکاح ہوتا تو کب ہوسکتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۲: از میران پور کٹرہ تحصیل تلہر ضلع شاہجہان پور متصل چوکی مرسلہ قاضی تفضل حسین صاحب نائب ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

حاملہ عورت کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟ نیز یہ بھی تحریر فرمائیے کہ بوڑھے آدمیوں کے نکاحوں کا کیا حال ہے؟

الجواب

عورت جسے حلال سے حمل ہو دوسرے شخص سے اس کا نکاح باطل محض ہے جب تک بچہ پیدا نہ ہولے، اور اگر بے شوہر عورت اور حمل زنا کا ہے تو اس سے نکاح ہوسکتا ہے۔ پھر اگر وہی نکاح کرے جس کا یہ حمل ہے تو وہ پاس بھی جاسکتا ہے، اور اگر دوسرا شخص نکاح کرے تو جب تک بچہ پیدا نہ ہولے ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ کما فی الدرالمختار وغیرہ (جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ ت) بوڑھا نابالغ کے حکم میں ہے اس کا نکاح ولی کی اجازت سے ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۲۲۳: زید نہایت بدچلن تھا اب وہ مفقود الخبر ہے اور زید کی عورت کو گزراوقات کرنا دشوار ہے اور زید کے باپ نے اس عورت کو نظر بد سے دیکھا اور زنا کیا اس صورت میں وہ عورت اپنا نکاح کرنا چاہتی ہے تاکہ اپنی گزراوقات کرے اور اس حرام سے بچے، اس صورت میں شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

معاذ اللہ اگر یہ زنا ثابت ہو اور اس کا ثابت ہونا بہت دشوار ہے تو عورت اپنے شوہر پر ضرور ہمیشہ ہمیشہ حرام ہوگئی مگر نکاح سے نہ نکلی جب تک شوہر اپنی زبان سے اسے چھوڑنے کا کوئی لفظ نہ کہے۔ درمختار میں ہے:

بحرمۃ المصاھرۃ لایرتفع النکاح حتی لایحل لھا التزوج الاّ بعد المتارکۃ و انقضاء العدۃ و الوطء بھالایکون زنا۔[2]

حرمت مصاہرہ سے نکاح ختم نہیں ہوتا اور عورت دوسرے کو اس وقت تک حلال نہ ہوگی جب تک متارکہ اور اس کی عدت پوری نہ ہوجائے۔ اس دوران وطی کو زنا نہیں قرار دیا جائے گا۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ فصل فی المحرمات بالشرک نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۸۲

[2] درمختار باب فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۸

اُسی میں ہے :

تجب العدۃ بعد الوطء لا الخلوۃ للطلاق لا للموت من وقت التفریق او متارکۃ الزوج وان لم تعلم المرأۃ بالمتارکۃ فی الاصح[1] اھ قال الشامی خص الشارح المتارکۃ بالزوج کما فعل الزیلعی لان ظاھر کلامھم انھا لاتکون من المرأۃ اصلا مع ان فسخ ھذا النکاح یصح من کل منھما بمحضر الاخر اتفاقا والفرق بین المتارکۃ و الفسخ بعید کذا فی البحر وفرق فی النھر بان المتارکۃ فی معنی الطلاق فیختص به الزوج اما الفسخ فرفع العقد فلا یختص به وان کانت فی معنی المتارکۃ و ردہ الخیر الرملی بان الطلاق لایتحقق فی الفاسد فکیف یقال ان المتارکۃ فی معنی الطلاق فالحق عدم الفرق ولذا جزم به المقدسی فی شرح نظم الکنز الخ وتمامه فیما علقناه علی البحر[2] اھ ذکر فیه استناد الرملی بما لیس له بل علیه کما

نکاح فاسد میں وقتِ تفریق یا متارکہ کے عورت پر وطی سے طلاق والی عدت ہوگی محض خلوت سے یہ عدت واجب ہوگی اور نہ ہی خاوند کی موت سے موت کی عدت ہوگی۔ عورت کو متارکہ کا علم نہ بھی ہو تب بھی خاوند کے متارکہ سے عدت لازم ہوگی اھ شامی نے کہا کہ شارح نے متارکہ کو خاوند کے ساتھ مختص کیا جیسا کہ امام زیلعی نے کیا ہے کیونکہ ظاہر کلام سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ متارکہ کا حق عورت کو نہیں ہے حالانکہ اس نکاح کا فسخ مرد اور عورت دونوں کو ایک دوسرے کی موجودگی میں بالاتفاق جائز ہے اور متارکہ اور فسخ میں فرق بعید ہے۔ بحر میں یوں ہی ہے جبکہ نہر میں فرق بتایا گیا ہے کہ متارکہ طلاق کی طرح ہے اس لیے طلاق کی طرح خاوند ہی متارکہ کرسکتا ہے، اور فسخ نکاح کو کالعدم قرار دینے کا نام ہے اس لیے یہ خاوند سے مختص نہ ہوگا، اگرچہ متارکہ کا معنٰی پایا جاتا ہے۔ اس کو خیرالدین رملی نے رد کردیا اور کہا کہ فاسد نکاح میں طلاق کی ضرورت نہیں ہوتی تو وہاں متارکہ، طلاق کے معنٰی میں کیسے کہا جاسکتا ہے، لہٰذا حق یہی ہے کہ متارکہ اور فسخ میں کوئی فرق نہیں، اسی لیے مقدسی نے نظم الکنز کی شرح میں اس پر جزم کا اظہار کیا ہے۔ اور یہ تمام بحث بحر پر ہمارے حاشیہ میں ہے اھ وہاں شامی نے

---

[1] درمختار | باب فی المہر | مجتبائی دہلی | ۱/۲۰۱

[2] ردالمحتار | " " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۳۵۲

بینه فی منحة الخالق و بالجملة فلا یثبت من کلامهم الا اختصاص الزوج بالمتارکة ثم لا یشم خلافه اصلا ، **اقول** وقول النهر ان المتارکة فی معنی الطلاق معناه ان المتارکة فی الفاسد فی معنی الطلاق فی الصحیح فلا یمسه ما ذکر الرملی و ایده الشامی و اما الاستشکال بقولهم کما فی الدر یثبت لکل واحد منهما فسخه ولو بغیر محضر من صاحبه دخل بها اولا فی الاصح خروجا عن المعصیة فلا ینافی وجوبه بل یجب علی القاضی التفریق بینهما[1] اھ **فاقول** یترائی لی والله تعالٰی اعلم ان هذا فیما اذا وقع فاسدا کما اذا انکحها بلا شهود او بعد ما مس امها وذٰلك لانه لم یثبت له الید الشرعیة علیها اصلا وکان لکل منهما فسخه ازالة للمعصیة وما ذکروا ههنا من تخصیص المتارکة بالزوج فهو

خیرالدین رملی کی جو دلیل ذکر کی وُہ ان کے حق میں نہیں بلکہ ان کے خلاف ہے، جیسا کہ انھوں نے منحۃ الخالق میں اس کو ذکر کیا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ فقہائے کرام کے کلام سے متارکہ کا خاوند کے ساتھ خاص ہونا ہی ثابت ہوتا ہے ، اور اس کے خلاف کی بُو تک محسوس نہیں ہوتی۔ **اقول** نہر کے قول میں کہ متارکہ، طلاق کے معنی میں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے فاسد نکاح میں متارکہ طلاق کے قائم مقام ہے صحیح قول میں، لہذا رملی کا اعتراض بیجا ہے اس کی تائید علامہ شامی نے کی ہے۔ باقی رہا وہ اشکال جو فقہاء کی اس عبارت سے پیدا ہوتا ہے جس کو دُر میں اختیار کیا ہے کہ مرد اور عورت دونوں کو فسخ کا اختیار ہے اگرچہ ایک دوسرے کی غیر حاضری میں ہو، دخول ہُوا ہو یا نہ، تاکہ گناہ سے اجتناب ہوسکے اور یہ اس کا متارکہ قاضی پر تفریق کے وجوب کے منافی نہیں ہے بلکہ قاضی دونوں میں تفریق کا حکم دے گا اھ **فاقول** واللہ تعالٰی اعلم مجھے جو معلوم ہوتا ہے وُہ یہ کہ مرد اور عورت دونوں کو ہر صورت فسخ کا اختیار اس صورت میں ہے جبکہ نکاح ابتداءً ہی فاسد منعقد ہوا ہو جیسے بغیر گواہوں کے نکاح یا منکوحہ کی ماں کو پہلے شہوت سے چھُو چکا ہو، کیونکہ اس صورت میں خاوند کا بیوی پر شرعی حق ثابت ہی نہیں ہوتا اس لیے دونوں کو ایک دوسرے سے متارکہ کا حق ہے تاکہ گناہ کا ازالہ ہو جائے، اور فقہائے کرام نے جو یہ کہا کہ متارکہ خاوند کا ہی حق ہے وُہ

www.alahazratnetwork.org

---

[1] درمختار باب فی المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۱

فاما اذا طرأ الفساد فهو لا تتفرد بالفسخ لانه ليس دفعا بل رفع لید شرعیة ثبتت للزوج فلابد من متارکته والحکمة فیه ان لوجوزنا تفردها فیه بالفسخ لشاعت الفتن فکل امرأة ترید ان تفارق زوجها تقبل ابنه مثلاً بشهوة فیفسد النکاح فتفسخه مبتدرة وتنکح من شاءت وهذا باب یجب سدہ۔

اس صورت میں ہے جبکہ ابتداءً نکاح صحیح ہوا ہو اور بعد میں فساد اس پر طاری ہوا ہو، تو اس صورت میں اکیلی عورت کو فسخ کا حق نہیں کیونکہ یہ گناہ کا دفاع نہیں بلکہ ثابت شدہ شرعی حق کا خاتمہ ہے اس لیے خاوند کی طرف سے متارکہ ضروری ہے اور اس کی حکمت یہ ہے کہ اگر اس صورت میں عورت کو مستقل طور پر فسخ کا حق دیا جائے تو فتنہ برپا ہوگا کہ جب بھی عورت اپنے خاوند سے علیحدگی چاہے تو وہ مثلاً خاوند کے بیٹے کا شہوت سے بوسہ لے لے اور خود نکاح کو فاسد کرکے جہاں چاہے نکاح کرتی پھرے تو اس فتنہ کا سدِباب ضروری ہے۔ (ت)

یہاں کہ شوہر مفقود ہے اور حرمت موجود ہے، عورت پر لازم کہ حاکم شرع کے حضور مرافعہ کرے اور وہ ثبوت لے، اگر دو گواہانِ عادل سے پدرِ زید کا زوجۂ زید کے ساتھ فعلِ بد کا ارتکاب ثابت ہولان ھذا ھو نصاب ثبوت حرمة المصاھرة وان لم یثبت به الزنا فی حق الحد (کیونکہ یہ حرمتِ مصاہرہ کے ثبوت کے لیے نصاب ہے اگرچہ اس سے حد کے معیار پر زنا ثابت نہیں ہوتا ہے) تو ان دونوں مرد و زن میں تفریق کردے، روزِ تفریق سے عورت تین حیض کی عدت کرے اُس کے بعد نکاح ثانی جائز ہوسکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۴: از شہر بریلی مسئولہ عبدالجلیل صاحب طالب علم ۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور بکر آپس میں حقیقی برادر ہیں، زید عمر میں بکر سے بڑا ہے اور بکر عمر میں چھوٹا ہے زید سے۔ زید کے پاس ایک لڑکی ہے اور اس سے زید کو ایک نواسی بھی ہے، بکر کے پاس ایک لڑکا ہے۔ اس صورت میں زید اگر اپنی نواسی سے اپنے برادر حقیقی کے لڑکے کے ساتھ نکاح کردے تو نکاح جائز ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

چچا کی نواسی سے نکاح جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۵: از رنگون مرسلہ جناب سیٹھ عبدالستار ابن اسمٰعیل صاحب قادری برکاتی رضوی ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی سوتیلی والدہ کی سگی ہمشیرہ سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ شریعتِ مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

سوتیلی ماں ماں نہیں، قال اللہ تعالٰی، ان امھٰتھم الا الّٰئی ولدنھم[1] (تمہاری مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے تمہیں جنم دیا ہے۔ت) اس کی سگی بہن سے نکاح جائز ہے۔ قال تعالٰی، واحل لکم ماوراء ذٰلکم[2] (محرمات کے علاوہ عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۷ از رامپور مرسلہ فاروق حسن صاحب ایڈیٹر اخبار دبدبۂ سکندری ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ نادرۃ الوقوع میں کہ زید اپنے بیٹے عمرو کی زوجہ ہندہ سے فعل حرام کا مرتکب ہُوا، اب مابین عمرو و ہندہ کے نکاح باقی ہے یا نہیں؟ اور اگر عورت خود اقرار کرے کہ زید جو میرے شوہر کا باپ ہے وُہ مجھ سے بالجبر وطی کیا ہے اور زید منکر ہے تو کیا حکم؟ اور اگر زید و ہندہ دونوں اقرار کریں وقوع وطی کا تب کیا حکم؟ پھر اگر وقوع وطی کو شہادات سے ثابت کیا جائے تو شاہدوں کی شہادات کی صورت کیسی ہونی چاہیے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اس فعل سے عورت اپنے شوہر پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوجاتی ہے مگر نکاح زائل نہیں ہوتا، نہ عورت دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے جب تک شوہر متارکہ نہ کرے، متارکے کے لیے کہے کہ میں نے تجھے چھوڑا اور عدت گزرے اس کے بعد نکاح دوسرے سے کرسکے گی۔ درمختار میں ہے:

بحرمۃ المصاھرۃ لایرتفع النکاح حتی لایحل لہا التزوج باٰخر الا بعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ[3]۔ حرمتِ مصاہرۃ سے نکاح ختم نہیں ہوتا اسی لیے دوسرے شخص سے اس عورت کا نکاح اس وقت تک جائز نہیں جب تک متارکہ اور اس کی عدت پوری نہ ہوجائے۔ (ت)

عورت کا بیان کوئی چیز نہیں جب تک شوہر اس کی تصدیق نہ کرے۔ درمختار میں ہے:

لان الحرمۃ لیست الیہا قالوا وبہ یفتی فی جمیع الوجوہ بزازیۃ[4]۔ کیونکہ حرمت کا فیصلہ عورت کے ہاتھ نہیں ہے اور فقہائے کرام نے فرمایا تمام صورتوں میں اسی پر فتوٰی ہے۔ بزازیہ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/۲

[2] ؍؍ ؍؍ ۴/۲۴

[3] درمختار باب فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

[4] ؍؍ باب الرضاع ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۲۱۴

اور اگر پدرِ شوہر بھی اقرار کرے جب بھی شوہر پر حجت نہیں۔

لانہ یرید ان الة ملك ثابت بشہادة واحد لاسیما وھی علی فعل نفسہ وشہادة المرء علی فعل نفسہ لاتقبل کما نصوا علیہ قاطبة۔

کیونکہ ثابت شدہ ملکیت کو وہ ایک گواہی سے ختم کرنا چاہتا ہے خصوصاً جبکہ اس ایک گواہ کی شہادت اپنے فعل پر ہو جبکہ اپنے فعل پر کسی شخص کی شہادت مقبول نہیں، جیسا کہ اس پر تمام فقہائے کرام نے تصریح کی ہے۔ (ت)

ہاں اگر شوہر کے قلب میں اس کا صدق واقع ہو تو اُس پر واجب ہے کہ عورت کو اپنے اوپر حرام جانے اور متارکہ کر دے۔ بزازیہ پھر ہندیہ میں ہے:

فان وقع عندہ صدقہ وجب قبولہ[1]۔

تو اگر اس کے دل میں اس کا صدق واقع ہو تو اسے قبول کرنا اس پر واجب ہے۔ (ت)

یا دو شاہد عدل کی گواہی سے یہ امر ثابت ہو اگرچہ اسی قدر کہ اس کے باپ نے اُسے بشہوت مس کیا یا بشہوت بوسہ لیا کہ حرمت کو اسی قدر بس ہے۔ تنویر الابصار میں ہے:

تقبل الشہادة علی اللمس والتقبیل عن شہوة فی المختار[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

شہوت کے ساتھ چھونے اور بوسہ لینے پر شہادت قبول کی جائے گی مختار قول میں۔ (ت) واللہ اعلم

مسئلہ ۲۴۷: از بنڈیل اسٹیشن وڈاک خانہ ضلع ہوگلی مرسلہ حقا خاں صاحب ۶ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اپنے خاص دادا کی پرنتی اور جو کہ اپنے خاص دادا کی بھانجی کی لڑکی ہوتی ہے اور ایک رشتہ سے اپنی چچیری چچی ہوتی ہیں اُن سے عقد کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

پردادا کی پرنواسی، دادا کی بھانجی کی بیٹی، چچیری خواہ حقیقی چچی، اس میں کوئی رشتہ ممانعتِ نکاح کا نہیں، اس سے نکاح جائز ہے جبکہ رضاعت وغیرہ کوئی مانع شرعی نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۸: از ضلع پورینہ ڈاکخانہ فارس گنج از دکان بخشی شاہ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی خوشدامن سے قصداً وطی کی اب اس کی بی بی کا نکاح اُس کے ساتھ قائم رہا یا نہیں یا پھر اُس کے ساتھ دوبارہ نکاح کرے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیة الفصل الثانی فی العمل بخبر الواحد فی المعاملات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۱۲

[2] درمختار باب المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جس نے اپنی منکوحہ کی حقیقی ماں سے وطی کی یا اُسے قصداً خواہ کسی طرح بشہوت ہاتھ لگایا اُس کی عورت اُس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی، کبھی نہ اُسے رکھ سکتا ہے نہ کسی حال میں اس سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے اُس پر فرض ہے کہ عورت کو فوراً چھوڑ دے تاکہ وہ اس کے نکاح سے باہر ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۴۹ از ٹانڈہ چھنگا ڈاک خانہ درو ضلع بریلی مرسلہ ہدایت اللہ صاحب پارچہ فروش ۸ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ مریم و مسماۃ سکینہ کی والدہ ایک ہے لیکن باپ دونوں کے علیحدہ علیحدہ ہیں، اب مسماۃ مریم کی ایک دختر ہے جس کا نکاح مسماۃ مریم نے بکر کے ساتھ کر دیا ہے، اب بکر اپنی زوجہ کی خالہ کو جس کا نام سکینہ ہے نکاح میں لانا چاہتا ہے، نزدیک اللہ و رسول کے یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

سکینہ سے اُس کا نکاح حرام ہے، ہاں جب اس کی یہ عورت مر جائے یا یہ اس کو طلاق دے دے اور عدت گزر جائے اُس وقت سکینہ سے نکاح کر سکے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۵۰ از موضع لال پور ڈاک خانہ موہن پور ملک بنگال مرسلہ منیر الدین احمد کرلوی لال پوری ۸ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اخت علاتی کی لڑکی کی لڑکی کے ساتھ نکاح حلال ہے یا حرام؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اپنی علاتی بہن کی پوتی سے نکاح حرام قطعی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۵۱ از موضع میونڈی ڈاک خانہ شاہی ضلع بریلی مرسلہ سید امیر عالم حسن صاحب ۱۶ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنا نکاح کسی عورت سے کیا اور اس عورت کی ایک دختر بھی پہلے شوہر کی اُس کے ساتھ تھی، بعد چند مدت کے اس عورت کا انتقال ہو گیا، اب زید یہ چاہتا ہے کہ میں اس لڑکی کے ساتھ اپنا نکاح کروں تو یہ نکاح کرنا درست ہے یا نہیں اگرچہ بی بی گھر میں ہو یا نہ ہو اور اگر ایسا کر لیا ہو تو کیا حکم شریعت ہے ایسے لوگوں کے لیے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر اس عورت سے خلوت نہ ہوئی تھی تو اُس کے بعد اس کی بیٹی سے نکاح کرسکتا ہے ورنہ حرام، اور اگر کرلیا تو جُدا کردینا اور جُدا ہوجانا فرض قطعی۔ قال اللہ تعالٰی:

وربائبکم التی فی حجورکم من نسائکم التی دخلتم بھن فان لم تکونوا دخلتم بھن فلاجناح علیکم[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

تمھاری مدخولہ بیویوں کی وہ بیٹیاں جو تمھارے پاس زیر پرورش ہیں، اور اگر بیویوں سے دخول نہ کیا ہو تو تمھیں ممانعت نہیں۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۲: از موضع بھوتی ڈاک خانہ امریا ضلع پیلی بھیت مرسلہ محمد نور رضا صاحب ۲۷ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی عبدالرزاق نے ایک مسماۃ محمودہ عرف نورجہاں کے ساتھ نکاح کیا اور اُس کے بعد اس کی بہن جو ایک ماں سے پیدا ہوئی ہیں مگر باپ دونوں کا دو ہیں اس کا نام مسماۃ نجبن ہے نکاح کرلیا، عرصہ تقریباً چھ ماہ سے زائد ہوگیا، مسلمانوں نے میاں کے اس کو بہت بُرا سمجھا اور اُس سے کہا کہ ایک عورت کو دونوں میں سے طلاق دے دو، مگر نہیں سمجھا، اس پر مسلمانوں نے اپنا رسم ترک کردیا تو وہ مجبور ہوگیا، مسماۃ نورجہاں زوجۂ اول سخت بیمار ہوگئی کہ اس کے پاس لوگوں کا اٹھنا بیٹھنا دشوار ہوگیا، اس نے خواہش کی میری طلاق ہوجائے تو افضل ہے، اور مسماۃ نورجہاں اب عرصہ ایک ہفتہ سے کسی جگہ بلا اجازتِ شوہر گھر سے چلی گئی ہے اور ہنوز مفقود الخبر ہے، اب عبدالرزاق و نورجہاں مفقود الخبر کی خواہش یہ تھی کہ ہم میں باہمی طلاق ہوجائے اور مسماۃ نجبن سے نکاح ہوجاوے تو مناسب ہو، ایسی صورت میں مسماۃ نورجہاں کو طلاق دے سکتا ہے یا نہیں اور نجبن سے دوبارہ نکاح پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نورجہاں کو طلاق دینے کے بعد اُس کی عدت گزر جائے یعنی اُسے تین حیض آکر ختم ہوجائیں اُس کے بعد نجبن سے نکاح کرسکتا ہے ورنہ حرام حرام حرام۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۳: از ہوڑہ محلہ بنیا پاڑہ مدرسہ دارالعلوم مرسلہ میر احسان علی صاحب مدرس ۵ ذی قعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جس نے اپنی عورت کو طلاق دے دیا ایک ہفتہ ہُوا طلاق دے کر، اور جس شخص سے اب نکاح ہوگا وہ عورت اُسی شخص کے گھر ہے مگر وہ شخص باہر رہتا ہے

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

اندر مکان کے نہیں جاتا، کہتا ہے کہ جب تک نکاح نہ ہوگا اندر نہ جاؤں گا اور عورت کی دایہ وغیرہ سے جانچ کرایا گیا کہ حمل تو نہیں ہے، معلوم ہوا کہ حمل نہیں ہے، اس صورت میں اگر نکاح کردیا جائے تو گناہ تو نہیں ہوسکتا؟ جلدی اس وجہ سے کی جاتی ہے کہ شیطان ہر وقت بہکاتا ہے، اس صورت میں جلد نکاح کردیا جاوے اس پر کیا حکم ہے؟ صرف گناہ کا خیال کرکے ایسا ہو کہ عدت کے اندر نکاح کردیا جاوے حمل نہیں ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

عدت کے اندر نکاح حرام حرام حرام۔ نکاح تو نکاح، نکاح کا پیام دینا حرام۔ اگر نکاح ہوا اور قربت ہو تو زنا ہوگا، اس سے زیادہ یہاں شیطان کا بہکانا اور کیا ہے جسے خود چاہ رہے ہو، عورت کو ایام عدت شوہر ہی کے مکان پر پورے کرنے فرض ہیں وہاں سے نکلنا حرام ہے، اب کہ نکل آئی ہے، فرض ہے کہ فوراً شوہر کے یہاں چلی جائے اور وہیں عدت کے دن پورے کرے، اگر یہاں سے وہاں تک تین دن کی راہ نہ ہو اور نہ اطمینان کی جگہ رہے، اس شخص کے یہاں جب تک ہرگز نہ رہے جس سے اندیشہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۴ ازمقام ٹانڈہ چھنگا ڈاک خانہ درو تحصیل کچھا مرسلہ عبداللہ صاحب نقیب نجارہ ۱۰ ذی قعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مریم و سکینہ ہمشیر حقیقی ہیں لیکن باپ دونوں کے جدا ہیں ایک خیاط دوسرا نداف، اب مریم کی ایک دختر ہے جس کا نام فاطمہ ہے اور فاطمہ کا نکاح زید کے ساتھ ہوگیا ہے اب زید اپنی زوجہ کی حقیقی خالہ کو نکاح میں لاکر دونوں سے ہمبستر ہورہا ہے اس صورت میں اللہ و رسول کا کیا حکم ہے عزوجل و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، کیا دونوں نکاح جائز ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

حرام حرام حرام قطعی حرام، اس پر فرض ہے کہ اپنی زوجہ کی خالہ کو چھوڑ دے اور جب تک اس کی عدت گزرے زوجہ کو ہاتھ لگانا بھی اس پر حرام ہے جب اس کی خالہ عدت سے نکل جائے اس وقت اسے اپنی زوجہ کے پاس جانا حلال ہوگا وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵۵ ازسلطان پور ملک اودھ مرسلہ عبدالخالق صاحب عرائض نویس کچہری دیوانی ۱۸ ذی قعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی تین شادیاں ہوئیں، زوجہ اول سے ایک لڑکی پیدا ہوئی اور اس کی شادی زید کے حقیقی بھتیجے کے ساتھ ہوئی اور اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جو زید کی حقیقی نواسی ہوئی، اور زید کی تیسری شادی جو ہوئی اس سے تین لڑکے ہیں اب زید اس اپنے لڑکے یعنی نرینہ کی شادی اپنے حقیقی بھتیجے کی لڑکی کے ساتھ کیا چاہتا ہے پس ایسی حالت میں جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔

الجواب

حرام حرام حرام، وہ صرف اس کے بھائی کی پوتی نہیں جو اس کے بیٹے کو حلال ہو خود اس کی نواسی بھی ہے تو اس کے بیٹے کی بھانجی ہے اگرچہ بیٹا اور زوجہ سے ہے اور وہ بیٹی اور سے تھی بہرحال بھانجی ہے اور بھانجی حرام۔ قال اللہ تعالٰی: وبنٰت الاختؕ[1] (اور تمہاری بھانجیاں حرام ہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۶: از شہر آگرہ کلو گلی نائی منڈی مرسلہ رحیم بخش صاحب مالک کارخانہ رحیم شو فیکٹری ۱۶ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید جو پابند مذہب اہل سنت وجماعت تھا اس نے اپنا عقد نکاح مسماۃ ہندہ کے ساتھ کیا جو مذہب اہل شیعہ رکھتی تھی، زید نے اپنے بیٹے عمرو کا نکاح جو بطن ہندہ سے پیدا ہوا تھا بحالت نابالغی بکر کی لڑکی حلیمہ نابالغہ کے ساتھ کردیا اور بوجہ نابالغی منکوحہ حلیمہ کی وداع نہیں ہوئی حلیمہ نجیب الطرفین اہلسنت والجماعت ہے۔ زید بقضائے الٰہی فوت ہوگیا، زید کی بیوہ ہندہ نیز اس کی تمام اولاد ہر طریقہ سے پابند اہل تشیع ہے، عمرو اب بالغ ہوکر چاہتا ہے کہ اپنی زوجہ کو رخصت کرا کے لے جائے حلیمہ بھی اب چونکہ بالغہ ہے وہ اپنے عقد میں ایک غیر مذہب کے آدمی شیعہ کو منظور نہیں کرتی اور اس کے ساتھ جانا نہیں چاہتی نیز والدین حلیمہ بھی اب وداع سے انکاری ہیں، اندریں صورت یہ نکاح حلیمہ کا جو بحالت نابالغی ایک شیعہ کے ساتھ ہوا تھا از روئے شرع شریف جائز رہا یا باطل؟ اور حلیمہ اپنا عقد نکاح کسی دوسری جگہ کرسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

آج کل جو لوگ شیعہ کہلاتے ہیں یعنی تبرائی رافضی اُن کے ساتھ نکاح باطل محض ہے، اگر حلیمہ اور اُس کے اولیا سب راضی ہیں تو اللہ ورسول راضی نہیں، حلیمہ کو حرام ہے کہ اپنے آپ کو اُس کی زوجیت میں سمجھے۔ فتاوٰی ظہیریہ و حدیقہ ندیہ وعالمگیریہ میں مثال روافض کے لیے ہے احکامھم احکام المرتدین[1] (ان کے احکام مرتدین والے ہیں۔ ت) نیز عالمگیری میں ہے:

لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذٰلک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مرتد کا مرتدہ، مسلمہ اور اصلی کافرہ عورت سے نکاح جائز نہیں، اور یونہی مرتدہ کو بھی کسی سے نکاح جائز نہیں۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ والاستخفاف بالشریعۃ کفر ای ردہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۳۰۵

[2] فتاوٰی ہندیۃ فصل المحرمات بالشرک نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۸۲

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۲۵۰: از شمس آباد ضلع کیمل پور مرسلہ مولانا مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب ۱۶ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید خود عرصہ تیرہ ۱۳ برس سے ملک افریقہ میں رہتا ہے اُس کی خوشدامن کہتی ہے کہ اُس نے میرے ساتھ فعل بد کیا ہے اس پر دو گواہ اس امر کے معائنہ کے ہیں کہ ایک کہتا ہے کہ میں نے بوقت دوپہر کے فلاں مقام میں دونوں کو عین مشغولی میں دیکھا، دُوسرا کہتا ہے کہ دونوں کو کپڑے پہنتے ہوئے دیکھا ہے، اُس موضع کے کل لوگ ہر ایک مکان کے ایک دو آدمی جن کا مجموعہ ۵۰ نفر ہوتے ہیں یہی کہتے ہیں کہ قرائن قاطعہ سے ہم لوگ جانتے ہیں کہ زید اور اس کی خوشدامن باہم بدمعاش تھے اور ان کے ناجائز تعلق میں کوئی شک نہ تھا، برابر دو برس تک دونوں کا باہم اختلاط اور انبساط رہا، جب ان دو گواہوں نے اُن کو ایسی کریہہ صورت میں دیکھا تب سے زید فرار ہوگیا اور ایک دوسرے سے کہہ گیا کہ اب میری عورت غیر مدخولہ جو کہ اس خوشدامن کی دختر ہے میرے اوپر حرام ہے جس کو اُس کا دل چاہے دے دے، اس کی عورت اب عرصہ آٹھ دس برس سے جوان ہے اور خورد ونوش وسکونت کی اس کو بہت تکلیف ہے اور غالب گمان ہے کہ کہیں حرامکاری میں مبتلا ہو جائے، پس اگر کوئی عالم افقہ واورع اُس علاقہ کا بموجب عبارت حدیقہ ندیہ:

واذا اخلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور کلہا مفوضۃ الی العلماء ویصیرون ولاۃ[1] جب زمانہ موثر حکمران سے خالی ہو تو تمام فیصلہ طلب امور علماء کے سپرد ہوں گے اور وہ والی قرار پائیں گے۔(ت)

کہ اُس غائب کے باپ کے رُوبرو یا اس کی طرف سے کسی کو وکیل کرکے اُس پر سمع دعوٰی وشہادت کرکے تفریق کا حکم دے دے تو درست ہوگا یا نہیں، اور اگر درست ہے تو چونکہ غائب ولایت قاضی میں نہیں لہٰذا اُس کی طرف سے مسخر پکڑنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ شامی جلد ۴ ص ۳۵۳ میں باب القضاء میں وفی البحر والمعتمد ان القضاء علی المسخر الخ (بحر میں ہے مسخر کے خلاف فیصلہ صادر کرنے سے متعلق معتمد قول الخ۔ت) کے متعلق ہے:

وتفسیر المسخران ینصب القاضی وکیلا عن الغائب لیسمع الخصومۃ علیہ وشرطہ عند القائل بہ ان یکون الغائب فی ولایۃ القاضی[2] اور مسخر کی تفسیر یہ ہے کہ قاضی کسی غائب شخص کی طرف سے کسی کو وکیل بنائے تاکہ وہ غائب کے خلاف الزامات کو سن سکے، لیکن اس کے جواز کے قائل کے ہاں یہ شرط ہے کہ وہ غائب شخص اس قاضی کے علاقہ میں ہو۔(ت)

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ النوع الثالث من انواع العلوم الثلاثۃ الخ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۳۵۱

[2] ردالمحتار فصل فی الحبس مطلب فی القضاء علی المسخر داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۳۹

الجواب

صورت مسطورہ اگر واقعی ہے تو اصلاً نہ کسی قضا کی حاجت نہ تفریق کی ضرورت، نہ فسخ درکار نہ قضا علی الغائب، عورت کو اختیار ہے فی الحال جہاں چاہے اپنا نکاح کرسکتی ہے، یہ دو حال سے خالی نہیں، یہ حرمتِ مصاہرت یا تو نکاحِ دختر سے پہلے ہوئی یا بعد، اگر پہلے ہوئی تو نکاح سرے سے فاسد و مردود واقع ہوا، عورت بذاتِ خود اسے فسخ کرسکتی ہے اگرچہ شوہر کی غیبت میں کہ وہ معصیت ہے اور اعدامِ معصیت سب پر واجب، کما حققناہ فیما علّقناہ علی ردالمحتار (جیسا کہ ردالمحتار کے حاشیہ میں ہم نے اس کی تحقیق کی ہے۔ت) درمختار میں ہے:

(و) یثبت لکل واحد منھما فسخہ ولو بغیر محضر من صاحبہ دخل بھا او لا فی الاصح خروجا عن المعصیۃ فلا ینافی وجوبہ[1]

اور دونوں مرد اور عورت کے لیے اس نکاح کو ایک دوسرے کی موجودگی کے بغیر بھی فسخ کرنا جائز ہے دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو اصح قول میں تاکہ گناہ کو ختم کیا جاسکے، اور یہ بات قاضی پر تفریق کے وجوب کے منافی نہیں ہے۔(ت)

اور اگر وہ حرمتِ مصاہرت بعد نکاح واقع ہوئی تو نکاح فاسد تو ہوگیا مگر بلا متارکہ فسخ نہ ہوگا اور عورت کو دوسری جگہ نکاح کا اختیار نہ ہوگا اور متارکہ صرف شوہر ہی کرسکتا ہے کما بیّناہ و وفقنا علی ابن عابدین علّقنا (جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہیں اور ردالمحتار کے حاشیہ میں ہمیں اسی کی توفیق دی گئی۔ت)

درمختار میں ہے:

بحرمۃ المصاھرۃ لایرتفع النکاح حتی لایحل لھا التزوج باٰخر الابعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ والوطئ بھا لایکون زنا[2]

حرمتِ مصاہرہ سے نکاح ختم نہیں ہوتا اسی لیے عورت کو دوسرے شخص سے نکاح اس وقت تک جائز نہیں جب تک متارکہ کے بعد عدت نہ گزر جائے، اس دوران خاوند کی اس سے وطی کو زنا کا حکم نہ دیا جائیگا۔(ت)

اُسی میں ہے:

مبدؤھا (ای العدۃ) فی النکاح الفاسد بعد التفریق من القاضی بینھما او المتارکۃ

عدت کی ابتداء متارکہ یا قاضی کی تفریق کے بعد ہوگی، متارکہ سے مراد خاوند کا مدخول بیوی سے علیحدگی کا اعلان

---

[1] درمختار باب فی المھر مجتبائی دہلی ۱/۲۰۱

[2] " باب فی المحرمات " " ۱/۱۸۸

ای اظہار العزم من الزوج علی ترك وطئہا لامجرد العزم لو من خولہا[1] | ہے صرف وطی کے ترک کا عزم کافی نہیں ہے۔ (ت)

یہاں تک کہ زید نے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ اب یہ میری عورت غیر مدخولہ میرے اوپر حرام ہے جس کو اس کا دل چاہے دے دے بالاتفاق متارکہ ہوگیا اور نکاح فسخ ہوگیا قضاء قاضی کی کچھ حاجت نہیں، نہ غیر مدخولہ کو عدت کی حاجت، اُس وقت جس سے چاہے نکاح کرلے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۸: از قصبہ ایرانواں محلہ سادات ضلع فتحپور مرسلہ سید محمد رفیع صاحب ۲۸ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی فقیرے نے مسماۃ بصیا کا (جبکہ اس کی گود میں مسماۃ حفیظن اُس کی لڑکی دُودھ پیتی تھی) اندر ایام رضاعت کے دودھ پیا، اُسی مسماۃ بصیا کے دوسری لڑکی مسماۃ فہیمن پیدا ہوئی، اب فقیرے مذکور کا نکاح مسماۃ فہیمن کے ساتھ کیا گیا یہ نکاح شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟ اگر ناجائز ہے تو مسماۃ فہیمن کسی دوسرے مرد سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ اور فہیمن کو فقیرے سے طلاق حاصل کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بصیا کی اگلی پچھلی سب لڑکیاں فقیرے کی حقیقی بہنیں ہیں اور اُن میں کسی سے اُس کا نکاح نہیں ہوسکتا حرام محض ہے، اُس پر فرض ہے فہیمن کو فوراً چھوڑ دے اور وہ نہ چھوڑے تو فہیمن پر فرض ہے کہ فوراً اس فاسد نکاح کو فسخ کردے اور عدت کے بعد جس سے چاہے نکاح کرلے۔ درمختار میں ہے:

یثبت لکل واحد منہما فسخہ ولو بغیر محضر من صاحبہ دخل بہا اولا فی الاصح خروجا عن المعصیۃ فلاینافی وجوبہ[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم | مرد و عورت ہر ایک کو فسخ کا حق حاصل ہے خواہ دوسرے کی موجودگی ہو یا نہ ہو، دخول کیا ہو یا نہ، اصح قول میں، تاکہ گناہ کو ختم کیا جاسکے، اور یہ بات قاضی پر جبراً تفریق کے منافی نہیں ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۹: از موضع خوردمئو ڈاکخانہ بدوسرائے ضلع بارہ بنکی مرسلہ صفدر علی صاحب ۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد فوت ہونے بیوی کے، بیوی کی خالہ وعمہ سے نکاح جائز

---

[1] درمختار باب فی العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۸
[2] ؎ ؎ باب فی المہر ؎ ؎ ؎ ۱/۲۰۱

ہے یا ناجائز؟ اور لڑکے کے طلاق دینے پر یا لڑکے کے مرجانے پر بہو کے ساتھ نکاح درست ہے یا نہیں؟

الجواب

زوجہ کے مرنے پر اس کی خالہ وغیرہ سے نکاح جائز ہے۔ قال تعالٰی، واحل لکم ما وراء ذلکم[1] (اور محرمات کے سوا عورتیں تمہارے لیے حلال کی گئی ہیں۔ ت) اور بیٹا مرجائے خواہ طلاق دے دے اس کی زوجہ سے نکاح ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہے۔ قال تعالٰی، وحلائل ابنائکم[2] (اور تمہارے بیٹوں کی بیویاں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۰ از پرسونہ پرگنہ بریلی مرسلہ شیخ کریم اللہ و منشی الدین و معین الدین و سعدی و شیخ مسیت زمیندار و بندو خاں و واحد علی تکھیا و غلامی ۲۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

جناب عالی! گزارش ہے کہ مسمی میڈو نوربات نے نکاح کیا تھا، اس کی بی بی کے ساتھ ایک لڑکی آئی تھی اس کے ساتھ مسمی میڈو مذکور نے حرکت ناشائستہ کی اور ایک لڑکا بھی پیدا ہوا ہے اب اس کو علیحدہ کردیا ہے وہ اپنی خطا معاف کرانا چاہتا ہے، حضور پُرنور اس امر میں کیا فتوٰی فرماتے ہیں؟ فقط

الجواب

اُس کی عورت اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی، اس پر فرض ہے کہ فوراً اسے چھوڑ دے اور اب کبھی اُس سے کسی طرح نکاح نہیں کرسکتا، نہ کبھی کسی طرح اس لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے، یہ اس کی بیٹی کی جگہ ہے اور بی بی ماں کی جگہ ہوگئی، دونوں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئیں، دونوں کو فوراً جُدا کردے اور سچے دل سے تائب ہو اور نماز کی پوری پابندی کرے تو اُسے ملالیں ورنہ ہمیشہ برادری سے خارج رکھیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۱ از پیران پلٹن معرفت اسٹیشن میانہ محلہ قصاب واڑہ مرسلہ کمال بھائی یار و بھائی ۲۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مثلاً بکر کے دو فرزند ہیں ایک کا نام زید ہے دوسرے کا عمرو، زید کا نکاح ہونے سے ایک دختر پیدا ہوئی جس کا نام فاطمہ ہے، اب فاطمہ کی شادی ہونے سے فاطمہ کے ایک دختر پیدا ہوئی جس کا نام مریم ہے، اب مریم کا نکاح عمرو کے ساتھ از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ اور اس میں دودھ کا تعلق کسی طرف سے اور کسی ذریعہ سے کسی کا بھی نہیں؟ اور یہ جو دونوں فرزند

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۴

[2] ؍؍ ؍؍ ۴/ ۲۳

بکر کے ہیں یعنی زید و عمرو ان دونوں کی والدہ الگ الگ ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

زید عمرو کا بھائی ہے، فاطمہ عمرو کی بھتیجی ہے، مریم عمرو کی بھتیجی کی بیٹی ہے۔ جیسے بھتیجی حرام ہے یونہی بھتیجی کی بیٹی حرام ہے، بھتیجی بیٹی ہے اور بھتیجی کی بیٹی نواسی۔ عمرو مریم کا نانا ہے، نانا کے لیے نواسی کیسے حلال ہوسکتی ہے، قال اللہ تعالٰی: وبنٰت الاخ[1] تم پر بھائی کی بیٹیاں حرام ہیں۔ بیٹیوں میں نواسیاں پوتیاں بھی داخل ہیں، جیسے فرمایا: حرمت علیکم امھٰتکم و بنٰتکم[2] تم پرحرام ہیں تمہاری مائیں تمہاری بیٹیاں۔ بیٹیوں میں نواسی پوتی داخل نہ ہوں تو آدمی پر خود اس کی پوتی نواسی کہاں سے حرام ہوگی کہ قرآن مجید میں تو بیٹیاں حرام فرمائیں اور یہ محرمات گنا کر فرمایا:

واحل لکم ما وراء ذٰلکم[3] | ان کے سوا اور جو رہیں وہ تم پر حلال ہیں۔

بالجملہ بھائی کی نواسی حرام ہونے سے انکار قرآن و اسلام سے انکار ہے۔ نقایہ میں ہے:

حرم علی المرء اصلہ و فرعہ و فرع اصلہ القریب[4] الخ۔ | مرد پر اس کے اصول و فروع اور اصل قریب یعنی ماں باپ کے فروع حرام ہیں الخ (ت)

جامع الرموز میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

من الاخوات لاب و ام او لاحدھما وبنات الاخوۃ وان بعدت[5] واللہ تعالٰی اعلم | سگی بہنیں یا ماں یا باپ کی طرف سے بہنیں اور بھتیجیاں نیچے تک۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۲: از شہر بریلی سبزی منڈی مسئولہ کبیر احمد صاحب ۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی نواسی زوجہ اول سے اور زید کا لڑکا زوجہ ثانیہ سے جس کو ایک شخص غیر نے پالا ہے، کیا پسر زید زید کی نواسی کی لڑکی سے عقد کرسکتا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

حرام ہے، وہ اس کی بھانجی کی بیٹی ہے اس کی نواسی کی جگہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳
[2] القرآن الکریم ۴/ ۲۳
[3] القرآن الکریم ۴/ ۲۴
[4] مختصر الوقایۃ فی مسائل الھدایۃ کتاب النکاح نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۲
[5] جامع الرموز کتاب النکاح مکتبۃ الاسلام گنبد قاموس ایران ۱/ ۴۴۹

مسئلہ ۲۶۳ از فتح پور محلہ سید واڑہ مرسلہ نور خاں محرر محمد یار خاں وکیل ہائی کورٹ

۴ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور بکر دونوں کی عورتیں رشتہ میں سگی بہنیں تھیں، زید کی بی بی کے تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں، منجملہ اُن کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی مرگئی، اور ایک لڑکی بیوہ موجود ہے، اور بکر کی بی بی کا ایک لڑکا بن بیاہا موجود ہے، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ جب زید کا پہلا لڑکا پیدا ہوا ہے تو بکر کے اس لڑکے نے اپنی خالہ یعنی زید کی بی بی کا دُودھ پیا تھا، بعد اس کے تین اولاد کے بعد زید کی یہ لڑکی پیدا ہوئی جو اس وقت بیوہ موجود ہے، اس سے بکر کے کنوارے لڑکے کا نکاح درست ہے یا ہوسکتا ہے جبکہ بکر کے بیٹے نے زید کی بی بی کا دُودھ پیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ زید کی بی بی کا دودھ بکر کے بیٹے نے پیا ہے اور زید کی بیٹی یہ اس دُودھ شریکی بھائی کی تیسری اولاد کے بعد پیدا ہوئی ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

ان دونوں کا نکاح حرام قطعی ہے، وہ آپس میں سگے بھائی بہن ہیں، تین یا تیس اولاد کے بعد اس لڑکی کا پیدا ہونا زید اور زید کی بی بی کو بکر کے بیٹے کے ماں باپ ہونے سے خارج نہ کرے گا، نہ ان کی کسی اولاد کو پسر بکر کے بھائی بہن ہونے سے۔ قال اللہ تعالٰی: و اخواتکم من الرضاعۃ[1] (اور تمہاری رضاعی بہنیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۲۶۴ از نواب گنج ضلع بریلی مرسلہ سید نثار حسین صاحب ۱۵ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

زید کی زوجہ ہندہ کی ہمشیرہ زاہدہ ہے، زاہدہ کے زید سے بلا نکاح لڑکا پیدا ہوا، ہندہ کے ساتھ زید کا نکاح رہا یا نہیں؟ اور زاہدہ کے ساتھ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ہندہ بدستور اُس کے نکاح میں ہے، سالی کے ساتھ زنا حرام ہے مگر عورت کو حرام نہیں کرتا، زاہدہ سے جب تک ہندہ اس کے نکاح میں ہے نکاح نہیں کرسکتا، اگر ہندہ مرجائے تو اسی وقت یا یہ اُسے طلاق دے دے تو عدت گزرنے پر زاہدہ سے نکاح کرسکے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۵ از لاہور مسجد بیگم شاہی مسئولہ مولوی احمد الدین صاحب ۶ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

زید نے ہندہ سے نکاح کیا بحالت نابالغی ہندہ زید نے اُس سے وطی کی، بعد وطی ہندہ کو طلاق دے دی،

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

اُس نے عمرو سے نکاح کیا عمرو سے ہندہ کے لڑکی پیدا ہوئی تو یہ لڑکی زید پر حرام ہے یا نہیں؟ ماں سے محض نکاح بیٹی کو حرام کرتا ہے یا نہیں، یونہی بیٹی سے نکاح ماں کو؟ دونوں میں وطی شرطِ حرمت ہے یا نہیں؟ اور وطی کے لیے کیا بلوغ مدخولہ شرط ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

شریعت مطہرہ کا حکم یہ ہے کہ بیٹی سے مجرد نکاح ماں کو حرام ابدی کرتا ہے وطی کی شرط نہیں۔ قال تعالٰی:

وامھٰت نسائکم[1] (تمھاری بیویوں کی مائیں۔ ت) اور وطی ہو تو بدرجۂ اولٰی نکاح خواہ ہو تو بالاجماع اور بلا نکاح ہو تو ہمارے نزدیک اور ماں سے مجرد نکاح بیٹی کو حرام نہیں کرتا جب تک وطی نہ ہو، قال تعالٰی:

وربائبکم التی فی حجورکم من نسائکم التی دخلتم بھن فان لم تکونوا دخلتم بھن فلاجناح علیکم[2] — تمھاری مدخولہ بیویوں کی وُہ بیٹیاں جو تمھاری پرورش میں ہیں، اور اگر تم نے بیویوں سے دخول نہ کیا تو تم پر ممانعت نہیں۔ (ت)

ہاں اگر وطی ہو تو تحریم لائے گی اسی تفصیل پر کہ نکاح میں بالاجماع اور بلا نکاح ہمارے نزدیک تو وہ صغیرہ نابالغہ جس سے زید نے صحبت کی پھر طلاق دے دی اور اس نے دوسرے سے نکاح کیا اور اس سے اس عورت کے بیٹی پیدا ہُوئی یہ بیٹی قطعی شوہر اول پر حرام ہے کہ جماعت کی دخلتم بھن صادق آگیا بلوغ کی شرط نہیں، ہاں اگر صغیرہ چار پانچ برس کی بچی ہو جہاں ایلاج حشفہ ممکن نہ ہو تو البتہ حُرمت نہ ہوگی کہ صحبت نہ ہوگی اور مدخولہ کی ماں مطلقاً حرام ہے خواہ مدخولہ بالحلال ہو یا بالحرام، اور زوجہ کی والدہ ابداً اپنی ماں کی طرح ہے زوجہ کے مرنے یا طلاق ہو کر عدت گزرنے کے بعد بھی کسی طرح حلال نہیں ہوسکتی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۶ ازموضع سنندحولی ضلع بریلی مسئولہ غفور صاحب ۲۷ شعبان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ علاوہ چچی وپھوپھی وممانی و دادی و نانی و والدہ وغیرہ کے رشتہ داروں میں کس عورت سے نکاح جائز ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

چچی اور ممانی سے بھی نکاح جائز ہے۔ نسبی رشتوں میں چار قسم کی عورتیں حرام ہیں،

ایک وُہ کہ جن کی اولاد سے ہے جیسے ماں، دادی، نانی کتنے ہی اوپر کی ہوں۔

دوسری وُہ جو اس کی اولاد ہیں جیسے بیٹی، پوتی، نواسی کتنے ہی نیچے کی ہوں۔

تیسری وُہ جو اس کے ماں یا باپ کی اولاد خواہ اولاد در اولاد جیسے بہن، بھانجی، بھتیجی اور ان کی

---

[1] و [2] القرآن الکریم ۴/۲۳

اور بھائیوں بھتیجوں کی اولاد کتنی ہی دُور ہوں۔

چوتھی وہ کہ ماں باپ کے سوا اور جن کی اولاد سے یہ شخص ہے جیسے دادا، دادی، نانا، نانی کتنے ہی اوپر کے ہوں اُن کی خاص اپنی اولاد جیسے اپنی پھوپھی خالہ یا اپنے ماں یا دادا یا دادی یا نانا یا نانی کی پھوپھی خالہ ان لوگوں کی اولاد کی اولاد حرام نہیں جیسے پھوپھی کی بیٹی یا خالہ کی بیٹی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۶۶ از موضع سندھولی ضلع بریلی مسئولہ غفور صاحب ۲۰ شعبان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک کنواری لڑکی کا حمل زید سے رہ گیا اس کے والدین نے عمرو کے ساتھ نکاح کر دیا، اب علمائے دین کی خدمت بابرکت میں استغاثہ ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ جس کا نطفہ ہے اُسی کے ساتھ نکاح جائز ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عمرو کے ساتھ بھی نکاح جائز ہے۔

الجواب

نکاح عمرو سے بھی جائز ہے مگر عمرو کو اس کے پاس جانا منع ہے جب تک بچہ نہ ہولے، یہ اُس صورت میں ہے کہ حمل زنا کا ہو، اور اگر زنا نہ ہوا بلکہ شبہہ اور دھوکے سے زید اس کے ساتھ ہمبستر ہوا تو بیشک جب تک بچہ نہ ہولے دوسرے سے نکاح جائز ہی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۶۷ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا پھر اس کی بہن کو بھی گھر میں ڈال لیا اب زید کا ہندہ سے وطی کرنا کیسا ہے اور دونوں بہنوں کی اولاد کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

اگر دوسری کو بلا نکاح گھر میں ڈال لیا تو پہلی سے وطی بدستور جائز ہے اس سے جو اولاد ہوگی اولاد حلال ہے اور اس دوسری سے صحبت حرام وزنا ہے اس سے جو اولاد ہوگی ولدالزنا ہوگی۔ اور اگر دوسری سے بھی نکاح کر لیا تو جب تک اسے ہاتھ نہ لگایا پہلی سے وطی حلال ہے، لیکن جس وقت اس دوسری کو ہاتھ لگائے گا پہلی سے قربت بھی حرام ہو جائے گی، جب تک اس دوسری کو چھوڑے اور اُس کی عدت گزرے اس وقت تک پہلی بھی حرام ہے، اس صورت میں دونوں عورتوں سے اس کے بعد جو اولاد ہوگی اگرچہ اسی کی ٹھہرے گی ولدالزنا نہ ہوگی مگر ولدالحرام ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۶۹ ۳ ذی القعدہ ۱۳۳۸ھ

زید کے والد نے زید کی زوجہ سے زنا بالجبر کیا، عورت نے زید سے کہہ دیا، اس پر زید نے اپنی عورت کو طلاق دے دی جس کو عرصہ تین ماہ کا ہو گیا اُس کے بعد زید سے عورت نے کہا کہ تم نے مجھ پر تہمت رکھا تھا اس لیے

میں نے یہ غلط بات بیان کی۔ زید نے عورت کو طلاق دی اب وُہ اپنی اس عورت کو نکاح میں رکھ سکتا ہے ؟

الجواب

اگر زید نے صرف عورت کے بیان پر اُس کو طلاق دے دی تو طلاق ہوگئی مگر ہمیشہ کے لیے اس کا زید پر حرام ہونا ثابت نہ ہُوا جب تک زید خود اس بیان کی تصدیق نہ کرے لیکن سائل نے بیان کیا کہ زید نے تین طلاقیں دیں، زید گنہ گار ہُوا اور عورت سے اب بغیر حلالہ کے نکاح نہیں کرسکتا، یُوں اُسے رکھے گا تو حرام ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۶: مرسلہ قاضی محمد ابراہیم و قاضی نیاز الدین صاحبان صدیقی صابون فروش سفید دروازہ اندر جہانسی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل میں، ایسی عورتیں جو آوارہ ہیں بے پردہ رہتی ہیں کھلے بندوں چلتی پھرتی ہیں زنا بھی ان سے ثابت ہو اور حمل بھی گرائے گئے ہوں یا طوائف وغیرہ، تو ایسی عورتوں کا نکاح بلا استبراء رحم جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا خدا آپ کو جزائے خیر عطا کرے۔

الجواب

اگر وُہ کسی کی منکوحہ نہیں تو بلا استبراء رحم بلکہ خاص حالتِ زنا میں اس سے نکاح جائز ہے مگر حمل خود اُس ناکح کا نہ ہو تو اسے قربت جائز نہیں جب تک وضع حمل نہ ہوجائے لئلا یسقی ماءہ زرع غیرہ درمختار[1] (تاکہ اس کا پانی دوسرے کی کھیتی کو سیراب نہ کرے، درمختار۔ ت)

مسئلہ ۲۱۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل میں،

ایک شخص نے اپنے حقیقی بیٹے کی بی بی سے زنا کیا اور عورت اس کی مقر ہے مرد یعنی جس نے زنا کیا اُس کو تمام برادری کے لوگوں نے علیحدہ کردیا اُس سے بات چیت سب بند ہے سلام وغیرہ سب لوگ نہیں کرتے اور مرد زانی نہ اقرار کرتا ہے نہ انکار بلکہ جب لوگ کہتے ہیں کہ تو نے بڑا بھاری گناہ کیا تو کہتا ہے کہ خطا ہوتی کیا کریں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ عورت کیا اب خاوند اصلی کے پاس رہ سکتی ہے اور اُس کے لیے حلال ہے یا کہ دوسرے شخص سے نکاح کرلے اور کیا اس عورت کو خاوند سے طلاق لینے کی بھی ضرورت ہے اور کیا جب تک کہ وُہ طلاق نہ دے اُس وقت تک غیر سے نکاح نہیں کرسکتی ؟ بعض مولوی صاحب کہتے ہیں کہ بلا طلاق دئے غیر سے نکاح نہیں کرسکتی اور بعض یہ کہتے ہیں کہ طلاق کی ضرورت نہیں وُہ عورت اپنے خاوند اصلی کے لیے حرام ہوگئی اور کیا یہ عورت مہر لے سکتی ہے ؟

---

[1] درمختار فصل فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/۱۸۹

الجواب

شوہر اگر مانتا ہے کہ ایسا ہوا تو عورت اس پر ہمیشہ کو حرام ہوگئی، کسی حیلہ سے اس کی زوجیت میں نہیں آسکتی، اس پر فرض ہے کہ اُسے فوراً جدا کردے متارکہ کرے، مثلاً کہہ دے میں نے تجھے چھوڑا۔ بے اس کے دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی اس لیے زیادہ طلاق کی بھی حاجت نہیں، اور اگر شوہر کو امر مذکور کا وقوع تسلیم نہیں تو صرف عورت کے کہنے سے ثبوت نہیں ہوسکتا، اگر شوہر نے طلاق نہ دی وہ اس کی عورت ہے اور دی تو جیسی طلاق دی ویسا حکم۔ اگر تین طلاقیں دیں تو بے حلالہ اس سے نکاح نہیں کرسکتا۔ رہا مہر وہ تمام صورتوں میں مطلقاً لازم ہے مہر متاخر میں عورت کو لینے کا اختیار بعد متارکہ یا طلاق یا موت ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۷۲ از مقام اکترہ ضلع بلاسپور مسئولہ حامد علی صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے حقیقی بیٹے کی بیوی سے زنا کیا، اب کیا یہ بیوی اپنے اصلی شوہر جو کہ زانی کا لڑکا ہے کے پاس رہ سکتی ہے؟ اور اگر نہیں رہ سکتی تو دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے اور شوہر اوّل سے مہر لینے کی مستحق ہے کہ نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

یہ کہ زنا کیا، جھوٹ بک دینے سے ثابت نہیں ہوسکتا اس کے لیے چار شاہد چاہئیں، بغیر اس کے زید کا باپ اگر اقرار بھی کرے اور زید باور نہ کرے تو اس کا اقرار زید پر حجت نہیں، ہاں اگر شہادتِ شرعیہ سے ثابت ہوجائے یا زید اُس کی تصدیق کرے تو عورت زید پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی مگر ابھی نکاح سے نہ نکلی، دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی جب تک زید اُسے نہ چھوڑے، اور اس صورت میں زید پر فرض ہوگا کہ فوراً اُسے چھوڑ دے، اس کے بعد عورت عدت کرے بعد عدت سوائے زید کے جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے، زید پر اس کا مہر بہرحال لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۷۳ از کولمبو سیلون مسئولہ عبدالقادر صاحب ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رشتہ داروں کی کن کن عورتوں سے نکاح کرسکتے ہیں اور کن سے ناجائز؟ مفصل تحریر فرمائیں۔ بیّنوا توجروا

الجواب

وہ شخص جن کی اولاد میں ہے جیسے باپ، دادا، نانا، جو اس کی اولاد میں ہو جیسے بیٹا، پوتا، نواسا، اُن کی بیبیوں سے نکاح حرام ہے اور خسر کی بی بی سے بھی حرام ہے جبکہ وہ اپنی زوجہ کی حقیقی ماں ہو، باقی رشتہ داروں کی بیبیوں سے اُن کی موت یا طلاق و انقضائے عدت کے بعد نکاح جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۷۴ تا ۲۷۶: از کوہ راتی کھیت کوٹھی انجنیر اسپیل مرسلہ غلام محمد صاحب ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

(۱) شیعہ مذہب کا نکاح سُنّی مذہب کی لڑکی کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟ لڑکا اور اس کا باپ شہادت دلاتے ہیں کہ ہم سُنّی مذہب ہیں اور اگر تم شیعہ سمجھتے ہو تو اپنے دل کے اطمینان کے واسطے ہمیں سُنّی مذہب کرلو، اور جو اُن کے ہم وطن ہیں وُہ کہتے ہیں ہم لوگ شیعہ ہیں اور اُن کے گاؤں میں سُنّی مذہب رہتے ہیں اور اُن کے خاندان سے واقف ہیں کہ یہ سُنّی مذہب ہیں اس پر یہاں کے مسلمان کہتے ہیں کہ انھیں ہم نے ہمیشہ شیعہ مذہب کا برتاؤ کرتے دیکھا، اور بعض مسلمان کہتے ہیں کہ ہم اس کی شہادت دیتے ہیں کہ یہ لڑکے شیعہ مذہب میں نہیں ہیں اور اُن کے والد کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہتے۔

(۲) اور دو شخص نے یہ کہا کہ لڑکی کا باپ اور لڑکے کی ماں کچھ تعلق رکھتے ہیں اس پر لڑکی کے باپ نے قرآن شریف لاکر کہا اس کو اٹھاؤ، وُہ انکار کیا اور چلا گیا اور کوئی ثبوت نہ ہوا۔

(۳) جب برات گئی اور لڑکی کا بھائی مولانا صاحب کے پاس گیا کہ نکاح پڑھانے کو آئیں گے یا نہیں، تو انھوں نے کہا میں نہیں آؤں گا تو کون آئے گا، نکاح کے وقت وُہ نہیں آئے اور کہا کہ جو کوئی ان کا نکاح پڑھائے گا اس کی عورت طلاق ہوجائے گی۔ بینوا توجروا

الجواب

www.alahazratnetwork.org

(۱) رافضیوں میں تقیہ ہے، بے حاجت بھی تقیہ کرتے ہیں، حاجت کے وقت کا کیا اعتبار اور اشتباہ مٹانے کی کیا صورت کہ تقیہ وُہ ملعون چیز ہے جس کا کرنے والا سب کچھ کہہ لے گا، خالص اسلام بولے اور دل میں کفر بھرا ہوگا، رافضیوں کی شہادت کہ یہ سُنّی ہے کیا معتبر ہوسکتی ہے، رافضی کی گواہی کچھ معتبر نہیں لا ایمان لھم (ان کا ایمان ہی نہیں۔ ت) بعض مسلمانوں کی گواہی کہ یہ شیعہ نہیں اور مسلمانوں کی شہادت کہ انھیں شیعی برتاؤ کرتے دیکھا، یہ شہادت اثبات ہے اور وُہ شہادت نفی جو مقبول نہیں، لہذا یہ نکاح ہرگز نہ کیا جائے۔ قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیف وقد قیل[1] (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کیسے ہوسکتا ہے جبکہ یہ بات کہہ دی گئی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) ایسے خالی بیانوں سے ناجائز تعلق ثابت نہیں ہوتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) اُس کے رافضی ہونے کے سبب جس نے نکاح پڑھانے سے انکار کیا بہت اچھا کیا اور وُہ حکم

---

[1] صحیح بخاری کتاب العلم باب الرحلۃ فی المسألۃ النازلۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹

جو اس نے بیان کیا اگرچہ مطلق نہیں مگر اتنا ضرور ہے کہ جب رافضی کے ساتھ سُنّیہ کا نکاح جائز و حلال جانا تو خود اس کی عورت نکاح سے نکل جائے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۷: از رانی کھیت صدر بازار مسئولہ محمد ابراہیم خاں صاحب ۱۴ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک خان تبت کا اور اس کا لڑکا اپنے آپ کو سنت جماعت بتاتے اور قرآن شریف کی رُو سے اپنا طریقہ سنّت جماعت بتاتے ہیں اور قریب ۳۰، ۲۵ سال سے رانی کھیت میں رہتے ہیں، اب سب لوگ ان کو رافضی مذہب کا کہتے ہیں، اب دریافت یہ کرنا ہے کہ سُنّی کی لڑکی کا نکاح ایسے شخص سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟ یہ شخص غریب ہے سب لوگ عداوت سے رافضی کہنے لگے ہیں ان کے سب طریقے روزے، زکوٰۃ، نماز کے اہل سنت وجماعت کی طرح ہیں۔ رانی کھیت کی مسجد کے مولانا نے جن کا نام عبدالرحمن ہے نکاح نہیں پڑھایا کہ رافضی کا نکاح سُنّی سے نہیں ہو سکتا عداوت سے سب مسلمان ایک ہو گئے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بلاوجہ عداوت سے سب مسلمانوں کا ایک ہو جانا معقول نہیں اور رافضیوں کا تقیہ معلوم ہے اور نکاح امرِ عظیم ہے احتیاط لازم ہے۔ حدیث میں فرمایا: کیف وقد قیل[1] (کیسے ہو سکتا ہے جبکہ یہ بات کہہ دی گئی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۸: از لکھنؤ بنگال بنک ڈاکخانہ حضرت گنج مسئولہ عبدالرحیم خاں صاحب

مسئلہ ذیل میں کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید کی سسرال کے رشتہ کے ماموں کا لڑکا اور زید کی لڑکی سے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اپنے حقیقی ماموں کے بیٹے سے بیٹی کا نکاح جائز ہے، سسرال کے رشتہ کا ماموں تو بہت دُور ہے جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو مثل رضاعت وغیرہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۹: از شہر اکیاب تھانہ کیوکتو موضع کاؤنچی بازار مرسلہ مولوی سکندر علی صاحب بنگالی طالب علم مدرسہ نیازیہ خیرآباد ضلع سیتاپور ۱۱ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

ما قولکم ما حکم اللہ تعالٰی فی ھذہ تمہاری کیا رائے ہے کہ اللہ تعالٰی کا کیا حکم ہے اس

---

[1] صحیح بخاری کتاب العلم باب الرحلۃ فی المسألۃ النازلۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹

المسألۃ شخصے قاسم نام زنے راکہ در قرابتش بنت بنت رضاعی برادر حقیقی قاسم باشد بحبالۂ نکاحش آورد وظن او چناں بود کہ موافق مذہب خود جائز ست، از علماہم استفتا نمودہ بود، ایشاں بصحت نکاحش قضا نمودند، پس از چندے علمائے احناف بعدم جواز نکاحش فتوٰی می دادند و جماعت مسلمین را با او مجالست ومواکلتش منع می کنند تا وقتیکہ تفریق نکاحش نکنند۔

مسئلہ میں، کہ قاسم نامی ایک شخص نے اپنے قریبیوں میں سے ایک عورت جو کہ قاسم کے حقیقی بھائی کی رضاعی نواسی ہے، سے نکاح کیا اور اس کا خیال تھا کہ اپنے مذہب میں یہ جائز ہے اور اس نے علماء سے بھی پوچھا تو انھوں نے بھی اسے جائز کہا، اس کے بعد چند حنفی علماء نے اس نکاح کے ناجائز ہونے کا فتوٰی دیا اور مسلمانوں کو نکاح کرنے والوں کے ساتھ میل جول اور کھانے پینے سے منع کر دیا تا وقتیکہ وہ اس نکاح کو ختم کرکے علیحدگی اختیار نہ کرلیں۔ (ت)

جواب بنگالیاں

www.alahazratnetwork.org

بر تقدیر صدق مسئول عنہا علمائے شریعت غرا و فضلائے طریقت بیضا بالخاصہ فقہائے مذہب حنیف وعلمائے ملت منیف می نگارند کہ چوں علمائے مذہب مستروشان مجتہد باشد یا مقلد ظناً یا سہواً عملے کنند وحکمے بکارے صادر نمایند وقضا بر آں تنفیذ فرمایند، پس آں دانستند ووقوف یافتند کہ ہماں عمل وفعل ذیشاں بظہور پیوستہ لطبق مذہب شاں نپرداختہ وبشرب یکے از ائمہ دیگرے کہ محدود ومحدود بہ سنت جماعت ست در پیوستہ پس بار دیگر تفتیش وتردید آنہا کردن روا وجائز نباشد بل ہمیں مسلک تقلید نمودہ کہ ہم خالی از تلفیق دارد ہماں عمل وفعل رالامحالہ صحیح ودرست دارند ونیز ازیں تقلید ظنی از مذہب مسترہ خود خارج نشوند ومنسوب بداں مذہب دیگر نگردند پس مناکحت قاسم بایں منوال ہمیں مقال صادق ست کہ لاریب ولامحالہ

مسئولہ صورت کے صدق پر علمائے شریعت اور طریقِ حق کے فاضلین خصوصاً فقہائے مذہب حنیف اور علمائے ملت لکھتے ہیں کہ جب مروجہ مذاہب کے مجتہد یا مقلدین میں سے کوئی اپنے ظن سے یا غلطی سے کسی کام کا حکم صادر کریں اور اس پر فیصلہ بطور قضاء نافذ کردیں اور بعد میں معلوم ہو کہ یہ عمل یا کام ان کے مذہب کے خلاف ہے اور کسی دوسرے اہلسنت کے امام کے مسلک میں جائز ہے تو اس عمل اور کام کو کالعدم کرنا جائز نہیں بلکہ دوسرے جائز قرار دینے والے مسلک کی تقلید میں اس کو جائز اور نافذ رکھنا چاہئے، اس سے اپنے مروجہ مذہب سے خروج اور دوسرے مذہب کو اختیار کرنا لازم نہ آئے گا، پس قاسم مذکور کا مذکورہ نکاح اگرچہ حنفی مذہب کے خلاف ہے مگر اہل ظاہر کے مسلک مثلاً امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی جو کہ

صحیح و نافذ گردیدہ است اگرچہ بالفرض و التقدیر مخالفت مذہب حنفی آمدہ لیکن بمسلک اہل ظواہر کمثل امام ہمام شافعی علیہ رضوان الباری وغیرہ کہ مسلوک و مشمول اہلسنت جماعت ست برداختہ و در پیوست کہ علمائے احناف بظن جواز مذہب شان مظنون شدہ بنت بنت رضاعی را مر برادر حقیقی قاسم مذکور بود حکم نکاحش دادہ بودند بحالتیکہ در تحت حجاب ممنوعات کلیہ حنفیہ محجوب و مستور بودہ و در ضمن ضابطہ مامور بہا محللات اہل ظواہر کہ ہمچوں شافعی وغیرہ ہستند مکشوف و مظہر ماندہ پس ہرگز علماء احناف را نمی رسد کہ تفریق و افساد در نکاحش کنند کہ آں مستلزم تحقیر و تنکیر سنت جماعت گردد و حقارت یکے را از سنت عند اللہ موجب ضلالت دارد

کما قال العلامۃ ابن عابدین الشامی الحنفی فی رد المحتار ناقلاً عن العلامۃ الشرنبلالی فی عقد الفرید، ان لہ التقلید بعد العمل کما اذا صلی ظانا صحتہا علی مذہبہ ثم تبین بطلانہا فی مذہبہ وصحتہا علی مذہب غیرہ فلہ تقلیدہ ویجتزی بتلک الصلوۃ علی ما قال فی البزازیۃ انہ روی عن ابی یوسف انہ صلی الجمعۃ مغتسلاً من الحمام ثم اخبر بفارۃ فی بئر الحمام، فقال ناخذ بقول اخواننا من اہل المدینۃ اذا بلغ الماء قلتین لم یحمل خبثاً اھ وایضا فیہ تحت قول الدر المختار

اہلسنت و جماعت میں یکساں نکاح درست ہوا، نیز علمائے احناف نے جب غلطی سے اس نکاح مذکورہ کو جائز گمان کیا تو ان کے گمان میں جائز ٹھہرا کہ حقیقی بھائی کی رضاعی نواسی سے قاسم کا نکاح درست قرار دے کر کردیا اور ان کی نظر میں حنفی مسلک کی ممانعت کا قاعدہ مستور رہا اور اب امام شافعی جیسے اہل ظواہر کے مسلک پر اس کا جواز معلوم ہوا تو اب علمائے احناف کو ہرگز جائز نہیں کہ وہ اس نکاح کو فاسد کریں اور تفریق کریں، کیونکہ جماعت کی اور ایک سنت اور مسلک کی تحقیر لازم آئے گی جو کہ عند اللہ گمراہی کا موجب ہے، جیسا کہ علامہ شامی نے علامہ شرنبلالی سے رد المحتار میں عقد الفرید سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کو عمل کر لینے کے بعد بھی دوسرے کی تقلید جائز ہے جیسا کہ اپنے مذہب کے مطابق نماز کو صحیح سمجھ کر ادا کیا اور بعد میں معلوم ہوا کہ اس کے مذہب پر صحیح نہیں ہوئی مگر دوسرے امام کے مذہب میں صحیح ہوگئی تو اب دوسرے امام کی تقلید کرتے ہوئے نماز کو صحیح قرار دینا جائز بشرطیکہ نماز پڑھتے وقت اس نے تحری کی ہو جیسا کہ بزازیہ میں فرمایا کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ انھوں نے ایک مرتبہ حمام کے پانی سے جمعہ کا غسل کیا پھر بعد میں بتایا گیا کہ حمام میں چوہا مرا ہوا ہے تو آپ نے فرمایا کہ ہم اپنے بھائی اہل مدینہ کے مسلک کو اپناتے ہوئے کہ جب پانی دو قلے ہو تو ناپاک نہیں تا اس پر عمل پیرا ہیں اھ اور نیز انھوں نے در مختار کے قول

۱؎ رد المحتار مطلب فی حکم التقلید والرجوع عنہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۱

واما المقلد الخ نقل فی القنیۃ عن المحیط وغیرہ وجزم بہ المحقق فی فتح القدیر وتلمیذہ العلامۃ قاسم وادعی فی البحر ان المقلد اذا قضی بمذھب غیرہ او بروایۃ ضعیفۃ او بقول ضعیف نفذ، واقوی ما تمسک بہ ما فی البزازیۃ عن شرح الطحاوی اذا لم یکن القاضی مجتہدا وقضی بالفتوی ثم تبین انہ علی خلاف مذھبہ نفذ ولیس لغیرہ نقضہ ولہ ان ینقضہ کذا عن محمد وقال الثانی لیس لہ ان ینقضہ ایضاً[1]، لان امضاء الفعل کامضاء القاضی لاینقض[2]، ودلیل مذہب الظاہر کہ طعن بر سنت جماعت ست ومخالفت فرعی درباب رضاعت باحناف می دارند ہمچوں امام ہمام شافعی وغیرہ ہستند ہمیں ست چنانچہ شارح مسلم امام نووی در شرح آں مے نگارند ولم یخالف فی ھذا الا اھل الظاھر وابن علیۃ فقالوا لاتثبت حرمۃ الرضاع بین الرجل والرضیع ونقلہ المازری

"اما المقلد" کے تحت فرمایا کہ قنیہ نے محیط وغیرہ سے نقل کیا اور اس پر فتح القدیر میں محقق اور ان کے شاگرد علامہ قاسم نے جزم کیا ہے اور بحر میں دعوٰی کے طور پر کہا کہ قاضی مقلد اگر غیر کے مذہب یا ضعیف قول یا روایت پر فیصلہ دے دیا تو وہ نافذ ہوگا اور اس سلسلہ میں بہترین استدلال بزازیہ کی شرح طحاوی سے منقول عبارت ہے کہ جب قاضی مجتہد نہ ہو اور کسی کے فتوٰی پر فیصلہ کر دیا ہو تو بعد میں اگر معلوم ہوا کہ اس نے اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ دیا ہے تو فیصلہ نافذ رہے گا' اور دوسرا قاضی اس کو رد نہیں کرسکتا، ہاں وہ خود کالعدم کرسکتا ہے، امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے یوں منقول ہے، اور دوسرے امام یعنی ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ خود اس قاضی کو بھی کالعدم کرنے کا حق نہیں کیونکہ عمل ہوجانے پر گویا کہ قاضی نے نافذ کر دیا ہے اور نافذ شدہ کو کالعدم نہیں کہا جاسکتا، اور اہل ظواہر کا مذہب بھی اہلسنت میں شامل ہے اور اور اس کا صرف فروعی اختلاف رضاعت کے بارے میں احناف سے ہے یہ بھی امام شافعی کی طرح ہیں، چنانچہ شارح مسلم شریف امام نووی نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے کہ اس میں صرف اہل ظاہر اور ابن علیہ کا خلاف ہے کہ وہ کہتے ہیں دودھ پینے والی لڑکی اور مرد کے درمیان رضاعت کی حرمت ثابت نہیں ہوتی، اور اس کو مازری نے

www.alahazratnetwork.org

۱؎ ردالمحتار مطلب فی حکم التقلید والرجوع عنہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۲

۲؎ " " " " " " " " " " ۱/۵۱

عن ابن عمر و عائشة (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) و احتجوا بقوله تعالیٰ و امھٰتکم التی ارضعنکم و اخواتکم من الرضاعة و لم یذکر البنت و العمة کما ذکرھما فی النسب[1] و امام ابوعیسٰی ترمذی در جامع ترمذی شان می آرند حدثنا الحسن ابن علی اخبرنا ابن نمیر عن ھشام ابن عروة عن ابیه عن عائشة قالت جاء عمی من الرضاعة یستأذن علی فابیت ان اذن له حتی استأمر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فلیلج علیك فانه عمك قالت انما ارضعتنی المرأة ولم یرضعنی الرجل قال فانه عمك فلیلج علیك ھذا حدیث حسن صحیح والعمل علی ھذا عند بعض اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم وغیرھم کرھوا لبن الفحل و الاصل فی ھذا حدیث عائشة و قد رخص بعض اھل العلم فی لبن الفحل و القول الاول اصح[2] رواہ الترمذی

عبداللہ بن عمر اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نقل کیا ہے اور اصحاب ظواہر نے اپنی دلیل میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے دُودھ پلانے والی تمھاری ماؤں اور تمھارے رضاعی بھائیوں کو ذکر کیا ہے اور بیٹی اور پھوپھی کو ذکر نہیں کیا جس طرح ان کو نسب میں بیان فرمایا ہے" اور امام ترمذی نے اپنی جامع ترمذی میں بیان کیا ہے کہ ہمیں حدیث بیان کی حسن بن علی انھوں نے ابن نمیر انھوں نے ہشام انھوں نے اپنے باپ عروہ انھوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا انھوں نے فرمایا میرا رضاعی چچا آیا اور اس نے میرے ہاں آنے کی اجازت چاہی تو میں نے انکار کیا حتی کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مشورہ کیا تو آپ نے فرمایا وُہ تیرے پاس داخل ہوسکتا ہے کیونکہ وُہ تیرا چچا ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے عرض کیا کہ مجھے تو عورت نے دُودھ پلایا ہے مرد نے نہیں پلایا۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تیرا چچا ہے وُہ داخل ہوسکتا ہے۔ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے اور اس پر عمل ہے بعض صحابہ کرام کا اور ان کے غیر نے دودھ والے خاوند یعنی رضاعی باپ کے داخل ہونا مکروہ کہا ہے، اور اصل ثبوت حضرت عائشہ کی حدیث ہے۔ اور بعض اہلِ علم نے دُودھ والے باپ (رضاعی باپ) کو داخل ہونے کی اجازت دی ہے، اور پہلا قول صحیح ہے اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

---

[1] شرح صحیح مسلم للنووی — کتاب الرضاع — قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۶۶

[2] جامع الترمذی — ابواب الرضاع باب ماجاء فی لبن الفحل — امین کمپنی دہلی ۱/۱۳۶

وقال الشامی ونظیر ھذا ما نقلہ العلامۃ
بیری فی اول شرحہ علی الاشباہ عن
شرح الھدایۃ لابن شحنۃ ونصہ اذا
صح الحدیث وکان علی خلاف المذھب
عمل بالحدیث ویکون ذلک مذھبہ
ولا یخرج مقلدہ عن کونہ حنفیا بالعمل
بہ فقد صح عن ابی حنیفۃ امام
الاعظم انہ قال اذا صح الحدیث
فھو مذھبی وقد حکی ذلک ابن
عبد البر عن ابی حنیفۃ وغیرہ من
الائمۃ[1] الخ وقاضی خاں وصاحب ہدایہ ہماں مذہب
اہل ظاہر نقل بالتصریح فرمودہ اند کما قال فی
فتاوی قاضی خاں وقال الامام الھمام
الشافعی الحرمۃ لا تثبت فی جانب الاب و
الفقہاء یسمون ھذہ المسألۃ لبن الفحل[2]
وقال فی الھدایۃ وفی احد قولی الشافعی
لبن الفحل لا یحرم لان الحرمۃ لشبھۃ
البعضیۃ واللبن بعضھا لا بعضہ[3]
ہرگاہ از دلائل کتب فقہائے حنفیہ مبین ومبرہن گردید کہ
تزویج قاسم نامی نزد علمائے حنفی روا و درست
گردید وازاں مذہب حنفی بیروں

اور شامی نے کہا کہ اور اس کی نظیر وُہ ہے جس کو
علامہ بیری نے الاشباہ پر اپنی شرح کے ابتدا میں ہدایہ
کی شرح سے نقل کیا یہ شرح ابن شحنہ کی ہے جس کی عبارت
یہ ہے جب حدیث صحیح ہے جو کہ مذہب کے مخالف ہے
تو عمل حدیث پر ہوگا، ـــــــ اور
یہی امام کا مذہب ہوگا اور اس حدیث پر عمل سے مقلد،
امام صاحب کی تقلید سے خارج نہ ہوگا کیونکہ امام ابوحنیفہ
سے صحیح ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: جب حدیث صحیح
ہو تو وُہ میرا مذہب ہے۔ اس کو ابن عبدالبر نے امام
ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ سے نقل کیا ہے الخ قاضی خان اور
صاحب ہدایہ نے اہل ظواہر کا مذہب صراحۃً یہی ذکر
کیا ہے جیسا کہ فتاوٰی قاضی خان میں کہا کہ امام شافعی
رحمہ اللہ تعالٰی باپ کی جانب سے رضاعت کی حرمت
ثابت نہیں کرتے۔ اور فقہاء کرام نے اس مسئلہ کو "لبن الفحل"
(خاوند کا دودھ) کا عنوان دیا ہے، اور ہدایہ میں
کہا کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کے ایک قول میں رضاعی
باپ حرام نہیں ہوتا کیونکہ رضاعت میں حرمت جزئیت
کی وجہ سے ہوتی ہے جبکہ دودھ عورت کا جز ہے
مرد کا نہیں، بہرحال حنفی فقہ کی کتب میں مذکور دلائل
سے ثابت ہے کہ قاسم نامی شخص کا مذکور نکاح درست
ہوجاتا ہے اور اس کو درست ماننے سے حنفی مذہب

www.alahazratnetwork.org

---

[1] ردالمحتار مطلب صح عن الامام انہ قال اذا صح الحدیث فھو مذھبی احیاء التراث بیروت ۱/۴۶
[2] فتاوٰی قاضی خاں باب الرضاع نولکشور لکھنؤ ۱/۱۸۹
[3] الہدایہ مکتبہ عربیہ کراچی ۲/۳۳۱

نہ آمدہ باوجود آں اگر جماعت مسلمین بر وے زبان طعن
لعن بر کشایند پس عند اللہ ماخوذ شوند و عند
الناس مستحق سزا کما ھو فی کتب الفقہ من
اذی مسلما بقول او بفعل ولو بغمز
العین عزر[1] پس ایشاں را تا وقتیکہ تائب و
آئب نہ شوند از مواکلت و مشاربت جماعت مسلمین
خارج کردہ شوند چنانچہ وارد شدہ کہ ایاک و
مجالسۃ الشریر فقط واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ
احکم و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ
والسلام علی سید المرسلین وآلہ وصحبہ اجمعین برحمتک
یا ارحم الراحمین۔

سے خارج ہونا لازم نہیں آتا، اس کے باوجود اگر مسلمان
اس پر لعن طعن کریں گے تو عند اللہ مجرم ہوں گے اور قانون
میں سزا کے مستحق ہوں گے جیسا کہ کتب فقہ میں ہے
کہ اگر کسی نے مسلمان کو اپنے قول، فعل یا اشارہ سے
اذیت دی تو وہ قابل سزا ہے۔ پس ایسے لوگ جب تک
توبہ اور رجوع نہ کریں تو ان سے مل کر کھانا پینا منع ہے
جیسا کہ وارد ہے کہ "شریر کی مجلس سے بچو" فقط واللہ
تعالٰی اعلم، اس جل مجدہ کا علم کامل ہے، ہماری آخری
بات یہ ہے کہ الحمد للہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام
علی سید المرسلین وآلہ وصحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم
الراحمین۔ (ت)

الراقم احقر الحقیر محمد عظیم الدین کیو کٹوی بہاریار دی خلف الھدی شیخ اکبر علی سلمہ، بانی مسجد
مہتمم مدرسہ اسلامیہ محلہ دتی۔

www.alahazratnetwork.org

تحریر دیگر بہ تائید آں

آرے مذاہب ائمہ اربعہ کلگی در حق ست و حق
ہماں دائرست اگرچہ مجتہد مطلق یا مقلد محض
بہ مذہب شان عملے و فعلے قضا کند بعدہ دانستہ
کہ مخالف مذہب شان و موافق مذہب دیگرے
کہ معدود ولسنت جماعت ست بخطائے ظن شاں
ملصق گشتہ فقہا احناف روا نمی دارند کہ بار
دیگر آں را ابطال و افساد کنند تا
موجب تحقیر و تنفیر بمذاہب ائمہ سنت جماعت

ہاں چاروں مذہب حق ہیں اور حق انہی میں دائر
ہے، اگر کوئی مجتہد مطلق یا مقلد محض ان کے مذہب
پر کوئی عمل یا فعل کرتے ہوئے فیصلہ کرے اور بعد
میں معلوم ہو جائے کہ اس کے مذہب کے مخالف
ہے اور دوسرے کے مذہب کے موافق ہے اور
یہ دوسرا مذہب اہل سنت میں شمار ہو تو اس فیصلہ
کو فقہائے احناف باطل و فاسد کرنا جائز نہیں کہتے
تاکہ اہل سنت وجماعت کے ائمہ کرام کی تحقیر و تنفیر

---

[1] درمختار باب التعزیر مجتبائی دہلی ۱/۳۲۶

لازم نیاید آں خطائے عظیم و سخط جسیم باشد عند اللہ تعالےٰ لہذا علماء زاں ابا و انکار فرمودند و در تواریخ بروایت صحیح مروی شدہ کہ بارے در مجلس شریف حضرت پیران پیر غوث الاعظم شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ از کسے مذکور شدہ بود کہ امام احمد حنبل در اجتہاد پایہ چنداں ندارند لہذا در مذہب شاں جماعت قلیل دارند بمجرد استماع آں حضرت پیران پیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ چیں بر جبیں آوردہ و غضبناک شدہ فرمودند کہ ازیں تاریخ عبد القادر بمذہب احمد حنبل رضی اللہ تعالےٰ عنہ تقلید نمودہ و پیش ازیں بمذہب امام مالک بودند سبحان اللہ ما اعظم شانہ و ما اکبر شانہم و فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم در شان ائمہ اربعہ رحمۃ من اللہ و رحمۃ من اللہ فرمودند و نقل السیوطی عن عمر ابن عبد العزیز اختلاف ائمۃ الھدیٰ رحمۃ من اللہ تعالیٰ علیٰ ھٰذہ الامۃ کل یتبع ما صح عندہ وکلھم علیٰ ھدی وکل یرید اللہ وتمامہ فی کشف الخفاء، پس تزویج قاسم نزد فقہائے حنفی بہ تصحیح آوردہ اگرچہ بالفرض مخالفت مذہبی روے دادہ واز حنفیت نیز بیروں نیامدہ کما حررہ المجیب للہ درہ واجرہ ولقد نظرت ھذا الفتویٰ بامعان النظر و تصفحت ھذہ المسألۃ بصفحات الکتب الفقہیۃ الحنفیۃ فوجدت صحیحا

لازم نہ آئے۔ اور اس فیصلہ کو غلط کہنا عند اللہ بڑا گناہ ہے اس لیے علمائے کرام اس سے پرہیز کرتے ہیں۔ تاریخ میں صحیح روایت موجود ہے کہ حضرت پیر پیران غوث اعظم شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں ایک شخص نے ذکر کیا کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا اجتہاد میں کوئی اہم مقام نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے مقلدین کی تعداد بہت کم ہے۔ حضرت پیر پیران سنتے ہی جلال میں آ گئے اور فرمایا کہ میں (عبد القادر) آج سے امام احمد بن حنبل کا مقلد ہو رہا ہوں جبکہ آپ پہلے امام مالک رضی اللہ عنہ کے مقلد تھے سبحان اللہ! اس کی شان اعظم و اکبر ہے۔ فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالےٰ کی [illegible] کی شان میں فرمایا جس کو امام سیوطی نے نقل فرمایا کہ عمر بن عبد العزیز سے روایت ہے کہ ہدایت کے اماموں کا اختلاف اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اس امت کے لیے، ہر ایک نے جس کو صحیح سمجھا وہی اس نے اپنایا اور تمام ائمہ ہدایت پر ہیں اور تمام اللہ تعالےٰ کی رضا کے طالب ہیں، اس کا تمام بیان کشف الخفاء میں ہے۔ لہذا قاسم مذکور کا نکاح حنفی فقہاء کے نزدیک درست ہے اگرچہ بالفرض مذہب کے مخالف ہے اور حنفیت سے بھی خارج نہیں ہوتا جیسا کہ مجیب نے تحریر کیا ہے اس کا اجر و نفع اللہ تعالےٰ اس کو عطا فرمائے۔ میں نے اس فتویٰ کو گہری نظر سے دیکھا اور فقہ حنفی کی کتب میں اس کی چھان بین کی تو میں نے اسکو صحیح مطابق قرآن اور موافق تواب پایا ہے

مطابقاً بالکتاب وموافقاً للصواب واللہ اعلم بحقیقۃ الحال والیہ المرجع والمآل۔ کتبہ الحقیر الراجی الی رحمۃ ربہ الخلاق عبد الرزاق الکیوکتوی غفرلہ۔

اور اللہ تعالٰی ہی حقیقت زیادہ جانتا ہے اور اسی کی طرف رجوع ہے۔ اس کو اللہ تعالٰی کی رحمت کے امیدوار عبدالرزاق کیوکتوی غفرلہ نے لکھا ہے۔ (ت)

الجواب

ایں ہمہ جہل شدید وضلال بعید وافترا بر شرع مجید ست نکاح با بنت بنت الاخ بعینہٖ ہمچو نکاح با دختر خود ست نسباً باشد یا رضاعاً و حرام قطعی ست باجماع ائمہ دین ونص قرآن مبین و صحاح احادیث سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین نسبت جوازش بامام شافعی خواہ بامام دیگر از ائمہ مسلمین خطائے محض ست و ایں بنگالیاں کہ فتوی بجوازش دادہ بودند علما نبودند بہ ہزاراں درجہ بدتر از جہلا بودند وایناں کہ فتوی ایشاں را نافذ می کنند ہمہ با حرام خدا را حلال می نمایند ہمچو کساں را حرام سخت حرام ست کہ تصدی بافتا کنند درحدیث فرمود من افتی بغیر علم لعنتہ ملئکۃ السماء والارض[1] ہرکہ بے علم فتوی دہد ملائکہ آسمان و زمین برو لعنت کنند آں حکم جواز و ایں فتوائے نفاذ ہر دو ملعون ست وبرآں حاکمان وایں مفتیان توبہ فرض ست ورنہ مسلمان از مجالست ایشاں احتراز ورزند ودر ہیچ امر فتوی از ایشاں خواستن حرام ست قال صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اتخذ الناس رؤسا جہالا فسئلوا

یہ تمام شدید جہالت اور انتہائی گمراہی ہے اور شریعت پر افترا ہے۔ بھائی کی نواسی سے نکاح ایسے ہے جیسا کہ اپنی بیٹی سے، نواسی نسبی ہو یا رضاعی۔ اور قرآن وحدیث اور اجماع سے یہ حرام قطعی ہے۔ اس کے جواز کی نسبت امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی یا کسی اور امام المسلمین کی طرف کرنا خطائے محض ہے، اور جن بنگالیوں نے اس کے جواز کا فتوٰی دیا ہے وہ عالم نہیں بلکہ ہزار درجہ جاہلوں سے بھی بدتر ہیں، جنھوں نے ان کے ملعون فتوٰی کو نافذ کیا انھوں نے اللہ تعالٰی کے حرام کو حلال کیا اور اسی طرح وہ حضرات جنھوں نے اس کی تصدیق کی انھوں نے حرام ترین کی تصدیق کی، حدیث شریف میں ہے کہ جس نے علم کے بغیر فتوی دیا اس پر زمین وآسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں، لہٰذا جنھوں نے یہ فتوٰی دیا اور جنھوں نے اس کو نافذ کیا دونوں ملعون ہیں۔ نافذ کرنے والے حاکم اور مفتیوں پر توبہ فرض ہے ورنہ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ ان سے بائیکاٹ کریں اور آئندہ ان سے کوئی فتوٰی طلب کرنا حرام ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ لوگ جاہلوں کو رہنما بنائیں گے تو جب ان سے سوال

www.alahazratnetwork.org

---

[1] کنز العمال ابن عساکر عن علی حدیث ۲۹۰۱۸ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۰/۱۹۳

فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا[1] مفتیان خشم نکنند اینکہ گفتہ شد خیر خواہی ایشاں بود، حرام خدا را حلال گرفتن وزنائے پدر با دخترش روا داشتن نہ سہل کارے ست، ہرکہ بر ایں ضلالت قطعیہ تنبیہ کرد مستوجب شکر است نہ مستحق شکایت واللّٰہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم[2] وبر آں ناکح زانی فرض ست کہ دختر را از تصرف خود واگزارد و بر آں منکوحہ مزنیہ فرض ست کہ بپائے کہ وارد از زنائے پدرش بگریزد فوراً فوراً ورنہ آناں ومزوجان آناں و مجوزان اینہا ھمہ عذاب شدید الٰہی را منتظر باشند، نسأل اللّٰہ العفو والعافیۃ ولاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم، امام اجل ابوزکریا نووی کہ احد الشیخین مذہب امام شافعی ست ونص او ہمچو نص امام شافعی ست رضی اللّٰہ تعالٰی عنہم در شرح صحیح مسلم فرماید اما الرجل المنسوب ذٰلک اللبن الیہ لکونہ زوج المرأۃ او وطئھا بملک او شبھۃ فمذھبنا ومذھب العلماء کافۃ ثبوت حرمۃ الرضاع بینہ وبین الرضیع

کیا جائے گا تو بغیر علم فتوٰی دینگے خود بھی گمراہ ہونگے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔ ان مفتیوں کو یہ کہتے جھجھکنے خوف خدا نہیں کہ یہ خیر خواہی ہے۔ اللہ تعالٰی کے حرام کردہ کو حلال بنانا اور باپ کا بیٹی سے زنا کو جائز کرنا کوئی آسان کام ہے، ہرگز نہیں، اور جس شخص نے ان کو اس گمراہی پر تنبیہ کی وہ شکریہ کا مستحق ہے نہ کہ شکایت کا، اور اللہ تعالٰی جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرماتا ہے۔ اس نکاح کرنے والے زانی پر فرض ہے کہ وہ فوراً لڑکی کو آزاد کردے اور جدائی اختیار کرے، اور منکوحہ مزنیہ پر لازم ہے کہ اپنی توفیق کے مطابق رضاعی باپ کے زنا سے فوراً بچے اور جدائی اختیار کرے ورنہ یہ دونوں اور نکاح کو نافذ کرنے والے اور جائز کرنے والے سب اللہ تعالٰی کے شدید عذاب کا انتظار کریں۔ ہم اللہ تعالٰی سے عافیت اور معافی کا سوال کرتے ہیں ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ شافعی مسلک کے شیخین میں سے ایک برگزیدہ امام ابوزکریا نووی جن کی نص امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کے منصوص کی طرح ہے، انھوں نے شرح مسلم شریف میں فرمایا ہے کہ وہ شخص جس کی طرف یہ دودھ منسوب ہے کیونکہ یہ عورت کا خاوند ہے یا لونڈی کا مالک یا شبہہ کی بنا پر وطی کی ہے تو اس کے متعلق ہمارا اور تمام علماء کا مذہب ہے کہ اس کے اور دودھ پینے والے بچے کے درمیان

---

[1] صحیح بخاری کتاب العلم باب کیف یقبض العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۰

[2] القرآن الکریم ۲/۲۱۳

www.alahazratnetwork.org

30 ویصیر ولد الہ واولاد الرجل اخوۃ الرضیع واخواتہ ویکون اخوۃ الرجل اعمام الرضیع واخواتہ عماتہ، ویکون اولاد الرضیع اولاد الرجل ولم یخالف فی ھذا الا اھل الظاھر وابن علیۃ[1] ایں تصریح صریح ایں امام شافعیہ بیں کہ مذہب ما وجملہ علماء تحریم ست ودر وخلاف نکردند جز فرقہ ظاہریہ وابن علیہ طرفہ آنکہ مجیب عبارت مذکورہ نووی ازینجا نقل کرد کہ لم یخالف فی ھذا الخ وصدر کلام کہ فرمودہ بود ندکہ مذہب ما و مذہب جملہ علماء تحریم ست در پردۂ اخفا داشت وامام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ را ظلماً از اہل ظاہر شمرد حالانکہ ظاہریہ طائفہ ایست مخالف ائمہ اربعہ وسائر مجتہدین شاہ عبدالعزیز صاحب گفتہ اند داؤد ظاہری ومتبعانش را از اہل سنت وجماعت شمردن درچہ مرتبہ از جہل و سفاہت ست رافضیاں کہ ظاہریہ را سنی گرفتہ باقوال ایشاں بر اہلسنت اعتراض می کردند شاہ صاحب جوابش دادند کہ فرقہ ظاہریہ ہرگز از اہلسنت نیست، ایں جہل وسفاہت شماست کہ ایشاں را سنی گرفتہ بر سنیان طعن مے کنید، امام ابن حجر مکی شافعی در کف الرعاع فرماید و اعلم

حرمتِ رضاع ہوگی اور یہ اس بچے کا باپ ہوگا اور اس کی دوسری اولاد اس بچے کے بہن بھائی ہوں گے اور اس شخص کے اپنے بھائی بہن اس بچے کے لیے چچا اور پھوپھی ہوں گے اور اس بچے کی اولاد اس شخص کی اولاد قرار پائے گی، اس میں اہل ظاہر و ابن علیہ کے بغیر کسی کو اختلاف نہیں۔ شافعی حضرات کے امام کی صاف تصریح ہے کہ ہم اور تمام علماء اس تحریم پر متفق ہیں اور ہمارا یہ مذہب ہے اس میں فرقہ ظاہریہ اور ابن علیہ کے بغیر کسی نے خلاف نہ کیا، تعجب ہے کہ مجیب نے امام نووی کی صرف اتنی عبارت کہ "مخالفت نہیں کی" کو نقل کیا اور اس سے پہلی عبارت "ہمارا تمام علماء کا مذہب تحریم ہے" کو چھپا لیا اور پھر امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کو غلط طور پر اہل ظواہر میں شمار کردیا، حالانکہ ظاہریہ فرقہ تمام ائمہ اور مجتہدین کے خلاف ہے، شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے کہ داؤد ظاہری اور اس کے پیروکاروں کو اہلسنت سے شمار کرنا انتہائی جہالت ہے، رافضیوں نے ظاہریہ فرقہ کو اہلسنت کہہ کر ان کی باتوں کی وجہ سے اہلسنت پر اعتراض کئے ہیں، شاہ صاحب نے جواب میں رافضیوں کو فرمایا کہ ظاہری فرقہ ہرگز اہلسنت نہیں ہے ان کو اہلسنت کہنا تمہاری انتہائی جہالت ہے جس کی وجہ سے تم سنیوں پر اعتراض کرتے ہو۔ امام ابن حجر مکی شافعی اپنی کتاب کف الرعاع میں فرماتے ہیں: جاننا

[1] شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الرضاع قدیمی کتب خانہ کراچی ۴۶۶/۱

ان الائمة صرحوا بان الظاهرية لا يعتد بخلافهم ، ولا يجوز تقليد احد منهم لانهم سلبوا العقول حتى انكروا القياس الجلى [1] نیز فرمود لانهم اصحاب ظاهرية محضة تكاد عقولهم ان تكون مسخت ، ومن وصل الى انه يقول ان بال الشخص في الماء تنجس او في اناء ثم صبه في الماء يتنجس كيف يقام له وزن ، ويعد من العقلاء فضلا عن العلماء [2] ، ہمچناں دیگر اکابر شافعیہ تصریح بلیغ نقل کردہ اند و در مذہب خود بوئے از خلاف نداده اند واجلۂ اکابر او را مذہب ائمہ اربعہ و اصحاب ایشان وفقہائے امصار گفتہ اند امام احمد عسقلانی شافعی در ارشاد الساری فرمود فيه دليل على ان لبن الفحل يحرم حتى تثبت الحرمة في جهة صاحب اللبن كما تثبت في جانب المرضعة فان النبي صلى الله عليه وسلم اثبت عمومة الرضاع والحقها بالنسب وهذا مذهب الشافعي

چاہئے کہ ائمہ کرام نے تصریح کی ہے کہ ظاہریہ فرقہ کے مخالف ہونے کا کوئی اعتبار نہیں اور نہ ہی ان میں سے کسی کی تقلید جائز ہے ، کیونکہ وہ مسلوب العقل لوگ ہیں حتی کہ وہ قیاس جلی کا بھی انکار کرتے ہیں . نیز انھوں نے فرمایا کہ یہ لوگ محض ظاہری ہیں تقریباً بے عقل ہیں اور یہاں تک کہہ گئے اگر کوئی شخص پانی میں پیشاب کرے تو ناپاک ہے اور اگر کسی برتن میں پیشاب کرکے پانی میں ڈال دے تو پانی پاک ہے ناپاک نہ ہوگا . تو ایسے لوگ کس شمار میں ہیں ، ان کو اہل عقل میں شامل کرنا کیسے مناسب ہے چہ جائیکہ ان کو علماء میں شمار کیا جائے ، اسی طرح دیگر شوافع حضرات نے بھی اس کے بارے میں واضح تصریحات کی ہیں اور انھوں نے اس مسئلہ میں کہیں بھی اختلاف ظاہر نہیں کیا اور بڑے بڑے ائمہ شوافع نے اس مسئلہ کو متفق علیہ اور چاروں اماموں کا مسلک قرار دیا ہے اور کہا کہ ائمہ کے اصحاب اور علاقوں کے تمام فقہاء کا یہی مسلک ہے چنانچہ امام احمد عسقلانی شافعی نے اپنی کتاب ارشاد الساری میں فرمایا : اس میں یہ دلیل ہے کہ جس مرد کا دودھ ہے وہ حرمت پیدا کرتا ہے چنانچہ جس طرح دودھ والی عورت کی طرف سے حرمت ثابت اسی طرح اس کے مرد کی طرف سے بھی حرمت ثابت ہوگی کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رضاعی چچا کا اثبات

---

[1] کف الرعاع القسم الرابع عشر باب فی بیان ان مارہ صغیرة او کبیرة دار الکتب العلمیة بیروت ص ۱۲۲

[2] " تنبیہ اول التحلیل والرد علیہا " " " " " ۱۲۸

کابی حنیفه وصاحبیه و مالك واحمد کجمهور الصحابة والتابعین وفقهاء الامصار[1]، امام حافظ قسطلانی شافعی در فتح الباری فرماید ذهب الجمهور من الصحابة والتابعین وفقهاء الامصار[2] کابی حنیفة وصاحبیه ومالك والشافعی واحمد واتباعهم الی ان لبن الفحل یحرم[2]، امام ابویوسف اردبیلی شافعی در کتاب الانوار فرماید والفحل الذی منه اللبن ابوه واولاده من المرضعة وغیرها اخوته واخواته[3]، علامہ زین الدین شافعی تلمیذ ابن حجر مکی در قرۃ العین فرماید تصیر المرضعة امه وذو اللبن اباه وتسری الحرمة من الرضیع الی اصولهما وفروعهما وحواشیهما نسبا ورضاعا[4] تا این جا ہم نصوص کبرائے شافعیہ است وصاحب البیت ادری بما فی البیت وصاحب الدار ادری، امام اجل قاضی عیاض مالکی در شرح صحیح مسلم فرماید لم یقل احد من ائمة الفقهاء واهل الفتوی باسقاط حرمة لبن الفحل

فرمایا اور نسب کی طرح قرار دیا ہے اور یہی مذہب امام شافعی، ابوحنیفہ اور ان کے صاحبین امام مالک اور امام احمد بن حنبل کا ہے جس طرح کہ صحابہ اور تابعین اور تمام علاقوں کے علماء کا یہی مذہب ہے۔ اور امام قسطلانی شافعی نے فتح الباری میں فرمایا کہ تمام صحابہ، تابعین اور فقہاء ابوحنیفہ، ان کے صاحبین، مالک، شافعی اور احمد اور ان کے تمام متبعین کا مذہب یہ ہے کہ دُودھ والا مرد بھی حرام ہوتا ہے۔ امام یوسف اردبیلی شافعی نے کتاب الانوار میں فرمایا کہ جس مرد سے عورت کو دُودھ اترا وُہ دُودھ پینے والے بچّے کا باپ ہے اور اس کی تمام اولاد خواہ اس مرضعہ سے ہو یا کسی دوسری عورت سے وُہ سب اس بچّے کے بہن بھائی ہوں گے۔ علامہ زین الدین شافعی ابن حجر مکی کے شاگرد قرۃ العین میں فرماتے ہیں کہ دُودھ پلانے والی، ماں، اور دُودھ والا مرد باپ ہوگا، اور پھر یہ حُرمت بڑھ کر بچّے سے مرد و عورت کے اصول وفروع اور ان کے نسبی اور رضاعی متعلقین تک سرایت کرجاتی ہے، تمام نصوص شافعی حضرات کی اس مسئلہ میں یہی ہیں، جبکہ گھر والا گھر کی باتوں کو زیادہ جانتا ہے، برگزیدہ امام قاضی عیاض مالکی صحیح مسلم کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ائمہ فقہاء اور اصحابِ فتوٰی میں سے کسی نے بھی دُودھ والے خاوند کی حرمت کو

---

[1] ارشاد الساری　کتاب الرضاع　باب لبن الفحل　دار الکتاب العربی بیروت　۸/۳۳

[2] فتح الباری　کتاب النکاح　" " "　دار المعرفۃ بیروت　۹/۳۱-۱۳۰

[3] الانوار لاعمال الابرار

[4] قرۃ العین مع شرح فتح المعین　ارکان النکاح　مطبعہ عامر الاسلام ترور ناڈی کیرلہ　ص ۳۹۰

الا اھل الظاھر وابن علیۃ والمعروف عن داؤد موافقۃ الائمۃ الاربعۃ[1] امام جلیل بدرالدین محمود عینی در عمدۃ القاری فرمایند لبن الفحل یحرم وھو قول ابی حنیفۃ ومالک والشافعی واحمد واصحابھم وقال القاضی عیاض لم یقل احد من الائمۃ الخ (ملخصا)[2] این ست نقول ونصوص ائمہ اجلہ ثقات اثبات ونسبتے کہ در خانیہ وہدایہ واقع شد معارضش نتواں بود در نقل مذہب غیر بارہا زلت روی نماید یکے از اکابر شافعیہ تحلیل زنا بحربیہ در دار الحرب، ودیگرے اجلہ شافعیہ حلت غراب بحضرت امام اعظم نسبت کردو ہر دو باطل است ودرہمیں ہدایہ حلت متعہ بامام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ نسبت نمود حالانکہ امام مالک بروے حد زنا مے زنند کما ھو قول عبد اللہ ابن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنھما اذ قال جرب علی نفسک لان فعلتھا لارجمنک باحجارک[3] بخلاف حنفیہ ودیگر ائمہ کہ حرام دانند وتا حد نرسانند بالجملہ جواز ایں نکاح باطل است ہرگز نہ مذہب امام شافعی است

ساقط نہیں کیا ماسوائے ابن علیہ اور اہل ظاہر حضرات کے، اور داؤد ظاہری سے نقل مشہور ہے کہ وہ بھی ائمہ اربعہ کے موافق ہے۔ برگزیدہ امام بدرالدین عینی نے عمدۃ القاری میں فرمایا ہے کہ دودھ والے خاوند کی حرمت تمام ائمہ ابوحنیفہ، شافعی، مالک اور احمد اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے اور امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ کسی امام نے اس حرمت کے اسقاط کا قول نہیں کیا، یہ ہیں تمام ثقہ ائمہ کی نصوص جو ان سے منقول ہیں، اور وہ جو خانیہ اور ہدایہ میں اس کے خلاف ان ائمہ کی طرف منسوب ہے وہ ان نصوص کے معارض نہیں ہوسکتا کیونکہ بارہا دوسرے کے مذہب کے نقل کرنے میں اکثر لغزش ہو جاتی ہے، شافعی مسلک کے اکابرین میں سے ایک نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف یہ منسوب کردیا کہ ان کے نزدیک دار الحرب میں حربی عورت سے زنا جائز ہے اور دوسرے نے امام ابوحنیفہ کی طرف کوے کے حلال ہونے کی نسبت کردی جبکہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں، اور اسی ہدایہ میں امام مالک کی طرف متعہ کے حلال ہونے کی نسبت کردی گئی حالانکہ امام مالک ایسے شخص پر حد زنا لگاتے ہیں جیسا کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما کا قول ہے کہ یہ تجربہ کرکے دیکھو اگر تو کریگا تو میں تجھے تیرے ہی پتھروں سے رجم کروں گا بخلاف حنفیہ اور دیگر ائمہ کہ وہ متعہ کو حرام کہتے ہیں مگر حد نہیں لگاتے،

---

[1] شرح صحیح مسلم للقاضی عیاض مالکی

[2] عمدۃ القاری | باب لبن الفحل | ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ مصر | ۲۰/۹۷

[3] صحیح مسلم | باب نکاح المتعۃ الخ | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/۴۵۲

زمذہب ہیچکس از ائمہ مجتہدین متبوعین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین، ابن علیہ مردے از محدثین است عداد او در مجتہدین ائمہ نیست واگر باشد متفرد است وظاھریہ خود مبتدعانند ومبتدع را در اجماع اعتبارے نیست و وفاقش ملحوظ نشود وبخلافش خلل نہ پذیرند، لانھم لیسوا من الائمۃ علی الاطلاق کما فی التوضیح وغیرہ لیسوا من امۃ الاجابۃ وانما ھم من امۃ الدعوۃ، کما فی مرقاۃ المفاتیح وغیرھا، وخود درخصوص ظاھریہ از امام ابن حجر مکی گزشت کہ مخالفت ایشاں اصلاً قابل التفات نیست،

www.alahazratnetwork.org

پس دریں مسئلہ حکم بخلاف راز نہار مساغ نیست **اولاً** خلاف سنت مشہورہ است کہ ان اللہ حرم من الرضاع ما حرم من النسب[1]، ایں حدیث بالفاظ متنوعہ و روایات مختلفہ در دواوین اسلام مروی ومنقول است واز صدر اسلام تا حال میان علماء متلقی بالقبول ہمیں امام ترمذی در ہماں جامع فرماید والعمل علی ھذا عند عامۃ اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

خلاصہ یہ کہ یہ نکاح باطل ہے اور کسی بھی امام خواہ شافعی ہوں یا کوئی اور مجتہدین میں سے کسی کے مذہب میں جائز نہیں ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم، ابن علیہ کا شمار محدثین میں تو ہوتا ہے مگر مجتہدین میں نہیں، اور اگر بالفرض ہو بھی تو وہ دوسرے ائمہ سے الگ تھلگ ہے۔ رہا ظاہریہ فرقہ تو وہ بدعتی فرقہ ہے جبکہ اجماع کے معاملہ میں بدعتی کا اعتبار نہیں ہوتا، اس کی موافقت اور مخالفت کا کوئی اثر اجماع پر نہیں پڑتا کیونکہ یہ ائمہ میں سے نہیں ہیں، جیسا کہ توضیح وغیرہ میں ہے اور اُمتِ اجابہ میں سے نہیں بلکہ وہ امتِ دعوت میں سے ہیں جیسا کہ مرقاۃ المفاتیح وغیرہ میں ہے۔ اور خود ظاہریہ فرقہ کے بارے میں امام ابن حجر مکی کا قول گزرا کہ ان کی مخالفت قابلِ التفات نہیں ہے، لہذا اس مسئلہ میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں **اولاً** اس لیے کہ اس کا خلاف سنّتِ مشہورہ کے خلاف ہے جو کہ یہ ہے جو نسب کی بناء پر حرام فرمایا ہے وہ رضاعت کی بناء پر بھی اللہ تعالٰی نے حرام فرمایا ہے، یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ کثیر روایات میں ہے اور اسلام کی قانونی کتب میں مروی ومنقول ہے اور ابتداءِ اسلام سے آج تک علماء کے درمیان مقبول ہے، امام ترمذی نے اپنی جامع میں فرمایا کہ اسی پر عالم صحابہ اور بعد والوں کا عمل ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے

[1] جامع الترمذی ابواب الرضاع امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۳۶

وغیرھم لانعلم بینھم فی ذٰلک اختلافاً[1] وحکم برخلاف سنّت مشہورہ نافذ نشود، ودر تنویر الابصار است اذا رفع الیہ حکم قاضٍ اٰخر نفذہ الا ماخالف کتاباً او سنّۃً مشہورۃً او اجماعاً[2] ثانیاً مخالف اجماع من یعتد باجماعھم افتادہ است کما تقدم بیانہ وامام شعرانی شافعی در میزان الشریعۃ الکبرٰی فرمود اتفق الائمۃ علٰی انہ یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب[3] وحکم برخلاف اجماع نفاذ نیست، ائمہ ثقات اثبات از حکایات شاذہ غافل نبودند بلکہ خود ذکر نمودہ اند باز تصریح فرمودہ کہ دریں مسئلہ جز ظاھریہ و ابن علیہ کسے را خلاف نیست چنانکہ از امام قاضی عیاض مالکی و امام ابوزکریا نووی شافعی و امام محمود عینی حنفی گزشت فمن الغریب نسبۃ الغراب الیھم علٰی ما وقع فی فتح المغیث واگر بالفرض اینجا قولے ضعیف محکی بود کما اقول بہ فی الفتح الفقھی، پس حکم وفتوٰی بر قول ضعیف و مرجوح خود جہل وخرقِ اجماع است کما فی تصحیح القدوری

اور سنّت مشہورہ کے خلاف حکم نافذ نہیں ہوسکتا، اور تنویر الابصار میں ہے کہ جب ایک قاضی کے پاس دوسرے قاضی کا حکم پہنچے تو اس کو نافذ کرے بشرطیکہ کتاب اللہ، سنّتِ رسول اللہ اور اجماع کے خلاف نہ ہو، ثانیاً اس لیے کہ جن لوگوں کا اجماع معتبر ہے ان کے اجماع کے بھی خلاف ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے، اور امام شعرانی نے میزان الشریعۃ الکبرٰی میں فرمایا ہے کہ ائمہ کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ جو رشتہ نسب کی وجہ سے حرام ہے وہ رضاع کی وجہ سے بھی حرام ہے اور اجماع کے خلاف حکم نافذ نہیں ہوسکتا، اور کسی مسئلہ کو ثابت قرار دینے والے ائمہ ثقات خود بھی شاذ حکایات سے غافل نہیں ہوتے بلکہ خود ان کو ذکر کرتے ہیں، نیز انھوں نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ اس مسئلہ کا ظاہریہ اور ابن علیہ کے بغیر کسی نے خلاف نہیں کیا، جیسا کہ امام قاضی عیاض، ابوزکریا نووی شافعی اور امام محمود عینی حنفی سے گزرا فتح المغیث میں ان حضرات کی طرف شاذ امور کو منسوب کرنا تعجب کی بات ہے، اگر بالفرض یہاں کوئی ضعیف قول نقل کیا گیا ہو جیسا کہ فتح القدیر میں تاویل کی گئی ہے تو بھی ضعیف قول اور مرجوح قول پر فتوٰی دینا خود جہالت اور اجماع کے خلاف ہے جیسا کہ علامہ قاسم

---

[1] جامع الترمذی ابواب الرضاع امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۳۷

[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب القضاء باب فی الحبس مجتبائی دہلی ۲/۷۹-۸۰

[3] میزان الشریعۃ الکبرٰی کتاب الرضاع مصطفی البابی الحلبی مصر ۲/۱۳۸

للعلامۃ قاسم والدر المختار، **ثالثاً** حکم بخلاف قاضی مجتہد راست مقلد را روا نبود بر خلاف امام خود حکم کردن در تنویر الابصار است[1] قضٰی فی مجتہد فیہ بخلاف رأیہ لاینفذ مطلقا وبہ یفتی[1] ودر درمختار است ؎

ولوحکم القاضی بحکم مخالف

لمذھبہ ماصح اصلا یسطر[2]

در ردالمحتار آورد اما المقلد فلایملک المخالفۃ[3] مجیب عبارتش از سابق ولاحق قطع کردہ آورد و خود در قدر منقول خود لفظ ادعی ندید **رابعاً** اگر از ہمہ گزرند قضاء شرعی چیزیست کہ رفع خلاف مے کند، نہ کہ دو حرف خوانند و خود را بر مسند افتاء نشانند، ہرچہ خواہند بر زبان رانند، وخلاف مرتفع شود، و مذہب مردود و منقطع حاشا اللہ لایقول بہ جاھل فضلا عن فاضل نسأل اللہ العفو والعافیۃ، واللہ تعالٰی اعلم۔

فقیر مصطفٰی رضا خاں قادری نوری غفرلہ

کی تصحیح القدوری میں اور درمختار میں ہے۔ **ثالثاً** مخالف کے قول پر فیصلہ کا اختیار صرف مجتہد قاضی کو ہے، مقلد کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اپنے امام کے قول کے خلاف فیصلہ کرے۔ تنویر الابصار میں ہے کہ قاضی کا مجتہد فیہ میں اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ مطلقاً نافذ نہ ہوگا اور اسی پر فتوٰی ہے۔ اور درمختار میں ہے کہ اگر قاضی نے اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ دیا تو نافذ نہ ہوگا اور یہ صحیح نہ ہوگا، اور ردالمحتار میں کہا، لیکن مقلد اپنے مذہب کی مخالفت نہیں کرسکتا مجیب نے ان کی عبارت سیاق وسباق سے کاٹ کر پیش کی اور خود اس نے جو ان کی عبارت نقل کی اس میں لفظ ادعی کو نہ دیکھا، **رابعاً** یہ کہ اگر مذکورہ امور کو نظر انداز کر دیں تو قضاء شرعی طور پر ایسا اہم عہدہ ہے کہ جس میں جمہور کے خلاف کو ختم کیا جاتا ہے، نہ کہ چند حرف پڑھ لے اور مسندِ قضاء پر بیٹھ کر جو کچھ چاہے اس کو زبان پر جاری کردے اور یہ خیال نہ کرے کہ میرے فیصلے سے خلاف قوی اور مذہب کمزور ہوگا، اللہ تعالٰی کا خوف ہو تو خلاف والا قول جاہل بھی نہ کرے چہ جائیکہ کوئی فاضل کرے، اللہ تعالٰی سے عافیت اور معافی کی درخواست ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔ فقیر مصطفٰی رضا خاں قادری نوری غفرلہ

---

[1] درمختار متن تنویر الابصار باب القضاۃ فصل فی الحبس مجتبائی دہلی ۲/ ۸۰

[2] درمختار " " " " "

[3] ردالمحتار " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۳۵

فی الواقع نکاحِ مذکور باطل وحرام محض ست و برآں کس از دخترِ برادرِ خودش فوراً فوراً جُدا شدن فرض است تزویجِ ایشاں جہل وتنفیذِ او ظلم شدید۔ واللہ تعالٰی اعلم

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

فی الواقع نکاح مذکور باطل اور محض حرام ہے، اس شخص پرلازم ہے کہ فوراً فوراً اپنے بھائی کی نواسی سے جُدائی اور علیحدگی اختیار کرے۔ اس نکاح کو نافذ کرنا اور جائز کہنا جہالت اور ظلمِ شدید ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

الجلی الحسن فی حرمۃ ولد اخی اللبن

۱۳۳۰ھ

www.alahazratnetwork.org

(اولادِ رضیع اور اولادِ مرضعہ کے درمیان حُرمتِ نکاح کا عمدہ اور روشن بیان)

کسی کم علم نے ایک غلط فتوٰی درباب جوازِ نکاح مابین اولادِ رضیع و مرضعہ لکھ دیا تھا وہ فتوٰی بذریعہ مولوی اکرام الدین صاحب امام وخطیب مسجد وزیر خاں اعلٰحضرت امام احمد رضا خاں بریلوی تک پہنچا تو آپ نے اس کے رد میں مندرجہ ذیل فتوٰی المسمی بہ الجلی الحسن فی حرمۃ ولد اخی اللبن مستند بنصوص صحیحہ و مبرہن بہ براہینِ شرعیہ تحریر فرمایا،

وھو ھذا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی خلق الانسان فجعلہ نسبًا وصھرا وجعل الرضاع کالنسب فوھب بہ محرمیۃ اخری والصلوۃ والسلام علی من ھدانا للصواب

اللہ تعالٰی کے لیے سب تعریفیں جس نے انسان کو پیدا فرمایا تو اس کو نسب اور سسرالی رشتے سے نوازا اور رضاعت کو نسب کی مثل بنایا تو اس کے سبب ایک اور محرمیت عطا کی، صلوٰۃ وسلام اس ذات پر جس نے ہمیں درستگی

ووعد علیہ جزیل الثواب فاعظم البشری واوجب التثبت فی الافتاء وحرم الاجتراء فاوعد علیہ وعیدا نکرا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی اٰلہ وصحبہ والمنتمین الیہ دنیا واخری، اٰمین!

کی رہنمائی فرمائی اور اس پر بھاری ثواب کا وعدہ فرمایا تو بشارت عظیم فرمائی اور جس نے فتوٰی دینے میں مضبوطی کو واجب اور جسارت کو حرام فرمایا تو جسارت پر سخت وعید فرمائی، اللہ تعالٰی کی رحمت اور سلام ہو آپ پر اور آپ کی آل واصحاب پر اور ان سب پر جو آپ کی طرف دُنیا و آخرت میں منسوب ہوں، آمین (ت)

مسئلہ ۲۸۰: از لاہور مرسلہ مولوی اکرام الدین صاحب بخاری امام وخطیب مسجد وزیرخاں مرحوم ۲۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۰ہجری المقدس

جناب مستطاب، محمدت مآب، قدوۃ الابرار واُسوۃ الاخیار، زین الصالحین وزبدۃ العارفین، علامۃ العصر فرید الدہر، عالم اہل السنۃ، مجدد مائۃ حاضرہ، استاذ زمان ومقتدائے جہان، لازوال نتیجۃ خاطرہ، ودرۃ تاج الفیضان وثمرۃ شجرۃ ضمیرہ باکورۃ بستان العرفان السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

بعد اتحاف اساس تسلیمات حوراصورت کہ رخسارۂ صفا امارا تش از تکلف حلی عبارت مستغنی ست در نزد آن سلیمان ملک عرفان معروض ارم التجا، مخلصانہ بجد والا مرتبت اینست کہ فتوی بہمراہی مکتوب ارسال داشتہ شد موافق رائے مبارک عالی سطرے نوشتہ بنام نیازمند ارسال نمایند، الٰہی سلامت باشند ثم السلام، کتبہ المسکین محمد اکرام الدین بخاری عفا عنہ الباری۔

نورانی اور روشن تسلیمات کے تحائف جن کا رُخ زیبا لباس الفاظ کے تکلف کا محتاج نہیں، سلطنت عرفان کے بادشاہ کی خدمت میں پیش کرنے کے بعد مخلصانہ التجا ہے کہ مکتوب ہذا کے ساتھ ایک فتوی ارسال خدمت ہے اپنی رائے عالی کے موافق چند سطریں تحریر فرماکر اس نیازمند کے نام روانہ فرمادیں اللہ تعالٰی سلامت رکھے، والسلام۔ کتبہ المسکین محمد اکرام الدین بخاری عفا عنہ الباری۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی حقیقی بہن کا دُودھ پیا ہے، اس شخص اور اس کی بہن سے اولاد پیدا ہُوئی ہے، یہ بھائی بہن اپنی اولاد کا آپس میں نکاح کرنا چاہتے ہیں، ان کی اولاد کا نکاح شرعاً آپس میں درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: شخص مذکور کی اولاد کا نکاح اس کی بہن مرضعہ کی اولاد کے ساتھ جائز ہے کیونکہ حرمت رضاعت خاص رضیع کے لیے ثابت ہوتی ہے۔ رضیع کے اصول وفروع کے لیے حرمت مذکورہ ثابت نہیں ہوتی، پس دُودھ پینے والے پر دُودھ پلانے والی بمعہ جمیع فروع واصول کے حرام ہے، فروع رضیع پر فروع مرضعہ ہرگز حرام

نہیں ہوسکتا، چنانچہ شرح وقایہ وغیرہ میں محرمات بالرضاعہ کو اس شعر میں درج کیا ہے: ؎

از جانب شیر دہ ہمہ خویش شوند
و زجانب شیر خوارہ زوجان و فروع

(دودھ پلانے والی کی جانب سے تمام رشتے حرام ہوں گے اور شیرخوار کی جانب سے وہ اور اس کا زوج یا زوجہ، اور اس کے فروع حرام ہوں گے۔ ت)

تحرم المرضعۃ و زوجہا علی الرضیع ویحرم قومہا علی الرضیع کما فی النسب و تحرم فروع الرضیع علی المرضعۃ و زوجہا ویحرم زوجہا الرضیع علی المرضعۃ و زوجہا کذا فی شرح الوقایۃ ص ۹۳۔

دودھ پلانے والی خود، اس کا خاوند اور اس کی قوم دودھ پینے والے پر حرام ہوگی جیسے نسب میں حرام ہیں، اور دودھ پینے والے کے فروع دودھ پلانے والی اور اس کے خاوند پر حرام ہیں، اور خود دودھ پینے والا اور اس کا زوج یا زوجہ دودھ پلانے والی اور اس کے زوج پر حرام ہیں، شرح وقایہ میں ایسے ہی ہے ص ۹۳ (ت)

اس عبارت سے واضح ہوا کہ حرمتِ رضاعت رضیع کے لیے ثابت ہے، رضیع کی اولاد پر مرضعہ کی اولاد جائز ہے، بنابریں شخص مذکور کی اولاد اپنی ہمشیرہ کی اولاد پر حلال ہے، آپس میں ان کا نکاح درست ہے۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

انا للہ و انا الیہ راجعون، انا للہ وانا الیہ راجعون، انا للہ وانا الیہ راجعون،

حرام قطعی حلال کردیا گیا، محارم سے زنا حلال کردیا گیا، چچا بھتیجی کا نکاح حلال کردیا گیا، پھوپھی بھتیجے کا نکاح حلال کردیا گیا، ماموں بھانجی کا عقد حلال کردیا گیا، خالہ بھانجی کا زنا حلال کردیا گیا، خلاصہ یہ ہے کہ گویا ماں بیٹے کا نکاح حلال کردیا گیا، باپ بیٹی کا زنا حلال کردیا گیا، لا الٰہ الا اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اوّل یہ قیامت مراد آباد میں ایک وہابی خیال مولوی عالم صاحب نے اٹھائی اور غیر مقلدوں کے پیشوا نذیر حسین مع ذریات نے اس پر مُہر لگائی، یہاں سے اس کا رَد ہو کر گیا، وُہ پرانا سیانا رجوع کر گیا۔ اور دوسرا فتوٰی اس کی حرمت میں لکھا اور پہلے کا یہ عذر بدتر از گناہ پیش کیا کہ،

قبل ازیں فتوائے مولوی عالم صاحب کہ در حلت آن نوشتہ بودند براعتماد ایشاں بنظر سرسری

اس سے پہلے مولوی عالم صاحب کے فتوٰی پر جو کہ اس کے حلال ہونے میں انھوں نے لکھا تھا

ل شرح وقایہ کتاب الرضاع مجتبائی دہلی ۲/۶۷

مُہر من کردہ شد۔ ان پر اعتماد کرتے ہُوئے سرسری نظر سے میری مُہر لگادی گئی۔ (ت)

حلال وحرام خصوصاً معاملہ فروج میں نظر سرسری کا عذر اپنی کیسی صریح بددیانتی اور آتش جہنم پر سخت جرأت و بیباکی کا کھلا اقرار ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

اجرؤکم علی الفتیا اجرؤکم علی النار[1] تم میں سے جو فتووں پر زیادہ جرأت کرتا ہے وہ آگ پر زیادہ جرأت کرتا ہے۔ (ت)

خیر یہ تو غیر مقلدی کے لازم بیّن ہے مگر بر اعتماد ایشاں نے انکے اجتہاد کی جان پر پُوری قیامت توڑ دی۔ اے سبحان اللہ! مجتہدی کا دعوٰی اور ایک ادنیٰ سے ادنیٰ مقلد پر حلال وحرام میں یہ تکیہ بھروسا۔ اور اس "کردہ شد" کے لطف کو تو دیکھئے، کیا شرمایا ہُوا صیغہ مجہول ہے، گویا انھوں نے خود اس پر مُہر نہ کی کوئی اور کر گیا، اللہ یوں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور ائمہ کے مقابلہ کا مزہ چکھاتا ہے نسأل اللہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالٰے سے معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ ت) اس کی تفصیل اُسی زمانہ میں رسالہ سیف المصطفٰی علی ادیان الافترا میں لکھی گئی۔ دوبارہ اسی زنائے محارم کو حلال کرنے کی سخت اشد آفت کلکتہ سے اُٹھی، کوئی صاحب مولوی لطف الرحمٰن بردوانی ہیں انھوں نے جہان بھر کے تمام علماء کو مخاطب کرکے ایک عربی طویل سوال چھپوایا اور یہاں بھیجا، بفضلہٖ تعالٰی اُس کے جواب میں یہاں سے عربی رسالہ نقد البیان لحرمۃ ابنۃ اخی اللبان اعلٰی مباحث و دلائل فقہ ونصوص پر مشتمل تصنیف ہو کر بھیج دیا گیا، جس نے بحمد اللہ تعالٰی سارا اُبال بیٹھا کر جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا[2] (حق آیا اور باطل زائل ہوا بیشک باطل زوال پذیر ہے۔ ت) کا نقشہ کھینچ دیا۔ اب سہ بارہ یہ بلائے عظیم لاہور سے اُٹھنے کو رہ گئی تھی، گویا ہر سولھویں سال اس وبال میں اُبال آتا ہے، پہلے ۱۲۹۸ھ میں اُٹھا پھر ۱۳۱۴ھ میں، اب ۱۳۳۰ھ میں، وہابیہ کو ایسے فتوے زیب دیتے تھے کہ اُن کے قلوب اوندھے کردے جاتے ہیں مگر اس بار صدمہ سخت تر ہے کہ ہمارے بعض سُنّی علماء نے اس میں شرکت کی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ابھی چند ہی مہینے تو ہُوئے کہ فقیر نے اس واقعہ بائلہ نذیر حسین دہلوی کو اپنا رسالہ تازہ کاسر السفیہ الواھم فی ابدال قرطاس الدراھم میں ذکر کیا اور وہ چھپ کر شائع ہوگیا، احباب نے یا تو اُس ضروری تصنیف کو براہِ بے پرواہی ملاحظہ نہ فرمایا، یا اس قدر جلد بھول گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ فقیر از انجا کہ "نقد البیان" میں بہ تقریب

---

[1] کنز العمال حدیث ۲۸۹۶۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۱۸۴

[2] القرآن الکریم ۱۷/۸۱

ازہاق اوہام بردوانی اس مسئلہ کی تحقیق بازغ کرچکا ہے، یہاں صرف چند نصوص ہندی کی چندی کرکے عرض کرے کہ کسی طرح اس دھوکے کا سدِّباب تو ہو، آخر یہ فتنہ کتنی بار اُٹھے گا!

نص ۱: رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یحرم من الرضاعة مایحرم من النسب۔[1]

رواہ الائمة احمد والبخاری ومسلم وابوداؤد وابن ماجة عن ام المؤمنین الصدیقة واحمد ومسلم والنسائی وابن ماجة عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

جو کچھ نسب سے حرام ہے وہ دودھ سے بھی حرام ہے۔ (اس کو ائمہ کرام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے اور امام احمد، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ ت)

بھانجا بھانجی، بھتیجا بھتیجی نسب سے حرام ہیں یا نہیں؟ ضرور ہیں، تو دُودھ سے بھی قطعاً حرام ہیں، اور شک نہیں کہ اپنی نسبتی ماں کی رضاعی اولاد اپنی بہن بھائی ہے، تو اس اولاد کی نسبتی اولاد اپنے سے یہی رشتہ رکھتی ہے۔ اسے یوں سمجھئے مثلاً زید کی ماں ہندہ کا دودھ عمرو نے پیا، تو عمرو اور زید رضاعی بھائی ہوئے۔ اگر کہے نہ ہوئے تو ہندہ مرضعہ کی بیٹی لیلٰی بھی عمرو رضیع کی بہن نہ ہوگی کہ جب ہندہ کا بیٹا زید عمرو کا بھائی نہ ہوا، تو ہندہ کی بیٹی لیلٰی کس رشتہ سے عمرو کی بہن ہوجائے گی حالانکہ وہ بہ نصِ قطعی قرآن عمرو کی بہن ہے۔

www.alahazratnetwork.org

قال اللہ تعالٰی: وامھٰتکم التی ارضعنکم واخوٰتکم من الرضاعة۔[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تمہاری مائیں جنہوں نے تمہیں دُودھ پلایا اور تمہاری رضاعی بہنیں۔ (ت)

وعلٰی ہذا القیاس باقی صورتیں، اور جب مرضعہ کی سب اولاد رضیع کے بہن بھائی ہوگئے تو رضیع کی اولاد اولادِ مرضعہ کے لیے یقیناً اپنے بہن بھائی کی اولاد ہے اور اپنے بہن بھائی کی اولاد یقیناً قطعاً اجماعاً حرام ہے، تو پھوپھی بھتیجے یا چچا بھتیجی یا خالہ بھانجے یا ماموں بھانجی کا زنا کیونکر حلال ہوسکتا ہے! ولاحول ولاقوة الا باللہ العلی العظیم۔

نص ۲: صحیحین میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما اور صحیح مسلم میں امیر المؤمنین مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہٗ سے ہے، اُنہوں نے حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی: یارسول اللہ! حضور کے چچا حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی صاحبزادی قریش میں سب سے زائد خوبصورت نوجوان ہیں حضور چاہیں تو ان سے

---

[1] صحیح مسلم　　کتاب الرضاع　　قدیمی کتب خانہ کراچی　　۱/۴۶۷

[2] القرآن الکریم　　۴/۲۳

نکاح فرمالیں، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا :

انھالا تحل لی انھا ابنۃ اخی من الرضاعۃ ویحرم من الرضاعۃ ما یحرم من الرحم[1]. | وُہ میرے لیے حلال نہیں وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے، اور جو کچھ نسبی رشتہ سے حرام ہے وہ دودھ سے بھی حرام ہے۔

دُوسری حدیث کے لفظ یہ ہیں :

اما علمت ان حمزۃ اخی من الرضاعۃ وان اللہ حرم من الرضاعۃ ما حرم من النسب[2]. | تمھیں معلوم نہیں کہ حمزہ میرے دودھ شریک بھائی ہیں اور اللہ نے جو رشتے نسب سے حرام فرمائے وُہ دودھ سے بھی حرام فرمائے ہیں۔

صاف ارشاد ہے کہ رضاعی بھائی کی بیٹی حرام ہے جب بھائی نے اپنی بہن کا دودھ پیا وہ اپنی بہن کے بیٹے کا رضاعی بھائی ہوگیا تو اس کی بیٹی بہن کے بیٹے کے لیے کیونکر حلال ہوسکتی ہے!

نص ۳ : نیز صحیحین میں زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے درہ بنت ابی سلمہ رضی اللہ تعالٰے عنہا کے بارے میں فرمایا :

لو لم تکن ربیبتی ما حلت لی ان ارضعتنی وا باھا ثویبۃ[3]. | یعنی اول تو میری ربیبہ ہے کہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰے عنہا کی بیٹی ہے اور اگر ربیبہ نہ بھی ہوتی جب بھی میرے لیے حلال نہ ہوتی کہ اس کے باپ ابوسلمہ میرے رضاعی بھائی تھے مجھے اور اُن کو ثویبہ نے دُودھ پلایا ہے صلی اللہ تعالٰے علیہ وعلیہم وسلم۔

یہ بھی اُسی طرح نص صریح ہے کہ رضاعی بھائی کی بیٹی حرام ہے۔

نص ۴ و ۵ : مرقاۃ شرح مشکوۃ میں شرح السنۃ امام بغوی رحمۃ اللہ تعالٰے سے شرح حدیث اول میں ہے :

فی الحدیث دلیل علی ان حرمۃ الرضاع کحرمۃ النسب فی المناکح فاذا ارضعت المرأۃ رضیعا یحرم علی الرضیع و اولادہ من | یعنی اس حدیث میں دلیل ہے کہ نکاحوں کے بارے میں دودھ اور نسب کی حرمت ایک سی ہے، تو جب کوئی عورت کسی بچّہ کو دُودھ پلائے تو اس رضیع اور

---

[1] صحیح مسلم | کتاب الرضاع | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/۴۶۷

[2] مسند امام احمد | " | دار الفکر بیروت | ۱/۲۷۵

[3] صحیح مسلم | " | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/۴۶۸

اقارب المرضعة كل من يحرم على ولدها من النسب[1] — رضیع کی اولاد پر مرضعہ کے وُہ سب رشتہ دار حرام ہوجائیں گے جو مرضعہ کی نسبی اولاد پر حرام ہیں۔

یہ عام نص صریح ہے کہ رضیع کی تمام اولاد پر مرضعہ کی تمام اولاد حرام ہے۔

نص ۶ : تفسیر نیشاپوری میں دُودھ کی بھتیجیوں بھانجیوں کے بیان میں ہے :

کذٰلك بنات من ارضعت امك[2] — یعنی اسی طرح جس کو تیری ماں نے دُودھ پلایا۔

وُہ مرد تھا تو اس کی بیٹیاں تیری بھتیجیاں ہوگئیں، اور عورت تھی تو اس کی بیٹیاں تیری بھانجیاں ہوگئیں اور یہ سب بنت الاخ و بنت الاخت میں داخل اور حرام ہیں۔

نص ۷ : مستخلص شرح کنز میں ہے :

تحرم زوجة الرضیع علی زوج المرضعة و کذا ابنائه وبنات بناته علی زوج المرضعة وابنائه کذا افهم من شرح الوقایة[3] — یعنی رضیع کی بی بی مرضعہ کے شوہر پر حرام ہے یونہی رضیع کی بیٹیاں نواسیاں مرضعہ کے شوہر اور اس کے بیٹوں پر حرام ہیں، شرح وقایہ کا مفاد یہی ہے۔

نص ۸ : ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی حدیث کہ صحیحین بخاری و مسلم میں ہے :

جاء عمی من الرضاعة فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم انه عمك فلیلج علیك[4] هذا مختصر۔ — میرے رضاعی چچا آئے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، دُودھ کا چچا بھی چچا ہے، اُن سے پردہ کی حاجت نہیں۔ (مختصراً)

شیخ محقق نے لمعات میں رضاعی چچا کی یہ تفسیر فرمائی :

بان ام ابیها ارضعته او امه ارضعت اباها[5]۔ — یعنی دُودھ کے چچا یُوں کہ یا تو ام المومنین کی دادی نے انھیں دُودھ پلایا یا اُن کی ماں نے ام المومنین کے باپ کو دودھ پلایا۔

یہ صورت دوم تصریح صریح ہے کہ اپنی ماں نے جسے دُودھ پلایا اس کی بیٹی اپنی بھتیجی اور محرم ہے۔

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوۃ — باب المحرمات — مکتبہ امدادیہ ملتان — ۶/۲۳-۲۲۲

[2] غرائب القرآن (نیشاپوری) حرمت علیکم امھاتکم کے تحت — مصطفی البابی مصر — ۵/۸

[3] مستخلص الحقائق — کتاب الرضاع — دلی پرنٹنگ ورکس دہلی — ۲/۹۹

[4] صحیح مسلم — قدیمی کتب خانہ کراچی — ۱/۴۶۶

[5] لمعات التنقیح

نص ۹ و ۱۰ : امام اجل ابوزکریا نووی شرح صحیح مسلم اور امام بدرالدین عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں شوہرِ مرضعہ کی نسبت فرماتے ہیں :

واللفظ للنووی فمذھبنا ومذھب العلماء کافۃ ثبوت حرمۃ الرضاع بینہ وبین الرضیع ویصیر ولدالہ ویکون اولاد الرضیع اولاد الرجل[1] (ملخصاً)

امام نووی کے الفاظ میں ہمارا اور تمام علماء کا مذہب یہ ہے کہ رضیع اور شوہرِ مرضعہ میں حرمتِ رضاعت ثابت ہوجاتی ہے ، رضیع اس کا بچہ ہوجاتا ہے اور رضیع کی اولاد اس شخص کی اولاد ہوجاتی ہے ۔

یعنی اولادِ رضیع جس طرح مرضعہ کی پوتا پوتی نواسا نواسی باجماعِ قطعی ہے یُونہی باجماعِ مذاہبِ اربعہ جملہ ائمہ وفقہا وہ شوہرِ مرضعہ کے بھی پوتے نواسے ہیں ، اور باجماعِ امت مرد مرا اپنے ماں باپ کے پوتا پوتی نواسا نواسی اپنے لیے حرام قطعی اور اپنے بھتیجا بھتیجی بھانجا بھانجی ہیں۔

نص ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ : فتح القدیر ، بحرالرائق ، طحطاوی ، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ وغیرہا میں ہے :

انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم احال مایحرم من الرضاع علی مایحرم من النسب ومایحرم من النسب ماتعلق خطاب تحریمہ بہ وقد تعلق بما عبرعنہ بلفظ الامھات والبنات واخواتکم وعماتکم وخالاتکم وبنات الاخ وبنات الاخت فما کان من مسمی ھذہ الالفاظ متحققا من الرضاع حرم فیہ[2]

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دودھ کی حرمتوں کو نسب کی حرمتوں پر حوالہ فرمایا کہ جو نسب سے حرام ہے دودھ سے بھی حرام ہے ، اور نسب سے وُہ حرام ہیں جن سے خطابِ الٰہی تحریم کے ساتھ متعلق ہوا ، اور وُہ اُن سے متعلق ہوا ہے ، جن پر ماں اور بیٹی اور بہن اور پھوپھی اور خالہ یا بھائی کی بیٹی یا بہن کی بیٹی کا لفظ صادق آئے ، تو دُودھ کے رشتوں میں جن جن پر یہ لفظ صادق آئیں وُہ بھی حرام ہیں ۔

www.alahazratnetwork.org

ظاہر ہے کہ اپنی ماں نے جسے دُودھ پلایا اس پر بہن یا بھائی کا لفظ صادق ہے اور اس لیے وُہ اپنے اوپر حرام ہے تو اس کی اولاد پر اپنے بھائی یا بہن کے بیٹے بیٹی کا لفظ صادق ہے لاجرم وہ بھی قطعاً حرام ہیں۔

نص ۱۵ : فتاوٰی بزازیہ میں ہے :

الاصل الکلی فی الرضاع ان کل امرأۃ

یعنی دودھ کے رشتوں میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اُس

---

[1] شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم کتاب الرضاع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۶۶

[2] بحرالرائق کتاب الرضاع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۲۲۶-۲۲۵

انتسبت الیك او انتسبت الیھا بالرضاع او انتسبتما الی شخص واحد بلا واسطۃ او احدکما بلا واسطۃ والاٰخر بواسطۃ فھی حرام[1]

سے چار قسم کی عورتیں حرام ہیں، اوّل وہ جو دودھ کے سبب تیری طرف منسوب ہو، یعنی تیری بیٹی پوتی نواسی کہلائے یہ رضاعی بیٹی ہوئی۔ دوسرے وہ کہ دودھ کے سبب تو اس کی طرف منسوب ہو یعنی اس کا بیٹا پوتا نواسا ٹھہرے یہ رضاعی ماں ہوئی۔ تیسرے وہ کہ تُو اور وُہ دونوں ایک شخص کے بیٹا بیٹی قرار پائیں، یہ رضاعی بہن بھائی ہوئے۔ چوتھے وہ کہ تم میں ایک تو اس شخص کا بیٹا یا بیٹی ٹھہرے اور دوسرا اُس شخص کا پوتا پوتی نواسا نواسی یہ رضاعی خالہ پھوپھی بھتیجی بھانجی ہوئے۔ اور اگر تو پوتا نواسا ہے اور وُہ بیٹی تو وُہ تیری پھوپھی یا خالہ ہُوئے، شک نہیں کہ صورتِ مسئولہ میں دُودھ پلانے والی بہن کی اولاد بلاواسطہ اس کے بیٹا بیٹی ہے اور دُودھ پینے والے بھائی کی اولاد اُس مرضعہ بہن کی پوتا پوتی، تو یہ تحریم کی خاص چوتھی صورت ہے۔

نص ۱۶: برجندی شرح نقایہ میں ہے:

بنت الاخ تشتمل البنت النسبیۃ للاخ الرضاعی[2]۔

رضاعی بھائی کی بیٹی بھی بھتیجی میں داخل ہے۔

www.alahazratnetwork.org

نص ۱۷ و ۱۸: شرح وقایہ و درر شرح غرر میں ہے:

بنت الاخت تشتمل البنت النسبیۃ للاخت الرضاعیۃ[3]۔

رضاعی بہن کی بیٹی بھی بھانجی میں داخل ہے۔

نص ۱۹ و ۲۰ و ۲۱ و ۲۲ و ۲۳ و ۲۴ و ۲۵: متونِ معتمدۂ مذہب کنز الدقائق، وقایہ، نقایہ، اصلاح، غرر، ملتقی، تنویر میں ہے:

واللفظ للغرر حرم تزوج اصلہ وفرعہ واختہ وبنتہا وبنت اخیہ والکل رضاعا[4]۔ (ملخصاً)

(غرر کے الفاظ ہیں) یعنی آدمی پر اس کے اصول و فروع اور بہن اور بہن کی بیٹی اور بھائی کی بیٹی سے نکاح حرام ہے، اور یہ سب دودھ کے رشتہ سے بھی حرام ہیں۔

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیۃ　الرابع فی الرضاع　نورانی کتب خانہ پشاور　۴/ ۱۱۵

[2] شرح نقایہ للبرجندی　کتاب النکاح　مطبع منشی نولکشور لکھنؤ　۲/ ۶

[3] شرح وقایہ　کتاب النکاح　" مجتبائی دہلی　۲/ ۱۲

درر شرح غرر　"　" احمد کامل الکائنۃ فی دار سعادت بیروت　۱/ ۳۳۰

[4] الدرر الحکام شرح غرر الاحکام　"　" " " " " "　۱/ ۳۲۹-۳۳۰

نص ۲۶: یونہی متن وافی میں لایحل للرجل ان یتزوج بامہ و بنتہ واختہ وبنات اختہ و بنات اخیہ فرماکر شرح کافی میں فرمایا:

اعلم ان من ذکرنا من المحرمات من اول الفصل الی ھنا تحرم من الرضاع ایضا۔[1]

یعنی ماں اور بیٹی اور بہن اور بھانجی اور بھتیجی حرام ہیں اور یہ جتنی محرمات شروع سے یہاں تک ہم نے ذکر کیں سب دودھ کے رشتہ سے بھی حرام ہیں۔

نص ۲۷: تبیین الحقائق میں ہے:

یحرم علیہ جمیع من تقدم ذکرہ من الرضاع وھی امہ واختہ وبنات اخوتہ الخ۔[2]

یعنی جتنی عورتیں مذکور ہوئیں سب دودھ کے رشتہ سے بھی حرام ہیں رضاعی ماں اور بیٹی اور بہن اور رضاعی بہن اور بھائی کی بیٹیاں۔

نص ۲۸: درمختار میں ہے:

حرم علی المتزوج ذکرا او انثی اصلہ وفرعہ وبنت اخیہ واختہ وبنتہا والکل رضاعا۔[3]

یعنی ہر مرد و عورت پر اس کے ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی، بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، نواسا نواسی، بھتیجا بھتیجی، بہن اور بھائی بہن کے بیٹا بیٹی خواہ یہ رشتے نسب سے ہوں یا دودھ سے، حرام ہیں۔

نص ۲۹: جوہرہ نیرہ میں ہے:

کذلک بنات اخیہ وبنات اختہ من الرضاعۃ لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب۔[4]

یعنی نسبی کی طرح رضاعی بھائی بہن کی بیٹیاں بھی حرام ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جو نسب سے حرام ہے وہ دودھ سے بھی حرام ہے۔

ان تمام نصوص جلیلہ میں بالاتفاق بلاخلاف صاف صاف واشگاف تصریحیں فرمائیں کہ رضاعی بھائی بہن کی بیٹیاں، بھانجی، بھتیجی نسبی کی طرح حرام قطعی ہیں، اور شک نہیں کہ اخوت رشتہ متکررہ ہے کہ دونوں

---

[1] کافی شرح وافی

[2] تبیین الحقائق | فصل فی المحرمات | مطبع الکبری الامیریہ مصر | ۲/۱۰۳

[3] درمختار | " " " | " مجتبائی دہلی | ۱/۱۸۷

[4] الجوہرۃ النیرہ | کتاب النکاح | مکتبہ امدادیہ ملتان | ۲/۹۸

طرف سے یکساں قائم ہوتا ہے، جس طرح مرضعہ کا بیٹا رضیع کا بھائی ہوا۔ واجب کہ یوں ہی رضیع پسر مرضعہ کا بھائی ہو، یہ محال ہے کہ زید تو عمرو کا بھائی ہو اور عمرو زید کا بھائی نہ ہو۔ اور جب رضیع اولادِ مرضعہ کا یقیناً اجماعاً بھائی ہے جس سے انکار کسی ذی عقل بلکہ فہیم بچّے کو بھی متصور نہیں، اور جملہ ائمہ و نصوص مذہب صریح قطعی تصریحیں فرما رہے ہیں کہ رضاعی بھائی کی بیٹی حرام ہے تو رضیع کی اولاد مرضعہ کی اولاد کے لیے کیونکر حلال ہو سکتی ہے۔ یہ یقیناً نصوص قطعیہ و اجماعِ اُمّت کے خلاف ہے۔ ائمہ نے صاف ارشاد فرمایا ہے کہ رضاعی بھائی کی بیٹی حرام ہے اور رضیع اور پسرِ مرضعہ دونوں یقیناً آپس میں رضاعی بھائی ہیں، تو ان میں ہر ایک کی بیٹی دوسرے پر حرام قطعی ہے، کیا کوئی عاقل یہ بھی گمان کر سکتا ہے کہ ایک بھائی کی بیٹی تو دوسرے پر حرام ہو اور اس دوسرے بھائی کی بیٹی اس بھائی کے لیے حلال ہو۔ شرع، عرف، عقل، نقل کسی میں بھی اس لغو بیہودہ فرق کی گنجائش ہو سکتی ہے؟ حاشا ہرگز نہیں۔

نص ۳۰: شرح وقایہ میں فرمایا: ؎[1]

از جانبِ شیردہ ہمہ خویش شوند | و ز جانبِ شیرخوارہ زوجان و فروع

(دُودھ پلانے والی کی جانب سے تمام رشتے حرام ہوں گے اور شیرخوار کی جانب سے وُہ اور اس کا زوج یا زوجہ اور اس کے فروع حرام ہوں گے۔ت)

www.alahazratnetwork.org

یہ شعر نقایہ و شرح الکنز للملا مسکین میں بھی مذکور ہے۔ فاضل چلپی و فاضل قرہ باغی محشیانِ شرح وقایہ و علامہ برجندی شارح نقایہ نے تو اس پر ایک حرف بھی نہ لکھا اور علامہ قہستانی نے دو سطریں فارسی میں لکھ دیں جن سے ظاہری الفاظ کے سوا مغزِ مطلب کی کچھ توضیح نہ ہوئی[2] اور علامہ سیّد ابوالسعود ازہری نے فتح اللہ المعین میں آدھی سطر اس کے ترجمہ عربی کی لکھی جو شعر کے صرف ایک مصرع کا بھی آدھا ہی ترجمہ ہے۔[3]

---

[2] حیث قال یعنی شیردہندہ و شوہرش با فرزندان و پدران و مادران و خواہرانِ ایشاں خویش شیرخوارہ شوند و شیرخوار و زنش یا شوہرش با فرزندانِ خویش شیردہندہ و شوہرش شوند ۱۲ منہ (م)

یُوں کہا یعنی دُودھ پلانے والی اور اس کا خاوند، ان کی اولاد، والدین، بھائی اور ان کی بہنیں شیرخوار کے رشتہ دار ہوں گے اور دُودھ پینے والا اس کی بیوی یا خاوند، اولاد سمیت دودھ پلانے والی اور اس کے خاوند کے رشتہ دار ہوں گے ۱۲ (ت)

[3] حیث قال معنی البیت ان زوجات الرضیع وفروعہ یحرمن علٰی ابیہ ۱۲ منہ (م)

یوں کہا شعر کا معنٰی یہ ہے کہ دُودھ پینے والے کی بیویاں اور اس کی اولاد اپنے رضاعی باپ پر حرام ہیں ۱۲ (ت)

---

[1] شرح وقایہ | کتاب الرضاع | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/ ۶۴
[2] جامع الرموز للقہستانی | | مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران | ۱/ ۵۰۱
[3] فتح المعین | فصل فی المحرمات | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۲/ ۱۳

متاخر لکھنوی صاحب نے بھی عمدۃ الرعایہ میں نرے ترجمہ پر قناعت کی، فقط ایک حرف زائد کیا وہ بھی غلط۔

حیث قال مفاد المصرع الاول ان من جانب المرضعة وکذا زوجھا یکون الکل ذا قرابة من الرضیع ای الذین لھم قرابة محرمة من النسب فیدخل فیہ المرضعة و زوجھا و اقرباؤھما ومفاد المصرع الثانی ان من جانب الرضیع انما یثبت القرابة للمرضعة و زوجھا من فرعہ واحد زوجیتہ[1] انتھی۔

انھوں نے یُوں کہا پہلے مصرع کا مفاد یہ ہے کہ دودھ پلانے والی اور اس کے خاوند کی جانب سے تمام رشتے دُودھ پینے والے کے قریبی ہوں گے یعنی ان کے وُہ رشتے جو نسبی طور پر حرام ہوتے ہیں، تو اس میں دُودھ پلانے والی اور اس کا خاوند اور ان دونوں کے اقرباء داخل ہوں گے۔ اور دوسرے مصرع کا مفاد یہ ہے کہ دودھ پینے والے کی جانب سے دودھ پلانے والی اور اس کے زوج پر تمام فروع اور اس کے زوج یا زوجہ کی قرابت ثابت ہوگی' انتہی (ت)

ظاہر ہے یہ محض ترجمہ ہے، صرف اتنا زائد ہے کہ ہمہ سے مراد محارم نسبی ہیں، یہ غلط ہے بلکہ ماں باپ کے جتنے علاقہ والے اولاد پر حرام ہوتے ہیں نسبی ہوں خواہ رضاعی خواہ صہری وُہ خود ماں باپ کے محارم ہوں یا نہ ہوں، جہاں جہاں معنی محرم فی النسب موجود ہو سب مراد ہیں، مثلاً رضاعی ماں باپ کے رضاعی ماں باپ بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی رضیع و رضیعہ پر حرام ہیں حالانکہ وُہ رضاعی ماں باپ کے محارم رضاعی ہیں نہ کہ نسبی؛ یوں ہی رضاعی ماں باپ کے سوتیلے ماں باپ رضیع و رضیعہ پر حرام ہیں کہ وُہ رضیع کے رضاعی نانا دادا کی بیبیاں ہیں اور رضیعہ کے رضاعی نانی دادی کے شوہر حالانکہ وہ رضاعی ماں باپ کے محارم صہری ہیں نہ کہ نسبی۔ یُوں ہی رضاعی باپ کی دوسری بی بی رضاعی ماں کا دوسرا شوہر رضیع و رضیعہ پر حرام ہیں کہ وُہ ان کے سوتیلے ماں باپ ہیں حالانکہ وُہ رضاعی ماں باپ کے محارم ہی نہیں بلکہ حلیل و حلیلہ ہیں، تو قرابت محرمہ اور نسبیہ دونوں قیدیں غلط ہیں بلکہ سرے سے لفظ قرابت ہی ٹھیک نہیں کہ مصرع اول میں لفظ ھمہ مرضع و مرضعہ کے زوجین کو بھی یقیناً شامل اور زوجیت داخل قرابت نہیں۔ تفسیر نیشا پوری میں ہے:

امك من الرضاع کل انثی ارضعتك او ارضعت من ارضعتك[2]

تیری رضاعی ماں سے مراد یہ ہے کہ ہر وُہ عورت جس نے تجھے یا تیری رضاعی ماں کو دُودھ پلایا ہو۔ (ت)

ہندیہ میں ہے:

المحرمات بالصھریة اربع فرق الرابعة

نکاح کی وجہ سے محرمات کے چار گروہ ہیں، چوتھا

---

[1] عمدۃ الرعایۃ حاشیۃ شرح الوقایہ کتاب الرضاع مجتبائی دہلی ۲/۶۴

[2] غرائب القرآن (نیشاپوری) تحت آیۃ حرمت علیکم امھاتکم الخ مصطفی البابی مصر ۵/۸

نساء الآباء والاجداد من جهة الاب والام وان علوا کذا فی الحاوی القدسی[1]۔

ماں باپ کی طرف سے سگے باپ دادوں کی بیویاں اگرچہ یہ باپ دادے اوپر تک ہوں۔ حاوی القدسی میں ایسے ہی ہے۔ (ت)

پھر لکھا :

المحرمات بالرضاع کل من تحرم بالقرابۃ و الصہریۃ کذا فی محیط السرخسی[2]۔

رضاعی محرمات وُہ تمام جو قرابت اور نکاح سے حرام ہوتے ہیں، محیط سرخسی میں یوں ہی ہے۔ (ت)

تبیین الحقائق میں ہے :

لایجوز لہ ان یتزوج بامہ ولا بموطوءۃ ابیہ ولا ببنت امرأتہ کل ذٰلک من الرضاع[3]۔

اس کو یہ جائز نہیں کہ وُہ ماں باپ کی وطی کردہ (بیوی) اور اپنی بیوی کی بیٹی ان رضاعی رشتوں سے نکاح کرے۔ (ت)

غرض فقیر نے نہ دیکھا کہ اس شعر کا ایضاح کسی نے کیا ہو، اور اہلِ زمانہ کو اُس کی فہم میں دقتیں بلکہ سخت لغزشیں ہوتی ہیں لہذا بقدرِ حاجت اس کی شرح کر دینی مناسب۔

فاقول وباللہ التوفیق (پس میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) اصل علتِ حرمت جزئیت ہے کہ نسب میں ظاہر اور رضاع میں کرامتِ انسان کے لیے شرع کریم نے معتبر فرمائی اور عرف میں بھی معروف و مشتہر ہوئی جس کے لحاظ سے امہٰتکم التی ارضعنکم فرمایا اور زوجیت کا مرجع بھی جانبِ جزئیت ہے کما حققہ فی الھدایۃ والکافی والتبیین وغیرھا (جیسا کہ ہدایہ، کافی اور تبیین وغیرہ میں تحقیق ہے۔ ت) مگر زوجیت میں اُس کا تحقق نہایت غموض میں ہے کہ مدارک عامہ اُس تک وصول سے قاصر، لہذا صاحبِ ضابطہ نے شعر میں دو علاقے رکھے، ایک زوجیت دوسرا جزئیت، عام ازیں کہ نسبًا ہو یا رضاعًا، پھر دو شخصوں میں علاقہ جزئیت کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ اُن میں ایک دوسرے کا جزء ہو، دوسرے یہ کہ دونوں تیسرے کے جز ہوں۔ صورتِ اُولٰی میں دو قسمیں پیدا ہوئیں اصول جن کا تُو جزء ہے یعنی باپ، دادا، نانا، ماں، دادی، نانی جہاں تک بلند ہوں نسبًا خواہ رضاعًا، اور فروع، جو تیرے جزء ہیں یعنی بیٹا، پوتا، نواسا، بیٹی، پوتی، نواسی جہاں تک نیچے جائیں۔ اور صورتِ ثانیہ میں تین صورتیں ہیں :

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح فی بیان المحرمات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۷۴

[2] ؎ ؎ ؎ ۱/۲۷۷

[3] تبیین الحقائق کتاب الرضاع مطبع الکبرٰی الامیریہ مصر ۲/۱۸۳

(۱) دونوں ثالث کے جزوِ قریب ہوں، یہ عینی یا علاتی یا اخیافی بھائی یا بہنیں یا بہن بھائی ہُوئے، عام ازیں کہ دونوں اس کے جزوِ نسبی ہوں یا دونوں رضاعی یا ایک نسبی ایک رضاعی۔

(۲) اُن میں ایک تو ثالث کا جزوِ قریب ہو اور دُوسرا بعید۔ یہ اُنہی تعمیموں کے ساتھ عمومت اور خؤلت کا رشتہ ہوا، جزوِ قریب اپنے یا اپنے باپ یا ماں یا دادا یا دادی یا نانا نانی کے چچا ماموں خالہ پھوپھی، اور جزوِ بعید اُنہی نسبتوں پر اُن کے مقابل بھتیجا بھانجا بھتیجی بھانجی۔

(۳) دونوں ثالث کے جزوِ بعید ہوں جیسے ایک شخص کا پوتا اور نواسی۔ یہ تیسری صُورت تحریم سے ساقط ہے خالص نسب میں بھی حلال ہے تو حرمت میں چار صورتیں ہیں:

اوّل اصل، دوم فرع۔ یہ دونوں کتنے ہی نزدیک یا دُور ہوں تو فروع میں فروع الفروع اور فروع فروع الفروع لاالیٰ نہایہ سب داخل ہیں۔ یُونہی اصول میں اصول الاصول اور اصول اصول الاصول الیٰ غایۃ المنتہیٰ۔ سوم اصل قریب کی فرع اگرچہ بعید ہو جیسے ماں یا باپ کی پوتی نواسی اور ان کی اولاد و اولادِ اولاد چہارم اصل بعید کی فرع قریب جیسے پھوپھی کہ دادا کی بیٹی ہے یا خالہ کے نانا کی یا دادا کی پھوپھی کہ پردادا کے باپ کی بیٹی ہے یا اس کی خالہ کہ دادا کے نانا کی بیٹی ہے وقس علیہ (اور قیاس اسی پر ہے۔ ت) چار یہ اور پانچواں علاقہ زوجیت انھیں شیردہ اور شیرخوارہ ہر ایک کی طرف نسبت کرنے سے دس ہُوئے۔ پھر اصل تعلق رضیع اور مرضعہ میں پیدا ہوتا ہے، رضیع اس کا جزء ہوتا ہے، اور مرضعہ اس کی اصل، اور جب وہ ماں ہُوئی تو جس مرد کا دُودھ تھا وہ ضرور باپ ہوگیا، اور اُن کے فروع قریبہ اس کے اصل قریب کے فرع قریب اور فروع بعیدہ اس کے اصل قریب کے فرع بعید، اور اُن کے اصول اس کے اصول کہ اصل کی اصل اصل ہے۔ لاجرم جانب شیردہ سے سب علاقے متحقق و موجب تحریم ہُوئے، مگر فرع کی اصل نہ اپنی اصل ہونا لازم نہ فرع تو شیرخوارہ کے اصول کو شیردہ سے کچھ تعلق نہ ہوا، اور جب خود اصول غیر متعلق رہے تو اصول کے فروع قریبہ یا بعیدہ اس حیثیت سے کہ اُن اصول کے فروع ہیں کیا علاقہ رکھیں گے کہ اُن کا علاقہ تو بواسطۂ اصول ہوتا، وہ خود بے تعلق ہیں، ہاں فرع کی فرع ضرور فرع ہوتی ہے تو جانب شیرخوارہ سے صرف دو علاقے ثابت و باعث حرمت ہوئے۔

زوجیت و فرعیت — اب ان کی تفصیل اور ہر ایک میں معنے خویش شوند سمجھئے (از جانب شیردہ)

اوّل زوجین یعنی مرضعہ کا شوہر کہ یہ دُودھ جو رضیعہ نے پیا اُس کا نہ تھا دوسرے شوہر کا تھا، یا مرضع کی زوجہ کہ رضیع نے اسکا دودھ نہ پیا بلکہ دوسری زوجہ کا، یا مرضع و مرضعہ کے اصول میں نزدیک و دور کسی کی زوج و زوجہ کہ سلسلۂ شیر اُن تک نہ ہو، یہ سب رضیع و رضیعہ پر حرام ہیں اور یہاں خویش شوند کے معنے یہ ہیں کہ وہ رضیعین کے سوتیلے ماں باپ یا سوتیلے دادا دادی نانا نانی ہوگئے۔

دوم اصل کہ خود مرضع و مرضعہ ہیں یعنی وہ عورت جس نے دُودھ پلایا اور وہ مرد جس کا یہ دودھ تھا اور اُن کے

اصول نسبی و رضاعی پدری و مادری منتہی تک اور یہاں خویش کے یہ معنے ہیں کہ مرضع و مرضعہ رضیعین کے ماں باپ ہوگئے اور اُن کے اصول ان کے سگے دادا دادی نانا نانی۔

سوم فرع کہ خود رضیعین ہیں اور رضیعین کے جملہ فروع نسبی و رضاعی پسری و دختری انتہا تک، اور یہاں یہ معنے کہ یہ سب مرضع و مرضعہ کے بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی ہوگئے۔

چہارم اصل قریب کی فرع یعنی مرضعین کے نسبی، رضاعی فروع و فروع الفروع آخر تک اور یہاں یہ معنی کہ یہ سب رضیعین کے بہن بھائی، بھتیجا بھتیجی، بھانجا بھانجی ہوگئے۔ پھر وہ اگر مرضع و مرضعہ دونوں کی فرع و فرع الفرع ہیں تو عینی اور صرف مرضع کے فروع ہیں تو علاتی اور صرف مرضعہ کے تو اخیافی۔

پنجم اصل بعید کی فرع قریب یعنی مرضعین کے اصول و اصول الاصول نسبی و رضاعی کے فروع قریب نسبی خواہ رضاعی، اور یہاں یہ معنے کہ یہ سب رضیعین یا رضیعین کے اصول رضاعی کے چچا ماموں پھوپھی خالہ ہوگئے۔

(از جانب شیر خوارہ) اوّل زوجین یعنی رضیع کی زوجہ اور رضیعہ کا شوہر یا رضیع و رضیعہ کے فروع نسبی و رضاعی میں کسی کے زوج و زوجہ کہ یہ سب مرضعین پر حرام ہوگئے، اور یہاں یہ معنے کہ وہ مرضعین کے دُور یا نزدیک کے داماد اور بہو ہوگئے۔

دوم فرع کہ رضیعین کی تمام اولاد و اولاد اولاد جہاں تک جائے نسبی ہو یا رضاعی، سب مرضعین کی اولادِ اولاد ہوگئے، مگر رضیعین کے اصول یا فروعِ قریبہ و بعیدۂ اصول کو مرضعین سے کچھ علاقہ نہ ہوا۔ الحمد للہ شعر کے یہ معنے ہیں۔ ان تمام تاصیلات و تفریعات پر کہ ہم نے ذکر کیں اگر نصوص لائیں موجبِ اطالت ہو اور حاجت نہیں کہ اوّل تو بحمد اللہ تعالٰی یہ سب مسائل خادمِ فقہ پر خود ظاہر، ثانیًا ان پر نصوص کتبِ مذہب میں دائر و سائر۔ والحمد للہ فی الاول والاٰخر مسئلہ نے بحمد اللہ تعالٰی وضوحِ تام پایا۔ اب فتوائے خلاف کی طرف چلئے اگرچہ حاجت نہ رہی:

اولًا اس تشریح سے کُھل گیا کہ یہ شعر تحریم صورت مسئولہ میں نص صریح تھا جسے برعکس دلیل تحلیل گمان کیا گیا، کاش اتنا ہی خیال کر لیا جاتا کہ جانب شیر خوارہ سے فروع کا خویش مرضعین ہوجانا کیا معنے دے رہا ہے؟ فروعِ شیر خوارہ شیردہ کے خویش ہوجانے میں کوئی معنے محتمل ہی نہیں سوا اس کے کہ شیر خوارہ کی اولاد شیردہ کی اولادِ اولاد ہوگئی، پھر وہ اولادِ شیردہ پر کیونکر حلال ہوسکتی ہے، کون سی شریعت میں ہے کہ اپنے ماں باپ کی پوتی نواسی اپنے لیے حلال ہو جس بچہ سے چاہے پُوچھ دیکھئے کہ ماں باپ کی پوتی اپنی بھتیجی ہوتی ہے اور نواسی اپنی بھانجی اور تمام جہان جانتا ہے کہ شریعت اسلامیہ میں بھتیجی اور بھانجی حرام قطعی ہیں۔ سُوئے اتفاق سے یہ گمان ہُوا کہ فروعِ شیر خوارہ کو شیردہ کے خویش بتایا ہے نہ کہ اولادِ شیردہ کے، اور نہ جانا کہ یہاں شیردہ کے خویش ہونے کو اولادِ شیردہ کے لیے خویش ہونا قطعًا لازمِ بیّن ہے، یہ کیونکر متصور کہ آدمی کی ماں باپ کی اولاد

اپنی کوئی نہ ہو، شیوہ کی طرف اضافت بوجہ اصالت ہے کہ اول اُسی کے لیے ثابت ہو کر باقیوں کی طرف سرایت کرتی ہے۔ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا:

حقیقۃ الحال ان حقیقۃ البعضیۃ تثبت بین المرضعۃ والرضیع فاثبتت حرمۃ الابنیۃ ثم انتشرت لوازم تحریم الولد[1]۔

حقیقت حال یہ ہے کہ دُودھ پلانے اور دودھ پینے والوں کے درمیان جزئیت حقیقیہ پائی جاتی ہے جو ابنیت کی حُرمت کو ثابت کرتی ہوئی بچّے کی تحریم کے تمام لوازمات میں پھیل جاتی ہے۔ (ت)

ثانیاً کاش مفتی نے اپنی ہی عبارت کو شعر سے ملا کر دیکھا ہوتا تو بہ نگاہِ اولین کھل جاتا کہ دونوں طرفین نقیض پر ہیں۔ شعر تو صاف بتا رہا ہے کہ حرمت رضاعت رضیع کی طرف زوجین و فروعِ رضیع کو شامل ہوتی ہے اور آپ کہتے ہیں خاص رضیع کے لیے ہوتی ہے رضیع کے فروع کے لیے نہیں ہوتی صاف صاف نفی و اثبات کا خلاف ہے اس کی نظیر اس سے بہتر کیا ہوسکتی ہے کہ زید کے بیٹے کے لیے ماں حلال ہے اس لیے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

حرمت علیکم امھٰتکم[2] (تم پر تمھاری مائیں حرام کی گئی ہیں۔ ت)

ثالثاً آگے تفریع میں فرماتے ہیں: "پس فروعِ رضیع پر فروعِ مرضعہ ہرگز حرام نہیں۔" آپ کی اس اصل بے اصل کی یہ پُوری تفریع تو ہوتی ہی نہیں بلکہ آپ کے نزدیک حرمت رضاعت جانب رضیع میں صرف رضیع کی ذات پر مقصور ہے، اس کے اصول کی طرح فروع کو بھی شامل نہیں، تو تفریع یوں کیجئے کہ فروعِ رضیع خود مرضع و مرضعہ پر بھی حرام نہیں جس طرح اصولِ رضیع ان پر حرام نہیں، وہاں تک تو بھانجی بھتیجی حلال ہُوئی تھی اب پوتی نواسی حلال ہوگئی۔

رابعاً عبارتِ شرح وقایہ کا جو مفاد ٹھہرایا کاش اتنا ہی ہوتا کہ عبارت اس سے بے علاقہ محض ہوتی مگر زنہار ایسا نہیں بلکہ عبارت یقیناً قطعاً اس کا رَد کر رہی ہے عبارت جس شے کی خاص حرمت بیان کرنے کو لکھی گئی، اس اختراعی مفاد نے وہی حلال کر دی جیسا کہ بحمد اللہ تعالٰی آفتاب سے زیادہ روشن ہوگیا۔ آخر نہ دیکھا کہ نص ہفتم میں متخلص نے عبارتِ شرح وقایہ کا کیا مطلب ٹھہرایا۔

خامساً بلکہ نص ۱۰ و ۲۱ میں دیکھئے کہ خود امام شارح وقایہ نے کیا فرمایا اور اپنا مطلب کیا بتایا۔ الحمد للہ اس روشن مسئلہ کا روشن تر کرنا جس طرح مقصود فقیر تھا کہ ہر بات بیج کرکے پڑھا دی جائے بروجہ اتم

---

[1] فتح القدیر کتاب الرضاع مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۳۱۴

[2] القرآن الکریم ۴/۲۳

حاصل ہوگیا، احباب پر تو یہ سخت شدید عظیم فرض ہے، السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ (پوشیدہ کی پوشیدہ اور علانیہ کی علانیہ۔ ت) معاملہ حرام قطعی کا ہے جس سے اغماض ناممکن تھا، رجوع الی الحق میں عار نہیں بلکہ تمادی علی الباطل میں۔ اور معاذ اللہ اس باطل و مہمل فتوے پر عمل ہو کر اگر نکاح ہوگیا تو یہ زنا اور زنا بھی کیسا زنائے محارم۔ اس کا عظیم وبال تمام فتوٰی دہندوں پر رہے گا، اور ہر حرکت ہر بوسہ ہر مس کے وقت روز انہ رات دن میں خدا جانے کتنے کتنے بار یہ کبائر و جرائم ان سب کے نامۂ اعمال میں ثبت ہوتے رہیں گے۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

من أفتی بغیر علم کان اثمہ علی من افتاہ[1]۔ رواہ ابوداؤد والدارمی والحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

جسے بغیر علم کے فتوٰی دیا گیا تو اس کا گناہ فتوٰی والے پر ہے۔ اس کو ابوداؤد، دارمی اور حاکم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ اللہ تعالٰی زیادہ علم والا ہے اور اس جل مجدہ کا علم کامل و محکم ہے۔ (ت)

کتبہ

العبد المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

www.alahazratnetwork.org

○ الجواب صحیح والمجیب نجیح۔
مصطفٰی رضا خاں قادری عرف ابوالبرکات محی الدین

○ الجواب صحیح۔
نواب مرزا عبدالغنی قادری سنی حنفی بریلوی

○ الجواب صحیح۔ واللہ اعلم
محمد عبدالرب عرف محمد رضا خان قادری

○ الجواب صحیح۔
محمد امجد علی اعظمی

---

[1] سنن ابوداؤد کتاب العلم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۵۹
المستدرک " دار الفکر بیروت ۱/ ۱۲۶

○ فقیر غفراللہ القدیر نے مجدد مائۃ حاضرہ، صاحب حجت قاہرہ، علامہ رحلہ، امام المسلمین اعلیٰحضرت مولانا وسیدنا ومفیدنا ومفیضنا مولوی محمد احمد رضا خان صاحب متع اللہ تعالیٰ الناس بافاداتہ الیٰ یوم الدین کے جواب کو بنظرِ غائر حرفاً حرفاً دیکھا عین صواب پایا جزاہ اللہ خیر الجزاء اوکالہ بالمکیال الاوفی فقط
فقیر قادری وصی احمد حنفی

○ الجواب صحیح وموثق بنصوص الصحیحۃ وروایات المستند جزاہ اللہ خیر الجزاء فی الدارین لراقم الفاضل الجلیل و علامۃ النبیل اٰیۃ من اٰیات اللہ۔
حکیم مفتی سلیم اللہ ناظم انجمن نعمانیہ، لاہور

جواب صحیح اور صحیح نصوص اور مستند روایات سے مضبوط کیا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ دونوں جہان میں جواب لکھنے والے عالم جلیل، علامہ نبیل، اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے نشانی کو بہتر جزا عطا فرمائے۔ (ت)

○ ماحققہ عمدۃ العلماء الاعلام زبدۃ الفقہاء الکرام قدوۃ الفضلاء العظام امام النبلاء الفخام قاطع ورید الفرقۃ اللئام مظہر الکمالات العرفانیۃ کاشف الاٰیات الربانیۃ حامی السنۃ واھل السنۃ ماحی اٰثار الکفر والبدعۃ وحید العصر فرید الدھر مجدد الزمان سیدنا العریف الماھر مولانا المولوی محمد احمد رضا خان سلمہ اللہ المنان فھو حق صراح وصدق قراح والحق احق بالاتباع وفقنا اللہ تعالیٰ وسائر المسلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ ختم المرسلین واٰلہ وصحبہ حماۃ الدین۔
کتبہ العبد المفتقر الیٰ ربہ الاکبر
محمد عمر المرادآبادی۔

بلند علماء میں عمدہ، فقہاء کرام میں منتخب، بڑے فضلاء کے مقتدا، بڑے ماہرین کا امام، سرکش ملعونوں کی رگ کاٹنے والے، عرفانی کمالات کو ظاہر کرنے والے سنّت اور اہلسنّت کی حمایت کرنے والے، کفر و بدعت کے آثار کو مٹانے والے، اپنے زمانہ کے بے مثل، زمانے کے یکتا، مجدد زمان، ہمارے آقا مشہور ماہر مولانا مولوی محمد احمد رضا خان، اللہ تعالیٰ منّان ان کو سلامت فرمائے، نے جو تحقیق فرمائی وہ خالص حق، صاف سچ، جبکہ حق ہی اتباع کے قابل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو اس کی توفیق دے، صلوٰۃ وسلام ہو خاتم المرسلین اور ان کی آل پر اور دین کی حمایت کرنے والے صحابہ پر۔ (ت)

○ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے اپنے فضل سے میری آنکھوں کو اس پاکیزہ تحقیق کے انوار سے روشن کیا، اللہ تعالیٰ جزا عطا فرمائے حضرت مجیب کو جن کی تحقیق کا ایک ایک حرف صدق وصواب ہے ومن اعرض عنہ فھو من الجاھلین (جس نے اس سے

رُوگردانی کی وُہ جاہلوں میں سے ہے۔ ت) فی الواقع حضرت مجدد صاحب دامت برکاتہم کی ذات والاصفات حضرت حق کی ایک شانِ رحمت ہے، اور بے شمار برکات کا مجموعہ، کتنے اندھوں کی آنکھیں کھول دیں، اور ہزار ہا نابیناؤں کو بینا بنادیا، اللہ تعالٰی ایسے فاضل جلیل کو مدت ہائے دراز تک باین فیض رسانی سلامت رکھے، آمین بحرمت سیّد المرسلین صلوٰۃ اللہ تعالٰی علیہ وسلامہ۔ بیشک اس مسئلہ کے ایضاح میں تحقیق کے خزانے کھول دیے ہیں اور نادان مفتی کی غلطی کو خوب آشکار کرکے سمجھادیا ہے۔ اللہ تعالٰی اپنے بندوں کو سیدھی راہ چلائے، آمین!

العبد المعتصم بحبل اللہ المتین محمد نعیم الدین خصہ اللہ بمزید العلم والیقین

مسئلہ ۲۸۱: از موضع بہار ضلع بریلی مسئولہ عبدالرحمٰن خاں صاحب ۳ جمادی الاولٰی ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لڑکے نے سُنا کہ میرے والد نے میری بی بی کے ساتھ زنا کیا ہے اس پر اس کو غصہ آیا اور اپنی بی بی کو مارا اور طلاق دے کر مکان سے علیحدہ کردیا یعنی نکال دی، لڑکی نے اپنے مہر کی نالش کردی، مہر اس کا جو کچھ تھا اس کی ڈگری ہوگئی، لڑکے کا وکیل کہتا ہے کہ طلاق اس نے غصہ میں دی اس وجہ سے طلاق نہیں ہوئی، اور لڑکی کا وکیل کہتا ہے کہ طلاق ہوگئی، اس صورت میں کون سچا ہے؟ کون سے وکیل کی بات مانی جائے؟ یعنی طلاق ہوئی کہ نہیں ہوئی؟ بینوا توجروا

www.alahazratnetwork.org

الجواب

اگر یہ صحیح ہے اور ثبوتِ شرعی سے ثابت ہے کہ اُس کے باپ نے اس کی بی بی سے زنا کیا جب تو وہ عورت اپنے شوہر پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی، اس پر فرض تھا کہ اسے فوراً جُدا کردے، جو طلاق دی یہ جُدا کرنا ہی ہُوا اور اب وُہ اسے کبھی واپس نہیں لے سکتا۔ اور اگر امرِ مذکور ثبوتِ شرعی سے ثابت نہ ہو نہ لڑکے نے اس کی تصدیق کی ہو تو یہ طلاق طلاق ہُوئی اور بوجہ غصہ کا عذر مسموع نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۲: از غازی پور محلہ بربہنہ بر مکان منشی واجد علی صاحب مسئولہ محمد ادریس صاحب ۲۴ جمادی الاولٰی ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید عمر ۱۶ سال، بی بی عمر ۲۵ سال سے جو کہ رشتہ میں زید کی ممانی ہوتی ہے ہمیشہ مذاق و تفریح کرتا رہا ہو کسی وقت میں زید نے جمیلہ کا ہاتھ یا پیر پکڑ لیا ہو اور ایک مرتبہ بوسہ بھی لے لیا ہو از رُوئے شہوت و مذاق کے، کچھ عرصہ کے بعد بکر جو کہ رشتہ میں زید کا باپ ہے صغرٰی سے جو کہ جمیلہ کی لڑکی ہے نکاح کرنا چاہتا ہے اور زید از رُوئے شرم و حیا کے اس بات کو ظاہر نہیں کرسکتا ہے تو ایسی حالت میں نکاح ہوگا یا نہیں؟ اگر نہ ہو تو اور کوئی صورت جواز کی نکل سکتی ہے از روئے کفارہ کے

یا نہیں؟

(۲) اور اگر نکاح کردیا ہو اس وقت میں کیا صورت ہوسکتی ہے؟

(۳) اور ہماری طرف ممانی اور بھاوج سے مذاق اور تفریح کرنا کچھ عیب میں داخل نہیں۔

الجواب

بھاوج یا ممانی سے ایسا مذاق حرام قطعی ہے اور کرنے والا اور وہ عورت دونوں فاسق، اور ان کے شوہر باپ بھائی اگر اس پر راضی ہوں دیوث ہیں، اور دیوث پر جنت حرام۔ اور صغریٰ سے بکر کا نکاح حلال ہے، دُرمختار میں ہے: اما بنت زوجة ابیه وابنه فحلال[1] (اور اپنے باپ کی زوجہ یعنی سوتیلی ماں کی بیٹی جو باپ کے نطفے سے نہیں اور اپنے بیٹے کی زوجہ کی بیٹی جو بیٹے کے نطفہ سے نہیں وہ حلال ہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۸۵ و ۲۸۶ از موضع دیورنیا ضلع بریلی مسئولہ عنایت حسین صاحب ۲۹ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک بہن کا لڑکا ہے اور دوسری بہن کی دختر کی لڑکی ہے یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

(۲) سالی حقیقی سے نکاح اس وقت میں جائز ہے کہ اپنے بیٹے کا نکاح بھی سالی کی دختر سے کیا جائے اور برتقدیر جائز بھی ہے تو پہلے کس کا نکاح ہو؟ بینوا توجروا

www.alahazratnetwork.org

الجواب

(۱) ہاں جائز ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جب عورت مرجائے یا اُسے طلاق دے اور عدت گزر جائے تو سالی سے نکاح جائز ہے، اور سالی کی بیٹی سے اپنے بیٹے کا نکاح مطلقاً جائز ہے، خواہ پہلے اس کا نکاح کرے یا اپنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۸۷ از مدرسہ رحمانیہ رائے بریلی مسئولہ محمد ابراہیم صاحب ۲۸ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ زید کی دوسری زوجہ ہے اور زید کی زوجہ اولیٰ کے چند لڑکے ہیں اُن میں سے ایک لڑکے نے ہندہ سے کئی بار اظہارِ تعشق کیا اور کہا کہ ہم تم بھاگ چلیں، اور کئی بار اپنا آلت منتشر ہندہ کے ہاتھ میں بلا حجاب کسی کپڑے کے پکڑا دیا، کئی بار بوسہ لے لیا، اور دو مرتبہ آمادہ زنا ہوگیا یہاں تک کہ ازار کھول دیا اور پوری کوشش کی کہ دخول کرے، مگر ایک مرتبہ کسی نے آواز دے کر بُرا بھلا کہا اور ایک مرتبہ ہندہ پوری کوشش کرکے بھاگ نکلی، ان وجوہ سے ہندہ کا پردہ عصمت

---

[1] درمختار فصل فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/۱۸۷

جاک نہیں ہُوا مگر ان سب صورتوں میں ہندہ متنفر تھی اور اس کو کبھی شہوت نہیں ہُوئی اور ہر مرتبہ ہندہ نے اپنے شوہر زید کو خبر دی مگر اس نے سمجھا دیا کہ لڑکے کا معاملہ ہے بدنامی بہت ہوگی اس کا اظہار نہ کرو، مگر لڑکے کو بہت بُرا بھلا کہا اور ساتھ کھانا چھوڑ دیا اور مارا بھی، مگر لڑکا اپنی حرکات ناشائستہ سے باز نہیں آیا۔ اب ایسی صُورت میں ہندہ زید پر حرام ہوگی یا نہیں؟ اور اگر حرام ہوگئی تو وُہ اپنا نکاح دوسرا بلا طلاقِ زید کر سکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر نکاح کر سکتی ہے تو عدت بیٹھنا ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جبکہ پسرِ زید نے زنِ زید سے یہ افعالِ خبیثہ کئے کہ قطعاً بہ شہوت تھے تو زنِ زید زید پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی اگرچہ زنِ زید کی طرف سے شہوت نہ ہونا تسلیم کر لیا جائے کہ مس میں ایک طرف سے شہوت کافی ہے، درمختار میں ہے: تکفی الشھوۃ من احدھما[1] (دونوں میں سے ایک کا شہوت سے ہونا کافی ہے۔ ت)

مگر نکاح زائل نہ ہُوا، زید پر لازم ہے کہ عورت سے متارکہ کرے یعنی اسے چھوڑ دے، مثلاً کہے میں نے تجھے چھوڑا۔ اس کے بعد عورت عدت کرے اس کے بعد دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے، زید یا پسرِ زید سے کبھی نہیں کر سکتی، زید کی بیٹی کی جگہ ہوگئی اور پسرِ زید کی ماں کی جگہ تھی ہی۔ جب تک زید متارکہ نہ کرے اور عدت نہ گزرے دوسرے سے نکاح حرام ہے۔ درمختار میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

بحرمۃ المصاھرۃ لایرتفع النکاح حتی لایحل التزوج باٰخر الابعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ۔[2] واللہ تعالٰی اعلم

حرمتِ مصاہرہ سے نکاح ختم نہیں ہوتا تا وقتیکہ بعد متارکہ عدت نہ گزر جائے دوسرے شخص سے نکاح جائز نہیں۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۸: از روضۂ حضرت مجدد الف ثانی سرہند شریف مسئولہ عبدالقادر صاحب مدرس درگاہ شریف

۳۰ رمضان شریف ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرزائی مذہب شخص کی دختر نابالغہ سے جو عقد نکاح ہوگیا ہے وُہ شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟ دختر مذکورہ اپنے مذہب کو کچھ نہیں جانتی ہے، والد اس کا انتقال کر چکا ہے صرف اس کی والدہ نے نکاح ایک حنفی مذہب سے کر دیا ہے۔ ایسی صُورت میں شرعاً کیا حکم ہے اُس کو علیحدہ کر دیا جائے یا تا وقتِ بلوغ رکھا جائے۔ بیّنوا توجروا

---

[1] درمختار فصل فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

[2] ؎

الجواب

مرزائی مرتد ہیں کماھو مبین فی حسام الحرمین (جیسا کہ حسام الحرمین میں واضح بیان کیا گیا ہے۔ ت) اور مرتد مرد ہو یا عورت اس کا نکاح کسی مسلمان یا کافر اصلی یا مرتد غرض انسان یا حیوان جہان بھر میں کسی سے نہیں ہوسکتا جس سے ہوگا زنائے محض ہوگا۔ عالمگیری میں ہے:

لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط۔[1]

مرتد کے لیے مرتدہ، مسلمہ یا اصلی کافرہ عورت سے نکاح جائز نہیں، اور اسی طرح مرتدہ عورت کا بھی کسی مرد سے نکاح جائز نہیں، جیسا کہ مبسوط میں ہے۔ (ت)

عورت اگرچہ نابالغہ ہے سال دو سال کی ناعاقلہ بچی نہ ہوگی اور عقل و تمیز کے بعد اسلام و ارتداد صحیح ہیں۔ تنویر الابصار میں ہے:

اذا ارتد صبی عاقل صح کاسلامہ۔[2]

بچہ اگر مرتد ہوجائے تو اس کا ارتداد صحیح ہے جیسے اس کا اسلام لانا صحیح ہے (ت)

سمجھ وال ہونے کی حالت میں اگر اس نے مرزائیت قبول کی یا اتنا ہی جانا کہ مرزائی یا مسیح یا مہدی تھا تو اسی قدر اس کے مرتدہ ہونے کو بس ہے۔ تجربہ ہے کہ یہ مرتد لوگ بہت بچپن سے اپنی اولاد کو اپنے عقائد کفریہ سکھاتے ہیں تو سائل کا کہنا کہ اپنے مذہب کو کچھ نہیں جانتی ہے بعید از قیاس ہے۔ پھر ان لوگوں میں سے ایسی قرابت قریبہ رکھنا بارہا مجربہ فتنہ و فساد مذہب ہوتا ہے والعیاذ باللہ تعالٰی، تو سلامت اسی میں ہے کہ اس کو فوراً جدا کردیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۹: از ریاست فریدکوٹ کوٹھی طیر گنج مسئولہ علیم الدین صاحب فراش ۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ غیر مقلدوں کے ساتھ تعلقات رکھنا اور ان کے ساتھ رشتہ ناتا اپنے لڑکے لڑکی کا جائز ہے یا حرام؟ اور اگر حرام ہے تو حنفی المذہب اپنی لڑکی کو کسی طور سے واپس لے سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

غیر مقلدوں سے میل جول حرام ہے اور ان سے مناکحت ناجائز کما بیناہ فی رسالتنا ازالۃ العار

---

[1] فتاوٰی ہندیہ باب فی المحرمات بالشرک نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸۲

[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الجہاد باب المرتد مجتبائی دہلی ۱/۳۶۱

بحجر الکرائم عن کلاب النار (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار میں بیان کیا ہے۔ت) وہابیت ارتداد ہے اور مرتد مرد ہو یا عورت اُس کا نکاح تمام جہان میں کسی سے نہیں ہوسکتا، نہ کافر سے نہ مرتد سے، نہ مسلمان سے، نہ انسان سے، نہ حیوان سے، جس سے ہوگا زنائے خالص ہوگا۔ عالمگیریہ میں ہے:

لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولامسلمۃ ولاکافرۃ اصلیۃ وکذلک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط[1]۔

مرتد کو مرتدہ، مسلمہ اور اصلی کافرہ عورت سے نکاح جائز نہیں، اور یوں ہی مرتدہ کو بھی کسی مرد سے نکاح جائز نہیں۔ مبسوط میں ایسے ہی ہے۔ (ت)

حنفی اگر اس میں مبتلا ہوا ہو تو اپنی لڑکی اسی دعوے سے واپس لے کہ نکاح ہوا ہی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۰: از مندسورہ مالوہ اے، وی، ایم، سکول ریاست گوالیار مسئولہ محمد عبدالمجید صاحب مدرس

۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں مسئلہ کہ ایک بیوہ عورت حاملہ ہوگئی اور بروقت تحقیقات پولیس مسماۃ مذکورہ نے بیان کیا کہ یہ حمل خاص میرے داماد کا ہے، ایسی حالت میں منکوحہ داماد مسماۃ مذکورہ کی حرام ہوتی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

فقط اُس عورت کے کہنے سے داماد پر اُس کی منکوحہ حرام نہیں ہوسکتی، یا تو ثبوت شرعی ہو یا داماد اقرار کرے، اُس وقت اُس کی منکوحہ پر حرام ابدی ہونے کا حکم دیا جائے گا ورنہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۱: از بستی محلہ دکھن دروازہ دھنیا ٹولہ مسئولہ بقرعیدن صاحب ضلعدار محکمہ افیون

۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی زوجہ دو برس سے مفرور ہوگئی ہے اور نہ طلاق دی نہ اُس کا کچھ پتا ہے کہ زندہ ہے یا مرگئی، زید اپنی بی بی کی حقیقی بہن سے چاہتا ہے کہ نکاح کروں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

ناجائز، قال تعالٰی: وان تجمعوا بین الاختین[2] (دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ باب فی المحرمات بالشرک نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸۲

[2] القرآن الکریم ۴/۲۳

زید اگر چاہتا ہے تو زوجہ کو طلاق دے اور تا انقضائے عدت انتظار کرے اس کے بعد اُس کی بہن سے نکاح کرسکتا ہے۔ انقضائے عدت یہاں ظنِ غالب سے لیا جائے گا فانہ ملتحق فی الفقہیات بالیقین (فقہ میں یقین سے ملحق ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۲، ۲۹۳ از احمد نگر دکن گنج بازار متصل مسجد شاہی مسئولہ محمد ابراہیم صاحب خطیب حنفی قادری ۲۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

(۱) زید و عمرو حقیقی بھائی ہیں، عمرو اپنے پوتے کے ساتھ زید کی لڑکی کا نکاح کرانا چاہتا ہے جائز ہے یا نہیں؟

(۲) زید نے چھ ماہ کی عمر میں زینب کا دودھ ہندہ کے ساتھ پیا اور ہندہ کی عمر چار سال کی تھی، کیا زینب کی تیسری لڑکی سے زید کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) یہ نکاح جائز ہے کہ حقیقی پھوپھی نہیں رشتہ کی پھوپھی ہے۔ قال تعالٰی: واحل لکم ماوراء ذٰلکم[1] (اور ان کے سوا جو رہیں وہ تمہیں حلال ہیں۔ ت) یعنی بھتیجی سے بیٹے کا نکاح جائز ہے حالانکہ وہ رشتہ میں اس کی بہن ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) زینب زید کی ماں ہوگئی اور زینب کی جتنی اگلی پچھلی اولاد ہے سب زید کی بہن بھائی، زینب کی کسی لڑکی سے زید کا نکاح جائز نہیں۔ قال تعالٰی: واخواتکم من الرضاعۃ[2] (اور تمہاری رضاعی بہنیں حرام ہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۴ مولوی عبداللہ صاحب بہاری مدرس مدرسہ منظر الاسلام بریلی ۲۹ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو حقیقی بہنیں اُن کا نکاح زید و اُس کے حقیقی لڑکے کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟ اور جن لوگوں میں ایسا جائز ہے اُن کے واسطے شرع شریف میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

شرعًا جائز ہے کہ ایک بہن کا نکاح باپ اور دوسری کا بیٹے سے ہو، اس میں کچھ حرج نہیں جبکہ کوئی مانع شرعی اور وجہ سے نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۵ از شاہجہان پور مسئولہ خان بہادر فصیح الدین صاحب ڈپٹی کلکٹر ۲۵ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلمان عورت یا مرد کسی دوسرے مذہب کے مرد یا عورت

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۴ [2] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

سے مثلاً بدھ، جین، ہندو، دہریہ وغیرہ سے مناکحت کرسکتا ہے یا نہیں؟ ایسی صورت میں کہ وہ غیر مذہب والا مرد یا عورت اسلام قبول نہ کرے اور اپنے مذہب پر قائم رہے، اگر نہیں کرسکتا ہے تو اس بارہ میں احکام کلام مجید کیا ہیں؟ براہِ مہربانی اُن آیاتِ شریفہ کو درج فرمایا جائے۔ بینوا توجروا

الجواب

مسلمان عورت کا نکاح مطلقاً کسی کافر سے نہیں ہوسکتا، کتابی ہو یا مشرک یا دہریہ یہاں تک کہ ان کی عورتیں جو مسلمان ہوں انھیں واپس دینا حرام ہے۔ قال تعالیٰ:

یایہا الذین اٰمنوا اذا جاءکم المؤمنٰت مھٰجرات فامتحنوھن اللہ اعلم بایمانھن فان علمتموھن مؤمنات فلا ترجعوھن الی الکفار لا ھن حل لھم ولا ھم یحلون لھن۔[1]

اے ایمان والو! جب تمھارے پاس اسلام لانے والی عورتیں کافروں کا دیار چھوڑ کر آئیں تو ان کی آزمائش کرو، اللہ خوب جانتا ہے ان کے ایمان کو، پھر اگر تمھیں آزمائش سے ان کا ایمان ثابت ہو تو انھیں کافروں کو واپس نہ دو، نہ مسلمان عورتیں کافروں کے لیے حلال ہیں اور نہ کافر مسلمان عورتوں کے لیے حلال ہیں۔

مسلمان مرد کافرہ کتابیہ سے نکاح کرسکتا ہے، قال تعالیٰ:

الیوم احل لکم الطیبٰت وطعام الذین اوتوا الکتٰب حل لکم وطعامکم حل لھم والمحصنٰت من المؤمنٰت والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم اذا اٰتیتموھن اجورھن۔[2]

آج کے دن ستھری چیزیں تمھارے لیے حلال کی گئیں اور کتابیوں کا ذبیحہ تمھارے لیے حلال ہے اور تمھارا ذبیحہ ان کے لیے حلال ہے اور تمھارے لیے حلال کی گئیں پارسا مسلمان عورتیں اور عفت والی کتابیہ عورتیں جب تم انھیں ان کے مہر دو۔

لیکن غیر کتابیہ سے مسلمان مرد کو نکاح حرام ہے، قال تعالیٰ:

لا تنکحوا المشرکٰت حتی یؤمن ولامۃ مؤمنۃ خیر من مشرکۃ ولو اعجبتکم۔[3]

مشرکہ یعنی غیر کتابیہ سے نکاح نہ کرو جب تک ایمان نہ لائیں اور بیشک ایک مسلمان باندی کافرہ غیر کتابیہ سے اچھی ہے اگرچہ وہ کافرہ تمھیں پسند آئے۔

یہ حکم کافران اصلی کا ہے، مرتد و مرتدہ کا نکاح تمام عالم میں کسی سے نہیں ہوسکتا، نہ مسلم سے، نہ کافر سے، نہ اصلی

---

[1] القرآن الکریم ۶۰/۱۰

[2] القرآن الکریم ۵/۵

[3] القرآن الکریم ۲/۲۱

سے نہ مرتد سے۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولاکافرۃ اصلیۃ وکذلک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد، کذا فی المبسوط[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم

مرتد کو کسی مرتدہ، مسلمہ یا اصلی کافرہ عورت سے نکاح جائز نہیں اور یوں ہی مرتدہ کو بھی کسی مرد سے نکاح جائز نہیں، مبسوط میں یونہی ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۹۶: از جنگال مدرسہ معین الاسلام ڈاک خانہ جنگل آباد ابل موضع کاد کا کسی ضلع جسر مسئولہ عبدالصمد صاحب ۲۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے اپنے بیٹے کی بی بی یعنی اپنی بہو سے زنا کیا اب وہ بی بی مذکورہ اپنے شوہر کے لیے حلال رہے گی یا نہیں؟ اور دونوں کے درمیان نکاح باقی رہے گا یا طلاق ہوگئی؟ اگر طلاق ہوگئی تو کس قسم کی؟ اور علت طلاق ہونے کی کیا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

لوگ اپنی طرف سے خیالات باطلہ باندھ لیتے یا فقط دو ایک شخصوں یا صرف عورت کے کہنے پر اتہام لگاتے ہیں اس کا تو کچھ اعتبار نہیں بلکہ شہادت عادلہ شرعیہ ہو یا شوہر تصدیق کرے اُس وقت حرمت کا حکم دیا جائے گا، عورت ہمیشہ کے لیے اپنے شوہر پر حرام ہوجائے گی کہ اُس کے باپ کی مدخولہ ہوگئی اور باپ کی مدخولہ بیٹے پر حرام ابدی ہے۔ قال تعالٰی: ولاتنکحوا مانکح اٰباؤکم[2] (جن سے تمہارے باپ نکاح کرلیں تم ان سے نکاح نہ کرو۔ ت) مگر طلاق نہ ہوئی، نہ نکاح سے خارج ہوئی جب تک شوہر متارکہ نہ کرے، مثلاً اس سے کہے میں نے تجھے چھوڑ دیا یا جُدا کیا۔ جب یہ کہے گا اور عدت گزر جائے گی اُس وقت عورت کسی تیسرے شخص سے نکاح کرسکے گی، اُن دونوں باپ بیٹوں پر تو ہمیشہ کے لیے حرام ہے، شوہر پر فرض ہے کہ اُسے متارکہ کردے کہ اب اُسے رکھ نہیں سکتا تو چھوڑنا لازم۔ قال تعالٰی: فامساك بمعروف او تسریح باحسان[3] (تو بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

وبحرمۃ المصاھرۃ لایرتفع النکاح حتی

حرمتِ مصاہرہ سے نکاح ختم نہیں ہوتا حتی کہ

---

[1] فتاوٰی ہندیہ باب فی المحرمات بالشرک نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸۲

[2] القرآن الکریم ۴/۲۲

[3] القرآن الکریم ۲/۲۲۹

لا یحل لہا التزوج بآخر الا بعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

جب تک متارکہ اور عدت پوری نہ ہوجائے کسی دوسرے کے لیے حلال نہ ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۹۷: از سوا والہ ڈاک خانہ ریڑھ ضلع بجنور مسئولہ حکیم عبدالرحمان ۵ شوال ۱۳۳۹ھ

ما قولکم رحمکم اللہ (اللہ آپ پر رحم کرے آپ کا کیا فرمان ہے۔ ت) کہ زید نے اپنے لڑکے عمرو کی زوجہ سے زنا بالجبر کیا یا زنا کی نیت کی جس کا اقرار دونوں کرتے ہیں، اس صورت میں یہ عورت عمرو کی مطلقہ ہوگئی یا نہیں؟ اور کون سی طلاق واقع ہوئی؟ عدت بھی ہوگی یا نہیں؟ عمرو کے لیے یہ عورت کسی طرح پھر بھی حلال ہوسکتی ہے یا نہیں؟ وقوعِ زنا، نیتِ زنا، دواعی زنا، تینوں میں کچھ فرق ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

یہی استفتاء اس سے قبل مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مفتی دیوبند کی خدمت میں ارسال کیا تھا جس کے جواب میں بوجہ انتقال مولانا محمود الحسن صاحب نور اللہ مرقدہٗ انھوں نے یہ مختصر جواب دیا تھا کہ:

"اگر عمرو اس کا مقر نہیں ہے تو اس کے حق میں اس کی عورت حرام نہیں ہوئی۔" انتہی

چونکہ یہ فیصلہ برتنے پنچایت برادری طے ہونے والا ہے اس لیے ضرورت ہے کہ کل مسئول عنہا امور کا جواب دیکھنے پر اگر حکم ہو تو برادری میں ان سے انقطاع یا حقہ پانی بند کرا کے خارج دے سکتے ہیں یا نہیں؟ یا محض ان سے جرمانہ وصول کرکے غربا و مساکین کی دعوت کرائی جائے اور وہ جرمانہ مسجد یا اور کسی نیک کام میں صرف کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

محض نیتِ زنا سے کچھ نہیں ہوتا اور بیٹے پر اس کی زوجہ حرام ابدی ہونے کے لیے صرف دواعی بھی کافی ہیں، اگر عمرو کے قلب پر ان کا صدق جمتا ہے تو لازم ہے کہ وہ عورت کو اپنے اوپر حرام سمجھے،

فان التحری من دلائل الشرع وقول فاسق معتبر اذا وقع التحری علی صدقہ۔

کیونکہ تحری (سوچ کے بعد فیصلہ) شرعی دلائل میں ہے اور فاسق کا قول تحری سے تصدیق کے بعد معتبر قرار پاتا ہے (ت)

یونہی اگر عمرو نے اُن کی تصدیق کی تو عورت کی حرمتِ ابدی کا حکم ہے لان الاقرار حجۃ ملزمۃ (کیونکہ اقرار اپنے اُوپر لازم کرنے کے لیے دلیل ہے۔ ت) اور اگر نہ اس نے اُن کی تصدیق کی نہ اس کے قلب پر ان کا صدق

---

[1] درمختار باب فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

جما ہے تو عورت اس پر حرام نہ ہوئی لان الاقرار حجۃ قاصرۃ لا تتعدی والمقر (کیونکہ اقرار کمزور دلیل ہے اس لیے مقر کا غیر اس سے متاثر نہیں ہوتا۔ت) پھر جن صورتوں میں عورت اس پر حرام مانی جائے گی ہمیشہ کے لیے حرام ہوگی، کسی طرح ان باپ بیٹوں کے لیے حلال نہیں ہوسکتی مگر ہنوز طلاق نہ ہوئی، عمرو پر فرض ہوگا کہ اُسے چھوڑ دے اور اُس کے چھوڑنے کے بعد عورت پر عدت لازم ہوگی، بعد عدت کسی تیسرے سے نکاح کرسکے گی۔ درمختار میں ہے:

وبحرمۃ المصاھرۃ لایرتفع النکاح حتی لایحل لھا التزوج باٰخر الابعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ۔[1]

حرمتِ مصاہرہ نکاح کو ختم نہیں کرتی حتی کہ دوسرے شخص سے نکاح، متارکہ اور اس کے بعد عدت گزرجانے کے بغیر جائز نہیں۔ (ت)

اگر بصورتِ حرمت عمرو عورت کو رکھے تو مسلمان اس سے میل جول چھوڑ دیں مگر جرمانہ لینا حرام ہے اور اُسے مسجد میں صرف کرنا اور دیوبندیوں سے فتوٰی پوچھنا حرام اور ان کے فتوٰی پر عمل کرنا حرام اور انھیں مولٰنا یا نور اللہ مرقدہ کہنا حرام۔ تمام علمائے کرام حرمین شریفین نے شانِ الوہیت وشانِ رسالت میں ان کی سخت گستاخیوں کے سبب ان کی تکفیر پر اتفاق کیا اور حسام الحرمین میں فرمایا: من شک فی عذابہ وکفرہ فقد کفر۔[2] یعنی جو اُن کے اقوال پر مطلع ہو کر ان کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر۔ والعیاذ باللہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۹۸ تا ۳۰۰: مسئولہ مولانا مولوی احمد مختار صاحب میرٹھی مورخہ ۸ شعبان المعظم ۱۳۳۸ھ

(۱) ماقولکم ایھا العلماء الکرام (اے علمائے کرام! آپ کا کیا ارشاد ہے۔ت) مرزا غلام احمد قادیانی کو مجدد و مہدی و مسیح موعود اور پیغمبر صاحب وحی و الہام ماننے والے مسلم ہیں یا خارج از اسلام اور مرتد۔

(۲) بشکلِ ثانی اُس کا نکاح کسی مسلمہ یا غیر مسلمہ یا ان کی ہم عقیدہ عورت سے شرعًا درست ہے یا نہیں؟

(۳) بصورتِ ثانیہ جس عورت کا نکاح ان لوگوں کے ساتھ منعقد کیا گیا ہے اُن عورات کو اختیار حاصل ہے کہ بغیر طلاق لیے اور بلا عدت کسی مرد مسلم سے نکاح کرلیں۔ بینوا آجرکم اللہ تعالٰی

الجواب

(۱) لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت ملنے کا جو قائل ہو

---

[1] درمختار | باب فی المحرمات | مجتبائی دہلی | ۱/۱۸۸

[2] حسام الحرمین | مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور | ص ۱۳

وہ تو مطلقاً کافر مرتد ہے اگرچہ کسی ولی یا صحابی کے لیے مانے۔ قال اللہ تعالٰی :

ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین[1]
لیکن اللہ تعالٰی کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ (ت)

وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم : انا خاتم النبیین لانبی بعدی[2]
حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا : میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں (ت)

لیکن قادیانی تو ایسا مرتد ہے جس کی نسبت تمام علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ من شك فی کفرہ فقد کفر[3] (جس نے اس کے کفر میں شک کیا وہ کافر ہوگیا۔ ت) اُسے معاذ اللہ مسیح موعود یا مہدی یا مجدد یا ایک ادنٰی درجہ کا مسلمان جاننا درکنار جو اُس کے اقوالِ ملعونہ پر مطلع ہوکر اُس کے کافر ہونے میں ادنٰی شک کرے وہ خود کافر مرتد ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) قادیانی عقیدے والے یا قادیانی کو کافر مرتد نہ ماننے والے مرد خواہ عورت کا نکاح اصلاً ہرگز زنہار کسی مسلم کافر یا مرتد اُس کے ہم عقیدہ یا مخالف العقیدہ غرض تمام جہان میں انسان حیوان جن شیاطین کسی سے نہیں ہوسکتا جس سے ہوگا زنائے خالص ہوگا۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے :

لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذٰلك لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد، کذا فی المبسوط[4].
مرتد کو کسی مرتدہ، مسلمہ یا اصلی کافرہ عورت سے نکاح جائز نہیں یونہی مرتدہ کو کسی مرد سے نکاح جائز نہیں۔ جیسا کہ مبسوط میں ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اُسی میں دربارۂ تصرفاتِ مرتد ہے :

منہا ماھو باطل بالاتفاق نحو النکاح فلا یجوز لہ ان یتزوج امرأۃ مسلمۃ ولا مرتدۃ ولا ذمیۃ ولا حربیۃ ولا مملوکۃ[5]. واللہ تعالٰی اعلم
بعض وہ چیزیں جو بالاتفاق باطل ہیں جیسے نکاح تو اس کے لیے کسی مسلمہ، مرتدہ اور اصلی کافرہ اور ذمی عورت، حربیہ اور لونڈی سے نکاح باطل ہے (ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۳) جس مسلمان عورت کا غلطی خواہ جہالت سے کسی ایسے کے ساتھ نکاح باندھا گیا اُس پر فرض فرض فرض ہے

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰
[2] جامع الترمذی ابواب الفتن باب ماجاء لاتقوم الساعۃ الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۴۵
[3] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۳
[4] فتاوٰی ہندیہ باب فی المحرمات بالشرک نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۸۲
[5] " " الباب التاسع فی احکام المرتدین " " " ۲/ ۲۵۵

کہ فوراً فوراً اس سے جُدا ہوجائے کہ زنا سے بچے اور طلاق کی کچھ حاجت نہیں بلکہ طلاق کا کوئی محل ہی نہیں، طلاق تو جب ہو کہ نکاح ہوا ہو، نکاح ہی سرے سے نہ ہُوا، نہ اصلاً عدت کی ضرورت کہ زنا کے لیے عدت نہیں، بلا طلاق بلا عدت جس مسلمان سے چاہے نکاح کرسکتی ہے۔ درمختار میں ہے:

نکح کافر مسلمۃ فولدت منہ لایثبت النسب منہ ولا تجب العدۃ لانہ نکاح باطل[1]

فرنے مسلمان عورت سے نکاح کیا جس سے اولاد ہُوئی تو اس سے نسب ثابت نہ ہوگا۔ عورت پر عدت واجب نہ ہوگی کیونکہ یہ نکاح باطل ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای فالوطء فیہ زنا لایثبت بہ النسب[2]

یعنی اس میں وطی زنا ہے جس سے نسب ثابت نہیں ہوتا۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۰۱: از قصبہ نہٹور ضلع بجنور محلہ میاں صاحب سادات اول مرسلہ سید محمد مختار احمد صاحب ۵ شعبان ۱۳۳۴ھ روز چہارشنبہ

مکرم معظم جناب قبلہ مولانا صاحب زاد ظلکم، السلام علیکم، مزاج شریف! کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع نائب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ زید کی دو زوجہ، زوجہ اول کا انتقال ہوگیا، اس سے اس کے ایک نواسہ۔ زوجہ دوم کے ایک لڑکی، اب زوجہ دوم کی لڑکی سے زوجہ اول کے نواسہ کا نکاح درست ہے یا نہیں؟ گویا سوتیلی خالہ سے یعنی اپنی ماں کی سوتیلی بہن سے جو دوسری ماں سے پیدا ہو کوئی شخص اپنا نکاح کرسکتا ہے؟ سبب یہ ہے کہ ناکح کا باپ اور منکوحہ کا باپ اور ماں دونوں علیحدہ ہیں کیونکہ بعض شخص کچھ ایسی حجت پیدا کرتے ہیں کہ چچا زاد یا تائی زاد یا خالہ زاد بہن بھائی حقیقی کا نکاح جائز ہے جبکہ ناکح اور منکوحہ کے ماں اور باپ کا ایک باپ اور ایک ماں ہیں، جزئیت کس طرف سے شمار ہوتی ہے، کسی ایسی عام فہم صورت میں جواب صاف اور کسی مستقل حوالہ کے ساتھ تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

زوجہ دوم کی وہ لڑکی اگر زید ہی کے نطفہ سے ہے تو بلاشبہہ زید کے نواسہ پر حرام قطعی ہے، اور اگر کسی دوسرے شوہر سے ہے تو جائز ہے، جزئیت کے بارے میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اپنی فرع اور اپنی اصل

---

[1] درمختار فصل فی ثبوت النسب مجتبائی دہلی ۱/۲۶۳

[2] ردالمحتار " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۲۳

کتنی بعید ہو مطلقاً حرام ہے، اور اپنی اصلِ قریب کی فرع اگرچہ بعید ہو حرام ہے، اور اپنی اصل بعید کی فرع بعید حلال، اپنی فرع جیسے بیٹی پوتی نواسی کتنی ہی دُور ہو اور اصل ماں دادی نانی کتنی ہی بلند ہو اور اصل قریب کی فرع یعنی اپنی ماں اور باپ کی اولاد یا اولاد کی اولاد کتنی ہی بعید ہو اور اصل بعید کی فرع قریب جیسے اپنے دادا، پردادا، نانا، دادی، پردادی، نانی، پرنانی کی بیٹیاں یہ سب حرام ہیں، اور اصل بعید کی فرع بعید جیسے اُنھی اشخاص مذکورہ آخر کی پوتیاں نواسیاں جو اپنی اصل قریب کی فرع نہ ہوں حلال ہیں۔ صورتِ مذکورہ میں جبکہ زوجۂ دوم کی لڑکی زید کے نطفہ کی ہو تو وہ اس کے اصل بعید کی فرع قریب ہُوئی، زید اُس کا نانا ہے وہ اس کی اصل بعید ہُوا اور یہ لڑکی اس کی بیٹی، یہ اس کی فرع قریب ہُوئی، لہٰذا حرام ہُوئی۔ اور اگر دُوسرے شوہر سے ہے تو اس سے کوئی تعلق نہ ہُوا لہٰذا حلال ہُوئی، چچا، خالہ، ماموں، پھوپھی کی بیٹیاں اس لئے حلال ہیں کہ وہ اس کی اصل بعید کی فرع بعید ہیں یعنی دادا نانا کی پوتیاں نواسیاں جو اپنی اصل قریب سے نہیں، نقایہ میں ہے:

حرم على المرء اصله وفرعه وفرع اصله القريب وصلبية اصله البعيد[1] . وهو تعالى اعلم.

مرد پر اس کے اصول وفروع اور اصل قریب کی فرع اور اصل بعید کی صلبیہ عورتیں حرام ہیں۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰۲ و ۳۰۳: مسئولہ حافظ محمد علاؤ الدین صاحب پیش امام جامع مسجد مقام بلرام پور ڈاکخانہ انگوڈیر ضلع مان بھوم

(۱) جن عورتوں سے نکاح حرام ہے وہ کون کون ہیں؟ عام فہم ہو خصوصاً میرے سمجھنے کے قابل۔

(۲) جو عورت زید کے بڑے بھائی کے نکاح میں آچکی ہو بعد مرنے بڑے بھائی کے اُس عورت یعنی اپنی بھاوج سے زید عقد کرسکتا ہے یا نہیں؟ اس کا جھگڑا پڑا ہُوا ہے اس کا خلاصہ تحریر فرمائیں، فقط۔

الجواب

(۱) حرمت کے اسباب متعدد ہیں:

اوّل نسب، جیسے ماں بیٹی، بہن، خالہ، پھوپھی، بھتیجی، بھانجی۔

دوم رضاعت، دودھ کے رشتہ سے یہ عورتیں دودھ پلانے والی ماں اور اس کی بیٹی بہن اور جس نے اس کا دودھ پیا بیٹی اور جن مرد و عورت کا دُودھ پیا ان کی بہنیں خالہ پھوپھی اور اپنے رضاعی بھائی بہن کی اولاد یا اپنے بھائی بہن کی رضاعی اولاد بھتیجی بھتیجیاں، وقس علیہ۔

سوم مصاہرت کہ اپنے اصول مثلاً باپ دادا نانا اور اپنی فروع مثلاً بیٹا پوتا نواسہ ان کی بیبیاں یا

---

[1] مختصر الوقایہ فی مسائل الہدایہ کتاب النکاح نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۲

جن عورتوں کو انھوں نے بشہوت ہاتھ لگایا ہو۔ یُونہی اپنی بی بی یا مدخولہ کی ماں دادی نانی۔

چہارم شرک یعنی غیر کتابی کافرہ عورت مسلمان پر حرام ہے۔

پنجم ارتداد جو عورت مسلمان ہو کر اسلام سے نکل جائے اس سے نکاح حرام ہے اگرچہ وہ کتابیوں ہی کا دین اختیار کرے۔

ششم پانچویں یعنی چار عورتیں نکاح میں موجود ہوں تو پانچویں حرام ہے۔

ہفتم دو محارم میں جمع کرنا، مثلاً ایک عورت نکاح میں ہے تو جب تک وہ نکاح میں رہے اُس کی بہن پھوپھی خالہ بھتیجی بھانجی سے نکاح حرام ہے۔

ہشتم جب کوئی آزاد عورت نکاح میں ہو تو اُس کے ہوتے ہوئے کنیز سے نکاح جائز نہیں۔

نہم جس عورت کو تین طلاق دے چکا جب تک حلالہ نہ ہو اُس سے نکاح حرام ہے۔

دہم جس عورت سے لعان کر چکا جب تک اپنے نفس کی تکذیب نہ کرے اُس سے نکاح نہیں کرسکتا۔

یازدہم وہ عورت کہ دوسرے کے نکاح میں ہے۔

دوازدہم وہ عورت کہ دوسرے کی عدت میں ہے، جزئیات بہت کثیر ہیں تفصیل کو اجزاء درکار ہیں، یہ چند اجمالی باتیں ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

www.alahazratnetwork.org

(۲) عدت گزرنے کے بعد کرسکتا ہے، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۰۴ از دوارکا اوکھا کاٹھیاوار مرسلہ نائیک حبیب خاں ۳ جمادی الآخرہ ۱۳۳۵ھ

مصدر بوارق معانی، مظہر شوارق فیض رسانی، ادام اللہ عنایتکم، السلام علیکم، دست بستہ آداب، خیریت الفریقین کا خواستگار ہوں۔ وہ لڑکی کہ جس نے بچپن میں میری اُس ہمشیرہ کا دُودھ ایک یا دو دفعہ نیند کی حالت میں پیا ہو کہ اُس کی اور میری والدہ ایک ہے اور والد جُدا۔ آیا وہ لڑکی میرے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر وہ لڑکی میرے نکاح میں آچکی ہو اور دُودھ پلانے کی واردات پیچھے ظاہر ہُوئی اس کے لیے کیا فتوٰی ہے؟ براہ نوازش بہت جلد مطلع فرما کر فرحت بخشیں۔

الجواب

جس لڑکی نے سائل کی بہن کا دُودھ پیا اگرچہ اُس کے سوتے میں، اگرچہ ایک ہی بار، اگرچہ ایک ہی قطرہ، اگرچہ وہ بہن سائل سے صرف ماں میں شریک اور باپ میں جُدا تھی، وہ لڑکی سائل کی بھانجی ہوگئی اور اس سے اس کا نکاح حرام قطعی ہے، اور نادانستگی میں ہوگیا اور اب بہ ثبوتِ شرعی رضاعت ثابت ہُوئی تو سائل پر فرض ہے کہ فوراً فوراً اُسے جُدا کرے کہ وہ اس کی بھانجی اور مثل حقیقی دختر کے ہے، پھر اگر جماع واقع ہُوا

تو مہر دینا آئے گا جو مہر مثل و مہر مسمّٰی میں کم ہو اور عورت اس کے چھوڑنے کے بعد تین حیض عدت کرے گی، پھر جس سے چاہے نکاح کرے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۰۵: مسئولہ میاں قدرت اللہ صاحب چشتی از مقام پٹن ضلع گجرات ریاست بڑودہ ۲۰ رجب ۱۳۳۵ھ

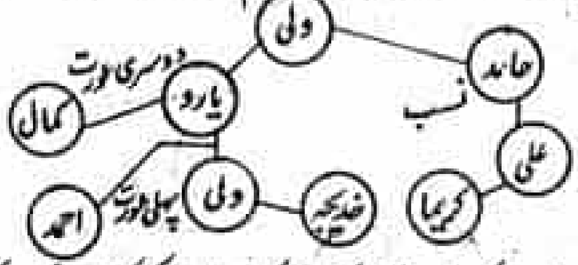

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ لڑکا کمال اور لڑکی کریما دونوں کے درمیان نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اس شجرہ سے واضح ہے کہ کمال اور ولی دونوں آپس میں سوتیلے بھائی ہیں، باپ ایک اور ماں جُدا، اور کریما ولی کی نواسی یعنی بیٹی کی بیٹی ہے تو وہ کمال پر حرام ہے نکاح نہیں ہوسکتا۔ قال تعالٰی، وبنٰت الاخ[1] (اور بھائی کی بیٹیاں۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۳۰۶: از مارہرہ شریف مرسلہ محمد نعیم صاحب ۱۶ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

ایک شخص نے اپنے لڑکپن میں جبکہ اُس کی عمر صرف دس گیارہ سال تھی ایک چودہ سالہ عورت سے جس کی شادی اُسی ماہ میں ہوئی تھی عورت کے رغبت کرنے اور سکھانے سے زنا کیا لیکن لڑکا نابالغ تھا اب اس عورت سے ایک لڑکی ہے، اس لڑکی کا نکاح لڑکے مذکور سے جس نے اپنی نابالغی کی حالت میں اُس کی ماں سے زنا کیا تھا جائز اور درست ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر اُس وقت لڑکے کی عمر ۱۲ برس سے کم تھی تو حرمت ثابت نہ ہوئی۔ وہ لڑکا اُس عورت کی لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے۔ درمختار میں ہے:

لو جامع غیر مراھق زوجۃ ابیہ لم تحرم، فتح[2]۔ اگر غیر مراہق نے اپنے باپ کی زوجہ سے جماع کیا تو حرمت ثابت نہ ہوگی، فتح۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/۲۳

[2] درمختار باب فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

ردالمحتار میں ہے :

لابد فی کل منھما من سن المراھقۃ واقلہ للانثٰی تسع وللذکر اثنا عشر لان ذٰلک اقل مدۃ یمکن فیھا البلوغ کما صرحوا بہ فی باب بلوغ الغلام وھذا یوافق مامران العلۃ ھی الوطء الذی یکون سببا للولد، والمس الذی یکون سببا لھذا الوطء ولا یخفی ان غیر المراھق منھما لایتأتی منہ الولد[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

مرد وعورت دونوں کے لیے ضروری ہے کہ دونوں کم از کم مراہق کی عمر میں ہوں، اور مراہق کی عمر لڑکی کے لیے کم از کم نو سال اور لڑکے کے لیے بارہ سال کیونکہ یہ وہ کم از کم عمر ہے جس میں بلوغ ہوتا ہے جیسا کہ فقہاء نے لڑکے کے بلوغ کے متعلق تصریح فرمائی ہے اور یہ بیان گزشتہ اس بیان کے موافق ہے کہ حرمتِ مصاہرہ کی علت وہ وطی ہے جو بچے کا سبب بن سکے اور وہ مَس جو اس وطی کا سبب بن سکے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ مراہق سے کم عمر والے کی وطی بچے کا سبب نہیں ہوتی۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] ردالمحتار باب فی المحرمات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۸۲

www.alahazratnetwork.org

باب الولی

(ولی کا بیان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۲۰۶: از کھنڈوا ضلع نماڑ ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی نابالغہ جس کی عمر آٹھ برس کی ہے، باپ اس کا اس کی شیرخوارگی میں انتقال کرگیا، پرورش اس کی ماں نے کی اور وہی اس کی وارث وکفیل ہے، ایک چچا اُس کا ہے وہ لڑکی کے باپ مرحوم سے تخمیناً چالیس سال سے بالکل علیحدہ ہے، کسی نوع کا واسطہ وتعلق باہمی نہیں، اس لڑکی کا نکاح بے اجازتِ والدہ وعم کے ایسے مقام پر لے جاکر پڑھا دیا جہاں ماں موجود نہ تھی، پس یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

تقریر سوال سے واضح کہ اس لڑکی کا دادا یا کوئی جوان بھائی نہیں، پس صورتِ مستفسرہ میں اس کا چچا ہی اس کا ولی ہے جس کے ہوتے ماں کو بھی اختیار نہیں، اور چچا کا باپ سے جُدا و بے علاقہ ہونا اس کی ولایتِ شرعیہ کو ساقط نہیں کرتا کہ غایت درجہ قطع رحم ہوگا اور اس کی نہایت گناہ اور گناہ مسقطِ ولایت نہیں، تنویرالابصار میں ہے:

الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ[1] نکاح میں ولی عصبہ بنفسہ ہوتا ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام[2] اگر عصبہ موجود نہ ہو تو پھر ماں کو ولایت ہوگی۔ (ت)

فتاوٰی خیریہ میں ہے:

الام لاتملک تزویج ابنتہا مع العم[3] والدہ کو بیٹی کے چچا کی موجودگی میں ولایت نہیں (ت)

فتاوٰی خانیہ میں ہے:

الفسق لایمنع الولایۃ۔[4] فسق، ولایت کے لئے مانع نہیں ہے۔ (ت)

پس وُہ نکاح کہ بے اجازت چچا کے ہُوا اس کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر رَد کردے باطل ہوجائے گا۔

مجمع الانہر میں ہے:

وقف تزویج فضولی وھو من لم یکن ولیا ولا اصیلا ولا وکیلا علی اجازۃ من لہ العقد فان اجاز ینعقد والا لا[5]

جو شخص ولی، اصیل اور وکیل نہ ہو وُہ فضولی ہوتا ہے، جس کا کیا ہُوا نکاح ولایت والے کی اجازت پر موقوف رہتا ہے، اگر وُہ جائز کردے تو جائز، ورنہ ناجائز ہوگا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اور اجازت دے تو نافذ ہوجائے گا بشرطیکہ جس شخص کے ساتھ نکاح ہُوا وُہ اس دختر کا کفو ہو اور اس کے مہر میں کمی فاحش نہ کی گئی ہو، ورنہ اگر کفو نہیں یا مہر میں ایسی کمی ہے تو نکاح اصلاً وجہ صحت نہیں رکھتا، نہ چچا وغیرہ ان اولیاء کی اجازت سے نافذ ہوسکے کہ ایسا نکاح اگر خود چچا کے ہاتھوں کا کیا ہوتا تاہم باطل ہوتا پھر اس کے جائز کئے نفاذ کیونکر پاسکتا ہے۔ درمختار میں ہے:

ان کان المزوج غیر الاب وابیہ ولو الام لایصح النکاح من غیر کفو او بغبن فاحش اصلا اھ ملخصا[6]

نکاح کرنے والا باپ یا دادا نہ ہو اگرچہ ماں ہو تو غیر کفو اور مہر کی فحش کمی کی صورت میں نکاح صحیح نہ ہوگا (ت)

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الولی مجتبائی دہلی ۱/۱۹۳

[2] " " " " " " "

[3] فتاوٰی خیریہ کتاب النکاح باب الاولیاء دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۴

[4] فتاوٰی قاضی خان فصل فی الاولیاء نولکشور لکھنؤ ۱/۱۶۳

[5] مجمع الانہر فصل فی تزویج الفضولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۴۳

[6] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

ردالمحتار میں ہے :

اصلا ای لالازما ولا موقوفا علی الرضا بعد البلوغ[1]

بالکل نہ ہوگا۔ نہ اب نافذ ہوگا اور نہ بعد بلوغ رضا پر موقوف ہوگا۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے :

العم ونحوہ لایصح منهم التزویج بغیر الکفؤ[2]

چچا وغیرہ کا غیر کفو میں نکاح کر دینا صحیح نہ ہوگا۔ (ت)

اور کفو کے یہ معنے کہ اُس کی قوم یا مذہب یا اعمال یا پیشے میں بہ نسبت خاندان دختر کے کوئی ایسا قصور وعیب نہ ہو جس کے سبب اولیائے دختر کو عار لاحق ہو نہ ایسا محتاج ہو کہ اگر یہ دختر بالفعل قابل جماع ہے تو نفقہ نہیں دے سکتا یا کسی قدر مہر کل یا بعض از روئے شرط یا حسبِ رواج بلد معجل ہے تو فی الحال اُس کے ادا پر قادر نہیں، تنویر میں ہے:

تعتبر (یعنی الکفاءۃ) نسبا وحریۃ واسلاما و دیانۃ ومالا وحرفۃ[3]

کفو ہونے میں نسب، حریت، اسلام، دیانت، مال اور حرفت کا اعتبار ہے۔ (ت)

ملتقی الابحر میں ہے :

وتعتبر مالا فالعاجز عن المہر المعجل و النفقۃ غیر کفؤ الخ[4]

مال کا اعتبار ہے تو جو شخص مہر معجل اور نفقہ کی ادائیگی سے عاجز ہو تو کفو نہیں بنے گا۔ (ت)

شامی میں ذخیرہ وفتح القدیر سے ہے :

قولہ لو تطیق الجماع، فلو صغیرۃ لا تطیقہ فہو کفو وان لم یقدر علی النفقۃ لانہ لا نفقۃ لہا[5] واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وحکمہ سبحنہ احکم۔

اس کا قول کہ بیوی جماع کے قابل ہو، تو اگر ایسی کم عمر ہو کہ وُہ جماع کے قابل نہیں تو کفو ثابت ہوگی اگرچہ خاوند نفقہ پر قادر نہ ہو کیونکہ ایسی عمر کے لئے خاوند پر نفقہ لازم نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم، اللہ جل مجدہ کا علم کامل واکمل اور اس کا حکم نافذ مضبوط ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب فی الولی دار احیاء التراث العربی، بیروت ۲/۳۰۵

[2] فتح القدیر فصل فی الکفاءۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۹۶

[3] درمختار شرح تنویر الابصار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۵-۱۹۴

[4] ملتقی الابحر الکفاءۃ فی النکاح موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۲۴۶

[5] ردالمحتار باب الکفاءۃ دار احیاء التراث العربی، بیروت ۲/۳۲۱

مسئلہ ۳۰: ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۰۵ ہجری قدسی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صغیرہ کا باپ اُس کے نکاح کی زید کے ساتھ اپنے پسر جوان کو اجازت دے کر اپنی نوکری کے مقام پر کہ وہاں سے سات آٹھ کوس ہے چلا گیا، اُس کے پیچھے وُہ نکاح ہوا، رخصت کے بعد باپ آیا، چوتھی کی رخصت اُس کے سامنے ہُوئی اور برسوں آتی گئی، اب سات برس کے بعد باپ کہتا ہے میں اس نکاح سے راضی نہیں۔ اس صُورت میں باپ یا اس صغیرہ کو بعد بلوغ حق فسخ نکاح پہنچتا ہے یا نہیں؟ اور وُہ نکاح کہ بھائی نے کیا صحیح ہُوا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جبکہ ثابت ہو کہ پدرِ صغیرہ نے اپنے پسر جوان کو دختر نابالغہ کے نکاح کی زید کے ساتھ اجازت دی اور وُہ نکاح حسبِ اجازت واقع ہُوا تو اب اسے نہ پدرِ صغیرہ خود فسخ کر سکے نہ صغیرہ بعد بلوغ اس کا اختیارِ فسخ رکھے، بلکہ وُہ نکاح قطعاً صحیح و نافذ و لازم ہوگیا۔

فان الاذن توکیل و فعل الوکیل کفعل الموکل ومن سعی فی نقض ما تم من جہتہ فسعیہ مردود علیہ۔

وکیل کو اجازت کا مطلب یہ ہے کہ اس کے فعل کو مؤکل کا فعل قرار دیا جائے گا لہٰذا وکیل کی طرف سے تمام شدہ کارروائی کو کالعدم قرار دینے والے کی کوشش کو رد کر دیا جائے گا۔ (ت)

تنویر میں ہے:

لزم النکاح ولو بغبن فاحش او بغیر کفؤ ان کان الولی ابا او جدا[1] الخ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

اگر باپ یا دادا نکاح کرنے والا ہو تو غیر کفؤ اور مہر کی فحش کمی کے باوجود نکاح لازم و نافذ ہوگا۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۱: ۳ رجب المرجب ۱۳۰۵ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لیلٰی کا باپ بکر اس کا نکاح عمرو کفو کے ساتھ کرنے کی اجازت اپنے جوان بیٹے خالد کو دے کر بریلی سے اپنی نوکری پر جسیل پور کہ یہاں سے بیس کوس ہے چلا گیا، خالد برادر و ہندہ مادرِ لیلٰی کو عمرو سے نکاح منظور نہ تھا ان کی مرضی زید کے ساتھ نکاح میں تھی کہ وُہ بھی مثل عمرو آپس اور برادری ہی کا ہے لہٰذا برخلاف اجازت بکر مادر و برادرِ لیلٰی نے جلدی کر کے لیلٰی نابالغہ نَو سالہ کا نکاح زید نابالغ ہفت سالہ سے کردیا،

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

www.alahazratnetwork.org

جب پدرِ لیلٰے آیا خبر سُن کر سخت ناراض ہُوا اور دختر کو سسرال سے بُلالیا اور پھر نہ جانے دیا، اس پر سات برس کا زمانہ گزرا کہ لیلٰے بالغہ ہوگئی مگر زید ہنوز نابالغ ہے لیلٰے نے بالغہ ہوتے ہی فوراً اُس نکاح سے انکار کردیا اور دوسری جگہ اپنا نکاح کیا چاہتی ہے، اس صورت میں نکاح اوّل فسخ ہوا اور لیلٰے کو نکاح ثانی کا اختیار رہا یا نہیں ؟ بینوا توجروا (بیان کیجئے اور اجر پائیے ۔ ت) ۔

الجواب

چند روز ہُوئے کہ مسئلہ سائل کی طرف مقابل یعنی پدرِ زید نے فقیر سے دریافت کیا اور اُس میں صورتِ سوال بالکل اس کے خلاف تھی، اس نے ظاہر کیا تھا کہ پدرِ لیلٰے اس کے نکاح کی اجازت خالد اپنے پسر جوان کو اسی زید کے ساتھ دے گیا تھا اور چوتھی کی رخصت اس کے سامنے ہوئی اور لیلٰے برسوں آئی گئی، اب سات برس کے بعد کہتا ہے میں راضی نہیں، اس پر فقیر نے لکھا تھا کہ مضمونِ مذکور ثابت ہو تو بیشک نکاح صحیح و لازم ہوگیا جسے کوئی فسخ نہیں کرسکتا، اب پدرِ لیلٰے یہ شکل اظہار کرتا ہے اور اس کے ساتھ چند کسان برادری جو اپنے آپ کو فریقین کا رشتہ دار قریب بتاتے ہیں بقسم اس بیانِ بکر کی تائید کرتے ہیں۔ غرض علم واقع حق جل وعلا کو ہے، اگر یہ لوگ سچے ہیں اور صورتِ سوال یُونہی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ نکاح برخلاف اجازتِ پدر ہُوا تو اگر اُس نے ناراضی میں اس نکاح کے رَد کرنے کا کوئی لفظ کہا تو نکاح اسی وقت فسخ ہوگیا اور اگر کوئی ایسا لفظ نہ کہا اور نہ اس پر راضی ہوا نہ اُس نے کبھی رخصت کی اور لیلٰے نے بالغہ ہو کر انکار کردیا تو اب نکاح فسخ ہوگیا کہ برادرِ لیلٰے کو جب پدرِ لیلٰے نے خاص عمرو کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت دی تھی تو اسے بتوکیلِ پدر اسی قدر کا اختیار تھا اب کہ اس نے مخالفت کرکے زید سے نکاح کردیا یہ نکاح نکاحِ فضولی ٹھہرا۔ درمختار میں ہے :

اجمعوا انہ لم یجز کما لو امرہ بمعینۃ فخالف[1] اھ ملخصا یعنی الوکیل بالنکاح۔

فقہاء کا اجماع ہے کہ اگر معینہ عورت سے نکاح کا کہا اور وکیل نے اس کے خلاف کیا تو یہ جائز نہ ہوگا اھ ملخصاً (ت)

ردالمحتار میں ہے :

فی کل موضع لاینفذ فعل الوکیل فالعقد موقوف علی اجازۃ الموکل[2]۔

جہاں پر وکیل کا عمل نافذ نہ ہوگا وہاں وہ عمل مؤکل کی اجازت پر موقوف ہوگا ۔ (ت)

---

[1] الدرالمختار باب الکفاءۃ مجتبائی دہلی ۱/۱۹۶

[2] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۲۵

اور نکاحِ فضولی بے اجازت نافذ نہیں ہوتا، پس اگر لیلٰی کے باپ نے رَد کیا تو جبھی رَد ہوگیا اور اگر نہ رَد کیا نہ اجازت دی اور لیلٰی نے بالغہ ہوکر فسخ کردیا تو اب فسخ ہوگیا

فی ردالمحتار فی فصل الفضولی عن جامع الفصولین یتوقف علی اجازۃ ولیہ مادام صبیا ولو بلغ قبل اجازۃ ولیہ فاجاز بنفسہ جاز ولم یجز بنفس البلوغ بلا اجازۃ[1]

ردالمحتار میں ہے فضولی کے بیان میں جامع الفصولین سے منقول ہے کہ جب تک نابالغ ہے اس کا نکاح اس کے ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا، اور اگر ولی کی اجازت سے قبل وہ بالغ ہوگیا تو اس نے اپنے نکاح کو جائز قرار دیا تو جائز ہو جائے گا، اس کے جائز کئے بغیر محض بالغ ہونے پر جائز نہ ہوگا۔ (ت)

پس لیلٰی کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرلے، واللہ تعالٰی اعلم۔

واعلم ان غیبۃ بکر لم تکن منقطعۃ حتی تنتقل الولایۃ الی الاخ فیکون تزویجہ ایاھا صحیحا نافذا ولو غیر لازم فلا ینفسخ بمجرد فسخھا بل تحتاج فیہ الی حکم القاضی کما فی الھدایۃ والدر[2] وغیرھما من الاسفار الغراء علی اختیار اکثر المتاخرین وجزم بہ فی التنویر وغیرہ، وقال فی التبیین ان علیہ الفتوی[3] وھو التقدیر بمسافۃ القصر فالامر واضح واما علی ما اختارہ اکثر المشائخ وقال السرخسی ومحمد بن الفضل واصحاب الذخیرۃ والمجتبی والبحر انہ الاصح[4] وصاحب

واضح رہے کہ یہاں بکر کا غائب ہونا ایسا نہیں جس سے اس کی ولایت منقطع ہوکر لڑکی کے بھائی کو منتقل ہوجائے کہ اس کا کیا ہُوا نکاح صحیح اور نافذ ہوتا اگرچہ لازم نہ ہوتا، محض لڑکی کے فسخ کرنے سے فسخ نہ ہوتا بلکہ قاضی کے فیصلہ کی ضرورت ہوتی جیسا کہ ہدایہ، دُر وغیرہما معتبر کتب میں ہے، لیکن جس کو اکثر متاخرین نے اختیار کیا ہے اور اس پر تنویر وغیرہ میں جزم کیا ہے، اور تبیین میں کہا کہ اس پر فتوٰی ہے، وہ یہ کہ نماز کو قصر کرنے کی مسافت یعنی مسافتِ سفر پر دُور ہو، تو اس قول پر معاملہ واضح ہے اور وہ جس کو اکثر مشائخ نے جس کے متعلق سرخسی اور محمد بن فضل، ذخیرہ، مجتبٰی اور بحر کے مصنفین نے فرمایا کہ یہ اصح ہے، اور صاحب ہدایہ

---

[1] ردالمحتار | کتاب البیوع فصل فی الفضولی | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۴/۱۳۵

[2] درمختار | فصل فی الولی | مجتبائی دہلی | ۱/۱۹۴

[3] تبیین الحقائق | باب الاولیاء والاکفاء | المطبعۃ الکبرٰی الامیریۃ مصر | ۲/۱۲۷

[4] البحر الرائق | باب فی الاولیاء | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۳/۱۲۶

الهدایۃ انہ اقرب الی الفقہ[1] والامام قاضی خان فی شرح الجامع الصغیر انہ حسن لانہ النظر[2]، والزیلعی فی التبیین انہ احسن[3] والمحقق فی الفتح انہ الاشبہ بالفقہ[4] وعلیہ مشی فی الاختیار والنقایۃ والملتقی والباقانی ونقل ابن الکمال ان علیہ الفتوی[5] وفی شرح الملتقی عن الحقائق انہ اصح الاقاویل وعلیہ الفتوی[6] ولیشیر کلام النہر الی اختیارہ وفی البحران الاحسن الافتاء بہ[7] وبالجملۃ کان ارجح التصحیحین وھو کونہ بحیث لو انتظر حضورہ او استطلاع رأیہ فات الکفؤ الذی حضر وان کان مختفیا فی نفس البلد فلان المبنی عندھم الحاجۃ الی استطلاع مفوت للکفؤ الحاضر لما فیہ ضرر والولایۃ للنظر فواجب اسقاطھا وھٰھنا کلا الامرین منتف

نے کہا کہ یہ اقرب الفقہ ہے، اور امام قاضی خان نے جامع صغیر کی شرح میں کہا کہ شفقت کی وجہ سے اچھا ہے اور زیلعی نے تبیین میں اچھا، محقق نے فتح میں اشبہ بالفقہ کہا اور یہی موقف اختیار، نقایہ، ملتقی اور باقانی کا ہے اور ابن کمال نے اس پر فتوٰی کہا ہے اور ملتقی کی شرح میں حقائق سے منقول کہ اقوال میں یہ اصح اور اس پر فتوٰی ہے اور نہر کا کلام بھی اس کے مختار ہونے کی طرف اشارہ ہے، اور بحر میں کہا کہ اس پر فتوٰی بہتر ہے، غرضیکہ دونوں تصحیحوں میں یہ قول زیادہ راجح ہے کہ اگر ولی اتنی مسافت پر ہے کہ اس سے رابطہ، مشورہ اور اجازت حاصل کرنے میں موجود رشتہ جو کفو ہے، چھوٹ جائے گا، تو یہ ولایت کے ختم ہونے اور دوسرے کو منتقل ہونے کا معیار ہے، اگرچہ وہ ولی شہر میں چھپا ہوا ہی کیوں نہ ہو کیونکہ غائب ولی کی ولایت کے انقطاع کا سبب کفو والے رشتہ کے چھوٹ جانے کا خدشہ قرار دیا ہے تو ایسی صورت میں اس سے اجازت حاصل کرنے

---

[1] الہدایۃ	باب فی الاولیاء والاکفاء	المکتبۃ العربیہ کراچی	۱/۲۹۹
[2] البحرالرائق بحوالہ شرح الجامع الصغیر	باب فی الاولیاء	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۳/۱۲۶
[3] تبیین الحقائق	باب الاولیاء والاکفاء	المطبعۃ الکبرٰی مصر	۲/۱۲۷
[4] فتح القدیر	" " "	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	۳/۱۸۵
[5] الدرالمختار	فصل فی الولی	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۹۴
[6] الدرالمنتقی علی حاشیہ مجمع الانہر	باب الاولیاء	داراحیاء التراث العربی بیروت	۱/۳۳۹
[7] البحرالرائق	باب فی الاولیاء	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۳/۱۲۶

الحاجة الی الاستطلاع لحصول الاطلاع فانه قد اذن فی التزویج لعمرو و فوات الکفؤ لوجود عمرو، بل لقائل ان یقول ان لاغیبة اصلا لوجود التوکیل و وجود الوکیل کوجود الموکل فظن انه تزویج نافذ صدر عن ولایة ظن باطل، واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

میں ولایت کا مقصد فوت ہوجاتا ہے اس لئے اتنی مسافت یا شہر میں تلاش کی بجائے اس کی ولایت کو منقطع قرار دیا جائے گا، جبکہ موجودہ مسئلہ میں ولایت کو منقطع قرار دینے کی متاخرین اور مشائخ والی دونوں صورتیں نہیں پائی جاتیں کہ اس سے اجازت حاصل کی جائے کیونکہ بکر نے خود عمرو سے نکاح کردینے کی اجازت دی نیز بھی کفو کے فوت ہونے کا خدشہ رہا کیونکہ عمرو یہاں موجود ہے، بلکہ یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ ولی کے غیب ہونے والی صورت یہاں نہیں پائی جاتی کیونکہ ولی کا وکیل یعنی خالد موجود ہے جبکہ وکیل کا موجود ہونا خود موکل کی موجودگی کی طرح ہے، پس مسئولہ صورت میں یہ خیال کرنا کہ زید سے کیا ہوا نکاح ولی سے صادر شدہ ہے، یہ خیال باطل ہے (کیونکہ بکر نے عمرو سے نکاح کی اجازت دی تھی) واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۰۹: ۱۹ ربیع الآخرہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نابالغ کا نکاح ہندہ نابالغہ کے ساتھ ان کے وارثوں نے کیا، یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اور زید یا ہندہ بعد بلوغ اسے فسخ کرسکتے ہیں یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

www.alahazratnetwork.org

الجواب

سائل مظہر کہ زید کا نکاح اُس کے باپ نے کیا، اور باپ کا کیا ہُوا نکاح لازم ہوتا ہے یعنی اولاد کو اس کے فسخ کا اختیار نہیں ہوتا۔

فی الدرالمختار لزم النکاح ولو بغبن فاحش بزیادة مهرها او بغیر کفؤ ان کان الولی ابا او جدا ولم یعرف منهما سوء الاختیار[1] (ملخصًا)

درمختار میں ہے جب باپ یا دادا نے اپنی ولایت میں نکاح کیا ہو تو اگرچہ فحش کمی مہر کی ہو یا غیر کفو میں کیا ہو تو وہ نکاح لازم و نافذ ہوگا بشرطیکہ باپ اور دادا کی اس سے پہلے غلط روی مشہور نہ ہو (ملخصًا)۔ (ت)

اور ہندہ کا نکاح اُس کے چچا نے کیا کہ پدر ہندہ مرچکا تھا اس حالت میں اگر زید ہندہ کا کفو نہیں یعنی اس سے قوم یا دین یا پیشہ وغیرہا امور معتبرہ میں ایسا گھٹا ہُوا ہے جس کے ساتھ نکاح ہونا باعث عار و بدنامی ہو یا یہ کہ ہندہ کا جس قدر مہر مثل تھا اُس سے بہت کم مہر باندھا گیا تو ان صورتوں میں نکاح اصلًا صحیح نہ ہُوا یہاں تک کہ

---

[1] الدرالمختار باب الولی مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

اگر ہندہ بالغہ ہو کر اسے جائز رکھے تب بھی جائز نہ ہوگا۔

فی الدر المختار ان کان المزوج غیر الاب وابیہ ولو الام لا یصح النکاح من غیر کفؤ او بغبن فاحش اصلا وما فی صدر الشریعۃ صح ولہما فسخہ وہم[1] (ملخصا)

درمختار میں ہے اگر باپ یا دادا کے غیر نے نکاح کیا ہو تو غیر کفو اور فحش کمی مہر کے ساتھ نکاح بالکل صحیح نہ ہوگا' اور جو صدر الشریعہ میں کہا گیا کہ وُہ نکاح صحیح ہے اور باپ اور دادا کو بعد میں فسخ کا اختیار ہے، یہ محض وہم ہے (ملخصاً)۔ (ت)

اور اگر یہ بات نہیں بلکہ زید کفو ہے اور مہر مثل میں کمی فاحش نہ ہوئی تو نکاح صحیح ہو گیا مگر ہندہ کو اختیار ہے کہ بعد بلوغ فوراً اس سے نکاح کو رَد کر دے اور حاکم شرع کے حضور دعوٰی کرکے فسخ کرائے۔

فی الدر المختار وان کان من الکفؤ وبمھر المثل صح ولصغیر وصغیرۃ خیار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ لقصور الشفقۃ بشرط القضاء للفسخ[2] (ملخصا)

درمختار میں ہے اگر مہر مثل اور کفو میں نکاح کیا ہو تو صحیح ہے لیکن نابالغ لڑکے اور لڑکی کو بالغ ہونے کے بعد اس کے فسخ کا اختیار ہے اگرچہ دخول کے بعد بلوغ ہوا ہو یا بلوغ کے بعد نکاح کا علم ہوا ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ باپ اور دادا کے غیر میں شفقت کمزور ہوتی ہے تاہم فسخ کے لئے قاضی کا حکم شرط ہے (ملخصاً)۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

مگر از انجا کہ ہندہ بکر ہے تو بحالتِ بلوغ جس وقت نکاح پر مطلع ہو فوراً اور پہلے سے مطلع تھی تو بالغ ہوتے ہی معاً نکاح کو رَد کر دے، اگر ذرا بھی دیر کی تو نکاح لازم ہوجائے گا اور اُسے فسخ کرانے کا اختیار نہ رہے گا۔

فی الدر المختار بطل خیار البکر بالسکوت لو مختارۃ عالمۃ باصل النکاح ولا یمتد الی اٰخر المجلس[3] (ملخصا) واللہ تعالٰی اعلم

درمختار میں ہے کہ اطلاع ملنے پر باکرہ کا سکوت اس کے فسخ کے اختیار کو باطل کر دیتا ہے بشرطیکہ اپنے نکاح کے بارے میں اس کو علم ہوا ہو اور وُہ بالغہ ہو، تاہم فسخ کا اختیار اس مجلس تک محدود ہوگا جس میں اس کو علم ہوا ہو۔ (ملخصاً) واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۱: ۱۹ ذی قعدہ ۱۳۰۶ھ از چھاؤنی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ بالغہ بعد بیوہ ہوجانے کے اپنا نکاح ایسے شخص سے

---

[1] درمختار | باب الولی | مجتبائی دہلی | ۱/۱۹۲
[2] ایضاً | ″ | | ۱/۹۳-۱۹۲
[3] ایضاً | ″ | | ۱/۱۹۳

34 چاہتا ہے جس سے اُس کے ماں باپ ہندہ سے اس امر پر راضی نہیں اب اگر ہندہ ناراضی والدین گوارا کرکے اپنا نکاح کرلے تو آیا یہ نکاح شرعاً درست ہوگا یا نادرست؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر وہ شخص جس سے ہندہ بناراضی پدر اپنا نکاح بطورِ خود کیا چاہتی ہے ہندہ کا کفو ہے یعنی اس کی قوم یا پیشہ یا مذہب وغیرہا میں بہ نسبت ہندہ کے کوئی ایسا قصور و عیب نہیں جس کی وجہ سے ہندہ کا اس کی مناکحت میں آنا پدرِ ہندہ کے لئے موجبِ عار ہو تو بلاشبہہ نکاح صحیح و درست ہو جائے گا اور والدین کی ناراضی اگرچہ ہندہ کو نقصان کرے مگر جوازِ نکاح میں خلل نہ آئے گا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الایم احق بنفسہا من ولیہا[1] رواہ الائمۃ مالک واحمد ومسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ وغیرہم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ بالغ لڑکی اپنے ولی کے مقابلہ میں اپنے بارے میں فیصلہ کی زیادہ حقدار ہے اس کو امام مالک، احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ وغیرہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلاً[2] (ملخصاً) واللہ تعالٰی اعلم۔

عاقلہ بالغہ حرہ عورت کا اپنا نکاح ولی کی رضامندی کے بغیر بھی جائز ہے، اور غیر کفو میں کیا تو بالکل ناجائز ہونے کا فتوٰی دیا جائے گا، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۱۱: ۵ ذی الحجہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور زید کی اہلیہ نے انتقال کیا، دو بیٹیاں چھوڑیں، اور لڑکیوں کا کوئی وارث سوا ایک ماموں حقیقی کے کوئی نہ تھا، ماموں نے ایک لڑکی جس کی عمر تخمیناً سات برس کی تھی اس کا نکاح اپنے بیٹے کے ساتھ کردیا جس کو اب عرصہ آٹھ برس کا ہوا، اور دوسری بڑی لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کردیا، اب بڑی دختر باغوا اپنے شوہر کے اپنی چھوٹی ہمشیرہ کو بہکاتی ہے کہ تو کہہ دے کہ میری نابالغی

---

[1] صحیح مسلم کتاب النکاح قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۵۵
سنن ابوداؤد فصل فی الثیب آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۸۶
[2] الدرالمختار باب الولی مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱

میں نکاح ہوا ہے میں راضی نہیں ہُوں تو میں تیرا نکاح اپنے دیور سے کرا دُوں گی، چنانچہ چھوٹی لڑکی اب اپنے ماموں سے کلماتِ ناراضی بیان کرتی ہے۔ اس صورت میں شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

سائل اظہار کرتا ہے کہ اس چھوٹی لڑکی کو بالغہ ہُوئے سال بھر گزرا اور اُسے نکاح کی خبر کئی برس سے ہے اور یہ کلماتِ ناراضی اس نے کوئی دو مہینے سے کہنے شروع کئے ہیں، اگر یہ بیان واقعی ہے تو وہ نکاح لازم ہوگیا اور عورت کو حقِ اعتراض اصلاً نہ رہا جبکہ اُسے پہلے سے نکاح پر اطلاع تھی، تو جس آن میں بالغہ ہُوئی فوراً اسی آن میں اگر ناراضی ظاہر کردیتی تو اسے حقِ اعتراض رہتا یہاں تک کہ اگر بالغہ ہوکر ایک لمحہ کو بھی دوسرے کام یا دُوسری بات میں مصروف رہی تو اب اعتراض کا اختیار نہیں رکھتی یہاں تو جوان ہونے پر کئی مہینے بعد اُس نے اعتراض شروع کیا ہے، یہ اصلاً قابلِ قبول نہیں، عورت پر فرض ہے کہ اس جہالت سے باز آئے، اور اس کی بہن پر فرض کہ پرائی زوجہ کو اغوا نہ کرے ورنہ سوا گناہ کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

فی الدرالمختار بطل خیار البکر بالسکوت لو عالمۃ بالنکاح ولا یمتد الی اٰخر المجلس[1] اھ ملخصاً۔

درمختار میں ہے کہ باکرہ لڑکی کا اپنے نکاح کے علم پر خاموشی اس اختیار فسخ کو ختم کردیتی ہے اور اختیار بھی صرف اس مجلس تک محدود ہوگا جس میں اسے علم ہوا ہے اس کے بعد اسے اختیار نہ ہوگا اھ ملخصاً (ت)

www.alahazratnetwork.org

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس منا من خبب امرأۃ علی زوجھا[2] رواہ ابوداود والنسائی وابن حبان والحاکم باسناد صحیح عن ابی ھریرۃ ونحوہ احمد وابن حبان والبزار والحاکم بسند صحیح عن بریدۃ وابویعلی والطبرانی فی الاوسط بسند صحیح عن ابن عباس والطبرانی فی الاوسط

جو کسی عورت کو اُس کے شوہر سے بگاڑ دے وہ ہمارے گروہ سے نہیں۔ (اس کو ابوداود، نسائی، ابن حبان اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور ایسے ہی احمد، ابن حبان، بزاز اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور ابویعلٰی اور طبرانی نے اپنی اوسط میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] الدرالمختار | باب الولی | مجتبائی دہلی | ۱/۱۹۳
[2] سنن ابوداود | اول کتاب الطلاق | آفتاب عالم پریس، لاہور | ۱/۲۹۶

والصغیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

نیز طبرانی نے اوسط اور صغیر میں اس کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۳۱۲ ۱۶ رجب ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی ایک لڑکی نابالغہ کہ جس کی عمر گیارہ برس کی ہے اور اُس کی ماں مرچکی ہے اور باپ اس کا گوالیار میں نوکر ہے، نانا اُس لڑکی کا باپ کی غیبت میں لڑکی کو اپنے یہاں لے گیا اور بلا مشورہ باپ کے اُس کا نکاح ایک رافضی سے کردینا چاہتا ہے، جب باپ کو اطلاع ہُوئی آیا اور نانا کو ممانعت کی کہ میں ایسی تقریب ہرگز روا نہیں رکھتا بلکہ اس مضمون کا اُس نے نوٹس بھی دے دیا ہے مگر وہ اپنے ارادہ سے باز نہیں رہتا ہے لڑکی کو روک رکھا ہے اور لڑکی اور اس کا باپ سب سُنّی ہیں اس صُورت میں اگر نانا اُس نابالغہ کا نکاح باوجود ممانعتِ پدر کے اُس رافضی سے کردے گا تو صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور نانا کو لڑکی کے اپنے پاس بٹھا رکھنے اور باپ سے روکنے کا اختیار ہے یا نہیں؟

الجواب

باپ کے ہوتے نانا کوئی چیز نہیں، نہ بے اس کی اجازت کے وُہ نکاح کردینے کا مختار، یہاں تک کہ اگر نانا بے اجازتِ پدر اُس نابالغہ کا کسی سُنّی سے نکاح کردے گا اور باپ روا نہ رکھے گا تو وُہ نکاح باطل ہے نہ کہ رافضی کہ آج کل عموماً مرتدین ہیں اور ان سے سُنّیہ عورت کا نکاح اصلاً صحیح نہیں، علاوہ بریں اس قدر میں تو شک نہیں کہ رافضی سُنّیہ بنت سُنّی کا کفو نہیں ہوسکتا اور غیر کفو سے جو نکاح باپ دادا کے سوا دُوسرا کردے گا ہرگز صحیح نہ ہوگا، نہ کہ باپ کی صریح ممانعت کی حالت میں یہ نکاح کیا جائے، یہ کیونکر وجہِ صحت رکھے گا، پس یقیناً یہ نانا کا محض ظلم ہے، اگر وُہ ایسا کرے گا تو ہرگز نکاح نافذ نہ ہوگا بلکہ باطل ہوگا اور لڑکی نو برس کی عمر سے باپ ہی کے پاس رہے گی، اگر ماں ہوتی تو وُہ بھی نو برس کے بعد اپنے پاس نہ رکھ سکتی نہ کہ نانا، یہ سب ظلم و تعدی ہے۔

www.alahazratnetwork.org

تنویر الابصار میں ہے:

الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ بلا توسط انثی علٰی ترتیب الارث والحجب[1]۔

نکاح کا ولی عصبہ بنفسہ یعنی وُہ مرد شخص جس کی نسبت میں عورت کا واسطہ نہ ہو، یہ ولی وراثت کی ترتیب اور ایک دوسرے کے لئے مانع ہونے کی ترتیب سے ہوں گے۔ (ت)

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۳

درمختار میں ہے:

لو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ[1]

اگر قریب ولی کی موجودگی میں بعید ولی نے نکاح کردیا تو وہ نکاح قریب کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ (ت)

اُسی میں ہے:

ان کان المزوج غیرھما ای الاب وابیہ ولو الام لایصح من غیر کفو اصلا[2]۔ (ملخصًا)

اگر باپ اور دادا کے غیر نے خواہ والدہ ہی ہو نکاح کیا تو غیر کفو میں بالکل جائز نہ ہوگا (ملخصًا)۔ (ت)

اُسی میں ہے:

لیس فاسق کفوا للصالحۃ اوفاسقۃ بنت صالح نھر[3] انتہی ملخصا۔

صالحہ لڑکی یا صالح مرد کی فاسقہ لڑکی کے لئے فاسق شخص کفو نہیں ہے، نہر اھ ملخصًا (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ اصلا ای لا لازما ولا موقوفا علی الرضا بعد البلوغ[4]

اس کا قول اصلًا یعنی وہ نکاح نہ لازم اور نہ موقوف ہوتا ہے کہ بلوغ کے بعد رضا پر صحیح ہوجائے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

درمختار میں ہے:

الام والجدۃ احق بھا حتی تشتھی وقدر بتسع وبہ یفتی[5] (ملخصا)

والدہ اور دادی/نانی لڑکی کو پرورش میں لینے کی زیادہ حقدار ہیں یہ حق لڑکی کے بلوغ تک ہے اور بعض نے نوسال تک کہا یہی مفتی بہ ہے (ملخصًا)۔ (ت)

مسئلہ ۳۱۳ یکم شعبان ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ بالغہ باکرہ تھی اُس کے ولی نے اپنی اجازت سے اُس کا نکاح زید کے ساتھ کردیا، ہندہ کو معلوم تھا کہ میرا نکاح زید کے ساتھ ہوگا لیکن اُس نے خاص اجازت اپنی زبان سے نہیں دی اور نہ انکار کیا، اس صورت میں ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ جائز ہوگیا

[1] درمختار	باب الولی	مطبع مجتبائی دہلی	۱۹۳/۱
[2] "	"	" " "	۱۹۲/۱
[3] "	باب الکفاءۃ	" " "	۱۹۵/۱
[4] ردالمحتار	باب فی الولی	داراحیاء التراث العربی بیروت	۳۰۵/۲
[5] "	باب الحضانۃ	مطبع مجتبائی دہلی	۲۶۵/۱

یا نہیں؟ اگر نہیں ہوا تو ولی اور نکاح پڑھانے والے پر کیا کفارہ ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اصل یہ ہے کہ زنِ بالغہ پر کسی کی ولایت جبریہ نہیں اور اس سے پیش از نکاح اذن لینا مسنون ہے اگر بے اذن لئے نکاح کیا جائے تو وہ نکاح نکاحِ فضولی ہے کہ اجازتِ زن پر موقوف رہے گا، اگر جائز رکھے جائز ہوجائے اور رد کردے تو باطل، مگر زنِ دوشیزہ کا سکوت بھی اذن ہوتا ہے جبکہ خود ولی اقرب یا اس کا وکیل یا فرستادہ نکاح کرنے کا اس سے اذن لے بشرطیکہ جس کے ساتھ نکاح کا اذن لیا گیا عورت اسے پہچانتی بھی ہو اور بغیر استیذان ولی کے بعد اس جاننے پر کہ میرا نکاح فلاں کے ساتھ کیا جائے گا خاموش رہنا اذن نہیں کہ اذن وعلم میں زمین وآسمان کا فرق ہے یہاں تک کہ اگر ولی اقرب کے ہوتے ولی ابعد اذن لے اور وہ دوشیزہ سکوت کرے تاہم یہ سکوت اذن نہ ٹھہرے گا، تو جہاں اصلاً استیذان نہ ہو مجرد واقفیت پر خاموشی کیونکر اذن ہوسکتی ہے۔ درمختار میں ہے:

لاتجبر البالغة البکر علی النکاح[1] لانقطاع الولایة بالبلوغ فان استأذنها ھو ای الولی وھو السنة او وکیله او رسوله فسکتت عن رد مختارة فھو اذن ای توکیل ان علمت بالزوج لتظھر الرغبة فیه اوعنه ولو فی ضمن العام کجیرانی او بنی عمی لو یحصون والالا فان استأذنها غیر الاقرب کاجنبی او ولی بعید فلا عبرة بسکوتها اھ ملخصا وفی رد المحتار عن البحر عن المحیط ان زوجها بغیر استئمار فقد اخطأ السنة وتوقف علی

باکرہ بالغہ کو نکاح پر مجبور نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس کے بالغ ہوجانے پر اس پر کسی کی ولایت نہیں رہی، تو اگر اس سے اس کا ولی اجازت طلب کرے اور یہ سنت ہے یا ولی کا وکیل یا اس کا قاصد اجازت طلب کرے اور لڑکی اپنے اختیار کے باوجود خاموش رہے تو یہ وکالت کی منظوری تصور ہوگی بشرطیکہ اس کے ہونے والے خاوند کا اس کو علم ہو تاکہ پسند یا ناپسند کرسکے، خاوند کا علم شخصی طور پر ضروری نہیں عمومی طور پر بھی مثلاً یہ کہ پڑوسی ہے یا چچازادوں میں سے ہے کافی ہے، جن کو وہ جانتی ہو، اگر خاوند کا علم بالکل نہ ہوسکے تو پھر یہ سکوت رضامندی نہ قرار پائیگا، اگر ولی اقرب کی بجائے ولی بعید یا اجنبی نے بالغہ سے اجازت طلب کی تو اس وقت سکوت کو اجازت نہ قرار دیا جائے گا اھ ملخصاً۔ ردالمحتار میں بحر اور اس

www.alahazratnetwork.org

---

[1] درمختار باب فی الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۲-۱۹۱

رضاھا[۱] اھ وفیہ (قولہ لایحصون) عبارۃ الفتح وھم محصورون معروفون لھا[۲] اھ۔

میں محیط کے حوالہ سے کہ اگر ولی نے بالغہ کے مشورہ اور اجازت کے بغیر نکاح کردیا تو لڑکی کی رضامندی پر موقوف ہوگا اھ اور اس میں یہ بھی ہے کہ درمختار کا قول "لویحصون" کا مطلب فتح کی عبارت میں یہ ہے کہ لڑکی کے ہاں معروف ومحدود ہوں اھ۔ (ت)

پس صورت مستفسرہ میں اگر ولی اقرب نے بروجہ مذکور ہندہ سے اذن لیا اور اس نے سکوت کیا تھا جب تو یہ نکاح خود ہی جائز ونافذ ہُوا کہ کنواریوں کا زبان سے صراحۃً اذن دینا ضرور نہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واذنھا صماتھا[۳]۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ لڑکی کی خاموشی اس کی اجازت ہے۔ (ت)

ورنہ نکاح فضولی ہُوا کہ قولاً یا فعلاً رَد کردے تو رَد ہوجائے اور قولاً یا فعلاً یا سکوتاً اجازت دے تو جائز ہوجائے ردِّ قولی یہ کہ خبر نکاح سُن کر صاف کہے میں نے رَد کیا یا مجھے منظور نہیں یا میں نکاح کرنا ہی نہیں چاہتی یا اور کوئی کلمہ ان کے مثل اور ردِّ فعلی یہ کہ مثلاً ہاتھ ہلادے کہ میں راضی نہیں یا اور کوئی حرکت ایسی کرے جس سے اس نکاح سے حقیقۃً نفرت وناراضی ظاہر ہو اور اجازتِ قولی یہ کہ میں راضی ہوئی یا مجھے پسند ہے یا خدا مبارک کرے یا بہتر ہوا یا اس کی مثل اور الفاظ۔ اور اجازتِ فعلی مثلاً بلا جبر واکراہ شوہر کے یہاں رخصت ہوکر جانا یا خلوت میں اپنے پاس اُسے آنے دینا یا اُس سے مہر یا نفقہ طلب کرنا یا اور کوئی فعل کہ دلیل رضامندی ہو، اور اجازتِ سکوتی یہ کہ خود ولی یا اس کا رسول یا ایک ثقہ پرہیزگار یعنی جس کی عدالت وثاقت معلوم ہو یا دو مستور الحال یعنی جن کا کوئی فسق نہ معلوم ہو نکاح ہوجانے کی عورت کو خبر دیں اور وُہ شوہر کو پہچانتی ہو اور غیر اَب وجَد نے نکاح کیا ہو تو مہر میں کمی فاحش نہ کی ہو اور شوہر اس کا کفو بھی ہو یعنی اُس کے دین یا نسب یا پیشہ وغیرہا میں کوئی بات ایسی نہ ہو جس کے باعث اُس سے نکاح اس کے اولیاء کے حق میں عار ہو اس صورت میں عورت خبر سُن کر خاموش رہے تو یہ خاموشی بھی اجازت تصور کی جائے گی۔ غرض یہ پانچ صورتیں ہیں دو رَد کی کہ ان کے وقوع سے نکاح باطل ہوجائے گا اور تین اجازت کی کہ اُن کے وقوع سے نفاذ پائے گا، اور جب تک ان پانچ میں سے کوئی صورت واقع نہ ہو بدستور

---

[۱] ردالمحتار باب فی الولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۹۹-۲۹۸
[۲] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/۳۰۰
[۳] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۱۰۷۴۶ ۱۰/۳۷۲

www.alahazratnetwork.org

موقوف رہے گا جب تک کہ ان میں سے ایک واقع ہو مثلاً ہنوز عورت کو نکاح کی خبر ہی نہ ہوئی یا خبر دہ اجنبی فاسق ہے یا ایک اجنبی مستور الحال نے دی اور عورت خاموش رہی یا خود ولی خواہ اس کے فرستادہ نے اطلاع دی، مگر عورت شوہر کو نہ پہچانتی تھی یا پہچانتی تھی مگر جس آپ جیسے کے سوا اور ولی نے نکاح کر دیا وہ کفو نہ تھا یا مہر مثل سے کمی فاحش کی تھی، تو ان سب صورتوں میں یہ خاموشی نہ اجازت ہوگی نہ رَد، بلکہ عورت کو اختیار رہے گا چاہے جائز کردے خواہ باطل۔

اتقن هذا التحرير فانك لا تجده بهذا التحبير في غير هذا التقرير والحمد لله الهادي القدير۔

اس تقریر کو محفوظ کرلو کہ اس مہارت سے کسی دوسری تقریر میں نہ پاؤ گے، تمام محامد اللہ تعالٰی ہادی اکمل کے لئے ہیں۔ (ت)

درمختار میں ہے:

لو بلغها فردت ثم قالت رضيت لم يجز لبطلانه بالرد وكذا استحسنوا التجديد عند الزفاف لان الغالب اظهار النفرة عند فجأة السماع[1] اھ قال ط اي فيحتمل انها نفرت من النكاح عند اعلامها به فيبطل العقد ولا يلحقه الرضا[2] اھ قلت فاذا تبين ذلك كان ردا محققا كما لا يخفى وفي الدر ايضا زوجها وليها واخبرها رسوله او فضولي عدل فسكتت فهو

اگر لڑکی کو نکاح کی خبر پہنچی تو اسے رد کر دیا پھر کہتی ہے میں راضی ہوں تو اس سے وُہ نکاح جائز نہ ہوگا کیونکہ رُد کر دینے پر وُہ باطل ہو چکا ہے، اسی وجہ سے فقہائے نے فرمایا کہ (جب لڑکی سے پہلے اجازت لئے بغیر نکاح کیا ہو جس کو وہ بعد میں جائز قرار دے) ایسی صورت میں بہتر ہے کہ زفاف کے وقت نکاح کی تجدید کر لی جائے کیونکہ عام طور پر ایسی صورت میں اچانک نکاح کے متعلق سُن کر لڑکی نفرت کا اظہار کر دیتی ہے[1]۔ طحطاوی نے فرمایا کہ اس احتمال کی بنا پر کہ نکاح کی خبر پاکر لڑکی نے بطور نفرت رُد کر دیا ہو تو نکاح باطل ہو جائے گا جو بعد میں اظہارِ رضا مندی سے جائز نہ ہوگا اھ قلت، اگر یہ بات ثابت ہو جائے تو پھر یقینی طور وُہ نکاح مردود ہوگا جیسا کہ واضح ہے،

www.alahazratnetwork.org

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲
[2] حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار باب الولی دار المعرفۃ بیروت ۲/۲۹

اذن ای اجازة ان علمت بالزوج[1] اھ (ملخصا) قال الشامی الشرط فی الفضولی العدالة او العدد فیکفی اخبار واحد عدل او مستورین[2] الخ قال فی الدر فان استأذنها غیر الاقرب فلابد من القول کالثیب او ماھو فی معناہ من فعل یدل علی الرضا کطلب مھرھا و نفقتھا و دخولہ بھا برضاھا و قبول التھنیة ونحو ذٰلک[3] اھ ملخصا، وفی رد المحتار عن البحر عن الظھیریة لو خلا بھا برضاھا عندی ان ھذا اجازة اھ وفی البزازیة الظاھر انہ اجازة[4] اھ قلت وتمام الکلام علی الافعال التی تدل علی الرضا فی فتاوٰنا ثم فی الشامیة فی البحر اختلف

اور در میں یہ بھی ہے کہ ولی نے لڑکی کا نکاح کیا جس کی اطلاع ولی کے قاصد یا کسی اجنبی عادل شخص نے لڑکی کو دی تو لڑکی نے خاموشی اختیار کی تو یہ اجازت ہوگی بشرطیکہ اس کو خاوند کا علم ہو چکا ہو اھ شامی نے کہا کہ فضولی کی خبر میں عدالت یا عدد (دو) ہونا شرط ہے اس لئے ایک عادل یا دو مستور الحال حضرات کافی ہیں۔ در میں فرمایا کہ بالغہ لڑکی سے ولی اقرب کے غیر نے اجازت طلب کی ہو تو ضروری ہے کہ لڑکی قولی یا فعلی طور پر جواب دے جس سے اس کی رضا معلوم ہوسکے، مثلاً مہر طلب کرے یا نفقہ طلب کرے یا مبارکباد قبول کرے یا خاوند کو اپنے پاس آنے کی اجازت دے دے وغیرہ، جیسا کہ ثیبہ یا اس جیسی عورت کے لئے ضروری ہوتا ہے اھ ملخصا۔ ردالمحتار میں بحر کے حوالے سے ظہیریہ سے منقول ہے اگر لڑکی نے رضامندی سے خاوند کے ساتھ خلوت کرلی تو میرے نزدیک یہ اجازت ہے اھ، اور بزازیہ میں ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ یہ اجازت ہے؛ قلت: ان تمام افعال جو رضامندی پر دلالت کرتے ہیں، کو ہم نے اپنے فتاوٰی میں ذکر کیا ہے، پھر شامی میں ہے کہ بحر میں ہے اگر ولی نے بالغہ

---

[1] درمختار | باب الولی | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۹۱
[2] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۲۹۹
[3] درمختار | " | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۹۲
[4] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۳۰۱

www.alahazratnetwork.org

فیما اذا زوجها غیر کفؤ فبلغها فسکتت فقال لایکون رضا وقیل فی قول ابی حنیفة یکون رضا ان کان المزوج ابا و جدا وان کان غیرهما فلا کما فی الخانیة اخذا من مسئلة الصغیرة المزوجة من غیر کفؤ اھ قال فی النهر وجزم فی الدرایة بالاول بلفظ قالوا[1] اھ ما فی الشامی قلت وقدمه فی الخانیة وهو لایقدم الا الاظهر الاشهر لکن قالوا یؤتی به للتبری وقد علل فی الخانیة للقول الثانی بتعلیل جلیل والتعلیل دلیل التعویل ونص فی المحیط والمبسوط وجامع قاضی خان ثم الکافی شرح الهدایة ثم الشلبی علی التبیین انه قول الامام وقد صحح فی الکفایة والکافی والدرایة والدرر التفرقة بین الاب والجد وغیرهما بناء علی مذهب الامام رضی الله تعالٰی۔

عاقلہ کو غیر کفؤ میں نکاح کردیا تو اس وقت اجازت طلب کرنے پر یا معلوم ہونے پر لڑکی خاموش رہے تو کیا یہ اجازت ہوگی یا نہیں، اس میں اختلاف ہے۔ بحر نے کہا کہ رضا نہ ہوگی۔ بعض نے کہا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ایک قول کے مطابق اگر نکاح کرنے والا ولی باپ یا دادا ہو تو سکوت اجازت قرار پائیگی ورنہ نہیں، جیسا کہ خانیہ میں اس مسئلہ کو نابالغہ کو غیر کفؤ میں نکاح کردینے کے مسئلہ سے اخذ کیا ہے اھ نہر میں کہا کہ درایہ میں اس پر "قالوا" کے لفظ کہہ کر پہلے قول پر جزم کیا ہے۔ شامی کی عبارت ختم ہوئی۔ قلت، خانیہ میں اس کو مقدم ذکر کیا ہے اور وُہ زیادہ ظاہر اور مشہور قول کو مقدم ذکر کرتے ہیں لیکن علماء نے فرمایا کہ یہاں خانیہ کا اس کو مقدم ذکر کرنا اس سے فراغت کے طور پر ہے ورنہ اُنھوں نے دوسرے قول کی مضبوط دلیل ذکر کی ہے جبکہ دلیل کو ذکر کرنا اعتماد کی دلیل ہے۔ محیط، مبسوط، جامع قاضی خاں پھر کافی شرح ہدایہ میں پھر تبیین کے حاشیہ شلبی میں اس کو امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول بتایا ہے، اور کفایہ، کافی، درایہ، دُرر میں اس دوسرے قول کی تصحیح کی گئی ہے کیونکہ امام صاحب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب میں باپ دادا اور غیر کے اقدام میں فرق ہے۔ (ت)

اور بے اذن لیے ولی کا نکاح کردینا اگرچہ خلاف سنّت ہے مگر گناہ نہیں، یونہی نکاح پڑھانے والے پر کوئی الزام نہیں کما لایخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۳۱۴: ۷ صفر ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ نکاح لڑکی نابالغ کا جس کی عمر قریب

---

[1] ردالمحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۹۹

www.alahazratnetwork.org

تین سال کے ہے، ساتھ عمرو نابالغ کے جس کی عمر قریب چار سال کے ہے بولایتِ مادر لڑکی کے جائز ہے یا نہیں؟ درحالیکہ باپ کے چار پانچ پشت کے لوگ چچا تایا وغیرہ موجود ہوں، اور اب بعد بالغ ہونے کے وُہ لڑکی اُس نکاح سے ناراض بھی ہے۔

الجواب

اگر وُہ لڑکا جس سے اس نابالغہ کا نکاح ہُوا اس کا کفو نہ تھا یعنی قوم و روش و مذہب وغیرہا امورِ معتبرہ سے کسی بات میں بہ نسبت دختر ایسا نقص رکھتا تھا کہ اس دختر کا اُس کے نکاح میں دیا جانا اولیائے دختر کے لئے باعثِ ننگ و عار ہو تو وُہ نکاح سرے سے باطل واقع ہُوا۔ یُونہی اگر دختر کے مہرِ مثل میں کمی فاحش کر دی گئی مثلاً مہرِ مثل پچاس ہزار تھا اس نکاح میں پچیس ہزار بندھا تو بھی نکاح باطل محض ہُوا، ان دونوں صُورتوں میں بعد بلوغ اگر خود اجازت دے اور نکاح نہ صرف ماں بلکہ اُن سب اولیا نے مل کر کیا ہو جب بھی صحیح نہیں ہو سکتا کہ نابالغہ کے ایسے نکاح کرنے کا باپ یا دادا کے سوا کسی کو اختیار نہیں۔ درمختار میں ہے:

ان کان المزوج غیر الاب وابیه ولو الام والقاضی لایصح النکاح من غیر کفو او بغبن فاحش اصلاً (ملخصاً)[1]۔

اگر غیر باپ اور دادا نے غیر کفو یا مہر میں فحش کمی کے ساتھ نکاح کیا تو بالکل نکاح ناجائز ہوگا خواہ وُہ غیر والدہ ہو یا قاضی ہو۔ (ملخصاً) (ت)

www.alahazratnetwork.org

ردالمحتار میں ہے:

فی فتح القدیر لوکبرت واجازت لایصح لانه لم یکن عقد اموقوفا اذلا مجیزله[2]۔

فتح القدیر میں ہے کہ اگر وُہ نابالغ لڑکی بالغ ہو اس غیر کے نکاح مذکورہ کو جائز بھی کر دے تو جائز نہ ہوگا کیونکہ وُہ نکاح کی اجازت دینے والے کی اجازت پر موقوف نہ تھا۔ (ت)

اور اگر نہ لڑکا ایسا تھا نہ مہرِ مثل میں اس طرح کی کمی تو صحیح ہوگیا مگر ازانجا کہ جدی مردوں میں سے جب تک کوئی موجود ہو ماں کو ولایتِ نکاح نہیں ہوتی بلکہ ان میں جو در بابِ وراثت مقدم ہو وہی ولی ہوتا ہے

فی الدرالمختار الولی فی النکاح العصبة بنفسه علی ترتیب الارث والحجب فان لم یکن عصبة فالولایة للام[3]۔

درمختار میں ہے نکاح کا ولی وراثت کے استحقاق و حجب کی ترتیب پر عصبات ہیں، اور اگر عصبہ بنفسہ نہ ہو تو پھر والدہ کو ولایت ہوگی۔ (ت)

---

[1] درمختار | باب الولی | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۹۲

[2] ردالمحتار | باب الولی | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/ ۳۰۵

[3] درمختار | " | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۹۳

لہذا یہ نکاح اُس ولی کی بے اجازت صرف ماں نے کر دیا تو نکاح فضولی ہُوا اور اجازتِ ولی پر موقوف رہا، اگر اُس نے خبر سُن کر رد کر دیا مثلاً کہا میں اس نکاح کو جائز نہیں رکھتا یا رَد کرتا ہُوں یا میں راضی نہیں یا اس کے مثل اور الفاظ، تو رَد ہوگیا۔ اب دختر کی رضامندی و ناراضی کا بھی اعتبار نہیں کہ سرے سے نکاح باقی ہی نہ رہا۔ اور اگر ابتداءً باجازتِ ولی واقع ہُوا یا تزویجِ مادر کے بعد ولی نے اجازت دے دی تھی مثلاً کہا بہتر ہُوا یا میں نے پسند کیا یا مجھے منظور یا ان کے مانند اور کلمات، تو نکاح نافذ ہوگیا۔

فی الدر المختار لو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ[1]

درمختار میں ہے اگر بعید ولی نے اقرب ولی کے ہوتے ہُوئے نکاح کر دیا تو یہ نکاح ولیِ اقرب کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ (ت)

پھر بھی از انجا کہ مزوّج غیر اب و جد اور دختر دوشیزہ ہے اُسے اتنا اختیار دیا جائے گا کہ پہلے سے نکاح کی خبر رکھتی ہو تو اپنے بالغ ہوتے ہی اور بعد بلوغ اطلاع پائے تو خبر سُنتے ہی فوراً بے وقفہ کہہ سکتی ہے کہ میں اس نکاح سے راضی نہیں یا میں نے اُسے فسخ کر دیا مجھے ناپسند ہے یا اس کے مثل اور کوئی امر کہ دلیلِ ناراضی ہو۔ پس اگر بلوغ یا اطلاع پر فی الفور اس نے یہ ناراضی ظاہر کی تو اُسے اجازت دی جائے گی کہ قاضی کے حضور دعوٰی کرکے نکاح فسخ کرالے، اور اگر ایک لمحہ بھی بے عذر سکوت کیا یا کسی دوسرے کام یا کلام میں مشغول ہُوئی تو اب وُہ نکاح لازم ہوگیا، اس کے بعد اظہارِ ناراضی کچھ بکار آمد نہیں۔ درمختار میں ہے،

و ان کان من کفؤ و بمھر المثل صح و لکن لھما ای لصغیر و صغیرۃ خیار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ بشرط القضاء للفسخ و بطل خیار البکر بالسکوت لو مختارۃ عالمۃ بالنکاح ولا یمتد الی اٰخر المجلس[2] (ملخصا)

اگر کفو اور مہرِ مثل کے ساتھ نکاح کیا تو صحیح ہے لیکن نابالغ لڑکے اور لڑکی کو بلوغ پر یا بلوغ کے بعد بعلمِ نکاح ہو فسخ کا اختیار ہوگا لیکن فسخ قاضی کے حکم سے ہوگا، اگر باکرہ بالغہ اپنے نکاح کا علم ہونے پر خاموش رہی تو اس کو فسخ کا اختیار نہ رہیگا اور نکاح کے علم والی مجلس کے آخر تک یہ اختیار باقی نہ رہے گا (ملخصاً)۔ (ت)

اور اگر وُہ نکاح نہ ابتداءً اجازتِ ولی سے ہُوا نہ زمانۂ نابالغیِ دختر میں ولی نے اجازت دی نہ رد کیا بلکہ اسے خبر

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۴

[2] " " " ۱/۹۲-۱۹۳

ہی نہ ہُوئی یا بعدِ خبر سکوتِ محض کیا یہاں تک کہ دختر بالغہ ہُوئی تو اب وُہ خود اجازتِ دختر پر موقوف ہوا، پس اگر دختر نے اس اظہارِ ناراضی سے پہلے بعد بلوغ کوئی کلمۂ اجازت کہا یا دلالۃً اُس کے کسی فعل یا حال سے رضامندی ثابت ہُوئی تھی، مثلاً بالغ ہوتے پر شوہر کے پاس گئی یا اس سے کوئی برتاؤ زن وشوئی کا کیا یا کسی نے فلاں کی دُلہن کہہ کر پکارا اُس نے جواب دیا تو نکاح لازم ہوگیا اب ناراضی محض بے سُود ہے اور اگر ہنوز قول یا فعل یا حال سے رضا ثابت نہ ہونے پائی تھی کہ اُس نے ایسی ناراضی ظاہر کی جس سے رَدِ نکاح مفہوم ہُوا تو بے شک نکاح باطل ہوگیا۔

فی فتح القدیر یتوقف علی اجازۃ الولی فی حالۃ الصغر فلو بلغ قبل ان یخبرہ الولی فاجازہ بنفسہ نفذ لانھا کانت متوقفۃ ولا ینفذ بمجرد بلوغہ[1]

فتح القدیر میں ہے نابالغ کے نکاح کا جواز ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ اور اگر ولی کی طرف سے اطلاع سے قبل خود بالغ ہوگیا اور اس نے اپنے نکاح کو جائز کردیا تو جائز اور نافذ ہوجائے گا کیونکہ یہ اجازت پر موقوف تھا اور اجازت کے بغیر محض بلوغ سے نافذ نہ ہوگا۔ (ت)

مستفتی ان سب صورتوں کو بجز کر جو صورت واقعہ ہو اس کے حکم پر عمل کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۱۵ از راتے پور علاقہ بے پور ڈاک خانہ جندوں مرسلہ منشی محمد فرزند حسن صاحب ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک طوائف قوم مسلمان نے جس کی عمر تخمیناً ۲۸ یا ۲۹ سال ہوگی زناکاری سے توبہ کرکے ایک شریف مسلمان سے اپنا نکاح کرلیا، اب اس کی نائکہ کہتی ہے کہ میں ولی ہُوں بے میری اجازت کے نکاح جائز نہیں۔ اور زید کہتا ہے کہ طوائف خود فعل مختار بالغہ ہے تیری اجازت کی حاجت نہیں، اور ولی واسطے ہدایت کارِ نیک کے ہوتا ہے زنا کے لئے ولی نہیں، نابالغ کا ولی بھی فعلِ بد کرانے کا مختار نہیں، ایسی ولایت شرعاً باطل ہے نائکہ کسی طرح ولی نہیں ہوسکتی، جو لونڈی اس نے حرام کی کمائی سے حرام کاری کے لئے خریدی وُہ شرعاً لونڈی نہیں ہوسکتی بلکہ جو شرعاً ایسی ولایت کا دعوٰی کرے وُہ قابلِ سزا ہے۔ پس صحیح قول زید کا ہے یا نائکہ کا؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

قول زید کا صحیح ہے اور نائکہ کا محض دعوٰی باطل و قبیح۔ ہندوستان میں جو بعض خدا ناترس محتاج اپنی اولاد قحط وغیرہ میں بیچ ڈالتے ہیں شرعاً یہ بیع کسی حالت میں جائز نہیں بلکہ باطل محض مہمل و بے معنی ہے وہ ہرگز لونڈی

---

[1] فتح القدیر فصل فی الوکالۃ بالنکاح مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۱۹۸

غلام نہیں ہوسکتی، نہ خریدنے والا ان کا مالک ہوسکتا ہے نہ کسی وجہ سے استحقاق اُن میں رکھتا ہے کہ حُر کی بیع محض باطل ہے۔ ہدایہ میں ہے:

بیع المیتۃ والدم والحر باطل لانھا لیست اموالا فلاتکون محلا للبیع[1]۔

مردار، خون اور آزاد کی خرید وفروخت باطل ہے کیونکہ یہ چیزیں مال نہیں ہیں اس لئے یہ بیع کا محل نہیں۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

الباطل لایفید ملك التصرف[2]۔

بیع باطل ملک تصرف کا فائدہ نہیں دیتی (ت)

اور جبکہ وہ عورت بالغہ ہے تو اپنی جان کا آپ اختیار رکھتی ہے نکاح کہ اس نے بہ ہدایتِ الٰہی زنا سے تائب ہوکر ایک شریف مسلمان سے کرلیا قطعاً صحیح ولازم ہے جو کسی کے روکے رد نہیں ہوسکتا۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

فنفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلاولی[3]۔

حرہ عاقلہ بالغہ کا ولی کے بغیر اپنا نکاح صحیح ہے (ت)

اسی میں ہے:

سئل شیخ الاسلام عطاء بن حمزۃ عن امرأۃ شافعیۃ بکر بالغۃ زوجت نفسہا من حنفی بغیر اذن ابیھا والاب لایرضی وردہ ھل یصح ھذا النکاح قال نعم[4]۔

www.alahazratnetwork.org

شیخ الاسلام عطاء بن حمزہ سے ایک باکرہ بالغہ شافعی عورت کے بارے میں سوال کیا گیا کہ اس نے اپنا نکاح بغیر ولی ایک حنفی مرد سے خود کیا، والد کی اجازت اور مرضی نہ تھی، اور والد نے اس کے نکاح کو رد کردیا، تو یہ نکاح صحیح ہوگا؟ تو انہوں نے جواب فرمایا: ہاں صحیح ہے۔ (ت)

جب خود باپ کی نسبت یہ حکم ہے تو نائکہ کا دعوٰی کیا قابلِ التفات ہوسکتا ہے۔ یہ محض جہل ناسزا ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۱۶: از پیلی بھیت محلہ ملک احمد خاں مرسلہ حافظ بشیر احمد خاں صاحب ۵ رجب ۱۳۱۰ھ

جناب عالی! گزارش یہ ہے کہ ایک لڑکی کا نکاح نابالغی میں باپ کی ولایت سے ہوا اب وہ لڑکی

---

[1] ہدایہ باب البیع الفاسد مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۵۳
[2] " " " " " "
[3] فتاوٰی ہندیہ الباب الرابع فی الاولیاء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸۷
[4] " " " " " "

بالغ ہوئی وُہ اپنے باپ کے فعل کو ناپسند کرتی ہے، باپ کی ولایت سے نکاح جائز ہے یا ناجائز ہے؟ فقط۔

الجواب

صورتِ مسئولہ میں حق جواب یہ ہے کہ باپ نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح جس شخص سے کیا اگر وہ کفو یعنی دین نسب و پیشہ و مال وغیرہ میں کوئی امر ایسا نہیں رکھتا کہ اس سے تزویج باعثِ عار ہو نہ دختر کے مہرِ مثل میں کمی فاحش کی تو وُہ نکاح مطلقاً صحیح و نافذ و لازم ہے اگرچہ دختر ناپسند کرے اگرچہ باپ اس سے پہلے معروف بسوءِ اختیار ہو کہ اس نکاح میں اس کا حُسنِ اختیار ظاہر تو پہلے کے سوءِ اختیار اس کی صحت میں مخل نہیں ہو سکتے، یُوں ہی اگر باپ وقتِ تزویج نشہ میں نہ تھا نہ اس سے پیشتر اپنی کسی قاصرہ کا نکاح غیر کفو سے یا مہرِ مثل میں کمی فاحش پر کرکے معروف بسوءِ اختیار ہو چکا تو بھی یہ نکاح صحیح و لازم ہے اگرچہ غیر کفو سے ہو اگرچہ مہرِ مثل میں کمی فاحش کی ہو، ہاں اگر دونوں امر مجتمع ہیں یعنی اس نکاح میں کفاءت بمعنی مذکور نہیں یا مہر میں کمی فاحش ہے اور ہنگامِ تزویج نشہ میں یا پہلے سے معروف بسوءِ اختیار تھا تو اس صورت میں نابالغہ کا نکاح اگرچہ بولایتِ پدری ہے اصلاً صحیح نہیں۔

درمختار میں بعد عبارت مذکورہ ہے:

وکذا لوکان سکران فزوجها من فاسق او شریر او فقیر او ذی حرفة دنیة لظهور سوء اختیاره فلا تعارضه شفقته المظنونة، بحر[1]

اور ایسے ہی اگر ولی نے نشہ کی حالت میں فاسق یا شریر یا فقیر سے یا باعثِ ہتک کام والے سے نکاح کر دیا کیونکہ اس صورت میں اس ولی کا اپنے اختیار کو غلط استعمال کرنا ثابت ہو چکا ہے اس کے مقابلہ میں اس کی شفقت جو کہ ظنی ہے معارض نہیں بن سکتی (بحر)۔

ردالمحتار میں ہے:

قلت ويقتضي التعليل ان السكران او المعروف بسوء الاختيار لو زوجها من كفؤ بمهر المثل صح لعدم الضرر المحض (الى قوله) وهذا مفقود في السكران وسيئ الاختيار اذا خالف لظهور عدم رايه و سوء اختياره

میں کہتا ہوں کہ یہ عبارت تفصیل کو چاہتی ہے کہ اگر نشے والا یا غلط اختیار کی شہرت والا اگر لڑکی کا نکاح کفو میں اور مہرِ مثل کے ساتھ کرے تو یہ نکاح صحیح ہے کیونکہ اس میں لڑکی کے لئے کوئی ضرر نہیں ہے (ان کا کلام یہاں تک ہوا) کہ عدمِ ضرر کی صورت اس نشے والے اور غلط اختیار والے

---

[1] درمختار | باب الولی | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۹۲

فی ذلك انتہی[1] واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

جنھوں نے غیر کفو میں نکاح کیا ہے یہ میں نہیں پائی جاتی کیونکہ لکھنے والے کی رائے ظاہر نہ ہوئی اور دوسرے کا غلط اختیار اس معاملہ میں ظاہر ہوچکا ہے انتہی۔ (ت) واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۷: از پیلی بھیت ایضاً

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر ہندہ نابالغہ کا نکاح عمرو سے اُس حالت میں کہ اوضاع واطوار عمرو موصوف کے درست تھے اپنی ولایت سے کردیا، جب ہندہ مذکورہ رخصت کے زمانہ تک خود بلوغ کو پہنچی تو اس نے اپنے شوہر عمرو کو محرمات وممنوعات شرعیہ کا مرتکب اور مامورات ومشروعات کا محترز پاکر اپنے باپ زید کے فعل کو قبیح سمجھا اس تزویج کو ناجائز رکھا، پس صورت مسئولہ میں ہندہ کا عمرو سے عقد منعقد رہا یا فسخ ہوا؟ بینوا توجروا

الجواب

جب ہنگام تزویج عمرو میں کوئی امران بداطواریوں سے نہ تھا بلکہ یہ باتیں اس نے بعد میں اختیار کیں تو عدم کفایت بعد نکاح حادث ہوئی اور ایسی عدم کفاءت اصلاً مانع صحت نکاح نہیں خصوصاً تزویج پدر میں کہ آئندہ کا علم بندہ کی قدرت سے باہر ہے ولا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا[2] (اللہ تعالٰی کسی کو وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ ت) پس اس بناء پر ہندہ کا اُس نکاح کو جائز رکھنا اصلاً قابلِ سماعت نہیں۔ درمختار میں ہے:

والکفاءۃ اعتبارھا عند ابتداء العقد فلایضر زوالھا بعدہ[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ابتداءِ نکاح کے وقت کفو کا اعتبار ہوتا ہے لہٰذا بعد میں کفو کا زوال مضر نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۱۸: ۲۳ رجب ۱۳۱۰ھ

بالغہ کا نکاح باپ خود کسی کفو سے کرے استیذان بالغہ ضرور ہے یا نہیں؟ نہیں تو مستحب ومسنون یا مباح یا کوئی حاجت نہیں؟

---

[1] ردالمحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۰۵

[2] القرآن ۲/۲۸۶

[3] درمختار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۵

الجواب

بالغہ پر ولایت نہیں، استیذان نفاذ نکاح کے لئے ضرور ہے، اگر بے استیذان نکاح کردے گا نافذ نہ ہوگا بلکہ اجازتِ بالغہ پر موقوف رہے گا، اگر جائز کرے گی جائز ہوجائے گا، رَد کرے گی رَد ہوجائیگا کما صرحوا بہ قاطبۃ (جیسا کہ تمام فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے۔ ت) باقی واجب نہیں کہ ترک پر گناہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۱۹ ۱۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نابالغہ کا باپ مفقود الخبر ہے اور اس کا کچھ پتا نہیں، اور ہندہ کا ایک بھائی بالغ ہے جس کی عمر پندرہ برس کی ہے اور سبزہ آغاز ہندہ کا نکاح اُس کی ماں اور اُس کے بھائی نے کردیا، اس صورت میں یہ نکاح ہُوا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مسئولہ میں جبکہ ہندہ نابالغہ ہے اور اس کا باپ مفقود الخبر ہے اور ہندہ کے جوان بھائی نے اُس کا نکاح کیا تو وہ نکاح ہوگیا بشرطیکہ جس شخص سے نکاح کیا ہو وہ اس کا کفو ہو یعنی اس کی قوم یا پیشہ یا مذہب وغیرہ میں کوئی بات ایسی نہ ہو کہ اس کے نکاح سے ہندہ کے اولیا کو ننگ وعار آئے اور بشرطیکہ مہر میں ایسی کمی نہ کی گئی ہو جس کا تحمل لوگ نہ کرتے ہوں اور اگر ان باتوں میں سے ایک بات ہوگی یعنی اُس شخص کے قوم یا مذہب یا پیشہ وغیرہ میں کوئی امر موجبِ ننگ وعار ہوگا یا مہر میں ایسی سخت کمی کی گئی ہو مثلاً ہندہ کا مہر مثل دس ہزار تھا اور بھائی نے پانچ ہزار پر نکاح کردیا تو ان صورتوں میں وہ نکاح اصلاً نہ ہُوا، والمسائل منصوصۃ علیہا فی الدرالمختار وغیرہ (یہ مسائل درمختار وغیرہ میں منصوص ہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۰ ۲۱ ربیع الآخر ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ نکاح دخترِ نابالغہ کا باوجود انکار دخترِ نابالغہ اور حیات ہوتے اُس کے باپ کے، بے اجازت اس کے باپ کے، اس کی ماں نے زید کے ساتھ کردیا، آیا شرعاً یہ نکاح ہُوا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

سائل مظہر کہ یہ نکاح مادر وبرادرِ بالغ نے بریلی میں کیا اور اس کا باپ کان پور میں موجود ہے جسے ہنوز اس نکاح کی اطلاع نہ ہوئی، اور جس لڑکے سے نکاح ہُوا وہ اس کا کفو ہے، اگر یہ سب بیان

واقعی ہیں تو دیکھا جائے گا کہ نا کح کفو اس قدر انتظام پر راضی ہو سکتا تھا کہ باپ کو خط لکھا جائے اور اس کی اجازت منگائی جائے یا وُہ اس پر راضی نہ ہوتا بلکہ اتنے انتظار پر نکاح ہی نہ کرتا اگر یہ پچھلی صورت فرض کی جائے جس کے وقوع کی اُمید بہت ہی ضعیف بلکہ کالمعدوم ہے کہ انتظارِ جواب میں یہ بات ہاتھ سے جاتی تھی تو نکاح نافذ ہوگیا بشرطیکہ مہرِ مثل میں کمی فاحش نہ کی گئی ہو اور اگر ایسا نہ تھا بلکہ انتظارِ جواب کرلیتا اور غالب ایسا ہی ہے تو یہ نکاح بشرطِ مذکور اجازتِ پدر پر موقوف ہے اگر جائز رکھے گا جائز ہوجائے گا اور باطل کردے گا تو باطل ہوجائے گا۔

فی الدر المختار للولی الابعد التزویج بغیبۃ الاقرب واختار فی الملتقی مالم ینتظر الکفو الخاطب جوابہ واعتمدہ الباقانی ونقل ابن الکمال ان علیہ الفتوٰی[1] اھ مختصرا۔ وفی رد المحتار قال فی الذخیرۃ الاصح انہ اذا کان فی موضع لو انتظر حضورہ او استطلاع رایہ فات الکفو الذی حضر فالغیبۃ منقطعۃ والیہ اشار فی الکتاب وفی البحر عن المجتبٰی عن المبسوط انہ الاصح و فی النہایۃ اختارہ اکثر المشائخ وصححہ ابن الفضل وفی الہدایۃ انہ اقرب الی الفقہ وفی الفتح انہ الاشبہ بالفقہ وفی شرح الملتقی من الحقائق انہ اصح الاقاویل وعلیہ الفتوٰی وعلیہ مشی فی الاختیار و النقایۃ ویشیر کلام النہر

درمختار میں ہے اگر ولی اقرب اتنی مسافت پر ہے کہ رشتہ طلب کرنے والا ہم کفو وہاں سے جواب کا انتظار نہ کرتا تو ولی ابعد کو نکاح جائز ہے، اس پر باقانی نے اعتماد کیا اور ابن کمال نے نقل کیا ہے کہ اس پر فتوٰی ہے اھ مختصرا۔ اور ردالمحتار میں ہے ذخیرہ میں کہا اصح یہی ہے کہ اگر ولی اقرب اتنی مسافت پر ہو کہ رشتہ طلب کرنے والا ہم کفو وہاں سے جواب یا اس کی رائے حاصل کرنے کا انتظار نہیں کرتا تو غیبتِ منقطعہ قرار پائی گئی اور کتاب میں اسی کی طرف اشارہ ہے، اور بحر میں مجتبٰی کے حوالہ سے مبسوط سے منقول ہے کہ یہ اصح ہے۔ اور نہایہ میں ہے کہ اکثر مشائخ نے اسے پسند کیا ہے اور ابن فضل نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور ہدایہ میں ہے کہ یہ اقرب الی الفقہ ہے، اور فتح میں ہے کہ فقہ کے قریب ہے۔ اور ملتقی کی شرح میں حقائق سے منقول ہے کہ یہ تمام اقوال میں اصح ہے اور اس پر فتوٰی ہے، اور اختیار اور نقایہ میں اسی کو قائم رکھا ہے، اور نہر کا کلام بھی

www.alahazratnetwork.org

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۴

الی اختیارہ وفی البحر والاحسن الافتاء بماعلیہ اکثر المشائخ[1] اھ ما فی رد المحتار قلت لاسیما فی ھذا الزمان فان العجلۃ الدخانیۃ قد جعلت مسافۃ القصر کمسافۃ ساعۃ واحدۃ بل اقل فوجب التعویل علی ما افتی بہ اکثر المشائخ۔

اس کے مختار ہونے کی طرف اشارہ ہے، اور بحر میں ہے کہ جس پر اکثر مشائخ کا اعتماد ہو اس پر فتوٰی باعثِ اطمینان ہے۔ رد محتار کی عبارت ختم ہوئی۔ قلت خصوصاً موجودہ زمانہ میں کہ جب ریل گاڑی نے مسافتِ قصر کو ایک گھنٹہ کی مسافت بنادیا ہے بلکہ اس سے بھی کم کردیا ہے لہذا جس پر اکثر مشائخ نے فتوٰی دیا ہے یہی قابلِ اعتماد ہے۔ (ت)

یہ سب اُس صورت میں ہے کہ عورت کے مہر مثل میں کمی فاحش نہ ہوئی ہو مثلاً مہر مثل سَو روپے کا تھا اس نکاح میں پچاس کا باندھا تو سرے سے نکاح ہی نہ ہوا۔

فی الدرالمختار ان کان المزوج غیر الاب وابیہ ولو الام لایصح النکاح بغبن فاحش[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے اگر نکاح کرنے والا باپ دادا کا غیر ہو خواہ وہ ماں ہی کیوں نہ ہو مہر میں فحش کمی کے ساتھ نکاح صحیح نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۲: از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی محمد یعقوب علی خاں صاحب ۱۵ شعبان ۱۳۱۱ھ۔

www.alahazratnetwork.org

چہ می فرمایند علمائے اہلسنت وجماعت دریں مسئلہ کہ مسماۃ ہندہ ورثہ شرعیہ ندارد و نہ از نطفہ زید مگر زید بسعی تام از ایام طفلی پرورش کردہ تا بعمر دہ سالہ در رسیدہ و بسبب اطلاق پرورش زید ولی ہندہ ظاہر بعد زید منکوحہ زید نکاح ہندہ بہمراہ خیراتی خاں کردہ فرار شد وقتیکہ زید آمدہ بر نکاحش وقوف یافتہ راضی نگشت دریں صورت بدون اجازت

کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنت وجماعت اس مسئلہ میں کہ ہندہ نامی لڑکی جو زید کی اولاد نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی شرعی وارث ہے لیکن زید نے اس کی بچپن سے دس سال کی عمر تک پرورش کی۔ اس پرورش کی وجہ سے زید ہندہ کا ولی معلوم ہوتا ہے تو زید کی عدم موجودگی میں زید کی بیوی نے ہندہ کا نکاح خیراتی خاں سے کردیا، اور خیراتی خاں اس کے بعد بھاگ گیا، اب جب زید واپس آیا تو اس نے ہندہ

---

[1] ردالمحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۱۵

[2] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۲

زید نکاح ہندہ خوردسالہ درست ست یا نہ، بیان فرمایند بعبارتِ کتب، رحمۃ اللہ علیکم اجمعین۔

کے نکاح کو ناپسند کیا اور راضی نہ ہوا، تو کیا مذکورہ صورت میں ہندہ نابالغہ کا نکاح زید کی مرضی کے خلاف درست ہوا یا نہیں؟ کتب کے حوالہ سے جواب دیا جائے، اللہ تعالٰی تم پر رحم فرمائے۔ (ت)

الجواب

اوّلاً دیدہ باید کہ شخصے کہ زن زید ہندہ را بحبالہ نکاحش داد با ہندہ کفایت دارد یا نے، اگر ندارد مثلاً در نسب یا حرفہ یا روش یا مذہب قصورے دارد کہ ہندہ را در نکاحش آمدن نزد اہل عرف موجب عار باشد آنگاہ ایں نکاح باطل محض افتد کہ با جازت ہیچ کس روئے نفاذ نہ بیند تا آنکہ ہندہ اگر خودشتن بعد رسیدن اجازت کند ہم روئے نیابد زیرا کہ تزویج با غیر کفو جز پدر یا جد کہ دریں کار بسوء اختیار معروف نباشد ہیچ کس را نمی رسد کما نصوا علیہ قاطبۃ وفی جامع الصغار وفی غیر الاب والجد تزوج الصغیرۃ من غیر کفوء فادرکت الصبیۃ فاجازت لایجوز[1]، واگر کفاءت دارد آنگاہ دیدنی ست کہ ہندہ ہنگام نکاح ہیچ قریبے قریب یا بعید مرد یا زن از جانب پدر یا مادر اگرچہ در غایت بعد و دوری می داشت یا نے، اگر می داشت پس ہماں کس ولی نکاح اوست نکاح مذکور را اجازت آں ولی موقوف ست خود ایں زید باشد یا دیگرے اگر اجازت دہد جائز شود واگر رد کند باطل

پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ زید کی بیوی نے جس شخص سے ہندہ کا نکاح کیا ہے وہ ہندہ کا ہم کفو ہے یا نہیں، اگر نہیں مثلاً نسب، کردار، حرفہ یا مذہب میں ایسی کمی والا ہے کہ عرف میں اس کو عار سمجھا جاتا ہے تو اس صورت میں یہ نکاح محض باطل ہے اور کسی کی اجازت حتی کہ ہندہ خود بالغ ہونے پر اس کو جائز نہیں کرسکتی، کیونکہ غیر کفو میں نابالغہ کا نکاح کرنے کی ایسے باپ دادا جو سوء اختیار میں مشہور نہ ہوں، کے بغیر کسی کو اجازت نہیں ہے، جیسا کہ تمام فقہاء نے تصریح کی ہے جامع صغار میں ہے باپ دادا کے غیر کسی ولی نے نابالغہ کا نکاح غیر کفو میں کردیا ہو تو لڑکی بالغ ہوکر خود بھی اس نکاح کو جائز نہیں کرسکتی، اور اگر وہ شخص ہندہ کا ہم کفو تھا تو پھر یہ دیکھنا ہوگا کہ ہندہ کا کوئی رشتہ دار مرد یا عورت قریب یا بعید جو کسی طرح والد یا والدہ کی طرف سے ہندہ کے نکاح کی ولایت رکھتا ہو موجود ہے تو نکاح اسکی اجازت پر موقوف ہوگا وہ جائز قرار دے تو جائز، اگر رد کردے تو رد ہوجائیگا وہ ولی زید ہو یا کوئی اور ہو۔ اور اگر ہندہ کا کوئی بھی

[1] جامع احکام الصغار علی حاشیۃ جامع الفصولین فی مسائل النکاح اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۹

گردد، واگر یابند ہیچ کس را از زندگان وقت نکاح قرابت نسبی بود ونہ زید نہ غیر او را آنگاہ در دیار ماکہ زیر ولایت ہیچ قاضی شرع وحاکم اسلام نیست نظر کردنی ست، اگر دراں شہر عالمے از علمائے دین کہ فقیہ وصاحب فتوی واعلم علمائے بلد باشد موجود است پس نکاح مذکور براجازتِ او موقوف ست اگر اجازت دہد نافذ شود واگر رد کند باطل گردد، فی الحدیقة الندیة عن الفتاوی العتابیة اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایة فالامور موکلة الی العلماء ویلزم الامة الرجوع الیھم ویصیرون ولاة فاذا عسر جمعھم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائه فان کثروا فالمتبع اعلمھم[1] واگر آنجا ہیچ عالمے نیز نباشد آنگاہ ایں نکاح اصلاً انعقاد نیافتہ خود باطل محض ست لکونه عقد فضولی صدر ولا مجیز فی جامع الصغار ان کان فی موضع لایکون تحت ولایة قاض فانه لاینعقد[2] اھ وفی ردالمحتار عن الفتح ما لامجیز له ای مالیس له من یقدر علی الاجازة یبطل کما اذا زوجه الفضولی مجیزه یتیمة فی دار الحرب او اذا لم یکن

زندہ لوگوں میں سے نسبی ولی نہیں، نہ زید ہے نہ کوئی اور ہے، تو ایسی صورت میں جبکہ ہمارے ملک میں کوئی قاضی یا شرعی حاکم سرکاری طور پر مقرر نہیں ہے، اگر اس شہر میں کوئی ایسا عالم جو مفتی، فقیہ اور علاقہ کا بڑا عالم ہو موجود ہے تو نکاح اسکی اجازت پر موقوف ہوگا کہ وہ اگر جائز کردے تو جائز اور اگر رد کردے تو رد ہوجائے گا۔ حدیقہ ندیہ میں فتاوٰی عتابیہ سے منقول ہے کہ جب زمانہ شرعی طور پر امور کو سرانجام دینے والے حاکم و قاضی سے خالی ہو تو یہ امور علماء کے سپرد ہوں گے اور اُمت پر لازم ہوگا کہ وہ ان علماء کی طرف رجوع کریں اور یہ علماء والی بن جائیں گے، اور اگر ایک عالم کی طرف سب کا رجوع مشکل ہو تو ہر علاقہ کے لوگ اپنے علاقے کے عالم کی طرف رجوع کریں گے اور کسی علاقہ میں ایسے علماء کی تعداد زیادہ ہو تو پھر ان میں سے بڑے عالم کی اتباع کریں گے، اور اگر وہاں کوئی ایسا عالم نہ ہو تو پھر یہ نکاح اصلاً منعقد نہ ہوگا اور خود بخود باطل ہوجائے گا، کیونکہ یہ فضولی کا ایسا نکاح ہوگا جسے کوئی بھی جائز کرنے والا نہیں، جامع الصغار میں ہے کہ اگر ایسی جگہ ہو کہ وہاں کوئی سرکاری شرعی حاکم نہ ہو تو نکاح منعقد نہ ہوگا اھ، اور ردالمحتار میں فتح سے منقول ہے کہ جہاں کوئی ایسا حاکم مجاز نہ ہو جو نکاح کو جائز کرسکے تو نکاح باطل ہوگا،

---

[1] الحدیقة الندیة النوع الثانی من الانواع الثلاثة نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۳۵۱

[2] جامع احکام الصغار علی حاشیة جامع الفصولین فی مسائل النکاح اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۹

سلطان ولا قاض لعدم من یقدر علی الامضاء حالۃ العقد فوقع باطلا اھ ملخصا۔[1] ایں قرابت بمجرد پرورش ولایت نکاح ثابت نہ شود ف جامع الصغار من یتولی صغیرا او صغیرۃ لایملک تزویجھما[2]۔ پس دریں صورت اجازت و عدم اجازت زید چیزے نیست۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جیسا کہ کسی فضولی نے نابالغہ یتیم لڑکی کا نکاح دار الحرب میں کردیا، یا وہاں کہ جہاں کوئی سلطان وقاضی نہ ہو تو ایسی صورت میں نکاح باطل ہوجائے گا کیونکہ وہاں کوئی جائز کرنے والا نہیں ہے اھ ملخصاً، زید کو محض پرورش کی وجہ سے ولایت حاصل نہ ہوگی۔ جامع الصغار میں ہے کہ کسی بچے یا بچی کی کفالت کرنے والا اس کے نکاح کا ولی نہیں بن سکتا لہذا مذکورہ صورت میں زید کی اجازت وعدم اجازت کی معنی نہیں رکھتی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۲۲: از قاضی باڑی ضلع ہردوئی، ڈاکخانہ شاہ آباد مرسلہ حضرت سید امیر حیدر صاحب ۲۹ شعبان ۱۳۱۱ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ سید سجاد حسین مرحوم نے چار لڑکیاں اور ایک زوجہ چھوڑ کر انتقال کیا بعد چند عرصہ کے ایک لڑکی فوت ہوگئی، بعد اس کے زوجہ نے انتقال کیا، تین لڑکیاں دو منسوبہ اور ایک نابالغہ چھوڑیں، بعد دو سہ ماہ کے دختر فلاں نے بھی انتقال کیا، اب لڑکی نابالغ کے نکاح کی اجازت بموجب شرع شریف کے فوقیت ہمشیرہ حقیقی کو ہے یا نانی نانا کو حاصل ہے فقط۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

اس نابالغہ کے دادا پردادا یا اُن کے باپ دادا پردادا کی اولاد پسری میں کوئی مسلمان عاقل بالغ مرد باقی ہے تو اس کے نکاح کی ولایت اُسی کو ہے، اُس کے ہوتے نانا نانی بہن بلکہ ماں بھی کوئی چیز نہیں اور اس طرح کے مرد متعدد رہیں، تو اُن میں جو قریب تر ہوگا یعنی جو اس نابالغہ کے نسب میں بہ نسبت دوسروں کے کم واسطوں سے ملے گا وہی ولایت پائے گا، اور جو برابر درجے کے ہیں وہ ہر ایک ولی ٹھہرے گا۔ مثلاً ہندہ بنت زید بن بکر بن خالد ہے اور سعید ورشید پسران حمید بن حامد بن خالد اور باقر ابن جعفر بن احمد بن حامد اور کبیر وصغیر ومنیر پسران طاہر بن مطہر بن حامد مذکور رہیں تو ولایت نکاح ہندہ سعید ورشید دونوں کو یکساں ہے اور اُن کے ہوتے باقر وکبیر ومنیر کو استحقاق نہیں، ہاں اگر دُدھیال میں کوئی مرد

---

[1] ردالمحتار باب الکفاءۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۲۶
[2] جامع احکام الصغار علی حاشیۃ جامع الفصولین فی مسائل النکاح اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/۳۲

ایسا نہیں خواہ یُوں کہ سرے سے کوئی مرد رہا ہی نہیں یا جو ہے وُہ مجنون یا رفض وغیرہ بدمذہبوں میں حدِ کفر تک پہنچا ہوا ہے تو اُس وقت اشخاصِ مذکورینِ سوال میں ولایتِ نکاح نانی کو ہے وُہ نہ رہے تو نانا کو، وہ نہ رہے تو بہن کو۔ اور ان سب میں بھی عقل و اسلام کی شرط ضرور ہوگی یعنی اگر مذہب میں فساد ہو تو حدِ کفر تک نہ پہنچا ہو ورنہ مرتد کو کسی پر ولایت نہیں اگرچہ دعوٰی اسلام رکھتا ہو۔

فی الدر المختار الولی فی النکاح العصبة بنفسه بلا توسط انثی علی ترتیب الارث والحجب بشرط حریة وتکلیف واسلام فی حق مسلمة وولد مسلم فان لم یکن عصبة فالولایة للام ثم لام الاب ثم للجد الفاسد ثم للاخت الخ[1] اھ ملخصا، وفی ردالمحتار صرح فی الجوهرة بتقدیم الجدة علی الاخت، ونقل ذلك الشرنبلالی عن شرح النقایة للعلامة قاسم قال ولم یقید الجدة بکونها لام اولاب اھ، وفیه عن الخیریة ان الجدة لاب اولی من الجدة لام قولا واحدا فتحصل بعد الام ام الاب ثم ام الام ثم الجد الفاسد تامل اھ قال وما جزم به الرملی افتی به فی الحامدیة[2]۔ واللّٰه تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے نکاح میں عصبہ بنفسہٖ یعنی وہ مرد جس کی نسبت میں عورت واسطہ نہ بنے، وراثت وحجب کی ترتیب پر ولی بنتے ہیں بشرطیکہ یہ حر، مکلف اور مسلمان ہوں جبکہ ان کی ولایت مسلمان لڑکی یا لڑکے کے لئے ہو۔ اور اگر عصبات بنفسہا نہ ہوں پھر والدہ کو، پھر دادی کو، پھر نانے کو، پھر اخت کو ولایت ہوگی الخ اھ ملخصاً، اور ردالمحتار میں ہے کہ جوہرہ میں جدہ کو بہن پر مقدم کرنے کی صراحت کی ہے۔ شرنبلالی نے انہوں نے علامہ قاسم کی شرح نقایہ سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ جدہ کو نسل کی قید سے مقید نہیں کرسکتے اھ، اور اسی میں فتاوٰی خیریہ سے منقول ہے کہ دادی کا نانی سے مقدم ہونا ایک ہی قول ہے تو حاصل یہ ہوا کہ والدہ کے بعد دادی اور پھر نانی پھر نانا، غور کرو اھ۔ اور کہا کہ جس پر رملی نے خیریہ میں جزم کیا ہے اسی پر حامدیہ میں فتوٰی دیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۲۳: از کلکتہ اسٹریٹ ۱۹۲ دھرم تلا مرسلہ حافظ عزیز الرحمن صاحب ۴ ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح اس کے ماموں نے درصورت نہ ہونے والد او رچچا اور برادر اور دادا اس لڑکی کے بموجودگی والدہ کے کردیا تھا اب اس نے بحالتِ بلوغ

---

[1] درمختار | باب الولی | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۹۳

[2] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۱۳-۳۱۲

اس نکاح کو منظور نہ کیا تو وہ نکاح باقی رہے گا یا نہیں ؟ بیّنوا توجروا

الجواب

اگر عورت کی نامنظوری اس بنا پر ہے کہ ماموں نے جس کے ساتھ اس کا نکاح کیا وہ اس کا کفو نہیں یعنی اس سے قوم یا دین یا پیشہ وغیرہ امور معتبرہ میں ایسا گھٹا ہُوا جس سے نکاح اُس کیلئے باعث ننگ و عار ہے یا اس بنا پر کہ ماموں نے اس کے مہر مثل میں کمی فاحش کی ہے جب تو وُہ نکاح خود ہی باطل محض ہوا جسے خود شرع مطہر نکاح نہیں ٹھہراتی، عورت کی منظوری و نامنظوری کو کچھ دخل نہیں، اور اگر یہ دونوں وجہیں نہیں بلکہ کسی اور سبب سے نامنظور کرتی ہے تو اس صورت میں اگر عورت نے کہ بکر تھی بعد بلوغ خبر نکاح سُنتے ہی یا پہلے سے معلوم تھا تو بالغہ ہوتے ہی فوراً بلا توقف اختیاری نامنظوری ظاہر نہ کی تو نکاح لازم ہوگیا، اب عورت کو اصلاً کوئی چارہ کار نہیں، اور اگر فی الفور آن بلوغ میں یا بعد بلوغ نکاح معلوم ہوا تو آن استماع خبر میں معاً اپنی نامنظوری ظاہر کی تو از انجا کہ نکاح غیر اَب و جَد کا کیا ہوا ہے عورت کو اختیار فسخ حاصل ہے مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ بطورِ خود فسخ کردے اور اس کے حبالۂ زوجیت سے باہر ہوجائے بلکہ یہ کہ حاکم شرع کے یہاں دعوٰی رجوع کرے، حاکم بعد تحقیقات امور مذکورہ نکاح فسخ کردے۔ درمختار میں ہے :

ان کان المزوج غیر الاب وابیہ لا یصح النکاح من غیر کفؤ او بغبن فاحش اصلا ومن کفؤ وبمھر المثل صح ولصغیر وصغیرۃ خیار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ وشرط للکل القضاء وبطل خیار البکر بالسکوت لو مختارۃ عالمۃ باصل النکاح ولا یمتد الی اٰخر المجلس وان جھلت[1] اھ ملتقطا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اگر نابالغہ کا نکاح باپ اور دادا کے غیر نے کیا تو غیر کفو میں یا بہت کم مہر کے ساتھ کیا تو نکاح باطل نہ ہوگا۔ اور اگر کفو یا مہر مثل سے کیا تو نکاح صحیح ہوگا، اور نابالغ لڑکی اور لڑکے کو نکاح کے فسخ کا اختیار ہوگا خواہ دخول کے بعد بلوغ یا نکاح کا علم ہوا ہو اس وقت فسخ کرسکتے ہیں۔ فسخ کی ان تمام صُورتوں میں قضاء شرط ہے، اور باکرہ بالغہ لڑکی کا سکوت اس کے خیار فسخ کو ختم کردیتا ہے جبکہ وہ اپنے نکاح سے باخبر ہو اور اس سے اس کی اجازت طلب کی گئی ہو اگرچہ اس کو اپنے اختیار کے بارے میں علم نہ ہو اور مجلس کے خاتمہ تک یہ اختیار باقی رہے گا، اھ، ملتقطا۔ اللہ سبحانہ وتعالٰی زیادہ علم والا ہے اور اس کا علم اتم واکمل ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۲-۹۳

مسئلہ ۳۲۴ از شہر کہنہ ۴ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے عظام و فضلائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے انتقال کیا اور دو لڑکی ایک قریب ایک سال اور دوسری قریب تین سال، اور بیوی اور والدہ اور تین بھائی چھوڑے۔ ان لڑکیوں نے تا مدت سات سال زیر سایہ اپنی والدہ اور چچاؤں کے پرورش پائی، قضائے الٰہی بعد سات سال والدہ نے بھی انتقال کیا، چونکہ چچا اپنے اپنے تعلقوں پر تھے یہاں موجود نہ تھے، خالائیں آئیں اور حیلہ و فریب کرکے لڑکیوں کو لے گئیں کہتا آئے چچاؤں کے یہ لڑکیاں ہمارے پاس ہیں جب چچا آئیں گے فوراً روانہ کردیں گے، یہاں سے لے جاکر دونوں لڑکیوں کے نکاح عدم موجودگی چچاؤں میں باختیار خود اپنے لڑکوں کے ساتھ کرلئے۔ اس صورت میں یہ نکاح ہوئے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

آٹھ سال کی لڑکی ضرور نابالغہ ہے، یونہی دس سال کی بھی، جب تک حیض نہ آئے یا پندرہ سال کامل کی عمر نہ ہوجائے۔ اور نابالغ کے نکاح کا اختیار عصبہ کو ہے، عصبہ کے ہوتے ذوی الارحام کوئی چیز نہیں۔ ہدایہ میں ہے:

لغیر العصبات من الاقارب ولایۃ التزویج عند ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالٰی معناہ عند عدم العصبات[1]	نابالغ کے نکاح کی ولایت عصبات کی غیر موجودگی میں دیگر اقارب کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک حاصل ہے۔ (ت)

چچا عصبہ ہے اور خالہ ذوات الارحام سے، خالہ سگے چچا سے چھتیسویں درجے میں ہے کہ حقیقی چچا نہ ہو تو سوتیلے چچا کو نکاح کی ولایت ہے، پھر حقیقی چچا کے بیٹے کو، پھر سوتیلے چچا کے بیٹے کو، پھر باپ کا حقیقی چچا، پھر سوتیلا، پھر باپ کے حقیقی چچا کا بیٹا، پھر سوتیلے کا، پھر دادا کا حقیقی چچا، پھر سوتیلا، پھر دادا کے حقیقی چچا کا بیٹا، پھر سوتیلے کا، پھر اور دور کا سگا چچا، پھر سوتیلا، پھر اُس کا بیٹا، پھر اُس کا، پھر آزاد کرنے والا، پھر اُس کا عصبہ، یہ سب عصبات ہیں، جب ان میں کوئی نہ ہو تو ماں ولی ہے، پھر دادی، پھر نانی، پھر بیٹی، پھر پوتی، پھر نواسی، پھر پسر کی پوتی نواسی، پھر دختر کی، پھر نانا، پھر سگی بہن، پھر سوتیلی، پھر ماں کی اولاد جو باپ میں شریک نہیں، پھر سگی بہن کی اولاد، پھر سوتیلی کی، پھر اولادِ مادر کی، پھر پھوپھی، پھر ماموں۔ اور جب ان سب میں بھی کوئی نہ ہو تو خالہ۔ ان تمام درجات کی تفصیل عالمگیری و درمختار و ردالمحتار وغیرہا سے ظاہر۔ فتاوٰی قاضی خاں

---

[1] ہدایہ باب فی الاولیاء والاکفاء المکتبۃ العربیہ کراچی ۲/ ۲۹۸

میں ہے :

ولایۃ النکاح الی العصبۃ الاقرب الی الصغیر والصغیرۃ الاب ثم الجد ثم الاخ لاب وام ثم الاخ لاب ثم بنوھما علی ھذا الترتیب وان سفلوا ثم العم لاب وام[1] اھ ملخصا۔

نکاح کی ولایت عصبات کو ہے اور نابالغ لڑکے اور لڑکی کے قریب ترین عصبات والد پھر دادا، پھر حقیقی بھائی، پھر باپ کی طرف سے بھائی، پھر ان دونوں کے لڑکوں کو اسی ترتیب سے نیچے تک، پھر حقیقی چچا کو، اھ ملخصاً (ت)

درمختار میں ہے :

فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام (وعد درجات الی ان قال) ثم الخالات[2]۔

اگر عصبہ نہ ہو تو ماں کو ولایت ہے، اور ولایت کے درجات متعددہ کو بیان کرنے کے بعد انہوں نے کہا کہ پھر خالاؤں کو ولایت ہوگی (ت)

پس چچا کے ہوتے جو نکاح خالہ کردے چچا کی اجازت پر موقوف ہے، اگر جائز رکھے جائز اور اگر رَد کردے تو باطل ہوجائے۔ درمختار میں ہے :

لو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ[3] واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

اگر قریبی ولی کے ہوتے ہُوئے بعید ولی نے نکاح کیا تو قریبی ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ اللہ تعالٰی اعلم ہے اور اس کا علم اتم اور محکم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۳۲۵: از سورون ضلع ایٹہ محلہ ملک زادگان مرسلہ مرزا احمد حسن صاحب ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک نوجوان بالغ لڑکی ناکتخدا کا نکاح اس کی ماں نے عدم موجودگی باپ میں اپنے عزیز و اقارب کو جمع کرکے اپنے بھانجے کے ساتھ کردیا، باپ بھی اس لڑکے کو جانتا ہے اور اس پر راضی بھی تھا مگر یہ کہتا تھا کہ جب تک یہ نوکر نہ ہو مت کرنا، اس صورت میں نکاح شرعاً درست ہوا یا نہیں؟ اور ماں کو بموجودگی باپ کے اولاد پر ایسا اختیار ہے یا نہیں؟

الجواب

نابالغ اولاد پر باپ کے ہوتے ماں کے لئے ایسا اختیار اصلاً نہیں، اور بالغ اولاد پر ماں باپ کسی کیلئے

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فی الاولیاء نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۶۳

[2] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۳

[3] درمختار " " ۱/ ۱۹۴

ولایت جبری نہیں۔ حضور پُرنور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الایم احق بنفسہا من ولیہا[1] رواہ الستۃ الا البخاری عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

بالغہ عورت ولی کی بنسبت اپنے نفس کی زیادہ حقدار ہے، اس کو امام بخاری کے سوا ائمہ ستہ نے بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما ذکر کیا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

لا تجبر البالغۃ البکر علی النکاح لانقطاع الولایۃ بالبلوغ[2]۔

بالغہ باکرہ لڑکی کو نکاح پر مجبور نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس کے بالغ ہوجانے پر اس پر جبر کی ولایت کسی کو حاصل نہ رہی۔ (ت)

صورتِ مذکورہ میں جبکہ لڑکی بالغہ ہے تو اس کا نکاح بے اس کے اپنے اذن کے نہ ماں کے کئے نافذ ہوسکے نہ باپ کے ہاں، جس عورت بالغہ کا ولی موجود ہو وہ غیر کفو سے اپنا نکاح نہ خود کرسکتی ہے نہ دوسرے کو اذن دے سکتی ہے جب تک ولی اُس شخص کے غیر کفو ہونے پر مطلع ہوکر پیش از نکاح بالتصریح اپنی رضامندی ظاہر نہ کردے، ورنہ وہ نکاح محض باطل ہوگا کہ پھر رضائے ولی سے بھی صحیح نہیں ہوسکتا۔ درمختار میں ہے:

نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ[3] اھ ملخصا۔

ولی کی رضا کے بغیر عاقلہ بالغہ کا اپنی مرضی سے نکاح نافذ ہوتا ہے اور غیر کفو میں ولی کی مرضی کے بغیر اس کا نکاح جائز نہ ہونے پر فتوٰی ہے جبکہ ولی غیر کفو میں ہونے کا علم حاصل کرچکا ہو اھ ملخصا (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ھذا اذا کان لہا ولی لم یرض بہ قبل العقد فلا یفید الرضی بعدہ، بحر[4]۔

یہ اس صورت میں ہے جب لڑکی کا کوئی ولی ہو اور نکاح سے قبل وہ اس پر راضی نہ ہو تو نکاح کے بعد ولی کی رضا مفید نہ ہوگی، بحر۔ (ت)

[1] صحیح مسلم	کتاب النکاح	قدیمی کتب خانہ کراچی	۱/۴۵۵
سنن ابوداود	فصل فی الثیب	آفتاب عالم پریس لاہور	۱/۲۸۶
[2] درمختار	باب الولی	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۹۱
[3] ایضاً			
[4] ردالمحتار	باب الولی	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۲۹۷

اور کفو وُہ ہے جس کے قوم، مذہب، چلن، پیشے وغیرہ میں کوئی ایسا عیب نہ ہو جس کے سبب اُس کے ساتھ نکاح اولیائے دختر کے لئے اہلِ عرف کے نزدیک موجبِ ننگ وعار و بدنامی ہو، نہ ایسی حالت محتاجی ونا داری بے حرفگی و بے سامانی میں ہو کہ عورت کا نفقہ واجبہ نہ چل سکے، یا جس قدر مہر شرعاً یا عرفاً پیشگی دینا ٹھہرا ہے نہ دے سکے۔ درمختار میں ہے:

تعتبر فی العرب والعجم دیانة ومالا بان یقدر علی المعجل ونفقة شهر لو غیر محترف والا فان کان یکتسب کل یوم کفایتها لو تطیق الجماع وحرفة[1] اھ ملخصا۔

عرب وعجم میں کفو کیلئے دینداری اور مال کا اعتبار ہوگا کہ وہ مہر معجل دینے پر قادر ہو اور وُہ کاروبار والا نہ ہو تو ایک ماہ کا خرچہ ادا کرنے پر قادر ہو۔ ورنہ اگر وُہ کاروبار والا ہے تو روزانہ بیوی کی کفایت کے لئے نفقہ کی قدرت رکھتا ہو اگر عورت کو جماع کی برداشت ہو ورنہ مہر معجل کی قدرت کافی ہے اور برابری معتبر ہے پیشہ میں اھ ملخصاً (ت)

پس اگر شخص مذکور ان سب نقائص سے خالی تھا اور نکاح باذنِ دختر ہُوا تو بلاشبہہ صحیح وتام ونافذ ہوگیا جس میں ناموجودی و ناراضی پدر کچھ خلل انداز نہیں، نہ اس کا نوکر نہ ہونا مخل ہوسکتا ہے جبکہ وہ اور مال رکھتا ہو یا کسی دستکاری سے اپنے اور زوجہ کے کھانے پہننے کے قابل کما سکتا ہے یا حسبِ عادتِ بلد اُس کے ماں باپ بہو بیٹے کی کافی خبرگیری رکھیں اور کچھ مہر پیشگی دینا ہو تو اس کے ادا پر بھی قادر ہو۔ درمختار میں ہے:

الصبی کفو بغنی ابیه وامه بالنسبة الی المهر المعجل لا النفقة لان العادة ان الاباء یتحملون عن الابناء المهر لا النفقة ذخیرة[2] اھ ملخصا۔

لڑکا باپ یا ماں کے غنی ہونے کی وجہ سے مہر کے بارے میں کفو بن سکتا ہے کیونکہ عادةً والدین لڑکوں کے مہر کو خود برداشت کرتے ہیں، نفقہ کے معاملہ میں والدین کا غنا کارآمد نہیں کیونکہ والدین نفقہ کی کفالت نہیں لیتے، ذخیرہ، اھ ملخصاً۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

مقتضاہ انه لو جرت العادة بتحمل النفقة ایضا عن الابن الصغیر کما فی

اس سے حاصل ہُوا کہ اگر نابالغ بیٹے کی طرف سے نفقہ کو اپنے ذمے لے لینے کی عادت ہو جیسا ہمارے زمانے میں ہے تو بھی کفو

---

[1] درمختار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۵

[2] ایضاً

من زماننا انه یکون کفوا بل فی زماننا یتحملها عن ابنه الکبیر الذی فی حجره والظاهر انه یکون کفوا بذلك لان المقصود حصول النفقة من جهة الزوج بملك اوکسب او غیره ویؤیده ان المتبادر من کلام الهدایة وغیرها ان الکلام فی مطلق الزوج صغیرا کان اوکبیرا۱ھ۔

ہوسکے گا بلکہ ہمارے زمانے میں تو لوگ اپنے پاس رہنے والے بالغ بیٹے کی طرف سے بھی نفقہ کے ذمہ دار ہوتے ہیں، تو اس صورت میں کفو ہونا ظاہر ہے کیونکہ مقصود تو لڑکے کی طرف سے بیوی کے لئے نفقہ کا حصول ہے مالک ہونے یا کاسب یا کسی اور طریقہ سے نفقہ حاصل ہو، اور اس بات کی تائید ہدایہ کے کلام سے متبادر ہوتی ہے کہ انھوں نے مطلق خاوند کی بات کی ہے خواہ نابالغ ہو یا بالغ ہو الخ (ت)

ہاں اگر دختر کے مہر مثل میں کمی فاحش کی گئی ہے تو باپ کو اس پر اعتراض پہنچتا ہے جس کا حاصل اس قدر کہ مہر مثل پورا کرالیا جائے، اور پورا نہ کرے تو قاضی نکاح فسخ کردے۔ نہ یہ کہ خواہ مخواہ نکاح رد ہوجائے۔ درمختار میں ہے:

لو نکحت باقل من مهرها فللولی العصبة الاعتراض حتی یتم مهر مثلها او یفرقه القاضی بینهما دفعا للعار۲۔

اگر بالغہ نے اپنے نکاح میں مہر مثل سے کم مہر منظور کیا تو ولی عصبہ کو اعتراض کا حق ہے تاوقتیکہ لڑکی اپنا مہر مثل پورا کرائے یا پھر قاضی ولی کی عار کو ختم کرنے کے لئے نکاح کو فسخ کرے۔ (ت)

البتہ اگر امور مذکورہ بالا کے کسی امر میں ایسا ہی ہے جس کے باعث وہ شرعاً کفو نہ ٹھہرے، اور باپ نے اس پر مطلع ہوکر اپنی رضامندی ظاہر نہ کردی تھی تو بیشک یہ نکاح سرے سے باطل ہوا کہ اب باپ کی رضامندی سے بھی صحیح نہیں ہوسکتا۔ اس تقدیر پر فرض ہے کہ مرد و عورت فوراً جدا ہوجائیں اور اس نکاح کو ترک کردیں، پھر اگر چاہیں تو بعد اجازت صریحہ پدر از سرِ نو نکاح کرلیں۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۲۶: ۲۸ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی نابالغہ ہے اس کے باپ، دادا، بھائی، بھتیجا کوئی نہیں حقیقی چچا ہیں، چچا کا نابالغ لڑکا ہے، اگر یہ ولی جائز اپنی بھتیجی نابالغہ کا اپنے پسر نابالغ سے بولایت

۱؎ ردالمحتار باب الکفاءۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۲۴
۲؎ درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۵

تو ایسی حالت میں نکاح کردے کہ لڑکی زیرِ پرورش نانی کے ہو اُس کے پاس موجود نہ ہو تو یہ نکاح صحیح و جائز ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صحیح و جائز ہے جبکہ وہ لڑکا اُس نابالغہ کا کفو ہو اور نابالغہ کے مہرِ مثل میں صریح کمی نہ کی جائے۔ درمختار میں ہے:

ان کان المزوج غیرہ ای غیر الاب وابیہ لایصح من غیر کفؤ او بغبن فاحش اصلا وان کان من کفؤ وبمھر المثل صح[1] الخ اھ ملخصًا۔

اگر نکاح دینے والا باپ اور دادا نہ ہو تو غیر کفؤ یا مہرِ مثل سے صریح کم کی صُورت میں نکاح بالکل صحیح نہ ہوگا، اور کفؤ اور مہرِ مثل ہو تو نکاح صحیح ہوگا الخ اھ ملخصًا۔ (ت)

جبکہ یہ شخص لڑکے لڑکی دونوں کا ولی ہے تو دو گواہوں کے سامنے اس کا صرف اتنا کہہ دینا کہ "میں نے اپنی فلاں بھتیجی اپنے فلاں بیٹے کے نکاح میں اتنے مہر پر دی" کفایت کرتا ہے کچھ لڑکے یا لڑکی کا حاضر ہونا ضرور نہیں۔

نعم یجب ان لایکون غائبا غیبۃ منقطعۃ فانہ لایبقی ولیا علی ما صححوہ کما نقحہ فی ردالمحتار[2]۔

ہاں یہ ضروری ہے کہ وہ چچا اس حد تک غائب نہ ہو کہ ولایت کا رابطہ منقطع ہو کیونکہ ایسی صورت میں وُہ ولی نہ قرار پائے گا، جیسا کہ فقہاء نے اس کی تصحیح کی ہے جس کی تنقیح ردالمحتار میں کی ہے (ت)

درمختار میں ہے:

یتولی طرفی النکاح واحد بایجاب یقوم مقام القبول کأن کان ولیا من الجانبین[3] اھ ملخصا وفی ردالمحتار کزوجت ابنی بنت اخی[4] واللہ تعالٰی اعلم۔

ایک شخص نکاح میں دونوں جانب سے ولی ہوتے ہوئے ایجاب کردے تو وہ قبول کے قائم مقام بھی ہوجائیگا مثلاً جب وُہ دونوں جانب سے خود ولی ہو اھ ملخصًا، اور ردالمحتار میں ہے، مثلاً یُوں کہے: "میں نے اپنی بیٹی کا اپنے بھتیجے سے نکاح کردیا۔" واللہ تعالٰی اعلم (ت)

[1] درمختار	باب الولی	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۹۲
[2] ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۳۱۵
[3] درمختار	باب الکفاءۃ	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۹۶
[4] ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۳۲۶

مسئلہ ۳۲۷

عمرو اور زید دو حقیقی بھائی ہیں اُن میں زید ایک لڑکی نابالغ چھوڑ کر مرگیا، عمرو اپنی بھاوج بیوہ زوجہ زید سے لڑکی نابالغ کو حیلہ کر کے اپنے مکان پر لے گیا، اُس لڑکی نابالغ کا نکاح بلا اجازت اُس کی والدہ کسی شخص بیمار کے ساتھ اپنی اجازت سے کردیا، اب عمرو اپنی بھاوج سے متقاضی ہے کہ لڑکی کا نکاح ہم نے اپنی اجازت سے کردیا اور رخصت نہیں کیا اب رخصت کردو ورنہ عدالت ہوگی۔ اس صورت میں بیوہ پوچھتی ہے کہ علمائے دین مولویان شرع متین کیا فتوٰی دیتے ہیں کہ یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟ فتوٰی لکھ کر مہر و دستخط سے مزین فرمائیں۔

الجواب

نابالغہ کی ولایت اُس کے چچا کو ہے (بشرطیکہ کوئی جوان بھائی بھتیجا حاضر نہ ہو) چچا کے ہوتے ماں کو اختیار نہیں اور شوہر کی بیماری سے بھی درستی نکاح میں کوئی خلل نہیں آتا، پس اگر وہ شخص جس سے عمرو نے اپنی بھتیجی کا نکاح کردیا اُس کا کفو ہے (یعنی قوم، مذہب، پیشہ وغیرہ میں اُس کی بہ نسبت ایسا کم نہیں کہ اُس سے نکاح ہونا اس صغیرہ کے اولیا کو باعثِ عار ہو) اور مہر مثل میں فاحش کمی بھی نہ کی تو نکاح بے شک صحیح ہوگیا جس پر ماں کو کسی طرح اعتراض نہیں پہنچتا، ہاں لڑکی جوان ہو کر اگر خود ناراضی ظاہر کرے تو حاکم شرع کے حضور نالشی ہو کر فسخ کراسکتی ہے، اور اگر وہ شخص کفو نہیں یا چچا نے مہر مثل میں کمی فاحش کی ہے مثلاً مہر مثل سَو روپے کا تھا اس نے پچاس روپے باندھے تو یہ نکاح سرے سے ہُوا ہی نہیں۔

فی الدرالمختار ان کان المزوج غیر الاب وابیہ ولو الام لا یصح النکاح من غیر کفو اوبغبن فاحش اصلا وان کان من کفو وبمھر المثل صح ولصغیر وصغیرۃ خیار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ[۱] اھ مختصرا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے اگر نکاح دینے والا باپ اور دادا کا غیر ہو خواہ وُہ ماں ہو غیر کفو یا مہر مثل صریح کم ہو تو نکاح بالکل صحیح نہ ہوگا اور کفو اور مہر مثل ہو تو صحیح ہوگا اور نابالغ لڑکے یا لڑکی کو بلوغ پر فسخ کا اختیار رہوگا یا اگر ان کو بلوغ کے بعد علم ہُوا ہو تو اس وقت بھی فسخ کا اختیار ہوگا اھ مختصراً۔ واللہ تعالٰے اعلم (ت)

مسئلہ ۳۲۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید نابالغ کا نکاح باجازت ہندہ اُس کی پھوپھی کے محمودہ بالغہ کے ساتھ ہُوا، وقت نکاح عمر زید کی چودہ سال کی اور عمر محمودہ کی سولہ سال کی تھی، زید نکاح سے چار مہینے بعد فوت

---

[۱] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

ہوگیا، آیا یہ نکاح صحیح اور دین مہر محمودہ کا واجب الادا ہے یا نہیں؟ اور ہے تو کس قدر؟ اور زید و محمودہ دونوں سُنّی المذہب ہیں، بحوالہ کتاب جواب تحریر فرمایا جائے۔

الجواب

بیان سائل سے معلوم ہُوا کہ زید کا ایک جوان بھائی موجود ہے پس صورتِ مذکورہ میں اوّلاً اس قدر معلوم ہوجانا ضروری ہے کہ شرعاً بلوغ کا دار و مدار خواہی نخواہی عمر ہی پر نہیں رکھا گیا جب تک آدمی اتنے سال کا نہ ہو بالغ نہ کہا جائے گا اگرچہ تمام آثار جوانی واضح و آشکار ہوں عالم میں کوئی عالم اس کا قائل نہیں بلکہ حقیقۃً لڑکوں میں مدار کار انزال و احتلام اور لڑکیوں میں حیض وغیرہ پر ہے، اسی لئے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ لڑکا کم سے کم بارہ۱۲ برس اور لڑکی نَو برس میں بالغ ہوسکتی ہے، ہاں جب یہ امور ظاہر نہ ہوں تو اس وقت عمر پر فیصلہ کیا گیا۔

فی الدرالمختار بلوغ الغلام بالاحتلام و الاحبال والانزال والاصل ھو الانزال والجاریۃ بالاحتلام والحیض و الحبل فان لم یوجد فیھما شیئ فحتی یتم لکل منھما خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی لقصر اعمار اھل زماننا وادنی مدتہ لہ اثنتا عشرۃ سنۃ ولھا تسع سنین ھو المختار[1] اھ ملخصا۔

درمختار میں ہے لڑکے کا بلوغ احتلام، انزال اور بیوی کو حاملہ کرنے سے ثابت ہوگا جبکہ انزال اصل ثبوت ہے۔ اور لڑکی کا بلوغ احتلام، حیض اور حمل سے ثابت ہوگا۔ اگر ان علامات میں سے کوئی چیز دونوں میں نہ پائی جائے تو پھر دونوں کی عمر پندرہ سال تک ہونا ان کا بلوغ ہوگا۔ اسی پر ہی فتوٰی دیا جائے گا کیونکہ ہمارے زمانہ والوں کی عمریں کم ہوتی ہیں، اور لڑکے کے لئے کم از کم حد بلوغ بارہ سال اور لڑکی کے لئے کم از کم نَو سال ہے، یہی مختار قول ہے، اھ، ملخصا۔ (ت)

پس ممکن کہ زید چہاردہ۱۴ سالہ وقتِ نکاح بالغ ہو جب تو صحتِ نکاح و وجوب تمامی مہر میں کچھ نزاع ہی نہیں، اسی طرح اگر نابالغ تھا اور نکاح باجازتِ برادر واقع ہُوا یا اس وقت معمولی اجازت صرف پھوپھی سے لی گئی ہو اور بھائی نے جبھی یا کسی اور وقت صراحۃً خواہ دلالۃً اس نکاح کو جائز رکھا اور پسند کیا یا یہ بھی نہ ہُوا مگرچندے مدت بعد زید بالغ ہوگیا اور خود اس نے نکاح جائز رکھا، ان سب صُورتوں میں نکاح بھی نافذ اور مہر بھی کامل واجب۔

فی الدرالمختار للولی الاتی بیانہ انکاح الصغیر والصغیرۃ جبرًا[2] اھ،

درمختار میں ہے کہ ولی کو اختیار ہے، جس کا بیان آگے آرہا ہے کہ نابالغ لڑکے اور لڑکی کا نکاح اپنی

---

[1] درمختار | کتاب الحجر | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/ ۱۹۹
[2] ؍؍ | باب الولی | ؍؍ ؍؍ ؍؍ | ۱/ ۱۹۲

وفی تنویر الابصار الولی فی النکاح العصبة بنفسه[1]اھ وفی الدر المختار لو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ[2]اھ وفی الخانیۃ نفذ باجازۃ الصبی بعد بلوغہ[3]اھ وفی الدر المختار المھر یتاکد عند وطء او خلوۃ صحت من الزوج او موت احدھما[4]اھ۔

مرضی سے کرے اھ، اور تنویر الابصار میں ہے کہ نکاح میں عصبہ بنفسہٖ ولی ہوتا ہے اھ اور درمختار میں ہے اگر ولی اقرب کی موجودگی میں ولی ابعد نے نکاح کردیا تو اقرب کی اجازت پر موقوف ہوگا اھ، اور خانیہ میں ہے کہ بچے کے بالغ ہوکر اجازت دینے سے نکاح نافذ ہوجائے گا اھ، اور درمختار میں ہے کہ وطی، خلوتِ صحیحہ اور خاوند بیوی میں سے کسی ایک کے فوت ہوجانے سے مہر لازم ہوجاتا ہے اھ (ت)

ہاں اگران امور میں سے کچھ نہ واقع ہُوا یعنی نہ زید بالغ تھا نہ نکاح بر تجویز ولی واقع ہوا، نہ ولی نے کسی وقت صریحًا یا دلالۃً اس کی اجازت دی، نہ زید خود لائقِ اجازت ہوا یہاں تک کہ مرگیا تو بے شک نکاح باطل ہوگیا،

لان الموقوف یبطل بالموت قبل الاجازۃ کما لایخفی علی احد۔

کیونکہ موقوف نکاح، اجازت سے قبل موت سے باطل ہوجاتا ہے، جیسا کہ سب پر واضح ہے (ت)

www.alahazratnetwork.org

اور جلسہ نکاح میں ولی کا مجرد خاموش بیٹھا رہنا اجازت و پسندی پر یقین نہیں دلاسکتا بلکہ اُس کا کوئی فعل ایسا ہونا چاہئے جس سے رضامندی سمجھی جائے، مثلاً دُلہن کو رُونمائی دینا یا دُولھا کی سلامی کے روپے لینا یا مبارکباد لینا دینا،

وغیر ذٰلک مما یدل علی الرضا وفی رد المحتار تقدم ان البالغۃ لو زوجت نفسھا غیر کفو فللولی الاعتراض مالم یرض صریحا او دلالۃ کقبض المھر ونحوہ فلم یجعلوا سکوتہ

ان کے علاوہ دیگر امور جو رضا کی دلیل ہوسکتے ہیں، اور ردالمحتار میں ہے کہ پہلے گزر چکا ہے کہ اگر بالغہ لڑکی نے اپنا نکاح خود غیر کفو میں کرلیا اور ولی صراحۃً یا دلالۃً رضامندی ظاہر نہ کرے مثلاً مہر وصول کرنا وغیرہ عمل

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار — باب الولی — مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۳

[2] الدر المختار — باب الولی — مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۴

[3] فتاوٰی قاضی خاں — فصل فی شرائط النکاح — نولکشور لکھنؤ ۱/۱۵۷

[4] الدر المختار — باب المھر — مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۷

اجازۃ والظاھر ان سکوتہ ھنا کذلک فلایکون سکوتہ اجازۃ لنکاح الابعد و ان کان حاضرا فی مجلس العقد مالم یرض صریحا او دلالۃ تامل[1]۔

ذکرے، تو ولی کو اس نکاح پر اعتراض کا حق ہے تو فقہاء نے اس کے سکوت کو اجازت نہیں قرار دیا اور ظاہر یہی ہے کہ اس کا یہاں موقعہ پر سکوت کا یہی مطلب ہے تو اس کا سکوت ابعد ولی کے نکاح کی اجازت قرار نہیں پائے گا اگرچہ یہ اقرب مجلس نکاح میں موجود ہو جب تک صریحًا یا دلالۃً رضامندی ظاہر نہ کردے، غور کرو۔ (ت)

اور اس صورت میں مہر بھی لازم نہ آئے گا،

لان النکاح باطل والباطل معدوم والمعدوم لایفید۔

کیونکہ یہ نکاح باطل ہے اور باطل کالعدم ہوتا ہے اور معدوم چیز مفید نہیں۔ (ت)

البتہ اگر ایسی صورت میں یہ ثابت ہو کہ زید نابالغ نے بعد اس عقد غیر نافذ کے ممدوحہ سے بالجبر قربت کی اور ممدوحہ اُس وقت حقیقۃً حالتِ جبر و اضطرار میں تھی نہ وہ حالت جو ابتداءً بوجہ شرم و حجاب عمومًا انکار ابکار کی باعث ہوتی ہے بلکہ وُہ حالت جو زنِ عفیفہ کو مرد اجنبی کے ساتھ ہوتی ہے تو اس تقدیر پر ہندہ کا مہر مثل ذمۂ زید لازم ہونا چاہئے،

وذلک لان الموقوف قبل الاجازۃ لا یحل الوطی بل ولا النظر کما صرح بہ فی احکام الخلوۃ من باب المھر من رد المحتار عن النھر عن النھایۃ وقد تبین بالموت انھا لم تکن زوجتہ ولاحد للشبھۃ و للصبی فیجب العقر الا ان تکون مطاوعۃ فلا یجب لعدم الفائدۃ اذ لولزم لرجع بہ الولی علیھا لانھا مکلفۃ وقد وقع ما وقع بامرھا لکونھا طائعۃ کما فی رد المحتار[2] عن الشرنبلالی عن الفتح۔ واللہ

یہ اس لئے کہ اجازت سے قبل موقوف نکاح میں وطی حلال نہیں بلکہ اس کو دیکھنا بھی حلال نہیں جیسا کہ مہر کے باب میں خلوت کے احکام میں ردالمحتار نے نہر سے انھوں نے نہایہ سے نقل کیا ہے اور اجازت سے قبل موت سے ظاہر ہوگیا کہ یہ اس کی بیوی نہ تھی اگر قبل از اجازتِ ولی اقرب وطی یا خلوت ہوجائے تو حلال نہ ہونے کے بعد زنا کی حد نہ ہوگی کیونکہ مقام شبہہ ہے نیز لڑکا نابالغ ہے، تاہم عُقر یعنی جوڑا خرچہ واجب ہوجائے گا بشرطیکہ لڑکی کی خواہش پر یہ عمل نہ ہوا ہو ورنہ عُقر واجب نہ ہوگا کیونکہ اس میں فائدہ نہیں ہے

---

[1] ردالمحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۱۵

[2] ردالمحتار باب المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۴۱

تعالٰی اعلم۔ اس لئے کہ اگر واجب قرار دیا جائے تو لڑکے کا ولی لڑکی سے تعرض کرے گا۔ کیونکہ جو واقعہ ہُوا ہے وہ لڑکی کی مرضی اور کہنے سے ہُوا اس لئے کہ لڑکی بالغ ہے جس کی خواہش پر یہ کچھ ہُوا ہے جیسا کہ ردالمحتار میں شرنبلالی سے اور اس نے فتح سے نقل کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۲۹ از کلکتہ دھرم تلا اسٹریٹ نمبر ۱۰۲ مرسلہ حافظ عزیز الرحمان صاحب ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح بسبب نہ رہنے باپ دادا کے اُس کے ماموں نے اپنی ولایت سے کر دیا تھا اب بحالتِ بلوغ لڑکی نے اُس نکاح کو منظور نہ کیا اور بعین حالتِ بلوغ دو چار آدمیوں کو بُلا کر اظہار کیا کہ میں اس وقت بالغ ہُوئی اپنے ولی کے نکاح کو نامنظور کرکے فسخ کیا آپ لوگ اس امر کے شاہد رہیں اور اس فسخ کی خبر اس کے ناکح کو ہوئی اور دین مہر بھی معاف کر دیتی ہے، تاہم صفائی نہیں کرتا، قریب سال کے گزرا اور در بارہ مسئلہ فسخ درمختار وغیرہ میں ہے کہ فسخ کی خبر قاضی کو کرے، قاضی تفریق کردے۔ اور اس سلطنت انگریزی میں قضایا نہیں حکم قضایا حکام ہائی کورٹ کے متعلق ہے اور ہائیکورٹ میں خبر کے واسطے وکیل اور بیرسٹر مبلغ ایک ہزار طلب کرتے ہیں اور لڑکی مذکورہ نان نفقہ کو محتاج اور عالمِ شباب رکھتی ہے، خوفِ شیطانی غالب ہے، پس ایسی صورت میں کیا کرے؟ بیان فرمائیے۔ بینوا توجروا

الجواب

www.alahazratnetwork.org

فی الواقع اس فسخ کے لئے قضائے قاضی شرط ہے کما فی الدرالمختار (جیسا کہ درمختار میں ہے۔ت) اور حاضریِ شوہر وقتِ تفریق بھی ضرور،

فی ردالمحتار الزوج لوکان غائبا لم یفرق بینھما مالم یحضر للزوم القضاء علی الغائب نھر۔ قلت وبه صرح الاستروشنی فی جامعه[1]۔

ردالمحتار میں ہے جب تک خاوند حاضر نہ ہو قاضی تفریق نہ کرے، ورنہ اس کی غیر موجودگی میں تفریق "قضاء علی الغیب" ہوگی، نہر۔ میں کہتا ہوں استروشنی نے اپنی جامع میں یہی تصریح کی ہے۔(ت)

اور ہائی کورٹ وغیرہ انگریزی کچہریاں دارالقضاء شرعی نہیں، نہ وہ حکّام حکّام و قضاۃِ شرع، تو ایسے مسائل میں اُن کی طرف رجوع اگر آسان بھی ہو تو اصلاً مفید نہیں کہ ان کے فسخ کئے یہ نکاح فسخ نہ ہوگا اور عورت بدستور زوجۂ شوہر رہے گی بلکہ وہاں جو عالم فقیہ سُنّی تمام اہلِ شہر سے علم فقہ میں زائد ہو اس قسم کے خاص دینی کاموں میں اُس کی طرف رجوع لازم ہے، اور اگر وہاں یہ بھی نہ ہو تو چارۂ کار یہ ہے کہ زن شوہر

---

[1] ردالمحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۰۷

اس معاملہ کو پنچایت پر رکھیں، مسلمان پنچ بعد ثبوت بمواجہۂ شوہر تفریق کردیں نکاح فسخ ہوجائے گا،

فان المحکم کالقاضی فی کل مالیس بحد و لاقود ولا دیۃ علی عاقلۃ کما نصوا علیہ۔

حَکَم یعنی ثالث، قصاص، حد اور عاقلہ پر دیت کے سوا باقی امور میں قاضی کی طرح ہے، جیسا کہ فقہاء نے اس پر نص کی ہے۔ (ت)

اور اگر شوہر پنچایت پر راضی نہ ہو تو عورت کسی اسلامی ریاست کے شہر میں جائے جس طرح یہاں ریاست رام پور وغیرہ اور وہاں قاضی شرع کے حضور (جس کی قضا کو نواب والی ملک مسلمان نے نہ اُس شہر والوں سے خاص کردیا ہو نہ سیّدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب پر حکم کے لئے مقید کیا ہو) استغاثہ کرے وُہ بلحاظ قواعد شرعیہ تفریق کرسکتا ہے۔ اور اگر شوہر بھی وہاں جانے پر راضی ہو یا قاضی کی طلبی پر اُسے جانا ضرور ہو جب تو امر آسان ہے۔ اب اُس قاضی میں صرف اتنی شرط ہوگی کہ والی نے صرف اہل شہر کے ساتھ اُس کی قضاء کو خاص نہ کردیا ہو جیسا کہ اکثر یہی ہے کہ تخصیص نہیں کرتے۔

وذٰلک لما عرف ان القضاء یتخصص بکل ما خصص بہ المقلد کما فی الاشباہ و الدر وغیرھما واذا لم یخصص باھل البلد لم یشترط ان یکون العدل اعیان من اھل البلد[1] کما فی رد المحتار وغیرہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

یہ اس لئے کہ قضاء کا دائرہ قاضی کو مقرر کرنے والے کی تخصیص سے خاص ہوتا ہے جیسا کہ اشباہ، درمختار وغیرہ کتب میں مذکور ہے۔ اور جب قاضی کا دائرہ کسی خاص علاقہ سے مخصوص نہ ہو تو دعوٰی کے فریقین کا اہل بلد سے ہونا شرط نہیں ہے، جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۳۳۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و ہندہ کے باہم شادی بولایت پدران عالم نابالغی زوجین میں ہوئی، بعد ایک عرصہ کے زید نابینا ہوگیا اور ہنوز وُہ دونوں نابالغ ہیں اور پدر ہندہ نے وفات پائی اب مادر و عم ہندہ اسے رخصت کرنا نہیں چاہتے اور کہتے ہیں ہم اپنی بیٹی زید کو نہیں دیں گے اس صورت میں ماں کے انکار سے اُس نکاح میں خلل آیا یا نہیں؟ اور ماں اور چچا کو فسخ کا اختیار حاصل ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

صورتِ مسئولہ میں نکاح مذکور بحالہ باقی ہے اور ام و عم ہندہ بلکہ کسی کے انکار سے اُس میں خلل نہیں

---

[1] بحرالرائق کتاب القضاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۲۵۷

آتا، نہ انھیں اختیارِ فسخ حاصل، یہاں تک کہ اگر خود ہندہ بعد بلوغ فسخ نکاح چاہے تا ہم منفسخ نہ ہوگا،

فی تنویر الابصار لزم النکاح ولو بغبن فاحش ان کان الولی ابا اوجدا[1] الخ وفی فتاوٰی قاضی خان اذا بلغ الصغیر او الصغیرۃ قد زوجہما الاب والجد لاخیار لہما[2] انتہی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

تنویر الابصار میں ہے کہ ولی باپ یا دادا ہو تو بہت کم مہر سے بھی نکاح لازم ہوتا ہے الخ، اور فتاوٰی قاضی خاں میں ہے کہ لڑکا یا لڑکی کو بالغ ہونے پر اختیار نہ ہوگا انتہی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۳۱: ۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا شوہر مرگیا اور دو لڑکی ایک کی عمر تین برس کی اور ایک کی چھ برس کی، چھ برس کی عمر کی لڑکی کو اس کی پھوپھی چوری سے لے گئی اپنے گھر کو، جب ہندہ کو معلوم ہوا تو وہ اس فکر میں رہی کہ جب موقع پاوے اپنی لڑکی کو لے آئے، اور اپنے عزیزوں سے بھی کہہ رکھا کہ جب موقع ملے تو میری لڑکی کو میرے پاس لے آؤ، حسبِ اتفاق وہ لڑکی ہندہ کی کسی دکان پر گوشت لے رہی تھی اور ہندہ کا بھانجا اُس طرف سے آرہا تھا اُسے گودی میں اٹھا لایا اور ہندہ کو دے دیا، جب وہ لڑکی ہندہ کے پاس آگئی تو چھ سات روز بعد اس کی پھوپھی آئی اور ہندہ سے کہا میں نے اس کا نکاح اپنے لڑکے کے ساتھ کردیا ہے اب اس کو بھیج دو، ہندہ نے کہا میں ماں تھی میری بلا اجازت تم نے کیوں نکاح کیا میں اس لڑکی کو نہیں دوں گی اور اس کے نکاح کا مجھے اختیار ہے، اور وہ لڑکی ایک برس اپنی پھوپھی کے رہی اور چھ برس کی عمر میں گئی تھی اور اس کو ماں کے پاس آئے ہوئے چار پانچ برس کا عرصہ ہوا اس حساب سے اب گیارہ بارہ برس کی عمر ہے تو اس صورت میں وہ نکاح فاسد رہا یا قائم رہا؟ اور ہندہ اس کا اور جگہ نکاح کرنا چاہتی ہے، آیا بموجب شرع شریف کے کرسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

اگر اُن لڑکیوں کا کوئی جوان بھائی، بھتیجا، چچا، چچا کا بیٹا، پوتا غرض دادا پردادا کی اولاد سے کوئی عاقل بالغ مرد نہ تھا تو اُن کے نکاح کی ولایت ان کی ماں ہی کو تھی پھوپھی کو ماں کے ہوتے کچھ اختیار نہ تھا جو نکاح پھوپھی نے بے اجازت ماں کے کیا جبکہ ماں نے اُسے رَد کردیا کہ تم نے کیوں کیا میں اس کو نہ دوں گی

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۲

[2] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی الاولیاء منشی نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۶۴

اس کا مجھے اختیار ہے وُہ نکاح باطل ہوگیا اب بندہ کو اختیار ہے جہاں مناسب دیکھے لڑکی کا نکاح کردے۔

فی الدرالمختار ان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام[1] واللّٰہ تعالٰی اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

درمختار میں ہے اگر کوئی عصبہ نہ ہو تو پھر ولایت ماں کو ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب (ت)

مسئلہ ۳۳۲ ازشہر اعظم گڑھ مرسلہ عنایت اللہ خاں صاحب ۱۴ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین کہ مسماۃ محمودہ کا نکاح حامد ایک شخص ہم کفو کے ساتھ مندرجہ ذیل صورت میں ہُوا ہے صرف پدرِ محمودہ کو یہ نکاح حامد کے ساتھ کرنا منظور نہیں تھا مگر مادرِ محمودہ و نیز تمام خاندان کو بہر صورت منظور تھا اس لئے یہ نکاح بہ تحریک مادرِ محمودہ و دیگر بزرگانِ خاندان بغیبت پدرِ محمودہ کے جبکہ وُہ اپنے علاقہ پر بہ فاصلہ بارہ تیرہ کوس کے تھا باعلانِ عام منعقد کیا گیا، چونکہ محمودہ عاقلہ بالغہ تھی اس لئے ایک روز قبل از انعقادِ نکاح اس کی ہم عمر ایک کتخدا لڑکی واسطے استمزاج محمودہ کے بھیجی گئی، اُس سے محمودہ نے کہا کہ یہ نکاح مجھ کو بدل منظور ہے، یہ بھی کہا کہ اس میں یہ خوبی ہے کہ میں تم اور نیز تمام اعزہ سے جُدا نہ ہُوں گی اور ایک ہی جگہ رہوں گی، دوسرے روز بروز جمعہ اس کا عقد قرار پایا، ایک وکیل اور دو گواہ جس کمرہ میں محمودہ تھی واسطے دریافت رضامندی کے گئے وحسب رواج اس ملک کے سوال جواب کرکے واسطے پڑھانے نکاح کے باغ حامد میں جہاں نکاح پڑھانے والا واعزہ اور نیز شہر کے معزز و ممتاز لوگ موجود تھے واپس آئے، واپس آنے پر یہ معلوم ہُوا کہ وکیل وگواہان نے محض مادرِ محمودہ سے رضامندی حاصل کی ہے، اس پر حاضرین کی یہ رائے ہُوئی کہ مسماۃ محمودہ عاقلہ بالغہ ہے اس سے پُوچھنا ضروری امر ہے لہذا پھر وکیل وگواہان گھر میں جائیں اور خاص محمودہ سے دریافت کریں، چنانچہ وکیل وگواہان و نیز چند اعزہ محمودہ کے گھر میں گئے، معلوم ہوا کہ مسماۃ محمودہ نماز صلوٰۃ التسبیح پڑھ رہی ہے۔ وکیل نے یہ کہا کہ محمودہ جب نماز سے فارغ ہُوئے تو دریافت کیا جائے، تھوڑی دیر کے بعد محمودہ نماز پڑھ چکی، ایک گواہ نے محمودہ کو بایاں سلام اور ایک عزیز نے دونوں سلام پھیرتے دیکھا اور اس جگہ قریب محمودہ کے مادرِ محمودہ و بہن حامد بیٹھی ہُوئی تھیں، بعد فراغتِ نماز حسب احکامِ شرعیہ ایجاب وقبول کے الفاظ محمودہ سے بغرض حصول رضامندی کے کہے گئے تو مادرِ محمودہ نے حسب رواج اس ملک کے وموافق رسم شرفائے اس دیار کے کہا کہ ہاں منظور ہے اور محمودہ ساکت رہی، مگر وکیل نے کہا کہ محمودہ خود عاقلہ بالغہ ہے اُس کو اپنی زبان سے ایجاب وقبول کے الفاظ کا اعادہ کرنا چاہیے، اس بات پر مادرِ محمودہ نے و نیز اور لوگوں نے کہا کہ ہندوستان میں شریفوں کی کوئی لڑکی

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۳

کنواری آج تک کبھی بولی ہے کہ یہ بولے گی بلکہ بالعموم سکوت علامتِ رضامندی ہوتی ہے مگر بایں ہمہ وکیل نے بمقابلہ گواہان کے محمودہ کا نام لے کر کلماتِ ایجاب وقبول کو پوچھا کہ محمودہ تم کو منظور ہے؟ محمودہ اس وقت محض ساکت رہ کر اور کچھ سرنگوں ہوگئی، اس طور پر دوبارہ باصرار دریافت کیا گیا تو اپنے منہ پر دونوں ہاتھ رکھ کر اور زیادہ جھکی، تیسری دفعہ وکیل نے اسی طرح تقریر کی، محمودہ کی حالت وہی حالت سکوت وخاموشی کی رہی، بعد اس کے وکیل وگواہان بار حامد میں آئے اور حسبِ اصولِ شرعیہ ودستورِ مروجہ نکاح محمودہ کا حامد کے ساتھ جماعتِ کثیرہ کے رُوبرو ہوگیا اور نکاح مسکانِ محمودہ میں حسبِ دستور سب اعزہ آئے و باہم مبارک وسلامت ہوئی اور رسوم شربت نوشی کی عمل میں آئی جس پر مادر وبہن ونانی محمودہ نے شادمانی کا اظہار کیا اور یہ واقعہ قبل از نمازِ جمعہ کے تھا اور شب میں آٹھ بجے والد محمودہ کا علاقہ سے مکان پر آگیا اور اس نے ایک شور وغل برپا کیا صبح کو تمام اعزہ کو بلا کر یہ کہا کہ یہ نکاح درست نہیں ہوا، اور کہنے لگا کہ مادرِ محمودہ یہ کہتی ہے کہ محمودہ کو یہ نکاح منظور نہ تھا اور وقت اعادہ الفاظ نکاح بغرض دریافت رضامندی کے محمودہ نماز میں تھی اور جب وہ سجدۂ سہو میں جانے لگی تو حامد نے اس کا سر پکڑ لیا، آپ لوگ چلیں اور اس سے دریافت کرلیں، اعزہ گھر میں آئے، اُن کے روبرو پدرِ محمودہ نے مادرِ محمودہ سے یہ پوچھا کہ آیا محمودہ کو یہ عقد منظور تھا یا نہیں، وہ نماز میں تھی یا نہیں، بجواب اس کے مادرِ محمودہ نے یہ کہا کہ محمودہ نے یہ کہا کہ مجھ کو منظور ہے اور سجدہ سہو کی بابت مادرِ محمودہ نے کہا کہ میں کچھ نہیں جانتی اگرچہ محمودہ سے کہ رہ والد محمودہ مادرِ محمودہ سے دیر تک سجدہ سہو کی نسبت پوچھتا رہا مگر وہ انکار ہی کرتی رہی اگرچہ بیان والدِ محمودہ کا بالکل خلاف وقوع واقعہ کے تھا اور صریح بے اصل تھا دوپہر تک والدِ محمودہ اس امر پر غلو کرتا رہا کہ بوجہ مشغولی نماز کے یہ نکاح نہیں ہوا، جب یہ امر بے اصل کسی طرح سے ثابت نہ ہوا کہ وقت نکاح کے محمودہ نماز میں تھی تو اس نے بعد دوپہر کے اعزہ کو جمع کر کے یہ خواہش ظاہر کی کہ علیحدہ ہو جائے، جس علیحدگی کا مطلب یہ تھا کہ طلاق ہو جائے، حامد اور اعزہ حا... نے اس علیحدگی کو منظور نہیں کیا اگرچہ عرصہ تک والدِ محمودہ کا اس پر اصرار رہا، محمودہ خواندہ ہے اس عرصہ میں محمودہ نے ایک رقعہ دستخطی اپنے والد کو لکھا کہ مجھے آپ کی خوشی منظور ہے مجھے سوائے نماز وروزہ کے اور کوئی چیز نہیں چاہئے مگر لفظ طلاق کا ہرگز درمیان میں نہ آنے پائے اور انہی الفاظ کا اعادہ محمودہ نے اپنی چند ہم عمروں سے بھی کیا، صورت استمزاج ماقبل نکاح و سکوت بوقت نکاح و تحریر رقعہ بعد نکاح و اظہار خیال از ہم عمران سے منظوری ورضامندی محمودہ کی اس نکاح کی نسبت بخوبی ثابت ہے اور اس وقت تک یہ نکاح محمودہ کو منظور ہے، چونکہ یہ نکاح باپ محمودہ کی غیبت میں برضامندی محمودہ و مادرِ محمودہ ونیز تمام خاندان فریقین ہوا ہے تو ایسی صورت میں یہ نکاح از رُوئے فقہ جائز ہوا یا نہیں؟ بینوا بالکتاب توجروا بالثواب۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں اگر حامد محمودہ کا کفو شرعی ہے یعنی اس کے نسب و مذہب و روش و پیشہ وغیرہ میں کوئی بات ایسی نہیں کہ اس سے نکاح ہونا اولیائے محمودہ کے لئے باعثِ ننگ و عار ہو تو نکاح مذکور منعقد ہوجانے میں اصلاً شبہہ نہیں اگرچہ وُہ وقت طلب اجازت نماز ہی پڑھتی ہو بلکہ اگرچہ اُس سے اصلاً اجازت نہ لی گئی ہو، والدِ محمودہ کا ادعا کہ نکاح نہ ہُوا محض باطل و بے معنی ہے عقد بے اجازت غایت یہ کہ عقدِ فضولی ہو، پھر عقد فضولی صحیح و منعقد ہوتا اور اجازتِ صاحبِ اجازت پر اس کا نفاذ موقوف رہتا ہے نہ کہ اصلاً باطل ٹھہرے۔

فی الدر المختار الفضولی من یتصرف فی حق غیرہ بغیر اذن شرعی کل تصرف صدر منه تملیکا کان کبیع و تزویج او اسقاطا کطلاق وعتاق وله من یقدر علی اجازته حال وقوعه انعقد موقوفا۔[1]

درمختار میں ہے فضولی وُہ ہوتا ہے جو شرعی اجازت کے بغیر غیر کے حق میں خود بخود تصرف کرے، فضولی کا کوئی تصرف خواہ مالک بنانے کے لئے ہو جیسا کہ بیع و نکاح یا ملکیت کو ساقط کرنے کے لئے ہو۔ جیسا کہ طلاق و عتاق، تو اس کے تصرف کے وقت اگر کوئی اس کو جائز کرنے والا ہو تو فضولی کا یہ تصرف موقوف ہوگا۔ (ت)

نظر بوقائع مذکور سوال عقد محمودہ ایسا ہی واقع ہوا، نکاح سے ایک دن پہلے جب اُس لڑکی سے جو گفتگو آئی اور محمودہ نے پسند ظاہر کی وُہ صرف رائے تھی نہ کسی شخص کو نکاح کرنے کی توکیل وقت تزویج اذن لینے پر جو سکوت محمودہ نے کیا وُہ بھی توکیل کے لئے ناکافی تھا کہ ولی اقرب یعنی پدر چند ہی کوس پر تھا اور اذن لینے والا جب نہ خود ولی اقرب ہو نہ اُس کا وکیل نہ اس کا رسول تو دوشیزہ کا سکوت بھی معتبر نہیں اذن صاف درکار ہے۔

فی تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار ان استاذنها غیر الاقرب کاجنبی (المراد به من لیس له ولایة لکن رسول الولی قائم مقامه فیکون سکوتها رضا عند استیذانه کما فی الفتح والوکیل کذلك کما فی البحر عن القنیة) او ولی بعید (کاخ مع الاب اذا لم یکن الاب غائبا

تنویر الابصار، درمختار، رد المحتار میں ہے اگر لڑکی سے نکاح کی اجازت چاہنے والا ولی اقرب کا غیر مثلاً اجنبی یعنی غیر ولی ہو یا ولی ابعد ہو مثلاً والد کی موجودگی میں بھائی، جبکہ والد بھی سفر پر نہ ہو (جیسا کہ خانیہ میں ہے) تو لڑکی کی اجازت کے لئے اس کا سکوت معتبر نہ ہوگا بلکہ اس موقع پر اس کا بولنا ثیبہ عورت کی طرح ضروری ہے یا کوئی ایسا فعل ضروری ہے جو بولنے کے قائم مقام

---

[1] درمختار فصل فی الفضولی مجتبائی دہلی ۲/۳۱

غیبۃ منقطعۃ کما فی الخانیۃ) فلا عبرۃ لسکوتھا بل لابد من القول کالثیب البالغۃ او ماھو فی معناہ من فعل یدل علی الرضا[1]۔

رضا پر دلالت کرے، لیکن ولی اقرب کا قاصد یا وکیل ہو تو وہ ولی کے قائم مقام ہوتا ہے لہذا ان کے اجازت طلب کرنے پر لڑکی کی خاموشی کو رضا قرار دیا جائے گا، جیسا کہ فتح میں ہے، اور وکیل کے بارے بحر میں قنیہ سے منقول ہے (ت)

معہذا رسم اکثر دیار ہندیہ یوں ہے کہ وکالت واذن زید کے نام لیتے ہیں اور پڑھانے والا عمرو ہوتا ہے یوں باوصف اذن صریح بھی عقد عقد فضولی رہتا ہے کہ جسے اذن تھا اُس نے نہ پڑھایا،

فی رد المحتار عن الرحمتی عن الحموی عن کلام محمد فی الاصل ان مباشرۃ وکیل الوکیل بحضرۃ الوکیل فی النکاح لاتکون کمباشرۃ الوکیل بنفسہ بخلافہ فی البیع[2] اھ وفی وکالۃ غمز العیون عن الولوالجیۃ ھو الصحیح[3]۔

ردالمحتار نے رحمتی اور انہوں نے حموی کے واسطے سے امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کا مبسوط میں بیان کردہ کلام نقل کیا ہے کہ وکیل کا وکیل، نکاح کے معاملہ میں اصل وکیل کی موجودگی میں، وکیل والا حکم نہیں پاتا، بیع کا معاملہ اس کے خلاف ہے اھ، اور غمز العیون کے باب وکالت میں ولوالجیہ سے ہے کہ یہی صحیح ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

بہرحال یہ نکاح نکاح فضولی ہوا اور اجازتِ محمودہ پر موقوف رہا، اب بعد نکاح محمودہ کا رقعہ اگرچہ بنظر بعض تدقیقات علمیہ کہ عوام خصوصًا عورات کی بات اُن پر محمول ہونی مستبعد و نامقبول مدارک فقہیہ ہے رد و اجازت کا قطعی فیصلہ نہ کرے تاہم شک نہیں کہ اس سے ظاہر و متبادر یہی ہے کہ محمودہ نے اس نکاح کو جائز رکھا اگرچہ رضائے پدر کے لئے شوہر سے علیحدہ اور عمر بھر نماز روزے پر قانع رہنا قبول کرتی ہے مگر طلاق پر ہرگز راضی نہیں، اور طلاق باآنکہ مزیل نکاح ہے خود ہی سبقت نکاح چاہتی ہے ذکر اس کی ناپسندی کہ بقائے نکاح کی رضامندی ہے اور اُسی قدر نفاذ نکاح موقوف کے لئے کافی ہے،

لما مر من الدر المختار من قولہ او ماھو فی معناہ من فعل یدل علی الرضا[4]۔

درمختار میں اس کے قول "اور جو فعل رضا پر دلالت کرنے میں کلام جیسا ہو" کی وجہ سے۔ (ت)

---

[1] رد المحتار حاشیہ درمختار شرح تنویر الابصار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۰۱

[2] " " " " " ۲/ ۳۰۰

[3] الاشباہ والنظائر مع غمز العیون کتاب الوکالۃ ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۱۱

[4] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۲

پس صورت مستفسرہ میں بشرط کفاءت مذکورہ نکاح محمودہ جائز و تام و نافذ و لازم ہے جس پر پدر وغیرہ کسی کو حق اعتراض نہیں۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۳۳ از بھوندپوری ضلع ترائیں نینی تال ۲۰ صفر ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نابالغہ کا نکاح خالد نابالغ سے ہوا، ہندہ اُس وقت نو برس کی تھی، ہندہ کا باپ، بھائی، چچا وغیرہ کوئی ولی سوا ماں کے نہیں، یہ نکاح ماں کی رضامندی سے ہوا مگر اذن ہندہ نابالغہ سے لیا اور خالد کا نکاح اُس کے باپ نے کیا مگر قبول خود خالد سے کرایا گیا، بعد نکاح ہندہ نے خالد کے یہاں جانا نہ چاہا، اس بنا پر اس کے ماموں نے روک رکھا مگر پیشکار کی تنبیہ سے جو یہاں دیہات میں مثل حاکم سمجھا جاتا ہے، ہندہ پندرہ برس یا اس سے کم کی عمر میں رخصت ہو کر خالد کے یہاں گئی اور چار برس وہیں رہی، وقت نکاح ہندہ و خالد دونوں نابالغ مجہول الحال تھے نہ تو بالغ تھے نہ نا سمجھ بچے۔ ہندہ پندرہ برس کی عمر میں بالغ ہوئی، اب پھر اس نے اپنی ناراضی ظاہر کی اور دوسری جگہ اپنا نکاح کیا چاہتی ہے اس صورت میں یہ اختیار اُسے ہے یا نہیں؟ ہندہ کا بیان ہے کہ آج تک ہمبستری نہ ہوئی اور وجہ اس کی یہ ہے کہ یہاں کے لوگ بوجہ نقصان آب و ہوا کے ضعیف و کمزور بہت نکلتے ہیں۔ بیّنوا توجروا۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

سائل مظہر کہ خالد ہندہ کا نسب و مذہب وغیرہا میں ہر طرح کفو ہے اور مہر اُس کے یہاں کے رواج سے زیادہ باندھا گیا لہذا نکاح صحیح ہوگیا، ہاں اس وجہ سے کہ ہندہ کا نکاح کرنے والا اُس کا باپ دادا نہیں، ہندہ کو بالغ ہوتے ہی فوراً فوراً اختیارِ فسخ تھا، اگر اس نے حیض آتے ہی معاً ناراضی اور فسخ کی طلب گاری ظاہر کی تو نکاح فسخ کیا جائے گا، اور اگر ذرا بھی دیر کی تو اب نکاح لازم ہوگیا کہ ہرگز فسخ نہیں ہوسکتا۔

فی الدر المختار ان کان المزوج غیر الاب وابیہ ولو الام لایصح النکاح من غیر کفو اوبغبن فاحش اصلا وان من کفو و بمھر المثل صح ولھما خیار الفسخ بالبلوغ و بطل خیار البکر بالسکوت[1] اھ ملتقطا۔

درمختار میں ہے جب نکاح کرکے دینے والا باپ دادا کا غیر ہو تو اگرچہ وُہ ماں ہی کیوں نہ ہو، غیر کفو اور انتہائی قلیل مہر سے اصلاً نکاح نہ ہوگا، اور اگر کفو اور مہر مثل سے تو صحیح ہوگا لیکن لڑکے اور لڑکی کو بالغ ہونے پر فسخ کا اختیار ہوگا، اور باکرہ بالغہ کی خاموشی اس فسخ کے اختیار کو ختم کردے گی اھ ملتقطاً (ت)

۔ سے بہت کامل تحقیق کرنی ضرور ہے کہ معاً حیض آتے ہی عورت کا مطالبۂ فسخ کرنا بہت نادر ہے خصوصاً

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۳-۹۲

جبکہ جاہلہ ہو، اور تقریر سوال سے ظاہر اس کا خلاف ہے اور پیش از بلوغ اظہار ناراضی کوئی چیز نہیں، عورت اگر اس میں فریب کرے گی اور بعد بلوغ ایک ذرا دیر بھی خاموش رہی یا کوئی اور بات کی تھی اور اب یہ ظاہر کرے گی کہ میں نے فوراً فوراً بالغ ہوتے ہی بلا تاخیر سب میں پہلے یہی لفظ کہا تھا اور اس بنا پر فسخ کا حکم لے کر دوسرے سے نکاح کرے گی تو ہمیشہ ہمیشہ زناکاری کی بلا میں گرفتار رہے گی۔ اتنا اور بھی معلوم رہے کہ مدت کے بعد اس کا یہ دعوٰی کہ میں نے حیض کے آتے ہی فوراً نکاح فسخ کردیا تھا بے گواہان عادل شرعی کے ہرگز قبول نہ ہوگا کما بینہ فی ردالمحتار (جیسا کہ اس کو ردالمحتار میں بیان کیا ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۴۴: از اعظم گڑھ مرسلہ خواجہ عنایت اللہ خاں صاحب ۹ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں زید نے جو اہل کفو ہندہ سے تھا ہندہ بالغہ باکرہ کا نکاح بغیبت اس کے باپ کے جو صرف بارہ کوس کے فاصلہ پر اپنے علاقہ پر تھا برضامندی مادر و نانی و بسکوت وگریہ ہندہ اپنے ساتھ ہوگیا و شہادت تین اقربا خاص ہونا ظاہر کیا، زید اب کہتا ہے کہ ہندہ نے خود اپنی زبان سے صراحت کے ساتھ میرے نکاح کو قبول کیا تھا، وکیل گواہان زید حسب بیان زید شہادت دیں، ہندہ کہتی ہے میں نے ہرگز ہرگز نہ زبان سے اقرار و نہ کسی طرح منظوری اپنی ظاہر کی تھی وبارضامندی اپنے باپ کے مجھ کو نکاح نہ پہلے منظور تھا نہ اب ہے، باپ ہندہ کا نہ پہلے راضی تھا نہ اب راضی ہے، پس ایسا نکاح و نیز عنداللہ والرسول کیسا اور ہوا یا نہیں؟ اور سوال یہ ہے کہ زید و گواہان زید و وکیل کو ترجیح ہے یا کیا صورت، کس کے مقابلہ میں کس کو ترجیح؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ نکاح مذکورہ بالا حسب اظہار ہندہ اگر بحالت سکوت وگریہ ہندہ بغیبت اس کے باپ کے حسب کیفیت نارضامندی و فاصلہ مرقومہ اس کے ہوا ہو تو ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

تقریر سوال سے واضح کہ یہ نکاح بغیبت پدر ہندہ بوجہ ناراضی پدر ہندہ عمل میں آیا، ایسی حالت میں ۱۲ کوس کا فاصلہ کسی قول پر غیبت منقطعہ نہیں ہوسکتا، مسافت قصر نہ ہونا ظاہر، اور یہاں ولی ابعد کی تعجیل (کیونکہ یہاں ولی ابعد ہو بھی) اس وجہ سے نہیں کہ ولی اقرب سے مشورہ لینے میں دیر لگے گی اور اتنی دیر میں کفو حاضر ہاتھ سے نکل جائے گا بلکہ اس لئے کہ ولی اقرب کی رائے اپنے ارادہ کے خلاف معلوم ہے اور اس کے خلاف کام کرنا منظور تو ہرگز یہ صورت ناقل ولایت بولی ابعد نہیں والا تکن فتنۃ فی الارض وفساد عریض (ورنہ زمین پر فتنہ اور وسیع فساد برپا ہوگا۔ ت) ایسا ہو تو شرع مطہر نے جس حکمت سے ترتیب رکھی ہے راساً باطل ہو جائے، ہر ولی ابعد سے ابعد ہر زن بے عقل و بے خرد کو اختیار حاصل ہو کہ پدر مہربان یا برادر شفیق ولی قریب کو دو کوس بلکہ گھر سے باہر مسجد یا بازار ہی تک جائے اور وہ اس کے خلاف رائے جس سے چاہے نکاح کردے، یہ مقاصد شرع سے

منزلوں دُور ہے بالجملہ قولِ آخر میں انتقالِ ولایت جب ہے کہ انتظار کی دیر باعث فوتِ کفو ہو، نہ یہ کہ بوجہ علم ناراضی قصداً انتظار نہ کیا جائے۔

فی ردالمحتار اختلف فی حد الغیبة واختار المصنف تبعاللکنز انہا مسافة القصر، ونسبہ فی الھدایة لبعض المتاخرین والزیلعی لاکثرھم قال وعلیہ الفتوی اھ وقال فی الذخیرة الاصح انہ اذا کان فی موضع لوانتظر حضورہ اواستطلاع رایہ فات الکفؤ الذی حضر فالغیبة منقطعة والیہ اشار فی الکتاب اھ وفی النہایة واختارہ اکثرالمشائخ وفی شرح الملتقی عن الحقائق علیہ الفتوی[1] اھ مختصرا، فی الدر المختار ثمرة الخلاف فیمن اختفی فی المدینة ھل تکون غیبة منقطعة[2]۔

ردالمحتار میں ہے کہ غیبتِ منقطعہ کی حد کے متعلق اختلاف ہے تو مصنف نے کنز کی اتباع میں فرمایا کہ وہ مسافتِ قصر کا سفر ہے اور اس کو ہدایہ نے بعض متاخرین اور زیلعی نے اکثر متاخرین کی طرف منسوب کیا ہے اور زیلعی نے فرمایا اسی پر فتوٰی ہے اھ، اور ذخیرہ میں کہا ہے اصح یہ ہے کہ وہ اتنا دور ہو کہ اگر اس کی واپسی کا انتظار یا اس سے مشورہ حاصل کرنے سے موجود رشتہ کفو فوت ہوجائے تو یہ "غیبتِ منقطعہ" ہوگی، اور کتاب میں اسی کی طرف اشارہ ہے اھ، اور نہایہ میں ہے کہ اکثر مشائخ نے اس کو پسند کیا ہے، اور ملتقی کی شرح میں حقائق سے منقول ہے کہ اس پر فتوٰی ہے اھ مختصراً، اور درمختار میں اس اختلاف کا ثمرہ بیان کیا کہ شہر میں ہی کوئی ولی چھپا ہوا ہو تو کیا وہ غیبتِ منقطعہ ہوگی یا نہیں۔ (ت)

اور ولی ابعد بحالت عدم انتقالِ ولایت یا کوئی اجنبی کہ ولی اقرب کا وکیل و رسول نہ ہو جب بکر بالغہ سے اذنِ نکاح مانگے تو اس کا سکوت معتبر نہیں بلکہ قولاً یا فعلاً صاف اظہارِ رضا ضرور ہے، بحالِ سکوت نکاح فضولی ہوگا، اور اجازت عروس پر موقوف رہے گا، اسی طرح اگر غیر ولی اقرب نے بلا اذن بکر بالغہ نکاح کردیا پھر اسے خبر ہوئی تو اجازتِ صریحہ سے نافذ ہوگا، سکوت کافی نہیں۔

فی الدرالمختار ان استاذنہا الولی او وکیلہ او رسولہ او زوجہا ولیہا واخبرہا رسولہ او

درمختار میں ہے کہ اگر بالغہ سے ولی نے اجازت طلب کی یا ولی کے قاصد یا وکیل نے اجازت طلب کی یا ولی نے اس کا نکاح کردیا اور قاصد نے

---

[1] ردالمحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۱۵

[2] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۴

فضولی عدل فسکتت عن ردہ مختارۃ او ضحکت غیر مستہزئۃ او تبسمت او بکت بلاصوت فھو اذن فان استأذنھا غیر الاقرب کاجنبی او ولی بعید فلا عبرۃ بسکوتھا بل لابد لھا من القول کالثیب البالغۃ او من فعل یدل علی الرضا کطلب مھرھا ونفقتھا وتمکینھا من الوطئ اھ[۱] مختصرا۔ وفی الھندیۃ عن جامع المضمرات ان کان لھا ولی اقرب من المزوج لایکون السکوت منھا رضا ولھا الخیار ان شاءت رضیت وان شاءت ردت[۲]

یا اجنبی عادل شخص نے اس بالغہ کو نکاح کی اطلاع دی تو وہ خاموش رہی اور نکاح کو رد نہ کیا، یا سنجیدگی سے ہنس پڑی یا آواز کے بغیر رو پڑی تو اجازت قرار پائے گی، اور اگر کسی غیر اقرب مثلاً اجنبی یا ولی بعید کے اجازت طلب کرنے پر بالغہ نے خاموشی اختیار کی تو وہ رضا معتبر نہ ہوگی، بلکہ ثیبہ بالغہ کی طرح صریح قول یا فعل کرے جو اس کی اجازت واضح کرسکے، مثلاً اس موقعہ پر مہر یا نفقہ کا مطالبہ کردے یا خاوند کو جماع کا موقعہ دے اھ مختصراً، اور ہندیہ میں جامع المضمرات سے منقول ہے کہ اگر نکاح دینے والے کی نسبت کوئی اقرب دوسرا ہے تو یہ اس کا سکوت رضا نہ قرار پائے گا اور اس کو اختیار رہے گا کہ نکاح کو رد کردے یا راضی ہوکر جائز قرار دے۔ (ت)

پس صورت مستفسرہ میں کہ زید نے اولاً اجازت نکاح بسکوت وگریہ ہندہ ظاہر کی اور بعد کو اجازت بلفظ صریح کا مدعی ہوا، اگر یہ دونوں بیان وقت واحد کی نسبت ہیں مثلاً پہلے کہتا تھا کہ ہندہ سے جب اذن لیا گیا تو اس نے سکوت وگریہ کیا اب کہتا ہے صریح اذن دیا تو اگرچہ پھر یہاں بیان سابق کے خلاف اور صاف صورت تناقض ہے،

لانہ اقر اولا بعدم ثبوت الملک لہ علیھا اذ لا ملک حیث لانفاذ ولذا لایحل الوطئ فی الموقوف۔

کیونکہ پہلے لڑکی پر اپنے حق نہ ہونے کا اقرار کرچکا ہے اور جب ملکیت نہ ہوئی تو نکاح کا نفاذ نہ ہوا، تو نکاح موقوف رہا جس میں وطی حلال نہیں ہوتی (ت)

مگر یہ تناقض محل خفا میں ہے کہ زوج وقت استیذان دُلھن کی مجلس میں حاضر نہیں ہوتا اور یہ فعل خاص دُلھن کا ہے جس پر زوج کو اطلاع بذریعہ حکایت ہی ہوتی ہے ممکن کہ پہلے کسی نے غلط طور پر صرف سکوت وگریہ بیان کیا اور اس نے اُس کے اعتبار پر یہی ظاہر کیا بعدہ تحقیق ہُوا کہ اذن بالفاظ صریحہ تھا بلکہ دُلھنوں

[۱] درمختار | باب الولی | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۹۲-۱۹۱

[۲] فتاوٰی ہندیہ | الباب الرابع فی الاولیاء | نورانی کتب خانہ پشاور | ۱/ ۲۸۷

سے استیذان میں دیر لگتی ہے، ممکن کہ جس وقت ناقل اول وہاں موجود تھا سکوت وگریہ ہی کیا ہو اُس کے اُٹھ جانے کے بعد مثلاً "ہوں" کہا زوج کو اول حکایت اولیٰ ہی پہنچی تھی، بعد کو دُوسری تحقیق ہُوئی، ایسا تناقض شرعاً عفو ہے۔

اشباہ میں ہے،

التناقض غیر مقبول الا فیما کان محل الخفاء۔¹

بیان میں تناقض مقبول نہیں ہے مگر ایسے مقام میں جہاں خفاء ہو۔(ت)

غمزالعیون میں ہے،

فی الفوائد البدریۃ قد اغتفروا التناقض فی کثیر من المسائل التی یظہر فیہا عذر منہا لو قال ہذہ رضیعتی ثم اعترف بالخطاء یصدق ولہ ان یتزوجہا بعد ذلک اذا لم یثبت علی اقرارہ والعذر انہ مما یخفی علیہ فقد یظہر بعد اقرارہ علی خطاء الناقل اھ مختصرا۔²

فوائد بدریہ میں ہے کہ بہت سے ایسے مقامات ہیں جہاں عذر واضح ہو تو تناقض کو فقہاء نے نظرانداز کیا ہے ایسے مقامات میں سے ایک یہ ہے ایک شخص نے پہلے کہا یہ لڑکی رضاعی بیٹی ہے، پھر اس بات کے بارے میں خطاء کا اعتراف کرتا تو اس اعترافِ خطاء کو تسلیم کرلیا جائے گا اور اس لڑکی سے اس کا نکاح جائز قرار دیا جائے گا کیونکہ رضاعت کا معاملہ اس پر مخفی ہوسکتا ہے کہ پہلے ناقل کی غلطی پر اقرار رضاعت کرنے کے بعد اس کی حقیقت معلوم ہُوئی اور اپنے اقرار کو خطاء پر مبنی قرار دیا اھ مختصراً (ت)

تو اس صُورت کا حاصل یہ قرار پایا کہ مرد نکاح نافذ کا دعوٰی کرتا ہے اور عورت انکار، اور اگر یہ بیان دو وقت مختلف کی نسبت ہیں یعنی سکوت وگریہ استیذان پیش از نکاح یا بلوغ خبر نکاح کے وقت بیان کیا تھا، اور اب مدعی ہے کہ اس کے بعد دُلھن نے بلفظ صریح نکاح جائز کردیا تو یہ رد و اجازت نکاح موقوف میں اختلاف زوجین کی صورت ہے، بہرحال صورتِ مسؤلہ میں اگر جانب شوہر شہادت عادلہ کافیہ نہ ہو تو قول عورت کا قسم کے ساتھ معتبر ہے، اگر قسم کھالے گی نکاح باطل ٹھہرے گا اور جبکہ دعوٰی شوہر اجازت بالفاظ صریحہ ہے تو یہاں ہر صورت میں جنبۂ شوہر ہی کو ترجیح ہے، اگر گواہان عادل شرعی سے اپنا دعوٰی ثابت کردے گا نکاح ثابت و نافذ قرار پائے گا، یونہی بحالت عدم گواہان اگر دُلھن قسم کھانے سے انکار کرے گی دعوٰی شوہر ثابت ہوجائیگا

---

¹ الاشباہ والنظائر کتاب القضاء ادارۃ القرآن کراچی ۱/۳۵۰

² غمزعیون البصائر مع الاشباہ والنظائر " " "

www.alahazratnetwork.org

یہ سب حکم قضا ہے۔ رہا واقع کا حال، وہ رب العزت کے علم میں ہے اور دونوں اہل معاملہ اور اُن کے شرکاء واقف جو جھوٹا ہوگا عنداللہ عذاب الیم شدید کا سزاوار ہوگا، والعیاذ باللہ تعالٰی۔

فی الدر المختار قال الزوج للبکر البالغة بلغك النکاح فسکت، وقالت رددت النکاح ولا بینة لهما علی ذلك ولم یکن دخل بها طوعا فی الاصح فالقول قولها بیمینها علی المفتی به وتقبل بینته علی سکوتها لانه وجودی بضم الشفتین ولو برهنا فبینتها اولی الا ان یبرهن علی رضاها او اجازتها[۱]، قلت فرض المسألة فی تزویج الاقرب فقوله سکت بمعنی اجزت وقوله یبرهن علی رضاها او اجازتها ای صریحا کما بینه فی رد المحتار ولنذکر طرفا من کلامه لاتضاح المقام قال رحمه الله تعالٰی قوله فالقول قولها لانه یدعی لزوم

درمختار میں ہے: خاوند نے باکرہ بالغہ کو کہا کہ تو نکاح کی اطلاع پر خاموش رہی، لڑکی نے جواب میں کہا میں خاموش نہ رہی بلکہ میں نے نکاح رَد کر دیا تھا جبکہ دونوں کے پاس گواہ نہیں، اور نہ ہی لڑکی نے ابھی تک خاوند کو جماع کا موقع دیا، تو اس صورت میں لڑکی کی بات قسم کے ساتھ قبول کر لی جائے گی، یہ مفتٰی بہ قول کے مطابق ہے، اور اگر خاوند نے گواہوں کے ذریعہ لڑکی کی خاموشی پیش کی اور لڑکی کے گواہ نہیں تو اس صورت میں سکوت پر گواہی قبول کر لی جائے گی کیونکہ سکوت وجودی امر ہے، اور اگر دونوں نے اپنے اپنے موقف پر گواہ پیش کر دیئے تو لڑکی کے گواہوں کو ترجیح ہوگی، ہاں اگر خاوند نے سکوت پر گواہی کے بجائے لڑکی کی رضا یا اجازت پر گواہی پیش کی ہو تو پھر خاوند کی طرف سے شہادت کو ترجیح ہوگی۔ **قلت** (میں کہتا ہوں کہ) مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ نکاح ولی اقرب نے کرایا ہو، تو خاوند کا کہنا کہ "تو خاموش رہی" کا مطلب یہ ہے کہ تُو نے اجازت دی تھی، اور مصنف کا قول کہ "رضا یا اجازت پر گواہ پیش کئے" تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خاوند صریحًا اجازت کا مدعی ہو، جیسا کہ ردالمحتار میں بیان کیا ہے، ہم یہاں ردالمحتار کے کلام کا کچھ حصہ

www.alahazratnetwork.org

۱؎ درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

العقد وملك البضع والمرأة تدفعه فکانت منکرة۔[1] ثم ذکر فی البحر ذکر الحاکم الشهید فی الکافی لو ادعی احدهما ان النکاح کان فی صغرہ فالقول قوله ولا نکاح بینهما[2] اھ قلت عللها فی الذخیرة بقوله لان النکاح فی حالة الصغر قبل اجازة الولی لیس نکاحا معنًی وذکر قبله ان الاختلاف لو فی الصحة و الفساد فالقول لمدعی الصحة لشهادة الظاهر ولو فی اصل وجود العقد فالقول لمنکر الوجود۔[3] ثم ان الظاهر ان ما نحن فیه من قبیل الاختلاف فی اصل وجود العقد لان المرد صیر الایجاب بلا قبول قوله الا ان یبرهن ای فترجح بینته لاستوائهما فی الاثبات

ذکر کرتے ہیں تاکہ مقام واضح ہوسکے۔ انھوں نے کہا **قولہ** کہ لڑکی کی بات کو ترجیح ہوگی" کیونکہ خاوند لڑکی پر نکاح کے لزوم اور اپنے لئے ملک بضعہ یعنی جماع کے حق کا دعوی کرتا ہے جبکہ لڑکی دفاع کرتے ہُوئے انکار کرتی ہے اور وُہ منکر ہے۔ پھر بحر میں کہا کہ حاکم شہید نے کافی میں ذکر کیا ہے کہ اگر اختلاف یہ ہے کہ لڑکے کی نابالغی میں ہُوا یا نہیں، تو جس نے نابالغی میں نکاح کا دعوی کیا اس کا قول معتبر ہوگا، اور نکاح ثابت نہ ہوگا اھ ——

قلت (میں کہتا ہوں کہ) ذخیرہ میں اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ بچپن میں ولی کی اجازت سے قبل نکاح معنی درست نہیں، اور اس سے قبل ذخیرہ میں ذکر ہے کہ اگر اختلاف نکاح صحیح یا فاسد ہونے میں ہو تو صحت کے مدعی کی بات معتبر ہوگی کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ نکاح صحیح ہوتا ہے۔ اور اختلاف اگر نکاح کے ہونے نہ ہونے میں ہو تو وجود نکاح کے انکار والے کی بات معتبر ہوگی، پھر بلاشبہہ ظاہر ہے ہماری بحث اصل نکاح کے وجود میں ہے تو لڑکی کا انکار اور ردِ قبول ہے تو یہ ایجاب بغیر قبول ہوگا لہذا لڑکی کی بات معتبر ہوگی **قولہ**" مگر یہ کہ خاوند گواہ پیش کرے" یعنی اس کی گواہی کو ترجیح ہوگی کیونکہ خاوند اور لڑکی دونوں کے گواہ اثبات میں

---

[1] ردالمحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۰۲

[2] و [3] ردالمحتار " " " " ۲/۳۰۳

www.alahazratnetwork.org

وزيادة بينة باثبات اللزوم كذا في الشروح وعزاه في النهاية للتمرتاشي وكذا هو في غير كتاب من الفقه لكن في الخلاصة عن ادب القاضي للخصاف ان بينتها اولى ففي هذه الصورة اختلاف المشائخ ولعل وجهه ان السكوت لما كان مما تحقق الاجازة به لم يلزم من الشهادة بالاجازة كونها بامر زائد على السكوت مالم يصرحوا بذلك كذا في الفتح وتبعه في البحر واستفيد منه التوفيق بين القولين بحمل الاول على ما اذا صرح الشهود بانها قالت اجزت او رضيت وحمل الثاني على ما اذا شهدوا بانها اجازت او رضيت باحتمال اجازتها بالسكوت فافهم؎ اھ ملتقطا، وفي الهندية لو اقام الزوج البينة انها اجازت العقد حين اخبرت و اقامت البينة انها ردت

مساوی ہیں لیکن خاوند کی طرف سے گواہی میں نکاح کے ثبوت کے ساتھ لزوم نکاح بھی ثابت ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس کو ترجیح ہوگی۔ شروح میں ایسے ہی بیان ہے، اور اس کو نہایہ میں تمرتاشی کی طرف منسوب کیا ہے، بہت سی کتبِ فقہ میں ایسے ہی ہے لیکن خلاصہ میں خصاف کی ادب القاضی سے منقول ہے کہ لڑکی کی طرف کی گواہی کو ترجیح ہوگی، تو اس طرح اس مسئلہ میں مشائخ کا اختلاف سامنے آیا ہے۔ ہوسکتا ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ سکوت پر لڑکی کی شہادت سے لزوم نکاح متحقق نہ ہوتا ہو لہذا یوں خاوند کی طرف سے شہادت زیادہ اثبات نہ کرسکتی ہو جب تک کہ گواہ صراحۃً اجازت کی بات ذکر کریں، یوں ہی فتح میں ہے اور اس کی اتباع بحر نے کی ہے، اس سے حاصل یہ ہُوا کہ دونوں قولوں میں موافقت یوں ہوگی کہ پہلے یعنی خاوند کی شہادت کی ترجیح کو اس صورت پر محمول کریں کہ جب گواہوں نے تصریح کی ہو کہ لڑکی نے کہا ہے "میں اجازت دیتی ہوں ــــ یا راضی ہوں" اور دوسرے قول یعنی لڑکی کی شہادت کی ترجیح کو اس صورت پر محمول کریں کہ گواہوں نے شہادت میں کہا ہو کہ "اس نے اجازت دی یا راضی ہوئی تھی" جس میں گواہوں کے سکوت رضا قرار دیا ہو، اس میں غور کرو، اھ ملتقطا۔ اور ہندیہ میں ہے اگر خاوند یہ شہادت پیش کرے کہ لڑکی کو جب نکاح

www.alahazratnetwork.org

؎ رد المحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۰۳

37
37

حین اخبرت کانت البینۃ بینۃ التی ردتہ فی الس لاجواب۔ الوهاج[1]
کی خبر ملی تو اس نے نکاح کو جائز قرار دیا، اور لڑکی یہ شہادت پیش کرے جب مجھے خبر ملی تو رد کر دیا تھا تو اس صورت میں خاوند کی شہادت معتبر ہوگی، یونہی سراج الوہاج میں ہے۔ (ت)

رہی باپ کی ناراضی، وہ صحت و نفاذ میں خلل انداز نہیں جبکہ عورت حرّہ، عاقلہ، بالغہ اور شوہر کفو ہے،

فی الدرالمختار نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا[2] اھ ملخصا وفیہ لا تجبر البالغۃ البکر علی النکاح لانقطاع الولایۃ بالبلوغ اھ[3]
درمختار میں ہے، آزاد، عاقلہ، بالغہ کا اپنا نکاح ولی کی رضا کے بغیر صحیح ہے، اور یہ نکاح غیر کفو ہوا تو ناجائز ہونے کا فتوٰی ہوگا اھ ملخصا۔ اور اسی میں ہے کہ باکرہ بالغہ پر نکاح کے بارے میں جبر نہیں کیا جائے گا کیونکہ بلوغ کی وجہ سے اس پر جبر کی ولایت ختم ہو جاتی ہے اھ (ت)

ہاں اگر مہر مثل میں کمی فاحش واقع ہوئی تو باپ کو حقِ اعتراض حاصل ہے یہاں تک کہ مہر مثل پورا کر دیا جائے یا قاضی زن و شوہر میں تفریق کرے،

www.alahazratnetwork.org

فی الدرالمختار لو نکحت باقل من مہرھا فللولی العصبۃ الاعتراض حتی یتم مہر مثلہا او یفرق القاضی بینہما دفعا للعار[4] اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔
درمختار میں ہے، اگر عاقلہ بالغہ نے قلیل مہر پر نکاح کیا تو ولی عصبہ کو مہر تمام کرنے تک اعتراض کا حق ہے۔ مہر مثل تمام کرے یا پھر قاضی خاوند بیوی میں تفریق کرے تاکہ ولی کی عار ختم ہو سکے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳۵: از مہد پور علاقہ اندور مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب ۲۳ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پدرِ ہندہ نے نکاح اپنی دختر کا بعمر چہار سالہ کیا تھا، جب وہ ایامِ شعور پر فائز ہوئی تو اس شوہر کو پسند و قبول نہیں کرتی، اس صورت میں نکاح اس کا جائز ہے یا

---

[1] فتاوٰی ہندیہ باب الاولیاء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸۹
[2] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱
[3] ایضاً
[4] درمختار باب الکفاءۃ " " " ۱/۱۹۵

منسوخ ؟ اور بعد جُدائی زوجین مہر اس کا ذمّہ شوہر عائد ہوتا ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

باپ جو اپنے نابالغ بچّے کا نکاح کرے وُہ مطلقاً لازم ہوتا ہے کہ نابالغ کو بعد بلوغ بھی اس پر اعتراض کا حق نہیں ہوتا اگرچہ نکاح غیر کفو سے یا مہر میں غبن فاحش کرے، مثلاً دختر کو کسی رذیل قوم یا کسی ذلیل پیشے والے یا غلام یا فاسق کے نکاح میں دے یا اس کا مہر مثل ہزار روپے ہو پانسو یا سو پر نکاح کردے یا پسر کا نکاح کسی کنیز یا ذلیل قوم یا فاسقہ فاجرہ سے کرے یا عورت کا مہر مثل ہزار روپے ہو پسر کی طرف سے دو ہزار باندھ دے، ان سب وجوہ میں باپ کا کیا ہُوا نکاح لازم و ناقابلِ فسخ ہے مگر دو صورتوں میں، ایک یہ کہ ایسا نکاح خلافِ شفقتِ پدری کرتے وقت باپ نشے میں ہو، دوسرے یہ کہ اس سے پہلے بھی اپنے کسی بچّے کے نکاح میں ایسی ہی بے شفقتی برت چکا ہو تو البتہ یہ نکاح ناجائز ہوگا،

فی الدرالمختار لزم النکاح ولو بغبن فاحش بنقص مہرھا وزیادۃ مہرہ او بغیر کفو ان کان الولی المزوج بنفسہ ابا او جدا لم یعرف منھما سوء الاختیار وان عرف لا یصح النکاح اتفاقا وکذا لو کان سکران فزوجھا من فاسق او شریر او فقیر او ذی حرفۃ دنیئۃ لظھور سوء اختیارہ فلا تعارضہ شفقتہ المظنونۃ بحر[۱] اھ وفی ردالمحتار زوج بنتہ من فاسق صح وان تحقق بذلک انہ سیئ الاختیار واشتھر بہ عند الناس فلو

درمختار میں ہے: اگر نکاح کرنے والا ولی خود باپ یا دادا ہو تو اس کا کیا ہُوا نکاح لازم ہوجائے گا خواہ لڑکی کا مہر انتہائی قلیل ہو یا لڑکے پر مہر بہت زیادہ ماں لیا ہو یا نکاح غیر کفو میں ہو بشرطیکہ پہلے باپ دادا اپنے اختیار کو غلط استعمال کرنے میں معروف نہ ہوں، اور اگر وُہ غلط اختیار میں معروف ہوں تو پھر بالاتفاق مذکورہ صورتوں میں نکاح صحیح نہ ہوگا، اور اگر یونہی باپ یا دادا نے نشے میں ہوتے ہوئے لڑکی کا نکاح فاسق یا شر پسند یا فقیر یا کسی کمینے کسبی سے کردیا تو یہ اختیار کا غلط استعمال ہوگا تو اس صورت میں باپ دادا کی مظنونہ شفقت اس اقدام کو غلط قرار دینے میں آڑے نہ آئے گی اور یہ سوء اختیار کہلائے گا، بحر، اھ، اور ردالمحتار میں ہے کہ فاسق سے بیٹی کا نکاح کیا تو صحیح ہوگا اگرچہ

---

[۱] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

زوج بنتا اخری من فاسق لم یصح
الثانی لانه کان مشهورا بسوء
الاختیار قبله بخلاف العقد
الاول الخ[۱] وفیه قوله فزوجها من
فاسق وکذا لو زوجها بغبن
فاحش فی المهر لا یجوز اجماعا
والصحیح یجوز بحر عن
الذخیرة ثم قال وکذا
السکران لو زوج من غیر
الکفو کما فی الخانیة و
به علم ان المراد
بالاب من لیس بسکران
ولا عرف بسوء الاختیار اھ[۲]
وفی الخانیة اذا زوج الرجل
ابنه امرأة باکثر من مهر مثلها
او زوج بنته الصغیرة باقل من
مهر مثلها او وضعها فی غیر کفوء
او زوج ابنه الصغیر امة او امرأة لیست
بکفوله جاز فی قول ابی حنیفة رضی الله
تعالی عنه وقال صاحباه رحمهما الله تعالی
لا یجوز ان فحش واجمعوا علی انه لا یجوز ذلك
من غیر الاب والجد ولا من القاضی[۳] اھ

یہ سوءِ اختیار ہے جس کی بنا پر باپ اختیار کے غلط
استعمال میں لوگوں کے ہاں معروف ہو جائے گا تو
اس نے اگر دوسری بیٹی کا نکاح کسی فاسق سے کیا
تو یہ دوسرا نکاح صحیح نہ ہوگا کیونکہ قبل ازیں وہ اختیار
کے غلط استعمال (سوءِ اختیار) میں مشہور ہو چکا
ہے جبکہ پہلی لڑکی کے نکاح کے وقت ایسا معروف
نہ تھا، یوں ہی اگر اس نے دوسری بیٹی کے نکاح میں
انتہائی قلیل مہر قبول کیا تو یہ مہر جائز نہ ہوگا یہ اجماع
ہے۔ بحر میں ذخیرہ سے منقول کہ
اس کے بعد ردالمحتار میں کہا یونہی اگر نشے کی حالت
میں باپ نے غیر کفو سے کیا تو نکاح نہ ہوگا جیسا کہ
خانیہ میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ باپ سے مراد
وہ ہے جو نشے میں نہ ہو اور سوءِ اختیار میں مشہور
نہ ہو۔ اھ، اور خانیہ میں ہے: اگر کسی نے اپنے
لڑکے کا کسی ایسی عورت سے مہرِ مثل سے زائد پر کردیا
یا نابالغ بچی کا نکاح انتہائی کم مہر یا غیر کفو میں کردیا
یا نابالغ بیٹے کا نکاح لونڈی یا غیر کفو والی عورت سے
کردیا تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول پر نکاح
صحیح ہے، اور ان کے صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی
کے قول پر نکاح ناجائز ہے، اور اس بات پر
اجماع ہے کہ غیر باپ اور دادا اور قاضی کا کیا ہوا
یہ نکاح جائز نہ ہوگا اھ اور بحرالرائق

www.alahazratnetwork.org

۱؎ ردالمحتار باب الولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۰۴-۳۰۵
۲؎ " " " ۲/ ۳۰۵
۳؎ فتاوٰی قاضی خان فصل فی الاولیاء منشی نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۶۴

وفی البحر الرائق ثم المختیرة ظاهر کلامھم ان الاب اذا کان معروفا بسوء الاختیار لم یصح عقدہ باقل من مھر المثل ولا باکثر فی الصغیر بغبن فاحش، ولا من غیر الکفؤ فیھما سواء کان عدم الکفاءة بسبب الفسق او لا[1] الخ۔

پھر ذخیرہ میں ہے کہ فقہائے کرام کا ظاہر کلام یہ ہے کہ باپ جب سُوءِ اختیار میں مشہور ہوجائے تو لڑکی کا مہرِ مثل سے کم اور لڑکے کا مہرِ مثل سے زیادہ جبکہ یہ کمی اور زیادتی انتہائی ہو، اور غیر کفؤ میں لڑکی اور لڑکے کا کیا ہوا باپ کا نکاح صحیح نہ ہوگا خواہ غیر کفؤ فسق کی وجہ سے ہو یا کسی اور وجہ سے ہو الخ۔ (ت)

واقع اگر یہ صورتیں ہوں جن میں نکاح شرعاً جائز نہیں تو اگر ہنوز ہمبستری یعنی جماعِ حقیقی، واقع نہ ہوا مہر اصلاً لازم نہیں ورنہ مہرِ مثل دینا ہوگا،

فان الوطء فی دار الاسلام لا یخلو عن حد او عقر کما نصوا علیہ۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

کیونکہ دار الاسلام میں وطی پر حد یا مہر بصورت خرچ ضروری ہے، اس کے بغیر کوئی صورت نہیں ہے جیسا کہ فقہائے کرام کی اس پر نص ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰے اعلم (ت)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۳۳۶: از امریا ضلع پیلی بھیت مرسلہ سعید الدین خاں صاحب رئیس امریا ۲۷ ربیع الاول ۱۳۱۵ھ

عرض بخدمت علمائے دین کہ ایک لڑکی نابالغ صغیر سن کہ والد اُس کا فوت ہوگیا اور دادا اور بھائی اُس کا کوئی نہیں تھا، اور اس کے سگے چچا نے اپنے بھائی مرحوم کی زوجہ یعنی اُس لڑکی نابالغہ کی والدہ سے بغیر رضامندی والدہ اُس لڑکی کا نکاح ایک شخص کے ساتھ کردیا، اب وُہ لڑکی بالغ ہُوئی تو وُہ کہتی ہے کہ میرا نکاح اس شخص کے ساتھ نہیں اور نہ کروں گی۔ عرض پرداز ہُوں کہ نزد خدا و رسول مقبول نکاح فسخ ہوگیا یا وہی نکاح قائم رہا؟ اگر فسخ ہوگیا تو اس کا نکاح دوسرے کے ساتھ کیا جائے ورنہ جیسا حکم ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب

فی الواقع جبکہ دختر نابالغہ کا نہ باپ ہو نہ دادا، نہ جوان بھائی نہ جوان بھتیجا، تو چچا ہی اس کا ولی اقرب ہے اُس کے کئے ہُوئے نکاح میں ماں کی رضامندی و نارضامندی کا لحاظ نہ ہوگا۔ تنویر الابصار

---

[1] بحر الرائق فصل فی الاکفاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۳۵/۳

میں ہے :

الولی فی النکاح العصبة بنفسه بلا توسط انثی علی ترتیب الارث والحجب بشرط حریة وتکلیف فان لم تکن عصبة فالولایة للام[1] الخ ملخصًا۔

نکاح میں ولی وہ عصبہ بنفسہ ہوتا ہے یعنی وہ عصبہ جو لڑکے اور لڑکی کی طرف کسی عورت کے واسطہ میں منسوب نہ ہو، ان کی ولایت وراثت اور حجب کی ترتیب پر ہوتی ہے بشرطیکہ یہ عصبہ لوگ آزاد اور بالغ عاقل ہوں، اور اگر کوئی عصبہ نہ ہو تو پھر ماں کو ولایت حاصل ہوگی الخ ملخصًا (ت)

ہاں یہ دیکھا جائے گا کہ جس سے چچا نے نکاح کر دیا اگر اُس دختر کا کفو نہیں یعنی اس سے کم قوم ہے جس کے ساتھ اُس کے نکاح میں ننگ وعار ہے یا ذلیل پیشہ یا محتاج یا بدمذہب یا بدرویہ ہے غرض کسی وجہ سے وہ صورت ہے کہ اس کے ساتھ نکاح میں دختر واقربائے دختر کی مطعونی و ذلت ہے یا مہر جو چچا نے باندھا اس میں دختر کے مہرِ مثل میں کمی فاحش کر دی ہے کہ لوگ اپنے جوزم گرم کر لیا کرتے ہیں اُن میں یہاں تک کمی نہیں پہنچتی مثلاً ہزار روپیہ مہرِ مثل تھا پانسو باندھ دیا، تو ان دونوں صورتوں میں وہ چچا کا کیا ہُوا نکاح محض باطل ہُوا، دختر پر کہتی ہے کہ میرا نکاح نہ ہُوا۔ درمختار میں ہے :

www.alahazratnetwork.org

ان کان المزوج غیر الاب وابیه لایصح من غیر کفؤ او بغبن فاحش اصلًا[2]۔

اگر نکاح دینے والا باپ، دادا کا غیر ہو تو مہر کی انتہائی کمی بیشی اور غیر کفو میں نکاح بالکل صحیح نہ ہوگا۔ (ت)

اور اگر ان دونوں خللوں سے خالی ہے یعنی جس سے نکاح کیا وہ وقت نکاح دختر کا کفو بمعنی مذکور تھا اور مہرِ مثل میں بھی ویسی کمی نہ کی گئی تو نکاح صحیح ہوگیا مگر ہندہ کو اختیار دیا جائے گا کہ چاہے تو بالغہ ہونے پر اس نکاح کو پسند نہ کرے اور دعوٰی کرکے فسخ کرالے۔ تنویر میں ہے :

وان کان من کفؤ وبمهر المثل صح ولها خیار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنکاح بعده[3]۔

اور مہرِ مثل اور کفو میں کیا ہُوا نکاح صحیح ہوگا اور لڑکی کو بالغ ہونے یا بلوغ کے بعد اطلاع ملنے پر فسخ کا اختیار ہوگا۔ (ت)

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۳

[2] " " " " " " " ۱/۱۹۲

[3] " " " " " " " ۱/۱۹۳

درمیں ہے: بشرط القضاء للفسخ[1] (اس فسخ کے لئے قضا ضروری ہے۔ ت) لیکن کنواری لڑکی کو یہ اختیار اسی قدر ملتا ہے کہ اگر پہلے سے نکاح کی خبر ہے تو بالغہ ہوتے ہی یعنی جس وقت علامتِ بلوغ مثل حیض وغیرہ ظاہر ہو یا پندرہ برس کامل کی عمر ہوجائے فوراً بلا توقف اُس نکاح سے اپنی ناراضی ظاہر کردے اور اگر نکاح کی خبر بالغہ ہونے کے بعد ملی تو جس وقت خبر ہوئی فوراً اُسی وقت ناپسندی جتادے، اور اگر ذرا دیر لگائی یا اس سے جُدا کوئی آدھی بات کی یا کچھ چُپ رہی یا بیٹھی تھی کھڑی ہوگئی یا کھڑی تھی ایک قدم اُٹھالیا اُس کے بعد ناراضی کا اظہار کیا تو ہرگز نہ سُنا جائے گا اور نکاح لازم ہوجائے گا۔ تنویر الابصار میں ہے:

خیار البکر بالسکوت عالمۃ بالنکاح ولا یمتد الی اٰخر المجلس[2]۔

بالغہ باکرہ لڑکی کی خاموشی اس کے اختیار کو ختم کردیتی ہے جبکہ وہ نکاح کا علم رکھتی ہو تو خاموشی کے بعد مجلس کے اختتام تک بھی اختیار نہیں رہتا بلکہ خاموش ہوجانے پر ختم ہوجاتا ہے۔ (ت)

اس نابالغہ کے بارے میں اس کا دیکھ لینا ضرور ہے کہ اُس نے بالغہ ہوتے ہی فوراً ناراضی ظاہر کی ہے یا ایک لمحہ کی دیر بھی لگائی تھی تو اب اسے نکاح سے انکار حرام ہے وہ ضرور اس کی زوجہ ہے ورنہ اختیار دعوٰی رکھتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۳۳: از مراد آباد محلہ بازار دیوان متصل مکان نواب تفضل علی خاں مرسلہ حکیم برہان الحق صاحب ۲۷ ربیع الاول ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح کردیا اُس وقت عمر اس کی تخمیناً سات یا آٹھ برس کی ہوگی اور پیشتر نکاح سے لڑکی کا باپ اور چچا اور تایا قضا کرگئے تھے مگر ایک بھائی تایازاد حقیقی جس کی عمر تخمیناً ۲۶، ۲۷ برس اُس وقت تھی اب موجود ہے مگر بوقتِ نکاح والدۂ دختر نے اپنی ولایت سے نکاح اس لڑکی کا کردیا، شرعاً یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جس نابالغہ کے باپ، دادا، جوان بھائی، بھتیجا، چچا نہ ہوں تو جوان بھائی چچا زاد ہی اس کے نکاح کا ولی ہے، اس کے ہوتے ماں کو اپنی دختر کے نکاح کردینے کا اختیار نہیں۔ فتاوٰی قاضی خاں میں ہے:

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۳

[2] " " " " " "

اقرب العصبات الی الصغیر والصغیرۃ الاب ثم الجد ثم الاخ لاب وام ثم الاخ لاب ثم بنوھما ثم العم لاب وام ثم العم لاب ثم بنوھما وعند عدم العصبۃ الاقرب الام۱ھ مختصرا۔

نابالغ لڑکے اور لڑکی کے قریب ترین عصبہ باپ، پھر دادا، پھر حقیقی بھائی، پھر ان کے لڑکے، پھر حقیقی چچا، پھر اس کے لڑکے، پھر صرف باپ کی طرف چچا، پھر اس کے لڑکے، اور عصبات نہ ہونے کی صورت میں ماں کو ولایت ہے اھ مختصرا (ت)

پس صورت مذکورہ میں ماں کا کیا ہوا نکاح اس بھائی کی اجازت پر موقوف ہے اگر رَد کر دے گا رَد ہوجائے گا یا جائز کر دے گا جائز ہوجائے گا بشرطیکہ وہ نکاح کسی غیر کفو یعنی ایسے شخص سے نہ ہوا ہو جو اس دختر سے قوم یا پیشے یا مذہب وغیرہ میں ایسا کم ہو کہ اس کے ساتھ نکاح ہونا باعثِ ننگ و عار ہو، نہ دختر کے مہر مثل میں کمی فاحش کی ہو، ورنہ وہ نکاح سرے سے باطل ہے، بھائی بھی اسے جائز نہیں کرسکتا۔ درمختار میں ہے:

ان کان المزوج غیر الاب وابیہ ولو الام لایصح النکاح من غیر کفؤ او غبن فاحش۲۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

اگر نکاح دینے والا باپ دادا نہ ہو خواہ ماں بھی ہو تو غیر کفو میں اور انتہائی کمی کے مہر سے نکاح صحیح نہ ہوگا۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

www.alahazratnetwork.org

۱؎ فتاوٰی قاضی خاں فصل فی الاولیاء مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۱۶۳

۲؎ درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

تجویز الرد عن تزویج الابعد

۱۳۱۵ھ

(ولی اقرب کی غیبت میں ولی ابعد کے نکاح پڑھانے کا حکم)

www.alahazratnetwork.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۳۳۹ تا ۳۴۲: از پیلی بھیت محلہ منیر خاں مرسلہ حضرت مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ ۱۰ رجب ۱۳۱۵ھ

سوال اوّل

ولی ابعد، ولی اقرب کی غیبت میں اگر نکاح کردے تو ولی اقرب درصورت خلاف مرضی اس کے فسخ کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

ہاں جبکہ غیبت منقطعہ نہ ہو،

فی الدر المختار فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے اگر بعید ولی نے قریب ولی کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو قریب کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۴

سوال دوم

غیبت کی تفاسیر میں سے کہ مدتِ قصر یا دشواری استطلاع رائے یا اس بلد میں قافلہ سال بھر میں ایک مرتبہ جاتا ہو، میں کون سی تفسیر معتمد علیہ ہے؟

الجواب

اول پر بھی فتوٰی دیا گیا اور ثالث اختیار امام قدوری ہے، اور کتاب التجنیس والمزید میں یک ماہہ راہ کو اختیار اکثر مشائخ و اعدل الاقاویل فرمایا کما فی مجمع الانہر[1] (جیسا کہ مجمع الانہر میں ہے۔ ت) اور امام سغدی نے مفقود الخبری اختیار فرمائی، امام محمد سے ایک روایت بیس ایک پچیس منزل کی آئی کما فی جامع الرموز[2] (جیسا کہ جامع الرموز میں ہے۔ ت) تو یہ سات قول ہیں جن میں اقوی و اوثق و مذیل بآکد الفاظ فتیا صرف اول و دوم ہیں مگر اصح التصحیحین وارجح الترجیحین وماخوذ و معتمد علیہ یہی ہے کہ جب اس کی رائے لینے تک کفو حاضر انتظار نہ کرے اور اس پر انحصار رکھنے میں یہ موقع ہاتھ سے جاتا ہے تو غیبت غیبتِ منقطعہ ہے یہاں تک کہ اگر ولی اقرب شہر ہی میں روپوش ہو اور پتا نامعلوم یا رسائی نہیں اور انتظار باعثِ فوتِ کفو ہو تو غیبت منقطعہ سمجھی جائے گی اور ولی بعید کو جو مراتب ولایت میں اس اقرب کے متصل ہے ولایت ہاتھ آئے گی اور اگر اقرب ہزار کوس دور ہے اور کفو حاضر نہیں یا انتظار پر راضی تو غیبت منقطعہ نہیں، ولی بعید نکاح کرے گا تو نافذ نہ ہوگا بلکہ اجازتِ اقرب پر موقوف رہے گا،

فی تنویر الابصار للولی الابعد التزویج بغیبۃ الاقرب مسافۃ القصر[3] اھ فی ردالمحتار نسبہ فی الھدایۃ لبعض المتاخرین والزیلعی لاکثرھم قال وعلیہ الفتوی[4] اھ **قلت** وکذا قال علیہ الفتوی فی الولوالجیۃ

تنویر الابصار میں ہے ولی اقرب سفر کی مسافت پر غائب ہو تو ولی ابعد کو نکاح کر دینا جائز ہے اھ ردالمحتار میں ہے کہ ہدایہ میں اس کو بعض متاخرین کی طرف منسوب کیا ہے اور زیلعی میں اس کو اکثر کی طرف منسوب کیا اور کہا کہ اس پر فتوٰی ہے اھ **قلت** (میں کہتا ہوں) یوں ہی ولوالجیہ میں کہا کہ اس پر

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب الاولیاء والاکفاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۲۹
[2] جامع الرموز باب الولی والکفو مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۲۶۹
[3] درمختار شرح تنویر الابصار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲
[4] ردالمحتار ؍؍ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۱۵

كما في مجمع الانهر قال القهستاني في
جامع الرموز هو الصحيح وبه يفتى اھ[1]
في الدر واختار في الملتقى مالم ينتظر
الكفؤ الخاطب جوابه واعتمده
الباقاني ونقل ابن الكمال ان
عليه الفتوى وثمرة الخلاف في من
اختفى في المدينة هل تكون غيبة
منقطعة اھ قال الشامي قال في الذخيرة
الاصح انه اذا كان في موضع لو انتظر
حضوره او استطلاع رأيه فات الكفؤ
الذي حضر فالغيبة منقطعة و
اليه اشار في الكتاب اھ وفي البحر
عن المجتبى والمبسوط انه
الاصح وفي النهاية واختاره اكثر
المشائخ وصححه ابن الفضل
وفي الهداية انه اقرب الى الفقه
وفي الفتح انه الاشبه بالفقه وانه
لاتعارض بين اكثر المتاخرين
واكثر المشائخ اي لان المراد من المشائخ
المتقدمون وفي شرح الملتقى عن الحقائق انه
اصح الاقاويل وعليه الفتوى اھ وعليه مشى في
الاختيار والنقاية ويشير كلام النهر

فتوٰی ہے جیسا کہ مجمع الانہر میں ہے کہ قہستانی نے
جامع الرموز میں کہا، یہی صحیح ہے اور اسی پر فتوٰی ہے اھ
دُر میں ہے، اور اس کو ملتقی میں پسندیدہ قرار دیا جب
منگنی کرنے والا کفو کے جواب کا انتظار نہ کرے، اور
باقانی نے اس کو معتمد قرار دیا، اور ابن کمال نے اس
پر فتوٰی کو نقل کیا اور ثمرہ اختلاف اس شخص کے متعلق
ظاہر ہوگا جو شہر میں چھپ گیا ہو تو کیا اس صورت میں
غیبت منقطعہ ہوگی اھ، شامی نے کہا کہ ذخیرہ میں
کہا ہے کہ اصح یہ ہے کہ اگر ایسی صورت ہو کہ حاضر
کفو، اس کی انتظار اور اس کی رائے معلوم کرنے
تک، ضائع اور فوت ہوجانے کا خطرہ ہو تو یہ غیبت
منقطعہ ہوگی، اور کتاب میں اسی صورت کی طرف
اشارہ ہے اھ، بحر میں مجتبٰی اور مبسوط سے منقول ہے
کہ یہی اصح ہے، اور نہایہ میں ہے کہ اس کو اکثر
مشائخ نے اختیار کیا ہے اور ابن فضل نے اس کی
تصحیح کی ہے، اور ہدایہ میں ہے کہ یہ اقرب فقہ ہے،
اور فتح میں کہا کہ یہ فقہ کے اشبہ ہے اور یہ کہ اکثر
متاخرین اور اکثر مشائخ میں کوئی تعارض نہیں ہے،
یعنی اکثر مشائخ سے مراد متقدمین ہیں، اور شرح ملتقی
میں حقائق سے منقول ہے کہ اقوال میں سے یہی اصح
ہے اور اسی پر فتوٰی ہے اھ، اور اختیار اور نقایہ
میں اسی پر رجحان ہے، اور نہر کی کلام میں اس کے

www.alahazratnetwork.org

---

[1] جامع الرموز — باب الولی والکفاءۃ — مکتبۃ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران — ۱/۴۶۹

[2] درمختار — باب الولی — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۹۲

الی اختیارہ وفی البحر والاحسن الافتاء بما علیہ اکثر المشائخ[1] اھ کلام الشامی۔ **قلت** والزیلعی مع قولہ للاول علیہ الفتوی ذکر تصحیح الثانی عن شمس الائمۃ السرخسی ومحمد بن الفضل ثم قال وھذا احسن[2] اھ وقال فی جواھر الاخلاطی وعلیہ الفتوی کما فی الھندیۃ[3] ورأیتنی کتبت ھھنا علی ھامش ردالمحتار علی قول البحر الاحسن الافتاء الخ مانصہ **قلت** لاسیما فی ھذا الزمان فان العجلۃ الدخانیۃ قد ردت مسافۃ القصر الی اکثر من مسافۃ ساعتین فکیف یبنی الامر علیھا بل وجب التعویل علی ما افتی بہ اکثر المشائخ رحمھم اللہ تعالٰی[4] اھ ماکتبت **اقول** وشیئ اٰخر وھو ان القول الثانی بنی الامر علی الحاجۃ والتضرر ولاشك ان الولایۃ انما ھی للنظر ودفع الضرر فکان من الفقہ اثبات الولایۃ للذی یلی الاقرب عند کونہ بحیث لوتوقف الامر علی رأیہ لتضررت بہ القاصرۃ وعدمہ

مختار ہونے کا اشارہ ہے، اور بحر میں کہا کہ جس پر اکثر مشائخ ہوں اس پر فتوٰی بہتر ہے، شامی کا کلام ختم ہُوا۔ **قلت** (میں کہتا ہوں) زیلعی نے پہلے قول پر فتوٰی کہا اس کے باوجود انھوں نے شمس الائمہ سرخسی اور محمد بن فضل کی دوسرے قول پر تصحیح نقل کی، پھر کہا یہ احسن ہے اھ، اور جواہر اخلاطی میں کہا کہ اس پر فتوٰی ہے جیسا کہ ہندیہ میں ہے۔ مجھے یہاں پر ردالمحتار پر اپنا حاشیہ یاد ہے جب انھوں نے بحر کے قول کہ "اس پر فتوٰی ہے" الخ کو بیان کیا حاشیہ کی عبارت یہ ہے: میں کہتا ہوں کہ خصوصاً اس زمانہ میں جبکہ ریل گاڑی نے سفر کی مسافت کو ایک دو گھنٹہ کی مسافت میں تبدیل کردیا ہے تو مسافت کو بنیاد بنانا کیسے درست ہوگا، بلکہ اکثر مشائخ کے فتوٰی پر اعتماد ضروری ہے۔ میرا حاشیہ ختم ہوا۔ **اقول** ایک اور چیز ہے وہ یہ کہ دُوسرے قول کی بنیاد حاجت اور نقصان پر ہے اور اس میں شک نہیں کہ ولایت کا اثبات شفقت اور دفع ضرر پر مبنی ہے، تو فقہ یہ ہوگی کہ اقرب ولی کے بعد والے کو ولایت تب ہی ہوسکتی ہے جب ولی اقرب ایسے مقام پر ہو کہ اگر اس کی رائے اور اجازت حاصل کی جائے تو نابالغ کو نقصان ہو اور اگر نقصان

۱؎ ردالمحتار — باب الولی — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۱/۳۱۵

۲؎ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق — باب الاولیاء والاکفاء — مکتبہ کبرٰی امیریہ بولاق مصر — ۱/۱۲۷

۳؎ فتاوٰی ہندیہ — الباب الرابع فی الاولیاء — نورانی کتب خانہ پشاور — ۱/۲۸۵

۴؎ جدالممتار — باب الولی — قول ۶۱۴ — المجمع الاسلامی مبارکپور، بھارت — ۲/۳۸۴

عن عدمه کما اذا کانت صغیرة جدا ولا کفؤ یستعجل ولا حرج فی الانتظار ففیم یفتات علی الاب الشفیق ویوکل الامر الی بعید سحیق وربما لایؤمن ان یترک النظر لها لمصلحة نفسه او لجلب حطام فظهر ان فی القول الاول سلب الولایة حیث یحتاج الیها کالمختفی فی البلد واثباتها حیث لاحاجة الیها کما فی هذه الصورة هذا ورأیتنی کتبت علی قول الدر وثمرة الخلاف الخ مانصه **اقول** وحیث المدار عند اهل القول الثانی علی فوات الکفؤ فکما لم یعتبر مسافة القصر شرطا للانتقال <ins>ف</ins> کذلک لانظر الیها عند عدم الفوات والاستعجال فلو وجدت ولو یفت الکفؤ بانتظاره او استطلاع رأیه لم یجز تزویج الابعد علی الثانی خلافا للاول فالثمرة غیر محصورة فیما قال هذا ما ظهر لی

نہ ہو تو پھر بعید والے کو ولایت نہیں ہوگی، مثلاً ایک چھوٹی بچی ہو جس کے لئے کفو کی کوئی عجلت نہیں اور نہ ہی اس کے نکاح کے لئے ولی اقرب کے انتظار میں کوئی حرج ہے تو پھر کیونکر ولی اقرب شفیق باپ کی ولایت کو ختم کرکے دوسرے بعید غیر شفیق کو ولایت سونپی جائے جبکہ یہ ممکن ہے کہ وہ بعید اپنے ذاتی فائدہ اور اپنی مصلحت کی خاطر بچی کے فائدہ کو نظر انداز کردے، تو ظاہر ہوا کہ پہلے قول میں اقرب کی ولایت کے سلب ہونے کی بات وہاں ہوگی یہاں حاجت اور ضرورت ہوگی جیسا کہ کوئی شہر میں گم ہوجائے اور حاجت پیدا ہوجائے، اور یہاں حاجت نہیں وہاں ولایت ثابت رہے گی، جیسا کہ مذکورہ صورت ہے مجھے "در" کے قول "وثمرۃ الخلاف" پر اپنا حاشیہ یاد ہے جس کی عبارت یہ ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) جب دوسرے قول والوں کے ہاں مدار کفو کا فوت ہونا ہے اس بنیاد پر ولایت کے منتقل ہونے کے لئے جیسے مسافتِ سفر (قصر) شرط نہیں ہے ایسے ہی یہ مسافتِ سفر، کفو فوت نہ ہونے کے باوجود عجلت کے لئے بھی پیشِ نظر نہیں ہے، تو مسافتِ سفر ہونے کے باوجود اقرب کی انتظار اور اس کی رائے حاصل کرنے میں کفو فوت نہ ہو تو ولی ابعد کا نکاح کرنا درست نہ ہوگا، یہ دوسرے قول کا حاصل ہے جبکہ پہلا قول اس کے خلاف ہے، تو ثمرۃ اختلاف، ان کے بیان میں محصور نہ رہا، یہ

www.alahazratnetwork.org

ف: جد الممتار میں خط کشیدہ عبارت یوں ہے: لاتعتبر علة تامة له بل ان وجدت المسافة الخ۔ نذیر احمد

فلیحرّر[1] اھ وھو کما تری ظاھر محسوس لما علمت ولما مر من عبارات الملتقی و الذخیرۃ وغیرھما فان مفاھیم الخلاف معتبرۃ فی عبارات العلماء بالوفاق کما نصوا علیہ بالاطباق ثم رأیت فی مجمع الانہر فلو انتظرہ الخاطب لم یصح الا بعقد[2] فھذا عین ما فہمت وللہ الحمد، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

جو مجھے ظاہر ہوا تو تحقیق چاہئے اھ تو یہ بیان ظاہر ہے جیسا کہ آپ معلوم کرچکے ہیں اور ملتقی، ذخیرہ وغیرہما کی عبارات سے گزرا، کیونکہ بالاتفاق علماء کی عبارات میں مفہوم مخالف معتبر ہے، جیسا کہ اس پر سب کی نص موجود ہے۔ اس کے بعد میں نے مجمع الانہر میں دیکھا کہ اگر منگنی والا انتظار کرے تو ولی ابعد نکاح نہ دے، یہی میرا موقف ہے وللہ الحمد، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

سوال سوم

یہ جو فقہاء لکھتے ہیں کہ ولی ابعد غیبت میں اقرب کے نکاح کراسکتا ہے، یہاں ولی ابعد سے کیا مراد ہے عصبہ یا مطلق وارث، گو ذوی الارحام میں سے ہو۔ اگر مراد عصبہ ہے تو حدیث عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے جو موطائے امام محمد کے باب الرجل یجعل امرامرأتہ بیدھا میں مخرج ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے اپنی بھتیجی عبدالرحمن بن ابی بکر کی بیٹی کا نکاح عبداللہ بن زبیر سے کرادیا باوجودیکہ عبدالرحمن شام میں تھے، کیا جواب ہے کہ عمہ ذوی الارحام سے ہے۔

الجواب

ابعد میں افعل التفضیل اپنے باب پر نہیں بلکہ اس سے ہر ولی بعید مراد ہے مگر نہ مطلقاً بلکہ وہی جو اس ولی اقرب کے متصل ہو یعنی باقی تمام اولیاء میں کوئی اس سے اقرب نہ ہو سب اس سے نیچے ہوں یا برابر، مثلاً باپ غائب اور جد و برادران و عم موجود ہیں تو ولایت جد کے لئے ہے، نہ برادران و عم کے واسطے، اور جد نہ ہو تو سب برادران ہمسر کو، نہ عم کو۔

فی ردالمحتار المراد بالابعد من یلی الغائب فی القرب کما عبربہ فی کافی الحاکم وعلیہ فلوکان الغائب اباھا ولھا جد وعم فالولایۃ

ردالمحتار میں ہے کہ ابعد سے مراد ولی اقرب کے بعد دوسرے مرتبے والا ہے جیسا کہ اس کی تعبیر امام حاکم کی کافی میں ہے، اس بناء پر اگر والد غائب کے بعد لڑکی کا دادا اور چچا دونوں موجود ہوں تو ولایت دادا کو

---

[1] جد الممتار باب الولی قول ۶۱۶ المجمع الاسلامی مبارکپور بھارت ۳۸۴/۲
[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل فی الاولیاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۳۳۹/۱

للجد لا للعم [1]	ہوگی، چچا کو نہ ہوگی۔ (ت)

اور جبکہ ذوی الارحام بلکہ مولی الموالاۃ بھی ہمارے نزدیک سلسلۂ اولیاء میں داخل تو من یلی الغائب فی القرب (جو قرب میں بعد والے مرتبہ پر ہو۔ ت) انھیں بھی شامل، مثلاً ولد الام ولی اقرب غائب ہے تو اس کے من یلی فی القرب یہی ذوی الارحام ہیں اور ذوی الارحام اقرب الاولیاء الموجودین ہوں تو اُن کی غیبت میں مولی الموالاۃ من یلی ہے کما ھو قضیۃ الترتیب وھو ظاھر جدا (جیسا کہ ترتیب کا تقاضا ہے، یہ بالکل ظاہر ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

ثم لولد الام ثم لذوی الارحام ثم مولی الموالاۃ ثم للسلطان [2] الخ۔	پھر والدہ کے بیٹے اور پھر ذوی الارحام کو پھر معاہدہ والے کو پھر سلطان کو حق ولایت ہے الخ (ت)

اور ردالمحتار میں اختیار سے ہے:

ولا تنتقل الی السلطان لان السلطان ولی من لا ولی لہ وھذہ لھا اولیاء [3]	سلطان کو ولایت منتقل نہ ہوگی کیونکہ سلطان اس وقت ولی بنتا ہے جب دوسرا کوئی ولی نہ ہو جبکہ اس کے یہ اولیاء موجود ہیں۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

جب ہمارے نزدیک ذوی الارحام و مولی الموالاۃ بھی سلطان پر مقدم تو بحکم ھذہ لھا اولیاء (یہ اس کے اولیاء ہیں۔ ت) یہاں بھی لا تنتقل الی السلطان (سلطان یعنی حکم کو منتقل نہ ہوگی۔ ت) کا حکم محکم مگر صرف اس قدر کہ ذوی الارحام بھی کبھی بحالتِ غیبتِ اقرب ولایت پاتے ہیں، حدیثِ اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے رفع شبہۂ مذکورہ نہ کرے گا، اور پر معلوم ہوچکا کہ مطلقاً ہر بعید ولی نہیں ہوجاتا بلکہ وہی جو اس اقرب کے بعد سب سے اقرب ہے، پدر و عمہ کے درمیان تمام عصبات و تمام اصحاب فروض و بعض ذوی الارحام بکثرت اولیاء ہیں، حضرت حفصہ بنت عبدالرحمن بن الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہم کے لئے بحالتِ غیبتِ پدر اُن میں کسی کا اصلاً موجود نہ ہونا یہاں تک کہ ولایت حضرت عمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے لئے ثابت ہو بہت مستبعد ہے، بلکہ جواب یہ ہے کہ واقعۃ عین لا عموم لھا (یہ خاص واقعہ ہے اس میں عموم نہیں ہے۔ ت) وقائع عین ہر گونہ احتمال کے محل ہوتے ہیں، ممکن کہ حضرت حفصہ

---

[1] ردالمحتار | باب الولی | داراحیاء التراث بیروت | ۲/۳۱۵
[2] درمختار | " | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۹۳
[3] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۳۱۵

وقتِ نکاح بالغہ ہوں تو ان پر ولایت مجبرہ کسی کو نہیں۔ ممکن کہ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا نے حضرت منذر بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما کو تزویج کے لئے تجویز وپسند فرمایا اور اقرب الاولیاء الحاضرین کو اُن سے نکاح کردینے کا حکم کیا اور انھوں نے حسبِ حکمِ والا نکاح کردیا ہو تو نکاح ہُوا تو ولی مستحق ہی کی ولایت سے، مگر حضرت کے حکم حضرت کی رائے حضرت کی تجویز سے ہونے کے باعث حضرت کی طرف منسوب ہُوا ایسی نسبتیں شائع وذائع ہیں جیسے:

فتح الامیر الحصن وقطع السلطان اللص وغسل علی فاطمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

امیر نے قلعہ فتح کیا۔ سلطان نے چور کا ہاتھ کاٹا، علی نے فاطمہ کو غسل دیا رضی اللہ تعالٰی عنہا (ت)

جب منذر بن زبیر نے حضرت عبدالرحمٰن کی ناراضی پا کر اُنھیں اختیار دیا کہ وُہ چاہیں تو تفریق کردیں حضرت عبدالرحمٰن نے اس پر اپنی خواہر مطہرہ سے عرض کی ماکنت لاردّ امرا قضیتہ[1] مجھے نہیں پہنچتا کہ اس بات کو رد کروں جس کا آپ نے حکم فرمایا، اور اگر انہا زوجت حفصۃ کے معنے یہی رکھے جائیں کہ ام المومنین نے بنفسِ نفیس تزویج فرمائی تو ممکن کہ ولی مستحق سے ذکر فرما کر اجازت لے لی ہو، اب یہ صورت توکیل کی ہوجائیگی بہرحال کوئی مقام شبہہ واشکال نہیں، یہ وہ وجوہ ہیں کہ خاطرِ فقیر میں آئیں، اور امام مالک رحمہ اللہ تعالٰی نے ام المومنین کے خصائص سے شمار فرمایا کہ بوجہ اس قرب کے جو حضرت قدسی منزلت کو حضور پُرنور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تھا، اُن کی یہ تزویج جائز ہی، زرقانی علی موطا للامام مالک میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

قال مالک فی الموازیۃ انما کان ذلک لمثل عائشۃ لمکانہا من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2] الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

امام مالک نے موازیہ میں فرمایا: یہ صرف حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کو حق تھا کیونکہ ان کو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے خاص تعلق تھا الخ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

سوال چہارم

اُس مسئلہ میں اگر ولی ابعد نے غیر برادری میں نکاح کردیا تو کیا حکم ہوگا؟

الجواب

ولی اقرب کہ غائب ہے پدر یا جد صحیح ہے ہر ایک غیر معروف بسوئے اختیار یا معروف کہ اس سے

---

[1] مؤطا الامام مالک کتاب الطلاق ما لایبین من التملیک میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۵۱۳

[2] شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک کتاب الطلاق مکتبہ تجاریہ کبرٰی مصر ۲/ ۱۷۲

پہلے اپنی ولایت سے کسی بچے کا نکاح غیر کفو سے یا مہر مثل میں غبن فاحش کے ساتھ کرچکا ہو یا اُن دونوں کا غیر، اور جبکہ غائب پدر ہو تو ولی ابعد جد معروف بسوئے اختیار یا غیر معروف یا کوئی اور، یہ نو صورتیں ہوئیں اور ہر تقدیر پر غیبت منقطعہ ہے یا غیر۔ وہ غیر برادری خواہ برادری والا کفو ہے یا غیر یعنی نسب یا مذہب یا حرفت یا روش یا مال غرض کسی بات میں اس سے ایسی کمی رکھتا ہے کہ اس سے نکاح اس کے اولیاء کے لئے باعث ننگ و عار ہے، نکاح مہر مثل میں غبن فاحش کے ساتھ ہُوا مثلاً دختر کا مہر مثل ہزار تھا پانسو باندھے یا زوجہ پسر کا پانسو تھا ہزار باندھے یا غیر۔ یہ جملہ بہتّر صورتیں ہوئیں، ان کے حکم کا ضابطہ بتوفیق اللہ تعالٰی یہ ہے کہ اگر غیبت غیر منقطعہ تھی اور ولی غائب پدر یا جد غیر معروفین بسوئے اختیار ہیں تو یہ نکاح مطلقاً ان کی اجازت پر موقوف ہے اگرچہ غیر کفو وغبن فاحش سے ہو، اور اگر غائب مذکور معروف بسوء اختیار تو نکاح مطلقاً باطل محض، اگرچہ غیبت پدر میں جد صحیح غیر معروف بسوئے اختیار نے کیا ہو۔

والوجه فی ذٰلك ان الغیبة اذا لم یکن منقطعة لاتکون الولایة لغیرہ کما قدمنا فی مسئلة الاولٰی والاب والجد لهما التزویج بغیر الکفو وبالغبن الفاحش اذا لم یعرفا بسوء الاختیار لا اذا عرفا به کما فی الدر المختار[1] وغیرہ من الاسفار وقد قال فیه وفی متنه تنویر الابصار فی فصل الفضولی کل تصرف صدر منه کتزویج وله مجیز ای من یقدر علی اجازته حال وقوعه انعقد موقوفا ومالا مجیز له حالة العقد لا ینعقد[2] فاذا لم یعرفا به

اس میں وجہ یہ ہے کہ جب تک غیبت منقطعہ نہ ہو تو غیر کو ولایت حاصل نہیں ہوتی جیسا کہ پہلے مسئلہ میں ہم نے ذکر کیا ہے، اور باپ اور دادا کو اس وقت غیر کفو اور گراں مہر یا انتہائی کم مہر کے ساتھ نکاح کی اجازت ہے جب وہ سوءِ اختیار میں معروف نہ ہوں اس میں معروف ہونے کی صورت میں جائز نہیں جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے جبکہ درمختار اور اس کے متن تنویر الابصار میں فضولی کی بحث میں مذکور ہے کہ تمام وہ تصرفات جن کے صادر ہونے پر وہ کسی کی اجازت پر موقوف ہوں تو اجازت دینے والے کی موجودگی میں وہ تصرفات موقوف قرار پائیں گے اور اگر ایسے تصرفات کی اجازت دینے والا موجود نہ ہو تو پھر یہ تصرفات منعقد ہی نہ ہوں گے اھ، تو جب

www.alahazratnetwork.org

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

[2] درمختار شرح تنویر الابصار فصل فی الفضولی " " " ۲/۳۱

فھذا عقد وقع وله من یملك تنفیذه فوقف وان عرفا فلا[عہ] فلا توقف بتزویج جد لم یعرف به بغیبة اب معروف به وان کان الجد یملکه اذا لم یعرف به فان ھذا انما ھو حین قیام ولایته وھو عند غیبة للاب غیبة غیر منقطعة لا یلی اصلا ولو من کفؤ فضلا عن غیرہ۔

باپ دادا سوءِ اختیار سے معروف نہ ہوں تو یہ عقد درست ہوکر اجازت پر موقوف رہے گا کیونکہ اس عقد کو جائز کرنے والا خود موجود ہے، اور اگر سوءِ اختیار میں معروف ہوں تو منعقد نہ ہوگا اور نہ موقوف ہوگا، تو اس صورت میں سوءِ اختیار میں غیر معروف دادا اگر اس باپ کی غیبت غیر منقطعہ میں جو سوءِ اختیار میں معروف ہو نکاح کرئے تو یہ نکاح موقوف نہ رہے گا اگرچہ دادا غیر معروف بسوءِ اختیار خود نکاح دینے کا مالک ہوتا ہے مگر یہاں اس لئے نہیں کہ باپ غیبۃ منقطعہ میں غائب نہیں بلکہ وُہ غیر منقطعہ غیبۃ میں غائب ہے تو ایسی صورت میں دادے کو ولایت منتقل نہیں ہوتی اگرچہ دادا کفو میں بھی کرے چہ جائیکہ غیر کفؤ میں کرے۔ (ت)

اور اگر ولی غائب غیر اب وجد ہے تو کفو سے بے غبن فاحش اجازت غائب پر موقوف لقیام ولایتہ بعدم الانقطاع (عدمِ انقطاع کی بناء پر ولایت باقی رہنے کی وجہ سے۔ ت) اور غیر کفو یا غبن فاحش سے مطلقاً باطل لعدم المجیز (جائز کرنے والا نہ ہونے کی وجہ سے مطلقاً باطل ہے۔ ت) اگرچہ اس ولی غائب بغیبت غیر منقطعہ کے سوا صغیر وصغیرہ کا باپ یا دادا غیر معروف بسوئے اختیار غائب بغیبت منقطعہ زندہ موجود ہو کہ غیبت منقطعہ مثل موت ہے،

بناء علی ما صحح فی البدائع انھا تنتقل الولایة عن الاقرب الی من یلیه فی القرب حتی لو زوجھا حیث ھو لم یجز والیه یمیل کلام المبسوط و الھدایة والفتح بل ھما مصرحان

بدائع میں مذکورہ تصحیح کی بنا پر کہ ولایت اقرب سے منتقل ہو کر اس کے بعد والے قریبی کو حاصل ہوگی، حتی کہ اگر اقرب نے جہاں پر وُہ ہے وہاں نکاح کردیا ہو تو نافذ نہ ہوگا، اسی کی طرف مبسوط، ہدایہ اور فتح کا کلام مائل ہے، بلکہ آخری دونوں نے اس کی تصریح

عہ ای ان عرفا بسوء الاختیار فلا مجیز فلا توقف بل یبطل ثم فرع علیه فقال فلا توقف بتزویج جد الخ ۱۲ منه۔ (م)

یعنی اگر وہ معروف بسوءِ اختیار ہیں تو یہ نکاح موقوف نہیں بلکہ باطل ہوگا، پھر اس پر تفریعاً کہا فلا توقف بتزویج جد الخ ۱۲ منہ (ت)

www.alahazratnetwork.org

به وسياق بعض نصوصهما فی جواب الخامس وقواه الزيلعی رواية ودراية و عليه فرع فی محيط السرخسی و ذكر الشامی انه الذی فی اكثر الكتب وقد قال فی الهداية والبحر ففوضناه الی الابعد كما اذا مات الاقرب[1] اه اما علی ما استظهر فی الخانية والظهيرية والتنوير والدر و عليه فرع الاسبيجابی فی شرح مختصر الطحاوی وعليه مشی فی البحر من انها لاتنتفی ولايته وانما تحدث لمن يليه فيكون كان هنا وليين مستويين كاخوين او عمين فايهما عقد نفذ فالظاهر فيما ذكرنا التوقف اذا لم يكن الاب او الجد معروفی سوء الاختيار لانه وقع وهو مجيز فافهم۔

کی ہے اور ان کی بعض نصوص پانچویں سوال کے جواب میں آئیں گی اور اسی کو زیلعی نے قوی قرار دیا درایۃً و روایۃً، اور اسی پر محیط سرخسی میں تفریع قائم کی اور شامی نے کہا کہ یہی اکثر کتب میں ہے جبکہ ہدایہ اور بحر میں کہا کہ ہم یہ ولایت ہمیشہ کے لئے دوسرے مرتبہ والے کو سونپ دیں گے جیسا کہ اقرب کے فوت ہوجانے پر ہوتا ہے اھ لیکن خانیہ، ظہیریہ، تنویر اور دُر نے جس کو ظاہر قرار دیا اور شرح مختصر الطحاوی میں اسبیجابی نے جس پر تفریع قائم کی ہے اور بحر نے اسی کو اپنایا، وہ یہ ہے کہ اقرب غائب کی ولایت ختم نہ ہوگی، ہاں قربت میں دوسرے مرتبہ والے کے لئے بھی ولایت ثابت ہوجائے گی، گویا یوں دو مساوی ولی قرار پائیں گے جیسے دو بھائی یا دو چچے برابر ہوں تو دونوں کو ولایتِ نفاذ حاصل ہوتی ہے، جو بھی عقد کرے گا نافذ ہوگا، تو ظاہر وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا کہ باپ یا دادا سوءِ اختیار سے معروف نہ ہوں تو نکاح موقوف رہے گا کیونکہ یہ حضرات نکاح کو جائز کرنیوالے موجود ہیں، غور کرو۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اور اگر **غیبت منقطعہ** تھی تو غیر کفو یا غبن فاحش سے مطلقاً باطل مگر اُس صورت میں کہ غائب پدر ہو اور مزوج جد صحیح کہ نہ معروف بہ سوءِ اختیار ہو نہ اس تزویج کے وقت نشے میں کہ اس تقدیر پر یہ عقد نہ صرف صحیح و نافذ بلکہ لازم ہوگا جو کسی طرح رد نہیں ہوسکتا اور اگر نکاح کفو سے بے غبن فاحش ہے تو مطلقاً تام و نافذ مگر ولی مزوج اگر جد ہے تو لازم بھی ہوگیا ورنہ غیر لازم کہ قاصر و قاصرہ کو اگر پیش از بلوغ نکاح کی خبر ہے تو بلوغ ہوتے ہی ورنہ بعد جب خبر پائیں اختیار رہے گا کہ اُس پر معترض ہوکر قاضی شرع سے نکاح فسخ کرالیں۔

والمسائل ظاهرة وفی كتب المذهب

یہ مسائل واضح اور مذہب کی کتب میں مذکور ہیں جبکہ

---

[1] الهداية باب الاولياء والاكفاء مكتبہ عربیہ کراچی ۲/۲۹۹
بحر الرائق " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۱۲۶

دائرة وقد قال فی الخیریة قد نصوا علی ان غیر الاب والجد اذا زوج الصغیر او الصغیرة مع وجود احدهما ان کان بغیبة وثبوت الولایة له بالغیبة المجوزة لذلك فلهما خیار البلوغ لانه زوج بالولایة[1]

تنبیه کتبت ههنا علی هامش ردالمحتار ما نصه وانظر هل اذا عاد الاب او الجد حتی عادت ولایته کما نصوا علیه هل یکون له ایضا الاعتراض قبل بلوغ الصغیرین ام هو لهما خاصة حتی یبلغا والظاهر هو الاول لانه لدفع ضرر خفی کما فی الهدایة او ضرر غیر متحقق کما فی الفتح فینبغی ثبوته لمن له النظر وانما النظر لدفع الضرر فلم ذا یؤخر مع امکان الدفع قبل ان یتقرر ثم ان قلنا بحصول ذلك للاب والجد ولم یعارضا حتی بلغ الصغیران فهل یکون هذا الاعتراض عن الاعتراض مبطلا لخیار الصغیرین کما لو زوج الابوان بانفسهما الظاهر لا لان النکاح اذا وقع لغیبتهما فقد نفذ غیر موقوف علی

خیریہ میں کہا کہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ باپ اور دادا کی غیر موجودگی میں اگر کسی غیر نے نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح کردیا تو اگر باپ اور دادا ایسے غائب ہیں جس کی بنا پر اس غیر کو ولایت اور اجازت ہوسکتی ہے تو لڑکے اور لڑکی کو خیارِ بلوغ حاصل ہوگا کیونکہ غیر نے یہ نکاح اپنی ولایت سے کیا ہے اھ

تنبیہ میں نے یہاں ردالمحتار کے حاشیہ پر لکھا ہے جس کی عبارت یُوں ہے کہ غور کرنا ہوگا کہ کیا باپ یا دادا واپس آگئے تو لڑکے یا لڑکی کے بالغ ہونے سے قبل ان کو دوبارہ ولایت لوٹ آئیگی جس کی وجہ سے لڑکے اور لڑکی کے کئے ہُوئے نکاح پر ان کو اعتراض کا حق ہوگا یا اب ان کو اعتراض کا حق نہیں بلکہ لڑکے یا لڑکی کو ہی اپنے بلوغ پر اختیار رہے گا جیسا کہ عام فقہا نے تصریح کی ہے جبکہ ظاہر پہلی صورت ہے کیونکہ کسی مخفی ضرر کی بناء پر جیسا کہ ہدایہ میں ہے یا احتمالِ ضرر کی بنا پر جیسا کہ فتح میں ہے صاحبِ شفقت کو اختیارِ ولایت ثابت ہے جبکہ ولایتِ شفقت دفعِ ضرر کے لئے ہی ہوتی ہے، تو بچوں کے بلوغ کی انتظار تک کیوں مؤخر کی جائے جبکہ ضرر واقع ہوجانے سے قبل اس کے دفاع کا امکان موجود ہے، پھر قابلِ غور یہ ہے کہ جب ہم تسلیم کرلیں کہ باپ دادا کو ولایت دوبارہ مل گئی ہے اب وہ نابالغ کے نکاح پر تعرض نہ کریں حتی کہ وُہ بچے بالغ ہوجائیں تو کیا باپ دادا کا تعرض نہ کرنا بچوں کے خیارِ بلوغ کو ختم کردے گا جیسا کہ خود باپ دادا نے نکاح کیا ہو تو نابالغ کا خیارِ بلوغ باطل ہوتا ہے،

---

[1] فتاوٰی خیریۃ باب الاولیاء دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۵

www.alahazratnetwork.org

اجازتهما فلویثبت الیهما ایقاعا ولا انفاذ او اعراضهما عن اعتراضهما لایوجب ابطال حق الصغیرین کما اذا الویزاحما ظالما یتصرف فی مالهما قلیتامل ولیحرر[1] ماکتبت۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

تو ظاہر یہی ہے کہ والدین کے عدم تعرض سے خیارِ بلوغ ختم نہ ہوگا کیونکہ نکاح کے وقت ان کے غائب ہونے کی بنا پر ان کی اجازت پر موقوف نہ تھا تو نکاح کا نفاذ ان کی طرف منسوب نہ رہا، تو اب عدمِ تعرض اور اعتراض نہ کرنے کی وجہ سے بچوں کو حاصل شدہ اختیار باطل نہ ہوگا جیسا کہ ظالم نے بچوں کے مال میں تصرف کیا اور باپ دادا نے تعرض نہ کیا ہو۔ اس میں غور چاہئے اور واضح کرنا چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

سوال پنجم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سَو کوس سے زائد سفر میں گیا ہے اُس کے مکان پر اُس کی والدہ اور اُس کی دختر زینب نامی اور اس کا پھوپھی زاد بھائی خالد موجود ہیں، زید نے اپنی والدہ کو لکھا کہ زینب کا نکاح بغیر میری اجازت کے نہ کرنا میں خود سفر سے آکر اپنے برادر کے پسر کے ساتھ کروں گا، مگر اس کی والدہ نے بغیر دریافت کئے زید کے اور بغیر دریافت کئے خالد کے جو موجود تھا اپنی رائے سے اپنی پوتی زینب نابالغہ کا نکاح بہت دُور کے عزیزوں میں کردیا اس صورت میں زید سفر سے آنے کے بعد فسخ نکاح کراسکتا ہے یا نہیں؟ اور خالد جو بحالتِ عقد اپنے مکان پر موجود تھا اور اس کی رائے کے خلاف نکاح ہوگیا تو آیا یہ بھی زینب نابالغہ کا نکاح فسخ کراسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

خالد تو یہاں کوئی چیز نہیں، نہ اسے کچھ اختیار کہ ابن عمۃ الاب ذوی الارحام سے ہے، اور دادی بالاتفاق اُن پر مقدم،

فی الدر المختار الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ علی ترتیب الارث والحجب فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام ثم لام الاب الی قولہ ثم ذوی الارحام[2]۔

درمختار میں ہے: نکاح میں ولی، وراثت وحجب کی ترتیب پر عصبات بنفسہٖ ہوتے ہیں، اگر عصبات نہ ہوں تو پھر ولایت ماں کو پھر دادی کو ہوتی ہے، ان کا بیان ذوالارحام تک ہوا۔ (ت)

---

[1] جد الممتار باب الولی قول ۵۶۹ المجمع الاسلامی مبارکپور ۲/۳۶۹

[2] درمختار ؍؍ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۳

مگر تقریر سوال سے جو صورت ظاہر وہ صاف شہادت دے رہی ہے کہ یہ نکاح اس وجہ پر واقع نہ ہوا جو شرع مطہر نے غیبت ولی اقرب میں ولی ابعد کے لئے رکھی ہے قطع نظر اس سے کہ یہاں دادی ولی ابعد ہے بھی یا نہیں (کہ ابعد وہ جو اقرب کے بعد مرتبہ ولایت میں ہو غیبت پدر میں دادی اس وقت ولی ابعد ہوسکتی ہے کہ دادا، بھائی، بھتیجا، چچا، چچا کا بیٹا سگے سوتیلے، غرض دادا پردادا کی اولاد کا کوئی مرد عاقل بالغ کتنے ہی دور کے رشتے کا اصلاً موجود نہ ہو، نہ زینب کی ماں حاضر ہو کہ یہ سب مراتب ولایت میں دادی پر مقدم کما تقدم وقد حققنا تقدم الام علی ام الاب فیما علقنا علی رد المحتار (جیسا کہ پہلے گزر چکا اور ہم نے ردالمحتار کے حاشیہ میں تحقیق کی ہے کہ ماں کو دادی پر تقدم حاصل ہے۔ت) مذہب معتمد میں بحالت غیبت اقرب ولی ابعد کو بے اجازت اپنی رائے سے صغیرہ کا نکاح کردینے کا اختیار صرف اس ضرورت سے دیا جاتا ہے کہ سردست صغیرہ کے لئے کوئی کفو خواستگار حاضر و موجود ہے اور اُسے اتنی مہلت منظور نہیں کہ ولی اقرب واپس آئے یا اُس کا جواب لیا جائے، اگر اتنا انتظار کرتے ہیں تو اس دیر کے باعث کفو موجود نکاح پر راضی نہ ہوگا اور موقع ہاتھ سے نکل جائے گا فوات کفو کے سبب صغیرہ کو نقصان پہنچے گا کہ کفو ہر وقت میسر نہیں آتا، کیا معلوم پھر ہاتھ نہ لگے، لہٰذا بضرورت اُس ولی اقرب کے بعد کے درجے کا جو ولی حاضر ہے شرع مطہر اسے اجازت دیتی ہے کہ تو کردے وجہ یہ کہ امر کفو شرع مطہر میں سخت مہم و مہتم بالشان ہے اور کفو حاضر کا ہاتھ سے کھو دینا ضرور نقصان، بلکہ سرے سے نابالغ پر ولایت تزویج کی تشریع اگرچہ باپ ہی کی ہو اسی حکمت کے لئے واقع ہوئی ورنہ بچپن میں نکاح کی کیا ضرورت۔ فتح القدیر میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

النکاح یراد لمقاصدہ ولا تتوفر الا بین المتکافئین عادۃ ولا یتفق الکفؤ فی کل زمان فاثبات ولایۃ الاب بالنص بعلۃ احراز الکفؤ اذا ظفر بہ للحاجۃ الیہ اذ قد لا یظفر بمثلہ اذا فات بعد حصولہ۔[1]

نکاح بعض مقاصد کے لئے ہوتا ہے جو عادتاً دو ہم مثل حضرات سے پورے ہوتے ہیں، اور یہ مماثلت اور کفو ہر وقت میسر نہیں ہوتی، اور باپ کو ولایت نص سے ثابت ہوتی ہے تاکہ وہ ضرورت کے وقت کفو کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوسکے، کیونکہ ہر وقت کفو میسر آنے کے بعد ضائع ہوجانے پر حاصل نہیں ہوتی۔(ت)

حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

یا علی ثلٰث لا تؤخرھا الصلٰوۃ اذا

اے علی! تین چیزوں میں دیر نہ کرنا، نماز جب اس کا

[1] فتح القدیر باب الاولیاء المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ سکھر ۳/ ۱۸۳

انت والجنازة اذا حضرت والایم اذا وجدت لها کفوًا[1]۔ رواه الترمذی و الحاکم عن امیر المؤمنین علی کرم الله تعالٰی وجهه۔

وقت آئے، اور جنازہ جب حاضر ہو، اور زنِ بے شوہر جب اس کے لئے کفو پائے (اس کو ترمذی اور حاکم نے امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

دوسری حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا جاءکم الاکفاء فانکحوهن ولا تربصوا بهن الحدثان[2]۔ رواه فی مسند الفردوس عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما۔

جب تمہارے پاس کفو آئیں تو لڑکیاں بیاہ دو اور اُن کے لئے حادثوں کا انتظار نہ کرو (اس کو مسند فردوس میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ت)

یعنی دیر میں شاید کوئی حادثہ پیش آئے کہ فی التاخیر آفات (تاخیر میں کئی آفتیں ہیں۔ت) چند حدیثوں میں ہے حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا اتاکم من ترضون خلقه ودینه فزوجوه الا تفعلوا تکن فتنة فی الارض وفساد عریض[3]۔ رواه الترمذی وابن ماجة والحاکم عن ابی هریرة وابن عدی عن ابن عمر والترمذی والبیهقی فی السنن عن ابی حاتم المزنی رضی الله تعالٰی عنهم۔

جب تمہارے پاس وہ شخص آئے جس کا چال چلن اور دین تمہیں پسند ہو تو اس سے نکاح کردو، ایسا نہ کروگے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد برپا ہوگا۔ (اسے ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور ابن عدی نے ابن عمر، اور ترمذی اور بیہقی نے سُنن میں ابوحاتم المزنی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے۔ت)

www.alahazratnetwork.org

ذخیرہ و ردالمحتار میں ہے:

الاصح انه اذا کان فی موضع لو انتظر حضوره واستطلاع

اصح یہ ہے کہ اگر ایسے مقام پر ہو کر اس کی واپسی کے انتظار اور اس کی رائے حاصل کرنے سے موجودہ

---

[1] جامع الترمذی ابواب الصلوٰۃ ص ۲۴، ابواب الجنائز ص ۱۲۷ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/
المستدرک للحاکم کتاب النکاح باب تزوجوا الودود الولود دار الفکر بیروت ۲/ ۱۶۲-۶۳

[2] کنز العمال بحوالہ الفر عن ابن عمر حدیث ۴۴۴۹۳ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۶/ ۳۱۴

[3] جامع الترمذی ابواب النکاح باب ماجاء من ترضون دینہ الخ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۱۲۸
المستدرک کتاب النکاح دار الفکر بیروت ۲/ ۱۶۵

رانہ فات الکفوٴ الذی حضر فالغیبۃ منقطعۃ والیہ اشار فی الکتاب[1]

کفو فوت ہوجائے گا تو ایسے مقام پر ولی اقرب کی غیبت منقطعہ ہوگی، اور اسی کی طرف کتاب میں اشارہ ہے (ت)

فتح القدیر میں ہے:

اذا ابقینا ولایۃ الاقرب ابطلنا حقھا وفاتت مصلحتھا[2]

ولی اقرب کی (باوجود غائب ہونے کے) ولایت کو باقی رکھیں تو لڑکی کا حق باطل اور اس کی بھلائی فوت ہوجائے گی۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

ھذا اقرب الی الفقہ لانہ لانظر فی ابقاء ولایتہ حینئذ[3]

یہ بات فقہ سے اقرب ہے کیونکہ یہاں اقرب کی ولایت کو باقی رکھنے میں کچھ شفقت نہیں ہے (ت)

تو ابعد کے لئے حصولِ ولایت تین شرط پر مشروط،

اوّل یہ ابعد بغیبت اقرب جس کے نکاح میں دے صغیرہ کا کفو ہو،

فانہ ان لم یکن کفوا فای شیئ یفوت بفوتہ والام تمس الحاجۃ۔

اگر وہ کفو نہ ہو تو پھر کس چیز کے فوت ہونے کا خطرہ اور اس کی کس حاجت محسوس ہوئی (ت)

www.alahazratnetwork.org

دوم وہ کفو ولی اقرب کا جواب آنے تک نہ ٹھہرے ورنہ ہرگز ابعد کو اختیار نہ ہوگا۔ جامع الرموز و مجمع الانہر میں ہے:

لو انتظرہ الخاطب لم ینکح الا بعد[4]

اگر منگنی طلب کرنے والا ولی اقرب کا انتظار کرتا ہے تو پھر ولی ابعد نکاح نہ کرے (ت)

منحۃ الخالق میں ہے،

ان رضی الخاطب ان ینتظر الی استیذان الولی الاقرب لم یصح للابعد العقد[5]

اگر منگنی والا ولی اقرب سے اجازت حاصل کرنے پر راضی ہے تو ابعد کا نکاح درست نہ ہوگا۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار، باب الولی، داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۱۵

[2] فتح القدیر، باب فی الاولیاء، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۸۴

[3] الہدایہ، باب فی الاولیاء والاکفاء، المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/۲۹۹

[4] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر، " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۳۹

[5] منحۃ الخالق حاشیۃ علی البحرالرائق، باب الاولیاء، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۱۲۶

سوم اس جاری کرنے والے کفو کے سوا اور کوئی کفو خواستگار نکاح ایسا حاضر نہ ہو جو جواب آنے تک انتظار پر راضی ہو۔

فانه حینئذ لایفوتها الکفو الخاطب بالفعل انما یفوت ان فات احدهما ولیس فی ذلك ابطال حقها ولا تفویت مصلحتها حتی تسلب الولایة من قریب شفیق الی بعید سحیق وھذا ظاھر لاسترة علیه۔

کیونکہ اس صورت میں لڑکی کے لئے کفو والا رشتہ فوت نہ ہوگا، ہاں دونوں میں سے کوئی ایک فوت ہوا، مگر اس سے لڑکی کا حق باطل ہوا نہ اس کی مصلحت فوت ہوئی جس کی بنا پر اقرب ولی کی ولایت سلب کی جائے جو کہ نہایت شفیق ہے اور بعید غیر شفیق کو دی جائے، یہ بالکل ظاہر بات ہے۔ (ت)

یہاں اوّلاً زید کا بھتیجا جس کے ساتھ تزویج زینب کا ارادہ وہ اپنے خط میں لکھ چکا ظاہراً صریح کفو خواستگار موجود ہے یہ دوسرا جس کے ساتھ نکاح کیا گیا اگر کفو بھی تھا اور اتنی دیر میں ہاتھ سے نکل بھی جاتا تو دوسرا تو موجود تھا تو وہ ضرورت جس کے لئے ولی ابعد کو اختیار ملنا متحقق نہ ہوئی، ولہذا علامہ خیر الدین رملی حاشیہ بحر الرائق مسئلہ عضل ولی اقرب میں فرماتے ہیں:

الولایة بالعضل نیابة انما انتقلت للقاضی لدفع الاضرار بها ولا یوجد مع ارادة التزویج بکفو غیره[1]۔

عضل کی وجہ سے ولایت قاضی کو بطور نیابت منتقل ہوتی ہے تاکہ وہ لڑکی کو ضرر رسانی کا دفاع کرسکے، جبکہ ایک کفو کی بجائے دوسرے کفو کو نکاح دینا لڑکی کے لئے ضرر نہیں ہے۔ (ت)

علامہ شامی حاشیہ بحر میں لکھتے ہیں:

ان کان الکفو الاٰخر حاضرا وامتنع الاب من تزویجها من الاول واراد تزویجها من الثانی لایکون عاضلا لان شفقته دلیل علی انه اختارها الانفع[2]۔

اگر دوسرا کفو موجود ہے اور باپ پہلے کو نکاح نہ دے اور وہ دوسرے کو دینا چاہتا ہے تو اس کو باپ کی رکاوٹ نہ کہا جائے گا کیونکہ اس کی شفقت پدری اس بات کی دلیل ہے کہ وہ بچی کے لئے زیادہ مفید کو پسند کرتا ہے (ت)

---

[1] منحۃ الخالق بحوالہ الرملی فصل فی الاکفاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۱۲۷

[2] منحۃ الخالق حاشیہ علی البحر الرائق " " " " " " "

ثانیاً جب خط مذکور آنے اور ارادہ زید ظاہر ہوجانے کے بعد یہ نکاح واقع ہُوا تو ظاہر کہ یہ جلدی اس لئے ہوئی تھی کہ کفو حاضر کو اتنی مہلت نہیں زید کا جواب آنے تک بیٹھا نہ رہے گا بلکہ قصداً اس کی رائے کے خلاف جان کر بالا بالا کارروائی کرلی گئی کہ وُہ نہ آنے پائے اور اپنا مطلب ہوجائے یہ ہرگز نہ ضرورت نہ مصلحت نہ مراد شرع سے اسے مناسبت بلکہ مقصودِ شرع سے صاف مناقضت شرع مطہر نے مراتب ولایت کی ترتیب اسی دن کے لئے رکھی تھی کہ جس کی عقل کامل صغیر السن پر شفقت وافر ان بے چاروں کے کام آرام کا انتظام اہتمام اس کے ہاتھ میں دیا جائے نہ کسی کم شفقت یا ناقص العقل کے قبضے میں، اگر ترک انتظار اسی کا نام رکھا جائے کہ ولی اقرب کی رائے اپنے خلاف معلوم ہے لہذا اس سے دریافت کا انتظار نہیں کرتا کہ وُہ پُوچھے سے منع کردے گا تو ایسی غیبت تو ہر وقت نقد وقت ہوسکتی ہے آخر مذہب معتمد پر غیبت منقطعہ میں سفر درکنار شہر سے باہر ہونا بھی شرط نہیں کما فی الخانیۃ والبحر والدرر وغیرھا (جیسا کہ خانیہ، بحر اور درر وغیرہ میں ہے۔ ت) صغیرہ کا مہربان باپ اس کی مصلحت کا خواہاں اس کی مضرت سے ترساں جب مسجد میں نماز کو جائے گھر میں کوئی عورت ناقصۃ العقل والدین اپنی خواہش کے مطابق جس کو کرچاہے بیٹی دے دے اگرچہ باپ جانتا ہو کہ اس سے رشتہ میں صغیرہ کی شامت ہے تو شرع مطہر میں باپ کی تقدیم اور اس کی رائے و شفقت پر اس قدر اعتماد عظیم (کہ اگر وہ ایک بار کفو کے ہوتے غیر کفو سے بیاہ دے تو تمام جہان میں کسی کو اختیار اعتراض نہیں کہ اس نے کفاءت سے بڑھ کر کوئی مصلحت سوچ لی ہوگی)

www.alahazratnetwork.org

فی ردالمحتار انہ لوفور شفقتہ بالابوۃ لایزوج بنتہ من غیر کفو او بغبن فاحش الا لمصلحۃ تزید علی ھذا الضرر کعلمہ بحسن العشرۃ معہا وقلۃ الاذی ونحو ذلک۔[1]

ردالمحتار میں ہے کہ وہ پدری شفقت کی بنا پر اپنی بیٹی کا نکاح غیر کفو اور انتہائی کم مہر سے نہیں کریگا مگر جبکہ اس ضرر کی نسبت زیادہ فائدہ اور مصلحت پیشِ نظر ہو مثلاً لڑکی کے لئے اچھی معاشرت اور لڑکی کو اذیت سے تحفظ وغیرہ مقصود ہو۔ (ت)

سب بیکار و معطل ہوکر رہ گئے ان ھذا لبعید من الفقہ ای بعید (یہ فقہ سے بہت بعید ہے۔ ت) بلکہ ایسی باگ چھوڑنے میں سخت فتنوں کا احتمال قوی ہے مثلاً زن بے خرد اپنے کسی عزیز کے ساتھ بوجہ قرابت خواہ کسی طمع سے یا والہ خباثت کی باتوں میں آکر کسی شخص سے دخترِ قاصرہ کا نکاح چاہتی ہو پدر شفیق آگاہ ہو کہ یہ بدمذہب یا کم نسب ہے اور کسی وجہ سے کفو نہیں وہ منع کرے اُس کے جاتے ہی یہ ناقصۃ العقل اُس بُری جگہ

---

[1] ردالمحتار باب الولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۳۰۵/۲

اس کی اشاعت کرے اور دعوے کرے کہ کفو تھا انتظار میں فوت ہو جاتا لہٰذا مجھے ولایت ملی اب کہیں یہ ہو کا زدہ بے ثبت آدمی معاذ اللہ ایسے معاملات کچہری تک لے جاتے غیرت کرے اور قہر درویش بر جان درویش کہہ کر خاموش رہے تو اہل اللہ کو کیسا ضرر عظیم پہنچا اگر دعوے کرے تو عدم کفاءت کا ثبوت دینا دشوار ہو خصوصاً مثل مذہب میں کہ بہت بدمذہب خصوصاً روافض ایسی جگہ تقیہ کی بڑی ڈھال رکھتے ہیں تو ایسی اجازتوں میں کیسی آفتوں کا فتح باب ہے والعیاذ باللہ العزیز الحکیم (عزت وحکمت والے اللہ کی پناہ۔ ت)۔

ثالثاً مذہب معتمد بلکہ قول مقابل پر بھی ولی اقرب کی غیبت منقطعہ میں ابعد کو ولایت دینے کا منشا صرف یہ کہ ولایت اس لئے رکھی ہے کہ اس کی رائے سے نابالغ کو نفع پہنچے اور جب وہ ایسا غائب ہے تو اس کی رائے سے نفع معدوم، لہٰذا جو اس کے بعد درجہ رکھتا ہے اس کی رائے پر رکھیں گے۔ ہدایہ میں ہے:

ان ھذہ ولایۃ نظریۃ ولیس من النظر التفویض الی من لاینتفع برائہ ففوضناہ الی الابعد والغیبۃ المنقطعۃ ان یکون بحال یفوت الکفؤ باستطلاع رأیہ[1] اھ ملتقطا۔

یہ نکاح کی ولایت شفقت پر مبنی ہے تو جس کی رائے سے انتفاع نہ ہو سکے ایسے کو ولایت سونپنا شفقت نہ کہلائے گی، لہٰذا ہم یہ روایت اس کے بعد والے ولی کو سونپتے ہیں، اور غیبت منقطعہ یہ ہے کہ وہ اقرب ایسی جگہ ہو کہ اس کی رائے حاصل کرنے میں کفو فوت ہو جائے، اھ ملتقطاً (ت)

www.alahazratnetwork.org

فتح القدیر میں ہے:

لانظر فی التفویض الی من لاینتفع برائہ لان التفویض الی الاقرب لیس لکونہ اقرب بل لان فی الاقربیۃ زیادۃ مظنۃ للحکمۃ وھی الشفقۃ الباعثۃ علی زیادۃ اتفاق الرأی للمولیۃ فحیث لاینتفع برائہ اصلا سلبت الی الابعد[2]۔

جس کی رائے سے انتفاع ممکن نہ ہو اس کو ولایت سونپنا شفقت نہیں ہے کیونکہ اقرب کو ولایت اس لئے نہیں کہ وہ اقرب ہے بلکہ اس لئے کہ اقرب ہونے میں زیادہ شفقت کا پہلو ہے جو کہ لڑکی کے لئے فوائد سے اتفاق ہے، تو جہاں اس کی رائے سے انتفاع ممکن نہ ہو وہاں اسے ابعد کی طرف منتقل کیا جائے گا۔ (ت)

---

[1] الہدایۃ باب الاولیاء والاکفاء المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/۲۹۹

[2] فتح القدیر باب الاولیاء المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ سکھر ۳/۱۸۳

بحرالرائق میں ہے:

قولہ وللابعد التزویج بغیبۃ الاقرب مسافۃ القصر ای ثلثۃ ایام فما عدا الاٰن ھذہ ولایۃ نظریۃ ولیس من النظر التفویض الی من لاینتفع برائہ ففوضناہ الی الابعد[1]۔

ماتن کا قول کہ "ابعد کو نکاح کردینے کی ولایت ہے جبکہ اقرب اتنی مسافت پر ہو جس سے قصر لازم ہو" یعنی تین دن یا زیادہ کی مسافت، کیونکہ یہ ولایت شفقت پر مبنی ہے، تو ایسے کو ولایت سونپنا جس کی رائے قابلِ انتفاع نہ ہو تو وہ شفقت نہ ہوگی، اس لئے ہم نے یہ ولایت ابعد کو سونپی ہے۔ (ت)

یہاں کہ ولی اقرب کی رائے سے انتفاع بالفعل حاصل وہ خط لکھ چکا اپنی رائے ظاہر کرچکا تو اب ابعد کی رائے پر رکھنے کا کیا منشا اس کی رائے تو اس لئے لی جاتی ہے کہ اقرب کی رائے سے انتفاع معدوم، نہ اس لئے کہ اس کی رائے سے جو نفع حاصل ہے اس کے رَدّ و ابطال کے واسطے یہ سراسر عکس مقصود ہے تو نظر بحالات واقعہ صاف ظاہر کہ یہ اس صورت سے بہت ابعد ہے جس میں شرع مطہر اقرب سے ابعد کی طرف ولایت نقل فرمائے، لاجرم غیبتِ زید غیبت منقطعہ نہیں اور وہی بدستور ولی اقرب ہے، اس کے سوا دادی وغیرہا کسی کا کیا ہُوا نکاح نکاحِ فضولی ہے کہ زید کی اجازت پر موقوف تو فسخ کرا سکتا کیا معنی زید خود اپنے قول سے فسخ کرسکتا ہے زبان سے کہہ دے کہ "میں نے یہ نکاح رد کیا" فوراً رد و باطل ہوجائے گا۔ محیط و ہندیہ و شرح تنویر وغیرہا میں ہے:

واللفظ للاخیر لو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ[2]۔

عبارت آخری کتاب کی ہے کہ اگر ابعد نے اقرب کی موجودگی میں نکاح دیا تو یہ اقرب کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ (ت)

یہ سب کلام اُس حالت میں ہے کہ جس سے زینب کا نکاح ہُوا زینب کا کفو ہو اور اگر کفو نہیں یعنی نسب یا مذہب یا پیشے یا چال چلن یا مال غرض کسی بات میں ایسا کم ہے کہ اس سے اس کا نکاح ہونا زید کے لئے باعثِ عار ہو جب تو حکم بلاوقت ظاہر کہ مذہب معتمد پر یہاں سرے سے غیبت منقطعہ کی پہلی ہی شرط متحقق نہ ہُوئی تو ایسا نکاح قطعاً اجازتِ پدر پر موقوف ہے اگرچہ باپ ہزار کوس پر ہو وہ بھی جبکہ زید اس سے پہلے اپنی ولایت سے کوئی نکاح غیر کفو سے نہ کرچکا ہو ورنہ یہ نکاح زینب اُس کی اجازت پر بھی موقوف نہ رہا، سرے سے خود ہی باطل محض ہُوا لعدم ورودہ من فضولی ولامجیز (فضولی سے صادر ہونے اور اس کو جائز کرنے والا نہ ہونے کی بنا پر۔ ت)

---

[1] بحرالرائق باب الاولیاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۱۲۶
[2] درمختار شرح تنویر الابصار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۴

ظاہر حال صورت سوال تو یہ ہے اور اگر فرض کیجئے کہ جدّہ زینب کی یہ جلدی اور جس سے نکاح ہوا اس کی بے انتظاری اُس بنا پر نہ تھی بلکہ واقعی یہی امر تھا کہ صرف یہی کفو خواستگار ہے بھتیجا وغیرہ یا تو خواستگار ہی نہیں یا ہیں تو کفو نہیں، اور یہ کفو اپنی کسی ضرورت کے باعث اس درجہ مستعجل ہے، زید نے کہ خط لکھا اس وقت کوئی کفو خواستگار نہ تھا، اب اگر اُسے اطلاع ہو کہ یہ موقع ہاتھ آیا اور ایسا خواستگار پایا عجب نہیں کہ وُہ بھی رضامند ہو مگر بے مہلتی کے باعث خط یا آدمی بھیج کر دریافت کرنے کا وقت کہاں انتظار میں کفو فوت ہوگا زینب کو ضرر پہنچے گا فی الواقع اگر حالت یہ تھی تو بیشک زید کی غیبت پر غیبت منقطعہ کی تعریف مذکور صادق نظر آئے گی اور کہا جائے گا کہ اب جو ولی حاضر درجات ولایت میں اُس کے بعد ہے اُس نے ولایت پائی، اب اوّل تو یہ دیکھنا چاہئے کہ اس نکاح میں زینب کے مہر مثل میں کمی فاحش تو نہ ہُوئی مثلاً اُس کا مہر مثل پچاس ہزار تھا پچیس ہزار بندھے، اگر ایسا ہے تو یہ نکاح مطلقاً باطل محض ہُوا کہ اب باپ بھی جائز کرے تو جائز نہ ہوگا، مگر یہ کہ باپ کی غیبت منقطعہ میں زینب کا جد صحیح ولی حاضر ہو جو اس سے پہلے کوئی نکاح اپنے کسی زیر ولایت کا ایسی بے شفقتی کا نہ کرچکا ہو، اور یہ نکاح دادی نے اُس کی اجازت سے کیا یا بعد وقوع اس نے جائز رکھا اور نافذ کردیا، اور اس اجازت سابقہ یا لاحقہ کے وقت نشے میں نہ تھا البتہ جائز بلکہ لازم ہوگا کہ پھر کسی طرح رَد نہیں ہوسکتا، مگر تقریر سوال سے زینب کا دادا موجود ہونا مفہوم نہیں۔ درمختار میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

لزم النکاح ولو بغبن فاحش بنقص مہرھا اوبغیر کفؤ ان الولی المزوج ابا وجدا لم یعرف منھما سوء الاختیار وان عرف لایصح النکاح اتفاقا وکذا لو کان سکران[1] اھ وفی الخیریۃ ومثل الوکالت السابقۃ الاجازۃ اللاحقۃ۔[2]

اگر باپ یا دادا نکاح دینے والا ہو جس کے بارے سوءِ اختیار معروف نہ ہو تو اس کا غیر کفؤ اور انتہائی کم مہر سے کیا ہوا نکاح بھی لازم ہوگا، اور اگر دونوں سوءِ اختیار سے معروف ہوں تو بالاتفاق یہ نکاح صحیح نہ ہوگا، یُوں ہی اگر وُہ نشہ میں ہوں تو بھی صحیح نہ ہوگا اھ اور خیریہ میں ہے: پہلی وکالت کی طرح ہی بعد والی اجازت کا حکم ہے۔ (ت)

اور اگر یہ نکاح اس عیب سے بھی خالی ہے یعنی مہر مثل میں کمی فاحش نہ ہُوئی تو اب یہ دیکھنا ضروری ہے کہ باپ اور جدّہ کے درمیان جس قدر اولیاء ہیں جن کا ذکر ہم اوپر کر آئے ان میں سے کوئی موجود تھا یا نہیں، اگر تھا تو دادی نے

---

[1] درمختار | باب الولی | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۹۲
[2] فتاوٰی خیریہ | باب الاولیاء والاکفاء | دارالمعرفۃ بیروت | ۱/۲۵

اُس سے اجازت لے لی تھی یا نہیں، اگر نہ لی تھی تو بعد وقوعِ نکاح قبل واپسی پدر اُس نے اجازت دے دی تو بیشک یہ نکاح صحیح و تمام و نافذ ہوگا کہ باپ اُسے رَد نہیں کرسکتا۔

فی فتح القدیر لوحضر الاقرب بعد عقد الابعد لایرد عقدہ وان عادت ولایتہ بعودہ[1]۔

فتح القدیر میں ہے کہ اگر ابعد کے نکاح کردینے کے بعد اقرب آجائے تو ابعد کے نکاح کو رَد نہ کرسکے گا اگرچہ اقرب کے واپس آنے پر اس کو ولایت لوٹ آئی ہے۔(ت)

مگر یہ ولی جس نے اول یا بعد اجازت دی اگر زینب کا دادا نہیں جیسا کہ صورتِ سوال سے یہی ظاہر ہے تو یہ نکاح اُس کی اجازت سے نافذ سہی لازم اب بھی نہ ہُوا زینب کو بعد بلوغ اختیار ملے گا کہ اگر پہلے سے نکاح کی خبر ہے تو بالغہ ہوتے ہی فوراً فوراً ورنہ بلوغ کے بعد جس وقت خبر ملے اُسی وقت معاً اس نکاح سے اپنی ناراضی ظاہر کردے کہ اس صورت میں حاکم اس نکاح کو فسخ کردے گا اگرچہ پیش از بلوغِ زینب ہمبستری بھی واقع ہولی ہو مگر از انجا کہ زینب دوشیزہ ہے دیر لگانے کا اختیار نہ ہوگا اگر پہلے سے خبر ہے تو بالغہ ہونے پر ورنہ خبر پانے پر بلاعذر وضرورت ایک لمحہ کی دیر کرے گی تو اختیار ساقط اور نکاح لازم ہوجائے گا اگرچہ وہ اس مسئلہ سے ناواقف ہو اور انجانی کے سبب فوراً مبادرت نہ کی ہو، درمختار میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

ان کان المزوج غیر الاب وابیہ ولو الام صح ولکن لصغیر وصغیرۃ خیار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ بشرط القضاء للفسخ و بطل خیار البکر بالسکوت لومختارۃ عالمۃ باصل النکاح ولا یمتد الٰی اٰخر المجلس و ان جھلت بہ[2] اھ ملتقطا۔

اگر باپ دادا کے غیر نے نکاح دیا خواہ ماں ہو بشرطیکہ کفو میں اور مہر مثل سے کیا ہو تو وہ نکاح صحیح ہے لیکن لڑکی اور لڑکے کو بالغ ہونے کے بعد فسخ کا اختیار ہوگا فسخ کا اختیار لڑکی کو دخول کے باوجود بلوغ پر یا بلوغ کے بعد نکاح کے علم پر بھی ہوگا اور فسخ کے لئے قضا شرط ہے، اور باکرہ کا اس موقعہ پر خاموش رہنا اس کے اختیار کو باطل کردے گا بشرطیکہ وہ اپنے نکاح کا علم رکھتی ہو اور عاقلہ ہو، اس کا یہ اختیار مجلسِ علم کے آخر تک باقی نہ رہے گا اگرچہ وہ اس مسئلہ سے جاہل ہو۔ اھ ملتقطاً (ت)

اور اگر دادی سے بالاتر جو ولی موجود تھا باپ کے آنے سے پہلے اس نے رَد کردیا تو باطل ہوگیا باپ کو فسخ

---

[1] فتح القدیر باب الاولیاء والاکفاء المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ سکھر ۳/ ۱۸۴

[2] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۲-۱۹۳

کی کیا حاجت ، اور اگر ہنوز نہ اُس ولی نے اجازت دی نہ رد کیا تھا کہ زید آگیا تو اب وہ توقف اس ولی سے منتقل ہوکر خود زید کی اجازت پر رہے گا اگر رد کر دے گا اسی وقت باطل ہو جائے گا۔

فی الدر المختار وتبیین الحقائق للامام الزیلعی واللفظ لہ وعنہ فی الھندیۃ تبطل ولایۃ الابعد بمجیئ الاقرب لاما عقد لانہ حصل بولایۃ تامّۃ۔

درمختار اور تبیین الحقائق امام زیلعی میں ہے زیلعی کی عبارت میں، اور ہندیہ میں زیلعی سے منقول کہ اقرب کے واپس آنے پر ابعد کی ولایت باطل ہو جائے گی اور ابعد کا کیا ہُوا نکاح باطل نہ ہوگا کیونکہ یہ اس کی کامل ولایت میں حاصل ہے۔ (ت)

تنبیہ نفیس : اقول وباللہ التوفیق ۔ یہ تمام کلام فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے کلماتِ علمائے کرام کے اُس ظاہری مفاد پر مبتنی کیا کہ بادی النظر میں اذہانِ عامہ اس طرف جائیں اور اگر حقِ تحقیق وعین تدقیق چاہیے تو نگاہ مقصود شناس کا جزم وقطع کے ساتھ اُسی ابتدائی بات پر حکم کرے گی جسے ہم نے اولاً ظاہر صورت سوال بناکر دوبارہ فرضاً اس سے تنزّل کیا تھا یعنی اس غیبت کا غیبت منقطعہ نہ ہونا اور ولایتِ پدر کا بدستور باقی رہنا اور اگر یہ نکاح منعقد واقع ہُوا تو مطلقاً بلا استثناء ہر حال وہر صورت میں اجازت ولی اقرب پر توقف پانا اور اس کے رَد کئے سے فوراً رَد ہو جانا، جب مذہب معتمد میں بنائے کار اس پر ٹھہری کہ ولی اقرب کے ایاب وجواب کے انتظار میں کفو فوت ہوتا اور موقع یا تھ سے نکلا جاتا ہو کیا معلوم پھر کفو ملے یا نہیں تو یہ بات ہمارے اعصار وامصار میں کنواری لڑکیوں کے حق میں جبکہ ولی اقرب کا پتا معلوم اور وہاں تک ڈاک کی آمد و رفت سے وقت مرسوم ہو متصور نہیں، اُدھر تو ازمنۂ سابقہ میں نہ راہیں ایسی آسان تھیں نہ ڈاک کے ایسے انتظام ، مدتوں میں منزلیں طے ہوتیں، خط جاتا تو آدمی لے جاتا ، پھر تنہائی گزر دشوار ، نہ ہر وقت قافلے میسر نہ ہر شخص قاصد بھیجنے پر قادر ، اُدھر اُن بلادِ طیبہ میں نکاح کی یہ رسم کہ آج خطبہ ہُوا کل نکاح ہوگیا ، دو ایک روز کی دیر لگی تو دوسری جگہ موجود ۔ یہاں یہ رواج کہ مہینوں میں منگنی ، مدتوں میں بیاہ ، بات ٹھہرتے ٹھہرتے سال پلٹ جائیں ، اگر خوش قسمتی سے دو چار مہینے کی آمد و رفت پیام سلام میں کسی کا نکاح ہوگیا تو لوگ تعجب کرتے ہیں کہ بین جھٹ منگنی پٹ بیاہ ۔ پھر خطوط کی آمد و رفت وہ کہ تیسرے دن کلکتہ خط پہنچے چوتھے دن بمبئی ، وہ کون سا جلد باز ہوگا کہ آج پیام دے اور آج ہی نکاح چاہے ایک ہفتہ کا انتظار ہو تو نکاح ہی نہ کرے یا صبح وشام دوسری جگہ نکاح ہو جائے ، ہندوستان کی لڑکیاں سہل نہیں ملتیں ایک ایک بڑھیا کے منہ سے سُن لیجئے کہ میاں لڑکیاں آندھی کی بیر تو نہیں ، نہ جوتیاں

لے فتاوٰی ہندیہ | الباب الرابع فی الاولیاء | نورانی کتب خانہ پشاور | ۱/۲۰۵
تبیین الحقائق | باب الاولیاء والاکفاء | مطبوعہ امیریہ کبرٰی مصر | ۲/۱۲۷

ڈولیں، نہ چادریں چھٹیں، کیا کوئی پھوٹ سے ہاں کہہ دیتا ہے، تو مقاصد علماء پر نظر شاہد عدل کہ یہاں غیبت منقطعہ وہی ہی جا سکتی ہے کہ یا تو ولی اقرب کا پتا نہ معلوم ہو آخر بے نشان کا کب تک کوئی انتظار کرے یا کسی ایسے دُور دراز ملک غیر میں جہاں ڈاک پر اطمینان نہ ہو خطوط جائیں اور پتا نہ چلے آدمی بھیجو تو صرفِ کثیر، وُہ ایسی صورتوں میں کفو کا یہ عذر ہو سکتا ہے کہ کب تک بیٹھیں، اور ممکن کہ زبان نہ دو تو انتظار میں وُہ مدتیں گزریں کہ دُوسری جگہ اس کی ٹھیک ٹھاک ہو جائے ورنہ ہندوستان بلکہ آج کل برہما میں بھی جو موجود اور پتا معلوم ہے اُس کی نسبت عادۃً کوئی کفو یہ تقاضا نہ کرے گا کہ ہم آٹھ دس روز کا انتظار ہرگز نہ کریں گے کرنا ہے تو آج کر دو، اور بالفرض کوئی زبان دینے میں جلدی بھی کرے تو یہاں کفو کی روک تھام کے لئے منگنی وُہ عمدہ صیغہ ہے جس سے اُس کا اطمینان ہو جائے اور رائے ولی اقرب فوت نہ ہونے پائے، منگنی کے بعد مدتوں دونوں طرف ساز و سامان کی درستی میں گزرتے ہیں بلکہ یہاں کے رواج سے اپنی منگیتر کو بھی من وجہ گویا اپنی ناموس جانتے اور دُوسری جگہ اس کے نکاح سے بُرا مانتے اور اُس کے انتظار میں سال گزارتے ہیں منگنی کے بعد تو جانے کتنی بار ولی اقرب کی رائے لے سکتے ہیں اُس کے جواب ملنے تک انتظار نہ ہونا کیا معنی، یہ عذرِ مصنوع وہیں پیش ہوگا جہاں اپنی اغراضِ فاسدہ سے ولی اقرب کے خلاف رائے بالا بالا کارروائی کرنی ہوگی جو شرع مطہر کے بالکل نقیض مراد ہے اور اس کی توسیعوں میں انھیں آفات کا دروازہ کھلنا جو ابھی ہم ذکر کر آئے، شاید شاذ و نادر برخلاف عادتِ ملک اگر کہیں ایسی جلدی پائی جائے تو امورِ نادرہ جباے احکام فقہیہ نہیں ہو سکتے بلکہ عادت شائعہ پر حکم دینا واجب،

كما نصوا عليه فى غيرما مسألة منها مسألة دخول النساء الحمام فى الدر المختار وغيره ومنها مسألة جوار الحرمين فى فتح القدير ومنها مسألتنا هذه بناء على ما كان معتادا عندهم على خلاف ما هو العادة عندنا فيه ايضا الى غير ذلك مما لا يخفى على من خدم كلماتهم الطيبة.

جیسا کہ انھوں نے بہت سے مسائل میں تصریح کی ہے ان میں سے ایک مسئلہ حمام میں عورتوں کے داخلہ کا ہے جس کو درمختار وغیرہ میں بیان کیا ہے، انہی مسائل میں سے فتح القدیر میں حرمین شریفین میں رہائش کا مسئلہ ہے، ان مسائل میں سے ایک یہ ہمارا مسئلہ جو ان کی عادت کے مطابق تھا اور ہماری عادت کے خلاف ہے، اس کے علاوہ اور بھی ہیں جو کہ فقہاء کے کلماتِ طیبہ پر اطلاع رکھنے والا جانتا ہے۔ (ت)

بلکہ انصافاً وہ علماء بھی جنھوں نے مسافتِ قصر اختیار فرمائی، اگر ریل اور ڈاک اور یہاں کے عادات ملاحظہ فرماتے ہرگز حکم نہ دیتے، بریلی کا ساکن مراد آباد تک گیا اور اس کی ولایت اپنی اولاد پر سے سلب ہوئی جس کے دن میں دُو پھیرے ہو سکتے ہیں بالجملہ جب مدار کار انتظار کے سبب فوتِ کفو پر ٹھہرا تو اس مناط کا تحقق ضروری،

www.alahazratnetwork.org

جب تک یہ حالت نہ ہو غیبت منقطعہ ہرگز نہیں، اس پر نظر کامل رکھنا اور اصحاب اغراض کے فریبوں سے بچنا لازم، ومن لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل (جو اپنے زمانہ کے عرف سے ناواقف ہو وہ جاہل ہے۔ت) ہاں کوئی بیوہ سن رسیدہ باختیار خود کسی سے شرعی نکاح خالی از رسوم کرلینا چاہے تو وہاں جلدی متصور، وہ اوّل تو ہندیوں کی عادت نہیں اور ہو بھی تو ہماری بحث سے خارج کہ یہاں کلام قاصرہ میں ہے اور قواصر کے باب میں ضرور وہی عادت، لہذا فقیر اُن صُور مذکورہ بالا کے سوا یہاں غیبت منقطعہ کے حکم پر زنہار جسارت روا نہیں رکھتا، یہ بعونہٖ تعالٰی فقہ انیق وحق تحقیق ہے،

وباللہ التوفیق وھدایۃ الطریق والحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد والہٖ وصحبہٖ اجمعین اٰمین۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی کی مدد سے توفیق اور راستہ کی راہنمائی ہے الحمدللہ رب العالمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین آمین، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۳: کلکتہ دھرم تلا اسٹریٹ مسجد ٹیپو سلطان مرسلہ حافظ محمد عظیم صاحب ۲۴ شعبان المعظم ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے ایک لڑکی بعمر نہ سال تھی زید نے اس کی منگنی عمرو سے کردی، بعدہٗ زید کا انتقال ہوگیا، جب لڑکی تیرہ برس کی ہوئی کوئی علامت بلوغ کی اُس سے ظاہر نہیں، زید کے پدر خاص نے لڑکی کی عدم موجودگی میں اُس کا نکاح عمرو سے کردیا، چار مہینے کے بعد زید متوفی کے چچا نے لڑکی کی موجودگی میں اُس کا نکاح عقد بکر سے کردیا بخیال اُس کو بالغہ ٹھہرانے کے، مگر کوئی نشانی بلوغ کی آج تک لڑکی سے ظاہر نہیں، اس صورت میں شرعاً کون سا نکاح معتبر ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

یتیمہ نابالغہ کا سب سے زیادہ ولی اقرب واقدم اُس کا حقیقی دادا یعنی اُس کے باپ کا باپ ہے، اُس کے ہوتے باپ کے چچا خواہ کسی شخص کو کچھ اختیار نہیں ہے، اُس کے دادا کا کیا ہوا نکاح کسی کے رَد کئے رَد نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ اگر وہ خود بالغہ ہوکر اُس نکاح کو رَد کرے ہرگز رَد نہ ہوگا، نہ ولی کے نکاح کرتے وقت نابالغہ کا موجود ہونا درکار ہے کہ نابالغ پر ولایت جبری ہے اور اُس کا حاضر ہونا نہ ہونا سب یکساں، تو اگر مان بھی لیا جائے کہ وہ نابالغہ اس چار مہینے میں بالغہ ہوگئی اور باپ کے چچا نے اُس کی موجودگی میں اس کی رضا سے اُس کے بالغہ ہونے پر اُس کا نکاح بکر سے کردیا جب بھی یہ نکاح محض باطل و نامعتبر ہے، وہ لڑکی عمرو کی زوجہ ہے جب تک موت یا طلاق نہ ہو، دوسرے سے اُس کا نکاح نہیں ہوسکتا، قال اللہ تعالٰی والمحصنٰت من النساء (اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور آزاد پاکیزہ عورتیں۔ت) ردالمحتار میں ہے:

لزم النکاح بلا توقف علی اجازۃ احد و بلا ثبوت خیار فی تزویج الاب والجد[1] الخ

باپ یا دادا کے دئے نکاح کسی کی اجازت پر موقوف ہوئے بغیر اور ثبوتِ خیارِ بلوغ بغیر فوراً نافذ اور لازم ہوجاتے ہیں۔ (ت)

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۳۴۳: از اوجین حویلی میر صاحب مرسلہ مرزا مختار علی بیگ صاحب وکیل ۱۹ شوال ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی اللہ بیلی حجام نے اپنی دختر زیتون کا نکاح ۱۳۰۹ھ میں مسمی احمد قوم حجام سے کہ اللہ بیلی کا ہم قوم و رشتہ دار ہے کیا، وقتِ نکاح زیتون چار پانچ سال کی تھی، اب ۱۳۱۵ھ میں جبکہ زیتون قریب ۱۳ یا ۱۴ سال کے ہوئی، احمد نے رخصت چاہی، اللہ بیلی نے انکار کیا، احمد نے فوجداری میں نالش کی، اللہ بیلی نے عذر کیا کہ داماد میرا نامرد ہے ہجڑوں میں گاتا بجاتا ہے اگر ڈاکٹر اس کا مرد ہونا تحریر کر دیں تو رخصت میں عذر نہیں، ڈاکٹر نے بعد معائنہ ظاہر کیا کہ احمد کے اعضائے تناسل کو حالتِ تندرستی میں پایا ہنوز فوجداری سے حکم اخیر نہ ہوا تھا کہ اللہ بیلی نے دیوانی میں دعوٰی فسخ نکاح ان وجوہ پر کیا کہ وہ نامرد ہے ہجڑوں کے افعال قبول کرکے حالت شرمناک اختیار کرلی ہے میری برابری کا نہ رہا زیتون کا نکاح نابالغی میں ہوا ہے فسخ قرار دیا جائے، احمد کو ان الزاموں سے قطعی انکار ہے، بابین سے شہادتیں اپنے اپنے موافق گزریں، اگر بالفرض الزامات نامردی وغیرہ تسلیم بھی کرلئے جائیں تو ایسی صورت میں حسبِ استغاثہ پدرِ زیتون یا زیتون کا نکاح فسخ ہوسکتا ہے یا نہیں یا خود بخود بوجوہات منطوقہ پدرِ زیتون نکاح فسخ ہے اور دعوٰی منجانب پدرِ زیتون بوجہ اس کے کہ عمرِ زیتون ۱۳، ۱۴ سال کی ہے جائز ہے یا نہیں یا ایک سال قمری کی مہلت تاریخ یکجا ہونے زن و شو سے دی جائے گی اور زوجہ رخصت پر مجبور کی جائے گی یا نہیں اور ہمبستری احمد و زیتون کی کرائی جائے گی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں پدرِ زیتون کا دعوٰی اصلاً قابلِ سماعت نہیں، زنانوں کے افعال کرلینا اگرچہ مسقطِ کفاءت ہے مگر کفاءت وقتِ نکاح درکار ہے بعد نکاح شوہر کیسے ہی شرمناک افعال اختیار کرے نکاح فسخ نہیں ہوسکتا۔ درمختار میں ہے:

الکفاءۃ اعتبارھا عند ابتداء العقد

نکاح کے ابتداء میں کفو کا اعتبار ہوتا ہے، اس کے

---

[1] ردالمحتار باب الولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۰۳

فلا یضر زوالها بعدہ فلوکان وقتہ کفؤا ثم فجر لم یفسخ[1]

بعد کفؤ کے زائل ہونے سے کوئی ضرر نہیں، اگر نکاح کے وقت کفؤ تھا پھر فاسق وفاجر ہوگیا تو نکاح فسخ نہ ہوگا۔(ت)

رہا دعوٰی نامردی وہ بھی منجانب پدر زیتون اصلاً مسموع نہیں کہ اگر زیتون ہنوز نابالغہ ہے جب تو یہ دعوٰی دائر ہی نہیں ہوسکتا کہ اس دعوے کے لئے عورت کا بالغہ ہونا شرط ہے، اور اگر بالغہ ہے تو خود زیتون کا مدعیہ ہونا درکار، باپ کو دعوٰی کا کوئی حق نہیں۔ درمختار میں ہے:

فرق الحاکم بطلبہا لو حرۃ بالغۃ[2]

اگر حرہ بالغہ ہو تو اس کے مطالبہ پر حاکم تفریق کردے گا۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

فلو صغیرۃ انتظر بلوغہا فی المجبوب والعنین لاحتمال ان ترضی بہما بحر وغیرہ[3]

اگر نابالغہ ہو تو اس کے بلوغ تک نامرد اور شرمگاہ کٹے ہوئے خاوند کے معاملہ میں انتظار کیا جائیگا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ بالغہ ہونے کے بعد اس پر راضی ہوجائے، بحر وغیرہ(ت)

نیز درمختار و ردالمحتار میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

طلبہا یتعلق بالجمیع ای جمیع الافعال وھی فرق واجل وبانت عن النہر[4]

عورت کے مطالبہ کا تعلق تمام افعال یعنی تفریق اور مہلت سے ہے، اس پر وہ بائنہ ہوجائے گی، نہر سے منقول ہے۔(ت)

اور اگر فرض کیا جائے کہ زیتون نے خود ہی بعد بلوغ دعوٰی کیا پدر زیتون محض وکیل ہے جب بھی ہنوز کہ رخصت تک نہ ہوئی زن و شو میں ہمبستری واقع نہ ہوئی طلب فسخ کا کوئی محل نہیں، حکم شرعی یہ ہے کہ عورت شوہر سے ہمبستر ہو، اگر شوہر اس پر قدرت نہ پائے تو اس وقت دعوٰی کرے جب حاکم کو ثابت ہو کہ فی الواقع اس نے قدرت نہ پائی تو اس کے بعد حاکم شرع شوہر کو ایک سال کامل کی مہلت دے اور اس مدت میں عورت کو اس سے جدا

---

[1] درمختار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ١/١٩٥

[2] " باب العنین وغیرہ " " " ١/٢٥٤

[3] ردالمحتار " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ٢/٥٩٣

[4] " " " " " " " " ٢/٥٩٦

رہنے کا کوئی حق نہیں، جتنے دنوں تو اس سے جُدا رہے گی مدت میں محسوب نہ ہوں گے، سال گزرنے پر بھی اگر قدرت نہ پائے تو عورت پھر دعوٰی کرے اور حاکم پھر ثبوت قدرت نہ پانے کا لے اگر ثابت ہوجائے تو عورت کو اختیار دے کہ خواہ شوہر کے پاس رہنا پسند کرے یا اس کے نکاح سے جُدا ہونا، اگر عورت فوراً فوراً ابلا توقف جُدا پسند کرلے تو حاکم شوہر کو طلاق کا حکم دے وہ نہ دے تو آپ تفریق کردے، اور اگر عورت ذرا بھی اختیار جدائی کے اظہار میں تاخیر کرے تو دعوی باطل اور اختیار زائل۔ درمختار میں ہے:

وجد تہ عنینا اجل سنۃ قمریۃ و رمضان وایام حیضھا منھا لامدۃ غیبتھا و مرضہ و مرضھا فان وطئ مرۃ فبھا والا بانت بالتفریق من القاضی ان ابی طلاقھا بطلبھا و یبطل حقھا لو وجد منھا دلیل اعراض بان قامت من مجلسھا او اقامھا اعوان القاضی او قام القاضی قبل ان تختار شیئا لامکانہ مع القیام[1] اھ مختصرا۔

بیوی مرد کو نامرد پائے تو ایک سال بحساب قمری سے مہلت دی جائے گی، رمضان اور حیض کے دن بھی اس میں شمار ہوں گے، اور عورت کے غیر حاضر ہونے اور مرد یا بیوی کے مرض کے دن گنتی میں شامل نہ ہوں گے، اس مدت میں خاوند نے ایک دفعہ بھی وطی کرلی تو بہتر، ورنہ سال کے بعد تفریق پر بیوی بائنہ ہوجائیگی، تفریق قاضی کرے گا، جب خاوند بیوی کے مطالبہ پر طلاق دینے سے انکار کردے اور بیوی کا مطالبہ تفریق باطل ہوجائے گا جب اس سے کوئی بھی ایسی دلیل پائی جائے جس سے مطالبہ سے اعراض سمجھا جائے جیسا کہ بیوی مطالبے کی مجلس سے اُٹھ کر چلی جائے، یا قاضی کا عملہ اس کو قائم رہنے پر مجبور کردے، یا قاضی کی موجودگی میں وہ فیصلہ کرسکتی تھی اس کے باوجود وہ فیصلہ نہ کرپائی تھی کہ قاضی اُٹھ گیا اھ مختصراً (ت)

www.alahazratnetwork.org

پس صورت مستفسرہ میں پدر زیتون رخصت کردینے اور زیتون ہم بستری پر مجبور کی جائے گی، اس کے بعد اگر نامردی پائے تو طریقہ مذکورہ عمل میں لائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۵: ۲۹ شوال ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت بالغ ہے اور اُس کا باپ دادا چچا بھائی وغیرہ نہیں، ایک ماموں ہے، اُس نے عورت سے اذن نکاح کا نہ لیا، باہر سے بابرہ دو گواہ کرکے نکاح کردیا، یہ نکاح ہُوا یا نہیں؟ دوسری ایک عورت بالغ ہے اس کی ماں موجود ہے نہ عورت نے اذن دیا نہ اُس کی ماں نے، بلکہ سوتیلے باپ نے نکاح کا اذن دیا، یہ نکاح ہوا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۲

الجواب

دونوں صورتوں میں جبکہ عورتیں بالغہ ہیں اور اُن سے بغیر اذن لئے نکاح کردئے گئے تو وہ نکاح ان عورتوں کی اجازت پر موقوف رہے، اگر اُنھوں نے خبر سُن کر جائز رکھے جائز ہوگئے اور اگر رَد کردئے رَد ہوگئے۔ اور اگر اب تک ساکت ہیں نہ رَد کئے نہ جائز رکھے تو اب اُنھیں اختیار ہے چاہے جائز کردیں چاہے باطل۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۳۶: از کانپور مدرسہ احسن المدارس مرسلہ محمد عبدالحلیم صاحب ۱۳ رجب ۱۳۱۶ھ

چہ می فرمایند علمائے محققین وفضلائے مدققین اندریں مسئلہ کہ باوجود برادرِ حقیقی مخطوبہ عمِ حقیقی مخطوبہ استیذانِ نکاح از مخطوبہ کرد ومخطوبہ بالغہ باکرہ است صامت ماندہ آں صموت را اذن دانستہ عمِ حقیقی مخطوبہ وکالۃً نکاح اورا منعقد کرد وبا او خلوت صحیحہ ہم گردید دریں صورت نکاح باطل خواہد شد یا چہ؟ بینوا توجروا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے محققین اور فضلائے مدققین اس مسئلہ میں کہ حقیقی بھائی موجود ہونے کے باوجود حقیقی چچا نے لڑکی سے نکاح کی اجازت طلب کی جبکہ لڑکی باکرہ بالغہ ہے اور اجازت کے وقت خاموش رہی، اس خاموشی کو چچا نے اجازت سمجھ کر بطور وکالت اس کا نکاح کسی سے کردیا خلوتِ صحیحہ بھی ہوچکی ہے تو یہ نکاح باطل ہوگا یا کیا صورت ہوگی؟ بینوا توجروا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

الجواب

سکوتِ بکر کہ بجائے اذن داشتہ اند دراں صورت ست کہ استیذان خود ولی اقرب یا وکیل یا رسول او کردہ باشد کما فی الدر وغیرہ اینجا کہ استیذان ولی ابعد بحال قیام اقرب کردہ است اگرنہ بروجہ وکالت ورسالت از اقرب بود سکوت زن اصلاً کارے نکشود ونکاح نکاح فضولی شدہ بر اجازت زن موقوف ماند اگر پیش ازیں خلوت یا اجازتے دیگر قولاً یا فعلاً یا سکوتاً چنانکہ در رضا وائے خود وجوہ آنہا روشن کردہ ایم اذن قولے یا فعلے مظہر رد نکاح بمیان نیامدہ بود وایں خلوت برضائے او

باکرہ کی خاموشی وہاں اجازت قرار دی جاتی ہے جب اجازت طلب کرنے والا خود ولی اقرب ہو یا اس کا وکیل یا قاصد ہو، جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے، یہاں کی صورت میں ولی ابعد نے اجازت ولی اقرب کی موجودگی میں طلب کی ہے تو اگر اس نے ولی اقرب کی وکالت یا قاصد ہونے کی حیثیت سے اجازت نہ طلب کی ہو تو اس صورت میں باکرہ کی خاموشی رضا کے لئے کارآمد نہیں ہے، یہ نکاح نکاحِ فضولی ہوا جو کہ عورت کی اجازت پر موقوف تھا، اگر باکرہ نے خلوت سے قبل قولاً فعلاً یا خاموش رہ کر کسی قول یا

رُوسے نمود نکاح موقوف نفاذ یافت فی الدر المختار ان استأذنہا غیر الاقرب کولی بعید فلا عبرۃ لسکوتہا بل لابد من القول اوما ھو فی معناہ من فعل یدل علی الرضا کتمکینہا من الوطئ[1] (ملخصًا) وفی رد المحتار عن الظہیریۃ لوخلا بہا برضاھا ھل یکون اجازۃ لارِوایۃ لھذہ المسألۃ وعندی ان ھذا اجازۃ اھ قال فی البزازیۃ الظاھر انہ اجازۃ[2] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

فعل کے ذریعے نکاح کو رَد نہ کیا ہو (جیسا کہ رَد کے وجوہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں واضح کئے ہیں) تو یہ خلوت جو باکرہ کی رضامندی سے ہوتی ہے اجازت قرار پائے گی اور موقوف نکاح نافذ ہوجائیگا۔ درمختار میں ہے کہ اگر لڑکی سے غیر اقرب مثلاً ولی ابعد نے اجازت طلب کی ہو تو لڑکی کے سکوت کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ لڑکی کی طرف سے صراحۃً قول یا اس کے قائم مقام کسی اپنے فعل جو رضا پر دلالت کرتا ہو کا اظہار ضروری ہے مثلاً وُہ خاوند کو وطی کی اجازت دے دے،

اور ردالمحتار میں ہے جو بحر سے منقول انھوں نے ظہیریہ سے نقل کیا کہ اگر لڑکی کی رضامندی سے خلوت کی ہو تو کیا یہ رضا ہوگی' تو اس مسئلہ میں روایت نہیں ہے، جبکہ میرے نزدیک یہ اجازت ہے اھ، اور فرمایا کہ بزازیہ میں ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ یہ اجازت ہے اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳۴: از عظیم آباد پٹنہ لودی کٹرہ مرسلہ جناب مولانا مولوی قاضی عبدالوحید صاحب رحمہ اللہ تعالٰی سلخ ربیع الآخر ۱۳۱۷ھ

عمرو نامی ایک شخص نے بوقتِ انتقال اپنے، ایک لڑکی ہندہ نامی، ایک بی بی زبیدہ، ایک بھائی حقیقی خالد، ایک بھائی علاتی بکر چھوڑا۔ ہندہ ہمراہ اپنی مادر او رنانی کے پرورش پاتی رہی، اب وُہ بالغ ہے سِن اُس کا زائد چودہ[۱۴] سال سے ہے، ہندہ کی ولایت کا سارٹیفکیٹ گورنمنٹ سے ہندہ کی ماں کو ملا ہے، اس وقت تک ہندہ نے مادرو نانی کے مکان میں ابتدائے پیدائش سے رہ کر پرورش وتعلیم پائی ہے، خالد نے یعنی چچا حقیقی ہندہ کے براہ چالاکی وبخیال نفع معاش بلاعلم و رضامندیِ ہندہ و چچا علاتی و مادرو نانی وغیرہ کے ایک شخص غیر کے مکان میں اپنے بیٹا سے بولایت اپنے ایک شخص کو وکیل مقرر کرکے ہندہ کا عقد کردیا ہے اور کوئی خبر ہندہ کو نہیں دی گئی، جس وقت ہندہ کو افواہًا خبر نکاح کی پہنچی اُسی وقت اُس نے نکاح کو نامنظور کیا اور بہت بیزار ہوئی، علماء بدلائل کتاب جواب سے سرفراز فرمائیں، فقط

الجواب

شرعًا عورت کے بالغہ ہونے کے لئے پندرہ[۱۵] سال کامل کی عمر ضرور ہے یا اس سے پہلے حیض وغیرہ

---

[1] درمختار | باب الولی | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۹۲

[2] ردالمحتار | باب الولی | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۳۰۱

علامات کا ہونا بغیر اس کے صرف چودہ (۱۴) سال سے زیادہ عمر ہونا کافی نہیں۔ ہاں نو (۹) سال کے بعد سے پندرہ (۱۵) سال کے قبل تک جو عورت کے لئے امکان واحتمال بلوغ کی عمر ہے اگر عورت اپنا بالغہ ہونا ظاہر کرے تو بے حاجت شہادت بغیر قسم لئے اس کا قول مان لیا جائے گا جبکہ اُس کے جسم وقوٰی کی حالت اس دعوے کی تکذیب نہ کرتی ہو، اور وُہ بالغہ ہونے کی وجہ بھی بیان کرے، یعنی مثلاً کہے مجھے حیض آیا، خواب میں احتلام ہُوا اس سے میں نے اپنا بلوغ جانا۔ خالی دعوے بے بیان معنے بلوغ مقبول نہیں، اور اگر بدن وقوٰی کی حالت ظاہرہ قابلیت بلوغ نہ بتاتی ہو تو اُس کا دعوٰی اصلاً مسموع نہ ہوگا جب تک دلیل شرعی سے بلوغ ثابت نہ ہو، یہی احکام بارہ (۱۲) سال کے بعد سے پندرہ (۱۵) سال کے قبل تک پسر کے لئے ہیں۔

فی الدر المختار بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والجاریة بالاحتلام والحیض والحبل فان لم یوجد شئ فحتی یتم لکل منھما خمس عشرة سنة بہ یفتی وادنی مدتہ لہ اثنتا عشرة سنة ولھا تسع سنین ھو المختار فان بلغا ھذا السن فقالا بلغنا صدقا ان لم یکذبھما الظاھر وھو ان یکون بحال یحتلم مثلہ والا لا یقبل قولہ شرح وھبانیة وفی الشرنبلالیة یقبل مع تفسیر کل بماذا بلغ بلا یمین[۱] اھ مختصرا وفی رد المحتار عن جامع الفصولین عن فتاوی النسفی عن القاضی محمود السمرقندی

درمختار میں ہے کہ لڑکے کا بلوغ احتلام، حاملہ کردینا اور انزال ہے، اور لڑکی کا بلوغ احتلام، حیض اور اس کا حاملہ ہونا ہے۔ اگر دونوں کے لئے مذکورہ علامات میں سے کوئی نہ پائی جائے تو بلوغ ہر ایک کی عمر کے پندرہ (۱۵) سال پورے ہونا ہے، اسی پر فتوٰی ہے، اور لڑکے کے بلوغ کے لئے کم از کم بارہ سال اور لڑکی کے لئے کم از کم نو سال کی عمر ہے، یہی مختار ہے۔ اگر یہ عمر پُوری ہوجائے تو ان کا کہنا کہ ہم بالغ ہیں، تسلیم کیا جائے گا بشرطیکہ کوئی ظاہر امر ان کی بات کو نہ جھٹلائے، مثلاً یہ کہ ان جیسے عمر والوں کو احتلام ہوسکتا ہو، ورنہ ان کی بات قبول نہ کی جائے گی۔ شرح وہبانیہ و شرنبلالیہ میں ہے کہ ان کی بات بلوغ کی علامت کی وضاحت کرنے پر تسلیم کی جائے گی اور قسم نہ لی جائے گی اھ مختصراً، اور ردالمحتار میں جامع الفصولین کے حوالے سے فتاوٰی نسفی سے منقول قاضی محمود سمرقندی کے بارے

www.alahazratnetwork.org

۱؎ درمختار کتاب الحجر فصل فی البلوغ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۹۹

ان مراهقا اقر فی مجلسه ببلوغه فقال بما ذا بلغت قال باحتلام قال فما ذا رأيت بعد ما انتبهت قال الماء قال ای ماء فان الماء مختلف قال المنی قال ما المنی قال ماء الرجل الذی یکون منه الولد قال علی ماذا احتلمت علی ابن او بنت او اتان قال علی ابن فقال القاضی لابد من الاستقصاء فقد یلقن الاقرار بالبلوغ کذبا قال شیخ الاسلام هذا من باب الاحتلام و انما یقبل قوله مع التفسیر وکذا جاریة اقرت بحیض[1] اھ۔

میں حکایت کی ایک قریب البلوغ نے ان کی مجلس میں اپنے بالغ ہونے کا اقرار کیا تو قاضی نے پُوچھا تو کیونکر بالغ ہُوا، اس نے جواب میں احتلام کا ذکر کیا تو اس پر قاضی نے پُوچھا کہ تُو نے نیند سے بیدار ہوکر کیا دیکھا تو جواب میں کہا کہ تری دیکھی، تو پھر سوال کیا کہ رطوبت تو کئی قسم کی ہوتی ہے تُو نے کون سی دیکھی ہے، تو اس نے کہا منی دیکھی ہے۔ پھر سوال کیا کہ منی کیا ہوتی ہے، تو جواب میں کہا کہ مرد کا وُہ پانی جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ تو سوال کیا کہ تجھے احتلام میں کیا شکل نظر آئی جس پر تجھے احتلام ہوا، لڑکی، لڑکا، گدھی وغیرہ کیا تھا، جواب میں کہا کہ لڑکا تھا، تو قاضی محمود سمرقندی نے کہا کہ یُوں پُورے سوالات کرنے ضروری ہیں کیونکہ کبھی کسی کے سکھانے پر جھوٹا اقرار کردیتے ہیں۔ شیخ الاسلام نے کہا یہ احتلام کے بارے میں تفسیر ہے۔ اگر لڑکی حیض کے ذریعہ بلوغ کا اقرار کرے تو پھر بھی ایسے ہی اس سے تفسیر کرائی جائے اھ (ت)

www.alahazratnetwork.org

پس صورتِ مستفسرہ میں اگر وقتِ نکاح ہندہ کا بلوغ ثابت ہو خواہ شہادت شرعیہ خواہ ہندہ کے بیان مفصل سے جسے ظاہر حال ہندہ تکذیب نہ کرتا ہو، نہ صرف اتنی بات سے کہ اس کی عمر چودہ سال سے زائد ہے، تو بیشک اس پر چچا خواہ ماں کسی کی ولایت جبریہ نہ تھی اُس کا نکاح بے اُس کی اجازت کے نافذ نہیں ہوسکتا، جب اس نے خبر پاکر نامنظور کیا رد و باطل ہوگیا،

فی الدرالمختار الولایة نوعان ولایة ندب علی المکلفة ولو بکرا و ولایة اجبار علی الصغیرة ولو ثیبا[2] وفیه بلغها فردت ثم قالت رضیت لم یجز لبطلانه بالرد[3]۔

درمختار میں ہے کہ ولایت کی دو قسمیں ہیں، ایک محض فضیلت کے طور پر جو کہ بالغہ پر ہوتی ہے اگرچہ باکرہ ہو، اور دوسری ولایت اجبار جو کہ نابالغہ پر ولی کو حاصل ہوتی ہے اگرچہ نابالغہ ثیبہ ہو، اسی میں ہے کہ اگر بالغہ کو نکاح کی اطلاع ملی تو اس نے اپنے نکاح کو رُد کردیا بعد میں اس نے کہا کہ میں راضی ہُوں تو

---

[1] ردالمحتار | کتاب الحجر | فصل فی البلوغ | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۵/ ۹۷

[2] درمختار | باب الولی | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۹۱

[3] " | " | " | ۱/ ۱۹۲

نکاح جائز نہ ہوگا کیونکہ پہلے رَد کر چکی جس کی وجہ سے نکاح باطل ہوچکا ہے۔ (ت)

اور اگر اُس وقت ہندہ بالغہ نہ تھی اگرچہ بعد نکاح معاً بلوغ ہوگیا ہو تو بلاشبہہ اس کا ولی شرعی وہی عم حقیقی تھا اُس کے ہوتے ماں یا علاتی چچا کوئی چیز نہیں، نہ سارٹیفکیٹ شرعاً کچھ اثر رکھتا ہے۔

فی الدر المختار الولی فی النکاح العصبة علی ترتیب الارث والحجب فان لم یکن عصبة فالولایة للام[1]۔

درمختار میں ہے کہ نکاح کا ولی عصبہ وراثت اور حجب کی ترتیب پر بنتے ہیں، اگر عصبہ نہ ہو تو پھر ماں ولی ہے۔ (ت)

اس حالت میں یہ چچا کا بیٹا جس کے ساتھ چچا نے اس نابالغہ کا نکاح کر دیا، اگر مذہب یا اطوار یا پیشے وغیرہ کی رُو سے ایسا نقص رکھتا ہو جس کے سبب اُس کے ساتھ ہندہ کا نکاح ہونا عرفاً موجب عار ہو یا چچا نے ہندہ کے مہر مثل میں کمی فاحش کی مثلاً مہر مثل ہزار روپے کا تھا پانسو باندھا تو ان صورتوں میں وہ نکاح سرے سے مردود و باطل محض ہوا اور ان نقائص سے پاک تھا تو بیشک نکاح صحیح و نافذ ہوگیا جسے نہ ماں یا علاتی چچا کی ناراضی سے ضرر نہ قبل بلوغ ہندہ کی نامنظوری و بیزاری کا اثر۔ ہاں بعد بلوغ اُسے اختیار ملے گا کہ نکاح سے ناراضی ظاہر کرکے حاکم شرع سے بحضور شوہر نکاح فسخ کرالے۔

فی الدرالمختار ان کان المزوج غیر الاب وابیه لایصح النکاح من غیر کفو او بغبن فاحش اصلا وان کان من کفو وبمهر المثل صح ولصغیر وصغیرة خیار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ بشرط القضاء للفسخ[2] اھ مختصرا وفی ردالمحتار فیه ایماء الی ان الزوج لوکان غائبا لم یفرق بینهما مالم یحضر للزوم القضاء علی الغائب نهر[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے کہ اگر باپ دادا نہ ہو تو غیر کفو اور انتہائی کم مہر کی صورت میں غیر کا دیا ہُوا نکاح بالکل صحیح نہ ہوگا اور اگر کفو میں اور مہر مثل سے ہو تو پھر نکاح صحیح ہوگا اور لڑکے لڑکی نابالغ کو بلوغ پر یا بلوغ کے بعد جب نکاح کا علم ہو فسخ کا اختیار ہوگا بشرطیکہ فسخ قاضی کی نگرانی میں ہو، اھ مختصراً۔ ردالمحتار میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ اگر خاوند غائب ہو تو قاضی فسخ کی کارروائی نہ کرے کیونکہ اس سے قضاء علی الغیب لازم آتی ہے، نہر۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۳

[2] " " " ۱/۹۳-۱۹۲

[3] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۰۷

مسئلہ ۳۴۳ ۲۶ محرم الحرام ۱۳۱۸ھ

زید کا نکاح عمرو کی لڑکی کے ساتھ قرار پایا تھا اور شرائطیہ تھیں کہ شرعاً بمہری نکاح و مہر باندھا جائے ہنگام نکاح پڑھانے کے کچھ حجت زیادتی مہر پر زید و عمرو کے مابین ہوئی جس پر زید مجلس سے اُٹھ کر مکان کو چلا گیا، عمرو نے بحالت غصہ و رنج کے اسی وقت ایک موذن سے کہا کہ تم میری لڑکی کا نکاح بکر کے ساتھ کر دو، چنانچہ بکر اُس وقت مجلس میں موجود تھا، موذن صاحب نے جو کہ قاضی یا مولوی نہیں ہیں صرف تین کلمے پڑھائے اور ایجاب و قبول کرادیا، کوئی وکیل و گواہ نہیں تھا اور نہ مہر کی تعداد بکر کو بتائی، صرف یہ کہہ دیا کہ مثل لڑکی کی ماں کے مہر باندھا جائے، عمرو کی لڑکی بالغ ہے جس کی عمر پندرہ سال ہے، لڑکی کی ماں نے اور نہ خود لڑکی نے اجازت نکاح کی دی تھی صرف لڑکی کے والد نے اجازت نکاح کی بحالت رنج و غصہ کے دی تھی، تو ایسی صورت میں نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

سائل مظہر کہ اُس جلسہ میں بہت آدمی تھے تو وہی سننے والے گواہ کافی تھے نکاح ہو گیا مگر عورت جبکہ بالغہ ہے تو اگر باپ نے اُس سے اجازت خاص بکر کے ساتھ نکاح کر دینے کی یا مطلق نکاح کی نہ لی تھی تو نکاح عورت کی اجازت پر موقوف رہا اگر وہ جائز کر دے گی جائز ہو جائے گا اور رد کر دے گی رد ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۴۴ از کانپور نئی سڑک متصل گرجا گھر متصل مکان احسان اللہ وکیل ڈاکٹر اللہ یار خاں مرسلہ خداداد خاں صاحب ۱۱ ربیع الاول ۱۳۱۸ھ

جناب مولانا صاحب زیدت معالیکم فی الدارین، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مجھے تعجب ہے کہ آج کل ندوہ کی ایسی خراب حالت کیوں ہو گئی، میں نے وہاں کے مفتی صاحب کے نام سے ٹکٹ رکھ کر ایک استفتا بھیجا مگر مطلقاً جواب نہیں دیا، اُن سے اگر اُس کا جواب نہیں ہو سکتا تھا تو واپس کر دینا چاہئے تھا نہ کہ دبا بیٹھنا۔ افسوس علماؤں کا نام بدنام کرنے کو جلسہ قائم کیا گیا ہے بے شک ؎

بدنام کنندہ نکونامی چند

(نیک نامی کو بدنام کرنے والا)

میرا تو پہلے ہی سے ارادہ تھا کہ آپ کے پاس بھیجوں مگر غلطی ہوئی کہ وہاں بھیج دیا، خیر اب بعینہٖ آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں کہ آپ براہِ نوازش جواب سے مشرف فرمائیے۔ جواب کے لئے ٹکٹ پیشِ خدمت ہے، زیادہ حدِ ادب۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ذیل کے مسئلہ میں کہ ایک لڑکی کا علاتی بھائی اُس کی عینی ماں اور ماموں کے مقابلہ میں ولی جائز ہے یا نہیں، وبر تقدیر ولی جائز ہونے کے اُس کی عدم موجودگی میں بلا اطلاع ورضا لڑکی بالغہ کا غیر کفو کے ساتھ ماموں اور اس کی ماں کا عقد کردینا کیسا ہے اور نیز لڑکی کی ماں اپنے شوہر کا متروکہ دین مہر میں پاچکی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں اُس لڑکی کا ولیِ نکاح اس کا علاتی بھائی ہے، ماں یا ماموں اس کے ہوتے کچھ استحقاق نہیں رکھتے۔

فی الدرالمختار الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام (الٰی قولہ) ثم لذوی الارحام العمات ثم الاخوال الخ اھ ملتقطا۔

درمختار میں ہے، نکاح کا ولی عصبہ بنفسہٖ ہوتا ہے اگر وُہ نہ ہو تو پھر ولایت ماں کو ہوتی ہے، انھوں نے ذوی الارحام پھوپھیاں پھر ماموں تک کو بیان کیا، الخ ملتقطا (ت)

شرع مطہر میں غیر کفو وُہ ہے جس کے نسب یا مذہب یا پیشے یا چال چلن وغیرہ میں کوئی ایسا نقص ہو جس کے باعث اس عورت کا اس سے نکاح ہونا اس کے اولیا کے لئے باعثِ ننگ وعار ہو، اور یہاں عوام غیر قوم کو غیر کفو کہتے ہیں اگرچہ شرافت میں اپنا ہمسر ہو، بلکہ بعض تو یہاں تک توسیع کرتے ہیں کہ اگر اپنے سے برتر ہو شرعًا میں اس میں نظر نہیں، مغل پٹھان کفو ہیں، شیخ قریشی وسادات کرام کفو ہیں، اپنا ہم قوم بد مذہب کفو نہیں، یہاں اگر عدمِ کفارت یہی محاورۂ عامیہ کے طور پر تھا یعنی وُہ شخص اس دختر کا ہم قوم نہ تھا مگر اُس طرح کا کوئی نقص نہ رکھتا تھا کہ شرعًا غیر کفو ہو جب تو یہ نکاح مطلقًا صحیح ومنعقد ہوگیا رضا واطلاع برادر کی حاجت نہیں دختر کہ بالغہ ہے اگر اُس سے اذن لے کر ہُوا تو نافذ ہوگیا ورنہ دختر ہی کی اجازت پر موقوف رہا، اگر جائز کرے گی نافذ ہوگا رُد کردے گی باطل ہوجائے گا، برادر وغیرہ کسی ولی سے کوئی تعلق نہیں لانقطاع الولایۃ بالبلوغ کما نصوا علیہ (کیونکہ بالغ ہونے پر ولایت منقطع ہوگئی جیسا کہ اُنھوں نے اس پر نص کی۔ ت) اور اگر عدمِ کفارت بہ معنی مذکور شرعی تھا تو یہ نکاح کہ بے رضائے ولی عصبہ ہُوا اصلًا نہ ہوا کہ اگر باجازت دختر تھا تو عورت جو نکاح غیر کفو سے بے رضائے عصبہ کرے باطل ہے، اور اگر ماں یا ماموں نے بطورِ خود بے اذنِ دختر کیا تو یہ وُہ عقدِ فضولی ہوگا جسے نافذ کرنے والا کوئی نہیں کہ اختیارِ تنفیذ عورت کو ہوتا وُہ خود ایسے نکاح پر

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۳

قادر نہیں، اور ہر عقد فضولی کہ وقتِ وقوع جس کا کوئی منفذ نہ ہو باطل ہے، ولی عصبہ بھی اپنی رضا شامل کرکے اسے صحیح نہیں کرسکتا کہ یہاں رضائے ولی قبلِ عقد لازم ہے بعدِ عقد لغو و بیکار ہے،

فی الدر المختار یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوٰی لفساد الزمان[1]، فی رد المحتار ھذا اذا کان لھا ولی لم یرض بہ قبل العقد فلا یفید الرضی بعدہ[2] بحر، فی الدر من فصل الفضولی کل تصرف صدر منہ کبیع وتزویج وطلاق ولہ مجیز ای من یقدر علی اجازتہ حال وقوعہ انعقد موقوفا وما لا مجیز لہ حالۃ العقد لا ینعقد اصلا[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے کہ غیر کفو میں نکاح کے جائز نہ ہونے کا فتوٰی ہے، زمانہ کے فساد کی وجہ سے یہی مختار ہے۔ ردالمحتار میں کہا کہ اگر لڑکی کا ولی نکاح سے قبل اس نکاح پر راضی نہ تھا تو بعد کی رضا مفید نہیں، بحر۔ دُر میں فضولی کی فصل میں ہے کہ فضولی کا ہر ایسا تصرف کہ اس کے صدور کے وقت کوئی اس کو جائز کرنے پر قدرت رکھنے والا موجود ہو تو فضولی کا وُہ تصرف موقوف ہونے کی حد تک جائز ہوگا، جیسا کہ بیع، نکاح دینا، طلاق وغیرہ، اور اگر کوئی اس وقت جائز کرنے والا موجود نہ ہو تو یہ تصرف قطعًا منعقد نہ ہوگا۔

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۳۵۰: از ستار گنج ۲۶ ربیع الآخر ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی دختر کی منگنی کرکے زوجہ اور دختر چھوڑ کر فوت ہُوا، ایک دن والدہ کی غیبت میں اُس لڑکی بالغہ کو چند شخصوں نے زبردستی ایک گھر میں کر دیا، والدہ نے کچہری میں دعوٰی کیا، اُدھر کا جواب یہ ہے کہ متوفی کا ایک بھائی جو دُوسرے باپ سے تھا اُس نے بلا اجازت دختر و والدۂ دختر کے نکاح کردیا، پس اس صورت میں ولایتِ نکاح ماں کو ہے یا نہیں اور کس کس رشتے دار کو ماں کے سامنے اجازتِ ولایت ہے، جس نے زبردستی اُس لڑکی کو گھر میں رکھا ہے اس نے لڑکی کی والدہ کا دُودھ پیا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

بالغہ پر ولایت جبر یہ کسی کو نہیں، ولی نکاح ہر عصبہ ہے یعنی نزدیک یا دُور کے دادا پردادا کی اولاد میں

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۱

[2] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۹۶

[3] درمختار کتاب البیوع فصل فی الفضولی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۱

جو مرد عاقل بالغ ہو رشتے میں سگا ہو یا سوتیلا مثلاً عورت کے پردادا کے سوتیلے پردادا کی نسل میں پرپوتے کا پرپوتا جب تک ان میں سے کوئی شخص عاقل بالغ موجود ہو ماں کو اصلاً ولایت نہیں، اور بعد بلوغ تو ماں کو ولایت سے کوئی تعلق ہی نہیں خواہ عصبہ موجود ہو یا نہ ہو،

لان حق الاولیاء بعد ذٰلک انما ھو فی الاعتراض ان نکحت غیر کفؤ او بغبن فاحش فی مھر المثل[1] وابطال النکاح بغیر الکفو اذالم یرض الولی بہ قبل العقد صریحا مع العلم بعدم الکفاءۃ وذٰلک انما ھو فی حق العصبۃ لاغیر[2] کمانص علیہ فی الدر وغیرہ۔

کیونکہ اس کے بعد اولیاء کا حق اعتراض صرف اس صورت میں ہے جب لڑکی نے غیر کفو اور انتہائی کم مہر پر نکاح کیا ہو یا جب نکاح سے قبل ولی کو غیر کفو ہونے کا علم ہوا تو صراحتاً اس نے اپنی عدم رضا کا اظہار کردیا ہو تو اس کو نکاح باطل کرنے کا حق ہے، اور حق اعتراض بھی صرف اولیاء عصبہ کو حاصل ہے کسی دوسرے کو نہیں جیسا کہ در وغیرہ میں اس پر تصریح ہے۔ (ت)

دودھ شریک بھائی سے نکاح نہ ہوسکنا خود ظاہر ہے مگر الزام اُس حالت میں ہے جب اُنھیں دودھ شریک ہونا معلوم ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۵۱: از کانپور محلہ فراشخانہ عقب آبکاری سڑک جدید متصل کوڑہ گھر مکان حافظ زبیر حسن عطار مرسلہ سید سعید الحسن صاحب ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ کے ایک بیٹی مسماۃ رضیہ شوہر متوفی سے ہے، جب رضیہ کی عمر آٹھ برس دو مہینے کی تھی ہندہ نے رضیہ کا عقد بزمانہ نابالغی ساتھ خالد کے کردیا لیکن بوجہ نابالغی رضیہ اپنے شوہر کے ساتھ نہیں رخصت ہوئی بدستور اپنی ماں کے ساتھ رہی، اب زمانہ عقد کو چارسال سے زیادہ عرصہ گزرا اور رضیہ بھی اب ہوشیار و بالغ ہوئی، اس درمیان میں خالد نے ایک دوسری عورت کو رکھ لیا جس سے اطفال بھی پیدا ہوئے، خالد کی وضع اور اطوار و چال چلن ہندہ و رضیہ کو تمام تر ناگوار ہیں اور تعلق ہونا خالد سے نہیں چاہتی کمال درجہ نفرت و انکار رکھتی ہے اور خلع چاہتی ہے، بحکم شرع شریف مسماۃ رضیہ کو کیا کرنا چاہئے جس سے اس کو خالد سے قطع تعلق ہوجائے اور عقد فضولی یہ عقد نابالغی کا قرار پائے گا یا نہیں؟ اور تعمیل حکم خلع کا کس طریقہ سے کیا جائے گا اور مدت نابالغی از روئے شرع شریف ہندوستان میں علی الخصوص ممالک مغربی و شمالی کے لئے کس سنہ و سال کی مقدار سے ہے؟ بینوا توجروا۔

---

[1] و [2] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۱-۹۲

الجواب

صورتِ مسئولہ میں اگر خالد رضیہ کا کفو نہیں یعنی مذہب یا نسب یا پیشے وغیرہ میں ایسا کم ہے کہ اُس کے ساتھ رضیہ کا عقد ہونا اور اولیائے رضیہ کے لئے موجب ننگ و عار ہو جب تو یہ نکاح سرے سے نہ ہُوا، مگر یہ نکاح کرنے والا رضیہ کا دادا ہو جو اس سے پہلے اپنی ولایت سے کسی نابالغ کا نکاح غیر کفو سے نہ کر چکا ہو یہ نکاح اُس کے اذن سے ہوا یا بعد نکاح اُس نے اپنی ولایت کی حالت میں نافذ کر دیا جائز رکھا تو نکاح صحیح و لازم ہے کہ بعد بلوغ رضیہ کی ناراضی بھی اُسے کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتی، اور اگر خالد رضیہ کا کفو بمعنی مذکور ہے مگر رضیہ کے لئے کوئی ولی عصبہ مثلاً عاقل بالغ بھائی یا بھتیجا یا چچا یا چچا کا بیٹا غرض دادا کی اولاد سے کوئی مرد موجود تھا اور ماں نے بغیر اُس کے اذن کے نکاح کر دیا تو تین صورتیں ہیں اگر اُس ولی نے نکاح کی اطلاع پا کر اپنی حالت ولایت میں رَد کر دیا تو اس صورت میں بھی وہ نکاح باطل ہو گیا کہ اب رضیہ کی رضا بھی اُسے نافذ نہیں کر سکتی اور اگر سُن کر اب تک ساکت رہا نہ رَد کیا نہ جائز رکھا تو وہ نکاح نکاحِ فضولی اور اجازتِ ولی پر موقوف تھا، جب رضیہ بالغ ہُوئی وہ اجازت خود اس کی طرف منتقل ہو آئی، اب اُسے اختیار ہے چاہے جائز کر دے جائز ہو جائے گا چاہے رَد کر دے، مثلاً کہہ دے میں نے اس نکاح کو رَد کر دیا میں اس نکاح پر راضی نہیں' یا مجھے یہ نکاح نامنظور ہے، صرف اتنے کہنے سے رَد ہو جائے گا زیادہ کسی امر کی حاجت نہیں، اور یہ اختیار رضیہ کو ہمیشہ رہے گا جب تک نکاح کو جائز نہ کرے گی اُس کے بعد پھر اختیارِ رَد نہیں رہتا اور اگر نکاح مذکور ولی غیر جد نے سُن کر جائز کر دیا یا ابتداءً نکاح ماں نے باذنِ ولی مذکور کیا یا رضیہ کے لئے کوئی ولی عصبہ تھا ہی نہیں خود ماں ولی تھی جس نے نکاح کر دیا تو ان سب صورتوں میں وہ نکاح صحیح و نافذ ہو گیا مگر از انجا کہ نکاح کنندہ غیر اَب وجد اور رضیہ دوشیزہ ہے اسے اتنا اختیار رہا کہ معاً بالغ ہوتے ہی فوراً فوراً اس نکاح کا فسخ چاہے تو فسخ کر دیا جائے گا اگر بعد بلوغ ذرا دیر گزری اور اُس نے فسخ کا ارادہ ظاہر نہ کیا تو نکاح تام و لازم ہو گیا کہ اب اس کی رضا و عدم رضا کچھ دخل نہ رہا، اس صورت اخیرہ اور نیز اُس صورت سابقہ میں جبکہ نکاح دادا کے کر دینے سے لازم ہو چکا ہو رضیہ اگر جُدائی چاہے تو اُس کے ہاتھ کوئی ذریعہ سوا خلع چاہنے کے نہیں یعنی بعوض مہر خواہ اور مال کے جس پر شوہر راضی ہو شوہر سے طلاق مانگے، اگر وہ دے دے گا قطع تعلق ہو جائے گا ورنہ صبر لازم ہے۔

فتح القدیر میں ہے:

الصبی اذا باع او اشتری او تزوج یتوقف علی اجازۃ الولی فی حالۃ الصغر فلو بلغ قبل ان یجیزہ الولی فاجازہ بنفسہ نفذ لانہا کانت

بچے نے جب خرید و فروخت یا نکاح کر لیا تو یہ امور ولی کی اجازت پر موقوف ہوں گے، اور اگر اس ولی نے بچے کے بلوغ سے قبل اجازت نہ دی ہو تو لڑکا اپنے بلوغ کے بعد خود ان امور کو نافذ کر سکتا ہے کیونکہ

متوقفة ولاتنفذ بمجرد بلوغه[1] اھ مختصرا وفی تنویر الابصار بطل خیار البکر بالسکوت عالمۃ بالنکاح ولایمتد الی المجلس وان جھلت بہ[2] الخ وباقی المسائل مشہورۃ وفی الکتب مذکورۃ۔

موقوف تھے اس لئے صرف لڑکے کے بلوغ سے نافذ نہ ہوں گے اھ مختصرا۔ اور تنویر الابصار میں ہے باکرہ بالغہ اگر اپنے نکاح کا علم ہوجانے پر خاموش رہے تو اس کا حقِ فسخ باطل ہوجاتا ہے اور جس مجلس میں علم ہُوا اس مجلس کے اختتام تک باقی نہ رہے گا اگرچہ وہ اس مسئلہ میں جاہل ہو۔ باقی مسائل مشہور اور کتب میں مذکور ہیں۔ (ت)

نابالغی کی حد پندرہ[15] سال کی عمر تک ہے، اس مدت سے پہلے اگر دختر کو نو برس یا پسر کو بارہ[12] برس کی عمر کے بعد آثارِ بلوغ مثل احتلام وحیض ظاہر ہوگئے تو اُسی وقت سے حکم بلوغ ہوجائے گا ورنہ پندرہ[15] برس کی عمر پُوری ہونے پر لڑکا لڑکی دونوں مطلقاً بالغ سمجھے جائیں گے اگرچہ کوئی علامتِ بلوغ ظاہر نہ ہو بہ یفتی کما فی الدر المختار[3] وغیرہ لقصر زماننا (اور اسی پر فتوٰی ہے جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے کیونکہ ہمارے زمانے کی عمریں کم ہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۵۲: از احمد آباد گجرات محلہ چکلہ کالوپور متصل پُل گلیارہ مرسلہ مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب ۱۶ ربیع الاول ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی لڑکی کی منگنی کرنے کے لئے سفر سے دوسرے شخص پر لکھا کہ میری لڑکی کی منگنی فلاں لڑکے کے ہمراہ کرنا لڑکی لڑکا دونوں نابالغ ہیں یہاں اس شخص نے جس کو فقط منگنی کی اجازت دی گئی تھی خود ولی ہو کر بعد منگنی کے نکاح بھی کردیا اُس کے والد کو خبر ہُوئی کہ لڑکی کا نکاح جس کو منگنی کا اختیار دیا تھا کردیا اُس سے یہ شخص خوش ہُوا اور اُس کے پڑھائے ہُوئے نکاح پر انکار نہ کیا اب یہ نکاح عندالشرع منعقد ہُوا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

منگنی کی اجازت نکاح کی اجازت نہ تھی،

فان ھذا عقد وذاك وعد وقد یفعل الوعد لینتظر الخاطب ثم ینظر

کیونکہ نکاح عقد ہے اور منگنی صرف وعدہ ہے جبکہ وعدہ کبھی اس لئے کرلیا جاتا تاکہ منگنی کرنے والے کا

---

[1] فتح القدیر فصل فی الوکالۃ بالنکاح مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۹۸
[2] درمختار شرح تنویر الابصار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۳
[3] درمختار کتاب الحجر فصل فی البلوغ " " " ۲/ ۱۹۹

ویتأنی فیہ فان وافق اجیب والا منع فلا یکون الرضا بالوعد رضا بالعقد وھذا ظاھر جدا۔

جائزہ لیا جائے اور غور کیا جائے اور تاخیر کی جاتی ہے تاکہ وُہ موافق ہو تو منگنی قبول کی جائے ورنہ انکار کیا جائے لہذا وعدہ پر رضا کو عقدِ نکاح پر رضامندی نہیں قرار دیا جاسکتا، یہ معاملہ ظاہر ہے۔ (ت)

تو یہ نکاح نکاحِ فضولی ہُوا اور اجازتِ ولی پر موقوف رہا، بعد سماعِ خبر اگر ولی نے قولاً یا فعلاً اس کی تنفیذ ظاہر کی نافذ ہوگیا صرف دل میں خوش ہونا اور زبان سے انکار نہ کرنا کافی نہیں لانہ سکوت والساکت لاینسب الیہ قول (کیونکہ یہ سکوت ہے اور ساکت کی طرف کوئی قول منسوب نہیں ہوسکتا۔ ت) درمختار میں ہے:

قبض ولی لہ الاعتراض المھر ونحوہ مما یدل علی الرضی دلالۃ لاسکوتہ مالم تلد[1] اھ مختصرا۔

لڑکی کے ولی کو مہر پر اعتراض تھا اس کے باوجود اس نے مہر وصول کیا اور ایسا کام کیا جس کو رضا پر دال قرار دیا جاسکتا ہے تو دلالۃً رضا ہوگی محض سکوت رضا نہ قرار پائے گا جب تک لڑکی کے ہاں بچہ پیدا نہ ہوجائے اھ مختصراً (ت)

پس اگر واقع اسی قدر ہے تو نکاح بدستور اس کی اجازت پر موقوف ہے باطل کردے خواہ نافذ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۲۵۳: ۲۲ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ بیوہ نے اپنا عقد ایک شریف اپنے خاندانی سے کرلیا اس پر عمرو و بکر و خالد نے اُسے اور اُس کی ماں اور شوہر کو برادری سے نکال دیا اور ایذا دی، اس میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر ہندہ نے عقدِ ثانی بعد عدت گزرنے کے کیا اور شوہر دوم بدمذہب نہیں جس سے نکاح باطل یا گناہ ہو اور ہندہ اگر کوئی عصبہ اپنا ولی رکھتی ہے تو شوہر دوم اس کا کفو ہوگا یا اگر کفو نہیں اور ولی نے دیدہ ودانستہ پیش از نکاح صریح اجازت دے دی ہو تو ان صورتوں میں ہندہ اور اس کی ماں اور شوہر پر کچھ الزام نہیں خالد عمرو بکر صرف بوجہ نکاح ثانی انہیں ایذا دیتے ہیں ظالم و گنہگار اور حق العبد میں گرفتار ہیں ان پر توبہ فرض ہے اگر نہ کریں تو خود یہی لوگ برادری سے نکال دینے کے قابل ہیں جو لوگ ان خالد عمرو بکر کا ساتھ دیں گے وہ بھی مستحقِ عذاب ہوں گے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1] | گناہ اور زیادتی میں باہم مدد نہ کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ[2] | جس نے کسی مسلمان کو ناحق ستایا اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالٰی کو ایذا دی۔ واللہ تعالٰی اعلم

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۵۴: ۲۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی دس برس کی ہے، ماں نانی چچا میں سے کس کو اس کے نکاح کا اختیار ہے، اور دختر کا ایک بھائی بھی دوازدہ سالہ ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

چچا کو ہے اگر بھائی نابالغ ہو ورنہ بھائی کو۔ بارہ برس کی عمر میں بلوغ ممکن ہے اگر وہ دعوی بلوغ کرے مانا جائے گا کما فی الدر المختار (جیسا کہ درمختار میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۵۵: مسئولہ کرم الدین صاحب ساکن جلالپور جٹاں محلہ ساہدوان ضلع گجرات ملک پنجاب۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین وفضلائے اسلام مبین اس صورت میں کہ خالد نے اپنی لڑکی نابالغہ جس کی عمر اندازی دس یا گیارہ برس کی تھی رحیم بخش بالغ کے ساتھ نکاح پڑھا دیا اب بوجہ کوئی فساد کے دختر بالغہ مذکور چاہتی ہے کہ نکاح فسخ ہوجائے آیا شرعا ممکن ہے کہ عقد مذکور باختیار دختر موصوفہ فسخ ہوجائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

باپ دادا جو نکاح نابالغہ کا کردیں وہ لازم ہوجاتا ہے، لڑکی بعد بلوغ کے خواہ کوئی اور اُسے فسخ نہیں کرسکتا، مگر صرف دو تین صورتوں میں جس کی اس وقت تفصیل کی حاجت نہیں ومن لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل (جو اپنے زمانے کے عرف سے ناواقف ہے وہ جاہل ہے۔ ت) مستفتی صاحب کو چاہئے کہ مفصل کیفیت سے مطلع کریں کہ وہ کیا فساد ہے جس کے سبب اب عورت فسخ چاہتی ہے اور اس فساد پر

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۲

[2] کنز العمال بحوالہ طب عن انس حدیث ۴۳۷۰۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۱۰
الترغیب والترھیب الترھیب من تخطی الرقاب یوم الجمعۃ مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۰۴

کب اطلاع ہوئی؟ اور باپ بھی وقتِ نکاح اس پر مطلع تھا یا نہیں؟ وہ فساد بعد نکاح حادث ہوا یا پہلے سے تھا؟ غرض سب حال بتفصیلِ تمام بیان کیا جائے تو جواب دیا جائے۔ درمختار میں ہے:

لزم النکاح ولو بغبن او بغیر کفؤ ان کان الولی المزوج بنفسہ ابا او جدا[1] الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

نکاح لازم ہوجائے گا جب نکاح دینے والا خود باپ یا دادا ہو اگرچہ انتہائی کم مہر سے یا غیر کفو میں ہو الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۵۶: مسئولہ شاہ معین احمد صاحب از ڈاکخانہ نگر اسٹیشن فتوحہ ضلع پٹنہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں زینب کی کل ایک اولاد ہے یعنی ہندہ دختر بکر بالغہ ہے ہندہ کے باپ نے قضا کیا، زید ہندہ کا علاتی بھائی ہے، زینب ہندہ کی ماں اور زید برادر علاتی نے ہندہ کی نسبت خالد بن بکر ساکن فلاں جگہ سے مقرر و پختہ کیا، اس کی خبر ہندہ کو بخوبی ہوگئی اس طرح سے کہ ہندہ اسی مکان میں رہتی تھی اور اس کے سامنے نسبت کی گفتگو ہوئی اور اس پر ثابت ہوگیا کہ میری نسبت فلاں جگہ فلاں شخص سے ہے گو اس سے خاص کسی نے کہا اور پوچھا نہیں اس کے بعد رقعہ تقرری تاریخ آمد برات کا خالد بن بکر کے یہاں سے آیا اس کی اطلاع بھی ہندہ کو ہوئی چنانچہ اس روز وہ سنواری بھی گئی اور جو مراسم کہ قبل نکاح اس طرف رائج ہیں مثلاً مانجھہ وغیرہ میں بیٹھنا اس سب کو اس نے انجام دیا اور کسی طرح کی ناراضامندی نہیں ظاہر کیا یہاں تک کہ تاریخ مقررہ پر برات آئی اور احباب واقربا اندر باہر جمع ہوئے، اس کی اطلاع بھی ہندہ کو ہوئی اس وقت بھی ہندہ نے کسی طرح ناراضامندی ظاہر نہیں کی، زید برادر علاتی نے چند شخصوں کے سامنے عمرو کو وکیل بالنکاح مقرر کیا اور عمرو نے جہاں برات کا قیام تھا وہاں جاکر سب لوگوں کے سامنے خالد بن بکر سے ہندہ کا نکاح مہر مثل پر کرادیا مگر اس کی اطلاع ہندہ کو عمرو وکیل نے یا زید برادر علاتی نے نہیں دیا بلکہ عورتوں میں کہہ دیا گیا کہ نکاح ہوگیا ______ اور یہ بات مشتہر ہوگئی کہ نکاح ہوگیا، اس کے بعد جو مراسم شادی اس طرف رائج ہیں ان سب کو ہندہ نے بخوبی ادا کیا اور کسی طرح کی ناراضامندی نہیں ظاہر کیا یہاں تک کہ رخصتی بھی ہوئی اور نوبت استراحت کی بھی آئی ان تمام متذکرۂ بالا زمانہ میں کبھی ہندہ نے اپنی ناراضامندی ظاہر نہیں کی اور نہ اس وقت تک کسی طرح کی ناراضامندی ظاہر کرتی ہے تو یہ نکاح صحیح ہوا یا کسی طرح کا شبہہ یا نقص رہ گیا، یہ شبہہ صرف اس وجہ کر پیدا ہے کہ ہندہ بکر بالغہ تھی اس سے قبل نکاح زید برادر علاتی نے یا کسی شخص نے صراحۃً استیذان نہیں لیا اور نہ بعد نکاح صراحۃً اس کو خبر دیا، گو اس کو خارجی طریقہ سے سب باتیں معلوم تھیں اور معلوم ہوئی اور نہ اس وقت تک اپنی رضامندی ظاہر کرتی ہے

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ١/ ١٩٢

بلکہ ظاہراً خوش معلوم ہوتی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اس صورت میں یہ نکاح فضولی تھا، اگر خبر نکاح سُن کر ہندہ نے کوئی قول یا فعل اظہار ناراضی کا نہ کیا بلکہ عادل ثقہ سے نکاح کی خبر سُن کر خاموش ہی ہورہی یا خبر کسی عادل سے نہ سُنی نہ ولی نے اُسے اطلاع کرا بھیجی تو ساکت رہی یہاں تک کہ شوہر سے برضا ہم خواب ہوئی تو نکاح نافذ و تام ہوگیا،

فی الھندیۃ اذا امکنت الزوج من نفسھا بعد مان وجھا الولی فھو رضا[1] وفی الدر المختار ن وجھا ولیھا واخبرھا رسولہ او فضولی عدل فسکتت فھواذن[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم

ہندیہ میں ہے کہ جب بالغہ نے خاوند کو جماع کا موقع دے دیا تو یہ ولی کے نکاح پر اس کی رضامندی ہوگی۔ درمختار میں ہے کہ اگر ولی نے نکاح دیا تو ولی کے قاصد نے یا کسی عادل اجنبی نے بالغہ کو اطلاع دی اور وہ اس پر خاموش رہی تو یہ رضامندی ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۵۷: از صاحب گنج گیا مرسلہ مولوی امیر الدین صاحب ۴ شعبان ۱۳۲۲ھ

علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں زید اور اس کی زوجہ ہندہ میں جنگ باغوائے مفسدان بدکاران پیدا ہوا اور ہندہ کے بطن سے ایک لڑکی زید کی جس کا نام سعیدہ تھا اور عمر گیارہ برس گیارہ مہینے کی تھی بکر نے اپنے لڑکے خالد کی منسوب سعیدہ سے چاہا زید کو منظور نہ ہوا تب بکر نے ہندہ زوجہ زید کو برہم کرایا اور ہندہ نے اس قدر فساد مچایا کہ زید کو مجبوری ہوئی مجبوری وتاکید وبخوف حکام ضلع بخیال اس کے کہ رفع جملہ فساد وقصہ ہوجائے گا اور یہ ثابت بھی کیا گیا تھا کہ اگر یہ عقد ہوگا تو قصہ سب دفع ہوگا وصلح سے زمانہ گزرے گا اس منسوب کو منظور کیا اور سعیدہ اپنی لڑکی کا نکاح خالد سے بلا اذن کر دیا لیکن خالد و سعیدہ سے آج تک ملاقات نہ ہوئی و نہ سعیدہ سے کسی قسم کی رضامندی لی گئی نہ سعیدہ کو سمجھایا گیا کہ کیا ہوتا ہے اور بعد نکاح کے خالد لندن چلا گیا اور بحیلہ تحصیل انگریزی وہاں فسق وفجور ولہو ولعب میں مبتلا ہوا چھ برس ہوا کہ خالد لندن میں ہے نہ پڑھتا ہے نہ آتا ہے اور نہ کسی قسم کی خبرگیری یا پرسش سعیدہ کی کرتا ہے زید نے بکر و خالد کو یعنی دونوں پدر وپسر کو لکھا کہ شادی کرلی جائے اور خالد آئے اور اپنی منکوحہ کو لے جائے، مگر نہ خالد آتا ہے نہ کسی قسم کی کفالت خرچہ کی سعیدہ کی خالد یا بکر اس کے باپ کی طرف سے ہوتی ہے اور بلکہ زید سے

www.alahazratnetwork.org

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الرابع فی الاولیاء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۸۷

[2] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۱

خرچہ لندن کے قیام کا طلب کیا جاتا ہے ان حالتوں سے فسخ ہوگا یا نہیں؟ اور سعیدہ مجاز ہے کہ اپنے باپ کے نکاح کو جو بخوشی نہیں بلکہ محض مجبوری و بخوفِ حکامِ وقت و توقعِ رفعِ خرخشہ کیا تھا اور رفع بھی نہ ہوا بلکہ بعد از لیباری جنگ کے خلع وجُدائی درمیان زید و ہندہ کے ہوگئی تو ایسے نکاح کو سعیدہ توڑ سکتی ہے یا نہیں اور خالد کا کب تک انتظار کیا جائے گا۔ نہ وہ آتا ہے اور نہ کسی قسم کی خبرگیری اخراجات کی بھی سعیدہ کی کرتا ہے بدستور سعیدہ اپنے باپ کے گھر ماں سے بھی جُدا پڑی ہے اور زید کو یہ بھی خیال ہے کہ خالد ہرگز نہیں آئے گا اور آئے گا تو بوجہ طرزِ معاشرت بدل جانے و صحبت غیر مذاہب کے حقوق کی تعمیل پوری پوری خالد سے ادا نہ ہوگی، ایسی حالت میں شریعت کیونکر سعیدہ کو مجبور کرے گی اور باپ کے ایک لغو و مجبوری سے عمل کے باعث وہ غریب بدقسمت سعیدہ پریشانی میں مبتلا رہے گی۔

الجواب

باہمی جھگڑے قصّے نہ حدِ اکراہ تک پہنچتے ہیں نہ نکاح میں اکراہ کو دخل ہے اگر ولی کسی کے جبر و اکراہ ہی سے نکاح کردے نکاح ہوجائے گا۔

فی الھندیۃ من الاکراہ زوجھا اولیاؤھا مکرھین فالنکاح جائز[1]

ہندیہ میں ہے کہ اگر اولیاء نے کسی جبر کی بنا پر نابالغہ کا نکاح دیا ہو تو نکاح جائز ہوگا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

نہ نابالغہ سے اجازت لینے کی حاجت نہ باپ کے کئے ہوئے نکاح پر عورت کو بعد بلوغ حقِ اعتراض، مگر اُس حالت میں کہ شوہر وقتِ نکاح کفو نہ تھا اور باپ اس سے پہلے بھی اپنی ولایت سے کسی لڑکی کا نکاح غیر کفو سے کرچکا ہو۔ غیر کفو وہ جس سے نکاح ہونا عرفاً اولیائے ہندہ کے لئے وجہ ننگ و عار ہو کہ وہ نسب یا پیشے یا مذہب یا چال چلن میں رذیل و ذلیل و بدنام ہو، یہاں جب یہ صورتیں نہیں نکاح بے شک نافذ و تام و لازم ہوگیا جو کسی کے رَد کئے سے رَد نہیں ہوسکتا، یہ اُس حالت میں ہے کہ سعیدہ وقتِ نکاح نابالغہ ہو جیسا کہ بظاہر اس کی عمر مذکور سے مترشح ہوتا ہے کہ ہندوستان میں اس عمر پر بلوغ نادر ہے، اگر بالغہ تھی کہ لڑکی نو برس کی عمر میں بالغہ ہوسکتی ہے تو وہ نکاح کہ باپ نے اس کے بے اذن کیا نکاح فضولی تھا اسے خبر پہنچنے پر اختیار تھا کہ رَد کردیتی مگر یہ رَد اسی جلسہ خبر میں ہوسکتا تھا اگر جلسہ بدل کر رد کرے تو مقبول نہ ہوگا، اور تقریر سوال سے سعیدہ کا رَد کرنا اصلاً ظاہر نہیں بلکہ یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ ساکت رہی اور بکر کا سکوت بھی اذن ہے تو نکاح یوں بھی لازم ہوگیا جس کے رد کی طرف سبیل نہیں مگر صورت

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الاکراہ باب الثانی فیما یحل للمکرہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۴۵

مذکورہ میں عورت کا ضرر صریح ہے، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

فامسکوھن بمعروف اوسرحوھن بمعروف۔[۱] عورتوں کو یا تو اچھی طرح رکھو یا اچھی طرح چھوڑ دو۔

اور فرماتا ہے: وعاشروھن بالمعروف[۲] (عورتوں سے اچھا برتاؤ کرو۔ ت) اور فرماتا ہے:

اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن۔[۳] جہاں آپ رہو وہاں عورتوں کو رکھو اپنے مقدور کے قابل اور انھیں نقصان نہ پہنچاؤ کہ اُن پر تنگی لاؤ۔

اور فرماتا ہے:

فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ۔[۴] پورے ایک طرف نہ جھک جاؤ کہ عورت کو یوں چھوڑ دو جیسے ادھر میں لٹکتی۔

اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاضرر ولا ضرار فی الاسلام۔[۵] دینِ اسلام میں نہ ضرر ہے نہ مضرت پہنچانا۔

لہذا حاکم پر واجب ہے کہ خالد پر جبر کرے کہ یا تو ہندہ کو رخصت کرائے یا طلاق دے، اور اگر وہاں کی صحبت سے خالد کا دین فاسد ہوگیا کہ نیچریوں کی طرح ضروریاتِ دین پر ہنسنے لگا تو آپ ہی نکاح جاتا رہے گا والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم۔

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۳۲۵: مرسلہ حاجی احمد اللہ خاں صاحب مرحوم از پیلی بھیت ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں ایک عورت ہندہ جس کی عمر ۱۳ برس کی تھی باپ اُس کا فوت ہوگیا اب ہندہ کے نکاح کی اجازت اس کی ماں نے ہندہ کی سوتیلی بہن جس کی عمر تخمیناً قریب چالیس کے ہوگی اس بہن نے ہندہ کو بچپن سے مثل اولاد کے پالا تھا اجازت دی تھی بلکہ ہندہ نے خود بھی اقرار کیا تھا ہندہ کی بہن نے سوتیلی بہن سے یہ کہلا بھیجا تھا کہ تم کو اختیار ہے جہاں چاہو اس کا نکاح کردو ہندہ کی بڑی بہن اور بہنوئی نے اپنے کفو میں ایک شریف خاندان کے لڑکے کے ساتھ بلکہ رشتہ داری میں نکاح کردیا اب بعد دو برس کے کچھ جھگڑا عورات میں باہم کسی بات پر ہوا یعنی ہندہ کی ساس اور ہندہ کی بڑی بہن میں، اس پر مسماۃ ہندہ کی ماں اور بہن دونوں اب یہ کہتی ہیں کہ ہندہ کا نکاح اس وجہ سے کہ اُس عمر تک بالغ نہیں ہوئی تھی

---

[۱] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۱ [۲] القرآن الکریم ۴/ ۱۹
[۳] القرآن الکریم ۶۵/ ۶ [۴] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۹
[۵] المعجم الاوسط حدیث ۵۱۸۹ مکتبۃ المعارف الریاض ۶/ ۹۱

وقت نکاح کے ہندہ کے چچا اور بھائی نہیں موجود تھے مگر ان کو علم تھا اور ہندہ کی ماں اور بہن میں ایک مدت سے رنج تھا آمد و رفت نہیں تھی جس پر ہندہ کی ہمشیرہ نے اُس کی والدہ سے اجازت چاہی تھی قبل از مہینہ بیس روز آگے دونوں میں صلح ہوگئی اور والدہ ہندہ کی لڑکی کو دو چار روز آگے اپنے مکان کو لے گئی تھی جب تاریخ نکاح قریب آئی تو پھر ہندہ کو اس کی بڑی بہن جس نے کہ اس کو پالا تھا اُس کے مکان پر بھیج دیا واسطے نکاح کے، اب ہندہ کی والدہ اپنے مکان پر ہندہ کو لے گئی بڑی بہن کے مکان سے بخوشی، ہندہ کی بڑی بہن کے خاوند ہندہ کے بہنوئی ہندہ کے نکاح میں گواہ تھے، اور بہنوئی کے بڑے بھائی وکیل نکاح کے تھے، نکاح خواں نابینا تھے، تو ایسی صورت میں نکاح ہندہ صحیح قرار پائے گا یا باطل! بینوا توجروا

الجواب

اگر ہندہ وقتِ نکاح فی الواقع نابالغہ تھی اور اس کے نکاح کی اجازت اُس کے جوان بھائی نے نہ دی تھی تو جو نکاح بڑی بہن نے ماں کی اجازت سے کیا بھائی کی اجازت پر موقوف رہا، اگر بھائی نے نکاح کی اطلاع پاکر انکار کردیا تو وہ نکاح باطل ہوگیا اور اگر پسند کیا اجازت دی تو نافذ ہوگیا، اور اگر ہنوز کچھ نہ کہا اور ہندہ اب بھی نابالغہ ہے تو اب بھی بھائی کی اجازت پر موقوف ہے اگر جائز کردے گا نافذ ہوجائے گا رد کردے گا تو باطل ہوجائے گا، اور اگر ہندہ کے بالغ ہونے تک بھائی نے نہ رد کیا نہ اجازت دی اور اب ہندہ بالغہ ہوگئی یعنی اس کی عمر پورے پندرہ سال کی ہوگئی یا اسے حیض آنے لگا تو اب وہ نکاح خود ہندہ کی اجازت پر موقوف ہے اگر جائز کردے گی جائز ہوجائے گا، اور اگر رد کردے گی باطل ہوجائے گا، اور اگر نکاح بھائی کی اجازت سے ہوا تھا یا بعد نکاح بھائی نے قبل بلوغ ہندہ اجازت دے دی تو نکاح نافذ تو ہوگیا مگر ہندہ کو خیار بلوغ ملے گا یعنی بالغہ ہوتے ہی فوراً فوراً اگر اُس نکاح سے اُس نے انکار کردیا ایک لفظ کی دیر نہ لگائی تو دعویٰ کرکے اس نکاح کو فسخ کراسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۵۹ تا ۳۶۶ مرسلہ حکیم محمد علی حسین خاں صاحب جاگیردار ریاست گوالیار صدر لشکر نیا بازار ۱۰ ذی القعدہ ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین سوالاتِ مندرجہ ذیل کی نسبت:

(۱) لڑکی کے والد نے منظر کو دہلی سے واسطے عقد لڑکی اپنی کے بمقام بھوپال طلب کیا اور بعد پہنچنے برات کے سرکار عالیہ میں ایک درخواست تحریر کرکے پیش کی کہ میں نے لڑکے کو بلالیا ہے سرکار عالیہ خداوندی فرماکر اس کار خیر کو اپنے روبکاری سے اہتمام فرمائیں، میں نے تاریخ عقد ۳ رمضان المبارک ۱۳۲۷ یوم دوشنبہ مقرر کردی ہے۔

(۲) سرکار عالیہ نے یہ درخواست منظور فرماکر جملہ انتظامات ضروری کیا تب حکم نافذ فرمادیا اور صاحبزادگان دام اقبالہ اور قاضی صاحب وغیرہ کربلا وا بھی پہنچ گیا۔

(۳) لڑکی اپنے ماموں کے یہاں تھی، لڑکی کے والد عقد کے دن لڑکی کو لانے کی غرض سے ماموں کے مکان پر گئے۔ ماموں نے عین وقت پر بھیجنے لڑکی سے قطعی انکار کیا، بیچارے شریف باپ نے اس غیرت کی وجہ سے زہر کھاکر اپنی جان کو ہلاک کیا۔

(۴) باپ ولی جائز کی اجازت تحریری بعد فوتی اُس کے یہ عقد کیا تب کچھ وقعت اور اثر رکھتی ہے یا نہیں؟

(۵) اب ماموں لڑکی کا بوجہ نفسانیت مظہر کے ساتھ عقد کرنے سے انکاری ہے اور اسی کے قبضہ میں لڑکی ہے۔

(۶) لڑکی کا سن گیارہ سال کچھ ماہ کا ہے۔

(۷) ورثا میں لڑکی کے ایک چچا حقیقی اور ایک ماموں حقیقی، ایک بھائی حقیقی نابالغ اور والدہ مطلقہ یہ شخص غیر کے نکاح میں ہیں۔

(۸) لڑکی کے چچا صاحب اس لڑکی کا مظہر سے عقد کرنے پر رضامند ہیں ان کی یعنی چچا صاحب موصوف کی محض اجازت سے عدم موجودگی اور بغیر اطلاع لڑکی کے نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں یا کہ لڑکی کا موجود ہونا وقتِ نکاح لازمی ہے؟ فقط

www.alahazratnetwork.org

الجواب

صورتِ مذکورہ میں جب تک وہ لڑکی نابالغ ہے (یعنی اسے حیض شروع نہ ہوا یا پندرہ سال کامل کی عمر نہ ہوئی) اُس وقت تک اُس کا ولی نکاح اس کا چچا ہے اور لڑکی کے بلوغ سے پہلے اس کا بھائی بالغ ہوجائے تو ولایت چچا سے بھائی کی طرف منتقل ہوجائے گی بہرحال ماموں یا ماں کو اس کے نکاح کا کچھ اختیار نہیں۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ علی ترتیب الارث والحجب فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام ثم للاخت ثم لولد الام ثم لذوی الارحام العمات ثم الاخوال۔[1]

نکاح کا ولی وراثت اور مانع ہونے کی ترتیب کے مطابق عصبات بنفسہٖ ہوتے ہیں، اگر یہ نہ ہوں تو پھر ولایت ماں کو حاصل ہوگی، پھر بہن پھر والدہ کی طرف سے بھائی پھر ذوی الارحام میں پھوپھی پھر ماموں کو حاصل ہوتی ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۳

دختر کی نابالغی میں چچا یا بالغ ہو کر بھائی اگر اس کا نکاح ایسے شخص سے کردے گا جو اس لڑکی کا کفو ہو یعنی مذہب یا نسب یا پیشہ یا چال چلن وغیرہ میں اتنا کم نہ ہو کہ اس کے ساتھ اس دختر کا نکاح باعثِ ننگ و عار ہو نہ دختر کے مہرِ مثل میں کمی فاحش کرے مثلاً لاکھ روپیہ مہرِ مثل ہو یہ پچاس ہزار باندھ دیں، جب ان دونوں نقصانوں سے خالی ہو تو چچا یا بھائی کا وہ کیا ہوا نکاح نافذ و صحیح و تام ہوگا نہ لڑکی سے اذن لینے کی اُن کو حاجت نہ اطلاع دینے کی نہ وقتِ نکاح لڑکی کے وہاں موجود ہونے کی، یہ سب بے ضرورت امور ہیں۔ درمختار میں ہے:

للولی انکاح الصغیر والصغیرۃ جبرًا۔[1]

باپ دادا کو نابالغہ پر جبری نکاح کی ولایت ہے (ت)

اُسی میں ہے:

لو زوجها الاقرب حیث هو جاز النکاح[2]

اقرب جہاں بھی نکاح کرے جائز ہوگا۔ (ت)

ماں یا ماموں کو اس نکاح پر اصلاً اعتراض نہیں پہنچ سکتا، ہاں لڑکی کہ دوشیزہ ہے اگر بالغہ ہوتے ہی معاً کہہ دے گی کہ میں اس نکاح سے راضی نہیں، یا اوّل سے اسے اطلاعِ نکاح نہ تھی تو بعد بلوغ جس وقت خبر پائی فوراً نکاح سے اپنی ناراضی ظاہر کرے تو اس صورت میں البتہ خود اس کو اختیار ہوگا کہ حاکمِ شرع کے حضور رجوع کرکے چچا یا بھائی کا کیا ہوا نکاح فسخ کرالے۔ درمختار میں ہے:

ان کان المزوج غیر الاب وابیه [illegible] من کفو وبمهر المثل صح ولهما ای لصغیر وصغیرۃ خیار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ بشرط القضاء للفسخ وبطل خیار البکر بالسکوت لو عالمة بالنکاح ولا یمتد الی اٰخر المجلس۔[1]

اگر نکاح دینے والا باپ دادا نہ ہو تو کفو اور مہرِ مثل کی صورت میں نکاح صحیح ہے لیکن نابالغ اور نابالغہ کو بلوغ پر یا بلوغ کے بعد علم ہونے پر بشرطِ قضاء فسخ کا اختیار ہوگا، اور بالغہ باکرہ کا اختیار اس کو علم ہوجانے پر سکوت کی وجہ سے باطل ہوجائے گا، اور مجلس کے اختتام تک یہ اختیار باقی نہ رہے گا (ت)

باپ چچا یا بھائی جس سے نکاح کردیں اگر وہ معنی مذکور دختر کا کفو نہ ہو اگرچہ ہم قوم ہو یا مہرِ مثل میں کمی فاحش کریں تو سرے سے نکاح ہوگا ہی نہیں۔ درمختار میں ہے:

ان کان المزوج غیرهما لا یصح النکاح

اگر غیر باپ دادا نے نابالغہ کا نکاح غیر کفو یا انتہائی

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

[2] " " " ۱/۱۹۳

[3] " " " ۱/۱۹۲-۹۳

من غیر کفؤ اوبغبن فاحش اصلاً۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	کم مہر سے دیا تو بالکل جائز نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

باپ کی اجازت تحریری کی عبارت محتاجِ نظر ہے، دیکھا جائے کیا لکھا ہے اور اب اس کا کیا اثر ہے اور اس کی بیداری حاجت بھی نہیں کر ولی شرعی موجود ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۶: مسئولہ محمد صبور صاحب ولد منشی محمد ظہور صاحب مرحوم مغفور ساکن بریلی محلہ پل قاضی ۱۲ صفر ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک بیوہ عورت نے ایسے رنڈوے شخص کے ساتھ نکاح کیا کہ جس کے دو لڑکے زوجۂ اولٰی سے تھے اب ان زن وشو سے ایک دختر پیدا ہوئی بعدہٗ اس شوہرِ ثانی کا انتقال ہوگیا، زاں بعد اس بیوہ عورت نے پھر اپنا نکاح کرلیا اب وہ لڑکی جو شوہرِ ثانی سے پیدا ہوئی تھی نابالغ ہے کہ جس کا نکاح اس عورت اور حال کے تیسرے شوہر نے ایک نابالغ لڑکے کے ساتھ بموجودگی اس کے والدین کے کردیا کہ جس کے اندر ابتدار قرار داد نسبت میں قبل از نکاح دوسرے شوہر کے دونوں لڑکوں کا بھی مشورہ رضامندی تھا لیکن وقت نکاح کے یہ دونوں لڑکے موجود نہ تھے اب یہ دونوں لڑکے اس نکاح سے نارضامند ہیں، کیا یہ نکاح جائز طریقہ سے ہوا یا ناجائز طور پر؟ اور اب قابل رہنے کے ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

شوہر دوم یعنی پدرِ دختر کے دونوں لڑکے کہ زوجۂ اولٰی سے ہیں اگر بالغ ہیں اس دختر کے ولی ہیں، اگر ان دونوں یا ان میں ایک نے پیش از نکاح عورت کے شوہر سوم یا خود عورت کو اس دختر کا نکاح اس نابالغ کے ساتھ کرنے کی اجازت دی تھی اور وہ نابالغ اس دختر کا کفو تھا یعنی نسب وغیرہ میں ایسا کم نہ تھا جس کے سبب اس سے نکاح اس دختر کے اولیاء کے لئے باعث ننگ وعار ہو تو یہ نکاح صحیح وجائز ونافذ واقع ہوا اور بلاوجہ صحیح شرعی اب ان لڑکوں کی ناراضی معتبر نہیں،

فان من سعی فی نقض ماتم من جھتہ فسعیہ مردود علیہ۔	جو اپنے تام کیے ہوئے معاملہ کو توڑنے کی کوشش کرے تو اس کی یہ کوشش مردود ہے۔ (ت)

ہاں دختر کو اختیار رہوگا کہ اگر پسند نہ کرے تو بالغہ ہوتے ہی معاً انکار کردے نکاح فسخ کرادیا جائے گا لانہ غیراب وجد (کیونکہ یہ غیر باپ دادا ہیں۔ ت) اور اگر لڑکوں نے ان کو نکاح کرنے کی اجازت نہ دی تھی اگرچہ وقت مشورہ اپنی رضامندی ظاہر کی تھی تو یہ نکاح کہ دختر کی ماں اور اس کے شوہر سوم نے بے اجازت اولیاء کیا اجازت اولیاء پر موقوف رہا ان لڑکوں نے خبر نکاح سُن کر اگر کوئی کلمہ رضا کہہ دیا یا کوئی فعل

لے درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

کو رضا پر دال ہوگیا تو نکاح نافذ ہوگیا اور اب ان کی نارضامندی بلاوجہ صحیح شرعی معتبر نہیں بلکہ وہی بحالِ بلوغ دختر کو اختیار انکار تو دعوٰی فسخ ہوگا اور اگر کوئی قول و فعل رضا کا بعد نکاح ان سے صادر نہ ہوا تھا کہ انھوں نے اُسے رد کردیا تو نکاح رد ہوگیا اور اب یہ دختر اس سے محض اجنبیہ ہے اور اگر وُہ لڑکا اس عورت کا کفو نہیں یعنی کوئی ایسی کمی رکھتا ہے جس سے اُس کے ساتھ نکاح اولیائے دختر کے لئے باعثِ بدنامی و مطعونی ہو تو یہ نکاح سرے سے ہُوا ہی نہیں اگرچہ خود لڑکوں نے کیا ہوتا اگرچہ دختر بعد بلوغ اس پر راضی ہوتی،

لانہ یفتی فی غیر الکفو بعدم الصحۃ اصلا لفساد الزمان[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

کیونکہ زمانہ کے فساد کی وجہ سے غیر باپ دادا کا دیا ہُوا نکاح غیر کفو اور غیر مہرِ مثل میں بالکل صحیح نہ ہوگا، اسی پر فتوٰی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۶۶: از بدایوں براہم پور مرسلہ عظیم اللہ خاں صاحب ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید پدر ہندہ نابالغہ کو بکر نے ازراہِ فریب یہ تیقن دلایا کہ خالد اس کا ہم قوم اور شریف الخاندان ہے اور اس طرح زید کو اس امر کی ترغیب دی کہ وہ اپنی نابالغہ دختر ہندہ کا نکاح خالد نابالغ سے کرے چنانچہ خالد کے ساتھ زید نے اپنی دختر نابالغہ کا عقد کرادیا ہندہ بعد عقد خالد کے ماموں زاد ہمشیرہ کے گھر جس کے زیر پرورش خالد بیان کیا گیا تھا رہی، صغیرہ ہندہ کو اب علم اس بات کا ہُوا کہ خالد اس کا ہم قوم و کفو نہیں ہے بلکہ ولد الحرام ذلیل قوم ہے تو ہندہ نے خالد کو اپنا شوہر نہیں جانا اور نہ اس کے پاس آئی گئی اور معاہدہ نکاح جو مرتب ہُوا تھا بوقتِ بلوغ فسخ کردیا، یہ انفساخ مطابق شرع محمدی ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

ہاں بصورتِ مستفسرہ میں نکاح فسخ کیا جائے گا یعنی ہندہ کو اختیار دعوٰے اور بعد دعوٰی حکماً فسخ ہوگا قاضیخاں و فتح القدیر و بزازیہ و ردالمحتار وغیرہ میں ہے:

زوج بنتہ من رجل ظنہ مصلحا لایشرب مسکرا فاذا ھو مدمن فقالت بعد الکبر لا ارضی بالنکاح ان لم یکن ابوھا یشرب المسکر

کسی شخص نے اپنی بیٹی کا نکاح ایسے شخص کو دیا جس کے متعلق باپ کو گمان تھا کہ صالح ہے اور شراب نہیں پیتا تو بعد کو معلوم ہُوا کہ وُہ شراب کا عادی ہے، بیٹی نے بلوغ پر باپ کے کئے ہُوئے نکاح کے بارے میں کہا کہ میں راضی

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱

ولا عرف به و غلبة اهل بیتها مصلحون فالنکاح باطل بالاتفاق اھ[1]۔

نہیں ہوں تو اگر باپ شرابی نہیں اور لڑکی کا خاندان غالب طور پر صالح لوگ ہیں تو بالاتفاق یہ نکاح باطل ہے اھ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

معناہ انہ سیبطل کما فی الذخیرۃ لان المسألۃ مفروضۃ فیما اذا لم ترض البنت بعد ماکبرت کما صرح بہ فی الخانیۃ و الذخیرۃ وغیرھما وعلیہ یحمل ما فی القنیۃ زوج بنتہ الصغیرۃ من رجل ظنہ حر الاصل وکان معتقا فھو باطل بالاتفاق اھ وعلم من عبارۃ القنیۃ انہ لا فرق فی عدم الکفاءۃ بسبب الفسق او غیرہ حتی لو زوجھا من فقیر او ذی حرفۃ ولم یکن کفوا لھا لم یصح افادہ فی البحر[2]۔

اس کا معنی یہ ہے کہ وُہ باطل کیا جاسکتا ہے جیسا کہ ذخیرہ میں ہے، کیونکہ مسئلہ کی صورت اس مفروضہ پر ہے کہ لڑکی نے بالغ ہونے کے بعد عدمِ رضا کا اظہار کیا ہو جیسا کہ ذخیرہ اور خانیہ وغیرہما میں اس کی تصریح کی ہے، اور قنیہ کے اس مسئلہ کو کسی نے اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح ایسے شخص سے کردیا جس کے بارے میں اسے گمان تھا کہ یہ اصلی آزاد ہے' بعد میں معلوم ہُوا کہ وہ کسی کا آزاد کردہ ہے، تو یہ نکاح بالاتفاق باطل ہے بھی اسی پر محمول کیا جائے گا اھ اور قنیہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر کفو فسق یا کسی اور وجہ سے ہو دونوں میں فرق نہیں، حتی کہ کسی نے نابالغہ کا نکاح فقیر یا کسی کسبی سے کردیا اور یہ کفو نہ تھا، تو بھی نکاح صحیح نہ ہوگا، اس کا افادہ بحر میں ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

درمختار میں ہے :

الفرقۃ ان من قبلھا ففسخ وان من قبلہ فطلاق و شرط للکل القضاء الا ثمانیۃ[3]۔

اگر لڑکی کی طرف سے تفریق کی وجہ ہے تو فسخ ہوگا' اور اگر خاوند کی طرف سے ہو تو وہ طلاق ہے اور ہر صورت میں قضا شرط ہے ماسوائے آٹھ صورتوں کے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار | باب الکفاءۃ | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۳۲۱
فتاوٰی قاضی خاں | فصل فی الکفاءۃ | مطبوعہ نولکشور لکھنؤ | ۱/۱۶۲
فتح القدیر | " " " | مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر | ۳/۱۹۵

[2] ردالمحتار | باب الولی | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۳۰۵

[3] درمختار | " | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۹۳

خانیہ میں ہے:

لایکون الفسخ لعدم الکفاءۃ الا عند القاضی لانہ مجتہد فیہ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم

کفو نہ ہونے کی بنا پر فسخ صرف قاضی کے ہاں ہی ہوسکتا ہے کیونکہ یہ مسئلہ اجتہادی ہے اھ (ت)

مسئلہ ۳۶۶: مسئولہ خان بہادر مولوی محمد خلیل اللہ خاں ڈاک خانہ گوڑ ضلع لکھیری

مسماۃ ہندہ نے انتقال کیا اور اولاد دختری سے دو لڑکیاں چھوڑیں۔ وقت انتقال مسماۃ مذکورہ کی لڑکیوں نے اپنے حقیقی نانا کی پرورش ہر قسم کی اس وقت تک پائی، دختران کی عمر سن بلوغت کو پہنچی ہے۔ والد لڑکیوں کا اپنے وطن میں موجود ہے اور کسی قسم کی امداد پرورش دختران مذکور نہیں کرتا۔ والد و والدہ دختران مذکور کا شادی کا انتظام کرتا ہے تو والد منع آتا ہے، والد شریک شادی دختران مذکور بوجہ اس کے کہ صرف شادی سے علیحدہ رہے، نہیں ہوتا ہے، تو ایسی حالت میں حقیقی نانا بحیثیت ولی کے نکاح کرسکتا ہے اگر نکاح دختران مذکور کا حقیقی نانا ایسی حالت مذکورہ میں کردے تو کیا مناسب ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

لڑکیاں جبکہ بالغہ ہوگئیں اُن پر ولایت جبریہ کسی کی نہ رہی، اُن کی رضا سے جو نکاح ان کا ہو صرف دو حالت میں ولی یعنی ان کے باپ کو اُن پر اعتراض کا حق ہوگا، اول یہ کہ جس سے نکاح کیا جائے وہ اس دختر کا کفو نہ یعنی نسب یا مذہب یا چال چلن یا پیشہ وغیرہ کسی بات میں اُس سے اتنا کم ہو کہ اس سے نکاح ہونا پدر و دختر کے لئے باعث ننگ و عار ہو، اس صورت میں تو جب تک باپ پیش از نکاح اُس شخص کو غیر کفو جان کر صراحۃً اجازت نہ دے نکاح ہوگا ہی نہیں محض باطل ہوگا۔ دوم یہ کہ دختروں کے مہر میں کمی فاحش کی جائے مثلاً اُس کا مہر مثل ہزار روپے ہو اور پانسو باندھا جائے، اس صورت میں باپ کو اعتراض کا حق ہوگا یہاں تک کہ شوہر مہر پورا کرے اور جب ان صورتوں سے پاک ہو یعنی جس سے نکاح کیا جائے وہ نسب و مذہب وغیرہ میں دختر سے ایسا کم بھی نہ ہو کہ اس سے نکاح ہونا پدر و دختر کے لئے باعث مطعونی و بدنامی ہو، اور مہر مثل میں بھی کمی فاحش نہ کی جائے، تو لڑکیوں کی اجازت سے نانا کا ایسا کیا ہُوا نکاح صحیح و تام و نافذ و لازم ہوگا جس پر پدر دختران کو کوئی اعتراض نہیں پہنچتا۔ درمختار میں ہے:

لا تجبر البالغۃ البکر علی النکاح لانقطاع الولایۃ بالبلوغ[2]۔

باکرہ بالغہ پر ولایت اجبار نہیں کیونکہ اس کے بالغ ہوجانے پر یہ ولایت ختم ہوچکی ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی الکفاءۃ نولکشور لکھنؤ ۱/۱۶۲

[2] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱

اسی میں ہے :

نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی وله اذا کان عصبة الاعتراض فی غیر الکفو ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلاً[1]

آزاد عاقلہ بالغہ کا اپنا کیا ہوا نکاح ولی کی رضا کے بغیر بھی نافذ ہوگا، ولی اگر عصبہ ہو تو اس کو غیر کفو کی صورت میں اعتراض کا حق ہے اور غیر کفو میں نکاح کے عدم جواز کا فتوٰی دیا جائے گا۔ (ت)

اسی میں ہے :

لو نکحت باقل من مهرها فللولی العصبة الاعتراض حتی یتم مهر مثلها ویفرق القاضی بینهما دفعا للعار[2] واللہ تعالٰی اعلم

اگر لڑکی نے انتہائی کم مہر پر اپنا نکاح کیا ہو تو ولی عصبہ کو حقِ اعتراض ہے حتی کہ مہرِ مثل پورا کریں، اور قاضی ولی کی عار کو ختم کرنے کے لئے نکاح کو فسخ کرسکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۳ از موضع ساندھن ڈاکخانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ مرسلہ محبوب احمد صاحب ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

والدِ ہندہ نابالغہ کے فوت ہونے پر ہندہ کے شرعی وارث موجود ہیں مگر وہ ولی بننے سے انکار کرتے ہیں ہندہ کی ماں حقیقی جس نے اب عقدِ ثانی کرلیا ہے وہ یا اس کا شوہرِ ثانی ولی بن سکتے ہیں یا نہیں ؟

الجواب

ولی بننا نہ بننا اپنا اختیاری نہیں، جس کو شرعِ مطہر نے ولی کیا وہ ولی ہے اس کے انکار سے کچھ نہیں ہوتا، ہاں اگر صورت یہ ہے کہ کفو موجود ہے اور ولی بلاوجہ شرعی اس کے نکاح کرنے سے انکار کرتا ہے اور اس انکار میں کفو کے فوت ہونے کا اندیشہ صحیح ہے تو جو ولی ابعد ہے اگرچہ ماں ہو اگرچہ نکاح کرچکی ہو وہ وہاں کے عالمِ دین سُنّی صحیح العقیدہ کے صوابدید سے نابالغ کا نکاح کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۴ از افضل گڑھ ضلع بجنور محلہ قاضی سرائے مرسلہ راغب الدین صاحب ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

زید نے ہندہ سے نکاح کیا، ایک دختر پیدا ہوئی، جب عمر دختر کی تین سال کی ہوئی زید نے ہندہ کو طلاق دی، وہ دختر بھی ہندہ کے پاس رہی، بعد ختم ہونے عدت کے ہندہ نے اپنا نکاح بکر سے کیا، جب دختر کی عمر قریب نو سال کے ہوئی تب اس کا نکاح ہندہ اور بکر نے ایک سے کردیا وہ شخص بالکل اسلام سے

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱
[2] " باب الکفاءۃ " " " ۱/۱۹۵

واقف نہیں، نہ روزہ رمضان شریف نہ نماز کبھی ادا کرتا ہے، اب عمر دختر کی پندرہ سال ہے، وہ پابند صوم وصلوٰۃ ہے اور کلام مجید اور دو چار کتاب مسائل کی جانتی ہے وہ اس کے یہاں رہنا نہیں چاہتی، اور ولی اصلی زندہ ہے اس نے اجازتِ نکاح نہیں دی، یہ نکاح عند الشرع درست ہے یا نہیں؟

الجواب

اتنے گول سوال کا کوئی جواب نہیں ہوسکتا۔ نکاح بکر و ہندہ نے کیا، اُس وقت لڑکی نو برس کی تھی، معلوم ہونا چاہئے کہ بالغہ تھی یا نابالغہ، نو برس کی لڑکی بھی بالغہ ہوسکتی ہے، اس نکاح کی خبر زید کو کب پہنچی، اور اُس نے اُس وقت یا اُس کے بعد کیا کہا، وہ لفظ لکھے جائیں، رخصت کس کے اختیار سے ہوئی، شوہر کے یہاں سے باپ کے یہاں بھی آنا جانا رہا یا نہیں، لڑکی اگر اُس وقت نابالغہ تھی تو کب بالغہ ہوئی، اس کو کتنا زمانہ گزرا پھر وُہ جو شوہر کے یہاں نہیں رہنا چاہتی یہ کتنے زمانہ سے ہے، اور یہ کراہت صرف قلب سے ہے یا زبان سے بھی کچھ کہا، کہا تو کیا لفظ کہے اور کب کہے، شوہر سے اس کے کوئی اولاد بھی ہوئی یا نہیں، ان سب باتوں کا مفصل جواب لکھنے پر حکم لکھا جاسکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ [illegible] از چھاؤنی ملتان مرسلہ کریم بخش صاحب خانساماں ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

حسین بخش خانساماں کی دختر کی شادی پیر بخش خانساماں از کوہ سپاٹو ضلع شملہ عرصہ گیارہ بارہ برس کا ہوا کہ جس وقت برخورداری کی نسبت پیر بخش خانساماں کے ساتھ بندوبست کیا گیا تھا تو اُس وقت پیر بخش خانساماں کی پہلی زوجہ جو کہ شادی کی ہے بسبب نہ اولاد ہونے کے دوسری شادی کا انتظام کیا دختر حسین بخش کے ساتھ، پیر بخش اقرار گھر دامادی کا کیا جو رجسٹر مسجد کوہ سپاٹو ضلع شملہ میں موجود ہے، اور پیش امام مسجد کے جنھوں نے نکاح پڑھایا تھا وُہ بھی اسی وقت موجود ہیں، جس وقت نکاح وغیرہ سے فارغ ہوئے تو دوسرے دن پیر بخش نے جھگڑنا شروع کیا کہ میری زوجہ میرے ہمراہ بھیج دو، لڑکی کے والدین نے پنچ کی رُو سے انکار کیا کہ چند عرصہ تم ہمارے ہمراہ رہو جب تمھاری بی بی کی رضا تمھارے ساتھ جانے کی ہو لے جاؤ، اس شخص نے اصرار کیا کہ میرے ہمراہ ابھی بھیج دو، یعنی شروع سے جھگڑا یہاں کئی ایک ماہ ان کا جھگڑا رہا، چند عرصہ کے بعد جو کہ زوجہ پیر بخش کا چھوٹا بھائی تھا اس نے فیصلہ کیا کہ پیر بخش کی زوجہ کو پیر بخش کے ہمراہ کردیا، بعد عرصہ کے لڑکی حمل سے ہوئی تو اپنی ماں کے پاس آئی، لڑکی پیدا ہوئی جو اس وقت تیرہ چودہ برس کی ہے، جس وقت لڑکی دو ماہ کی ہوئی تو زوجہ پیر بخش اپنے خاوند کے ساتھ چلی گئی، بسبب نا اتفاقی ان دونوں عورتوں میں جھگڑا رہا، چھ ماہ کے بعد زوجہ پیر بخش پھر اپنے والدین کے پاس آگئی پھر ان کا اتفاق کردیا گیا، پھر زوجہ پیر بخش اپنے خاوند کے ہمراہ چلی گئی، بعرصہ تین ماہ بعد پھر واپس بھیج دی، پیر بخش کے پھر بعد کو لڑکا پیدا ہوا جو کہ عمر گیارہ بارہ برس کا ہے، نہ تو اس شخص

40/40

نے کھانا کپڑا دیا نہ اپنے بچوں کو لے گیا، چار دفعہ پنچایت میں فیصلہ ہوا کہ جو کچھ زر بچوں کی پرورش کرنے میں ہوا وہ ادا کردو اور اپنے بال بچوں کو لے جاؤ، مگر یہ شخص پنچوں میں بھی اقرار کرگیا وہ پورا نہ کیا نہ جواب دیا یعنی بہتیرا کچھ اس شخص کو سمجھایا گیا لیکن اس عرصہ گیارہ بارہ برس میں کوئی خیال نہ کیا، پچھلے سال اس لڑکی کے ماموں نے منگنی بھی کردی اس وقت بھی کوئی خیال نہ کیا بلکہ خود جاکر لڑکی کے ماموں نے کہا کہ یا تو تم لڑکی کی شادی کرو اگر تم لڑکی کی شادی نہیں کرسکتے تو تم لادعوٰی ہو، کوئی جواب نہیں دیا، اب لڑکی کے ماموں نے چاہا کہ شادی کردی جائے، تو پیر بخش نے اپنے خسر کے نام نوٹس دی کہ تم لڑکی کی شادی نہ کرنا ورنہ ہم کچہری میں دعوٰی کریں گے آپ کی زیر باری ہوگی اس لڑکی کا ماموں ملتان گیا پیچھے نوٹس دی، اس گیارہ بارہ برس کے اندر ایک پیسہ اپنے بال بچوں کو نہیں دیا گواہ موجود ہیں، یہ فیصلہ آپ کے پاس بھیجا جاتا ہے کہ آپ شریعت کی رو سے فتوٰی عنایت فرمائیں۔

الجواب

لڑکی بالغہ ہے یعنی اُسے ماہواری عارضہ آتا ہے جب تو نکاح میں خود لڑکی کی اجازت کافی ہے بشرطیکہ کسی غیر کفو سے نکاح نہ ہو، یعنی ایسے سے نہ ہو جو مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ میں اتنا کم ہو جس سے نکاح اس دختر کا پیر بخش کے لئے باعثِ ننگ و عار ہو، اور اگر لڑکی نابالغہ ہے تو ضرور اُس کے باپ کی اجازت درکار ہے بے اُس کی اجازت کے اگر نانا یا ماموں یا کوئی نکاح کردے گا تو پیر بخش کی اجازت پر موقوف رہے گا وہ جائز کردے گا جائز ہوجائے گا رَد کردے گا باطل ہوجائے گا، ہاں اگر کفو کے ملتے ہوئے پیر بخش نکاح میں تاخیر کثیر کرے جس سے ضرر کا اندیشہ ہو نہ آپ نکاح کرے نہ دوسرے کو اجازت دے تو اس وقت پیر بخش سے اُتر کر نابالغہ کا جو ولی ہوگا مثلاً دادا پھر سگا بھائی پھر سوتیلا پھر سگا بھتیجا پھر سوتیلا پھر سگا چچا پھر سوتیلا پھر سگے چچا کا بیٹا پھر سوتیلے کا، غرض دادا کی اولاد میں کوئی مرد عاقل بالغ کہ باپ کے بعد اُس سے قریب تر کوئی نہ ہو اسے اختیار ہوگا کہ لڑکی کا نکاح کسی کفو سے بمعنی مذکور سے کردے اور اُس وقت باپ کو اعتراض کا کوئی حق نہ ہوگا اگر دادا پردادا دور و نزدیک کی اولاد قریب و بعید میں کوئی ایسا مرد نہ ہو اُس وقت ماں کو اختیار ملے گا۔

دُرِمختار میں ہے:

ان لم تکن عصبۃ فالولایۃ للام[1]۔ اگر عصبات نہ ہوں تو ولایت ماں کو حاصل ہوگی۔ (ت)

اسی میں ہے:

یثبت للابعد التزویج بعضل الاقرب اقرب کے نکاح نہ کرنے پر ابعد کو نکاح دینے کا

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۳

ای بامتناعه عن التزویج اجماعا خلاصۃ۔ | بالاجماع اختیار ثابت ہے۔ خلاصہ۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

بامتناعه عن التزویج من کفؤ بمهر المثل اما لوامتنع عن غیر الکفؤ او لکون المهر اقل من مهر المثل فلیس بعاضل۲؎

مہر مثل اور کفو میں اقرب کے نکاح نہ کرنے پر ابعد کو اختیار ہے ورنہ اگر اقرب کم مہر اور غیر کفو میں نکاح سے انکار کرے تو پھر اس کو مانع قرار دینا درست نہیں ہے۔ (ت)

یہاں ضرر سے مراد یہ ہے کہ کفو ملتا ہو اور اس کے ساتھ اس نابالغہ کا نکاح کسی وجہ سے خلافِ مصلحت نہ ہو مہر مثل بھی پورا دینے کا کہتا ہو اور بلاوجہ باپ نہ مانے اور نکاح نہ کرے نہ کوئی دوسرا کفو موجود ہو جس سے وہ نکاح کرنا چاہتا ہو تو اس حالت میں اور جو اولیا ہم نے شمار کئے اُن میں سے جو قریب تر ہو اس سُنّی دیندار عالم کی رائے سے جو وہاں سب سے زیادہ فقیہ ہو اس کفو موجود سے مہر مثل یا اس سے زائد پر نکاح کردے۔

وذٰلک لانهم اختلفوا فی المراد بالابعد الذی یثبت له التزویج بعضل الاقرب فذهب فی شرح الوهبانیة ان المراد ولی الحاکم (؟) اولیاء النسب وبه جزم فی البحر ونقله فی الدر ثم استدرك علیه بما فی القهستانی عن الغیاثی لولم یزوج الاقرب زوج القاضی عند فوت الکفؤ۳؎ اھ قال ش ای خوف فوته۴؎ ثم نقل عن رسالة العلامة الشرنبلالی کشف المعضل فیمن عضل نصوصا وافرة متظافرة علی

یہ اس لئے کہ اس ابعد کے بارے جن کو اقرب کے انکار پر نکاح دینے کا جواز ہے میں فقہاء کا اختلاف ہے وہبانیہ میں اس طرف رجحان ہے کہ ابعد اولیائے مراد نسبی اولیاء ہیں اور بحر میں اسی پر جزم کیا ہے، اور دُر میں اس کو نقل کیا اور پھر اس پر استدراک کرتے ہوئے قہستانی میں غیاثی کے حوالے سے کہا کہ اگر اقرب نکاح نہ دے تو کفو کے فوت ہونے کی صورت میں قاضی نکاح کرئے اھ اور شارح نے کہا کہ کفو کے فوت ہونے کا خطرہ ہو تو قاضی نکاح کردے۔ پھر انھوں نے علامہ شرنبلالی کے رسالہ کشف المعضل فیمن عضل

۱؎ درمختار	باب الولی	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۹۴
۲؎ ردالمحتار	"	داراحیاء التراث بیروت	۲/۳۱۶
۳؎ درمختار	"	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۹۴
۴؎ ردالمحتار	"	داراحیاء التراث بیروت	۲/۳۱۶

4 ان المراد بالا بعد القاضی ولا قاضی ھھنا فقد تدارکنا بما ذکرنا من جمیع النظرین، واللہ المستعان واللہ تعالٰی اعلم۔

سے بہت سی نصوص نقل کیں کہ ابعد سے مراد قاضی ہے اور یہاں قاضی نہیں ہے اس لئے ہم نے نقصان کا تدارک کرتے ہوئے مذکور اولیا۔ کو ذکر کیا ہے تاکہ دونوں مصلحتیں جمع ہوجائیں، اور اللہ تعالٰی سے ہی امداد طلب کی جاتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴۳ از موضع پکریا ڈاک خانہ بانکی ضلع ڈالٹن گنج مرسلہ سید منہاج الحق صاحب احراری ۸ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

ہندہ کے شوہر نے قضا کیا اور عمرو سے بیوہ کا ناجائز تعلق ہوا، بعد خبر پانے کے بکر جو ہندہ کا چچا ہے بسا سرزنش گھر میں بند رکھا اور کچھ دنوں باہر نکلنے نہ دیا اور بزور اپنے لڑکے زید سے جس کی بی بی موجود ہے بے رضامندی جو بخوفِ ہلاکت ہندہ نے قبول کیا نکاح کردیا، وکیل نکاح واقعہ معلومہ نے بمقابلہ شاہدین اجہل جو چچازاد بھائی بیوہ کے ہیں برضامندی اجازتِ عقدِ نکاح چاہی، بخوفِ جان ہندہ نے قبول کیا اور اذن دیا، بعد دو چار ماہ کے موقع وقت پاکر عمرو کے یہاں چلی آئی اور ہنوز اس کے مکان میں موجود ہے، ہندہ سے بمقابلہ چند گواہان پوچھا گیا حلفاً بیان کیا کہ ہم کو ہرگز ہرگز منظور نہ تھا جبرتے بکر وغیرہ کے جو دھمکی ہلاکت دیا تھا اقبال کیا لعدہٗ ہم دونوں کو یعنی ناکحین کو لوگوں نے ایک مکان میں بند کردیا چنانچہ خلوت صحیحہ بھی اسی قاعدہ مسطورہ صدر سے ہوا پس صورتِ مستفسرہ میں امیدوار جواب باصواب کا ہوں، ایسا نکاح جائز ہوسکتا ہے یا نہیں کیونکہ ہندہ نے اقرار زبانی کیا دلی حالت کسی کو معلوم نہیں، صورتِ مذکورۂ بالا میں طلاق کی بھی ضرورت ہوگی یا نہیں؟ حسب بیان وخواہشِ ہندہ بغیر طلاق عمرو سے نکاح یا بعد طلاق وعدت؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر واقعی اکراہ ومجبوری کی صورت نہ تھی صرف دھمکی تھی اور اسے بھی صحیح طور پر اندیشۂ جان نہ تھا جب تو وہ اذن صحیح ہوگیا اور اگر اس وقت واقعی اکراہ تھا اور شوہر کے پاس جانا بلا اکراہ ہوا تو اگر پہلے نہ بھی تھی اب ہوگئی، ان دونوں صورتوں میں نکاح ہوگیا اور بغیر موت یا طلاق شوہر وانقضائے عدت دوسرے سے نکاح نہیں ہوسکتا، اور جانا بھی باکراہ تھا اور جیسا کہ ہندہ کا بیان ہے خلوت بھی باکراہ ہوئی تو یہ مسئلہ شدید الاشکال ہے کتابوں میں اس کا جزئیہ کہیں نہیں، علامہ خیرالدین رملی کی نظر حاشیۂ بحرالرائق میں صحت توکیل کی طرف گئی اور حاشیہ منح الغفار میں عدم جواز کی طرف علامہ شامی نے کتاب الاکراہ میں اول کی طرف میل فرمایا اور آخر میں بھی لکھا کہ:

الحاصل ان المحل محتاج الٰی زیادۃ

حاصل یہ کہ یہ مقام زیادہ تحریر وتحقیق کا محتاج ہے

التحریر وھذا غایۃ ماوصل الیہ فھمنا القاصر، واللہ تعالٰی اعلم۔ اور جہاں ہمارا قاصر فہم پہنچا وہ یہی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

فقیر نے اُس پر اپنی تعلیقات میں اُن کی ابحاث سے جواب دے اور تعلیقات کتاب الطلاق میں اوّلاً وجوہِ جواز لکھ کر انھیں رَد کیا اور عدمِ جواز کی ترجیح بیان کی اور آخر میں یہی لکھا کہ:

بالجملۃ محل اشتباہ ولابد من تحریر فوق ذٰلک، واللہ تعالٰی اعلم۔ غرض یہ کہ محلِ اشتباہ ہے تو اس کی صفائی کے لئے اس سے زائد تحقیق کی ضرورت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

ایسی شدید مشتبہ حالت میں بھی احتیاط یہی ہے کہ بلا طلاق و مرورِ عدت نکاحِ ثانی کی جرأت نہ کی جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۷۳: از شہسرام ضلع گیا مرسلہ حکیم سراج الدین احمد صاحب ۳ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

نابالغ کے نکاح میں اُس کے ولی سے ایجاب کرانے کی نوبت پہنچے گی تب تعیینِ مہر بحیثیت ولی کے ہوگی پس بعد بلوغ اقبال سے وُہ نابالغ اُس مہر کے ناراض ہو اور انکار کرے تو کیا حکم ہوگا۔ بینوا توجروا۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

وُہ ولی جس نے نابالغ کا نکاح کیا اس کا باپ یا باپ نہ ہونے کی حالت میں دادا ہے ایسا جو اس سے پہلے کوئی نکاح اپنی ولایت سے مہر میں ایسے فرقِ کثیر یا غیر کفو سے ذکر چکا ہو نہ اس نکاح کے وقت نشہ میں ہو جب تو نکاح صحیح اور یہی مہر لازم ہوگیا، نابالغ کو کسی وقت کوئی حقِ اعتراض نہیں، اور اگر نکاح کرنے والا اَب و جَد کے سوا اور کوئی ولی ہے یا اَب و جَد ہیں اور اُس وقت نشہ میں تھے یا اس سے پہلے بھی کوئی نکاح اپنی ولایت سے ایسا کر چکے تھے اور مہر میں مہرِ مثل سے فرقِ کثیر ہے مثلاً پسر کا نکاح ہے اور عورت کا مہرِ مثل دس ہزار تھا انھوں نے پندرہ ہزار بندھوایا یا دختر کا نکاح ہے اور مہرِ مثل دس ہزار تھا انھوں نے پانچ ہزار بندھوایا تو اس صورت میں نکاح سرے سے ہوگا ہی نہیں فسخ کی کیا حاجت ہے، اور اگر فرق فاحش نہیں مثلاً پسر کے نکاح میں دس ہزار کا گیارہ ہزار یا دختر کے نکاح میں دس ہزار کا نو ہزار، تو نکاح ہوگیا، پھر اگر وہ ولی جس نے نکاح کیا غیرِ اَب و جَد ہے تو صغیر و صغیرہ کو خیارِ بلوغ ملے گا جو غیرِ اَب و جَد کے نکاح کرنے میں مطلقاً ملتا ہے اگرچہ مہرِ مثل میں کوئی کمی بیشی نہ ہوئی ہو، صغیرہ اگر بکر ہے تو بالغہ ہوتے ہی فوراً یا اس کے بعد علمِ نکاح ہو تو علم پاتے ہی معاً اگر اُس نکاح سے اپنی ناراضی ظاہر کرے گی تو دعوٰی کرکے قاضی سے فسخ کرا سکے گی اور صغیرہ اگر ثیب ہے یا صغیر کا نکاح ہے تو انھیں بعد بلوغ مطلقاً اختیارِ اعتراض رہے گا جب تک صراحۃً

اپنی رضا ظاہر نہ کریں یا کوئی فعل ایسا نہ کریں مثلاً بوسہ وکنار جو رضا پر دلیل ہو۔ درمختار میں ہے:

لزم النکاح ولو بغبن فاحش بنقص مھرھا و زیادۃ مھرہ او بغیر کفؤ ان کان الولی المزوج ابا او جدا لو یعرف منھما سوء الاختیار وان عرف لایصح النکاح اتفاقا وکذا لو کان سکران وان کان المزوج غیرھما لایصح النکاح من غیر کفؤ او بغبن فاحش اصلا وان کان من کفؤ وبمھر المثل صح ولھما خیار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ و بطل خیار البکر بالسکوت عالمۃ بالنکاح ولا یمتد أخر المجلس وخیار الصغیر والثیب اذا بلغا لایبطل بالسکوت بلاصریح رضا او دلالۃ کقبلۃ ولمس ولا بقیامھا عن المجلس لان وقتہ العمر فیبقی حتی یوجد الرضا[1] اھ ملتقطا۔

اگر نکاح دینے والا باپ یا دادا ہو تو انتہائی کم یا زیادہ مہر یا غیر کفؤ میں نکاح لازم ہو جائے گا بشرطیکہ یہ باپ دادا سوءِ اختیار میں معروف نہ ہوں، اور اگر وہ اس میں معروف ہوں تو کم مہر اور غیر کفؤ میں ان کا دیا ہوا نکاح بالاتفاق صحیح نہ ہوگا اور ایسے ہی اگر وہ نشہ میں ہوں تو بھی صحیح نہ ہوگا، اور باپ دادا کا غیر نکاح دے تو غبن فاحش یعنی انتہائی کم مہر اور غیر کفؤ میں نکاح بالکل صحیح نہ ہوگا، اور اگر انھوں نے مہر مثل اور کفؤ میں کیا ہو تو صحیح ہوگا، لیکن نابالغ لڑکے اور لڑکی کو بالغ ہونے پر یا بلوغ کے بعد نکاح کے علم پر فسخ کا اختیار ہوگا، اور اگر لڑکی باکرہ بالغہ ہو تو غیر کے کئے ہوئے نکاح پر خاموشی سے اس کا اختیارِ فسخ ختم ہو جائے گا بشرطیکہ اس کو اپنے نکاح کا علم ہو اور خاموشی کے بعد مجلس کے اختتام تک یہ اختیار باقی نہ رہے گا، اور نابالغ لڑکے اور ثیبہ کا اختیار محض خاموشی پر ختم نہ ہوگا جب تک بالغ ہونے پر صراحۃً اظہار رضامندی نہ کردیں، یا دلالۃً مثلاً بوس وکنار وغیرہ سے رضا ظاہر نہ ہو جائے اور ان دونوں کے اختیار والی مجلس سے اٹھ جانے سے بھی ان کا اختیار باطل نہ ہوگا، کیونکہ اظہار رضا کے لئے ان دونوں کو عمر بھر اختیار باقی رہتا ہے جب تک کہ راضی نہ ہو جائیں یا رد نہ کردیں اھ ملتقطا (ت)

فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

اذا زوج الرجل ابنہ بامرأۃ باکثر من مھر مثلھا او زوج ابنتہ الصغیرۃ باقل من مھر مثلھا او وضعھا فی غیر کفؤ

جب کوئی شخص اپنے بیٹے کا مہر مثل سے زائد مہر پر یا نابالغہ لڑکی کا مہر مثل سے کم مہر پر یا غیر کفؤ میں نکاح دے یا نابالغ بیٹے کا نکاح لونڈی سے یا غیر کفؤ والی

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۳ - ۱۹۲

اوزوج ابنہ الصغیر امۃ او امرأۃ لیست بکفوٍ لہ جاز فی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی وقال صاحباہ رحمہما اللہ تعالٰی لایجوز ان فاحش واجمعوا علی انہ لایجوز ذٰلک من غیر الاب والجد ولامن القاضی[1]

عورت سے کردے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کے قول کے مطابق یہ نکاح جائز ہوں گے، اور صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی کے قول پر جائز نہ ہوگا، جبکہ باپ دادا کے غیر حتی کہ قاضی کے دئے ہوئے یہ نکاح ناجائز ہونے پر اجماع ہے۔ (ت)

عالمگیری میں ہے:

لوزوج ولدہ من غیر کفوٍ بان زوج ابنہ امۃ او ابنتہ عبدا اوزوج بغبن فاحش بان زوج البنت ونقص من مہرھا اوزوج ابنہ و زاد علی مہر امرأتہ جاز عند ابی حنیفۃ تبیین وعندھما لاتجوز الزیادۃ والحط الا بمایتغابن الناس فیہ قال بعضھم فاما اصل النکاح فصحیح والاصح ان النکاح باطل عندھما کافی والخلاف فیما اذا لم یعرف سوء الاختیار الاب اما اذا عرف فالنکاح باطل اجماعا وکذا اذا کان سکران السراج الوھاج[2] اھ ملخصا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر اپنے بیٹے کا نکاح غیر کفو مثلاً لونڈی سے یا نابالغہ بیٹی کا نکاح غلام سے کر دیا یا اس کا نکاح انتہائی کم مہر پر کر دیا، یا بیٹے کا نکاح کرکے اس کی بیوی کا مہر زائد کر دیا، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کے قول پر جائز ہوگا، تبیین، اور صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی کے قول پر اتنی زیادتی یا کمی پر نکاح کیا جو مروج کے مطابق نہ ہو تو یہ جائز نہیں ہے، بعض کے نزدیک صاحبین کے قول پر اصل نکاح صحیح ہو جاتا ہے مگر اصح یہ ہے کہ ان کے قول پر یہ نکاح باطل ہے، کافی، یہ امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف اس صورت میں ہے جبکہ باپ سوءِ اختیار سے معروف نہ ہو اور اس میں مشہور ہو تو بالاجماع باطل ہے، اور یوں ہی اگر وہ نشہ میں ہو تو بھی باطل ہے، سراج الوہاج، اھ ملتقطا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷۵: از منڈیا ہو ضلع جونپور محلہ قضیانہ مرسلہ حافظ کریم بخش صاحب ۲۰ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

زید نے قضا کی، اس کا ایک حقیقی بھائی جو مدتِ دراز سے علیحدہ رہتا ہے اور مرحوم سے کسی قسم کا تعلق نہیں رکھتا تھا زندہ ہے، زید کی ایک لڑکی جو اب قریب بلوغ ہے اور اس کی شادی برادری میں ۱۰ رجب المرجب کو

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی الاولیاء نولکشور لکھنؤ ۱/۱۶۴

[2] فتاوٰی ہندیہ الباب الخامس فی الاکفاء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۹۳

ہونے والی ہے، اس لڑکی کی ایک سوتیلی ماں ہے جس نے اس کی پرورش کی اور شادی بھی کرتی ہے، زید کے حقیقی بھائی سے اُس نے اس کی شادی کے متعلق مدد چاہی کر تمام اہل برادری کے سامنے اس نے انکار کیا کہ میں نہ اس شادی میں شریک ہوں گا نہ مجھ سے کسی قسم کا واسطہ ہے جہاں چاہیں شادی کریں مجھ سے کوئی واسطہ نہیں، اس لئے سخت پریشانی ہے کہ اس کی بیوہ سوتیلی ماں نے کل انتظام شادی کا کر لیا ہے خدانخواستہ اگر عین وقت مخل ہو تو اس بیوہ کا سخت نقصان ہوگا گو امید نہیں ہے کہ وہ ایسا کرے، کیونکہ اس نے سب اہل برادری کے سامنے اپنی بے تعلقی بیان کیا ہے مگر احتیاطاً ضرورت ہے کہ علماء کی بھی سند موجود ہو، لڑکی کا ولی اس کی بڑی بہن کا شوہر ہو سکتا ہے، اس کی بڑی بہن کا انتقال ہو چکا ہے اور دوسری بہن مع شوہر موجود ہے اور سوتیلی ماں کے چار لڑکے اس کے باپ کے نطفہ سے موجود ہیں جن میں سے دو کی عمر ۱۶، ۱۴ سال کی ہے اور ایک سوتیلی ماں ہے اور تمام اہل برادری ہیں ان میں اس کا ولی کون ہو سکتا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اس صورت میں اس نابالغہ لڑکی کے نکاح کا ولی نہ اس کا حقیقی چچا ہو سکتا ہے نہ بہن نہ بہنوئی نہ ماں بلکہ لڑکی کا سوتیلا بھائی کہ سولہ سال کا ہے اس کے نکاح کا ولی ہے، اور دوسرا کہ چودہ سال کا ہے اگر وہ بالغ ہے تو وہ بھی ہے، دُرمختار وغیرہ میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

الولی فی النکاح العصبة بنفسه علی ترتیب الارث والحجب[1]۔

نکاح کا ولی عصبہ بنفسہ وراثت اور مانع ہونے کی ترتیب پر ہوتے ہیں (ت)

لہٰذا لڑکی کا نکاح کفو میں مہرِ مثل یا زائد پر جوان سوتیلے بھائی کی اجازت سے ہونا چاہئے۔ اگر ماں حقیقی بھی ہوتی تو اس کا کیا ہُوا نکاح بھی اس بھائی کی اجازت پر موقوف رہتا۔ اور جبکہ اس بھائی کی اجازت سے ہو یا بعد نکاح قبل رَد یہ اسے جائز کر دے اور نکاح میں مہرِ مثل سے کمی فاحش نہ کی گئی ہو اور جس سے نکاح ہُوا وہ کفو ہو یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشے میں ایسا کم نہ ہو کہ اس سے نکاح ان بھائیوں کے لئے وجہِ عار و بدنامی ہو تو وہ نکاح صحیح ہو جائے گا اور چچا اس میں کسی طرح خلل انداز نہیں ہو سکتا، ہاں لڑکی کو اختیار ہوگا کہ بالغہ ہوتے ہی اگر فوراً اس نکاح سے اپنی ناراضی ظاہر کرے تو دعوٰی کرکے فسخ کرا سکے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۷۶: از بلگرام ضلع ہردوئی محلہ میدان پورہ مرسلہ سید محمد تقی صاحب قادری ۲۶ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کی عمر چار پانچ سال کی تھی کہ اس کے

---

[1] دُرمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۳

ماں باپ نے قضا کی اور ہندہ کو اُس کی حقیقی نانی نے پرورش کیا جبکہ ہندہ کی عمر آٹھ سال کی ہُوئی تو اُس کی حقیقی نانی نے ہندہ کا عقد اپنے دوسرے نواسے کے ساتھ کردیا، گو ہندہ کے بھائی حقیقی تھے مگر اُس موقع پر موجود نہ تھے جبکہ اُس کا عقد اُس کی نانی نے کیا تھا، لہذا شادی ہونے کے بعد سے پانچ چھ برس کامل تک ہندہ کو نہ اُس کے شوہر نے روٹی کپڑا دیا اور نہ اُس کے ساس سسر نے، بدستورِ سابق ہندہ اپنی نانی کے پاس رہی اور اسی نے اس کو روٹی کپڑا دیا جبکہ ہندہ کی عمر چوّدہ سال کچھ ماہ کی ہُوئی اور اُس کو پہلا ایام ہوا، اُس وقت ہندہ مع اپنی نانی کے اپنے محلہ کے ایک گھر میں آئی اور اُس نے دو مرد اور تین عورتوں کے رُوبرو کہا کہ میری شادی میری نانی نے جس کے ساتھ کی تھی اُس سے میں رضامند نہیں ہُوں اور میں اُس کے ساتھ اپنی عمر کسی طرح بسر نہیں کرسکتی ایسی حالت میں وُہ نکاح ہندہ کا رہا یا ٹوٹ گیا؛

(۲) اُس کے پانچ ماہ بعد ہندہ کا دُوسرا نکاح ہندہ کی رضامندی سے دُوسرے شخص کے ساتھ کردیا گیا جبکہ وُہ بالغ ہوچکی تھی اس صورت میں یہ نکاح جائز سمجھا جائے گا یا نہیں؛ اگر ہندہ کا پہلا شوہر عدالتی لڑائی فساد سے اپنی عورت کو لینا چاہے تو وُہ ان تمام امورات کو مدِّنظر رکھ کر ہندہ کو لے سکتا ہے یا نہیں؛

الجواب

جس سے ہندہ کا پہلا نکاح ہُوا اگر وُہ ہندہ سے مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشے میں ایسا کم تھا کہ اُس کے ساتھ ہندہ کا نکاح ہونا برادرانِ ہندہ کے لئے باعثِ ننگ وعار و بدنامی ہو تو وُہ نکاح سرے سے ہُوا ہی نہیں،

یفتی بعدم الصحۃ فی غیر الکفؤ لفساد الزمان[1] درمختار وغیرہ۔

فتوٰی یہ ہے کہ غیر کفو میں زمانہ کے فساد کی بنا پر اصلاً نکاح نہ ہوگا، درمختار وغیرہ۔ (ت)

اور اگر ایسا نہ تھا تو وُہ نکاح صحیح ومنعقد ہوگیا لصدورہٖ من فضولی ولہ مجیز (فضولی سے صادر اور اس کو جائز کرنے والا موجود ہونے کی وجہ سے۔ ت) ہندہ اگر بالغ ہوتے ہی ناراضی ظاہر کرتی اُس نکاح کو فسخ کراسکتی اب کہ دیر لگائی وہاں سے دوسری جگہ جاکر وُہ الفاظ کہے اب نکاح لازم ہوگیا بے موت یا طلاقِ شوہرِ اوّل اس سے جُدا نہیں ہوسکتی۔

(۲) دوسرا نکاح جو کیا باطل محض ہے اُس پر فرض ہے کہ فوراً اس سے جُدا ہوجائے۔ دُرمختار میں ہے:

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۱

یبطل خیار البکر بالسکوت مختارۃ عالمۃ بالنکاح ولا یمتد الی اٰخر المجلس۔[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

باکرہ بالغہ کو جب علم ہوجائے تو خاموشی پر اس کا اختیارِ فسخ ختم ہوجاتا ہے اور خاموشی کے بعد مجلس کے اختتام تک باقی نہ رہے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۲۷: از موضع سوال ڈاکخانہ سیگتر ریاست جموں ضلع میرپور ملک پنجاب براستہ جہلم مرسلہ حافظ مطیع اللہ صاحب ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں مثلاً زید کی لڑکی نابالغہ کا بعد وفاتِ زید لڑکی کی والدہ نے کسی جگہ ناتا یعنی ساک کردیا اور ان نے لڑکی مذکورہ کو کسی قدر زیور اور کپڑا دیا، اپنے زعم میں اُنھوں نے لڑکی اپنی منکوحہ سمجھ لی، بعد گزرنے دو تین سال کے والدہ لڑکی کے پاس گئے تاکہ شادی کردیوے، اس نے کہا مجھے فرصت نہیں، پھر چلے گئے، دوبارہ جس کے ذریعہ سے منگنی کی تھی بھیج کر سوال کیا، پھر والدہ لڑکی نے انکار کیا، منگنی والوں نے کہا زیور وغیرہ واپس کردو ہم اس سے رہے، غرض وُہ اپنے زیورات وغیرہ لے کر واپس چلے آئے اور دعوٰی ناتا چھوڑدیا، اب لڑکی بالغ ہے اور اُس کی والدہ مرگئی ہے دوبارہ ناتے والے تقاضا کرتے ہیں کہ ہم نے ناتا نہیں چھوڑا اور نہ ہم نے زیور لیا وکیل نے لیا ہوگا۔ آیا بروقت منگنی نابالغ کا اُس کی والدہ یا چچا یا برادر نے کردیا ہی کوبموجب شریعت اختیارِ فسخ ہے بحکم ولھما الخیار فی غیر الاب والجد (نابالغ اور بالغہ کو غیر باپ دادا کے دئے ہوئے نکاح میں اختیار ہوتا ہے۔ ت) لیکن بروقت بلوغ قاضی کے نزدیک بیان دیوے اور قاضی حکم فسخ کرے، چونکہ اس ولایت میں کوئی قاضی نہیں تو کیا اس ملک میں اعلم علماء فسخ کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

محض منگنی کوئی چیز نہیں اور اُن کا منکوحہ سمجھ لینا باطل ہے جبکہ ایجاب قبول نہ ہُوا ہو، اس صورت میں فسخ کی کیا حاجت کہ نکاح ہی نہ تھا جسے فسخ کیا جائے، ہاں اگر ایجاب وقبول ہوگیا تو بے شک صورتِ مذکورہ میں نابالغہ کو خیارِ فسخ ہے، اگر بالغہ ہوتے ہی فوراً اسی مجلس میں انکار واعتراض کرے تو دعوٰی فسخ کرسکتی ہے، اعلم واتقہ اہل بلد بحضور زوج فسخ کرے اور اس کی تنفیذ بذریعہ کچہری کرالے۔ اور اگر مجلس بلوغ میں سکوت کیا تو اب دعوٰی فسخ نہیں کرسکتی نکاح لازم ہوگیا جبکہ کفو سے ہوا ہو یعنی زوج زوجہ سے مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشے میں ایسا کم نہ ہو کہ اس سے اس کا نکاح اولیا کے لئے عرفاً باعثِ ننگ وعار ہو کہ اس صورت میں غیر اب وجد کا کیا ہُوا نکاح باطل محض ہوتا ہے، جب سرے سے ہُوا ہی نہیں فسخ کی کیا حاجت۔

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۳

والمسائل کلھا مصرحۃ بھا فی عامۃ زبر المذھب کالدر المختار وغیرہ ومسألۃ العالم فی الحدیقۃ الندیۃ عن فتاوی الامام العتابی وقد فصلنا الکل فی فتاونا۔ واللہ تعالٰی اعلم

یہ تمام مسائل مذہب کی عام کتب میں تصریح شدہ ہیں جیسے درمختار وغیرہ۔ اور عالم فقیہ والا مسئلہ حدیقہ ندیہ میں امام عتابی سے منقول ہے، ہم نے ان تمام کی تفصیل اپنے فتاوٰی میں ذکر کی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۲۹: از شہر بریلی محلہ بہاری پور مسئولہ رحمت اللہ صاحب یکم جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لڑکی کی عمر ۱۴ سال کی ہے اور اُس کے والد نے خط اپنی بیوی کے نام اس مضمون کا بھیجا ہے کہ جس طرح چاہو کرو تمھیں اختیار ہے۔ ماں نکاح کرنا چاہتی ہے اور والد اس کے یہاں موجود نہیں ہیں، عدم موجودگی میں والد کے نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر ثابت ہو کہ خط اُس کا ہے تو ماں کو اختیار ہے اگر لڑکی نابالغہ ہو، اور بالغہ کی خود اپنی اجازت معتبر ہوتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۳۰: از کوٹلی ڈاکخانہ خاص ضلع مظفر پور مرسلہ عبدالحلیم شاہ صاحب ۱۵ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو تین شادی محل اولٰی (مرحوم) سے دو لڑکے ایک لڑکی اور محل ثانی لاولد مرحوم، محل سوم (قائم) سے دو لڑکے اور ایک لڑکی، زید نے محل اولٰی کی اولاد کو اپنی حیات میں علیحدہ کردیا جو کہ زید کو بدرمیان اولاد محل اولٰی کے کوئی سروکار نہیں بلکہ سننے میں آتا ہے کہ زید نے محل اولٰی والی اولاد کو عاق کیا تھا اور زید محل سوم کے ساتھ مع اولاد کے رہتے تھے، زید نے اپنی حیات میں محل سوم کی لڑکی کی نسبت بکر کے لڑکے سے کی تھی یعنی نسبت شادی کی مقرر ہوئی تھی، چونکہ عمر لڑکی کی دس برس کی تھی بعد مقرر کرنے نسبت مذکورہ کے زید نے قضا کیا، بعد قضا کرنے زید کے ایک سال بعد مسماۃ محل سوم نے اپنی لڑکی کی شادی بولایت خاص بکر کے لڑکے کے ساتھ کردی، اُسی درمیان میں محل اولٰی والی اولاد سے جو کہ عاق شدہ ہے اُس سے معاملہ حقداری کا ساتھ محل سوم مسماۃ کے تھا۔ بعد شادی ہونے تھوڑے زمانہ کے اور اُٹھ جانے معاملہ حقداری کے محل اولٰی والی اولاد نے محل سوم والی مسماۃ کو اپنی رائے میں یعنی میل میں لے آئے، اب محل اولٰی والی اولاد کی جانب سے یہ کہا جاتا ہے کہ عقد ناجائز ہوگا کیونکہ اس لڑکی کا وارث میں ہوسکتا ہوں یعنی اُس کا ولی میں ہوں گا بلکہ اس لڑکی کو اپنی سسرال سے لاکر اپنے گھر میں رکھ لیا ہے اور دوسری شادی کرنے پر لڑکی آمادہ ہے آیا یہ عقد جو کہ مسماۃ محل سوم والی نے بولایت اپنے کیا ہے کیا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

فی الواقع بھائی اگرچہ سوتیلا ہو اس کے ہوتے ماں کو ولایت نہیں، جو نکاح ماں نے کیا اور کسی جوان بھائی کا اذن نہ تھا نہ بعد نکاح کسی جوان بھائی نے جب تک کیا اُسے جو جوان بھائی فسخ کرے فسخ ہوجائے گا، اور عاق کردینا شرعاً کوئی چیز نہیں، نہ اس سے ولایت زائل ہو۔ درمختار میں ہے:

لو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر ولی ابعد ولی اقرب کی موجودگی میں نکاح کردے تو یہ نکاح اقرب کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۸: از بسولی ضلع بدایوں مرسلہ محمد ایوب حسن صاحب سلمہٗ ولد قاضی محمد یوسف صاحب ۲۱ رجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ باجرہ خاتون عرف بنو دختر راحت حسین مرحوم کا جس کی عمر اس وقت پندرہ برس چھ ماہ ہے اُس کی ماں نے بلساز اپنے بھائی اولاد حسین اور بھانجے قطب الحسن (قطب الحسن کو باجرہ کی بڑی بہن بیاہی ہے) جبکہ مکان پر کوئی شخص از ذکور موجود نہ تھا اپنی بہن کے لڑکے عزیز الحسن سے جو قطب الحسن مذکور سے چھوٹے ہیں بوکالت اپنے بھائی حقیقی اولاد حسین مذکور و بگواہی بندہ حسن جو قطب الحسن و عزیز الحسن مذکور کے عم زاد ہیں و بگواہی احمد حسین جو قطب الحسن کے قریبی رشتہ دار ہیں نکاح پڑھوادیا۔ بیان باجرہ خاتون جو کہ بموجودگی ممتاز حسین و فرحت حسین و صولت حسین کلام پاک پر ہاتھ رکھ کر بیان کیا میرے سامنے قبل نکاح کے واقع کے چند مرتبہ میری بہن زوجہ قطب الحسن نے عزیز الحسن سے میرا نکاح کئے جانے کا تذکرہ کیا مگر میں نے قطعی انکار کیا اور میرے اس انکار کی خبر قطب الحسن و عزیز الحسن اور ان کی والدہ اور میری ماں اور بہنوں کو کما حقہٗ ہوچکی تھی اب بوقت نکاح جب مجھ سے اذن طلب کیا گیا میں بوجہ لحاظ و شرم بآواز بلند اس مجمع میں انکار نہ کرسکی مگر انکاری سر ہلایا اور اُوں ہُوں جو انکار تھا کیا تھا میری آواز نکلتے ہی میری بہنوں اور خالہ و ماں نے غل و شور مچادیا کہ ہوگیا ہوگیا، میں عزیز الحسن کے ساتھ نکاح کئے جانے کو نہ قبل اس واقعہ کے نہ اُس وقت اور نہ اب رضامند ہوں مجھ پر خدا اور اس کے رسول کی پھٹکار ہو جو اس وقت ایک لفظ بھی غلط کہتی ہوں۔ بیان گواہ بندہ حسن جو تحریر کرالیا گیا ہے۔ بتاریخ ۲۹ دسمبر ۱۹۱۸ء بوقت ۵ بجے شام قطب الحسن مجھ کو قاضی ٹولہ بغرض نکاح عزیز الحسن کے لئے گئے وہاں پر جاکر مجھ کو معلوم ہوا کہ تم گواہ ہو کہ مسماۃ بنو

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۴

دختر راحت حسین کے گیا تھا وہاں جا کر مجھ کو گواہ بنایا گیا میں نے اندر جا کر اس کی والدہ سے دریافت کیا اُس نے اقرار کیا اور اجازت نکاح کی دی پھر میں نے لڑکی سے اذن طلب کیا وہ پردہ میں تھی اندر سے اُوں کی آواز آئی پھر نکاح پڑھوا دیا گیا فرحت حسین بوقتِ نکاح موجود نہ تھے، دستخط احمد حسین۔ وکیل صاحب مسمّی قاضی اولاد حسین علیل تھے اور اس کے بعد زیادہ علیل ہوگئے اور انتقال ہوگیا، کوئی بیان تحریری حاصل نہ ہوسکا۔ قاضی صاحب نے جنھوں نے کہ نکاح پڑھایا ہے مکان پر یا اُس موقع پر قسم ذکور سے کسی کو نہ پا کر قطب الحسن سے کہا کہ ایسا نکاح پڑھوا کر مجھ کو کسی مقدمہ میں ماخوذ تو نہ کراؤ گے جو کوئی مرد مکان پر موجود نہیں ہے جس کا جواب قطب الحسن نے یہ دیا کہ کسی مرد کی کچھ ضرورت نہیں ہے لڑکی خود بالغ ہے قاضی صاحب نے لڑکی سے ایجاب قبول کرا دیا۔ اندر کا کچھ حال اُس وقت قاضی صاحب کو گواہان اور وکیل صاحب کے بیانات سے طرح طرح کے شکوک عدم جواز نکاح کے پیدا ہوئے جس کی وجہ سے ضرورت فتوے لینے کی ہوئی، معروضہ احقر۔ اب وہ لوگ طرح طرح کے دباؤ رخصت کے ڈالتے ہیں اور لڑکی بالکل قطعی انکار کرتی ہے حتی کہ جان دینے پر آمادہ مگر وہاں رخصت کئے جانے کو منکر ہے۔ معاملہ مذکور بالا کو غور فرما کر حکم شرع شریف سے سرفراز فرمائیں۔

الجواب

اللہ واحد قہار عالم الغیب والشہادۃ ہے یہ معاملہ حلال حرام اور وہ بھی خاص شرمگاہ کا ہے جس کی حرمت سخت اشد ہے، اگر واقع میں ہاجرہ بالغہ نے اذن دے دیا تھا اگرچہ دباؤ سے اگرچہ جبراً تو نکاح صحیح ہوگیا اور اب اُسے انکار کا کچھ اختیار نہیں اگر نہ مانے گی اور دوسری جگہ نکاح کرے گی زنا ہوگا زنا زنا۔ اور اگر واقع میں اُس نے انکار کیا تھا اور اُسے اذن بنا کر ہوگیا ہوگیا اڑایا تو حرام حرام سخت حرام ہے کہ اُسے عزیز الحسن کی زوجہ سمجھا جائے پہلی صورت میں ہاجرہ اور دوسری میں عزیز الحسن وغیرہ اس کے ساتھی مستحق لعنت الٰہی و عذاب شدید ہوں گے باقی جو شہادتیں مذکور ہوئیں ثبوت اذن کے لئے محض ناکافی ہیں اُن کی بنا پر ہاجرہ کہ اذن سے منکر ہے مجبور نہیں کی جاسکتی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۸۲ از پیلی بھیت محلہ شیخ چاند متصل سرائے پختہ مرسلہ حافظ ولایت احمد صاحب ۸ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا نکاح چچا حقیقی کی ولایت سے جو اُس کے علم میں نابالغہ تھی بعدم موجودگی ہندہ و مادرِ ہندہ زید نابالغ کے ساتھ بولایت دادا حقیقی زید عرصہ پانچ سال کا گزرا ہوا تھا دو سال سے زید بالغ ہے اب رخصت کرانا چاہتا ہے تو مادرِ ہندہ سے معلوم ہوا کہ ہندہ وقت نکاح کے بالغہ تھی ماں ہندہ کی رخصت نہیں کرتی ہے اور کہتی ہے کہ نکاح صحیح نہیں ہے مادرِ ہندہ کے بیان کی تصدیق کرلی گئی کہ صحیح ہے۔

الجواب

اگر یہ بیان واقعی ہے کہ ہندہ بالغہ تھی اور اس سے اذن نہ لیا گیا اور چچا نے نابالغہ سمجھ کر بے اذن لئے خود پڑھا دیا تو یہ نکاح اجازتِ ہندہ پر موقوف رہا۔ اس پانچ برس کے عرصہ میں اگر اُس نے اگرچہ اپنی ہم عمر لڑکیوں میں کوئی کلمہ اس کی اجازت کا کہا ہے جائز ہوگیا، رَد کہا ہے رَد ہوگیا، اب تک کچھ نہیں کہا ہے تو اب اگر رَد کر دے گی رَد ہو جائے گا، جائز کر دے گی جائز ہو جائے گا۔ یہ خوب یاد رہے کہ اعتبار سب میں پہلی بار کا ہے، نکاح کی اطلاع کے بعد سب میں اوّل اگر کلمۂ رَد کہا ہے رَد ہوگیا۔ اس کے بعد ہزار بار اجازت دے بیکار ہے۔ اور سب میں اوّل اگر کلمۂ اجازت کہا ہے جائز ہوگیا۔ اس کے بعد لاکھ بار رد کر دے بے اثر ہے۔ اللہ واحد قہار سے ڈرے، یہ معاملہ حلال حرام نکاح زنا کا ہے، جو بات واقعی ہو ظاہر کر دے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۳ تا ۲۹۰ از قصبہ اوریا ضلع اٹاوہ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ مولوی عبدالحی صاحب مدرس ۹ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ :

(۱) زید کی بیوی مع بیٹی ہندہ کے اپنے والد کے گھر زید کی رضامندی سے گئی زید کا خسر جو چچا بھی ہوتا ہے اُس نے اپنے خاندان کے لڑکے بکر کے ساتھ زید مذکور کی لڑکی ہندہ سے عقد کر دیا بلا اطلاع زید اور ہندہ ابھی نابالغ ہے، وہ عقد جائز ہُوا یا نہیں، اور اس عقد کو کون اور کیسے اور کس صورت سے فسخ کر سکتا ہے؟

(۲) اگر ہندہ بالغ ہے اور وُہ اپنے شوہر کے گھر پر رہی اور اس کے ہمراہ اپنے والد زید کے گھر آئی اور چندے قیام بکر یعنی ہندہ کے شوہر کا رہا، اُس کے بعد وُہ ملازمت پر چلا گیا، اس صورت میں یہ عقد درست ہُوا یا نہیں جبکہ ہندہ بالغ ہے۔

(۳) زید کے جائے قیام سے زید کی سسرال فاصلہ پر ہے جہاں پر ہندہ کا عقد بکر کے ساتھ ہوا تھا، جس وقت زید کے ملنے والوں نے زید سے یہ سوال کیا کہ تم یہاں پر موجود رہے اور وہاں پر عقد بلا اجازت جبکہ ہندہ نابالغ تسلیم کی جاوے کیونکر ہُوا، اُس وقت زید مذکور نے یہ جواب دیا کہ ہم اجازت دے آئے تھے کہ آپ عقد کر دیں اور ہم کو صرف اطلاع دیں تاکہ ہم اُس خوشی میں میلاد شریف کریں، ایسی صورت میں اجازت صحیح ہُوئی یا نہیں اور عقد جائز ہُوا یا نہیں؟

(۴) کچھ واقعات ایسے ہیں جس سے زید کی رضامندی کا پتہ چلتا ہے مثلاً زید کے مکان پر تنہا آیا بکر شوہر ہندہ کا اور قیام کیا، اور زید اُس کو یعنی داماد کو اکثر مجالس و بازار میں ہمراہ لے گیا دریافت کرنے پر بھی کہا کہ یہ داماد ہے، اس کے چند یوم کے بعد وُہ داماد اپنی ملازمت پر چلا گیا جس کو عرصہ ۴ یا ۵ سال کا ہوا اسی قدر عرصہ عقد کو، جس وقت وُہ ملازمت پر گیا تھا اول تو خط و کتابت بھی رہی سُنا گیا ہے، اب زید کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ نہیں

معلوم کہاں پر ہے، نہ خط آتا ہے اور نہ کچھ خرچ کی خبر لیتا ہے۔ اوّل تو ہم کو یعنی زید کو اس لڑکے بکر کے ساتھ عقد اپنی لڑکی ہندہ کا منظور نہیں تھا، خیر اگر ہو بھی گیا تھا تو جبراً قہراً منظور کیا، اب تک اس کا راستہ دیکھا یعنی داماد کا، جس کو عرصہ ۳ یا ۵ سال کا ہوگیا۔ ان واقعات سے یہ عقد صحیح ہوا یا نہیں جبکہ ہندہ نابالغ تھی۔

(۵) بعض کا یہ قیاس ہے کہ ہندہ اُس وقت بالغ تھی جب عقد ہُوا، اور یہ واقعات جو اوپر مذکور ہیں زید یعنی ہندہ کا جائز ولی باپ کے ساتھ پیش آئے وُہ عقد جائز ہُوا یا نہیں ؟

(۶) اب زید کی نیت میں خلل آیا اور وہ اب نمبر ۳ کے مضمون سے انکار کرتا ہے کہ میں نے ہرگز نہیں کہا کہ اجازت دے دی تھی لیکن نمبر ۴ کے مضمون سے نہیں انکار کرسکتا کیونکہ چشم دید واقعات ہیں، نمبر ۱ کی عبارت کو تسلیم کرکے سُنا گیا ہے کہ فتوٰی منگایا مگر کسی کو دکھلایا نہیں ہے کہ اس میں کیا سوال کیا ہے اور آج چار پانچ سال کے بعد ہندہ کا عقد فسخ کرکے اپنے طور پر اور اس کا عقد ایک اور شخص سے کردیا ہے محض اس بنا پر کہ وُہ جائز ولی نہیں تھے میں ولی جائز ہُوں مجھ کو اختیار ہے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ۵ سال تک تو خاموش رہا زید اور نمبر ۴ کے واقعات اُس داماد بکر کے ساتھ پیش آئے، کیا ایسی حالت میں یہ عقد اب ۵ سال کے بعد فسخ ہوسکتا تھا یا نہیں اور عقد ثانی ہُوا یا نہیں ؟ اگر نہیں ہُوا تو کیا یہ حرام ہے اور اولاد بھی حرامی ہوگی ؟

www.alahazratnetwork.org

(۷) ہم لوگ زید کے ساتھ ربط ضبط رکھیں یا نہیں ؟ اگر میل جول قائم رکھیں تو گنا ہگار رہوں گے یا نہیں جبکہ اس نے شرع کے خلاف کام کیا ؟

(۸) بعد میں تحقیقات سے یہ معلوم ہُوا کہ ہندہ کی رخصت نہیں ہُوئی اور نہ وُہ اپنے شوہر کے گھر گئی اور نہ اس کے ہمراہ شوہر مذکور آیا لیکن شوہر ہندہ کا مکان پر زید کے آیا اور قیام کیا اور زید مذکور نے اپنے ملنے والوں سے کہا یہ داماد ہے اور سب کو دکھلایا، نمبر ۳ کو اس معاملہ سے علیحدہ تصور کرکے بقیہ کُل نمبروں کا جواب دیجئے اور نمبر ۲ کا جواب بھی علیحدہ سے دیجئے دوسرا واقعہ خیال فرما کر۔

الجواب

(۱) جبکہ ہندہ نابالغہ ہے یہ نکاح اجازتِ زید پر موقوف رہا، اگر جائز کردے گا جائز ہوجائے گا رَد کرے گا باطل ہوجائے گا، زید اگر سکوت محض کرے کوئی قول یا فعل ایسا نہ کرے جس سے اُس نکاح کا جائز یا رَد کرنا ثابت ہو یہاں تک کہ ہندہ بالغہ ہوجائے تو اُس وقت اس کا رَد یا جائز کرنا خود ہندہ کے اختیار ہوجائے گا۔

(۲) درست ہوگیا اگر بکر ہندہ کا کفو ہو یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشے میں ایسا کم نہ ہو کہ ہندہ کا

اُس سے نکاح زید پدرِ ہندہ کے لئے باعثِ ننگ وعار ہو۔

(۳) اجازت صحیح ہے عقد جائز ہوگیا۔

(۴) جبکہ ہندہ نابالغہ تھی اور باپ نے اُسے منظور کیا اور بکر کو اپنا داماد کہا نکاح نافذ ہوگیا۔

(۵) ہندہ اگر بالغہ تھی اور نکاح اس کے اذن سے ہُوا یا بعد نکاح اس نے قولاً یا فعلاً جائز کردیا مثلاً بغیر رد کے بخوشی رخصت ہوگئی تو نکاح نافذ ہوگیا جبکہ بکر ہندہ کا کفو ہُوا۔ اور اگر ہندہ سے کوئی قول وفعل اجازت کا اب تک صادر نہ ہُوا تو نافذ نہ ہوا اگرچہ اس کے باپ سے کچھ واقعات پیش آئے ہوں۔

(۶) اگر ہندہ نابالغہ تھی اور نمبر ۴ کا مضمون ثابت ہو تو وُہ نکاح تام ولازم ہوچکا، زید کو کوئی اختیار اس کے فسخ کا نہ رہا، یہ نکاح ثانی باطل ہُوا، اس میں قربت حرام ہوگی اور اولاد ولد الحرام۔ اور اگر ہندہ بالغہ تھی اور وُہ کسی قول یا فعل سے نافذ کرچکی تھی جب بھی وہی جواب جبکہ بکر ہندہ کا کفو ہو اور اگر نافذ نہ کرچکی تھی اور رَد کرکے نکاح ثانی کیا تو حرج نہیں اگرچہ بکر اس کا کفو ہو اور اگر ہندہ نے نافذ کیا لیکن بکر اس کا کفو نہ تھا تو نکاح صحیح نہ ہُوا اگرچہ بعد کو زید بھی راضی ہوگیا ہو لان شرط صحتہ رضا الولی قبل النکاح صریحا مع العلم بانہ غیر کفو کما اوضحہ فی ردالمحتار (کیونکہ اس کی صحت کے لئے نکاح سے قبل اس بات کا علم ہوتے ہُوئے صراحۃً ولی کی رضامندی شرط ہے کہ یہ نکاح غیر کفو میں ہوگا جیسا کہ ردالمحتار میں اس کی وضاحت کی ہے۔ ت) اس صورت میں اُس غیر صحیح نکاح کو چھوڑ کر اگر نکاح ثانی کرلیا حرج نہ ہوا اور یہی نکاح ثانی صحیح ہوا اگر شرائط صحت کا جامع ہو اور اولاد والد الحلال، وہو تعالٰی اعلم۔

(۷) اُوپر کے جوابوں سے معلوم ہُوا کہ زید کس صورت میں گنہگار ہے اور کس میں نہیں، اگر صورت وہ ثابت ہو جس میں اس نے ایسے حرام کا ارتکاب کیا تو اس سے میل جول ترک کرنے میں گناہ نہیں بلکہ مناسب ہے اور نہ ترک کریں اور گناہ کو گناہ جانیں اور اس کے سبب اُسے بُرا سمجھیں جب بھی حرج نہیں، ہاں جو سمجھے کہ میرے ترک کے سبب زید کو توبہ کرنی ہوگی وہ ضرور ترک کرے۔

(۸) صورت واقعہ میں استفسار کا یہ طریقہ نہیں ہوتا بات پُوری تحقیق شدہ پر فتوٰی لینا چاہئے بہرحال جواب ہر نمبر کا ہوگیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۹۱: از شہر سلطان پور محلہ پرتاب گنج مرسلہ حافظ عبد الغنی وعبد الحمید صاحبان ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی لڑکی ہندہ کا نکاح بکر کے لڑکے خالد کے ساتھ اپنے کفو میں اور مہر بھی بلحاظ اپنے کفو کے کردیا اور زید نے کئی مرتبہ ہندہ کو رخصت بھی کیا اور بکر نے زید سے اقرار بھی لے لیا تھا کہ اگر ہندہ بالغہ ہے تب میں اس کا نکاح اپنے لڑکے خالد سے کروں گا ورنہ نہیں، لہذا زید نے اقرار کیا

کہ ہندہ بالغ ہے اس کے بعد نکاح ہُوا اب بعد ان واقعات کے بوجہ دنیاوی مخاصمت کے ہندہ بذریعہ نوٹس کے اطلاع دیتی ہے کہ میرا نکاح حالتِ نابالغی میں ہُوا تھا اب میں حدِ بلوغیت اور خود مختاری کو پہنچ گئی ہُوں مجھ کو والدین کے کئے ہُوئے نکاح کے فسخ کا حق حاصل ہے لہذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ مسماۃ مذکورہ کو حقِ فسخ حاصل ہے یا نہیں، اور اس کے فسخ کرنے سے یہ نکاح جو باپ نے کیا ہے فسخ ہوگا یا نہیں؟

الجواب

ہندہ کو اصلاً نکاح مذکور کے فسخ کا اختیار نہیں، نہ اس پر کچھ اعتراض کرسکتی ہے اگر وہ نابالغہ ہی تھی جیسا اس کا بیان ہے، تو باپ کے کئے ہوئے نکاح پر نابالغہ بعد بلوغ معترض نہیں ہوسکتی۔ درمختار میں ہے:

لزم النکاح ولو بغبن فاحش او بغیر کفوء ان کان الولی المزوج ابا او جدا لم یعرف منھا سوء الاختیار[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر نکاح دینے والے باپ دادا ہوں اور وہ سوءِ اختیار سے معروف نہ ہوں تو انتہائی کم مہر اور غیر کفو میں نابالغہ کا نکاح لازم ہوجاتا ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۹۲: از پیلی بھیت مرسلہ واحد اللہ صاحب ۲۷ ذی قعدہ ۱۳۳۶ھ

www.alahazratnetwork.org

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید شدتِ مرض میں تھا اس حالت میں اس کے حقیقی بھائی نے اُس سے اُس کی کم سن لڑکی کا نکاح اپنے لڑکے کے ساتھ کرنے کی اجازت لے لی اور نکاح کر دیا، زید تین روز کے بعد انتقال کر گیا، اب لڑکی کی عمر سات برس کی اور لڑکے کی چوبیس برس کی ہے تو یہ نکاح ہو گیا یا نہیں؟ مکرر عرض یہ ہے کہ لڑکا لڑکی کا کفو نہیں کہ وہ ذلیل عورت کی نسل سے ہے، لڑکی کے باپ کا بھی انتقال ہوگیا۔

الجواب

شدتِ مرض صحتِ اجازت کو مانع نہیں،

ھذا القدر ما ذکرہ السائل فنجیب علیہ ولا نزید ما یکون تعلیما۔

یہ سائل کے ذکر کردہ پر ہم جواب دے رہے ہیں اور تعلیم کے طور پر ہم زیادہ بات نہیں کرتے۔ (ت)

ماں کا غیر کفو ہونا اولاد کو غیر کفو نہیں کر دیتا کہ نسب باپ سے ہے نہ کہ ماں سے قال تعالٰی وعلی المولود لہ رزقھن[2]

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۲

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۳

(اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے : اور جس کا بچہ ہے اس پر عورتوں کا کھانا ہے۔ ت) اور بالفرض کفارت نہ بھی ہو تو باپ ایک بار غیر کفو سے بھی نکاح کرسکتا ہے لہذا صورتِ مستفسرہ میں وہ نکاح صحیح ولازم ہوگیا جس کے فسخ کا کسی کو بھی اختیار نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۹۳ از ریاست رامپور محلہ زینہ عنایت خاں مدرسہ عزیزیہ مرسلہ محمد صغیر الرحمان صاحب بنگالی ۳ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی بالغہ ہے اور سن بھی چودہ برس کا ہے، اس کے باپ نے جس لڑکے کے ساتھ اس کی شادی مقرر کردی ہے وہ ہونے والا شوہر کہ باپ کے ذکر کرنے سے بلکہ اور کسی طریقہ سے لڑکی کو معلوم ہے کہ میری شادی اس شخص کے ساتھ مقرر کرادی ہے اور وہ دوسرے شہر میں رہتا ہے، جب باپ عقد پڑھانے کو لڑکی کے مکان کو چلا، نہ اس وقت لڑکی سے اجازت لی اور نہ کچھ کہا بلکہ ویسے ہی وہاں جاکر مجلس میں کہہ دیا کہ میں نے اپنی لڑکی تمہارے نکاح میں دے دی، یہ نکاح نافذ ہوا یا نہ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

www.alahazratnetwork.org

اگر بالغہ نے پہلے اجازت نہ دی تھی نکاح اس کی اجازت پر موقوف رہا، جائز کردے گی جائز ہوجائیگا جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو، رد کردے گی باطل ہوجائے گا اگرچہ کوئی مانع شرعی نہ ہو۔ درمختار میں ہے:

لاتجبر البالغۃ البکر علی النکاح لانقطاع الولایۃ بالبلوغ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

بالغہ باکرہ لڑکی کو نکاح پر مجبور نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اب اس پر کسی کی کوئی ولایت نہ رہی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۹۴ ۱۲ ذی قعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا دادا جمال الدین شاہ مرحوم ایک درویش شخص تھا چنانچہ اس نے اپنی عمر زہد و عزلت میں ایک جگہ میں بسر کردی اور زید کا باپ فرید الدین مرحوم ایک متورع اور عالم شخص تھا اور زید خود بھی بحمدہ تعالٰی ایک متقی اور عالم اور صوفی اور خوشحال اہل وعیال کے تین چار برس کے نفقہ کا مالک شخص ہے اور مکان مملوک رکھتا ہے اور زید کی بیوی ہندہ ایک پابند صوم وصلوٰۃ اور تالیہ قرآن پاک اور قاریہ اوراد و وظائف عورت ہے، اور زید کی لڑکی زینب بھی ایک صوم وصلوٰۃ کی شائق اور اوراد و وظائف کی جانب

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۱

راغب اور کذب وغیرہ امور نامشروع سے محترز بہت نیک اور سیدھی لڑکی ہے، اسی وجہ سے زید باوجود زینب کی نسبتیں متعدد جگہ سے آنے کے زینب کے بلوغ کے بھی سات آٹھ بلکہ اور زیادہ سال بعد تک کسی شریف عالم متقی شخص کی تلاش میں تھا اور اُن نسبتوں کو بوجہ اُن میں سے کسی کے موافق مرضی نہ ہونے کے منظور نہیں کیا تھا کہ یکایک عمرو (کہ جس کی بابت چار پانچ سال پیشتر خالد نے اس کا بہت متقی ہونا ظاہر کیا تھا چنانچہ کہا تھا کہ میں نے ایک حلقہ مسمّی حلقہ حبیب جاری کر رکھا ہے جس میں ایک خاص طریقہ سے درود شریف پڑھا جاتا ہے اس کا عمرو سرحلقہ ہے) آگیا اور اس نے زید و ہندہ کو یہ دھوکا دے کر کہ میں اخبار شائع کرتا ہوں اس میں دو۲۰۰ سو روپیہ ماہوار نفع ہے اس میں سے پچاس۵۰ روپیہ ماہوار اپنی والدہ کو اُن کے خرچ کے لئے دیتا ہوں حالانکہ تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ جس مقام میں اخبار شائع کرتا تھا وہاں کئی سو روپیہ کا قرضدار تھا اور کرایہ ریل تک پاس نہ تھا دوسرے شخص کے کرایہ سے زید کے شہر تک آیا تھا اور اپنی والدہ کو ایک حبّہ بھی ماہوار نہ دیتا تھا اور اب جو زید کے شہر سے اپنے وطن میں جاکے رہا ہے کسی طرح کچھ نہیں کماتا کمال عسرت میں ہے ایک مہینہ تو کیسا ایک ہفتہ کی بھی قوت کا مالک نہیں اور نیز یہ فریب دے کر کہ میرے رہنے کی موروثی پختہ حویلی ہے حالانکہ کرایہ کے مکان میں رہتا ہے اور وہ کرایہ بھی اس کی والدہ اپنی محنت مزدوری سے ادا کرتی ہے اور نیز یہ فریب دے کر کہ میں عالم ہوں میں نے حدیث شریف کی سند فلاں عالم سے حاصل کی حالانکہ یہ بالکل غلط کہ فارسی عربی کی ابتدائی کتابوں کی بھی لیاقت نہیں رکھتا اور نیز اپنے تقوٰی و ورع کا فریب دے کر کہ میں مشائخ وقت میں سے فلاں کا خلیفہ طریقت ہوں حالانکہ نماز پنجگانہ کا بھی پابند نہیں بلکہ لونڈے بازی وغیرہ امورِ شنیعہ کا عادی اور اشد فاسق ہے چنانچہ عقد کے پانچویں روز شب کے وقت ایک لونڈے سے پکڑا گیا پس اس کی صبح ہی کو جو گیا تو آج عرصہ قریب ڈیڑھ سال کے ہوتا ہے نہ ایک پیسہ خرچ بھیجا اور ایک ہفتہ کے وعدہ پر ماقف ۱۵۰ روپیہ قرض لے گیا تھا نہ ایک پائی اس کا دیا، زید کی لڑکی زینب بالغہ کے ساتھ عقد کر لیا۔ پس عقد کے بعد جب سے حالات معلوم ہوئے، تب سے زینب اور زید اور ہندہ عمرو سے سخت متنفر ہیں اور زینب اس کے یہاں جانا اور زید و ہندہ اس کے یہاں جانے دینا ہرگز منظور نہیں کرتے تو یہ تو ظاہر ہے کہ عمرو مالاً اور دیانۃً زینب کا کفو ہرگز نہیں، اور درمختار میں ہے:

یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی[1]۔

غیر کفو میں نکاح کے اصلاً عدم جواز کا فتوٰی دیا جائے گا یہی فتوٰی کے لئے مختار ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱

پس دریافت طلب یہ بات ہے کہ صورتِ مرقومہ میں عام اس سے کہ خلوتِ صحیحہ ہوئی یا نہ ہوئی ہو۔ درمختار کی اس عبارت کے بموجب بطلانِ نکاح کا حکم دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر اس عبارت کے بموجب حکم بطلان نہیں دیا جاسکتا تو کسی اور عبارت کے مطابق زینب اور اس کے اولیاء کو حقِ فسخ حاصل ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو فسخ کی کیا صورت ہے؟

الجواب

نکاح مذکور اصلاً محتاجِ فسخ نہیں، فسخ تو وہ ہو جو منعقد ہوا ہو، یہ نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں باطل محض ہے، ظاہر ہے کہ زینب عاقلہ بالغہ ہے اُس کا نکاح بے اُس کے اذن کے نفاذ نہیں پاسکتا لانقطاع الولایۃ بالبلوغ[1] درمختار (بالغ ہوجانے کی وجہ سے اس پر ولایت منقطع ہوجانے پر۔ ت) اگر یہ نکاح بلا اس کی اجازت کے ہوا اور اس نے خبر پاکر رُد کردیا تو اگر کفو سے ہوتا جب بھی رُد و باطل ہوجاتا لانہ نکاح فضولی (کیونکہ یہ نکاح فضولی ہے۔ ت) عالمگیریہ میں ہے:

لا یجوز نکاح احد علی بالغۃ صحیحۃ العقل من اب او سلطان بغیر اذنہا بکرا کانت او ثیبا فان فعل ذٰلک فالنکاح موقوف علی اجازتہا فان اجازتہ جاز وان ردتہ بطل، کذا فی السراج الوھاج[2]۔

عاقلہ بالغہ باکرہ ہو یا ثیبہ اس کی مرضی کے خلاف کسی کا نکاح کرنا صحیح نہیں، یہ باپ ہو یا حاکم، اور اگر کسی نے ایسا کیا تو یہ نکاح عاقلہ کی اجازت پر موقوف ہوگا اس کی مرضی ہے کہ جائز کرے تو جائز ہوگا اگر رُد کردے تو باطل ہوجائے گا۔ سراج الوہاج میں یونہی ہے۔ (ت)

اور اگر اس کے اذن سے ہوا تو خود زینب کا کیا ہوا ہے کہ غیر کفو سے کیا، فتاوٰی خیریہ میں ہے:

تزویجہ لہا باذنہا کتزوجہا بنفسہا وھی مسئلۃ من نکحت غیر کفو[3]۔

بالغہ کی اجازت سے نکاح ایسا ہے جیسا اس نے خود کیا ہو، یہ مسئلہ غیر کفو میں اس کے نکاح کرنے کا ہے۔ (ت)

اور اگر بلااذن کیا تھا اُس نے بعد کو اجازت دی جائز کیا تو اب بھی زینب ہی کا کیا ہوا ہے۔

فان الاجازۃ اللاحقۃ کالوکالۃ السابقۃ[4] خیریۃ وغیرھا عامۃ الکتب۔

بعد کی اجازت ایسے ہی ہے جیسے پہلے اجازت دے رکھی ہو، خیریہ وغیرہ کتب۔ (ت)

---

[1] درمختار | باب الولی | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۹۱

[2] فتاوٰی ہندیہ | الباب الرابع فی الاولیاء | نورانی کتب خانہ پشاور | ۱/ ۲۸۷

[3] فتاوٰی خیریہ | باب الاولیاء والاکفاء | دارالمعرفۃ بیروت | ۱/ ۲۵

[4] " | " | " | "

بہرحال یہ وُہ نکاح ہے کہ زنِ عاقلہ بالغہ نے غیر کفو سے کیا کہ فاسق ہرگز صالحہ بنت صالح کا کفو نہیں۔ درمختار میں ہے:

لیس فاسق کفؤا الصالحۃ او فاسقۃ بنت صالح معلنا کان او لا علی الظاھر نھر[1]۔

فاسق صالحہ لڑکی یا ایسی فاسقہ جو صالح کی بیٹی ہو، کا کفو نہیں ہے، وُہ فاسق اعلانیہ فسق کرتا ہو یا مخفی طور پر ظاہر روایت پر یہی حکم ہے، نہر۔ (ت)

عامہ شروح میں ہے:

لایکون الفاسق کفؤا لبنت الصالحین[2]۔

فاسق نیک لوگوں کی بیٹی کا کفو نہیں۔ (ت)

متن مجمع میں ہے:

لایکون الفاسق کفؤا للصالحۃ[3]۔

فاسق صالحہ کا کفو نہیں ہے۔ (ت)

فتاوٰی امام فقیہ النفس میں ہے:

قال بعض المشائخ رحمھم اللہ تعالٰی الفاسق لایکون کفؤا لبنت الصالحین معلنا کان اولم یکن وھو اختیار الشیخ الامام ابی بکر محمد بن الفضل[4]۔

بعض مشائخ رحمہم اللہ تعالٰی نے فرمایا: فاسق معلن ہو یا غیر معلن وُہ صالحین کی بیٹی کا کفو نہیں ہے، یہی شیخ امام ابوبکر محمد بن فضل کا مختار ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

لایکون الفاسق کفؤا لبنت الصالحین[5]۔

فاسق صالحین کی بیٹی کے لئے کفو نہیں ہے (ت)

نیز ایسا معسر کہ نہ روزانہ کماتا ہو نہ ایک مہینے کے اپنے ہی قوت کا مالک ہو نفقہ درکنار کفو نہیں ہو سکتا اگرچہ عورت بھی فقیرہ ہو۔ درمختار میں ہے:

تعتبر فی العرب والعجم دیانۃ ای تقوی

کفو میں جس چیز کا عرب و عجم میں اعتبار کیا جاتا ہے وُہ دیانت

---

[1] درمختار | باب الکفاءۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۹۵

[2] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث بیروت | ۲/۳۲۰

[3] ردالمحتار بحوالہ المجمع | " | " | "

[4] فتاوٰی قاضی خاں | فصل فی الکفاء | منشی نولکشور لکھنؤ | ۱/۱۶۱

[5] ردالمحتار بحوالہ الخانیہ | باب الکفاءۃ | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۳۲۰

ومالا بان یقدر علی المعجل ونفقۃ شھر لو غیر محترف[1]

یعنی تقوٰی، اور مال جس سے مہر معجل اور ایک ماہ کا نفقہ دینے پر قادر ہو اگر کاریگر نہ ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

شمل ما لو کانت فقیرۃ بنت فقراء کما صرح بہ فی الواقعات معللا بان المھر والنفقۃ علیہ فیعتبر ھذا الوصف فی حقہ[2]

یہ فقیر کی فقیر بیٹی کو شامل ہے، جیسا کہ واقعات میں تصریح کی گئی ہے کہ وجہ یہ ہے کہ مہر اور نفقہ خاوند پر ہی ہوتا ہے لہذا اسکا مالدار ہونا معتبر ہوگا۔ (ت)

اور بالغہ کہ اپنا نکاح غیر کفو سے کرے باطل محض ہے جبکہ ولی رکھتی ہو مگر اس صورت میں کہ ولی نے پیش از نکاح اسے غیر کفو جان کر صراحۃً اجازت دے دی ہو ان میں تین شرطوں سے ایک بھی کم ہوگی نکاح اصلاً نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے:

یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا فلا تحل مطلقۃ ثلثا نکحت غیر کفوہ بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ فلیحفظ[3]

غیر کفو میں نکاح کے اصلاً عدم جواز کا فتوٰی دیا جائیگا لہذا تین طلاق والی نے اگر اپنے ولی کی مرضی کے خلاف غیر کفو میں نکاح کیا جبکہ ولی کو غیر کفو کا علم ہو تو وہ پہلے خاوند کے لئے حلال نہ ہوگی۔ اس کو محفوظ کرو۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ردالمحتار میں ہے:

یصدق بنفی الرضا بعد المعرفۃ وبعدمھا وبوجود الرضا مع عدم المعرفۃ ففی ھذہ الصور الثلث لا تحل وانما تحل فی الرابعۃ وھی رضی الولی بغیر الکفو مع علمہ بانہ کذلک[4] اھ ح۔

ولی اگر کہے کہ معلوم ہونے پر میں راضی نہ ہوا یا مجھے معلوم نہ ہوا، یا معلوم نہ ہونے کی وجہ سے میں راضی ہوا تھا تو ان تینوں صورتوں میں ولی کی تصدیق کی جائے گی اور وہ مطلقہ ثلاثہ پہلے خاوند کے لئے حلال نہ ہوگی، ہاں چوتھی صورت میں حلال ہوجائے گی وہ یہ کہ ولی کہے کہ غیر کفو کا علم ہونے کے باوجود میں راضی ہوں اھ ح۔ (ت)

---

[1] درمختار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۵

[2] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۲۱

[3] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱

[4] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۹۷

اُسی میں ہے :

لابد حینئذ لصحۃ العقد من رضاہ صریحا وعلیہ فلوسکت قبلہ ثم رضی بعدہ لایفید فلیتامل[1] اھ وکتبت علیہ جزم بہ فی الخیریۃ تبعاللبحر والوجہ فیہ ماسنذکرہ[2] الخ

اس لئے اس عقد کی صحت کے لئے ولی کا صراحتًا اظہار رضامندی کرنا ضروری ہے، اور اسی بنا پر اگر پہلے وہ خاموش رہا اور بعد میں راضی ہُوا تو نکاح کے بعد کی رضا مفید نہیں ہے، غور چاہئے اھ، اس پر میں نے حاشیہ لکھا، خیریہ میں اس پر جزم بحر کی اتباع میں کیا ہے اور وجہ وہی ہے جو ہم ذکر کریں گے الخ۔ (ت)

یہاں رضائے ولی غیر کفو جان کر تھی بلکہ کفو سمجھ کر لہذا اصلاً معتبر نہیں، شرطِ انعقاد نہ پائی گئی اور نکاح باطل محض ہوا، زینب پر فرض ہے کہ اس سے فوراً جدا ہو جائے اگرچہ خلوت ہو چکی ہو اور زید و ہندہ پر حرام ہے کہ اُسے عمرو کے یہاں بھیجیں کہ وہ زنا نہیں بلکہ اُس سے بدتر ہے نسأل اللہ العفو والعافیۃ (اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کا سوال ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۵: از کلکتہ بھوانی پور ڈاک خانہ بھوانی پور رسہ روڈ نمبر ۱۰۹ مرسلہ شیخ حاجی نادر علی صاحب بلقرقصاب ۱۵ صفر ۱۳۳۸ھ

www.alahazratnetwork.org

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مثلاً ایک لڑکی کی شادی چھ مہینے کی عمر میں ہوئی اور لڑکے کی عمر اس وقت پانچ برس کی تھی تب دونوں کی شادی ہوگئی اور اب لڑکی کی عمر اس وقت چودہ برس کی ہے اور لڑکا یا لڑکے کا کوئی وارث ابھی تک کسی طرح لڑکی کی خبر نہیں لینے گئے اور لڑکی خدا کے فضل سے تین قسم کے علم سے بھی واقف اچھی طرح سے ہے اور لڑکا بالکل جاہل ہے کچھ علم سے تعلق نہیں، اور نہ لڑکے کی طرف سے کوئی شخص لڑکی کا پُرسانِ حال ہُوا انہی سب وجوہات سے اب لڑکی کہتی ہے کہ ہم اوّل شوہر کو طلاق دے کر نکاح ثانی کریں گے۔ لڑکی اوّل شوہر کو طلاق دے کر نکاح ثانی کر سکتی ہے یا نہیں؟ اور طلاق اس پر واجب ہوگی یا نہیں؟ اس مسئلے کو حضور ارشاد فرمائیں تاکہ لڑکی اگر نکاح ثانی کرے اور لڑکے کی طرف سے کوئی کارروائی مقدمہ وغیرہ کا کرے تو ہم کو اس مسئلہ کو پیش کرنا ہوگا خوب کوشش کرکے بلکہ جو فرماویں خرچ وغیرہ کے لئے تو غلام خدمت کے لئے حاضر ہے۔

الجواب

یہاں فتوے پر کوئی خرچ نہیں لیا جاتا، نہ اس کو اپنے حق میں روا رکھا جاتا ہے، طلاق دینا عورت کے

---

[1] ردالمحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۹۷

[2] جدالممتار حاشیہ ردالمحتار باب الولی حاشیہ ۵۰۲ المجمع الاسلامی مبارکپور ۲/ ۳۴۵

اختیار نہیں، نہ وہ شوہر کو طلاق دے سکتی ہے نہ اس کے دئے طلاق پڑ سکتی ہے۔ قرآن عظیم میں فرمایا: بیدہٖ عقدۃ النکاح[1] (اسی (خاوند) کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ ت) حدیث شریف میں ہے: الطلاق لمن اخذ الساق[2] (ساق پکڑنا جماع سے کنایہ ہے یعنی طلاق وہی دے سکتا ہے جو جماع کا مالک ہے۔ ت) اس کی تفصیل معلوم ہونی چاہئے کہ لڑکی کا نکاح چھ مہینے کی عمر میں اُس کے باپ نے کیا یا دادا نے یا اور کسی ولی نے، اور باپ کے سوا جس نے کیا اس سے قریب تر کوئی ولی تھا یا نہیں، تھا تو کون تھا، اور اس نے قبل نکاح یا بعد نکاح خبر سُن کر کیا کہا، لڑکی کو پہلا عارضہ ماہواری کس سال کس مہینے کون تاریخ کے کس منٹ پر آیا، اور اس نکاح سے ناراضی کا اظہار اس نے کس سال کس مہینے کس دن تاریخ کے کس منٹ پر کیا، لڑکی کی قوم کیا ہے اور لڑکے کی کیا، لڑکا مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشے میں بہتر یا برابر یا کتنا کمتر ہے، یہ سب باتیں ایمانًا سچی سچی بتائی جائیں، تو جو صورت واقعہ ہو اُس کا جواب دیا جائے گا۔ فقط

مسئلہ ۲۹۶: از جاورہ مرسلہ مولوی مصاحب علی صاحب امام مسجد چھیپیان ۲۷ صفر ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نابالغہ کا والد زید قریبًا ایک ہزار میل کی مسافت پر تھا، والدہ اور چچا بکر نے رضامند ہو کر ہندہ کے والد کی تحریری اجازت حاصل کرکے مفتی شہر کو بتا کر خود نکاح خالد کے ساتھ کر دیا، نکاح کے ڈھائی مہینے بعد زید اپنے مکان پر آیا چنانچہ خالد نے اپنے خسر کی دعوت دی اور زید نے جلسۂ دعوت میں نکاح کی رضامندی ظاہر کی، ساڑھے چار ماہ تک رسومات عیدی و دیگر رسومات دامادی خسری خالد کے ساتھ رکھے، اب باہمی رنجش ہونے پر خالد نے زید سے اپنی زوجہ رخصت کرنے کو کہا، زید کہتا ہے میں نے خط نہیں لکھا تھا یعنی نکاح کرنے کی اجازت اپنے بھائی بکر کو نہیں دی تھی اور نکاح فسخ کرنا چاہتا ہے، تو کیا اس خط کے انکار سے باوجودیکہ بعد آجانے کے ساڑھے چار ماہ تک رسومات مذکورہ برتے گئے نکاح فسخ ہوسکتا ہے؟ ہندہ کی عمر وقت نکاح بارہ برس کی تھی اور اب ۱۲ ½ برس ہے۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں انکار خط اسے کچھ مفید نہیں، انکار خط سے اتنا ہُوا کہ اجازت سابقہ ثابت نہ ہوگی اور غایت درجہ نکاح نکاح فضولی ٹھہرے گا اگر یہ صورت غیبت منقطعہ کی نہ لی جائے علی ما فصلناہ فی فتاوٰنا (جس طرح ہم نے اس کی تفصیل اپنے فتاوٰی میں کی ہے۔ ت) مگر نکاح فضولی بعد اجازت نافذ و لازم ہے اور اجازت لاحقہ مثل وکالت سابقہ کما فی الفتاوی الخیریۃ وغیرھا (جیسا کہ فتاوٰی خیریہ وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن ۲/ ۲۳۷

[2] سنن ابن ماجہ کتاب الطلاق باب طلاق العبد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۵۲

مسئلہ ۳۹۷ از علی گڑھ محلہ برم بیگ مدرسہ عربی عائشہ خاتون مرسلہ محمد صدیق حسین صاحب ۲۸ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بھتیجی کا نکاح اس کی نابالغی میں کردیا، جس وقت وہ بالغ ہوئی اُسی وقت اُس لڑکی نے اُس نکاح اور شوہر کے مکان جانے سے انکار کیا، اب اس لڑکی کا نکاح باقی رہا یا نہیں؟ اور دوسری جگہ اس کا نکاح ہوسکتا ہے اور مہر لازم آئے گا؟ بینوا توجروا

الجواب

یہ معاملہ حلال وحرام بلکہ نکاح وزنا کا ہے، اللہ سے ڈریں، اور جو واقعی بات ہو اُس کے حکم پر عمل کریں، غلط بیان پر فتوٰی لینا حشر میں نفع دے گا نہ زنا کو حلال کردے گا، خیر اب وجہ نے جو نکاح کفو سے کیا ہو اس کا حکم یہ ہے کہ نابالغہ بفور بلوغ معاً بلاتاخیر انکار کرسکتی ہے اور ذرا بھی دیر لگائی تو نکاح لازم ہوگیا انکار کا اصلاً اختیار نہیں اور یہاں فورِ محض بلا تاخیر بہت نادر ہے، اللہ واحد قہار سے ڈر کر زنا کو نہایت بدتر خبیث سمجھ کر دیکھیں اگر بالغہ نے جس گھنٹے منٹ سکنڈ میں اسے پہلا حیض آیا تو فوراً فوراً معاً معاً اُسی وقت اُس نکاح سے انکار کیا تو البتہ وہ دعوٰی کرکے اُس کو فسخ کراسکتی ہے بشرطیکہ کفو سے ہُوا ہو، اور اگر چچا نے غیر کفو سے کیا جو مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ میں وقت نکاح ایسا کم تھا کہ اُس سے نکاح اس کے لئے باعثِ ننگ وعار ہو تو نکاح سرے سے ہُوا ہی نہیں فسخ کی کیا ضرورت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۹۸ یکم ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سعیدہ بی بی کا عقد اول موضع گورا میں بشیر الدین کے ساتھ ہُوا، ایک لڑکی پیدا ہوئی، جب لڑکی قریب ڈیڑھ سال کے ہوئی سایۂ پدری سر سے جُدا ہُوا، اب بیوہ اپنی لڑکی کو لے کر باپ اور بھائیوں کے یہاں آرہی، سوا چار برس کے بعد نکاح ثانی موضع کرگنماں میں عبدالصمد سے ہُوا، خاوند دیگر کا ایک لڑکا کہ جس کی عمر چھ سال کی تھی بیوی سابق سے تھا بعد سختی وتشدد وبہزار زجر وتوبیخ بی بی سے اذن لے کر اپنے لڑکے کا عقد بیوی ثانی کے ہمراہ جو لڑکی آئی تھی جس کی عمر چھ سال کی تھی جبریہ کرادیا گیا، لڑکی کا نہ کوئی چچا حقیقی نہ بھائی صرف چچازاد چچا اور چچازاد بھائی اور دو پھوپھیاں حقیقی اور نانا اور ماموں حقیقی ہیں اور وہاں موجود تھے اور نہ اطلاع، جب لڑکی سنِ بلوغ کو پہنچی اور اس کا اظہار ہُوا فوراً پکار اُٹھی یعنی منٹ بھی پورا نہ ہونے دیا کہ مجھ کو اُس شوہر کے یہاں کسی نوع جانا منظور نہیں اور ہرگز ہرگز نہ جاؤں گی، دن کے سات یا آٹھ بجے کا واقعہ ہے؛ معزز اشخاص شاہد ہیں۔

الجواب

سوال میں یہ فقرہ کہ فوراً پکار اُٹھی حکم شرعی سُننے کا نتیجہ ہے، اور آگے اس کی تفسیر نے کہ یعنی منٹ بھی

www.alahazratnetwork.org

پُورا نہ ہونے دیا اُسے پھر بگاڑ دیا،

فانہ ان بقی تمام الدقیقۃ ثانیۃ او ثانیتین صدق انہالم تتم ولکن این الفور۔

کیونکہ اگر منٹ میں سے ایک سیکنڈ یا دو سیکنڈ رہتے تو کہا جاسکتا ہے کہ منٹ پُورا نہ ہُوا، لیکن یہ فوراً نہیں ہے۔ (ت)

یہ معاملہ حلال وحرام نکاح وزنا کا ہے، بات بنا کر کچھ حکم لے لینا زنا سے نہ بچالے گا، پھر اگر تمام شرائط شرعیہ متحقق ہو بھی لیں تو عورت کے کہے سے نکاح فسخ نہیں ہوجاتا بلکہ اُس کو دعوٰی کا اختیار رہتا ہے حاکم مجاز کے یہاں دعوٰی کرے، وُہ تحقق شرائط شرعیہ کا گواہانِ عادل سے ثبوت لے، جب ثبوت ہوجائے تو حاکم نکاح فسخ کرے ویسے نہیں ہوسکتا، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۹۹: از لاہور بستی، بازار اناکلی، مدرسہ تعلیم القرآن معرفت مولوی احمد الدین صاحب مرسلہ جناب مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

بجناب مستطاب حضرت عالم اہلسنت وجماعت مجدد مائۃ حاضرہ زید فضلہم، بعد نیاز مندی عقیدت منزلہ درمختار باب الولی میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

وللولی الاعتراض فی غیر الکفوء مالم تلد لئلا یضیع الولد[1]۔

ولی کو غیر کفو میں اعتراض کا حق ہے جب تک بچہ پیدا نہ ہو (اس کے بعد نہیں) تاکہ بچے کا نسب ضائع نہ ہو۔ (ت)

طحطاوی وابو المکارم حاشیہ شرح وقایہ وبنایہ علی الہدایہ وحاشیہ شلبی علی الزیلعی وہندیہ میں لکھا کہ بعد ولادت بھی بنا بر ظاہر الروایات ولی کو اعتراض ہے فسخ کے لئے، اور امام حسن رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی روایت مفتٰی بہا پر ابتداء ہی سے بطلانِ نکاح کا حکم باقی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ولادت حق اولیا کی مسقط نہیں اور یہی خادم الاقدام کا مقصود بھی ہے، اس بارہ میں حضور کو تکلیف تو ہوگی مگر حضور کے توکل اوقات ہی اسی کام کے لئے وقف ہیں، ثبوت تفریق واعتراض بعد الولادۃ کے لئے حضور سے جہاں تک توثیق ہوسکے بہتر ہے بشرطیکہ خادم کا اعتقاد خدام عالی شان کے اعتقاد سے مطابق ہو ورنہ خیر، خادم نے ثبوت تفریق کا دعوٰی کیا ہے وان ولدت (اور اگر بچہ پیدا ہوجائے۔ ت) اور دوسری جانب کے مولوی لوگ اس کے عدم پر ہیں، آج ۲۶ اس مہینے انگریزی اور آئندہ دسمبر مہینے کی ۸ لاہور میں جج کے پاس مقرر ہے فقیر کو بھی جانا ہوگا، بیندادی

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۱

کہ ایک مرد غیر سید غیر قریشی نے نکاح کرلیا ہے اور مقدمہ بازی میں اُس کا بچہ بھی ہوگیا ہے، دوسری جانب کے مولوی کہتے ہیں کہ علویات کا نکاح مع تراضی اولیا یا بلا تراضی باطل کہنا شیعہ کا مذہب ہے اور بنایہ کی عبارت سے مستند ہیں:

وفی البسیط ذھب الشیعۃ الی ان نکاح العلویۃ ممتنع علی غیرھم مع التراضی قال السروجی وھما قولان باطلان[1]

بسیط میں ہے کہ رضامندی کے باوجود علویات (سیدزادیوں) کا غیر سے نکاح شیعہ لوگوں کے ہاں ناجائز ہے، سروجی نے کہا کہ دونوں قول باطل ہیں (ت)

اس قولان باطلان سے کون سے دو قول مراد ہیں، یہ عبارت تفسیر طلب ہے۔ حضور فیض النور اس عریضہ کا جواب اس پتہ پر ارشاد فرمائیں، ۸ تاریخ سے اگر ایک دو روز اوّل جواب پہنچے تو فقیر اس تحریر منیر کو جلسۂ علماء میں پیش کردے، امید تو بچتہ ہے کہ علماء بھی مان لیں گے ورنہ حاکم فیصلہ تسلیم کرلے گا، ایسی حالت میں کہ مقدمہ ہوتے ہوتے اولاد پیدا ہوگئی اور چند روز میں مرگئی تو اب بھی حق اعتراض للاولیاء ہے یا نہ؟ بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، بملاحظہ مولانا المکرم ذی المجد والکرم والفضل اتم مولانا قاضی غلام گیلانی صاحب اکرمہ اللہ تعالٰی وتکرم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مجھے ۲۰ محرم سے یکم ربیع الاول شریف تک بخار کے دورے ہوئے جن میں بعض بہت شدید تھے، اب تین روز سے برکت دعاء جناب بخار تو نہیں آیا مگر ضعف بدرجہ غایت ہے، اسی حالت تپ میں پہلے سوال سامی کا جواب حاضر کردیا تھا اور رسالہ دربارۂ ذبیحہ پہلے جبل پور جانے اور اب اس بخار کے دوروں کے سبب مکمل ہوسکا طالب عفو و دعا ہے بنایہ اور ابو المکارم میرے پاس نہیں شلبی علی الزیلعی وہندیہ میں بعد ولادت بھی انقطاع حق اعتراض صرف شیخ الاسلام سے نقل کی ہے اور اُس کی طرف سے کوئی میل اُن کی عبارت سے نہیں پایا جاتا اکابر و مشاہیر کا جزم اسی پر ہے کہ مالم تلد (جب تک بچہ پیدا نہ ہو۔ ت) زیلعی میں تھا:

الا اذا سکت الی ان تلد فیکون رضا دلالۃ[2]

مگر جب ولی خاموش رہا حتی کہ لڑکی نے بچے کو جنم دیا تو یہ دلالۃً رضامندی ہوگی۔ (ت)

اس پر شلبی نے کہا:

---

[1] البنایۃ فی شرح الھدایۃ فصل فی الکفاءات المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۲/ ۱۰۲
[2] تبیین الحقائق " " " مطبعۃ الکبرٰی الامیریہ مصر ۲/ ۱۲۸

وعن شیخ الاسلام ان لہ التفریق بعد الولادۃ ایضا اھ کمال منقول عنہ[1]

شیخ الاسلام سے منقول ہے کہ بچّے کی پیدائش کے بعد بھی تفریق کا حق ہے اھ کمال سے منقول ہے (ت)

کمال کی عبارت یہ ہے:

لایکون سکوت الولی رضا الا ان سکت الی ان ولدت فلیس لہم التفریق وعن شیخ الاسلام ان لہ التفریق بعد الولادۃ ایضا[2]۔

ولی کا سکوت رضا نہیں ہوگا مگر جبکہ سکوت لڑکی کے ہاں بچّے کی پیدائش تک جاری رہا تو اب ولی کو اختیارِ تفریق نہیں اور شیخ الاسلام سے منقول ہے کہ اس کو ولادت کے بعد بھی تفریق کا اختیار ہے۔ (ت)

ہندیہ میں پہلے شرح جامع صغیر قاضی خاں سے نقل کیا:

لایبطل حقہ فی الفسخ وان طال الزمان حتی تلد[3]

اس کا حق فسخ باطل نہ ہوگا اگرچہ مدت تک وُہ فسخ نہ کرے حتی کہ لڑکی بچہ کو جنم دے (ت)

پھر نہایہ سے نقل کیا:

اذا ولدت منہ فلیس للاولیاء حق الفسخ[4]۔

جب لڑکی نے اپنے خاوند سے بچہ کو جنم دیا پھر اولیاء کو حقِ فسخ نہیں۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

حکم اس میں بھی یہی لکھا ہے آگے استدراکاً قولِ شیخ الاسلام ذکر کیا اور طحطاوی میں تو اس قول کا ذکر تک نظر نہ آیا بلکہ ایک عبارتِ شارح سے ایہام ہوتا تھا کہ اگر ولی کو خبرِ نکاح نہ ہو تو بعدِ ولادت بھی معترض ہوسکتا ہے اس پر اعتراض کردیا، متن میں تھا: لہ الاعتراض مالم تلد[5] (بچّہ جننے تک اس کو اختیار ہے۔ ت) اسے شارح نے یُوں بنایا: مالم یسکت حتی تلد[6] (بچّے کے جنم تک خاموش نہ رہے۔ ت) اس پر محشی نے فرمایا:

الاولی حذف مافی الشرح لانہ یفہم منہ

جو کچھ شرح میں ہے اس کو حذف کرنا بہتر ہے کیونکہ اس سے یہ

---

[1] حاشیہ شلبی علی تبیین الحقائق	فصل فی الکفاءۃ	مطبعۃ الکبری الامیریہ مصر	۲/ ۱۲۸
[2] فتح القدیر	"	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	۳/ ۱۸۴
[3] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ شرح جامع صغیر قاضیخاں	باب الکفاءۃ	نورانی کتب خانہ پشاور	۱/ ۹۳-۲۹۲
[4] " " بحوالہ النہایۃ	"	" " "	۱/ ۲۹۳
[5] درمختار شرح تنویر الابصار	باب الولی	مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۱۹۱
[6] " " "	"	"	"

ان ذالک عن علم فلو کان عن غیر علم یکون لہ الاعتراض وان ولدت والعلۃ تنفی ذٰلک فالاولی ابقاء المصنف علی ظاہرہ فتامل۔[1]

سمجھا جارہا ہے کہ علم کے باوجود ایسا ہے اگر علم کے بغیر ہو تو اسے اعتراض کا حق ہے اگرچہ اس نے بچے کو جنم دیا ہو، حالانکہ علت اس کی نفی کرتی ہے، لہٰذا بہتر ہے کہ مصنف کی عبارت کو ظاہر پر باقی رکھا جائے، غور کرو۔ (ت)

روافض کے نزدیک کوئی قرشی غیر علوی علویہ کا کفو نہیں اور ہمارے نزدیک قریش بعضہم اکفاء بعض، میرے پاس بنایہ نہیں کہ دوسرا قول معلوم ہو یہ صورت کہ یہاں واقع ہوئی کہ ولی دعوٰی تفریق کرچکا اس کے بعد ولادت ہوئی اختلاف سے برکراں ہے، مسقط حق تفریق سکوت حتی تلد تھا وہ نہ پایا گیا کہ قبل ولادت دعوٰی دائر ہوچکا، پھر ان تکلفات کی ضرورت کیا ہے جبکہ مفتی بہ مطلقاً فساد و عدم انعقاد ہے، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴۰: از شہسرام ضلع شاہ آباد محلہ شاہ جمعہ مرسلہ شیخ عبدالواحد صاحب ۲۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص فوت ہوا اور ایک زوجہ زینب اور دو دختر نابالغہ ہندہ وکلثوم، ایک باپ خالد کو چھوڑا۔ تو ان دونوں دختران نابالغہ کا ولی کون شخص ہوگا؟

الجواب

ان دختران کے مال و نکاح جب کا ولی ان کا دادا خالد ہے اگر ان کا باپ کسی کو اپنی اولاد یا جائداد کی غور پرداخت نگہداشت سپرد نہ کرگیا ہو ورنہ وہ وصی ولی مال دختران ہوگا اور نکاح کا ولی بہرحال خالد۔ درمختار میں ہے:

ولیہ ابوہ ثم وصیہ بعد موتہ ثم وصی وصیہ ثم بعدہم جدہ الصحیح وان علا[2] الخ۔

اس کا ولی اس کا باپ ہے پھر باپ نے جس کو اپنا وصی بنایا، پھر وصی کا وصی، پھر دادا ترتیب وار اوپر تک۔ (ت)

اسی میں ہے:

الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ علی ترتیب الارث ولیس للوصی ان یزوج الیتیم مطلقا وان اوصی الیہ الاب بذلک علی المذھب[3] (ملخصاً)۔

نکاح کا ولی عصبہ بنفسہ وراثت کی ترتیب پر، اور وصی کو مطلقاً یتیم کے نکاح کی ولایت نہیں ہے اگرچہ باپ نے اسے وصیت بھی کی ہو، مذہب یہی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب الولی دارالمعرفۃ ۲/ ۲۶ و ۲۷
[2] درمختار کتاب الماذون مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۰۳
[3] درمختار باب الولی " " " ۱/ ۱۹۲-۱۹۳

مسئلہ ۳۰۱ تا ۳۰۴ از بریلی محلہ پونا دروازہ مسئولہ فخرالدین صاحب ۳۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ :

(۱) ایک شخص رنڈوا ہے اُس نے نکاحِ ثانی کیا بعدہٗ اس شخص کے پہلے بیٹے نے اپنی سوتیلی ماں کی حقیقی بہن سے نکاح کرلیا جو اس کی سوتیلی خالہ ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) وہ لڑکی عرصہ دو سال سے دوسرے لڑکے کو والدین نے دی ہوئی ہے موافق رواج کے روبرو گواہوں کے والدین نے دی ہے مگر جو رخصتی کے وقت نکاحِ ثانی ہونا ہے وہ باقی ہے۔

(۳) جبکہ لڑکی کے والدین زندہ ہیں اور لڑکی کنواری ہے تو بغیر رضامندیٔ والدین کے کیا وہ غیر شخصوں کو ولی بنا سکتی ہے اپنے نکاح میں؟

(۴) قاضی جس کو پورا علم ہو کر اس لڑکی کے والدین حقیقی زندہ ہیں اور موجود ہیں تو وہ بلا دریافت اُس کے والدین ان کی بے علمی میں غیر شخص کو ولی مقرر کرکے لڑکی کا نکاح کر سکتا ہے؟ اگر نہیں تو ایسے قاضی کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب

(۱) سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح جائز ہے، کچھ حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) دو نکاح کہیں نہیں ہوتے، پہلی منگنی ہوتی ہے وہ نکاح نہیں ہوتا، بات زبان پھیر کر کہنا کچھ مفید نہیں، دو سال سے دی ہوئی ہے، وہ جلسہ نکاح کرنے کے لئے تھا یا منگنی کا؟ اور کیا الفاظ طرفین نے کہے تھے؟ پوری بات بیان کی جائے۔

(۳) لڑکی اگر بالغہ ہے تو اُسے خود اپنے نکاح کا اختیار ہے اور نابالغہ ہے تو وہ باپ کے ہوتے کسی کو ولی نہیں بنا سکتی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۴) بالغہ کا نکاح اس کی اجازت سے پڑھایا جا سکتا ہے اگرچہ والدین کو علم نہ ہو، ہاں یاں یہ ضرور ہے کہ جس سے یہ نکاح ہو وہ بالغہ کا کفو ہو یعنی مذہب، نسب، چال چلن، پیشے کسی بات میں ایسا کم نہ ہو کہ اس سے نکاح ہونا لڑکی کے باپ کے لئے باعثِ ننگ و عار ہو ورنہ نکاح نہ ہوگا، اور اگر نابالغہ ہے تو یہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف رہے گا، قاضی نے بدنیتی نہ کی تو الزام نہیں ورنہ الزام ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۰۵ تا ۳۰۶ از شہر محلہ گندہ نالہ مسئولہ عبدالودود لیڈر صاحب ۲۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ،

(۱) بالغہ لڑکی اگر نکاح کے وقت بوجہ شرم و حجاب اپنی زبان سے ایجاب و قبول کے الفاظ ادا نہ کرے صرف

یہ ہو کر اس کے عزیز و قریب مستورات جو اس کے گرد و پیش موجود ہیں وہ کہہ دیں کہ ہاں لڑکی کو منظور ہے اور بالعموم اکثر نکاحوں میں اسی طرح کی صورت واقع ہُوا کرتی ہے لڑکیاں بوجہ شرم و حجاب خود نہیں بولتی ہیں ایسی صورت میں نکاح جائز ہُوا یا نہیں اور اُس کا اقرار سکوتی ایجاب و قبول کے قائمقام سمجھا جائیگا یا نہیں؟

(۲) لڑکی بالغ ہے مگر یتیم ہے اُس کی ماں نے اس کا نکاح کیا متوفی باپ کے بھائی یعنی چچا تایا نے موجود تھے آیا ان کی عدم موجودگی نکاح کے جواز پر شرعاً کچھ موثر ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) اگر ولی اقرب مثلاً باپ وُہ نہ ہو تو دادا، وہ نہ ہو تو بھائی، وُہ نہ ہو تو بھتیجا، وُہ نہ ہو تو چچا، وہ نہ ہو تو چچا کا بیٹا اگر خود جا کر بالغہ دوشیزہ سے اذن لے یا اپنی طرف سے کسی کو اذن لینے کے لئے اُس کے پاس بھیجے اور وہ طلبِ اذن پر سکوت کرے تو یہی اذن ہے۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصماتھا اذنہا[1]۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، باکرہ کی خاموشی ہی اذن ہے۔ (ت)

اور اگر ولی اقرب خود گیا نہ اپنی طرف سے کسی کو اذن لینے کے لئے بھیجا بلکہ اور شخص بے اس کے بھیجے بطور خود اُس سے اذن لینے گیا تو اس کا سکوت اذن نہ ہوگا اگرچہ اذن لینے والا کیسا ہی قریب رشتہ دار ہو جبکہ ولی اقرب نہ ہو مثلاً باپ کے ہوتے ہُوئے دادا یا حقیقی بھائی اپنی طرف سے اذن لینے جائیں تو ضرور ہوگا کہ عورت خود ہاں کہے اپنی زبان سے اذن دے، پاس بیٹھنے والیوں کا یہ ظلم ہوتا ہے کہ وُہ دھوکا دینے کو ہُوں ہاں کر دیتی ہیں اس صورت میں تو نکاح فضولی ہوگا جبکہ کفو کے ساتھ ہو دختر کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر خبر سن کر اُس وقت یا بعد کو بے اظہار نفرت جائز کر دے جائز ہو جائے گا رَد کر دے رد ہو جائے گا، اگر اپنے کسی قول یا فعل سے صراحۃً دلالۃً اب تک رَد نہ کیا ہو تو بخوشی رخصت ہو کر جانا اذن ہے اس وقت نکاح نافذ ہو جائے گا، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) چچا کے ہوتے ماں اگر یتیمہ بالغہ کا نکاح یتیمہ سے اذن لے کر دے یا بعد نکاح وُہ دختر اذن قولاً یا فعلاً دے دے تو نکاح صحیح و نافذ و لازم ہے، چچا تایا بھائی کسی کو گنجائش اعتراض نہیں جبکہ نکاح کفوٌ سے کیا ہو یعنی وہ شخص مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشے میں ایسا کم نہیں جس کے ساتھ اس دختر کا نکاح اُس کے ولی کے لئے باعثِ ننگ و عار و بدنامی ہو، اگر ایسا ہے تو نکاح ہوگا ہی نہیں اور اگر یتیمہ نابالغہ ہے

---

[1] مؤطا امام مالک کتاب النکاح مطبع میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۴۹۸

کہ حقیقۃً یتیمہ وہی ہوتی ہے تو اگر ماں نے غیر کفو بمعنی مذکور سے نکاح کردیا تو ہوا ہی نہیں اور کفو سے کیا تو چچا وغیرہ جو ولی اقرب ہو اس کی اجازت پر موقوف رہے گا رَد کردے گا رَد ہوجائے گا جائز کردے گا جائز۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۰: از شہر محلہ گندہ نالہ مسئولہ عبدالودود ولیڈر صاحب ۲۷ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی وایدکم بنصرہ فی یتیمۃ بلغت من عمرھا خمسۃ عشر سنین زوجتہا امہا برضاھا باحد من الاقارب ولکن لم یحضروا مجلس النکاح اولیاء الیتیمۃ المذکورۃ کالاعمام وغیرھم وما استشیروا فی ھذا الباب وتولت فی امر النکاح امہا وحدھا لانہا کانت وحدھا کفیلۃ لبنتہا الی الاٰن ھل جاز النکاح ام لا۔

علماء کرام آپ کا کیا ارشاد ہے اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک پندرہ سالہ لڑکی کا نکاح اس کی والدہ نے لڑکی کی رضامندی سے رشتہ داروں میں کردیا جبکہ لڑکی کے اولیاء چچا وغیرہ مجلس نکاح میں حاضر نہ ہوئے اور نہ ہی اس نکاح کے متعلق ان سے مشورہ لیا گیا، صرف والدہ نے ہی نکاح کی تولیت کی کیونکہ لڑکی کی کفیل اس وقت والدہ ہی تھی، کیا یہ نکاح جائز ہوا یا نہ؟

الجواب

ان بلغت قبل ھذا العلامۃ کحیض اوتمت لہا قبل اذنہا بالنکاح خمس عشرۃ سنۃ کوامل وکان النکاح من کفؤلیس فی دینہ ولا نسبہ ولا خلقہ ولا حرفتہ مایتعیر بہ اولیاؤھا عرفا جاز النکاح فان وقع بعد اذنہا او رضیت بہ بعد وقوعہ قبل ردہ تم ولزم ولیس لہا ولا لاحد من اولیاءھا الاعتراض علیہ، وان کان من غیر کفؤ بالمعنی المذکور فہو باطل راسا وان اذنت واجازت او بنفسہا تولت وان کان من کفؤ ولم تبلغ بعد توقف علی اجازۃ الولی ان اجاز جاز وان ابطل

اگر لڑکی نکاح سے قبل بالغ ہوچکی تھی جس پر حیض یا کوئی اور علامت بلوغ ظاہر ہوچکی تھی، یا وہ نکاح سے قبل پورے پندرہ سال کی ہوچکی تھی تو اس نے نکاح کی اجازت دی اور نکاح بھی کفو میں ہوا کہ لڑکے کے دین، نسب، اخلاق اور اس کے کسب پر عرفاً لڑکی کے اولیاء کو اعتراض نہ ہو یعنی اس سے عار محسوس نہیں کرتے تو نکاح جائز ہے پس اگر نکاح عورت کے اذن کے بعد واقع ہو یا وہ نکاح کے بعد اس کو رَد کرنے سے پہلے اس پر رضامندی ظاہر کرچکی ہو تو یہ نکاح نافذ و لازم ہوگیا ہے اب اس کو یا اس کی ولی کو نکاح پر اعتراض کا حق نہیں رہا، اگر یہ نکاح غیر کفو بمعنی مذکور میں ہوا تو وہ نکاح بالکل باطل ہے اگرچہ اجازت اور رضامندی ظاہر کرچکی ہو یا اس نے خود اپنا نکاح کیا ہو اگر نکاح کفو میں ہوا لیکن ابھی بالغ نہ تھی تو پھر ولی کی اجازت پر موقوف رہا، اگر ولی جائز کرے تو جائز اگر باطل کرے

بطل وان سکت الاولیاء حتی بلغت ان الامر الیہا فلتمض اولترد و المسائل ظاھرۃ وفی الکتب دائرۃ ، واللہ تعالٰی اعلم۔

توباطل ہوگا ، اور اگر لڑکی کے بلوغ تک ولی خاموش رہے حتی کہ لڑکی خود بالغ ہوگئی تو اب اجازت لڑکی کی طرف سے ہوگی چاہے راضی ہوجائے یا نکاح کو رَد کردے ، یہ مسائل ظاہر ہیں اور کتب میں مذکور ہیں ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۰۸: از اجمیر شریف محلہ لاکھن کوٹھری مرسلہ مولانا مولوی مشتاق احمد صاحب صدر مدرس مدرسہ معینیہ اجمیر معلی یکم رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک بالغہ لڑکی کی والدہ اور بھائیوں نے ایک میراثی کو رشتہ کرنے کے واسطے بھیجا کہ فلاں قبیلہ میں رشتہ کرآؤ اس قبیلہ کے علاوہ کسی دوسری جگہ نہ کرنا ، میراثی نے کچھ روپیہ رشوت کا لے کر دوسری جگہ رشتہ کردیا ، بعدازیں لڑکی اور والدہ اور بھائیوں کو اطلاع ہوئی اُنھوں نے دو آدمیوں کو بھیجا کہ رشتہ والوں سے کہہ دو کہ ہم نہیں رشتہ کرتے ، اور پھر لڑکی کے بھائی بھی گئے منع کرنے کے واسطے آخرکار وہ باز نہ آئے ۔ اور میراثی نے چند ایام اپنی طرف سے مقرر کرکے برات منگوائی ، برات آنے پر لڑکی اور والدہ بھائی نکاح سے سراسر انکار کرتے رہے ، حتی کہ پانچ چھ ایام اسی طرح گزر گئے ، چونکہ برات کے ساتھ چند رؤسا تھے انھوں نے گردونواح کے سب رؤسا جمع کئے اور کہا کہ جس صورت سے ہو سکتا ہے ہمیں نکاح دلا دو ، سب رؤسا نے جمع ہوکر لڑکی کے بھائیوں کو ایک مقدمہ جعلسازی میں پھانس دیا وہ بیچارے غریب عاجز ہوکر کہنے لگے کہ اچھا نکاح ٹھہرا دو ، جب لڑکی سے اذن لینے کے واسطے گئے اُس نے انکار کردیا ، پھر ایک شخص نے لڑکی کو جبراً خاموش کردیا اور بہلی میں بٹھا کرلے گئے ، بوقتِ وداع لڑکی کے بھائیوں نے لڑکی سے پوچھا تجھ کو کپڑا وغیرہ دیں ، لڑکی نے انکار کیا اور کہا کہ میرا نکاح ہی نہیں ہے تم کس واسطے دیتے ہو ، بعد آنے کے وہ اب تک انکار پر مصر ہے ، عرصہ پانچ سال کا ہُوا ۔ یہ نکاح عندالشرع ہُوا یا نہیں ؟

الجواب

جبکہ صورت واقعہ یہ ہے لڑکی عاقلہ بالغہ ہے اور اُس نے اذن نہ دیا بلکہ صاف انکار کردیا اور بالجبر رخصت کے وقت بھی تصریحاً کہا کہ میرا نکاح ہی نہیں ہے ، اور جب سے اب تک انکار پر مصر ہے تو نکاح مذکور باطل ومردودِ محض ، اور ان جبر کرنے والوں کا ظلم خالص ہے ، بھائیوں نے یہ بجبر نہ سہی بخوشی اجازت دی ہوتی یا خود نکاح کردیا ہوتا بالغہ کے انکار سے وُہ بھی فوراً باطل ہوجاتا نہ کہ ان کی اجازت بھی جبر سے ، یونہی اگر بعد نکاح انکار کے بعد بالغہ خود بھی راضی ہوجاتی مفید نہ ہوتا کہ باطل شدہ نکاح رضا سے صحیح نہ ہوسکے گا نہ کہ وہ اب تک انکار پر مصر ہے ، غرض اس باطل نکاح کو نکاح سمجھنا جہل بعید وظلم شدید ہے ۔ عالمگیریہ میں ہے :

لایجوز احد علی بالغۃ صحیحۃ العقل من اب اوسلطان بغیر اذنہا بکرا کانت اوثیبا فان فعل ذٰلک فالنکاح موقوف علی اجازتہا فان اجازتہ جاز وان ردتہ بطل کذا فی السراج الوھاج[1]

عاقلہ بالغہ باکرہ ہو یا ثیبہ اس کی مرضی کے خلاف باپ یا حاکم کسی کو بھی اس کے نکاح کا اختیار نہیں، اگر کسی نے ایسا کیا یہ نکاح لڑکی کی اجازت پر موقوف ہوگا، اگر وہ جائز کرے تو جائز اور اگر رد کرے تو رد ہوجائے گا۔ سراج الوہاج میں ایسے ہی ہے۔(ت)

درمختار میں ہے:

بلغھا فردت ثم قالت رضیت لم یجز لبطلانہ بالرد[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

جب بالغہ کو نکاح کی اطلاع ملی تو اس نے رد کردیا ہو پھر بعد میں اس نے کہا میں راضی ہوں، تو جائز نہ ہوگا کیونکہ قبل ازیں رد کرنے سے نکاح باطل ہوچکا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم(ت)

مسئلہ ۹۰ از بمبئی جیل روڈ پوسٹ نمبر ۹ معرفت خلیفہ احمد اللہ صاحب مرسلہ جمیل محمد خاں صاحب دہلوی ۱۲ رمضان ۱۳۳۸ھ

ایک بالغہ شیعہ لڑکی نے برضا ورغبت خود بلا اجازت والدین ایک سُنّی المذہب افغانی النسب سے چار گواہ اور ایک وکیل کی موجودگی میں قاضی کے سامنے بمعرفت قاضی نکاح کیا، منکوحہ کے والدین بوجہ شیعہ ہونے کے اُس کا یہ نکاح فسخ کرانا چاہتے ہیں اور عذر یہ پیش کرتے ہیں کہ چونکہ خلوت صحیحہ نہیں ہوئی اس لئے نکاح کے فسخ کرانے کا استحقاق ہمیں حاصل ہے، دوسرے یہ کہتے ہیں کہ چونکہ نکاح ہم کفو سے نہیں ہُوا لہذا ہمیں فسخ کا اختیار ہے، وکیل جو مجلسِ نکاح میں لڑکی کی جانب سے مقرر ہُوا تھا وُہ اس بات کا تو اقرار کرتا ہے کہ نکاح ہُوا میں وکیل بھی بنا مگر لڑکی کے ایجاب وقبول کی آواز نہیں سُنی، قبل از نکاح لڑکی نے گواہان کے سامنے اقرار کیا ہے کہ میں اہلسنت وجماعت حنفی مذہب اختیار کرچکی ہُوں، نکاح کے گواہ موجود ہیں اور وہ مقر ہیں کہ ہمارے سامنے نکاح ہوا ایجاب قبول کی آواز ہمارے کانوں تک آئی، اور قبل از نکاح لڑکی نے کہا کہ میں اہلسنت وجماعت ہوچکی ہُوں۔

الجواب

بالغہ پر ولایتِ جبریہ کسی کی نہیں خصوصًا اس حالت میں کہ وہ سُنّیہ ہے اور باپ رافضی، عدمِ کفاءت کی وجہ کوئی سائل نے نہیں لکھی، اگر صرف بربنائے تخالفِ مذہب ایسا کہا جاتا ہے تو سُنّی لاکھوں درجے رافضی سے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الرابع فی الاولیاء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸۷

[2] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

علی ہیں، اور مغل پٹھان باعتبارِ قوم ہم کفو ہیں، اُس کے باپ کا اعتراض باطل ہے اور اُسے کوئی اختیارِ فسخ نہیں، 12
نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، الایم احق بنفسھا[1] (بے نکاح عاقلہ بالغہ کو اپنے نفس پر زیادہ اختیار ہے۔ ت) اللہ عزوجل فرماتا ہے:

لن یجعل اللہ للکٰفرین علی المؤمنین سبیلا[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ اللہ تعالٰی کافروں کو مومنوں پر ہرگز ولایت نہیں دے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۳: کوہ رانی کھیت متصل جامع مسجد مسئولہ عبدالرحمان خاں صاحب خانساماں ۹ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وحامیانِ شرع متین اس بارے میں کہ ایک شخص اہلسنت وجماعت نے ایک رافضی کی بیوی سے کہا کہ تو مجھ سے مل، تو اس رافضی کی عورت نے کہا کہ اس شرط پر ملوں گی اگر تو اپنی بیٹی کی شادی میرے بیٹے سے کرے۔ اس شخص مذکور نے اس شرط کو قبول کیا اور مدت دراز تک زناکاری رہی اور ابھی تک موجود ہے۔ اب وہ لڑکی اہلسنت کی جوان ہوگئی ہے اور شخص مذکور اس کی شادی اس رافضی سے کرنے کو تیار ہے، اور اس لڑکی سُنّیہ کا نانا موجود ہے وہ بھی منع کرتا ہے اور تمام اہلسنت وجماعت منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ نکاح جائز نہیں، مگر شخص مذکور کہتا ہے کہ جائز ہے۔ اب اس صورت میں یہ لڑکی اپنے نانا کو مل سکتی ہے یا نہیں؟ اور یہ نکاح جائز ہے یا ممنوع، بشرعاً اس میں گناہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب

یہ نکاح حرام قطعی اور زنائے خالص ہے۔ عالمگیری میں ہے:

لایجوز لہ ان یتزوج امرأۃ مسلمۃ ولا مرتدۃ ولا ذمیۃ لاحرۃ ولا مملوکۃ[3]۔ مرتد کو کسی مسلمان عورت، مرتدہ، ذمیہ، آزاد یا لونڈی عورت سے نکاح جائز نہیں ہے۔ (ت)

جبکہ وہ لڑکی جوان ہے اور باپ اُسے معاذ اللہ زنا کے لئے دینا چاہتا ہے تو نانا وغیرہ دیگر اولیاء پر لازم ہے کہ لڑکی کو اس کے قبضہ تصرف سے نکال کر فوراً لڑکی کی رضا سے کسی سُنّی صحیح العقیدہ کفو کے ساتھ اس کا نکاح کردیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] مؤطا امام مالک کتاب النکاح میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۴۹۸
[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۱
[3] فتاوٰی ہندیۃ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۵۵

مسئلہ ۲۱۲: از مقام بلیا ڈاکخانہ رسڑا مسئولہ مولوی حکیم عبدالشکور صاحب ۲۸ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ جس کی عمر تخمیناً دس برس کی تھی بعد انتقال اپنے والدین کے اپنے حقیقی چچا زید سے خفا ہو کر اپنے حقیقی ماموں کے گھر چلی گئی اور وہاں رہنے لگی، کچھ عرصہ کے بعد اس کے ماموں نے ہندہ کا عقد قبل بلوغ مسمی بکر سے بلا اجازت حقیقی چچا کے اس شرط پر کیا کہ تم جب میری بستی میں آکر مکان بناؤ گے اس وقت ہم لڑکی رخصت کریں گے۔ اب بکر اس بستی میں مکان نہیں بناتا ہے اور لڑکی رخصت کرا کر لے جانا چاہتا ہے اور لڑکی وہاں جانے پر راضی نہیں، کیا حقیقی چچا کے موجود ہوتے ہوئے اس کے ماموں نے عقد کر دیا تو یہ عقد شرعاً درست ہوا یا نہیں؟

دوم جب بکر نے اس بستی میں مکان نہیں بنایا تو عقد فسخ ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

بے اجازت چچا کے ماموں نے جو نکاح کیا جائز و صحیح ہوا، مگر چچا کی اجازت پر موقوف تھا، اگر وہ رد کر دیتا رد ہو جاتا۔ مگر عبارتِ سوال سے ظاہر کہ اس نے رد نہ کیا نکاح پر راضی ہوا دوسری جگہ لے جانے پر راضی نہیں۔ جب صورت یہ ہے تو وہ نکاح نافذ بھی ہوگیا مگر لڑکی کو خیار بلوغ ملا۔ عبارتِ سوال سے ظاہر کہ لڑکی نے جسے بالغہ ہوئے کئی سال گزرے اس خیار کا استعمال نہ کیا، وہ بھی نفسِ نکاح سے ناراض نہیں بلکہ دوسری جگہ جانے سے۔ پس صورتِ مذکورہ میں نکاح لازم ہوگیا اور کسی کو اس پر اعتراض کا اختیار نہ رہا۔

www.alahazratnetwork.org

اسی گاؤں میں مکان بنانے کی شرط شرطِ فاسد ہے، اور شرطِ فاسد سے نکاح فاسد نہیں ہوتا بلکہ خود وہ شرط ہی باطل ہو جاتی ہے۔ اسے اختیار ہے کہ اپنی عورت کو اپنے گھر لے جائے۔ قال اللہ تعالٰی:

واسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم۔[1] بیویوں کو اپنی سکونت کے ساتھ سکونت گنجائش کے مطابق دو۔ (ت)

ہاں اگر ظاہر ہو کہ شوہر عورت کو ضرر و ایذا دینے کے لئے دوسری جگہ لے جانا چاہتا ہے اور یہاں رکھنا نہیں چاہتا تو لے جانے کی اجازت نہ دیں گے۔

ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن۔[2] ھذا حاصل ما حط علیہ کلام المحققین۔ و علیک برد المحتار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ بیویوں کو تنگ کرنے کے لئے ضرر مت دو۔ محققین کے کلام کا مصداق یہی ہے، آپ پر ردالمحتار کی طرف رجوع ضروری ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/ ۶

[2] ایضاً

مسئلہ ۳۱۳: ازمقام گھو، گھو ڈاک خانہ اسٹیٹ ضلع دیناجپور ڈاکخانہ خاص مسئولہ حاجی سید نور الحسن صاحب بہاری ۱۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک لڑکی نابالغہ جس کے دو نابالغ بھائی حقیقی ہیں اور ایک حقیقی ماں اور ایک حقیقی چچا اور ایک حقیقی ماموں ہیں، لڑکی نابالغہ اور دونوں بھائی اور اس کی ماں یعنی ان چاروں کی کفالت بعد فوت باپ و شوہر، بھائی شوہر کا و بھائی ماموں کا یعنی ماموں حقیقی و چچا حقیقی کر رہا ہے، ماموں و چچا حقیقی اور دو بھائی نابالغ حقیقی پردیس میں چچا و ماموں کے ساتھ ہیں، ماموں و چچا و بھائی کی عدم موجودگی میں غیر اقربا اور لڑکے کی ماں نے بہکا کر لڑکی کی ماں کو راضی کرکے چچیرے چچا کی اجازت سے نکاح کردیا، اس نکاح سے ماموں اور چچا دونوں سخت ناراض ہیں اور کفالت کرنے سے دست بردار ہیں، لڑکی ہمیشہ سے جب سے اپنی ماں کے ساتھ اپنے حقیقی چچا کے مکان میں رہتی ہے شوہر مجازی سے کوئی تعلق نہیں ہوا صرف عقد ہوا ہے رسم بارات وغیرہ باقی ہے نکاح جائز ہوا یا نہیں؟ اگر ناجائز ہوا تو دوسرے کے ساتھ یا شوہر اول کے ساتھ دوبارہ جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب

www.alahazratnetwork.org

یہ شخص جس سے نکاح ہوا اگر لڑکی کا کفو نہیں یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ میں ایسا کم ہے کہ اس سے نکاح ہونا اولیائے دختر کے لئے باعثِ ننگ و عار ہے تو یہ نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں، نہ جب تک لڑکی نابالغہ ہے کسی ایسے شخص سے کوئی اس کا نکاح کرسکتا ہے۔ اور اگر جس سے نکاح ہوا وہ کفو ہے یعنی کسی بات میں ویسا کم نہیں تو یہ نکاح لڑکی کے حقیقی چچا کی اجازت پر موقوف رہا، اگر اُس نے جائز کردیا اگرچہ ناراضی کے ساتھ، مثلاً کہا "خیر نکاح تو ہوگیا مگر ہم کفالت سے دست بردار ہیں" تو نکاح نافذ ہوگیا، اب چچا یا ماموں کسی کو اختیار نہیں کہ دوسری جگہ نکاح کرے، ہاں لڑکی کو اُس پر اعتراض کا حق ہوگا اگر بالغ ہوتے ہی فوراً فوراً اپنی ناراضی کا اظہار کرے، اور اگر چچا نے خبر سُن کر رد کیا تو رد ہوگیا، چچا کو اختیار ہے جس کفو سے چاہے نکاح کردے اگرچہ اسی شوہر سے۔ غرض ان الفاظ پر مدار ہے جو چچا نے خبرِ نکاح سُننے پر پہلی بار کہے ایمانًا وہ پورے الفاظ بے کم و بیش تبدیل معلوم ہونا ضروری ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۱۴: از موضع آچورہ ڈاکخانہ بھجاری ضلع فریدپور ملک بنگال مسئولہ حاجی عبدالغنی صاحب ۲۱ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید کی لڑکی بالغہ ہندہ نے

بلا اجازت زید کے اپنے کفو بکر کے ساتھ نکاح کیا، زید سُن کر نہایت ناخوش ہو کر بکر کے مکان سے حیلہ وبہانہ کرکے ہندہ کو اپنے مکان میں لے آیا، پھر ہندہ سے کہا کہ یہ نکاح جائز نہیں ہُوا اس لئے کہ میں تیرا باپ ہوں بلا اجازت باپ کے نکاح صحیح نہیں، اس حال میں ایک سال سے زیادہ گزر گیا، پھر زید نے ہندہ کا نکاح عمرو کے ساتھ کیا، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ نکاح ثانی صحیح ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو جو اولاد عمرو سے ہُوئی اُس کا اور زید کا شرع شریف میں کیا حکم ہے زید امام ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر نکاح ثانی صحیح ہے تو بکر پر مہر مثل لازم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

پہلا نکاح عورت نے جس سے کیا تھا اگر وہ کفو شرعی تھا یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ میں ایسا کم نہ تھا کہ اس کے ساتھ عورت کا نکاح ہونا عورت کے باپ کے لئے باعثِ ننگ وعار ہو تو وہ پہلا نکاح ہو گیا اور یہ دوسرا نکاح باطل ہُوا، عورت کا باپ اور یہ دوسرا شوہر دونوں سخت کبیرہ کے مرتکب ہیں، اور بچے جو پیدا ہُوا وہ پہلے ہی شوہر کا ہے، اس صورت میں زید کو امام کرنا گناہ ہے جب تک توبہ نہ کرے، اور اگر پہلا نکاح عورت نے جس سے کیا وہ بمعنی مذکور کفو شرعی نہ تھا تو وہ پہلا نکاح باطل ہُوا دوسرا نکاح صحیح ہُوا، بچہ اس دوسرے شوہر کا ہے، زید وعمرو پر کوئی الزام نہیں اُن کے پیچھے نماز اس وجہ سے ممنوع نہیں، پہلا نکاح جس سے ہُوا تھا اگر وہ قربت کر چکا ہے تو اُسے مہر مثل دینا آئے گا یعنی ایسی عورت کا جتنا مہر ہو جو مہر بندھا تھا اس کا لحاظ کیا جائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۱۵: از موضع اٹریا ضلع بریلی مسئولہ قمر الدین صاحب یکم صفر المظفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت رانڈ تھی اور بالغہ تھی کیونکہ اُس کے ایک لڑکا پیدا ہو چکا تھا اس رانڈ نے عقدِ ثانی کے واسطے ایک شخص کو جو اُسی کی ذات کا تھا اور جوان بھی تھا اور علم دار بھی تھا اور روٹی کپڑے سے خوش تھا تجویز کی مگر اُس جوان کے واسطے اس رانڈ کا والد نکاح کرنے کو راضی نہ تھا، زید نے کچھ لالچ پا کر اُس شخص کی طرف سے جس کے ساتھ رانڈ کا والد راضی تھا بریلی سے تعویذ اور مٹھائی لے جا کر کھلایا تاکہ اس کا خیال اس جوان کی طرف ہو جس سے اس کا والد راضی تھا، اور زید نے مٹھائی کھلاتے وقت اس شخص کا نام لیا کہ وہ رانڈ جس سے راضی تھی کہ تم کو میں اس شخص کی طرف سے مٹھائی کھلاتا ہوں جس سے کہ تم راضی ہو، اس کے بعد میں اُس رانڈ کا نکاح اُس شخص کے ساتھ زبردستی کرا دیا جس سے وہ رانڈ ناراض تھی اور زبردستی چند آدمی پکڑ کر اس شخص کے یہاں پہنچا آئے، یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟ اور زید کو انجمن کی طرف سے صدر بنایا ہے اب زید کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ انجمن والوں نے زید کو صدر ممبر بنایا تو اُن کو یہ قصہ معلوم نہیں تھا اور یہ نکاح زبردستی زید ہی کی کوشش سے ہوا تھا۔ بینوا توجروا

الجواب

سائل نے بیان کیا کہ عورت کو اذن دیتے وقت بتایا گیا تھا کہ یہ نکاح دوسرے سے ہوتا ہے جس سے وہ راضی نہیں لیکن کسی نے ہاتھ پکڑے کسی نے پاؤں، اور اُس سے جبراً اذن دلوایا، صورتِ مذکورہ میں نکاح صحیح ہوگیا کہ نکاح وطلاق میں اکراہ کو دخل نہیں، جس طرح خوشی سے ہوجاتے ہیں یونہی جبر سے بھی۔ حدیث میں ارشاد ہوا:

ثلاث جدھن جد وھزلھن جد النکاح والطلاق والعتاق[1]

تین چیزیں جن میں سنجیدگی اور مذاق سنجیدگی ہے: نکاح، طلاق اور عتاق۔ (ت)

باقی رہا یہ کہ مجبور کرنا شرعاً کوئی وجہ الزام رکھتا ہے یا نہیں، ممکن کہ نہ رکھتا ہو بلکہ عورت کی خیر خواہی ہو، عورتیں ناقصات العقل ہوتی ہیں، اور باپ سے زیادہ اولاد پر کون مہربان ہے سوا اللہ ورسول کے۔ ظاہر یہی ہے کہ جہاں وہ چاہتی تھی اس میں شر تھا اور جہاں باپ نے چاہا اُس میں خیر، تو ایسے احتمال قوی کی حالت میں اُس جبر کو وجہ الزام نہیں ٹھہرا سکتے جیسے مریض کو بالجبر دوا پلانا۔ لہذا اس وجہ سے امامتِ زید میں کوئی خلل نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۱۶: از شہر کہنہ محلہ صوفی ٹولہ مسئولہ طفیل احمد صاحب ۱۱ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی کا نکاح اس کے والدین نے ایک لڑکے کے ہمراہ جو کہ ایک بیوی مع دو بچوں کے چھوڑ چکا ہے اور لڑکی کا خالہ زاد بھائی ہوتا ہے لڑکی کے اقربا (تایا، پھوپھا، بھائی وغیرہ) کو بغیر جمع کے غیر محلہ میں دھوکہ سے لے جاکر سرائے خام کے ایک طالب علم سے اس طرح پڑھوایا کہ ماموں جو کہ دونوں (لڑکے اور لڑکی) کا ہوتا ہے وکیل بنا (اور گواہ اول دونوں کا خالو ہے اور گواہ دوم لڑکے کا تایا زاد بھائی ہوتا ہے) جب ماموں اذن لینے گیا تو اس نے جواب نہ دیا پھر مکرر اصرار کرنے پر بھی جواب نہ دیا تو ماموں نے اس کے ایک طمانچہ مارا کہ جس کے سبب سے وہ رونے لگی اور ماموں نے باہر آکر نکاح پڑھوادیا،

---

[1] جامع الترمذی ابواب الطلاق باب ماجاء فی الجد والہزل فی الطلاق امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۱۴۲
سنن ابی داؤد کتاب الطلاق باب الطلاق فی الہزل آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۹۸
الدر المنثور زیر آیۃ ولا تتخذوا آیات اللہ ھزوا مکتبۃ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۱/ ۲۸۶

ف: در منثور کے الفاظ یہ ہیں: ثلاث من قالھن لاعبا او غیر لاعب فھن جائزات علیہ الطلاق والعتاق والنکاح۔ اور جامع الترمذی اور سنن ابی داؤد میں العتاق کے بجائے الرجعۃ کا ذکر ہے۔ نصب الرایۃ میں ان دونوں لفظوں سے متعلق تفصیلی بحث کی ہے مطالعہ کے لئے جلد سوم کتاب الایمان صفحہ ۲۹۳ و ۲۹۴ ملاحظہ ہو۔ نذیر احمد

لڑکی جانے پر رضامند نہیں ہے کیونکہ وہ اگلی بیوی کا حال دیکھ چکی ہے، تو یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

سائل نے بیان کیا کہ لڑکی کی عمر وقتِ نکاح دو مہینے اوپر پندرہ سال کی تھی، اگر یہ بیان اور صورتِ سوال واقعی ہے تو وہ نکاح فضولی ہوا، اجازت لینے والے اور گواہوں کا رشتہ دار ہونا تو کوئی مخل نہیں، اور بکر کا رونا بھی اذن میں شامل کیا جاتا ہے مگر نہ وہ رونا کہ طمانچہ مارنے سے ہو، وہ ہرگز دلیلِ اجازت نہیں ہوسکتا، تو عقد نہ ہوا مگر عقدِ فضولی اور لڑکی کی اجازت پر موقوف رہا، اگر اُس نے اظہارِ اجازت سے پہلے اظہارِ ناراضی کیا نکاح رد ہوگیا اور شوہر کو اُس پر کوئی دعوٰی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۲: از حیدرآباد دکن قصبہ نارائن پیٹھ جی آئی پی ریلوے کرشنا مسئولہ سید اکرم علی عرف مطلوب شاہ صاحب مدرس فارسی عربی مدرسہ سلطانیہ درجۂ اوّل ۱۳ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ عاقلہ بالغہ حرہ مکلفہ باکرہ نے بلااجازتِ ولی جائز اپنا عقد دو گواہانِ شرعی کے روبرو اپنے ایک ہم کفو سے کرلیا، پس یہ نکاح از روئے مذہب حنفی ہوا یا نہیں؟ اگر ہوا تو کیا ولی جائز فسخ کرکے بلاطلاق و خلع ہندہ کا عقد کسی مالدار سے جبراً کرنا چاہتا ہے اگر کرے تو اس کا وبال کس پر ہوگا؟ اور یہ فعل اس کا کہاں تک جائز ہے؟ کیا رواج عرفِ عام قانونِ شرع شریف پر کسی حالت میں مرجح ہوسکتا ہے اور ولی جائز کا جھوٹا حلف ہندہ کے مقابلہ میں معتبر ہوگا یا ہندہ کا قول؟ بینوا توجروا

الجواب

شرعاً کفوء کے معنے یہ ہیں کہ مذہب یا نسب یا پیشہ یا چال چلن کسی بات میں ایسا کم نہ ہو کہ اُس کے ساتھ اُس عورت کا نکاح اولیائے زن کے لئے باعثِ ننگ و عار ہو، اگر وہ اس معنے پر کفو ہے تو حرہ مکلفہ کا برضائے خود بے اجازتِ ولی اُس سے نکاح نافذ و لازم ہے، ولی اسے ہرگز فسخ نہیں کرسکتے، اگر بلاطلاق اُس کا نکاح دوسری جگہ کردیں گے باطل محض ہوگا اور اُس میں قربت زنائے خالص جس کا وبال مرتکب تزویج پر ہوگا۔ عالمگیریہ میں ہے:

نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا ولی[1] آزاد عاقلہ بالغہ کا نکاح بغیر ولی نافذ ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے: نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی[2] (ولی کی رضا کے بغیر بھی حرہ عاقلہ بالغہ کا

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الرابع فی الاولیاء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۸۷

[2] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۱

نکاح نافذ ہے۔ت) اور اگر اس معنی شرعی پر کفو نہیں اگرچہ ہم قوم ہو جسے عوام میں کفو کہتے ہیں مثلاً مذہب یا پیشہ یا چال چلن میں ایسا کم ہو کہ اس عورت کا اس سے نکاح ولی زن کے لئے باعثِ عار و بدنامی ہے تو زنِ مکلفہ کا بے اجازتِ ولی اس سے نکاح باطل و مردود محض ہے۔ درمختار میں ہے:

ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا[1]۔ غیر کفو میں اصلاً نکاح نہ ہونے کا فتوٰی ہے(ت)

رواج، عرف و قانون کوئی چیز شرعِ مطہر پر مرجح نہیں۔

قال اللہ تعالٰی ان الحکم الا للہ[2] وقال تعالٰی ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفاسقون[3]۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: حکم صرف اللہ تعالٰی کا ہے۔ اور فرمایا: جو اللہ تعالٰی کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ نہ کرے وہ فاسق ہے۔(ت)

سائل نے کچھ نہیں لکھا کہ عورت اور اس کے ولی میں کس بات کا اختلاف ہے جس کا جواب دیا جائے کہ اُن میں کس کا قول معتبر ہے کہیں اس کا قول معتبر ہوگا کہیں اس کا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۱: ضلع ہوگلی ڈاک خانہ تیلین پاڑہ باڑی عجب میاں مسئولہ سلطان احمد خاں صاحب مرزا پوری ۴ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی تخمیناً بارہ برس کی ہے، اس کا عقد کرنے کو اُس کا باپ ایک مرد نابالغ سے کرنے کو وعدہ کیا کہ ہم تمہارے ساتھ اپنی لڑکی کی شادی کریں گے اور رسم دنیاوی بھی کر دیا گیا کہ لڑکا لڑکی کے واسطے کپڑا اور مٹھائی وغیرہ اور دس پانچ برادری کے لوگوں کو ساتھ لے کر گیا، لڑکی کے باپ نے برادری کے رُوبرو سب سامان لیا اور اقرار کیا کہ فلاں تاریخ میں نکاح کر دُوں گا کہ درمیان میں لڑکی کا باپ بیمار ہوگیا اور زیادہ علیل ہوگیا سو وُہ مکان پر چلا گیا، جس کو عرصہ چھ ماہ کا ہوگیا، لڑکی اور اُس کی ماں یہیں پر رہ گئیں اور اب بھی موجود ہیں، جب سے لڑکی کا باپ مکان گیا وہی لڑکا برابر خرچ وغیرہ کا بھی بار اُٹھاتا ہے، اب وُہ لڑکا لڑکی کی ماں سے بہت زور کرتا ہے کہ میرا نکاح کر دو۔ عورت نے کئی مرتبہ خط بھی مکان پر لکھا مگر کچھ جواب نہیں آیا کہ زندہ ہے یا مرگیا، لڑکی کی ماں پہلے راضی نہ تھی مگر جب لڑکے نے کہا کہ اگر تم نکاح نہیں کرتی ہو تو جو کچھ روپیہ میرا اتنے عرصہ میں خرچ ہوا اُس کو دو ورنہ ہم

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱
[2] القرآن الکریم ۶/۵۷
[3] 〃 〃 ۵/۴۷

نالش کریں گے، سواب لڑکی کی ماں نکاح لڑکی کا کرنے پر راضی ہے اور کہتی ہے کہ ہم راضی ہیں نکاح پڑھوالو، اور یہ کہا کہ شوہر میرا کہہ گیا تھا کہ ہم مکان سے واپس آکر شادی کریں گے اس وجہ سے ہم نہیں راضی ہوئے تھے، سواب ان کا کچھ پتہ نہیں ہے، میں خوشی سے کہتی ہوں کہ قاضی کو بُلا کر ایجاب وقبول کرالو، اور لڑکی بھی اپنے بُرے بھلے کو پہچانتی ہے، سو وہ بھی رضامند ہے اور عرصہ چھ ماہ سے اسی مرد کے ہمراہ گویا رہتی ہے، جو باتیں حق حق تھیں ان کو لکھ کر علمائے دین کے حضور میں پیش کردیا جو کچھ حکم شریعت مطہرہ کا ہو بیان فرمائیں، اور ذیل میں جو علامت انگوٹھا ہے وہ ان برادریوں کا ہے جن کے سامنے لڑکی کے والد نے اقرار کیا اور پُرا وغیرہ لیا، اُن لوگوں کے سامنے یہ سوال لکھا گیا اور دستخط لیا گیا لہذا عدم موجودی اس کے والد کے نکاح ہونے یا نہ ہونے سے یا جس طرح اور جس قاعدہ سے نکاح ہو اس مسئلہ کو حضور تحریر کریں۔ بینوا توجروا

الجواب

لڑکی اگر نابالغہ ہے تو اس کے نکاح کے لئے ولی کی ضرورت ہے، ولی اُس کا باپ ہے، بے اجازتِ پدر کسی کو لڑکی کے نکاح کرنے کا اختیار نہیں، اور پہلے اُس کا راضی ہونا اور وعدہ کرنا اجازت کے لئے کافی نہیں کہ اُس نے کسی کو وکیل نہیں کیا اب اس سے اجازت لی جائے، اگر اُس کا پتہ نہ چلے تو لڑکی کا جوان بھائی اُس کا ولی ہے، وہ نہ ہو تو بھتیجا، وہ نہ ہو تو چچا کا بیٹا، اسی طرح جو عصبہ ہو، اور اگر عصبات میں کوئی نہ رہا ہو تو البتہ اُس وقت ماں کو ولایت ہوگی اور اس کی اجازت سے نکاح ہو سکے گا، اور اگر لڑکی بالغہ ہے یعنی اُسے ماہواری عارضہ آچکا ہے تو خود اُس کی اپنی اجازت کافی ہے، مگر بہرحال باپ کے سوا جو دوسرا شخص اس کا نکاح کرے یا بالغہ ہو کر خود کرے یہ ضرور ہوگا کہ جس سے نکاح کیا جائے وہ اس لڑکی سے مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ کسی بات میں ایسا کم نہ ہو کہ اس سے نکاح ہونا لڑکی کے اولیاء کے لئے باعثِ ننگ وعار ہو ورنہ نکاح ہوگا ہی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۱۴۹: از پیلی بھیت محمد غفار خاں مسئولہ حکیم سعید الرحمن خاں صاحب ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ رفیق بیگم کا نکاح اس کی نابالغی میں جبکہ اس کا باپ دادا زندہ نہ تھے اُس کے چچا نے اپنے پسر کے ساتھ کردیا، نابالغہ مذکورہ نے بالغ ہوتے ہی اعلان کردیا کہ اس نے نکاح مذکور کو نامنظور و ناپسند کرکے فسخ کردیا اور بذریعہ نوٹس رجسٹری شدہ شوہر کو جو ہنوز نابالغ ہے اور اس کے والد کو بھی اطلاع دے دی، نوٹس یہ لکھ کر واپس آیا بعدازاں رفیق بیگم نے دیوانی میں نالش کی اور حسب ذیل استدعائے دادرسی کی: "استقرار اس امر کا فرمادیا جائے کہ جو نکاح مدعیہ کا اس کی نابالغی میں ہُوا تھا اور جس کو مدعیہ نے بعد بلوغ شرعی کے مسترد کردیا ہے مدعیہ

بوجوہ معروضہ عرضی نالش نکاح مذکور کی فسخ اور کالعدم ہوجانے کی وجہ سے پابند نہیں ہے اور اب مدعیہ زوجہ مدعا علیہ کی نہیں ہے۔" ہنوز اس نالش کا فیصلہ نہ ہونے پایا تھا کہ رفیقی بیگم فوت ہوگئی، ایسی حالت میں نکاح مذکور وقت وفات رفیقی بیگم کے قائم وبرقرار متصور رہوگا یا فسخ ومسترد، اور شوہر کو ترکہ رفیقی بیگم کا پہنچے گا یا نہیں؟

الجواب

رفیقی بیگم کی اخیر سانس تک نکاح برقرار تھا، وہ اپنے شوہر کی زوجیت ہی میں مری، شوہر اس کے نصف ترکہ کا وارث ہوگا اور نصف مہر بھی ساقط ہوگیا، نصف مہر بھی دیگر ورثا دے گا، خیار بلوغ سے عورت کو یہ حق نہیں ہوتا کہ اپنا نکاح خود فسخ کرلے، نہ اس کے فسخ کیے فسخ ہوسکتا ہے، بلکہ اسے صرف دعوٰی فسخ کا اختیار ملتا ہے، بعد دعوٰی قاضی شرع کے فسخ کئے سے فسخ ہوگا، اگر قبل فسخ مرجائے تو زوجیت ہی میں مرے گی۔

ردالمحتار میں ہے:

قوله فیفسخه القاضی فلا تثبت هذه الفرقة الا بالقضاء لانه مجتهد فیه وکل من الخصمین یتشبث بدلیل فلا ینقطع النکاح الا بفعل القاضی[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ماتن کا قول کہ "قاضی اس کو فسخ کرے" تو فرقت قضاء کے بغیر ثابت نہ ہوگی، کیونکہ یہ مسئلہ اجتہادی ہے اور ہر فریق اس میں دلیل کا سہارا لیتا ہے اس لئے نکاح قاضی کی کارروائی کے بغیر فسخ نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۴۲: ضلع سکھر سندھ اسٹیشن ڈھرکی ڈاکخانہ خیرپور ڈھرکی خاص دربار معلی قادریہ پرچونڈی شریف از طرف ابوالنصر فقیر سردار شاہ ۷ جمادی الاخری ۱۳۳۹ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی، شخصے بحین حیات پدر خود بلا رضامندی وشمولیت وے نکاح خواہر صغیرہ بمعاوضہ بازو بجائے کردہ پدرش بعد خبر یافتن انکار کرد وبعد چند مدت راضی شدہ بازو معاوضہ را در نکاح پسر خود گرفت وبازا نکاح کرد، آیا از انکار اول نکاح باطل شد یا نہ؟

علمائے کرام اللہ تعالٰی تم پر رحم فرمائے، آپ کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ باپ کی زندگی میں باپ کی رضامندی اور شمولیت کے بغیر بھائی نے اپنی نابالغہ بہن کا نکاح بدلے کی شرط پر کردیا، اور باپ نے اطلاع پانے پر انکار کردیا، اور کچھ مدت بعد باپ اس نکاح پر راضی ہوگیا اور بدلہ میں لڑکے کے لئے رشتہ لیا اور دوبارہ

www.alahazratnetwork.org

---

[1] ردالمحتار باب الولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۹۰

محض اقبال بعد انکار تجدید ایجاب وقبول فائدہ دارد یا نہ؟ بینوا توجروا۔

پھر انکار کردیا، کیا پہلے انکار پر نکاح باطل ہوا یا نہ؟ انکار کے بعد صرف ایجاب قبول سے نکاح ہوگا یا نہیں؟ بیان کرو اجر پاؤ۔ (ت)

الجواب

نکاح نابالغہ کہ برادرش بے اجازت پدر کرد نکاح فضولی بود بر اجازت پدر موقوف چوں پدر باستماع خبر انکار کرد فوراً باطل شد و باطل را عود نیست باز راضی شدن پدر بکار نیاید تا از سرِ نو ایجاب وقبول پیش شہود کنند در درمختار است بلغہا فردت ثم قالت رضیت لم یجز لبطلانہ بالرد[1] در ردالمحتار است لان نفاذ التزویج کان موقوفا علی الاجازۃ وقد بطل بالرد[2] در بحرالرائق است الاجازۃ شرطہا قیام العقد[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

بھائی نے باپ کی اجازت کے بغیر نابالغہ کا جو نکاح کیا وہ فضول کا نکاح ہے اور باپ کی اجازت پر موقوف ہے جب باپ نے خبر سنتے ہی انکار کردیا تو نکاح فوراً باطل ہوگیا اور باطل شدہ دوبارہ صحیح نہیں ہوسکتا ہے اس کے بعد باپ کا راضی ہونا بے فائدہ ہے جب تک دوبارہ گواہوں کی موجودگی میں نیا ایجاب وقبول نہ کریں صحیح نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے کہ اگر لڑکی نے خبر ملنے پر نکاح رد کردیا پھر کہا کہ میں راضی ہوں تو جائز نہ ہوگا، کیونکہ وہ رد کی وجہ سے پہلے باطل ہوچکا ہے۔ ردالمحتار میں ہے کیونکہ نکاح کا نفاذ اجازت پر موقوف تھا جبکہ رد کرنے سے باطل ہوچکا ہے۔ بحرالرائق میں ہے اجازت کے لئے عقدِ نکاح کا باقی ہونا شرط ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۲۲۱ تا ۲۲۲: از ضلع بلاسپور امام مسجد اکلترا

ایک بڑھیا کی لڑکی تھی اس کی برادری والے بلا رضامندی شادی کرنے لگے، بڑھیا مذکور نکاح کے وقت نامناسب رہنے پر دوسری کوٹھری پر روتی تھی اور یہ خبر ہی نہیں کہ میری لڑکی کا کیا ہورہا ہے، لڑکی کی عمر پانچ یا چھ سات سال کی تھی، اس لڑکی کو یہ کچھ معلوم نہیں کہ کیا ہورہا یا کیا ہوا، اس لڑکی مذکور کے

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲
[2] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۰۰
[3] بحرالرائق باب فی الاولیاء والاکفاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۱۱۴

وارث سوائے بڑھیا ماں کے کوئی اس کے باپ دادا کی شاخ میں بھی نہ تھے بلکہ بلا وارث والوں نے نکاح طفلیت میں پڑھایا تو کیا یہ نکاح صحیح ہوسکتا ہے یا نہیں سوائے اس کے جو لوگ نامناسب نکاح بنایا ہوا داماد نکاح بے کئے تو بڑھیا مذکور غریب بیوہ منہاری بیچنے والی بچی کو کوئی گزر کرتی تھی بعض وقت یہ بنایا ہوا داماد دو تین بار گیا تو بڑھیا بطور مہمان نوازی کے کھلاتی پلاتی بطور برادرانہ، لیکن کچھ بڑھیا کی بچی سے سروکار بات چیت دیگر حرکات سے پاک رکھتی تھی نہ جانے وقت بڑھیا جب روکتی تھی تو بنا ہوا داماد برائے نام کھلے الفاظ میں یہ صاف صاف کہتا تھا کہ مجھ کو کیوں روکتی ہے میں نہ رہوں گا اور نہ کسی کو چاہتا ہوں اور یا نہ رکھوں گا۔ پس یہ نمبر ۱ کے متعلق ایک تو نکاح ہی درست نہیں ہوا اور جو بنا ہوئے داماد والوں کی طرف سے نکاح بھی مغالطہ ثابت کریں تو جب وہ ایسا الفاظ کھلا ہوا سے کہے کہ نہ رکھوں گا نہ چاہتا ہوں، تو بھی نکاح والے کا نکاح ساقط ہوجاتا ہے تو اب لڑکی کا نکاح بڑھیا بالغی میں پڑھادے تو اولاد بھی ہوتی تو جو اولاد مسلمان ہوں، فقط۔

الجواب

دوسرا سوال مہمل ہے، اتنی باتوں کا جواب لکھا جائے تو اُس کا جواب ہو۔

(۱) اس لڑکی کے دادا پردادا نزدیک دُور کی اولاد میں کوئی مرد اس نکاح کے وقت تھا یا نہیں، بے تحقیق کوئی نہ تھا نہ کہہ دیا جائے کہ تحقیق کے بعد لکھئے۔

www.alahazratnetwork.org

(۲) اگر ایسا کوئی مرد تھا تو اُس نے نکاح کی خبر سُن کر کیا لفظ کہے۔

(۳) اگر ایسا کوئی مرد نہ تھا تو ماں نے نکاح ہوجانے پر کیا لفظ کہے اور اُس کے بعد کیا لفظ کہے یا کچھ نہ کہا۔

(۴) جب وُہ شخص آتا تھا تو ماں اس کی خاطر داماد کی سی کرتی تھی یا عام مہمانوں کی سی۔

(۵) لڑکی کو اب ماہواری عارضہ آتا ہے یا نہیں، اس کی عمر اب کیا ہے، عارضہ ماہواری آتا ہے تو کب سے آتا ہے۔

(۶) ماں کو اس نکاح سے وجہ ناراضی کیا تھی۔

(۷) لڑکی کو اگر عارضہ ماہواری آیا تو فوراً اس کے آتے وقت اس نکاح کے بارے میں کچھ کہا یا کتنی دیر بعد کچھ کہا یا کچھ نہ کہا اور اگر عارضہ ماہواری اب تک نہ آیا اور لڑکی کی عمر پندرہ برس کی ہوگئی تو جس وقت عمر پندرہ برس کی ہوئی تھی اُس وقت یا اس کے دیر کے بعد لڑکی نے اس نکاح کے بارے میں کیا کہا تھا یا کچھ نہ کہا۔

(۸) یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ جس سے نکاح ہوا اس کی قوم کیا ہے اور لڑکی کی کیا قوم ہے اور اُس کا چال چلن کیسا ہے اور اس کا مذہب کیا ہے کیا پیشہ کرتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۲ از لکھنؤ چھتر منزل کلب مسئولہ عبدالرحیم خاں صاحب قادری رضوی ۹ رجب ۱۳۳۹ھ پنجشنبہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید کسی وجہ سے اپنا نکاح پڑھانے نہیں جا سکتا تو اپنے پیر بھائی کو اپنا ولی بنا لیا تو ولی نکاح پڑھا کرا سکتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

اسے ولی نہیں وکیل کہتے ہیں کسی کو اپنا وکیل کر دے کہ میری طرف سے ایجاب قبول کرآؤ، نکاح پڑھانے والا اس سے کہے کہ فلاں بن فلاں کی سب سے بڑی یا سب سے چھوٹی لڑکی (یا جس طرح تعیین ہو) میں نے تیرے موکل فلاں بن فلاں کے نکاح میں اتنے مہر پر دی، وکیل کہے کہ میں نے اپنے موکل مذکور کی طرف سے اُس کے لئے قبول کی، یا وکیل خود عورت یا اُس کے وکیل یا نابالغہ ہے تو اس کے وکیل سے کہے کہ میں نے تجھے یا فلانہ بنت فلاں بن فلاں کو تیری موکلہ ہے یا جس کا تو ولی ہے اپنے موکل فلاں بن فلاں کے نکاح میں لیا عورت یا اُس کا وکیل یا ولی کہے میں نے قبول کیا نکاح ہو جائے گا، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۳ از تلہر ضلع شاہجہانپور محلہ عمرپور مسئولہ شیخ سلامت اللہ صاحب پارچہ فروش ۲۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ کتنی عمر میں لڑکی کا نکاح جائز اور کتنی عمر ہو تو ناجائز یعنی لڑکا سنِ بلوغ بحکم شرع کتنی عمر میں ہوتا ہے، کتنی عمر تک سال کی ہو تو نکاح جائز ہوتا ہے جب کہ اس کا کوئی حقیقی شخص وکیل مطلق نہ ہو۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جب آثارِ بلوغ ظاہر ہوں لڑکے کو احتلام لڑکی کو حیض، اُس وقت سنِ بلوغ ہوتا ہے۔ اور اگر آثار نہ ہوں تو پندرہ برس پوری عمر ہونے پر حکم دیا جائے گا۔ اگر لڑکی نو برس کامل یا لڑکا بارہ برس کامل کا ہو چکا ہے اور وہ دعوٰی بلوغ کریں اور ان کی ظاہری حالت اس دعوے کی تکذیب نہ کرتی ہو تو ان کا قول مان لیا جائے گا جب تک ان صورتوں میں سے کسی صورت پر بلوغ ثابت نہ ہو وہ بغیر اذنِ ولی کے اپنا نکاح نہیں کر سکتے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۴ از نصرات پرگنہ پڑاوہ ریاست علاقہ ٹونک محلہ سلطانپورہ مسئولہ ابراہیم صاحب ۲۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی بیوی سے ۱۴ سال سے علیحدہ رہتا ہو عورت حاملہ تین ماہ کی ہو اسی حمل سے لڑکی پیدا ہوئی اور لڑکی نے چودہ سال تک اپنی ماں کے پاس پرورش پائی باپ نے کسی قسم کی امداد نہیں دی نہ کبھی لڑکی کو بلوا کر دیکھا ایسی صورت میں جوان لڑکی ۱۴ سال کی بالغ ہو گئی ہے لڑکی نے اپنی خوشی اور اس کی والدہ نے اپنی اجازت سے لڑکی کا نکاح کر دیا باپ موجود نہ تھا نکاح بھی ہم قوم سے ہوا یعنی غیر قبیلہ میں نہیں ہوا، یہ نکاح جائز رہا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

شرعاً وہ لڑکی اسی کی ہے اگرچہ کتنے ہی برسوں سے عورت سے علیحدہ ہو فقط چودہ برس کی عمر ہونا بلوغ کے لئے کافی نہیں اگر حیض نہ آیا ہو نابالغہ ہے، نکاح کے لئے اُس کی اجازت کوئی چیز نہیں اور ماں کا کیا ہُوا نکاح باپ کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر جائز کردے گا جائز ہوجائے گا رَد کردے گا باطل ہوجائے گا، اور اگر لڑکی واقعی بالغہ ہوگئی تھی حیض آچکا تھا تو وہ کفو میں اپنے نکاح کی مختار ہے غیر کفو میں بغیر اجازت باپ کے کہ اس نے پیش از نکاح غیر کفو جان کر صراحۃً اجازت دی ہو لڑکی کا نکاح اُس کی اجازت سے باطل ہے، غیر کفو ہونے کے لئے یہی ضروری نہیں کہ کم قوم ہو بلکہ مذہب یا پیشہ یا چال چلن میں ایسا کم کہ اُس کے ساتھ نکاح ہونا لڑکی کے لئے باعث بدنامی ہو یہ بھی غیر کفو ہونا ہے اگرچہ خاص اُسی خاندان کا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۵: از سجیتہ ڈاکخانہ دراپختہ تحصیل ڈیرہ غازی خاں مسئولہ اللہ بخش صاحب ۵ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک عورت زینب پر عاشق ہوا باوجود اہل وعیال کے اُس کے عشق میں مغلوب ہو کر اپنی دختر صغیرہ چار سالہ کا نکاح حق مہر زینب پر برادر زینب عمرو زوجہ دار سے کردیا بعد اُس کے زید نے زینب سے عقد کرکے سرسلی کیا اور اُسی وقت بیمار ہُوا، بعد ہفتہ کے فوت ہوگیا، اب وہ لڑکی بالغہ ہو کر کہتی ہے کہ میرے باپ نے زمرض عشق میں جو میرا نکاح نابالغی غیر زوجہ دار سے کردیا ہے مجھے منظور نہیں، آیا یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

صغیرہ کا نکاح کہ اُس کے باپ نے کیا لازم ہے، صغیرہ کو بعد بلوغ اُس کے فسخ کا کوئی حق نہیں اور عذرات کہ سوال میں لکھے مہمل و بے معنی ہیں شرع میں ان کی کوئی اصل نہیں۔ درمختار میں ہے:

لزم النکاح ولو بغبن فاحش او من غیر کفؤ ان کان الولی ابا او جدا لم یعرف منہما سوء الاختیار[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

نکاح دینے والا باپ یا دادا ہو اگرچہ یہ نکاح غیر کفو یا انتہائی کم مہر پر کیا ہو تو بھی لازم ہوجائے گا بشرطیکہ باپ دادا سوء اختیار سے معروف نہ ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۲۶: از شہر مین پوری دریبہ محلہ مکان مولوی حکیم محمد عباس مسئولہ نثار احمد صاحب ۵ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ زوجہ زید نے چند لڑکے چھوڑ کر انتقال کیا، زید نے اپنا عقد ثانی

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۲

ہندہ سے کیا، ہندہ سے بھی چند لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی، پھر زید نے بھی انتقال کیا۔ ہندہ اپنی اولاد کو لے کر اپنے میکے چلی گئی، اس کے سوتیلے لڑکے اُس کو اپنے حسبِ مقدرت ماہانہ خرچ خورد و نوش پہنچاتے رہے، پھر ہندہ بھی مرگئی، اور اس کا بھائی ان بھانجی بھانجوں پر قابض ہوگیا اور اپنی بھانجی کا عقد خالد سے بلا صلاح و مشورہ اُس کے علاتی بھائیوں کے پوشیدہ طور پر کردیا، جب یہ خبر عالم آشکار ہوئی تو بالا بالا اس کے علاتی بھائیوں کو بھی خبر پہنچی، تو کسی ترکیب سے اپنی سوتیلی بہن کو خالد کے مکان سے بُلوالیا اور اب یہ چاہتے ہیں کہ اپنی سوتیلی بہن کا کسی معزز سے نکاح کردیں اور وہ لڑکی بھی اپنے شوہر خالد سے نہایت بدظن ہے، بوقتِ عقد اس کی عمر آٹھ سال کی تھی اب گیارہ سال سے زائد نہیں، اس صورت میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں جبکہ دخترِ ہندہ نابالغہ کا کوئی حقیقی بھائی بالغ نہ ہو تو اس کے علاتی بھائیوں میں جو بالغ ہوں اس کے ولیِ نکاح ہیں، وہ نکاح کہ اس کے ماموں نے ان بھائیوں سے چھپا کر دیا فسخ ہوگیا، ان بھائیوں کو اختیار ہے کہ حسبِ اجازتِ شرع کسی کفوِ شرعی سے بغیر مہرِ مثل میں کمی فاحش کئے ہوئے اُس کا نکاح کردیں اگر وہ اب بھی نابالغہ ہے اور اگر اب بالغہ ہوگئی یعنی عارضۂ ماہواری آنے لگا تو کسی کفوِ شرعی سے نکاح کرلینے کا اُسے خود اختیار ہے بہرحال طلاق کی کچھ حاجت نہیں کہ بھائیوں کے رَد کئے سے ماموں کا کیا ہوا نکاح سرے سے فسخ ہوگیا اور خالد کو اس دختر سے کچھ تعلق نہ رہا پھر طلاق سے کیا علاقہ! درمختار میں ہے:

لو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف على اجازته[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر ولی ابعد نے اقرب کی موجودگی کے باوجود نکاح کیا تو اقرب کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴۲: مرسلہ سید امداد علی صاحب مختار عام ساجہان ٹھاکر دروازہ محلہ پیرزادگان ۲۱ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے شریعتِ محمدیہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی لڑکی اپنے نانا کی زیرِ پرورش ابتدائے ہے، باپ نے روزِ اوّل سے اس سے تعلق قطع کر رکھا ہے اور مطلق کسی بات کی خبر نہیں لیتا ہے، مرض دُکھ درد رنج راحت وغیرہ کو نہیں پوچھتا، ایسی حالت میں ان لڑکیوں کا نانا عقد کردے تو جائز ہوگا یا نہیں؟ حال یہ ہے کہ وہ لڑکی جس کا عقد کرنا چاہتا ہے تیرھویں سال میں ہے اگر کوئی صورتِ جواز ہو تو بیان فرمائیے کیونکہ جب باپ کسی حالت کا شریک نہیں تو لڑکی کے عقد کی کیا سبیل کی جائے اور یہ بیان فرمائیے کہ لڑکی کس سن پر بالغ ہوتی اور بروئے فقہ اس کی کیا کیا شرائط اور نشانیاں ہیں؟ بینوا توجروا

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۴

الجواب

باپ کے ہوتے ہوئے نانا کو ولایت نہیں ہوسکتی، باپ کا بے علاقہ رہنا اس کی ابوت کو زائل نہیں کرتا،

ولم یذکر فی السؤال صورۃ العضل و فیہا الولایۃ للقاضی دون اب الام کما حققہ المولی الشرنبلالی فی کشف المعضل۔

سوال میں لاتعلقی کی صورت بیان نہیں کی جبکہ اس میں ولایت قاضی کو ہے نانا کو نہیں ہے جیسا کہ مولٰنا شرنبلالی نے اپنی کتاب "کشف المعضل" میں اس کی تحقیق کی ہے۔ (ت)

لڑکی کم سے کم نو برس کامل اور زیادہ سے زیادہ پندرہ سال کامل کی عمر میں بالغہ ہوتی ہے، اس بیچ میں آثارِ بلوغ پیدا ہوں تو بالغہ ہے ورنہ نہیں، آثارِ بلوغ تین ہیں، حیض آنا یا احتلام ہونا یا حمل رہ جانا۔ باقی بغل میں یا زیر ناف بال جمنا یا پستان کا ابھار معتبر نہیں۔ تنویر میں ہے:

بلوغ الجاریۃ بالاحتلام والحیض والحبل فان لم یوجد فحتی یتم خمس عشرۃ سنۃ وادنی مدتہ لہا تسع سنین[1] (ملخصا)۔

لڑکی کا بلوغ احتلام، حیض یا حمل سے ثابت ہوتا ہے اگر ان میں کوئی علامت نہ ہو تو جب عمر پورے پندرہ سال کو پہنچ جائے اور اس کے بلوغ کی کم از کم مدت نو سال ہے (ملخصا)۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ردالمحتار میں ہے:

لا اعتبار لنبات العانۃ ونہود الثدی فذکر الحموی انہ لایحکم بہ فی ظاہر الروایۃ وکذا ثقل الصوت کما فی شرح النظم الہاملی ابوالسعود وکذا شعر الساق والابط والشارب[2] (ملخصا) وہو تعالٰی اعلم۔

لڑکی کے بلوغ کیلئے زیر ناف بال اگنے اور پستان کے ابھار کا اعتبار نہیں ہے تو حموی نے ذکر کیا کہ اس پر حکم نہیں کیا جاسکتا ظاہر روایت کے مطابق، اور یوں ہی آواز بھاری ہونا بھی معتبر نہیں، جیسا کہ ابوالسعود ہاملی کے منظوم کی شرح میں ہے، اور یونہی پنڈلی، بغل، مونچھوں کے بالوں کا بھی اعتبار نہیں (ملخصا)، وہو تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۰: از مبارکپور ڈاکخانہ خاص محلہ رانی پورہ ضلع اعظم گڑھ مرسلہ نثار احمد صاحب درزی

زید بیمار ہوا اپنی حالتِ بیماری میں اپنی لڑکی کو اس کے ماموں کے سپرد کیا، لڑکی کا سن پندرہ برس کا تھا

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار فصل فی البلوغ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۹۹

[2] ردالمحتار " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۹۷

4 پھر لڑکی کا والد قضا کر گیا اور دادا ابھی موجود ہے اور لڑکی اب تک اپنے ماموں کے یہاں پرورش پاتی ہے، بعد کچھ روز کے لڑکی کے دادا نے کہیں نکاح کردیا یعنی کفو میں، اس نکاح کو نہ تو اس کا ماموں جانتا ہے نہ لڑکی جانتی ہے، بعد کچھ روز کے لڑکی نے سُنا تو کہا ہم کو نکاح منظور نہیں، اور لڑکی کا ایک چچا بھی موجود ہے وُہ بھی نکاح میں شریک نہیں وُہ بھی نہیں جانتا اور نہ اس کی رائے سے نکاح ہُوا، صرف دادا نے اپنی خودی سے نکاح کیا تھا اس نکاح کو کوئی نہیں جانتا، نہ ماموں نہ لڑکی کا چچا، آیا وُہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

غیب کا علم اللہ عزّوجل پھر اس کے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ہے، اگر فی الواقع جس وقت دادا نے اُس کا نکاح کیا اُس کی عمر کامل پندرہ برس کی یا اس سے زائد تھی یا آثارِ بلوغ مثل حیض وغیرہ ظاہر تھے تو دادا نے جو نکاح کیا عورت کی اجازت پر موقوف رہا، اگر عورت نے خبر سُن کر نامنظور کیا رَد ہوگیا اور اگر وقتِ نکاح عورت کی عمر پُوری پندرہ سال کی نہ تھی نہ آثارِ بلوغ ظاہر تھے اور دادا نے نکاح کردیا تو وُہ لازم ہوگیا اب رَد نہیں ہوسکتا، عورت اگر دُوسرا نکاح بحیاتِ شوہر کرے گی زنا ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

www.alahazratnetwork.org

بابُ الکفائۃ فی النّکاح

(نکاح کے سلسلہ میں کفو کا بیان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۴۲۹ ازمراد آباد محلہ قانونگویاں مرسلہ محمد نبی خاں صاحب رئیس اوائل جمادی الاولٰی ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ بالغہ شریف زادی جس کے باپ نے انتقال کیا اور بھائی کوئی نہیں صرف عمرو اس کا حقیقی چچا ولی شرعی ہے، مادرِ ہندہ نے غیبتِ عمرو میں باذنِ ہندہ بے اطلاع عمرو اُس کا نکاح زید کم قوم غیر کفو یعنی قصاب مالدار سے کردیا، جب عمرو آیا اور مطلع ہوا اس خیال سے کہ نکاح تو ہوہی گیا مصلحۃً منظور کرلیا اور ہندہ کی رخصتی کردی کہ برضائے ہندہ وطی بھی واقع ہوئی، اب ہندہ اپنے باپ کے یہاں چلی آئی اور تا ادائے مہر معجل زید کے یہاں جانا یا اسے اپنے نفس پر قدرت دینا نہیں چاہتی، اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے اور ہندہ کو ناشزہ کہا جائے گا یا نہیں؟ اور اُسے زید کے یہاں نہ جانے اور اپنے نفس کے بچانے کا اختیار رہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں نہ ہندہ ناشزہ اور نہ زید کو اس پر دسترس، نہ زنہار اُسے قدرت دیں گے کہ ہندہ کو اپنے یہاں بلائے، نہ ہرگز ہندہ کو اجازت دیں گے کہ بطور زوجیت اس کے یہاں جائے بلکہ شرعاً دونوں پر واجب کہ اس نکاح فاسد وواجب الفسخ سے دست برداری کریں اور زید نہ مانے تو ہندہ پر لازم کہ بطور خود

فسخ کرے صرف اسی کے فسخ کئے سے فسخ ہوجائے گا، اور یہ بھی نہ کرے تو حاکم پر واجب کہ ان میں تفریق کردے اور ہندہ کے لئے مہر مثل اتنا کہ مہر مسمی پر زیادہ نہ ہو زید پر لازم آئے گا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ نکاح غیر ولی یعنی ماں نے چچا کے ہوتے اسے ولایت نہیں بے رضائے ولی باذن ہندہ کیا تو درحقیقت یہ زن بالغہ کا بطور خود نکاح کرنا ہوا کہ بسبب اذن ولایت متحقق ہوئی اور فعلِ وکیل بعینہٖ فعل موکل ہے۔

فی الخیریة سئل فی بکر بالغة زوجها اخوها لامها من غیر کفو باذنها أجاب تزویجه لها باذنها کتزوجها بنفسها وھی مسئلة من نکحت غیر کفو بلا رضا اولیائها[1] اھ ملخصا۔

فتاوٰی خیریہ میں ہے، سوال ہوا کہ ایک بالغہ باکرہ کا نکاح اس کی اجازت سے اس کی والدہ کی طرف سے بھائی نے غیر کفو میں کیا؟ جواب میں فرمایا کہ مذکورہ لڑکی کی اجازت سے نکاح ایسے ہی ہے جیسے اس نے بذاتِ خود نکاح کیا ہو یہ مسئلہ لڑکی کا خود کو غیر کفو میں اپنے اولیاء کی مرضی کے بغیر نکاح کرنے کا ہوا اھ ملخصاً (ت)

اور روایت مفتی بہا مختار للفتوٰی یہ ہے کہ بالغہ ذات الاولیاء جو اپنا نکاح غیر کفو سے کرے وہ اسی وقت صحیح ہوسکتا ہے کہ ولی شرعی پیش از نکاح صراحۃً اپنی رضامندی ظاہر کرے اور وہ جانتا بھی ہو کہ یہ شخص کفو نہیں ورنہ اگر عدم کفاءت پر مطلع نہ تھا یا تھا مگر پیش از نکاح اس نے تصریحاً اظہار پسند و رضا نہ کیا تو ہرگز نکاح صحیح نہیں اگرچہ ولی مذکور نکاح کے وقت ساکت بھی رہا ہو اگرچہ باوجود اطلاع اصلاً انکار نہ کیا ہو اگرچہ بعد وقوع نکاح صاف صاف تصریح رضامندی بھی کردی ہو اگرچہ اس کی رخصت وغیرہ خود ہی کی ہو، یہ سب باتیں بیکار ہیں اور اس نکاح کی کہ شرعاً صحیح نہ ہوا اصلاح نہیں کرسکتیں،

فان الرضی اللاحق انما ینفع فی الموقوف دون الفاسد۔

بعد کی رضا موقوف نکاح کے لئے تو مفید ہے مگر فاسد نکاح کے لئے مفید نہیں (ت)

درمختار میں ہے:

یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان فلا تحل مطلقة ثلثا نکحت غیر کفو بلا رضی ولی بعد معرفته ایاہ فلیحفظ[2]۔

غیر کفو میں نکاح اصلاً جائز نہ ہونے کا فتوٰی دیا جائیگا فسادِ زمان کی وجہ سے فتوٰی کے لئے یہی مختار ہے تو مطلقہ ثلاثہ اگر غیر کفو میں نکاح کرے گی تو وہ پہلے خاوند کے لئے حلال نہ ہوسکے گی بشرطیکہ اس کے اولیاء اس غیر کفو پر مطلع ہونے پر رضامند نہ ہوں، اس کو محفوظ کرلو۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی خیریہ باب الاولیاء والاکفاء دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۵

[2] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۱

اسی طرح فتح القدیر وفتاوٰی خانیہ ومجمع الانہر شرح ملتقی الابحر وغیرہا میں ہے۔

وفی ردالمحتار ھذہ روایۃ الحسن عن ابی حنیفۃ وھذا اذاکان لہا ولی لم یرض بہ قبل العقد فلایفید الرضی بعدہ[1]	اور ردالمحتار میں ہے یہ امام ابوحنیفہ سے امام حسن کی روایت ہے، یہ جب ہے کہ اس کے ولی ہوں اور وُہ نکاح سے قبل راضی نہ ہوچکے ہوں تو بعد کی رضامندی مفید نہیں ہوگی۔ (ت)

اُسی میں ہے:

السکوت منہ لایکون رضی کماذکرنا[2]	اس موقع پر ولی کی خاموشی، رضامند قرار پائے گی جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

یجب مھر المثل فی نکاح فاسد بالوطء فی القبل لابغیرہ کالخلوۃ لحرمۃ وطئہا ولم یزد علی المسمّٰی ویثبت لکل واحد منہما فسخہ ولو بغیر محضر من صاحبہ دخل بہا اولا فی الاصح خروجا عن المعصیۃ فلاینافی وجوبہ بل یجب علی القاضی التفریق بینہما[3] اھ ملخصا۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔	نکاح فاسد میں وطی فی القبل ہوجانے پر مہر مثل لازم ہوجائے گا اور کسی عمل مثلاً خلوت وغیرہ سے لازم نہ ہوگا کیونکہ یہاں وطی حرام ہے، اور یہ مہر مثل مقررشُدہ سے زائد نہ ہوگا اور خاوند بیوی دونوں کو ایک دوسرے کی موجودگی کے بغیر بھی نکاح کو فسخ کرنے کا حق حاصل ہوگا خواہ وطی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو تاکہ گناہ سے بری ہوسکیں اسی لئے مہر کا وجوب فسخ کے منافی نہیں ہوگا، بلکہ بہرصورت قاضی پر واجب ہے کہ وہ اس نکاح سے دونوں کی تفریق کرے اھ ملخصاً۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۳۰: از سہسوان ۱۸ جمادی الاولٰی ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے غیر شہر سے سہسوان میں آکر اپنے آپ کو شیخ اور قوم کا سید ظاہر کیا، عمرو نے کہ شیخ انصاری ہے اپنی لڑکی لیلٰی جس کی عمر وقتِ نکاح بارہ تیرہ برس کی تھی بیانِ زید سے دھوکا کھاکر اُسے بیاہ دی، وہ لڑکی اور اس کا باپ سب اہلسنت وجماعت ہیں، ہنوز رخصت بھی نہ ہوئی تھی نہ لیلٰی

---

[1] ردالمحتار باب الولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۹۷
[2] ایضاً
[3] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۱

نے زید کی صُورت دیکھی تھی کہ زید چلا گیا اور جب سے اصلاً خبر نہیں کہ زندہ ہے یا مرگیا، اسے کوئی دو برس کا زمانہ ہُوا، اب جو اُس کا حال دریافت ہُوا تو وہ رافضی نکلا اور شراب خوری وقماربازی اس کے علاوہ ہے، جب سے یہ کیفیت معلوم ہُوئی تو لیلٰی اور اس کا باپ عمرو اور اس کی ماں سب ناراض ہیں اور لیلٰی جس کی عمر چودہ پندرہ برس کی ہے اپنا نکاح اور شخص سے کیا چاہتی ہے جو مذہب کا سُنّی اور اعمال کا نیک ہو، اس صورت میں شرع شریف لیلٰی کے حق میں کیا حکم دیتی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اللّٰھم العفو والعافیة (اے اللہ تجھ سے معافی اور عافیت کی درخواست ہے۔ت) روافض میں جو ضروریاتِ دین سے کسی امر کا منکر ہو مثلاً قرآنِ عظیم کو بیاضِ عثمانی کہے اس کے ایک لفظ ایک حرف ایک نقطے کی نسبت گمان کرے کہ معاذ اللہ صحابۂ کرام یا ہم اہلسنّت خواہ شخص نے گھٹا دیا، بڑھا دیا، بدل دیا، یا حضرت جناب امیر المؤمنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم خواہ دیگر ائمۂ اطہار رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین سے کسی کو انبیائے سابقین علیہم الصلٰوۃ والتسلیم کل یا بعض سے افضل بتائے قطعاً کافر ہے اور اُس کا حکم مثل مرتدین کے ہے والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالٰی۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

یجب اکفار الروافض فی قولھم برجعة الاموات الی الدنیا (الی ان قال) وھؤلاء القوم خارجون عن ملّة الاسلام واحکامھم احکام المرتدین کذا فی الظھیریة۔[1]

رافضیوں کے اس قول پر کہ "مُردے دُنیا پر واپس آتے ہیں" ان کی تکفیر ضروری ہے (عالمگیری نے یہاں تک کہا کہ) یہ قوم ملّتِ اسلامیہ سے خارج ہے اور ان کے احکام مرتدین جیسے ہیں۔ ظہیریہ میں یونہی ہے (ت)

آج کل عامہ روافض اسی قسم کے ہیں ان کے عالم جاہل چھوٹے بڑے تحریراً تقریراً علی الاعلان ان کفریات کا اعتراف کرتے اور ان کے معتقد کو مومن کامل جانتے اور اپنا پیشوا و مجتہد مانتے ہیں تو اگر ان میں بعض بالفرض خود معتقد نہ بھی ہوں تو ان کافر ہُوئے۔ شفاء شریف میں ہے:

نکفر من دان بغیر ملة المسلمین او وقف فیھم او شك او صحح مذھبھم وان اظھر مع ذٰلك الاسلام واعتقدہ[2] الخ واقرّ علیه العلامة الخفاجی ف

جس نے ملّتِ اسلامیہ کے علاوہ کسی دین کو اپنایا یا ان میں شک یا توقف کیا یا ان کے مذہب کو صحیح کہا تو ایسے لوگوں کی ہم تکفیر کریں گے اگرچہ یہ لوگ اسلام اور

---

[1] فتاوٰی ہندیة الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۶۴

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی بیان ما ھو من المقالات مطبعة شرکة صحافیہ فی بلاد العثمانیة ۲/۲۷۱

نسیم الریاض۔ اس کے اعتقاد کا اظہار کریں الخ اور علامہ خفاجی نے اسے نسیم الریاض میں مضبوط قرار دیا۔ (ت)

اسی لئے کہا جاتا ہے کہ روافض زمانہ میں کسی ایسے کا ملنا جسے ایک ضعیف طور پر بھی مسلمان کہہ سکیں کبریت احمر کے ملنے سے کچھ زیادہ ہی دشوار ہے۔ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے یہ مسئلہ اپنے فتاوٰی میں مشرحًا بیان کیا اور بارہا ان لوگوں سے بطلان مناکحت پر فتوٰی دیا، اکابر مشاہیر علمائے عصر اس افتا میں فقیر سے موافق ہیں، ہاں جو اس درجہ کا نہ ہو اور ضروریات اسلام سے کسی شے کا انکار نہ کرتا ہو نہ اُس کے منکروں کو مسلمان جانتا ہو اگرچہ اپنی خباثت سے تبرائے ملعونہ شنیعہ مغضوبہ تک پہنچے صحیح مذہب معتمد مشرب پر بدعتی فاجر ہے نہ مرتد کافر کما حققہ ابی وسیدی مقدام المحققین قدس سرہ المکین فی فتاواہ (جیسا کہ میرے والد ماجد مقدام المحققین قدس سرہ نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق فرمائی۔ ت) پس اگر زید مذکور جس کے ساتھ لیلٰی کا نکاح ہُوا درجہ اول کا رافضی تھا جب تو وہ نکاح یقینًا جزمًا باطل محض ہے جیسے کسی ہندو نصرانی یہودی مجوسی کے ساتھ بلکہ ان سے بھی بدتر مرتد اخبث اقسام کفار ہے والعیاذ باللہ سبحنہ وتعالٰی، اس صورت میں لیلٰی کو ایک آن کا انتظار بھی ضرور نہیں بے دغدغہ جس سے چاہے نکاح کرلے، اور اگر اُس کا رفض مرتبہ دوم سے متجاوز نہ تھا تو صورت مسئولہ میں کہ نکاح باپ نے کیا اور تقریر سوال سے واضح کہ جب تک فریب زید کھلا تو لیلٰی و والدین لیلٰی سب راضی تھے پس عام ازیں کہ لیلٰی وقت نکاح بالغہ تھی یا نہیں ہر طرح نکاح منعقد ہوگیا مگر ازانجا کہ رافضی مرد زن سُنیہ بنت سُنی کا کفو نہیں ہوسکتا اور زید نے اپنے آپ کو سُنی بتاکر فریب ومغالطہ دیا لہذا شرع مطہر اس نکاح کے فسخ کرانے کا اختیار دے گی، اگر لیلٰی بہنگام نکاح صغیرہ تھی تو بعد بلوغ اُسے اعتراض وانکار کا اختیار رہا یا ہوگا اور بالغہ تھی تو جس وقت فریب زید کھلا اُسے اور اُس کے اولیاء سب کو اختیار دعوٰیِ فسخ ملا۔ ردالمحتار میں ہے:

فی النوازل لو زوج بنتہ الصغیرۃ ممن ینکر انہ یشرب المسکر فاذا ھو مدمن لہ وقالت لا ارضی بالنکاح ای بعد ما کبرت ان لم یکن یعرف الاب بشربہ وکان غلبۃ اھل بیتہ صالحین فالنکاح باطل لانہ انما زوجہ علی ظن انہ کفؤ اھ ثم معناہ انہ سیبطل کما فی الذخیرۃ

نوازل میں ہے اگر اپنی نابالغہ بیٹی کا نکاح ایسے شخص سے کردیا جو شراب نوشی کا انکار کرتا تھا حالانکہ وہ شراب کا عادی تھا، تو لڑکی نے بالغ ہونے پر کہا میں اس نکاح سے راضی نہیں اگر والد کو شراب نوشی کا علم نہ تھا اور والد کا غالب خاندان صالحین لوگ ہیں تو یہ نکاح باطل قرار پائے گا، کیونکہ والد نے کفو سمجھتے ہُوئے نکاح دیا تھا اھ پھر اس باطل کا

لان المسئلة مفروضة فیما اذالم ترض البنت بعد ماکبرت کما صرح بہ فی الخانیۃ والذخیرۃ وغیرھما ولافرق فی عدم الکفاءۃ بین کونہ بسبب الفسق اوغیرہ[1] اھ ملتقطا۔

مطلب یہ ہے کہ اس نکاح کو باطل کیا جائے گا جیسا کہ ذخیرہ میں ہے، کیونکہ مسئلے کا تعلق اس صورت سے ہے کہ لڑکی نے بالغ ہوجانے پر عدم رضا کا اظہار کیا ہو جیسا کہ خانیہ، ذخیرہ وغیرہما میں اس کی تصریح کی گئی ہے، اور عدم کفاءت میں فرق نہیں خواہ فسق کی وجہ سے ہو یا کسی اور وجہ سے ہو۔ اھ ملتقطا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

لوزوجھا برضاھا ولم یعلموا بعدم الکفاءۃ ثم علموا لاخیار لاحد الا اذا شرطوا الکفاءۃ او اخبرھم بھا وقت العقد فزوجوھا علی ذٰلک ثم ظھر انہ غیر کفو لھم الخیار ولوالجیۃ فلیحفظ[2]۔

جب اولیاء نے لڑکی کا نکاح اس کی رضامندی سے غیر کفو میں لاعلمی کی بنا پر کردیا اور بعد میں کفو نہ ہونا معلوم ہوا تو اب کسی کو فسخ کا اختیار نہیں، مگر جب نکاح کے وقت اولیاء نے کفو ہونے کی شرط پر نکاح دیا ہو یا خاوند نے نکاح کے وقت اپنے کفو ہونے کا اظہار کیا ہو تو اس کے اظہار پر انہوں نے نکاح دیا ہو پھر بعد میں معلوم ہوا ہو کہ یہ غیر کفو ہے تو اب ان کو فسخ کا اختیار ہے، ولوالجیہ، پس اسے یاد کرلو۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

شامی میں ہے:

فی البحر عن الظھیریۃ لوانتسب الزوج لھا نسبا غیر نسبہ فان ظھر دونہ وھو لیس بکفو فحق الفسخ ثابت للکل[3]۔

بحر میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ اگر خاوند نے نکاح کے وقت لڑکی پر اپنے نسب کو بدل کر کسی اور کی طرف منسوب کیا تو بعد میں اگر اس کا نسب گھٹیا جو کہ کفو نہیں ہے، معلوم ہوا تو اب سب کو فسخ کا حق ہے۔ (ت)

مگر اس اختیار کے یہ معنی نہیں کہ عورت یا اولیاء خود ہی فسخ کرلیں کہ یہ تو ہرگز جائز نہیں اور اسی پر قناعت کرکے نکاح ثانی کرلیں گے تو زنہار نہ ہوگا بلکہ اس کے یہ معنے کہ قاضی شرع کے یہاں رجوع لائیں جب اس کے نزدیک آفتاب روشن کی طرح ثابت ہوجائے کہ واقعی زید رافضی تھا اور اس نے ان لوگوں کو

---

[1] ردالمحتار | باب الولی | داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۰۳

[2] درمختار | باب الکفاءۃ | مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۴

[3] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۱۷

دھوکا بھی دیا، یہ اُس وقت تک اُس کے احوال سے آگاہ نہ تھے، نہ اب زید کا پتا ہے (کہ اُسے بُلا کر اُس کے حضور مقدمہ سُنا جائے) یا پتا معلوم ہے تو وہ ایسی جگہ ہے جہاں قاضی نہیں (کہ مقدمہ ترتیب دے کر گواہ سُن کر بلحاظ شرائط کتاب القاضی الی القاضی وہاں بھیج دیں کہ وہ قاضی اُسے دار القضا میں حاضر کرکے بواجہہ ذلیلین حکم فسخ سُنا دے) اور زید کو یہاں بلاتے ہیں تو آتا نہیں اور اُس پر جبر کا کوئی طریقہ نہیں۔ غرض ہر طرح قاضی مذکور ضرورت و مجبوری ملاحظہ کرلے اُس وقت زید کے عزیزوں یا دوستوں سے کسی کو اور وہ نہ ملیں تو اور کسی بے لگاؤ متدین آدمی کو زید کا نائب و وکیل قرار دے کر اُس کے حضور مقدمہ سُنے اور بعد ثبوت کامل نکاح فسخ کردے اور از انجا کہ حسبِ تصریح سوال ہنوز زید و لیلیٰ میں خلوت نہ ہُوئی تھی اصلاً انتظار و عدت کی حاجت نہیں حکم قاضی ہوتے ہی فوراً جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے۔ فتاوٰی قاضی خاں میں ہے:

لایکون الفسخ لعدم الکفاءۃ الا عند القاضی لانہ مجتہد فیہ[1] الخ۔

کفو نہ ہونے کی وجہ سے فسخ صرف قاضی کی موجودگی میں ہوسکتا ہے کیونکہ یہ اجتہادی مسئلہ ہے الخ (ت)

درمختار میں ہے:

شرط للکل القضاء الا ثمانیۃ[2] الخ۔

ہر فسخ کے لئے قضا شرط ہے ماسوائے آٹھ صورتوں کے الخ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ردالمحتار میں ہے:

فیہ ایماء الی ان الزوج لوکان غائبا لم یفرق بینہما مالم یحضر للزوم القضاء علی الغائب نہر[3]۔

اسی میں اشارہ ہے کہ اگر خاوند حاضر نہ ہو تو اس کی حاضری تک تفریق نہ کی جائے گی تاکہ قضاء علی الغائب لازم نہ آئے، نہر۔ (ت)

اور اسی میں ہے:

قال فی جامع الفصولین الظاھر عندی ان یتأمل فی الوقائع و یحتاط ویلاحظ الحرج و الضرورات فیفتی

جامع الفصولین میں کہا ہے کہ میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ واقعہ پر غور کیا جائے اور احتیاط کی جائے اور حرج اور ضروریات کا اندازہ کیا جائے تاکہ اس

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں | فصل فی الاکفاء | نولکشور لکھنؤ | ۱/ ۱۶۲
[2] درمختار | باب الولی | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۹۳
[3] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/ ۳۰۷

بحسبہا جوازًا او فسادًا مثلًا لو طلق امرأتہ عند العدل فغاب عن البلد ولا یعرف مکانہ او یعرف ولکن یعجز عن احضارہ او عن تسافر الیہ ھی او وکیلہا لبعدہ او لمانع اخر فقی مثل ھذا لو برھن علی الغائب وغلب علی ظن القاضی انہ حق لا تزویر ولا حیلۃ فیہ فینبغی ان یحکم علیہ ولہ وکذا للمفتی ان یفتی بجوازہ دفعًا للحرج والضرورات مع انہ مجتہد فیہ ذھب الیہ الائمۃ الثلثۃ وفیہ روایتان عن اصحابنا وینبغی ان ینصب عن الغائب وکیل یعرف انہ یراعی جانب الغائب ولا یفرط فی حقہ اھ واقرہ فی نور العین۔ قلت ویؤیدہ ما فی الفتح من باب المفقود لا یجوز القضاء علی الغائب الا اذا رأی القاضی مصلحۃ فی الحکم لہ وعلیہ فحکم فانہ ینفذ لانہ مجتہد فیہ اھ ملخصًا۔

لحاظ سے صحت وفساد کا فتوٰی دیا جائے، مثلاً اگر کسی نے عادل شخص کی موجودگی میں بیوی کو طلاق دی اور شہر سے چلا گیا اس کی جگہ کا علم نہ ہو یا علم ہو لیکن وہاں سے اس کو یہاں حاضر کرنا یا وہاں خود پہنچنا دشوار ہو اور خود بیوی یا اس کے وکیل کا دُوری کی وجہ سے سفر کرنا مشکل ہو یا کوئی اور وجہ ہو تو ایسی صورت میں اس غائب خاوند کے خلاف شہادت گزرے اور قاضی کو اس کے حق ہونے کا ظن غالب ہو جائے اور معلوم ہو جائے کہ اس میں کوئی حیلہ اور فریب نہیں ہے تو وُہ خاوند کے حق میں یا اس کے خلاف فیصلہ دے دے، یونہی مفتی کو چاہئے کہ اس غائب کے بارے میں فیصلے کا فتوٰی دے دے تاکہ حرج اور ضرورت ختم ہو سکے جبکہ یہ مسئلہ بھی اجتہادی ہے اور ائمہ ثلاثہ امام مالک، شافعی اور احمد رحمہم اللہ اس کے جواز کے قائل ہیں اور ہمارے ائمہ کے اس میں دو قول ہیں، اور مناسب یہ ہے کہ غائب شخص کی طرف سے کوئی وکیل مقرر کر دیا جائے جس کے متعلق معلوم ہو کہ یہ غائب کی رعایت کرتے ہُوئے کوتاہی نہیں کرے گا اھ اس کو نور العین میں ثابت رکھا ہے، میں کہتا ہُوں اور اس کی تائید فتح میں باب المفقود کے اس جزئیہ سے ہوتی ہے کہ قضاء علی الغائب ناجائز ہے مگر جب قاضی غائب کے حق یا خلاف فیصلہ دینے میں کوئی مصلحت سمجھے تو فیصلہ دے دے تو نافذ ہو جائے گا کیونکہ یہ اجتہادی مسئلہ ہے اھ ملخصًا۔ (ت)

تنویر میں ہے:

العدۃ سبب وجوبہا النکاح المتاکد

عدّت کے وجوب کا سبب وُہ نکاح ہے جس میں رخصتی

لہ رد المحتار کتاب القضاء مطلب المسائل التی تکون القضاء فیہا الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۳۹

بالتسلیم وما جری مجراہ[1]۔ ہو چکی ہو یا اس کے قائم مقام کوئی معاملہ ہو۔ (ت)

اور اگر لیلٰی کے شہر میں کوئی قاضی نہ ہو تو اس کی تدبیر ہم مسئلہ مفقود میں لکھ چکے ہیں واللہ اعلم بالصواب والیہ سبحانہ وتعالٰی المرجع والمآب (اللہ تعالٰی ہی درستی کو جانتا ہے اور اسی پاک ذات کی طرف ہی پناہ اور لوٹنا ہے۔ ت)

مسئلہ ۱۳۳: ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک زن بازاری کے لڑکا پیدا ہوا جب وُہ لڑکا سنِ بلوغ کو پہنچا تب اُس نے دینِ اسلام قبول کیا اب جو شخص کہ پہلے سے اہلِ اسلام تھا اُسے اپنی لڑکی صغیرہ کا نکاح اس کے ساتھ کردینا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جائز ہے، قال اللہ عزجلالہ، ولا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا[2] الآیۃ (مشرکوں سے نکاح نہ کرو جب تک وُہ مومن نہ ہوجائیں۔ ت) مگر یہ نکاح غیرکفو کے ساتھ ہے دو وجہ سے،

اوّلاً عورت قدیمی مسلمان ہے اور یہ شخص نومسلم، اور نومسلم مسلمان قدیم کا کفو نہیں،

فی الدرالمختار مسلم بنفسہ غیرکفو لمن ابوھا مسلم[3]۔ درمختار میں ہے، خود مسلمان ہونے والا ایسی لڑکی کا کفو نہیں ہے جس کا باپ مسلمان ہوا ہو۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ثانیاً اُس کی ماں زنانِ بازاری سے تھی اور ان بلاد کا عرف عام ہے کہ ایسے شخص سے نکاح کردینا اولیائے زنان کے لئے قطعاً موجبِ عار ہوتا ہے اور یہی مبنائے عدم کفاءت ہے۔

فی فتح القدیر الموجب ھو استنقاص اھل العرف فیدور معہ[4]۔ فتح القدیر میں ہے: اس کا سبب اہلِ عرف کا ناقص سمجھنا ہے لہذا حکم کا مدار یہی بنے گا (ت)

لہذا اس میں ان سب شرائط کا لحاظ واجب ہوگا جو غیرکفو سے نکاح کرنے میں ہیں مثلاً جبکہ دختر نابالغہ ہے اور باپ برضائے خود اس شخص کے نکاح میں دینا چاہتا ہے تو لازم ہے کہ اس سے پہلے اپنی

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۵

[2] القرآن الکریم ۲/۲۲۱

[3] درمختار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۵

[4] فتح القدیر " نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۹۳

کسی بیٹی کا نکاح غیر کفوء سے نہ کر چکا ہو ورنہ ناجائز ہوگا۔

فی الدر المختار لزم النکاح بغیر کفؤ ان کان الولی ابا اوجدا لم یعرف منھما سوء الاختیار وان عرف لایصح النکاح اتفاقا[1] اھ ملخصا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے کہ یہ نکاح غیر کفوء میں تب صحیح ہوگا جب نکاح کا ولی باپ یا دادا ہو بشرطیکہ وہ سوء اختیار میں مشہور نہ ہوں، اور اگر ہوں تو پھر صحیح نہیں ہوگا، اس مسئلہ میں سب کا اتفاق ہے اھ ملخصا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۳۲
از شہر کہنہ ۱۴ محرم الحرام ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر ہندہ عاقلہ بالغہ کا نکاح عمرو کے ساتھ کیا، عمرو کی نسبت اُس وقت شبہہ ہُوا تھا کہ شاید رافضی ہو اس پر اُس سے پُوچھا گیا اُس نے صاف انکار کیا اور اپنے آپ کو سُنّی بتایا اور بہت صفائی کے ساتھ اپنے سُنّی ہونے کا اطمینان دلایا یہاں تک کہ ہندہ کے معقول اذن ورضا سے نکاح ہوگیا ہندہ رخصت ہوکر عمرو کے یہاں گئی کچھ عرصہ کے بعد جب ماہِ محرم آیا اور زید نے ہندہ کو اپنے یہاں بُلایا اُس وقت عمرو کا رافضی ہونا ظاہر ہوا اُس نے ہندہ کا زیور وغیرہ سب اتار کر ایک نیلا جھیجرا رافضیوں کا سا اُڑھا کر ہندہ کو بھیج دیا اور تحقیق ہُوا کہ عمرو رافضی ہے جب سے زید نے ہندہ کو اُس کے یہاں جانے نہ دیا، اب علماء اہلسنت سے فتوٰی طلب ہے کہ اس صورت میں عمرو رافضی اور ہندہ سُنّیہ کا نکاح صحیح ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

قطع نظر اس سے کہ آج کل عام رافضی ضروریاتِ دین کے منکر اور دائرہ اسلام سے قطعاً خارج ہیں جن سے کسی کا نکاح اصلاً کسی طرح نہیں ہوسکتا بفرضِ باطل اگر یہ شخص اُس حد کا نہ بھی ہو نہ اُن منکرانِ ضروریاتِ دین اور اُن کے مجتہدین کو مسلمان جانتا ہو تاہم اس قدر میں شک نہیں کہ رافضی سُنّی کا کفو نہیں ہوسکتا۔ درمختار میں ہے:

وتعتبر فی الکفاءۃ فی العرب والعجم دیانۃ ای تقوٰی فلیس فاسق کفؤ الصالحۃ[2] الخ۔

عرب وعجم میں کفاءت دینداری کی یعنی پرہیزگاری کی معتبر ہے لہٰذا فاسق شخص صالحہ لڑکی کا کفو نہ ہوگا الخ (ت)

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

[2] درمختار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۵

علامہ ابراہیم حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں :

المبتدع فاسق من حیث الاعتقاد وھو اشد من الفسق من حیث العمل لان الفاسق من حیث العمل یعترف بانہ فاسق ویخاف ویستغفر بخلاف المبتدع والمراد بالمبتدع من یعتقد شیئا علی خلاف مایعتقدہ اھل السنۃ والجماعۃ[1]

بدعتی شخص اعتقادی لحاظ سے فاسق ہے اور یہ عملی فسق سے زیادہ بُرا ہے ، کیونکہ عملی فاسق اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہے اس لئے وہ ڈرتا ہے اور استغفار کرتا ہے بخلاف بدعتی کے ، اور بدعتی سے مراد وہ شخص ہے جو اہلسنّت وجماعت کے اعتقاد کے خلاف اعتقاد بنائے ۔ (ت)

طحطاوی حاشیہ درمختار میں زیرِ قول شرح تزوجتہ علی انہ حر او سنی او قادر علی المھر والنفقۃ فبان بخلافہ[2] (جب نکاح دینے والا کہے میں نے آزاد ، سُنّی اور مہر ونفقہ دینے پر قادر سمجھ کر نکاح کیا ہے تو بعد کو اس کے خلاف ظاہر ہُوا ۔ ت) فرمایا :

لفقد الکفاءۃ بالرق فی الاول وفی الدین فی الثانی وفی المال فی الثالث[3]

پہلی صورت (آزاد) میں غلامی کی وجہ سے ، دوسری میں دین کی وجہ سے ، اور تیسری میں مال کی وجہ سے کفو نہ ہوا ۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اور جبکہ ہندہ عاقلہ بالغہ تھی اور نکاح اُس کے اذن سے واقع ہُوا تو حقیقۃً وہ ہندہ کا خود اپنا نکاح کرنا تھا کہ بالغہ پر سے ولایت منقطع اور فعلِ وکیل فعلِ مؤکل ہے خصوصاً نکاح میں کہ یہاں تو وکیل سفیر ومعبّر محض ہوتا ہے اور تقریرِ سوال سے ظاہر کہ زید ولی ہندہ کو اُس وقت تک عمرو کا رافضی ہونا معلوم نہ تھا عمرو نے براہِ فریب اسے مغالطہ دیا اور وہ اسے سُنّی سمجھ کر نکاح پر راضی ہُوا تو حاصل اس صورت کا یہ ٹھہرا کہ عورت نے اپنا نکاح غیر کفو سے کیا اور ولی کو پیش از نکاح اُس کے غیر کفو رافضی ہونے پر اطلاع نہ تھی ، ایسی صورت میں ظاہر الروایۃ تو یہ ہے کہ عورت اور اُس کے ولی دونوں کو اس نکاح کے فسخ کرانے کا اختیار ہے ۔ درمختار میں ہے :

تزوجتہ علی انہ سنی فبان بخلافہ کان لھا الخیار فلیحفظ انتھی ملخصًا[4]

عورت نے سنّی ہونے کی وجہ سے نکاح کیا اور اس کے خلاف پایا تو اسے فسخ کا اختیار ہے اسے محفوظ کرلو انتہی ملخصاً (ت)

---

[1] غنیۃ المستملی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۴
[2] درمختار کتاب الطلاق باب العنین وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۵
[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار " " " دار المعرفۃ بیروت ۲/۲۱۳
[4] درمختار کتاب الطلاق " " " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۵

اُسی میں ہے :

اذا شرطوا الکفاءۃ او اخبرھم بھا وقت العقد فزوجوھا علی ذٰلک ثم ظھر انہ غیر کفو کان لھم الخیار، ولو الجیۃ فلیحفظ۔[1]

اگر کفو ہونے کی شرط پر ولیوں نے نکاح دیا یا نکاح کے وقت انھیں کفو کی خبر دی گئی تو اس بنا پر انھوں نے نکاح کر دیا، پھر ظاہر ہوا کہ وہ ایسا نہیں یعنی غیر کفو ہے تو اولیا کو فسخ کا اختیار ہے، ولو الجیہ، اسے محفوظ کر لو۔ (ت)

مگر روایت صحیحہ و مفتٰی بہا پر نکاح اصلاً نہ ہُوا۔ فتاوٰی خیریہ میں ہے :

سئل فی بکر بالغۃ زوجھا اخوھا من غیر کفو باذنھا اجاب تزویجہ لھا باذنھا کتزوجھا بنفسھا وھی مسئلۃ من نکحت غیر کفو بلا رضا اولیا ئھا افتی کثیر بعدم انعقادہ اصلا وھی روایۃ الحسن عن ابی حنیفۃ ففی المعراج معزیا الی قاضی خاں وغیرہ والمختار للفتوی فی زماننا روایۃ الحسن[2] اھ ملخصًا۔

باکرہ بالغہ کا اس کے بھائی نے غیر کفو میں نکاح کردیا جبکہ لڑکی نے اجازت دی ہو، سے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا کہ لڑکی کی اجازت سے نکاح ایسے ہے جیسے لڑکی نے خود نکاح کیا ہو، یہ مسئلہ لڑکی کا خود غیر کفو میں اپنے اولیاء کی رضا کے بغیر نکاح کرنے کا ہے، بہت فقہاء نے اس نکاح کے اصلاً منعقد نہ ہونے پر فتوٰی دیا ہے، اور یہ امام حسن کی امام ابوحنیفہ سے روایت ہے، تو معراج میں اس کو قاضی خاں وغیرہ کی طرف منسوب کرکے کہا کہ ہمارے زمانے میں فتوٰی کے لئے یہی مختار ہے جو امام حسن نے روایت کی ہے اھ ملخصًا (ت)

درمختار میں ہے :

ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان فلا تحل مطلقۃ ثلثا نکحت غیر کفو بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ فلیحفظ۔[3]

غیر کفو میں اصلاً جائز نہ ہونے کا فتوٰی دیا جائے گا فسادِ زمان کی وجہ سے فتوٰی کے لئے یہی مختار ہے لہذا مطلقہ ثلاثہ نے اگر ولی کی رضا کے بغیر غیر کفو میں نکاح کرلیا تو شوہر اول کے لئے حلال نہ ہوگی جبکہ ولی کو شوہر ثانی کے غیر کفو ہونے کا علم ہو اور وہ اس نکاحِ ثانی پر راضی نہ ہوا ہو، اس کو محفوظ کرلو۔ (ت)

---

[1] درمختار | باب الکفاءۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۹۴
[2] فتاوٰی خیریہ | باب الاولیاء والاکفاء | دارالمعرفۃ بیروت | ۱/۲۵
[3] درمختار | باب الولی | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۹۱

www.alahazratnetwork.org

ردالمحتار میں ہے:

قولہ بلا رضی نفی منصب علی المقید الذی ھو رضی الولی والمقید الذی ھو بعد معرفتہ ایاہ فیصدق بنفی الرضی بعد المعرفۃ وبعدمھما وبوجود الرضی مع عدم المعرفۃ ففی ھذہ الصور الثلثۃ لاتحل، وانما تحل فی الصورۃ الرابعۃ وھی رضی الولی بغیر الکفو مع علمہ بانہ کذلک[1] اھ۔

ماتن کا قول "بغیر رضا" یہ مقید کی نفی ہے اور وہ ولی کی رضا ہے اور اسکی قید جبکہ ولی کو شوہرِ ثانی کے غیر کفو ہونے کا علم ہو تو اس کا مصداق یہ تمام صورتیں ہوں گی، غیر کفو ہونے کے علم کے بعد رضا نہ ہو، یا علمِ غیر کفو اور رضا دونوں نہ ہوں، یا رضا ہو مگر غیر کفو کا علم نہ ہو، تو ان تینوں صورتوں میں وہ حلال نہ ہوگی، صرف ایک چوتھی صورت میں حلال ہوگی کہ غیر کفو ہونے کا علم ہونے کے باوجود رضا ہو، اھ۔ (ت)

پس صورتِ مستفسرہ میں حکم یہ ہے کہ عمرو وہندہ کا نکاح اصلاً منعقد نہ ہُوا، نہ وہ اس کا شوہر ہے نہ یہ اس کی زوجہ، نہ اسے اس کے یہاں بھیجنا یا جانا روا، نہ اس کو اس پر کسی قسم کا اختیار یا دعوٰی۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۳۲ از دیورنیا مسئولہ عنایت حسین صاحب شوال ۱۳۱۰ھ

alahazratnetwork.org

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ ایک شخص نے اپنی بھتیجی کا نکاح اپنے سالے کے ساتھ میں کردیا اور اُس کی کیفیت یہ ہے کہ وہ شخص جملہ منہیات میں مبتلا ہے جیسے شراب خوری اور جُوا بازی اور زناکاری اور چوری کرتا ہے تمام اور عارضہ سوزاک اور آتشک وغیرہ کا موجود ہے، اور علاوہ اس کے غیر کفو بھی ہے، اور تارک الصلٰوۃ ہے اور خویش دامن وغیرہ اُس کی صالحین میں سے ہیں اور اُن کو اس تقریب سے نہایت خفت اور ذلت اور عار معلوم ہوتی ہے، آیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

سائل مظہر کہ یہ لڑکی وقتِ نکاح نابالغہ ویتیمہ تھی اور اس کا کوئی بھائی بھی نہیں، چچا نے جس سے نکاح کیا وہ پیش از نکاح بھی ایسا ہی بدرویہ وبد اطوار تھا، اگر یہ بیان واقعی ہے تو نکاح مذکور اصلاً نہ ہوا،

فی الدرالمختار ان کان المزوج غیرھما اگر نکاح کرنے والا باپ دادا کا غیر ہو تو غیر کفو سے

[1] ردالمحتار باب الولی احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۹۷

ای غیر الاب وابیہ لایصح النکاح من غیر کفؤ اصلا وما فی صدر الشریعۃ صح ولھما فسخہ وھم[1] (ملخصا)

اصلاً نکاح نہ ہوگا، اور جو صدر الشریعۃ میں ہے کہ نکاح صحیح اور باپ دادا کو اس کے فسخ کا اختیار ہے، یہ صرف وہم ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

وتعتبر فی العرب والعجم دیانۃ ای تقوی فلیس فاسق کفوأ لصالحۃ او فاسقۃ بنت صالح معلنا کان اولا علی الظاھر، نھر[2] انتھی، واللہ تعالٰی اعلم۔

عرب وعجم میں کفاءت دینداری یعنی پرہیزگاری کی معتبر ہے دیانت سے مراد تقوٰی ہے، لہذا کوئی فاسق کسی صالحہ یا فاسقہ بنت صالح کے لئے کفو نہیں بن سکتا، فسق اعلانیہ ہو یا غیر اعلانیہ، یہ ظاہر الروایت ہے، نہر، انتہٰی، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ سیدزادی کا نکاح اُس کے چچا نے گیارہ برس کی عمر میں بے اطلاع باپ کے اُن کی غیبت میں زید پٹھان سے کردیا، آیا یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

www.alahazratnetwork.org

پٹھان سیدزادی کا کفو نہیں ہوسکتا، تو یہ نکاح کہ بے اطلاعِ پدر تھا، عام ازانکہ ہندہ اُس وقت بالغہ ہو خواہ نابالغہ اس نکاح پر راضی تھی خواہ ناراض مطلقاً محض باطل واقع ہُوا، یہاں تک کہ اب اگر اُس کا باپ بھی جائز رکھے تو درست نہیں ہوسکتا، زید وہندہ کو باہم قربت ناروا، اور ہندہ اب بالغہ ہو تو اُسے ورنہ اس کے ولی کو اختیار ہے کہ بے طلاق لئے جس سے چاہے نکاح کردے، زید ہرگز مزاحم نہیں ہوسکتا کہ مذہب مفتٰی بہ پر وہ محض اجنبی ہے،

فی ردالمحتار عن کافی الامام الحاکم الشھید، قریش بعضھا اکفاء لبعض، والعرب بعضھم اکفاء لبعض ولیسوا باکفاء لقریش ومن کان لہ من الموالی ابوان او ثلثۃ فی

ردالمحتار میں ہے کہ امام حاکم شہید کی کافی میں ہے کہ قریش ایک دوسرے کے لئے کفو ہیں، اور عرب ایک دوسرے کے لئے کفو ہیں مگر قریش کے لئے کفو نہیں، اسلام میں اگر کسی کے دو باپ یعنی باپ دادا، یا تین

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

[2] " باب الکفاءۃ " " " ۱/۱۹۵

الاسلام فبعضھم اکفاء لبعض ولیسوا باکفاء للعرب[1] اھ وفی الدر المختار یفتی فی غیر الکفؤ بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوٰی لفساد الزمان فلا تحل مطلقۃ ثلث نکحت غیر کفؤ بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ فلیحفظ[2] اھ وفی ردالمحتار عن البحر الرائق اذا کان لھا ولی لم یرض بہ قبل العقد فلا یفید الرضی بعدہ[3] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

باپ دادی میں ہوگزرے ہوں، وہ ایک دوسرے کے کفو ہوں گے لیکن عربوں کے کفو نہیں ہوں گے اھ اور درمختار میں ہے کہ ولی کی رضا کے بغیر غیر کفو میں نکاح اصلاً صحیح نہ ہوگا اور فسادِ زمان کی بنا پر اسی پر فتوٰی ہے، لہذا مطلقہ ثلاثہ نے اگر غیر کفو میں ولی کی عدم رضا کے باوجود نکاح کرلیا جبکہ ولی کو شوہرِ ثانی کے غیر کفو ہونے کا علم ہو تو وہ پہلے خاوند کے لئے حلال نہ ہوگی۔ اس کو محفوظ کرلو اھ، اور ردالمحتار میں بحر سے منقول کہ جب لڑکی کا ولی نکاح سے قبل راضی نہ ہو تو بعد کی اجازت کارآمد نہ ہوگی اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۳۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ولیۂ ہندہ کو کہ سیّدزادی ہے دھوکہ دے کر اپنی قوم اور اپنا اور اپنے باپ کا مشہور نام اور اپنی ماں کا کنیز غیر شرعی ہونا چھپا کر بذریعہ تحریر و تقریر اپنے آپ کو شیخ یا سیّد اور ڈھائی بسوہ حقیت کا مالک ظاہر کرکے ہندہ سے نکاح کرلیا اور اس ملک فرضی کو مہر ہندہ قرار دیا۔ بعد خلوت صحیحہ ہندہ کو معلوم ہوا کہ نہ زید کا وہ نام نہ قوم نہ دین، بلکہ وہ کنیزک غیر شرعی سے پیدا ہوا ہے، اب ہندہ نارضامند ہوکر فسخ نکاح چاہتی ہے، آیا صورتِ مستفسرہ میں نکاح کو خود فسخ یا اس کے فسخ کا دعوٰی کرسکتی ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں اگر ہندہ نابالغہ ہے اور یہ نکاح اَب وجَد نے نہ کیا یا انھیں نے کیا مگر اس بارہ میں اُن کی بے احتیاطی پہلے بھی ہُوئی تھی یعنی کبھی اور بھی اپنی کسی بیٹی پوتی کا غیر کفو دنی القوم یا محتاج سے نکاح کرچکے ہوں تو یہ نکاح اصلاً صحیح نہ ہُوا۔ اگر ہندہ کے لئے دُور و نزدیک کہیں کوئی ولی مرد عصبہ عاقل بالغ حُرمسلم مثلاً باپ دادا بھائی بھتیجا اپنا چچا یا اپنے باپ یا دادا کا چچا یا ان میں کسی کی اولاد ذکور عام ازاں اَب وجَد کے سوا یہ سب سگے ہوں یا سوتیلے موجود ہے اور یہ نکاح اس کے بے اطلاع ہوا یا مطلع تھا

---

[1] ردالمحتار باب الکفاءۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۱۹
[2] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱
[3] ردالمحتار 〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۹۷

مگر اُس نے صراحۃً نکاح کی اجازت نہ دی اگرچہ سکوت کیا ہو اگرچہ مجلسِ عقد میں جو در با ہو یا صراحۃً اجازت و رضامندی بھی ظاہر کی بلکہ خود متولیِ نکاح ہُوا مگر وُہ ان حالات با طنۂ زید پر وقوف نہ رکھتا تھا تو ان سب صورتوں میں مذہب مفتٰی بہ پر وُہ نکاح محض باطل و کالعدم بلکہ شرعًا فی الحقیقت منعدم ہے اگرچہ بعد وقوعِ نکاح و علم بحالاتِ زید ولیِ ہندہ صراحۃً کہہ دے کہ میں ایسی حالت پر بھی اس نکاح پر راضی اور اسے جائز رکھتا ہوں تاہم کچھ حاصل نہیں کہ جو شرعًا باطل ہے کسی کی رضامندی سے صحیح نہیں ہو سکتا، اس تقدیر پر تو فسخ کی خود کیا حاجت کہ جب عقد ہُوا ہی نہیں تو فسخ کیا کیا جائے،

فی الدرالمختار یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان فلا تحل مطلقۃ ثلثا نکحت غیر کفو بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ فلیحفظ[1] اھ فی ردالمحتار لایلزم التصریح بعدم الرضی بل السکوت منہ لایکون رضی کما ذکرنا فلابد لصحۃ العقد من رضاہ صریحا وعلیہ فلو سکت قبلہ ثم رضی بعدہ لا یفید فلیتامل[2] اھ وفیہ یصدق بنفی الرضی بعد المعرفۃ وبعدمھا وبوجود الرضی مع عدم المعرفۃ ففی ھذہ الصور الثلثۃ لاتحل وانما تحل فی الصورۃ الرابعۃ وھی رضی الولی بغیر الکفو مع علمہ بانہ کذلک[3] اھ۔

درمختار میں ہے کہ غیر کفو میں نکاح کے اصلًا ناجائز ہونے پر فتوٰی دیا جائے گا، فسادِ زمان کی وجہ سے یہی مختار ہے لہذا مطلقہ ثلاثہ نے اگر ولی کو علم کے باوجود اس کی رضا کے بغیر غیر کفو میں نکاح کر دیا تو وُہ پہلے خاوند کے لئے حلال نہ ہوگی، اس کو محفوظ کر لو اھ، ردالمحتار میں ہے کہ ولی کا اپنی عدمِ رضا کو صراحۃً بیان کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ اس کا سکوت بھی عدمِ رضا ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے، لہذا صحتِ نکاح کے لئے صراحۃً رضامندی کا اظہار ضروری ہے، اسی بنا پر اگر پہلے خاموش رہا اور نکاح کے بعد راضی ہوگیا تو کارآمد نہیں، غور کرو، اھ، اور اس میں یہ بھی ہے کہ ان صورتوں میں عدمِ رضا ہوگی، علم ہو رضا نہ ہو یا علم نہ ہو رضا ہو، یا غیر کفو کا علم اور رضا دونوں نہ ہوں، ان تینوں صورتوں میں وُہ پہلے خاوند کے لئے حلال نہ ہوگی اور صرف ایک صُورت میں حلال ہوگی، وُہ یہ کہ اس کو غیر کفو ہونے کا علم ہو اور راضی ہو اھ۔ (ت)

---

[1] درمختار | باب الولی | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۹۱

[2] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/ ۲۹۷

[3] ایضاً

اور اگر ہندہ کے لئے اس قسم کا کوئی ولی نہیں یا جو ہیں وہ کُل یا بعض یا درصورت تفاوتِ درجہ صرف ولی اقرب پیش از نکاح باوجود وقوف بحالات زید صراحۃً اپنی رضامندی ظاہر کرچکا ہو تو بشرطیکہ ہندہ بالغہ ہو صحتِ نکاح میں کچھ شُبہہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۲۳ از شہر کہنہ ۴ رمضان مبارک ۱۳۱۳ھ

ما قولہم رحمہم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں کہ پٹھان کے لڑکے کا سیّد کی لڑکی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

سائل مظہر کہ لڑکی جوان ہے اور اس کا باپ زندہ، دونوں کو معلوم ہے کہ یہ پٹھان ہے اور دونوں اس عقد پر راضی ہیں، باپ خود اُس کے سامان میں ہے، جب صورت یہ ہے تو اس نکاح کے جواز میں اصلاً شُبہہ نہیں کما نص علیہ فی رد المحتار وغیرہ من الاسفار (جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ کتب میں اس پر نص ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۲۴ از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ یعقوب علی خاں صاحب ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نکاح ہندہ بعمر چار سالہ ہُوا تھا اور اُس وقت عمر اس کے زوج بکر کی پانچ سال تھی، جب بکر سنِ تمیز کو پہنچا تو مردی سے خارج ہے اور ہمراہی ہیجز رقص کرتا ہے تو نامردی اور اُن حرکات زشت کے باعث والد ہندہ عار و کسرِ شان سمجھ کر دختر کے بھیجنے میں منکر ہے اور اب دختر کی عمر چودہ سال ہے، شوہر کو پسند و قبول نہیں کرتی، تو اس صورت میں دربارہ جواز و عدمِ جواز نکاح کیا حکم ہے اور بعد تفریق دین مہر اُس کا ذمّہ شوہر عائد ہوتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگرچہ مخنثوں کے ساتھ رقص کرنا بیشک زوالِ کفاءت کا باعث ہے کہ ایسے شخص سے رشتہ ضرور موجبِ ننگ و عار ہے مگر کفاءت کا اعتبار ابتدائے نکاح کے وقت ہے اگر اُس وقت کفو ہو پھر کفاءت جاتی رہے تو اس کا لحاظ نہ ہوگا۔

فی الدرالمختار والکفاءۃ اعتبارھا عند ابتداء العقد فلا یضرہ زوالھا بعدہ فلو کان وقتہ کفوا ثم فجر لم یفسخ[1]۔

درمختار میں ہے کہ کفو کا اعتبار ابتداء نکاح کے وقت ہے لہٰذا نکاح کے بعد اگر کفو ختم ہو جائے تو مضر نہیں جیسا کہ نکاح کے وقت صالح ہونے کی وجہ سے کفو تھا اور بعد میں وہ فاسق بن گیا تو نکاح فسخ نہ ہوگا(ت)

---

[1] درمختار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۵

ظاہر ہے کہ خصلتِ شنیعہ بکر میں بعد نکاح پیدا ہُوئی تو اس وجہ سے ابتداءً اُس کے نکاح پر اعتراض نہیں بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ آیا جس وقت نکاح ہُوا اُس وقت بھی بکر کفوِ ہندہ تھا یا نہیں اور مہرِ ہندہ میں اُس کے مہرِ مثل سے کمی فاحش ہُوئی یا نہیں اور نکاح ہندہ کے باپ یا اُس کی عدمِ ولایت کی حالت میں دادا نے کیا یا ان کے غیر کے مثلاً ماں بھائی چچا وغیرہم نے اور ان میں سے کسی نے کیا تو بحالتِ ولایت خود کیا مثلاً باپ وغیرہ جو اس سے اقرب تھے شرعاً قابلِ ولایت نہ تھے خواہ اُن کی ولایت نہ رہی تھی یا بحالِ عدمِ ولایت کیا تھا کہ دوسرا ولی اقرب موجود تھا پھر اس تقدیر پر ولی اقرب نے سُن کر جائز کر رکھا یا رد کر دیا یا ہنوز ساکت ہے بالجملہ صورتیں بہت ہیں اور ان سب کا حکمِ شرعی یہ کہ صغیرہ کا نکاح جب غیرِ اَب و جَد نے کیا ہُوا اگر مہرِ مثل میں کمی فاحش کی یا زوج اُسی وقت مثلاً بوجہ کم قوم ہونے کے کفو نہ تھا تو وُہ نکاح سرے سے صحیح ہی نہیں ہوتا ، اگرچہ یہ غیر ہی اسی وقت ولیِ اقرب ہو اور اگر اُس وقت کفاءت تھی اور مہر میں بھی کمی فاحش نہ ہُوئی تو بحالِ عدمِ ولایت نکاح اجازتِ ولیِ اقرب پر موقوف رہتا ہے ۔ اگر اس نے جائز کر دیا نافذ ہوگیا رد کر دیا باطل ہوگیا ، ساکت ہے تو ابھی اُسے اختیار ہے کہ رد کر دے خواہ نافذ ، اور اگر وُہ ساکت ہی رہے یہاں تک کہ صغیرہ سنِ بلوغ کو پہنچی تو اب اُسے خود اختیار ہوگا کہ اُس نکاح موقوف کو رد یا نافذ کر دے ، اور بحالِ ولایت نکاح منعقد و نافذ ہوتا مگر صغیرہ کو خیارِ بلوغ ملتا ہے یعنی اختیار دیا جاتا ہے کہ اگر نکاح کا حال اُسے پہلے سے معلوم ہے تو جس وقت بالغہ ہو یعنی علامتِ بلوغ مثل حیض ظاہر ہو یا پندرہ برس کی عمر ہو جائے ، اور اگر پہلے سے معلوم نہیں تو بعد بلوغ جس وقت نکاح کی خبر ہو کہہ دے کہ میں اس نکاح سے راضی نہیں ۔ اس صورت میں حاکم مطلقاً نکاح فسخ کر دے گا اگرچہ شوہر نامرد و مخنث نہ بھی ہو ، مگر اس خیار میں کنواری لڑکی کو حکم ہے کہ بالغہ ہوتے ہی یا بعد بلوغ خبر پاتے ہی فوراً فوراً بلا توقف اپنی ناراضی ظاہر کرے ، اگر ذرا دیر لگائے گی یہ خیار جاتا رہے گا اگرچہ شوہر نامرد و مخنث سہی ، اور جو لڑکی شوہر رسیدہ ہو اُسے اختیار وسیع ملتا ہے کہ بعد بلوغ یا بالغہ ہونے پر اطلاع کے بعد جب چاہے ناراضی ظاہر کرے نکاح فسخ کر دیا جائے گا جب تک کہ وُہ صراحۃً زبان یا کسی فعل مثلاً بوسہ لینے یا نان و نفقہ مانگنے سے رضامندی ظاہر نہ کرے ، اور جب باپ دادا نکاح کریں تو صغیرہ کو اس راہ سے اصلاً اختیارِ فسخ نہیں ہوتا اگرچہ کفاءت نہ ہو یا مہرِ مثل میں کمی فاحش ہو بشرطیکہ نکاح خود باپ دادا نے پڑھایا یا شوہر و مقدارِ مہر معین کر کے کسی کو وکیل کیا یا جس نے چاہا بلا اجازت پڑھا دیا مگر جب باپ یا دادا ولیِ اقرب کو خبر ہُوئی تو باوصف علمِ عدمِ کفاءت و غبنِ فاحش اُسے نافذ کر دیا کہ ان صورتوں میں یہ وُہ نکاح باپ دادا کا بذاتِ خود ہی کیا ہُوا ٹھہرے گا اور صغیرہ کو اصلاً اختیارِ اعتراض نہ ملے گا مگر یہ کہ باپ یا دادا اس تزویج یا توکیل یا تنفیذ کے وقت نشے میں ہوں یا اس سے پہلے بھی اپنے کسی بچے کا نکاح غیر کفو یا

مہر میں غبن فاحش کے ساتھ کرچکے ہوں تو یہ نکاح اُن کا کیا ہُوا بھی صحیح نہیں ہوتا،

فی الدر المختار لزم النکاح ولو بغبن فاحش او بغیر کفؤ ان کان الولی المزوج بنفسہ ابا او جدا لم یعرف منھما سوء الاختیار وان عرف لایصح النکاح اتفاقا وکذا لوکان سکران، وان کان المزوج غیر الاب وابیہ ولو الام لایصح النکاح من غیر کفؤ او بغبن فاحش اصلا وان کان من کفؤ وبمھر المثل صح ولکن لصغیر وصغیرۃ خیار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ بشرط القضاء للفسخ ویبطل خیار البکر بالسکوت لو مختارۃ عالمۃ باصل النکاح ولایمتد الی اٰخر المجلس وان جھلت بہ وخیار الصغیر والثیب اذا بلغا لایبطل بالسکوت بلا صریح رضا او دلالۃ علیہ کقبلۃ ولمس[1] اھ ملتقطا، وفیہ عن النھر بحثا لو عین (ای الاب او الجد) لوکیلہ القدر (ای قدر المھر) صح[2] اھ موضحا، و فی رد المحتار وکذا لو عین لہ

درمختار میں ہے کہ جب نکاح دینے والا باپ دادا ہو تو غیر کفؤ اور انتہائی کم مہر کی صورت میں بھی نکاح ہوجائیگا بشرطیکہ وُہ باپ دادا سُوءِ اختیار میں مشہور نہ ہوں، اور اگر وہ اس میں مشہور ہوں تو بالاتفاق نکاح صحیح نہ ہوگا، اور یہی حکم ہے جب وُہ نشہ میں ہوں۔ اور اگر نکاح دینے والے باپ دادا کا غیر ہوں خواہ ماں ہو تب بھی غیر کفؤ اور غبن فاحش یعنی انتہائی کم مہر کی صُورت میں نکاح صحیح نہ ہوگا، ہاں اگر مہرِ مثل اور کفؤ میں یہ نکاح ہو تو صحیح ہوگا لیکن لڑکی کو بلوغ یا بلوغ کے بعد علم پر فسخ کا اختیار ہوگا بشرطیکہ قاضی فسخ کرے مذکورہ صُورت میں اگر لڑکی عاقلہ بالغہ ہو اور غیر کا کیا ہُوا نکاح سُن کر خاموش رہے بشرطیکہ نکاح کا علم رکھتی ہو تو اُس کا اختیار باطل ہوجائے گا، اور اس کا اختیار مجلس کے آخر تک باقی نہ رہے گا اگرچہ وُہ اپنے اختیار کا علم نہ رکھتی ہو، اور اگر نابالغ لڑکا ہو یا لڑکی ثیبہ ہو تو بلوغ پر محض سکوت سے اختیار ختم نہ ہوگا جب تک صریح رضا یا اس کے قائم مقام کوئی عمل مثلاً بوس وکنار نہ کرلے اھ ملتقطاً، اسی میں نہر سے منقول ایک بحث ہے کہ اگر باپ دادا نے پُورے مہر کی شرط پر غیر کو وکیل بنایا تو نکاح صحیح ہوگا اھ (وضاحت ہے)، اور ردالمحتار میں ہے کہ ایسے ہی ہوگا جب اُنھوں نے کفؤ کی شرط

www.alahazratnetwork.org

---

[1] درمختار | باب الولی | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۹۲-۹۳

[2] " | " | " | ۱/۱۹۲

رجلا غیر کفؤ کما بحثہ العلامۃ المقدسی[1] اھ وفیہ بعید ہ عن البحر عن المحیط ان الجواز ثبت باجازۃ الولی فالحق بنکاح باشرہ[2] اھ وفی التنویر والدر (للولی الابعد التزویج بغیبۃ الاقرب) فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ مسافۃ القصر واختار فی الملتقی ما لم ینتظر الکفؤ الخاطب جوابہ وعلیہ الفتوٰی[3] اھ مختصرا۔ وفی فتح القدیر لو بلغ قبل ان یجیزہ الولی فاجاز بنفسہ نفذ لانھا کانت متوقفۃ[4] الخ۔

پر کسی کو وکیل بنا دیا ہو، جیسا کہ یہ بحث علامہ مقدسی نے کی ہے اھ، اور اسی میں اس کے تھوڑا سا بعد بحر سے منقول ہے اور انھوں نے محیط سے کہ ولی کی اجازت سے کسی کا نکاح دینا بھی ولی کے اپنے دئے ہُوئے نکاح سے ملحق ہوگا اھ، تنویر اور دُر میں ہے ولیِ اقرب کی غیر حاضری میں ولیِ ابعد کو نکاح کا اختیار ہے، تو اگر ولیِ اقرب کی موجودگی میں ولیِ ابعد نے نکاح دیا تو یہ ولیِ اقرب کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ غیر حاضری یہ ہے کہ سفر کی مدّت پر یا اتنے بُعد پر ہو کہ منگنی والا والپسی اس کے جواب و اجازت کا انتظار نہ کرتا ہو اور اسی پر فتوٰی ہے اھ مختصراً، اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر نابالغ ولی کی اجازت دینے سے قبل بالغ ہوجائے تو پھر خود اس کو اختیار ہوگا تو اس کی رضا پر نکاح نافذ ہوجائے گا کیونکہ یہ نکاح موقوف تھا الخ (ت)

www.alahazratnetwork.org

پس اگر نکاح ہندہ میں صورتِ واقعہ وُہ ہی جس میں نکاح سرے سے صحیح ہی نہ ہوا یا صحیح ہو کر بسبب ردّ ولیِ اقرب باطل ہوگیا، جب تو ظاہر ہے کہ بکر کو ہندہ پر کوئی دعوٰی نہیں پہنچتا، نہ وہ اس کی زوجہ نہ یہ اس کا شوہر، اور جب کہ ہنوز رخصت نہیں ہُوئی جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے مہر اصلاً لازم نہیں بلکہ ایسی حالت میں اگر فی الواقع مرد نامرد ہو تو اس صورت میں مہر لازم ہونے کی کوئی شکل ہی نہیں کہ نکاح غیر صحیح ہو تو مہر جماع سے لازم ہوتا ہے اور نامرد قابلِ جماع نہیں، اور اگر صورت وُہ ہو جس میں نکاح ہنوز اجازت صاحبِ اجازت پر موقوف ہو تو اگر پدرِ ہندہ کی جانب سے قبل اس نکاح کے اجازت و رضا متحقق نہ ہُوئی تھی تو اب اس انکار سے رَد ہوگیا، اور اگر یہ انکار اس طور پر ہے کہ نکاح کو تو رَد نہیں کرتا مگر رخصت کرنا نہیں چاہتا تو اب یہ ولیِ ہندہ

---

[1] ردالمحتار | باب الولی | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۳۰۵

[2] ردالمحتار | باب الولی | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۳۰۶

[3] درمختار شرح تنویر الابصار | باب الولی | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۹۴

[4] فتح القدیر | فصل فی الاولیاء | نوریہ رضویہ سکھر | ۳/۱۹۸

یا بحال بلوغ خود ہندہ کے ہاتھ کی بات ہے رد کردیں رد ہو جائے گا اور جب کہ جماع نہ ہوا مہر کچھ نہیں کما یاتی فکونہ فسخا (جیسا کہ آئندہ آئیگا کیونکہ یہ فسخ کی صورت ہے۔ ت) اور اگر صورت وُہ تھی جس میں ہندہ کو خیارِ بلوغ ملے اور وُہ اس خیار کو حسبِ شرائط مذکورہ استعمال میں لاچکی، یا ہنوز اس کا وقت نہیں آیا کہ ہندہ ابھی نابالغہ ہے تو جب وقت آئے استعمال میں لائے تو بھی ہندہ کو نجات کامل بے دقت حاصل کہ فقط اس کا یہ اظہارِ ناراضی کرنا ہی حکم فسخ کا منشا ہو جائے گا اور حاکم مجرد اسی بنا پر نکاح فسخ کردے گا اور اب بھی مہر اصلاً عائد نہ ہوگا کہ نکاح فسخ سے گویا کالعدم (یعنی بے ہوا) ہو جاتا ہے،

فی ردالمحتار المھر کما یلزم جمیعہ بالدخول کذا بموت احدھما قبل الدخول اما بدون ذٰلک فیسقط ولو الخیار منہ لان الفرقۃ بالخیار فسخ للعقد والعقد اذا انفسخ یجعل کانہ لم یکن کما فی النھر[1]۔

ردمحتار میں ہے، جس طرح دخول وجماع سے مہر لازم ہو جاتا ہے یونہی دخول سے قبل خاوند یا بیوی کے فوت ہو جانے سے مہر لازم ہو جاتا ہے اور دخول کے بغیر اور موت کے بغیر ساقط ہو جائے گا، اگرچہ لڑکے کو اختیار ہو تب بھی فسخ کرنے سے مہر ساقط ہو جائے گا کیونکہ فسخ نکاح کو کالعدم کردیتا ہے جیسا کہ نہر میں ہے۔ (ت)

ہاں اگر صورت وُہ تھی جس میں ہندہ کو خیارِ بلوغ صرف سنتے وقت ملا یا ملا تھا، اور ازانجا کہ ہندہ کنواری ہے جسے خیار و سیع نہیں ملتا بوجہ سکوت ساقط ہو گیا تو اب بالفعل ہندہ خواہ اس کے باپ کو اصلاً کوئی حق اعتراض وانکار حاصل نہیں، نکاح صحیح و تام ہو چکا اور اُن حرکاتِ شنیعہ کا بکر میں پیدا ہو جانا مبطل یا وجہ ابطالِ نکاح نہیں، اور ابھی کہ ہندہ کی رخصت نہ ہوئی نامردیِ بکر کا دعوٰی قابلِ سماعت نہیں کہ عورت کے حق میں نامرد وُہ ہوتا ہے جو خاص اُس عورت کی فرج داخل کے اندر ذکر حشفہ تک غائب کرنے پر قادر نہ ہو اور یہ باختلافِ زمان مختلف ہو سکتا ہے، ممکن کہ کوئی شخص ایک عورت کی فرج میں ادخال نہ کرسکے اور دوسری پر قادر ہو جائے تو اُس دوسری کے حق میں نامرد نہ ہوگا۔

فی الھندیۃ عن النھایۃ ان کان یصل الی الثیب دون الابکار اوالٰی بعض النساء دون البعض وذٰلک لمرض اولضعف فی خلقہ اولکبر سنہ

ہندیہ میں نہایہ سے ہے، اگر کوئی مرد ثیبہ عورت سے وطی کرسکتا ہے باکرہ سے نہیں کرسکتا، یا بعض قسم کی عورتوں سے کرسکتا ہے اور بعض سے نہیں کرسکتا اس کی وجہ مرض ہے یا پیدائشی کمزوری یا بڑھاپا ہے،

---

[1] ردالمحتار باب الولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۰۷

او سحر فھو عنین فی حق من لا یصل الیھا[1]۔

یا جادو ہے، تو وہ ایسی عورتوں کے حق میں نامرد قرار دیا جائیگا جن سے وطی نہیں کرسکتا۔ (ت)

بلکہ اگر تسلیم ہی کرلیں کہ بکر ہندہ کے حق میں بھی نامرد ہے تاہم اس بنا پر رخصت سے انکار نہیں ہوسکتا کہ نامردی مبطلِ نکاح نہیں ہوتی بلکہ بعد دعوٰی وثبوت عدم مجامعت مرد کو سال بھر کامل کی مہلت دی جاتی ہے اور عورت ہرگز اختیار نہیں رکھتی کہ ان دنوں کو اُس سے جُدا رہ کر گزار دے جتنے دن خود جُدا رہے گی مدت میں اُتنے روز اور بڑھا دئے جائیں گے،

فی الدرالمختار وجدتہ عنینا اجل سنۃ ورمضان وایام حیضھا منھا وکذا حجۃ وغیبتہ لامدۃ حجھا وغیبتہا[2]۔

درمختار میں ہے کہ کسی بیوی نے خاوند کے متعلق کہا کہ میں نے اسے نامرد پایا ہے، تو مرد کو ایک سال کی مہلت دی جائیگی جس میں رمضان اور ایام حیض بھی شمار ہوں گے یونہی حج، اور مرد کی غیر حاضری کے دن بھی شمار ہوں گے لیکن عورت کے حج اور غیر حاضری کے ایام شمار نہ ہوں گے۔ (ت)

جب زوجہ کے حق میں نامردی بثبوت شرعی ثابت ہونے کے بعد بھی ہنوز خود مختار نہیں ہوتی جبتک مدت یک سال گزرنے پر بھی عدم جماع ثابت ہوکر تفریق نہ ہوجائے تو پیش از رخصت ایسے خیالات کی بناپر خود مختاری ہرگز صحیح نہیں بلکہ چارہ کار وہی حاکم شرع کے حضور دعوٰی نامردی اور بعد ثبوت بکارت اس کے حکم سے مہلت یکسالہ ملنی اور بعد مرورِ میعاد حاکم شرع کو بقائے بکارت ثابت ہونے پر ہندہ کے فوراً تفریق مانگنے پر خود بکر یا وہ نہ مانے تو حاکم شرع کا تفریق کردینا کافی ہے اس وقت طلاق بائن ہوجائے گی، اور اگر بکر نے ہندہ سے خلوت ہی نہ کی تو نصف مہر اور خلوت کی اور ادخالِ ذکر پر قدرت نہ پائی تو کل مہر لازم آئے گا،

فی الھندیۃ ان اختارت الفرقۃ امرہ القاضی ان یطلقھا طلقۃ بائنۃ فان ابی فرق بینھما ھکذا ذکر محمد رحمہ اللہ تعالٰی فی الاصل کذا فی التبیین، والفرقۃ

ہندیہ میں ہے (کہ مدت ختم ہونے پر) اگر عورت تفریق کا مطالبہ کرے تو قاضی خاوند کو کہے گا کہ اس کو بائنہ طلاق دے دے، اگر خاوند انکار کرے تو قاضی خود تفریق کرے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے مبسوط میں یونہی ذکر فرمایا جیسا کہ تبیین میں ہے، اور تفریق

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الثانی عشر فی العنین نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۲۲
[2] درمختار باب العنین مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۲

تطليقة بائنة كذا فی الكافی ولها المهر كاملا وعليها العدة بالاجماع ان كان الزوج قد خلا بها والا فلا عدة عليها ولها نصف المهر ان كان مسمى والمتعة ان لم يكن كذا فی البدائع[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

طلاق بائنہ ہوگی، جیسا کہ کافی میں ہے اور اسے پورا مہر دیا جائے گا، اور بالاجماع اس پر عدت ہوگی بشرطیکہ خاوند اس سے خلوت کرچکا ہو ورنہ عدت نہ ہوگی اور مہر بھی نصف دیا جائیگا جب مقرر ہو، اور اگر مقرر نہ ہو تو پھر جوڑا وغیرہ دیا جائیگا، جیسا کہ بدائع میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۳۳ ۲۲ شوال ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک شخص اجنبی عمرو کے مکان پر رہتا ہے، عمرو نے وارثانِ ہندہ کو بہکا کر اور دھوکا دے کر زید کا نسب سید بتایا اور نکاح کرادیا، بعد کچھ مدت کے معلوم ہوا کہ وہ سید نہیں نوربات ہے، اب وارثانِ ہندہ کو شرم معلوم ہوتی ہے اور بہت اہانت ہے کہ سید اور نوربات کا نکاح بہت عار ہے، لہٰذا وارثانِ ہندہ کو فسخ کرنا فی زماننا جائز ہے یا نہیں؟ زید بعد ظاہر ہونے حال کے وہاں سے چلا گیا وقتِ رخصت زوجہ سے قسم کھا کر کہا میں اس قریہ میں تاحیات نہ آؤں گا، پھر اسی مضمون کا خط لکھ کر بھیجا، اب اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں کچھ حاجت فسخ نہیں کہ وہ نکاح سرے سے خود ہی نہ ہوا، سائل مظہر کہ ہندہ بالغہ ہے اور روایت مفتی بہا پر ولی والی عورت کے لئے کفاءت شرطِ صحتِ نکاح ہے یا ولی اقرب پیش از عقد عدمِ کفاءت پر دانستہ اپنی رضا ظاہر کردے بعد عقد راضی ہوجانا بھی نفع نہیں دیتا۔

فی ردالمحتار تعتبر الكفاءة للزوم النكاح علی ظاهر الرواية ولصحته علی رواية الحسن المختارة للفتوى[1] اھ وفی الدرالمختار يفتی فی غير الكفو بعدم جوازه اصلا

ردالمحتار میں ہے کہ کفو کا اعتبار نکاح لازم کرنے کیلئے ہے جیسا کہ ظاہر روایت ہے۔ اور امام حسن رحمہ اللہ تعالٰی کی روایت پر صحتِ نکاح کے لئے ہے اور یہی فتوٰی کے لئے مختار ہے اھ، درمختار میں ہے کہ غیر کفو میں نکاح کے اصلاً ناجائز ہونے کا فتوٰی

---

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الثانی عشر فی العنین نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۲۴

[1] ردالمحتار باب الکفاءۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۱۸

وھو المختار للفتوی فلا تحل بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ فلیحفظ[1] اھ مختصرا۔ فی رد المحتار ھذا اذا کان لہا ولی لم یرض بہ قبل العقد فلا یفید الرضی بعدہ بحر[2]۔

دیا جائیگا، یہی فتوٰی کے لئے مختار ہے تو ولی کی رضا کے بغیر بیوی حلال نہ ہوگی بشرطیکہ ولی کو غیر کفو کا علم ہو، اسے محفوظ کرلو اھ مختصراً۔ ردالمحتار میں ہے: یہ جب ہے کہ اس کا ولی ہو اور نکاح سے قبل راضی نہ ہوا ہو، اور نکاح کے بعد کی رضا کارآمد نہ ہوگی، بحر (ت)

یہاں جب کہ وُہ کفو نہیں اور ولی کو دھوکا دیا گیا دونوں امر سے کچھ متحقق نہ ہوا اور نکاح باطل محض رہا، بعد ظہور حال زید کی وُہ قسم و تحریر سب مہمل ہے جس پر ہندہ کے لئے کوئی حکم حرمت مترتب نہیں ہوسکتا،

اما مسألۃ الھندیۃ انتسب الزوج لہا نسبا غیر نسبہ فان ظھر دونہ وھو لیس بکفو فحق الفسخ ثابت للکل[3] ومسألۃ الدر عن الولوالجیۃ نکحت رجلا ولم تعلم حالہ فاذا ھو عبد لاخیار لہا بل للاولیاء ولو زوجوھا برضاھا وشرطوا الکفاءۃ او اخبرھم بہا وقت العقد فزوجوھا علی ذلک ثم ظھر انہ غیر کفو کان لھم الخیار[4] (ملخصاً)، فظاھر ان کل ذلک مبنی علی الظاھر وھو صحۃ العقد و ثبوت الاعتراض کیف وقد نقل المسألۃ فی الخانیۃ عن الاصل اما علی المختارۃ للفتوی فلا صحۃ اصلا کما لایخفی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

لیکن ہندیہ کا مسئلہ کہ اگر مرد نے عورت کو اپنا نسب تبدیل کرکے بتایا تو بعد میں اس کا نسب اس کے بیان کردہ سے کم درجہ ظاہر ہوا ہو تو یہ کفو نہیں ہے لہذا اولیاء کو فسخ کا اختیار ہوگا، اور دُر کا مسئلہ یہ ہے جو بحوالہ ولوالجیہ ہے کہ اگر لڑکی نے خود کسی شخص سے لاعلمی میں نکاح کرلیا بعد میں معلوم ہوا کہ وہ غلام ہے تو لڑکی کو خود اختیار نہ ہوگا بلکہ اس کے اولیاء کو حقِ فسخ ہوگا، اور اگر اولیاء نے خود نکاح کیا لڑکی کی رضامندی سے، اور اولیاء نے کفاءت شرط کرلی یا نکاح کے وقت زوج نے وقتِ نکاح اولیاء کو کفو ہونے کی خبر دی اس شرط پر اولیاء نے نکاح کردیا، بعد میں لڑکے کا غیر کفو ہونا ظاہر ہوا تو اولیاء کو فسخ کا اختیار ہوگا ملخصاً تو ظاہر ہے کہ یہ صحتِ نکاح اور ثبوت اعتراض پر مبنی ہے اور ظاہر کیسے نہ ہو جبکہ خانیہ میں یہ مسئلہ مبسوط سے منقول ہے لیکن جو چیز فتوٰی کے لئے مختار قرار دی گئی ہے اس پر یہ نکاح کا قول صحیح نہیں ہے جیسا کہ مخفی نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[1] درمختار — باب الولی — مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱

[2] ردالمحتار — — داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۹۷

[3] فتاوٰی ہندیہ — باب فی الاکفاء — نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۹۳

[4] درمختار — باب الکفاءۃ — مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۴

مسئلہ ۲۳۳: از الٰہ آباد چوک مرسلہ مولوی عبدالغفور صاحب سوداگر ۲۳ صفر ۱۳۱۶ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی ان العالم العجمی کفوٌ للسیدۃ ام لا بینوا بسند الکتاب توجروا یوم الحساب۔

آپ (رحمکم اللہ تعالٰی) کا اس مسئلہ میں کیا قول ہے کہ عجمی عالم سیّدزادی کا کفو ہے یا نہیں؟ کتاب کے حوالہ سے بیان فرمائیں، قیامت کے روز اجر پائیں۔

الجواب

نعم اذا کان دینا متدینا لان فضل العلم فوق فضل النسب قال اللہ تعالٰی یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجٰت[1]، وقال تعالٰی قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون[2]، فی وجیز الامام الکردری العجمی العالم کفوٌ للعربی الجاھل لان شرف العلم اقوی وارفع وکذا العالم الفقیر للغنی الجاھل وکذا العالم الذی لیس بقرشی کفوٌ للجاھل القرشی والعلوی[3] اھ وفی الفتح والنھر وغیرھما عن جامع الامام قاضی خان العالم العجمی یکون کفوا للجاھل العربی والعلویۃ لان شرف العلم فوق شرف النسب[4] اھ وفی النھر والدر جزم بہ

ہاں، جب عجمی عالم دیندار عامل ہو، کیونکہ علم کی فضیلت نسب کی فضیلت سے فائق ہے، اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم میں سے ایمان والوں کو اللہ تعالٰی نے بلندی دی اور ان لوگوں کو جو علم دئے گئے ان کو کئی درجات دئے گئے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں۔ امام کردری کی وجیز میں ہے کہ عجمی عالم، جاہل عربی کا کفو ہوگا کیونکہ علمی شرافت اقوٰی وارفع ہے اور یوں ہی عالم فقیر ہو تو وُہ جاہل غنی کا کفو ہوگا اور یوں ہی غیر قرشی عالم جاہل علوی اور جاہل قرشی کا کفو بنے گا اھ۔ فتح اور نہر وغیرہما میں جامع الامام قاضی خاں سے منقول ہے کہ عجمی عالم، جاہل عربی اور جاہل علوی کا کفو ہے کیونکہ علمی شرافت نسبی شرافت پر غالب ہے اھ۔ نہر اور دُر میں ہے کہ بزازی نے اس پر جزم کیا ہے اور

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۱۱

[2] " " ۳۹/ ۹

[3] وجیز الامام الکردری علٰی حاشیۃ فتاوٰی ہندیۃ الخامس فی الکفاءۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۱۶

[4] فتح القدیر فصل فی الکفاءۃ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۹۰

البزازی واقتضاہ الکمال وغیرہ والوجہ
فیہ ظاہر[1] الخ وفی رد المحتار عن الخیر
الرملی عن مجمع الفتاوی عن المحیط العالم
یکون کفؤا للعلویۃ لان شرف الحسب اقوی[2] الخ
قال وذکر ایضا یعنی الرملی انہ جزم بہ فی المحیط
والبزازیۃ والفیض وجامع الفتاوی والدرر[3] الخ
وتمام تحقیقہ فیہ وفی الفتاوی الخیریۃ لنفع
البریۃ قد قال ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما
للعلماء درجات فوق المؤمنین بسبعمائۃ درجۃ
ما بین کل درجتین مسیرۃ خمسمائۃ عام و
ھذا مجمع علیہ وکتب العلم طافحۃ بتقدیم
العالم علی القرشی ولم یفرق سبحانہ وتعالٰی
بین القرشی وغیرہ فی قولہ تعالٰی ھل یستوی
الذین یعلمون والذین لایعلمون[4] اھ ملتقطا۔

قلت وانما قیدنا بکونہ دینا متدینا لانہ
ھو العالم حقیقۃ واما اصحاب الضلال فشر من
الجہال فان الجہل المرکب اشنع واخنع و
صاحبہ فی الدارین احقر واوضع، صغارھم
کالانعام بل ھم اضل وکبارھم کالکلاب
لابل اذل اخرج الدار قطنی

کمال وغیرہ نے اس کو پسند فرمایا ہے اور اس کی وجہ ظاہر
ہے الخ۔ اور ردالمحتار میں خیرالدین رملی سے انھوں نے
مجمع الفتاوٰی سے نقل کیا کہ محیط میں ہے کہ عالم، علوی
لڑکی کا کفو ہے کیونکہ عمدہ کی شرافت اقوٰی ہے الخ۔ اور
فرمایا کہ رملی نے مزید ذکر کیا کہ محیط، بزازیہ، فیض، جامع
الفتاوٰی اور دُرر نے اس پر جزم کیا ہے، اور اس کی
مکمل تحقیق ردالمحتار میں ہے اور فتاوٰی الخیریۃ لنفع البریۃ میں ہے کہ
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا: علماء
کو عام مومنین پر سات سو درجات برتری ہے اور
ہر دو درجوں میں پانسو سال کا سفر ہے اور اس پر
اجماع ہے اور تمام علمی کتب، قرشی پر عالم کے تقدم
میں متفق ہیں، جبکہ اللہ تعالٰی نے اپنے ارشاد "کیا
عالم اور جاہل برابر ہیں" میں قرشی اور غیر قرشی کی کوئی
تفریق نہیں فرمائی اھ ملتقطا۔

قلت (میں کہتا ہوں) ہم عالم کو دین کا عالم اور دیندار
عالم سے مقید کریں گے کیونکہ حقیقۃً عالم یہی ہے جبکہ گمراہ
علماء تو جاہلوں سے بدتر ہیں کیونکہ جاہل مرکب، انتہائی برا،
رُسوا، اور دونوں جہان میں وہ حقیر اور ذلیل ہیں، ان کے
چھوٹے چوپایوں کی طرح بلکہ اس سے بھی گئے گزرے،
اور ان کے بڑے، کُتّے بلکہ ذلیل ترین ہیں۔ دارقطنی نے

---

[1] درمختار	باب الکفارۃ	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۹۵
[2] ردالمحتار	" "	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۳۲۳
[3] "	" "	" "	"
[4] فتاوٰی خیریہ	مسائل شتّٰی آخر کتاب	دارالمعرفۃ بیروت	۲/۲۲۴

قال حدثنا القاضی الحسین بن اسمٰعیل نا محمد بن عبد اللہ المخرمی نا اسمٰعیل بن ابان ثنا حفص بن غیاث عن الاعمش عن ابی غالب عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اھل البدع کلاب اھل النار[1]، واخرجہ عنہ ابو حاتم الخزاعی فی جزئہ الحدیثی بلفظ اصحاب البدع کلاب اھل النار[2]، ولابن نعیم فی الحلیۃ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اھل البدع شر الخلق والخلیقۃ، قال العلماء الخلق الناس والخلیقۃ البھائم[3]۔

www.alahazratnetwork.org

نسأل اللہ السلامۃ والعفو والعافیۃ۔

ثم **اقول** یجب التقیید ایضا بما اذا لم یکن من المتناھین فی الدناءۃ المعروفین بھا کالحائک والدباغ والخصاف والحلاق ونظرائھم فان المدار علی وجود العار فی عرف الامصار کما صرح بہ العلماء الکبار۔ قال المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر الموجب ھو استنقاص اھل العرف

تخریج کی ہے کہ ہمیں قاضی حسین اسمٰعیل ان کو محمد بن عبداللہ مخزمی ان کو اسمٰعیل بن ابان ان کو حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی انھوں نے اعمش انھوں نے ابوغالب انھوں نے ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "بدعتی لوگ جہنم کے کتے ہیں"۔ اس کی تخریج ابوحاتم خزاعی نے ان سے اپنی جز حدیثی میں ان الفاظ کے ساتھ کی کہ "اصحاب بدعت جہنم کے کتے ہیں"۔ ابونعیم نے حلیہ میں روایت کیا انس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا کہ "اہل بدعت تمام مخلوق سے شریر ہیں"۔ علماء نے فرمایا کہ حدیث میں خلق سے مراد لوگ اور خلیقہ سے مراد چوپائے ہیں۔ اللہ تعالٰی سے ہم عافیت، سلامتی اور معافی کا سوال کرتے ہیں۔

ثم **اقول** (پھر کہتا ہوں کہ) وہ عالم اس قید سے بھی مقید ہونا ضروری ہے کہ وہ انتہائی حقیر اور مشہور کمتر نہ ہو، جیسا کہ جولاہا، نائی، موچی، چمڑا رنگنے والا اور ان کی مثل نہ ہو کیونکہ دارومدار اس بات پر ہے کہ علاقے کے عرف میں وہ حقیر شمار نہ ہو، جیسا کہ اکابر علماء نے تصریح فرمائی ہے۔ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا کہ اہل عرف کا ناقص سمجھنا سبب ہے لہٰذا حکم کا دارومدار

---

[1] کنز العمال بحوالہ قط فی الافراد حدیث ۱۱۲۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۲۲۳
[2] کنز العمال بحوالہ ابوحاتم الخزاعی حدیث ۱۰۹۴ " " " ۱/۲۱۸
[3] حلیۃ الاولیاء ترجمہ نمبر ۴۱۳ ابوالسعود الموصلی دار الکتاب العربی بیروت ۸/۲۹۱

فیہ ورفعتہ[1] اھ و فی ردالمحتار قد علمت ان الموجب ھو استنقاص اھل العرف فیدور معہ فعلی ھذا من کان امیرا او تابعا لہ وکان ذا مال ومروءۃ وحشمۃ بین الناس لاشک ان المرأۃ لاتتعیر بہ فی العرف کتعیرھا بدباغ وحائک ونحوھما وان کان الامیر او تابعہ اکالا اموال الناس لان المدار ھنا علی النقص والرفعۃ فی الدنیا[2] اھ مختصرا۔ ولا شک ان العلویۃ فی بلادنا لاتتعیر بالافاغنۃ والمغول المحلین بحلیۃ العلم والفضل فانھم فی انفسھم یعدون ھنا من الشرفاء الانجاب فاذا انضاف الی ذٰلک فضل العلم جبر نقص نسبھم بالنسبۃ الی العلوی بخلاف الحاکۃ والحلاقین وامثالھم فان التعیر بھم لایزول بعلمھم اللھم الا اذا تقادم العھد وتناساہ الناس وظھر لہ الوقع فی القلوب والعظم فی العیون بحیث لم یبق العار لبنات الکبار وذٰلک قلیل جدا فی ھذہ الامصار بل لایکاد یوجد عنہ الاعتبار ومن عرف السداس عرف ان

اس پر ہی ہوگا الخ۔ ردالمحتار میں ہے: آپ نے معلوم کرلیا کہ سبب وہ اہل عرف کا حقیر جاننا ہے تو اسی بات پر مدار ہوگا اس لئے اگر کوئی امیر، حاکم یا اس کا نائب اور مالدار اور سنجیدہ ہو اور لوگوں میں رعب والا ہو تو کوئی شک نہیں ایسے شخص سے عورت عار محسوس نہیں کرتی جیسا کہ وہ دباغ اور جولاہے وغیرہ سے عار محسوس کرتی ہے اگرچہ حاکم اور اس کا نائب ظلم کے طور پر لوگوں کے مال کھاتے ہوں ——— کیونکہ یہاں مدار دنیاوی حقارت و رفعت ہے اھ مختصراً۔ اس میں شک نہیں کہ علویہ لڑکی ہمارے علاقے میں افغان اور مغل جو کہ علم کے زیور سے آراستہ ہیں اور اہل فضل ہیں جو اپنے کو منتخب لوگوں اور شرفاء میں شمار کرتے ہیں ان سے عار محسوس نہیں کرتی، تو جب یہ لوگ علم و فضل کی طرف منسوب ہوں تو مزید شرافت کی بناء پر نسبی طور پر اگر علوی سے کم ہیں تو علم و فضل کی وجہ سے وہ کمی ختم ہوجاتی ہے، اس کے برخلاف جولاہے، دھوبی اور نائی موچی وغیرہ کی عار علم کی وجہ سے ختم نہیں ہوتی، ہاں جب یہ لوگ قدیم سے یہ کام چھوڑ چکے ہوں اور لوگ معززانداز میں ان سے مانوس ہوچکے ہوں اور لوگوں کے دلوں میں ان کا وقار اور عام نگاہوں میں ان کی وقعت قائم ہوچکی ہو کہ اب بڑے لوگوں کی لڑکیوں کے لئے عار نہیں رہے تو اور بات ہے، لیکن ایسے اس علاقے میں بہت کم ہیں جن کا اعتبار

---

[1] فتح القدیر فصل فی الکفارۃ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۱۹۳

[2] ردالمحتار باب الکفارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۲۲

الحکم علیہ بدارفافہم، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

نہیں کیا جاسکتا، تاہم حقارت کا مدار عرف پر ہے، جب مدار یہ ہے تو حکم اس پر ہوگا، سمجھو ــــــ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴۰: مرسلہ حاجی موسٰی عربی ۳ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ سادات کرام بیبیوں سے غیر قوم غیر سید مثل شیخ، مغل، پٹھان وغیرہ کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

سید ہر قوم کی عورت سے نکاح کرسکتے ہیں اور سیدانی کا نکاح قریش کے ہر قبیلہ سے ہوسکتا ہے خواہ علوی ہو یا عباسی یا جعفری یا صدیقی یا فاروقی یا عثمانی یا اُموی۔ رہے غیر قریش جیسے انصاری یا مغل یا پٹھان ان میں جو عالم دین معظم مسلمین ہو اُس سے مطلقاً نکاح ہوسکتا ہے ورنہ اگر سیدانی نابالغہ ہے اور اُس غیر قریش کے ساتھ اُس کا نکاح کرنے والا ولی باپ یا دادا نہیں تو نکاح باطل ہوگا اگرچہ چچا یا سگا بھائی کرے، اور اگر باپ دادا اپنی کسی لڑکی کا نکاح ایسے ہی پہلے کرچکے ہیں تو اب ان کے کئے بھی نہ ہوسکے گا اور اگر بالغہ ہے اور اس کا کوئی ولی نہیں تو وہ اپنی خوشی سے اُس غیر قریشی سے اپنا نکاح کرسکتی ہے، اور اگر اس کا کوئی ولی یعنی باپ دادا پڑدادا اُن کی اولاد و نسل سے کوئی مرد موجود ہے اور اس نے پیش از نکاح اُس شخص کو غیر قریشی جان کر صراحۃً اُس نکاح کی اجازت دے دی جب بھی جائز ہوگا ورنہ بالغہ کا کیا ہوا بھی باطل محض ہوگا۔ ان تمام مسائل کی تفصیل درمختار و ردالمحتار وغیرہا کتب معتمدۂ مذہب اور فقیر کے فتاوٰی میں متعدد جگہ ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۱: از رسالہ مرسلہ سید محمد شاہ صاحب ۹ جمادی الاولٰی ۱۳۱۰ھ

ایک شخص کا فرمان ہے کہ سید یعنی آل نبی کی دختر ہر ایک کو پہنچ سکتی ہے یعنی ہر مسلمان سے عقد جائز ہے، دُوسرے نے جواب دیا کہ اگر جاروب کش مسلمان ہوجائے تو بھی جائز ہے؟ تو اُس کا جواب دیا کہ کچھ مضائقہ نہیں۔

الجواب

شخص مذکور جھوٹا کذاب اور بے ادب گستاخ ہے، سادات کرام کی صاحبزادیاں کسی مغل پٹھان یا غیر قریشی شیخ مثلاً انصاری کو بھی نہیں پہنچتیں جب تک وہ عالم دین نہ ہوں اگرچہ یہ قومیں شریف گنی جاتی ہیں مگر سادات کا شرف اعظم واعلٰی ہے اور غیر قریش قریش کا کفو نہیں ہوسکتا تو رذیل قوم والے معاذ اللہ کیونکر سادات کے کفو ہوسکتے ہیں یہاں تک کہ اگر بالغہ سیدانی خود اپنا نکاح اپنی خوشی و مرضی سے کسی مغل پٹھان یا انصاری

یشخ غیر عالم دین سے کرے گی تو نکاح سرے سے ہوگا ہی نہیں جب تک اس کا ولی پیش از نکاح مرد کے نسب پر مطلع ہوکر صراحۃً اپنی رضامندی ظاہر نہ کردے، اور اگر نابالغہ ہے اور اس کا نکاح باپ دادا کے سوا کوئی ولی اگرچہ حقیقی بھائی یا چچا یا ماں ایسے شخص سے کردے تو وہ بھی باطل و مردود ہوگا، اور باپ دادا بھی ایک ہی بار ایسا نکاح کرسکتے ہیں دوبارہ اگر کسی دختر کا نکاح ایسے شخص سے کریں گے تو اُن کا کیا ہُوا بھی باطل ہوگا۔

کل ذٰلک معروف فی کتب الفقہ کالدر المختار وغیرہ من الاسفار وقد فصلنا القول فیہ فی فتاوٰنا۔ واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

یہ تمام کُتبِ فقہ میں معروف ہے جیسے درمختار وغیرہ اور ہم نے تفصیل کے طور پر اپنا قول اپنے فتاوٰی میں بیان کردیا ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۴۲: از مدرسہ تحصیلی نواب گنج ضلع بریلی مرسلہ مدرس اول مدرسہ مذکور ۲۲ شعبان ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح خالد کے ساتھ جو غیر کفو تھا لاعلمی میں کردیا بعد بلوغ زوجہ اور علم غیر کفو ہونے زوج کے زوجین میں نااتفاقی ہے اور ہندہ بھی بعد علم کے نہایت ناراض ہے اور دختر کی مفارقت چاہتی ہے مگر خالد محض ایذارسانی کی وجہ سے اس کو طلاق نہیں دیتا۔ اس صُورت میں یہ نکاح فسخ ہوسکتا ہے یا نہیں اور زوجہ مذکورہ کو نکاح ثانی کرنے کا اختیار ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

سائل نے بعد استفسار اظہار کیا کہ عورت پٹھان ہے اور خالد قوم کا دُھنا اور اُس نے اپنے آپ کو پٹھان ظاہر کرکے براہ فریب نکاح کرلیا منکوحہ مذکورہ کا وقتِ نکاح باپ دادا کوئی نہ تھا، ہاں جوان بھائی موجود تھا مگر کسی وجہ سے جلسۂ نکاح میں شریک نہ ہُوا نہ ماں نے اُس سے اجازت لی۔ پس صورتِ مستفسرہ میں شرعاً یہ نکاح ہُوا ہی نہیں فسخ کسے کیا جائے، دخترِ ہندہ کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرلے۔ درمختار میں ہے:

ان کان المزوج غیر الاب وابیہ ولو الام لایصح النکاح من غیر کفؤ اصلا وما فی صدر الشریعۃ صحح ولہما فسخہ وھم۔[1]

اگر نکاح دینے والا باپ دادا کا غیر ہو اگرچہ وہ ماں ہو تو نکاح غیر کفو میں اصلاً صحیح نہ ہوگا اور جو صدر الشریعۃ میں ہے کہ نکاح صحیح ہے اور باپ دادا کو فسخ کا اختیار ہے یہ محض وہم ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں زیرِ قول شارح تعتبر الکفاءۃ للزوم النکاح (کفو کا اعتبار لزومِ نکاح کیلئے ہے۔ت)

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۲

فرمایا:

ای علی ظاہر الروایۃ و لصحتہ علی روایۃ الحسن المختارۃ للفتوٰی۔[1]	یعنی ظاہر روایت پر اور امام حسن کی روایت پر صحتِ نکاح کے لئے یہ شرط ہے اور یہی فتوٰی کے لئے مختار ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

لوزوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ[2]	اگر اقرب حاضر ہو تو ابعد کا دیا ہوا نکاح اس اقرب کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں بحرالرائق سے ہے:

انھم قالوا کل عقد لامجیزلہ حال صدورہ فھو باطل لایتوقف[3]	جس نکاح کو جائز کرنے والا کوئی بھی نکاح کے وقت نہ ہو تو وہ موقوف نہ ہوگا باطل ہوگا۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

مالامجیزلہ ای مالیس لہ من یقدر علی الاجازۃ یبطل[4] واللہ تعالٰی اعلم۔	اور جس کا کوئی جائز کرنے والا نہ ہو یعنی اجازت کا اختیار نہ رکھتا ہو تو وہ باطل ہے (ت) واللہ تعالٰی اعلم

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۲۲۳ تا ۲۲۶: از سنبھل ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ

زید پہلے تھا کر تھا اب اپنے والدین و اطفال کو چھوڑ کر مشرف باسلام ہوگیا، زید کی خواہش ہے کہ نکاح کرے، زید کا کل خاندان اس سے برعکس ہے، بی بی کو مسلمان ہونا قبول نہیں، پس ایسی حالت میں سوالاتِ ذیل ازروئے شرع شریف حل طلب ہیں زید کی عمر اب ۲۲ سال ہے:

(۱) زید مشرف باسلام ہونے کے بعد کون شمار کیا جائے گا اگرچہ شیخ کیونکہ شیخ بہت قسم کے ہیں۔

(۲) کس قوم کی لڑکی کے ساتھ زید کا نکاح ہوسکتا ہے فی الحال سب اقوام انکار کرتی ہیں، شرع شریف کی رُو سے کس قوم پر استحقاق ہے۔

---

[1] ردالمحتار	باب الکفارۃ	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۳۱۸
[2] درمختار	باب الولی	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۹۴
[3] ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۳۱۴
[4] فتح القدیر	"	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	۳/۱۹۹

(۳) اب زید کی اولاد ماں کی قوم پر مانی جائے گی یا باپ کی ذات پر؟
(۴) شرع شریف کی رُو سے رذالت اور شرافت قوم پر منحصر ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

(۱) مسلمان ہونے سے دونوں جہان کی عزّت حاصل ہوتی ہے مگر مذہب کسی قوم کا نام نہیں، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانے میں جس قوم و قبیلہ کے لوگ اسلام لاتے بعد اسلام بھی اُسی قوم و قبیلہ کی طرف نسبت کئے جاتے، ہندوانی قوموں میں چار قومیں شریف گنی جاتی ہیں اُن میں چھتری یعنی ٹھاکر دوسرے نمبر پر ہیں، ہندوستان میں اکثر سلطنت اسی قوم کی رہی، ولہذا انھیں رجپوت کہتے ہیں تو ہندی قوموں میں ان کا معزز ہونا ظاہر ہے اور ہماری شریعت مطہرہ نے حکم دیا کہ،

اذا اتاکم کریم قوم فاکرموہ۔[۱] جب تمہارے پاس کسی قوم کا عزّت دار آدمی آئے تو اس کی خاطر کرو۔

خالی آنے پر تو یہ حکم تھا اور جو بندۂ خدا بہدایتِ الٰہی بالکل ٹوٹ کر ہم میں آملا ہم میں کا ہوگیا اُس کا کس قدر اعزاز و اکرام اللہ سبحٰنہ کو پسند ہوگا۔ اسلام کی عزّت کے برابر اور کیا عزّت ہے، اس نے تو اسے اور بھی چار چاند نہیں بلکہ ہزار چاند لگا دئے۔ اگر کوئی چمار بھی مسلمان ہو تو مسلمانوں کے دین میں اُسے حقارت کی نگاہ سے دیکھنا حرام اور سخت حرام ہے وُہ ہمارا دینی بھائی ہوگیا۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے: انما المؤمنون اخوۃ[۲] (مسلمان مسلمان بھائی ہیں۔ت) اور فرماتا ہے، فاخوانکم فی الدین[۳] (تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں۔ت) پھر جو کسی معزز قوم کا اسلام لائے اسے کیونکر حقیر سمجھا جائے، شیخ کسی خاص قوم کا نام نہیں، ہندوستان میں مسلمانوں نے تین قومیں خاص شریف قرار دیں اور انھیں سیّد یا میر اور خاں اور بیگ کے خطاب دے کر ان سب لفظوں کے معنے عربی و فارسی و ترکی میں سردار ہیں، باقی تمام شرفا مثل اولاد امجاد خلفائے کرام و بنی عباس و انصار کو ایک لقب عام دیا، شیخ کہ یہ بھی بمعنی بزرگ ہے، ان کے سوا جو قومیں رہ گئیں کہ دُنیاوی عرف میں رذیل سمجھی جاتی ہیں اُنھوں نے جب دیکھا کہ میر و خاں و بیگ تو خاص خاص اقوام کے لقب ہیں اُن میں گنجائش نہیں اور شیخ ایک عام لفظ ہے جس میں باقی سب داخل، تو اسی کو سمائی والا خطاب پاکر سب قوموں نے اپنی بھرتی اُسی میں

---

[۱] حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۳۴۳ سعید بن ایاس الجریری دار الکتاب العربی بیروت ۲/۲۰۵-۲۰۶
[۲] القرآن الکریم ۴۹/۱۰
[۳] ؍؍ ؍؍ ۳۳/۵

کردی، دُھنا، جولاہا جس سے پوچھئے اپنے آپ کو شیخ بتائے گا مگر حقیقۃً شیخ کی اصطلاح صرف اُنہی شریف قوموں یعنی صدیقی، فاروقی، عثمانی، علوی، جعفری، عباسی، انصاری و امثالہم کے لئے ہیں۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اُستاذ امام عطار رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا مذہب یہ تھا کہ جو شخص جس کے ہاتھ پر مسلمان ہو اُس کی ولاء اس کے لئے ہے۔

فی رد المحتار عن البدائع عند عطاء ھو مولی للذی اسلم علی یدیہ[1]

ردالمحتار میں بدائع سے ہے کہ عطار کے ہاں وہ جس کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اس کا وہ مولٰی ہے (ت)

اور ولاء ایک رشتہ ہے مثل رشتہ نسب کے۔ حدیث میں ہے:

الولاء لحمۃ کلحمۃ النسب[2] اخرجہ الحاکم والبیہقی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

ولاء نسب کی طرح ایک رشتہ ہے۔ (اس کو حاکم اور بیہقی نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مولی القوم من انفسہم[3] رواہ الشیخان عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

کسی قوم کا آزاد کردہ ان میں سے ہے۔ اس کو شیخین نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے (ت)

www.alahazratnetwork.org

اس مذہب کا ایک حدیث بھی پتا دیتی ہے:

من اسلم علی یدیہ رجل فلہ ولاءہ[4] اخرجہ الطبرانی فی الکبیر عن ابن عباس والدارقطنی والبیہقی عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

جس کے ہاتھ پر کوئی شخص اسلام لائے تو اُس کا رشتہ ولاء اُسی سے قرار پائے (اس کو طبرانی نے کبیر میں ابن عباس سے اور دارقطنی اور بیہقی نے ابو امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔ ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الولاء فصل فی ولاء الموالاۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۸۰

[2] المستدرک للحاکم کتاب الفرائض دارالفکر بیروت ۴/ ۳۴۱

[3] صحیح بخاری کتاب الفرائض باب موالی القوم من انفسہم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۰۰

السنن الکبرٰی باب من زعم ان موالی النبی صلی اللہ علیہ وسلم دارصادر بیروت ۲/ ۱۵۱

[4] " " کتاب الولاء " " " " ۱۰/ ۲۹۸

تعجب نہیں کہ اس حدیث کا منشا یہی ہو کہ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا :

من اسلم من اھل فارس فھو قرشی۔[1] رواہ ابن النجار عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

اہلِ فارس سے جو اسلام لائے وُہ قرشی ہے (اسے ابن نجار نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے ۔ ت)

کہ قریش نے فارس فتح کیا اُس کے لوگ ان کے ہاتھوں مشرف باسلام ہُوئے ، اس مذہب کی بنا ء پر جو شخص جس کے ہاتھ پر مسلمان ہوگا بطورِ رشتۂ ولاء اسی قوم میں گِنے جانے کے قابل ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) زید جبکہ خود اپنی ذات سے مسلمان ہُوا تو اُسے دربارۂ نکاح کفو وہمسر ہونے کا حق اُسی عورت پر پہنچتا ہے جو خود مسلمان ہُوئی ہو ، جس لڑکی کا باپ مسلمان ہُوا اور اس کے اسلام کی حالت میں یہ لڑکی پیدا ہُوئی خود مسلمان ہونے والا اُس کا بھی کفو نہیں ،

فی الدرالمختار اما فی العجم فتعتبر حریۃ واسلاما فمسلم بنفسہ غیر کفو لمن ابوھا مسلم ومن ابوہ مسلم غیر کفو لذات ابوین وابوان فیما کالاٰباء لتمام النسب بالجد[2] اھ مختصرا۔

درمختار میں ہے کہ عجمیوں میں آزاد ، مسلمان ہونا کفو ہے ۔ لہذا جو شخص خود مسلمان بنا وُہ ایسے کے لئے کفو نہیں جس کا باپ مسلمان بنا ، اور جس کا باپ مسلمان ہو وُہ ایسے کا نہیں جن کے دُو باپ یعنی باپ اور دادا مسلمان ہوچکے ہوں ، اس معاملہ میں دو مسلمان باپ متعدد مسلمان آباء کی طرح ہیں کیونکہ نسب دادا پر مکمل ہوجاتا ہے اھ مختصرا (ت)

اور اس کے سوا پانچ صورتیں اُس کے نکاح کی اور ہیں ،

ایکؔ یہ کہ عورت عاقلہ بالغہ جس کا کوئی ولی نہ ہو برضائے خود اس سے نکاح کرے ۔

دوؔم ایسی عورت کا ولی بھی پیش از نکاح اُسے نومسلم جان کر اُس کے ساتھ نکاح کرنے پر صراحۃً اپنی رضا ظاہر کردے ۔

سوؔم نابالغہ کا باپ یا یتیمہ کا دادا اس کے ساتھ نکاح کردے جبکہ اس سے پہلے کسی نابالغہ کا نکاح اپنی ولایت سے کم قوم یا کسی طرح کے غیر کفو میں نہ کرچکا ہو ۔

چہارؔم مجہول النسب لڑکی کو حاکم اسلام اپنی ولایت سے اس کے نکاح میں دے دے ۔

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن النجار عن ابن عمر حدیث ۱۱۰۲۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۳۸۳
[2] درمختار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۵

www.alahazratnetwork.org

پنجم یہ شخص علم دین حاصل کرلے، مسلمانوں میں اس کی علمی فضیلت اوروں کی نسبی شرافت یا اسلامی قدامت کے ہم پلہ ہوجائے، عارِ عرفی باقی نہ رہے، اُس وقت یہ شخص ہر قوم وقبیلہ کا کفو ہوسکتا ہے۔

(۳) اولاد ہمیشہ باپ کی قوم پر ہوتی ہے۔ قال تعالٰی: وعلی المولود لہ رزقھن[1] (جس کا بچہ ہے عورت کا نفقہ اس پر ہے۔ت)

(۴) شرع شریف میں شرافت قوم پر منحصر نہیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اِنّ اکرمکم عند اللہ اتقٰکم[2] تم میں زیادہ مرتبے والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ تقوٰی رکھتا ہے۔

ہاں دربارۂ نکاح اس کا ضرور اعتبار رکھا ہے، باپ دادا کے سوا کسی ولی کو اختیار نہیں کہ نابالغ لڑکی کا نکاح کسی غیر کفو سے کردے جس سے اس کی شادی عرف میں باعث ننگ وعار ہو اگر کردے گا نکاح نہ ہوگا، عاقلہ بالغہ عورت کو اجازت نہیں کہ بے رضامندی صریح اولیا اپنا نکاح کسی غیر کفو سے کرلے اگر کرلے گی نکاح نہ ہوگا والمسائل معروفۃ فی کتب المذھب جمیعا (یہ تمام مسائل مذہب کی کتابوں میں معروف ہیں۔ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۲۲۴: از کریا گنج ڈاک خانہ کوپا گنج محلہ پورہ چندن ضلع اعظم گڑھ مکان مولوی الٰہی بخش صاحب
مرسلہ حافظ محمد عبدالکریم صاحب ۱۷ ربیع الاول ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عورت داشتہ رکھا یعنی ہندہ کو جو خالد کی منکوحہ تھی اور خالد نے طلاق نہیں دیا اور جس زمانے سے زید نے ہندہ کو اپنے پاس رکھا اُس کے بطن سے کئی ایک لڑکے لڑکی پیدا ہوئے، زید لڑکے لڑکی کی شادی چاہتا ہے، لوگ کہتے ہیں حرامی ہیں، پس حدیث شریف میں ایسے لڑکے لڑکیوں کے بارہ میں کوئی وعید وارد ہے یا اُس فعل کا عذاب ثواب اُن کے ماں باپ کو ہوگا۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

سائل نے محاورے کے مطابق لفظ ثواب بھی لکھ دیا جس طرح کسی حکایت پر کہتے ہیں عذاب و ثواب برگردن راوی، حالانکہ اُس کا محل وہاں ہے کہ اُس امر میں دو باتوں کا احتمال ہو حرام میں ثواب کی

۱؎ القرآن الکریم ۲/ ۲۳۳
۲؎ " " ۴۹/ ۱۳

کیا گنجائش، یہ لفظ خطائے شدید ہے آئندہ احتراز لازم۔ زنا کا عذاب صرف زانی و زانیہ پر ہے اولادِ زنا پر اُس کا وبال نہیں۔ قال اللہ تعالٰی: ولا تزر وازرۃ وزر اخری[1] (ایک کا بوجھ دوسرے پر نہیں۔ ت) حدیث میں ہے:

لیس علی ولد الزنا من وزر ابویہ شیئ[2] رواہ الحاکم عن الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

ولدِ زنا پر اس کے والدین کا بوجھ کچھ نہیں ہے (اس کو حاکم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔ ت)

حدیث صحیح میں اولادِ زنا کی نسبت اس قدر وارد ہے کہ:

ولد الزنا شر الثلثۃ[3]۔ رواہ الامام احمد وابو داؤد والحاکم والبیہقی فی السنن عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

حرام کا بچہ اپنے ماں باپ سے بھی بدتر ہوتا ہے (اس کو امام احمد، ابوداؤد، حاکم اور بیہقی نے سنن میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا۔ ت)

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ بھی وہی حرکات اختیار کرے۔ خود دوسری حدیث میں اس مطلب کی تصریح ارشاد ہوئی کہ:

www.alahazratnetwork.org

ولد الزنا شر الثلثۃ اذا عمل بعمل ابویہ[4]۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر والبیہقی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند حسن۔

حرامی اپنے ماں باپ سے بھی بدتر ہے جبکہ ان کی طرح وہی کام کرے (اس کو طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے بسندِ حسن روایت کیا۔ ت)

یا یہ معنی کہ یہ عادتوں خصلتوں میں غالباً ان سے بھی بدتر ہوتا ہے جبکہ علم وعمل اس کی اصلاح نہ کریں کہ بُرے تخم سے بُری ہی کھیتی پیدا ہوتی ہے ؎

شمشیر نیک زآہن بد چوں کند کسے

(ناقص لوہے سے اچھی تلوار کوئی کیسے بنائے۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴ و ۳۵/ ۱۸

[2] المستدرک للحاکم کتاب الاحکام دار الفکر بیروت ۴/ ۱۰۰

[3] " " " کتاب العتق و " " " ۲/ ۲۱۵ و ۴/ ۱۰۰

[4] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الایمان دار صادر بیروت ۱۰/ ۵۷ و ۵۸ و ۵۹

اور یہی مطلب ہے اس حدیث کا کہ،

فرخ الزنا لایدخل الجنۃ[1]۔ رواہ ابن عدی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند ضعیف۔

زنا کا چُوزہ جنّت میں نہ جائے گا۔ (اس کو ابن عدی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ضعیف سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ت)

یعنی غالباً اس سے وُہ افعال صادر ہوں گے جو سابقین کے ساتھ دخولِ جنّت سے روکیں گے، بالجملہ یہ مطلب کسی طرح نہیں کہ اُن کے گناہ کا عذاب اس پر ہو یا بے گناہ کئے یہ کسی وعید کا مستحق ہو مگر امرِ نکاح میں شرعِ مطہر نے کفاءت کا بھی لحاظ فرمایا ہے دختروں کے لئے مطلقاً بالغہ ہوں خواہ نابالغہ اور پسروں کے لئے جبکہ نابالغ ہوں،

کما حررہ فی ردالمحتار مستندا لما فی البدائع وحققناہ بما فی البحر والخیریۃ والخانیۃ والتبیین والکافی والسراج الوھاج والھندیۃ کما ذکرناہ فیما علقناہ علی ردالمحتار۔

اس کو ردالمحتار میں بدائع کے حوالے سے بیان کیا ہے اور ہم نے اس کی تحقیق بحر، خیریہ، خانیہ، تبیین، کافی، سراج الوہاج اور ہندیہ کے بیانوں سے کی ہے جیسے کہ ہم نے اس کو ردالمحتار کے حاشیہ پر ذکر کیا ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اور شک نہیں کہ جس کا ولدالزنا ہونا مشہور ہو اس سے دخترِ حلال کا نکاح عرفاً باعثِ ننگ و عار و انگشت نمائی ہوتا ہے اور یہی معنی عدمِ کفاءت کے ہیں۔

فی الشامیۃ عن الفتح ان الموجب ھو استنقاص اھل العرف فیدور معہ[2]۔

فتاوٰی علامہ شامی میں فتح سے منقول کہ اہلِ عرف کا حقیر جاننا سبب ہے لہذا حکم کا مدار اسی پر ہوگا (ت)

تو بحالتِ عار کسی عورت کا نکاح ولدالحرام کے ساتھ نہیں ہوسکتا اگر کیا جائے گا نکاح اصلاً نہ ہوگا مگر دو صورت میں، ایک یہ کہ دخترِ نابالغہ کا نکاح باپ یا وُہ نہ ہو تو دادا اپنی تزویج سے کرے اور وقتِ نکاح نشے میں نہ ہو نہ اس سے پہلے اپنی ولایت سے کسی دختر کا نکاح غیر کفو سے کرچکا ہو، دوسرے یہ کہ زنِ بالغہ برضائے خود کرے اور اس کے لئے کوئی ولی ہو تو وُہ پیش از نکاح با وصف اس اطلاع کے کہ وہ شخص ولدالحرام ہے تصریحاً اپنی رضا ظاہر کرے والمسائل مفصلۃ فی الدر وغیرہ (در وغیرہ میں یہ مسائل تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ ت)

---

[1] الکامل لابن عدی ترجمہ سہیل بن ابی صالح ذکوان السمان مدنی دارالفکر بیروت ۴/۱۲۸۶

[2] ردالمحتار باب الکفاءۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۲۲

یونہی اگر پسر کے نکاح میں دختر حرام کار دینا وہاں کے عرف میں باعث بدنامی و عار ہو تو نابالغ پسر کا نکاح بھی ایسی دختر سے اصلاً نہ ہوگا سوا اسی صورت پدر و جد بشرط مذکور کے علی ما تحرر فی ما تقرر (جیسا کہ تقریر میں واضح کیا گیا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴۴ از بدایوں مرسلہ مولوی عبدالرسول محب احمد صاحب ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ

زید نے کہ صدیقی شریف متقی ہے خالد اور عمرو کے کہنے سے کہ خالد تیرا کفو ہے اور شریف خاندان ہے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح خالد کے ساتھ کر دیا اب بعد نکاح معلوم ہوا کہ خالد کے یہاں ہمیشہ سے پیشہ حرامکاری چلا آتا ہے اُس کے خاندان کے اکثر لوگ پیشہ زناکاری کرتے ہیں اور اسی قسم کی ان کی اولادیں ہیں مگر اب خالد نے اپنی بہنوں کا نکاح لوگوں کے کہنے سننے سے شرعی طور پر کر دیا فقط۔ اب زید ایسی حالت میں کیا کرے کہ اُس نے خالد کو اس کے اخبار پر اپنا کفو سمجھ کر بندہ نابالغہ کا نکاح کر دیا تھا آیا یہ نکاح شرعاً جائز و لازم ہے یا نہیں؟ اور زید کو اس وقت حقِ فسخ حاصل ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں زید کو حقِ فسخ حاصل ہونے میں تو اصلاً کلام ہو ہی نہیں سکتا، ولوالجیہ و درمختار میں ہے:

اذا شرطوا الکفاءۃ او اخبرھم بھا وقت العقد فزوجھا علی ذٰلک ثم ظھر انہ غیر کفو کان لھم الخیار[1]۔

جب اولیاء نے کفو کی شرط پر نکاح دیا یا لڑکے نے وقتِ نکاح خود کو کفو ہونا بتایا، بعد میں غیر کفو ہونا ظاہر ہو گیا تو اولیاء کو فسخ کا اختیار ہے۔ (ت)

کلام اس میں ہے کہ فسخ کی حاجت بھی ہے یا نہیں، بہت کتب میں تصریح ہے کہ ایسا نکاح محض باطل ہے اور جب باطل ہے تو سرے سے ہوا ہی نہیں فسخ کی کیا ضرورت ہے۔ فتاوٰی قاضی خاں و فتاوٰی بزازیہ و نوازل امام فقیہ ابواللیث و فتح القدیر شرح ہدایہ و ردالمحتار علی الدرالمختار وغیرہا میں ہے،

واللفظ للوجیز زوج بنتہ الصغیرۃ من رجل ظنہ مصلحا لا یشرب مسکرا فاذا ھو مدمن فقالت بعد الکبر لا ارضی بالنکاح اھ ف

لفظ وجیز کے ہیں ایک شخص نے نابالغ بیٹی کا نکاح اس گمان سے کر دیا کہ یہ صالح ہے اور شرابی وغیرہ نہیں ہے تو بعد میں معلوم ہوا کہ شراب کا عادی ہے اور بیٹی نے بالغ ہونے پر کہا کہ میں اس نکاح پر راضی نہیں ہوں، تو

---

[1] درمختار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۳

لو یکن ابوھا یشرب المسکر ولا عرف بہ و غلبۃ اھل بیتھا صالحون فالنکاح باطل بالاتفاق[1] اھ وقال فی النوازل فالنکاح باطل لانہ انما زوج علی ظن انہ کفؤ[2] اھ۔

اگر باپ شرب خمر نہ کرتا ہو اور نہ ہی شرابی مشہور ہو اور اس کا خاندان غالب طور صالحین ہیں تو یہ نکاح بالاتفاق باطل ہے اھ، اور نوازل میں کہا کہ یہ نکاح باطل ہے کیونکہ والد نے کفؤ ہونے پر نکاح دیا ہے اھ (ت)

قنیہ میں ہے:

زوج بنتہ الصغیرۃ من رجل ظنہ حر الاصلی وکان معتقا فھو باطل بالاتفاق[3]۔

نابالغ بیٹی کا نکاح کسی سے اس گمان پر کیا کہ یہ اصلی آزاد ہے جبکہ بعد میں آزاد شدہ معلوم ہوا تو نکاح باطل ہے بالاتفاق۔ (ت)

مگر ذخیرہ میں اس بطلان کو بطلان آئندہ یعنی بطلان بعد الفسخ کے ساتھ تفسیر فرمادیا۔ ردالمحتار میں ہے:

ما مرعن النوازل من ان النکاح باطل معناہ انہ سیبطل کما فی الذخیرۃ لان المسألۃ مفروضۃ فیما اذا لم ترض البنت بعد ما کبرت کما صرح بہ فی الخانیۃ والذخیرۃ وغیرھما وعلیہ یحمل ما فی القنیۃ[4] الخ۔

نوازل سے جو گزرا کہ "نکاح باطل ہے" اس کا مطلب یہ ہے کہ باطل ہوسکتا ہے جیسا کہ ذخیرہ میں ہے یہ اس لئے کہ مسئلہ مفروضہ یہ ہے کہ بیٹی نے بالغ ہونے کے بعد نکاح پر عدم رضامندی کی ہو جیسا کہ خانیہ اور ذخیرہ وغیرہ میں تصریح کی ہے، اور قنیہ میں جو ذکر ہے وہ بھی اسی پر محمول ہے الخ (ت)

عالمگیریہ میں ہے:

رجل زوج ابنتہ الصغیرۃ من رجل علی ظن انہ صالح لایشرب الخمر فوجدہ الاب شریبا مدمنا وکبرت الابنۃ فقالت

ایک شخص نے اپنی بیٹی نابالغہ کا کسی لڑکے سے اس گمان پر کیا کہ لڑکا صالح ہے شرابی وغیرہ نہیں ہے تو بعد میں اسے شراب کا عادی پایا اور بیٹی بالغ ہوچکی ہو اور کہہ چکی ہو کہ

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علی حاشیۃ فتاوٰی ہندیۃ الخامس فی الاکفاء نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۱۶
[2] ردالمحتار بحوالہ النوازل باب الولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۰۳
[3] القنیۃ المنیۃ لتتمیم الغنیۃ باب فی نکاح الصغار والصغائر مطبوعہ مشتہرہ بالمہانندیۃ ص ۵۷
[4] ردالمحتار باب الولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۰۵

www.alahazratnetwork.org

لا یرضی بالنکاح ان لویعرف ابوھا بشرب الخمر وغلبۃ اھل بیتہ الصالحون فالنکاح باطل ای یبطل وھذہ المسألۃ بالاتفاق کذا فی الذخیرۃ وانما الخلاف بین ابی حنیفۃ وصاحبیہ رحمہم اللہ تعالٰی فیما اذا زوجھا من رجل عرفہ غیر کفؤ فعند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی یجوز لان الاب کامل الشفقۃ وافر الرأی فالظاھر انہ تأمل غایۃ التأمل ووجد غیر الکفؤ اصلح من الکفؤ کذا فی المحیط۔[1]

میں اس نکاح پر راضی نہیں ہوں، اس صورت میں اگر باپ کا نکاح کے وقت شرابی ہونا معروف نہ ہو اور اکثر خاندان صالحین لوگ ہوں تو نکاح باطل ہوگا یعنی باطل ہوسکتا ہے اور یہ مسئلہ متفق ہے جیسا کہ ذخیرہ میں ہے البتہ امام اور صاحبین کا اختلاف اس صورت میں ہے جب نکاح کے وقت باپ کو لڑکے کا غیر کفؤ ہونا معلوم ہو تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک یہ نکاح صحیح ہے کیونکہ باپ کامل شفیق ہے اور مکمل صاحب الرائے ہے لہذا اس نے انتہائی سوچ بچار کیا ہوگا کہ یہ غیر کفؤ کفؤ والوں سے بہتر ہے، محیط میں ایسے ہی ہے (ت)

اور نظر بقواعد ظاہر یہی ہے کہ شوہر کی طرف سے ولی کو دھوکا دیے جانے کی صورت میں مطلقاً بطلان کا حکم ہو، ردالمحتار میں ہے:

الظاھر ان یقال لایصح العقد اصلا کما فی الاب الماجن والسکران مع ان المصرح بہ ان لھا ابطالہ بعد البلوغ وھو فرع صحتہ فلیتأمل۔[2]

ظاہر یہی ہے کہ اصلاً نکاح صحیح نہ ہونے کا قول کیا جائے جیسا کہ باپ مجنون یا نشے والا ہو، نیز یہ بھی تصریح ہے کہ ایسی صورت میں بالغ ہونے پر بیٹی کو اختیار ہے جبکہ یہ بات نکاح کے صحیح ہونے پر متفرع ہوسکتی ہے پس غور کرو۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) فرع مذکور کی اصل کتاب الاصل اعنی مبسوط امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے ہے اور وہ کتب ظاہر الروایۃ سے ہے اور ظاہر الروایۃ میں بالغہ کا غیر کفؤ سے بلا رضائے ولی نکاح کرلینا صحیح ہے ولی کو اختیار فسخ ہے اور مختار للفتوٰی روایت حسن ہے کہ وہ نکاح ہوتا ہی نہیں اور فساد زمانہ کے باعث جو وجہ علماء نے وہاں فرمائی یہاں بھی بلا تفاوت جاری ہے تو حکم عبارات مذکورہ میں تاویل ذکرنا اور دھوکے کی صورت میں نکاح کو سرے سے باطل ٹھہرانا بظاہر وجہ وجیہ رکھتا ہے لااقل اختیار فسخ ہونے میں

---

[1] فتاوٰی ہندیہ — الباب الخامس فی الاکفاء — نورانی کتب خانہ پشاور — ۱/۲۹۱

[2] ردالمحتار — باب الکفاءۃ — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۲/۳۱۸

شک نہیں۔ درمختار میں ہے:

ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان[1]۔

غیر کفو میں نکاح کے متعلق اصلًا عدمِ جواز کا فتوٰی دیا جائیگا فسادِ زمان کی وجہ سے فتوٰی کے لئے یہی مختار ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں فتح القدیر سے ہے:

لانہ لیس کل ولی یحسن المرافعۃ والخصومۃ ولا کل قاض یعدل ولو احسن الولی وعدل القاضی فقد یترک انفۃ للتردد علی ابواب الحکام واستثقالا لنفس الخصومات فیتقرر الضرر فکان منعہ دفعا لہ فتح[2]۔

کیونکہ ہر باپ مقدمہ دائر کرنے اور بحث کرنے کا ماہر نہیں ہوتا اور نہ ہر قاضی عادل ہوتا ہے اور اگر باپ ماہر ہو اور قاضی عادل بھی ہو تب بھی حکام کے دروازوں کے چکر لگانے اور مقدمہ بازی کی مشقت سے نفرت تو موجود ہے جس کی وجہ سے ضرر ثابت ہے تو اس ضرر سے بچنے کے لئے وہ باز رہے گا، فتح۔ (ت)

اسی طرح اور کتب میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۹: از کچھر یارائے پور ضلع مظفر پور محلہ نور الحلیم شاہ شریف آباد مرسلہ مولوی شریف الرحمن صاحب ۲۷ جمادی ۴ شعبان ۱۳۳۶ھ

www.alahazratnetwork.org

زید حرامی ہے مگر مسلمان دیندار ہے، شرعًا اس کے لڑکا لڑکی سے نکاح والے اپنے لڑکا لڑکی کا عقد کرسکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

نکاح میں کفائت معتبر ہے اور کفائت کا مدار عرف پر ہے، اگر ان سے رشتہ عرفًا باعثِ ننگ و عار ہو تو احتراز کیا جائے خصوصًا دختر میں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۰: مسئولہ اختر حسین خاں از بریلی محلہ شاہ آباد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک یتیم نابالغہ سیدزادی لے کر پالی اور اُسی نابالغی میں اُس کا نکاح ایک پٹھان سے کردیا اور اُس کا بالغ بھائی تھا اُسے اطلاع بھی نہ دی بوجہ نابالغی رخصت نہ ہوئی اب وہ مفقود الخبر ہے اور لڑکی بالغہ ہوگئی، اس صورت میں وہ اپنا نکاح دوسری جگہ کرسکتی ہے

---

[1] درمختار | باب الولی | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۹۱

[2] ردالمحتار | ″ | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۲۹۷

یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر یہ بیانات واقعی ہیں تو وہ نکاح اصلاً نہ ہُوا، لڑکی کو اختیار ہے جس اچھی جگہ چاہے اپنا نکاح کرلے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۴: از شہر بریلی محلہ براہم پور مسئولہ محمد عرف کمال اللہ شاہ صاحب ۱۱ صفر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ زید نے اپنی زوجہ منکوحہ سے بعد دینے طلاق کے اپنی دختر نابالغہ کو طلب کیا اُس نے دینے سے انکار کیا، اُس وقت زید بارادہ سفر دُور دراز کے مجبور ہُوا اور متنبہ کردیا کہ خبردار اس کا نکاح خلاف رائے میری کے نہ ہو، چنانچہ مسماۃ مذکورہ نے عدم موجودگی زید کے اُس دختر نابالغہ کا نکاح خلاف رائے زید کے کردیا، وہ شوہر دختر مثل عوراتِ بازاری کے رقص کرنے والا ہے اور پابند صوم و صلوٰۃ نہیں شراب خور ہے، اب دختر بفضلہ تعالٰی بالغہ ہے اُس نے وقت شکایات اُس شوہر کا اپنے باپ زید سے بیان کیا کہ میرا نکاح اُس شخص کے ساتھ جائز ہُوا یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔

الجواب

سائل نے بیان کیا نکاح ہُوئے تین برس ہُوئے اور عورت کی عمر اُس وقت گیارہ سال تھی اور نابالغہ تھی اور مرد کی عمر پچیس سال تھی اور جبھی سے ناچنے کا پیشہ رکھتا تھا اور اسی وجہ سے باپ نے اُس کے ساتھ نکاح کرنے کو منع کردیا تھا، باپ اندور چلا گیا، اس کے پیچھے عورت نے نکاح کردیا اور باپ کو کوئی خبر نہ ہوئی، لڑکی تین مہینے سے بالغہ ہوگئی، اب کوئی ایک ہفتہ ہُوا اُس کا باپ اندور سے آیا تو اب لڑکی نے اس سے شکایت کی، اس سے پہلے اُس نے بھی کچھ نہ کہا۔ اگر صورت واقعہ یہ ہے تو نکاح مذکور باطل محض ہوگیا، ابتداءً جب نکاح واقع ہُوا بے اجازتِ پدر پر موقوف تھا،

لانہ وان کان من غیر کفؤ فالمزوج غیر اب وجد لکنہ عقد فضولی صدر ولہ مجیز وھو الاب لان لہ التزویج من غیر کفؤ۔

کیونکہ یہ نکاح غیر کفؤ میں ہے اور نکاح دینے والے باپ دادا کا غیر ہیں لہذا یہ فضولی کا نکاح ہوا جس کو جائز کرنے والا لڑکی کا باپ ہے کیونکہ اسی کو غیر کفؤ میں نکاح کا اختیار ہے (ت)

جبکہ اس مدت میں عورت بالغہ ہوگئی تو اب وہ نکاح خود اس کی اجازت پر موقوف ہوگیا اور اس نے بعد بلوغ مدت سکوت کیا اس کی طرف سے اجازت ہوگئی، تو اب یہ ایسا ہوا کہ بالغہ نے اپنی رائے سے ایسے شخص کے ساتھ نکاح کرلیا اور ایسا شخص ضرور غیر کفؤ ہے اور اُس کے ساتھ بالغہ کا اپنی رائے سے نکاح کرلینا باطل محض

ہے، درمختار میں ہے:

ویفتی بعدم الصحۃ فی غیر کفؤ لفساد الزمان۔[1] غیر کفؤ میں نکاح کے اصلاً عدمِ جواز کا فتوٰی دیا جائیگا فسادِ زمان کی وجہ سے۔ (ت)

لہٰذا یہ نکاح باطل محض ہوگیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۵۲ تا ۴۵۴: از سیرودہ ضلع ہوشنگ آباد محلہ مانپورہ مسئولہ حافظ شاہ افضل خاں صاحب ۲۴ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسائل ذیل میں، براہِ کرم جواب سے مع دلائل نقلی کے مشرف وممتاز فرمائیں:

(۱) ایک عورت ہے جو نسبی سیدہ ہے اُس سے کسی شخص نے جو نسباً سید نہیں ہے نکاح کیا تو اُس کو لوگ کافر کہتے ہیں تو کیا شخص مذکورہ کافر ہُوا یا نہیں؟ اگر نہیں ہُوا تو کہنے والوں پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۲) عورت بالغہ جو نسباً سیدہ ہے باکرہ ہو یا ثیبہ یا مطلقہ کسی شخص سے جو نسباً سید نہیں ہے نکاح کرے تو جائز ہوگا یا نہیں؟

(۳) مردِ غیر سید نے سیدہ عورت سے نکاح کیا اور اگر وُہ نکاح جائز ہُوا تو جو اولاد کہ اُس سے پیدا ہوگی وُہ نسباً سید کہلائے گی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

(۱) حاشا للہ اسے کفر سے کیا علاقہ، کافر کہنے والوں کو تجدیدِ اسلام چاہئے کہ بلاوجہ مسلمان کو کافر کہتے ہیں۔ امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم نے اپنی صاحبزادی حضرت اُمِ کلثوم کہ بطنِ پاک حضرت بتول زہرا رضی اللہ عنہا سے تھیں امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نکاح میں دیں اور اُن سے حضرت زید بن عمر پیدا ہُوئے اور امیر المومنین عمر نسباً سادات سے نہیں۔

(۲) سیدہ عاقلہ بالغہ اگر ولی رکھتی ہے تو جس کفؤ سے نکاح کرے گی ہوجائے گا اگرچہ سید نہ ہو مثلاً شیخ صدیقی یا فاروقی یا عثمانی یا علوی یا عباسی، اور اگر غیر کفؤ سے بے اجازت صریحہ ولی نکاح کرے گی تو نہ ہوگا جیسے کسی شیخ انصاری یا مغل، پٹھان سے مگر جبکہ وہ معزز عالمِ دین ہو۔

(۳) جب باپ سید نہ ہو اولاد سید نہیں ہوسکتی اگرچہ ماں سیدانی ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۵۵: از شہر محلہ سوداگران مسئولہ مولوی احسان علی صاحب طالب العلم مدرسہ منظر الاسلام ۸ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لڑکی بالغہ ہوگئی اور فی الحال کوئی کفو نہیں ملتا کہ جس کے

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۱

یہاں نکاح ہو غیر کفو ملتے ہیں یعنی کم حیثیت والے یا لڑکی کے والدین سے زائد حیثیت کے ملتے ہیں مگر ذاتاً کامل اچھے نہیں، مثلاً لڑکے کے آباؤ اجداد اچھے تھے لیکن اُن کی جورو طوائف تھی بعد نکاح اس سے یہ لڑکا ہوا تو دونوں میں کس کے یہاں کرنا بہتر ہے یا کفو کا انتظار کرے؟ بینوا توجروا

الجواب

فقط مالی حیثیت میں کم ہونا مانع کفاءت نہیں کفو وہ نہیں ہے جس کے ساتھ اس عورت کا نکاح اس کے اولیا کے لئے باعث ننگ و عار ہو، باپ اگر شریف القوم ہے اور طوائف سے بعد توبہ اس نے نکاح کیا تو اس سے بچہ کی نسب پر حرف نہیں آتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۶ از ریاست جاورہ لال اہلی مسئولہ ممتاز علی خاں صاحب اہلکار محکمہ حساب ۲ شوال ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کو یہ یقین دلا کر تمہارا نکاح شوہر محمود جو نجیب الطرفین اور تمہارا کفو ہے کرایا گیا لیکن ہندہ کو بعد نکاح ثابت ہوا کہ شوہر یعنی محمود غیر کفو ہے اب ہندہ اور اُس کے عزیز واقارب اپنے کفو میں غیر کفو کا داخل ہونا عار سمجھتے ہیں اور ہندہ ایسے غیر کفو کو خود بھی شوہر بنانا عار و ننگ خاندان سمجھتی ہے نیز اُس کا اصلی باپ یعنی زید بھی اس تعلق غیر کفوی سے ناراض ہے پس ایسی حالت میں نکاح فسخ ہو سکتا ہے یا نہیں یا غیر کفو ہونے کی حالت میں نکاح فسخ بھی مانا جائے ہندہ بالغہ ہے۔ بینوا توجروا

www.alahazratnetwork.org

الجواب

جبکہ ہندہ بالغہ ہے اور نکاح غیر کفو سے ہوا اور زید پدر ہندہ نے قبل نکاح اسے غیر کفو جان کر اُس سے نکاح کی اجازت نہ دی تو نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں فسخ کی کیا حاجت، درمختار میں ہے:

ویفتی فی غیر الکفؤ بعدم جوازہ اصلا بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ[1] (ملخصا)۔

غیر کفو میں نکاح کے اصلاً عدم جواز کا فتوٰی دیا جائیگا جبکہ ولی نے لڑکے کے غیر کفو معلوم ہوجانے پر رضامندی ظاہر نہ کی ہو (ملخصا)۔ (ت)

مگر غیر کفو کے معنی شرعاً یہ ہیں کہ مذہب یا نسب یا پیشہ یا چال چلن میں ایسا کم ہو کہ اسکے ساتھ اس کا نکاح اسکے اولیا کیلئے واقعی باعث ننگ و عار ہو نہ کہ بعض جاہلانہ خیالات پر، بعض عوام میں دستور ہے کہ خاص اپنے ہم قوم کو اپنا کفو سمجھتے ہیں، دوسری قوم والے کو اگرچہ اُن سے کسی بات میں کم نہ ہو غیر کفو کہتے ہیں اس کا شرعاً لحاظ نہیں جیسے شیخ صدیقی ہو وہ شیخ فاروقی کو اپنا کفو نہ جانے یا سید ہو اور وہ شیخ صدیقی یا فاروقی یا اور قریشی کو اپنا کفو نہ سمجھے حالانکہ حدیث میں ہے:

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۱

قریش بعضھم اکفاء بعض[1] (بعض قریش بعض کے لئے کفو ہیں۔ ت)

ردالمحتار میں ہے:

فلو تزوجت ھاشمیۃ قرشیا غیر ھاشمی لم یرد عقدھا[2] | اگر ہاشمی لڑکی نے غیر ہاشمی قرشی سے نکاح کرلیا تو اُسے رد نہیں کیا جائے گا۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۵: از لکھنؤ محلہ سبزی منڈی مکان گھن وشن عقب مکان ابراہیم صاحب عینک ساز مرحوم مرسلہ عبدالمجید صاحب ۲۸ رجب ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام رحمہم اللہ علیہم اس مسئلہ میں کہ لڑکی نابالغہ کی شادی بغیر حکم یا بے اجازت اس کے والد کے کسی غیر کفو شخص کے ہمراہ اس لڑکی کی ماں کردے تو جائز ہے اور جبکہ اس کی ماں کو بھی دھوکا دیا گیا ہو یعنی جو شخص اس لڑکی کے ساتھ شادی کر رہا ہے وُہ اپنے آپ کو حلفاً نہایت شریف شخص بتا رہا ہے لیکن دریافت کے بعد معلوم ہوا کہ یہ شخص نہایت نیچ ذات کا شخص ہے تو ایسی حالت میں اس لڑکی کی ماں ناراض ہوکر اور باپ بھی ناراض ہوکر اس لڑکی کا نکاح فسخ کرا سکتا ہے یا نہیں؟ آیا ان دونوں یعنی لڑکی کے والدین کو شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ اپنی لڑکی کو بغیر طلاق دلوائے ہُوئے دوسرے شریف النسب شخص سے نکاح کرا سکتے ہیں یا طلاق دلوانے کی ضرورت ہوگی؟ فقط۔ بینوا توجروا

www.alahazratnetwork.org

الجواب

اگر صورتِ واقعہ یہ ہے کہ نابالغہ کی شادی اُس کی ماں نے خصوصاً ایسے شخص سے کردی خواہ دانستہ یا دھوکے سے، اور والد کا اذن نہ اجازت، تو اس صورت میں بدرجۂ اولٰی یہ نکاح سرے سے بے ثبات محض ہوا، باپ کو نکاح فسخ کرانے کی اُس حالت میں بھی حاجت نہ تھی کہ نکاح کفو سے ہوا ہوتا، اُس کا رد کردینا ہی کافی ہوتا، تو یہاں بدرجۂ اولٰی اس کا صرف اتنا کہہ دینا بس ہے کہ "میں اس پر راضی نہیں" وہ نکاح رَد ہوجائے گا، اور والد کو اختیار ہوگا کہ بغیر طلاق دُوسری جگہ نکاح کردے۔

لانہ عقد فضولی صدر ولہ مجیز فتوقف علی اجازتہ فیرد | کیونکہ یہ فضولی کا عقد ہے جو اس حال میں صادر ہوا کہ اس وقت اس کو جائز کرنے والا موجود تھا تو

---

[1] فتح القدیر بحوالہ الحاکم فصل فی الاکفاء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۸۸

ردالمحتار بحوالہ الکافی للحاکم باب الکفاءۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۱۹

[2] ردالمحتار " " " " ۲/ ۳۱۸

بردہ۔

اس کی اجازت پر موقوف ہُوا تو اس کے رَد کرنے پر رَد ہوجائے گا۔ (ت)

اور اگر والد اس سے پہلے اپنی کسی دختر کا نکاح غیر کفو سے کرچکا ہو تو اب اُس کی اجازت سے بھی جائز نہیں ہوسکتا نکاح سِرے سے ہُوا ہی نہیں،

لانہ عقد فضولی صدر ولا مجیز لہ لکون الاب معروف بسوء الاختیار فبطل راسًا کما فی الدر وغیرہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

کیونکہ یہ ایسا نکاح فضولی صادر ہُوا ہے کہ اس وقت اس کو جائز کرنے والا کوئی نہیں تھا کیونکہ باپ سوءِ اختیار سے معروف تھا لہذا یہ بالکل باطل ہوگا جیسا کہ دُر وغیرہ میں ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۴۵: از شہر بریلی محلہ ذخیرہ مرسلہ عبدالحلیم صاحب ۳۰ شوال ۱۳۳۵ھ

صاحبان علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں: زید نے اپنے آپ کو قوم کا پٹھان خاندانی ظاہر کیا اور بکر سے کہا کہ تم اپنی دختر کا نکاح میرے ساتھ کردو، بکر نے اپنی دختر کا نکاح زید کے ساتھ کردیا، بعد نکاح ہوجانے کے بکر کو معلوم ہُوا کہ زید قوم کا پٹھان نہیں ہے دھوکا دے کر نکاح کیا اور وہ قوم کا فقیر تکیہ دار قبرستان ہے کہ جس سے میرے خاندان میں حقارت ہوگی اور سبب بدنامی ہوگی، بکر نے اپنی دختر کو رخصت کرنے سے انکار کیا اور بعد نکاح کے رخصت نہیں کی اور بکر قوم کا سیّد ہے۔

الجواب

دختر بالغہ تھی یا نابالغہ؟ کیا عمر تھی؟ عارضہ ماہواری آتا تھا یا نہیں؟ وقتِ نکاح دختر سے اذن لیا تھا یا نہیں؟ سب مفصل لکھا جائے کہ سوال لائقِ جواب ہو فقط۔

عالی جاہا! وقتِ نکاح دختر کی عمر ۱۳ سال ۲ ماہ کی تھی، عارضہ ماہواری آتا تھا، اذن لڑکی سے لیا گیا تھا لیکن اس نے جواب دیا کہ میں کچھ نہیں جانتی، اس پر مجبورًا اس کی چچی نے اجازت دی، اجازت لڑکی کے باپ کی تھی بلکہ صرف لڑکی کا باپ اور بھائی بھی دونوں گواہِ نکاح تھے فقط۔

الجواب

صُورتِ مستفسرہ میں ظاہر ہے کہ زید کسی طرح سادات تو سادات کسی مغل پٹھان کا بھی کفو نہیں ہوسکتا، اور لڑکی بالغہ تھی اور اس سے اذن لینے پر لفظ یہ کہے کہ "میں کچھ نہیں جانتی" ظاہر ہے کہ یہ صاف اذن نہیں بلکہ اُس سے معاملہ میں اپنا دخل نہ دینا بحسب منطوق مستفاد ہوتا ہے اور کبھی بحسبِ قرینہ دوسروں کے اختیار پر چھوڑنا بھی مفہوم ہوتا ہے یعنی مجھے بحث نہیں تم جیسا جانو کرو، بر تقدیرِ دوم یہ نکاح دختر کی اجازت سے قرار

پائے گا اور بالغہ کہ ولی رکھتی ہے اپنا جو نکاح غیر کفو سے کرے جسے پیش از نکاح غیر کفو جان کر ولی نے صراحۃً اجازتِ نکاح نہ دی ہو وہ نکاح باطل محض ہوتا ہے کما فی البحر والدر واوضحہ فی رد المحتار (جیسا کہ بحر اور دُر میں ہے اور رد المحتار میں اس کی توضیح کی گئی ہے۔ ت) اس تقدیر پر تو یہ نکاح اصلاً ہوا ہی نہیں اور بر تقدیر اول نکاح فضولی تھا اور ضرور ہے کہ بعد نکاح دختر کو نکاح ہو جانے کی خبر عادۃً پہنچی اب دو حال سے خالی نہیں، یا تو اُس نے خبر سُن کر اُس نکاح فضولی کو جائز کیا اگرچہ یونہی کہ خبر سُن کر مسکرائی یا خاموش رہی یا جائز نہ کیا بلکہ اپنی ناراضی کا اظہار کیا، بر تقدیر دوم ظاہر ہے کہ وہ نکاح کہ اجازتِ دختر پر موقوف تھا اس کے اظہارِ ناراضی سے مردود و باطل ہوگیا، بر تقدیر اول پھر یہ نکاح باجازتِ دختر ٹھہرا۔

لان الاجازۃ اللاحقۃ کالوکالۃ السابقۃ[1]، وقد صرح بہ فی الخیریۃ فی مثل الجزئیۃ۔

کیونکہ بعد کی اجازت ایسے ہے جیسے سابقہ وکالت ہو، اس کی تصریح خیریہ میں اسی طرح کے جزئیہ میں کی ہے (ت)

اور بالغہ جو ولی رکھتی ہے بے اجازت صریحۂ ولی بعد علم بعدم کفاءت جو نکاح غیر کفو سے کرے باطل ہے تو اس طرح باطل ہوگیا، غرض صورت مذکورہ میں جس پہلو پر دیکھا جائے یہ نکاح باطل محض ہے۔ واللہ اعلم

مسئلہ قصبہ کست ڈاکخانہ بندھیا چل ضلع مرزا پور مرسلہ محمد زکریا صاحب ۲۸ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مولوی محمد یحیٰی نے انتقال کیا اور شاہ عبد الکریم والد اور اپنی والدہ اور برادرِ حقیقی حافظ محمد زکریا اور ہمشیرہ اور زوجہ مسماۃ احمدی بی بی اور دختر مسماۃ محمودہ بی بی زوجۂ اولٰی اور دختر مسماۃ راضیہ بی بی زوجۂ ثانیہ یا احمدی بی بی کو چھوڑا، شاہ عبد الکریم نے بولایت خود مسماۃ محمودہ بی بی کا عقد مولوی محمد یحیٰی مرحوم کے ننھالی رشتہ دار کے فرزند سے کردیا اور شاہ عبد الکریم کا انتقال ہوگیا قبل انتقال ہونے کے شاہ عبد الکریم مرحوم مسماۃ احمدی بی بی زوجہ مولوی محمد یحیٰی مرحوم و حافظ محمد زکریا اپنے فرزند کو بُلا کر وصیت کیا کہ مسماۃ راضیہ بی بی جس کی عمر تخمیناً ڈیڑھ سال کی ہے اُس کا عقد تمہارے بیٹے عبد السلام کے ساتھ بولایت جائز اپنے کئے دیتا ہوں اگر تم اس کے خلاف کرو گے تو مواخذہ عقبیٰ تمہارے ذمہ ہوگا، اب اُس لڑکی مسماۃ راضیہ بی بی کا عقد جس کی عمر تخمیناً تیرہ خواہ چودہ سال کی ہے مسماۃ احمدی بی بی اور اُس کے نانا شاہ عبد العزیز ایک ایسے شخص کے ساتھ جو سب انسپکٹری اور تارک الصلوٰۃ داڑھی منڈواتا ہے اور رشوت خوری اور اس کے خاندان سے اور مولوی محمد یحیٰی مرحوم کے خاندان سے اور مسماۃ احمدی بی بی کے خاندان سے کبھی کوئی رشتہ داری اور قرابت نہیں رہی اور نہ کچھ واسطہ کرنا چاہتے ہیں، حافظ محمد زکریا بالغ

[1] فتاوٰی خیریہ باب الاولیاء والاکفاء دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۵

کہتاہے کہ حقِ ولایت شرعاً مجھ کو حاصل ہے اور لڑکی نابالغ ہے قانوناً اٹھارہ برس بلوغ کا رکھا گیا ہے اور وہ سب انسپکٹر غیر کفو ہے اور خلاف شریعتِ محمدیہ کے اُس کے افعال وحرکات ہیں اور تبرائی رافضیوں سے اُس کی رشتہ داری اور اُس کی محفلوں اور مجلسوں میں وہ شریک ہوتا ہے اس لئے اس سے نکاح ناجائز اور بدون اجازتِ ولی یعنی مربّی اس کا نکاح اس کی ماں اور نانا وغیرہ نہیں کر سکتے۔ آیا شرعاً ولی جائز کون ہے ؟ آیا شرعاً غیر کفو سے اور کفو اور غیر کفو کی تعریف شریعتِ محمدیہ میں کیا تعریف ہے ؟ آیا ایک مُسلمہ کا نکاح ایسے شخص سے جو تارک الصّلوٰۃ ہو اور خلاف شریعتِ نبویہ کے کام کرتا ہو جائز ہے ؟ آیا وصیت پر عمل جائز ہے یا ناجائز ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

سوال سے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاہ عبدالکریم نے اپنے انتقال سے پہلے اپنی نابالغہ پوتی راضیہ کا نکاح حافظ محمد زکریا کے بیٹے سے کہ غالباً وہ بھی اُس وقت نابالغ ہوگا کیا آگے سوال میں یہ کچھ مذکور نہیں کہ محمد زکریا نے اُسی جلسہ میں الفاظِ قبول کہے یا نہیں، اور اُس وقت دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں جلسہ میں حاضر اور شاہ عبدالکریم وحافظ محمد زکریا کے ایجاب وقبول کو سُننے والے اور اس گفتگو کو عقدِ نکاح سمجھنے والے موجود تھے یا نہیں، اگر حافظ زکریا نے اُسی جلسہ میں اپنے بیٹے کے لئے کہا کہ میں نے قبول کیا اور دو گواہوں نے سُنا اور سمجھا تو راضیہ کا اُسی وقت نکاح ہوگیا اب اگر اس کا وہ شوہر موجود ہے تو دوسرے سے نکاح ہو سکتا ہی نہیں، اور اگر یہ صورت نہ تھی اور سوال سے ظاہر یہی ہے کہ نہ تھی کہ محمد زکریا اپنے ولایت کے دعوے سے اس نکاح سے مانع ہے یہ نہیں کہتا کہ اُس کا نکاح تو میرے بیٹے سے ہو چکا، تو اب دو صورتیں ہیں اگر راضیہ کے اولیا اور گھر والے صالحین ومتبع شرع ہوں اور ایک ایسے شخص کے ساتھ کہ فاسق معلن ہے راضیہ کا نکاح اُن کے لئے باعثِ ننگ وعار ہے یا وہ نسب وغیرہ کسی اور بات میں ایسی کمی رکھتا ہے تو راضیہ کے لئے وہ کفو نہیں، شریعت مطہرہ میں بلوغ ظہورِ آثار پر ہے، عورت کم از کم نو برس کی بالغہ ہو سکتی ہے جبکہ اُسے عارضۂ ماہواری آنا شروع ہو، اور اگر آثار ظاہر نہ ہوں تو جب پندرہ برس پورے کی عمر ہو جائے بالغہ ہو جائے گی، راضیہ کی عمر پندرہ برس سے کم ہے تو اگر اُسے عارضۂ ماہواری آتا ہے بالغہ ہے ورنہ نابالغہ، اگر نابالغہ ہے جب تو شخص مذکور سے کہ غیر کفو ہے اُس کا نکاح ہو سکتا ہی نہیں، محمد زکریا کہ اس کا ولی ہے اگر وہ بھی کرے گا باطل محض ہوگا نہ کہ احمدی یا شاہ عبدالعزیز کہ ولی ہی نہیں، اور اگر بالغہ ہے تو اس پر ولایت جبریہ کسی کو نہیں، بے اس کی اجازت کے کفو سے بھی نکاح نہیں ہو سکتا اور غیر کفو سے وہ خود بھی نہیں کر سکتی جبکہ اُس کا ولی اس سے نکاح پر راضی نہیں، اگر کرے گی تو باطل محض ہوگا، غرض اس شخص کے غیر کفو یعنی مذکور ہونے کی حالت میں بنا راضی

محمد زکریا یہ نکاح کسی طرح نہیں ہوسکتا خواہ راضیہ بالغہ ہو یا نابالغہ، اور اگر وہ اس معنی پر غیر کفو نہیں یعنی راضیہ کے خاندان والے بھی اسی قسم کے افعال رکھتے ہیں اور نسب و مذہب وغیرہ میں بھی کوئی ایسی کمی نہیں کہ یہ رشتہ اولیائے راضیہ کے لئے باعث ننگ و عار ہو اس صورت میں اگر راضیہ کو عارضۂ ماہواری آتا ہے تو وہ خود اپنے نفس کی مختار ہے، اگر اُس کے ماں یا نانا نکاح کردیں گے اور وہ اجازت دے دے گی صحیح و نافذ ہوگا اور محمد زکریا کو کوئی اختیار اعتراض نہ ہوگا۔ اور اگر راضیہ راضی نہ ہوگی تو محمد زکریا کے کئے بھی نافذ نہیں ہوسکتا نہ کہ احمدی و عبدالعزیز کے، اور اگر اسے عارضۂ ماہواری نہیں آتا تو اب اختیار محمد زکریا کو ہے، اگر احمدی و عبدالعزیز بے اجازت محمد زکریا نکاح کردیں گے اجازت محمد زکریا پر موقوف رہے گا، اگر وہ رَد کردے گا باطل ہوجائے گا جائز کردے گا جائز ہوجائے گا، والمسائل کلها مشهورة وفی عامة الاسفار مذکورة (یہ مسائل مشہور ہیں اور عام کتب میں مذکور ہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

نوٹ: اس جلد کا آخری عنوان باب الکفاءت ہے، بارھویں جلد کا آغاز باب المھر سے ہوگا۔

www.alahazratnetwork.org

فتاوی رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

۱۲

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور ے

پاکستان (۵۴۰۰۰)

فتاوی رضویہ

Marfat.com

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

جلد دوازدہم

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان

فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ ——— ۱۳۴۰ھ

۱۸۵۶ء ——— ۱۹۲۱ء

ملنے کے پتے

○ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

۰۳۰۰/۹۴۱۵۳۰۰ ۷۶۶۵۷۷۲

○ مکتبہ اہلسنت جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

○ ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

○ شبیر برادرز، ۴۰ بی، اردو بازار، لاہور

Marfat.com

نام کتاب	ــــــــ	فتاویٰ رضویہ جلد دوازدہم
تصنیف	ــــــــ	شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
ترجمہ عربی عبارات	ــــــــ	حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
پیش لفظ	ــــــــ	〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
ترتیب فہرست	ــــــــ	〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
تخریج و تصحیح	ــــــــ	مولانا نذیر احمد سعیدی ، مولانا محمد عباس رضوی
باہتمام و سرپرستی	ــــــــ	حضرت مولنا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان
کتابت	ــــــــ	محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)
پیسٹنگ	ــــــــ	مولانا محمد منشا تابش قصوری معلم شعبۂ فارسی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
صفحات	ــــــــ	۶۸۸
اشاعت	ــــــــ	رجب المرجب ۱۴۱۸ھ/ نومبر ۱۹۹۷ء
مطبع	ــــــــ	
ناشر	ــــــــ	رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
قیمت	ــــــــ	روپے

ملنے کے پتے

- مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ ، اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور
- مکتبہ تنظیم المدارس، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور
- مکتبہ ضیائیہ، بوہڑ بازار، راولپنڈی
- ضیاء القرآن پبلیکیشنز ، گنج بخش روڈ ، لاہور

Marfat.com

اجمالی فہرست

پیش لفظ	۵
باب المہر	۱۰۱
باب الجہاز	۲۰۱
باب نکاح الکافر	۲۶۱
باب المعاشرہ	۲۶۷
باب القسم	۲۷۱
باب النکاح الثانی	۲۸۷
کتاب الطلاق	۳۲۱
باب الکنایہ	۵۱۳
باب تفویض الطلاق	۶۳۷
مآخذ و مراجع	۶۵۷

فہرست رسائل

⊙ البسط المسجل	۱۰۱
⊙ اطائب التہانی	۲۸۷
⊙ رحیق الاحقاق	۵۱۳

⊙

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ اعلیٰحضرت امام المسلمین مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خزائنِ علمیہ و ذخائرِ فقہیہ کو جدید انداز میں عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق منظرِ عام پر لانے کے لئے دار العلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں "رضا فاؤنڈیشن" کے نام سے جو ادارہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وُہ انتہائی برق رفتاری کے ساتھ مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے۔ کتاب الطہارۃ، کتاب الصلٰوۃ، کتاب الجنائز، کتاب الزکٰوۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج اور کتاب النکاح پر مشتمل خوبصورت ضخیم جلدیں آپ تک پہنچ چکی ہیں۔ کتاب النکاح کے اکثر و بیشتر حوالہ جات کی تخریج فاضلِ جلیل، فنِ اسماء الرجال و مناظرہ کے ماہر حضرت علامہ مولانا محمد عباس رضوی ساکن گوجرانوالا نے فرمائی ہے، جس پر ادارہ کے اراکین اُن کے شکرگزار ہیں۔ اب بفضلہٖ تعالیٰ جل مجدہٗ و بعنایۃ رسولہ الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بارھویں جلد پیش کی جارہی ہے۔

اب تک شائع ہونے والی جلدوں کی تفصیل سنینِ اشاعت اور مجموعی صفحات کے اعتبار سے حسبِ ذیل ہے:

پہلی جلد	شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ / مارچ ۱۹۹۰ء	صفحات ۸۳۸
دوسری جلد	ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ / نومبر ۱۹۹۱ء	〃 ۷۱۰
تیسری جلد	شعبان المعظم ۱۴۱۲ھ / فروری ۱۹۹۲ء	〃 ۷۵۶
چوتھی جلد	رجب المرجب ۱۴۱۳ھ / جنوری ۱۹۹۳ء	〃 ۷۶۰

Marfat.com

		صفحات
پانچویں جلد	ربیع الاول ۱۴۱۴ھ/ستمبر ۱۹۹۳ء	۶۹۲
چھٹی جلد	ربیع الاول ۱۴۱۵ھ/اگست ۱۹۹۴ء	″ ۷۳۶
ساتویں جلد	رجب المرجب ۱۴۱۵ھ/دسمبر ۱۹۹۴ء	″ ۷۲۰
آٹھویں جلد	محرم الحرام ۱۴۱۶ھ/جون ۱۹۹۵ء	″ ۶۶۴
نویں جلد	ذیقعدہ ۱۴۱۶ھ/اپریل ۱۹۹۶ء	″ ۹۴۶
دسویں جلد	ربیع الاول ۱۴۱۷ھ/اگست ۱۹۹۶ء	″ ۸۳۲
گیارھویں جلد	محرم الحرام ۱۴۱۸ھ/مئی ۱۹۹۷ء	″ ۷۳۶

بارھویں جلد

یہ جلد فتاوٰی رضویہ قدیم جلد پنجم کے باب المہر سے باب تفویض الطلاق کے آخر تک ۳۲۸ سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے۔ اِس جلد کی عربی و فارسی عبارات کا ترجمہ بتوفیق اللہ تعالٰی وبفضلہ اس راقم پُرتقصیر عفی اللہ تعالٰی عنہ نے کیا ہے۔ علاوہ ازیں اِس میں شامل رسائل کے مندرجات کی مفصل فہرست بھی راقم نے افادۂ قارئین کے لئے تیار کر دی ہے۔ متعدد ضمنی مسائل و فوائد کے علاوہ اِس جلد میں مندرجہ ذیل نو۹ عنوانات زیرِ بحث لائے گئے ہیں:

(۱) باب المہر
(۲) باب الجہاز
(۳) باب نکاح الکافر
(۴) باب المعاشرۃ
(۵) باب القسم
(۶) باب النکاح الثانی
(۷) کتاب الطلاق
(۸) باب الکنایۃ
(۹) باب تفویض الطلاق

مندرجہ بالا عنوانات کے علاوہ انتہائی دقیق اور گرانقدر تحقیقات و تدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل تین۳ رسائل بھی اس جلد میں شامل ہیں:

(۱) البسط المسجّل فی امتناع الزوجۃ بعد الوطی للمعجّل (۱۳۰۵ھ)
وطی کے بعد مہر معجّل کی وصولی کے لئے عورت کو منعِ نفس کا حق حاصل ہے یا نہیں۔

(۲) اطائب التہانی فی النکاح الثانی (۱۳۱۲ھ)
نکاح ثانی کے احکام ہیں۔

Marfat.com

(۳) تحقیق الاحقاق فی کلمات الطلاق (۱۳۱۱ھ)
طلاق بائن کے الفاظ کی تعداد اور ان کی تفصیل۔

نوٹ: اس جلد کے مسئلہ نمبر ۱۲۱ کے آخر سے عربی عبارت کا کچھ حصہ جو فتاوٰی رضویہ قدیم جلد پنجم کے صفحہ ۴۱۳ سے ۴۱۸ تک تھا غیر مربوط ہونے کی وجہ سے خارج کر دیا گیا ہے، دراصل یہ عربی عبارت مصنف علیہ الرحمۃ کی تصنیف جلیل جد الممتار کی ہے جو سہوًا یہاں نقل ہو گئی تھی۔

O

حافظ عبدالستار سعیدی
ناظم تعلیمات
جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

رجب المرجب ۱۴۱۸ھ
نومبر ۱۹۹۷ء

Marfat.com

فہرست مضامین

باب المہر

○ رسالہ البسط المسجّل فی امتناع الزوجة بعد الوطی للمعجّل (وطی کے بعد مہر معجل کی وصولی کیلئے عورت کے منع نفس کا حق حاصل ہونے کا مفصل بیان) (یہ رسالہ دو سوالوں کے جواب پر مشتمل ہے) ۱۰۱

سوال اول ۱۰۱

ہندہ تا وصول مہر معجل شوہر کے یہاں جانے سے انکار رکھتی ہے آیا اُسے حق منع نفس حاصل ہے، ناشزہ تو نہ ہوگی۔ ۱۰۱

سوال دوم ۱۰۲

جب ادائے مہر معجل سے پہلے برضائے زن وطی ہو تو منع نفس کا حق ساقط ہو جاتا ہے یا نہیں، اور کیا یہ مذہب صاحبین ہے اور اسے مذہب امام پر مسٹر محمود کی اپنے فیصلہ میں ایجاد کردہ وجوہ سے ترجیح صحیح ہے یا نہیں۔ ۱۰۲

مسٹر محمود کی پانچ وجوہ مخترعہ۔ ۱۰۲

جواب سوال اول۔ ۱۰۳

عورت کو اختیار حاصل ہے کہ جب تک مہر معجل وصول نہ کرلے اپنے آپ کو تسلیم شوہر نہ کرے۔ ۱۰۳

مہر معجل کی وصولی کے لئے اپنے آپ کو تسلیم شوہر نہ کرنے والی عورت ناشزہ نہ ہوگی۔ ۱۰۳

وطی برضاء عورت کے باوجود عورت کو یہ اختیار ہے کہ وہ مہر معجل کی وصولی کے لئے اپنے آپ کو وطی کے لئے شوہر کے حوالے نہ کرے اور اس کے ساتھ سفر سے انکار کرے۔ ۱۰۳

برائے وصولی مہر معجل وطی وسفر سے انکار کرنیوالی

Marfat.com

عورت کا نفقہ ساقط نہ ہوگا۔
حق منع نفس و منع سفر کے بارے میں امام اعظم
ابو حنیفہ اور صاحبین کے مذہب میں فرق۔
اکثر اکابر ائمہ و علماء و فقہاء اس مسئلہ میں مذہب امام
کو ترجیح دیتے ہیں اور اسی پر جزم و اعتماد
کرتے ہیں۔
متون خاص نقل مذہب صحیح و معتمد کیلئے وضع کئے جاتے ہیں
اقتصار و تعلیل دونوں دلیل اختیار و تعویل ہیں۔
تعلیل دلیل ترجیح ہوتی ہے۔
ملتقی الابحر متون معتمدہ فی المذہب سے ہے۔
ملتقی الابحر میں جو قول مقدم ہو وہی ارجح و مختار
للفتویٰ ہوتا ہے۔
فقیہ النفس امام قاضی خاں اسی قول کو مقدم
کرتے ہیں جو اشہر و اظہر اور معتمد ہوتا ہے۔
صاحب ہدایہ اکثر قول قوی کو مقدم کرتے ہیں اور
قول مختار کی دلیل کو مؤخر کرنا ان کی عادت مستمرہ ہے۔
بائع نے وصولی ثمن سے قبل اگر مبیع کا بعض حصہ
مشتری کے حوالے کر دیا تو بقیہ کو روکنے کا اسے
حق حاصل ہے۔
علامہ شیخی زادہ دیار رومیہ کے عالم، دولت
عثمانیہ کے قاضی اور صاحب درمختار کے معاصر تھے۔
علامہ خیر الدین رملی صاحب درمختار کے استاذ ہیں
علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مفتی مطلقاً قول امام
پر فتویٰ دے اور قاضی عموماً مذہب امام پر
فیصلہ کرے مگر بضرورت داعیہ ترک۔

مزارعت یعنی بٹائی پر کھیت دینا جائز ہے ۱۰۳
نشہ آور رقیق شئی قلیل ہو یا کثیر حرام ہے۔
امام اعظم کے بعد امام ابو یوسف پھر امام محمد پھر ۱۰۴
امام زفر و حسن بن زیاد کے قول کی طرف رجوع کیا جائے
ہم پر امام کے قول پر فتویٰ دینا واجب ہے
اگرچہ مشائخ اس کے خلاف فتویٰ دیں۔ ۱۰۵
جواب سوال دوم۔ ۱۰۵
مجتہد کے سوا کسی کو قوت دلیل پر نظر کا اختیار نہیں ۱۰۵
مسائل وقف و قضاء میں غالباً امام ثانی کے قول ۱۰۶
پر فتویٰ ہے۔ ۱۰۶
لاکھوں مسائل معاملات میں قول امام پر فتویٰ
ہے اگرچہ امام ابو یوسف کی رائے سے امام محمد ۱۰۶
بھی موافق ہوں۔
مشقت جالب تیسیر ہے۔ ۱۰۶
امام ابو یوسف علماً امام اعظم کے ہم پلہ نہیں۔
بے اذن امام اعظم امام ابو یوسف نے مجلس درس ۱۰۷
قائم کی پانچ سوالوں کے جواب میں متحیر ہو کر
پھر خدمت امام میں رجوع لائے۔
جو مسئلہ امام اعظم کے حضور طے نہ ہو لیا وہ قیامت ۱۰۷
تک مضطرب رہے گا۔
امام ابو یوسف فرماتے ہیں جس مسئلہ میں ہمارے ۱۰۸
استاذ کا کوئی قول نہیں اس میں ہم پریشان حال ہیں ۱۰۸
امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ میں بعض مسائل
میں جانتا کہ حدیث میری طرف ہے، تنقیح کے
بعد کھلتا کہ جس حدیث سے امام صاحب نے فرمایا ہے ۱۰۹

Marfat.com

میرے خواب میں بھی نہ تھی۔ ۱۱۲
متون شروح پر اور شروح فتاویٰ پر مقدم ہیں۔ ۱۱۳
متن و شرح میں تعارض ہو تو عمل متن پر ہوگا۔ ۱۱۳
متون و فتاویٰ باہم متعارض ہوں تو معتمد وہی ہوگا جو متون کے موافق ہوگا۔ ۱۱۳
صاحب ہدایہ اصحاب ترجیح میں سے ہیں۔ ۱۱۴
امام کمال الدین ابن الہمام صاحب فتح القدیر لائق اجتہاد اور اصحاب ترجیح سے ہیں۔ ۱۱۴
معاصرت دلیل منافرت ہے۔ ۱۱۴
امام قاضی خاں اصحاب ترجیح سے ہیں اُن کی تصحیح اوروں کی تصحیح پر مقدم ہے ان کی تصحیح سے عدول نہ کیا جائے۔ ۱۱۴
علمائے شروح و فتاویٰ کی بعض صریح تصحیحیں صرف اس بنا پر رد کر دیں کہ متون ان کے خلاف پر ہیں۔ ۱۱۵
جس پر متون ہوں وہی قول معتمد ہوگا۔ ۱۱۵
عصبات کے بعد ولایت نکاح ماں کو ہے۔ ۱۱۵
صاحب محیط ائمہ ترجیح سے ہیں۔ ۱۱۵
بعض جگہ قول صاحبین پر فتویٰ کی وجوہ۔ ۱۱۶
ایک تہائی مذہب کے قریب قول صاحبین قول امام کے خلاف ہے لیکن اکثر اعتماد قول امام پر ہی ہے۔ ۱۱۶
امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ تابعی ہیں۔ ۱۱۷
علماء نے اس کی تصحیح فرمائی کہ ہم پر بقول امام فتویٰ دینا لازم اگرچہ مشائخ نے اس کے خلاف پر فتویٰ دیا ہو۔ ۱۱۷
قول امام سے قول صاحبین کی طرف یا ان میں سے کسی ایک کی طرف بلا ضرورت عدول نہ کیا جائے۔ ۱۱۸
صاحب ہدایہ فرماتے ہیں قول امام پر فتویٰ بہرحال میرے نزدیک واجب ہے۔ ۱۱۸
وقت عشاء میں قول صاحبین کو درر میں مفتیٰ بہ کہا اس پر اعتماد جائز نہیں کہ قول امام سے عدول کا کوئی سبب نہیں۔ ۱۱۸
بغیر ضعف دلیل یا ضرورت یا تعامل یا اختلاف زماں قول امام پر قول صاحبین مرجح نہیں ہوسکتا۔ ۱۱۸
ضعف دلیل جس کے سبب قول امام سے عدول جائز ہے وہ ہے کہ اعاظم ائمہ مجتہدین فتویٰ اس کے ضعف پر تنصیص کریں۔ ۱۱۹
بیع عین پر وارد ہوتی ہے۔ ۱۱۹
نکاح عورت کے گوشت پوست پر نہیں منافع بضع پر وارد ہوتا ہے۔ ۱۲۰
بصورت تجدد بعض کی تسلیم کل کی تسلیم نہیں اور نہ بعض پر رضا سے کل پر رضا لازم ہے۔ ۱۲۰
بیع میں اگر چند چیزیں ایک عقد بیچیں اور بعض بخوشی دے دیں، بعض باقی کو روک سکتا ہے جب تک تمام ثمن وصول نہ ہو۔ ۱۲۰
اشیائے متعددہ میں اقباض بعض اقباض کل نہیں۔ ۱۲۰
ثمن مؤجل ہو تو حبس مبیع کا استحقاق بالاجماع زائل ہوجاتا ہے۔ ۱۲۰

Marfat.com

امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ حق حبس بیع میں ۱۲۰
اصل عقد کا اقتضاء نہیں اور نکاح میں بحالت
اطلاق نفس عقد کا مقتضٰی ہے۔
بیع مقایضہ میں احد البدلین کی تسلیم اولاً واجب نہیں۔ ۱۲۰
زید ہندہ سے نکاح کر کے چلا گیا رخصت نہیں
ہوئی تھی، دو برس بعد ہندہ نے نالش کی کہ رخصت
کرائے یا طلاق دے، اُس نے طلاق لکھ دی،
پدرِ ہندہ نے مہر معاف کر دیا، ہندہ معافیِ مہر منظور
نہیں کرتی نصف مہر مانگتی ہے۔ ۱۲۱
باپ کو کسی طرح اپنی بیٹی کا مہر معاف کرنے کا اختیار
نہیں، نہ ہرگز اس کے معاف کئے معاف
ہو سکے۔ ۱۲۱
خلوت و دخول سے قبل طلاق دی تو عورت پر
عدّت لازم نہیں۔ ۱۲۲
مرد کہے کہ میں نے اس شرط پر اپنی بیوی ہندہ کو طلاق
دی کہ مجھے مہر معاف ہو جائے اور ہندہ نے مہر معاف
نہیں کیا تو نہ مہر معاف ہوا نہ طلاق پڑی۔ ۱۲۲
مہر کا معجّل یا مؤجّل ہونا بیان ہو تو وہ ورنہ وہ جو
متعارف ہو یعنی وہاں جس کا رواج ہو وہ ٹھہرے گا۔ ۱۲۲
بے خبری میں رضاعی بہن سے نکاح کر لیا مہر
واجب ہوا یا نہیں۔ ۱۲۲
نکاحِ فاسد میں مہرِ مثل بعد وطی لازم ہوتا ہے
جو مہر مسمّٰی سے زائد نہ ہو۔ ۱۲۲
محارم سے پناہ بخدا اگر کوئی نکاح کے بعد وطی
کر لے تو مہرِ مثل پورا واجب ہو گا اگرچہ باندھے ہوئے

مہر سے وہ دو چند ہو۔ ۱۲۳
مہر شرع محمدی کی مقدار کیا ہے۔ ۱۲۳
ہر عاقد و حالف اور واقف و موصی کے کلام کو
اس کے عرف پر محمول کرنا لازم۔ ۱۲۴
مہر فاطمی چار سو مثقال چاندی تھا، آج کل کے
روپے سے ایک سو ساٹھ (۱۶۰) روپے۔ ۱۲۵
فساد تسمیہ کے وقت مہر مثل قائم ہوتا ہے۔ ۱۲۵
جو مہر بیان تعجیل و تاجیل سے معرا ہو وہ موت یا
طلاق سے پہلے فی الحال واجب الادا ہے
یا نہیں۔ ۱۲۵
فسقِ زن کے سبب طلاق دے دے تو مہر کی
بھی ادا لازم ہو گی یا نہیں۔ ۱۲۶
کون سا وہ امر ہے جس سے تمام مہر ساقط
ہو جاتا ہے اور کون سا وہ جس سے نصف
رہ جاتا ہے۔ ۱۲۶
مہر نفس عقد سے واجب ہونا اور وطی یا خلوت
یا موت احد الزوجین سے تاکد و تقرر پاتا ہے۔ ۱۲۶
بعد تاکد و تقرر اگر عورت مرتدہ ہو جائے تو بھی
مہر یا اس کا کوئی حصہ ساقط نہ ہو گا۔ ۱۲۶
مؤکدات ثلثہ وطی، خلوتِ صحیحہ، موت احد الزوجین
سے پہلے اگر معاذ اللہ عورت مرتد ہو جائے تو مہر بالکل
ساقط ہو جائے گا۔ ۱۲۷
اگر عورت اپنے شوہر کے باپ یا بیٹے یعنی شوہر
کی اصول و فروع سے کسی سے زنا کرائے تو بھی
پورا مہر ساقط ہو جائے گا جبکہ مؤکدات ثلثہ سے کوئی

Marfat.com

اب تک واقع نہ ہُوا تھا۔ ۱۲۷
یونہی اصل وفرع شوہر کا بشہوت بوسہ لینا یا مَسِ ذکر یا بشہوت اصل یا فرع کے ذکر کی طرف نظر کرنا۔ ۱۲۷
عورت اگر اپنی صغیرہ (سَوت) کو دُودھ پلا دے قبل وطی یا خلوتِ صحیحہ یا موت یا شوہر کی موت سے پہلے ایسا کیا تو مہر ساقط ہوجائے گا۔ ۱۲۷
اگر ان مؤکدات ثلثہ سے کسی ایک کے وقوع سے پہلے بخیار بلوغ مرد یا عورت فسخ نکاح اختیار کرے تو پُورا مہر ساقط ہوجائے گا۔ ۱۲۷
اگر عقد فاسد میں قبل از وطی حقیقی متارکہ ہو جب بھی پُورا مہر ساقط ہوجائے گا۔ ۱۲۷
اگر معاذ اللہ مرد مرتد ہو یا عورت کی دختر سے زنا کرے یا عورت کی اصل وفرع کسی سے یا ان میں سے کسی کا بشہوت بوسہ لے یا مساس کرے یا ہم آغوش ہو یا فرج اندرونی پر نظر کرے ان سب صورتوں میں نصف ساقط ہوجائے گا جبکہ مؤکدات ثلثہ سے پہلے ان میں سے کوئی بات واقع ہو۔ ۱۲۷
قبل وطی یا خلوت کے طلاق ہو تو نصف مہر دینا ہوگا۔ ۱۲۷
اگر کبیرہ نے صغیرہ کو دُودھ پلا دیا تو دونوں حرام ہوگئیں اور صغیرہ کا مہر نصف ساقط نصف لازم۔ ۱۲۸
زید نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح بکر سے کیا زوجہ بحالتِ نابالغی بکر کے گھر مرگئی ورثائے نابالغہ بکر شوہر پر کس قدر مہر کا دعوٰی کرسکتے ہیں۔ ۱۳۰
ہندہ کا مہر مؤجل ہے اور کوئی میعاد معین قرار نہ پائی اور طلاق بھی نہ ہُوئی، ہندہ مہر لینے کی کس وقت مستحق ہے۔ ۱۳۲
زید نے ہندہ کو طلاق دے دی جب مہر طلب کیا گیا تو کہا مہر دس درہم تھا تعداد مہر نہ ہندہ کو یاد ہے نہ اس کے ولی خالد کو، نہ قاضی اور نہ وکیل کو، اور نہ یہ یاد ہے کہ نکاح کے گواہ کون کون مقرر ہوئے تھے، مگر اس قوم میں مہر کم درجہ پانچسو ۵۰۰ روپیہ اور دو ۲ دینار سُرخ اکثر ہے، دس درہم کسی کا نہیں بلکہ شہر بھر میں شاید کسی کا بھی دس درہم مہر نہ ہو۔ ولی ہندہ پانچسو روپیہ اور دو دینار سُرخ کا طالب ہے، ہندہ دس درہم پائے گی یا بموجب عرف پانچسو روپیہ اور دو دینار سُرخ۔ ۱۳۳
مہر ازواج مطہرات وحضرت فاطمہ زہرا کس قدر تھا ۱۳۵
عامّہ ازواجِ مطہرات وبنات مکرمات حضور پُر نور علیہ وعلیہن افضل الصلوات واکمل التحیات کا مہر اقدس پانچسو درہم سے زائد نہ تھا۔ ۱۳۵
نَش نصف اوقیہ کو کہتے ہیں ۱۳۶
اُمّ المومنین حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ تعالٰی عنہا ابوسفیان کی بیٹی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں ۱۳۶
امّ المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا مہر ایک روایت پر چار ہزار درہم اور دوسری پر چار ہزار دینار تھا ۱۳۶
حضرت بتول زہرا رضی اللہ عنہا کا مہر چار سو مثقال چاندی تھا ۱۳۶
درہم شرعی کا وزن۔ ۱۳۶
دینار کا وزن۔ ۱۳۷

Marfat.com

دینار کی قیمت ۱۳۷

سکہ رائجہ سے دینار و درم کا حساب۔ ۱۳۷

عہدِ پاک رسالت میں سونا فی تولہ سات روپیہ ۷ آنہ ۵ $\frac{1}{5}$ پائی تھا۔ ۱۳۷

مرد نے نان نفقہ بند کرلیا عورت نے مہر کا دعویٰ کیا، اس صورت میں مہر اس کو دلایا جائیگا یا نہیں، ۱۳۷

مہر کی اگر کچھ مدت مقرر نہ ہوئی وہاں اس شہر کے عرف و عادات پر عمل ہوگا۔ ۱۳۸

وقتِ نکاح مہر مؤجل و معجل کی تصریح نہ ہو تو کس وقت واجب الادا ہوگا۔ ۱۳۸

مہر معاف کردینا نیک کام ہے یا نہیں۔ ۱۳۹

مدیون کو مہلت دینے یا دین معاف کرنے والا قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہوگا۔ ۱۳۹

مدیونوں سے درگزر کرنے والے کی اللہ تعالیٰ نے مغفرت فرمائی اور اس کو جنت میں جگہ بخشی۔ ۱۳۹

نکاح کے وقت وکیل نے تعدادِ مہر بتائی شوہر کی طرف سے کہا گیا کہ اس کی حیثیت اتنی بھی نہیں کہ اس کا دسواں حصّہ ادا کرسکے، وکیل نے کہا کہ مجھ کو مہر کم کرنے کا اختیار نہیں ہے، یہ مہر ایسا نہیں کہ دونوں کی زندگی میں لیا دیا جائے، اس مہر پر نکاح ہوگیا، لڑکی نابالغہ کی رخصت ہوئی مگر بوجہ عدمِ بلوغ وطی نہ ہوئی، لڑکی کا باپ بے مرضیٔ شوہر اپنے گھر لے گیا اور دعویٰ بعض مہر نابولایتِ خود کرتا ہے، اس صورت میں اس کو مہر دلایا جائے گا یا نہیں۔ ۱۴۰

مہر میں معجل و مؤجل کی وضاحت نہ کی گئی ہو تو وہ عرفِ بلد پر رہے گا۔ ۱۴۰

ہمارے بلاد میں عام مہور بیانِ تعجیل و تاجیل سے خالی ہوتے ہیں اور رواج یہ ہے کہ اس کے لزومِ ادا کو موت یا طلاق پر موقوف رکھا جاتا ہے۔ ۱۴۰

زنا سے حاملہ سے لاعلمی میں نکاح کیا، مرد کہتا ہے میں نے باکرہ سمجھ کر نکاح کیا تھا۔ یہ عذر اسقاطِ مہر کے لئے کافی ہے یا نہیں۔ ۱۴۱

مہر کب واجب ہوتا ہے، مؤجل کب اور معجل کب۔ ۱۴۲

خلوتِ صحیحہ وجوبِ مہر کے لئے ضروری ہے یا نہیں۔ ۱۴۲

خلوتِ صحیحہ کی تعریف کیا ہے۔ ۱۴۲

مہر معجل کی تعریف۔ ۱۴۲

مہر مؤجل کی تعریف ۱۴۲

مہر مؤجل اس وقت واجب الادا ہوگا جب وعدے کا وقت آئے گا، اس سے پہلے عورت اس کا مطالبہ نہیں کرسکتی۔ ۱۴۲

اگر مؤجل کہا اور کوئی میعاد بیان نہیں کی تو وہ طلاق یا موت تک مؤجل ٹھہرے گا اور بعد فرقت ہی واجب الادا ہوگا۔ ۱۴۲

خلوتِ صحیحہ وجوبِ مہر کے لئے شرط نہیں۔ ۱۴۳

وجوبِ مہر عقدِ نکاح سے ہوتا ہے البتہ خلوت سے مہر متاکد ہوتا ہے بایں معنیٰ کہ اگر پیش از وطی و خلوتِ صحیحہ طلاق دیتا تو نصف مہر لازم ہوتا اب جبکہ خلوت واقع ہوگئی تو کل لازم آئے گا۔ ۱۴۳

زید کا ہندہ سے نکاح ہوا اور خلوت بھی ہوگئی مہر مؤجل

Marfat.com

قرار پایا تھا ہندہ مطالبۂ مہر کرتی ہے اور زید کے پاس نہیں جاتی ہے زید ہندہ کے نہ آنے کے سبب مہر دینے سے منکر ہے مطالبہ صحیح ہے یا نہیں ، ہندہ کے نہ آنے سے مہر ساقط ہوا یا نہیں۔ ١٤٣

ایک عورت بے اجازت شوہر کئی بار میکے چلی گئی اور اکثر لڑتی رہتی ہے، شوہر کو مارا بھی، شوہر ان وجوہ سے مہر نہ دے تو مواخذہ تو نہ ہوگا اور اس کو اپنے گھر رکھے یا نہیں۔ ١٤٤

عورت کے فاسقہ اور گنہ گار ہونے سے مہر ساقط نہیں ہوتا۔ ١٤٤

ناشزہ عورت کے لئے نفقہ شوہر پر واجب نہیں۔ ١٤٤

وقت نکاح مہر فاطمی کا لفظ کہا سکۂ رائجہ سے یا دراہم سے اس کی تعداد نہ بتائی تو مہر فاطمی ہی رہے گا یا مہر مثل کی طرف عود کر جائے گا بوجہ اختلافِ روایات۔ ١٤٥

مہر حضرت سیدۃ النساء بتول زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کی مقدار میں بظاہر مختلف روایات اور ان میں نفیس تطبیق۔ ١٤٥

مہر فاطمی کے بارے میں روایات مسندہ معتمدہا تین ہیں۔ ١٤٥

اول: مہر مبارک درہم و دینار نہ تھے بلکہ ایک زرہ کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت امیر المومنین علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کو عطا فرمائی تھی وہی مہر میں دی گئی۔ ١٤٥

دوم: چارسو اسّی درہم تھے۔ ١٤٧

سوم چارسو مثقال چاندی تھے۔ ١٤٩

مذکورہ روایات ثلثہ کے سوا جو اقاویل مجہولہ ہیں کہ مہر فاطمی پانچسو درہم یا چالیس مثقال سونا یا انیس مثقال سونا تھا سب بے اصل ہیں۔ ١٥٠

حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی زرہ چارسو اسّی درہم میں فروخت ہوئی۔ ١٥١

رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے عہد مبارک میں دراہم مختلف ہوتے تھے۔ ١٥٤

عہد فاروقی میں دراہم تین طرح کے تھے: ١٥٤

(١) دس درہم دس مثقال کے ہم وزن۔ ١٥٤

(٢) دس درہم چھ مثقال کے ہم وزن۔ ١٥٤

(٣) دس درہم پانچ مثقال کے ہم وزن۔ ١٥٤

حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انواع ثلثہ (دس، چھ، پانچ) میں سے ہر ایک کا ثلث لیا جس کا مجموعہ سات بنتا ہے اور ایسا درہم مقرر فرمایا جس میں سے دس درہم سات مثقال کے ہم وزن ہوں چنانچہ بعد ازاں اخذ وعطا میں خصومت سے بچنے کے لئے وہی درہم جاری رہا۔ ١٥٤

حاصل یہ قرار پایا کہ حضرت زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کا اصل مہر کریم جس پر عقد اقدس واقع ہوا چارسو مثقال چاندی تھی اور زرہ برسم پیشگی وقتِ زفاف دی گئی کہ بحکم اقدس چارسو اسّی

Marfat.com

درہم کو بکی۔ ١٥٥
نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ عورت کے باپ کو شوہر کی ماں نے دُودھ پلایا ہے لاعلمی میں ہمبستری ہو چکی مہر کی نسبت کیا حکم ہے۔ ١٥٦
نکاح فاسد میں متارکہ بالقول ہی ہو سکتا ہے مثلاً یُوں کہہ دے کہ میں نے تیری راہ کھول دی یا تجھے چھوڑا۔ ١٥٦
نکاح محارم نادانستہ واقع ہو جائے تو بعد وطی مہر مثل پُورا لازم آتا ہے اگرچہ مسمّی سے زائد ہو۔ ١٥٧
ہندہ کا نکاح نابالغی میں زید کے ساتھ ہوا رخصت نہیں ہُوئی، ہندہ مہر چاہے تو پا سکتی ہے یا نہیں۔ ١٥٧
نکاح نافذ غیر لازم ہوا اور رَد سے پہلے احد الزوجین کا انتقال ہو جائے تو کل مہر لازم ہوگا۔ ١٥٧
نکاح موقوف تھا ہنوز نافذ نہ ہُوا تھا احد الزوجین نے انتقال کیا تو اصلاً کچھ مہر نہ ملے گا۔ ١٥٧
زید نے نکاح کیا عورت کو مرد کے قابل نہ پایا طلاق دے دی مہر لازم ہوگا تو کتنا۔ ١٥٨
زید نے اپنی منکوحہ کو نکال دیا اور کئی مہینے نان نفقہ نہ دیا پھر طلاق دے دی۔ عورت کا مہر صـــہ تھا زید نے ایک مکان صـــہ کا بعوض دین مہر رجسٹری کرا دیا تھا اب عورت کو بے دخل کر دیا، اپنے دئے ہُوئے زیور واپس لینے کا دعویدار ہے کیا حکم ہے۔ ١٥٩
جب زن و شو ایک دُوسرے کو کچھ ہبہ کریں تو رجوع کا اختیار نہیں اگرچہ نکاح منقطع ہو جائے۔ ١٥٩
جو بات عرف و رواج سے ثابت ہو وہ ایسی ہی ہے جیسے زبان سے شرط کی گئی ہو۔ ١٥٩
صراحتاً کہی ہُوئی بات عرف و رواج وغیرہ سے دلالۃً سمجھی جانے والی بات پر ترجیح رکھتی ہے۔ ١٥٩
زیور وغیرہ جو شوہر نے عورت کو دیا اور تملیک صراحتاً یا عرفاً کسی طرح ثابت نہ ہُوئی تو اس میں قولِ شوہر معتبر ہوگا اور وُہ جبراً واپس لے سکتا ہے۔ ١٥٩
بلا تملیکِ شوہر زیور وغیرہ عورت کے برتنے، پہننے اور استعمال کرنے سے ملکِ عورت ثابت نہیں ہو سکتی۔ ١٦٠
گھر میں پہننے کے کپڑے جن کا دینا بحکم نفقہ شوہر پر واجب ہو چکا تھا وُہ دے کر دعویٰ کرے کہ میں نے عورت کو مالک نہیں بنایا تھا تو اس میں شوہر کا قول معتبر نہ ہونا چاہیئے۔ ١٦٠
عورت نے اقرار کیا کہ یہ چیز شوہر کی ملک تھی پھر دعویٰ کرے کہ اس کی ملکیت میری طرف منتقل ہو گئی ہے تو بغیر گواہوں کے عورت کا یہ دعویٰ ثابت نہ ہوگا۔ ١٦٠
اپنی زوجہ کو بے طلاق دئے اس کی رضاعی بہن سے بھی نکاح کر لیا جب اس کا حرام ہونا معلوم ہُوا تو ثانیہ کو طلاق دینا چاہا وُہ مطالبۂ مہر کرتی ہے اس صورت میں صرف تفریق معتبر ہے یا اس پر طلاق ہو گی اور مہر زوج پر لازم ہوگا یا نہیں۔ ١٦٠
ایک بہن نکاح میں ہو تو دوسری سے نکاح فاسد۔ ١٦٠

Marfat.com

نکاح فاسد میں متارکہ واجب ہے۔ ۱۶۰

متارکہ فسخ ہے طلاق نہیں اگرچہ الفاظِ طلاق سے ہو۔ ۱۶۰

نکاحِ فاسد میں حقیقتاً وطی کرچکا ہو تو مہر مثل و مہر مسمّی میں سے جو کم ہوگا لازم آئے گا۔ ۱۶۱

نکاح فاسد میں محض خلوت یا بوس و کنار بشہوت یا غیر فرج میں دخول سے مہر لازم نہیں ہوتا۔ ۱۶۱

نکاحِ فاسد وُہ نکاح ہے جس میں شرائطِ صحت سے کوئی شرط مفقود ہو مثلاً بے شہود نکاح۔ ۱۶۱

معاً دو بہنوں سے نکاح فاسد ہے یونہی ایک کی عدت میں دوسری سے نکاح بھی فاسد ہے۔ ۱۶۱

نکاح فاسد میں قبل کے بجائے دُبر میں وطی ہُوئی تو مہر لازم نہ ہوگا۔ ۱۶۱

چونکہ نکاح فاسد میں طلاق در اصل طلاق نہیں بلکہ فسخ ہے لہٰذا اس سے تعدادِ طلاق میں کمی نہ ہوگی۔ ۱۶۱

زید نے ہندہ سے دس درہم پر نکاح کیا، ہند میں درہم کا رواج نہیں، کیا بجائے دس درہم دس درہم بھر چاندی کافی ہوگی یا اُس کی تعداد روپے سے پُوری کی جائے گی، اگر روپے آنے تجویز ہوں تو کتنے ہوں گے۔ ۱۶۱

کم از کم مہر دو تولے ساڑھے سات ماشے چاندی ہے۔ ۱۶۲

نکاح ما۲۵ـعہ مہر پر ہوا اب شوہر مہر میں اضافہ کرسکتا ہے یا نہیں، اگر کرسکتا ہے تو اُس کے کیا شرائط ہیں۔ ۱۶۲

شوہر نے مہرِ معجّل کا چھٹا حصّہ وقتِ نکاح ادا کر دیا، اب ہندہ زوجہ کو باقی پانچ حصّوں کا مطالبہ قبل افتراق پہنچتا ہے یا نہیں، اور اگر رخصت ہُوئی خلوتِ صحیحہ نہ ہُوئی تو دعویٰ کا اختیار ہے یا نہیں۔ ۱۶۴

مہر کی تعداد شرعِ پیمبری کیا ہے اور حضرت خاتونِ جنّت کا مہر کیا تھا۔ ۱۶۵

مہر شرعی پر نکاح کیا تو بعد طلاق کتنا مہر دے اور ما۲۵ـعہ ر کا سُودی قرضدار بھی ہے۔ ۱۶۵

زید نے اپنی دختر نابالغہ کا عمرو سے نکاح کر دیا وکیل نے تصریح کر دی کہ جو مہر بندھا ہے وُہ اس وقت نقد لیا جائے گا اور نہ وقتِ رخصت اور نہ کوئی وعدہ ادائے مہر کا ہے نہ ہنوز رخصت ہُوئی ہے تو ہندہ یا اُس کے باپ کو جز یا کل مہر کے مطالبہ کا کس وقت اختیار ہوگا اور اس مہر کو کون سا مہر کہا جائے گا۔ ۱۶۶

مہر مؤجل کے کیا معنی ہیں اور غیر مؤجل کے کیا، اور معجل کے کیا، اور ان کا کیا حکم ہے۔ ۱۶۶

دینار سُرخ کتنے روپے کا ہوتا ہے۔ ۱۶۶

دس درم کی آجکل کے روپے سے قیمت۔ ۱۶۷

مہر درجہ دوم شرعِ پیمبری قائم کیا گیا تو قاضی نکاح خواں نے کہا کہ اس کی تعداد کیا ہے جو قاضی شاہد تھا اس نے کہا ما۶۵ـعہ ر روپے۔ ۱۶۷

مہر درجہ اول، دوم، سوم، چہارم کی تعداد کتنی ہے۔ ۱۶۷

Marfat.com

زید نے ہندہ سے اس شرط پر نکاح کیا کہ اگر میں
تجھے طلاق دوں تو مہر سو روپے دوں اور تو خود طلاق
چاہے تو تین روپے، ہندہ طلاق چاہتی ہے تو
سو کی مستحق ہو گی یا تین کی۔ ١٦٨

ایک شخص نے اپنی منکوحہ کو قبالہ لکھ دیا کہ جو کچھ
تقریبات شادی و غمی و خاندانی میں صرف ہو گا
اُس کے سرانجام کا صرفہ میرا ہے اور آمدنی و تنخواہ
جاگیر سے کوئی علاقہ نہیں، اس قبالہ کے بعد وہ
یا اس کی اولاد اس شرط کو وفا نہ کرے زوجہ کو
جو کچھ دے وہ اس کے مہر میں شمار کرے تو کیا
حکم ہے۔ ١٦٩

شوہر نے جو کچھ عورت کو دیا اگر قسم کے ساتھ کہہ دے
کہ میں نے مہر میں دیا تو تین صورتوں کے ماسوا
میں اس کا قول مان لیا جائے گا۔ ١٦٩

مہر معجل و مؤجل کی کچھ تعداد ہے یا نہیں، اور کس
وقت زرِ مہر وصول کرنے کا مجاز ہے اور کوئی سبب
ہے یا نہیں۔ ١٧١

مہر تین قسم ہے: (۱) معجل (۲) مؤجل (۳) مؤخر۔ ١٧١

مہر مؤخر یہ ہے کہ نہ پیشگی کی شرط ٹھہری ہو نہ کوئی
میعاد مقرر کی گئی ہو یونہی مطلق و مبہم طور پر بندھا ہو۔ ١٧١

آج کل عام مہر بطور مؤخر ہی بندھتے ہیں۔ ١٧١

مہر مؤخر میں جب تک موت یا طلاق نہ ہو عورت
کو مطالبہ کا اختیار نہیں۔ ١٧١

مہر معجل و مؤجل کے لئے شرع مطہر نے کوئی تعداد
معین نہ فرمائی۔ ١٧١

اگر کسی قوم یا شہر کا رواج عام ہو کہ اگرچہ تصریح
نہ کریں اس قدر پیشگی دینا ہوتا ہے تو بلا قرارداد
صریح بھی اتنا معجل ہو جائے گا باقی بدستور مؤجل
یا مؤخر رہے گا۔ ١٧١

بے تعیینِ مہر نکاح ہو گا یا نہیں اور شرعی مہر کہا تو
کس قدر لازم ہو گا۔ ١٧٢

مہر شرعی جو بنات صالحات کا چار سو مثقال چاندی
ہے آج کل کے سکہ سے کتنے روپے ہوئے۔ ١٧٢

مہر ازواجِ مطہرات سوائے ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہا کے کیا پانسو درم ہے، سکۂ مروجہ سے کس
قدر ہوتے ہیں، وزن درہم اور اوقیہ اور مثقال
اور دینار کی صراحت فرمائی جائے۔ ١٧٢

دس درم شرعی کے سکہ مروجہ سے کے روپے
ہوتے ہیں۔ ١٧٣

آجکل جو حیثیت سے زیادہ مہر باندھا جاتا ہے
جس کے ادا کی کوئی صورت حالت موجودہ سے نہیں،
دل میں خیال کر کے کہ دینا تو پڑتا نہیں زبانی جمع خرچ
ہے قبول کر لو نکاح کرے تو کیا حکم ہے۔ ١٧٣

وہ کون سی صورت ہے کہ صرف ایک جوڑا کپڑا
پانے کی زوجہ مستحق ہے۔ ١٧٣

میکے والوں نے محض جھوٹی خبر پر کہ سسرال والے
زہر دے دیں گے ہندہ کو روک رکھا ہے اُن کا
ارادہ مہر وصول کر کے دوسری جگہ شادی کر دینے کا
ہے، نصف مہر معجل ہے اور نصف غیر معجل، معجل
میں زمانہ کی کوئی حد نہیں اُسے روک رکھنا قبل طلاق

Marfat.com

مہر وصول کرنا، دوسری جگہ شادی کرنا جائز ہے یا نہیں۔ ۱۷۳

جو معاملات برادری سے طے ہوں اور شریعت سے باہر ہوں تو کیا حکم ہے۔ ۱۷۴

اگر زوجہ یہ جانے کہ نباہ نہ ہوگا تو اپنی خلاصی کے لئے کل مہر چھوڑ دے اور لیا ہوا واپس دے دے تو جائز ہے۔ ۱۷۴

سود کے لینے اور دینے پر اگر دونوں راضی ہوں تب بھی حرام قطعی ہے۔ ۱۷۴

حقوق العباد میں اگر صاحبِ حق راضی ہوں تو ممانعت نہیں رہتی۔ ۱۷۴

پرایا مال جبراً لینا حرام اور اس کی خوشی سے لینا حلال ہے۔ ۱۷۴

مؤجل میں کابین کا لکھنا ضرور ہے یا نہیں، ہے تو موافق شریعت اس کا مضمون کیا ہے۔ ۱۷۵

مہر مثل میں مہر ازواج مطہرات افضل ہے یا خاندانی مثل ام وعمہ۔ ۱۷۵

مہر مثل سے اپنے خاندان پدری کا مہر مراد ہے۔ ۱۷۵

ازواج مطہرات امہات المومنین ہیں، امہات المومنات نہیں۔ ۱۷۶

تجدید نکاح میں مہر کم از کم کتنا باندھنا چاہئے۔ ۱۷۶

ایک شخص بعد نکاح بے قربت کئے مرگیا مہر کتنا لازم ہوا، اُس عورت کا نکاح کتنے دن بعد کیا جائے، بعض لوگ کہتے ہیں ایسے نکاح کی عدت نہیں کیونکہ جب قربت نہیں تو عدت کس چیز کی، اور بعض کہتے ہیں تین ماہ کے بعد نکاح کیا جائے۔ ۱۷۶

حسب حیثیت تنخواہ زائد سے زائد کتنے کا مہر شرعی باندھنا جائز ہے اور حیثیت سے زائد مہر ہونے کا کچھ مواخذہ ہے۔ ۱۷۷

عورت کے ورثاء سے اُس کا مہر شوہر یا ورثائے شوہر بخشوالیں تو شرعاً جائز ہوگا یا نہیں۔ ۱۷۷

زید نے ایک فاحشہ سے بعد توبہ مہر شرع پیمبری پر نکاح کیا اس کے قبیلہ کی کوئی عورت نہیں اور ہو تو اس کا نکاح نامعلوم تو مہر مثل معلوم نہیں ہوسکتا۔ بعد مرگِ زید وہ عورت اُسے گالیاں دیتی ولد الزناء کہتی ہے، اب وہ لوگ اُس کے یہاں آتے ہیں جو زید کی زندگی میں نہیں آتے تھے، اُنوں کو گھومتی ہے وکیلوں کے پاس جاتی ہے، اب وہ سب اشیاء پر دعویٰ کرتی ہے اُس کا مہر کتنا ہوگا۔ ۱۷۷

مہر معجل کی شرط ادا کیا ہے، مہر معجل پر نکاح ہوا اور تقریباً ۲۵ برس گزریں مہر ادا نہ ہو تو وہ مؤجل ہوگا یا اُس کا استحقاق نہ رہے گا۔ ۱۷۸

دیہات میں مہر کی تفصیل نہیں ہوتی، اور اگر ہوتی ہے تو یوں کہ زیور وغیرہ مہر معجل ہوتا ہے اور بعض قاضی غیر معجل نام رکھ دیتے ہیں ورنہ علی العموم نہ معجل اور نہ مؤجل کچھ نام نہیں رکھتے، ایسی حالت میں ہندہ اپنے شوہر سے مطالبہ کر سکتی ہے کہ پہلے مہر دے دو تو رخصت ہوؤں گی۔ ۱۷۹

عورت سے خاوند نے مہر معاف کرنے کو کہا انکار

Marfat.com

پر اُسے سخت پریشان کیا، تنگ رکھا، ساس سسر نے بھی بُرا بھلا کہا، وُہ میکے آگئی، خاوند لینے آیا تو اس نے کہا جب تک کُل مہر نہ لے لُوں گی نہ جاؤں گی کیا پنچ اُسے بے مہر ادا کئے زبردستی لیجاسکتے ہیں۔ ۱۷۹

شوہر پر حرام قطعی ہے کہ زوجہ پر معافیٔ مہر کا جبر کرے اور نہ ایسا کرنے سے معاف ہوگا۔ ۱۸۰

مرد و عورت صرف روزِ اوّل کوٹھے میں رہے اور دشمن کوٹھے کے گرداگرد مارنے کو کھڑے رہے زوجین کو بھی یہ معلوم تھا، صبح مرد نے طلاق دے دی، مرد دخول کا مقر ہے اور عورت منکر۔ یہ دخول یا خلوت معتبر ہے یا نہیں۔ ۱۸۰

اقرار مقرلہ کے انکار سے رَد ہو جاتا ہے۔ ۱۸۰

بی بی کے نزع کے وقت مہر کی معافی چاہی اُس نے آواز بند ہو جانے کے سبب سر ہی ہلا دیا، مہر معاف ہوگیا یا نہیں۔ ۱۸۰

تحریری طلاق دی اُس میں یہ بھی لکھا کہ تیرے بطن کے دونوں بچے تیرے مہر میں دیے تو کیا حکم ہے۔ ۱۸۱

مہر معجل ہے، عورت کو طرح طرح کی اذیتیں تکلیفیں شوہر دیتا ہے نفقہ بھی نہیں دیتا، کیا عورت نالش کرکے مہر وصول کرسکتی ہے اور اپنے نفس کو اُس سے روک سکتی ہے۔ ۱۸۱

معصومن مدعیہ ہے کہ مہر ۱۰۱ روپے ہے وکیل اور گواہ مر چکے ہیں چار چچازاد بہنیں، تین کے مہر کی تعداد معلوم نہیں، سب یہی کہتے ہیں کہ شرع محمدی تھا، ایک بہن کا مہر پانچسو معلوم ہوا ہے، ایسی صورت میں معصومن کا مہر کیا قرار پائے گا

ایک شخص تیس۳۰ سال سے غائب ہے اُس کا بھائی اُس کی زوجہ کو اُس کے شوہر کا حصہ نہیں دیتا کہ پانچ چھ برس سے اس کی کوئی خبر نہیں غالباً مرگیا ہوگا اور قانون کہتا ہے کہ تین برس بعد دعوئ مہر نہیں چل سکتا، عورت کہتی ہے کہ وُہ زندہ ہے، اب اگر تم کہتے ہو کہ مرگیا تو آج سے تین برس تک مہر طلب کرسکتی ہُوں، مہر کی تعداد دوسو بتاتی ہے، ہندہ کے اعزا کو تعداد یاد نہیں، ہندہ اپنی والدہ اور پھوپھی بھتیجیوں بھائیوں کا بھی یہی مہر بتاتی ہے کیا اس صُورت میں اہلِ محلہ کچہری میں اُس کا حق دلانے کے لئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کا مہر دوسو۲۰۰ روپے تھا یا نہیں۔ ۱۸۳

ایک شخص پندرہ۱۵ ماہ باہر رہا، واپس آیا تو معلوم ہُوا کہ بی بی کے آٹھ ماہ کا حمل ہے وُہ طلاق پر آمادہ ہے بعد طلاق وُہ عورت مہر کا دعوٰی کرسکتی ہے یا نہیں۔ ۱۸۴

ایک بہن نکاح میں تھی پھر دوسری سے بھی کرلیا یہ دونوں عورتیں مہر کی مستحق ہیں یا نہیں، نکاح دوم کا کیا حکم ہے اور ان دونوں سے جو اولاد ہو اس کا کیا حکم ہے۔ ۱۸۴

اولاد ثابت النسب باپ کا ترکہ پائے گی اگرچہ حرامی ہو۔ ۱۸۴

نکاحِ فاسد و باطل میں زوجین ایک دوسرے کے وارث نہیں۔ ۱۸۴

Marfat.com

ہندہ مدعیہ نے گواہوں سے ثابت کیا کہ میرا مہر ایک لاکھ روپے تھا شوہر نے گواہوں سے یہ ثابت کیا کہ دس ہزار تھا کس کے گواہ معتبر ہوں گے کمی کے یا زیادتی کے۔ ۱۸۵

نکاح کے لئے مہر کا ہونا لازم ہے یا نہیں، مہر کی نقد ادھار ان کا کیا شرعی حکم ہے۔ ۱۸۹

اگر عورت چاہے تو سب مہر کو مثل نقد یا اپنے قرضہ کے وصول کر سکتی ہے۔ ۱۸۹

زوج نے جو زیور منجملہ مہر معجل دیا اگر واپس لے لے تو مقروض ہوگا یا نہیں۔ ۱۸۹

زوج نے پانسو روپے کا مکان منجملہ مہر معجل خرید کر دینے کا وعدہ کیا تو زوجہ مہر معجل پانے کی مستحق ہے یا نہیں۔ ۱۸۹

جب تک شوہر مہر معجل ادا نہ کرے نان نفقہ پا سکتی ہے یا نہیں۔ ۱۸۹

مہر غیر معجل بعد خلوتِ صحیحہ کب سے کب تک پانے کی مستحق ہے، اگر ہر وقت پانے کی مستحق ہو تو جب تک وصول نہ کر لے زوج کے گھر جانے سے انکار کر سکتی ہے یا نہیں۔ ۱۸۹

مہر کی اقسام ثلثہ یعنی معجل، مؤجل اور مؤخر کی تعریفات اور احکام کی تفصیل۔ ۱۸۹

ایک شخص نے نکاح کیا اپنی ساری جائداد کا مہر کیا جائداد علی التوریث چلی آرہی ہے جو ایک کھیت زمین بارانی اور مکان سکنی اور آمدنی خانقاہ ہر قسم حصہ خود، ایک گاؤں سے کچھ نقد رقم آتی ہے وہ غرض سب جائداد منقولہ وغیر منقولہ بیوی کے نام کر کے ہبہ کر دی یہ جائز ہے یا نہیں، اگر نہیں تو کیسا مہر لازم ہوگا۔ ۱۹۱

نفقہ کے لئے کچھ پاس نہ رہنا مانع صحت مہر نہیں جو مہر میں دے دیا وہ عورت کا ہوگیا۔ ۱۹۳

یہ رواج کہ بہن کو ترکہ نہیں دیتے باطل و مردود ہے۔ ۱۹۳

طالق و مطلقہ دونوں کہتے ہیں کہ وطی اور دخول نہیں ہوا تو کیا حکم ہے۔ ۱۹۳

اگر طالق و مطلقہ میں خلوت و دخول کے بارے میں اختلاف ہو تو کس کے قول پر اعتماد ہوگا۔ ۱۹۳

ثبوت خلوت صحیحہ یا دخول گواہوں سے ہوگا یا طالق و مطلقہ سے۔ ۱۹۳

جو شخص ایسی بات کا انکار کرے جس میں اس کا نفع ہو تو اس کا قول معتبر نہیں۔ ۹۴

نفی پر شہادت معتبر نہیں۔ ۹۴

کسی قبیلہ میں رسم ہے کہ عقد سے پیشتر جو شرائط متعلق عقد طے کرنا ہوتے ہیں والدین یا اعزہ طے کرتے ہیں نوشاہ خاموش رہتا ہے جو طے ہونا ہے اس کا وہ پابند سمجھا جاتا ہے اور پابندی کرتا ہے زید اسی قبیلہ کا ہے، یہ طے ہوا کہ زید بعد بلوغ زوجہ سسرال میں رہ کر نان و نفقہ کی خبر گیری کرے گا اور بعوض مہر جو پانچہزار پانسو روپے ہے جائداد غیر منقولہ دو سال کے اندر زوجہ کے نام خرید دیگا یا نقد دیگا، زید ان معاہدوں سے منکر ہے کہتا ہے یہ معاہدہ میرے والد سے

Marfat.com

ہُوا تھا نہ مجھ سے، حالانکہ اُس وقت وُہ موجود تھا
اور بالغ تھا اور کسی بات پر انکار نہ کیا، کیا زید ان
معاہدوں کے پُورا کرنے کا ذمہ دار نہیں۔ ۱۹۵

المعروف کالمشروط۔ ۱۹۵

عقد سے پہلے یہ طے ہُوا کہ مہر مؤجل باجل دو سال
ہے دو سال کے اندر بعوض مہر ساڑھے پانچہزار
روپے جائداد غیر منقولہ زوجہ کے نام شوہر
خرید دے گا یا نقد ادا کرے گا مگر وقتِ عقد صرف
اتنا کہا گیا کہ مہر مؤجل تعدادی ساڑھے پانچہزار
روپے، تو کیا مہر مہرِ مطلق ہو گا یا باجل دو سال
مؤجل۔ ۱۹۵

زید نے اپنے نواسے خالد کی منگنی میں ایک زیور
اُس کے والد عمرو کو دے کر کہا کہ یہ تمھارے لڑکے
کی طرف سے بطور نشانی لڑکی کو پہناتا ہُوں اُس
وقت خالد نابالغ تھا عمرو نے قبول کر کے لڑکی کو خالد
کی طرف سے پہنا دیا اب لڑکا لڑکی جوان ہیں لڑکا
طلاق پر آمادہ ہے زیور وغیرہ واپس ہُوئے زید کہتا
ہے وُہ زیور جو میں نے دیا تھا مجھے ملے، لڑکا کہتا
ہے کہ مجھے، عمرو کہتا ہے مجھے ملنا چاہیئے۔ کون
مستحقِ واپسی ہے۔ ۱۹۷

نابالغ کو ہبہ کیا اس کے باپ نے قبضہ کر لیا تو
ہبہ تام ہو گیا۔ ۱۹۸

ذی رحم محرم کو ہبہ کیا تو واپس نہیں لے سکتا۔ ۱۹۸

والدین نے بخیالِ دُنیا اس قدر وسیع مہر بندھوایا
کہ لڑکا کسی طرح ادا نہیں کر سکتا، لڑکے نے اس
خیال سے کہ منظور نہ کروں گا تو نکاح منظور نہ ہوگا
منظور کر لیا، بالغہ لڑکی نے کچھ دن بعد بخوشی معاف
کر دیا، چند لوگ کہتے ہیں یہ نکاح ناجائز ہے اور
صحبت حرام۔ ۱۹۹

اس حدیث کا مطلب جس میں فرمایا گیا کہ جن کا
نکاح ہُوا اور ان کی نیت میں ادائے مہر نہیں وُہ
روزِ قیامت زانی و زانیہ اٹھائے جائیں گے۔ ۱۹۹

باب الجہاز (جہیز) ۲۰۱

جہیز کا مالک بی بی کی حیات میں اس کا شوہر
ہے یا وُہ خود۔ ۲۰۱

اگر شوہر اُس زیور میں بے اذنِ زوجہ تصرف کرے
جو اُسے جہیز میں ملا تھا تو نافذ ہو گا یا نہیں۔ ۲۰۲

باپ جو جہیز اپنی صحت کی حالت میں بیٹی کو سونپ
دے وہ اس سے واپس نہیں لے سکتا نہ اُس
کے وارثوں کو لینے کا کوئی حق۔ ۲۰۲

ان شہروں میں یہ متعارف ہے کہ جوڑا دُولھا کی
جانب سے دُلھن کو بھیجا جاتا ہے بایں اُمید
کہ اُدھر سے بہت زیور وغیرہ ملے گا لہٰذا جوڑے
بہت گراں قیمت اور اُس کے ہمراہ اور کچھ بھی
بھیجا جاتا ہے اور صراحت بھی ہوتی ہے کہ ادھر
سے دو سو کا جائے گا تو اُدھر سے چار سو کا آئیگا۔
اس صُورت میں کیا جُدائی پر واپس لیا جا سکتا ہے
یا نہیں، اور اگر ہلاک کر دے تو کیا حکم
ہو گا۔ ۲۰۲

Marfat.com

والدینِ زوج نے بہو کو کچھ زیور وغیرہ واسطے تالیف دیا، یہ سمجھ کر کہ ہمارے گھر میں رہے گا ہروقت ہمارے اختیار میں ہوگا جب چاہیں گے دوسرے کام میں لائیں گے جیسا تاجر بطور عاریت دیا کرتے ہیں اپنے گھر کی زیبائش کے لئے نہ کہ بطور تملیک، اس صورت میں اُس کے مالک والدین ہیں یا نہیں۔ ۲۰۲

جہیز ہمارے بلاد کے عرف عام شائع میں خاص ملک زوجہ ہوتا ہے جس میں شوہر کا کچھ حق نہیں طلاق ہوئی تو کُل لے لے گی اور مرگئی تو اسی کے ورثاء پر تقسیم ہوگا۔ ۲۰۳

عورتیں جو بے تکلف اموالِ شوہر استعمال میں رکھتی ہیں اس سے وُہ ان کی ملک نہ ہوں گے۔ ۲۰۳

عوض ومعوض ایک ملک میں جمع نہیں ہوسکتے۔ ۲۰۴

بلادِ شام وغیرہ میں اس امید پر مہر بڑھاتے ہیں کہ عورت کثیر جہیز لائے گی۔ ۲۰۴

ہلاک موہوب مطلقاً مانع رجوع ہبہ ہے۔ ۲۰۴

قرابت محرمہ اور زوجیت دونوں مانع رجوع ہبہ ہیں۔ ۲۰۵

عوض صریح موانع رجوع ہبہ سے ہے۔ ۲۰۶

ہبہ میں جہاں رجوع کا اختیار ہو وہاں بھی رجوع سے گنہگار ہوگا۔ ۲۰۶

دے کر پھیرنے والا مثل کُتے کے ہے کہ قے کرکے پھر کھالے۔ ۲۰۶

ہبہ سے رجوع مکروہِ تحریمی ہے۔ ۲۰۶

موہوب لہٗ کی ملک سے خروج مانع رجوع ہبہ ہے۔ ۲۰۸

عاریت سے بحالتِ بقاء ہروقت رجوع جائز و حلال ہے۔ ۲۰۸

جو اشیاء عاریۃً لی جائیں وُہ اگر بلا تعدّی ہلاک ہوجائیں تو ضمان لازم نہیں۔ ۲۰۸

مستعار شئی میں اگر بحالتِ استعمال نقصان آجائے تو ضمان لازم نہیں بشرطیکہ استعمال معہود ہو۔ ۲۰۸

اگر عاریت کسی وقتِ معیّن تک ہو اور لینے والا واپسی پر قدرت کے باوجود وقتِ معیّن کے بعد بھی اپنے پاس اسے روکے رکھے تو اب ہلاک ہونے پر ضامن ہوگا اگرچہ وقتِ معیّن کے بعد استعمال نہ کی ہو۔ ۲۰۹

فتوٰی جب مختلف ہو تو ظاہر الروایۃ کی طرف رجوع واجب ہے۔ ۲۰۹

باپ نے بیٹے کی شادی اپنے صرف سے کی اب بہو کا جہیز روکتا ہے کہتا ہے میں نے جو شادی میں صرف کیا ہے اس کے عوض میں نے یہ مال رکھ لیا ہے، اس مال اسباب کی مالک زوجہ ہوگی یا والدِ زید۔ ۱۰

باپ کے انتقال کے بعد بکر نے اپنی دو چھوٹی بہنوں کی پرورش کی، ان کی شادیاں بھی بعد بلوغ کردیں، خرچِ پرورش وشادی مالِ متروکہ مشترکہ سے کیا، یہ خرچ بکر کو ان دو چھوٹی بہنوں سے مجرا ملے گا یا نہیں۔ ۱

بحکمِ دیانت بحالت عدم وصی وارثانِ کبیر کو وارثانِ صغیر کی پرورش کرنا، ان کے کھانے پینے

Marfat.com

کی چیزیں ان کے لئے خریدنا اور ان امور میں ان کا مال بے اسراف و تبذیر ان پر اٹھانا شرعاً جائز ہے جبکہ وہ بچے ان کے پاس ہوں۔ ۲۱۲

غیر کے مال میں بے اذن و ولایت تصرف ناجائز ہے۔ ۲۱۲

چند صورتوں میں بلا اذن و ولایت مالِ غیر میں تصرف جائز ہے۔ ۲۱۲

مفتی دیانت پر فتویٰ دیتا ہے۔ ۲۱۴

جو اہلِ زمانہ کو نہ جانے اور فتویٰ دیتے وقت اپنے علاقے کے حال کو ملحوظ نہ رکھے وُہ جاہل ہے۔ ۲۱۴

نفقۂ مثل کے معنی۔ ۲۱۴

تبرع اور احسان کرنے والا کسی سے مجرا نہ پائیگا۔ ۲۱۵

ساکت کی طرف کوئی قول منسوب نہیں ہوتا۔ ۲۱۵

اگر کوئی شخص اپنا مال تلف ہوتا ہُوا دیکھے اور خاموش رہے تو یہ خاموشی اذنِ اتلاف نہ ہوگی۔ ۲۱۵

نابالغ تبرع کی اہلیت نہیں رکھتا اور نہ ہی اس کے مال سے کسی کو تبرع کرنے کا اختیار ہے۔ ۲۱۵

بصورت شرکت ہبہ، قرض، اتلافِ مال اور تملیک بلاعوض جائز نہیں جب تک شریک صراحتاً نہ کہہ دے۔ ۲۱۶

شرکتِ عنان اور شرکتِ مفاوضہ میں شریک ایک دوسرے کے وکیل اور مال میں ماذون التصرف ہوتے ہیں۔ ۲۱۶

شرکت عین میں شریک دُوسرے کے حصّہ سے اجنبی محض ہے اور اسے دوسرے کے حصّہ میں تصرف جائز نہیں۔ ۲۱۶

تجہیز میں جمع دعوائد داخل نہیں تو تجہیز کے علاوہ خرچ کرے گا اگر وارث ہوگا تو اسی کے حصّہ پر پڑے گا اور وُہ متبرع ٹھہرے گا یُوں ہی اجنبی۔ ۲۱۶

اجناس مختلفہ میں قسمت جمع بلا تراضی ناممکن ہے یہاں تک کہ قاضی کو بھی اس کا اختیار نہیں۔ ۲۱۷

عقد ایک ربط ہے اور ربط کے لئے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ ۲۱۷

جو شئ مقصود سے خالی ہو وُہ باطل ہوتی ہے۔ ۲۱۷

جو جہالت مفضی الی المنازعۃ نہ ہو وُہ جوازِ صُلح سے مانع نہیں ہوتی۔ ۲۱۷

صُلح شرعاً ایک عقد ہے جو رافعِ نزاع اور قاطعِ خصومت ہے۔ ۲۱۷

جہالت اگر منازعت تک پہنچانے والی ہو تو وُہ جوازِ صلح سے مانع ہوگی۔ ۲۱۷

ایسا فعل جو رضائے تبادل ملکین پر دال ہو وُہ بیع کا رکن ہے۔ ۲۱۸

تعاطی احد الجانبین سے بعض کے نزدیک بیع جائز ہے اور یہی مفتیٰ بہ اور راجح ہے مگر بیانِ بدل ضروری ہے اگر بدل مجہول ہوگا تو بیع اجماعاً منعقد نہ ہوگی۔ ۲۱۸

امین ضامن ہوتا ہے جبکہ تعدی کرے۔ ۲۲۰

غاصب اگر مغصوبہ شئ کسی کو بطور ہبہ یا صدقہ یا عاریت دے اور وُہ ان لوگوں کے پاس

Marfat.com

ہلاک ہو جائے تو وہ اصل مالک کے لئے ضامن
ہوں گے اور غاصب کی طرف رجوع نہ کر سکیں گے
بخلاف مرتہن، مستاجر اور مودع کے کہ غاصب
کی طرف رجوع کریں گے۔ ۲۲۱

دینے والا دینے کی جہت کو بہتر جانتا ہے۔ ۲۲۱

بہن بھائی ترکہ میں شریک ہوں اور بھائی بہن کو
جہیز دے تو یہ عرفاً ہبہ نہیں بخلاف والدین کہ ان
کا جہیز عرفاً ہبہ ہوگا۔ ۲۲۱

قبول علم کی فرع۔ ۲۲۲

اگر کسی نے کہا میں نے اپنے درختوں کے پھلوں کی
لوگوں کو اجازت دی کہ جو لے وہ اس کا مالک ہے
تو جن لوگوں کو واہب کے اس اذن کی خبر ہوئی
وہ جو بھی لیں گے اس کے مالک بن جائینگے مگر جو شخص
اذنِ واہب سے بے خبر ہوگا وہ جو کچھ لے گا اس
کا مالک نہیں ہوگا۔ ۲۲۲

ہبہ مشاع محتمل قسمت صحیح نہیں اور نہ ہی مفید ملک۔ ۲۲۵

ہبہ مشاع غیر محتمل قسمت کی شرطِ صحت یہ ہے کہ
مقدار معلوم ہو۔ ۲۲۵

فیض النساء نے اپنی سوتیلی لڑکی کی شادی کی،
شادی کے ڈیڑھ برس بعد لڑکی مرگئی، فیض کل سامان
جہیز کی واپسی کو کہتی ہے کہ میں نے اپنے پاس سے
یہ سب سامان کیا تھا اس لئے اس کی واپسی کی
میں حقدار ہوں، سامانِ جہیز واپس لینے کا رواج
مدراس میں جاری ہے۔ لڑکی کا شوہر جواب دیتا
ہے کہ زیور وغیرہ مرحومہ کے حکم سے اس کے معالجہ
وغیرہ میں رہن رکھے ہوئے ہیں، اس کے علاوہ میرا
بہت روپیہ صرف ہوا، مرحومہ کے مرنے کے بعد
اس کا لڑکا زندہ تھا وہ اس کے مال کا مالک ہوا اور
اس کے بعد میں بطور باپ وارث ہوں، حکم شرعی
کیا ہے۔ ۲۲۷

(۱) مدراس میں لڑکی مرجائے تو جہیز واپس لینے
کا رواج ہے کیا حکم ہے۔ ۲۲۷

(۲) شرع میں رواجِ ملک کو کیا دخل ہے۔ ۲۲۸

(۳) جہیز کا سامان عاریۃً سمجھا جائے گا یا تملیکاً۔ ۲۲۸

(۴) شرح وقایہ میں ہبہ واپسی کا حکم ہے، کیا
ہبہ جہیز اسی قسم کا ہے۔ ۲۲۸

(۵) جو شئی منجانب مدعیہ داماد کو ملی ہو اس کی
واپسی کا مدعیہ کو کیا حق ہے۔ ۲۲۸

(۶) جو سامان مدعا علیہ نے وقت شادی اپنی
بی بی کو دیا مدعیہ اسے بھی لے سکتی ہے۔ ۲۲۸

(۷) مرحومہ کے حکم سے جو شئی اس کے صرف کے لئے
رہن ہوئی اسے کون چھڑائے گا۔ ۲۲۸

جواب سوال اول تا چہارم۔ ۲۲۸

بعض احکام شرع بحکم شرع عرف پر دائر ہوتے ہیں۔ ۲۲۸

اشیاء منقولہ میں سے جن کا وقف معروف ہو جائز
ہے ورنہ نہیں۔ ۲۲۸

جن چیزوں کے استصناع کا رواج ہو ان میں
اجرت دے کر معدوم شئی کا بنوانا جائز ہے ورنہ
نہیں۔ ۲۲۸

شرائط بیع میں سے جو شرط مفسد معروف ہو جائے

Marfat.com

محتمل ہے ورنہ نہیں۔ ۲۲۸

مرتہن کا شئ مرہون سے انتفاع اگر باذنِ راہن بے شرط ہو تو جائز ورنہ حرام، مگر ہمارے زمانے میں مطلقاً حکمِ حرمت دیا جائیگا کیونکہ طمعِ نفع بہ مرہون قرض نہ دینے کا عُرف و رواج ہے۔ ۲۲۸

جب دو امر محتمل ہوں تو اقل متعین ہوتا ہے کیونکہ وہی یقینی ہوتا ہے۔ ۲۲۹

عرف غالب کا اعتبار ہوگا مغلوب نامقبول ہوگا اور جہاں دونوں برابر ہوں وہاں تعیین مراد کا قول بقسم معتبر ہوگا۔ ۲۲۹

بیٹی کو جہیز دیا پھر مدعی ہوا کہ میں نے عاریۃً دیا تھا بیٹی کہتی ہے تملیکاً یا اُس کے مرنے کے بعد اُس کا شوہر یہ کہتا ہو تو کس کا قول کب اور کس طرح معتبر ہوگا۔ ۲۲۹

جہاز میں جس کا قول معتبر ہوگا بقسم معتبر ہوگا۔ ۲۳۰

عرف جن خصوصیتوں کے ساتھ ہو سب کی رعایت واجب ہے۔ ۲۳۰

اگر ایک خاص مقدار تک حسبِ حیثیت جہیز دینے کا عرف ہو اور اُس سے زائد عاریت تو اُس مقدار تک تملیک سمجھیں گے اور زائد میں قول واقع بالاتفاق معتبر مانیں گے۔ ۲۳۰

بیٹی کا باپ پر قرض تھا جہیز دیا پھر کہا میں نے قرضہ میں دیا ہے، بیٹی کہتی ہے نہیں اپنے مال سے، تو کس کا قول معتبر ہوگا۔ ۲۳۱

شوہر نے زوجہ کو کوئی چیز بھیجی، عورت کہتی ہے

ہدیہ ہے، شوہر کہتا ہے مہر، تو کب کس کا قول معتبر ہوگا۔ ۲۳۲

ملک جہت تملیک کو زیادہ جانتا ہے۔ ۲۳۲

ہبہ تا حینِ حیات ہبہ کاملہ ہے اور حینِ حیات کی شرط لغو و باطل ہے۔ ۲۳۵

احد المعاقدین کی موت رجوع ہبہ کے موانع میں سے ہے۔ ۲۳۵

بحالتِ عدمِ عرف مدعی کا قول بقسم معتبر ہوگا یہ حکم باپ کے لئے ہے حقیقی ماں کو بھی اس سے عرفاً لاحق کیا گیا ہے۔ ۲۳۶

ماں کا دعویٰ اختصاص محتاج بینہ ہونا چاہئے مگر دو صورتوں میں، ایک یہ کہ باپ مال نہ رکھتا ہو، دوسرے یہ کہ ماں نے اس سے جُدا ہو کر بطور خود تزویج کی ہو۔ ۲۳۶

لڑکی نے باپ کے مال سے دستکاری کرکے جہیز کا کچھ سامان تیار کیا، ماں کے مرنے کے بعد باپ نے وہ سامان جہیز میں اُسے دے دیا تو یہ سب اُسی کا ہے اُس کے بھائیوں کو حق نہیں کہ وُہ اسے ماں کا ترکہ قرار دے کر اپنا حصّہ طلب کریں۔ ۲۳۸

دادا باپ کی طرح ہے سوائے چند مسائل کے۔ ۲۳۹

بی بی بے جہیز رخصت ہو کر آئی تو شوہر کو اپنے خسر سے اُن دراہم و دنانیر کا مطالبہ پہنچتا ہے جو اُس نے بھیجے ہوں جبکہ بعد زفاف زمانۂ دراز تک چُپ نہ بیٹھا ہو۔ ۲۴۴

زمانۂ دراز سے کون سا زمانہ مراد ہے۔ ۲۴۴

Marfat.com

ایک زمانہ تک کسی شئ میں تصرف ہوتا دیکھتا رہا
پھر مدعی ہُوا حالانکہ پہلے بھی دعویٰ کے کوئی امر
مانع نہ تھا تو اس کا دعویٰ مسموع نہ ہوگا۔ ۲۴۵
اگر اجنبی نے جہیز دیا بعد مرگ عروس عاریت کا
مدعی ہُوا تو بے بینہ اس کا قول معتبر نہیں۔ ۲۴۵
جواب سوال پنجم۔ ۲۴۷
موہوب شئ کا ہلاک ہو جانا یا موہوب لہٗ کی ملک سے
خارج ہونا دونوں رجوع ہبہ سے مانع ہیں۔ ۲۴۷
عاریت امانت ہے بے تعدی اس میں ضمان
نہیں۔ ۲۴۸
جواب سوال ششم ۲۴۸
جواب سوال ہفتم ۲۴۸
بے اجازت مالک کوئی شئے رہن کر دی مالک نے
بعد میں بھی اس تصرف کو جائز نہ کیا تو مالک کو
اختیار ہے کہ اس رہن کو فسخ کر کے مرتہن سے
اپنی چیز واپس لے لے مرتہن اپنا دین مدیون سے
لیتا رہے۔ ۲۴۹
اگر مالک سے پُوچھ کر اس کی شئ کو رہن رکھا یا
بعد رہن مالک نے اس تصرف کو اپنی اجازت
سے نافذ کر دیا تو رہن نافذ و صحیح ہو گیا۔ اب جب تک
دین مرتہن ادا نہ ہو مالک مرہون شئ کو واپس
نہیں لے سکتا۔ ۲۴۹
مالک کی اجازت سے کوئی شئ کسی نے رہن کر دی
تو مالک کو اختیار ہے کہ مرتہن کا دین دے کر اپنی
چیز چھڑا لے اور جو کچھ مرتہن کو دے وُہ مدیون یا
اس کے وارثوں سے واپس لے لے۔ ۲۴۹
سوتیلی ماں نے حسبِ رواج ملک مال و متاع
بنام جہیز لڑکی کو دیا لڑکی کے بعد واپسی چاہتی ہے
دیتے وقت نہ تو تملیک کی نیت ہوتی ہے نہ عاریت
ہبہ کی، لہٰذا حسبِ رواج ملک واپس ہوا اس پر
فتاویٰ طلب کئے گئے، بریلی سے بھی فتویٰ آیا
جس کا مطلب بتایا گیا کہ رواجِ ملک کو شرع میں
کچھ دخل نہیں، نہ فیض النساء واپسی جہیز کی
حقدار ہو سکتی ہے اس کا دعویٰ مردود اور رواجِ
ملک متردد الخ، کیا یہ مطلب صحیح ہے؟ ۲۵۰
انجمن نے یتیمہ کا نکاح کیا، شوہر نے اُسے نہ رکھا
سامانِ جہیز جو انجمن نے دیا تھا واپس آیا اُس کی
مالک یتیمہ ہے یا انجمن۔ ۲۵۴
صدر انجمن جس کے حکم سے سب کام ہوتے ہیں
تمام تصرفات جائزہ انجمن میں چندہ دینے والوں
کا وکیل مجاز ہوتا ہے۔ ۲۵۴
اگر کسی کو غیر معین شئ کی خریداری کا وکیل کیا تو
شراء وکیل کے لئے ہوگی مگر جبکہ وکیل نے مؤکل
کے لئے خریداری کی نیت کر لی ہو یا مال مؤکل
سے شئے خریدی ہو۔ ۲۵۴
اگر دو شخص کسی کو ایک گھر ہبہ کر دیں تو یہ ہبہ
صحیح ہوگا کیونکہ مشاع نہیں۔ ۲۵۵
فضولی کا شراء جب تک نفاذ پائے مشتری
پر نافذ ہوتا ہے۔ ۲۵۵
اگر دوسرے کے لئے کچھ خریدا تو شراء اس

Marfat.com

مشتری پر نافذ ہوگی جبکہ اسے دُوسرے کی طرف مضاف نہ کیا ہو، ہاں اگر یُوں کہا ہو کہ یہ شئی فلاں کے لئے بیع کر، اس پر بائع نے کہا میں نے فلاں کے لئے بیع کی تو یہ شراء موقوف ہوگی۔ ۲۵۵

وقت شادی زید کے والدین نے حسبِ دستور جوڑے چڑھائے، بعد نکاح لڑکی کے والدین نے کچھ زیور جوڑے جہیز میں دیے، پھر زید نے کچھ زیور بنوا دیا، علاوہ معمولی کپڑوں کے کچھ کپڑا بھی، عورت نے شوہر کے مرتے وقت پر بلکہ اب تک مہر میں معاف نہ کیا اُس مال کا مالک کون ہے، مہر کی ادا کس کے ذمّہ ہے۔ ۲۵۶

داد وستد معتاد و معروف کہ در انتظام مناکحت مروج است از روئے شرع شریف جائزست اگر چیزے و نقدے بنا بر عرف از ناکح گرفتہ میشود خواہ بشرطے یا بغیر شرط چنانکہ در بنگالہ و بر بہار دستور است کہ قبل نکاح بطور ساچق و خرچہ ضیافت احباب طرفین مے گیرند جائز خواہد شد یا نہ شد الخ۔ ۲۵۶

قبل عقد حسبِ رواج کچھ زیور لڑکی کو دیا، رخصت سے قبل داماد کا انتقال ہوگیا، اس صورت میں وُہ زیور قابلِ واپسی ہے یا نہیں۔ اکثر زیور عاریت لے کر بھی چڑھایا جاتا ہے جو بعد رخصت واپس آجاتا ہے، یہ شخص بہت قلیل المعاش ہے اس کے والدین اتنی حیثیت نہیں رکھتے کہ اتنی مالیت کو بعد رخصت موہوبہ سمجھ لیں اور رواج بھی یہی ہے کہ ایسا چڑھاوا واپس لے لیا جاتا ہے۔ ۲۵۸

چڑھاوے کا کیا حکم ہے آیا جائز ہے یا نہیں۔ ۲۵۹

لگن کا حکم اور یہ کہ وُہ کس کی ملک ہے۔ ۲۵۹

زید بچپن سے اپنے باپ کے ساتھ بیوپار کرتا تھا اپنے باپ کے ماتحت تھا اور کام بھی کرتا تھا اس کی شادی اس کے باپ عمرو نے کی، زید مرگیا، عورت اپنے خسر سے جہیز اور اپنا مال وزر اور وُہ مال جو نسبت کے وقت اُسے دیا گیا تھا یعنی چڑھاوا اور مہر طلب کرتی ہے کیا حکم ہے۔ ۲۵۹

باب نکاح الکافر ۲۶۱

زید قادیانی ہوگیا، اُس کی عورت مسلمان ہی رہی، کیا حکم ہے۔ ۲۶۱

مسلمان کا نصرانیہ یا مجوسیہ سے نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں۔ ۲۶۲

عورت نے شریعت کی توہین کی تو کیا وہ مرتدہ ہوگئی اور نکاح فسخ ہوگیا۔ ۲۶۳

کیا اب شوہر بے طلاق دئے اس سے تعلق ترک کرسکتا ہے اور کوئی مواخذہ تو نہ ہوگا۔ ۲۶۳

ہندہ تجدیدِ ایمان کرلے تو کیا زید و ہندہ تجدیدِ نکاح پر شرعًا مجبور ہیں۔ ۲۶۳

بعد تجدید ایمان عورت بلا اجازت شوہر دُوسرا نکاح کرسکتی ہے۔ ۲۶۳

کیا ہندہ کا نفقہ ایسی صورت میں زید پر واجب ہوگا۔ ۲۶۳

Marfat.com

اس صورتِ حال میں اگر زید تجدیدِ نکاح پر تیار ہو تو مہر سابقہ تعداد پر معین رہے گا یا اب نئی تعداد فریقین کی رضامندی پر ہو گی۔ ۲۶۳

کیا اس صورتِ حال میں ہندہ زید کی مرضی کے موافق کم مہر پر مجبور کی جائے گی؟ ۲۶۳

عورت اگر کفر کرے تو نکاح سے نہیں نکلتی، یہی مفتیٰ بہ ہے۔ ۲۶۳

مرتدہ بعد اسلام تجدیدِ نکاح پر مجبور کی جائے گی۔

مرتدہ کے لئے نفقہ نہیں۔ ۲۶۳

مرتدہ ہونے سے مہر مدخولہ ساقط نہیں ہوتا۔ ۲۶۳

مرتدہ عورت جیسے بعد اسلام تجدید نکاح پر مجبور کی جائے گی کم از کم مہر مثلاً ایک دینار پر بھی مجبور کی جا سکتی ہے۔ ۲۶۳

ہندو کی نابالغ لڑکی سے بے اُس کے ولی کی اجازت کے اور بے مسلمان کئے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ۲۶۴

رافضیہ سے نکاح ہو سکتا ہے؟ ۲۶۵

اگر دھوکے سے کسی رافضیہ سے نکاح کر لے کہ معلوم نہ ہو کہ یہ رافضیہ ہے تو کیا حکم ہے۔ ۲۶۵

کھٹک نے اپنی عورت کو اپنے مذہب کے موافق طلاق دے دی چار ماہ بعد عورت مسلمان ہُوئی اُسی جلسہ میں اُس کا نکاح کرا دیا گیا نکاح کیسا ہُوا اور عدت کی ضرورت تھی یا نہیں۔ ۲۶۵

کافر کے لئے عدت اصلاً نہیں۔ ۲۶۵

باب المعاشرۃ ۲۶۷

بوسہ کا حکم۔ ۲۶۷

چھاتی منہ میں لینے کے احکام۔ ۲۶۷

مرد کے لئے حلال ہے کہ اپنی بیوی کے سر سے پاؤں تک جہاں سے چاہے لطف اندوز ہو مگر وہ جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔ ۲۶۷

بیوی کا بوسہ مسنون و مستحب ہے۔ اگر نیت صالحہ ہو، تو اس پر اجر پائے گا۔ ۲۶۸

عورت اگر دُودھ والی نہ ہو تو اس کا پستان مُنہ میں لینا شوہر کے لئے جائز ہے۔ ۲۶۸

مرد اگر دُودھ والی بیوی کا پستان مُنہ میں لے تو یہ خیال رکھے کہ دُودھ کا کوئی قطرہ حلق میں نہ جائے ۲۶۸

مرد کو قصداً بیوی کا دُودھ پینا حرام ہے۔ ۲۶۸

اگر بیوی زیادہ دُودھ والی ہے اور خدشہ ہے کہ دُودھ حلق میں جائے گا تو پستان مُنہ میں لینا مکروہ ہے۔ ۲۶۸

جب عورت کو گھر پر چھوڑ جائے تو کتنی مدت تک سفر میں رہ سکتا ہے۔ ۲۶۸

شوہر کو اپنے ہمراہ سفر میں اپنی بی بی کو رکھنے کا اختیار ہے یا نہیں۔ ۲۶۹

عورت پر تنگی کرنا اور اسے ضرر پہنچانا بحکمِ قرآن ممنوع ہے۔ ۲۷۰

اگر مہر معجل نہ ہو تو اس کی وجہ سے عورت کو اپنے نفس کو روکنے کا کوئی اختیار نہیں۔ ۲۷۰

Marfat.com

مالی جرمانہ شرعاً ناجائز و باطل ہے۔ ۲۷۰
منسوخ پر عمل حرام ہے۔ ۲۷۰
شوہر شرمگاہِ زن وقتِ جماع دیکھے تو کچھ حرج ہے، یونہی اگر مس کرے۔ ۲۷۰
کیا عورت شوہر کے آلۂ تناسل کو چھوئے تو حرج ہے۔ ۲۷۰
بوقتِ جماع رؤیتِ فرج ممنوع اور نابینائی کا سبب ہے۔ ۲۷۱
عورت کو شوہر سے جان کا خطرہ ہو تو اُس کے یہاں رہنے پر مجبور نہیں کی جا سکتی، اور اس صورت میں ناشزہ بھی نہیں۔ ۲۷۲

بابُ القسم

۲۷۳
عورت کو بے وجہ تکلیف و اذیت دینا اور دو زوجہ میں مساوات نہ کرنا، دونوں کو ایک مکان میں بجبر رکھنا جائز ہے یا نہیں۔ ۲۷۳
بیبیوں کے ساتھ نرمی اور خوش خلقی، انکی بدخوئی پر صبر، اُن کی دلجوئی، اُن کی مراعات جو خلافِ شرع نہ ہو محبوبِ شرع ہے۔ ۲۷۳
ایسے شخص کی فضیلت کی چند حدیثیں۔ ۲۷۴
مردوں کے حقوق عورتوں پر جس طرح ہیں یونہی بحکمِ قرآن عظیم مردوں پر عورتوں کے۔ ۲۷۴
جس کے دو بیبیاں ہوں اور اُن میں عدل نہ کرے تو قیامت کے دن ایک طرف کو جھکا ہوا اٹھے گا۔ ۲۷۵
رعایتِ مساوات دو زوجہ میں شوہر پر واجب ہے یا نہیں، اگر ان میں سے ایک قوم طوائف سے ہو تو کچھ فرق کیا جائے یا نہیں۔ ۲۷۵
عدل بین الزوجین میں کھانے کی کیا صورت ہے آیا جو چیز ایک کو دے وہی دوسری کو بھی دے اگرچہ از قسم مکلفات ہو۔ ۲۷۶
ہندہ نے بعد ولادت تکلیفِ ولادت سے بچنے کے لئے جماع نہ کرنے کا عہد کیا اور شوہر سے کہا کہ تمھیں صبر نہ آئے تو دوسری شادی کر لو اور جو مقدرت نہ ہو تو مجھے نان و نفقہ نہ دو، کیا شرعاً اس کی اجازت ہے کہ شوہر ہندہ کے کہنے پہ عمل کرے۔ ۲۷۹
ایسی لڑکی جو بظاہر جماع کی متحمل نہیں ہو سکتی اس صورت میں اُس کا ولی اُسے شوہر کے یہاں جانے سے روک سکتا ہے یا نہیں۔ ۲۸۰
باپ نے اپنی جوان لڑکی کی نسبت ایک لڑکے سے کر دی، کچھ عرصہ کے بعد اس سے چھڑا کر دوسرے سے کر دی، کیا یہ جائز ہے، اور کیا اس میں اس لڑکے کی اجازت و رضامندی ضروری ہے جس سے پہلے نسبت کی تھی۔ ۲۸۱
خلفِ وعد کی تین صورتیں ہیں۔ ۲۸۱
نسبت کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ جس سے لڑکی کی نسبت کی وہ رافضی وہابی وغیرہ بدمذہب ہے تو نسبت چھڑانا شرعاً لازم ہے۔ ۲۸۱

Marfat.com

منگنی کے بعد دوسرے کو پیغام بھیجنا جائز نہیں جب تک منگنی باقی ہے۔ ۲۸۳

نسبت یا نکاح کے وقت جو روپیہ لوگ لیتے ہیں حلال ہے یا نہیں۔ ۲۸۴

شوہر نے کچھ دنانیر سسرال بھیجے، اُنھوں نے حسبِ عادت دُولہا کے کپڑے بنا دئے، وُہ مدعی کہ میں نے مہر میں دئے تھے اس صورت میں اس کا قول معتبر ہوگا اور اگر دے کر کہا کہ کچھ بُنائی کی اُجرت، کچھ سُوت کی قیمت وغیرہ میں صرف کرو۔ اُنھوں نے ایسا ہی کر دیا، پھر دعوٰی کیا کہ میں نے مہر میں دئے، اس صورت میں اس کا قول معتبر نہ ہوگا۔ ۲۸۵

منگیتر کے ہاں شکر، اخروٹ اور پھل وغیرہ بھیجے گئے اور کسی وجہ سے نکاح نہ ہُوا، اگر خاطب کی اجازت سے یہ چیزیں تقسیم ہُوئی ہیں تو واپس نہ ملیں گی ورنہ ملیں گی جبکہ عُرف سے تملیک ثابت نہ ہو۔ ۲۸۶

باب النکاح الثانی ۲۸۷

○ رسالہ اطائب التہانی فی النکاح الثانی (نکاح ثانی کے احکام اور بیوہ کے نکاح کو فرض بتانے والوں اور نہ کرنے والوں کو کافر کہنے والوں کی خبرگیری) ۲۸۷

خلاصہ فتوٰی مولوی عبدالرحیم دہلوی دربارۂ نکاحِ بیوہ۔ ۲۸۸

جوابِ از مصنّف (اعلیٰحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ ۲۸۹

نکاحِ بیوہ کے مسئلہ میں جاہلانِ ہند کے دو فرقے ہوگئے: ۲۸۹

اوّل: اہلِ تفریط کہ نکاحِ بیوہ کو ہنود کی طرح سخت ننگ و عار اور حرام جانتے ہیں۔ ۲۸۹

نکاح کی حاجت والی جوان عورتیں اگر نکاح سے روکی گئیں اور معاذ اللہ بشامتِ نفس کسی گناہ میں مبتلا ہوگئیں تو اس کا وبال نکاح سے روکنے والوں پر پڑے گا۔ ۲۸۹

حدیث کی رُو سے لڑکی جب بارہ برس کی ہوجائے تو اس کا نکاح کردینا چاہئے۔ ۲۹۰

دوم: اہلِ افراط کہ اکثر واعظینِ وہابیہ وغیرہم جہّال متشدّدین ہیں اُنھوں نے نکاحِ بیوہ کو گویا علی الاطلاق واجب، قطعی اور فرض حتمی قرار دے دیا۔ ۲۹۰

وہابیہ کی اکثر عادت ہے کہ مسلمانوں کو وجہ بے وجہ کافر، مشرک اور بے ایمان ٹھہرا دیتے ہیں۔ ۲۹۰

تشدّدِ بیجا ناجائز اور سببِ ہلاک ہے۔ ۲۹۰

مصنّف کی تحقیقِ انیق کہ نکاحِ ثانی مثلِ نکاحِ اوّل فرض، واجب، سنّت، مباح، مکروہ اور حرام سب کچھ ہے۔ ۲۹۱

نکاح کی مختلف صور اور ان کے احکام کی تفصیل ۲۹۱

کس عورت کو نکاح ممنوع و ناجائز ہے۔ ۲۹۱

کون سی عورت کو نکاح حرام قطعی ہے۔ ۲۹۱

Marfat.com

کسی عورت کو نکاح کی ترغیب دینا خلافِ شرع و معصیت ہے۔ ۲۹۱

کسی عورت کو نکاح کرنا واجب ہے۔ ۲۹۱

کسی عورت کو نکاح کرنا فرضِ قطعی ہے۔ ۲۹۱

جن عورتوں پر نکاح فرض یا واجب ہو انھیں نکاح پر مجبور کیا جائے گا۔ ۲۹۱

جن عورتوں پر نکاح فرض و واجب ہو وُہ اگر خود نہ کریں گی تو گنہگار ہوں گی اور اولیاء اگر مقدور بھر کوشش نہ کریں تو وُہ بھی گنہگار ہوں گے۔ ۲۹۱

فرائض ادا نہ کرنے یا اُن کی ادائیگی سے باز رکھنے پر آدمی کافر نہیں ہوتا۔ ۲۹۱

ایسے فرض کی فرضیت کا منکر کافر ہو جاتا ہے جس کی فرضیت ضروریاتِ دین سے ہو۔ ۲۹۱

مسلمان پر بدگمانی حرام ہے۔ ۲۹۱

مرد پر نکاح اسی وقت فرض و واجب ہوگا جب وُہ مہر و نفقہ کا مالک ہو ورنہ وُہ ترکِ نکاح پر گنہگار نہ ہوگا۔ ۲۹۲

اگر نکاح نہ کرے تو زنا میں مبتلا ہونے کا خوف ہے اور اگر کرے تو جور و ظلم کا ڈر ہے تو نکاح فرض نہ ہوگا۔ ۲۹۲

جور و ظلم ایسی معصیت ہے جس کا تعلق حقوق العباد سے اور زناء سے باز رہنا حقوق اللہ سے ہے۔ ۲۹۳

بوقتِ تعارض حق العبد حق اللہ پر مقدم ہوتا ہے۔ ۲۹۳

بحکمِ حدیث غیبت، زنا سے سخت تر گناہ ہے۔ ۲۹۳

کس حالت میں نکاح سنّت ہے۔ ۲۹۳

کس کے حق میں نکاح مباح ہے۔ ۲۹۴

عورتوں کی عادات کے متعلق چند احادیث۔ ۲۹۵

عورتیں ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئیں۔ ۲۹۵

شوہروں کی اطاعت اور ان کے حقوق کی معرفت میں عورتوں کے لئے جہاد کے برابر اجر ہے۔ ۲۹۶

عورتیں اگر شوہروں کی نافرمانی نہ کریں اور نماز پڑھیں تو سیدھی جنّت کو چلی جائیں۔ ۲۹۶

شوہر کے بیوی پر بعض حقوق کا ذکر۔ ۲۹۷

ہر مسلمان کی نمازِ جنازہ فرض ہے چاہے وُہ کتنا ہی گنہ گار ہو۔ ۲۹۹

حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طرف سے اُمّ ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیغامِ نکاح کا واقعہ۔ ۳۰۰

عرب کی عورتوں میں سب سے بہتر زنانِ قریش ہیں جو اپنے بچّوں پر بہت زیادہ مہربان اور شوہروں کے مال کی زیادہ نگران و محافظ ہوتی ہیں۔ ۳۰۱

حضور پُرنور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیغامِ نکاح کا واقعہ۔ ۳۰۲

ام المومنین حضرت سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی عمر مبارک اور سنِ وصال۔ ۳۰۳

حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آخر شوال سن چار ہجری میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔ ۳۰۳

Marfat.com

جس عورت کا شوہر مر جائے اور وہ دونوں جنتی ہوں پھر عورت اس کے بعد نکاح نہ کرے تو اللہ تعالےٰ ان دونوں کو جنت میں جمع فرما دے گا۔ ۳۰۳

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی زوجہ مطہرہ رباب بنت امرؤ القیس رضی اللہ تعالےٰ عنہا حضرت علی اصغر اور حضرت سکینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ ہیں۔ امام مظلوم کی شہادت کے بعد شرفاءِ قریش کے پیغاماتِ نکاح کو مسترد کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ میں وہ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے بعد کسی کو اپنا خسر بناؤں۔ چنانچہ آپ جب تک زندہ رہیں کسی سے نکاح نہ کیا۔ ۳۰۴

حضور انور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ایک صحابیہ کا قصہ جن کا نام نامی رباب ہے رضی اللہ تعالےٰ عنہا۔ ۳۰۵

یتیم بچوں کے لئے بیٹھی رہنے والی اور ان کے خیال سے نکاح نہ کرنے والی بیوہ کی تعریف میں چند احادیث۔ ۳۰۶

تنبیہ: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بہشت میں تشریف لے جانا بار رہا ہوگا۔ ۳۰۷

دخولِ جنت میں اولیت مطلقہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لئے خاص ہے۔ ۳۰۷

حدیث شریف انا اول من یفتح باب الجنۃ الا انی اری امرۃ تبادرنی کا مطلب۔ ۳۰۷

مباح پر طعن صرف اسی صورت میں کفر ہو سکتا ہے کہ اس کی اباحت ضروریاتِ دین سے ہو۔ ۳۰۷

نکاح ثانی کی اباحت ضروریاتِ دین سے ہے۔ ۳۰۷

اباحتِ نکاحِ ثانی کا ثبوت قرآن مجید کی متعدد آیات سے ہے۔ ۳۰۸

وانکحوا الایامیٰ میں ایم کا معنی ہے زنِ بے شوہر جس کے اطلاق میں کنواری، مطلقہ اور بیوہ سب داخل ہیں۔ ۳۰۸

بالخصوص بیوہ کے نکاح سے متعلق چند قرآنی آیات۔ ۳۰۸

عدتِ وفات (غیر حاملہ) کی بنصِ قرآن چار ماہ دس دن ہے۔ ۳۰۸

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و اہلبیتِ کرام و صحابہ عظام رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین سے قولاً، فعلاً اور تقریراً نکاح ثانی کی اباحت بالتواتر ثابت ہے۔ ۳۰۹

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ تمام ازواجِ مطہرات ثیبات تھیں۔ ۳۰۹

نکاحِ ثانی کو از روئے شرع حلال نہ جاننا کفر ہے۔ ۳۰۹

حضرت اسماء بنتِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی جفاکشی کا ایک واقعہ۔ ۳۱۰

جو مباح کبائر اور اتباع شیطان کی طرف منجر ہو وہ اس عارضہ کی وجہ سے مباح نہیں رہتا۔ ۳۱۲

عوام کے سامنے حقائق عالیہ اور دقائق غالیہ کا ذکر جو ان کے مدارک وافہام سے وراء ہو شرعاً ممنوع ہے۔ ۳۱۲

Marfat.com

اشاعتِ علم فرض اور کتمانِ علم حرام ہے۔ ٣١٢

لوگوں سے وہ باتیں کہی جائیں جنھیں وہ سمجھیں۔ ٣١٢

عمامہ کا شملہ چھوڑنا سنت ہے مگر جہاں جہاں اس پر ہنستے ہوں وہاں علمائے متاخرین نے غیر حالتِ نماز میں اس سے بچنا اختیار فرمایا۔ ٣١٤

قرآن مجید کی دسوں قرائتیں حق اور منزل من اللہ ہیں اور دسوں طرح حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھا ہے۔ ٣١٥

جہاں جو قراءۃ رائج ہو نماز اور غیر نماز میں عوام کے سامنے وہی پڑھی جائے، جس قراءۃ سے ان کے کان آشنا نہ ہوں وہ نہ پڑھی جائے مبادا وہ اس پر ہنسنے اور طعن کرنے سے اپنا دین خراب کرلیں۔ ٣١٥

قریش نے زمانۂ جاہلیت میں کعبہ کی از سرِ نو تعمیر کے وقت کیا کیا تبدیلیاں بنائے خلیل میں کیں۔ ٣١٦

حضورِ انور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حفظِ دین ومسلمین کے لئے قریش کی طرف سے تعمیرِ کعبہ میں کی گئی تبدیلیوں کو برقرار رکھا ان کی اصلاح نہ فرمائی۔ ٣١٦

تکفیرِ اہلِ قبلہ و اصحابِ کلمۂ طیبہ میں جرأت وجسارت محض جہالت اور سخت ہے جس میں وبالِ عظیم و نکالِ صریح کا اندیشہ ہے۔ ٣١٧

کلمہ گو کے ہر قول وفعل کو اگرچہ بظاہر کیسا ہی شنیع وفظیع ہو کفر سے بچانا فرض قطعی ہے۔ ٣١٧

مسلمان کے کسی قول یا فعل میں کوئی ضعیف سے ضعیف تاویل ایسی نکلتی ہو جس کے سبب سے حکم اسلام ہوسکتا ہو تو اسی کی طرف جانا لازم ہے اگرچہ اس میں ہزار احتمال جانبِ کفر جاتے ہوں۔ ٣١٧

اسلام غالب رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔ ٣١٧

احتمالِ اسلام کو چھوڑ کر احتمالاتِ کفر کی طرف جانیوالے اسلام کو مغلوب اور کفر کو غالب کرتے ہیں۔ ٣١٧

لا الٰہ الا اللہ کہنے والوں کو جو کافر کہے وہ خود کفر سے نزدیک تر ہے۔ ٣١٨

تین باتیں اصلِ ایمان میں داخل ہیں۔ ٣١٨

اہلِ قبلہ سے کسی کو کافر نہ کہو۔ ٣١٨

خلاصۂ مقصود۔ ٣١٨

کسی کی بیٹیاں اور بہنیں محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں اور سیدۃ النساء بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صاحبزادیوں سے زیادہ غیرت اور عزت والی نہیں ہوسکتیں۔ ٣١٨

کتاب الطلاق

کتاب الطلاق ٣٢١

فاحشہ عورت کو طلاق دینی مستحب ہے۔ ٣٢١

طلاق کے بارے میں اقوالِ ثلاثہ: ٣٢١

(١) مطلقاً مباح ٣٢١

(٢) عورت کی آوارگی اور بڑھاپے کے سبب سے جائز ورنہ ممنوع۔ ٣٢٢

(٣) ضرورت ہو تو جائز۔ ٣٢٢

بے ضرورت طلاق اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند، پھر بھی طلاق دے تو واقع ہے۔ ٣٢٣

Marfat.com

غیر مدخولہ کے مہر کا حکم ۳۲۳
نا قابلِ جماع نابالغہ کو طلاق دی تو مہر کا حکم۔ ۳۲۳
متعہ یعنی جوڑا کی تفصیل۔ ۳۲۳
طلاق نہ حق اللہ ہے نہ حق العبد، اور شوہر عورت کو شرعی طور پر نہ رکھ سکے تو حق اللہ اور حق العبد دونوں ہے ۳۲۴
طلاق کسی کا حق نہیں اور ضرورت پر حق اللہ اور حق العبد دونوں ہے۔ ۳۲۵
وقوع کے بعد طلاق اس معنی میں حق اللہ ہے کہ اس کی شہادت بے مطالبہ ضروری ہے اور بے وجہ شرعی ادائے شہادت میں تاخیر سے فاسق اور مردود الشہادۃ ہے۔ ۳۲۵
شوہر جب ادائے حق زوجہ پر قادر نہ ہو تو طلاق حق العبد ہے۔ ۳۲۵
عورت کی کج خلقی پر اسے طلاق دینا ضروری نہیں بلکہ حتی الامکان نباہ کیا جائے، اگر بضرورت دینی ہی ہو تو صرف ایک طلاق دی جائے۔ ۳۲۸
رجعت میں زبان سے یہ کہہ لینا کافی ہے کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں رکھ لیا۔ ۳۲۸
حاملہ کی عدت بچہ پیدا ہونے پر ختم ہوتی ہے۔ ۳۲۸
شیٔ واحد میں حل وحظر دو جہت سے مجتمع ہونا بعید نہیں۔ ۳۳۰
طلاق کے حلال ومبغوض ہونے کا بیان قرآن و حدیث سے۔ ۳۳۰
بے نمازی عورت کے ادائے مہر پر قادر نہ ہو تب بھی طلاق دینا مستحب ہے۔ ۳۳۱
ماں باپ طلاق کا حکم دیں تو طلاق دینی واجب ہے۔ ۳۳۲
والدین کی نافرمانی حرام ہے۔ ۳۳۲
حرام سے اجتناب واجب ہے۔ ۳۳۲
بے حاجت بے وجہ شرعی طلاق مکروہ، مگر دے گا تو پڑ جائے گی۔ ۳۳۲
حالتِ حیض میں طلاق مکروہ، مگر دے گا تو واقع ہوگی۔ ۳۳۲
طلاق نہ دینے کا اقرار کرکے طلاق دی تو واقع ہے، وعدہ خلافی کا گناہ البتہ ہوگا۔ ۳۳۲
طلاق دینے کے حق کو شوہر شرعاً باطل نہیں کرسکتا۔ ۳۳۲
انت طالق لا یردک قاض سے طلاق رجعی واقع ہوگی۔ ۳۳۳
طلاق کا جب سے اقرار کرے اُسی وقت سے واقع مانی جائے گی نفقہ البتہ آج تک کا اور آج سے عدت کا نفقہ دلائیں گے۔ ۳۳۳
حکم کی دو قسمیں ہیں۔ ۳۳۶
حکمِ دیانت اور حکمِ قضاء کی تفصیل۔ ۳۳۶
عورت کی طرف اضافت اور اس کے نام کے بغیر طلاق دینے میں دیانۃً طلاق واقع نہ ہوگی۔ ۳۳۶
اگر عورت کی طرف اضافت کے قرائن راجح ہوں تو قضاءً طلاق کا حکم ہے پھر بھی شوہر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔ ۳۳۷
"اگر تو زن منی سہ طلاق" اپنی عورت کی نیت کا انکار کرے تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ ۳۳۸
"تیری جیسی مطلقہ ہے" نیت نہیں تو طلاق نہ ہوگی۔ ۳۳۸

Marfat.com

"اگر میری اجازت کے بغیر نکلی تو طلاق کی قسم کھالی ہے" شوہر کا قول معتبر ہے۔ ۳۳۹
"طلاق" کہنے کی صورت میں شوہر سے پوچھا جائیگا کہ یہ کس کی نیت کی ہے۔ ۳۴۰
یک طلاق دو طلاق سہ طلاق کی صورت میں قضاءً بھی طلاق نہیں۔ ۳۴۰
می دہم کی صورت میں شوہر کا قول معتبر ہوگا۔ ۳۴۱
رات میں کہا یک طلاق، دو طلاق، سہ طلاق۔ صبح کو بے اضافت خبر دیا کہ "طلاق دادہ ام" دیانۃً طلاق واقع نہیں۔ ۳۴۲
ترکِ اضافت کی مختلف صورتیں۔ ۳۴۳
وقوعِ طلاق کے لئے لفظ یا نیت میں اضافت ضروری ہے۔ ۳۴۴
لفظ میں وجود اضافت کی تین صورتیں ہیں۔ ۳۴۴
"طلقنی" کے جواب میں مارا اور کہا کہ یہ طلاق ہے تو طلاق واقع نہ ہوگی، اور اگر کہا "یہ تجھے طلاق" تو واقع ہے۔ ۳۴۸
متکلم جب اپنے کلام میں جواب سے الگ بات ذکر کرے تو وہ جواب نہیں رہتا بلکہ الگ کلام مانا جاتا ہے۔ ۳۴۹
جو عرفاً معہود ہو وہ ایسے ہی ہے جیسے موجود لفظاً ہو۔ ۳۵۰
لفظ میں اضافت نہ ہو تو دیانۃً نیت پر مدار ہوگا، اور قضاءً اگر قرائن اضافت پر دلالت کرتے ہوں تو شوہر کا قول قسم کے بعد معتبر ہوگا۔ ۳۵۰
ایک شخص کو لوگوں نے شراب پینے کے لئے بلایا، اس نے جھوٹ کہا کہ میں نے شراب پینے پر طلاق کی قسم کھائی ہے۔ اب شراب پیئے تو طلاق واقع ہوگی۔ ۳۵۳
لفظ میں اضافت نہ ہو اور قرائن بھی نہ ہوں تو شوہر کی نیت پر دارومدار ہوگا۔ ۳۵۳
عورت نے کہا "مجھے گراں خریدا تو بعیب کے ساتھ لوٹا دو"۔ شوہر نے کہا "تجھ کو عیب کے ساتھ لوٹا دیا" نیت طلاق ہے تو واقع ہے، اور اگر صرف اتنا کہا لوٹا دیا، طلاق واقع نہ ہوگی۔ ۳۵۵
بے اضافت طلاق میں اگر قرائن سے طلاق متبادر ہو تو شوہر کا قول قسم کے بعد معتبر ہے۔ ۳۵۸
مبہم اور بے اضافت الفاظ طلاق میں مدار شوہر کے قول پر ہے۔ ۳۵۸
یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔ ۳۵۹
اگر فی الواقع طلاق کی نیت تھی اور ظاہر کیا کہ طلاق کی نیت نہ تھی تو سارا وبال شوہر پر ہوگا۔ ۳۵۹
تین طلاقیں ہو جائیں تو رجعت محال ہے۔ ۳۶۰
ماں نے کہا عورت کو طلاق دے دو، لڑکے نے کہا طلاق طلاق، عورت پر طلاق واقع ہوگئی۔ ۳۶۰
تین طلاقیں ہوگئیں تو بے حلالہ شوہر اول کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ ۳۶۰
نکاح کے پہلے اقرار نامہ لکھا میں الفت کا خرچ چلاؤں گا اور علیم اللہ کی حکم عدولی نہیں کروں گا،

Marfat.com

اور اس کا خلاف کروں تو طلاق، نان نفقہ نہ دینے اور حکم عدولی کرنے پر طلاق نہ ہوگی۔ ۳۶۱

طلاق دینے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ طُہر میں جماع سے پہلے ایک طلاق رجعی دے۔ ۳۶۲

مہر کی کوئی تحریر نہ ہو تب بھی شرعاً مہر مقررہ دینا ہوگا۔ ۳۶۲

عورت کی غیر موجودگی میں طلاق دی تو واقع ہو جائیگی۔ ۳۶۲

تنہائی میں طلاق دی کسی نے نہ سُنی، طلاق واقع ہے۔ ۳۶۲

دل میں طلاق دی واقع نہ ہوگی۔ ۳۶۲

زبان ہلی آواز اپنے کان تک نہیں آئی طلاق واقع نہ ہُوئی تصحیح حروف ضروری ہے۔ ۳۶۳

شوہر نے کہا میں طلاق دیتا ہُوں اگر میرے ساتھ نہ بھیجیں، اگر عورت مراد نہ ہو تو عدم اضافت کی وجہ سے طلاق نہ ہوگی۔ ۳۶۳

اپنی بیوی سے طلاق کی نیت سے کہا غیر سے نکاح کرلے، طلاق بائن پڑگئی۔ ۳۶۵

مجنون، بچے اور فاسد العقل کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ۳۶۵

طلاق تنہائی میں دی اور غلطی سے یہ سمجھ رہا تھا کہ جب تک چار کے سامنے نہ ہو واقع نہ ہوگی، واقع ہوگئی۔ ۳۶۶

عورت نے شوہر کی بے خبری میں کسی اور سے شادی کرلی بچہ پیدا ہُوا شوہر اوّل دعویٰ کرے تو دعویٰ مسموع ہے۔ ۳۶۶

دل میں عورت کو طلاق دی واقع نہ ہُوئی۔ زبان سے کہا اور آواز کان تک پہنچ سکتی تھی مگر کسی وجہ سے نہ پہنچی طلاق ہوگئی۔ ۳۶۶

شوہر تیسری طلاق کا منکر ہے اور ایک کافرہ گواہ اس کی گواہی بالکل معتبر نہیں۔ ۳۶۷

دو طلاق تک رجعی، اس کے بعد ایک بھی دے گا مغلظہ ہو جائیگی۔ ۳۶۷

غصّہ کی حالت میں طلاق ہو جاتی ہے جب نہ عقل زائل نہ ہو۔ ۳۶۷

دو طلاقیں رجعی ہیں عدت میں رجعت اور بعد عدت نکاح ہو سکتا ہے۔ ۳۶۸

حرّہ موطوءہ اور لونڈی کے ایامِ عدت کی تفصیل۔

طریقِ رجعت کیا ہے۔ ۳۶۸

رجعت کا بہتر طریقہ۔ ۳۶۸

عورت کو ایک طلاق دی، دوسروں کے بار بار پُوچھنے پر کہتا رہا "میں نے اپنی عورت کو طلاق دے دی" اگر قسم کھا کر کہے کہ میں نے ہر بار پُوچھنے پر پہلی ہی طلاق کی خبر دی تھی، اس کا قول معتبر ہوگا۔ ۳۶۸

"میرے کام کی نہ رہی" نیت کے ساتھ ایک طلاق بائن ہے۔ ۳۶۹

خلوت صحیحہ پائی گئی تو عدت واجب ہے اگرچہ دخول نہ ہُوا اور اگر خلوت بھی نہ ہُوئی تو عدت ضروری نہیں۔ ۳۶۹

صحتِ خلوت کی بنیاد مانع حقیقی کے معدوم ہونے پر ہے اگرچہ مانع شرعی موجود ہو۔ ۳۷۰

Marfat.com

عدت کا وجوب خلوتِ صحیحہ کے بعد ہے نہ کہ خلوتِ فاسدہ کے بعد۔ ۳۷۰

دورانِ عدت نکاح ہرگز صحیح نہیں ہوتا بلکہ حرام محض ہوگا۔ ۳۷۰

"میں اس کو طلاق دے چکا" تین بار کہنے سے تین طلاقیں ہوئیں، البتہ شوہر گنہگار رہوا۔ ۳۷۱

طلاق میں غصہ کا عذر بیکار ہے کیونکہ طلاق اکثر غصہ میں ہی ہوتی ہے۔ ۳۷۱

طلاق کی مدعیہ عورت کی قسم نامعتبر ہے۔ ۳۷۲

مدعی کا حلف نہیں سنا جاتا بلکہ اس سے گواہ مانگے جاتے ہیں۔ ۳۷۲

مدعی گواہ نہ دے سکے تو مدعا علیہ پر حلف رکھا جاتا ہے۔ ۳۷۲

عورت کو یقین ہے کہ شوہر نے مجھے تین طلاقیں دیں تو اس پر فرض ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو شوہر سے چھٹکارا حاصل کرے۔ ۳۷۳

دل میں طلاق دینے سے واقع نہیں ہوتی۔ ۳۷۳

نابالغ نہ خود طلاق دے سکتا ہے نہ اس کی طرف سے اس کا باپ ولایۃً یا وکالۃً طلاق دے سکتا ہے۔ ۳۷۴

حمل کی حالت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ ۳۷۴

عورت کو حمل ہونا مانع وقوعِ طلاق نہیں۔ ۳۷۵

غصہ کی حالت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے ۳۷۶

حلالہ کی تفصیل۔ ۳۷۶

حالتِ غضب میں طلاق دینے کے بارے میں مولوی عبدالحی صاحب کے ایک فتویٰ کا رد۔ ۳۷۷

ایک جلسہ میں تین طلاقوں کے تین ہونے پر جمہور صحابہ و تابعین و ائمۂ اربعہ کا اجماع ہے۔ ۳۷۷

غصہ جنون کی حد کو پہنچ جائے تو طلاق واقع نہ ہوگی لیکن اس کی تحقیق ضروری ہے کہ واقعۃً عقل زائل ہو چکی تھی۔ ۳۷۸

غصہ کی حالت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ ۳۷۹

کسی نے شوہر سے کہا "اپنی عورت کو طلاق دے دے" اس نے کہا ہاں ہاں، اس کا تفصیلی حکم۔ ۳۷۹

بعض اطرافِ ہند کے بلاد میں فاعل فعلِ متعدی کے ساتھ بھی لفظ "نے" نہیں کہتے، مثلاً تو کہا یا آپ فرمایا بولتے ہیں۔ ۳۸۰

لفظِ نعم (ہاں) خبر کے بعد تصدیق کے لئے اور امر و نہی کے بعد وعدہ کے لئے ہوتا ہے۔ ۳۸۰

طلاق دل میں دینے سے نہیں ہوتی جب تک زبان سے اتنی آواز سے نہ کہے کہ اگر کوئی مانع نہ ہو تو سن سکے۔ ۳۸۱

کسی نے پوچھا "تو نے اپنی عورت کو کیا کیا" اس نے جواب میں اگر یہ کہا "اپنے دل میں طلاق دے دی" طلاق واقع نہ ہوئی۔ اور اگر یہ کہا "اپنے دل سے طلاق دے دی" ایک رجعی واقع ہوئی۔ ۳۸۱

تین طلاق سے عورت نکاح سے بالکل نکل جاتی ہے، تین سے کم میں کچھ الفاظ ایسے ہیں کہ نکاح سے تو باہر ہو جاتی ہے مگر دوبارہ

Marfat.com

نکاح کے لئے حلالہ کی ضرورت نہیں۔ ۳۸۲

غیر مدخولہ ایک ہی طلاق سے نکاح سے باہر ہو جاتی ہے۔ ۳۸۲

طلاق کے جھوٹے اقرار سے طلاق واقع ہو جاتی ہے ۳۸۲

کچہری نے شوہر کو نوٹس دیا کہ ایک ہفتہ کے اندر اپنی عورت کو اگر نہ لے گئے تو تین طلاق۔ اس سے کچھ نہ ہوگا۔ ۳۸۳

صرف گھبراہٹ کا نام جنون نہیں، اس عالم میں طلاق دے گا واقع ہو جائے گی۔ ۳۸۳

عقل زائل نہ ہو تو غصہ کی حالت میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، ایسی تحریر سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ ۳۸۳

جنون کے ثبوت کے لئے گواہانِ عادل یا پہلے بھی جنون طاری ہوتا ہے۔ ۳۸۴

گواہان عادل سے جنون ثابت ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ ۳۸۵

جس کے بارے میں معلوم ومشہور ہو کہ غصہ آتا ہے تو عقل جاتی رہتی ہے، اس کی طلاق بھی اس عالم میں واقع نہ ہوگی۔ ۳۸۵

جبر واکراہ کے ساتھ بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ ۳۸۵

نکاح شیشہ ہے اور طلاق سنگ۔ شیشہ پر پتھر خوشی سے پھینکے یا جبر سے یا خود ہاتھ سے چھوٹ پڑے شیشہ ہر طرح ٹوٹ جائے گا۔ ۳۸۵

اجبار شرعی کی صورت میں اگر صرف تحریر دی زبان سے کچھ نہ کہا تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ ۳۸۵

لوگ کسی کے اصرار کو بھی جبر سمجھتے ہیں حالانکہ یہ جبر نہیں اگر ایسے جبر سے نشہ کی چیز پی اور اس نشہ میں طلاق دے دی تو بالاتفاق طلاق ہو جائے گی۔ ۳۸۶

کسی نے قتل یا قطع عضو کی دھمکی دے کر یا ہاتھ پاؤں باندھ کر شراب پلادی اس نشہ میں طلاق دی واقع نہ ہوگی۔ ۳۸۶

جبراً طلاق دلوائی، استثناء یا کلمۂ نفی آہستہ کہا کہ مکرہ نہ سن سکا قضاءً طلاق ہی ہے دیانۃً طلاق نہیں۔ ۳۸۷

جبر واکراہ کی طلاق سے بچنے کا حیلہ۔ ۳۸۷

مجنون نہ خود طلاق دے سکتا ہے نہ اس کی طرف سے اس کا ولی۔ ۳۸۷

شوہر موجود نہ ہو اور عورت بیقین جانتی ہو کہ شوہر طلاق دے چکا ہے تو عدت کے بعد نکاح کر سکتی ہے لیکن واپس آ کر اگر شوہر نے انکار کیا تو گواہوں کے ذریعہ ثابت کرنا ہوگا۔ ۳۸۸

تین طلاق سے عورت مغلظہ قابلِ حلالہ ہو جاتی ہے، ایسی عورت سے طلاق کی ہمبستری زنا ہے، اگر مسئلہ جانتے ہوئے ایسا کیا تو زانی، اولاد ولد الزنا، اور ترکہ پدری سے محروم۔ اور ایسا شخص قابلِ خلافت وسجادہ نشینی نہیں۔ ۳۸۹

حلالہ کی صورت کیا ہے۔

نابالغہ ونابالغ کا نکاح بذریعہ ولی کے ہو سکتا ہے ۳۹۰

باپ نے نو دس سالہ لڑکی کا نکاح چوبیس سالہ لڑکے سے کر دیا تو درست ہے۔ ۳۹۰

Marfat.com

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر شریف بوقتِ نکاح کیا تھی۔ ۲۹۰

بغیر ولی کے نابالغہ کا اشارۃً یا خود زبان سے صراحۃً ایجاب وقبول کرنا کافی نہیں۔ ۲۹۰

بالغ شوہر نے عورت کو طلاق دی، یہ واقع ہے عورت راضی ہو یا ناراض۔ ۲۹۰

خلوت ہو چکی تو عدت واجب، حیض والی کے لئے تین حیض، ورنہ تین ماہ۔ اگر خلوت نہیں ہوئی تو عدت لازم نہیں۔ ۲۹۱

بے اضافت طلاق میں نیت شرط ہے، بے نیت کہے گا طلاق نہ ہوگی۔ ۲۹۲

"جا، طلاق طلاق طلاق دادم" اگر قسم کھا کر کہہ دے دونوں سے نیتِ طلاق نہ تھی مان لیں گے۔ اگر دونوں پر قسم نہ کھائے یا دوسری بات پر قسم سے انکار کرے تو تین طلاقیں واقع ہوگئیں۔ اگر دوم پر حلف لے کہ "طلاق دادم" بہ نیت نہ تھا اور "جا" پر قسم نہ لے تو حاکم تین طلاق کا حکم دے گا۔ ۲۹۲

دھمکی کی نیت سے طلاق دی واقع ہے۔ ۲۹۵

صریح لفظ محتاج نیت نہیں ہوتا۔ ۲۹۵

ثقہ گواہوں سے طلاق کا ثبوت ہو تو شوہر کے انکار کا اعتبار نہیں۔ ۲۹۵

ایک مجلس میں تین طلاقوں کا ایک ہونا، چاروں اماموں کے مذہب کے خلاف ہے۔ ۲۹۵

وہابیہ کا قدیمی داب۔ ۲۹۵

وہابیہ محمد بن اسحاق کے مقلد ہیں اور انھوں نے امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھی تبرا لکھے ہیں۔ ۲۹۶

امام مالک و امام ہشام بن عروہ تبع تابعین سے ہیں اور امام بخاری سے علم حدیث وعلم فقہ میں بدرجہا افضل ہیں۔ ۲۹۶

ابن اسحٰق دجال وکذاب ہے۔ ۲۹۶

طلاق کے شرعی گواہ موجود ہوں تو شوہر کے قول قسم کسی کا اعتبار نہیں۔ ۲۹۶

عورت طلاق ثابت نہ کرسکے اور بیقین جانتی ہو کہ طلاق دی ہے تو جس طرح ممکن ہو شوہر سے چھٹکارا حاصل کرلے۔ ۲۹۶

باجماع ائمہ اربعہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہیں ۲۹۷

ایک مجلس میں تین دے کر رجعت کی نیت جائز نہیں۔ ۲۹۸

بنیت حلالہ عورت کا بغیر اذنِ ولی کفو میں نکاح کرلینا صحیح ہے۔ ۲۹۸

شوہر ثانی کی طلاق کے بغیر بنیت حلالہ نکاح کرنیوالی کسی اور سے نکاح نہیں کرسکتی۔ ۲۹۸

مطلقہ مغلظہ کو شوہر ثانی نے صحبت کئے بغیر طلاق دے دی تو شوہر اول کے لئے حلال نہ ہوئی۔ ۲۹۸

طلاق کے بغیر عورت کا نکاح کسی اور سے کرانیوالے یا بلا صحبت شوہر ثانی کے طلاق دینے کی صورت میں شوہر اول سے نکاح کرانے والے زنا کے دلال ہیں۔ ۲۹۸

Marfat.com

رضا بالحرام حرام بلکہ بعض دفعہ کفر ہوتی ہے۔ ۳۹۸

حلالہ بغیر وطی زوج ثانی صحیح نہیں۔ ۳۹۸

میاں بیوی میں اصلاح اور مشکل کشائی کی نیت سے کسی کو حلالہ پر راضی کرنا باعثِ اجر و ثواب ہے۔ ۳۹۹

جھوٹی باتیں کہہ کر حق کو ناحق یا ناحق کو حق بنانا یہودیوں کی خصلت ہے۔ ۳۹۹

رسمِ باطل کی پیروی کے لئے حلال و حرام کی پروا نہ کرنا کافروں کی عادت ہے۔ ۳۹۹

لڑکے اور لڑکی کو جب آثارِ بلوغ ظاہر ہوں تو اس وقت سے وہ بالغ ہیں اور اگر آثارِ بلوغ ظاہر نہ ہوں تو پندرہ برس کی عمر پوری ہونے پر بالغ سمجھے جائیں گے۔ ۳۹۹

بالغ کو اپنے نکاح میں ولی کی اصلاً ضرورت نہیں۔ ۳۹۹

بالغہ کو اپنے نکاح میں ولی کی ضرورت نہیں جبکہ نکاح کفو سے ہو یا غیر کفو سے ہو مگر اس کا کوئی ولی ہو ورنہ جب تک ولی قبل نکاح اس غیر کفو کو غیر کفو جان کر صریح اجازت نہ دے گا بالغہ کا نکاح صحیح نہ ہوگا۔ ۳۹۹

مسئلہ شرعیہ محلِ استہزاء نہیں ہوتا، ایسا کرنے والا گنہگار ہے اس پر توبہ فرض ہے۔ ۳۹۹

اقرارِ طلاق سے طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ ۴۰۰

تین طلاق کے بعد عورت ہمیشہ کے لئے حرام ہوجاتی ہے جب تک حلالہ نہ ہو۔ ۴۰۰

عورت کو تین طلاق دے کر عدت میں وطی کرنا زنائے خالص ہے جبکہ اس کی حرمت کا علم ہو۔ ۴۰۰

مسلمانوں کو حرام کار مرد و عورت سے مقاطعہ کرنا لازم ہے۔ ۴۰۰

مطلقہ مغلظہ سے دورانِ عدت وطی کرنے والے پر حد جاری ہوگی۔ ۴۰۰

ایک بہن کی عدت میں دوسری بہن سے نکاح حرام و باطل ہے۔ ۴۰۱

صرف طلاق کا سُن کر عدت میں نکاح پڑھا دینے والے گنہگار ہیں ان پر توبہ فرض ہے۔ ۴۰۱

سید علی ترمذی کی طرف منسوب کی گئی کتاب ارشاد الطالبین کی عبارت کے بارے میں سوال۔ ۴۰۱

جاہلوں سے ذات و صفات کے دقیق مسائل پوچھنا ناجائز ہے۔ ۴۰۳

جو کسی مسلمان کے لئے چاہے کہ کافر ہوجائے اس کے ہونے سے پہلے وہ خود کافر ہوگیا۔ ۴۰۳

مرتدہ اور مرتد کا نکاح جہان بھر میں کسی سے نہیں ہوسکتا جس سے ہوگا محض زنا ہوگا۔ ۴۰۳

عورت مرتدہ ہوجائے تو حلالہ سے چھٹکارا نہیں مسلمان ہوگی تو پھر حلالہ کی ضرورت ہوگی۔ ۴۰۳

حکم علی ترمذی کا نہیں محمد مدنی کا ہے۔ ۴۰۳

ایک جلسہ میں تین طلاقوں کو ایک ماننا جمہور اسلام کے خلاف ابن قیم ظاہری کا مذہب ہے۔ ۴۰۴

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شانِ اقدس میں کلمات گستاخی بکنے والا کھلا رافضی ہے۔ ۴۰۴

تین طلاق کے بعد عورت بغیر حلالہ جائز نہیں۔ ۴۰۶

آیت کریمہ الطلاق مرتٰن کا شانِ نزول۔ ۴۰۷

Marfat.com

تین طلاقیں ایک ساتھ ہوں یا متفرق، ان کے بعد بغیر حلالہ عورت جائز نہیں۔ ۴۰۷
حلالہ کی تفصیل۔ ۴۰۸
مطلقہ حائضہ کی عدت۔ ۴۰۸
مطلقہ صغیرہ اور آئسہ کی عدت۔ ۴۰۸
مطلقہ حاملہ کی عدت۔ ۴۰۸
کفو کسے کہتے ہیں۔ ۴۰۸
غیر کفو میں عورت کا نکاح کس صورت میں جائز اور کس صورت میں ناجائز ہے۔ ۴۰۸
نکاح کے لئے قاضی یا وکیل یا برادری کے لوگوں کی ضرورت نہیں۔ ۴۰۸
مرد و عورت دو گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول کرلیں نکاح ہو جائے گا۔ ۴۰۸
نکاح ثانی کے لئے مرد کو پہلی بیوی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ ۴۰۸
عدت ختم ہونے سے پہلے نکاح کر لیا تو یہ نکاح نہیں زنا حرام ہوا۔ ۴۰۸
دورانِ عدت نکاح کرنے والے سے عورت کو فوراً جدا کر دیا جائے، اگر نہ مانے تو اسے برادری سے خارج کر دیا جائے۔ ۴۰۸
ایک شخص نے کسی عورت کو رکھا اس کی بیٹی کو رکھتا ہے تو وہ اس پر ضرور حرام ہے چاہے بلا نکاح رکھے یا نکاح کر کے۔ ۴۰۸
حرامکار مرد و عورت سے برادری والوں کو مکمل مقاطعہ کرنا ضروری ہے۔ ۴۰۸
نکاح میں حلالہ کی شرط لگانا گناہ ہے اور بے شرط لگائے دل میں ارادہ ہو تو اس پر اجر کی اُمید ہے۔ ۴۰۹
حدیث لعن اللہ المحلل والمحلل لہٗ کا مطلب۔ ۴۰۹
ایک بار میں تین طلاق باجماعِ ائمہ تین ہیں۔ ۴۱۰
ایک مجلس میں تین طلاق کے بعد حلالہ ضروری ہے۔ ۴۱۰
مسئلہ طلاقِ ثلاثہ در مجلس واحد پر اجماع کی تحریر۔ ۴۱۰
پوسٹ کارڈ پر تین طلاق ایک ساتھ لکھی تین واقع ہوگئیں۔ ۴۱۳
تحریری طلاق میں عورت کا حاملہ ہونا یا کسی کو وکیل نہ بنانا منافیِ طلاق نہیں۔ ۴۱۳
کوئی تحریر بے شہادت یا اقرار کاتب مسلّم نہیں ہوسکتی اگرچہ خط اسی کا معلوم ہوتا ہو۔ ۴۱۵
خط خط کے اور مُہر مُہر کے مشابہ ہوسکتی ہے۔ ۴۱۵
تحریر سے طلاق اس وقت پڑتی ہے کہ شوہر کو اقرار ہو کہ تحریر میری ہے۔ ۴۱۵
طلاق کی گواہی میں شوہر اگر موجود ہو تو اس کی طرف اشارہ کر کے اور موجود نہ ہو تو باپ دادا کے نام کا ذکر ضروری ہے، بے اس کے گواہی ناقص ہے۔ ۴۱۵
طلاق میں زبان سے کہنا ضروری نہیں تحریر کافی ہے جبکہ بلا جبر و اکراہ شرعی ہو۔ ۴۱۶
الکتاب کالخطاب۔ ۴۱۶
طلاق دی چھوڑ دیا، صریح طلاق کے الفاظ ہیں۔ ۴۱۶

Marfat.com

"واسطہ نہیں رہا کنایہ ہے، سابقہ دو صریح طلاقیں وقوعِ طلاق کا قرینہ بن جائیں گی۔ ۴۱۶

شوہر نے کاتب سے کہا دستبرداری کی تحریر لکھ دو، اس نے تین طلاقیں لکھ دیں سُن کر اُنھیں عورت کے پاس بھیج دیا، تین طلاقیں واقع ہوگئیں۔ ۴۱۸

ثبوتِ خط کے لئے اس کا اقرار یا گواہانِ عادل کی شہادت درکار ہے۔ ۴۱۸

قرائن سے یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ خط فلاں کا ہے۔ ۴۱۹

خط مشابہ خط اور خاتم مشابہ خاتم ہو سکتی ہے۔ ۴۱۹

عورت کو شوہر کی تحریر ہونے کا اعتبار ہے، اور وہ انکار نہ کرے تو اس کے موافق عمل کر سکتی ہے۔ ۴۱۹

شوہر نے کہا "تجھے تین طلاق اگر کوئی بات پوشیدہ رکھی"۔ "رکھی" میں دو احتمال ہیں یائے مجہولہ و معروفہ۔ اوّل میں اس قول کے بعد کچھ چھپائے گی طلاق پڑے گی، اور ثانی میں چھپایا ہو تو اسی وقت پڑ گئی۔ ۴۱۹

فارغخطی باقاعدہ لکھا کہ میں فلاں ابن فلاں اپنی زوجہ فلاں کو طلاق دیتا ہوں، تو اگرچہ زوجہ کو اس کی اطلاع نہ دی طلاق واقع ہوگئی۔ ۴۱۹

معاہدوں میں دستاویز کا لکھنا حسبِ عرف معاہدے کی تمہید ہوتا ہے نہ کہ تنفیذ۔ ۴۲۰

المشروط عرفاً کالمشروط لفظاً۔ ۴۲۰

عورت سے شوہر نے کہا "تو مہر معاف کر دے تو میں طلاق دوں"۔ اس نے مہر معاف کر دی لیکن شوہر نے طلاق نہ دی۔ مہر معاف نہ ہوا۔ ۴۲۰

طلاق کو شرائط پر موقوف کیا۔ شرائط نہ پائے گئے طلاق واقع نہ ہوئی۔ ۴۲۰

عورت طلاق کی دعویدار ہے گواہی میں اس کے بھائی ہیں اور شوہر غائب ہے، ناکح کا دل عورت کے بیان پر جمے اور عدت گزر چکی ہو تو نکاح کر سکتا ہے۔ ۴۲۱

آج کل عادل شخص کا ملنا دشوار ہے۔ ۴۲۱

عادلہ عورت کا صرف اتنا بیان ہی کہ مجھے طلاق ہوگئی اور عدت گزر گئی جوازِ نکاح کے لئے کافی ہے۔ ۴۲۱

طلاق کے ایک گول مول سوال پر تنبیہ۔ ۴۲۲

تحریری طلاق میں شوہر کا اقرار یا گواہان عادل سے اس کا ثبوت ضروری ہے۔ ۴۲۲

طلاق نامہ میں شوہر کا یہ لکھنا کہ میں نے عدت معاف کی، جاہلانہ بات ہے، اس سے عدت ساقط نہیں ہوتی۔ ۴۲۳

دورانِ عدت عورت سے نکاح باطل ہے۔ ۴۲۳

محلل جب تک نکاح صحیح کے بعد وطی نہ کرے عورت شوہر اوّل کے لئے حلال نہیں ہوتی۔ ۴۲۳

نکاح فاسد و موقوف حلالہ کے لئے کافی نہیں نکاح نافذ ضروری ہے۔ ۴۲۳

گواہوں کے سامنے طلاق دی اب انکاری ہے، اگر گواہ عادل ہوں اس کا انکار نہ سنا جائے گا۔ ۴۲۳

گواہ عادل نہ ہوں اور عورت کے سامنے طلاق

Marfat.com

نہ ہو تو عورت شوہر سے حلف لے اگر قسم کھا کر
طلاق سے انکار کرے تو عورت خود کو اس کی
زوجہ سمجھے، اور عورت کے سامنے طلاق دے کر
مکر گیا اور گواہ نہ ہوں تو عورت ہر ممکن صورت سے
اس سے چھٹکارا حاصل کرے۔ ۴۲۳

جو مطلقہ ثلاثہ تین طلاق دینے والے شوہر سے
کسی طور پر چھٹکارا حاصل کرنے پر قادر نہیں
اور بالکل بے بس ہے وہ کبھی بھی اپنی خواہش
سے اس کے ساتھ زن وشو کا برتاؤ نہ کرے
نہ اس کے مجبور کرنے پر اس سے راضی ہو پھر
وبال صرف شوہر پر ہے۔ ۴۲۴

خطوط سے طلاق کا ثبوت، شوہر کے اقرار یا
گواہانِ عادل کی گواہی پر موقوف ہے۔ ۴۲۴

ثبوت تحریر کے بعد، وقتِ تحریر سے طلاق مانی
جائے گی اور عدت کے اندر جتنی بار خط آیا سب
جدید طلاقیں مانی جائیں گی۔ ۴۲۴

تاسیس اولیٰ ہے بنسبت تاکید کے۔ ۴۲۵

طلاق صریح غیر صریح کو لاحق ہو جاتی ہے۔ ۴۲۵

اگر بعض خطوط سے یہ پتا چلے کہ پہلے کے طلاق کی
خبر دے رہا ہے تو اس کو انشاء نہ قرار
دیں گے۔ ۴۲۵

اگر بذریعہ خط طلاق دینے والا منکر ہو اور شہادت
کافیہ نہ ہو تو اصلاً ثبوت طلاق نہ ہوگا۔ ۴۲۵

شانِ خط ملنا کوئی حجتِ شرعیہ نہیں۔ ۴۲۵

بذریعہ خط طلاق دے کر انکار کرنے والا اگر اس
انکار میں جھوٹا ہے تو اس کا حساب لینے والا خدا
ہے، عورت اس وبال سے پاک اور جدا ہے۔ ۴۲۶

جاہلوں سے فتویٰ لینا حرام اور مخالفانِ دین کی
طرف رجوع کرنا سخت اشد حرام ہے۔ ۴۲۶

عورت پر جب طلاق بائن پڑ گئی عورت نکاح سے
نکل گئی اب شوہر کو رجعت کا کچھ اختیار نہ رہا۔ ۴۲۷

"تو میرے پاس سے چلی جا" حالتِ مذاکرہ میں بھی
نیت طلاق کی ضرورت ہے۔ ۴۲۷

"تجھ کو اختیار ہے جو چاہے کر" حالتِ مذاکرہ
میں نیتِ طلاق کی ضرورت نہیں۔ ۴۲۷

صریح کے بعد بائن طلاق دی تو وہ صریح بھی بائن
ہو جائے گی۔ ۴۲۷

عدت اُسی وقت سے لی جائے گی جب سے طلاق بائن
دی اگرچہ حالتِ حیض میں دی ہو۔ ۴۲۷

تمام احکامِ عدت وقتِ طلاق سے ثابت
ہو جائیں گے۔ ۴۲۷

جس حیض میں طلاق دی وہ عدت میں شمار نہ ہوگا
بلکہ اس کے بعد تین حیض کامل درکار ہوں گے۔ ۴۲۷

طلاق بائن پڑتے ہی مہر واجب الادا ہو گیا۔ ۴۲۷

طلاق دے کر میاں بیوی دونوں منکر ہو جاتیں
تو باہم تعلقات حرام اور جماع زنا ہے۔ ۴۲۷

طلاق کی گواہی کے لئے دعویٰ ضروری نہیں کوئی
دعویٰ نہ کرے تو گواہوں پر فرض ہے کہ معاملہ
قاضی کے سامنے پیش کریں۔ ۴۲۸

قاضی پر لازم ہے کہ حد خالص، طلاق، ایلاء

Marfat.com

اور ظہار میں بغیر دعویٰ بھی شہادت سنے۔ ۴۲۸

حقوق العباد میں قبول شہادت کے لئے تقدم دعویٰ شرط ہے حقوق اللہ میں شرط نہیں۔ ۴۲۸

گواہوں کو طلاق کی تعداد یاد نہ ہو اور شوہر ایک کی قسم کھالے تو اس کی قسم کا اعتبار ہے۔ ۴۲۹

فاسق گواہوں کے ذریعہ دُنیوی کچہری سے ڈگری حاصل کر لینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ۴۲۹

اغوا کرنے والے کو برادری سے خارج کرنا اور اس سے میل جول چھوڑ دینا لازم ہے۔ ۴۲۹

طلاق کے گواہوں میں ایک لڑکا بارہ چودہ سال کا، ایک عورت کی ماں ایک بھاوج اور ایک اجنبی عورت۔ پھر طلاق کی تعداد میں ان کے درمیان اختلاف۔ ان مختلف صورتوں کا حکم۔ ۴۳۰

تنہا عورتوں کی گواہی مقبول نہیں۔ ۴۳۰

فرع کی گواہی اصل کے لئے اور اصل کی گواہی فرع کے حق میں قبول نہیں۔ ۴۳۰

امام صاحب کے نزدیک شہادت میں لفظاً اور معنیً اتفاق ضروری ہے اور صاحبین کے نزدیک جتنے پر اتفاق ہو وُہ ثابت ہے۔ ۴۳۱

اختلافِ شہود موجب رَدِّ شہادت ہے۔ ۴۳۱

شوہر کا انکار طلاق ثقہ گواہوں کی موجودگی میں اصلاً مسموع نہ ہوگا۔ ۴۳۲

بھائی کی گواہی بہن کے حق میں شرعاً قبول ہے۔ ۴۳۲

طلاق کے ثبوت کے لئے دو شرعی گواہ کافی ہیں۔ ۴۳۲

طلاق کی آواز سُنی، دینے والے کو دیکھا نہیں، گواہی نہیں دے سکتے۔ ۴۳۳

فلاں کو طلاق دی۔ "دی" کا لفظ تین بار کہنے سے تین طلاقیں ثابت ہو جائیں گی۔ ۴۳۳

اگر فی الواقع تین طلاق دے دے تو اس پر فرض ہے کہ عورت کو چھوڑ دے اور بغیر حلالہ اس کو ہاتھ نہ لگائے۔ ۴۳۳

مطلقہ ثلاثہ کو حلالہ کے بغیر رکھنے والا شوہر مبتلائے زنا ہوگا اور مستحق عذابِ شدید ہوگا۔ ۴۳۳

جبکہ زید نے تین بار جُدا جُدا یہ الفاظ اپنی زبان سے کہے کہ "میں نے اپنی بی بی کو طلاق دی" اگرچہ دھمکانے جبر و اکراہ سے اگرچہ کہلوانے والا ہندو یا کوئی تھا اس پر تین عدد طلاق ضرور لازم آئی۔ ۴۳۳

مرد نے کہا "میری بیوی کو طلاق ہے" اور اس کی دو یا تین بیویاں ہیں تو ان میں سے ایک کو طلاق ہوگئی اور اس کی تعیین کا اختیار شوہر کو ہے۔ ۴۳۳

دو بیویوں کے شوہر نے خالی الذہن ہو کر کسی لفظ سے کسی عورت کی نیت کئے بغیر اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو لازم نہیں کہ تینوں طلاقیں ایک ہی عورت پر ڈالے بلکہ تفریق کر سکتا ہے یعنی ایک پر ایک اور دوسری پر دو ڈال سکتا ہے۔ ۴۳۴

Marfat.com

ایک شخص کی دو عورتیں ہیں، اس نے کہا "اپنی عورت کو طلاق دی" کسی کی تصریح نہ کی، اس کی مختلف صورتوں کا حکم۔ ۴۳۶

مسئلہ مذکورہ بالا کی کل اٹھاون صورتوں کا تفصیلی بیان اور ان کے احکام۔ ۴۳۶

مذکورہ اٹھاون صورتوں کا حکم چار اصل کلی سے نکل سکتا ہے۔ ۴۳۷

زنِ غیر مدخولہ تفریق طلاق کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ ۴۳۷

مدخولہ جمعاً و تفریقاً تین طلاق تک کی صالحہ ہے۔ زیادہ کی نہیں کہ تین سے آگے طلاق ہی نہیں۔ ۴۳۷

کلام جب تک مؤثر بن سکے گا لغو نہ ٹھہرائیں گے۔ ۴۳۷

ایسا دعویٰ جس میں کوئی حصہ کلام کا لغو جاتا ہو تسلیم نہ کریں گے۔ ۴۳۸

جس کے پاس دو زوجہ ہوں وہ بلا تعیین اپنی عورت کو طلاق دے دے تو اس کو اختیار ہے کہ وہ طلاق جس کی طرف چاہے پھیر دے تعیینِ مطلقہ میں اس کا بیان معتبر ہوگا جب تک اس کے قبول میں کلام کا لغو ہونا نہ لازم آتا ہو۔ ۴۳۸

زید دو طلاق کا اقراری ہے۔ عمرو ہندہ وصفیہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے کہا کہ "تین طلاق دیتا ہوں" ایسی صورت میں طلاق مغلظہ نہ ثابت ہونے کا بیان۔ ۴۴۰

آج کل عدالت شرعیہ مردوں میں کم ہے اور زنان ناقصات العقل میں ثقہ شرعیہ ہندوستان میں شاید گنتی کی ہوں۔ ۴۴۰

جو شخص زید سے عداوت ظاہرہ دنیویہ اس حد تک رکھنے والا ہو کہ اس کے باعث زید کے حق میں متہم ہو تو اس کی گواہی ضرر زید پر قبول نہیں۔ ۴۴۰

انقضاءِ عدت عورت کو اجنبی اور محلیت طلاق سے خارج کر دیتی ہے۔ ۴۴۱

نشہ والے کی بیوی بھاگی وہ اس کے پیچھے گیا مگر اُسے نہ پا سکا اور کہا "سہ طلاق"۔ اگر کہتا ہے کہ بیوی مراد تھی تو طلاق ہوگئی۔ ۴۴۱

"اگر تو زنِ منی یک طلاق دو طلاق سہ طلاق" کہنے سے طلاق ہوگی یا نہیں۔ ۴۴۲

بیوی سے مرد نے کہا "ان خرجت یقع الطلاق" یا یوں کہا "میرے اذن کے بغیر مت نکلنا کیونکہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے"۔ وہ عورت نکلی تو طلاق نہ ہوگی۔ ۴۴۲

مرد طلاق نہ دینے کی قسم کھائے اور عورت طلاق دینے کی، اعتبار شوہر کی قسم کا ہوگا، لیکن عورت جس طرح ممکن ہو چھٹکارا حاصل کرے۔ ۴۴۳

گواہ ثقہ اور عادل ہوں تو شوہر کا انکار کچھ کام نہ دے گا، طلاق ثابت ہو جائے گی۔ ۴۴۴

گواہ ثقہ و عادل نہ ہوں اور شوہر منکرِ طلاق ہو تو اس کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔ ۴۴۴

گواہ شرعی موجود نہ ہوں تو قسم لینے کے لئے عورت کا شوہر منکرِ طلاق سے گھر میں قسم لے لینا

Marfat.com

کافی ہے۔ ۴۴۴

دو طلاقیں فلاں کی لڑکی اور فلاں کہہ کر دیں اور تیسری میں عورت کا نام لیا تینوں طلاقیں واقع ہوگئیں۔ ۴۴۴

مرسوم و معہود تحریر مطلقاً معتبر و موجب وقوعِ طلاق ہے جبکہ بلا اکراہ ہو۔ ۴۴۵

طلاق نامے کی تحریر پر زن و اولیاءِ زن کہاں تک کاربند ہوسکتے ہیں، اس کی تین صورتیں ہیں۔ ۴۴۵

تحریری طلاق نامہ بصیغۂ رجسٹری ہی کیوں نہ ہو شوہر انکار کردے تو ثبوت کے لئے گواہوں کی ضرورت ہوگی۔ ۴۴۵

قاضی حجتِ شرعیہ کے ساتھ فیصلہ کرے گا، نہ مجرد خط کے ساتھ کیونکہ خط خط کے مشابہ ہوسکتا ہے۔ ۴۴۵

شوہر کے اقرار و انکار کا پتا نہ چلے تو عمل غلبۂ ظن پر ہوگا اور اگر شوہر آکر انکار کردے تو یہ غلبۂ ظن کام نہ دے گا۔ ۴۴۵

کافی لرخصۃ العمل اور مغنی حاجت الاثبات میں شرعاً فرق زمین و آسمان کا ہے۔ ۴۴۵

یہ تحریر کہ میری عورت کو کہہ دینا کہ میں نے ایک طلاق اپنی عورت کو دی، تحریر کے وقت سے ہی طلاق واقع ہوگئی چاہے کوئی عورت کو اطلاع دے یا نہ دے۔ ۴۴۷

طلاق رجعی میں ایامِ عدت کے اندر زبان سے رجعت کرسکتا ہے عورت کی رضامندی ضروری نہیں۔ ۴۴۷

طلاق رجعی کی صورت میں عدت گزر جائے تو شوہر عورت کی رضامندی سے بلا حلالہ از سرِ نو نکاح کرسکتا ہے۔ ۴۴۷

دوسرے کی دی ہوئی طلاق جب تک شوہر نافذ نہ کرے محض بے اثر ہوتی ہے۔ ۴۴۷

تحریر سے ثبوت طلاق کے لئے شوہر کا اقرار یا گواہوں سے ثبوت ضروری ہے۔ ۴۴۷

شوہر نے دوسرے کو کہا کہ میری بیوی کو اس کی طلاق کی خبر دے دو یا اس کو کہہ دو کہ وہ طلاق والی ہے یا اس کو لکھ دو کہ وہ طلاق والی ہے تو طلاق فی الحال واقع ہوجائے گی۔ ۴۴۸

"آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ اس کا نکاح کسی دوسرے شخص کے ساتھ کردیں" اس جملہ سے مذاکرہ یا نیت کے ساتھ طلاق پڑجائے گی۔ ۴۴۸

طلاق صریح جب بائن کو لاحق ہو تو بائن ہوجاتی ہے۔ ۴۵۰

خط اس کو سُنا دیں تاکہ طلاق شرعاً اس پر واجب ہوجائے، طلاق معلق ہے۔

میں نے اپنی زوجہ کو علیحدہ کردیا طلاق بائن ہے۔ ۴۵۱

کسی نے پوچھا "اپنی زوجہ ثانیہ کو طلاق دے دی" اس نے کہا "ہاں"۔ یہ نیت طلاق کا بیان ہے۔ ۴۵۱

صریح طلاق میں نیت کی ضرورت نہیں۔ ۴۵۱

طلاق خود تحریر کرنا یا دوسرے کے لکھے ہوئے کو سُن کر اپنے دستخط کردینا ایک ہے۔ ۴۵۱

Marfat.com

خوفِ برادری کہ حدِ اکراہ تک نہ ہو کوئی عذر نہیں۔ ۴۵۱
آج سے اس قدر ماہوار ماہ بماہ دیا کرے گا،
نہ دے تو طلاق واقع ہوگی۔ اس صورت میں
ایک مہینہ گزر گیا اور نہ دیا تو طلاق واقع ہوجائیگی۔ ۴۵۲
شوہر کے خط پر اطمینان ہو کہ اسی کا لکھا ہوا ہے
تو عورت اپنے کو مطلقہ تصور کر سکتی ہے۔ لیکن
پردیس سے آکر انکار کرے تو گواہوں کی ضرورت
ہوگی۔ ۴۵۲
میاں بیوی کے اختلاف کی صورت میں طلاق کے
گواہ عورت کے معتبر ہوں گے۔ اگر گواہ عادل
نہ ہوں تو شوہر سے قسم لے کر فیصلہ کیا جائے گا،
شوہر کے گواہ پیش نہیں ہو سکتے۔ ۴۵۳
زوجہ نے دعوٰی کیا کہ شوہر نے مجھے یہ کہہ کر گھر سے
نکال دیا کہ "میری ماں کی وصیت ہے کہ اگر اپنی
بیوی کو زوجیت میں رکھے گا میں حشر میں دامنگیر
ہوں گی" اس سے طلاق نہ ثابت ہوگی بلکہ اتنا
اگر خود شوہر اقرار کرے تو اس سے بھی طلاق
ثابت نہ ہوگی۔ ۴۵۳
عورت کو گھر سے نکال دینا طلاق نہیں جب تک
زبان سے بنیت طلاق نہ کہے کہ نکل جا۔ ۴۵۳
لفظ "جا" حالتِ مذاکرہ میں طلاق ثابت کریگا
اور اس سے پہلے کی طلاق صریح اس کے لئے
مذاکرہ ہوگی۔ ۴۵۴
طلاق بائن سے عورت فوراً نکاح سے نکل
جاتی ہے۔ ۴۵۵

زبان سے کہا طلاق دیتا ہوں۔ [illegible]
میں تجھ کو طلاق دیتا ہوں، اگر [illegible]
اس مسئلہ کی مختلف صورتوں کے احکام۔ ۴۵۶
شوہر کو شک ہو کہ دو طلاقیں تھیں یا تین، تو دو
ہی سمجھی جائیں گی جب تک گواہوں سے تین
ثابت نہ ہوں۔ ۴۵۷
"میں نے تجھ کو طلاق دی میرے گھر سے نکل جا"
دو بار کہا اور لفظ "نکل جا" سے ایک بار بھی
نیتِ طلاق کی تو تین طلاقیں واقع ہوگئیں۔ ۴۵۷
لفظ "گھر سے نکل جا" رد کا احتمال بھی رکھتا ہے
اس لئے حالتِ مذاکرہ میں بھی نیت کی ضرورت ہے۔ ۴۵۷
عورت کو حرام سمجھنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ لفظ حرام
زبان سے کہے تو طلاق بائن ہوگی نیت کی
ضرورت نہیں۔ ۴۵۸
ایک یا دو طلاق دے کر نکاح کیا تو حل جدید
کے ساتھ نہ لوٹے گی۔ ۴۵۹
ایک مجلس کی تین، تین ہی ہیں۔ ۴۵۹
آنِ واحد میں تین اکٹھی طلاقیں واقع ہونا کسی
آیت و حدیث سے ثابت نہیں تو سیدنا حضرت
عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حکم کہاں
سے لیا اور اس پر اجماع کیسے منعقد ہوگیا۔ ۴۵۹
ایک مجلس میں تین طلاقوں کے وقوع کے منکر
مخالفِ سوادِ اعظم ہیں۔ ۴۵۹
حکمِ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ حکمِ خدا ہے۔ ۴۵۹
حق سبحٰنہ وتعالیٰ نے حقِ عمر میں فرمایا لعلمہ

Marfat.com

الذین یستنبطونہ منکم۔ ۴۵۹

طلاق دے کر گھر میں ڈال لینے کی مختلف صورتوں کے احکام۔ ۴۶۰

دیدہ دانستہ غلط طلاق کی شہرت دینا حرام اور کارِ ابلیس ہے۔ ایسے لوگ تعزیر کے مستحق ہیں۔ ۴۶۰

طلاق بائن میں بے نکاح، اور رجعی میں بعد عدت بے نکاح اور تین میں بے حلالہ عورت سے ملنا حرام قطعی، جتنے لوگ ایسے شخص کے شریک ہوں سب مرتکبِ حرام و فاسق۔ ۴۶۲

فاسق کی امامت ناجائز ہے۔ ۴۶۲

جو فاسق کو امامت پر باقی رکھے گا گنہگار ہوگا۔ ۴۶۲

فاسق قضاءِ شرعی کے عہدہ کا مستحق نہیں ہوتا۔ ۴۶۲

فاسق کی تقلید ناجائز اور اس کا مقلد گنہگار ہے۔ ۴۶۲

قضاء عرف یعنی نکاح خوانی کا عہدہ بھی فاسق کو تفویض نہ کرنا چاہیے۔ ۴۶۲

نکاح خاص امرِ دین ہے اور عمر بھر صدہا احکامِ دینیہ اس پر متفرع ہوتے رہتے ہیں۔ ۴۶۲

فاسق کا امورِ دینیہ میں کچھ اعتبار نہیں، نہ اس پر کسی بات میں اطمینان۔ ۴۶۲

کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق ثلاثہ دے کر اپنی مطلقہ سالی سے نکاح کر لے تو کیا حکم ہے۔ ۴۶۲

غیر محرم عورت کو بلا نکاح اپنے مکان میں رکھنا اور خلوت میں اس کے ساتھ ہونا فسق ہے۔ ۴۶۳

طلاق کے لئے مالکانہ دینے کا جو رواج ہے اس کا لینا اور دینا دونوں حرام ہیں۔ ۴۶۳

بطورِ خلع شوہر کو کچھ رقم دینا جائز ہے چاہے عورت خود دے یا اس کی طرف سے کوئی اور دے۔ ۴۶۴

بکر نے لاعلمی میں غیر کی منکوحہ سے نکاح کیا تو گُنہ گار نہیں۔ ۴۶۴

منکوحۂ غیر سے لاعلمی میں نکاح کرنے والے کی اولاد کا نسب اسی ناکح سے ثابت ہوگا۔ ۴۶۴

خاوند والی عورت سے علم رکھنے کے باوجود نکاح کیا یا لاعلمی میں کیا اور علم آنے پر اس کو چھوڑا نہیں تو یہ زانی ہے۔ ۴۶۴

کسی شخص نے خاوند والی عورت سے جان بوجھ کر نکاح کیا تو اولاد شوہر اوّل کی ہوگی۔ ۴۶۴

غیر کی منکوحہ سے نکاح کرنے والے کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی ہے پڑھ لی تو پھیرنی واجب ہے۔ ۴۶۴

طلاق بائن غیر مغلظہ کی صورت میں شوہر سے عدّت کے اندر بھی نکاح ہو سکتا ہے اور دوسرے سے بعد عدّت۔ ۴۶۵

طلاق بائن ہوتے ہی عورت خود مختار ہو جاتی ہے شوہر اوّل سے نکاح پر مجبور نہیں ہو سکتی۔ ۴۶۵

حلالہ سے بچنے کے لئے مرتد ہونے سے ارتداد کا گناہ الگ رہا اور پھر مسلمان ہونے کے بعد بعد حلالہ بھی ضروری ہے۔ ۴۶۶

Marfat.com

طلاق کے دو مہینہ کے بعد بکر سے نکاح ہوا۔ اٹھارہ سال بعد وہاں سے بھاگ کر خالد کے پاس گئی، اس عورت پر کس کا دعویٰ صحیح ہے، مسئلہ کی مختلف صورتوں کا حکم۔ ۴۶۶

امام اعظم کے نزدیک تین حیض کم از کم ساٹھ دن اور صاحبین کے نزدیک انتالیس دن میں ہو سکتے ہیں۔ (حاشیہ) ۴۶۶

نیت ہو کہ تھوڑے دنوں بعد طلاق دے دوں گا، تو یہ متعہ نہ ہوگا، لیکن ایسی عادت بنانا یا لوگوں کو اس کی ترغیب دینا جائز نہیں۔ ۴۶۷

نکاح متعہ اور نکاح مؤقت صحیح نہیں۔ ۴۶۸

نکاح میں توقیت لفظ سے ہوتی ہے۔ ۴۶۸

بے ضرورت شرعیہ طلاق شرعاً ممنوع ہے۔ ۴۶۸

بے حاجت صحیحہ طلاق مت دو کہ اللہ تعالےٰ بہت چکھنے والے مردوں اور عورتوں کو دوست نہیں رکھتا۔ (الحدیث) ۴۶۸

آیۂ کریمہ محصنین غیر مسافحین میں کون سی ممانعت کی طرف اشارہ ہے۔ ۴۶۹

سیدنا امام حسن مجتبیٰ اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے بارے میں ایک شبہہ کا ازالہ۔ ۴۶۹

ایک وقت چار تک عورتیں رکھنے کی شرعی اجازت ہے اس سے زائد کبھی جمع نہیں ہو سکتیں۔ ۴۶۹

نفس امارہ سختی سے دبتا ہے اور ڈھیل دینے سے زیادہ پاؤں پھیلاتا ہے۔ ۴۶۹

متوفی کی زوجہ کو مہر قطعاً ملے گا۔ ۴۷۰

متوفی کی بیوی مستحق وراثت ہوگی [illegible] آلہ بریدگی یا نامردی کے سوا کوئی مرض شوہر سبب فسخ نکاح نہیں۔ ۴۷۰

ائمہ شافعیہ کے نزدیک جنون، برص مستحکم اور جذام مستحکم سے خیار فسخ نکاح کے حاصل ہونے کا مطلب۔ ۴۷۱

زوجۂ متوفی کا مستحق میراث ہونا نص قرآنی سے ثابت ہے۔ ۴۷۱

متوفی کی اولاد نہ ہو تو اس کی بیوی کو چوتھا اور اولاد ہو تو آٹھواں حصہ بطور میراث ملتا ہے۔ ۴۷۱

وراثت زوجہ ضروریات دین میں سے ہے اور تمام فرق اسلام کا اس پر اجماع ہے۔ ۴۷۱

یہ کہنا کہ زوجیت شرع میں ذریعہ وراثت نہیں صریح کلمۂ کفر ہے۔ ۴۷۱

عروض جذام کو مزیل نکاح سمجھ کر عورت کے استحقاق وراثت کا انکار جہل وسفاہت ہے۔ ۴۷۱

بعد زفاف اگر نکاح فسخ بھی ہو جائے تب بھی پورا مہر لازم الادا ہوتا ہے۔ ۴۷۲

بعد موت شوہر زمانہ عدت یا اس کے بعد کا نان ونفقہ باتفاق مذہب صحیح حنفی وشافعی واجب نہیں۔ ۴۷۲

نکاح فاسد کی معتدہ اور معتدۃ الموت کا نفقہ واجب نہیں ہوتا اگرچہ حاملہ ہو۔ ۴۷۲

ناشزہ کے لئے نفقہ نہیں۔ ۴۷۳

نفقہ اگر مفروضہ بحکم حاکم ہو تو موت احد الزوجین

Marfat.com

سے ساقط ہو جاتا ہے مگر جبکہ نفقہ مفروضہ شوہر سے نہ ملا ہو اور بحکم قاضی شرع عورت نے قرض لے کر خرچ کیا ہو کہ اس صورت میں ذمۂ شوہر پر دین قرار پا کر موت سے ساقط نہیں ہوتا۔ ۴۷۳

بیمار شوہر پر بھی عورت کا نان ونفقہ واجب ہے جبکہ وہ عورت اس کی قید میں رہے۔ ۴۷۵

آوارہ گرد عورت کا نفقہ شوہر کے ذمے لازم نہیں۔ ۴۷۵

عورت کی طرف سے کوئی بات مسقط نان ونفقہ نہیں ہوئی شوہر پھر بھی نفقہ نہ دے تو حاکم شوہر کو مجبور کرے کہ وہ نفقہ دے ورنہ طلاق دے۔ ۴۷۵

شوہر کی رضا سے عورت مہر وغیرہ مال پر خلع کرے تو جائز ہے۔ ۴۷۵

جذامی عورت کے ادائے حقوق پر قادر ہو تو اس پر طلاق واجب نہیں، قادر نہ ہو تو طلاق دے، طلاق واجب ہو اور نہ دے تو جبراً بھی طلاق لی جا سکتی ہے۔ ۴۷۵

بے شوہر کے طلاق دیئے طلاق تحصیلدار کے دیئے نہیں ہوتی۔ ۴۷۶

شوہر بڈھا ہو اور عورت کے ادائے حقوق پر قادر نہ ہو تو اس پر فرض ہے کہ طلاق دے دے مگر عورت بے طلاق دیئے دوسرا نکاح نہیں کر سکتی۔ ۴۷۶

موجودہ کچہریوں کے فیصلہ سے شرعاً طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ۴۷۷

زید نے واقع میں طلاق نہیں دی ہندہ نے جھوٹے گواہ پیش کر کے ڈگری لے لی یا طلاق رجعی دی تھی اور ختم عدت سے پہلے زید نے رجعت کر لی تو ہندہ کو دوسری جگہ نکاح حرام قطعی ہے۔ ۴۷۷

عورت کو دینی، دنیوی، جانی اور جسمانی ضرر کا اندیشہ ہو تو شوہر کے پاس رہنے پر مجبور نہیں کی جائے گی۔ ۴۷۸

ضرر شرعاً واجب الدفع ہے۔ ۴۷۸

اللہ تعالٰی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عورتوں کو ضرر مت پہنچاؤ۔ ۴۷۸

ظالم وجابر شوہر کے پاس عورت کے رہنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ ۴۷۸

شوہر کے ظلم وتعدی کی وجہ سے عورت مجبوراً والدین کے پاس رہے تو نفقہ شوہر پر لازم ہے۔ ۴۷۹

شوہر کسی طرح درست نہ ہو تو اس سے جبراً طلاق حاصل کی جا سکتی ہے ۴۷۹

ترک واجب گناہ ہے جس پر حاکم سزا دے سکتا ہے۔ ۴۷۹

جس معصیت پر حد لاگو نہ ہوتی ہو اس پر تعزیر ہے۔ ۴۷۹

حنفی مذہب میں شوہر کی زیادتی کی صورت میں بے طلاق عورت خود فسخ نکاح کرے ایسا ممکن نہیں۔ ۴۷۹

Marfat.com

فسخ نکاح کی مختلف صورتیں اور ان کے احکام۔ ۴۸۰
وہ صورتیں جن میں فسخ نکاح کے لئے حاجت قضا نہیں ہوتی بلکہ مرد و عورت میں سے ہر ایک پر واجب ہے کہ خود فسخ کر دے۔ ۴۸۰
وہ صورتیں جن میں فسخِ نکاح کیلئے قضاءِ قاضی شرط ہے۔ ۴۸۰
قاضیِ شرع نائبِ شرعِ مطہر ہوتا ہے۔ ۴۸۱
امامت در نماز حق حکام ہے بشرطیکہ وہ مسلمان ہوں۔ ۴۸۱
جنون موجبِ فسخِ نکاح نہیں۔
مقلد قاضی اپنے مذہب کے خلاف حکم نہیں کر سکتا ۴۸۱
قولِ مرجوح پر فتویٰ اور حکم جہل و خرقِ اجماع ہے۔ ۴۸۲
مجتہد صدیوں سے مفقود ہے۔ ۴۸۲
مذاہبِ اربعہ میں سے غیر حنفی قاضی اپنے مذہب کے مطابق فیصلہ کرے یا حنفی قاضی جسے سلطان نے منصبِ قضاء پر مقرر کیا ہو اور اجازت دے رکھی ہو بوقتِ ضرورت قولِ مرجوح پر فیصلہ کر دے تو اس کی قضاء نافذ ہوگی۔ ۴۸۲
مقلد کس صورت میں قولِ مرجوح یا دوسرے امام کے مذہب پر عمل کر سکتا ہے۔ ۴۸۲
مفتی کا قول مرجوح پر فتویٰ باطل ہے نیز کسی دوسرے امام کے مذہب کے مطابق بھی فتویٰ نہیں دے سکتا۔ ۴۸۲
قاضی مقلد مقید بالقضاء بالمذہب کا کسی دوسرے امام کے مذہب پر فیصلہ کرنا باطل ہے۔ ۴۸۲
شوہر کی بیماری اور معذوری بسبب فسخ نکاح نہیں۔ ۴۸۳
تفویض طلاق کی صورت میں اختیار [illegible] رہتا ہے۔ [illegible]
"نہ تو میری زوجہ نہ میں تیرا شوہر" اس جملے سے صاحبین کے نزدیک طلاق واقع نہیں۔ ۴۸۶
طلاق لفظ سے ہے دل کا تصور کچھ نہیں۔ ۴۸۷
وعدہ اور طلب مشورہ سے طلاق نہیں ہوتی۔ ۴۸۷
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں نفقہ نہ دینے پر تفریق نہیں ہے بلکہ ادائے نفقہ پر قادر نہ ہونے پر۔ ۴۸۷
مسئلہ عنین کی تفصیل۔ ۴۸۷
جو مرد عورت کا حق ادا نہیں کر سکتا اس پر طلاق دینا فرض ورنہ گنہگار و مستحق عذاب ہوگا۔ ۴۸۷
زندگی شوہر میں بے وقوع طلاق اگر عورت دوسرے شخص سے نکاح کر لے تو مردود ہوگا۔ ۴۸۸
جنون کی بنیاد پر موجودہ کچہریوں کے حاکم کا نکاح فسخ کرنا باطل ہے۔ اس مسئلہ کے تفصیلی دلائل۔ ۴۸۸
امام قاضی خاں اسی قول کو مقدم رکھتے ہیں جو راجح و معتمد ہو۔ ۴۸۸
علامہ ابراہیم حلبی اسی قول کو تقدیم دیتے ہیں جو مؤید ہو۔ ۴۸۹
زوجین میں سے کسی کو دوسرے کے عیب کی وجہ سے نکاح فسخ کرنے کا اختیار نہیں۔ ۴۸۹
احد الزوجین کو خیارِ عیب حاصل نہ ہونے کے مذہب کے لئے سات وجوہِ ترجیح۔ ۴۹۰

Marfat.com

مذہبِ امام، امامِ مذاہب ہے جس سے بلاوجہ عدول ہرگز جائز نہیں۔ ۴۹۰

امام ابویوسف اعظم ارکان مذہب ہیں۔ ۴۹۰

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کے بعد امام ابویوسف کا قول مرجح ومقدم ہے۔ ۴۹۰

متون کی جلالتِ شان کو کوئی کتاب نہیں پہنچ سکتی۔ ۴۹۰

علماء کی تصریح کے مطابق شروح فتاوٰی پر مقدم ہیں۔ ۴۹۱

قاعدہ یہ ہے کہ عمل اس قول پر ہوگا جس پر جزم واعتماد کرنے والے کثیر ہوں۔ ۴۹۱

امام قاضی خاں کی ترجیح اوروں کی ترجیح پر مقدم ہے۔ ۴۹۱

امام قاضی خاں فقیہ النفس ہیں۔ ۴۹۱

جو متون وشروح میں ہے وہ اس پر مقدم ہے جو فتاوٰی میں ہے۔ ۴۹۲

مسئلہ جنون پر روایت خلاف کی تردید، اس روایت میں بھی روز مرافعہ سے ایک سال کلی کی مہلت دینی ضروری ہے۔ ۴۹۲

مہلت کے بعد عورت کے دعوٰی ثانیہ تک بدستور میاں بیوی رہیں گے۔ ۴۹۲

دوبارہ دعوٰی پیش ہونے پر قاضی عورت کو اختیار دے گا۔ اسی مجلس میں اپنے نفس کو اختیار کیا تو قاضی تفریق کر دے گا ورنہ اختیار باطل ہوگا۔ ۴۹۲

دیانات اور مذہبی معاملات میں فاسق وغیر مسلم کی بات معتبر نہیں۔ ۴۹۴

تفریق حاکم طلاق بائن ہوتی ہے۔ ۴۹۴

طلاق میں حائضہ کے لئے تین حیض کی عدت فرض ہے۔ ۴۹۴

نامرد کا نکاح صحیح ہوجاتا ہے اور طلاق ہو تو عورت مہر پائے گی۔ ۴۹۵

ثبوتِ نامردی کے لئے محض سندِ ڈاکٹر ناکافی ونامعتبر ہے۔ ۴۹۵

نامرد کا نکاح جائز ہے اگر ہمبستری میں عورت کے حق ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو اس پر فرض ہے کہ فوراً طلاق دے دے۔ ۴۹۶

تنہائی میں یکجائی ہوئی تو عدت بھی بعد طلاق واجب ہوگی۔ ۴۹۶

نامرد کا نکاح جائز، عورت کے دعوٰی نامردی پر ہی فسخِ نکاح کا حکم نہ ہوگا۔ ۴۹۶

مرد ادائے حقوقِ زوجیت پر قادر نہ ہو تو طلاق دینا فرض ہے۔ ۴۹۶

نامرد شوہر اگر طلاق نہ دے تو عورت اور مرد کسی فقیہ عالم کو پنچ مقرر کریں۔ ۴۹۷

مسئلہ تفریق عنین کی تفصیل۔ ۴۹۷

اسلام میں ضرر اور ضرار نہیں۔ ۴۹۹

اگر مرد پنچ مقرر کرنے بھی راضی نہ ہو تو عورت وہاں کے اعلم علماء بلد کے یہاں شوہر کے نامردی کا دعوٰی پیش کرے۔ ۵۰۰

Marfat.com

مسئلۂ تفریق کی تفصیل۔ ۵۰۱

نامرد نے عورت کو طلاق دے دی، اب کچہری میں نالش عدم طلاق کی کرتا ہے گنہگار رہے ہاں اگر عدت باقی تھی اور رجعت کی نالش کرتا ہے مسموع ہے۔ ۵۰۲

مذہبِ حنفی میں عیب احد الزوجین سے دوسرے کو فسخ نکاح کا اختیار نہیں، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اختیار ہے مگر یہ خلافِ مذہب ہے، بایں ہمہ ضرورت واقعیہ ہو تو امام محمد کے قول پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ ۵۰۳

عیبِ احد الزوجین سے حصول خیار کی صورت میں مسئلہ امام محمد کی تفصیل۔ ۵۰۴

عیب کی وجہ سے تفریق بے حکم حاکم شرع نہیں ہو سکتی۔ ۵۰۶

جہاں قاضی شرع نہ ہو وہاں جو عالم دین تمام اہلِ شہر میں فقہ کا اعلم ہو وہ حاکم شرعی ہے۔ ۵۰۶

نامرد ادائے حق زوجہ پر قادر نہ ہو تو اس پر فرض ہے کہ طلاق دے دے، اگر مرد ظلماً طلاق نہ دے تو عورت مسئلہ کو قاضی کے سامنے پیش کرے اور وہ مسئلۂ تفریق پر عمل کرائے۔ ۵۰۶

تفریقِ حاکم سے طلاق بائن ہو جاتی ہے۔ ۵۰۷

جہاں قاضیِ شرع نہ ہو وہاں تفریق بین الزوجین کی کیا صورت ہوگی۔ ۵۰۷

ایک بار بھی ہمبستری ہو چکی تو دعویٰ عنینیت کا حق نہیں پہنچتا، ۵۰۸

اس صورت میں زید پر البتہ واجب ہے کہ ادائے حق پر قادر نہ ہو تو طلاق دے دے۔ ۵۰۸

ایک اور مسئلہ عنین۔ ۵۰۸

ثبوتِ نامردی کے بعد مرد کو سال بھر کامل کی مہلت دی جائے گی، اگر اس میں عورت پر قادر ہو گیا فبہا، ورنہ پھر عورت کے دعویٰ کرنے اور اب بھی نامردی ثابت ہو جانے پر حاکم عورت کو اختیار دے گا کہ چاہے شوہر کے پاس رہنا مانے یا جدائی اگر وہ فوراً کہے گی کہ جدائی چاہتی ہوں تو دونوں میں تفریق کر دے گا۔ ۵۰۸

مفقود الخبر کی بیوی شوہر کی عمر ستر سال ہونے تک انتظار کرے۔ ۵۰۹

زوجۂ مفقود الخبر کے بارے میں امام احمد، امام شافعی اور امام مالک کے مذہب کا بیان۔ ۵۰۹

مفقود الخبر کی زوجہ کے بارے میں امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا فرمان۔ ۵۰۹

ضرورتِ صادقہ میں کسی امام کی تقلید صرف اس مسئلہ میں ان کے مذاہب کی رعایت کے ساتھ کی جا سکتی ہے۔ ۵۱۰

شوہر نے اپنے طور پر عورت کو مار ڈالا مگر وہ بچ گئی، اس سے طلاق یا تفریق نہ ہوگی۔ ۵۱۰

حنفیہ کے نزدیک غیبتِ زوج یا عسرت کے سبب عدم ادائے نفقہ باعثِ تفریق نہیں۔ ۵۱۰

عورت کا اندام نہانی ناقابلِ ادخال تھا بعد از نکاح کبھی شوہر و زن میں مجامعت نہ ہو سکی اور نہ کوئی اولاد ہوئی اب وہ عورت فوت ہو گئی اس عورت

Marfat.com

کے کیا کیا حقوق شوہر پر عائد ہو سکتے ہیں۔ ۵۱۱

عورت کے عیب کے سبب شوہر کو دعویٰ فسخ نہیں۔ ۵۱۱

باب الکنایۃ

۵۱۳

○ رحیق الاحقاق فی کلمات الطلاق

(طلاق کے کنائی الفاظ کے بیان میں) ۵۱۳

بائن وہ طلاق ہے جس کے سبب عورت فوراً نکاح سے نکل جائے۔ ۵۱۳

طلاق بائن کی پہلی صورت۔ ۵۱۳

طلاق بائن کی دوسری صورت۔ ۵۱۴

طلاق بائن کی تیسری صورت۔ ۵۱۴

طلاق بائن کی چوتھی صورت۔ ۵۱۵

ان چاروں صورتوں میں کسی لفظ کی تخصیص نہیں سب الفاظ کا ایک ہی حکم ہے۔ ۵۱۵

طلاق بائن کی پانچویں صورت۔ ۵۱۵

اس صورت پنجم کے لئے کچھ الفاظ مقرر ہیں۔ ۵۱۵

طلاق رجعی میں عدت کے اندر رجعت کا اختیار دیا جائیگا ۵۱۵

طلاق بائن کے بعض الفاظ۔ ۵۱۵

ایک سو پچیس [125] صورتیں جن میں اگر طلاق کی نیت ہو تو طلاق بائن پڑجائے گی۔ ۵۱۵

پینتیس صورتیں جن میں بلا حاجت نیت طلاق بائن کا حکم دیا جائے گا۔ ۵۲۷

طلاق رجعی کے بعض الفاظ۔ ۵۳۲

تہتر صورتیں جن میں بے حاجت نیت طلاق رجعی پڑتی ہے ۵۳۲

بیس صورتیں جن میں اگر نیت ہو تو طلاق رجعی پڑے گی اور اگر نیت نہ ہو تو کچھ نہیں۔ ۵۴۹

طلاق میں بارہ ۱۲ صورتیں منع ہیں یعنی مرد اُن کے خلاف سے گنہگار ہو گا مگر طلاق تو بہر حال پڑجاتی ہے جب تک عورت پر قید نکاح یا عدت اور مرد کے ہاتھ میں کوئی طلاق باقی ہے۔ ۵۵۲

فہرست الفاظ طلاق۔ ۵۵۶

ان سب صورتوں میں اگر نیت طلاق ہو تو طلاق بائن پڑجائے گی۔ ۵۵۶

میں نے تجھے تیرے ہاتھ بیچا کنایہ طلاق ہے اگر کسی عوض کا ذکر نہ کرے اور عورت کے اس کہنے کی بھی حاجت نہیں کہ میں نے خریدا۔ (حاشیہ) ۵۵۸

فقط میں جدا ہوں یا ہوا کافی نہیں، اگرچہ بہ نیت طلاق کہے۔ (حاشیہ) ۵۵۸

اگر کہا میں نے تجھے تیرے بھائی، ماموں، چچا یا کسی اجنبی کو دے دیا تو کچھ نہیں۔ (حاشیہ) ۵۵۸

"مجھ میں تجھ میں کچھ نہ رہا" کہنے سے کچھ نہیں ہوتا اگرچہ نیت طلاق کرے۔ (حاشیہ) ۵۵۸

شوہر نے بیوی کے فارغخطی کے مطالبے پر لکھ بھیجا کہ میری طرف سے تین مرتبہ فارغخطی ہے تو تین طلاقیں ہوگئیں۔ ۵۵۹

جب زید نے تین طلاقیں دے دیں تو مطلقہ کا اس کے پاس جانا حرام محض ہے۔ ۵۵۹

مطلقہ ثلثہ کا شوہر اول سے بلا حلالہ نکاح نہیں ہو سکتا۔ ۵۵۹

لفظ فارغخطی معنیٰ طلاق میں صریح ہے۔ ۵۵۹

Marfat.com

صریح محتاجِ نیت نہیں ہوتا۔ ۵۵۹
طلاق کے بارے میں کون سا لفظ صریح اور کونسا
کنایات میں سے ہوتا ہے۔ ۵۵۹
خط میں لکھا کہ "تجھے فارغخطی دی" تو لکھتے ہی ایک
طلاق واقع ہوگئی، اور اگر یہ لکھا کہ "خط پہنچے تو تجھے
فارغخطی" تو خط پہنچنے پر طلاق ہوگی۔ ۵۶۰
ایک دفعہ طلاق تحریری دی دوبارہ پھر طلاق
تین لکھ بھیجی۔ اگر پہلے طلاق کی عدت ختم ہوچکی ہے تو یہ
واقع نہ ہوگی ورنہ یہ سب واقع ہوں گی۔ ۵۶۰
"تو مجھ پر حرام ہے" کہنے سے طلاق نیت پر موقوف
نہیں ہوتی اگرچہ طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔ ۵۶۰
فارغ خطی عرف میں طلاق صریح ہے کہ عورت
کی طرف اس کی اضافت سے طلاق ہی مراد و
مفاد ہوتی ہے۔ ۵۶۰
جو لفظ عرف میں طلاق کے لئے غالب الاستعمال
ہو وہ طلاق کے لئے صریح ہوگا چاہے کسی لغت
کا ہو۔ ۵۶۰
صحیح یہ ہے کہ "طلاق لے" طلاق صریح ہے۔ ۵۶۱
تاسیس تاکید سے اولیٰ ہے۔ ۵۶۱
طلاق بصورت تحریر کی مختلف اشکال کا حکم۔ ۵۶۱
بیوی کو کہا "تو میرے کام کی نہیں" تو بہ نیتِ
طلاق، طلاق بائن واقع ہوجائے گی۔ ۵۶۱
طلاق رجعی صریح، بائن کو لاحق ہوجاتی ہے۔ ۵۶۲
اگر اپنی بیوی کو کہا "تو مجھ پر حرام ہوچکی" تو بلانیت
طلاق واقع ہوگی کیونکہ یہ صریح ہے مگر یہ بائن کو
لاحق نہیں ہوگی اور نہ اس کو بائن لاحق ہوگی
کیونکہ یہ بائن ہے۔ ۵۶۲
طلاق رجعی بائن کو لاحق ہونے سے بائن ہوجاتی ہے ۵۶۲
اقرار بالطلاق قضاءً طلاق ہے۔ ۵۶۳
"مانگتا نہیں" الفاظِ طلاق میں سے نہیں۔ ۵۶۳
فارغ خطی کے اصلی معنی اور باب طلاق میں اس کے
استعمال اور معنیٰ کی تشریح۔ ۵۶۴
مرد جس کو اپنی عورت کے طلاق کا اختیار دے، یہ اختیار
اسی مجلس تک باقی رہے گا۔ ۵۶۴
مُفَوَّض مملک ہوتا ہے۔ ۵۶۶
مُمَلَّک اپنی مرضی سے کام کرتا ہے مُمَلِّک کی مرضی
کا پابند نہیں ہوتا۔ ۵۶۶
وکیل بالطلاق دوسرے کو وکیل نہیں بنا سکتا۔ ۵۶۶
فضولی کے طلاق کا نفاذ شوہر کی اجازت پر موقوف
ہوتا ہے، اجازت کی مختلف شکلوں کا بیان۔ ۵۶۶
تحریرِ طلاق کی تنفیذ کے لئے حرف بحرف پڑھوا کر
سُننا ضروری نہیں، مضمون پر مطلع ہونا کافی ہے۔ ۵۶۷
طلاق نامہ کے مضمون پر مطلع ہوئے بغیر مہر یا
دستخط کر دئے، طلاق واقع نہ ہوگی۔ ۵۶۸
"طلاق دے کر فارقتی دیتا ہوں" اس جملہ سے
دو طلاق واقع ہوئیں۔ ۵۶۹
لفظ فارغخطی جہاں کے محاورہ میں صریح ہو صریح ہے
ورنہ اس سے بائن طلاق واقع ہوگی۔ ۵۶۹
دو رجعی طلاقیں ہوں تو عدت کے اندر رجعت
کرسکتا ہے، تین طلاقیں ہوجائیں تو بلا حلالہ

Marfat.com

عدت شوہر نقل کے لئے جائز نہیں، اور وہ طلاقیں بائن ہوں تو عورت نکاح سے نکل گئی مگر اس کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے چاہے مدت گزر چکی ہو یا نہیں۔ ۵۶۹

"چھوڑتا ہوں" کا لفظ صریح ہے تین بار کہا تو طلاق مغلظہ واقع ہوں۔ ۵۰۰

دینیات پر اہلِ علم حوالہ طلب نہیں کیا کرتے جاہل کا حوالہ ڈھونڈ مع عبارت طلب کرنا سوءِ ادب ہے ۵۰۰

خسر و داماد میں لڑائی کے دوران داماد کہے کہ اگر تم کل پھڑواتے ہو تو میں آج ہی چھوڑتا ہوں" اس سے ایک طلاق رجعی ہو جائے گی۔ ۵۰۰

"دوسرے سے نکاح کر دو" بنیت طلاق کہا تو طلاق بائن واقع ہوگی اور عدمِ نیت کے بارے میں شوہر کا قول بقسم معتبر ہوگا۔ ۵۰۰

"چھوڑ دیا میرے کام کی نہیں" سے دو بائن طلاقیں واقع ہوں گی۔ ۵۰۱

طلاق بائن کے بعد عورت دوبارہ نکاح پر راضی نہیں تو اس پر جبر نہیں کیا جا سکتا۔ ۵۰۱

"میں نے تجھے چھوڑ دیا" صریح ہے اور "تو میرے کام کی نہیں ہے" کنایہ ہے۔ ۵۰۱

بائن جب رجعی کو لاحق ہو تو اس کو بھی بائن بنا دیتی ہے ۵۰۱

"تمہارا جہاں جی چاہے چلی جاؤ، دوسرا خاوند کر لو" یہ الفاظ کنایہ کے ہیں ان سے وقوعِ طلاق کے لئے نیت شرط ہے۔ ۵۰۲

"صفائی دے دیا" یہ لفظ کنایہ ہے نیت ہو تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی۔ ۵۰۲

بائن کو بائن لاحق نہیں ہوتی۔

شوہر قسم کھا کر عدمِ نیتِ طلاق کا قول کرے تو مان لیا جائے گا اور قسم لینے کے لئے قاضی یا پنچ کی ضرورت نہیں، خود عورت بھی شوہر سے یہ قسم لے سکتی ہے۔ ۵۰۳

"لا دعویٰ" کا لفظ عربی لفظ انتِ مجارۃ کا ہم معنی ہے نیت ہو تو طلاق بائن ہوگی۔ ۵۰۴

شوہر عدمِ نیتِ طلاق پر قسم کھانے سے انکار کرے تو عورت معاملہ قاضی کے سامنے پیش کرے وہ انکار کی صورت میں تفریق کر دے گا۔ ۵۰۵

لفظ "لا دعویٰ" سے شوہر نے طلاق کی نیت کی نفی اور اب جھوٹی قسم کھالی تو عند اللہ طلاق ہو گئی مگر اس کا وبال شوہر پر ہے عورت پر کوئی الزام نہیں۔ ۵۰۵

لفظ "لا دعویٰ" کا سوال مکرر۔ ۵۰۵

"وہ میری بیوی نہیں، مجھ کو اس سے غرض نہیں" یہ الفاظ طلاق میں سے نہیں، نیتِ طلاق ہو تب بھی ان سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ ۵۰۶

"وہ میری بیوی نہ رہی، وہ میرے نکاح سے باہر ہے، میرے کام کی نہ رہی" یہ الفاظ کنایہ کے ہیں۔ ۵۰۷

عوام کا یہ گمان غلط ہے کہ عورت بے اجازتِ شوہر گھر سے چلی جائے تو نکاح سے نکل جاتی ہے ۵۰۸

طلاق بائن بائن کو لاحق نہیں ہوتی مثلاً کہا

Marfat.com

انت بائن، پھر کہا انت بائن، تو ایک ہی طلاق بائن ہوگی۔ ۵۷۸

عدم نیت کے بارے میں شوہر کا قول بالقسم معتبر ہے ۵۷۸

جبر واکراہ در بارۂ نکاح مخل صحت ونفاذ ولزوم نہیں۔ ۵۷۹

مکرہ کے تمام تصرفات قولیہ منعقد ہوتے ہیں۔ ۵۸۰

مکرہ کا نکاح، عتاق اور طلاق لازم ہے۔ ۵۸۰

"میں بے شادی شدہ ہوں، میرا نکاح کسی سے نہ ہُوا، وطن میں میرا کسی سے سروکار نہیں۔" یہ سب الفاظ طلاق میں سے نہیں۔ ۵۸۰

عورت بغداد میں ہے شوہر نے کہا بغداد کی ساری عورتیں مطلقہ ہیں، اگر اپنی عورت کی نیت نہ کی طلاق واقع نہ ہوگی۔ ۵۸۱

لفظ وطن لفظ بلد وقریہ سے عام ہے۔ ۵۸۱

"میں نے تجھے آزاد کیا" بشرطِ نیت طلاق بائن واقع ہوگی، اور تین کی نیت سے کہا تو تین ہوں گی۔ ۵۸۲

"چھوڑنا" طلاقِ صریح کا لفظ ہے "جہاں چاہے چلی جا" کنایہ ہے۔ دونوں لفظ کہے تو پہلے والا صریح بعد والے کنایہ کے لئے قرینہ بن جائے گا۔ ۵۸۳

اپنی بیوی کو بہن کہا، نہ ظہار ہے نہ طلاق۔

"چھٹی دی" کا لفظ حالتِ غضب میں طلاق کے لئے ہی ہے۔ ۵۸۴

"جو شخص شریعتِ مطہرہ کے فتوٰی پر عمل نہ کریگا گنہگار و مستحقِ سزاو عذاب ہے۔ ۵۸۵

"آزاد کیا" نیتِ طلاق سے کنایہ ہے، یہ لفظ تین دفعہ کہا ایک واقع ہوگی دو لغو ہونگی۔ ۵۸۵

طلاق بائن کے بعد زن ومرد اگر راضی ہوں تو شوہر عدت کے اندر یا بعد عدت نکاحِ جدید کرسکتا ہے۔ ۵۸۵

بائن بائن کو لاحق نہیں ہوتی اگر اس کو خبر قرار دینا ممکن ہو۔ ۵۸۵

ایک طلاق کے بعد صرف غیر مدخولہ مزید طلاق کی محل نہیں رہتی۔ ۵۸۵

جب تک عدت نہ گزرے زنِ مدخولہ طلاق مفرق ومجموع سب کی محل ہے۔ ۵۸۵

لفظ "حرام" بوجہ عرف ملحق بالصریح ہے ۵۸۶

تم نے ایسا کہا "لہٰذا وہ مجھ پر حرام ہے" اس کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ اُس فعل کو سببِ حُرمت سمجھتا ہے اگر یہی مراد ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ ۵۸۶

یہ جہال کا خیال ہے کہ عورت بے اجازتِ شوہر گھر سے نکلے تو نکاح سے نکل جاتی ہے۔ ۵۸۶

بنائے باطل پر اقرارِ طلاق محض لغو ہے۔ ۵۸۶

"ہم تجھ کو نہ رکھیں گے زمانۂ مستقبل کے لئے وعدہ ہے۔ اگر صریح لفظ "طلاق دیں گے" ہو تب بھی طلاق واقع نہ ہوگی۔ ۵۸۸

فارسی زبان میں لفظ "طلاق می کنم" کہا تو طلاق ہوجائے گی، اور اگر "طلاق کنم" کہا تو نہیں ہوگی۔ ۵۸۸

Marfat.com

لفظ "میکنم" محض حال کے لئے اور لفظ "کنم" محض مستقبل کے لئے، جبکہ عربی میں لفظ "اطلق" حال واستقبال میں دائر ہے۔ ۵۸۸

"ہمارے قابل نہ رہی" کنایہ کے الفاظ میں سے ہے لیکن حالتِ غضب میں سبّ وشتم کے لئے بھی ہوسکتا ہے اس لئے وقوعِ طلاق کے لئے نیت بہر حال ضروری ہے۔ ۵۸۹

عورت کو نکال دینا اور کپڑے وغیرہ چھین لینا دلیلِ غضب ہے نہ کہ دلیلِ طلاق۔ ۵۸۹

شوہر "نہ رکھیں گے ہمارے قابل نہ رہی" کہہ کر چلا گیا، صرف اتنی بات سے عورت کو نکاح ثانی ہرگز جائز نہیں۔ ۵۸۹

مفقود الخبر کی بیوی کو بے ظہورِ طلاق یا وضوحِ موت حقیقۃً یا حکماً ہرگز نکاح ثانی جائز نہیں۔ ۵۸۹

"مجھے تجھ سے کام نہیں" الفاظِ طلاق میں سے نہیں، ۵۸۹

"جس سے چاہے مباشرت کر، جسے چاہے خاوند بنا، مجھ سے تجھ سے تعلق نہ رہا" یہ تینوں الفاظ کنائی ہیں۔ تیسرے کے لئے حالتِ غضب میں نیت کی ضرورت نہیں۔ ان تینوں لفظوں کی مختلف صورتوں کا حکم۔ ۵۹۰

"مجھے اس سے کام نہیں، میں اس کو نہیں رکھوں گا، رکھوں تو اسی کا دودھ پیوں" یہ الفاظ طلاق کے نہیں ہیں۔ ۵۹۲

مرد نے کہا کہ اگر بیوی کو گھر میں رکھوں تو اسی کا دودھ پیوں" یہ نہ تو ایلاء ہے اور نہ ہی قسم، لہٰذا کفارہ لازم نہیں۔ ۵۹۲

بیوی کا دودھ پینا حرام ہے۔ ۵۹۳

اگر کوئی یوں کہے کہ "اگر میں یہ کام کروں تو میں زانی، چور یا شرابی ہوں" تو حالف نہیں ہوگا۔ ۵۹۳

الفاظ کنائی متعلق ایک فتویٰ کی تنقید۔ ۵۹۳

"تو میرے مکان سے نکل جا" کنایاتِ طلاق سے ہے بہ نیتِ طلاق اس سے طلاقِ بائن ہوجائے گی۔ ۵۹۴

شوہر نے بہ نیت طلاق کہا کہ "تو اب کوئی شوہر کرلے" تو طلاق بائن واقع ہوگی۔ ۵۹۴

"مجھ کو تجھ سے کچھ واسطہ نہیں" یہ لفظ کنایاتِ طلاق سے ہے کہ بشرطِ نیت اس سے طلاق بائن ہوتی ہے۔ ۵۹۴

طلاق بائن کے بعد بے تجدیدِ نکاح مباشرت عورت سے حرام ہے۔ ۵۹۵

اضافت صریحہ نہ ہو تو مدار شوہر کی نیت پر ہے۔ ۵۹۶

لفظ "آزاد کیا" سے طلاق بائن ثابت ہوجاتی ہے۔ ۵۹۷

عام حالت میں وقت تحریر نوٹس سے طلاق مانی جائے گی۔ ۵۹۷

کون سی عدت کا عورت نفقہ پاتی ہے اور کونسی عدت کا نہیں پاتی۔ ۵۹۸

تطفل علی الخیریہ۔ ۵۹۸

"مجھے تجھ سے سروکار نہیں" لفظِ طلاق میں سے نہیں۔ ۶۰۰

Marfat.com

شوہر نے کہا کہ "میرے قول مجھے تجھ سے کو سروکار نہیں، کو طلاق سمجھو" اس سے بھی طلاق نہ ہوگی۔ ۶۰۱

جو شرعاً معتبر نہ ہو اس کو معتبر بنانا کسی کے بس میں نہیں۔ ۶۰۲

سوئے ہوئے شخص کی طلاق واقع نہیں ہوتی اگرچہ کہے کہ "میں نے اس کو واقع کیا۔ ۶۰۲

مرد نے بیوی سے کہا "تو یہ گمان کرلے کہ تو طلاق والی ہے" تو طلاق نہ ہوگی۔ ۶۰۲

"کسی مصلحت سے اپنی عورت کی زوجیت سے انکار کیا تو جھوٹے حلف پر گنہگار رہوا۔ عورت کا نکاح باقی ہے اور ترکہ سے محروم نہ ہوگی۔ ۶۰۳

یمین غموس پر کفارہ لازم نہیں ہوتا۔ ۶۰۴

"تو میرے نکاح سے باہر ہے" حالتِ غضب میں طلاق بائن واقع ہوگی۔ ۶۰۵

طلاق کے بعد "بجائے میری ماں بہن کے" کہا تو ظہار کا محل نہیں۔ ۶۰۵

"مجھ کو کوئی دعویٰ نہیں، جہاں چاہے چلی جا" الفاظ کنایہ سے ہیں، نیت ہو تو ایک طلاق، نیت نہ ہو تو کچھ نہیں۔ ۶۰۶

عدم نیت کے بارے میں شوہر بیوی کے سامنے قسم کھالے مان لے گی۔ ۶۰۶

قسم کھانے سے انکار کرے تو نکاح جدید کی ضرورت ہے۔

"دست برداری، میرا بالکل تم سے کچھ تعلق نہ رہا" کنایہ ہے حالتِ غضب میں طلاق واقع ہوجائیگی۔ ۶۰۶

عورت نے طلاق مانگی، شوہر نے کہا "تو ہماری بہن ہوچکی" طلاق بائن واقع ہوگئی۔ ۶۰۷

"تو ہماری بہن ہوچکی" یہ ظہار نہیں کیونکہ اس میں تشبیہ نہیں۔ ۶۰۸

خط سے اس وقت تک طلاق نہیں ہوتی جب تک شوہر خط لکھنے کا اقرار نہ کرے۔ ۶۰۸

میرا اس کا کوئی تعلق نہیں بنیتِ طلاق طلاق ہے۔ ۶۰۸

گول مول سوال پر فہمائش۔ ۶۰۹

چودہ برس کی لڑکی میں بلوغ و عدمِ بلوغ دونوں محتمل ہیں۔ ۶۰۹

مفتی کا خود شقوق قائم کرکے ہر شق کا جواب دینا خلافِ مصلحتِ شرعیہ ہے۔ ۶۰۹

لامذہب یعنی زندیق دہریہ کا نکاح ہی نہیں ہوتا۔ ۶۰۹

اگر نکاح ہی نہ ہو تو طلاق کیسی۔ ۶۰۹

"مجھ سے محمودہ سے کوئی تعلق نہ رہا" کنایہ ہے وقوعِ طلاق کے لئے نیت شرط ہے۔ ۶۰۹

کنایہ میں نیتِ طلاق ہونے یا نہ ہونے میں مرد کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔ ۶۰۹

مجھ سے تجھ سے سروکار نہیں' الفاظِ طلاق میں سے نہیں ۶۰۹

مجھ سے تجھ سے کوئی واسطہ نہیں' الفاظ طلاق کنائی سے ہے ۶۱۰

"چھوڑ دیا" صریح ہے۔ ۶۱۰

صریح بائن کو لاحق ہوجاتی ہے۔ ۶۱۱

Marfat.com

رجعی بائن کے ساتھ جمع ہو کر بائن ہو جاتی ہے کیونکہ اس صورت میں رجعت ممتنع ہوتی ہے۔ ۶۱۱
صریح نیت کی محتاج نہیں ہوتی۔ ۶۱۱
صریح جب کنایہ طلاق سے مؤخر ہو تو وہ نیت طلاق پر قرینہ نہیں بن سکتی۔ ۶۱۱
کنایات میں قرینہ کو مقدم ہونا چاہئے۔ ۶۱۱
فتاویٰ خیریہ اور محیط میں اختلاف کی طرف اشارہ۔ ۶۱۲
شوہر نے اپنی بیوی کو کہا انت طالق فاعتدی یا انت طالق واعتدی یا انت طالق اعتدی تو کیا حکم ہے۔ ۶۱۲
وقت اقرار سے عدت کا معتبر ہونا ائمہ اربعہ اور جمہور صحابہ وتابعین کے خلاف جو فتویٰ متاخرین ہے صرف محل تہمت میں ہے اور وہ بھی وہاں کہ طلاق صرف اقرار سے ثابت ہو۔ ۶۱۳
اگر طلاق اقرار سے پہلے معلوم ہو تو بالاجماع عدت وقت طلاق سے ہوگی نہ کہ وقت اقرار سے۔ ۶۱۳
طلاق اگر اقرار سے پہلے ثابت نہ ہو مگر جس وقت سے طلاق دینا بیان کرتا ہے جب سے زوجہ کو جدا کر دیا تھا تو عدت وقت طلاق سے شمار ہوگی۔ ۶۱۳
امام محمد کے ارشاد اور متاخرین کے فتویٰ میں تطبیق۔ ۶۱۳
ڈیڑھ دو سال میں اگرچہ ذوات الحیض کی عدت کا انقضاء لازم نہیں مگر یہ مدت انقضاء عدت کے لئے کافی ضرور ہے۔ ۶۱۴
امام اعظم کے نزدیک کم از کم دو ماہ اور صاحبین کے نزدیک انتالیس دن میں تین حیض گزر سکتے ہیں۔ ۶۱۴
مسئلہ شرعیہ میں غلط اعتراف کی ترغیب پر سرزنش۔ ۶۱۵
دانستہ حق کو باطل اور حق سے رجوع کر کے اس میں اپنا شبہہ بتانا موجب عزت نہیں دارین میں سخت ذلت کا باعث ہے۔ ۶۱۵
خلفاء راشدین اور ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کبھی حق سے رجوع نہیں کیا۔ ۶۱۵
مقدس ہستیوں کی طرف رجوع عن الحق کی نسبت کرنے والا بے ادب مخل الدین ہے۔ ۶۱۵
"میں کسی قابل نہیں جواب دے دوں گا، میری بیوی نہیں ماموں زاد بہن ہے" الفاظ طلاق میں سے نہیں۔ ۶۱۶
"فلاں سے اس کی شادی کر دو" کنایہ کے الفاظ میں سے ہے، وقوع طلاق کے لئے نیت شرط ہے۔ ۶۱۶
طلاق کنائی میں نیت کے بارے میں شوہر سے قسم لی جائے گی، اگر کہے "طلاق مراد نہ تھی" تو حکم طلاق نہ ہوگا اور عورت کا دوسری جگہ نکاح محض حرام ہوگا۔ ۶۱۶
طلاق بالکنایہ کی صورت میں شوہر قسم سے انکاری ہو تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ ۶۱۶
لفظ کنائی استعمال کر کے شوہر غائب ہو گیا اور اس پر قسم نہ رکھی جا سکی تو طلاق ثابت نہیں ہوگی۔ ۶۱۷
"تم ہمارے سامنے ونظر سے دور ہو جاؤ" بنیت طلاق طلاق ہے۔ ۶۱۷
شوہر نے عورت کو گھر سے نکالتے وقت کہا "تو

Marfat.com

نکل جا، آج سے مجھ سے اور تجھ سے کسی قسم کا کوئی تعلق
نہیں"۔ بعد میں پوچھنے پر شوہر نے اقرار کیا "میں اس کو
اسی تاریخ سے چھوڑ چکا ہوں جب وہ گئی"۔ اس
صورت میں طلاق بائن واقع ہو گئی۔ ٦١٨

عرصہ چھ سال میں اگرچہ تین حیضوں کا گزر جانا ظاہر
ہے مگر نہ گزرنے کا بھی احتمال ہے اور جب تک
تین حیض نہ گزریں حیض والی عورت کی عدت ختم
نہیں ہوتی۔ ٦١٨

طلاق پہلے دی، اقرار بعد میں کیا، اگر طلاق کے
وقت سے ہی جدا ہوں عدت اسی وقت سے
لی جائے گی اور ساتھ رہتے ہوں تو وقتِ اقرار سے۔ ٦١٨

قولِ امام محمد کہ عدت وقتِ طلاق سے اور فتوائے
متاخرین کہ وقتِ اقرار سے ہے، ان میں تطبیق و
توفیق۔ ٦١٨

بے اضافت صریح طلاق میں مدار نیت پر ہوگا۔ ٦٢٠

"آزاد کیا" سے محلِ غضب میں طلاق بائن ہو جائیگی،
لیکن عورت کی طرف اضافت نہ ہو تو مدار شوہر کی
نیت پر ہوگا۔ ٦٢١

"چلی جا" کنایات سے ہے۔ اگر اس پر حلف
لینے سے انکار کرے کہ میں نے اپنی عورت مراد
نہیں لی تھی تو معاملہ قاضی کے سامنے پیش کیا جائے۔ ٦٢١

غصہ اور حمل کی حالت میں نیز عورت دور ہو تب
بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔ ٦٢٢

"وہ بالکل میرے کام کی نہ رہی" بشرطِ نیت
طلاق واقع ہوگی۔ ٦٢٢

کسی شخص نے اپنی بیوی کے بارے میں کہا کہ
"وہ میرے کام کی نہیں رہی" اور نیتِ طلاق سے
انکار کرتا ہے تو بیوی اس سے حلف لے سکتی ہے
اگر حلف سے انکار کرے تو قاضی کے سامنے
پیش کیا جائے وہاں بھی انکاری ہو تو طلاق
بائن ہوگی۔ ٦٢٣

"میں عائشہ بیگم کو اختیار دیتا ہوں چاہے کسی
سے عقد کرے یا بیٹھی رہے، مجھے کچھ عذر نہیں"
ان الفاظ سے بشرطِ نیت طلاق واقع ہوگی۔ ٦٢٤

"چلی جا" نیتِ طلاق سے طلاق ہے۔ ٦٢٤

"میرے مطلب کی نہیں" بشرطِ نیت طلاق ہے۔ ٦٢٥

حاملہ کی عدت وضعِ حمل ہے۔ ٦٢٥

بلا ثبوت طلاق اور عدت کے اندر دوسرا نکاح
حرام ہے۔ ٦٢٥

"ہفتہ کے اندر میرے پاس نہ آئے تو جہاں
چاہے جائے، تجھے اختیار تیرے دل کا مجھے
اختیار میرے دل کا" بشرطِ نیت طلاق ہے۔ ٦٢٦

کنایہ میں شوہر نیت کے بارے میں حلف سے
انکاری ہو تو حاکمِ شرعی کے حضور نالش کی جائے
اگر شوہر اس کے سامنے بھی قسم کھانے سے
انکار کرے تو طلاق ثابت ہو جائے گی۔ ٦٢٦

"میں پسند نہیں ہوں تو دوسرے سے نکاح کر دو"
اس جملہ سے حالت مذاکرہ و غضب میں طلاق
واقع ہوگی۔ ٦٢٦

"اپنے گھر کو جا میرے کام کی نہیں، میں نے تجھے

Marfat.com

طلاق دی" عدمِ نیت کی صورت میں صرف آخری لفظ سے طلاق رجعی پڑے گی۔ ۶۲۷

حاملہ کو طلاق رجعی دی اور وضع حمل سے قبل رجوع نہ کیا تو اب برضا عورت دوبارہ نکاح کی حاجت ہے۔ ۶۲۷

حلالہ تین طلاقوں پر لازم ہوتا ہے اور جب لازم ہوتا ہے تو اس کے ساقط کرنے کی کوئی صورت نہیں۔ ۶۲۷

لزومِ حلالہ کے بعد اس کو ساقط کرنے کے جو حیلے قنیہ وغیرہ میں مذکور ہیں سب باطل ہیں۔ ۶۲۷

متعدد الفاظ سے چند طلاقیں دیں تو غیر مدخولہ ایک ہی طلاق سے بائن ہو جاتی ہے بقیہ لغو ہیں۔ ۶۲۸

"میں تمہاری لڑکی کو چھوڑتا ہوں، میرے کام کی نہیں" سے دو بائن طلاقیں واقع ہوگئیں۔ ۶۲۸

رخصتی سے پہلے عورت کو طلاق ہوگئی تو عدت کی حاجت نہیں۔ ۶۲۸

بائن کا رجعی کو لحوق امتناعِ رجعت کی وجہ سے رجعی کو بھی بائن بنا دیتا ہے۔ ۶۲۸

"چھوڑتا ہوں" کا لفظ صریح ہے تین بار کہا تو طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔ ۶۲۹

"اس وقت سے جواب دیتا ہوں اور اپنا کوئی تعلق نہیں رکھتا" ایک بائن طلاق ہوگی۔ ۶۲۹

طلاق کی رجسٹری واپس کر دینے سے طلاق واپس نہیں ہوتی۔ ۶۳۱

چند الفاظ کے بارے میں الفاظ طلاق سے ہونے نہ ہونے کا فیصلہ۔ ۶۳۱

شوہر کا یہ کہنا کہ اس خط کو بطور طلاق نامہ تصور فرمائیں صالح الایقاع طلاق نہیں۔ ۶۳۱

بیوی نے طلاق مانگی، شوہر نے کہا طلاق دادہ انگار (بزبان فارسی) یا کہا احسبی انک طالق (بزبان عربی) یعنی تو خود کو طلاق شدہ شمار کر، تو نیت کے باوجود طلاق نہیں ہوگی۔ ۶۳۱

شوہر کا یہ کہنا کہ "اگر آپ میری بیوی کا نکاح کرا دیں گے تو مجھے کسی نوع کا عذر تکرار آگے نہیں اور نہ کروں گا" بظاہر ترک نزاع کا وعدہ ہے۔ ۶۳۲

"مجھے اپنی بیوی سے اب کچھ سروکار نہیں رہا" الفاظ طلاق سے نہیں۔ ۶۳۲

لفظ "سروکار" کے لغوی معانی۔ ۶۳۲

شوہر کا یہ کہنا محض لغو وغلط ہے کہ "میری بیوی میری بلا اجازت گئی تو نکاح سے باہر ہونا اظہر من الشمس ہے"۔ ۶۳۳

جو اقرار غلط بناء پر ہو وہ معتبر نہیں ہوتا۔ ۶۳۳

مندرجہ ذیل تین الفاظ کا حاصل اجازتِ نکاح دینا ہے اور وہ بیشک کنایات سے ہے: (۱) بخوشی تمام اجازت دیتا ہوں کہ اس کا نکاح کسی دوسرے سے کر دو (۲) برضا و رغبت آپ کو اجازت دی (۳) اس کا خراب نہ ہونا سبب دوسرے نکاح کی اجازت دی۔ ۶۳۳

کتنی ہی کنایات بائنہ ہوں اور سب سے نیتِ طلاق بھی کی ہو تب بھی صرف ایک واقع ہوگی کیونکہ بائن بائن کو لاحق نہیں ہوتی۔ ۶۳۴

خط کو حرف بحرف پڑھ کر سنا دیں تاکہ اس پر شرعاً

Marfat.com

طلاق واقع ہو جائے اگر خط کا ایک لفظ بھی پڑھنے سے رہ گیا طلاق واقع نہ ہوگی۔ ٦٣۴

دوسرے سے نکاح کی اجازت دینے کی صورت میں قرائن سابقہ و لاحقہ کی موجودگی میں قضاءً ایک طلاق واقع ہوگی۔ ٦٣۴

دلالت قال دلالت حال کی طرح ہے۔ ٦٣۵

دلالت حال دلالت مقال سے عام ہے۔ ٦٣۵

خط کی بناء پر وقوعِ طلاق کا حکم اسی حالت میں ہوسکتا ہے جب شوہر مقر یا گواہان عادل شرعی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورت سے ثابت ہو کہ یہ خط اس کا ہے ورنہ محض مشابہت خط پر حکم نہیں۔ ٦٣۵

طلاق کے مسئلہ میں عورت مسئلہ قضاء پر عمل کرے گی۔ ٦٣٦

اقرار کاذب کا دیانۃً کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ٦٣٦

خلوتِ صحیحہ کے بعد طلاق سے کل مہر واجب ہوجاتا ہے۔ ٦٣٦

باب تفویض الطلاق ٦٣٧

میں اس شرط پر تم سے نکاح کروں گی کہ تم کسی سے شادی نہ کرو، اور اگر کرو تو مجھے اپنے نفس کا اختیار رہے گا۔ یہ اختیار دوسری عورت کی شادی کی خبر سننے کی مجلس تک محدود رہے گا۔ ٦٣٨

فضول و اجنبی کلام اور جنگ و جدل سے مجلس بدل جاتی ہے۔ ٦٣٨

شوہر کی اجازت سے دوسری کو طلاق دینے کی تین صورتیں ہیں، تفویض، توکیل، رسالہ۔ ٦٣٨

الفاظِ تفویض تین ہیں، تخییر، امر بالید اور مشیئۃ۔ ٦٣٨

عدت ختم ہونے سے پہلے عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے تو باطل محض اور حرام قطعی ہے۔ ٦٣٩

تفویض طلاق کی صورت میں اپنے نفس کو اختیار کرنے نہ کرنے میں میاں بیوی میں اختلاف ہو تو عورت کو گواہ پیش کرنے ہوں گے، اسی قسم کے ایک مسئلہ سے متعلق عالمگیری کے ایک جزئیہ کی توضیح۔ ٦۴٠

خلع کے بعد جب عدت گزر جائے تو عورت دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے اس سے پہلے نہیں کرسکتی۔ ٦۴٠

شوہر خلافِ ظاہر دعویٰ کرے تو عورت کا قول معتبر ہوگا۔ ٦۴١

عورت مدعیہ طلاق ہو اور شوہر منکر تو شوہر کا قول معتبر ہوگا۔ ٦۴١

مولیٰ نے غلام کو کہا کہ میں نے کل تیرے عتق کا تجھے اختیار دیا تھا مگر تُو نے خود کو آزاد نہیں کیا، غلام نے کہا میں نے ایسا کرلیا تھا تو غلام کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔ ٦۴١

کسی شخص نے اپنے غلام کو کہا کہ میں نے کل تجھے مال کے بدلے آزاد کیا تھا مگر تُو نے قبول نہیں کیا، غلام کہتا ہے کہ میں نے قبول کرلیا تھا تو مولیٰ کا قول معتبر ہوگا۔ ٦۴٢

قبلِ نکاح عورت کو اختیار دینے کی صحت کے لئے

Marfat.com

یہ کہنا بھی ضروری ہے کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھ کو طلاق کا اختیار ہے۔ ۶۴۲

تفویض طلاق کے لئے ملک یا اضافت الی الملک ضروری ہے۔ ۶۴۳

طلاق فضولی اجازتِ زوج پر موقوف ہوتی ہے۔ ۶۴۳

تفویض طلاق کی شرط پر نکاح کی مختلف صورتوں کا حکم۔ ۶۴۳

تفویض طلاق ملک یا اس کی طرف اضافت کرنے سے صحیح ہوتی ہے۔ ۶۴۴

جو کچھ سوال میں ہو جواب اس کو متضمن ہوتا ہے۔ ۶۴۴

مرد نے عورت کو تفویض طلاق کسی شرط سے معلق کی تو وقوع شرط پر عورت کو اسی مجلس تک اختیار رہے گا۔ مجلس بدلنے سے اختیار جاتا رہے گا اس کے بعد اپنے نفس کو طلاق دے گی تو واقع نہ ہوگی۔ ۶۴۴

تبدیلی مجلس کی صورتیں۔ ۶۴۴

تفویض معلق بالشرط کی دو قسمیں ہیں مطلق و مؤقت۔ ۶۴۴

سوال دیگر متعلقہ مسئلہ مذکورہ بالا۔ ۶۴۶

جس عورت پر عدت واجب ہو وہ مرورِ عدت سے قبل دوسرے مرد سے نکاح کرے تو ناجائز و باطل و زنا و حرام ہے۔ ۶۴۸

ذات الحیض کی عدت کا چار ماہ میں پورا ہونا قطعی نہیں بلکہ ممکن ہے کہ تین سال میں بھی تین حیض مکمل نہ ہوں۔ ۶۵۱

جس عورت کو مرد نے طلاق تفویض کی وہ یہ کہہ کر گھر سے چلی گئی کہ اب میں مطابق اقرار نامہ نہیں رہ سکتی ہوں، تو طلاق نہ ہوگی۔ ۶۵۲

استفتاء میں تغیر و تبدل کرنے والے گنہگار ہیں انھیں خوفِ خدا چاہئے۔ ۶۵۲

ایک شخص نے اپنی عورت کو نکاح کے بعد "امرها بیدها" مختار کر دیا نکاح سے خارج ہونا اور آزاد ہونے کے ساتھ اختیار دیا، یہ طلاق کی تفویض ہے، نیت کرے گا طلاق پڑے گی، نہ کرے گا نہ پڑے گی۔ ۶۵۴

زیور بنوانے پر طلاق معلق کی اور چھ ماہ کی میعاد رکھی، اگر تعلیق میں عورت کی طرف سے اضافت ہے طلاق معلق ہوگئی۔ ۶۵۴

گواہ شرعی نہ ہوں تو طلاق ثابت نہ ہوگی۔ ۶۵۵

طلاق کے بارے میں اکیلی عورت کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔ ۶۵۵

ماخذ و مراجع ۶۵۷

ضمیمہ ماخذ و مراجع ۶۸۱

Marfat.com

فہرست ضمنی مسائل

حیض

امام اعظم کے نزدیک تین حیض کم از کم ساٹھ دن اور صاحبین کے نزدیک اڑتالیس دن میں ہو سکتے ہیں۔ ۴۶۶

امام اعظم کے نزدیک کم از کم دو ماہ اور صاحبین کے نزدیک انتالیس دن میں تین حیض گزر سکتے ہیں۔ ۶۱۴

عرصہ چھ سال میں اگرچہ تین حیضوں کا گزر جانا ظاہر ہے مگر نہ گزرنے کا بھی احتمال ہے۔ ۶۱۸

امامت

فاسق کی امامت ناجائز ہے۔ ۴۶۲

جو فاسق کو امامت پر باقی رکھے گا گنہگار رہو گا۔ ۴۶۲

غیر کی منکوحہ سے نکاح کرنے والے کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی ہے پڑھ لی تو پھیرنی واجب ہے۔ ۴۶۴

امامت در نماز حقِ حکام ہے بشرطیکہ وہ مسلمان ہوں۔ ۴۸۱

نکاح

نکاح عورت کے گوشت پوست پر نہیں منافعِ بضع پر وارد ہوتا ہے۔ ۱۲۰

نکاحِ فاسد میں متارکہ بالقول ہی ہو سکتا ہے مثلاً یوں کہہ دے کہ میں نے تیری راہ کھول دی یا تجھے چھوڑا۔ ۱۵۶

ایک بہن نکاح میں ہو تو دوسری سے نکاح فاسد۔ ۱۶۰

نکاحِ فاسد میں متارکہ واجب ہے۔ ۱۶۰

معاً دو بہنوں سے نکاح فاسد ہے، یونہی ایک کی عدت میں دوسری سے نکاح بھی فاسد ہے۔ ۱۶۱

Marfat.com

ایک بہن نکاح میں تھی پھر دوسری سے بھی کر لیا یہ دونوں عورتیں مہر کی مستحق ہیں یا نہیں، نکاحِ دوم کا کیا حکم ہے اور ان دونوں سے جو اولاد ہو اس کا کیا حکم ہے۔ ۱۸۴

مسلمان کا نصرانیہ یا مجوسیہ سے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ۲۶۲

اگر دھوکے سے کسی رافضیہ سے نکاح کر لے کہ معلوم نہ ہو کہ یہ رافضیہ ہے تو کیا حکم ہے۔ ۲۶۵

منگنی کے بعد دوسرے کو پیغام بھیجنا جائز نہیں جب تک منگنی باقی ہے۔ ۲۸۳

مصنف کی تحقیقِ انیق کہ نکاحِ ثانی نکاحِ اوّل فرض، واجب، سنّت، مباح، مکروہ اور حرام سب کچھ ہے۔ ۲۹۱

کس حالت میں نکاح سنّت ہے۔ ۲۹۳

کس کے حق میں نکاح مباح ہے۔ ۲۹۴

دورانِ عدت نکاح ہرگز صحیح نہیں ہوتا بلکہ حرام محض ہوگا۔ ۳۷۰

نکاح کے لئے قاضی یا وکیل یا برادری کے لوگوں کی ضرورت نہیں۔ ۴۰۸

مرد و عورت دو گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول کر لیں نکاح ہو جائے گا۔ ۴۰۸

نکاحِ ثانی کے لئے مرد کو پہلی بیوی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ ۴۰۸

عدت ختم ہونے سے پہلے نکاح کر لیا تو یہ نکاح نہیں زنا حرام ہوا۔ ۴۰۸

دورانِ عدت عورت سے نکاح باطل ہے۔ ۴۲۲

زندگیِ شوہر میں بے وقوعِ طلاق اگر عورت دوسرے شخص سے نکاح کر لے تو مردود ہوگا۔ ۴۸۸

محرّمات

ایک بہن کی عدت میں دوسری بہن سے نکاح حرام و باطل ہے۔ ۴۰۱

ایک شخص نے کسی عورت کو رکھا اب اس کی بیٹی کو رکھتا ہے تو وہ اس پر ضرور حرام ہے چاہے بلا نکاح رکھے یا نکاح کرکے۔ ۴۰۸

ولایت

عصبات کے بعد ولایتِ نکاح ماں کو ہے۔ ۱۱۵

باپ کو کسی طرح اپنی بیٹی کا مہر معاف کرنے کا اختیار نہیں، نہ ہرگز اس کے معاف کئے معاف ہو سکے۔ ۱۲۱

ہندو کی نابالغ لڑکی سے بے اس کے ولی کی اجازت کے اور بے مسلمان کئے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ۲۶۴

نابالغہ و نابالغ کا نکاح بذریعہ ولی کے ہو سکتا ہے ۳۹۰

باپ نے نو دس سالہ لڑکی کا نکاح چوبیس سالہ لڑکے سے کر دیا تو درست ہے۔ ۳۹۰

بالغ کو اپنے نکاح میں ولی کی اصلاً ضرورت نہیں۔ ۳۹۹

Marfat.com

بغیر ولی کے نابالغہ کا اشارہ یا خود زبان سے صراحۃً ایجاب وقبول کرنا کافی نہیں۔ ۳۹۰

کفاءت

بالغہ کو اپنے نکاح میں ولی کی ضرورت نہیں جبکہ نکاح کفو سے ہو یا غیر کفو سے ہو مگر اس کا کوئی ولی ہو ورنہ جب تک ولی قبل نکاح اس غیر کفو کو غیر کفو جان کر صریح اجازت نہ دے گا بالغہ کا نکاح صحیح نہ ہوگا۔ ۳۹۹

کفو کسے کہتے ہیں۔ ۴۰۸

غیر کفو میں عورت کا نکاح کس صورت میں جائز اور کس صورت میں ناجائز ہے۔ ۴۰۸

عدّت

خلوت و دخول سے قبل طلاق دی تو عورت پر عدت لازم نہیں۔ ۱۲۲

کافر کے لئے عدت اصلاً نہیں۔ ۲۶۵

عدّتِ وفات (غیر حاملہ کی) بنصِ قرآن چار ماہ دس دن ہے۔ ۳۰۸

حاملہ کی عدت بچہ پیدا ہونے پر ختم ہوتی ہے۔ ۳۲۸

حرہ موطوءہ اور لونڈی کے ایامِ عدت کی تفصیل۔ ۳۶۸

خلوتِ صحیحہ پائی گئی تو عدت واجب ہے اگرچہ دخول نہ ہوا ہو، اور اگر خلوت بھی نہ ہوئی تو عدت ضروری نہیں۔ ۳۶۹

عدت کا وجوب خلوتِ صحیحہ کے بعد ہے نہ کہ خلوتِ فاسدہ کے بعد۔ ۳۷۰

خلوت ہو چکی تو عدت واجب، حیض والی کیلئے تین حیض، ورنہ تین ماہ۔ اگر خلوت نہیں ہوئی تو عدت لازم نہیں۔ ۳۹۱

مطلقہ حائضہ کی عدت۔ ۴۰۸

مطلقہ صغیرہ اور آئسہ کی عدت۔ ۴۰۸

مطلقہ حاملہ کی عدت۔ ۴۰۸

طلاق نامہ میں شوہر کا یہ لکھنا کہ میں نے عدت معاف کی، جاہلانہ بات ہے۔ اس سے عدت ساقط نہیں ہوتی۔ ۴۲۳

عدت اسی وقت سے لی جائے گی جب سے طلاق بائن دی اگرچہ حالتِ حیض میں دی ہو۔ ۴۲۷

تمام احکامِ عدت وقتِ طلاق سے ثابت ہو جائیں گے۔ ۴۲۷

جس حیض میں طلاق دی وہ عدت میں شمار نہ ہوگا بلکہ اس کے بعد تین حیض کامل درکار ہوں گے۔ ۴۲۷

طلاق میں حائضہ کے لئے تین حیض کی عدت فرض۔ ۴۹۴

تنہائی میں یکجائی ہوئی تو عدت بھی بعد طلاق واجب ہوگی۔ ۴۹۶

نامرد کا نکاح جائز، عورت کے دعوئ نامردی پر ہی فسخ نکاح کا حکم نہ ہوگا۔ ۴۹۶

وقتِ اقرار سے عدت کا معتبر ہونا ائمہ اربعہ اور جمہور صحابہ و تابعین کے خلاف جو فتویٰ متاخرین ہے صرف محلِ تہمت میں ہے اور وہ

Marfat.com

بھی وہاں کہ طلاق صرف اقرار سے ثابت ہو۔ ٦١٣
اگر طلاق اقرار سے پہلے معلوم ہو تو بالاجماع عدت
وقت طلاق سے ہوگی نہ کہ وقت اقرار سے۔ ٦١٣
طلاق اگر اقرار سے پہلے ثابت نہ ہو مگر جس وقت
سے طلاق دینا بیان کرتا ہے جب سے زوجہ کو
جُدا کر دیا تھا تو عدت وقتِ طلاق سے شمار ہوگی۔ ٦١٣
ڈیڑھ دو سال میں اگرچہ ذوات الحیض کی عدت کا
انقضاء لازم نہیں مگر یہ مدت انقضاءِ عدت کیلئے
کافی ضرور ہے۔ ٦١٤
جب تک تین حیض نہ گزریں حیض والی عورت کی
عدت ختم نہیں ہوتی۔ ٦١٨
طلاق پہلے دی، اقرار بعد میں کیا، اگر طلاق کے
وقت سے ہی جُدا ہوں عدت اُسی وقت سے
لی جائے گی، اور ساتھ رہتے ہوں تو وقتِ اقرار سے۔ ٦١٨
حاملہ کی عدت وضعِ حمل ہے۔ ٦٢٥
رخصتی سے پہلے عورت کو طلاق ہوگئی تو عدت کی
حاجت نہیں۔ ٦٢٨
ذات الحیض کی عدت کا چار ماہ میں پُورا ہونا قطعی
نہیں بلکہ ممکن ہے کہ تین سال میں بھی تین حیض مکمل
نہ ہوں۔ ٦٥١

رجعت

رجعت میں زبان سے یہ کہہ لینا کافی ہے کہ میں نے
تجھے اپنے نکاح میں رکھ لیا۔ ٣٢٨
تین طلاقیں ہو جائیں تو رجعت محال ہے۔ ٣٦٠
طریق رجعت کیا ہے۔ ٣٤٨
رجعت کا بہتر طریقہ۔ ٣٢٨
عورت پر جب طلاق بائن پڑ گئی عورت نکاح سے
نکل گئی اب شوہر کو رجعت کا کچھ اختیار نہ رہا۔ ٤٢٧
طلاق رجعی میں ایامِ عدت کے اندر زبان سے
رجعت کر سکتا ہے عورت کی رضامندی
ضروری نہیں۔ ٤٤٧
طلاق رجعی میں عدت کے اندر رجعت کا اختیار
دیا جائے گا۔ ٥١٥

حلالہ

حلالہ کی صورت کیا ہے۔ ٣٨٩
حلالہ بغیر وطیِ زوجِ ثانی صحیح نہیں۔ ٣٩٨
میاں بیوی میں اصلاح اور مشکل کشائی کی
نیت سے کسی کو حلالہ پر راضی کرنا باعثِ اجر و
ثواب ہے۔ ٣٩٩
حلالہ کی تفصیل۔ ٤٠٨
نکاح میں حلالہ کی شرط لگانا گناہ ہے اور
بے شرط لگائے دل میں ارادہ ہو تو اس پر اجر
کی اُمید ہے۔ ٤٠٩
محلل جب تک نکاحِ صحیح کے بعد وطی نہ کرے
عورت شوہرِ اوّل کے لئے حلال نہیں ہوتی۔ ٤٢٣
نکاحِ فاسد و موقوف حلالہ کے لئے کافی نہیں
نکاحِ نافذ ضروری ہے۔ ٤٢٣
حلالہ سے بچنے کے لئے مرتد ہونے سے ارتداد کا

Marfat.com

گناہ الگ رہا اور پھر مسلمان ہونے کے بعد حلالہ بھی ضروری ہے۔ ۴۶۶

مطلقہ ثلثہ کا شوہر اوّل سے بلا حلالہ نکاح نہیں ہو سکتا۔ ۵۵۹

حلالہ تین طلاقوں پر لازم ہوتا ہے اور جب لازم ہوتا ہے تو اس کے ساقط کرنے کی کوئی صورت نہیں۔ ۶۲۷

تعلیق

طلاق کو شرائط پر موقوف کیا، شرائط نہ پائے گئے طلاق واقع نہ ہوئی۔ ۴۲۰

بیوی سے مرد نے کہا "ان خرجت یقع الطلاق" یا یوں کہا "میرے اذن کے بغیر مت نکلنا کیونکہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے" وہ عورت نکلی تو طلاق نہ ہوگی۔ ۴۴۲

خط اس کو سنا دیں تاکہ طلاق شرعاً اس پر واجب ہو جائے، طلاق معلق ہے۔ ۴۵۰

آج سے اس قدر ماہوار ماہ بماہ دیا کرے گا، نہ دے تو طلاق واقع ہوگی۔ اس صورت میں ایک مہینہ گزر گیا اور نہ دیا تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ ۴۵۲

خط میں لکھا کہ "تجھے فارغخطی دی" تو لکھتے ہی ایک طلاق واقع ہوگئی، اور اگر یہ لکھا کہ "خط پہنچے تو تجھے فارغخطی" تو خط پہنچنے پر طلاق ہوگی۔ ۵۶۰

خط کو حرف بحرف پڑھ کر سنا دیں تاکہ اس پر شرعاً طلاق واقع ہو جائے اگر خط کا ایک لفظ بھی پڑھنے سے رہ گیا طلاق واقع نہ ہوگی۔ ۶۳۴

زیور بنوانے پر طلاق معلق کی اور چھ ماہ کی میعاد رکھی، اگر تعلیق میں عورت کی طرف سے اضافت ہے طلاق معلق ہوگئی۔ ۶۴۵

خلع

بطور خلع شوہر کو کچھ رقم دینا جائز ہے چاہے عورت خود دے یا اس کی طرف سے کوئی اور دے۔ ۴۶۹

شوہر کی رضا سے عورت مہر وغیرہ مال پر خلع کرے تو جائز ہے۔ ۴۷۵

خلع کے بعد جب عدت گزر جائے تو عورت دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے اس سے پہلے نہیں کر سکتی۔ ۶۳۰

عنین

آلہ بریدگی یا نامردی کے سوا کوئی مرض شوہر سبب فسخ نکاح نہیں۔ ۴۷۰

مسئلہ عنین کی تفصیل۔ ۴۸۷

نامرد کا نکاح صحیح ہو جاتا ہے اور طلاق ہو تو عورت مہر پائے گی۔ ۴۹۵

ثبوت نامردی کے لئے محض سند ڈاکٹر ناکافی و نامعتبر ہے۔ ۴۹۵

نامرد کا نکاح ناجائز ہے اگر ہمبستری میں عورت

Marfat.com

کے حق ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو اس پر فرض ہے کہ فوراً طلاق دے دے۔ ۴۹۶

مسئلۂ تفریق عنین کی تفصیل۔ ۴۹۷

نامرد نے عورت کو طلاق دے دی، اب کچہری میں نالش عدم طلاق کی کرتا ہے گنہگار ہے ہاں اگر عدت باقی تھی اور رجعت کی نالش کرتا ہے مسموع ہے۔ ۵۰۲

ایک اور مسئلہ عنین۔ ۵۰۸

ثبوتِ نامردی کے بعد مرد کو سال بھر کامل کی مہلت دی جائے گی، اگر اس میں عورت پر قادر ہو گیا فبہا، ورنہ پھر عورت کے دعویٰ کرنے اور اب بھی نامردی ثابت ہو جانے پر حاکم عورت کو اختیار دے گا کہ چاہے شوہر کے پاس رہنا مانے یا جدائی۔ اگر وہ فوراً کہے گی کہ جدائی چاہتی ہوں تو دونوں میں تفریق کر دے گا۔ ۵۰۸

مفقود

مفقود الخبر کی بیوی شوہر کی عمر ستّر سال ہونے تک انتظار کرے۔ ۵۰۹

زوجہ مفقود الخبر کے بارے میں امام احمد، امام شافعی اور امام مالک کے مذہب کا بیان۔ ۵۰۹

مفقود الخبر کی زوجہ کے بارے میں امیر المومنین مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا فرمان۔ ۵۰۹

مفقود الخبر کی بیوی کو بے ظہورِ طلاق یا وضوحِ موت

حقیقتاً یا حکماً ہرگز نکاحِ ثانی جائز نہیں۔ ۶۱۷

لفظ کنائی استعمال کرکے شوہر غائب ہو گیا اور اس پر قسم نہ رکھی جا سکی تو طلاق ثابت نہیں ہوگی۔ ۶۱۷

ظہار

اپنی بیوی کو بہن کہا، نہ ظہار ہے نہ طلاق۔ ۵۸۴

طلاق کے بعد "بجائے میری ماں بہن کے" کہا تو ظہار کا محل نہیں۔ ۶۰۵

"تو ہماری بہن ہو چکی" یہ ظہار نہیں کیونکہ اس میں تشبیہ نہیں۔ ۶۰۸

نسب

منکوحۂ غیر سے لاعلمی میں نکاح کرنے والے کی اولاد کا نسب اسی ناکح سے ثابت ہوگا۔ ۴۶۴

کسی شخص نے خاوند والی عورت سے جان بوجھ کر نکاح کیا تو اولاد شوہرِ اول کی ہوگی۔ ۴۶۴

خیار

تفویضِ طلاق کی صورت میں اختیار مجلس تک باقی رہتا ہے۔ ۴۸۵

زوجین میں سے کسی کو دوسرے کے عیب کی وجہ سے نکاح فسخ کرنے کا اختیار نہیں۔ ۴۸۹

احد الزوجین کو خیارِ عیب حاصل نہ ہونے کے مذہب کے لئے سات وجوہِ ترجیح۔ ۴۹۰

Marfat.com

مذہب حنفی میں عیب احد الزوجین سے دوسرے
کو فسخ نکاح کا اختیار نہیں، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ
کے نزدیک اختیار ہے مگر یہ خلافِ مذہب ہے،
بایں ہمہ ضرورت واقعیہ ہو تو امام محمد کے قول پر عمل
کیا جا سکتا ہے۔ ۵۰۳
عیب احد الزوجین سے حصول خیار کی صورت میں
مسئلہ امام محمد کی تفصیل۔ ۵۰۴

نفقہ

برائے وصولی مہر معجل وطی وسفر سے انکار کرنیوالی
عورت کا نفقہ ساقط نہ ہوگا۔ ۱۰۳
ناشزہ عورت کے لئے نفقہ شوہر پر واجب نہیں۔ ۱۴۴
گھر میں پہننے کے کپڑے جن کا دینا بحکم نفقہ شوہر پر
واجب ہو چکا تھا وہ دے کر دعوی کرے کہ میں نے
عورت کو مالک نہیں بنایا تھا تو اس میں شوہر کا
قول معتبر نہ ہونا چاہیئے۔ ۱۶۰
جب تک شوہر مہر معجل ادا نہ کرے نان نفقہ
پا سکتی ہے یا نہیں۔ ۱۸۹
نفقۂ مثل کے معنی۔ ۲۱۴
مرتدہ کے لئے نفقہ نہیں۔ ۲۶۳
طلاق کا جب سے اقرار کرے اسی وقت سے
واقع مانی جائے گی نفقہ البتہ آج تک کا اور آج
سے عدت کا نفقہ دلائیں گے۔ ۳۳۳
بعد موتِ شوہر زمانہ عدت یا اس کے بعد کا
نان ونفقہ باتفاقِ مذہب صحیح حنفی وشافعی
واجب نہیں۔ ۴۷۲
نکاحِ فاسد کی معتدہ اور معتدۃ الموت کا نفقہ
واجب نہیں ہوتا اگرچہ حاملہ ہو۔ ۴۷۲
ناشزہ کے لئے نفقہ نہیں۔ ۴۷۳
نفقہ اگر مفروضہ بحکم حاکم ہو تو موت احد الزوجین سے
ساقط ہو جاتا ہے مگر جبکہ نفقہ مفروضہ شوہر سے
نہ ملا ہو اور بحکمِ قاضیِ شرع عورت نے قرض لے کر
خرچ کیا ہو کہ اس صورت میں ذمۂ شوہر پر دین
قرار پا کر موت سے ساقط نہیں ہوتا۔ ۴۷۳
بیمار شوہر پر بھی عورت کا نان ونفقہ واجب ہے
جبکہ وہ عورت اس کی قید میں رہے۔ ۴۷۳
آوارہ گرد عورت کا نفقہ شوہر کے ذمے لازم نہیں۔ ۴۷۵
عورت کی طرف سے کوئی بات مسقط نان ونفقہ
نہیں ہوئی شوہر پھر بھی نفقہ نہ دے تو حاکم شوہر
کو مجبور کرے کہ وہ نفقہ دے ورنہ طلاق دے۔ ۴۷۵
شوہر کے ظلم وتعدی کی وجہ سے عورت مجبوراً والدین
کے پاس رہے تو نفقہ شوہر پر لازم ہے۔ ۴۷۹
حنفیہ کے نزدیک غیبتِ زوج یا عسرت کے سبب
عدم ادائے نفقہ باعثِ تفریق نہیں۔ ۵۱۰
کون سی عدت کا عورت نفقہ پاتی ہے اور کونسی
عدت کا نہیں پاتی۔ ۵۹۸

حجر

لڑکے اور لڑکی کو جب آثارِ بلوغ ظاہر ہوں تو
اس وقت سے وہ بالغ ہیں اور اگر آثارِ بلوغ

Marfat.com

ظاہر نہ ہوں تو پندرہ برس کی عمر پوری ہونے پر بالغ سمجھے جائیں گے۔ ۳۹۹

حیل

جبر واکراہ کی طلاق سے بچنے کا حیلہ۔ ۳۸۷

لزوم حلالہ کے بعد اس کو ساقط کرنے کے جو حیلے قنیہ وغیرہ میں مذکور ہیں سب باطل ہیں۔ ۶۲۷

اکراہ

جبر واکراہ کے ساتھ بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ ۳۸۵

اجبار شرعی کی صورت میں اگر صرف تحریر دی زبان سے کچھ نہ کہا تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ ۳۸۵

لوگ کسی کے اصرار کو بھی جبر سمجھتے ہیں حالانکہ یہ جبر نہیں، اگر ایسے جبر سے نشہ کی چیز پی اور اس نشہ میں طلاق دے دی تو بالاتفاق طلاق ہوجائیگی۔ ۳۸۶

کسی نے قتل یا قطع عضو کی واقعی دھمکی دے کر یا ہاتھ پاؤں باندھ کر شراب پلا دی اس نشہ میں طلاق دی واقع نہ ہوگی۔ ۳۸۶

عورت کو دینی، دُنیوی، جانی اور جسمانی ضرر کا اندیشہ ہو تو شوہر کے پاس رہنے پر مجبور نہیں کی جائیگی۔ ۴۷۸

شوہر کسی طرح درست نہ ہو تو اس سے جبراً طلاق حاصل کی جاسکتی ہے۔ ۴۷۹

طلاق بائن کے بعد عورت دوبارہ نکاح پر راضی نہیں تو اس پر جبر نہیں کیا جاسکتا۔ ۵۷۱

جبر واکراہ دربارۂ نکاح مخل صحت ونفاذ و

لزوم نہیں۔ ۵۰۹

مکرہ کے تمام تصرفات قولیہ منعقد ہوتے ہیں۔ ۵۸۰

مکرہ کا نکاح، عتاق اور طلاق لازم ہے۔ ۵۸۰

عتاق

مولیٰ نے غلام کو کہا کہ میں نے کل تیرے عتق کا تجھے اختیار دیا تھا مگر تُو نے خود کو آزاد نہیں کیا، غلام نے کہا میں نے ایسا کر لیا تھا، تو غلام کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔ ۶۴۱

کسی شخص نے اپنے غلام کو کہا کہ میں نے کل تجھے مال کے بدلے آزاد کیا تھا مگر تُو نے قبول نہیں کیا، غلام کہتا ہے کہ میں نے قبول کر لیا تھا تو مولیٰ کا قول معتبر ہوگا۔ ۶۴۲

جنازہ

ہر مسلمان کی نماز جنازہ فرض ہے چاہے وہ کتنا ہی گنہ گار ہو۔ ۲۹۹

اقرار

مرد وعورت صرف روز اوّل کوٹھے میں رہے اور دشمن کوٹھے کے گرد اگرد مارنے کو کھڑے رہے، زوجین کو بھی یہ معلوم تھا، صبح مرد نے طلاق دے دی، مرد دخول کا مقر ہے اور عورت منکر۔ یہ دخول یا خلوت معتبر ہے یا نہیں۔ ۱۸۰

اقرار مقرلہ کے انکار سے رد ہو جاتا ہے۔ ۱۸۰

Marfat.com

اقرارِ طلاق سے طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ ۴۰۰
خط سے اُس وقت تک طلاق نہیں ہوتی جب تک شوہر خط لکھنے کا اقرار نہ کرے۔ ۶۰۸
اقرار کاذب کا دیانۃً کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ۶۳۶

حقوق العباد

حقوق العباد میں اگر صاحبِ حق راضی ہوں تو ممانعت نہیں رہتی۔ ۱۷۴
پرایا مال جبراً لینا حرام اور اس کی خوشی سے لینا حلال ہے۔ ۱۷۴
مردوں کے حقوق عورتوں پر جس طرح ہیں یونہی بحکم قرآن مردوں پر عورتوں کے۔ ۲۷۴
جس کے دو بیبیاں ہوں اور اُن میں عدل نہ کرے تو قیامت کے دن ایک طرف کو جھکا ہوا اُٹھے گا۔ ۲۷۵
بوقتِ تعارض حق العبد حق اللہ پر مقدم ہوتا ہے۔ ۲۹۳
شوہروں کی اطاعت اور ان کے حقوق کی معرفت میں عورتوں کے لئے جہاد کے برابر اجر ہے۔ ۲۹۶
عورتیں اگر شوہروں کی نافرمانی نہ کریں اور نماز پڑھیں تو سیدھی جنّت کو چلی جائیں۔ ۲۹۶
شوہر کے بیوی پر بعض حقوق کا ذکر۔ ۲۹۷
شوہر جب ادائے حق زوجہ پر قادر نہ ہو تو طلاق حق العبد ہے۔ ۳۲۵
عورت کا اندامِ نہانی ناقابلِ ادخال تھا بعد از نکاح کبھی شوہر و زن میں مجامعت نہ ہوسکی اور نہ کوئی اولاد ہوئی اب وُہ عورت فوت ہوگئی اس
عورت کے کیا کیا حقوق شوہر پر عائد ہوسکتے ہیں۔ ۵۱۱

تفسیر

اباحتِ نکاحِ ثانی کا ثبوت قرآن مجید کی متعدد آیات سے ہے۔ ۳۰۸
وانکحوا الایامیٰ میں ایم کا معنی ہے زنِ بے شوہر جس کے اطلاق میں کنواری، مطلقہ اور بیوہ سب داخل ہیں۔ ۳۰۸
بالخصوص بیوہ کے نکاح سے متعلق چند قرآنی آیات۔ ۳۰۸
آیت کریمہ الطلاق مرتٰن کا شانِ نزول۔ ۴۰۷
آیت کریمہ محصنین غیر مصافحین میں کونسی ممانعت کی طرف اشارہ ہے۔ ۴۶۹

فوائدِ حدیثیہ

اس حدیث کا مطلب جس میں فرمایا گیا کہ جن کا نکاح ہُوا اور اُن کی نیت میں ادائے مہر نہیں وُہ روزِ قیامت زانی و زانیہ اٹھائے جائیں گے۔ ۱۹۹
حدیث شریف انا اوّل من یفتح باب الجنۃ الا انی اری امرأۃ تبادرنی کا مطلب۔ ۳۰۷
حدیث لعن اللہ المحلل والمحلل لہٗ کا مطلب۔ ۴۰۹

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے اُمّ ہانی

Marfat.com

بنت ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیغامِ نکاح کا واقعہ۔ ۳۰۰

حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیغامِ نکاح کا واقعہ۔ ۳۰۲

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے آخر شوال سن چار ہجری میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔ ۳۰۳

حضور انور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حفظِ دین نومسلمین کے لئے قریش کی طرف سے تعمیرِ کعبہ میں کی گئی تبدیلیوں کو برقرار رکھا ان کی اصلاح نہ فرمائی ۳۱۶

عقائد و کلام

فرائض ادا نہ کرنے یا اُن کی ادائیگی سے باز رکھنے پر آدمی کافر نہیں ہوتا۔ ۲۹۱

ایسے فرض کی فرضیت کا منکر کافر ہو جاتا ہے جس کی فرضیت ضروریاتِ دین سے ہو۔ ۲۹۱

مسلمان پر بدگمانی حرام ہے۔ ۲۹۱

تنبیہ: حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بہشت میں تشریف لے جانا بار بار ہوگا۔ ۳۰۷

دخولِ جنت میں اوّلیت مطلقہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لئے خاص ہے۔ ۳۰۷

مباح پر طعن صرف اسی صورت میں کفر ہو سکتا ہے کہ اس کی اباحت ضروریاتِ دین سے ہو۔ ۳۰۷

نکاح ثانی کی اباحت ضروریاتِ دین سے ہے۔ ۳۰۷

نکاح ثانی کو از رُوئے شرع حلال نہ جاننا کفر ہے۔ ۳۱۹

جو مباح کبائر اور اتباعِ شیطان کی طرف منجر ہو وُہ اس عارضہ کی وجہ سے مباح نہیں رہتا۔ ۳۱۲

عوام کے سامنے حقائقِ عالیہ اور دقائقِ غالیہ کا ذکر جو ان کے مدارک و افہام سے وراء ہو شرعاً ممنوع ہے۔ ۳۱۲

تکفیرِ اہلِ قبلہ و اصحابِ کلمۂ طیبہ میں جرأت و جسارت محض جہالت اور سخت ہے جس میں وبالِ عظیم و نکالِ صریح کا اندیشہ ہے۔ ۳۱۷

کلمہ گو کے ہر قول و فعل کو اگرچہ بظاہر کیسا ہی شنیع و فظیع ہو کفر سے بچانا فرضِ قطعی ہے۔ ۳۱۷

مسلمان کے کسی قول یا فعل میں کوئی ضعیف سے ضعیف تاویل ایسی نکلتی ہو جس کے سبب سے حکم اسلام ہو سکتا ہو تو اسی کی طرف جانا لازم ہے اگرچہ اس میں ہزار احتمال جانبِ کفر جاتے ہوں۔ ۳۱۷

اسلام غالب رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔ ۳۱۷

احتمالِ اسلام کو چھوڑ کر احتمالاتِ کفر کی طرف جانے والے اسلام کو مغلوب اور کفر کو غالب کرتے ہیں۔ ۳۱۷

لا الٰہ الا اللہ کہنے والوں کو جو کافر کہے وُہ خود کفر سے نزدیک تر ہے۔ ۳۱۸

تین باتیں اصلِ ایمان میں داخل ہیں۔ ۳۱۸

اہلِ قبلہ سے کسی کو کافر نہ کہو۔ ۳۱۸

جاہلوں سے ذات و صفات کے دقیق مسائل پوچھنا ناجائز ہے۔ ۴۰۳

جو کسی مسلمان کے لئے چاہے کہ کافر ہو جائے

Marfat.com

اس کے ہونے سے پہلے وہ خود کافر ہوگیا۔ ۴۰۳
حکم علی ترمذی کا نہیں محمد مدنی کا ہے۔ ۴۰۳
یہ کہنا کہ زوجیت شرع میں ذریعہ وراثت نہیں صریح کلمۂ کفر ہے۔ ۴۷۱

رَدِّ بدمذہباں

نسبت کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ جس سے لڑکی کی نسبت کی وہ رافضی وہابی وغیرہ بدمذہب ہے، تو نسبت چھڑانا شرعاً لازم ہے۔ ۲۸۱
وہابیہ کی اکثر عادت ہے کہ مسلمانوں کو وجہ بے وجہ کافر، مشرک اور بے ایمان ٹھہرا دیتے ہیں۔ ۲۹۰
وہابیہ کا قدیمی داب۔ ۲۹۵
وہابیہ محمد بن اسحاق کے مقلد ہیں اور انھوں نے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر صریح تبرا لکھے ہیں۔ ۲۹۶
ایک جلسہ میں تین طلاقوں کو ایک ماننا جمہور اسلام کے خلاف ابن قیم ظاہری کا مذہب ہے۔ ۴۰۴
سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شانِ اقدس میں کلماتِ گستاخی بکنے والا کھلا رافضی ہے۔ ۴۰۴
ایک مجلس میں تین طلاقوں کے وقوع کے منکر مخالف سوادِ اعظم ہیں۔ ۴۵۹
لامذہب یعنی زندیق دہریہ کا نکاح ہی نہیں ہوتا۔ ۶۰۹

حدود و تعزیر

مالی جرمانہ شرعاً ناجائز و باطل ہے۔ ۲۷۰
عورت کو تین طلاق دے کر عدت میں وطی کرنا زنار خالص ہے جبکہ اس کی حرمت کا علم ہو۔ ۴۰۰
مطلقہ مغلظہ سے دورانِ عدت وطی کرنے والے پر حد جاری ہوگی۔ ۴۰۰
مسلمانوں کو حرام کار مرد و عورت سے مقاطعہ کرنا لازم ہے۔ ۴۰۰
دورانِ عدت نکاح کرنے والے سے عورت کو فوراً جدا کر دیا جائے، اگر نہ مانے تو اسے برادری سے خارج کر دیا جائے۔ ۴۰۸
حرامکار مرد و عورت سے برادری والوں کو مکمل مقاطعہ کرنا ضروری ہے۔ ۴۰۸
اغوار کرنے والے کو برادری سے خارج کرنا اور اس سے میل جول چھوڑ دینا لازم ہے۔ ۴۲۹
مطلقہ ثلاثہ کو حلالہ کے بغیر رکھنے والا شوہر مبتلائے زنار ہوگا اور مستحق عذابِ شدید ہوگا۔ ۴۲۳
دیدہ و دانستہ غلط طلاق کی شہرت دینا حرام اور کارِ ابلیس ہے، ایسے لوگ تعزیر کے مستحق ہیں۔ ۴۶۰
ترک واجب گناہ ہے جس پر حاکم سزا دے سکتا ہے۔ ۴۷۹
جس معصیت پر حد لاگو نہ ہوتی ہو اس پر تعزیر ہے۔ ۴۷۹

Marfat.com

افتاء و رسم المفتی

متون خاص نقلِ مذہب صحیح و معتمد کے لئے وضع کئے جاتے ہیں۔ ۱۰۵

ملتقی الابحر متون معتمدہ فی المذہب سے ہے۔ ۱۰۶

ملتقی الابحر میں جو قول مقدم ہو وہی ارجح و مختار للفتویٰ ہوتا ہے۔ ۱۰۶

فقیہ النفس امام قاضی خاں اسی قول کو مقدم کرتے ہیں جو اشہر و اظہر اور معتمد ہوتا ہے۔ ۱۰۶

صاحبِ ہدایہ اکثر قولِ قوی کو مقدم کرتے ہیں اور قولِ مختار کی دلیل کو مؤخر کرنا ان کی عادت مستمرہ ہے۔ ۱۰۷

علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مفتی مطلقاً قولِ امام پر فتویٰ دے اور قاضی عموماً مذہبِ امام پر فیصلہ کرے مگر بضرورت داعیۂ ترک۔ ۱۰۹

امام اعظم کے بعد امام ابو یوسف پھر امام محمد پھر امام زفر و حسن بن زیاد کے قول کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ ۱۰۹

ہم پر امام کے قول پر فتویٰ دینا واجب ہے اگرچہ مشائخ اس کے خلاف فتویٰ دیں۔ ۱۱۰

مسائلِ وقف و قضاء میں غالباً امام ثانی کے قول پر فتویٰ ہے۔ ۱۱۱

لاکھوں مسائلِ معاملات میں قولِ امام پر فتویٰ ہے اگرچہ امام ابو یوسف کی رائے سے امام محمد بھی موافق ہوں۔ ۱۱۱

متون شروح پر اور شروح فتاویٰ پر مقدم ہیں ۱۱۲

متن و شرح میں تعارض ہو تو عمل متن پر ہوگا۔ ۱۱۲

متون و فتاویٰ باہم متعارض ہوں تو معتمد وہی ہوگا جو متون کے موافق ہوگا۔ ۱۱۳

صاحبِ ہدایہ اصحابِ ترجیح میں سے ہیں۔ ۱۱۴

امام کمال الدین ابن الہمام صاحبِ فتح القدیر لائقِ اجتہاد اور اصحابِ ترجیح سے ہیں۔ ۱۱۴

امام قاضی خاں اصحابِ ترجیح سے ہیں اُن کی تصحیح اوروں کی تصحیح پر مقدم ہے، ان کی ترجیح سے عدول نہ کیا جائے۔ ۱۱۴

علماء نے شروح و فتاویٰ کی بعض صریح تصحیحیں صرف اس بناء پر رد کر دیں کہ متون ان کے خلاف پر ہیں۔ ۱۱۵

جس پر متون ہوں وہی قول معتمد ہوگا۔ ۱۱۵

صاحبِ محیط ائمہ ترجیح سے ہیں۔ ۱۱۵

بعض جگہ قولِ صاحبین پر فتویٰ کی وجہ۔ ۱۱۶

ایک تہائی مذہب کے قریب قولِ صاحبین قولِ امام کے خلاف ہے لیکن اکثر اعتماد قولِ امام پر ہی ہے۔ ۱۱۶

علماء نے اس کی تصحیح فرمائی کہ ہم پر بقولِ امام فتویٰ دینا لازم اگرچہ مشائخ نے اس کے خلاف پر فتویٰ دیا ہو۔ ۱۱۷

قولِ امام سے قولِ صاحبین کی طرف یا ان میں سے کسی ایک کی طرف بلاضرورت عدول نہ کیا جائے۔ ۱۱۸

صاحبِ ہدایہ فرماتے ہیں قولِ امام پر فتویٰ بہرحال میرے نزدیک واجب ہے۔ ۱۱۸

Marfat.com

وقتِ عشاء میں قولِ صاحبین کو در میں مفتیٰ بہ کہا اس پر اعتماد جائز نہیں کہ قولِ امام سے عدول کا کوئی سبب نہیں۔ ۱۱۸

فتویٰ جب مختلف ہو تو ظاہر الروایۃ کی طرف رجوع واجب ہے۔ ۲۰۹

مفتی دیانت پر فتویٰ دیتا ہے۔ ۲۱۴

جو اہلِ زمانہ کو نہ جانے اور فتویٰ دیتے وقت اپنے علاقے کے حال کو ملحوظ نہ رکھے وہ جاہل ہے۔ ۲۱۴

جاہلوں سے فتویٰ لینا حرام اور مخالفانِ دین کی طرف رجوع کرنا سخت اشد حرام ہے۔ ۴۲۶

قولِ مرجوح پر فتویٰ اور حکم جہل و خرقِ اجماع ہے۔ ۴۸۲

مقلد کس صورت میں قولِ مرجوح یا دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرسکتا ہے۔ ۴۸۲

مفتی کا قولِ مرجوح پر فتویٰ باطل ہے نیز کسی دوسرے امام کے مذہب کے مطابق بھی فتویٰ نہیں دے سکتا۔ ۴۸۲

امام قاضی خاں اسی قول کو مقدم رکھتے ہیں جو راجح و معتمد ہو۔ ۴۸۸

علامہ ابراہیم حلبی اسی قول کو تقدیم دیتے ہیں جو مؤید ہو۔ ۴۸۹

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کے بعد امام ابو یوسف کا قول مرجح و مقدم ہے۔ ۴۹۰

متون کی جلالتِ شان کو کوئی کتاب نہیں پہنچ سکتی۔ ۴۹۰

علماء کی تصریح کے مطابق شروح فتاویٰ پر مقدم ہیں۔ ۴۹۱

قاعدہ یہ ہے کہ عمل اس قول پر ہوگا جس پر جزم و اعتماد کرنے والے کثیر ہوں۔ ۴۹۱

امام قاضی خاں کی ترجیح اوروں کی ترجیح پر مقدم ہے۔ ۴۹۱

جو متون و شروح میں ہے وہ اس پر مقدم ہے جو فتاویٰ میں ہے۔ ۴۹۲

مبنائے باطل پر اقرارِ طلاق محض لغو ہے۔ ۵۸۶

چودہ برس کی لڑکی میں بلوغ و عدمِ بلوغ دونوں محتمل ہیں۔ ۶۰۹

مفتی کا خود شقوق قائم کرکے ہر شق کا جواب دینا خلافِ مصلحتِ شرعیہ ہے۔ ۶۰۹

فوائدِ اصولیہ

اقتصار و تعلیل دونوں دلیل اختیار و تعویل ہیں۔ ۱۰۵

تعلیل دلیلِ ترجیح ہوتی ہے۔ ۱۰۶

جواب سوالِ دوم۔ ۱۱۰

مجتہد کے سوا کسی کو قوتِ دلیل پر نظر کا اختیار نہیں۔ ۱۱۱

مشقت جالبِ تیسیر ہے۔ ۱۱۱

بغیر ضعفِ دلیل یا ضرورت یا تعامل یا اختلافِ زماں قولِ امام پر قولِ صاحبین پر مرجح نہیں ہوسکتا۔ ۱۱۸

Marfat.com

ضعفِ دلیل جس کے سبب قولِ امام سے عدول جائز ہے وہ ہے کہ اعاظم ائمہ مجتہدین فتویٰ اس کے ضعف پر تنصیص کریں۔ ١١٩

بصورت تجدد بعض کی تسلیم کل کی تسلیم نہیں اور نہ بعض پر رضا سے کل پر رضا لازم ہے۔ ١٢٠

اشیائے متعددہ میں اقباضِ بعض اقباضِ کل نہیں۔ ١٢٠

المعروف کالمشروط۔ ١٩٥

عوض و معوض ایک ملک میں جمع نہیں ہو سکتے۔ ٢٠٤

ساکت کی طرف کوئی قول منسوب نہیں ہوتا۔ ٢١٥

اگر کوئی شخص اپنا تلف ہوتا ہوا دیکھے اور خاموش رہے تو یہ خاموشی اذنِ اتلاف نہ ہوگی۔ ٢١٥

نابالغ تبرع کی اہلیت نہیں رکھتا اور نہ ہی اس کے مال سے کسی کو تبرع کرنے کا اختیار ہے۔ ٢١٥

عقد ایک ربط ہے اور ربط کے لئے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ ٢١٧

جو شئی مقصود سے خالی ہو وہ باطل ہوتی ہے۔ ٢١٧

قبول علم کی فرع۔ ٢٢٢

بعض احکام شرع بحکم شرع عرف پر دائر ہوتے ہیں۔ ٢٢٨

جب دو امر محتمل ہوں تو اقل متعین ہوتا ہے کیونکہ وہی یقینی ہوتا ہے۔ ٢٢٩

عرف غالب کا اعتبار ہوگا مغلوب نامقبول ہوگا اور جہاں دونوں برابر ہوں وہاں تعیین مراد کا قول القسم معتبر ہوگا۔ ٢٢٩

ملک جہت تملیک کو زیادہ جانتا ہے۔ ٢٣٢

منسوخ پر عمل حرام ہے۔ ٢٤٦

حرام سے اجتناب واجب ہے۔ ٣٤٢

متکلم جب اپنے کلام میں جواب سے الگ بات ذکر کرے تو وہ جواب نہیں رہتا بلکہ الگ کلام مانا جاتا ہے۔ ٣٤٩

جو عرفاً معہود ہو وہ ایسے ہی ہے جیسے موجود لفظاً ہو۔ ٣٥٠

یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔ ٣٥٩

صریح لفظ محتاجِ نیت نہیں ہوتا۔ ٣٩٥

رضا بالحرام حرام بلکہ بعض دفعہ کفر ہوتی ہے۔ ٣٩٨

تاسیس اولیٰ ہے بنسبت تاکید کے۔ ٤٢٥

شانِ خط ملنا کوئی حجتِ شرعیہ نہیں۔ ٤٢٥

کلام جب تک مؤثر بن سکے گا لغو نہ ٹھہرائیں گے۔ ٤٣٧

ایسا دعویٰ جس میں کوئی حصہ کلام کا لغو جاتا ہو تسلیم نہ کریں گے۔ ٤٣٨

انقضاءِ عدت عورت کو اجنبی اور محلیت طلاق سے خارج کر دیتی ہے۔ ٤٤١

ضرر شرعاً واجب الدفع ہے۔ ٤٧٨

ضرورتِ صادقہ میں کسی امام کی تقلید صرف اس مسئلہ میں ان کے مذاہب کی رعایت کے ساتھ کی جا سکتی ہے۔ ٥١٠

صریح محتاجِ نیت نہیں ہوتا۔ ٥٥٩

صحیح یہ ہے کہ "طلاق لے" طلاق صریح ہے۔ ٥٦١

تاسیس تاکید سے اولیٰ ہے۔ ٥٦١

Marfat.com

مُفَوَّض مُملک ہوتا ہے۔ ۵۶۶

مُملک اپنی مرضی سے کام کرتا ہے مُملِّک کی مرضی کا پابند نہیں ہوتا۔ ۵۶۶

جو شرعًا معتبر نہ ہو اس کو معتبر بنانا کسی کے بس میں نہیں ۶۰۲

جو اقرار غلط بناء پر ہو وہ معتبر نہیں ہوتا۔ ۶۲۳

دلالتِ قال دلالتِ حال کی طرح ہے۔ ۶۳۵

دلالتِ حال دلالتِ مقال سے عام ہے۔ ۶۳۵

جو کچھ سوال میں ہو جواب اس کو متضمن ہوتا ہے۔ ۶۴۴

فوائدِ فقہیہ

مہرِ شرعِ محمدی کی مقدار کیا ہے۔ ۱۲۳

ہر عاقد و حالف اور واقف و موصی کے کلام کو اس کے عرف پر محمول کرنا لازم۔ ۱۲۴

فسادِ تسمیہ کے وقت مہرِ مثل قائم ہوتا ہے ۱۲۵

کون سا وہ امر ہے جس سے تمام مہر ساقط ہو جاتا ہے اور کون سا وہ جس سے نصف رہ جاتا ہے۔ ۱۲۶

درھم شرعی کا وزن۔ ۱۳۶

دینار کا وزن۔ ۱۳۷

مہر کی اگر کچھ مدت مقرر نہ ہوئی وہاں اس شہر کے عُرف و عادات پر عمل ہوگا۔ ۱۳۸

مہر میں معجل و مؤجل کی وضاحت نہ کی گئی ہو تو وُہ عُرفِ بلد پر رہے گا۔ ۱۴۰

ہمارے بلاد میں عام مہور بیان تعجیل و تاجیل سے خالی ہوتے ہیں اور رواج یہ ہے کہ اس کے لزومِ ادا کو موت یا طلاق پر موقوف رکھا جاتا ہے۔ ۱۴۰

زنا سے حاملہ سے لاعلمی میں نکاح کیا، مرد کہتا ہے میں نے باکرہ سمجھ کر نکاح کیا تھا۔ یہ عذر اسقاطِ مہر کے لئے کافی ہے یا نہیں۔ ۱۴۱

خلوتِ صحیحہ کی تعریف کیا ہے۔ ۱۴۲

مہرِ معجل کی تعریف۔ ۱۴۲

مہرِ مؤجل کی تعریف۔ ۱۴۲

مہرِ مؤجل اس وقت واجب الادا ہوگا جب وعدے کا وقت آئے گا، اس سے پہلے عورت اس کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔ ۱۴۲

اگر مؤجل کہا اور کوئی میعاد بیان نہیں کی تو وُہ طلاق یا موت تک مؤجل ٹھہرے گا اور بعد فرقت ہی واجب الادا ہوگا۔ ۱۴۲

خلوتِ صحیحہ وجوبِ مہر کے لئے شرط نہیں۔ ۱۴۳

جو بات عرف و رواج سے ثابت ہو وہ ایسی ہی ہے جیسے زبان سے شرط کی گئی ہو۔ ۱۵۹

صراحتًا کہی ہُوئی بات عرف و رواج وغیرہ سے دلالۃً سمجھی جانے والی بات پر ترجیح رکھتی ہے۔ ۱۵۹

متارکہ فسخ ہے طلاق نہیں اگرچہ الفاظِ طلاق سے ہو۔ ۱۶۰

نکاحِ فاسد وُہ نکاح ہے جس میں شرائطِ صحت سے کوئی شرط مفقود ہو مثلاً بے شہود نکاح۔ ۱۶۱

چونکہ نکاح فاسد میں طلاق دراصل طلاق نہیں بلکہ فسخ ہے لہذا اس سے تعدادِ طلاق

Marfat.com

میں کمی نہ ہوگی۔ ۱۶۱

کم از کم مہر دو تولے ساڑھے سات ماشے چاندی ہے۔ ۱۶۲

مہر مؤجل کے کیا معنیٰ ہیں اور غیر مؤجل کے کیا، اور معجل کے کیا، اور ان کا کیا حکم ہے۔ ۱۶۶

دینار سُرخ کتنے روپے کا ہوتا ہے۔ ۱۶۶

دس درم کی آجکل کے روپے سے قیمت۔ ۱۶۷

مہر معجل و مؤجل کی کچھ تعداد ہے یا نہیں، اور کس وقت زرِ مہر وصول کرنے کا مجاز ہے اور کوئی سبب ہے یا نہیں۔ ۱۷۱

مہر تین قسم ہے، (۱) معجل (۲) مؤجل (۳) مؤخر۔ ۱۷۱

بے تعیینِ مہر نکاح ہوگا یا نہیں اور شرعی مہر کہا تو کس قدر لازم ہوگا۔ ۱۷۲

وہ کون سی صورت ہے کہ صرف ایک جوڑا کپڑا پانے کی زوجہ مستحق ہے۔ ۱۷۳

مہر مثل سے اپنے خاندانِ پدری کا مہر مراد ہے۔ ۱۷۵

مہر کی اقسام ثلٰثہ یعنی معجل، مؤجل اور مؤخر کی تعریفات اور احکام کی تفصیل۔ ۱۸۹

دینے والا دینے کی جہت کو بہتر جانتا ہے۔ ۲۲۱

عرف جن خصوصیتوں کے ساتھ ہو سب کی رعایت واجب ہے۔ ۲۳۰

شیَ واحد میں حل و حظر دو جہت سے مجتمع ہونا بعید نہیں۔ ۲۳۰

طلاق دینے کے حق کو شوہر شرعًا باطل نہیں کرسکتا۔ ۲۳۲

حکم کی دو قسمیں ہیں۔ [illegible]

حکم دیانت اور حکم قضا کی تفصیل۔ ۳۴۴

ترکِ اضافت کی مختلف صورتیں۔ ۳۴۴

وقوعِ طلاق کے لئے لفظ یا نیت میں اضافت ضروری ہے۔ ۳۴۴

لفظ میں وجود اضافت کی تین صورتیں ہیں۔ ۳۴۴

صحتِ خلوت کی بنیاد مانع حقیقی کے معدوم ہونے پر ہے اگرچہ مانع شرعی موجود ہو۔ ۳۷۰

ایک مجلس میں تین طلاقوں کا ایک ہونا چاروں اماموں کے مذہب کے خلاف ہے۔ ۳۹۵

معاہدوں میں دستاویز کا لکھنا حسبِ عرف معاہدے کی تمہید ہوتا ہے نہ کہ تنفیذ۔ ۴۲۰

المشروط عرفًا کالمشروط لفظًا۔ ۴۲۰

طلاق صریح غیر صریح کو لاحق ہوجاتی ہے۔ ۴۲۵

صریح کے بعد بائن طلاق دی تو وہ صریح بھی بائن ہوجائے گی۔ ۴۲۷

زنِ غیر مدخولہ تفریقِ طلاق کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ ۴۲۷

مدخولہ جمعًا وتفریقًا تین طلاق تک کی صالحہ ہے زیادہ کی نہیں کہ تین سے آگے طلاق ہی نہیں۔ ۴۲۷

کافی لرخصۃ العمل اور مغنی حاجت الاثبات میں شرعًا فرق زمین و آسمان کا ہے۔ ۴۴۵

طلاق صریح جب بائن کو لاحق ہو تو بائن ہوجاتی ہے ۴۵۰

ایک یا دو طلاق دے کر نکاح کیا تو حل جدید کے ساتھ نہ لوٹے گی۔ ۴۵۹

Marfat.com

تفریقِ حاکم طلاق بائن ہوتی ہے۔ ۴۹۴

طلاق کے بارے میں کون سا لفظ صریح اور
کون سا کنایات میں سے ہوتا ہے۔ ۵۵۹

جو لفظ عرف میں طلاق کے لئے غالب الاستعمال ہو
وہ طلاق کے لئے صریح ہو گا چاہے کسی لغت کا ہو۔ ۵۶۰

اگر اپنی بیوی کو کہا "تو مجھ پر حرام ہو چکی" تو بلا نیت
طلاق واقع ہو گی کیونکہ یہ صریح ہے مگر یہ بائن کو
لاحق نہیں ہو گی اور نہ اس کو بائن لاحق ہو گی کیونکہ
یہ بائن ہے۔ ۵۶۲

بائن جب رجعی کو لاحق ہو تو اس کو بھی بائن بنا دیتی۔ ۵۷۱

بائن کو بائن لاحق نہیں ہوتی۔ ۵۷۲

بائن بائن کو لاحق نہیں ہوتی اگر اس کو خبر قرار
دینا ممکن ہو۔ ۵۸۵

ایک طلاق کے بعد صرف غیر مدخولہ مزید طلاق کی
محل نہیں رہتی۔ ۵۸۵

لفظ "حرام" بوجہ عرف ملحق بالصریح ہے۔ ۵۸۶

رجعی بائن کے ساتھ جمع ہو کر بائن ہو جاتی ہے
کیونکہ اس صورت میں رجعت ممتنع ہوتی ہے۔ ۶۱۱

صریح نیت کی محتاج نہیں ہوتی۔ ۶۱۱

صریح جب کنایہ طلاق سے مؤخر ہو تو وہ نیت
طلاق پر قرینہ نہیں بن سکتی۔ ۶۱۱

کنایات میں قرینہ کو مقدم ہونا چاہئے۔ ۶۱۱

قولِ امام محمد کہ عدت وقتِ طلاق سے اور فقہائے
متاخرین کہ وقتِ اقرار سے ہے، ان میں تطبیق و
توفیق۔ ۶۱۸

بائن کا رجعی کو لحوق امتناعِ رجعت کی وجہ سے
رجعی کو بھی بائن بنا دیتا ہے۔ ۶۲۸

کتنی ہی کنایات بائنہ ہوں اور سب سے نیتِ طلاق
بھی کی ہو تب بھی صرف ایک واقع ہو گی کیونکہ بائن
بائن کو لاحق نہیں ہوتی۔ ۶۳۴

فضول و اجنبی کلام اور جنگ و جدل سے مجلس
بدل جاتی ہے۔ ۶۳۸

شوہر کی اجازت سے دوسری کو طلاق دینے کی
تین صورتیں ہیں، تفویض، توکیل، رسالہ۔ ۶۳۸

الفاظ تفویض تین ہیں، تخییر، امر بالید اور مشیئۃ۔ ۶۳۸

تفویض طلاق کے لئے ملک یا اضافت الی الملک
ضروری ہے۔ ۶۴۳

دعویٰ

عورت نے اقرار کیا کہ یہ چیز شوہر کی ملک تھی پھر دعویٰ
کرے کہ اس کی ملکیت میری طرف منتقل ہو گئی ہے
تو بغیر گواہوں کے عورت کا یہ دعویٰ ثابت نہ ہو گا۔ ۱۶۰

شوہر نے مہر معجل کا چھٹا حصہ وقتِ نکاح ادا کر دیا،
اب ہندہ زوجہ کو باقی پانچ حصوں کا مطالبہ
قبل افتراق پہنچتا ہے یا نہیں، اور اگر رخصت
ہوئی خلوتِ صحیحہ نہ ہوئی تو دعویٰ کا اختیار ہے
یا نہیں۔ ۱۶۴

ایک شخص پندرہ ماہ باہر رہا، واپس آیا تو معلوم
ہوا کہ بی بی کے آٹھ ماہ کا حمل ہے وہ طلاق پر
آمادہ ہے بعد طلاق وہ عورت مہر کا دعویٰ کر سکتی

Marfat.com

ہے یا نہیں۔ ۱۸۴

اگر طالق و مطلقہ میں خلوت و دخول کے بارے میں اختلاف ہو تو کس کے قول پر اعتماد ہوگا۔ ۱۹۳

بیٹی کو جہیز دیا پھر مدعی ہُوا کہ میں نے عاریۃً دیا تھا بیٹی کہتی ہے تملیکاً یا اُس کے مرنے کے بعد اُس کا شوہر یہ کہتا ہو تو کس کا قول کب اور کس طرح معتبر ہوگا۔ ۲۲۸

بحالت عدم عرف مدعی کا قول بقسم معتبر ہوگا یہ حکم باپ کے لئے ہے حقیقی ماں کو بھی اس سے عرفاً لاحق کیا گیا ہے۔ ۲۳۶

ماں کا دعوٰی اختصاص محتاج بینہ ہونا چاہئے مگر دو صورتوں میں، ایک یہ کہ باپ مال نہ رکھتا ہو دُوسرے یہ کہ ماں نے اس سے جُدا ہو کر بطور خود تزویج کی ہو۔ ۲۳۶

ایک زمانہ تک کسی شئی میں تصرف ہوتا دیکھتا رہا پھر مدعی ہُوا حالانکہ پہلے بھی دعوٰی کے کوئی امر مانع نہ تھا تو اس کا دعوٰی مسموع نہ ہوگا۔ ۲۴۵

اگر اجنبی نے جہیز دیا بعد مرگ عروس عاریت کا مدعی ہُوا تو بے بینہ اس کا قول معتبر نہیں۔ ۲۴۵

عورت نے شوہر کی بے خبری میں کسی اور سے شادی کر لی بچہ پیدا ہوا شوہر اول دعوٰی کرے تو دعوٰی مسموع ہے۔ ۳۶۶

ثقہ گواہوں سے طلاق کا ثبوت ہو تو شوہر کے انکار کا اعتبار نہیں۔ ۳۹۵

طلاق کے دو مہینہ کے بعد بکر سے نکاح ہوا،

اٹھارہ سال بعد وہاں سے بھاگ کر خالد کے پاس گئی، اس عورت پر کس کا دعوٰی صحیح ہے، مسئلہ کی مختلف صورتوں کا حکم۔ ۴۶۶

ایک بار بھی ہمبستری ہو چکی تو دعوٰی عنینیت کا حق نہیں پہنچتا اس صورت میں زید پر البتہ واجب ہے کہ ادائے حق پر قادر نہ ہو تو طلاق دے دے۔ ۵۰۸

عورت کے عیب کے سبب شوہر کو دعوٰی فسخ نہیں۔ ۵۱۱

شوہر خلافِ ظاہر دعوٰی کرے تو عورت کا قول معتبر ہوگا۔ ۶۴۱

عورت مدعیہ طلاق ہو اور شوہر منکر، تو شوہر کا قول معتبر ہوگا۔ ۶۴۱

شہادت

ہندہ مدعیہ نے گواہوں سے ثابت کیا کہ میرا مہر ایک لاکھ روپے تھا شوہر نے گواہوں سے یہ ثابت کیا کہ دس ہزار تھا۔ کس کے گواہ معتبر ہوں گے کمی یا زیادتی کے۔ ۱۸۵

ثبوت خلوت صحیحہ یا دخول گواہوں سے ہوگا یا طالق و مطلقہ سے۔ ۱۹۳

نفی پر شہادت معتبر نہیں۔ ۱۹۴

شوہر تیسری طلاق کا منکر ہے اور ایک کافرہ گواہ اس کی گواہی بالکل معتبر نہیں۔ ۳۶۷

طلاق کی گواہی میں شوہر اگر موجود ہو تو اس کی طرف اشارہ کر کے اور موجود نہ ہو تو باپ دادا

Marfat.com

کے نام کا ذکر ضروری ہے، بے اس کے گواہی ناقص ہے۔ ۴۱۵

طلاق کی گواہی کے لئے دعوٰی ضروری نہیں کوئی دعوٰی نہ کرے تو گواہوں پر فرض ہے کہ معاملہ قاضی کے سامنے پیش کریں۔ ۴۲۸

حقوق العباد میں قبول شہادت کے لئے تقدم دعوٰی شرط ہے حقوق اللہ میں شرط نہیں۔ ۴۲۸

طلاق کے گواہوں میں ایک لڑکا بارہ چودہ سال کا، ایک عورت کی ماں، ایک بھاوج اور ایک اجنبی عورت۔ پھر طلاق کی تعداد میں ان کے درمیان اختلاف۔ ان مختلف صورتوں کا حکم۔ ۴۳۰

تنہا عورتوں کی گواہی مقبول نہیں۔ ۴۳۰

فرع کی گواہی اصل کے لئے اور اصل کی گواہی فرع کے حق میں قبول نہیں۔ ۴۳۰

امام صاحب کے نزدیک شہادت میں لفظاً اور معنًی اتفاق ضروری ہے اور صاحبین کے نزدیک جتنے پر اتفاق ہو وہ ثابت ہے۔ ۴۳۱

اختلافِ شہود موجبِ رَدِّ شہادت ہے۔ ۴۳۱

شوہر کا انکار طلاق ثقہ گواہوں کی موجودگی میں اصلاً مسموع نہ ہوگا۔ ۴۳۲

بھائی کی گواہی بہن کے حق میں شرعاً قبول ہے۔ ۴۳۲

طلاق کے ثبوت کے لئے دو شرعی گواہ کافی ہیں۔ ۴۳۲

طلاق کی آواز سنی، دینے والے کو دیکھا نہیں، گواہی نہیں دے سکتے۔ ۴۳۳

جو شخص زید سے عداوت ظاہرہ دنیویہ اس حد تک رکھنے والا ہو کہ اس کے باعث زید کے حق میں متہم ہو تو اس کی گواہی ضرر زید پر قبول نہیں۔ ۴۴۰

میاں بیوی کے اختلاف کی صورت میں طلاق کے گواہ عورت کے معتبر ہوں گے۔ اگر گواہ عادل نہ ہوں تو شوہر سے قسم لے کر فیصلہ کیا جائے گا، شوہر کے گواہ پیش نہیں ہو سکتے۔ ۴۵۳

دیانات اور مذہبی معاملات میں فاسق وغیر مسلم کی بات معتبر نہیں۔ ۴۹۴

گواہ شرعی نہ ہوں تو طلاق ثابت نہ ہوگی۔ ۶۵۵

طلاق کے بارے میں اکیلی عورت کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔ ۶۵۵

قضاء

قاضی پر لازم ہے کہ حد خالص، طلاق، ایلاء اور ظہار میں بغیر دعوٰی بھی شہادت سُنے۔ ۴۲۸

قاضی حجتِ شرعیہ کے ساتھ فیصلہ کرے گا نہ مجرد خط کے ساتھ کیونکہ خط خط کے مشابہ ہو سکتا ہے۔ ۴۴۵

فاسق قضاءِ شرعی کے عہدہ کا مستحق نہیں ہوتا۔ ۴۶۲

موجودہ کچہریوں کے فیصلہ سے شرعاً طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ۴۷۷

قاضیِ شرع نائبِ شرع مطہر ہوتا ہے۔ ۴۸۱

مقلد قاضی اپنے مذہب کے خلاف حکم نہیں کر سکتا۔ ۴۸۱

مذاہب اربعہ میں سے غیر حنفی قاضی اپنے مذہب کے مطابق فیصلہ کرے یا حنفی قاضی جسے سلطان نے

Marfat.com

منصبِ قضاء پر مقرر کیا ہو اور اجازت دے رکھی ہو
بوقتِ ضرورت قولِ مرجوح پر فیصلہ کر دے
تو اس کی قضاء نافذ ہوگی۔ ۴۸۲

قاضی مقلد مقید بالقضاء بالمذہب کا کسی دوسرے
امام کے مذہب پر فیصلہ کرنا باطل ہے۔ ۴۸۲

شوہر کی بیماری اور معذوری سببِ فسخ نکاح
نہیں۔ ۴۸۲

جنون کی بنیاد پر موجودہ کچہریوں کے حاکم کا نکاح
فسخ کرنا باطل ہے۔ اس مسئلہ کے تفصیلی دلائل۔ ۴۸۸

عیب کی وجہ سے تفریق بے حکمِ حاکمِ شرع نہیں
ہوسکتی۔ ۵۰۶

جہاں قاضیِ شرع نہ ہو وہاں جو عالمِ دین تمام
اہلِ شہر میں فقہ کا اعلم ہو وہ حاکمِ شرعی ہے۔ ۵۰۶

شوہر عدم نیت طلاق پر قسم کھانے سے انکار کرے
تو وہ عورت معاملہ قاضی کے سامنے پیش کرے
وہ انکار کی صورت میں تفریق کر دے گا۔ ۵۷۵

تاریخ و تذکرہ

علامہ شیخی زادہ دیار رومیہ کے عالم، دولتِ عثمانیہ
کے قاضی اور صاحبِ درمختار کے معاصر تھے۔ ۱۰۸

علامہ خیرالدین رملی صاحبِ درمختار کے
استاذ ہیں۔ ۱۰۸

بے اذنِ امام اعظم امام ابویوسف نے مجلسِ درس
قائم کی، پانچ سوالوں کے جواب میں متحیر ہو کر پھر
خدمتِ امام میں رجوع لائے۔ ۱۱۲

مہرِ ازواجِ مطہرات وحضرت فاطمہ زہرا کس قدر تھا۔ ۱۲۵
عامۂ ازواجِ مطہرات و بناتِ مکرمات حضور پُرنور
علیہ وعلیہن افضل الصلوات واکمل التحیات کا
مہر اقدس پانچسو درہم سے زائد نہ تھا۔ ۱۲۵

اُم المؤمنین حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہا ابوسفیان کی بیٹی اور حضرت امیر معاویہ
رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں۔ ۱۳۶

اُم المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا
مہر ایک روایت پر چار ہزار درہم اور دوسری
روایت پر چار ہزار دینار تھا۔ ۱۳۶

حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر
چار سو مثقال چاندی تھا۔ ۱۳۶

عہدِ پاک رسالت میں سونا فی تولہ سات روپیہ
۷ آنہ ۵ $\frac{3}{5}$ پائی تھا۔ ۱۳۷

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
زرہ چار سو اسّی درہم میں فروخت ہوئی۔ ۱۵۱

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صدیق اکبر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں دراہم
مختلف ہوتے تھے۔ ۱۵۴

عہدِ فاروقی میں دراہم تین طرح کے تھے؛
(۱) دس درہم دس مثقال کے ہم وزن۔
(۲) دس درہم چھ مثقال کے ہم وزن۔
(۳) دس درہم پانچ مثقال کے ہم وزن۔
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انواعِ ثلثہ
(دس، چھ، پانچ) میں سے ہر ایک کا ثلث لیا

Marfat.com

جس کا مجموعہ سات بنتا ہے، اور ایسا درہم مقرر فرمایا جس میں سے دس درہم سات مثقال کے ہم وزن ہوں چنانچہ بعد ازاں اخذ وعطا میں خصومت سے بچنے کے لئے وہی درہم جاری رہا۔ ۱۵۴

حاصل یہ قرار پایا کہ حضرت زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اصل مہر کریم جس پر عقد اقدس واقع ہوا چارسو مثقال چاندی تھی اور زرہ برسم پیشگی وقتِ زفاف دی گئی کہ بحکم اقدس چارسو اسّی درہم کو بکی۔ ۱۵۵

اُم المومنین حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر مبارک اور سنِ وصال۔ ۲۰۳

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ مطہرہ رباب بنت امرؤ القیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت علی اصغر اور حضرت سکینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ ہیں۔ امام مظلوم کی شہادت کے بعد شرفاءِ قریش کے پیغاماتِ نکاح کو مسترد کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ میں وہ نہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے بعد کسی کو اپنا خسر بناؤں۔ چنانچہ آپ جب تک زندہ رہیں کسی سے نکاح نہ کیا۔ ۲۰۴

حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ایک صحابیہ کا قصہ جس کا نام نامی رباب ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ ۲۲۵

حضرت اسماء بنت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جفاکشی کا ایک واقعہ۔ ۳۱۰

قریش نے زمانۂ جاہلیت میں کعبہ کی از سرِ نو تعمیر کے وقت کیا کیا تبدیلیاں بناءِ خلیل میں کیں۔ ۳۱۶

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی عمر شریف بوقتِ نکاح کیا تھی۔ ۳۹۰

بیوع

بائع نے وصولِ ثمن سے قبل اگر مبیع کا بعض حصہ مشتری کے حوالے کر دیا تو بقیہ کو روکنے کا اسے حق حاصل ہے۔ ۱۰۷

بیع عین پر وارد ہوتی ہے۔ ۱۱۹

بیع میں اگر چند چیزیں ایک عقد بیچیں اور بعض بخوشی دے دیں، بعض باقی کو روک سکتا ہے جب تک تمام ثمن وصول نہ ہو۔ ۱۲۰

ثمن مؤجل ہو تو حبس مبیع کا استحقاق بالاجماع زائل ہوجاتا ہے۔ ۱۲۰

امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ حقِ حبس بیع میں اصل عقد کا اقتضاء نہیں اور نکاح میں بحالتِ اطلاق نفس عقد کا مقتضی ہے۔ ۱۲۰

بیع مقایضہ میں احد البدلین کی تسلیم اوّلاً واجب نہیں۔ ۱۲۰

ایسا فعل جو رضائے تبادل ملکین پر دال ہو وہ بیع کا رکن ہے۔ ۲۱۸

تعاطی احد الجانبین سے بعض کے نزدیک بیع جائز ہے اور یہی مفتیٰ بہ اور ارجح ہے مگر بیانِ بدل ضروری ہے اگر بدل مجہول ہوگا تو بیع اجماعاً منعقد نہ ہوگی۔ ۲۱۸

شرائط بیع میں سے جو شرط مفسد معروف ہو جائے

Marfat.com

محتمل ہے ورنہ نہیں۔ ۲۸۸

فضولی کا شراء جب تک نفاذ پائے مشتری پر نافذ ہوتا ہے۔ ۲۵۵

اگر دوسرے کے لئے کچھ خریدا تو شراء اس مشتری پر نافذ ہوگی جبکہ اسے دوسرے کی طرف مضاف نہ کیا ہو، ہاں اگر یوں کہا ہو کہ یہ شئی فلاں کے لئے بیع کر، اس پر بائع نے کہا میں نے فلاں کے لئے بیع کی تو یہ شراء موقوف ہوگی۔ ۲۵۵

مزارعت

مزارعت یعنی بٹائی پر کھیت دینا جائز ہے۔ ۱۰۹

اشربہ

نشہ آور رقیق شئی قلیل بھی ہو تو حرام ہے۔ ۱۰۹

قرض

مدیون کو مہلت دینے یا دین معاف کرنے والا قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہوگا۔ ۱۳۹

مدیونوں سے درگزر کرنے والے کی اللہ تعالیٰ نے مغفرت فرمائی اور اس کو جنت میں جگہ بخشی۔ ۱۳۹

اگر عورت چاہے تو سب مہر کو مثل نقد یا اپنے قرضہ کے وصول کر سکتی ہے۔ ۱۸۹

زوج نے جو زیور منجملہ مہر معجل دیا اگر واپس لے تو مفروض ہوگا یا نہیں۔ ۱۸۹

بیٹی کا باپ پر قرض تھا جہیز دیا، پھر کہا میں نے قرضہ میں دیا ہے، بیٹی کہتی ہے نہیں اپنے مال سے ہے۔ تو کس کا قول معتبر ہوگا۔ ۲۲۱

ہبہ

جب زن و شو ایک دوسرے کو کچھ ہبہ کریں تو رجوع کا اختیار نہیں اگرچہ نکاح منقطع ہو جائے۔ ۱۵۹

نابالغ کو ہبہ کیا اس کے باپ نے قبضہ کر لیا تو ہبہ تام ہو گیا۔ ۱۹۸

ذی رحم محرم کو ہبہ کیا تو واپس نہیں لے سکتا۔ ۱۹۸

ہلاک موہوب مطلقاً مانع رجوع ہبہ ہے۔ ۲۰۴

قرابت محرمہ اور زوجیت دونوں مانع رجوع ہبہ ہیں۔ ۲۰۵

عوض صریح موانع رجوع ہبہ سے ہے۔ ۲۰۶

ہبہ میں جہاں رجوع کا اختیار ہو وہاں بھی رجوع سے گنہگار ہوگا۔ ۲۰۶

دے کر پھیرنے والا مثل کتے کے ہے کہ قے کرکے پھر کھا لے۔ ۲۰۶

ہبہ سے رجوع مکروہ تحریمی ہے۔ ۲۰۶

موہوب لہٗ کی ملک سے خروج مانع رجوع ہبہ ہے۔ ۲۰۸

باپ نے بیٹے کی شادی اپنے صرف سے کی اب بہو کا جہیز روکتا ہے کہتا ہے میں نے جو شادی میں صرف کیا ہے اس کے عوض میں نے یہ مال رکھ لیا ہے، اس مال اسباب کی مالک زوجہ ہوگی یا والد زید۔ ۲۱۰

Marfat.com

بہن بھائی ترکہ میں شریک ہوں اور بھائی بہن کو جہیز دے تو یہ عرفاً ہبہ نہیں بخلاف والدین کہ ان کا جہیز عرفاً ہبہ ہوگا۔ ۲۲۱

اگر کسی نے کہا میں نے اپنے درختوں کے پھلوں کی لوگوں کو اجازت دی کہ جو لے وہ اس کا مالک ہے تو جن لوگوں کو واہب کے اس اذن کی خبر ہوئی وہ جو بھی لیں گے اس کے مالک بن جائیں گے مگر جو شخص اذنِ واہب سے بے خبر ہوگا وہ کچھ لے گا اس کا مالک نہیں ہوگا۔ ۲۲۲

ہبہ مشاع محتمل قسمت صحیح نہیں اور نہ ہی مفید ملک۔ ۲۲۵

ہبہ مشاع غیر محتمل قسمت کی شرطِ صحت یہ ہے کہ مقدار معلوم ہو۔ ۲۲۵

ہبہ تا حینِ حیات ہبہ کاملہ ہے اور حینِ حیات کی شرط لغو باطل ہے۔ ۲۳۵

احد المتعاقدین کی موت رجوع ہبہ کے موانع میں سے ہے۔ ۲۲۵

موہوب شئی کا ہلاک ہو جانا یا موہوب لہٗ کی ملک سے خارج ہونا دونوں رجوع ہبہ سے مانع ہیں۔ ۲۴۷

اگر دو شخص کسی کو ایک گھر ہبہ کر دیں تو یہ ہبہ صحیح ہوگا کیونکہ مشاع نہیں۔ ۲۵۵

عاریت

زیور وغیرہ جو شوہر نے عورت کو دیا اور تملیک صراحتاً یا عرفاً کسی طرح ثابت نہ ہوئی تو اس میں قولِ شوہر معتبر ہوگا اور وہ جبراً واپس لے سکتا ہے۔ ۱۵۹

بلا تملیک شوہر زیور وغیرہ عورت کے برتنے پہننے اور استعمال کرنے سے ملکِ عورت ثابت نہیں ہو سکتی۔ ۱۶۰

والدینِ زوج نے بہو کو کچھ زیور وغیرہ واسطے تالیف یہ سمجھ کر کہ ہمارے گھر میں رہے گا ہر وقت ہمارے اختیار میں ہوگا جب چاہیں گے دوسرے کام میں لائیں گے جیسا تاجر بطور عاریت دیا کرتے ہیں اپنے گھر کی زیبائش کے لئے نہ کہ بطور تملیک، اس صورت میں اس کے مالک والدین ہیں یا نہیں۔ ۲۰۳

عورتیں جو بے تکلف اموالِ شوہر استعمال میں رکھتی ہیں اس سے وہ ان کی ملک نہ ہوں گے۔ ۲۰۳

عاریت سے بحالتِ بقاء ہر وقت رجوع جائز و حلال ہے۔ ۲۰۸

جو اشیاء عاریتاً لی جائیں وہ اگر بلا تعدی ہلاک ہو جائیں تو ضمان لازم نہیں۔ ۲۰۸

مستعار شئی میں اگر بحالتِ استعمال نقصان آجائے تو ضمان لازم نہیں بشرطیکہ استعمال معہود ہو۔ ۲۰۸

اگر عاریت کسی وقتِ معین تک ہو اور لینے والا واپسی پر قدرت کے باوجود وقتِ معین کے بعد بھی اپنے پاس اسے روکے رکھے تو اب ہلاک ہونے پر ضامن ہوگا اگرچہ وقتِ معین کے بعد استعمال نہ ہو۔ ۲۰۹

Marfat.com

عاریت امانت ہے بے تعدی اس میں ضمان نہیں۔ ۲۲۸

سُود

سُود کے لینے اور دینے پر اگر دونوں راضی ہوں تب بھی حرام قطعی ہے۔ ۱۷۴

شرکت

بصورتِ شرکت ہبہ، قرض، اتلافِ مال اور تملیک بلاعوض جائز نہیں جب تک شریک صراحتًہ نہ کہہ دے۔ ۲۱۶

شرکتِ عنان اور شرکتِ مفاوضہ میں شریک ایک دوسرے کے وکیل اور مال میں ماذون التصرف ہوتے ہیں۔ ۲۱۶

شرکت عین میں شریک دُوسرے کے حصّہ سے اجنبی محض ہے اور اسے دوسرے حصّہ میں تصرف جائز نہیں۔ ۲۱۶

قسمت

اجناس مختلفہ میں قسمت جمع بلا تراضی ناممکن ہے یہاں تک کہ قاضی کو بھی اس کا اختیار نہیں۔ ۲۱۷

صلح

جو جہالت مفضی الی المنازعۃ نہ ہو وہ جوازِ صلح سے مانع نہیں ہوتی۔ ۲۱۷

صلح شرعًا ایک عقد ہے جو رافعِ نزاع اور قاطعِ خصومت ہے۔ ۲۱۷

جہالت اگر منازعت تک پہنچانے والی ہو تو وہ جوازِ صُلح سے مانع ہوگی۔ ۲۱۷

امانت

امین ضامن ہوتا ہے جبکہ تعدّی کرے۔ ۲۲۰

غصب

غاصب اگر مغصوبہ شئی کسی کو بطور ہبہ یا صدقہ یا عاریت دے اور وُہ ان لوگوں کے پاس ہلاک ہو جائے تو وُہ اصل مالک کے لئے ضامن ہونگے اور غاصب کی طرف رجوع نہ کر سکیں گے بخلاف مرتہن، مستاجر اور مودع کے کہ غاصب کی طرف رجوع کریں گے۔ ۲۲۱

وقف

اشیاء منقولہ میں سے جن کا وقف معروف ہو جائز ہے ورنہ نہیں۔ ۲۲۸

اجارہ

جن چیزوں کے استصناع کا رواج ہو ان میں اُجرت دے کر معدوم شئی کا بنوانا جائز ہے ورنہ نہیں۔ ۲۲۸

Marfat.com

رہن

مرتہن کا شئ مرہون سے انتفاع اگر باذنِ راہن بے شرط ہو تو جائز ورنہ حرام، مگر ہمارے زمانے میں مطلقاً حکمِ حرمت دیا جائے گا کہ بے طمعِ نفع بہ مرہون قرض نہ دینے کا عُرف و رواج ہے۔ ۲۲۸

بے اجازت مالک کوئی شئ رہن کردی مالک نے بعد میں بھی اس تصرف کو جائز نہ کیا تو مالک کو اختیار ہے کہ اس رہن کو فسخ کر کے مرتہن سے اپنی چیز واپس لے لے مرتہن اپنا دین مدیون سے لیتا رہے۔ ۲۴۹

اگر مالک سے پوچھ کر اس کی شئ کو رہن رکھا یا بعد رہن مالک نے اس تصرف کو اپنی اجازت سے نافذ کردیا تو رہن نافذ و صحیح ہوگیا۔ اب جب تک دین مرتہن ادا نہ ہو مالک مرہون شئ کو واپس نہیں لے سکتا۔ ۲۴۹

مالک کی اجازت سے کوئی شئ کسی نے رہن کردی تو مالک کو اختیار ہے کہ مرتہن کا دین دے کر اپنی چیز چھڑا لے اور جو کچھ مرتہن کو دے وہ مدیون یا اس کے وارثوں سے واپس لے لے۔ ۲۴۹

وکالت

صدر انجمن جس کے حکم سے سب کام ہوتے ہیں تمام تصرفاتِ جائزہ انجمن میں چندہ دینے والوں کا وکیل مجاز ہوتا ہے۔ ۲۵۴

اگر کسی کو غیر معین شئ کی خریداری کا وکیل کیا تو شراء وکیل کے لئے ہوگی مگر جبکہ وکیل نے مؤکل کیلئے خریداری کی نیت کرلی ہو یا مال مؤکل سے شئ خریدی ہو۔ ۲۵۴

وکیل بالطلاق دوسرے کو وکیل نہیں بنا سکتا۔ ۵۶۶

سیر

زید قادیانی ہوگیا، اس کی عورت مسلمان ہی رہی کیا حکم ہے۔ ۲۶۱

عورت نے شریعت کی توہین کی تو کیا وہ مرتدہ ہوگئی اور نکاح فسخ ہوگیا۔ ۲۶۳

بعد تجدیدِ ایمان عورت بلا اجازتِ شوہر دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔ ۲۶۳

عورت اگر کفر کرے تو نکاح سے نہیں نکلتی، یہی مفتی بہ ہے۔ ۲۶۳

مرتدہ بعد اسلام تجدیدِ نکاح پر مجبور کی جائیگی۔ ۲۶۳

مرتدہ اور مرتد کا نکاح جہان بھر میں کسی سے نہیں ہوسکتا، جس سے ہوگا محض زنا ہوگا۔ ۴۰۳

عورت مرتدہ ہوجائے تو حلالہ سے چھٹکارا نہیں، مسلمان ہوگی تو پھر حلالہ کی ضرورت ہوگی۔ ۴۰۳

یمین

ایک شخص کو لوگوں نے شراب پینے کے لئے بلایا، اس نے جھوٹ کہا کہ میں نے شراب پینے پر طلاق کی قسم کھائی ہے۔ اب شراب پئے تو

Marfat.com

طلاق واقع ہو گی۔ ۴۵۲

طلاق کی مدعیہ عورت کی قسم نامعتبر ہے۔ ۴۷۲

مدعی کا حلف نہیں سنا جاتا بلکہ اس سے گواہ مانگے جاتے ہیں۔ ۴۷۲

مدعی گواہ نہ دے سکے تو مدعا علیہ پر حلف رکھا جاتا ہے۔ ۴۷۲

گواہوں کو طلاق کی تعداد یاد نہ ہو اور شوہر ایک کی قسم کھالے تو اس کی قسم کا اعتبار ہے ۴۲۹

مرد طلاق نہ دینے کی قسم کھائے اور عورت طلاق دینے کی، اعتبار شوہر کی قسم کا ہوگا۔ لیکن عورت جس طرح ممکن ہو چھٹکارا حاصل کرے۔ ۴۴۳

گواہ شرعی موجود نہ ہوں تو قسم لینے کے لئے عورت کا شوہر منکرِ طلاق سے گھر میں قسم لے لینا کافی ہے۔ ۴۴۴

شوہر قسم کھا کر عدمِ نیت طلاق کا قول کرے تو مان لیا جائے گا اور قسم لینے کے لئے قاضی یا پنچ کی ضرورت نہیں، خود عورت بھی شوہر سے یہ قسم لے سکتی ہے۔ ۵۷۲

اگر کوئی یوں کہے کہ "اگر میں یہ کام کروں تو میں زانی' چور یا شرابی ہوں" تو حالف نہیں ہوگا۔ ۵۹۳

یمین غموس پر کفارہ لازم نہیں ہوتا۔ ۶۰۴

عدمِ نیت کے بارے میں شوہر بیوی کے سامنے قسم کھالے مان لے گی۔ ۶۰۶

کنایہ میں شوہر نیت کے بارے میں حلف سے انکاری ہو تو حاکمِ شرعی کے حضور نالش کی جائے، اگر شوہر اس کے سامنے بھی قسم کھانے سے انکار کرے تو طلاق ثابت ہو جائے گی۔ ۶۲۶

قراءة

قرآن مجید کی دسوں قراءتیں حق اور منزل من اللہ ہیں اور دسوں طرح حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھا ہے۔ ۳۱۵

جہاں جو قراءة رائج ہو نماز اور غیر نماز میں عوام کے سامنے وہی پڑھی جائے، جس قراءة سے ان کے کان آشنا نہ ہوں وہ نہ پڑھی جائے مبادا وہ اس پر ہنسنے اور طعن کرنے سے اپنا دین خراب کرلیں۔ ۳۱۵

فرائض

اولاد ثابت النسب باپ کا ترکہ پائے گی اگرچہ حرامی ہو۔ ۱۸۴

نکاحِ فاسد و باطل میں زوجین ایک دوسرے کے وارث نہیں۔ ۱۸۴

یہ رواج کہ بہن کو ترکہ نہیں دیتے باطل و مردود ہے۔ ۱۹۳

تجہیز میں جمع و موائد داخل نہیں تو تجہیز کے علاوہ خرچ کرے گا اگر وارث ہوگا تو اسی کے حصہ پر پڑے گا اور وہ متبرع ٹھہرے گا یوں ہی اجنبی۔ ۲۱۶

متوفی کی بیوی مستحقِ وراثت ہوتی ہے۔ ۴۷۰

زوجۂ متوفی کا مستحقِ میراث ہونا نصِ قرآنی سے ثابت ہے۔ ۴۷۱

متوفی کی اولاد نہ ہو تو اس کی بیوی کو چوتھا اور

Marfat.com

اولاد ہو تو آٹھواں حصہ بطورِ میراث ملتا ہے۔ ۴۷۱
وراثتِ زوجہ ضروریاتِ دین میں سے ہے اور
تمام فرقِ اسلام کا اس پر اجماع ہے۔ ۴۷۱
عروضِ جذام کو مزیلِ نکاح سمجھ کر عورت کے استحقاق
وراثت کا انکار جہل و سفاہت ہے۔ ۴۷۱
کسی مصلحت سے اپنی عورت کی زوجیت سے انکار
کیا تو جھوٹے حلف پر گنہگار ہوا، عورت کا نکاح باقی
ہے اور ترکہ سے محروم نہ ہوگی۔ ۶۰۳

تہذیب وتمدّن

اَن شہروں میں یہ متعارف ہے کہ جوڑا دُولھا کی جانب
سے دُلھن کو بھیجا جاتا ہے بایں اُمید کہ اُدھر سے
بہت زیور ملے گا لہذا جوڑے بہت گراں قیمت اور
اس کے ہمراہ اور کچھ بھی بھیجا جاتا ہے اور صراحت
بھی ہوتی ہے کہ اِدھر سے دو سو کا جائے گا تو اُدھر
سے چار سو کا آئے گا۔ اس صورت میں کیا جُدائی پر
واپس لیا جا سکتا ہے یا نہیں، اور اگر ہلاک کردے
تو کیا حکم ہوگا۔ ۲۰۲
جہیز ہمارے بلاد کے عرفِ عام شائع میں خاص
ملکِ زوجہ ہوتا ہے جس میں شوہر کا کچھ حق نہیں،
طلاق ہوئی تو کُل لے لے گی اور مرگئی تو اسی کے ورثاء
پر تقسیم ہوگا۔ ۲۰۳
بلادِ شام وغیرہ میں اس امید پر مہر بڑھاتے ہیں
کہ عورت کثیر جہیز لائے گی۔ ۲۰۴

نحو

بعض اطرافِ ہند کے بلاد میں فاعل فعلِ متعدی
کے ساتھ بھی لفظ "نے" نہیں کہتے، مثلاً تو
کیا بولتے ہیں۔ ۳۸۰
لفظِ نعم (ہاں) خبر کے بعد تصدیق کے لئے اور
امر ونہی کے بعد وعدہ کے لئے ہوتا ہے۔ ۳۸۰
لفظ "میکنم" محض حال کے لئے اور لفظ "کنم"
محض مستقبل کے لئے، جبکہ عربی میں لفظ "اطلق"
حال واستقبال میں دائر ہے۔ ۵۸۸

لُغت

فارغخطی کے اصلی معنی اور باب طلاق میں اس کے
استعمال اور معنی کی تشریح۔ ۵۶۴
لادعوٰی کا لفظ عربی لفظ انک مجازۃ کا ہم معنی ہے
نیت ہو تو طلاق بائن ہوگی۔ ۵۷۴
لفظِ وطن لفظِ بلد وقریہ سے عام ہے۔
لفظ "سروکار" کے لغوی معانی۔ ۶۳۲

ترغیب وترہیب

جو شخص شریعتِ مطہرہ کے فتوٰی پر عمل نہ کرے گا
گنہگار ومستحقِ سزا وعذاب ہے۔ ۵۸۵
مسئلہ شرعیہ میں غلط اعتراف کی ترغیب پر
سرزنش۔ ۶۱۵
دانستہ حق کو باطل اور حق سے رجوع کرکے اس

Marfat.com

میں اپنا شبہہ بتانا موجب عزّت نہیں دارین میں
سخت ذلّت کا باعث ہے۔ ۶۱۵
مقدّس ہستیوں کی طرف رجوع عن الحق کی نسبت
کرنے والا بے ادب مختل الدّین ہے۔ ۶۱۵
استفتاء میں تغیّر و تبدّل کرنیوالے گنہگار ہیں
انھیں خوفِ خدا چاہئے۔ ۶۵۲

حساب

مہر فاطمی چار سو مثقال چاندی تھا، آج کل کے
روپے سے ایک سو ساٹھ روپے۔ ۱۲۵
سکّہ رائجہ سے دینار و درم کا حساب۔ ۱۳۷
مہر شرعی جو بنات صالحات کا چار سو مثقال چاندی
ہے آج کل کے سکّہ سے کتنے روپے ہوئے۔ ۱۷۲
مہر ازواج مطہرات سوائے اُمّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہا کے پانچسو درم ہے، سکّہ مروّجہ سے کس قدر
ہوتے ہیں، وزن درہم اور اوقیہ اور مثقال اور دینار
کی صراحت فرمائی جائے۔ ۱۷۲
دس درم شرعی کے سکّہ مروّجہ سے کے روپے
ہوتے ہیں۔ ۱۷۳

اسماء الرجال

امام مالک و امام ہشام بن عروہ تبع تابعین سے
ہیں اور امام بخاری سے علم حدیث و علم فقہ
میں بدرجہا افضل ہیں۔ ۳۹۶
ابن اسحاق دجّال و کذّاب ہے۔ ۳۹۶

حظر و اباحت

مہر معاف کر دینا نیک کام ہے یا نہیں۔ ۱۳۹
نکاح مااصعہ مہر پر ہوا اب شوہر مہر میں اضافہ
کر سکتا ہے یا نہیں، اگر کر سکتا ہے تو اُس کے
کیا شرائط ہیں۔ ۱۶۲
میکے والوں نے محض جھوٹی خبر پر کہ سسرال والے
زہر دے دیں گے ہندہ کو روک رکھا ہے اُن کا ارادہ
مہر وصول کر کے دوسری جگہ شادی کر دینے کا ہے
نصف مہر معجل ہے اور نصف غیر معجل، معجل میں
زمانہ کی کوئی حد نہیں اُسے روک رکھنا قبل طلاق
مہر وصول کرنا، دوسری جگہ شادی کرنا جائز ہے
یا نہیں۔ ۱۷۳
جو معاملات برادری سے طے ہوں اور شریعت سے
باہر ہوں تو کیا حکم ہے۔ ۱۷۴
اگر زوجہ یہ جانے کہ نباہ نہ ہوگا تو اپنی خلاصی
کے لئے کل مہر چھوڑ دے اور لیا ہوا واپس
دے دے تو جائز ہے۔ ۱۷۴
حسبِ حیثیت تنخواہ زائد سے زائد کتنے کا مہر شرعی
باندھنا جائز ہے اور حیثیت سے زائد مہر ہونے
کا کچھ مواخذہ ہے۔ ۱۷۷
عورت کے ورثاء سے اُس کا مہر شوہر یا ورثائے
شوہر بخشوالیں تو شرعاً جائز ہوگا یا نہیں۔ ۱۷۷
شوہر پر حرام قطعی ہے کہ زوجہ پر معافیٔ مہر کا
جبر کرے اور نہ ایسا کرنے سے معاف ہوگا۔ ۱۸۰

Marfat.com

بحکم دیانت بحالت عدم وصی وارثان کبیر کو وارثانِ صغیر کی پرورش کرنا، ان کے کھانے پینے کی چیزیں ان کے لئے خریدنا اور ان امور میں ان کا مال بے اسراف و تبذیر ان پر اٹھانا شرعاً جائز ہے جبکہ وُہ بچے ان کے پاس ہوں۔ ۲۱۲

غیر کے مال میں بے اذن و ولایت تصرف ناجائز ہے۔ ۲۱۲

چند صورتوں میں بلا اذن و ولایت مالِ غیر میں تصرف جائز ہے۔ ۲۱۲

تبرع اور احسان کرنے والا کسی سے مجرا نہ پائے گا۔ ۲۱۵

چڑھاوے کا کیا حکم ہے، آیا جائز ہے یا نہیں۔ ۲۵۹

لگن کا حکم اور یہ کہ وہ کس کی مِلک ہے۔ ۲۵۹

بوسہ کا حکم۔ ۲۶۷

چھاتی مُنہ میں لینے کے احکام۔ ۲۶۷

بیوی کا بوسہ مسنون و مستحب ہے۔ اگر نیت صالحہ ہو تو اس پر اجر پائے گا۔ ۲۶۸

عورت اگر دُودھ والی نہ ہو تو اس کا پستان مُنہ میں لینا شوہر کے لئے جائز ہے۔ ۲۶۸

اگر بیوی زیادہ دُودھ والی ہے اور خدشہ ہے کہ دُودھ حلق میں جائے گا تو پستان منہ میں لینا مکروہ ہے۔ ۲۶۸

عورت پر تنگی کرنا اور اُسے ضرر پہنچانا بحکم قرآن ممنوع ہے۔ ۲۷۰

شوہر شرمگاہِ زن بوقتِ جماع دیکھے تو کچھ حرج ہے یُونہی اگر مَس کرے؟ ۲۷۰

کیا عورت شوہر کے آلۂ تناسل کو چھُوئے تو حرج ہے۔ ۲۷۰

بوقتِ جماع رویتِ فرج ممنوع اور نابینائی کا سبب ہے۔ ۲۷۱

عورت کو شوہر سے جان کا خطرہ ہو تو اس کے یہاں رہنے پر مجبور نہیں کی جاسکتی۔ اور اس صورت میں ناشزہ بھی نہیں۔ ۴۷۸

بیٹیوں کے ساتھ نرمی اور خوش خلقی، ان کی بدخوئی پر صبر، ان کی دلجوئی، ان کی مراعات جو خلافِ شرع نہ ہو محبوبِ شرع ہے۔ ۲۷۳

ایسی لڑکی جو بظاہر جماع کی متحمل نہیں ہوسکتی اس صُورت میں اُس کا ولی اُسے شوہر کے یہاں جانے سے روک سکتا ہے یا نہیں۔ ۲۸۰

باپ نے اپنی جوان لڑکی کی نسبت ایک لڑکے سے کر دی، کچھ عرصہ کے بعد اس سے چھُڑا کر دوسرے سے کر دی، کیا یہ جائز ہے، اور کیا اس میں اس لڑکے کی اجازت و رضامندی ضروری ہے جس سے پہلے نسبت کی تھی۔ ۲۸۱

نسبت یا نکاح کے وقت جو روپیہ لوگ لیتے ہیں حلال ہے یا نہیں۔ ۲۸۴

تشدد بیجا ناجائز اور سببِ ہلاک ہے۔ ۲۹۰

نکاح کی مختلف صُوَر اور اُن کے احکام کی تفصیل۔ ۲۹۱

Marfat.com

کس عورت کو نکاح ممنوع و ناجائز ہے۔ ۲۹۱

کون سی عورت کو نکاح حرام قطعی ہے۔ ۲۹۱

کس عورت کو نکاح کی ترغیب دینا خلافِ شرع و معصیت ہے۔ ۲۹۱

کس عورت کو نکاح کرنا واجب ہے۔ ۲۹۱

کس عورت کو نکاح کرنا فرضِ قطعی ہے۔ ۲۹۱

جن عورتوں پر نکاح فرض یا واجب ہو انھیں نکاح پر مجبور کیا جائے گا۔ ۲۹۱

جن عورتوں پر نکاح فرض و واجب ہو وُہ اگر خود نہ کریں گی تو گنہگار ہوں گی اور اولیاء اگر مقدور بھر کوشش نہ کریں تو وُہ بھی گنہگار ہوں گے۔ ۲۹۱

مرد پر نکاح اُسی وقت فرض و واجب ہوگا جب وُہ مہر و نفقہ کا مالک ہو ورنہ وُہ ترکِ نکاح پر گنہگار نہ ہوگا۔ ۲۹۲

اگر نکاح نہ کرے تو زناء میں مبتلا ہونے کا خوف ہے اور اگر کرے تو جور و ظلم کا ڈر ہے تو نکاح فرض نہ ہوگا۔ ۲۹۲

جور و ظلم ایسی معصیت ہے جس کا تعلق حقوق العباد سے اور زناء سے باز رہنا حقوق اللہ سے ہے۔ ۲۹۳

بحکمِ حدیث غیبت' زنا سے سخت تر گناہ ہے۔ ۲۹۳

اشاعتِ علم فرض اور کتمانِ علم حرام ہے۔ ۳۱۲

لوگوں سے وُہ باتیں کہی جائیں جنھیں وُہ سمجھیں۔ ۳۱۲

عمامہ کا شملہ چھوڑنا سنت ہے مگر جہاں جُہّال اس پر ہنستے ہوں وہاں علماءِ متاخرین نے غیر حالتِ نماز میں اس سے بچنا اختیار فرمایا۔ ۳۱۴

فاحشہ عورت کو طلاق دینی مستحب ہے۔ [illegible]

عورت کی کج خلقی پر اُسے طلاق دینا ضروری نہیں بلکہ حتی الامکان نباہ کیا جائے، اگر بضرورت دینی ہی ہو تو صرف ایک طلاق دی جائے۔ ۳۲۸

بے نمازی عورت کے ادائے مہر پر قادر نہ ہو تب بھی طلاق دینا مستحب ہے۔ ۳۳۱

ماں باپ طلاق کا حکم دیں تو طلاق دینی واجب ہے۔ ۳۳۲

والدین کی نافرمانی حرام ہے۔

تین طلاق سے عورت مغلظہ قابلِ حلالہ ہوجاتی ہے۔ ۳۳۲

ایسی عورت سے طلاق کی ہمبستری زنا ہے، اگر مسئلہ جانتے ہُوئے ایسا کیا تو زانی، اولاد ولدالزناء، اور ترکۂ پدری سے محروم، اور ایسا شخص قابلِ خلافت و سجادہ نشینی نہیں۔ ۳۸۹

جھوٹی باتیں کہہ کر حق کو ناحق یا ناحق کو حق بنانا یہودیوں کی خصلت ہے۔ ۳۹۹

رسمِ باطل کی پیروی کے لئے حلال و حرام کی پروا نہ کرنا کافروں کی عادت ہے۔ ۳۹۹

مسئلہ شرعیہ محلِ استہزاء نہیں ہوتا، ایسا کرنیوالا گنہگار ہے اس پر توبہ فرض ہے۔ ۳۹۹

طلاق بائن میں بے نکاح، اور رجعی میں بعد عدت بے نکاح اور تین میں بے حلالہ عورت سے ملنا حرام قطعی، جتنے لوگ ایسے شخص کے شریک ہوں سب مرتکبِ حرام و فاسق۔ ۴۶۲

فاسق کی تقلید ناجائز اور اس کا مقلد گنہگار ہے۔ ۴۶۲

Marfat.com

قضاء عرف یعنی نکاح خوانی کا عہدہ بھی فاسق کو تفویض نہ کرنا چاہیے۔ ۴۶۲

فاسق کا امورِ دینیہ میں کچھ اعتبار نہیں، نہ اس پر کسی بات میں اطمینان۔ ۴۶۲

کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق ثلاثہ دے کر اپنی مطلقہ سالی سے نکاح کرے تو کیا حکم ہے۔ ۴۶۲

غیر محرم عورت کو بلا نکاح اپنے مکان میں رکھنا اور خلوت میں اس کے ساتھ ہونا فسق ہے۔ ۴۶۳

طلاق کے لئے مال کا نہ دینے کا جو رواج ہے اس کا لینا اور دینا دونوں حرام ہیں۔ ۴۶۳

خاوند والی عورت سے علم رکھنے کے باوجود نکاح کیا یا لاعلمی میں کیا اور علم آنے پر اس کو چھوڑا نہیں تو یہ زانی ہے۔ ۴۶۴

نیت ہو کہ تھوڑے دنوں بعد طلاق دے دوں گا' تو یہ متعہ نہ ہوگا، لیکن ایسی عادت بنانا یا لوگوں کو اس کی ترغیب دینا جائز نہیں۔ ۴۶۷

نکاحِ متعہ اور نکاحِ مؤقت صحیح نہیں۔ ۴۶۸

بے ضرورتِ شرعیہ طلاق شرعاً ممنوع ہے۔ ۴۶۸

ایک وقت چار تک عورتیں رکھنے کی شرعی اجازت ہے اس سے زائد کبھی جمع نہیں ہوسکتیں۔ ۴۶۹

شوہر بڈھا ہو اور عورت کے ادائے حقوق پر قادر نہ ہو تو اس پر فرض ہے کہ طلاق دے دے مگر عورت بے طلاق دیئے دوسرا نکاح نہیں کرسکتی۔ ۴۷۰

جو مرد عورت کا حق ادا نہیں کرسکتا اس پر طلاق دینا فرض ورنہ گنہگار و مستحقِ عذاب ہوگا۔ ۴۸۷

جب زید نے تین طلاقیں دے دیں تو مطلقہ کا اس کے پاس جانا حرام محض ہے۔ ۵۵۹

بدیہیات پر اہلِ علم حوالہ طلب نہیں کیا کرتے۔ ۵۷۰

جاہل کا حوالہ وہ بھی مع عبارت طلب کرنا سوءِ ادب ہے۔ ۵۷۰

بیوی کا دودھ پینا حرام ہے۔ ۵۹۳

طلاق بائن کے بعد بے تجدیدِ نکاح مباشرت عورت سے حرام ہے۔ ۵۹۵

بلا ثبوت طلاق اور عدت کے اندر دوسرا نکاح حرام ہے۔ ۶۲۵

جس عورت پر عدت واجب ہو وہ مرورِ عدت سے قبل دوسرے مرد سے نکاح کرے تو ناجائز و باطل و زنا و حرام ہے۔ ۶۴۸

فضائل ومناقب

امام ابویوسف علماً امام اعظم کے ہم پلہ نہیں۔ ۱۱۲

جو مسئلہ امام اعظم کے حضور طے نہ ہو لیا وہ قیامت تک مضطرب رہے گا۔ ۱۱۲

امام ابویوسف فرماتے ہیں جس مسئلہ میں ہمارے استاذ کا کوئی قول نہیں اس میں ہم پریشان حال ہیں۔ ۱۱۲

امام ابویوسف سے منقول ہے کہ میں بعض مسائل میں جانتا کہ حدیث میری طرف ہے، تنقیح کے بعد کھلتا کہ جس حدیث سے امام صاحب نے فرمایا ہے میرے خواب میں بھی نہ تھی۔ ۱۱۲

Marfat.com

امام ابوحنیفہ تابعی ہیں۔ ۱۱۷

عرب کی عورتوں میں سب سے بہتر زنانِ قریش ہیں جو اپنے بچوں پر بہت زیادہ مہربان اور شوہروں کے مال کی زیادہ نگران ومحافظ ہوتی ہیں۔ ۲۰۱

جس عورت کا شوہر مرجائے اور وہ دونوں جنتی ہوں پھر عورت اس کے بعد نکاح نہ کرے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جنت میں جمع فرمادے گا۔ ۲۰۳

یتیم بچوں کے لئے بیٹھی رہنے والی اور ان کے خیال سے نکاح نہ کرنے والی بیوہ کی تعریف میں چند احادیث۔ ۲۰۶

کسی کی بیٹیاں اور بہنیں محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں اور سیدۃ النساء بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صاحبزادیوں سے زیادہ غیرت اور عزت والی نہیں ہوسکتیں۔ ۳۱۸

حکمِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حکمِ خدا ہے۔ ۴۵۹

حق سبحٰنہ وتعالیٰ نے حقِ عمر میں فرمایا لعلمہ الذین یستنبطونہ منکم۔ ۴۵۹

مذہبِ امام، امامِ مذاہب ہے جس سے بلاوجہ عدول ہرگز جائز نہیں۔ ۴۹۰

امام ابویوسف اعظم ارکان مذہب ہیں۔ ۴۹۰

امام قاضی خاں فقیہ النفس ہیں۔ ۴۹۱

خلفاءِ راشدین اور ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کبھی حق سے رجوع نہیں کیا۔ ۶۱۵

متفرق

معاصرت دلیلِ منافرت ہے۔ ۱۱۴

مہر حضرت سیدۃ النساء بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مقدار میں بظاہر مختلف روایات اور ان میں نفیس تطبیق۔ ۱۴۵

مہر کی تعداد شرع پیمبری کیا ہے اور حضرت خاتونِ جنت کا مہر کیا تھا۔ ۱۶۵

مہر درجہ اوّل، دوم، سوم، چہارم کی تعداد کتنی ہے۔ ۱۶۷

ازواج مطہرات امہات المومنین ہیں، امہات المومنات نہیں۔ ۱۶۹

دادا باپ کی طرح ہے سوائے چند مسائل کے۔ ۲۳۹

زمانۂ دراز سے کون سا زمانہ مراد ہے۔ ۲۴۴

خلفِ وعد کی تین صورتیں ہیں۔ ۲۸۱

عورتیں ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئیں۔ ۲۹۵

ناقابلِ جماع نابالغہ کو طلاق دی تو مہر کا حکم۔ ۳۲۳

متعہ یعنی جوڑا کی تفصیل۔ ۳۲۳

سید علی ترمذی کی طرف منسوب کی گئی کتاب ارشاد الطالبین کی عبارت کے بارے میں سوال۔ ۴۰۱

کوئی تحریر بے شہادت یا اقرار کاتب مسلم نہیں ہوسکتی اگرچہ خط اسی کا معلوم ہوتا ہو۔ ۴۱۵

خط خط کے اور مُہر مُہر کے مشابہ ہوسکتی ہے۔ ۴۱۵

قرائن سے یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ خط فلاں کا ہے۔ ۴۱۹

Marfat.com

آج کل عادل شخص کا ملنا دشوار ہے۔ ۴۲۱

آج کل عدالت شرعیہ مردوں میں کم ہے اور زنان ناقصات العقل میں فقہ شرعیہ ہندوستان میں شاید گنتی کی ہوں۔ ۴۴۰

سیدنا امام حسن مجتبیٰ اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں ایک شبہہ کا ازالہ۔ ۴۶۹

نفسِ امارہ سختی سے دبتا ہے اور ڈھیل دینے سے زیادہ پاؤں پھیلاتا ہے۔ ۴۶۹

مجتہد صدیوں سے مفقود ہے۔ ۴۸۲

مرد نے کہا کہ "اگر بیوی کو گھر میں رکھوں تو اسی کا دودھ پیوں" یہ نہ تو ایلاء ہے اور نہ ہی قسم۔ لہذا کفارہ لازم نہیں۔ ۵۹۲

تطفل علی الخیریہ۔ ۵۹۸

فتاوٰی خیریہ اور محیط میں اختلاف کی طرف اشارہ۔ ۶۱۲

امام محمد کے ارشاد اور متاخرین کے فتوی میں تطبیق۔ ۶۱۳

Marfat.com

باب المہر

رسالہ

البسط المسجل فی امتناع الزوجۃ بعد الوطی للمعجل

۱۳۰۵ھ

(زوجہ بعد وطی بھی مہر معجل لینے کے لئے اپنے نفس کو روک سکتی ہے اس بارے میں کشادہ تحریر اور فیصلہ مسٹر محمود کا رد)

مسئلہ ۲۰۱ ازمراد آباد مرسلہ محمد نبی خاں صاحب یکم جمادی الاخری ۱۳۰۵ھ

سوال اوّل

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سے ہندہ کا نکاح ہوا، مہر نصف معجل نصف موجل ٹھہرا، حسب رواج ہندہ کی رخصت ہوگئی کہ وطی برضائے ہندہ واقع ہوئی، بعدہٗ زید بداطوار نکلا اور ہندہ سے بہت ایذا و اضرار و تکلیف و آزار کے ساتھ پیش آیا، ہندہ ان وجوہ سے ناراض ہوکر اپنے باپ کے یہاں چلی آئی اور تاوصول مہر معجل اس کے پاس جانے سے انکار رکھتی ہے۔ اس صورت میں ہندہ کو مہر معجل لینے تک حق منع نفس حاصل ہے یا نہیں؟ اور منع کرنے سے ناشزہ ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

Marfat.com

سوال دُوم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جب ادائے مہر معجل سے پہلے وطی برضائے زوجہ واقع ہوجائے تو اِس صورت میں برخلاف مذہبِ امام مذہبِ صاحبین کو کہ منع نفس کا حق ساقط ہوجاتا ہے بوجوہ[ع] مصرحۂ ذیل ترجیح دینی صحیح رجیح اور نظر فقہی میں قرین تحقیق و تنقیح ہے یا نہیں :

(١) درمختار میں ہے جب ایسے امر کی نسبت مابین ابوحنیفہ اور اُن کے مریدوں (یعنی صاحبین) کے اختلاف ہو تو رائے مریدوں کی غالب ہونی چاہیئے ۔

(٢) امام ابوحنیفہ اور امام محمد دونوں محض ذہنی باتوں کے مقنن تھے لیکن قاضی ابویوسف کو اُسی قدر علم روایات تھا اور بوجہ عہدہ قاضی القضاۃ کے موقع متعلق کرنے اصول کا حالات انسان سے حاصل تھا اور ان کے قواعد خصوصاً معاملات دُنیوی اور تعبیر شرع میں اس قدر مستند سمجھے جاتے ہیں کہ جب امام ابوحنیفہ یا امام محمد کی رائے اُن سے متفق ہو تو اُن کی رائے از رُوئے ایک قاعدہ مسلمہ کے قبول کی جاتی ہے ۔

(٣) سب سے عمدہ خلاصہ سب سے حال کی کتاب مستند شرع یعنی فتاوٰی عالمگیری (کی عبارت یہ ہے) اس سے ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہ کی رائے کے خلاف نہ صرف ان کے دُو مشہور مریدوں بلکہ شیخ الصفار نے بھی جہاں تک کہ بحث ہم خانگی کو تعلق ہے رائے ظاہر کی ہے ۔

(٤) امام ابوحنیفہ اور ان کے دُو مرید قانون حنفی میں تین استاد سمجھے گئے ہیں اور میں قاعدہ عام تصور کرتا ہوں کہ اختلاف رائے ہو تو دُو کی رائے بمقابلہ تیسرے کے غالب ہوگی بموجب معمولی قاعدہ شرع کے میں رائے دُو مریدوں کی بطور کثرت رائے منجملہ تین استادوں کے اختیار کرتا ہوں ۔

(٥) اس حق کے نفاذ میں کہ زوجہ کے ساتھ ہم خانگی کرے مانع یہ بیان کیا گیا ہے کہ مہر معجل ادا نہ ہوا ہو اور یہ قاعدہ محض اس مواخذے کی مشابہت پر مبنی ہے جو بائع کو مال پر تا ادائے قیمت قبل حوالگی مال کے حاصل رہتا ہے لیکن اُس مواخذے میں دراصل حق ملکیت مشتری کا قیاس کرلیا گیا ہے اور جبکہ حوالگی عمل میں آجائے گی تو اسی وقت وُہ مواخذہ ختم ہوجاتا ہے انتہی ، بینوا توجروا ۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ المنعم فی المعجل والمؤجل سب تعریفیں دنیا و آخرت میں ہم پر انعام کرنے والے

[ع] یہ وجوہ مسٹر محمود نے اپنے فیصلے میں ایجاد کیں ١٢ (م)

Marfat.com

والصلوٰۃ والسلام علی من ختم دفتر الرسالۃ و بجن وعلٰی اٰلہ وصحبہ وجمیع اھل دینہ البجل۔

اللہ تعالٰی کے لئے ہیں، اور صلوٰۃ وسلام اس ذات پر جس نے رسالت کا دفتر ختم کیا اور مضبوط کیا، اور اُن کی آل واصحاب اور ان کے تمام برگزیدہ دین والوں پر۔ (ت)

جواب سوال اوّل

صورتِ مستفسرہ میں ہندہ کو حق منع نفس حاصل ہے اُسے اختیار ہے جب تک مہر معجل وصول نہ کرلے اپنے آپ کو تسلیم شوہر نہ کرے اس منع کے سبب ناشزہ نہ ہوگی۔ وقایہ میں ہے:

لھا منعہ من الوطی والسفر بھا والنفقۃ لو منعت ولو بعد وطی او خلوۃ برضاھا۔[1]

معجل مہر وصول کرنے کیلئے خاوند کو جماع سے اور سفر پر ساتھ لے جانے سے روکنے اور نفقہ وصول کرنے کا بیوی کو حق ہے اگرچہ وطی اور خلوت رضامندی سے ہو جانے کے بعد روک دے۔ (ت)

نقایہ میں ہے:

قبل اخذ المعجل لھا منعہ من الوطی و السفر بھا و لو بعد وطئ برضاھا بلا سقوط النفقۃ۔[2]

مہر معجل وصول کرنے سے قبل بیوی کو حق ہے کہ خاوند کو جماع، سفر پر ساتھ لے جانے سے روک دے اگرچہ رضامندی سے وطی کے بعد ہو، بیوی کا نفقہ ساقط نہ ہوگا۔ (ت)

کنز میں ہے:

لھا منعہ من الوطی والاخراج للمھر وان وطئھا۔[3]

بیوی کو مہر کے لئے وطی اور سفر پر لے جانے سے منع کرنے کا حق ہے (ت)

تنویر الابصار میں ہے:

لھا منعہ من الوطی والسفر بھا ولو وطی او خلوۃ رضیتھما۔[4]

خوشی سے وطی یا خلوت کے بعد بھی بیوی کو مہر وصول کرنے کیلئے خاوند کو جماع اور سفر پر لے جانے سے منع کرنے کا حق ہے۔ (ت)

---

[1] شرح الوقایۃ	باب المھر	مطبع مجتبائی دہلی	۲/ ۴۵
[2] مختصر الوقایۃ فی مسائل الھدایۃ	″	نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی	ص ۵۶
[3] کنز الدقائق	″	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	ص ۱۰۴
[4] درمختار شرح تنویر الابصار	″	مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۲۰۲

Marfat.com

درمختار میں ہے :

لان کل وطأة معقود علیها فتسلیم البعض لایوجب تسلیم الباقی[1]

ہر وطی مہر کے مقابلے میں ہے (یعنی ہر وطی پر [illegible]) بعض کا بدل دینے سے باقی کا دینا ثابت نہ ہوگا۔ (ت)

اسی میں ہے :

النفقة تجب للزوجة علی زوجها ولو منعت نفسها للمهر دخل بها اولا[2] اھ ملخصًا۔

خاوند پر بیوی کا نفقہ واجب ہے اگرچہ بیوی نے مہر کے لئے خاوند کو اپنے سے روک رکھا ہو دخول ہو چکا یا نہیں اھ ملخصًا (ت)

تحقیق مقام یہ ہے کہ مہر معجل لینے سے پہلے وطی یا خلوت برضائے عورت واقع ہو جانا صاحب مذہب امام اقدم قدوۂ اعظم امام الائمہ ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک حق منع نفس و منع سفر کسی کا اصلاً مسقط نہیں، اور عورت کو اختیار ہے جب تک ایک روپیہ بھی باقی رہ جائے نہ تسلیم نفس کرے نہ شوہر کے ساتھ سفر پر راضی ہو اگرچہ اس سے پہلے بار ہا وطی برضامندی ہو چکی ہو اور صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی کے نزدیک صرف خلوت برضا واقع ہو جانا بھی حق منع نفس و منع سفر دونوں کا مسقط ہے، امام ابو القاسم صفار علیہ رحمۃ الغفار دربارۂ سفر قولِ امام اور دربارۂ وطی قولِ صاحبین پر فتوے دیتے تھے اصل معنٰی اس تفصیل کے یہی ہیں اُن کے بعد جس نے ادھر میل کیا انھیں کا اتباع کیا مثلاً امام صدر شہید شرح جامع صغیر میں ان کا مسلک نقل کرکے فرماتے ہیں، وانه حسن[3] (بیشک وہ حسن ہے۔ ت)، امام بزدوی شرح کتاب مذکور میں فرماتے ہیں :

هذا احسن فی الفتیا[4] کما نقله عنه فی البنایة وکذا الطحطاوی عن البحر عن غایة البیان۔

یہ فتوٰی کے لئے مناسب ہے، جیسا کہ صاحب بنایہ نے اس کو بنایہ میں ان سے نقل کیا ہے، اور ایسے ہی طحطاوی نے بحر سے انھوں نے غایۃ البیان سے نقل کیا ہے (ت)

جواہر الاخلاطی میں ہے :

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار	باب المہر	مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۲۰۲
[2] " "	باب النفقة	" " "	۱/ ۲۶۶-۶۷
[3] حاشیة الجامع الصغیر	باب فی المهور		ص ۴۱
[4] البنایة فی شرح الهدایة	باب المہر	المکتبة الامدادیة مکة المکرمہ	۲/ ۱۵۶

Marfat.com

و استحسن بعض المشایخ اختیارہ اھ[۱] بعض مشائخ نے ان کے مختار کو پسند فرمایا ہے اھ (ت)
اسی طرح ہندیہ میں محیط سے ہے، ولفظہ بعض مشایخنا[۲] (اس کے الفاظ یہ ہیں کہ ہمارے بعض مشائخ نے۔ ت)
مگر اکثر اکابر ائمہ و علماء و فقہاء مذہب امام کو ترجیح دیتے اور اسی پر جزم و اعتماد کرتے ہیں متون کہ خاص نقل مذہب صحیح و معتمد کے لئے وضع کئے جاتے ہیں علی العموم اسی مذہب پر ہیں، فتاوی خیریہ میں ہے: بہ صرحت المتون قاطبۃ[۳] (تمام متون اس کی تصریح کرچکے ہیں۔ ت) اور وقایہ و نقایہ و کنز و تنویر و درمختار کی عبارتیں سن چکے انھوں نے تصریحاً مذہب صاحبین کی نفی فرمائی، اور جب ماتن نے باب نفقہ میں ولو منعت نفسھا للمھر[۴] (اگرچہ بیوی نے مہر کے لئے اپنے کو روک رکھا ہو۔ ت) فرمایا شارح نے دخل بھا اولا[۵] (دخول ہوچکا ہو یا نہ۔ ت) اور بڑھایا تاکہ اس کی نفی پر تنصیص تام ہوجائے، اسی طرح وافی و مختار میں بھی اسی پر اقتصار کیا اور ردالمحتار میں صرف اسی مذہب پر دلیل قائم کی کما سبق نقلہ (جیسا کہ اس کی نقل گزری۔ ت) اور اقتصار و تعلیل دونوں دلیل اختیار و تعویل۔ ردالمحتار میں ہے:

اقتصارہ فی المتن (یعنی تنویر الابصار) یفید ترجیحہ[۶] اھ ملخصاً ذکرہ فی کتاب القضاء مسئلۃ ولایۃ بیع الترکۃ المستغرقۃ بالدین۔

ماتن کا یعنی تنویر الابصار کا اس پر اکتفاء کرنا ترجیح کو مفید ہے اھ ملخصاً۔ اس کو انھوں نے کتاب القضاء میں قرض میں مستغرق ترکہ کی ولایت بیع کے مسئلہ میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

طحطاوی میں ہے:

الاقتصار علیہ یدل علی اعتمادہ[۷] اھ ذکرہ قبیل الوصیۃ بثلث المال۔

اس پر اکتفاء ان کے اعتماد کی دلیل ہے اھ اس کو انھوں نے ثلث مال کی وصیت سے قبل ذکر کیا۔ (ت)

---

[۱] جواہر الاخلاطی فصل فی المہر قلمی نسخہ ص ۶۳
[۲] فتاوی ہندیہ الفصل الحادی عشر فی منع المرأۃ نفسھا بمہرھا نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۱۷
[۳] فتاوی خیریہ باب النفقۃ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۷۹
[۴] درمختار شرح تنویر الابصار 〃 مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۷
[۵] درمختار 〃 〃 〃 〃
[۶] ردالمحتار مطلب فی بیع الترکۃ المستغرقۃ بالدین داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۴۰
[۷] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الوصایا دارالمعرفۃ بیروت ۴/ ۳۲۱

Marfat.com

عقود الدریہ میں ہے، التعلیل دلیل الترجیح[1] (علّت کو بیان کرنا ترجیح کی دلیل ہے۔ ت) اسی میں ہے:

هو الراجح اذ هو المحلی بالتعلیل[2] اھ ذکرھا فی النکاح قبل باب الولی۔

یہی راجح ہے کیونکہ یہی دلیل سے مزیّن ہے، یہ دونوں باتیں اُنھوں نے کتاب النکاح میں باب الولی سے پہلے ذکر کی ہیں۔ (ت)

علامہ ابراہیم حلبی نے ملتقی الابحر میں کہ بتصریح فاضل شامی متون معتمدہ فی المذہب سے ہے قول امام کو مقدم رکھا اور اسی پر حکم دے کر صاحبین کی طرف خلاف نسبت کی،

حیث قال هذا قبل الدخول وکذا بعدہ خلافا لهما[3]۔

جب اُنھوں نے کہا کہ یہ دخول کے بعد ہو یا پہلے اس میں صاحبین کا خلاف ہے (ت)

اور وہ خود دیباچہ ملتقی میں تصریح فرماتے ہیں کہ اس کتاب میں مَیں جس قول کو مقدم لاؤں وہی ارجح ہے شارح نے فرمایا: وہی مختار للفتوی ہے، متن وشرح کی عبارت یہ ہے:

صرحت بذکر الخلاف بین ائمتنا وقدمت من اقاویلهم ماهو الارجح (المختار للفتوی[4]) (ملخصًا)

میں نے اپنے ائمہ کے ہاں اختلاف کی تصریح کر دی اور ان میں سے زیادہ راجح قول کو پہلے ذکر کیا، ارجح وُہ ہے جو فتوی کے لئے مختار ہے (ملخصًا)۔ (ت)

اسی طرح فتاوٰی قاضی خاں میں امام علامہ فقیہ النفس نے قول امام کی تقدیم کی اور وہ اُسی قول کو مقدم کرتے ہیں جو اشہر و اظہر ہو، خود اپنے فتاوے کے خطبے میں فرمایا:

قدمت ما هو الاظهر وافتتحت بما هو الاشهر[5]

میں ظاہر کو مقدم اور مشہور سے ابتداء کرتا ہُوں۔ (ت)

علماء فرماتے ہیں تو جسے یہ پہلے بیان کریں وہی قول معتمد ہے، حاشیہ طحطاویہ میں ہے:

۱؎ عقود الدریہ	کتاب النکاح	حاجی عبدالغفار وپسران ارگ بازار قندھار	۱/۱۷
۲؎ ″			″
۳؎ ملتقی الابحر	باب المہر	موسسۃ الرسالۃ بیروت	۱/۲۵۱
۴؎ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر	مقدمۃ کتاب	داراحیاء التراث العربی بیروت	۱/۷
۵؎ فتاوٰی قاضی خاں	″	نولکشور لکھنؤ	۱/۲

Marfat.com

اصطلاحه تقدیم الاظهر فیکون هو المعتمد[1] اھ ذکرہ فی کتاب الوصایا اول باب الوصی۔

ان کی اصطلاح زیادہ ظاہر کو مقدم کرنا ہے تو وہی قابلِ اعتماد ہوتا ہے اھ، اس کو انھوں نے کتاب الوصایا میں باب الوصی کے شروع میں بیان کیا ہے (ت)

امام برہان الدین فرغانی صاحبِ ہدایہ کی عادتِ مستمرہ ہے کہ استدلال کے وقت قولِ مختار کی دلیل اخیر میں لاتے ہیں تاکہ اقوالِ سابقہ کے دلائل سے جواب ہو جائے اور نقلِ اقوال کے وقت غالباً قولِ قوی کو پہلے ذکر فرماتے ہیں تاکہ اوّل صحیح مسئلہ سمعِ متعلم میں آئے، درمختار میں نہر الفائق سے ہے:

تاخیر صاحب الهدایة دلیلهما (ای فی مسئلة کساد فلوس القرض) ظاهر فی اختیارہ قولهما[2] اھ ذکرہ آخر باب الصرف قبیل التذنیب۔

صاحبِ ہدایہ کا صاحبین کی دلیل کو مؤخر لانا (یعنی قرض والے سکّے کے بند ہو جانے کے مسئلہ میں) ان کے قول کو مختار بنانے کی دلیل ہے، اس کو انھوں نے تذنیب سے قبیل باب الصرف کے آخر میں ذکر کیا ہے (ت)

اسی طرح فتح القدیر میں ہے، افندی زین الدین رومی نتائج الافکار حاشیۂ ہدایہ میں لکھتے ہیں:

من عادة المصنف المستمرة ان یؤخر القوی عند ذکر الادلة علی الاقوال المختلفة لیقع المؤخر بمنزلة الجواب عن المقدم وان کان قدم القوی فی الاکثر عند نقل الاقوال[3]

مصنّف کی عادتِ مستمرہ ہے کہ دلائل ذکر کرتے وقت قوی دلیل کو آخر میں ذکر کرتے ہیں تاکہ پہلے اقوال کا جواب بن سکے، یہ اختلافی بحث میں ایسا کرتے ہیں اگرچہ وہ قوی قول کو ذکر میں پہلے لاتے ہیں جب اقوال کو نقل کرنا ہو، اکثر ایسا ہی کرتے ہیں (ت)

اب یہاں انھوں نے مذہب امام کو پہلے نقل بھی کیا اور اُسی کی دلیل کو مؤخر بھی لائے اور قول صاحبین کو برقرار بھی نہ رکھا تو بوجوہ عدیدہ ترجیح قول کا افادہ فرمایا، علامہ سید جلال الملّۃ والدین خوارزمی نے کفایہ حاشیہ ہدایہ میں تائید مذہب امام کو دوبالا کیا اور ایک مسئلہ متفق علیہا سے جسے صاحبین بھی تسلیم فرمائیں، قولِ امام کو رنگِ ایضاح دیا،

حیث قال لابی حنیفة رحمه اللّٰه تعالٰی انها منعت منه ما قابل البدل کما لو سلم

جب انھوں نے فرمایا امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ بیوی بدل کے مقابل کو روک سکتی ہے جیسا کہ کوئی بائع

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار | باب الوصی | دار المعرفۃ بیروت | ۴/۳۴۰

[2] درمختار | باب الصرف | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/۵۷

[3] نتائج الافکار

Marfat.com

البائع بعض المبیع الی المشتری لایسقط حقہ فی حبس ما بقی منہ[1]

بعض مبیع مشتری کو سونپ دے تو بائع کے لئے باقی مبیع کے روکنے کا حق ساقط نہیں ہوتا۔ (ت)

اسی طرح صدر الشریعۃ شرح وقایہ وکافی شرح وافی واختیار شرح مختار و مستخلص شرح کنز وغیرہا شروح میں مذہبِ امام پر دلیل قائم کی اور دلیل صاحبین سے جواب دیئے، امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام رحمہ اللہ تعالٰی نے فتح القدیر میں ترجیح ہدایہ اور علامہ شیخی زادہ عالم دیار رومیہ قاضی دولت علیہ عثمانیہ معاصر و مستند صاحبِ درمختار نے مجمع الانہر میں تعدیم ملتقی اور علامہ یوسف چلپی نے ذخیرۃ العقبٰی فی شرح صدر الشریعۃ العظمٰی میں اعتماد متن و شرح اور محقق علامہ وسیع النظر دقیق الفکر محمد بن عابدین شامی نے ردالمحتار علی الدرالمختار میں افاداتِ درمختار کو مقرر و مسلّم رکھا اور ترجیح مذہب امام میں خلاف و نزاع کی طرف بھی اشارہ نہ کیا پھر بکثرت علماء اہلِ متون و شروح و فتاوٰی ان مذکورین اور ان کے غیر باب النفقات میں عورت کو طلب مہر معجل کے لئے بالفاظ ارسال و اطلاق منع نفس کا استحقاق بتاتے ہیں اور اصلاً عدمِ وطی و خلوت برضا کی قید نہیں لگاتے کما یظھر بالمراجعۃ الی کتبھم (جیسا کہ انکی کتب کی طرف مراجعت سے ظاہر ہوتا ہے۔ ت) بلکہ شرح وقایہ میں توصورتِ مسئلہ یوں فرض کی کہ:

خروجھا بحق کما لولم یعطھا المھر المعجل فخرجت عن بیتہ[2]

بیوی کا باہر نکلنا برحق ہے جیسا کہ خاوند نے اس کو مہر معجل نہ دیا ہو تو وہ اس کے گھر سے نکل جائے۔ (ت)

اور ظاہر ہے کہ شوہر کے یہاں آنے کے بعد غالباً وطی واقع ہی ہوتی ہے بااینہمہ حکم مطلق چھوڑا اور تقیید کی طرف مطلق التفات نہ فرمایا یہ اطلاقات بھی اُسی اختیار مذہب امام سے خبر دے رہے ہیں، لاجرم علامہ خیرالدین رملی استاذ صاحبِ درمختار نے قولِ امام ہی پر فتوٰی دیا اور مذہب آخر کا ذکر تک نہ کیا، فتاوٰے خیریہ لنفع البریہ میں ہے:

سئل فی المرأۃ اذا سلمت نفسھا قبل استکمال ما شرط تعجیلہ لھا من المھر ھل لھا بعد ذلک منع نفسھا عنہ اجاب لھا منع نفسھا حتی تستکمل

ان سے ایسی عورت کے متعلق سوال کیا گیا جو مہر معجل وصول کرنے سے پہلے اپنے آپ کو خاوند کے سپرد کر چکی ہو کیا پھر مہر معجل کے لئے اپنے آپ کو خاوند سے روک سکتی ہے؟ تو جواب دیا کہ ہاں روک سکتی ہے یہاں تک کہ مہر معجل پورا

---

[1] کفایہ مع فتح القدیر باب المہر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۲۴۹-۵۰

[2] شرح الوقایہ باب النفقہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۲۳

Marfat.com

وذٰلك عند الامام وان کانت سلمت نفسہا وبہ صرحت المتون قاطبۃ[1] وصول کرلے یہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالٰی کے ہاں ہے، اگرچہ بیوی پہلے اپنے آپ کو سونپ چکی ہو، اس مسئلہ پر تمام متون تصریح کرچکے ہیں۔ (ت)

آخر یہ علمائے محققین وعظمائے مدققین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین فتوائے امام صفار واختیار بعض مشائخ سے غافل نہ تھے، پھر قولِ امام ہی پر جزم واعتماد فرماتے ہیں، کوئی تو قولِ صاحبین کا نام تک نہیں لیتا اور اکثر متون کا یہی حال ہے، کوئی صاف وہ الفاظ بڑھاتا ہے جس سے ان کے مذہب کی صریح نفی ہوجائے، کوئی صرف مذہب امام ہی پر دلیل قائم کرتا ہے، کوئی دلیلِ صاحبین سے جواب دیتا ہے، جنھوں نے وعدہ کیا کہ قولِ قوی کو مقدم لائیں گے وہ اسی مذہب کی تقدیم کرتے ہیں، جنھوں نے التزام کیا کہ دلیل معتمد کی تاخیر کریں گے وہ اسی کی دلیل پیچھے لاتے ہیں۔ غرض طرح طرح سے ترجیح وتصحیح مذہب امام کا افادہ فرماتے ہیں، اور کبرائے ناظرین شراح ومحشین کہ مذکور ہوئے تقریر وتسلیم سے پیش آتے ہیں ناچار ماننا پڑے گا کہ ان سب کے نزدیک معتمد ومرجح ومحقق ومنقح مذہب امام ہے رضی اللہ تعالٰی عنہ، اور قوت دلیل کہ مطالعۂ ہدایہ وکافی وفتح اختیار وکفایہ وغیرہا سے واضح ہوتی ہے اس پر علاوہ، پس جبکہ یہی مذہب امام اعظم ہے اور اسی پر متون کا اجماع اور اسی کی دلیل اقوٰی اور اسی قدر کثرت سے اس کے مرجحین، تو وجہ کیا ہے کہ اس سے عدول کیا جائے حالانکہ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مفتی مطلقاً قول امام پر فتوٰی دے، اور قاضی عموماً مذہبِ امام پر فیصلہ کرے یعنی جب کوئی ضرورت مثل تعامل المسلمین یا اجماع المرجحین علی الخلاف کے داعی ترک نہ ہو، کما فی مسئلتی جواز المزارعۃ وتحریم القلیل من المائع المسکر (جیسا کہ مزارعت کے جواز اور قلیل مسکر پانی کی تحریم کے دونوں مسئلوں میں ہے۔ ت) اور حکم دیتے ہیں کہ قول امام سے عدول نہ کیا جائے اگرچہ مشائخِ مذہب اس کے خلاف پر فتوٰی دیں۔ منیہ وسراجیہ ومحیط امام سرخسی وفتاوٰی عالمگیری وبحرالرائق ونہرالفائق وفتاوٰی خیریہ وتنویر الابصار وشرح علائی وحاشیۂ طحطاویہ وغیرہا کتب معتمدہ میں اس کی تصریح ہے، درمختار میں ہے:

یاخذ القاضی کالمفتی بقول ابی حنیفۃ علی الاطلاق ثم بقول ابی یوسف ثم بقول محمد ثم بقول زفر والحسن بن زیاد وھو الاصح منیۃ وسراجیۃ[2]۔

قاضی بھی مفتی کی طرح امام صاحب کے قول کو مطلقاً لے گا، پھر امام ابویوسف، پھر امام محمد، پھر امام زفر اور حسن بن زیاد کے اقوال کو لے گا، یہی اصح ہے منیہ وسراجیہ۔

---

[1] فتاوٰی خیریہ | باب النفقۃ | دارالمعرفۃ بیروت | ۱/۶۹

[2] درمختار | کتاب القضاء | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/۷۲

Marfat.com

بحرالرائق میں فرمایا:

یجب علینا الافتاء بقول الامام وان افتی المشائخ بخلافہ[1] ہم پر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر عمل واجب ہے اگرچہ مشائخ اس کے خلاف پر فتوٰی دے چکے ہوں (ت)

اور ایسا ہی فتاوٰی خیریہ میں ہے خصوصًا صورت مسئولہ میں جبکہ تقریر سوال سے ظاہر کہ زید کی طرف سے سوءِ معاشرت ہندہ کے ساتھ واقع ہوئی تو یہاں تو ایک اور فتوٰی قولِ امام کے موافق ہے تہذیب میں کلامِ امام ابوالقاسم نقل کرکے فرماتے ہیں:

المختار عندی فی المنع ان کان سوء المعاشرۃ من الزوج لہا المنع وان کان من جہتہا فلیس لہا المنع وفی السفر قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ[2] میرے نزدیک منع کے بارے میں مختار یہ ہے کہ اگر بداخلاقی خاوند کی طرف سے ہو تو بیوی کو منع حق ہے اور اگر بداخلاقی بیوی کی طرف سے ہو تو پھر اس کو حق نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو خاوند سے روک رکھے، سفر کے بارے میں فتوٰی امام صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی کے قول پر ہے (ت)

اسی طرح فتاوٰی ابراہیم شاہی وفتاوٰی حمادیہ میں اس سے نقل کیا، یہ ہے اس بارے میں کلام اجمالی، اور قدرے تفصیل ان مباحث کی ہمارے فتوائے ثانیہ میں آتی ہے وباللہ التوفیق، بالجملہ صورت مستفسرہ میں عندالتحقیق مفتی وقاضی کے لئے قولِ امام ہی پر اعتماد ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

جواب سوال دوم

اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق اس تقریر میں **امر اوّل** ایک سخت حیرت انگیز بات ہے، درمختار میں اس مطلب کا کہیں پتا نہیں بلکہ اس میں صراحۃً اس کا خلاف مصرح کتاب القضا میں فرماتے ہیں،

یاخذ القاضی کالمفتی بقول ابی حنیفۃ علی الاطلاق[3] قاضی بھی مفتی کی طرح مطلقًا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کا قول لے گا۔ (ت)

پھر منیۃ المفتی وفتاوٰی سراجیہ سے نقل کیا ہو الاصح[4] (وہی زیادہ صحیح ہے۔ ت) ہاں ایک قول حاوی قدسی سے یہ لائے کہ قوت دلیل پر مدار ہے پھر اُسے بھی برقرار نہ رکھا، اور نہر الفائق سے نقل فرمایا: الاول اضبط[5] (وہی

---

[1] بحرالرائق فصل فی تقلید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۲۷۰-۲۶۹
[2] تہذیب
[3] درمختار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۲/۷۲
[4] و[5] " " " "

Marfat.com

زیادہ مضبوط ہے۔ ت) اور تحقیق و توفیق وہ ہے جو ماتن نے فرمایا کہ لا یخیر الا اذا کان مجتھدا یعنی جو خود مجتہد ہو وہ قوتِ دلیل پر نظر کرے اور ہم پر وہی ترتیب لازم کہ علی الاطلاق مذہبِ امام پر افتا و قضا کریں جب تک کوئی مانع قوی وعظیم نہ پایا جائے کما سنذکرہ إن شاء اللہ تعالیٰ (اِن شاء اللہ تعالیٰ اس کو عنقریب ہم ذکر کریں گے۔ ت)

امرِ دوم کے جواب میں، **اوّلاً** عبارتِ درمختار کہ ابھی گزری اور وہ عبارتِ کثیرہ کہ اِن شاء اللہ تعالیٰ لکھتا ہوں بس ہیں۔

ثانیاً کلماتِ علماء میں نہ عموماً نہ بعد تخصیص معاملاتِ دُنیوی کہیں اس کا نشان نہیں کہ جب امام ابو یوسف کے ساتھ حضرات طرفین سے ایک رائے اور ہو تو ان کی تجربہ کاری کے باعث اُس کا قبول قاعدۂ مسلّمہ ہے، ہاں علماء نے مسائلِ وقف وقضاء کی نسبت بیشک فرمایا کہ وہاں غالباً قولِ ثانی پر فتوٰی ہے، اس سے ہر وہ امر کہ زیرِ قضا آسکے مراد نہیں تاکہ امثال صوم وصلوٰۃ کے سوا نکاح و بیع و ہبہ و اجارہ و رہن وغیرہا تمام ابواب فقہ کو عام ہوجائے یوں تو وقف بھی اسی قبیل سے تھا، پھر خاص اُسے الگ گننے کے کیا معنی، نہ ہرگز عالم میں کوئی عالم اس کا قائل، اور خود ہزاراں ہزار کتبِ فقہ اس کے خلاف پر گواہ عادل کہ لاکھوں مسائل معاملات میں بھی قولِ امام ہی پر فتوٰی ہے اگرچہ رائے امام ابو یوسف سے امام محمد بھی موافق ہوں بلکہ یہ امر خاص اُن مسائل میں اکثری طور پر ہے جنھیں فقہاء کتاب القضاء و کتاب الوقف میں لکھتے ہیں اشباہ والنظائر میں جہاں یہ فائدہ زیرِ قاعدہ المشقۃ تجلب التیسیر (مشقت کے سبب حکم میں آسانی ہوجایا کرتی ہے) لکھا وہاں یہی مسائل شمار کئے۔ حیث قال،

ووسع ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی فی القضاء والوقف والفتوی علی قولہ فیما یتعلق بھما فجوز للقاضی تلقین الشاھد وجوز کتاب القاضی الی القاضی من غیر سفر ولم یشترط فیہ شیئا مما شرطہ الامام وصحح الوقف علی النفس وعلٰی جھۃ تنقطع ووقف المشاع ولم یشترط التسلیم الی المتولی ولاحکم القاضی وجوز استبدالہ عند الحاجۃ

امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی نے قضاء و وقف کے متعلق وسعت پیدا کی ہے، ان دونوں بابوں میں ان کے قول پر فتوٰی ہوگا، انھوں نے گواہ کو قاضی کی تلقین، قاضی کا قاضی کو بغیر سفر خط، بغیر ان شرائط کے جو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی نے لگائی ہیں کو جائز قرار دیا ہے، انھوں نے وقف علی النفس (یعنی اپنی جائداد یوں وقف کرے کہ تاحیات وہ خود اسکی آمدنی سے متمتع رہیگا) اور وقف علٰی جہۃ منقطعہ اور غیر منقسم چیز کے وقف کو جائز کہا ہے اور متولی کو سونپ دینے کی شرط نہیں لگائی اور نہ ہی

Marfat.com

الیہ بلا شرط و جوزہ مع الشرط ترغیبا فی الوقف و تیسیرًا علی المسلمین[1]

انھوں نے وقف کے لئے قاضی کے حکم کو ... ہے، اور انھوں نے وقف کو ضرورت تک وقت تبدیل کرنے کو بلا شرط جائز قرار دیا ہے اور بلا ضرورت اس کے تبدیل کرنے کو مع الشرط جائز قرار دیا ہے تاکہ وقف کرنے میں ترغیب اور مسلمانوں کے لئے آسانی ہو۔ (ت)

ثالثًا ان مسائل میں تو موافقت رائے دیگر کی بھی حاجت نہیں کما یظھر بالمراجعۃ (جیسا کہ کتب کی طرف سے مراجعت سے ظاہر ہوتا ہے۔ ت) تو کلماتِ علماء اس قید کے مساعد نہیں۔

رابعًا کوئی نہیں کہہ سکتا کہ امام ابو یوسف علمًا امام اعظم کے ہم پلہ ہیں، امام سے بے اذن لئے ان کے مجلس درس منعقد کرنے پر امام کا کسی کو پانچ سوال دے کر بھیجنا ان کے ہر مسئلے میں مختلف جواب دینا، ہر جواب پر سائل کی طرف سے تخطیہ ہونا آخر متحیر ہو کر خدمتِ امام میں رجوع لانا مشہور اور اشباہ والنظائر وغیرہا میں مذکور۔ علماء فرماتے ہیں جو مسئلہ امام کے حضور طے نہ ہو لیا قیامت تک مضطرب رہے گا، امام ابو یوسف بعض مسائل میں پریشان ہو کر فرماتے، جہاں ہمارے استاد کا کوئی قول نہیں اس میں ہمارا یہی حال (پریشان) ہے۔ بحر الرائق کے مفسدات الصلوٰۃ میں ہے:

لقد صدق صاحب الفتاوی الظہیریۃ حیث قال فی الفصل الثالث فی قراءۃ القرآن ان کل مالم یرو عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی فیہ قول بقی کذٰلک مضطربا الی یوم القیامۃ وحکی عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی انہ کان یضطرب فی بعض المسائل وکان یقول کل مسئلۃ لیس لشیخنا فیہا قول فنحن فیہا ھکذا[2] انتھی۔

فتاوٰی ظہیریہ والے نے درست فرمایا، جو انھوں نے قراءت قرآن کی فصل ثالث میں فرمایا کہ جس معاملہ میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کوئی قول مروی نہ ہو وہ معاملہ قیامت تک باعثِ اضطراب ہی رہے گا، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے منقول ہے کہ وہ بعض مسائل میں مضطرب تھے تو انھوں نے فرمایا، جس معاملہ میں ہمارے شیخ کا کوئی قول نہ ہو تو اس میں ہمارا یہی حال ہوتا ہے انتہی۔ (ت)

امام ابو یوسف سے منقول ہے میں بعض مسائل میں جانتا حدیث میری طرف ہے تنقیح کے بعد کھلتا کہ امام نے جس حدیث سے فرمایا وہ میری خواب میں نہ تھی اوکما قال رحمہ اللہ تعالٰی۔

---

[1] الاشباہ والنظائر القاعدۃ الرابعۃ المشقۃ تجلب التیسیر ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۱۱۴-۱۱۵

[2] بحر الرائق باب مفسدات الصلوٰۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۴

Marfat.com

امرسوم میں فتاوٰی عالمگیری کو سب کتب پر ترجیح دی گئی حالانکہ وُہ ایک فتاوٰی ہے، اور علماء ارشاد فرماتے ہیں، عمدہ ترین کتب مذہب متون ہیں پھر شروح پھر فتاوٰی عند التخالف متون سب پر مقدم ہیں اور فتاوٰی سب سے مؤخر۔ پھر کیونکر روا ہو کہ سب میں مفضول کو سب سے افضل قرار دیجئے۔ رد المحتار میں ہے:

مافی الفتاوٰی اذا خالف مافی المشاھیر عن الشروح لا یقبل[1]

فتاوٰی میں جو کہا گیا ہو وہ مشہور شروحات کے مخالف ہو تو قبول نہ ہوگا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

حیث تعارض متنہ وشرحہ فالعمل علی المتون کما تقرر مرارا[2]۔

جب متن وشروح میں تعارض ہو تو متن پر عمل ہوگا، جیسا کہ کئی دفعہ گزرا۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

اذا تعارض مافی المتون والفتاوٰی فالمعتمد مافی المتون کما فی انفع الوسائل وکذا یقدم مافی الشروح علٰی مافی الفتاوٰی[3] اھ نقلہ الشامی من القضاء فی فصل الحبس۔

اگر متون اور فتاوٰی میں مذکور کا تعارض ہو تو متون کا ذکر کردہ قابلِ اعتماد ہے جیسا کہ انفع المسائل میں ہے، اور یُونہی جو شروحات میں ہو وہ فتاوٰی سے مقدم ہے اھ اس کو علامہ شامی نے کتاب القضاء فصل فی الحبس سے نقل کیا ہے۔ (ت)

حموی شرح اشباہ میں ہے:

غیرخاف ان مافی المتون والشروح ولو کان بطریق المفھوم مقدم علی مافی فتاوی وان لم یکن فی عبارتھا اضطراب[4]۔

یہ چیز مخفی نہیں کہ جو متون اور شروح میں ہو اگرچہ بطریق مفہوم ہی ہو وہ فتاوٰی میں مذکور پر مقدم ہے اگرچہ فتاوٰی کی عبارات میں اضطراب نہ بھی ہو (ت)

---

[1] رد المحتار باب الرضاع دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۱۲

[2] درمختار کتاب القضاء مسائل شتی مطبع مجتبائی دہلی ۲/۸۶

[3] رد المحتار " فصل فی الحبس دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۱۷
بحرالرائق " " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۲۸۵

[4] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر کتاب الحجر والماذون ادارۃ القرآن کراچی ۲/۴۸۰

Marfat.com

رہا امام صفار کا دربارۂ وطی قولِ صاحبین اختیار فرمانا، اس کا جواب ہمارے مقولاتِ سابقہ سے ملی سکتا ہے جس سے ظاہر کہ قولِ امام کو کتنی وجہ سے ترجیح ہے :

اولاً قوتِ دلیل جس کی کچھ تفصیل ان شاء اللہ تعالٰی عنقریب ظاہر ہوگی۔

ثانیاً کثرتِ مفیدان ومسلمانِ ترجیح جن میں ایک امام برہان الحق والدین فرغانی صاحبِ ہدایہ جن کی جلالتِ شان آفتابِ نیم رُوز و ماہتابِ نیم ماہ سے اظہر، ایک امام محقق علی الاطلاق کمال الدین ابن الہمام ہیں جن کی نسبت علماء کی تصریح کہ پایۂ اجتہاد رکھتے ہیں یہاں تک کہ اُن کے بعض معاصر اُنھیں لائقِ اجتہاد کہتے حالانکہ معاصرت دلیلِ منافرت ہے۔ ردالمحتار میں ہے :

قدمنا غیر مرۃ ان الکمال من اھل الترجیح کما افادہ فی قضاء البحر بل صرح بعض معاصریہ بانہ من اھل الاجتہاد[1]	ہم متعدد بار پہلے ذکر کرچکے ہیں کہ امام کمال اہلِ ترجیح سے ہیں جیسا کہ بحر کے قضاء کے باب میں افادہ کیا ہے بلکہ ان کے بعض معاصرین نے تصریح کی ہے کہ وہ اہلِ اجتہاد میں سے ہیں۔ (ت)

ایک امام علامہ فقیہ النفس قاضی خاں ہیں جن کی نسبت علماء فرماتے ہیں ان کی تصحیح اوروں کی تصحیح پر مقدم ہے، غمز العیون والبصائر شرح الاشباہ والنظائر میں ہے :

فی تصحیح القدوری للعلامۃ قاسم ان مایصححہ قاضی خان من الاقوال یکون مقدما علی مایصححہ غیرہ لانہ کان فقیہ النفس[2]	علامہ قاسم کی تصحیح القدوری میں ہے کہ جس کو امام قاضی خاں صحیح قرار دیں، وہ قول دوسروں کے اقوال پر مقدم ہے کیونکہ آپ فقیہ النفس ہیں۔ (ت)

اور فرماتے ہیں ان کی تصحیح سے عدول نہ کیا جائے، ردالمحتار میں ہے :

کن علی ذکر مما قالوا لایعدل عن تصحیح قاضی خاں فانہ فقیہ النفس[3]	فقہاء کرام نے جو فرمایا اسے یاد رکھو کہ امام قاضی خاں کی تصحیح سے عدول جائز نہیں کیونکہ وہ فقیہ النفس ہیں۔ (ت)

ثالثاً اجماعِ متون جن کی عظمتِ مکان ابھی سُن چکے پھر اُن کا اطباق و اتفاق کیسا ہوگا و لہٰذا بارہا

---

[1] ردالمحتار کتاب العتق باب التدبیر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۵

[2] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر کتاب الاجارات الفن الثانی ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۵۶-۵۵

[3] ردالمحتار کتاب الھبۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۵۱۳

Marfat.com

دیکھا ہے کہ علماء نے شروح وفتاوٰی کی بعض صریح تصحیحیں صرف اس بنا پر رَد کر دی ہیں کہ متون اس کے خلاف پر ہیں،

درمختار کی کتاب القسمۃ میں ہے:

قال فی الخانیۃ وعلیہ الفتوٰی لکن المتون علی الاول فعلیہ المعول[1] — خانیہ میں فرمایا کہ فتوٰی اسی پر ہے لیکن متون پہلے قول پر ہیں تو اسی پر اعتماد ہوگا۔ (ت)

دیکھو امام اجل قاضی خاں سا مرجح اور علیہ الفتوٰی سا لفظ ترجیح جسے علما آکد الفاظِ تصحیح سے شمار کرتے ہیں بااینہمہ کہا گیا کہ متون اوّل پر ہیں تو وہی معتمد ہے، امام کے نزدیک عصبات کے بعد ولایتِ نکاح ماں کو ہے۔ قہستانی نے شرح مختصر الوقایہ میں لکھا صاحبین کے نزدیک غیر عصبہ ولی نہیں، اور یہی ایک روایت امام سے ہے پھر مضمرات شرح قدوری سے نقل کیا، وعلیہ الفتوٰی[2] (اور اسی پر فتوٰی ہے۔ ت) مگر محققین نے نہ مانا کہ خلافِ متون ہے۔ بحرالرائق و نہرالفائق دونوں میں فرمایا:

ماقیل من ان الفتوی علی الثانی غریب لمخالفتہ المتون الموضوعۃ لبیان الفتوی[3] اھ۔ — جو کہا جاتا ہے کہ فتوٰی ثانی پر ہے یہ غریب ہے کیونکہ یہ متون کے مخالف ہے جو کہ فتوٰی کو بیان کرنے کےلئے وضع کئے گئے ہیں اھ (ت)

علامہ شامی نے ردالمحتار میں اسے نقل کرکے مقرر رکھا، کنوئیں سے نجاست نکلے اور وقتِ وقوع معلوم ہو تو امام ایک یا تین دن سے تنجس مانتے ہیں اور صاحبین فی الحال صاحبِ محیط کہ ائمہ ترجیح سے ہیں دربارہ وضو وغسل وعجین قولِ امام اور ان کے ماورا میں قولِ صاحبین اختیار کرتے اور وہ اور امام زیلعی تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق میں اسی تفصیل کو ھوالصحیح (یہی صحیح ہے۔ ت) کہتے ہیں اور اسی پر بحرالرائق و منح الغفار و تنویر الابصار و درمختار میں جزم کیا، بااین ہمہ علامہ شامی اسے رَد کرتے اور عدمِ تسلیم کی پہلی وجہ یہی لکھتے ہیں کہ مخالف لاطلاق المتون قاطبۃ[4] (یہ تمام متون کے اطلاق کے مخالف ہے۔ ت) حموی شرح اشباہ میں ایک مسئلے کی نسبت جس میں روایتِ ابی یوسف کو حاوی قدسی میں علیہ الفتوٰی اور اشباہ میں المصحح المعتمد کہا، فرماتے ہیں:

[1] درمختار	کتاب القسمۃ	مطبع مجتبائی دہلی	۲/ ۲۱۹
[2] جامع الرموز	فصل الولی والکفو	مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران	۱/ ۴۶۷
[3] بحرالرائق	باب الاولیاء والاکفاء	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۳/ ۱۲۴
ردالمحتار بحوالہ البحر والنہر	باب الولی	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/ ۳۱۲
[4] ردالمحتار	فصل فی البئر	" " " "	۱/ ۱۴۶

Marfat.com

مجرد دعوی الحاوی ان الفتوی علیہ لایقتضی انہ المصحح المعتمد فی المذھب کیف و اصحاب المتون قاطبۃ والشروح ماشون علی قولھما (یعنی الطرفین) ومشی اصحاب المتون تصحیح التزامی علی ان مافی المتون والشروح مقدم علی مافی الفتاوی[1]۔

حاوی کا صرف یہ دعوٰی کردینا کہ اسی پر فتوٰی ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہی تصحیح شدہ اور قابلِ اعتماد ہو، یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ تمام متون اور شروح طرفین کے قول پر ہیں، اور تمام متون اس تصحیح کا التزام کیے ہوئے ہیں کہ متون وشروح کے مسائل فتاوٰی کے مسائل پر مقدم ہیں۔ (ت)

۳ ایضًا یہی مذہبِ امام ہے، اور علماء فرماتے ہیں قولِ امام ہی پر اعتماد ضرور ہے اگرچہ صاحبین خلاف پر ہوں اگرچہ مشائخ کرام مذہبِ صاحبین کی تصحیح کریں کما یاتی انشاء اللہ تعالٰی (جیسا کہ عنقریب آئیگا ان شاء اللہ تعالٰی۔ ت)

امرِ چہارم میں جس قاعدہ کا ذکر ہُوا جب سے مذہبِ حنفی عالم میں آیا کسی عالم نے دربارۂ اختلافِ امام وصاحبین اُسے جاری نہ کیا نہ ہرگز تمام دنیا میں کوئی اس کا قائل، بلکہ سلف وخلف کا اجماعِ کامل اُس کے برخلاف پر گواہِ عادل، ہزارہا مسائل میں صاحبین نے خلاف کیا، پھر شرق وغرب سے کتبِ فقہ جمع کرکے دیکھئے قولِ صاحبین معدودہی جگہ مفتٰی بہ ملے گا جہاں اختلافِ زمانہ کے سبب تغیرِ حکم ہوا یا تعامل و دفعِ حرج کے مثل کوئی ایسی ہی ضرورت پیش آئی، علامہ طحطاوی پھر علامہ شامی حاشیۂ درمختار میں فرماتے ہیں:

حصل المخالفۃ من الصاحبین فی نحو ثلث المذھب ولکن الاکثر فی الاعتماد علی قول الامام[2]۔

صاحبین کا تقریبًا ایک تہائی مذہب میں اختلاف ہے لیکن اکثر اعتماد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کے مسلک پر ہے۔ (ت)

میں یہاں ائمہ محققین کی بعض عبارات پر اقتصار کرتا ہُوں جن سے کالشمس ظاہر کہ سوا مواضعِ معدودہ کے قولِ امام ہی پر اعتماد لازم، اور اس کے خلاف کثرتِ رائے، بلکہ فتوائے مشائخ پر بھی التفات نہیں کہ ایک آفتاب لاکھ ستاروں کو چھپالیتا ہے، اُسی سب سے عمدہ خلاصہ سب سے حال کی مستند کتاب "فتاوٰی عالمگیری میں محیط امام شمس الائمہ سرخسی سے ہے:

اذا اختلفوا فیما بینھم قال عبداللہ بن

جب احناف کا آپس میں اختلاف ہو تو عبداللہ بن مبارک

---

[1] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی احکام الجمعۃ ادارۃ القرآن کراچی ۲/۲۳۸

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار مقدمۃ الکتاب دارالمعرفۃ بیروت ۱/۴۸

Marfat.com

المبارك یؤخذ بقول ابی حنیفة رحمه الله تعالٰی لانه کان من التابعین وزاحمهم فی الفتوٰی[1]

کے قول کے مطابق امام ابوحنیفہ کا قول قابلِ عمل ہوتا ہے، کیونکہ وہ تابعی ہیں اور دیگر تابعین کے فتاوٰی کے مقابل اُنھوں نے فتاوٰی پیش کئے۔ (ت)

تنویرالابصار میں ہے:

یاخذ بقول ابی حنیفة علی الاطلاق[2]

قاضی مطلقاً امام ابوحنیفہ کے قول کو لے گا۔ (ت)

درمختار کا منیہ وسراجیہ سے نقل کرنا گزرا ھو الاصح (وہی زیادہ صحیح ہے۔ ت) اور یہ بھی کہ القاضی کالمفتی (قاضی مفتی کی مثل ہے۔ ت) اور یہ بھی کہ نہرالفائق میں اسی کو اضبط کہا، اسی کی کتاب ادب المقال میں تصحیح کی، کما فی الحاشیة الطحطاویة (جیسا کہ حاشیہ طحطاوی میں ہے۔ ت) اسی پر امام محقق علی الاطلاق نے جزم فرمایا، اور بعض مشائخ جو کہیں قولِ صاحبین پر افتا کر دیتے ہیں اُسے بلاوجہ قوی محض نامقبول ٹھہرایا۔ حاشیہ شامیہ میں ہے:

رد المحقق ابن الهمام علی بعض المشائخ حیث افتوا بقول الامامین بانه لایعدل عن قول الامام الا لضعف دلیله[3]

بعض مشائخ نے صاحبین کے قول پر فتوٰی دیا تو محقق ابن ہمام نے ان کا رَد کرتے ہُوئے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ کے قول سے اعراض نہیں کیا جاسکتا الّا یہ کہ ان کی دلیل کمزور ہو۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

قد صححوا ان الافتاء بقول الامام فینتج من هذا انه یجب علینا الافتاء بقول الامام وان افتی المشائخ بخلافه[4] اھ نقله العلامة الطحطاوی اول القضاء۔

مشائخ نے تصحیح فرمائی ہے کہ فتوٰی امام صاحب رحمہ اللہ تعالٰی کے قول پر ہے، تو اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ ہم پر امام کے قول پر فتوٰی دینا واجب ہے اگرچہ مشائخ نے قولِ امام کے خلاف فتوٰی دیا ہو اھ اس کو طحطاوی نے باب قضاء کی ابتدار میں نقل کیا ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ — الباب الثالث فی ترتیب الدلائل للعمل بہا — نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۳۱۲
[2] درمختار شرح تنویرالابصار — کتاب القضاء — مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۷۲
[3] ردالمحتار — مطلب عن الامام اذا صح الحدیث الخ — داراحیاء التراث بیروت ۱/ ۴۶
[4] بحرالرائق — کتاب القضاء — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۲۷۰-۲۶۹

Marfat.com

فتاوٰی خیریہ[1] کی کتاب الشہادات مسئلہ شہادۃ الاعمٰی میں ہے :

المقرر ایضا عندنا انه لایفتی و لایعمل الا بقول الامام الاعظم ولایعدل عنه الی قولهما اوقول احدهما اوغیرهما الا لضرورة (من ضعف دلیل او تعامل بخلافه) کمسئلة المزارعة وان صرح المشائخ بان الفتوی علی قولهما لانه صاحب المذهب والامام المقدم

اذا قالت حذام فصدقوها
فان القول ما قالت حذام[1]

یہ طے شدہ ہے کہ ہمارے ہاں امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی کے قول پر ہی عمل و فتوٰی ہوگا، اور صاحبین یا ان میں سے کسی ایک کے قول یا کسی اور کے قول پر بغیر ضرورت فتوٰی نہ ہوگا (اور ضرورت کی مثال ضعیف دلیل یا عرف و تعامل کا اس کے خلاف ہونا ہے) جیسا کہ مزارعت کا مسئلہ ہے اگرچہ مشائخ تصریح کرچکے ہوں کہ فتوٰی صاحبین کے قول پر ہے، کیونکہ امام ابوحنیفہ صاحبِ مذہب ہیں اور سب سے مقدم امام ہیں (شعر کا ترجمہ) جب حذام کچھ کہے تو اس کی تصدیق کرو، کیونکہ بات وہی ہے جو حذام کہتی ہے۔ (ت)

بعینہٖ اسی طرح بحر الرائق کی کتاب الصلٰوۃ بحث اوقات میں تصریح فرمائی اور اس سے رد المحتار و حاشیہ طحطاویہ میں نقل کرکے مقرر رکھا، امام المحققین شیخ الاسلام برہان الدین صاحبِ ہدایہ کتاب التجنیس والمزید میں فرماتے ہیں :

الواجب عندی ان یفتی بقول ابی حنیفة علی کل حال[2]

میرے نزدیک ہر حال میں امام ابوحنیفہ کے قول پر فتوٰی دینا واجب ہے۔ (ت)

مسئلہ وقتِ عشا میں جو قول صاحبین کو دُرر میں مفتٰی بہ بتایا علامہ نوح آفندی نے اس پر فرمایا :

لایجوز الاعتماد علیه لانه لایرجح قولهما علی قوله الا بموجب من ضعف دلیل اوضرورة اوتعامل او اختلاف زمان ولم یوجد شئ من ذلك فالعمل علی قوله[3] اھ نقلهما

اس پر اعتماد درست نہیں کیونکہ امام صاحب کے مقابلہ میں صاحبین کے قول کو ترجیح نہیں ہوسکتی مگر جب کوئی سبب ہو مثلاً دلیل کا ضعف، ضرورت، تعامل یا اختلافِ زمان میں سے کوئی چیز ہو، اور جبکہ ان میں سے کچھ بھی نہیں تو امام کے قول پر عمل ہوگا اھ

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الشہادات دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۳۳

[2] و [3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الصلٰوۃ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۷۵

Marfat.com

العلامۃ الطحطاوی فی مبحث اوقات الصلٰوۃ۔

علامہ طحطاوی نے ان دونوں عبارتوں کو اوقاتِ صلوٰۃ کی بحث میں ذکر کیا ہے (ت)

پھر یہ ضعیف دلیل جسے علما بلیغ عدول فرماتے ہیں اس کے معنی بھی سمجھ لیجئے یہ وُہ ہے کہ اعاظم ائمہ مجتہدانِ فتوٰی اُس کے ضعف پر تنصیص کریں، نہ وُہ جسے من و تو اپنے اذہان قاصرہ سے ضعیف سمجھ لیں کہ اوّل تو یہ دلائل جو مصنفین لکھتے ہیں کیا معلوم کہ امام کی نظر انھیں پرتھی اور ہو بھی تو ہم کیا اور ہمارا ضعیف سمجھنا کیا ؎

گدائے خاک نشینی تو حافظا مخروش

نظام مملکت خویش خسرواں دانند

(اے حافظ! گدائے خاک نشین کومت چھیڑ کہ ملک کے نظام کو چلانا خود بادشاہ ہی جانتا ہے)

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں:

انہ قد یظھر قوۃ لہ بحسب ادراکہ ویکون الواقع بخلافہ او بحسب دلیل ویکون لصاحب المذھب دلیل اٰخر لم یطلع علیہ انتھی۔[1]

کبھی امام کی دلیل کی قوت ظاہر ہوتی ہے جس کا ادراک کرلیا جاتا ہے اور واقع میں اس کے خلاف ہوتا ہے، یا یہ ہوتا ہے یہ کچھ دلیل سمجھے حالانکہ صاحبِ مذہب (امام صاحب) کی دلیل کچھ اور ہے جس پر اطلاع نہ ہوئی انتہی (ت)

اب مجھے اس تحقیقِ انیق کے بعد اصلاً ضرورت نہ رہی کہ امر پنجم کی طرف توجہ کروں، میرا یہی کلام ہرگونہ دلائل کے جواب میں بس ہے معہذا جو کچھ اُس میں بیان ہُوا اُسی دلیل سے ماخوذ ہے جو ہدایہ و شرح وقایہ و کافی و اختیار و مستخلص وغیرہا میں مذہب صاحبین پر ظاہر کی گئی اور اُس کے ساتھ ہی انھیں کتابوں میں اُس کا نفیس جواب بھی دے دیا جہاں تک میری نظر ہے کوئی کتاب مستند ایسی نہ ملے گی جس میں یہ تقریر مسطور اور اُس کا جواب نہ مذکور ہو میں یہاں صرف درمختار کے وُہ مختصر لفظ جو اُنھوں نے امام صدرالشریعۃ وغیرہ سے اخذ کرکے لکھے نقل کرنا کافی سمجھتا ہُوں دلیل امام میں فرماتے ہیں:

کل وطأۃ معقود علیہا فتسلیم البعض لایوجب تسلیم الباقی۔[2]

ہر وطی مہر کا بدل ہے تو بعض مہر کا سونپنا باقی کے سونپنے کا موجب نہیں بنتا ہے۔ (ت)

اس مرام نفیس کی توضیح و تلخیص یہ ہے کہ بیع عین پر وارد ہوتی ہے وُہ ایک بار سپرد ہوکر کیا باقی ہے

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب القضاء مطبع دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۱۷۶

[2] درمختار باب المھر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۰۲

Marfat.com

کہ محبوس ہو بخلاف نکاح کہ عورت کے گوشت پوست پر وارد نہیں منافع بضع پر ہے اور [illegible] کل کی تسلیم نہیں، نہ بعض پر رضا سے کل پر رضا لازم، وبعبارۃ اُخری شرع نے حقِ حبس دیا ہے نہ اختیارِ استرداد، اور مبیع میں تجدید منع بشکلِ استرداد ہی معقول، اور نکاح میں منفعت ماضیہ کی واپسی محال [illegible] مگر حبس منفعت آئندہ، ولہٰذا اگر بیع میں بھی چند چیزیں ایک عقد میں بیچیں اور بعض بخوشی دے دیں بعض باقی کو روک سکتا ہے جب تک تمام ثمن وصول نہ ہو کہ یہاں بھی بوجہ تعدد اقباض بعض اقباض کل نہیں، کفایہ میں ہے:

لوسلم البائع بعض المبیع الی المشتری لایسقط حقہ فی حبس مابقی منہ۔[1]

اگر بائع مشتری کو کچھ مبیع سونپ دے تو باقی کو روک رکھنے کا حق اس سے ساقط نہیں ہوگا۔ (ت)

پس فرق واضح ہوگیا اور استدلال ساقط، میں یہاں تطویلِ کلام نہیں چاہتا کہ یہ امر تو علما پہلے ہی طے فرماچکے مگر شاید اتنا کہنا بیکار نہ ہو کہ خود امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی بیع ونکاح کے اس مسئلے میں زمین و آسمان کا فرق رکھتے ہیں یہاں تک کہ اُن کے نزدیک مہر مؤجل کے لئے بھی عورت کو حقِ منع حاصل، اور ثمن مؤجل ہو تو استحقاق حبس بالاجماع زائل، وُہ فرماتے ہیں حقِ حبس بیع میں اصل عقد کا مقتضی نہیں اور نکاح میں بحالت اطلاق نفس عقد کا مقتضی ہے، ولہٰذا شوہر پر تقدیم تسلیم مطلقاً لازم اگرچہ مہر اشیائے متعینہ سے ہو جیسے عبد یا دار یا ثوب، اور بیع میں مشتری پر تقدیم اُسی حالت میں ضرور کہ مبیع عین ہو اور ثمن دین، جیسے درہم و دینار، امام سغناقی نہایہ میں کہ ہدایہ کی پہلی شرح ہے تقریر مذہب ابی یوسف میں فرماتے ہیں:

قال ان موجب النکاح عند الاطلاق تسلیم المہر عینا کان اودینا فحین قبل الزوج الاجل مع علمہ بموجب العقد فقد رضی بتاخیر حقہ الی ان یوفی المہر بعد حلول الاجل و بہ فارق البیع لان تسلیم الثمن اولا لیس من موجبات البیع لامحالۃ الاتری ان البیع لوکان مقایضۃ لاتجب تسلیم احد

انھوں نے کہا کہ نکاح کا موجب مطلقاً مہر کا ادا کرنا ہے خواہ نقد ہو یا دین ہو، تو جب خاوند نے مہر کے لئے مدتِ مقررہ قبول کرلی جبکہ وُہ نکاح کے موجب کو جانتا ہو تو گویا اس نے مدت مقررہ گزرنے تک اپنے حق کو مؤخر کرنا تسلیم کرلیا، اسی نکتہ کی بنا پر نکاح اور بیع میں فرق واضح ہوگیا، کیونکہ بیع میں اوّلاً ثمن کی ادائیگی اس کا موجب لازمی نہیں ہے، آپ جانتے ہیں کہ بیع مقایضہ (سامان کا سامان سے سودا) میں کسی بدل کا

---

[1] کفایہ مع فتح القدیر باب المہر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۲۵۰

Marfat.com

البدلین اولا فلو یکن المشتری راضیا بتاخیر حقه فی البیع الی ان یوفی الثمن وجعل الفتوی علی قول ابی یوسف[1]

بھی ادا کرنا ابتداءً ضروری نہیں، لہذا بیع میں ثمن کی ادائیگی تک مشتری بیع کی تاخیر پر راضی نہ ہوا اور فتوٰی امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے قول پر ہے۔ (ت)

اسی طرح فتح القدیر وغیرہ شروح ہدایہ میں ہے پھر باوجود اس قدر تفرقوں کے کیونکر مانا جائے کہ نکاح میں یہ حکم محض مشابہت بیع ہی پر مبنی ہے کہ اس کے احکام سے کہیں تفاوت نہ کرسکے، یہ مسئلہ ایک مبسوط رسالے کے قابل تھا،

وفیما ذکرنا کفایۃ لاھل الدرایۃ واللہ ولی الھدایۃ منہ البدایۃ والیہ النھایۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس میں اہلِ فہم کے لئے کفایت ہے، اللہ تعالٰی ہی ہدایت کا مالک اور اسی سے ابتداء اور انتہا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳ ازسہسوان ۲۵ جمادی الآخرہ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ہندہ سے صرف نکاح کرکے چلا گیا، رخصت نہ ہوئی، نہ ایک نے دوسرے کی صورت دیکھی، دو برس بعد ہندہ نے اس پر نالش کی رخصت کرائے یا طلاق دے۔ وُہ کچہری میں آیا اور حاکم کے سامنے طلاق نامہ لکھ دیا، پدرِ ہندہ نے کل مہرِ ہندہ بے اجازتِ ہندہ معاف کردیا، ہندہ اس معافی کو نامنظور کرتی اور اپنا نصف مہر مانگتی ہے، اس صورت میں ہندہ پر عدت لازم ہے یا نہیں؟ اور اس کا دعوٰی مہر صحیح ہے یا نہیں؟ اور باپ کے معاف کئے سے مہر معاف ہوگیا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

باپ کو کسی طرح اپنی بیٹی کے مہر معاف کردینے کا اختیار نہیں، نہ ہرگز اس کے معاف کئے معاف ہوسکے

فان البنت ان کانت بالغۃ فلا ولایۃ للاب علیھا اصلا وان کانت صغیرۃ فالولایۃ للنظر ولا نظر فیما تمحض للضرر وکتب المذھب طافحۃ بھذا۔

اگر بیٹی بالغ ہو تو باپ کو اس پر بالکل ولایت نہیں اور اگر نابالغہ ہو تو پھر باپ کی ولایت شفقت پر مبنی ہے تو جو چیز محض ضرر ہو وُہ شفقت نہیں ہوسکتی مذہب کی کتب اس بیان میں بھرپور ہیں۔ (ت)

---

[1] العنایۃ حاشیۃ علی الہدایۃ مع فتح القدیر باب المہر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۲۴۹

ف: خط کشیدہ عبارت عنایہ میں نہیں، یہ نہایہ کی ہے، اور نہایہ دستیاب نہیں۔ نذیر احمد

Marfat.com

پس اگر زید نے بلا شرط معافیِ مہر طلاق دی تھی تو بیشک ہندہ پر طلاق بائن واقع ہوئی اور وہ
زید کے نکاح سے نکل گئی اور از انجا کہ ہنوز خلوت نہ ہُوئی تھی عدت کی بھی حاجت نہیں۔

فی مجمع الانہر طلق غیر المدخول بھا بانت لا الی عدۃ[1] اھ ملتقطا۔

مجمع الانہر میں ہے غیر مدخول بہا کو طلاق دی تو عورت بائنہ ہوجائے گی اور عدت نہ ہوگی اھ ملتقطا (ت)

اور اسی لئے نصف مہر ہندہ زید پر واجب الادا، جس کے دعوٰی کا اسے ہر وقت اختیار،

اذ لاحالۃ تنتظر بعد الافتراق بموت او طلاق۔

کہ موت یا طلاق کی وجہ سے افتراق کے بعد کوئی حالت قابلِ انتظار نہیں۔ (ت)

اور اگر اُس نے یُوں کہا کہ میں نے ہندہ کو اس شرط پر طلاق دی کہ مجھے مہر معاف ہوجائے تو صورتِ مسئولہ میں نہ مہر معاف ہُوا نہ طلاق پڑی اذا فات الشرط فات المشروط (جب شرط فوت ہوجائے تو مشروط بھی فوت ہوجاتا ہے۔ ت) اس تقدیر پر دعوٰی مہر میں وہی حکم ہوگا جو عورت کو بحالتِ زوجیت دیا جاتا ہے کہ مہر معجل ہو تو فی الفور لے سکتی ہے اور کچھ وعدہ مقرر ہُوا ہو تو میعاد معلوم تک نہیں مانگ سکتی اور کچھ نہ ٹھہرا ہو تو اُس شہر کے رواج پر چھوڑیں گے یعنی ایسی حالت میں جو وہاں کا عُرف ہو اُسی پر عمل ہے،

فی النقایۃ المعجل والمؤجل ان بینا فذاک والا فالمتعارف[2] واللہ تعالٰی اعلم

نقایہ میں ہے کہ اگر مہر معجل یا مؤجل بیان کردے تو بہتر ورنہ جو عرف میں ہو وہ ٹھہریگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۰ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ از سہسوان مرسلہ حافظ علی محمد صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا نکاح اُس کی رضاعی بہن کے ساتھ بوجہ لاعلمیت کے ہُوا اور وہ اُس کے تصرف میں بھی رہی، تو اس صورت میں زید پر دین مہر واجب الادا ہے یا نہیں؟

الجواب

صورتِ مسئولہ میں پُورا مہر مثل واجب ہے اگرچہ مہر مسمّی سے زائد ہو، ردالمحتار وطحطاوی علی الدرالمختار میں زیر قول شارح ویجب مہر المثل فی نکاح فاسد بالوطء ولو یزد علی المسمی لرضاھا بالحط (نکاحِ فاسد میں وطی کرلینے سے مہر مثل واجب ہوتا ہے اور وہ مقررہ سے زائد نہیں ہونا چاہئے کیونکہ وہ ساقط

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل فی طلاق غیر المدخول بہا داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۰۰

[2] مختصر الوقایۃ فی مسائل الہدایۃ کتاب النکاح نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۶

Marfat.com

راضی تھی۔ت) فرمایا:

وفی الخانیة لوتزوج محرمه لاحد علیه عند الامام وعلیه مهر مثلها بالغا ما بلغ اھ فهی مستثناة الا ان یقال ان نکاح المحارم باطل لا فاسد[1] الخ ای فلا استثناء۔

خانیہ میں ہے کہ اگر کسی نے محرم عورت سے نکاح کیا تو امام صاحب کے ہاں اس پر حد نہیں، ہاں اس عورت کا مہرِ مثل جتنا بھی گراں ہو خاوند پر لازم ہوگا اھ تو یہ صورتیں مستثنٰی ہیں، ہاں یوں کہا جاسکتا ہے کہ محارم سے نکاح فاسد نہیں بلکہ ابتداء ہی باطل ہے الخ تو استثناء نہ ہُوا۔ (ت)

خانیہ میں اس کی امثلہ میں فرمایا:

نحو الام والبنت والاخت والعمة والخالة اوتزوج بامرأة ابیه وابنه[2] الخ فذکر محرمات الصهر ایضا فافاد شمول محرمات الرضاع بالاولی وقال فی رد المحتار تحت قوله شبهة العقد کوطء محرم نکحها ما نصه اطلق فی المحرم فشمل المحرم نسبا ورضاعا وصهریة[3] واللہ تعالٰی اعلم

جیسے ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ، یا باپ کی بیوی یا بیٹے کی بیوی الخ تو اس میں انھوں نے سسرالی رشتے بھی ذکر کئے، تو اس سے رضاعی محرمات کا شامل ہونا بطریقِ اولٰی واضح ہوگیا۔ ردالمحتار میں شبہہ عقد کی مثال لکھی ہے جیسے محرم عورت سے نکاح کرکے وطی کرلی ہو، اس عبارت میں انھوں نے محرماتِ نسبیہ، رضاعیہ، صہریہ سب کو شامل کیا ہے (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵: ازمارہرہ مطہرہ باغ پختہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم میاں صاحب یکم ذی قعدہ ۱۳۰۶ھ

چہ مے فرمایند علمائے دین اندریں مسئلہ کہ تعداد مہر شرع محمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چہ مقدار است؟ بیّنوا توجروا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شریعتِ محمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں مہر کی مقدار کیا ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب

مہر را در شرع مطہر جانب کمی حدے معین ست

شریعت پاک میں مہر کی کم از کم مقدار دس درہم مقرر ہے۔

---

[1] ردالمحتار باب المہر مطلب فی نکاح الفاسد داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۵۱

[2] فتاوٰی قاضی خاں باب فی ذکر مسائل المہر نولکشور لکھنؤ ۱/۱۷۵

[3] ردالمحتار کتاب الحدود مطلب فی بیان شبہۃ العقد داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۱۵۳

Marfat.com

یعنی دہ درہم اما جانب زیادت ہیچ تحدید نیست ہرچہ بستہ شود ہماں قدر بحکم شرع محمدی لازم آید صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ و بارک وسلم، قال اللہ تعالیٰ و اٰتیتم احدٰھن قنطارا[1] پس تعیین نتواں کرد کہ ہمیں قدر مقدار مہر شرعی است نہ غیر او آرے ایں لفظ در بسیارے از عوام اہل حرفۂ ایں بلاد شائع و ذائع است مانا کہ او را مقابل رسم شرفا و متمولان ہند نہادہ باشند آناں در مہور مغالات و افراط را از حد گزرانیدہ برگردن کم مایہ پنجہ پنجاہ ہزار و صد ہزار و ازاں ہم فزوں تر بارمی نہادند ایناں بتقلیل گرائیدہ مہر کی سہل الحصول می بستند و ایں را بمقاصد شرع مطہر نزدیک تر دانستہ مہر شرع محمدی می گفتند تا رفتہ رفتہ تسمیہ و تعیین از میان برخاست و در بسیارے از عقود ایشاں ہمیں لفظ بر زبانہا ماند اگر پرسی چہ قدر مہر بستہ شد گویند شرع محمدی و دگر ہیچ و چوں ایں لفظ اصطلاح خاص ایشاں ست واجب ست در فہم مرادش رجوع ہم ایشاں کردن فانہ یجب ان یحمل کلام کل عاقد وحالف وموص وواقف علی عرفہ[2] کما فی ردالمحتار وغیرہ

لیکن زیادہ سے زیادہ مقدار مقرر نہیں بلکہ جتنی بھی طے کردیا جائے وہ شریعتِ محمدی میں لازم ہوگا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور تم ان عورتوں میں سے بعض کو بہت زیادہ مال دیتے ہو اس لئے کوئی تعیین نہیں کی جاسکتی کہ یہ مقدارِ شرعی ہے اور یہ نہیں ہے' ہاں شرعی مہر کا لفظ اس علاقے کے اہلِ ہنر لوگوں میں مشہور ہے تاکہ اس کو بڑے مالدار لوگوں اور معزز خاندانوں کی رسم کے برابر رکھا جائے جو اپنے ہاں بہت بھاری مہر مقرر کرتے تھے اور وہ اس حد تک بڑھ گئے کہ وہ لینے سے کم مایہ لوگوں کی گردن پر بھی پچاس ہزار پچپن ہزار اور لاکھ اور اس سے بھی زیادہ بوجھ ڈالتے ہیں، تو اہلِ ہنر نے مہر کا بوجھ کم کرنے کے لئے اور سہل الحصول بنانے کے لئے اس کو شرعی مہر کا نام دیا اور سہل اور معتدل کام کو شریعت کے قریب تر خیال کرکے اس کو شرعی مہر کہنا شروع کردیا اور آہستہ آہستہ یہ نام مشہور ہوگیا اور اکثر طور پر نکاح میں جب پوچھا جائے کہ کتنا مہر ہے تو جواب میں شرعی کہہ دیتے ہیں جب یہ لفظ خاص لوگوں کی اصطلاح بن گیا تو اب لازماً اس کی مراد یا مقدار کا تعین معلوم کرنے کیلئے ان کی طرف رجوع کرنا ضروری ہوا کیونکہ عقد، قسم، وصیت اور وقف کرنے والے لوگوں کے کلام کو ان کے عرف پر محمول کرنا ہوتا ہے جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ میں ہے،

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۰

[2] ردالمحتار باب التعلیق ۲/ ۴۹۹، باب الایلاء ۲/ ۵۵۳، کتاب البیوع ۴/ ۱۴ داراحیاء التراث العربی بیروت

Marfat.com

پس اگر مراد و متعارف ایشان یا گروہے از ایشان
ازیں لفظ ہماں اقل مقادیر مہرست دراں گروہ دہ
درہم لازم آید و قومے راکہ مقصود و مفہوم مہر سرادق
عفت فلک رفعت کنیزان درگاہ طہارت پناہ حضرت
بتول زہرا صلوات اللہ وسلامہ علیٰ ابیہا الکریم و علیہا
باشد آنجا چار صد مثقال سیم کہ بسکہ وقت یک صد و
شصت روپیہ است واجب شود وکسانیکہ خود
اذہان ایشان نیز از معنی ایں لفظ خالی ست ہمیں
سخنے ست کہ بر زباں رانند و مفہوم و مرادش خود ندانند
(ومی ترسم کہ غالب ہمچنیں باشد) تا آنگاہ ظاہر آنکہ
مہر مثل لازم گردد اذ ہو الاصل اذ ہو الاعدل
فلا عدول عنہ الا عند صحۃ
التسمیۃ وقد فسدت لمکان
الجہالۃ فوجب المصیر الی الاصل
وراجع الہدایۃ وغیرہا من الکتب
المعللۃ۔

واللہ تعالیٰ اعلم

لہٰذا اس لفظ کو استعمال کرنے والے لوگوں سے معلوم
کیا جائے، اگر اس سے ان کا مقصد مہر کی کم از کم مقدار
ہے تو دس درہم مراد ہوں گے اور اگر کسی قوم کا مقصد
حضرت بتول زہرا جناب عزّت مآب فاطمہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا کا مہر ہے تو یہ چار سو مثقال چاندی مراد
ہوگی جو آج کل کے سکّہ کے حساب سے ایک سو ساٹھ (۱۶۰)
روپے ہوں گے، اور اگر اس لفظ کو استعمال کرنے والے
کچھ لوگ خالی ذہن ہیں اور کوئی مراد معیّن نہیں ویسے ہی زبان
پر یہ لفظ لاتے ہیں اسکے مفہوم و مراد کو نہیں جانتے، میرے خیال میں
اکثریت ایسی ہی ہے جو ایسی صورت میں نکاح ہو تو مہر
مثل لازم ہوگا اس لئے کہ وہی اصل اور معتدل ہے
اس سے عدول جائز نہیں ہے جب تک مقرر شدہ
ہونا معلوم نہ ہو اور مقرر شدہ یہاں مفقود ہے کیونکہ مجہول ہے
تو لازمی طور پر اصل کی طرف رجوع کرنا ہوگا جو کہ مہر
مثل ہے۔ ہدایہ وغیرہ جو احکام کی علت کو بیان کرنے
والی کتب ہیں انکی طرف رجوع کرو۔ (ت) واللہ
تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ٦ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مہر معرابیان تعجیل و تاجیل سے قبل از موت وطلاق واجب الادا فی الحال ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مسئولہ میں نہ عموماً وجوب ادا فی الحال ہے نہ کلیۃً عدم، بلکہ مدار عرف و عادت پر ہے، اگر عرف یہ ہے کہ قبل از موت وطلاق ادا کر دیتے ہیں تو فی الحال ادا لازم ہے ورنہ نہیں،

فی مختصر الوقایۃ والمعجل والمؤجل ان بینا والا فالمتعارف[1] وفی شرحہا

مختصر الوقایہ میں ہے کہ معجّل یا مؤجّل مہر کو بیان کیا گیا ہو تو بہتر ورنہ عرف میں جو مراد ہو وہی ٹھہرے گا، اسکی شرح میں ہے

[1] مختصر الوقایۃ کتاب النکاح نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ٥٦

Marfat.com

والمختار هذا فان المتأخرین اختاروا هذا بناءً علی التعارف[1] واللہ اعلم بالصواب وعندہ تعالٰی ام الکتاب۔

یہی مختار ہے کیونکہ متاخرین نے مہر کو عرف پر مبنی قرار دیا ہے۔ (ت) واللہ اعلم بالصواب وعندہ تعالٰی ام الکتاب۔

مسئلہ از اوجین علاقہ گوالیار مرسلہ محمد یعقوب علی خاں صاحب یکم جمادی الاولٰی ۱۳۰۷ھ

چہ مے فرمایند علمائے شریعت پناہ دریں مسئلہ کہ اگر زن فاسقہ گردد و مرد بوجہ فسق او طلاقش دہد مہر ساقط شود یا نہ وبچہ کار تمام مہر عورت دور میشود وبچہ کار نصف مے ماند۔ بینوا بیانا شافیا اجرکم اللہ تعالٰی اجرا وافیا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت اس مسئلہ میں کہ اگر بیوی کو فاسقہ ہوجانے کی وجہ سے مرد نے طلاق دے دی ہو تو کیا اس کا مہر ساقط ہوجائے گا یا نہیں، اور کس وجہ سے پورا مہر ختم ہوجاتا ہے اور کس وجہ سے نصف مہر رہ جاتا ہے، مکمل بیان فرمائیں، اللہ تعالٰی آپ کو پورا اجر عطا فرمائے۔ (ت)

الجواب

مہر بنفس عقد زن شوئی واجب شود وبوطی یا خلوت صحیحہ یا موت احد الزوجین تاکد وتقرر یابد کہ بعد وقوع یکے ازینہا ہیچ وجہ پارہ ازاں بے ادا یا ابراء ساقط نگردد اگرچہ زن معاذ اللہ فسق وفجور ورزد یا عیاذاً باللہ مرتدہ شود فی الدر المختار یتاکد عند وطء او خلوۃ صحت او موت احدھما[2] وفی رد المحتار افاد ان المھر وجب بنفس العقد لکن مع احتمال سقوطہ بردتھا او تقبیلھا ابنہ او تنصفہ بطلاقھا قبل الدخول وانما یتأکد لزوم تمامہ بالوطی

مہر محض نکاح سے لازم ہوجاتا ہے اور وطی یا خلوتِ صحیحہ یا فریقین میں سے کسی کے فوت ہوجانے سے مہر پکا ہوجاتا ہے اور مذکورہ امور کے بعد مہر میں سے کوئی حصّہ بغیر ادائیگی یا بغیر معاف کئے ساقط نہ ہوگا اگرچہ بیوی فاسقہ فاجرہ یا معاذ اللہ مرتدہ بن جائے، درمختار میں ہے: وطی یا خلوتِ صحیحہ یا زوجین میں سے کسی کے فوت ہوجانے پر مہر پکّا ہوجاتا ہے، اور ردالمحتار میں ہے کہ اس سے معلوم ہُوا کہ مہر محض نکاح سے واجب ہوجاتا ہے لیکن مرتدہ ہوجانے یا خاوند کے بیٹے کو بوس وکنار کرنے سے ساقط ہوجانے کا احتمال باقی رہتا ہے یا دخول سے قبل طلاق ہوجانے کی

---

[1] شرح الوقایہ باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۴۷

[2] درمختار " " " " ۱/ ۱۹۷

Marfat.com

ونحوه (الی قوله) قال فی البدائع و اذا تأکد
المهر بما ذکر لا یسقط بعد ذلك
وان کانت الفرقة من قبلها لان
البدل بعد تأکده لا یحتمل
السقوط الا بالابراء کالثمن اذا
تأکد بقبض المبیع[1] اھ
آرے اگر پیش از وقوع چیزے از مؤکدات
ثلثۂ مذکورہ زن معاذ اللہ ارتداد کند یا با پدر
یا پسر شوہر یعنی اصل یا فرعش زنا نماید یا بشہوت
پدر یا پسر شوئے را بوسہ دہد یا دست
بذکر آناں رساند یا ذکر شاں را بہ شہوت نظر کند یا
ضرۂ صغیرہ خود را شیر دہد یا احد الزوجین بخیار بلوغ
فسخ نکاح اختیار کند یا در عقد فاسد پیش از وطی حقیقی
متارکہ شود دریں صور ہمہ مہر ساقط گردد و اگر شوئے
معاذ اللہ مرتد شود یا با مادر یا دختر زن یعنی اصل یا
فرعش زنا کند یا بشہوت مادر یا دختر زن را بوسہ
چیند یا مساس کند یا در بر کشد یا فرج اندرونی
آنہا بیند، درصورہا نیم مہر سقوط پذیرد و غیر ایں صور
صورتہائے دیگر نیز ہست کہ اگر در جملہ انہا تفصیل
کلام و تحقیق احکام و تنقیح مرام پردازیم رسالہ مستقلہ
مے باید نوشت فی الدر المختار
یجب نصفه بطلاق قبل وطء
او خلوة[2] فی رد المحتار لو قال بکل فرقة

بنا پر نصف مہر کا احتمال ہوسکتا ہے اور وطی وغیرہ سے پُورا مہر پکا
ہوجاتا ہے، یہ بیان انھوں نے یہاں تک فرمایا کہ
بدائع میں فرمایا کہ جب مہر مذکور پکا ہوجائے تو اس کے بعد
ساقط نہ ہوگا اگرچہ بیوی کی طرف سے فرقت ہو، کیونکہ
بدل (وطی) حاصل ہوجانے کے بعد اس کا بدل (مہر)
ساقط ہونے کا احتمال نہ رکھے گا مگر جب عورت معاف کردے
جیسا کہ بیع میں مبیعہ پر قبضہ سے ثمن لازم ہوجاتا ہے اھ
ہاں اگر مہر کو پکا کرنے والی مذکورہ تین چیزوں سے قبل عورت
معاذ اللہ مرتد ہوجائے یا خاوند کے باپ یا بیٹے سے
یعنی اس کے اصول وفروع میں سے کسی کے ساتھ
زنا کیا یا ان میں کسی کا شہوت سے بوسہ لیا یا دبایا یا اُن کی
شرمگاہ کو چھُولیا یا ان کی شرمگاہ کو شہوت کے ساتھ
دیکھا، یا اپنی شیر خوار سوتن کو دُودھ پلایا، یا زوجین
میں سے کسی کو خیار بلوغ تھا تو اس اختیار سے نکاح
فسخ کردیا، یا نکاح فاسد تھا تو حقیقی وطی سے قبل
متارکہ ہوگیا، تو ان تمام صورتوں میں پُورا مہر ساقط
ہوجائے گا، اور اگر خاوند معاذ اللہ مرتد ہوگیا یا اس
نے بیوی کی اصل یا فرع یعنی ماں یا بیٹی کو شہوت سے
چھُولیا یا ان سے زنا کرلیا یا بوس وکنار کرلیا یا دبوچ
لیا یا انکی اندرونی فرج کو دیکھ لیا تو ان تمام صورتوں میں نصف مہر ساقط ہوجائیگا
ان مذکور صُورتوں کے علاوہ اور بھی ایسے امور ہیں جن سے
مہر کُل یا نصف ساقط ہوجاتا ہے، اگر ان تمام
امور کی تفصیل اور ان کے احکام کی تحقیق اور مقاصد کی

---

[1] رد المحتار باب المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۳۰
[2] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۷

Marfat.com

من قبله لشمل مثل ردته وزناه وتقبيله ومعانقته لام امرأته وبنتها قبل الخلوة قهستاني عن النظم[1] اه وفيه عن البحر عن القنية طلقها قبل الدخول اوجاءت الفرقة من قبلها يعود نصف المهر في الاول والكل في الثاني الى ملك الزوج[2] الخ وفي التنوير للموطوءة كل مهرها ولغيرها نصفه لو ارتد ولا شئ لو ارتدت[3] اه وفي الدر المختار لو ارضعت الكبيرة ضرتها الصغيرة حرمتا ولا مهر للكبيرة ان لم توطأ لمجئ الفرقة منها وللصغيرة نصفه لعدم الدخول[4] اه ملخصا، وفي ردالمحتار في النكاح الفاسد بعدم الشهود مثلا، مهر المثل ان يكن دخل اما

تنقیح کی جائے تو اس سے ایک مستقل کتاب بن جائے۔ درمختار میں ہے کہ دخول سے قبل یا خلوت سے قبل طلاق دینے سے نصف مہر واجب ہوگا۔ اور ردالمحتار میں کہا کہ اگر مصنف، طلاق کی بجائے، خاوند کی طرف سے فرقت کہہ دیتے تو اس میں خاوند کا مرتد ہونا، زنا، بوس وکنار، بیوی کی ماں یا بیٹی سے معانقہ، قبل از خلوت تمام کو شامل ہوجاتا (یہ قہستانی نے نظم سے نقل کیا ہے) اھ اور اس میں بحر سے اس نے قنیہ سے نقل کیا ہے کہ اگر خاوند نے قبل از دخول طلاق دی تو نصف مہر، اور اگر عورت کی طرف سے فرقت کی وجہ پائی جائے تو پورا مہر خاوند کی ملکیت میں آجائے گا الخ، تنویر الابصار میں ہے: وطی سے پورا اور بغیر وطی نصف مہر دینا ہوگا اگر خاوند مرتد ہوجائے، اور اگر وطی سے قبل عورت مرتد ہوجائے تو اس کو کچھ مہر نہ ملے گا اھ، درمختار میں ہے: اگر بڑی بیوی نے شیرخوار سوکن کو دودھ پلایا تو دونوں حرام ہوجائیں گی، اور بڑی سے اگر وطی نہ ہوئی تو اس کا پورا مہر ساقط ہوجائے گا کیونکہ فرقت کی وجہ اس نے پیدا کی ہے اور چھوٹی کو نصف مہر ملے گا کیونکہ اس سے دخول نہیں کیا گیا، ملخصاً۔ ردالمحتار میں ہے: نکاح فاسد مثلاً بغیر گواہوں کے نکاح ہوا

۱؎ ردالمحتار — باب المہر — دار احیاء التراث العربی بیروت — ۲/۳۳۲

۲؎ " " — " " — " " — ۲/۳۳۲

۳؎ درمختار شرح تنویر الابصار — باب نکاح الکافر — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۲۱۰

۴؎ " " " " — باب الرضاع — ۱/۲۱۳

Marfat.com

اذا لم یدخل لا یجب شیئ[1] اھ ملتقطا وفی الدر المختار لصغیر وصغیرۃ خیار الفسخ بالبلوغ بشرط القضاء للفسخ فیتوارثان فیہ ویلزم کل المھر[2] الخ وفی الشامیۃ قولہ ویلزم کل المھر لان المھر کما یلزم جمیعہ بالدخول ولو حکما کالخلوۃ الصحیحۃ کذلک یلزم بموت احدھما قبل الدخول اما بدون ذلک فیسقط ولو الخیار منہ لان الفرقۃ بالخیار فسخ للعقد والعقد اذا انفسخ یجعل کانہ لم یکن کما فی النھر[3] اھ ھذا واعلم ان من العلماء من قرر لہ ضابطۃ وھی ان کل فرقۃ جاءت من قبل الزوج قبل الدخول فانھا تنصف المھر وکل فرقۃ اتت من قبلھا تسقط و ھو الذی یبتنی علیہ ما ذکر الشامی عن القھستانی عن النظم ومنھم من استثنی منھا خیار البلوغ لما مر انہ وان کان منہ لا ینصف بل یسقط

اگر دخول کیا گیا ہو تو مہر مثل لازم ہوگا اور دخول نہ کیا ہو تو کوئی مہر نہ ہوگا اھ ملتقطاً، درمختار میں ہے: بالغ لڑکے یا لڑکی کو خیار فسخ بالبلوغ ہو تو یہ فسخ قاضی کی قضاء کی شرط سے مؤثر ہوگا (پھر اگر ان دونوں میں سے کوئی بھی فسخ سے قبل فوت ہوگیا) تو ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اور پورا مہر بھی لازم ہوگا الخ، شامی میں ہے کہ مصنف کا قول کہ کل مہر لازم ہوگا اس لئے کہ کل مہر دخول حقیقی یا حکمی مثلاً خلوت صحیحہ کے ساتھ لازم ہوجاتا ہے یونہی دخول سے قبل کسی کے مرجانے سے کل مہر لازم ہوتا ہے اور اس دخول یا موت کے بغیر مہر ساقط ہوجائے گا اگرچہ یہ فرقت لڑکے کے خیار بلوغ کی وجہ سے ہو کیونکہ فرقت خیار کی وجہ سے نکاح فسخ ہوتا ہے اور جب نکاح فسخ ہو تو کالعدم ہوجاتا ہے جیسا کہ نہر میں ہے۔ اس کو محفوظ کرلو۔ واضح رہے کہ بعض علماء نے اس مسئلہ میں ضابطہ بنایا کہ اگر دخول سے قبل فرقت کی وجہ عورت کی طرف سے ہو تو پورا مہر ساقط ہوگا اور خاوند کی طرف سے ہو تو مہر نصف ہوگا۔ اسی ضابطہ کی بناء پر علامہ شامی نے نظم سے منقول علامہ قہستانی کا قول بیان کیا ہے، اور بعض نے اس ضابطہ سے لڑکے کے خیار بلوغ کی صورت کو مستثنیٰ قرار دیا کہ اگرچہ خیار بلوغ لڑکے کی طرف سے ہو تو نصف مہر نہ ہوگا بلکہ ساقط

---

[1] ردالمحتار باب المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۵۲

[2] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲-۹۳

[3] ردالمحتار " " " " ۲/۳۰۱

Marfat.com

وھو الذی اختارہ فی الدر المختار ولکن ردھما فی الذخیرۃ بما اذا ملك الزوجۃ قبل الدخول بشراء مثلا حیث ینفسخ النکاح ویسقط المھر کلہ مع انھا فرقۃ جاءت من قبلہ، وحقق الضابطۃ بان کل فرقۃ جاءت من قبلہ وھی طلاق فانھا تنصف وکل ماجاءت وھی فسخ فانھا تسقط وردہ فی البحر بردۃ الزوج حیث تنصف کما علمت مع انھا فسخ جاء من قبلہ ثم قال فالحق ان لایجعل لھذہ المسألۃ ضابط بل یحکم فی کل فرد بما افادہ الدلیل[1] اھ ھذا ھو الذی حمل العبد الضعیف علی الاقتصار علی ذکر بعض الصور و عدم التعرض لضابط۔ واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

ہوگا، اسی کو دُرِمختار میں اختیار کیا، لیکن ذخیرہ میں اس کو رد کیا ہے مثلاً اگر کسی نے (لونڈی) بیوی کو دخول سے قبل خرید لیا اور اس کا مالک بن گیا تو یہ نکاح فسخ ہوگیا اور پورا مہر ساقط ہوا، حالانکہ وجہ فرقت خاوند کی طرف سے ہے، اس کے بعد انھوں نے نیا ضابطہ یہ بتایا کہ اگر خاوند کی طرف سے فرقت کی وجہ ہو اور وُہ وجہ طلاق بنے تو مہر نصف ہوگا اور جو فرقت فسخ بنے تو مہر ساقط ہوجائے گا، پھر اس ضابطہ کو بحر میں رَد کیا کہ جب خاوند مرتد ہوجائے تو قبل دخول مہر نصف ہوگا حالانکہ یہ فرقت مرد کی طرف سے فسخ ہے طلاق نہیں ہے جیسا کہ تمھیں معلوم ہے، پھر بحر نے کہا کہ حق یہ ہے کہ اس مسئلہ کے لئے کوئی ضابطہ نہ بنایا جائے بلکہ ہر جزئیہ کا جواب اس کی دلیل کے مطابق علیحدہ دیا جائے اھ، اسی بناء پر اس عبدِ ضعیف نے بعض جزئیات کے ذکر پر اکتفاء کیا اور کسی ضابطہ کو بیان نہیں کیا ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم (ت)

مسئلہ از اٹاوہ قریب کچہری منصفی مرسلہ مولوی حبیب علی صاحب علوی ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۰۷ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی اس صورت میں کہ زید نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح شرعی دو ہزار روپے مہر پر بکر بالغ کے ساتھ کیا، قضارا دختر مذکورہ بعد نکاح کے ایامِ نابالغی میں زید کے گھر مرگئی اب زید پدر و دیگر وارثانِ شرعی متوفاۃ مذکورہ کو دعوی مہر مذکور کا بکر شوہر دختر متوفاۃ پر شرعاً پہنچتا ہے تو کس قدر کا، بحوالہ کتب معتبرہ فقہ حنفی جواب مرحمت ہو، گو اس مسئلہ کا جواب اصول سے بہت صاف دیا جاسکتا ہے مگر مستفتی کو اصرار ہے کہ بحوالہ کتاب اس صورتِ خاص میں حکم دیا جائے۔ میرے پاس جو کتابیں ہیں ان میں باوصف تلاش یہ صورتِ خاص نہ ملی، چونکہ آپ کا کتب خانہ بہت بڑا ہے

---

[1] بحرالرائق باب الاولیاء والاکفاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۱۲۱

Marfat.com

اور نظر آپ کی اکثر کتب پر بہت وسیع ہے اس واسطے صورتِ مسئلہ تحریر کی جاتی ہے جواب سے جس قدر جلد مشرف فرمائیے گا ممنون ہُوں گا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اگرچہ موت احد الزوجین کے سبب مہر کا متأکد ہوجانا اور تمام وکمال لازم آنا یونہی علی وجہ الاطلاق جمیع کتبِ مذہب متون وشروح وفتاوٰی میں مبین جس میں بالغ ونابالغ و دخول وعدمِ دخول کی اصلاً کوئی تقیید وتخصیص نہیں اور صرف اسی قدر جواب مسئلہ میں قطعاً بس، تاہم اگر یہ صورت خاص معیّنہ ہی درکار ہے کہ عورت نابالغہ ہو اور ولی اس کا نکاح ایک مہر پر کردے اور وُہ قبل بلوغ شوہر نادیدہ مرجائے تو یہ جزئیہ بھی بہت کتب میں صاف صاف مصرح اور حکم اُس کا وہی کہ بوجہ موت کل مہر لازم بلکہ علماء نے اس صورت میں اس کی تصریح فرمائی کہ ولی مزوج غیر اب وجد ہو جہاں نکاح لازم نہیں ہوتا اور بعد بلوغ صغیر وصغیرہ کو اختیار طلب فسخ دیا جاتا ہے تو شاید کسی کو عدمِ تأکد کا توہم ہوتا نہ کہ تزویجِ پدر کہ قطعاً لازم وناقابلِ فسخ ہے یہاں کسی کو بھی اُس کا وہم گزرنا اصلاً معقول نہیں۔ ملتقی الابحر اور اُس کی شرح مجمع الانہر میں ہے:

للولی انکاح الصغیر والصغیرۃ فان مات احدھما ورثہ الاٰخر بلغا اولا ویجب المھر کلہ وان مات قبل الدخول[1] اھ ملتقطا قلت ومعلوم ان ضمیر مات الی احدھما الشامل للزوج والزوجۃ کما لایخفی۔

ولی کو نابالغ لڑکے اور لڑکی کے نکاح کردینے کا اختیار ہے، پھر اگر دونوں میاں بیوی میں سے کوئی فوت ہوجائے تو دوسرا وارث ہوگا اور پُورا مہر واجب ہوگا بالغ ہوں یا نابالغ، اگرچہ وُہ دخول سے قبل ہی فوت ہوگیا ہو اھ ملتقطا قلت مات کی ضمیر دونوں میں سے ایک کے لئے ہے جو خاوند بیوی دونوں کو شامل ہے، جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے (ت)

درمختار میں ہے:

یتوارثان فیہ (لیعنی الصغیر والصغیرۃ) ویلزم کل المھر[2]

اس صورت میں دونوں نابالغ لڑکا اور لڑکی باہم وارث بنیں گے اور پورا مہر لازم ہوگا (ت)

تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں ہے:

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر | باب الاولیاء والاکفاء | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۱/۳۲۵

[2] درمختار | باب الولی | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۹۳

Marfat.com

وتوارثا قبل الفسخ لان النکاح صحیح والملك به ثابت فان مات احدھما فقد انتھی النکاح سواء مات قبل البلوغ او بعدہ لان الفرقۃ بینھما لاتقع الا بالقضاء القاضی فیتوارثان ویجب المھر کلہ وان مات قبل الدخول[1] الخ۔

قبل از فسخ دونوں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے کیونکہ نکاح صحیح ہے، اور اس سے ملکیت ثابت پس جب کوئی مرگیا تو نکاح تو مکمل چکا، یہ موت بلوغ سے قبل ہو یا بعد، کیونکہ ان میں فرقت ہوتی تو قضاء قاضی سے ہوتی، اس لئے آپس میں وارث بنیں گے اور پورا مہر لازم ہوگا اگرچہ دخول سے قبل مرا ہو الخ (ت)

پس صورتِ مستفسرہ میں کل مہر مسمّی ذمہ بکر لازم ہُوا جس میں نصف یعنی ایک ہزار روپے کا وہ خود وارث ہے بقیہ ورثاء ہزار روپے کا اس پر دعوٰی کرسکتے ہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹

۲۰ رمضان المبارک ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید بکر کی زوجہ منکوحہ کو اُس کی غیبت میں بھگا کر لے گیا اور اُس سے زنا کرتا ہے اور واسطے برارت الزام تعزیراتِ ہند کے دعوٰی دلاپانے دینِ مہر شرعی زوجہ بکر کی جانب سے بصیغہ دیوانی دائر کراکر بیان کرایا کہ مجھ کو بکر نے طلاق دے دی میرا مہر شرعی بکر زوج میرے سے دلایا جائے۔ اس صورت میں از رُوئے شرع شریف زوجہ ہندہ مفرورہ کو وصول یابی مہر کا استحقاق ہے یا نہیں، اور مہر ہندہ کا مؤجل ہے اور کوئی میعاد معیّن قرار نہ پائی اور بکر نے طلاق بھی نہیں دی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صُورتِ مستفسرہ میں جب تک موت یا طلاق واقع نہ ہو عورت کو ہرگز مطالبہ مہر کا استحقاق نہیں کہ جب مہر مؤجل بندھا اور میعاد کی کوئی شرح بیان میں نہ آئی کہ سال بھر بعد ادا کیا جائے گا یا دس برس تو شرعًا اس کی میعاد موت یا طلاق قرار پاتی ہے، فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

لاخلاف لاحد ان تأجیل المھر الی غایۃ معلومۃ نحو شھر او سنۃ صحیح و ان کان لا الی غایۃ معلومۃ فقد اختلف المشائخ فیہ قال بعضھم یصح وھو الصحیح وھذا لان الغایۃ معلومۃ فی نفسھا

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ مہر کے لئے مدّت مقرر کی جاسکتی ہے مثلاً مہینہ یا سال وغیرہ، یہ صحیح ہے اور اگر مدّت معلوم نہ ہو تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے، بعض نے فرمایا صحیح ہے اور یہی اصح ہے کیونکہ انتہا معلوم ہے کہ وہ طلاق یا موت ہے،

---

[1] تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق باب الاولیاء والاکفاء مطبعۃ الکبری الامیریہ بولاق مصر ۲/ ۱۲۵

Marfat.com

وھو الطلاق او الموت الاینبری ان تاجیل البعض صحیح وان لم ینص علی غایۃ معلومۃ کذا فی المحیط۔

دیکھا نہیں کہ بعض مہر کو مؤخر کرنا صحیح ہے اگرچہ اس کی انتہائی مدت معلوم نہ ہو۔ محیط میں یونہی ہے۔ (ت)

فتاوٰی قاضی خاں میں ہے :

رجل تزوج امرأۃ بالف علی ان کل الالف مؤجل ان کان الاجل معلوما صح التاجیل وان لم یکن لایصح، واذا لم یصح التاجیل یؤمر الزوج بتعجیل قدر ما یتعارفہ اھل البلدۃ فیؤخذ منہ الباقی بعد الطلاق او بعد الموت ولا یجبرہ القاضی علی تسلیم الباقی ولا یحبسہ۔[2]

ایک شخص نے عورت سے نکاح کیا ہزار مہر پر اور مکمل ہزار مؤخر کیا، تو اگر انتہائی مدت معلوم ہے تو صحیح ہے اگر معلوم نہیں تو صحیح نہیں، تو جب صحیح نہ ہو تو خاوند کو کہا جائے گا کہ عرف کے لحاظ سے جتنا ہو سکے فوری ادا کرو اور باقی اس سے طلاق یا موت کے بعد وصول کیا جائے گا، اور قاضی اس پر باقی کی وصولی پر جبر نہ کرے گا اور نہ ہی اس کو قید کرے گا۔ (ت)

پس میعاد سے پہلے دین کا مطالبہ ہرگز روا نہیں، نہ ایسا دعوٰی مسموع ہو سکے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از سجول ضلع بہرائچ مرسلہ شیخ عبدالعزیز صاحب تاجر لٹھا ۷ رمضان ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے بلاوجہ شرعی اپنی زوجہ ہندہ کو طلاق دے دی، جب ہندہ کے ولی یعنی خالد اس کے باپ نے زید سے مہر طلب کیا تو زید مدعی اس امر کا ہوا کہ میرا مہر دس درم کا تھا، اور صورت یہ واقع ہوئی ہے کہ تعداد مہر کی نہ ہندہ اور نہ اس کے ولی خالد کو یاد ہے اور نہ قاضی نکاح خواں اور نہ وکیل کو یاد ہے اور نہ یہ امر یاد ہے کہ وقتِ نکاح کون کون گواہ مقرر ہوئے تھے لیکن اس قوم میں ادنٰی ادنٰی عورتوں کا بھی مہر کم درجہ پانچ سو روپے اور دو۲ دینار سرخ اکثر ہیں اور دس درہم مہر جیسا کہ دعوٰی زید کا ہے اس قوم میں کسی کا نہیں بلکہ غالباً اس شہر میں بھی جہاں یہ دونوں طلاق دہندہ اور مطلقہ رہتی ہے شاید کسی کا بھی نہ ہو اور اسی اعتبار سے کہ اکثر عرف قوم میں ادنٰی درجہ پانچسو روپے اور دو۲ دینار سرخ ہے، خالد ولی ہندہ مدعی اور طالب پانچسو روپے اور دو۲ دینار سرخ کا ہے پس ایسی شکل میں ہندہ بقول اپنے زوج طلاق دہندہ کے دس درم پائے گی یا بموجب عرف اپنی قوم کے حسبِ دعوٰی اپنے ولی خالد

---

[1] فتاوٰی ہندیہ فصل الحادی عشر فی منع المرأۃ نفسہا نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۱۸

[2] فتاوٰی قاضی خاں باب فی ذکر مسائل المہر نولکشور لکھنؤ ۱/۱۷۳

Marfat.com

کے پانچ سو روپیہ اور دو دینار سرخ پانے کی مستحق ہوگی۔ بینوا توجروا

الجواب

عبارتِ سوال سے واضح کہ یہ طلاق بعد رخصت وخلوتِ زن وشو واقع ہوئی، پس اگر واقع ایسا ہی ہے تو صورتِ مستفسرہ میں زوج و زوجہ میں جو اپنے دعوے پر گواہان عدول شرعی قائم کر دے گا اُسی کے موافق فیصلہ کر دیا جائے گا اور اگر دونوں اپنے اپنے مطابق گواہ شرعی دے دیں تو عورت کے مہر مثل پر نظر کرینگے اگر وُہ پانچسو روپے دو دینار سرخ یا اس سے زائد ہو تو دس درم کی ڈگری ہوگی، اور اگر دس درم ہو تو پانچسو روپے اور دو دینار سرخ کی اور اگر دس درم سے زائد اور پانچسو روپے دو دینار سے کم ہو تو جتنا مہر مثل ہو اسی قدر دلایا جائے گا، اور اگر ان میں سے کوئی اپنے دعوے پر گواہ نہ لا سکے تو بھی مہر مثل کو دیکھیں گے، اگر پانچسو روپے دو دینار یا اس سے زائد ہوا تو عورت سے قسم لیں گے واللہ میرا نکاح اس کے ساتھ دس درم نہ ہوا، اگر قسم کھالے گی تو پانچسو روپے دو دینار سرخ کی ڈگری ہوگی، اور قسم سے انکار کرے گی تو دس درم پائے گی، اور اگر مہر مثل دس درم ہوا تو مرد سے قسم لیں گے واللہ میں اس عورت کو پانچسو روپے دو دینار پر اپنے نکاح میں نہ لایا، اگر قسم کھالے گا دس درم کی ڈگری ہوگی، اور انکار کیا تو پانچسو روپے دو دینار دینے ہوں گے، اور اگر دس درم سے زائد اور پانچسو روپے دو دینار سے کم ہو تو مرد و زن دونوں سے قسم ہائے مذکورہ لیں گے، اور اولٰی یہ کہ شوہر سے ابتدا کریں، اگر وُہ قسم سے انکار کرے پانچسو روپے دو دینار دلائیں اور قسم کھائے تو عورت سے قسم لیں اگر وُہ انکار کرے دس درم پائے اگر وُہ بھی کھالے تو مہر مثل دلائیں۔

فی تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار ان اختلفا فی قدرہ حال قیام النکاح (ای قبل الدخول او بعدہ وکذا بعد الطلاق والدخول رحمتی) فالقول لمن شہد لہ مہر المثل بیمینہ وای اقام بینۃ قبلت سواء شہد مہر المثل لہ او لہا اولا وان اقاما فبینتہا مقدمۃ ان شہد لہ وبینتہ ان شہد لہا، لان البینات لاثبات خلاف الظاہر

تنویر الابصار، درمختار اور رد المحتار میں ہے کہ اگر خاوند بیوی کا مہر کی مقدار میں اختلاف ہوا، یہ اختلاف قیامِ نکاح کے دوران ہوا ہو (یعنی قبل از دخول یا بعد از دخول اور یُوں ہی یہ اختلاف طلاق و دخول کے بعد ہوا ہو، رحمتی)، تو دونوں میں سے جس کی مہر مثل تائید کرے اس کی بات معتبر ہوگی اور ساتھ قسم بھی لی جائیگی، اور دونوں میں سے جس نے گواہ پیش کئے تو گواہی قبول کر لی جائے گی خواہ مہر مثل زوج یا زوجہ کی موافقت کرے یا نہ کرے اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو بیوی کے گواہ مقدم ہوں گے اگر مہر مثل خاوند کی تائید کرے اور

Marfat.com

وان کان مهر المثل بینھما تحالفا (والاولی البداءة بتحلیف الزوج فایھما نکل لزمہ دعوی الاخر) فان حلفا او برھنا قضی بہ (ای بمھر المثل)[1] اھ ملتقطا قلت وفی عبارۃ الدر ھھنا تقصیر نبہ علیہ الشامی وایضاح المسئلۃ فی الخانیۃ والھندیۃ وغیرھما۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

خاوند کے گواہ مقدم ہوں گے اگر مہر مثل بیوی کی تائید کرے کیونکہ گواہی خلافِ ظاہر کو ثابت کرنے کے لئے ہوتی ہے، اور اگر مہر مثل دونوں کے دعوؤں کے بین بین ہے تو دونوں سے قسم لی جائے گی (بہتر ہے کہ پہلے خاوند کی قسم لی جائے، تو جو قسم سے انکار کرے اس پر دُوسرے کا دعوٰی لازم ہوجائے گا) اور اگر دونوں نے قسم دے دی یا گواہ پیش کردئے تو پھر قاضی مہر مثل پر فیصلہ دے اھ ملتقطا قلت (میں کہتا ہوں کہ) یہاں دُر کی عبارت میں کوتاہی ہے جس پر علامہ شامی نے توجہ دلائی ہے اور مسئلہ کی وضاحت خانیہ اور ہندیہ وغیرہما میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱ از بریلی مرسلہ نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب ۱۳ رمضان مبارک ۱۳۱۰ھ

مہر ازواجِ مطہرات حضور سرورِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا کس قدر تھا؟ اور مہر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا کس قدر مع تعداد درہم و دینار و تطبیق سکّہ رائج الوقت ارشاد ہو اور وزن درہم و دینار موافق وزن اس وقت کے کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

عامۂ ازواجِ مطہرات و بنات مکرمات حضور پُرنور سیّد الکائنات علیہ وعلیہن افضل الصلٰوۃ و اکمل التحیات کا مہر اقدس پانچسو درہم سے زائد نہ تھا۔

مسلم فی صحیحہ عن ابی سلمۃ قال سألت عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا کم کان صداق النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قالت کان صداقہ لازواجہ ثنتی عشرۃ اوقیۃ ونش، قالت اتدری ما النش

صحیح مسلم شریف میں ہے ابوسلمہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی سے پوچھا کہ حضور علیہ الصّلٰوۃ والسلام نے کتنا مہر رکھا تھا تو انھوں نے فرمایا کہ حضور علیہ الصّلٰوۃ والسلام نے اپنی ازواج کیلئے بارہ اوقیہ (چالیس درہم فی اوقیہ) اور ایک نش مقرر فرمایا

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار | باب المہر | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۲۰۲-۲۰۳
ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/ ۳۶۱-۳۶۲

Marfat.com

قلت لا قالت نصف اوقية فتلك خمس مائة دراهم[1]، احمد والدارمي والاربعة عن امير المؤمنين عمر الفاروق الاعظم رضي الله تعالٰى عنه قال ما علمت رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم نكح شيئا من نسائه ولا انكح شيئا من بناته على اكثر من اثنتى عشرة اوقية[2]۔

تو آپ نے پوچھا کہ تمھیں معلوم ہے نش کیا ہوتا ہے میں نے کہا نہیں، تو آپ نے فرمایا: نش نصف اوقیہ کو کہتے ہیں، تو یہ کل پانسو درہم ہوئے۔ امام احمد، دارمی اور سُنن اربعہ (ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ) نے امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ازواج یا صاحبزادیوں کا نکاح بارہ اوقیہ سے زیادہ پر کیا ہو یہ مجھے معلوم نہیں۔ (ت)

مگر ام المومنین ام حبیبہ بنت ابی سفیان خواہر جناب امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کہ ان کا مہر ایک روایت پر چار ہزار درہم[3] کما فی سنن ابی داؤد (جیسا کہ سُنن ابی داؤد میں ہے۔ ت) دوسری میں چار ہزار دینار تھا[4]

كما في المستدرك صححه الحاكم واقره الذهبي ولا يخالف هذا امر من حديثي ام المؤمنين وامير المؤمنين رضي الله تعالٰى عنهما فان هذه الامهار لم يكن من رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم بل من ملك الحبشة سيدنا النجاشي رضي الله تعالٰى عنه۔

جیسا کہ مستدرک میں امام حاکم نے اس کی تصحیح کی اور ذہبی نے اس کو ثابت مانا، اور یہ حضرت ام المومنین اور عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی کا مخالف نہیں ہے کیونکہ یہ مہر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقرر نہیں کیا بلکہ حبشہ کے بادشاہ حضرت سیدنا نجاشی رضی اللہ عنہ نے مقرر کیا تھا۔ (ت)

اور حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کا مہر اقدس چار سو مثقال چاندی[5] علی ما ذکر فی المرقاۃ الجزم بہ عن روضۃ الاحباب والمواھب (جیسا کہ مرقاۃ میں ذکر فرمایا کہ روضۃ الاحباب اور مواہب نے اس پر جزم کیا ہے۔ ت) درہم شرعی کا وزن ۳ ماشے ۱ ۱/۵ سُرخ چاندی ہے کما حققنا فی الزکوٰۃ

۱؎ صحیح مسلم کتاب النکاح باب الصداق قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۵۸
۲؎ جامع الترمذی ابواب النکاح امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۳۲
۳؎ سُنن ابی داؤد کتاب النکاح باب الصداق آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۸۷
۴؎ المستدرک للحاکم " مہر ام حبیبہ دار الفکر بیروت ۲/۱۸۱
۵؎ مرقاۃ المفاتیح " فصل ثانی حدیث ۳۲۰۴ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۶/۲۶۰

Marfat.com

من فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی کی کتاب الزکوٰۃ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) اور دینار ایک مثقال یعنی چار ماشے سونا، یہی وزن سبعہ ہے یعنی سات مثقال وزن میں برابر دس درہم کے، فی تنویر الابصار کل عشرۃ دراھم وزن سبعۃ مثاقیل[1] (تنویر الابصار میں ہے کہ ہر دس درہم کا وزن سات مثقال ہے۔ ت)

اور باعتبار قیمت ایک دینار شرعی دس درہم کا تھا،

فی رد المحتار فی الھدایۃ کل دینار عشرۃ دراھم فی الشرع قال فی الفتح ای یقوم فی الشرع بعشرۃ کذا کان فی الابتداء[2]

ردالمحتار میں ہے کہ ہدایہ میں ہے کہ ہر دینار دس درہم ہے شرع میں، فتح میں فرمایا ہے کہ شرع میں ہر دینار کی قیمت دس درہم مقرر ہوئی جیسا کہ ابتداء میں تھا۔ (ت)

یہاں کا روپیہ ۱۱ ماشہ ۲ سرخ ہے تو درہم اس کا $\frac{۷}{۲۵}$ ہے کہ مجنس کرنے سے درہم ایک سو چھبیس روپیہ ۴۵۰ ہوا تو درہم روپے کا $\frac{۱۲۶}{۴۵۰}$ یعنی $\frac{۷}{۲۵}$ ٹھہرا جس کا حاصل یہ ہے کہ ثعہ روپے برابر عـــہ ۲۵ درہم کے یا ایک روپیہ برابر ۳ $\frac{۴}{۷}$ درم کے، ولہٰذا نصاب فضہ کہ دو سو ۲۰۰ درم ہے اس روپے سے ۵۶ آتی ہے صما ۵۰ درم کے ماللغہ ۱۴ ہوئے اور چار سو مثقال کے ایک سو ساٹھ ۱۶۰ روپے، دس درہم اقل مقدار مہر ہے ۲ ۱۲ ۹ $\frac{۳}{۵}$ پائی یعنی دو روپے پونے تیرہ آنہ اور پانچواں حصہ پیسے کا، چار ہزار درم کے یہاں کے سکہ سے ایک ہزار ایک سو بیس ۱۱۲۰ روپے ہوئے، اور ہر دینار دس درم کا ہے، لہٰذا چار ہزار دینار کے گیارہ ہزار دو سو روپے۔ اس حساب سے ظاہر ہوا کہ زمانۂ اقدس رسالت میں سونے کی قیمت ساڑھے سات روپے تولہ سے بھی کم تھی کہ جب دینار یعنی ساڑھے چار ماشہ سونا دس درم یعنی دو روپے بارہ آنے ۹ $\frac{۳}{۵}$ پائی کا تھا تو بحساب اربعہ ایک تولہ سونا عہ ۵ $\frac{۳}{۵}$ پائی کا ہوا، یہ برکات دنیا تھیں علاوہ برکات دینیہ کے جن کا شمار اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں کر سکتا وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا[3] (اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو انھیں شمار نہ کر سکو گے۔ ت)

مسئلہ ۱۲: از بڑودہ گجرات کلاں محلہ بھوتنی کا جھانپہ نظام پورہ مرسلہ امراؤ مائی بنت غلام حسین ۱۶ رجب ۱۳۱۱ھ

عورت کا مہر سوا دس ہزار روپے کا ہے، مرد نے نان و نفقہ بند کر لیا ہے، عورت نے مہر کا دعوٰی کیا ہے، اس صورت میں مہر اسے دلایا جائے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب زکوٰۃ المال مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۳۴

[2] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۱

[3] القرآن الکریم ۱۶/۱۸

Marfat.com

الجواب

اگر مہر پیشگی یعنی شوہر کے پاس جانے سے پہلے دینا قرار پایا یا تھا یا کوئی میعاد معین ٹھہری تھی کہ اتنی مدت کے بعد دیا جائے گا اور وہ مدت گزر گئی جب تو عورت ابھی دعویٰ کرسکتی ہے اور مہر فوراً دلایا جائے گا، اور اگر کچھ مدت مقرر نہ ہوئی تھی تو وہاں اُس شہر کے عرف و عادت پر عمل ہوگا اگر وہاں کا عرف یہ ہے کہ ایسی صورت میں عورت جب طلب کرے ادا کیا جاتا ہے تو دعویٰ قابلِ سماعت ہے مہر ابھی دلایا جائے، اور اگر عرف یہ ہے کہ ایسی حالت میں جب مرد وعورت میں کسی کا انتقال ہو یا مرد طلاق دے دے اُس وقت مہر کا مطالبہ ہوتا ہے تو اُسی وقت ملے گا اس سے پہلے دعویٰ نہ سنا جائے گا۔ نقایہ میں ہے:

المعجل والمؤجل ان بینا فذاك و الا فالمتعارف[1] (مہر معجّل یا مؤجّل کی مدت بیان کردی گئی ہو تو وہی مراد ہے ورنہ جو عرف میں ہو وہی مراد ہوگا۔ ت)

ہمارے شہروں کا عرف یہی ہے تو یہاں عورت کو پیش از طلاق یا موت مطالبۂ مہر کا اختیار نہیں، ایسے ہی عرف کے سبب ردالمحتار کتاب القضا میں ہے:

حق طلبه انما ثبت لها بعد الموت و الطلاق[2] واللہ تعالٰی اعلم۔ (بیوی کو مہر کے مطالبہ کا حق طلاق یا موت کے بعد ثابت ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ ت)

مسئلہ ۱۳ ۱۳ شعبان المعظم ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر بوقتِ نکاح تصریح مہر معجل و مؤجل نہیں ہوئی تو کس وقت میں مہر ذمّہ شوہر واجب الادا ہوگا؟

الجواب

جب طلاق یا زن و شوہر میں کسی کی موت واقع ہو اُس وقت واجب الادا ہوگا اس سے پہلے عورت مطالبہ نہیں کرسکتی،

هو المتعارف فی بلادنا فی رد المحتار حق طلبه انما ثبت لها بعد الموت او الطلاق لا من وقت النکاح[3] واللہ تعالٰی اعلم۔ (ہمارے علاقہ میں یہی متعارف ہے، ردالمحتار میں ہے کہ بیوی کو مہر کے مطالبے کا حق طلاق یا موت کے بعد ہوگا، نکاح کے وقت سے نہیں ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ ت)

---

[1] مختصر الوقایۃ فی مسائل الہدایۃ فصل اقل المہر نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۶

[2] و [3] ردالمحتار کتاب القضاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۴۳

Marfat.com

مسئلہ ۱۴: از بڑودہ پہلی پلٹن تیسری کمپنی مکان شیخ امام صوبہ دار مرسلہ رحمت بی ۲۲ ذوالحجہ ۱۳۱۱ھ
شرع محمدی حنفیہ مذاہب کا اس سوال کے جواب میں کیا حکم ہے میرا مہر سات سو روپے کا تھا میں نے اپنے شوہر کو معاف کر دیا میں نے نیک کام کیا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بیشک نیک کام کیا اور اس میں بڑے ثواب کی امید ہے ان شاء اللہ تعالٰی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من نفس عن غریمہ اومحی عنہ کان فی ظل العرش یوم القیامۃ[1] رواہ الامام احمد ومسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ والامام البغوی فی شرح السنۃ عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وقال ھذا حدیث حسن۔

جو اپنے مدیون کو مہلت دے یا معاف کر دے قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہو۔ (اسے امام احمد اور مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے اور امام بغوی نے شرح السنۃ میں ابوقتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔ ت)

اگلی اُمتوں میں ایک گنہگار آدمی اپنے مدیونوں سے درگزر کیا کرتا تھا جب وُہ مرا اللہ تعالٰی نے اُس کے گناہوں سے درگزر فرمائی[2] رواہ الشیخان عن حذیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ (اس کو بخاری اور مسلم نے حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت) اور اُسے جنّت میں جگہ بخشی[3] رویاہ عنہ و عن ابی مسعود رضی اللہ تعالٰی عنھما (انھوں نے اس سے اور ابومسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت) مولٰی تعالٰی نے فرمایا: جب یہ اپنے مدیون سے درگزر کرتا تھا تو مجھے تو زیادہ لائق ہے کہ درگزر فرماؤں[4] رواہ مسلم عن ابی مسعود وعن عقبۃ بن عامر رضی اللہ عنھما کلھم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (اس کو مسلم نے ابومسعود اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے ان سب نے نبی پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر مسماۃ ہندہ صغیرہ نابالغہ کا

---

[1] مسند امام احمد حدیث ابوقتادہ انصاری مطبع دارالفکر ۵/۳۰۸
[2] صحیح مسلم کتاب المساقاۃ والمزارعۃ فصل انظار المعسر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۸
[3] و [4] " " " " " " " "

Marfat.com

نکاح عمرو کے ساتھ کرنا چاہا، وقت نکاح کے وکیلِ نکاح نے تعدادِ مہر کی مبلغ دس ہزار روپے اور دو دینار شرعی ظاہر کی، اس پر عمرو کی طرف سے لوگوں نے کہا کہ تعدادِ مہر کی بہت ہے، عمرو کی حیثیت اتنی بھی نہیں کہ دسواں حصہ اس کا ادا کرسکے، تعدادِ مہر کی کم کرنا چاہئے، وکیلِ نکاح نے جواب دیا کہ تعدادِ مہر کم کرنے کا مجھ کو اختیار نہیں ہے مگر یہ مہر ایسا نہیں ہے جو دونوں کی زندگی میں لیا دیا جائے، جبکہ اس مہر پر نکاح ہوگیا اور ہندہ باپ کے گھر سے آکر عمرو کے گھر دو تین مہینے رہی مگر بوجہ صغیرہ و نابالغہ ہونے ہندہ کے عمرو کو استمتاع وطی نہیں ہوا بعدہٗ زید ہندہ کو بلا مرضی عمرو کے اپنے گھر لے گیا اور اب عمرو کے گھر نہیں آنے دیتا ہے اور دعوٰی بعض مہر کا بہ ترک بعض مہر کے منجانب ہندہ کے بولایت اپنے بوجہ نابالغی ہندہ کے کرتا ہے پس اس صورت میں مہر عمرو سے دلایا جائے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مہر میں جب نہ یہ شرط کی جائے کہ کُل یا اس قدر پیشگی لیں گے جسے معجّل کہتے ہیں، نہ اُس کے ادا کے لئے کوئی میعاد معیّن کی جائے، مثلاً سال دو سال، یا جو قرار پائے، جسے مؤجّل کہتے ہیں، تو وہ عرف بلد پر رہے گا، جس شہر میں عام طور پر یہ رواج ہو کہ مثلاً نصف یا ربع یا کسی قدر بغیر تصریح تعجیل کے بھی پیشگی لیتے ہیں وہاں اُتنا پیشگی دینا ہوگا، اور جہاں عرف یُوں ہے کہ بے موت یا طلاق لینا دینا نہیں ہوتا وہاں جب تک زوجین میں کسی کا انتقال یا طلاق واقع نہ ہو اختیارِ مطالبہ نہ دیں گے۔ مختصر الوقایہ میں ہے:

المعجل والمؤجل ان بینا فذاك والا فالمتعارف[1] — اگر مہر معجّل و مؤجّل کی مدّت بیان کی گئی ہو تو بہتر ورنہ متعارف مراد ہوگا۔ (ت)

ہمارے بلاد میں عام مہور بیانِ تعجیل و تاجیل سے خالی ہوتے ہیں اور رواج یہ ہے کہ اُس کے لزوم ادا کو موت یا طلاق پر موقوف رکھا جاتا ہے، پس صورتِ مسئولہ میں اگر وکیلِ نکاح اس مضمون کی تصریح بھی نہ کرتا کہ یہ وُہ مہر نہیں جو زندگی میں لیا دیا جائے تاہم پدرِ ہندہ بحالتِ نابالغی اور خود ہندہ بعد بلوغ تاوقتیکہ موت یا طلاق نہ ہو عمرو سے کسی جزءِ مہر کا مطالبہ نہیں کرسکتے۔ ردالمحتار میں ہے:

حق طلبه انما تثبت لہا بعد الموت او الطلاق لا من وقت النکاح[2] — بیوی کو مہر کے مطالبے کا حق موت یا طلاق کے بعد ہوگا، نکاح کے وقت سے نہیں ہوگا۔ (ت)

---

[1] مختصر الوقایۃ فی مسائل الہدایۃ فصل اقل المہر نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۶

[2] ردالمحتار کتاب القضاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۴۳

Marfat.com

یہاں کہ وکیلِ نکاح نے وقتِ نکاح اس مضمون کی صاف تصریح کردی بدرجۂ اولیٰ کسی کو اختیارِ مطالبہ نہیں۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کا کہ زنا سے حاملہ تھی نکاح غیر زانی سے کہ اُسے اس کے حمل سے اطلاع نہ تھی ہوگیا، آیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ عذر مرد کا کہ میں نے باکرہ سمجھ کر نکاح کیا تھا نہ حاملہ، اسقاطِ مہر کے لئے کافی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

صورتِ مسئولہ میں نکاح صحیح ہے اب نکاح کرنے کی ضرورت نہیں، مگر جس صورت میں حمل اس مرد سے نہیں رہا تو اُسے قبل از وضعِ حمل مباشرت اور اس کے دواعی اس عورت کے ساتھ جائز نہیں۔

درمختار میں ہے:

وصح نکاح حبلی من زنا لا حبلی من غیرہ ای الزنا لثبوت نسبہ ولو من حربی اوسیدھا المقر بہ وان حرم وطؤھا ودواعیہ حتی تضع[1]

زنا سے حاملہ کا نکاح صحیح ہے، غیر زنا سے حاملہ کا نکاح صحیح نہیں کیونکہ اس کی نسب ثابت ہوگی خواہ حربی سے یا مالک سے جب وُہ اقرار کرے اگرچہ زنا کی حاملہ سے نکاح جائز مگر جماع اور دواعی حرام ہیں جب تک وُہ بچّہ کو جنم نہ دے۔ (ت)

اور یہ عذر کہ میں نے باکرہ سمجھ کر نکاح کیا تھا نہ کہ حاملہ، مہر کو ساقط نہ کرے گا کہ کفاءت عورت کی طرف سے معتبر نہیں۔ کتاب مذکور میں ہے:

لا تعتبر من جانبہا لان الزوج مستفرش فلا تغیظہ دناءۃ الفراش وھذا عند الکل فی الصحیح[2] واللہ تعالیٰ اعلم۔

عورت کی طرف سے کفائت معتبر نہیں کیونکہ خاوند کے لئے بیوی بستر بنتی ہے تو اسے کمتر مفروش سے رنج وغیظ نہیں آتا۔ صحیح مذہب میں اس پر سب کا اتفاق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۷ از محلہ ذخیرہ مسئولہ مولوی برکات احمد صاحب وکیل دیوانی

مولانا صاحب دام عنایتکم، سلام مسنون کے بعد عارض ہوں ایک مسئلہ شرعی بتا دیجئے، وُہ یہ ہے

---

[1] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۹

[2] ؍؍ باب الکفاءۃ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۱۹۴

Marfat.com

کہ مہر کب واجب ہوتا ہے، اگر معجل ہو تو کس وقت؟ خلوتِ صحیحہ مہر کے واسطے ضروری ہے یا نہیں؟ اور خلوتِ صحیحہ کس کو کہتے ہیں اس کی تعریف کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مہر معجّل وہ مہر یا پارہ مہر کا ہے جس کا ادا کرنا فوراً قرار پایا ہو خواہ از روئے شرط کہ نفس عقد نکاح میں تعجیل مذکور ہو یا عقد کے بعد شرطِ تعجیل ٹھہری خواہ از روئے عرف جبکہ وہ شرط صحیح کے مخالف نہ واقع ہو یہ مہر فوراً واجب الادا ہوتا ہے، یہاں تک کہ اس کے ادا سے پہلے شوہر عورت کو بے اس کی رضا کے ہاتھ نہیں لگا سکتا بلکہ رخصت نہیں کرا سکتا، اور مؤجّل جس کے لئے کوئی میعاد معین قرار دی گئی ہو مثلاً ایک سال، دس سال، یا جس قدر ٹھہرائیں، یہ اُس وقت واجب الادا ہوگا جب وعدے کا وقت آجائے اُس سے پہلے عورت اس کا مطالبہ نہیں کرسکتی۔ جامع الرموز میں ہے:

المهر المعجل والمؤجل ان بينا اى بين فى العقد ان كله او بعضه يكون معجلا او مؤجلا فذالك المبين واجب اداؤه على ما بين[1]

مہر معجّل اور مؤجّل اگر بوقتِ عقد بیان ہوچکے ہیں یعنی تمام یا بعض معجل ہوگا یا مؤجّل ہوگا، تو اس بیان کے مطابق ادائیگی واجب ہوگی۔ (ت)

اور اگر مؤجل کہا اور کوئی میعاد اصلاً نہ بیان کی تو وہ طلاق یا موت تک مؤجل ٹھہرے گا اور بعد فرقت ہی واجب الادا ہوگا اس سے پہلے مطالبہ کا عورت کو اصلاً استحقاق نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

من اول الفروع المذكورة فى كتاب القضاء قبل باب التحكيم مسئلة عدم سماع الدعوى بعد مرور كذا سنة لومات زوج المرأة او طلقها بعد عشرين سنة مثلاً من وقت النكاح فلها طلب موخر المهر لان حق طلبه انما ثبت لها بعد الموت او الطلاق لامن وقت النكاح[2]

کتاب القضاء میں تحکیم کے باب سے قبل سب سے پہلا جزئیہ یہ مذکور ہے کہ اتنے سال گزر جانے کے بعد دعوٰی قابلِ سماعت نہیں ہوتا، اس پر تفریع یہ ہے کہ نکاح کے وقت سے مثلاً بیس سال بعد خاوند فوت ہوجائے یا طلاق دے دے تو بیوی کو مؤخر شدہ مہر کے مطالبہ کا حق ہے، کیونکہ مہر مؤجّل میں بیوی کو مطالبہ کا حق موت یا طلاق کے بعد ہی ہوتا ہے نکاح کے وقت سے مطالبہ کرنے کا حق نہیں۔ (ت)

---

[1] جامع الرموز | باب المهر | مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران | ١/٤٨٣

[2] ردالمحتار | کتاب القضاء | دار احیاء التراث بیروت | ٤/٣٤٣

Marfat.com

اسی طرح جس پارۂ مہر یا کُل مہر کی نسبت تعجیل و تاجیل کا کچھ ذکر نہ آیا وُہ بھی موت یا طلاق تک مؤجل ٹھہرے گا کہ ایسی صورت میں مدارِ عرفِ بلد پر ہے اور یہاں عام عرف شائع فی البلاد یہی ہے کہ جس مہر کی تعجیل مشروط نہ ہُوئی اُس کا مطالبہ تاوقت فرقت نہیں کیا جاتا۔ نقایہ میں ہے:

المعجل والمؤجل ان بینا فذاك والا فالمتعارف[1] — معجل اور مؤجل کی مدت بیان ہوچکی تو بہتر ورنہ اس میں عرف کا اعتبار ہوگا کہ کتنا مؤجل ہے یا معجل۔ (ت)

اور خلوتِ صحیحہ یہ ہے کہ زن وشو تنہائی کے مکان میں جہاں کسی کے آنے جانے یا نظر پڑنے سے اطمینان ہو، یُوں متفق ہوں کہ اُن کے ساتھ کوئی تیسرا ایسا نہ ہو جو ان کے افعال کو سمجھ سکے، نہ اُن میں کسی کو مقاربت مانع شرعی یا حسّی ہو مثلاً مرد یا عورت کی ایسی کم سنی جس میں صلاحیتِ قربت و قابلیتِ صحبت نہ ہو یا شوہر کی ناسازیِ طبع یا عورت کا حیض یا نفاس یا ایسے مرض میں ہونا جس کے سبب وقتِ وقوعِ فعلِ قربت سے اُسے مضرت پہنچے یا ان میں کسی کا نمازِ فرض یا ماہِ رمضان میں روزۂ فرض سے مشغول ہونا کل ذٰلك فی الخانیة والدرالمختار وحواشیه (یہ تمام بحث خانیہ، درمختار اور اس کے حواشی میں ہے۔ ت) اور خلوتِ صحیحہ وجوبِ مہر کی شرط نہیں، وجوبِ مہر تو عقدِ نکاح سے ہوتا ہے، ہاں خلوت سے مہر متاکد ہوجاتا ہے بایں معنی کہ اگر پیش از وطی و خلوتِ صحیحہ طلاق دیتا تو نصف مہر لازم آتا، اب کہ خلوت واقع ہوگئی کُل لازم آئے گا۔ نقایہ میں ہے:

یجب نصفه بطلاق قبلها ای قبل خلوة الصحیحة[2] اھ ملخصا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ — نصف مہر، طلاق قبل از خلوتِ صحیحہ سے واجب ہوتا ہے اھ ملخصاً۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا ہندہ سے نکاح ہُوا اور خلوتِ صحیحہ برضائے زوجہ واقع ہوگئی اور مہر مؤجل قرار پایا تھا اب ہندہ مطالبہ کرتی ہے اور زید کے پاس نہیں جاتی، اور زید درصورت نہ آنے ہندہ کے مہر دینے سے منکر ہے، اس صورت میں یہ مطالبہ صحیح اور بوجہ نہ آنے ہندہ کے مہر ساقط ہوجائے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

کوئی جزءِ مہر کا بعد وقوعِ خلوتِ صحیحہ ذمۂ شوہر سے ساقط نہیں ہوسکتا اور تمامی مہر کا ادا کرنا زید

---

[1] مختصر الوقایۃ فی مسائل الہدایۃ فصل اوّل المہر نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۶

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۵۵

Marfat.com

پر لازم، مگر ہندہ کو بوجہ تاجیل و وقوع خلوت برضائے زوجہ بالاتفاق مطالبہ مہر و منع نفس کا اختیار حاصل نہیں امام ابو یوسف سے کہ مہر مؤجل میں تخییر منع منقول ہے قبل از تسلیم نفس و وقوع وطی یا خلوت صحیحہ برضائے زوجہ پر محمول ہے کہ وُہ بعد از تسلیم مہر معجل میں بھی اختیارِ منع نہیں دیتے حالانکہ وہاں بوجہ تعجیل حق منع و مطالبہ مؤکد ہو چکا ہے پس مؤجل میں کہ ایسا نہیں بالاولٰی نہ دیں گے۔

فی الھدایۃ وللمرأۃ ان تمنع نفسھا حتی تاخذ المھر ای المعجل ولوکان المھرکلہ مؤجلا لیس لھا ان تمنع نفسھا لاسقاطھا حقھا بالتأجیل کما فی البیع وفیہ خلاف ابی یوسف وان دخل بھا فکذٰلک الجواب عند ابی حنیفۃ وقالا لیس لھا ان تمنع نفسھا[1] انتھی ملخصا ومثلہ فی غیرھا من کتب الفقہ۔ و اللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

ہدایہ میں ہے: بیوی کو مہر معجل کی صورت میں اپنے سے خاوند کو منع کرنے کا حق ہوتا ہے جب تک وصول نہ کرے، اور اگر تمام مہر مؤجل ہو تو پھر اس کو اپنے سے خاوند کو روکنے کا حق نہیں کیونکہ اس نے مہر مؤجل کرکے اپنے مطالبہ کا حق ساقط کر دیا ہے جیسا کہ بیع میں ہوتا ہے، اس میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی کا اختلاف ہے اور مہر معجل کی صورت میں اگر دخول ہو چکا ہو تو عورت کو منع کا حق ہے مہر معجل وصول کرنے تک یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا مسلک ہے۔ اس میں صاحبین کا قول یہ ہے کہ اس کو اس کے منع کا حق نہیں ہے انتہی ملخصًا، اسی طرح دوسری کتب میں بھی ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۹ — ۲۵ محرم ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت بغیر اجازت شوہر کے کئی مرتبہ اپنے میکے چلی گئی اور اپنے شوہر سے اکثر لڑتی رہتی ہے اور اب کی دفعہ اُس نے اپنے شوہر کو مارا بھی، اگر شوہر مہر اُس کا ان وجوہ کے سبب نہ دے تو مواخذہ ہوگا یا نہیں اور اُس کو اپنے گھر رکھے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

وُہ عورت فاسقہ ہے سخت گنہ گار ہے، مگر ان حرکات کے سبب مہر ساقط نہ ہوگا، رکھنے نہ رکھنے کا مرد کو اختیار ہے مگر اگر نہ رکھنا چاہے تو طلاق دے دے یہ جائز نہیں کہ نکال دے اور طلاق بھی نہ دے اور اور خبر گیری بھی نہ کرے ہاں وُہ خود ہی نکل جائے تو اس پر نان و نفقہ واجب نہیں جب تک واپس نہ آئے لانھا ناشزۃ ولانفقۃ للناشزۃ وقال کیونکہ نافرمان ہے اور اس کے لئے خاوند پر نفقہ

---

[1] ہدایہ باب المہر المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/ ۳۱۴

Marfat.com

تعالیٰ فامسکوھن بمعروف اوسرحوھن بمعروف[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔

واجب نہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کو پاس رکھو بھلائی سے یا ان کو چھوڑ دو بھلائی سے۔ (ت)

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰ ازلکھنؤ محمود نگر اصح المطابع مرسلہ مولوی محمد عبدالعلی صاحب مدراسی ۱۷ صفر ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر ایجاب وقبول مہرِ فاطمی پر بلا تصریح و تعیین دراہم وسکہ وغیرہ ہو یعنی بروقتِ نکاح صرف مہرِ فاطمی کا لفظ کہا جائے یہ نہ کہا جائے کہ مہرِ فاطمی پر جس کے اس قدر دراہم شرعی یا سکہ رائج الوقت ہوتے ہیں تو اس صورت میں مہرِ فاطمی ہی رہے گا یا مہرِ مثل کی طرف عود کر جائیگا بوجہ اختلافِ روایات کے جو دربارۂ مہرِ جناب فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا وارد ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

مہرِ فاطمی ہی رہے گا۔ ذخیرہ پھر بحر الرائق پھر ردالمحتار میں ہے:

واللفظ للبحر لیس من صور عدم التسمیة مالو تزوجت بمثل مھر امھا والزوج لایعلم مقدار مھر امھا فانہ جائز بمقدار مھر امھا الخ[2]۔

الفاظ بحر کے ہیں، مہر مقررہ نہ ہونے کی یہ صورت نہیں ہے کہ بیوی کا مہر اس کی ماں کے مہر کے برابر ہو اور خاوند کو ماں کے مہر کا علم نہ ہو کیونکہ بیوی کی ماں کے مہر کی مقدار پر مہر رکھنا جائز ہے الخ (ت)

مہرِ اقدس حضرت سیدۃ النساء بتول زہرا صلی اللہ تعالٰی علٰی ابیہا الکریم وعلیہا وسلم میں اگرچہ روایات بظاہر مختلف ہیں مگر بتوفیق اللہ تعالٰی اُن سب میں تطبیق بروجہ نفیس ودقیق حاصل ہے **فاقول** و باللہ التوفیق اس بارے میں روایاتِ مسندہ معتد بہا تین[3] ہیں:

اوّل یہ کہ مہر مبارک درم ودینار نہ تھے بلکہ ایک زِرہ کہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت امیر المومنین مولی المسلمین کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کو عطا فرمائی تھی وہی مہر میں دی گئی،

اخرج ابن سعد فی طبقاتہ اخبرنا خالد بن مخلد ثنا سلیمٰن ھو ابن بلال ثنی جعفر بن محمد عن ابیہ

ابن سعد نے طبقات میں تخریج کی ہے کہ خالد بن مخلد نے بیان کیا ان کو سلیمان ابن بلال نے حدیث بیان کی کہ جعفر بن محمد نے اپنے والد سے بیان کیا کہ حضرت

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۱

[2] بحر الرائق باب المہر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۱۴۶

Marfat.com

اصدق علی فاطمة درعا من حدید و
عن عارم عن حماد بن زید
عن ایوب عن عکرمة ان النبی
صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قال
لعلی حین زوجه فاطمة اعطها
درعك الحطمیة[1]، قال الحافظ
فی الاصابة هذا مرسل
صحیح الاسناد[2]، وابوداؤد فی
سننه عن ابن عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنهما قال لما تزوج علی
فاطمة رضی اللہ تعالیٰ عنهما
قال له رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیه وسلم اعطها شیئا قال ماعندی
شئ قال این درعك الحطمیة[3]
واحمد فی مسنده من طریق ابن ابی نجیح
عن ابیه عن رجل سمع علیا
یقول اردت ان اخطب الی رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ابنته
فقلت مالی من
شئ ثم ذکرت صلته
وعائدته وخطبتها الیه

علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
مہر ایک لوہے کی درع دی، عارم سے انھوں نے
حماد بن زید سے انھوں نے ایوب سے انھوں نے
سے بیان کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب
حضرت فاطمہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہما سے نکاح
تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا
اپنی حطمی درع (تلواروں کو توڑنے والی زرہ)
میں دے دے۔ حافظ نے اصابہ میں کہا یہ حدیث
مرسل صحیح ہے۔ ابوداؤد نے اپنی سنن میں ابن عباس
رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ و
السلام نے حضرت فاطمہ کا نکاح حضرت علی (رضی
عنہما) سے کیا تو فرمایا: اس کو مہر میں کچھ دو۔ تو انھوں
نے عرض کی: میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے۔
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تیری حطمی
کہاں ہے؟ احمد نے اپنی مسند میں ابن ابی نجیح
اپنے والد اور انھوں نے ایک ایسے شخص سے روا
کیا جس نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا
کہ وہ فرمارہے تھے کہ میرا ارادہ ہوا کہ میں حضور علیہ الصلٰ
والسلام سے آپ کی صاحبزادی کا رشتہ طلب کروں تو مجھے
خیال آیا کہ میرے پاس تو کچھ نہیں، پھر مجھے آپ کی شفقت
اور مہربانی یاد آئی، پس میں نے رشتہ طلب کیا

---

۱ الطبقات الکبریٰ لابن سعد باب ذکر بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم دار صادر بیروت ۸/۲۱
۲ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ترجمہ ۸۳۰ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا " " " " ۴/۷
۳ سنن ابوداؤد کتاب النکاح آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۸۹

Marfat.com

فقال وهل عندك شئ؟ قلت لا، قال فاين درعك الحطمية التي اعطيتك يوم كذا وكذا، قلت هو عندي، قال فاعطها اياه[1] وابن اسحٰق في السيرة الكبرى حدثني ابن نجيح عن مجاهد عن علي كرم الله تعالٰى وجهه انه خطب فاطمة رضي الله تعالٰى عنها، فقال له النبي صلى الله تعالٰى عليه وسلم هل عندك من شئ، قلت لا، قال فما فعلت الدرع التي سلحتكها يعني من مغانم بدر[2]۔

آپ نے فرمایا: کیا تیرے پاس کچھ ہے؟ میں نے عرض کیا: کچھ نہیں۔ تو فرمایا: تیری حطمی زرہ کہاں ہے جو میں نے تجھے اسلحہ کے طور پر فلاں موقعہ پر (یعنی بدر کے روز) غنیمت میں سے دی تھی؟ میں نے عرض کیا: وہ میرے پاس ہی ہے۔ تو آپ نے فرمایا: وہ اسے دے دو۔ ابن اسحاق نے سیرت کبریٰ میں یوں بیان کیا کہ ابن نجیح نے مجاہد کے حوالے سے بیان کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ میں نے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منگنی کی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا تیرے پاس کچھ ہے؟ تو میں نے کہا: کچھ نہیں۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تیری وہ زرہ کہاں ہے جو میں نے تجھے بدر کی غنیمت میں سے دی تھی۔ (ت)

دوم چار سو اسی[80] درم تھے،

اخرجه الائمة احمد في المناقب و ابوداؤد و ابوحاتم الرازي و ابن حبان في صحيحه كلهم عن انس رضي الله تعالٰى عنه بعضهم اتم سياقا من بعض، قال جاء ابوبكر ثم عمر يخطبان فاطمة الى النبي صلى الله تعالٰى عليه وسلم، فسكت ولم يرجع اليهما شيئا فانطلقا الى علي رضي الله تعالٰى عنه يأمرانه بطلب ذلك

امام احمد نے مناقب میں اور ابوداؤد اور ابوحاتم رازی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں، ان تمام نے حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا بعض کا سیاق بعض سے اتم ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ مانگنے آئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سکوت فرمایا اور کوئی جواب نہ دیا، تو یہ دونوں حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس آئے انھیں رشتہ

---

[1] مسند احمد بن حنبل — مروی از علی رضی اللہ عنہ — دار الفکر بیروت ۱/۸۰

[2] السنن الکبریٰ — مروی عن محمد بن اسحٰق — کتاب الصداق — دار صادر بیروت ۷/۲۳۵

Marfat.com

قال علی فنبھانی لامر کنت عنہ غافلا
فقمت اجر ردائی حتی اتیت النبی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقلت
تزوجنی فاطمة ، فقال عندك شئ،
فقلت فرسی وبدنی ، قال
اما فرسك فلابد لك منھا
واما بدنك فبعھا فبعتھا
باربع مأة وثمانین
درھما فجئته بھا فوضعتھا
فی حجرہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم فقبض منھا
قبضة فقال ای بلال ابتع
بھا لنا طیبا وامرھم ان یجھزوھا
فجعل لھا سریرا مشرطا بالشرط
ووسادة من ادم حشوھا لیف
وقال لعلی اذا اتتك فلا تحدث
شیئا حتی اتیك فجاءت مع
ام ایمن حتی قعدت فی جانب
البیت وانا فی جانب وجاء
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم الحدیث ، وفی
الخمیس فی روایة خطبھا
فزوجھا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

طلب کرنے کو کہا تو حضرت علی فرماتے ہیں کہ انھوں نے مجھے ایسے معاملے کی طرف متوجہ کیا جس سے میں غافل تھا تو میں فوراً چادر سنبھالتے ہوئے اُٹھا حتی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ! فاطمہ کا نکاح مجھ سے کر دیں۔ آپ نے پوچھا: تیرے پاس کچھ ہے؟ میں نے عرض کی، گھوڑا ہے اور ایک اونٹ ہے۔ تو آپ نے فرمایا: گھوڑا تو تیرے لئے ضروری ہے لیکن اُونٹ کو فروخت کر دو۔ تو میں نے اس کو چار سَو اَسّی درہم میں فروخت کر دیا اور وُہ آپ کے پاس لا کر میں نے آپ کی گود میں ڈال دئے۔ تو آپ نے ان میں سے ایک مُٹھی بھر اُٹھا کر فرمایا: اے بلال رضی اللہ عنہ! اس کی خوشبو خرید لاؤ۔ اور فرمایا: اس رقم سے جہیز تیار کرو۔ تو ایک بُنی ہوئی چارپائی اور ایک چمڑے کا تکیہ جس میں کھجی بھری تھی تیار کئے گئے، تو آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! جب تیرے پاس فاطمہ پہنچ جائے تو کوئی بات نہ کرنا جب تک میں نہ پہنچ جاؤں۔ تو حضرت فاطمہ حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا کے ہمراہ آئیں حتی کہ وہ کمرے کے ایک کونے میں بیٹھ گئیں اور دُوسری جانب میں تھا تو اتنے میں رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تشریف لے آئے، الحدیث۔ اور خمیس میں ہے کہ ایک روایت ہے کہ منگنی کی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے

---

[1] کنز العمال بحوالہ مسند انس حدیث ۳۷۷۵۵ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۳/۸۵-۶۸۴

Marfat.com

وسلم علی اربعمائۃ وثمانین درھما[1] الخ

وفیہ قیل انہ باع الدرع باثنتی عشرۃ اوقیۃ والاوقیۃ اربعون درھما وکان ذٰلک مھر فاطمۃ من علی رضی اللہ تعالیٰ عنھما[2]۔

نکاح کردیا اور مہر چارسو اسّی درہم تھا، اور خمیس میں یہ بھی ہے کہ کہا گیا ہے کہ انھوں نے زرہ فروخت کی بارہ اوقیہ کے عوض میں۔ اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ یہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے تھا (ت)

سوم چارسو مثقال چاندی،

اخرج الحافظ رضی الدین ابو الخیر احمد بن اسمٰعیل القزوینی الحاکمی و ابوعلی الحسن بن شاذان عن انس ایضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حدیث طویل قال فیہ فی خطبۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثم ان اللہ تعالیٰ امرنی ان ازوج فاطمۃ من علی ابن ابی طالب فاشھدوا انی قد زوجتہ علی اربع مائۃ مثقال فضۃ ان رضی بذٰلک علی ثم دعا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بطبق من بسر ثم قال انتھبوا فانتھبنا ودخل علی فتبسم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی وجھہ ثم قال ان اللہ عزوجل امرنی ان ازوجک فاطمۃ علی اربعمائۃ مثقال فضۃ ارضیت بذالک، فقال قد رضیت بذالک یا رسول اللہ، فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمع اللہ

حافظ رضی الدین ابو الخیر احمد بن اسمٰعیل قزوینی حاکمی اور ابو علی حسن بن شاذان نے بھی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کو روایت کیا طویل حدیث ہے جس میں یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خطبہ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے کردوں، تو گواہ ہوجاؤ کہ میں نے یہ نکاح چارسو مثقال چاندی پر کردیا ہے بشرطیکہ علی رضی اللہ عنہ اس پر راضی ہوں۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بُسر کھجوروں کا بڑا ٹوکرا طلب فرمایا اور فرمایا: اس میں سے چُن چُن کر کھاؤ۔ تو ہم نے کھائیں۔ اتنے میں حضرت علی آئے تو آپ نے ان کی آمد پر تبسم فرمایا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں فاطمہ کا نکاح تجھ سے کروں چارسو مثقال چاندی پر، کیا تو راضی ہے؟ تو حضرت علی نے عرض کیا: میں اس پر راضی ہوں۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دُعا کرتے ہوئے

---

[1] تاریخ الخمیس تزوج علی بفاطمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا موسسۃ شعبان بیروت ۱/۳۶۱

[2] " " " " " " " " " ۱/۳۶۲

Marfat.com

شملكما و اعزجد كما و بارك عليكما و اخرج منكما كثيرا طيبا ، قال انس فوالله لقد اخرج منهما الكثير الطيب[1] ، ورواه ابن عساكر نحوه من طريق محمد بن شهاب بن ابی الحياء عن عبد الملك بن عمر عن يحيی بن معين عن محمد بن دينار عن هشيم عن يونس بن عبد عن الحسين عن انس رضی الله تعالٰی عنهما و ذكره محمد بن طاهر فی تكملة الكامل لابن عدی كما نقله الحافظ فی لسان الميزان ۔

فرمایا : اللہ تعالٰی نے تم دونوں کے حال متفق فرمائے اور تمھاری بزرگی کو باعزت بنائے اور تم دونوں پر برکتیں نازل فرمائے اور تم میں سے اللہ تعالٰی نے کثیر طیب پیدا فرمائے ۔ تو حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا : خدا کی قسم اللہ تعالٰی نے ان دونوں سے کثیر طیب پیدا فرمائے ۔ اور ابن عساکر نے اسی طرح کی روایت محمد بن شہاب بن ابوالحیاء سے انھوں نے عبد الملک بن عمر سے انھوں نے یحیٰی بن معین سے انھوں نے محمد بن دینار سے انھوں نے ہشیم سے انھوں نے یونس بن عبد سے انھوں نے حسین سے انھوں نے انس (رضی اللہ تعالٰی عنہما) سے ، اس کو محمد بن طاہر (ابن القیسرانی) نے تکملہ کامل بن عدی میں ذکر کیا ہے ، جیساکہ اس کو حافظ نے لسان المیزان میں ذکر فرمایا ہے ۔ (ت)

ان کے سوا جو اقاویل مجہولہ ہیں کہ پانسو درم مہر تھا یا چالیس مثقال سونا ،

نقلهما فی الرحمانية عن بعض حواشی شرح الوقاية ۔

ان دونوں روایتوں کو شرح وقایہ کے بعض حاشیوں سے رحمانیہ میں نقل کیا ہے (ت)

یا انیس[۱۹] مثقال ذہب ،

ذكره فی المرقاة انه اشتهر بين اهل مكّة قال ولا اصل له[2]

اس کو مرقاۃ میں ذکر کیا ہے کہ یہ اہل مکہ میں مشہور ہے جس کی کوئی اصل نہیں (ت)

سب بے اصل ہیں ۔

اما ما حاول القاری من توجيه هذا المشهور بقوله اللهم الا ان يقال ان هذا المبلغ قيمة درع علی رضی الله

لیکن ملا علی قاری نے جو اس روایت کی مشہور توجیہ اپنے اس قول سے فرمائی ، مگر یہ ہوسکتا ہے کہ یوں کہا جائے کہ علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی زرہ کی یہ

---

[1] المواہب اللدنیہ بحوالہ حدیث انس رضی اللہ عنہ زواج علی من فاطمہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۳۸۵

[2] مرقاۃ المفاتیح باب الصداق فصل ثانی المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۶/ ۳۶۰

Marfat.com

تعالیٰ عنہ[1] فاقول لا یلتئم لما علمت انہا بیعت باربعمائة وثمانین درھما وتسعة عشر مثقالا من الذھب لا تبلغ بسعر ذاك الزمن المبارك الا مائة و تسعین درھما اذ کل دینار مثقال وکل دینار بعشرة دراھم نعم یجوز ان یکون ھذا التقدیر ببعض الاسعار الواقعة فی البلدة الکریمة فی بعض الازمنة المتأخرة واللہ تعالیٰ اعلم وکذا ما اول ھو رحمہ اللہ تعالیٰ من الجمع بین تقدیری الدراھم والمثاقیل بان عشرة دراھم سبعة مثاقیل مع عدم اعتبار الکسور[2] فاقول لا یتجہ ایضا فان اربعمائة مثقال فضة علی ھذا خمس مائة واحد و سبعون درھما وکسر واربع مائة وثمانون درھما ثلث مائة وستة وثلاثون مثقالا فالکسر فی الاول ازید من النصف فلا یحذف وفی الثانی اقل فلا یرفع علی انہ لا معنی لاسقاط الزیادة فی الدراھم والقصر علی ثمانین بل لو کان لقیل خمسمائة کما لا یخفی فلیتامل لعل لکلامہ وجھا آخر۔

قیمت تھی **فاقول** (تو میں کہتا ہوں۔ت) یہ بنتا نہیں جیسا کہ تجھے معلوم ہو چکا کہ وہ زرہ چار سو اسی درہم میں فروخت ہوئی تھی، جبکہ ۱۹ مثقال سونا اس زمانہ مبارک کے بھاؤ سے صرف ایک سو نوے ۱۹۰ درہم کا بنتا ہے، کیونکہ ایک دینار مثقال کا اور ہر دینار دس درہم کا تھا، ہاں ہوسکتا ہے کہ یہ اندازہ بعد کے زمانے میں مدینہ منورہ کے کسی بھاؤ کا ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور یونہی ان کی وہ تاویل جس میں وہ درہم اور مثقال کے وزنوں کو جمع کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ دس درہم سات مثقال میں کچھ کسریں ہوں جن کا اعتبار نہ کیا گیا ہو **فاقول** (تو میں کہتا ہوں۔ت) یہ بھی قابل توجہ نہیں کیونکہ اس طرح چار سو مثقال چاندی پانچسو اکہتر ۵۷۱ درہم اور کچھ کسر ہوتے ہیں اور چار سو اسی ۴۸۰ درہم تین سو چھتیس ۳۳۶ مثقال ہیں تو پہلے میں کسر نصف سے زائد ہوئی جس کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، اور دوسرے میں نہایت ہی کم ہے تو اس کو قابلِ لحاظ نہیں کہا جاسکتا اس کے علاوہ دراہم میں زیادتی کو ساقط کرنے اور صرف اسّی پر اکتفاء کرنے کا کوئی معنی نہیں ہے بلکہ اگر ایسا ہوتا تو پورا پانچسو ۵۰۰ کہنا چاہئے تھا جیسا کہ مخفی نہیں ہے، غور کرو، ہوسکتا ہے انکے کلام کی کوئی دوسری وجہ بن سکے (ت)

اب بتوفیقہ تعالیٰ توفیق سنئے، پہلی دو۲ روایتوں میں وجہ تطبیق ظاہر ہے کہ مہر میں زرہ دی کہ چار سو اسی ۴۸۰ کو بکی، اب چاہے زرہ کہئے خواہ اتنے درم، حافظ محب الدین احمد بن عبداللہ طبری نے دونوں روایت میں اسی طرح توفیق کی، ذخائر العقبٰی فی مناقب ذوی القربٰی میں فرماتے ہیں:

[1،2] مرقاۃ المفاتیح باب الصداق فصل ثانی المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۶/۳۶۰

Marfat.com

اختلف فی صداقہا رضی اللہ تعالٰی عنہا کیف کان فقیل کان الدرع ولم یکن اذ ذاک بیضاء ولا صفراء وقیل کان اربع مائۃ و ثمانین وورد ما یدل لکلا القولین ویشبہ ان العقد وقع علی الدرع وانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعطاہا علیا لیبیعہا فباعہا واتاہ بثمنہا فلا تضاد بین الحدیثین[1] اھ ملخصا

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مہر کے متعلق اختلاف ہے کہ کیا تھا، بعض نے کہا کہ زرہ تھی اور درہم یا دینار نہ تھے۔ اور بعض نے کہا کہ چار سو اسّی درہم تھے، دونوں باتوں پر دلالت کرنے والی مناسب[1] مشابہ بات یہ ہے کہ نکاح کا انعقاد زرہ پر ہوا اور بعد میں حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے وہی زرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دے دی کہ فروخت کر دو، تو انھوں نے فروخت کر کے قیمت آپ کو پیش کر دی، تو دونوں حدیثوں میں تضاد نہ رہا اھ ملخصًا (ت)

اور پُر ظاہر کہ روایت مسندۂ ثانیہ کے الفاظ ہی خود اس تطبیق کے شاہد ہیں ولہذا علامہ زرقانی نے شرح مواہب لدنیہ میں کلام طبری نقل کر کے فرمایا:

ھذا الجمع مدلول الحدیث السابق[2]۔

یہ پہلی حدیث کا مدلول ہے جو دونوں کو جمع کرتا ہے۔ (ت)

اور روایت ثالثہ سے ان کی توفیق یوں کہ حدیثِ زرہ کو ہمارے علمائے کرام نے مہرِ معجل پر محمول فرمایا جو وقت زفاف اقدس ادا کیا گیا۔

قلت ویشھد لہ ایضا الحدیث المذکور حیث ذکر انہ جاء بالدراھم فامر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بشراء الطیب وان تجھز وقال لعلی ما قال فان ذٰلک انما کان حین زفت لا حین العقد کما لا یخفی۔

میں کہتا ہوں کہ اس پر مذکورہ حدیث بھی شاہد ہے، جس میں ذکر ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے دراہم پیش کئے تو حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے خوشبو اور جہیز خریدنے کا حکم فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے جو گفتگو فرمائی وُہ زفاف کے وقت ہے نہ کہ نکاح کے وقت کی جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ (ت)

مولانا علی قاری مرقاۃ میں زرہ کی نسبت فرماتے ہیں دفعھا الیہا مھرا معجلا[3] (یہ مہر معجل کے طور پر دی گئی تھی۔ ت)

امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر پھر علّامہ علی قاری مرقاۃ میں فرماتے ہیں:

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب بحوالہ ذخائر العقبٰی ذکر تزویج علی بفاطمہ رضی اللہ عنہا دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۹

[2] " " " " "

[3] مرقاۃ المفاتیح کتاب النکاح باب الصداق فصل ثانی المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۳۶۰/۶

Marfat.com

ان العادة عندهم کان تعجیل بعض المهر قبل الدخول، حتی ذهب بعض العلماء الی انه لا یدخل بها حتی یقدم شیئا لها نقل عن ابن عباس وابن عمر والزهری وقتادہ تمسکا بمنعه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم علیا فیما رواہ ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما) ان علیا رضی الله تعالیٰ عنه لما تزوج بنت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اراد ان یدخل بها فمنعه رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم حتی یعطیها شیئا فقال یا رسول الله لیس لی شئ فقال "اعطها درعك" فاعطاها درعه ثم دخل بها اللفظ لابی داؤد ورواہ النسائی ومعلوم ان الصداق کان اربع مائة درهم وهی فضة[1] الخ قلت وحدیث ابی داؤد کما تری نص صریح لا یقبل التاویل ان هذا کان حین البناء ومعلوم ان البناء کان بعد عدة اشهر من حین العقد، ثم الروایة الثالثة مصرحة بان العقد وقع علی اربعمائة مثقال فضة ولیس فی الروایات الاولیٰ ما یصرح بصدور العقد علی الدرع ومن مارس

ان کے ہاں عادت تھی کہ مہر کا کچھ حصہ دخول سے قبل معجل طور پر دے دیا جاتا تھا، حتی کہ بعض علماء نے اسی بنا پر فرمایا کہ پہلے کچھ ادائیگی کے بغیر دخول جائز نہیں۔ ابن عباس، ابن عمر، زہری، قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول کو وہ حضرت علی کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منع فرمانے کی دلیل قرار دیتے ہیں جو اس روایت میں ہے جس کو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادی سے نکاح کیا تو انھوں نے دخول کا ارادہ فرمایا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو پہلے کچھ ادا کئے بغیر دخول سے منع فرمایا، تو انھوں نے عرض کی میرے پاس تو کچھ نہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اپنی زرہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو دے دو۔ چنانچہ انھوں نے زرہ دے دی اور اس کے بعد دخول کیا۔ یہ الفاظ ابو داؤد کے ہیں اور اسی کو نسائی نے روایت کیا ہے۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ مہر چار سو دراہم تھا جو کہ چاندی ہے الخ۔

قلت (میں کہتا ہوں) ابو داؤد والی حدیث صریح نص ہے جو اس تاویل کو قبول نہیں کرتی جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ یہ واقعہ بناء یعنی دخول کا ہے جس کے متعلق معلوم ہے کہ وہ نکاح سے چند ماہ بعد ہوا ہے۔ پھر تیسری روایت تصریح کر رہی ہے کہ نکاح چار سو مثقال چاندی پر ہوا ہے، اور پہلی روایات میں یہ تصریح نہیں ہے کہ نکاح زرہ پر ہوا ہے۔ جو شخص حدیث میں

---

[1] مرقاۃ المفاتیح باب الصداق فصل اول المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۶/۲۵۶

Marfat.com

الاحادیث علم ان الرواۃ ربما یختصرون الاشیاء فلابد من رد المحتمل الی المنصوص والجمع متعین مہما امکن فکیف وھو واضح جلی ثم قول المحقق معلوم ان الصداق کان اربع مائۃ درھم استشکلہ فی المرقاۃ لمخالفتہ لحدیثی المثاقیل والدراھم جمیعا، **اقول** ولااشکال فان الدراھم کانت مختلفۃ علی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعھد ابی بکر الصدیق الی زمن امیرالمؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما فمنہا ماکان زنۃ مثقال ومنہا دون ذٰلک ثم ان عمر ھو الذی ردھا الٰی وزن سبعۃ فی ردالمحتار عن الطحطاوی عن منح الغفار اعلم ان الدراھم کانت فی عھد عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ مختلفۃ فمنہا عشرۃ دراھم علی وزن عشرۃ مثاقیل وعشرۃ علی ستۃ مثاقیل وعشرۃ علی خمسۃ مثاقیل فاخذ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ من کل نوع ثلثا کی لاتظھر الخصومۃ فی الاخذ والعطاء فالمجموع سبعۃ ولذا کانت الدراھم العشرۃ وزن سبعۃ اھ[1] ملخصا، وفی خزانۃ المفتین برمز ظ لفتاوی الامام ظھیر الدین ان الاوزان فی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

ممارست رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ راوی حضرات بعض چیزوں کو مختصر کرجاتے ہیں، تو اس لئے ضروری ہے کہ قابلِ احتمال کو منصوص کی طرف پھیرا جائے جبکہ مختلف روایات کو حتی الامکان جمع پر محمول کرنا طے شدہ بات ہے، یہ بات بالکل واضح ہے۔ پھر محقق کا یہ قول کہ یہ بات معلوم ہے کہ مہر چارسو درہم تھے اس کو مرقاۃ میں مشکل قرار دیا کیونکہ مثقال اور دراہم والی دونوں حدیثوں میں اس کی مخالفت ہے۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) کوئی اشکال نہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد اور ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کے عہد تک مختلف دراہم تھے تو کچھ کا وزن ایک مثقال اور کچھ کا اس سے کم تھا، پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو ایک وزن سبعہ پر مقرر کیا۔ ردالمحتار میں طحطاوی سے انھوں نے منح الغفار سے نقل کیا کہ جاننا چاہئے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں دراہم مختلف تھے بعض دس دراہم کا وزن دس مثقال تھا اور بعض دس کا چھ مثقال، اور بعض دس کا وزن پانچ مثقال تھا، تو عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے تینوں قسموں میں سے ہر ایک کا ثلث لیا تاکہ لینے دینے میں جھگڑا نہ ہو، تو مجموع کا وزن سات ہوا اس لئے دس درہم کا وزن سات مثقال قرار پایا اھ ملخصاً۔ اور خزانۃ المفتین میں ظ کے رمز سے امام ظہیرالدین کے فتاوٰی کی طرف اشارہ کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں وزن مختلف تھے، بعض دراہم بیس قیراط تھے

[1] ردالمحتار باب زکوٰۃ المال دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۸ و ۲۹

Marfat.com

وعهد ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کانت مختلفۃ فمنها ما کان الدرهم عشرون قیراطا، ومنها ما کان عشرۃ قیراطا وهو الذی یسمی وزن خمسۃ، ومنها ما کان اثنی عشر قیراطا وهو الذی یسمی وزن ستۃ فلما کان فی زمن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ طلبوا منہ ان یجمع الناس علی نقد واحد فاخذ من کل نوع[1] الخ ومن الدلیل علی ذلك ان المحقق جعل الدرع ما عجل من المهر وقد بیعت باربعمائۃ وثمانین فکیف یکون المعجل من اربع مائۃ اربعمائۃ وثمانین۔

اور بعض کا وزن دس قیراط تھا جن کو پانچ کا وزن کہتے تھے، اور بعض کا وزن بارہ قیراط تھا جن کو چھ کا وزن کہتے تھے، تو جب عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا عہد آیا تو لوگوں نے مطالبہ کیا کہ ایک سکہ ہونا چاہئے تو آپ نے ہر ایک میں سے کچھ لیا الخ اس پر ایک دلیل یہ بھی ہے کہ محقق علیہ الرحمۃ نے زرہ کو مہر معجل قرار دیا جو کہ چار سو اسّی دراہم میں فروخت ہوئی، تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کل چار سو میں سے چار سو اسّی معجل ہوں۔ (ت)

پس حاصل یہ قرار پایا کہ اصل مہر کریم جس پر عقدِ اقدس واقع ہوا چار سو مثقال چاندی تھی۔ ولہذا علماءِ سیر نے اس پر جزم فرمایا، مرقاۃ میں ہے:

ذکر السید جمال الدین المحدث فی روضۃ الاحباب ان صداق فاطمۃ رضی اللہ تعالٰی عنها کان اربعمائۃ مثقال فضۃ وکذا ذکرہ صاحب المواهب[2] الخ۔

سید جمال الدین محدث نے روضۃ الاحباب میں ذکر کیا کہ فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا مہر چار سو مثقال چاندی تھی۔ اسی کو صاحبِ مواہب نے ذکر کیا ہے الخ۔ (ت)

زرہ برسم پیشگی وقت زفاف دی گئی کہ بحکم اقدس چار سو اسّی درم کو بکی،

وبہ ظهر ما فی قول العلامۃ المحب الطبری یشبہ ان العقد وقع علی الدرع وانما حقہ ان یقال ان المعجل کانت الدرع ولعل حاملہ علیہ ذهولہ عن

اسی سے علامہ محب طبری کے قول پر اعتراض بھی واضح ہوگیا جو انھوں نے کہا کہ "حق کے مشابہ یہ ہے کہ نکاح زرہ پر ہوا" جبکہ حق بات یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ زرہ مہر معجل تھی، ہوسکتا ہے کہ انھوں نے یہ

---

[1] خزانۃ المفتین فصل فی مال تجارۃ قلمی نسخہ ۱/۴۱ و ۴۲

[2] مرقاۃ المفاتیح باب الصداق فصل ثانی المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۶/۳۶۰

Marfat.com

حدیث الشاقیل المصرح بان العقد انما وقع علیھا لاعلی الدرع ولاعلی الدراھم ولذا لم یذکرا لاقولین کما رأیت۔

انداز اس حدیث سے ذہول کی وجہ سے اختیار کیا جس میں شاقیل کے بارے میں تصریح ہے کہ نکاح ان پر ہُوا نہ کہ زرہ پر اور نہ ہی دراہم پر ہوا۔ اسی لئے ان دونوں نے صرف دو قول ہی ذکر کئے جیسا کہ آپ کو معلوم ہے (ت)

مثقال ساڑھے چار ماشہ ہے، اور یہاں کا روپیہ سوا گیارہ ماشے، تو چار سو مثقال کے پورے ایک سو ساٹھ روپے ہُوئے فاحفظہ فلعلک لا تجد ھذا التحریر فی غیر ھذا التحریر (اس کو محفوظ کرلو ہوسکتا ہے کہ آپ کو یہ تحریر دُوسری جگہ نہ ملے۔ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱ از پیلی بھیت محلہ بشیر خاں مسئولہ احمد حسین خاں صاحب آنریری مجسٹریٹ ۲۳ صفر ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مسلمان سے ایک مسلمان کا نکاح ہوا اُس کے بعد نکاح کنندہ کو معلوم ہُوا کہ اُس عورت کے باپ سے مجھ کو رشتہ شیر خوارگی ہے یعنی میری ماں نے اس کے باپ کو دُودھ پلایا ہے اور اس زمانہ میں بوجہ عدم واقفیت ہمبستری بھی ہوگئی، ایسی صورت میں نسبت جوازِ نکاح کے کیا حکم ہوگا اور مہر کی نسبت کیا حکم فرمایا جائے گا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جبکہ امر مذکور معلوم و ثابت ہولیا تو ظاہر ہُوا کہ وُہ عورت اس شخص کی بھتیجی ہے اور نکاح ناجائز و فاسد۔

فی رد المحتار یحرم من الرضاع اصولہ وفروعہ وفروع ابویہ وفروعھم[1]

ردالمحتار میں ہے کہ رضاعت سے اس کے اصول و فروع اور اس کے والدین کے فروع اور فروع کے فروع ہوجاتے ہیں۔(ت)

اس پر فرض ہے کہ فوراً اسے ترک کردے اور اُس سے جُدا ہوجائے زبان سے کہہ دے کہ میں نے تجھے چھوڑا یا تیرے نکاح کو ترک کیا،

فی رد المحتار فی البزازیۃ المتارکۃ فی الفاسد بعد الدخول لاتکون الا بالقول کخلیت سبیلک او ترکتک[2] الخ۔

ردالمحتار میں ہے بزازیہ میں ہے کہ نکاح فاسد میں دخول کے بعد متارکہ صرف قول (مثلاً میں نے تیرا راستہ آزاد کیا یا تجھے چھوڑ دیا ہے) سے ہوتا ہے الخ (ت)

---

[1] ردالمحتار فصل فی المحرمات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۷۹

[2] ردالمحتار باب المہر مطلب فی النکاح الفاسد " " " " ۲/۵۲-۳۵۱

Marfat.com

اور از انجا کہ ہمبستری یعنی مجامعت واقع ہولی عورت کے لئے مہرِ مثل تمام وکمال لازم آیا اگرچہ مہرِ مسمی سے زائد ہو، نکاحِ فاسد میں ضرور یہ حکم ہے کہ جب مہر کچھ معین کیا گیا تو لازم تو مہرِ مثل ہی آئے گا مگر قرار یافتہ سے زیادہ نہ دلایا جائے گا، مثلاً ہزار روپیہ مہر ٹھہرا تھا تو اگر مہرِ مثل ہزار یا ہزار سے زائد ہے تو ہزار ہی دلائے جائیں گے اور مہرِ مثل ہزار سے کم ہے تو صرف اُسی قدر دلائیں گے ہزار تک نہ بڑھائیں گے، لیکن بعض صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں ازاں جملہ نکاحِ محارم کہ نادانستہ وقوع میں آیا وہاں بعد وطی مہرِ مثل پورا لازم آتا ہے اگرچہ مسمی سے زائد ہو مسمی کا کچھ لحاظ نہ کیا جائے گا اور یہاں یہی صورت واقع ہے کہ وہ اس کی بھتیجی اور محرم رضاعی ہے۔

فی تنویر الابصار[1] یجب مهر المثل فی نکاح فاسد بالوطء لا بغیرہ ولو یزد علی المسمّٰی۔ واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ اتم و احکم۔

تنویر الابصار میں ہے: نکاح فاسد میں مہرِ مثل صرف جماع سے لازم آتا ہے کسی غیر جماع سے نہیں، وہ مہرِ مثل بھی مقررہ سے زیادہ نہ ہو۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۲۲ ۵ شعبان ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا نکاح ایّام نابالغی میں زید کے ساتھ ہوا اور نکاح کے روز سے ایک لمحہ کو بھی ہندہ زید کے گھر نہیں گئی اور نہ ہم صحبت ہُوئی اس صورت میں ہندہ مہر چاہے تو پاسکتی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

سائل مظہر کہ زن وشو نے انتقال کیا اور اُن میں ایک کا مرجانا بھی مہر کو مؤکد کرتا ہے، پس صورتِ مذکورہ میں کُل مہر ہندہ ترکہ زید پر لازم ہے جبکہ وہ نکاح لازم واقع ہُوا جیسا کہ اب وجد نے کیا یا نافذ غیر لازم تھا اور پیش از رد احد الزوجین کا انتقال ہوگیا۔

فی الدر المختار[2] یتأکد عند وطء او خلوۃ صحت او موت احدھما الخ۔

درمختار میں ہے: وطی یا خلوت صحیحہ یا دونوں میں سے کسی کی موت سے مہر لازم ہوجاتا ہے الخ (ت)

اور اگر نکاح منعقد ہی نہ ہُوا تھا جیسے غیر اب وجد نے نابالغی ہندہ میں غیر کفو سے یا مہرِ مثل میں کمی فاحش کے ساتھ نکاح کر دیا کہ شرعاً ایسا نکاح باطل ہے یا موقوفاً منعقد ہُوا اور ہنوز نافذ نہ ہونے پایا تھا کہ

---

[1] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۱

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۱۹۷

Marfat.com

اُن میں ایک نے انتقال کیا جیسے بحالتِ ولایتِ پدر اُس کے غیر نے بے اس کی اجازت نکاح کردیا اور ہنوز باپ نے جائز نہ کیا تھا کہ احد الزوجین نے وفات پائی تو اس صورت میں اصلاً کچھ مہر وغیرہ نہ ملے گا۔

فی ردالمحتار المهر کما یلزم جمیعه بالدخول والخلوة کذلک بموت احدهما قبل الدخول اما بدون ذلک فیسقط لان العقد اذا انفسخ یجعل کانه لم یکن نهر[1] اھ مختصرا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ردالمحتار میں ہے کہ جس طرح دخول اور خلوتِ صحیحہ سے پورا مہر لازم ہوجاتا ہے ایسے ہی دونوں میں سے کسی کی موت قبل از دخول سے بھی لازم ہوجاتا ہے، اگر مذکورہ صورتیں نہ واقع ہوئی ہوں تو مہر ساقط ہوجاتا ہے کیونکہ جب نکاح فسخ ہو تو وہ کالعدم ہوجاتا ہے، نہر اھ مختصرا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳: ۱۵ ذی قعدہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عورت سے نکاح کیا، اُس عورت کو مرد کے قابل نہ پایا، اُس کے جسم میں ہڈی ہے، ایک زمانے کے بعد زید نے اُسے طلاق دے دی، اب اس کا مہر دینا واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اس صورت میں آدھا مہر دینا آئے گا۔ درمختار میں ہے:

یجب نصفه بطلاق قبل وطء او خلوة[2]۔

طلاق قبل از دخول یا قبل از خلوت سے نصف مہر لازم ہوتا ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

الخلوة بلا مانع کرتق التلاحم (وقرن) عظم (وعفل) غدة (کالوطء فی تأکد المهر[3] اھ ملتقطا۔ واللہ تعالٰی اعلم

خلوت ایسی کہ جہاں کوئی مانع نہ ہو۔ مثلاً شرمگاہ میں گوشت پُر ہوجائے، ہڈی ہوجائے، غدود ہوجائے ان موانع کے بغیر خلوت ہو تو وہ وطی کے حکم میں ہے اور مہر لازم ہوجاتا ہے اھ ملتقطا (ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] ردالمحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۰۷
[2] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۷
[3] " " " ۱/ ۱۹۹

Marfat.com

مسئلہ ۲۴: از ریاست ریواں محلہ گھوگھر مرسلہ عبداللہ خاں صاحب چابک سوار ۱۰ صفر ۱۳۱۶ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ منکوحہ ہندہ کو باشتباہ زنا اپنے مکان سے نکال دیا، چار ماہ سے زائد ہوتا ہے کہ نان نفقہ مطلقاً نہ دیا، قریب ایک ماہ کے ہوتا ہے کہ جلسہ واحد میں تین طلاق دیئے مگر نہ رُوبرو عورت کے بلکہ دوسرے اشخاص کے۔ دین مہر عورت کا ہبہ قرار پایا تھا شوہر نے قطعہ مکان مالیتی ہبہ بعوض دین مہر جسٹری کراکر دخل دے دیا تھا اب بے دخل کرکے نکال دیا اپنے دیئے ہُوئے زیورات کا مسماۃ سے بجبر واکراہ بنالش کچہری دعویدار ہے۔ پس صورت مسئولہ میں آیا مرد مجاز ہے کہ علاوہ دین مہر کے جو اشیاء از قسم زیورات وغیرہ عورت کو بنوادیا تھا جبراً واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟ جواب بحوالہ کتب معتبرہ مع ترجمہ عبارات عربی جلد مرحمت فرمایا جائے۔ بینوا توجروا

الجواب

تین طلاقیں ہوگئیں، عورت کے رُوبرو ہونا کچھ شرط نہیں، قطعہ مکان کہ بعوض دین مہر دیا تھا ملک عورت ہے عورت بذریعہ نالش واپس لے سکتی ہے، علاوہ مہر جو اشیاء مثل زیور وغیرہ زید نے ہندہ کو دیں اگر گواہان عادل شرعی یا اقرار زید سے ثابت ہو کہ وہ چیزیں زید نے ہندہ کو ہبہ کردی تھیں تو زید ان کی واپسی کا اختیار نہیں رکھتا۔ فتاوٰی قاضی خاں وفتاوٰی عالمگیری میں ہے:

اذا وھب احد الزوجین لصاحبہ لایرجع فی الھبۃ وان انقطع النکاح بینھما۔[1] جب میاں بیوی نے ایک دُوسرے کو کوئی ہبہ دیا تو رجوع کا اختیار نہیں اگرچہ بعد کو نکاح منقطع ہو جائے۔ (ت)

یُونہی جس چیز کی نسبت ثبوت شرعی ثابت ہو کہ اُن بلاد میں شوہر اپنی زوجہ کو یہ شیئ بطور ہبہ ہی دیتے ہیں عرفاً عورتیں تملیک شوہر اُس کی مالک سمجھی جاتی ہیں اُس میں بھی زید کو اختیار واپسی نہیں۔ علماء فرماتے ہیں: المعھود عرفا کالمشروط نصًا (عرف میں ثابت ایسے ہے جیسا کہ نص کرکے مشروط کیا ہو۔ ت) مگر جبکہ اس قسم دوم کی چیز میں زید گواہان شرعی سے ثابت کردے کہ میں نے دیتے وقت جتادیا تھا کہ برتنے کے لئے دیتا ہوں تجھے مالک نہیں کرتا، تو البتہ وہ چیز ملک شوہر سمجھی جائے گی اور وہ بالجبر واپس لے سکتا ہے۔ علماء فرماتے ہیں: الصریح یفوق الدلالۃ (صراحت کو دلالت پر فوقیت حاصل ہے۔ ت) اسی طرح زیور کپڑا وغیرہ ہر وہ چیز کہ شوہر نے دی اور تملیک صراحۃً خواہ عرفاً کسی طرح ثابت نہ ہُوئی اس میں بھی قول شوہر کا معتبر ہے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الخامس فی الرجوع فی الھبۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۸۶

Marfat.com

جبراً واپس لے سکے گا اور بلا تملیک شوہر عورت کے برتنے پہننے، استعمال کرنے سے ہبہ ثابت نہیں ہوسکتی البتہ گھر میں پہننے کے کپڑے جن کا دینا بحکم نفقہ شوہر پر واجب ہوچکا ہو وہ دے کر اگر دعوٰی کرے کہ میں نے عورت کو مالک نہ کیا تھا تو اس میں شوہر کا قول معتبر نہ ہونا چاہئے۔ عقود الدریہ میں ہے:

قال فی البحر وفی البدائع اقرت بالملك لزوجها ثم ادعت الانتقال الیها لایثبت الانتقال الا بالبینة اھ. ولابد من بینة علی الانتقال الیها منه بهبة او نحو ذلك ولایکون استمتاعها بمشتریه ورضاه بذلك دلیلا علی انه ملکها ذلك کما تفهمه النساء والعوام وقد افتیت بذلك مرارا اھ، وینبغی تقییده بمالم یکن من ثیاب الکسوة الواجبة علی الزوج[1] اھ ملخصًا۔ واللّٰه تعالٰی اعلم۔

بحر میں فرمایا کہ بدائع میں ہے کہ بیوی نے خاوند کی ملکیت کا اقرار کیا اور پھر اس کے اپنی طرف منتقل ہوجانے کا دعوٰی کیا تو اب بیوی کی ملکیت شہادت کے بغیر ثابت نہ ہوگی اھ، گواہ ضروری ہیں کہ شوہر نے بذریعہ ہبہ وغیرہ عورت کو مالک کردیا۔ بیوی کا خاوند کی خریدی ہوئی چیز سے فائدہ پانا اگرچہ خاوند کی رضامندی سے ہو، یہ بیوی کی ملکیت کی دلیل نہیں بن سکتا جیسا کہ عام طور پر عورتیں اور عوام سمجھ لیتے ہیں کہ یہ خاوند کی طرف سے ملکیت کردی گئی ہے میں نے کئی بار یہ فتوٰی جاری کیا اھ یہاں یہ قید مناسب ہے کہ وہ دی ہوئی چیز پہننے کے کپڑے نہ ہوں جن کا دینا شوہر پر واجب ہوچکا تھا اھ ملخصًا (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵: از کٹرہ ڈاک خانہ ادیرہ ضلع گیا مرسلہ مولوی سید کریم رضا صاحب غرہ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جاہل نے بدون طلاق اپنی زوجہ کی رضاعی بہن سے نکاح کرلیا، جب اس کو معلوم ہوا کہ جمع بین الاختین حرام ہے تب اس نے ثانیہ کو طلاق دینا چاہا، ثانیہ نے کہا اگر مجھ کو طلاق دینا چاہتے ہو تو میرا مہر ادا کرو۔ تو اس صورت میں بسبب ناجوازی نکاح زوجہ ثانیہ کے زوجہ ثانیہ کے حق میں صرف تفریق ہی معتبر ہے یا اس پر طلاق واقع ہوگا اور مہر زوجہ ثانیہ زوج پر باوجود عدم جوازِ نکاح لازم آئے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ایک بہن جب نکاح میں ہو تو دوسری سے نکاح نکاح فاسد ہے، متارکہ یعنی چھوڑ دینا جدا کردینا واجب ہے، اور وہ طلاق نہیں بلکہ فسخ ہے، یہاں تک کہ اگر الفاظِ طلاق کہے گا جب بھی متارکہ ہی ٹھہرے گا طلاق

---

[1] عقود الدریۃ کتاب الفرائض حاجی عبدالغفار و پسران تاجران کتب قندھار افغانستان ۲/ ۳۵۰

Marfat.com

میں شمار نہ ہوگا، پھر اگر اس دوسری سے حقیقۃً وطی یعنی خاص فرج داخل میں بقدر حشفہ ایلاج ذکر کرچکا تھا تو مہر مثل ومہر مسمّٰی سے جو کم ہو لازم آئے گا ورنہ کچھ نہیں اگرچہ خلوت بلکہ بوس وکنار بہ شہوت بلکہ غیر فرج میں ادخال کرچکا ہو۔

فی الدرالمختار یجب مہر المثل فی نکاح فاسد وھو الذی فقد شرطا من شرائط الصحۃ کشھود بالوطئ فی القبل لابغیرہ کالخلوۃ لحرمۃ وطئھا ولم یزد علی المسمی ولو کان دون المسمی لزم مہر المثل[1] اھ باختصار و فی ردالمحتار قولہ کشھود ومثلہ تزوج الاختین معا ونکاح الاخت فی عدۃ الاخت قولہ فی القبل فلو فی الدبر لایلزمہ مہر خلاصۃ وقنیۃ فلا یجب بالمس والتقبیل بشہوۃ شیئ بالاولٰی کما صرحوا بہ ایضا بحر[2] اھ ملتقطا، وفی الدر من العدۃ، الخلوۃ فی النکاح الفاسد لا توجب العدۃ و الطلاق فیہ لاینقص عدد الطلاق لانہ فسخ جوھرۃ[3] اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

دُرِّمختار میں ہے کہ نکاح فاسد میں صرف شرمگاہ میں وطی سے مہر مثل واجب ہوتا ہے۔ نکاحِ فاسد وُہ ہے کہ جس میں صحتِ نکاح کی شرائط میں سے کوئی شرط مفقود ہو، مثلاً بے شہود نکاح اور مہر مثل بھی مقررہ مہر سے زیادہ نہ ہوگا، اور اگر مہر مثل کم ہو مہر مسمی سے تو بھی مہر مثل ہی لازم ہوگا، یہاں خلوت وغیرہ سے مہر واجب نہیں ہوتا کیونکہ یہ وطی کے قائم مقام نہیں ہے کیونکہ نکاحِ فاسد میں وطی خود حرام ہے اھ اختصاراً۔ اور ردالمحتار میں ہے ماتن کا قول جیسے گواہ، اور اسی طرح اگر دو بہنوں سے بیک وقت نکاح کیا ہو یا ایک بہن کی عدت میں دوسری بہن سے نکاح کیا ہو، ماتن کا قول کہ صرف شرمگاہ میں وطی سے مہر لازم ہوتا ہے تو دُبر میں وطی کرنے سے مہر لازم نہ ہوگا، خلاصہ اور قنیہ یونہی مَس اور بوس وکنار شہوت سے کئے ہوں تو بھی مہر بطریقِ اولٰی لازم نہ ہوگا، جیسا کہ فقہائے اس کی بھی تصریح کی ہے، بحر اھ ملتقطا۔ درمختار کی عدت کی بحث میں ہے کہ نکاحِ فاسد میں خلوت، عدت کو واجب نہیں کرتی اور نکاح فاسد میں طلاق سے عدد طلاق کم نہ ہوگا کیونکہ یہ فسخ ہے، جوہرہ اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۶: از جنگل کوکرہ ڈاک خانہ گولا ضلع کھیری مرسلہ عبدالرحمٰن خاں صاحب ۳ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح بعوض دس درہم مہر کے کیا تو

---

[1] درمختار	باب المہر	مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۲۰۱
[2] ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/ ۵۱-۳۵۰
[3] درمختار	باب العدۃ	مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۲۵۸

Marfat.com

ایسی صورت میں کہ ملک ہند میں رواج درہم کا نہیں ہے، بجائے دس درہم کے دس درہم چاندی کافی ہوگی یا اُس کی روپے آنے سے پوری کرنی ہوگی، اگر روپے آنے مہر کے تجویز کئے جائیں گے تو کس قدر ہوں گے؟ اور کم سے کم کتنا مہر ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

چاندی کافی ہے، سکہ ہونے کی کچھ ضرورت نہیں، کم سے کم مہر دس ہی درہم ہے یعنی دو۲ تولے ساڑھے سات ماشے چاندی اُس تولے سے جس کے حساب میں یہ انگریزی روپیہ سوا گیارہ ماشے کا ہے، نہ روپیہ بھر کا تولہ جو بعض بلاد میں معروف ہے، مہر خود اس قدر چاندی ہو یا چاندی کے سوا اور کوئی شَے اتنی ہی چاندی کی قیمت کی،

فی الدر المختار اقلہ عشرۃ دراھم فضۃ وزن سبعۃ مثاقیل مضروبۃ کانت اولا ولو دینا اوعرضا قیمتہ عشرۃ وقت العقد[1] فی ردالمحتار فلوسمی عشرۃ تبرا اوعرضا قیمتہ عشرۃ تبراً لامضروبۃ صح[2]۔

درمختار میں ہے کہ مہر کی کم از کم مقدار دس درہم چاندی جس کا وزن سات مثقال ہو، یہ چاندی سکّے کی شکل میں ہوں یا بے سکّہ اگرچہ قرض ہو یا کوئی سامان ہو جس کی قیمت دس درہم بوقت نکاح ہو۔ ردالمحتار میں ہے اگر دس ٹکڑیاں مہر مقرر کیا یا سامان جس کی قیمت دس ٹکڑیوں کے برابر ہو دس سکّوں کے برابر نہ ہو تو بھی جائز ہے (ت)

وزن کے اعتبار سے دس درم کے دو۲ روپے ایک اٹھنی ایک چوانی اور ۹ $\frac{۳}{۵}$ پائی ہوئے یعنی کچھ کم دو۲ روپے تیرہ۱۳ آنے اگر روپے اٹھنی چوانی دے تو اسی قدر دینا ہوگا، لان الجنس لامعتبر فیہ للقیمۃ (کیونکہ جنس میں قیمت کا اعتبار نہیں ہوتا۔ ت) اور چاندی کے علاوہ اور کوئی چیز دے تو دو۲ تولے ساڑھے سات ماشے چاندی کی قیمت معتبر ہوگی مثلاً چاندی ۱۲۔ تولہ ہو تو ایک روپے ساڑھے پندرہ آنے کی قیمتی شَے کافی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷ شوال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا نکاح زید سے بتعین ۲۵۰۰۰ ہزار مہر کے ہُوا زید کو مہر میں اضافہ کرنے کا اختیار ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کے لئے کیا شرائط لازم وضروری ہیں؟ بینوا توجروا۔

---

[1] درمختار | باب المہر | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۹۷

[2] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/ ۳۳۰

Marfat.com

الجواب

شوہر کو ہر وقت زوجہ کے مہر میں زیادت کرنے کا اختیار ہے اور اب مہر یہی قرار پائے گا جو بعد اس زیادت کے مقرر ہُوا اور اس کے لئے تجدیدِ نکاح کی حاجت نہیں بلا تجدید بھی زیادت کر سکتا ہے، نہ گواہوں کی ضرورت، تنہائی میں باہم اضافہ کرلینا صحیح ہو جائے گا، نہ زیادت جنسِ مہر سے ہونی لازم، خلافِ جنس بھی صحیح ہے، مثلاً روپے مہر تھے اب کوئی جائداد اضافہ کر دی وُہ روپے اور یہ جائداد سب کا مجموعہ مہر ہو جائے گا، نہ اگلے مہر کا باقی ہونا شرط، اگر ادا کر دیا معاف ہو چکا ہے تو اس کے بعد بھی زیادت روا ہے، صحتِ زیادت کے لئے صرف تین[۳] شرطیں درکار ہیں، دوُ بالاتفاق۔ ایک[۱] تو اس زیادت کا معلوم ومعین ہونا مثلاً یہ کہا کہ میں نے تیرے مہر میں کچھ بڑھا دیا تو یہ زیادت باطل، دُوسرے[۲] اُسی جلسہ میں عورت کا اُسے قبول کرلینا، اگر عورت نے قبول نہ کیا یا بعد مجلس بدلنے کے قبول کیا زیادت صحیح نہ ہوگی، تیسری[۳] شرط مختلف فیہ بقائے نکاح ہے اگر بعد زوالِ نکاح بموت زوجہ یا طلاق بائن یا انقضائے عدّت بعد طلاقِ رجعی زیادت کی تو ایک روایت پر صحیح نہ ہوگی۔ نہر الفائق میں اسی کو ظاہر الروایۃ قرار دیا۔ درمختار میں ہے:

زید علی ما سمی فانھا تلزمہ بشرط قبولھا فی المجلس او قبول ولی الصغیرۃ ومعرفۃ قدرھا وبقاء الزوجیۃ علی الظاہر نہر[۱]۔

اگر مقررہ مہر پر زیادہ کیا ہو تو خاوند پر یہ زائد مہر لازم ہو جائیگا بشرطیکہ بیوی نے مجلس میں قبول کر لیا ہو یا اس کے ولی نے جب یہ نابالغہ ہو۔ اور مقدار بھی معلوم ہو اور زوجیت کا موجود رہنا بھی شرط ہے ظاہر مذہب میں، نہر۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

افاد انھا صحیحۃ ولو بلا شھود او بعد ھبۃ المھر والابراء منہ وھی من جنس المھر او من غیر جنسہ بحر، وفی انفع الوسائل لایشترط فیھا لفظ الزیادۃ بل تصح بلفظھا وبقولہ

اس عبارت نے یہ فائدہ دیا کہ یہ زیادتی جائز ہے خواہ گواہوں کے بغیر اور مہر ادا کر دینے کے بعد یا مہر سے معاف کرنے کے بعد ہو، یہ زیادتی جنس مہر سے ہو یا غیر جنس مہر سے ہو، بحر۔ اور انفع الوسائل میں ہے اس کے لئے "زیادہ" کا لفظ بھی ضروری نہیں بلکہ اس لفظ سے اور اس قول سے بھی صحیح ہے کہ میں نے

---

[۱] درمختار | باب المہر | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۹۸

Marfat.com

راجعتك بكذا ان قبلت وكذا بتجديد النكاح وان لم يكن بلفظ الزيادة على خلاف فيه وكذا لو أقرلزوجته بمهر وكانت قد وهبته له فانه يصح ان قبلت فی مجلس الاقرار وان لم یکن بلفظ الزیادۃ اھ مختصرا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اتنوں کے ساتھ تجھ پر رجوع کیا اگر تجھے قبول ہو، اور یونہی تجدیدِ نکاح سے اگرچہ اس میں زیادہ کا لفظ نہ بھی ہو اس میں خلاف ہے، اور یونہی اگر بیوی نے تمام مہر ہبہ کردیا اور بعد میں خاوند بیوی کے لئے کسی مہر کا اقرار کرلے، جب بیوی نے اقرار والی مجلس میں قبول کرلیا ہو اگرچہ زیادہ کا لفظ نہ بھی ہو تو یہ زیادتی صحیح ہے اھ مختصرا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۸

۶ شوال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے مہر معجل سے ششم حصہ بکر شوہر نے وقتِ نکاح ادا کردیا اب ہندہ کو بقیہ پانچ حصوں کا مطالبہ قبل افتراق زن وشو پہنچتا ہے یا نہیں؟ اور اگر رخصت بلا خلوت صحیحہ واقع ہوئی ہو تو دعوٰی کا اختیار رہا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں بالاتفاق ہندہ کو قبل افتراق بموت یا طلاق بقیہ مہر معجل کا دعوی اور جب تک تمام وکمال وصول نہ کرلے شوہر کے گھر جانے سے باز رہنا اور اپنے نفس کو شوہر سے روکنا پہنچتا ہے اور اصل مذہب یہ ہے کہ اگر خلوت بلکہ قربت برضائے زوجہ واقع ہولی تو اس کے بعد بھی زوجہ کو ہر وقت اختیار دعوٰی ومطالبہ ومنع نفس حاصل ہے جب چاہے رُک جائے اور شوہر کو ہاتھ نہ لگانے دے اور اُس کے گھر جانے سے انکار کرے جب تک مہر معجل نہ لے لے۔ درمختار میں ہے:

لہا منعہ من الوطی ودواعیہ والسفر بہا ولو بعد وطئ وخلوۃ رضیتہما لان کل وطأۃ معقود علیہا فتسلیم البعض لا یوجب تسلیم الباقی لاخذ ما بین تعجیلہ من المہر کلہ او بعضہ او اخذ قدر ما یعجل لمثلہا عرفا بہ یفتی[2]

بیوی کو مہر معجل وصول کرنے کے لئے خاوند کو وطی سے اور اس کے دواعی سے اور سفر میں ساتھ لے جانے سے منع کا حق ہے اگرچہ برضائے زوجہ وطی یا خلوت کرلی گئی ہو کیونکہ ہر وطی مہر پر معقود ہوتی ہے، تو کچھ دے دینے سے باقی کو بھی دے دینا ثابت نہیں کرتا، یہ منع کا حق اس واسطے ہے کہ عورت وہ مہر وصول کرلے جس کا جلد دینا بیان ہوچکا وہ کل مہر ہو یا بعض، یا اس قدر مہر وصول کرلے جتنا اس جیسی عورتوں کو عرف میں جلد دیا جاتا ہے فتوٰی اسی پر ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب المہر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۳۸

[2] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۲

Marfat.com

اُسی میں ہے :

لها السفر والخروج من بيت زوجها للحاجة وزيارة اهلها بلا اذنه ما لم تقبض المعجل[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔

مہرمعجل وصول کرنے تک بیوی کو سفر کرنا اور خاوند کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر کسی حاجت یا والدین کی زیارت کے لئے نکلنا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۹ ۲۶ محرم الحرام ۱۳۱۸ھ

مہر کی تعداد شرع پیغمبری کیا ہے؟ اور حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر کیا تھا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مہر شرعی کی کوئی تعداد مقرر نہیں، صرف کمی کی طرف حد معین ہے کہ دس ۱۰ درم یعنی تقریباً ۲ دو روپے تیرہ ۱۳ آنے سے کم نہ ہو اور زیادتی کی کوئی حد نہیں، جس قدر باندھا جائے لازم آئے گا۔ حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر اقدس چار سو مثقال چاندی تھا کہ یہاں کے روپے سے ایک سو ساٹھ ۱۶۰ روپے بھر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۰ از فرید پور ضلع بریلی مرسلہ قاضی محمد نبی جان صاحب ۲۷ رمضان شریف ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک شخص نے ایک عورت سے مہر شرعی پر نکاح کیا مگر اب وہ طلاق دیتا ہے بوجہ نافرمانی کے، اور وہ تخمین مافی ۲۵ روپے کا قرضدار ہے اور قرض سودی ہے وہ اس کے مہر سے کس صورت سے ادا ہووے اور کتنا دیوے بموجب حکم خدا و رسول سے؟ تحریر فرمائیے۔

الجواب

مہر شرعی جو لوگ یہ سمجھ کر باندھتے ہیں کہ سب سے کم درجے کا مہر جو شریعت میں مقرر ہے تو اس صورت میں دو تولے سات ماشے چار رتی چاندی دینی آئے گی، اور جو یہ سمجھ کر باندھتے ہوں کہ جو مہر حضرت خاتونِ جنت کا تھا تو ڈیڑھ سو تولے چاندی آئے گی یعنی انگریزی روپے سے ایک سو ساٹھ ۱۶۰ روپے بھر، اور جس کی سمجھ میں کچھ معنی نہیں خالی ایک لفظ بول دیتے ہیں تو وہاں مہر مثل لازم آنا چاہئے یعنی اس عورت کے دُدھیال میں جو عورت اس کی ہم عمر اور صورت شکل اور کنواری یا بیاہی ہونے میں اور اُن باتوں میں جن سے مہر کم بیش ہو جاتا ہے اس عورت کی مانند ہو اس کا جو مہر بندھا ہو وہ دینا آئے گا، اور جو اپنوں

---

[1] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۲

Marfat.com

میں ایسی عورت نہ ملے تو بیگانوں سے دکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۱ / ۳۲ ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

سوال اوّل

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح ساتھ عمرو کے عوض مہر پانچ ہزار روپے اور دو دینار سرخ کردیا تھا اور یہ بات قرار پاگئی تھی اور وکیل نکاح نے تصریح کردی تھی کہ مہر نہ تو اس وقت نقد لیا جائے گا اور نہ رخصت کے وقت، اور نہ کوئی وعدہ ادائے مہر کا ہے، اور ہنوز رخصت نہیں ہوئی ہے، تو ہندہ مذکورہ یا اُس کے باپ کو کس وقت میں طلب کرنے جزو یا کُل مہر کا اختیار حاصل ہوگا اور اس مہر کو کون سا مہر کہا جائے گا؟ بیّنوا توجروا

الجواب

ایسے مہر کا مطالبہ بعد موتِ زوج یا زوجہ یا بعد طلاق ہوسکتا ہے اس سے قبل نہیں، یہ نہ معجل ہے کہ قبلِ رخصت دینا قرار پایا، نہ مؤجل کہ کوئی اجل یعنی میعاد مقرر نہ کی گئی بلکہ عرفاً مؤخر ہے، ردالمحتار میں ہے:

لومات زوج المرأة او طلقها بعد عشرين سنة من وقت النكاح فلها طلب مؤخر المهر لان حق طلبه انما ثبت لها بعد الموت او الطلاق لا من وقت النكاح[1] والله تعالٰى اعلم۔

اگر بیوی کا خاوند بیس سال بعد فوت ہوجائے یا طلاق دے دے تو بیوی کو مؤخر کیا ہُوا مہر طلب کرنے کا حق ہے کیونکہ بیوی کو اس مہر کے مطالبے کا حق مرنے یا طلاق دینے کے بعد ثابت ہوتا ہے وقت نکاح سے مطالبہ کا حق نہیں ہوتا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

سوال دوم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مہر مؤجل کے کیا معنے ہیں اور غیر مؤجل کے کیا معنے ہیں؟ اور معجل جس کا حرف ثانی عین مہملہ ہے کیا معنی ہیں اور ان کا کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان کیجئے اور اجر پائیے۔ ت) اور دینار سُرخ کتنے روپے کا ہوتا ہے؟

الجواب

مہر مؤجل وُہ جس کے لئے کوئی میعاد مقرر کی ہو مثلاً دس برس بعد دیا جائے گا، اور غیر مؤجل وُہ کہ تعیین وتقرر میعاد نہ ہو فان کان مع نفی الاجل کان معجلا والا فلا (اگر میعاد کی نفی کی ہو تو معجل ہے

---

[1] ردالمحتار کتاب القضاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۴۳

Marfat.com

ورنہ نہیں۔ت) اور معجل وہ جس کا قبل رخصت ادا کرنا قرار پایا ہو۔ مؤجل کا مطالبہ میعاد آنے پر ہو سکتا ہے اس سے پہلے اختیار نہیں، اور معجل کو عورت فوراً مانگ سکتی ہے، اور جب تک نہ ملے رخصت سے انکار کا اسے اختیار ہے، اور جو نہ معجل اور نہ مؤجل وہ بحکم عرف طلاق یا موت تک موخر ہے اس سے پہلے اختیارِ مطالبہ نہیں۔

فی النقایۃ المعجل والمؤجل ان بینا فذاك والا فالمتعارف[1] واللہ تعالٰی اعلم

نقایہ میں ہے، مہر معجل اور مؤجل کی مدت بیان کردی گئی تو بہتر، ورنہ عرف کے لحاظ سے مہر ادا کیا جائیگا (ت) واللہ تعالٰی اعلم

دینار شرعی دس درم شرعی کا ہوتا ہے، دس درم انگریزی روپے سے ۲ دو روپے ۱۳ تیرہ آنے ہوتے ہیں پانچواں حصہ پیسہ کا کم، کما حققنا فی الزکوٰۃ من فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی کے باب زکوٰۃ میں اس کی تحقیق کردی ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۳ علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص کی لڑکی کا نکاح تھا اور قاضی صاحب نے نکاح پڑھا دیا، کلمہ و دعائے قنوت اور دونوں اٰمنتُ باللہ پڑھا کر اقرار پڑھایا تھا اور فاتحہ کے لئے جب حاضرین محفل پڑھنے کو ہوئے تب ایک قاضی دیگر جگہ کے تھے وہ اس نکاح میں گواہ تھے لڑکی کی طرف سے، اور درجہ دوم شرع پیغمبری قائم کیا گیا تھا تو نکاح پڑھانے والے قاضی نے کہا کہ مجھ کو اس کی تعداد معلوم نہیں ہے کہ کتنی تعداد ہے، وہ جو قاضی گواہ تھے اُس نکاح کے وہ کہنے لگے ۶۵ روپے، درجہ دوم کی میں خلاصہ کردیوں تاکہ محفل میں اور لوگوں کو معلوم ہوجائے، پڑھانے والے نے کہا کہ درجہ اول درجہ دوم درجہ سوم درجہ چہارم کی تعداد مجھ کو معلوم نہیں مع نام درجہ تعداد روپیہ کے آگاہی ہوجائے۔

الجواب

شریعت میں مہر کی کم سے کم تعداد مقرر ہے کہ دس درم سے کم نہ ہو جس کے اس روپے سے کچھ کوڑیاں کم ۲ دو روپے ۱۳ تیرہ آنے بھر چاندی ہوئی یعنی ۲ دو روپے ۱۲ بارہ آنے ۹ $\frac{3}{5}$ پائی بھر اس کے سوا شریعت میں مہر کا کوئی درجہ مقرر نہیں فرمایا ہے، یہ ان قاضیوں کی گھڑت ہے ۶۵ روپے کا کوئی درجہ مہر کا نہیں ہے، اکثر ازواجِ مطہرات کا مہر پانسو درم تھا کہ یہاں کے روپوں سے ایک سو چالیس ۱۴۰ ہوئے، اور حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ تعالٰی عنہا کا مہر چار سو مثقال چاندی تھا جس کے ایک سو ساٹھ ۱۶۰ روپے بھر چاندی ہوئی، اور حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا مہر چار ہزار درم یا دینار تھا جس کے گیارہ سو بیس ۱۱۲۰ یا گیارہ ہزار دو سو ۱۱۲۰۰

---

[1] مختصر الوقایۃ فی مسائل الہدایۃ فصل اقل المہر نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۶

Marfat.com

روپے ہُوئے، مہر معیّن کر دینا چاہئے، فقط شرع پیغمبری یا اُس کا فلاں درجہ کہنا بیوقوفی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے اس شرط پر نکاح کیا کہ اگر میں تجھ کو طلاق دُوں تو سَو روپے مہر کے ادا کروں اور اگر مجھ سے خود طلاق چاہے گی تو، تجھ کو مبلغ تین روپے میں دُوں گا اور کچھ نہ دُوں گا، اب خود ہندہ نے درخواست طلاق کی زید اپنے شوہر سے روبرو وکیل اور رُوبرو گواہانِ نکاح مسمّیان عظیم اللہ اور رحمٰن کے حسبِ درخواست ہندہ کے زید نے ہندہ کو طلاق دے دی آیا ہندہ اس صورت میں سَو روپے پانے کی مستحق ہو گی یا تین روپے پانے کی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

نہ تین روپے نہ سَو روپے بلکہ اُس عورت کا مہر مثل دیکھا جائے، وُہ اگر سَو روپے یا سَو سے زائد ہو تو سَو روپے دئے جائیں، اور اگر تین روپے یا بالفرض تین روپے سے دو تین آنے کم ہوں کہ یہاں تک کمی کی گنجائش ہے تو تین روپے دئے جائیں، اور اگر تین روپے سے زائد اور سَو روپے سے کم ہوں تو پورا مہر مثل دیا جائے، درمختار میں ہے:

نکحھا علی الف ان اقام بھا وعلی الفین ان اخرجھا فان اقام بھا فلھا الالف لرضاھا بہ، والا فمھر المثل لایزاد علی الفین ولاینقص عن الف لاتفاقھما علی ذٰلک بخلاف مالوتزوجھا علی الف ان کانت قبیحۃ والفین ان جمیلۃ فانہ یصح لقلۃ الجھالۃ، الٰی آخرہٖ[1] مختصرا **اقول** وفیما نحن فیہ الجھالۃ اشد من الصورۃ الاولٰی فثمہ احد الشرطین حاصل والثانی علی الخطر وھٰھنا کان کل علی الخطر لجواز ان لایقع شیئ منھما فلا یطلق

بیوی کے شہر میں رہنے پر ایک ہزار اور وہاں سے لے جانے پر دو ہزار مہر پر نکاح کیا، تو اگر مرد عورت کے شہر میں رہے تو ایک ہزار بیوی کو دے گا کیونکہ وُہ اس پر راضی ہُوئی تھی، اگر وہاں سے باہر لے جائے تو پھر مہر مثل ہو گا جو دو ہزار سے زائد نہ ہو اور ایک ہزار سے کم نہ ہو کیونکہ اس پر دونوں کی رضامندی تھی، یہ صورت اس کے خلاف ہے جب یہ کہہ کر نکاح کیا ہو کہ اگر بدشکل ہو تو ایک ہزار اور خوبصورت ہو تو دو ہزار مہر ہے تو یہ دونوں شرطیں صحیح ہیں کیونکہ اس میں جہالت کے مواقع بہت کم ہیں، مختصراً۔ **اقول** (میں کہتا ہُوں کہ) ہماری بحث میں پہلی صورت سے بھی زیادہ جہالت ہے کیونکہ وہاں ایک شرط تو حاصل ہے دوسری میں ہونے نہ ہونے کا احتمال ہے، اور

---

[1] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۰

Marfat.com

ولا تسأل فتمكنت الجهالة ففسد التسميتان فوجب مهر المثل مطلقا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

یہاں تو دونوں میں ہونے نہ ہونے کا احتمال ہے کیونکہ ممکن ہے کہ دونوں میں کوئی بھی حاصل نہ ہو، مثلاً نہ مرد طلاق دے اور نہ عورت طلاق کا مطالبہ کرے تو جہالت مؤثر ہوگئی، اور دونوں شرطیں مفقود ہوں گی، لہذا مہر مثل واجب ہوگا مطلقاً۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۵ ازلاہور مسئولہ مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی ۲۳ شعبان ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس صورت میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت منکوحہ کو کسی قبالہ میں یہ عبارت لکھ دی (جو کچھ تقریبات شادی وغمی خانگی اور خاندانی میں تھوڑا یا بہت صرف ہوگا اس کے سرانجام کا صرفہ میرا ہے اور آمدنی تنخواہ ودیہی جاگیر سے کچھ علاقہ نہیں) پس تحریر کے بعد قبالہ نویس خود یا بعد وفات قبالہ نویس کے اُس کی اولاد اس شرط کی وفا نہ کرے بلکہ زوجہ مذکورہ کو جو کچھ دیا جائے وہ اُس کے دین مہر وغیرہ میں شمار کیا جائے تو شرعاً کیا حکم ہے آیا قاضیِ شریعت اس شرط کی ایفا پر قبالہ نویس یا اُس کی اولاد کو مجبور کرسکتا ہے یا نہیں؟ اور وہ دیا ہوا اس کے دین مہر میں محسوب ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

فی الواقع اُس وعدہ کی وفا پر شرعاً جبر نہیں کما نص علیہ فی الاشباہ والنظائر وجامع الفصولین (جیسا کہ الاشباہ والنظائر اور جامع الفصولین میں اس پر نص ہے۔ ت) شوہر نے جو کچھ دیا اگر دینے کے وقت مہر کے سوا اور کسی وجہ کا نام لیا جس پر وہ جانب شوہر سے ہبہ وعطیہ قرار پاسکے جب تو اُسے مہر میں محسوب کرنے کا اختیار نہیں، یُوں ہی نان ونفقہ واجبہ کو اُس میں محسوب نہ کرسکے گا اگرچہ دیتے وقت نامِ نفقہ نہ لیا ہو، بلکہ وہ نفقہ ہی ٹھہرے گا۔ یُونہی او راشیاء جو از رُوئے عرف ہدیہ قرار پاتی ہیں اور جو ان تینوں صورتوں سے جُدا ہے اُس میں شوہر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے، اگر بقسم کہہ دے گا کہ میں نے مہر میں دیا تھا مہر میں محسوب ہوگا، یُونہی بعد شوہر اولادِ شوہر جو کچھ بھیجے اور ظاہر حال بسبب عُرف و رسم قوم منافی ارادۂ مہر نہ ہو، نہ اُنھوں نے صراحۃً غیر مہر کسی اور وجہ کے لئے اُسے قرار دیا ہو تو اُن کا قول بھی معتبر ہے۔

لان المملك ادری بجهة التمليك كما فی عقود الدرية وغيرها۔

کیونکہ مالک بنانے والا ملکیت کی وجہ کو بہتر جانتا ہے جیسا کہ عقود الدریہ میں ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

Marfat.com

لو بعث الی امرأته شیئا ولم یذکر جهته عند الدفع غیر المهر کقوله لشمع او حناء ثم قال انه من المهر لم یقبل لوقوعه ھدیة فلا ینقلب مھرا فقالت ھدیة وقال من المھر فالقول له بیمینه والبینة لھا فی غیر المھیأ للاکل ولھا فی المھیأ له لان الظاھر یکذبه ولذا قال الفقیه المختار انه یصدق فیما لا تجب علیه کخف وملاءة لا فیما یجب کخمار ودرع[1] اھ مختصرا۔

خاوند نے بیوی کو کوئی چیز ارسال کی اور دیتے وقت مہر کے علاوہ کسی وجہ کو ذکر نہ کیا ہو مثلاً شمع اور مہندی۔ پھر بعد میں کہا کہ یہ مہر ہے تو خاوند کی بات مقبول نہ ہوگی کیونکہ وُہ ہدیہ ہوچکی جو اب مہر نہیں بن سکتا، پھر بیوی کہے یہ ہدیہ ہے اور خاوند مہر کہے تو خاوند کی بات قسم کے ساتھ تسلیم کرلی جائے گی ان چیزوں میں جو کھانے کے واسطے مہیا نہیں کیں اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو عورت کے گواہ مقدم ہونگے اور عورت کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا ان چیزوں میں جو کھانے کے واسطے مہیا کیں کیونکہ زوج کا ظاہر حال جھٹلاتا ہے اسی لئے فقیہ نے فرمایا کہ مختار یہ ہے کہ خاوند کی بات کی تصدیق اس صورت میں کی جائے گی جب وُہ چیز نفقہ واجبہ میں سے نہ ہو، مثلاً موزہ یا باریک کپڑا اور جو چیز زوج پر واجب ہو اس میں زوج کی تصدیق نہ کی جائے، جیسے دوپٹہ اور قمیص۔ اھ مختصراً (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال فی الفتح الذی یجب اعتبارہ فی دیارنا ان جمیع ما ذکر من الحنطة واللوز والدقیق والسکر والشاة الحیة وباقیھا یکون القول فیھا قول المرأة لان المتعارف فی ذٰلک کله ان یرسله ھدیة والظاھر معھا لا معه ولا یکون القول قوله الا فی نحو الثیاب والجاریة وذکر تائیدہ فی البحر وتقییدہ عن النھر[2]۔ واللّٰہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

فتح میں ہے، ہمارے علاقے میں جن چیزوں میں بیوی کی بات معتبر ہوگی وُہ یہ مذکور ہیں مثلاً گندم، اخروٹ، آٹا، شکر اور زندہ بکری وغیرہ (جو چیز مہینہ بھر باقی رہے سڑنے خراب نہ ہو) کیونکہ ان تمام چیزوں کو ہمارے عرف میں ہدیۃً دیا جاتا ہے لہذا ظاہر بیوی کا ساتھ دے گا، خاوند کا نہیں، اور خاوند کا قول معتبر نہ ہوگا مگر لونڈی، کپڑا وغیرہ میں ______ اس کی تائید بحر میں اور اس کی تقیید نہر سے ذکر کی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۶: مسئولہ مولوی عبدالغنی صاحب از حسن پور ضلع مرادآباد محلہ چاہ کنکر ۸ رمضان ۱۳۲۴ھ

الحمد للّٰہ رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلٰوة والسلام علی سیدنا محمد وآله واصحابه اجمعین،

---

[1] درمختار | باب المہر | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۰۳

[2] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۳۶۴

Marfat.com

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومتوجہان شرع متین دربارہ مہر معجل و مؤجل، مہر معجل کے کیا معنی ہیں اور منکوحہ کو کس وقت زرِ مہر کا مجاز وصول کرنے کا ہے اور کوئی سبب ہے یا نہیں، اور اس کی کچھ معداد ہے یا نہیں۔ مہر مؤجل کے کیا معنی اور کس وقت منکوحہ کو زرِ مہر وصول کرنے کا مجاز ہے اور اس کی کوئی تعداد بھی ہے یا نہیں، اور کوئی سبب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مہر تین قسم ہے:

معجل کہ پیش از رخصت دینا قرار پایا ہو اُس کے لئے عورت کو اختیار ہے کہ جب تک وصول نہ کرلے رخصت نہ ہو، اور اگر رخصت ہوگئی تو اسے اب بھی اختیار ہے کہ جب چاہے مطالبہ کرے اور اس کے وصول تک اپنے نفس کو شوہر سے روک لے اگرچہ رخصت کو بیس برس گزر گئے ہوں۔

دوسرا مؤجل جس کی میعاد قرار پائی ہو کہ دس برس یا بیس برس یا پانچ دن کے بعد ادا کیا جائے گا اس میں جب تک وہ میعاد نہ گزرے عورت کو مطالبہ کا اختیار نہیں اور بعد انقضائے میعاد ہر وقت مطالبہ کرسکتی ہے۔

تیسرا مؤخر کہ نہ پیشگی کی شرط ٹھہری ہو نہ کوئی میعاد معین کی گئی ہو، یونہی مطلق ومبہم طور پر بندھا ہو جیسا کہ آج کل عام مہر یوں ہی بندھتے ہیں اس میں تا وقتیکہ موت یا طلاق نہ ہو عورت کو مطالبہ کا اختیار نہیں مہر معجل و مؤجل کے لئے شرع مطہر نے کوئی تعداد معین نہ فرمائی جتنا پیشگی دینا ٹھہرے اس قدر معجل ہوگا باقی کی کوئی میعاد قرار پائی تو اتنا مؤجل ہوگا ورنہ مؤخر رہے گا، ہاں اگر کسی قوم یا شہر کا رواج عام ہو کہ اگرچہ تصریح نہ کریں مگر اس قدر پیشگی دینا ہوتا ہے تو بلا قرار دادِ صریح بھی اُتنا معجل ہوجائے گا باقی بدستور مؤجل یا مؤخر رہے گا۔ درمختار میں ہے:

لھا منعہ من الوطی ودواعیہ ولو بعد وطء وخلوۃ رضیتھما لاخذ مابیّن تعجیلہ من المھر کلہ او بعضہ او اخذ قدر مایعجل لمثلھا عرفا بہ یفتی ان لم یؤجل او یعجل کلہ فکما شرطا۔[1]

بیوی کو مہر معجل کل یا بعض جتنا بیان ہُوا یا عرف میں جتنی مقدار معجل ہوتی ہے وصول کرنے کے لئے خاوند کو وطی اور اس کے دواعی سے منع کرنے کا حق ہے اگرچہ زوجہ کی رضامندی سے پہلے وطی یا خلوت ہوچکی ہے اسی پر فتوٰی ہے (یعنی رواج کا اعتبار ہے اگر کل مہر کی مدت یا تعجیل مقرر نہ کی گئی ہو، اگر مدت یا تعجیل مقرر ہوچکی ہو) تو ویسا ہی کرنا چاہئے جیسا کہ دونوں نے شرط کیا۔ (ت)

---

[1] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی ۱/ ۲۰۲

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے:

لومات زوج المرأة او طلقها بعد عشرین سنة مثلا من وقت النکاح فلها طلب مؤخر المھر لان حق طلبہ انما ثبت لھا بعد الموت او الطلاق لا من وقت النکاح[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اگر خاوند فوت ہو جائے یا نکاح سے بیس سال بعد [illegible] طلاق دے دے تو بیوی کو مؤخر کردہ مہر طلب کرنے کا [illegible] کیونکہ بیوی کے لئے موت یا طلاق کے بعد ہی مہر طلب کرنا ثابت ہوتا ہے نہ کہ وقتِ نکاح سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۷ تا ۴۲

سوال اوّل

حضور! اوّل یہ بتا دیجئے کہ بلا تعیینِ مہر نکاح ہو گا یا نہیں، اگر لفظ شرعی مہر کہا جائے اور کوئی تشریح نہ کی جائے تو کس قدر مہر سمجھا جائے گا، بینوا توجروا۔

الجواب

نکاح بلا تعیینِ مہر بلکہ نفیِ مہر کے ساتھ بھی صحیح ہو جاتا ہے اور مہرِ مثل دینا آتا ہے یُونہی مہر شرعی کہنے سے بھی، جبکہ ان کی اصطلاح میں اس سے کوئی خاص مقدار مثلاً اقل درجہ مہر یا مہر حضور بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا مراد نہ ہو ورنہ جو ان کی اصطلاح معروف ہے وہی لازم آئے گا۔ واللہ تعالےٰ اعلم

سوال دوم

مہرِ شرعی جو بنات صالحات کا لکھا ہے چار سو مثقال چاندی کا، آج کل کے سکّہ سے کس قدر روپے ہوتے ہیں؟

الجواب

چار سو مثقال چاندی مہر حضرت خاتونِ جنّت رضی اللہ تعالےٰ عنہا تھا یہاں کے سکّے سے ایک سو ساٹھ[۱۶۰] روپے بھر چاندی۔ واللہ تعالےٰ اعلم

سوال سوم

مہر ازواج مطہرات کا پانچ سو درہم کا سوائے بی بی اُمِّ حبیبہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے کہ دو ہزار اوقیہ یا پانچ سو دینار کا لکھا ہے سکّہ مروّجہ سے کس قدر ہوتے ہیں؟ وزن درم اور اوقیہ اور مثقال اور دینار کی صراحت فرما دیجئے۔

الجواب

پانچسو درم کے اس سکّہ رائجہ سے ایک سو چالیس روپے ہوتے ہیں۔ درم شرعی تین ماشے ایک رتّی اور

---

[1] ردالمحتار کتاب القضاۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۴۳/۴

Marfat.com

پانچواں حصہ رتی کا، اور مثقال کہ وہی وزن دینار شرعی ہے ساڑھے چار ماشے، ایک اوقیہ چالیس درم ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

سوال چہارم

کل درجہ دس۱۰ درم شرعی کے سکہ مروجہ سے کتے روپے ہوتے ہیں؟

الجواب

دس درم کے اس سکہ سے دو۲ روپے تیرہ۱۳ آنے ایک پیسے کا پانچواں حصہ، دو۲۰۰سو درم کے پورے چھپن۵۶ روپے۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

سوال پنجم

آج کل جو حیثیت سے زیادہ مہر باندھا جاتا ہے جس کے ادا کی کوئی صورت حالت موجودہ سے نہیں ہے قبول میں یہ خیال کرلینا کہ کچھ دینا تو نہیں پڑتا ہے صرف زبانی جمع خرچ ہے قبول کرلو، ایسے خیال سے کوئی نکاح میں تو نقص نہ آئے گا؟

الجواب

نکاح میں کوئی نقص نہیں مگر ایسا خیال عند اللہ سخت قبیح و شنیع ہے یہاں تک کہ حدیث میں ارشاد ہوا جو مرد و عورت نکاح کریں اور مہر کے دینے لینے کی نیت نہ رکھیں یعنی اُسے دین نہ سمجھیں وہ روزِ قیامت زانی و زانیہ اٹھائے جائیں گے[۱]۔ والعیاذ باللہ تعالےٰ۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

سوال ششم

وہ کون سی صورت طلاق کی ہے کہ ایک جوڑی کپڑے پانے کی زوجہ مستحق ہے۔

الجواب

نکاح جب بلا تعین مہر ہوا اور عورت کو قبل خلوت طلاق دی جائے تو ایک جوڑا واجب آتا ہے جس کی قیمت پانچ درم شرعی سے کم نہ ہو اور عورت کے نصف مہر مثل سے زیادہ نہ ہو ان دو حدوں کے اندر، اگر مرد و زن دونوں غنی ہوں اعلیٰ درجہ کا واجب ہوگا اور دونوں فقیر تو ادنیٰ اور ایک فقیر ایک غنی تو اوسط۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۴۳ از موضع دیورنیا ضلع بریلی مسئولہ مسیح الدین صاحب ۱۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

زید کی بی بی ہندہ کو اس کے میکے والوں نے محض جھوٹی خبر پر کہ ہندہ کو سسرال والے زہر دے دیں گے روک رکھا ہے اور اُن کا یہ ارادہ ہے کہ ہندہ کا دین مہر وصول کرکے ہندہ کی شادی دوسری جگہ کردیں، آیا قبل طلاق دینے شوہر کے ہندہ کے دین مہر کا مطالبہ جائز ہے یا نہیں، اور اس کا دوسری جگہ نکاح کردینا جائز ہے یا نہیں، اور ایسے

---

[۱] السنن الکبریٰ، باب ما جاء فی حبس، دار صادر بیروت ۷/۲۴۲، کنز العمال ...

Marfat.com

روک رکھنا جائز ہے یا نہیں، ہندہ کا مہر سوا لاکھ روپیہ ہے جس میں نصف معجل ہے اور نصف غیر معجل، غیر معجل میں زمانے کی کوئی حد نہیں ہے۔

الجواب

آدھا مہر یعنی ساڑھے باسٹھ ہزار روپیہ جب تک ادا نہ کرے زید کو ہندہ کے بلانے کا کوئی اختیار نہیں، اور میکے والے ہندہ کو روک سکتے ہیں قبل طلاق اگر نکاح کر دیا جائے حرام و زنا ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۴ – ۴۵ از مراد آباد محلہ مقبرہ مرسلہ حاجی کریم بخش صاحب ۱۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

(۱) زوج نے زوجہ کے نام کچھ زمین مہر معجل میں دے دی اور غیر معجل مہر شوہر کے ذمہ ہے، زوج سے لڑکی تولد ہوئی یا لڑکا تولد ہوا، اب زوج زوجہ سے ناراض ہے اور طلاق دیتا ہے، اب وہ معاملہ برادری کے پنچوں میں ہے، اگر پنچ مہر معجل واپس کرلیں اور غیر معجل بھی نہ دلائیں اور کچھ روپے مسماۃ کو دے کر رضامند کرلیں اور زوج سے طلاق دلوا دیں تو ایسے پنچوں پر کیا حکم ہے، اور زوجہ سے مہر معجل واپس کرنے کا کچھ گناہ ہے یا نہیں، اور پنچوں کو کس بات کا زیادہ لحاظ رکھنا لازم ہے، اور اگر پنچ کسی کی رعایت کرکے فیصلہ کریں تو کیا کچھ گناہ ہے؟

(۲) جو معاملات برادری کے متعلق طے ہوں اور شریعت سے باہر ہوں تو کیا گناہ ہے؟

الجواب

یہ معاملہ رضامندی پر ہے جبکہ وہ جانے کہ باہم نباہ نہ ہوگا تو زوجہ اپنی خلاصی کے لئے کُل مہر چھوڑ دے اور لیا ہوا واپس دے اور اُس کے سوا اور روپے بھی دے سب جائز ہے، قال تعالٰی: فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ[1] (عورت اگر فدیہ دے تو خاوند بیوی دونوں پر کوئی حرج نہیں ت) ہاں اگر پنچوں نے اُسے ناجائز طور پر دبایا تو گناہ گار ہوئے اور عورت کے حق میں گرفتار جن معاملات میں شریعت مطہرہ نے اپنے حق کے لئے کوئی حکم خاص فرمایا ہے اُس کا اتباع مسلمانوں پر فرض، کسی کی رضامندی اس کی مخالفت کو جائز نہیں کرتی جیسے سُود کہ اگر لینے دینے والا دونوں راضی ہوں جب بھی حرام قطعی ہے اور جن امور میں شرع نے اپنے حق کیلئے کوئی حکم نہ فرمایا جو ممانعت ہے وہ بندہ کے حق کے سبب ہے اُن میں اگر صاحبِ حق راضی ہو جائے تو ممانعت نہ رہے گی جیسے پرایا مال چُرا لینا حرام اور اُس کی خوشی سے حلال۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۹

Marfat.com

مسئلہ ۴۶ و ۴۷: از شہسرام ضلع گیا مرسلہ سراج الدین احمد صاحب ۳ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

(۱) اصناف تعین مہر میں کہ معجل و مؤجل و مثل ہے۔ معجل میں کلام نہیں اور مؤجل میں کا بین کا لکھنا ضرور ہے یا نہیں، ہے تو موافق شریعت کے مضمون کیا ہے؟

(۲) مہر مثل ازواج مطہرات رسول علیہ التحیۃ والصلوٰۃ کہ امہات المومنین والمومنات ہیں کا افضل یا خاندانی مثل ام وعمہ، عروس و داماد۔

الجواب

(۱) مہر معجل وُہ ہے جو پیشگی دینا ٹھہرے، اور مؤجل وہ جس کی ایک میعاد معین قرار پائے کہ اتنے زمانے کے بعد ادا کیا جائے گا، اور مؤخر وُہ کہ نہ پیشگی دینا ٹھہرا نہ اُس کا کوئی وقت معین کیا گیا، مہر مثل کوئی ان کی مقابل قسم نہیں، مؤجل کی دستاویز لکھنا بہتر ہے۔ قال تعالٰی:

یایھا الذین اٰمنوا اذا تداینتم بدین الٰی اجل مسمّی فاکتبوہ[1]۔ اے ایمان والو! جب تم ادھار لین دین مقررہ مدت پر کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔ (ت)

تفسیر احمدی میں ہے:

فی الزاھدی ان الاٰیۃ عامۃ فی السلم وکل دین یصح فیہ الاجل[2]۔ زاہدی میں ہے کہ یہ آیہ کریمہ بیع سلم اور ہر ادھار سودا جس میں مدت مقرر کرنا صحیح ہو سب کو شامل ہے (ت)

مدارک التنزیل میں ہے: الامر للندب[3] (آیہ کریمہ میں امر استحباب کے لئے ہے۔ ت) لباب التاویل میں ہے: وھو قول جمھور العلماء[4] (یہی جمہور علماء کا قول ہے۔ ت) اور مضمون میں وہی طریقہ معہودہ کافی ہے جو تمسکات میں رائج ہے کہ میں فلاں بن فلاں ہوں میں نے فلاں تاریخ فلانہ بنت فلاں بن فلاں سے اتنے مہر پر نکاح کیا جس کی ادا اتنے دنوں بعد قرار پائی ہے اقرار کرتا ہوں کہ مہر مذکور میعادِ مذکور پر ادا کروں گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) ازواجِ مطہرات کا مہر کس کے لئے مہر مثل ہو سکتا ہے، ان کے مثل کون ہے، مہر مثل سے اپنے

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۸۲

[2] تفسیر احمدیہ تحت آیۃ اذا تداینتم بدین الخ (پ ۳) مطبعہ کریمیہ، ممبئی، بھارت ص ۱۷۵

[3] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت آیۂ مذکورہ دار الکتاب العربی بیروت ۱/۱۳۹

[4] لباب التاویل (تفسیر خازن) مصطفی البابی مصر ۱/۳۰۵

Marfat.com

خاندانِ پدری کا مہر مراد ہے بہن پھوپھی وغیرہ جو عمر و مال وجمال وبکارت [illegible]

امہات المومنین ہیں امہات المومنات نہیں، ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا [illegible]

انا ام رجالکم ولست ام نسائکم[1] واللہ [illegible] میں تم مردوں کی ماں ہوں تمہاری عورتوں کی ماں

تعالٰی اعلم۔ نہیں ہوں۔(ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۸ از بجواڑا کاٹھیاواڑ مرسلہ حاجی عبداللطیف صاحب ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

تجدیدِ نکاح میں مہر کم از کم کتنا باندھنا چاہئے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

مہر کی مقدار کم از کم دس درم بھر چاندی ہے جس کی مقدار تقریبًا دو روپے پونے تیرہ آنے بھر ہوئی، باقی جو احکام مہر کے ابتدائی نکاح میں ہیں وہی تجدیدِ نکاح میں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۹ از موضع میونڈی بزرگ مرسلہ سید امیر عالم حسن صاحب ۷ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی لڑکی ناکتخدا کا نکاح کسی شخص سے کردیا اور وہ شخص بلا قربت کئے اپنی بی بی کے مرگیا اور کسی طرح کی کوئی بات چیت نہیں کی یعنی کسی طرح کا کوئی فعل نہیں کیا اب علمائے دین فرمائیں کہ اس لڑکی ناکتخدا کا کتنا مہر اُس کے شوہر کے مال یا جائداد وغیرہ سے چاہئے نصف یا پُورا، اور اگر اس کا نکاح کسی دوسرے شخص سے کرنا چاہیں تو کتنے دنوں کے بعد کیا جائے، بعض شخص کہتے ہیں کہ ایسے نکاح کی عدت نہیں ہوتی ہے کیونکہ جب اُس کے شوہر نے اُس سے قربت ہی نہیں کی تو عدت کس چیز کی کرنا چاہئے، اور بعض کہتے ہیں کہ تین ماہ کی عدت کے بعد نکاح ایسے کا جائز، اب علمائے دین فرمادیں کہ یہ لوگ غلطی پر ہیں یا صحیح پر، اور جو لوگ غلطی پر ہوں اور شریعت کو نہ مانتے ہوں ان کے لئے کیا سزا شرع اطہر میں ہے فقط، بیّنوا توجروا۔

الجواب

سزا پوچھنا لغو ہے، آج کون کس کو سزا دے سکتا ہے جو شریعت کو نہ مانے جہنم میں سزا پائے گا، جب شوہر مرجائے پُورا مہر واجب ہوتا ہے اگرچہ ایک نے دُوسرے کی صُورت نہ دیکھی ہو اور چار مہینے دس دن کی عدت فرض ہے اس سے پہلے نکاح حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] درمنثور بحوالہ ابن سعد وابن المنذر والبیہقی تحت آیۃ النبی اولٰی بالمومنین الخ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی المرعشی ایران ۵/۱۸۳

Marfat.com

مسئلہ ۵۰ ازبلرام پور ضلع گونڈہ مرسلہ سکنڈ ماسٹر مڈل اسکول ۲ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

بکر اپنی لڑکی کا نکاح زید کے ساتھ کر دینے کے لئے چند شرائط پر تیار ہے زید جو بہ سلسلۂ ملازمت بیس روپیہ ماہوار سے زائد حیثیت نہیں رکھتا ہے حسب حیثیت تنخواہ زائد سے زائد کتنے روپیہ پہ اُس کا مہر شرعی ہونا جائز ہے اور حیثیت سے زائد مہر ہونے پر کیا مواخذہ ہے؟

الجواب

حیثیت سے زائد مہر نامناسب ہے کوئی گناہ نہیں جس پر مواخذہ ہو فان المال غاد و رائح (مال آنے جانے والی چیز ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۱ از شہر بریلی محلہ صندل بازار مرسلہ نواب نثار احمد خاں صاحب ۸ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی عورت فوت ہو جائے تو اس کے ورثا شرعی سے مہر عورت مذکورہ متوفیہ کا شوہر یا ورثاء شوہر بخشوالیں تو شرعاً جائز ہوگا یا نہیں۔

الجواب

وارثانِ زن میں جو عاقل بالغ معاف کرے گا اُس کا حصہ معاف ہو جائے گا اگر سب عاقل بالغ ہوں اور سب معاف کر دیں تو سب معاف ہو جائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۲ ۲۰ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک فاحشہ سے توبہ کرا کے نکاح کیا بروقت عقدِ نکاح مہر شرعی پیمبری صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر مقرر ہوا تھا اور اُس کے قبیلہ کی کوئی عورت نہیں بلکہ اُن کا نکاح بھی نامعلوم، اب مہر مثل معلوم نہیں ہو سکتا، زید نے اُس کو قرآن مجید پڑھوایا، اب بعد فوت زید کے وہ عورت زید کو سخت گالیاں دیتی ہے، یہاں تک کہ ولد الزنا بھی کہہ دیتی ہے، وہ لوگ کہ زندگیِ زید میں اُس کے سامنے نہ آئے تھے اب برابر آتے ہیں، راتوں کو گھومتی ہے، وکیلوں کے پاس جاتی ہے، اب وُہ کل اشیاء پر دعوٰی کرتی ہے، مکان بیچنا چاہتی ہے تو اب اُس کا کتنا مہر از روئے شرع شریف نکلتا ہے اور اس کی گفتگو ہے کہ وُہ کہتی ہے مر گیا وُہ جہنمی جو مجھ کو یہاں چھوڑ گیا، پڑیں اس کے لاشے میں کیڑے، تین بھائی اور والدین اور ایک ہمشیرہ بھی ہے۔

الجواب

اُس کے اقوال افعال کی سزا اللہ کے یہاں ہے اس سے اُس کا مہر یا حصہ نہیں جاتا مہر شرعی پیمبری سے اگر لوگوں کے عرف میں اقل مقدارِ مہر مراد ہوتی ہے تو وہ دس درم ہے یعنی دو روپے پونے تیرہ آنے اور ۳/۵ پائی

Marfat.com

اور اگر اُن کی مراد مہرِ حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالےٰ عنہا ہوتی ہے تو وہ چارسو[۴۰۰] مثقال چاندی یعنی یہاں کے ایک سو ساٹھ[۱۶۰] روپے بھر، اور اگر مہرِ ازواجِ مطہرات مراد ہے تو پانسو درم یعنی یہاں کے ایک سو چالیس[۱۴۰] روپے، اور اگر کوئی خاص رقم ان کے ذہن میں نہیں تو مہرِ مثل لازم آئے گا جو ایک سو ساٹھ روپے بھر چاندی یا ایک سو چالیس روپے سے زائد نہ ہو کہ یہ قلت ضرور مراد ہوتی ہے، یہاں کے کثیر التعداد مہروں سے بھاگنے کے لئے یہ لفظ عوام نے وضع کیا ہے تو اُن سے زیادہ نہ دیا جائے گا وارث اگر کمی کا دعویٰ کریں تو بحلف کہیں کہ ایسی عمر و شکل کی بازاری عورت کا مہرِ مثل اتنا ہوتا ہے یا حاکم تجویز کرے جو اس مقدار سے زائد نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۳ از ضلع رائے پور سی پی مرسلہ سردار خاں صاحب کلرک مہاندی ڈویژن دفتر ۱۱ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مہرِ معجل کی شرط ادا کیا ہے، اور زید کا نکاح ہندہ سے بمہرِ معجل قرار پایا لیکن عرصہ دراز تقریباً ۲۵ سال کا گزرا کہ وہ مہرِ معجل ادا نہ ہوا ایسی حالت میں کیا معجل مؤجل ہوسکتا ہے یا اس مہر کا استحقاق جاتا رہا، در صورت حبطِ استحقاق آیا زید اور ہندہ کی خلوت صحیح ہوئی۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ادا نہ ہونے سے مہر کا استحقاق کبھی نہیں جاسکتا، اور جو مہر معجل ٹھہرا ہے وہ ہمیشہ معجل ہی رہے گا جب تک عورت اُسے اپنی رضا سے مؤجل نہ کردے، پچیس برس مطالبہ نہ کرنا اُس کے حق میں فرق نہیں لاتا، وہ اب بھی جس وقت چاہے اپنے مہرِ معجل کا مطالبہ کرسکتی ہے اور جب تک نہ ملے اپنے نفس کو شوہر سے روک سکتی ہے۔ درمختار میں ہے:

(ولها منعه من الوطى) ودواعيه شرح مجمع (والسفر بها ولو بعد وطی وخلوة رضيتهما) لان كل وطأة معقود عليها فتسليم البعض لايوجب تسليم الباقی (لاخذ ما بين تعجيله) من المهر كله او بعضه[۱]۔ والله تعالٰی اعلم۔

بیوی کو وطی اور اس کے دواعی سے خاوند کو منع کرنے کا حق ہے۔ شرح مجمع، سفر سے بھی، اگرچہ برضائے زوجہ وطی اور خلوت ہوچکی ہو کیونکہ ہر وطی مہر پر معقود ہوتی ہے (یعنی ہر وطی پر جدا جدا مہر لازم آتا ہے) تو بعض بدل دینے سے باقی کا دینا ثابت نہیں ہوتا، جتنا مہر معجل بیان کیا ہو اس کی وصولی کے لئے وہ کُل مہر ہو یا بعض، عورت اپنے نفس کو شوہر سے روک سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

---

[۱] ردالمحتار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۲

Marfat.com

مسئلہ ۵۴ از مدن پور مرسلہ عزیز الدین صاحب ۲ رجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ دیہات میں ہمارے یہاں رواج ہے کہ مہر کی تفصیل نہیں ہوتی، اور بعض لوگ کرتے بھی ہیں تو اس طرح کہ زیور وغیرہ مہر معجل دیتے ہیں اور بعض قاضی مہر معجل نام رکھ دیتے ہیں ورنہ علی العموم نہ معجل نام رکھتے ہیں نہ مؤجل، تو ایسی حالت میں ہندہ اپنے شوہر زید سے مطالبہ دَین مہر کرسکتی ہے یا نہیں کہ پہلے میرا مہر ادا کردو تو میں اپنے والدین کے یہاں سے رخصت ہوں تمہارے گھر چلوں گی، اور حال یہ ہے کہ فی الحال زید کو مہر ادا کرنے کی مقدرت بھی نہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جبکہ نہ مہر معجل ٹھہرا کہ رخصت سے پہلے ادا کیا جائے نہ مؤجل کہ اتنی مدّت معیّن گزرنے پر دیا جائے یا جتنا معجل ٹھہرا تھا وہ زیور وغیرہ دے کر ادا ہوچکا ہو، باقی نہ معجل ٹھہرا نہ مؤجل خواہ قاضی نے غیر معجل کہہ دیا یا کچھ نہ کہا ہو تو اب ہندہ کو جب تک طلاق یا دونوں میں سے ایک کی موت نہ واقع ہو ہرگز مطالبۂ مہر کا کچھ حق تھا نہ وہ اس لئے رخصت سے انکار کرسکتی ہے اگرچہ زید کو فی الحال ادائے مہر کی لاکھ مقدرت ہو۔ ردالمحتار کتاب القضا میں قبیل باب التحکیم ہے:

لومات زوج المرأة اوطلقها بعد عشرین سنة مثلا من وقت النکاح فلھا طلب مؤخر المھر لان حق طلبه انما ثبت لھا بعد الموت او الطلاق لا من وقت النکاح[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر خاوند فوت ہوجائے یا نکاح سے بیس سال بعد طلاق دے تو بیوی کو مؤخر کردہ مہر طلب کرنے کا حق ہے، کیونکہ اس مہر کے مطالبہ کا حق موت یا طلاق کے بعد ہی ثابت ہوتا ہے نہ کہ نکاح کے وقت سے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۵ از رچھا مرسلہ رفیق احمد صاحب ۸ رجب شریف یوم دوشنبہ ۱۳۳۸ھ

ایک عورت سے اس کے خاوند نے کہا تُو اپنا مہر معاف کردے، اس نے کہا کہ میں معاف نہیں کرتی، اس پر اس کے خاوند نے سخت پریشان کیا اور تنگ رکھا اور ساس سسر نے بھی بُرا بھلا کہا لہٰذا وہ عورت اپنے ماں باپ کے یہاں آگئی ہے اس کا خاوند لینے آیا تو اس نے سوال کیا کہ میں اپنا مہر جب تک کُل نہ لُوں گی جب تک نہ جاؤں گی، اس کے خاوند نے کہا کہ ہم تم کو زبردستی پکڑلے جائیں گے، اور یہ بھی کہا کہ تُو مہر کا کیا کرے گی، تو اس نے کہا کہ میں مسجد بنواؤں گی۔ اب عرض یہ ہے کہ پنچ لوگ بلا مہر ادا کرائے

---

[1] ردالمحتار کتاب القضا دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۴۳

Marfat.com

اس کو زبردستی لے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ میاں بیوی میں نا اتفاقی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بیانِ سائل سے معلوم ہُوا کہ مہر بلا میعادی ہے، لہذا قبل موت یا طلاق اُس کے مطالبہ کا عورت کو کچھ اختیار نہیں، نہ اس کی وجہ سے اپنے آپ کو شوہر سے روک سکتی ہے، اُسے شوہر کے یہاں جبراً جانا ہوگا اور شوہر پر حرام قطعی ہے کہ اس پر معافی مہر کا جبر کرے، اور اگر جبر کرکے معاف کرالے گا معاف نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۶ از رامسہ تحصیل گوجرخاں ڈاک خانہ جاتلی ضلع راولپنڈی مرسلہ قاضی تاج محمود صاحب

۱۸ شوال ۱۳۳۸ھ

ایک مرد اور زوجہ صرف اوّل روز ایک کوٹھے میں رہے ہیں اور دشمن گرد گرد کوٹھے کے مارنے کے لئے کھڑے رہے ہیں، اور زوجین کو بھی یہ حالت معلوم تھی، علی الصباح اس مرد نے عورت کو طلاق دے دی ہے، مرد دخول کا مقر اور عورت منکر ہے، اب یہ دخول با خلوت صحیحہ قابل اعتبار ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر کوٹھے کا دروازہ اندر سے بند ہے اور مسقف ہے یا دیواریں بلند ہیں کہ دشمنوں کے گھس آنے کا اندیشہ نہیں تو خلوت صحیح ہے ورنہ نہیں۔ رد المحتار میں ہے:

تصح علی سطح کا نافوقه وحدهما وامنا من صعود احد الیهما[1] اھ ملتقطا۔

ایسی سطح ہو جس پر صرف دونوں میاں بیوی ہوں اور کسی تیسرے کے وہاں چڑھنے سے بے فکر ہوں تو خلوت صحیح ہے اھ ملتقطا (ت)

صورت اگر پہلی تھی تو عورت کا دخول سے انکار بیکار ہے کہ مہر کامل بہر حال لازم ہوگیا' دخول ہُوا یا نہیں، ہاں صورتِ ثانیہ میں شوہر کا کہنا کہ دخول ہُوا کُل مہر لازم ہونے کا اقرار ہے اور عورت کا انکار اس کا رَد ہے اور اقرار مقرلہ کے انکار سے رَد ہو جاتا ہے تو صرف نصف مہر پائے گی ھذا ما ظھر لی (یہ جو مجھے معلوم ہوا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۷ از پنڈول بزرگ ڈاک خانہ رائے پور ضلع مظفر پور مسئولہ نعمت اللہ شاہ صاحب خاکی بورایا

۹ محرم ۱۳۳۹ھ

اگر کسی نے بی بی کے نزع کے وقت اس سے کہا کہ میرا دَین مہر معاف کیا اس نے زبان سے بوجہ

---

[1] رد المحتار باب المہر مطلب فی احکام الخلوۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۴۰

Marfat.com

آواز بند ہو جانے کے جواب نہ دیا لیکن سر ہلا دیا تو اس کا دینِ مہر معاف ہوا یا نہیں؟

الجواب

مرض الموت میں مہر کی معافی بے اجازت دیگر ورثاء معتبر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۸ از اودے پور میواڑ ہاتھی دروازہ مدرسہ شرفیہ مسئولہ عبدالرحیم خلف مولوی شرف شاہ صاحب ۱۴ محرم ۱۳۳۹ھ

ایک شخص وزیر خاں نے دو عورتیں کیں اور ہر دو عورتوں کے تین تین بچے ہیں، سابق عورت کو بوجہ معمولی لڑائی کے طلاق دے کر ایک طلاق کی تحریر لکھ دی اس میں یہ مضمون درج کیا کہ جو کہ تیرا مہر ہے اُس میں تیرے بطن کے دونوں بچے تجھ کو مہر میں دئے، اور حمل سے بھی تھی، بعد طلاق کے لڑکی بھی پیدا ہوئی، وزیر خاں فوت ہوگیا، بعد عدت کے اس عورت نے نکاح ثانی کرلیا، اب یہ اس وقت بالکل بچے بالغ ہیں اور آوارہ ہیں، سو یہ لڑکے جدی حق پانے کے حقدار ہیں یا نہیں۔

الجواب

دونوں لڑکے اور وہ لڑکی اپنے باپ کے مال میں حصہ پائیں گے اور طلاق شدہ اگرچہ حصہ نہ پائے گی مگر مہر کی مستحق ہے، اور وہ جو کہہ دیا تھا کہ دونوں بیٹے تیرے مہر میں دئے فضول تھا اس سے مہر ادا نہیں ہوتا، ہاں اگر عورت نے یہ کہہ دیا ہو کہ دونوں بیٹے میرے دو میں نے مہر چھوڑا، تو مہر نہ پائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۹ از کریلی گنج ضلع نرسنگ پور ڈاک خانہ و تحصیل نرسنگ پور مسئولہ الٰہ بخش صاحب ۶ محرم ۱۳۳۹ھ

زید اپنی عورت ہندہ کو عرصہ تقریباً پانچ سال سے علیحدہ کئے ہوئے ہے، ہندہ کے ماں باپ اس عرصہ مذکورہ میں چند مرتبہ اپنی لڑکی کو زید کے گھر چھوڑ آئے لیکن بوجہ عدم توجہی زید، زید کی ماں بہن ہندہ کو اقسام اقسام کی تکالیف دیتے ہیں جو اس سے برداشت نہیں ہوسکتیں، مزید برآں نان نفقہ کی بھی کفالت نہیں کرتا، نہ اس کو رخصت دیتا کہ وہ اپنا دوسرا تدارک کرے اور مہر ہندہ کا تعدادی پانچ ہزار از قسم معجل ہے، اب ہندہ اپنے ماں باپ کے یہاں ہے، پس ایسی صورت میں ہندہ زرِ مہر کچہری سے پانے کی مستحق ہوسکتی ہے یا نہیں اور اپنے نفس کو اُس سے علیحدہ کرسکتی ہے یا نہیں؟ کیونکہ زید کی نیت صرف اُس کو اور اُس کے ماں باپ کو اذیت پہنچانی ہے، ورنہ اُس کا وجہ کفاف ایسا ہے کہ وہ اپنی زوجہ کو متوسط حالت پر نان نفقہ کی کافی طور پر امداد پہنچا سکتا ہے، اس لئے عرض ہے کہ موافق شرع شریف جو ہندہ کے حق میں انسب ہو اس سے ابلاغ فرمایا جائے۔

Marfat.com

الجواب

مہر اگر واقعی معجل بندھا ہے تو ہندہ ہر وقت اس کا مطالبہ کر سکتی ہے، زید نہ دے تو بذریعہ نالش وصول کرے، اور جب تک نہ ملے ہندہ کو اختیار ہے کہ اپنے نفس کو زید سے روکے اور اس کے گھر نہ جائے اور اس روکنے کی وجہ سے ہندہ کا نان نفقہ زید پر سے ساقط نہ ہوگا،

لانہا منعت بحق فلم تکن ناشزۃ والمسئلۃ فی الدر المختار من الاسفار۔ کیونکہ بیوی نے اپنے حق کے لئے خاوند کو منع کیا ہے لہٰذا نافرمان نہ ہوگی اور مسئلہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ (ت)

ہاں یہ ناممکن ہے کہ ہندہ بغیر طلاق یا موتِ شوہر و انقضائے عدّت دوسرے سے نکاح کر سکے، قال تعالٰی: والمحصنٰت من النساء[1] (شادی شدہ عورتیں تم پر حرام ہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۱: از شہر محلہ برہمپورہ مسئولہ حاجی شاہ محمد عرف کمال اللہ شاہ صاحب ۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ معصومن زوجہ لعل محمد کے مہر کا حال اس طرح معلوم ہوا ہے کہ وُہ خود کہتی ہے کہ میرا ایک سو دس روپیہ کا مہر ہے اور وکیل و گواہ نکاح مسماۃ مذکورہ کے فوت ہوگئے کوئی زندہ نہیں ہے، اس کی چچازاد بہنیں چار ہیں جن میں سے تین کے مہر کی تعداد معلوم نہیں، سب یہی کہتے ہیں کہ شرع پیغمبری تھا اور ایک چچازاد بہن کا مہر مبلغ پانچسو روپیہ ہونا معلوم ہُوا ہے جو کہ مسمّی ننھے کی زوجہ ہے، ایسی صورت میں مسماۃ معصومن کا مہر کیا قائم کیا جائے گا؟

الجواب

جبکہ عورت ایک سو دس روپے اپنا مہر بتاتی ہے اور اس سے زائد بھی اُس کے خاندان میں باندھا گیا ہے اور اس کے خلاف پر کوئی شہادت نہیں تو اس پر اس سے حلف لیا جائے، اگر حلف سے کہہ دے کہ میرا مہر ایک سو دس روپے بندھا تھا تو ایک سو دس دلائے جائیں گے۔ عالمگیری میں ہے:

امرأۃ ادعت علٰی زوجہا بعد موتہ ان لہا علیہ الف درہم من مہرہا فالقول قولہا الٰی تمام مہر اگر خاوند کے فوت ہوجانے کے بعد بیوی نے دعوٰی کیا کہ میرے مہر کے ہزار درہم اس کے ذمہ ہیں تو اس کی بات مہر مثل کی حد تک قابل قبول ہوگی محیط السرخسی

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۴

Marfat.com

مثلہا[1] کذا فی محیط السرخسی۔ واللہ تعالٰی اعلم میں ایسے ہی ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۱ از شہر محلہ بہاری پور مسئولہ حاجی کفایت اللہ صاحب ۹ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ ہندہ بہت محتاج ہے اور خانہ ویران، بظاہر کوئی حیلہ رزق نہیں رکھتی، اس کا بھائی زید مزدوری کرکے لاتا ہے اس میں دونوں گزر کرلیتے ہیں، ہندہ کے خسر نے بعد اپنی موت کے ایک مکان تقریباً ڈیڑھ سو گز وسعت کا چھوڑا جو اب ٹوٹ پھوٹ گیا، اس کے دو وارث ہوئے، ہندہ کا شوہر اور دوسرا ہندہ کا جیٹھ، ہندہ کے جیٹھ نے اپنا حصہ اپنے لڑکے کو دے دیا، اب ہندہ کے شوہر کے حصے پر قبضہ کرکے بیچنا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ اس میں ہندہ کا کیا حق ہے اس واسطے کہ میرے بھائی کو غائب ہوئے تقریباً تیس برس ہوگئے، غالباً مرگیا، کیونکہ پانچ چھ برس سے اُس کی خبر نہیں، اور قانون کہتا ہے کہ تیس برس کے بعد دعوٰی مہر نہیں چل سکتا ہے اور وکیل کہتا ہے کہ دعوٰی مہر کرو تم کو ملے گا، اور وکیل یہ رائے دیتا ہے کہ تمھارا دعوٰی چلے گا اس صورت میں کہ ہندہ کہے میرے شوہر کے مرنے کی خبر تو تم نے مجھے آج دی ہے میں ابھی تک اپنے آپ کو بیوہ نہیں جانتی تھی میں جانتی تھی کہ وہ زندہ ہے اگر اب تم کہتے ہو کہ مرگیا تو آج سے تین برس تک مہر طلب کرنے کا مجھ کو حق ہے ہندہ کے عزیزوں میں سے کسی کو مہر کی تعداد یاد نہیں اس نکاح کو کم و بیش چالیس برس ہوئے ہوں گے ہندہ کو خوب یاد ہے کہ میرا مہر دو۲۰۰ سو روپے تھا اور میں سُنتی ہوں کہ میری والدہ اور پھوپھی کا مہر بھی دو۲۰۰ سو روپے تھا اور اب میری بھتیجیوں اور میرے بھائیوں کا مہر بھی دو۲۰۰ سو روپے ہے اب ہندہ کے اقوال پر اُن کا حق شرعی دلانے کے لئے اہل محلہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کا مہر دو۲۰۰ سو روپے کا تھا ان کے لئے کچہری میں اس کا حق شرعی دلانے کے لئے یہ کہہ دینا جائز ہوگا یا نہیں کہ ہاں دو۲۰۰ سو روپے تھا، ان لوگوں کی گواہی پر اگر اُس کا حق ان شاء اللہ تعالٰی ملے گا تو اس کا جینا اور مرنا باآسانی ہوجائے گا کسی وقت ہندہ کے جیٹھ نے ہندہ کی خبر نہیں لی کہ وہ کس حالت میں ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

ہندہ جبکہ دو۲۰۰ سو روپے مہر بیان کرتی ہے اور اُس وقت کا کوئی گواہ نہیں اور ثابت ہو کہ یہ اس کا خاندانی مہر مثل ہے تو ضرور دو۲۰۰ سو روپے دلائے جائیں گے، گواہوں کی گواہی یہ جائز نہ ہوگی ہمارے سامنے دو۲۰۰ سو روپے کا مہر بندھا تھا، بلکہ یہ گواہی دینا کہ اس کا مہر مثل دو۲۰۰ سو روپے ہے، یہی گواہی اس کی ڈگری کے لئے کافی ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثانی عشر اختلاف الزوجین فی المہر نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۲۲

Marfat.com

مسئلہ ۶۲ حفیظ اللہ خاں صاحب محلہ ٹیکور قصبہ چنار پوسٹ آفس چنار ضلع مرزاپور ۸ اجمادی الآخر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مبین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص سال بھر اور تین ماہ پردیس رہا بعدہٗ جب اپنے مکان پر واپس آیا تو معلوم ہوا کہ اُس کی بیوی کو آٹھ مہینے کا حمل ہے موقع سے وُہ شخص مذکور طلاق دینے پر آمادہ و تیار ہے ایسی حالت میں بعد طلاق کے وہ عورت کچہری مجاز میں مہر کا دعویٰ کر سکتی ہے یا نہیں؟ اور شرعاً مہر پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اس وجہ سے اُس کا طلاق پر آمادہ ہونا محض ناواقفی ہے، شریعت میں حمل کی مدت دو برس کامل ہے اتنی مدت تک بچہ پیٹ میں رہ سکتا ہے اور دایہ وغیرہ کی یہ شناخت کہ آٹھ مہینے کا ہے کچھ معتبر نہیں، بہرحال اگر طلاق دے گا مہر واجب الادا ہوگا اور اگر مرد کی جھوٹی بدگمانی بالفرض صحیح ہو جب بھی عورت مہر کی مستحق ہے کہ معاذ اللہ زنا سے مہر ساقط نہیں ہوتا، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۳ ۱۴ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا اور اس کی حیات میں اس کی چھوٹی بہن کے ساتھ نکاح کیا، نکاحِ دوم جائز ہے یا ناجائز؟ اور ان دونوں عورتوں سے جو اولاد ہوگی وُہ کیسی ہوگی؟ اور زید کا متروکہ پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟ اور یہ دونوں عورتیں مہر پانے کی مستحق ہیں یا نہیں؟

الجواب

زوجہ جب تک زوجیت یا عدت میں ہے اس کی بہن سے نکاح حرام قطعی ہے۔ قال تعالٰی: وان تجمعوا بین الاختین[1] (حرام ہے کہ تم دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرو۔ ت) اس سے جو اولاد ہوگی شرعاً اولادِ حرام ہے مگر ولد الزنا نہیں اسے ولدِ حرام بمعنی ولد الزنا کہنا جائز نہیں جب تک اس دوسری کو ہاتھ نہ لگایا تھا پہلی حلال تھی اس وقت تک کے جماع سے جو اولاد پہلی سے ہوئی ولدِ حلال ہے اور بعد کے جماع سے جو اولاد ہو وہ بھی شرعاً اولادِ حرام ہے مگر ولد الزنا نہیں، دونوں عورتوں کی سب اولادیں کہ زید سے ہُوئیں زید کا ترکہ پائیں گی کہ نسب ثابت ہے، ہاں زوجہ ثانیہ ترکہ نہ پائے گی کہ نکاح فاسد ہے، دونوں عورتیں مہر کی مستحق ہیں پہلی مطلقاً اور دوسری اس صورت میں کہ حقیقۃً اس سے جماع کیا ہو فقط خلوت کافی نہیں، پھر پہلی اپنا پورا مہر پائے گی اور دوسری مہر مثل، اور جو مہر بندھا تھا ان دونوں میں سے جو کم ہو وُہ پائے گی، درمختار میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۴/۲۳

Marfat.com

یجب مهر المثل فی نکاح فاسد وھو الذی فقد شرطا من شرائط الصحۃ کشھود[1] ومثلہ تزوج الاختین معا و نکاح الاخت فی عدۃ الاخت اھ ش) بالوطی فی القبل لابغیرہ کالخلوۃ و لویزد علی المسمی لرضاھا بالحط ولوکان دون المسمی لزم مھر المثل[2]

نکاحِ فاسد میں مہر مثل واجب ہوتاہے نکاحِ فاسد وہ ہے جس میں صحتِ نکاح کی کوئی شرط مفقود ہو جیسے گواہ نہ ہوں، اور اسی طرح ہے دو بہنوں سے اکٹھا نکاح کرنا، اور ایک بہن کی عدت میں دوسری سے نکاح کرنا اھ ش) نکاحِ فاسد میں مہر مثل واجب ہوتا ہے اور صرف وطی سے واجب ہوتا ہے کسی اور چیز سے نہیں مثلاً خلوت سے نہیں اور یہ مہر مثل، مقررہ سے زائد نہ ہوگا بسبب راضی ہوجانے عورت کے کمی مہر پر اور اگر مہر مثل کم ہو مہر مسمّی سے تو بھی مہر مثل ہی لازم آئے گا۔ (ت)

ہدایہ باب نکاح الرقیق میں ہے:

بعض المقاصد فی النکاح الفاسد حاصل کالنسب ووجوب المھر والعدۃ[4]۔

بعض مقاصد نکاحِ فاسد میں حاصل ہوجاتے ہیں، جیسا کہ نسب، وجوب مہر اور عدت (ت)

درمختار میں ہے:

یستحق الارث بنکاح صحیح فلا توارث بفاسد ولا باطل اجماعا[5]۔ واللہ تعالٰی اعلم

وراثت کا استحقاق صحیح نکاح سے ہوتا ہے لہذا فاسد یا باطل نکاح سے وراثت کا استحقاق بالاجماع نہ ہوگا۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۴: از رامپور مدرسہ انوار العلوم مسئولہ جلال الدین پٹھان ۱۶ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ مدعیہ نے اپنے گواہان سے یہ ثابت کیا کہ میرا دین مہر ایک لاکھ روپے کا تھا، فریق ثانی نے گواہان سے اس امر کا ثبوت پیش کیا کہ ہندہ کا دین مہر دس ہزار روپے کا تھا، صورتِ مسئولہ میں گواہان کمی مہر کے معتبر ہوں گے یا زیادتی

---

[1] درمختار	باب المہر	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۲۰۱
[2] ردالمحتار	"	دار احیاء التراث العربی بیروت	۲/۳۵
[3] درمختار	"	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۲۰۱
[4] ہدایہ	باب نکاح الرقیق	مکتبہ عربیہ کراچی	۱/۳۲۰
[5] درمختار	کتاب الفرائض	مطبع مجتبائی دہلی	۲/۳۵۲

Marfat.com

کے۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر شوہر زندہ اور نکاح قائم ہے یا طلاق بعد خلوت ہوئی ہے یا شوہر مرگیا اور عورت کی نزاع اُس کے وارثوں سے ہے ان سب صورتوں میں دیکھا جائے کہ عورت کا مہر مثل دس ہزار خواہ کم ہے یا ایک لاکھ خواہ زائد یا دس ہزار سے زیادہ ایک لاکھ سے کم ہے۔ پہلی صورت میں عورت کے گواہ معتبر ہیں لاکھ روپے کی ڈگری ہوگی۔ دوسری صورت میں فریق ثانی کے گواہ معتبر ہیں دس ہزار دلائے جائیں گے۔ تیسری صورت میں جتنا مہر مثل ہے اُتنے کی ڈگری دیں گے۔ یہ سب اُس حال میں ہے کہ دونوں کے گواہ قابل قبول شرع ہوں اور وجہ شرع پر شہادت ادا کی ہو، اور اگر اُن میں ایک ہی فریق کے گواہ ایسے ہیں تو مطلقاً انھیں کا اعتبار ہوگا خواہ لاکھ کے ہوں یا دس ہزار کے، دوسرے فریق کی شہادت کالعدم ہوگی، اور اگر دونوں فریق کی شہادت شرعاً کالعدم ہو تو پہلی صورت میں فریق شوہر سے حلف لیں گے کہ لاکھ روپے مہر نہ بندھا تھا اگر قاضی کے حضور حلف سے انکار کردے گا لاکھ کی ڈگری ہوگی اور حلف کرلے گا تو دس ہزار کی۔ دوسری صورت میں ہندہ سے حلف لیں گے کہ دس ہزار مہر نہ بندھا تھا، اگر قاضی کے سامنے حلف سے انکار کردے گی دس ہزار پائے گی اور حلف کرلے گی تو لاکھ، اور تیسری صورت میں دونوں فریق پر حلف رکھیں گے جو قاضی کے یہاں حلف سے انکار کردے گا دوسرے کا دعویٰ ثابت ہوجائے گا اور دونوں حلف کرلیں گے مہر مثل دلایا جائیگا، اگر زن وشو میں طلاق قبل خلوت کے بعد اختلاف ہوا تو مطلقاً قولِ شوہر حلف سے معتبر ہے۔ جس طرح بعد موت زوجین اُن کے ورثہ میں اختلاف ہو تو مطلقاً وارثانِ شوہر کا قول معتبر ہے۔ درمختار میں ہے:

(ان اختلفا) فی المھر (فی قدرہ حال قیام النکاح فالقول لمن شھد لہ مھر المثل) بیمینہ (وای اقام بینۃ قبلت سواء (شھد لہ اولھا اولا وان اقاما فبینتھا) مقدمۃ (ان شھد لہ وبینتہ ان شھد لھا و ان کان بینھما تحالفا فان حلفا او برھنا قضی بہ وان برھن احدھما قبل

نکاح کے دوران اگر خاوند بیوی کا مہر کی مقدار میں اختلاف ہوا (تو مہر مثل کی بنیاد پر فیصلہ ہوگا) لہٰذا مہر مثل جس کی تائید کرے گا اس کی بات قسم لے کر تسلیم کی جائے گی، اور جس نے گواہ پیش کردیئے تو اس کی گواہی مقبول ہوگی، مہر مثل بیوی یا خاوند کی تائید کرے یا کسی کی نہ کرے، ہر طرح گواہی مقبول ہوگی، اگر دونوں نے گواہ پیش کردیئے تو بیوی کے گواہوں کو اوّلیت ہوگی اگر مہر مثل خاوند کی تائید کرے اور خاوند کی شہادت کو اولیت

Marfat.com

برهانه) لانه نور دعواه اھ (ملخصاً) **اقول** قوله
وان كان بينهما مسألة مستانفة
غير داخلة تحت قوله "وان اقاما" جمع
فيه ما اذا برهن احدهما او كلاهما او لا
احد، فبين احكام الصور الثلاث وقد
اختار قول ابی بكر الرازی الذی صححه قاضیخان
فی شرح الجامع الصغير والسغناقی فی النهاية
وجزم به فی الملتقی وقدمه فی الهداية و
التبيين وغيرهما ان لا تحالف الا اذا كان
المهر بينهما فسقط كلا اعتراضی العلامة
الشامی انه كان عليه حذف قوله "تحالفا" لانه
اذا برهنا لا تحالف وان قوله "وان برهن احدهما"
يغنی عنه قوله قبله "وای اقام بينة قبلت" الخ فلله
دره ما امهره وقول الكرخی انهما يتحالفان مطلقا
سواء شهد المهر له او لها او لا وصححه فی المبسوط
والمحيط وجزم به فی الكنز فی باب التحالف
اقول لكن الاول هو المذكور فی الجامع الصغير
كما فی ش فترجح به بعد تكافؤ التصحيحين
خلافا لما فی البحر انه لم ير من رجح الاول
فلذا جعلنا عليه المعول وبالله التوفيق۔

ہو گی اگر مہر مثل بیوی کی تائید کرے اور مہر مثل دونوں کے مابین ہو یعنی
کسی کی تائید نہ کرے تو دونوں سے قسم لی جائیگی پھر اگر دونوں نے
قسم کھائی یا دونوں نے گواہ پیش کئے تو قاضی مہر مثل
کا فیصلہ کرے اور اگر صرف ایک نے شہادت پیش کی تو قاضی
اس کی شہادت پر فیصلہ دے کیونکہ اس نے اپنے
دعوٰی کو روشن کردیا اھ (ملخصاً) **اقول** اس کا قول "ان کان
بینھما" سے نیا مسئلہ شروع کیا ہے یہ پہلے مذکورہ
ان اقاما" کے تحت داخل نہیں ہے۔ اس مسئلہ میں
انھوں نے تین صورتوں کو جمع کیا ہے کہ کسی نے گواہ
پیش نہ کئے، یا ایک نے کئے، یا دونوں نے کئے،
تو تینوں صورتوں کے احکام بیان کئے اور ابوبکر رازی
کے قول کو مختار بنایا جس کو قاضی خاں نے شرح
جامع صغیر میں اور سغناقی نے نہایہ میں صحیح قرار دیا ہے،
اور اس پر ملتقی میں جزم کیا ہے، اور اسی کو ہدایہ میں
اور تبیین وغیرہما میں مقدم رکھا کہ جب مہر مثل دونوں کے
دعووں کے درمیان ہو تو دونوں سے قسم صرف اسی صورت میں
لی جائیگی، تو اس سے علامہ شامی کے دونوں اعتراض
ساقط ہو گئے کہ مصنف پر لازم تھا کہ وہ "تحالفا" کو
حذف کرتے، کیونکہ جب دونوں نے گواہ پیش کردئے
تو اب دونوں پر قسم نہیں ہوگی۔ اور دُوسرا یہ اعتراض
کہ اس کا قول "ان برھن احدھما" سے ان کا پہلا قول "وای اقام بینة قبلت" مستغنی کرتا ہے الخ تو
اللہ تعالٰی کے لئے ہی مصنف کی بھلائی ہے انھوں نے کیا مہارت دکھائی۔ اور امام کرخی کا قول ہے کہ مطلقاً
دونوں قسم دیں، مہر مثل دونوں سے کسی کی تائید کرے یا نہ کرے اس کو مبسوط و محیط میں صحیح قرار دیا، اور کنز کے

---

[1] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۳-۲۰۲

Marfat.com

باب تحالف میں اس پر جزم کیا، **اقول** لیکن پہلا قول جامع صغیر میں مذکور ہے جیسا کہ متن میں ہے تو دونوں [illegible] کے مساوی ہونے کے بعد یہ ترجیح بن جائے گی، بحر میں اس کے خلاف ہے، انھوں نے پہلے کو ترجیح دینے والا کوئی نہ پایا تو اسی بناء پر ہم نے اس پر نشان دہی کر دی، توفیق من جانب اللہ ہے۔ (ت)

بدائع وہندیہ میں ہے:

ولو اختلفا بعد الطلاق بعد الدخول او الخلوۃ فکما لو اختلفا حال قیام النکاح وان کان قبل الدخول والخلوۃ والمھر دین فاختلفا فی الالف والالفین فالقول قول الزوج ویتنصف مایقول الزوج ولم یذکر الخلاف ذکرہ الکرخی وحکی الاجماع وقال نصف الالف فی قولھم[1] اھ وصححہ فی البدائع وشرح الطحاوی ورجحہ فی الفتح۔

اگر خاوند بیوی نے طلاق کے بعد اختلاف کیا جبکہ دخول یا خلوت ہو چکی تھی تو حکم وہی ہے جو حالت نکاح میں اختلاف کا تھا، اور اگر یہ اختلاف طلاق قبل از دخول و خلوت کے بعد ہوا اور مہر دین ہو تو ہزار اور دو ہزار میں اختلاف ہوا تو اس میں خاوند کا قول معتبر ہے، لہذا خاوند کے بیان کردہ کا نصف دیا جائے، اور انھوں نے کرخی کا بیان کردہ خلاف ذکر نہیں کیا اور اجماع کو حکایت کرکے یہ کہہ دیا کہ سب کے قول میں ہزار کا نصف ہوگا اھ اس کو بدائع میں اور شرح طحاوی میں صحیح کہا، اور فتح میں اس کو راجح قرار دیا۔ (ت)

تبیین الحقائق وعالمگیریہ میں ہے:

فان مات الزوجان ووقع الاختلاف بین الورثۃ فی مقدار المسمی فالقول قول ورثۃ الزوج[2]

اگر خاوند بیوی دونوں فوت ہو جائیں اور ان کے وارثوں میں مقررہ مہر کے بارے میں اختلاف ہُوا تو خاوند کے ورثاء کا قول معتبر ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فیلزمھم مااعترفوا بہ بحر، ولایحکم بمھر المثل لان اعتبارہ یسقط عند ابی حنیفۃ بعد موتھما درر[3] اھ، کذا ھو فی نسختی بمھر المثل

تو ان پر اپنے اقرار کے مطابق لازم ہوگا، بحر۔ اور مہر مثل پر فیصلہ نہ دیا جائے گا، کیونکہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہاں دونوں کی فوتگی کے بعد مہر مثل کا اعتبار ختم ہو جاتا ہے، درر، اھ۔ اور

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی عشر اختلاف الزوجین فی المہر نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۲۱

[2] ؍؍

[3] ردالمحتار باب المہر مسائل الاختلاف فی المہر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۶۲

Marfat.com

اقول والاولی اسقاط الباء۔ واللہ تعالٰی **اعلم**۔ میرے پاس نسخہ میں "بمہرالمثل" بار کے ساتھ ہے **اقول** بار کو ساقط کرنا اولٰی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶۵ و ۶۶ از ریاست جاورہ لال املی مسئولہ ممتاز علی خاں صاحب اہل کار محکمہ حساب ۲ شوال ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نکاح کے لئے مہر کا ہونا لازم ہے جو عموماً متعین ہوتا ہے مہر کی نقد اُدھار بھی ضروری ہے اگر عورت چاہے تو کیا سب مہر کو مثل نقد یا مثل اپنے مطالبہ یا قرضہ کے حاصل کر سکتی ہے اس کی حسب ذیل تشریح فرمادی ہے:

(ا) مہر معجل کی یہ تعریف ہے کہ تا وقتیکہ زوجہ تمام و کمال مہر معجل وصول نہ کرے اُسے اختیار ہے کہ خواہ وُہ زوج کے گھر جائے یا نہ جائے یا اس سے بات چیت کرے یا نہ کرے، پس اگر زوج نے دھوکے سے منجملہ مہر معجل جو زیور ہندہ کو دیا تھا وُہ نکاح کے بعد جب دُلھن گھر گئی واپس لے لیا پس اب زوج بھی اس کا معترض سمجھا جائے گا یا نہیں اور زوج نے منجملہ مہر معجل کے پانسو روپیہ کا مکان حسبِ منشاء زوجہ خود خرید کر دینے کا تحریری اقرار کیا تھا تو کیا ہندہ اب مہر معجل پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیا جب تک اُسے مہر معجل نہ پہنچے اسے زوج کے گھر جانا چاہئے یا نہیں، اگر اسے اختیار ہے تو کیا جب تک شوہر مہر معجل ادا نہ کر دے وُہ نان و نفقہ پا سکتی ہے یا نہیں؟

(ب) مہر غیر معجل نکاح اور خلوتِ صحیحہ کے بعد کب سے کب تک زوجہ پا سکتی ہے کیونکہ مہر غیر معجل کے لئے کوئی زمانہ مقرر نہیں، اگر بعد خلوتِ صحیحہ ہر وقت مہر پانے کی مستحق ہے تو جب تک اپنا مہر اتنا نہ وصول کر لے زوج کے گھر رہنے سے انکار کر سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نکاح کے لئے مہر لازم ہے بایں معنی کہ مہر کا ذکر نکاح میں ہو یا نہ ہو بلکہ مہر کی نفی شرط کر لی ہو جب بھی مہر دینا آئے گا تعیینِ مہر نکاح کے لئے کچھ ضرور نہیں، اگر تعیین نہ ہوگی مہر مثل دینا پڑے گا، مہر کہ نکاح میں مقرر کیا جاتا ہے تین قسم ہے:

معجل، مؤجل، مؤخر۔

معجل وُہ کہ قبل رخصت دینا قرار پائے۔ عورت کو اختیار ہے کہ جب تک اُسے تمام و کمال وصول نہ کر لے شوہر کے یہاں نہ جائے، اور اس نہ جانے سے وہ نفقہ سے محروم نہ ہوگی، پانسو روپیہ کا مکان اگر منجملہ مہر قرار پایا تھا تو اس کے وصول تک بھی ہندہ اپنے آپ کو روک سکتی ہے۔ زیورات جو مہر معجل میں دئے گئے تھے وہ مہر ادا ہوگیا، پھر اگر زوج نے دھوکا دے کر واپس لے لئے تو اس سے مہر معجل اس کے ذمّہ عود نہ کرے گا

Marfat.com

اور اس کی وجہ سے عورت کو اپنے نفس کے روکنے کا اختیار نہ ہوگا کہ مہر تو زیور پر قبضۂ زن سے ادا ہو لیا تھا، اب یہ عورت کا ایک مال ہے جو زوج نے غصب کرلیا، اگر بعینہٖ باقی ہے اُس کا واپس دینا فرض ہے اور ہلاک ہوگیا تو اس کا تاوان دے۔

اور مہر مؤجل وُہ جس کے ادا کی ایک میعاد معین قرار پائی ہو، مثلاً سال بھر بعد یا دس برس بعد، میعاد جب تک نہ گزرے عورت کو مطالبہ کا اختیار نہیں، بعد انقضائے میعاد مطالبہ کرسکے گی اور میعاد آنے پر اگر شوہر دینے میں تاخیر کرے تو اس کے لئے اپنے نفس کو نہیں روک سکتی خصوصاً جبکہ رخصت ہوچکی ہو۔

شرح جامع صغیر امام قاضی خاں میں ہے:

لوکان المهر مؤجلا لیس لها المنع قبل حلول الاجل ولا بعده وعلی قول ابی یوسف لها المنع الی استیفاء الاجل اذا لم یکن دخل بها۔[1]

اگر مہر معجل ہو تو مقررہ مدت ختم ہونے سے قبل یا بعد بیوی کو منع کا حق نہیں ہے، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے ایک قول پر غیر مدخول بہا کو مدت مقررہ آنے تک بیوی کو منع حق ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

وبه یفتی استحسانا، والولوالجیة۔[2]

اسی پر فتوٰی دیا جائے گا استحساناً، والوالجیہ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

وفی البحر عن الفتح هذا کله اذا لم یشترط الدخول قبل حلول الاجل فلو شرطه ورضیت به لیس لها الامتناع اتفاقا۔[3]

بحر میں فتح سے ہے یہ جب ہے کہ مقررہ مدت پوری ہونے سے قبل دخول کی شرط نہ لگائی ہو اور اگر یہ شرط لگائی گئی ہو اور بیوی کی رضامندی سے دخول ہوچکا ہو تو پھر بالاتفاق اس کو منع کرنے کا حق نہیں ہے۔ (ت)

اس پر حاشیۂ فقیر جد الممتار میں ہے:

اقول وعرف بلادنا الدخول قبل اداء شیئ منه والمعروف کالمشروط فلا یکون لها الامتناع

اقول اور ہمارے علاقے کا عرف یہ ہے کہ مہر کا حصہ ادا کرنے سے قبل دخول ہوتا ہے، تو معروف

---

[1] ردالمحتار بحوالہ شرح الجامع الصغیر امام قاضیخان باب المہر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۵۰

[2] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۰۲

[3] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۵۹

Marfat.com

اجماعا بالاتفاق[1] | مشروط کی طرح ہوتا ہے اس لئے ہمارے علاقہ میں بالاجماع بیوی کو منع کا حق نہیں ہوگا۔ (ت)

مؤخر وُہ کہ نہ پیشگی دینا ٹھہرا ہو، نہ اُس کی کوئی میعاد مقرر کی ہو اُس کا مطالبہ نہیں ہوسکتا، مگر بعد موت یا طلاق نہ اُس کے لئے کسی وقت اپنے نفس کو روک سکتی ہے۔ فتاوٰی خانیہ میں ہے:

اذالم یصح التاجیل یؤمر الزوج بتعجیل قدر مایتعارفہ اھل البلدۃ فیؤخذ منہ الباقی بعد الطلاق اوالموت ولایجبرہ القاضی علی تسلیم الباقی ولایحبسہ[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جب مہلت دینا صحیح نہ ہو تو خاوند کو کہا جائے گا کہ عرف کے مطابق جو قدر معجل ہو وہ ادا کردے اور باقی طلاق یا موت کے بعد وصول کیا جائے گا، اس سے قبل قاضی اس کو تمام مہر ادا کرنے پر مجبور نہیں کرسکتا اور نہ ہی قاضی اسے قید کرسکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶۷ از قصبہ زہرٹ ڈاکخانہ چرڑوہ ضلع شیخاوانی محلہ پیرزادگان مرسلہ منشی محمد علی صاحب آرم مدرس ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

اس مسئلہ میں شریعت غرائے اسلام کا کیا حکم ہے ایک شخص نے اپنا نکاح ثانی کیا اور اپنی تمام جائداد کا مہر مقرر کیا جائداد علی التوریث چلی آرہی ہے جس میں ایک کھیت زمین بارانی مکان سکنی، آمدنی خانقاہ ہر قسم حصہ خود ایک گاؤں سے کچھ نقد رقم آتی ہے وُہ رقم حصہ خود، غرض سب جائداد منقولہ غیر منقولہ کا مہر مقرر کرکے اپنی بیوی کے نام ہبہ کردی، یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیا مہر لازم آئے گا؟ اُس کے ایک حقیقی بہن بھی ہے مگر یہاں رواج ہمشیر کو حصہ کا نہیں، رشتہ کے بھتیجے موجود ہیں جو حسب دستور اُس کے بعد مستحق جائداد وغیرہ ہیں، عمر ساٹھ برس ہے جو مکان اور جائداد مہر ہوکر ہبہ ہوچکی اس کے سوا اور کوئی مکان رہنے کو اور نان نفقہ کو کوئی وجہ معاش نہیں، یہاں نکاح ثانی نہیں ہوتا اب بکوشش جاری ہوا ہے یہی وجہ زیادتی مہر ہے، ان سب صورتوں میں یہ شخص یا ہر شخص ایسا مہر مقرر کرسکتا ہے؟

الجواب

جس قدر جائداد اُس شخص کو متروکہ پدری یا مادری سے پہنچی اُس میں سے جس قدر اس کا حصہ ہے

---

[1] جد الممتار حاشیہ ۱۷ المجمع الاسلامی مبارکپور، انڈیا ۲/ ۱۷۔۱۸

[2] قاضیخان باب فی ذکر مسائل المہر نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۷۳-۷۴

Marfat.com

وُہ مہر میں مِلکِ زوجہ ہوگیا اور جتنا حصہ اس کی بہن کا ہے اگر وُہ اجازت دے دے تو وُہ بھی مِلکِ زوجہ ہوگیا، اور اگر وُہ اجازت نہ دے تو حصّۂ خواہر کی جتنی قیمت ہے وہ اسے مہر میں دینا پڑے گی۔ عالمگیریہ میں ہے:

فاذا تزوجها علٰی ھذا العبد وھو ملك الغیر او علی ھذہ الدار وھی ملك الغیر فالنکاح جائز والتسمیة صحیحة فبعد ذٰلك ینظر ان اجاز صاحب الدار وصاحب العبد ذٰلك فلھا عین المسمی وان لم یجز المستحق لایبطل النکاح ولا التسمیة حتی لا یجب مھر المثل وانما تجب قیمة المسمی کذا فی المحیط[1]۔

جب کسی نے ایک خاص عبد یا ایک مکان بطورِ مہر پہ نکاح کیا جبکہ وُہ عبد اور مکان کسی غیر کی ملکیت ہوں تو یہ نکاح جائز ہوگا، اور مہر کے طور پر ان کا ذکر صحیح ہے، بعد میں دیکھا جائے کہ اس عبد یا مکان کا مالک دینے پر تیار ہے تو وہی عبد یا مکان مذکور دیا جائے گا اور مالک دینے پر تیار نہ ہو تو پھر بھی نکاح اور مہر باطل نہ ہوگا حتی کہ مہرِ مثل واجب نہ ہوگا بلکہ اب اس عبد یا مکان کی قیمت دی جائے۔ محیط میں یُونہی ہے (ت)

آمدنی خانقاہ جیسے نذور وغیرہا کہ فی الحال معدوم ہیں وُہ داخل مہر نہ ہُوئیں مگر ان چیزوں کے نکل جانے سے جائداد کے حصص موجودہ کہ مہر کئے گئے اُن پر اثر نہ پڑے گا وُہ مہر میں ہوچکے، نہ اس کی وجہ سے مہرِ مثل لازم آئے بلکہ وہی حصص موجودہ مہر میں دئے جائیں گے۔ عالمگیری میں ہے:

واذا سمی فی العقد ماھو معدوم فی الحال بان تزوجها علی مایثمر نخیله العام اوعلی ماتخرج ارضه العام اوعلی مایکتسب غلامه لایصح التسمیة وکان لھا مھر المثل[2]۔

اگر نکاح میں ایسی چیز کو مہر ذکر کیا جو فی الحال معدوم ہے مثلاً اس سال کھجوریں یا زمین جو فصل دیں گی، یا میرا غلام اس سال جو کمائے گا وغیرہ، تو مہر میں ان کا ذکر صحیح نہیں لہٰذا مہرِ مثل واجب ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لوسمی عشرة دراھم ورطل خمر فلھا المسمی ولایکمل مھر المثل بحر[3]۔

اگر مہر میں دس درم اور ایک رطل شراب مقرر کیا ہو تو بیوی کو مقررہ مہر دیا جائیگا اور مہرِ مثل کو پُورا نہ کیا جائیگا، بحر۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ باب المہر نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۰۲
[2] " " " " " " " "
[3] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۳۵

Marfat.com

جیسے اس کے وارث ہونا یا نفقہ کے لئے کچھ پاس نہ رہنا مانع صحت مہر نہیں تو مہر میں دے چکا دے چکا، اور جو کوئی ایسا مہر باندھے گا اس کا یہی حکم ہوگا اگرچہ ایسا کرنا عقل سے بعید ہے اور وہ رواج کہ ہمی کو ترکہ نہیں دیتے باطل و مردود ہے، اس سے اس کا حق ساقط نہیں ہوتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از آمہ تحصیل گوجرخان ضلع راولپنڈی ڈاکخانہ جاتلی مسئولہ محمد نبی صاحب ۴ شوال ۱۳۳۹ھ

رئیس المفتین عمدۃ الامین محافظ الدین دام لطفہ، تسلیم کے بعد عرض خدمت ہے کہ:

(۱) اگر طالق و مطلقہ دونوں کہتے ہیں کہ ہم نہ ملے ہیں نہ ایک جگہ تنہائی میں بیٹھے ہیں، اب حضور انور بتائیں کہ ان کے کہنے پر اعتماد کرکے بغیر عدت کے نکاح کیا جائے تو کچھ نکاح خواں پر تو گناہ نہیں ہے یا ہے؟

(۲) اگر محض عورت طالق کے دخول اور خلوت صحیحہ سے منکرہ ہے، اور طالق کہتا ہے میں نے دخول کیا ہے، یا برعکس ہو تو کس کے قول پر اعتماد کرکے بغیر عدت کے دوسرے مرد کے ساتھ نکاح کیا جائے یا نہیں؟

(۳) ثبوت خلوت صحیحہ اور دخول کا گواہان سے ہوگا یا طالق مطلقہ سے؟ سند فقہا مع عبارت کتب واسم کتاب ارشاد ہو قیمت رقیمہ دی جائے گی، بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) جبکہ ظاہر حال ان کے قول کا مکذب نہ ہو تو اس کا اعتبار کیا جائے گا نکاح خواں پر کوئی الزام نہ ہوگا واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) اگر عورت خلوت صحیحہ ہونا بیان کرتی ہے اور شوہر منکر ہو تو عورت کا قول معتبر ہے۔ تنویر میں ہے:

لوافترق فقالت بعد الدخول وقال الزوج قبل الدخول فالقول لہا[1]۔ جب دونوں میں مفارقت ہوئی تو بیوی نے کہا کہ دخول کے بعد ہوئی ہے اور خاوند نے کہا دخول سے قبل مفارقت ہوئی ہے، تو بیوی کا قول معتبر ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ فقالت بعد الدخول المراد ھنا الاختلاف فی الخلوۃ[2]۔ اس کے قول کہ "بیوی نے دخول کے بعد کہا" سے مراد خلوت میں اختلاف ہے۔ (ت)

اور اگر عکس ہو تو قول شوہر بدرجہ اولٰی معتبر ہے کہ وہ مقر ہے اور عورت انکار سے متعنت۔

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۰

[2] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۴۴

Marfat.com

درمختار میں ہے :

والاصل ان من خرج کلامه تعنتاً فالقول لصاحبه بالاتفاق۔[1] (ضابطہ یہ ہے کہ جو بھی اپنے مفاد کے خلاف بات کرے تو دوسرے فریق کی بات معتبر ہوگی بالاتفاق ۔ ت)

ردالمحتار میں ہے ، تعنتا بان ینکر ماینفعه[2] (تعنت یہ ہے کہ وُہ اپنے مفاد کے خلاف بات کرے ۔ ت)

بہرحال اُن میں جو کوئی خلوت صحیحہ ہونا بیان کرتا ہو دوسرے کو قبل عدت نکاح پر اقدام نہ چاہئے ، قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیف وقد قیل[3] (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ، کیا کیا جائے جب بات کہہ دی گئی ہے ۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم ۔

(۳) دربارہ دخول تو ظاہر ہے کہ گواہوں کو کچھ دخل نہیں کہ وُہ اس پر مطلع نہیں اور ظاہراً خلوت صحیحہ بھی شہادت سے جُدا ۔ اُن کا علم اگر محیط ہو سکتا ہے تو صرف اتنی بات کو کہ ہمارے سامنے یہ دونوں تنہا مکان میں گئے اُس میں کوئی اور نہ تھا اور کواڑ بند کرلئے اس پر اگر ثابت ہُوئی تو صرف خلوت صحیحہ کے لئے تو یہ بھی لازم ہے کہ کوئی مانع نہ حسی ہو نہ شرعی نہ طبعی ۔ اس پر شہادت نفی پر شہادت ہوگی اور وہ معتبر نہیں خصوصاً بعض موانع وُہ ہیں جو شاہدوں کی اطلاع سے ورا ہیں معہذا اگر شوہر خلوت صحیحہ ہونا بیان کرتا ہے تو وُہ مقر ہے اقرار کے ساتھ شہادت کیسی ۔ اور اگر عورت بیان کرتی ہے تو وُہ منکرہ ہے اور گواہ منکر سے نہیں لئے جاتے بلکہ مدعی سے ، ہاں یہ صورت متصور ہے کہ عورت اپنے اوپر سے دفع حلف کے لئے اقرارِ شوہر کے گواہ دے جو شہادت دیں کہ ہمارے سامنے شوہر نے خلوت صحیحہ ہونے کا اقرار کیا ،

هذاكله ما قلته تفقها والفقير الأن متنزه على جبل بعيد عن وطنی وکتبی فان اصبت فمن ربی وعنده العلم بالحق وھو حسبی ۔ (یہ جو کچھ میں نے کہا ہے محض فہم کی بنا پر کہا ہے اس وقت میں دُور ایک پہاڑ پر تفریح میں ہُوں ، اپنی کتب اور وطن سے دُور ہُوں ، لہذا اگر یہ درست ہو تو میرے رب کی طرف سے ہے اور اس کے پاس ہی حق کا علم ہے ، وہی مجھے کافی ہے ۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم ۔

مسائل پر بفضلہ تعالٰی یہاں کبھی کوئی اُجرت نہیں لی جاتی اور اس کو سخت عیب سمجھا جاتا ہے ما اسئلکم

---

[1] درمختار کتاب البیوع باب السلم مطبع مجتبائی دہلی ۲/۴۹
[2] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۱۱
[3] صحیح البخاری باب الرحلة فی المسألة النازلة قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹

Marfat.com

علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العٰلمین[1] (تم سے کسی اجر کا سوال نہیں میرا اجر اللہ تعالٰی کے ہاں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۲: از کانپور طلاق محال مکان ابوالضیا حکیم نورالدین صاحب مسئولہ عبیداللہ صاحب ۴ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) کسی قبیلہ میں یہ رسم ہے کہ عقد کے پیشتر جو کچھ شرائط متعلق عقد کرنا ہوتے ہیں نوشاہ سے بتوسط والدین یا کسی دیگر عزیز قریب کے اس طرح پر طے کرتے ہیں کہ نوشاہ بالکل خاموش بیٹھا رہتا ہے اور دوسرے لوگ جو کچھ اس کے واسطے طے کر دیتے ہیں اس کا وہ پابند سمجھا جاتا ہے اور پابندی بھی کرتا ہے تو کیا زید کو جو اُسی قبیلہ کا ہے اور اس سے بھی اس رسم قبیلہ کے مطابق یہ طے کیا گیا ہے کہ وہ بعد بلوغ زوجہ کے سسرال میں رہ کر نان ونفقہ کی خبرگیری کرتا رہے گا اور بعوض دین مہر جس کی تعداد پانچ ہزار پانچسو ۵۵۰۰ ہے جائداد غیر منقولہ بنام زوجہ خود دو سال کے اندر خرید دے گا یا نقد ادا کر دے گا مگر بعد عقد کے زید ان معاہدوں کو پورا کرنے سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے معاہدہ میرے والد سے ہُوا تھا نہ کہ مجھ سے، حالانکہ معاہدہ کے وقت زید بھی موجود تھا اور باوجود بالغ ہونے کے اُس نے معاہدہ کے کسی جُز سے انکار نہیں کیا، تو کیا ایسی صورت میں حسبِ رواجِ قبیلہ زید ان معاہدوں کے پورا کرنے کا ذمہ دار ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(۲) ہندہ کا عقد زید سے اس طرح پر ہوا کہ حسبِ رواجِ قبیلہ عقد سے چار یوم پیشتر زید سے بتوسط والدین یہ طے پایا تھا کہ مہر مؤجل باجل دو سال مقرر ہے اس طرح پر کہ چاہے دو سال کے اندر بعوض دین مہر مبلغ ساڑھے پانچہزار روپیہ کے جائداد غیر منقولہ بنام ہندہ خرید کر دی جائے گی یا مبلغ ساڑھے پانچ ہزار روپیہ نقد بابت دین مہر ادا کر دیا جائے گا مگر بروقت عقد یہ تفصیل دُہرائی نہیں گئی صرف اتنا کہا گیا کہ مہر مؤجل تعداد ساڑھے پانچہزار روپیہ تو کیا یہ مہر مطلق میں شمار کیا جائے گا یا باجل دو سال مؤجل ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) شرع مطہر کا قاعدہ عامہ ہے کہ المعروف کالمشروط (عرف کا رواج مشروط کی طرح ہے۔ ت) جبکہ ان لوگوں میں عام رواج یہی ہے اور شوہر کے سامنے شرائط کئے جاتے ہیں اور وہ ساکت رہتا ہے اور اس کا سکوت ہی قبول قرار پاتا ہے اور ان شرائط کی پابندی کرتا ہے تو زید کہ انھیں لوگوں میں سے ہے اس قاعدہ سے مستثنٰی نہیں ہوسکتا مگر پہلا معاہدہ بیکار ہے سسرال میں رہنا ایک وعدہ ہے جس کی وفا پر جبر نہیں اور زوجہ کو اپنے پاس

---

[1] القرآن الکریم ۲۶ /۱۰۶

Marfat.com

رکھنا حقِ شوہر و حکمِ شرعی ہے۔ قال تعالیٰ؛

واسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم[۱] ان کو سکونت دو جہاں تم ساکن ہو اپنی گنجائش کے مطابق۔ (ت)

شوہر جب چاہے اس حق کا مطالبہ کرسکتا ہے کمن ترکت قسمھا لھا ان تعود متی تشاء (جیساکہ بیوی اپنی باری چھوڑ دے تو اس کو واپس لینے کا حق ہے جب چاہے۔ ت) اور دوسرے معاہدہ سے مہر دو برس کے لئے مؤجل ہوگا اس پر لازم ہے کہ دو برس کے اندر ادا کردے خواہ جائداد خرید کر یا نقد۔ اگر صرف جائداد خرید دینے کا معاہدہ ہوتا تو وہ بھی محض ایک وعدہ ہوتا زوجہ کو دو برس کے بعد مطالبہ مہر ہی کا استحقاق ہوتا نہ بالخصوص جائداد کا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اگر شوہر تسلیم کرے کہ عقد اسی قرارداد کی بناء پر ہوا تھا اور مؤجل سے وہی اجل مراد تھی تو دو سال میں ادا کرنا لازم ہوگا ورنہ اطلاق لفظ اپنا عمل کرے گا اور یہ مہر مؤخر رہے گا کہ قبل موت و طلاق مطالبہ کا اختیار نہ ہوگا کہ تاجیل بوجہ جہالت اجل صحیح نہ ہوئی۔ فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے؛

رجل تزوج امرأۃ بالف علی ان کل الالف مؤجل ان کان الاجل معلوما صح التاجیل وان لم یکن لایصح واذا لم یصح التاجیل یؤمر الزوج بتعجیل قدر مایتعارفہ اھل البلدۃ فیوخذ منہ الباقی بعد الطلاق اوبعد الموت ولایجبرہ القاضی علی تسلیم الباقی ولایحبسہ[۲]

ایک شخص نے کسی عورت سے ایک ہزار پر نکاح کیا اور کہا کہ پورا ہزار مؤجل ہے، تو اگر اس کی مدت معلوم ہو تو مہلت دینا صحیح ہے اور اگر مدت معلوم نہ ہو تو مہلت دینا صحیح نہیں اور جب مہلت دینا صحیح نہ ہو تو خاوند کو کہا جائیگا کہ علاقہ کے عرف کے مطابق کچھ معجل طور پہلے دے دے اور باقی اس سے طلاق یا موت کے بعد وصول کیا جائیگا اور قاضی اس پر باقی کی ادائیگی میں جبر نہ کرے گا اور نہ قید کرے گا۔ (ت)

عالمگیریہ میں ہے؛

تأجیل المھر الی غایۃ معلومۃ یصح ھو الصحیح لان الغایۃ معلومۃ فی نفسھا وھو الطلاق اوالموت کذا فی المحیط[۳]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مہر کی مہلت، مدتِ غیر معین تک ہو تو صحیح ہے، یہی صحیح ہے، کیونکہ انتہائی مدت خود بخود معلوم ہے، اور وہ طلاق یا موت ہے۔ محیط میں یونہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

---

[۱] القرآن الکریم ۶۵/ ۶

[۲] فتاوٰی قاضی خاں باب فی مسائل ذکر المہر نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۷۴-۱۷۳

[۳] فتاوٰی ہندیہ باب المہر فصل الحادی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۱۸

Marfat.com

مسئلہ ۷۳ از سرائے صالحہ ضلع ہزارہ تحصیل ہری پور مرسلہ حاجی عبدالعزیز خاں صاحب ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے نواسہ خالد کی منگنی میں جرگہ عام میں ایک زیور از قسم طلائی اس کے والد عمرو کو دے کر بطورِ ہبہ کہا کہ یہ تمہارے لڑکے کی طرف سے بطور نشانی لڑکی کو پہناتا ہوں، اس وقت عمرو کا لڑکا خالد نابالغ تھا اور عمرو نے وہ زیور زید سے قبول کر لیا لڑکی کے ہاتھ میں خالد کی طرف سے پہنایا گیا، اب وہ دونوں یعنی لڑکا اور لڑکی بالغ ہیں کسی خاص وجہ سے لڑکی کی طرف سے وہ زیور وغیرہ اور پارچات واپس ہوکر طلاق ہونے پر فریقین تیار ہیں لیکن وہ زیور جو زید نے اپنی طرف سے نواسہ کو دیا ہے اور لڑکی کو اس کی طرف سے پہنایا گیا تھا زید کہتا ہے کہ وہ مجھ کو واپس ہوئے اور لڑکا کہتا ہے کہ میں اب بالغ ہوں مجھ کو ملے اور عمرو لڑکے کا والد کہتا ہے مجھ کو ملنا چاہئے، اس لئے صاحبانِ شرع شریف سے مفصل طور پر دریافت کیا جاتا ہے کہ آیا اس صورت میں اس زیور کے لینے کا شرعًا کون مستحق ہے، کیا نانا یا باپ یا خود لڑکا جس کی منگنی ہوئی تھی؟ جواب باصواب عنایت فرماکر اجرِ دارین حاصل فرمادیں، بینوا توجروا، اگر صورتِ مسئولہ میں ہبہ ہے تو نانا نواسے سے وہ زیور شرعًا واپس لینے کا حقدار ہے یا نہ؟

الجواب

ایسے زیور یا پارچہ کو ہمارے عرف میں چڑھاوا کہتے ہیں اسے دُولھا کی طرف سے دُلھن کو دینے میں اگرچہ عرف و عادات ناس کا اختلاف ہے بعض ہبۃً دیتے ہیں بعض عاریۃً، مگر وہ جو دُولھا کے اقارب دُولھا کے یہاں بھیجتے ہیں اس میں اصلًا اختلاف نہیں وہ یقینًا بطورِ ہبہ و امداد ہی ہوتا ہے، کسی حالت میں اُنھیں اس کی واپسی کا دعوٰی نہیں ہوتا، اولاد کی شادیوں میں جو ایسی اعانت کی جاتی ہے اس میں اعانت کرنے والا اگر تصریح کردے کہ میں نے ہبہ کی جب تو وہ اسی کی ہے، اور تصریح نہ کرے تو وہ چیز اگر اولاد کے مناسب ہے تو ان کی ہے ورنہ اگر یہ امداد کرنے والا باپ کے اقارب یا شناساؤں میں سے ہے تو وہ ہبہ باپ کے لئے ہے اور ماں کے اقارب سے یا شناساؤں میں ہے تو ماں کے لئے، مگر یہ کہ امداد کرنے والے نے اس وقت کچھ نہ کہا، اور اب وہ موجود ہے اور بیان کرے کہ میں نے فلاں کو ہبہ کیا تھا مثلًا باپ یا ماں یا اولاد کو تو اُس کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔ عالمگیریہ میں ہے:

اذا اتخذ الرجل عذیرۃ للختان فاھدی الناس ھدایا ووضعوا بین یدی الولد فسواء قال المھدی ھذا للولد اولم یقل فان کانت الھدیۃ تصلح للولد

جب کسی نے ختنے کے لئے سامان تیار کیا تو لوگوں نے اس موقعہ پر ہدیے پیش کئے اور ہدیے بچّے کے پاس رکھے پھر یہ برابر ہے کہ ہدیہ دینے والوں نے "یہ بچّے کے لئے ہے" کہا ہو یا نہ کہا ہو تو اگر وہ ہدیے بچّے کے مناسب ہوں

Marfat.com

مثل ثیاب الصبیان او شیٔ یستعمله الصبیان مثل الصولجان و الکرۃ فھو للصبی لان ھذا تملیك للصبی عادۃ و ان کانت الھدیۃ لاتصلح للصبی عادۃ کالدراھم والدنانیر، ینظر الی المھدی فان کان من اقارب الاب او معارفه فھو للاب و ان کان من اقارب الام او معارفھا فھو للام لان التملیك ھنا من الام عرفا وھناك من الاب فکان التعویل علی العرف حتی لو وجد سبب او وجه یستدل به علی غیر ما قلنا یعتمد علی ذلك، و کذلك اذا اتخذ ولیمة لزفاف ابنته فاھدی الناس ھدایا فھو علی ما ذکرنا من التقسیم، و ھذا کله اذا لم یقل المھدی شیئا وتعذر الرجوع الی قوله اما اذا قال اھدیت للاب او للام او للزوج او للمرأۃ فالقول للمھدی کذا فی الظھیریۃ[1]۔

مثلاً بچے کے کپڑے، یا وُہ شی جو بچے استعمال کرتے ہیں جیسے [illegible] تو یہ بچے کیلئے ہی ہونگے کیونکہ ایسی چیز عادۃً بچے کی ملکیت کیا جاتی ہے، اگر وُہ ہدیہ بچے کے مناسب نہ ہوں جیسا کہ دراہم و دینار وغیرہ، تو پھر ہدیہ دینے والوں کو دیکھا جائے گا کہ وہ والد کے قریبی اور واقفیت والے ہیں یا ماں کے، اگر وُہ والد کے تعلق والے ہوں تو وہ والد کے لئے ہوں گے، اور اگر ماں کے تعلق والے ہوں تو وُہ ماں کے لئے ہوں گے، کیونکہ عرفاً یہاں ماں کی طرف سے تملیک سمجھی جاتی ہے اور وہاں باپ کی طرف سے سمجھے جاتے ہیں؛ لہٰذا عرف پر اعتماد کرنا ہوگا، ہاں اگر کوئی ایسا سبب یا وجہ پائی جائے جو ہمارے بتائے ہوئے عرف کے خلاف قرینہ ہے تو پھر اسی قرینہ پر اعتماد کیا جائے، اور یُونہی اگر کسی نے بیٹی کے زفاف کے لئے ولیمہ کا انتظام کیا تو لوگوں نے ہدیے دئے تو وہ اسی تقسیم پر ہوں گے جو ہم نے ذکر کی ہے؛ یہ تمام گفتگو اس صورت میں ہے جب ہدیہ دینے والے نے کوئی تصریح نہ کی ہو، اور اس سے معلوم کرنے کے لئے رجوع بھی مشکل ہو، لیکن جب اس نے کہہ دیا کہ یہ باپ یا ماں یا خاوند یا بیوی کے لئے ہیں تو پھر اس کے قول کے مطابق حکم ہوگا، ظہیریہ میں یُونہی ہے۔ (ت)

بالجملہ زید کی طرف سے وہ زیور ہبہ ہونے میں کلام نہیں اور جبکہ اس کے لفظ وُہ ہیں جو سوال میں مذکور ہوئے کہ یہ تمھارے لڑکے کی طرف سے بطور نشانی تو یہ نواسے کو ہبہ ہُوا اور وُہ اس وقت نابالغ تھا اور اس کے باپ نے قبول کرکے قبضہ کرلیا تو ہبہ تمام ہوگیا اور نواسہ اس کا مالک ہوگیا، اس میں نہ باپ کا حق ہے نہ نانا کا، نہ نانا اسے کسی طرح واپس لے سکتا ہے کہ قرابت محرمہ مانع رجوع ہے؛ درمختار میں ہے:

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الھبہ باب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۳۸۳

Marfat.com

لو وھب لذی رحم محرم منہ نسبا ولو ذمیا اومستامنا لایرجع[۱]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اگرکسی نے اپنے ذی محرم نسبی کو ہبہ دیا تو وہ خواہ کافر ذمی ہو یا امن لے کر آیا ہو تو واپس نہ لے سکے گا واللہ تعالےٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۴۷: از چاندہ پار ڈاک خانہ شہرت گنج ضلع بستی مسئولہ محمد یار علی صاحب نائب مدرس ٹریننگ اسکول ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نکاح کے وقت لڑکی بالغہ کے والدین نے بخیال دنیا اس قدر وسیع مہر بندھوایا کہ لڑکا بالغ اپنے والدین کی جائداد موجودہ سے کسی صورت ادا نہیں کرسکتا، لڑکے نے اس خیال پر کہ اگر منظور نہ کروں گا نکاح نہ ہوگا مجبورًا محض اللہ کے بھروسے پر اپنے نزدیک نکاح جائز سمجھ کر منظور کرلیا جب مکان پر ہمراہ رہنے کا دونوں کا اتفاق ہُوا تو اسی ہفتہ کے اندر لڑکی بالغہ نے بخوشی و رضامندی بغیر کسی مجبوری اور دباؤ شوہر کے سامنے اللہ کو شہید و بصیر جان کر جمیع انبیاء و ملائکہ کا واسطہ دلاکر معاف کردیا، جب سے آج تک ایک سال کا زمانہ گزرا میاں بی بی دونوں ساتھ ہیں اب چند روز سے لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ یہ نکاح ناجائز و حرام ہُوا اور یہ صحبت حرامکاری ہے لڑکا بخوف عقبیٰ اپنی برات کے لئے ہر صورت سے راضی ہے گو کہ بی بی اس کو بہت محبوب ہے مگر شرعی فتوٰی پر کاربند ہونے کو دل و جان سے تیار رہے، مہر جو بندھا ہے اس کی تعداد ایک ہزار دو اشرفی لڑکے کے والدین کی جائداد تقریبًا پانچ سو روپے سکہ رائج الوقت، بینوا توجروا۔

الجواب

اگر لڑکے کے پاس ایک پیسے کا سہارا نہ ہوتا اور دس کروڑ اشرفی کا مہر باندھا جاتا جب بھی نکاح صحیح تھا اور معاذ اللہ اسے حرام کاری سے کچھ تعلق نہ تھا، یہ جو حدیث میں ارشاد ہُوا ہے کہ جن کا نکاح ہو اان کی نیت میں ادائے مہر نہیں وہ روزِ قیامت زانی و زانیہ اُٹھائے جائیں گے[۲]، یہ ان کے واسطے ہے جو محض برائے نام جھوٹے طور پر ایک لغو رسم سمجھ کر مہر باندھیں شرعًا نکاح اُن کا بھی ہوجائے گا اور وُہ بحکم شریعت زانی و زانیہ نہیں زن و شو ہیں اگرچہ قیامت میں اُن پر اس بدنیت کا وبال مثل زنا ہو کہ انھوں نے حکم الٰہی کو ہلکا سمجھا یہاں کہ لڑکے نے اللہ عزوجل پر بھروسا کرکے قبول کیا تو اس صورت سے کچھ علاقہ نہ ہُوا پھر جبکہ لڑکی بالغہ نے بے کسی دباؤ کے بخوشی معاف کردیا معاف ہوگیا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[۱] درمختار باب الرجوع فی الھبہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۶۳

[۲] السنن الکبرٰی، باب ماجاء فی حبس الصداق الخ، دار صادر بیروت ۷/۲۴۲ و کنز العمال، حدیث ۴۴۷۲۶، بیروت ۱۶/۳۲۳

Marfat.com

باب الجہاز

(جہیز کا بیان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۷۵ ۲۵ صفر ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی لڑکی کا نکاح کیا اور جہیز میں اُس کو کچھ زیور یا اسباب یا جائداد دی تو اُس مال کا مالک اس لڑکی کے حینِ حیات میں اس کا شوہر ہو سکتا ہے یا وہ لڑکی ہی مالک ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

وہ مال تمام و کمال خاص مِلک عورت ہے دوسرے کا اس میں کچھ حق نہیں،

فی ردالمحتار کل احد یعلم ان الجہاز ملك المرأة وانه اذا طلقها تاخذه کله واذا ماتت یورث عنها ولا یختص بشیئ منه[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ردالمحتار میں ہے ہر شخص جانتا ہے کہ جہیز عورت کی ملکیت ہوتا ہے اور جب شوہر اس کو طلاق دے دے وہ تمام جہیز لے لے گی، اور اگر عورت مرجائے تو جہیز اس کے وارثوں کو دیا جائے گا شوہر اس میں سے اپنے لئے کچھ بھی مختص نہیں کر سکتا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

[1] ردالمحتار باب النفقہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۵۳

Marfat.com

مسئلہ ۷۶ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے جو زیور اپنی بیٹی کو جہیز میں دیا اس کی مالک دخترِ زید ہے یا اس کا شوہر، اور اگر شوہر بے اذنِ زوجہ اس میں تصرف کرے تو نافذ ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

زیور وغیرہ جہیز کہ زید نے اپنی بیٹی کو دیا خاص مِلکِ دختر ہے شوہر کو کسی طرح کا استحقاقِ مالکانہ اُس میں نہیں، نہ اُس کا تصرف بے رضا و اذنِ زوجہ نافذ ہو سکے۔

فی الدرالمختار جھز ابنتہ بجھاز و سلمھا ذٰلك لیس لہ الاسترداد منھا ولا لورثتہ بعدہ ان سلمھا ذٰلك فی صحتہ بل تختص بہ و بہ یفتی[1]

درمختار میں ہے کہ کسی شخص نے اپنی بیٹی کو کچھ جہیز دیا اور وہ اس کے سپرد بھی کر دیا تو اب اس سے واپس نہیں لے سکتا، اور نہ ہی اس کے مرنے کے بعد اُس کے وارث واپس لے سکتے ہیں بلکہ وہ خاص عورت کی ملکیت ہے، اور اسی پر فتوٰی دیا جاتا ہے بشرطیکہ اس نے یہ جہیز حالتِ صحت میں بیٹی کے سپرد کیا ہو (یعنی مرض الموت میں نہ دیا ہو)۔ (ت)

علامہ شامی فرماتے ہیں:

کل احد یعلم ان الجھاز ملك المرأۃ[2] لاحق لاحد فیہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ہر شخص جانتا ہے کہ جہیز عورت کی ملکیت ہوتا ہے اس میں کسی اور کا کوئی حق نہیں ہوتا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۷۷ ۳۰ جمادی الآخرہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے علمائے دین اس صورت میں کہ یہ جو متعارف ان شہروں میں ہے کہ دولھا کی طرف سے جوڑا وغیرہ دلھن کو بھیجا جاتا ہے بایں امید کہ اُدھر سے بہت زیور وغیرہ ملے گا لہذا بامیدِ عوض جوڑے گراں قیمت سو روپے دو سو روپے کے اور دیگر اسباب قیمتی مناسب اس کے بھیجتے ہیں اور یہ صراحت بھی ہوتی ہے کہ ادھر سے دو سو کا مال جائے گا تو اس کے عوض میں چار سو کا مال ملے گا، ایسا ہی دلھن کی طرف سے دولھا کے واسطے جوڑا وغیرہ گراں قیمت بھیجا جاتا ہے، پھر جب زوجین میں جدائی ہوگئی اور زوجہ کی طرف سے طلب اپنے دئے کی ہوئی، اور زوج کی طرف سے بمقتضائے ایمانداری جو کچھ اُدھر سے آیا تھا جوڑا وغیرہ سب دے دیا اور رسید اُن اشیاء کی لکھوا لی، اس صورت میں زوج کی طرف سے جو کچھ جوڑا و زیور وغیرہ گیا تھا واپس ہو سکتا ہے یا

---

[1] درمختار | باب المہر | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۰۳

[2] ردالمحتار | باب النفقۃ | احیاء التراث العربی بیروت | ۲/۶۵۳

Marfat.com

نہیں۔ اور اگر ہلاک کرے ایک شخص ان دونوں میں سے جو دیا تھا اس کو دوسرے نے، تو اس صورت میں ہلاک کر دینے والے سے وہ دوسرا شخص جس کا مال ہلاک کیا، لے سکتا ہے یا نہیں۔ والدین زوج نے اپنے پسر کی زوجہ کو کچھ زیور وغیرہ واسطے تالیفِ قلوب کے باین غرض کہ ہمارے گھر میں رہے گا اور ہر وقت ہمارے اختیار میں جس وقت چاہیں گے اس کو دوسرے کام میں لائیں گے اور جب چاہیں گے بنا دیں گے جیسا کہ تاجروں میں ہے کہ بطور عاریت کے ایسا مال دیا کرتے ہیں واسطے زیبائش اپنے گھر کے، نہ بطور تملیک کے، اس صورت میں مالک اُس مال کے والدین ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جہیز ہمارے بلاد کے عرفِ عام شائع سے خاص ملکِ زوجہ ہوتا ہے جس میں شوہر کا کچھ حق نہیں، طلاق ہوئی تو کل لے گئی، اور مرگئی تو اسی کے ورثاء پر تقسیم ہوگا۔ ردالمحتار میں ہے:

کل احد یعلم ان الجهاز للمرأة وانه اذا طلقها تاخذه کله واذا ماتت یورث عنها[1] ہر شخص جانتا ہے کہ جہیز عورت کی ملکیت ہوتا ہے، جب شوہر اس کو طلاق دے دے تو وہ تمام جہیز لے لے گی اور جب عورت مرجائے تو جہیز اس کے وارثوں کو دیا جائے گا۔ (ت)

ہاں مردبحالت یکجائی اُن کے والدین بھی بعض اشیائے جہیز مثل ظروف وفروش وغیرہا اپنے استعمال میں لاتے ہیں اور عرفاً اس سے ممانعت نہیں ہوتی اس کی بنا ملک شوہر یا والدینِ شوہر پر نہیں بلکہ باہمی انبساط کہ زن و شو کے املاک میں تفاوت نہیں سمجھا جاتا جیسے عورتیں بے تکلف اموال شوہر استعمال میں رکھتی ہیں اس سے وہ اُن کی ملک نہ ہوگئے۔ عقود الدریہ کتاب الدعوٰی و کتاب الفرائض میں بحر الرائق سے ہے:

لایکون استمتاعها بمشریه ورضاه بذلك دلیلا علی انه ملکها ذلك کما تفهمه النساء والعوام وقد افتیت بذلك مرارا[2] شوہر کے خریدے ہوئے مال سے عورت کا نفع حاصل کرنا اور شوہر کا اس پر رضامند ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ عورت اس مال کی مالک ہوگئی جیسا کہ عورتیں اور عام لوگ سمجھتے ہیں اور تحقیق میں اس پر متعدد بار فتوٰی دے چکا ہوں۔ (ت)

یہاں سے ظاہر کہ جانب شوہر کی بری اگرچہ بامید کثرت جہیز گراں بہا بنے معاوضہ نہیں کہ اگر یہ اشیاء اپنے ملک پر رکھتے اور وقت پر برائے نام بھیج دیتے ہوں کہ ہماری چیز پھر ہمارے گھر آجائے گی جب تو ظاہر کہ

---

[1] ردالمحتار باب النفقہ احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۵۳

[2] العقود الدریۃ تنقیح فی فتاوی حامدیۃ، کتاب الدعوی ۲/ ۳۵، کتاب الفرائض ۲/ ۳۵۰ حاجی عبدالغفار قندھار افغانستان

Marfat.com

جانب شوہر سے کوئی تملیک نہ ہوئی اور تملیک ہی قصد کرتے اور دُلھن کو اس گہنے جوڑے کا مالک جانتے ہوں تاہم معاوضہ نہ ہُوا کہ اس کے عوض میں جس شے کی امید رکھتے ہیں یعنی جہیز وہ بھی تو ملک زوجہ ہی ہوگا اور عوض و معوض ایک ملک میں جمع نہیں ہوسکتے۔ ہاں کثرت جہیز کی امید پر بھاری جوڑے گہنے بھیجتے ہیں مگر نہ اس لئے کہ ہم یہ دے کر جہیز کے مالک ہوں گے بلکہ اس خیال سے کہ بسببِ انبساط مذکور ہمیں بھی تمتع و انتفاع ملے گا ہمارے گھر کی زیب و آرائش ہوگی نام ہوگا آرام ہوگا وقتِ حاجت ہرگونہ کاربرآری کی توقع ہے کہ یہاں کی نیک بیبیاں غالباً اپنا مال خصوصاً ہنگامِ ضرورت اپنے شوہروں سے دریغ نہیں رکھتیں، یہ وجوہ اُس طرح پر باعث ہوتی ہیں کہ ادھر سے دو سَو کا جائے گا تو چار سَو کا آئے گا جیسے بلادِ شام وغیرہ میں اسی اُمید پر مہر بڑھاتے ہیں۔

فی ردالمحتار کل احد یعلم ان الجھاز ملک المرأۃ ولا یختص بشیٔ منہ وانما المعروف انہ یزید فی المھر لتاتی بجھاز کثیر لیزین بہ بیتہ وینتفع بہ باذنھا ویرثہ ھو و اولادہ اذا ماتت کما یزیدہ فی مھر الغنیۃ لاجل ذٰلک لا لیکون الجھاز کلہ او بعضہ ملکا لہ، ولا لیملک الانتفاع بہ وان لم تأذن[1]

ردالمحتار میں ہے ہر شخص جانتا ہے کہ جہیز عورت کی ملکیت ہوتا ہے اور شوہر اس میں سے کچھ بھی نہیں لے سکتا، اور بیشک متعارف ہے کہ شوہر مہر میں اس توقع پر اضافہ کرتا ہے کہ عورت بھی زیادہ جہیز لائے گی تاکہ اس سے گھر کی زینت و آرائش ہو اور عورت کی اجازت سے شوہر اس سے نفع اٹھائے گا اور عورت کے مرنے کے بعد وُہ اور اس کی اولاد جہیز کی وارث بنے گی جیسا کہ اسی غرض سے وہ غنی عورت کے مہر میں اضافہ کرتا ہے، اس لئے نہیں کہ وُہ تمام یا بعض جہیز کا مالک بن جائے گا یا عورت کی اجازت کے بغیر اس سے نفع حاصل کرسکے گا۔ (ت)

پس صورتِ مستفسرہ میں جہیز تو ذرّہ ذرّہ دینا واجب ہی تھا اور اُس کی واپسی سے بری کی واپسی لازم نہیں کہ وُہ اس کا عوض نہ تھی بلکہ اُس کا حکم آگے آتا ہے شوہر کا جوڑا کہ ادھر سے آتا ہے بعد قبضہ قطعاً مِلکِ شوہر ہوجاتا ہے کہ لوگ اُس سے تملیک ہی کا قصد کرتے ہیں وذٰلک واضح لاخفاء بہ (اور یہ واضح ہے اس میں کسی قسم کی پوشیدگی نہیں۔ ت) پس اگر وہ اس نے ہلاک کردیا خواہ ہلاک ہوگیا تو اُدھر والے اس کا کوئی تاوان اس سے نہیں لے سکتے کہ ہلاکِ موہوب مطلقاً مانع رجوع ہے۔ یونہی اگر جوڑا عورت کے والد یا والدہ نے اپنے مال سے بنا کر بھیجا جیسا کہ ان بلاد میں اکثر یہی متعارف ہے اور یہ شخص نسباً اس کا محرم مثلاً بھتیجا بھانجا ہے یا نکاح پہلے ہولیا بعدہٗ جوڑا مال زوجہ

---

[1] ردالمحتار باب النفقۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۵۳

سے برضائے زوجہ بنا کر بھیجا گیا تو ان صورتوں میں بھی واپس لینے کا اصلاً اختیار نہیں اگرچہ جوڑا سلامت موجود ہو کہ قرابت محرمہ وزوجیت دونوں مانع رجوع ہیں،

فی الدرالمختار وردالمحتار یمنع الرجوع فیها حروف **دمع خزقه** فالزاء الزوجیة وقت الهبة فلو وهب لامرأة ثم نکحها رجع ولو وهب لامرأته لا کعکسه ای لو وهبت لرجل ثم نکحها رجعت ولو لزوجها لا والقاف القرابة فلو وهب لذی رحم محرم منه نسبا لا یرجع والهاء هلاك العین الموهوبة وکذا اذا استهلکت کما هو ظاهر صرح به اصحاب الفتاوٰی رملی[1] اھ ملتقطین۔

درمختار اور ردالمحتار میں ہے کہ ہبہ میں رجوع سے مانع یہ حروف ہیں: **دمع خزقه**، پس (ان سات حروف میں سے) زاء سے مراد زوجیت ہے جو بوقتِ ہبہ موجود ہو لہذا اگر کسی عورت کو بطور ہبہ کچھ دیا پھر اس عورت سے نکاح کرلیا تو ہبہ سے رجوع کرسکتا ہے اور اگر اپنی بیوی کو بطور ہبہ کچھ دیا تو رجوع نہیں کرسکتا، ایسا ہی اس کے برعکس میں بھی ہے یعنی اگر عورت نے کسی مرد کو بطور ہبہ کچھ دیا پھر اس سے نکاح کیا تو رجوع کرسکتی ہے، اور اگر اپنے شوہر کو بطور ہبہ کچھ دیا تو رجوع نہیں کرسکتی۔ اور قاف سے مراد قرابت ہے لہذا اگر کسی ایسے ذی رحم رشتہ دار کو بطور ہبہ کچھ دیا جو اس کے لئے محرم نسبی ہے تو رجوع نہیں کرسکتا۔ اور ہاء سے مراد موہوب شئ کا ہلاک ہونا ہے اور اسی طرح ہلاک کرنا ہے، جیساکہ ظاہر ہے اصحابِ فتاوٰی نے اس کی تصریح کی، رملی اھ ملتقطین۔ (ت)

فتح القدیر وغیرہ میں ہے:

لو بعث ابوها من ماله فله الرجوع لو قائما والا فلا ولو من مالها باذنها فلا رجوع لانه هبة منها والمرأة لا ترجع فی هبة زوجها[2]۔

اگر زوجہ کے باپ نے اپنے مال سے کچھ بھیجا تو اگر وہ موہوب شئ شوہر کے پاس موجود ہے تو رجوع کرسکتا ہے ورنہ نہیں، اور زوجہ کے مال سے اس کی اجازت سے بھیجا تو رجوع نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ زوجہ کی طرف سے ہبہ ہے اور زوجہ کو زوج کے ہبہ میں رجوع کا حق نہیں (ت)

ہاں اگر جوڑا ملکِ شوہر میں موجود اور باقی موانع رجوع بھی مفقود ہوں مثلاً والدینِ زن نے بنایا تو ان سے قرابت محرمہ نسبیہ نہ ہو یا مالِ زوجہ سے بنا تو پیش از نکاح بھیجا گیا ہو تو شوہر کی رضا یا قاضی کی قضا سے رجوع کا اختیار رہوگا کہ طرفین سے جوڑوں کا جانا بحکم عرف دونوں جانب کی مستقل رسم ہے نہ ایک دوسرے کے عوض

---

[1] ردالمحتار باب الرجوع فی الهبة دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۵۱۵-۱۸-۱۹
درمختار " " " مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۱
[2] فتح القدیر باب المہر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۲۵۵-۵۶

Marfat.com

میں، ولہذا اگر ایک جانب سے مثلاً بوجہ افلاس جوڑا نہ آئے تو بھی دوسری طرف والے بھیجتے ہیں تو عوض صریح کہ موانع رجوع سے ہے متحقق نہیں، پھر دولہا کی جانب سے بری میں ہرگز اُس جوڑے کا خیال نہیں جو دولھا کو ملتا ہے بلکہ محض ناموری یا وہی کثرتِ جہیز کی طمع پروری، بہرحال یہ ہبہ معاوضہ سے خالی ہے تو بشرائط مذکورہ دُلھن والوں کو رجوع کا اختیار، مگر گنہگار رہوں گے۔ حضور پُرنور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

العائد فی ھبتہ کالعائد فی قیئہٖ[1]۔ رواہ الائمۃ احمد والستۃ بالفاظ شتی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما۔

دے کر پھیرنے والا مثل کُتّے کے ہے کہ قے کرکے پھر کھالے (اس کو امام احمد اور اصحابِ صحاح ستہ نے مختلف الفاظ کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ ت)

درمختار میں ہے:

(کرہ) الرجوع (تحریما) وقیل تنزیھا نھایۃ[2] اھ اقول والاول الذی جزم بہ فی المتن واشار الشارح الی تضعیف خلافہ فانہ ھو الصحیح الذی لامعدل عنہ لقول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لایحل للرجل ان یعطی عطیۃ فیرجع فیھا[3]، رواہ الائمۃ احمد والاربعۃ عن ابن عمر وابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھم قال فی المنتقی صححہ الترمذی۔

(ہبہ میں) رجوع مکروہِ تحریمی ہے، اور کہا گیا ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے نہایہ اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) اوّل جس پر متن میں جزم کیا اور شارح نے اس کے خلاف کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا وہی صحیح ہے اس سے اعراض کا کوئی سبب نہیں بسبب فرمان رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے کہ کسی مرد کے لئے جائز نہیں کہ کچھ عطیہ دے کر اس میں رجوع کرے۔ اسے امام احمد اور اصحابِ سُنن اربعہ نے حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا، منتقی میں فرمایا کہ امام ترمذی نے اس کو صحیح قرار دیا۔ (ت)

اس صورت میں شوہر نے اگر یہ جوڑا واپس کردیا تو رجوع صحیح ہوگئی اور اس کی ملک سے خارج ہوگیا لتحقق الرجوع بالتراضی (باہمی رضامندی سے رجوع متحقق ہونے کی وجہ سے۔ ت) اور اگر موجودہ صورت اولیٰ ہے

---

[1] صحیح مسلم کتاب الھبۃ باب التحریم فی الصدقۃ مطبع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۶
[2] درمختار باب الرجوع فی الھبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۶۱
[3] مسند امام احمد بن حنبل مروی از ابن عمر وابن عباس دارالفکر بیروت ۲/۲۷

Marfat.com

یعنی قرابت وزوجیت وغیرہما کوئی مانع تو اس حال میں بھی اگر اس نے برضائے خود جوڑا انھیں ہبہ کرنے کے ارادہ سے واپس کردیا ہبہ صحیح ہوگیا۔

فی الدر المختار اتفق الواھب والموھوب لہ علی الرجوع فی موضع لایصح رجوعہ من المواضع السبعۃ السابقۃ کالھبۃ لقرابتہ جاز ھذا الاتفاق منہما جوھرۃ وفی المجتبٰی لاتجوز الاقالۃ فی الھبۃ والصدقۃ فی المحارم الا بالقبض لانھا ھبۃ۔[1]

درمختار میں ہے کہ واہب اور موہوب لہٗ ہبہ کے رجوع پر متفق ہوگئے، مذکورۃ الصدر ان سات مواضع میں سے کسی موضع پر جن میں رجوع صحیح نہیں جیسے ہبہ بوجہ قرابت تو ان دونوں کا یہ اتفاق جائز ہے (جوہرہ) اور مجتبٰی میں ہے کہ محارم کے ہبہ وصدقہ میں بلاقبضہ اقالہ جائز نہیں کیونکہ (اقالہ) ہبہ ہے۔(ت)

اور اگر اس گمان پر واپس دیا کہ جوڑا بھی مثل جہیز ہے بعد افتراق اس کی واپسی بھی مجھ پر لازم تو یہ واپس دینا معتبر نہ ہوگا نہ وہ جوڑا ملکِ شوہر سے نکلے گا، اُسے اختیار ہے اب واپس لے لے، اور ان پر لازم کہ واپس دیں

لان الرجوع حیث لایصح انما یصح ھبتہ مبتدأۃ کما تقدم واذ لاھبۃ فلا صحۃ ولاعبرۃ بالظن البین خطؤہ قال فی العقود الدریۃ من کتاب الشرکۃ من دفع شیئا لیس بواجب علیہ فلہ استردادہ الا اذا دفعہ علی وجہ الھبۃ واستھلکہ القابض کما فی شرح النظم للوھبانی وغیرہ من المعتبرات[2] اھ وفی الخیریۃ من الوقف قد صرحوا بان من ظن ان علیہ دینا فبان خلافہ یرجع بما ادی ولوکان قد استھلکہ رجع ببدلہ[3] اھ۔

کیونکہ جہاں رجوع صحیح نہ ہو وہاں نئے سرے سے ہبہ صحیح ہوتا ہے جیسا کہ گزرا، جب ہبہ نہیں تو صحت نہیں، اور اس گمان کا کوئی اعتبار نہیں جس کی خطاء واضح ہے۔ عقود الدریہ کی کتاب الشرکۃ میں فرمایا کہ جس نے کسی کو ایسی شیئ دی جس کا دینا واجب نہ تھا تو اس کو واپس لینے کا حق ہے سوائے اس کے کہ جب بطور ہبہ دی ہو اور قابض نے اس کو ہلاک کرڈالا ہو جیسا کہ وہبانی کی شرح النظم اور دیگر معتبر کتابوں میں ہے اھ اور خیریہ کے کتاب الوقف میں ہے تحقیق انھوں نے تصریح کی اس بات کی کہ کسی شخص نے گمان کیا کہ اس پر قرض ہے پھر اس کے خلاف ظاہر ہوا تو جو کچھ ادا کرچکا ہے واپس لے سکتا ہے، اور اگر لینے والے نے اس کو ہلاک کردیا ہے تو اس کا بدل لے سکتا ہے اھ (ت)

---

[1] درمختار باب الرجوع فی الھبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۶۴

[2] العقود الدریۃ تنقیح فی فتاوٰی حامدیۃ کتاب الشرکۃ حاجی عبدالغفار وپسران قندھار افغانستان ۱/۹۱

[3] فتاوٰی خیریۃ کتاب الوقف دارالمعرفۃ بیروت ۱/۳۱-۱۳۰

Marfat.com

دُلھن کا گہنا جوڑا جو بری میں جاتا ہے اگر نصاً یا عرفاً اس میں بھی تملیک مقصود ہوتی ہو جیسے شکر، میوہ، عطر پھلیل وغیرہ میں، مطلقاً ہوتی ہے تو وہ بھی قبضہ منکوحہ ملک منکوحہ ہوگا، ہمارے یہاں شرفا کا عرف ظاہر یہی ہے ولہذا بعد رخصت اس کے واپس لینے کو سخت معیوب و موجب مطعونی جانتے ہیں، اور اگر لے لیں تو طعنہ زن یہی کہتے ہیں کہ دے کر پھیر لیا یا صرف دکھانے کو دیا تھا جب دُلھن آگئی چھین لیا یعنی یہاں کی رسم معہود کے خلاف ہے اس صورت میں تو اُس کے لئے بھی بعینہٖ وہی احکام ہوں گے جو دُولھا کے جوڑے میں گزرے کہ بعد ہلاک دُلھن سے تاوان لینے کا اصلاً اختیار نہیں جیسے شکر میوہ کا تاوان بٹ جانے کے بعد نہیں مل سکتا اگرچہ ہنوز کھانے میں نہ آیا ہو،

فان الخروج عن ملك الموهوب له ایضا من الموانع[1] کما فی الدر وسائر الاسفار الغر۔

اس لئے کہ بیشک موہوب لہٗ کی ملک سے ہبہ کا نکل جانا بھی رجوع کے موانع میں سے ہے جیساکہ در اور دیگر عظیم الشان روشن کتابوں میں ہے (ت)

یُونہی اگر وُہ جوڑا گہنا بحالتِ قرابت محرمہ والدین شوہر یا بعد نکاح شوہر نے بنا کر بھیجا تو رجوع نامتصور، ورنہ بحالت بقائے موہوب وفقدان موانع برضائے زوجہ یا قضائے قاضی واپسی گناہ کے ساتھ ممکن، ہاں جہاں عرف تملیک نہ ہو بلکہ صرف پہنانے کے لئے بھیجا جاتا اور بنانے والوں ہی کی ملک سمجھا جاتا ہو وہاں دُلھن کی ملک نہیں ایک عاریت ہے کہ بحالتِ بقا جس سے ہر وقت رجوع جائز وحلال اور بحال ہلاک اگر قبل افتراق زوجہ کے پاس بے اُس کے فعل کے تلف ہوگیا مثلاً چور لے گیا گر پڑا، دُلھن کے پہننے برتنے میں ٹوٹا بگڑا خراب ہوگیا بشرطیکہ وہیں تک اپنے استعمال میں لائی ہو جہاں تک کے پہننے پر عرفاً رضامندی سمجھی جاتی ہو تو ان صورتوں میں دُلھن پر تاوان نہیں،

فان العواری لاتضمن بالھلاك من غیر تعد[2] کما فی التنویر وغیرہ وفی الھندیۃ عن الفصول العمادیۃ اذا انتقص عین المستعار فی حالۃ الاستعمال لایجب الضمان بسبب النقصان اذا استعملہ

اس لئے کہ بے شک مستعار اشیاء پر بلا تعدی ہلاکت کی صورت میں ضمان نہیں جیساکہ تنویر وغیرہ میں ہے۔ ہندیہ میں فصول عمادیہ سے ہے کہ جب مستعار شئی میں استعمال کی حالت میں کوئی نقص پیدا ہوجائے تو اس نقصان کے سبب سے ضمان واجب نہیں

---

[1] درمختار باب الرجوع فی الھبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۶۳

[2] درمختار کتاب العاریۃ " " " ۲/۱۵۶

Marfat.com

استعمالاً معہوداً[1]۔ ہوتا بشرطیکہ استعمال عادت وعرف کے مطابق ہو۔ (ت)

اور اگر خلاف عرف وعادت بے طوری سے پہننے میں خراب کیا مثلاً بھاری جوڑے یا موتیوں کے نازک جڑاؤ گہنے راتوں کو پہنے سویا کی، یا صرف آنے جانے میں پہننے کا عرف تھا یہ گھر میں پہنتی ہے تو نقصان کا تاوان دے گی، یُونہی اگر بے احتیاطی بے پروائی سے گُما دیا یا بعد طلاق اپنے گھر لے آئی اور یہاں کسی طرح تلف ہوگیا تو قیمت دینی آئے گی،

لان العاریۃ کانت موقتۃ دلالۃ الی بقاء الزوجیۃ فانتھت کانتھائھا فامساکھا بعد ذٰلک تعد منھا وان لم تستعمل فی جامع الفصولین لوکانت العاریۃ موقتۃ فامسکھا بعد الوقت مع امکان الرد ضمن وان لم یستعملھا بعد الوقت ھو المختار سواء توقتت نصاً او دلالۃ[2] الخ۔

اقول ھذا ھو المنصوص علیہ فی الاصل کما فی الھندیۃ فیترجح علی ما فیھا ان من مشائخنا من قال بان ھذا اذا انتفع بھا بعد الوقت فان لم ینتفع بھا لم یضمن وھو المختار[3] الخ فان الفتوی متی اختلف وجب المصیر الی ظاھر الروایۃ بل ھٰھنا اولی کما لایخفی۔

اس لئے کہ یہ عاریت، دلالت کے اعتبار سے بقاءِ زوجیت تک مؤقت تھی لہذا زوجیت کے ختم ہونے کے ساتھ ہی یہ بھی ختم ہوگئی چنانچہ اب اس کے بعد عورت کا اس کو رو کے رکھنا عورت کی طرف سے تعدی ہے اگرچہ اسے استعمال نہ کرے جامع الفصولین میں ہے کہ اگر عاریت موقت ہو اور وقت گزر جانے کے بعد امکان رد کے باوجود اُسے رو کے رکھے تو ضامن ہوگا اگرچہ وقت گزرنے کے بعد اس کو استعمال نہ کرے یہی مختار ہے برابر ہے کہ توقیت باعتبار نص کے ہو یا باعتبار دلالت کے الخ ــــــ **اقول** (میں کہتا ہوں) یہ وہی ہے جس پر اصل میں نص کی گئی جیسا کہ ہندیہ میں ہے پس اس کو ترجیح ہوگی اس پر جو اس میں ہے کہ بیشک ہمارے بعض مشائخ نے کہا کہ تحقیق یہ حکم تب ہے جب وقت گزرنے کے بعد اس سے نفع اٹھائے، اور اگر نفع نہیں اٹھایا تو ضامن نہ ہوگا یہی مختار ہے الخ اس لئے کہ جب فتوٰی میں اختلاف واقع ہوجائے تو ظاہر الروایۃ کی طرف رجوع ہوتا ہے بلکہ یہاں پر اولٰی ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔ (ت)

اور وُہ زیور وغیرہ کہ والدین زوج اپنی بہو کے پہننے برتنے کو بنا دیتے ہیں جس میں نصاً یا عرفاً کسی

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب العاریۃ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۳۶۸

[2] جامع الفصولین الفصل الثالث والثلاثون فی انواع الضمانات الواجبۃ اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۱۵۹

[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب العاریۃ الباب الخامس فی تضییع العاریۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۳۶۷

Marfat.com

طرح مالک کردینا مقصود نہیں ہوتا وہ بدستور ملک والدین پر ہے بہو کا اُس میں کچھ حق نہیں کما تقدم ف
استمتاع المرأۃ بمشری الزوج (جیسا کہ عورت کے لئے شوہر کے خریدے ہوئے مال سے نفع
حاصل کرنے کی صورت میں گزر چکا ہے۔ ت) اس کے احکام وہی احکام عاریت ہیں کہ مفصلاً مذکور ہوئے۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ مسمی زید نے اپنے پسر ابو محمد کی شادی ساتھ حبیبہ بنت خالد کے بصرف زر اپنے کے کی خالد نے بطریق جہیز اسباب و زیور وغیرہ دے کر زوجہ ابو محمد کو بدستور معروف رخصت کیا بعد چند روز کے زید نے اپنی خوشی سے ابو محمد اور اس کی زوجہ کا کھانا پینا علیحدہ کیا اُس وقت اُس کی زوجہ نے اپنا مال و اسباب جو اس کے والدین نے اُسے دیا تھا زید یعنی خسر سے طلب کیا زید نے کہا وہ مال ہمارا ہے ہم نے بالعوض اُس روپے کے جو شادی ابو محمد میں صرف ہوا رکھ لیا ہے اب فرمائیے کہ عند الشرع اس مال و اسباب کی مالک زوجہ ابو محمد ہے یا زید والد ابو محمد ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

وُہ زیور و اسباب کہ زوجہ ابو محمد اپنے جہیز میں لائی خاص اُس کی ملک ہے ابو محمد یا اُس کے باپ کا اس میں کچھ حق نہیں اور وُہ روپیہ کہ زید نے ابو محمد کی شادی میں صرف کیا بحکم عرف شائع و عام تبرع و احسان قرار پائیگا کہ زید اس کا مطالبہ کسی سے نہیں کر سکتا اور اگر قرض بھی ٹھہرے مثلاً ابو محمد بالغ نے خود استدعا کی کہ میری شادی کے مصارف آپ میری طرف سے ادا کر دیجئے میں واپس دُوں گا، یا زید ہی نے اس سے کہا کہ یہ صرف تیری طرف سے بطور قرض کروں گا، اُس نے قبول کر لیا یا ابو محمد نابالغ تھا زید نے قبلِ صرف لوگوں کو گواہ کر لیا کہ یہ خرچ میں طرف ابو محمد بطور قرض اٹھاتا ہُوں میں اس سے واپس لُوں گا' اور اس صورت میں صرف وہی کیا جو رسم و عادت و حیثیت کے موافق تھا، ان سب صُورتوں میں جو اٹھا یا وہ قرض ہے مگر اُس کا تقاضا ابو محمد سے کرے، زیور و اسباب کو ملکِ زوجہ ہے کہ اُس روپے کے عوض کیونکر لے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

Marfat.com

فصل اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۷۹ ۲۷ ربیع الاول ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید ایک زوجہ اور ایک پسر بالغ اور ایک دختر بالغہ اور ۲ دو لڑکیاں نابالغہ چھوڑ کر فوت ہُوا، نابالغ بہنیں اپنے جوان بھائی بکر کی پرورش میں رہیں (جب وُہ بالغ ہُوئیں تو بکر نے ان کی شادیاں معمولی خرچ سے کر دیں اور جو بڑی بہن بکر کی تھی اس کی شادی زید نے خود اپنی زندگی میں کر دی تھی اس کی پرورش یا شادی کا خرچ بکر کے پاس سے نہ ہوا) صرف ۲ دو بہنوں کا خرچِ پرورش و شادی اس نے مال متروکہ ومشترکہ سے کیا اس صورت میں یہ خرچ بکر کو ان دونوں چھوٹی بہنوں سے مجرا مل سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہاں ۳ تین چیزیں ہیں:

(۱) خرچِ پرورش

(۲) شادی کے مصارفِ بالائی یعنی جہیز کے سوا جو اور خرچ ہوتے ہیں جیسے برات کا کھانا، خدمتیوں کا انعام، سمدھیانے کے جوڑے، دولھا کی سلامی، سواریوں کا کرایہ، برات کے پان چھالیا وغیر ذٰلک۔

Marfat.com

(۳) دُلھن کا جہیز

بتوفیق اللہ تعالٰی ہر ایک کا حکم علیحدہ سُنئے :

خرچ پرورش بے شک بحکم دیانت بحالت عدم وصی، وارثانِ کبیر کو وارثانِ صغیر کی پرورش کرنا اور اُن کے کھانے پہننے وغیرہ ضروریات کی چیزیں اُن کے لئے خرید نا اور ان امور میں ان کا مال بے اسراف و تبذیر اُن پر اُٹھانا شرعًا جائز ہے جبکہ وُہ بچّے اُن کے پاس ہوں اگرچہ یہ اُن پر وصایت و ولایت مالیہ نہ رکھیں۔ تنویرالابصار و درمختار و ردالمحتار وغیرہا اسفار میں ہے :

جاز شراء مالابد للصغیر منه (کالنفقة و الکسوة واستئجار الظئر، منح) و بیعه ای بیع مالابد للصغیر منه لاخ وعم و ام وملتقط هو فی حجرهم ای فی کنفهم والا لا[1]۔

چھوٹے بچّے کے مال سے اس کی ضرورت کی اشیاء خریدنا (جیسے کھانا، لباس اور اجرت پر دایہ حاصل کرنا، منح) اور ضرورت کے تحت اس کے مال سے کچھ بیچنا بھائی، چچا، ماں اور گم شدہ بچّے کو پانے والے کے لئے جائز ہے بشرطیکہ وُہ ان کی زیرِ حفاظت و پرورش ہو ورنہ نہیں۔ (ت)

علامہ شامی قولِ درمختار لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنه ولا ولایته الا فی مسائل (غیر کے مال میں بے اذن وولایت تصرف ناجائز سوائے چند مسائل کے۔ ت) کی شرح میں بضمن مسائل استثنا ارشاد فرماتے ہیں :

کذا لو انفق بعض اهل المحلة علی مسجد لا متولی له من غلته لحصیر ونحوه اوانفق الورثة الکبار علی الصغار ولا وصی لهم فلاضمان فی الکل دیانة[2] اھ ملخصا **اقول** ولایخالفه بل یؤیده مافی شهادة الاوصیاء من الطحطاوی من الفصول حیث قال ورثه صغار وکبار وفی الترکة دین وعقار

جیسے بعض اہل محلہ کسی ایسی مسجد پر مسجد کے مال سے خرچ کرے جس کا کوئی متولی نہیں مثلاً چٹائی وغیرہ کا انتظام کرے یُوں ہی بڑے وارث ایسے چھوٹے وارثوں پر جس کا کوئی وصی نہیں ان کا مال خرچ کریں تو اس تمام میں دیانتاً ضمان نہیں (تلخیص)۔ **میں کہتا ہُوں** یہ اس کے مخالف نہیں بلکہ اس کی تائید کرتا ہے وہ جو طحطاوی میں بحوالہ فصول شہادۃ الاوصیاء کے بارے میں ہے جہاں فرمایا کہ

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۶
ردالمحتار " " " " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۵۰
[2] ردالمحتار کتاب الغصب " " " " ۵/۱۲۷

Marfat.com

فهلك بعض المال و انفق الكبار البعض علی انفسهم وعلی الصغار فما هلك فهو علی کلهم وما انفقه الکبار ضمنوا حصة الصغار ان کانوا انفقوا بغیر امر القاضی او الوصی و ما انفقوه بامر احدهما حسب لهم الی نفقة مثلهم اھ[1] فان هذا عند وجود الوصی وما مر فعند عدمه لاسیما فی بلادنا فافهم۔

اگر وارث بڑے اور چھوٹے ہیں اور ترکہ میں دین و عقار ہے پھر بعض مال ہلاک ہوگیا اور بڑے وارثوں نے کچھ مال اپنے آپ پر اور چھوٹے وارثوں پر خرچ کر دیا تو جو مال ہلاک ہُوا وہ سب پر ہے اور جو بڑوں نے چھوٹوں پر خرچ کیا اگر قاضی اور وصی کی اجازت کے بغیر خرچ کیا ہے تو ضامن ہوں گے، اور اگر ان دونوں میں سے کسی کی اجازت سے خرچ کیا ہے تو نفقہ مثلی کی مقدار مجرا پائیں گے[1] اس لئے بے شک یہ حکم وصی کے موجود ہونے کی صورت میں ہے اور جو حکم ماقبل گزرا وہ اس کی عدم موجودگی کی صورت میں ہے خاص طور پر ہمارے علاقے میں۔ پس سمجھ۔ (ت)

پس جو کچھ بکر نے اُن لڑکیوں کی پرورش میں صرف کیا اگر نفقہ مثل کا دعوٰی کرے تو بیشک دیانۃً مجرا پائے گا،

فانه کان ماذونا له فی ذٰلك من جهة الشرع فلا یکون ضمینا بل امینا مقبول القول ما لم یدع ما یکذبه الظاهر، الا تری الی ما قدمنا عن الفصول حیث حکم بالاحتساب الی نفقة المثل عند وجود الاذن ممن له الاذن کالوصی والقاضی والشرع المطهر احق من له الاذن وقد وجد منه الاذن فی مسئلتنا وان لم یوجد من وصی او قاض لفقدانهما ھٰهنا راسًا و انت تعلم ان المفتی انما یفتی بالدیانة

کیونکہ اس کو شرع کی طرف سے ایسا کرنے کا اذن حاصل تھا لہذا وُہ ضامن نہیں بلکہ ایسا امین ہوگا کہ جب تک وُہ خلافِ ظاہر دعوٰی نہ کرے اس کے قول کو تسلیم کیا جائے گا، کیا تُو نے نہیں دیکھا جس کا ذکر ہم فصول کے حوالے سے پہلے کرچکے ہیں کہ نفقہ مثل تک مجرا پانے کا حکم کیا گیا جبکہ وصی یا قاضی وغیرہ جنہیں اختیارِ اذن ہے میں سے کسی کا اذن پایا جائے، اور شرع مطہر زیادہ حقدار ہے کہ اس کو اختیارِ اذن ہو، اور ہمارے زیرِبحث مسئلہ میں شرع کی طرف سے اذن پایا گیا اگرچہ وصی یا قاضی کی طرف سے اذن نہیں پایا گیا کیونکہ اس صورت میں وہ سرے سے

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار فصل فی شہادۃ الاوصیاء دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۳۴۵

Marfat.com

بل قد اثبتنا عرش التحقیق بتوفیق المولیٰ سبحانہ وتعالیٰ فی کتاب الوصایا من العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ ان الابن الکبیر فی امصارنا ھذہ فی اعصارنا ھذہ یقوم مقام وصی ابیہ علی الاولاد الصغار من دون حاجۃ الی تصریح بالوصایا لوجود الاذن و التفویض دلالۃ بحکم العرف الفاشی المطرد مع تحقق الضرورۃ الملجئۃ الی اعتبار تلک الدلالۃ واللہ یعلم المفسد من المصلح ومن لم یعرف اھل زمانہ و لم یراع فی الفتیا حال مکانہ فھو جاھل مبطل فی قولہ وبیانہ وقد بینا المسئلۃ بحول القدیر جل مجدہ بما یتعین المراجعۃ الیہ وحینئذ فالامر اظھر۔

موجود ہی نہیں ہیں۔ اور تُو جانتا ہے کہ مفتی دیانت پر فتوٰی دیتا ہے بلکہ ہم نے مولٰی سبحانہٗ تعالٰی کی توفیق سے العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ کی کتاب الوصایا میں بلند ترین تحقیق کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ ہمارے شہروں میں موجودہ زمانے میں تصریحِ وصیت کے بغیر بھی بڑا بیٹا باپ کے وصی کے قائمقام ہوتا ہے کیونکہ ہمارے عام و رائج عرف و عادت کے مطابق بطور دلالت اذن تفویض موجود ہے باوجودیکہ ایسی ضرورت بھی متحقق ہے جو اس دلالت کا اعتبار کرنے پر مجبور کرنے والی ہے۔ اللہ تعالٰے مفسد اور مصلح کو جانتا ہے جو شخص اپنے اہلِ زمانہ کو نہ پہچانے اور فتوٰی میں اپنے علاقے کے احوال کا لحاظ نہ رکھے وہ جاہل ہے اور اس کا قول و بیان باطل ہے اور ہم نے اللہ قدیر جل مجدہٗ کی طاقت سے مسئلہ کو اس اسلوب سے بیان کر دیا جس کی طرف رجوع کرنا متعین ہے، اس صورت میں معاملہ زیادہ ظاہر ہوا۔ (ت)

اور نفقہ مثل کے یہ معنی کہ اتنی مدت میں ایسے بچّوں پر اتنے مال والوں میں متوسط صرف بے تنگی و اسراف کس قدر ہوتا ہے اتنا مجرا پائے گا۔ عالمگیری میں ہے:

نفقۃ المثل مایکون بین الاسراف والتقتیر کذا فی المحیط[1]۔

نفقہ مثل وہ ہے جو فضول خرچی اور تنگی کے درمیان ہو، ایسا ہی محیط میں ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ماینفق علی مثلھم فی تلک المدۃ[2]۔

جو اُن کی مثل بچّوں پر اتنی مدت میں خرچ کیا جاتا ہو۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الوصایا الباب التاسع فی الوصی نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۱۵۵
[2] ردالمحتار فصل فی شہادت الاوصیاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۶۰

Marfat.com

مصارفِ شادی عبارتِ سوال میں مذکور کہ دونوں قاصرہ وقت شادی جوان تھیں اور سائل نے بعد استفسار بذریعہ تحریر اظہار کیا کہ مصارف عروسی وجہیز عروس سب بکر نے محض اپنی رائے سے کئے والدہ کا انتقال دونوں قاصرہ کی شادی سے پہلے ہوا اور بہنیں ان کی شادیوں میں عام بیگانوں کی طرح شریک ہوئیں نہ ان سے دربارۂ صرف کوئی استفسار ہوا نہ اُن کا کوئی اذن نہ قاصرات سے کہا گیا کہ ہم یہ صرف تمھارے حصّہ سے کرتے یا جہیز تمھارے حصّے میں دیتے ہیں اور واقعی ہمارے بلاد میں مصارفِ شادی کنواریوں سے پُوچھ کر نہیں ہوتے نہ اُن سے اس امر میں کوئی اذن لیا جاتا ہے پس اگر بیانِ مذکور صحیح ہے تو جو کچھ مصارف بالائی جس قاصرہ کی شادی میں ہُوئے وہ دُلھن کے حصّہ سے مجرا نہیں ہوسکتے،

لانا وان قلنا بوصایۃ بکر دلالۃ کما اشرنا الیہ فقد انقطعت الولایۃ بالبلوغ۔

کیونکہ بیشک ہم نے اگرچہ بکر کے لئے باعتبار دلالت وصی ہونے کا قول کیا ہے جیسا کہ ہم اس کی طرف اشارہ کرچکے ہیں مگر وہ ولایت بالغ ہونے کے ساتھ منقطع ہوگئی۔ (ت)

ردالمحتار میں عنایہ سے ہے:

انھم (یعنی ورثۃ الکبار) اذا کانوا حضورا لیس للوصی التصرف فی الترکۃ اصلا الا اذا الخ[1]

بے شک وہ (یعنی بڑے ورثاء) جب حاضر ہوں تو وصی کو ترکہ میں تصرف کا کوئی حق نہیں مگر جب الخ (ت)

تو ان مصارف میں جو کچھ بکر نے صرف کیا بہنوں کے ساتھ تبرع واحسان ہوا جو کسی سے مُجرا نہ پائے گا سب صرف اسی کے حصہ پر پڑے گا خواہ ضمناً خواہ قصداً دوسرے ورثہ جنھوں نے نہ خود صرف کیا نہ صراحۃً اذن دیا بری رہیں گے اگرچہ اُنھوں نے صرف ہوتے دیکھا اور خاموش رہے ہوں اذ لا ینسب الیٰ ساکت قول (خاموش رہنے والے کی طرف قول کی نسبت نہیں کی جاتی۔ ت) اشباہ میں ہے:

لو رأی غیرہ یتلف مالہ فسکت لایکون اذنا باتلافہ[2]

اگر کوئی کسی کو اپنا مال تلف کرتا دیکھ کر خاموش رہے تو خاموشی اتلاف کی اجازت نہ ہوگی۔ (ت)

خصوصاً اگر اُن میں کوئی اس وقت نابالغہ ہو کہ نابالغ کا اذن بھی معتبر نہیں،

فانہ لیس من اھل التبرع ولا لاحد ان یتبرع من مالہ۔

کیونکہ وُہ اہلِ تبرع میں سے نہیں اور نہ ہی کسی اور کو یہ حق ہے کہ اس کے مال میں تبرع کرے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الوصایا باب الوصی داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۵۴

[2] اشباہ النظائر القاعدۃ الثانیۃ عشر لاینسب الیٰ ساکت قول ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۱۸۵

Marfat.com

بزازیہ و بحر الرائق و رد المحتار و تنویر الابصار و سراج وہاج وغیرہا میں ہے :

الھبۃ والقرض وما کان اتلافا للمال او تملیکا من غیر عوض فانہ لایجوز مالم یصرح بہ نصا[1] اھ اقول ھذا افادوہ فی شریکی العنان والمفاوضۃ مع ان کلا منھما وکیل عن صاحبہ وماذون التصرف فی المال من جانبہ فکیف بالشریك شرکۃ العین فانہ اجنبی صرف عن حصۃ اخیہ لیس لہ التصرف فیہ کما نصوا علیہ۔

ہبہ و قرض اور جو مال کا اتلاف یا بے عوض تملیک ہو وہ جائز نہیں جب تک شریک بنص صریح اس کی اجازت نہ دے اھ اقول (میں کہتا ہوں) یہ وہ ہے جس کا انھوں نے شرکت عنان و مفاوضہ کے شریکوں کے بارے میں افادہ فرمایا باوجودیکہ شرکتِ عنان اور شرکتِ مفاوضہ میں شریک ایک دوسرے کے وکیل اور ایک دوسرے کی طرف سے تصرف کے مجاز ہوتے ہیں تو یہ حکم شرکت عین کے شریک کیلئے کیسے ہوسکتا ہے کہ اس میں تو شریک دوسرے کے حصہ سے محض اجنبی ہوتا ہے اُسے دوسرے کے حصہ میں تصرف حلال نہیں جیسا کہ اُنھوں نے اس پر نص کی ہے۔ (ت)

حاشیہ طحطاویہ میں ہے :

التجھیز لایدخل فیہ الجمع والمواٸد فالفاعل لذلك ان کان من الورثۃ یحسب علیہ من نصیبہ ویکون متبرعا وکذا ان کان اجنبیا[2] اھ ملخصا۔

جمع و موائد تجہیز میں داخل نہیں تو جو تجہیز کے علاوہ ان میں خرچ کرے اگر وہ ورثاء میں سے ہے تو اُسی کے حصّہ سے شمار کیا جائے گا اور وہ متبرع ٹھہرے گا یُونہی اجنبی اھ ملخصاً (ت)

دُلہن کا جہیز وہ اگر بکر نے بطور ہبہ نہ دیا بقصد مجرائی دیا تو یہ دینا کچھ اثر پیدا نہ کرے گا جبکہ باہم کسی قسم کی کوئی گفتگو نہ آئی کہ یہ اشیا تیرے فلاں حصہ کے معاوضہ میں دیتے ہیں اس کے بعد کل ترکہ یا ترکہ کی فلاں قسم میں تیرا حصہ نہ ہوگا نہ بالیقین یہ ہُوا کہ اموال منقولہ کی ہر جنس جُدا جُدا جوڑ کر دُلہن کا حصّہ نکال کر ہر چیز سے خاص جس قدر اُس کے حصّہ میں آیا بے کمی بیشی ایک ذرّہ کے اُس کے لئے جُدا کرلیا اور وہی اس کے جہیز میں دیا ہو،

فضلا عن الاقتصار علی المثلیات والتحرز عن الاستبداد بالاستبدال فی القیمیات۔

چہ جائیکہ مثلی چیزوں پر اکتفا کیا گیا ہو اور قیمت والی چیزوں میں مستقل تبادلہ کرنے سے احتراز کیا گیا ہو۔ (ت)

---

[1] رد المحتار کتاب الشرکت دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۴۵

[2] حاشیہ طحطاویہ کتاب الفرائض دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۳۶۷

Marfat.com

نہ اجناسِ مختلفہ میں قسمت جمع بے تراضی ممکن، یہاں تک کہ قاضی کو بھی اس کا اختیار نہیں کما نصوا علیہ فی الکتب جمیعا (جیسا کہ تمام کتابوں میں اس پر نص فرمائی گئی ہے۔ ت) تو غایت درجہ اس قدر رہا کہ بکر نے دیتے وقت اپنے دل میں سمجھ لیا کہ یہ ہم علی الحساب دیتے ہیں جو کچھ جہیز کی لاگت ہے دُلہن کے حصہ میں مجرا لیں گے صرف اتنا سمجھ لینا کوئی عقد شرعی نہیں ہو سکتا قسمت نہ ہونا تو ظاہر لما مر (جیسا کہ گزرا۔ ت) صُلح و تخارج یُوں نہیں کہ کل ترکہ یا اُس کی کسی قسم سے حصہ دلہن کا ساقط نہ کیا گیا نہ دُلہن کے خیال میں ہوگا کہ اب فلاں قسم ترکہ میں میرا کوئی دعوٰی نہ رہا اگرچہ میرا حصہ مقدار جہیز سے زائد نکلے، نہ ایسا امر بے صریح رضامندی فقط ایک طرف کے خیال پر عقد ٹھہر سکتا ہے،

فان العقد ربط ولا بد فی الربط من شیئین۔

کیونکہ عقد ربط ہوتا ہے اور ربط میں دو چیزوں کا ہونا لازم ہے۔ (ت)

معہذا عند الحساب جہیز کی لاگت میں اختلاف پڑنا ممکن بلکہ مظنون تو قطع نزاع جس کے لئے صلح و تخارج کی وضع ہے حاصل نہ ہوا،

وما من شیئ خلا عن مقصودہ الا بطل وجہالۃ المصالح عنہ انما لا تمنع جواز الصلح اذا لم تفض الی منازعۃ والا منعت۔

اور نہیں ہے کوئی شَے اپنے مقصود سے خالی مگر وہ باطل ہے، اور جس شَے پر صلح ہو رہی ہے اس کا مجہول ہونا اگر موجبِ نزاع نہ ہو تو جوازِ صلح سے مانع نہیں ورنہ مانع ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

الصلح شرعا عقد یرفع النزاع ویقطع الخصومۃ[1]۔

صلح شرعاً ایک ایسا عقد ہے جو نزاع کو رفع اور خصومت کو قطع کرتا ہے۔ (ت)

نہایہ میں ہے:

جہالۃ تفضی الی المنازعۃ تمنع جواز الصلح[2] اھ ملخصین۔

جو جہالت منازعت تک پہنچائے وُہ جوازِ صلح سے مانع ہوتی ہے اھ ملخصین (ت)

رہی بیع وُہ اگر بتصریح ایجاب وقبول بھی ہوتی مثلاً بکر کہتا ہے میں نے یہ جہیز بعوض ان اشیائے متروکہ کے

---

[1] درمختار کتاب الصلح مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۴۱

[2] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ النہایۃ کتاب الصلح الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۲۳۱

Marfat.com

جو بمقدار مالیت جہیز تیرے حصّہ میں آئیں بیع کیا اور دُلھن قبول کرتی تاہم فاسد ہوتی کہ نہ جہیز کی لاگت بیان میں آئی نہ یہ معلوم کہ اُس کی مالیت کی کتنی چیزیں اور کیا کیا اشیاء حصّۂ عروس میں آئیں گی یہاں کہ اس قدر ملے گی نہ ہوا بلکہ کوئی تذکرہ درمیان نہ آیا صرف بکر نے ایک امر سمجھ کر جہیز سپرد کیا یہ بھی خبر نہیں کہ اُس وقت قلبِ عروس میں کیا نیت تھی اسے کیونکر کوئی عقدِ شرعی قرار دے سکتے ہیں،

ومعلوم انه ليس من عقد يتم بالنية بل لابد من شئ يظهر القصد القلبي ويكون دليلا على الرضا النفسي۔

اور یہ معلوم ہے کہ ایسا کوئی عقد نہیں جو محض نیت سے تام ہوتا ہو بلکہ کسی ایسی شئ کا ہونا ضروری ہے جو ارادۂ قلبی کو ظاہر کرے اور رضاءِ قلبی پر دلالت کرے۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

؎ ركنه الفعل الدال على الرضا بتبادل الملكين من قول او فعل اھ (ملخصًا) نعم المظهر قد يكون نصًا وهو اللفظ المقرر للايجاب والقبول وقد يكون دلالة كالمساومة واخذ الثمن بعد بيان الثمن في بيع التعاطي وحيث لاحاجة الى البيان للعرف العام كالخبز مثلاً حيث يكون له قيمة معلومة لا تختلف ففتح البائع الدكان وجلوسه للبيع واعداده الخبز لذٰلك دليل على البيع واخذ المشتري على الشراء اما ھٰهنا فان فرضت دلالة من بكر فلا دلالة اصلا من قبل العروس ولئن سلمت ايضا فالتعاطي ھٰهنا من احد الجانبين وهو وان جاز عند البعض وبه يفتى وهو ان جح التصحيحين فلابد فيه عند مجيزه من بيان البدل

اس کا رکن وُہ فعل ہے جو قولی یا فعلی طور پر تبادلِ ملکین کے ساتھ رضامندی پر دلالت کرے، ہاں کبھی تو اس امر کو ظاہر کرنے والی شئ بطور نص ہوتی ہے اور وُہ لفظ ہے جو ایجاب وقبول کے لئے مقرر کیا گیا اور کبھی وُہ بطور دلالت ہوتی ہے جیسے بھاؤ چکانا اور بیع تعاطی میں بیان ثمن کے بعد مبیع کو لے لینا اور جہاں عرف عام کی وجہ سے حاجتِ بیان نہیں ہوتی جیسے مثال کے طور پر روٹی جہاں اس کی قیمت متعین ہو اور مختلف نہ ہوتی ہو وہاں بائع کا دکان کھول کر بیٹھنا اور فروخت کے لئے روٹی تیار کرنا بیع پر دلالت کرتا ہے اور مشتری کا اس کو لے لینا خریداری پر دلالت کرتا ہے لیکن یہاں اگر بکر کی طرف سے دلالت فرض کر بھی لی جائے تو دُلھن کی طرف سے بالکل دلالت نہیں پائی گئی اور اگر بالفرض اس کو بھی تسلیم کر لیا جائے تو یہاں تعاطی صرف ایک جانب سے ہوگی ایک طرف سے تعاطی

؎ فتح القدیر کتاب البیوع مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۵۵ و

Marfat.com

البدل ههنا کما علمت مجهول فلم ینعقد البیع اجماعا۔

اگرچہ بعض کے نزدیک جائز ہے اور یہی مفتی بہ اور ارجح التصحیحین ہے، مگر اس کو جائز ماننے والوں کے نزدیک بیان بدل ضروری ہے اور یہاں پر جیسا کہ تُو جانتا ہے بدل مجہول ہے لہذا بالاجماع یہ بیع منعقد نہ ہوگی۔ (ت)

فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

الشرط فی بیع التعاطی الاعطاء من الجانبین عند شمس الائمۃ الحلوانی کذا فی الکفایۃ وعلیہ اکثر المشائخ وفی البزازیۃ ھو المختار کذا فی البحر الرائق والصحیح ان قبض احدھما کاف لنص محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ علی ان بیع التعاطی یثبت بقبض احد البدلین وھذا ینتظم الثمن والمبیع کذا فی النہر الفائق وھذا القائل یشترط بیان الثمن لانعقاد ھذا البیع بتسلیم المبیع وھکذا حکی فتوی الشیخ الامام ابی الفضل الکرمانی کذا فی المحیط۔

بیع تعاطی میں دونوں جانبوں سے اعطاء امام شمس الائمہ حلوانی کے نزدیک شرط ہے یونہی کفایہ میں ہے، اور اسی پر اکثر مشائخ ہیں، بزازیہ میں ہے کہ یہی مختار ہے، البحر الرائق میں بھی ایسے ہی ہے، اور صحیح یہ ہے کہ ایک کا قبضہ کافی ہے کیونکہ امام محمد رضی اللہ عنہ نے نص فرمائی کہ بیع تعاطی بدلین میں سے ایک پر قبضہ کرنے سے ثابت ہوجاتی ہے اور یہ ایک پر قبضہ ثمن و مبیع دونوں کو شامل ہے جیسا کہ النہر الفائق میں ہے اور یہ قائل تسلیم مبیع کے ساتھ اس بیع کے منعقد ہونے کے لئے بیان ثمن کی شرط لگاتا ہے، اور اسی طرح شیخ امام ابوالفضل کرمانی کا فتوٰی نقل کیا گیا جیسا کہ محیط میں ہے۔ (ت)

پس واضح ہوا کہ جہیز دینے میں کسی عقد شرعی کی حقیقت نہ حقیقت صورت بھی نہ تھی تو یہ دینا اصلاً کوئی اثر تبدل ملک پیدا نہ کرے گا بلکہ وُہ مال جس کی ملک تھا بدستور اسی کی ملک پر رہے گا۔ اب معرفت مالک درکار ہے جو چیزیں عین متروکہ تھیں مثلاً زیور، برتن، کپڑے وغیرہا کہ مورثوں نے چھوڑے بعینہٖ جہیز میں دئے گئے وُہ جیسے سب وارثوں میں پہلے مشترک تھیں اب بھی مشترک رہیں گی اور جو اشیاء بکر نے خرید کردیں وہ سب مطلقاً مِلک بکر تھیں اور اب بھی خاص اسی کی مِلک پر رہوں گی اگرچہ مال مشترک سے خریدی ہوں۔ لما علم من ان الشراء اذا وجد نفاذا علی الشاری نفذ (کیونکہ یہ معلوم ہوچکا کہ بیشک شراء جب نفاذ پائے تو مشتری

Marfat.com

پر نافذ ہوجاتی ہے۔ت) غایت یہ کہ مال مشترک سے خریدنے میں بکر باقی ورثہ کے حصص کا ذمہ دار رہے گا کما نقلنا فی مواضع من فتاونا عن ردالمحتار (جیسا کہ ہم نے ردالمحتار سے اپنے فتاوٰی میں متعدد مقامات پر نقل کیا ہے۔ت) پھر اس قسم یعنی مملوکات بکر پر دُلھن کا قبضہ قبضۂ امانت ہوگا لحصولہ بتسلیط المالك (کیونکہ اس قبضہ کا حصول مالک کی طرف سے قدرت دینے سے ہوا۔ت) پس جس چیز کو دلھن نے استہلاک نہ کیا بغیر اس کے فعل کے چوری وغیرہ سے ہلاک ہوگئی اُس کا تاوان دلھن پر نہ آئے گا اور جو اس کے فعل و تعدی سے تلف ہُوئی اس کی قیمت بکر کے لئے دلھن کے ذمّہ واجب ہوگی لان الامین ضمین اذا تعدی (اس لئے کہ امین جب امانت میں تعدی کرے تو ضامن ہوگا۔ت) اور جو باقی ہو وہ بعینہٖ بکر کو واپس دے اور قسم اول یعنی عین متروکہ سے جو کچھ جہیز میں دیا گیا اس پر دلھن کا ہاتھ دست ضمان ہوگا یعنی کسی طرح اس کے پاس ہلاک ہوجائے مطلقاً تاوان آئے گا،

و ذلك لان بکرا قد تعدی علی حصص الشرکاء بتجهیز الاخت من مال مشترك وتسلیمه الیها جهاز التلبس وتستعمل وبالتصرف تستقل وکل ید مترتبة علی ید ضمان ید ضمان۔

اور یہ اس لئے ہے کہ بیشک بکر نے شرکاء کے حصوں میں تعدی کی کیونکہ اس نے مال مشترک سے بہن کا جہیز بنا کر بہن کے حوالے کیا تاکہ وہ اس کو پہنے اور استعمال کرے اور اس میں مستقل تصرف کرے اور ہر قبضہ جو قبضہ ضمان پر مترتب ہو وہ قبضہ ضمان ہی ہوتا ہے۔(ت)

پس باقی وارث جنھوں نے اذن نہ دیا مختار رہیں گے کہ جو کچھ ہلاک ہوا چاہیں اپنے حصوں کا تاوان بکر سے لیں لانه الغاصب (کیونکہ وُہ غاصب ہے۔ت) چاہیں دلھن سے لانها کغاصبة الغاصب (کیونکہ وہ گویا غاصب سے غصب کرنے والی ہے۔ت)، فتاوٰی خیریہ میں ہے:

الید المترتبة علی ید الضمان ید ضمان فلرب البهیمة ان یضمن من شاء الخ[1]۔

قبضہ ضمان پر مترتب ہونے والا قبضہ بھی قبضہ ضمان ہی ہوتا ہے لہذا چارپائے کے مالک کو اختیار ہے کہ جس سے چاہے ضمان لے الخ (ت)

اور وہ بکر یا دُلھن جس سے ضمان لیں اُسے دُوسرے پر دعوٰی نہیں پہنچتا،

اما بکر فلانه الغاصب وانما قبض العروس بتسلیطه و اما العروس فلانها قبضت

لیکن بکر تو اس لئے کہ وُہ غاصب ہے بے شک دلھن نے اس کے قدرت دینے سے قبضہ کیا اور

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الغصب دارالمعرفۃ بیروت ۲/۱۴۹

Marfat.com

لنفسہا لا لبکر۔

رہی دلہن تو وہ اس لئے کہ بے شک اس نے اپنے لئے قبضہ کیا ہے نہ کہ بکر کے لئے۔ (ت)

ردالمحتار میں بزازیہ سے ہے:

وھب الغاصب المغصوب او تصدق او اعار وھلك فی ایدیھم وضمنوا للمالك لایرجعون بما ضمنوا للمالك علی الغاصب لانھم کانوا عاملین فی القبض لانفسھم بخلاف المرتھن والمستاجر والمودع فانھم یرجعون بما ضمنوا علی الغاصب لانھم عملوا لہ[1] الخ۔

غاصب نے شئ مغصوبہ کسی کو بطور ہبہ یا صدقہ یا عاریت دے دی اور وہاں ہلاک ہوگئی تو جنھیں وہ شئ بطور ہبہ یا صدقہ یا عاریت دی گئی یہ لوگ اصل مالک کیلئے ضامن ہوں گے اور جتنا ضمان انھوں نے مالک کو دیا وُہ غاصب سے نہیں لے سکیں گے کیونکہ انھوں نے قبضہ کرنے میں اپنے لئے عمل کیا نہ کہ غاصب کے لئے بخلاف مرتہن، مستاجر اور مودع کے کہ یہ لوگ جتنے کے ضامن ہُوئے غاصب سے اس کا رجوع کرسکیں گے کیونکہ اُنھوں نے غاصب کے لئے عمل کیا الخ۔ (ت)

اور جو کچھ باقی ہوں وہ دلہن سے واپس لے کر فرائض الٰہیہ پر تقسیم ہوجائیں، یہ سب احکام اس صورت میں تھے کہ بکر نے جہیز بطور ہبہ نہ دیا ہو اور بے شک اس امر میں کہ ہبہ کی نیت تھی یا مجرائی کی، بکر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا،

لانہ الدافع فھو ادری بجھۃ الدفع کما فی الاشباہ وجامع الفصولین والفتاوی الخیریۃ وغیرھا وقد نصوا علیہ فی مسائل کثیرۃ **اقول** ولیس فی تجھیز الاخوۃ الاخوات اذاکن ذوات مال شریکات فی ما بایدی الاخوۃ من الترکۃ عرف فاش یقضی بالھبۃ بخلاف الاباء والامھات فی بلادنا وکیف یکون الظاھر

کیونکہ بیشک وُہ دینے والا ہے لہذا وہ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ دینے کی جہت کیا ہے جیسا کہ اشباہ، جامع الفصولین اور فتاوٰی خیریہ وغیرہ کتابوں میں ہے، اور تحقیق انھوں نے متعدد مسائل میں اس پر نص فرمائی ہے **میں کہتا ہُوں** کہ مالدار بہنیں جو بھائیوں کے زیرِ قبضہ ترکہ میں شریک ہیں ان کو بھائیوں کے جہیز دینے میں یہ عرف عام نہیں کہ یہ بھائیوں کی طرف سے ہبہ ہے بخلاف ماں باپ کے کہ وُہ جو کچھ بطور جہیز دیں وہ ہمارے علاقے کے عرف میں ہبہ ہے اور بقاء واجب کے

---

[1] ردالمحتار کتاب الغصب دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۲۶

Marfat.com

قصد التبرع مع بقاء الواجب بل الظاھر انھم یریدون الاحتساب علیھن من انصابھن۔

ہوتے ہُوئے قصدِ تبرع کیسے ظاہر ہوگا بلکہ ظاہر تو یہاں یہی ہے کہ وہ بہنوں کے حصّوں سے مجرا کا ارادہ کرتے ہیں (ت)

اسی طرح اگر بکر نے دل میں نیتِ ہبہ کی مگر دُلھن نے ہبہ جان کر قبضہ نہ کیا بلکہ مثلاً اپنے حصّہ کا معاوضہ یا حصّے میں مجرائی سمجھ کر لیا تو بھی بعینہٖ یہی احکام ہوں گے کہ اس صورت میں دُلھن کی طرف سے قبولِ ہبہ نہ پایا گیا،

فان القبول فرع العلم وھی اذا لم تحسبہ ھبۃ کیف یتصور انھا قبلت الھبۃ۔

اس لئے کہ قبول علم کی فرع ہے تو جب اس نے اسے ہبہ جانا ہی نہیں تو یہ کیسے متصور ہے کہ اس نے ہبہ قبول کیا۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

وکذا بقولہ اذنت للناس جمیعا فی ثمر نخلی من اخذ شیئا فھو لہ فبلغ الناس من اخذ شیئا یملکہ کذا فی المنتقی وظاھرہ ان من اخذ ولم یبلغہ مقالۃ الواھب لایکون لہ کما لایخفی[1] اھ اقول ومثلہ ما فی الھندیۃ عن الخلاصۃ رجل سیب دابتہ فاصلحھا انسان ثم جاء صاحبھا واقر وقال قلت حین خلیت سبیلھا من اخذھا فھی لہ او انکر فاقیمت علیہ البینۃ او استحلف فنکل فھی للاٰخذ سواء کان حاضر اسمع ھذہ المقالۃ او غائبا

اور اسی طرح اگر کسی نے کہا کہ میں نے اپنے درختوں کے پھلوں کی تمام لوگوں کو اجازت دی کہ جو جتنا لے لے وہ اُسی کا ہے، لوگوں کو اس کی خبر پہنچی تو اس میں سے جو جتنا لے گا وہ اس کا مالک ہو جائیگا جیسا کہ منتقی میں ہے۔ اس سے ظاہر یہ ہے کہ جس کو واہب کے اس کہنے کی خبر نہ پہنچی اس نے جو کچھ لیا وہ اس کا مالک نہ ہوگا جیسا کہ مخفی نہیں، میں کہتا ہُوں اسی کی مثل ہے وہ جو ہندیہ میں خلاصہ سے منقول ہے کہ کسی شخص نے اپنا چوپایہ آزاد چھوڑ دیا پھر کسی نے اس کو پکڑ کر اس کی اصلاح کرلی یعنی اس کو کام کے لائق بنا لیا اب مالک آیا اور اس نے اقرار کیا کہ میں نے اس کو چھوڑتے وقت یہ کہہ دیا تھا کہ جو بھی اس کو پکڑ لے گا یہ اسی کا ہوگا یا اس نے

---

[1] البحرالرائق کتاب الھبۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۲۸۴

Marfat.com

فبلغه الخبر[1] اھ ووجهه ظاهر فانه اذا علم بمقالة الواهب فيكون الاخذ علی جهة الاتهاب ويقوم القبض مقام القبول بخلاف ما اذا لم يعلم فانه لم يتحقق القبول قطعا وهو مدار ثبوت الملك للموهوب له قطعا سواء جعل رکنا كما نص عليه فی التحفة ولولوالجية والكافی والكفاية و التبيين والبحر ومجمع الانهر والدر المختار وابی السعود وغيرها من كتب الكبار وهو ظاهر الهداية وملتقی الابحر وغيرهما من الاسفار الغر او شرطا كما نص عليه فی المبسوط والمحيط والهندية وغيرها وافاد فی البدائع انه الاستحسان وان الاول قول زفر وعلی كل فاتفق القولات علی انه لا تملك فيها بدون القبول وهو الذی نص عليه فی الخانية وغيرها وقد حققنا المسئلة بتوفيق الله تعالٰی علی هامش رد المحتار بما لا مزيد عليه۔

انکار کیا اور گواہ قائم ہوگئے کہ اس نے ایسا کہا تھا یا اس سے حلف کا مطالبہ کیا گیا تو وہ حلف سے انکار کرگیا، ان تمام صورتوں میں وہ چوپایہ اُس پکڑنے والے شخص کا ہوگا چاہے تو خود حاضر ہوکر اُس نے اپنے کانوں سے اس کی یہ بات سُنی ہو یا وُہ غائب تھا اور اس تک یہ خبر پہنچی ہو اھ اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ جب اس کو واہب کے اس قول کا علم ہوگیا تو اب اس کا لینا بطور قبول ہبہ کے ہوگا اور اس کا قبضہ قبول کے قائم مقام ہوگا بخلاف اس کے جب اس کو واہب کے قول کا علم نہ ہو تو قطعاً قبول متحقق نہ ہوگا اور وُہ قبول ہی موہوب لہ کے لئے ثبوتِ مِلک کا مدار ہے چاہے اس قبول کو رکن قرار دیا جائے، جیسا کہ اس پر تحفہ، ولوالجیہ، کافی، کفایہ، تبیین، بحر، مجمع الانہر، درمختار اور ابوالسعود وغیرہ کتب کبیرہ میں نص کی گئی اور ہدایہ اور ملتقی الابحر وغیرہ جلیل القدر کتابوں سے بھی یہی ظاہر ہے، یا اس قبول کو شرط قرار دیا جائے جیسا کہ اس پر مبسوط، محیط اور ہندیہ وغیرہ میں نص کی گئی اور بدائع میں افادہ فرمایا کہ بے شک یہ استحسان ہے اور یہ کہ بے شک اول قولِ زفر ہے اور بہرصورت دونوں اس پر متفق ہیں کہ بغیر قبول کے ہبہ میں ملکیت ثابت نہیں ہوتی، اور خانیہ وغیرہ میں اسی پر نص فرمائی گئی اور البتہ ہم نے اس مسئلہ کی حاشیہ ردالمحتار میں ایسی تحقیق کردی ہے جس پر اضافہ کی گنجائش نہیں۔ (ت)

تو اس حالت میں بھی وُہ اشیاء بدستور ملکِ اصل مالک پر رہیں گی خواہ بکر ہو یا سب شرکاء اور احکام سابقہ عود کریں گے، ہاں اگر بکر کا ارادہ ہبہ قولاً یا فعلاً یا درایۃً کسی طرح ظاہر ہوا جس کے سبب

---

[1] فتاوٰی ہندیہ باب الہبۃ الباب الثالث فیما یتعلق بالتحلیل نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۳۸۲

دلہن نے اسے ہبہ ہی سمجھ کر قبضہ کیا تو البتہ ایجاب وقبول دونوں متحقق ہوگئے،

فان القبض لوجه الا تهاب قبول وان ناقصا کما فی مشاع یقسم لاستواء الکل فی الدلالة علی الرضا کما لا یخفی۔

اس لئے کہ ہبہ سمجھ کر قبضہ کرنا قبول ہے اگرچہ ناقص ہو جیسے محتمل قسمت مشاع کا ہبہ کیونکہ رضا پر دلالت کرنے میں تمام برابر ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔ (ت)

ولوالجیہ میں ہے:

القبض فی باب الهبة جار مجری الرکن فصار کالقبول[1]۔

ہبہ کے باب میں قبضہ رکن کے قائمقام ہے لہذا وہ قبول کی طرح ہوگیا۔ (ت)

پس جو اشیاء بکر نے خرید کر جہیز میں دیں اگرچہ مال مشترک سے خریدی ہوں دلہن اُن کی مالک مستقل ہوگئی اور بکر پر اُس مال مشترک میں اور ورثہ کے حصص کا تاوان آیا جن کے بے اذن یہ شراء واقع ہُوا یہاں تک کہ خود اُس دلہن کے حصّے کا بھی جس نے جہیز پایا،

فان البدل وان الیها وصل لکن الشراء نفذ علی بکر فوقع الملك له وتم الضمان ثم العطاء للعروس هبة علیحدة من مال نفسه فلا یرتفع به ضمان قسط العروس۔

اس لئے کہ بدل اگرچہ دلہن تک پہنچ گیا لیکن شراء بکر پر نافذ ہُوئی لہذا اس کے لئے ملک ثابت ہُوئی اور ضمان تمام ہُوا پھر بکر کا دُلہن کو عطا کرنا یہ بکر کے اپنے مال سے علیحدہ ہبہ ہُوا تو اس سے دُلہن کے حصّے کا ضمان ساقط نہیں ہوگا۔ (ت)

اور جو کچھ عین ترکہ سے ہبہ کیں تو ہبہ باقی ورثہ کے حق میں نافذ نہ ہُوا اذ لا اذن منهم ولا ولایة علیهم (اس لئے کہ نہ تو ان کی طرف سے اذن ہے اور نہ ہی اس کی ان پر ولایت ہے۔ ت) تو اُن کے حصّے تو ہر حال دلہن کے ہاتھ میں مضمون رہے اور ضمان کا وہی حکم کہ اُنھیں اختیار رہے چاہیں بکر پر ڈالیں یا دلہن پر، جس پر ڈالیں دوسرے سے مُجرا نہ پائے گا کما قدمنا عن البزازیة (جیسا کہ بزازیہ سے پیچھے گزر چکا ہے۔ ت) رہا بکر کا اپنا حصّہ جہیز میں جو مال قابلِ تقسیم تھا یعنی اس کے حصّے کیجئے تو وہی انتفاع اس سے مل سکے جو قبل از تقسیم ملتا تھا جب تو بکر کے حصّے میں بھی ہبہ صحیح نہ ہُوا لانها هبة مشاع فیما یقسم (کیونکہ یہ محتمل قسمت مشاع کا ہبہ ہے۔ ت) اس صورت میں مال مذکور بدستور شرکت جمیع ورثاء پر رہے گا اور جو کچھ دُلہن کے ہاتھ میں کسی طرح ہلاک ہوگا اس میں حصّہ بکر کا تاوان خاص دُلہن پر پڑے گا۔ فتاوٰی خیریہ میں ہے:

---

[1] ولوالجیہ

Marfat.com

لاتصح ھبة المشاع الذی یحتمل القسمۃ ولایفید الملک فی ظاھر الروایۃ قال الزیلعی ولوسلمہ شائعا لایملکہ فیکون مضمونا علیہ[1] اھ ملخصا وتمامہ فیھما و فی ردالمحتار۔

محتمل قسمت مشاع کا ہبہ ظاہر الروایۃ کے مطابق صحیح نہیں، اور نہ ہی مفید مِلک ہے۔ امام زیلعی نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی کو مشترک غیر منقسم شئ بطور ہبہ دے دے تو موہوب لہٗ اس کا مالک نہیں ہوگا اور اس پر ضمان آئے گا، اس کی پوری تفصیل مذکورہ بالا دونوں کتابوں اور ردالمحتار میں ہے۔ (ت)

اسی طرح اگرمال ناقابلِ تقسیم ہومگر دُلہن نہ جانے کہ اس میں بکر کا حصّہ کس قدر ہے جب بھی ہبہ صحیح نہ ہوگا اور بعد ہلاک وہی حکم ہے کہ بکر کا تاوان دلہن پر آئے گا۔ بحرالرائق میں ہے:

یشترط فی صحۃ ھبۃ المشاع الذی لایحتملھا ان یکون قدرا معلوما حتی لو وھب نصیبہ من عبد ولم یعلمہ بہ لم یجز[2]۔

غیر محتمل قسمت مشاع کے ہبہ کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ مقدار معلوم ہو یہاں تک کہ اگر غلام سے اپنا حصہ کسی کو ہبہ کیا اور مقدار نہ بتائی تو جائز نہ ہُوا۔ (ت)

محیط امام سرخسی میں ہے:

واذا علم الموھوب لہ نصیب الواھب ینبغی ان تجوز عند ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالٰی[3] نقلھما فی الفتاوی الھندیۃ۔

اگرموہوب لہٗ کو واہب کا حصہ معلوم ہے تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک یہ ہبہ جائز ہونا چاہیے۔ ان دونوں کو فتاوٰی ہندیہ میں نقل فرمایا۔ (ت)

جامع الفصولین میں فتاوٰی امام فضلی سے ہے:

اذا ھلکت افتیت بالرجوع للواھب ھبۃ فاسدۃ لذی رحم محرم منہ اذ الفاسدۃ مضمونۃ علی مامر[4]۔

اگرشئ موہوب ہلاک ہوجائے تو میں اس واہب کیلئے رجوع کا فتوٰی دُوں گا جس نے اپنے ذی رحم محرم کو بطور ہبہ فاسدہ کچھ دیا ہو کیونکہ ہبۂ فاسدہ پر ضمان لازم آتا ہے جیسا کہ گزرگیا۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الھبۃ دارالمعرفۃ بیروت ۲/۱۱۲

[2] بحرالرائق کتاب الھبۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/۲۸۶

[3] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ المحیط السرخسی الباب الثانی فیمایجوز من الھبۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۳۷۸

[4] جامع الفصولین الفصل الثلثون فی التصرفات الفاسدۃ اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۵۷

Marfat.com

اور اگر دُلھن کو معلوم تھا تو اس قدر میں ہبہ صحیح و نافذ و تام و لازم ہوگیا اور ان اشیاء میں دُلھن اپنے اور بکر دونوں کے حصص کی مالک ہوگئی باقی ورثہ کے حصّے بدستور دستِ عروس میں حکمِ ضمان پر ہیں جن کا حکم بار رہا گزرا اور اوّل سے آخر تک سب صورتوں میں جو مشترک چیزیں دُلھن کے ہاتھ میں تلف ہوئیں اُن میں دُلھن اپنے حصّہ کا تاوان کسی سے نہیں لے سکتی کہ اُس کا مال اُسی کے ہاتھ میں ہلاک ہُوا اور بکر نے اس کے حصّے پر کوئی تعدی نہ کی'

فانه انما سلم الملك لید من ملك فما هلك فی یدها فعلیها هلك هذا كله من اوله الی آخره مما افیض علی قلب الفقیر من فیض القدیر واخذته تفقها من كلمات العلماء اعظم الله اجورهم یوم الجزاء فما اصبت فمن الله تعالٰی وله الحمد علیه و ما اخطأت فمن قصور نفسی وانا اتوب الیه اتقن هذه اتقانا كبیرا فان المسائل مما تمس الیه الحاجة كثیرا فاغتنم هذا التفصل الجمیل والحمد لله علی فیضه الجلیل۔ والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

اس لئے کہ بیشک اس نے مملوک شئ اس کے سپرد کی جو مالک ہُوا تو جو دُلھن کے قبضہ میں ہلاک ہُوا وہ اسی کی ضمان میں ہلاک ہُوا۔ یہ تمام از اول تا آخر ربِ قدیر جل مجدہٗ کے فیض سے فقیر کے دل میں ڈالا گیا اور میں نے اس کو بطور تفقہ علماءِ کرام کے ارشاداتِ عالیہ سے اخذ کیا تو جو میں نے درست کہا وہ اللہ تعالٰی کی طرف سے ہے اس پر اسی کے لئے حمد ہے اور جس میں مجھ سے خطا ہُوئی تو میرا اپنا قصور ہے میں اللہ تعالٰی کی طرف رجوع کرتا ہُوں وہ ان مباحث کو زبردست مضبوطی عطا فرمائے کیونکہ یہ وُہ مسائل ہیں جن کی طرف بکثرت حاجت واقع ہوتی ہے پس اس عمدہ تفصیل کو غنیمت جان اور اللہ تعالٰی کے فیضِ جلیل پر اسی کی حمد ہے۔ واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم۔ (ت)

Marfat.com

فصل دوم

مسئلہ ۸۰ تا ۸۶ ازبیجانتھ پاراراۓ پور ممالک متوسط مرسلہ شیخ اکرم حسین صاحب متولی مسجد و دبیر مجلس انجمن نعمانیہ ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۱۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامدًا ومصلیًا

فیض النساء بیگم مدعیہ
بنام
حسام الدین داروغہ جنگل مدعا علیہ

دعوٰی واپس پانے سامان جہیز ہر قسم کپڑے وزیورات وغیرہ متروکہ لڑکی متوفیہ مسمّاۃ فیض النساء بیگم نے اپنی سوتیلی لڑکی خدیجہ بی بی کی شادی حسام الدین کے ساتھ کر دی، ڈیڑھ برس بعد وُہ لڑکی مرگئی اور اُس کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہُوا تھا بعمر ایک سال بعد چار مہینے مرنے ماں کے وُہ لڑکا مرگیا، فیض النساء بیگم کا دعوٰی ہے کہ کُل سامان جہیز زیور وغیرہ جو وقت شادی خدیجہ بی بی مرحومہ کو جہیز دی تھی واپس ملے اور صرفہ سامان جہیز وغیرہ میں اپنے پیسے سے کرنے کے سبب میں واپس پانے کی حقدار ہوں سامان جہیز واپس ملنے کا رواج ملک مدراس میں جاری ہے۔ جوابِ حسام الدین یہ ہے کہ زیورات متوفیہ کے حکم سے اسی کے دوا معالجہ میں رہن رکھ کر خرچ ہُوا مجھ کو اس قدر وسعت نہ تھی کہ اس قدر عرصہ دراز کی بیماری میں اس کثیر صرفہ کے بار کا متحمل ہو سکتا اس کے علاوہ اور بھی بہت سا میرا ذاتی خرچ ہُوا ہے متوفیہ کا لڑکا متوفیہ کے مرتے وقت زندہ تھا، ماں کی جائداد کا لڑکا مالک ہُوا اور بعد مرنے لڑکے کے میں باپ اس کا وارث ہوں، متوفیہ کی سوتیلی ماں کا کوئی حق نہیں ہے۔ عالمانِ دین اور مفتیانِ شرع متین مسائلِ ذیل میں کیا فرماتے ہیں:

(۱) مُلک مدراس میں متوفیہ لڑکی کا جہیز واپس لینے کا رواج ہے فرمائیے شرع میں کہاں حکم ہے۔

Marfat.com

(۲) شرع میں رواجِ ملک کو مداخلت ہے کیا۔
(۳) جہیز میں جو سامان لڑکی کو دیا جاتا ہے وُہ عاریۃً سمجھا جائے گا یا تملیکاً۔
(۴) شرح وقایہ جلد سوم میں ہبہ واپسی کا حکم ہے کیا ہبہ جہیز اسی قسم کا ہبہ ہے حسبِ دعوٰی مدعیہ۔
(۵) جو شئی منجانب مدعیہ خاص مدعا علیہ یعنی داماد کو وقت شادی کے ملی ہے اُس کے واپس پانے کا کیا مدعیہ کو حق ہے۔
(۶) جو جہیز یا سامان مدعا علیہ نے وقتِ شادی اپنی بی بی کو دیا اس پر بھی حق واپس لینے کا مدعیہ کا ہے یا نہیں۔
(۷) متوفیہ کے حکم سے زیورات وقتِ بیماری رہن رکھ کر صرف ہُوا اُس کے چُھڑانے کا کون ذمہ دار ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جواب سوال اوّل تا چہارم

حکم شرع مطہر کے لئے ہے عرف و رواج وغیرہ کسی کو حکم میں کچھ دخل نہیں ان الحکم الا للّٰہ (نہیں ہے حکم مگر اللہ تعالٰی کا۔ ت) ہاں بعض احکام کو شرع مطہر اپنے حکم سے عرف پر دائر فرماتی ہے خواہ یُوں کہ اگر یہ شئے معروف و رائج ہوجائے تو اس کے لئے یہ حکم ہے ورنہ یہ جس طرح وقف منقول کہ اشیائے منقولہ میں جن کا وقف معروف ہو جائز، ورنہ نہیں، یا استصناع یعنی بے طریق سلم معدوم چیز اُجرت دے کر بنوانا اس میں جن اشیاء کے بنوانے کا رواج ہو، جائز، ورنہ نہیں، یا شرط فی البیع کہ جو شرط مفسد معروف ہوجائے محتمل ہے ورنہ نہیں الٰی غیر ذٰلک مما صرحوا بہ فی الکتب (اس کے علاوہ جس کی تصریح انھوں نے کتابوں میں فرمائی۔ ت)، خواہ یوں کہ حکم فی نفسہٖ حاصل اور عرف اُس کی صورت کا بتانے والا مثلاً مرتہن کا شئی مرہون سے انتفاع اگر باذنِ راہن بے شرط ہو، جائز، ورنہ حرام۔ اب اگر عرف و رواج ہو کہ بے طمع نفع بمرہون قرض نہیں دیتے، جیسے ہمارے زمانہ میں، تو مطلقاً حکمِ حُرمت دیا جائے گا کما فی الشامی عن الطحطاوی وقد افتیت بہ مرارا (جیسا کہ شامی میں طحطاوی کے حوالے سے ہے اور تحقیق میں اس پر کئی بار فتوٰی دے چکا ہوں۔ ت) یہاں عرف نے بتادیا کہ صورت صورتِ شرط ہے نہ یہ کہ قرض و رہن خالص واقع ہُوئے اور اُس کے بعد راہن نے برضائے خود مرتہن کو اجازتِ انتفاع دی، ایسی ہی جگہ المعروف کالمشروط (معروف مشروط کی طرح ہوتا ہے۔ ت) یا المعھود عرفا کالمشروط لفظا (جو عرف کے اعتبار سے معہود و متعین ہو وُہ

Marfat.com

ایسے ہی ہے جیسے لفظ کے اعتبار سے مشروط ہو۔ ت) کتبِ فقہ میں دونوں صورتوں کی مثالیں بکثرت موجود۔ یہ مسئلہ جہیز بھی صورت ثانیہ سے ہے کہ والدین اپنے مال سے دلہن کو جہیز دیتے ہیں اور دینا ہبہ و عاریت دونوں کو محتمل، تو بنظر اصل حکم مطلقاً اُنھیں کا قول معتبر ہونا چاہئے تھا۔

فان الاصل ان الدافع ادری بجھۃ الدفع وایضا اذا احتمل امران تعین الاقل اذ ھو المتیقن والی ھذا نظر الامام شمس الائمۃ السرخسی فاختار ان القول للاب مطلقا۔

بے شک اصل یہ ہے کہ دینے والا دینے کی جہت کو بہتر جانتا ہے نیز جب دو امر محتمل ہوں تو ان میں سے اقل متعین ہوتا ہے کیونکہ وہی یقینی ہوتا ہے۔ امام شمس الائمہ سرخسی نے اسی کی طرف نظر فرمائی اور اختیار فرمایا کہ قول مطلقاً باپ ہی کا معتبر ہے۔ (ت)

مگر عرف بلاد مظہر قصد و مراد ہوتا ہے جہاں عرف غالب تملیک ہو وہاں دعوٰی عاریت نامقبول اور جہیز دینا تملیک ہی پر محمول جب تک گواہان شرعی سے اپنا عاریۃً دینا ثابت نہ کریں، اور جہاں عرف غالب عاریت ہو یا دونوں رواج یکساں، وہاں آپ ہی ان کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور ایسی جگہ جہیز دینا تملیک نہ سمجھا جائے گا مشیا علی الاصل المار لعدم ما یحمل علی العدول عنہ (اصل راجح پر چلتے ہوئے کیونکہ اس سے عدول پر برانگیختہ کرنے والی کوئی شیئ موجود نہیں۔ ت) یہی صحیح و معتمد و مختار للفتوی ہے بل ھو التوفیق بین الاقوال فاذا حقق فالیہ المآل (بلکہ مختلف اقوال میں اسی سے تطبیق حاصل ہوئی جب اس کی تحقیق ہوگئی تو اسی کی طرف لوٹنا لازم ہے۔ ت)

درمختار میں ہے:

جھز ابنتہ ثم ادعی ان ما دفعہ لھا عاریۃ و قالت ھو تملیك او قال الزوج ذلك بعد موتھا لیرث منہ وقال الاب او ورثتہ بعد موتہ عاریۃ فالمعتمد ان القول للزوج ولھا اذا کان العرف مستمرا ان الاب یدفع مثلہ جھازا لا عاریۃ واما ان مشترکا کمصر والشام فالقول للاب[1]۔

کسی شخص نے اپنی بیٹی کو جہیز دیا پھر دعوٰی کیا کہ اس نے جو کچھ دیا وہ بطور عاریت دیا، جبکہ لڑکی کہتی ہے کہ بطور تملیک دیا تھا، یا اس کے مرنے کے بعد یہی بات اس کا شوہر کہے تاکہ وہ جہیز سے بطور میراث حصہ پائے، اور لڑکی کا باپ یا اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء کہیں کہ یہ عاریت کے طور پر دیا تھا تو معتمد یہی ہے کہ قول بیٹی اور اس کے شوہر کا مانا جائے گا جبکہ عرف یہی رائج ہو کہ ایسا مال باپ اپنی بیٹی کو بطور جہیز دیتا ہے نہ کہ بطور عاریت

---

[1] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۰۳

Marfat.com

(جیساکہ ہمارے علاقے میں ہے) اور اگر عرف مشترک ہو جیساکہ مصر اور شام میں، تو باپ کا قول معتبر ہوگا۔ (ت)

اُسی میں ہے، بہ یفتی (اسی کے ساتھ فتوٰی دیا جاتا ہے۔ ت)۔ بحرالرائق میں ہے،

فی فتح القدیر والتجنیس والذخیرۃ المختار للفتوی ان القول للزوج ولہا اذا کان العرف مستمرا ان الاب یدفع مثلہ جھازا لا عاریۃ کما فی دیارنا وان کان مشترکا فالقول قول الاب[1]۔

فتح القدیر، تجنیس اور ذخیرہ میں کہ فتوٰی کے لئے مختار یہ ہے کہ بیشک قول بیٹی اور اس کے شوہر کا معتبر ہوگا جبکہ عرف یہی رائج ہو کہ ایسا مال باپ بطور جہیز دیتا ہے نہ کہ بطور عاریت، جیساکہ ہمارے علاقے میں ہے۔ اور اگر عرف مشترک ہو تو باپ کا قول معتبر ہوگا۔ (ت)

عقود الدریہ میں ہے:

حیث کان العرف مشترکا فالقول للام مع یمینہا وقد ذکر ان کل من کان القول قولہ یلزمہ الیمین الّا فی مسائل اوصلہا فی شرح الکنز الی نیف وستین مسألۃ لیست ھذہ منہا وافتی قارئ الھدایۃ القول قول الاب و الام انہما لم یملکاھا انما ھو عاریۃ عندکم مع الیمین[2] اھ مختصرا۔

جہاں عرف مشترک ہو تو وہاں ماں کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔ تحقیق مذکور ہے کہ ان تمام صورتوں میں جن میں کسی کا قول معتبر ہو اُسے یمین لازم ہے سوائے چند مسائل کے جنہیں شرح کنز میں ساٹھ سے کچھ اوپر تک پہنچایا، مسئلہ جہیز ان مسائل میں سے نہیں (یعنی اس میں قول قسم کے ساتھ ہی معتبر ہوگا) اور قاری ہدایہ نے فتوٰی دیا کہ قول ماں باپ کا قسم کے ساتھ معتبر ہوگا کہ بے شک اُنھوں نے بیٹی کو جہیز کا مالک نہیں بنایا اور تمہارے نزدیک عاریت ہے اھ مختصراً (ت)

پھر عرف جن خصوصیتوں کے ساتھ ہو سب کی مراعات واجب مثلاً شرفا میں عرف تملیک ہے کم درجہ کے لوگوں میں مشترک تو صرف شرفا ہی کی جانب سے تملیک سمجھی جائے گی یا حسب حیثیت ایک مقدار خاص تک جہیز دینے کا عرف ہو اور زیادہ ہو تو عاریت، تو جب اُسی مقدار تک دیا گیا ہو تملیک سمجھیں گے۔ بحرالرائق میں ہے،

قال قاضی خان وینبغی ان یکون الجواب علی التفصیل ان کان الاب من الاشراف والکرام لا یقبل قولہ انہ عاریۃ

قاضی خاں نے فرمایا کہ جواب بالتفصیل ہونا چاہیے، اگر باپ اشراف ومعززین میں سے ہے تو اس کا یہ قول قبول نہیں کیا جائے گا کہ یہ (جہیز) عاریت ہے

---

[1] بحرالرائق باب المہر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۱۸۷

[2] العقود الدریۃ تنقیح فی الفتاوی الحامدیۃ مسائل الجہاز مطبع حاجی عبدالغفار وپسران قندھار افغانستان ۱/ ۲۶

Marfat.com

وان کان الاب ممن لا یجھز البنات بمثل ذٰلك قبل قوله[1]

اور اگر باپ ان لوگوں میں سے ہے جو اس کی مثل جہیز بیٹیوں کو نہیں دیتے تو اس کا قول مان لیا جائیگا (ت)

نہر الفائق میں ہے:

وھذا العمری من الحسن بمکان[2]

اور میری عمر کی قسم یہ قول حُسن میں اُونچا مقام رکھتا ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

لوکان اکثر ممایجھز به مثلھا فان القول له اتفاقا[3]

اگر جہیز میں دیا جانے والا مال اس سے زیادہ ہے جتنا ایسی لڑکیوں کو جہیز میں دیا جاتا ہے تو بالاتفاق باپ کا قول معتبر ہوگا۔ (ت)

بالجملہ یہاں مدار عرف و رواج پر ہے اور ان سب اقوال و تفاصیل کا یہی منشاء، تو جدھر عرف لے جائے اسی طرف جانا واجب، مگر یہ کوئی دلیل دیگر اُس سے صارف ہو، مثلاً باپ پر بیٹی کا قرض آتا تھا وہ کہتا ہے میں نے قرض میں دیا یہ کہتی ہے اپنے مال سے دیا، تو باپ ہی کا قول بقسم معتبر ہے کہ مدیون کے حال سے یہی ظاھر کہ ادائے دین کی فکر مقدم رکھے گا۔ بحرالرائق میں ہے:

لوکان لھا علی ابیھا دین فجھزھا ابوھا ثم قال جھزتھا بدینھا علیّ وقالت بل بمالك فالقول للاب وقیل للبنت[4]

اگر بیٹی کا باپ پر قرض ہو اور باپ بیٹی کو جہیز دے پھر کہے کہ میں نے یہ اس کے قرضے کے عوض میں دیا جو بیٹی کا مجھ پر تھا اور بیٹی کہے کہ باپ نے اپنے مال سے دیا ہے تو باپ کا قول معتبر ہوگا، اور کہا گیا ہے کہ بیٹی کا قول معتبر ہوگا۔ (ت)

القرویہ میں ہے:

والاول اصح فانه لو قال الاب کان لامك

اول اصح ہے اس لئے کہ اگر باپ کہے تیری ماں کا مجھ پر

---

[1] بحرالرائق — باب المہر — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۳/۱۸۷

[2] ردالمحتار بحوالہ النہرالفائق — باب المہر — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۲/۳۶۷

[3] درمختار — باب المہر — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۲۰۳

[4] بحرالرائق — " — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۳/۱۸۷

Marfat.com

علی مائة دینار فاتخذت الجهاز بها وقالت بل بمالك فالقول للاب جامع الفتاوٰی وکذا فی القنیة[1]

سو دینار قرض تھا میں نے اس سے جہیز بنایا ہے، اور بیٹی کہے کہ تُو نے اپنے مال سے بنایا ہے، تو باپ کا قول معتبر ہوگا، جامع الفتاوی، اور ایسا ہی قنیہ میں ہے۔ (ت)

اقول وباللہ التوفیق مگر اگر بحالت دین بھی عرف مقتضیٔ تملیک ہو تو اسی پر نظر کی جائے گی کہ اب دلالت دین دلالتِ عرف کے معارض نہ رہی۔ ہدایہ میں ہے:

(من بعث الی امرأته شیئا فقالت هو هدیة وقال الزوج هو من المهر فالقول له) لانه هو المملك فكان اعرف بجهته التمليك كيف وان الظاهر انه يسعى فى اسقاط الواجب (الا فى الطعام الذى يؤكل) فان القول قولها والمراد منه مايكون مهيأ للاكل لانه يتعارف هدية فاما فى الحنطة والشعير فالقول قوله لما بينا[2] اھ فانظر کیف رجح دلالة العرف على دلالة انه مدين فالظاهر منه السعى فى اسقاط الدين ثم زاد الشارحون فسايروا العرف كيفما سار قال المحقق فى الفتح هذا والذى يجب اعتباره فى ديارنا ان جميع ماذكر من الحنطة

شوہر نے عورت کو کوئی شَے بھیجی عورت کہتی ہے وہ ہدیہ ہے اور شوہر کہتا ہے وہ مہر سے ہے تو شوہر کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہی مالک بنانے والا ہے لہذا وہ تملیک کی جہت کو بہتر طور پر سمجھتا ہے اور اس کا قول کیسے معتبر نہ ہوگا جبکہ ظاہر یہی ہے کہ وُہ اس شَے کو ساقط کرنے کی کوشش کرے گا جو اس پر واجب ہے سوائے اس طعام کے جو کھایا جاتا ہے کیونکہ اس میں عورت کا قول معتبر ہوگا، اس سے مراد وہ طعام ہے جو کھانے کے لئے تیار کیا گیا ہو کیونکہ ایسا طعام بطور ہدیہ ہی متعارف ہے، لیکن گندم اور جَو وغیرہ کی صورت میں شوہر کا قول معتبر ہوگا اسی بنا پر جس کو ہم نے بیان کیا، پس دیکھ کہ دلالتِ عرف کو کیسے ترجیح حاصل ہُوئی اس دلالت پر کہ وُہ مدیون ہے اور ظاہر یہ ہے کہ وُہ اسقاطِ دین میں سعی کرے گا پھر شارحین نے اس پر اضافہ کیا کہ عرف کے ساتھ چلو جدھر لے جائے۔ محقق نے فتح میں فرمایا اور وُہ جس کا اعتبار ہمارے علاقے میں واجب ہے یہ ہے کہ بیشک گندم،

---

[1] فتاوی الغرویہ باب فی اختلاف الجہاز والمہر دارالاشاعت العربیہ افغانستان ۱/ ۶۵-۶۴
[2] ہدایہ باب المہر المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/ ۳۱۷

Marfat.com

والوز والدقيق والسكر والشاة الحية وباقيها يكون القول فيها قول المرأة لان المتعارف فى ذلك كله ان يرسله هدية فالظاهر مع المرأة لا معه ولا يكون القول له الا فى نحو الثياب والجارية[1] اھ وقال فى النهر الفائق واقول وينبغى ان لا يقبل قوله ايضا فى الثياب المحمولة مع السكر ونحوه للعرف[2] اھ وقال السيد ابو السعود فى حاشية الكنز بعد نقله و اقول ينبغى ان يكون القول لها فى غير النقود للعرف المستمر[3] اھ وقال فى رد المحتار قلت ومن ذلك ما يبعثه اليها قبل الزفاف فى الاعياد والمواسم من نحو ثياب وحلى وكذا ما يعطيها من ذلك او من دراهم او دنانير صبيحة ليلة العرس و يسمى فى العرف صبحة فان كل ذلك تعورف فى زماننا كونه هدية لا من المهر ولا سيما المسمى صبحة فان الزوجة تعوضه عنها ثيابا ونحوها صبيحة العرس ايضا[4] اھ فكل ذلك انما هو لان العرف

بادام، آٹا، شکر، زندہ بکری اور دیگر تمام اشیاء مذکورہ میں عورت کا قول معتبر ہوگا ان تمام اشیاء میں عرف یہ ہے کہ بطور ہدیہ بھیجی جاتی ہیں لہٰذا ظاہر عورت کا مؤید ہے نہ کہ مرد کا، اور مرد کا قول کپڑوں اور لونڈی جیسی اشیاء کے ماسوا میں معتبر نہ ہوگا۔ النہر الفائق میں فرمایا کہ میں کہتا ہوں شکر وغیرہ کے ساتھ بھیجے ہوئے کپڑوں میں بھی عرف کی وجہ سے مرد کا قول معتبر نہیں ہونا چاہیے۔ سید ابو السعود نے حاشیہ کنز میں اس کو نقل کرنے کے بعد فرمایا میں کہتا ہوں کہ عرف عام کی وجہ سے نقود کے غیر میں عورت کا قول معتبر ہونا چاہیے۔ رد المحتار میں فرمایا میں کہتا ہوں کہ زفاف سے پہلے عیدوں اور موسموں پر جو کپڑے اور زیور کی مثل اشیاء شوہر بیوی کی طرف بھیجتا ہے وہ بھی اسی قبیل سے ہیں، اور یونہی حکم ہے ان اشیاء اور دراہم و دنانیر کا جو شب زفاف کی صبح اپنی بیوی کو دیتا ہے جس کو عرف میں صبحہ کا نام دیا جاتا ہے کیونکہ ان تمام اشیاء کا ہمارے زمانے میں ہدیہ ہونا متعارف ہے نہ کہ مہر سے ہونا خصوصاً وہ جس کو صبحہ کہا جاتا ہے، اس لئے کہ عورت بھی شب زفاف کی صبح اس کے عوض میں کپڑے وغیرہ

۱؎ فتح القدير	باب المهر	مكتبه نوريه رضويه سكهر	۳/۲۵۶
۲؎ رد المحتار بحواله النهر الفائق	باب المهر	دار احياء التراث العربي بيروت	۲/۳۶۴
۳؎ فتح المعين	〃	ايچ ايم سعيد كمپنى كراچى	۲/۷۰
۴؎ رد المحتار	〃	دار احياء التراث العربي بيروت	۲/۳۶۴

Marfat.com

قضی بکونه ھدیة مع العلم بان الزوج مدین بالمھر فسقطت بجنبه دلالة الدین فکذلك لوان العرف ھھنا عم وصم ولوالاب مدینا لھا وجب القضاء بالتملیك وکان القول قولھا ھکذا ینبغی ان یفھم ھذا المقام واللّٰه الموفق وبه الاعتصام۔

شوہر کو دیتی ہے پس یہ سب عرف ہی سے ہے جس نے ان اشیاء کے ہدیہ ہونے کا فیصلہ دیا باوجود اس بات کے معلوم ہونے کے کہ شوہر مہر کا مدیون ہے چنانچہ عرف کے مقابل دلالت دین ساقط ہوگئی، تو یوں ہی یہاں پر جب عرف عام وکثیر ہے اگرچہ باپ بیٹی کا مدیون ہو تملیک کا فیصلہ دینا واجب ہے اور بیٹی کا قول معتبر ہوگا۔ اس مقام کو اسی طرح ہی سمجھنا چاہئے، اللہ تعالٰی ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے اور اسی کی پناہ مطلوب ہے۔ (ت)

اور شک نہیں کہ اب عامۂ بلاد عرب وعجم کا عرف غالب وظاہر وفاش ومشتہر مطلقًا یہی ہے کہ جہیز جو دلہن کو دیا جاتا ہے دلہن ہی کی ملک سمجھا جاتا ہے بلکہ جہیز کہتے ہی اُسے ہیں جو اُس وقت بطور تملیک دلہن کے ساتھ بھیجا جاتا ہے

کما سبق من قول الدر والبحر والفتح والتجنیس والذخیرة ان الاب یدفع مثله جھازا لا عاریة۔[1]

جیسا کہ دُر، بحر، فتح، تجنیس اور ذخیرہ کے قول سے گزرا کہ بیشک باپ اس کی مثل بطورِ جہیز دیتا ہے نہ کہ بطور عاریت۔ (ت)

ہمارے بلاد میں عمومًا شرفاء و اوساط وعامۂ اراذل سب کا یہی عرف ہے جہیز واپس لینے یا بیٹی کے قرض میں محسوب کرنے کو سخت عیب وموجبِ طعن سمجھیں گے تو یہاں علی العموم تملیک ہی مفہوم اور سماع دعوٰی عاریت بے بینہ معدوم۔ ردالمحتار میں ہے:

ھذا العرف غیر معروف فی زماننا بل کل احد یعلم ان الجھاز ملك المرأة وانه اذا طلقھا تأخذه کله واذا ماتت یورث عنھا[2] اھ ملخصا وفیه عن حاشیة الاشباہ للسید محمد ابی السعود

یہ عرف ہمارے زمانے میں معروف نہیں کیونکہ ہر کوئی جانتا ہے کہ جہیز عورت کی ملکیت ہوتا ہے، جب شوہر اس کو طلاق دے دے تو وہ تمام لے لیتی ہے اور اگر وہ عورت مرجائے تو جہیز اس کے وارثوں کو ملتا ہے اھ ملخصًا، اور اسی میں سیّد محمد ابو السعود کے حاشیہ

---

[1] بحرالرائق باب المہر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۱۸۷

[2] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۶۸

Marfat.com

عن حاشیۃ العلامۃ الشرف الغزی قال قال الشیخ الامام الاجل الشہید المختار للفتوی ان یحکم بکون الجھاز ملکا لا عاریۃ لانہ الظاھر الغالب[1] الخ۔

اشباہ سے بحوالہ حاشیہ علامہ شرف غزی مذکور ہے کہ شیخ امام اجل شہید نے فرمایا فتوٰی کے لئے مختار یہ ہے کہ جہیز کے ملک ہونے کا فیصلہ دیا جائے نہ کہ عاریت ہونے کا، کیونکہ یہی ظاہر غالب ہے الخ (ت)

ملک مدراس میں کہ واپس لینے کا رواج ہے اگر مثل عامہ بلادِ دُنیا وہاں بھی جہیز تملیکاً ہی دیتے اور تملیک ہی اس سے قصد کرتے ہیں اور یہ واپسی بعد موتِ عروس اس بنا پر ہوتی ہے کہ اُسے ہبہ تاحینِ حیات سمجھتے ہیں جب تو وہ مثل دیگر بلاد ہبہ کاملہ ہوجاتا ہے اور حینِ حیات کی شرط لغو و باطل بعد موت عروس ترکہ عروس قرار پاکر وارثانِ عروس پر منقسم ہوگا۔ درمختار میں ہے:

جاز العمری للمعمرلہ و لورثتہ بعدہ لبطلان الشرط[2]۔

ہبہ تاحینِ حیات جائز ہے معمرلہٗ کی زندگی میں اس کے لئے اور اس کے مرنے کے بعد اس کے وارثوں کے لئے ہوگا کیونکہ حینِ حیات کی شرط باطل ہے (ت)

شوہر وغیرہ دیگر ورثۂ عروس پر واپسی کا جبر ہرگز نہیں ہوسکتا، نہ اس کا اصلاً استحقاق، فان موت احد العاقدین من موانع الرجوع (کیونکہ بے شک عاقدین میں سے کسی ایک کی موت رجوع کے موانع میں سے ہے۔ ت) ہبہ میں واپسی جہاں ہوبھی سکتی ہے تو اُسی وقت تک کہ واہب و موہوب لہٗ دونوں زندہ ہوں، جب اُن میں کوئی مرجائے تو اُسی شرح وقایہ وغیرہ تمام کُتب میں تصریح ہے کہ اب رجوع نہیں، اور اگر وہاں تملیکاً نہیں دیتے بلکہ عاریت مقصود ہوتی ہے تو بیشک یہ واپسی حق و بجا و مطابق شرع مطہر ہے اگرچہ دلھن کی حیات ہی میں واپس لے،

فان علی الید ما اخذت حتی تردھا ان اللہ یأمرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا[3]۔

اس لئے کہ بے شک جو اس عورت نے لیا وہ بطور احسان و امانت ہے یہاں تک کہ وہ اسے لوٹادے (قرآن پاک میں ہے کہ) بے شک اللہ تعالٰی تمھیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہلِ امانت کو ادا کرو۔ (ت)

یہاں تک چار سوال پیشین کا جواب تھا سائل نے کلیۃً سوال کئے لہذا اُن کے جواب میں ان مسائل

---

[1] ردالمحتار باب المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۶۷

[2] درمختار کتاب الھبہ فصل فی مسائل متفرقہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۶۵

[3] القرآن الکریم ۴/ ۵۸

Marfat.com

کی حاجت ہوئی ورنہ مسئلہ فیض النساء بیگم سے اس بحث کو علاقہ نہیں، یہ حکم کہ بحالت عدم عرف تملیک مدعی کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہو کہ میں نے اپنے مال سے عاریۃً جہیز دیا لہٰذا واپسی کا مستحق ہوں عامۂ کتب مذہب میں باپ کے لئے مذکور ہے اور بحکم عرف حقیقی ماں کو بھی اس سے لاحق کیا گیا واقعی ماں باپ اپنے ہی مال سے اولاد کا جہیز تیار کرتے ہیں تو ان کی طرف سے ہونا بحکم ظاہر خود ثابت۔ رہا دعوٰی عاریت وہ بحال عدم دلیل تملیک اُنھیں اصول پر واجب القبول بخلاف اجنبی کہ اُس کا یہ دعوٰی حد دعوٰی سے ہرگز متجاوز نہیں یہاں تک کہ علامہ بحر نے بحر میں حقیقی ماں اور دادا کے لئے بھی اس حکم کے ہونے میں تردّد فرمایا اور جبکہ اُن کے تلمیذ علّامہ غزی نے متنِ تنویر میں ماں کے مثل پدر ہونے پر جزم کیا۔ علامہ طحطاوی کو حقیقی نانی دادی کے مثل مادر میں تردّد رہا،

فقال تحت قولہ والام کالاب فی تجہیزھا انظر ھل الجدۃ مثلھا۔[1]

چنانچہ اپنے اس قول کے تحت کہ ماں جہیز دینے میں باپ کی طرح ہے فرمایا دیکھو کیا دادی اور نانی ماں کی مثل ہے؟ (ت)

علامہ ابن وہبان نے اپنی رائے سے دیگر اولیاء کو اسی حکم میں شامل کرنے کی بحث کی علامہ ابن الشحنہ نے اُس میں نظر کردی کہ علّامہ شرنبلالی نے نقل فرماکر مقرر رکھی اور شک نہیں کہ یہ الحاق سخت محلِ تامل ہے جب تک والدین کی طرح عرف عام و فاش سے ثابت نہ ہوجائے کہ سب اولیاء بھی اپنے ہی مال سے جہیز دیتے ہیں بلکہ ہمارے بلاد میں تنہا ماں کے مال خاص سے بھی تجہیز ہونا ہرگز معروف نہیں جہیز مطلقاً مال پدر سے ہوتا ہے یا بعض اشیاء ماں بھی شامل کردیتی ہے نہ کہ خاص مالِ مادر سے ہو مگر جبکہ باپ مال نہ رکھتا ہو یا اُس سے جُدا ہو کہ ماں نے بطورِ خود تزویج کی ہو تو ان دو صورتوں کے علاوہ ماں کا دعوٰی اختصاص بھی ضرور محتاج بینہ ہونا چاہئے کہ ظاہراً اُس کے لئے شاہد نہیں کما لایخفی، واللہ تعالٰی اعلم۔

وھذا بحمد اللہ تحقیق شریف فتح بہ المولی القوی اللطیف علی عبدہ الذلیل الضعیف اتضح بہ نظر العلامۃ عبدالبر واتجہ بہ کلام البحر فلنسق لک کلما تھم لیتجلی عندک الامر

اور یہ بحمد اللہ تعالٰی عظیم الشان تحقیق ہے جو قوی ولطیف مالک نے اپنے اس ناقص وضعیف بندے پر منکشف فرمائی، اس سے علامہ عبدالبر کی نظر واضح ہوگئی اور کلامِ بحر وجیہ ہوگیا تو اب ہم تیرے لئے ان کے ارشادات کو ذکر کرتے ہیں تاکہ تیرے نزدیک

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب المہر دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۶۷

Marfat.com

قال ابن وهبان فی منظومته ؎

ومن فی جهاز البنت قال اعرته
یصدق والاشهاد یشترط اظهر[1]

ثم قال فی شرحها ینبغی ان یکون الحکم فیما تدعیه الام و ولی الصغیرۃ اذا زوجها کما مر لجریان العرف فی ذلک کذلک[2] الخ ای انهم انما یجهزون من اموالهم فکان الظاهر شاهدا لهم قال الشارح العلامۃ قلت وفی الولی عندی نظر[3] اھ وھکذا نقله الشرنبلالی فی تیسیر المقاصد واقر قال فی الدر (الام) وولی الصغیرۃ (کالاب) فیما ذکر[4] اھ قال ط قوله فیما ذکر ای فی اعتبار العرف وھذا الحکم فی الام والولی بحث لابن وهبان قال العلامۃ عبد البر وفی الولی عندی نظر لان الغالب من حاله العاریۃ بخلاف الابوین

معاملہ منکشف ہو جائے۔ ابن وہبان نے اپنی منظومہ میں فرمایا:

اور جو شخص اپنی بیٹی کے جہیز کے بارے میں
کہے کہ میں نے بطور عاریت دیا ہے تو اس کی
تصدیق کی جائے گی اور اس میں گواہوں کا
شرط ہونا اظہر ہے۔

پھر اس کی شرح میں فرمایا کہ جہیز کے بارے میں ماں اور نابالغہ کا نکاح کرنے والے ولی کے دعوٰی کا حکم بھی ایسا ہی ہونا چاہئے جیسا کہ گزرا کیونکہ اس میں عرف ایسا ہی ہے یعنی وہ اپنے مالوں سے جہیز بناتے ہیں تو ظاہر ان کے لئے شاہد ہُوا۔ علامہ شارح نے فرمایا کہ میرے نزدیک ولی صغیر میں نظر ہے، ایسا ہی شرنبلالی نے تیسیر المقاصد میں اس کو نقل کر کے مقرر رکھا۔ دُر میں فرمایا کہ ماں اور صغیرہ کا ولی مذکور میں باپ کی طرح ہیں، اور ط نے فرمایا کہ اس کے قول فیما ذکر (مذکور میں) سے مراد یہ ہے کہ اعتبار عرف میں اور ماں اور صغیرہ کے ولی کے بارے میں یہ حکم ابن وہبان کی بحث ہے۔ علامہ عبد البر نے فرمایا کہ ولی صغیرہ میں میرے نزدیک نظر ہے کیونکہ اس کے حال سے غالب عاریت ہے بخلاف ماں باپ کے کہ ان کی

---

[1] منظومۃ ابن وہبان

[2] ردالمحتار بحوالہ شرح منظومہ باب المہر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۶۷

[3] " " " " " " " " "

[4] درمختار کتاب العاریۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۵۷

Marfat.com

لمزید شفقتهما لکن حیث کان العرف
مستمرا ان الولی یجهز من هذه
فلا نظر[1] اھ **اقول** لیس منشأ النظر
بثبوت الحکم بعد تسلیم العرف و انما
الشان فی جریان العرف فالایراد علی
قول ابن وھبان لجریان العرف
فی ذلک کذلک وبه ظهر انه ما کان
ینبغی تفسیر قوله ما ذکر باعتبار
العرف فان العرف اذا ثبت اینما
ثبت فهو القاضی الماضی القول
لا تفرقة فی ذلک بین اب و ام
وغیرهما بل المراد فیما ذکر من قبول
دعوی العاریة من ماله وکذلک
لیس تفسیر النظر ما ذکر بل النظر
انا لا نسلم ان الغالب من حاله
التجهیز من ماله، ثم اعلم ان
العلامة البحر بعد ما افاد حکم
الاب کما تقدم قال فی البحر صغیرة
نسجت جهازا بمال امها و ابیها و
سعیها حال صغرها وکبرها فماتت امها فسلم
ابوها جمیع الجهاز الیها
فلیس لاخوتها دعوی نصیبهم
من جهة الام[2] اھ ثم قال وبهذا

شفقت بیٹی پر زیادہ ہوتی ہے، لیکن عرف رائج یہی
ہو کہ ولی اپنے پاس سے جہیز بناتا ہے تو پھر کوئی
نظر نہیں اھ **اقول** (میں کہتا ہوں کہ) اعتراض
کا منشاء عرف کے تسلیم کرنے کے بعد حکم کا ثبوت
نہیں، اصل معاملہ تو صرف عرف کے جاری ہونے
میں ہے، پس ابن وھبان کے قول پر اعتراض
وارد ہے کیونکہ اس (ولی کے عاریۃً دینے) میں
عرف اسی طرح ہے، اور اسی سے ظاہر ہوگیا کہ
ما ذکر سے مراد اعتبارِ عرف لینا درست نہیں
اس لئے کہ عرف جب بھی ثابت ہو وہی حاکم قوی
ہوتا ہے اس میں ماں اور باپ کے درمیان کوئی
فرق نہیں ہوتا بلکہ ما ذکر سے مراد اُس کے اپنے مال
سے دعویٰ عاریت کو قبول کرنا ہے اور یوں ہی نظر کی
بھی وہ تفسیر نہیں جو ذکر کی گئی بلکہ نظر یہ ہے کہ بیشک
ہم تسلیم نہیں کرتے کہ اُس کے ولی صغیرہ کے حال سے
غالب اس کے اپنے مال سے جہیز بنانا ہے۔ پھر
جان کہ علامہ بحر نے باپ کے حکم کا افادہ فرمانے کے
بعد، جیسا کہ گزرا۔ بحر میں فرمایا کہ صغیرہ نے ماں باپ
کے مال اور اپنی دستکاری سے حالتِ صغر اور کبر
میں کچھ جہیز بنایا پھر اس کی ماں مرگئی اور باپ نے
وُہ سارا سامان اس لڑکی کو جہیز میں دے دیا تو
اُس کے بھائیوں کو یہ حق نہیں کہ ماں کا ترکہ
قرار دے کر اس میں سے اپنے حصّے کا دعویٰ کریں اھ

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب العاریۃ دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۳۹۰
[2] بحر الرائق باب المہر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۱۸۷

Marfat.com

يعلم ان الاب او الام اذا جهز بنته ثم مات فليس لبقية الورثة على الجهاز سبيل لكن هل هذا الحكم المذكور فى الاب يتأتى فى الام والجد فلو جهزها جدها ثم ماتت وقال ملكى وقال زوجها ملكها صارت واقعة الفتوى ولم ار فيها نقلا صريحا[1] اه قال فى منحة الخالق قال الرملى الذى يظهر ببادى الرأى انهما اى الام و الجد كذلك اما الام فلما قدمه من قول القنية صغيرة نسجت جهازا من مال امها وابيها الخ واما الجد فلقولهم الجد كالاب الا فى مسائل ليست هذه منها تأمل[2] اه **اقول** ماكان هذا البحر الطام الحبر التام ليذكر فرع القنية فى هذه الاسطر العديدة ويفرع عليه بنفسه ان الاب او الام اذا جهز بنته فليس لوارث على الجهاز سبيل ثم يتردد متصلا به فى التحاق الام بالاب فى كون التجهيز منها ظاهرا فى

پھر فرمایا اسی سے معلوم ہوگیا کہ جب باپ یا ماں بیٹی کو جہیز بنا کردیں تو ان کے مرنے کے بعد باقی وارثوں کا جہیز پر کوئی حق نہیں ہوتا لیکن کیا یہ حکم جو باپ کے لئے مذکور ہُوا وہ ماں اور دادا کے لئے حاصل ہوگا؟ تو اگر کسی لڑکی کو اس کے دادا نے جہیز دیا پھر وہ لڑکی مرگئی اور دادا نے کہا یہ جہیز میری ملکیت ہے اور اس لڑکی کا شوہر کہتا ہے کہ یہ لڑکی کی ملکیت ہے یہ فتوے سے متعلق ایک واقعہ پیش آگیا ہے اور میں نے اس میں کوئی صریح نقل نہیں دیکھی ۔ منحۃ الخالق میں فرمایا کہ رملی نے کہا ہے بنظر ظاہر وُہ دونوں یعنی ماں اور دادا، باپ کی طرح ہی ہیں، ماں تو اس وجہ سے جس کا بحوالہ قنیہ پہلے ذکر کیا ہے کہ لڑکی نے اپنے باپ اور ماں کے مال سے جہیز بنایا الخ اور دادا اس لئے کہ ان (فقہا) کا قول ہے کہ دادا مثل باپ کے ہے سوائے چند مسائل کے جن میں سے جہیز نہیں ہے ۔ غور کر الخ.

اقول (میں کہتا ہُوں) ایسے عظیم سمندر اور کامل و ماہر عالم کے لائق یہ نہیں کہ وُہ ان چند سطروں میں قنیہ کی فرع ذکر کرے اور بذاتِ خود اس پر یہ تفریع ذکر کرے کہ بیشک ماں یا باپ جب بیٹی کو جہیز دیں تو کسی وارث کا جہیز میں کوئی حق نہیں پھر اس کے متعلق ہی اس بات میں تردّد کرے کہ ماں اس حکم میں باپ کے ساتھ ملحق ہے کہ ماں کی طرف سے

---

[1] بحرالرائق باب المہر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۱۸۶
[2] منحۃ الخالق حاشیۃ البحرالرائق باب المہر " " " " ۳/ ۱۸۶

Marfat.com

التمليك حتى يرد عليه بما قدمنا من قول القنية وهل يتأتى مثله الا ممن لا يكاد يفهم ما يخرج من رأسه فكيف يجعل على مثله كلام مثل هذا الجليل النبيل ولذا لما لم يتضح الامر عند العلامة السيد الطحطاوي اسقط لفظ الام من كلام البحر واقتصر على قوله هل هذا الحكم المذكور في الاب يتأتى في الجد[1] الخ لكن العلامة الشرنبلالي في غنية لم يستبعده فقال قال صاحب البحر هل هذا الحكم المذكور في الاب يتأتى في الام والجد صارت واقعة الفتوى ولم أر فيها نقلا صريحا[2] اھ وقال العلامة الشامي تردد في البحر في الام والجد[3] الخ وقال الرملي ما سمعت فانما الامر ما فتح المولى سبحانه وتعالى ان لا تردد في الحاق الام بالاب في كون التجهيز منها تمليكا لمكان العرف وانما تردد رحمه الله تعالى في قبول

جہیز دینا تملیک میں ظاہر ہے۔ یہاں تک اس پر وارد ہو وہ جو قنیہ کے قول سے مقدم گزرا۔ اور نہیں حاصل ہوتا اس کی مثل مگر صرف اس شخص سے جو یہ نہ سمجھتا ہو کہ اس کے سر سے کیا خارج ہو رہا ہے، تو ایسے عظیم الشان عالم نبیل کے کلام کو اس قسم کے بیہودہ مؤقف پر کیسے محمول کیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب علامہ سید طحطاوی پر یہ امر واضح نہ ہو سکا تو انھوں نے کلامِ بحر سے لفظ ام کو حذف کرتے ہوئے اس قول پر اکتفاء فرمایا کہ کیا یہ حکم جو باپ کے بارے میں مذکور ہے دادا کے لئے حاصل ہوگا الخ لیکن علامہ شرنبلالی نے اس کو مستبعد نہ جانتے ہوئے غنیہ میں فرمایا کہ صاحبِ بحر نے کہا کیا یہ حکم جو باپ کے بارے میں مذکور ہے ماں اور دادا کے لئے حاصل ہوگا؟ یہ فتویٰ سے متعلق ایک واقعہ پیش آگیا ہے اور میں نے اس میں کوئی صریح نقل نہیں دیکھی۔ علامہ شامی نے فرمایا کہ بحر میں ماں اور دادا کے بارے میں تردد کیا، رملی نے فرمایا کہ میں نے نہیں سنا، بے شک معاملہ جو مولیٰ سبحٰنہ وتعالیٰ نے منکشف فرمایا وہ یہ ہے کہ صاحبِ بحر نے ماں کو باپ کے ساتھ اس حکم میں ملحق ماننے میں تردد نہیں فرمایا کہ ماں کی طرف سے دیا جانے والا جہیز عرفاً تملیک ہے البتہ صاحبِ بحر

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب المہر دار المعرفۃ بیروت ۲/۶۷
[2] غنیہ ذوی الاحکام حاشیۃ الدرر الحکام " مطبعۃ احمد کامل دار سعادت بیروت ۱/۳۴۸
[3] رد المحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۶۷

Marfat.com

دعوى التجهيز من مال نفسها عارية فان الاكثر ان الجهاز انما يكون من مال الاب وح لامساس لفرع القنية بما هوفيه ولا ماقدمه من قوله بهذا يعلم ان الاب اوالام الخ ينافيه وكذا لانظر ههنا الى كون الجد كالاب الافى مسائل فان هذا امر لايؤخذ الامن العرف وانما قبلنا دعوى الاب لما علمنا من العرف الفاشى ان الجهاز يكون من ماله فكان الظاهر شاهداله فان ثبت مثله فى الجد فذاك والا فلا الحاق ولا اشتراك هكذا ينبغى التحقيق والله ولى التوفيق واغرب من هذا ما ذكر بعده فى منحة الخالق من قوله قلت وجزم فى متن التنوير ان الام كالاب فى تجهيزها وعزاه فى شرح المنح الى فتاوى قارى الهداية وفى شرحه الدر المختار معزيا الى شرح الوهبانية وكذا ولى الصغيرة ولا يخفى شموله الجد وغيره[1] اه **اقول** نعم لايخفى ولكن البحر

رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ماں کے اس دعوٰی کو قبول کرنے میں تردّد فرمایا کہ جو جہیز اس نے مال سے دیا ہے وُہ عاریت ہے کیونکہ اکثر طور پر جہیز باپ کے مال سے دیا جاتا ہے، تو دریں صورت قنیہ کی فرع کا اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں جس میں صاحبِ بحر گفتگو کر رہے ہیں نیز ان کا قول سابق کہ اسی سے معلوم ہوگیا کہ بیشک باپ اور ماں الخ بھی اس کے منافی نہیں، اور نہ ہی یہاں اس بات کی طرف نظر ہے کہ دادا سوائے چند مسائل کے باپ کی مثل ہے اس لئے کہ یہ امر تو صرف عرف سے ماخوذ ہے اور بلاشبہ ہم نے باپ کا دعوٰی اس لئے قبول کیا کہ ہم نے عرف مشہور سے جان لیا کہ جہیز وُہ اپنے مال سے دیتا ہے لہذا ظاہر اس کے لئے شاہد ہُوا، تو اگر اسی کی مثل دادا میں ثابت ہوجائے تو اس کا حکم بھی یہی ہوگا ورنہ نہ الحاق ہے نہ اشتراک، یُوں ہی تحقیق چاہئے، اور اللہ تعالٰی ہی مالکِ توفیق ہے، اور اس سے بھی زیادہ عجیب وغریب ہے وہ جو اس کے بعد منحۃ الخالق میں اس کے اس قول کے ساتھ مذکور ہُوا، میں کہتا ہوں کہ متن تنویر میں اس پر جزم فرمایا کہ تجہیز میں ماں، باپ کی طرح ہے۔ اور شرح منحہ میں اس کی نسبت فتاوٰی قاری ہدایہ کی طرف کی، اور درمختار کی شرح میں شرح وہبانیہ کی طرف منسوب کرتے ہُوئے ہے کہا یونہی ولی صغیرہ بھی ہے اور اس کا شمول دادا وغیرہ کو مخفی نہیں ہے اھ **اقول** (میں

---

[1] منحۃ الخالق حاشیۃ البحر الرائق باب المہر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۱۸۷

Marfat.com

انما یقول لم ار فیہا نقلا صریحا و بحث ابن وھبان لیس من النقل فی شیئ والعبد الضعیف فی عجب من سوق الدر المسألۃ مساق المنقول مع علمہ بانہ بحث منہ و قد بحث فیہ الشارحون وقد علمت مماقدمنا ان بحثہم حسن وجیہ فالحمد للہ علی حسن التنبیہ۔

کہتا ہوں) ہاں مخفی نہیں لیکن بے شک تجر میں فرماتے ہیں کہ میں نے اس میں صریح نقل نہیں دیکھی اور ابن وہبان کی بحث کوئی نقل نہیں اور بندۂ ضعیف کو اس بات پر حیرت ہے کہ درّ نے مسئلہ بطور منقول چلایا حالانکہ وُہ جانتے ہیں کہ یہ ابن وہبان کی بحث ہے اور تحقیق شارحین نے اس میں بحث کی ہے اور تحقیق ہمارے بیان سابق سے تو جان چکا ہے کہ ان کی بحث حسن و وجیہ ہے پس حُسنِ تنبیہ پر اللہ تعالٰی ہی کے لئے حمد ہے۔ (ت)

بالجملہ جب حقیقی دادی نانی، حقیقی دادا، حقیقی ماں میں علمائے کرام نے تردّد فرمایا تو سوتیلی ماں کہ محض اجنبیہ ہے کیونکر اس حکم پدر میں شریک ہوسکتی ہیں، اجنبی کے لئے صورتِ مستفسرہ میں یہی حکم لکھتے ہیں کہ اُس کا دعوٰی بے گواہان مسموع نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے:

الام وولی الصغیرۃ کالاب فیما ذکر وفیما یدعیہ الاجنبی بعد الموت لایقبل الا ببینۃ شرح وھبانیۃ۔[1]

ماں اور ولی صغیرہ حکمِ مذکور میں باپ کی طرح ہیں اور جہاں اجنبی موت کے بعد دعوٰی کرے تو گواہوں کے بغیر قبول نہیں کیا جائے گا، شرح وہبانیہ۔ (ت)

اور یہاں گواہوں سے اثباتِ عاریت کے دو۲ طریقے ہیں:

ایک یہ کہ باپ ماں یا اجنبی جس کے ذمے اقامت بینہ کا حکم ہو گواہان عادل شرعی سے شہادت دلائے کہ میں نے یہ جہیز عروس کو دیتے وقت شرط کرلی تھی کہ عاریۃً دیتا ہوں۔

دوسرے یہ کہ دُلھن کا اقرار نامہ بتصدیق شہود عدل پیش کرے جس میں اس نے اقرار کیا ہو کہ یہ یہ جہیز مجھے فلاں نے اپنی مِلک سے عاریۃً دیا ہے۔

بحرالرائق میں ہے:

قال فی التجنیس والولوالجیۃ والذخیرۃ والبینۃ الصحیحۃ ان یشہد عند التسلیم

تجنیس، ولوالجیہ اور ذخیرہ میں فرمایا بینہ صحیحہ یہ ہے کہ عورت کو یہ اشیاء دیتے وقت گواہ قائم کرے کہ

---

[1] درمختار کتاب العاریۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۵۷

Marfat.com

الی المرأۃ انی انما سلمت ھذہ الاشیاء بطریق العاریۃ او یکتب نسخۃ معلومۃ ولیشھد الاب علی اقرارھا ان جمیع ما فی ھذہ النسخۃ ملك والدی عاریۃ فی یدی منہ[1] الخ

بے شک میں نے یہ اشیاء بطور عاریت دی ہیں یا یہ کہ ایک معین تحریر تیار کرکے باپ کو لڑکی کے اس اقرار پر گواہ قائم کرے کہ وُہ تمام اشیاء جو اس تحریر میں مرقوم ہیں میرے والد کی ملکیت ہیں اور میرے پاس اس کی طرف سے بطور عاریت ہیں الخ (ت)

اقول و باللہ التوفیق (میں کہتا ہُوں اور اللہ تعالٰی سے توفیق ہے۔ ت) یہاں دُو مرحلے ہیں:

اوّل اس کا اثبات کہ یہ جہیز میں نے اپنے مال سے دیا، ان بلاد میں باپ اس کے ثابت کرنے میں گواہوں کا محتاج نہیں لما تقدم من جریان العرف فی ذٰلك کذٰلك (جیسا کہ پہلے گزرا کہ اس میں عرف ایسا ہی جاری ہے۔ ت) بلکہ دُلہن یا اس کے ورثہ میں اس کے منکر ہوں تو وہ گواہ دیں کہ یہ جہیز باپ نے اپنے مال سے نہ دیا دُلہن کی مِلک سے بنایا بخلاف اجنبی کہ اُسے اوّلاً یہی ثابت کرنا ضرور ہوگا،

لعدم ظاھر یشھد لہ فی ذٰلك وانما البینۃ علی کل من یدعی خلاف الظاھر۔

کیونکہ اس معاملہ میں ظاہر اس کے لئے شاہد نہیں اور ہر اس شخص پر گواہ لازم ہوتے ہیں جو خلاف ظاھر دعوٰی کرے۔ (ت)

پھر اگر یہ امر بینہ یا اقرار عروس یا تسلیم ورثہ سے ثابت ہو تو دوسرا درجہ ثبوت عاریت کا ہے یہاں اگر عرف عام یا مشترک سے عاریۃً دینا ثابت یا محتمل ہو تو ظاہراً اجنبی بھی مثل پدر بعد ثبوت اول اس ثبوت دوم میں محتاج اقامت بینہ نہیں کہ جب ابار عاریۃً دیتے ہیں تو اجنبی کا قصدِ عاریت ہرگز خلافِ ظاہر نہیں بلکہ بلحاظ اجنبیت وہی اظہر ہے

ولا بینۃ علی من شھد لہ الظاھر مع انہ قد ثبت انہ الدافع فھو ادری بجھۃ الدفع مع ما تقدم من ان الاقل ھو المتعین فی ما احتمل۔

اس پر گواہ لانا لازم نہیں جس کے لئے ظاہر شاہد ہو باوجود اس کے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ وُہ دینے والا ہے پس وُہ دینے کی جہت کو بہتر جانتا ہے باوجود اس کے جو گزرا کہ محتمل میں اقل ہی متعین ہوتا ہے۔ (ت)

تو جب تک صراحۃً کوئی دلیلِ تملیک نہ پائی جائے بحال عموم یا اشتراک عرف عاریت اجنبی کا اس فعل پر اقدام خواہی نخواہی قصدِ تملیک پر محمول نہ ہونا چاہئے اور اگر عرف عام تملیک ہو کہ جہیز دینا مالک کرنا ہی سمجھا جاتا ہو

---

[1] بحر الرائق باب المہر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۱۸۷

Marfat.com

جیسا ہمارے بلاد میں ہے کہ اقارب اجانب جو تجہیز کریں تملیک ہی کرتے ہیں، اگر کوئی کسی لڑکی کو پال لیتا یا ویسے ہی کسی یتیمہ کا نکاح کرتا ہے تو جو کچھ جہیز میں دیتا ہے یقیناً تملیک ہی کا ارادہ کرتا ہے چندروزہ عاریت دے کر واپس لینے کا اصلاً وہم بھی نہیں گزرتا تو ایسی حالت میں اس ثبوت دوم یعنی دعوٰی عاریت میں اجنبی بھی آپ ہی محتاج گواہان ہوگا کما علمت ان المعھود عرفا کالمشروط نصا (کیونکہ تُو جان چکا ہے کہ جو بطورِ عرف کے معہود ہو وُہ ایسے ہی ہے جیسے بطورِ نص کے مشروط ہو۔ ت) اسی طرح اگر جہیز دئے ایک زمانہ ممتد گزر جائے دلہن برتتی استعمال کرتی تصرف کرتی رہے اور اس کی جانب سے بے مانع غیبوبت وغیرہ سکوتِ مطلق رہے طلب واپسی ظاہر نہ ہو پھر ایک مدتِ مدیدہ خصوصاً موتِ عروس کے بعد دعوٰی کرے کہ میں نے تو عاریۃً دیا تھا مجھے واپس ملے تو اب بھی اس کا یہ دعوٰی خلافِ ظاہر ومحتاج بینہ ہے والدین واولاد کا معاملہ دوسرا ہے ان میں ایک دوسرے کے مال سے مدۃ العمر متمتع رہے تو باہم گوارا ہوتا ہے عرفاً اجانب سے متوقع نہیں کہ اتنی مدت تک اپنا مال دوسرے کے ایسے تصرف واستعمال میں چھوڑے رہیں اور اپنی ملک ہونا زبان پر نہ لائیں۔

وھذا کما قال فی البحر[1] قال فی الملتقی من زفت الیہ امرأتہ بلاجھاز فلہ مطالبۃ الاب بما بعث الیہ من الدنانیر والدراھم ولو سکت بعد الزفاف طویلا لیس لہ ان یخاصمہ بعدہٗ اھ مختصرا وفی ردالمحتار قال الشارح فی کتاب الوقف ولو سکت بعد الزفاف زمانا یعرف بذلک رضاہ لم یکن لہ ان یخاصم بعد ذلک وان لم یتخذ لہ شیئ اھ ح واشار بقولہ یعرف الی ان المعتبر فی الطول والقصر

یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ بحر میں فرمایا کہ ملتقی میں کہا جس شخص کی بیوی جہیز کے بغیر رخصت ہو کر اس کی طرف آئی ہو تو وُہ بیوی کے باپ سے ان دنانیر ودراہم کا مطالبہ کرسکتا ہے جو اس نے اس کی طرف بھیجے تھے اور اگر زفاف کے بعد زمانۂ دراز تک خاموش رہا تو اس کے بعد اس سے مخاصمہ نہیں کرسکتا اھ مختصراً۔ اور ردالمحتار میں ہے کہ شارح نے کتاب الوقف میں فرمایا کہ اگر زفاف کے بعد اتنا زمانہ خاموش رہا جس سے اس کی رضا سمجھی گئی تو اب اس کے بعد اُس کو مخاصمت کا حق نہیں اگرچہ اُس کے لئے کچھ بھی نہ بنایا ہو الخ اس عبارت میں شارح نے اپنے قول "یعرف" سے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ زمانہ کے

---

[1] بحر الرائق باب المہر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۱۸۶، ۱۸۷

Marfat.com

العرف[1] اھ وفیه عن البزازیة لانه لما کان محتملا وسکت زمانا یصلح للاختیار دل ان الغرض لم یکن الجهاز[2] اھ **قلت** وقد نصوا ان من رأی احدا یتصرف فی شیئ زمانا ثم ادعی انه ولم یکن ثم مانع من دعواہ لم تسمع قطعا للحیل وقد بیناہ فی الدعاوی من فتاوٰنا۔

دراز اور مختصر ہونے کا اعتبار عرف پر ہے اھ اور اسی میں بزازیہ سے ہے، اس لئے کہ جب محتمل تھا اور وہ اتنا زمانہ خاموش رہا جس میں وُہ مطالبہ کو اختیار کرسکتا تھا تو اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی غرض جہیز لینا نہ تھا الخ **قلت** (میں کہتا ہوں) اس پر انھوں نے نص کی کہ جو شخص ایک زمانہ تک کسی کو کسی شئی میں تصرف کرتے ہُوئے دیکھتا رہا، پھر دعوٰی کیا کہ یہ شئی اس کی ہے حالانکہ اس سے پہلے بھی دعوٰی سے کوئی مانع نہ تھا تو اس کا یہ دعوٰی اس کے حیلوں کی بنیاد پر مسموع نہ ہوگا۔ تحقیق ہم نے اس کو اپنے فتاوٰی کے دعاوی میں بیان کیا ہے۔ (ت)

قرۃ العیون میں ہے:

لو جهزها الاجنبی ثم ادعی انه عاریة بعد موتها لا یقبل قوله الابینة لان الظاهر انه لایجهزها ویترکه فی یدها الی الموت الا بمالها بخلاف الاب والام فانهما یجهز انها بمال انفسهما لکن یکون ذلك تملیکا تارۃ وتارۃ عاریة ولذا قال شارح الوهبانیة وفی الولی عندی نظر الخ ای فی جعله کالاب والام لان الظاهر فی

اگر اجنبی نے کسی عورت کو جہیز دیا پھر عورت کے مرنے کے بعد دعوٰی کیا کہ یہ بطور عاریت تھا تو بغیر گواہوں کے اس کا قول قبول نہیں کیا جائے گا کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ عورت کو جہیز دے کر اس کے مرنے تک اس کے قبضہ میں چھوڑ دینا صرف وہیں ہوگا جہاں عورت کے اپنے مال سے ہو بخلاف ماں باپ کے کیونکہ وہ اپنے مال سے بیٹیوں کو جہیز دیتے ہیں تاہم کبھی تو وہ بطور تملیک ہوتا ہے اور کبھی بطور عاریت۔ اسی لئے شارح وہبانیہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک ولی صغیرہ میں نظر ہے الخ یعنی اس کو ماں باپ کی مثل قرار

---

[1] ردالمحتار باب المہر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۶۷

[2] " " " " " " " " ۲/۳۶۸

Marfat.com

غیرھما انه لایجھزھا الا بمالھا[1] اھ **اقول** ھذا الکلام قد رزق حظه من الحسن وھو ینحو منحی ما قدمت من التحقیق و الله تعالٰی ولی التوفیق ولعلك تفطنت مما القینا علیك سابقا ولاحقا ان الموت غیر قید وقد احسن السید العلامة الطحطاوی حیث قال قد ذکر المص فی باب المھر ان الام کالاب وان حکم الموت کحکم الحیات[2] اھ ھذا کله ما ظھر لی والعلم بالحق عند ربی، والحمد لله رب العالمین۔

دینے میں، کیونکہ ماں باپ کے غیر میں ظاہر یہی ہے کہ وہ لڑکی کے مال سے جہیز بناتے ہیں الخ **اقول** (میں کہتا ہوں) اس کلام کو حسن سے وافر حصہ ملا اور وُہ اسی روش پر چلا جو تحقیق ہم سابق میں کر چکے ہیں اور اللہ تعالٰی ہی مالکِ توفیق ہے، اور ہم نے سابق و لاحق میں جو تجھ پر القاء کیا (یعنی بیان کیا) اُس سے شاید تُو نے سمجھ لیا ہوگا کہ حکم مذکور میں موت قید نہیں، اور علّامہ سیّد طحطاوی نے بہت خوب کہا جہاں فرمایا کہ تحقیق مصنّف نے باب المہر میں کہا کہ بیشک ماں، باپ کی طرح ہے۔ اور موت کا حکم حیات کے حکم کی مثل ہے الخ یہ سب وُہ ہے جو میرے لئے ظاہر ہوا اور حق کا علم میرے رب کے پاس ہے، اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔ (ت)

بہرحال مسئلہ فیض النساء بیگم میں حکم یہی ہے

کہ اس کا یہ دعوٰی یُوں قابلِ سماعت نہیں، اولاً اس کی بنائے دعوی پر نظر لازم آیا واپسی بخیال ہبہ تاحینِ حیات چاہتی ہے (جس طرح لفظ کپڑے و زیورات وغیرہ متروکہ لڑکی متوفیہ سے اُس کا کچھ پتا چلتا ہے جبکہ عرضی دعوے میں فیض النساء بیگم کے لفظ یہی ہوں کہ عاریت کو مستعیر متوفی کا ترکہ نہیں کہتے) جب تو دعوٰی سرے سے باطل و مردود کہ بعد موت موہوب لہ اختیار واپسی مفقود، اور اگر بزعم عاریت طالب واپسی ہے تو یہ دعوٰی کہ بعد مرورِ مدت خصوصًا بعد موت عروس ہوا بہرکیف محتاجِ شہادت ہے انھیں دو طریقہ مذکورہ سے کسی طریقہ پر گواہان عادل شرعی سے ثبوت دے کہ یہ جہیز بدیں تفصیل خدیجہ بی بی کو میں نے اپنے مالِ خاص سے عاریۃً دیا اگر گواہ دے دے فبہا، اور نہ دے سکے تو حاکم یا حاکم شرعی شوہر خدیجہ وغیرہ ورثہ سے قسم لے کہ واللہ ہمیں نہیں معلوم کہ یہ جہیز مال فیض النساء بیگم سے خدیجہ بی بی کے پاس عاریۃً تھا اگر وُہ قسم کھالیں تو مقدمہ بحقِ وارثانِ خدیجہ ورنہ بحق فیض النساء بیگم

---

[1] قرۃ عیون الاخیار | کتاب العاریۃ | مصطفی البابی مصر | ۲/۳۱۷
[2] حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار | باب المہر | دار المعرفۃ بیروت | ۲/۶۷

Marfat.com

فیصل ہو۔ طحطاوی علی الدر المختار میں ہے:

قولہ وفیما یدعیہ الاجنبی ای من انہ اعارہ المتوفی ھذا الشیئ لایصدق الا ببینۃ ولہ ان یحلف الوارث ان انکر علی العلم کما ھو الحکم فی نظائرھا[1] اھ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

اور قولِ مصنف کہ جس میں اجنبی دعوٰی کرے یعنی یُوں کہے کہ یہ شَے میں نے متوفی کو بطور عاریت دی تھی تو بغیر گواہوں کے اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور متوفی کا وارث اگر منکر ہو تو (حاکم) اس سے یُوں قسم لے سکتا ہے کہ ہمیں اس کے عاریت ہونے کا علم نہیں جیسا کہ اس کے نظائر میں یہی حکم ہے اھ اور اللہ سبحٰنہ وتعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

جواب سوال پنجم

بھی تقریراتِ سابقہ سے واضح اس دعوٰی کے ثبوت میں کہ یہ اشیا وقت شادی حسام الدین کو فیض النساء بیگم نے اپنے مال سے دیں فیض النساء بیگم محتاج گواہان ہے اگر یہ امر شہادت یا اقرار مدعا علیہ سے ثابت ہو تو دربارہ تملیک وعاریت وہی عرف وغیرہ دلائل پر نظر ہوگی اگر نصًا یا عرفًا کسی طرح دلالتِ تملیک ثابت ہو (جس طرح ہمارے بلاد میں رواج عام ہے کہ دلہن والوں کی طرف سے سلامی وغیرہ جو کچھ کپڑے یا نقد یا دیگر اشیاء دُولھا کو دیتے ہیں اُس سے تملیک ہی کا ارادہ کرتے ہیں بلکہ یہاں عاریت بتانا جہیز دختر کو عاریت کہنے سے زیادہ موجب ننگ و عار سمجھتے ہیں) تو وُہ دینا ہبہ سمجھا جائے گا اور فیض النساء بیگم اگر عاریت کہے گی تو بغیر اُن طرق ثبوت کے مسموع نہ ہوگا اور اگر دلالت تملیک متحقق نہیں تو فیض النساء بیگم کا قول عاریت بہ قسم قابلِ قبول ہوگا، پھر اگر اُس مال کا ہبہ ہونا ثابت ہو تو اُس میں سے جو کچھ تلف ہوگیا خواہ حسام الدین کے اپنے فعل سے یا بلا قصد یا اُس نے کسی کو دے دیا یا بیچ ڈالا تو اس کی واپسی ممکن نہیں،

فان ھلاک الموھوب وخروجہ عن ملک الموھوب لہ کلاھما من موانع الرجوع۔

کیونکہ بے شک موہوب شَے کا ہلاک ہونا اور اُس کا موہوب لہ کی ملک سے خارج ہونا دونوں ہی رجوع کے موانع میں سے ہیں۔ (ت)

اور جو بدستور اُس کے پاس موجود ہے اور کوئی مانع موانع رجوع سے نہیں تو فیض النساء بیگم بتراضی یا بقضائے قاضی واپس لے سکتی ہے مگر گنہ گار ہوگی کہ ہبہ میں رجوع سخت مکروہ وممنوع ہے بغیر اس کے بطور خود رجوع نہیں

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب العاریۃ دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۳۹۰

Marfat.com

کر سکتی، اور اگر عاریت ہونا ثابت قرار پائے تو جو جہیز موجود ہے اُسے بطورِ خود واپس لے سکتی ہے اگرچہ حسام الدین نے کسی کو دے دی یا بیع کردی ہو فان العواری مردودۃ وتصرف الفضولی بالرد یبطل (کیونکہ بطورِ عاریت دی ہوئی اشیاء واپس کی جاتی ہیں اور فضولی کا تصرف رَد سے باطل ہو جاتا ہے۔ ت) اور جو تلف ہو گیا اگر بے فعلِ حسام الدین تلف ہُوا مثلاً چوری گیا جل گیا ٹوٹ گیا اور اُس میں حسام الدین کی طرف سے کوئی بے احتیاطی نہ تھی تو اس کا تاوان نہیں لے سکتی فان العاریۃ امانۃ لا تضمن الا بالتعدی (اس لئے کہ عاریت امانت ہے اور بلا تعدی اس میں ضمان لازم نہیں آتا۔ ت) اسی طرح جو کچھ حسام الدین کے پہننے برتنے میں تلف ہو یا نقصان ہوا اُس کا بھی تاوان نہیں جبکہ اُس نے عادت وعرف کے مطابق اُسے برتا استعمال کیا ہو فانہ کان بتسلیط منہا وما کانت العاریۃ الا للاستعمال (کیونکہ وُہ اس عورت کی تسلیط سے اس کے پاس تھا اور عاریت تو ہوتی ہی استعمال کیلئے ہے۔ ت) ہاں جو کچھ حسام الدین نے قصداً خراب کیا یا اُس کی بے احتیاطی سے ضائع ہُوا یا عرف وعادت سے زیادہ استعمال کرتے میں ہلاک ہو گیا اُس کا تاوان حسام الدین سے لے سکتی ہے لحصول التعدی (تعدی حاصل ہونے کی وجہ سے۔ ت) فصول عمادی میں ہے:

اذا انتقص عین المستعار فی حالۃ الاستعمال لا یجب الضمان بسبب النقصان اذا استعملہ استعمالا معہودا[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جب عین مستعار میں استعمال کی حالت میں نقصان ہُوا تو اس نقصان کے سبب سے ضمان واجب نہیں ہوگا بشرطیکہ اُس نے عرف وعادت کے مطابق استعمال کیا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

جواب سوال ششم

جو مال حسام الدین نے وقتِ شادی خواہ بعد شادی اپنی بی بی کو دیا اُس کی واپسی سے فیض النساء بیگم کو کچھ علاقہ نہیں ہو سکتا کہ اگر حسام الدین نے عاریۃً دیا تھا تو وُہ خود اُس کا مالک ہے اور اگر زوجہ کو مالک کر دیا تھا تو بعد مرگ زوجہ اُس کے پسر وشوہر کو پہنچ کر پھر حسام الدین کے پاس آیا فیض النساء بیگم کا اُس میں کوئی حق نہ تھا نہ ہے، وھذا ظاھر جدا (اور یہ خوب ظاہر ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

جواب سوال ہفتم

اس سوال کا جواب اُسی تحقیق جوابات سابقہ پر مبنی ہے زیور جہیز اگر بنظر احکام مذکورہ ملک خدیجہ بی بی

[1] فصول عمادی

Marfat.com

قرار پائے تو وُہ ایک چیز ہے کہ بحکم مالک رہن رکھی گئی ہے مورثہ مدیونہ ہے اور مرتہن دائن وارث فک رہن کرائیں گے یا بتراضی باہمی وہی شے دین مرتہن میں دے دیں گے یا زیور دین میں بیچا جائے گا کچھ ہوگا یہ ان کا باہمی معاملہ ہے جس سے فیض النساء بیگم کو کوئی تعلق نہیں اور اگر زیوروں کا ملک فیض النساء بیگم اور خدیجہ بی بی کے پاس عاریت ہونا ثابت ہو تو نظر کریں گے کہ یہ رہن رکھنا بے اجازت فیض النساء بیگم تھا یعنی نہ اُس سے اذن لے کر رہن رکھا نہ اُس نے بعد رہن اس تصرف کو جائز کیا جب تو اُسے اختیار ہے کہ رہن فسخ کرکے اپنی چیز مرتہن سے واپس لے لے مرتہن اپنا دین ترکہ خدیجہ بی بی سے لیتا رہے، ردالمحتار میں ہے :

لانہ تصرف فی ملکہ علی وجہ لم یؤذن لہ فیہ فصار غاصبا وللمعیر ان یاخذہ من المرتہن ویفسخ الرہن جوہرۃ[1]۔

کیونکہ بیشک اس (راہن) نے دوسرے (معیر) کی مِلک میں اس طور پر تصرف کیا جس کا اذن اس کو نہیں دیا گیا تھا تو وُہ غاصب ہوگیا اور عاریت دینے والے کو حق حاصل ہے کہ مرتہن سے شیئ مرہون لے لے اور رہن کو فسخ کردے۔ جوہرہ۔ (ت)

اور اگر اُس سے پُوچھ کر اس کی مرضی کے مطابق رہن رکھا (اگرچہ صورتِ حاضرہ میں ظاہراً اس کی اُمید نہیں) یا بعد رہن اس نے تصرف کو اپنی اجازت سے نافذ کردیا تو رہن صحیح و نافذ ہوگیا اب فیض النساء بیگم جب تک دین مرتہن ادا نہ ہو شیئ مرہون واپس نہیں لے سکتی، ہاں یہ اختیار رکھتی ہے کہ اگر ورثہ خدیجہ بی بی فک رہن میں دیر لگائیں یہ خود مرتہن کو اُس کا دین دے کر اپنی چیز چھڑا لے اور جو کچھ مرتہن کو دے ترکہ خدیجہ بی بی سے واپس لے۔ عالمگیریہ میں محیط امام سرخسی سے ہے :

لواراد المعیر افتکاکہ لیس للراہن والمرتہن منعہ ویرجع علی الراہن بما قضی لانہ مضطر فی قضائہ لاحیاء حقہ وملکہ[2]۔

اگر معیر مرہون شَے کو چھڑانا چاہے تو راہن اور مرتہن اس کو منع نہیں کرسکتے اور وُہ جو کچھ مرتہن کو دے راہن سے لے سکتا ہے کیونکہ وُہ اپنے حق و ملک کو حاصل کرنے کے لئے اس ادائیگی پر مجبور ہے (ت)

درمختار میں ہے :

لو رہن دار غیرہ فاجاز صاحبہا جاز[3]۔

اگر کوئی کسی کا گھر رہن رکھ دے پھر گھر کا مالک اس کی اجازت دے دے تو جائز ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الرہن باب التصرف فی الرہن داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۳۳۱

[2] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ محیط سرخسی الباب الحادی عشر فی التفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۴۸۶

[3] درمختار باب التصرف فی الرہن مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۷۴

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے:

ویکون بمنزلۃ مالو اعارھا لیرھنھا[1]۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

اور یہ بمنزلہ اس شیئ کے ہوگیا جس کو کسی نے بطور عاریت دیا ہی اس لئے ہے کہ وہ اس کو رہن رکھ دے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ از رائے پور چھتیس گڈھ بحناتھ بارہ مرسلہ منشی محمد قاسم صاحب حوالدار پیشی
۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۲۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مقدمۂ ذیل میں، فیض النساء بیگم انجمن نعمانیہ رائے پور میں دادخواہ تھی کہ میں نے اپنی سوتیلی لڑکی مسماۃ خدیجہ بی بی کی شادی مسمّی حسام الدین سے کردی اور لڑکی مذکور نے رحلت کی، اب مجھے حسبِ رواجِ ملک اپنے کے جو کچھ مال متاع بنام جہیز اپنی لڑکی کو دی ہوں حسام الدین سے واپس دلایا جائے چونکہ وقت دینے اسباب جہیز اپنی لڑکی کو مطابق رسم ورواج عادت عالم کے نہ تو نیت تملیک کی کی جاتی ہے نہ ہبہ وعاریت کی بلکہ یُوں ہی بلا کسی نیت کے جو کچھ دینا منظور رہو وقت رخصت دولھا دُلھن کے ہمراہ اُن کے کردیا کئے جاتا ہے غرض جو رواج عام خاص وعام میں پُشتہا پُشت سے جاری ہے حسام الدین سے واپس دلاکر دادرسی فرمائی جائے انتہی۔ اربابِ انجمن فیصلہ مقدمہ ہذا کا صرف اپنی ہی معلومات پر منحصر نہ فرما علمائے دین سے بھی فتووں کا استدعا کیا چنانچہ فتوٰی علمائے دیوبند کا آخر فیصلہ فتوی روایات فقہ اس بارہ میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ شرفا میں مطلقاً تملیک سمجھا جاتا ہے اور بغالب ظن عرف میں یہی ہے کہ کوئی شخص اسباب شادی دے کر واپس نہیں لیتا لیکن باینہمہ عرف وہاں کا یہی ہے کہ واپس لیا جاتا ہے اور ہبہ وتملیک نہیں ہوتا فیض النساء بیگم اُس کو واپس لے سکتی ہے انتہی، فتوٰی ندوۃ العلماء جس جگہ میں یہ عرف ہو کہ اشیاء جہیز بطور تملیک دیا جاتا ہے جیساکہ بلاد ہندوستان میں بھی یہی رواج ہے تو اُس مقام میں اشیاء لڑکی کی مِلک ہوجائیں گی اور لڑکی کے ماں باپ کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ واپس کرلے، ہاں جس مقام میں رواج عاریۃً دینے کا ہے وہاں اشیائے جہیز مِلک لڑکی کی نہ ہوں گی اور ماں باپ کو اختیار ہوگا کہ واپس کرلے فیض النساء بیگم کو چاہئے کہ گواہوں سے اسباب جہیز دینا اپنے مال سے ثابت کردے اُس کے بعد حسبِ رواج کاربند ہوا انتہی فیض النساء کے اپنے مال سے دینے پر صدہا گواہ موجود ہیں۔ فتوٰی جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب

---

[1] ردالمحتار کتاب الرہن باب التصرف فی الرہن دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۳۳۰

Marfat.com

بریلوی، سوال انجمن نعمانیہ راۓ پور، سوال: شرع میں رواجِ ملک کو بھی مداخلت ہے کیا؟ جواب:
مولانا صاحب! حکم شرع مطہر کے لئے ہے عرف ورواج وغیرہ کسی کو حکم میں کچھ دخل نہیں، ہاں بعض احکام
کو شرع اپنے حکم سے عرف پر دائر فرماتی ہے خواہ یوں کہ اگر یہ شئے معروف ورائج ہو جائے تو اس کے لئے یہ
حکم ہے خواہ یوں کہ حکم فی نفسہٖ حاصل، اور یہ اس کی صورت کا بنانے والا ہے یہ مسئلہ جہیز بھی صورتِ ثانیہ سے ہے کہ
والدین اپنے مال سے دُلہن کو جہیز دیتے ہیں اور دینا ہبہ وعاریت دونوں کو محتمل' اور ان کا تعین عرف پر محمول' جہاں
عرف غالب تملیک ہو وہاں دعوٰی عاریت نامقبول' اور جہیز دینا تملیک ہی پر محمول جب تک گواہانِ شرعی سے
اپنا عاریت دینا ثابت نہ کریں، اور جہاں عرف غالب عاریت ہو یا دونوں رواج یکساں ہوں وہاں ان کے قول
قسم کے ساتھ معتبر ایسی جگہ جہیز دینا جہاں تملیک نہ سمجھا جائے گا الخ۔ جنابِ من! فتوٰی جناب کا فائز انجمن نعمانیہ ہو کر
عرصہ دو سال کا ہوا ہوگا اس عرصۂ دراز میں اکثر اوقات پیش نظر یعنی جناب رکن اعظم انجمن جناب مولوی حکیم مسمّی ابوسعید صاحب
کے بھی رہا، یقین ہوا کہ مولوی صاحب اُن فتووں کے مطالب مقاصد ظاہر روایات کے موافق ومطابق بخوبی سوچ سمجھ
گئے ہوں گے، آخر الامر بروز جلسہ مع فتوٰی جناب کا بھی فتوٰی مولوی صاحب نے پڑھا اور جملہ اول جناب کے فتوٰی کا
یہ تھا: "حکم شرع مطہر کے لئے ہے۔" مولوی صاحب نے جملہ مذکور کا خلاصہ اس طرح بیان فرمایا کہ جو حکم شرع
کا ہے وہ پاک ہے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ علاوہ بریں مولانا ممدوح کے فتوے سے معلوم ہوتا ہے کہ رواجِ
ملک کو شرع میں کچھ دخل نہیں ورنہ فیض النساء بیگم موافق دعوٰی اپنے اشیاء جہیز پانے کی کسی طرح حقدار ہو سکتی ہے بلکہ
دعوٰی اس کا شرعاً مردود اور رواجِ ملک مطرود، کیونکہ رواجِ ملک بمقابلہ شرع کے ایک بیہودہ بات ہے، غرض اربابِ انجمن
نے مولوی صاحب کے لاطائل بیان کو عدمِ واقفیت مسائلِ فتوٰی سے بلا غور وتامل مان لیا انتہی، التماس بندہ محمد قاسم

ع دل صاحبِ انصاف سے انصاف طلب ہے

اگرچہ یہ ناچیز حسبِ مقدور انجمن نعمانیہ میں بہت کچھ رویا مگر نہ رونے کا اثر ہوا نہ گانے کا، چونکہ تاریخ ملاحظہ فتوٰی سے
تا آخر یہی کہتا رہا کہ مقدمہ مذکور میں جو رواج ملکی کا ذکر ہے ہر فتوٰی سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ رواج حکم میں عین شرع
محمدی ہے اور جس پر حکم شارع علیہ السلام کا موجود، پس فیض النساء بیگم موافق فتوٰی علمائے دین کے مال واسباب
جہیز کا موافق شرع محمدی کے واپس لینے کی مستحق ہے، جیسے مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب مدظلہ اپنے فتوے
میں لکھتے ہیں، قولہ ہمارے بلاد میں رواج عام ہے کہ دُلہن والے اپنی طرف سے سلامی وغیرہ میں جو کچھ کپڑے و
نقد دُولھا کو دیتے ہیں اُس سے تملیک ہی کا ارادہ کرتے ہیں وہ دینا ہبہ سمجھا جائے گا۔ غرض بندہ نے جناب کے مسئلہ کا
خلاصہ ممبرانِ انجمن کو اس طرح سمجھا دیا کہ ہندوستان میں ہزارہا بندگانِ خدا اس طرح کے بھی ہیں کہ جنھوں نے
عمر خود میں کبھی نام تملیک کا سُنا نہ ہبہ وعاریت کا بلکہ خاص رواج ملک کے بلانیت تملیک وہبہ وعاریت کے

Marfat.com

جو کچھ دینا ہے بیٹی داماد کو دیا کرتے ہیں مگر اتنا ضرور سمجھتے ہیں کہ یہ جو اسباب شادی ہم بیٹی داماد کو دیتے ہیں وہ سب خاص ملک اُنھوں ہی کی ہے پس اس قدر سمجھنا اُنھوں کا حکم تملیک کا رکھتا ہے پس اسی کا نام شرع محمدی ہے پس اُس رواج عام کی تعمیل ہر فرد بشر پر کیا معنے بلکہ حاکم پر بھی واجب ہے پس اسی طرح اہلِ مدراس بھی بلانیت تملیک و ہبہ عاریت کے اسباب جہیز دیا کرتے ہیں مگر دینے کے وقت اُن کی نیت یہ ہوا کرتی ہے کہ بعد فوت لڑکی کے وہ سب مال و اسباب واپس لیا کریں گے اور دُولھا بھی سمجھ لیا ہے کہ مجھے ضرور ہی واپس دینا ہوگا پس یہ طرفین کے سمجھ لینے کا نام شرع محمدی میں معاہدہ ٹھہرا، پس اُس کے واپس لینے میں کون امر شرعی مانع ہے، پس بموجب رواج شرعی کے ایک بڑے زبردست فاضل وفقیہ مسمی صوبیدار شیخ حسین صاحب نے بمجرد فوت ہوتے ہی اپنی بہو کے اُس کا سب مال و اسباب جہیز کا واپس کر دیا اور اس مال کے استعمال کو واسطے اپنے حلال نہ جانا اور اس معاملہ کو ممبرانِ انجمن بخوبی جانتے ہیں بمقابلہ سمجھ اپنے نہ تو خدا کی مانے اور نہ رسولِ خدا کی، تو پھر علماء فضلاء کی کب ماننے لگے غرض اگر کوئی ہندوستانی مدراسی عورات کو شادی کرے بعد موت اُس عورت کے موافق رواج ملک کے اُس کو سب جہیز واپس دینا ہوگا، چونکہ پابندی رواجِ مُلک کی اس پر واجب ہوگی برخلاف رواج مُلک اپنے کے، غرض فیض النساء بیگم کا اسباب جہیز دینا لڑکی اپنی کو موافق رواج ملک کے طرفین کی رضامندی سے شرعاً معاہدہ ٹھہرا جو حقیقت میں نظیر عاریت کی ہوسکتی ہے، غرض فتوے سے علمائے دین کے صرف دو بات ہے:

اوّلاً یہ کہ جس ملک میں رواج تملیکاً کا ہے وہاں ملک لڑکی کی ہوگی اُس میں ماں باپ واپس نہیں لے سکتے اور جہاں رواج عاریۃً دینے کا ہے وہاں ماں باپ واپس لے سکتے ہیں اور ملک مدراس میں موافق رواج قدیم کے بمجرد فوت ہونے لڑکی کے جو کچھ اسباب جہیز میں دیا گیا ہے واپس لیا کرتے ہیں، نہ وہاں کوئی تملیک کو پوچھتا ہے و نہ عاریت کو، خواہ شوہر متوفیہ کا عربی ہو یا سندھی و یا ہندوستانی، بلا عذر رواج ملک کے واپس کر دیتا ہے انتہی التماس فیض النساء بیگم موافق رواج ملک اپنے کے اور مطابق فتویٰ علمائے دین کے جو آگے لکھ چکا ہوں اپنے داماد ہندوستانی سے پاسکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

ثانیاً فیض النساء بیگم کی نسبت جو کچھ حکم مناسب ہو مختصر طور سے دو چار سطر کافی ہیں، باقی جناب کے فتوے کا پہلا مسئلہ جو رواج اسباب جہیز وغیرہ کی نسبت ہے آگے اس استفتاء کے لکھا ہوں جس کا پہلا جملہ حکم شرع مطہر کے لئے ہے، اس تمام مسئلہ کا خلاصہ سہل وسلیس عبارت موافق عام فہم کے جس میں عربی و فارسی عبارت و لغات نہ ہو، براہِ نوازش تحریر فرمائیں، عین بندہ نوازی ہوگی، اُمید کہ جواب بھی اسی کاغذ میں مرحمت ہو تا اعتبار میں بندہ کے فرق نہ ہو۔

Marfat.com

الجواب

فتوائے فقیر کا وہ مطلب کہ رکن اعظم انجمن نے بیان کیا محض غلط ہے، نہ اُن الفاظ سے کسی طرح اُس کا وہم گزر سکتا ہے، سائل نے ان لفظوں سے سوال کیا تھا کہ "شرع میں رواجِ ملک کو مداخلت ہے کیا" ان کے جواب میں اگر "ہاں" کہا جاتا تو ایک بُرے معنی کو موہم ہوتا کہ شرع کے حکم میں اُن کے غیر کو مداخلت ہے اور اگر "نہ" کہا جاتا تو معنی غلط مفہوم ہوتے کہ عرف کا شرع میں کچھ اعتبار نہیں حالانکہ صدہا احکام شرع مطہر نے عرف پر دائر فرمائے ہیں لہٰذا ان لفظوں سے جواب دیا گیا کہ حکم شرع مطہر کے لئے ہے یعنی اصل حاکم شرع شریف ہے عرف و رواج وغیرہ کسی کو حکم میں کچھ دخل نہیں کہ خلافِ شرع یا بے حکم شرع عرف وغیرہ اپنے آپ کوئی حکم لگا سکیں ان الحکم الا للّٰہ حکم کا مالک بس ایک اللہ ہے ہاں بعض احکام کو شرع مطہر اپنے حکم سے عرف پر دائر فرماتی ہے کہ جہاں جیسا عرف ہو شرع اس کا لحاظ فرما کر ویسا ہی حکم دیتی ہے تو اصل حکم شرع ہی کے لئے ہُوا اور اُسی کے معتبر رکھنے سے وہاں عرف کا اعتبار ہُوا یہ مسئلہ جہیز بھی صورت ثانیہ سے ہے کہ شرع نے یہاں عرف و رواجِ ملک پر مدار کار رکھا ہے اگر جہیز دے کر دُلہن کو اس کا مالک سمجھتے ہیں تو تملیک ہو گئی اور اگر واپس لے لیتے ہیں تو عاریت رہی، اس فتوے کے صاف معنے یہی تھے نہ یہ کہ یہاں رواجِ ملک مطلقاً مردود و بے اعتبار ہے، اُسی فتویٰ میں صراحۃً یہ لفظ موجود تھے، بالجملہ یہاں مدار عرف و رواج پر ہے اور ان سب اقوال و تفاصیل کا یہی منشا، تو جدھر عرف لے جائے اسی طرف جانا واجب الخ سائل نے سوالات کُلّی طور پر کئے تھے کہ شرع میں رواج کو دخل ہے یا نہیں، جہیز جو لڑکی کو دیا جاتا ہے عاریت سمجھا جائیگا یا نہیں۔ اس وجہ سے جواب میں اُن تفصیلوں تحقیقوں کا افادہ ضرور ہُوا، اب کہ آج کے سوال میں خاص مسئلہ فیض النساء بیگم سے سوال اور تصریحاً بیان کیا ہے کہ یہاں تملیک مقصود نہیں ہوتی اور عموماً واپس لیتے ہیں اور گواہ موجود ہیں کہ فیض النساء بیگم نے یہ جہیز اپنے ہی مال سے دیا، اس کا جواب اسی قدر ہے کہ اس صورت میں ضرور فیض النساء بیگم جہیز واپس لینے کا اختیار رکھتی ہے جبکہ اس کی طرف سے کوئی دلیل تملیک نہ پائی گئی ہو کہ جبکہ وہاں مطلقاً عموماً بعد موت عروس واپسی جہیز کا رواج ہے تو ظاہراً یہ رواج حقیقی ماں باپ کے سوا اوروں میں بھی دائر و سائر ہوگا کہ جو شخص اپنے مال سے عروس کو جہیز دے بعد موتِ عروس واپس لے کہ جب حقیقی ماں باپ ہمیشہ واپس لیتے ہیں تو اور لوگ بدرجہ اولیٰ واپس لیتے ہوں گے تو اس عرف واپسی بعد الموت میں فیض النساء بیگم بھی داخل ہُوئی، ہاں غیروں کے لئے یہاں محل نظر اتنا امر تھا کہ جہیز اپنے مال سے دینا ثابت ہو اس کی نسبت سائل بیان کرتا ہے کہ صدہا گواہ موجود ہیں تو اب فیض النساء بیگم کو اختیار واپسی ملنے سے کوئی مانع نہ رہا،

Marfat.com

وذٰلك كله ظاهر لمن حقق النظر فی فتوٰنا الاولی ھذا اما عندی والعلم بالحق عند ربی۔ واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

اور یہ تمام اس شخص کے لئے ظاہر ہے جس نے ہمارے فتوٰی سابقہ میں تحقیقی نظر ڈالی۔ یہ وہ ہے جو میرے پاس ہے اور حق کا علم میرے پروردگار کے پاس ہے اور اللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۸۸ از انجمن بریلی ۴ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انجمن اسلامیہ بریلی نے ایک یتیمہ کا نکاح کیا، بعد نکاح کے معلوم ہُوا کہ یتیمہ عورت نہیں اس وجہ سے شوہر نے نہیں رکھا اور سامانِ جہیز جو انجمن سے یتیمہ کو دیا گیا تھا وہ واپس آیا، آیا وُہ جہیز حق انجمن کا ہے یا یتیمہ کو ملنا چاہئے؟

الجواب

بیان تفصیلی سوال آرندہ سے معلوم ہُوا کہ یتیمہ عورت تو ضرور ہے مگر مرد کے قابل نہیں، عورت نہ ہونے سے سائل کی یہی مراد ہے، صُورتِ مستفسرہ میں وُہ جہیز خاص مِلکِ یتیمہ ہے انجمن کا اُس میں کچھ حق نہیں کہ جہیز ان بلاد بلکہ عامۂ امصار کے عرفِ عام میں تملیکًا دیا جاتا ہے اور عورت اس کی مالک مستقل ہوتی ہے، مرد کے قابل نہ ہونا کچھ مانع مِلک نہیں۔

فی رد المحتار کل احد یعلم ان الجھاز ملك المرأۃ[1]۔

ردالمحتار میں ہے کہ ہر شخص جانتا ہے کہ جہیز عورت کی مِلک ہوتا ہے۔ (ت)

اقول تحقیق مقام یہ ہے کہ انجمنوں میں جو روپیہ چندے سے جمع ہوتا ہے اگرچہ مِلک چندہ دہندگان سے خارج نہیں ہوتا کما حققناہ بتوفیق اللّٰہ فی کتاب الوقف من فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اللّٰہ تعالٰی کی توفیق سے اپنے فتاوٰی کی کتاب الوقف میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) مگر صدرِ انجمن جس کے حکم سے یہ سب کام ہوتے ہیں تمام تصرفات جائزہ انجمن میں چندہ دینے والوں کا وکیل مجاز ہے اسبابِ جہیز کہ اس نے خریدا اگرچہ یہاں کسی شئے معین کی خریداری پر توکیل نہیں، نہ وقت شرا یہ نیت ظاہر کہ چندہ دینے والوں کے لئے خریدتا ہُوں مگر زرِ چندہ سے قیمت دی گئی تو اشیائے خریدہ بھی اُن سب کی مِلک ہُوئیں بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ بکار انجمن برائے انجمن خریداری نیت للموکلین ہے کہ انجمن اُن کی ہیأت مجموعی سے عبارت ہے۔

فی الدر المختار لو وکلہ لشراء شئ بغیر عینہ

درمختار میں ہے کہ اگر کسی نے کسی کو غیر معین شئ کی

---

[1] ردالمحتار باب المہر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۶۸

فالشراء للوکیل الا اذا نواہ للموکل وقت الشراء او شراہ بمال الموکل اھ ملتقطا

خریداری کے لئے وکیل بنایا تو خریداری وکیل کیلئے ہوگی مگر جبکہ وکیل نے بوقتِ خریداری مؤکل کے لئے خریداری کی نیت کرلی ہو یا مؤکل کے مال سے خریداری ہو اھ ملتقطا۔ (ت)

اب جس طرح وُہ وکیل بالشرا تھا بالہبہ بھی ہے تو یہ ایک ہبہ ہے کہ جماعت کی طرف سے بنام یتیمہ واقع ہُوا اور ایسا ہبہ مطلقاً جائز ہے اگرچہ شَے موہوب قابلِ قسمت بھی ہو،

لان القابض واحد فلا شیوع فی الدرالمختار وھب اثنان دارا لواحد صح لعدم الشیوع[۲]۔

کیونکہ قابض ایک ہے تو شیوع نہ ہُوا۔ درمختار میں ہے کہ دو شخصوں نے ایک شخص کو گھر ہبہ کیا تو صحیح ہے کیونکہ شیوع نہیں ہے۔ (ت)

یہ اس صورت میں ہے کہ یتیمات کا نکاح کرنا انھیں مالِ انجمن سے جہیز دینا اغراضِ مشتہرہ معلومہ انجمن میں داخل ہو جس سے اس امر میں بھی مالکانِ چندہ کی طرف سے توکیل صدر حاصل ہو اور اگر ایسا نہیں بلکہ بلا اذن مالکین یہ تجہیز صدر نے بطورِ خود کی تو اب وُہ اس شرائے سامان میں فضولی ہوگا اور شرا جب تک نفاذ پائے مشتری پر نافذ ہوتا ہے اور اس صورت میں وقت شرا چندہ دہندوں کی طرف اضافت نہ ہونا خود ظاہر، تو تمام سامان مِلکِ صدر ہُوا اور اس کی طرف سے یتیمہ کے لئے ہبہ تامہ ہوگیا، یُوں بھی صورت مذکورہ میں مال مِلکِ یتیمہ ہوگا حقِ انجمن سے اصلاً علاقہ نہیں، ہاں انجمن کے روپے کا تاوان صدر پر آئے گا لخلافہ واتلافہ فیما لم یوذن بہ (اس کی مخالفت اور اس چیز کو تلف کرنے کی وجہ سے جس کا اذن اس کو نہیں دیا گیا تھا۔ ت) درمختار میں ہے:

لو اشتری لغیرہ نفذ علیہ اذا لم یضفہ الی غیرہ فلو اضاف بان قال بع ھذا الفلان فقال بعتہ لفلان توقف بزازیۃ وغیرھا باختصار[۳]، واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

اگر کسی نے دوسرے کے لئے کچھ خریدا تو شرا مشتری پر نافذ ہوگی جبکہ اُسے دُوسرے کی طرف مضاف نہ کیا ہو۔ اور اگر دوسرے کی طرف اس کی اضافت کی اور یُوں کہا کہ یہ شَی فلاں کے لئے بیچ، اس پر بائع نے کہا کہ میں نے فلاں کے لئے بیچی تو یہ شرا موقوف ہوگی، بزازیہ وغیرہ اھ اختصار۔ اور اللہ سبحانہٗ وتعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

---

[۱] درمختار	کتاب الوکالۃ	باب الوکالۃ بالبیع والشراء	مطبع مجتبائی دہلی	۲/ ۱۰۵
[۲] "	کتاب الھبۃ		" " "	۲/ ۱۶۱
[۳] "	باب البیع الفاسد	فصل فی الفضولی	" " "	۲/ ۳۱

Marfat.com

مسئلہ ۸۹ ۲۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی جس وقت شادی ہوئی تو اُس کے والدین نے حسبِ دستور جوڑے زیور وغیرہ چڑھایا اور بعد نکاح ہونے کے لڑکی کے والدین نے کچھ زیور اور جوڑے وغیرہ جہیز میں دیا بعدہٗ کچھ زیور نکاح کے بعد بنوادیا زید نے، اور کچھ کپڑا وغیرہ بھی علاوہ معمولی کپڑے کے، اور اس عورت نے وقت مرنے اپنے شوہر کے اور اب تک مہر بھی معاف نہیں کیا بلکہ مرتے وقت اُس کے پاس بھی نہیں گئی اور زید کے نام کچھ جائداد وغیرہ نہیں ہے، اس صورت میں اُس مال کا مالک کون ہوگا اور مہر کا ادا کرنا کسی کے ذمّے عائد ہوگا یا نہیں، اگر عائد ہوگا تو کس کے ذمّے ہوگا؟

الجواب

جو کچھ زیور، کپڑا، برتن وغیرہ عورت کو جہیز میں ملا تھا اُس کی مالک خاص عورت ہے اور جو کچھ چڑھاوا شوہر کے یہاں سے گیا تھا اُس میں رواج کو دیکھا جائے گا، اگر رواج یہ ہو کہ عورت ہی اس کی مالک سمجھی جاتی ہے تو وہ بھی عورت کی مِلک ہو گیا، اور اگر عورت مالک نہیں سمجھی جاتی ہے تو وہ جس نے چڑھایا تھا اُسی کی مِلک ہے خواہ والدِ شوہر ہو یا والدہ یا خود شوہر۔ اور جو زیور زید نے بعد نکاح بنوایا اگر عورت کو تملیک کر دی تھی یعنی یہ کہہ دیا تھا کہ میں نے یہ زیور تجھے دے ڈالا تجھے اس کا مالک کر دیا اور قبضہ عورت کا ہو گیا تو یہ زیور بھی مِلکِ زن ہو گیا، اور اگر کہا کہ تجھے پہننے کو دیا تو شوہر کی مِلک رہا۔ اور اگر کچھ نہ کہا تو رواج دیکھا جائے گا، اسی طرح زیور بنا دینے کو اگر عورت کی تملیک سمجھتے ہیں تو بعد قبضہ عورت مالک ہوگی ورنہ مِلکِ شوہر پر رہا، عورت کا مہر ذمہ شوہر ہے، اگر شوہر کا کچھ مال مثلاً یہی زیور کہ اس نے بنا دیا تھا اور عورت کی مِلک اس میں ثابت نہ ہوئی تھی، یا اور جو چیز مِلکِ شوہر پائے اُس سے وصول کرلے، اگر مِلکِ شوہر کچھ نہ ملے تو شوہر کے والدین وغیرہما سے کچھ مطالبہ کسی وقت نہیں کر سکتی جبکہ انھوں نے مہر کی ضمانت نہ کر لی ہو اُس کا معاملہ عاقبت پر رہا اور افضل یہ ہے کہ شوہر کو معاف کر دے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۰ از ملک برہما شہر اکیاب تھانہ منگڈو چ پوسٹ آفس ناکپورا بازار موضع رام پو ریل مسئولہ ناظر علی صاحب

داد و ستد معتاد و معروف کہ در مصالح انتظام مناکحت و مصاہرت مروج و مالوف ست از روئے شرع شریف جائز است یا نہ، اگر چیزے و نقدے بنا بر عرف دیار خود از خاطب و ناکح گرفتہ می شود خواہ بشرط باشد یا بغیر شرط چنانکہ در دیار بنگالہ

عرف و عادت کے مطابق دینا اور لینا جو کہ شادی بیاہ کے انتظامی مصالح کے لئے مروج و مانوس ہے شرع شریف کی رُو سے جائز ہے یا نہیں، اگر کوئی چیز یا نقدی اپنے علاقے کے رواج کے مطابق خاطب (پیغامِ نکاح دینے والا) اور

Marfat.com

وبرہما ازقدیم الایام دستور است کہ از خطاب وناکح قبل عقد نکاح بطور ساچق لوازمہ شادی ونکاح کہ مراد از برگ تنبول و پوپل وجغرات وشکر وغیر ذلک باشد وخرچہ ضیافت احباب طرفین می گیرند جائز خواہد شد یانہ وبعضے علمائے بنگالہ وبرہما می گویند کہ بایں طور گرفتن جائز نیست زیراکہ رشوت ست و در اقسام رشوت داخل پس قولِ ایشاں صحیح ست یانہ۔ بینوا بسند الکتاب توجروا من اللہ الوہاب فی یوم الجزاء والحساب۔

ناکح سے لی جائے چاہے مشروط ہو یا غیر مشروط، جیسا کہ بنگال اور برہما کے علاقوں میں زمانہ قدیم سے دستور چلا آرہا ہے کہ عقد نکاح سے پہلے خاطب و ناکح سے شادی اور نکاح کے لئے ضروری سامان کے طور پر لیتے ہیں جس سے ان کی مراد پان کے پتے، سپاری، چھالیہ، دہی، شکر اور فریقین کے احباب کی دعوت کا خرچہ ہوتا ہے، کیا یہ جائز ہے یا ناجائز، بنگال و برہما کے بعض علماء کہتے ہیں کہ اس طرح لینا جائز نہیں کیونکہ یہ رشوت ہے اور رشوت کی رقموں میں داخل ہے، کیا ان کا قول صحیح ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتاب بیان فرمائیں جزاء وحساب کے روز بہت عطا فرمانے والے معبود سے اجر پائیں۔ (ت)

الجواب

رشوت آنست کہ در بعض اقوام اراذل شائع ست کہ دختر وخواہر خود را بزنی ندہند تا چیزے بمعاوضہ از خاطب برائے خود نگیرند ونیز آنست کہ کسے مولیۂ خود را بزنی دادہ باشد ولشوئی نسپرد تا چیزے برائے خود نگیرد فی البزازیۃ الاخ ابی ان یزوج الاخت الا ان یدفع الیہ کذا فدفع لہ ان یاخذہ قائما او ہالکا لانہ رشوۃ[1] اھ و فی تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار اخذ اھل المرأۃ شیئا عند التسلیم بان ابی

رشوت وہ ہے جو بعض قوموں میں رائج ہے کہ اپنی بیٹی یا بہن کا رشتہ کسی سے اس وقت تک نہیں کرتے جب تک خاطب سے اپنے لئے کوئی چیز حاصل نہ کرلیں، نیز رشوت وہ ہے کہ کوئی شخص اپنے زیر ولایت لڑکی کا رشتہ تو کردے مگر اپنے لئے کچھ لئے بغیر وہ لڑکی شوہر کے حوالے نہ کرے۔ بزازیہ میں ہے کہ بھائی نے اپنی بہن کی شادی کرنے سے اس وقت تک انکار کیا جب تک کہ اس کو کچھ دیا نہ جائے چنانچہ اس کو کچھ دے دیا گیا تو دینے والے کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس بھائی سے واپس لے جا سکے وہ دی گئی شے اس کے پاس موجود ہو یا ہلاک ہوچکی ہو

---

[1] فتاوٰی بزازیۃ علٰی ہامش فتاوٰی ہندیۃ باب المہر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۳۶

Marfat.com

ان یسلمها اخوها او نحوه حتی یاخذ شیئا فللزوج ان یسترده لانه رشوة[1] اما انچه بروجہ صلہ و ہدیہ و معونۃ متعارف شده است تا در ضیافات و امثالها صرف کرده شود زنہار نہ رشوت ست نہ حرام فی الخیریۃ رجل خطب من اخر اختہ و دفع لها شیئا یسمی ملاکا و دراهم ایضا من عادۃ اهل الزوجۃ اتخاذ الطعام بها ان اذن لهم باتخاذه واطعامه للناس صار کانه اطعم الناس بنفسه طعاما له و فیه لایرجع[3]۔ تمام تحقیق این مسئلہ در فتاوی فقیر مذکور ست۔ واللہ تعالٰی اعلم

کیونکہ وہ رشوت ہے [illegible] اور ردالمحتار میں ہے کہ عورت والوں [illegible] وقت کوئی شغول کی بابت [illegible] عورت کے بھائی وغیرہ نے کچھ لئے بغیر وہ عورت شوہر کے حوالے کرنے سے انکار کردیا تو شوہر وہ شئی واپس لے سکتا ہے کیونکہ وہ رشوت ہے، مگر وہ جو تحفہ، ہدیہ اور امداد کے طور پر متعارف ہے کہ اس کو دعوت وغیرہ میں خرچ کریں وہ ہرگز رشوت و حرام نہیں ہے۔ خیریہ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو اس کی بہن سے نکاح کا پیغام دیا اور اُس کو کوئی شئی دی جس کو ملاک کہا جاتا ہے اور کچھ درہم بھی دئے کہ عورت والوں کی عادت اُس سے کھانا تیار کرنے کی ہے، اگر اُس نے ان کو کھانا تیار کرنے اور لوگوں کو کھلانے کی اجازت دی ہے تو ایسا ہی ہے جیسے اس نے بذاتِ خود اپنی طرف سے لوگوں کو کھانا کھلایا ہو لہذا اس میں رجوع نہیں کرسکتا۔ اس مسئلہ کی پُوری تحقیق فقیر کے فتاوٰی میں مذکور ہے۔ اور اللہ سبحٰنہ وتعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۹۱: ازکھاتہ نگریا مرسلہ سید ضیاء الدین احمد صاحب ۹ محرم شریف ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محمد نعیم خاں نے اپنے بست سالہ لڑکے عبدالرحیم خاں کا نکاح ایک لڑکی سے کیا اور قبل عقد حسبِ رواج کچھ زیور طلائی و نقرئی اُس لڑکی کو چڑھایا، رخصت نہ ہونے پائی تھی کہ عبدالرحیم خاں انتقال کرگیا، لڑکی اپنے والدین کے گھر رہی، شوہر کو بالکل دیکھا بھی نہیں، ایسی حالت میں وہ زیور والد متوفی کو قابلِ واپسی ہے یا نہیں، اور یہ امر بھی قابلِ اظہار ہے کہ ایسے موقع پر اکثر زیور عاریت لے کر بھی چڑھا دیتے ہیں اور بعد رخصت واپس لے کر دے دیتے ہیں۔ یہ شخص بہت قلیل المعاش اور معمولی شخص تھا اس کے والدین اس قدر حیثیت نہیں رکھتے کہ اس قدر کثیر مال کے زیور کو اپنے پسر کی زوجہ کو بعد رخصت

۱؎ درمختار	باب المہر	مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۲۰۳
۲؎ ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/ ۳۶۶
۳؎ فتاوٰی خیریۃ	"	دارالمعرفۃ بیروت	۱/ ۲۷

Marfat.com

بھی بخشیدہ اور موہوبہ سمجھ لینے اور اُن کے یہاں رواج عام بھی خانگی ایسا ہی ہو رہا ہے کہ اگر ایسا چڑھاوا چڑھایا تو بعد رخصت واپس لے لیا، اگر ذی مقدور ہوئے اور حاجت نہ ہوئی تو چھوڑ دیا، فقط۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں اُس کی واپسی ضروری ہے،

لانہ لاھبۃ نصا ولا دلالۃ ولو اشترک العرف لم یدل علی التملیک وکان الدافع ادری بجھۃ الدفع۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اس لئے کہ یہ نہ تو صراحۃً ہبہ ہے اور نہ ہی دلالۃً، اور اگر عرف مشترک ہو تو تملیک پر دلالت نہیں کرتا اور دینے والا دینے کی جہت کو بہتر جانتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۲ و ۹۳ مسئولہ عبدالرحیم خاں یکم رجب ۱۳۲۹ھ

(۱) شادی کے قبل جس کو چڑھاوا کہتے ہیں جو کہ دُلھن کو کچھ زیورات وکپڑا وغیرہ پہنایا جاتا ہے وہ کیسا ہے؟

(۲) جس کو لگن کہتے ہیں ایک پیتل کی تھالی ہوتی ہے جس میں کچھ روپیہ کپڑا وغیرہ دُلھن کی طرف سے رکھ کر دُولھا کے مکان پر آتا ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کا مالک کون ہے؟

الجواب

(۱) جائز ہے پھر اگر اس سے مقصود دُلھن کو مالک کر دینا ہوتا ہو تو بعد قبضہ دُلھن مالک ہو جائے گی ورنہ جس نے چڑھایا اُس کی ملک رہے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) جائز ہے اور دُولھا بعد قبضہ اُس کا مالک ہو جاتا ہے کہ اس میں یہی عرف عام ہے اور رگنے میں رواج مختلف۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۴ از بلھاری احاطہ مدراس مرسلہ محمد نصیر الدین صاحب قادری حنفی ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

زید بچپن سے اپنے باپ کے ساتھ ایک ہی دکان میں بیوپار کرتا رہا (یعنی اپنے باپ کے ماتحت تھا اور کام بھی کرتا تھا) اور اپنے باپ ہی کے گھر میں تھا مذکور زید کی شادی باپ عمرو نے ہی کیا اب زید نے انتقال کیا مرحوم زید کی عورت اپنا جہیز اور اپنا مال وزر اور وہ مال جو نسبت کے وقت اس کو دئے ہیں (عرف میں جس کو چڑھاوا کہتے ہیں) اور اپنا مہر اپنے خسر سے طلب کر سکتی ہے یا نہیں اور اس کی عدت میں نان ونفقہ کس کے ذمہ ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جہیز تو سب عورت کا ہے اس میں کسی کا حق نہیں۔ ردالمحتار میں ہے،

Marfat.com

کُل احد یعلم ان الجھاز ملک المرأۃ لاحق لاحد فیہ[1]
ہر شخص جانتا [illegible] میں کسی کا کوئی حق نہیں [illegible]

اور چڑھاوے کا اگر عورت کو مالک کر دیا گیا تھا خواہ صراحۃً کہہ دیا تھا کہ ہم نے اس کا مالک کیا یا [illegible] عرف سے ثابت ہو کہ تملیک ہی کے طور پر دیتے ہیں جب تو وہ بھی عورت ہی کی مِلک ہے ورنہ جس [illegible] اُس کی مِلک ہے باقی مال و زر جو اپنے باپ کے یہاں سے لائی یا شوہر یا شوہر کے باپ نے بطور تملیک اُس کو دیا یعنی ہبہ کر کے قبضہ دے دیا وہ بھی عورت ہی کی مِلک ہے اور اگر گھر کے خرچ کے لئے دیا اور مالک نہ کیا یا بطور امانت اس کے پاس تھا تو شوہر یا اُس کا باپ جس کا تھا اُسی کا ہے مہر کا مطالبہ شوہر سے ہے اگر اس کا ذاتی مال ہو اُس سے وصول کرے شوہر کے باپ پر دعوٰی نہیں کر سکتی جب تک اُس نے کفالت نہ کی ہو عدتِ طلاق کا نفقہ ہوتا ہے عدتِ موت کا نفقہ ہی نہیں جس کا وہ کسی سے مطالبہ کرسکے اپنے پاس سے کھائے، واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] ردالمحتار باب المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۶۸ و ۳۵۶

Marfat.com

باب نکاح الکافر

(کافر کے نکاح کا بیان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۹۵ ازشاہجہاں پور محلہ بارہ دری مرسلہ عبداللہ خاں صاحب ۵ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ

زید نے قادیانی مذہب اختیار کرلیا اور اس کی عورت بدستور اپنے اصلی مذہب حنفی پر رہی گو زید نے مذہب قادیانی گوارا کرنے میں اپنی عورت کو مجبور نہیں کیا لہذا ایسی حالت میں کہ جب مابین زن وشوہر کے اختلافِ مذہب ہوگیا ازروئے حکم شرع شریف کے بحالت طرزِ معاشرت درمیان زن وشوہر جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں عورت فوراً نکاح سے نکل گئی اُن میں باہم کوئی علاقہ نہ رہا مرد محض بیگانہ ہوگیا اب اس سے قربت زنائے خالص ہوگی۔ تنویر الابصار میں ہے:

وارتداد احدھما فسخ عاجل[1]۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

خاوند بیوی میں سے کسی ایک کے مرتد ہوجانے سے اُسی وقت نکاح فسخ ہوجاتا ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)۔

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب نکاح الکافر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۰

Marfat.com

مسئلہ ۹۶ از ریاست بھوپال کچا بنگلہ چیف سکریٹری صاحب مرسلہ حضرت علی ...
۱۰ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت قوم نصارٰی یا مجوس سے ہے اور وہ عورت مسلمان نہیں ہوئی ہے وہ اپنے مذہب پر قائم ہے، ایک شخص کہ وہ مسلمان ہے اور وہ شخص اس سے عقد کرنا چاہتا ہے، اور وہ عورت مسلمان نہیں ہوئی، تو اس کے ساتھ نکاح جائز ہے یا مسلمان ہونے پر تو جائز ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

عورت مجوسیہ سے مسلمان نکاح نہیں کرسکتا، اگر کرے گا باطل ہوگا، یوں ہی نصرانیہ سے ایک قول پر اور دوسرے قول پر نصرانیہ سے نکاح اگرچہ ہو جائے گا مگر ممنوع و گناہ ہے، پہلے قول پر اس سے بچنا فرض ہے اور دوسرے قول پر واجب۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۷ از خیر آباد ڈاکخانہ خاص محلہ شیخ سرائے ضلع سیتاپور مرسلہ امتیاز علی صاحب
۹ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و ہندہ دونوں مسلمان حنفی المذہب زن و شوہر ہیں ہندہ سیدہ ہے مگر جاہل بیوقوف تند مزاج ہے اور زید شیخ کچھ لکھا پڑھا اور سخت مزاج غصہ ور ہے اور ہر دو معزز اور ایسے خاندان کے ہیں جو اپنے مذہب کے پابند و مطیع اور مسائل شریعت سے واقف ہیں جس میں ایک دوسرے کے حقوق کے بھی مسائل شامل ہیں، زید چاہتا ہے کہ ہندہ پرورشِ اطفال و خدمتِ خود و خاطر مدارات اعزا و احباب و امورِ خانہ داری و مہمان نوازی تا بہ مقدور کرے، اگر کوئی کام زید کی مرضی کے خلاف ہوتا ہے تو زید ہندہ سے سختی سے پیش آتا ہے اور اکثر سخت مگر مہذب الفاظ کہتا ہے ایسے کاموں میں وسط رمضان مبارک میں زید ہندہ سے خفا ہوا اور ہندہ سے کہا کہ میں نے تم کو بارہا نصیحت کی اور پھر اپنے اور تمہارے گھر والوں میں فضیحت کی مگر کچھ سود مند نہ ہوا اب صرف اذیت کا درجہ باقی ہے جس کو اگر میں چاہوں تو مجھ کو پہنچانے کا حق ہے اور یہ شرعی احکام ہیں مگر میں بوجہ شرافت اس کو پسند نہیں کرتا ہوں اگر تم کو یہ پسند نہیں ہے اور نباہ ہونا مشکل ہے تو مجھ سے کہہ دو کہ میں تم کو آزاد کردوں یعنی طلاق دے دوں کیونکہ شریعت کی یہ تعلیم ہے بعد کو تم اپنا کرلینا جیسا تم کو اچھا معلوم ہو میں اپنا کرلوں گا اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔ اس پر ہندہ نے غصہ میں آکر کہا کہ "چولھے میں جائے ایسی شریعت" یا "مری پڑے ایسی شریعت پر" زید کو فقرہ اول یاد ہے کہ ہندہ نے کہا تھا، ہندہ اس سے انکار کرتی ہے اور کہتی ہے کہ میں نے فقرہ نمبر ۲ کہا تھا،

Marfat.com

اور کہتی ہے کہ مجھ سے غصہ میں روزمرہ کی بول چال کے مطابق یہ الفاظ نکل گئے اس سے میری غرض یا نیت اسلام سے خارج ہونے کی نہ تھی نہ تحقیر شریعت، لہٰذا مفصلہ ذیل امور کا جواب برائے خدا و رسول بحوالہ کتب جلد مرحمت فرمائیے:

(۱) کیا فقرۂ مذکورہ بالا سے ہندہ مرتد ہوگئی اور اسلام سے خارج ہوئی؟

(۲) اگر مرتد ہوگئی تو کیا نکاح فسخ ہوگیا اور ہندہ درجۂ طلاق میں گئی؟

(۳) کیا اب زید بلا طلاق دئے ہوئے ہندہ سے تعلق ترک کرسکتا ہے اور کوئی مواخذہ اس سے نہ ہوگا؟

(۴) کیا بحالت مرتد ہونے کے اور نکاح فسخ ہونے پر مہر سابقہ کلیۃً یا اس کا کوئی جُز اس پر واجب الادا ہے یا بالکل سوخت؟

(۵) کیا ایسی صورت میں ہندہ بعد تجدیدِ ایمان بلا اجازتِ زید دوسرا نکاح کرسکتی ہے؟

(۶) کیا ہندہ کا نفقہ ایسی صورت میں زید پر واجب الادا ہے؟

(۷) اگر ہندہ نے تجدیدِ ایمان کرلیا تو کیا زید و ہندہ باہمدگر تجدیدِ نکاح پر شرعاً مجبور رہیں اور اگر نہ کریں تو کوئی مواخذہ تو نہ ہوگا؟

(۸) صورتِ حال میں اگر زید تجدیدِ نکاح پر تیار ہو تو مہر سابقہ تعداد پر معیّن ہوگا یا اب تعداد جدید فریقین کی رضامندی پر معیّن ہوگی۔

(۹) صورتِ حال میں کیا ہندہ زید کی مرضی کے موافق کم مہر پر مجبور کی جائے گی اور تعدادِ مہر کم سے کم کیا ہوسکتی ہے؟

الجواب

ہندہ نے پہلا فقرہ کہا ہو خواہ دُوسرا، ہر طرح اس کا ایمان جاتا رہا کہ اس نے شرع مطہر کی توہین کی، مگر ہندہ نکاح سے نہ نکلی، نہ ہرگز اُسے روا ہے کہ بعد اسلام کسی دوسرے سے نکاح کرلے لان الفتوٰی علٰی روایۃ النوادر لاجل فساد الزمان کما بیّنّاہ فی فتاونا (کیونکہ فساد زمانہ کی وجہ سے فتوٰی نوادر کی روایت پر ہے جیسا کہ ہم نے اس کو اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ ت) ہاں بعد اسلام زید سے تجدیدِ نکاح پر مجبور کی جائے گی احتیاطا لاصل المذھب (احتیاط کے طور پر واسطے اصل مذہب کے۔ ت) زید اگر اُس سے ترکِ تعلق چاہے تو طلاق دے، ہندہ کا نفقہ زید پر نہیں جب تک اسلام نہ لائے کہ وُہ اپنے فعل سے زید پر حرام ہوگئی ہے ولا نفقۃ لمرتدۃ (مرتدہ کے لئے کوئی نفقہ نہیں۔ ت) مگر مرتدہ ہونے سے مہرِ مدخولہ ساقط نہیں ہوتا تمام و کمال بدستور زید پر واجب ہے، تجدیدِ نکاح میں مہر جدید برضائے فریقین معیّن ہونا یا پہلی تعداد کا لحاظ کچھ ضرور نہیں بلکہ ہندہ سب سے کم مہر پر مجبور کی جاسکتی ہے جس طرح نکاح پر مجبور

Marfat.com

کی جائے گی۔ درمختار میں ہے:

تجبر علی الاسلام وعلی تجدید النکاح زجرا لھا بمھر یسیر کدینار وعلیہ الفتوٰی[1]

اسلام پر مجبور کی جائے گی اور بطور زجر کم سے کم ایک دینار کے بدلے تجدید نکاح پر مجبور کی جائے گی اور اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فلکل قاض ان یجددہ بمھر یسیر ولو بدینار رضیت ام لا[2]

ہر قاضی کو اختیار ہے کہ وہ اُس عورت سے کمترین مہر کے عوض تجدیدِ نکاح کرائے اگرچہ ایک دینار ہو چاہے وہ عورت اس پر راضی ہو یا نہ ہو۔ (ت)

مہر کی اقل مقدار دس درم ہے کہ یہاں کے دو روپے تیرہ آنے سے کچھ کم ہے یعنی ۱۲/۹ ۳/۵ پائی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۸: از نذر محمد خاں صاحب امام جامع مسجد مُلّا جی صاحب ڈاکخانہ خاص لگانہ ضلع رہتک۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ کسی ہندو کی لڑکی نابالغ بغیر اجازت والی کے کہیں سے لے آوے اور بغیر مسلمان کئے نکاح پڑھا دیوے جائز ہے یا کہ نہیں، اور اسی طرح سے مسلمان نابالغ لڑکی سے بغیر اجازت والی کے دُوسرا کوئی نکاح پڑھا دیوے تو پھر والی اس کو توڑ سکتا ہے یا کہ نہیں اور پڑھانے والے پر کیا الزام ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نابالغہ کا نکاح بے اجازت ولی نافذ نہیں ہو سکتا، ولی اس کو فسخ کر سکتا ہے، اور ہندو کی لڑکی سمجھ وال کہ اسلام وکفر جانتی ہے اگر کُفر اختیار کرے تو خود مشرک ہے، اور سمجھ وال نہ ہو تو اپنے باپ کے اتباع سے مشرک ہے، بہرحال اس سے نکاح باطل ہے اگرچہ باجازت ولی ہو، ہاں اگر سمجھ دار ہونے کی حالت میں ایمان لے آئے اس کے بعد باجازت اُس کے کسی ولی مسلم ورنہ اذنِ حاکمِ اسلام سے نکاح کیا جائے تو صحیح ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] درمختار	باب نکاح الکافر	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۲۱۰
[2] ردالمحتار	" " "	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۳۹۲

Marfat.com

مسئلہ ۹۹ از لکھنؤ محلہ گڈھیا کمال جمال مسئولہ مولوی عابد حسین صاحب عباسوی ۱۴ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رافضیہ عورت سے نکاح شرعاً جائز ہے یا ناجائز، نیز اگر دھوکہ سے کوئی شخص کسی رافضیہ عورت سے نکاح کرے مثلاً زید کو یہ نہیں معلوم ہے کہ عورت کا مذہب سُنّی ہے یا شیعہ، اور زید سے پوشیدہ بھی رکھا جائے اور بعد کو معلوم ہوجائے اور منکوحہ توبہ بھی نہ کرے تو ایسی میں کیا کرنا چاہئے۔ بینوا توجروا

الجواب

رافضیہ سے نکاح باطل محض ہے اس وقت معلوم ہو یا نہ ہو بہرحال اس پر فرض ہے کہ اُس سے جُدا ہوجائے وہ محض اجنبیہ ہے اصلاً قابلیتِ نکاح نہیں رکھتی جب تک اسلام نہ لائے۔ عالمگیریہ میں ہے:

وکذٰلك لایجوز نکاح المرتدة مع احد[1] اور اسی طرح مرتدہ کا نکاح کسی سے جائز نہیں۔

واللہ تعالٰی اعلم۔ اور اللہ سبحٰنہ وتعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۰ از بنارس کچی باغ مسئولہ مولوی محمد ابراہیم صاحب شب ۵ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک ہندو قوم کھٹک نے اپنی عورت کو اپنے مذہب کے موافق طلاق دے دی، تخمیناً چار ماہ کے بعد عورت مذکورہ مسلمان ہوئی اپنی خوشی و رضامندی سے، اور جس جلسے میں مسلمان ہوئی اُسی جلسہ میں نکاح بھی ہُوا، نکاح کیسا ہُوا اور اس میں عدّت کی ضرورت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں نکاح صحیح ہوگیا، کافر کے لئے عدّت تو اصلاً نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

لاعدة من الکافر عند الامام اصلا فلا تثبت الرجعة للزوج بمجرد طلاقھا وقیل تجب والاصح الاول کما فی القھستانی عن الکرمانی ومثلہ فی العنایة وذکر فی الفتح انه اولٰی[2]۔ امام صاحب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک کافر کے لئے اصلاً عدّت نہیں۔ محض اُس عورت کو طلاق دینے سے شوہر کے لئے رجوع ثابت نہ ہوگا، اور کہا گیا ہے کہ عدّت واجب ہے اور اصح قول اوّل ہے جیسا کہ قہستانی میں کرمانی سے ہے اور اسی کی مثل عنایہ میں ہے، فتح میں مذکور ہے کہ یہی اولٰی ہے۔ (ت)

اور جب وُہ طلاق دے چکا اُسے عورت سے کچھ علاقہ نہ رہا کہ بعد اسلامِ زن اُس کے اسلام یا انکار کا انتظار

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ باب المحرمات بالشرک نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸۲

[2] ردالمحتار باب نکاح الکافر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۸۶

Marfat.com

کیا جائے اور یہاں بوجہ عدمِ حکومت اسلام تین حیض گزرنے تک اُس کے اسلام [illegible]
حکمِ فرقت دیا جائے، درمختار و ردالمحتار میں ہے :

لو اسلم احد المجوسیین فی دار الحرب وملحق بہا لم تبن حتی تحیض ثلاثا قبل اسلام الاخر اقامۃ لشرط الفرقۃ (وھو مضی ھذہ المدۃ ش مقام السبب وھو الاباء لان الاباء لا یعرف الا بالعرض وقد عدم العرض لانعدام الولایۃ ومست الحاجۃ الی التفریق لان المشرک لا یصلح للمسلم واقامۃ الشرط عند تعذر العلۃ جائز فاذا امضت ھذہ المدۃ صار مضیہا بمنزلۃ تفریق القاضی بدائع ش) ولیست بعدۃ لدخول غیر المدخول بہا۔[1]

اگر مجوسی زوجین میں سے کوئی ایک دارالحرب میں یا ایسی جگہ مسلمان ہو جائے جو دارالحرب کے ساتھ ملحق ہے تو بیوی نکاح سے خارج نہ ہوگی جب کہ دوسرے کے اسلام قبول کرنے سے پہلے اس کو تین حیض نہ آجائیں شرطِ فرقت، یعنی اس مدت کے گزرنے کو سبب فرقت یعنی انکارِ اسلام کے قائمقام رکھنے کی وجہ سے کیونکہ انکارِ اسلام کا پتا تو عرضِ اسلام (اسلام پیش کرنے) سے چلے گا اور دارالحرب میں عدمِ ولایت کی وجہ سے عرضِ اسلام معدوم ہے حالانکہ تفریق کی ضرورت ہے کیونکہ مشرک و مسلم کا نکاح برقرار نہیں رہ سکتا اور تعذرِ علت کے وقت شرط کو اس کے قائمقام رکھنا جائز ہے، چنانچہ جب یہ مدت گزر جائے تو اس کا گزرنا تفریقِ قاضی کے قائمقام ہو جائے گا بدائع ش) اور یہ مدت عدت نہیں کیونکہ غیر مدخولہ عورت بھی اس حکم میں داخل ہے (حالانکہ غیر مدخولہ پر عدت نہیں)۔(ت)

یہاں نفسِ طلاق سے فرقت پہلے ہی ہو چکی اور عدت ہے نہیں لہذا انتظار کی اصلاً حاجت نہیں، عورت اگرچہ طلاق ہوتے ہی فوراً مسلمان ہو جائے مسلمان ہوتے ہی فوراً نکاح کر سکتی ہے۔ ہدایہ میں ہے :

لابی حنیفۃ انہا ای العدۃ اثر النکاح المتقدم وجبت اظہارا لخطرہ ولا خطر لملک الحربی ولہذا لا تجب علی المسبیۃ۔[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی علیہ کی دلیل یہ ہے کہ عدت پہلے نکاح کا اثر ہے جو اس کے احترام کے اظہار کے لئے واجب ہوئی اور حربی کی ملک کا کوئی احترام نہیں اور اسی لئے اس عورت پر عدت واجب نہیں جو گرفتار کر کے لائی گئی ہو۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔(ت)

---

[1] درمختار باب نکاح الکافر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۰۸ - ۲۰۹
ردالمحتار دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۹۰
[2] ہدایہ باب نکاح اہل الشرک المکتبۃ العربیہ، کراچی ۲/ ۳۲۸

Marfat.com

بابُ المُعاشَرۃ

(زوجین کے باہمی برتاؤ کا بیان)

مسئلہ ۱۰۱، ۱۰۲: از مسجد جامع میرام پور ضلع ہوگلی مرسلہ سراج الحق صاحب امام جامع مذکور و شیخ بدّو دربان جیٹکل ۲۷ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

ماقولکم رحمکم اللہ فی ھذہ المسألۃ ھل یجوز لزید عند الاختلاط ان یقبل خد منکوحتہ وثدیھا وان یمص ثدیھا او ان یدخل ثدیھا فی فمہ شھوۃ وتلذذا سواءٌ کانت ذات لبن ام لا، وسواء کانت مراھقۃ ام بالغۃ، بینوا حکم کل شق منھا بالادلۃ و التفاصیل۔

کیا ارشاد ہے آپ کا اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا زید کے لئے بوقتِ صحبت اپنی بیوی کے رخسار اور پستان کا بوسہ لینا یا پستان کو مُنہ میں دبانا یا شہوت وتلذذ کے طور پر پستان کو مُنہ میں داخل کرنا جائز ہے؛ چاہے اس کی بیوی دُودھ والی ہو یا نہ ہو، چاہے قریب البلوغ ہو یا بالغ، ہر شق کا جواب دلائل وتفصیلات کے ساتھ بیان فرمائیں۔ (ت)

الجواب

یجوز للرجل التمتع بعرسہ کیف

مرد کے لئے جائز ہے کہ اپنی بیوی کے سر سے لے کر

Marfat.com

ماشاء من رأسها الی قدمها الاما نهی الله تعالیٰ عنه، وکل ماذکر فی السؤال لانهی عنه، اما التقبیل فمسنون مستحب یؤجر علیه ان کان بنیة صالحة واما مص ثدیها فکذٰلك ان لم تکن ذات لبن، وان کانت واحترس من دخول اللبن حلقه فلا باس به، وان شرب شیئا منه قصدًا فهو حرامٌ وان کانت غزیرة اللبن وخشی ان لو مص ثدیها یدخل اللبن فی حلقه فالمص مکروهٌ، قال صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ومن رتع حول الحمی اوشك ان یقع فیه[۱]۔ والله سبحٰنه وتعالیٰ اعلم۔

پاؤں تک جیسے [illegible] جس سے اللہ تعالیٰ نے منع [illegible] میں مذکورامور میں سے کسی سے منع نہیں [illegible] تو مسنون ومستحب ہے اور اگر نیت صالحہ ہو تو [illegible] اجروثواب ہے۔ رہا پستان کو منہ میں دبانا، تو اس کا حکم بھی ایسا ہی ہے جبکہ بیوی دودھ والی نہ ہو اور اگر وہ دودھ والی ہے اور مرد اس بات کا لحاظ رکھے کہ دودھ کا کوئی قطرہ اس کے حلق میں داخل نہ ہونے پائے تو بھی حرج نہیں، اور اگر اس دودھ میں سے جان بوجھ کر کچھ پیا تو یہ پینا حرام ہے۔ اور اگر وہ زیادہ دودھ والی ہے اور اسے ڈر ہے کہ پستان منہ میں لے گا تو دودھ حلق میں داخل ہوگا تو اس صورت میں پستان کو منہ میں لینا مکروہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو چراگاہ کے اردگرد (جانور) چرائے تو قریب ہے کہ وہ (جانور) چراگاہ میں جا پڑے۔ اور اللہ سبحٰنہ وتعالیٰ خوب جانتا ہے۔

السوال الثانی

وکم مدة یجوزله السفر حال کونه مجردًا عنها۔

دوسرا سوال

بیوی کو چھوڑ کر سفر پر جانے والے کے لئے کتنی مدت تک سفر میں رہنا جائز ہے؟

الجواب

السفر ان کان بضرورة تقدر بقدرها ولا یعین له حد وقد امر

سفر اگر ضرورت کی وجہ سے ہو تو بقدر ضرورت ہوگا اس کی کوئی حد مقرر نہیں۔ تحقیق حضور اقدس

---

[۱] شرح السنة للامام البغوی باب مضاجعة الحائض المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۳۰

Marfat.com

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بتعجیل القفول بعد قضاء الحاجۃ والسفر قطعۃ من العذاب یمنع احدکم طعامہ وشرابہ ونومہ فاذا قضی احدکم نہمتہ فلیعجل الٰی اھلہٖ[1] اوکما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اما اذا کان بلاضرورۃ ولم یستصحبہا معہ فلا یسکن اکثر من اربعۃ اشہر بذلک امر امیر المؤمنین عمر الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ وفی الحدیث قصۃ۔[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ضرورت پُوری ہوجانے کے بعد جلدی واپسی کا حکم دیا ہے اور سفر عذاب کا ٹکڑا ہے جو تم میں سے کسی ایک کو اس کے کھانے پینے اور سونے سے روک دیتا ہے۔ پس جب تم میں سے کوئی اپنی حاجت پُوری کرلے تو جلدی گھر لوٹے، یا جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا۔ لیکن اگر سفر بلاضرورت ہو اور بیوی کو ساتھ نہ لے کر جائے تو چار ماہ سے زیادہ سفر میں نہ ٹھہرے۔ امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ نے اسی کا حکم فرمایا، حدیث میں قصّہ مذکور ہے۔ اور اللہ سُبحانہٗ تعالٰی خُوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۳: از حیدرآباد دکن معرفت پوسٹ ماسٹر مرسلہ حسام الدین صاحب ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

عمرو زید کے خالو ہوتے ہیں اور اُن کا وطن قدیم املیٹھی خطّہ اودھ ہے، اُن کے تعلقات ملازمت حیدرآباد میں ہُوئے، زید اصل باشندہ کاکوری ضلع لکھنؤ کا ہے اور اس نے خطّہ متوسطہ میں ملازمت انگریزی اختیار کی۔ تعارف وقرابت سابقہ کی وجہ سے زید کا نکاح عمرو کی دختر کے ساتھ حیدرآباد میں ہُوا اور کوئی شرط کسی قسم کی مہر وآمدورفت وغیرہ کی نسبت نہیں ہُوئی، بعد نکاح عمرو نے اپنی دختر کو زید کے ساتھ متعدد مرتبہ زید کی جائے ملازمت مختلف اضلاع خطّہ متوسطہ پر اس کے ہمراہ روانہ کردیا حتی کہ زید کی صلب سے ہندہ دختر عمرو کے تین اولادیں ہُوئیں، نکاح کے چھ سال بعد مسماۃ ہندہ اور خود والد ہندہ کو یہ عذر ہُوا کہ زید کے ساتھ سفر دُور ودراز جائے ملازمت زید پر جانا منظور نہیں کیونکہ اُن کا بیان ہے کہ زید کو شرعًا ایسا حق نہیں کہ وہ ہندہ کو سفر میں اپنے ساتھ لے جائے مطالبہ مہر باعث انکار سفر نہیں قابل دریافت یہ امر ہے کہ ایسی حالت میں زید کو اپنی زوجہ ہندہ کو اپنی جائے ملازمت وسکونت پر لے جانے کا شرعًا حق ہے کہ نہیں، اگر ہندہ عذر اذیت وتکلیف دہی پر جانے سے انکار کرے اور اس عذر کو ثابت

---

[1] صحیح بخاری کتاب الاطعمہ باب ذکر الطعام قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۱۶

[2] " کتاب الجہاد باب السرعۃ فی السیر " " " ۱/ ۴۲۱

Marfat.com

نہ کرسکے یا ثبوت پیش کردہ اگر سمجھا جائے تو زید بعد او خال ضمانت معتبر ہندہ کو اپنے ساتھ لے جاسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اصل حکم ہے مرد جہاں رہے اپنی عورت کو اپنے ساتھ رکھے۔ قال اللہ تعالیٰ:

واسکنوھن من حیث سکنتم[1] عورتوں کو وہیں ٹھہراؤ جہاں تم خود ٹھہرو۔ (ت)

اور ساتھ ہی یہ حکم ہے کہ عورت کو ضرر نہ پہنچائے، اس پر تنگی نہ کرے۔ قال اللہ تعالیٰ:

ولاتضاروھن لتضیقوا علیھن[2] انھیں ضرر نہ پہنچاؤ کہ تم ان پر تنگی کرو۔ (ت)

جبکہ مہر معجل نہ تھا یعنی پیش از رخصت دینا قرار نہ پایا تھا تو عورت کو اپنے نفس کے روکنے کا کوئی اختیار نہیں، نہ اُس کا باپ اُسے شوہر سے جُدا کرسکتا ہے، ہاں اگر شوہر کی طرف سے عورت کو ضرر رسانی وبلاوجہ شرعی ایذا دہی بروجہ کافی ثابت ہو تو اُس کا بندوبست کیا جائے اگرچہ کچہری کے ذریعہ سے ضمانت داخل کرنے سے ظاہراً یہ سمجھا جاتا ہے کہ زید کوئی ایسا کفیل معتمد پیش کرے گا جو زید کو ایذا رسانی سے مانع ہوسکے اور عمرو و ہندہ کو اُس پر اعتبار ہو یا یہ معنیٰ ہیں کہ کوئی ضامن دیا جائے گا کہ اگر زید ایذا رسانی کرے تو اتنا روپیہ جرمانہ کا بھرے اور وُہ نہ دے تو ضامن دے گا۔ اگر معنی اول مراد ہیں تو صحیح و قابلِ قبول ہیں اور معنی دوم مراد ہیں تو یہ شرعاً ناجائز و باطل ہے مالی جرمانہ نہیں ہوسکتا لانہ منسوخ والعمل بالمنسوخ حرام (کیونکہ یہ منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل کرنا حرام ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

مسئلہ ۱۰۴: از قادری گنج ضلع بیربھوم ملک بنگالہ مرسلہ سید ظہور الحسن صاحب

۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

جماع کے وقت شوہر کا اپنی بی بی کی فرج دیکھنا تاکہ لذت پُوری پُوری حاصل ہو یا شوہر کا اپنی بی بی کی شرمگاہ کو مَس کرنا اور عورت کا اپنے شوہر کے آلۂ تناسل کو مَس کرنا تاکہ آلۂ تناسل ایستادہ ہو ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

زوجین کا وقتِ جماع ایک دُوسرے کی شرمگاہ کو مَس کرنا بلاشبہہ جائز بلکہ بہ نیتِ حسنہ مستحسن

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/ ۶

[2] ؎ ؎ ۶۵/ ۶

Marfat.com

موجبِ اجر ہے کما روی عن نفس سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جیسا کہ خود ہمارے سردار امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے۔ت) مگر اُس وقت روئیتِ فرج سے حدیث میں ممانعت فرمائی اور فرمایا: فانہ یورث العمی وہ نابینائی کا سبب ہوتا ہے۔ علماء نے فرمایا کہ محتمل ہے کہ اس کے اندھے ہونے کا سبب ہو یا وہ اولاد اندھی ہو جو اس جماع سے پیدا ہو یا معاذ اللہ دل کا اندھا ہونا کہ سب سے بدتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

Marfat.com

باب القسم

(بیویوں میں باری مقرر کرنا اور حقوق میں مساوات رکھنا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

مسئلہ ۱۰۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زوجہ کو بے وجہ شرعی ایذا دینا اور رعایت مساوات دو زوجہ میں نہ کرنا اور دونوں کو مکانِ واحد میں جبرًا رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

ہرچند اللہ تعالٰی نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی،

الرجال قوامون علی النساء بما فضل بعضھم علٰی بعض وبما انفقوا من اموالھم[1]۔

مرد افسر ہیں عورتوں پر اس لئے کہ اللہ تعالٰی نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس لئے کہ مردوں نے ان پر مال خرچ کئے۔ (ت)

یہاں تک کہ حدیث میں آیا اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کا حکم کرتا عورت کو حکم دیتا کہ مرد کو سجدہ کرے مگر عورتوں کو بے وجہ شرعی ایذا دینا ہرگز جائز نہیں بلکہ ان کے ساتھ نرمی اور خوش خلقی اور ان کی بدخوئی پر صبر اور

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۳۴

Marfat.com

اُن کی دلجوئی اور جن باتوں میں مخالفتِ شرع نہیں اُن کی مراعات شارع کو پسند ہے جناب رسالتمآب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ازواجِ مطہرات کی دلجوئی کرتے اور فرماتے :

ان من اکمل المؤمنین ایمانا احسنھم خلقا والطفھم باھلہ[۱] بیشک مومنوں میں سے زیادہ کامل ایمان والا وہ ہے جو ان میں سے زیادہ حسن اخلاق والا اور اپنی اہل کے ساتھ زیادہ مہربان ہے۔ (ت)

اور فرماتے :

خیرکم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی[۲] تم میں سب سے بہتر وُہ ہے جو اپنی اہل کے ساتھ زیادہ اچھا برتاؤ کرنے والا ہے اور میں اپنی اہل کے ساتھ حُسنِ سلوک میں تم سب سے بہتر ہوں۔ (ت)

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وعاشروھن بالمعروف[۳] (اور ان (اپنی بیویوں) کے ساتھ اچّھا برتاؤ کرو۔ ت)

امام غزالی احیاء العلوم میں لکھتے ہیں :

واعلم انہ لیس من حسن الخلق معھا کف الاذی عنھا بل احتمال الاذی منھا والحلم عند طیشھا وغضبھا اقتداءً برسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم[۴] الخ اور تُو جان لے کہ عورت کے ساتھ حُسنِ خلق یہ ہی نہیں کہ اس کو ایذا نہ دے بلکہ اس کی طرف سے اذیتیں برداشت کرنا اور رسولِ اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہُوئے اُس (عورت) کے طیش و غضب کے وقت تحمل اختیار کرنا ہے۔ (ت)

اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے مردوں کے حق اُن پر مقرر فرمائے اُن کے حق بھی مردوں پر مقرر کئے ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف[۵] (اور عورتوں کا بھی حق ایسا ہی ہے جیسا ان پر ہے شرع کے موافق۔ ت) ازانجملہ کھلانے پہنانے وغیرہما امور اختیاریہ میں انھیں برابر رکھنا واجب ہے،

---

[۱] شعب الایمان حدیث ۸۷۱۹ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۶/۴۱۵
[۲] " " ۸۷۱۸ " " " ۶/۴۱۵
[۳] القرآن الکریم ۴/۱۹
[۴] احیاء العلوم الباب الثالث فی آداب المعاشرۃ المکتبۃ المشھد الحسینی ایران ۲/۴۳
[۵] القرآن الکریم ۲/۲۲۸

Marfat.com

فی الدر المختار یجب وظاهر الآیۃ انہ فرض نھر ان یعدل ای ان لایجوز فیہ ای فی القسم بالتسویۃ فی البیتوتۃ وفی الملبوس والماکول والصحبۃ۔[1]

درمختار میں ہے واجب ہے اور آیت کا ظاہر یہ ہے کہ عدل کرنا فرض ہے (نہر) یعنی قسم میں ظلم نہ کرے بایں صورت کہ شب باشی، لباس، کھانے اور صحبت میں برابری قائم رکھے۔ (ت)

یہاں تک کہ اگر فرق کرے گا قیامت میں ایک طرف جھکا اُٹھے گا، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من کان لہ امرأتان فمال الی احدٰھما دون الاخری جاء یوم القیٰمۃ واحد شقیہ مائل۔[2]

جس کی دو عورتیں ہوں وہ ان میں سے ایک کی طرف میلان کرے اور دوسری کو نظر انداز کرے تو قیامت کے دن اس حال میں اُٹھے گا کہ اس کی ایک جانب جھکی ہوگی (ت)

اور اُنھیں مکانِ واحد میں جبراً رکھنا جائز نہیں بلکہ ہر ایک کو مکان علیحدہ کا مطالبہ شوہر سے پہنچتا ہے،

فی الدر المختار فلکل من زوجتیہ مطالبتہ ببیت من دار علیحدۃ۔[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے کہ دو بیویوں میں سے ہر ایک اپنے شوہر سے گھر کا علیحدہ مکان طلب کرسکتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رعایت مساوات دو زوجہ میں مرد پر واجب ہے یا نہیں؟ اور اگر ان میں قومِ طوائف میں سے ہو تو کچھ فرق کیا جائے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

مرد پر اپنی دو زوجہ حرّہ کو کھلانے اور پہنانے اور پاس رہنے وغیرہا امور اختیاریہ میں برابر رکھنا واجب ہے اور اس امر میں طوائف وغیر طوائف شریف و رذیل میں کچھ فرق نہیں کہ آیت قسم مطلق ہے۔

فی الدر المختار یجب وظاھر الآیۃ انہ فرض نھر ان یعدل ای ان لایجور فیہ ای فی القسم بالتسویۃ فی البیتوتۃ و

درمختار میں ہے واجب ہے اور آیت کا ظاہر یہ ہے کہ عدل کرنا فرض ہے (نہر) یعنی قسم میں ظلم نہ کرے، بایں صورت کہ شب باشی، لباس، کھانے اور صحبت

---

[1] درمختار | باب القسم | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۱۱
[2] سنن ابن ماجہ | باب القسمۃ بین النساء | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱/۱۴۳
[3] درمختار | باب النفقۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۷۱

Marfat.com

فی الملبوس والماکول والصحبۃ۔[1] | میں برابری قائم رکھے(ت)

یہاں تک کہ اگر فرق کرے گا قیامت کو ایک طرف جُھکا اُٹھے گا۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من کان لہ امرأتان فمال الی احدٰیھما دون الاخری جاء یوم القیٰمۃ واحد شقیہ مائل۔[2] واللہ تعالیٰ اعلم۔ | جس کی دو بیویاں ہوں ان میں سے ایک کو نظر انداز کرتے ہُوئے دُوسری کی طرف میلان کرے تو قیامت کے دن اس حال میں اُٹھے گا کہ اس کی ایک جانب جُھکی ہوگی۔ واللہ تعالٰے اعلم(ت)

مسئلہ ۱۰۷: از بچھرایوں ضلع مراد آباد مکان حکیم غلام علی صاحب مرسلہ حکیم غلام احمد صاحب ۲۵ رمضان مبارک ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علماتے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ عدل[1] بین الزوجین میں کھانے کی کیا صورت ہے، آیا جو چیز ایک زوجہ کو کھانے کو دی وہی دوسرے کو بھی دے اگرچہ از قسم مکلفات ہو یا فقط معمولی غذا میں، مثلاً[2] ایک کو دُوسری زوجہ سے خفیہ دُودھ پلایا یا ثمارِ فصل کھلائے تو اُسی قدر دوسری کو بھی دینا ضرور ہے یا یہ مستحب ہے، اگر دُوسری کو بھی دینا ضرور ہے تو صورتِ ذیل میں کچھ فرق ہے یا نہیں مثلاً ایک[3] زوجہ نے زوج سے کسی چیز کی فرمائش کی چونکہ اس کی طبیعت اُس چیز کے کھانے کو چاہتی تھی بایں وجہ خفیۃً[4] دوسری زوجہ سے اس کی فرمائش کو پُورا کردیا تو دُوسری کو بھی شئی مذکور کا کھلانا بذمہ زوج ضرور ہے یا نہیں، اگر ضرور ہے تو اس میں کچھ فرق ہے یا نہیں کہ اگر دوسری زوجہ بھی اس شئے کی فرمائش کرتی تو اُس کو بھی پورا کرتا اور اگر زوج اپنی خواہش[5] طبیعت سے کچھ شئے ایک زوجہ کو بھی کوئی شئے دوسری زوجہ کو کھلاتا ہے مگر برابری نہیں ہے کہ جس قیمت اور جس لذت کی وہ شئی ہے دُوسری کو وہ نہیں ہے تو یہ جائز ہے یا نہیں، ایک[6] یہ صورت ہے کہ ایک زوجہ کھانا کھاتے وقت زوج کو کھانا پکا کر لاتی ہے دُوسری نہیں آتی ہے خاطراً اس کو ہر ترکاری سے قدرے قدرے کھلایا تو اس میں زوج گنہگار ہُوا یا نہیں، اور خفیہ میں یہ مصلحت ہے کہ دونوں زوجہ میں بغض نہیں پڑتا ہے اور زوج سے دونوں خوش رہتی ہیں کیونکہ ایک کی دوسری کو خبر نہیں۔ جواب مدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب

کھانا دو قسم ہے ایک اصل نفقہ جو زوجہ کے لئے زوج پر واجب ہے، دُوسرا اس سے زائد مثل

---

[1] درمختار | باب القسم | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۱۱

[2] سنن ابن ماجہ | باب القسمۃ بین النساء | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱/۱۴۳

Marfat.com

فواکہ و پان و الائچی و عطایا و ہدایا، قسم اول میں برابری صرف اُس صورت میں واجب ہے جب دونوں عورتیں مالی حالت فقر و غنا میں یکساں ہوں ورنہ لحاظ حال زوج کے ساتھ غنیہ کے لئے اُس کے لائق واجب ہوگا اور فقیرہ کے لئے اُس کے لائق مثلاً زوج اور ایک زوجہ دونوں امیر کبیر ہیں کہ اپنے اپنے یہاں اُن کی خوراک باقر خانی و مُرغ پلاؤ ہے اور دوسری زوجہ فقیرہ ہے کہ جوار باجرے کی روٹی کھاتی ہے اور آپ پیستی پکاتی ہے، ان دونوں کے نفقہ میں مساوات واجب نہیں ہوسکتی، پہلی کے لئے وہی بریانی اور مزعفر لازم ہے اور دوسری کے لئے گیہوں کی روٹی اور بکری کا گوشت، پہلی کے لئے خادم بھی ضرور ہوگا دوسری آپ خدمت کرلے گی، پہلی کریب اور زربفت پہنے گی دوسری کو تنزیب اور ساٹھن بہت ہے، پہلی کے لئے مکان بھی عالی شان درکار ہوگا دُوسری کے لئے متوسط۔ اور قسم دوم میں مطلقاً برابری چاہئے، جو چیز جتنی اور جیسی ایک کو دے اُتنی ہی اور ویسی ہی دوسری کو بھی دے۔ دُودھ، چائے، میوے، پان، چھالیا، الائچی، برف کی قلفیاں، سُرمہ، مہندی وغیرہ وغیرہ تمام زوائد میں مساوات رکھے کہ وہاں فرق اصل وجوب میں تھا یہ اشیاء واجب نہیں ان میں ایک کو مرجح رکھنا اُس کی طرف میل کرنا ہوگا اور میل ممنوع ہے فرمائشوں کا حال بھی یہیں سے واضح ہوگیا اگر اُس نے وہ فرمائش اپنے نفقہ کے متعلق کی ہے اور وہ اس کی مستحق ہے اور دوسری مستحق نہیں تو اس پر لازم نہ ہوگا کہ دوسری کو بھی وہی چیز دے اور نفقہ سے زائد شَے کی تو برابری درکار ہوگی کہ وُہ بعد فرمائش بھی عطیہ کی حد سے خارج نہیں،

وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکل بنیك نحلت مثل ھذا[1] قال لا قال لاتشھدنی علی جور[2] (ملخصًا) فاذا کان التفضیل فی العطایا جورا ومیلا فی البنین ففی الازواج اولی واحری۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تُو نے ہر بیٹے کو اس کی مثل تحفہ دیا۔ صحابی نے عرض کی کہ نہیں، توحضور نے فرمایا کہ مجھے ظلم پر گواہ مت بنا۔ جب تحائف میں کمی بیشی بیٹوں کے اندر ظلم اور میل قرار پائی تو بیویوں میں بدرجہ اولٰی ظلم و میل ہوگی۔ (ت)

اور چھپا کر دینے سے دونوں کی رضا سمجھنی غلطی ہے بلکہ جسے چھپا چھپا کر دے گا وہ جان لے گی کہ میری جگہ اس کے قلب میں زائد ہے وُہ دوسری کو دبانے کی جرأت کرے گی اور یہ تخم فساد کا بونا ہوگا۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل حدیث النعمان بن بشیر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم دار الفکر بیروت ۴/ ۲۶۸

[2] سُنن النسائی کتاب النحل المکتبۃ السلفیہ لاہور ۲/ ۱۲۶

Marfat.com

یجب ان یعدل ای لایجوز فی القسم بالتسویۃ فی البیتوتۃ وفی الملبوس والماکول والصحبۃ لا فی المجامعۃ کالمحبۃ بل یستحب[1]۔

بیویوں میں عدل کرنا واجب ہے یعنی قسم میں ظلم نہ کرے بایں صورت کہ شب باشی، لباس، خورد ونوش اور صحبت وموانست میں برابری کرے نہ کہ جماع میں مثل محبت کے بلکہ جماع میں برابری مستحب ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال فی البحر قال فی البدائع یجب علیہ التسویۃ فی الماکول والمشروب والسکنی والبیتوتۃ وھکذا ذکرالولوالجی والحق انہ علی قول من اعتبر حال الرجل وحدہ فی النفقۃ واما علی القول المفتی بہ من اعتبار حالھما فلا، فان احدھما قد تکون غنیۃ والاخری فقیرۃ فلا یلزم التسویۃ بینھما مطلقا فی النفقۃ[2] اھ ورأیتنی کتبت علیہ مانصہ یقول العبد الضعیف غفرلہ بقی لہ محملان اخران الاول ان تستوی المرأتان یسارا او اعسارا وح لامحل للتفاضل بینھما بل تجب التسویۃ فی الماکول والمشروب والملبوس والسکنی ایضا کالبیوتۃ مطلقا، والیہ (ف) الاشارۃ بقولہ فلایلزم التسویۃ

بحر میں فرمایا کہ بدائع میں کہا ہے کہ کھانے، پینے، لباس، رہائش اور شب باشی میں شوہر پر مساوات واجب ہے ولوالجی نے بھی یوں ذکر فرمایا اور حق یہ ہے کہ بے شک یہ اس کا قول ہے جس نے نفقہ میں فقط شوہر کے حال کا اعتبار کیا لیکن مفتی بہ قول میں چونکہ دونوں کا حال معتبر ہے تو اس کے مطابق نفقہ میں مطلقاً مساوات واجب نہیں کیونکہ کبھی دو بیویوں میں سے ایک مالدار اور دوسری فقیر ہوتی ہے تو ان میں برابری لازم نہیں۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے اس پر حاشیہ میں لکھا ہے جس کی عبارت یوں ہے بندۂ ضعیف کہتا ہے کہ اس کے دو محمل اور بھی ہیں ایک یہ کہ دونوں عورتیں امیری اور فقیری میں برابر ہوں تو اس صورت میں ان دونوں کے درمیان نفقہ میں مطلقاً برابری لازم ہے اسی کی طرف اشارہ ہے اس کے اس قول میں کہ ان دونوں کے درمیان نفقہ میں مطلقاً برابری لازم نہیں اس بنیاد پر کہ "مطلقاً" منفی کی طرف ناظر ہے نہ کہ نفی کی طرف،

---

[1] درمختار باب القسم مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۱۱

[2] ردالمحتار دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۹۸

ف: جدالممتار مطبوعہ میں عبارت مختصر ہے خط کشیدہ عبارت مطبوعہ نسخہ میں نہیں ہے۔ نذیر احمد

Marfat.com

بینهما مطلقا فی النفقة، علی ان مطلقا ناظر الی المنفی دون النفی فیکون محصلہ سلب الاطلاق لا اطلاق السلب فانہ غیر سدید، والثانی ان یراد مایزاد علی النفقة من الهدایا والعطایا فلا مانع من ایجاب التسویة بینهما بل هو الظاهر نفیا للمیل المنهی عنه[1] ما کتبتہ وارجوا ان یکون صوابا ان شاء الله تعالٰی - والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

پس اس کا ثمر سلب اطلاق ہوگا نہ کہ اطلاق سلب کیونکہ وہ درست نہیں۔ دوسرا یہ کہ مراد وہ اشیاء ہوں جو اصل نفقہ سے زائد ہیں یعنی تحفے اور ہدیے وغیرہ، تواب دونوں کے درمیان برابری کو واجب ٹھہرانے سے کوئی مانع نہیں بلکہ یہی ظاہر ہے اس میل کی نفی کے لئے جس سے روکا گیا ہے، میرے حاشیہ کی عبارت ختم ہوئی اور مجھے امید ہے ان شاء اللہ تعالٰی وہ درست ہوگا۔ اور اللہ سبحانہ، تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۸: از شہر محلہ ربڑی ٹولہ مسئولہ احسان علی صاحب زردوز ۲ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت ہندہ کی چند اولادیں ہوئیں ان میں سے صرف ایک بچہ چند سال کا دائم المریض حیات ہے اس ہندہ کو مرض ایسا سخت لاحق ہے کہ ہر بار سخت تکلیف اور مرض میں مبتلا ہوجاتی ہے اور مس ہر بار وقتِ ولادت یہی تجویز کرتی ہے کہ یہ عورت ضرور مرجائے گی مگر شافی مطلق برحق ہر بار بعد تکلیف بسیار و خرچ کثیر کے اچھا کردیتا ہے چنانچہ حال میں بعد ولادت وصحت کے ہندہ نے اپنی جان بچانے اور ہر بار غم وصدمہ سے بچنے کے لئے عہد کیا کہ اب میں اپنے زوج سے جماع نہ کروں گی تاکہ اسبابِ نطفہ نہ واقع ہو اور اپنے زوج سے کہا کہ تم کو صبر نہ آوے تو دوسری شادی کرلو اور جو مقدرت نہ ہو تو مجھے نان ونفقہ بھی نہ دو۔ پس شوہر نے کہا کہ اگر شرع شریف تجھ کو اس امر کی اجازت دے تو مضائقہ نہیں میں صبر کرلوں اور جو شرع اس عہد کی اجازت نہ دے تو میں اپنے حقوق اور منافع اور تیرے حقوق کو تلف ہرگز نہیں کرسکتا لہٰذا تحریر فرمائیں کہ شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ایسی صورت میں شوہر ہندہ کے کہنے پر عمل کرسکتا ہے اور دوسری شادی کرلے اور ہندہ سے جدا رہے جب تک ہندہ راضی ہو اور نان نفقہ ہندہ کو بھی ضرور دے اگر ہندہ اس کے یہاں رہے، اور اگر

---

[1] جد الممتار حاشیہ رد المحتار باب القسم حاشیہ نمبر ۸۲۱ المجمع الاسلامی مبارکپور انڈیا ۲/۵۰۴

Marfat.com

ہندہ اپنا نفقہ ساقط کرے تو اختیار ہے کہ نہ دے جب تک ہندہ پھر از سرِ نو مطالبہ پر نہ آئے۔ اور اگر ہندہ اپنے والدین کے یہاں چلی جائے اور شوہر کے بلانے پر نہ آئے تو آپ ہی اس کا نفقہ ساقط ہے جب تک واپس نہ آئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۹: از کانپور طلاق محال مطب حکیم نورالدین صاحب مسئولہ عبیداللہ صاحب ۴ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ہندہ نابالغہ ۱۲ سال کی جو مجامعت کی متحمل نہیں ہوسکتی ہے اس کا ولی اُسے شوہر کے یہاں جانے سے روک سکتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جب بارہ[۱۲] سال کی ہے ضرور متحمل ہوسکتی ہے مگر کسی صورت نادرہ میں کہ بہت کمزور نازک ہو اور مرد دیو قامت قوی الجثہ کہ واقعی عدمِ تحمل مظنون ہو، تو اس صورت میں بیشک روک سکتا ہے، اور عندالاختلاف اس کا فیصلہ رائے قاضی سے ہوگا وہ دیکھ کر تجویز کرے گا کہ عورت تحمل کرسکتی ہے یا نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

قد صرحوا عندنا بان الزوجۃ اذا کانت صغیرۃ لا تطیق الوطی لا تسلم الی الزوج حتی تطیقہ والصحیح انہ غیر مقدر بالسن بل یفوض الی القاضی بالنظر الیہا من سمن او ہزال وقدمنا عن التاتارخانیۃ ان البالغۃ اذا کانت لا تتحمل لا یؤمر بدفعہا الی الزوج ایضا فقولہ لا تتحمل یشمل مالوکان لضعفہا او ہزالہا اولکبر اٰلتہ[۱] اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

تحقیق انہوں نے تصریح فرمائی کہ زوجہ جب صغیرہ ہو اور وطی کی طاقت نہ رکھتی ہو تو اس کو شوہر کے حوالے نہیں کیا جائے گا جب تک کہ وہ وطی کے قابل نہ ہوجائے، اور صحیح یہ ہے کہ اس میں عمر کی کوئی حد مقرر نہیں بلکہ قاضی کی رائے پر چھوڑا جائے گا کہ وہ دیکھے کہ زوجہ قوی ہے یا کمزور۔ اور ہم تاتارخانیہ سے سابق میں ذکر کرچکے ہیں کہ اگر بالغہ بھی وطی کی متحمل نہ ہو تو اس کو بھی شوہر کے حوالے کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا، اور اس کا قول کہ "وہ وطی کی متحمل نہ ہو" ان دونوں صورتوں کو شامل ہے کہ وہ عدمِ تحمل چاہے تو عورت کی کمزوری کی وجہ سے یا مرد کے آلہ کی بڑائی کی وجہ سے ہو۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

---

[۱] ردالمحتار باب القسم داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۹۹

مسئلہ ۱۱۰ از سوروں ضلع ایٹہ محلہ ملک زادگان مرسلہ مرزا حامد حسن صاحب ۲۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ عمرو ایک شخص جس کی ایک لڑکی جوان ہے اور بہت جگہ سے پیغام نسبت کے اُس کے پاس آئے لیکن اس نے سب کو جواب دیا اور زید کے لڑکے سے اپنی لڑکی کی نسبت کردی، بعد چند عرصہ کے عمرو مذکور نے زید کے لڑکے سے اپنی لڑکی کی نسبت چھڑاکر دوسری جگہ پر یعنی بکر کے لڑکے سے کردی، اب یہ نسبت جو آخر جگہ پر بکر کے لڑکے سے کی گئی ہے درست وجائز ہے یا نہیں؟ یا کہ اول عمرو کے لڑکے سے کہ جس کے ساتھ اس نے پہلے نسبت کردی تھی اُس کی اجازت اور رضامندی لینا چاہئے، اور اگر عمرو کا لڑکا اجازت نہ دے تو بکر کے لڑکی کے نکاح میں تو کوئی نقص شرعی باقی نہیں رہا؟ مفصل طور پر جواب مرحمت فرمائیے۔ بینوا توجروا

الجواب

نسبت صرف ایک اقرار و وعدہ ہے، اور ایک جگہ نسبت کرکے چُھڑالینا خلف وعدہ جس کی تین صورتیں ہیں اگر وعدہ سرے سے صرف زبانی بطور دنیا سازی کیا اور اُسی وقت دل میں تھا کہ وفا نہ کریں گے تو بے ضرورتِ شرعی وحالتِ مجبوری سخت گناہ وحرام ہے ایسے ہی خلافِ وعدہ کو حدیث میں علاماتِ نفاق سے شمار کیا،

كما بيناه فی رسالتنا انباء الحذاق بمسالك النفاق وھو محمل ما فی الاشباہ من ان خلف الوعد حرام[1] الخ۔

جیسا کہ ہم نے اس کو اپنے رسالہ "انباء الحذاق بمسالك النفاق" میں بیان کیا ہے، اور وہ جو اشباہ میں ہے کہ وعدہ خلافی حرام ہے اس کا محمل بھی یہی ہے۔ الخ (ت)

اور اگر وعدہ سچے دل سے کیا پھر کوئی عذر مقبول وسبب معقول پیدا ہُوا تو وفا نہ کرنے میں کچھ حرج کیا ادنٰی کراہت بھی نہیں جبکہ اُس عذر و مصلحت کو اس وفائے وعدہ کی خوبی وفضیلت پر ترجیح ہو خصوصًا امرِ نکاح میں کہ عمر بھر کے ساتھ کا سامان اور سخت نازک معاملہ ہے خصوصًا بے چاری شریف زادیوں کے لئے خصوصًا بلادِ ہندوستان میں، پس اگر نسبت کے بعد کوئی حرج ونقصان ظاہر ہو نسبت چُھڑالی جائے ورنہ اپنی زبان پالنے کے لئے ایک بیکس بے زبان کو عمر بھر مضرت میں پھنسانا ہوگا خصوصًا جبکہ ضرورت دینی ہو مثلًا معلوم ہُوا کہ جس سے نسبت قرار پائی رافضی وہابی اور کسی قسم کا بدمذہب ہے کہ اس صورت میں نسبت چُھڑالینا شرعًا لازم۔ قال تعالٰی:

---

[1] الاشباہ والنظائر باب حظر واباحت ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۱۰۹

Marfat.com

واما ینسینك الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین[1]، وللعقیلی عن انس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم[2]۔

اور اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالم قوم کے پاس مت بیٹھ۔ اور عقیلی میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ نہ اُن کے ہم مجلس ہو نہ کھانے پینے میں ان سے مشارکت کرو اور نہ ہی ان سے باہمی نکاح کرو۔ (ت)

لڑکی والوں کو تو لحاظ مصالح و احتراز مفاسد زیادہ اہم ہے لڑکے والے بھی اگر ترک میں مصلحت سمجھیں ترک کر دیں، حضور پُر نور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ضباعہ بنت عامر بن قرط رضی اللہ تعالٰی عنہا کو نکاح کا پیغام دیا اُنھوں نے قبول کیا پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو مصلحت پیش آئی ترک فرمایا۔

فی المواھب وشرحھا للعلامۃ الزرقانی السادسۃ ضباعۃ اسلمت قدیما بمکۃ وھاجرت وکانت من اجمل نساء العرب خطبھا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الی ابنھا سلمۃ بن ھشام فقال یارسول صلی اللہ تعالٰی علیك وسلم ما عنك مدفع افاستأمرھا قال نعم فاتاھا فقالت اللہ افی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تستأمرنی انی ابتغی ان احشر مع ازواجہ ارجع الیہ فقل لہ نعم قبل ان یبدولہ فقیل للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انھا کبرت فلما عاد ابنھا وقد اذنت لہ

مواہب اور اس کی شرح زرقانی میں ہے کہ (جن عورتوں کو نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پیغامِ نکاح بھیجا مگر نکاح نہ فرمایا ان میں سے) چھٹی حضرت ضباعہ رضی اللہ تعالٰی عنہا ہیں وہ ابتداءً ہی مکہ مکرمہ میں ایمان لے آئی تھیں پھر انھوں نے ہجرت کی وہ عرب کی حسین ترین عورتوں میں سے تھیں، حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے بیٹے سلمہ بن ہشام کو ان کے لئے پیغامِ نکاح دیا تو اس (سلمہ) نے کہا یارسول اللہ صلے اللہ علیك وسلم! آپ سے کوئی مانع نہیں، کہا میں اس (ضباعہ) سے مشورہ کرلوں، حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں (مشورہ کرلو) چنانچہ وہ ضباعہ کے پاس آیا تو انھوں (ضباعہ) نے کہا کہ اللہ سے ڈر، کیا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے بارے میں مجھ سے مشورہ لیتا ہے، میں ان کی ازواجِ مطہرات کے ساتھ قیامت میں اُٹھنا چاہتی ہوں آپ

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] الضعفاء الکبیر للعقیلی ترجمہ احمد بن عمران نمبر ۱۵۳ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۲۶

Marfat.com

سکت عنہا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلم ینکحہا رضی اللہ تعالٰی عنہا[1] اھ ملخصا۔

کی طرف واپس جا اور قبل اس کے کہ آپ کے لئے کوئی نئی بات ظاہر ہو ہاں کہہ دے، تو نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ وہ (ضباعہ) عمر رسیدہ ہیں۔ چنانچہ جب ان کا بیٹا واپس آیا اس حال میں کہ انھوں نے نکاح کی اجازت دے دی تو نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سکوت فرمایا اور ان سے نکاح نہ فرمایا اھ ملخصاً (ت)

اور اگر کوئی عذر و مصلحت نہیں بلاوجہ نسبت چھڑائی جاتی ہے تو یہ صورت مکروہ تنزیہی ہے،

وھو محمل ما فی رد المحتار من ھنا تعلم ان خلف الوعد مکروہ لاحرام وفی الذخیرۃ یکرہ تنزیہا لانہ خلف الوعد ویستحب الوفاء بالعھد[2]۔

اور یہی محمل ہے اس کا جو ردالمحتار میں ہے، یہاں سے تو جان جائے گا کہ وعدہ خلافی مکروہ ہے نہ کہ حرام، اور ذخیرہ میں ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ یہ خلف وعد ہے اور وفاءِ عہد مستحب ہے (ت)

یہ بات اس تقدیر پر بے جا و خلافِ مروّت ہے مگر حرام و گناہ نہیں، حضور پُرنور سیّد العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس الخلف ان یعد الرجل ومن نیتہ ان یفی ولکن الخلف ان یعد الرجل ومن نیتہ ان لایفی[3]۔ رواہ ابویعلی فی مسندعن زید بن ارقم رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

وعدہ خلافی یہ نہیں کہ مرد وعدہ کرے درانحالیکہ اس کی نیت وعدہ کو پُورا کرنے کی ہو، لیکن وعدہ خلافی یہ ہے کہ مرد وعدہ کرے درانحالیکہ اس کی نیت اس وعدہ کو پُورا نہ کرنے کی ہو۔ اس کو ابویعلٰی نے اپنے مسند میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسندِ حسن روایت فرمایا۔ (ت)

اس صُورت میں یہ کراہت جب ہی دفع ہوگی کہ پہلے جہاں نسبت کی تھی وُہ بخوشی اجازت دے دیں، یہ تو نسبت چھڑانے کا حکم تھا، رہا دوسری جگہ نکاح کرنا اس میں کسی طرح کوئی خلل نہیں خواہ یہاں تینوں صور مذکورہ سے کوئی صورت واقع ہو کہ نسبت بہرحال صرف وعدہ ہی وعدہ تھی کوئی عقد تو نہ تھی کہ اب بے موت یا طلاق دوسری جگہ نکاح نہ ہوسکے ہاں جب تک وہاں سے نسبت چھوٹ نہ جائے دوسروں کو پیام دینے کی ممانعت ہے،

---

[1] شرح زرقانی علی المواہب اللدنیہ ذکر صفیہ ام المومنین دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۲۷۰

[2] ردالمحتار کتاب العاریۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۵۰۲

[3] کنزالعمال بحوالہ ع عن زید بن ارقم حدیث ۶۸۷۱ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۳/ ۳۴۷

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لا یخطب الرجل علی خطبۃ اخیہ حتی ینکح او یترک[1] اخرجہ الشیخان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ۔

کوئی مرد اپنے بھائی کے پیغامِ نکاح پر پیغام نہ دے یہاں تک کہ وہ نکاح کرلے یا چھوڑ دے ۔ شیخین نے اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت فرمایا ۔ (ت)

یہ جُدا بات ہے مگر نکاح بے نسبت چُھڑائے بھی کردیا جائے گا تو نکاح میں کچھ نقص نہیں کما لا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں ۔ ت) واللہ سبحنہٗ وتعالٰی اعلم ۔

مسئلہ ۱۱۱ موضع علاقہ جاگل تھانہ ہری پور ڈاک خانہ کوٹ نجیب اللہ خاں مرسلہ مولوی شیر محمد صاحب ۲۳ رمضان ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نسبت یا نکاح کے وقت جو روپیہ لوگ لیتے ہیں حلال ہے یا نہیں ؟

الجواب

اگر وُہ روپیہ دینے والا اس لئے دیتا ہے کہ اس کے لالچ سے میرے ساتھ نکاح کردیں جب تو وہ رشوت ہے اس کا دینا لینا سب ناجائز وحرام ۔

فی الھندیۃ انفق علی طمع ان یتزوجھا قال الاستاذ قاضی خاں الاصح انہ یرجع علیھا تزوجت نفسھا اولم تزوج لانھا رشوۃ[2] اھ ملخصا ۔

ہندیہ میں ہے کہ مرد نے کسی عورت کو اس طمع پر خرچہ دیا کہ وُہ اس سے نکاح کرے گی تو امام استاذ (قاضی خاں) نے فرمایا کہ اصح یہی ہے کہ وُہ اس عورت سے واپس لے سکتا ہے چاہے وہ عورت اس سے نکاح کرے یا نہ کرے کیونکہ یہ رشوت ہے اھ ملخصاً (ت)

یُوں ہی اگر اولیائے عورت نے کہا کہ اتنا روپیہ ہمیں دے تو تجھ سے نکاح کردیں گے ورنہ نہیں جیسا کہ بعض دہقانی جاہلوں میں کفارِ ہنود سے سیکھ کر رائج ہے تو یہ بھی رشوت وحرام ہے ،

فی الھندیۃ خطب امرأۃ فی بیت اخیھا فابی ان یدفعھا

ہندیہ میں ہے کہ مرد نے کسی عورت کو اس کے بھائی کے گھر

---

[1] صحیح بخاری باب لایخطب علی خطبۃ اخیہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۷۲

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الھبۃ الباب الحادی عشر فی المتفرقات نورانی کتب خانہ کراچی ۴/ ۴۰۳

Marfat.com

حتی یدفع الیه دراهم فدفع وتزوجها یرجع بمادفع لانها رشوۃ کذا فی القنیۃ[1]

پیغام نکاح بھیجا تو اس کے بھائی نے اس شرط پر نکاح دینے کا اظہار کیا کہ وہ اس عورت کے بھائی کو کچھ درہم دے تو اس شخص نے وہ درہم دے دئے تو اس کے بھائی نے اس کا نکاح اس مرد سے کردیا اب وہ درہم واپس لے سکتا ہے کیونکہ یہ رشوت ہے۔ ایسے ہی قنیہ میں بھی ہے۔(ت)

اور اگر یہ صورتیں نہیں بلکہ ایک رسم ہے کہ نکاح سے پہلے دُولھا کی طرف سے کچھ روپیہ دُلہن کی طرف جائے جیسے ہمارے بلاد میں گہنا اور جوڑا جاتا ہے جسے چڑھاوا کہتے ہیں، اگر نکاح ہوجائے تو ہوجائے ورنہ وُہ مال واپس دیا جائے تو اس میں کچھ حرج نہیں، اور اس کا وہی حکم ہے کہ اگر نکاح ٹھہرے گا تو واپس دیا جائے گا۔

فی الھندیۃ سئل عن علی بن احمد عمن ارسل الی اھل خطیبتہ دنانیر ثم اتخذوا لہ ثیابا کما ھو العادۃ، ثم بعد ذلک یقول ھو نقدتہا من المھر ھل یکون القول قولہ فقال القول قول الباعث، قیل لہ لودفع الیھم دنانیر فقال انفقوا البعض الی اجرۃ الحائك والبعض الی ثمن الشاۃ للشراء والبعض الی الجوزقۃ کما ھو العادۃ، ثم فعلوا ذلك فزفت الیہ ثم بعد ذلك یدّعی انی بعثت الدنانیر لاجل المھر یقبل قولہ قال اذا صرح بالقول لایقبل قولہ فی التعیین، و سئل ابوحامد عن رجل خطب لابنہ خطیبۃ و بعث

ہندیہ میں ہے کہ علی بن احمد سے ایسے شخص کے بارے میں پُوچھا گیا جس نے اپنی منگیتر والوں کو کچھ دینار بھیجے پھر انھوں نے حسبِ عادت اس شخص کے لئے کپڑے بنادئے، اب وہ کہتا ہے کہ میں نے دینار مہر میں دئے تھے تو کیا اس کا قول معتبر ہوگا، تو انھوں نے کہا بھیجنے والے کی بات معتبر ہوگی، عرض کی گئی کہ اگر وہ منگیتر والوں کو دینار دے کر کہے کہ اس میں سے کچھ جولاہے کی مزدوری میں خرچ کردو کچھ بکری خرید کر اس کی قیمت میں خرچ کردو اور کچھ دیگر رسم و رواج میں حسبِ عادت خرچ کردو، پھر اہلِ مخطوبہ نے ایسا ہی کیا اور وُہ عورت اس کے پاس بھیج دی گئی اب وُہ کہتا ہے کہ میں نے وہ دینار مہر میں بھیجے تھے تو کیا اس کا قول تسلیم کیا جائیگا، آپ نے فرمایا کہ جب اس نے قول کے ساتھ تصریح کردی ہے تو اب تعیین میں اس کا قول معتبر نہ ہوگا۔ امام ابوحامد سے پُوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنے لڑکے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الحادی عشر فی المتفرقات کتاب الھبۃ نورانی کتب خانہ کراچی ۴/۴۰۳

Marfat.com

الیہا دراھم ثم مات الاب وطلب سائر الورثۃ المیراث من ھذا المال المبعوث، فقال ان تمت الوصلۃ بینھما فھو ملک لابنہ و ان لم تتم فھو میراث، وان کان الاب حیا یرجع الی بیانہ، وسئل والدی عمن بعث الی المخطوبۃ سکرا وجوزا ولوزا وتمرا وغیرھا ثم بدا لھم فترکوا المعاقدۃ ھل لھذا المخاطب ان یرجع علیھم باسترداد ما دفع فقال ان فرق ذلک علی الناس باذن الدافع لیس لہ حق الرجوع وان لم یأذن لہ فی ذلک فلہ ذلک کذا فی التاتارخانیۃ[1] اھ قولہ فھو ملک لابنہ **اقول** انت تعلم ان ھذا اید ارعلی العرف فان کان العرف ان یراد بذلک تملیک العروس فھو ملکھا لاملک الزوج کمالایخفی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کے لئے کسی لڑکی سے منگنی کی اور اس لڑکی کو کچھ درہم بھیجے پھر یہ باپ مرگیا تو اس کے وارثوں نے اس مال سے میراث طلب کی جو لڑکی کو بھیجی گئی تھی، توامام ابوحامد نے فرمایا کہ اگر ان دونوں میں تعلق تام ہوگیا ہے تو وہ مال اس کے بیٹے کی ملک ہوگا، اور اگر تعلق تام نہیں ہوا تو وہ میراث ہوگا اور اگر باپ زندہ ہو تو اس کے بیان کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ اور میرے والد سے پوچھا گیا کہ ایک مرد نے اپنی منگیتر کی طرف شکر، اخروٹ، بادام اور چھوہارے وغیرہ بھیجے پھر مرد والوں کی رائے میں آیا تو انھوں نے عقد ترک کردیا تو کیا اب اس مرد (خاطب) کے لئے جائز ہے کہ وہ یہ بھیجی ہوئی چیزیں واپس لے، تو انھوں نے فرمایا کہ اگر لڑکی والوں نے یہ چیزیں اس مرد کے کہنے سے لوگوں میں تقسیم کردی ہیں تو وہ واپس لینے کا حق نہیں رکھتا، اور اگر اس نے ایسا کرنے کی اجازت نہیں دی تو واپس لینے کا حق رکھتا ہے، ایسا ہی تاتارخانیہ میں ہے اھ اس کا قول کہ وہ بیٹے کی ملک ہوگا **اقول** (میں کہتا ہوں) آپ کو معلوم ہے کہ اس کا دارومدار عرف پر ہے اگر عرف میں اس سے مراد دلہن کی ملکیت ہوتا ہے تو اس کی ملک ہوگا نہ کہ لڑکے کی، جیسا کہ مخفی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ باب اختلاف الزوجین فی المہر مطبع نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۲۲

Marfat.com

بابُ النکاح الثّانی

رسالہ

اِطائبُ التّہانی فی النّکاح الثّانی ۱۲ ۱۳

(بیوہ کے نکاح ثانی کے مفصّل احکام)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۱۲ ازاوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب ۹ صفر ۱۳۱۲ھ

حمد کے لائق ہے وُہ اک پاک ذات جس نے پیدا کی یہ ساری ممکنات

اور حبیب اپنے کو بس پیدا کیا جس سے عالم میں ہوئے نور و ضیا

محمد یعقوب علی خاں خلف پیر محمد خاں مرحوم نظامی چشتی قادری خدمت فیض موہبت میں عرض پرداز ہے کہ یہ فتوی نوشتہ مولوی عبدالرحیم دہلوی نظرِ احقر سے گزرا، اس کے مضمون سے اکثر ساکنانِ ہند اہلِ اسلام پر گناہ درکنار کفر عائد ہوتا ہے، اس واسطے عبارتِ فتوی خدمت شریف میں روانہ کر کے طالبِ جواب ہُوں کہ تسکینِ خاطر کی جائے ان اللہ لایضیع اجر المحسنین[1] (بیشک اللہ تعالٰی احسان کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ت)

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۲۰

Marfat.com

خلاصۂ فتویٰ یہ ہے جانو اے مسلمانو! کہ نکاح بیوہ کا ثابت ہے قرآن مجید و حدیث شریف سے، فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

وانکحوا الایامٰی منکم[1] یعنی نکاح کر دو بیوہ عورتوں کا۔

اور فرمایا حضرت رسولِ خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے:

النکاح سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی[2] نکاح کرنا میری سنت ہے اور جس نے منہ پھیرا میرے طریقہ سے یعنی انکار کیا سو وہ مجھ سے نہیں۔

پس جو لوگ اس سے انکار کریں یا عیب اور بُرا جانیں یا کرنے والوں پر طعن کریں حقیر جانیں ذات سے نکالیں یا نکاح کرنے والوں کو روک دیں نہ کرنے دیں یا ایسی فساد کی بات اٹھائیں جس سے حکمِ خدا اور سنتِ رسول جاری نہ ہو اور کافروں کی رسم قائم رہے یا جاہلوں کے کہنے سننے کا خیال کر کے خدا اور رسول کا حکم قبول نہ کریں، سو یہ سب قسم کے لوگ کافر ہیں، عورتیں اُن کی نکاح سے باہر ہو جاتی ہیں، نماز روزہ کچھ قبول نہیں، کھانا پینا ان لوگوں کے ساتھ ہرگز درست نہیں جب تک کہ توبہ نہ کریں اس واسطے کہ ان سب صورتوں میں انکارِ حکمِ خدا اور تحقیرِ سنت لازم آتا ہے اور یہ ظاہر کفر ہے جیسا کہ تمام کتابوں میں لکھا اور آیت مذکور کی تفسیر میں آیا ہے کہ جو کوئی عیب جانے دوسرے نکاح کو وہ بے ایمان ہے، پس سب مسلمانوں کو واجب ہے کہ جن لوگوں کے گھر میں بیوہ عورت لائق نکاح کے ہو ان کو سمجھادیں اور نصیحت کر دیں، اور جو نہ مانیں تو تعزیر دیں، اور جو تعزیر کا قابو نہ چلے تو اُن کے گھر کا کھانا پینا بولنا سلام علیک کرنا سب چھوڑ دیں اور اپنی شادی غمی میں اُن کو نہ بُلائیں اور نہ اُن کے جنازے پر جائیں، اگر ایسا نہ کریں گے تو یہ بھی ان کے ساتھ دنیا و عاقبت کے وبال میں گرفتار ہوں گے، سو اے بھائیو! نکاح رانڈوں کا کر دو، اور جو نہ مانے اس سے ملنا چھوڑ دو اور ذات سے ڈال دو، نہیں تو تمہارے بھی ایمان جانے کا خوف ہے، مکہ کے سوا سو بزرگوں نے یہ فتویٰ بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ اب بھی جو لوگ نہ مانیں گے دنیا میں بے عزّت اور تباہ ہو جائیں گے اور آخر کو بے ایمان مریں گے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اسی سال ۱۲۸۸ھ میں عشاء کے وقت ہزار آدمیوں نے دیکھا کہ ایک سُرخی بڑی شدّت کی مدینہ مبارک کی طرف نمودار ہوئی اور بڑی دیر تک رہی پھر تمام آسمان میں پھیل گئی اس ہیبت کی تھی کہ اس کی طرف دیکھا نہ جاتا تھا، مکہ شریف میں تمام بزرگوں نے فرمایا کہ بڑا بھاری

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/۳۲

[2] صحیح بخاری — کتاب النکاح — باب الترغیب فی النکاح — قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۵۷
صحیح مسلم — " — باب استحباب النکاح — " — ۱/۴۴۹
سنن ابن ماجہ — ابواب النکاح — باب ما جاء فی فضل النکاح — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۴

Marfat.com

غضب نازل ہونے والا ہے، سو ایک بزرگ کو خواب میں الہام ہُوا کہ یہ سُرخی ہندوستان کی بیوہ عورتوں کا خون جمع ہو کر جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے فریاد کرنے آیا تھا، سو عنقریب ان مسلمانوں پر غضب آنے والا ہے جلد نکاح کر دیں ورنہ بھاری وبا آئے گی اور قحط پڑے گا کہ اکثر یزید کی طرح غارت ہو جائیں گے۔ الٰہی! سب مسلمانوں کو ہدایت کر اور غضب سے بچا، آمین یا رب العالمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

الجواب

اس مسئلہ میں جاہلانِ ہند دو فرقے ہو گئے ہیں: ایک اہلِ تفریط کہ نکاحِ بیوہ کو ہنود کی طرح سخت ننگ و عار جانتے اور معاذ اللہ حرام سے بھی زائد اس سے پرہیز کرتے ہیں نوجوان لڑکی بیوہ ہو گئی اگرچہ شوہر کا منہ بھی نہ دیکھا ہو اب عمر بھر یونہی ذبح ہوتی رہے ممکن ہے کہ نکاح کا حرف بھی زبان پر نہ لا سکے، اگر ہزار میں ایک آدھ نے خوفِ خدا و ترس روزِ جزا کرکے اپنا دین سنبھالنے کو (کہ حدیث میں آیا:

من تزوج فقد استکمل نصف دینه فلیتق اللہ فی نصف الباقی۔ رواہ الطبرانی[1] فی الکبیر والحاکم والبیھقی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنه عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم۔

جس نے نکاح کیا اس نے اپنا آدھا دین پُورا کر لیا باقی آدھے میں اللہ سے ڈرے (اس کو کبیر میں امام طبرانی نے اور امام حاکم و بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور انھوں نے نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے روایت فرمایا۔ (ت)

نکاح کر لیا اس پر چار طرف سے طعن و تشنیع کی بوچھار ہے، بیچاری کو کسی مجلس میں جانا بلکہ اپنے کُنبے میں مُنہ دکھانا دشوار ہے، کل تک فلاں بیگم یا فلاں بانو لقب تھا اب دوخصمی کی پکار ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیّ العظیم، یہ بُرا کرتے اور بے شک بہت بُرا کرتے ہیں باتباعِ کفار ایک بیہودہ رسم ٹھہرا لینی پھر اس کی بنا پر مباح شرعی پر اعتراض بلکہ بعض صُوَر میں ادائے واجب سے اعراض کیسی جہالت اور نہایت خوفناک حالت ہے، پھر حاجت والی جوان عورتیں اگر روکی گئیں اور معاذ اللہ بشامتِ نفس کسی گناہ میں مُبتلا ہُوئیں تو اس کا وبال ان روکنے والوں پر پڑے گا کہ یہ اس گناہ کے باعث ہُوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] شعب الایمان عن انس بن مالک حدیث ۵۴۸۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۳۸۲-۸۳

Marfat.com

مکتوب فی التوراۃ من بلغت لہ ابنۃ اثنتی عشرۃ سنۃ فلم یزوجھا فرکبت اثما فاثم ذلک علیہ[1]۔ رواہ البیھقی فی شعب الایمان عن امیرالمؤمنین عمر الفاروق و عن انس بن مالک رضی اللہ عنہما بسند صحیح۔

اللہ عزوجل توراۃ شریف میں فرماتا ہے جس کی بیٹی بارہ برس کی عمر کو پہنچے اور وہ اس کا نکاح نہ کرے اور یہ دختر گناہ میں مبتلا ہو تو اس کا گناہ اس شخص پر ہے (اس کو امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت امیرالمومنین عمر فاروق اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہما بسندِ صحیح روایت فرمایا۔ت)

جب کنواری لڑکیوں کے بارہ میں یہ حکم ہے تو بیاہیوں کا معاملہ تو اور بھی سخت کہ دختران دوشیزہ کو حیا بھی زائد ہوتی ہے اور گناہ میں تفضیح کا خوف بھی زائد اور خود ابھی اس لذت سے آگاہ نہیں صرف ایک طبعی طور پر ناواقفانہ خطرات دل میں گزرتے ہیں، اور جب آدمی کسی خواہش کا لطف ایک بار پاچکا تو اب اس کا تقاضا رنگِ دگر پر ہوتا ہے اور ادھر نہ ویسی حیا نہ وہ خوف واندیشہ۔ اللہ عزوجل مسلمانوں کو ہدایت بخشے، آمین۔

دوسرے اہلِ افراط کہ اکثر واعظین وہابیہ وغیرہم جُہّال مُتشدّدین ہیں، ان حضرات کی اکثر عادت ہے کہ ایک بیجا کے اٹھانے کو دس بیجا اس سے بڑھ کر آپ کریں، دوسرے کو خندق سے بچانا چاہیں اور آپ عمیق کنویں میں گریں، مسلمانوں کو وجہ بے وجہ کافر مشرک بے ایمان ٹھہرا دینا تو کوئی بات ہی نہیں، ان صاحبوں نے نکاحِ بیوہ کو گویا علی الاطلاق واجب قطعی وفرض حتمی قرار دے رکھا ہے کہ ضرورت ہو یا نہ ہو بلکہ شرعاً اجازت ہو یا نہ ہو بے نکاح کئے ہرگز نہ رہے اور نہ صرف فرض بلکہ گویا عین ایمان ہے کہ ذرا کسی بناء پر انکار کیا اور ایمان گیا اور ساتھ لگے آئے گئے پاس پڑوسی سب ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے کہ کیوں پیچھے پڑکر نکاح نہ کردیا اور اگر بس نہ تھا تو پاس کیوں گئے، بات کیوں کی، سلام کیوں لیا، بات بات پر عورتیں نکاح سے باہر جنازہ کی نماز حرام، تمام کفر کے احکام، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ھلک المتنطعون[2]۔ رواہ الائمۃ احمد و مسلم وابوداؤد عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ہلاک ہوئے بے جا تشدد کرنے والے (اس کو امام احمد، امام مسلم اور امام ابوداؤد نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت فرمایا۔ت)

---

[1] شعب الایمان حدیث ۸۶۷۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۶/۴۰۲

[2] صحیح مسلم کتاب العلم باب النہی عن اتباع متشابہ القرآن الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۳۹

Marfat.com

وانا اقول وباللہ التوفیق (اور میں کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ ہی سے توفیق حاصل ہوتی ہے۔)
حق اس مسئلہ میں یہ ہے کہ نکاح ثانی مثل نکاح اول فرض، واجب، سنّت، مباح، مکروہ، حرام سب کچھ ہے صور و احکام کی تفصیل سُنیے:

(۱) جس عورت کو اپنے نفس سے خوف ہو کہ غالباً اس سے شوہر کی اطاعت اور اُس کے حقوق واجبہ کی ادا نہ ہو سکے گی اُسے نکاح ممنوع و ناجائز ہے اگر کرے گی گنہگار ہو گی یہ صورت کراہت تحریمی کی ہے۔

(۲) اگر یہ خوف مرتبۂ ظن سے تجاوز کر کے یقین تک پہنچا جب تو اُسے نکاح حرام قطعی ہے۔
حکم ایسی عورتوں کو نکاح اول خواہ ثانی کی ترغیب ہرگز نہیں دے سکتے بلکہ ترغیب دینی خود خلاف شرع و معصیت ہے کہ گناہ کا حکم دینا ہو گا یہ عورتیں یا ان کے اولیا اگر نکاح سے انکار کرتے ہیں انھیں انکار سے پھیرنے والا جاہل و مخالفِ شرع۔

(۳) جنھیں اپنے نفس سے ایسا خوف نہ ہو انھیں اگر نکاح کی حاجت شدید ہے کہ بے نکاح کے معاذ اللہ گناہ میں مبتلا ہونے کا ظن غالب ہے تو ایسی عورتوں کو نکاح کرنا واجب ہے۔

(۴) بلکہ بے نکاح معاذ اللہ وقوع حرام کا یقین کلی ہو تو اُنھیں فرض قطعی یعنی جبکہ اُس کے سوا کثرت روزہ وغیرہ معالجات سے تسکین متوقع نہ ہو ورنہ خاص نکاح فرض و واجب نہ ہو گا بلکہ دفع گناہ جس طریقہ سے ہو۔
حکم ایسی عورتوں کو بیشک نکاح پر جبر کیا جائے اگر خود نہ کریں گی وُہ گنہ گار رہوں گی اور اگر ان کے اولیا اپنے حدِ مقدور تک کوشش میں پہلوتہی کریں گے تو وہ بھی گنہگار ہوں گے، ایسی جگہ ترک و انکار پر بیشک انکار کیا جائے مگر کتنا، صرف اتنا جو ترکِ واجب و فرض پر ہو سکتا ہے، نہ یہ جاہلانہ جبروتی حکم کہ جو انکار کرے کافر، جو روک دے کافر، جو نہ کرنے دے کافر، فرائض ادا کرنے یا اُن کی ادا سے باز رکھنے پر آدمی کافر نہیں ہوتا جب تک ایسے فرض کی فرضیت کا منکر نہ ہو جس کا فرض ہونا ضروریاتِ دین سے ہے، پھر ترک واجب و فرض پر جس قدر انکار و تشدد کر سکتے ہیں وُہ بھی یہاں اُس وقت روا ہو گا جب معلوم ہو کہ اس عورت سے اطاعت و ادائے حقوق واجبہ شوہر کا ترک متیقن یا مظنون نہیں کہ ایسی حالت میں تو فرضیت و وجوب درکنار عدمِ جواز و حرمت کا حکم ہے، پھر یہ بھی ثابت ہو کہ اس عورت کی حالتِ حاجت اُس حد تک ہے کہ نکاح نہ کرے گی تو گناہ میں مبتلا ہو جانے کا یقین یا ظن غالب ہے کہ بغیر اس کے وجوب اصلاً نہیں، اور جب کسی خاص عورت کے حق میں یہ امور بروجہ شرعی ثابت نہ ہوں تو مسلمان پر یہ بدگمانی خود حرام، اور محض اپنے خیالات پر تارک فرض و واجب ٹھہرا دینا بیباک کا کام، پھر امر حاجت میں عورت کا اپنا بیان مقبول ہو گا کہ حاجت نکاح امر خفی و وجدانی ہے جس پر خود صاحب حاجت ہی

Marfat.com

کو ٹھیک اطلاع ہوتی ہے جب وُہ بیان کرے کہ مجھے ایسی حاجت نہیں تو خواہی نخواہی اس کی تکذیب کی طرف کوئی راہ نہیں ہو سکتی عُمر وغیرہ کا مظنہ سب جگہ ایک سا نہیں ہوتا مزاج، عقل، حیا، خوف، اشغال، احوال، ہموم، افکار، صحبت، اطوار صدہا اختلافوں سے مختلف ہو جاتا ہے جس کی تفصیل اہلِ عقل و تجارب پر خوب روشن ہے، درمختار میں ہے:

یکون واجبا عند التوقان (المراد شدة الاشتیاق کما فی الزیلعی ای بحیث یخاف الوقوع فی الزنا لو لم یتزوج اذ لا یلزم من الاشتیاق الی الجماع الخوف المذکور بحر) فان تیقن الزنا الا به فرض) نہایة (ای بان کان لا یمکنه الاحتراز من الزنا الا به لان ما لا یتوصل الی ترک الحرام الا به یکون فرضا بحر، وقوله لا یمکنه الاحتراز الا به ظاهر فی فرض المسألة فی عدم قدرته علی الصوم المانع من الوقوع فی الزنا فلو قدر علی شیئ من ذلك لم یبق النکاح فرضا او واجبا عینا بل هو او غیره مما یمنعه من الوقوع فی المحرم) وهذا ان ملك المهر والنفقة والا فلا اثم بترکه، بدائع (هذا الشرط راجع الی القسمین اعنی الواجب والفرض وزاد فی البحر شرطا آخر فیهما وهو عدم خوف الجور ای الظلم قال فان تعارض خوف الوقوع فی الزنا لو لم یتزوج وخوف

اور غلبۂ شہوت کے وقت نکاح واجب ہوتا ہے (اس سے مراد بقول امام زیلعی کے ایسا شدید اشتیاقِ جماع ہے کہ اگر نکاح نہ کرے گا تو وقوعِ زنا کا خوف ہے کیونکہ محض اشتیاقِ جماع کو خوف مذکور لازم نہیں، بحر) پس اگر نکاح کے بغیر زنا یقینی ہو تو نکاح فرض ہے، نہایہ (یعنی نکاح کے بغیر زنا سے بچنا ممکن نہ ہو کیونکہ جس کے بغیر ترکِ حرام تک رسائی نہ ہو وہ فرض ہوتا ہے، بحر۔ اور اس کا قول کہ نکاح کے بغیر زنا سے احتراز ممکن نہیں، ظاہر ہے کہ مسئلہ کی وُہ صورت فرض کی گئی ہے جس میں ناکح روزے رکھنے پر قادر نہ ہو جو کہ زنا سے مانع ہیں لہذا اگر وہ روزے رکھنے پر قادر ہو تو نکاح فرض یا واجبِ عین نہ ہوگا بلکہ اسے اختیار ہوگا کہ نکاح کرے یا حرام یعنی زنا سے بچنے کا کوئی اور طریقہ اپنائے) اور یہ وجوبِ فرضیتِ نکاح اس صورت میں ہے جب وُہ مہر و نفقہ پر قادر ہو ورنہ ترکِ نکاح میں گناہ نہیں، بدائع (یہ شرط دونوں قسموں یعنی نکاح واجب و فرض کی طرف راجع ہے۔ بحر میں ان دونوں قسموں میں ایک اور شرط کا اضافہ فرمایا ہے اور وُہ یہ ہے کہ جور و ظلم کا ڈر نہ ہو، صاحبِ بحر نے فرمایا کہ عدمِ نکاح کی صورت میں خوفِ زنا نکاح کی صورت میں جور و ظلم کے خوف سے متعارض ہو

Marfat.com

الجور لوتزوج قدم الثانی فلا افتراض بل یکرہ افادہ الکمال فی الفتح ولعلہ لان الجور معصیۃ متعلقۃ بالعباد والمنع من الزنا من حقوق اللہ تعالٰی وحق العبد مقدم عند التعارض لاحتیاجہ وغنی المولٰی تعالٰی اھ) ویکون مکروھا (ای تحریما بحر) لخوف الجور فان تیقنہ (ای الجور) حرم اھ[1] ملخصا مزیدا من ردالمحتار ما بین الخطین **اقول** ویؤید تعلیل البحر حدیث ابن ابی الدنیا وابی الشیخ عن جابر بن عبد اللہ وابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والغیبۃ فان الغیبۃ اشد من الزنا ان الرجل قد یزنی ویتوب فیتوب اللہ علیہ وان صاحب الغیبۃ لا یغفر لہ حتی یغفر لہ صاحبہ[2]۔

تو ثانی کا اعتبار مقدم وراجح ہوگا چنانچہ اس صورت میں نکاح فرض نہیں بلکہ مکروہ ہوگا، کمال نے فتح میں اس کا افادہ فرمایا، شاید خوفِ جور کو خوفِ زنا پر مقدم کرنے کی وجہ یہ ہو کہ جَور وظلم ایسا گناہ ہے جس کا تعلق حقوق العباد سے ہے، اور زنا سے باز رہنا حقوق اللہ سے ہے اور حقِ عبد بوقتِ تعارض حق اللہ پر مقدم ہوتا ہے کیونکہ عبد محتاج ہے اور مولٰی تعالٰے غنی ہے اھ) اور اس صورت میں نکاح مکروہ یعنی مکروہ تحریمی ہوگا جبکہ ظلم کا خوف ہو اور اگر ظلم کا یقین ہو تو حرام ہے۔ قوسین میں زائد عبارتیں ردالمحتار سے لی گئی ہیں۔ **اقول** (میں کہتا ہوں کہ) بحر کی بیان کردہ علت کی تائید کرتی ہے ابن ابی الدنیا اور ابوالشیخ کی وُہ حدیث جس کو حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰے عنہم نے نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے روایت فرمایا کہ غیبت سے بچو کیونکہ غیبت زنا سے سخت تر ہے اس لئے کہ آدمی زنا کرتا ہے اور توبہ کرلیتا ہے تو اللہ تعالٰے اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے، اور غیبت کرنے والے کی مغفرت اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک کہ وہ معاف نہ کرے جس کی غیبت کی گئی (ت)

(۵) اگر حاجت کی حالت اعتدال پر ہو یعنی نہ نکاح سے بالکل بے پروائی نہ اس شدت کا شوق کہ بے نکاح وقوعِ گناہ کا ظن یا یقین ہو ایسی حالت میں نکاح سنّت ہے مگر بشرطیکہ عورت اپنے نفس پر اطمینان کافی رکھتی ہو کہ مجھ سے ترکِ اطاعت اور حقوقِ شوہر کی اضاعت اصلاً واقع نہ ہوگی۔

---

[1] درمختار | کتاب النکاح | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۸۵
ردالمحتار | " " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/ ۲۶۰-۶۱
[2] جامع الاحادیث للسیوطی | قسم الاقوال حدیث ۹۳۱۰ | دارالفکر بیروت | ۳/ ۳۹۰

Marfat.com

(۶) اگر ذرا بھی اس کا اندیشہ ہو تو اس کے حق میں نکاح سنّت نہ رہے گا صرف مباح ہوگا بشرطیکہ اندیشہ حدِ ظن تک نہ پہنچے ورنہ اباحت جداسرے سے ممنوع و ناجائز ہو جائے گا کما سبق (جیسا کہ پیچھے گزرا۔ت) درمختار میں ہے:

یکون سنۃ مؤکدۃ فیاثم بترکہ (معا لاصرار) حال الاعتدال (ای الاعتدال فی التوقان ان لایکون بالمعنی المار فی الواجب والفرض وھو شدۃ الاشتیاق وان لایکون فی غایۃ الفتور کالعنین ولذا فسرہ فی شرحہ علی الملتقی بان یکون بین الفتور والشوق وفی البحر والمراد حالہ عدم الخوف من الجور وترک الفرائض والسنن فلو خاف فلیس معتدلا فلا یکون سنۃ فی حقہ کما افادہ فی البدائع، وترک الشارح قسما سادسا ذکرہ فی البحر عن المجتبٰی وھو الاباحۃ ان خاف العجز عن الایفاء بمواجبہ اھ ای خوفا غیر راجح والاکان مکروھا تحریما لان عدم الجور من مواجبہ[1] اھ ملتقطا مزیدا من ابن عابدین۔

اور حال اعتدال میں نکاح سنّتِ مؤکدہ ہوتا ہے جس کے (باصرار) ترک پر گناہ لازم ہوتا ہے (اعتدال سے مراد یہ ہے کہ غلبۂ شہوت اس حد تک پہنچا ہوا نہ ہو جیسا کہ نکاح واجب و فرض میں گزرا یعنی جماع کا اشتیاق شدید اور نہ ہی انتہائی طور پر کمزور اور قاصر ہو جیسا کہ عنین۔ اسی واسطے شرح ملتقی میں اس کی تفسیر یوں فرمائی کہ وہ فتور اور شوق کے درمیان ہو۔ بحر میں ہے کہ اس سے مراد آدمی کا وہ حال ہے جس میں اسے ظلم، ترک فرائض اور ترک سُنن کا خوف نہ ہو، اور اگر اسے ان امور کا خوف ہے تو وہ معتدل نہیں، لہٰذا اس کے لئے نکاح سنت نہیں ہوگا جیسا کہ بدائع میں اس کا افادہ فرمایا، اور شارح نے نکاح کی چھٹی قسم کا ذکر نہیں فرمایا جس کو بحر نے مجتبٰی سے ذکر کیا اور وہ ہے نکاح کا مباح ہونا جبکہ لوازمِ نکاح کو پورا نہ کرسکنے کا خوف ہو اھ اور یہ اباحت نکاح کا حکم تب ہوگا جب لوازم کی عدمِ ادائیگی کا خوف راجح نہ ہو ورنہ مکروہ تحریمی ہوگا کیونکہ عدمِ جور لوازمِ نکاح میں سے ہے اھ ملتقطا ___ زائد عبارتیں ابن عابدین سے لی گئی ہیں۔ (ت)

حکم بحالت سنیت بیشک نکاح کی ترغیب بتاکید کی جائے اور اس سے انکار پر سخت اعتراض پہنچتا ہے اسی قدر جتنا ترکِ سنّت پر چاہئے اور درصورت اباحت نہ نکاح پر اصلاً جبر کا اختیار نہ اس سے انکار پر کچھ اعتراض و انکار کہ مباح کو شرع مطہر نے مکلف کی مرضی پر چھوڑا ہے چاہے کرے یا نہ کرے، پھر انصاف

---

[1] درمختار	کتاب النکاح	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۸۵
[2] ردالمحتار	" " "	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۲۶۱

Marfat.com

کی میزان ہاتھ میں لیجئے تو عورتوں کے حق میں سنیت نکاح بھی بہت ندرت سے ثابت ہوگی ہزار میں ایک ہی ایسی نکلے گی جس کے لئے سنت کہہ سکیں، کیا کسی عورت کی نسبت خود وُہ یا اس کے اولیاء یا یہ تشدد والے حضرات پُورے طور پر ضامن ہوجائیں گے کہ اس سے نافرمانی شوہر یا اس کے کسی حق میں ادنیٰ تقصیر واقع ہونے کا اصلاً اندیشہ نہیں، ایسی بے معنی ضمانت وہی کرسکتا ہے جسے نہ مردوں کے حقوق عظیمہ پر اطلاع، نہ عورات کی عادات و نقصان عقل و دین پر وقوف کیا، **حدیث صحیح** میں حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد سُنا کہ:

رأیت النار فلم ارکالیوم منظرا قط افظع ورأیت اکثر اھلھا النساء۔

میں نے دوزخ ملاحظہ فرمائی تو آج کی برابر کوئی چیز سخت و شنیع نہ دیکھی اور میں نے اہلِ دوزخ میں عورتیں زیادہ دیکھیں۔

فقالوا یارسول اللہ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ، یعنی حضور! اس کا کیا سبب ہے؟ قال بکفرھن فرمایا ان کے کفر کے باعث۔ قیل یکفرن باللہ عرض کی گئی کیا اللہ عزّوجل سے کفر کرتی ہیں؟ قال یکفرن العشیر ویکفرن الاحسان فرمایا شوہر کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان نہیں مانتی ہیں لو احسنت الی احدٰھن الدھر ثم رأت منك شیئا قالت ما رأیت منك خیرا قط[1] اگر تُو ان میں سے کسی کے ساتھ عمر بھر احسان کرے پھر ذرا سی بات خلافِ مزاج تجھ سے دیکھے تو کہے میں نے تو کبھی تجھ سے کوئی بھلائی نہ دیکھی رواہ الشیخان عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما (اس کو شیخین نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲: فرماتے ہیں صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

ان المرأۃ خلقت من ضلع اعوج لن تستقیم لك علی طریقۃ فان استمتعت بھا وبھا عوج وان ذھبت تقیمھا کسرتھا وکسرھا طلاقھا[2] رواہ مسلم والترمذی عن ابی ھریرۃ ونحوہ

عورت ٹیڑھی پسلی سے بنی ہے ہرگز کسی راہ پر تیرے لئے سیدھی نہ ہوگی، اگر تُو اس سے نفع لے تو اس کی کجی کے ساتھ نفع لے اور سیدھا کرنے چلے تو توڑ دے، اور اس کا توڑنا طلاق دینا ہے (اس کو امام مسلم و ترمذی نے حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ

---

[1] صحیح بخاری	باب صلوٰۃ الکسوف	قدیمی کتب خانہ کراچی	۱۴۴
صحیح مسلم	" "	" " "	۲/ ۲۸۳
[2] صحیح مسلم	باب الوصیۃ بالنساء	" " "	۱/ ۲۹۸

Marfat.com

احمد و ابن حبان والحاکم عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

تعالٰی عنہ سے اور اس کی مثل کو امام احمد، ابن حبان اور حاکم نے حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حاصل یہ کہ پسلی ٹوٹ جائے گی مگر سیدھی نہ ہوگی، عورت بھی بائیں پسلی سے بنی ہے نہ نبھے تو طلاق دے دے مگر ہر طرح موافق آئے یہ مشکل ہے۔

حدیث ۳: ایک بی بی نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! میں عورتوں کی فرستادہ ہوں حضور کی بارگاہ میں جن عورتوں کو خبر ہے اور جنھیں خبر نہیں سب میری اس حاضری کی خواہاں ہیں، اللہ عزوجل مردوں عورتوں سب کا پروردگار خدا ہے اور حضور مردوں عورتوں سب کی طرف اس کے رسول، اللہ عزوجل نے مردوں پر جہاد فرض کیا کہ فتح پائیں تو دولتمند ہو جائیں اور شہید ہوں تو اپنے رب کے پاس زندہ رہیں رزق پائیں اور ہم عورتیں ان کے کاموں کا انتظام کرنے والیاں ہیں تو ہمارے لئے وہ کون سی طاعت ہے جو ثواب میں جہاد کے برابر ہو۔ فرمایا:

طاعۃ ازواجھن بحقوقھم وقلیل منکن من یفعلہ[1]۔ رواہ البزاز والطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

شوہروں کی اطاعت اور ان کے حق پہچاننا اور اس کی کرنے والیاں تم میں تھوڑی ہیں (اس کو بزاز اور طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۴: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

حاملات والدات مرضعات رحیمات باولادھن لولا ما یأتین الی ازواجھن لدخل مصلیاتھن الجنۃ[2]۔ اخرجہ الامام احمد وابن ماجۃ والطبرانی فی الکبیر

حمل کی سختیاں اٹھانے والیاں، دودھ پلانے والیاں، جننے کی تکلیف جھیلنے والیاں، اپنے بچوں پر مہربانیں، اگر نہ ہوتی وہ تقصیر جو اپنے شوہروں کے ساتھ کرتی ہیں تو ان کی نماز پڑھنے والیاں سیدھی جنت میں

---

[1] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی	حق المرأۃ علی الزوج	دار الکتاب بیروت	۴/۳۰۶
مصنف عبد الرزاق	حدیث ۱۴ ۵۹	حبیب الرحمٰن الاعظمی بیروت	۸/۴۶۳
[2] المعجم الکبیر	حدیث ۸۰۲۶	المکتبۃ الفیصلیہ بیروت	۸/۳۰۲
مسند امام احمد		دار الفکر بیروت	۵/۲۵۲

Marfat.com

والحاکم فی المستدرك عن ابی امامة رضی الله تعالٰی عنه۔

جائیں (اس کو امام احمد، ابن ماجہ، کبیر میں طبرانی نے اور مستدرک میں حاکم نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت فرمایا۔ ت)

توسنیت درکنار اکثر عورتوں کے لئے حدیث اباحت ہی ثابت رہے یہی بڑی بات ہے پھر اُن کے انکار پر اعتراض اور نکاح پر اصرار کی کیا سبیل نہ کہ اعتراض بھی معاذاللہ تا حد اکفار اور اصرار بھی ہم پہلوئے اکراہ واجبار، ولہذا احادیث میں وارد کہ حقوقِ شوہران کی شدت سُن کر متعدد بیبیوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے عمر بھر نکاح نہ کرنے کا عہد کیا اور حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا مگر جاہل واعظین خصوصًا وہابیہ ہمیشہ خدا و رسول سے بڑھ کر چلا چاہتے ہیں جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

حدیث ۱: ایک زن خثعمیہ نے خدمتِ اقدس حضور سرورِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ! حضور مجھے سُنائیں کہ شوہر کا حق عورت پر کیا ہے کہ میں زنِ بے شوہر ہوں اُس کے ادا کی اپنے میں طاقت دیکھوں تو نکاح کروں ورنہ یوں ہی بیٹھی رہوں، فرمایا:

فان حق الزوج علی الزوجة ان سألها نفسها وهی علی ظهر بعیر ان لا تمنعه نفسها ومن حق الزوج علی الزوجة ان لا تصوم تطوعا الا باذنه فان فعلت جاعت وعطشت ولا یقبل منها ولا تخرج من بیتها الا باذنه فان فعلت لعنتها ملٰئکة السماء وملٰئکة الارض وملٰئکة الرحمة وملٰئکة العذاب حتی ترجع۔

توبیشک شوہر کا حق زوجہ پر یہ ہے کہ عورت کجاوہ پر بیٹھی ہو اور مرد اُسی سواری پر اس سے نزدیکی چاہے تو انکار نہ کرے اور مرد کا حق عورت پر یہ ہے کہ اُس کے بے اجازت کے نفل روزہ نہ رکھے اگر رکھے گی تو عبث بھوکی پیاسی رہی روزہ قبول نہ ہوگا اور گھر سے بے اذنِ شوہر کہیں نہ جائے اگر جائے گی تو آسمان کے فرشتے، زمین کے فرشتے، رحمت کے فرشتے، عذاب کے فرشتے سب اُس پر لعنت کرینگے جب تک پلٹ کر آئے۔

یہ ارشاد سُن کر اُن بی بی نے عرض کی: لاجرم لا اتزوج ابدًا[1] ٹھیک یہ ہے کہ میں کبھی نکاح نہ کرونگی رواہ الطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما (اس کو طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ

---

[1] کشف الاستار عن زوائد البزار باب حق الزوج علی المرأۃ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲/ ۱۷۷
مجمع الزوائد " " " دارالکتاب بیروت ۴/ ۳۰۶-۷

Marfat.com

تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲: ایک بی بی نے دربارِ دُربارِ سیّد الابرار صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی: میں فلاں دخترِ فلاں ہُوں۔ فرمایا: میں نے تجھے پہچانا اپنا کام بتا۔ عرض کی: مجھے اپنے چچا کے بیٹے فلاں عابد سے کام ہے۔ فرمایا: میں نے اُسے بھی پہچانا یعنی مطلب کہہ۔ عرض کی: اُس نے مجھے پیام دیا ہے۔ تو حضور ارشاد فرمائیں کہ شوہر کا حق عورت پر کیا ہے اگر وُہ کوئی چیز میرے قابو کی ہو تو میں اُس سے نکاح کرلوں فرمایا:

من حقه لو سال منخراه دما او قيحا فلحسته بلسانها ما ادت حقه لو كان ينبغي لبشر ان يسجد لبشر لامرت المرأة ان تسجد لزوجها اذا دخل عليها بما فضله الله عليها۔

مرد کے حق کا ایک ٹکڑا یہ ہے کہ اگر اُس کے دونوں نتھنے خُون یا پیپ سے بہتے ہوں اور عورت اُسے اپنی زبان سے چاٹے تو شوہر کے حق سے ادا نہ ہُوئی اگر آدمی کا آدمی کو سجدہ روا ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ مرد جب باہر سے آئے اس کے سامنے آئے اسے سجدہ کرے کہ خدا نے مرد کو فضیلت ہی ایسی دی ہے

یہ ارشاد سُن کر وُہ بی بی بولیں:

والذی بعثك بالحق لا اتزوج ما بقيت الدنيا۔ رواه البزار والحاكم عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه۔

قسم اس کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا میں رہتی دنیا تک نکاح کا نام نہ لُوں گی (اس کو بزاز اور حاکم نے حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمایا۔ ت)

حدیث ۳: ایک صاحب اپنی صاحبزادی کو لے کر درگاہِ عالم پناہ حضور سیّد العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہُوئے اور عرض کی: میری یہ بیٹی نکاح کرنے سے انکار رکھتی ہے حضور والا صلوات اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اطیعی اباك اپنے باپ کا حکم مان۔ اُس لڑکی نے عرض کی: قسم اس کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا میں نکاح نہ کروں گی جب تک حضور یہ نہ بتائیں کہ خاوند کا حق عورت پر کیا ہے۔ فرمایا:

---

[1] مستدرک کتاب النکاح باب حق الزوج علی الزوجۃ دار الفکر بیروت ۲/۱۸۹

[2] کشف الاستار عن زوائد البزار حدیث ۱۴۶۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۲/۱۷۸

Marfat.com

حق الزوج علی زوجتہ لوکانت بہ قرحۃ فلحستہا او انتثرمنخراہ صدیدا او دما ثم ابتلعتہ ماادت حقہ۔

شوہر کا حق عورت پر یہ ہے اگر اس کے کوئی پھوڑا ہو عورت اسے چاٹ کر صاف کرے یا اس کے نتھنوں سے پیپ یا خون نکلے عورت اسے نگل لے تو مرد کے حق سے ادا نہ ہوئی۔

اس لڑکی نے عرض کی،

والذی بعثك بالحق لا اتزوج ابدا۔

قسم اس کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا میں کبھی شادی نہ کروں گی۔

حضور پُر نور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: لا تنکحوھن الا باذنھن[1] عورتوں کا نکاح نہ کرو جب تک ان کی مرضی نہ ہو۔

رواہ البزار وابن حبان فی صحیحہ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اس کو بزاز اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا۔(ت)

امام حافظ زکی الملۃ والدین عبدالعظیم منذری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند جید اور اس کے سب راوی ثقات مشہورین ہیں انتہٰی، سبحان اللہ اس حدیث جلیل کو دیکھئے دختر ناکتخدا کو نکاح سے انکار، باپ کو اصرار، باپ حضور کی بارگاہ میں شکایت کرتے ہیں، صاحبزادی عین دربار اقدس میں قسم کھاتی ہیں کہ کبھی نکاح نہ کروں گی۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نہ اُس انکار کرنے والی پر ناراض ہوتے ہیں نہ اعتراض کرتے ہیں بلکہ اولیاء کو ہدایت فرماتے ہیں کہ جب تک ان کی مرضی نہ ہو ان کا نکاح نہ کرو، کہاں یہ ارشادِ ہدایت بنیاد کہاں وُہ جبروتی حکم زبردستی کا ظلم کہ اگرچہ ایک بار نکاح ہوچکا اب بیوہ ہوگئی خواہی نخواہی دوبارہ نکاح پر جبر کرو اور پھر بیوہ ہو تو پھر سہ بارہ گلا دباؤ اگر مان لے تو خیر، اور انکار کرے تو کافرہ ہوگئی، اور ساتھ لگے اولیا کی بھی خیر نہیں اگر وُہ خواہ مخواہ نکاح نہ کردیں تو اُن پر بھی معاذاللہ اللہ عزوجل کا غضب ٹوٹے عیاذاً باللہ یزید پلید کی طرح غارت ہوں، مرتے وقت ایمان جانے کا اندیشہ، مزہ یہ کہ ان حضرات کے نزدیک ایک حکم شریعت مطہرہ کا انھوں نے چھوڑا دوسرے حکم فرض قطعی کے ترک کی یہ مسلمانوں کو تاکید کرتے ہیں کہ وُہ مرجائیں توان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو، حالانکہ حضور سیدالمرسلین صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الصلٰوۃ واجبۃ علیکم علی کل مسلم یموت

ہر مسلمان کے جنازہ کی نماز تم پر فرض ہے نیک ہو یا بد

---

[1] کشف الاستار عن زوائد البزار حدیث ۱۴۶۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۲/ ۱۰۸

براکات اوفاجرا وان ھو عمل الکبائر[1]۔ اخرجہ ابوداؤد وابویعلی والبیہقی فی سننہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح علٰی اصولنا معشر الحنفیۃ۔

چاہے اُس نے کتنے ہی گناہ کبیرہ کئے ہوں (اس کو امام ابوداؤد، ابویعلی اور امام بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ایسی سند کے ساتھ روایت فرمایا جو ہمارے یعنی احناف کے اصول کے مطابق صحیح ہے۔ ت)

دُوسری حدیث میں ہے، مولائے دوجہاں سرورِ کون ومکاں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

صلّوا علٰی کلّ میّت[2]۔ اخرجہ ابن ماجۃ عن واثلۃ والد ابی الطفیل رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

ہر (مسلمان) میت کی نماز جنازہ پڑھو۔ (اس کو ابن ماجہ نے واثلہ والدِ ابی الطفیل رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

تیسری حدیث میں ہے حضور سیّدعالم مولائے اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

صلوا علی من قال لا الٰہ الّا اللہ[3]۔ اخرجہ ابوالقاسم الطبرانی فی معجمہ الکبیر وابونعیم فی حلیۃ الاولیاء عن عبداللہ ابن الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جس نے لا الٰہ الّا اللہ پڑھا اس کی نماز جنازہ پڑھو۔ اس کو ابوالقاسم طبرانی نے اپنی معجم کبیر اور ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں حضرت عبداللہ ابن فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت فرمایا۔ (ت)

معاذاللہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے احکام کو پسِ پشت ڈالنا اور اپنی طرف سے نئی شریعت نکالنا بیوہ کے نکاح نہ کرنے سے لاکھ درجے بدتر ہے، جبھی تو کہا تھا کہ یہ حضرات اوروں کو خندق سے بچائیں اور خود گہرے کنویں میں گرجائیں ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔

بالجملہ عندالتحقیق عامۂ زنان خصوصاً زنانِ زمان کے حق میں غایت درجہ حکمِ اباحت ہے اور مباح سے انکار پر اصلاً مواخذہ نہیں خصوصاً جب اس کے ساتھ اور کوئی مصلحت بھی ترکِ نکاح پر داعی ہو۔ صحیح حدیث میں ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت اُمّ ہانی بنت ابی طالب خواہر

---

[1] سُنن ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی الغزو مع ائمۃ الجور آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۴۳
السنن الکبرٰی باب الصلٰوۃ خلف من لا یحمد فعلہ دارصادر بیروت ۳/۱۲۱
[2] سنن ابن ماجہ ابواب الجنائز باب فی الصلٰوۃ علٰی اہل القبلہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۰
[3] المعجم الکبیر حدیث ۱۳۶۲۲ مروی از عبداللہ ابن عمر المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۲/۴۴۷

Marfat.com

امیرالمومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو پیامِ نکاح دیا، عرض کی:

مابی عنک رغبة یارسول اللہ ولکن لا احب ان اتزوج وبنی صغار۔

یارسول اللہ! کچھ حضور سے مجھے بے رغبتی تو ہے نہیں مگر مجھے یہ نہیں بھاتا کہ میں نکاح کروں اور میرے بچے چھوٹے ہیں۔

سیدعالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خیرنساء رکبن الابل نساء قریش احناہ علی طفل فی صغرہ وارعاہ علی بعل فی ذات یدہ[1]۔ رواہ الطبرانی عنہا رضی اللہ تعالیٰ عنہا برجال ثقات، قالت خطبنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقلت فذکرہ۔

عرب کی تمام عورتوں میں بہتر زنانِ قریش ہیں اپنے بچے پر اُس کے بچپن میں سب سے زیادہ مہربان اور خاوند کے مال کی سب سے زیادہ نگاہ رکھنے والیاں۔ (اس کو طبرانی نے حضرت اُمِّ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ثقہ راویوں پر مشتمل سند کے ذریعہ روایت کیا، وُہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے مجھے نکاح کا پیغام دیا تو میں نے عرض کی، اور آگے حدیث مذکورہ کو ذکر کیا۔ ت)

دوسری صحیح حدیث میں ہے، جب حضور والا صلوات اللہ تعالےٰ وسلامہ علیہ نے انھیں پیام دیا' یُوں عرض کی:

یارسول اللہ لانت احب الی من سمعی وبصری وحق الزوج عظیم فاخشی ان اضیع حق الزوج[2] ملخصًا۔ اخرجہ ابن سعد بسند صحیح عن الشعبی مرسلا۔

یارسول اللہ! بیشک حضور مجھے اپنے کانوں اور اپنی آنکھوں سے زیادہ پیارے ہیں اور شوہر کا حق بڑا ہے میں ڈرتی ہُوں کہ حقِ شوہر مجھ سے فوت نہ ہو، ملخصًا۔ (اس کو ابن سعد نے سندِ صحیح کے ساتھ شعبی سے مرسلاً روایت فرمایا۔ ت)

تیسری حدیث میں ہے:

فخطبہا الی نفسہا فقالت کیف بہذا ضجیعا وہذا رضیعا لولدین بین یدیہا[3]۔

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کے لئے فرمایا اپنے دو بچوں کی طرف کہ سامنے موجود تھے

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۶۷ مروی از امِ ہانی رضی اللہ عنہا المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۲۴/ ۴۳۷

[2] الطبقات الکبریٰ لابن سعد باب ذکر من خطب النبی صلی اللہ علیہ وسلم من النساء دار صادر بیروت ۸/ ۱۵۲

[3] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

Marfat.com

رواہ عن ابی نوفل بن عقرب ایضا مرسلا۔[3] اشارہ کرکے عرض کی یہ دُودھ پیتے اور یہ حاجت ہونے کو بہت ہے۔ (اس کو بھی ابن سعد نے ابو نوفل بن عقرب سے مرسلاً روایت کیا۔ ت)

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے شوہرِ اوّل حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بیوہ ہوتیں امیر المومنین صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اُنھیں پیغامِ نکاح کردیا، انکار کردیا، پھر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیام دیا، انکار کردیا، پھر حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیام دیا، عرض کی، انی امرأۃ غیری وانی امرأۃ مصیبۃ و لیس احد من اولیائی شاھدا۔ میں رشک ناک عورت ہوں (یعنی ازواجِ مطہرات سے شکر رنجی کا خیال ہے) اور عیالدار ہوں اور میرا کوئی ولی حاضر نہیں۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے عذروں پر کچھ عتاب نہ فرمایا نہ یہ ارشاد ہوا کہ تم سنت سے منکر ہوتی ہو تم پر شرعی الزام ہے، بلکہ عذر سُن کر اُن کے علاج وجواب ارشاد فرمادئے کہ تمھارے رشک کے لئے ہم دُعا فرمائیں گے اللہ تعالیٰ اسے دُور کردے (چنانچہ ایسا ہی ہُوا ام المومنین ام سلمہ باقی ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے ساتھ اس طرح رہتی تھیں گویا یہ ازواج ہی میں نہیں صلے اللہ تعالےٰ علی بعلہن وعلیہن وبارک وسلم اور تمھارے بچے اللہ ورسول کے سپرد ہیں اور تمھارا کوئی ولی حاضر وغائب میرے ساتھ نکاح کو ناپسند نہ کرے گا رواہ احمد والنسائی وغیرھما عنہا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بسند صحیح[1][2] (اس کو امام احمد اور نسائی وغیرہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے بسندِ صحیح روایت کیا۔ ت)

ابن ابی عاصم کی روایتوں میں ہے منجملہ عذروں کے یہ بھی عرض کی کہ امّا انا فکبیرۃ السن میری عمر زیادہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا فانا اکبر منک میں تم سے بڑا ہوں۔ رواہ من طریق عبد الواحد بن ایمن عن ابی بکر بن عبد الرحمن عنہا رضی اللہ تعالیٰ عنہا (ابن عاصم نے اس کو عبدالواحد بن ایمن کے طریق سے ابوبکر بن عبدالرحمن سے اور اُنھوں نے اُمّ المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت فرمایا۔ ت)

---

[1] مسند احمد بن حنبل | مروی از ام سلمہ | دار الفکر بیروت | ۶/۳۱۳

[2] سنن النسائی | کتاب النکاح | المکتبۃ السلفیہ لاہور | ۲/۶۸

[3] طبقات الکبریٰ لابن سعد | باب ذکر فی خطب النبی صلی اللہ علیہ وسلم من نساء | دار صادر بیروت | ۸/۹۱

Marfat.com

ام المومنین (ام سلمہ رضی اللہ عنہا) نے سنہ ۶۰ھ[۵] یا ۶۱ یا ۶۲ میں وفات پائی، عمر شریف چوراسی[۸۴] برس کی ہوئی قالہ الواقدی وکثیر من العلماء نقلہ عنہم فی الاصابۃ[۱] وھو الصواب کما فی الزرقانی (واقدی اور کثیر علماء نے یہی کہا ہے جن سے اصابہ میں نقل کیا اور یہی درست ہے جیسا کہ زرقانی میں ہے۔ ت) اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے آخر شوال سنہ ۴ ہجری میں ان سے نکاح فرمایا ھو الصحیح کما فی الزرقانی (یہی صحیح ہے جیسا کہ زرقانی میں ہے۔ ت) تو جس وقت انھوں نے ترکِ نکاح کے لئے عمر زیادہ ہونے کا عذر عرض کیا ہے تیس[۳۰] سال کی نہ تھیں یہی کوئی چھبیس[۲۶] ستائیس[۲۷] برس کی عمر تھی رضی اللہ تعالٰی عنہا۔ یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے ابن سعد انھیں ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی کہ انھوں نے فرمایا:

بلغنی انہ لیس امرأۃ یموت زوجھا وھو من اھل الجنۃ وھی من اھل الجنۃ ثم لم تزوج بعدہ الا جمع اللہ بینھما فی الجنۃ۔

جس عورت کا شوہر مرجائے اور وہ دونوں جنتی ہوں پھر عورت اُس کے بعد نکاح نہ کرے تو اللہ تعالٰی اُن دونوں کو جنت میں جمع فرمائے۔

اسی بنا پر اُنھوں نے حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہا تھا آؤ ہم تم عہد کریں کہ جو پہلے مرجائے دوسرا اس کے بعد نکاح نہ کرے، مگر یہ علمِ الٰہی میں امہات المومنین میں داخل ہونے والی تھیں، حضرت ابو سلمہ نے قبول نہ فرمایا[۲] رواہ من طریق عاصم الاحول عن زیاد بن ابی مریم عنہا رضی اللہ تعالٰی عنہا (اس کو بطریق عاصم احول زیاد بن ابی مریم سے روایت کیا اور انھوں نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت فرمایا۔ ت)

ع۵ صحح الاول الیعمری والثانی ابو عمر بن عبد البر والثالث الحافظ فی التقریب وھناک تصحیح رابع وھو سنہ ۵۹ھ صححہ القسطلانی فی المواھب قال الزرقانی وھو معارض بھذہ التصحیحات[۳] واللہ تعالٰی اعلم۔ (م)

اول کو یعمری، ثانی کو ابو عمر بن عبد البر اور ثالث کو حافظ نے تقریب میں صحیح قرار دیا اور یہاں ایک چوتھی تصحیح سنہ ۵۹ھ کی بھی ہے جس کو قسطلانی نے مواہب میں صحیح قرار دیا، زرقانی نے فرمایا کہ وہ ان تصحیحات کے معارض ہے، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] الاصابہ فی تمییز الصحابہ ذکر ام سلمہ نمبر ۱۳۰۹ دار صادر بیروت ۴/ ۶۰-۴۵۹

[۲] الطبقات الکبرٰی ذکر من خطب النبی صلی اللہ علیہ وسلم من النساء دار صادر بیروت ۸/ ۸۸

[۳] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ ذکر ام سلمہ رضی اللہ عنہا دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۲۴۴

Marfat.com

حضرت سلمٰی بنت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہا کے شوہر شہید ہُوئے وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس آئیں اور کہا میرے شوہر نے شہادت پائی اور لوگ مجھے پیام دے رہے ہیں میں نکاح سے انکار رکھتی ہوں کیا آپ اُمید کرتے ہیں کہ اگر میں اور وہ جمع ہُوئے تو میں آخرت میں اُن کی زوجہ ہوں (بیوی بنوں)، فرمایا: ہاں۔

احمد فی المسند حدثنا ابواحمد ثنا ابان عبد اللّٰہ البجلی عن کریم بن ابی حازم عن جدتہ سلمی بنت جابر ان زوجھا استشھد فاتت عبد اللّٰہ بن مسعود فقالت انی امرأۃ استشھد زوجی وقد خطبنی الرجال فابیت ان اتزوج حتی القاہ فترجولی ان اجتمعت انا وھو ان اکون من ازواجہ قال نعم فقال لہ رجل ما رأیناك نقلت ھذا مذ قاعدناك قال انی سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم یقول ان اسرع امتی لی لحوقا فی الجنۃ امرأۃ من احمس۔[1]

امام احمد نے اپنی مسند میں یُوں بیان فرمایا کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو احمد نے، انھوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ابان بن عبداللہ بجلی نے، انھوں نے کریم بن ابی حازم سے، اور انھوں نے اپنی دادی سلمٰی بنت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا کہ ان (حضرت سلمٰی رضی اللہ تعالٰی عنہا) کے شوہر شہید ہُوئے تو وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس آئیں اور کہا کہ میں وہ عورت ہوں جس کے شوہر شہید ہوگئے ہیں اور بہت سے مردوں نے مجھے نکاح کا پیغام بھیجا مگر میں نے نکاح سے انکار کیا تاوقتیکہ میں اپنے شوہر سے ملوں، کیا آپ میرے متعلق امید کرتے ہیں کہ اگر میں اور میرا شوہر جمع ہُوئے تو میں ان کی بیوی بنوں گی؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: ہاں۔ ایک شخص نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہا کہ جب سے ہم آپ کے پاس بیٹھ رہے ہیں آپ کو یہ نقل کرتے ہوئے نہیں دیکھا، تو آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو فرماتے ہُوئے سُنا کہ بیشک جنت میں سب سے جلد مجھ سے ملنے والی ایک عورت ہے احمس (قریش) سے۔ (ت)

حضرت سید سعید شہید سیدنا امام حسین صلی اللہ تعالٰے تعالٰی علٰی جدہ الکریم وعلیہ وبارک وسلم کی زوجہ مطہرہ رباب بنت امرئ القیس کہ حضرت اصغر وحضرت سکینہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کی والدہ ماجدہ ہیں بعد شہادت امام مظلوم رضی اللہ تعالٰی عنہ بہت شرفائے قریش نے انھیں پیامِ نکاح دیا، فرمایا

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از عبداللہ بن مسعود دارالفکر بیروت ۱/۴۰۳

ماکنت لاتخذ حموا بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔
میں وہ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کسی کو اپنا خسر بناؤں۔ (ت)

جب تک زندہ رہیں نکاح نہ کیا ذکرہ ابن الاثیر فی الکامل[1] (ابن اثیر نے اسے کامل میں ذکر کیا ہے۔ت) مرثیہ حضرت امام انام رضی اللہ تعالٰی عنہ میں فرماتی ہیں: ؎

واللہ لا ابتغی صھرا بصھرکم
حتی اغیب بین الرمل والطین[2]

خدا کی قسم میں تمہارے رشتہ کے بعد کسی سے رشتہ نہ چاہوں گی یہاں تک کہ ریت اور مٹی میں دفن کردی جاؤں

ذکرہ ھشام بن الکلبی (اس کو ہشام بن کلبی نے ذکر کیا۔ت) بلکہ علامہ ابوالقاسم عماد الدین محمود ابن فریابی کتاب خالصۃ الحقائق لما فیہ من اسالیب الدقائق میں صحابیات حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ایک بی بی رباب نامی رضی اللہ تعالٰی عنہا کا ذکر کرتے ہیں:

انہا کانت زوجا لرجل یقال لہ عمرو فتعاھدا أیھما مات قبل الاخر لایتزوج الذی یبقی حتی یموت فمات فاقامت مدۃ فزوجہا ابوھا فرأت فی تلک اللیلۃ عمرا انشدھا ابیاتا فاصبحت مذعورۃ وقصت علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم القصۃ فامرھا ان تستأنس بالوحدۃ حتی تموت وامر زوجہا بفراقہا ففعل ذلک۔

یعنی وہ ایک شخص عمرو نامی کی زوجہ تھیں اُن کے آپس میں عہد ہولیا تھا کہ جو پہلے مرے دوسرا تا دمِ مرگ نکاح نہ کرے، عمرو کا انتقال ہوا، رباب ایک مدت تک بیوہ رہیں پھر ان کے باپ نے اُن کا نکاح کردیا، اُسی رات اپنے پہلے شوہر کو خواب میں دیکھا اُنھوں نے کچھ شعر اس معاملے کی شکایت میں پڑھے یہ صبح کو خائف وترساں اُٹھیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حال عرض کیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مرتے دم تک تنہائی میں جی بہلائیں اور اس شوہر کو حکم دیا کہ انھیں چھوڑ دے، اُنھوں نے چھوڑدیا۔ (ت)

نقلہ الحافظ فی الاصابۃ وقال ھی حکایۃ مشھورۃ لغیر ھذین[3] الخ (اس کو حافظ نے الاصابہ میں نقل کیا اور فرمایا کہ یہ حکایت ان دونوں کے غیر کے لئے مشہور ہے الخ۔ت) بلکہ احادیث میں ہے خود

---

[1] ~~الکامل فی التاریخ لابن اثیر ذکر مقتل حسین رضی اللہ عنہ دار صادر بیروت ۴/ ۸۸~~

[2]

[3] الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ بحوالہ محمود بن احمد فریابی الرباب غیر منسوبہ " " " " ۴/ ۳۰۰

Marfat.com

حضور پُرنور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُس بیوہ کی نہایت تعریف فرمائی جو اپنے یتیم بچّوں کو لئے بیٹھی رہے اور اُن کے خیال سے نکاحِ ثانی نہ کرے،

حدیث ۱: سُنن ابوداؤد میں حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

انا وامرأۃ سفعاء الخدین کھاتین یوم القیٰمۃ واومی بیدہ یزید بن زریع السبابۃ والوسطی امرأۃ ایمت من زوجھا ذات منصب وجمال حبست نفسھا علی یتاماھا حتی بانوا او ماتوا[1]

میں اور چہرہ کا رنگ بدلی ہُوئی عورت روزِ قیامت ان دو انگلیوں کے مثل ہوں گے (راوی نے انگشتِ شہادت اور بیچ کی انگلی کی طرف اشارہ کرکے بتایا یعنی جیسے یہ دو انگلیاں پاس پاس ہیں یُونہی اسے روزِ قیامت میرا قرب نصیب ہوگا) وہ عورت کہ اپنے شوہر سے بیوہ ہُوئی عزّت والی صورت والی باایں ہمہ اُس نے اپنے یتیم بچّوں پر اپنی جان کو روک رکھا یہاں تک کہ وُہ اُس سے جُدا ہوگئے یا مرگئے (چہرہ کی رنگت بدلی ہُوئی سیاہی مائل ہونا یہ کہ بے شوہری کے سبب بناؤ سنگار کی حاجت نہیں)۔

حدیث ۲: ابن شبران انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایما امرأۃ قعدت علی بیت اولادھا فھی معی فی الجنۃ[2]

جو عورت اپنی اولاد پر بیٹھی رہے گی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگی۔

حدیث ۳: ابویعلیٰ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا اول من یفتح باب الجنۃ الا انی اری امرأۃ تبادرنی فاقول لھا مالك ومن انت فتقول انا امرأۃ قعدت علی ایتام لی[3]

سب سے پہلے جو دروازۂ جنّت کھولے گا وُہ میں ہُوں مگر میں ایک عورت کو دیکھوں گا کہ مجھ سے آگے جلدی کریگی میں فرماؤں گا تجھے کیا ہے اور تُو کون ہے، وہ عرض کریگی میں وُہ عورت ہُوں کہ اپنے یتیموں پر بیٹھی رہی۔

---

[1] سُنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی فضل من عال الیتامیٰ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۴۵

[2] کنز العمال بحوالہ ابن شبران عن انس حدیث ۴۵۱۳۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/۴۰۸

[3] مسند ابی یعلیٰ حدیث ۶۶۲۱ موسسہ علوم القرآن بیروت ۶/۱۲۵

Marfat.com

امام عبدالعظیم منذری فرماتے ہیں: اسنادہ حسن ان شاء اللہ تعالٰی (اس کی اسناد ان شاء اللہ تعالٰی حسن ہے۔ ت)

تنبیہ: حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بہشت میں تشریف لے جانا بارہا ہوگا، اولیت مطلقہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص ہے، دروازہ کُھلنا حضورِ والاہی کے لئے ہوگا، رضوان داروغۂ جنت عرض کرے گا مجھے یہی حکم تھا کہ حضور سے پہلے کسی کے لئے نہ کھولوں، حضور پر کوئی نبی مرسل بھی تقدیم نہیں پاسکتا صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اجمعین۔

یہ سب مضامین احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہیں جن کی بعض فقیر نے اپنے رسالہ مبارکہ تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین میں ذکر کیں۔ حضور کے بعد جو اور بندگانِ خدا جائیں گے دروازہ کھلا پائیں گے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پہلے سے فتح باب فرماچکے ہوں گے۔

قال تعالٰی جنّٰت عدن مفتحة لھم الابواب[1] اللہ تعالٰی نے فرمایا: بسنے کے باغ ان کے لئے سب کے دروازے کُھلے ہُوئے۔ (ت)

یہاں جو اُس عورت کا آگے ہونا وارد ہُوا یہ اور بار کے تشریف لے جانے میں ہے، جب اہتمام کار اُمت میں آمدورفت فرماتے ہوں گے نہ کہ خاص بارِ اوّل میں، وباللہ التوفیق (اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہی ہے۔ ت)

الحمدللہ اس تحقیقِ انیق سے مسئلہ کا حکم بھی بنہایت ایضاح منصّۂ ظہور پر مرتفع ہُوا اور اہل تشدّد کے وہ متعصبانہ احکام بھی مخذول ومندفع والحمدللہ علی ماوفق وعلم وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا محمد واٰلہ وسلم (تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں اس کے توفیق اور علم عطا فرمانے پر، اور اللہ تعالٰی درود وسلام نازل فرمائے ہمارے آقا محمد مصطفٰی اور آپ کی آل پر۔ ت) یہاں تک نفسِ نکاح اور اس پر اجبار اور عورت یا اولیاء کی جانب سے ترک یا انکار اور ان کے انکار پر زجر وانتہار کا حکم تھا۔

اب رہا نکاحِ ثانی پر طعن **اقول** وباللہ التوفیق (میں کہتا ہُوں اور اللہ ہی سے توفیق ہے۔ ت) ہماری تحقیقِ سابق سے روشن ہُوا کہ نکاحِ ثانی مطلقاً فرض یا واجب یا سنت نہیں بلکہ عام زنان کیلئے نہایت درجہ مباح ہی ہے اور مباح پر طعن صرف اُسی صورت میں کفر ہوسکتا ہے کہ اُس کی اباحت ضروریاتِ دین سے ہو اور باوصف اس کے یہ شخص اُسے شرعاً مباح نہ جانے، نکاحِ ثانی کی اباحت تو بیشک ضروریاتِ دین

---

[1] القرآن الکریم ۳۸/۵۰

Marfat.com

سے ہے کہ تمام مسلمین اُس سے آگاہ، قرآن عظیم کی متعدد آیتیں اُس پر گواہ۔

قال اللہ تعالٰی عسٰی ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا خیرا منکن (الٰی قولہ تعالٰی) ثیبٰت وابکارا[1]، وقال تعالٰی فلما قضی زید منھا وطرا زوجنکھا[2]، وقال تعالٰی فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ[3]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان کا رب قریب ہے اگر وہ تمھیں طلاق دے دیں کہ انھیں تم سے بہتر بیویاں بدل دے (اللہ تعالٰی کے قول) ثیبٰت وابکارا (بیاہیاں اور کنواریاں) تک۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: پھر زید کی غرض اس سے نکل گئی تو ہم نے وُہ (زینب) تمھارے نکاح میں دے دی۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو اب وُہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ آئے۔ (ت)

کریمہ وانکحوا الایامٰی[4] (اور نکاح کردو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہیں۔ت) میں ایم کے نکاح کردینے کو فرمایا، ایم ہر زنِ بے شوہر کو کہتے ہیں جس کے اطلاق میں کنواری، مطلقہ، بیوہ سب داخل۔ اگرچہ ایم خاص بیوہ کا نام نہیں بالخصوص بیوہ کے لئے یہ آیتیں ہیں قال تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ت):

والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا فاذا بلغن اجلھن فلاجناح علیکم فیما فعلن فی انفسھن بالمعروف واللہ بما تعملون خبیر ○ ولاجناح علیکم فیما عرضتم بہ من خطبۃ النساء او اکننتم فی انفسکم علم اللہ انکم ستذکرونھن ولکن لا تواعدوھن سرا الا ان تقولوا قولا

اور جو تم میں مریں اور بیویاں چھوڑیں وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں تو جب ان کی عدت پوری ہوجائے تو اے والیو! تم پر مواخذہ نہیں اس کام میں جو عورتیں اپنے معاملہ میں موافقِ شرع کریں اور اللہ تعالٰی کو تمھارے کاموں کی خبر ہے، اور تم پر گناہ نہیں اس بات میں جو پردہ رکھ کر تم نے عورتوں کے نکاح کا پیام دو یا اپنے دل میں چھپا رکھو۔ اللہ تعالٰی جانتا ہے کہ اب تم ان کی یاد کرو گے۔ ہاں ان سے خفیہ وعدہ نہ رکھو مگر یہ کہ اتنی ہی بات کہو جو شرع میں

---

[1] القرآن الکریم ۶۶/ ۵

[2] 〃 〃 ۳۳/ ۳۷

[3] 〃 〃 ۲/ ۲۳۰

[4] 〃 〃 ۲۴/ ۳۲

Marfat.com

معروفاہ ولا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتب اجلہ[1]

وقال اللہ تعالٰی ،

والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ لازواجھم متاعا الی الحول غیر اخراج فان خرجن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسھن من معروف واللہ عزیز حکیم[2] ○

معروف ہے اور نکاح کی گرہ پکّی نہ کرو جب تک لکھا ہُوا حکم اپنی میعاد کو نہ پہنچ لے۔ (ت)

اور جو تم میں مریں اور بیویاں چھوڑ جائیں وُہ اپنی عورتوں کے لئے وصیّت کر جائیں سال بھر تک نان و نفقہ دینے کی بے نکالے، پھر اگر وُہ خود نکل جائیں تو تم پر اس کا مواخذہ نہیں جو انھوں نے اپنے معاملہ میں مناسب طور پر کیا، اور اللہ تعالٰی غالب حکمت والا ہے (ت)

ان آیات کریمہ کا جملہ جملہ جوازِ نکاح بیوہ پر نص صریح ہے، پھر حضور سیّد عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم و اہلبیتِ کرام وصحابۂ عظام رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے قولاً و فعلاً و تقریراً اس کی اباحت متواتر، اُمّ المومنین صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہا کے سوا تمام ازواجِ مطہرات حضور سیّد الکائنات علیہ وعلیہن الصلوات والتحیات ثیبات تھیں کما ثبت ذٰلک فی صحیح البخاری من حدیث نفسھا و من حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم (جیسا کہ صحیح بخاری میں خود ام المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث سے ثابت ہے۔ ت) مگر کلام اس میں ہے کہ جاہلانِ ہند جو اُسے ننگ و عار سمجھتے ہیں آیا اس بنا پر ہے کہ اُسے ازروئے شریعت ہی حلال نہیں جانتے ایسا ہو تو بیشک کفر ہے مگر انصافاً عامۂ ناس سے اس کا اصلاً ثبوت نہیں، جس مسلمان سے پُوچھے صاف اقرار کرے گا کہ شرعاً بے شک جائز ہم ناجائز و حرام نہیں جانتے بلکہ ازروئے رسم لوگوں کے نزدیک ایک ننگ و عار کی بات ہے بخیال طعن و بدنامی اس سے احتراز ہے ایسے خیالات پر ہرگز حکمِ تکفیر نہیں ہو سکتا سلفاً و خلفاً تمام لوگوں میں معاملاتِ دُنیویہ میں مصالحِ دُنیویہ کے لحاظ سے ہی باہم ایک دوسرے پر صدہا مباحات میں طعن و سرزنش رائج ہے وہاں کیوں گیا، یہ کیوں کیا، فلاں سے کیوں ملا حالانکہ یہ سب امور مباحات شرعیہ ہیں یہ تو خاص خاص ہر شخص کے اپنے ذاتی معاملات میں ہے اور مصطلحات عامہ قوم یا شاملۂ ملک میں بھی بہت باتیں مباح شرعی ہیں کہ بوجہ عرف و عادت معیوب ٹھہری ہیں کہ اس احتراز و اعتراض میں اکثر یہ حضرات مکفرین بھی شریک مثلاً باپ کے سامنے اپنے زوج یا زوجہ سے ہمکلام ہونا خصوصاً نئے

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۵-۲۳۴

[2] " " ۲/ ۲۴۰

Marfat.com

دنوں میں۔ یُوں ہی باپ یا پیر وغیرہما بزرگوں کے حضور حقہ پینا دُختر و داماد جب رات کو ایک پلنگ پر ہوں اُن کے پاس جانا پاس بیٹھنا بات کرنا اُن کا بدستور لیٹے رہنا۔ ماں بہن بیٹی کا اپنے بیٹے بھائی باپ کے سامنے سینہ پستان کھولے پھرنا، شریف عورتوں کا بُرقع اوڑھ کر سرِ بازار سودے خریدنا، اجنبی لوگوں سے باتیں کرنا، ان میں کون سی بات شرعاً ممنوع و ناجائز ہے مگر رسم و رواج و اصطلاح حادث کی وجہ سے اب تمام اہل حیا انھیں عیب جانتے ہیں جو ایسے امور کا مرتکب ہو اُس پر طعن کریں گے، کیا اس بنا پر معاذ اللہ سب مسلمان کافر ٹھہریں گے اسی قبیل کا طعن و اعتراض یہاں کے عوام کو نکاحِ ثانی میں ہے تو اُس پر بے تکلف حکمِ کفر جاری کرنا سخت مجازفت اور کلمۂ طیبہ پر بیباکانہ جرأت ہے والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔ صحیح حدیث سے ثابت کہ حضرت امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت اُمّ المومنین صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہن حضور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سالی حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے گھر کا پانی خود بھر کر لاتیں اپنے شوہر حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے کے لئے بیرونِ شہر دو میل پر جا کر دانہائے خرمہ جمع فرماتیں اُن کی گٹھری پیادہ پا اپنے سر مبارک پر اُٹھا کر لاتیں، ایک بار پلٹتے ہوئے راہ میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم مع ایک جماعت انصار کرام کے ملے حضور نے اُنھیں بُلایا اور اونٹ کو بیٹھنے کا حکم فرمایا کہ اپنے پیچھے سوار فرمالیں اُنھوں نے مردوں کے ساتھ چلنے میں حیا کی اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیرت کا خیال آیا، نہ مانا۔ حضرت زبیر سے حال کہا، فرمایا واللہ تمھارا گٹھلیاں سر پر لے کر چلنا مجھ پر زیادہ سخت تھا اس سے کہ تم حضور کے ساتھ سوار ہو لیتیں۔ صحیحین میں ہے:

عن اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قالت تزوجنی الزبیر و مالہ فی الارض من مال ولا مملوك ولا شئ غیر ناضح وغیر فرسہ فکنت اعلف فرسہ و استقی الماء و اخرز غربہ و اعجن ولم اکن احسن اخبز وکان تخبز جارات لی من الانصار وکن نسوۃ صدق وکنت انقل النوی من ارض الزبیر التی اقطعہ رسول اللہ

حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا مجھ سے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکاح کیا حالانکہ زمین میں اس کے پاس نہ کوئی مال تھا اور نہ ہی کوئی مملوک، اور ایک اونٹنی اور ایک گھوڑے کے سوا کوئی شئی اس کے پاس نہ تھی، میں اس کے گھوڑے کو چارہ دیتی اور اس کو پانی پلاتی تھی اور اس کا ڈول سیتی اور آٹا گوندھتی تھی اور میں اچھی طرح روٹی نہیں پکا سکتی تھی، ہماری ہمسائی انصار عورتیں تھیں جو کہ بہت اچھی عورتیں تھیں وہ مجھے روٹیاں پکا دیتی تھی اور میں حضرت زبیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی

Marfat.com

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی رأسی وھی منی علی ثلثی فرسخ فجئت یوما والنوی علی رأسی فلقیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومعہ نفرمن الانصار فدعانی ثم قال اخ اخ لیحملنی خلفہ فاستحییت ان اسیرمع الرجال وذکرت الزبیر وغیرتہ وکان اغیرالناس فعرف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انی قد استحییت فمضی فجئت الزبیر فقلت لقینی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی راسی النوی ومعہ نفرمن اصحابہ فاناخ لارکب فاستحییت منہ وعرفت غیرتك فقال واللہ لحملك النوی کان اشد علی من رکوبك معہ قالت حتی ارسل ابوبکر بعد ذلك بخادم یکفینی سیاسۃ الفرس فکانما اعتقنی[1]

زمین سے جوکہ انھیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دی تھی اپنے سرپر گٹھلیاں اٹھا کرلاتی تھی جبکہ وُہ زمین مجھ سے دو تہائی فرسخ (یعنی تقریباً چھ کلومیٹر) دُور تھی، ایک دن میں گٹھلیاں سرپر اٹھا کر آرہی تھی پس میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ملی اور آپ کے ساتھ انصار میں سے چند افراد تھے آپ نے مجھے بلایا پھر (اُونٹ کو بٹھانے کے لئے) فرمایا: اَخ اَخ، تاکہ مجھے اپنے پیچھے اونٹ پر بٹھالیں مجھے شرم آئی کہ میں مردوں کے ساتھ چلوں، مجھے زبیر اور اس کی غیرت یاد آئی جبکہ وہ سب لوگوں سے زیادہ غیوّر تھے، جناب رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے پہچان لیا کہ میں شرم کررہی ہُوں، چنانچہ آپ تشریف لے گئے، پھر میں زبیر کے پاس آئی اور ان سے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ملے جبکہ گٹھلیاں میرے سرپر تھیں آپ کے ساتھ چند صحابہ کرام تھے آپ نے اونٹ کو بٹھایا تاکہ میں اس پر سوار ہوجاؤں مجھے اس سے شرم آئی اور میں نے تمھاری غیرت کو یاد کیا، زبیر نے کہا بخدا تمھارا گٹھلیوں کو سرپر اٹھانا سیّدِعالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ اونٹ پر سوار ہونے سے مجھ پر زیادہ سخت تھا۔ حضرت اسماء نے کہا میرا یہ حال رہا حتی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰے عنہ نے اس کے بعد میری طرف ایک خادم بھیجا جو مجھ سے گھوڑے کے انتظام سے کفایت کرتا تھا گویا کہ اس نے مجھے آزاد کردیا۔ (ت)

تکفیر کرنے والے حضرات ذرا سچ سچ کہیں اُن کے یہاں کے معزز شریف شہری لوگ کیا اسے روا رکھیں گے کہ ان کی شریف خاندانی بیبیاں گھر کا پانی کنویں سے بھر کر لائیں شہر سے ۲ ۲ کوس پر جا کر گھوڑے کیلئے گھاس چھیلیں گھاس کا گٹھا سرپر رکھ کر سرِ بازار لائیں، بھنوئی نہیں خاص اپنے حقیقی بھائی ہی کے پیچھے مردوں

---

[1] صحیح بخاری کتاب النکاح قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۸۶

کے مجمع میں اُونٹ پر چڑھی پھریں، کیا وہ ان باتوں کو عیب نہ جانیں گے، کیا وہ ان پر طعن نہ کریں گے، اگر نہیں تو زبانی جمع خرچ کی نہیں سہی ذرا کر دکھائیں، اور اگر ہاں تو پہلے اپنی نسبت حکم بتائیں پھر اور مسلمانوں پر منہ آئیں، میں اس قسم کی بکثرت حدیثیں پیش کرسکتا ہُوں مگر عاقل کو ایک حرف کافی اور نامنصف کو دفتر ناوافی بلکہ اگر نظر تدقیق کیجئے تو ایک وجہ وُہ بھی نکل سکتی ہے کہ کوئی شخص ان بلاد میں نکاحِ ثانی کو ممنوع شرعی جانے اور اس کی تکفیر کی طرف اصلاً راہ نہ ہو وہ یہ کہ مثلاً زید زعم کرے کہ نکاحِ ثانی فی نفسہٖ اگرچہ مباح ہے مگر ان اعصار و امصار میں نکاح بیوہ پر لوگ طعنہ زن ہو کر کبیرۂ شدیدہ میں واقع ہوتے اور اس عورت کی مذمت کرتے اور اس سے نفرت رکھتے ہیں تو یہاں اس کا فعل مسلمانوں کے ایسے مہالک عظیمہ میں واقع ہونے اور اُن پر دروازۂ کبائر و اتباعِ شیطان کھلنے کا باعث ہوگیا ہے اور جو مباح ایسے امور کی طرف منجر ہو اس عارض کی وجہ سے مباح نہیں رہتا شرعاً قابلِ احتراز ہوجاتا ہے نظیر اس کی عوام کے سامنے حقائق عالیہ و دقائق غالیہ کا ذکر جو اُن کے مدارک و افسام سے وراء ہو کہ اشاعتِ علم فرض اور کتمان حرام، مگر یہاں عوام کا فتنہ میں پڑنا گناہ میں مبتلا ہونا متوقع، لہٰذا اُن کے سامنے ایسا بیان شرعاً ممنوع۔

حدیث میں ہے:

حدثوا الناس بما یعرفون اتحبون ان یکذب اللّٰہ و رسولہ[1]۔ رواہ البخاری فی صحیحہ عن امیر المؤمنین علی کرم اللّٰہ تعالٰی وجہہ موقوفا علیہ والدیلمی فی مسند الفردوس عنہ عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم۔

لوگوں سے وُہ باتیں کہو جنھیں وُہ پہچانیں، کیا یہ چاہتے ہو کہ لوگ اللہ و رسول کی تکذیب کریں (اس کو بخاری نے اپنی صحیح میں امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے موقوفاً روایت کیا اور دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت فرمایا۔ (ت)

حدیث ۲:

امرنا ان نکلم الناس علی قدر عقولھم[2]۔ رواہ الامام ابو عبدالرحمٰن السلمی و من طریقہ الدیلمی والحسن بن سفیٰن فی مسندہ وابوالحسن التمیمی فی کتاب العقل عن

ہمیں حکم ہے کہ لوگوں سے بقدر ان کی عقول کے کلام کریں۔ اس کو امام عبدالرحمٰن سلمی اور ان کے طریق سے دیلمی اور حسن بن سفیان نے اپنی مسند میں اور ابوالحسن تمیمی نے کتاب العقل میں حضرت عبداللہ

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب من خص بالعلم قوما الخ مطبع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۴

[2] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۱۶۱۱ مطبع دار الباز مکۃ المکرمۃ ۱/۳۹۸

Marfat.com

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور انھوں نے نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ (ت)

حدیث ۴ :

ماحدث احدکم قوما بحدیث لا یفھمونہ الا کان فتنۃ علیھم[1]۔ رواہ العقیلی و ابن السنی وابونعیم فی الریاضۃ وغیرھم عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

تم میں سے کوئی شخص کسی قوم سے کوئی ایسی حدیث کہ ان کی سمجھ سے وراء ہو بیان نہ کرے گا مگر یہ کہ وُہ حدیث ان پر فتنہ ہو جائے گی (اس کو عقیلی، ابن سنی اور ابونعیم نے الریاضۃ میں اور دیگر محدثین نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ ت)

دوسری روایت میں ہے :

لا تحدثوا امتی من احادیثی الا ما تحتملہ عقولھم فیکون فتنۃ علیھم[2]۔ رواہ عنہ ابونعیم و من طریقہ الدیلمی وفیہ فکان ابن عباس یخفی اشیاء من حدیثہ ویفشیھا الی اھل العلم۔

میری اُمّت سے میری حدیثیں نہ بیان کرو مگر وہ جو ان کی عقلیں اُٹھالیں کہ وُہ حدیث اُن پر فتنہ ہو جائے گی۔ اس کو حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ابونعیم نے اور ان کے طریق سے دیلمی نے روایت کیا اور اس میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث سے کچھ اشیاء مخفی رکھتے اور انھیں اہلِ علم پر ظاہر فرماتے۔ (ت)

تیسری روایت میں ہے :

یا ابن عباس لا تحدث قوما حدیثا لا تحتملہ عقولھم[3]۔ رواہ عنہ

اے ابن عباس! لوگوں سے وہ حدیث بیان نہ کرو جو اُن کی عقل میں نہ آئے۔ (اس کو مسند الفردوس

---

[1] اتحاف السادۃ بحوالہ العقیلی فی الضعفاء بیان ما بدل من الفاظ العلوم مطبع دار الفکر بیروت ۱/۲۵۳

[2] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۷۳۱۲ مطبع دار الباز مکۃ المکرمہ ۵/۱۷

[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۸۴۳۴ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۵/۳۵۹

Marfat.com

فی مسند الفردوس۔ (اس کو دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت فرمایا۔ ت)

حدیث ۴: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ما انت بمحدث قوما حدیثا لا تبلغه عقولهم الا کان لبعضهم فتنة[1] رواہ مسلم فی مقدمة صحیحه۔

تو جب کسی قوم سے وہ حدیث بیان کرے گا جس تک ان کی عقل نہ پہنچے وہ ضرور ان میں کسی پر فتنہ ہو جائے گی (اس کو امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں روایت فرمایا۔ ت)

قلت ومن هذا الباب ما کان الامام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنه یخفی فی بعض مجالسه القول برؤیة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ربه لیلة المعراج کما ذکرہ الزرقانی وقد صح عن ابی هریرة رضی اللہ تعالیٰ عنه انه قال حفظت عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم وعائین اما احدهما فبثثته واما الاٰخر فلو بثثته قطع هذا البلعوم[2] رواہ البخاری۔

قلت (میں کہتا ہوں کہ) اپنی بعض مجالس میں حضرت امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شبِ معراج نبی اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رؤیت باری تعالیٰ کے قول کو چھپانا اسی باب سے ہے جیسا کہ زرقانی نے ذکر کیا، اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیثِ صحیح مروی ہے کہ میں نے نبی انور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے علم کی دو نوعیں یاد کیں، ان میں سے ایک کو تو میں نے لوگوں میں پھیلا دیا، اور رہی دوسری تو اس کو اگر پھیلاؤں تو یہ گلا کاٹ دیا جائے۔ اس کو بخاری نے روایت فرمایا۔ (ت)

نظیر ۲: عمامہ کا شملہ چھوڑنا یقیناً سنت مگر جہاں جہّال اس پر ہنستے ہوں وہاں علمائے متاخرین نے غیر حالتِ نماز میں اس سے بچنا اختیار فرمایا جس کا منشاء وہی حفظِ دینِ عوام ہے۔ شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی رسالہ آداب لباس میں فرماتے ہیں:

فقہاء را بر ارسال شملہ براہین قیاسی بسیار ست و ارسالِ آں سنتِ مؤکدہ دانند وعلمائے متاخرین سوائے صلوات پنجگانہ را ارسال ندارند از برائے طعن و مسخرۂ جہّالِ زمانہ[3] اھ ملخصاً

فقہاء کے پاس شملہ چھوڑنے پر بہت سے دلائل قیاسیہ موجود ہیں اور وہ اس کو سنتِ مؤکدہ سمجھتے ہیں مگر علماء متاخرین جہّالِ زمانہ کے طعن و تمسخر سے بچنے کے لئے سوائے نماز پنجگانہ کے شملہ نہیں چھوڑتے ہیں اھ ملخصاً (ت)

---

[1] الصحیح المسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۹
[2] الصحیح البخاری کتاب العلم باب حفظ العلم " " " ۱/۲۳
[3] رسالہ آداب لباس عبدالحق محدث دہلوی

Marfat.com

نظیر ۳۲: قرآن عظیم کی دسوں قرائتیں حق اور دسوں منزل من اللہ، دسوں طرح حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پڑھا اور حضور سے صحابہ، صحابہ سے تابعین، تابعین سے ہم تک پہنچا توان میں ہر ایک کا پڑھنا بلاشبہہ قرأتِ قرآن ونورِ ایمان ورضائے رحمان ہے۔ بااین ہمہ علماء نے ارشاد فرمایا کہ جہاں جو قراءت رائج ہو نماز و غیر نماز میں عوام کے سامنے وہی قراءت پڑھیں، دُوسری قراءت جس سے ان کے کان آشنا نہیں نہ پڑھیں مبادا وہ اس پر ہنسنے اور طعن کرنے سے اپنا دین خراب کرلیں۔ ہندیہ میں ہے:

فی الحجۃ قراءۃ القراٰن بالقراءات السبعۃ والروایات کلھا جائزۃ ولکنی اری الصواب ان لایقرء القراءۃ العجیبۃ بالامالات و الروایات الغریبۃ کذا فی التاتارخانیۃ۔[1]

حجہ میں ہے کہ ساتوں قراءات اور تمام روایات میں قرآن مجید پڑھنا جائز ہے لیکن میں اس بات کو درست سمجھتا ہوں کہ نامانوس قراءت میں امالات اور روایاتِ غریبہ کے ساتھ قرآن مجید نہ پڑھا جائے، جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لان بعض السفھاء یقولون مالایعلمون فیقعون فی الاثم والشقاء ولاینبغی للائمۃ ان یحملوا العوام علی مافیہ نقصان دینھم ولایقرأ عندھم مثل قراءۃ ابی جعفر وابن عامر وعلی بن حمزۃ والکسائی صیانۃ لدینھم فلعلھم یستخفون او یضحکون وان کان کل القراءات والروایات صحیحۃ فصیحۃ و مشائخنا اختاروا قراءۃ ابی عمرو وحفص عن عاصم۔[2] اھ من التتارخانیۃ عن فتاوی الحجۃ۔

اس لئے کہ بعض بیوقوف وُہ کچھ کہیں گے جو وُہ جانتے نہیں ہیں تو گناہ اور بدبختی میں مبتلا ہوجائیں گے، اور ائمہ کے لئے مناسب نہیں کہ وُہ عوام کو اس چیز پر برانگیختہ کریں جس میں ان کے دین کا نقصان ہے اور عوام کے دین کو بچانے کے لئے ان کے پاس ابوجعفر، ابن عامر، علی بن حمزہ اور کسائی کی قراءۃ میں قرآن مجید نہ پڑھا جائے کیونکہ ہوسکتا ہے وہ اس کو ہلکا جانیں اور اس پر ہنسیں اگرچہ تمام قراءات وروایات صحیح اور فصیح ہیں۔ ہمارے مشائخ نے ابوعمرو وحفص کی قراءۃ کو اختیار کیا ہے جو عاصم سے مروی ہے اھ تتارخانیہ از فتاوی حجہ۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ — فصل الرابع فی القراءۃ — نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۷۹

[2] ردالمحتار — فصل فی القراءۃ — داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۶۴

Marfat.com

نظیر ۴: قریش نے جب زمانۂ جاہلیت میں کعبہ از سرِ نو بنایا کچھ تنگیِ خرچ کچھ اپنی اغراضِ فاسدہ سے بنائے صلے اللہ تعالٰی علٰی ابنہٖ وعلیہ وبارک وسلم میں بہت تغیرات کر دیں، دو دروازہ غربی و شرقی سے صرف ایک شرقی رکھا اور اُسے بھی زمین سے بہت بلندی پر نکالا کہ جسے چاہیں داخلے سے مشرف ہونے دیں جسے چاہیں محروم رکھیں، گزوں زمین جانبِ شمال چھوڑ دی کہ عمارت بڑھانے میں خرچ زیادہ درکار تھا باآنکہ یہ صریح بدعت جاہلیت و تغییرِ سنّتِ ابراہیمی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تھی مگر حضور سیّد المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے محض بنظر حفظِ دینِ نو مسلمین اُسے قائم و برقرار رکھا کہ تغییر بے ہدم عمارت موجودہ نہ ہوتی خدا جانے ان کے دلوں میں کیا وسوسہ گزرے۔ صحیحین میں ہے:

عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت سألت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن الجدار من البیت ھو؟ قال نعم، قلت فما لھم لم یدخلوہ فی البیت قال ان قومك قصرت بھم النفقۃ قلت فما شأن بابه مرتفعا قال فعل ذلك قومك لیدخلوا من شاؤا ویمنعوا من شاؤا ولولا ان قومك حدیث عھدھم الجاھلیۃ فاخاف ان تنکر قلوبھم ان ادخل الجدر فی البیت و ان الصق بابه بالارض[۱] وفی اخری ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لھا یا عائشۃ لولا ان قومك حدیث عھد بجاھلیۃ لامرت بالبیت فھدم فادخلت فیه ما اخرج منه والزقته بالارض وجعلت له بابین بابا شرقیا و بابا غربیا فبلغت به اساس ابراھیم[۲] الخ

ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے نبی اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حطیم کی دیوار کے بارے میں پوچھا کہ کیا یہ بیت اللہ کا حصّہ ہے، حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، میں نے دریافت کیا اس کو قریش نے بیت اللہ میں کیوں داخل نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا: تمھاری قوم کے پاس خرچ کم ہوگیا تھا میں نے پوچھا پھر اس کا دروازہ اتنا بلند کیوں ہے، تو آپ نے فرمایا کہ تمھاری قوم نے یہ اس لئے کیا تاکہ وہ جس کو چاہیں بیت اللہ میں داخل کریں اور جس کو چاہیں روک دیں، اگر تمھاری قوم نے نیا نیا کفر نہ چھوڑا ہوتا اور مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ یہ ان کے دلوں کو بُرا لگے گا تو میں حطیم کی دیواروں کو بیت اللہ میں داخل کر دیتا اور دروازے کو زمین سے ملا دیتا۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ نبی انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! اگر تیری قوم کا زمانہ جاہلیت کے زمانہ کے قریب نہ ہوتا تو میں کعبہ کو گرانے کا

---

[۱] و [۲] صحیح بخاری باب فضل المکۃ وبنیانہا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۵

دیتا اور اس میں سے جو خارج کردیا گیا ہے میں اس کو اس میں داخل کردیتا اور اس کو زمین کے برابر کرکے دروازے بناتا ایک دروازہ مشرقی اور ایک دروازہ مغربی، اور میں اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر تعمیر کرتا۔ (ت)

یہ تقریر اگرچہ دعوٰی ممانعت کے اثبات سے قاصر یا سراسر غلط ہی سہی مگر شک نہیں کہ اب تکفیر قطعاً محال کہ اس میں نفسِ اباحت کا کہ ضروریاتِ دین سے تھی انکار نہ ہُوا بلکہ اس میں کسی ایسی چیز کا بھی انکار نہیں جس کی وجہ سے تکفیر درکنار تضلیل ہوسکے غایت یہ کہ خطا وغلط کہئے وہ بھی بلحاظ دعوٰی ممانعت ورنہ شبہہ نہیں کہ شنائع مذکورہ ان بلاد میں نکاحِ ثانی سے مصلحۂ احتراز کی وجہ موجہ ہوسکتی ہیں جبکہ نوبت تا وجوب وافتراض نہ ہو کما لایخفٰی علی اولی النہٰی واللہ الہادی الی صراط سوی (جیسا کہ عقلمندوں پر مخفی نہیں ہے اور اللہ تعالٰی ہی سیدھی راہ کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔ ت)

بالجملہ تکفیر اہلِ قبلہ واصحابِ کلمۂ طیبہ میں جرأت وجسارت محض جہالت بلکہ سخت آفت جس میں وبال عظیم ونکال کا صریح اندیشہ والعیاذ باللہ رب العالمین، فرض قطعی ہے کہ اہلِ کلمہ کے ہر قول وفعل کو اگرچہ بظاہر کیسا ہی شنیع وفظیع ہو حتی الامکان کفر سے بچائیں اگر کوئی ضعیف سے ضعیف، نحیف سے نحیف تاویل پیدا ہو جس کی رُو سے حکمِ اسلام نکل سکتا ہو تو اس کی طرف جائیں اور اس کے سوا اگر ہزار احتمال جانبِ کفر جاتے ہوں خیال میں نہ لائیں۔

حدیث ۱ میں ہے حضور سید العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الاسلام یعلو ولایعلٰی۔ اخرجہ الرویانی والدارقطنی والبیہقی والضیاء فی المختارۃ والخلیل کلھم عن عائذ بن عمرو المزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اسلام غالب رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔ اس کو رویانی، دارقطنی، بیہقی، مختارہ میں ضیاء اور خلیل نے عائذ بن عمرو مزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

احتمال اسلام چھوڑ کر احتمالاتِ کفر کی طرف جانے والے اسلام کو مغلوب اور کفر کو غالب کرتے ہیں والعیاذ باللہ رب العالمین۔

حدیث ۲: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

کفوا من اھل لا الٰہ الا اللہ لاتکفروھم

لا الٰہ الا اللہ کہنے والوں سے زبان روکو انھیں

---

۱ سنن الدارقطنی باب المہر نشر السنۃ ملتان ۳/ ۲۵۲

بذنب فمن اکفر اھل لا الٰہ الا اللہ فھو الی الکفر اقرب[1] رواہ الطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

کسی گناہ پر کافر نہ کہو، لا الٰہ الا اللہ کہنے والوں کو جو کافر کہے وہ خود کفر سے نزدیک تر ہے۔ (اس کو طبرانی نے کبیر میں سندِ حسن کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۳: فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم:

ثلاث من اصل الایمان الکف عمن قال لا الٰہ الا اللہ ولا تکفر بذنب ولا تخرجہ من الاسلام بعمل[2] رواہ ابوداؤد عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

تین باتیں اصل ایمان میں داخل ہیں، لا الٰہ الا اللہ کہنے والے سے باز رہنا اور اسے گناہ کے سبب کافر نہ کہا جائے اور کسی عمل پر اسلام سے خارج نہ کہیں۔ (اس کو ابوداؤد نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت فرمایا۔ ت)

حدیث ۴: فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

لا تکفروا احدا من اھل القبلۃ[3] رواہ العقیلی عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اہلِ قبلہ میں سے کسی کو کافر نہ کہو (اس کو عقیلی نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

الحمد للہ کلام اپنی نہایت کو پہنچا اور حکم مسئلہ نے من جمیع الوجوہ رنگِ ایضاح پایا **خلاصہ مقصود** یہ کہ عوام ہند جو نکاح بیوہ کو باتباع رسم مردود ہنود ننگ و عار سمجھتے ہیں اور کیسی ہی حالت حاجت و ضرورتِ شدیدہ ہو معاذ اللہ حرام کے مثل اس سے احتراز رکھتے ہیں بُرا کرتے ہیں اور بہت بُرا کرتے ہیں، بیجا پر ہیں اور سخت بیجا پر، خان صاحب شیخ صاحب مرزا صاحب درکنار وہ کوئی حضرت میر صاحب ہی ہوں تو کیا ان کی بیٹیاں نہیں محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خاص جگر پاروں سیدۃ النساء بتولِ زہرا صلے اللہ تعالٰی علٰی ابیہا وعلیہا وسلم کی بطنی صاحبزادیوں سے زیادہ عزت والیاں بڑھ کر غیرت والیاں ہیں جن کے دو دو تین تین اور اس سے بھی زائد نکاح ہوئے سبحان اللہ! ع

---

[1] المعجم الکبیر ترجمہ ۱۳۰۸۹ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۲/۲۷۲
[2] سنن ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی الغزو مع ائمۃ الجور آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۴۳
[3] نصب الرایہ بحوالہ العقیلی فی الضعفاء باب الاحادیث فی الاقتداء المکتبۃ الاسلامیہ ریاض ۲/۲۸

Marfat.com

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

(ان خاکی عورتوں کو ان پاکباز عورتوں سے کیا نسبت۔ ت)

مسلمانو! ذرا کلمہ پڑھنے کی شرم کرو اور اپنے آقا اپنے مولا اپنے بادشاہ عرش بارگاہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت چھوڑ کر ناپاکوں، گندوں، اینٹ پتھر کے بندوں کے قدم پر قدم نہ دھرو، ذرا غور تو کرو کس کی راہ چھوڑتے اور کس گمراہ کے پیچھے دوڑتے ہو ؎

بقولِ دشمن پیمانِ دوست شکستی

بہ بیں کہ از کہ بریدی و باکہ پیوستی

(دشمن کے کہنے پر تُو دوست کے پیمان (عہد) کو توڑتا ہے، بنظرِ غائر دیکھ تُو کس سے قطع تعلق کر رہا ہے اور کس سے تعلق جوڑ رہا ہے۔ ت)

نکاح کی چھ صورتیں اور ان کے احکام مفصلاً گزرے انھیں بغور دیکھو اور بصدقِ دل عمل میں لاؤ کہ دنیا و آخرت کے منافع پاؤ، اور اس رسم نیک کے طعن و تشنیع سے قطعاً باز رہو کہیں اس اندھے کنویں میں گِر کر نورِ ایمان کو خیر باد نہ کہو، ادھر ان حضرات اہلِ تکفیر سے التماس کہ شوق سے منکر کو اُٹھائیے بُری رسم کو مٹائیے مگر ذرا اپنا بھی نفع و نقصان دیکھے بھالے، اپنا بھی دین و ایمان روکے سنبھالے، یہ کیا موقع ہے اور کو نصیحت آپ کو فضیحت، اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ کی عظمت جانو تو اہلِ لا الٰہ الا اللہ کی تکفیر سخت آفت مانو، یہاں زبان قابو میں ہے جسے چاہو کافر بتاؤ مشرک کہہ جاؤ مگر اس دن کا بھی کچھ جواب بنا رکھو جب لا الٰہ الا اللہ کو اپنے قائلوں کی طرف سے جھگڑتا دیکھو۔ اے لا الٰہ الا اللہ کے اتارنے والے! اہلِ لا الٰہ الا اللہ کو ہدایت فرما اور ہمیں لا الٰہ الا اللہ کے سچّے ایمان پر دُنیا سے اٹھا آمین آمین الٰہ الحق آمین والحمد للہ ربّ العٰلمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیّد المرسلین محمّد وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔

الحمد للہ کہ یہ شافی جواب خفیف جلسوں میں ۱۵ صفر ۱۳۱۲ھ کو تمام اور بلحاظِ تاریخ اطائب التہانی فی النکاح الثانی ۱۳۱۲ھ نام ہُوا، امید کرتا ہُوں کہ یہ سب مباحث رائقہ و دلائل فائقہ حصّہ خاصّہ خامہ فقیر اور اس مسئلہ کی توضیح اس مطلب کی تنقیح میں آپ ہی اپنی نظیر ہوں والحمد للہ اولاً و اٰخراً و باطناً وظاھراً والصلٰوۃ والسلام علیٰ سیّد الانام محمدٍ الحبیب وآلہ الکرام ورداً وصدراً وسرًّا وجھراً والحمد للہ رب العالمین۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

Marfat.com

کتاب الطّلاق

(طلاق کا بیان)

مسئلہ ۱۱۳ از اوجین علاقہ گوالیار مرسلہ محمد یعقوب علی خاں صاحب مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ھ

چہ می فرمایند علمائے شریعت پناہ و طریقت آگاہ دریں مسئلہ کہ زوجہ مسمی زید کارِ فحش و ناقصہ علانیہ می نماید و زوجہ عمرو بہ خلاف شوہر خود می باشد و کارِ فحش پوشیدہ می کند و ایں کار زشتہ او ہم پہلوئے یقین کامل ست پس بہ تشکیک یقینی شوہر شوہر او طلاق دادن خواہد درست ست یا نہ؟ بینوا توجروا۔

علمائے شریعت و طریقت کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ زید کی بیوی فحش کاری و بدکاری علانیہ کرتی ہے اور عمرو کی بیوی اپنے شوہر کے مخالف ہے اور فحش کاری خفیہ طور پر کرتی ہے اور اس کی بدکاری یقین کی حد تک ہے، پختہ ظن ہو جانے پر شوہر اس کو طلاق دینا چاہتا ہے تو کیا یہ درست ہے؟ بیان کرو، اجر پاؤ۔ (ت)

الجواب

درصورتِ مستفسرہ طلاق باجماع درست و مباح ست زیرا کہ در اباحت طلاق علماء را سہ قول ست: یکے آنکہ مطلقاً مباح ست گو بے سبب محض باشد مشی علیہ العلامۃ الغزی فی

صورتِ مستفسرہ میں بالاجماع طلاق درست اور مباح ہے، کیونکہ طلاق کے مباح ہونے میں علماء کے تین قول ہیں: ایک یہ کہ طلاق مطلقاً مباح ہے اگرچہ بلاوجہ دی جائے۔ علامہ غزی نے تنویر کے متن

Marfat.com

متن التنویر و زعم شارحه العلامة
العلائی انه هو قول العلامة وادعی
العلامة البحر فی البحر انه الحق
وانه المذهب۔ دوم آنکه جز بوجه پیری
زن یا آوارگی و بدوضعی او اباحت ندارد وهو
قول ضعیف کما فی ردالمحتار
سوم آنکه اگر حاجتے باشد مباح ست ورنه ممنوع
ہمیں صحیح و مؤید بدلائل ست صححه العلامة
المحقق علی الاطلاق فی الفتح و
انتصرله خاتم المحققین العلامة
الشامی بمایتعین استفادته
ایں جاکه آوارگی زناں متحقق ست ہرسه قول براباحت
طلاق متفق آمد بلکه چوں فسق وارتکاب چیزے
از محرمات ثابت شود طلاق مستحب گردد فی
الدر المختار بل یستحب لو موذیة
او تارکة صلوٰة کذا فی الغایة[1] وفی ردالمحتار
الظاهر ان ترك الفرائض غیر
الصلوٰة کالصلوٰة[2] اما واجب نیست
اگر شوئے دادن نخواهد ندهد فی الدرالمختار
لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرة[3]
واللہ تعالیٰ اعلم۔

میں اس کو بیان کیا ہے جس کے متعلق اس کے شارح علامہ علائی کا خیال ہے کہ علامہ غزی کا یہی موقف ہے اور علامہ بحر نے اپنی کتاب بحر میں دعویٰ کیا ہے کہ یہی حق اور یہی مذہب ہے۔ دوسرا یہ کہ بیوی کے بڑھاپے یا اس کی آوارگی یا بدوضعی کے بغیر شوہر کےلئے طلاق دینا مباح نہیں ہے، یہ ضعیف قول ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اگر شوہر کو طلاق کی کوئی حاجت ہے تو مباح ہے ورنہ ممنوع ہے، یہی قول صحیح اور دلائل سے مؤید ہے۔ علامہ محقق نے فتح القدیر میں اس کو صحیح قرار دیا ہے، اور علامہ خاتم المحققین شامی نے اس کا دفاع کیا ہے جس سے اس کی صحت مستفاد ہوتی ہے، مسئولہ صورت میں جب آوارگی پائی جاتی ہے تو تینوں اقوال پر طلاق کا مباح ہونا متحقق ہے بلکہ عورت کا فسق اور کسی حرام فعل کا ارتکاب ثابت ہے تو طلاق مستحب ہے۔ درمختار میں ہے: بلکہ عورت اگر موذی ہے یا نماز کو ترک کرنے کی عادی ہے تو مستحب ہے غایہ میں اسی طرح ہے اور ردالمحتار میں ہے کہ نماز کے علاوہ دیگر فرائض کا ترک بھی نماز کی طرح ہے، تاہم اس صورت میں طلاق دینا واجب نہیں ہے اگر خاوند طلاق نہ دینا چاہے تو نہ دے۔ درمختار میں ہے کہ فاسقہ عورت کو طلاق دینا خاوند پر واجب نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

---

[1] درمختار	کتاب الطلاق	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۲۱۵
[2] ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۴۱۶
[3] درمختار	فصل فی المحرمات	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۹۰

Marfat.com

مسئلہ ۱۱۴ ازکسراٹون پرگنہ شکن آباد ڈاک خانہ سرسا گنج مرسلہ تصدق حسین صاحب زمیندار و رئیس

موضع مذکور ۶ رجب ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک نابالغہ کی شادی ایک شخص سے ہوئی جو آنکھوں سے معذور ہے، عورت کی عمر اب دس برس کی ہے، اس کے سسرال والے چاہتے ہیں کہ اسے شوہر سے طلاق دلوا کر شوہر کے چھوٹے بھائی سے اُس کا عقد کردیں اور عورت کی بڑی بہن بیوہ کا اس نابینا سے نکاح کریں، اس صورت میں چھوٹی بہن کہ بے خطا ہے کوئی شرعی جرم اس کے ذمہ نہیں، طلاق دینا جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو اس کا مہر ادا کرنا پڑے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

بلاوجہ شرعی طلاق دینا اللہ تعالٰی کو سخت ناپسند و مبغوض و مکروہ ہے، حدیث میں ہے:

ابغض الحلال الی اللہ تعالٰی الطلاق[1]۔ حلال چیزوں میں سے طلاق دینا اللہ تعالٰی کو سب سے زیادہ ناپسند ہے۔ (ت)

مگر وہ اس کا اختیار ضرور رکھتا ہے، اگر دے گا ہوجائے گی، پھر اگر زوجہ سے ابھی خلوت یعنی بغیر کسی مانع کے تنہا یکجائی نہ کی یا زوجہ کہ ابھی دہ سالہ ہے قابلیتِ جماع اصلاً نہ رکھتی ہو جب تو نصف مہر دینا ہوگا اگر بندھا ہو، اور کچھ نہ بندھا ہو تو ایک پورا جوڑا جس میں دوپٹہ، پاجامہ اور عورتوں کے چھوٹے کپڑے اور جوتا سب کچھ ہو، اور مرد و عورت دونوں کے حال کے لحاظ سے عمدہ نفیس یا کم درجہ یا متوسط ہو دینا آئے گا جس کی قیمت نہ پانچ درہم سے کم ہو نہ عورت کے نصف مہر مثل سے زیادہ ہو، اگر مرد و عورت دونوں غنی ہیں تو نفیس اور دونوں فقیر تو ادنٰی اور ایک فقیر دوسرا غنی تو اوسط اور اگر یہ دہ سالہ لڑکی قابلِ جماع ہے اور خلوت ہوچکی تو پورا مہر لازم ہوگا ۔۔۔ تنویر الابصار و درمختار و ردالمحتار میں ہے:

تجب متعۃ لمفوضۃ وھی من تزوجت بلا مھر طلقت قبل الوطء وھی درع وخمار وملحفۃ (قال فخر الاسلام ھذا فی دیارھم اما فی دیارنا فیزاد علی ھذا ازار و

مفوضہ یعنی جس عورت سے مہر کے بغیر نکاح کیا ہوا اور اس کو وطی سے قبل طلاق دے دی ہو تو ایسی عورت کے لئے پورا جوڑا لباس دینا بطور متعہ واجب ہے، اور وہ قمیص، دوپٹہ اور بڑی چادر ہے (فخر الاسلام نے فرمایا یہ ان کے علاقہ کا رواج ہے،

---

[1] سنن ابوداود باب فی کراہیۃ الطلاق آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۹۶

Marfat.com

مکعب کذا فی الدرایة قلت مقتضی هذا ان یعتبر عرف کل بلدة لاهلها فیما تکسی به المرأة عند الخروج اھ ش) لا تزید علٰی نصف مهر المثل لو الزوج غنیا ولا تنقص عن خمسة دراهم لو فقیرا و تعتبر المتعة حالهما کالنفقة، به یفتی (فان کان غنیین فلها الاعلی من الثیاب او فقیرین فالادنی او مختلفین فالوسط وما ذکره قول الخصاف وفی الفتح انه الاشبه بالفقه قال فی البحر الارجح قول الخصاف لان الولوالجی صححه وقال وعلیه الفتوی کما افتوا به فی النفقة اھ ش) الکل ملخص واللّٰه تعالٰی اعلم۔

لیکن ہمارے ہاں اس پر تہبند اور جوتا مزید دیا جائیگا میں کہتا ہوں اس کا مقتضٰی یہ ہے کہ ہر علاقہ کا رواج وہاں کے لوگوں میں معتبر ہوگا یعنی جو لباس عورت باہر نکلتے وقت پہنتی ہو وہ دیا جائے گا اھ، ش) اور وہ جوڑا قیمت میں مہر مثل کے نصف سے زائد نہ ہو اگر خاوند امیر ہو، اور اگر وہ غریب ہو تو پھر کم ازکم پانچ درہم سے کم نہ ہو، اور اس جوڑے میں خاوند بیوی کی حیثیت کا اعتبار ہوگا جیسا کہ نفقہ میں دونوں کا لحاظ کیا جاتا ہے، اسی پر فتوٰی ہے پھر اگر دونوں امیر ہیں تو عورت کو اس کا اعلٰی لباس اور اگر دونوں فقیر ہوں تو ادنٰی لباس، اگر دونوں کی حیثیت مختلف ہو تو پھر درمیانہ لباس دیا جائے گا اور یہ جو خصاف کا قول مذکور ہے۔ اور فتح میں اس کو اشبہ بالفقہ کہا ہے۔ بحرالرائق میں کہا ہے کہ خصاف کا قول ارجح ہے کیونکہ ولوالجیہ نے اس کو صحیح بتایا ہے اور کہا کہ اس پر فتوٰی ہے جیسا کہ نفقہ میں فقہاء نے یہ فتوٰی دیا ہے، اھ ش) یہ تمام عبارت ملخص ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۱۵: از ملک بنگالہ موضع سبیب پور علاقہ کملا مرسلہ انوار الدین بار اول ۱۹ شعبان ۱۳۱۸ھ
و بار دوم از ڈھاکہ موضع بوگرہ مرسلہ مولوی حسن علی صاحب ۲۴ شعبان ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طلاق حق اللہ یا حق العباد ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

طلاق کسی کا حق نہیں حق ہے وہ جس کا مطالبہ پہنچے، اور طلاق کا مطالبہ عورت کو نہیں پہنچتا، بلکہ بے وجہ شرعی مطالبہ کرے تو گنہگار ہو۔ اور اللہ عزوجل بھی طلاق طلب نہیں فرماتا بلکہ اسے ناپسند و مبغوض رکھتا ہے، تو نہ وہ حق اللہ ہے نہ حق العبد، ہاں جب مرد عورت کو وجہ شرعی پر نہ رکھ سکے مثلاً نامرد ہو تو اس وقت شرعاً

۱؎ ردالمحتار معہ درمختار شرح تنویر الابصار باب المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۳۶

Marfat.com

اُس پر طلاق دینی لازم ہوجاتی ہے۔ قال اللہ تعالٰی: فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف۔[1] ان کو بھلائی کرتے ہوئے روک لو، یا ان کو بھلائی کے ساتھ رخصت کردو۔ (ت)

ایسی حالت میں ضرور وُہ حق العبد وحق اللہ دونوں ہوجائے گی، حق العبد تو یُوں کہ عورت کی خلاصی اسی سے متصور، اور حق اللہ یُوں کہ ہر حق العبد حق اللہ بھی ہے جس کے ادا کا وُہ حکم فرماتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۶ و ۱۱۷ از ملک بنگال ضلع سلہٹ ڈاک خانہ ایٹ کھولا موضع نارائن پور مرسلہ مولوی عبدالحکیم صاحب روز عرفہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں:

سوال اوّل: کسی نے تین برس کے بعد ایک عورت کے طلاق پر گواہی دی اب شرعاً گواہ مقبول ہے یا مردود؟ اور مدت فاصلہ جو درمیان طلاق اور شہادت کے ہے مانع شہادت ہے یا نہیں؟ اور قبل اس شہادت کے تذکرہ طلاق اور عدم تذکرہ میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا مع الدلائل (دلائل کے ساتھ بیان کرو اور اجر پاؤ۔ ت)

سوال دوم: طلاق حق اللہ ہے یا حق العباد؟ مع برہان قاطع بیّنوا توجروا۔

الجواب

طلاق بمعنی الایقاع یعنی اُس کا احداث اصلاً منجملہ حقوق نہیں

حیث لا مطالب لا من جھۃ العبد ولا من اللہ تعالٰی بل ابغض الحلال الی اللہ الطلاق۔ کیونکہ یہاں اللہ تعالٰی اور بندے کو طلاق کا کوئی مطالبہ نہیں پہنچتا بلکہ حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز اللہ تعالٰی کے ہاں طلاق ہے۔ (ت)

البتہ جب ادائے حقِ زوجہ پر قادر نہ ہو جیسے عنین وغیرہ، تو طلاق حق العبد ہے حق زن کے لئے دیانۃً بھی واجب ہے اور ہر واجب دیانۃً حق اللہ سبحٰنہ تو اس حالت خاص میں طلاق حق العبد بھی ہے اور حق اللہ بھی ہے لقولہ تعالٰی:

فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف۔[2] انھیں بھلائی کے ساتھ روک لو یا بھلائی سے رخصت کرو۔ (ت)

---

[1] القرآن ۲/ ۲۳۱

[2] ایضاً

Marfat.com

اور طلاق بمعنی الوقوع یعنی بعد حدوث اُس کا ثمرہ کہ حالاً یا مآلاً تحریم فرج ہے خالص حق اللہ عزوجل ہے ولہذا اس پر ادائے شہادت کے لئے کسی کا مدعی ہونا ضرور نہیں یہاں تک کہ زن و مرد دونوں منکر ہوں مگر دو شاہد شرعی شہادتِ طلاق دیں حکمِ طلاق دیا جائے گا اور اُن دونوں کے انکار پر اصلاً التفات نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے:

یجب الاداء بلا طلب لو الشہادۃ فی حقوق اللہ تعالٰی کطلاق امرأۃ ای بائنا وعتق امۃ وتدبیرھا[1] (ملخصًا)

طلب کئے بغیر ہی شہادت کی ادائیگی حقوق اللہ میں ضروری ہے جیسا کہ کسی عورت کی بائنہ طلاق اور لونڈی کی آزادی اور اس کے مدبّرہ کرنے کے بارے شہادت (ملخصًا)۔ (ت)

طحطاوی میں ہے:

وتقبل وان انکر الزوجان[2]

بائنہ طلاق کے متعلق شہادت قبول کرلی جائے گی اگرچہ خاوند بیوی انکار کریں۔ (ت)

ولہذا طلاق بائن میں اگر شاہدین جانبین جبکہ زوجین بعد طلاق بھی بروجہ ناجائز معاشرت رکھتے ہوں بلا عذر شرعی شہادت ایک مدت تک ادا نہ کریں فاسق ہوجائیں گے اور اب ان کی گواہی مردود ہوگی۔ قنیہ و اشباہ و درمختار میں ہے:

متی اخر شاھد الحسبۃ شہادتہ بلا عذر فسق فیرد[3]

اگر گواہ نے بلا وجہ حقوق اللہ میں شہادت دینے میں تاخیر کردی تو وہ فاسق قرار پائے گا اور اس کی شہادت مردود ہوجائے گی۔ (ت)

غمز العیون میں ہے:

شاھد الحسبۃ اذا اخر شہادتہ ھل المعتبر خمسۃ ایام او ستۃ اشہر فیہ خلاف ذکرہ فی القنیۃ ولم یذکرہ المصنف

اگر حقوق اللہ میں شہادت دینے میں گواہ نے تاخیر کی تو تاخیر میں پانچ دن یا چھ ماہ میں سے کیا معتبر ہے، اس میں اختلاف کو قنیہ نے ذکر کیا ہے اور مصنف نے

---

[1] درمختار | کتاب الشہادات | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/۹۰
[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار | ″ ″ ″ | دار المعرفۃ بیروت | ۳/۲۲۹
[3] درمختار | ″ ″ ″ | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/۹۰

Marfat.com

رحمہ اللہ تعالٰی قال بعض الفضلاء الذی یظھران ذکر خمسۃ ایام فی کلام القنیۃ لیس بقید، بل المدار علی التمکن من الشھادۃ عند القاضی ویدل علیہ ما فی الصیرفیۃ شھدا انھما کان یعیشان عیش الازواج وکان طلقھا منذ کذا لا تقبل لانھما صارا فاسقین بتاخیرھما الشھادۃ اھ[1]

ذکر نہیں کیا۔ بعض فضلاء نے کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ قنیہ کا کم از کم پانچ دن کا ذکر کرنا کوئی قید نہیں ہے بلکہ قاضی کے ہاں پہنچ کر شہادت دینے کی قدرت کا مدار ہے۔ صیرفیہ کی یہ عبارت اس پر دال ہے کہ دو گواہوں نے شہادت دی کہ طلاق دینے کے باوجود یہ دونوں میاں بیوی کی طرح رہ رہے ہیں جبکہ زوج نے طلاق اتنی مدت سے دے رکھی ہے تو ان کی شہادت قبول نہ ہوگی کیونکہ شہادت کی ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے دونوں گواہ فاسق ہوگئے اھ (ت)

پس صورتِ مسئولہ میں اگر طلاق مغلظہ تھی یا طلاق بائن تھی اور ادائے شہادت سے کوئی عذر صحیح مانع نہ تھا اور شہادت ادا نہ کی تو گواہی مردود ہے اگرچہ ہنوز تین ہی دن ہُوئے ہوں نہ کہ تین برس، اور اس سے پہلے تذکرہ وعدم تذکرۂ طلاق میں کوئی فرق نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۸ از بریلی محلہ نقشبندیاں مسئولہ سیّد ولایت حسین صاحب ۲۹ ربیع الاول شریف ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس معاملہ میں کہ زید اور اس کی خالہ کے باہم نفاق دلی ہے اور دونوں کے مکان سکنی کا صحن ایک ہے، زید اپنی زوجہ کو ممانعت کرتا ہے کہ تو میری خالہ کے صحنِ مکان میں مت جایا کر، اور میری خالہ سے مت مل، اور نہ بات کر، نہ کچھ لینے دینے کا رسوم رکھ کہ وہ میری مخالف ہے۔ اور وہ اُس کی نہیں مانتی اور اس کی خالہ کے مکان میں جانا اور اس سے بات کرنا اور راہ ورسم نہیں چھوڑتی، اور جب زید اس بات پر اس سے سخت کلامی کرتا ہے تو وہ برابر سخت کلامی کرتی ہے اور اپنے ماں باپ اور خالہ سے زید کو مجبور کراتی ہے یہاں تک کہ زید کو اور اس کی والدہ کو تنگ کرتی ہے اور بے حُرمتی کی باتیں کرتی ہے اور زید اس کی نافرمانی کی وجہ سے اپنی زوجہ کو طلاق شرعی دینا چاہتا ہے، تو ایسی عورت نافرمان کو طلاق دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس حالت میں کہ وہ بارِ حمل سے ہو، جیسا ارشاد ہو عمل کیا جاوے۔

الجواب

حدیث صحیح میں ارشاد ہوا کہ:

عورت ٹیڑھی پسلی سے بنائی گئی ہے ٹیڑھی ہی چلے گی اور اگر تو اس سے فائدہ لینا چاہے

---

[1] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر کتاب القضاء والشہادات والدعاوی ادارۃ القرآن کراچی ۱/۳۴۷

Marfat.com

تو اسی حال پر اس سے نفع اٹھا اور سیدھی کرنا چاہے تو ٹوٹ جائے گی اور اس کا توڑنا اُسے طلاق دینا ہے [1]

دوسری حدیث میں ارشاد ہوا کہ:

مسلمان عورت سے اچھا برتاؤ رکھو کہ اگر تمھیں اُس کی ایک عادت ناپسند ہوئی تو دوسری عادت پسند ہوگی [2]

اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

عسٰی ان تکرھوا شیئا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا [3]
قریب ہے کہ تم ایک بات کو مکروہ جانو گے اور اللہ عزوجل اس میں بہت بھلائی رکھے گا۔

اور اگر عورت کو طلاق دے کر پھر کبھی نکاح نہ چاہے تو خیر، ورنہ کیا معلوم کہ دوسری اس سے بھی بُری ملے، اس لئے حتی الامکان عورت کے ساتھ نیک برتاؤ اور اس کی دلجوئی اور اُسے خوش کرکے اپنی اطاعت پر لانا اور اس کی کج خلقی پر صبر کرنا چاہئے، اور اصلاح ناممکن ہو تو طلاق دے سکتا ہے، مگر ایک طلاق رجعی سے زیادہ دینا گناہ ہے، فقط ایک بار اس سے کہے کہ میں نے تجھے طلاق دی، پھر اگر عدت کے اندر یعنی حاملہ کے بچہ پیدا ہونے سے پہلے دل میں اُسے رکھنے کی آئی تو زبان سے کہہ لے میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھر لیا، وہ بدستور اس کے نکاح میں رہے گی، ورنہ اس سے الگ رہے، یہاں تک کہ بچہ پیدا ہو جائے اُس وقت وہ نکاح سے نکل جائے واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۱۹ و ۱۲۰: از چھاؤنی فیروز پور مرسلہ عبدالعزیز خاں پنشنر یکم جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

بخدمت اقدس حامی شرع رسول، حاوی معقول ومنقول حضرت مجدد مائۃ حاضرہ جناب مولانا صاحب دامت فیوضہم، مؤدبانہ السلام علیکم کے بعد گزارش ہے کہ طلاق بہر نہج کہ باشد عورتوں کو اس کا علم ہو یا نہ ہو واقع ہو جاتی ہے مگر اس کا ایقاع بلاوجہ موجبہ ملیحہ شرعیہ نادرست اور حرام ہے۔ درمختار میں ہے:

وایقاعہ مباح عند العامۃ لاطلاق الاٰیات اکمل، وقیل قائلہ الکمال
طلاق دینا جمہور فقہاء کے نزدیک مباح ہے کیونکہ طلاق والی آیات کریمہ مطلق ہیں کما ذکرہ اکمل اور بعض نے

---

[1] صحیح مسلم کتاب الرضاع الوصیۃ بالنساء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۷۵
[2] ایضاً
[3] القرآن الکریم ۲/۲۱۶

Marfat.com

الاصح حظرہ الا لحاجۃ[1] الخ۔ کما یعنی کمال الدین ابن ہمام نے کہ قولِ اصح یہ ہے کہ طلاق ممنوع ہے مگر حاجت ہو تو مباح ہے الخ (ت)

معاشرتِ نساء کے بارے میں جو آیات اور احادیث وارد ہیں اُن میں بھی جانب عدم ایقاع اور حرمت مرجح معلوم ہوتی ہے بعد نکاح ایقاع و عدم ایقاع کل مختار ہے اور عدم ایقاع زیادہ مختار اور پسندیدہ نظرًا الی الاٰیات والاحادیث التی وردت فی المعاشرت بالنساء (اُن آیات و احادیث کے پیشِ نظر جو عورتوں سے معاشرت کے متعلق وارد ہوئی ہیں۔ ت) اور بعد چند سال کے اگر آپس میں شقاق واقع ہو تو پنچایت مطابق آیت والّتی تخافون نشوزھن[2] (اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو۔ ت) مصالحت کی راہ سے اختیار بنابریں قرار پایا کہ میں اس عورت کو ہرگز طلاق نہ دُوں گا تا زندگی' اور اقرار نامہ لکھ دیا اور اپنے اختیار ایقاع طلاق کو اس معاہدہ سے باطل کر دیا ہے اور بروئے اقرار نامہ کے طلاق نہیں دے سکتا کہ اس سے نقضِ معاہدہ لازم آتا ہے نقضِ معاہدہ عام ہے واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا[3] (وعدہ وفا کرو یقیناً عہد کے متعلق سوال ہوگا۔ ت) واقع ہوا بدیں لحاظ ایقاعِ طلاق بلا وجہ موجہ شرعیہ حرام اور محظور ہوگا لہذا سوال کے جواب میں طلاق دینا بلحاظ اقرار نامہ محظور و ممنوع لکھنا درست اور استفتاء ثانی میں عدمِ وقوع طلاق عبارت عالمگیریہ سے بظاہر ثابت ہوتا ہے وہ بھی صحیح ہے کیونکہ مسماۃ حبیب خاتون کے خاوند نے طلاق نامہ اس بنا پر لکھوایا ہے کہ اُسے خرچ نہ دینا پڑے لہذا اس کا طلاق نامہ لکھوانا قابلِ سماعت نہ ہونا چاہئے کیونکہ اس کا بیان ہے کہ میں نفقہ نہیں دُوں گا میں اُس کو طلاق نامہ رجسٹری بذریعہ ڈاک بھیج چکا ہوں مسماۃ حبیب خاتون نے واپس کر دیا مسماۃ خاتون انکاری ہے اور کہتی ہے کہ مجھے خبر تک بھی نہیں کہ مجھے طلاق دیا گیا اور طلاق نامہ میرے پاس نہیں بھیجا گیا' لہذا ملتمس ہوں کہ براہِ عنایت و نوازش قدیمانہ کے دست بستہ عرض ہے کہ آپ ہر دو استفتاء کو بعد ملاحظہ کے حقیقتِ مسئلہ سے آگاہ فرمائیں کیونکہ اس مسئلہ کی اشد ضرورت ہے اور جناب کی ذاتِ والا صفات پر کمال بھروسا ہے۔

سوال: جو عورت صالحہ نمازی اللہ اور رسول کی تابعدار ہے احکام شریعت کی پابند خاوند کی تابعدار ہر ایک حکم میں مع ہذا چار پانچ سال بعد کسی ناچاقی کے وقت میں رُوبروئے پنچایت اقرار نامہ بھی لکھ دیا جس میں شرط

---

[1] درمختار کتاب الطلاق مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۱۵

[2] القرآن ۴/ ۳۴

[3] القرآن ۱۷/ ۳۴

Marfat.com

ہے کہ تا زندگی طلاق نہیں دُوں گا، کیا اسے اپنے اس اقرار نامہ کے رُو سے اس عورت کو طلاق دینا جائز اور درست ہے؟ اور شیر خوار لڑکی بھی اس کے پاس ہے۔

سوال متعلق سوال سابق اقرار نامہ

سائل نے یہ بھی تحریر کر دیا ہے اس اقرار نامہ کے ضمن میں کہ نان نفقہ بابت پانچ روپیہ ماہوار دیا کروں گا' خرچ نہ بھیجنے پر عورت نے حاکم کے پاس نالش کی ہے، مدعا علیہ کی طلبی ہُوئی، اس پر جواب دعوٰی کے ساتھ وکیل نے طلاق نامہ لکھوا کر پیش کر دیا ہے یہ طلاق نامہ نان ونفقہ کے نہ لازم ہونے کے لئے پیش کیا ہے کہ میں اس کو طلاق نامہ دے چکا تھا جس سے عورت انکاری ہے، کیا یہ طلاق نامہ اس کا ایسی صورت میں معتبر ہے اور نان ونفقہ اس پر واجب نہ ہوگا؟

جواب سوالِ اوّل

شَے واحد میں حل وحظر کا دو جہت سے مجتمع ہونا کچھ بعید نہیں، طلاق فی نفسہٖ حلال ہے اور ازانجا کہ شرع کو اتفاق محبوب اور افتراق مبغوض ہے، بے حاجت یا ریت محظور ہے، حدیث میں ان دونوں جہتوں کے اجتماع کی طرف صاف اشارہ فرمایا گیا:

ابغض الحلال الی اللّٰہ الطلاق[1]۔

حلال چیزوں میں سے اللہ تعالٰی کے ہاں طلاق ناپسندیدہ ترین ہے (ت)

حلال بھی فرمایا اور مبغوض بھی، آیۂ کریمہ میں مطلقاً ارشاد ہُوا:

یاٰیھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدۃ[2]۔

اے نبی (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)! جب آپ طلاق دیں تو عدت کو پیشِ نظر رکھ کر طلاق دیں اور عدت کو شمار کریں۔ (ت)

اور حدیث میں فرمایا:

---

[1] سنن ابوداؤد باب کراہیۃ الطلاق آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۹۶

[2] القرآن ۶۵/۱

Marfat.com

لعن الله الذواقین والذواقات[1] نکاح کو شغل بنانے والے مرد اور عورت پر اللہ تعالٰی کی لعنت ہے۔ (ت)

اور فرمایا:

ان المختلعات ھن المنافقات[2] خلع طلب کرنے والی عورتیں منافق ہیں (ت)

اور فرمایا:

ماحلف بالطلاق مومن ولا استحلف بہ الا منافق[3] طلاق کی قسم دینے والا مومن نہیں، اور طلاق کی قسم لینے والا صرف منافق ہے۔ (ت)

آیت کا وہ حکم اور احادیث کے یہ ارشادات انہی وجہین حِل و بغض پر ہیں، اگر عورت پر کوئی شُبہ ہو یا وُہ عاصیہ ہو یا نماز نہ پڑھتی ہو یا بُوڑھی ہوگئی ہو اور اُسے قسم بین النساء سے بچنا ہو تو ان سب صورتوں میں طلاق بلاکراہت جائز و مباح ہے بلکہ بعض صورتوں میں مستحب۔ علماء فرماتے ہیں کہ اگر عورت نماز نہ پڑھے اور یہ ادائے مہر پر قادر نہ بھی ہو جب بھی طلاق دے دینی چاہیے کہ

لان یلقی اللہ ومہرھا فی عنقہ خیرلہ من ان یعاشر امرأۃ لاتصلی کما فی الخانیۃ والغنیۃ وغیرھما[4]۔ اللہ تعالٰی کے ہاں پیشی میں بیوی کا مہر شوہر کے گلے میں پڑا ہو یہ اس سے بہتر ہے کہ بے نماز عورت سے معاشرت جاری رکھے، جیسا کہ خانیہ، غنیہ وغیرہما میں ہے۔ (ت)

---

[1] مجمع الزوائد باب من یکثر الطلاق دار الکتاب بیروت ۴/ ۳۳۵

[2] الترغیب والترہیب باب ترہیب المرأۃ ان تسأل زوجہا مصطفی البابی مصر ۳/ ۸۴

جامع الترمذی ابواب الطلاق امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۱۴۲

[3] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر حدیث ۴۰۳۶۲ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۶/ ۶۸۹

[4] ردالمحتار کتاب الطلاق داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۱۶

ف۱ غالباً حدیث کے الفاظ یُوں ہیں: ان اللہ لایحب الذواقین والذواقات۔ تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو معجم اوسط ۸/ ۴۱۳، دُرمنثور ۱/ ۲۷۸، تفسیر القرطبی ۱۸/ ۱۴۹، کشف الاستار عن زوائد البزار ۲/ ۱۹۲ ان سب کتب میں "ان اللہ لایحب الذواقین" کے الفاظ ہیں "لعن اللہ الذواقین" کے الفاظ نہیں ملے۔ نذیر احمد

ف۲ یہ عبارت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اصل الفاظ یُوں ہیں: "لان القی اللہ وصداقہا بذمتی خیر من ان اعاشر امرأۃ لاتصلی"۔ ملاحظہ ہو ردالمحتار کا صفحہ مذکورہ ۲/ ۴۱۶۔ نذیر احمد

Marfat.com

بلکہ بعض صورتوں میں واجب ہوتی ہے، جیسے اس کو اس کے ماں باپ عورت کو طلاق دینے کا حکم دیں اور نہ دینے میں ان کی ایذا و ناراضی ہو واجب ہے کہ طلاق دے دے اگرچہ عورت کا کچھ قصور نہ ہو لان العقوق حرام والاجتناب عن الحرام واجب (کیونکہ نافرمانی حرام ہے اور حرام سے بچنا واجب ہے۔ ت)

حدیث میں فرمایا:

وان امراك ان تخرج من اهلك و مالك فاخرج[1] | اگر والدین بیوی اور مال سے علیحدگی کا حکم دیں تو ایسا ہی کرو۔ (ت)

ہاں بے حاجت بلا عذر شرعی طلاق دینا مکروہ و ممنوع ہے مگر دے گا تو پڑ ضرور جائے گی کہ وہ اس کی زبان پر رکھی گئی "بیده عقدة النکاح" (نکاح کی گرہ اس کے ہاتھ میں ہے۔ ت) اس کا مرتکب مکروہ بلکہ گناہگار ہونا بھی اس کے وقوع کو نہیں روکتا جیسے حالتِ حیض میں طلاق دینا حرام ہے کہ حکمِ الٰہی فطلقوھن لعدتھن[2] (عدت کو پیشِ نظر رکھ کر طلاق دو۔ ت) مگر دے گا تو ضرور ہو جائے گی اور یہ گناہگار۔ عہد نامہ کا اثر فقط اتنا ہوگا کہ بلا حاجت جو طلاق دینا مکروہ تھا اب سخت مکروہ ہوگا کہ نقضِ عہد بھی ہوگا مگر وقوع سے یہ بھی مانع نہیں ہوسکتا، دے گا تو پڑ جانے میں شبہہ نہیں اگرچہ مخالفت کا عہد بھی اس پر الزام آئے گا۔ اس عہد کا اگر حاصل یہ تھا کہ اپنے اختیارِ طلاق کو سلب کرتا ہے تو وہ عہد ہی مردود ہے کہ تغیرِ حکمِ شرع ہے شرعِ مطہر نے اس کو مالک کیا ہے اس ملک کو باطل نہیں کرسکتا۔ حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ما بال اقوام یشترطون شروطا لیست فی کتاب الله، من اشترط شرطا لیس فی کتاب الله فهو رد وان کانت مائة شرط شرط الله احق واوثق[3] | قوموں کا کیا حال ہوگا کہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں، جو شخص ایسی شرط لگائے جو اللہ تعالٰی کی کتاب میں موجود نہیں یعنی اللہ تعالٰی کی پسندیدہ نہیں، تو وہ شرط مردود ہے اگرچہ ایسی سَو شرطیں ہوں، صرف اللہ تعالٰی کی پسندیدہ شرط قبولیت کے لائق اور باوثوق ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

---

[1] الترغیب والترھیب من ترک الصلوٰۃ تعمدًا مصطفی البابی مصر ۱/۳۸۳
السنن الکبرٰی، کتاب القسم والنشور، دار صادر بیروت ۷/۳۰۴ و کنز العمال حدیث ۴۴۰۱۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/۴۹
[2] القرآن ۶۵/۱
[3] صحیح مسلم باب بیان ان الولاء لمن اعتق قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۹۴

Marfat.com

یقع کثیر فی کلام العوام انت طالق تحلی للخنازیر وتحرمی علیّ وافتی فی الخیریۃ بأنہ رجعی لان قولہ وتحرمی علیّ ان کان للحال فخلاف المشروع لانہا لاتحرم الابعد انقضاء العدۃ وان کان للاستقبال فصحیح ولاینافی الرجعۃ وکذلک افتی بالرجعی فی قولھم انت طالق لایردك قاض ولاعالم لانہ لایملك اخراجہ عن موضوعہ الشرعی وایدہ فی حواشیہ علی المنح بما فی الصیرفیۃ لوقال انت طالق ولارجعۃ لی علیك فرجعیۃ۔[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

عوام کے کلام میں کثیر الوقوع ہے کہ "تجھے طلاق ہے تُو خنزیروں پر حلال اور مجھ پر حرام ہے"، خیریہ میں فتوٰی دیا ہے کہ یہ طلاق رجعی ہے کیونکہ "تُو مجھ پر حرام ہے" کہنا، اگر اس سے مراد یہ ہے کہ "فی الحال مجھ پر حرام ہے" تو یہ خلافِ مشروع ہے کیونکہ طلاق کے بعد بیوی عدت ختم ہونے پر حرام ہوتی ہے اور استقبال کے لئے حرام کیا تو یہ صحیح ہے اور یہ رجوع کرنے کے خلاف نہیں، اور یُوں ہی فقہائے نے رجعی طلاق کا فتوٰی دیا ہے جب کوئی یہ کہے کہ تجھے ایسی طلاق جس پر تجھے کوئی قاضی اور عالم واپس نہ کرسکے، کیونکہ ایسا کہنے کا وُہ مجاز نہیں کہ جس سے وُہ شرعی حکم کو معطل کردے۔ منح کے حواشی میں اس کی تائید صیرفیہ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ اگر کسی نے بیوی کو کہا تجھے طلاق ہے اور مجھے تجھ پر رجوع کا حق نہیں ہے، تو یہ طلاق رجعی ہوگی۔ واللہ تعالٰے اعلم (ت)

جواب سوال دوم

طلاق نامہ دربارہ وقوعِ طلاق ضرور معتبر ہے اُس کے کہنے سے کہ میں طلاق دے چکا ہوں، ضرور طلاق ہوجائے گی،

لانہ یملك انشاءہ فی الحال فلاینازع فیما قال۔

کیونکہ فی الحال وُہ طلاق کا مالک ہے، تو جو اس نے کہا وہ اس کے مخالف نہیں۔ (ت)

ہاں زمانہ کی طرف اُس کی اسناد اگر کرے کہ اتنے دن ہُوئے میں اسے طلاق دے چکا ہُوں تو یہ مدّت نہ مانی جائے گی بلکہ اُسی وقت سے طلاق قرار پائے گی۔ درمختار میں ہے :

لواقربطلاقھا منذ زمان ماض فان الفتوی انہا من وقت الاقرار نفیا

اگر ماضی میں کسی وقت کی طلاق کا اقرار کیا تو مطلقاً اس وقت اقرار سے طلاق کا فتوٰی ہے تاکہ

---

[1] ردالمحتار باب الصریح من کتاب الطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۵۱

Marfat.com

لتھمۃ المواضعۃ[1] میاں بیوی کے ناجائز سمجھوتہ کی تہمت نہ لگ سکے (ت)

مگر نفقہ مفروضہ ساقط کرنے کے لئے اس کا قول معتبر نہ ہوگا اس وقت تک کا نفقہ مفروضہ دلائیں گے اور اس وقت سے مطلقہ مانیں گے اور آج سے تمامی عدت تک کا نفقہ واجب کریں گے۔ ہاں اگر عورت بھی تسلیم کرلے کہ اتنا زمانہ ہوا طلاق ہوچکی اور عدت گزر چکی تو بے شک نفقہ لازم نہ آئے گا مگر طلاق بہرحال اس وقت سے لازم ہے۔ درمختار میں بعد عبارت مذکورہ ہے:

لکن ان کذبتہ فی الاسناد او قالت لا ادری وجبت العدۃ من وقت الاقرار ولھا النفقۃ والسکنی وان صدقتہ فکذلک غیر انہ لا نفقۃ ولا سکنی لقبول قولھا علی نفسھا خانیۃ[2] (ملخصاً)

لیکن اگر عورت مرد کو زمانہ کی نسبت میں جھوٹا قرار دے یا کہے کہ مجھے معلوم نہیں، تو ایسی صورت میں اقرار کے وقت سے عدت شروع ہوگی، اگر اس کو نفقہ اور رہائش دینی ہوگی، اور عورت اس کی تصدیق کرے تو پھر بھی حکم یہی ہے مگر وہ اپنی تصدیق کی وجہ سے اپنے نفقہ اور سکنٰی کے حق سے محروم ہوجائے گی (ملخصاً) (ت)

ذخیرہ امام برہان الدین محمود پھر ہندیہ میں امام خصاف رحمۃ اللہ تعالٰی سے ہے:

لو ان رجلا قدمتہ امرأتہ الی القاضی وطالبتہ بالنفقۃ وقال الرجل للقاضی کنت طلقتھا منذ سنۃ وانقضت عدتھا وجحدت الطلاق لایقبل قولہ فان شھد لہ شاھدان بذلک والقاضی لایعرفھما فانہ یامرہ بالنفقۃ علیھا فان عدلت الشھود واقرت انھا حاضت ثلث حیض فی ھذہ السنۃ فلا نفقۃ لھا علیہ فان اخذت منہ شیئا ردت علیہ[3]۔

اگر کسی عورت نے قاضی کے ہاں کسی شخص کی پیشی کرادی اور نفقہ کا مطالبہ کیا اور مرد نے قاضی سے کہا کہ میں نے اس کو ایک سال قبل طلاق دے دی تھی اور عدت بھی گزر چکی ہے اور عورت طلاق کا انکار کردے تو قاضی مرد کی بات کو قبول نہیں کرے گا، اگر دو گواہوں جن کو قاضی نہیں جانتا نے گواہی مرد کے حق میں دی تو پھر بھی قاضی نفقہ واجب کردے گا، ہاں اگر عورت ان گواہوں کو عادل قرار دے اور تین حیض سال بھر میں گزرنے کا اقرار کرلے تو اب عورت کے لئے نفقہ نہ ہوگا پھر اگر عورت نے کچھ وصول کیا ہو تو واپس کرے گی (ت)

بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

---

[1] درمختار باب العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۷

[2] ایضاً

[3] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثالث فی نفقۃ المعتدۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۵۹

Marfat.com

لم یقبل قولہ فی ابطال نفقتہا[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرد کا قول بیوی کے نفقہ کو باطل کرنے میں قبول نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۱: از بنارس محلہ پتر کنڈہ مکان بوائن صاحبہ مرسلہ مولوی ابوالخیر سید حسن صاحب ۱۳ جمادی الاخری ۱۳۲۰ھ

سیدی مولائی وماوائی مدظلہ اللہ تعالیٰ بعد السلام علیکم کے خدمت میں عرض یہ ہے کہ حضور معتمد علیہ کل ہیں لہذا یہ استفتاء بھیجا جاتا ہے حضور ہی کے مہر پر جواز و عدم جواز ہے اگرچہ اکثر علماء نے دستخط کیا ہے، صورت سوال یہ ہے:

چہ می فرمایند علمائے دین اندریں صورت کہ زید بحضور خالد بعدم موجودگی عدم تسمیہ ہندہ یعنی زوجہ خود گفت یک طلاق، دو طلاق، سہ طلاق میدہم یا نمی دہم ہیچک نگفتہ و بکر کہ برادر حقیقی زید ست می گوید کہ روبروئے من بلا تسمیہ و بلا حضور ہندہ می گفت طلاق میدہم طلاق میدہم طلاق میدہم عمرو میگوید کہ صباح زید زپرسیدم کہ شب گزشتہ در مکان شما شور و غل بچہ سبب بود گفت من طلاق دادہ ام (بلا حضور ہندہ و بلا تسمیہ و اضافت) و ہندہ لفظ طلاق از جائے دیگر شنیدہ می گوید کہ زید یعنی شوہرم مرا طلاق دادہ است زید از وانکار می سازد۔ دریں صورت ہندہ مطلقہ خواہد شد یا نہ؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید نے خالد کے ہاں اپنی بیوی ہندہ کا نام لئے بغیر، بغیر اسکی موجودگی کے کہا "ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق"۔ اس نے "دیتا ہوں" یا "نہیں دیتا ہوں" کچھ نہ کہا۔ زید کا حقیقی بھائی بکر کہتا ہے کہ میرے سامنے زید نے اپنی بیوی ہندہ کی غیر موجودگی اور اس کا نام ذکر کئے بغیر کہا: "میں طلاق دیتا ہوں، میں طلاق دیتا ہوں، میں طلاق دیتا ہوں"۔ عمرو کہتا ہے کہ صبح جب میں نے زید سے پوچھا کہ تمھارے گھر گزشتہ رات کیا شور وغل ہو رہا تھا، اس نے کہا میں نے طلاق دی ہے۔ (یہ ہندہ کا نام اور اسکی طرف نسبت کئے بغیر اس کی غیر موجودگی میں کہا ہے) اور ہندہ نے طلاق کے متعلق کسی سے سُن کر کہا کہ زید یعنی میرے شوہر نے مجھے طلاق دے دی ہے، جبکہ زید اس سے انکار کرتا ہے، تو اس صورت میں ہندہ کو طلاق ہوئی یا نہ۔ (ت)

حضور والا راسخ المحققین ہیں گو کہ کبھی اس حقیر کو حضور و ملازمت حاصل نہ ہوئی لیکن فیوضات نامتناہی سے مستفیض ہوتا ہے، اکثر فتوے حضور کے اس شہر میں آتے رہتے ہیں، یہ واقعہ اس خاکسار کے بالمواجہ ہوا ہے، زید نے بلا تسمیہ و خطاب و اضافت بحالت عدم موجودگی ہندہ لفظ "طلاق" و "طلاق دیتا ہوں" کہا ہے

---

[1] بدائع الصنائع کتاب النفقۃ فصل فی سبب وجوب ہذہ النفقۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۸/۴

Marfat.com

اور صبح کو بوقتِ دریافتِ عمرو زید نے کہا کہ میں نے جو کہا کہ میں نے طلاق دیا ہے بلا تسمیہ و بلا اضافت بطرف زوجہ اُس کہنے سے زید کی مراد وہی لفظ طلاق ہے جو شب کو کہا تھا انشا نہیں خبر دے رہا ہے طلاق شب کی۔
زیادہ حدِ ادب!

الجواب

حکم ہر دو گونہ است حکم دیانت و حکم قضاء، دیانت آنکہ فیما بین العبد و ربہ باشد ایں جا دیگراں را دخل نیست او داند و خدائے او۔ دریں سخن اضافت بسوئے زن نیست، اگر در دل ہم قصد اضافت نہ کردہ باشد قطعاً طلاق نیست وذلك لان الطلاق لا وقوع له الا بالایقاع ولا ایقاع الا باحداث تعلق الطلاق بالمرأة ولا یتاتی ذلك الا بالاضافة ولو فی النیة، فاذا خلیا عنه لم یکن احداث تعلق اذ لا تعلق الا بمتعلق فلم یکن ایقاعا فلم یورث وقوعا و هذا ضروری لا یرتاب فیه، مجرد تلفظ بلفظ طلاق بے اضافت بزن نہ در لفظ و نہ در قصد اگر موجب تطلیق شود ہر کسے کہ لفظ طلقت یا طلاق دادم یا می دہم بر زبان آرد زن او مطلقہ شود اگرچہ ہمیں قصد حکایت دارد و لازم آید کہ طلبہ در کتاب الطلاق ازیں گونہ صدہا

حکم دو طرح ہوتا ہے ایک دیانۃً اور دوسرا قضاءً۔ دیانۃً حکم کا معنیٰ یہ ہے کہ بندے اور اللہ تعالےٰ کے درمیان معاملہ ہے یہاں کسی دوسرے کا کوئی دخل نہیں، بندہ جانے اور اس کا خدا جانے اِس مسئولہ صورت میں بیوی کی طرف طلاق کی اضافت نہیں ہے اگر زید نے دل میں بھی اضافت کا قصد نہ کیا ہو تو قطعاً طلاق نہ ہوئی، کیونکہ طلاق کا وقوع بغیر واقع کرنے (ایقاع) کے نہیں ہوتا اور ایقاع اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک طلاق کا تعلق بیوی سے نہ کیا جائے اور یہ اضافت کے بغیر ممکن نہیں اس لئے اضافت ضروری ہے خواہ نیت میں ہو، تو طلاق جب اضافت لفظی یا قلبی سے خالی ہو تو طلاق کا تعلق پیدا نہ ہوگا کیونکہ تعلق بغیر متعلق نہیں ہوسکتا، اس لئے ایقاع نہ ہوگا، تو وقوع بھی نہ ہوگا، اتنی بات واضح ہے جس میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ اگر زبان پر لفظِ طلاق نسبتِ لفظی یا ارادی کے بغیر ہی طلاق دینے کا موجب قرار پائے تو لازم آئے گا کہ جو شخص بھی کسی صورت میں اپنی زبان سے لفظِ طلاق استعمال کرے اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے خواہ وہ حکایت کرتے ہوئے ہی استعمال کرے، نیز دینی طلبا، کتاب الطلاق

Marfat.com

الفاظ می خوانند و در بحث و تکرار بار بار زبان رانند زنان ہمہ سہ طلاقہ مانند ھل ھذا الابھت بحث درمحیط وہندیہ وغیرہما است لایقع فی جنس الاضافۃ اذا لم ینو لعدم الاضافۃ الیھا[1] زید بہ نیت خود عالم ہست و عالم الضمائر والسرائر جل جلالہ از و عالم تراست اگر ارادۂ طلاق ہندہ نہ کردہ بود ہندہ ہمچناں زن اوست وفہم وقول دیگراں ہیچ زیاں نیارد آنچناں کہ محبان قصد طلاق فتوائے مفتی بعدم طلاق سود نہ دارد، واللہ علیمٌ بذات الصدور والیہ سبحانہ ترجع الامور، واما حکم قضاء کہ قاضی و زن بآں کار بندند پس تحقیق آں ست کہ قضاءً نیز حکم بوقوع طلاق را از تحقق اضافت ناگزیر ست، کما فی کتب المذھب لایحصی عددھا ولا ینقطع مددھا ومن فقیر در تعلیقات خودم بر ردالمحتار بعد تحقیق آں کہ اضافت در لفظ ہرچند گونہ است تحقیق نمودہ ام کہ چوں لفظ از ہمہ وجوہ اضافت تہی باشد آنگاہ بنگرند اگر ایں جا قرینہ باشد کہ باو راجح تر ارادۂ اضافت ست قضاءً

میں اس قسم کے صدہا الفاظ پڑھنے، تکرار کرنے اور بحث کرنے میں بار بار زبان پر لاتے ہیں تو لازم آئے گا کہ ان سب کی بیویوں کو تین طلاقیں پڑجائیں، جبکہ یہ خالص جھوٹ ہے۔ محیط اور ہندیہ وغیرہما میں ہے کہ اضافت والے امور میں جب نیت نہ ہو تو بیوی کی طرف اضافت نہ ہونے پر طلاق نہ ہوگی تو موجودہ صورت میں زید اپنی نیت کو جانتا ہے اور اللہ تعالٰی عالم ضمائر و سرائر اس کی نیت کو اس سے زیادہ جاننے والا ہے، اگر ہندہ کو طلاق دینے کا ارادہ نہ کیا تھا تو ہندہ بدستور اس کی بیوی ہے۔ دوسروں کا فہم یا ان کی بات اس معاملہ میں مضر نہیں ہے، جو لوگ طلاق کے خواہاں ہیں ان کو کسی مفتی کا فتوٰی عدم طلاق کارآمد نہیں ہوگا، اللہ تعالٰی دل کی باتوں کو جانتا ہے اور امور کا فیصلہ آخر اس کے پاس ہوگا۔ حکم قضاء میں قاضی اور عورت کا کردار ہوگا، تو اس کی تحقیق یہ ہے کہ قضاءً بھی طلاق کو واقع کرنے کے حکم کے لئے اضافت کا تحقق ضروری ہے، جیسا کہ مذہب کی کتب میں بے شمار مرتبہ مذکور ہے، اور اس فقیر نے ردالمحتار کی تعلیقات میں بحث کرتے ہوئے پہلے لفظی اضافت کی تحقیق پیش کی کہ وہ کن کن صورتوں میں ہوسکتی ہے پھر یہ تحقیق کی کہ اگر لفظ ہر طرح اضافت سے خالی ہوں تو وہاں دیکھا جائے گا کہ کیا یہاں کوئی ایسا قرینہ

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیہ نورانی کتب خانہ پشاور ١/٣٨٢

Marfat.com

حکم بطلاق کنند نظرا الی الظاهر
واللہ یتولی السرائر اگر شوہر بہ قسم
انکار ارادہ آں را کند پس او را مصدق دارند
و زن را مطلقہ نا نگارند لکونہ امینا فی
الاخبار عن نفسہ وقد اتی بما
یحتملہ کلامہ در ہندیہ از فتاوٰے
می آرد رجل قال لامرأتہ
اگر تو زن منی سہ طلاق مع حذف الیاء
لا یقع اذا قال لم انو
الطلاق لانہ لما حذف
فلم یکن مضیفا الیہا[1]
ہندیہ از محیط می نگارد سئل شیخ
الاسلام الفقیہ ابو نصر عن
سکران قال لامرأتہ اتریدین
ان اطلقک قالت نعم فقال
بالفارسیۃ اگر تو زن منی یک طلاق
دو طلاق سہ طلاق قومی واخرجی
من عندی وھو یزعم
انہ لم یرد بہ الطلاق فالقول
قولہ[2] ہمچناں در خانیہ فرمود
و زاد معللا لانہ لم
یضف الطلاق

موجود ہے جس سے اضافت کا ارادہ راجح طور پر معلوم
ہوتا ہو تو قضاءً ظاہر قرینہ کی بناء پر طلاق کا حکم
کر دیا جائے گا، باطنی امور اللہ تعالٰی کے سپرد ہیں،
اگر اس صورت میں خاوند قسم دے کر اضافت کے
ارادے کا انکار کرتا ہو تو اس کی بات مان
لی جائے گی اور اس کی بیوی مطلقہ نہ ہوگی، کیونکہ
وہ اپنے بارے میں خبر دینے میں امین متصور ہوگا
جبکہ وہ بات بھی ایسی ہی کہتا ہے جس کا کلام میں
احتمال موجود ہے۔ ہندیہ میں متعدد فتووں میں کہا ہے
کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا اگر تو میری بیوی، تین
طلاق (یائے نسبت کو محذوف کیا) تو طلاق نہ ہوگی
جب یہ بتائے کہ میں نے طلاق کی نیت نہیں کی کیونکہ
یائے اضافت کو حذف کر دینے کی وجہ سے بیوی کی
طرف اضافت کا ذکر نہ ہوا۔ ہندیہ نے محیط سے نقل
کرتے ہوئے لکھا کہ شیخ الاسلام فقیہ ابو نصر سے کسی نے
پوچھا کہ ایک نشے والا اپنی بیوی کو کہتا ہے کہ کیا تُو
چاہتی ہے کہ میں تجھے طلاق دوں؟ بیوی نے
جواب میں ہاں کہا تو نشے والے نے فارسی میں کہا اگر
تُو میری بیوی، ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق،
اُٹھ جا، نکل جا۔ اور خاوند کا گمان ہے کہ میں نے
طلاق کا ارادہ نہیں کیا تو اس کی بات مان لی جائیگی۔
یُوں ہی خانیہ میں ہے لیکن اس پر انھوں نے علت

---

[1] الفتاوی الہندیۃ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۸۲
[2] " " " " " " " " " " " ۱/ ۳۸۳

Marfat.com

الیھا[1]، نیز در ہندیہ از ذخیرہ می سپارد
سئل نجم الدین عمن قال
لامرأتہ چوں تو روی طلاق دادہ شد
وقال لم انو الطلاق ھل
یصدق قال نعم[2] ہم در خانیہ
و بزازیہ است قال لھا لاتخرجی
الا باذنی فانی حلفت بالطلاق
فخرجت لایقع لعدم ذکرہ
حلفہ بطلاقھا و یحتمل
الحلف بطلاق غیرھا فالقول
لہ[3]، واگر ہیچ قرینہ نیست آنگاہ
حکم طلاق اصلا نہ کنند مگر آنکہ شوہر
اقرار ارادۂ طلاق نماید در خلاصہ و
ہندیہ و وجیز و انقروی وغیرہا
است سکران ھربت منہ
امرأتہ فتبعھا ولم یظفر
بھا فقال بالفارسیۃ بسہ طلاق
ان قال عنیت امرأتی یقع
وان لم یقل شیئا
لایقع[4]، ولفظ مجموعہ چناں ست

بیان کرتے ہوئے یہ اضافہ کیا، کیونکہ اس نے طلاق
کی اضافت بیوی کی طرف نہ کی، نیز ہندیہ میں ذخیرہ سے
منقول لکھا، کہ، نجم الدین سے ایک ایسے شخص کے متعلق
سوال کیا گیا جس نے بیوی کو کہا جب تو گئی تو طلاق
ہو جائے گی، اور کہتا ہے کہ میں نے بیوی کو طلاق کی
نیت نہیں کی، تو کیا اس شخص کی بات مان لی جائیگی،
تو اُنھوں نے جواب میں فرمایا: ہاں مان لی جائے گی۔
خانیہ اور بزازیہ میں بھی ہے، کسی نے بیوی کو کہا کہ
میری اجازت کے بغیر نہ نکلنا کیونکہ میں نے طلاق کی قسم
کھائی ہے، تو اگر عورت نکل جائے طلاق نہ ہوگی'
کیونکہ اس نے بیوی کی طلاق کی قسم کو ذکر نہ کیا تو اس
میں غیر بیوی کی قسم کا احتمال ہے اس لئے اس کی بات تسلیم
کر لی جائے گی، اگر وہاں قرینہ بالکل نہ ہو تو بھی
طلاق نہ ہوگی اور قاضی طلاق کا حکم نہ کرے گا، مگر
یہ کہ خاوند خود طلاق کے ارادے کا اقرار کرے۔
خلاصہ، ہندیہ، وجیز اور انقروی وغیرہا میں ہے کہ
ایک نشہ والے سے اس کی بیوی فرار ہوگئی، وہ پیچھے بھاگا
اور کامیاب نہ ہونے پر اس نے کہا، تین طلاق کے
ساتھ، پس اگر وہ خاوند کہے کہ میں نے اپنی بیوی کی
نیت سے کہا تو طلاق واقع ہوگی، اور اگر اس نے

---

[1] فتاوی قاضی خاں — باب التعلیق — مطبوعہ نولکشور — ۱/۲۱۹
[2] فتاوی ہندیہ — الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ — نورانی کتب خانہ پشاور — ۱/۳۸۵
[3] فتاوی بزازیۃ علی حاشیۃ الفتاوی الہندیۃ — کتاب الایمان — " " " — ۴/۲۷۰
[4] خلاصۃ الفتاوی — کتاب الطلاق الفصل الاول من جنس اخر — مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ — جز ۲/۷۶

Marfat.com

فرت ولم يظفر بها فقال سه طلاق ان قال اردت امرأتي يقع والالا، و در بحر الرائق لو قال طالق فقيل من عنيت فقال امرأتي طلقت امرأته[1] اھ، فقد علق الوقوع على اقراره انه عناها این ست تحقیق انیق و به يحصل بتوفيق الله تعالٰى التوفيق وتمام الكلام في غير المقام مع توضيح المسائل وتنقيح الدلائل مذكور فيما علقنا على رد المحتار فعليك به فانك لا تجده في غيره والحمد لله العزيز الغفار چوں ایں معنی عالی منجلی شد حالا در مسئله دائر نظر باید پیداست که لفظ عاری از اضافت ست وسائل فاضل در نامۂ خودش وانموده که صدور ایں کلام از زید ابتداءً بود بے مکالمۂ احدے در بارۂ طلاق ہندہ حتی یتوهم وجود الاضافة في سوال صدر هذا جوابا له والسوال معاد في الجواب باز آغاز اظهار سوال آنست که زید ہمیں یک طلاق دو طلاق سه طلاق

کچھ نہ کہا تو طلاق نہ ہوگی۔ اور مجموعۃ الفتاوٰی کے الفاظ یہ ہیں: بیوی بھاگ گئی اور کامیاب نہ ہوا تو اس نے کہا، تین طلاق، اگر وہ کہے میں نے بیوی کے ارادے سے یہ الفاظ کہے ہیں تو بیوی کو طلاق ہوگی ورنہ نہیں۔ بحرالرائق میں ہے، کسی نے کہا طالق، تو پوچھا گیا کہ تُو نے کس کے ارادے سے کہا، اس نے کہا میں نے اپنی بیوی کے ارادے سے کہا ہے، تو بیوی کو طلاق ہوجائے گی اھ۔ بحرالرائق نے طلاق واقع ہونے کو اس کے اقرار سے مشروط کیا ہے کہ اس نے بیوی مراد لی ہے، یہ واضح تحقیق ہے اور اللہ تعالٰی کی توفیق سے عبارات میں موافقت ہوگئی ہے، اس کی مکمل بحث دوسری جگہ مسائل کی وضاحت اور دلائل کی چھان بین کے ساتھ ردالمحتار کے ہمارے حاشیہ میں مذکور ہے، اس کی طرف رجوع تجھ پر لازم ہے کیونکہ دوسری جگہ ایسی تحقیق نہ پائے گا، سب تعریف اللہ تعالٰی غالب اور بخشنے والے کے لئے ہی ہے۔ جب یہ عالی شان بحث روشن ہوگئی تو اب زیرِ نظر مسئلہ میں غور کرنا ضروری ہے کہ یہاں لفظ اضافت سے خالی ہیں، اور سائل نے اپنے خط میں خود واضح کیا ہے کہ زید سے یہ کلام ابتداءً صادر ہوا ہے جس سے قبل کوئی مذاکرہ طلاق ہندہ کسی نے نہیں کیا، تاکہ یہ شبہہ ہوسکے کہ ہندہ کے بارے میں طلاق کے سوال میں اضافت مذکور ہے جس کے جواب میں یہ کلام ہے

---

[1] بحرالرائق باب الطلاق الصریح ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی ۳/۲۵۲

Marfat.com

گفت و می دہم وغیرہ باو ہیچ نیامیخت
پس ایں صورت از وجہ دوم اعنی عدم
قرینہ مذکورہ باشد کما رأیت
النص فی قولہ بعد طلبہا
وعدم الظفر بہا سہ طلاق
او بسہ طلاق پس ایں جا قضاءً نیز حکم طلاق
را خود گنجائشے نیست لانہ یتوقف علی
اقرارہ و زید ھٰھنا أب عنہ
کما ذکر فی السوال، و اگر رنگ ثبوت
گیرد کہ زید طلاق می دہم گفتہ بود چناں
کہ بکر برادرش وانمود، آنگاہ غایت آنکہ
ایں صورت از صور وجہ اول باشد فان
قولہ میدہم ان نفی احتمالات
اخر کانت لسری الی ماعری
عنہ کان یقول سہ طلاق
یرید دادنی است او دادن میخواہم
او سہ طلاق را سزاوار است الی
غیر ذٰلک مما لیس من الایقاع
شئ فلا ینفی احتمال ارادۃ
غیرہا ولیس باصرح من قولہ
لامرأتہ لا تخرجی فانی حلفت
بالطلاق بل ولا من قولہ لہا
اگر تو زن منی یک طلاق دو طلاق سہ طلاق
بل الحق ان ھٰذین اللفظین المنصوص
علیہما اصرح و قولہ طلاق میدہم من دون

اور جواب میں سوال کا اعادہ ہونے کی وجہ سے جواب
میں اضافت پائی گئی ہے۔ پھر سائل نے سوال کی
ابتداء میں ذکر کیا کہ زید نے ایک طلاق، دو طلاق،
تین طلاق بغیر ذکر "دیتا ہوں" وغیرہ کہے ہیں، تو
اس سے قرینہ نہ ہونے کی دوسری وجہ پائی گئی جیسا کہ اسکی نص
پہلے "بیوی بھاگ گئی اور کامیاب ہوا" آپ کے معلوم ہے خاوند نے
"تین طلاق" یا "تین طلاق کہتا تھا" کہا تھا (اور قرینہ
نہ ہونے کی وجہ سے طلاق نہ ہوتی تھی) لہذا یہاں بحکم قضاء
بھی طلاق کی گنجائش نہیں ہے، کہ اب طلاق، زید کے
اقرار پر موقوف ہوئی جبکہ زید یہاں انکاری ہے جیسا کہ
سوال میں مذکور ہے اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ زید نے
"میں دیتا ہوں" کہا ہے جیسا کہ اس کا بھائی بکر کہہ رہا ہے
تو ایسی صورت میں بھی یہ ہوگا کہ زیادہ سے زیادہ اس
کو پہلی صورتوں سے ایک صورت شمار کیا جائیگا کیونکہ زید کا کہنا
"میں دیتا ہوں" اگر دوسرے احتمالات کی نفی بھی کر دے
تب بھی اُن الفاظ کی طرح ہوگا جو "میدہم یعنی دیتا ہوں"
سے خالی ہیں، جیسے تین طلاق کہنا کہ اس میں "میں نے
دی"، "دینا چاہتا ہوں" یا "یہ تین طلاق کے لائق ہے"
وغیرہ احتمالات ہیں جو کہ طلاق کو واقع کرنیوالے
نہیں ہیں، لہذا اس سے دوسرے احتمالات کی نفی نہ ہوگی،
اور یہ لفظ بیوی کو کہنا "مت نکل" کیونکہ میں نے طلاق
کی قسم کھائی ہے بلکہ اس کو یہ کہنا "تو اگر میری بیوی
ہے ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق" وغیرہ سے زیادہ
صریح نہیں ہے بلکہ حق یہ ہے کہ یہ دونوں الفاظ
"طلاق می دہم" سے زیادہ صریح ہیں، اور زید کا اپنی

Marfat.com

ذکر جرے لامرأته هندة ولا من غیرها پس ایں جا نیز حکم طلاق علی الاطلاق نتواں کرد بلکہ اگر زید بقسم گوید کہ بایں سخن ارادۂ طلاق زنش نہ کردہ بود مصدق دارند و زن را مطلقہ نشمارند کما قد منا النصوص علیہ ہمچناں قول او بجواب عمرو کہ طلاق دادہ ام نیز از اضافت خالی است در سوال و جواب ہیچ جا ذکر زن نیست پس قضاءً حکمش ہماں حکم الفاظ سابقہ است و دیانۃً ازاں ہم آسان تر است کہ طلاق دادہ ام صریح در اخبار است اگر ایں جا اضافت در نیت داشتہ باشد نیز طلاق نیفتد، نیز الفاظ گزشتہ از اضافت منویہ عاری بود لانہ ح لایکون الا اخبارا کاذبا والاخبار الکاذب لایرد بہ طلاق دیانۃ کما نص علیہ فی الخیریۃ و ردالمحتار وغیرهما من معتمدات الاسفار پس در صورت مستفسرہ حکم قضا آن است کہ اگر ثابت ہماں بمجرد لفظ یک طلاق دو طلاق سہ طلاق بے ضم می دہم است کما مشروح فی اول السوال آنگاہ با زید ہیچ تعرض نہ کنند لعدم ثبوت الطلاق اصلا، و اگر بدو شاہد عدل ثبوت نہ پزیرد کہ سہ بار طلاق میدہم گفتہ بود پس زید را سوگند دہند اگر حلف کرد کہ بایں سخن طلاقِ زن

بیوی ہندہ یا غیر کے ذکر کے بغیر "طلاق میدہم" کہنے پر بھی علی الاطلاق قاضی طلاق کا حکم نہ کرے گا، بلکہ اگر زید قسم کھا کر کہہ دے کہ میں نے بیوی کی طلاق کا ارادہ نہیں کیا تھا تو قاضی کو اس کی تصدیق کرنی ہوگی، اور بیوی کو مطلقہ نہ قرار دے گا، جیسا کہ ہم سابقہ نصوص میں سے بیان کر آئے ہیں اور یونہی زید کا عمرو کے جواب میں یہ کہنا "طلاق دادہ ام" (میں نے طلاق دی ہے) بھی اضافت سے خالی ہے، اور سوال و جواب میں کہیں بیوی کا ذکر نہیں ہے لہذا قضاءً اس کا حکم بھی سابقہ الفاظ کی طرح ہوگا، اور دیانۃً یہ لفظ پہلے الفاظ سے آسان ہیں کیونکہ "طلاق دادہ ام" صریح خبر ہے اس میں یہاں اگر اضافت کی نیت ہو تب بھی طلاق نہ پڑے گی نیز مذکورہ الفاظ نیت میں اضافت سے خالی ہونے کی بناء پر جھوٹی خبریں قرار پائیں گے جبکہ جھوٹی خبر سے طلاق کا ارادہ دیانۃً درست نہیں ہے جیسا کہ اس پر خیریہ اور ردالمحتار وغیرہما معتبر کتب میں تصریح موجود ہے۔ لہذا مسئولہ صورت میں قضاءً حکم یہ ہے کہ اگر صرف یہی الفاظ ہوں ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق، ان کے ساتھ "میدہم" نہ ثابت ہو تو زید سے کسی قسم کا تعرض جائز نہ ہوگا کیونکہ طلاق کا اصلاً کوئی ثبوت نہیں، اور اگر زید نے ان الفاظ کے ساتھ "میدہم" کہا ہو تو پھر اگر دو گواہ عادل ثابت نہ کر سکیں کہ زید نے تین بار "طلاق میدہم" کہا ہے تو زید سے قسم لی جائے، اگر حلفاً کہہ دے کہ میں نے ان الفاظ سے بیوی کی طلاق

Marfat.com

نخواستہ ام راہش گزارند و امنش دارند و اگر
نکول کند بارادہ طلاق معترف شود سہ طلاق رنگ
ثبوت یابد۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

اقول و باللہ التوفیق بقی بعد اشیاء
فانك ان تتبعت فروع ترك الاضافة
وجدتهم ، ربما يقولون لا يقع
مالم يقل اردتها فهذا
يدل على ان الوقوع مشروط
بالقول ، وربما قالوا يقع مالم
يقل اردت غيرها اولم ارد طلاقها
فهذا يدل على ان عدم الوقوع
هو الموقوف حتى لولم يقل ذلك
وقع وان لم يقل اردت طلاقها ،
وربما تراهم يحكمون بالوقوع
من دون حاجة الى النية مع
ترك الاضافة حيث وجدت في
كلام المخاطب كالمرأة اوغيرها و
واخرى تراهم ينوون مع
وجود الاضافة في كلام المخاطب،
وربما تسمعهم يحكمون
بالوقوع مطلقا من دون
نية مع عدم الاضافة
لا في قوله ولا في قول
غيره ، وربما ينوون في

مراد نہیں لی، تو زید بری ہے اور اس کو امن ہے اور
اگر وہ قسم سے انکار کرے تو وہ طلاق کے ارادہ کا
معترف قرار پائے گا اور اس کی بیوی کو تین طلاق
ہوجائیں گی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (ت)

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق
اللہ تعالیٰ سے ہی حاصل ہے۔ ت) کچھ امور باقی ہیں،
کیونکہ جب آپ فقہائے کرام کی عبارات کو ترکِ اضافت
کے مسائل میں غور سے تلاش کریں تو آپ ان کو کبھی
یوں پائیں گے کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ طلاق واقع نہ ہوگی
جب تک خاوند بیوی مراد لینے کا قول نہ کرے جس سے
معلوم ہوتا ہے کہ طلاق کا وقوع خاوند کے اس قول سے
مشروط ہے، اور کبھی وہ کہتے ہیں کہ طلاق واقع ہوگی
جب تک یہ نہ کہہ دے کہ کسی اور عورت کا ارادہ کیا ہے،
یا میں نے بیوی کی طلاق کا ارادہ نہیں کیا تھا، اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ بغیر اضافت طلاق کا عدمِ وقوع
اس کی مذکور وضاحت پر موقوف ہے، اگر وضاحت
نہ کرے تو طلاق ہوجائے گی اگرچہ بیوی کی طلاق کا
ارادہ نہ بھی ظاہر کرے۔ اور کبھی تم دیکھو گے کہ فقہائے
کرام ایسی صورت میں طلاق کا حکم دیتے ہیں اور
نیت کی حاجت محسوس نہیں کرتے اور اضافت بھی
متروک ہوتی ہے جہاں پر کوئی بیوی یا کسی غیر سے
خطاب کر رہا ہو اور کبھی ان کو اضافت کے باوجود نیت
کا متلاشی پاؤ گے، جبکہ مخاطب کے کلام میں
اضافت پائی جائے اور کبھی آپ سنیں گے کہ وہ اضافت
نہ ہونے کے باوجود نیت نہ ہونے پر وقوعِ طلاق کا

Marfat.com

هذه الصورة فهذه اختلافات يتحير لديها من لم يتأمل ولم ينزل كل فرع على ماينبغي ان ينزل۔

حکم لگاتے ہیں حالانکہ خاوند یا غیر کے کلام میں لفظاً کا کوئی ذکر نہیں ہوتا، اور بعینہٖ اسی صورت میں کبھی وُہ نیت کی بات کرتے ہیں، تو فقہاء کرام کی عبارات میں یہ اختلافات ہیں جو غور کرنے والے اور ہر مسئلہ کو مناسب محل پر محمول نہ کرنے والے کے لئے حیرت کا باعث بنتے ہیں۔ (ت)

والذی تحصل للعبد الضعیف بتوفیق المولی اللطیف جل وعلاان الاضافة لابد منها اما فی اللفظ واما فی النیة اذ لاطلاق الا بالایقاع ولا ایقاع الا باحداث تعلق الطلاق بالمرأة ولیس ذلك الا بالاضافة وهذا ضروری لاشك فیه اذ لولاه لزم الطلاق علی کل من تلفظ بلفظ طلاق او طالق ونحوهما وان لم یرد علی هذا شیئا او لم یرد طلاق امرأته وهو باطل قطعًا فاشتراط الاضافة حق لامریة فیه، نعم قد توجد الاضافة فی اللفظ فلا یحتاج فی الحکم الی النیة وقد لاتوجد فی اللفظ فیحتاج الی ظهور النیة۔

اور عبدِ ضعیف کو اللہ تعالٰی لطف فرمانے والے جل وعلا کی توفیق سے جو حاصل ہوا ہے وہ یہ ہے کہ بیوی کو طلاق دینے میں اضافت ضروری ہے لفظوں میں ہو خواہ وُہ نیت میں ہو، کیونکہ طلاق کا وقوع، ایقاع پر موقوف ہے اور ایقاع کا وجود نہیں ہوتا تاوقتیکہ طلاق کو عورت سے متعلق نہ کیا جائے، اور یہ چیز اضافت کے بغیر نہیں ہوسکتی، یہ بات واضح اور ضروری ہے جس میں شک نہیں ہوسکتا، کیونکہ اگر طلاق کو عورت کی طرف منسوب کرنا اور اس کی طرف اضافت کرنا ضروری نہ ہو تو پھر طلاق یا طالق کا تلفظ کرنے والے ہر شخص کی بیوی کو طلاق لازم ہوجائے اگرچہ وُہ اس پر کسی چیز کا ارادہ نہ کرے یا اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ نہ کرے تو یہ قطعًا باطل ہے — لہٰذا طلاق کے وقوع کے لئے نسبت اور اضافت کے شرط ہونے میں کوئی شک نہیں، ہاں اضافت کبھی لفظوں میں موجود ہوتی ہے تو اس وقت حکم کے لئے نیت کی ضرورت نہیں ہوتی اور کبھی لفظوں میں اضافت نہیں ہوتی اس وقت نیت کو ظاہر کرنے کی حاجت ہوتی ہے۔ (ت)

اما وجود الاضافة فی اللفظ **فاقول** علی ثلثة انحاء، الاوّل تحققها صریحا فی کلام الزوج وهذا الذی ذکر الحلبی والطحاوی امثلته کقوله انت طالق

(یا لفظوں میں اضافت کا موجود ہونا **فاقول** (تو میں کہتا ہوں) یہ تین طرح ہوتی ہے، اوّل یہ کہ خاوند کی کلام میں صراحۃً پائی جائے وہ یہ ہے جس کی مثالیں علامہ حلبی اور طحاوی نے ذکر کی ہیں، مثلاً تُو طلاق

Marfat.com

او طلقتك او هذه او زينب او بنت زيد او ام عمرو او اخت بكر او امرأتي طالق، الثاني تحققها فيه لاجل كونه جوابا لكلام تحققت فيه فتحقق في الجواب ايضا لان السوال معاد في الجواب وهذا ما في الهندية عن الخلاصة قالت طلاق بدست تواست، مرا طلاق كن فقال الزوج طلاق مي كنم وكرر ثلثا طلقت ثلثا[1] اھ۔

والی ہے، میں نے تجھے طلاق دی، (بیوی کو اشارہ کرتے ہوئے) اس کو، نام لے کر، زینب کو، زید کی بیٹی کو، عمرو کی ماں کو، بکر کی بہن کو، میری بیوی کو، طلاق۔ دوسری صورت، یہ کہ طلاق کے الفاظ کسی ایسی کلام کے جواب میں ذکر کئے جائیں جس میں اضافت مذکور تھی تو اس وجہ سے وہ اضافت جواباً طلاق کے الفاظ میں بھی متحقق ہوگی کیونکہ جواب میں سوال کا اعادہ ہوتا ہے اس کی مثالیں ہندیہ میں خلاصہ سے منقول ہیں، مثلاً بیوی کہے "طلاق تیرے ہاتھ میں ہے مجھے طلاق دے" تو جواب میں خاوند کہے "میں نے طلاق دی" تین دفعہ تکرار کیا تو تین طلاقیں بیوی کو پڑیں گی اھ (ت)

وفيها عن الذخيرة سئل شمس الائمة الاوزجندي عن امرأة قالت لزوجها لوكان الطلاق بيدي لطلقت نفسي الف تطليقة فقال الزوج من نيز هزار دادم ولم يقل دادم ترا قال يقع الطلاق[2] اھ وفيها عن العمادية زن را گفت ترا طلاق دادم، مردماں ملامت كردند، گفت ديگر دادم نه گفت ويرا و نه گفت طلاق، قال يقع اذا كان في العدة[3] اھ وفيها عن الخانية دخلت عليه ام امرأته فقالت طلقتها ولم تحفظ حق ابيها وعاتبته في ذلك فقال الزوج هذه ثانية اوهذه ثالثة

اور ہندیہ میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ شمس الائمہ اوزجندی سے سوال ہوا کہ عورت کہے اگر طلاق میرے ہاتھ میں ہوتی تو اپنے کو ہزار طلاق دے دیتی، اس کے جواب میں خاوند نے کہا میں نے بھی ہزار دے دیں، یہ نہ کہا کہ تجھے دے دیں، تو شمس الائمہ نے جواب دیا کہ طلاق ہوجائے گی۔ اور ہندیہ میں عمادیہ سے منقول ہے کہ خاوند نے بیوی کو کہا کہ میں نے تجھے طلاق دی، اس پر لوگوں نے ملامت کی، تو خاوند نے کہا میں نے دوسری دی، اس میں نہ تو بیوی کی طرف نسبت کی اور نہ ہی لفظِ طلاق کہا، تو شمس الائمہ نے فرمایا یہ دوسری بھی ہوگئی اگر بیوی عدت میں ہو اھ، ہندیہ میں خانیہ سے منقول کہ خاوند کے پاس بیوی کی ماں داخل ہوئی اور کہا کہ تو نے بیوی کو طلاق دے دی تونے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع الاطلاق بالالفاظ الفارسیہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۸۴
[2] " " " " ۱/ ۳۸۳
[3] " " " " ۱/ ۳۸۴

Marfat.com

تقع اخری ولو عانبته ولم تذکر الطلاق فقال هذہ المقالۃ لاتقع الزیادۃ الا بالنیۃ اھ و فی جامع الفصولین برمز فشتین لفوائد شیخ الاسلام برھان الدین قال تربیک طلاق فلاموہ گفت دیگر دادم یقع آخر لانہ جواب لذلک وبناء علیہ[2] اھ قلت یعنی اذا ذکروا فی الملامۃ طلاق المرأۃ کی یکون معادا فی الجواب والا لم یقع بدون نیۃ کما سمعت من الخانیۃ وانما لم یذکرہ فشتین لان العادۃ ذکر مالیم علیہ فی الملامۃ کما لایخفی۔

اس کے باپ کے حق کا بھی پاس نہ کیا اور نا راضگی کا اظہار کرتے ہوئے خاوند کو ملامت کر رہی تھی، تو خاوند نے کہا یہ دوسری یا یہ تیسری ہے، تو یہ بھی واقع ہو جائیگی۔ اور ملامت کرتے ہوئے اگر لفظ طلاق کو ذکر نہ کیا ہو اور خاوند نے یہ الفاظِ مذکورہ کہے تو بعد والی طلاق نیت کے بغیر واقع نہ ہوگی اھ۔ اور جامع الفصولین میں فشتین کی رمز سے بیان کیا، فشتین کا اشارہ فوائد شیخ الاسلام برہان الدین کی طرف ہے۔ خاوند نے بیوی کو کہا تجھے ایک طلاق، لوگوں نے اس کو ملامت کی، اس نے کہا اور میں نے دوسری دی، دوسری واقع ہو جائے گی کیونکہ یہ جواب کے طور اور پہلی طلاق پر مبنی ہے اھ قلت (میں کہتا ہوں) یعنی یہ تب ہے جب لوگوں نے ملامت میں عورت کی طلاق ذکر کی ہو تاکہ جواب میں اس کا اعادہ ہو ورنہ نیت کے بغیر طلاق واقع نہیں ہوتی، جیساکہ آپ نے خانیہ سے سنا ہے، اس بات کو فشتین نے اس لئے ذکر نہ کیا کہ عادۃً جس چیز پر ملامت کی جاتی وُہ ملامت میں مذکور رہوتی ہے، جیساکہ مخفی نہیں ہے۔ (ت)

فان قلت الیس فی الھندیہ عن الذخیرۃ سئل نجم الدین عمن قالت لہ امرأتہ مرا برگ با تو باشیدن نیست مرا طلاق دہ فقال الزوج چوں تو روئے طلاق دادہ شد وقال لم انو الطلاق ھل یصدق قال نعم ووافقہ فی ھذا الجواب بعض الائمۃ[3] اھ وفیھا عن المحیط سئل

اگر تو اعتراض کرے کہ کیا ہندیہ میں ذخیرہ سے یہ نہیں ہے کہ نجم الدین سے ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس کو اس کی بیوی نے کہا کہ میرا تیرے ساتھ گزارہ نہیں ہے مجھے طلاق دے، تو اس کے خاوند نے کہا تیرے منہ جیسی کو طلاق دی ہوئی ہے۔ اور پھر کہتا ہے میں نے طلاق کی نیت نہیں کی، تو کیا اس شخص کی تصدیق کی جائے گی، تو نجم الدین نے فرمایا ہاں۔ اور بعض ائمہ نے اس بات میں نجم الدین کی موافقت

[1] فتاوی ہندیہ الفصل الاول فی الطلاق الصریح نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۵۶

[2] جامع الفصولین الفصل الثانی والعشرون فی مسائل الخلع الخ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/۲۹۰

[3] فتاوی ہندیہ الفصل السابع الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۵

Marfat.com

جم الاسلام الفقیه ابونصر عن سکران ال لامرأته أتریدین ان طلقك فالت نعم فقال بالفارسیة اگر تو زن نی یك طلاق دو طلاق سه طلاق قومی غرجی من عندی وهو یزعم ـه لم یرد به الطلاق فالقول وله[1] اھ ومثله فی الخانیة معللاً بانه لم یضف الطلاق لیها[2] اھ فلم یحکموا بالوقوع مع وجود اضافة فی کلامها اما فی فرع مام نجم الدین فظاهر۔ واما فرع الفقیه ابی نصر والخانیة لان قولها نعم کان جوابا لقوله تریدین ان اطلقك فکانها قالت رید ان تطلقنی، **قلت** بالله التوفیق المخاطب اذا اتی کلامه بکلام اجنبی عن الجواب خرج عن کونه جواباً ویصیر لاماً مبتدأ ففی المسئلتین ماکان جواب قولها ان یقول لاق داده شد او یك طلاق و دو طلاق سه طلاق ولو اقتصر علی هذا

کی ہے اھ اور اسی میں محیط سے مروی ہے کہ شیخ الاسلام فقیہ ابونصر سے ایک نشے والے کے بارے میں سوال ہُوا جس نے بیوی کو کہا کیا تُو چاہتی ہے کہ میں تجھے طلاق دے دوں؟ بیوی نے کہا ہاں چاہتی ہُوں۔ تو اس خاوند نے بالفاظ فارسی یوں کہا اگر تو میری بیوی ہے ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق، میرے پاس سے اُٹھ اور نکل جا۔ اب خاوند کا خیال ہے کہ میں نے اس بات سے طلاق مراد نہیں لی، تو خاوند کی بات مقبول ہوگی اھ[1] اور یُونہی خانیہ میں مذکور ہے اور وجہ بیان کرتے ہوئے کہا اس لئے کہ خاوند نے طلاق کو بیوی کی طرف منسوب نہیں کیا اھ[2] تو ان مذکورہ واقعات میں ان حضرات نے طلاق واقع ہونے کا حکم نہیں کیا حالانکہ تمام میں بیوی کے کلام میں اضافت موجود ہے۔ نجم الدین کے مسئلہ میں تو ظاہر ہے لیکن فقیہ ابونصر اور خانیہ کے مسئلوں میں اس لئے کہ بیوی نے جب ہاں کہا تو یہ خاوند کی بات "کیا تو چاہتی ہے کہ میں تجھے طلاق دے دوں" کا جواب ہے تو گویا بیوی نے کہا میں چاہتی ہُوں کہ تُو مجھے طلاق دے، (لہذا ان مسائل میں بیوی کے کلام میں اضافت مذکور ہوئی اس کے باوجود کہ خاوند کے جواب میں اضافت معتبر ہے ان حضرات نے طلاق واقع ہونے کا حکم نہ دیا) **قلت** وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی کی توفیق سے) کہ مخاطب شخص اپنے کلام میں جواب سے

---

[1] الفتاوی الهندیة الفصل السابع الطلاق بالالفاظ الفارسیة نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۸۳
[2] الفتاوی القاضیخان باب التعلیق نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۱۹

Marfat.com

الحکم بالوقوع من دون الحاجۃ الی نیۃ کما کان فی الفروع المتقدمۃ التی تلونا لکنہ لما زاد قولہ چوں تو رُوئے او قولہ اگر تو زن منی، لم یبق جوابا وصار کلامًا مبتدأ فلم تسر اضافۃ السوال الیہ وقد نص علی ھذا الاصل العلماء کما لا یخفی علی من خدم کلماتھم من ذٰلک عن الذخیرۃ قال لہ تغد معی قال واللہ لا تغدّی فذھب الی بیتہ وتغدّی مع اھلہ لا یحنث لان قولہ خرج جوابا لسوال المخاطب و امکن جعلہ جوابا لانہ لم یزد علی حرف الجواب بخلاف مالو قال واللہ لا اتغدی معك لانہ زاد علی حرف الجواب ومع الزیادۃ علیہ لا یمکن ان یجعل جوابا[1] اھ ملخصًا۔

اجنبی کوئی بات کرے تو وہ جواب نہیں رہتا بلکہ نیا کلام متصور ہوتا ہے، تو مذکورہ دونوں مسئلوں میں جواب صرف اتنا تھا طلاق دی گئی یا ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق، اگر خاوند جواب میں اتنی بات ہی کہتا تو طلاق کے واقع ہونے کا حکم ہوتا اور نیت کی ضرورت نہ ہوتی، جیسا کہ پہلے گزرے مسائل میں اس کو ہم نے بیان کیا ہے۔ لیکن جب ان دونوں مسئلوں میں خاوند نے، پہلے میں "جب تو جائے" اور دوسرے میں "اگر تو میری عورت ہو" جواب سے زائد کردئے تو یہ بیوی کو جواب نہ ہوا بلکہ نیا کلام بن گیا جس سے سوال والی اضافت ختم ہوگئی۔ اس قاعدہ کی علماء نے تصریح کی ہے۔ یہ بات اس شخص پر مخفی نہیں جو علماء کے کلام کا خادم ہے۔ اسی قاعدہ پر ذخیرہ سے منقول ہے، ایک شخص نے دوسرے کو کہا آؤ میرے ساتھ ناشتہ کرو تو دوسرے نے جواب میں کہا خدا کی قسم میں ناشتہ نہیں کروں گا، یہ کہہ کر وہ اسی شخص کے گھر جاکر اس کے گھر والوں کے ساتھ ناشتہ کرتا ہے، تو قسم نہ ٹوٹے گی، کیونکہ اس کی قسم کا تعلق صرف اس کے جواب تک تھا، مطلقاً ناشتہ کے انکار سے نہ تھا کیونکہ اس سوال کو جواب بنانا بھی ممکن ہے کیونکہ اس نے جواب پر کوئی حرف زیادہ نہیں کیا اس کے برخلاف اگر وہ مستقل زائد کلام کرتے ہوئے یہ کہتا خدا کی قسم میں تجھ سے ناشتہ نہ کروں گا، تو پھر صرف جواب ہونا ممکن نہیں (لیکن یہاں صرف ناشتہ نہ کروں گا، کہا جو کہ صرف جواب کے طور پر درست ہوسکتا ہے[1] اھ ملخصًا (ت)

فانقلت ما الجواب عن فرع الھندیۃ عن الخلاصۃ لو قالت طلقنی فضربھا و قال لہا اینک طلاق لا یقع ولو قال اینکت طلاق یقع[2] اھ فقد کانت

اس پر اگر تیرا اعتراض ہو کہ ہندیہ میں خلاصہ سے منقول مسئلہ کے بارے میں کیا جواب ہوگا جس میں عورت نے کہا مجھے طلاق دے تو خاوند نے اس کو مارا اور کہا یہ طلاق ہے، تو طلاق نہ ہوگی، اور اگر

---

[1] ردالمحتار بحوالہ ذخیرہ کتاب الایمان داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۸۵

[2] الفتاوی الھندیۃ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۲

Marfat.com

الاضافة موجودة فی السوال وھولم یزد فی الجواب شیئا حتی یجعل کلامًا مبتدأ۔

یوں کہا یہ تجھے طلاق ہے، طلاق ہو جائے گی اھ، تو اس مسئلہ میں عورت کے سوال میں اضافت موجود ہے اور خاوند نے جواب میں کوئی زائد حرف ذکر نہیں کیا جس کو نیا مستقل کلام تصور کیا جائے۔ (ت)

قلت لما اخذ یضربھا بعد قولھا طلقنی اورث ذٰلک احتمالًا فی کونہ جوابًا وقال اینک طلاق می خواہی بل الظاھر من الضرب ھو الرد دون الجواب فان الجواب بمعنی اجابۃ المسئول وقبول المامول وھذا معنی قولھم یحتمل جوابًا و سبًّا او جوابًا و ردًّا او جوابًا محضًا۔ فاذا وقع الاحتمال لم یتیقن بکونہ جوابا حتی یحکم بسرایۃ اضافۃ السوال الیہ فمعنی قولہ لایقع ای ما لم ینو وقولہ یقع ای وان لم ینو لوجود الاضافۃ فی نفس الکلام۔

قلت (میں کہتا ہوں) جب خاوند نے طلاق کے مطالبہ پر بیوی کو مارنا شروع کیا تو اس وجہ سے یہ احتمال پیدا ہوگیا کہ یہ جواب ہے یا جواب میں رد کی کارروائی ہے۔ تو بیوی کے سوال پر مارنا ناراضگی کے طور پر مار کر کہا تو یہ طلاق چاہتی ہے بلکہ ظاہر یہی ہے کہ یہ مارنا ردّ ہے جواب نہیں ہے کیونکہ جواب کا معنی مسئول کا جواب دینا، اور سائل کی امید کو پورا کرنا' دونوں میں استعمال ہوتا ہے، فقہاء کے قول "یہاں جواب اور گالی' یا جواب اور رد یا محض جواب کا احتمال ہے" کا یہی مطلب ہے (یعنی جواب کے طور پر گالی یا رد یا محض جواب (سائل کی امید کو پورا کرنا ہے) تو جب خاوند کی طرف سے کارروائی میں احتمال پیدا ہوگیا تو اب محض جواب ہونے کا یقین نہ رہا تاکہ سوال میں مذکور اضافت، جواب میں پائی جائے، تو مسئلہ میں "اینک طلاق" کے ساتھ خلاصہ میں "لایقع" (طلاق واقع نہ ہوگی) کا معنی یہ ہے یعنی جب تک نیتِ طلاق نہیں ہے اور "اینکت طلاق" کے ساتھ "یقع" (طلاق ہوجائے گی) کا معنی یہ ہے یعنی اگرچہ نیت نہ بھی ہو کیونکہ لفظوں میں اب اضافت موجود ہے۔ (ت)

الثالث ان لا یشتمل کلامہ علی الاضافۃ ولا یکون خرج مخرج الجواب لکن یکون اللفظ خصہ العرف بتطلیق امرأۃ فحیث یطلق یفھم منہ ایقاع الطلاق علی المرأۃ کقولھم الطلاق یلزمنی و

لفظی اضافت کی تیسری صورت یہ ہے کہ خاوند کے کلام میں اضافت مذکور نہ ہو، اور نہ ہی اس کا کلام جواب کے طور پر ہو، لیکن عرف میں اس لفظ کو بیوی کو طلاق دینے کے لئے مختص کر دیا گیا ہو کہ جب بھی وہ لفظ بولا جائے تو اس سے بیوی کو طلاق دینا ہی سمجھا جائے۔ مثلاً کوئی کہے "طلاق مجھ پر لازم ہوگی"

Marfat.com

الحرام یلزمنی وعلی الطلاق وعلی الحرام فانہ کما قال فی رد المحتار صار فاشیا فی العرف فی استعمالہ فی الطلاق لا یعرفون من صیغ الطلاق غیرہ ولا یحلف بہ الا الرجل فھھنا وان لم تذکر الاضافۃ لفظا لکنھا ثابتۃ عرفا والمعھود عرفا کالموجود لفظا فمن ھٰھنا وجدت الاضافۃ فی اللفظ وحکم بالوقوع من دون نیۃ فھذہ صور تحقق الاضافۃ فی اللفظ اما اذ خلا عنھا بوجوھھا الثلثۃ فح لابد من وجودھا فی النیۃ فان نوی وقع والا لا وھذا ما قال فی الھندیۃ عن المحیط لایقع فی جنس الاضافۃ اذا لم ینو لعدم الاضافۃ الیھا[1] اھ ھذا فیما بینہ وبین ربہ تعالٰی۔

یا "حرام مجھ پر لازم ہوگا" یا "مجھ پر طلاق ہے" یا "مجھ پر حرام ہے" جیسا کہ ردالمحتار میں بیان ہے کہ یہ الفاظ عرف میں طلاق دینے کے لئے استعمال میں مشہور ہوچکے ہیں حتی کہ عرف والے طلاق کے لئے دوسرے الفاظ سے واقف نہیں، اور ان الفاظ کو صرف مرد ہی طلاق کی قسم کے لئے استعمال کرتے ہیں اور یہاں پر اگرچہ لفظوں میں اضافت مذکور نہیں، لیکن عرفاً اضافت ثابت ہے، اور عرفاً جو چیز معلوم ہو وُہ ایسے ہی معتبر ہے جیسے لفظوں میں مذکور چیز ہوتی ہے تو یہاں اضافت پائی گئی تو وقوعِ طلاق کا حکم نیت کے بغیر کردیا جائیگا یہ لفظوں میں اضافت پائے جانے کی صورتیں ہیں، لیکن جب کہ کلام ان تینوں صورتوں کی اضافت سے خالی ہو تو پھر اضافت کا نیت میں پایا جانا ضروری ہے۔ اگر نیت کرے تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں۔ ہندیہ نے محیط سے نقل میں جو یہ کہا کہ اضافت کے معاملہ میں طلاق اس وقت تک نہ ہوگی جب نیت نہ کرے کیونکہ ایسی صورت میں بیوی کی طرف اضافت نہ پائی جائے گی اھ کا مطلب یہی ہے۔ یہ نیت کا معاملہ خاوند اور اس کے رب تعالٰی کے درمیان ہے۔ یعنی دیانۃً یہ حکم ہے۔ (ت)

اما قضاء فتنقسم ھذہ الصورۃ الی قسمین الاوّل ان توجد ھٰھنا قرینۃ یستأنس بھا علی تحقق النیۃ و یکون ھو الاظھر فی المقام فح یحکم بالوقوع مالم یقل انی لم ارد ھا فان قالہ فلا یصدق

لیکن نیت میں اضافت کا قضاءً حکم دو قسم پر ہے: اوّل یہ ہے کہ ایسی صورت کہ جہاں کوئی ایسا قرینہ موجود ہو جس سے محسوس کیا جائے کہ خاوند نے اضافت کی نیت کی ہے، اور یہ مقام کے لحاظ سے واضح ہو سکے، تو ایسے مقام پر طلاق کے وقوع کا حکم کیا جائے گا جب تک خاوند یہ نہ کہہ دے کہ

---

[1] فتاوٰی ہندیہ فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۲

Marfat.com

الا بالیمین فان حلف صدق لکونه امینا فی الاخبار عما فی نفسه وقد اتی بما یحتمله کلامه وھذا ما قال فی الھندیة عن خلاصة الفتاوٰی رجل قال لامرأته اگر تو زن منی سه طلاق مع حذف الیاء لایقع اذا قال لم انو الطلاق لانه لما حذف لم یکن مضیفا الیھا[1] اھ فان الاضافة وان عدمت بوجوھھا الثلثة لکن التعلیق علٰی قوله "اگر تو زن منی" یفید تبادر ارادة طلاق المرأة فیتوقف انتفاء الوقوع علی نفیه النیة ولا یتوقف الوقوع علی اقراره بھا، و علم منھا الفرعان المارّان عن الامام نجم الدین و عن شیخ الاسلام ابی نصر فانھما وان خرجا عن تحقق الاضافة لخروج الکلام عن الاجابة لکن الذی جری بینھما مع قوله فی الشرط "چوں تو روئے" و "اگر تو زن منی" یفید ما ذکرنا فلذا توقف عدم الوقوع علٰی ادعائه عدم

میں نے بیوی کا ارادہ نہیں کیا اور اگر اس نے ایسا کہہ دیا تو اس سے قسم لی جائے گی اور قسم کے بغیر اس کی تصدیق نہ کی جائے گی، اگر اس نے قسم دے دی تو پھر اس کی تصدیق کر دی جائے گی اور طلاق نہ ہوگی کیونکہ اپنی نیت کے متعلق خبر دینے میں اسے امین تصور کیا جائے گا جبکہ اس نے کلام بھی ایسی کی ہے جس میں گنجائش ہے، یہی وہ صورت ہے جس کو ہندیہ میں خلاصۃ الفتاوٰی سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو میری بیوی ہے تین طلاق، نسبت کی یاء کو طلاق سے حذف کرکے کہا تو اس وقت طلاق نہ ہوگی جب وہ یہ کہے کہ میں نے بیوی کی طلاق کی نیت نہیں کی ہے، کیونکہ جب اضافت حذف ہے تو طلاق کی اضافت عورت کی طرف نہ ہوئی اھ، کیونکہ اگرچہ اضافت تینوں لفظی طریقوں سے نہ پائی گئی لیکن خاوند نے "اگر تو میری بیوی ہے" سے تعلیق کی ہے جس سے فہم میں یہی آتا ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق کہی ہے، اس لئے طلاق کا عدم وقوع خاوند کی وضاحت پر موقوف ہوگا کہ میں نے نیت نہیں کی، لیکن اس مسئلہ میں طلاق کا وقوع خاوند کے اقرار نیت پر موقوف نہ ہوگا (بلکہ نفی نہ ہونے پر خود بخود طلاق واقع ہوجائے گی)، تو اس بحث سے امام نجم الدین اور شیخ الاسلام ابونصر کے مذکورہ دونوں مسئلے واضح معلوم ہوگئے، کیونکہ یہ دونوں مسئلے اگرچہ اضافت سے خالی ہیں اس لئے کہ

---

[1] فتاوٰی ہندیہ   فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ   نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۸۲

Marfat.com

النية ومنه فرع البزازية والخانية قال لها لا تخرجي الا باذني فاني حلفت بالطلاق فخرجت لا يقع لعدم ذكره حلفه بطلاقها ويحتمل الحلف بطلاق غيرها فالقول له[1] اھ وذلك كما افاد الشامي ان العادة ان من له امرأة انما يحلف بطلاقها لا بطلاق غيرها فقوله اني حلفت بالطلاق ينصرف اليها ما لم يرد غيرها لانه يحتمله كلامه[2] اھ ومنه فرع القنية عن الامام برهان الدين محمود صاحب المحيط رجل دعته جماعة الى شرب الخمر فقال اني حلفت بالطلاق اني لا اشرب وكان كاذبا فيه ثم شرب طلقت وقال صاحب التحفة لا يطلق ديانة[3] اھ فقول البزازية لا يقع ديانة ان لم ينو وقضاء ايضا ان قال لم انو بدليل قوله فالقول له، وقول البرهان طلقت اى قضاء ما لم يقل اني لم اردها كما قال الشامي انه يمكن حمله على ما اذا لم يقل اني اردت الحلف بطلاق غيرها فلا يخالف ما في البزازية[4] اھ وقول صاحب التحفة لا يطلق

یہ دونوں جواب میں نہیں ہیں، لیکن خاوند وبیوی میں جو گفتگو ہے اس میں خاوند نے شرط کے الفاظ کہے "تیرے منہ جیسی کو" اور دوسرے میں "اگر تو میری بیوی ہے" یہ گفتگو ہمارے بیان کے مطابق فائدہ دے رہی ہے، اس لئے ان میں طلاق نہ ہونا خاوند کی طرف سے نیت نہ ہونے کے بیان پر موقوف ہوگا، اور اسی قبیل سے بزازیہ اور خانیہ کے بیان کردہ دونوں مسئلے ہیں کہ خاوند نے بیوی سے کہا کہ "میری اجازت کے بغیر باہر مت جانا کیونکہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے" بیوی باہر نکل گئی تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ خاوند نے قسم میں بیوی کی طلاق کو ذکر نہیں کیا جس کی وجہ سے کسی اور عورت کی طلاق کا احتمال ہوسکتا ہے تو اس لئے خاوند کی بات قابل قبول ہوگی اھ اس کو علامہ شامی نے یوں بیان کیا ہے کہ عادت یہ ہے کہ جس کی بیوی ہو وہ اپنی بیوی کی طلاق کی قسم کھاتا ہے نہ کہ غیر کی طلاق کے لئے، اس لئے خاوند کا کہنا کہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے، بیوی کی طرف ہی منسوب ہوگی تاوقتیکہ غیر بیوی کو مراد لینا بیان نہ کرے، کیونکہ بیوی کا ذکر نہ ہونے کی وجہ سے غیر کا بھی احتمال ہے اھ اسی ضابطہ کے تحت

---

[1] فتاوٰی بزازیۃ علی حاشیۃ الفتاوی الهندیۃ کتاب الایمان نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۲۷۰
[2] ردالمحتار باب الصریح کتاب الطلاق داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۳۰
[3] القنیۃ کتاب الایمان المطبعۃ المشہرۃ النہانندیۃ ص ۱۱۵
ردالمحتار بحوالہ القنیۃ کتاب الطلاق باب الصریح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۲۹
[4] " " " " " " " " " ۲/ ۴۳۰

Marfat.com

دیانۃً ظاھرٌ لان الاخبار انما کان کاذبًا اما قولی انما یصدق بالیمین فلما صرحوا به من انه حیث یکون القول له فانما یصدق بالیمین کما صرح به فی التبیین وغیرہ۔

قنیہ میں ذکر کردہ امام برہان الدین محمود صاحبِ محیط کا بیان کردہ مسئلہ ہے کہ ایک شخص کو چند لوگوں نے شراب پینے کی دعوت دی تو اس نے جواب میں کہا کہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے اس لئے میں شراب نہیں پیوں گا حالانکہ وہ اس میں جھوٹا تھا پھر اس نے شراب پی لی تو اس کی بیوی کو طلاق ہو جائیگی' جبکہ صاحبِ تحفہ نے کہا کہ دیانۃً طلاق نہ ہوگی اھ۔ ان مذکورہ تینوں حضرات کے مسائل میں بزازیہ کا یہ کہنا کہ "نہ واقع ہوگی" اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر نیت نہ کی ہو تو دیانۃً نہ ہوگی، اور اس نے اپنے بیان میں کہہ دیا کہ میں نے بیوی کی نیت نہیں کی تو قضاءً بھی نہ ہوگی اسی لئے بزازیہ والے نے کہا کہ خاوند کی بات قابلِ قبول ہوگی، اور قنیہ میں امام برہان الدین کا قول کہ "طلاق ہوگی" کا مطلب ہے قضاءً ہوگی جب تک خاوند یہ نہ کہہ دے کہ میں نے اپنی بیوی کا ارادہ نہیں کیا، علامہ شامی نے فرمایا کہ اس بات کو اس صورت پر محمول کیا جائے گا کہ جب تک خاوند یہ نہ کہہ دے کہ میں نے کسی دوسری عورت کی طلاق کی قسم کھائی ہے' لہذا یہ صورت بزازیہ کی بیان کردہ صورت کے مخالف نہ ہوگی اھ اور یہاں صاحبِ تحفہ کا کہنا کہ دیانۃً نہ ہوگی، تو یہ ظاہر ہے کیونکہ خاوند کی قسم والی خبر جھوٹی ہے، باقی میرا یہ کہنا کہ خاوند کی تصدیق اس کے حلف پر کی جائے گی کیونکہ فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے جہاں وُہ کہتے ہیں کہ خاوند کی تصدیق کی جائے گی وہاں وہ قسم لے کر تصدیق مراد لیتے ہیں جس کی تصریح تبیین وغیرہ میں موجود ہے۔ (ت)

الثانی ان لاتکون ھنا قرینۃ ذٰلك وح یتوقف الوقوع علی اخبارہ بالنیۃ فان اقرّ وقع والا لا اذ لاسبیل الی الحکم بالوقوع بالشك وھذا ما قال فی الھندیۃ عن الخلاصۃ سکران ھربت منه امرأته فتبعھا ولم یظفر بھا فقال بالفارسیۃ بسہ طلاق ان قال

دوسری قسم یہ ہے کہ وہاں یہ قرینہ نہ پایا جائے، تو وہاں طلاق کا واقع ہونا خاوند کے اس بیان پر موقوف ہوگا کہ میں نے بیوی کی نیت کی ہے لہذا وہاں نیت میں بیوی مراد لینے کا اقرار ہو تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں، کیونکہ محض شک کی بنا پر طلاق کے حکم کا کوئی مطلب نہیں ہے۔ اس قسم کی صورت وُہ ہے جس کو ہندیہ نے خلاصہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ کسی نشے والے کی بیوی بھاگ گئی تو اس نے تعاقب کیا

؎ ردالمحتار کتاب الطلاق باب الصریح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۳۰

عنیت امرأتی یقع وان لم یقل شیئا لایقع اھ[1] وفی مجموعة النقروی عن البزازیة فرت ولم یظفر بھا فقال سہ طلاق ان قال اردت امرأتی یقع والا لا[2] اھ وقال فی البحر لو قال طالق فقیل له من عنیت فقال امرأتی طلقت امرأته[3] اھ فقد علق الوقوع علی اقرارہ انه عنی امرأته۔

اور وُہ کامیاب نہ ہُوا تو اس نے کہا فارسی میں "سہ طلاق" (تین طلاق کے ساتھ) تو اس صورت میں اگر وُہ نشے والا کہہ دے کہ میں نے اپنی بیوی مراد لے کر کہا ہے تو طلاق ہوگی اور اگر کچھ بھی بیان نہ کیا تو طلاق نہ ہوگی اھ اور یُوں ہی مجموعہ النقرویہ میں بزازیہ سے منقول ہے کہ بیوی بھاگی اور وُہ کامیاب نہ ہوا تو کہہ دیا "تین طلاق"۔ اس پر خاوند نشے والا یہ کہے کہ میں نے بیوی کے ارادے سے کہا ہے تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں اھ۔ اور بحر میں ہے کہ ایک شخص نے "طالق" کہا، پُوچھا گیا تُو نے کس کو کہا ہے؟ تو اس نے کہا اپنی بیوی کو، تو اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی، یہاں پر انھوں نے طلاق کے وقوع کو اقرار سے معلّق کیا ہے کہ وُہ یہ کہے کہ میں نے بیوی مراد لی ہے۔ (ت)

فان قلت ما الفرق بین ھذہ الفروع وبین قوله حلفت بالطلاق فان الرجل کما لایحلف عادة الا بطلاق امرأتھا کذالك لایقول سہ طلاق او طالق الا لھا فکان ینبغی الوقوع مالم یقل لم اعنھا **قلت** الفرق بین فان ارادة الحلف بالطلاق متحققة بصریح قوله حلفت، فیحمل علی الظاھر المعتاد مالم یصرف

فان قلت (اگر اعتراض ہو کہ) ان مذکورہ مسائل جن میں وقوعِ طلاق کے لئے تصریح ضروری ہے اور اس مسئلہ میں کہ جب کوئی شخص یہ کہے کہ "میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے" میں کیا فرق ہے کہ جس طرح کوئی شخص اپنی بیوی کی طلاق کی قسم کھاتا کسی دوسری عورت کی طلاق کی نہیں، یونہی کوئی بھی "تین طلاق" یا "طالق" بھی اپنی بیوی کے لئے ہی استعمال کرتا ہے مناسب تھا کہ وقوع ہی مراد ہو جب تک وُہ یہ نہ کہے کہ میں نے اپنی بیوی مراد نہیں لی (پھر کیا وجہ کہ حلف والی صورت میں طلاق ہونا ظاہر ہے اور دوسری یعنی سہ طلاق یا صرف طالق والی صورت میں طلاق نہ ہونا ظاہر ہے)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۲
[2] فتاوٰی النقروی مایقع بہ الطلاق ومالا یقع بہ دارالاشاعت العربیہ قندھار ۱/۴۷
[3] بحرالرائق باب الطلاق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۲۵۳

Marfat.com

اما ههنا فارادة الایقاع غیر متحققة ، و لعل فی نفسه سه طلاق دادنش بایرادسه طلاق راسزاوارست و اما من هو جالس فی بیته فابتدأ یتلفظ بلفظ طالق فکیف یجوز الحکم بانه اراد به ایقاع الطلاق علی امرأته ولیس فی حال ولا قال دلیل علیه فوجب التوقیف علی اخبارہ عما فی نفسه هذا کله ما فاض علی قلب العبد الذلیل من بحار فیوض الرب الجلیل فقد التأمت الفروع جمیعا وارتفع الاضطراب ونزل کل فرع منزله من الصواب والحمد للہ رب العالمین۔

قلت (میں کہتا ہوں کہ) فرق واضح ہے کیونکہ پہلی صورت " میں نے قسم کھائی ہے طلاق کی" میں تصریح ہے، میں نے قسم کھائی، تو اس کو عام فہم معنیٰ پر محمول کیا جائے گا جب تک کوئی مخالف وضاحت نہ پائی جائے، اور یہاں یعنی تین طلاق یا " طالق " کی صورت میں طالق کو واقع کرنے کا ارادہ متحقق نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس کو تین طلاق دینے سے اس کی مراد یہ ہو کہ تین طلاق دینے کے قابل ہے، لیکن ایک شخص گھر بیٹھے صرف لفظ " طالق " سے بات کی ابتدار کرتا ہے اور طلاق کو واقع کرنے کا کوئی حال یا کوئی بات قرینہ نہ ہو جو دلیل بن سکے تو بلاوجہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ کیا ہے اس لئے ایسی صورت میں اپنے دل کی بات واضح کرنے پر حکم موقوف رہے گا۔ یہ تمام بحث بندۂ ناچیز کے دل پر رب جلیل کے فیوضات کے سمندر سے وارد ہوئی ہے، تو اس سے تمام صورتیں آپس میں موافق ہوگئیں اور اضطراب ختم ہوگیا، اور ہر مسئلہ اپنے صحیح مقام پر منطبق ہوگیا، الحمد للہ رب العالمین۔ (ت)

نعم بقی ههنا فرع فی الهندیة عن الخلاصة لو قالت گراں بخریدی لعیب بازدہ فقال لعیب بازدادمت و نوی یقع به الطلاق ولو قال بہ عیب بازدادم بغیر التاء لا یقع وان نوی[1] اھ فان الفصل الاخیر منه من القسم الاخیر الذی ذکرنا فکان ینبغی علی ما اصلنا لا یقع دیانة ما لم ینو ولا قضاء

ہاں یہاں ہندیہ کا خلاصہ سے منقول ایک مسئلہ رہ گیا ہے کہ اگر بیوی نے خاوند کو کہا کہ تونے گراں خریدا ہے عیب کی وجہ سے واپس کردے تو جواب میں خاوند نے کہا عیب کی بنا پر میں نے تجھے واپس کیا، طلاق کی نیت سے کہا تو خاوند کے اس قول سے طلاق واقع ہوجائے گی، اور اگر خاوند نے جواب میں صرف یہ کہا میں نے عیب کی بنا پر واپس کیا، بیوی کو خطاب کے بغیر کہا، تو طلاق کی نیت کی ہو تو بھی طلاق نہ ہوگی اھ، یقیناً اس مسئلہ میں جواب

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیة نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۲

Marfat.com

مالم يخبر عن نية الطلاق لان لايقع وان نوى فانه يفيد انه بدون التاء ليس من الفاظ الطلاق اصلا كقوله لاحاجة لى فيك ولا رغبة اولا اشتهيك وامثال ذلك وهو كما ترى مشكل فلعل المعنى ان اللفظ من الكنايات وهو مع التاء ايضا محتاج الى النية كما لا يخفى فاذا عدم التاء احتاج. نيتين نية الطلاق ونية الاضافة ولا شك ان احدهما لا تكفى، فقوله قال بعيب بازدادمت ونوى، ليس معناه الانية الطلاق المحتاج اليها لاجل كون اللفظ من الكنايات فهى المرادة ايضا من قرينة اعنى قوله فى الفصل الاخير وان نوى اى لوقال بغير التاء لا يقع وان نوى باللفظ الطلاق لخلوه عن الاضافة فيحتاج بعد الى شئ اخر وهى نية الاضافة فافهم وتأمل لعل الله يحدث بعد ذلك امرا۔ هذا وبما تقرر تحرير ان لا اعتراض على الفاضل

کی دُوسری صورت ہمارے پہلے ذکر کردہ آخری مسئلہ کی صورت سے متعلق ہے تو ہمارے بیان کردہ ضابطہ کے تحت جب تک نیت نہ کریگا دیانۃً طلاق نہ ہوگی اور قضاءً بھی اس وقت تک نہ ہوگی جب تک طلاق کی نیت سے مطلع نہ کرے اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ خطاب کے بغیر نیت کے باوجود، طلاق نہ ہوگی کیونکہ اس سے تو لازم آئے گا کہ خطاب کے بغیر "عیب کی بنا پر واپس کیا" یہ الفاظِ طلاق میں سے ہی نہ ہوا جیسے "تیری مجھے حاجت نہیں" اور رغبت نہیں یا تجھ سے شوق نہیں رکھتا وغیرہ الفاظ طلاق کے لئے نہیں ہیں، حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ یہ بات مشکل ہے۔ تو اس کا حل یُوں ممکن ہے کہ "تجھے عیب کی بنا پر واپس کیا" بیوی کے جواب میں خطاب کرکے کہا ہو تو یہ ایسا کنایہ ہے جس میں ایک نیت کی ضرورت ہے، اور اگر بغیر خطاب کہا تو دو نیتوں کی ضرورت ہے، ایک نیتِ طلاق اور دوسری نیتِ اضافت، اور یہ بات واضح ہے کہ ایسی صورت میں ایک نیت کافی نہیں، تو خاوند کا یہ کہنا "میں نے تجھے عیب کی بنا پر واپس کیا" اور نیت کی تو وُہ طلاق کی نیت ہوگی جس کی ضرورت تھی کیونکہ یہ لفظ، طلاق سے کنایہ ہے تو نیت سے مراد، طلاق کی نیت ہے نیز اس کا قرینہ یہ بھی ہے کہ مسئلہ کی دوسری صورت یعنی بغیر خطاب کہا ہو تو وہاں یہ کہا گیا ہے طلاق واقع نہ ہوگی اگرچہ طلاق کی نیت کی ہو، کیونکہ خطاب کے بغیر یہ صورت اضافت سے خالی ہے لہذا اس کے بعد ایک دوسری شئی کی احتیاج ہوگی اور وہ اضافت کی نیت ہے (یعنی نیتِ اضافت کا محتاج ہوگا) پس

Marfat.com

الشارح ولا على العلامة البحر رحمة الله عليه فانهما اتيا بعين ما فی الوجیز والخانية فانهما ايضا نصا على عدم الوقوع وعللا بترك الاضافة فكما وجب حمل كلامهما على ما تقدم كذالك يحمل عليه كلام هذين الفاضلين بيدان الامامين اتيا بعده بما اوضح المراد من قولهما ان القول قوله والفاضلين اقتصرا على ذلك فبقى كلامهما على الايهام وليس فی كلامهما ان الاضافة الصريحة اللفظية شرط لوقوع حتى يتوجه عليه بقية كلام الفاضل المحشی رحمه الله تعالیٰ نعم علل الفاضلان الشارحان الحلبی والطحاوی بان الاضافة شرط ولم توجد فقولهما الاضافة شرط حق فی نفسه كما قررنا ولكن لا يصح الجزم بعدم الوجدان فان الشرط مطلق الاضافة نصا او عرفا او جوابا والمفقود جزما هی الاضافة اللفظية المنصوصة وليست بشرط فالاخذ ان كان فعلى المحشيين دون الفاضلين العلامتين ۔ اللهم الا فی ترك الايضاح كما علمت، هكذا ينبغی تحقيق المقام والله ولی الفضل والانعام ۱۲۔

سمجھو اور غور کرو، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی سبیل پیدا فرمادے، اسے مضبوط رکھو۔ اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ فاضل شارح اور فاضل علامہ بحر رحمہما اللہ تعالیٰ پر کوئی اعتراض نہیں، کیونکہ اُنھوں نے وہی کچھ کہا جو وجیز اور خانیہ میں بیان کیا گیا ہے، کیونکہ ان (وجیز و خانیہ) دونوں نے مذکورہ صورت میں طلاق نہ واقع ہونے کی تصریح کی اور اس کی وجہ ترکِ اضافت کو قرار دیا، تو جس طرح وجیز اور خانیہ کی عبارت کو مذکورہ معنیٰ پر محمول کرنا ضروری ہوا یُونہی ان دونوں فاضل حضرات شارح و بحر کے کلام کو اسی معنیٰ پر محمول کرنا ضروری ہے، صرف اتنا ہوا کہ دونوں اماموں وجیز و خانیہ نے اس کے بعد اپنی مراد کو واضح کرتے ہُوئے کہا کہ خاوند کی بات معتبر ہوگی، جبکہ دونوں فاضل حضرات نے عدمِ وقوعِ طلاق کے ذکر پر اکتفاء کیا جس کی بناء پر ان کی کلام میں احتمال کی گنجائش رہ گئی حالانکہ اِن دونوں حضرات کے کسی کلام میں یہ تصریح نہیں ہے کہ اضافت کا لفظوں میں صریح طور پر مذکور ہونا وقوعِ طلاق کے لئے ضروری ہے تاکہ بقیہ کلامِ فاضل محشی سے اس پر اعتراض ہوسکے ہاں، فاضل حلبی اور فاضل طحاوی دونوں حضرات نے شرح میں یہ وجہ بیان کی ہے کہ اضافت شرط ہے جو یہاں موجود نہیں ہے تو ان دونوں حضرات کا یہ کہنا بجا ہے کہ اضافت شرط ہے، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے، لیکن ان کا یہ کہنا کہ یقیناً یہاں اضافت نہیں پائی گئی، یہ درست نہیں کیونکہ اضافت کا پایا جانا شرط ہے خواہ بطور نص ہو، یا عرف یا جواب کے طور پر ہو اضافت کے صرف صراحتاً لفظی طور پر مفقود ہونے پر شرط کے مفقود ہونے کا قول نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ صرف لفظی طور پر مذکور ہونا شرط نہیں ہے۔ غرضیکہ اگر مواخذہ ہو بھی تو دونوں محشی حضرات پر ہوگا

Marfat.com

نہ کہ فاضلین شارح وتجریہ۔ ہاں ان پر وضاحت نہ کرنے کا اعتراض ہوگا، جیسا کہ آپ کو معلوم ہُوا، اس مقام کی تحقیق یُوں مناسب ہوگی جبکہ اللہ تعالٰی ہی فضل و انعام کا مالک ہے۔(ت) [یہاں سے غیر مربوط عبارت کو خارج کردیا گیا ہے]

مسئلہ ۱۲۲ از رآمہ تحصیل گوجر خاں ضلع راولپنڈی ڈاکخانہ جاتلی مسئولہ محمد جی ۲۷ شعبان ۱۳۳۹ھ

شمس العلماء رئیس الفضلائے خان خاناں جناب احمد رضا خاں صاحب دام لطفہٗ السلام علیکم!

اگر بے اضافت طلاق دی جائے تو کیا حکم ہوگا واقع ہوگی یا نہ؟ قاضی خاں مجتہد المسائل سے ہے اور شامی ناقلوں سے ہے ان کے مابین اختلاف ہو تو کس پر حکم دیا جائے؟

الجواب

طلاق بے اضافت میں جبکہ ایقاع مفاد ہو اُس کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے، اگر بحلف کہہ دے گا کہ زوجہ کو طلاق مقصود نہ تھی مان لیں گے، یہی مفادِ قاضی خاں ہے اور یہی شامی نے تحقیق کیا، اُن میں تخالف نہیں، خانیہ میں فالقول قولہ صراحۃ (خاوند کی بات معتبر ہوگی۔ت) اسی پر دال ہے وتمام تحقیقہ فی رسالتنا فی الباب (اس کی مکمل تحقیق اس مسئلہ سے متعلق ہمارے ایک رسالہ میں ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۳ (سوال منقول نہیں)

(۱) اجمالی جواب بذریعہ تاربرقی

اگر طلاق کی نیت تھی تین طلاقیں ہوگئیں۔

(۲) تفصیلی جواب بذریعہ ڈاک

جبکہ زید کے کلام میں عورت کی طرف طلاق کی نسبت اصلاً نہ تھی کہ تجھ کو یا فلاں عورت یا اپنی زوجہ یا دختر فلان کو طلاق ایک، دو، تین، نہ دینے ہی کا کوئی ذکر زبان پر آیا کہ طلاق ایک دو تین دی یا ہُوئی جس کے باعث بحسب ظاہر زوجہ ہی کو طلاق دینا مفہوم ہوتا، نہ عورت ہی کے کلام میں ایسے الفاظ تھے جن کے جواب میں زید کے یہ لفظ بظاہر اس پر ایقاع طلاق سمجھے جاتے، مثلاً وہ کہتی میں طلاق چاہتی ہُوں مجھے طلاق دے، بلکہ عورت کی طرف سے سکوت محض تھا، تو جس طرح خود یہ الفاظ محض ناصاف ومحتمل ہیں ممکن کہ یہ مراد ہو کہ طلاق ایک دو تین میں نے تجھے دیں، ممکن کہ یہ مقصود ہو کہ طلاق ایک دو تین کتنی چاہتی ہے جس کے باعث عنداللہ یہاں مدار نیتِ شوہر پر ہُوا، اگر ان الفاظ کے کہنے میں طلاق کی نیت تھی تین طلاقیں ہوگئیں ورنہ

Marfat.com

کچھ نہیں، اسی طرح بوجہ عدم ظہور مراد عندالناس بھی بیانِ شوہر کی طرف رجوع ضرور، اگر وُہ اقرار کرے کہ یہ لفظ میں نے بقصد طلاق کہے تھے تین طلاقوں کا حکم دیا جائے گا اور بے حلالہ اس سے نکاح نہ کر سکے گا۔ اس صورت میں عورت کو عدّت گزرنے پر اختیار ہوگا جس سے چاہے نکاح کرلے، ورنہ شک واحتمال کے سبب اس پر حکم طلاق نہیں ہو سکتا، نہ عورت دُوسرے سے نکاح کر سکتی ہے وُہ بدستور شوہر کی زوجیت میں سمجھی جائے گی فان الیقین لایزول بالشك (کیونکہ یقین، شک سے زائل نہیں ہوتا۔ ت) اگر واقع میں اس نے نیّت کی اور اس نے ظاہر نہ کی تو اس کا وبال اور اپنے اور عورت دونوں کے زنا کا عذاب شوہر پر ہوگا عورت پر الزام نہیں کہ دلوں کا مالک اللہ ہے جل وعلا۔

لا تزر وازرۃ وزر اخری[1] (کوئی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ ت)

عورت اپنے آپ کو مطلقہ نہیں سمجھ سکتی اگر دوسرے سے نکاح کرے گی حرامکار ٹھہرے گی فانھا مکلفۃ بالظاھر واللہ تعالی یتولی السرائر (کیونکہ وہ عورت ظاہر حکم کی مکلّف ہے رازوں کا اللہ تعالی ہی حاکم ہے۔ ت)

ہندیہ میں محیط سے ہے:

لایقع فی جنس الاضافۃ اذا لم ینو لعدم الاضافۃ الیھا[2]	اضافت والے معاملہ میں طلاق نہ ہوگی جب تک اضافت کی نیّت نہ کی ہو کیونکہ بیوی کی طرف اضافت نہ ہوئی۔ (ت)

اُسی میں خلاصہ سے ہے:

سکران ھربت منہ امرأتہ فتبعھا ولم یظفر بھا فقال بالفارسیۃ بسہ طلاق ان قال عنیت امرأتی یقع وان لم یقل شیئا لایقع[3]	نشے والے کی بیوی بھاگی تو اس نے تعاقب کیا، ناکامی پر کہا، تین طلاق پر۔ اگر خاوند نے کہا کہ میری مراد میری بیوی ہے، تو طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر کچھ نہ بتایا تو نہ ہوگی۔ (ت)

الفرویہ میں بزازیہ سے ہے:

فرت ولم یظفر بھا فقال سہ طلاق	بیوی بھاگی تو خاوند نے ناکامی پر کہا: تین طلاق،

---

[1] القرآن ۶/۱۶۴

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۲

[3] ایضًا

Marfat.com

ان قال اردت امرأتی یقع والا لا۔[1]

اگرخاوند نے کہا کہ میری مراد میری بیوی تھی تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں۔(ت)

بحرالرائق میں ہے:

لوقال طالق فقیل لہ من عنیت فقال امرأتی طلقت امرأتہ۔[2]

اگرخاوند نے کہا "طالق"۔ اس سے پوچھا گیا کہ تیری کیا مراد ہے، جواب دیا کہ میری بیوی مراد ہے تو اس کی بیوی کو طلاق ہوجائے گی۔(ت)

عالمگیریہ میں خلاصہ سے ہے:

قالت طلقنی فضربہا وقال لہا اینك طلاق لایقع ولوقال اینکت طلاق یقع۔[3]

بیوی نے کہا: "مجھے طلاق دے"، توخاوند نے اس کو پیٹ دیا اور کہا "یہ طلاق ہے" تو طلاق نہ ہوگی، اور اگرکہا "یہ تجھے طلاق ہے"، توطلاق ہوجائیگی(ت)

اس بیان سے واضح ہوگیا کہ دوسرے عالم کا جواب تو محض باطل وناصواب تھا بحالِ نیت تین طلاقیں ہوں گی جن میں رجعت محال، اور بحالِ عدمِ نیت ایک بھی نہ ہوگی تو رجعت کا خیال محض خیال محال، اور پہلے عالم کا جواب بھی غلط تھا کہ یہاں تین طلاقیں صرف بصورتِ نیت ہیں، نہ مطلقًا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۴: ازسیرام پور ضلع ہوگلی مرسلہ شیخ بدو دربان جٹکل ومحمد سراج الحق امام مسجد جامع ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

محمدمظفر کا اپنی والدہ سے جھگڑا ہورہا تھا اُس کی والدہ نے کہا کہ اگراپنی بی بی کو نہ چھوڑوگے تو تم سُور کھاؤ، اسی طرح تین مرتبہ بولی، مظفر نے کہا طلاق دیتے ہیں، پھر اُس نے بلاقصد غصّہ کے ساتھ اپنی والدہ کے سامنے کہا طلاق طلاق طلاق، بغیرمخاطب کرنے کسی کو۔ اب شرعًا صورتِ مسئولہ میں مظفر کی بی بی پرطلاق پڑے گی یا نہیں؟

الجواب

تین طلاقیں ہوگئیں، بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] فتاوٰی القرویہ الفصل مایقع بہ الطلاق ومالایقع بہ دارالاشاعت قندھار افغانستان ۱/۴۷

[2] بحرالرائق باب الطلاق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۲۵۳

[3] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۲

Marfat.com

مسئلہ ۱۲۵ ازمئوناتھ بھنجن دفتر مدرسہ دار العلوم ضلع اعظم گڑھ ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

نقل اسٹامپ قیمتی عہ

جمن ابن منا میں ان کو لکھ کر دیتا ہوں کہ آپ کی لڑکی اُلفت کا خرچ عمر بھر پورا کروں گا اور بغیر علیم اللہ ستار باز کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کروں گا اگر آپ کی حکم عدولی کروں تو آپ اور سب پنچ جو چاہیں کریں سب منظور ہے کیونکہ ہمارا کوئی ماں اور باپ نہیں ہے آپ لوگ ہمارے ماں اور باپ ہیں تاریخ ۲۰ مارچ ۱۹۱۷ء ، اور اگر سب خلاف ہو تو اس شرط پر طلاق ۔ نشانی انگوٹھا جمن مقر ، اسمائے شاہدان (۲) علیم اللہ ستار باز۔ ہماری لڑکی الفت جو ہے اگر ہم قضا کر جائیں تو ہمارے گھر کا سامان اور جتنا مال ہو اور جتنی ہم پر قرض ہو سب الفت کا قرض بھی وہ سب دے اور مال وغیرہ وہ لے اور دوسرے کا تعلق نہیں ، باقی گواہ اوپر گزرے ، دستخط عبدالرحمن قوال اجمیری بقلم خود ، محمد ابراہیم ابن محمد اسمٰعیل ۔ یہ فتوٰی بمبئی سے آیا ہے مگر سوال نہایت مہمل یعنی اقرار نامہ کا ہے ، ایک روپیہ کے اسٹامپ پر اقرار نامہ تحریر ہے ، اور یہ بھی واضح رہے کہ جمن کا نکاح اس اقرار نامہ کے چار روز بعد ہوا ، بعد نکاح جمن مذکور الفت کو لے کر اپنے سسر کے ساتھ رہتا تھا مگر قریب دو برس کے ہوئے علیم اللہ اپنے سسر اور بیوی الفت کو بھی چھوڑ کر بمبئی میں آوارگی اختیار کیا ہے اور بیوی کو نہ روٹی کپڑا دیتا ہے نہ کسی قسم کی خبر گیری کرتا ہے ، نوٹس بھی مسماۃ الفت و علیم اللہ ستار باز کے طرف سے دیگئی مگر کچھ جواب نہیں دیتا لہٰذا اب مسماۃ الفت مطلقہ ہوئی یا نہیں ؟

الجواب

صورۃ مذکورہ میں طلاق کسی طرح نہیں ہوسکتی ، قطع نظر اُس نقص کے جو الفاظ اقرار نامہ میں ہے جس میں عورت کی طرف اضافت طلاق نہیں اور اس میں جمن کو اس انکار کی گنجائش ملتی کہ زوجہ کو طلاق مراد نہ تھی ، جب یہ اقرار نامہ نکاح سے پہلے لکھا گیا اور اس میں شرط نکاح کا ذکر نہیں تو اگر صاف یوں لکھا ہوتا کہ میں ایسا کروں تو الفت پر تین طلاقیں ، اور ویسا کرتا جب بھی ہرگز طلاق نہ ہوتی اذ لا ملك حینئذ و لا اضافة الیه و لا الی سببه فلغی (کیونکہ ابھی تک ملکیت نہیں اور نہ ہی ملکیت کی طرف نسبت اور نہ ملکیت کے کسی سبب کی طرف نسبت ہوئی ، تو کلام لغو ہوا ۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۶ موضع مانیا والہ ضلع بجنور ازکفایت علی صاحب وحمایت علی صاحب ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

حضور والا ! بعد سلام عرض ہے کہ غلام کی بیوی اطاعت نہیں کرتی ، سمجھانا اثر نہیں کرتا ، والدین بھی ناخوش ہیں والدین کی خوشی ہے کہ طلاق دے دو تو حضور اُس کو کس طریقہ سے طلاق دی جائے خاکسار اور والدین میں ایک کوڑی مہر دینے کی طاقت نہیں مہر دوسو پانچ ۲۰۵ اشرفیاں میں نے قبول کر لیا تھا عورت معاف نہیں

Marfat.com

کرتی مگر مہر کی ایک کوڑی کا گورنمنٹی کاغذ اسٹامپ نہیں ہے کچہری سے بھی عورت کا ولی ایک کوڑی نہیں لے سکتا، یہاں کے مولوی سے دریافت کیا تو یہ کہا کہ شرعاً اسے ساڑھے بارہ روپے دینے چاہئیں۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر آپ طلاق دینا چاہیں تو عورت جب حیض سے فارغ ہو اس کے بعد قبل جماع اس سے ایک بار کہئے کہ میں نے تجھے طلاق دی، پھر اسے چھوڑے رہئے اور اس سے بالکل الگ رہئے یہاں تک کہ طلاق کے بعد تین حیض شروع ہو کر ختم ہو جائیں اُس وقت وُہ نکاح سے نکل جائے گی، اور مہر اگر وُہ معاف نہ کرے تو بہر حال دو سو پانچ اشرفیاں دینا لازم ہوں گی، وہ کوئی جاہل شخص تھا جس نے ساڑھے بارہ روپے بتائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۷ ازبچھاچھ باڑہ ضلع رائے پور مرسلہ شیخ اکبر حسین صاحب متولی مسجد بچھاچھ باڑہ ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی عورت کے نان نفقہ سے بے خبر تھا کہ عورت کے وارثوں میں سے کسی نے آن کر اس سے کہا کہ اگر تو نان نفقہ نہیں دے سکتا تو طلاق دے دے۔ چنانچہ اُسی وقت اُس آدمی کے رُوبرو طلاق دے دی تو یہ طلاق ہُوئی یا نہیں کیونکہ عورت وہاں نہ تھی۔ بینوا توجروا

الجواب

طلاق ہوگئی، طلاق کے لئے عورت کا وہاں حاضر ہونا کچھ شرط نہیں فان ازالۃ لاعقد کما لایخفی (کیونکہ یہ ازالۂ نکاح ہے نکاح نہیں ہے تاکہ حاضری ضروری ہوتی) جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۸ ازپیلی بھیت مرسلہ شیخ فیض محمد صاحب ۶ ربیع الآخر ۱۳۲۰ھ

زید اپنے مکان میں تنہا مقیم تھا اس نے اپنی زوجہ کو طلاق دی لیکن زوجہ نے نہ سُنی نہ دوسرے آدمی نے، اس وجہ سے کہ اور آدمی دوسرے مکان میں تھے پس طلاق ہُوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

طلاق کے لئے زوجہ خواہ کسی دوسرے کا سُننا ضرور نہیں جبکہ شوہر نے اپنی زبان سے الفاظ طلاق ایسی آواز سے کہے جو اس کے کان تک پہنچنے کے قابل تھے (اگرچہ کسی غل شور یا ثقل سماعت کے سبب نہ پہنچی) عنداللہ طلاق ہوگئی، عورت کو خبر ہو تو وہ بھی اپنے آپ کو مطلقہ جانے، ہاں اگر صرف دل میں طلاق

Marfat.com

ے لی تو بالاجماع نہ ہوگی یا زبان سے لفظ تو کہے مگر ایسے کہ زبان کو صرف جنبش ہُوئی آواز اپنے کان تک آنے کے
ی قابل نہ تھی تو مذہبِ اصح میں یُوں بھی نہ ہوگی۔

ی الدر المختار ادنی الجہر اسماع غیرہ و
ونی المخافتۃ اسماع نفسہ ویجری ذٰلک
ی کل مایتعلق بالنطق کتسمیۃ علی ذبیحۃ
و وجوب سجدۃ تلاوۃ، وعتاق وطلاق
واستثناء فلوطلق او استثنٰی و لم یسمع نفسہ
لم یصح فی الاصح[1] اھ بالاختصار۔ و اللہ
تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے کم از کم جہر یہ ہے کہ دوسرا سُنے اور کم از کم خفاء یہ ہے کہ خود سُن سکے۔ یہ ضابطہ ہر ایسے مقام کے لئے ہے جس کا تعلق نطق سے ہو۔ جیسے ذبیحہ پر بسم اللہ، سجدۂ تلاوت پر سجدہ کا وجوب، غلام کو آزاد کرنا، طلاق دینا، اور کلام میں کوئی استثناء کرنا، لہٰذا اگر طلاق دی یا استثناء کیا اور خود نہ سُنا تو اصح مذہب پر طلاق اور استثناء صحیح نہ ہوگا اھ اختصارًا واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۹: از بدایوں فرشوری ٹولہ شیخ وہاب الدین احمد صاحب ۲۷ رجب ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ اپنی زوجہ سے یہ الفاظ کہے کہ تو عمرو یا بکر سے نکاح کرلے اور زید اپنے والد کو مخاطب کرکے بموجودگی والدین ہندہ یہ کہا کہ میری بیوی کا نکاح ولید سے کرادو۔ اس واقعہ سے دو تین مہینہ کے بعد زید نے ہندہ کے مکان پر آن کر ہندہ اور اس کے والدین کی عدم موجودگی میں ایک شخص غیر کو مخاطب کرکے کہا کہ میں طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں اگر اس وقت میرے ساتھ نہ بھیجیں۔ وُہ شخص ان الفاظ کو سُن کر چلنے لگا تو زید نے پھر اُنہی الفاظ کا اعادہ کیا اور ہندہ اس کے ساتھ نہ بھیجی گئی، ہندہ حاملہ تھی، اور ہی زید نے اُسی روز ہندہ کے گھر کو چھوڑنے کے بعد یہ کہا کہ میں نے یہ الفاظ دھمکانے کو کہے تھے تاکہ میری بیوی کو میرے ساتھ کردیں اور میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں واپس لیتا ہوں، واپس لیتا ہوں۔ یہ واقعہ۔ ۱۳۲۷ جمادی الثانی ہجری نبوی کا ہے۔ زید عرصہ زائد از سال سے بعارضہ مراق علیل ہے آیا اس صورت میں طلاق واقع ہُوئی یا نہیں؟ اور تجدیدِ نکاح کی ضرورت ہے یا نہیں؟

الجواب

سائل نے اظہار کیا کہ زید نے ان اخیر الفاظ میں کہ میں طلاق دیتا ہُوں طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں اگر اس وقت میرے ساتھ نہ بھیجیں کوئی لفظ عورت کی طرف اضافت کا نہ کہا تھا، نہ نام نہ نسب، نہ وصف نہ لقب، نہ اشارہ مثلاً فلاں عورت یا فلاں کی بیٹی یا اپنی زوجہ کو یا اس کو وغیرہ وغیرہ کوئی لفظ اس قسم

[1] درمختار فصل ویجہر الامام مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۰-۷۹

Marfat.com

کا نہ تھا، نہ یہ کلام کسی سوال کے جواب میں تھا جس سے اضافت پیدا ہو بلکہ ابتداءً یہی الفاظ اُس نے کہے اس صورت میں زید سے قسم لی جائے اگر وُہ حلف کرے کہ ان الفاظ سے اپنی زوجہ مراد نہ تھی تو حکم طلاق نہ دیا جائے۔

وذٰلك لان زیدا ینکر ارادۃ الطلاق بھا والاضافۃ کما فی السؤال فیکون القول قولہ بیمینہ وان کان الظاھر ارادۃ المرأۃ بذٰلك لانہ نوی محتمل کلامہ فیصدق۔

یہ اس لئے کہ زید طلاق کے ارادے سے انکاری ہے اور اضافت سے بھی انکاری ہے جیسا کہ سوال میں ہے تو قسم لے کر اس کی بات مان لی جائے گی اگرچہ ظاہری طور پر اس سے بیوی مراد ہوسکتی ہے لیکن کلامِ خاوند میں احتمال پایا جاتا ہے جس کی نیت پر خاوند کی تصدیق کی جائے گی۔(ت)

خانیہ و بزازیہ وغیرہا میں ہے:

قال لھا لا تخرجی من الدار الا باذنی فانی حلفت بالطلاق، فخرجت لا یقع لعدم ذکرہ حلفہ بطلاقھا ویحتمل الحلف بطلاق غیرھا فالقول لہ[1]۔اھ۔

خاوند نے بیوی کو کہا گھر سے میری اجازت کے بغیر باہر مت نکلو کیونکہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے، تو بیوی نکل گئی، اس صورت میں طلاق نہ ہوگی، کیونکہ قسم میں بیوی کی طلاق کا ذکر نہیں ہے، جبکہ قسم میں کسی اور عورت کی طلاق کا احتمال بھی ہے لہذا خاوند کی بات معتبر ہوگی اھ(ت)

ہندیہ میں محیط سے ہے:

سئل شیخ الاسلام الفقیہ ابونصر عن سکران قال لامرأتہ اتریدین ان اطلقك فقالت نعم، فقال اگر تو زن منی یک طلاق دو طلاق سہ طلاق قومی واخرجی من عندی وھو یزعم انہ لم یرد بہ الطلاق فالقول قولہ[2]۔

شیخ الاسلام فقیہ ابونصر سے سوال کیا گیا کہ ایک نشہ والے نے اپنی بیوی کو کہا "کیا تو چاہتی ہے کہ میں تجھے طلاق دوں؟" تو بیوی نے کہا ہاں، تو خاوند نے کہا "اگر تو میری بیوی ہے ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق، اٹھ جا، نکل جا میرے پاس سے"۔ اور پھر کہتا ہے کہ میں نے طلاق مراد نہیں لی، تو اس کی بات معتبر ہوگی۔(ت)

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش الفتاوی الھندیۃ کتاب الایمان نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۲۷۰
[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ " " " ۱/۳۸۳

Marfat.com

یونہی اُس کے پہلے لفظ کہ "تو عمرو یا بکر سے نکاح کرلے یا اس کا نکاح ولید سے کرادو" محتاجِ نیت ہیں، اگر بہ نیتِ طلاق کہے ایک طلاق بائن ہُوئی، اور نیتِ طلاق نہ تھی تو کچھ نہیں، اور اس بارے میں کہ ان الفاظ سے اُس نے طلاق کی نیت نہ کی تھی، اس کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے اگر قسم کھالے گا حکمِ طلاق نہ ہوگا، پھر واقع میں نیت کی تھی اور جھُوٹی قسم کھالی تو وبال اُس پر ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

فی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان لو قال اذھبی فتزوجی وقال لم انو الطلاق لایقع شیئ لان معناہ ان امکنک وفی الذخیرۃ اذھبی وتزوجی لایقع الا بالنیۃ وان نوی فھی واحدۃ بائنۃ وان نوی الثلاث فثلاث[1]

قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں ہے: خاوند نے بیوی کو کہا "جاؤ نکاح کرو" اور پھر کہتا ہے کہ میں نے طلاق کی نیت نہیں کی، تو طلاق نہ ہوگی، کیونکہ اس کی بات کا مطلب یہ ہے کہ اگر تجھے ممکن ہو تو نکاح کرو۔ اور ذخیرہ میں ہے: اگر خاوند نے کہا "جاؤ نکاح کرو" تو نیت کے بغیر طلاق نہ ہوگی، اور اگر طلاق کی نیت کی تو ایک بائنہ طلاق ہوگی، اور اگر تین کی نیت کی تو تین طلاقیں واقع ہوں گی۔ (ت)

غرض یہاں مدار اُس حلف پر ہے اگر ان سب الفاظ کی نسبت قسم کھالے اُن میں کسی سے اُس نے طلاقِ ہندہ کی نیت کی تھی تو اصلاً حکمِ طلاق نہ دیں گے، اور اگر لفظ اوّل پر قسم کھانے سے انکار کرے تو ایک طلاق بائن پڑے گی کہ برضائے زوجہ عدت میں خواہ عدت کے بعد اس سے نکاح کرسکتا ہے حلالہ کی حاجت نہیں، اور اگر لفظِ دوم پر جو شخص غیر کے سامنے کہے قسم کھانے سے انکار کرے تو تین طلاقیں ہوجائیں گی، بے حلالہ اس سے نکاح نہ کرسکے گا، یہ سب اس صورت میں ہے کہ زید کا مراق اس حد کو نہ پہنچا ہو کہ وہ فاسد العقل مختل الحواس ہوگیا ہو کبھی غافلوں کی سی بات کرے کبھی خاصے پاگلوں کی سی، اور اگر یہ حالت ہے (اور اللہ خوب جانتا ہے) تو اصلاً طلاق نہ ہوگی اگرچہ اس نے وہ سب الفاظ بہ نیت طلاق کہے ہوں۔ درمختار میں ہے:

لایقع طلاق المجنون والصبی والمعتوہ[2] الخ ملخصا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مجنون، بچے اور ذہنی مریض کی طلاق واقع نہ ہوگی الخ ملخصًا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار | باب الکنایات | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۴۷۴
[2] درمختار | کتاب الطلاق | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۱۷

Marfat.com

مسئلہ ۱۳۰ از مارہرہ شریف ضلع ایٹہ محلہ کمبوہ مرسلہ چودھری عبدالرحمن صاحب ۱۸ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین، ایک عورت اپنے خاوند سے بہت تنگ ہو، اس کا خاوند اُسے ستاتا ہو تو وُہ لاچار ہوکر جواب طلب کرے تو وُہ جواب بھی ضد سے نہ دے اور حقوق بھی ادا نہ کرے تو پھر وُہ غصّہ میں جواب یعنی طلاق کا ارادہ کرے اور تنہائی میں جواب دے عورت کے سامنے تو طلاق مانی جائے گی یا نہیں، دوسرے یہ کہ وُہ عورت مجبور ہوکر کسی مرد سے عقد کرلے اور اس سے پانچ ماہ تک میاں بی بی کا واسطہ رہے اور ایک اس مرد سے لڑکا پیدا ہوگیا، پھر اُس پہلے خاوند نے دعوٰی کیا کہ میں نے طلاق چار کے سامنے تو نہیں دی غرض یہ کہ وہ واپس لینا چاہتا ہے تو وُہ عورت شرعاً پہلے خاوند پر جائز رہی یا نہیں؟

الجواب

بیانِ سوال سے ظاہر ہے کہ شوہرِ اوّل طلاق دینے کا مقر ہے مگر عذر صرف یہ کرتا ہے کہ طلاق خفیہ دی چار اشخاص کے سامنے نہ دی، لہٰذا اپنی جہالت سے طلاق نہ ہونا سمجھتا ہے، اگر ایسا ہے تو اس کا دعوٰی باطل ہے، طلاق بالکل تنہائی میں دے جب بھی ہوجاتی ہے، اگر عورت نے عدت گزرنے کے بعد دوسرے سے نکاح صحیح ہوگیا اور پہلے شوہر کو اُس پر کچھ دعوٰی نہیں پہنچتا، ہاں اگر شوہر سرے سے طلاق دینے سے منکر ہو اور عورت کا نکاح ثانی کرنا اور پانچ ماہ دوسرے کے پاس رہنا اور اس سے لڑکا پیدا ہونا، ان باتوں کی شوہر اوّل کو خبر نہ ہوکہ کسی دوسرے شہر میں ہوئی ہوں، بعد اطلاع اُس نے دعوٰی کیا تو ضرور اس کا دعوٰی قابلِ سماعت ہے اور عورت کا بیان کہ اس نے طلاق دے دی تھی بے گواہانِ شرعی ہرگز مسموع نہیں، عورت شوہر اول کو دلادی جائے گی، پھر اگر واقع میں اس نے طلاق دے دی تھی اور جھوٹ انکار کیا تو عورت پر فرض ہے کہ جس طرح جانے اس سے دُور بھاگے یا مہر وغیرہ دے کر طلاق لے اور اگر کچھ نہ کرسکے وبال اس پر ہے، اور عورت جب تک راضی نہ ہو مجبور ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۱ از پیلی بھیت محلہ پکھریا مسئولہ عبدالرحمن گھڑی ساز ۲۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے تنہا ایک گوشہ میں بیٹھ کر جس کو کسی نے نہیں سُنا اپنے دل کے اندر اپنی بیوی کو طلاق دی اس کو عرصہ پانچ ماہ کا گزرا اب وہ شخص رجوع کرنا چاہتا اس کو کس طرح کرسکتا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر فقط دل میں طلاق دی تھی یُوں کہ زبان سے کچھ کہا ہی نہ تھا یا کہا مگر فقط زبان کو حرکت تھی اتنی آواز نہ تھی کہ اپنے کان تک آنے کے قابل ہو جب تو طلاق ہوئی ہی نہیں، اور اگر ایسی آواز سے کہا کہ اپنے کان تک

Marfat.com

آنے کے قابل تھی اگرچہ ملینہ یا ہوا یا کسی غل شور کے سبب اپنے کان تک نہ پہنچی تو طلاق ہو گئی، اگر رجعی تھی تو عدت کے اندر رجعت کر سکتا ہے اور بائن تھی تو برضائے زوجہ اس سے نکاح کر سکتا ہے، اور مغلظ تھی تو بے حلالہ نکاح نہیں ہو سکتا، یہ ان الفاظ پر موقوف ہے جو اس نے کہا اور جتنی بار کہا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۲ از امریا ضلع پیلی بھیت مرسلہ تاج الدین خاں صاحب ۵ اذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسمی زید نے غصہ میں آکر اپنی منکوحہ مسماۃ ہندہ کو ایک شخص مسلمان و ایک عورت قوم ہنود کے رُوبرو طلاق دی۔ اور یہ بھی ہے کہ شخص مسلمان کے رُوبرو دو مرتبہ لفظ طلاق صاف طور سے اُس کے حق میں کہا اور زید وہاں سے کہہ کر تین چار قدم ہٹ کر چلا اور کچھ آہستہ اُس نے اپنی زبان سے کہا کہ وُہ سننے میں نہیں آیا، وُہ عورت اہل ہنود جو وہاں موجود تھی بیان کرتی ہے کہ میں نے سُنا کہ اُس نے آہستہ سے بھی وہی لفظ طلاق کا کہا تھا جو پہلے دُو مرتبہ کہہ چکا تھا، زید کہتا ہے میں نے تیسری بار یہ لفظ طلاق نہیں کہا تھا، زید ایک شخص بالکل جاہل اور اُمّی ہے، اس وقت زید و ہندہ دونوں راضی ہیں نکاح کس طرح ہو؟

الجواب

اللہ عالم الغیب والشہادۃ ہے وہ ہر ایک کے دل کی جانتا ہے، اللہ سے ڈرے، اگر واقع میں اس نے تیسری بار بھی طلاق دی تھی تو عورت نکاح سے نکل گئی، اب بے حلالہ اس سے نکاح نہیں کر سکتا، اور اگر وُہ منکر ہے اور سوا اُس کافرہ عورت کے اور کوئی تیسری طلاق کا بیان نہیں کرتا تو کافرہ کی بات اصلاً معتبر نہیں، جب تک عدت میں ہے وہ عورت کو رجعت کر سکتا ہے یعنی اتنا کہہ دے کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھر لیا وہ بدستور اُس کی زوجہ رہے گی اگر پہلے کبھی ایک طلاق نہ دے چکا ہو ورنہ ایک وُہ اور دو یہ مل کر تین ہو گئیں عورت نکاح سے نکل گئی حلالہ کی ضرورت ہوگی، یُوں ہی اگر پہلے طلاق نہ دی تھی یہ دو دی ہیں تو آئندہ جب کبھی ایک طلاق دے گا عورت بے حلالہ کے نکاح میں نہ آسکے گی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۳ از رامپور مسئولہ محمد سعید

زید نے بحالتِ غضب اپنی زوجہ ہندہ کو یہ کہا کہ تجھ کو میں نے طلاق دیا، اب اس صورت میں طلاق ہوگی یا نہیں؟

الجواب

ایک طلاق رجعی ہُوئی غضب مانع طلاق نہیں بلکہ غالباً طلاق بحالتِ غضب ہی ہوتی ہے والدھش شیئ اٰخر بینہ فی الخیریۃ و ردالمحتار وتحقیقہ فی فتاوٰنا (مدہوش اور چیز ہے، اس کو خیریہ اور ردالمحتار

Marfat.com

میں بیان کیا ہے، اور اس کی تحقیق ہمارے فتاوٰی میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۴ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے عالت غصہ میں اپنی زوجہ مدخولہ سے دوبار کہا کہ میں نے تجھے طلاق دی، آیا یہ کون سی طلاق واقع ہوئی اور اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا و توجروا۔

الجواب

صورت مسئولہ میں دو طلاقیں رجعی واقع ہوئیں، حکم ان کا یہ ہے کہ مابین عدت کے رجعت کا اختیار ہے اور بعد انقضائے عدت اگر عورت چاہے اس سے نکاح جدید کرسکتا ہے اور ایام عدت حرہ موطوءہ میں تین حیض کامل ہیں اور اگر بوجہ صغر یا کبر کے حیض نہ آتا ہو تو تین مہینہ، اور لونڈی میں اگر حائضہ ہو تو دو حیض ورنہ ڈیڑھ مہینہ، اور طریق رجعت یہ ہے کہ مطلقہ سے ایام عدت میں یہ الفاظ کہے کہ میں نے تجھے پھیر لیا یا رد کیا یا روک لیا یا امثال اس کے کہے یا مابین عدت مس کرے یا بوسہ لے یا جماع کرے۔ بہتر طریق اول ہے۔

فی تنویر الابصار وھی فی حرۃ تحیض بعد الدخول ثلث حیض کوامل، وفی من لم تحض بصغر او کبر ثلثۃ اشھر، وفی امۃ تحیض حیضتان، وفی امۃ لم تحض نصف الحرۃ[1] ملخصا، وفیہ ھی استدامۃ الملک القائم فی العدۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

تنویر الابصار میں ہے: وہ عدت وطی شدہ حیض والی کے لئے تین حیض کامل، اور جس کو نابالغی یا بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو ان کے لئے تین ماہ، اور لونڈی حیض والی کے لئے دو حیض اور غیر حیض والی کے لئے ایسی آزاد عورت کی عدت کا نصف یعنی ڈیڑھ ماہ۔ اور اسی میں ہے: رجعت (رجوع کرنا) یہ عدت کے درمیان موجود ملکیت کو باقی قائم رکھنا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۵ ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

زید نے غصہ میں اپنی عورت کو طلاق دی اس وقت ایک آدمی اور موجود تھا بعدہ جو شخص آیا اور پوچھا تو کہا میں نے اپنی عورت کو طلاق دے دی، ڈیڑھ ماہ تک علیحدہ رہے، اس درمیان میں جس آدمی نے پوچھا تم کیسے علیحدہ ہو تو بارہا یہی کہا کہ طلاق دے دی، تو طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوگئی تو نکاح کس طور پر ہونا چاہئے؟

الجواب

اگر اس وقت ایک بار طلاق دی تھی اور باقی بار اوروں کے پوچھنے پر کہا اور وہ قسم کھا کر کہہ دے کہ

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۵۶-۲۵۵

Marfat.com

میں نے ان دفعوں میں طلاق دینے کا ارادہ نہ کیا تھا بلکہ اس کے پوچھنے پر خبر دی تھی تو صرف ایک طلاق ہوئی اگر رجعی تھی رجعت کر سکتا ہے جب تک عدت نہ گزرے ورنہ دوبارہ اس سے نکاح کر لے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۶ ازشہر مسئولہ علی محمد برادر ہندہ جس کا بیان ہے ۲۷ شعبان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میرا شوہر تھا وہ اور میں اور میرے ماں بھائی ایک ہی مکان میں رہتے تھے اور روٹی کپڑے پر لڑائی ہوتی تھی تو وہ مجھ کو مارتا اور برا بھلا کہتا تھا تو میں اور میری ماں نے کچہری جا کر ایک درخواست دے دی اور جب اس نے آکر سنا تو مجھ سے کہا کہ تم میرے کام کی نہیں رہیں اور میں نے تم کو طلاق دے دی، طلاق دینے پر میرے مکان میں آیا تو میری ماں نے یہ کہا کہ اب تیرا یہاں کیا کام ہے تو نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو اب یہاں مت آ۔

الجواب

اگر یہ بیان سچ ہے تو ایک طلاق ضرور ہو گئی لیکن عورت ابھی نکاح سے نہ نکلی، ہاں اگر پہلے لفظ سے بھی کہ "تم میرے کام کی نہ رہیں" اس نے طلاق کی نیت کی ہو تو دو طلاقیں ہو گئیں اور عورت نکاح سے نکل گئی رہا یہ کہ اس نے اس لفظ سے بھی نیت کی تھی یا نہیں، یہ اس کے بیان پر ہے، اس سے قسم لی جائے، اگر قسم کھالے کہ میں نے اس لفظ سے نیتِ طلاق نہ کی تھی تو اس کا قول مان لیا جائے گا اور دو طلاقیں نہ ہوں گی ایک ہی رجعی ہو گی کہ عدت کے اندر وہ اپنے نکاح میں پھیر لے عورت بدستور اس کی زوجہ رہے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۷ از ستار گنج ۳ جمادی الآخرہ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے زید سے نکاح کیا مگر صحبت نہ ہوئی، صبح کو بوجہ اغوائے چند اشخاص ہندہ نے مہر معاف کیا اور زید نے طلاق دے دی، اس صورت میں اسی روز شام کو نکاحِ ہندہ عمرو کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں اگر زوج و زوجہ تنہائی کے مکان میں یکجا ہو لئے ہوں اور ان میں کوئی مانع حقیقی ایسا نہ ہو جس کی وجہ سے وطی اصلاً نہ ہو سکے اس کے بعد زید نے طلاق دی تو بیشک ہندہ پر عدت واجب ہے اگرچہ مباشرت نہ ہوئی،

فان الخلوۃ الصحیحۃ فی النکاح الصحیح مثل الوطی فی ایجاب العدۃ

عدت کو واجب کرنے میں صحیح نکاح کے بعد خلوت صحیحہ وطی کے حکم میں ہے اور یہاں خلوت کی صحت سے

Marfat.com

وصحة الخلوۃ ھٰھنا لعدم المانع الحقیقی وان وجد مانع شرعی کالصوم۔

مراد جماع سے حقیقی مانع کا موجود نہ ہونا ہے اگرچہ شرعی مانع مثلاً روزہ پایا جائے تو خلوتِ صحیحہ ہوجائیگی (ت)

شرح نقایہ میں ہے:

العدۃ للطلاق بعد الدخول او الخلوۃ الصحیحۃ فانہ لوطلقھا قبل الدخول اوبعد الخلوۃ الفاسدۃ والفساد لعجزہ عن الوطی حقیقۃ لم تجب العدۃ ولولامر شرعی کصوم الفرض تجب کما فی قاضیخان وذکر فی المحیط انہ لاعدۃ بخلوۃ الرتقاء[1] اھ ملخصًا۔

طلاق بعد دخول یا خلوتِ صحیحہ ہو تو عدّت ہے کیونکہ اگر دخول سے قبل یا خلوت فاسدہ کے بعد طلاق ہو تو عدّت واجب نہ ہوگی، خلوت کا فساد یہ ہے کہ جماع سے کوئی حقیقی مانع موجود ہو، اگر شرعی مانع مثلاً فرضی روزہ ہو تو وہ مانع نہیں ہے اور اس پر عدّت لازم ہوگی جیسا کہ قاضی خاں میں ہے اور محیط میں ذکر کیا کہ شرمگاہ میں ہڈی والی عورت سے خلوت پر عدّت واجب نہ ہوگی، اھ، ملخصًا (ت)

پس اگر عدّت کے دوران کہ بعد طلاق تین حیض کامل کا گزرنا ہے دوسرے سے نکاح کرے گی ہرگز صحیح نہ ہوگا اور حرام محض رہے گا۔ عالمگیری میں ہے:

لایجوز للرجل ان یتزوج زوجۃ غیرہ وکذا المعتدۃ کذا فی السراج الوھاج سواء کانت العدۃ عن طلاق اووفات اودخول فی نکاح فاسد اوشبھۃ نکاح کذا فی البدائع[2]

کسی شخص کو یہ جائز نہیں کہ وہ دوسرے کی منکوحہ یا دوسرے کی عدّت والی سے نکاح کرے، السراج الوہاج میں ایسے ہی ہے، عدتِ طلاق ہو یا عدتِ وفات ہو، یا نکاح فاسد میں دخول یا شبہہ نکاح میں دخول کی وجہ سے ہو (سب میں دوسرے کا نکاح حرام ہے) بدائع میں یونہی ہے۔ (ت)

ہاں اگر خلوت بھی نہ ہُوئی اور ویسے ہی طلاق دے دی تو ہندہ پر عدّت نہیں، اسے اختیار ہے کہ اُسی وقت جس سے چاہے نکاح کرلے۔ درمختار میں ہے:

سبب وجوبھا (یعنی العدۃ) عقد النکاح

وجوبِ عدّت کا سبب وہ نکاح ہے جس میں بیوی

---

[1] جامع الرموز فصل فی العدۃ المکتبۃ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران ۲/ ۵۰۸

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح القسم السادس المحرمات التی یتعلق بہا حق الغیر نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۸۰

Marfat.com

التاکد بالتسلیم وماجری مجراہ من موت اوخلوت[1] الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ | سپرد کردی گئی ہو یا وُہ جو اس کے قائم مقام ہو مثلاً موت یا خلوت ہو، الخ، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۸ ازکیمپ میرٹھ لال کورتی بازار کوٹھی خان بہادر صاحب مرسلہ شیخ میر محمد صاحب ۴ شعبان ۱۳۳۶ھ

زید اور عمرو (برادر منکوحہ زید) کی ایک روز کسی بات پر باہم سخت حجت ہُوئی اور عمرو نے زید اپنے بہنوئی سے کہا کہ مہربانی کر کے اس طرف کا ارادہ نہ کیجئے، جس کا مقصد یہ تھا کہ میرے (عمرو کے) مکان پر نہ آئیے گا۔ اس کے جواب میں زید نے غصہ کی حالت میں کہا میں اس کو طلاق دے چکا یا یہ کہا میں تو اس کو طلاق دے چکا، اسی طرح تین چار مرتبہ یہی الفاظ کہے، اس سے قبل اپنی زوجہ سے لفظِ طلاق کبھی نہ کہے تھے، کیا اس صورت میں زید کی منکوحہ پر طلاق ہوگئی یا نہیں؟

الجواب

عمرو کی مراد اس طرف سے کچھ بھی ہو جبکہ زید اپنی زوجہ کی نسبت سمجھا اور اُسے تین بار کہا میں اس کو یا میں تو اس کو طلاق دے چکا، تین طلاقیں ہوگئیں، زید گنہ گار ہُوا اور عورت بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔

قال اللہ تعالٰی فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ[2]۔ | اللہ تعالٰی نے فرمایا: تیسری طلاق کے بعد اس خاوند کے لئے دوبارہ حلال نہیں ہوسکتی تاوقتیکہ وُہ مطلقہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے (ت)

اور غصہ کا عذر بیکار ہے طلاق اکثر غصہ ہی میں ہوتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۹ از پالی مارواڑ متصل دروازہ جھالر باڑ مسئولہ نبی بخش صاحب ۷ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی رمضانی ولد گیگا نداف نے اپنی عورت جنا بنت محمد بخش قوم نداف ساکنہ پالی کو ۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کو حسب ذیل تین طلاقیں دیں اور نکال دیا، پانچ روز بعد مولوی سید احمد علی صاحب کے پاس جاکر اپنا حال کہا، انھوں نے جواب دیا میں شام کو فریقین کے بیان سنوں گا، بعد عشاء آئے اور فریقین اور گواہوں کے بیان لے کر طلاق کا زبانی فیصلہ دے کر

---

[1] درمختار باب العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۵

[2] القرآن الکریم ۲/۲۳۰

Marfat.com

چلے گئے وہ بیانات درج ذیل ہیں :

بیان گواہ اوّل مسمی رحمان علی شاہ درویش : اس طلاق سے میں واقف ہوں اُس نے اپنی عورت کو طلاق دی اور یہ لڑکی اپنے باپ کے مکان کے چوترے پر بیٹھی تھی تب میں نے اُس سے کہا آ بیٹی! میں تجھ کو تیرے مکان پر لے چلوں تب وُہ میرے ساتھ ہولی اُس وقت رمضانی نے ایک پتھر پھینکا اور کہا کہ شاہ صاحب اس کو کہاں لے جاتے ہو میں اس کو طلاق دے چکا ہوں اس کو جانے دو' اس وقت اور بھی ایک شخص میرے ساتھ تھا تب میں نے اس لڑکی کو باپ کے گھر جانے کو کہہ دیا اور میں اپنی جگہ جا بیٹھا تب رمضانی مذکور سے کہا گیا کہ بیان سچ ہے یا نہیں، کہا ہاں سچ ہے۔

بیان گواہ ثانی مسمی نبی بخش ولد حسن جی نداف : میں ایمان سے بیان کرتا ہوں کہ یہ (رمضانی) واہی تباہی بکتا تھا، میں نے کہا کہ اگر اس کو رکھنا منظور نہ ہو تو اس کو چھوڑ دے یعنی طلاق دے دے، تب اس نے کہا کہ میں اس کو کل طلاق دے چکا ہوں، اور باقی رہا مہر چار روپیہ تو اس کے باپ سے میں مانگتا ہوں باقی اپنے برتن وغیرہ بیچ کر دے دوں گا۔ رمضانی صاحب سے کہا گیا یہ سچ بیان کرتا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ پھر ایک قرآن مجید منگوا کر اس سے کہا گیا اگر تو نے طلاق نہیں دی ہے تو قرآن شریف ہاتھ میں لے کر قسم کھالے، جواب دیا: میں قسم نہیں کھاتا اس عورت کو قرآن دے دو اگر قسم کھالے گی سچی ہو گی، شاید وہ بھی طلاق چاہتی ہو اور چھٹکارے کے واسطے قسم کھالے تو پھر کوئی علاج نہ ہو گا، اس نے پھر یہی جواب دیا اگر یہ قسم کھالے گی تو سچی ہے، تب لڑکی سے کہا گیا تجھ کو اگر اس نے طلاق دے دی ہو تو قرآن شریف ہاتھ میں لے کر قسم کھالے، اس نے دونوں ہاتھ قسم کیلئے قرآن شریف لینے کو بڑھائے لیکن اس خیال سے کہ شاید حیض سے ہو قرآن اُس کے ہاتھ میں نہ دیا اور کہا تو خدا کی قسم کھا کر بیان کر کہ کس طرح طلاق دی ہے' تب اس نے قسمیہ بیان کیا کہ ہمارے بار بار لڑائی رہتی ہے اس رات کو بھی ہوئی اور اس نے کہا کہ میں تجھ کو صبح ٹھیک کروں گا، جب صبح میں اُٹھی تو اس نے کہا کہ آٹا ہے یا نہیں؛ تو میں نے کہا کہ آٹا تھوڑا ہے زیادہ تو نہیں، تب اس نے کہا بندو لے کے واسطے کہا تھا تو نے کیوں نہیں پیسا؛ اب میں نے کہا کہ اب پیسنے لاتی ہوں، تب اس نے کہا کہ اب کوئی ضرورت نہیں تو روٹی بیکر، تب اس کے کہنے سے روٹی بیکرنے لگ گئی، تو اُس نے کہا کہ تجھ کو طلاق ہے تو چلی جا، تب میں اُٹھ کر اپنے باپ کے گھر چلی آئی تو تھوڑی دیر بعد چچا مجھ کو بلوا کر لے گئے تو ہم دونوں کو سمجھا کر بٹھا آئے تب میں نے روٹی پکائی تو اس نے مجھے کہا کہ تو کیوں آئی تجھ کو طلاق ہے تو چلی جا، تو پھر میں وہاں سے چلی آئی، باقی شاہ صاحب گواہ اول اور پتھر وغیرہ کا قصہ بیان کیا، تب مسمی رمضانی سے دریافت کیا کیا یہ عورت سچ کہتی ہے؟ اس نے کہا ہاں سچ

Marfat.com

ہے فقط لہٰذا عرض یہ ہے کہ ان بیانوں پر طلاق ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

گواہوں کے بیان ناقص ہیں اور ان میں تین طلاقوں کا کہیں ذکر نہیں اور عورت کا قسم کھانا محض نامعتبر ہے کہ وُہ مدعیہ ہے مدعی کا حلف نہیں سُنا جاتا اُس سے گواہ مانگے جاتے ہیں گواہ نہ دے سکے تو مدعا علیہ پر حلف رکھا جاتا ہے۔ رمضانی نے جو گواہوں کے بیان کی تصدیق کی اُس سے صرف طلاق ثابت ہوگی تین طلاقوں کا ثبوت نہیں کہ اس کا ذکر بیان شاہدان میں خود نہ تھا، ہاں اگر ثابت ہو کہ عورت کا بیان مذکور سُن کر رمضانی نے اس کی تصدیق کی تو بیشک تین طلاقیں ثابت ہوگئیں تصدیق بیان عورت کا اگر رمضانی کو اقرار ہے تو بہتر ورنہ اس تصدیق پر دو گواہ لینے ہوں گے جو "گواہی دیتا ہوں" کہہ کر پُوری صحیح شرعی شہادت ادا کریں، اگر شہادت سے یہ تصدیق نہ ثابت ہو تو تین طلاقوں کا حکم نہیں ہوسکتا۔ ہاں اگر اُن میں کسی گواہ کا بیان رمضانی کا تصدیق کرنا اس کے اقرار یا دو شاہدین عادلین کے اظہار سے ثابت ہو تو ایک طلاق ہُوئی، اگر رجعت نہ کی اور عدت گزر گئی تو عورت نکاح سے نکل گئی، اور عدت کے اندر رجعت کر لی تھی تو عورت بدستور اس کی زوجہ مانی جائے گی، اور اگر کسی گواہ کی بھی تصدیق ثابت نہ ہو تو ایک طلاق کا بھی حکم نہ ہُوا لیکن عورت اگر جانتی ہے کہ اس نے مجھے تین طلاقیں دی ہیں تو اس پر فرض ہوگا کہ جس طرح جانے اُس سے بھاگے یا علانیہ طلاق حاصل کرے اگرچہ اپنے مہر کے بدلے اور مال دے کر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۰ ازمقام دیپاسرائے پرگنہ سنبھل ضلع مراد آباد برمکان حاجی امیر حسین صاحب

۳۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ کی طلاق کی نیت دل میں تو کی لیکن زبان سے کوئی طلاق کا لفظ نہیں نکالا اور دو برس تک اُس نے اس سے مجامعت بھی نہیں کی لیکن ہر طرح کا خلا ملا اور خورد و نوش اور کل انتظامات خانہ داری کا برتاؤ برابر اس کے ساتھ رکھا، آیا اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور بی بی کا وہی نکاح سابق قائم رہا یا پھر اس کی تجدید کی جاوے۔ بینوا توجروا

الجواب

نکاح سابق باقی ہے اس وجہ سے تجدید کی کوئی حاجت نہیں، نری نیت سے طلاق نہیں ہوسکتی اگرچہ دن میں سَو بار نیت کرے، جب تک زبان سے لفظ نہ کہے گا طلاق نہ ہوگی بلکہ زبان کی خالی حرکت بھی کافی نہیں، جب تک اتنی آواز نہ ہو کہ اگر کوئی مانع نہ ہو تو اپنے کان تک پہنچے، زبان کو جنبش ہُوئی اور آواز اتنی بھی نہ نکلی کہ اپنے کان تک پہنچ سکتی جب بھی صحیح مذہب میں طلاق نہ ہوگی۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے،

Marfat.com

ادنی المخافتة اسماع نفسه ویجری ذٰلك فی کل مایتعلق بنطق کتسمیة علی ذبیحة وعتاق وطلاق وغیرھا فلوطلق ولم یسمع نفسه لم یصح فی الاصح[1]

مخفی آواز ادنٰی یہ ہے کہ خود کو سُنائے، اور یہ حکم ان تمام میں جاری ہوگا جن کا تعلق نطق سے ہو، مثلاً ذبیحہ پر بسم اللہ، آزاد کرنا، طلاق دینا وغیرہا، تو اگر طلاق کہی اور خود نہ سُن سکا، تو صحیح قول میں طلاق نہ ہوگی (ت)

ہاں اگر آواز اتنی تھی کہ اپنے کان تک پہنچ سکتی اگرچہ کسی مانع مثلاً غُل شور، چکی، مینہ، بہرے پن وغیرہا کے سبب نہ پہنچی طلاق ہوجائے گی،

ادنی الحد خروج صوت یصل الی اذنه ولوحکما کمالوکان ھناك مانع من صمم اوجلبة اصوات اونحو ذٰلك۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ادنٰی حد ہے کہ آواز اتنی ہو کہ اس کے اپنے کانوں تک پہنچے اگرچہ حکماً ایسا ہو مثلاً آواز پہنچ جاتی اگر وہاں بہرہ پن شور وغل وغیرہ نہ ہوتا۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۱: از رامہ تحصیل گوجر خاں ڈاکخانہ جاتلی ضلع راولپنڈی مرسلہ تاج محمود صاحب ۱۸ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین، ایک لڑکے نے اپنے باپ سے بولا کہ تم میری زوجہ کو طلاق دے دو، اس نے طلاق دے دی ہے، یہ طلاق واقع ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب

نابالغ نہ خود طلاق دے سکتا ہے نہ دُوسرے کو وکیل کرسکتا ہے، نہ باپ بذریعہ ولایت اُس کی طرف سے طلاق دے سکتا ہے فانه ضرر والولایة للنظر (کیونکہ یہ توضرر ہے جبکہ ولایت شفقت کے لئے ہوتی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۲: ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت چار ماہ کا حمل رکھتی ہے اور شوہر طلاق دے تو طلاق جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جائز و حلال ہے اگرچہ ایام حمل میں بلکہ آج ہی بلکہ ابھی ابھی اس سے جماع کرچکا ہو،

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار فصل ویجہر الامام مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۹

Marfat.com

فی الدر المختار حل طلاقھن ای الاٰیسۃ و الصغیرۃ والحامل عقب وطیٔ لان الکراھۃ فیمن تحیض لتوھم الحبل وھو مفقود ھھنا[1]۔

درمختار میں ہے، بوڑھی عورت، نابالغہ اور حاملہ عورت کو جماع کے بعد بھی طلاق دینا حلال ہے کیونکہ مکروہ حیض والی عورت کو طُہر میں جماع کے بعد طلاق دینا اس لئے تھا کہ وہاں حمل ٹھہرنے کا احتمال ہوتا ہے جبکہ یہ احتمال یہاں نہیں ہے۔ (ت)

مگر ایک طلاق رجعی دے، اگر دو تین دے گا گنہگار ہوگا،

فی الدر البدعی ثلث متفرقۃ او ثنتان بمرۃ اومرتین الخ[2]۔

درمختار میں ہے: بدعی طلاق یہ ہے کہ تین طلاقیں خواہ متفرق ہوں یا دو طلاقیں ایک مرتبہ یا متفرق دی جائیں الخ (ت)

یوں ہی طلاق بائن ایک ہی دے جب بھی ظاہر الروایۃ میں گناہ ہے،

فی رد المحتار الواحدۃ البائنۃ بدعیۃ فی ظاھر الروایۃ[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ردالمحتار میں ہے: ایک بائنہ طلاق، بدعی طلاق ہے ظاہر روایت کے مطابق۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۳: از بریلوا ڈاک خانہ امریا ضلع پیلی بھیت مسئولہ جناب محمد بخش صاحب و ذوالفقار خاں صاحب ۴ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایک شخص نے حالتِ غصہ میں بہ سبب ملامت برادران زوجہ اپنے کے اپنی بیوی کو طلاق دی اور زمانۂ طلاق میں عورت کو ۵ ماہ کا حمل تھا بعد طلاق اور پورا ہونے مدت حمل کے عورت کے لڑکا پیدا ہُوا اور تین چار روز زندہ رہ کر مرگیا یہ طلاق جائز ہے یا ناجائز، اور ایسی صورت میں جو حکم مسئلہ ہو اطلاع دی جائے اس عورت کا دوسری جگہ نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

عورت کو حمل ہونا مانع وقوعِ طلاق نہیں، اگر طلاق بائن تھی تو مطلقاً اور اگر رجعی تھی اور بچہ پیدا ہونے تک نہ زبانی رجعت کی نہ زوجہ کو ہاتھ لگایا تو بعد ولادت عورت نکاح سے نکل گئی اب اسے اختیار ہے جس سے

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار فصل و یجہر الامام مجتبائی دہلی ۱/۲۱۶

[2] ایضاً

[3] ردالمحتار کتاب الطلاق داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۱۸

Marfat.com

چاہے نکاح کرے، اور اگر طلاق رجعی تھی اور قبلِ ولادت قول یا فعل کے ذریعہ سے شوہر نے رجعت کرلی تو عورت بدستور اُس کے نکاح میں ہے دُوسری جگہ نکاح نہیں کرسکتی، وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۴ از موضع بلہری ڈاکخانہ صفدر گنج ضلع بارہ بنکی مرسلہ مہدی حسن صاحب ۴ رجب ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص درمیان فسادِ باہمی کے بحالتِ غیظ وغضب اپنی بی بی سے تین باریوں کہے کہ میں نے تجھے طلاق دیا میں نے تجھے طلاق دیا، اور بروقت دینے کے یہ بھی اپنے دل میں ارادہ کرلیا ہو کہ میں ٹھیک ٹھیک اور صحیح عقل سے کہتا ہوں باوجود درمیان جھگڑے باہمی کے غصّہ میں یہ سب باتیں وقوع میں آئی ہوں تو اس حالت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ اور اگر طلاق ہوگئی تو پھر چند ساعت کے بعد غصّہ فرد ہوگیا اور میاں اپنے ان افعالِ قبیحہ پر منفعل ہوکر بی بی کو رجعت کرنا چاہے اور بی بی بھی رجعت پر آمادہ ہو تو کس صورت سے بی بی میاں پر حلال ہے فقط۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صُورتِ مذکورہ میں تین طلاقیں ہوگئیں، عورت بے حلالہ اُس کے نکاح میں نہیں آسکتی یعنی اس کی عدت گزرے پھر عورت دوسرے شخص سے نکاح کرے اور اُس سے ہمبستری بھی ہو، پھر وہ اسے طلاق دے یا مرجائے اور عدت گزر جائے اس کے بعد اس شخص کو عورت سے نکاح جائز ہوگا۔

قال اللہ تعالٰی فان طلقہا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ[۱]، وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتحلین لزوجک الاول حتی یذوق الاٰخر عسیلتک وتذوقی عسیلتہ[۲]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اگر تیسری طلاق دی تو اس کے لئے مطلقہ دوبارہ حلال نہیں ہوگی تاوقتیکہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اے عورت تو حلال نہ ہوگی پہلے شوہر کے لئے جب تک تُو دوسرے خاوند کا مزہ اور وہ تیرا مزہ نہ لے لے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۵ از شاہجہان پور محلہ باڑوزئی مسئولہ حفیظ اللہ صاحب ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ در باب طلاق فتوٰی مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی کا کہ مجموعۃ الفتاوٰی جلد دوم صد ۵۳ میں واقعہ ہے اور پیش خدمت نقل اُس کی اخیر تحریر میں موجود ہے کیا عندالضرورت ہم

---

[۱] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۰

[۲] صحیح البخاری باب لم تحرم ما احل اللہ لک قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۹۲

Marfat.com

لوگ اس پر عمل کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

نقل فتوٰی مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی قدس سرہ الولی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی عورت کو حالتِ غضب میں کہا کہ میں نے طلاق دیا میں نے طلاق دیا میں نے طلاق دیا، پس اس تین بار کہنے سے تین طلاق واقع ہونگی یا نہیں؟ اور اگر حنفی مذہب میں واقع ہوں اور شافعی میں مثلاً واقع نہ ہوں تو حنفی کو شافعی مذہب پر اس صورت خاص میں عمل کرنے کی رخصت دی جائے گی یا نہیں؟

ھوالمصوب الجواب: اس صورت میں حنفیہ کے نزدیک تین طلاق واقع ہوں گی اور بغیر تحلیل کے نکاح نہ درست ہوگا مگر بوقتِ ضرورت کہ اُس عورت کا علیحدہ ہونا اُس سے دشوار ہو اور احتمال مفاسد زائدہ کا ہو تقلید کسی اور امام کی اگر کرے گا تو کچھ مضائقہ نہ ہوگا، نظیر اُس کی مسئلہ نکاح زوجہ مفقود و عدت ممتدۃ الطہر موجود ہے کہ حنفیہ عندالضرورت قول امام مالک پر عمل کرنے کو درست رکھتے ہیں، چنانچہ رد المحتار میں مفصلاً مذکور ہے لیکن اولٰی یہ ہے کہ وُہ شخص کسی عالم شافعی سے استفسار کرکے اس پر عمل کرے، واللہ اعلم حررہ عبدالحی عفی عنہ[1]

الجواب

یہ فتوٰی گمراہ گری ہے، اس پر عمل حرام قطعی ہے، ان کے مجموعہ فتاوٰی میں این و آں و زید و عمر کے فتوی بھی بھرے ہیں یہاں تک کہ غیر مقلدوں کے بھی، یہ فتوٰی بھی کسی غیر مقلد کا ہوگا اور وُہ بھی نرے جاہل اجہل کا جسے یہ بھی معلوم نہیں کہ ایک جلسہ میں تین طلاقیں ہوجانے پر جمہور صحابہ و تابعین و ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اجماع ہے، ہرگز امام شافعی یا کوئی امام اس کے خلاف کے قائل نہیں، اور اگر وُہ یہ جانتا ہے پھر امام شافعی کو مخالف مانتا ہے تو سخت کذاب مکّار ہے اور عوام کو دھوکے دینے والا۔ امام اجل ابوزکریا نووی شافعی شرح صحیح مسلم شریف میں فرماتے ہیں:

قال الشافعی ومالك وابوحنیفة واحمد وجماھیر العلماء من السلف والخلف یقع الثلث[2]۔

امام شافعی، امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام احمد اور پہلے اور پچھلے جمہور علماء نے فرمایا تین طلاقیں واقع ہوں گی۔ (ت)

---

[1] مجموعہ فتاوٰی عبدالحی لکھنوی کتاب الطلاق مطبع یوسفی لکھنؤ ۱/۴۸-۳۴۷

[2] شرح صحیح مسلم للنووی باب طلاق الثلاث قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۷۸

Marfat.com

یعنی امام شافعی و امام مالک و امام ابوحنیفہ و امام محمد و جمہور علمائے سلف و خلف کا یہی مذہب ہے کہ صورتِ مذکورہ میں تین طلاقیں ہوگئیں معہذا اسے ضرورت ماننا صراحۃً مذہب کا ڈھانا ہے، کون نہیں کہہ سکتا کہ عورت کا علیحدہ ہونا مجھ پر دشوار ہے، کون نہیں کہہ سکتا کہ احتمال مفاسد ہے، احتمال کو ضرورت جاننا عجب جہالت ہے نہ کہ فقط نفس پر شاق ہونے کو تمام تکلیفاتِ شرعیہ کا ہدم کرے گا وہ سب نفس پر شاق ہونا ضرورت ٹھہرا والضرورات تبیح المحظورات ولاحول ولا قوۃ الا باللہ (ضروریات، ممنوعات کو مباح کرتی ہیں ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ۔ ت) مسئلہ مفقود و امتداد طہر پر اس کا قیاس کرنا صریح وسواس ہے پھر رفعِ اختلاف کو قضائے قاضی چاہئے یہاں فتوائے شافعی کی بھی ضرورت نہیں صرف اولیٰ ہے، غرض وہ تحریر سراسر بطالت و جہالت کا خمیر ہے کسی طرح یقین نہیں کہ مولوی لکھنوی صاحب کی ہو اگرچہ غلطیٔ کاتب سے ان کا نام لکھا گیا ہو اور اگر واقعی اُن کی ہے تو اتباع حق کا ہے نہ غیر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۶: از رامہ تحصیل گوجر خاں ضلع راولپنڈی ڈاکخانہ جاتلی مسئولہ محمد جی ۲۷ شعبان ۱۳۳۹ھ

شمس العلماء رئیس الفضلائے خانخاناں جناب احمد رضا خاں صاحب دام لطفہ، السلام علیکم! اگر غضب کثرت سے ہو کہ ایسا غصہ ہو کہ کامل عقل نہ ہو اس حالت میں اگر طلاق صریح وغیرہ دیوے تو واقع ہوگی یا نہ؟

الجواب

غضب اگر واقعی اس درجۂ شدت پر ہو کہ حدِ جنون تک پہنچا دے تو طلاق نہ ہوگی اور یہ کہ غضب اس شدت پر تھا یا تو گواہان عادل سے ثابت ہو یا وہ اس کا دعوٰی کرے اور اُس کی یہ عادت معہود معروف ہو تو قسم کے ساتھ اس کا قول مان لیں گے ورنہ مجرد دعوٰی معتبر نہیں، یُوں تو ہر شخص اس کا ادعا کرے اور غصہ کی طلاق واقع ہی نہ ہو حالانکہ غالباً طلاق نہیں ہوتی مگر بحالتِ غضب، ردالمحتار میں خیریہ سے ہے:

الدھش من اقسام الجنون فلا یقع واذا کان یعتادہ بان عرف ھذا الدھش مرّۃ یصدق بلا برھان اھ[1] وتمام تحقیقہ فی فتاوٰینا۔

مدہوشی، جنون کی قسم ہے۔ لہذا طلاق نہ ہوگی۔ جب عادت بن چکی ہو اور ایک مرتبہ مدہوشی معلوم ہو چکی ہو تو خاوند کی بات بلادلیل مان لی جائے گی اھ اس کی تحقیق ہمارے فتاوٰی سے معلوم کی جائے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الطلاق داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۲۷

Marfat.com

مسئلہ ۱۴۷ از شہر پوربندر مقام کھاری مسجد مرسلہ مولوی محمد اسمٰعیل خاں صاحب ۴ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی عورت زینب سے حالتِ غصہ میں کہا زینب طلاق طلاق طلاق یعنی بے شمار طلاق جس کا اندازہ معلوم نہیں، اور زید کہتا ہے کہ مجھ کو حالتِ غصہ میں خبر نہیں کہ میں نے کتنے دفع طلاق دیا ہے بحضور الشاہدین، اور زینب کے خویش و اقارب کہتے ہیں کہ زید نے تین طلاقیں شرعاً دی ہیں اور اب زید اپنی عورت زینب سے رجعت کرنا چاہتا ہے اور عورت کے وارث انکار کرتے ہیں، اور یہ آدمی نمازی ہے اور غریب ہے، یہاں علماء نے فتوٰی دیا ہے کہ رجوع صحیح ہے مگر لوگ نہیں مانتے، اب حق آپ کی جانب ہے جیسا کہ حکمِ شریعت ہو، اگر آپ جواب نہ دوگے تو غریب کا حق مارا جائے گا اور دُوسرا کوئی ہندوستان میں آپ جیسا عالم نہیں، آپ کا فتوٰی اطراف میں جاری ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جبکہ زید ان الفاظ سے طلاق دینے کا اقرار کرتا ہے، گنتی میں سہو بتاتا ہے، اگر ثابت ہو کہ یہ لفظ تین بار کہے تین طلاقیں ہوگئیں رجعت ناممکن ہے بے حلالہ نکاح نہیں کرسکتا۔

قال اللہ تعالٰی فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تیسری طلاق کے بعد عورت حلال نہیں تاوقتیکہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۸ از کلکتہ دھرم تلہ اسٹریٹ ۱۶۲ مرسلہ عزیز الرحمٰن صاحب پیش امام مسجد ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کئی آدمیوں نے مل کر ایک شخص سے کہا کہ تو اپنی اہلیہ کو طلاق دے دے، پس اس کی زبان سے بلا نیتِ طلاق کے نکل پڑا کہ "ہاں ہاں" تو اس صورت میں اُس کی اہلیہ پر طلاق ہوگا یا نہیں؟ جواب کتبِ دینیہ سے ارشاد ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جبکہ اُن اشخاص نے اس سے طلاقِ زن کی درخواست کی اور اس کے جواب میں اس نے "ہاں ہاں" کہا، طلاق اصلاً نہ ہُوئی اگرچہ بہ نیت طلاق ہی کہتا کہ لفظ "ہاں" جب امر کے جواب میں واقع ہو تو اس کا حاصل وعدہ ہوتا ہے یعنی ہاں طلاق دے دُوں گا اور اس سے طلاق نہیں ہوسکتی اگرچہ نیت کرے کہ طلاق کے لئے نیت

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۰

Marfat.com

بے لفظ کافی نہیں، ہاں اگر وُہ یوُں کہتے کہ تُو نے اپنی اہلیہ کو طلاق دے دی، تو یہ اخبار یا بتقدیرِ لفظ کیا استخبار ہوتا اس کے جواب میں اگر وُہ ہاں کہتا ضرور وقوعِ طلاق کا حکم دیا جاتا کہ اب وہ تصدیق و اقرار ہے اس صورت کی تصریح کی ضرورت یہ بھی تھی کہ بعض اطرافِ ہند کے بلاد میں فاعل فعل متعدی کے ساتھ بھی لفظ (نے) نہیں کہتے مثلاً تو کہا یا آپ فرمائے بولتے ہیں اگر ان لوگوں کا یہی محاورہ معلومہ معروفہ ہے اور "دے دی" بمعنی معروفہ کہا تھا اور زید نے یہی معنی سمجھ کر "ہاں" کہا تو حکماً طلاق واقع مانی جائے گی، اگرچہ عند اللہ طلاق نہ ہُوئی جبکہ واقع میں نہ دی تھی اور جھُوٹ اقرار کر دیا۔ تاج العروس میں ہے:

فی التھذیب قد یکون نعم تصدیقا و یکون عدۃ و حاصل ما فی المغنی و شروحہ انہ یکون حرف تصدیق بعد الخبر و عدۃ بعد افعل و لا تفعل الخ[1]۔

تہذیب میں ہے کہ نعم (ہاں) کا لفظ تصدیق ہوتا اور وعدہ بھی ہوتا ہے، اور مغنی اور اس کی شروح میں مذکور کا ماحصل یہ ہے کہ نعم خبر کے بعد تصدیق اور کر (امر) اور نہ کر (نہی) کے بعد وعدہ ہوتا ہے الخ (ت)

فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

سئل نجم الدین عن رجل قال لامرأتہ اذھبی الیٰ بیت امك فقالت طلاق دہ تا بروم فقال تو برو من طلاق دادم فرستم قال لا تطلق لانہ وعد کذا فی الخلاصۃ[2]۔

نجم الدین رحمہ اللہ تعالٰی سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا "تو اپنی والدہ کے ہاں جا" بیوی نے جواب میں کہا "تو طلاق دے تاکہ میں جاؤں" خاوند نے کہا "تو جا میں نے طلاق دی ہے بھیج دی ہے" تو نجم الدین رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا طلاق نہ ہوگی کیونکہ یہ وعدہ ہوگا۔ خلاصہ میں ایسے ہی ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فی البحر عن البزازیۃ و القنیۃ لو اراد الخبر عن الماضی کذبا لا یقع دیانۃ و ان اشھد قبل ذلك لا یقع قضاء ایضا[3]۔ اھ واللہ سبحانہ و تعالٰی اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

بحر میں بزازیہ اور قنیہ سے منقول ہے کہ مذکورہ صورت میں اگر خاوند نے ماضی کے بارے میں جھُوٹی خبر دیتے ہُوئے کہا ہو تو طلاق نہ ہوگی، اور اگر پہلے سے گواہ بنا لئے ہوں تو قضاءً بھی طلاق نہ ہوگی اھ واللہ سبحانہ و تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] تاج العروس — فصل النون من باب المیم — داراحیاء التراث العربی بیروت ۹/۸۲

[2] فتاوٰی ہندیہ — الفصل السابع فی الطلاق — نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۴

[3] ردالمحتار — کتاب الطلاق — داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۲۳

Marfat.com

مسئلہ ۱۴۹ از کلکتہ امرتلہ لائن ۲۶ مسئولہ رحمت اللہ آدم غنی ۲۸ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نکاح ثابت رہا یا طلاق ہوا، ہماری بی بی سے اور ہماری والدہ سے جھگڑا ہوا، اس رنجش سے ہماری والدہ دوسرے مکان پر چلی گئی ایک ہفتہ بعد جمعرات کو سب لوگ گئے، بی بی سے دریافت کیا کہ ہماری والدہ رنج ہو کر چلی گئی تم اُن کو راضی کر کے لاؤ، بی بی نے انکار کیا، میں نے بہت سمجھایا مگر وہ راضی نہ ہوئی، میں نے کہا جب تک میری والدہ کو راضی نہیں کروگی ہم بھی تمھارے شریک رنج وملال کے نہیں ہوں گے، اس پر بی بی نے جواب دیا ہم تم کو اور تمھاری ماں کو نہیں چاہتے ہیں تم چلے جاؤ، میں مکان آنے لگا، بی بی نے کہا ایسے کیوں جاتے ہو صفائی کر کے چلے جاؤ، ہم نے جواب دیا کہ کس کو صفائی کے لئے بلاؤں اپنے دل میں ارادہ کیا کہ روزانہ کے جھگڑے سے اس کو طلاق دینا ہی بہتر ہے، چلے آئے، بستی والوں نے پوچھا کہ کسی کے نزدیک اس کو طلاق دیا، ہم نے جواب دیا کہ اپنے دل سے طلاق اس کو دے دیا جس کو آٹھ نو مہینے کا زمانہ گزرتا ہے اس تاریخ سے آج تک ہم سے اس سے ملاقات نہیں ہے بعد پانچ چھ ماہ کے ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ تم اپنی بی بی سے کیوں نہیں ملتے، جواب دیا کہ ہم نے اس کو طلاق دے دیا بجواب اس کے تم نے کس کے نزدیک طلاق دیا، ہم نے اُس کو کسی کے سامنے طلاق نہیں دیا اپنے دل سے اُس کو ترک کر دیا بجواب اس کے ان نے کہا کہ گھر بیٹھے طلاق طلاق طلاق نہیں ہوتا ہے کسی کے سامنے طلاق دینا چاہئے، اس پر اس نے کہا کہ ایسے طلاق نہیں ہوتا ہے نہ ہوا، اس پر ہم نے کہا ایک طلاق دو طلاق تین طلاق یہ کہہ کر کہا کہ اب ہوا یا نہیں؟ ان نے کہا اب ہو گیا۔

الجواب

دل میں طلاق دینے سے نہیں ہوتی جب تک زبان سے نہ کہے،

بل بصوت یسمع نفسہ لولا مانع کما هو الصحیح المعتمد فی کل ما هو قول کما فی الدر وغیرہ۔

بلکہ ایسی آواز سے جس کو مانع نہ ہونے پر خود سُن سکے، جیسا کہ یہی صحیح اور قابلِ اعتماد قول ہے ہر قولی معاملہ میں جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے (ت)

پہلے شخص کے جواب میں اگر یوں کہتا کہ اپنے دل میں طلاق دے دی تو اس سے بھی طلاق نہ ہوتی لانہ اقرار بالباطل (کیونکہ یہ باطل کا اقرار ہے۔ ت) مگر اس نے کہا کہ اپنے دل سے اس کو طلاق دے دی یہ ایک طلاق رجعی ہوئی، عبارتِ سوال سے ظاہر یہ ہے کہ اس گفتگو کے پانچ چھ مہینہ بعد دوسرے شخص سے گفتگو ہوئی، اگر ایسا ہے اور اس پانچ چھ مہینے میں گفتگوئے شخص اول کے بعد سے اب تک عورت کو تین حیض شروع ہو کر ختم ہو چکے تو یہ تین طلاقیں نہ ہوئیں لفوات المحل

Marfat.com

بالبینونۃ (بائنہ طلاق کی وجہ سے اب طلاق کا محل نہ رہی۔ ت) عورت اسی پہلی طلاق پر نکاح سے نکل گئی اب بلا حلالہ اس سے نکاح جدید کرسکتا ہے اور اگر اس پانچ چھ مہینے میں عورت کو تین حیض آکر ختم نہ ہوئے تو اب تین طلاقیں ہوگئیں، بے حلالہ نکاح نہیں کرسکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۰: طلاق کتنے مرتبہ دینے سے عورت نکاح سے باہر ہوسکتی ہے؟

الجواب

تین مرتبہ طلاق ہوجائے تو عورت ایسی نکاح سے باہر ہوتی ہے کہ بے حلالہ پھر اُس سے نکاح نہیں کرسکتا اور تین مرتبہ سے کم کے لئے کچھ الفاظ مقرر ہیں کہ اُن سے نکاح جاتا ہے مگر بے حلالہ نکاح پھر کرسکتا ہے، اور ابھی عورت سے خلوت کی نوبت نہ پہنچی ہو تو کسی لفظ سے ایک ہی طلاق دینے سے عورت نکاح سے باہر ہوجاتی ہے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۱ تا ۱۵۲: از اندور چھاؤنی ریذیڈنسی گورنمنٹ پریس سنٹرل انڈیا مسؤلہ عبدالکریم پسر سکندر خاں پہلوان ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک شخص جس نے اپنی زوجہ کو واقعی طلاق نہیں دی تھی کسی مقدمہ میں برسر اجلاس فریق ثانی کے سوال کے تردید میں جس نے کہ اس کی زوجہ کا بوجہ نوع بنوع تکالیف کے اس کے یہاں سے فرار ہونا ظاہر کیا تھا یہ جواب دیا کہ اس کی زوجہ فرار نہیں ہوئی بلکہ میں نے اس کو طلاق دے دی تھی لیکن بعد میں تحقیقات سے معلوم ہوا کہ شخص مذکور الصدر نے محض اپنی آبروریزی کے خیال سے نیز اپنی بات کو بالا رکھنے کی وجہ سے طلاق کا اظہار کچہری کے رُوبرو کیا تھا، آیا ایسی صورت میں جیسا کہ اس نے کچہری کے رُوبرو ظاہر کیا طلاق ہونا جائز ہے کیا؟

(۲) شخص مذکور الصدر ہی نے ایک دعوٰی بازیابی زوجہ اپنی زوجہ کے خلاف کچہری مجاز میں دائر کیا، کچہری نے بعد انفصال مقدمہ ایک نوٹس میعادی آٹھ یوم بایں مضمون بنام مدعی جاری کیا کہ میعاد مقررہ کے اندر مدعی اپنی زوجہ کو اپنے مکان پر لے جائے ورنہ بعد انقضائے میعاد مذکور سمجھا جائے گا کہ مدعی مذکور کی جانب سے طلاق ثلاثہ ہوگئی، چنانچہ نوٹس مجریہ بعد اطلاع یابی مدعی مذکور بلا کسی اطلاع کے کہ مدعی اپنی زوجہ کو اتنے روز میں لے جائے گا موصول کچہری مجاز ہوگا، بعد اختتام میعادِ مذکور وکیل مدعا علیہا نے ازرُوئے قانون مروجہ ہدایت کی کہ مدعا علیہا اب اپنا عقد ثانی کرسکتی ہے، اس صورت میں اگر خلاف مدعا علیہا کسی قسم کا دعوٰی مدعی کی طرف سے ہوگا تو اس کا ذمہ دار میں ہوں، لہٰذا عرض ہے کہ اس صورت میں بھی کہ جو یہاں کی گئی تحریر فرمائیں کہ ازرُوئے شرع شریف طلاق ہوگئی یا نہیں؟

Marfat.com

الجواب

پہلی صورت میں ایک طلاق ہوجانے کا حکم دیا جائے گا اگرچہ عند اللہ نہ ہو جبکہ جھوٹ کہا ہو کما فی الخیریۃ فیمن اقر بالطلاق کاذبا (جیسا کہ خیریہ میں طلاق کا جھوٹا اقرار کرنے والے کی بحث میں ہے۔ ت) صورت دوم میں ہرگز طلاق نہ ہوئی، نوٹس میں دوسرے کا یہ لکھ دینا اور شوہر کا جواب نہ دینا محض مہمل ہے، ہرگز اس سے عورت کو دوسری جگہ نکاح کا اختیار نہیں ہوسکتا، حدیث میں ہے: الطلاق لمن اخذ بالساق[1] (طلاق کا حق صرف خاوند کو ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۳ از شہر رجمنٹ اکاکور ۶۳ چھاؤنی مسئولہ محمد حسین صاحب سہارنپوری ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

عمرو کو عشق ہوگیا تھا اور ہر وقت خیالِ معشوق رہتا تھا اور فکرمند دل رہتا تھا اور خلش بہت تھی عمرو نے گھبراہٹ میں طلاق دے دی، اس کلمہ کو دن میں بار بار جنون کی حالت میں بیان کرتا تھا۔

الجواب

فقط گھبراہٹ یا دماغ پر گرمی کا نام جنون نہیں، اگر واقعی مجنون نہ تھا تو طلاق ہوگئی، اگر تین بار کہی تو تین بار، وہ الفاظ جو اس نے بار بار کہے سائل نے بیان نہ کئے کہ ان کا مفصل حکم دیا جاتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۴ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و ہندہ میں لڑائی ہوئی، زید نے حالتِ غیظ و غضب میں ہندہ کو طلاقنامہ لکھ دیا اور اپنے مکان سے نکال دیا، اُسے مدت گزری یہاں تک کہ عدت گزرگئی، اب زید کہتا ہے کہ مجھے طلاق منظور نہ تھی میں نے شدتِ غضب میں وہ طلاقنامہ لکھا تھا اور زبان سے کوئی لفظِ طلاق نہ کہا تھا، پس اس صورت میں زید کا یہ عذر قابلِ سماعت ہے یا نہیں؟ ہندہ پر طلاق ہوئی یا نہیں؟ اور اگر ہوئی تو اب زید اس سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ اور ہندہ کا مہر زید پر واجب الادا ہوگیا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

غصّہ مانعِ وقوعِ طلاق نہیں بلکہ اکثر وہی طلاق پر حامل ہوتا ہے، تو اُسے مانع قرار دینا گویا حکمِ طلاق کا راساً ابطال ہے، ہاں اگر شدتِ غیظ و جوشِ غضب اس حد کو پہنچ جائے کہ اس سے عقل زائل ہوجائے، خبر نہ رہے کیا کہتا ہوں زبان سے کیا نکلتا ہے، تو بیشک ایسی حالت کی طلاق ہرگز واقع نہ ہوگی پس صورتِ مستفسرہ میں اگر زید اس حالت تک نہ پہنچا تھا تو صرف غصّہ ہونا اُسے مفید نہیں اور

---

[1] سنن ابن ماجہ باب الطلاق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۵۲

Marfat.com

طلاق جس طرح قول سے واقع ہوتی ہے یونہی تحریر سے، پس وہ طلاق واقع ہوگئی اور بہ سبب مرور عدت کے اب رجوع بھی نہیں کر سکتا، ہاں اگر تین طلاقیں نہ تھیں تو نکاحِ جدید بے حلالے کے کر سکتا ہے ورنہ حلالہ کی ضرورت ہے کما ھو الحکم المعروف (جیسا کہ حکم مشہور ہے۔ ت) اور مہرِ ہندہ اس صورت میں بیشک زید پر واجب الادا ہے، اور اگر وُہ دعوٰی کرے کہ اُس تحریر کے وقت میرا غصہ ایسی ہی حالت کو پہنچا ہُوا تھا کہ میری عقل بالکل زائل ہوگئی تھی اور مجھے نہ معلوم تھا کہ میں کیا کہتا ہوں کیا میرے منہ سے نکلتا ہے۔ تو اطمینانِ ہندہ کے لئے اس کا ثبوت گواہانِ عادل سے دے کہ اگرچہ عنداللہ وہ اپنے بیان میں سچا ہو اور اُسے عورت کے پاس جانا دیانۃً روا ہو مگر عورت کو بے ثبوت بقائے نکاح اس کے پاس رہنا ہرگز حلال نہیں ہوسکتا، تو ضرور ہُوا کہ زید اپنے دعوٰی پر گواہ دے یا اگر معلوم و معروف ہے کہ اس سے پہلے کبھی اُس کی ایسی حالت ہوگئی تھی تو گواہوں کی کچھ حاجت نہیں مجرد قسم کھا کر بیان کرے ورنہ مقبول نہیں۔ (جواب ناقص ملا)

مسئلہ ۱۵۵ از رامپور محلہ پھول واڑہ مرسلہ محمد علی صاحب مورخہ ۷ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین بیچ اس مسئلہ طلاق کے کہ زید کی بیوی جب اپنے میکہ گئی تو علیل ہوگئی اور حاملہ بھی ہے جب کچھ فرصت ہوئی تو سسرال میں آئی شام کے ۷ بجے ماہِ رمضان میں ایک دورہ گرمی یا کسی دوسری بیماری کے سبب سے لاحق ہُوا اور اس وقت کی حالت خطرناک تھی زید اپنے مکان پر موجود نہ تھا کچھ عرصے کے بعد جب زید مکان پر آیا اور اپنی زوجہ کو ایسی حالت میں دیکھا فوراً واپس گیا تاکہ حکیم صاحب کو لائے جب حکیم صاحب کے یہاں وُہ جارہا تھا تو اُس نے اپنی سسرال میں بھی اس واقعہ کی خبر کردی جس پر زید کے خسر اور ساس آگئے حکیم صاحب نے اپنی تشخیص سے یہ ثابت کیا کہ کسی چوٹ کی وجہ سے یہ دورہ پڑا ہے اس پر زید کے سالے نے یہ خیال کرکے کہ زید نے اس کی ہمشیرہ کو مارا ہے سخت وسست کہنا شروع کیا جس پر زید بھی وہی کہنے کے لئے تیار ہوگیا، نوبت بانیجا رسید کہ ہاتا پائی شروع ہوگئی، زید کی والدہ نے زید کے پھوپھا زاد بھائی کو آواز دی اور وُہ زید کی زوجہ سے بھی یہی رشتہ رکھتے ہیں وُہ فوراً آگئے اور زید کو پکڑ کر لے گئے، اس وقت زید کی حالت ایک دیوانے کُتے کی تھی اس کو کسی بات کا ہوش نہ تھا، اسی رات میں اس نے یہ کہا کہ جس عورت کی وجہ سے یہ بے عزتی مجھ کو اٹھانا پڑی میں نے اس کو تین طلاق پر چھوڑا لیکن یہ کلمہ ایک مرتبہ اس کے مُنہ سے نکلا زید کے خسر اپنی بیٹی کو اُسی وقت لے گئے جس کو اب تک دو ماہ اور کچھ دن گزرے اس پر کیا حکم ہے اور زید نے اپنی بیوی بلانے کے لئے کہا ہے۔

Marfat.com

الجواب

تین طلاقیں ہوگئیں، بے حلالہ نکاح نہیں ہوسکتا مگر جبکہ گواہان عادل شرعی سے ثابت ہو کہ واقعی وہ اس وقت حالتِ جنون میں تھا یا یہ معلوم ومشہور ہو کہ اُسے جب غصہ آتا ہے عقل سے باہر ہوجاتا ہے اور حرکاتِ مجنونانہ اس سے صادر ہوتی ہیں اس حالت میں اگر وہ قسم کھا کر کہہ دے گا کہ اس وقت میرا یہی حال تھا اور میں عقل سے بالکل خالی تھا تو قبول کرلیں گے اور حکم طلاق نہ دیں گے، اگر جھوٹا حلف کریگا وبال اس پر ہے والمسئلة فی الخیریة ورد المحتار وغیرھما (یہ مسئلہ خیریہ اور ردالمحتار وغیرہما میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۶ ۲۸ ربیع الثانی شریف ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے کسی کے جبر وظلم سے محض ناچار و مجبور ہو کر اپنی عورت کو طلاق دے دی اور طلاقنامہ لکھ دیا تو اس صورت میں طلاق پڑے گی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

طلاق بخوشی دی جائے خواہ بجبر، واقع ہوجائے گی۔ نکاح شیشہ ہے اور طلاق سنگ، شیشہ پر پتھر خوشی سے پھینکے یا جبر سے یا خود ہاتھ سے چھُٹ پڑے شیشہ ہر طرح ٹوٹ جائے گا۔ مگر یہ زبان سے الفاظِ طلاق کہنے میں ہے، اگر کسی کے جبر واکراہ سے عورت کو خط میں طلاق لکھی یا طلاق نامہ لکھ دیا اور زبان سے الفاظِ طلاق نہ کہے تو طلاق نہ پڑے گی۔ تنویر الابصار میں ہے:

ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو مکرھا او مخطئا[1] وفی ردالمحتار عن البحران المراد الاکراہ علی التلفظ بالطلاق فلو اکرہ علی ان یکتب طلاق امرأتہ فکتب لا تطلق لان الکتابة اقیمت مقام العبارة باعتبار الحاجة ولاحاجة ھنا[2]۔

ہر عاقل بالغ خاوند کی طلاق نافذ ہوجائیگی اگرچہ مجبور کیا گیا یا خطاءً سے طلاق کا کہہ دیا ہو، اور ردالمحتار میں بحر سے منقول ہے کہ جبر سے مراد لفظ طلاق کہنے پر جبر کیا گیا ہو، اور اگر اس کو اپنی بیوی کو طلاق لکھنے پر مجبور کیا گیا تو اس نے مجبور ہو کر لکھ دی تو طلاق نہ ہوگی، کیونکہ کتابت کو تلفظ کے قائمقام محض حاجت کی بناء پر کیا گیا ہے اور یہاں خاوند کو حاجت نہیں ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الطلاق مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۶

[2] ردالمحتار 〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۲۱

Marfat.com

مگر یہ سب اس صورت میں جبکہ اکراہ اکراہِ شرعی ہو کہ اُس سے ضرر رسانی کا اندیشہ ہو اور وہ ایذا پر قادر ہو صرف اس قدر کہ اُس نے اپنے سخت اصرار سے مجبور کردیا اور اس کے لحاظ پاس سے اسے لکھتے بنی، اکراہ کے لئے کافی نہیں یُوں لکھے گا تو طلاق ہو جائے گی کما لا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۷: از ڈاک خانہ رامو چکما کول ضلع چاٹگانگ مدرسہ عزیزیہ مرسلہ سید مفیض الرحمن ۱۰ جمادی الآخر ۱۳۳۶ھ

کسی نے ایک شخص کو جبراً نشہ پلایا وہ حالتِ بیہوشی میں اگر عورت کو طلاق دے تو کیا طلاق واقع ہوگئی؟

الجواب

لوگ کسی کے اصرار کو بھی جبر کہتے ہیں، یہ جبر نہیں، اگر ایسے جبر سے نشہ کی چیز پی اور اس نشہ میں طلاق دی بلاشبہہ بالاتفاق ہوگئی، ہاں اگر جبر واکراہِ شرعی ہو۔ مثلاً قتل یا قطع عضو کی دھمکی دے جس کے نفاذ پر یہ اُسے قادر جانتا ہو، یا یُوں کہ کسی نے ہاتھ پاؤں باندھ کر مُنہ چیر کر حلق میں شراب ڈال دی تو یہ صورت ضرورجبر کی ہے، اور تحقیق یہ ہے کہ اس نشہ میں اگر طلاق دے نہ پڑے گی۔ درمختار میں ہے:

اختلف التصحیح فیمن سکر مکرھا او مضطرا[1]۔

جس شخص نے مجبور ہو کر یا اضطراری حالت میں نشہ آور چیز کو استعمال کیا اور اسی نشہ میں اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو ایسے شخص کی طلاق میں تصحیح مختلف ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

صحح فی التحفۃ وغیرھا عدم الوقوع وفی النھر عن تصحیح القدوری انہ التحقیق[2]۔ ملخصًا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

تحفہ وغیرہ میں طلاق واقع نہ ہونے کو صحیح قرار دیا گیا ہے، اور نہر میں قدوری کی تصحیح بیان کرتے ہوئے کہا کہ یہی تحقیق ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار	کتاب الطلاق	مطبع مجتبائی دہلی	۲۱۷/۱
[2] ردالمحتار	〃 〃	داراحیاء التراث العربی بیروت	۴۲۴/۲

Marfat.com

مسئلہ ۱۵۸ ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے امامِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اگر طلاق جبراً دلوائی جائے تو اگر خوفِ جان سے مجبوراً اگر کوئی عورت اپنی کو طلاق دیوے تو طلاق واقع ہوجاوے گی یا نہیں اور اگر لفظِ نفی آہستہ سے اپنی دبی زبان سے کہلیوے کہ وہ نہ سمجھے اور نہ سُنے تو بھی واقع ہوجاویگی یا نہیں، مثلاً یہ کہے میں نے اپنی عورت کو طلاق (نہیں) دی یا لفظ استثناء (اِن شاء اللہ) آہستہ سے کہلیوے تو کیا حکم ہے، یا اور کوئی حیلہ ہوسکتا ہے یا نہیں جس سے طلاق واقع نہ ہو۔

الجواب

طلاق اگر دبی زبان سے دے کیسے ہی جبر و اکراہ سے دی ہو ہوجائے گی، اور استثناء یا الحاق نفی اگر ایسی آواز سے تھا کہ خود اپنے کان تک پہنچنے کے قابل بھی نہ تھی تو وہ عنداللہ بھی معتبر نہیں طلاق ہوگئی، اور اگر اپنے کان تک آواز آئی اُس مکرہ نے نہ سُنی نہ اور حاضرین نے تو قضاءً طلاق مانی جائے گی عنداللہ نہ ہوگی۔ حیلہ یہ ہوسکتا ہے کہ اس کے اکراہ پر کہے طلاق طلاق طلاق، اور نیت یہ کرے کہ مہمل مطالبہ کر رہے ہو، لیکن مکرہ اگر ہوشیار ہے اور بے تصریح اضافت نہ مانے تو کوئی حیلہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۹ از حافظ شمس الدین شاہ آباد ضلع ہردوئی محلہ گلیانی ۲۰ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص پندرہ سال سے دیوانہ ہوگیا ہے اور اس کی عورت ہے اُس کو اپنی عورت سے کوئی غرض واسطہ نہیں ہے، اُس کا حق پورا نہیں کرسکتا کھانا کپڑا وغیرہ کچھ نہیں دے سکتا ہے، عرصہ آٹھ دس ماہ کا ہُوا اس سے طلاق کے واسطے کہا گیا کہ اپنی عورت کو طلاق دے دے، تب اس نے دو۲ مرد اور ایک عورت کے سامنے طلاق دے دی، تین بار اپنی زبان سے کہا کہ میں نے اپنی عورت کو طلاق دی، عورت کون ہے جس کے رُوبرو طلاق دی دیوانہ کی ماں ہے، مرد وہ کون ہیں جن کے رُوبرو طلاق دی، ایک دیوانہ کا بھائی ہے دوسرا بھانجا ہے۔ یہ شخص ایسا دیوانہ نہیں ہے جو بالکل ہوش و حواس نہ رکھتا ہو، کھاتا پیتا ہے مکان میں رہتا ہے اس کی کوئی جائداد ایسی نہیں ہے جو اپنا گزر کرسکے، اس کی عورت دُوسرے سے نکاح کرنا چاہتی ہے آیا طلاق ہُوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ برائے مہربانی جواب سے جلد مطلع فرمائیے۔

الجواب

مجنون کی طلاق باطل ہے وُہ لاکھ دفعہ طلاق دے ہرگز نہ ہوگی، نہ عورت کو دُوسرے سے نکاح جائز ہوگا نہ اس کی طرف سے اُس کا ولی طلاق دے سکتا ہے لان الولایۃ للنظر لا للضرر (کیونکہ

Marfat.com

ولایت شفقت کے لئے ہوتی ہے ضرر کے لئے نہیں۔ ت) کھانا پینا مکان میں رہنا منافی جنون نہیں،
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۰ از شہر بریلی محلہ بہاری پور زوجہ عبدالرحمٰن صاحب ۴ محرم الحرام ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ محبوبن کا نکاح مستری عبدالرحمٰن سے عرصہ نوسال کا ہُوا جب ہُوا تھا بعد نکاح ایک سال تک باقاعدہ رہا پھر اس کے یہاں سے چلا گیا چونکہ مکان مسماۃ محبوبن کا تھا اس واسطے وُہ اکیلی مکان میں رہی محلہ والے اس کو سمجھا کر لائے غرضکہ اسی طرح کبھی وُہ چلا جاتا اور کبھی آجاتا یونہی عرصہ نوسال کا ہُوا بعد نوسال کے وہ لوگ جو نکاح کے گواہ تھے ان کے سامنے کہہ گیا تین بار کہ میں نے اپنی بی بی کو طلاق دی اور کہا نہ تو میری بی بی نہ میں تیرا شوہر اب اس صورت میں نکاح جائز رہا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

سچ اور جھوٹ کا حال اللہ جانتا ہے، یہ حلال و حرام و قبر و حشر کا معاملہ ہے، بناوٹ سے حلال و حرام نہ ہو جائے گا، نہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بناوٹ کام دے گی جو لوگوں کی چھپی جانتا ہے، اگر واقع میں عورت جانتی ہے کہ وُہ تین بار اس سے یہ لفظ کہہ گیا تو عدت کے بعد دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے اور اگر شوہر واپس آئے اور طلاق سے منکر ہو اور گواہوں میں دو گواہ عادل قبول شرع نہ نکلیں تو طلاق ثابت نہ ہوگی شوہر کے حلف کے بعد عورت اُسے جبراً واپس دلائی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۱ تا ۱۶۳ از فتحپور ضلع شیخاواٹی درگاہ مسئولہ پیرجی محمد حنیف صاحب ۵ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) کتنی بار طلاق دینے سے عورت خاوند پر حرام ہوسکتی ہے؟

(۲) جو شخص اپنی زوجہ کو دس بار طلاق دے اور اس کے ثبوت میں تین بار خاص اپنے ہاتھ سے تحریر لکھ لکھ کر لوگوں پر ظاہر کرے تو کیا وُہ عورت بغیر حلالہ اُس کے لئے بغیر نکاح حلال ہوسکتی ہے؟

(۳) اسی مطلقہ سے اُنھیں شرطوں پر بغیر حلالہ کئے رہی، طلاق دینے والا خاوند صحبت کرتا رہے اور اس کو بدستور اپنے عملدرآمد میں لاتا رہے اُس کا کیا حکم ہے؟ اُس کی اولاد کیسی ہے اور اس کی جائداد کی مستحق ہوگی یا نہیں اور ایسا شخص قابلِ خلافت و سجادگی و خرقہ درویشی ہے یا نہیں؟
بینوا توجروا۔

Marfat.com

الجواب

(۱) جب طلاقیں تین تک پہنچ جائیں پھر وُہ عورت اُس کے لئے بے حلالہ کسی طرح حلال نہیں ہوسکتی،

قال اللہ تعالیٰ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اگر تیسری طلاق دی تو مطلقہ اس کے لئے حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وُہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(۲) جس نے دس طلاقیں دیں، تین سے طلاق مغلظ ہوگئی اور باقی سات شریعت سے اس کا استہزا تھیں، بلا نکاح تو مطلقہ بائن بھی حلال نہیں ہوسکتی ہے اور یہ تو نکاح سے حرام محض رہے گی جب تک حلالہ نہ ہو کہ اس طلاق کی عدت گزرے پھر عورت دوسرے سے نکاح کرے اور اس سے ہم بستر بھی ہو، پھر وُہ طلاق دے یا مرجائے اور بہرحال اس کی عدت گزر جائے اس کے بعد اس پہلے سے نکاح ہوسکتا ہے ورنہ ہرگز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) وُہ صحبت زنا ہوگی اور اسے اگر مسئلہ معلوم ہے تو یہ زانی اور شرعًا سزائے زنا کا مستحق اور اولاد ولد الزنا۔ اور ترکۂ پدری سے محروم، اور ایسا شخص قابلِ خلافت وسجادہ نشینی نہیں،

وقد قال فی رد المحتار وغیرہ من الاسفار انه زنا اذا علم بالحرمة[2]۔

ردالمحتار وغیرہ کتب میں فرمایا: جب حرام ہونا معلوم ہے تو یہ زنا ہے۔ (ت)

اور اس میں برابر ہے کہ تین طلاقیں ایک ساتھ ہوں یا متفرق۔ درمختار میں ہے:

لاحد بشبهة الفعل ان ظن حله کوطء معتدة الثلاث ولو جملة[3] (ملخصًا)

جب حلال ہونے کا گمان کیا تو یہ شبہہ فعل ہوگا جس پر حد نہیں، جیسا کہ اپنی مطلقہ ثلاثہ کی عدت میں جماع کیا اگرچہ اکٹھی تین طلاقیں ہوں (ملخصًا) (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای ولو کان تطلیقة الثلاث بلفظ واحد فلا یسقط عنه الحد الا ان ادعی ظن الحل

یعنی ایک لفظ سے تینوں طلاقیں دے دی ہوں تو عدت میں وطی کرنے پر حد ساقط نہ ہوگی مگر اس نے اس صورت میں حلال ہونا گمان ہو تو پھر

---

[1] القرآن ۲/ ۲۳۰

[2] ردالمحتار باب العدۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۱۰، ۶۱۲، ۶۱۵

[3] درمختار باب العطاء الذی لایوجب الحد الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۱۸

Marfat.com

وکذا الوقع الثلاث متفرقۃ بالطریق الاولٰی اذ لم یخالف فیہ احد لان القراٰن ناطق بانتفاء المحل بعد الثلاثۃ۔[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

اس پر حد نہ ہوگی، اور یوں ہی اگر اس نے تین متفرق دی ہوں تو بطریق اولٰی حد ساقط نہ ہوگی کیونکہ اس میں کوئی مخالف نہیں تین طلاقوں کے بعد بیوی کا محلِ وطی نہ رہنا قرآن کی نص ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۶۴ تا ۱۶۶ ۲۵ جمادی الاولٰی ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ نابالغ اور نابالغہ کا نکاح بذریعہ اُن کے ولی کے ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(۲) زید نے اپنی لڑکی نابالغہ عمر تقریباً دس سال کا نکاح ایک لڑکے چوبیس ۲۴ سالہ کے ساتھ کردیا اپنی ولایت سے درست ہے یا نہیں؟

(۳) اگر اس لڑکی نے کچھ اشارہ وقت لینے اقرار کے کردیا ہو تو بھی نکاح درست ہے۔ اب عمرو نے ان تینوں صورتوں میں ایسی کسی صورت کو حاصل کرکے اپنی بی بی کو طلاق دے دی اس کے باپ کے کہنے سے، اور لڑکی بھی اپنی نادانی سے طلاق پر رضامند تھی طلاق ہوگئی، لفظ طلاق یوں کہا طلاق دی طلاق دی طلاق دی، تین دفعہ کہنے سے طلاق ہوگئی، اب بعد طلاق اُس کا نکاح پھر پڑھا جاوے تو کس شرط کے بعد نکاح جائز ہوجائے گا؟ بیّنوا توجروا (بیان کرکے اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

نابالغ نابالغہ کا نکاح بذریعہ ولی کے ہوسکتا ہے۔

(۲) باپ نے اپنی نو دس برس کی لڑکی کا نکاح چوبیس سالہ لڑکے کے ساتھ کردیا درست ہے،

وقد تزوج رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا وھی بنت ست سنین وبنی بہا وھی بنت تسع سنین۔[2]

بیشک حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے نکاح فرمایا تو وہ چھ سال کی تھیں آپ نے رخصتی حاصل کی تو وہ نو سال کی تھیں۔ (ت)

(۳) ولی جائز کے ہوتے نابالغہ کے اشارہ کی کوئی حاجت نہیں اور بغیر ولی کے نابالغہ کا اشارہ یا خود زبان سے صراحت ایجاب وقبول کرنا کافی نہیں، شوہر عاقل بالغ نے اگر اپنی زوجہ نابالغہ کو طلاق دی

---

[1] ردالمحتار باب الوطی الذی یوجب الحد والذی لایوجبہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۱۵۲

[2] سنن ابن ماجہ باب نکاح الصغار ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۶

Marfat.com

طلاق ہوجائے گی، زوجہ کا راضی یا ناراض ہونا کچھ معتبر نہیں۔ زوجہ سے اگر خلوتِ صحیحہ خواہ فاسدہ ہوچکی تھی تو صورتِ مذکورہ میں تین طلاقیں ہوگئیں، عورت پر اگرچہ نابالغہ ہو عدت لازم ہے، جسے حیض نہ آیا اس کی عدت تین مہینے ہے،

قال الله تعالیٰ فعدتھن ثلثة اشھر و اللائی لم یحضن[1]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نابالغہ اور جن کو حیض بند ہوگیا ہے ان کی عدت تین ماہ ہے۔ (ت)

اس کے بعد اس کا نکاح ہوسکتا ہے۔

فی الدرالمختار العدة فی حق من لم تحض لصغر بان لم تبلغ تسعا اوکبر بان بلغت سن الایاس ثلثة اشھر ان وطئت فی الکل ولو حکما کالخلوة ولو فاسدة مطلقا[2]۔

درمختار میں ہے: جن عورتوں کو نابالغی یا بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہیں آتا، نابالغی سے مراد جو نوسال کو نہ پہنچی اور بڑھاپے سے مراد جن کا رحم ناقابل ہوگیا تو ان سب کی عدت تین ماہ ہے، عدت کا یہ حکم سب مدخولہ عورتوں کے لئے ہے اگرچہ حکماً مدخولہ ہوں جیسا کہ خلوت مطلقاً خواہ فاسدہ ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

المطلقة قبل الدخول لایلحقھا طلاق اخر اذا لم تکن معتدة بخلاف ھذہ[3]۔

قبل از دخول مطلقہ کو دوسری طلاق ملحق نہ ہوگی بشرطیکہ عدت والی نہ ہو بخلاف عدت والی کے۔ (ت)

اور اگر ابھی خلوت کی نوبت نہ آئی تو ایک طلاق ہوئی اور عورت پر عدت نہیں اُسی وقت جس سے چاہے نکاح ممکن ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۷: از پنڈی ضلع منڈلہ مرسلہ ولی محمد صاحب ۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

محمد بخش نے اپنی عورت کو اس ترکیب سے ایک خطبہ میں طلاق دیا کہ طلاق طلاق طلاق، اور مہر بھی جو کچھ تھا ادا کردیا، اور طلاق دئے ہوئے عرصہ ایک سال کا ہوا، اور اب پھر دوبارہ نکاح کرنا چاہتے ہیں مطابق دوسرے پارہ کے، جیسا کہ چودھویں رکوع میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، مگر ہم لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا

---

[1] القرآن ۶۵/۴

[2] درمختار	باب العدة	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۲۵۶
[3] ردالمحتار	باب المہر	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۳۴۱

Marfat.com

صورتِ بالا میں مطابق قرآن و حدیث کے جواب مرحمت فرمایا جائے۔

الجواب

اگر اس نے اتنے ہی لفظ کہے کہ طلاق طلاق طلاق، نہ یہ کہا کہ دی، نہ یہ کہا کہ تجھ کو یا اس عورت کو، نہ یہ الفاظ کسی ایسی بات کے جواب میں تھے جس سے عورت کو طلاق دینا مفہوم ہو تو طلاق اصلاً نہ ہوئی، وہ بدستور اس کی عورت ہے دوبارہ نکاح کی حاجت نہیں، اور اگر اُس کے ساتھ یا اُس بات میں جس کے جواب میں یہ الفاظ تھے وہ لفظ موجود تھے جن سے یہ مفہوم ہو کہ اس نے اپنی عورت کو طلاق دی یا وہ اقرار کرے کہ میں نے یہ الفاظ عورت کو طلاق دینے کی نیت سے کہے تھے تو تین طلاقیں ہوگئیں بے حلالہ اُس کے نکاح میں نہیں آسکتی، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۸ ازڈھاکہ مرسلہ عبدالکریم میاں ۱۳ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی برادری میں کوئی بات لے کر آپس میں تنازع ہو رہے تھے اس گفتگو میں وہ شخص کہنے لگا بھائی! میں ایک پریشانی اُٹھاتا ہوں وہ یہ ہے کہ میں اپنی زوجہ کی سبب سے ہمیشہ پریشان ہوں کیونکہ وہ عورت میری باتوں میں دخل دیا کرتی ہے لہذا میں شرمندہ ہوں اُس وقت اُن کی زوجہ گھر میں تھی میاں نے جو اپنی زوجہ کی شکایت کیا زوجہ نے از اول تا آخر سب سُنا زوجہ نے جواب دیا اگر میرے سبب تمہارے تکلیف اور ناگوار ہو تو مجھے نکال دو گے اور کیا کرو گے زوج زوجہ کا کلام سُنتے ہی خفا ہوگیا اور کہا جا ایک طلاق دو طلاق تین طلاق دادم، آیا اس صورت مذکورہ میں وہ عورت تین طلاق سے مغلظہ ہوئی یا نہیں مگر طالق نہ مخاطب زوجہ کو ہوا نہ اُن کا نام لیا اور سوال میں جو لفظ "جا" مقولہ طالق ہے یہ معنی امر کی مقصود نہیں ہے بلکہ وہ اپنے کلام میں اکثر یہ لفظ بولا کرتے ہیں معنی امر کے نہیں ہوتے ہیں باوجود ان وجوہات کے کیا حکم؟

الجواب

اگر "جا" سرے سے کلمہ خطاب نہ ہوتا یا حسب قول سائل یہ اُس کا تکیہ کلام ہے اس سے خطاب کا ارادہ نہیں کرتا اور کلام مطلق کہ جواب زوجہ میں ہے اُس کے جواب میں بھی نہ ہوتا ابتداءً وہ اتنا ہی کہتا کہ "تین طلاق دادم" جب بھی بلاشبہہ حکم طلاق مغلظ دیا جاتا کہ طلاق دینے سے ظاہر زوجہ ہی کا ارادہ ہے ہاں از انجا کہ کلام زوجہ میں سوال طلاق نہ تھا نہ کلام زوج الفاظ ایک طلاق دو طلاق الخ عورت کی طرف اضافت ہے اور "جا" احتمال مذکور سائل کے علاوہ خود کنایات سے ہے صریح الفاظ سے نہیں کہ تقدم طلاق ہو کر خود مذاکرہ ثابت ہو جائے ان وجوہ سے عدم نیت کا احتمال باقی ہے اگر زوج بحلفِ شرعی کہہ دے کہ اُس نے

Marfat.com

نہ لفظ "جا" بہ نیت طلاق کہا نہ "طلاق دادم" سے زوجہ کو طلاق دینے کا ارادہ کیا تو اس کا قول مان لیں گے اور اصلاً طلاق نہ ہونے کا حکم دیں گے اگر جھوٹا حلف کرے گا اپنے زنا اور زوجہ کے زنا کا سخت شدید وبال اس کی گردن پر ہے، اور اگر ان میں سے کسی بات پر حلف نہ کرے یا صرف امر دوم پر حلف کرے تو تین طلاقیں ہوگئیں، بے حلالہ اُس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ اور اگر امر دوم پر حلف کر لے کہ اس طلاق دادم سے عورت کو طلاق کی نیت نہ تھی لیکن یہ حلف نہ کرے کہ لفظ "جا" بہ نیت نہ کہا تو عورت اُسے حاکم کے یہاں پیش کرے اگر حاکم کے سامنے حلف کرلے گا کہ "جا" بھی طلاق کی نیت سے نہ کہا تو حکم طلاق نہ ہوگا، اور اگر وہاں بھی اس پر حلف سے باز رہا تو تین طلاق ہوجانے کا حکم دیں گے۔

وذلک لان المطلوب فی اللفظ الثانی لعدم الحکم بالطلاق وجود الحلف بانہ لم ینو بہ الطلاق فاذا لم یوجد حکم بہ قال فی الخانیۃ والبزازیۃ قال لہا لاتخرجی من الدار الا باذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لایقع لعدم ذکرہ حلفہ بطلاقہا ویحتمل الحلف بطلاق غیرہا فالقول لہ[1] اھ وفی رد المحتار یفہم منہ انہ لو لم یقل ذلک (ای لم یحلف انہ لم یرد بہ طلاقہا بل طلاق غیرہا) تطلق امرأتہ لان العادۃ ان من لہ امرأۃ انما یحلف بطلاقہا لا بطلاق غیرہا فقولہ انی حلفت بالطلاق ینصرف الیہا مالم یرد غیرہا لانہ یحتملہ کلامہ[2] اھ وتمام تحقیقہ

یہ اس لئے کہ دوسرے لفظ میں طلاق نہ ہونے کا حکم اس قسم پر کہ اس نے اس لفظ سے طلاق کا ارادہ نہیں کیا، مطلوب ہے، تو جب قسم نہ پائی گئی تو طلاق کا حکم دیا جائے گا، خانیہ اور بزازیہ میں فرمایا خاوند نے بیوی کو کہا کہ میری اجازت کے بغیر باہر مت نکلو کیونکہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے تو بیوی باہر نکل گئی، اس پر طلاق نہ ہوگی کیونکہ بیوی کی طلاق کا قسم میں ذکر نہیں ہے اور اس میں کسی غیر عورت کی طلاق کا احتمال بھی ہے، اس لئے خاوند کی بات معتبر ہوگی اھ، اور ردالمحتار میں یوں ہے کہ اس سے معلوم ہو رہا ہے اگر خاوند یہ بات نہ کہے، یعنی اپنی بیوی کی طلاق کا ارادہ نہ کرنے اور غیر کا ارادہ کرنے کی قسم نہ کھائے، تو اس کی بیوی کو طلاق ہوجائے گی، کیونکہ عادت یہ ہے کہ بیوی والا اپنی بیوی کی طلاق کی قسم کھاتا ہے کسی دوسری عورت کی طلاق کی قسم نہیں کھاتا تو خاوند کی قسم

---

[1] فتاوٰی بزازیۃ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الایمان نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۲۷۰

[2] ردالمحتار باب الصریح من کتاب الطلاق داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۳۰

Marfat.com

فیما علقناہ علیہ۔ والمطلوب فی اللفظ الاول لحکم الطلاق بہ نکولہ عن الحلف بانہ لم ینو بہ الطلاق والنکول لایکون الا عند القاضی فاذا نکل عندہ حکم بالطلاق بہ فحصلت الاضافۃ فی کلامہ فحمل اللفظ الثانی من دون حاجۃ الی اقرارہ بالنیۃ لکونہ صریحا قال فی الدرالمختار من الکنایات والقول لہ بیمینہ فی عدم النیۃ ویکفی تحلیفھا فی منزلہ فان ابی رفعتہ للحاکم فان نکل فرق بینھما مجتبٰی[1] قال ط ثم ش فان نکل ای عند القاضی لان النکول عند غیرہ لایعتبر[2]، واللہ تعالٰی اعلم۔

طلاق کے متعلق اسکی اپنی بیوی کیلئے ہی ہوگی جب تک دوسری عورت کے ارادے کو ظاہر نہ کرے، کیونکہ دوسری کا بھی احتمال ہے اھ، اس کی مکمل تحقیق ردالمحتار پر ہمارے حاشیہ میں ہے۔ اور پہلے لفظ یعنی "جا" میں طلاق کا حکم لگانے کے لئے، اس کا قسم سے انکار مطلوب ہے کہ میں نے بیوی کی طلاق نہیں مراد لی، جبکہ قسم سے انکار صرف قاضی کے ہاں معتبر ہوتا ہے تو جب قاضی کے سامنے قسم سے انکار کردے گا تو قاضی طلاق کا حکم کردے گا، تو یوں انکار کی وجہ سے اسکے کلام میں اضافت حاصل ہوجائیگی، تو دوسرے لفظ کو طلاق پر محمول کرنے کے لئے اسکے اقرار بالنیۃ کی حاجت نہیں کیونکہ وہ اس میں صریح ہے، درمختار کے باب کنایات میں ہے کہ نیت نہ ہونے سے متعلق خاوند کی بات قسم کے ساتھ معتبر ہوگی، اور گھر میں ہی اس سے قسم لینا کافی ہے اگر وہ قسم سے انکار کرے تو بیوی کو قاضی کے ہاں پیش کرنے کا حق ہوگا اگر وہ قاضی کے ہاں بھی حلف سے انکار کردے تو قاضی دونوں میں تفریق کردے گا، مجتبٰی اھ، طحاوی پھر شامی نے فرمایا کہ قسم سے انکار قاضی کے ہاں انکار مراد ہے کیونکہ غیر قاضی کے ہاں قسم سے انکار معتبر نہیں ہوتا، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۶۹ ازسرائے چھبیلہ ضلع بلندشہر مرسلہ راحت اللہ صاحب امام مسجد جامع ۱۹ رمضان ۱۳۳۸ھ

زید نے ہندہ کو طلاق دی، دس بارہ روز بعد نکاح کرکے اُسے پھر رکھ لیا برادری نے

---

[1] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۴

[2] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۶۵

Marfat.com

زید کو دبایا تو کہا میں نے طلاق رجعی دی تھی وُہ بھی ایامِ حیض میں، جو گواہ وقتِ طلاق موجود تھے وہ حلفی بیان کرتے ہیں کہ ہمارے سامنے تین طلاقیں دیں اور زید بھی حلفی بیان کرتا ہے کہ ہاں طلاق دی مگر یہ نہیں کہتا کہ تین دیں یا ایک، مجھے یاد نہیں، قولِ زید ہے کہ عورت سے جو تکرار رہتی تھی اس لئے دھمکانے کو کاغذ تحریر کردیا تھا اب عورت و مرد نے کاغذ دونوں چاک کر ڈالے، زید کہتا ہے کہ حشر کا بوجھ میں اپنے ذمّہ لیتا ہُوں گواہ غلط بیان کرتے ہیں برادری نے اس زید کو خارج کردیا ہے اور ۲۵ عـہ جرمانہ کردے تو اب برادری میں اُسے ملالیں یا عورت کو الگ کراکر ملادیں اور جرمانہ برادری کا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

طلاق جب دی جائے واقع ہوجائے گی خواہ دھمکی مقصود ہو یا کچھ اور صریح لفظ محتاجِ نیت نہیں ہوتے اُن سے نیت کرے یا نہ کرے طلاق ہوجاتی ہے، اگر وُہ تین طلاقیں دینے یا لکھنے کا مقر ہے اور عذر یہ بیان کرتا ہے کہ دھمکی مقصود تھی طلاق کی نیت نہ تھی تو بلاشک تین طلاقیں ہوگئیں اور بغیر حلالہ اُسے رکھنا زنائے محض ہے، جب تک اُس عورت کو نکال نہ دے اور علانیہ توبہ نہ کرے برادری میں ہرگز نہ ملایا جائے، یُونہی اگر وُہ مقر نہ ہو مگر دو گواہ ثقہ متقی عادل شرعی اپنے سامنے تین طلاقیں دینے کی شہادت دیتے ہوں جب بھی تین طلاقیں ہوگئیں، اور حکم یہی ہے جو اُوپر گزرا، اگر نہ وُہ تین طلاقوں کا اقرار کرتا ہو نہ گواہوں میں دو شخص ثقہ قابلِ قبول شرع ہوں . . . . (مسودہ ناقص ملا) [تاہم خلاصہ کلام متروکہ یہ ہے کہ ایسی صورت میں زید کے اقرار پر فیصلہ ہوگا۔ مترجم]

مسئلہ ۱۷۰ از لمکن ضلع بریلی مرسلہ قاضی اشفاق حسین صاحب ۲۲ صفر ۱۳۱۶ھ

مع فتوائے شخصے مجہول غیر مقلد کہ تین طلاقیں ایک جلسہ میں ایک ہی طلاق ہے حضرت ارشاد فرمائیں کہ یہ فتویٰ صحیح ہے یا نہیں اور اس پر عمل جائز ہے یا نہیں؟ ہمیں فقط حضرت پر اطمینان ہے جو حکم ہو اس پر عمل کریں۔ والسلام

الجواب

مکرمی کرمفرمائے قاضی محمد اشفاق صاحب اکرمکم اللہ تعالٰی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

یہ فتویٰ جس کی نسبت فقیر کا مسلک آپ دریافت فرماتے ہیں نظر سے گزرا یہ محض غلط حکم ہے اس پر عمل حرام ہے، یہ نہ صرف ہمارے ائمہ بلکہ چاروں مذہب کے خلاف ہے، اس کی تفصیل علمائے کرام اپنی تصانیف میں اعلٰی درجہ پر فرما چکے انھیں باتوں کو جن کے جواب ہزار ہزار بار دے دئے گئے پھر پیش کردینا حضرات وہابیہ کا قدیمی داب ہے، لطف یہ ہے کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت صریح لکھا کہ انھوں نے فتویٰ دیا اور یہ کہ حکمِ خدا و رسول اس کے خلاف تھا اور ساتھ ہی یہ بھی کہ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے خدا و رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خلاف

Marfat.com

نہ کرنا چاہا، حکمِ خدا و رسول خود بھی جانتے تھے کہ وہ یہی ہے کیا فتویٰ اپنے گھر سے جو جی میں آئے کہہ دینے کا نام ہے یا خدا و رسول کا حکم بتانا، ان کے اگلوں نے اسی معاملہ میں امیر المومنین عمرؓ پر صریح تبرا لکھے ہیں محمد بن اسحٰق عہ کی نقل کی اور دعویٰ یہ کہ ہم کسی کے مقلد نہیں، اگر مقلد نہیں ہو تو امام بخاری کی بات ماننی کس آیت و حدیث نے فرض کی امام بخاری سے پہلے جو ائمہ کرام امام مالک و امام ہشام بن عروہ کہ تبع تابعین تھے اور امام بخاری سے علمِ حدیث و علمِ فقہ ہر بات میں بدرجہا افضل و اعلیٰ تھے، اور ان کے سوا اور ائمہ نے جو قسمیں کھا کھا کر فرمایا کہ ابنِ اسحاق دجال کذاب ہے، وہ کیوں نہ مانیے۔ اس سے مقصود یہ کہ یہ حضرات جہاں جس کی بات مطلب کی دیکھتے ہیں اُس کا کلام وحی قرآن و حدیث ٹھہرا لیتے ہیں ورنہ پھینک دیتے ہیں کہ ہم کسی کے مقلد نہیں، والسلام!

مسئلہ ۱۷۱ تا ۱۷۳ ازبلرام پور ضلع گونڈہ محلہ پورنیا تالاب متصل یتیم خانہ مرسلہ نذر محمد آتشباز ۱۶ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) زید نے اپنی زوجہ کو تین طلاقیں ایک مجمع میں دیں۔ ہندہ عرصہ پانچ ماہ تک اپنے باپ کے گھر رہی، پانچ مہینے کے بعد پھر زید کے گھر چلی گئی اور عرصہ دراز تک زید کے گھر رہی، ہندہ کو جب تین طلاق کا مسئلہ معلوم ہوا تو زید سے منہ موڑنا چاہا تب زید قسم کھا کر کہتا ہے کہ میں نے ایک طلاق دی تھی اور ایک مہینہ کے بعد رجعت کرلی تھی، ہندہ رجعت کی منکر ہے اور تین طلاق پر گواہ رکھتی ہے، ایسے وقت میں ہندہ کے گواہ معتبر ہوں گے یا زید کی قسم معتبر ہوگی۔

(۲) اگر عورت نے شہادت پیش کرکے کچہری انگریزی سے ڈگری اپنی طلاق کی حاصل کرلے تو یہ عورت دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے یا اب تک پہلے ہی شوہر کی منکوحہ رہے گی۔

(۳) تین طلاق یا طلاق کچہری انگریزی کی صورت میں اگر کچھ لوگ شوہر کی طرفداری کرکے عورت کو لوٹانا چاہیں تو کیا حکم ہے، ان لوگوں کے ساتھ میل جول جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

ایسی صورت میں ہندہ کے گواہ معتبر ہیں جبکہ قابلِ قبول شرع ہوں اور زید کی قسم پر کچھ لحاظ نہ ہوگا ہاں اگر گواہ ناقابلِ قبول ہوں تو زید کی قسم معتبر ہوگی پھر اگر ہندہ اپنے ذاتی یقینی علم سے جانتی ہے کہ زید نے اسے تین طلاقیں دی ہیں تو اُسے جائز نہ ہوگا کہ زید کے ساتھ رہے ناچار اپنا مہر یا مال دے کر جس طرح ممکن ہو طلاق بائن لے اور یہ بھی ناممکن ہو تو زید سے دُور بھاگے اور یہ بھی ناممکن ہو تو وبال زید

عہ اصل میں بیاض ہے ۱۲۔

Marfat.com

پر ہے جب تک کہ ہندہ راضی نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۷۴ تا ۱۸۰: از جھریا ضلع مان بھوم محلہ گوالہ ٹولی مسئولہ محمد یوسف صاحب ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ :

(۱) زید کا ہندہ کو تین بار طلاق دینا ایک طلاق کا حکم رکھتا ہے یا تینوں طلاق واقع ہوگئیں اور حلالہ کی ضرورت ہوگی یا نہیں ؟

(۲) باوجود ممانعت زید کا نہ ماننا اور صریح لفظوں میں تین بار یہ کہنا کہ میں نے طلاق دیا، ایسی صورت میں نیت پر طلاق کا مدار رہے گا یا نہیں؟ اور زید کا یہ قول کہ لوٹانے کی نیت تھی معتبر ہوگا۔

(۳) بہ نیت حلالہ خالد و ہندہ کو سمجھا کر راضی کرنا اور بدون اجازت ولی ہر دو کا برضا ایجاب و قبول کرلینا یہ نکاح جائز ہوا یا ناجائز؟

(۴) اگر خالد کا نکاح درست ہے تو بغیر خالد کے طلاق دئے یا بغیر صحبت کئے و عدت گزارے شوہر اول سے ہندہ کا نکاح کرا دینا اور میاں بیوی کی طرح دونوں کا اکٹھا رہنا کیسا ہے اور نکاح کرانے والے حضرات اور جو لوگ اس نکاح سے راضی ہیں اور جو ایسے آدمی سے میل جول رکھتے ہیں اُن کے لئے کیا وعید اور حکم شرعی ہے ؟

(۵) بالفاظِ مرقومہ بالا حلالہ کی ترغیب دلانے والے کے لئے کیا حکم شرعی ہے ؟

(۶) خلافِ واقع جھوٹی باتیں کہہ کر حق کو ناحق بنانے اور رسمِ قدیم نہ ٹوٹنے اور اپنی مونچھ کرنا ر رکھنے کے لئے اور حلال و حرام کی پرواہ نہ کرنے والے کے واسطے حکمِ شرع کیا ہے ؟

(۷) لڑکی و لڑکا حدِ بلوغت کو کتنے برس کے بعد ہوتے ہیں، اور جب بالغ دونوں ہیں تو اپنے نکاح کے مختار ہیں کہ نہیں کہ اس میں بھی ولی کی ضرورت ہے کہ نہیں ؟

الجواب

(۱) بلاشبہہ باجماعِ ائمہ اربع تین طلاقیں ہوگئیں اور بے حلالہ وہ اس کے لئے حلال نہیں ہوسکتی قال اللہ تعالٰی :

فان طلقہا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ[1] ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر تیسری طلاق دے دی تو بیوی اس کے بعد حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۰

Marfat.com

(۲) اس صورت میں لوٹانے کی نیت حکمِ الٰہی کو بدلنا ہے اور یہ الفاظ صریح ہیں صریح میں نیت کی حاجت نہیں ہوتی، جس نے یہ فتوٰی دیا ہے کہ رجعت کی نیت تھی تو ایک رجعی ہُوئی وہ گمراہ ہے۔

(۳) اگر خالد ہندہ کا کفو تھا یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ میں ایسا کم نہ تھا کہ ہندہ کا اُس سے نکاح اس کمی کے سبب اولیائے ہندہ کے لئے ننگ و عار ہو اور اُنھوں نے دو گواہوں کے سامنے جو سُنتے اور سمجھتے تھے ایجاب و قبول کرلیا تو نکاح صحیح ہوگیا اجازتِ ولی کی کوئی حاجت نہ تھی،

اذ لا ولایة مجبرة علی البالغین کما نصوا علیہ فی الکتب قاطبة۔

کیونکہ بالغ حضرات پرکسی کو جبری ولایت نہیں ہے جیسا کہ تمام کتب میں نصوص ہیں (ت)

(۴) بحالت صحت نکاحِ خالد ظاہر ہے کہ بے طلاق وہ کسی سے نکاح نہیں کرسکتی۔

قال تعالٰی والمحصنٰت من النساء[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: شادی شدہ (منکوحہ) عورتیں دوسروں کے لئے حرام ہیں (ت)

اور اگر خالد بے صحبت کئے طلاق دے بھی دے جب بھی ہرگز شوہرِ اوّل کے لئے حلال نہیں ہوسکتی۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ لا تحلین لزوجك الاول حتی یذوق الاخر عسیلتك و تذوقی عسیلتہ[2]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے عورت تو حلال نہیں پہلے شوہر کیلئے جب تک دُوسرا خاوند تیرا اور تو اس کا مزہ نہ چکھ لے (یعنی جماع نہ کرلو)۔ (ت)

جن لوگوں نے دانستہ یہ نکاح کرادیا سب زنا کے دلال ہُوئے اور زید و ہندہ زانی و زانیہ۔ اور اُن سب کے لئے عذابِ شدید و نارِ جہنم کی وعید ہے، یُونہی وُہ جو اس سے نکاح پر راضی ہُوئے، نکاح نہیں زنا پر راضی ہُوئے۔

والرضا بالحرام حرام وقد یکون کفرا والعیاذ باللہ تعالٰی۔

حرام فعل پر رضا حرام ہے اور کبھی یہ رضا کفر ہوتی ہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ (ت)

ان سب سے مسلمانوں کو میل جول منع ہے، قال تعالٰی:

واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد

خبردار شیطان تجھے بھلادیتا ہے یاد ہونے پر

---

[1] القرآن ۴/ ۲۴

[2] صحیح بخاری باب لم تحرم ما احل اللہ لک قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۹۲

Marfat.com

الذکری مع القوم الظّٰلمین[1] ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ (ت)
اُن سے میل جول کرنے والے اگر اُس نکاح پر راضی یا اُسے ہلکا جانتے ہیں تو اُن کے لئے بھی یہی حکم ہے۔

(۵) اگر اُس نے زن وشو میں اصلاح اور اُن کی مشکلکشائی کی نیّت سے ترغیب دلائی تو اس پر الزام نہیں بلکہ باعثِ اجر وثواب ہے۔

(۶) جھُوٹی باتیں کہہ کر حق کو ناحق یا ناحق کو حق بنانا یہودیوں کی خصلت ہے۔

قال اللہ تعالٰی ولا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون[2]۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: حق کو باطل سے غلط ملط نہ کرو اور دیدہ ودانستہ حق کو نہ چھپاؤ۔ (ت)

رسمِ باطل کی پیروی کے لئے حلال وحرام کی پروا نہ کرنا کافروں کی عادت ہے۔ قالوا بل نتبع ما الفینا علیہ اٰبائنا[3] (کفار نے کہا بلکہ ہم اپنے آباء واجداد کی پیروی کریں گے۔ ت)

(۷) لڑکے اور لڑکی کو جب آثارِ بلوغ ظاہر ہوں مثلاً لڑکے کو احتلام ہو اور لڑکی کو حیض آئے اُس وقت سے وُہ بالغ ہیں اور اگر آثار ظاہر نہ ہوں تو پندرہ برس کی عمر پُوری ہونے سے بالغ سمجھے جائیں گے کما فی الدر المختار وعامۃ الاسفار (جیسا کہ درمختار اور عام کتب میں ہے۔ ت) بالغ کو اپنے نکاح میں ولی کی اصلاً ضرورت نہیں یُونہی بالغہ کو جبکہ نکاح کفوٗ سے ہو یا غیر کفوٗ سے ہو تو اس کا کوئی ولی نہ ہو، ورنہ جب تک ولی قبل نکاح اس غیر کفوٗ کو غیر کفوٗ جان کر صریح اجازت نہ دے گا بالغہ کا نکاح صحیح نہ ہوگا،

فی الدر المختار ویفتی فی غیر الکفوٗ بعدم جوازہ اصلا لفساد الزمان[4]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ درمختار میں ہے: زمانہ کے فساد کی بنا پر غیر کفوٗ میں نکاح اصلاً جائز نہ ہونے پر فتوٰی دیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

اور ایک بات یہ بھی قابلِ بیان رہی کہ وُہ جس نے استہزاءً کہا تھا چھوٹی کتاب میں جائز لکھا ہے وُہ بھی سخت گنہگار ہُوا توبہ فرض ہے مسئلہ شرعیہ استہزاء کا محل نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] " " ۲/ ۴۲

[3] " " ۲/ ۱۷۰

[4] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۱

Marfat.com

مسئلہ ۱۸۱ از ڈھاکہ پٹی ضلع نوگانوں ملک آسام مرسلہ عبدالسبحان صاحب ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تمیز الدین اپنی منکوحہ سراج النساء کی حقیقی بہن پر عاشق ہو کر ایک رات مولوی اسرائیل علی صاحب و محمد اسرافیل بیوپاری اور تمیز الدین بیوپاری اور عبدالغفار خیاط کو اپنے گھر میں بلالے جاکر کہا کہ آپ لوگ میری سالی کے ساتھ میرا عقد پڑھا دیجئے، تب یہ لوگ پُوچھے کہ تم اپنی بی بی کی موجودگی میں اس کی حقیقی بہن کے ساتھ نکاح نہیں کرسکتے ہو اس وقت تمیز نے کہا تین روز قبل میں اپنی بیوی کو طلاق دے دیا کسی نے ان میں سے تمیز الدین کو پُوچھا تم نے کس طرح پر طلاق دیا وہ جواب دیا کہ میں اپنی منکوحہ کو اس طرح پر طلاق دیا کہ تم کو ایک طلاق دو طلاق تین طلاق بائن دیا اس وقت اس کا بیوی پس پردہ حاضر تھی شاہد مذکورین نے اس سے سوال کیا تجھ کو طلاق ملا وہ صاف جواب دی کہ مجھ کو طلاق ملا اس کی بعد مولوی صاحب مذکور وغیرہم عقد پڑھا کر چلے آئے اور تمیز الدین کی ساس نے صبح کو اپنی چھوٹی لڑکی جس پر تمیز الدین نے عاشق ہو کر عقد کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا تمیز الدین کے گھر سے اپنے گھر میں لیگئی کئے روز بعد تمیز الدین جو اپنی بیوی کو علیحدہ رکھا تھا اُس سے ہمبستر ہونا شروع کیا تب لوگوں نے پُوچھا تم اپنی منکوحہ کو طلاق دے کر حاضرانِ محفل میں اقرار بھی کر چکے اب حرامی کیوں کرتے ہو تب تمیز الدین نے جواب دیا موافق شرع کے میں اپنی منکوحہ کو طلاق نہیں دیا بلکہ ایک کاغذ میں لکھ کر الماری پر رکھا تھا اس کو میری بیوی مکان صاف کرنے کے وقت پائی اور وُہ عوام الناس میں شور مچائی فی الحقیقت میں نے زبان سے طلاق نہیں دیا اس صورت میں طلاق واقع ہوگا یا کہ نہیں اگر واقع میں ہو تو کس روز طلاق واقع ہوگا۔ بینوا توجروا

الجواب

صورتِ مذکورہ میں تمیز الدین اللہ و رسول کا سخت گنہ گار اور زانی حرامکار ہے وہ صاف صاف تین طلاق کا اقرار کر چکا اب اُس سے پھرنے کا اُسے کوئی اختیار نہیں، پہلی عورت اس پر ہمیشہ کو حرام ہوگئی جب تک حلالہ نہ ہو اُن مرد و عورت پر فرض ہے کہ فوراً جُدا ہو جائیں اور اگر نہ مانیں تو مسلمان اُن کو چھوڑ دیں کہ وُہ زانی اور زانیہ ہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

لو وطئ معتدتہ من الثلاث عالما بحرمتھا فانہ زنا یحد بہ[1]

اگر تین طلاق کے بعد بیوی سے عدّت میں جماع کیا تو زنا ہوگا اور اس کو اس پر حد لگائی جائے گی بشرطیکہ خاوند کو اس کے حرام ہونے کا علم ہو۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب العدۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۲/ ۶۱۲

Marfat.com

اور دُوسری سے جو نکاح کیا وُہ بھی حرام و باطل ہے کہ بہن کی عدت میں بھی دُوسری بہن سے نکاح حرام ہے۔

دُرِ مختار میں ہے:

حرم الجمع بین المحارم نکاحًا و عدۃً۔[1] محرم عورتوں کو جمع کرنا حرام ہے نکاح میں اور عدت میں۔ (ت)

وُہ لوگ کہ صرف طلاق سُن کر عدت میں نکاح پڑھا آئے سب گنہگار ہُوئے سب پر توبہ فرض ہے۔

مسئلہ ۱۸۲ - ۱۸۳ از لکھنؤ محلہ چار باغ بانسمنڈی مرسلہ شاہ نعیم اللہ فخری چشتی نظامی قادری سہروردی ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

کتاب ارشاد الطالبین، فقیہ سید علی ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے جو بعینہٖ نقل کی جاتی ہے کہ:

بداں اے فرزند کہ ہر چہار مذہب حق اند و دانستن آں فرض ست و اختلاف درمیان ایشاں اختلاف برحمت ست نہ اختلاف بعداوت کہ الاختلاف راحت گفتہ اند و حنفی مذہب را نشاید کہ گوید مرا بشافعی چہ کار ست زیرا کہ در ہنگام ضرورت از مذہبے بمذہبے انتقال کردہ شود چنانکہ حج رفتن پیادہ بمذہب امام ابوحنیفہ روا نیست، پس عالمان حاجی ماشی را بمذہب مالک می سپرانند کہ در مذہب او رواست و چوں بعرفات حاضر شد باز بمذہب ابوحنیفہ میگردد ایضا چوں کسے مطلقہ ثلثہ را حیلہ بکند باید کہ او را از احکام و ارکان ایمان بپرسید تا بے تحلیل نکاح جدید کند و اگر ہماں را نیز میداند باید کہ او را در مذہب امام احمد آرد کہ در مذہب او حق تعالیٰ را بذات و صفات شناختن فرض ست اگر آنرا نمیداند نکاح جدید کند و اگر آنرا نیز میداند ایں ہنگام تحلیل باید کرد۔ عبارت ارشاد الطالبین ختم۔

ارے بیٹے! چاروں مذہب حق ہیں، یہ عقیدہ فرض ہے۔ ان کا اختلاف رحمت ہے، یہ اختلاف مخالفت پر مبنی نہیں ہے کیونکہ آسانی کے لئے اختلاف کرتے ہیں، کسی حنفی کو نہ چاہئے کہ وُہ کہے کہ شافعی سے مجھے کیا کام، کیونکہ ضرورت کے وقت ایک مذہب چھوڑ کر دوسرے مذہب کی پیروی جائز ہے جس طرح کہ امام ابوحنیفہ کے مذہب میں پیدل حج جائز نہیں ہے، لہٰذا علماء حاجی کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر پیدل حج کا کہیں کیونکہ ان کے مذہب میں پیدل حج جائز ہے، اور جب عرفات میں پہنچ جائے تو پھر حنفی مذہب اپنا لے، اور یونہی اگر کوئی شخص تین طلاق دی ہُوئی بیوی کے لئے حیلہ کرنا چاہے تو چاہئے کہ اس طلاق دینے والے سے ایمان کے ارکان و احکام پوچھے جائیں اگر وُہ بتادے تو پھر اس سے نماز کے احکام و ارکان پُوچھے جائیں، اگر نہ بتا سکے تو وُہ بغیر حلالہ اپنی مطلقہ سے نکاح کرلے اگر وُہ بھی بتا دے تو اس کو امام احمد کے مذہب پر پابند کریں کیونکہ ان کے مذہب

[1] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

Marfat.com

پر اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا جاننا ضروری اور فرض ہے، اگر ذات وصفاتِ باری تعالیٰ نہ بتا سکے تو وُہ بیوی سے بغیر حلالہ دوبارہ نکاح کرلے، اور اگر صفات و ذاتِ باری تعالیٰ کو جانتا ہو تو پھر اس کو حلالہ کرنا ہوگا۔ ارشاد الطالبین کی عبارت ختم ہُوئی۔ (ت)

یہ کتاب (ارشاد الطالبین) مولوی حافظ محمد جان صاحب فرنگی محلی معلم مدرسہ مولوی عین القضاۃ صاحب کی خدمت میں پیش کی گئی اُنھوں نے کہا کہ جو کچھ کہ لکھا ہے وُہ درست ہے عند الضرورۃ شرعی ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں انتقال کرنا جائز ہے، ایک جلسہ میں اگر تین طلاق دی جائے تو امام ابوحنیفہ رحمہ کے نزدیک طلاق ہو جاتی ہے مگر اور ائمہ کے نزدیک طلاق نہیں ہوتی، لہذا عند الضرورۃ دوسرے مذہب میں انتقال کرنے سے طلاق نہیں ہوگی، اسی طریق پر اگر کسی عورت کا شوہر مفقود الخبر ہوجائے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک ۹۰ برس کے بعد اس کا دُوسرا عقد ہوسکتا ہے مگر اور ائمہ کے نزدیک چار برس کے بعد اُس کو عدت بٹھلادیا جائے اور بعد گزرنے میعاد عدّت کے اُس کا دوسرا عقد کیا جاسکتا ہے پس عند الضرورۃ شرعی جو عورت کہ پابند مذہب امام ابوحنیفہ ہے دوسرے ائمہ کے مذہب میں انتقال کرکے اس طریق پر نکاحِ جدید کرسکتی ہے، پر انتقال کے معنی یہ ہیں کہ اپنے کو اُس مذہب میں فرض کرلے اور ضرورتِ شرعی اسے کہتے ہیں کہ مثلاً مطلقہ کا عقد نہ ہونے پر خوف ہے کہ وُہ ارتکابِ زنا کرے اور اس طرح سے مبتلائے گناہ ہوجائے، یا اس طرح کی کوئی اور خرابی پیش آئے، لہذا ایسی صورت میں مطلع صاف ہے مذہب امام احمد میں لاکر عقدِ جدید کرسکتا ہے۔

(۱) مولوی صاحب نے جو فرمایا کہ وُہ عورت جو کہ پابند مذہب امام ابوحنیفہ ہے اس کو دوسرے مذہب میں انتقال کرنا جائز ہے، مولوی حافظ محمد جان اور مولوی فقیہ سیّد علی کا قول کس مذہب کے اصول سے ہے اور اصل مقصد کیا ہے۔

(۲) جو عورت کہ پابند نہ ہو کسی مذہب خاص کی رُو سے کیا کرنا چاہئے حالانکہ وُہ اپنے آپ کو گروہِ سلام سے سمجھتی ہے اور دعوٰی مذہب حنفیہ، باوجود اس دعوٰی کے سماع بالمزامیر مذہب شافعیہ سے گروہِ خاصان میں سے انتخاب کرکے اپنے اُوپر روا رکھا ہم بریں بالائے طاق وُہ گانا بجانا جس میں اشتعال نفسانی ہوا و ہوس شیطانی پُر ہیں اور ہر مذہب میں وُہ سراسر حرام پایا گیا اس کا بھی وُہ ارتکاب کرتی ہو اور جہالتِ زمانہ سے رسوم گراں و کافراں برتتی ہے کیسے پابندی مذہب حنفیہ ایسے پر نامزد ہوسکتی ہے دعوی پابندی مذہب خصوصیت کا باطل، لہذا ایسی عورت کو مذہبِ امامِ احمد میں فرض کرلینا جائز ہے یا فی الواقع اتباع ضروری چونکہ فتوٰی یہاں خدمت میں جناب مولٰنا مولوی عبد الکافی صاحب مدظلہ العالی کے

Marfat.com

پیش کیا گیا مولٰنا موصوف نے فرمایا؛ حضور میں مولٰنا احمد رضا خاں صاحب کے بھیجا جائے لہذا مستدعی کہ جواب سے سرفراز فرمایا جائے۔

الجواب

یہ مہملات ہیں اور شریعت پر جرأت اور ایک مسلمان کو خواہی نخواہی کفر میں دھکیلنا اور یہ چاہنا کہ جس طرح بنے اسے کافر کرلیں، ائمۂ دین تو یہ تصریح فرماتے ہیں کہ جاہلوں سے اگر کوئی مسئلہ ذات وصفات عقائدِ اسلامیہ کے متعلق پوچھو تو جواب پہلے بتادو نہ کہ اس سے دقیق مسائلِ ذات وصفات پُوچھے جائیں کہ کسی طرح اُسے کافر بنالیا جائے، ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ وغیرہ ائمۂ دین فرماتے ہیں جو کسی مسلمان کی نسبت یہ چاہے کہ اس سے کُفر صادر ہو وہ کفر کرے یا نہ کرے یہ ابھی کافر ہوگیا کہ مسلمان کا کافر ہونا چاہا اور یہاں سے ظاہر ہوا کہ جس مصیبت کے واسطے یہ بلائے عظیم اوڑھنی چاہی وہ دُو دجہ سے بدستور رہی ایک تو یہ محض کذب اور جھُوٹ اور شریعت پر افترا ہے کہ تین طلاق کی مطلقہ اگر کفر کرے تو حلالہ کی حاجت نہیں اگر کفر کرے گی تو دوہری حُرمت ہوگئی ایک تو تین طلاق کی تھی وُہ خاص اسی کے لئے تھی اور دوسری اس کے مرتد ہونے کی ہُوئی کہ اب وُہ جہان بھر میں کسی مسلمان کسی کافر کسی مرتد کسی آدمی کسی جانور کے نکاح کے قابل نہ رہی، مرتدہ کا نکاح جہان بھر میں کسی سے نہیں ہوسکتا نہ مرتد کا جس سے ہوگا زنائے محض ہوگا کما فی العٰلمگیریۃ وغیرھا (جیسا کہ عالمگیریہ وغیرہا میں ہے۔ت) اور اگر اُسے کافرہ کرکے پھر مسلمان کیا جائے اور یہ سمجھا جائے کہ اب حلالہ کی حاجت نہ رہی تو یہ بھی محض ہوس رجیم ہے حلالہ ضرور کرنا ہوگا اور بغیر حلالہ قطعاً حرام، ایک تو یہ بھاری مصیبت ہُوئی دوسرے وُہ سب سے سخت پہاڑ ٹوٹا کہ یہ اس کا کفر چاہنے والے اس سے پہلے کافر مرتد ہوگئے، اور اب دنیا میں کسی سے اُس کا نکاح حلال نہ رہا، اگر اب مسلمان ہُوا اور یہ سمجھے کہ اب مجھے حلالہ کی حاجت نہ ہوگی تو یہ وہی ہوس ملعون ہے حلالہ اُن کی دُم سے بندھا ہُوا ہے ہرگز پیچھا نہ چھوڑے گا تو کھایا اور کال بھی نہ کٹا اور رکھایا بھی کیسا کہ آپ بھی مرتد عورت بھی مرتد، انا للہ وانا الیہ راجعون (بیشک ہم اللہ تعالٰی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لَوٹنے والے ہیں۔ت) سیّد علی ترمذی کی کوئی کتاب ارشاد الطالبین ہمیں نہیں معلوم، اور ہو بھی تو حکم، علی ترمذی کا نہیں محمد مدنی کا ہے صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اس کی تفاصیل میں کلام کثیر ہے مگر اس کے بعد زیادہ تطویل کی حاجت نہیں۔ درخانہ اگر کس است یک حرف بس است (اگر خانۂ عقل میں کچھ سُوجھ ہو تو اشارۃً ایک حرف بھی کافی ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

Marfat.com

مسئلہ ۱۸۴ از موضع گیلانی ڈاکخانہ بر بگھ ریلوے اسٹیشن لکھی سرائے مرسلہ ضمیر الحسن صاحب ۲۱ شوال ۱۳۱۵ھ

تمامی علمائے ہند کی خدمت میں گزارش ہے کہ برابر بزرگان سے سُنتے چلے آتے تھے کہ تین طلاق ایک جلسے میں دی جائے یا جلساتِ متفرقہ میں، طلاق مغلظہ پڑے گی، لیکن بالفعل لوگوں نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اگر ایک جلسے میں تین طلاق دی جائے رجعی پڑے گی، جو لوگ بیچارے مسکین عمر کی تائید کرتے ہیں گمراہ کرتے ہیں۔

الجواب

المجیب مصیب فی الواقع مذہبِ منصور و مشربِ جمہور و قول ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم یہی ہے کہ صورتِ مذکورہ میں تین طلاقیں واقع ہوں گی، ائمہ کرام و علمائے اعلام شکر اللہ تعالٰی مساعیہم بحث تمام فرما چکے، اب باتباعِ ابنِ قیم ظاہری المذہب فاسد المشرب سوادِ اعظم امت و حق واضح کی مخالفت نہ کرے گا الا من سفہ نفسہ (مگر وُہ جس نے اپنے آپ کو بیوقوف بنایا ہو۔ ت) اور امیر المومنین غیظ المنافقین امام العادلین حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شان اجل وارفع میں کلماتِ گستاخی بکنے اور ان کے مؤید کو گمراہ کر کہنے والا کھُلا رافضی ہے خذلہم اللہ تعالٰی، وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1] (اللہ تعالٰی ان کو ذلیل کرے، اور عنقریب ظالم لوگ جان لیں گے کہ وُہ کس طرف پلٹے ہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۵ از رامپور متصل مراد آباد محلہ ملا ظریف مرسلہ مولوی ریاست حسین خان صاحب ۴ رمضان ۱۳۱۵ھ

بخدمت شریف جناب مولوی صاحب دامت فیوضہم بعد سلام مسنون التماس محزون اینکہ برائے جواب مسئلہ اشد ضرورتست اگر بزود

بخدمت شریف جناب مولوی صاحب دامت فیوضہم بعد سلام مسنون پریشان حال کا التماس یہ ہے کہ ایک مسئلہ کا جواب اشد ضروری

ع ۵ باد جواب مولوی ابو النصر گیلانوی بود ایں دو حرف در تصویبش نوشتہ شد ۱۲ (م)

یہ جواب بعینہ وہی جواب ہے جو ابو النصر گیلانوی نے دیا ہے یہ دو حرف اس کی درستگی سے متعلق لکھے گئے ہیں ۱۲ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۶ / ۲۲۷

Marfat.com

تحریر فرمودہ عنایت فرمایند از عنایت و احسان بعید نخواہد شد و مردمان بسیار دعا سازند فیصلہ دریں باب درمیان فریقین بتحریر آنجناب قرار یافتہ است و عبارت خلاصۃ التفاسیر منقولہ از تفسیر احمدی :

ہے، اگر جلدی تحریر فرمادیں تو مہربانی ہوگی، یہ آپ کی مہربانی اور احسان سے بعید نہ ہوگا، اور لوگ بہت دعائیں دیں گے، اس بارے میں فریقین میں فیصلہ آپ کی تحریر پر طے ہوا ہے، اور تفسیر احمدی سے منقول خلاصۃ التفاسیر کی عبارت یہ ہے :

(چونکہ عدد طلاق کے جاہلیت میں مقرر نہ تھے جس قدر چاہتے طلاق دیتے یہاں تک کہ ایک عورت ام المومنین عائشہ کے پاس آئی اور اپنے شوہر کے بار بار رجوع کرنے کی شکایت کی یعنی طلاق دی جب عدت پوری ہونے آئی رجوع کیا پھر طلاق دی یونہی اسے معلق چھوڑ دیا تھا حضرت صدیقہ نے حضور میں عرض کیا حق سبحانہ وتعالیٰ نے نازل فرمایا الطلاق مرتٰن الخ)

بباعث اردو قابل تسلیم فریقین در یک مسئلہ ہم قرار نیافتہ۔ اگر عبارت تفسیر احمدی مرقوم بودے قابل فیصلہ شدے اکنوں امید دارم کہ آنحضور بتحریر عبارت کتب سرفراز نمودہ فیصلہ فرمایند، والسلام۔

اردو کی وجہ سے فریقین ایک مسئلہ پر متفق نہ ہوسکے، اگر تفسیر احمدی کی اصل عبارت ہوتی تو فیصلہ کے قابل ہوتی، اب آپ سے امید ہے کہ جناب کتب کی عبارت تحریر فرماکر سرفراز فرمائیں گے، والسلام۔ (ت)

زید زوجہ خود را یک طلاق رجعی دادہ در عدت رجوع کردہ با او دو سال زندگانی کرد باز یک طلاق رجعی دادہ در عدت رجوع کردہ سہ سال او را بخانہ خود داشت بعدہ باز یک طلاق رجعی داد اکنوں زید زوجہ مذکورہ را بلا تحلیل تیس مستعار در نکاح خود تواں آورد یا نہ؟ بینوا توجروا۔

زید نے اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی دی، اور عدت میں رجوع کرلیا، اور دو سال گزارنے کے بعد پھر ایک طلاق رجعی دی اور عدت میں رجوع کرلیا، تین سال گھر رکھنے کے بعد پھر ایک طلاق دی اب زید مذکورہ بیوی کو نئے شخص سے نکاح اور حلالہ کے بغیر نکاح میں دوبارہ لاسکتا ہے یا نہیں؟ بیان کرو اور اجر پاؤ۔ (ت)

الجواب

حرام ست بالنص والاجماع تا بنکاح شوہرے دیگر در آید و شہد او را ذوق نماید و او طلاقش

دوسرے شخص سے نکاح اور پھر جماع کے بعد طلاق ہو یا دوسرا شخص فوت ہوجائے اور اس

Marfat.com

دہد یا میرد و عدتش فراغ پذیرد قال تعالٰی الطلاق مرّتٰن فامساك بمعروف او تسریح باحسان[1] الٰی قوله عزوجل فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ فان طلقها فلا جناح علیهما ان یتراجعا[2] الآیة ، قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم لاتحلین لزوجك الاول حتی یذوق الاٰخر عسیلتك وتذوقی عسیلته[3] ، وفی المعالم عن عروۃ کان الناس فی الابتداء یطلقون من غیر حصر ولا عدد وکان الرجل یطلق امرأته فاذا قاربت انقضاء عدتها راجعها ثم طلقها کذلك ثم راجعها یقصد مضارتها فنزلت هذه الآیة الطلاق مرّتٰن یعنی الطلاق الذی یملك الرجعة عقیبه مرتان فاذا طلق ثلثا فلا تحل

کی عدت پوری ہو جانے کے بغیر دوبارہ زید کا مذکورہ بیوی سے نکاح حرام ہے یہ حرمت نصِ قرآن اور اجماع سے ثابت ہے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا دو طلاقیں دی ہیں تو بیوی کو بھلائی کرتے ہوئے روک لے یا احسان کرتے ہوئے چھوڑ دے۔ تا۔ اگر تیسری طلاق دی تو مطلقہ بیوی اس کے بعد حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ مطلقہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے پس اگر اس نے طلاق دے دی تو دونوں پر رجوع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے الآیۃ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اے عورت تو پہلے خاوند کیلئے حلال نہ ہوگی حتی کہ تو دوسرے خاوند کا اور وہ تیرا مزہ نہ چکھ لے یعنی جماع نہ کرلے"۔ اور معالم التنزیل میں عروۃ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ ابتداء میں لوگ بے حساب اور لاتعداد طلاقیں دیا کرتے تھے، اور مرد بیوی کو طلاق دیتا تو جب عدت پورا ہونے کے قریب ہوتی تو پھر طلاق دیتا اور یونہی باربار کرنا اور مقصد بیوی کو پریشان کرنا ہوتا تھا، تو اس واقعہ پر قرآن پاک کی آیۂ کریمہ الطلاق مرتٰن الآیۃ نازل ہوئی۔ یعنی وہ طلاق جس کے بعد خاوند رجوع کرسکتا ہے، دو طلاقیں ہیں، تو جب تیسری طلاق دے دے تو اب دوسرے سے

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۹
[2] " " ۲/ ۲۳۰
[3] صحیح بخاری باب لم تحرم ما احل اللہ لک قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۹۲

Marfat.com

له الا بعد نکاح زوج غیرہ[1] اھ والمسئلۃ اوضح من ان توضح۔ واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

نکاح کے بغیر اس کے لئے حلال نہیں ہے اھ‘ اور مسئلہ وضاحت کا محتاج نہیں۔ (ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۸۷: از ضلع خاندیس پچھم بھاگ تعلقہ تلودھا ڈاکخانہ لگرمندھا سوستان کاٹھی مقام عکلکوا مرسلہ محمد اسمٰعیل صاحب ۱۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

(۱) حلالے کے بارے میں ایک شخص نے نکاح کیا اور پہلی بی بی کا حق کُل نہیں ادا کیا‘ وہاں پر قاضی نہیں ہے‘ اپنے مکان کے لوگ آپ ہی قاضی آپ ہی وکیل آپ ہی گواہ، جس شخص نے پہلے نکاح کیا اس نے خوشی سے طلاق دیا اور اس عورت نے خوشی سے طلاق لیا، بعد دس روز اُسی عورت اور وہی دھنی ایک جگہ رہنے لگے، اور اس شخص طلاق دے کر تین مہینے رکھا، پھر تین مہینے بعد حلالہ کیا، حلالہ کرنے والا جو شخص تھا اُس کی بی بی نے رضا نہیں دی، رضا لینے کے واسطے اپنی بی بی کو مارا، تو بی بی نے زبردستی سے رضا دی‘ اُس کا حلالہ درست ہُوا کہ نہیں؟

(۲) ایک دُوسرا آدمی ایک عورت لے کے بھاگ گیا، اُس کی دُو لڑکیاں تھیں، دُو برس بغیر نکاح کے اُس عورت کو رکھا، بعد دو برس کے لڑکی ہوشیار ہوگئی، اُس عورت کو چھوڑ کر بیٹی کو رکھنے لگا اُس شخص کے حرام سے ایک لڑکی ایک لڑکا پیدا ہُوئے، سو یہاں کے پنچوں نے جماعت سے باہر کر دیا سو اس لڑکی سے بھی نکاح نہیں ہُوا ہے، بعد بارہ ۱۲ مہینے کے جماعت کے آدھے لوگ اُس کو ہمراہ لے گئے اور وہی لوگ کہتے تھے اس کا مُنہ دیکھنا روا نہیں ہے‘ اب وہی لوگ اس کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں‘ اس کے بارے میں مسئلہ کیا کہتا ہے، اور یہاں اسلام کی ٹھٹھول کرتے ہیں اور کسی کو یہ خیال نہیں ہے کہ ہم اسلام کی مشکری کریں گے تو ہمارے کیا حال ہوں گے، اس پر حضرت رسولِ خدا (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی شریعت کا کیا بیان ہے؟

الجواب

(۱) شریعت کا حکم یہ ہے کہ جس شخص نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دی ہوں ایک دفعہ میں خواہ برسوں میں کہ ایک کبھی دی اور رجعت کر لی پھر دوسری دی اور رجعت کر لی اب تیسری دی دونوں صورتوں

---

[1] معالم التنزیل علٰی ہامش تفسیر الخازن تفسیر آیۃ الطلاق مرتان مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۲۷

Marfat.com

میں عورت اُس پر بغیر حلالہ حرام ہے۔ حلالہ کے یہ معنیٰ ہیں کہ اُس طلاق کے بعد عورت اگر حیض والی ہے تو اُسے تین حیض شروع ہو کر ختم ہو جائیں، اور اگر حیض والی نہیں مثلاً نو برس سے کم عمر کی لڑکی ہے یا پچپن برس سے زائد عمر کی عورت ہے اور اس طلاق کے بعد تین مہینے کامل گزر جائیں یا اگر حاملہ ہے تو بچہ پیدا ہو لے، اس وقت اس طلاق کی عدّت سے نکلے گی، اُس کے بعد دوسرے شخص سے نکاح بروجہ صحیح کرے یعنی وُہ شوہر ثانی اس کا کفو ہو کہ مذہب، نسب، چال چلن، پیشہ کسی میں ایسا کم نہ ہو کہ اُس سے اُس عورت کا نکاح عورت کے اولیاء کے لئے باعثِ بدنامی ہو، یا اگر ایسا کم ہے تو عورت کا ولی نکاح ہونے سے پہلے اس کو یہ جان کر کہ یہ کفو نہیں ہے اس کے ساتھ نکاح کی بالتصریح اجازت دے دے، یا یہ ہو کہ عورت بالغہ کا کوئی ولی ہی نہ ہو تو عورت کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کر لے، اور ولی نے اسے غیر کفو جانکر نکاح سے پہلے صریح اجازت نہ دی تو نکاح ہی نہ ہوگا، یُونہی لڑکی اگر نابالغہ ہے اور اس کے نہ باپ ہے نہ دادا بھائی چچا وغیرہ ولی ہیں، لوگوں نے کسی غیر کفو سے اُس کا نکاح کر دیا جب بھی نکاح نہ ہوگا، غرض جب شوہر ثانی سے نکاح صحیح طور پر واقع ہو اور وُہ اس سے ہمبستری بھی کرلے اور اُس کے بعد وُہ طلاق دے اور اُس طلاق کی عدت اسی طرح گزرے کہ تین حیض ہوں اور حیض نہ آتا ہو تو تین مہینے، اور حمل رہ جائے تو بچّہ پیدا ہونے کے بعد اس کے بعد پہلا شوہر اُس سے نکاح کر سکتا ہے، ان میں سے ایک بات بھی کم ہو گی تو وہ نکاح نہ ہوگا زنا ہوگا، ہاں نکاح کے لئے چاہے وُہ شوہر ثانی سے ہو یا پہلے سے قاضی یا وکیل یا برادری کے لوگوں کی ضرورت نہیں فقط مرد وعورت دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کریں نکاح ہو جائے گا، نہ اس کی ضرورت ہے کہ مرد نکاح ثانی کرے تو پہلی بیوی سے اجازت لے، یہ سب باتیں بے اصل ہیں، فقط اُس طریقہ کی ضرورت ہے جو ہم نے لکھا اُس طرح پر اگر اصلاً نہ ہُوا مثلاً دوسرے شوہر نے جب طلاق دی تو اُس کے دس ہی دن بعد بے عدت گزرے پہلے شوہر نے اس سے نکاح کر لیا تو یہ نکاح نہ ہُوا زنا حرام ہُوا اُس صورت میں ضرور ہوگا کہ عورت کو اُس سے جُدا کر دیا جائے اور نہ مانے تو اُسے برادری سے خارج کر دیا جائے۔

(۲) اسی طرح وُہ شخص جس نے عورت کو رکھا اب اُس کی بیٹی کو رکھتا ہے وہ اُس پر ضرور حرام ہے اگر نکاح نہ کرے جب تو زنا ہے ہی، اور نکاح کرے جب بھی حرام ہے کہ وہ اس کی بیٹی ہو چکی۔ برادری والوں کو چاہئے کہ اگر وُہ مرد و عورت جُدا نہ ہوں تو اُن کو برادری سے خارج کر دیں، اُن سے سلام کلام نہ کریں، اُن کے پاس نہ بیٹھیں، اُنھیں اپنے پاس نہ بیٹھنے دیں، اور وہ لوگ جو پہلے اُن سے

Marfat.com

جُدا ہوگئے تھے اور اب مل گئے اور اُن کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں بیجا کرتے ہیں اُنھیں چاہئے اس سے باز رہیں، اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

واما ینسینك الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

شیطان تجھے بھلا دیتا ہے، تو یاد آنے پر ظالم قوم کے ساتھ نہ بیٹھ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۸۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حلالہ مع شرط کے یعنی اس قصد سے کہ بعد چند روز کے طلاق دے دے تاکہ زوج سابق کے واسطے بعد عدت گزرنے کے حلال ہوجائے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

شرائط اور چیز ہے اور قصد اور چیز۔ شرط تو یہ کہ عقد نکاح میں یہ شرط لگالے یہ ناجائز وگناہ ہے اور حدیث میں ایسے حلالہ کرنے والے پر لعنت آئی ہے، اور قصد یہ کہ دل میں اس کا ارادہ ہو مگر شرط نہ کی جائے تو یہ جائز ہے بلکہ اس پر اجر کی امید ہے۔ درمختار میں ہے:

(کرہ) التزوج للثانی (تحریما) لحدیث لعن اللہ المحلل والمحلل لہ (بشرط التحلیل) کتزوجتك علی ان احللك (اما اذا اضمرا ذلك لا) یکرہ (وکان) الرجل (ماجورا) لقصد الاصلاح اھ[2] مختصرا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

حلالہ کی شرط پر نکاح کہ میں اس شرط پر تجھ سے نکاح کرتا ہوں کہ تجھے طلاق دے کر حلال کردوں گا، دوسرے شخص کا نکاح مکروہِ تحریمہ ہے لیکن دونوں نے اگر دل میں حلالہ کی نیت کی تو مکروہ نہیں، اس صورت میں دوسرا شخص اصلاح کی غرض سے نکاح کرنے پر اجر کا مستحق ہوگا اھ مختصرًا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۸۹: از کانپور بیگم گنج طلاق محل مرسلہ احمد علی خاں وکیل ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک وقت حالتِ غصہ میں مجبور ہوکر ہندہ زوجہ کو تین بار طلاق دی، نزدیک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مغلظ ہوگئی اور نزدیک امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک رہی، تو ایسی حالت میں جو پیرو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے رجوع کرسکتا ہے یا نہیں؟ حالاتِ مقدمہ یہ ہیں کہ زید کو ہندہ کے ساتھ محبت قلبی ہے اُس نے قصدًا چھوڑ

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] درمختار باب الرجعۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۴۱

Marfat.com

دینے کی نیت سے طلاق نہیں دی اور نہ ہندہ اپنے عدولِ حکم پر سمجھ سکتی ہے کہ مجھ پر طلاق ہوگی کیونکہ بجائے خود نادم تھی، مگر ہندہ کی بہن جو دشمن ہندہ کی ہے چند الفاظ غیرت دلانے والے جو طلاق دینے پر مبنی تھے ایسے کہ جس سے زید کو مجبوراً غیظ آگیا اور دفعۃً تین بار طلاق دے کر ہندہ کے مکان سے اُٹھ آیا، اب زید و ہندہ کو سخت صدمہ ہے اور دولڑکے یعنی ایک پسر بعمر ۹ سال اور ایک دختر بعمر ۵ سال جو ہندہ کے پاس ہیں اور ہندہ محتاج ہے پرورش بدقت کرسکتی ہے اور نیز بلاتعلیم رہنے کا خیال قوی ہے اور زید کو ایسا رنج ہے کہ نوبت بجان ہے برنظر حالات رجوع کرسکتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ایک بار تین طلاق دینے سے نہ صرف نزد حنفیہ بلکہ اجماعِ مذاہبِ اربعہ تین طلاقیں مغلظہ ہو جاتی ہیں، امام شافعی، امام مالک، امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہم ائمہ متبوعین سے کوئی امام اس باب میں اصلاً مخالف نہیں، صورتِ مستفسرہ میں ہندہ پر تین طلاقیں ہوگئیں، ایک ساتھ تین طلاقیں دینا گناہ ہے، زید گنہگار ہُوا اور عورت اس کے نکاح سے ایسی خارج ہُوئی کہ اب بے حلالہ ہرگز اس کے نکاح میں نہیں آسکتی، اگر یُونہی رجوع کرلی بلاحلالہ نکاح جدید باہم کرلیا تو دونوں مبتلائے حرامکاری ہوں گے اور عمر بھر حرام کاری کریں گے۔ اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا۔[1] جو اللہ تعالٰی سے ڈرتا ہے اللہ تعالٰی اس کیلئے راستہ بنا دیتا ہے۔

اس نے تقوٰی نہ کیا بلکہ خلافِ خدا و رسول تین طلاقیں لگاتار دینے کا مرتکب ہُوا اللہ عزوجل نے اس کے لئے مخرج نہ رکھا اب حلالہ کے سخت تازیانے سے اُسے ہرگز مفر نہیں یہاں تک کہ ائمہ دین نے فرمایا کہ اگر قاضی شرع حاکمِ اسلام ایسے مسئلہ میں ایک طلاق پڑنے کا حکم دے تو وُہ حکم باطل و مردود ہے۔ دہابیہ غیر مقلدین اب اس مسئلہ میں خلاف اُٹھا رہے ہیں وُہ گمراہ بددین ہیں، ان کی تقلید حلال نہیں، فتح القدیر میں ہے:

ذھب جمھور الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم من ائمۃ المسلمین الی انہ یقع ثلث وفی سُنن ابی داؤد عن مجاھد قال کنت عند ابن عباس رضی اللہ تعالٰی

جمہور صحابہ، تابعین اور ان کے بعد والے مسلمانوں کے ائمہ کرام کا مسلک ہے بیک لفظ تین طلاقیں تین ہوں گی۔ امام مجاہد سے سُنن ابوداؤد میں مروی ہے کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/ ۲

Marfat.com

عنهما فجاء رجل فقال انه طلق امرأته ثلثا قال فسكت حتى ظننت انه رادها اليه ثم قال ايطلق احدكم فيركب الحموقة ثم يقول يا ابن عباس يا ابن عباس فان الله عز وجل قال ومن يتق الله يجعل له مخرجا عصيت ربك وبانت منك امرأتك. ثم ذكر ادلته برواية الموطا عن ابن عباس وعن ابن مسعود وكابى داؤد عن ابن عباس وابى هريرة معا ومثله عن ابن عمر قال وروى ايضا عن عبد الله بن عمرو بن العاص و اسند عبد الرزاق عن علقمة عن ابن مسعود و وكيع عن اميرالمؤمنين على و اميرالمومنين عثمان بن عفان وقد قدمه عن اميرالمومنين عمر واورده برواية ابن ابى شيبة و الدارقطنى عن ابن عمر عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وذكره فى أخر

پاس موجود تھا تو ایک شخص آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں، مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ دیر خاموش رہے تو میں نے خیال کیا کہ شاید ابن عباس سائل کو بیوی واپس کر دیں گے، تو کچھ دیر بعد آپ نے فرمایا تم میں سے بعض لوگ بیوی کو طلاق دیتے ہوئے حماقت سے کام لیتے ہیں اور پھر اے ابن عباس اے ابن عباس کہتے ہیں. تو یاد رکھو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کوئی سبیل پیدا فرما دیتا ہے، جبکہ تو نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے تیری بیوی تجھ سے لاتعلق ہو چکی ہے۔ اس کے بعد فتح القدیر نے اس پر دلائل ذکر کئے۔ موطا کے حوالہ سے ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی روایات ذکر کیں جیسا کہ ابوداؤد نے ابن عباس اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے اکٹھی روایت کی، اس طرح کی روایت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ذکر کی اور کہا کہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے، اور انھوں نے کہا کہ عبد الرزاق نے علقمہ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ، اور وکیع عن امیرالمومنین علی و امیرالمومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم سے سند ذکر کی، اور قبل ازیں فتح القدیر نے امیرالمومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے روایت ذکر کی اور انھوں نے ابن ابی شیبہ اور دارقطنی کی روایت بھی ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ذریعہ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام سے بیان کی۔ اور اسی کو انھوں نے کلام کے

Marfat.com

الکلام بروایۃ عبدالرزاق فی مصنفہ عن عبادۃ بن الصامت عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین الی ان قال قد اثبتنا النقل عن اکثرھم صریحا بایقاع الثلث ولم یظھر لھم مخالف فماذا بعد الحق الا الضلال وعن ھذا قلنا لوحکم حاکم بان الثلث بفم واحد واحدۃ لم ینفذ حکمہ لانہ لایسوغ الاجتہاد فیہ فھو خلاف لا اختلاف[1] (ملخصا) واللہ تعالٰی اعلم۔

آخر میں یوں ذکر کیا کہ عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں عبادہ بن الصامت کے واسطے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کیا، یہاں تک کہا کہ ہم نے اکثر حضرات سے تین طلاقوں کا نافذ ہونا صراحتاً ثابت کیا اور ان حضرات کا کوئی بھی مخالف ظاہر نہ ہُوا، تو اس حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہوسکتا، اسی بناء پر ہم کہتے ہیں کہ اگر کسی حاکم نے بیک زبان تین طلاقوں کو ایک طلاق کا حکم دیا تو اس کا حکم نافذ نہ ہوگا کیونکہ اس میں اجتہاد کی گنجائش نہیں ہے اور یہ حق کے خلاف ہوگا اس کو اختلاف نہ کہا جائے گا (ملخصاً) واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۹۰: از پیلی بھیت محلہ محمد واصل مرسلہ خلیق احمد صاحب ۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مہلک مریض نے اپنی زوجہ کی نافرمانی کے سبب جو اس کی زوجہ نے اپنی ماں کے اشتعال کی وجہ سے اپنے زوج کو تکلیف دی اور ہر قسم کی خبرگیری شوہر سے کنارہ کش رہی اور وہ ۶ یا ۷ ماہ کی حاملہ تھی شخص مہلک مریض شوہر نے اپنی زوجہ کو پوسٹ کارڈ مروجہ پر حسب ذیل تحریر کے ذریعہ سے طلاق لکھ بھیجی "مسماۃ فلاں بنت فلاں کو واضح ہو کہ تم نے اپنی ماں کے اشتعال کے باعث جو کچھ میرے ساتھ برتاؤ کیا اور اسباب متفرق معہ بکس محمولہ پارچہ وغیرہ میرا رکھ لیا بہت اچھا کیا یہ ایک عمدہ طریقہ حصول مالیت کا ہے اس طور سے بہت کچھ جمع ہوسکتا ہے اس وجہ سے تم میرے لائق نہیں ہو، لہذا میں تم کو طلاق دیتا ہوں، مسماۃ فلاں بنت فلاں جو میرے نکاح میں تھی آج کی تاریخ میں نے طلاق دی، مسماۃ فلاں بنت فلاں جو میرے نکاح میں تھی آج کی تاریخ میں نے طلاق دی، مسماۃ فلاں بنت فلاں جو میرے نکاح میں تھی آج کی تاریخ میں نے اس کو طلاق دی۔ عورت کے بھائی کے نام کارڈ کا پتہ اس طور سے لکھا تھا جو ناخواندہ ہے بمقام فلاں محلہ

---

[1] فتح القدیر باب طلاق السنۃ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۳۳۰

Marfat.com

فلاں پاس فلاں پہنچ کر مسمّاۃ فلاں بنت فلاں کو ملے۔ اب چونکہ شوہر کئی ماہ بعد صحت یاب ہوا لوگ طرفین
زور دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس طور پر طلاق نہیں ہوئی اگر تحریر پوسٹ کارڈ کسی دوسرے کے نام جاتی
اس کام کے واسطے مقرر کیا جاتا اس کو لکھا جاتا کہ تم میری طرف سے بطور وکیل طلاق دے دو تب طلاق
ہو جاتی، دوسرے یہ کہ وہ عورت حاملہ تھی کسی صورت میں بھی طلاق نہیں ہوئی، لہٰذا آنجناب فیض مآب کو اطلاع
دی جاتی ہے کہ اس بارہ میں جو حکم شرع شریف ہو بدلائل اس سے سائل کو جلد مطلع فرمائیے۔

الجواب

شخص مذکور تین طلاقیں ایک ساتھ دینے سے گنہگار ہوا اور عورت پر تین طلاقیں پڑ گئیں وہ نکاح سے نکل گئی، اب بے حلالہ اس سے نکاح نہیں کر سکتا، عورت کا حاملہ ہونا یا کسی کو طلاق دینے کا وکیل کرنا کچھ منافی طلاق نہیں، یہ محض جاہلانہ خیال ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۱ از بھوری ڈاکخانہ بھیکم پور ضلع علیگڈھ مرسلہ عبدالرزاق صاحب ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

زید نے بذریعہ خطوط اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں پہلا خط جو کہ اپنے خسر کو لکھا یہ ہے کہ میں اپنے اظہارِ خیالات کی اجازت چاہتا ہوں، مگر آپ کی رائے کا منتظر ہوں، امید کہ مجھ کو اظہارِ خیالات کی اجازت دی جائے گی مگر خسر نے جواب نہیں دیا، اس پر دوسرے خط میں لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میں نے اپنے اظہارِ خیالات کی اجازت چاہی تھی مگر قبلہ نے سکوت اختیار فرمایا اب میں جرأت کرتا ہوں کہ میری شادی آپ کی لڑکی سے محض والد صاحب کی خواہش تھی مجھ کو منظور نہ تھی ورنہ مجھ کو آپ کی صاحبزادی سے کسی قسم کا تعلق رہا اور نہ آئندہ رکھنا چاہتا ہوں آج کی تاریخ سے آپ کی لڑکی کو طلاق طلاق دیتا ہوں آپ جانیں والد صاحب جانیں۔ اب اُس خط سے جس میں طلاق ہے اول میں انکار تھا اظہار جرأت والے خط میں اقرار تھا اس کے تین سال بعد زید کا خسر زید کے پاس گیا اور کہا میری لڑکی کے ساتھ تمہارا کیا ارادہ ہے، اس نے کہا میرا کچھ تعلق نہیں ہے، اس نے کہا کہ میرے ساتھ سرائے تک چلو تاکہ تمہارے بیان کا سرائے میں کوئی گواہ بھی ہو جائے، چنانچہ وہ سرائے میں آیا اور دو آدمیوں کے سامنے جن کا نام مرزا محمد صدیق بیگ ساکن خورجہ ضلع بلند شہر اور دوسرے کا نام حافظ فخر الدین ساکن آنولہ محلہ پٹھاناں، چنانچہ دونوں گواہوں کے بیانات ایک عالم محمد عبدالرشید سہسوانی ہیڈ مولوی گورنمنٹ ہائی اسکول فرخ آباد کے سامنے بیان ہوئے، اُنھوں نے یہ بھی بیان کیا کہ میں نے یعنی زید نے کہ پہلے خطوط میں بھی اپنی بی بی کو طلاق دے چکا ہوں اور اب بھی طلاق مکرر سہ کرر دیتا ہوں، چنانچہ وہ دونوں خطوں کی نقل اور تینوں کاغذات کی نقل دو کاغذ بیانات گواہ اور ایک کاغذ مولوی عبدالرشید

Marfat.com

صاحب موصوف کے ہمرشتہ سوال ہے، اب سوال یہ ہے کہ اس صورت بالا میں زید کی بی بی کو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی ہے تو عدت خطوط کے وقت سے شروع ہوگی یا گواہی دینے گوایان مذکور سے؟

نقل خط اوّل

قبلہ وکعبہ مدظلہ، تسلیم بعد تعظیم، عرصہ سے خیریت دریافت نہیں ہوئی تردد ہے، امید کہ مطلع فرمایا جاؤں، نیازمند کسی قدر اپنے اظہارِ خیالات کی اجازت چاہتا ہے جو میری دانست میں ضروری ہیں لیکن بلا استمزاج رائے جرأت نہیں کرسکتا، مجھے امید ہے کہ آپ میری اس قسم کی گذارش کو ضرور منظور فرمائیں گے جس کی شاہدات میری نظروں میں نہایت خوش آیند و دلفریب ہیں، زیادہ نیاز۔
احقر ازلی سید عابد علی۔

خط دوم بعد کا

قبلۂ نعمت وکعبۂ کرامت مدظلہ العالی تسلیم بعد تکریم، نیازمند قبل اس کے اظہارِ خیالات اپنے کی اجازت چاہی، قبلہ نے سکوت اختیار فرمایا، نیازمند خاموش ہو رہا، اب جرأت کرتا ہوں عرض کرنے کی، جس کو جناب منظور فرمائیں گے۔ میری شادی جناب کی دختر کے ساتھ ہوئی محض والدصاحب کی خواہش تھی مجھ کو منظور نہ تھی، نہ مجھ کو آپ کی صاحبزادی سے کسی قسم کا تعلق رہا اور نہ آئندہ رکھنا چاہتا ہوں، بموجب شرع کے آپ کی لڑکی کو آج کی تاریخ سے طلاق طلاق طلاق دیتا ہوں، آپ جانیں والدصاحب جانیں۔

بیان مرزا صدیق بیگ گواہ جن کے سامنے عابد علی نے اپنی زوجہ کو طلاق دینے کا اقرار کیا

عابد علی نے ہمارے سامنے عبدالرزاق سے سرائے بلہور میں یوں کہا کہ میں نے تمہاری لڑکی کو ایک عرصہ گزرا کہ بذریعہ تحریر کے طلاق دے چکا ہوں تم اسی میری تحریر پر عملدرآمد کرو اور مکرر سہ کرر کہتا ہوں کہ میں نے طلاق دی طلاق دی طلاق دی اور یہ لوگ مسافر مسلمان ہیں ان کے سامنے کہتا ہوں یہ لوگ شرعی گواہ ہوچکے ہیں، یہ اشارہ اُن کا ہم مسافروں کی طرف تھا۔

بقلم مرزا صدیق بیگ ساکن خورجہ ضلع بلندشہر
مہر

ابو محمد عبدالرشید
ظہور الاسلام
سہسوانی

بیان حافظ فخرالدین ولد حافظ قیام الدین صاحب ساکن قصبہ آنولہ محلہ پٹھانان

عابد علی نے ہمارے سامنے عبدالرزاق صاحب سے سرائے بلہور میں یوں کہا کہ میں نے تمہاری لڑکی کو ایک عرصہ گزرا کہ بذریعہ اپنی تحریر کارڈ رجسٹری شدہ کے طلاق شرعی دے چکا ہوں تم اسی میری تحریر پر عملدرآمد کرو

Marfat.com

اور اب مکرر سہ کرر کہتا ہوں کہ میں نے طلاق دی طلاق دی طلاق دی، اور یہ لوگ مسافر مسلمان ہیں ان سے کہتا ہوں یہ لوگ شرعی گواہ ہوچکے ہیں، یہ اشارہ ہم مسافران کی طرف تھا۔

(مہر: ابو محمد عبدالرشید ظہور الاسلام سہسوانی)

العبد حافظ فخر الدین ولد حافظ قیام الدین ساکن آنولہ محلہ پٹھاناں بقلم خود

آج تاریخ ۲ جولائی ۱۹۱۷ء مطابق ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ سید عبدالرزاق صاحب سکنہ بھموری میرے یہاں تشریف لائے اور تین صاحب اور ان کے ہمراہ تھے، سید عبدالرزاق صاحب نے میر عابد علی اپنے داماد کا ان کی لڑکی کو بذریعہ رجسٹرڈ تحریر موجودہ کے طلاق دینا ان تینوں ہمراہیوں میں سے دو صاحبوں کو میر عابد علی مذکور کے طلاق مذکور کے اقرار زبانی کا گواہ بیان کیا۔ گواہان مذکور الصدر نے میرے سامنے بدستخط خود اپنے اپنے بیان تحریر کئے رجسٹرڈ تحریر موجود کا خود میر عابد علی کی تحریر ہونا اور نیز زبانی طلاق مکرر سہ کرر دینا بخوبی ثابت ہے، بیانات مذکورہ ہمرشتہ تحریر ہذا ہے۔

الراقم خادم الاطباء والعلماء ابو محمد عبدالرشید ظہور الاسلام سہسوانی ہیڈ مولوی گورنمنٹ ہائی اسکول فرخ آباد۔

مہر و دستخط سے آج تاریخ ۲ جولائی ۱۹۱۷ء کو روانہ کیا گیا۔

فہرست اوراق {تحریر راقم ایک، بیان مرزا صدیق بیگ ایک، بیان حافظ فخر الدین صاحب ایک} کل تین اوراق۔

الجواب

کوئی تحریر بے شہادت یا اقرار کاتب مسلّم نہیں ہوسکتی اگرچہ خط اسی کا معلوم ہوتا ہو، علماء فرماتے ہیں:

الخط یشبہ الخط والخاتم یشبہ الخاتم کما فی الھندیۃ[1] وغیرھا۔ | خط دوسرے خط اور مہر دوسری مہر کے مشابہ ہوتی ہے جیسا کہ ہندیہ وغیرہا میں ہے (ت)

یہاں عابد علی اس خط سے منکر ہے تو شہادت درکار، ان دو گواہوں نے جو گواہی دی ناقص و ناتمام ہے وہ اپنے بیانوں میں، عابد و عبدالرزاق کہتے ہیں ملک میں اس نام کے ہزاروں ہوں گے۔ شرطِ شہادت یہ ہے کہ اگر وہ حاضر ہوں تو ان کی طرف اشارہ کرکے گواہی دے کہ اس عابد علی نے اس عبدالرزاق کی بیٹی اپنی زوجہ کی نسبت یہ کہا اور اگر حاضر نہ ہوں تو ان کا نسب پاک دادا تک بیان کرے کہ

---

[1] فتاوٰی ہندیہ باب ۲۳ کتاب القاضی الی القاضی نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۳۸۱

Marfat.com

عابد علی بن فلاں بن فلاں نے اپنی زوجہ فلاں بنت فلاں کی نسبت یہ کہا اور صحیح یہ ہے کہ دادا کا ذکر بھی ضرور ہے کمافی العلمگیریۃ (جیسا کہ عالمگیریہ میں ہے۔ت) یعنی جبکہ فقط باپ کی طرف نسبت سے تمیز کامل نہ ہوجاتی ہو،

فان المقصود التعریف لا تکثیر الحروف کمافی جامع الفصولین والدر المختار۔ کیونکہ معرفت مقصود ہے حروف کی کثرت مقصود نہیں ہے، جیسا کہ جامع الفصولین اور درمختار میں ہے۔ (ت)

اگر دو گواہ ثقہ عادل اگرچہ یہی دو ہوں اس طرح شہادت ادا کریں تو ضرور تین طلاقیں ثابت ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۲ از امریا ضلع پیلی بھیت مرسلہ مظفر علی خاں ۳ محرم ۱۳۳۶ھ

زید نے اپنی منکوحہ محمودہ کے حق میں مضمون طلاق مندرجہ ذیل بہ شہادت دو شخصوں کے تحریر کردیا، طلاق بائنہ ہوئی یا رجعی؟

مضمونِ طلاق

میں نے محمودہ منکوحہ اپنی کو طلاق دے دی اور چھوڑدیا اور مجھ کو اب اُس سے کوئی واسطہ نہیں رہا اور زبان سے تین بار طلاق ادا نہیں کیا صرف کاغذ پر تحریر کردی۔

الجواب

صورتِ مذکورہ میں زید سخت گنہگار ہُوا، عورت اس کے نکاح سے نکل گئی، اس پر تین طلاقیں ہوگئیں، اب بے حلالہ اُس سے نکاح بھی نہیں کرسکتا، زبان سے کچھ کہنا ضرور نہیں تحریر کافی ہے جبکہ بلاجبر واکراہ شرعی ہو جیسا کہ یہاں ہُوا، اشباہ میں ہے: الکتاب کالخطاب[1] (تحریر، خطاب کی طرح ہے۔ت) لفظ اوّل ودوم دونوں صریح طلاق ہیں اور تیسرا لفظ اگرچہ کنایہ تھا مگر تقدمِ طلاق نے اُسے بھی طلاق کے لئے معیّن کردیا، ردالمحتار میں ہے:

دلالۃ الحال المراد بھا الحالۃ الظاھرۃ المفیدۃ للمقصود، دلالتِ حال سے مراد، وہ حالت جو ظاہر طور پر مقصود کو مفید ہو۔ اس کی ایک صورت، پہلے

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثالث احکام الکتابۃ ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۱۹۶-۹۷

Marfat.com

ومنها تقدم ذکر الطلاق بحر عن المحیط۔[1]

طلاق کا ذکر ہونا ہے محیط سے منقول بحر میں۔ (ت)

اُسی میں ہے:

فی النھر دلالۃ الحال تعم دلالۃ المقال فتفسر المذاکرۃ بسؤال الطلاق او تقدیم الایقاع کما فی اعتدی ثلاثا۔[2]

نہر میں ہے کہ دلالتِ حال، دلالتِ قول کو شامل ہے، لہذا اس کی تفسیر یُوں درست ہے کہ طلاق کے مطالبہ کے طور مذاکرہ، یا پہلے طلاق واقع کرنا مثلاً عدت پُوری کر تین کی۔ (ت)

اسی طرح اور مواقع میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۳: از شاہ گڈھ ڈاکخانہ شب نگر ضلع پیلی بھیت مرسلہ حافظ عبدالرحمن صاحب ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک بیوہ مسماۃ ہندہ سے بدیں شرط نکاح کیا کہ وُہ اپنے ناجائز متعلق سے قطع تعلق کرلے، اس نے منظور کیا اور نکاح ہوگیا، ہندہ مذکور نے گو اس ناجائز متعلق سے قطع تعلق کرلیا لیکن زید نے اس سے گفتگو کرتے دیکھ لیا اور اس غصہ میں زید نے ایک لکھے پڑھے شخص سے کہا کہ تم ایک مضمون لکھو جس سے میں ہندہ سے دست بردار ہوجاؤں اور وہ تحریر بذریعہ رجسٹری مسماۃ کے پاس بھیج دُوں۔ یہ وُہ الفاظ بعینہٖ تھے جو ادا کئے گئے تھے لکھے پڑھے شخص نے ایک تحریر لکھی جس میں ہندہ کو تحریر کیا کہ تم نے شرط پُوری نہیں کی لہذا تم میری بیوی نہیں رہیں تم کو طلاق طلاق طلاق دیتا ہُوں، اب مسماۃ ہندہ کہتی ہے کہ گو میں نے شخص متعلق سے تمہاری مرضی کے خلاف گفتگو کی ہے لیکن اب کوئی واسطہ نہیں ہے نہ اب گفتگو کروں۔ چونکہ زید کو طلاق رجعی یا بائن کا کچھ علم نہیں تھا لیکن زید کے ذہن میں قطعاً قطع تعلق نکاح نہ تھا زید نے مضمونِ طلاق سُن لیا تھا اب مسماۃ پشیمانی کے ساتھ طالبِ معافی ہے اور زید بھی چاہتا ہے کہ مسماۃ ہندہ مذکور میرے نکاح میں رہے۔ واضح رائے عالی ہو کہ مسماۃ ہندہ کو شخص متعلق سے گفتگو کرتے دیکھ کر اُس کے دوسرے تیسرے دن تحریر رجسٹری طلاق کی بھیجی تھی اور جس روز تحریری طلاق بھیجی اُسی روز ہندہ اور زید میں گفتگو ہوکر خواہشمند بقائے نکاح

---

[1] ردالمحتار باب الکنایات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۶۳

[2] ایضاً

ہوئے ہیں کہ نکاح رہا یا نہیں؟

الجواب

اُس نے اس کی درخواست سے لکھا اور اس نے لکھنے کے بعد سُن بھی لیا اور عورت کو بھیج دیا عورت پر تین طلاقیں ہوگئیں، اب بے حلالہ اُس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ ذہن میں ہونے نہ ہونے وغیرہ کے عذر بیکار ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ:

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اگر تیسری طلاق دے دے تو اس کے بعد عورت حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وُہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۹۴ از قصبہ حسن پور ضلع مراد آباد مرسلہ عطاء اللہ خاں سوداگر جفت ۱۵ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی زوجہ سے عرصہ سے ناراض ہے اس کو زوجہ کی جانب بدگمانی ہے وُہ عرصہ سے اس سے تقریری و تحریری ذرائع سے واقعات کو دریافت کر رہا ہے اب اُس نے ایک خط اپنی زوجہ کے نام پردیس سے تحریر کیا ہے جس کی عبارت طول طویل ہے اس میں سے بقدرِ ضرورت عبارت ذیل میں نقل کی جاتی ہے، یہ ثابت ہے کہ یہ خط زید کا ہے کیونکہ وُہ اپنے والد کو لکھتا ہے کہ میرے لڑکے کو اور میرے سامان کو زوجہ سے لے لو اور زید اپنے سالے کو بھی لکھتا ہے کہ تم میرے والد کو میرا سامان دے دو اور اپنی ہمشیرہ کے جہیز کا سامان اپنی ہمشیرہ کو دے دو اور میرے لڑکے کو بھی والد کو دے دو، اسی خط میں اور بہت سی بیہودہ باتیں اپنی زوجہ کے متعلق تحریر کی ہیں اور کوئی اجنبی شخص ان کو نہیں لکھ سکتا اور زید کی بہت سی تحریریں انھیں قرائن کو ظاہر کرتی ہیں، زید کے خط کی عبارت یہ ہے:

"تُو نے جس قدر جھوٹ سے کام لیا تیرے دل کو معلوم ہے مگر تُو نے اب بھی پوشیدہ حال رکھا ہے اب میں اپنے دل سے طلاق دیتا ہُوں طلاق دیتا ہُوں طلاق دیتا ہُوں اگر کوئی بات پوشیدہ رکھی میں اس وجہ سے وہاں سے چُپ ہو کر چلا آیا ہُوں کہ تُو ڈر کے مارے نہیں بتاتی۔" دریافت طلب امر یہ ہُوا کہ زید نے جو یہ کلمات اپنے خط میں لکھے ہیں کیا اس کی زوجہ مطلقہ ہوگئی یا نہیں اگرچہ اس کی زوجہ نے کوئی راز پوشیدہ ہی رکھا ہو یا نہ رکھا ہو۔

الجواب

ثبوت خط کے لئے اُس کا اقرار ہو یا گواہانِ عادل کی شہادت، اگر وُہ انکار کرے اور گواہ نہ ہوں

---

[1] القرآن ۲/ ۲۳۰

Marfat.com

تو مجرد خط ملنے یا اُن قرائن سے ثبوت نہیں ہوسکتا، علماء نے فرمایا ہے: لایعمل بالخط (خط پر عمل نہ کیا جائے گا۔ ت) اور فرمایا ہے:
الخط یشبہ الخط و الخاتم یشبہ الخاتم[1] خط دوسرے خط اور مُہر دوسری مُہر کے مشابہ ہوتی ہے۔ (ت)
پھر وُہ لفظ کہ اس نے لکھے ہیں محتمل ہیں کہ پوشیدہ رکھی بیائے معروف یا بیائے مجہول، اگر عورت کو وثوق ہے کہ یہ خط اُسی کا ہے تو جب تک وُہ انکار نہ کرے اس پر کاربندی کرسکتی ہے، اگر یائے معروف ہے تو تین طلاقیں سمجھ سکتی ہے اگر کوئی بات پوشیدہ رکھی تھی اور یائے مجہول ہے تو اب تین طلاقیں سمجھ سکتی ہے اگر کوئی بات اس خط کے بعد پوشیدہ کرے لیکن اگر وُہ اس خط سے منکر ہو تو عورت کو بے شہادت عادلہ بالائی وثوق کام نہ دے گا۔

مسئلہ ۱۹۵ از محمود آباد ضلع سیتاپور مرسلہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب سُنّی حنفی محمود آبادی
۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

حضرات علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کیا حکم فرماتے ہیں کہ زید نے ایک دن غصہ میں اپنی منکوحہ عورت کے واسطے فارغخطی تحریر کیا اور لکھا کہ میں نے طلاقیں دیں مگر زبان سے کچھ نہیں کہا اور نہ عورت نہ کسی اور کو اس کی بابت کچھ معلوم ہُوا محض لکھ کر اپنے پاس رکھ لیا مگر عورت نے کسی طرح معلوم کرلیا' لہٰذا ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر فارغخطی باضابطہ لکھی تھی کہ میں فلاں بن فلاں ساکن فلاں ہُوں مَیں نے اپنی زوجہ فلاں کو تین طلاقیں دیں جیسا کہ لفظ فارغخطی سے بھی ظاہر ہے۔ فارغخطی باضابطہ کاغذ ہی کو کہتے ہیں، تو بلاشبہہ تین طلاقیں ہوگئیں، عورت بے حلالہ اُس کے نکاح میں نہیں آسکتی عورت کو یا کسی کو خبر نہ ہونا شرطِ طلاق نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۶ از شہر محلہ کوہاڑا پیر مسئولہ قمرالدین صاحب ۲۰ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عقد نکاح کیا ہندہ کے ساتھ، مگر بعدہٗ حسب شرائط ذیل بوجوہ خانگی و مصالح خاندانی تجویز طلاق قرار پائی اور طلاقنامہ لکھا گیا مگر حسب اندراج دستاویز مذکور کلمات شرعیہ کہ طلاق دی طلاق دی اور جلسۂ عام میں طلقت کہا وقوع میں نہیں آئی بلکہ

---

[1] فتاوٰی ہندیہ باب ۲۳ کتاب القاضی الی القاضی نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۳۸۱

Marfat.com

سرپرستِ منکوحہ نے حکمتِ عملی سے زبردستی دستاویز حاصل کرلیا اور اُس نے اُس کو روک لیا نیز مخفی نہ رہے کہ بعد عقد ہنوز رخصتی کے رسم عمل میں نہیں آئی ہے، آیا بعد ملاحظہ بالا و لحاظ شرائط تحت طلاق جائز ہے یا واقعی عمل میں بموجب شرع شریف نہیں آئی۔

شرائط جو عمل میں نہیں آئیں

(۱) کھنڈوہ طلائی وزنی ۴۰ تولہ بوقتِ عقد منجانب ناکح چڑھائے گئے تھے واپس ہوں گی اور نیز مبلغ معہ روپیہ لڑکی والا بابت خرچ ناکح کو ادا کرے گا۔

(۲) کل پارچہ پوشیدنی لڑکی والا ناکح کو واپس کرے گا جو کہ بوقتِ عقد چڑھایا تھا۔

(۳) شرائط ۱ و ۲ کی تکمیل منجانب لڑکی والے کے ہونے کے بعد ناکح بروئے دستاویز مذکورہ طلاق دے گا اور جلسہ عام میں اس کا اعلان کرے گا۔

(۴) شرط ۳ کی تکمیل کے ساتھ معافی مہر منجانب منکوحہ لازم تھی۔

الجواب

ایسے معاہدوں میں معروف یہ ہے کہ دستاویز کا لکھنا معاہدے کی تمہید ہوتا ہے نہ کہ تنفیذ۔ تنفیذ انھیں شرائط پر مشروط ہوتی ہے جو معاہدے میں قرار پائے، تو یہاں اگرچہ لفظاً تعلیق ہو عرفاً تعلیق ہوتی ہے والمشروط عرفاً کالمشروط لفظاً (عرف میں مشروط چیز، لفظوں میں مذکور مشروط کی طرح ہے۔ت)، ولہذا اگر شوہر عورت سے کہے کہ تو مہر معاف کردے تو میں تجھے طلاق دے دوں گا، عورت نے کہا میں نے اپنا مہر معاف کیا، شوہر نے طلاق نہ دی، مہر معاف نہ ہوا کہ اگرچہ اُس نے بلا شرط الفاظ معافی کہے، لفظوں میں کوئی شرط نہ تھی مگر معنیً شرط موجود تھی اور وہ نہ پائی گئی لہذا معافی نہ ہوئی، اسی طرح یہاں طلاق معنیً اُن شرائط سے مشروط ہے اور وہ نہ پائی گئی لہذا طلاق نہ ہوئی۔ عالمگیریہ میں ہے:

امرأۃ قالت لزوجہا کابین ترا بخشیدم چنگ از من بدار ان لم یطلقہا لم یبرأ عن المہر کذا فی الظہیریۃ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

بیوی نے خاوند کو کہا میں تجھے مہر بخشتی ہوں تو مجھ پر سے قبضہ ختم کردے یعنی طلاق دے دے، اگر خاوند نے طلاق نہ دی تو مہر معاف نہ ہوگا ظہیریہ میں اسی طرح ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں فصل الخلع بالفارسیہ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۵۸

Marfat.com

مسئلہ ۱۹۷: از شہر کہنہ ۱۲ صفر ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی منکوحہ کو جس کو عرصہ قریب تین سال کے ہوا طلاق دے دی طلاق ہو جانے کا اقرار بکر نے زبانی عورت مطلقہ اور نیز عورت مذکورہ کے بھائیوں کی زبانی سُنا ہے اب بکر مذکور اپنا نکاح اس عورت سے کیا چاہتا ہے، لہذا شرع کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

سائل نے بیان کیا کہ عورت اور اس کے بھائی تین طلاقیں اُتنی مدت سے ہونا بیان کرتے ہیں اور اب زید سال بھر سے غائب ہے اس صورت میں بکر کو چاہئے کہ اپنے دل کی طرف غور کرے، اگر عورت اور اُس کے بھائیوں کا بیان دل پر جمتا ہو کہ یہ لوگ اس میں سچے ہیں اور کوئی فریب نہیں کرتے تو بکر کو اختیار ہے کہ اس عورت سے نکاح کرلے جبکہ وہ اُس طلاق کے بعد عدت بھی گزرجانا بیان کرتی ہو یعنی طلاق کے وقت اگر حاملہ ہونا کہے جب تو ظاہر ہے کہ تین سال کے قریب زمانہ گزرا ضرور وضع حمل ہو کر عدت گزرگئی، اور اگر حمل نہ تھا تو عورت یہ بیان کرے کہ طلاق کے بعد اُسے حیض تین بار شروع ہو کر ختم ہو چکا ہے اور اگر بکر کے دل پر اُن کا سچ نہ جمے فریب معلوم ہوتا ہو تو ہرگز نکاح نہ کرے،

فی الھندیۃ عن الذخیرۃ لو ان امرأۃ قالت لرجل ان زوجی طلقنی ثلثا وانقضت عدتی فان کانت عدلۃ وسعہ ان یتزوجھا وان کانت فاسقۃ تحری وعمل بما وقع تحریہ علیہ[1]۔

ہندیہ میں ذخیرہ سے منقول ہے، اگر ایک عورت نے کسی مرد کو کہا کہ میرے خاوند نے مجھے تین طلاقیں دی ہیں اور عدت بھی گزرچکی ہے تو اگر عورت عادلہ ہے تو اس شخص کو اس پر اس عورت سے نکاح کرنا جائز ہے، اور اگر وُہ عورت فاسقہ ہے تو پھر وُہ شخص غور و فکر کرے اور غور و فکر کے نتیجہ پر عمل کرے۔ (ت)

اس کی ضرورت اس وجہ سے ہے کہ آج کل عادل شخص کا ملنا دشوار ہے ورنہ اگر عورت عادلہ ہو تو اس کا صرف اتنا بیان ہی کہ مجھے طلاق ہوگئی اور عدت گزرگئی جواز کے لئے کافی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۸: قاضی عبدالغنی صاحب از ڈیڈوانہ مارواڑ محلہ قاضیان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور بسبب دلی رنجش کے بہ رُو برُو دو تین شخص کے حرف طلاق مکرر سہ کرر زبان پر لایا، ہندہ کے پاس ایک طفل شیر خوار تھا اس وجہ سے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فی العمل بخبر الواحد فی المعاملات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۱۳

Marfat.com

اُس نے اس کی پرورش کی درخواست کی جس کا زید نے اقرار کیا کہ ۴ روپیہ ماہوار دُودھ خرچ کے دیا کرے گا چند عرصہ کے بعد ہندہ طالب مہر و زر ہوئی، اب زید نے دیکھا کہ روپیہ ہاتھ سے جاتا ہے انکاری ہوگیا کہ میں نے طلاق نہیں دی اس غرض سے کہ ہندہ نہ توکسی دوسرے سے نکاح کر سکے گی اور نہ گھر سے خرچ ہوگا۔ اب امر دریافت طلب یہ ہے کہ آیا یہ طلاق جائز ہے یا ناجائز، طلاق کن کن امور سے ہوتی ہے کیا ہندہ مستحق پرورش خرچ مہر ہے ؟

الجواب

طلاق کے مسئلے ایسے گول لکھنے کے نہیں ہوتے، حروف طلاق مکرر سہ کر زبان پر لایا اس سے کیا معلوم ہوا کہ اس نے کیا الفاظ کہے حرف طلاق لاکھ بار زبان پر لانے سے بھی طلاق نہیں ہوتی اور ایک ہی بار کہنے سے ہوجاتی ہے، اس کے پورے الفاظ لکھے جائیں جن پر اصلاً کم وبیش تغیر نہ ہو اور یہ بھی کہ اس کے گواہ کون کون لوگ ہیں کہ اُس نے یہ لفظ کہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۹ از ٹانڈہ ضلع فیض آباد مسئولہ حکیم سید حاضر علی ۸ شوال ۱۳۳۹ھ

رہبر شریعت و طریقت جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب، السلام علیکم! ایک شخص سلیمان نے کئی آدمیوں کے سامنے طلاق دے کر طلاق نامے پر انگوٹھے کا نشان ثبت کر دیا۔ اس طلاق نامہ کے وصول پر مسماۃ صغریٰ بی بی بالغ کے باپ نے اس کا عقد چھ ماہ ہوا ایک متمول خوبصورت شخص سے کر دیا اب سلیمان چند مفسدوں کے بہکانے سے کہتا ہے میں نے طلاق نہیں دیا ہے، مفسدوں کا منشا ہے کہ شوہر ثانی سے ناجائز طور پر کثیر رقم وصول ہو۔ نقل طلاق نامہ یہ ہے: "۱۲ ماہ جمادی الثانی ۱۳۳۸ ہجری بروز شنبہ منکہ سلیمان بن عبدالرزاق حافظ، روبرو پنچوں کے لکھوا دیا ہوں کہ میری طبیعت خراب رہتی ہے میرے سر پر گرمی چڑھتی ہے تو تین تین چار چار روز ہوش نہیں رہتا اس وقت میری طبیعت بہت ٹھیک ہے اس لئے میں چار گواہی دے کر کے میری منکوحہ مسماۃ صغریٰ بنت حیدر اُس کو تین طلاق دے کر اپنے نکاح سے دُور کر دیا اگر مجھ کو کوئی دیوانہ گردانے تو واقعی دیوانہ ہوں لیکن اس وقت دیوانہ نہیں ہوں اور مسماۃ مذکور کی جانب سے ولی محمد ابن امام الدین مختار ہو کر مہر عدت معاف کر دیا ہے جب میں طلاق دیا ہوں۔"

ٹکٹ ۱؍ (نشان انگوٹھا سلیمان ولد عبدالرزاق حافظ)

الجواب

صورت مستفسرہ میں اگر سلیمان کو اس تحریر کا اقرار ہے یا گواہان عادل سے ثابت ہے تو بیشک صغریٰ پر تین طلاقیں ہوگئیں اس کا نکاح اگر عدت گزرنے کے بعد دوسرے شخص سے کیا گیا تو وہ نکاح صحیح ہے

Marfat.com

اور اگر عدت کے اندر کردیا کہ سوال میں انقضائے عدت کا کوئی ذکر نہیں اور طلاق نامہ میں عدت کا معاف کرنا جاہلانہ لکھا ہے تو یہ دُوسرا نکاح بھی باطل ہُوا اگر سلیمان کو اب بھی صغرٰی پر کوئی دعوٰی نہیں پہنچتا نہ وہ صغرٰی سے نکاح کر سکتا ہے کہ اس نکاح ثانی کے باطل ہونے کے سبب حلالہ صحیح نہ ہُوا ۔ درمختار میں ہے:

لاینکح مطلقۃ بالثلاث حتی یطأھا غیرہ بنکاح نافذ خرج الفاسد والموقوف[1] (ملخصًا) واللہ تعالٰی اعلم۔

تین طلاقوں سے مطلقہ عورت سے دوبارہ اس وقت تک نکاح نہیں ہوسکتا جب تک دوسرا خاوند صحیح اور نافذ نکاح کے ساتھ اس عورت سے جماع نہ کرلے، صحیح اور نافذ نکاح کی قید سے نکاح فاسد اور نکاح موقوف خارج ہوگیا (ملخصًا) واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰: از انبالہ چھاؤنی صدر بازار محلہ پلیداران مرسلہ ننھے خاں نبیت ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

ایک شخص نے بخوشی چار آدمیوں کے سامنے اپنی عورت کو طلاق دی اب وُہ کہتا ہے کہ میں نے نہیں دی۔ یہ طلاق ہُوئی یا نہیں؟

الجواب

اگر واقع میں تین طلاقیں دی ہیں عند اللہ عورت اُس پر حرام ہوگئی بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ قال اللہ تعالٰی:

فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ[2]۔

مطلقہ ثلاثہ عورت خاوند کے لئے حلال نہیں تاوقتیکہ وہ عورت دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔ (ت)

اور اس کا انکار اللہ عزّوجل کے یہاں کچھ نفع نہ دے گا اُن گواہوں پر فرض ہے کہ گواہی دیں اگر اُن میں دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں ثقہ عادل شرعی ہوں طلاق ثابت ہو جائے گی اور اس کا انکار دُنیا میں بھی نہ سُنا جائے گا اور اگر ان میں ایسے گواہ نہ ہوں اور عورت کے سامنے طلاق نہ دی ہو تو عورت اس سے حلف لے اگر وُہ حلف دے کہ میں نے طلاق نہ دی تو عورت اپنے آپ کو اس کی زوجہ سمجھے اگر اُس نے حلف جُھوٹا کیا تو وبال اس پر ہے اور اگر خود زوجہ کے سامنے اُسے تین طلاقیں

---

[1] درمختار باب الرجعۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۴۰

[2] القرآن ۲/۲۳۰

Marfat.com

دیں اور منکر ہوگیا اور گواہ عادل نہیں ملتے تو عورت جس طرح جانے اس سے رہائی لے اگرچہ اپنا مہر چھوڑکر، یا اور مال دے کر، اور اگر وہ یُوں بھی نہ چھوڑے تو جس طرح بن پڑے اُس کے پاس سے بھاگے اور اُسے اپنے اُوپر قابو نہ دے، اور اگر یہ بھی نہ ممکن ہو تو کبھی اپنی خواہش سے اس کے ساتھ زن وشو کا برتاؤ نہ کرے نہ اُس کے مجبور کرنے پر اس سے راضی ہو پھر وبال اس پر ہے، لایکلف اللّٰہ نفسا الا وسعھا[1] (اللہ تعالٰی وسعت کے مطابق ہی کسی جان کو تکلیف دیتا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۱ از گنج مراد آباد ضلع اوناؤ مرسلہ شیخ حرمت علی صاحب ۲۱ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ

چہ می فرمایند علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عرصہ قریب دو سال کا ہوتا ہے کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ کے بارے میں بکر اور عمر کو خط لکھے ہیں کہ میں نے ہندہ کو طلاق دی اُس کو اب اختیار حاصل ہے، اب زید آیا اور وہ حلفیہ بیان کرتا ہے میں نے بکر اور عمر کو خط نہیں لکھے اور وہ خط ہندہ کے پاس بکر نے رکھ دئے تھے اب گم ہوگئے اور اسی دریافت میں زید نے بکر سے کہا تم نے خود خواہش ظاہر کی تھی کہ ہندہ کو طلاق دو تب میں نے طلاق نہیں دی ہندہ بھی اقرار کرتی ہے کہ زید سے بکر نے خواہش ظاہر کی تھی فقط، بیّنوا توجروا باحسن الثواب۔

الجواب

ایسے خطوط سے ثبوت طلاق دو امر پر موقوف یا تو شوہر اقرار کرے کہ واقعی میں نے یہ خط لکھا تھا یا دو مرد خواہ ایک مرد دو عورتیں ثقہ عادل شہادت شرعیہ دیں کہ ہمارے سامنے شوہر نے خط مذکور لکھا، اشباہ وغیرہا میں ہے:

ان کتب علی وجہ الرسالۃ مصدرا معنونیا وثبت ذلک باقرارہ اوبالبینۃ فکالخطاب[2]۔ اگر خاوند نے تحریری طلاق کو طلاق نامہ کے انداز سے معنون کرکے ارسال کیا اور اس کے اقراریا گواہوں سے ثابت ہوجائے کہ طلاق دی ہے تو زبانی طلاق کی طرح نافذ ہوگی۔ (ت)

پس صورتِ مستفسرہ میں اگر شہادت معتمدہ سے بروجہ کافی تحریر خط ثابت ہو تو الفاظ مذکورۂ سوال ایک سے تین تک جتنے خطوں میں لکھنے کا ثبوت تا بقائے عدت ہو اُسی قدر طلاقیں وقتِ تحریر سے پڑنے کا

---

[1] القرآن ۲/ ۲۸۰

[2] الاشباہ والنظائر الفن الثالث احکام الکتابۃ ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۹۸-۵۹۷
ردالمحتار کتاب القاضی داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۵۲

Marfat.com

حکم دیا جائے گا مثلاً شہادت مقبولہ سے صرف ایک خط کا ثبوت ہوا تو جس وقت اُس نے یہ خط لکھا اُس وقت سے ایک طلاق مانیں گے اور اگر ایک خط عمرو کے نام اور دوسرا عدت کے اندر انھیں الفاظ یا اُن کے مثل سے بکر یا عمرو ہی کے نام لکھنا ثابت ہو تو دو اور اگر اسی طرح کے تین یا زائد خط ایک ہی شخص خواہ متعدد اشخاص کے نام لکھنے ثابت ہوں تو تین کہ الفاظ مذکورہ کہ صریح ہیں ان میں ہر شخص کو لکھنا ہر بار کا لکھنا جدا طلاق سمجھا جائیگا

لما نصوا علیہ من ان التاسیس خیر من التاکید وان الصریح یلحق غیرہ۔

کیونکہ فقہاء نے تصریح کر دی ہے کہ کلام سے نیا فائدہ اخذ کرنا پہلے ذکر شدہ فائدہ سے بہتر ہے اور یہ کہ صریح طلاق پہلی طلاق کو لاحق ہوسکتی ہے۔ (ت)

ہاں اگر بعض خطوط میں الفاظ مذکور اور باقی میں اس طرح کا مضمون مسطور ہو کہ میں فلاں کو ایسا لکھ چکا ہوں یا میں نے پہلے ہی لکھ دیا ہے،

وامثال ذلک مما یتعین الاخبار عن ذالک السابق لا یصلح للانشاء۔

اس کی مثل وہ الفاظ جو پہلے خبر کے لئے متعین ہو چکے ہوں تو وہ الفاظ دوبارہ استعمال پر انشاء کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ (ت)

تو ان باقی خطوط کی تحریر اُسی طلاق سابق کا ذکر قرار پائے گی جدا طلاق نہ ٹھہرے گی،

فی الھندیۃ عن الظھیریۃ لو طلقھا ثم قال لھا طلاق دادمت یقع اخری ولو قال طلاق دادہ است لا یقع اخری[1]

ہندیہ میں ظہیریہ سے منقول ہے اگر خاوند نے طلاق دینے کے بعد کہا تجھے میں نے طلاق دی، تو یہ دوسری طلاق شمار ہوگی، اور اگر کہا طلاق دی گئی ہے، تو یہ دوسری طلاق نہ ہوگی۔ (ت)

اور اگر شہادت کافیہ نہ ہو تو ازانجا کہ زید منکر ہے اصلاً ثبوت طلاق نہیں اگرچہ خطوط موجود اور اس کے خط سے بالکل مشابہ ہوتے کہ خط ملنا کوئی حجت شرعیہ نہیں،

لما صرحوا بہ فی عامۃ الکتب ان الخط یشبہ الخط فلا یعتبر[2]

کیونکہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ خط دوسرے خط کے مشابہ ہوسکتا ہے، جیسا کہ عام کتب میں ہے، لہذا خط کا اعتبار نہ ہوگا۔ (ت)

---

[1] فتاوی ہندیہ الفصل الاول فی الطلاق بالصریح نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۵۶

[2] فتاوی ہندیہ باب ۲۳ کتاب القاضی الی القاضی 〃 ۳/۳۸۱

الھدایۃ 〃 〃 〃 〃 مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۱۳۹

Marfat.com

بکر و عمر کا بیان کہ ہمیں خط لکھے اگرچہ وہ دونوں ثقہ عادل بھی ہوں اگرچہ بکر پر اُس اظہارِ خواہش کے سبب اس امر میں کوئی اپنی غرض وتہمت بھی نہ ہو اصلاً قابلِ التفات نہیں کہ کوئی کسی کو اس کے سامنے خط نہیں لکھا کرتا ڈاک میں آئے یا قاصد لایا بہرحال اُن کا یہ اظہار اُسی مشابہت خط یا بیانِ ایلچی پر مبنی ہوگا اور یہ کوئی شہادت شرعیہ نہیں کما لا یخفی علی ادنی خادم للفقه وقد بیناه فی رسالتنا الازکی الاهلال (جیسا کہ یہ بات علم کے ادنیٰ خادم پر مخفی نہیں ہے اور اس کو ہم نے اپنے رسالہ اَزکی الاھلال میں بیان کیا ہے۔ ت) یہ جو کچھ گزرا در بارۂ حکم قضا ہے یعنی جب تک اُن دو وجہِ شہادت واقرار میں کسی وجہ سے ثبوت نہ ہو حکمِ طلاق نہ دیا جائے گا، عورت کو حرام ہے کہ باوصف انکارِ شوہر ایسی مہمل خبر پر اپنے آپ کو مطلقہ سمجھ کر کوئی کارروائی آزادی کرے، مردوں کو حرام ہے کہ اُسے مطلقہ ٹھہرا کر قصدِ تزوج کریں، مگر فی الواقع اگر زید اس انکار میں جھوٹا ہے تو اُس کا حساب لینے والا خدا ہے عورت اس وبال سے پاک و جدا ہے خدا سے ڈرے اور حق ظاہر کرے واللہ سبحٰنه وتعالیٰ اعلم وعلمه جل مجده اتم۔

مسئلہ ۲۰۲ مرسلہ حکیم علی حسین خاں از بریلی محلہ فراشی ٹولہ ۲۰ رجب ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین حامی شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے عرصہ ساڑھے تین سال سے رنڈی کے ساتھ نکاح کرلیا اور ہندہ قدیمہ زوجہ کو اذیت وتکلیف دیتا رہا حتی کہ ایک روز سال گزشتہ ۲۴ مئی ۱۹۱۶ء کو بمواجہہ دو شخص ثقہ عاقل وبالغ مسلم عمر و بکر جو کہ اس کے قرابت دار ہیں زید نے ہندہ سے کہا کہ مجھے[۱] دو عورت کی استطاعت نہیں، میں[۲] اپنے پسند سے رنڈی لے آیا اور تو[۳] میرے مطلب کی نہیں، میں[۴] تجھ کو رکھنا نہیں چاہتا ہوں، تجھ[۵] کو میں نے طلاق دی، تو[۶] میرے پاس سے چلی جا، تجھ[۷] کو اختیار اپنا ہے جو چاہ سو کر، مجھ[۸] کو اپنا اختیار ہے کہ میں نے رنڈی سے نکاح کرلیا اب زید طلاق سے انکار کرتا ہے اور نہ بلاتا ہے اور نہ آتا ہے اور نہ روٹی کپڑا دیتا ہے اور وہ دونوں شخص مقر ہیں اور زید کہتا ہے کہ میں ہندہ کو خوب دق کرونگا اور ہندہ صبر وتحمل سے عاجز ہو کر نکاح ثانی کرنا چاہتی ہے پس بحکم شرع شریف طلاق ہوئی یا نہیں، اور الفاظ مذکورہ سے کتنے طلاق واقع ہوئے اور ہندہ بعد عدت نکاح ثانی کرسکتی ہے یا نہیں، شمارِ عدت کب سے ہوگا اور دین مہر کی مستحق ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جاہلوں سے فتویٰ لینا حرام ہے، مخالفانِ دین کی طرف رجوع کرنا سخت اشد حرام ہے، اس طلاق کو رجعی سمجھنا سخت جہالت ہے اور عدت اس وقت سے شروع نہ جاننا اگر یہ طلاق بحالت حیض ہو بلکہ جب یہ حیض ختم ہو اس کے بعد کا طہر ختم ہو جدید حیض شروع ہو اُس وقت سے عدت کا آغاز لینا دوسری جہالت

Marfat.com

حکم شرعی یہ ہے کہ صورتِ مستفسرہ میں اگر بیانِ مذکور صحیح ہے عورت پر دو طلاقیں بائن پڑ گئیں، عورت نکاح سے نکل گئی، شوہر کو رجعت کا کچھ اختیار نہ رہا،

لان اللفظ الخامس طلاق صریح والسادس کنایۃ یحتمل الرد فان توقف علی النیۃ حتی فی المذاکرۃ فالسابع لا یحتملہ وقد صارت الحالۃ بالطلاق حالۃ المذاکرۃ فوقع بلانیۃ لان البائن یلحق الصریح ولکونہ بائنا عاد الاول ایضا مثلہ لاستحالۃ الرجعۃ بعد البینونۃ فطلقت تطلیقتین بائنتین۔

کیونکہ پانچواں لفظ صریح طلاق ہے اور چھٹا لفظ جواب کا احتمال رکھتا ہے اس لئے اس میں نیّت کی ضرورت ہے حتی کہ مذاکرہ طلاق میں نیّت پر موقوف ہے اور ساتواں لفظ رَد کا احتمال نہیں رکھتا پہلے طلاق کہنے کی بنا پر مذاکرہ طلاق ہوجانے کی وجہ سے یہ طلاق بھی بغیر نیّت واقع ہوگئی، کیونکہ یہ بائنہ طلاق ہے، اور بائنہ، رجعی طلاق کو لاحق ہوجاتی ہے اور بائنہ پہلی کو بھی اپنے جیسی بنا دیتی ہے اس لئے کہ بائنہ کے بعد رجوع ناممکن ہوجاتا ہے، لہذا مذکورہ سوال میں دو بائنہ طلاقیں ہوگئی ہیں۔ (ت)

عدّت اسی وقت سے لی جائیگی جب سے یہ طلاق دی اگرچہ حالتِ حیض میں دی ہو تمام احکامِ عدّت مثلاً عورت پر گھر سے باہر جانے کی حرمت وغیرہ اسی وقت سے ثابت ہوجائیں گے نہ یہ کہ حیض جدید کے بعد آغاز ہوں، ہاں صرف یہ حیض شمار میں نہ آئے گا بلکہ اس کے بعد تین حیض کامل درکار ہوں گے، جس وقت سے طلاق پڑی عورت کا مہر واجب الادا ہوگیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۳: از کوٹہ راجپوتانہ مرسلہ محمد ابراہیم خاں وکیل سرشتہ ۲۳ رجب ۱۳۳۶ھ

زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو جس کی عمر ۱۵ سال کی ہے ہندہ کے باپ عمرو کے مواجہہ میں طلاق بائن مغلظ دے دیا اس طلاق کے اندازاً ایک سال بعد زید نے کسی طرح پر ہندہ کو بہکا کر یہ کہلا دیا کہ مجھے طلاق نہیں ہوئی ہے اور زید بھی طلاق دینے سے انکار کرتا ہے، اس صورت میں پدر ہندہ عمرو کو بروئے شریعت کیسا اختیار حاصل ہے، کیا عمرو قاضی کے سامنے دعوٰی پیش کرکے استقرار طلاق کی ڈگری لے سکتا ہے اور اپنی لڑکی ہندہ نابالغہ کو زید کے قبضہ سے نکال سکتا ہے؟

الجواب

اللہ عزّوجل ہر غیب کو جانتا ہے فی الواقع اگر زید نے ہندہ کو طلاق مغلظہ دی تھی اور اب زید و ہندہ دونوں منکر ہوگئے ہیں تو اُن کا انکار کچھ مسموع نہیں، اور ان پر فرض ہے کہ فوراً فوراً جُدا ہوجائیں ورنہ زنا ہے اور دونوں کو عذابِ جہنّم وغضبِ جبّار کا استحقاق ہے، اگر وہ جُدا نہ ہوں تو ہندہ کے باپ پر فرض ہے کہ قاضی کے

Marfat.com

یہاں دعویٰ طلاق کرکے فوراً جدائی کرالے اگر وہ نہ کرے تو جو مسلمان اس پر اطلاع رکھتا ہے اُس پر فرض ہے کہ دعویٰ کرکے اُن میں جدائی کرادے اس میں ہر مسلمان کو دعویٰ کا اختیار ہے بلکہ اگر کوئی شخص دعویٰ نہ کرے تو جن جن کے سامنے زید نے طلاق دی تھی اُن پر فرض ہے کہ قاضی کے یہاں حاضر ہوکر گواہی دیں اور اگر اُن میں دو گواہ قابلِ قبول شرع ہوں تو قاضی پر فرض ہے کہ بغیر کسی مدعی کے اُن کی شہادت سُن لے اور اُن مرد و عورت کو جبراً جدا کردے۔ اشباہ والنظائر میں ہے:

تسمع الشھادۃ بدون الدعوی فی الحد الخالص وفی الطلاق والایلاء و الظھار[1]

خالص حد، طلاق، ایلاء اور ظہار میں بغیر دعویٰ بھی شہادت قبول کی جاسکتی ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

تقدم الدعوی فی حقوق العباد شرط قبولھا بخلاف حقوق اللہ تعالٰی لوجوب اقامتھا علی کل احد فکل احد خصم فکان الدعوی موجودۃ[2] (ملخصاً)

حقوق العباد میں شہادت قبول کرنے کے لئے پہلے دعویٰ پایا جانا شرط ہے بخلاف حقوق اللہ کے کہ ہر ایک پر واجب ہے کہ ان کو قائم کرے اس لئے حقوق اللہ کے معاملہ میں ہر ایک فریق ہوسکتا ہے گویا کہ دعویٰ موجود قرار پائے گا۔ (ت)

ہاں واقع میں زید نے طلاق نہ دی اور ہندہ کا باپ جھوٹا دعویٰ طلاق کرکے جدا کرانا چاہتا ہے تو وہ سخت عذاب کا مستحق ہوگا۔ والعیاذ باللہ، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۴: از بلرامپور ڈاک خانہ خاص ضلع گونڈہ محلہ پھاٹک جانب اُتر سرائے پختہ مرسلہ نور محمد آتشباز ۲۴ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک خواندہ آدمی ہے عرصہ پندرہ سولہ سال کا گزرتا ہے کہ زید نے اپنی بی بی ہندہ کو بوجہ چندوجوہ طلاق واحد تنبیہاً دی اور بعد گزرنے پندرہ یوم کے دونوں میاں بیوی نے رجعت کرلی اور آج تک زید کی زوجیت میں رہی اتفاقاً بعد سولہ برس کے دونوں میں نااتفاقی بوجہ درغلاتے ایک شخص کے جو زید کی تجارت میں شریک تھا ہوگئی اور زید کے مکان سے فرار ہوگئی بعد چند روز کے واپس آئی اور

[1] الاشباہ والنظائر کتاب الشہادات والدعاوی ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۳۵۸

[2] درمختار باب الاختلاف فی الشہادۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۸

Marfat.com

سابقہ طلاق واحد کو تین طلاقوں کی مقر ہوئی، چونکہ زید برادری والا آدمی ہے پنچایت میں یہ مقدمہ پیش ہوا اور گواہوں نے بیان کیا مجھے یاد نہیں ہے کہ زید نے طلاق واحدی دی تھی یا طلاق ثلاثہ، اس وقت پنچایت میں زید سے قسم لی گئی، زید نے طلاقِ واحد کی قسم کھالی، ہندہ پھر زید کی زوجیت میں چند روز رہی، بعدازاں ہندہ پھر فرار ہوکر اور دو گواہ بے نمازی دائمی اور شراب خوار و زانی ایک برادری و دیگر بے قوم دیگر کچہری دیوانی میں پیش کر کے مقدمہ دائر کرکے ڈگری حاصل کرلی اور اس شخص کے مکان پر رہتی ہے جو کہ زید کا شریک تھا اور اسی کے ورغلانے کا گمان غالب تھا، پس صورتِ مسئولہ میں ہندہ کے گواہ مذکور کچہری کا قول معتبر ہوگا یا کہ گواہ اول پنچایتی برادرانِ زید کا قسم معتبر ہوگا اور اہلِ برادری کو زید کے شریک جہاں ہندہ رہتی ہے اور اسی کے ورغلانے کا تمام اہلِ برادری کو اور زید کو گمان غالب ہے تنبیہاً خاندان ترک کردینا جائز ہے یا نہیں؟ اور ہندہ زوجہٴ زید ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر یہ بیان واقعی ہے تو پنچایت کا فیصلہ حق تھا اس کے بعد ہندہ کا چند روز اس پر کاربند رہ کر اغوائے شیطان سے پھر فساد اٹھانا اور دو فاسق گواہ پیش کرکے کچہری سے ڈگری لینا اُسے شرعاً کچھ مفید نہیں، ہندہ بدستور زوجہٴ زید ہے، اور شریکِ زید پر اگر ہندہ کے اغوا کا ثبوت ہو تو اہلِ برادری ضرور اُسے برادری سے خارج کریں اس سے میل جول چھوڑ دیں اُس کے پاس نہ بیٹھیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وامّا ینسینّك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[1]

اگر تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس منّا من خبب امرأۃ علٰی زوجھا[2] رواہ ابوداؤد والحاکم بسند صحیح عن ابی ھریرۃ والطبرانی فی الصغیر ونحوہ فی الاوسط عن ابن عمر و

ہمارے گروہ سے نہیں جو کسی کی عورت کو اُس سے بگاڑ دے (اس کو ابوداؤد اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور طبرانی نے صغیر اور اس کی مثل اوسط میں ابن عمر رضی اللہ

---

[1] القرآن ۶/۶۸

[2] سنن ابوداؤد کتاب الطلاق آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۹۶
المستدرک للحاکم باب لیس منّا من خبب امرأۃ علٰی زوجہا الخ دارالفکر بیروت ۲/۱۹۶

Marfat.com

فی الاوسط کابی یعلی بسند صحیح عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین ۔ و اللہ تعالٰی اعلم۔

تعالٰی عنہ سے، اور اوسط میں ابویعلٰی کی سند صحیح سے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۰۵ از پھر یرا ضلع مظفر پور محلہ نور العین شاہ شریف آباد رائے پور مظفر پور
مرسلہ شریف الرحمٰن صاحب ۳ شعبان ۱۳۳۶ھ

ہندہ کہتی ہے کہ مجھے میرا شوہر شیخ اسمٰعیل نے بیکدم پانچ طلاق دی ہے اور ایک ماں اور ایک بھاوج اور ایک غیر عورت بالغ اور ایک لڑکا بارہ چودہ سالہ گواہ رکھتی ہے اُس کی مائی کہتی ہے کہ ہاں پانچ طلاق دی ہے اور بھاوج کہتی ہے کہ پانچ طلاق دی ہے، غیر عورت موجودہ کہتی ہے کہ دو۲ دی ہے، لڑکا کہتا ہے کہ تین۳ دی ہے، اور یہ بھی کہتا ہے کہ وہاں مسماۃ مورن بھی تھی مسماۃ مورن کہتی ہے کہ طلاق نہیں دی ہے، اور پڑوس کے موجود، لوگ سب بیک زبان کہتے ہیں کہ طلاق نہیں دی ہے، اور اسمٰعیل شوہرِ ہندہ کہتا ہے کہ میں حلفاً کہتا ہُوں کہ میں نے ہندہ کو طلاق نہیں دی ہے اور نہ دُوں گا، ہندہ اور ہندہ کی ماں اور بھاوج باہمی سازش سے مجھ پر تہمت جھُوٹی کی ہے چونکہ میں بیمار تھا ہندہ کو اپنی خدمت کے لئے تنبیہ و مجبور کرتا تھا اس لئے مجھ سے ناراض ہو کر جھُوٹی تہمت مجھ پر کی ہے۔

الجواب

صورتِ مذکورہ میں طلاق ثابت نہیں کہ اگر وُہ لڑکا نابالغ ہو یا وُہ خواہ بھاوج خواہ وُہ دوسری عورت کہ دو طلاق کہتی ہے ثقہ عادل شرعی نہ ہوں جب تو ظاہر یہاں تک کہ اگر یہ لڑکا بالغ اور یہ اور ماں اور بھاوج سب ثقہ عادل ہوں فقط وُہ غیر عورت ثقہ نہ ہو جب بھی طلاق اصلاً ثابت نہ ہوگی پہلی صُورت میں اس لئے کہ صرف عورتیں ہیں اور تنہا عورتوں کی گواہی مقبول نہیں اور دوسری صورت میں اس لئے کہ عدالت نہیں اور تیسری صورت میں اس لئے کہ ماں کی گواہی بیٹے کے حق میں مقبول نہیں۔ درمختار میں ہے:

لا تقبل شہادۃ الفرع لاصلہ و بالعکس[1]۔ (ملخصًا)

فرع (اولاد) کی شہادت اصل (والدین اور اوپر) کے حق میں اور اس کا عکس ہو تو بھی مقبول نہیں (ملخصًا)۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

فی الولو الجیۃ تجوز شہادۃ الابن علی

ولوالجیہ میں ہے کہ باپ نے اگر اپنی بیوی کو طلاق

[1] درمختار کتاب الشہادت باب القبول و عدمہ مطبع مجتبائی دہلی ۹۴/۲

Marfat.com

ابیہ بطلاق امرأتہ اذا لم تکن لامہ أو لضرتہا لانہا شہادۃ علی ابیہ وان کان لامہ اولضرتہا لا تجوز لانہا شہادۃ لامہ۔[1]

دی تو بیٹے کی اپنے باپ کے خلاف شہادت مقبول ہوگی بشرطیکہ جس کو طلاق دی گئی ہو وہ اس بیٹے کی ماں یا ماں کی سہیلی نہ ہو، یہ شہادت باپ کے خلاف ہونے کی وجہ سے مقبول ہوگی اور اگر بیٹے کی ماں یا اس کی سہیلی ہو تو پھر بیٹے کی یہ شہادت مقبول نہیں کیونکہ اگرچہ باپ کے خلاف ہے لیکن ماں کے حق میں ہے۔ (ت)

اور بالفرض اگر یہ لڑکا بالغ اور بھاوج اور وہ دوسری عورت سب ثقہ عادل ہوں جب بھی تو دو طلاقیں ثابت ہوسکتیں کہ اسی قدر تینوں شاہدوں کا اتفاق ہے لیکن یہ مذہب صاحبین کا ہے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک اب بھی شہادت مقبول نہیں کہ دو اور تین میں اختلاف ہے اور اختلاف شہود موجب ردِ شہادت۔ ہدایہ میں ہے:

یعتبر اتفاق الشاھدین فی اللفظ والمعنی عند ابی حنیفۃ فاذا شہد احدھما بالف والاٰخر بالفین لم تقبل الشہادۃ عندہ وعندھما تقبل علی الالف اذا کان المدعی یدعی الالفین وعلی ھذا الطلقۃ والطلقتان والطلقۃ والثلث۔[2]

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک دونوں گواہوں کا لفظ اور معنٰی میں اتفاق معتبر ہے لہذا اگر ایک گواہ نے ایک ہزار کہا اور دوسرے نے دو ہزار کہا تو یہ شہادت امام صاحب کے نزدیک مقبول نہ ہوگی، اور صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی کے نزدیک مذکورہ صورت میں ایک ہزار پر دونوں گواہوں کی شہادت قبول کرلی جائے گی بشرطیکہ مدعی نے دو ہزار کا دعوٰی کیا ہو، یوں ہی ایک طلاق اور دو طلاق کا یا ایک اور تین طلاقوں میں دو گواہوں کا اختلاف ہو تو امام صاحب کے نزدیک اس اختلاف میں کوئی طلاق بھی ثابت نہ ہوگی۔ (ت)

تو ثابت ہُوا کہ صورتِ مستفسرہ میں اصلاً طلاق ثابت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۶: از گلاوٹھی ضلع بلند شہر مدرسہ اسلامیہ مرسلہ مولوی کریم بخش صاحب مدرس ۹ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کا بیان ہے کہ میرے شوہر نے مجھ کو

---

[1] بحرالرائق باب من تقبل شہادتہ ومن لا تقبل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۸۰

[2] ہدایہ باب الاختلاف فی الشہادۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۱۶۵

Marfat.com

طلاق دے دی ہے قطعی جس کو عرصہ ۷ مہینے کا ہوا اور اپنے بیان کی تائید میں اپنے دو بھائی حقیقی اور دو شخص غیر کو پیش کرتی ہے، چنانچہ وہ چاروں قطعی طلاق دینا مسماۃ کو بیان کرتے ہیں اور شوہر سے جو دریافت کیا گیا تو وہ انکار کرتا ہے اس صورت میں عورت مطلقہ سمجھی جائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ان چاروں میں اگر عورت کے دونوں بھائی یا دونوں غیر یا ایک بھائی ایک غیر غرض کوئی سے دو شخص ثقہ عادل شرعی قابل قبول شہادت ہوں تو عورت ضرور مطلقہ سمجھی جائے گی شوہر کا انکار گواہان ثقہ کے حضور اصلاً مسموع نہ ہوگا، بھائی کی گواہی بہن کے حق میں شرعاً قبول ہے۔ درمختار میں ہے:

نصابہا للنکاح وطلاق رجلان او رجل وامرأتان[1] اھ ملخصا ملتقطا۔ نکاح وطلاق میں شہادت کا نصاب دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہے۔ اھ ملخصا ملتقطا (ت)

فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

تجوز شہادۃ الاخ لاختہ کذا فی محیط السرخسی[2]۔ بھائی کی شہادت بہن کے حق میں مقبول ہے، جیسا کہ محیط سرخسی میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰۷: از ریاست رامپور مسئولہ امراؤ دلہا مفتی غلام حیدر صاحب محلہ زاخ دوارہ مورخہ ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کے دروازہ پر جاکر باآوازِ بلند اپنی زوجہ کے متعلق کہا کہ میں نے فلانے کی بیٹی فلانی کو طلاق دی، اب شوہر کہتا ہے کہ میں نے یہ لفظ ایک دفعہ محض خوف دلانے کے لئے غصہ کی حالت میں کہا تھا اور گھر میں زوجہ کے دو بھائی اور والدہ اور نانی اور دروازہ پر ایک ملازم کا بیان ہے کہ ہم نے طلاق دی دی دی کا لفظ تین دفعہ سُنا اور دروازہ کے باہر دو شخصوں نے بھی اُسی آواز کو سُنا وہ کہتے ہیں کہ ہم نے دی کا لفظ ایک دفعہ سُنا اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ صورت مذکورہ بالا میں تین طلاق ہوئیں یا ایک طلاق رجعی۔ بینوا توجروا۔

---

[1] درمختار کتاب الشہادات مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۱
[2] الفتاوی الہندیۃ الفصل الثالث فیمن لاتقبل شہادتہ للتہمۃ الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۴۷۰

Marfat.com

الجواب

عورت کے دونوں بھائی اور ملازم ان تینوں شخصوں میں اگر دو ثقہ عادل قابل قبول شرع ہیں تو تین طلاقیں ہوگئیں عورت بے حلالہ نکاح میں نہیں آسکتی بشرطیکہ بھائیوں نے اُسے آنکھ سے دیکھا ہو اور اس کے قول مذکور کو کان سے سُنا اور اگر وہ گھر ہی میں رہے اور یہ باہر ہی رہا تو محض شناخت آواز پر شہادت نہیں ایک طلاق سے زائد ثابت نہ ہوگی پھر اگر واقع میں تین بار دی کا لفظ کہا تو اس پر فرض ہے کہ اُسے چھوڑ دے اور بے حلالہ ہاتھ نہ لگائے اگر خلاف کرے گا مبتلائے زنا ہوگا اور مستحق عذاب شدید، واللہ علیٰ کل شئ شہید۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰۸ تحصیل کچھا نینی تال مرسلہ عبدالغنی صاحب ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی دو منکوحہ ہیں ہندہ، زینب۔ ہندہ نے چاہا کہ زینب زوجہ ثانیہ کو طلاق ہوجائے زید کو اہل دہ نے بہت ڈرایا دھمکایا مگر زید نے ہرگز نہ مانا زینب کو طلاق نہ دی ان مغویان دہ نے پٹواری دہ سے کہ از قوم ہنود تھا ساز کر کے طرح طرح کے نقصان مالی و جانی منجانب کچہری کے اندیشہ پیدا کرایا اور کہا تمھاری سلامتی اسی میں ہے کہ تم اپنی عورت زینب کو طلاق دے دو اور یہ کلمات اُس پٹواری ہندو نے اپنی زبان سے اس طرح نکالے کہ کہو کہ میں نے اپنی بی بی کو طلاق دی زید نے پٹواری سے پورا مخوف ہو کر کہا کہ میں نے اپنی بی بی کو طلاق دے دی تین مرتبہ اس کلمہ کا اعادہ کیا اور کرایا مگر یہ لفظ طلاق سے ثابت نہ ہوا کہ کون سی بی بی کو زید سے مرد ہندو پٹواری نے طلاق دلوائی بعد تھوڑی دیر کے جبکہ جلسہ منتشر ہوگیا پٹواری نے زید سے دریافت کیا کہ تم نے اپنی کون سی بی بی کو طلاق دی زید نے کسی کا کچھ نام بھی نہیں لیا اور کسی عورت کی طرف اشارہ بھی نہ کیا اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں اور زید شوہر اور زینب زوجہ کو باہم کیا کرنا چاہیے؟

الجواب

جبکہ زید نے تین بار جُدا جُدا یہ لفظ اپنی زبان سے کہے کہ "میں نے اپنی بی بی کو طلاق دی" اگرچہ ڈرانے دھمکانے جبر و اکراہ سے اگرچہ وہ کہلوانے والا ہندو یا کوئی تھا اُس پر تین عدد طلاق ضرور لازم آئی اگر اُس کی مراد زینب تھی تو زینب پر تین طلاق ہوگئیں اور اگر ہندہ مراد تھی تو ہندہ کو تین طلاقیں ہوگئیں اور اگر دھمکانے سے وہ الفاظ زبان سے ادا کر دئے اور نیت نہ زینب کی تھی نہ ہندہ کی، تو اب اُس کے اختیار میں ہے جس کی طرف چاہے ڈال دے اگر زینب کو کہے گا اُس پر تین طلاقیں ہوجائیں گی اور ہندہ کو تو اُس پر۔ تنویر میں ہے:

لو قال امرأتی طالق ولہ امرأتان او ثلاث تطلق واحدۃ منھن ولہ	اگر خاوند نے کہا میری بیوی کو طلاق ہے جبکہ اس کی بیویاں دو تھیں یا تین تو ان میں سے ایک کو طلاق

Marfat.com

خیار التعیین[1]

ہوگی ان میں سے طلاق کے لئے ایک متعین کرنے کا اختیار خاوند کو حاصل ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لا فرق فی ذٰلک بین المعلق والمنجز وکذا لا فرق بین حلفہ مرۃ او اکثر فلہ صرف الاکثر الی واحدۃ ففی البزازیۃ عن فوائد شیخ الاسلام قال حلال اللّٰہ علیہ حرام ان فعل کذا وفعلہ وحلف بطلاق امرأتہ ان فعل کذا وفعلہ ولہ امرأتان فاراد ان یصرف ھذین الطلاقین فی واحدۃ منھما اشار فی الزیادات الی انہ یملک ذٰلک[2]

مذکورہ صورت میں طلاق معلق ہو یا غیر معلق ہو اور وہ ایک یا متعدد بار کہنے میں کوئی فرق نہیں، ایک سے زائد طلاقوں کو ایک ہی بیوی کے لئے مراد لینے کا بھی خاوند کو اختیار ہے، تو بزازیہ میں شیخ الاسلام کے فوائد سے منقول ہے کہ اگر خاوند نے کہا کہ اللہ تعالٰی کی حلال کی ہوئی چیز مجھ پر حرام ہے اگر میں فلاں کام کروں، اور پھر اس نے وہ کام کرلیا اور اس کے بعد پھر اس نے کہا اگر میں فلاں کام کروں تو میری بیوی کو طلاق، پھر اس نے وہ کام کرلیا، تو ان دونوں قسموں کے بعد خاوند کو دو بیویوں کی صورت میں اختیار ہے ان دونوں طلاقوں کو ایک ہی بیوی کے لئے قرار دے، زیادات میں خاوند کو اس اختیار کا مالک قرار دینے کا اشارہ دیا ہے۔ (ت)

اور جبکہ وہ خالی الذہن تھا کسی لفظ سے کسی عورت کی نیت نہ تھی لیکن یہ الفاظ خالی نہیں جاتے اور شرع اُسے تعیین کا اختیار دیتی ہے تو ظاہر اس پر لازم نہیں کہ تینوں طلاقیں ایک ہی عورت پر ڈالے بلکہ ایک پر ایک اور ایک پر دو ڈال سکتا ہے اور دونوں پر یہ طلاق رجعی ہونی چاہئے جبکہ اس سے پہلے دو والی کو ایک اور ایک والی کو دو طلاقیں نہ دے چکا ہو، پھر اگر دونوں کو اپنے نکاح میں رکھنا چاہے تو عدت کے اندر رجعت کرلے دونوں بدستور اس کی زوجہ رہیں گی، ہاں آئندہ کبھی اگر دو والی کو ایک یا ایک والی کو دو طلاقیں دے گا تو تین ہوجائیں گی اور پھر بے حلالہ اُس سے نکاح نہ کرسکے گا۔

اقول والدلیل علی جواز التفریق ما مر عن البزازیۃ عن

اقول (میں کہتا ہوں) مذکورہ صورتوں میں طلاقوں کو بیویوں پر متفرق کرسکتا ہے اور اس کے جواز کی

---

[1] درمختار | باب طلاق غیر المدخول بہا | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۲۳
[2] ردالمحتار | 〃 〃 〃 | داراحیاء التراث العربی | ۲/۴۵۹

Marfat.com

شیخ الاسلام عن اشارۃ محمد انہ یملک الصرف الی واحدۃ ان اراد فقط افاد انہ یملک التفریق ان شاء والثلاث والاربع و الاثنان فی ذلک سواء ولیس قولہ طلقت طلقت طلقت اوامرأتہ طالق امرأتہ طالق امرأتہ طالق کقولہ طلقت امرأتی ثلاثا اوامرأتی طالق ثلاثا فان ھنا قد افھم المغلظۃ فلایملک التخفیف بالتفریق مع ان المروی عن الامام فیہ ایضا خیار التفریق غیر انہ تقع علی کل منھن واحدۃ بائنۃ لئلا یلغی وصف الاصل

فی ردالمحتار رأیت بخط شیخ مشائخنا السائحانی عن المنیۃ لوکان لرجل ثلاث نساء فقال امرأتی ثلاث تطلیقات یقع ثلاث لکل واحدۃ وعند ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ لکل واحدۃ منھن طلاق بائن وھو الاصح[1] اھ

اقول ای الا اذا بین وعین احداھن فعلیھا الثلاث

دلیل بزازیہ کی گزشتہ عبارت شیخ الاسلام سے منقول کہ امام محمد نے اس میں اشارہ فرمایا کہ خاوند کو ایک ہی بیوی پر دونوں طلاقوں کو صرف کرنیکا اختیار ہے اگر چاہے تو واضح ہُوا کہ انھوں نے افادہ کیا کہ خاوند اگر چاہے تو ان طلاقوں کو اپنی متعدد بیویوں پر متفرق کرسکتا ہے اس میں بیویوں کی تعداد دو یا تین چار ہونے میں کوئی فرق نہیں، اور خاوند کا "میں نے طلاق دی میں نے طلاق دی" یا یوں "میری بیوی طلاق والی ہے" تین بار کہنا، اس کا حکم وُہ نہیں جو "میں نے بیوی کو تین طلاقیں دیں" یا "میری بیوی تین طلاق والی ہے" کا حکم ہے کیونکہ آخری دونوں الفاظ میں طلاق مغلظہ مفہوم ہوتا ہے تو اب اس مغلظہ کو متعدد بیویوں پر تقسیم کرکے مخففہ نہیں بنا سکتا (لہذا یہ تین ایک ہی بیوی کے لئے قرار پائیں گی) حالانکہ امام سے اس مسئلہ میں بھی مروی ہے کہ انھوں نے یہاں بھی تفریق کا اختیار خاوند کو دیا ہے صرف اس میں یہ بات فرمائی کہ ہر ایک بیوی کو ایک طلاق بائنہ ہوگی تاکہ اصل طلاق کا وصف لغو نہ جائے۔ ردالمحتار میں ہے کہ میں نے شیخ المشائخ سائحانی کے خط میں دیکھا انھوں نے منیۃ الفقہاء سے نقل کیا کہ اگر ایک شخص کی تین بیویاں ہوں اور وُہ کہے "میری بیوی کو تین طلاقیں ہیں" تو اس کی تینوں بیویوں میں سے ہر ایک کو تین تین طلاقیں واقع ہونگی، اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک ہر ایک

---

[1] ردالمحتار باب طلاق غیر المدخول بہا دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۵۹

فلا مخالفة فيه لمسألة خيار التعيين خلافا لما فهم العلامة الشامي اما ههنا فكل كلمة على واحدة وكل تحتمل كل امرأة و لا ترجيح فاليه البيان فان شاء جمع الكل على حدة وان شاء فرق فاذا فرق فالواقع على كل رجعية اذ لا اصل ههنا موصوفا بالبينونة وبه انحل مافي ردالمحتار، وبالله التوفيق والله تعالٰی اعلم۔

بیوی کو ایک ایک بائنہ طلاق ہوگی، اور یہی زیادہ صحیح ہے اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) مگر یہ اس صورت میں ہے جب خاوند نے بیویوں میں کسی کو معین نہ کیا ہو اور اگر اس نے تینوں بیویوں سے ایک کو واضح طور معین کرلیا تو پھر ایک کو ہی تین طلاقیں ہوں گی، لہذا یہ صورت، تعین کے اختیار والے مسئلہ کے مخالف نہیں، یہ بات علامہ شامی کے فہم کے خلاف ہے، لیکن یہاں زیر بحث مسئلہ میں تو ہر طلاق علیحدہ ذکر کی گئی ہے جو کہ ہر بیوی کے لئے ہوسکتی ہے اور کوئی وجہ ترجیح نہیں ہے لہذا خاوند کو ہی بیان کا حق ہوگا۔ اگر وہ چاہے تو سب طلاقیں ایک کے لئے بیان کرے اگر چاہے تو ان طلاقوں کو متعدد بیویوں پر متفرق کردے۔ اگر اس نے متفرق کردیں تو پھر ہر ایک طلاق رجعی ہوگی کیونکہ یہاں طلاق کو بائنہ سے موصوف نہیں کیا گیا۔ اور اس تقریر سے ردالمحتار میں ذکر کردہ اشکال حل ہوگیا، اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہی حاصل ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰۹: ۲۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی دو زوجہ ہیں چھمی اور بشیرن، اور اس نے دو بار یا تین بار کہا میری عورت پر طلاق، اور کسی عورت کا نام نہ لیا تو اُن میں کس پر اور کتنی طلاقیں پڑیں گی، بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں یا تو وہ دونوں عورتیں مدخولہ ہوں گی یا دونوں غیر مدخولہ یا ایک مدخولہ ایک غیر مدخولہ، اور ہر صورت میں یا تو ایک کی تخصیص کرے گا کہ میں نے اسی کو طلاقیں دی تھیں یا دونوں کو دینا بتائے گا تو یہ چھ صورتیں ہوئیں اور بہر تقدیر لفظ مذکور دو بار کہا یا تین بار تو مجموع بارہ ہیں جن میں ہر جگہ مدخولہ کے اس لحاظ سے کہ اُسے پہلے ایک طلاق دے چکا ہے یا دو یا نہیں چالیس[عہ] بلکہ

عہ دونوں مدخولہ ہونے میں چھ صورتیں ہیں کہ دونوں[۱] سادہ ہوں یعنی اس سے پہلے کسی کو کوئی طلاق نہ دی تھی

(باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

اٹھاون ۵۸ ہوجائیں گی، ان سب کا حکم چار اصل کلی سے نکل سکتا ہے:

اوّل زن غیر مدخولہ تفریق طلاق کی صلاحیت نہیں رکھتی یعنی غیر مدخولہ کو یُوں کہے کہ اس پر دو طلاق یا اس پر تین طلاق، جب تو اس پر دو یا تین طلاقیں ہوں گی اور اگر دو یا تین یوں کہا کہ تجھ پر طلاق تجھ پر طلاق' تو ایک ہی طلاق ہوکر نکاح سے نکل جائے گی باقی لغو جائیں گی۔

دوم مدخولہ جمعاً وتفریقاً ہر طرح تین طلاق تک کی صالحہ ہے زیادہ کی نہیں کہ تین سے آگے طلاق ہی نہیں، تو جس مدخولہ کو کبھی ایک طلاق دے چکا تھا اب اُسے دو سے زائد نہیں دے سکتا اور جسے وُہ دو دے چکا اس پر ایک سے زیادہ نہیں ڈال سکتا، اگر زیادہ دے گا باقی لغو ہوجائیں گی۔

سوم کلام جب تک مؤثر بن سکے گا لغو نہ ٹھہرائیں گے' اور ایسا دعویٰ جس میں کوئی حصّہ کلام کا لغو جاتا ہو تسلیم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

یا دونوں کو ایک ایک دے چکا تھا یا دو دو یا ایک سادہ دوسری کو ایک یا ایک سادہ دوسری کو دو یا ایک کو ایک دوسری کو دو، اور ایک مدخولہ دوسری غیر مدخولہ میں تین صورتیں ہیں کہ وہ مدخولہ سادہ ہو یا ایک پا چکی ہو یا دو، تو یہ نو ہوئیں اور دسویں وُہ کہ دونوں غیر مدخولہ' ان دسوں پر محتمل ہے کہ ایک کی تخصیص کرے یا دونوں کو دینی کہے بیس ہوئیں' ان بیسوں پر احتمال ہے کہ لفظ دو بار کہا یا تین بار، چالیس ہوئیں ۱۲ منہ

(حاشیہ صفحہ ہذا)

عہ اس لئے کہ ان دس صورتوں میں چھ صورتیں اختلاف حال زوجہ کی ہیں یعنی چوتھی سے جس میں ایک سادہ اور دوسری کو ایک ہوچکی ہے نویں ایک مدخولہ اور دُوسری غیر مدخولہ ہے اور چار صورتیں دسوں سے متعلق ہونے والی ہیں' دو کی تخصیص دو کی تقسیم، تین کی تخصیص تین کی تقسیم' ان صورتوں سے ان چار شکلوں میں جن میں حال زوجتین متفق ہے کوئی اختلاف نہ پڑے گا جس کی چاہو تخصیص مان لو یا تین قسم کی تقسیم جس پر طلاق چاہو دو اور دوسری پر ایک واقع مان لو حکم ایک ہی رہے گا، لہذا یہ چاروں چار سے مل کر سولہ ہی ہُوئیں' اور اسی طرح ان چھ صور اختلاف حالین میں تقسیم دو سے کوئی فرق نہ آئے گا کہ ہر ایک پر ایک پڑے گی اور بیشک وُہ دونوں ایک حال کی ہوں ایک کے پڑنے کی ضرور صالحہ ہیں ورنہ اس کے نکاح ہی میں نہ ہوتیں، یہ چھ طلاق چھ ہی رہیں، سولہ اور چھ بائیس، مگر بحالت تخصیص دو یا سہ، یہ چھ مختلف الحکم ہوں گی کہ تخصیص ۲ یا ۳ اس عورت سے کی یا اس سے اور تقسیم، تین میں دو اس پر مانیں اور ایک اس پر، بالعکس تو یہ چھ یہاں آکر بارہ ہوئیں اور تین صور تخصیص دو وسہ و تقسیم سہ سے ضرب کھا کر چھتیس چھتیس بائیس اٹھاون۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ

Marfat.com

نہ کریں گے۔

چہارم جس کے پاس دو زوجہ ہوں اور وہ بلا تعیین اپنی عورت کو طلاق دے تو اُسے اختیار ہے کہ وہ طلاق اُن میں سے جس کی طرف چاہے پھیرے تعیین مطلقہ میں اس کا بیان معتبر ہوگا جب تک اس کے قبول میں کلام کا لغو ہونا نہ لازم آتا ہو۔

یہ چاروں اصول جابجا کتبِ فقہ میں مصرح ہیں، پس اگر چھمی بشیرن دونوں **مدخولہ** ہیں تو اب ان میں سے جس کی تخصیص کرے گا دو یا تین جتنی طلاقیں دی ہیں سب اُسی پر پڑیں گی دوسری پر کچھ نہیں بشرطیکہ وہ اتنی طلاقوں کی صلاحیت رکھتی ہو مثلاً دو بار لفظ مذکور کہا تو اب جس کی تخصیص کرتا ہے اُسے دو طلاقیں کبھی نہ دی ہوں یا تین بار کہا تو اصلاً نہ دی ہو ورنہ جس قدر کی اس میں صلاحیت ہے اُتنی اس پر، باقی دوسری پر پڑیں گی جبکہ اس میں کل باقی کی صلاحیت ہو ورنہ ایک طلاق بناچاری لغو ٹھہرے گی مثلاً دو بار کہا اور چھمی کی تخصیص کی اور اسے پہلے دو بار دے چکا تھا تو اس بار اس پر ایک ہی پڑ کر وہ تین طلاقوں سے مطلقہ ہو جائے گی، اور اگر تین بار کہا اور اس سے پہلے ایک دے چکا تھا تو اب اس پر دو ہی پڑ کر تین ہو جائیں گی اور دونوں صورتوں میں باقی ایک بشیرن پر پڑے گی، اور اگر چھمی کو دو دے چکا تھا اب تین بار کہا تو اس پر ایک پڑ کر تین ہو گئیں اور باقی دو بشیرن پر پڑیں گی جبکہ بشیرن کو پہلے دو نہ دے چکا ہو ورنہ ان دو باقیماندہ سے ایک ہی بشیرن پر پڑ کر اس کی بھی تین ہو جائیں گی اور ایک مجبوراً لغو ہو جائے گی کہ اس کے لئے کوئی محل نہیں، اور اگر دونوں کو دینا بتاتا ہے تو ہر ایک پر ایک ایک تو ضرور پڑے گی، رہی تیسری اگر اس کی صلاحیت کسی میں نہیں تو لغو جائے گی اور خاص ایک میں ہے تو اُسی پر پڑے گی اور دونوں میں ہیں تو وہ جسے بتائے گا اس پر ہوگی مثلاً چھمی بشیرن دونوں پہلے دو دو طلاقیں پا چکی تھیں تو اب ہر ایک پر ایک ایک پڑ کر تین تین ہو گئیں تیسری بیکار، اور اگر مثلاً چھمی کو دو ہو چکی تھیں اور بشیرن کو ایک، تو یہ تین جو دونوں کو دیں ان میں کی دو خاص بشیرن پر پڑیں گی اور چھمی پر ایک، اگرچہ وہ اس کا عکس بتاتا ہو کہ میں نے چھمی پر دو ڈالیں اور بشیرن پر ایک۔ اور اگر دونوں کو ایک ایک طلاق ہو چکی تھی یا ایک بھی نہ ہوئی تھی یا ایک کو ایک، دوسری کو اصلاً نہ ہوئی تھی تو دونوں ان تینوں میں سے دو کی قابل ہیں جس پر دو بتائے گا اس پر ان میں کی دو پڑیں گی، اور جس پر ایک اس پر ایک۔ اور اگر دونوں **غیر مدخولہ** ہیں تو ایک کی تخصیص اصلاً قبول نہ ہوگی کہ باقی کی لغویت لازم آتی ہے بلکہ ہر طرح دونوں پر ایک ایک پڑے گی، اور اگر تین بار کہا تھا تو تیسری عبث جائے گی۔ اور اگر **مدخولہ وغیر مدخولہ** ہیں اور تخصیص غیر مدخولہ کی کرتا ہے تو مقبول نہ ہوگی بلکہ دو کی صورت میں دونوں پر ایک ایک پڑے گی اور تین کی صورت میں غیر مدخولہ پر ایک اور باقی دو مدخولہ پر اگر اسے پہلے دو نہ دے چکا ہو ورنہ اس پر بھی ایک ہی، اور تیسری بیکار۔ اور اگر تخصیص مدخولہ کی کرتا ہے تو مقبول

Marfat.com

ہوگی جبکہ دو کی صورت میں اُسے پہلے دو اور تین کی صورت میں پہلے ایک یا دو نہ دے چکا ہو ورنہ ایک یا دو مدخولہ پر پڑکر باقی ایک غیر مدخولہ پر پڑجائیں گی، اور اگر دونوں کو دینا بتاتا ہے تو غیر مدخولہ پر ایک ہی پڑے گی اگرچہ اس پر تین میں سے دو بتاتا ہو باقی مدخولہ پر بشرطیکہ تین کی صورت میں اُسے پہلے دو نہ دی ہوں ورنہ اس پر بھی ایک پڑیگی اور ایک عبث۔ غرض تقسیم طلاق وتخصیص غیر مدخولہ کے احکام یکساں ہوں گے۔ خانیہ میں ہے:

لوکان له امرأتان لم یدخل بهما فقال امرأتی طالق امرأتی طالق بانتا وان قال اردت واحدة منهما لایصدق وکذا لوقال امرأتی طالق و امرأتی طالق وکذا العتق ولوکان دخل بهما فقال امرأتی طالق امرأتی طالق کان له ان یوقع الطلاقین علی احدٰهما۔[1]

ایک شخص کی دو بیویاں ہیں دونوں سے دخول ابھی نہیں کیا تو اس نے کہا میری بیوی کو طلاق میری بیوی کو طلاق، دو مرتبہ کہا، تو دونوں بیویوں کو ایک ایک بائنہ طلاق ہوجائے گی اگرچہ وہ کہے کہ میں نے ایک بیوی کے لئے کہا ہے تو اس کی تصدیق نہ کی جائیگی، اور یونہی اگر اس نے کہا میری بیوی کو طلاق اور میری بیوی کو طلاق یعنی عطف کے ساتھ دونوں جملے کہے تو بھی یہی حکم ہے۔ یونہی اپنے دو غلاموں کے بارے میں عتق کے لئے ایسے کہا تو دونوں آزاد ہوجائیں گے، اور اگر دونوں بیویوں کو دخول کرچکا ہو تو ان کو "میری بیوی کو طلاق، میری بیوی کو طلاق" کہا تو خاوند کو اس صورت میں یہ اختیار ہوگا کہ وہ دونوں طلاقوں کو ایک بیوی کے لئے قرار دے۔ (ت)

جو ہمارے اس بیان کو سمجھ لے وہ اس مسئلہ کے تمام باقی صدہا صور کے بھی احکام نکال سکتا ہے مثلاً دو زوجہ کی حالت میں یہ لفظ چار یا پانچ یا چھ بار کہا یا تین کی حالت میں دو سے نو تک یا چار کی صورت میں دو سے بارہ تک کہ اس سے زائد جو کچھ ہے وہ مطلقاً فضول ہوگا کما لایخفی (جیساکہ پوشیدہ نہیں ہے۔ ت)۔ رہا ایک ہی بار کہنا اس کا حکم سب صورتوں میں یہی ہے کہ جس پر چاہے ڈال سکتا ہے کہ کم سے کم ایک کی صلاحیت تو ہر زوجہ میں ضرور ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۰: از بھیکم پور ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ حرہ کو یہ ہدایت کی کہ فلاں رشتہ دار میرا تیرا دشمن ہے لہذا تو اس سے مراسم اتحاد ترک کر، زوجہ نے نہ مانا، زید نے بموجودگی چند اشخاص زوجہ کو طلاق دی اور عدت منقضی ہوچکی ہے، اب زید رجوع کیا چاہتا ہے اور کہتا ہے میں نے ایک یا دو بار اس موقع پر جہاں

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الطلاق نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۰۷

Marfat.com

طلاق واقع ہوئی تھی طلاق دی تھی تین مرتبہ نہیں کہا تھا، اشخاص موجودین موقع و زوجہ مطلقہ بیانِ زید کی تصدیق کرتے ہیں مگر عمرو و ہندہ و صفیہ کا بیان ہے کہ جب ہم سے ملا تھا اور ہم نے اُس سے کیفیت واقعہ طلاق کو اپنے مکان پر دریافت کیا تو زید نے ہمارے سامنے تین مرتبہ یہ کلمہ کہا کہ (میں طلاق دیتا ہوں) زید بیان عمرو وغیرہ کے تصدیق نہیں کرتا بلکہ کہتا ہے عمرو وغیرہ میرے مخالف ہیں اور براہ مخالفت جو مجھ سے رکھتے ہیں یہ کہتے ہیں تاکہ میری عورت مغلظہ ہو جائے اور میں عورت سے رجوع نہ ہونے پاؤں ورنہ ظاہر ہے کہ موقع طلاق پر علیحدہ تین مرتبہ کہنے کی کوئی وجہ نہ تھی بلکہ عمرو وغیرہ نے مجھ سے کیفیت دریافت کی میں نے صورتِ واقعہ ظاہر کی، اس صورت میں زید بتجدید نکاح اپنی زوجہ سے رجوع کر سکتا ہے یا نہیں اور تحلیل کی ضرورت تو نہ ہوگی، اور اگر موقع وقوع طلاق سے علیحدہ ہو کر دوسرے مقام پر عمرو وغیرہ کے سامنے تین مرتبہ جملہ مذکور کہنا تسلیم کیا جائے تو وہ جملہ منصور ہوگا یا واقع کرنے والا طلاق مغلظہ کا، مترصد کہ بحوالہ کتاب و حدیث سے ہدایت فرمائی جائے۔

بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ واقعہ اگر یونہی ہے تو طلاق مغلظہ ہرگز ثابت نہیں، زید حرہ سے بے حاجت تحلیل نکاح کر سکتا ہے، عمرو و ہندہ و صفیہ میں اگر ایک ہی شخص ثقہ عادل شرعی نہیں اگرچہ باقی دو بروجہ کمال عدالۃ شرعیہ رکھتے ہوں جب تو ظاہر ہے کہ نصاب شہادت کامل نہیں اور آج کل عدالۃ شرعیہ مردوں میں کم ہے نہ کہ زنان ناقصات العقل والدّین کہ اُن میں ثقہ شرعیہ ہندوستان میں شاید گنتی کی ہوں کما بیّناہ فی کتاب الشھادۃ من فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے فتاوٰی کی کتاب الشہادت میں بیان کیا ہے۔ ت) اسی طرح اگر اُن میں کوئی شخص زید سے عداوت ظاہرہ دنیویہ اس حد پر رکھتا ہے جس کے باعث باوصف عدالت اُس کے حق میں متہم ہو جب بھی حسبِ فتوٰئ ائمہ متاخرین اس کی گواہی زید کے ضرر پر مقبول نہیں۔ درمختار میں ہے:

تقبل من عدو بسبب الدین لانھا من التدین بخلاف الدنیویۃ فانہ لایامن من التقول علیہ[1]

دینی دشمن کی شہادت قبول کی جائے گی کیونکہ شہادت دینداری ہے بخلاف دنیوی دشمن کے کہ وہ جھوٹ بولنے سے پرہیز نہیں کرتا۔ (ت)

اسی طرح اگر زید نے مکانِ عمرو پر وہ جملہ اس وقت کہا ہو کہ حرہ کی عدت گزر چکی ہو،

---

[1] درمختار کتاب الشہادات باب القبول وعدمہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۳

Marfat.com

فان انقضاء العدۃ یجعلھا اجنبیۃ خارجۃ عن محلیۃ الطلاق۔

کیونکہ عدّت کا گزر جانا بیوی اجنبی بنا دیتا ہے اور اس کو طلاق کے محل سے خارج کر دیتا ہے (ت)

اور اگر ان سب سے قطع نظر کیجئے بلکہ مان ہی لیجئے کہ زید نے جملہ مذکورہ ضرور کہا اور ایّامِ عدّت کے اندر ہی کہا اور اس قدر شک نہیں کہ یہ جملہ زمان حال بتاتا ہے نہ زمان ماضی، تو حکایت طلاق سابق نہ ہوگا بلکہ جبکہ لفظ اسی قدر ہیں کہ "میں طلاق دیتا ہوں" اور اس میں کچھ نام و ذکر نہیں کہ کسے دیتا ہوں نہ بیان کوئی قرینہ دالّہ ارادہ تطلیق حرہ پر دال تو حرہ پر وقوع طلاق کا حکم نہ ہوگا جب تک زید اقرار نہ کرے کہ میں نے ان لفظوں سے اُسے طلاق دینے کا قصد کیا تھا۔ خلاصہ وہندیہ میں ہے:

سکران ھربت منہ امرأتہ فتبعھا ولم یظفر بھا فقال بالفارسیۃ بسہ طلاق ان قال اردت امرأتی یقع والا لا[1]۔

نشے والے کی بیوی بھاگی تو اس نے بیوی کا پیچھا کیا اور ناکام رہا تو اس نے کہا تین طلاق سے، اگر اس پر خاوند نے کہا میں نے بیوی مراد لی ہے تو بیوی کو طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر کچھ بھی وضاحت نہ کی تو طلاق نہ ہوگی (ت)

بزازیہ والقرویہ میں ہے:

فرت ولم یظفر بھا فقال سہ طلاق ان قال اردت امرأتی یقع والا لا[2]۔

عورت بھاگی تو شوہر پکڑنے میں کامیاب نہ ہوا، تو کہا تین طلاق، اگر وضاحت کی اور کہا بیوی کو دی ہے تو طلاق ہو جائے گی ورنہ نہیں۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

لو قال طالق فقیل من عنیت فقال امرأتی طلقت امرأتہ[3] فقد علق الوقوع علی اقرارہ انہ عنی امرأتہ۔

اگر کہا طلاق والی، تو پوچھا گیا کس کو طلاق کہا ہے، تو خاوند نے کہا اپنی بیوی کو، تو اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔ تو انھوں نے وقوعِ طلاق کو خاوند کے اس اقرار پر معلق رکھا کہ اس سے اس نے اپنی بیوی مراد لی ہے۔ (ت)

اور اگر بالفرض وجود قرینہ بھی تسلیم کرلیں تاہم جب کلام میں عورت کی طرف اصلاً اضافت نہیں تو زید کا

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالفاظ الفارسیہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۲
[2] فتاوٰی القرویہ الفصل مایقع بہ الطلاق ومالایقع بہ دارالاشاعت قندھار افغانستان ۱/۴۷
[3] بحرالرائق باب الطلاق الصریح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۲۵۳

Marfat.com

قول کہ میں نے طلاق حرہ کی نیّت نہ کی قسم کے ساتھ مان لیا جائے گا اور طلاق مغلظ کا حکم نہ ہوگا۔ محیط و خانیہ

ہندیہ میں ہے:

سئل شیخ الاسلام الفقیہ ابونصر عن سکران قال لامرأتہ اتریدین ان اطلقك قالت نعم فقال اگر تو زن منی یك طلاق دو طلاق سہ طلاق قومی اخرجی من عندی وھو یزعم انہ لم یرد بہ الطلاق فالقول قولہ[1]

شیخ الاسلام فقیہ ابونصر سے سوال کیا گیا کہ ایک نشے والے نے اپنی بیوی سے کہا کیا تُو چاہتی ہے کہ میں تجھے طلاق دوں، تو بیوی نے کہا ہاں۔ اس پر خاوند نے کہا اگر تُو میری بیوی ہے ایک طلاق دو طلاق تین طلاق، اُٹھ میرے پاس سے دُور ہوجا۔ اس کے بعد خاوند نے کہا کہ میں نے بیوی کو طلاق کی نیّت سے نہیں کہا، تو اس کی بات مان لی جائیگی (ت)

نیز عالمگیری میں ہے:

فی الفتاوی رجل قال لامرأتہ اگر زن منی سہ طلاق مع حذف الیاء لا یقع اذا قال لم انو الطلاق لانہ لما حذف فلم یکن مضیفا الیھا[2]

فتاوٰی میں مذکور ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو کہا اگر تُو میری بیوی ہے تین طلاق، اضافت کی یاء کو حذف کرکے کہا تو اگر وضاحت کرتے ہُوئے خاوند نے کہا کہ میں نے بیوی کی طلاق کی نیت سے نہیں کہا، تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ یائے اضافت کو حذف کرنے پر بیوی کی طرف نسبت نہ ہُوئی۔ (ت)

درمختار میں ہے:

لو قال ان خرجت یقع الطلاق او لا تخرجی الا باذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لم یقع لترکہ الاضافۃ الیھا[3]

اگر خاوند نے کہا اگر تو نکلے گی تو طلاق واقع ہوگی یا یوں کہا میری اجازت کے بغیر باہر جانا کیونکہ میں نے طلاق کی قسم کھا رکھی ہے، بیوی نکل گئی تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ اس نے قسم میں بیوی کی طلاق کو ذکر نہیں کیا۔ (ت)

بزازیہ وخانیہ میں ہے:

لا یقع لعدم ذکر حلفہ بطلاقھا

مذکورہ صورت میں طلاق اس لئے نہ ہوگی کہ اس نے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۳

[2] ایضاً ۱/۳۸۲

[3] درمختار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۸

Marfat.com

یحتمل الحلف بطلاق غیرھا فالقول قولہ۔[1] | قسم میں بیوی کی طلاق کا ذکر نہیں کیا تو احتمال ہو سکتا ہے کہ غیر عورت کی طلاق کی قسم ہو، لہذا خاوند کی وضاحت قابلِ قبول ہوگی۔ (ت)

بالجملہ صورتِ مستفسرہ میں اگر عمرو وہندہ وصفیہ کا بیان صحیح بھی مانا جائے تاہم کسی طرح تین طلاقیں ہونا ثابت نہیں البتہ اگر واقع میں زید نے ایامِ عدت کے اندر انشائے طلاق حرہ کی نیت سے دو بار بھی جملۂ مذکورہ کہا اگر پہلے دو طلاقیں دی تھیں تو ایک ہی بار بہ نیت ایقاع طلاق کہا ہو تو عنداللہ حرہ پر طلاق مغلظ ہوگئی اگر زید غلط انکار کرے گا مفتی کا فتوٰی نفع نہ دے گا اللہ سے ڈرے اور جو امر واقع ہو اس پر عمل کرے۔ واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۱ از صدر بریلی ۱۵ محرم الحرام ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زوج کہتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی، اور بیوی کہتی ہے کہ دی، اور دونوں قسم کھاتے ہیں، اور زوجہ ایک کاغذ پیش کرتی ہے کہ جس میں طلاق لکھی ہوئی ہے آیا اس صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

مرد کی قسم معتبر ہے، عورت کی قسم فضول ہے جب گواہ نہیں مرد کو اقرار نہیں اس کاغذ کو وہ اپنا لکھا مانتا نہیں، تو طلاق ہرگز ثابت نہ ہوگی، ہاں اگر واقع میں طلاق دے دی ہے اور جھوٹ انکار کرتا ہے تو اس کا وبال اور سخت عذاب اس پر ہے، عورت خوب جانتی ہے کہ اس نے طلاق دے دی تھی، تو اگر وہ طلاق رجعی تھی تو کچھ حرج نہیں، اور اگر بائن تھی تو عورت کو اس سے کہنا چاہیے کہ تُو نے طلاق نہیں دی تھی از سرِ نو نکاح میں کیا حرج ہے، اور مرد کو چاہیے کہ تجدید نکاح کرلے، اور اگر عورت جانتی ہے کہ وہ تین طلاقیں دے چکا ہے تو جس طرح ممکن ہو اس سے بھاگے نجات حاصل کرے اپنا مہر وغیرہ چھوڑنے کے بدلے اُس سے طلاق مل سکے تو یوں لے، نہ ممکن ہو تو عذاب اس پر رہے گا جب تک یہ خود اس کے پاس جانے کی رغبت نہ کرے گی۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۲ از شہر بریلی ذخیرہ مرسلہ کرامت حسین

ما قولکم ایھا العلماء رحمکم اللہ تعالٰی (اے علماء کرام! اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے،

---

[1] فتاوٰی بزازیۃ علی ہامش الفتاوٰی الہندیۃ کتاب الایمان نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۲۷۰

Marfat.com

آپ کا کیا ارشاد ہے ۔ ت) کہ زید کہتا ہے کہ میں نے دو طلاق اپنی زوجہ کو دی ہیں اور زوجہ کہتی ہے کہ مجھے علم طلاق دینے کا نہیں ہے، اور گواہ کہتے ہیں کہ زید نے اپنی زوجہ کو تین طلاق دی ہیں ۔ آیا قول زید کا معتبر ہوگا یا گواہوں کا ؟ مع تصحیح نقل بیان فرمائیے فقط ۔

الجواب

اگر دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں نمازی پرہیزگار ثقہ عادل قابل قبول شرع گواہی شرعی دیں گے تو تین طلاقیں ثابت ہوجائیں گی، زید کا انکار نہ سنا جائے گا، اور اگر ایسے گواہ نہیں تو زید سے قسم لی جائے گی، اگر اس نے قسم کھانے سے انکار کردیا جب بھی تین طلاقیں ثابت ہوجائیں گی، اور اگر قسم کھالے گا کہ میں نے صرف دو ہی طلاقیں دی ہیں تیسری طلاق نہ دی تو دو ہی ثابت ہوں گی، پھر اگر جھوٹی قسم کھالی تو اس کا وبال زید پر ہوگا عورت پر الزام نہیں، گواہ شرعی نہ ہوں تو قسم لینے کے لئے عورت کا گھر میں اُس سے قسم لے لینا کافی ہوگا ۔

والمسائل کلها منصوص علیها فی کتب المذهب کالدر المختار وغیرها ۔ والله سبحٰنه تعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم ۔

یہ تمام مسائل مذہب کی تمام کتب میں واضح مذکور ہیں، جیسا کہ درمختار وغیرہا میں ۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

مسئلہ ۲۱۳: محمد ارشاد علی صاحب معلّم درجہ اوّل عربی مدرسہ عالیہ ریاست رام پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے لوگوں کے رُوبرو صرف یہ کہا کہ فلاں کو طلاق ۔ زوجہ وغیرہ کسی کا نام نہیں لیا پھر کہا "عزیز الرحمٰن کے باپ کی بیٹی فلاں کو طلاق" بلا ذکر نام زوجہ کے اور اس شخص کے، علاوہ مطلق کی بی بی کے اور بھی کئی بیٹیاں ہیں، بعد کو جب ایک شخص نے کہا یہ فلاں فلاں کیا کہتا ہے تب کہا "آمنہ خاتون کو طلاق"، اور اس کی بیوی کا نام آمنہ خاتون ہے، غرض پہلے جو طلاق مطلق اور مبہم تھی اس کو اقرارِ ثالث میں بالکل متعین کرکے بیان کیا ہے تو اس صورت میں اس کی بی بی پر کتنی طلاقیں واقع ہوگئیں ؟ جواب مدلل کتبِ فقہ سے مرحمت ہو ۔

الجواب

صورتِ مذکورہ میں تین طلاقیں واقع ہوگئیں وقد فسر المبهم بنصه بعض السوال (اس نے مبہم کی تفسیر اپنے سوال کے ایک حصّہ میں کردی ہے ۔ ت) والله تعالٰی اعلم ۔

Marfat.com

مسئلہ ۲۱۴: از شاہجہان پور محمد خلیل مرسلہ مولوی ریاست علی خاں صاحب شاہجہان پوری ۱۲ ذی القعدہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا شوہر کسی دوسرے شہر میں ہے اور اس نے طلاق تحریر کرکے اور رجسٹری بھی حسبِ قانون انگریزی اس پر کراکے بذریعہ ڈاک کے پاس اولیائے ہندہ کے ارسال کی، تو اب سوال یہ ہے کہ تحریری طلاق حالانکہ اُس کاغذ پر شہادت بھی گواہوں کی تھی، یہ شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟ اور بحالتِ عدمِ اعتبار ہندہ کو نکاح ثانی اپنا دوسرے شخص سے کرنا یا ولیِ ہندہ کو ہندہ کا نکاح کسی شخص ثانی سے کرا دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ایسی مرسوم معنون تحریر مطلقاً معتبر و موجب وقوعِ طلاق ہے جبکہ بلا اکراہ ہو نص علٰی ذلك فی الاشباہ والبحر والدر والخانیۃ والھندیۃ وسائر الاسفار الغر (اشباہ، بحر، دُر، خانیہ، ہندیہ اور باقی مشہور کتب میں اس کو واضح طور پر بیان کردیا ہے۔ ت) تو واقع میں اگر یہ تحریر شوہر ہندہ نے برضائے خود لکھی دیانۃً ضرور طلاق واقع ہوگئی۔ رہا یہ کہ زن و اولیائے زن اس پر کہاں تک کاربند ہو سکتے ہیں، اس کی تین صورتیں ہیں:

اگر شوہر اس تحریر کا اقرار کرتا ہے تو ثبوتِ طلاق ظاہر، اور اگر منکر ہے تو ہرگز معتبر نہیں جب تک حجت شرعیہ قائم نہ ہو۔

فان الخط یشبہ الخط فلا یعتبر والقاضی انما یقضی بالحجۃ لا بمجرد الخط وقد حققناہ فی کتاب الصوم من فتاونا واکثرنا فیہ من النقول عن الائمۃ الفحول۔

خط، خط کے مشابہ ہوتا ہے لہذا معتبر نہ ہوگا، اور قاضی دلیل کی بناء پر فیصلہ کرتا ہے صرف خط کی بناء پر فیصلہ نہیں کرے گا، اس کی تحقیق ہم اپنے فتاوٰی کی کتاب الصوم میں کر چکے ہیں اور وہاں ہم نے جلیل القدر ائمہ کرام کے اقوال خوب نقل کئے ہیں (ت)

اور اگر اقرار انکار کچھ معلوم نہیں مثلاً ہنوز اُس شہر سے واپس نہ آیا اس صورت میں اکبر رائے و غلبۂ ظن ان کے لئے حجت کاربندی ہے۔ اگر اس خط کی صحت میں شُبہہ ہو تو ہندہ کو ہرگز حلال نہیں کہ اپنے آپ کو مطلقہ سمجھ کر بعد عدت نکاح ثانی کرے اور اگر اُنھیں اطمینانِ قلب حاصل ہے کہ یہ خط اُس کا ہے تو نظر بظاہر اُس پر عمل کر سکتے ہیں شرعاً کافی لرخصۃ العمل و مغنی حاجت الاثبات میں فرق زمین و آسمان کا ہے، ولہذا اگر شوہر انکار و اعتراض سے پیش آئے ان کی اکبر رائے کام نہ دے گی اور پھر ثبوت بہ حجت شرعیہ کی حاجت پڑے گی، خانیہ میں ہے:

Marfat.com

لو ان امرأة غاب عنها زوجها فاخبرها مسلم ثقة ان زوجها طلقها ثلثا او مات عنها او كان غير ثقة فاتاها بكتاب من زوجها بالطلاق وهي لا تدري ان الكتاب كتاب زوجها ام لا الا ان اكبر رأيها انه حق لا بأس بان تعتد وتتزوج[1]۔

اگر کسی عورت کا خاوند غائب ہو گیا ... مسلمان نے آکر کہا کہ اس کے خاوند نے اس ... تین طلاقیں دے دی ہیں، یا کہا اس کا خاوند فوت ہو گیا ہے، یا کوئی غیر ثقہ مسلمان آکر اس عورت کے خاوند کا طلاق نامہ دکھا دے، عورت کو معلوم نہیں کہ یہ اس کے خاوند کا خط ہے یا نہیں لیکن عورت کا غالب گمان یہ ہے کہ یہ حق و درست ہے تو عورت کو عدت گزار کر نکاح کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔ (ت)

ہندیہ میں ہے:

ذكر في كتاب الاقضية ان كتب الخليفة الى قضاته اذا كان الكتاب في الحكم بشهادة شاهدين شهدا عنده بمنزلة كتاب القاضي الى القاضي لا يقبل الا بالشرائط التي ذكرناها واما كتابه انه ولى فلانا او عزل فلانا فيقبل عنه بدون تلك الشرائط ويعمل به المكتوب اليه اذا وقع في قلبه انه حق ويمضي عليه وهو نظير كتاب سائر الرعايا بشئ من المعاملات فانه يقبل بدون تلك الشرائط ويعمل به المكتوب اليه وقع في قلبه انه حق كذا هنا[2] اھ۔ والله تعالٰى اعلم۔

انھوں نے کتاب الاقضیہ میں ذکر کیا کہ اگر خلیفہ نے قاضیوں کے نام کوئی حکم نامہ بذریعہ خط جاری کیا ہو اور دو گواہوں کی موجودگی میں خلیفہ نے فیصلہ اور حکم دیا، تو خلیفہ کا یہ حکم نامہ کتاب القاضی الی القاضی کی طرح ہوگا لہذا خلیفہ کا وہ خط ان شرائط کے بغیر قابل قبول نہ ہوگا جن کو ہم نے کتاب القاضی میں ذکر کیا ہے، لیکن اگر خلیفہ کا وہ خط کسی کی تقرری یا معزولی کے بارے میں ہو تو ان مذکورہ شرائط کے بغیر بھی قبول کر لیا جائے گا اور مکتوب الیہ اس پر عمل کرے گا بشرطیکہ مکتوب الیہ کو دلی اطمینان ہو کہ یہ درست ہے لہذا وہ عمل پیرا ہوگا، اور یہ خط عام رعایا کی آپس کے معاملات میں خط و کتابت کی طرح ہوگا کہ مکتوب الیہ کو دلی اطمینان پر عمل جائز ہے، یہ بھی ایسے ہی ہوگا اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ نولکشور لکھنؤ ۴/...۹۱

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب القضاء الباب الثالث والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۳/...۹۶

Marfat.com

مسئلہ ۲۱۵ از بڑودہ ملک گجرات موتی باغ ببریا مرسلہ سید غلام سرور صاحب ۲۴ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ
شرع محمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عالم اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں، ایک شخص نے اجمیر شریف سے جاکر اپنی عورت کو بڑودہ میں بذریعہ خط ایک طلاق بنام جماعت لکھ کر روانہ کیا میری عورت کو کہہ دینا میں نے ایک طلاق اپنی عورت کو دی، جماعت نے عورت کو خط سُنا دیا، دو۲ مہینے کے بعد بڑودہ میں آیا۔ عورت نکاح میں رہی یا نکل گئی؟ مطابق سوال کے جواب عطا فرمائیے ثواب آپ کو خداوند تعالٰی عطا فرمائے گا۔

الجواب

اگر واقع میں اُس شخص نے یہ خط آپ کو لکھا یا دوسرے کو عبارۃ مذکورہ بتاکر لکھوایا کہ میری عورت کی نسبت یہ الفاظ لکھ دے تو جس وقت اُس کے قلم یا زبان سے یہ لفظ نکلے اسی وقت سے عورت پر ایک طلاق پڑگئی اور اُسی وقت سے عدت کا شمار ہوگا اگرچہ یہ خط بڑودہ نہ پہنچتا یا وُہ خود ہی لکھ کر نہ بھیجتا یا مکتوب الیہم عورت کو نہ سُناتے کہ جو الفاظ طلاق لکھے یا بتائے جب اُن میں کوئی شرط نہیں کہ یہ خط جب پہنچے یا سنایا جائے اُس وقت طلاق ہو تو اُن کا لکھنا یا بتانا ہی طلاق کا موجب ہوگیا بھیجنے پہنچنے سنانے پر توقف نہ رہا مگر از انجا کہ طلاق رجعی ہے عورت نکاح سے نہ نکلے گی جب تک عدّت نہ گزر جائے۔ ایام عدّت میں بے تجدید نکاح عورت سے رجعت کرسکتا ہے مثلاً زبان سے کہہ دے میں نے اسے اپنے نکاح میں پھیر لیا، بدستور اس کی زوجیت میں باقی رہے گی جس میں عورت کی رضامندی بھی ضرور نہیں، اور اگر عدّت گزر گئی تو برضائے عورت اس سے از سرِ نو نکاح کرسکتا ہے کچھ حلالہ کی حاجت نہیں جبکہ اس سے پہلے دو۲ طلاقیں نہ دے چکا ہو۔ اور اگر واقع میں یہ اس شخص کا کام نہیں بلکہ کسی اور نے بطورِ خود اس کے نام سے لکھ بھیجا ہے تو طلاق نہ واقع ہُوئی کہ دوسرے کی دی ہُوئی طلاق جب تک شوہر نافذ نہ کرے محض بے اثر ہوتی ہے و لہذا اس خط کے ذریعہ سے لوگوں کے نزدیک طلاق اُسی وقت ثابت ہوگی جبکہ اُسے اس خط کا اقرار ہو یا انکار کرے تو گواہان عادل شرعی گواہی دیں کہ اس نے ہمارے سامنے یہ کارروائی کی، بغیر اس کے صرف اتنی بات کہ خط اس کے ہاتھ کا لکھا معلوم ہوتا ہے بکار آمد نہیں، ہاں اگر واقع میں یہ کارروائی اُس کی تھی اور منکر ہوگیا اور گواہ نہیں تو اس کا وبال اُسی پر ہے، عورت پر گناہ نہیں۔ مبسوط[۱] امام محمد و خلاصہ[۲] و بزازیہ[۳] و اشباہ[۴] و شافی[۵] و کفایہ[۶] و ردالمحتار[۷] میں ہے:

ان کتب علی وجہ الرسالۃ مصدرا معنونا و ثبت ذٰلک باقرارہ او بالبینۃ

اگر طلاق نامہ تحریر کیا ہو تو باقاعدہ سرنامہ کے ساتھ بھیجنے کے انداز میں لکھا گیا ہو اور لکھنے والے کے اقرار سے یا گواہوں سے اس کا ثبوت ہو تو وُہ زبانی

Marfat.com

فکالخطاب[1]۔ | طلاق کی طرح نافذ العمل ہوگا۔ (ت)

فتاوٰی قاضی خاں و عالمگیری میں ہے:

ان ارسل الطلاق فکما کتب یقع و تلزمها العدۃ من وقت الکتابۃ و ان علق بمجیئ الکتاب فمالم یجیئ الیھا لا[2] اھ ملخصًا۔

اگر تحریری طلاق بھیجی ہو تو جو کچھ اس میں لکھا ہے اتنی طلاقیں واقع ہوجائیں گی، اور تحریر کے وقت سے عدت شمار ہوجائے گی اور اگر طلاق کو خط ملنے پر معلق کیا ہو تو خط آنے سے پہلے طلاق نہ ہوگی اھ ملخصًا۔ (ت)

خانیہ میں ہے:

رجل قال لغیرہ اخبر امرأتی بطلاقھا او قل لھا انھا طالق طلقت للحال کما لوقال اکتب الی امرأتی انھا طالق[3] اھ ملخصًا۔

ایک شخص نے دوسرے کو کہا کہ میری بیوی کو طلاق کی اطلاع دے دو، یا کہا کہ میری بیوی کو کہو کہ وہ طلاق والی ہے، تو اسی وقت سے طلاق ہوگی، جیسے کسی نے کہا کہ تُو میری بیوی کو لکھ کہ وُہ طلاق والی ہے، تو اُسی وقت طلاق ہوجائے گی اھ ملخصًا (ت)

ہدایہ میں ہے:

لان الکتاب یشبہ الکتاب فلا یثبت[4]

تحریر، تحریر کے مشابہ ہوتی ہے لہذا معتبر نہ ہوگی۔ (ت)

اس مسئلہ کی باقی تحقیق ہمارے فتاوٰی میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۶ ازملک چھتیس گڑھ شہر رائپور محلہ بیجناتھ باڑہ مکان منشی رحیم بخش عرضی نویس مرسلہ منشی محمد اسحٰق صاحب ۱۰ رجب ۱۳۱۲ھ

بخدمت سراپا برکت جناب فیض مآب منبع علوم سبحانی و معدن یزدانی جامع فروع و اصول مولٰنا صاحب

---

[1] ردالمحتار باب کتاب القاضی الی القاضی داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۵۲

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۷۸

فتاوٰی قاضی خاں فصل فی الطلاق بالکتابۃ نولکشور لکھنؤ ۲/ ۲۱۸

[3] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الطلاق الفصل الاول فی صریح الطلاق ۲/ ۲۱۰

[4] ہدایہ کتاب القاضی الی القاضی مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۱۳۹

Marfat.com

سلمہ اللہ تعالٰی بعد از آداب کے بندہ محمد اسحٰق عرض رساں ہے کہ حضور پُر نور کا فتوٰی پہنچا کمال درجہ کی خوشی حاصل ہُوئی، اللہ تعالٰی آپ کو اجرِ عظیم بفحوائے خیر الناس من ینفع الناس (لوگوں میں سے بہتر وُہ جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔ ت) عطا فرمائے گا، التماس خدمتِ بابرکت میں یہ ہے کہ طالعور خاں اقرار کرتا ہے ایک مرتبہ نہیں ہزار مرتبہ اقرار کر چکا ہے فقط اس کا مقولہ یہ ہے کہ بیشک یہ خط تو میں نے تحریر کیا ہے اب اس کے موافق مجھے شرع سے کیا حکم ہوتا ہے اور جب یہ خط آیا تو سرمست خاں صاحب نے طالعور خاں کی زوجہ عمدہ اور اس کے والد نجم خاں کو حرف بحرف پڑھ کر سُنا بھی دیا، اس صورت میں یہ معلوم کرنا منظور ہے کہ از رُوئے شرع عمدہ کے حق میں کیا حکم ہے، طالعور خاں اُس پر اپنے ساتھ نکاح کر لینے کا جبر کر سکتا ہے یا نہیں اور عمدہ کو بوجہ اس کے کہ عدت گزر چکی جس سے چاہے نکاح کر لینے کا اختیار ہے یا نہیں اور حکم وقوعِ طلاق میں کیا صرف پہلے خط کو دخل ہے یا اوروں کو بھی؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جبکہ طالعور خاں اسی خط کے لکھنے کا مقر ہے اور سرمست خاں نے حسبِ درخواست طالعور خاں یہ خط اُن دونوں کو حرف بحرف سُنا بھی دیا جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو مستفسرہ میں عمدہ کے حق میں حکمِ شرع یہ ہے کہ اُس پر دو طلاقیں بائن ہوگئیں ایک تو اسی وقت جبکہ طالعور خاں نے یہ لفظ لکھے تھے کہ آپ کو اجازت دیتا ہُوں کہ اُس کا نکاح کسی دوسرے شخص کے ساتھ کر دو کہ دوسرے سے نکاحِ زن کی اجازت دینی بیشک کنایاتِ طلاق سے ہے اور اس خط کی عبارت اوّل تا آخر نیت ازالہ نکاح میں ظاہر کما لا یخفی علی کل ماھر وقد بیناہ فی ما سبق (جیسا کہ کسی ماہر پر مخفی نہیں ہے اور ہم نے اس کو پہلے بیان کر دیا ہے۔ ت) اور ان کنایوں سے طلاق بائن ہی پڑتی ہے۔ کنز الدقائق میں ہے:

فی غیرھا بائنۃ وھی بائن، حرام، ابتغی الازواج[1] اھ ملخصًا۔ | مذکورہ الفاظِ ثلثہ کے غیر میں طلاق بائنہ ہوگی اور طلاق بائنہ کے الفاظ یہ ہیں: بائن، حرام، تُو شوہر تلاش کر اھ ملخصًا (ت)

تو بلغور تحریرِ خط طلاق ہوگئی اور اسی وقت سے عدت کا شمار لیا جائے۔ فتاوٰی قاضی خاں میں ہے:

ان ارسل الطلاق فکما کتب وتلزمھا | اگر طلاق لکھ کر بھیجی تو جو لکھا وہ طلاق واقع ہوگی،

---

[1] کنز الدقائق باب الکنایات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۶

Marfat.com

العدة من وقت الکتابة الخ[1] (ملخصًا) — اور بیوی کو لکھائی کے وقت سے عدت لازم ہوگی (ملخصًا)۔ (ت)

اور دوسری اس وقت جبکہ یہ خط حرف بحرف عمدہ اور اس کے والد کو سرمست خاں نے سنایا کہ طالعور خاں کا لکھا سرمست خاں سنا دیں تاکہ اس پر طلاق شرعًا واجب ہوجائے طلاق معلق تھی تو جب شرط ایامِ عدت میں پائی گئی یہ طلاق بھی واقع ہوئی اور ازانجا کہ پہلی طلاق بائن تھی یہ دوسری بھی خواہی نخواہی بائن ہوگئی۔

ردالمحتار میں ہے:

اذا الحق الصریح البائن کان بائنا لان البینونة السابقة علیه تمنع الرجعة کما فی الخلاصة[2]۔ — اگر بائنہ طلاق کے بعد رجعی طلاق دی تو وہ رجعی بھی بائنہ ہوجائے گی، کیونکہ پہلی بائنہ کے بعد رجوع ممنوع ہوجاتا ہے جیسا کہ خلاصہ میں ہے (ت)

بالجملہ عمدہ پر واجب کہ اپنے آپ کو طالعور خاں کے نکاح سے باہر سمجھے طالعور خاں کو اس پر ہرگز جبر نہیں پہنچتا، عمدہ کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرلے کہ طلاق بائن سے عورت خود مختار ہوجاتی ہے۔ درمختار میں ہے:

لانها لاتملك نفسها الا البائن[3]۔ — بیوی بائنہ طلاق کے بعد اپنے آپ کی مالک ہوجاتی ہے۔ (ت)

اور جبکہ پہلے ہی خط سے بائن طلاق پڑی اور عدت گزر چکی تو بعد کے خطوط کو وقوعِ طلاق میں کچھ دخل نہیں۔ عالمگیری میں ہے:

شرطه قیام القید فی المرأة نکاح او عدة کذا فی المحیط السرخسی[4] اھ ملخصًا۔ واللّٰه تعالٰی اعلم۔ — وقوعِ طلاق کے لئے شرط ہے کہ بیوی ابھی تک نکاح یا عدت میں مقید ہو۔ جیسا کہ محیط سرخسی میں ہے اھ ملخصًا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۱۷: از بریلی محلہ نیم کی چڑھائی مرسلہ چودھری اشتیاق احمد ۲۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے خالد کو بذریعہ تحریر کے یہ اطلاع دی کہ میں نے

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں — فصل فی الطلاق بالکتابة — نولکشور لکھنؤ ۲/۲۱۸

[2] ردالمحتار — باب الکنایات — داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۶۹

[3] درمختار — باب الصریح — مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۲

[4] فتاوٰی ہندیہ — کتاب الطلاق باب الاول — نورانی کتب خانہ کراچی ۱/۳۴۸

Marfat.com

اپنی زوجہ کو علیحدہ کر دیا جس پر خالد نے یہ تحریر کر دیا کہ مہربانی کر کے مطلع کیجئے کہ آپ نے اپنی زوجہ ثانیہ کو طلاق دے دی زید نے خالد کی تحریر کے نیچے تحریر کر دیا جی ہاں، اور بعد اس کے اپنے دستخط کر دئے زید کی زوجہ ثانیہ کو اس تحریر سے طلاق واقع ہوگئی اور زید کو رجوع کا موقعہ نہ رہا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر زید مقر ہو یا گواہان شرعی سے ثابت ہو کہ یہ دونوں تحریریں اُس کی ہیں تو عورت نکاح سے نکل گئی رجوع نہیں کر سکتا، ہاں بے حلالہ نکاح دوبارہ برضائے زوجہ کر سکتا ہے اگر اس سے پہلے کبھی اُسے ۲ دو طلاقیں نہ دے چکا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۸ از ہانسی ضلع حصار ڈاکخانہ خاص مسئولہ محمد ظہیر الدین و محمد نظیر الدین عطاران

۳ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین و ارباب باتمکین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی منکوحہ مسماۃ ہندہ کو کھانے پینے کی تکلیف دیتا تھا پس مسماۃ ہندہ کے والد نے بوجہ اپنی لڑکی کی تکلیف دفع کرنے کے پنچایت کو جمع کر کے فیصلہ چاہا حالانکہ زید پنچایت کے جمع کرنے پر راضی نہ تھا، پنچایت نے یہ فیصلہ کیا کہ مسمی زید اپنی بیوی مسماۃ ہندہ کو مبلغ بعہ دیا کرے جس کا ایک کاغذ بھی لکھا گیا بایں مضمون کہ "اگر زید مذکور اپنی بیوی مسماۃ ہندہ مذکورہ کو رقم مجوزہ نہ دے گا تو ہندہ کو طلاق واقع ہو جاوے گی" جو بغرض دھمکی پنچایت نے لکھوایا تھا نہ کہ طلاق کی نیت سے زید نے نہ کاغذ لکھنے کو کہا اپنی زبان سے اور نہ اپنے قلم سے کاغذ مذکور لکھا بلکہ ایک دُوسرے شخص نے کاغذ لکھا باوجودیکہ خود زید خواندہ شخص ہے اور کاغذ پر دستخط زید نے برادری کے خوف سے کئے ہیں خود راضی نہ تھا بعد فیصلہ پنچایت مسماۃ ہندہ کو اس کا والد اپنے مکان پر لے گیا اور ہندہ مذکورہ ۲ دو ماہ تک اپنے والد کے یہاں رہی اس عرصے میں زید نے وہ رقم مجوزہ پنچایت ہندہ کو نہیں دی اور جب ہندہ بعد ۲ دو ماہ کے زید کے مکان میں آئی تو زید برابر اس کو نان نفقہ دیتا رہا مذکورہ بالا صورت میں جبکہ زید نے وہ رقم مجوزہ پنچایت نہیں دی ہندہ کو طلاق ہوگئی یا بمصداق الاعمال بالنیات (اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ ت) نہیں ہوئی کیونکہ نہ اس کی طلاق دینے کی نیت تھی اور نہ پنچایت طلاق دلانا چاہتی تھی بلکہ محض دھمکی تھی بینوا توجروا مع عبارۃ الکتب و بحوالہ الفصل والباب (عبارت کتب اور فصل اور باب کے حوالہ کے ساتھ بیان کیجئے اور اجر پائیے۔ ت) فقط۔

الجواب

صریح الفاظ میں نیت کی حاجت نہیں ہوتی، اور خود لکھنا اور دُوسرے کے لکھے ہُوئے کو سُن کر اُس پر دستخط کرنا یکساں ہے اور خوفِ برادری کہ حدِ اکراہ تک نہ ہو کوئی عذر نہیں۔ اگر تحریر میں یہ تھا کہ

Marfat.com

آج سے اس قدر ماہوار یعنی ماہ بماہ دیا کرے، اور ایک مہینہ گزر گیا کہ اس نے نہ دیا تو ایک طلاق رجعی ہوگی عدّت کے اندر اُسے رجوع کا اختیار رہے اگر پہلے کبھی دو طلاقیں نہ دے چکا ہو ورنہ تین طلاقیں ہو گئیں اور بے حلالہ نکاح نہ ہو سکے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۹ از موضع بھرتول ضلع بریلی مسئولہ نظام علی صاحب ۴ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی بدلو کا نکاح مسماۃ کامنی سے عرصہ تین برس کا ہوا ہوا تھا کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی، عرصہ ڈھائی سال کا ہوا کہ بدلو ملازم ہو کر ڈیرہ اسمٰعیل خاں چلا گیا، خبر گیری نان نفقہ کی چھوڑ دی، جب اُس کی بیوی کے ورثا نے یعنی والدہ اور خالو نے خط بنا بر خبر گیری نان نفقہ کے روانہ کئے تو اُس نے اُس کے جواب میں خط روانہ کیا کہ میں نے مسماۃ کامنی کو طلاق دی اور اُسے زوجیت سے چھوڑ دیا، چنانچہ مزید احتیاط والدہ خالو مسماۃ کامنی نے تھانے میں رپٹ لکھائی اور خط دکھلا دیا اور ایک تار معرفت تھانہ دار روانہ کیا، تار کا جواب بذریعہ خط بیرنگ کے دیا کہ میں نے مسماۃ کو طلاق دے دی، پھر تیسرا خط آیا اس میں بھی یہی لفظ تحریر ہیں کہ ہم نے مسماۃ کامنی کو طلاق دے دی اب یہ طلاق شرعی ہوئی یا نہیں؟ تیسرے خط میں یہ لفظ تحریر ہیں کہ میری طرف سے تین دفعہ طلاق ہے اب ہمارے پاس خط نہ بھیجنا اب تار پھر دیا تب بھی جواب طلاق کا دیا۔

الجواب

اگر کامنی کو واقعی صحیح اطمینان ہے کہ یہ خطوط بدلو ہی کے لکھے ہوئے ہیں تو وہ اپنے آپ کو تین طلاقوں سے مطلقہ سمجھے اور بعد عدّت نکاح کر سکتی ہے لیکن اگر وہ آیا اور اُن خطوط کے لکھنے سے منکر ہوا تو بغیر شہادت گواہانِ عادل طلاق ثابت نہ ہوگی اور نکاحِ ثانی رَد کر دیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۰ ، ۲۲۱ از زنگپور مسئولہ محمد یونس ۱۱ رمضان شریف ۱۳۳۹ھ

(۱) اگر زوجین میں طلاق کی بابت اختلاف ہو خاوند منکر اور ربی بی طلاق کا ثبوت دینا چاہتی ہو تو ثبوت کا کیا طریقہ؟

(۲) جانبین میں شاہدین موجود ہوں مطلقہ کے شاہد طلاق کی گواہی دیں اور خاوند کے اس بات پر کہ مطلقہ نے بعد طلاق اُن سے کہا ہے کہ خاوند نے طلاق دینا چاہا تھا مگر نہ دی تو اب کون سی بات قابلِ سماعت ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بحالتِ اختلاف طلاق کا ثبوت گواہوں سے ہوگا اور دو گواہ عادل شرعی شہادت بروجہ شرعی ادا

Marfat.com

کریں کہ اس شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق دی طلاق ثابت ہو جائے گی، پھر اگر شوہر نفی کے گواہ دے گا یا اس بات کے کہ مطلقہ بعد طلاق اس سے بولی کچھ اصلاً مسموع نہ ہوگا، ہاں اگر عورت گواہ بروجہ شرعی نہ دے سکے تو شوہر پر حلف رکھا جائے گا اگر حلف سے کہہ دے گا کہ اس نے طلاق نہ دی طلاق ثابت نہ ہوگی اور اگر حاکم شرعی کے سامنے حلف سے انکار کرے گا تو طلاق ثابت مانی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۲ ازکوٹہ راجپوتانہ محلہ روڑپورہ فراش پاٹن مرسلہ عبدالشکور خاں صاحب ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

زید کی شادی ہندہ سے ہوئی بعد عرصہ دراز ہندہ نے زید پر اس مضمون سے نالش زرمہر دائر کی کہ زید نے یہ کہہ کر کہ مجھ کو میری والدہ یہ وصیت کر کے مری ہے کہ اگر تو اپنی زوجہ کو اپنی زوجیت میں رکھے گا تو میں قیامت میں دامنگیر ہوں گی گھر سے نکال دیا زید نے زرمہر اپنے ذمہ واجب سمجھ کر دعوٰی زرمہر سے اقبال کیا اور ہندہ کو اپنی زوجہ ہونا قبول کر کے سپردگی زوجہ کی خواہش کی کچہری نے زرمہر کی ڈگری دے دی ہندہ نے ایک سال دس ماہ بعد نالش زرمہر کو طلاق کی بنا پر ظاہر کر کے یعنی وصیت و الفاظ مذکورہ بالا کی بنا پر نالش نان و نفقہ ایام عدت دائر کی، زید اس بیانِ ہندہ سے قطعی انکاری ہے بلکہ کچہری میں نالش سپردگی زوجہ دائر کی ہے تو کیا ایسی صورت میں ایسے الفاظ سے طلاق ہو سکتی ہے اور کیا نالش زرمہر طلاق کی بنا پر تصور ہو سکتی ہے اور کیا زید اپنی زوجہ کو اپنی زوجیت میں رکھ سکتا ہے اور کیا ہندہ ایسی حالت میں نان و نفقہ ایام عدت پا سکتی ہے؟

الجواب

محض بیانِ ہندہ سے کہ زید نے اپنی ماں کی یہ وصیت بیان کر کے اُسے نکال دیا طلاق ثابت نہیں ہو سکتی جبکہ زید اس بیانِ ہندہ کو تسلیم نہیں کرتا بلکہ اگر اتنے الفاظ خود بیانِ زید سے ثابت ہوں جب بھی مثبت طلاق نہ تھے، ماں کی وصیت بیان کرنا طلاق نہیں، عورت کو گھر سے نکال دینا طلاق نہیں جب تک زبان سے بہ نیت طلاق نہ کہے کہ "نکل جا"، اور نیتِ طلاق کا حال اُس کے اقرار سے ثابت ہوگا اگر وہ کہے میں نے بہ نیت طلاق نہ کہا اور قسم کھائے معتبر ہوگی،

وذٰلک لان اخرجی یحتمل ردا فیتوقف علی النیۃ لکل حال ویکفی تحلیفھا لہ فی منزلۃ کما فی الدر المختار۔[1]

یہ اس لئے کہ "نکل جا" میں جواب کا احتمال ہے لہذا ہر صورت میں اس سے طلاق مراد لینا نیت پر موقوف ہوگا، اور نیت کے لئے خاوند سے گھر میں قسم لے لینا کافی ہے جیسا کہ درمختار میں ہے (ت)

بالجملہ صورتِ مسئولہ میں طلاق ثابت نہیں زید اُسے اپنی زوجیت میں رکھ سکتا ہے، ہندہ کی نالش

---

[1] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۴

Marfat.com

باطل ہے اور جب طلاق نہیں عدت کہاں کہ اُس کا نفقہ ہو، نفقہ زوجیت کا ہوگا اگر شوہر کے یہاں رہے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۳ از شہر کہنہ بریلی محلہ شاہدانہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسئولہ نصر اللہ صاحب ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے حالتِ غصہ میں اپنی زوجہ کو مارنے گیا اور کہا کہ اگر تُو لڑنے اور مُنہ زوری کرنے سے نہ مانے گی تو میں تجھ کو طلاق دے دُوں گا وہ نہ مانی، شوہر نے کہا کہ "تجھ کو طلاق دی میں نے، جا تجھ کو طلاق دی میں نے" اس کا نتیجہ یہ ہے جا فقط، اب زید رجوع کرنا چاہتا ہے، بموجب شرع کے کیا حکم ہے؟

الجواب

تین طلاقیں ہوگئیں بغیر حلالہ اُس کے نکاح میں نہیں آسکتی،

لان (جا) وان کان یحتمل ردا و غایتہ تقدم الطلاق ان الحال صار حال المذاکرۃ لکن ما یحتمل الرد یستوی فیہ مطلقا غیر ان ایقاعہ الطلاق یرد ارادۃ الرد وکذا قولہ (اس کا نتیجہ یہ ہے) فان الناتج من نشوزھا تطلیقھا لا ردہ فکان خلاف الظاھر فلا یصدق فیہ قضاء والقرینۃ کالقاضی[1] کما فی الفتح والبحر قال فی الدر المختار اذھبی وتزوجی تقع واحدۃ بلا نیۃ[2] قال الشامی لان تزوجی قرینۃ فان نوی الثلاث فثلاث بزازیۃ[3] ثم نازعہ بان تزوجی

اس لئے کہ "جا" کا لفظ اگرچہ جواب بننے کا احتمال رکھتا ہے اور اگر پہلے طلاق دی ہو تو اس کی غایت بننے کا بھی احتمال رکھتا ہے، چونکہ حال مذاکرہ طلاق ہے لیکن جواب کے احتمال والے لفظ میں طلاق کے لئے نیت ضروری ہے، مگر یہاں خاوند کا طلاق کو واقع کرنا جواب کے احتمال کو رَد کر دیتا ہے اور یُوں ہی خاوند کا کہنا "اس کا نتیجہ یہ ہے" بھی جواب کے احتمال کو ختم کرتا ہے کیونکہ بیوی کی نافرمانی کا نتیجہ طلاق کو قرار دیا گیا جواب کو نہیں، لہذا جواب کا احتمال خلافِ ظاہر ہے اس لئے قضاءً بھی اس کی تصدیق نہ ہوگی، اور قرینہ قاضی کی

---

[1] بحر الرائق کتاب الطلاق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۲۵۷
[2] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۶
[3] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۶۴

Marfat.com

ایضا کنایۃ فکیف یکون قرینۃ وان القرینۃ لابد لھا من التقدم وھو ھٰھنا متاخر[1] اھ محصلہ . ولا ورد لشیئ منھما فیما نحن فیہ لتقدم الصریح ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

طرح فیصل ہوتا ہے جیسا کہ فتح اور بحر میں ہے، درمختار میں کہا کہ خاوند نے کہا "تو چلی جا اور نکاح کرلے" تو اس کی بیوی کو ایک طلاق بغیر نیت بھی ہوجائے گی۔ علامہ شامی نے فرمایا: یہ اس لئے کہ "نکاح کرلے" کا لفظ قرینہ ہے اور مذکورہ صورت میں تین کی نیت کی تو تین طلاقیں ہوں گی، بزازیہ اھ۔ پھر علامہ شامی نے اس پر سوال اٹھایا کہ "نکاح کرلے" خود کنایہ ہے تو یہ کیسے قرینہ ہوگا، نیز قرینہ پہلے ہوتا ہے جبکہ "نکاح کرلے" "تو چلی جا" کے بعد ہے۔ اھ، محصلہ، جبکہ ہمارے زیر بحث مسئلہ میں یہ دونوں اعتراض نہیں ہیں کیونکہ یہاں صریح طلاق پہلے ہے اور "جا" کا لفظ بعد میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۴ از بڑودہ محلہ فتح پورہ پانی گرہ مکان رحمٰن مہاوت مرسلہ زینب بی بی بنت پیرخاں ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ

علمائے شریعت محمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطابق میرے سوال کے جواب میں کیا ارشاد فرماتے ہیں، میرے شوہر نے رُوبرو چار گواہ کے عرصہ دو برس کا ہوا طلاق بائن دیا نکاح باطل ہوگیا یا نہیں؟ اس کا اجر اللہ جل شانہٗ دے گا۔

الجواب

طلاق بائن دیتے ہی عورت فوراً نکاح سے نکل جاتی ہے مرد کو اس پر کچھ اختیار نہیں رہتا۔

عالمگیری میں ہے:

اما حکمہ فوقوع الفرقۃ بانقضاء العدۃ فی الرجعی وبدونہ فی البائن کذا فی فتح القدیر[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

طلاق کا حکم یہ ہے کہ رجعی طلاق میں عدت گزرتے ہی بیوی اور خاوند میں جُدائی ہوگی اور بائنہ طلاق میں طلاق کے بعد ہی فُرقت ہوجائے گی عدت گزرنے کا انتظار نہیں ہوگا کذا فی فتح القدیر۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۷۴

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الطلاق الباب الاوّل نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۴۸

Marfat.com

مسئلہ ۲۲۵ از بمبئی محلہ کماٹی پورہ دوسری گلی مرسلہ محمد عثمان صاحب حنفی سنی قادری
۱۴ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین، زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو ایک شخص کے سامنے کہا "میں تجھے طلاق دیتا ہوں" بعینہٖ یہی زید کی زوجہ اور خوشدامن کا کہنا ہے، بعدہٗ ایک طلاق نامہ تحریر کیا گیا جس میں یہ عبارت درج تھی کہ اپنی بی بی زہرہ کو تلاخ کہہ دیا اور زید کا والد حلفاً کہتا ہے کہ میرے لڑکے نے "طلاق دیتا ہوں" کہا تھا اور اس کے والد کی نسبت دو آدمیوں نے کہا کہ یہ شخص جھوٹ نہیں کہتا اور زید کے والد نے یہ بھی کہا کہ یہ شخص یعنی زید جو لڑکا ہے میرا زہرہ بی کے والد کا نام نہ لیا جو بھولٹی تھا بلکہ زہرہ لعل محمد کو طلاق دیتا ہوں۔ اور طلاقنامہ پانچ آدمیوں کے رُوبرو تحریر کیا گیا اُن میں ایک آدمی یہ کہتا تھا کہ زید سے جب کہا گیا کہ طلاق دے تو زید نے کہا "ہوں دیتا ہوں" اس صورت میں طلاق بائنہ ہوئی یا رجعی یا نہیں؟

الجواب

سائل نے کچھ نہ لکھا کہ زید اب طلاق دینے کا اقرار کرتا ہے یا منکر ہے، اگر اقرار کرتا ہے تو جیسی طلاق کا وہ مقر ہے ویسی ہوگئی رجعی یا بائن یا مغلظہ، اور اگر منکر ہے تو ان بیانوں سے جو سوال میں لکھے گئے اگر واقع میں ایسے ہی ہیں اصلاً کوئی طلاق ثابت نہیں، اُس کا یہ لفظ کہ "میں تجھ کو طلاق دیتا ہوں" اس کا گواہ صرف ایک مرد ایک عورت ہے اور وہ بھی اُس کی عورت کی ماں، اور طلاقنامہ کے یہ لفظ سوال میں ہیں کہ "اپنی بی بی زہرہ کو تلاخ کو دیا" اس سے طلاق نہیں ہوتی، اس کا تو اتنا حاصل ہے کہ اُسے طلاق دینے کے لئے کسی کو سپرد کیا اور اس کے باپ کا جو بیان ہے وہ بھی مثبت طلاق نہیں کہ پہلے مرد کے ساتھ مل کر نصاب کامل ہو جائے، جب عورت کی طرف اشارہ نہیں بلکہ نام لیا اور لعل محمد کی بیٹی کہا اور وہ لعل محمد کی بیٹی نہیں تو اُس کو طلاق نہیں۔ پچھلے بیان میں اُس کی طرف اضافت نہ سوال میں ہے نہ جواب میں، اور طلاق نامہ لکھتے وقت کا یہ بیان ہے تو معنی ارادہ پر حمل واضح ہے، غایت یہ کہ اگر وہ پہلا اور یہ پچھلا شخص ثقہ عادل ہوں تو زید سے حلف لیا جائے، اگر حلفاً کہہ دے کہ میرا ارادہ طلاق کا نہ تھا تو ہرگز طلاق ثابت نہیں، ہاں اگر نقل طلاق نامہ میں دوسرا لفظ "کو" قلم سائل سے زائد نکل گیا ہے اور اُس میں یہ لکھا ہے کہ "زہرہ کو تلاخ دیا" اور اس طلاقنامہ کے لکھنے کا وہ مقر ہو یا دو گواہ عادل شرعی باقاعدہ شہادت دیں تو ایک طلاق رجعی ثابت ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۶ از شہر بریلی محلہ باغ احمد علی خاں ۳۰ ربیع الاوّل شریف ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ کو غصہ کی حالت میں طلاق کے لفظ بولا

Marfat.com

یعنی کہا حرامزادی تجھ کو میں نے طلاق دیا تو میرے گھر سے نکل جا میں تجھ کو نہیں رکھوں گا۔ تو اب زید کہتا ہے ہندہ کو میں نے بیشک طلاق دیا لیکن دو طلاق دیا یا تین طلاق دیا اس وقت میری یاد نہیں ہے مگر اُس جگہ میں اُس وقت دو عورت تھی ایک زید کی میا دوسری بہن یہ دونوں عورتیں کہتی ہیں زید نے اپنی بی بی کو ایک طلاق دیا اور کہا حرامزادی میرے گھر سے نکل جا میں تجھ کو نہیں رکھوں گا اور ہندہ زید کی بیوی بھی یہی کہتی ہے۔ شرع شریف میں کیا حکم ہے طلاق واقع ہوا یا نہیں اگر ہوا تو رجعی یا بائن یا طلاق مغلظہ؟ بیّنوا توجروا زیادہ والسلام فقط۔

الجواب

جب طلاق میں شک ہو کہ دو تھیں یا تین، تو دو ہی سمجھی جائیں گی جب تک گواہان شرعی سے زیادہ کا ثبوت نہ ہو،

فی الاشباہ والدرالمختار والعقود الدریۃ وغیرھا لوشک اطلق واحدۃ او اکثر بنی علی الاقل[1]

اشباہ، درمختار، عقود دریہ وغیرھا میں ہے کہ ایک طلاق یا زیادہ میں شک ہو تو کم عدد والی یقینی ہوگی۔ (ت)

زید نے اس لفظ سے کہ "تو میرے گھر سے نکل جا" اگر طلاق کی نیت کی تھی تو دو طلاقیں بائن پڑیں فان البائن یلحق الصریح والرجعی یصیر بائنا بلحوق البائن (بائنہ طلاق، رجعی طلاق کو لاحق ہوسکتی ہے تو بائنہ کے لاحق پر رجعی بھی بائنہ ہوجاتی ہے۔ ت) ورنہ ایک طلاق رجعی پڑی،

لان اخرجی مما یحتمل ردا فلا یقع بہ بلانیۃ وان کانت الحال حال المذاکرۃ لتقدم التطلیق یقع کما نصوا علیہ۔

کیونکہ "نکل جا" یہ لفظ رد کا احتمال رکھتا ہے لہذا نیت کے بغیر اس سے طلاق نہ ہوگی، اور اگر مذاکرہ طلاق کا حال جیسے پہلے طلاق دے دی ہو تو "نکل جا" سے طلاق واقع ہوگی، جیسا کہ فقہاء نے اس پر تصریح کی ہے۔ (ت)

ہاں اگر یہ سارا جملہ کہ "میں نے تجھ کو طلاق دی، میرے گھر سے نکل جا" دو بار کہا اور اُن میں ایک بار بھی "میرے گھر سے نکل جا" سے نیت طلاق کی کی تو تین طلاقیں ہوگئیں۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

---

[1] درمختار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۲

Marfat.com

مسئلہ ۲۲۷ محمد حسن از مدرسہ منظر اسلام بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ ذیل میں کہ زید اپنی بی بی سے بولنا اور بوسہ لینا اور جماع کرنا اور مباشرت کرنا حرام سمجھتا ہے، آیا طلاق واقع ہوگا یا نہیں؟ اور زید یہ بھی کہتا ہے کہ تمام عمر تو مجھ پر حرام ہے طلاق واقع ہوا یا نہیں؟

الجواب

نرے سمجھنے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک زبان سے نہ کہے اور اس کہنے سے کہ تو مجھ پر حرام ہے طلاق بائن ہوگی عورت نکاح سے نکل گئی بعد عدت اُسے اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرے، اور اگر اُس شوہر سے نکاح چاہے تو عدت میں بھی ہوسکتا ہے اور بعد بھی۔

فی ردالمحتار تحت قولہ خلیۃ بریۃ حرام بائن الخ قولہ حرام سیأتی وقوع البائن بہ بلا نیۃ فی زماننا للتعارف سواء قال علیّ اولا[1] الخ وتمام تحقیقۃ فیما علقناہ علیہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ردالمحتار میں ماتن کے "تو اکیلی ہے، تو بری ہے، تو حرام ہے طلاق بائن ہے" کے تحت لکھا ہے کہ ماتن کا قول "حرام ہے" عنقریب بیان آئے گا کہ اس سے ہمارے زمانے میں بغیر نیت بھی بائنہ طلاق واقع ہوگی کیونکہ طلاق کے لئے یہ لفظ عرف بن چکا ہے حرام کے ساتھ علیّ (مجھ پر) کہے یا نہ کہے الخ، اس کی مکمل تحقیق اس پر ہمارے حاشیہ میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۸ و ۲۲۹ از ڈاک خانہ سنواہ قادریہ ضلع چاٹگام جونیر مدرسہ مرسلہ مولوی جمال الدین صاحب ۷ رمضان ۱۳۳۸ھ

(۱) اگر کسے زنِ خود را دو یا یک طلاق بائن دہد بعد ازاں تجدید عقد نماید پس ثانیاً مالک سہ طلاق گردد یا نہ؟

(۱) اگر کسی نے اپنی بیوی کو ایک یا دو بائنہ طلاقیں دی ہوں اور دوبارہ نکاح کرلیا ہو تو کیا وہ دوبارہ تین طلاقوں کا مالک قرار پائے گا یا نہیں؟

(۲) در آن واحد سہ طلاق معاً دادن و ایقاعش نمودن از کدامی آیت وحدیث ثابت نگردد حضرت

(۲) ایک لفظ سے تین طلاقیں یا ایک وقت میں تین طلاقیں دینا کسی آیت یا حدیث سے ثابت

---

[1] ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۶۴

Marfat.com

عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ این حکم از کجا آوردند و اجماع بروئے چرا نمودند و اگر خلافش کند و حکم یک طلاق دہد مواخذہ خواہد شد یا نہ وچرا؟

نہیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کہاں سے یہ حکم لائے اور اس پر اجماع کیوں ہُوا، اگر کوئی ان مذکورہ تین کو ایک طلاق قرار دے تو مواخذہ ہوگا یا نہیں تو کیوں؟

الجواب

(۱) مالک سہ طلاق نہ شود ہرچہ باقی ماندہ است ہموں بدست اوست۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) خلافش نہ کند مگر مخالف سوادِ اعظم وحکمِ عمر حکمِ خدا است قال اللہ تعالٰی ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا[1]، وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین وعضوا علیھا بالنواجذ[2]، وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر[3] اما آنکہ عمر از کجا آورد از انجا آوردہ کہ حق سبحٰنہ ہم در حق عمر فرمود لعلمہ الذین یستنبطونہ منکم[4]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۱) تین طلاقوں کا مالک نہ ہوگا بلکہ باقیماندہ طلاق کا مالک رہے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے فیصلہ اور اس پر اجماع کی مخالفت صرف سوادِ اعظم کا مخالف ہی کرے گا، کیونکہ عمر فاروق کا حکم اللہ تعالٰی کی ترجمانی ہے اللہ تعالٰی نے فرمایا: "جو کچھ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم تمھیں دیں وہ لے لو اور جس چیز سے منع کریں اس سے باز رہو۔" اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "میری سنّت اور خلفائے راشدین کی سنّت کو لازم پکڑو اور اس پر مضبوطی سے قائم رہو۔" اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میرے بعد ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی پیروی کرو۔" لیکن یہ کہ عمر فاروق حکم کہاں سے لائے، تو وہاں سے لائے جہاں اللہ تعالٰی نے عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے متعلق فرمایا ہے حکم کو معلوم کرلیں گے وہ لوگ جو استنباط کریں تم سے۔ واللہ تعالٰے اعلم (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/ ۷

[2] سنن ابن ماجہ باب اتباع سنت الخلفاء الراشدین المہدیین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵

[3] مسند احمد بن حنبل حدیث حذیفہ بن الیمان عن النبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم بیروت ۵/ ۳۸۲

[4] القرآن ۴/ ۸۳

Marfat.com

مسئلہ ۲۳۰ از قصبہ کودرکوٹ ضلع اٹاوہ مسئولہ محی الدین احمد صاحب ۴۲ شعبان ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسلمان نے اپنی زوجہ کو طلاق دی اور عورت گھر سے باہر ایک ہفتہ رہی، اندر ایک ہفتہ کے پھر اُس نے اُس کو اپنے گھر میں رکھ لیا اور وہ اس کے گھر میں مثل زوجہ موجود ہے۔ اس کے واسطے شرعی کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر عورت کو طلاق دے کر ایک ہفتہ کے بعد پھر رکھ لیا، اگر تین طلاقیں دی تھیں فاسق وزانی ہُوا، یُونہی اگر طلاق بائن دی تھی اور دوبارہ نکاح نہ کیا حرامکار رہُوا، اور اگر طلاق بائن تھی اور نکاح کرکے رکھا یا طلاق رجعی تھی اور بلانکاح واپس کرلیا تو گناہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۱ ۸ رجب ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ کے باپ اور بھائی اور ماں اور دیگر ورثا بہ نیت اس امر کے طلاق مشہور کرتے ہیں کہ جو کچھ جائداد شوہر کی ہے اس کو چھین کر اور شوہر سے زوجیت کو چھڑا کر بجائے دیگر اُس کا عقد اور کریں اور زرشوہر سے نفع اُٹھاویں، بموجب شرع کے ایسے شخصوں کے واسطے کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر واقع میں اُس نے طلاق نہ دی اور یہ لوگ دانستہ جھُوٹ باندھ کر طلاق مشہور کرتے ہیں تاکہ عورت کو اس کے شوہر سے چھُڑالیں تو سخت عذاب ولعنتِ الٰہی کے مستحق ہیں والعیاذ باللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی کی پناہ۔ ت)، قال اللہ تعالٰی:

ویتعلمون منھما مایفرقون بہ بین المرء وزوجہ[1]

اور سیکھتے ہیں ان دونوں سے وہ جس سے مرد اور اس کی بیوی میں جُدائی کرسکیں۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس منّا من خبب امرأۃ علٰی زوجھا اوعبدًا علٰی سیدہٖ[2]۔ رواہ

وہ شخص ہم میں سے نہیں جو کسی کی بیوی کو اس کے خلاف بنائے، یا کسی غلام کو اپنے آقا کے خلاف

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۰۲

[2] المستدرک للحاکم باب لیس منّا من خبب امرأۃ علٰی زوجھا الخ دارالفکر بیروت ۲/ ۱۹۶
سُنن ابوداؤد کتاب الطلاق آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۹۶

Marfat.com

ابو داؤد والنسائی والحاکم بسند صحیح وابن حبان فی صحیحہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وھو عند احمد بسند صحیح والحاکم وقال صحیح واقرہ والبزار وابن حبان عن بریدۃ و عن بریدۃ وعن الطبرانی فی الاوسط و الصغیر عن ابن عمر وعند ابی یعلی و الطبرانی فی الاوسط عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔

کرے۔ اس کو ابوداؤد، نسائی اور حاکم نے بسند صحیح، اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، اور یہ امام احمد کے ہاں صحیح سند اور امام حاکم نے کہا صحیح ہے اور اس کو انھوں نے ثابت قرار دیا، اور بزار اور ابن حبان نے بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور طبرانی نے اوسط اور صغیر میں ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے اور ابویعلی کے ہاں اور طبرانی نے اوسط میں ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے روایت کیا۔ (ت)

مسئلہ ۲۳۲: از بجناتھ باڑہ ضلع رائے پور مرسلہ شیخ اکبر حسین صاحب متولی مسجد بجناتھ باڑہ

۱۳ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ضلع رائے پور میں ایک موروثی قاضی نے اپنی بی بی کو شرعی طور پر طلاق دی اور طلاق دینے میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا حتی کہ اوس کے کپڑے وغیرہ بھی دے دیے اور اپنے یہاں سے اُس کی ماں کے گھر پہنچادیا بعض بعض باشندگان رائے پور نے بغرض تحقیق اس بات کے کہ طلاق دی یا نہیں جلسہ کیا قاضی نے اُس جلسہ میں بھی مکرر سہ کرر ان الفاظ سے بیان کیا کہ میں نے خود شرع کے حکم کے موافق طلاق دی جن لوگوں کے اس قسم کے خیالات ہیں کہ غصہ سے طلاق نہیں ہوتی انھوں نے بھی اپنے طور پر بہت کچھ سمجھایا، تقریباً چار برس کے بعد عورت کے وارثوں نے مہر کا دعوٰی کیا جب نوبت وارنٹ کی پہنچی تو قاضی اور دوسرے لوگوں نے جن کی یہ منشا تھی کہ کسی طرح سے بس اس میں میل ہوجائے کسی دوسری عورت کے ذریعہ اُس عورت مطلّقہ کو ملادیا کچہری کا جھگڑا تو عورت کے آنے پر طے ہُوا اب عدالت شرع کیا حکم فرماتی ہے آیا طلاق ہُوئی یا نہیں درصورت طلاق ہونے کے یہ کس صورت میں اپنے نکاح میں لاسکتا ہے اور یہ شخص امامت اور قضاءت کرسکتا ہے یا نہیں، اور دُوسرا شخص اس کے حکم سے نیابت کرسکتا ہے یا نہیں، اور جن اشخاص نے عورت کو راضی کرنے اور بلانے میں مدد کی اُن کے واسطے کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جبکہ قاضی نے اپنی عورت کو طلاق دی طلاق ہوگئی، اس میں تو اصلاً شُبہہ نہیں، پھر اگر طلاق

Marfat.com

بائن دی تھی یا عدت گزر کر بائن ہوگئی تو بے نکاحِ جدید اُسی عورت سے مل جانا حرام قطعی تھا، اور اگر تین طلاقیں دے چکا جب تو بے حلالہ نکاح جدید بھی ناممکن تھا اور یہ خیال کہ غصہ میں مطلقاً طلاق نہیں ہوتی محض جاہلانہ خیال ہے، طلاق اکثر غصہ ہی میں ہوتی ہے رضامندی میں کون چھوڑتا ہے، پس دو صورت سابقہ میں اگر قاضی نے بے نکاح جدید اور صُورتِ اخیرہ میں بے حلالہ و نکاح اُس عورت سے میل کرلیا تو وُہ اور اس کے ساتھی جتنے لوگ اس ملانے میں شریک و مددگار رہے سب مرتکب حرام و فاسق ہُوئے، فاسق امام بنانے کے لائق نہیں یہاں تک کہ جو اُسے امامت پر باقی رکھے گا گنہگار رہوگا کما نص علیہ فی ردالمحتار عن الغنیۃ عن الحجۃ (جیسا کہ ردالمحتار میں غنیہ کے حوالے سے حجہ سے صراحتًا نقل کیا۔ ت) یُونہی وُہ عہدہ قضائے شرعی کا بھی مستحق نہیں (کرم خوردہ ہونے کی وجہ سے عبارت ختم ہوگئی ہے ۱۲)

فی الدرالمختار الفاسق لایقلد وجوبا و یاثم مقلدہ بہ یفتی اھ[1] ملخصًا۔

دُرمختار میں ہے ضروری ہے کہ فاسق کو قاضی کا عہدہ نہ سونپا جائے اس کو قاضی کرنیوالا گنہگار ہوتا ہے، اسی پر فتوٰی ہے اھ ملخصًا (ت)

اور جب وُہ خود ان عہدوں پر نہ رکھا جائے گا، دوسرے کو نائب کیا کرے گا اور یہ قضائے عرف یعنی نکاح خوانی جسے عہدۂ قضا بولتے ہیں یہ بھی فاسق کو تفویض نہ کرنا چاہئے کہ نکاح خاص امرِ دین ہے اور عمر بھر صدہا احکامِ دینیہ اُس پر متفرع ہوتے رہتے ہیں اور فاسق کا امورِ دینیہ میں کچھ اعتبار نہیں، نہ اس پر کسی بات میں اطمینان، ولہذا قرآن عظیم میں ارشاد ہُوا:

یا ایھا الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنبأ فتبیّنوا[2] الاٰیۃ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو اس کی خُوب چھان بین کرلے الاٰیۃ (ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

مسئلہ ۲۳۳: از بھدرک ضلع بالیسر ملک اوڑلیسہ مسئولہ ضمیر خاں نگھا ۸ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ضمیر خاں نامی ایک شخص نے اپنی حقیقی سالی سے زنا کا مرتکب ہُوا، اُس کے شوہر نے ضمیر پر کچہری میں مقدمہ دائر کیا بعد مقدمہ اس کی سالی کو اُس کے شوہر نے باقاعدہ طلاق دے دی لیکن جس وقت مقدمہ چل رہا تھا ضمیر کی زوجہ کے ضمیر کو سخت سُست کہنے سے غصہ میں اپنی زوجہ کو تین طلاق دے چکا تھا جب مقدمہ سے ضمیر نے خلاص پایا اُس نے اپنی سالی سے

---

[1] درمختار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۷۱
[2] القرآن الکریم ۴۹/ ۶

Marfat.com

وعدہ کیا تھا، اگر میں مقدمہ سے خلاص ہُوا تو تجھے اپنے مکان میں رکھوں گا لہٰذا اپنی سالی کی زبان بندی سے مقدمہ سے مخلص پایا اور اپنی سالی کو اپنے مکان میں لے آیا اُوپر کے بیان کے مطابق ضمیر کو کارروائی کرنے سے بستی والوں نے جبر کیا اور ایک جلسہ کرکے کہا تو چاہے چھوٹی کو نکال دے یا بڑی کو طلاق دے اور چھوٹی سے نکاح کرلے، اُس وقت ضمیر نے اپنی منکوحہ کو طلاق ثلثہ دیا اور اپنی سالی سے نکاح کرلیا، ایسی حالت میں کیا حکم شرع شریف ہے۔ بَیِّنُوْا تُؤْجَرُوْا۔

الجواب

اُس کی پہلی زوجہ کو تین طلاقیں ہوگئیں، اُس کی عدت گزر جانے کے بعد نکاح کیا ہے نیز سالی کو اُس کے شوہر نے جو طلاق دی اُس کی عدت بھی گزرنے کے بعد تو یہ نکاح صحیح ہوگیا اور اگر دونوں عدتوں میں سے کوئی عدت باقی تھی تو حرام فاسد ہُوا اُس پر فرض ہے کہ اُس دوسری کو بھی چھوڑ دے جب دونوں بہنوں کی عدتیں گزر جائیں اس دوسری سے نکاح کرسکتا ہے۔

مسئلہ ۲۳۴ از دلیل گنج ڈاک خانہ جہان آباد ضلع پیلی بھیت مرسلہ اکبر یار خاں صاحب و حافظ سید میر صاحب ۱۴ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت جو غیر جگہ کی رہنے والی تھی اور اُس کی ماں ایک عرصہ سے یہاں آباد تھی جب اُس کی ماں بیمار ہُوئی تو اُس کے دیکھنے کی غرض وُہ عورت یعنی اُس کی لڑکی دلیل گنج آئی اُس کی ماں اس عرصہ میں مرگئی اس کی ۲ دو بہنیں بھی دلیل گنج میں موجود ہیں جن کی شادی بھی یہیں ہُوئی ہے بعد انتقال اُس کی ماں کے اُس کے بہنوئی کے بھائی نے اپنے گھر میں رکھ لیا کچھ عرصہ تک وُہ اپنے بہنوئی کے بھائی کے یہاں رہی پھر اُس کے خاوند کو بُلوایا اور ۱۴ چودہ روپے دے کر اُس کے خاوند سے طلاق دلوائی اب وُہ بدستور اُس شخص کے یہاں موجود ہے یہ فیصلہ جن پنچوں نے کیا ہے آیا صحیح ہے اور ان شخصوں کی بابت کیا حکم ہے جنھوں نے یہ پنچایت کی اور اُس کی نسبت جس کے گھر میں غیر نکاحی عورت موجود ہے اب اُس کا نکاح بعد عدت کرنے کا ارادہ ہے آیا وُہ نکاح صحیح ہوگا یا غلط؟

الجواب

طلاق ہوگئی بعد عدت نکاح صحیح ہوگا اور جس نے بلا نکاح اُسے اپنے یہاں رکھا ہے اگر کسی امر ناجائز کا اُس کے ساتھ مرتکب ہوا ہے اگرچہ اسی قدر کہ تنہا مکان میں ایک منٹ کے لئے ساتھ ہوتا تو فاسق ہے مستحقِ عذاب ہے اور ۱۴ چودہ روپے اگرچہ بطور مالکانہ دئے گئے جیسا بعض رذیل جاہلوں میں رواج ہے تو یہ لینا دینا دونوں حرام اور وُہ فیصلہ کرنے والے سب مبتلائے آثام، اور اگر مرد و زن بہ اتفاق

Marfat.com

کی کوئی صورت نہ تھی اور عورت نے روپے دے کر طلاق لی یا اس کی طرف سے کسی اور نے دے تو یہ صورتِ خلع میں آجائے گا اور جس کی طرف سے زیادتی ہے اس پر الزام رہے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۵ ازموضع آواں ڈاکخانہ بیگووال ریاست کپورتھلہ ۸ ا جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

زید اپنی منکوحہ سے نو یا دس سال سے جُدا ہوگیا البتہ خط ارسال کرتا رہا اس کی منکوحہ روزِ نکاح سے اپنے والدین کے گھر میں رہی اب ایک سال سے زید کی منکوحہ نے بذاتِ خود اپنا دوسرے خاوند بکر سے نکاح کرلیا اس کے نطفہ سے ایک لڑکا پیدا ہُوا لیکن اس کے پہلے خاوند مسمّی زید کی خبر اور خط آتے رہتے ہیں اب عرض یہ ہے کہ نکاح جائز ہے اور اولاد اس عورت سے بکر نے جو حاصل کی طرفہ جائز ہے اور وہ اولاد شرعاً حلال ہے؟ اور بکر امام مسجد بھی ہے اگر اس نے یہ ناجائز کام کیا تو جو شخص اس کے پیچھے نمازیں ادا کرتے رہے کیا وُہ درست ہیں؟ اور اگر درست نہیں تو اُنھیں کیا تعزیر ہونی چاہیے؟

الجواب

بکر نے جو اس عورت سے نکاح کیا اگر اُسے معلوم نہ تھا کہ یہ دوسرے کی منکوحہ ہے تو یہ نکاح اس کے حق میں گناہ نہ ہُوا اور اس نکاح سے اگر چھ مہینے یا زیادہ کے بعد بچہ پیدا ہُوا تو اُسے ولدالزنا نہ کہیں گے اور وُہ اسی بکر کا ہے،

علی ما رجع الیہ الامام وعلیہ الفتوی تجنیس، خانیۃ، سراجیۃ، ھندیۃ وغیرھا۔ امام صاحب نے جس طرف رجوع فرمایا اس کی بنا پر اور اسی پر فتوٰی ہے۔ تجنیس، خانیہ، سراجیہ، ہندیہ وغیرہا۔ (ت)

پھر اگر اُسے اب تک نہیں معلوم تو اس پر الزام نہیں، نہ اس وجہ سے اس کی امامت میں کوئی حرج، اور اگر بعد کو معلوم ہوگیا اور عورت کو نہیں چھوڑتا تو زانی ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پڑھی تو پھیرنی واجب اور اگر وقتِ نکاح ہی سے اسے معلوم تھا کہ یہ دوسرے کی منکوحہ ہے اور دانستہ نکاح کیا تو نکاح نہ ہُوا زنائے محض ہُوا بہ یفتی، ذخیرۃ، بزازیۃ، فتح، بحر (اسی پر فتوٰی ہے ذخیرہ، بزازیہ، فتح، بحر۔ ت) اور اس صورت میں لڑکا زید کا ہے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الولد للفراش وللعاھر الحجر[1] بچہ شوہر کا اور زانی کو پتھر۔

واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث عثمان بن عفان دارالفکر بیروت ۱/ ۵۹
کنزالعمال حدیث ۱۲۹۱۷ تراث الاسلامی حلب بیروت ۵/ ۲۹۳

Marfat.com

مسئلہ ۲۳۶ ازرائے پور ممالک متوسط محلہ بیجناتھ بارہ مرسلہ منشی محمد اسحٰق صاحب
۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو عورت مطلقہ بطلاق بائن غیر مغلظہ ہے تو اُس کا نکاح بعد عدت اس کے زوج سے تو ہوسکتا ہے لیکن جس صورت میں کہ وُہ اپنے زوج سے راضی نہ ہو بعد عدت طلاق بائن کسی دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے عندالشرع یا نہیں؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا (بیان کرو اجر پاؤ۔ت)

الجواب

شوہر سے تو اُسی وقت نکاح ہوسکتا ہے کچھ عدّت گزرنے کی حاجت نہیں، ہاں دوسرے شخص سے بعد عدت گزرنے کے کرسکتی ہے، جس عورت پر طلاق بائن ہو وُہ فورًا طلاق پڑتے ہی خود مختار ہوجاتی ہے بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرلے، شوہر اوّل سے نکاح کرنے پر مجبور نہیں ہوسکتی،

فی الھندیۃ عن الھدایۃ اذا کان الطلاق بائنا دون الثلاث فلہ ان یتزوجھا فی العدّۃ وبعد انقضائھا[1] الخ وفیھا عن الفتح حکمہ وقوع الفرقۃ بانقضاء العدّۃ فی الرجعی وبدونہ فی البائن[2] اھ وفی الدرالمختار لانھا لاتملك نفسھا الا بالبائن[3] اھ وفی العقود الدریۃ وقع علیہ طلقۃ بائنۃ ملکت بھا نفسھا وحیث انقضت عدتھا صارت اجنبیۃ[4] اھ ملخصًا والمسائل کلھا واضحۃ شھیرۃ معلومۃ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

ہندیہ میں ہدایہ سے منقول ہے کہ جب طلاق بائنہ ہو اور تین سے کم ہوں تو خاوند کو عدت کے اندر اور ختم ہونے پر دوبارہ نکاح کرنا جائز ہوگا الخ اور ہندیہ میں فتح سے منقول ہے کہ طلاق کا حکم یہ ہے کہ رجعی ہو تو عدت ختم ہوجانے پر اور بائنہ ہو تو عدت ختم ہُوئے بغیر بھی جُدائی ہوجائے گی اھ، درمختار میں ہے کہ بائنہ طلاق سے بیوی نکاح کے لئے خود مختار ہوجاتی ہے اھ، عقود دریہ میں ہے کہ بائنہ طلاق واقع ہوجانے پر اپنے آپ کی مالک ہوجاتی ہے اور عدت ختم ہوجانے پر وہ خاوند کیلئے اجنبی بن جاتی ہے ملخصًا، یہ تمام مسائل مشہور اور واضح طور پر معلوم ہیں۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ فصل فیما تحل بہ المطلقۃ وما یتصل بہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۴۷۳-۷۲

[2] " " کتاب الطلاق الباب الاول " " " ۱/ ۳۴۸

[3] درمختار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲۲

[4] العقود الدریۃ فی تنقیح فتاوی الحامدیۃ کتاب الطلاق تاجران کتب ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/ ۳۵

Marfat.com

مسئلہ ۲۳۷ از موضع لال پور ڈاکخانہ موہن پور بنگال مرسلہ منیر الدین احمد لاہوری گری [illegible]

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو لوگ شرک پر عین اعتقاد رکھے اور تعزیہ خانے میں سجدہ وغیرہ کرے [illegible] اپنی بی بی کے نکاح سے خارج ہوگیا وہ اگر توبہ کرکے مسلمان ہوجائے بی بی مذکورہ سے نکاح کرے تو حلالہ کرے یا بغیر حلالہ کے نکاح درست ہے؟

الجواب

جو تین طلاق دے چکا ہو وہ یا جورو یا دونوں اگر قہار کی لعنت اپنے سر لینے کو مرتد، مشرک بت پرست کچھ بھی ہوجائیں وہ تین طلاقیں رہیں گی مسلمان ہوجانے کے بعد پھر حلالہ کی ضرورت ہوگی بے حلالہ ہرگز ہرگز درست نہ ہوگا۔ وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۸ ۴ ذیقعدہ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے طلاق زید سے دو۲ مہینے بعد بکر سے نکاح کرلیا ۱۸ سال تک اُس کے یہاں رہی اس مدت میں چار بیٹے ہوئے زید قید ہوگیا تھا بعد قید بھی ہندہ کا دعوٰی دار نہ ہوا اب اس قدر مدتِ کثیر کے بعد ہندہ بے رضائے بکر خانۂ بکر سے نکل کر خالد کے یہاں چلی گئی اس صورت میں ہندہ منکوحۂ بکر ہے اور اس پر بکر کا دعوٰی اپنے پاس رکھنے کا پہنچتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مسئولہ میں اگر طلاق کے بعد ہندہ کو تین حیض[ع] کامل گزر چکے تھے اُس کے بعد نکاح ہوا یعنی حیض بعد طلاق شروع ہوئے ہوں اور قبل نکاحِ ثانی ختم ہوچکے ہوں یا وقتِ طلاقِ زید ہندہ حاملہ تھی اور بعد طلاق وضعِ حمل ہوگیا اگرچہ اُسی دن ہوا ہو اُس کے بعد اُس نے بکر سے نکاح کیا تو ان دونوں صورتوں میں تو بیشک نکاح بکر کا صحیح تھا اور بکر اُسے لینے کا دعوٰی کرسکتا ہے عورت جبراً اُسے دلائی جائے گی، قال اللہ تعالٰی الرجال قوامون علی النساء[1]۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: مردوں کو عورتوں پر غلبہ حاصل ہے۔ (ت)

اور اگر ان دو مہینے میں نہ تین حیض کامل بعد طلاق گزرے تھے نہ وضع حمل ہوا کہ بکر سے نکاح کرلیا تو وہ

ع امام اعظم کے نزدیک تین حیض کم سے کم ساٹھ دن اور صاحبین کے نزدیک انتالیس دن میں ہوسکتے ہیں ۱۲

[1] القرآن الکریم ۴/ ۳۴

Marfat.com

نکاح ہرگز صحیح نہ ہُوا،

قال تعالٰی والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء[1] وقال تعالٰی ولاتعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتاب اجلہ[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض مکمل ہونے تک پابند رکھیں۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: عدت مکمل ہونے تک مطلقہ عورتیں نئے نکاح کا عزم نہ کریں۔ (ت)

اس صورت میں عورت پر بکر کے پاس جانے کا جبر ہونا درکنار ان دونوں پر فرض ہے کہ باہم جُدا ہوجائیں اور ترکِ تعلق کریں، اور بکر نہ مانے تو عورت بطورِ خود جُدا ہوسکتی ہے ورنہ حاکم بالجبر جُدائی کرادے،

فی الدرالمختار یثبت لکل واحد منھما فسخہ ولو بغیر محضر من صاحبہ دخل بھا اولا فی الاصح خروجا عن المعصیۃ فلا ینافی وجوبہ بل یجب علی القاضی التفریق بینھما[3]. واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

دُرمختار میں ہے: دونوں کو ایک دوسرے کی موجودگی یا غیر موجودگی میں فسخ کا اختیار ہے دخول کرچکا ہو یا نہ کیا ہو، اصح قول یہی ہے تاکہ گناہ سے اجتناب ہوسکے، لہذا یہ بات وجوبِ فسخ کے منافی نہیں بلکہ اس کے باوجود قاضی پر واجب ہے کہ دونوں میں تفریق کرے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳۹: از کانپور محلہ فیل خانہ بازار کہنہ مکان مولوی سید محمد اشرف صاحب وکیل مرسلہ مولوی سید محمد آصف صاحب ۱۴ رمضان ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فتاوٰی شمس الدین وفتاوٰی ظہیری تمرتاشی میں ہے کہ اگر کسی عورت سے نکاح کیا لیکن نیت میں ہے کہ بعد اتنے دنوں کے طلاق دُوں گا تو یہ نکاح درست ہے پس جو شخص دو چار روز یا دو چار مہینے میں طلاق دے دیا کرے اور اس قسم نکاح پر مداومت کرے اور لوگوں کو بھی اس جانب مائل کرے تاکہ وُہ لوگ زنا سے محفوظ رہیں تو آیا ایسے شخص کو ثواب ملے گا یا نہیں، اور مداومت کی صورت میں متعہ تو نہ ہوگا؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

متعہ تو ہرگز نہ ہوگا جب تک نفسِ عقد میں ایک مدّت معیّنہ خواہ غیر معیّنہ کی حد نہ مقرر کی جائیگی،

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۸
[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۵
[3] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۰۱

Marfat.com

فی الدر المختار یبطل نکاح متعۃ و مؤقت و ان جھلت المدۃ او طالت فی الاصح ولیس منہ مالو نکحھا علٰی ان یطلقھا بعد شھر اونوی مکثہ معھا مدۃ معینۃ۔[1]

درمختار میں ہے: متعہ اور مقررہ مدت تک کا نکاح باطل ہے اگرچہ وہ مدتِ مقررہ مجہول ہو یا زیادہ ہو اصح قول میں، اور اگر ایک ماہ بعد طلاق دینے کی شرط پر نکاح کیا یا صرف نیت میں معینہ مدت تک پاس رکھنا مقصود ہو تو یہ دونوں صورتیں از قبیل باطل نہ ہوں گی۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

التوقیت انما یکون باللفظ۔[2]

مدتِ مقررہ تک نکاح کے لئے زبانی مدت کا تعین ضروری ہے (جو کہ باطل ہے)۔ (ت)

مگر ایسے فعل کی طرف لوگوں کو ترغیب نہ کی جائے اور خود بھی اس سے احتراز چاہئے جب تک کوئی حاجت صحیحہ شرعیہ ہر بار طلاق زوجہ کی طرف داعی نہ ہو کہ بے حاجتِ شرعیہ عورت کو طلاق دینا ثواب درکنار شرعًا ممنوع ہے،

علی ما صححہ فی الفتح وحققہ فی ردالمحتار وفیہ عنہ عن مشائخ المذھب ان الاصل فیہ الحظر لما فیہ من کفران نعمۃ النکاح والاباحۃ للحاجۃ الی الخلاص۔[3]

شرعی ضرورت کے بغیر طلاق دینا ممنوع ہے جس کی تصحیح فتح میں اور اس کی تحقیق ردالمحتار میں ہے، اور اسی میں فتح سے منقول کہ مشائخ سے مروی ہے کہ طلاق میں اصل ممانعت ہے کیونکہ اس میں نکاح جیسی نعمت کی ناشکری ہے، اور طلاق کا مباح ہونا خلاصی کے لئے حاجت کی وجہ سے ہے۔ (ت)

حدیث میں ہے[4] رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تزوجوا ولا تطلقوا فان اللہ لایحب الذواقین ولاالذواقات[5] وفی لفظ لا تطلقوا النساء

نکاح کرو اور جب تک عورت کی طرف سے کوئی شک نہ پیدا ہو (یعنی بے حاجتِ صحیحہ) طلاق نہ دو

---

[1] درمختار | فصل فی المحرمات | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۹۰
[2] بحرالرائق | " | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۳/۱۰۸
[3] ردالمحتار | کتاب الطلاق | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۴۱۶
[4] تاریخ بغداد | ترجمہ نمبر ۶۶۵۴ | دارالکتاب العربی بیروت | ۱۲/۱۹۱
[5] مجمع الزوائد | باب فیمن یکثر الطلاق | " " " " " | ۴/۳۳۵

Marfat.com

الا من ریبۃ، فان اللہ تعالٰی لا یحب الذواقین ولا الذواقات[1] رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

کہ اللہ بہت چکھنے والے مردوں اور بہت چکھنے والی عورتوں کو دوست نہیں رکھتا یعنی جو چکھ چکھ کر چھوڑ دینے کے لئے نکاح کرتے ہیں (اس کو طبرانی نے کبیر میں ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

غور کیجئے تو آیہ کریمہ محصنین غیر مصافحین[2] میں بھی اس سے ممانعت کی طرف اشارہ ہے یعنی نکاح کرو عورتوں کو قید میں رکھنے، نہ مستی نکالنے، پانی گرانے۔ بعض صحابہ کرام مثل سیدنا امام حسن مجتبٰی ومغیرہ بن شعبہ وغیرہما رضی اللہ تعالٰی عنہم سے جو کثرتِ نکاح وطلاق منقول ہے اسی حالت حاجت شرعیہ پر محمول ہے،

فی رد المحتار اذا وجدت الحاجۃ المذکورۃ ابیح وعلیھا یحمل ما وقع منہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومن اصحابہ وغیرھم من الائمۃ صونا لھم عن العبث والایذاء بلا سبب[3]

ردالمحتار میں ہے کہ جب حاجت مذکورہ پائی جائے تو طلاق مباح ہے، اور اسی معنٰی پر محمول ہیں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور دیگر ائمہ کرام سے متعدد نکاح کے جو واقعات ہوئے، تاکہ ان حضرات کی طرف عبث اور ایذاء رسانی کی نسبت نہ ہونے پائے۔ (ت)

محفوظی زنا کا عذر یعنی ہے ایک وقت میں چار تک شرعی اجازت ہے اور اس سے زائد کبھی جمع نہیں ہوسکتیں، اور عقل ونقل وتجربہ سب شاہد ہیں کہ نفسِ امارہ کی باگ جتنی کھینچئے دبتا ہے اور جس قدر ڈھیل دیجئے زیادہ پاؤں پھیلاتا ہے ؎

والنفس کالطفل ان تمھلہ شب علی ۔۔۔ حب الرضاع وان تفطمہ ینفطم

(نفس بچے کی طرح ہے اگر آپ اسے موقعہ دیں گے تو وہ ماں کا دودھ پینے میں دلیر رہے گا، اور اگر آپ دودھ چھڑادیں تو وہ چھوڑ دے گا۔ ت)

---

[1] المعجم الاوسط حدیث نمبر ۷۸۴۴ المکتبۃ المعارف الریاض ۸/۴۱۳
[2] القرآن الکریم ۴/ ۲۴
[3] ردالمحتار کتاب الطلاق داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۱۶

Marfat.com

جب ہمیشہ خواہشِ نو کی عادت ڈالی گئی اور پُر ظاہر کہ چند روز رکھ کر چھوڑنے کے لئے دواماً تازہ عورت کا ملنا خصوصاً ہندوستان میں سخت مشکل ہے تو جب اُس میں کمی ہوگی نفس بدخو جسے صبر کا خوگر کیا ہی نہ تھا وُہ رنگ لائے گا کہ ایک پر قناعت کرنے والے اُس کی ہوا سے آگاہ نہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ، واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۰ تا ۲۴۱: مرسلہ محمد عبدالرحمن جلشانی شافعی از بنارس محلہ مدنپورہ مدرسہ امداد العلوم مسجد کلاں ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل مندرجہ ذیل میں از رُوئے مذہب شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے:

(۱) ایک شخص شافعی المذہب زوجین باہم رہتے تھے شوہر کو جذام کا عارضہ ہوگیا جس کے خوف کی وجہ سے اُس کی زوجہ اپنے ماں کے یہاں چلی گئی، شوہر اُس کو بُلاتا رہا مگر اُس کے لاحقہ عارضہ کے خوف سے اُس کی زوجہ نہ آئی یہاں تک کہ شوہر اُس کا اُسی عارضہ میں فوت ہُوا، اس صورت میں مہر و ورثہ و نان نفقہ زوج کے ترکہ سے زوجہ کو پہنچ سکتا ہے یا نہیں؟ از رُوئے شرع لطیف بحوالہ کتبِ معتبرہ تحریر فرمایا جاوے۔

(۲) بعض اشخاص زوجہ مذکورہ بالا کو زوج مرحوم کے ترکہ سے ورثہ و نان نفقہ دینے میں انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ زوجہ کو کچھ پہنچتا ہی نہیں ورثہ زوجہ قرآن مجید سے ثابت ہے یا نہیں اور منکر اُس کا دائرۂ اسلام سے خارج سمجھا جائے گا یا نہیں فقط، بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔

الجواب

زوجہ متوفی کو صورتِ مستفسرہ میں باتفاق ائمہ حنفیہ و شافعیہ رحمہم اللہ تعالیٰ مہر و ترکہ قطعاً ملے گا، ائمہ حنفیہ کے نزدیک تو جَبّ و عنّت یعنی آلت بریدگی یا نامردی کے سوا کوئی مرضِ شوہر مطلقاً سببِ فسخ نکاح نہیں، درمختار میں ہے:

لایتخیر احد الزوجین بعیب الاخر ولو فاحشا کجنون وجذام وبرص[1] الخ۔

خاوند بیوی میں سے کسی کو دوسرے کے عیبِ جسمانی مثلاً جنون، جذام اور برص کے امراض کی وجہ سے فسخ کا اختیار نہیں ہے الخ (ت)

[1] درمختار باب العنین مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۴

Marfat.com

اور ائمہ شافعیہ کے یہاں اگرچہ جنون وجذام مستحکم وبرص مستحکم سے خیارِ فسخ حاصل ہوتا ہے مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ ان امراض کے سبب آپ ہی نکاح زائل یا عورت کو بطورِ خود فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہو جائے بلکہ یہ معنی کہ فی الفور بلا تاخیر قاضی شرع کے حضور مطالبہ فسخ پیش کرنے کا اختیار ملتا ہے، جب وہ حکمِ فسخ دے اُس وقت نکاح فسخ ہوتا ہے، بغیر اس کے وہ بدستور زوج وزوجہ ہیں۔ امام علامہ یوسف اردبیلی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کہ اجلۂ شافعیہ سے ہیں کتاب الانوار میں فرماتے ہیں:

لا یثبت بالبرص والجذام قبل الاستحکام خیار العیب علی الفور ولا ینفردان بالفسخ بل لابد من الرفع الی القاضی[1] اھ ملتقطا۔

برص اور جذام کے مستحکم ہونے سے قبل فوری طور پر خیار عیب ثابت نہیں ہوتا، اور خاوند بیوی خود فسخ نہیں کرسکتے بلکہ قاضی کے ہاں مرافعت ضروری ہے اھ ملتقطا (ت)

یہاں جبکہ نہ حاکمِ شرع کی طرف مرافعہ ہُوا نہ اُس نے فسخ نکاح کا حکم دیا بلکہ عورت بطورِ خود اپنی ماں کے یہاں چلی گئی تو باتفاق ائمہ نکاح قائم رہا پس بنصِ قطعی قرآن عظیم وہ اس کے ترکہ میں مستحق فریضۃ اللہ ہے۔

قال اللہ تعالٰی ولھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد فان کان لکم ولد فلھن الثمن مما ترکتم من بعد وصیۃ توصون بھا او دین[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اگر تم نے ترکہ چھوڑا اور تمہاری اولاد نہ ہو تو بیویوں کو ترکہ کا چوتھائی حصّہ، اور اگر تمہاری اولاد ہو تو پھر بیویوں کو تمہارے ترکہ سے آٹھواں حصّہ ملے گا، یہ تقسیم وراثت تمہاری وصیت اور قرضہ ادا کرنے کے بعد ہے۔ (ت)

وراثتِ زوجہ بلاشبہہ ضروریاتِ دین سے ہے جس پر تمام فِرَقِ اسلام کا اجماع اور ہر خاص وعام کو اس کی اطلاع، تو مطلقاً اُس کا انکار یعنی یہ کہنا کہ زوجیت شرع میں ذریعۂ وراثت ہی نہیں صریح کلمۂ کفر ہے، ہاں اگر براہِ ناواقفی عروضِ جذام کو خود مزیلِ نکاح سمجھ کر اس عورت کے استحقاقِ وراثت سے انکار کیا تو جہل وتہمت اور شرع مطہر پر بے باکانہ جرأت ہے کفر نہیں، بالجملہ صورتِ مسئولہ میں عورت یقیناً مستحق ترکہ ہے یونہی باتفاق مہر مسمّی تمام وکمال واجب الادا ہے، حنفیہ کے طور پر تو ظاہر ہے، شافعیہ کے نزدیک یوں کہ شوہر قبل انفساخِ نکاح مرگیا، انوار میں ہے:

---

[1] الانوار لاعمال الابرار الطرف العاشر فی العیوب مطبعۃ جمالیۃ مصر ۲/۷۳

[2] القرآن الکریم ۴/۱۲

لو مات المعیب قبل الفسخ تقرر المهر ولا فسخ[1]۔
عیب والا مرگیا تو اگر فسخ سے قبل فوت ہو جائے تو مہر لازم ہوگا، فسخ نہ ہوگا۔ (ت)

بلکہ یہاں تو بالفرض اگر نکاح فسخ بھی کر دیا جاتا جب بھی مہرِ مثل ساقط نہ ہوتا۔ عبارتِ سوال سے ظاہر کہ شوہر کو اس مرض کا حدوث بعد زفاف ہُوا تو بحالتِ فسخ بھی پُورا مہر لازم الادا۔ انوار میں ہے:

اذا فسخ فان کان قبل الدخول سقط المهر ولا متعۃ فسخ ھو اوھی وان کان بعدہ فان کان بعیب مقارن او حادث قبل الدخول وجب مھر المثل وان کان بحادث بعدہ وجب المسمّٰی[2]۔
مرد یا عورت نے نکاح فسخ کیا تو اگر یہ فسخ دخول سے قبل ہُوا تو مہر ساقط ہو جائے گا، اور جوڑا ساقط نہ ہوگا، اور اگر فسخِ نکاح دخول کے بعد ہُوا تو اگر دخول کے ساتھ یا دخول سے قبل عیب پیدا ہُوا تو مہر مثل واجب ہوگا، اور دخول کے بعد عیب پیدا ہوا تو پھر مقررہ مہر واجب ہوگا۔ (ت)

رہا نان و نفقہ وُہ بعد موتِ شوہر زمانہ عدّت یا اس کے بعد کا باتفاقِ مذہب صحیح حنفی و شافعی اصلاً واجب نہیں اس کے دینے سے ورثہ انکار کرتے ہوں تو بیشک بجا ہے۔ درمختار میں ہے:

لا تجب النفقۃ بانواعھا لمعتدۃ موت مطلقا ولو حاملا[3]۔
کسی قسم کا نفقہ موت کی عدت والی کے لئے مطلقاً واجب نہ ہوگا اگرچہ حاملہ ہو۔ (ت)

انوارِ شافعی میں ہے:

المعتدۃ عن النکاح الفاسد لا نفقۃ لھا حاملا کانت او حائلا وکذا المعتدۃ عن الوفاۃ[4]۔
نکاح فاسد کی عدت والی کے لئے کوئی نفقہ نہیں، حاملہ ہو یا غیر حاملہ ہو، اور یہی حکم موت کی عدت والی کا ہے۔ (ت)

حاشیۃ الکمثری علی الانوار میں ہے:

المعتدۃ عن الوفاۃ لا تستحق النفقۃ والمؤنۃ
موت کی عدت والی نفقہ اور خرچہ کی مستحق نہیں ہے

---

[1] الانوار لاعمال الابرار — الطرف العاشر فی العیوب — مطبعۃ جمالیۃ مصر ۲/۷۳
[2] " " " — " " — " " ۲/۷۳
[3] درمختار — باب النفقۃ — مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۷۳
[4] الانوار لاعمال الابرار — کتاب النفقات الطرف الثالث فی موانع النفقۃ — مطبعۃ جمالیۃ مصر ۲/۲۲۸

Marfat.com

لصحۃ الخبر بذلك[1] کیونکہ اس معاملہ میں صحیح حدیث ہے۔ (ت)

اسی طرح اگر ان دنوں کا نفقہ مانگتی ہے جن میں وُہ بے اجازتِ شوہر اپنی ماں کے یہاں چلی گئی اور شوہر بلاتا رہا، نہ آئی، تو ان ایام کا نفقہ بھی بالاتفاق نہ پائے گی کہ اس چلے جانے سے وُہ ناشزہ و نافرمان ہے اور ناشزہ کے لئے جب تک ناشزہ رہے بالاجماع نفقہ نہیں۔ قرۃ العین علامہ زین شافعی میں ہے:

تسقط بنشوز ولو ساعۃ کامتناع من تمتع لا لعذر وخروج من مسکن بلا اذن[2]۔

بیوی کی نافرمانی اگرچہ ایک دفعہ ہو جیسا کہ بلاعذر جماع سے انکار، یا بغیر اجازت گھر سے نکلنا نفقہ کو ساقط کر دیتا ہے۔ (ت)

انوار میں ہے:

لا نفقۃ للناشزۃ وان قدر علی ردھا الی الطاعۃ قہرا ولو ھربت منہ او خرجت بلا اذنہ من بیتہ فناشزۃ[3] اھ ملخصًا۔

نافرمان بیوی کے لئے نفقہ کا استحقاق نہیں اگرچہ جبراً خاوند اسے اطاعت پر مجبور کر سکتا ہو، اور اگر بیوی بھاگ جائے یا گھر سے بلا اجازت نکل جائے تو وُہ نافرمان قرار پائے گی اھ ملخصًا (ت)

ہاں اُس سے پہلے ایامِ تسلیم نفس و عدمِ نشوز میں اگر کسی دن کا نفقہ نہ ملا تھا تو ہمارے ائمہ کے نزدیک تو اُس کا بھی دعوٰی نہیں کر سکتی کہ نفقہ اگر مفروضہ بحکم حاکم ہو موتِ احد الزوجین سے ساقط ہو جاتا ہے مگر جبکہ نفقہ مفروضہ شوہر سے نہ ملا اور بحکم قاضی شرع عورت نے قرض لے لے کر خرچ کیا ہو کہ اس صورت میں ذمہ شوہر پر دین قرار پا کر موت سے ساقط نہیں ہوتا، تنویر حنفی میں ہے:

بموت احدھما وطلاقھا یسقط المفروض الا اذا استدانت بامر القاضی[4]۔

بیوی اور خاوند میں سے کسی ایک کے فوت ہو جانے یا طلاق ہو جانے پر سابقہ مقررہ نفقہ ساقط ہو جائیگا لیکن اگر قاضی کے حکم پر بیوی قرض لے کر خرچ کرتی رہی تو وُہ قرض ساقط نہ ہوگا۔ (ت)

البتہ ائمہ شافعیہ کے نزدیک جب ایام مذکورہ کا نفقہ نہ ملا شوہر پر مطلقًا دین ہے کہ کسی کی موت سے

---

[1] الکمثری علی الانوار الطرف الثالث فی موانع النفقۃ مطبعۃ جمالیۃ مصر ۲/ ۲۲۸

[2] قرۃ العین فی شرح فتح المعین فصل فی النفقۃ عامر الاسلام پور پریس اترو انگاری کیرر ص ۲۲۰ تا ۲۲۲

[3] الانوار لاعمال الابرار الطرف الثالث فی موانع النفقۃ مطبعۃ جمالیۃ مصر ۲/ ۲۲۸

[4] درمختار شرح تنویر الابصار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۷۰

Marfat.com

ساقط نہ ہوگا اتنے کا دعوٰی ان کے نزدیک کرسکتی ہے۔ ہدایہ حنفیہ میں ہے:

قال الشافعی رحمہ اللہ تعالٰی تصیر دینا قبل القضاء ولا تسقط بالموت لانہ عوض عندہ فصار کسائر الدیون[1]

امام شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی نے فرمایا، قاضی کے حکم کے بغیر بھی بیوی کا لیا ہُوا قرض بنا ئے نفقہ، موت کی وجہ سے ساقط نہ ہوگا، کیونکہ ان کے نزدیک نفقہ معاوضہ ہے لہذا دوسرے واجب الادا امور کی طرح ہوگا۔ (ت)

انوارِ شافعیہ میں ہے:

لولم یکسھا مدۃ صارۃ علیہ دینا[2]

اگر کچھ مدّت بیوی کو لباس نہ دیا تو وُہ خاوند کے ذمّہ قرض ہوگا۔ (ت)

اُسی میں ہے:

لوماتت فی اثنائہ بلاقبض فدین فی ذمتہ[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر بیوی اسی اثناء میں فوت ہوجائے تب بھی خاوند کے ذمّہ واجب الاداء ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴۲ از کٹگھر مرسلہ شیخ احمد بخش ۵ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان اس مسئلہ میں کہ ہندہ ساتھ بکر کے تیرہ ۱۳ برس ہُوئے جب بطور زوجہ اور شوہر بہ تعیین مہر عہ ہزار روپے اور دس دینار سُرخ کے اُس کے مکان میں رہی آٹھ برس تک برابر رہی ہندہ کے جانے سے مکان میں بکر کے دو برس کے بعد بکر کو بیماری جذام کی شروع ہُوئی جب سے چھ برس تک ہندہ سے اور بکر سے صحبت مثل زن وشوہر کے نہیں ہُوئی اُس کے بعد آٹھ برس کے ہندہ کو بکر نے اپنے گھر سے نکال دیا ہندہ اپنی گزراوقات جس طرح ممکن ہُوا کرتی رہی مکان سے نکال دینے سے چھ ماہ بعد ہندہ پر بکر نے دعوٰی فراری فوجداری میں دائر کیا اُس میں ہندہ نے زوجیت سے انکار کیا اور بکر نے بجائے عہ ہزار روپے کے سَو روپے کے مہر کا اقرار کیا کچہری فوجداری نے زوجہ ہونا قائم رکھا بعد اُس کے سال بھر بعد دلاپانے زوجہ کا دعوٰی دیوانی میں دائر کیا اس وقت حسبِ تصفیہ باہمی یہ طے ہُوا کہ ہندہ جہاں چاہے رہے اس عرصہ پانچ برس سے نان نفقہ نہیں دیتا ہے اور عرصہ تیرہ برس سے بوجہ بیماری صحبت نہیں ہُوئی اور بکر نے واقعی

---

[1] الہدایۃ باب النفقۃ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/۴۲۰
[2] الانوار لاعمال الابرار کتاب النفقات الطرف الثانی فی کیفیۃ الانفاق مطبعۃ جمالیۃ مصر ۲/۲۲۵
[3] " " " " " " " " " "

Marfat.com

مہر سے انکار کیا اور نان نفقہ نہیں دیتا ہے اور قابل صحبت کے نہیں ہے تو ایسی صورت میں کیا چارہ ہندہ کے واسطے ہونا چاہئے ہندہ خُلا یا طلاق پا سکتی ہے یا کیا ہندہ نان نفقہ اور کرایہ مکان پا سکتی ہے یا نہیں کیونکہ بکر اپنی زوجہ کے ساتھ معہ اپنی دختر کے ایک کرایہ کے مکان میں رہتے ہیں اور ہندہ علیحدہ ایک مکان میں بکر کے مکان سے بفاصلہ ایک جریب کرایہ پر رہتی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بکر پر نان ونفقہ ومسکنِ ہندہ کا انتظام لازم ہے جبکہ ہندہ اپنے آپ کو اس کی قید میں رکھے، آوارہ گرد کا نان نفقہ نہیں ہوتا، اگر ہندہ اپنی جانب سے کوئی بات سقط نان ونفقہ نہ کرے اور بکر پھر بھی نفقہ نہ دے تو حاکم بکر کو مجبور کرے کہ نفقہ دے ورنہ طلاق دے، یا بکر راضی ہو تو ہندہ اُس سے مہر وغیرہ مال پر خُلع کرلے بغیر اس کے جب تک بکر زندہ ہے اگرچہ بیمار ہے ناقابلِ صحبت ہوگیا ہندہ خود مختار نہیں ہوسکتی، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴۳ ازسنگ پور مرسلہ ابراہیم صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ایک شخص بعارضہ جذام مبتلا ہو کر بستی سے نکل گیا مگر اپنی زوجہ کو باوجود علیحدگی بھی طلاق نہیں دیتا، عورت مذکور ازحد خواہشِ نکاح رکھتی ہے، دیگر ایک شخص مسمی رستم نے اسی عورت مندرجہ بالا سے زنا کیا جس کا وہ مقر ہے زیادہ ثبوت کی حاجت نہیں، برادرانِ اسلام نے اس جرم پر اُس کا حقہ پانی سلام وکلام ترک کردیا ہے اب وُہ نادم اور توبہ کار ہے لہذا اُس کو ملانا چاہتے تو آیا وُہ اس طریقہ سے شامل برادران اسلام ہوسکتا ہے؟ فقط والسلام۔

الجواب

اگر وُہ شخص عورت سے صحبت کرسکتا ہے اور اس کے ادائے حق پر قادر ہے تو اُس پر واجب نہیں کہ عورت کو طلاق دے اور عورت اُس سے جُدائی نہیں کرسکتی، اور اگر اُس کا حق ادا کرنے پر قادر نہیں تو اُس پر واجب ہے کہ عورت کو طلاق دے دے، اگر نہ دے گا گنہ گار رہوگا اس صورت میں کہ طلاق اس پر واجب ہو اور نہ دی، اگر جبراً اُس سے طلاق لے لی جائے تو ہوجائے گی۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس منا من خبب امرأۃ علی زوجہا۔ رواہ ابوداؤد والحاکم بسند صحیح عن ابی ھریرۃ [1]

ہمارے گروہ سے نہیں جو کسی کی عورت کو اس سے بگاڑ دے (اس کو ابوداؤد اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ

---

[1] سُنن ابوداؤد کتاب الطلاق آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۹۶
المستدرک للحاکم باب لیس منا من خبب امرأۃ علی زوجہا الخ دارالفکر بیروت ۲/۱۹۶

Marfat.com

والطبرانی فی الصغیر و نحوہ فی الاوسط عن ابن عمر وفی الاوسط کابی یعلی بسند صحیح عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ابوھریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، اور طبرانی نے صغیر میں اور ایسے ہی اوسط میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما اور اوسط میں ابو یعلٰی کی طرح ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴۴ از بلرام پور ضلع گونڈہ متصل یتیم خانہ مرسلہ نذر محمد صاحب ۱۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے پیر سالگی میں ہندہ نوجوان سے نکاح کیا بعد چند روز کے ہندہ اور زید میں طرح طرح کی مخالفتیں واقع ہوئیں اور بوجہ بدکرداری زید کے ہندہ نے زید سے طلاق مانگا اس شرط پر کہ میں مہر معاف کر دوں اور تم طلاق دے دو زید نے نہ مانا مجبور ہو کر ہندہ نے اپنا معاملہ حاکم تحصیل کی کچہری میں پیش کیا حاکم تحصیل نے ہندہ کو طلاق کی ڈگری دے دی اب ہندہ دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں، اگر عورت جوان و طاقتور ہے اور شوہر بڈھا فرتوت ہے عورت شوہر کے پاس نہیں رہنا چاہتی اور شوہر چھوڑنا نہیں چاہتا تو شرعًا کیا صورت اختیار کرنی چاہیے؟

الجواب

لا الٰہ الا اللہ بے شوہر کے طلاق دئے طلاق تحصیلدار کے دئے نہیں ہوسکتی قال اللہ تعالٰی بیدہ عقدۃ النکاح[1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: نکاح کی گرہ صرف خاوند کے ہاتھ میں ہے۔ ت) دوسری جگہ نکاح کرے گی تو حرام قطعی و زنا ہوگا قال اللہ تعالٰی والمحصنٰت من النساء[2] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور حرام ہیں منکوحہ عورتیں۔ ت) ہاں شوہر پر فرض ہے کہ اُسے اچھی طرح رکھے اس کے حقوق ادا کرے، اگر وُہ اس پر قادر نہیں تو اُس پر فرض ہے کہ اُسے طلاق دے دے،

قال اللہ تعالٰی فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: ایک یا دو طلاقوں کے بعد بیوی کو حسنِ سلوک سے پاس رکھو یا اُن کو بھلائی کے ساتھ فارغ کردو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴۵ از بلرامپور محلہ پورنیا تالاب ضلع گونڈہ مرسلہ محمد تیغ بہادر خاں ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت ہندہ نے اپنے شوہر زید پر بحالتِ نزاع

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۷
[2] القرآن الکریم ۴/ ۲۴
[3] القرآن الکریم ۶۵/ ۲

Marfat.com

کچہری دیوانی میں دعویٰ طلاق دائر کیا، شہادت وغیرہ پیش کرکے عورت نے اپنی طلاق کی ڈگری حاصل کرلی اب یہ عورت ازروئے شرع شریف دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں، اور اگر بعد طلاق حاصل کردہ شوہر اول اُس سے بعد چار پانچ ماہ کے رجعت کرے تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر واقع میں زید نے طلاق دی تھی اور ہندہ نے سچا دعویٰ کرکے ڈگری لی تو اگر طلاق بائن تھی تو بعد عدت مطلقاً اور اگر رجعی تھی تو اس شرط پر کہ زید نے عدت میں رجعت نہ کی ہو نکاح کرسکتی ہے، اور اگر زید نے واقع میں طلاق نہ دی تھی ہندہ نے جھوٹے گواہ پیش کرکے ڈگری لے لی یا طلاق رجعی دی تھی اور ختم عدت سے پہلے زید نے رجعت کرلی تو ہندہ کو دوسری جگہ نکاح حرام قطعی ہے اگر کرے گی زنا ہوگا قال اللہ تعالیٰ والمحصنٰت من النساء[1] (اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور منکوحہ عورتیں حرام ہیں۔ ت) حیض والی عورت کی عدت تین حیض ہیں جو طلاق کے بعد شروع ہوکر ختم ہوں،

والمطلقٰت یتربصن ثلٰثۃ قروء[2] طلاق دی ہوئی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک پابند کریں (ت)

اگر اس چار پانچ مہینے میں تین حیض شروع ہوکر ختم نہ ہوئے ہوں تو شوہر رجعت کرسکتا ہے ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۶: از بریلی محلہ بہاری پور مرسلہ غلام مرتضیٰ صاحب ۱۶ شعبان ۱۳۲۶ھ

ہندہ صالحہ ہے اور اس کا شوہر فاسق فاجر موذی معلن سود خوار ہے اور شرابی وعیاش ہے، ہندہ کو مارپیٹ کرتا تھا بلکہ چاقو چھری سے آمادہ رہتا تھا اور ایک بار چاقو مارا کہ جس سے کھائی دہنے ہاتھ کی کٹ گئی، دوسری مرتبہ ایک چاقو مارا جس سے بائیں ہاتھ کی کلائی میں زخم پہنچا جس کے ہر دو نشان اب تک موجود ہیں، اکثر عورت کو شراب پینے پر بحالت نشہ مجبور کرتا تھا، چنانچہ ایک بار اس کے جبر پر ہندہ نے شراب خواری سے نفرت ظاہر کی تو اُس کے وہی گلاس مارا جس سے اس کے چوٹ لگی اور آنکھوں میں شراب پڑی جس سے آنکھیں دُکھ آئیں اور عرصہ تک تکلیف رہی اور شخص مذکور تعلق ناجائز کئی عورتوں سے رکھتا تھا ان میں سے ایک عورت سے نکاح کرلیا تھا چند روز بعد اُسے مارپیٹ کر نکال دیا شوہر کی ان حرکاتِ ناشائستہ سے ہندہ نہایت پریشان رہتی تھی اور ان بدچلن عورتوں کو اکثر گھر میں رکھتا تھا آخر کار

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۴ [2] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۸

Marfat.com

مجبوراً ہندہ کے والدین نے عرصہ سات سال کا ہوا بٹھالیا اس مدت میں شوہر ہندہ نے نان ونفقہ کی کچھ خبر نہ لی اور بدچلنی اُس کی اب تک برابر اسی روش پر ہے عرصہ ڈھائی سال کے قریب ہوا کہ ایک عورت اور کرلی ہے اسی دوران میں شوہر نے نالش دلایا نے زوجہ کے دائر کی کہ وہ بوجہ ثبوت بدچلنی کے خارج ہوگئی پھر شوہر نے اپیل بھی کی وہ بھی خارج ہوگئی ہندہ کی یہ خواہش ہرگز نہیں ہے کہ میں اس موذی کے گھر جاؤں کیونکہ علاوہ دیگر تکالیف کے اب اندیشۂ جان بھی غالب ہے اس لئے کہ نالش مذکور خارج ہوجانے سے مخالفت باہمی بہت کچھ بڑھ گئی ہے پس اس صورت میں علمائے دین سے استفسار ہے کہ شوہر سے طلاق یا دست برداری ہوسکتی ہے یا نہیں، اور شرعاً فسخ نکاح بھی کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں عورت پر ہرگز جبر نہ ہوگا کہ شوہر کے یہاں جائے کہ اس میں دینی دُنیوی وجانی و جسمانی اُس کا ہر طرح کا ضرر ہے، جان جانے کا اندیشہ باقی وموجود اور ضرر شرعاً واجب الدفع ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے: ولا تضاروھن[1] عورتوں کو ضرر نہ پہنچاؤ۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاضرر ولا ضرار فی الاسلام[2]۔ اسلام میں نہ ضرر ہے نہ کسی کو ضرر دینا۔

پس اگر کچھ لوگ صالحین واہلِ دین میسر ہوسکتے جن کی حمایت میں عورت کا رہنا شرعاً بھی جائز ہو اور وہ اُس کی نگہداشت کافی طور پر کرسکیں اور شوہر کو اس کے دین جسم وجاں پر تعدّی نہ کرنے دیں جب تو عورت وہاں اپنے آپ کو سپردِ شوہر کرتی کہ اس میں دونوں کے حق مراعات رہتے۔ ردالمحتار میں ہے:

فی البحر لوقالت انہ یضربنی ویؤذینی فمرہ ان یسکننی بین قوم صالحین فان علم القاضی ذٰلک زجرہ ومنعہ عن التعدی فی حقہا والا یسأل عن صنیعہ فان صدقوہا منعہ عن التعدی فی حقہا ولا یترکہا ثمہ

بحر میں ہے اگر بیوی نے قاضی کو درخواست دی کہ خاوند مجھے مارتا اور اذیت دیتا ہے تو اسے حکم دیجئے کہ مجھے نیک لوگوں میں سکونت دے، اگر قاضی خود اس معاملہ سے آگاہ ہو تو خاوند کو ڈانٹے اور مارنے اور زیادتی سے منع کرے، ورنہ پڑوسیوں سے خاوند کے رویّے کے متعلق معلوم کرے اگر وہ بیوی کی تصدیق کریں تو قاضی خاوند کو زیادتی سے منع

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/۶

[2] معجم اوسط حدیث ۵۱۸۹ مکتبۃ المعارف الریاض ۶/۹۱

Marfat.com

وان لم یکن فی جوارھا من یوثق بہ او کانوا یمیلون الی الزوج امرہ باسکانہا بین قوم صالحین[1]

کرے ورنہ اسی مسکن میں رہنے دے، اور اگر اس کے پڑوس میں کوئی ثقہ آدمی نہ ہو یا پڑوسی خاوند کی طرفداری کریں تو خاوند کو پابند کرے کہ وہ بیوی کو نیک لوگوں میں رہائش دے۔ (ت)

مگر غیر لوگوں سے اس زمانے میں نہ ایسی اُمید نہ ایسے لوگ ملیں گے اور شوہر کے یہاں خوف ظاہر ہے تو دو ہی صورتیں ہیں یا تو عورت اپنے والدین کے یہاں رہے اور شوہر پر نان نفقہ لازم کیا جائے لانہا لیست بناشزۃ لان امتناعہا بحق (کیونکہ وُہ نافرمان نہیں کیونکہ اپنے حق کے لئے وُہ خاوند کو جماع سے روکتی ہے۔ ت) پھر اگر اُس کے ساتھ خلوت میں اندیشہ ہو تو اس سے منع کریں اور یہی صورت بہتر ہے، اور اگر اب اندیشہ صحیحہ ہو اور بند وبست کافی کی اُمید نہ ہو اور فی الواقع شرابی کا بندوبست ناممکن سا ہے تو حاکم شوہر پر جبر کرے کہ عورت کو طلاق دے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

فامسکوھن بمعروف اوسرحوھن بمعروف[2]

ان کو پاس روکے رکھو بھلائی کے ساتھ، یا ان کو فارغ کر دو بھلائی کے ساتھ۔ (ت)

عورتوں کو یا تو اچھی طرح رکھو یا اچھی طرح چھوڑ دو، جب اچھی طرح رکھنا نہیں تو اچھی طرح چھوڑنا اس پر واجب ہُوا اور ترکِ واجب گناہ ہے اُس گناہ پر حاکم سزا دے سکتا ہے،

کما فی البحر والدر وغیرھما ان کل مرتکب معصیۃ لاحد فیہا فیہا التعزیر[3]

جیسا کہ بحر میں ہے کہ وُہ گناہ جس پر حد نہ ہو اس پر تعزیر ہوتی ہے۔ (ت)

بغیر اس کے بطور خود فسخ نکاح کی صورت ہمارے یہاں مذہب میں نہیں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۷: از موضع گھورنی ڈاک خانہ کرشن گڑھ ضلع ندیا ۳ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

فسخ نکاح بہر وجہیکہ بود بلا تفرقہ قاضی شرع وبشرط نبودن قاضی شرع بلا حکم حاکم وقت میتواند شد یانہ، و دریں بلادِ ما

نکاح کا فسخ جیسے بھی ہو، قاضی کی تفریق کے بغیر، اور قاضی شرع نہ ہونے کی وجہ سے وقت کے حاکم کے بغیر، ہو سکے گا یا نہیں، اور ہمارے ملک

---

[1] ردالمحتار باب النفقۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۶۴

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۱

[3] درمختار باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۲۷

Marfat.com

کہ قاضی شرع عدیم الوجود ست حکم حاکم غیر مسلم نائب مناب تفرقہ قاضی میتواند شد یا نہ و بتقدیر جواز نیابت اذن اولا بدلیست یا نہ؟

میں شرعی قاضی موجود نہیں تو کیا غیر مسلم حکمران قاضی کے قائم مقام ہو کر نکاح کو فسخ کر سکتے ہیں یا نہیں، اور اگر یہ فسخ کر سکتے ہیں تو کیا نیابت کیلئے ان کو اجازت حاصل کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ (ت)

الجواب

فسخ نکاح بر دوگونہ است یکے آنکہ حقاً للشرع باشد مقارن ہمچو نکاح زنے بر خواہرش یا اصول فروع ممسوسہ یا آنکہ حرمت رضاعت داشتہ باشد الی غیر ذٰلک خواہ طاری چوں آنکہ رضاع یا مصاہرت بعد نکاح حرمت آرد یا شوہر مرتد شود والعیاذ باللہ تعالٰی در ہمچو صور ہیچ حاجت قضا نیست بر ہر یک زن و شو واجب ست فسخ کردنش اعظاماً للشریعۃ واعداماً للمعصیۃ نص علیہ فی الدر المختار وغیرہ من معتمدات الاسفار دوم آنکہ برائے حق زن باشد چوں خیار بلوغ وعنین وغیرہما اینجا قضائے قاضی شرط ست تنہا زن یا ولی او باو مستبد نتواں شد اگر ولی بے تفریق قاضی جدا کردہ بزنے دیگر دہد حرام باشد زیرا کہ حق زوج باو متعلق ست و شرع حکم بتفریق نہ فرمودہ است و اصل ایں منصب شرع مطہر راست کہ کار کارِ دین ست پس ایں تفریق نہ رسد مگر قاضی را کہ نائب

نکاح کا فسخ دو قسم ہے، ایک شرع کی پاسداری کیلئے، اور یہ شرعی حق نکاح کو ابتداء سے عارض ہو، جیسے بیوی کی موجودگی میں اس کی بہن سے نکاح، یا بیوی کے اصول (ماں، دادی) وغیرہ یا فروع (بیوی کی پہلی بیٹی) کو شہوت سے چھوا ہو، یا بیوی رضاعت کی وجہ سے حرام ہو وغیر ذالک، یا شرعی حق نکاح کے بعد لاحق ہوا، مثلاً رضاعت یا مصاہرت کی حرمت نکاح کے بعد عارض ہوئی ہو، والعیاذ باللہ تعالٰی، خاوند مرتد ہوگیا ہو تو ان تمام صورتوں میں فسخ نکاح کے لئے قاضی کی کوئی ضرورت نہیں، بلکہ مرد و عورت دونوں پر لازم ہے کہ وہ فسخ قرار دے کر جدائی اختیار کریں تاکہ شریعت کی تعظیم اور گناہ سے اجتناب کیا جاسکے، اس پر درمختار وغیرہ معتبر کتب میں تصریح کی گئی ہے۔ فسخ کی دوسری قسم یہ ہے کہ بیوی کے حق کی وجہ سے فسخ کیا جائے مثلاً بیوی کو بالغ ہونے پر فسخ کا اختیار حاصل ہو یا خاوند نامرد ہو وغیرہ، تو اس قسم میں فسخ کے لئے قاضی شرط ہے، بیوی یا اس کے ولی کو مستقل اختیار نہیں کہ وہ قاضی کے بغیر جدائی کا فیصلہ کریں، اگر اس صورت میں ولی نے قاضی کے بغیر ہی عورت کا دوسرے سے نکاح کر دیا تو یہ نکاح حرام ہوگا کیونکہ ابھی پہلے

Marfat.com

شرع مطہر است چنانکہ امامت در نماز حق حکام ست فاما شرط اسلام ست۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

خاوند کا حق اس عورت پر باقی ہے، اور شرعاً یہ تفریق نہ ہوگی کیونکہ دینی معاملہ ہے جس میں شرع کو ہی حق ہے، لہذا یہ کارروائی قاضی کے بغیر نہ ہوسکے گی کیونکہ وہی شرع کا نائب ہے، جیساکہ نماز میں حقِ امامت حاکم کو ہی حاصل ہے، ہاں مسلمان ہونا شرط ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴۸ سائل مذکور الصدر (سائل وہی جو پہلے مذکور ہے۔ ت)

زنے راکہ شوہرش دیوانہ شدہ از سہ چہار سال بہسپتال مقید گردیدہ است میرسد کہ بلاتفرقہ قاضی شرعی یا بلاحکمِ حاکم فسخِ نکاح خود کند یا نہ و بلا انقضائے عدت فسخ با دیگرے نکاح خود میتواند کرد یا نہ یا ولی او را میرسد کہ بطلب او یا بلا طلب او تفریق را و بلا تفرقہ قاضی محض بجہت مجنون شدن شوہرش نکاحِ او بدیگرے کردہ بدہد یا نہ و بوقتِ ضرورت مثلاً خوفِ زنا و احتیاجِ نفقہ وغیرہ عمل بمذہب دیگرہ یا بقول غیر مفتی بہ از اقوال کسے از ائمۂ حنفیہ روا باشد یا نہ و بشرطِ جواز قول کسے دربارۂ جواز فسخ نکاح آں مجنون الزوج را بلا تفرقہ قاضی ہست یا نہ، و در صورت عدم فسخ نکاح حکم ناکح و منکوحہ و منکح چیست۔

جس عورت کا خاوند دیوانہ ہونے کی وجہ سے تین چار سال سے ہسپتال میں پابند ہے ایسی عورت کو یہ اختیار ہے کہ وُہ قاضی کی تفریق کے بغیر یا حکمِ حاکم کے بغیر اپنا نکاح فسخ کرلے یا نہیں؟ اور فسخ کی عدت پُوری کئے بغیر دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ یا کیا اس کے ولی کو یہ اختیار ہے عورت کے مطالبہ پر یا بغیر مطالبہ خود ہی قاضی کی تفریق کے بغیر صرف خاوند کے مجنون ہونے کی بنا پر دوسرے شخص سے اس عورت کا نکاح کردے یا نہ؟ اور کیا بوقتِ ضرورت مثلاً زنا یا نفقہ کی محتاجی کے خطرہ پر غیر مفتٰی بہ قول کے مطابق حنفی مذہب کے علاوہ دوسرے کسی مذہب پر عمل جائز ہوگا یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو دوسرے کسی امام کے مذہب پر خاوند کے مجنون ہونے پر قاضی کے بغیر فسخِ نکاح کا اختیار ہے یا نہیں؟ قاضی کے فسخ کے بغیر عدمِ جواز کی صورت میں نکاح کرانے والے اور نکاح کرنے والے مرد اور عورت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

شوہر اگر مجنون گردد نزد ما ہیچ گاہ فسخ نکاح نتواں شد و اگر قاضی شرع مقلد حنفی حکم بفسخ کند نیز باطل ست اذ لیس للمقلد ان

خاوند اگر مجنون ہوجائے تو کسی طرح بھی ہمارے مذہب حنفی میں نکاح کا فسخ جائز نہیں ہے۔ اگر قاضی حنفی مذہب کا مقلد ہو تو اگر وُہ فسخ کرے گا تو اس کا

Marfat.com

یخالف مذھبہ در صحیح القدوری علامہ قاسم باز و در درمختار ست الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل وخرق للاجماع ومجتہد خود از صد ہا سال مفقود است، آرے اگر قاضی شرع شافعی المذہب باشد یا حنفی مگر سلطان کہ او را برقضا داشتہ است اذن دادہ باشد کہ مثلاً ہنگام ضرورت بقول مرجوح فی المذہب یا بمذہب دیگر قضا کنی آں گاہ قضائے او صحیح و نافذ باشد و پیدا است کہ ایں تفریق اگر باشد بخاطر زن باشد نہ حقا للشرع و بالا گفتہ ایم کہ در ہیچ جا اگر بے تفریق قاضی شرع ولی بزنے دیگرہ دہد یا زن خودش بدیگرے نکاح کند زنہار جائز نیست ناکح و منکوحہ ہر دو بزہ کار و منکح نیز اگر بریں حال مطلع باشد بوقت ضرورت اگر صادقہ باشد عمل بقول مرجوح یا مذہب امام دیگر در آں خاص مسئلہ مبتلا برائے نفس خودش عمل میتواں کرد فاما مفتی را نمی رسد کہ باو فتوی دہد یا قاضی مقلد مقید بالقضا بالمذہب باو حکم تواں کرد و اگر کند باطل شد کما قدمنا و کل ذلک مصرح بہ فی الکتب المعتمدۃ و آنکہ برائے نفس خودش باو عمل کند واجب ست کہ جملہ شرائط آں قول مرعی دارد مثلاً قول امام محمد در تفریق زن مجنون شرط تفریق قاضی کہ بے روبراں قول مرجوح ہم عمل نباشد بلکہ بہوائے نفس والعیاذ

فسخ باطل ہوگا کیونکہ مقلد اپنے مذہب کی مخالفت نہیں کرسکتا، قدوری کی تصحیح میں علامہ قاسم نے اور پھر درمختار میں فرمایا کہ فتویٰ اور فیصلہ قولِ مرجوح پر جہالت ہے اور اجماع کے خلاف ہے، اور مستقل مجتہد صدیوں سے مفقود ہے، ہاں اگر شافعی یا حنفی قاضی کو سلطان نے عہدہ پر مقرر کرتے ہوئے یہ اجازت دی ہو کہ وہ ضرورت کی بنا پر اپنے مذہب کے مرجوح قول یا دوسرے مذہب پر فیصلہ کرسکتا ہے تو اس قاضی کا فیصلہ صحیح ہوگا اور نافذ بھی ہوگا۔ اور یہ واضح ہے کہ اگر یہ تفریق ہوگی تو عورت کی خاطر ہوگی، شریعت کے حق کے لئے نہ ہوگی جبکہ ہم اوپر بیان کرچکے ہیں کہ ایسی صورت میں اگر ولی نے یا خود عورت نے قاضی کی تفریق کے بغیر دوسرے شخص سے نکاح کیا تو ہرگز جائز نہ ہوگا، نکاح کے دونوں فریق اور نکاح کرکے دینے والے زناکاری میں مبتلا ہوں گے بشرطیکہ نکاح پڑھانے والے کو صورتِ حال کا علم ہو، ضرورت اگر صحیح اور واقعی ہو تو پھر مرجوح قول یا دوسرے مذہب پر مبتلا شخص کو چاہیئے کہ وہ خود عمل کرے لیکن مفتی ہرگز فتویٰ نہیں دے سکتا، اور وہ قاضی بھی جو اپنے مذہب کے مطابق فیصلے کرنے کا پابند ہو وہ بھی ایسا فیصلہ نہیں کرسکتا اگر فیصلہ کرے گا تو وہ بھی باطل ہوگا، جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں اور قابلِ اعتماد کتب میں اس کی تصریح موجود ہے، اور اگر مبتلا شخص خود دوسرے

؎ درمختار مقدمۂ کتاب رسم المفتی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۵

Marfat.com

مذہب یا مرجوح قول پر عمل کرے تو ضروری ہے کہ وہ
ان تمام شرائط کی رعایت کرے، مثلاً امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجنون کی بیوی کے متعلق تفریق کے جواز کو قاضی سے مشروط کیا ہے اس کے بغیر مرجوح قول پر بھی تفریق جائز نہ ہوگی بلکہ یہ نفسانی خواہش کی پیروی ہوگی۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۲: از اعظم گڈھ ڈاکخانہ مبارکپور محلہ پرانی بستی متصل مکان ناظرجی مرسلہ حبیب اللہ ولد بابو
۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی کا نابالغی میں نکاح ہُوا اور وُہ بی بی میکے سے اب تک رخصت ہوکر سسرال نہیں گئی عرصہ تین برس کا ہُوا کہ شوہر بیمار ہوگیا ہے اور برابر علاج بھی ہورہا ہے مگر کوئی دوا فائدہ نہیں کرتی اور نہ کوئی حکیم مرض کا پتا بتائے کہ کون سا مرض ہے اب شوہر کی یہ حالت ہے کہ کوئی عضو کام کرنے کے لائق نہیں ہے ہر عضو سے معذور ہے، نہ چل سکتا ہے نہ کھڑا ہوسکتا ہے اور پاخانہ پیشاب سے بالکل معذور ہے اور زبان بھی درست نہیں ہے کہ زبان سے کوئی بات صاف نکلے کہ جو کوئی سمجھ سکے بلکہ پاخانہ پھرتا ہے تو دوسرا شخص آبدست لے دیتا ہے یہی حالت آج تین برس سے ہے اور وُہ باولے کی شکل ہوگیا ہے اپنے کپڑے کا کچھ خیال نہیں کرتا ننگا مادرزاد بھی ہوجاتا ہے اپنا خرچ بھی نہیں چلا سکتا اور نہ عورت کا چلا سکتا اور نہ شوہر اور نہ شوہر کے والدین نے اُس عورت کے نان نفقہ کا ابھی تک خیال کیا، لڑکی کے والدین عاجز ہوکر آپ کے پاس یہ سوال حبیب اللہ ولد بابو نے روانہ کیا ہے، ان سب حالتوں میں لڑکی کا نکاح فسخ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ یہ سب حالت اور واقعہ سچا تحریر ہے۔

الجواب

ان وجوہ سے نکاح فسخ نہیں ہوسکتا، درمختار میں ہے:

لایتخیر احد الزوجین بعیب الاخر ولو فاحشا کجنون وجذام وبرص ورتق وقرن[1]۔ خاوند بیوی میں سے کسی کو دوسرے میں عیب کی بنا پر فسخ کا اختیار نہیں ہے اگرچہ وُہ عیب واضح ہو مثلاً جنون، جذام، برص یا عورت کی شرمگاہ میں تنگی یا اس میں ہڈی یا غدود پیدا ہوگئی ہو۔ (ت)

اُسی میں ہے:

---

[1] دُرمختار باب العنین مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۴

Marfat.com

ولا یفرق بینھما بعجزہ عنھا ای عن النفقۃ ولو قضی بہ حنفی لم ینفذ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

خاوند اگر نفقہ دینے سے عاجز ہو تو بھی تفریق جائز نہیں، اگر حنفی قاضی نے ایسا فیصلہ دیا تو نافذ نہ ہوگا۔ (ت)

مسئلہ ۲۵۰ تا ۲۵۱: از بمبئی پوسٹ ۹ پیرولین مرسلہ مولوی محمد حسین صاحب منیجر طلسمی پریس ۲۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی شادی ہندہ سے ہُوئی ۷ سال ہوئے اور اس تمام زمانہ کا خرچہ والدین پر رہا زید کوئی کام کرنا نہیں چاہتا اپنے چھوٹے بھائی کی معمولی آمدنی پر اپنا بار ڈالے ہُوئے ہے اسی وجہ سے زید کے والد بھی ناخوش ہیں کہ باوجود ان کے بہت سمجھانے کے بھی کچھ کام کرنا نہیں چاہتا، ہندہ کے والد کے انتقال کے بعد زید کو اس کی خوشدامن نے بلاکر سمجھایا مگر وُہ نہ مانا اور اپنے مکان جاکر یہ خط بھیج دیا بعدہٗ ہندہ کی والدہ نے انتقال کے بعد ہندہ کے ایک رشتہ دار بھائی نے خط وکتابت کی اس لئے کہ حقیقی کوئی بھائی بھی نہیں ہے لہذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ مندرجہ ذیل عبارات پر فسخ نکاح یا تفویض طلاق کا حکم ہوسکتا ہے یا نہیں اور بفتوائے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی بحالت عدم وصولی نان نفقہ کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

(۱) خط خوشدامن کے نام، ماسوا اس کے میں تمہارا کوئی مزاحم نہیں اور نہ میں تمہارے کسی کام میں دخل دے سکتا ہُوں مجھے تمہاری کسی خیریت اور خبر کی ضرورت نہیں ہے صرف اپنی لونڈیا کی وجہ سے خط بھیجتا ہوں تمہارے ہر کام کو اختیار ہے ہم کوئی نہیں ہیں کیوں دخل دیں گے جو تمہارے لوگوں کے مزاج میں آوے وہ کرو، بعد انتقال والدین عمرو رشتہ کے بھائی نے خط بھیجا کہ اب تو خبرگیری کرو اب نہایت نازک وقت ہے، اس کا جواب درج ذیل ہے۔

(۲) ذرا قرآن اور حدیث کو سامنے رکھئے اور پھر تصفیہ کیجئے گا کہ مرد پر کون سی عورت کا حق ہے اور کس وجوہات سے عورت نکاح سے باہر ہوجاتی ہے بہت معاملات اور عادات ایسے ہیں کہ اگر مرد ان عادات کو عورت کی گوارہ کرے تو جہنمی ہوجائے وہ میری نیکبخت بیوی میں سب موجود ہیں، بعدہٗ یہ لکھنے پر کہ خبرگیری کرو اور خبرگیری اپنے ذمّہ واجب نہیں سمجھتے تو صاف صاف علیحدگی کے الفاظ لکھ دو اگر کوئی صورت بھی منظور کرتے ہو تو میں یہ رعایت کروں گا کہ بحالت یکجائی اب تک کے حقوق ہندہ سے معاف کرادوں گا اور بحالتِ علیحدگی مہر بھی، تاکہ عنداللہ بھی آپ ماخوذ نہ رہیں۔

---

[1] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۹

Marfat.com

(۳) **جواب**: آپ کا تو اب یہ خیال ہے جناب قبلہ خواشدامن صاحبہ نے بعد انتقال خسر صاحب مجھ کو یہاں سے بُلایا اور مجھ سے بجائے اس کے کہ وُہ رکھنے پر مجبور کرتیں یہ کہا کہ تم طلاق دیدو تو بہتر ہے میں خاموش ہو رہا اگر میں طرح نہ دے دیتا تو جب ہی معاملہ طے تھا مگر مجھے خیالاتوں سے واقفیت ہوگئی اور میں نے پھر وہاں رہ کر انتظار کیا کہ شاید مزاج عالی درست ہوجائے مگر ماشاء اللہ اُس مزاج مبارک نے وہ عروج حاصل کیا کہ ہمیشہ سے چہار چند سوار نگہ دکھلایا خیر مجھے کچھ شکایت نہیں ہے میں ایسے نافرمان متکبر لوگوں کی صحبت میں کبھی رہنا پسند نہیں کرتا اس واسطے کہ میں خود بدطینت ہُوں اس وجہ سے بہتر ہے کہ وُہ بھی آزادانہ زندگی بسر کریں میری بھی یہی رائے ہے لیکن یہ لکھ دیجئے کہ زہرہ کا کیا حشر ہوگا یہ فیصلہ آپ کے سر ہے جو آپ کردیں اگر زہرہ کو بھی دے دیں تو آپ کی مرضی، میں تیار ہوں، اگر آپ نہ دیں تو بھی راضی ہُوں، بہرحال جو تصفیہ آپ کریں اس خط کے جواب پر آپ جو چاہیں گے میں لکھ دُوں گا (بعدہٗ دوسرا خط آیا)

(۴) برائے کرم جواب سے خط ہذا کے مطلع فرمایئے تاکہ جو رائے ہو اُس پر عمل درآمد کیا جائے اس پر عمرو کے یہ لکھنے پر کہ زہرہ ابھی صغیر سن ہے اور تم لوگوں کی صُورت سے ناآشنا ایسی حالت میں اس کو علیحدہ کرنا گویا زندہ درگور کرنا ہے، لہٰذا یہ معاملہ آئندہ پر رکھو اور اپنی علیحدگی کی تحریر دو چار دستخط کرا کے بھیج دو تمہارے اطمینان کو یہ لکھے دیتے ہیں کہ ہندہ کے تمام حقوق بشرطیکہ تم اپنی تحریر ایسی بھیجدو معاف ہیں (اس کا جواب یہ آیا)

(۵) میں یہ نہیں چاہتا کہ فی الحال زہرہ آپ لوگوں سے علیحدہ کی جائے کیونکہ ابھی وُہ صغیرہ ہے جب تک وہ ہوشیار نہ ہوجائے تب تک میں اس کو وہاں رکھنا پسند کرتا ہُوں جس وقت وُہ مجھ تک نہ آجائیگی جب تک یہ امر دشوار ہے، فقط۔

الجواب

پہلا خط خوشدامن کے نام ہے اُس میں نہ زوجہ سے خطاب نہ اُس کا ذکر۔ اگر خود زوجہ سے کہتا تم کو اختیار ہے اور تفویضِ طلاق چاہتا تو اختیار بھی اُسی مجلس پر موقوف رہتا نہ کہ اب تک مستمر۔ درمختار میں ہے:

قال لہا اختاری او امرك بیدك ینوی تفویض الطلاق فلہا ان تطلق فی مجلس علمہا بہ مالم تقم او تعمل مایقطعہ[1]

خاوند نے بیوی کو کہا تجھے اختیار ہے، یا تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے۔ اور یہ الفاظ بیوی کو طلاق کا اختیار دینے کی نیت سے کہے تو بیوی کو اسی مجلس میں جس میں اس کو اس اختیار کے ملنے کی اطلاع ملی اپنے کو طلاق دینے کا اختیار رہوگا بشرطیکہ وہ سُن کر وہاں سے

---

[1] درمختار باب تفویض الطلاق مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۶

Marfat.com

اُٹھ نہ گئی ہو یا ایسا عمل نہ کیا ہو جس سے اس کا اختیار باطل ہوتا ہو۔ (ت)

اور "اگر ہم کوئی نہیں" کی جگہ خود زوجہ سے کہتا "نہ تو میری زوجہ نہ میں تیرا شوہر" جب بھی طلاق صاحبین کے نزدیک مطلقاً نہ ہوتی،

وفی جواھر الاخلاطی والخلاصۃ وخزانۃ المفتین ھو المختار وان نوی۔[2]

جواہر اخلاطی، خلاصہ، خزانۃ المفتین میں ہے کہ اگرچہ نیت کی ہو یہی مختار قول ہے (ت)

اور امام کے نزدیک اس کی نیت پر موقوف رہتی،

قدمہ فی الخانیۃ واقتصر علیہ فی البدائع والکنز والملتقی وکان ھو الاوجہ۔

خانیہ میں اس کو پہلے ذکر کیا۔ بدائع اور کنز اور ملتقی میں اسی پر اکتفار کیا، لہذا یہی راجح ہے (ت)

درمختار میں ہے:

لست لک بزوج ولست لی بامرأۃ طلاق ان نواہ خلافا لھما۔[2] (ملخصًا)

خاوند نے اگر بیوی کو کہا "میں تیرا خاوند نہیں تو میری بیوی نہیں" طلاق کی نیت سے کہا تو طلاق ہو گی۔ اس میں صاحبین کا قول مخالف ہے (ملخصًا)۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قید بالنیۃ لانہ لایقع بدونھا اتفاقا لکونہ من الکنایات واشار الی انہ لایقوم مقامھا دلالۃ الحال لان ذٰلک فیما یصلح جوابا فقط وھو الفاظ لیس ھذا منھا۔[3]

نیت سے مقید کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بغیر نیت طلاق نہ ہو گی بالاتفاق، کیونکہ یہ کنایات میں سے ہے۔ اس میں یہ اشارہ دیا کہ دلالتِ حال، نیت کے قائم مقام نہیں بن سکتا کیونکہ دلالتِ حال وہاں معتبر ہوتا ہے جہاں وہ فقط جواب بن سکے اور وہ خاص الفاظ ہیں یہ ان میں سے نہیں ہے۔ (ت)

خطِ دوم میں یہ پوچھا ہے کہ کن وجوہ سے عورت نکاح سے باہر ہو جاتی ہے اسے انشائے طلاق سے کچھ علاقہ نہیں اگرچہ اس کے دل میں یہی کہ ہندہ میں بعض وجوہ ایسی ہوئیں جن کے سبب وہ نکاح سے

---

[1] خلاصۃ الفتاوی	کتاب الطلاق	مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ	۲/ ۹۷
[2] درمختار	باب الصریح	مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۲۲۲
[3] ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/ ۴۵۳

Marfat.com

باہر ہوگئی کہ طلاق لفظ سے ہوتی ہے دل کا تصوّر کچھ نہیں، اسی خط میں اس نے کہا ہے کہ میری بی بی الخ
خط سوم میں فیصلہ دوسرے کے سر رکھا ہے اور یہ کہ جو آپ چاہیں گے میں لکھ دوں گا، یہ ایک وعدہ ہے اور وہ ایک رائے ہے کہ بہتر ہے کہ وہ بھی آزادانہ زندگی بسر کریں نہ یہ کہ اُسے آزاد کیا۔

خط چہارم میں طلب مشورہ ہے۔

خط پنجم میں جب تک زہرہ نہ مل جائے طلاق دینے سے انکار ہے۔

غرض ان خطوط میں کوئی حرف طلاق کا نہیں چارہ کار معززین کے دباؤ خواہ نالش سے مجبور کرنا ہے کہ نان نفقہ دے یا طلاق، بغیر اس کے کوئی صورت خلاص نہیں۔ امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی نفقہ نہ دینے پر تفریق نہیں کراتے بلکہ عاجز محتاج ہونے پر جو ادائے نفقہ پر قادر نہ ہو اور اگر ہو بھی تو حنفی کو اپنے امام کا اتباع واجب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۵ از رامپور محلہ گھیر یوسف الدین خاں دیوار جنوبی انگوری باغ متصل مسجد پاکھر مطب ۳۴ مسئولہ سید مختار احمد تیمی ڈاکٹر ۷ اجمادی الاولٰی

ایک مرد مسلمان کا ایک عورت مسلمان کے ساتھ عقد شرعی ہوا، لیکن اب منکوحہ سے شوہر مذکور کوئی تعلق ظاہری و باطنی نہیں رکھتا اور ہر طرح منکوحہ سے بے پروا ہے ابتدائے نکاح سے ہنوز کوئی بات تخلیہ شوہریت کا بھی نہیں ہوا ہے معلوم ہوا کہ شوہر دائرۂ مردانیت سے بالکل بعید ہے یعنی نامرد ہے لہٰذا اس قسم سے یا ایسے نامرد سے منکوحہ کا نکاح جائز ہے یا ناجائز، اس عورت کو کیا عمل کرنے کی ضرورت ہے، اور موافق حدیث شریف کیا حکم ہے؟

الجواب

نکاح صحیح ہوگیا، عورت بے موت یا طلاق جُدا نہیں ہوسکتی اگرچہ مرد نامرد ہو۔ ہاں چارہ کار حاکم شرعی کے یہاں دعوٰی ہے وہ اس ثبوت لینے کے بعد کہ مرد اس پر قادر نہ ہوا مرد کو ایک سال کی کامل مہلت دے کہ اپنا علاج کرے اس سال میں عورت مرد سے جُدا نہ رہے اگر سال گزر جائے، اور اب بھی قادر نہ ہو عورت پھر دعوٰی کرے اور حاکم پھر ثبوت لینے کے بعد عورت سے پُوچھے کہ تُو اپنے اس شوہر کے پاس رہنا چاہتی ہے یا اپنے نفس کو اختیار کرتی ہے، اگر عورت فوراً بلا تاخیر کہہ دے کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا، تو حاکم اُن میں تفریق وجُدائی کر دے، یہ تفریق طلاق ہوگئی، اور اب بعد عدت عورت دوسرے سے نکاح کرسکے گی ورنہ نہیں، یہ حکم عورت کی جانب ہے، رہا مرد، اُسے حکم شریعت ہے کہ جب وہ عورت کا حق ادا نہیں کرسکتا تو اُس پر فرض ہے کہ عورت کو طلاق دے دے، نہ دے گا تو گنہگار و مستحق عذاب

Marfat.com

ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵۶ مرسلہ مولوی رحیم بخش صاحب مدرس ساکن شیرکوٹ تاجر الموڑہ ۹ ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ

یہاں کوہِ الموڑہ پر ایک شخص امان اللہ نے اپنی دختر کا نکاح سیّد فضل حسین شاہ باشندۂ ٹھاکر دوارہ سے کردیا۔ رخصت ہوگئی۔ سال بھر تک عورت اپنے شوہر کے پاس رہی اور ہمبستری ہوئی، پھر باپ کے یہاں آئی۔ امان اللہ و سیّد فضل حسین میں کوئی رنجش پیدا ہوئی، فضل حسین اپنی منکوحہ کو ٹھاکر دوارہ لے جانا چاہا، امان اللہ نے لے جانے نہ دیا بلکہ قسم قسم کے تنازع ہوگئے یہاں تک کہ نوبت نالش کی آئی۔ امان اللہ نے جھوٹا طلاق کا دعویٰ کیا کہ بوجہ ظہورِ دروغ حاکم نے خارج کردیا۔

ثانیاً مقدمہ اجازت فعل مختاری قائم کیا وہ بھی خارج ہوا، بعدازاں سیّد فضل حسین اپنے مکان پر تھا یہاں کے تھانہ دار سے کچھ مخاصمت تھی، تھانہ دار نے عناداً سیّد مذکور کو بریلی کے پاگل خانے میں بھیج دیا۔ اس اثناء میں امان اللہ موقع پاکر بربنائے پاگل ہونے کے مقدمہ دائر کرکے حاکم سے اجازت نکاحِ ثانی کی چاہی، حاکم ہندو نے وجہ پاگل ہونے کی قائم کرکے نکاحِ ثانی کی اجازت دے دی، امان اللہ نے اجازت سے دس دن بعد نکاحِ ثانی کردیا جسے اب کئی سال گزرے، جب سیّد فضل حسین رہائی یاب ہوا تو آکر دادخواہ ہوا اور مقدمہ دائر کردیا۔ لہٰذا علمائے دین و مفتیانِ شرع متین سے اس صورت میں استفسار مطلوب ہے کہ نکاحِ ثانی دختر امان اللہ کا بنائے مجنونیت پر جائز ہوا یا نہیں، اگر ناجائز ہو تو بوجہ مرورِ مدت چند سال فضل حسین کا دعویٰ ساقط ہوا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں ہندہ کا یہ نکاحِ ثانی کہ اس نے زندگیِ شوہر میں بے وقوعِ طلاق دوسرے شخص سے کرلیا بالاتفاق محض ناجائز و مردود ہے، اور حاکم کی اجازت باطل و مطرود۔ ہمارے امام مذہب سیّدنا امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے ہم پیرو ہیں اور ان کے اعظم اصحاب حضرت امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر تو اس بیہودہ نکاح کے عدمِ جواز اور عورت کا اب تک بدستور زوجیتِ شوہرِ اول میں ہونا آفتابِ نیمروز سے زیادہ روشن کہ ہمارے امام کے مذہب میں جنونِ شوہر کے باعث عورت کو ہرگز کسی وقت تفریق کرانے کا اختیار حاصل نہیں ہوتا، اور یہی مذہب اعظم ارکانِ مذہب امام ابویوسف کا ہے اور اسی کو بوجوہِ کثیرہ ترجیح حاصل، اسی کو تمام متونِ مذہب مثل کنز و وافی و وقایہ و نقایہ و مختار و اصلاح و تنویر و ملتقی وغیرہا میں اختیار فرمایا، اسی دلیل کو عامۂ شروحِ معتمدہ مثل ہدایہ و کافی و تبیین و اختیار و فتح القدیر وغیرہ میں مرجح کیا، اسی پر اکثر فتاویٰ کا اطباق ہوا، اسی کو امام اجل قاضی خاں نے اپنے فتاویٰ میں

Marfat.com

مقدم رکھا اور وُہ اسی قول کو مقدم رکھتے ہیں جو راجح و معتمد ہو، اسی کو علامہ ابراہیم حلبی نے ملتقی الابحر میں تقدیم دی اور وُہ اسی کو تقدیم دیتے ہیں جو مؤید ہو، اسی کو خانیہ پھر خزانۃ المفتین میں ہمارا مذہب کہا اور امام علامہ فخر الدین زیلعی نے شرح کنز الدقائق پھر امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام نے شرح ہدایہ میں اُس عظیم و جلیل تحقیق کے ساتھ ہمارے اس مذہب کی تائید و توصیف اور قول خلاف کی تضعیف و تزییف فرمائی کہ اصلاً گنجائشِ کلام باقی نہ رکھی، من شاء فلیشرف بمطالعتھما (جو چاہے ان کے مطالعہ سے مشرف ہو۔ ت) اور اکثر کتب مذہب میں تو اس پر ایسا جزم قطعی فرمایا کہ قولِ خلاف کا نام تک نہ لیا، میں یہاں صرف چند کتابوں کی عبارتیں نقل کرتا ہوں، وقایہ[1] و نقایہ[2] و اصلاح[3] تینوں کتابوں میں ہے:

لایتخیر احدھما بعیب الاٰخر[1]۔ دونوں میں سے کسی کے عیب کی وجہ سے دوسرے کو فسخ کا اختیار نہیں ہے۔ (ت)

کنز[4] میں ہے:

لم یتخیر احدھما بعیب[2]۔ ایک کے عیب کی وجہ سے دُوسرا فسخ کو اختیار نہیں کرسکتا۔ (ت)

ملتقی الابحر[5] اور اس کی شرح مجمع الانہر[6] میں ہے:

لاخیار لھا ان وجدت (المرأۃ) بہ (ای بالزوج) جنوناً الخ[3]۔ بیوی کو اختیار نہ ہوگا اگر وُہ خاوند میں جنون پائے الخ (ت)

اختیار[7] شرح مختار میں ہے:

الحاصل اذا کان باحد الزوجین عیب فلا خیار للاٰخر الّا فی الجب والعنۃ والخصی[4]۔ اگر زوجین میں سے کسی میں عیب ہو تو دوسرے کو اختیار نہ ہوگا مگر جب شوہر مقطوع الذکر یا نامرد یا خصی ہو تو عورت کو اختیار ہوگا۔ (ت)

خزانۃ[8] المفتین و فتاوٰی[9] امام قاضی خاں میں ہے:

---

[1] مختصر الوقایۃ فی مسائل الہدایۃ — کتاب الطلاق — نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۷۰
[2] کنز الدقائق — باب العنین — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۷
[3] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر — " — داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۶۳
[4] الاختیار لتعلیل المختار — فصل فی العیوب التی یثبت بہ الخیار الخ — دار فراس للنشر والتوزیع ۳/ ۱۱۵

Marfat.com

حق الفسخ بسبب العیب عندنا لایثبت فی النکاح فلا ترد المرأۃ بعیب ما وان وجدت المرأۃ زوجہا جنونا و جذاما و برصا لیس لہ حق الفرقۃ[1] ملخصا۔

ہمارے نزدیک عیب کی وجہ سے نکاح کے فسخ کا حق نہ ہوگا، لہذا بیوی کو کسی عیب کی وجہ سے رَد نہیں کیا جائے گا، اور عورت اگر خاوند میں جنون، جذام یا برص کا مرض پائے تو اسے جدائی کا حق نہ ہوگا ملخصا۔ (ت)

تنویرالابصار اور اس کی شرح درمختار میں ہے :

لا یتخیر احد الزوجین بعیب الاٰخر ولو فاحشا کجنون[2] الخ۔

خاوند اور بیوی میں سے کسی کے عیب اگرچہ فحش ہو، پر دُوسرے کو اختیارِ فسخ نہیں، مثلاً جنون الخ (ت)

فقیہ کی اس اجمالی تقریر سے واضح ہوگیا کہ ہمارا یہ مذہب کتنی وجوہ کثیرہ سے ترجیح رکھتا ہے :

اوّلاً خود یہی کہ وُہ مذہبِ امام ہے اور مذہبِ امام، امام مذاہب جس سے عدول ہرگز جائز نہیں۔

الا لضرورۃ ضعف دلیلہ او تعامل بخلافہ کما نصوا علیہ وقد اوضحناہ فی فتاونا۔

مگر ضُعفِ دلیل یا تعامل کے خلاف ہونے پر، جیسا کہ فقہاء نے اس پر تصریح کی ہے جس کی وضاحت ہم نے اپنے فتاوٰی میں کی ہے۔ (ت)

ثانیاً یہی امام ابویوسف اعظم ارکان مذہب کا قول ہے، علماء تصریح فرماتے ہیں کہ بعد ارشاد امام اعظم قول امام ابویوسف مرجح ومقدم ہے۔ درمختار میں ہے :

یأخذ القاضی کالمفتی بقول ابی حنیفۃ علی الاطلاق ثم بقول ابی یوسف ثم بقول محمد[3] الخ

قاضی بھی مفتی کی طرح مطلقاً امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کے قول کو اپنائے گا، پھر امام ابویوسف پھر امام محمد کے قول کو الخ۔ (ت)

ثالثاً اُس پر اجماع متون جن کی جلالتِ شان کو کوئی کتاب نہیں پہنچ سکتی کما نصوا علیہ قاطبۃ وحققناہ فی کتاب النکاح من فتاونا (جیسا کہ تمام فقہاء نے اس پر تصریح کی ہے اور ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاوٰی کی کتاب النکاح میں کی ہے۔ ت)

---

[1] قاضی خاں | فصل الخیارات التی تتعلق بالنکاح | نولکشور لکھنؤ | ۱/۱۸۷

[2] درمختار | باب العنین | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۵۴

[3] درمختار شرح تنویرالابصار | کتاب القضاء | " " " | ۲/۷۲

Marfat.com

رابعًا تظافر شروح کہ بتصریح علماء فتاوٰی پر مقدم ہیں وسیأتی عن الغمز (غمز سے عنقریب منقول ہوگا۔ ت)

خامسًا اُس پر جزم واعتماد کرنے والوں کی کثرت۔ امداد الفتاح و ردالمحتار و عقود الدریہ میں ہے:

القاعدۃ ان العمل بما علیہ الاکثر[1] (قاعدہ یہ ہے کہ اکثریت کے قول پر عمل ہوگا۔ ت)

سادسًا اُس کے مرجح ومختار رکھنے والوں کی جلالت وعظمت جن میں مثل برہان الدین صاحب ہدایہ و امام قاضی خاں وامام محقق علی الاطلاق وغیرہم اجلّہ ائمہ اعلام ہیں، علماء فرماتے ہیں امام قاضی خاں کی ترجیح اوروں کی ترجیح پر مقدم ہے اور فرماتے ہیں اُس سے عدول نہ کیا جائے کہ وہ فقیہ النفس ہیں کما فی ردالمحتار وغیرہ (جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ میں ہے۔ ت)

سابعًا قوتِ دلیل کہ بعد ملاحظہ تبیین الحقائق و فتح القدیر آفتاب کی طرح واضح ہوجاتی ہے۔

اقول فثبت بحمد اللہ ان قول الحاوی القدسی بقول محمد ھنا بہ ناخذ کما نقلہ عنہ فی الھندیۃ انما ھو کقولہ ایضا لروایۃ شاذۃ عن ابی یوسف مخالفۃ للمذھب المعتمد المجمع علیہ بین المتون والشروح والفتاوی وھی عدم کراھیۃ النفل یوم الجمعۃ عند الاستواء لان النار لا تسعر فیہ ان علیہ الفتوی کما نقلہ فی الاشباہ عن الحلیۃ عن الحاوی **قلت** والمراد ھو ھذا اعنی حاوی القدسی فقد رأیت التصریح بہ فی الحلیۃ قال العلامۃ السید الحموی فی غمز العیون مجرد دعوی الحاوی ان الفتوی علیہ لا یقتضی انہ المصحح

اقول (میں کہتا ہوں) الحمدللہ یہ ثابت ہوگیا حاوی قدسی کا یہاں کہنا کہ امام محمد کے قول کو ہم لیتے جیسا کہ ہندیہ میں ان سے منقول ہے، تو یہ ایسے ہے جیسے انھوں نے امام ابو یوسف سے ایک شا روایت جو کہ معتمد مذہب اور تمام متون و شروح و فتاوٰی کے خلاف ہے کہ جمعہ کے روز استواءِ شمس کے وقت نفل پڑھنا مکروہ نہیں کیونکہ اس دن آگ شعلہ زن نہیں ہو کے متعلق علیہ الفتوٰی (اس پر فتوٰی ہے) کہہ دیا جیسا کہ اس کو اشباہ میں حلیہ سے انھوں نے حاوی سے نقل کیا ہے **قلت** (میں کہتا ہوں) وہاں حاوی سے یہی حاوی قدسی مراد ہیں کیونکہ میں نے اس کی تصریح حلیہ میں دیکھی ہے، علامہ سید حموی نے غمز العیون میں فرمایا کہ حاوی کا صرف یہ دعوٰی کرنا کہ "اس پر فتوٰی ہے" سے لازم نہیں آتا کہ یہ تصحیح شدہ

---

[1] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ مسائل وفوائد شتی من الحظر والاباحۃ حاجی عبدالغفار و پسران قندھار افغانستان ۲/ ۳۵۶

Marfat.com

المعتمد فی المذھب کیف واصحاب المتون قاطبۃ والشروح ماشون علی قولھما (یعنی الطرفین رضی اللہ عنھما) ومشی اصحاب المتون تصحیح التزامی علی ان ما فی المتون والشروح مقدم علی ما فی الفتاوی[1] اھ۔

ہو اور مذہب معتمد علیہ ہو یہ کیونکر ہوسکتا جبکہ تمام اصحاب متون و شروح، طرفین کے قول پر قائم ہیں، اور اصحابِ متون کی طرف سے یہ التزامی تصریح موجود ہے کہ متون و شروح کا بیان فتوٰی کے بیان پر مقدم ہے اھ (ت)

خیر یہاں تک تو ہمارے اصل مذہب پر بنائے سخن تھی مگر مجھے یہاں یہ بیان کرنا ہے کہ نکاح مذکور کو روایت خلاف سے بھی اصلاً تعلق نہیں بلکہ وُہ باتفاق ہمارے تمام ائمہ کے محض ناجائز واقع ہُوا۔ میں اگرچہ اسے متعدد دلائل سے ثابت کرسکتا ہُوں مگر یہاں صرف چند واضح امور پر اقتصار کافی، روایت خلاف کا ہرگز یہ حکم نہیں کہ جنونِ شوہر میں مطلقاً حاکم فوراً اجازتِ نکاحِ ثانی دے دے بلکہ جب جنون نوپیدا ہو تو لازم کہ روزِ مرافعہ سے مرد کو سال بھر کامل کی مہلت دے اگر اس میں اچھا ہوگیا تو اب ہرگز تفریق جائز نہیں، اور نہ اچھا ہُوا تو عورت جب تک پھر دعوٰی نہ کرے حاکم ہرگز حکم نہ دے وُہ بدستور زوج زوجہ رہیں گے۔ ہاں اگر اب عورت پھر دوبارہ خواستگاریِ تفریق کو آئے تو قاضی اُسے اختیار دے کہ چاہے تو اپنے نفس کو اختیار کر یا شوہر کو، اگر اس نے شوہر کو اختیار کیا یا بغیر کچھ کہے چلی گئی یا کھڑی ہوگئی یا قاضی کے سپاہیوں نے اُسے اُٹھا دیا یا قاضی فوراً اُٹھ کھڑا ہُوا تو اب اُسے اصلاً اختیار نہ رہا وُہ ہمیشہ کے لئے اُس کی زوجہ ہے کہ کبھی دعوٰئ تفریق نہیں کرسکتی، اور اگر اُسی جلسہ میں اُس نے اپنے نفس کو اختیار کرلیا تو اب قاضی تفریق کردے، یہ تفریق طلاقِ بائن گنی جائے گی، اس کے بعد عورت ایامِ عدّت پُورے کرکے جس سے چاہے نکاح کرلے، اور ضرور ہے کہ عورت درخواست قاضی مصر یا مدینہ کے حضور پیش کرے وُہ سال بھر کی مدّت دے، اُس کے سوا دُنیا میں کسی کی تاجیل کی معتبر نہیں۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

قال محمد ان کان الجنون حادثا یؤجلہ سنۃ کالعنۃ ثم یخیر المرأۃ بعد الحول اذا لم یبرأ[2] اھ

امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: اگر خاوند کو جنون نیا عارض ہُوا تو اُس کو نامردی کی طرح ایک سال کی مہلت دی جائے گی، پھر سال کے بعد بیوی کو فسخ کا اختیار دیا جائیگا بشرطیکہ وُہ تندرست نہ ہوا ہو اھ (ت)

---

[1] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر القول فی احکام الجمعۃ ادارۃ القرآن کراچی ۲۳۸/۳

[2] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی عشر فی العنین نورانی کتب خانہ پشاور ۵۲۶/۱

Marfat.com

اُسی میں ہے :

جاءت المرأة الی القاضی بعد مضی الاجل والزوج لم یصل الیہا خیرہا القاضی فی الفرقۃ کذا فی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان فان اختارت زوجہا اوقامت عن مجلسہا او اقامہا اعوان القاضی اوقام القاضی قبل ان تختار بطل خیارہا کذا فی المحیط، وھکذا روی عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی عنہ وعلیہ الفتوی کذا فی التاتارخانیۃ ناقلا عن الواقعات، ان اختارت الفرقۃ امر القاضی ان یطلقہا بائنۃ، فان ابی فرق بینہما ھکذا ذکر محمد فی الاصل کذا فی التبیین[1] اھ ملخصا۔

مذکورہ صورت میں عورت سال کے بعد آکر کہے میرا خاوند تندرست نہیں ہُوا، اور خاوند اس دوران جماع نہ کرسکا ہو تو قاضی بیوی کو اس وقت اختیار دے گا، شرح جامع صغیر قاضی خاں میں ایسے ہی ذکر کیا ہے تو قاضی کے اس اختیار پر عورت نے اپنے خاوند کو ترجیح دی یا اس مجلس اختیار سے اُٹھ گئی، یا قاضی کے اہلکاروں نے اسے وہاں سے اٹھایا یا قاضی عورت کے فیصلہ بتانے سے قبل چلا گیا، تو عورت کا اختیار ختم ہو جائے گا، محیط میں ایسے ہی بیان ہے، اور یونہی امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے اور اسی پر فتوٰی ہے۔ تاتارخانیہ میں واقعات سے یونہی منقول ہے، اور اگر مذکورصورتوں کے خلاف عورت نے خاوند سے فُرقت کو ترجیح دی تو قاضی خاوند کو بائنہ طلاق دینے کا حکم صادر کرے گا، اگر خاوند نے طلاق سے انکار کردیا تو پھر قاضی خود دونوں میں تفریق کر دے گا، امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے اصل (مبسوط) میں یُوں ذکر فرمایا، جیساکہ تبیین میں ہے اھ ملخصًا (ت)

اُسی میں ہے :

لایکون ھذا التاجیل الاعند قاضی مصر او مدینۃ فان اجلتہ المرأۃ او اجلہ غیر القاضی لایعتبر ذلک کذا فی فتاوٰی قاضی خان[2]۔

یہ مہلت کا حکم قاضیِ شہر کی موجودگی میں دیا جائیگا' اگر خود عورت نے خاوند کو یہ مہلت دی یا کسی غیر قاضی نے دی ہو تو یہ معتبر نہ ہوگی، جیساکہ فتاوی قاضی خاں میں ہے (ت)

اُسی میں ہے :

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب الثانی عشر فی العنین نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۲۴

[2] " " " " " " " ۱/۵۲۳

Marfat.com

لا تصح ولایۃ القاضی حتی یجتمع فی المولی شرائط الشہادۃ کذا فی الہدایۃ من الاسلام والحریۃ والتکلیف[1] الخ۔

قاضی کی دی ہُوئی مہلت بھی تب معتبر ہوگی جب اس قاضی میں تقرری کے تمام شرائط موجود ہوں، وہ شہادت والے شرائط ہیں یعنی اسلام، آزاد ہونا اور مکلّف ہونا الخ (ت)

ظاہر ہے کہ صورت مظہرۂ سوال میں شوہر کا جنون نَو پیدا تھا کہ بغرضِ ثبوت ہنوز چار ہی مہینے گزرے تھے جواز نکاح ثانی وتحصیل فرقت کا یہ طریقہ ہرگز نہ تھا کہ حاکم اسے نکاح ثانی کی اجازت دے دیتا بلکہ اُس پر فرض تھا کہ ثبوتِ کامل لے کر سال بھر کی مہلت دیتا اُس کے بعد کارروائی مذکور کرتا۔ یہاں نہ سال کی مہلت دی گئی، نہ بعدِ مہلت عورت نے دوبارہ دعوٰی کیا نہ بعد تخییر عورت نے اُسی جلسہ میں اپنے نفس کو اختیار کرنا ظاہر کیا، طرفہ یہ کہ حاکم سرے سے مسلمان بھی نہیں، ایسی کارروائی اصلاً قابلِ اعتبار نہیں ہوسکتی، نہ اس کے سبب وہ زوجیت شوہر اوّل سے باہر آسکتی ہے، نکاح وطلاق ہم مسلمانوں کے دینی ومذہبی معاملات ہیں جن میں ہماری شریعت کے تمام احکام کی مراعات بغیر چارہ نہیں، اگر کوئی زنِ شوہردار کو بے وقوع طلاق وافتراق اجازت نکاح دے دے تو کیا اُسے جائز ہوجائے گا کہ وہ جس سے چاہے نکاح کرلے، حاشا ہرگز روا نہ ہوگا نہ وہ عصمت شوہر سے باہر آئے گی۔ یہاں بعینہٖ یہی صورت واقع ہُوئی، طرہ یہ کہ عورت عدت بھی نہ بیٹھی اجازت سے دس ہی دن بعد نکاح ثانی کرلیا، اس کے حرام ہونے میں کیا شبہہ ہے، ہم ابھی عالمگیری سے نقل کر آئے کہ یہ تفریق طلاق بائن ہوتی ہے اور طلاق میں تین حیض کی عدت فرض۔

قال اللہ تعالٰی والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: عدّت والی عورتیں اپنے آپ تین حیض کامل ہونے تک پابند رکھیں (ت)

بالجملہ یہ دُوسرا نکاح بالیقین ناجائز، اور ہمارے سب ائمہ کے نزدیک یہ وہی چیز جسے قانون حال میں ازدواج مکرر کہتے ہیں، اور کوئی سفیہ سا سفیہ گمان نہیں کرسکتا کہ مرورِ مدّت سے زوجیت زائل ہوگئی اور جو شخص چاہے زوجہ غیر کو لے جائے اور دوچار برس روپوش رکھے، چلئے مرورِ مدّت سے زوجیت زائل ہوگئی اب شوہر کس بنا پر دعوٰی کرسکتا ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، پس عورت پر واجب حتمی ہے کہ اس حرام سے باز آئے اور اپنے شوہر کے سوا دوسرے سے کنارہ کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب ادب القاضی الباب الاول فی تفسیر معنی الادب الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۳۰۷

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۸

Marfat.com

مسئلہ ۲۵۷ ۲۲ محرم الحرام ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا شوہر پیدائشی عنین یعنی نامرد نکلا چنانچہ ڈاکٹر نے اس کا ملاحظہ کیا اور سند نامرد ہونے کی دیدی دریں صورت نکاح اُس کا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے آیا زوجہ شوہر سے محتاج طلاق ہے یا نہیں اور ایسی حالت میں مستحق کسی جزء مہر کی ہوتی ہے یا نہیں اور ڈاکٹری سند ثبوت نامردی کے لئے کافی ہے یا نہیں؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔

الجواب

زوج کا عنین ہونا مانع صحت نکاح نہیں، زوجہ عنین مثل دیگر زنان بے طلاق شوہر سے جُدائی کا اختیار نہیں رکھتی، خلوتِ صحیحہ اگر ہولی تو مہر تمام وکمال پائے گی،

فی التنویر الخلوۃ بلا مانع کالوطء ولو مجبوبا اوعنینا اوخصیا فی ثبوت النسب وتاکد المہر[1] اھ ملتقطا۔

تنویر میں ہے: خلوت میں مانع نہ ہو تو وہ وطی کے حکم میں ہوگی اگرچہ خاوند کا ذکر کٹا ہوا ہو، یا نامرد یا خصی ہو، تو یہ خلوت نسب کے ثبوت اور مہر کو لازم کرنے میں وطی کی طرح ہوگی، اھ، ملتقطا (ت)

سندِ ڈاکٹر محض ناکافی ونامعتبر ہے،

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا[2] الاٰیۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو اس کی وضاحت کرلو الاٰیۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۵۸ از شہر بریلی محلہ کوہاڑا پیر مسئولہ نصیر اللہ صاحب ۶ جمادی الآخرہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت اپنے شوہر کی ناقابلیت بیان کرتی ہے کہ چھ برس کا عرصہ شادی کو ہوا اب تک شوہر میں کوئی مردی نہیں۔ مرد کی ایسی حالت اس کے ورثا کو بھی معلوم ہے مرد خود علاج کراتا رہتا ہے لیکن کوئی علاج مفید نہ ہُوا اب عورت چاہتی ہے میرا عقد دوسرے شخص کے ساتھ ہوجائے مرد کو اُس کے خیال سے تعرض نہیں تو ایسے مرد کے ساتھ نکاح جائز ہُوا یا نہیں، اور اپنا ارادہ کس طرح پُورا کرے، آیا مرد طلاق دے یا کوئی ضرورت نہیں؟

---

[1] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۸

[2] القرآن الکریم ۴۹/۶

Marfat.com

الجواب

نکاحِ مذکور جائز وصحیح ہے، عورت کو ہرگز روا نہیں کہ بے طلاق یا فُرقتِ شرعیہ کے دُوسرے سے نکاح کرلے، اگر کرے گی محض حرام ہوگا۔ مرد جب ہمبستری میں عورت کا حق ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو اُس پر فرض ہے کہ عورت کو طلاق دے دے۔

قال اللہ تعالٰی فامسکوھن بمعروف او سرحوھن بمعروف[1]۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: ایک یا دُو طلاقوں کے بعد بیوی پاس رکھ لو یا بھلائی کے ساتھ آزاد کردو۔ (ت)

بعد طلاق عورت عدّت بیٹھے اگر مرد خلوت کرچکا ہو اگرچہ اُس پر قادر نہ ہُوا ہو، اُس کے بعد جس سے چاہے نکاح کرلے، اور اگر اب تک خلوت نہ ہُوئی تو بعد طلاق فوراً جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے۔

فی الھندیۃ من باب العنین علیھا العدۃ بالاجماع ان کان الزوج قد خلا بھا وان لم یخل بھا فلا عدۃ علیھا[2] الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ ہندیہ میں نامرد کے احکام کے باب میں ہے کہ عورت پر بالاجماع عدّت ہوگی جب خاوند نے خلوت کرلی ہو، اور اگر خلوت نہ پائی ہو تو پھر عورت پر عدّت نہیں ہے الخ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۵۹ از محکمہ پیمائش ضلع گورکھپور مرسلہ منشی فرید احمد صاحب اہلکار پیشی کرنیل ۹ ربیع الاوّل ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مریم دس برس کی تھی اور زید پندرہ برس کا کہ اُنکے والدین نے برضا ورغبت خود ان کا نکاح کردیا جب مریم بالغہ ہوئی تو اُسے ظاہر ہُوا کہ شوہر نامرد ہے اس صورت میں وُہ نکاح ہُوا یا نہیں، اور مریم بے طلاقِ زید کے دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں، اور شوہر طلاق نہ دے تو صورتِ خلاص کیا ہے، اور دعوٰی مہر پہنچتا ہے یا نہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صُورتِ مستفسرہ میں نکاح قطعاً صحیح ہے لصدورھا عن اھلہ فی محلہ (کیونکہ یہ نکاح اپنے محل میں اپنے اہل سے صادر ہُوا ہے۔ ت) اور جب تک زید کی طرف سے طلاق نہ ہو وہ اس کی زوجہ ہے، دُوسرے سے نکاح ہرگز جائز نہیں، قال اللہ تعالٰی والمحصنٰت من النساء[3] (اللہ تعالٰی نے فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۱

[2] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی عشر فی العنین نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۵۲۴

[3] القرآن الکریم ۴/ ۲۴

Marfat.com

عورتوں میں سے منکوحہ عورتیں حرام ہیں۔ت) عقود الدریہ میں ہے:

سئل فی بکر صغیرۃ زوجھا ابوھا من رجل ودخل بھا ثم بلغت رشیدۃ وادعت بہ عنۃ وطلبت التفریق فما الحکم الجواب لا یفرق بینھما بمجرد دعواھا انہ عنین[1] الخ

ان سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی باکرہ نابالغہ بیٹی کا نکاح ایک شخص سے کیا اور خاوند نے جماع کرلیا اس کے بعد وُہ بیٹی بالغ ہُوئی تو اس نے عقل وفہم کے باوجود خاوند کے خلاف نامرد ہونے کا دعوٰی کیا جس میں اس نے تفریق (فسخ نکاح) کا مطالبہ کیا تو ایسی صُورت میں شرعی حکم کیا ہے، تو جواب دیا کہ لڑکی کے محض اس دعوٰی پر کہ خاوند نامرد ہے تفریق نہ ہوگی الخ (ت)

البتہ جب زید اُس پر غیر قادر اور اس کے ادائے حق سے قاصر ہے تو اس پر بنص قطعی قرآن طلاق دینا واجب، اگر یونہی رکھ چھوڑے گا گنہگار ہوگا۔

قال تعالٰی فامساك بمعروف او تسریح باحسان[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: ایک یا دو طلاقوں کے بعد بیوی کو بھلائی کے ساتھ پاس روک لو یا نیکی کے ساتھ آزاد کردو۔ (ت)

پس اگر وُہ طلاق نہ دے تو صُورتِ خلاص یہ ہے کہ مریم و زید کسی عالم دین فقیہ متین کو پنچ کریں،

فی الفتاوی الخیریۃ للعلامۃ خیر الدین الرملی سئل فی العنین اذا جعل بینہ وبین زوجۃ محکمین فاجلوہ سنۃ ومضت ھل لھم ان یفرقوا بینھما اذا طلبت ام لا اجاب نعم یصح التحکیم فی مسئلۃ العنین لانہ لیس بحد ولا قود ولا دیۃ علی العاقلۃ ولھم ان یفرقوا بطلب الزوجۃ، واللہ اعلم[3] اھ قلت وھذا نص یقدم علی استظھار

فتاوٰی خیریہ میں ہے مصنف خیر الدین رملی سے سوال کیا گیا نامرد ہونے کے دعوٰی پر خاوند اور بیوی کے معاملہ میں ثالث بنایا جائے اور وُہ ثالثی والے حضرات خاوند کو ایک سال کی مہلت دیں اور مہلت ختم ہوجائے تو کیا ثالث حضرات اس پر تفریق کا فیصلہ کرسکتے ہیں یا نہیں، تو اُنھوں نے جواب دیا کہ ہاں کرسکتے ہیں کیونکہ یہ نامرد کا معاملہ ہے، حد یا قصاص یا عاقلہ پر دیت کا معاملہ نہیں ہے اس لئے ثالث حضرات کو بیوی کے

---

[1] عقود الدریہ باب العنین حاجی عبدالغفار و پسران قندھار افغانستان ۱/ ۳۲

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۹

[3] فتاوٰی خیریہ باب التحکیم دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۱۶

Marfat.com

العلامۃ امین الدین ابن عابدین اما بالتامل
مع ان ما استظھر بہ لایفیدہ کما اوضحنا
فیما علقناہ علیہ فتبصر۔

مطالبہ پر یہ تفریق جائز ہے، واللہ اعلم اھ ـــ
قلت (میں کہتا ہوں) یہ فقہی نص ہے جو علامہ
ابن عابدین کی رائے پر مقدم ہے لیکن بغور معلوم
ہو رہا ہے کہ ان کی رائے ان کو خود مفید نہیں ہے جیسا کہ ہم
نے وہاں حاشیہ میں واضح کیا ہے تو غور چاہئے۔(ت)

ہندہ اگر اس کے حضور دعوی کرے حکم زید سے جواب لے اگر اپنی نامردی اور مریم پر قدرت نہ پانے کا مقر ہو اُسے آج سے سال بھر کامل کی مہلت دے اور منکر ہو تو عورت ثقہ نمازی پرہیزگار مریم کو دیکھے جب وُہ شہادت دے کہ واقعی مریم ہنوز بکر ہے تو زید کو سال بھر کی مہلت دی جائے اگر وُہ دن ختم ماہ قمری ہو تو سال کے بارہ ۱۲ مہینے تیرہ ۱۳ ہلالوں سے لئے جائیں ورنہ تین سو ساٹھ ۳۶۰ دن شمار کرلیں اور اس مدت میں جتنے دنوں مریم باختیارِ خود زید کے مسکن میں نہ رہے یا اُسے خواہ زید کو ایسا مرض ہو جس میں مجامعت نہ ہوسکے وُہ دن شمار میں نہ آئینگے اور اگر زید ہی اُسے نہ رکھے یا اُس کے پاس نہ آئے تو کچھ مجرا نہ پائے گا یونہی ایام حیض بھی مجرا نہ ہونگے، جب اس طرح سال گزر جائے اور زید مریم پر قدرت نہ پائے مریم پھر حکم کے پاس تفریق وازالہ نکاح کا دعوی کرے حکم پھر زید سے جواب لے اگر معترف ہو یا بحالت انکار پھر کسی عورت معتمدہ نمازی متقیہ کی شہادت معاینہ سے ثابت ہو کہ اب بھی مریم بدستور بکر ہے تو حکم مریم سے پوچھے تو زید کو اختیار کرتی ہے یا اپنے نفس کو اگر کہے زید کو یا بغیر کچھ کہے چلی جائے یا کھڑی ہوجائے یا اُٹھا دی جائے یا حکم اُٹھ کھڑا ہو تو اب اُس کا دعوی باطل اور نکاح لازم ہوگیا اور اگر اُسی جلسہ میں کہہ دے میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو حکم زید کو حکم دے کہ اُسے طلاق دے کہ بحکم شرع تجھ پر طلاق دینی واجب ہے اگر دیدے فبہا ورنہ حکم کہہ دے میں نے تم دونوں میں تفریق کردی فوراً مریم اس کے نکاح سے نکل جائے گی جس سے چاہے نکاح کرلے، پس اگر زید و مریم میں خلوت ہوچکی تو مریم پر عدت اور زید کے ذمہ پورا مہر ورنہ عدت نہیں اور آدھا مہر،

فی تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار
لو وجدتہ عنینا اجل سنۃ قمریۃ
بالاھلۃ علی المذھب ولو اجل
فی اثناء الشھر فبالایام اجماعا
(کل شھر ثلثون یوما)
ورمضان وایام

تنویر الابصار، درمختار اور ردالمحتار میں ہے کہ اگر
بیوی اپنے خاوند کو نامرد پائے تو خاوند کو ایک سال
کی قمری مہینوں کے حساب سے مہلت دی جائے گی،
جیسا کہ مذہب میں ہے، اور اگر مہینہ کے درمیان
مہلت دی گئی تو پھر بالاجماع دنوں کی گنتی بحساب
ہر ماہ تیس دن مہلت شمار ہوگی، اور ماہِ رمضان اور

Marfat.com

حیضها منها وکذا حجه وغیبته لا مدة حجها وغیبتها ومرضه ومرضها ویوجل من وقت الخصومة فان وطیٔ مرة فبها و الابانت بالتفریق من القاضی ان ابی طلاقها بطلبها یتعلق بالجمیع (ای جمیع الافعال وھی فرق واجل وبانت) ولوادعی وانکرته فقالت امرأة ثقة والثنتان احوط ھی بکر خیرت فی مجلسها (ای یخیرھا القاضی) وان اختارته بطل حقها کما لو وجد منها دلیل اعراض بان قامت من مجلسها او اقامها اعوان القاضی او قام القاضی قبل ان تختار شیئا به یفتی لامکانه مع القیام[1] اھ ملتقطا۔

عورت کے حیض کے دن مہلت میں شمار ہوں گے، اور یونہی خاوند کے حج اور غیر حاضری کے ایام مہلت میں شمار ہوں گے، اور بیوی کے حج اور غیر حاضری کے ایام اور خاوند اور بیوی کی بیماری کے ایام مہلت میں شمار نہ ہوں گے، اور مہلت کا شمار دعوٰی پیش ہونے کے وقت سے ہوگا، اس دورانِ مہلت اگر خاوند نے بیوی سے ایک مرتبہ جماع کرلیا تو بہتر ہے ورنہ قاضی کی تفریق سے بیوی بائنہ ہوجائے گی اگرچہ خاوند طلاق دینے سے انکار کردے یہ کارروائی بیوی کے مطالبہ پر ہوگی، عورت کے مطالبہ کا تعلق، تفریق، مہلت اور اس کے بائنہ ہونے، تمام امور سے ہے، اگر مہلت کے دوران خاوند وطی کرنے کا مدعی ہو اور بیوی انکار کرتی ہو تو پھر ثقہ ایک عورت یا دو عورتوں نے کہہ دیا کہ بیوی تاحال باکرہ ہے تو بیوی کو اسی مجلس میں اختیار ہوگا اور یہ اختیار قاضی دے گا، اگر بیوی نے اس موقعہ پر خاوند کو اپنایا تو بیوی کا اختیار ختم ہوجائیگا جس طرح مجلسِ اختیار میں بیوی خاوند سے جدائی کو ناپسند کرتے ہوئے اُٹھ جائے یا قاضی کے عملہ نے بیوی کو اٹھادیا یا قاضی خود اُٹھ کر چلا گیا اور بیوی نے ابھی تک کوئی فیصلہ نہ کیا تھا تو ان تمام صورتوں میں بیوی کا اختیار باطل ہوجائے گا، اسی پر فتوٰی ہے کیونکہ بیوی کے اُٹھ جانے میں یہ امکان موجود ہے اھ ملتقطا (ت)

عالمگیری میں ہے:

ان اختارت الفرقة امر القاضی ان یطلقها بائنة فان ابی فرق بینهما ھکذا ذکر محمد رحمه اللّٰه تعالٰی فی الاصل کذا فی التبیین

اگر بیوی نے فرقت کو پسند کیا تو قاضی خاوند کو بائنہ طلاق دینے کا حکم دے گا، اگر خاوند انکار کردے تو قاضی خود تفریق کردے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے اصل (مبسوط) میں یونہی فرمایا ہے، جیسا

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب العنین مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۴
ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۹۵

Marfat.com

والفرقة تطليقه بائنة كذا فی الکافی ولها المهر کاملا وعليها العدة بالاجماع ان کان الزوج قد خلا بها وان لم يدخل بها فلا عدة عليها ولها نصف المهران کان مسمّی والمتعة ان لم يکن مسمی کذا فی البدائع اھ[1]۔

کر تبیین میں مذکور ہے، اور قاضی کی تفریق بائنہ طلاق قرار پائے گی جیسا کہ کافی میں مذکور ہے۔ بیوی کے لئے کامل مہر ہوگا اور اس پر بالاجماع عدت لازم ہوگی بشرطیکہ خاوند نے خلوت پائی ہو، اور اگر اس نے خلوت بیوی سے نہ کی ہو تو عدت نہ ہوگی اور مہر بھی نصف ہوگا، اور اگر مہر مقررہ نہ تھا تو اس صورت میں صرف (متعہ) جوڑا دیا جائے گا، جیسا کہ بدائع میں مذکور ہے اھ (ت)

اصل حکم یہ ہے پھر اگر زید براہِ شرارت و اضرار زوجہ کسی کو پنچ کرنے پر راضی نہ ہو تو چارۂ کار یہ ہے کہ اُس شہر میں جو عالمِ دین وہاں کے سب اہلِ علم فقہ وعلوم دینیہ میں زائد ہو مریم اُس کے یہاں بطورِ خود دعویٰ مذکور پیش کرے عالم موصوف زید کو بلا کر کارروائی بروجہ مذکور کرے،

فان اعلم البلد لایحتاج فی زماننا فی امثال هذا الی التحکیم کما نص عليه المولی الفاضل سيدی عبد الغنی النابلسی فی الحديقة الندية عن الامام العتابی و عن السيد السمهودی ثم عن المناوی رحمهم الله تعالٰی عليهم اجمعين۔

کیونکہ علاقہ کا بڑا عالم ہمارے زمانہ میں کسی پنچایت کا پابند نہیں یعنی ثالثی کا محتاج نہیں، جیسا کہ فاضل محترم مولانا عبدالغنی نابلسی نے حدیقہ ندیہ میں اس پر تصریح فرماتے ہوئے امام عتابی اور سید سمہودی اور پھر علامہ مناوی رحمہم اللہ تعالٰی علیہم اجمعین سے نقل کیا ہے۔ (ت)

پھر اگر زید کو آنے میں بھی انکار ہو تو عالم ممدوح خود اس کے پاس تکلیف کرے،

فی الهندية يذهب بنفسه اويبعث من يحضره ورسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم فعل کلا النوعين[2] اھ ملخصًا۔

ہندیہ میں ہے خود جائے یا کسی کو بھیج کر طلب کرے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دونوں طریقے اپنائے ہیں اھ ملخصًا (ت)

اور غالبًا ہنوز حکم مسئلہ سے ناواقفی کے باعث اُسے عالم موصوف سے ملنے اور گفتگو کرنے میں باک نہ ہوگا بس صرف اتنا اس سے دریافت کرلے کہ مریم تیری نامردی کی شاکی ہے آیا واقعی ایسا ہی یا نہیں اگر اقرار

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی عشر فی العنین نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۲۴

[2] ؍؍ ؍؍ کتاب ادب القاضی الباب الحادی عشر ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۳/۳۲۵

Marfat.com

کرے سال بھر کی مہلت دے دے اور بحالتِ انکار زنانِ ثقات کو دکھا کر بقائے بکارت کا ثبوت لے کر زید کو مہلت ایک سال کی اطلاع کر دے جب بعد مرورِ مدّت عورت پھر جُدائی چاہے عالم دوبارہ زید کے پاس جائے، بن پڑے تو کارروائی مذکور کرے مگر جب زید کو خواہی نخواہی ایذا و اضرارِ مریم ہی منظور ہے تو بعد سماع مہلت عجب نہیں کہ دوبارہ عالم سے نہ ملے کہ آخر جبر شرعی کی طرف تو کوئی راہ ہی نہیں، اگر ایسی صورت واقع ہو تو مریم اس بار دوم کی کارروائی میں اپنے آپ کو اعانت عالم سے غنی سمجھے اور صرف اُس قدر امداد پر جو اوّل بار بحکم عالم نامردیِ زید ثابت ہو کر مہلت یکساں دی گئی تھی قناعت کرے اب کہ زید عالم سے نہ ملے اور کارروائی آئندہ نہ ہونے دے ہندہ خود کہہ دے کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا اور زید کے نکاح سے باہر آئی مذہبِ صاحبین پر اس قدر بھی کافی ہو جائے گا اور مریم اس کے ظلم سے نجات پائے گی،

فی ردالمحتار تحت قولہ والا بانت بالتفریق من القاضی وقیل یکفی اختیارھا نفسھا ولا یحتاج الی القضاء کخیار العتق قیل وھو الاصح کذا فی غایۃ البیان وجعل فی المجمع الاوّل قول الامام والثانی قولھما نھر، وفی البدائع عن شرح مختصر الطحاوی ان الثانی ظاھر الروایۃ ثم قال وذکر فی بعض المواضع ان ما ذکر فی ظاھر الروایۃ قولھما[1] انتھی۔

ردالمحتار میں ماتن کے قول (ورنہ قاضی کی تفریق سے بائنہ ہو جائے گی) کے تحت بیان کیا کہ بعض نے کہا قاضی کی تفریق کے بجائے بیوی خود اپنے کو علیحدہ قرار دے تو کافی ہے اور قاضی کی ضرورت نہیں، جیسا کہ عتق میں خیار کی صورت میں عورت کو خود کارروائی کا اختیار ہے، بعض نے اس قول کو اصح قرار دیا، جیسا کہ غایۃ البیان میں ہے۔ اور مجمع میں پہلے قول (قاضی کی تفریق) کو امام صاحب رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول اور دوسرے کو صاحبین کا قول قرار دیا ہے نہر۔ اور بدائع میں مختصر الطحاوی کی شرح سے منقول ہے کہ دُوسرا قول ظاہر روایۃ ہے، اور پھر کہا کہ بعض مواقع میں ظاہر روایۃ صاحبین کا قول ہے، اھ۔ (ت)

اقول وقد نص علمائنا ان تقلید الغیر یجوز فی

اقول (میں کہتا ہُوں) ہمارے علمائے نص فرمائی ہے کہ اپنے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی

---

[1] ردالمحتار باب العنین داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۹۵

Marfat.com

مواقع الضرورة وقد قال الله تعالیٰ ماجعل علیکم فی الدین من حرج[1] فما ظنک بالعمل بقول صاحبی الامام المثبت فی ظاھر الروایۃ المذیل بترجیح ما فقد صرحوا انہ لیس فی المذھب قول لاحد غیر الامام الھمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وامّا ماینسب الی الصاحبین او الی احدھما فما ھو الا روایۃ عنہ مال الیھا بعض الاصحاب فنسبت الیہ کما اقسم علیہ الاصحاب بایمان غلاظ شداد کما ذکرہ فی ردالمحتار وغیرھا من الاسفار واللہ یحب التیسیر ولا یرضی بالظلم ولاضرر ولا ضرار فی الاسلام[2] والیہ المشتکی من احوال الزمان، واللہ تعالیٰ اعلم۔

کے علاوہ کی تقلید بوقتِ ضرورت جائز ہے، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے دین میں تنگی نہیں فرمائی۔" تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے دونوں شاگردوں (صاحبین) کے قول پر عمل کے بارے میں تجھے کیا تردد ہو سکتا جبکہ وہ قول ظاہر الروایۃ کے ضمن میں ایک طرح کی ترجیح بھی دامن میں لئے ہوئے ہے فقہائے نے تصریح فرمائی ہے کہ مذہب میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے ماسوا کوئی قول نہیں ہے اور جو صاحبین یا ان میں سے کسی ایک کی طرف منسوب ہے تو وہ بھی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہی قول ہے جو ان سے مروی ہوتا ہے اور بعض شاگرد اس قول کو اپنا لیتے ہیں جیسا کہ اس کو آپ کے شاگردوں نے شدید قسموں کے ذریعے ذکر فرمایا ہے جیسا کہ اس کو ردالمحتار وغیرہ کتب میں بیان کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ آسانی پیدا کرنے کو پسند فرماتا ہے اور ظلم اور ضرر کو اسلام میں پسند نہیں فرماتا، اور اس کے دربار میں ہی زمانہ کے احوال کی شکایت ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۶۰: ۱۱ جمادی الآخرہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نامرد ہے اُس نے اپنی زوجہ کو طلاق دے دی اب وہ مقدمہ جھوٹا بنا کر کچہری چڑھتا ہے کہ ہم نے طلاق نہیں دی ہے کچہری سے حکم ہوا ڈاکٹر معاینہ کرے اُس کا ملاحظہ بھی ہُوا وہ نامرد ہے دو چار شخصوں نے اس کو چڑھا کر نالش کر دی ہے، اس مسئلہ میں کیا حکم ہے؟

الجواب

جب طلاق دے دی اور عدّت گزر گئی طلاق بائن تھی تو عورت نکاح سے نکل گئی اور وہ جھوٹی

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۷۸

[2] المعجم الاوسط حدیث ۵۱۸۹ مکتبۃ المعارف الریاض ۶/ ۹۱

Marfat.com

نالش کرنے سے سخت گنہگار ہُوا، اور اگر طلاق رجعی تھی اور عدّت کے اندر رجعت کرلی تو عورت اُس کے نکاح میں ہے اور نالش میں وُہ گنہ گار نہ ہُوا اگرچہ طلاق نہ دی کہنا نہ چاہئے تھا، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۶۱ ۲۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع بلارعایت کسی کے مسائل مفصلہ ذیل میں، ایک عورت جوان تیئس ۲۳ سالہ کہ جس کا خاوند مدتِ دراز سے مجنون ہے اور اُس کا علاج بھی ہر قسم سے کرایا گیا مگر کچھ افاقہ نہ ہُوا، اور اُس شخص کا جنون حد کو پہنچ گیا کہ جس کو فقہ والے جنون منطبق کہتے ہیں، اور نیز اس مجنون کے پاس کچھ مال واسباب بھی نہیں ہے جس سے اُس عورت کے نان نفقہ کا انتظام ہوسکے، ایسے مجنون کی زوجہ کو ائمہ ثلٰثہ سے کسی امام کے نزدیک خیارِ تفریق ہے یا نہیں اور مسئلہ میں خیارِ تفریق کس امام کے قول پر فتوٰی ہے۔ اگر ضرورت کے وقت مسئلہ شرعی میں دُوسرے امام کے قول پر فتوٰی دیا جائے اور اس پر عمل کیا جائے، چنانچہ فقہ کی کتابوں میں مثلاً شرح وقایہ وہدایہ وشامی وغیرہ میں اکثر مسائل کے اندر صاحبین کے قول کی ترجیح، امام کے قول پر ثابت کرتے ہیں، اور کتب فتاوٰی مثلاً عالمگیریہ وقاضی خاں وغیرہ میں صاحبین کے قول پر فتوٰی دیتے ہیں، آیا یہ بات جائز ہے یا نہیں۔ جن مسائل میں قاضی کی ضرورت ہے تاکہ اُس کے یہاں دعوٰی کیا جائے جیسے مسئلہ عنین وغیرہ میں اور اُس کی جگہ قاضی وحاکم حکم وغیرہ نہیں ہے چنانچہ آجکل عملداری نصارٰی کی ہے تو اس صورت میں مفتی کا فتوٰی قائم مقام ہوسکتا ہے یا نہیں، جواب مسئلہ صاف صاف مع حوالہ کتاب کے مرحمت فرمایا جائے۔

الجواب

ہمارے مذہب میں جنون کی وجہ سے ہرگز تفریق نہیں ہوسکتی۔ درمختار میں ہے:

لایتخیر احد الزوجین بعیب الاٰخر ولو فاحشا کجنون[1] الخ	خاوند بیوی میں سے کسی کو دوسرے میں عیب کی بناء پر اگرچہ وہ عیب جنون کی طرح واضح ہو فسخ کا اختیار نہیں الخ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

وقد تکفل فی الفتح برد ما استدل بہ الائمۃ الثلٰثۃ ومحمد بما لامزید علیہ[2]۔	فتح میں ائمہ ثلٰثہ اور امام محمد رحمہم اللہ تعالٰی کے مؤقف کا خوب رَد کیا جس سے زائد کی گنجائش نہیں ہے (ت)

---

[1] درمختار | باب العنین | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۵۴

[2] ردالمحتار | 〃 | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۵۹۷

Marfat.com

ہمارے علماء سے امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جانبِ خیار گئے اور حاوی قدسی میں حسبِ عادت بر خلاف عامہ متون وشروح وفتاوی اس کی نسبت "بہ ناخذ" (ہمارا یہی مختار ہے۔ ت) بھی لکھ دیا جیسا کہ اُس سے عالمگیریہ میں منقول ہُوا۔ فقیر کے فتاوی میں بتفصیل تام واضح کر دیا گیا ہے کہ ماخوذ و مختار و معتمد و واجب التعویل مذہبِ مہذب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے؛

وان قول الحاوی لخلافه "به ناخذ" قد خالف فیه المذهب وجمهور ائمة المذاهب والدلیل ایضا فان الدلیل مع الامام فلا یلتفت الی خلافه۔

حاوی کا امام صاحب کے قول کے خلاف پر بہ ناخذ (ہمارا یہی مختار ہے) کہنا، یہ مذہب اور جمہور ائمہ مذہب کے خلاف ہے جبکہ دلیل بھی امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہی قوی ہے اس لئے اس کے خلاف کی طرف التفات کی ضرورت نہیں۔ (ت)

بایں ہمہ اگر جنون حادث ہے پیش از نکاح شوہر مجنون نہ تھا بعد کو پیدا ہُوا اور حالتِ ضرورت بلا مکر و فریب و پیروی نفس سچی سچی واقعی متحقق ہے تو قول امام محمد پر عمل ممکن۔

فقد اجاز والتحقق الضرورة الصحیحة تقلید الغیر بشرائط فهذا اولی بالجواز اذ لیس بحمد الله فی المذهب قول خارج عن اقوال الامام کما نص علیه العلماء الکرام و ذکره اصحاب امامنا رضی الله تعالیٰ عنه و عنهم بغلاظ الایمان وشداد الاقسام لا سیما وقد ذیل لما هو اکد الفاظ الافتاء۔

فقہاء کرام نے صحیح ضرورت کی بناء پر دیگر ائمہ کی تقلید کو جائز قرار دیا ہے تو یہاں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کی بطریقِ اُولیٰ اتباع جائز ہوگی کیونکہ بحمدہ تعالیٰ مذہب کا کوئی قول امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول سے خارج نہیں ہے جیسا کہ اس پر علماء کرام نے نص کی ہے، اور اس چیز کو ہمارے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگردوں نے غلیظ حلفوں اور شدید قسموں کے ذریعہ بیان کیا ہے خصوصاً جبکہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے ذیل میں فتوٰی کے پُرتاکید الفاظ کو ذکر کیا گیا ہو۔ (ت)

مگر قول امام محمد یہ نہیں کہ شوہر کو جنون ہو جائے تو عورت بطورِ خود اُس سے فرقت کرکے دوسرے سے نکاح کرلے یہ کسی کے نزدیک جائز نہیں،

لان فیه خلافا عظیما شدیدا اقویا بل اجل واقوی فلا یترجح هذا الجانب الا بالقضاء کما فی العنة بل

کیونکہ اس میں عظیم، قوی اور شدید بلکہ بہت بڑا قوی خلاف ہے، اس لئے اس پہلو کو قاضی کے فیصلہ کے بغیر ترجیح نہیں ہوسکتی، جیسا کہ مسئلہ

Marfat.com

اولیٰ کما لایخفی۔

عنین (نامرد) میں بلکہ اس سے بھی اولیٰ تر، جیسا کہ مخفی نہیں۔ (ت)

بلکہ حکم یہ ہے کہ عورت حاکمِ شرع کے حضور دعوٰی کرے وہ ثبوتِ جنون لے کر روزِ نالش سے ایک سال کامل کی مہلت دے، اگر اس مدت میں شوہر اچھا ہوگیا فبہا، اور اگر اچھا نہ ہوا اور عورت نے بعد انقضائے سال پھر دعوٰی نہ کیا تو وُہ بدستور اُس کی زوجہ ہے، اور اگر پھر رجوع لائی اور حاکم کو ثابت ہوا کہ شوہر ہنوز مجنون ہے تو اب وُہ عورت کو اختیار دے گا کہ چاہے اپنے شوہر کو اختیار کرے یا اپنے نفس کو، اور اگر عورت نے اپنے شوہر کو اختیار کیا یا بغیر کچھ کہے چلی گئی یا کھڑی ہوگئی یا کسی نے اُسے اُٹھا دیا یا حاکم خود اُٹھ کھڑا ہُوا تو اب عورت کو اصلاً اختیار نہ رہا وہ بدستور ہمیشہ اس مجنون کی زوجہ رہے گی، اور اگر مجلس بدلنے سے پہلے عورت نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا تو اب حاکم تفریق کر دے گا اس روز سے عورت طلاق کی عدت بیٹھے بعدہٗ جس سے چاہے نکاح کرے، یہ اُس صورت میں ہے کہ قاضی کو جنون ثابت ہُوا اور اس کا مطبق ہونا ثابت نہ ہُوا، اور اگر حاکم کو ثابت ہو جائے کہ واقعی مدتہائے دراز گزر گئیں کہ یہ شخص مجنون ہے اور آرام نہیں ہوتا جنون اس کا مطبق یعنی ملازم و ممتد ہے تو اب سال کی مہلت نہ دے گا بلکہ فی الفور عورت کو اختیار دے گا کہ چاہے شوہر کو اختیار کرے یا اپنے نفس کو (بیان ہُوئے) ہندیہ میں ہے:

اذا کان بالزوج جنون او برص او جذام فلاخیار لہا کذا فی الکافی قال محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ان کان الجنون حادثا یؤجلہ سنۃ کالعنۃ ثم یخیر المرأۃ بعد الحول اذا لم یبرأ و ان کان مطبقا فھو کالجب وبہ ناخذ کذا فی الحاوی القدسی[1]۔

جب خاوند میں جنون، برص یا جذام جیسی امراض کا عیب ہو تو بھی بیوی کو فسخ کا اختیار نہیں ہے جیسا کہ کافی میں ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا اگر خاوند کو نکاح کے بعد جنون لاحق ہُوا تو نامرد کی طرح اس کو بھی قاضی ایک سال کی مہلت دے گا، پھر سال کے بعد تندرست نہ ہونے پر عورت کو نکاح کے فسخ کا اختیار دیا جائے گا، اور اگر جنون شروع سے چلا آرہا ہو تو اس کا حکم ذکر کٹے کی طرح ہوگا، اور اسی پر ہمارا عمل ہے جیسا کہ حاوی قدسی میں بیان کیا ہے۔ (ت)

عہ یہاں اصل میں بیاض ہے۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی عشر فی العنین نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۲۶

Marfat.com

بہرحال یہ تفریق بے حکمِ حاکمِ شرع نہیں، جہاں قاضیِ شرع نہ ہو وہاں جو عالمِ دین سچا عالم تمام اہلِ شہر میں فقہ کا اعلم ہو ایسے امور میں حاکمِ شرعی ہے،

کما نص علیہ فی الحدیقۃ الندیۃ عن فتاوی الامام العتابی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ۔

جیسا کہ اس پر فتاوٰی امام عتابی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے حدیقۃ الندیہ میں نص کی گئی ہے (ت)

مگر یہ لحاظ لازم ہے کہ عالم کا ایسا فیصلہ اُس کے لئے کسی قانونی دقت کا موجب نہ ہو ورنہ عالم اس سے ضرور احتراز کرے اور یہ لوگ رامپور وغیرہ ریاست اسلامیہ میں چارہ جوئی کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۲ از بہیڑی ۳ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نابالغہ کا نکاح اُس کے باپ نے زید کے ساتھ کیا، اب کئی سال گزرے رخصت بھی ہوگئی مگر زید نامرد نکلا ہندہ اُس کے پاس بدقت تمام کچھ دنوں تک رہی، ہرچند زید سے کہا جاتا ہے طلاق بھی نہیں دیتا اس وقت میں ہندہ کے واسطے چارہ کار کیا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جبکہ زید نے ہندہ پر قدرت نہ پائی اور اس کے ادائے حق واجب میں قاصر رہا تو اس پر شرعاً فرض ہے کہ ہندہ کو طلاق دے دے، اگر نہ دے گا گنہگار رہے گا۔

قال اللہ تعالٰی فامساک بمعروف او تسریح باحسان[1]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: ایک طلاق یا دو طلاقوں کے بعد بیوی کو بھلائی کے ساتھ پاس روک لو یا نیکی کے ساتھ اس کو آزادی دے دو۔ (ت)

اگر زید خدا ناترسی کرکے طلاق نہیں دیتا تو اس کی تدبیر شرع مطہر میں یہ ہے کہ ہندہ حاکمِ شرع کے حضور دعوٰی کرے، حاکم زید سے جواب لے، اگر وہ ہندہ پر اپنے قادر نہ ہونے کا اقرار کرلے فبہا ورنہ حاکم کسی عورت مسلمان نیک پارسا ثقہ معتمدہ ہوشیار کو دکھا کر شہادت لے کہ ہندہ دوشیزہ ہے، بعدہٗ زید کو ایک سال کامل کی مہلت دے، اس سال میں زید ہندہ پر قادر ہوجائے تو بہتر ورنہ عورت پھر دعوٰی کرے اور تفریق چاہے، اب پھر اگر زید خواہ شہادتِ یک عورت مسلمہ ثقہ سے ہندہ کی دوشیزگی ثابت ہو تو حاکم عورت سے دریافت کرے کہ اپنے نفس کو اختیار کرتی ہے یا شوہر کو، اگر عورت شوہر کو اختیار کرے یا اپنے نفس کے اختیار میں تاخیر کرے کہ مجلس بدل جائے تو اب اس کا دعوٰی بالکل ساقط ہوجائے گا، لہذا اسی جلسہ میں

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۹

Marfat.com

فوراً اپنے نفس کو اختیار کرلے اس وقت حاکم زید کو حکم دے وہ اگر مان لے بہتر ورنہ حاکم خود اُن میں تفریق کا حکم کردے، یہ تفریق طلاق بائن ہو جائے گی، بعد مرورِ عدت ہندہ کو اختیار ملے گا جس سے چاہے نکاح کرلے،

فی الدرالمختار لو وجدته عنینا اجل سنة قمریة فان وطئ مرة فیہا والابانت بالتفریق من القاضی ان ابی طلاقہا بطلبہا[1] اھ ملخصًا۔

درمختار میں ہے اگر بیوی خاوند کو نامرد پائے تو قمری مہینوں کے حساب سے سال بھر کی خاوند کو مہلت دی جائے گی، اگر اس دوران میں ایک مرتبہ وطی کرلے تو بہتر، ورنہ عورت کے مطالبہ پر قاضی کی تفریق سے بیوی کو بائنہ طلاق ہوگی اگر خاوند طلاق دینے سے انکار کرے اھ ملخصًا۔ (ت)

یہ ساری کارروائی قاضی شرع کے حضور ہو جسے حاکمِ اسلام نے فصلِ مقدمات پر مقرر کیا ہو،

فی الدر لاعبرة بتاجیل غیر قاضی البلدة[2] (درمختار میں ہے کہ شہر کے قاضی کے علاوہ کسی اور کی مہلت کا اعتبار نہیں ہے۔ ت) اگر اُن کے شہر میں کوئی ایسا قاضی نہ ہو تو زید و ہندہ کسی ذی علم کو پنچ مقرر کریں اس کے یہاں یہ کارروائیاں ہوں،

فی الخیریة یصح التحکیم فی مسئلة العنین لانہ لیس بحد ولا قود ولا دیة علی العاقلة ولہم ان یفرقوا بطلب الزوجة[3]۔

فتاوٰی خیریہ میں ہے نامرد کے مسئلہ میں ثالثی فیصلہ جائز ہے کیونکہ یہ حد، قصاص یا عاقلہ پر دیت کا مسئلہ نہیں ہے، تو ثالث حضرات کو بیوی کے مطالبہ پر تفریق کرنا جائز ہے۔ (ت)

اگر زید کسی کو پنچ بنانے پر راضی نہ ہو تو ہندہ رامپور وغیرہ بلادِ اسلامیہ میں جاکر ایسے قاضی شرع کے یہاں دعوٰی کرے جس کی قضا کو والیٔ اسلام نے اس کے خاص اُس شہر والوں سے مخصوص نہ کردیا ہو،

فان القضاء یقبل التخصیص بالزمان و المکان کما فی الاشباہ وغیرھا۔

کیونکہ قضاء زمانہ اور مکان کے لئے مخصوص ہوسکتی ہے جیسا کہ اشباہ وغیرہ میں ہے۔ (ت)

وہ احکام مذکورہ پر عملدرآمد کرے۔

فی بحرالرائق ورد المحتار وغیرھما من

بحرالرائق، ردالمحتار وغیرہما کتب میں ہے کہ

---

[1] درمختار | باب العنین | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۵۴

[2] ایضًا

[3] فتاوٰی خیریة | باب التحکیم | دارالمعرفة بیروت | ۲/۱۶

Marfat.com

الاسفار ولایشترط ان یکون الستد اعیان عن بلد القاضی[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

دعوٰی کرنے والوں کے لئے ضروری نہیں کہ وہ قاضی کے شہر کے ہوں، الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۶۳: از بریلی محلہ باغ احمد علی خاں متصل بانس منڈی مسئولہ اسحٰق احمد صاحب ۲۴ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نصیبن کا نکاح زید کے ساتھ ہُوا، زید نامرد ہے اور نصیبن خانۂ زوج میں بخوشی اپنی موجود تھی مگر والدین نصیبن مذکور چاہتے ہیں کہ مسمّاۃ مذکورہ اُس سے علیحدہ کرلی جائے، زید سے طلاق لینا واجب ہے یا نہیں، نصیبن کے نکاح کو عرصہ ڈھائی برس کا ہوا شروع نکاح میں صرف تین مرتبہ ہمبستری کا اتفاق ہُوا ازاں بعد نامرد ہوگیا اب نصیبن مذکورہ ناخوش ہے بنائے ناخوشی یہ ہے کہ زید کے باپ نے ایک مکان وقتِ نکاح اس کے نام کردیا تھا اب جبراً واپس لے لیا اور رجسٹری کرالی۔

الجواب

طلاق لینا واجب نہیں، نہ اب بربنائے نامردی دعوٰی ہوسکتا ہے کہ ایک بار چھوڑ تین بار ہمبستری کرچکا ہے، ہاں اگر زید جانتا ہے کہ وہ اس کے ادائے حق سے قاصر ہے تو عنداللہ اُس پر لازم ہے کہ اُسے طلاق دے دے جبکہ وہ اپنا حق جماع چھوڑنے پر راضی نہ ہو،

قال تعالٰی فامساك بمعروف او تسریح باحسان[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: ایک طلاق یا دو طلاق کے بعد بیوی کو بھلائی کے ساتھ پاس روک رکھو یا اسے نیکی کے ساتھ آزاد کردو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۶۴: از بریلی محلہ ملوکپور مسئولہ امانت علی صاحب ۳۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے دو جگہ اپنے نکاح کا پیام بھیجا لڑکی والوں کو تحقیقات سے معلوم ہُوا کہ یہ شخص نامرد ہے تیسری جگہ دھوکہ دے کر ایک لڑکی سے عقد کرلیا اور نامرد ثابت ہوا، پس ایسی حالت میں نکاح جائز ہُوا یا نہیں؟

الجواب

ہاں نکاح ہوگیا، عورت اگر دعوٰی کرے گی تو بعد ثبوتِ نامردی مرد کو سال بھر کامل کی مہلت دی جائیگی

---

[1] بحرالرائق کتاب القاضی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۲۵۷

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۹

Marfat.com

اگر اس مدت میں اس عورت پر قادر ہوگیا فبہا، ورنہ پھر عورت کے دعویٰ کرے اور اب بھی نامردی ثابت ہوجانے پر حاکم عورت کو اختیار دے گا کہ چاہے شوہر کے پاس رہنا مانے یا جُدائی، اگر وُہ فوراً کہے گی کہ جُدائی چاہتی ہوں تو دونوں میں تفریق کردے گا، اُس وقت عورت بعد عدت دوسری جگہ نکاح کرسکے گی' واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۵ از پرتاب گڑھ محلہ سید امین مسئولہ عبدالرب صاحب ۲۶ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

جس عورت کا مرد پانچ چھ سال سے زیادہ تک نامعلوم و بے نشان ہے تو ایسی صورت میں عورت کو اختیار ہے کہ دوسرا شوہر کرلیوے۔ امام مالک شافعی رحمۃ اللہ نے ایک قول کے فرماتے ہیں کہ "جب گزر جائیں چار برس تو تفریق کرادے درمیان میں اُن دونوں کے قاضی، بعد اس کے نکاح کریں زوج ثانی سے۔" اور غرض مستفسر کی یہ ہے کہ برتقدیر جائز ہونے اس مسئلہ کے فسخ نکاح کی کیوں کر قاضی سے کرادی جائے۔ اس زمانہ پُرآشوب میں بباعث حکام غیر مذہب کے احکام قاضی کے بالکل مسدود ہوگئے ہیں پس ایسے وقت میں طریقہ اُس کے فسخ کرنے نکاح کے کیونکر عمل میں لائی جائے گی۔ دوسرے یہ کہ بعد فسخ کرادینے نکاح قاضی کے، آیا اس کے لئے کوئی عدت طلاق یا وفات کی کرنا چاہئے یا کہ بدون عدت کے نکاح ثانی کرلے۔ تیسرے یہ کہ اگر کوئی شخص ضرورت کے وقت بعض مسئلوں میں امام شافعی و امام مالک کے قول پر عمل کرے تو اس صورت میں اُس شخص کو ہمیشہ کے لئے کل مسئلوں میں اس امام کی تقلید لازم ہوتی ہے یا نہیں؟ چوتھے یہ کہ حنفیہ بھی اس فتوے کے موافق فتویٰ دے سکتے ہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

ہمارے مذہب میں وُہ نکاح نہیں کرسکتی جب تک شوہر کی عمر سے ستر سال گزر کر اس کی موت کا حکم نہ دیا جائے اس وقت وہ بعد عدتِ وفات نکاح کرسکے گی یہی مذہب امام احمد کا ہے اور اسی طرف امام شافعی نے رجوع فرمائی۔ امام مالک کہ چار سال مقرر فرماتے ہیں وہ اس کے گم ہونے کے دن سے نہیں بلکہ قاضی کے یہاں مرافعہ کے دن سے، خود امام مالک نے کتاب مدونہ میں تصریح فرمائی کہ مرافعہ سے پہلے اگرچہ بیس برس گزر چکے ہوں اُن کا اعتبار نہیں، ادعائے ضرورت کا علاج تو اُن کے یہاں بھی نہ نکلا، آج تک تو جتنا زمانہ گزرا بیکار ہے اب قاضیِ شرع اگر ہو بھی اور اس کے یہاں مرافعہ کیا جائے اور وُہ شوہر کا مفقود الخبر ہونا تصدیق کرے اُس کے بعد چار برس کی مہلت دے اور پھر اب تک مفقود رہنا تحقیق کرے اُس کے بعد تفریق کرے اور عورت عدت بیٹھے یہ ممتد زمانہ بے شوہر اور بے نان نفقہ کے کیسے گزرے گا' مذہب بھی چھوڑا اور کام بھی نہ نکلا، لہٰذا وُہ کرے جو امیرالمومنین مولا علی کرم اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ھی امرأۃ ابتلیت فلتصبر — یہ ایک عورت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بلا میں مبتلا

Marfat.com

حتی یأتیھا موت او طلاق۔[1] فرمایا ہے اس پر لازم ہے کہ صبر کرے یہاں تک کہ شوہر کی موت حیات ظاہر ہو۔

ضرورتِ صادقہ کے وقت جو کسی مسئلہ میں ائمۂ ثلثہ سے کسی امام کی تقلید کی جاتی ہے صرف اُس مسئلہ میں اُس کے مذہب کی رعایت امورِ واجبہ میں ضرور ہوگی، دیگر مسائل میں اپنے امام ہی کی تقلید کی جائے گی۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے خاوند نے اپنی زوجہ کے قتل کی نیت سے چاقو مارے اور اپنی دانست میں اس کا کام تمام کر دیا تھا مگر قضائے الٰہی سے وُہ زندہ بچ گئی، شوہر بعد میں سزائے جرم میں دس برس کے لئے دریائے شور بھیجا گیا، شوہر نے لفظ طلاق کا کچھ نہیں کہا تھا اب زوجہ محتاج ہے اور کسب پر قادر نہیں، دُوسرے شخص سے وُہ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ وقتِ مقدمہ جب انگریز نے شوہر کو دریائے شور بھیجا تھا اور شوہر نے یہ بیان کیا تھا میں نے تو اُس کو بالکل مار ڈالا تھا' وارثانِ زوجہ نے حاکم سے یہ کہا کہ اس شخص سے زوجہ کو طلاق بھی دلوا دو، تو حاکم نے یہ کہا کہ تم اپنے علماء سے دریافت کرو، باقی مجرم نے تو اپنی زوجہ کو اپنے ذہن میں قتل ہی کر ڈالا تھا' طلاق کے استفسار و طلب کی حاجت کیا ہے' اور واقعی شوہر نے زوجہ کو اس طور مارا تھا کہ اس کا بچ جانا تعجبات سے ہے یعنی زوجہ کی آنتیں وغیرہ سب نکل کے باہر آگئی تھیں فی الجملہ صورتِ مستفسرہ میں ہندہ زوج کے نکاح میں ہے یا نہیں اور دُوسرے سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں اور جس عورت کا شوہر دائم الحبس ہو گیا وُہ نکاح دوسرے سے کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب

بے افتراق بموت یا طلاق دوسرے سے نکاح نہیں ہو سکتا، ہمارے نزدیک غیبت خواہ عسرت کے سبب ادائے نفقہ سے شوہر کا عجز یا تحصیل نفقہ سے عورت کی محرومی باعثِ تفریق نہیں بلکہ شافعیہ وغیرہم کے نزدیک بھی اس جوازِ تفریق کے یہ معنی کہ عورت قاضی شرع کے حضور دعوٰی پیش کرے اور قاضی گواہ شرعی لے کر تفریق کر دے نہ یہ کہ عورت بطور خود جس سے چاہے نکاح کر لے، یہ ہرگز ائمۂ اربعہ

---

[1] مصنفِ عبدالرزاق باب التی لاتعلم مہلک زوجہا المکتبۃ الاسلامی بیروت ۷/ ۹۱-۹۰
حدیث نمبر ۱۲۳۳۰، ۱۲۳۳۲، ۱۲۳۳۴

Marfat.com

سے کسی کا مذہب نہیں، اسی طرح شوہر کا بقصدِ قتل زوجہ پر حربہ کرنا اور اپنے گمان میں اس کا کام تمام کردینا کسی کے نزدیک موجبِ افتراق نہیں، کوئی جاہل سا جاہل بھی ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۶۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی زوجہ منکوحہ جس کی عمر تخمیناً ۲۵ سال کی تھی فوت ہوگئی وہ بوجہ ناقابل ہونے زوجیت کے مباشرت شوہری سے مجبور رہے اندامِ نہانی قابلِ ادخال نہ تھا قدرۃً اس میں قابلیتِ مباشرت نہ تھی زن و شوہر میں کبھی مجامعت نہ ہوئی نہ کوئی اولاد پیدا ہوئی پس اس زوجہ کے شوہر پر کیا کیا حقوق عائد ہوسکتے ہیں اور شوہر متروکہ منقولہ و غیر منقولہ زوجہ میں کیا حقوق شرعی رکھتا ہے یا دونوں ایک دوسرے کی مالیت میں کچھ حق نہیں رکھتے یا فلاں اس قدر رکھتا ہے اور فلاں اس قدر یا فلاں بالکل حق نہیں رکھتا اور فلاں رکھتا ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مسئولہ میں زن و شوہر کے باہمی حقوق ویسے ہی ہوتے ہیں جیسے زنِ قابلِ جماع کے ساتھ صرف فرق اتنا ہے کہ اگر فرج داخل میں بقدرِ حشفہ ادخال ناممکن تھا اور ایسی حالت میں شوہر طلاق دیتا تو نصف مہر لازم آتا اگرچہ خلوت کرچکا ہوتا کہ وہ خلوت بوجہ مانعِ خلوت صحیحہ نہ تھی اور عدت جب بھی لازم آتی اور عورت کا نفقہ بھی شوہر پر لازم آتا اب کہ عورت کا انتقال ہوگیا اس کا کل مہر ذمۂ شوہر واجب الادا ہوگیا اور عورت کا نصف ترکہ شوہر کو وراثۃً پہنچے گا کہ ایسی عورت کے ساتھ نکاح شرعاً صحیح بلکہ لازم ہوتا ہے کہ شوہر دعوٰی فسخ نہیں کرسکتا۔ درمختار میں ہے:

لایتخیر احد الزوجین بعیب الاٰخر ولو فاحشا کجنون وجذام ورتق وقرن[1]۔

فحش عیب ہو تو بھی خاوند بیوی میں سے کسی کو دوسرے میں عیب کی بناء پر فسخِ نکاح کا اختیار نہیں، مثلاً جنون۔ جذام، بیوی کی شرمگاہ میں تنگی یا ہڈی ہو۔ (ت)

اُسی میں ہے:

الخلوۃ بلامانع کرتق وقرن وعقل کالوطئ فی تاکد المھر و تجب العدۃ فی الکل ولو فاسدۃ و

خلوت جس میں مانعِ جماع نہ پایا جائے مثلاً عورت کی شرمگاہ میں تنگی یا ہڈی وغیرہ ہو تو ایسی خلوت وطئ کے حکم میں ہوگی جس سے مہر لازم ہوجائے گا

---

[1] درمختار باب العنین مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۴

Marfat.com

الموت ایضًا کالوطئ فی حق العدۃ والمھر[1] اھ ملتقطا۔

عدت واجب ہوگی اگرچہ نکاح فاسد ہو، اور موت وطی کی طرح ہے اس سے بھی مہر اور عدت لازم ہوگی، اھ ملتقطا (ت)

اُسی میں ہے:

النفقۃ تجب للزوجۃ بنکاح صحیح ولو رتقاء اوقرناء اوکبیرۃ لاتوطأ[2] (ملخصًا)

بیوی کے لئے نفقہ واجب ہے جب نکاح صحیح ہو خواہ بیوی کی شرمگاہ میں ہڈی یا غدود کی وجہ سے تنگی ہو، یا بڑھاپے کی وجہ سے جماع کے قابل نہ ہو (ملخصًا) (ت)

اسی میں ہے:

یستحق الارث بنکاح صحیح لافاسد ولاباطل[3] (ملخصًا)۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

صحیح نکاح میں وراثت کا استحقاق ہوتا ہے فاسد یا باطل نکاح میں نہیں (ملخصًا) واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار باب المهر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۸
[2] درمختار باب النفقہ " " " ۱/۲۶۷-۲۶۶
[3] درمختار کتاب الفرائض " " " ۲/۳۵۲

Marfat.com

بابُ الکنایۃ

(طلاق کنایہ کا بیان)

رحیق الاحقاق فی کلمات الطلاق

۱۳۱۱ھ

(طلاق بائن کے الفاظ کی تعداد اور ان کی تفصیل کے بیان میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۲۶۸ از بڑودہ ضلع گجرات کلاں ٹھکانہ پائیگاہ قاسم حالہ مرسلہ غلام حسین حالہ ۱۱ جمادی الاخری ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں عالم شریعت محمدی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مسئلہ میں ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا، چند روز کے بعد اُس کے خاوند نے طلاق بائن دی جائز ہے یا نہیں؟ عورت فاحشہ ہے خاوند نے طلاق بائن دیا جائز ہے یا نہیں؟ طلاق بائن کس کو کہتے ہیں؟ طلاق بائن کا کیا طریقہ ہے؟ طلاق بائن کس طور سے دیتے ہیں؟ جس وقت چاہے خاوند اپنی عورت کو طلاق بائن دے سکتا ہے یا نہیں؟ مع مہر و نام کتاب عبارت عربی ترجمہ اردو، خلاصہ تحریر فرمائیے، اس کا اجر آپ کو خداوند کریم عطا کرے گا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بائن وُہ طلاق جس کے سبب عورت فوراً نکاح سے نکل جائے، اگر بعد نکاح ابھی وطی وجماع کی نوبت نہ پہنچی اگرچہ خلوت ہو چکی ہو تو طلاق دی جائے بائن ہی ہو گی۔

Marfat.com

فی التنویر والدر ورد المحتار الخلوۃ لاتکون کالوطی فی حق الرجعۃ ای لارجعۃ لہ بعد الطلاق الصریح بعد الخلوۃ بحر ای لوقوع الطلاق بائنا[1] اھ بالالتقاط۔

تنویر، در، ردالمحتار میں ہے کہ بیوی سے رجوع کے معاملہ میں خلوت، وطی کی طرح نہیں، یعنی خلوت کے بعد اور جماع سے پہلے طلاق دی ہو تو اس صریح طلاق کے بعد بیوی سے رجوع نہیں ہوسکتا ہے، بحر ——— کیونکہ صریح طلاق قبل از جماع بائنہ ہوتی ہے اھ ملتقطا (ت)

یونہی جب طلاقیں تین تک پہنچ جائیں خواہ ایک بار میں خواہ دس برس میں، تو وہ بھی بائن ہوجاتی ہیں بلکہ وہ بائن کی قسم اکبر ہیں کہ پھر بے حلالہ اس سے نکاح نہیں ہوسکتا۔ بائن کی تیسری صورت وہ طلاق کہ مال کے بدلے دی جائے مثلاً شوہر نے کہا میں نے بعوض ہزار روپیہ کے تجھے طلاق دی یا تیرے مہر کے بدلے طلاق دی، اور عورت نے قبول کرلیا، یا عورت نے کہا میں نے اپنے مہر یا فلاں قرض سے تجھے بری کیا اس شرط پر کہ تو مجھے طلاق دے دے، مرد نے دے دی، یا مرد نے کہا جتنے حق عورتوں کے شوہروں پر ہوتے ہیں اُن سب سے مجھے بری کر، اس نے کہا بری کیا، اس نے فوراً کہا میں نے طلاق دی کہ اس میں اگرچہ صراحۃً ذکرِ عوض نہ تھا مگر صورتِ حال دلیل معاوضہ ہے،

فی التنویر الواقع بالطلاق علی مال طلاق بائن[2] اھ وفی ردالمحتار اراد بالمال مایشمل الابراء منہ حتی لوقالت ابرأتک عمالی علیک علی طلاقی ففعل برئ و بانت، بحر عن البزازیۃ وفی الفتح اٰخر الباب قال ابرئینی من کل حق یکون للنساء علی الرجال ففعلت فقال فی فورہ طلقتک وھی مدخول بھا یقع بائنا لانہ بعوض[3]۔

تنویر میں ہے کہ مال کے عوض طلاق، بائنہ طلاق ہوگی اھ، اور ردالمحتار میں ہے کہ مال سے مراد عام ہے نقد ہو یا خاوند کے ذمہ اگر بیوی کا مال ہو مثلاً مہر وغیرہ تو طلاق کے عوض بیوی کا خاوند کو اپنے حق سے بری کرنا حتی کہ اگر بیوی نے کہہ دیا کہ طلاق کے عوض میں تجھے اپنے حق سے بری کرتی ہوں، اور اس نے طلاق دے دی تو یہ طلاق بائنہ ہوگی، بحر نے اس کو بزازیہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے، اور فتح میں اس باب کے آخر میں ہے خاوند نے کہا تو مجھے ہر ایسے حق سے بری کردے جو عورتوں کا مردوں کے ذمہ ہوتا ہے، اور بیوی نے ایسے کردیا تو خاوند نے فوری طور پر کہہ دیا میں نے تجھے طلاق دی، اگر بیوی مدخولہ ہو تو یہ طلاق بائنہ

[1] ردالمحتار	باب المہر	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۳۴۲
[2] درمختار	باب الخلع	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۲۴۵
[3] ردالمحتار	باب الخلع	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۵۶۰

Marfat.com

ہو گی کیونکہ یہ طلاق بالعوض ہے۔ (ت)
چوتھی جو طلاق کسی قسم کی دی گئی اور بغیر رجعت ہوئے عدت گزر گئی وہ طلاق بھی بائن ہو گئی۔ ان چاروں صورتوں میں کسی لفظ کی تخصیص نہیں سب الفاظ ایک ہی حکم رکھتے ہیں۔
پانچویں یہ کہ عورت سے جماع ہولے اس کے بعد طلاق دے اور گنتی بھی تین تک نہ پہنچے، نہ مال کے بدلے طلاق ہو نہ عدت گزرے، بااینہمہ طلاق دیتے ہی بائن ہو جائے اس کے لئے الفاظ مقرر ہیں کہ ان لفظوں سے کہا تو بائن ہو گی اور ان سے کہا تو رجعی کہ عدت کے اندر رجعت کا اختیار دیا جائیگا مثلاً اگر زبان سے کہہ لے کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھیر لیا تو عورت نکاح سے نکلنے نہ پائے گی بدستور زوجہ رہے گی اور حکمِ طلاق زائل نہ ہو گا۔

بائن کے بعض الفاظ یہ ہیں:

جا[1]، نکل[2]، چل[3]، روانہ ہو[4]، اُٹھ[5]، کھڑی ہو[6]، پردہ کر[7]، دوپٹہ اوڑھ[8]، نقاب ڈال[9]، ہٹ[10]، سرک[11]، جگہ[12] چھوڑ، گھر[13] خالی کر، دور[14] ہو، چل[15] دور، اے[16] خالی، اے[17] بری (بفتح با)، اے[18] جدا، تو مجھ[19] سے جدا ہے، میں نے تجھے[20] بے قید کیا، میں[21] نے تجھ سے مفارقت کی، تو[22] جدا ہے،

فی الدر فنحو اخرجی واذھبی وقومی تقنعی، تخمری، استتری، انتقلی، انطلقی، اغربی، اعزبی، من العزبة او من العزوبة یحتمل ردا، ونحو خلیة، بریة، حرام بائن، ومرادفھا کبتة بتلة یصلح سبا، انت حرة، سرحتك، فارقتك لا یحتمل السب والرد، ففی حالة الرضی تتوقف الاقسام علی نیة (ملتقطا)۔

دُر میں ہے: نکل جا، چلی جا، کھڑی ہو جا، پردہ کر، دوپٹہ اوڑھ، ہٹ جا، جگہ چھوڑ، دُور ہو، خالی ہو۔ اغربی یا اعزبی غربت یا عزوبت سے ہے، یہ الفاظ جواب کا بھی احتمال رکھتے ہیں، اور اکیلی، اے بری یا حرام یا بائنہ، یہ الفاظ اور ان کے ہم معنیٰ جیسے، تو مجھ سے جُدا ہے، میں نے تجھے آزادی دی، ڈانٹ کا احتمال بھی رکھتے ہیں، اور، تو مجھ سے آزاد ہے، میں نے تجھے بے قید کیا، میں نے تجھ سے مفارقت کی، یہ الفاظ ڈانٹ اور جواب کا احتمال نہیں رکھتے۔ یہ تمام اقسام رضا کی حالت میں کہے ہوں تو نیت پر موقوف ہوں گے۔ (ت)

ل؎ درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۴

Marfat.com

رستہ ناپ[۲۳]، اپنی راہ لے[۲۴] کنایتان عن الذھاب (یہ دونوں کنایہ ہیں، جانے سے۔ ت)
کالا منہ کر[۲۵]، چال دکھا[۲۶]، چلتی بن[۲۷]، چلتی نظر آ[۲۸]، دفع ہو[۲۹]، دال فے عین ہو[۳۰]، رفو چکر ہو[۳۱]، پنجرا خالی کر[۳۲]، ہٹ سے کے سٹر[۳۳]،
اپنی صورت گما[۳۴]، بستر اٹھا[۳۵]، اپنا سو جھتا دیکھ[۳۶]، اپنی گھٹری باندھ[۳۷]، اپنی نجاست الگ پھیلا[۳۸]، تشریف[۳۹]
لے جائیے، تشریف کا ٹوکرا لے جائیے[۴۰]، جہاں سینگ سماتے جا[۴۱]، اپنا مانگ کھا[۴۲]، بہت ہوچکی اب مہربانی[۴۳]
فرمائیے، کلھا کنایۃ عن البعد والذھاب (یہ سب دُور ہونے اور جانے سے، کنایہ ہیں۔ ت)
اے بے علاقہ ہو[۴۴] کقولہ بتۃ بتلۃ ("بے علاقہ ہو" کہا تو بتۃ اور بتلۃ کی طرح ہے۔ ت) منہ چھپا ہو[۴۵]،
کقولہ تقنعی تخمری استتری (پردہ کر، اوڑھنی لے، نقاب ڈال، کی طرح ہیں۔ ت) جہنم میں جا[۴۶]،
چولھے میں جا[۴۷]، بھاڑ میں پڑ[۴۸]،

فی فروع الدر اذھبی الی جھنم یقع ان نوی خلاصۃ[۱]

دُر کے فروعی مسائل میں ہے، جہنم میں جا، کہا، اگر طلاق کی نیت کی تو طلاق ہوجائے گی، خلاصہ (ت)

میرے پاس سے چل[۴۹]، اپنی مراد پر فتحمند ہو[۵۰]، میں نے نکاح فسخ کیا[۵۱]، تو مجھ پر مثل مردار یا سؤر یا شراب[۵۲] کے ہے[۵۳]

فیھا ایضا وکذا ذھبی عنی وافلحی وفسخت النکاح وانت علی کالمیتۃ او کلحم الخنزیر او حرام کالماء[۲]

اسی میں ہے اور یوں ہی اگر کہا میرے پاس سے چلی جا، اپنی مراد پہ کامیاب ہو، میں نے نکاح فسخ کیا، تو مجھ پر مردار کی طرح ہے، تو مجھ پر خنزیر کی طرح یا شراب کی طرح ہے۔ (ت)

نہ مثل بھنگ یا افیون یا مال فلاں یا زوجہ فلاں کے،

فی ردالمحتار تحت قول الدر انت علی کالمیتۃ والمراد التشبیہ بما ھو محرم العین کالخمر والخنزیر والمیتۃ فالحکم فیہ کالحکم فی انت علی حرام بخلاف مالو قال انت علی کمتاع فلان فلا یقع وان نوی افادہ فی الذخیرۃ[۳]

ردالمحتار میں درمختار کے قول "تو مجھ پر مردار کی طرح ہے" سے مراد ہر وہ چیز ہے جو قطعی حرام ہے جیسے شراب، خنزیر اور مردار۔ ان کا حکم وہی ہے جو "تو مجھ پر حرام ہے" کا ہے، اس کے بخلاف اگر اس نے کہا "تو مجھ پر فلاں کے مال کی طرح ہے" اس میں نیت کی ہو تب بھی طلاق نہ ہوگی، ذخیرہ میں یہ افادہ کیا۔ (ت)

---

[۱] و [۲] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۶
[۳] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۷۴

Marfat.com

تو مثل میری ماں[55] یا بہن[56] یا بیٹی[57] کے ہے اور یُوں کہا کہ تُو ماں بہن بیٹی ہے تو گناہ کے سوا کچھ نہیں،

فی الدر وان نوی بانت علی مثل امی اوکامی وکذا لو حذف علیٰ خانیۃ برا او ظھارا او طلاقا صحت نیتہ ووقع مانواہ لانہ کنایۃ والا ینوشیئا او حذف الکاف لغا و تعین الادنی ای البریعنی الکرامۃ ویکرہ قولہ انت امی ویابنتی و یا اختی و نحوہ۔[1]

دُر میں ہے اگر بیوی کو کہا "تو مجھ پر میری ماں کی طرح لفظ مثل یا کاف کو تشبیہ کے لئے ذکر کیا، اور یونہی اگر لفظ علیٰ (مجھ پر) کو حذف کر دیا ہو اور خدمت یا ظہار یا طلاق جو بھی نیت کرے گا وہی حکم ہوگا، ہر ایک کی نیت صحیح ہوگی کیونکہ یہ لفظ کنایہ ہے، اور کچھ بھی نیت نہ تھی یا تشبیہ کے لفظ کو حذف کر دیا ہو تو یہ لغو کلام ہوگا اور صرف ادنیٰ معنی یعنی خدمت وکرامت مراد ہوگا، اور "تو میری ماں ہے اور اے میری بیٹی اے میری بہن" جیسے الفاظ مکروہ ہیں۔ (ت)

تیری[59] گلو خلاصی ہوئی، تو خالص[60] ہوئی فی رد المحتار انت خالصۃ[2] (ردالمحتار میں ہے: تُو خالص ہوئی۔ت)

حلال[61] خدا، یا حلال[62] مسلمانان، یا ہر[63] حلال مجھ پر حرام، تو میرے[64] ساتھ حرام میں ہے،

الکل فی الشامی کما یأتی صریحا وخالف فیھا المتاخرون ائمتنا المتقدمین فقالوا لا احاجۃ الی النیۃ لانہ المتعارف قلت وفی بلادنا قد انعدم التعارف فآل الامر الی ماکان علیہ قال الشامی ان المتاخرین خالفوا لعرف الحادث فیتوقف الاٰن وقوع البائن بہ علی وجود العرف۔

یہ تمام فتاویٰ شامی میں ہے جیسا کہ آئندہ صراحۃً آئے گا، ان میں متاخرین فقہائے نے ہمارے متقدمین ائمہ کی مخالفت کی ہے اور کہا ان الفاظ میں نیت کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ طلاق میں عُرف بن چکے ہیں، قلت (میں کہتا ہوں) ہمارے علاقہ میں یہ عُرف نہیں ہے تو یہ الفاظ اب اپنے اصل پر لوٹ آئیں گے، علامہ شامی نے فرمایا: متاخرین نے جدید عُرف کی بنا پر خلاف کیا تو اس کے ساتھ وقوع بائن وجود عرف پر موقوف ہوگا۔ (ت)

میں[65] نے تجھے تیرے ہاتھ بیچا اگر کسی عوض کا ذکر نہ کرے،

فی ردالمحتار عن الخانیۃ ولو قال بعت نفسک منک فقالت اشتریت یقع

ردالمحتار میں خانیہ سے منقول ہے کہ اگر خاوند نے بیوی کو کہا کہ "میں نے تجھے تیرے پاس فروخت کیا" تو

---

[1] درمختار — باب الظہار — مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۴۹

[2] ردالمحتار — باب الکنایات — داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۶۲

Marfat.com

طلاق بائن لان بیع نفسها تملیك النفس من المرأة و ملك النفس لایحصل الا بالبائن فیکون بائنا[1] اھ۔

بیوی نے کہا میں نے خریدا ، تو بائنہ طلاق ہو جائیگی، کیونکہ بیوی کو اس کے پاس فروخت کرنا بیوی کو اپنے نفس کا مالک بنانا ہے نفس کی ملکیت بیوی کو بغیر بائنہ طلاق کے حاصل نہیں ہوسکتی ، لہذا بائنہ طلاق ہوگی اھ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں) یہاں عورت کے اس کہنے کی بھی حاجت نہیں کہ میں نے خریدا ،

لانه تملیك نفسها منها وھی لاتملك نفسها الا بالبائن بخلاف ماسیجئ من قوله بعت منك طلاقك فانه تملیك الطلاق منها فکان تفویضا فاشترط قبولها۔

کیونکہ یہ بیوی کو اپنے نفس کا مالک قرار دینا ہے تو بیوی اپنے نفس کی مالک بائنہ طلاق کے بغیر نہیں بن سکتی، اس کے بخلاف جو آئندہ عنقریب آئے گا کہ خاوند اگر یوں کہے "میں نے تجھے تیری طلاق فروخت کی"، تو یہ طلاق کا مالک بنانا ہُوا لہذا یہ خاوند کا بیوی کو طلاق تفویض کرنا ہے جس میں بیوی کا قبول کرنا شرط ہے۔ (ت)

۶۶ میں تجھ سے باز آیا ، ۶۷ میں تجھ سے درگزرا فی ردالمحتار عدیت عنها[2] (ردالمحتار میں ہے : میں تجھ سے درگزرا۔ ت) ۶۸ تُو میرے کام کی نہیں ، ۶۹ میرے مطلب کی نہیں ، ۷۰ میرے مصرف کی نہیں کما حققناہ علی ھامش ردالمحتار (جیساکہ ہم نے ردالمحتار کے حاشیہ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) ۷۱ مجھے تجھ پر کوئی راہ نہیں ، ۷۲ کچھ قابو نہیں ، ۷۳ ملک نہیں ، ۷۴ میں نے تیری راہ خالی کردی ، ۷۵ تو میری ملک سے نکل گئی ، ۷۶ میں نے تجھ سے خلع کیا ، ۷۷ اپنے میکے بیٹھ ، ۷۸ تیری باگ ڈھیلی کی ، ۷۹ تیری رسّی چھوڑدی ، ۸۰ تیری لگام اتارلی ، ۸۱ اپنے رفیقوں سے جا مل ،

فی الھندیة وألحق ابویوسف رحمه الله تعالٰی بخلیة وبریة وبتة وبائن و حرام اربعة اخری ذکرھا السرخسی فی المبسوط وقاضی خان فی شرح الجامع الصغیر واخرون وھی لاسبیل لی علیك ، لاملك لی علیك ، خلیت سبیلك ، فارقتك ، ولارواية فی خرجت من ملکی قالوا ھو

ہندیہ میں ہے امام ابویوسف رحمہ اللہ نے خلیۃ ، بریۃ ، بتۃ ، بائن اور حرام ، کے الفاظ کے ساتھ دیگر چار الفاظ کو ملحق کیا ہے ان دیگر چاروں کو امام سرخسی نے مبسوط میں اور قاضیخان نے شرح جامع صغیر میں اور دوسرے حضرات نے ذکر کیا ہے وہ لاسبیل لی علیك (مجھے تجھ پر چارہ نہیں) ، لاملك لی علیك (تجھ پر میری ملکیت نہیں) ، خلیت سبیلك (میں نے تیرا راستہ آزاد کیا) ، فارقتك (میں نے تجھ سے مفارقت کی) ،

---

[1] ردالمحتار باب الخلع قولہ کبعت نفسک مطبع مجتبائی دہلی ۲/۵۵۹

[2] ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۶۲

Marfat.com

بمنزلة خليت سبيلك، وفي الينابيع الحق ابويوسف رحمه الله تعالٰى بالخمسة ستة اخرى وهي الاربعة المتقدمة وزاد خالعتك والحقي باهلك هكذا في غاية السروجي[1]، اھ، قلت وهو في حديث المستعيذة وفيها ايضا، وفي قوله حبلك على غاربك لا يقع الطلاق الا بالنية كذا في فتاوٰى قاضي خان وانتقلي وانطلقي كالحقي وفي البزازية وفي الحقي برفقتك يقع اذا نوى كذا في البحر الرائق[2]

اور خرجت من ملکی (تُو میری ملکیت سے نکل گئی) میں کوئی روایت نہیں ہے، اور فقہاء نے فرمایا یہ بمنزلہ "خلیت سبیلك" کے ہے۔ اور ینابیع میں ہے امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی نے پانچ الفاظ کے ساتھ مزید چھ الفاظ ملحق فرمائے ہیں اور وُہ چار پہلے ذکر شدہ اور دو مزید اور وہ خالعتك (میں نے تجھ سے خلع کیا) الحقی باھلك (اپنے خاندان میں چلی جا)، غایۃ السروجی میں یُونہی مذکور ہے اھ، قلت (میں کہتا ہُوں) یہ بات پناہ طلب کرنے والی میں ہے۔ اور اسی غایۃ السروجی میں یہ بھی ہے کہ اگر خاوند نے بیوی کو کہا "تیری ڈوری تیرے کندھے پر ہے"، تو نیّت کے بغیر طلاق نہ ہوگی، جیسا کہ فتاوٰی قاضی خاں میں ہے تُو منتقل ہو، تو جا، الحقی کی طرح ہے ۔ اور بزازیہ میں ہے اگر یُوں کہا "تُو اپنے دوستوں سے مل جا" نیّت کی تو طلاق ہوجائے گی، بحرالرائق میں یونہی ہے۔ (ت)

مجھے تجھ پر کچھ اختیار نہیں[۲۲] ھو کقوله لا سبیل لی علیك (جیسا کہ اس کا قول "مجھے تجھ پر چارہ نہیں"۔ت)

خاوند تلاش کر[۲۳]

فی الھندیة وابتغی الازواج تقع واحدة بائنة ان نواھا[عہ] واثنتین وثلث ان نواھا هكذا في شرح الوقاية[3]۔

اور ہندیہ میں ہے اگر یُوں کہا "تو خاوند تلاش کر" ایک بائنہ طلاق ہوگی اگر نیّت کی ہو، یا دو اور تین ہونگی اگر ان کی نیت کی ہو، شرح وقایہ میں ایسے ہی ہے (ت)

عہ قابلت عبارة عن اصل الهندية فوجدتها هكذا او ثنتان وثلث ۱۲ حامد رضا غفرله۔

عہ میں نے ہندیہ کے اصل قلمی نسخہ سے مقابلہ کیا تو میں نے وہاں یُوں عبارت پائی اور دو اور تین ۱۲ حامد رضا غفرلہ (ت)

---

[1] و [2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۵

[3] ایضاً

Marfat.com

مجھے تیری[4] حاجت نہیں، مجھے تجھ سے سروکار[2] نہیں، تجھ سے[3] مجھے کام نہیں، غرض[4] نہیں، مطلب[5] نہیں، تو مجھے درکار[6] نہیں، تجھ سے[7] مجھے رغبت نہیں، میں[8] تجھے نہیں چاہتا، یہ محض مہمل ہیں اگرچہ نیت کرے،

فی الھندیۃ ولوقال لاحاجۃ لی فیک ینوی الطلاق فلیس بطلاق کذا فی السراج الوھاج واذاقال لاارید ک اولا احبک اولا اشتھیک اولا رغبۃ لی فیک فانہ لایقع وان نوی فی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی کذا فی بحرالرائق[1]۔

ہندیہ میں ہے اگر کہا "مجھے تجھ میں حاجت نہیں ہے" طلاق کی نیت کی ہو تو طلاق نہ ہوگی، جیساکہ سراج وہاج میں مذکور ہے، اور جب یُوں کہا "میں تجھے نہیں چاہتا" یا "میں تجھے پسند نہیں کرتا" یا "میں تجھ میں خواہش نہیں رکھتا" یا "مجھے تجھ میں دلچسپی نہیں" تو طلاق نہ ہوگی اگرچہ نیت کی ہو، یہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول ہے، بحرالرائق نے ایسے ہی بیان کیا۔ (ت)

میں[8] تجھ سے جُدا ہُوں یا ہُوا (فقط میں جُدا ہُوں یا ہُوا کافی نہیں اگرچہ بہ نیت طلاق کہے)

فی الھندیۃ ولوقال انا منک بائن ونوی الطلاق یقع ولوقال انا بائن ولم یقل منک لایقع وان نوی کذا فی محیط السرخسی[2]۔

ہندیہ میں ہے اگر یوں کہا، میں تجھ سے بائن ہوں اور طلاق کی نیت کی تو طلاق ہوجائے گی، اور اگر صرف میں بائن ہوں، اور، تجھ سے، نہ کہا تو نیت کے باوجود طلاق نہ ہوگی، محیط سرخسی میں ایسے ہی مذکور ہے۔ (ت)

میں[6] نے تجھے جُدا کردیا، میں نے تجھ سے جُدائی کی، تو خود[7] مختار ہے، تو آزاد[8] ہے،

فی الھندیۃ ولوقال فی حال مذاکرۃ الطلاق باینتک او ابنتک او ابنت منک او انت سائبۃ او انت حرۃ یقع الطلاق وان قال لم انوالطلاق لایصدق قضاء[3]۔

ہندیہ میں ہے اگر حالت مذاکرہ طلاق میں، میں تجھ سے جُدا ہوں، میں نے تجھ کو جدا کیا، میں تجھ سے جُدا ہوا، تو سائبہ ہے یا تو آزاد ہے، تو طلاق ہوجائے گی اور اگر وُہ کہے کہ میں نے طلاق کی نیت نہیں کی تو قضاءً اس کی تصدیق نہ کی جائے گی (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۵

[2] ایضاً

[3] ایضاً

Marfat.com

[89] مجھ میں تجھ میں نکاح نہیں، [90] مجھ میں تجھ میں نکاح باقی نہ رہا،

فی الهندیة ولو قال لها لا نکاح بینی و بینك او قال لم یبق بینی و بینك نکاح یقع الطلاق اذا نوی کذا فی فتاوٰی قاضی خان۔[1]

ہندیہ میں ہے اگر کہا، تجھ میں مجھ میں نکاح نہیں، یا کہا، مجھ میں اور تجھ میں نکاح باقی نہیں ہے، تو نیتِ طلاق سے طلاق ہوگی، جیساکہ فتاوٰی قاضیخاں میں ہے۔(ت)

[91] میں نے تجھے تیرے گھروالوں یا [92] باپ یا [93] ماں یا [94] خاوندوں کو دیا یا خود تجھ کو [95] دے ڈالا (اور تیرے بھائی یا ماموں یا چچا یا کسی اجنبی کو کہا تو کچھ نہیں)

فی الهندیة روی الحسن عن ابی حنیفة رحمه الله تعالٰی انه اذا قال وهبتك لاخیك او لخالك او لعمك او لفلان الاجنبی لم یکن طلاق کذا فی السراج الوهاج ولو قال لها وهبت نفسك منك فهو من جملة الکنایات ان نوی به الطلاق یقع والا فلا۔[2]

ہندیہ میں ہے: امام حسن رحمہ اللہ تعالٰی نے امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی سے روایت کیا کہ اگر یوں کہا، میں نے تجھے تیرے بھائی، خالو، چچے یا فلاں اجنبی کو ہبہ کیا طلاق نہ ہوگی جیساکہ سراج وہاج میں ہے۔ اور اگر یوں کہا، میں نے تیرا نفس تجھے ہبہ کیا تو کنایہ کے الفاظ میں سے ہے اگر نیت کی تو طلاق ہوجائے گی، ورنہ نہیں۔(ت)

[96] مجھ میں تجھ میں کچھ معاملہ نہ رہا یا تجھ میں مجھ میں کچھ شئی نہیں اگرچہ نیت کرے،

فی الهندیة ولو قال لم یبق بینی و بینك شیئ ونوی به الطلاق لا یقع و فی الفتاوٰی لم یبق بینی و بینك عمل ونوی یقع کذا فی العتابیة۔[3]

ہندیہ میں ہے اگر کہا تیرے اور میرے درمیان کوئی شئی باقی نہیں اور اس سے نیت طلاق کی ہو تو طلاق نہ ہوگی، اور فتاوٰی میں مذکور ہے اگر یوں کہا، تیرے اور میرے درمیان کوئی معاملہ باقی نہیں رہا، نیت کی ہو تو طلاق ہوگی، جیساکہ عتابیہ میں مذکور ہے۔(ت)

[97] میں تیرے نکاح سے بری ہوں، [98] بیزار ہوں،

فیها عن الخانیة ولو قال انا بریئ من

ہندیہ میں خانیہ سے منقول ہے، اگر کہا، میں تیرے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۵

[2] و [3] " " " " " " " ۱/۳۷۶

Marfat.com

نکاحك یقع الطلاق اذا نوی[1]

نکاح سے بری ہُوں، طلاق کی نیت سے طلاق ہوجائے گی۔ (ت)

مجھ سے [99] دُور ہوجا،

فیھا عنہا ولوقال ابعدی عنی ونوی الطلاق یقع[2]

ہندیہ میں خانیہ سے منقول ہے، اگر کہا تُو مجھ سے دُور ہوجا، طلاق کی نیّت سے طلاق ہوجائے گی (ت)

مجھے [100] صورت نہ دکھا،

وھذا بمعنی ابعدی عنی، وفیه ینوی کما مر انفا بخلاف استتری منی فانه بزیادۃ منی خرج عن کونه کنایۃ کما فی الخانیۃ ایضًا قال الشامی یکون قوله منی قرینۃ لفظیۃ علٰی ارادۃ الطلاق بمنزلۃ المذاکرۃ تأمل[3] اھ، ورأیتنی کتبت علی ھامشه مانصه، اقول وذٰلك بخلاف ان یقول لاترنی وجھك فانه یکون عبارۃ عن البغض والتنفر فلا یزول الاحتمال اھ فافھم[4]۔

اور یہ "مجھ سے دُور ہوجا" کے معنٰی میں ہے اور اس میں نیت کرے گا، جیساکہ ابھی گزرا، اس کے برخلاف "مجھ سے پردہ کر" منّی (مجھ سے) کا لفظ زائد ہونے کی وجہ سے کنایہ سے خارج ہے جیساکہ خانیہ میں بھی ہے نیز علّامہ شامی نے فرمایا کہ یہاں منّی (مجھ سے) کا لفظ قرینہ لفظیہ ہے کہ اس نے طلاق مراد لی ہے بمنزلہ مذاکرہ طلاق ہے، غور چاہیے اھ مجھے اس کے حاشیے پر لکھنا یاد ہے جس کی عبارت یہ ہے، اقول (میں کہتا ہُوں) کہ اس کے برخلاف یہ کہنا، تو اپنا چہرہ مجھے نہ دیکھا، کیونکہ یہ لفظ بغض اور نفرت کے اظہار کے لئے ہے لہذا دوسرا احتمال ختم نہ ہوگا، اھ، غور کرو۔ (ت)

کنارے [101] ہو، تُو نے مجھ [102] سے نجات پائی،

فی الھندیۃ ومن الکنایات تنحی عنی ونجوت منی کذا فی فتح القدیر[5]

ہندیہ میں ہے، الفاظ کنایہ میں سے، کنارے ہو، مجھ سے تُو نے نجات پائی، ایسے ہی فتح القدیر میں ہے۔ (ت)

---

[1] و [2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۶

[3] ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۶۳

[4] جدالممتار " " حاشیہ نمبر ۹۶ المجمع الاسلامی مبارکپور ۲/۵۱۵

[5] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۶

Marfat.com

ومثلها (اور اسی کی مثال ہے۔ت) الگ ہو[103]، میں نے تیرا پاؤں کھول دیا[104]

لعدم التعارف فی بلادنا وما فی الخلاصۃ پای کشادہ کردم ترا تفسیر قولہ طلقتک عرفا حتی یکون رجعیا وتقع بدون النیۃ[1] اھ فمبنی کما تری علی العرف فی الھندیۃ عن الذخیرۃ عن الامام ظھیر الدین یفتی فیما سواھا باشتراط النیۃ ویکون الواقع بائنا[2]۔

ہمارے علاقہ کا عُرف نہ ہونے کی بنا پر، اور جو خلاصہ میں ہے کہ "میں نے تیرے پاؤں کھول دئے" عرف میں "میں نے تجھے طلاق دی" کے ہم معنیٰ ہے، لہٰذا اس سے طلاق رجعی ہوگی، اور بغیر نیت طلاق ہوجائے گی اھ تو یہ عرف پر مبنی ہے جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے ہندیہ میں ذخیرہ سے امام ظہیر الدین سے منقول ہے کہ مذکورہ الفاظ کے علاوہ میں نیت شرط ہونے پر فتوٰی دیا جائے گا اور اس سے بائنہ طلاق ہوگی۔ (ت)

میں نے تجھے آزاد کیا[105]، آزاد ہوجا[106]،

فیھا لوقال اعتقتک طلقت بالنیۃ کذا فی معراج الدرایۃ وکونی حرۃ او اعتقی مثل انت حرۃ کذا فی البحر الرائق[3]۔

ہندیہ میں ہے: اور اگر خاوند کہے "میں نے تجھے آزاد کیا" تو نیت سے طلاق ہوگی، جیسا کہ معراج الدرایہ میں ہے، اور "تو آزاد ہوجا" یا "تو آزاد ہے" انت حرۃ کی طرح ہے، جیسا کہ بحرالرائق میں ہے۔ (ت)

تیری بندکٹی[107]، تو بے قید ہے[108]،

فیھا ولوقال انت السراح فھو کما قال لھا انت خلیۃ کذا فی فتاوٰی قاضی خان[4]۔

ہندیہ میں ہے: اگر کہا "تو بے قید ہے" یہ ایسے ہی ہے جیسے یوں کہے "تو جُدا ہے"، جیسا کہ فتاوٰی قاضی خان میں ہے۔ (ت)

میں تجھ سے بری ہوں[109]،

فیھا فی مجموع النوازل امرأۃ قالت لزوجھا انا بریئۃ منک فقال الزوج

ہندیہ میں ہے کہ مجموع النوازل میں ہے، بیوی نے کہا "میں تجھ سے بری ہوں" تو خاوند نے جواب میں

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی | کتاب الطلاق | مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ | ۲/ ۹۹
[2] فتاوٰی ہندیہ | الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیہ | نورانی کتب خانہ پشاور | ۱/ ۳۷۹
[3] فتاوٰی ہندیہ | الفصل الخامس فی الکنایات | " " " | ۱/ ۳۷۶
[4] ایضاً

Marfat.com

انا بریٔ منك ایضاً فقالت انظر ماذا تقول فقال مانویت الطلاق لایقع الطلاق لعدم النیة کذا فی المحیط۔[1]

کہا "میں بھی تجھ سے بری ہوں" پھر بیوی مطلقہ نہیں کہ دیکھ کیا کہہ رہے ہو، تو خاوند نے کہا میں نے طلاق کی نیت سے نہیں کہا، تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ نیت نہیں ہے" جیسا کہ محیط میں ہے (ت)

اپنا[۱۰] نکاح کر، جس سے چاہے نکاح کرلے،

فیہا ولو قال تزوجی ونوی الطلاق او الثلث صح وان لم ینو شیئاً لم یقع کذا فی العتابیة۔[2]

ہندیہ میں ہے اگر کہا "تو نکاح کرلے" اور طلاق کی نیت کی ہو تو ایک طلاق، اور تین کی نیت کی تو تین ہوں گی۔ اور کوئی نیت نہیں کی تو کوئی طلاق نہ ہوگی، جیسا کہ عتابیہ میں ہے (ت)

میں[۱۱] تجھ سے بیزار ہوا،

فیہا عن الخلاصة ولو قال لہا از تو بیزار شدم لایقع بدون النیة، قلت وظاہر ان لیس کقولہ انا منك طالق فافہم[ع] وتثبت۔

ہندیہ میں خلاصہ سے ہے اگر کہا "میں تجھ سے بیزار ہوں" تو نیت کے بغیر طلاق نہ ہوگی۔ قلت (میں کہتا ہوں) ظاہر یہ ہے مذکورہ لفظ خاوند کے قول "میں تجھ سے طلاق والا ہوں" کی طرح نہیں ہے، غور کرو اور ثابت رہو۔ (ت)

میرے[۱۲] لئے تجھ پر نکاح نہیں،

فی الخانیة وفی نحو قولك لا نکاح لی علیك لایقع الطلاق الا بالنیة۔[4] (ملخصاً)

خانیہ میں ہے: خاوند کے اس قول سے کہ "میرے لئے تجھ پر نکاح نہیں ہے" نیت کے بغیر طلاق نہ ہوگی۔ (ت)

میں[۱۳] نے تیرا نکاح فسخ کیا،

فیہا ولو قال لہا فسخت نکاحك یقع الطلاق

خانیہ میں ہے، اگر بیوی کو کہا "میں نے تیرا نکاح

ع: اشارة الی ان ما فی الدر سہو ۱۲ منہ

یہ اس طرف اشارہ ہے کہ جو درمختار میں ہے وہ سہو ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] و [2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۷۶

[3] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۸۵

[4] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی الکنایات نولکشور لکھنؤ ۲/ ۲۱۶

Marfat.com

اذانوی[1]۔ فسخ کیا، نیت سے طلاق ہو جائے گی۔ (ت)

تجھ پر چاروں راہیں کھول دیں (اور اگر یوں کہا کہ تجھ پر چاروں کھلی ہیں، تو کچھ نہیں جب تک یہ بھی نہ کہے جو راستہ چاہے اختیار کر)

فیہا ولوقال لہا ار بع طرق علیك مفتوحة ونوی الطلاق لایقع الطلاق الا ان یقول ار بع طرق علیك مفتوحة فخذی فی ای طریق شئت فحینئذ یقع الطلاق اذا نوی و لوقال (چہار راہ بر تو کشادم) لایقع الطلاق ما لم ینو[2] وفی الہندیة اذا قال لہا چہار راہ بر تو کشادہ است لایقع الطلاق وان نوی ما لم یقل خذی ایما شئت عند اکثر المشائخ وانہ منقول عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی واذا قال لہا چہار راہ بر تو کشادم یقع الطلاق اذا نوی وان لم یقل خذی ایما شئت[3]۔

خانیہ میں ہے: اگر خاوند نے کہا "چاروں راہ تجھ پر کھلے ہیں" اور طلاق کی نیت کی تو طلاق نہ ہوگی جب تک ساتھ یہ نہ کہے جس راستے کو تو چاہے اختیار کرلے، اگر طلاق کی نیت سے یہ کہہ دیا تو طلاق ہو جائے گی۔ اور اگر کہا تجھ پر چاروں راہیں کھول دیں۔ تو نیت کے بغیر طلاق نہ ہوگی۔ اور ہندیہ میں بھی ہے کہ اگر خاوند نے صرف یہ کہا "تجھ پر چار راہیں کھلی ہیں تو نیت کے باوجود نہ ہوگی جب تک ساتھ یہ نہ کہے" تو جس کو چاہے اختیار کرلے"۔ اکثر مشائخ کے ہاں یہ ہے۔ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے یہی منقول ہے۔ اور اگر کہا "تجھ پر چاروں راہیں کھولتا ہوں" تو نیت کی تو طلاق ہو جائیگی اگرچہ اس نے "جس کو تو چاہے اختیار کرلے" نہ کہا ہو۔ (ت)

میں تجھ سے دست بردار ہوا۔

فی الخانیة (چنگ باز داشتم) از تو قال الفقیہ ابو جعفر واحدة بائنة وغیرہ یقع رجعیة والاول اصح[4]۔

خانیہ میں ہے: اگر خاوند نے کہا "میں تجھ سے دستبردار ہوا" تو ابوجعفر فقیہ نے کہا ایک طلاق بائنہ ہوگی۔ اور دوسروں نے کہا کہ ایک طلاق رجعی ہوگی۔ پہلا قول اصح ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں	فصل فی الکنایات	نولکشور لکھنؤ	۲	۲۱۹
[2] " " "	"	"	۲	۲۱۶
[3] فتاوٰی ہندیة	الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیة	نورانی کتب خانہ پشاور	۱	۳۸۱
[4] فتاوٰی قاضی خاں	فصل فی الکنایات	نولکشور لکھنؤ	۲	۲۰۰

Marfat.com

۱۱۸ میں نے تجھے تیرے گھروالوں یا باپ[۱۱۹] یا ماں[۱۲۰] کو واپس دیا،

فی الطحطاوی عن الدر المنتقی رددتك الیهم ولا یشترط قبولهم[1]۔

طحطاوی میں درمنتقی سے منقول ہے، خاوند نے کہا "میں نے تجھے تیرے گھر والوں کو واپس کر دیا" تو گھروالوں کا قبول کرنا شرط نہیں ہے (ت)

۱۲۱ تو میری عصمت سے نکل گئی،

فی العقود صرح فی الوجیز لبرهان الائمة انه لو قال فسخت النکاح بینی وبینك ولم یبق بینی وبینك لا یقع الا بالنیة ولا یخفی ان قوله انت خارجة عن عصمتی مثله فی المعنی من الفتاوی المزبورة قلت فان الخروج عن العصمة یکون بطلاق وفسخ کطریان حرمة مصاهرة ولو من قبله فلم یتعین للطلاق وکذا الخروج عن الملك کما مر[2]۔

عقود دریہ میں ہے کہ علامہ برہان الائمہ نے وجیز میں تصریح کی ہے کہ اگر خاوند نے کہا "میرے اور تیرے درمیان نکاح فسخ ہوگیا ہے اور ہمارے درمیان نکاح باقی نہ رہا" تو نیت کے بغیر طلاق نہ ہوگی، اور یہ مخفی نہیں کہ خاوند کا کہنا کہ "تو میری عصمت سے خارج ہے" معنیٰ میں اسی کی مثل ہے جو فتاوٰی مذکورہ سے مروی ہے قلت (میں کہتا ہوں) عصمت سے خارج ہونا طلاق اور فسخ کے ساتھ ہوتا ہے مثلاً حرمتِ مصاہرۃ کی بنا پر جو کہ خاوند کی طرف سے بھی طاری ہوسکتی ہے لہذا فسخ کے لئے طلاق متعین نہیں ہے' اور اسی طرح ملکیت سے خارج ہونا بھی ہے جیسا کہ گزرا۔ (ت)

۱۲۲ میں نے تیری ملک سے شرعی طور پر اپنا نام اتار دیا،

فی الخیریة سئل فی رجل قال فی حال الغضب وسؤال الطلاق لزوجته نزلت عنها نزولا شرعیا هل تبین بذلك ام لا (اجاب) لم ار من تعرض لهذا فی کلامهم لکن رأیت فروعا متعددة فی الکنایات تقتضی انه

خیریہ میں ہے: ان سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے بیوی کو غصہ میں اور طلاق کے مطالبہ پر کہا "میں نے اس سے شرعی نام اتار دیا" تو کیا اس شخص کی بیوی بائنہ ہوجائے گی یا نہیں؟، انھوں نے جواب دیا میں نے فقہاء کے کلام میں اس مسئلہ کے بیان کو نہیں پایا، لیکن میں نے کنایہ کے بہت سے مسائل

---

[1] طحطاوی علی الدر المختار باب الکنایات دار المعرفة بیروت ۲/ ۱۳۸

[2] عقود الدریة فی تنقیح الحامدیة کتاب الطلاق حاجی عبدالغفار قندھار افغانستان ۱/ ۴۳

Marfat.com

یقع بمثلہ الطلاق البائن اذا وجدت النیۃ اودلالۃ الحال فتعین الافتاء بالوقوع فی الحادثۃ واذا علمت ان ھذا یصلح جوابا لا رداوشتیمۃ وتأملت فی فروع ذکرھا صاحب البحر والتاتارخانیۃ وغیرھما قطعت بما ذکرنا۔[1]

دیکھیے ہیں جن کی روشنی میں اس صورتِ مذکورہ میں طلاق بائنہ ہوگی جب نیت پائی جائے یا حال کی دلالت پائی جائے، لہٰذا اس مذکورہ حادثہ میں طلاق کا فتوٰی متعین ہوگا، جب معلوم ہوگیا کہ مسئلہ مذکورہ میں خاوند کا قول جواب ہی ہوسکتا ہے مطالبہ طلاق کا رَد یا گالی نہیں بن سکتا اور میں نے بحر اور تاتارخانیہ وغیرہما میں مذکور فروعات میں غور کیا، تو مجھے یقین ہوگیا کہ طلاق کے وقوع کا حکم ایسے ہی ہے جیسے ہم نے ذکر کیا ہے۔ (ت)

تو میرے[123] لائق نہیں قیامت تک یا عمر بھر[124]،

فی الخلاصۃ ولو قال لامرأتہ، تو مرا نہ شائی تا قیامت او ہمہ عمر، لا یقع الطلاق بدون النیۃ[2]

خلاصہ میں ہے: اگر بیوی کو کہا "تو میرے لائق نہیں ہے قیامت تک یا عمر بھر"، تو نیت کے بغیر طلاق نہ ہوگی۔ (ت)

تو مجھ[125] سے ایسی دُور ہے جیسے مکہ معظمہ مدینہ طیبہ سے یا دلّی لکھنؤ سے،

فی الخلاصۃ ولو قال لہا تو از من چناں دوری کہ مکہ از مدینہ لا یقع الطلاق بدون النیۃ[3]۔

خلاصہ میں ہے: اگر بیوی کو کہا "تو مجھ سے ایسی دُور ہے جیسے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ"، تو بغیر نیت طلاق نہ ہوگی۔ (ت)

ان سب صورتوں میں اگر طلاق کی نیت ہو طلاق بائن پڑ جائے گی تو مطلقہ[1] بائنہ ہے (بے حرف عطف) یا تو مطلقہ[2] پس بائنہ ہے تجھ پر سب[3] سے فحش تر طلاق، شیطانی[4] طلاق، بدعت[5] کی طلاق، بدتر[6] طلاق، پہاڑ[7] کی مثل، ہزار[8] کے مثل، کوٹھری[9] بھر کے سخت[10] یا لمبی[11] یا چوڑی[12] طلاق، سب سے بُری[13]، سب سے کرّی[14]، سب سے گندی[15]، سب سے ناپاک[16]، سب سے کڑی[17]، سب سے بڑی[18]، سب سے چوڑی[19]، سب سے لمبی[20]، سب سے موٹی[21] طلاق، کلاں[22] تر طلاق،

---

[1] الفتاوی الخیریۃ — کتاب الطلاق — دار الفکر بیروت — ١/٥٠

[2] خلاصۃ الفتاوی — الفصل الثانی فی الکنایات — مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ — ٢/١٠٠

[3] " " — کتاب الطلاق — " " " — ٢/٩٩

Marfat.com

فی الدر ویقع بقوله انت طالق بائن او افحش الطلاق او طلاق الشیطان والبدعة او اشر الطلاق او کالجبل او کالف او ملأ البیت او تطلیقة شدیدة او طویلة او عریضة او اسوأه او اشده او اخبثه او اکبره او اعرضه او اطوله او اغلظه او اعظمه واحدة بائنة ان لم ینو ثلاثا فیه ایضا ولو بالفاء (ای فی قوله انت طالق فبائن) فبائنة ذخیرة۔[1] (ملخصًا)

دُر میں ہے، خاوند نے بیوی کو کہا، تجھے بائن طلاق فحش تر طلاق، شیطانی طلاق، بدتر طلاق، بدعت طلاق یا پہاڑ برابر، یا ہزار برابر، کوٹھڑی بھر طلاق شدید طلاق، طویل، عریض، سب سے بُری، سب سے شدید، سب سے بڑی، سب سے عریض، سب سے طویل، سب سے غلیظ، سب سے عظیم طلاق۔ تو ان تمام صورتوں میں ایک بائنہ طلاق ہوگی جبکہ یہاں بھی تین کی نیت نہ کی ہو۔ اور اگر بائن کو ف کے ساتھ ذکر کرے مثلاً "تُو طلاق والی" فبائنۃ" کہا تو بائنہ ہوگی۔ ذخیرہ۔ (ت)

۲۳ تجھ پر ایسی طلاق جس سے تُو اپنے اختیار میں ہو جائے،

فی الدر کما یقع البائن لو قال انت طالق طلقة تملکی بها نفسك لانها لاتملك نفسها الا بالبائن۔[2]

دُر میں ہے، اگر کہا "تجھ پر ایسی طلاق جس سے تُو اپنے اختیار میں ہو جائے" تو بائنہ طلاق واقع ہوگی کیونکہ بیوی بائنہ طلاق کے بغیر اپنی مالک نہیں ہوسکتی (ت)

۲۴ تجھ پر بائن طلاق،

فی ردالمحتار تحت قوله لانها لاتملك نفسها صرح به فی البدائع وقال اذا وصف الطلاق بصفة تدل علی البینونة کان بائنا اھ وھذہ الصفة بمعنی قوله انت طالق طلقة بائنة الخ۔[3]

ردالمحتار میں ماتن کے قول کہ "اپنے نفس کی مالک نہ ہوگی" کے تحت ہے اس کی تصریح بدائع میں کی ہے، اور کہا کہ جب طلاق ایسے وصف سے موصوف ہو جو بائنہ ہونے پر دلالت کرے تو وہ طلاق بائنہ ہوگی اھ، اور یہ صفت "تو بائنہ طلاق والی ہے" کے معنٰی میں ہوگی الخ (ت)

---

[1] درمختار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۲
[2] ایضًا
[3] ردالمحتار باب الصریح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۵۰

Marfat.com

تجھ پر وہ طلاق جس میں مجھے رجعت کا اختیار نہیں' اس میں بالاتفاق ہمارے ائمہ کے مذہب میں طلاق بائن ہوگی۔ اور اگر یہ کہا "تجھ پر طلاق ہے اس شرط پر کہ مجھے رجعت کا اختیار نہیں، جوہرہ میں فرمایا کہ اس میں رجعی ہوگی، اور بائن ہونے کو ضعیف بتایا مگر تبیین الحقائق اور غایۃ البیان اور فتح القدیر میں فرمایا کہ اول تو ہمیں رجعی ہونا مسلّم نہیں اور ہو بھی تو اس کی وجہ یہ ہے یہ ایک بحث ہے جس سے اصلاً مذہب ہمارے ائمہ کا اس صورت میں وقوع بائن ہونا ثابت نہیں ہوتا اگرچہ بحرالرائق میں اسی بحث کی بناء پر جزم فرمایا کہ یہاں وقوع بائن ہمارا مذہب ہے،

فی البحر عن الجوھرۃ ان قال انت طالق علی انہ لا رجعۃ لی علیک یلغو و یملک الرجعۃ وقیل تقع واحدۃ بائنۃ وان نوی الثلث فثلث اھ وظاھر مافی الھدایۃ ان المذھب الثانی فانہ قال واذا وصف الطلاق بضرب من الشدۃ والزیادۃ کان بائنا[1] اھ

بحر میں جوہرہ سے منقول ہے: اگر خاوند نے کہا تجھے طلاق اس شرط پر جس میں مجھے رجعت کا اختیار نہیں، تو یہ رجعی ہوگی، اور بعض نے کہا ایک بائنہ واقع ہوگی، اور اگر تین کی نیت کی تو تین ہوں گی۔ اور ہدایہ کے بیان سے ظاہر یہ ہے کہ دوسرا قول مختارِ مذہب ہے کیونکہ اس نے کہا کہ اگر طلاق کو کسی شدّت اور زیادتی کے ساتھ موصوف کیا جائے تو وُہ بائنہ ہوگی اھ (ت)

اس کے سوا تیسری صورت ایک اور ہے وُہ یہ کہ تجھے طلاق ہے اور مجھے رجعت کا اختیار نہیں' اس میں بلاشبہ رجعی ہوگی کما فی الشامی ویاتی (جیسا کہ شامی میں ہے اور آگے آئے گا۔ ت) یُونہی اگر کہا تجھ پر طلاق ہے اس شرط پر کہ اُس کے بعد رجعت نہیں بلکہ یُوں کہا کہ تجھ پر وُہ طلاق ہے جس کے بعد رجعت نہیں بلکہ یُوں کہا کہ تجھ پر وُہ طلاق ہے جس کے بعد رجعت نہ ہوگی، تو ان سب صورتوں میں بلاخلاف رجعی ہونا چاہئے،

والسر فیہ ان الصور ھھنا ثلث العطف والشرط والوصف کقولہ انت طالق ولا رجعۃ لی علیک او انت طالق علی ان لا رجعۃ لی علیک او انت طالق طلقۃ

اس میں راز یہ ہے کہ یہاں تین صورتیں ہیں، ایک عطف، دوسری شرط، تیسری وصف۔ پہلی جیسے کہے "تجھے طلاق اور مجھے رجوع کا حق تجھ پر نہیں"؛ دوسری، جیسے کہے "تجھے طلاق اس شرط پر کہ مجھے

---

[1] بحرالرائق باب الکنایات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۲۹۱

Marfat.com

لا رجعة لی فیها علیك الاول کلام مستقل
لا یغیر ما قبله فلا یتغیر عن حکمه الشرعی
والثانی مغیر ویختلف النظر فیه فمن نظر
الی انه تغیر لحکم الشرع الغاه واوقع الرجعی
لان شرط الرجعی احق واوثق ومن شرط
ما لیس فی کتاب الله فشرطه باطل وان
شرط مائة شرط[1] کما ارشد الیه الحدیث
الصحیح ومن ارجعه الی معنی الوصف
اوقع به البائن فلم یجعله تغیرا بل تعبیرا
کانه یقول ان مرادی طلاق لا رجعة لی
فیه وانت تعلم ان الاول اظهر لکن
ربما یؤید هذا لان الاعمال اولی من
الاهمال واما الثالث فلا شبهة
فیه عندنا لما مر انه اذا
وصف الطلاق بضرب من الشدة
والزیادة کان بائنا اما ما ذکرت
انه ینبغی وقوع الرجعی بلا خلاف
فیما اذا قال انت طالق طلقة
لا ارجعك بعدها فالوجه فیه
ان الطلاق الرجعی لا یستلزم
الرجعة فلا ینافی عدمها
انما ینافی عدم اختیارها فحل
محل ابعاد وبهذا القدر لا یسلب
منه خیار الرجعة فمن جهته احتمال
هذا المعنی لم یکن نصا فی ارادة

رجوع کا حق نہیں"۔ تیسری، جیسے کہے" تجھے وہ طلاق
جس میں مجھے تجھ پر رجوع کا حق نہیں" پہلی صورت میں
عطف کی وجہ سے مستقل کلام ہے ماقبل کو تبدیل نہیں
کرے گا اور ماقبل اپنے شرعی حکم سے متغیر نہ ہوگا،
اور دوسری صورت میں شرط کی وجہ سے ماقبل کو متغیر
کرے گا، اور اس میں وجہ مختلف ہے، جس نے یہ
وجہ بنائی کہ ماقبل کے لئے مغیر ہے اور شرعی حکم متغیر
کر رہا ہے، تو اس شرط کو لغو قرار دیا اور ماقبل کو
رجعی قرار دیا، کیونکہ اس کو رجعی کی شرط بنانا زیادہ وزنی
ہے اور یہ کہا کہ اللہ کے حکم کے خلاف شرط باطل ہے
اگرچہ ایسی سو شرطیں بھی ہوں تو وہ باطل ہوں گی جیسا
کہ حدیث صحیح میں ارشاد ہے۔ اور تیسری صورت صفت
تو جس نے یہاں وصف قرار دیا انھوں نے کہا اس
وصف کی وجہ سے طلاق بائنہ ہوگی، لہذا ان کے نزدیک
یہ وصف پہلے بیان کی تبدیلی نہیں بلکہ یہ اس کی تعبیر ہے
گویا اس نے کہا" طلاق سے میری مراد ایسی طلاق
جس میں مجھے رجوع کا حق نہ ہو"۔ آپ جانتے ہیں کہ پہلی
صورت واضح ہے، اور دوسری صورت میں شرط کو
مؤثر ماننے کو ترجیح ہوگی کیونکہ کسی کلام کو عمل میں لانا اسے
مہمل قرار دینے سے بہتر ہے، اور تیسری صورت میں
کوئی شبہہ نہیں ہے کیونکہ جب طلاق کو کسی شدید
اور زیادتی والے وصف سے موصوف کیا جائے تو وہ
طلاق بائنہ ہوجاتی ہے، لیکن خاوند کے اس قول میں
" تجھے طلاق وہ کہ میں تجھ سے رجوع نہ کروں گا" کے
متعلق جو میں نے ذکر کیا ہے کہ اس میں بالاتفاق رجعی

---

[1] صحیح البخاری کتاب البیوع باب اذا الشرط فی شروطا لاتحل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۹۰

Marfat.com

البینونة فلو یکن بائنا بالشك فاذا کان هذا فی الوصف ففی الشرط اولی هذا ما ظهر لی فلیراجع ولیحرر، والله تعالٰی اعلم۔

طلاق ہونی چاہئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ طلاق رجعی کو رجوع لازم نہیں ہے بلکہ خاوند کی مرضی پر ہے ہاں خاوند کا کہنا "میں رجوع نہ کروں گا" رجوع کے عمل کے خلاف ہے تو اس کا یہ کہنا رجوع سے بعید ہے منافی نہیں، لہٰذا صرف اس وجہ سے خاوند کو عملاً رجوع سے نہیں روکا جاسکتا، تو اس احتمال کی بنا پر مذکورہ الفاظ "بائنہ طلاق کے لئے نص نہ بن سکیں گے" تو اس شک کی وجہ سے طلاق بائنہ نہ ہوگی۔ جب وصف میں یہ گنجائش ہے تو شرط میں بطریق اولٰی گنجائش ہوگی، یہ وہ ہے جو مجھ پر عیاں ہُوا، تاہم تحقیق کی طرف رجوع اور وضاحت کو اختیار کرنا چاہئے۔

مجھ[۲۷] سے پردہ کر،

کما تقدم عن الشامی وهو قوله استتری منی۔

جیسا کہ شامی کا بیان گزرا اور وہ، تو مجھ سے پردہ کر۔ (ت)

اے[۲۸] حرام، تو حرام[۲۹] ہے، تو مجھ پر[۳۰] حرام ہے، میں[۳۱] نے تجھے حرام کیا، میں[۳۲] نے تجھے اپنے اوپر حرام کیا، میں[۳۳] تجھ پر حرام ہوں، میں[۳۴] نے اپنے آپ کو تجھ پر حرام کیا، یہاں فقط میں حرام ہوں یا میں نے اپنے آپ کو حرام کیا کافی نہیں جب تک تجھ پر نہ کہے،

فی ردالمحتار قوله حرام سیأتی وقوع البائن به بلانیة فی زماننا للتعارف لافرق فی ذلك بین محرمة وحرمتك سواء قال علی اولا، او حلال المسلمین علی حرام وکل حل علی حرام وانت معی فی الحرام وفی قوله حرمت نفسی لابد ان یقول علیك[۱] اھ قلت وهو کذلك بهذه الالفاظ متعارف عندنا بخلاف ما مر من قوله حلال الله او المسلمین او کل حلال فبهذه الثلثة لا یقع الطلاق

ردالمحتار میں ہے: خاوند کا کہنا "تو حرام ہے" عنقریب آئے گا کہ اس سے ہمارے زمانہ میں طلاق کے لئے عُرف بن جانے کی وجہ سے بغیر نیت طلاق ہوجائے گی۔ اس میں محرمة یا حرمتك (حرام شدہ یا میں تجھے حرام کرتا ہوں) میں کوئی فرق نہیں، اور پھر "مجھ پر" کا لفظ کہے یا نہ کہے تو بھی کوئی فرق نہ ہوگا، اور خاوند کا کہنا، مسلمانوں کا حلال مجھ پر حرام، اور ہر حلال مجھ پر حرام، تو میرے ساتھ حرام میں ہے، ان میں کوئی فرق نہیں، تاہم حرمت نفسی (میں نے اپنا نفس حرام کیا) کے

---

[۱] ردالمحتار باب الکنایات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۶۴

Marfat.com

الا بالنية لعدم العرف فی زماننا۔ ساتھ علیک (تجرپر) کہنا ضروری ہے اھ قلت (میں کہتا ہوں) اس لفظ میں ہمارے زمانے میں بھی یہی حکم ہے کہ بغیر نیت طلاق ہو جائے گی، لیکن "اللہ کا حلال یا مسلمانوں کا حلال اور ہر حلال مجھ پر حرام ہے" اس کے برخلاف ہے، ان تین الفاظ سے بغیر نیت طلاق نہ ہوگی کیونکہ ہمارے زمانے میں یہ طلاق کے لئے معروف نہیں ہیں۔ (ت)

ہزار[۳۵] طلاق کے برابر ایک طلاق،

شامی عن البحر وفی واحدۃ کالف واحدۃ اتفاقا وان نوی الثلث[۱] شامی نے بحر سے نقل کیا "ہزار طلاق کے برابر ایک طلاق" میں اتفاق ہے کہ ایک ہی ہوگی اگرچہ وہ تین کی نیت کرے۔ (ت)

ان سب صورتوں میں بے حاجت نیت طلاق بائن کا حکم دیا جائے گا۔

رجعی کے بعض الفاظ یہ ہیں

میں[۱] نے تجھے طلاق دی، اے[۲] مطلقہ بتشدید لام، اے[۳] طلاق گرفتہ، اے[۴] طلاق دی گئی، اے[۵] طلاقن، اے[۶] طلاق شدہ، اے[۷] طلاق یافتہ، اے[۸] طلاق کردہ،

فی الدر وانت طالق ومطلقۃ بالتشدید[۲] دُر میں ہے: "تو طلاق والی ہے یا طلاق دی ہوئی" بالتشدید۔ (ت)

اے[۹] طلاق دادہ،

فی الخزانۃ ولو قال لہا ای طلاق دادہ یقع واحدۃ[۳] خزانہ میں ہے کہ اگر کہا "اے طلاق دی ہوئی"، تو ایک طلاق واقع ہوگی (ت)

مگر اس عورت نے اگر اپنے پہلے شوہر سے طلاق پائی تھی بایں معنی اس نے یہ آٹھ الفاظ کہے تو طلاق نہ ہوگی،

فی الخانیۃ رجل قال لامرأتہ یا مطلقۃ وکان لہا زوج قبلہ وقد کان طلقہا ذلک خانیہ میں ہے: اگر خاوند نے بیوی کو کہا "اے طلاق دی ہوئی" جبکہ اس بیوی کو پہلے کسی خاوند نے طلاق

---

[۱] ردالمحتار باب الصریح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۴۹

[۲] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۱۸

[۳] خزانۃ المفتین فصل فی صریح الطلاق قلمی نسخہ ۱/ ۱۱۰

Marfat.com

الزوج ان لم ینو بکلامہ الاخبار طلقت وان قال عنیت بہ الاخبار دین فیما بینہ وبین اللہ تعالٰی وھل یدین فی القضاء اختلفت الروایات فیہ والصحیح انہ یدین[1]۔

دی تھی، تو اگر خاوند نے پہلے واقعہ کی حکایت کی نیت نہ کی تو طلاق ہو جائے گی، اور اگر اس نے کہا کہ میں نے پہلے واقعہ کی حکایت اور خبر دی ہے تو دیانۃً یعنی اللہ تعالٰی کے ہاں اس بات کو تسلیم کیا جائے گا، لیکن کیا قضاءً بھی اس کی بات تسلیم کی جائے گی یا نہیں، اس میں روایات کا اختلاف ہے، اور صحیح یہ ہے کہ تصدیق کی جائے اور طلاق نہ ہونے کا فیصلہ دیا جائے گا۔ (ت)

میں[11] نے تجھے چھوڑ دیا،

فی الھندیۃ ترا بھشتم فھذا تفسیر قولہ طلقتك عرفا حتی یکون رجعیا[2]۔

ہندیہ میں ہے، اگر کہا "میں نے تجھے چھوڑ دیا" تو عرف میں یہ "میں نے تجھے طلاق دی" کے معنی میں ہے حتی کہ اس سے رجعی طلاق ہو گی (ت)

میں[11] نے تجھے فارغخطی یا[12] فارکھتی دی،

فانہ بلسان کثیر من اھل الحرف الدنیۃ کالحائکین وغیرھم صریح فی الطلاق بل کثیر منھم لایعرف للطلاق لفظا غیر ھذا ومعلوم ان کلام کل حالف یحمل علی عرف[عہ] خاصۃ ولا یجب شیوع ذلك العرف فی الناس عامۃ کما صرح بہ المحقق حیث اطلق۔

تو یہ لفظ کسبی لوگوں کی زبان میں صریح طلاق کے معنٰی میں ہے بلکہ بہت سے لوگ اس کے علاوہ کوئی لفظ طلاق کے لئے سمجھتے ہی نہیں، اور یہ بات مسلّمہ ہے حلف والے کی کلام کو اس کے خاص عرف پر محمول کیا جائے گا، اور اس عرف کا تمام لوگوں میں معروف ہونا ضروری نہیں ہے جیسا کہ اس پر محقق ابن ہمام نے تصریح کی ہے (ت)

تجھے[13] تیرے شوہر نے طلاق دی، اس کا بھی وہی حکم ہے،

عہ ھکذا فی الاصل بقلم الناسخ والصواب عندی علی عرفہ۔ حامد رضا غفر لہ۔

عہ اصل میں ناقل کے قلم سے اسی طرح ہے جبکہ میرے نزدیک علی عرفہ درست ہے۔ حامد رضا غفر لہ (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الطلاق نولکشور لکھنؤ ۱/۲۰۹

[2] فتاوٰی ہندیۃ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۹

Marfat.com

فی الھندیة سئل بعضھم عن سکران قال لامرأته سه

ای سرخ لبک بماہ مانند رویت
کہ بانوی من طلاق دادہ شویت

قال ینظر ان کانت المرأة ثیبا وکان قبل ھذا لھا زوج طلقھا ثم تزوجھا ھذا فانه لایقع الطلاق بھذا اللفظان لم تکن له نیة الطلاق وان لم یکن له قبل ھذا زوج یقع الطلاق نوی اولم ینو کذا فی التتارخانیة[1]

ہندیہ میں ہے کہ بعض علماء سے پوچھا گیا کہ جب کوئی شخص نشے میں اپنی بیوی کو یُوں کہے:

"اے سرخ رُخسار چاند جیسے چہرے والی میری بانو! تجھے طلاق دی گئی"

تو اُنھوں نے جواب دیا کہ دیکھا جائے گا کہ اگر بیوی پہلے کسی خاوند سے مطلّقہ اور مدخولہ ہے اور بعد میں اس سے نکاح کیا، تو پھر اس لفظ سے طلاق نہ ہوگی بشرطیکہ اس نے طلاق کی نیت نہ کی ہو، اور اگر وُہ بیوی کسی سے مطلّقہ نہ ہُوئی تھی تو نیت کی یا نہ کی ہر طرح طلاق ہو جائے گی، جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے۔ (ت)

تجھ پر[15] طلاق،

فانه من اصرح صریح فی زماننا وعرفنا فلایرد ما فی البحر وذٰلك مثل قول الدر علیّ الطلاق یقع بلانیة للعرف قال الشامی ولاینافی ذٰلك مایاتی من انه لوقال طلاقك علی لم یقع لان ذالك عند عدم غلبة العرف[2] الخ۔

تو یہ صریح طلاق سے بھی زیادہ واضح طلاق ہے ہمارے زمانہ اور عرف میں، لہذا بحر کا بیان یہاں اعتراض کے طور پر وارد نہ ہوگا اور جیسا کہ دُر کا قول "مجھ پر طلاق ہے" کہا تو بغیر نیت بھی طلاق ہو جائے گی کیونکہ یہ عرف میں طلاق ہے، تو اس پر علامہ شامی نے فرمایا: دُر کی یہ بات آئندہ آنے والی اس بات کے منافی نہیں جس میں کہا گیا ہے کہ "مجھ پر طلاق" کہنے پر طلاق نہ ہوگی، یہ اس لئے کہ یہ وہاں ہے جہاں یہ لفظ طلاق کے لئے عُرفِ غالب نہ ہو الخ (ت)

طلاق[16] ہو جا،

فی الدر ویدخل طلاق باش بلا فرق بیت

دُر میں ہے کہ اگر کہا "طلاق ہو" یہ بھی صریح طلاق

---

[1] فتاوی ہندیہ فصل فیمن یقع طلاقه الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۵۴
[2] ردالمحتار باب الصریح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۳۲

Marfat.com

عالم وجاهل[1]

کے حکم میں داخل ہے خواہ عالم کہے یا جاہل کہے کوئی فرق نہیں۔(ت)

[18] تو طلاق ہے، تو طلاق ہوگئی،

فی الدر و فی انت الطلاق او طلاق یقع واحدة رجعیة ان لم ینو شیئا او نوی واحدة او ثنتین فان نوی ثلاثا فثلث[2]۔

در میں ہے: اگر کہا "تُو طلاق ہے" تو ایک رجعی طلاق ہوگی خواہ کوئی نیت نہ ہو یا ایک یا دو کی نیت کی ہو، اور اگر تین طلاق کی نیت سے یہ لفظ کہا تو تین طلاقیں ہوں گی۔(ت)

[19] طلاق لے،

فی ردالمحتار خذی طلاقك فقالت اخذت فقد صحح الوقوع به بلا اشتراط نیة کما فی الفتح وکذا لایشترط قولها اخذت کما فی البحر[3]۔

ردالمحتار میں ہے، اگر کہا "اپنی طلاق لے" جواب میں بیوی نے کہا "میں نے لی" تو نیت کے بغیر بھی طلاق ہوگی، صحیح یہی ہے، جیسا کہ فتح میں ہے، اور اس میں عورت کا جواب "میں نے لی" کہنا بھی شرط نہیں ہے، جیسا کہ بحر میں ہے(ت)

[20] وہ باہر جاتی تھی کہا طلاق لئے جا،

فی الخانیة واذا جرت الخصومة بینها وبین زوجها فقامت لتخرج فقال الزوج (سه طلاق باخویشتن طلاق بر) فقال الشیخ الامام ابوبکر محمد بن الفضل رحمه الله تعالٰی ان نوی الایقاع یقع فان لم تکن له نیة فکذلك لانه ایقاع ظاهر[4]۔

خانیہ میں ہے: اگر خاوند بیوی میں جھگڑا ہوا اور بیوی اُٹھ کر باہر جانے لگی تو خاوند نے کہا "اپنے ہمراہ تین طلاقیں لے جا" اس پر شیخ امام ابوبکر محمد بن فضل رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: اگر خاوند نے طلاق واقع کرنے کی نیت سے کہا تو طلاق ہوجائے گی اور نیت نہ ہو تو بھی طلاق ہوجائیگی کیونکہ اس کلام کا ظاہر طلاق ہے۔(ت)

---

[1] درمختار | باب الصریح | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۱۸

[2] ایضاً

[3] ردالمحتار | باب الصریح | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۴۳۰

[4] فتاوٰی قاضی خاں | کتاب الطلاق | نولکشور لکھنؤ | ۲/۲۱۲

Marfat.com

٢١ اپنی طلاق اٹھا اور روانہ ہو،

في الهندية عن الخلاصة ولو قال لها سه طلاق خود بردار ورفتی يقع بدون النية۔[1]

ہندیہ میں خلاصہ سے منقول ہے، اگر کہا "تو اپنی طلاق اٹھا اور جا" تو بغیر نیت بھی طلاق ہو جائے گی۔ (ت)

٢٢ میں نے تیری طلاق تیرے آنچل میں باندھ دی،

في الخزانة عن الخلاصة ولو قال سه طلاق بکرانۂ چادر تو بربستم برو تطلق۔[2]

خزانہ میں خلاصہ سے منقول ہے: اگر کہا "میں نے تیری طلاق تیرے آنچل میں باندھ دی، جا" تو طلاق ہوگی (ت)

٢٣ جا تجھ پر طلاق (اور اگر صرف جا بنیّتِ طلاق کہتا تو بائن تھی)

في الخيرية سئل في رجل قال لزوجته روحي طالق هل تطلق طلاقا رجعيا ام بائنا واذا قلتم تطلق رجعيا فما الفرق بينه وبين ما اذا اقتصر على قوله روحي ناويا به طلاقا حيث افتيتم بانه بائن اجاب بانه في قوله روحي طالق معناه روحي بصفة الطلاق فوقع بالصريح بخلاف روحي فان وقوعه بلفظ الكناية۔[3]

خیریہ میں ہے: ان سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے بیوی کو کہا "جا تجھ پر طلاق ہے"، تو کیا یہ طلاق رجعی ہوگی یا بائنہ ہوگی۔ اگر آپ کہیں کہ یہ رجعی ہے تو پھر صرف "جا" کہنے میں اور اس میں کیا فرق ہوگا جبکہ طلاق کی نیّت سے صرف "جا" کہا تو آپ کا فتوٰی ہے کہ یہ طلاق بائنہ ہے۔ تو انھوں نے جواب میں فرمایا کہ "جا تجھ پر طلاق" کا مطلب یہ ہے کہ تو طلاق کی صفت سے موصوف ہو کر جا، تو یہ صریح طلاق ہے اس لئے رجعی ہوگی، اس کے برخلاف اگر صرف "جا" کہا تو صریح نہیں بلکہ کنایہ ہے اس لئے یہ بائنہ ہوگی۔ (ت)

٢٤ تجھے طلاق یا طلاق تجھ کو،

في الهندية عن خزانة المفتين ولو قال

ہندیہ میں خزانۃ المفتین سے منقول ہے "تجھے طلاق

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ١/٣٨٢
[2] خزانۃ المفتین فصل فی صریح الطلاق قلمی نسخہ ١/١٠٨
[3] فتاوٰی خیریہ کتاب الطلاق بولاق مصر ١/٥١

Marfat.com

لها ترا طلاق او طلاق ترا فهی طلاق ولا فرق بین التقدیم والتاخیر[1]

یا طلاق تجھے" تو اس تقدیم وتاخیر میں کوئی فرق نہیں ہر طرح یہ طلاق ہوجائے گی (ت)

یوں ہی وہ الفاظ جو کچی زبان والے کہتے ہیں، مثلاً تلاق[26]، تلاک[27]، تلاغ[28]، تلاکھ[29]، تلاخ[30]، تلاکھ[31]، تلاخ[32] بلکہ توتلے کی زبان سے تلات[33]

هذان بتشدید اللام (یہ دونوں الفاظ لام مشدد کے ساتھ بھی ہیں۔ ت)

وعلی هذا القیاس، وکله ظاهر، فی الطحطاوی ذکر فی البحران الالفاظ المصحفة خمسة وهی تلاق وتلاغ وطلاك وطلاغ وتلاك، زاد فی النهر تلاع وتلال وینبغی ان یقال ان الفاء اما طاء او تاء واللام اما قاف او عین او غین او کاف او لام واثنان فی خمسة بعشرة الصریح منها الطاء مع القاف وما عدا ذلك مصحف[2] اھ اقول وذکر فی الخلاصة رجل قال لامرأته ترا تلاق هٰهنا خمسة الفاظ (وعد منها) طلاغ وتلاك عن الامام ابی بکر محمد بن الفضل انه یقع وان تعمد وقصد ان لا یقع[ع] قضاء ویصدق دیانة[3]۔

اسی پر قیاس ہے اور سب ظاہر ہے۔ طحطاوی میں ہے کہ بحر میں ہے کہ تبدیل شدہ الفاظ پانچ ہیں: تلاق، تلاغ، طلاک، طلاغ، تلاک۔ اور نہر میں تلاع اور تلال کو بھی شامل کیا ہے۔ تو یہاں یہ بیان مناسب ہوگا، ان الفاظ میں پہلا حرف (فاء کلمہ) ت یا ط ہے اور آخری حرف (لام کلمہ) ق، ع، غ، ك یا ل ہے تو یوں پہلے حرف کے دو احتمال کو آخری حرف کے پانچ احتمالات میں ضرب سے کل دس صورتیں (الفاظ) ہوئیں ان میں سے ط اور ق کے ساتھ لفظ طلاق میں صریح ہے، اور اس کے علاوہ باقی تمام تبدیل شدہ ہیں اھ ــــ اقول (میں کہتا ہوں کہ) خلاصہ میں یوں مذکور ہے کہ اگر کسی شخص نے بیوی کو کہا تجھے تلاق ہے، یہاں پانچ الفاظ ہیں، ان میں انھوں نے طلاغ اور تلاک کو شمار کیا ہے، اور کہا کہ امام ابوبکر محمد بن فضل نے فرمایا کہ ان

[ع] هٰهنا سقط والعبارة فی الخلاصة هکذا ولا یصدق قضاء ۱۲ حامد رضا غفر له۔

[ع] یہاں کچھ عبارت رہ گئی ہے خلاصہ میں عبارت اس طرح ہے قضاءً تصدیق نہ کی جائے ۱۲ حامد رضا غفرلہ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۴

[2] طحطاوی علی الدر المختار باب الصریح دار المعرفۃ بیروت ۲/۱۱۲

[3] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الطلاق جنس آخر فی الفاظ الطلاق مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/۸۳

Marfat.com

الفاظ سے طلاق واقع ہوگی، اور اگر وُہ قاضی کے ہاں کہے کہ میں نے ان الفاظ سے یہ قصد کیا ہے کہ طلاق واقع نہ ہو تو قاضی اس کی تصدیق نہ کرے گا، لیکن دیانۃً تصدیق کی جائے گی۔ (ت)

کسی نے کہا تیری عورت پر طلاق ہے کہا ہاں یا کیوں نہیں،

فی الدر ولو قیل لہ طلقت امرأتك فقال نعم او بلیٰ بالھجاء طلقت بحر[1]۔

دُر میں ہے، اگر کسی نے خاوند سے پُوچھا "تُو نے بیوی کو طلاق دی ہے" تو اس نے جواب میں کہا "ہاں" یا "کیوں نہیں" کے ہجے کرتے ہوئے، تو طلاق ہو جائے گی، بحر۔ (ت)

مگر جب ایسی سخت آواز ایسے لہجہ سے کہا جس سے انکار و عدمِ اقرار سمجھا جائے یہ فائدہ اکثر جگہ قابلِ لحاظ ہے فی الخانیۃ والخزانۃ وغیرھما (خانیہ اور خزانہ وغیرہما میں ہے۔ ت) یا کہا تیری عورت پر طلاق نہیں، کہا کیوں نہیں (اور اگر کہے نہ یا ہاں تو طلاق نہ ہوگی)

اما الاول فانہ صریح فی الانکار اما الاٰخر ففیہ احتمالان اثبات النفی و اثبات المنفی ای الطلاق فلا یقع بالشك، اقول ولا یرد ما فی الفتح من عدم الفرق بین نعم و بلیٰ لان مبناہ علی العرف کما قال صاحب الفتح والذی ینبغی عدم الفرق فان اھل العرف لا یفرقون بل یفھمون منھما ایجاب المنفی[2] اھ اما فی عرفنا فمعناہ کما قلت فی ردالمحتار عن البحر ان موجب نعم تصدیق

ان میں پہلا لفظ (نہ) صریح انکار ہے، اور دوسرا (ہاں) تو اس میں کئی احتمالات ہیں، نفی کا اثبات یا منفی یعنی طلاق کا اثبات، تو ایسی صورت میں شک ہوا تو طلاق نہ ہوگی۔ اقول (میں کہتا ہوں) فتح میں یہاں "ہاں" اور "کیوں نہیں" میں عدمِ فرق کو ذکر کرنا قابلِ اعتراض نہیں کیونکہ ان کے اس بیان کا مبنیٰ عُرف پر ہے جیسا کہ صاحبِ فتح نے خود بیان کیا ہے کہ اور مناسب یہی ہے کہ ان دونوں میں فرق نہ ہو کیونکہ عُرف والے ان میں فرق نہیں کرتے بلکہ وُہ دونوں میں منفی کا اثبات سمجھتے ہیں اھ، لیکن ہمارے عُرف میں ان دونوں میں فرق ہے، جیسا کہ میں نے کہا ہے۔ ردالمحتار میں بحر سے منقول ہے کہ نعم (ہاں) کا

---

[1] درمختار	باب الصریح	مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۲۱۸
[2] ردالمحتار بحوالہ فتح القدیر	" "	" " "	۲/ ۴۵۳

Marfat.com

ماقبلها من کلام منفی او مثبت استفهامًا کان او خبرا، وموجب بلٰی ایجاب ما بعد النفی استفهامًا کان او خبرًا الاان المعتبر فی احکام الشرع العرف حتی یقام کل واحد منهما مقام الاٰخر[1] اھ۔

استعمال پہلی کلام کی تصدیق کے لئے ہوتا ہے خواہ وُہ مثبت ہو منفی استفہامی ہو یا خبر ہو، اور بلٰی (کیوں نہیں) کا استعمال پہلی کلام میں نفی کا اثبات کرنے کے لئے ہوتا ہے خواہ وُہ نفی استفہام میں ہو یا خبر میں، مگر احکامِ شرع میں بہرحال عرف کا اعتبار ہے، حتی کہ عرف میں ایک دوسرے کی جگہ استعمال مراد لیا جاتا ہے اھ (ت)

۳۷ تجھے طلاق ہے اور مجھے اختیارِ رجعت نہیں،

فی الشامی عن الخیریة عن الصیرفیة انت طالق ولارجعة لی علیك فرجعیة[2]۔

فتاوٰی شامی میں خیریہ سے اور انھوں نے صیرفیہ سے نقل کیا کہ اگر خاوند نے کہا "تجھے طلاق اور مجھے رجوع کا حق نہیں ہے" تو ایک رجعی طلاق ہوگی (ت)

۳۸ تجھ پر طلاق ہے نہ پھیرے تجھے کوئی قاضی نہ حاکم نہ عالم،

فی الخیریة سئل فی رجل قال لزوجته انت طالق لایردك قاض ولاوال ولاعالم هل یکون بائنا ام رجعیا اجاب هو رجعی ولایملك اخراجه عن موضوعه الشرعی بذلك[3]۔

خیریہ میں ہے: سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا "تجھے طلاق ہے تجھے کوئی قاضی، کوئی حاکم یا عالم واپس نہ کرسکے" تو کیا اس صورت میں طلاق رجعی ہوگی یا بائن؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ رجعی ہوگی، اور اس کے کہنے سے شرعی ضابطہ ختم نہ ہوگا۔ (ت)

۳۹ تو مذہب یہود یا نصارٰی یا چاروں مذہب یا سب مذاہب مسلمین پر مطلقہ،

فی الخیریة قال فی منح الغفار اقول وقد کثر فی زماننا قول الرجل انت طالق علی الاربعة مذاهب یرید بذلك ان الطلاق یقع علیها

خیریہ میں ہے: منح الغفار میں کہا "میں کہتا ہوں کہ ہمارے زمانہ میں خاوند کا قول تجھے چاروں مذہب طلاق" تو اس سے مراد یہ ہے کہ تمام مذاہب پر متفقہ طلاق ہے، تو ایسی صورت میں یقینًا طلاق

---

[1] ردالمحتار | باب الصریح | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۴۵۳

[2] " | " | " | ۲/۴۵۱

[3] فتاوٰی خیریہ | کتاب الطلاق | دارالمعرفة بیروت | ۱/۴۶

Marfat.com

باتفاقهم وینبغی الجزم بوقوعه قضاءً ودیانة کمالایخفی اھ اقول ولا شبھة فی کونه رجعیا لابائنا لما قدمنا[1]، سئل عن رجل قال لزوجته انت طالق علی مذھب الیھود و النصاری، وعن رجل قال لزوجته انت طالق علی سائر مذاھب المسلمین اجاب فیھما بانه طلاق رجعی[2]

ہوجائے گی قضاءً بھی اور دیانۃً بھی، جیسا کہ واضح ہے اھ، اقول (میں کہتا ہوں) یہ طلاق بلاشبہہ رجعی ہوگی بائنہ نہ ہوگی، جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے۔ نیز ان سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے بیوی کو کہا تجھے یہودی اور نصرانی مذہب پر طلاق، دوسرے نے کہا تجھے مسلمانوں کے تمام مذاہب پر طلاق، تو انھوں نے جواب دیا کہ یہ طلاق رجعی ہوگی۔ (ت)

جا تجھے طلاق[عہ۲] ہے سوٴروں[عہ۳] یا یہودیوں کو حلال اور مجھ پر حرام ہو،

فی الخیریة سئل فی رجل قال لزوجته روحی طالق تحلی للیھود وتحرمی علیّ وعمن قال روحی طالق تحلی للخنازیر وتحرمی علیّ، اجاب بانه رجعی لان قوله روحی طالق صریح فیه، وقوله تحلی للیھود والخنازیر لغو لانه خلاف المشروع وھو لایملکه، و قوله وتحرمی ای حرمة تحصل بانقضاء العدة اذ ھو ثابت شرعا بصریح الطلاق بعد الدخول[3]

خیریہ میں ہے ان سے سوال ہوا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا "جا طلاق ہے تو یہودیوں کے لئے حلال اور مجھ پر حرام" اور یوں ایک دوسرے نے بیوی کو کہا "جا طلاق ہے تو خنزیروں کے لئے حلال اور مجھ پر حرام ہے" تو انھوں نے جواب دیا کہ یہ طلاق رجعی ہوگی، کیونکہ "جا طلاق ہے" صریح طلاق ہے، اور اس کا یہ کہنا تو یہودیوں یا خنزیروں کے لئے حلال ہے لغویات ہے اور خلافِ شرع ہے جس کا اسے اختیار نہیں، اور اس کا یہ کہنا کہ "تو مجھ پر حرام ہے" سے مراد وہ حرمت ہے جو عدت گزرنے کے بعد ہوتی ہے جیسا کہ شریعت میں مدخولہ بیوی کو طلاق دینے کے بعد حرمت ہوتی ہے (ت)

مگر یہ اُس وقت جبکہ اس لفظ سے کہ "مجھ پر حرام ہو" طلاق کی نیت نہ کی ورنہ دو بائن پڑیں گی،

فی الشامی نعم لوقصد بقوله وتحرمی

فتاوٰی شامی میں ہے ہاں اگر اس نے "تو مجھ پر

---

[1] فتاوٰی خیریہ | کتاب الطلاق | دار المعرفة بیروت | ۱/۴۶
[2] " | " | " | ۱/۴۷
[3] " | " | " | ۱/۵۰

علی ایقاع الطلاق وقع به اخری بائنة اھ[1]
اقول ولا یردان تحریمها او تحریم نفسه علیها طلاق بلا نیة کما تقدم لان هذا مضارع ظاهرة الاستقبال کقوله طلاق کنم او تکونین مطلقة فافهم۔

حرام ہے" سے نئی طلاق واقع کرنے کا ارادہ کیا ہو تو یہ دوسری طلاق بائنہ ہوگی اھ، اقول (میں کہتا ہوں) یہاں یہ اعتراض ہوگا کہ پہلے گزرا ہے کہ بیوی کو اپنے لئے یا اپنے آپ کو بیوی پر حرام کرنا، بغیر نیت بھی طلاق ہوگی جبکہ یہاں یہ کہنا کہ نئی طلاق کی نیت سے مجھ پر حرام ہے" کہا تو نیت سے طلاق، تو دونوں بیان آپس میں مختلف ہیں، تو جواب یہ ہے کہ یہاں "تحرمی" (تو مجھ پر حرام ہوگی) ظاہر طور پر استقبال ہے، جیساکہ میں طلاق دوں گا یا تو طلاق والی ہوگی، کا حکم ہے، غور کرو۔ (ت)

تو مطلقہ[عہ] اور بائنہ یا مطلقہ[۴۵] پھر بائنہ ہے،

فی الدر ولو عطف فقال وبائن او ثم بائن ولم ینو شیئا فرجعیة[2]

در میں ہے: اگر عطف کیا تو یوں کہا انت طالق وبائن، یا یوں کہا انت طالق ثم بائن، اور لفظ بائن سے کوئی نئی طلاق مراد نہ لی تو ایک ہی رجعی طلاق ہوگی (ت)

مگر جبکہ ہر لفظ سے جُدا طلاق کی نیت کی ہو تو دو بائنہ ہیں،

فی ردالمحتار ومفهوم التقیید بعدم النیة انه لو نوی تکریر الایقاع مع الحروف الثلثة او نوی بالبائن الثلاث انه یقع ما نوی[3]

ردالمحتار میں ہے: نیت نہ ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ اگر اس نے نئی طلاق کی نیت سے تینوں حروف کہے ہوں اور تین طلاقوں کی نیت سے یہ تکرار کیا یا بائن سے تین کی نیت کی ہو، جو بھی نیت کی ہوگی وہ واقع ہوگی (ت)

عورت[۴۶] کے بیٹے کو دیکھ کر کہا اے طلاقن کے جنے، اے مادر[۴۷] طلاقہ[عہ]،

عہ هکذا فی الاصل ولعله نسخه الناسخ وعندی صوابه ای مادر شش طلاقه کما یجیئ عن الهندیة ۱۲ فقیر حامد رضا قادری

عہ اصل (قلمی نسخہ) میں ایسے ہی ہے اور ممکن ہے یہ ناقل کی غلطی ہو، میرے خیال میں درست یوں ہے "اے مادر شش طلاقہ" جیساکہ ہندیہ سے آئیگا ۱۲ فقیر حامد رضا قادری

---

1 ردالمحتار باب الصریح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۵۱
2 درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۲
3 ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۵۰

Marfat.com

فی الھندیۃ عن الظھیریۃ رجل من عادتہ ان یقول اذا رأی صبیا ای مادرت شش طلاقہ فسکر من الخمر فاتاہ ابنہ فظنہ صبیا اجنبیاً فقال لہ ای مادرت شش طلاقہ ولم یعلم انہ ابنہ طلقت امرأتہ ثلثاً[1] اھ۔

ہندیہ میں ظہیریہ سے ہے کہ ایک شخص کی عادت ہے کہ وہ جب کسی بچے کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے اے تیری ماں چھ طلاق والی" تو اس کو شراب کا نشہ تھا اس حالت میں اس کا اپنا بیٹا آیا تو اس نے نشے میں سمجھا کہ کوئی اجنبی بچہ ہے تو اس نے اس کو بھی کہا اے تیری ماں چھ طلاق والی" کہہ دیا تو اس کی بیوی کو تین طلاقیں ہوجائیں گی اھ (ت)

اقول (اس میں بھی وہی تفصیل چاہئے جو لفظ مطلقہ وغیرہ میں گزری کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) تجھ پر پوری[۴۸] یا آدھی[۴۹] یا تہائی[۵۰] وغیرہ تجھ پر طلاق کا ہزاروں حصہ،

فی الدر وجزء الطلقۃ ولو من الف جزء تطلیقۃ لعدم التجزی[2]

در میں ہے، طلاق کی جزء خواہ ہزارویں جزء، ایک ہی طلاق ہوگی، کیونکہ طلاق کے اجزاء نہیں ہوسکتے۔ (ت)

تجھ پر کم[۵۲] درجہ کی طلاق،

فی الخانیۃ ولو قال اقل الطلاق یقع واحدۃ[3]

خانیہ میں ہے اگر کہا کم از کم طلاق تو ایک ہی ہوگی۔ (ت)

تیرے[۵۳] نصف پر طلاق، تیرے[۵۴] چوتھائی پر طلاق، تیرے[۵۵] ہزارویں ٹکڑے پر طلاق، تیری[۵۶] روح پر طلاق، تیری جان[۵۷] پر طلاق، تیری[۵۸] ناک پر طلاق (اور اگر انف یا بینی پر کہے یا عربی فارسی میں انفك طالق، بر بینی تو طلاق (تیری ناک پر طلاق۔ ت) کہے تو کچھ نہیں، برعکس اس کے اگر عربی میں عنقك طالق یا فرجك طالق (تیری گردن کو طلاق یا تیری شرمگاہ کو طلاق۔ ت) کہے، طلاق ہوجائے گی، اور اُردو میں تیری عنق یا گردن یا فرج پر طلاق کہے تو کچھ نہیں جبکہ لفظ فرج یا اس کا اور مرادف بولے جس سے عرفِ ہند میں کل عورت مراد نہ لیتے ہوں اگرچہ خاص اُردو ہی کا لفظ ہو، وجہ یہ ہے کہ یہاں خاص وہ لفظ ہونا چاہئے جس سے اُس زبان میں انسان کی ذات کو تعبیر کرتے ہوں، عربی میں عنق و فرج ایسے ہی ہیں اور ہماری زبان میں عنق و گردن و خاص لفظ فرج، انف و بینی وغیرہ ایسے نہیں، اور ہمارے یہاں کا یہ عام محاورہ ہے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۵

[2] درمختار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۹

[3] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الطلاق نولکشور لکھنؤ ۱/۲۰۸

Marfat.com

کہ فلاں شخص شہر بھر کی ناک ہے، خاندان کی ناک ہے، عورت موم کی ناک ہے، تو ظاہر اس میں طلاق ہوجانا چاہئے۔ اسی طرح فرج کا وُہ نام جس سے کل عورت مراد لیتے ہوں،

فی الدر واذا اضاف الطلاق الیہا او الی ما یعبربہ عنہا کالرقبۃ والعنق والروح والبدن والجسد (الاطراف داخلۃ فی الجسد دون البدن) والفرج والوجہ والراس وکذا الاست بخلاف البضع والدبر والدم علی المختار خلاصۃ او اضافہ الی جزء شائع منہا کنصفہا وثلثہا الی عشرہا (وکذا لو اضافہ الی جزء من الف جزء منہا کما فی الخانیۃ) وقع لعدم تجزیہ[1] اھ مزیدا من رد المحتار وفیہ ایضا کما لا یقع لو اضافہ الی الانف[2]۔

درمختار میں ہے کہ جب طلاق کو بیوی کی طرف یا اس کے ایسے حصّہ کی طرف منسوب کرے جس سے بیوی کی شخصیت مراد لی جاتی ہو، مثلاً گردن، رقبہ، روح، بدن، جسم (ہاتھ اور پاؤں جسد کا حصّہ ہیں بدن کا حصہ نہیں ہیں) شرمگاہ، چہرہ، سَر اور اسی طرح سرین، تو بیوی کو طلاق ہوگی، مگر بضع، دُبر اور خُون کی طرف نسبت کی طلاق نہ ہوگی۔ خلاصہ میں اس کو مختار قرار دیا ہے، اور یونہی اگر طلاق کو بیوی کے غیر معیّن حصّہ مثلاً نصف، ثلث تا دسویں حصّہ کی طرف منسوب کیا اور اگر معیّن حصہ خواہ کتنا ہو مثلاً ہزارواں حصّہ تو طلاق ہوجائے گی کیونکہ طلاق کے اجزاء نہیں ہیں، جیسا کہ خانیہ میں ہے اھ ردالمحتار میں اضافہ کرتے ہُوئے کہا کہ جس طرح ناک کی طرف طلاق کی نسبت، مثلاً تیری ناک کو طلاق، تو طلاق نہ ہوگی۔ (ت)

کسی[60] سے اپنی عورت کی نسبت کہا اُسے اُس کی طلاق کی خبر دے یا مژدہ[61] دے یا اُس[62] کی طلاق کی خبر اُس کے پاس لے جا یا اُسے خبر[63] دے یا اُسے[64] لکھ بھیج یا اُس[65] سے کہہ کہ وہ مطلقہ ہے یا اُس[66] کے لئے اس کی طلاق کی سند یا یادداشت[67] لکھ دے ابھی طلاق ہوگئی اگرچہ یہ اس سے نہ کہے نہ لکھے، اور یُوں کہا کہ اُس سے کہہ کہ تُو مطلقہ ہے تو جب جاکر کہے گا اُس وقت پڑے گی ورنہ نہیں،

فی الخانیۃ رجل قال لغیرہ اخبر امرأتی بطلاقہا او احمل الیہا طلاقہا او اخبرہا انہا طالق

خانیہ میں ہے، اگر دُوسرے شخص کو کہا، میری بیوی کو اس کی طلاق کی خبر دے، یا اس کی طلاق اس کی طرف لے جا، اسکو خبر دے دو یا کہہ دو کہ وُہ طلاق والی ہے،

---

[1] درمختار | باب الصریح | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۱۹
ردالمحتار | 〃 | 〃 〃 〃 | ۲/۴۳۶
[2] درمختار | 〃 | 〃 〃 〃 | ۱/۲۱۹

Marfat.com

او قل لہا انہا طالق طلقت للحال ولا یتوقف علی وصول الخبر الیہا ولا علی قول المامور ذٰلک، ولو قال قل لہا انت طالق لایقع الطلاق ما لم یقل لہا المامور ذٰلک، ولو قال اکتب لہا طلاقہا ینبغی ان یقع الطلاق للحال کما لو قال احمل الیہا طلاقہا، وکما لو قال اکتب الٰی امرأتی انہا طالق[1] وخالف العقود فی مسئلۃ قل لہا ھی کذا فجعلہ توکیلا فراجعہ[ع5]۔

تو ان صورتوں میں اسی وقت طلاق ہو جائے گی اور بیوی کو خبر پہنچنے یا اس شخص کے بیوی کو کہہ دینے پر موقوف نہ ہوگی، اور اگر یُوں کہا کہ تو اس کو کہہ دے کہ تو طلاق والی ہے تو اس صورت میں اس وقت تک طلاق نہ ہوگی جب تک وُہ شخص بیوی کو یہ بات کہہ نہ دے، اور اگر دوسرے کو کہا کہ تو میری بیوی کو طلاق لکھ دے، تو اسی وقت طلاق ہوگی جس طرح کہ کہا "اس کو طلاق پہنچا دے" یا جس طرح کہا " تو میری بیوی کی طرف لکھ دے کہ اس کو طلاق ہے" اور عقود دریہ نے "بیوی کو کہہ دے کہ اس کو طلاق ہے" کے مسئلہ میں مخالف قول کیا ہے اور کہا کہ یہ خاوند کی طرف سے دوسرے شخص کو وکیل بنانا ہے، تو عقود دریہ کی طرف تحقیق کے لئے رجوع کرنا چاہئے۔ (ت)

ع5 عبارۃ العقود ھکذا سئل فی رجل قال لاٰخر قل لامرأتی تکون طالقۃ بالثلث ولم یقل لہا الاٰخر شیئا فھل لا تطلق ما لم یقل لہا الجواب نعم لانہ توکیل کما صرح بہ فی البزازیۃ فی نوع فی الفاظہ[2] اھ وکنت کتبت علی ھامشہ مانصہ، اقول المضارع

عقود کی عبارت یوں ہے: اس شخص کے متعلق سوال ہُوا جس نے دُوسرے کو کہا "تو میری بیوی سے کہہ دے کہ تُو تین طلاق والی ہے" اور جبکہ دوسرے شخص نے یہ بات اس کی بیوی کو نہ کہی ہو تو کیا طلاق نہ ہو گی جب تک وُہ شخص بیوی کو یہ بات نہ کہہ دے، اس سوال کے جواب میں فرمایا ہاں (نہ ہوگی)، کیونکہ وکالت ہے جیسا کہ بزازیہ میں اس کی تصریح "طلاق کے الفاظ کے اقسام" میں ہے اھ۔ میں نے اس کے حاشیہ پر لکھا، جو یہ ہے، اقول (میں کہتا ہوں) مضارع

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الطلاق نولکشور لکھنؤ ۱/۲۱۰

[2] العقود الدریۃ کتاب الطلاق حاجی عبدالغفار و پسران قندھار افغانستان ۱/۴۱

Marfat.com

میں تجھے طلاق دیتا ہوں،[61]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

انما یعمل اذا غلب للحال ح، هو کقوله قل لها هی طالق و صرح فی الخانیة انها تطلق بذلك فی الحال بخلاف قوله قل لها انت طالق فلا تطلق مالم یقل راجع وحرر وان کانت المسئلة (اعنی مسئلة العقود) قل لامرأتی تکوی طالقة (بزیادة الیاء وحذف النون کما هو لغة شائعة لاسیما فی العوام حتی تکون الصیغة للخطاب) فالجواب صحیح بلاریب وموافق لما فی الخانیة فلتراجع البزازیة اھ ثم من المولی سبحٰنه وتعالٰی بالبزازیة فاتضح ان الامر کما فهمت وان (تکون) تصحیف من (تکونی) فان عبارة البزازیة هکذا قال لها قولی انا طالق فقالت وقع وان لم یقل لا بخلاف ما لو قال لاٰخر قل لامرأتی

کا صیغہ طلاق میں تب عمل کرے گا جب اس سے غالب طور پر حال مراد ہو، تو ایسی صورت میں اس کا حکم ایسا ہوگا جیسے خاوند دوسرے کو کہے کہ بیوی کو کہہ دو اس کو طلاق ہے، اور خانیہ میں تصریح ہے کہ اس سے اسی وقت طلاق ہوگی، بخلاف جب کہے "بیوی کو تو کہہ دے کہ تجھے طلاق ہے" تو طلاق نہ ہوگی جب تک وہ نہ کہہ دے اس کی طرف رجوع کرکے دیکھو، اور اگر یہ عقود کا مسئلہ یُوں ہو کہ، دوسرے کو خاوند کہے، کہ، تُو میری بیوی سے کہہ دے "تو طلاق والی ہوجا" (تکون میں نون کا حذف اور یاء کا اضافہ کرکے کہے جیسا کہ یہ عام طور پر خصوصًا عوام میں مشہور ہے، تو یہ بصیغہ امر خطاب ہوگا) تو عقود کا یہ جواب بلاشک وشبہہ درست ہوگا، اور خانیہ کے بیان کے موافق ہوگا، تو بزازیہ کی عبارت پر غور کرو اھ، پھر اللہ تعالٰی نے احسان فرماکر بزازیہ کا مسئلہ واضح کردیا کہ معاملہ وہی ہے جو میں نے ذکر کیا اور سمجھا کہ تکونی کی تبدیلی میں تکون ہوگیا، کیونکہ بزازیہ کی عبارت یُوں ہے خاوند نے بیوی کو کہا، تو کہہ میں طلاق والی ہوں، اگر بیوی نے یہ کہہ دیا تو طلاق ہوجائے گی ورنہ اگر خاوند نے نہ کہا تو طلاق نہ ہوگی، اس کے برخلاف جب خاوند نے دُوسرے شخص کو کہا کہ تُو میری بیوی سے

(باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

فی الهندیة وفی المحیط لوقال بالعربیة اطلق لایکون طلاقا الا اذا غلب استعماله للحال فیکون طلاقا[1]، وفیها عن الخلاصة قالت طلاق بدست تست مرا طلاق کن فقال الزوج طلاق میکنم طلاق میکنم وکرر ثلثا طلقت ثلثا بخلاف قوله کنم لانه استقبال فلم یکن تحقیقا بالتشکیك[2]

ہندیہ میں ہے: اور محیط میں ہے اگر عربی میں مضارع متکلم (اطلق) کہا تو طلاق نہ ہوگی، مگر جب یہ لفظ غالب طور پر حال کے لئے استعمال ہوتا ہو تو طلاق ہوجائے گی، اور ہندیہ میں خلاصہ سے منقول ہے کہ بیوی نے خاوند کو کہا "طلاق تیرے اختیار میں ہے مجھے طلاق کردے" تو خاوند نے اگر جواب میں یہ کہا "میں طلاق کر رہا ہوں طلاق کر رہا ہوں"، تین مرتبہ تکرار کیا تو تین طلاقیں ہوں گی، اس کے برخلاف اگر یوں کہے "میں کروں گا" تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ یہ استقبال ہے لہٰذا شک ہوگا اور طلاق نہ ہوگی۔ (ت)

۶۹ میں تجھے چھوڑتا ہوں،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

انما طالق حیث تطلق قال الرجل ام لا اصله ما ذکر فی الاصل قال لاٰخر اخبرها بطلاقها اوبشرها او احمل الیها طلاقها یقع اخبر ام لا، ولوقال لاٰخر قل لها انت طالق لاتطلق مالم یقل لانه توکیل[3] اھ فهو کما تری مطابق لما فی الخانیة ومختص بصورة الخطاب۔ والله تعالٰی اعلم بالصواب ۱۲ منه۔

کہہ دے کہ "وہ طلاق والی ہے" تو طلاق ہوجائے گی وہ شخص بیوی سے کہے یا نہ کہے، اس کا اصل مبسوط میں مذکور ہے کہ خاوند نے دوسرے کو کہا کہ تو میری بیوی کو طلاق کہہ دے یا اس کو خوشخبری طلاق کی دے یا تو اس کی طلاق اس کو لیجا دے، ان صورتوں میں خبر دے یا نہ دے ہر طرح طلاق ہوگی اور خاوند نے دوسرے کو یوں کہا کہ تو میری بیوی کو کہہ کہ تجھے طلاق ہے، تو جب تک وہ شخص بیوی کو کہہ نہ دے گا طلاق نہ ہوگی، کیونکہ یہ اس شخص کو وکیل بنانا ہوا اھ، تو جیسا آپ دیکھ رہے ہیں یہ خانیہ کے مطابق ہے اور خطاب کے صیغہ سے مختص صورت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۸۴

[2] " " " " " " ۱/ ۳۸۴

[3] فتاوٰی بزازیہ علٰی ہامش فتاوٰی ہندیہ کتاب الطلاق " " ۴/ ۷۵-۱۷۴

Marfat.com

فی ردالمحتار عن البحر من الصریح المضارع اذا غلب فی الحال[1] اھ قلت فکیف اذا تمحض لہ و چھوڑنا من الصریح بلساننا۔

ردالمحتار میں بحر سے منقول ہے کہ مضارع کا صیغہ جب حال کے لئے غالب الاستعمال ہو تو یہ طلاق صریح میں شمار ہوگا، قلت (میں کہتا ہوں) اور اگر خالص حال کے لئے ہو تو پھر بطریق اولیٰ صریح ہوگا جبکہ "چھوڑنا" کا لفظ ہماری زبان میں طلاق میں صریح ہے (ت)

ہاں اگر عزم و ارادہ کی نیت پر کہے گا بایں معنیٰ کہ تجھے طلاق دیا چاہتا ہوں تو عنداللہ طلاق نہ ہوگی،

فی الخیریۃ یدین علی کل حال أی ولو غلب فی الحال[2]

فتاوٰی خیریہ میں ہے: مضارع میں خاوند کی بات پر دیانۃً تصدیق بہرحال ہوگی اگرچہ وہ مضارع، حال کے معنیٰ میں غالب ہو۔ (ت)

تجھ پر دو مہینے سے طلاق ہے اور واقع میں نہ دی تھی ابھی پڑ گئی بشرطیکہ نکاح کو دو مہینے سے کم نہ ہوئے ہوں ورنہ کچھ نہیں، اور اگر جھوٹی خبر کی نیت تھی تو عنداللہ کچھ نہیں یہ ہر صیغہ خبر میں جاری ہے،

کما فی الخیریۃ وغیرھا وفیہ ایضا قال لھا انت مطلقۃ من شھرین ویقول نویت الاخبار فی الماضی کاذبا ھل یقع علیہ الطلاق ام لا واذا قلتم یقع ھل لہ ان یردھا ام لا اجاب یقع قضاء لادیانۃ وعلی حکم القضاء لہ مراجعتھا فی العدۃ بغیر عقد وبعدھا بعقد جدید حیث لم یصدر منہ سوی ماذکر[3] وفی الدر کذا انت طالق امس وقد نکحھا الیوم ولو نکحھا قبل امس وقع الاٰن لان الانشاء فی الماضی انشاء فی الحال[4] (ملخصاً)

خیریہ وغیرہ میں جیسے ہے کہ اگر کہا "تو دو ماہ سے مطلقہ ہے"، اور اس کے بعد کہا کہ میں نے یہ ماضی کی خبر کاذب کے طور پر کہا ہے، تو کیا اس پر طلاق ہوگی یا نہیں اور اگر آپ فرمائیں کہ طلاق ہوگی تو اس کو رجوع کا حق ہوگا یا نہیں، اس کا جواب دیا کہ قضاءً طلاق ہوگی دیانۃً نہ ہوگی، اور قاضی کے فیصلہ پر اس کو عدت میں بغیر نکاح اور عدت کے بعد جدید نکاح سے رجوع کا حق ہوگا، جبکہ مذکورہ کارروائی کے علاوہ خاوند نے کچھ اور نہ کہا ہو اور دُر میں ہے کہ یُونہی اگر خاوند نے کہا "تو گزشتہ روز سے طلاق والی ہے" تو اگر نکاح آج کیا ہو تو یہ بات لغو ہوگی اور گزشتہ روز سے قبل نکاح کیا ہو تو ابھی سے طلاق ہوجائیگی کیونکہ ماضی کا انشاء حال کا انشاء متصور ہوگا (ت)

[1] ردالمحتار	باب الصریح	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۴۳۰
[2] فتاوٰی خیریہ	کتاب الطلاق	دارالمعرفۃ بیروت	۱/۳۹
[3] ؍؍	؍؍	؍؍	۱/۵۰
[4] درمختار	باب الصریح	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۲۲۰

Marfat.com

تجھ پر دو برس تک طلاق ہے اس میں دو برس بعد پڑے گی،

فی الخیریة قال لها انت طالق الی سنتین ولا نیة له فما الحکم اجاب یقع علیها بعد السنتین طلقة واحدة رجعیة صرح به صاحب البحر والبزازیة والولوالجیة وغیرهم من کتب الحنفیة۔[1]

خیریہ میں ہے، اگر بیوی کو کہا "تجھے دو سال پر طلاق" اور کوئی خاص نیت نہ کی ہو تو کیا حکم ہے، تو جواب دیا کہ دو سال بعد رجعی طلاق ہوگی۔ اس کی تصریح بحر، بزازیہ اور ولوالجیہ وغیرہ کتبِ حنفیہ میں موجود ہے۔ (ت)

تجھ پر یہاں سے عرب تک طلاق، اور اگر یوں کہا کہ اتنی لمبی یا بڑی طلاق تو بائن ہوگی،

فی الدر وبقوله من هنا الی الشام واحدة رجعیة مالم یصفها بطول اوکبر فبائنة۔[2]

در میں ہے، خاوند نے کہا "تجھے یہاں سے ملک شام تک طلاق ہے تو ایک رجعی طلاق ہوگی بشرطیکہ اس نے طلاق کو کسی طوالت یا بڑائی سے موصوف نہ کیا ہو، اور اگر ایسی صفت سے موصوف کیا تو بائنہ طلاق ہوگی (ت)

تو فلاں عورت سے زیادہ مطلقہ ہے، طلاق ہو جائے گی اگرچہ فلاں عورت مطلقہ نہ بھی ہو،

بخلاف مالو قال بالعربیة انت اطلق من فلانة فلا تطلق الا بالنیة بشرط ان تکون فلانة مطلقة فقد عد فی الدر قوله انت اطلق من امرأة فلان وهی مطلقة[3] من الکنایات التی یقع بها الرجعی، قال الشامی علله فی الفتح بان افعل التفضیل لیس صریحا فافهم[4] اھ بخلاف ما نحن فیه فانه مطلقة صریحة ولا یعتریه الاحتمال بزیادة فما فیه الا اثبات الطلاق

بخلاف اس کے جب بزبان عربی یوں کہا "انت اطلق من فلانة" تو نیت کے بغیر طلاق نہ ہوگی، نیت سے بھی تب ہوگی جب وہ فلاں عورت مطلقہ ہو، خاوند کے اس قول کہ "تجھے فلاں کی عورت سے بڑی طلاق بشرطیکہ وہ فلاں کی عورت مطلقہ ہو تو در میں اس کو ان کنایات میں شمار کیا ہے جن سے ایک رجعی طلاق ہوتی ہے۔ علامہ شامی نے اس پر فرمایا کہ فتح میں اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ صیغہ تفضیل طلاق میں صریح نہیں ہے، غور کرو اھ، اس کے برخلاف وہ

---

[1] فتاوی خیریہ — کتاب الطلاق — دار المعرفة بیروت — ۱/ ۵۱
[2] در مختار — باب الصریح — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۲۱۹
[3] درمختار — باب الکنایات — " " " — ۱/۲۲۵
[4] رد المحتار — " — دار احیاء التراث العربی بیروت — ۲/۴۶۶

Marfat.com

والزیادة وفقد حققناہ فیما علقناہ علٰی ردالمحتار۔

صورت جو ہم نے ذکر کی ہے کیونکہ وُہ صریح مطلقہ ہے اس میں زیادتی وغیرہ کا احتمال رکاوٹ نہ ہوگا یہ طلاق اور زیادتی کا اثبات ہے اور اس کو ہم نے ردالمحتار کے حاشیہ میں محقق کیا ہے۔ (ت)

ان سب صُورتوں میں بے حاجت نیت طلاق رجعی پڑتی ہے، اے مطلقہ بسکون طاء، فی الا[1] انتَ مطلقة بالتخفیف (درمیں ہے خاوند نے مُطلَقَہ یعنی ط پر جزم کے ساتھ، بیوی کو کہا "تُو مُطلَقہ ہے"۔ ت) میں نے تیری[2] طلاق چھوڑدی، میں[3] نے تیری طلاق روانہ کردی، میں[4] نے تیری طلاق کا راستہ چھوڑدیا،

فی ردالمحتار قوله خلیت سبیل طلاقك وکذا خلیت طلاقك اوترکت طلاقك ان نوی وقع والافلاخانیة۔[1]

ردالمحتار میں ہے: خاوند نے کہا "میں نے تیری طلاق کا راستہ چھوڑدیا، میں نے تیری طلاق روانہ کردی، میں نے تیری طلاق چھوڑدی" تو اگر نیّت کی تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں، خانیہ۔ (ت)

تجھ[5] پر ط، لَ، اَ، قَ۔ تجھ[6] پر طَا، لَام، اَلف، قَاف۔

فی ردالمحتار قوله اوطل اق ظاھر ماھنا ومثله فی الفتح والبحر ان یاتی بمسمّی احرف الھجاء والظاھر عدم الفرق بینھا وبین اسمائھا ففی الذخیرة قال لامرأته الف نون تاء طاء الف لام قاف انه ان نوی الطلاق تطلق المرأة[2]۔ (ملخصًا)

ردالمحتار میں ہے: یا خاوند کا قول ط، ل، ا، ق تو یہ طلاق میں ظاہر ہے، اسی کی مثل فتح اور بحر میں ہے کہ حروف ہجاء اور اس کے مسمّٰی کو ذکر کرے تو ظاہر میں کوئی فرق نہیں، ہم نے حروف کے اسماء کو بیان کردیا ہے تو ذخیرہ میں ہے کہ اگر بیوی کو کہا الف، نون، تاء، طاء، الف، لام، قاف، اور طلاق کی نیت کی تو طلاق ہوگی (ملخصًا)۔ (ت)

میں[7] نے تیری طلاق تجھے ہبہ کی، قرض[8] دی، تیرے[9] پاس[10] گرو کی، امانت[11] رکھی، میں[12] نے تیری طلاق چاہی، تیرے[13] لئے طلاق ہے، اللہ نے تیری طلاق چاہی، اللہ تعالٰی نے تیری طلاق مقدر کی،

فی ردالمحتار قوله وغیر ذٰلك مثل الطلاق

ردالمحتار میں ماتن کے قول وغیر ذٰلك کے تحت

---

[1] ردالمحتار | باب الکنایات | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/۴۶۶

[2] ردالمحتار | باب الصریح | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۴۳۰

Marfat.com

عليك و هبتك طلاقك، بعتك طلاقك، اذا قالت اشتريت من غير بدل، خذى طلاقك اقرضتك طلاقك قد شاء الله طلاقك او قضاه او شئت ففى الكل يقع بالنية رجعى كما فى الفتح، زاد فى البحر الطلاق لك[1] الخ وفيه اما ما فى البحر ايضا من ان منه اودعتك طلاقك ورهنتك طلاقك فسيذكر الشارح تصحيح عدم الوقوع به[2] اقول اى ان لم ينو لان المقصود به الرد على البحر فى جعله صريحا۔

بیان کیا، مثلاً میں نے تجھے تیری طلاق ہبہ کی، میں نے تیری طلاق تجھ کو فروخت کی جب جواب میں عورت یہ کہے کہ میں نے بدلہ کے بغیر خریدی، میں نے تیری طلاق تجھے قرض دی، اللہ نے تیری طلاق چاہی، یا اللہ نے تیری طلاق مقدر فرمائی، کیا تُو چاہتی ہے۔ ان مذکورہ صورتوں میں نیت کی تو ایک طلاق رجعی ہوگی جیسا کہ فتح میں ہے بحر میں اس پر زائد ہے تیرے لئے طلاق ہے الخ اور اسی ردالمحتار میں ہے لیکن جو بحر نے افادہ فرمایا وُہ بھی کہ' میں نے تیرے پاس تیری طلاق امانت رکھی ہے یا رہن رکھی ہے، اس پر شارح طلاق نہ واقع ہونے کی تصحیح ذکر کر رہے ہیں، اقول (میں کہتا ہوں) یعنی اگر نیت نہ کی ہو تو یہ مسئلہ ہے کیونکہ اس سے مقصد بحر پر رَد کرنا ہے کیونکہ وُہ اس کو صریح قرار دیتے ہیں۔ (ت)

میں[15] نے تیری طلاق تیرے ہاتھ بیچی، عورت نے کہا میں نے خریدی، اور کسی عوض مالی کا ذکر نہ ہُوا ورنہ بائن ہوگی)

فى ردالمحتار عن البحر ولو قال بعت منك تطليقة فقالت اشتريت يقع رجعيا مجانا لانه صريح[3] اھ وفى الدر وحكم الواقع بالطلاق الصريح على مال طلاق بائن[4]۔

ردالمحتار میں بحر سے منقول ہے، اگر خاوند نے کہا میں تجھے ایک طلاق فروخت کرتا ہُوں، تو بیوی نے جواب میں کہا میں نے خریدا، تو بلامعاوضہ ایک طلاق رجعی ہوگی، کیونکہ یہ صریح ہے اھ اور دُر میں ہے کہ مال کے بدلے صریح طلاق واقع ہو تو وُہ بائنہ کے حکم میں ہوگی (ت)

---

[1] ردالمحتار | باب الکنایات | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۴۶۷
[2] ردالمحتار | باب الصریح | " " " | ۲/۴۳۰
[3] ردالمحتار | باب الخلع | " " " | ۲/۵۵۹
[4] درمختار | " | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۴۵

Marfat.com

میں[۱۸] نے تجھے اس عوض پر طلاق دی کہ تُو اتنے دنوں کے لئے اپنا فلاں مطالبہ مجھ سے ہٹا دے،

فان العوض غیر مال ففی ردالمحتار بعد ذکر الطلاق علی مال بخلاف طلقنی علی ان اؤخر مالی علیك فان التاخیر لیس بمال وصح التاخیر لو له غایة معلومة و الا فلا، والطلاق رجعی مطلقا بحر عن البزازیة[۱] کمامر۔

کیونکہ یہ عوض مال نہیں تو ردالمحتار میں طلاق بعوض مال کے بعد ذکر کیا، بخلاف اس کے کہ جب بیوی کہے میرا جو مال تیرے ذمہ ہے اسے میں تجھ پر مؤخر کرتی ہوں اس کے عوض تُو مجھے طلاق دے۔ خاوند نے اس پر طلاق دے دی تو وہ رجعی ہوگی کیونکہ یہ عوض یعنی تاخیر مال نہیں ہے۔ اگر مال کی کوئی مدت مقرر تھی تو یہ تاخیر درست ہوگی ورنہ نہیں، بزازیہ سے بحر نے گزشتہ کی طرح نقل کیا۔ (ت)

میں[۱] نے طلاق تیرے دامن میں رکھ دی[علہ]

فی الخزانة عن الخلاصة ولو قال ہزار طلاق در دامنت کردم ان نوی او کان فی حال مذاکرة الطلاق یقع و الا فلا[۲]۔

خزانہ میں خلاصہ سے منقول ہے کہ خاوند نے کہا "میں نے تیرے دامن میں ہزار طلاق رکھ دی ہے" اگر نیت کی تو طلاق ہوگی، یونہی اگر یہ بات طلاق کے مذاکرہ کے بعد کہی تو طلاق واقع ہوگی ورنہ نہیں۔ (ت)

عدت بیٹھ فی ردالمحتار[علہ]، تجھ پر ایک[۱۹]،

علہ اقول شاید مسئلہ دامن و مسئلہ سابقہ چادر میں فرق بوجہ اضافت و عدم اضافت طلاق ہے کہ وہاں یہ کہا تھا تیری طلاق تیرے آنچل باندھی، لہذا بے نیت پڑ گئی، یہاں صرف طلاق کہا، تیری طلاق نہ کہا لہذا نیت پر رہی، ولیحرر، واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم ۱۲ منہ

علہ ھھنا فی الاصل بیاض ولعل العبارة المطلوبة منھا ھی ما نقل ھھنا فی الذیل قولہ اعتدی امر بالاعتداد الذی ھو من العدة او من العد ای اعتدی نعمی علیك بدائع اھ ۱۲ الفقیر حامد رضا قادری غفرلہ۔

یہاں قلمی نسخہ میں بیاض ہے ہو سکتا ہے اس سے مطلوب وہ عبارت ہو جس کو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے کہ اعتدی اعتداد سے امر ہے جو عدت سے ہے یا عد سے ہے یعنی میرے نکاح کو اپنے اوپر خدا کی نعمت شمار کر، بدائع اھ ۱۲ الفقیر حامد رضا قادری غفرلہ (ت)

---

[۱] ردالمحتار | باب الخلع | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/ ۵۶۰

[۲] خزانۃ المفتین | فصل فی صریح الطلاق | قلمی نسخہ | ۱/ ۱۰۸

Marfat.com

فی المتون انت واحدۃ ویعرف ما ترجمنا من یعرف الدلیل۔

متون میں ہے : تو ایک ہے، تو ہمارے کا ترجمہ کردہ عنوان سے دلیل جاننے والے کو معلوم ہے۔ (ت)

تجھ پر دو، اس میں دو طلاقیں رجعی بحالتِ نیت پڑیں گی،

فانہ مثلہ بعین الوجہ لان الوقوع بطلاق مضمر فکان رجعیا ویحتمل غیرہ فتوقف علی النیۃ وعد فی البحر من ھذا القسم لست لی بامرأۃ وما انا لك بزوج[1]، حیث یقع رجعی ان نوی قلت والوقوع بہ مذھب الامام وعندھما لا وان نوی کما فی الخانیۃ وقد قدم قول الامام لکن فی الخلاصۃ وخزانۃ المفتین وجواھر الاخلاطی و الھندیۃ فی قولہ توزن من نیی لا یقع و ان نوی ھو المختار[2]، واللہ تعالٰی اعلم۔

کیونکہ یہ بھی پہلی ہی وجہ کی طرح معلوم ہے کہ یہاں لفظ طلاق پوشیدہ ہے جس سے یہ طلاق رجعی ہوگی، اور غیر طلاق کا احتمال ہونے کی وجہ سے نیت پر موقوف ہوگی، اور بحر میں اسی قسم سے شمار کیا ہے جب یہ کہے کہ "تو میری بیوی نہیں اور میں تیرا خاوند نہیں" نیت کی تو ایک رجعی طلاق ہوگی، قلت (میں کہتا ہوں) اس کلام سے طلاق کا وقوع امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی کا مذہب ہے اور صاحبین کے نزدیک نیت کے باوجود طلاق نہ ہوگی، اور بحر میں امام کے قول کو پہلے ذکر کیا ہے، لیکن خلاصہ، خزانۃ المفتین، جواھر الاخلاطی اور ہندیہ میں مذکور ہے کہ خاوند نے کہا "تو میری بیوی نہیں ہے" تو نیت کے باوجود طلاق نہ ہوگی، یہی مختار ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

ان سب میں نیت کی حاجت ہے اگر نیت نہیں تو کچھ نہیں اور ہے تو طلاق رجعی۔ بے وجہ بے سبب طلاق[1]

؏ اصل میں اتنی عبارت اور زائد ہے یہ دو سو بیس[220] الفاظِ طلاق ہیں جن میں سے ایک سو تیس[130] سے بائن پڑتی ہے، نوّے[90] سے رجعی۔ دونوں میں ننانوے[99] سے بے نیت، باقی سے منوی، اور ہنوز ہر قسم میں زیادت کو اور الفاظ باقی اقوال بعد تکمیل الفاظ اضافہ فرمائے گئے لہٰذا منوی ایک سو پینتالیس[145]، غیر منوی ایک سو آٹھ[108]، یہ کل دو سو ترپن[253] الفاظ ہیں، ایک سو ساٹھ[160] سے بائن اور ترانوے[93] سے رجعی ۱۲

حامد رضا غفرلہ

---

[1] بحرالرائق باب الکنایات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۳۰۰

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۸۶

Marfat.com

دینا فی نفسہ ناپسندیدہ بلکہ شرعاً مذموم ہے، خصوصاً بائن کہ بے ضرورت محض بدعت وممنوع ہے۔ عورت کا معاذ اللہ فاحشہ ہونا اگرچہ سب سے بڑھ کر اجازتِ طلاق کی وجہ، مگر بائن کی بھی کاربرآری ممکن کہ طلاق رجعی بطورِ مسنون دے اور رجعت نہ کرے خود ہی بائن ہو جائے گی، وقتِ طلاق میں بھی یہ خصوصیت ہے کہ زن مدخولہ کو حیض یا نفاس میں طلاق نہ دے مگر خلع وغیرہ جو طلاق مال کے عوض ہو وہ اس حال میں بھی جائز ہے، عورت کی عمر اگر نو برس سے کم ہے، یا پچپن تک پہنچ چکی ہو، یا جوان تو ہوئی مگر حیض کبھی نہ آیا، یا حاملہ ہے تو ایسی عورت کو ایک مہینے میں دو طلاقیں نہ دے، اور جو عورت ان چار کے علاوہ ہے اُسے ایسی پاکی میں نہ دے کہ اس میں یا اُس سے پہلے کے حیض میں یہ اُسے طلاق دے چکا، یا اُن میں یا دھوکے سے دوسرا شخص اُس سے جماع کر چکا ہے، طلاق میں یہ بارہ صورتیں منع ہیں، پھر ان سب ممانعتوں کے یہ معنیٰ کہ مرد اُن کے خلاف سے گنہگار ہوگا ورنہ طلاق تو بہرحال پڑجاتی ہے جب تک عورت پر قیدِ نکاح یا عدت اور مرد کے ہاتھ میں کوئی طلاق باقی ہے،

فی فتح القدیر اول کتاب الطلاق الاصح حظرہ الا لحاجۃ غیر ان الحاجۃ لا تقتصر علی الکبر والریبۃ[1] اھ ملخصا، فی رد المحتار ان الضعیف ھو عدم اباحتہ الا لکبر او ریبۃ والذی صححہ فی الفتح عدم التقیید بذلک کما ھو مقتضی اطلاقھم الحاجۃ وبما قررناہ ظھر ان لا مخالفۃ بین ما ادعاہ انہ المذھب وما صححہ فی الفتح[2] اھ وفیہ عن البحر عن الفتح الواحدۃ البائنۃ بدعیۃ فی ظاھر الروایۃ[3] الخ

فتح القدیر میں کتاب الطلاق کے شروع میں ہے، اصح یہ ہے کہ طلاق ممنوع ہے مگر حاجت ہو تو ممنوع نہیں ہے، مگر حاجت صرف بڑھاپے اور شکوک میں منحصر نہیں ہے اھ ملخصاً۔ ردالمحتار میں ہے کہ طلاق کا صرف بڑھاپے یا شکوک کی بناء پر مباح ہونا ضعیف ہے اور جس کو فتح میں صحیح قرار دیا ہے اُس میں اس کی قید نہیں بیان کی، جیسا کہ فقہاءِ کرام نے مطلق حاجت کو بیان کیا ہے، اور ہماری تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ جس کے متعلق مذہب ہونے کا دعویٰ کیا اور جس کی تصحیح فتح میں کی ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اھ، اور اسی میں بحر اور اس نے فتح سے نقل کیا کہ ایک بائنہ طلاق، ظاہر روایت میں بدعی طلاق

[1] فتح القدیر	کتاب الطلاق	نوریہ رضویہ سکھر	۳/ ۳۲۷
[2] ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/ ۴۱۶
[3] "	"	"	۲/ ۴۱۸

Marfat.com

فی الدر طلقۃ رجعیۃ فقط فی طہر لا وطئ فیہ احسن، وطلقۃ لغیر موطوءۃ ولو فی حیض، ولموطوءۃ تفریق الثلث فی ثلثۃ اطہار لا وطئ فیہا ولا فی حیض قبلہا ولا طلاق فیہ فیمن تحیض وفی ثلثۃ اشہر فی حق غیرہا حسن وسنی، وحل طلاق الاٰیسۃ والصغیرۃ والحامل عقب وطئ لان الکراہۃ فیمن تحیض لتوہم الحبل، والبدعی ماخالفہما والخلع فی الحیض لا یکرہ والنفاس کالحیض[1] اھ ملخصا، قال الشامی قولہ لاوطء فیہ لم یقل، منہ، لیدخل فی کلامہ ما لو وطئت بشبہۃ، فان طلاقہا فیہ حینئذ بدعی نص علیہ الاسبیجابی وبہذا عرف ان کلام المصنف اولی من قول غیرہ لم یجامعہا فیہ لکن لابد ان

ہے الخ، اور دُرّ میں ہے کہ ایک رجعی طلاق ایسے طُہر میں جس میں وطی نہ کی ہو فقط وہی احسن طلاق ہے اور غیر موطوئہ بیوی کو اگرچہ حیض کے دوران ایک طلاق اور وطی شدہ کو تین طُہروں میں تین طلاقیں متفرق کرنا جن میں وطی نہ ہُوئی ہو اور نہ ایسے طُہر سے پہلے حیض میں وطی ہو اور نہ طلاق ہو حیض والی کے لئے، اور تین مہینوں میں تین طلاقیں متفرق کرنا جن میں وطی نہ ہُوئی ہو اور نہ ایسے طُہر سے پہلے حیض میں وطی ہو اور نہ طلاق ہو، حیض والی کے لئے، اور تین مہینوں میں تین طلاقیں متفرق کرنا جس کو حیض نہ آتا ہو، تو ایسی طلاقیں حسن اور سنّی ہوں گی۔ اور بوڑھی، نابالغہ اور حاملہ کو وطی کے بعد طلاق دینا حلال ہے کیونکہ وطی کے بعد طلاق دینا اس لئے مکروہ ہے کہ حمل ٹھہرنے کا احتمال ہوتا ہے جو کہ جوان حیض والی میں ہوسکتا ہے، اور بدعی طلاق وُہ ہے جو ان مذکورہ دُو قسموں (احسن اور حسن) کے خلاف ہو، اور حیض میں خلع مکروہ نہیں اور نفاس بھی حیض کا حکم رکھتا ہے اھ ملخصا۔ علامہ شامی نے فرمایا: ماتن کا قول "وُہ طہر جس میں وطی نہ ہو" کہا، یہ نہ کہا کہ اس خاوند سے وطی نہ ہُوئی ہو، یہ اس لئے تاکہ کلام شُبہہ سے وطی کو بھی شامل ہوسکے، کیونکہ ایسی صُورت میں بھی طلاق بدعی ہوگی جیساکہ اس پر اسبیجابی نے نص کی ہے۔ اور اس سے معلوم ہُوا

---

[1] درمختار کتاب الطلاق مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۵ تا ۲۱۷

Marfat.com

يقول ولا في حيض قبله ولا طلاق فيهما ولم يظهر حملها ولم تكن آيسة ولا صغيرة كما في البدائع لانه لو طلقها في طهر وطئها في حيض قبله كان بدعيا وكذا لوكان قد طلقها فيه وفي هذا الطهر لان الجمع بين تطليقتين في طهر واحد مكروه عندنا[1]، قوله في حق غيرها اي في حق من بلغت بالسن ولم تر دما اوكانت حاملا او صغيرة لم تبلغ تسع سنين على المختار او آيسة بلغت خمسا وخمسين سنة على الراجح، اما ممتدة الطهر فمن ذوات الاقراء لانها شابة رأت الدم فلا يطلقها للسنة الا واحدة مالم تدخل في حد الاياس[2]، قال في الذخيرة عن المنتقى لاباس بان

کہ مصنف کی کلام دُوسروں کی نسبت اولیٰ ہے کیونکہ دُوسروں نے یُوں کہا ہے کہ خاوند نے اس طُہر میں وطی نہ کی ہو، لیکن مصنف کی کلام میں یہ کہنا بھی ضروری تھا کہ اس طُہر سے قبل حیض میں بھی وطی نہ ہوا اور نہ طلاق ہو، اور حمل ظاہر نہ ہو اور بوڑھی اور نابالغہ نہ ہو جیسا کہ بدائع میں ہے کیونکہ اگر ایسے طُہر میں طلاق دی جس سے قبل حیض میں وطی کی ہو تو وُہ طلاق بدعی ہوگی اگرچہ طُہر میں وطی نہ ہو، اور یُوں ہی اگر اس حیض میں طلاق کے بعد طُہر میں طلاق دی ہو کیونکہ ایسی صورت میں ایک طُہر میں دو طلاقیں شمار ہوں گی جو کہ ہمارے ہاں مکروہ ہے۔ اور ماتن کا قول کہ "اس کے غیر میں" یعنی وُہ عورت حیض کی بجائے عمر کے حساب سے بالغ قرار پائے اور اس نے کسی حیض کا خُون نہ دیکھا اور نہ پایا، یا عورت حاملہ ہو، یا ایسی نابالغہ جو نو سال سے کم عمر والی ہو مختار قول کے مطابق، یا آئسہ (وہ عورت جو پچپن سال کو پہنچ چکی ہو) راجح قول کے مطابق، یا حیض والی عورتوں میں وُہ عورت جس کا طُہر دراز مدّت تک ختم نہ ہو، کیونکہ نوجوان عورت جس کو خُونِ حیض آچکا ہے تو اس کو سنت طلاق صرف ایک ہی ہوگی جب تک وُہ حدِ ایاس تک نہ پہنچی ہو۔ ذخیرہ میں منتقی سے منقول ہے، اگر بیوی سے کوئی ناپسندیدہ

---

[1] رد المحتار کتاب الطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۱۸

[2] 〃 〃 〃 ۲/ ۴۱۹

Marfat.com

يخلعها فی الحيض اذا رای منها مايكره اه وكذا الطلاق علی مال لا يكره فی الحيض كما صرح به فی البحر عن المعراج والمراد بالخلع ما اذا كان خلعا بمال[1] قوله والنفاس كالحيض قال فی البحر ولما كان المنع من الطلاق فی الحيض لتطويل العدة عليها كان النفاس مثله جوهرة[2] اه ملتقطا۔ والله سبحٰنه وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

امر محسوس کرے تو حیض کے دوران بھی خلع کرنے میں کوئی حرج نہیں اھ یُوں ہی مال کے عوض طلاق حیض میں دی جائے تو مکروہ نہیں جیساکہ بحر میں معراج سے نقل کرتے ہُوئے تصریح کی ہے اور خلع سے مراد وُہ ہے جو مال کے عوض ہو۔ ماتن کا قول کہ "نفاس، حیض کی طرح ہے"۔ بحر میں فرمایا کہ حیض میں طلاق عورت کی عدّت کو طوالت سے بچانے کی وجہ سے ممنوع ہے تو نفاس میں یہی بات ہے اس لئے یہ بھی حیض کی طرح ہے، اھ، (ردالمحتار کی تمام عبارت، ملتقطا) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (ت)

فہرست الفاظِ طلاق

ان سب صُورتوں میں اگر طلاق کی نیت ہو طلاق بائن پڑ جائے گی

نمبرشمار	الفاظِ طلاق	صفحہ	نمبرشمار	الفاظِ طلاق	صفحہ
۱	جا	۵۱۵	۱۱	سِرک	۵۱۵
۲	نکل	"	۱۲	جگہ چھوڑ	"
۳	چل	"	۱۳	گھر خالی کر	"
۴	روانہ ہو	"	۱۴	دُور ہو	"
۵	اُٹھ	"	۱۵	چل دُور	"
۶	کھڑی ہو	"	۱۶	اے خالی	"
۷	پردہ کر	"	۱۷	اے بَری	"
۸	دوپٹہ اوڑھ	"	۱۸	اے جُدا	"
۹	نقاب ڈال	"	۱۹	تو جُدا ہے	"
۱۰	ہَٹ	"	۲۰	تو مجھ سے جُدا ہے	"

[1] و [2] ردالمحتار کتاب الطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۹

Marfat.com

نمبر شمار	الفاظِ طلاق	صفحہ
۲۱	میں نے تجھے بے قید کیا	۵۱۵
۲۲	میں نے تجھ سے مفارقت کی	〃
۲۳	رستہ ناپ	۵۱۶
۲۴	اپنی راہ لے	〃
۲۵	کالا مُنہ کر	〃
۲۶	چال دکھا	〃
۲۷	چلتی بن	〃
۲۸	چلتی نظر آ	〃
۲۹	دفع ہو	〃
۳۰	دال فے عین ہو	〃
۳۱	رفو چکر ہو	〃
۳۲	پنجرا خالی کر	〃
۳۳	ہٹ کے سڑ	〃
۳۴	اپنی صُورت گما	〃
۳۵	بستر اُٹھا	〃
۳۶	اپنا سُوجھتا دیکھ	〃
۳۷	اپنی گٹھڑی باندھ	〃
۳۸	اپنی نجاست الگ پھیلا	〃
۳۹	تشریف لے جائیے	〃
۴۰	تشریف کا ٹوکرا لے جائیے	۵۱۵
۴۱	جہاں سینگ سمائے جا	〃
۴۲	اپنا مانگ کھا	〃
۴۳	بہت ہو چکی اب مہربانی فرمائیے	〃
۴۴	اے بے علاقہ	〃
۴۵	مُنہ چُھپا	〃
۴۶	جہنّم میں جا	〃
۴۷	چُولھے میں جا	〃
۴۸	بھاڑ میں پڑ	〃
۴۹	میرے پاس سے چل	〃
۵۰	اپنی مراد پر فتحمند ہو	〃
۵۱	میں نے نکاح فسخ کیا	〃
۵۲	تُو مجھ پر مثل مردار ہے[ع۱]	〃
۵۳	یا مثل سُوئر	〃
۵۴	یا مثل شراب کے ہے	〃
۵۵	تو مثل میری ماں[ع۲]	۵۱۷
۵۶	یا بہن	〃
۵۷	یا بیٹی کے ہے	〃
۵۸	تو خلاص ہے	〃

ع۱ نہ مثل بھنگ یا افیون یا مال فلاں یا زوجہ فلاں کے۔

ع۲ یوں کہا تُو ماں بیٹی ہے، تو گناہ کے سوا کچھ نہیں۔

Marfat.com

نمبرشمار	الفاظِ طلاق	صفحہ	نمبرشمار	الفاظِ طلاق	صفحہ
۵۹	تیری گلو خلاصی ہوئی	۵۱۷	۷۹	تیری رسّی چھوڑ دی	۵۱۸
۶۰	تو خالص ہوئی	″	۸۰	تیری لگام اتار لی	″
۶۱	حلالِ خدا	″	۸۱	اپنے رفیقوں سے جا مل	″
۶۲	یا حلالِ مسلماناں	″	۸۲	مجھے تجھ پر کچھ اختیار نہیں	۵۱۹
۶۳	یا ہر حلال مجھ پر حرام	″	۸۳	خاوند تلاش کر	″
۶۴	تو میرے ساتھ حرام میں ہے	″	۸۴	میں تجھ سے جدا ہوں یا ہوا[2]	۵۲۰
۶۵	میں نے تجھے تیرے ہاتھ بیچا[1]	″	۸۵	میں نے تجھے جدا کر دیا	″
۶۶	میں تجھ سے باز آیا	۵۱۸	۸۶	میں نے تجھ سے جدائی کی	″
۶۷	میں تجھ سے درگزرا	″	۸۷	تو خود مختار ہے	″
۶۸	تو میرے کام کی نہیں	″	۸۸	تو آزاد ہے	″
۶۹	میرے مطلب کی نہیں	″	۸۹	مجھ میں تجھ میں نکاح نہیں	۵۲۱
۷۰	میرے مصرف کی نہیں	″	۹۰	مجھ میں تجھ میں نکاح باقی نہ رہا	″
۷۱	مجھے تجھ پر کوئی راہ نہیں	″	۹۱	میں نے تجھے تیرے گھر والوں[3]	″
۷۲	کچھ قابو نہیں	″	۹۲	یا باپ	″
۷۳	ملک نہیں	″	۹۳	یا ماں	″
۷۴	میں نے تیری راہ خالی کر دی	″	۹۴	یا خاوندوں کو دیا	″
۷۵	تو میری ملک سے نکل گئی	″	۹۵	یا خود تجھ کو دے ڈالا	″
۷۶	میں نے تجھ سے خلع کیا	″	۹۶	مجھ میں تجھ میں کچھ معاملہ نہ رہا[4]	″
۷۷	اپنے میکے بیٹھ	″	۹۷	میں تیرے نکاح سے بری ہوں	″
۷۸	تیری باگ ڈھیلی کی	″	۹۸	بیزار ہوں	″

[1] اگرچہ کسی عوض کا ذکر نہ کرے اور عورت کے اس کہنے کی بھی حاجت نہیں کہ میں نے خریدا۔

[2] فقط میں جدا ہوں یا ہوا کافی نہیں اگرچہ بہ نیت طلاق کہے۔

[3] کہا میں نے تجھے تیرے بھائی یا ماموں یا چچا یا کسی اجنبی کو دے دیا تو کچھ نہیں۔

[4] مجھ میں تجھ میں کچھ نہ رہا سے کچھ نہیں اگرچہ نیت کرے۔

Marfat.com

مسئلہ ۲۶۹ از کانپور محلہ فراش خانہ عقب آبکاری سڑک جدید متصل کوڑہ گھر مکان حافظ زبیر حسن مرسلہ مولوی سید سعید الحسن صاحب ۱۱ جمادی الآخرہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مستماۃ ہندہ نے اپنے شوہر زید کو بذریعہ خط یہ لکھا کہ تم مجھ کو فارغ خطی دے دو اور اُس زوجہ ہندہ کے لکھنے پر شوہر زید نے یہ لکھ دیا کہ میری طرف سے تین مرتبہ فارغ خطی ہے مجھ کو تم سے کچھ مطلب نہیں جو تمہارا جی چاہے وُہ کرو، تو اب اس صورت میں طلاق واقع ہُوئی یا نہ؟ اور مستماۃ ہندہ کو اب کیا کرنا چاہئے؟ شوہر زید کے پاس جانا درست ہے یا نہ؟ اگر جائے تو کیا ہے؟ بیّنوا فی الکتاب توجروا یوم الحساب۔

الجواب

صُورتِ مستفسرہ میں تین طلاقیں ہوگئیں، زید کے پاس اُسے جانا حرام محض ہے، بے حلالے کے زید سے نکاح نہیں ہوسکتا،

فان ھذا اللفظ من الرجل لامرأتہ لایستعمل الا فی معنی الطلاق ولایراد ولایفھم منہ الا ھذا فکان من الصریح الذی لایحتاج الی النیۃ لانہ حیث یقع جوابا لسؤالھا کما ھٰھنا فانہ لایحتمل الرد کما لایخفی۔

خاوند کی طرف سے بیوی کے لئے اس لفظ کا استعمال صرف طلاق کے معنٰی میں ہوتا ہے اور اس سے مراد اور فہم یہی ہوتا ہے، لہذا یہ لفظ صریح ہے جس میں نیّت کی محتاجی نہیں ہے کیونکہ جیسے یہاں بیوی کے سوال کے جواب میں مذکور ہو تو اس سے رَد کا احتمال نہیں ہوتا، جیسا کہ مخفی نہیں ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فما لایستعمل فیھا الا فی الطلاق فھو صریح یقع بلانیۃ وما استعمل فیما استعمال الطلاق وغیرہ فحکمہ حکم کنایات العربیۃ فی جمیع الاحکام [1] بحر۔

جو لفظ صرف طلاق میں استعمال ہو وُہ صریح ہوتا ہے جس میں نیت کی حاجت نہیں ہوتی، اور جو لفظ طلاق اور غیر طلاق میں استعمال ہو تو اس کا حکم تمام احکام میں عربی کنایہ جیسا ہوتا ہے، بحر۔ (ت)

اسی طرح عالمگیریہ میں بدائع سے ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

---

[1] ردالمحتار باب الصریح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۲۹

Marfat.com

مسئلہ ۲۷: (مسودہ میں سوال نہیں ملا)

الجواب

اگر یہ بات اس نے صحیح کہی کہ میں توپہلے خط میں فارغ خطی بھیج چکا ہُوں تو اگر اُس خط میں یہ تھا کہ میں نے تجھے فارغ خطی دی تو خط لکھتے ہی ایک طلاق ہوگئی تھی اور اگر خط میں یہ تھا کہ جب یہ خط تجھے پہنچے تو تجھے فارغ خطی ہے اور وُہ خط اُسے پہنچا تو اُس وقت اُسے طلاق ہوگئی تھی، بہرحال اُس طلاق کے بعد اگر تین حیض عورت کو ہوچکے تھے، اُس کے بعد یہ خط لکھا جس کی نقل سوال میں ہے جب تو یہ خط بیکار ہے کہ پہلے طلاق ہوچکی اور عدت گزر لی اور اگر اس نے رجعت نہ کی تو عورت اجنبیہ ہوگئی اُس کی طلاق کا محل نہ رہی اس صورت میں عورت جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے، اور اگر اُس خط کے لکھنے یا پہنچنے کے بعد عورت کو ابھی تین حیض نہ ہوئے یا خط پہنچنے پر طلاق لکھی تھی اور وُہ نہ پہنچا یا اُس نے سرے سے خط لکھا ہی نہ تھا یونہی غلط لکھ دیا تو ان سب صُورتوں میں اس پر تین طلاقیں ہوگئیں، بعد انقضائے عدت سوائے شوہر جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے شوہر سے بے حلالہ نہیں ہوسکتا، حلبی پھر شامی علی الدرالمختار میں ہے:

انت علیّ حرام علی المفتی بہ من عدم توقفہ علی النیۃ لکونہ بائناً[1] ملخصا۔

تو مجھ پر حرام ہے، کہنے پر مفتٰی بہ قول میں نیت پر موقوف نہیں، حالانکہ یہ طلاق بائنہ ہے ملخصاً (ت)

نیز ردالمحتار میں ہے:

افتی المتاخرون فی انت علیّ حرام بانہ طلاق بائن للعرف بلا نیۃ۔[2]

متاخرین نے کہا "تو مجھ پر حرام ہے" کہنے میں طلاق بائنہ ہوگی، عرف کی وجہ سے نیت کے بغیر واقع ہوگی (ت)

فارغ خطی عرف میں طلاق صریح ہے کہ عورت کی طرف اُس کی اضافت سے طلاق ہی مراد و مفاد ہوتی ہے، ردالمحتار میں ہے:

الصریح ماغلب فی العرف استعمالہ فی الطلاق بحیث لایستعمل عرفا الا فیہ من ای لغۃ کانت وھذا فی عرف زماننا کذلک فوجب اعتبارہ صریحا۔[3]

صریح وُہ لفظ ہے جس کا عرف میں غالب استعمال، طلاق کے لئے ہو۔ اور کسی بھی عرف میں وہ بغیر نیت صرف طلاق کے لئے استعمال ہو اور یہ لفظ ہمارے زمانہ کے عرف میں ایسا ہی ہے لہذا اس کے صریح ہونے کا اعتبار ضروری ہوگا۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب الکنایات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۶۹

[2] و [3] ردالمحتار باب الصریح " " " ۲/ ۴۳۲

Marfat.com

اور صحیح یہ ہے کہ طلاق لے طلاق صریح ہے، محیط پھر ہندیہ میں ہے:

لوقال لہا دار طلاق یقع من غیر نیۃ وھو الاشبہ لان قولہ دار فی العادۃ، وقولہ خذ سواء ولو قال لہا خذی طلاقك یقع من غیر نیۃ کذا ھھنا کذا فی المحیط[1] ملخصًا۔

اگر خاوند نے کہا "طلاق دے"، تو بغیر نیت طلاق ہوجائے گی، اور یہی اشبہ بالحق ہے، کیونکہ "دار" کہنا ایسے ہی ہے جیسے کسی نے "خُذ" (لے پکڑ) کہا، تو عادت میں "داد" (فارسی) اور "خُذ" (عربی) دونوں مساوی ہیں، اور اگر خاوند کہے "لے طلاق پکڑ" تو بغیر نیت طلاق ہوجاتی ہے، تو یہاں بھی ایسے ہی ہوگا جیسا کہ محیط میں ہے۔ ملخصًا (ت)

اور دوبارہ لفظ کے طلاق جدید ہوگا نہ تاکید، اشباہ میں ہے:

التاسیس خیر من التاکید فاذا دار اللفظ بینہما تعین الحمل علی التاسیس ولہذا قال اصحابنا رحمہم اللہ تعالٰی لوقال لہا انت طالق طالق طالق طلقت ثلثًا[2]، واللہ تعالٰی اعلم۔

تاسیس یعنی نیا فائدہ، تاکید سے بہتر ہے، لہذا جب کوئی لفظ تاسیس اور تاکید دونوں کا احتمال رکھے تو اس کو تاسیس پر محمول کرنا متعین ہوگا، اس لئے ہمارے اصحاب رحمہم اللہ تعالٰی نے فرمایا اگر خاوند نے لفظ طلاق کو تین مرتبہ دُہرایا تو تین طلاقیں ہوں گی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۷۱ ۱۱ رمضان ۱۳۳۹ھ

اگر خط مذکور میں "لے" کا لفظ مکرر نہ ہوتا یُوں ہوتا کہ فارغ خطی لے تو بقیہ الفاظ کی وجہ سے تین طلاقیں ہوتیں یا کیا حکم تھا؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

خط لکھنے اور پہنچنے کے احکام وہی ہیں جو گزرے اور اگر اس میں خط پہنچنے پر طلاق لکھی تھی اور وُہ نہ پہنچا تو دو طلاقیں بائن ہُوئیں، تو اگر اس نے اس لفظ سے کہ "تو میرے کام کی نہیں" طلاق کی نیت کی تو ایک اس سے

وانما احتاج الی النیۃ مع ان الحال حال المذاکرۃ کما ذکرہ مسندا

حالت مذاکرۂ طلاق (جیسا کہ بیوی کے باپ کے خط کا حوالہ ہے) ہونے کے باوجود نیت کا محتاج ہوگا

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۲

[2] الاشباہ والنظائر التاسیس خیر من التاکید ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۸۱

Marfat.com

الیٰ کتاب ایبھا لانه یحتمل السب کما حققناه فی جد الممتار والحالة حالة الغضب فلا تجعله المذاکرة غنیا من النیة کما حققناه فیه مستفتدین اور دوسری فارغ خطی لے سے لانه رجعی صریح فیلحق البائن

اما قوله حرام ہوچکی فھو وان صار صریحا بالعرف لایلحق البائن علی ما فی الحلبی ثم الشامی حیث قالوا ولا یرد انت علی حرام علی المفتی به من عدم توقفه علی النیة مع انه لایلحق البائن ولا یلحقه البائن لکونه بائنا لما ان عدم توقفه علی النیة امر عرض له لا بحسب اصل وضعه[1] اھ۔

کیونکہ یہ لفظ ڈانٹ کا بھی احتمال رکھتا ہے ہم جد الممتار میں تحقیق کرچکے ہیں جبکہ یہاں حالت (غضب) ہے، اس لئے مذاکرۂ طلاق یہاں نیت سے مستغنی نہیں کرسکتا، جیساکہ ہم نے فتح القدیر سے ان کو استغنا کی تحقیق کی ہے، اور دُوسری (طلاق) یہ کہنے سے کہ "فارغ خطی لے" کیونکہ یہ صریح رجعی طلاق ہے تو بائن کو لاحق ہوگی، لیکن خاوند کا کہنا "حرام ہوچکی ہے" یہ لفظ اگرچہ عرف کی بناء پر صریح طلاق بن چکا ہے لیکن بائن کو لاحق نہ ہوگی حلبی اور پھر شامی کے بیان پر کہ "خفا ہو تو مجھ پر حرام ہے" سے اعتراض نہ ہوگا جیساکہ مفتٰی بہ قول پر یہ نیت پر موقوف نہیں ہے (یعنی صریح طلاق ہے) حالانکہ نہ بائنہ اس کو لاحق ہوسکتی اور نہ ہی یہ بائنہ کو لاحق ہوسکتی ہے، کیونکہ ایسی بائنہ ہے جو نیت پر موقوف نہیں ہے، اور اس کا نیت پر موقوف نہ ہونا (یعنی صریح ہونا) عارضہ کی بناء پر ہے اپنے اصل کے اعتبار سے نہیں اھ (ت)

اقول والوجه فیه انه یمکن جعله اخبارا فلاضی ورة جعله انشاء (میں کہتا ہوں، اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ اس کو قبل ازیں طلاق سے حکایت اور خبر قرار دیا جاسکتا ہے اس لئے اس کو انشاء قرار دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ ت) اور اگر اُس لفظ سے کہ "تو میرے کام کی نہیں" اُس نے نیتِ طلاق کی تو ایک حرام سے ہوچکی اور دُوسری فارغ خطی سے بہرحال باقی الفاظ سے کچھ نہ پڑے گی،

لان کل ما بعده کنایات بوائن فلا تلحق البائن واللفظ الثانی وان کان الواقع به رجعیا قد صار بلحوقه البائن بائنا فلا تلحقه

کیونکہ اس کے بعد تمام الفاظ بائنہ طلاق والے ہیں لہٰذا وُہ بائنہ کو لاحق نہ ہوں گے، اور دُوسرا لفظ اگرچہ اس سے رجعی طلاق ہُوئی مگر اس کو بائنہ لاحق ہونے پر وُہ بائنہ ہوگئی اس لئے اس کو

---

[1] رد المحتار باب الکنایات۔ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۶۹

کنایۃ بائن لامکان جعلہ اخبارا بل لحوقہ بالثانی لحوقہ بالاول وقدکان بائنا فیمتنع کلہ کما بیناہ فی جدالممتار،

کنایہ والی بائنہ لاحق نہ ہوسکے گی، بلکہ اس کو خبر بنایا جانا ممکن ہے اس لئے اس کو طلاق نہ قرار دینے کی وجہ سے بھی لحوق نہ ہوگا بلکہ اس کا ثانی کو لحوق ہی اول کو لحوق قرار دیا جائے گا جبکہ یہ بائنہ ہے لہذا اس کے بعد والی تمام بائنہ ممنوع ہوں گی جیسا کہ ہم نے جدالممتار میں بیان کیا ہے۔ (ت)

اور اگر وُہ خط اس نے لکھا ہی نہ تھا تو تین طلاقیں ہونا چاہیئے

لان اقرارہ بتقدیم فارغخطی اقرار با لطلاق، فیکون طلاقا قضاء والباقیان باللفظین المذکورین۔ ھذا ما ظھرلی والعلم بالحق عند ربی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کیونکہ اس کا "فارغ خطی" کے بارے میں پہلے ہونے کا اقرار، طلاق کا اقرار ہے تو یہ قضاءً طلاق ہوگی اور باقی دو طلاقیں مذکورہ دو لفظوں سے ہو جائیں گی، مجھے یہ معلوم ہُوا جبکہ حقیقت کا علم میرے رب کے پاس ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷۲ ازمرزاپور کلکتہ مرسلہ عبدالغفور خاں ۴ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مجھ میں اور میری بی بی میں تکرار ہُوئی اُس کو مار پیٹ کیا جس گھر میں وُہ بھی اُس گھر میں سے ہم باہر نکل آئے اپنے کارخانہ میں بیٹھے ہُوئے لڑکے نے جو دوسری بیوی سے ہے ہم سے کہا کہ اُس کو چھوڑ دو ہم جو پیدا کریں گے تم کو دیں گے، تو ہم نے کہا تم کہتے ہو تو ہم اُس کو مانگتا نہیں دو مرتبہ کہا ہم اُس کو مانگتا نہیں مانگتا نہیں، بیٹے نے کہا تم اس کو فارغ خطی دے دو، ہم نے کہا تم کو اختیار ہے، لڑکا ہمارا فارغ خطی لکھ کر لایا یا لکھوا لایا ہم نے اُس کو پڑھوایا نہیں، دستخط اس پر کر دئے، فارغخطی زبان بنگلہ میں ہے بجنسہ بلفف ہذا مرسل ہے، اس صورت میں طلاق ہُوا یا نہیں؟ اب عورت چاہتی ہے کہ بے حلالہ کے نکاح ہو جائے، یہ جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بلاشُبہہ جائز ہے، حلالہ کی اصلاً ضرورت نہیں، اس سوال کے ساتھ زبان وخطِ بنگلہ میں دو کاغذ آئے، ایک از جانب زوجہ جس میں شوہر سے مہر و طلاق پانے کا ذکر ہے، دوسرا از جانب شوہر جس کا ترجمہ چند معتبر مسلمان بنگالی طلبۂ علم نے یہ کیا (میں عبدالغفور خاں ساکن کلکتہ مرزاپور، طلاق یہ ہے کہ شاہد النساء کو ساڑھے تین روپے دین مہر مطابق شریعت دین محمدی کے نکاح کیا، اس وقت راضی سے مہر ادا کر کے طلاق بائنہ دی۔ راقم عبدالغفور خاں) عبدالغفور کا دو خواہ دس بار کہنا ہم اس کو مانگتا نہیں

Marfat.com

مانگتا نہیں، یہ تو محض بے اثر تھا کہ اس کے معنی نفی خواہش وطلب وارادہ ہے اور ان کی نفی سے طلاق نہیں ہوتی اگرچہ بہ نیتِ طلاق کہے،

فی الهندیة اذا قال لا اریدك، او لا احبك، او لا اشتهیك، او لا رغبة لی فیك، فانه لا یقع وان نوی فی قول ابی حنیفة رحمه الله تعالٰی کذا فی البحرالرائق[1]

ہندیہ میں ہے: جب خاوند نے کہا، میں تجھے نہیں چاہتا، یا، میں تجھے پسند نہیں کرتا، میں تیری خواہش نہیں کرتا، یا، مجھے رغبت نہیں، ان الفاظ سے طلاق نہ ہوگی اگرچہ طلاق کی نیت ہو، یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کے قول میں ہے، بحرالرائق میں یونہی ہے۔ (ت)

اور فارغ خطی کی اصل وضع اُس کاغذ کے لئے ہے جو مدیون کو بابت بے باقی وبرأت ذمہ لکھ کر دیا جاتا ہے جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اب اس پر کچھ مطالبہ نہ رہا، یہ لفظ جب عورت کی طرف نسبت کیا جائے تو اُس سے مراد عورت کو لکھ دینا ہوتا ہے کہ وہ اُس کے مطالبہ وحقوق نکاح سے بری ہوئی جس کا حاصل طلاق نامہ بائن تحریری تھی

علا انه هو الحقیقة العرفیة کما علمت فهو ظاهر بنفسه وان لم یکن هناك مظهر له۔

اس کے علاوہ یہ حقیقت عرفیہ ہے جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ خود ظاہر ہے اگرچہ کوئی دوسری چیز اس کو ظاہر نہ کرے۔ (ت)

پسر عبدالغفور خاں نے جبکہ اُس سے فارغ خطی دینے کی درخواست کی اور اس نے کہا تم کو اختیار ہے تو یہ طلاق بائن تحریری کا اُسے اختیار دینا ہُوا، مرد جسے اپنی عورت کی طلاق کا اختیار دے اُس میں حکم یہ ہے کہ وُہ اختیار اُسی جلسہ تک باقی رہتا ہے اگر وہ شخص بلاضرورت خواہ کسی ایسی ضرورت کیلئے جو اس کارِ طلاق سے متعلق نہ تھی اُٹھ جائے یا وہیں بیٹھا کسی اور کام بلکہ بے علاقہ کلام میں مشغول ہوجائے تو وُہ اختیار زائل ہوجاتا ہے،

فی الهندیة عن الخلاصة عن الصغرٰی لو قال لاجنبی امر امرأتی بیدك، یقتصر علی المجلس ولا یملك الرجوع اھ وفیها

اگر کسی اجنبی کو کہا، کہ، میری بیوی کا اختیار تیرے ہاتھ میں ہے، تو اختیار اسی مجلس کے لئے ہوگا اور رجوع کا اختیار نہ ہوگا اھ اور اسی میں خانیہ

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۷۵

[2] " " الفصل الثانی فی الامر بالید " " " ۱/ ۳۹۳

Marfat.com

عن الخانية لو قال لغيرہ طلق امرأتی فقد جعلت ذٰلك اليك فهو تفويض يقتصر الى المجلس[1] الخ وفی الدر المختار فی قوله لاجنبی طلق امرأتی يصح رجوعه عنه ولم يتقيد بالمجلس لانه توكيل الّا اذا علقه بالمشيئة فيصير تمليكا والفرق بينهما فی خمسة احكام ففی التمليك لايرجع ولايعزل ويتقيد بمجلس[2] الخ ملخصا، وفی رد المحتار عن الفتح المبدل للمجلس مايكون قطعا للكلام الاول وافاضة فی غيرہ[3] الخ وفيه الاصح انه لابد ان يكون مع القيام دليل الاعراض[4] اھ وفيه الكلام الاجنبی دليل الاعراض[5] اھ۔

سے منقول ہے: اگر خاوند نے دُوسرے کو طلاق کا اختیار دیتے ہُوئے کہا "تو میری بیوی کو طلاق دے"، تو یہ اختیار اسی مجلس کے لئے ہوگا الخ اور درمختار میں ہے اگر خاوند نے دُوسرے کو کہا "تُو میری بیوی کو طلاق دے" اگر اجنبی نے اس اختیار سے طلاق دے دی تو رجعی ہوگی، اُنھوں نے اس اختیار کو صرف مجلس کے لئے نہیں کہا اور کہا یہ توکیل ہے اور اگر تیری مرضی ہو تو میری بیوی کو طلاق کہا تو پھر تملیک ہوگی، اور وکیل بنانا اور مالک بنانا ان دونوں باتوں میں پانچ فرق ہیں، مالک بنانے پر اختیار کو واپس نہیں لے سکتا اور نہ ہی اسے معزول کرسکتا ہے اور یہ اختیار مجلس کے لئے ہی ہوگا الخ ملخصًا۔ ردالمحتار میں ہے کہ مجلس کی تبدیلی ایسی چیز سے ہوگی جو پہلی بات کو منقطع کردے اور دوسرے کام میں مصروف کردے الخ۔ اور اُسی میں ہے مجلس سے کھڑا ہوجانا اس میں اعراض کے لئے دلیل بھی ہونی ضروری ہے اھ، اسی میں ہے پہلی بات سے ہٹ کر کوئی اجنبی بات کرنا اعراض کی دلیل ہے اھ (ت)

الفاظِ سوال یہ ہیں کہ فارغ خطی لکھ کرلایا یا لکھوایا جس سے ظاہر کہ پسر نے اُسی جگہ فارغ خطی نہ لکھی بلکہ وہاں سے اُٹھ کر جانے کے بعد تحریر ہُوئی، اب اگر صورتِ واقعہ یہ ہے کہ کاغذ مذکور کو پسر نے اپنے ہاتھ سے لکھا اور اُس سے پہلے کسی غیر کام میں مصروف نہ ہُوا، یہ اُٹھ کر جانا بضرورت قلم یا دوات یا کاغذ لینے کے تھا کہ یہ اشیاء وہاں موجود نہ تھیں جب تو یہ تحریر اُسی اختیار کی بناء پر واقع ہُوئی اور پسر کے لکھتے ہی شاہد النساء پر ایک طلاق

---

[1] فتاوٰی ہندیہ	الفصل الثانی فی الامر بالید	نورانی کتب خانہ پشاور	۱/ ۳۹۳
[2] درمختار	باب تفویض الطلاق	مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۲۲۷
[3] ردالمحتار	" " "	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/ ۴۷۸
[4] "	" " "	" " "	۲/ ۴۷۷
[5] ایضاً			

Marfat.com

بائن پڑ گئی، عبدالغفور خاں کا اُس تحریر کو پڑھنا سُننا کچھ ضرور نہ تھا،

فانه انما عمل بموجب التفويض والمفوض ملك والمملك يعمل بمشيئة نفسه من دون توقف على رضا المملك بالكسر حتى لو رجع بعد ما ملك لم يملك الرجوع كما تقدم۔

کیونکہ اس نے تفویض کے مطابق عمل کیا ہے اور جس کو تفویض کیا گیا ہو وُہ مالک بنا دیا جاتا ہے اور جس کو مالک بنایا گیا ہو وُہ اپنی مرضی سے عمل کرتا ہے اور مالک بنانے والے کی مرضی پر موقوف نہیں رہتا' حتی کہ جب کسی کو مالک بنا دیا تو اب مالک بنانیوالا واپس لینے کا مالک نہیں رہتا، جیساکہ پہلے گزرا۔ (ت)

اور اگر یہ اُٹھ کر جانا بے ضرورت یا ضرورت تحریر سے جُدا کسی اور غرض کے لئے تھا یا وُہ تحریر اس نے کسی اور سے لکھوائی تو ان صورتوں میں اُس اختیار کی بناء پر نہ ہُوا بلکہ ایک فضول و اجنبی کا لکھنا تھا،

فان المفوض اليه بفصل اجنبي يصير اجنبيا، وهو انما فوض اليه التطليق دون التوكيل كما ان الوكيل بالطلاق لا يملك ان يوكل غيره او يجيز ما فعل غيره كما نص عليه في الانقروي من الخانية۔

جس کو کوئی اختیار سونپا جائے تو اجنبی شخص سے دخل کی وجہ سے وُہ بھی اجنبی ہو جاتا ہے کیونکہ مالک نے اس کو طلاق دینے کا اختیار سونپا ہے نہ کہ دوسرے کو وکیل بنانے کا اختیار سونپا، جس طرح وکیل بالطلاق دوسرے کو وکیل بنانے کا مجاز نہیں اور نہ ہی وُہ دوسرے کے عمل کو اس میں جائز کر سکتا ہے جیسا کہ انقروی نے خانیہ سے نقل میں اس کی تصریح کی ہے۔ (ت)

اور فضولی شخص جسے شوہر کی طرف سے امر یا اذن تحریر نہیں یا نہ رہا وُہ اگر عورت کی طلاق لکھ لائے تو اُس کا نفاذ اجازتِ شوہر پر موقوف رہتا ہے اگر وُہ اس کے مضمون پر مطلع ہو کر اُس تحریر کو نافذ کر دے مثلاً صراحۃً کہہ دے کہ میں نے جائز کیا یا اجازت دی یا نفاذ دیا کوئی فعل ایسا کرے جو نافذ کرنے پر دلیل ہو مثلاً اُس پر اپنے دستخط کر دے یا اپنی طرف سے عورت کے پاس روانہ کرے یا بھیجنے کو کہے تو وُہ تحریر نافذ ہو جاتی اور گویا خود شوہر کی تحریر قرار پاتی ہے ورنہ نہیں،

في البزازية قبيل مسائل المجازاة كتب غير الزوج كتاب الطلاق وقرأه على الزوج فاخذه وختم عليه اوقال لرجل ابعث هذا الكتاب اليها فهذا بمنزلة كتابته

بزازیہ میں اجازت کے مسائل سے تھوڑا پہلے ہے کہ زوج کے غیر نے طلاق نامہ لکھا اور پھر اس کو خاوند پر پڑھا تو خاوند نے لے کر اس پر مُہر لگائی یا دوسرے کسی شخص کو کہا یہ طلاق نامہ میری بیوی کو جا کر دے دو، تو یہ کارروائی ایسے ہی ہوگی جیسے خاوند نے خود

Marfat.com

بنفسہ[1] اھ، ومثلہ فی الخلاصۃ قلت ولعل هذا هو محمل ما فی الهندیۃ عن المحیط عن المنتقی وفی ردّ المحتار عن التاترخانیۃ ان کل کتاب لم یکتبہ بخطہ ولم یملہ بنفسہ لایقع الطلاق بہ اذا لم یقر انہ کتابہ[2] اھ فان الاقرار کما یکون صریحا فکذلك دلالۃ۔

طلاق نامہ لکھا ہو اھ، اور خلاصہ میں بھی ایسا ہے قلت (میں کہتا ہوں) ہندیہ میں محیط سے اور انھوں نے منتقی سے اور ردالمحتار میں تاتارخانیہ سے جو ذکر کیا کہ جو طلاق نامہ خاوند نے خود نہ لکھا نہ لکھوایا تو اس سے طلاق نہ ہوگی تاوقتیکہ خاوند اس تحریر کی تصدیق نہ کردے کہ یہ میری کارروائی ہے، تو بزازیہ کی مذکورہ عبارت کا محمل بھی یہی ہے کیونکہ جس طرح اقرار صراحۃً ہوتا ہے یونہی دلالۃً بھی ہوسکتا ہے (ت)

اور پُرظاہر کہ تنفیذ کے لئے صرف مضمون پر مطلع ہونا درکار ہے اور وہ اُس میں منحصر نہیں کہ حرف بحرف اُسے پڑھوا کر سُنے بلکہ آپ پڑھ لے یا دیکھ لے یا دُوسرا پڑھ دے یا اُس کا خلاصہ مضمون بتادے ہر طرح حاصل ہے۔

فقول البزازیۃ قرأہ علی الزوج غیر قید بل تصویر لاطلاع الزوج علی ما فیہ فانہ لامعنی لتنفیذ ما لایدری۔

تو بزازیہ کا قول کہ "خاوند پر پڑھے اور سُنائے" قید نہیں ہے بلکہ خاوند کو طلاق نامہ کی تحریر پر اطلاع کی ایک صورت ہے کیونکہ خاوند کے علم کے بغیر اس کی طرف سے کارروائی بے معنٰی ہے (ت)

اشباہ میں ہے:

قال فی فتح القدیر وصورتہ ان یکتب الیها بخطبها فاذا بلغها الکتاب احضرت الشهود وقرأتہ علیهم وقالت زوجت نفسی منہ، او تقول ان فلانا کتب الیّ یخطبنی فاشهدوا انی قد زوجت نفسی منہ، امالو لم تقل

فتح القدیر میں فرمایا: اس کی صورت یہ ہے کہ مرد عورت کو خط لکھے اور اس نکاح کے پیغام کو کوئی لے جاکر عورت کو پیش کرے، عورت گواہوں کو حاضر کرکے انھیں خط سنائے اور پھر یُوں کہے کہ میں نے فلاں سے اپنا نکاح کیا، یا یُوں کہے کہ فلاں نے مجھے منگنی کا پیغام لکھا ہے تو تم گواہ بن جاؤ کہ میں نے اپنا نکاح اس سے کردیا ہے۔ لیکن اگر عورت نکاح کا یہ پیغام

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش ہندیہ نوع آخر فی التوکیل والکنایۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۸۵
[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ " " " ۱/ ۳۷۹

Marfat.com

بحضرتھم سوی زوجت نفسی من فلان لاینعقد لان سماع الشطرین شرط باسماعھم الکتاب او التعبیر عنه منھا قد سمعوا الشطرین بخلاف ما اذا انتفیا[1]

سناتے بغیر مجلس میں موجود گواہوں کو صرف یہ کہے کہ میں نے اپنا نکاح فلاں سے کردیا ہے تو نکاح نہ ہو کیونکہ گواہوں کا ایجاب اور قبول دونوں باتوں کو ایک مجلس میں سُننا ضروری ہے، تو عورت کا گواہوں کو منگنی کا خط سنانا یا منگنی کو فلاں کی طرف سے ذکر کرنا، اور پھر اپنی طرف سے قبولیت کو ذکر کرنے سے نکاح کے دونوں رکن گواہوں نے ایک مجلس میں سُن لئے، اس کے برخلاف اگر یہ چیز منتفی ہو تو نکاح نہ ہوگا۔ (ت)

اور بلاشبہ قاعدہ عامہ یہی ہے کہ جو شخص کوئی کاغذ لائے اور دوسرے سے اُس پر دستخط یا مہر کرائے تو اگر وُہ حرف بحرف پڑھ کر نہ سُنائے گا تو حاصل مضمون ضرور بتائے گا یا وہ نہ بتائے تو یہ مہر کرنے والا پُوچھ لے گا کہ اس میں کیا لکھا ہے پس اگر ایسا ہی ہُوا اور عبدالغفور خاں نے اُس کے مضمون پر مطلع ہوکر مہر کی تو اب وقت مہر سے شاہد النساء پر طلاق پڑگئی اور شاید اس کے خلاف ہی واقع ہُوا اور بے اطلاع مضمون مہر کردی تو البتہ طلاق نہ ہُوئی، بالجملہ اگر یہ پچھلی صورت واقع ہے جب تو شاہد النساء بدستور نکاح عبدالغفور خاں میں ہے اور اگر وُہ پہلی دُو صورتیں واقع ہوئیں تو ایک صُورت پر تحریر لیسر اور دُوسری صُورت پر مہر کرنے کے وقت طلاق پڑی بہرحال ایک طلاق سے زائد نہ ہُوئی اگر اس سے پہلے کبھی دُو طلاقیں نہ دے چکا تھا تو بے تکلّف اس سے نکاح کرسکتا ہے حلالہ کی کچھ حاجت نہیں، هذا كله ما ظھر للعبد الضعیف والعلم بالحق عند الخبیر اللطیف (یہ تمام وُہ ہے جو اس عبدِ ضعیف (مصنف) پر ظاہر ہوا، جبکہ حقیقت کا علم علیم خبیر کے پاس ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۷۳: از مانگرول بندر کاٹھیاواڑ تائی باڑی مرسلہ فتح محمد بن نور محمد جمعدار
۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

حضرت قبلہ گاہ مولٰنا صاحب سلّمہم اللہ تعالٰی از جانب مانگرول بندر فدوی خاکسار فتح محمد ابن نور محمد جمعدار کے ازحد آداب و تسلیمات کے واضح ہو کہ میں نے میری عورت کو پڑوسی کے ساتھ تکرار کرنے میں منع کرنے سے نہ ماننے کے سبب غصّہ میں طلاق فارقتی لکھ کے اُس کی والدہ کے اُس کو فارقتی بھیج دی، پھر بہت پچھتایا، اور ایک بچّہ بھی صغیر برس روز کا ساتھ ہے اُس کے بعد دونوں کو تڑپ بے حد ہے

---

[1] الاشباہ والنظائر احکام الکتابۃ ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۵۹۷ ۱۹۶

Marfat.com

وُہ رات روز رو رہے ہیں اور فارقتی لکھ کے دی ہے اور مُنہ سے کُچھ بھی نہیں کہا ہے، آخر اُسی کے رونے پر اور میرا بچہ چھوٹا ساتھ ہونے پر پھر گھر میں لانے کا خیال کیا ہے ہمارے یہاں کے عالموں میں مولوی احمد سے دریافت کیا تو فرماتے ہیں کہ سوا حلالہ کے درست نہیں ہوسکتی اور مولوی محمود انتقال کر گئے اب آپ اس میں جو حکم فرمایئے سو کیا جائے گا۔

سؤال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مرد نے اپنی زوجہ کو بباعث کسی منازعت کے حالتِ غصہ میں اُس کے والدین کے گھر جانے کے بعد ایک ورقہ میں مبہم بلا عدد لفظ طلاق کے یُوں لکھا کہ طلاق دے کر فارقتی دیتا ہُوں، جواب بحوالہ کتب مرحمت فرمائیں۔

الجواب

صُورۃ مستفسرہ میں دو طلاقیں ہوگئیں، حلالہ کی کوئی حاجت نہیں، اگر اس طلاق کے بعد عدت گزر گئی ہے یعنی تین حیض شروع ہو کر ختم ہو گئے جب تو عورت کی رضامندی سے اُس کے ساتھ نکاح کر لے اور اگر عدت باقی ہے تو دو صورتیں ہیں اگر فارغخطی دینا وہاں کے محاورہ میں طلاق کے الفاظ صریحہ سے سمجھا جاتا ہے جیساکہ یہاں کی بعض اقوام میں ہے کہ عورت کی نسبت اس کے کہنے سے طلاق ہی مفہوم ہوتی ہے جب تو دو طلاقیں رجعی ہوئیں کہ عدت کے اندر رجعت کر سکتا ہے مثلاً زبان سے اتنا کہہ دے کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھیر لیا وُہ بدستور اس کی زوجہ رہے گی بشرطیکہ اس سے پہلے کبھی ایک طلاق نہ دے چکا ہو ورنہ بیشک تین ہوگئیں اور اب بے حلالہ جائز نہیں، اور اگر یہ لفظ وہاں صریح نہیں سمجھا جاتا تو دو طلاقیں بائن ہوئیں عورت نکاح سے نکل گئی مگر اُس کی رضا کے ساتھ دوبارہ اُس سے نکاح کر سکتا ہے خواہ عدت گزری ہو یا نہیں اسی شرط پر کہ اس سے پہلے کوئی طلاق نہ دی ہو یہ سب اس صُورت میں کہ فارغخطی سے اُس نے وُہ کاغذ مراد نہ رکھا ہو اور اگر یہ مقصود ہے کہ طلاق دے کر یہ اُس کی سند بھیجتا ہُوں تو اس صورت میں ایک ہی طلاق رجعی ہوگی کہ عدت کے اندر رجعت کر سکتا ہے جب کہ پہلے کبھی دو طلاقیں نہ دے چکا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۷۰ از دفتر مدرسہ رحمانیہ پیلی بھیت مرسلہ مولوی فضل حق صاحب ۸ اشوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور اُس کے سسرالیوں میں رنجش کے ساتھ گفتگو ہو رہی تھی اس درمیان میں ہندہ جو زوجہ زید تھی اس کے چھوڑ دینے کی بات چھڑ گئی اور زید سے کہا گیا کہ اس روز روز کے جھگڑے سے چھوڑ دو، زید نے کہا تم کل جھگڑاتی ہو میں ابھی چھوڑتا ہُوں۔ اس اخیر جملہ کی تین بار یا اس سے زیادہ تکرار کی ہندہ پر طلاق ہوئی یا نہیں اور کس قسم کی طلاق پڑی؟ بحوالہ کتب سے

Marfat.com

عبارت جواب کا جلد اُمیدوار ہُوں۔

الجواب

تین طلاقیں مغلظہ ہوگئیں، محیط و ذخیرہ و خلاصہ و ہندیہ کی تصریحات کے علاوہ ذی علم پر یہ مسئلہ بدیہیات سے ہے تو وُہ اس پر حوالہ وعبارت طلب نہ کرے گا، اور جاہل کا حوالہ وُہ بھی مع عبارت طلب کرنا سوءِ ادب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۷۵ از پیلی بھیت محلّہ عبداللطیف خاں مسئولہ پیارے ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خسر اور داماد میں لڑائی ہونے پر داماد کہے کہ اگر تم کل چھوڑوانے ہو تو میں آج ہی چھوڑتا ہُوں اس لفظ کے کہنے پر طلاق ہُوئی یا نہیں؟

الجواب

طلاق رجعی ہوگئی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۷۶ از شہر کانپور اے بی روڈ، دکان جناب حافظ پیربخش صاحب سوداگر مسئولہ ولی محمد صاحب ۱۷ جمادی الاخری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی زوجہ کو رخصت کرانے کے لئے جب اپنے سسرال گیا تو اس کی خوشدامن نے کہا کہ ہم لڑکی کو رخصت نہیں کریں گے بلکہ ہم قصّہ ختم کرنا چاہتے ہیں، اس پر زید نے اپنی خوشدامن سے کہا کہ میں جانتا ہُوں کہ میرا آنا آپ لوگوں کو بہت ناگوار ہُوا، پھر خوشدامن نے کچھ ایسے الفاظ کہے جس سے اس کا منشاء یہ تھا کہ زید اپنی زوجہ کو طلاق دے دے، اس پر زید نہایت برہم ہُوا اور کہا کہ اگر میں پسند نہیں ہُوں تو دوسرے سے نکاح کر دو، اس کے جواب میں خوشدامن نے کہا ہاں کہ پسند نہیں ہے، آیا ایسی صُورت میں زید کی زوجہ کو طلاق ہو جائے گی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر بہ نیتِ طلاق تھا ایک طلاق بائن ہوگئی، اور اگر بقسم کہے کہ میری نیّت طلاق کی نہ تھی قبول کریں گے اور وقوعِ طلاق کا حکم نہ دیں گے۔ عالمگیریہ میں عنایہ سے ہے:

لو قال تزوجی ونوی الطلاق او الثلاث صح و ان لم ینو شیئا لم یقع[1]۔ اگر خاوند بیوی کو کہے کہ تُو نکاح کرلے، طلاق کی نیت یا تین طلاقوں کی نیت کی ہو نیت کے مطابق ایک تین طلاقیں صحیح ہوں گی (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۶

Marfat.com

ردالمحتار میں شرح جامع صغیر امام قاضی خاں سے ہے:

لو قال اذھبی فتزوجی وقال لم انو الطلاق لا یقع شیئ لان معناہ ان امکنک[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر کچھ نیت نہ کی تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ اس کے کہنے کا مقصد یہ ہوگا کہ تجھے ممکن ہو تو نکاح کر (جبکہ طلاق کے بغیر ممکن نہیں، تو طلاق نہ ہوگی) واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷۷: از موضع نان ٹو ڈاکخانہ اکبر آباد ضلع علی گڑھ مسئولہ محمد تحسین علی صاحب یکم رجب المرجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کو بدچلنی اور بدکاری کے الزام لگائے اور اس سے کہا کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا تو میرے کام کی نہیں مگر زید کہتا ہے کہ میں نے ہرگز طلاق نہیں دی، تو کیا اس صورت میں ادائے لفظِ طلاق زید کی بیوی زید کے نکاح سے خارج ہوگی یا نہیں؟

الجواب

اگر یہ بیان واقعی ہے تو دو طلاقیں بائن ہوگئیں، عورت نکاح سے خارج ہوگئی، اگر پہلے کبھی اُسے کوئی طلاق نہ دی تھی تو عورت کی مرضی سے اس سے دوبارہ جدید مہر کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے اور پھر کبھی ایک طلاق دے گا تو تین ہوجائیں گی اور بے حلالہ نکاح نہ کر سکے گا، اور اگر اُس وقت عورت اس سے دوبارہ نکاح پر راضی نہیں تو یہ اس پر جبر نہیں کر سکتا، اور اگر پہلے کبھی ایک طلاق اُسے دے چکا تھا تو ابھی تین طلاقیں ہوگئیں، بے حلالہ نکاح نہیں کر سکتا،

وذلک لان اللفظ الاول صریح والثانی کنایۃ یحتمل السب وقد صار الحال باللفظ الاول حال المذاکرۃ فوقع بہ بائن فجعل الاول ایضا بائنا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

یہ اس لئے کہ پہلا لفظ طلاق میں صریح ہے، اور دوسرا کنایہ ہے جو کہ ڈانٹ کا احتمال بھی رکھتا ہے جبکہ پہلے لفظ کی وجہ سے مذاکرہ طلاق کی حالت ہوگئی تو اس قرینہ کی وجہ سے کنایہ کا لفظ بھی طلاق بائنہ قرار پائے گا جس کی وجہ سے صریح طلاق بھی بائنہ کے حکم میں ہوجائے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷۸: از پیلی بھیت محلہ پکریا مسئولہ محمد بشیر احمد صاحب ۱۵ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمّی زید جس کی علمی لیاقت علم عربی میں قریب دستار بندی ہے اب بیوی کو چند بار یہ الفاظ بحالت صحت نفس کہے کہ میں تم کو خوشی سے اجازت دیتا ہوں کہ جہاں تمہارا

---

[1] ردالمحتار باب الکنایات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۶۴

Marfat.com

دل چاہے چلی جاؤ خواہ تم دوسرا خاوند کرلو خواہ بلاخاوند رہو، مگر بی بی چند بار یہ الفاظ سُن کر بھی خاموش رہی تو کچھ دن کے بعد یہ کہا کہ مجھ کو افسوس ہے کہ کیسی بے حیا عورت ہے کہ میں خوشی سے اجازت چلے جانے کی دیتا ہوں اور میرا پیچھا نہیں چھوڑتی جب بی بی پر یہ ملامت ڈالی تو بی بی نے جانے کی تیاری کی تو زید نے کاغذات دیہہ زمینداری بی بی جس کا زید کارکن تھا حوالہ کر دئے تو اب اس مسئلہ میں شرع شریف کا کیا حکم ہے اور بیوی اب زید سے راضی نہیں ہے اور زید سے قطع تعلق کرتی ہے۔

الجواب

یہ الفاظ کنایہ ہیں نیت پر حکم ہے، اگر زید نے بہ نیت طلاق کہے ایک طلاق ہوگئی اور عورت نکاح سے نکل گئی، اُس سے بلاحلالہ اس کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے جبکہ اس سے پہلے اُس عورت کو دو طلاقیں نہ دے چکا ہو، اور اگر وہ قسم کھاکر انکار کردے کہ میں نے یہ الفاظ بہ نیتِ طلاق نہ کہے تھے تو طلاق نہ مانی جائے گی، اگر جھوٹی قسم کھائے گا وبال اس پر رہے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۹ از آرہ مسئولہ مولوی عبدالغفور صاحب ۱۳ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید نے اپنی بی بی منکوحہ زینب سے کہا بصورت نااتفاقی کہ ہم تمہارے ہاتھ کا کھانا نہیں کھائیں گے، تب اس پر بی بی مذکور نے کہا کہ جب کھانا نہیں کھاؤ گے تو ہم کو صفائی دے دو تب زید نے کہا کہ صفائی دے دیا بی بی نے کہا صفائی دے دیا تو پھر کہا کہ صفائی دے دیا پھر بی بی نے کہا کہ صفائی دے دیا تو پھر کہا صفائی دے دیا تو بی بی نے کہا کہ تب ہم کہیں چلے جائیں تو زید نے کہا کہ کہیں چلی جاؤ اس صورت مذکورہ میں طلاق مغلظہ واقع ہُوا کہ نہیں اگر طلاق واقع نہیں ہُوا تو کیا دلیل بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں، بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مذکورہ میں طلاقِ مغلّظ توکسی طرح نہ ہُوئی فان البائن لایلحق البائن[1] کما فی المتون (کیونکہ بائنہ طلاق بائنہ کو لاحق نہیں ہوتی، جیسا کہ متون میں ہے۔ت) ہاں اگر اُن چار لفظوں میں جو زید نے کہے اگر کسی ایک لفظ یا دو تین یا چاروں سے عورت کو طلاق دینے کی نیت زید نے کی تو ایک طلاق بائن ہوگئی عورت نکاح سے نکل گئی عورت کی رضا سے اس سے نکاح دوبارہ کرسکتا ہے اور اگر اصلاً کسی لفظ سے نیتِ طلاق نہ کی تو وُہ بدستور اس کی زوجہ ہے طلاق نہ ہُوئی، درمختار میں ہے:

---

[1] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۵

Marfat.com

اذھبی یحتمل ردا ونحو خلیۃ بریۃ یصلح سبا (الی قولہ) فی الغضب توقف الاولان ان نوی وقع والالا۔[1]

اس لئے کہ یہ جواب بھی بن سکتا ہے، اور تُو جدا ہے، تُو بَری ہے، یہ الفاظ ڈانٹ کا احتمال رکھتے ہیں اس کے قول کہ "غصہ میں پہلے دونوں الفاظ موقوف رہیں گے، اگر طلاق کی نیت کی تو طلاق واقع ہوگی ورنہ نہیں" تک۔ (ت)

مبسوط امام سرخسی میں ہے:

وعن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی انہ الحق بھذہ الالفاظ خلیت سبیلك، فارقتك لاسبیل الیك، لاملك لی علیك لانھا تحتمل السب ــــــــ ای لاملك لی علیك لانك ادون من ان تملکی وفارقتك اتقاء لشرك و خلیت سبیلك لھوانك علیّ[2] (ملخصًا)

امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک یہ "میں نے تیرا راستہ کھول دیا"، "میں تجھ سے جُدا ہو" اور "میری تجھ پر کوئی ملکیت نہیں" کے ساتھ ملحق ہے کیونکہ یہ الفاظ ڈانٹ کا احتمال بھی رکھتے ہیں یعنی "میری تجھ پر ملکیت نہیں" کا یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ تُو اس قابل نہیں کہ میں تیرا مالک بنوں، اور میں تجھ سے جدا ہوا یعنی تیرے شر سے جدا ہُوں، میں نے تیرا راستہ کھولا کیونکہ میرے ہاں تُو حقیر ہے (ملخصًا) (ت)

فتح القدیر میں ہے:

یدین فی الغضب لان ھذہ الالفاظ تذکر للابعاد وحالۃ الغضب یبعد الانسان عن الزوجۃ۔[3]

غصہ میں ان الفاظ کے متعلق خاوند کی تصدیق کی جائیگی کیونکہ یہ الفاظ دُور کرنے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں جبکہ غصہ کی حالت میں انسان بیوی سے دُور رہتا ہے۔ (ت)

یہ بات کہ ان میں اصلاً کسی لفظ سے طلاق کی نیت نہ کی تھی اگر زید قسم کھا کر کہہ دے قبول کرلیں گے اور حکم طلاق نہ دیں گے اگر زید جھُوٹی قسم کھائے گا وبال اس پر ہوگا یہ قسم گھر میں عورت بھی کرسکتی ہے۔

درمختار میں ہے:

ویکفی تحلیفھا لہ فی

عورت کا مرد سے گھر میں قسم لینا

---

[1] درمختار | باب الکنایات | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۲۲۵-۲۲۴

[2] مبسوط امام سرخسی | باب ما تقع بہ الفرقۃ الخ | دار المعرفۃ بیروت | ۶/ ۸۱

[3] فتح القدیر | فصل فی الطلاق قبل الدخول | مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر | ۳/ ۴۰۲

Marfat.com

منزلہ[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۸۰: ازمارہرہ مطہرہ مسئولہ حافظ عبدالکریم صاحب ۲۵ محرم ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس امر کے کہ ایک شخص نے اپنی خوشدامن وخسر ونیز رُو برو چند دیگر کے یہ کہا کہ میں تمھاری دختر سے لادعوٰی ہوتا ہُوں تم اس کو بُلا لو ورنہ میں اس کو بے عزت کرکے نکال دُوں گا۔ اس صُورت میں طلاق ہُوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں اگر اُس نے اُن لفظوں سے کہ "میں تمھاری دختر سے لادعوٰی ہوتا ہُوں" طلاق دینے کا قصد کیا تھا اور بہ نیتِ طلاق یہ کلام کہا تھا تو طلاق واقع ہوگئی ورنہ نہیں۔ فتاوٰی امام خیرالدین رملی میں ہے:

سئل فی رجل ضرب زوجتہ فلامہ اھلھا فقالت انت مجارۃ افی ما اقربك غیرنا وطلاقا ھل تطلق بھذا القول ام لا (اجاب) لا تطلق ففی الخانیۃ فی قولہ لاملك لی علیك لاسبیل لی علیك خلیت سبیلك الحقی باھلك لوقال ذٰلك فی حال مذاکرۃ الطلاق او فی الغضب وقال لم انو بہ الطلاق یصدق قضاء فی قول ابی حنیفۃ وقال ابویوسف لایصدق ومعنی انت مجارۃ انت منتقذۃ معاذۃ مما تکرھینہ وھو قریب من معنی ھذہ الالفاظ[2] واللہ اعلم انتہی اقول

ان سے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے اپنی بیوی کو پیٹا تو خاوند کو بیوی کے گھر والوں نے ملامت کی، اس پر خاوند نے بیوی کو کہا کہ "تُو محفوظ ہوگئی میں تیرے قریب نہ ہوں گا" طلاق کی نیت نہ کی ہو تو کیا اس بات سے طلاق ہو جائے گی یا نہیں، جواب میں انھوں نے فرمایا طلاق نہ ہوگی۔ تو خانیہ میں ہے: خاوند کا بیوی کو کہنا "تجھ پر میری ملکیت نہیں، تجھ پر مجھے کوئی چارہ نہیں، تیرا راستہ میں نے کھول دیا" یا کہا "تُو اپنے گھر والوں کے ہاں جا" اگر یہ الفاظ مذاکرۂ طلاق یا غصہ میں کہے اور بیان کیا کہ میں نے طلاق کی نیت سے نہیں کہے، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قضاءً خاوند کی بات مان لی جائے گی، اور امام ابویوسف کے نزدیک قضاءً تصدیق نہ کی جائے گی "تو مجارہ" کا معنی تو بچی ہوئی پناہ میں ہے اس چیز سے جس کو تو ناپسند کرتی ہے اور یہ لفظ اوپر مذکورہ الفاظ کے قریب ہے واللہ اعلم انتہی **اقول**

---

[1] درمختار | باب الکنایات | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۲۲۴

[2] فتاوٰی خیریہ | کتاب الطلاق | دارالمعرفۃ بیروت | ۱/ ۵۱

Marfat.com

وانت تعلم ان مسئلتنا ھذہ اقرب الی المنصوص من مسئلۃ الخیریۃ کما لایخفی۔

(میں کہتا ہوں کہ) ہمارا زیرِ بحث مسئلہ خیریہ میں بیان کردہ مسئلہ کے زیادہ قریب ہے، جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ (ت)

پس اگر وُہ قسم کھا کر کہہ دے کہ ان لفظوں سے میں نے طلاق دینے کی نیت نہ کی تھی قبول کرلیں گے اور وقوعِ طلاق کا حکم نہ دیں گے،

فی الدر المختار القول لہ بیمینہ فی عدم النیۃ ویکفی تحلیفہا لہ فی منزلہ فان ابی رفعتہ للحاکم فان نکل فرق بینہما مجتبٰی[1]

درمختار میں ہے: نیت ہونے نہ ہونے میں خاوند کی بات قسم کے ساتھ معتبر ہوگی اور اس سے گھر میں ہی حلف لے لینا کافی ہے اور اگر وہ حلف دینے سے انکار کرے تو بیوی معاملہ کو حاکم کے ہاں پیش کرسکتی ہے تو اگر وہاں بھی حلف سے انکار پر مصر رہے تو پھر حاکم خاوند بیوی میں تفریق کردے، مجتبٰی۔ (ت)

ہاں اگر واقع میں اُس نے نیت طلاق کی تھی اور اب جھُوٹی قسم کھالی تو عنداللہ طلاق ہوگئی مگر اس کا وبال شوہر پر ہے، عورت پر الزام نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۸۱ ازبریلی صدر مسئولہ شیخ عبدالخالق ۷ محرم شریف ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عبدالخالق نے اپنی عورت کو طلاق نامہ لکھا اور اُس دستاویز میں ان الفاظ سے طلاق لکھی "میں لادعوٰی ہُوں یہ عورت جہاں چاہے شادی کرلے" ایسی صُورت میں طلاق ہُوئی یا نہیں؟ اور اگر عبدالخالق پھر اسے نکاح میں لانا چاہے تو ضرورتِ حلالہ ہوگی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صُورتِ مستفسرہ میں جب کہ طلاق لکھنے کی نیت سے یہ الفاظ لکھے ہوں عورت پر ایک طلاق ہوگئی وُہ نکاح سے نکل گئی، اب اُس سے نکاح کرے تو صرف نکاح جدید برضائے زوجہ کافی ہے حلالہ کی کچھ حاجت نہیں اگر اس سے پہلے کبھی اُسے دو طلاقیں نہ دے چکا ہو، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۸۲ مرسلہ حکیم احمد حسین صاحب محلہ طویلہ ۷ شوال ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وہندہ میاں بی بی میں باہم جھگڑا رہتا تھا اکثر اُسے

---

[1] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۴

Marfat.com

تکلیف دیتا اور مارتا ایک دن اُس سے زیور مانگا اس نے انکار کیا کہا تجھے چاقو سے مار ڈالوں گا ہندہ اپنے والدین کے یہاں چلی آئی تو شوہر نے چوری کا الزام بھی لگایا اور تھانہ میں رپٹ کا ارادہ کیا لوگوں نے سمجھایا اس وقت یہ گفت گو ہوئی جو لکھی جاتی ہے، ناصح کیا فضیحت کراؤ گے۔ زید: وُہ میری بیوی ہی نہیں رہی فضیحت کیسی ناصح: دیکھو لغو باتیں نہ کرو۔ زید: جب وُہ میری بلا اجازت چلی گئی میرے نکاح سے باہر ہے اور وُہ میرے کام کی نہ رہی مجھ کو اس سے کچھ غرض نہیں۔ ناصح: دیکھو کنایہ اشارہ سے بھی طلاق ہو جاتی ہے ذرا سوچ سمجھ کر کہو تم پڑھے لکھے آدمی ہو۔ زید: مجھ کو اس سے کچھ غرض نہیں نہ وُہ میری بیوی ہے۔ آیا اس گفت گو سے وُہ عورت مطلقہ ہوئی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

زید کا پچھلا قول کہ "نہ وُہ میری بیوی ہے" مذہبِ مختار پر اصلاً الفاظ طلاق سے نہیں یہاں تک کہ بہ نیّتِ طلاق بھی کہے تاہم واقع نہ ہوگی۔ عالمگیری میں ہے:

لو قال تو زنِ من نئی لا یقع وان نوی ھو المختار کذا فی جواھر الاخلاطی[1]

اگر کہا تُو میری بیوی نہ ہے، تو طلاق کی نیت کے باوجود طلاق نہ ہوگی، یہی قول مختار ہے، جیساکہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ (ت)

اسی طرح "مجھ کو اُس سے کچھ غرض نہیں" یہ بھی لفظِ طلاق نہیں کہ غرض بمعنی شوق مستعمل ہے کما فی القاموس (جیساکہ قاموس میں ہے۔ت) یا قصد و خواہش کما فی المنتخب (جیساکہ منتخب میں ہے۔ت) یا حاجت کما فی شروح النصاب (جیساکہ شروح النصاب میں ہے۔ت) اور ان اشیاء کی نفی سے طلاق واقع نہیں ہوتی اگرچہ بہ نیت طلاق اطلاق کرے۔ عالمگیری میں ہے:

لو قال لا حاجۃ لی فیك ینوی الطلاق فلیس بطلاق کذا فی السراج الوھاج اذا قال لا ارید ك او لا احبك او لا اشتھیك او لا رغبۃ لی فیك فانہ لا یقع وان نوی فی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی کذا فی البحر الرائق[2]

اگر کہا "مجھے تیرے بارے کوئی حاجت نہیں" اور طلاق کی نیت کی ہو تو بھی طلاق نہ ہوگی، سراج وہاج میں ایسے ہی ہے۔ اور کہا "میں تجھے نہیں چاہتا" "میں تجھے پسند نہیں کرتا" "تیرے بارے مجھے رغبت نہیں" اگر نیت ہو تب بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک طلاق نہ ہوگی، بحر الرائق میں یوں ہی ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۲

[2] " " " الخامس فی الکنایات " " " ۱/۳۷۵

Marfat.com

اُسی میں ہے:

رجل قال لامرأته مرابکار نیستی ونوی به الطلاق لایقع کذا فی الظهیریة۔[1]

کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا "تُو میرے لئے کام کی نہیں" تو نیت کے باوجود طلاق نہ ہوگی، جیسا کہ ظہیریہ میں ہے۔ (ت)

ہاں "وہ میری بیوی ہی نہ رہی" کنایاتِ طلاق سے ہے۔ عالمگیری میں ہے:

لوقال صرت غیر امرأتی فی رضا أو سخط تطلق اذا نوی کذا فی الخلاصة۔[2]

اگر خاوند نے رضا یا ناراضگی میں کہا "تو میری بیوی نہ رہی" اگر طلاق کی نیت ہو تو طلاق ہو جائے گی، جیسا کہ خلاصہ میں ہے (ت)

اسی طرح یہ لفظ بھی کہ "وہ میرے نکاح سے باہر ہے" صریح نہیں کنایہ ہے،

لان الخروج من النکاح یکون بالطلاق وبکل فرقة جاءت من قبله کتقبیله بنتها او من قبلها کتقبیلها ابنه وغیر ذٰلك، فلم یتعین لافادة الطلاق وصار کقوله لم یبق اولیس بینی وبینك نکاح بل هما عبارتان عن معنی واحد، وهذا یتوقف علی النیة فکذا ذاك۔

کیونکہ نکاح سے خروج، طلاق کے ساتھ اور دیگر وجوہ سے بھی ہو سکتا ہے۔ مثلاً خاوند بیوی کی بیٹی کا شہوت کے ساتھ بوسہ لے یا بیوی خاوند کے بیٹے کا اسی طرح بوسہ لے یا اس کے علاوہ بھی کئی طرح سے فرقت کے اسباب ہو سکتے ہیں لہذا یہ لفظ طلاق کے لئے خاص نہ رہا، جب وُہ کہے "نکاح باقی نہ رہا" یا "تیرے میرے درمیان نکاح نہیں ہے" بلکہ یہ دونوں ہم معنی ہیں تو نیت پر موقوف ہوں گے، یہ بھی ایسا ہے (ت)

عالمگیری میں ہے:

لوقال لها لانکاح بینی وبینك اوقال لم یبق بینی وبینك نکاح یقع الطلاق اذا نوی۔[3]

اگر کہا "تیرے میرے درمیان نکاح باقی نہیں رہا" اگر نیت ہو تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں۔ (ت)

یوں ہی "وہ میرے کام کی نہ رہی" بھی کنایات سے ہے کما حققناہ فی ما علقناہ علی رد المحتار

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۸۰
[2] ؍؍ ؍؍ الفصل الخامس فی الکنایات ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/ ۳۷۶
[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/ ۳۷۵

Marfat.com

(جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق ردالمحتار کے حاشیہ میں کردی ہے۔ ت) مگر سوقِ کلام سے ظاہر یہ ہے کہ زید نے یہ الفاظ بطور اخبار کہے، نہ بنیتِ انشائے طلاق۔ تیسرا لفظ دوسرے پر معطوف ہے اور دوسرا پہلے کی شرح بیان علت، اور اس اخبار کا مبنٰی وُہ غلط گمان جو عوام زمانہ میں شائع ہے کہ عورت بے اجازت شوہر گھر سے چلی جائے تو نکاح سے نکل جاتی ہے اور جو اخبار و اقرار طلاق بربنائے غلط فہمی مسئلہ ہو دیانۃً اصلاً مؤثر نہیں،

فی الخیریۃ عن الاشباہ عن جامع الفصولین والقنیۃ اذا اقر بالطلاق بناء علی ماافتی بہ المفتی ثم تبین عدم الوقوع فانہ لایقع[1]۔

خیریہ میں اشباہ سے اور وہاں سے جامع الفصولین اور قنیہ سے منقول ہے کہ اگر مفتی کے فتوی کی بنا پر طلاق ہونے کا اقرار کیا تو پھر معلوم ہُوا کہ طلاق نہ ہوئی، تو اس اقرار کو طلاق نہ قرار دیا جائے گا۔ (ت)

خیر بہرحال مدار کار نیت پر ہے، اگر زید نے ان تینوں لفظوں میں کل یا بعض کسی سے طلاق دینے کا قصد کیا تھا تو ایک طلاق بائن واقع ہُوئی کہ عورت راضی ہو تو اب یا عدت کے بعد جب چاہے بے حلالہ اس سے نکاح کرسکتا ہے۔ عالمگیری میں ہے:

لایلحق البائن البائن بان قال لہا انت بائن ثم قال لہا انت بائن لایقع الاطلقۃ واحدۃ بائنۃ[2]۔

اگر کہا، تجھے ایک بائنہ طلاق، اس کے بعد دوبارہ کہا تجھے بائنہ طلاق، تو ایک ہی بائنہ طلاق ہوگی کیونکہ پہلی بائنہ کے بعد دُوسری بائنہ اس کو لاحق نہیں ہوسکتی۔ (ت)

اور اگر ان تین میں کسی لفظ سے طلاق دینے کی نیت نہ کی اگرچہ اخیر کے دونوں لفظ بہ نیت طلاق کہے ہوں تو اصلاً طلاق نہ ہُوئی وُہ بدستور اس کی زوجہ ہے اور نیتِ طلاق نہ ہونے میں شوہر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے اگر وُہ بقسم کہہ دے کہ میں نے ان تینوں لفظوں میں کسی سے نیت انشائے طلاق نہ کی تھی قطعاً مان لیں گے اور انھیں زوج و زوجہ جانیں گے اگر وہ اس قسم میں جھوٹا ہے تو وبال اس پر ہے عورت پر الزام نہیں۔

درمختار میں ہے: القول لہ بیمینہ فی عدم النیۃ[3] (نیت نہ ہونے میں خاوند کی بات معتبر ہوگی۔ ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] فتاوٰی خیریہ — کتاب الطلاق — دارالمعرفۃ بیروت ۱/۴۷

[2] فتاوٰی ہندیہ — الفصل الخامس فی الکنایات — نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۷

[3] درمختار — باب الکنایات — مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۴

Marfat.com

مسئلہ ۲۸۳ از متھرا محلہ کیشو پورہ مرسلہ حکیم توحید الحق صاحب ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۰۸ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ زید عاقل وبالغ بفہمائش دیگر مرداں وزبردستی والدین بایجاب ہندہ رضادادہ وراہ نکاح خود در آرد وخلوتِ صحیحہ بوقوع نیاید کہ ہندہ پیش مادر خود باشد وہنوز رخصت نشدہ باشد وباز زید پیش دوسہ مردماں صادق وعادل بناراضی بگوید کہ من بایجاب ہندہ برضا ورغبت خود اقرار ندادہ ام محض بفہمائش وزبردستی مردماں اقرار بلسان نمودم ایں نکاح من مسلّم نشدہ باز از سرِ نو خواہد شد واندراں حالت ناراضی از خویش واقارب رنجیدہ بجائے سفر نماید واز ہندہ خبرے نگیرد نہ از قرائن واطوار او توقع باز آمدن ماند ودر انجا قاضی وشاہداں عندالایجاب اقرار بالجزم دہد کہ من ناکتخدا ام ہنوز نکاحم از کسے نگردیدہ ونہ از خویش واقارب ما کسے زندہ نہ مارا از کسے در وطن سروکارے است ونہ خواہد شد حالا ہندہ در نکاح زید ماندہ یا نہ ودریں صورت چگونہ از زید آزاد گردد، فقط۔

علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کیا فرماتے ہیں، کہ زید عاقل بالغ نے دوسرے لوگوں کی تلقین اور والدین کے جبر پر ہندہ سے ایجاب وقبول کیا اور اس سے نکاح کرلیا، اور ابھی رخصتی نہ ہوئی اور خلوتِ صحیحہ نہ ہوئی کیونکہ ہندہ ابھی والدہ کے پاس ہے، اس کے بعد زید نے دو تین سچے اور عادل حضرات کے سامنے نکاح پر عدمِ رضامندی ظاہر کی اور کہا کہ میں نے ہندہ سے اپنی رضامندی اور رغبت کے ساتھ ایجاب نہیں کیا بلکہ محض دوسروں کی زبردستی کی بنا پر اور ان کی تلقین کی وجہ سے صرف زبانی رضامندی ظاہر کی تھی اس لئے یہ نکاح مجھے منظور نہیں، یہ نکاح دوبارہ ہونا چاہئے، اندریں حالات خویش واقارب کی ناراضگی ہوئی جس پر وہ کہیں سفر پر نکل گیا اور ہندہ کی خبر تک نہ لی، اور اس کے قرائن واطوار بھی ظاہر کرتے ہیں کہ وہ واپس نہیں آئے گا، وہاں اس نے تمام گواہوں اور قاضی وغیرہ کو بالجزم یہ تاثر دیا کہ وہ ابھی کنوارہ غیر شادی شدہ ہے اور کسی سے اس کا نکاح نہیں ہوا، اور یہ بھی تاثر دیا کہ میرے خویش واقارب میں کوئی بھی زندہ نہیں رہا اور میرا اب وطن سے کوئی سروکار نہیں ہے اور نہ ہی ہوگا۔ تو مذکورہ حالات میں ہندہ ابھی زید کے نکاح میں ہے یا نہیں؟ اور اس صورت میں زید سے ہندہ کا چھٹکارا کیسے ہو؟ فقط۔

الجواب

درصورتِ مستفسرہ بقطع نظر از انکہ تحقق اکراہ شرعی معلوم نیست جبر واکراہ دربارۂ نکاح مخلِ صحت ونفاذ ولزوم نباشد فی الھندیۃ

صورتِ مسئولہ میں قطع نظر اس بات کے کہ یہ جبر واکراہ شرعی تھا یا نہیں، نکاح میں جبر واکراہ اس کے نفاذ اور لزوم کے لئے مانع نہیں ہوتا۔ ہندیہ میں ہے

Marfat.com

تصرفات المکرہ کلہا قولا منعقدۃ عندنا
وما لایحتمل الفسخ منہ کالطلاق و
العتاق والنکاح فہو لازم کذا فی
الکافی[1] اھ ملخصا قول او من ناکتخدا ام و
ہنوز با کسے نکاح نہ کردہ چیزے نیست زیراکہ
جحود نکاح خبر دروغ ست واثرے ندارد
فی الہندیۃ ان قال لم اتزوجك و
نوی الطلاق لایقع الطلاق بالاجماع
کذا فی البدائع ولو قال مالی امرأۃ
لایقع وان نوی[2] وہمچناں قول او مرا در
وطن با کسے سروکارے نیست ونخواہد بود کہ
سروکار نبودن بمعنی نفی غرض وتعلق قلب
ست کہ عبارت از رغبت وحاجت باشد گویا
گفت با کسے غرضے ندارم یا حاجتم نیست یا
پروائے کسے ندارم وایںہا خود از الفاظ
طلاق نیست فی الہندیۃ لو قال
لاحاجۃ لی فیك ینوی الطلاق
فلیس بطلاق اذا قال لا اریدك
ولا احبك او لا اشتہیك او لا رغبۃ
لی فیك فانہ لایقع وان نوی[3]
فی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی باز علماء

کہ مجبور کئے ہوئے شخص کے قولی تصرفات ہمارے
نزدیک منعقد ہوجاتے ہیں اور وہ امور جو فسخ کا احتمال نہیں
رکھتے ہیں مثلاً طلاق، عتاق اور نکاح یہ لازم ہوجاتے
ہیں، جیسا کہ کافی میں ہے، ملخصاً۔ لہٰذا اس کا یہ کہنا
کہ میں ابھی کنوارا ہوں اور ابھی تک کسی سے نکاح نہیں کیا'
کوئی چیز نہیں کیونکہ نکاح کا انکار جھوٹی خبر ہے جس کا
کچھ اعتبار نہیں۔ ہندیہ میں ہے کہ اگر کہے "میں نے تجھ
سے نکاح نہیں کیا" تو طلاق کی نیت ہو تو بھی طلاق
بالاجماع نہ ہوگی، جیسا کہ بدائع میں ہے، اور یونہی
اگر کہے "میری کوئی بیوی نہیں" طلاق کی نیت کے باوجود
طلاق نہ ہوگی۔ اور زید کا یہ کہنا کہ "وطن میں میرا کسی سے
کوئی سروکار نہیں اور نہ ہوگا" تو اس کا مطلب یہ
ہے کہ میرا قلبی تعلق یا غرض کسی سے نہیں ہے، جس کا
معنی رغبت اور حاجت ہے، گویا اس نے یوں کہا
مجھے کسی سے غرض یا حاجت نہیں ہے یا مجھے کسی کی
پروا نہیں ہے جبکہ یہ مذکور الفاظ طلاق میں سے نہیں
ہیں، ہندیہ میں ہے اگر خاوند نے کہا مجھے تجھ میں حاجت
نہیں یا میں تجھے پسند نہیں کرتا، میں تیری خواہش
نہیں رکھتا، مجھے تجھ سے رغبت نہیں، تو طلاق واقع
نہ ہوگی اگرچہ طلاق کی نیت سے کہے، امام ابوحنیفہ
رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک۔ نیز علماء کرام نے فرمایا ہے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الاکراہ الباب الاول فی تفسیر شرعًا الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵
[2] " " الفصل الخامس فی الکنایات " " " ۱/ ۳۷۵
[3] ایضاً

Marfat.com

فرمودہ اند اگر گفت زنانِ بغداد ہمہ طلاقہ اند و زنِ او نیز از بغداد ست مطلقہ نشود مگر آں کہ بالتعیر نیت او کردہ باشد فی ردالمحتار ذکر فی الذخیرۃ اولا الخلاف فی نساء اھل بغداد طالق، فعند ابی یوسف وروایۃ عن محمد لا تطلق الا ان ینویہا لان ھذا امر عام[1]، وفیہ ایضا عن الاشباہ عن الخانیۃ الفتوی علی قول ابی یوسف[2] ایں جا لفظ وطن گفتہ است کہ از بلدہ وقریہ عام تر ست باز تخصیص زناں ہم نکرد مطلق لفظ کسے گفت کہ زناں و مرداں وپسران و دختراں ہمہ را شامل است بالجملہ درصورت مسئولہ نکاح صحیح و لازم ست وطلاق ثابت نیست چارہ کار جز ایں چیست کہ رجوع بحکومت کردہ آید تا طلاق رسد یا حقوق زناشوئی مودی شود۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

کہ کوئی شخص کہے بغداد کی تمام عورتوں کو طلاق ہے اور اس کی بیوی بھی بغداد میں ہو تو اس کی بیوی کو اس وقت تک طلاق نہ ہوگی جب تک اس لفظ سے بیوی کی طلاق کی نیت نہ کرے۔ ردالمحتار میں ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے تمام بغداد والوں کی عورتوں کو طلاق' تو ذخیرہ میں اولاً اس کے متعلق اختلاف ذکر کیا ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک طلاق نہ ہوگی' اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کی ایک روایت بھی یہی ہے تاوقتیکہ بیوی کی نیت سے نہ کہے، کیونکہ یہ عام بات ہے اور اسی میں اشباہ اور وہاں خانیہ سے منقول ہے کہ فتوٰی امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے قول پر ہے' زید نے تو وطن کہا ہے جو کئی شہروں اور قریوں پر مشتمل ہے' اور پھر اس نے خاص عورتوں کا ذکر نہیں کیا بلکہ صرف "وطن سے سروکار نہیں" کہا، تو وطن سب مردوں، عورتوں، بچوں اور بچیوں کو شامل ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ مسئولہ صورت میں زید کا ہندہ سے نکاح صحیح ثابت ہے اور طلاق ثابت نہیں ہے، چھٹکارے کا چارہ کار یہی ہے کہ کسی شرعی حاکم کے ہاں رجوع کرے تاکہ وہ طلاق حاصل کرائے یا حقوقِ زوجیت بحال کرائے۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۸۴: از پیلی بھیت محلہ بشیر خاں متصل مکان مینہ شاہ مرسلہ نظام الدین شانہ گر ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت مدخولہ سے تین بار کہا "میں نے تجھے آزاد کیا" اس صورت میں نکاح قائم رہا یا نہیں؟ اور اب اس سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] و [2] ردالمحتار باب الطلاق غیر المدخول بہا دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۶۱

Marfat.com

الجواب

یہ لفظ کہ "مرد نے عورت سے کہا" اگر ان سے طلاق کے معنی مراد نہ تھے جب تو طلاق اصلاً نہ ہوئی اور اگر بہ نیتِ طلاق کہے تو ایک طلاق پڑ گئی عورت نکاح سے نکل گئی مگر حلالہ وغیرہ کی کچھ ضرورت نہیں، نہ اُسے کچھ انتظار کی حاجت، دونوں آپس میں راضی ہوں تو اُسی وقت پھر نئے سرے سے نکاح کرلیں، ہاں اگر شوہر نے خود ہی ان میں کوئی لفظ تین طلاقوں کی نیت سے کہا تو بیشک طلاق مغلظہ ہوگئی کہ اب بے حلالہ کے اس سے نکاح نہیں کرسکتا،

فی الهندیة لوقال اعتقتك طلقت بالنیة کذا فی معراج الدرایة[1] اھ وفی الدر الکنایة مالم یوضع له ای الطلاق واحتمله وغیرہ ویقع البائن ان نواها او الثنتین وثلث ان نواہ، ولا یلحق البائن اذا امکن جعله اخبارا عن الاول کانت بائن او ابنتك بتطلیقة فلا یقع لانه اخبار فلا ضرورة فی جعله انشاء بخلاف ابنتك باخری او قال نویت البینونة الکبری لتعذر حمله علی الاخبار فیجعل انشاء[2] اھ ملتقطا۔

ہندیہ میں ہے اگر خاوند نے کہا "میں نے تجھے آزاد کیا" تو نیتِ طلاق سے طلاق ہوجائے گی' جیسا کہ معراج الدرایہ میں ہے اھ اور دُر میں ہے وُہ لفظ کنایہ ہوتا ہے جو طلاق کے لئے وضع نہ ہو اور وُہ طلاق اور غیر طلاق دونوں قسم کا احتمال رکھتا ہو تو ایسے لفظ سے بائنہ طلاق ہوگی ایک یا دو کی نیت سے ایک اور تین کی نیت سے تین ہونگی اور ایسا لفظ پہلے بائنہ طلاق کو لاحق نہ ہوگا مگر جب وُہ پہلی طلاق کی حکایت کا احتمال رکھتا ہو تو اس کو خبر و حکایت ہی قرار دیا جائے گا، مثلاً یُوں کہے "تو بائن بائن ہے" یا کہے "میں نے ایک طلاق بائنہ دی ہے" تو دُوسری بائنہ واقع نہ ہوگی، کیونکہ اس کو انشاء بنانے کی ضرورت نہیں، اس کے برخلاف جب یُوں کہے "میں نے تجھے دوسری بائنہ طلاق دی" یا کہے "میں نے بڑی بائنہ کی نیت کی ہے" تو اس صورت میں اس کو خبر قرار دینا درست نہیں ہوسکتا، لہٰذا اس کو انشاء ہی ماننا پڑے گا اھ ملتقطا (ت)

مسئلہ ۲۸۵ از بدایوں مرسلہ اعلٰحضرت سیدابوالحسن احمد نوری رضی اللہ تعالٰی عنہ ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ

ایک عورت سے ایک مرد اجنب نے جبریہ زنا کیا شوہر نے سُنا تو اعتبارِ جبر نہ کرکے یہ کلمات کہے کہ

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۶

[2] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۴

Marfat.com

"میرے کام کی نہ رہی، میں نے چھوڑ دی، اگر آئے گی تو ناک کاٹ لوں گا، جہاں چاہے چلی جائے، جو چاہے سو کرے"۔ اور اس کو عرصہ سال بھر سے زیادہ گزرگیا، آیا طلاق پڑی یا نہیں؟ وہ عورت دوسرا نکاح کرے یا نہ کرے؟ خاوند نے باوجود فہمائش بھی رجوع نہ کیا، بدستور مقر اسی بات کا ہے جو کہی تھی الفاظِ طلاق صریح نہ تھے یہی تھے جو کہے، فقط۔

الجواب

عورت کو چھوڑ دینا عرفاً طلاق میں صریح ہے، خلاصہ وہندیہ میں ہے:

لوقال الرجل لامرأته ترا چنگ باز داشتم اوبھشتم اویلہ کردم ترااو پائے کشادہ کردم ترا فھذا کلہ تفسیر قولہ طلقتك عرفا حتی یکون رجعیا ویقع بدون النیة۔[1]

اگر کوئی شخص بیوی کو کہے "میں نے تیرا چنگل باز رکھا، تجھے چھوڑا ہے، تجھے جُدا کر دیا ہے یا تیرے پاؤں کھول دئے ہیں، تو یہ تمام الفاظ عرفاً "تجھے طلاق دی" کے ہم معنیٰ ہیں، اس لئے ان سے رجعی طلاق ہوگی اور بغیر نیت طلاق ہوگی۔ (ت)

"اور جہاں چاہے چلی جائے" کنایاتِ طلاق سے ہے کہ کلام میں تقدم طلاق صریح کے باعث وہ بھی تنقیحِ نیت کا محتاج نہ رہا،

فی التنویر کنایة مالم یوضع له واحتمله وغیرہ فلا تطلق بھا الا بنیة او دلالة الحال[2]۔ فی ردالمحتار المراد بھا الحالة الظاھرة المفیدة المقصودة ومنھا تقدم ذکر الطلاق بحرعن المحیط۔[3]

تنویر الابصار میں ہے کہ جو لفظ طلاق کے لئے وضع نہ ہو اور طلاق وغیر طلاق کا احتمال رکھتا ہو تو ایسے لفظ سے بغیر دلالت ونیت طلاق نہ ہوگی، اس پر ردالمحتار میں ہے: دلالت سے مراد یہ ہے کہ کوئی ظاہر ایسی حالت ہو جو مقصود کے لئے مفید ہوسکے اسی قبیل سے ہے کہ ان الفاظ سے قبل طلاق کا ذکر ہوچکا ہو، بحر میں محیط سے منقول ہے۔ (ت)

اور جبکہ یہ بائنہ اُس طلاق صریح رجعی سے ملی وہ بھی بائنہ ہوگئی،

فان البائن یلحق الرجعی وبلحوقه یبطل

بائنہ طلاق جب رجعی کو لاحق ہوجائے تو اب خاوند کو

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیة نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۹

[2] درمختار شرح تنویر الابصار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۴

[3] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۶۳

Marfat.com

خیار الرجعة فیصیران بائنین، کما صرحوا بہ۔ رجوع کا اختیار ختم ہوجاتا ہے کیونکہ دہ (دونوں) بائن بن جاتی ہیں، جیساکہ فقہاء نے تصریح فرمائی ہے۔ (ت)

پس صورت مذکورہ میں عورت نکاح سے نکل گئی اس پر دو طلاقیں بائن پڑ گئیں، اگر اس مدت میں عدت گزر گئی ہو تو اسے اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرلے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۸۶ ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ

اپنی عورت کو دو مرتبہ اس نے چھٹی دی اس کے بعد جو آدمی اس کے محلے کے ہیں وُہ کہتے ہیں کہ طلاق ہوگئی اور اس کا آدمی کہتا ہے کہ طلاق نہیں ہُوئی اور عورت کہتی ہے کہ مجھ کو طلاق نہیں دی صرف آدمیوں کے سامنے اُس آدمی نے یہ کہا کہ چھٹی دی اور دُوسرے یہ کہ جب عورت اپنے مکان کو چلی گئی تو اس کے مکان کو آگ لگ گئی تو لوگوں نے کہا کہ آگ اس شخص نے دی جس کی تو عورت ہے اب اس کا نام لے کر آدمی کو اور عورت کو دونوں کو چوکی پر لئے جاتے تھے اور یہ کہتے تھے یہ کہو کہ اس شخص کی ماں بہن ہیں اور اس شخص نے بوجہ خوف کے یہ بات کہہ دی کہ یہ عورت میری بہن ہے تو ان دونوں کو اُن آدمیوں نے چھوڑا اب وہ عورت و مرد دونوں باہم راضی ہیں تو اُس کا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور جو شخص آپ کے پاس سے فتوٰی لے جاوے اور اس کے مطابق حکم نہ کرے تو اس کا کیا نتیجہ ہے؟ بیّنوا توجروا عند اللہ۔

الجواب

عورت کی نسبت یہ لفظ کہنا کہ "یہ میری بہن ہے" نکاح میں کچھ خلل نہیں ڈالتا۔ سائل نے اظہار کیا کہ اُس شخص نے حالتِ غضب میں اپنی زوجہ کی نسبت دوبار یہ لفظ کہے کہ "میں نے اُسے چھٹی دی" اس کہنے سے عورت پر ایک طلاق بائن پڑ گئی وُہ نکاح سے نکل گئی جب مرد و عورت دونوں راضی ہیں نئے سرے سے پھر نکاح کرلیں،

فی تنویر الابصار اخرجی واذھبی یحتمل ردا وحرام، بائن، یصلح سبا وسرحتك لا یحتمل السب والرد ففی حالة الرضا تتوقف الاقسام علی نیة وفی الغضب الاولان وفی مذاکرۃ الطلاق الاول فقط[1] اھ مختصرا۔

تنویر الابصار میں ہے خاوند کا بیوی کو کہنا "تو نکل جا" "تو چلی جا" یہ جواب کا احتمال بھی رکھتے ہیں، اور اس کا یوں کہنا "حرام ہے" "بائن ہے"، یہ ڈانٹ کا احتمال بھی رکھتے ہیں۔ اور یہ کہنا "میں نے تجھے آزاد کردیا" یہ ڈانٹ اور جواب دونوں کا احتمال نہیں رکھتے، تو رضا کی حالت میں یہ تمام الفاظ نیت پر موقوف ہوں گے، اور غصّہ کی حالت میں پہلے دونوں موقوف اور مذاکرہ طلاق میں صرف پہلا لفظ نیت پر موقوف ہوگا اھ مختصراً (ت)

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۴

Marfat.com

جو شخص شریعت مطہرہ کے فتوٰی پر عمل نہ کرے گنہگار مستحق سزا و عذاب ہے والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۷: از نجیب آباد ضلع بجنور مرسلہ شیخ عبدالرزاق ۱۵ شعبان ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بحالت غصہ اپنی زوجہ سے بہ نیتِ طلاق ایک وقت میں تین بار کہا کہ "میں نے تجھے آزاد کیا" اس صورت میں کون سی طلاق واقع ہوگی مغلظ یا بائنہ یا رجعی؟ فقط۔

الجواب

صورتِ مسئولہ میں عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہوئی یعنی عورت نکاح سے نکل گئی، زوج کو اس پر کوئی اختیار جبر نہ رہا وہ عدت کے بعد جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے مگر حلالہ کی اصلاً حاجت نہیں جب کہ اس بار سے پہلے کبھی دو طلاقیں اس عورت کو نہ دے چکا ہو، زن ومرد اگر راضی ہوں تو شوہر عدت میں اور بعد عدت اس سے نکاحِ جدید کرسکتا ہے، یہاں تین طلاق کا حکم دینا یُوں غلط ہے کہ تمام متون وشروح وفتاوٰی میں تصریح ہے کہ کنایۂ بائنہ طلاق بائن کے بعد طلاق جدید نہیں ٹھہرتا بلکہ اُسی طلاق اول سے اخبار ہوتا ہے الا ان ینص بما لا یحتملہ (مگر ایسے الفاظ سے واضح کرے جو دُوسرے معنی کا احتمال نہ رکھتا ہو۔ ت) درمختار میں ہے:

لا یلحق البائن البائن اذا امکن جعلہ اخبارا عن الاول کانت بائن او ابنتك بتطلیقۃ فلا یقع لانہ اخبار فلا ضرورۃ فی جعلہ انشاء بخلاف ابنتك باخری[1]۔

بائنہ طلاق بائنہ کو لاحق نہیں ہوسکتی جب دوسری بائنہ پہلی سے حکایت وخبر ہو مثلاً "تو بائن بائن ہے" یا "میں نے تجھے ایک طلاق سے بائنہ کیا" تو دُوسری بائنہ واقع نہ ہوگی، کیونکہ پہلی سے حکایت وخبر ہے، لہٰذا اس کو انشاء بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے برخلاف جب یُوں کہے "میں نے تجھے دوسری بائنہ طلاق دی۔ (ت)

اور ایک ہی پڑنے کی یہ وجہ ٹھہرانا کہ الفاظِ طلاق متفرقًا کہے جب اول پڑی اب عورت محلِ طلاق نہ رہی لہٰذا دوسری نہ پڑی یہ یُوں جہل محض ہے یہ حکم خاص زنِ غیر مدخولہ کے ساتھ ہے زنِ مدخولہ جب تک عدت نہ گزرے تین طلاق مجموع ومفرق سب کی محل ہے کما نصوا علیہ قاطبۃ فی جمیع کتب المذھب (جیسا کہ اس پر مذہب کی تمام کتب میں نص ہے۔ ت) اور یہاں مدخولہ ہے کما افصح عنہ السائل فی سوال آخر (جیسا کہ سائل

---

[1] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۵

Marfat.com

نے خود اس کو دُوسرے سوال میں واضح کیا ہے۔ت) بلکہ ایک پٹنے کی صحیح وجہ یہ ہے بالغیر سے ...
التوفیق، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۸۸ ماقولکم رحمکم اللہ (اللہ آپ پر رحم کرے آپ کا کیا فرمان ہے۔ت) اس صورت ...
زید کی زوجہ کو کسی نے دوسرے ایک شخص کے ساتھ ایک مکان میں بند کیا جب زید کو خبر ہوئی تو اس نے چا...
آدمیوں کے رُوبرو اپنے خسر سے مخاطب ہو کر کہا کہ چونکہ تم لوگوں نے میری زوجہ کو غیر شخص کے ساتھ ایک مکا...
بند کیا لہذا اب وہ مجھ پر حرام، پس کیا حکم ہے، آیا وہ زوجہ طلاق ہو گئی یا ہنوز حسبِ سابق اس کی زوجہ ...
بر تقدیر تعلق زوجیت کے قائل کے ذمہ کچھ کفارہ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ہر چند یہ لفظ بوجہ عرف ملحق بالصریح ہے کہ بے حاجت نیت طلاق بائن واقع ہو،

فی ردّ المحتار قوله حرام سیأتی وقوع البائن به بلانیة فی زماننا للتعارف لافرق فی ذٰلك بین محرمة وحرمتك سواء قال علیّ اولا[1] اھ ملخصا وتمامه فیه۔

ردالمحتار میں ہے کہ خاوند کا کہنا "تو حرام ہے" ... بیان ہوگا کہ اس لفظ سے ہمارے زمانے ... بغیر نیت بائنہ طلاق واقع ہوگی کیونکہ اس کے ... ہونے پر عرف بن چکا ہے۔ تو مجھ پر حرام ہے، او... نے تجھے حرام کیا، دونوں برابر ہیں، یہاں "مجھ پر" کا لفظ کہے نہ کہے کوئی فرق نہیں ہے اھ ملخصاً، مکمل عبارت ... میں ہے۔(ت)

مگر کلامِ زید "چونکہ تم نے ایسا کیا لہذا حرام ہے" اس کے یہ معنٰی بھی محتمل کہ صرف اس بند کرنے کو موجب حرم...
بتاتا ہے جیسے بہت جہال کے خیال میں ہوتا ہے کہ عورت بے اجازتِ شوہر باہر جائے تو نکاح سے نکل جا...
اس تقدیر پر یہ کلام انشائے طلاق نہ ہوگا بلکہ ایک بنائے باطل پر اقرارِ اطلاق، اور وہ محض لغو ہے،

فی الخانیة رجل طلق امرأته وهو صاحب برسام فلما صح قال قد طلقت امرأتی ثم قال انی کنت اظن ان الطلاق فی تلك الحالة کان واقعا قال مشائخنا رحمهم اللہ تعالٰی

خانیہ میں ہے کہ ایک شخص نے خیال کیا کہ مرض بر... میں خود بخود طلاق ہوجاتی ہے، اس بناء پر اس ... کہا "میری بیوی مطلقہ ہوگئی" پھر تند... ہونے کے بعد طلاق کا اقرار کرتے ہوئے کہتا ... نے گمان کیا کہ برسام میں خود بخود طلاق ہوجاتی

---

[1] ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/...

حین ما اقر بالطلاق ان یردہ الی حالۃ البرسام وقال قد طلقت امرأتی فی حالۃ البرسام فالطلاق غیر واقع[1] الخ۔

تو اس صورت میں ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اگر طلاق کا اقرار کرتے ہوئے مرض کو وجہ بتائے اور کہے کہ "میں نے مرض برسام میں طلاق دی ہے" تو طلاق واقع نہ ہوگی الخ۔ (ت)

پس اگر یہی معنی مراد سمجھے تو نہ طلاق ہوئی نہ کوئی کفارہ لازم، اور اگر بہ نیتِ طلاق الفاظِ مذکورہ کہے تو ایک طلاق بائن ہوئی عورت نکاح سے نکل گئی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۹: از بحری آباد ڈاکخانہ سادات ضلع غازی پور مرسلہ محمد جان ابوالخیر ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ کو مرتکبِ زنا سمجھ کر ناراض ہوکر اس کے باپ کے گھر پہنچادیا اور یہ کلام کیا کہ ہم تجھ کو نہ رکھیں گے تو ہمارے قابل نہ رہی اور بعدہ ایک مہینہ کے نہیں معلوم کہاں چلا گیا اس کو عرصہ سات برس کا ہوا کہ ہنوز مفقود الخبر ہے اس کے بعد اس کے باپ نے زوجہ کے شوہر کے بڑے بھائی کو جو مالک وبزرگ خانداری ہے بلاکر یہ کہا کہ یہ عورت عزت وآبرو تمھاری ہے لے جاؤ ہمارے یہاں اس کا گزر نہیں ہوگا اس کے شوہر کے بڑے بھائی نے انکار کیا اور یہ کہا اول تو شوہر اس کا مکان پر نہیں ہے دوسرے یہ عورت ہمارے کام کے لائق نہیں ہے ہم نہ لے جائیں گے تم کو اختیار ہے کہ جہاں چاہو کردو، اس جواب پر اس کا باپ دوسرے نکاح کے سامان میں تھا کہ اس اثنا میں وہ عورت بطورِ خود ایک شخص کے ساتھ بلانکاح چلی گئی اور اسی مرد کے ساتھ اس زمانہ سے بلانکاح رہی اب اس عورت نے اس شخص کے ساتھ جس کے ساتھ بطورِ خود چلی گئی تھی نکاح کرلیا تو آیا یہ نکاحِ ثانی اس کا شرعاً جائز ہوا یا نہیں اور زوج اوّل کا غصّے سے یہ کہنا کہ ہم تجھ کو نہ رکھیں گے تو ہماری قابل نہیں رہی اور بعد اس کے اس کو چھوڑ دینا اور دی ہوئی چیز واپس کرلینا حکم میں طلاق کے ہے یا نہیں؟ اور بقرائن مذکور اس کہنے سے کہ ہم تجھ کو نہ رکھیں گے طلاق واقع ہوئی یا نہیں حالانکہ قرائن حالیہ ودلالت حال اس امر پر موجود ہے کہ زید نے کلام بالا جو کنایۂ طلاق ہے بارادۂ طلاق کہا تھا مختصر وقایہ میں ہے:

وکنایۃ ما یحتملہ وغیرہ فنحو اخرجی واذھبی وقومی یحتمل ردا، ونحو خلیۃ وبریۃ، بتۃ، حرام، بائن، یصلح سبا ونحو اعتدی واستبرئی

اور کنایہ وہ ہے کہ طلاق اور غیر طلاق دونوں کا احتمال رکھتا ہو مثلاً نکل جا، چلی جا، اُٹھ جا۔ یہ الفاظ کسی بات کا جواب ہوسکتے ہیں اور جُدا، بَری ہے، علیحدہ ہے، حرام ہے، بائن ہے، ڈانٹ کا احتمال

[1] قاضی خاں کتاب الطلاق نولکشور لکھنؤ ۱/۲۱۳

Marfat.com

رحمك انت واحدة انت حرة اختاری امرك بيدك سرحتك فارقتك، لايحتمل الرد والسب[1]۔

رکھتے ہیں، اور مثلاً عدت پوری کر، رحم کو صاف کر، اکیلی ہے، تو آزاد ہے، تجھے اپنا اختیار ہے، تیرا معاملہ تیرے اختیار میں ہے، میں نے تجھے چھوڑ دیا، میں نے تجھ سے فرقت کرلی، یہ صرف طلاق کا احتمال رکھتے ہیں۔ (ت)

شرح وقایہ میں ہے:

وفی حالة الغضب یتوقف الاولان ای مایصلح ردا ومایصلح سبا علی النیة ان نوی الطلاق یقع به الطلاق وان لم ینو لایقع واما القسم الاخیر وهو مایصلح ردا لاسبا یقع به الطلاق وان لم ینو[2] اھ

اور غصّہ کی حالت میں پہلے دونوں الفاظ یعنی جو جواب بن سکتے اور وہ جو ڈانٹ بن سکتے ہیں، نیّت پر موقوف ہوں گے، اگر طلاق کی نیت نہ ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی، لیکن تیسری قسم جو ڈانٹ اور جواب نہیں بن سکتے وہ غصّہ کی حالت میں بغیر نیّت بھی طلاق قرار پائیں گے، اھ (ت)

اور ظاہر ہے کہ ہم نے تجھ کو چھوڑ دیا ہم تجھے نہ رکھیں گے متحد المفاد و داخل قسم اخیر ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

ہم تجھ کو نہ رکھیں گے متمحض للاستقبال والابعاد ہے اور ایسا لفظ اگر صریح بھی ہوا اصلاً مؤثر نہیں مثلاً اگر ہزار بار کہے میں تجھے طلاق دے دُوں گا طلاق نہ ہوگی۔

وهذا ظاهر جدا، وفی جواهر الاخلاطی فقال الزوج طلاق میکنم طلاق میکنم انها ثلاث لان می کنم یتمحض للحال وهو تحقیق بخلاف قوله کنم لانه یتمحض للاستقبال وبالعربیة قوله اطلق لایکون طلاقا لانه دائر بین الحال والاستقبال

یہ بالکل ظاہر ہے، اور جواہر اخلاطی میں ہے خاوند نے کہا "میں طلاق کرتا ہُوں، طلاق کرتا ہوں" تو تین طلاقیں ہوں گی کیونکہ اس کا قول "کرتا ہُوں" صرف حال کے لئے مختص ہے اور یہ طلاق کو واقع کرتا، اس کے برخلاف اس کا یہ کہنا "طلاق کروں گا" یہ خالص استقبال کے لئے ہے اور عربی میں اطلق (طلاق دوں گا) سے طلاق نہ ہوگی، کیونکہ

---

[1] مختصر الوقایہ کتاب الطلاق نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۶۱

[2] شرح الوقایہ باب ایقاع الطلاق مطبع مجتبائی دہلی ۲/۸۸

Marfat.com

فلو یکن تحقیقا مع الشک[1] الخ۔ حال اور استقبال دونوں میں مشترک ہے، لہذا شک کی بناء پر طلاق واقع نہ ہوگی الخ (ت)

اور "تو ہمارے قابل نہ رہی" اگرچہ کنایہ ہوسکتا ہے مگر وہ سب کو بھی محتمل ہے کہ اس کی نالائقی و ناکارگی کا اظہار ہے جس طرح برادرِ شوہر نے بھی اس مضمون کے لفظ کہے، اور جب کہ حالت غضب بھی جیسا کہ تقریر سوال سے ظاہر، تو الفاظِ صالحہ سب محتاجِ نیت رہیں گے، بے ظہورِ نیت بوجہ شک حکم طلاق نہیں دے سکتے کما یظھر من عبارۃ النقایۃ التی نقل السائل والجواھر التی نقلنا (جیسا کہ نقایہ کی عبارت جس کو سائل نے نقل کیا ہے' سے ظاہر ہورہا ہے اور جواہر اخلاطی کی عبارت جس کو ہم نے نقل کیا ہے' سے بھی ظاہر ہورہا ہے۔ ت) اور اُسے نکال دینا، کپڑے وغیرہ چھین لینا دلیلِ غضب ہے، نہ دلیل طلاق تو بے ظہور طلاق یا وضوحِ موت حقیقیہ یا بالحکم بمرور مدت معینہ للمفقود بمذہب مفتی یہ مؤید بالحدیث روزِ ولادت سے ستّر سال ہے عورت کو نکاح ثانی ہرگز نہ تھا نہ ہے وہ اب بھی معصیت و مخالفتِ شرع مطہر میں مبتلا ہے والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۹۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ سے بحالتِ غضب یہ لفظ کہے، "مجھے[1] تجھ سے کچھ کام نہیں۔ جس[2] سے چاہ مباشرت کر۔ جسے[3] چاہے اپنا خاوند بنا۔ مجھ[4] سے تجھ سے کچھ تعلق نہ رہا۔" اس صورت میں طلاق واقع اور ہندہ اُس کے نکاح سے خارج ہوئی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورت مسئول بہا میں لفظ اوّل یعنی "مجھے تجھ سے کچھ کام نہیں" الفاظ طلاق ہی سے نہیں حتی کہ اگر اس سے نیت کرے گا تاہم واقع نہ ہوگی،

فی فتاوی الامام قاضی[ع] خاں لو قال فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:۔ اگر خاوند نے کہا

[ع] قال فی الھندیۃ لو قال لہا مرا با تو کارے نیست وترا با من نے اعطینی ماکان لی عندک و اذھبی حیث شئت لا یقع بدون النیۃ کذا فی الخلاصۃ[2] ۱۲ مفتی اعظم الامۃ مصطفٰی رضا مدظلہ۔

ہندیہ میں کہا، اگر یوں کہے 'میرا تجھ سے کام نہیں اور تیرا مجھ سے نہیں میرا جو کچھ تیرے پاس ہے مجھے دے دے، جہاں چاہے چلی جا، تو بغیر نیت طلاق نہ ہوگی۔ خلاصہ میں یونہی ہے ۱۲ مفتی اعظم الامۃ مصطفٰی رضا مدظلہ (ت)

---

[1] جواہر الاخلاطی فصل فی طلاق الصریح قلمی نسخہ ص ۷۰ - ۶۹

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۵

Marfat.com

لاحاجة لی فیك ونوی الطلاق لایقع وکذا لوقال مرا بکار نیستی وکذا لوقال ماارید ك اھ[1]

"مجھے تجھ میں کوئی حاجت نہیں" اور طلاق کی نیت کی ہو تب بھی طلاق نہ ہوگی، یونہی اگر کہا "تو میرے کام کی نہیں" اور یونہی اگر کہا "میں تجھے نہیں چاہتا" تو طلاق نہ ہوگی اگرچہ نیتِ طلاق ہو اھ (ت)

باقی الفاظ ثلثہ میں چند صورتیں ہیں:

(۱) اگر اس نے کسی لفظ سے نیتِ طلاق نہ کی تو ایک طلاق بائن واقع ہونے کا حکم دیا جائے گا کہ لفظ ثالث محتمل رد وسب نہیں، اور ایسے الفاظ حالتِ غضب میں حاجتِ نیت نہیں رکھتے۔

فی الھدایة فی حالة الغضب یصدق فی جمیع ذلك لاحتمال الرد والسب الا فیما یصلح للطلاق ولا یصلح للرد والشتم[2] انتھی۔

ہدایہ میں ہے کہ غصّہ کی حالت میں ان تمام الفاظ میں خاوند کی تصدیق کی جائے گی کیونکہ یہ الفاظ ڈانٹ اور رد جواب کا بھی احتمال رکھتے ہیں، مگر وہ الفاظ جو صرف طلاق کا احتمال رکھتے ہیں اور ڈانٹ اور رد جواب نہیں بن سکتے وہاں تصدیق نہ کی جائیگی اھ (ت)

(۲) اور جو صرف پہلے سے نیتِ طلاق کی تو بشرطیکہ لفظ ثانی سے معنی حقیقی یعنی میں تو طلاق دے چکا اب تزویج کا تجھے اختیار رہے مراد نہ لئے ہوں تو [illegible] واقع ہوں گی، لفظِ اول سے بحکم نیت اور ثانی سے بدیں سبب کہ بوجہ تقدم ومقارنت نیت حالت [illegible] مذاکرہ ہوگئی اور اس حالت میں الفاظ غیر صالحہ رد پابند نیت نہیں رہتے،

فی الھدایة لما نوی بالاولی الطلاق صار الحال حال مذاکرة الطلاق [illegible] فتعین الباقیان للطلاق بھذہ الدلالة، بخلاف ما اذا قال نویت بالثالثة الطلاق دون الاولیین حیث لایقع الا واحدة لان الحال [illegible]

ہدایہ میں ہے، جب پہلے لفظ سے طلاق کی نیت کی ہو تو مذاکرہ طلاق ہوجانے کی وجہ سے باقی دو الفاظ بھی طلاق کے لئے متعین ہوجائیں گے اس کے برخلاف جب یہ کہے کہ میں نے تیسرے لفظ سے طلاق مراد لی ہے تو پھر پہلے دونوں لفظ طلاق نہ ہونگے صرف آخری ایک طلاق ہوگی کیونکہ پہلے دونوں کے

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی الکنایات والمد[illegible] الکنایات نولکشور لکھنؤ ۱/۲۱۶
[2] الہدایہ فصل فی الطلاق قبل ا[illegible] المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/۳۵۴

Marfat.com

عندالاولیین لم تکن حال مذاکرۃ الطلاق (وفیہا) قال نویت بالاولی طلاقا و بالثانی حیضا دین فی القضاء لانہ نوی حقیقۃ کلامہ[1] ملخصا انتھی،

وقت مذاکرہ طلاق نہ تھا اور اسی میں اگر مذکورہ صورت میں یہ کہے کہ میں نے پہلے لفظ سے طلاق اور دوسرے سے حیض مراد لیا ہے تو خاوند کی تصدیق کی جائے گی کیونکہ اس نے لفظ کے حقیقی معنی کی نیت کی ہے اھ ملخصاً (ت)

وفی الکافی شرح الوافی فی حالۃ مذاکرۃ الطلاق یقع الطلاق فی سائر الاقسام قضاء لا فیما یصلح جوابا وردا فانہ لا یجعل طلاقا اعزاہ لہ فی العلمگیریۃ[2]۔

اور کافی شرح وافی میں ہے کہ مذاکرہ طلاق میں ان تمام الفاظ سے قضاءً طلاق واقع ہوگی جو طلاق کا بھی احتمال رکھتے ہیں اور جو صرف ڈانٹ یا جواب بننے کا احتمال رکھتے ہیں ان میں طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ ان کو طلاق قرار نہ دیا جائے گا، اس عبارت کو عالمگیری میں کافی کی طرف منسوب کیا ہے۔ (ت)

رہا تیسرا لفظ، ہرچند وہ بھی محتاجِ نیت نہ تھا مگر اس سبب سے کہ دُوسری طلاق سابق سے اخبار قرار دینا ممکن، اور ایسی صورت میں بائن سے بائن لاحق نہیں ہوتی اُس سے طلاق واقع نہ ہُوئی،

فی الدرالمختار لا یلحق البائن البائن اذا امکن جعلہ اخبارا عن الاول کانت بائن او ابنتک بتطلیقۃ لانہ اخبار فلا ضرورۃ فی جعلہ انشاء[3]

درمختار میں ہے: بائن کے بعد دوسری بائن نہ ہوگی جبکہ دُوسری بائن پہلی سے حکایت بن سکے، مثلاً "تُو بائن بائن ہے" یا "میں نے تجھے طلاق کے ساتھ بائنہ کردیا" یہ اخبار ہے اول سے تو اس کو انشاء بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ (ت)

(۳) اسی طرح اگر پہلی یا دُوسری دونوں (۴) یا تینوں سے نیتِ طلاق کی تو دو ہی بائنہ واقع ہوں گی،

لما مر من ان البائن لا یلحق البائن ما امکن حملہ علی الاخبار۔

جیسا کہ گزرا کہ بائنہ بائنہ کو لاحق نہیں ہوتی جب وُہ پہلی سے حکایت بن سکے (ت)

باقی سب صورت میں خواہ (۵) صرف دوسرا (۶) یا صرف تیسرا (۷) یا پہلا اور تیسرا دونوں (۸) یا

---

[1] الہدایہ فصل فی الطلاق قبل الدخول المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/ ۳۵۵
[2] الکافی شرح الوافی
[3] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲۵

Marfat.com

دوسرا اور تیسرا جمیعا مقرون بہ نیت ہوں تو ایک ہی بائنہ واقع ہوگی،

کما یظھر لک مما القیناعلیک من الادلۃ و ان لاطلاق بالثالثۃ کلما تقدمھا طلاق۔ | جیسے ہم نے آپ کو دلائل بیان کر دئے اس سے ظاہر ہے، اور یہ کہ تیسرے لفظ سے طلاق نہ ہوگی جب اس سے قبل طلاق بائنہ ہو چکی ہو۔ (ت)

پس اس میں شُبہہ نہیں کہ ہندہ نکاحِ زید سے خارج ہوگئی اور تا وقتیکہ زید اُس سے نکاح جدید نہ کرے وُہ اس کی زوجہ نہیں ہوسکتی،

فی تنویر الابصار وینکح مبانتہ بما دون الثلث فی العدۃ وبعدھا بالاجماع[1] ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ | تنویر الابصار میں ہے کہ تین سے کم بائنہ میں دوبارہ نکاح کی ضرورت ہوتی ہے خواہ عدت میں ہو یا عدت کے بعد ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۹۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ کی نسبت کہا "مجھے اس سے کچھ کام نہیں میں اس کو نہیں رکھوں گا اگر اسے گھر میں رکھوں تو اسی کا دُودھ پیوں" پھر اس اندیشہ سے کہ شاید اس سے طلاق نہ ہوگئی ہو اُس سے پھر نکاح کرلیا، اس صورت میں عورت پر طلاق ہوئی یا نہیں اور یہ نکاح کافی ہُوا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صُورتِ مستفسرہ میں اُس عورت پر طلاق واقع نہ ہُوئی اور پہلا ہی نکاح اس کا بحالِ خود قائم ہے دُوسرے نکاح کی کچھ حاجت نہ تھی یہ عبث واقع ہُوا،

فی العلمگیریۃ رجل قال لامرأتہ مرا بکار نیستی ونوی بہ الطلاق لایقع[2] انتھی | عالمگیری میں ہے کہ کسی نے اپنی بیوی کو کہا "تو میرے کام کی نہیں" تو طلاق نہ ہوگی اگرچہ نیت بھی کی ہو اھ (ت)

اما قولہ "میں اس کو نہیں رکھوں گا"

فھذا وان احتمل الجماع لان رکھنا بلغتنا یکنی بہ عن الجماع الا انہ عدۃ فلا یفید شیئا؛ واما قولہ (اس کو گھر میں رکھوں | تو یہ اگرچہ جماع کا احتمال بھی رکھتا ہے کیونکہ "رکھنا" ہماری لغت میں جماع سے کنایہ ہوتا ہے مگر یہ وعدہ ہے لہذا اس سے کچھ بھی مراد نہ ہوگا، اور اس کا

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الرجعۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۴۰

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۰

Marfat.com

تو اسی کا دُودھ پیوں) فھذہ لیس من باب الایلاء فی شئ لان گھر میں رکھنا انما ھو الایواء ای ھو التمکین من ان تسکن فی بیتہ ولا یکنی بہ عن الوطی ولا یکون یمینا ایضا حتی لو اٰواھا ومکنھا بعد من التمکن لا تلزمہ کفارۃ یمین لان شرب لبن العرس غایتہ ان یکون حراما وقولہ ان فعلت کذا فانا زان او سارق او شارب خمر او اٰکل ربو فلیس بحالف[1] ھکذا فی الھندیۃ عن الکافی فلا یلزمہ بذٰلک شئ، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

قول "اس کو گھر میں رکھوں تو اسی کا دُودھ پیوں" تو یہ ایلاء یعنی قسم کے معنٰی میں نہیں ہے کیونکہ گھر میں رکھنا گھر میں رہنے کی اجازت دینا ہے، اس سے وطی مراد نہیں ہوسکتی، اور قسم بھی نہیں ہوسکتی حتی کہ اس کو گھر میں رکھا بھی تو قسم کا کفارہ نہ پڑے گا کیونکہ بیوی کا دودھ پینا زیادہ سے زیادہ حرام ہے، اور یُوں ہی اگر کہا اگر میں یہ کام کروں تو میں زانی یا چور یا شرابی یا سُود خور قرار پاؤں، قسم نہ ہوگی۔ ہندیہ میں کافی سے یہی منقول ہے، لہٰذا اس سے کوئی کفارہ لازم نہ ہوگا۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۹۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین بیچ اس باب کے کہ زید نے حالت ناراضگی یا راضگی میں ہندہ سے جو اس کی زوجہ ہے یہ کلمے کہے کہ "میرے مکان سے نکل جا اور میں اب تجھ کو اپنے یہاں نہ رکھوں گا، تُو اب اور کوئی شوہر کرلے، یا کسی سے آشنائی کر، مجھ کو تجھ سے کچھ واسطہ نہیں، اور اگر تو میرے کہنے سے نہ نکلے گی تو پھر میں تیری ناک کاٹ لُوں گا کہ پھر تو خاوند کرنے سے بھی بیکار ہوجائے گی" وہ ہندہ بخوف ناک اور بسبب یہ کلمے کہنے زید کے وہاں سے نکل کر ایک مکان میں کہ جو اُس کے اقرباؤں کا تھا چلی آئی، چرچا اس کا محلّہ میں پھیلا، جب زید سے آکر اہلِ محلّہ نے کہا ہندہ کے باپ نے جواب پایا زید سے کہ "میری اب طبیعت اُس سے بہت ناراض ہے میں اس کو اب اپنے پاس نہ رکھوں گا" اور جس نے کہا یہی جواب پایا کہ "مجھ کو اُس سے کچھ سروکار نہیں اس کو اختیار ہے کہ جہاں چاہے وہاں جائے" اور ایک صاحب نے کہا کہ تمہاری بے حُرمتی ہوگی تو زید نے کہا "کیا بے حُرمتی ہوگی کیا مرد عورت کو چھوڑ نہیں دیتے ہیں کچھ بے حُرمتی اور بے عزّتی نہیں ہے"، بس یہ کلمے زید کے مثل طلاق ہُوئے بیچ حق ہندہ کے یا نہیں؟ جو حکم شرعی ہو ارقام فرمائیں فقط بیّنوا توجروا۔

الجواب: یہ کلمات جو زید نے کہے کنایاتِ طلاق میں سے ہیں ان الفاظ سے ایک طلاق واقع ہوتی ہے یعنی

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الایمان الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۵۵

Marfat.com

زید مذکور کو اختیار ہے کہ اُس سے رجعت کرلے یا بعد انقضائے عدّت نکاح کرلے۔ درمختار میں فتاوٰی سے نقل کیا ہے کہ:

اذھبی وتزوّجی یقع واحدۃ بلا نیۃ[1] یعنی اگر شوہر نے زوجہ کو کہا کہ چلی جا اور دوسرا شوہر کرلے تو اس سے ایک طلاق پڑجائے گی خود شوہر کی نیت طلاق کی ہو یا نہ ہو۔

کتبہ محمد احسن الصدیقی الحنفی (محمد احسن صدیقی ۱۲۷۶)

الجواب

اقول و باللہ استعین (میں کہتا ہوں اور اللہ سے مدد مانگتا ہوں۔ت) جواب میں الفاظ مندرجہ سوال سے تعرض نہیں اور جس بات کا حکم درمختار سے نقل کیا یعنی اگر شوہر نے زوجہ کو کہا "چلی جا اور دُوسرا شوہر کرلے" سوال میں بہیئت کذائی نہیں، اگر اخرجی اور اذھبی میں فرق نہ کیا جائے تاہم بسبب لفظ ثالث یعنی اس کلام کے کہ "میں اب تجھ کو اپنے یہاں نہ رکھوں گا" صورت مسئلہ کی بدل جائے گی، پس دلیل جناب مجیب کی قطع نظر اس سے کہ رجعی ہونا صورت محکوم علیہا کا اس سے ظاہر نہیں سوال سے علاقہ نہیں رکھتی کہ حکم ہیئت اجتماعیہ کا حالت انفراد کے حکم سے مغایر ہوسکتا ہے فلا یتم التقریب اصلا (تو دعوٰی اور دلیل مطابق نہ ہُوئے۔ت) علاوہ بریں بعد تسلیم اس امر کے کہ یہ کلمات کنایاتِ طلاق سے ہیں طلاق مذکور کو رجعی قرار دینا بس عجیب ہے اس لئے کہ سوا چند الفاظ کے کہ کُتبِ فقہ میں مذکور ہیں باقی کنایات سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے اور لفظ ابتغی الازواج (خاوند تلاش کر۔ت) کو وقایۃ الروایۃ میں کنایات میں ذکر کرکے کہا واحدۃ بائنۃ[2] (ایک بائنہ طلاق ہوگی۔ت) پس جواب صحیح یہ ہے کہ صورتِ مسئولہ میں تین لفظِ کنایات طلاق سے مذکور ہیں:

اوّل، تُو میرے مکان سے نکل جا کہ حاصلِ معنی اخرجی کا ہے بشرطِ نیّت اس سے طلاق بائن ہوجاتی ہے کما مر (جیسا کہ گزرچکا ہے۔ت)۔

دوم، تو اب کوئی شوہر کرلے یا کسی سے آشنائی کر، اس نزدیک کے جُز۔ اوّل کا بھی یہی حکم ہے، وقد مر ایضًا (اور یہ بھی گزرچکا۔ت)

سوم، مجھ کو تجھ سے کچھ واسطہ نہیں، یہ لفظ بھی کنایاتِ طلاق سے ہے کہ بشرطِ نیت اس سے

---

[1] درمختار | باب الکنایات | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۲۶

[2] شرح الوقایہ | " | " " | ۲/۸۷

Marfat.com

طلاق بائن ہوتی ہے۔ فتاوٰی قاضی خاں میں ہے:

ولوقال لم یبق بینی وبینك عمل یقع الطلاق اذا نوی[1]

اگر یُوں کہا کہ "تیرے اور میرے درمیان کوئی عمل نہ رہا" جب طلاق کی نیت سے ہو طلاق واقع ہوگی۔ (ت)

پس اگر جملہ یا بعض الفاظِ مذکورہ بہ نیت طلاق کے کہے طلاق بائن واقع ہُوئی، بے تجدیدِ نکاح کے مباشرت عورت سے حرام ہے۔ تنویر الابصار میں ہے:

البائن یلحق الصریح لا البائن الا اذا[2]۔

بائن طلاق، صریح کو لاحق ہوسکتی ہے بائن کو نہیں مگر جب۔ (ت)

(جواب ناقص ملا)

مسئلہ ۲۹۳ ازشہر کہنہ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صُورت میں کہ زید نے اپنی زوجہ سے جس کا نام ہندہ ہے اور جو کئی سال سے اس کے نکاح میں تھی بغرض اپنی شادی دوسری جگہ کرنے کے اُس کو طرح طرح کی تکلیفیں دینا شروع کیں اور بجبر اس پر تہمت زنا کی لگا کر ایک پرچہ پر تحریر کیا اور پرچہ اپنے قلمدان میں رکھا اُس روز ہندہ کو سختی ایسی دی کہ زید کے وارثان نے ہندہ کے وارثوں کو خبر دی کہ تم اپنی لڑکی کو اپنے گھر لے جاؤ وہ سخت تکلیف میں ہے۔ اس پر ہندہ کی ماں ہندہ کو اپنے گھر لے آئی اور پرچہ جس کا ذکر اوپر ہُوا ہے وہ بھی ہندہ اپنے ساتھ لائی اس پر ہندہ کے وارثوں نے ایک مجمع عام میں زید کو ایسے کلمات کی تحریر سے نصیحۃً فہمائش کی، بجواب اس کے زید نے کہا کہ میں نے چھوڑا مجھے کچھ تعلق نہیں جو اسباب ہندہ کا ہے ابھی مجھ سے لے لو۔ ہندہ کے وارثوں نے دو شخصوں کو زید کے پاس ہندہ کا اسباب لینے کو بھیجا، زید نے کُل اسباب دے دیا، اُن لوگوں نے ہندہ کے حوالہ کر دیا، ہندہ نے کہا کہ میرا زیور باقی ہے وہ بھی لاؤ۔ وُہ ہی شخص زیور لینے زید کے پاس گئے، زید نے زیور کا وعدہ کیا کہ بیس روز میں دے دُوں گا۔ چنانچہ زید نے بیسویں روز رُوبرو چار آدمیوں کے کُل زیور دے دیا اور پھر کہا کہ مجھ سے کچھ تعلق نہیں۔ اس صورت میں زید نے دو مرتبہ یہ کلمہ کہا کہ مجھ سے کچھ تعلق نہیں۔ منشا زید کا ان کلمات سے ظاہر ہے۔ عرصہ چار سال ہُوا جب سے اِس وقت تک کچھ تعلق نہیں رکھا۔ اس صُورت میں شرعاً ہندہ پر طلاق واقع ہُوئی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صُورتِ مستفسرہ میں ہندہ پر طلاق پڑجانے اور نکاحِ زید سے باہر ہوجانے کا حکم دیا جائے گا ہاں

---

[1] فتاوی قاضی خاں فصل فی الکنایات نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۱۶

[2] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲۵

Marfat.com

اگر لفظ جو زید نے کہے اسی قدر ہیں اور اس حالت میں وہ حلف شرعی کے ساتھ بیان کرے کہ میں ... ہندہ کی نسبت نہ کہے تھے اُسے چھوڑنا مراد نہ تھا تو وقوعِ طلاق کا حکم نہ دیں گے پھر اگر وہ اپنے اس حلف میں جھوٹا ہو تو اس کا وبال اور عذابِ الٰہی کا استحقاق زید ہی پر رہے گا ہندہ پر الزام نہ آئے گا،

فی الھندیۃ عن الخلاصۃ عن الفتاوی رجل قال لامرأتہ اگر تُو زن منی سہ طلاق مع حذف الیاء لایقع اذا قال لم انو الطلاق لانہ لما حذف فلم یکن مضیفا الیھا[1] اھ وفی البزازیۃ والخانیۃ فی قولہ لا تخرجی من الدار الا باذنی فانی حلفت بالطلاق انہ یحتمل الحلف بطلاق غیرھا فالقول قولہ[2] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

ہندیہ میں خلاصہ سے اور وہاں فتاوٰی سے منقول ہے اگر کسی نے بیوی کو کہا "اگر تُو عورت ہے تو مجھ سے تین طلاق" عورت کے ساتھ یاءِ نسبت کو ذکر نہ کیا، تو پھر کہے کہ میں نے طلاق کی نیت نہیں کی، تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ اس نے جب یاء کو حذف کر دیا تو اب طلاق بیوی کی طرف منسوب نہ ہوئی اھ۔ بزازیہ اور خانیہ میں ہے کہ خاوند نے بیوی کو کہا گھر سے میری اجازت کے بغیر مت نکل کیونکہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے، تو اس میں خاوند کی وضاحت معتبر ہوگی کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس نے کسی اور کی طلاق مراد لے کر قسم کھائی ہو اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۹۴ از قصبہ سرولی تحصیل آنولہ ضلع بریلی مرسلہ مسمّاۃ محمودی بنت شیخ علیم اللہ
۱۴ جمادی الآخرہ ۱۳۱۴ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ مسمّی ولایت خاں شوہر (مجھ مسمّاۃ محمودی) نے عرصہ دراز سے مجھ کو چھوڑ دیا ہے، نہ مجھ کو نان ونفقہ دیتا ہے، میں بوجہ نہ ملنے نان ونفقہ کے بہت تکلیف میں ہوں، لہذا میں بھی اس شخص سے بوجہ تارک الصّلوٰۃ ونیز نہ دینے نان ونفقہ کے ناخوش ہوں، چنانچہ ایک پرچہ نوٹس ناخوشی شوہر مذکور کا میرے پاس آیا وہ ہمرشتہ سوال ہذا ہے، امید کہ برائے خدا علمائے دین بموجب شرع شریف حکم آزادگی کا ارقام فرمائیں تاکہ میں نکاح اپنا کسی شخص صالح سے کرلوں اور عمر میری بسر ہو، عبارتِ نوٹس یہ ہے ایک پرچہ نوٹس آپ کا در بارۂ نالشی متذکرۂ نان ونفقہ دختر آپ کی کا یعنی محمودی کا آیا، اُس کا جواب یہ ہے کہ جب تک آپ کی لڑکی میرے گھر رہی تب تک آپ میرے خسر رہے جس روز سے کہ اُس کو میں نے آزاد

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۸۲
[2] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الطلاق نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۱۵

Marfat.com

کرکے معہ جملہ اسباب جہیز وغیرہ اُس کا اُس کے ہمراہ کر دیا گیا اور آپ کے گھر بھیج دیا گیا مجھ سے اور اس سے کچھ تعلق شرعًا نہیں رہا، نہ اس کا کوئی سامان میرے ذمّہ باقی رہا بلکہ اس روز بہت پنچان قصبہ سرولی کے موجود تھے وہ بھی اس امر کے گواہ ہیں، اگر مجھ سے اور مسماۃ مذکور سے کچھ تعلق ہوتا تو میں ضرور اس کے نان ونفقہ کی فکر کرتا، آپ کیوں برابر تحریر کرتے ہیں، اب آپ کے نوٹس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب آپ پھر پنچان جمع کرکے میرے مکان پر لانے والے ہیں اگر آپ نے ایسا کیا تو مجھ سے اور آپ سے رنج حد کو پہنچے گا' لہذا اب آپ پنچان کے جمع کرنے کا ارادہ نہ کریں، اس واسطے نوٹس دیا گیا مطلع رہو۔ از مقام دھنورہ مرسلہ ولایت خاں ۳۱ر اکتوبر ۱۹۲۰ء۔

الجواب

عبارت نوٹس سے (کہ جب تک میرے گھر رہی آپ میرے خُسر رہے جس روز سے اُس کو میں نے آزاد کرکے آپ کے گھر بھیج دیا) صاف اقرار طلاق ظاہر ہے،

اعتاق المرأۃ وان کانت من الکنایات فلا یتحمل ردًّا ولا سبا کما لا یخفی، وفی الدر المختار انت حرۃ لا یحتمل السب والرد[1]، قال الشامی واعتقتك مثل انت حرۃ کما فی الفتح[2] والحالۃ کما تری حالۃ الغضب فلا یفھم فی الحکم الا الطلاق والمرأۃ کالقاضی کما فی الفتح وغیرہ۔

بیوی کو "آزاد ہے" کہنا، اگرچہ الفاظ کنایہ میں سے ہے تاہم یہ ڈانٹ اور جواب کا احتمال نہیں رکھتا اور صرف طلاق مراد ہوگی جیسا کہ مخفی نہیں ہے، درمختار میں ہے: بیوی کو کہنا "تو آزاد ہے" ڈانٹ اور جواب کا احتمال نہیں رکھتا، اور اس پر علّامہ شامی نے فرمایا "میں نے تجھے آزاد کیا" ایسے ہی ہے جیسے کوئی کہے "تو آزاد ہے" جیسا کہ فتح میں ہے، اور حالت بھی غصّہ کی ہو تو پھر طلاق ہی حکم سمجھا جا سکتا ہے، اس میں عورت قاضی کی مانند ہے جیسا کہ فتح وغیرہ میں ہے۔ (ت)

پس اگر گواہانِ شرعی سے ثابت ہو کہ یہ نوٹس اسی کا لکھا ہُوا ہے یا وُہ مقر ہو تو ایک طلاق بائن واقع ہوگئی اور وقت تحریر نوٹس سے عدت لی جائے گی اگرچہ ہندہ بھی تسلیم کرتی ہو کہ جس وقت اُس نے گھر سے نکالا تھا طلاق دے دی تھی جس کا اقرار اس نوٹس میں ہے، ہاں اگر ہندہ گھر سے نکلتے وقت

---

[1] درمختار	باب الکنایات	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۲۲۴
[2] ردالمحتار	" "	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۴۶۵

Marfat.com

طلاق دینے کی مقر ہے اور اس وقت سے تحریر نوٹس کے وقت تک اتنا زمانہ گزر گیا جس میں عدت منقضی ہو تو عدت تو محمودی کو روز تحریر نوٹس ہی سے کرنی پڑے گی مگر اس عدت کا نفقہ شوہر سے نہ پائے گی

مواخذة علیها باقرارها وان امره الشرع بالعدة قطعا للتزویر۔

یہ بیوی کے اپنے اقرار پر مواخذہ ہے اگرچہ شرع نے اس کو عدت کا حکم دیا ہے کیونکہ جھوٹ ہو سکتا ہے۔ (ت)

اور اگر محمودی اس وقت طلاق دیے جانے کی مقر نہیں تو اس عدت کے ایام کا نفقہ بھی شوہر سے پائے گی،

لان نفقة عدة الطلاق علی الزوج بالنص وبه ظهر ضعف ما فی الخیریة۔

کیونکہ طلاق کی عدت میں نفقہ خاوند پر نص کی وجہ سے ثابت ہوا ہے، اس سے خیریہ کے بیان کا ضعف واضح ہو گیا ہے (ت)

فی الخیریة سئل فی رجل فرض علیه القاضی نفقة وکسوة لزوجته ومضت مدة فادعی طلاقها منذ زمان اجاب ان کذبته فی الاسناد ولم تقم بینة کان علیها العدة من وقت الدعوی ولها فیها النفقة والسکنی وان صدقته فلا نفقة لها ولا سکنی[1] (ملخصًا) واللہ تعالٰی اعلم۔

فتاوٰی خیریہ میں ہے سوال کیا گیا کہ ایک شخص پر اس کی بیوی کا نفقہ اور لباس قاضی نے لازم کیا، اور کچھ مدت گزرنے پر خاوند نے یہ دعوٰی کیا کہ میں نے بیوی کو مدت سے طلاق دے رکھی ہے، تو انھوں نے جواب دیا کہ اگر عورت خاوند کے اس دعوٰی کو دلیل سے جھوٹ ثابت کر دے اور گواہ پیش نہ کر سکے تو بیوی پر دعوٰی کے وقت سے عدت لازم ہو جائے گی اور عدت میں اس کو نفقہ اور رہائش ملے گی، اور اگر بیوی خاوند کے دعوے کو سچ قرار دے تو پھر عدت میں نفقہ اور رہائش نہ ملے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] فتاوٰی خیریہ باب النفقة دارالمعرفة بیروت ۱/۷۵

Marfat.com

مسئلہ ۲۹۵

ما قولکم رحمکم اللہ فی ہذہ المسئلۃ
نکاح زید با ہندہ حسب آئین شرع محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منعقد گشت بعد چند روز ہندہ را خلل جن واقع گردید از دعا و دوا ہیچ افاقہ نہ شد سالے ہمیں حال مبتلا ماند والدین ہندہ ہندہ را بر مکان خود آوردند و والدین زید زید را نصیحت کردند کہ انقطاع و احتراز از صحبت ہندہ باید کرد مبادا ایں بلا بر توہم مستولی نشود زید نوع خیال ایں سخن نکرد و خفیہ از والدین خود آمد و شد جاری داشت وقتیکہ والدین زید ازیں آمد و شد مطلع شدند زید را تنگ گرفتند و ممانعت قطعی نمودند زید را نصیحت و امتناع والدین کارگر شد و از ہندہ انقطاع کلی کرد و ہمدریں اثنا بفضل الٰہی ہندہ را صحت کلی حاصل گشت مگر زید از انقطاع دارد و تا حال بہ ہندہ رجوع نکردید و ارادہ رجوع ہم ندارد و تا سہ سال کامل نزد والدین خود قیام نمود و تا حال موجود ست جملہ مصارف ہندہ متعلق والدین ہندہ ماند و والدین ہندہ مفلوک الحال و مزدور پیشہ ہستند و زید از قرص نانے ہم با ہندہ گاہے مسلوک نگشت و نمی شود بارہا گفتگوئے ایں بجانبین درمیان آمد الا زید و والدینش صاف جواب داد و گفت کہ (مارا از ہندہ مطلق سروکار نیست از جانب ما ایں جواب صاف را طلاق فہمید) پس اندریں صورت نکاح ہندہ با دیگر کس کردن جائز خواہد شد یا نہ، علمائے

علماء کرام، آپ رحمکم اللہ تعالیٰ کا اس مسئلہ میں کیا ارشاد ہے کہ زید کا ہندہ کے ساتھ شرع محمدی کے مطابق نکاح ہوا، اس کے چند روز بعد ہندہ کو آسیب ہوگیا، علاج و دعا کے باوجود ہندہ کو کوئی افاقہ نہ ہوا، ایک سال اسی حال میں مبتلا رہی، تو ہندہ کے والدین ہندہ کو اپنے گھر لے گئے، اور زید کے والدین زید کو ہندہ سے انقطاع اور احتراز کی تاکید کرتے رہے تاکہ زید اس بیماری سے متاثر نہ ہو، تو زید نے اپنے والدین کی اس نصیحت کی پروا نہ کرتے ہوئے خفیہ طور پر ہندہ کے پاس آنا جانا جاری رکھا، جب زید کے والدین کو اس پر اطلاع ہوئی تو انھوں نے زید کو سختی سے اس میل جول سے منع کر دیا اور زید نے والدین کی ممانعت پر عمل کرتے ہوئے ہندہ سے کلی طور انقطاع کر لیا اسی دوران اللہ کا فضل ہوا اور ہندہ بالکل تندرست ہوگئی، مگر زید نے اپنا کلی انقطاع قائم رکھا اور اب تک اس نے ہندہ کی طرف رجوع نہ کیا اور نہ ہی رجوع کا ارادہ رکھتا ہے اور دو تین سال سے والدین کے پاس ہی ہندہ تمام مصارف پورے کر رہی ہے اور تمام بوجھ ہندہ کے والدین پر ہے جبکہ ہندہ کے والدین خود مفلوک الحال اور مزدور پیشہ ہیں اور زید نے کبھی ہندہ کے لئے روٹی کی ٹکیہ تک خرچہ نہ بھیجا، متعدد بار فریقین میں معاملہ بنانے کی کوشش ہوئی مگر زید اور اس کے والدین نے صاف جواب دے دیا اور کہا ہمارا ہندہ سے کوئی سروکار نہیں اور ہماری طرف سے یہ صاف

Marfat.com

ذوی الکرام ومفتیان ذوی الاحترام استفتاء را از
مواہیر ودستخط بجواب صاف شرعیہ مزیّن فرمایند
بیّنوا توجروا فقط مکرر اینکہ گفتگوے او والدینش
کہ آں بر جواب صاف دادن مبنی ست جواز طلاق
دادن را یا نہ فقط ،

جواب ہے اور اس کو طلاق سمجھا جائے [illegible]
اندریں حالات، ہندہ کا کسی دوسرے شخص نکاح جائز
ہوگا یا نہیں؟ علمائے کرام اور مفتیان ذوی الاحترام
سے درخواست ہے کہ استفتاء کا جواب اپنے
دستخطوں اور مُہروں سے مزیّن فرماکر ماجور ہوں، نیز
مکرر ہے کہ زید اور اس کے والدین کا یہ کہنا کہ "ہمارے صاف جواب کو طلاق سمجھا جائے" کو طلاق دینا متصور
کیا جائے یا نہیں، فقط، (ت)

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب۔
درصورت مستفسرہ طلاق براں زن واقع نشد زیراکہ
سروکار نبودن جز اظہار بےغرضی و بے پروائی افادۂ
معنی دیگر نمی کند واگر شوہر مرزنش را گوید مرا با تو غرضے
نیست یا پروائے تو ندارم یا تو مرا بکار نیستی
یا تو مرا چیزے نباشی یا میان من وتو چیزے نماندہ
است ہرگز طلاق واقع نشود اگرچہ بایںہا ارادہ و
نیّت طلاق کردہ شد وپُرظاہر کہ سروکار نبودن
بیش ازیں الفاظ نیست بلکہ علماء روشن گفتہ اند
کہ اگر زن را گفت تو مرا بیگانہ ایں ہم لغو ومہمل باشد
پس لفظ مذکور فی السّوال اولٰی باہمال فی
العٰلمگیریۃ لوقال لاحاجۃ لی
الیك ینوی الطلاق فلیس
بطلاق (وفیھا) اذا قال
لا اریدك او لا احبك اولا اشتھیك
اولا رغبۃ لی فیك فانہ
لایقع وان نوی فی
قول ابی حنیفۃ رحمھم

اے اللہ! حق کی رہنمائی فرما۔ (ت)
مسئولہ صورت میں عورت کو طلاق نہ ہوئی، کیونکہ
سروکار نہ ہونا، بےغرضی، بے پروائی کے علاوہ
کوئی معنٰی نہیں رکھتا، بلکہ اگر شوہر خاص بیوی کو کہے
"مجھے تجھ سے غرض نہیں، میں تیری پروا نہیں رکھتا"
تُو میرے کام کی نہیں، تُو میرے لئے کوئی چیز نہیں،
یا تیرے اور میرے درمیان کوئی چیز باقی نہیں رہی"
تب بھی ہرگز طلاق نہ ہوگی، اگرچہ یہ الفاظ طلاق کی نیت
سے بھی کہہ دے اور طلاق کی نیت کرے تو "سروکار
نہیں" ان مذکورہ الفاظ سے زیادہ سخت نہیں، بلکہ
مشہور علماء کا ارشاد ہے کہ اگر خاوند بیوی کو یہ کہے
"تُو میرے لئے بیگانی ہے" تو یہ مہمل اور لغو کلام
ہوگی، تو سوال میں مذکور الفاظ بطریق اولٰی مہمل ہیں،
عالمگیری میں ہے کہ خاوند بیوی کو کہے "مجھے تجھ سے کوئی
حاجت نہیں" اور طلاق کی نیت کرے تو بھی طلاق
نہ ہوگی۔ اور اسی میں ہے اگر یوں کہے کہ "میں تجھے
نہیں چاہتا، میں تجھے پسند نہیں کرتا، میں تجھ سے
خواہش نہیں رکھتا" یا کہے "مجھے تجھ میں کوئی رغبت

Marfat.com

اللہ تعالٰی[1] (وفیھا) لو قال لم یبق بینی و بینک شیئ ونوی به الطلاق لا یقع[2] وفی الخلاصة قال تومرا بیگانہ او لاحاجة لی فیک لا یقع و ان نوی[3]، وفی الھندیة ایضا سئل ابوبکر عن سکران قال لامرأته بزارم بیزارم بزارم تومرا چیزے نباشی الی قوله ارجوانها لا تطلق وھی امرأته[4]، وچوں ظاہر شد کہ ایں لفظ از الفاظ طلاق نیست نہ صریح نہ کنایہ، پس قولِ اُو کہ از جانب ما ایں جواب صاف را طلاق فہمند نیز لغو باشد زیرا کہ اُو پیش از اظہار طلاق نیست پس گویا حاصل کلامش آن ست کہ چنیں گفتہ کہ بایں گفتن نیت طلاق کردم وخود اگر نیت مے کرد کارگر نمی باشد کما اوضحنا پس اظہار مہمل جز مہمل نباشد قلت ولا یمکن جعله طلاقا مبتدأ لانه

نہیں" تو طلاق کی نیت کے باوجود طلاق نہ ہوگی، یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کے قول کے مطابق ہے۔ اور اسی میں ہے کہ اگر یوں کہا "میرے اور تیرے درمیان کوئی چیز باقی نہیں" تو نیتِ طلاق کے باوجود طلاق نہ ہوگی۔ اور خلاصہ میں ہے اگر خاوند نے کہا تو میرے لئے بیگانی ہے یا کہے مجھے تجھ سے کوئی حاجت نہیں، تو طلاق کی نیت کے باوجود طلاق نہ ہوگی۔ عالمگیری میں ہے کہ علامہ ابوبکر سے نشہ والے کے بارے میں سوال کیا گیا اس نے اپنی بیوی کو کہا "میں بیزار ہوں میں بیزار ہوں میں بیزار ہوں، تو میرے لئے کچھ نہیں" تو انھوں نے جواب میں بیان فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ طلاق نہ ہوگی اور بیوی بحال رہے گی۔ تو واضح ہو گیا کہ سوال میں مذکور لفظ، صریح یا کنایہ طلاق کا لفظ نہیں ہے تو ان کا کہنا کہ "ہمارا صاف جواب طلاق سمجھا جائے" بھی لغو اور مہمل ہے، کیونکہ اس سے قبل زید کی طرف سے طلاق کا کوئی اظہار نہیں، تو اس کی کلام کا خلاصہ یہ ہوا کہ گویا اس نے کہا "میں نے اس بات سے طلاق کی نیت کی ہے" اور نیت بھی کرے تب بھی طلاق کے لئے کارگر نہیں ہے جیسا کہ واضح ہو چکا ہے، پس یہ مہمل

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۵
[2] " " " " " ۱/۳۷۶
[3] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الطلاق مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/۹۸
[4] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۳

Marfat.com

اشار الی غیر معتبر شرعا و مالم یعتبر شرعا فلیس فی وسع احد ان یجعله معتبرا قال فی الدر المختار لا یقع طلاق النائم ولو قال اجزته او اوقعته لا یقع لانه اعاد الضمیر الی غیر معتبر جوہرۃ[1] اھ وقد صرح بالجزئیۃ فی الخانیۃ حیث قال قال لہا احسبی انک طالق لا یقع وان نوی[2] اھ ملخصا پس درصورت مذکورہ زنہار روا نیست کہ ہندہ با مردے دگر نکاح کند ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

برائے مہمل ہے۔ **قلت** (میں کہتا ہوں) اس گفتگو کو ابتداءً طلاق قرار دینا درست نہیں کیونکہ شرعی طور پر غیر معتبر لفظ سے اشارہ ہے، اور جو شرعاً غیر معتبر ہو اس کو کوئی بھی معتبر نہیں بنا سکتا۔ دُرمختار میں فرمایا کہ سوئے ہوئے کی طلاق واقع نہ ہوگی اگرچہ وُہ بیدار ہو کر کہے کہ میں نے اُسے جائز قرار دیا ہے یا اس کو واقع کرتا ہُوں، تو پھر بھی واقع نہ ہوگی کیونکہ وُہ جس کلام کو واقع کرنا چاہتا ہے وہ نیند کی کلام ہے جو غیر معتبر ہے، جوہرہ، اھ۔ اور خانیہ میں اس خاص جزئیہ کی تصریح کی ہے کہ اگر خاوند بیوی کو کہے، تو یہ خیال کرلے کہ تُو طلاق والی ہے تو طلاق نہ ہوگی اگرچہ طلاق کی نیّت سے بھی کہے اھ ملخصاً، لہذا مسئولہ صورت میں ہندہ کو ہرگز جائز نہیں کہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے۔ یہ میری تحقیق ہے حقیقی علم اللہ تعالٰی رب العزت کو ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۹۶ ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے کچہری میں اپنی بی بی کی نسبت بیان کیا کہ میرا اُس سے نکاح نہیں ہُوا اور اُس کی اولاد میرے نطفہ سے نہیں ہے اور حاکم نے بموجب بیان کے مقدمہ کو فیصل کرکے اس کی بی بی اور اُس کی اولاد قرار نہ دی حالانکہ نکاح اُس کا درحقیقت اُسی عورت سے ہوچکا تھا اب شرعاً نکاح اس کا جائز رہا یا نہ رہا اور اولاد اس کی فوت ہونے کے بعد اس کا ترکہ پائے گی یا نہ پائے گی اور بعد حنث اس شخص پر کفارۂ یمین عائد ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] درمختار | کتاب الطلاق | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۱۸

[2] قاضی خاں | " | نولکشور لکھنؤ | ۱/۲۱۰

Marfat.com

الجواب

سائل مظہر کہ شخص مذکور نے انگریزی کچہری میں کسی مصلحت سے ایسا اظہار حلفی دیا پس صورت مستفسرہ میں وُہ شخص جھوٹے حلف کا گنہ گار ہُوا، توبہ استغفار کرے۔ باقی نہ نکاح گیا نہ کوئی کفارہ آیا، نہ اولاد اس کے ترکہ سے محروم ہُوئی،

اما بقاء النکاح فلان جحودہ لایزیلہ والمقام ھٰھنا متعین للاخبار لانہ فی اظہار لاسیما مع الحلف بل اللفظ بنفسہ لایحتمل الانشاء کما لایخفی بخلاف قول القائل لست لی بامرأۃ فلم یکن طلاقا اجماعا۔

نکاح کا باقی رہنا اس لئے کہ اس کا انکار نکاح کو متاثر نہیں کرتا جبکہ یہ مقام بھی خبر دینے کے لئے متعین ہے کیونکہ یہ اظہار ہے اور وُہ بھی حلف کے ساتھ ہے بلکہ خود لفظ بھی انشاء کا احتمال نہیں رکھتا، جیسا کہ مخفی نہیں، اس کے برخلاف اگر کوئی کہے کہ "تُو میری بیوی نہیں ہے تو یہ بالاجماع طلاق نہیں (باوجودیکہ یہ انشاء ہے)۔ (ت)

عالمگیری میں ہے:

ان قال لو اتزوجك ونوی الطلاق لایقع الطلاق بالاجماع کذا فی البدائع[1]

اگر خاوند کہے "میں نے تجھ سے نکاح نہیں کیا" تو بالاجماع طلاق کی نیت کے باوجود طلاق نہ ہوگی، جیسا کہ بدائع میں ہے (ت)

اُسی میں ہے:

اتفقوا جمیعا انہ لوقال واللہ ما انت لی بامرأۃ اولست واللہ لی بامرأۃ فانہ لایقع شیئ وان نوی کذا فی السراج الوھاج[2]، ملخصًا۔

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اگر خاوند کہے "خدا کی قسم تُو میری بیوی نہیں" یا یوں کہے "تُو خدا کی قسم میری بیوی نہیں" تو طلاق کی نیت کے باوجود طلاق نہ ہوگی جیسا کہ سراج الوہاج میں ہے ملخصًا۔ (ت)

اسی طرح اور کتب میں ہے،

واما عدم الکفارۃ فلان المعھود فی محاکمھم غیر القسم وان کان فلا کفارۃ

اور لیکن کفارہ اس لئے نہیں کہ کچہری میں حلف کو قسم نہیں قرار دیا جاتا ہے۔ اور اگر قسم ہو بھی تو

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۷۵

[2] ایضًا

Marfat.com

فی غموس واما عدم انتفاء نسب الولد حتی یحرموا من ترکة فلعدم تحقق اللعان ومجرد النفی لاینفی وان تصادق علیه الزوجان۔

یہ یمین غموس ہے جس پر کفارہ لازم نہیں (ماضی کے معاملہ میں جھُوٹی قسم کو یمین غموس کہتے ہیں) باقی بچّے کے نسب کا انتفاء اس لئے نہیں ہوگا کہ لعان کے بغیر نکاح کی نسبت منتفی نہیں ہوسکتی، اور لعان کے بغیر نفی پر خاوند بیوی دونوں متفق ہو جائیں تب بھی اولاد کی نسب منتفی نہیں ہوسکتی۔ (ت)

درمختار میں ہے:

من قذف زوجته ونفی نسب الولد منه او من غیرہ وطالبته بموجب القذف و هو الحد، لاعن فان لاعنت بعدہ و الاحبست تلاعن او تصدقه فان صدقه لاینتفی النسب لانه حق الولد فلا یصدقان فی ابطاله[1] اھ ملتقطا، واللہ تعالٰی اعلم۔

جس نے بیوی پر زنا کی تہمت لگائی یا بچّے کے نسب سے انکار کردیا، یا بیوی کے پہلے خاوند سے بچّے کے نسب کو اس کے والد سے منتفی کیا اور بیوی نے قاضی کے ہاں اس پر حدِ قذف کا دعوٰی کیا تو خاوند نے لعان کیا تو اس کے بعد اگر عورت نے لعان کیا تو بہتر ورنہ بیوی کو قید کیا جائے گا حتی کہ وہ لعان کے لئے تیار ہوجائے یا خاوند کی تصدیق کرے، اور خاوند کی تصدیق کردی تو نسب منتفی نہ ہوگا کیونکہ یہ بچّے کا حق ہے لہذا بچّے کے حق کو باطل کرنے میں ان دونوں کی بات تسلیم نہ کی جائیگی اھ ملتقطا واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۹۷: ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین کہ زید نے اپنی منکوحہ سے دو بار کہا کہ "تو میرے نکاح سے باہر ہے بجائے میری ماں بہن کے ہے" آیا اس کی منکوحہ پر طلاق پڑی یا نہیں؟ اور یہ ظہار ہے یا نہیں؟ اور اگر طلاق ہوگئی تو رجعت ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور بعد رجعت کفارۂ ظہار زوج کو ادا کرنا چاہئے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

سائل نے عندالتفتیش بیان کیا کہ اس نے ایک جگہ جانے کے لئے اپنی زوجہ کو کہا تھا اس نے

---

[1] درمختار باب اللعان مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۵۲-۲۵۱

Marfat.com

انکار کیا اُس نے اصرار کیا آخر کہا "اگر نہ جائے گی تو میرے نکاح سے باہر ہو جائے گی" اس نے پھر بھی نہ مانا تو کہا تو میرے نکاح سے باہر ہوگئی، تُو بجائے میری ماں بہن کے ہے" اس صورت میں عورت پر ایک طلاق بائن پڑجانے کا حکم ہے،

لان اللفظ من الکنایات کقوله لم یبق بینی و بینك نکاح[1] کما فی الهندیة وظاهر انه لایصلح ردا ولاسبا والحالة حالة الغضب۔

کیونکہ یہ لفظ کنایات میں سے ہے، جیساکہ "تیرے اور میرے درمیان نکاح نہیں"، جیساکہ ہندیہ میں ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ لفظ ڈانٹ اور جواب نہیں بن سکتا اور حالت بھی غصّہ والی ہے۔ (ت)

اور اب ظہار کا کوئی محل نہیں،

فان الظهار یعتمد الزوجیة کما فی الدر المختار وانه بعد البینونة صادق فی بیان الحرمة کما فی رد المحتار۔

کیونکہ ظہار نکاح میں ہوسکتا ہے جیساکہ درمختار میں ہے، اور خاوند طلاق بائنہ کے بعد اپنے بیانِ حُرمت میں سچا ہے جیساکہ ردالمحتار میں بیان کیا گیا ہے۔ (ت)

تو کفارے کی حاجت نہیں اور صرف رجعت کی صورت نہیں بلکہ نکاح پھر کرے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۹۸ از رچھا تھانہ بہیڑی ضلع بریلی ۵ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے بیٹوں سے ناخوش ہوا اور ان کو علیحدہ کردیا، لوگ برادری کے جمع ہُوئے کہ اُن کو ایک جگہ جمع کردیں، باپ یعنی زید کو سمجھانا شروع کیا، اسی اثنار میں زید نے اپنی بی بی کی نسبت کہا کہ مجھ کو اس سے کوئی تعلق نہیں خواہ یہ اپنے لڑکوں میں رہے یا کسی جگہ چلی جائے میں لادعوٰی ہوں مجھ کو اس سے کچھ مطلب نہیں، وُہ برادری کے لوگ جو جمع تھے ان میں سے ایک شخص عمرو نے کہا کہ اے زید! خاموش ہو اپنی زبان کو روک، یہ کیا کہتا ہے، ایسے لفظ نہیں بولتے ہیں۔ زید نے پھر دوبارہ سہ بارہ اُسی طرح سے کہا کہ میں پھر کہتا ہُوں کہ مجھ کو کوئی دعوٰی نہیں جہاں چاہے چلی جائے مجھ کو کچھ تعلق نہیں، غرض جُوں جُوں عمرو اس کو سمجھاتا تھا اُتنا ہی زید ان الفاظ کو بار بار کہتا تھا چار چھ مرتبہ اُن سب کے رُوبرو یہ الفاظ زید نے اپنی زبان سے نکالے، اب زید چاہتا ہے کہ میں بی بی کو اپنے پاس رکھوں، برادری کے بعض لوگ بھی کہتے ہیں کہ زید نے اس وقت غصّہ میں کہہ دیا تھا کچھ حرج نہیں ہے اور چاہتے ہیں کہ میاں بی بی کا میل جول کرادیں، تو فرمائیے کہ اس صورت میں طلاق ہُوئی یا نہیں؟ اور میاں بی بی کو خلط ملط

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۵

Marfat.com

جائز ہے یا نہیں ؟ یا جوبات عنداللہ ہو بیان فرمائیے ، بینوا بالصدق والصواب وتوجروا عند اللہ یوم الحساب۔

الجواب

"مجھے اس سے کچھ مطلب نہیں" کے سوا باقی الفاظ کنایات طلاق سے ہیں ان کے کہنے میں اگر زید نے عورت کو طلاق دینے اور اپنے نکاح سے باہر کردینے کی نیت کی تھی تو ایک طلاق بائن ہوگئی ،

ولا یتعدد بالتکرار لان الکنایۃ البائنۃ لا تلحق طلاقا بائنا کما فی البحر والدر وغیرھما۔ اور یہ تکرار کی وجہ سے متعدد طلاقیں نہیں ہوسکتیں ، کیونکہ کنایہ والی بائنہ طلاق پہلی بائنہ کو لاحق نہیں ہوسکتی ، جیساکہ بحر اور دُر وغیرہما میں ہے (ت)

اس صورت میں تو عورت کی رضا مندی کے ساتھ اُس سے نکاح کرلے اور اگر یہ الفاظ عورت کو طلاق دینے کی نیت سے نہ کہے تھے تو طلاق ہی نہ ہُوئی عورت بدستور اُس کے نکاح میں ہے یہ بات کہ ان الفاظ سے طلاق کی نیت کی تھی یا نہ کی تھی خود زید کے بیان سے معلوم ہوگی عورت اس سے قسم لے کر پُوچھے اگر وہ قسم کھاکر کہہ دے کہ میں نے ان لفظوں سے طلاق کی نیت نہ کی تھی تو طلاق کا حکم نہ ہوگا ،

فی الدر المختار ویکفی تحلیفھا لہ فی منزلہ[1]۔ درمختار میں ہے کہ عورت کا گھر میں خاوند سے قسم لے لینا کافی ہے (ت)

اگر زید جھُوٹی قسم کھائے گا تو اُس کا وبال زید ہی پر ہے ، عورت الزام سے بری ہے اور اگر زید قسم کھانے سے انکار کردے یا صاف اقرار کردے کہ میں نے وہ الفاظ بہ نیتِ طلاق کہے تھے تو بغیر نکاح جدید کے اُن میں میل جول نہیں ہوسکتا ۔ واللہ تعالٰی اعلم ۔

مسئلہ ۲۹۹ از سرولی پرگنہ آنولہ ضلع بریلی محلہ رنگریزاں مرسلہ مسیتن زوجہ وزیر بیگ ۱۱ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مجھ مسماۃ مسیتن کو مرزا وزیر بیگ شوہر میرے نے عرصہ دراز سے ہر طرح کی تکلیف دے کر اپنے مکان سے نکال دیا ہے اور میں اپنے باپ کے گھر رہتی ہوں ، یہاں تک کہ میں نان شبینہ کو محتاج ہوں ، چنانچہ چند بار میں نے شوہر مذکور سے بابت نان ونفقہ بذریعہ تحریر طلب کیا سو اُس کے جواب میں یہ نوٹس بھیجا جو ہمرشتہ سوال ہذا ہے یقین ہے کہ ملاحظہ سے گزرا ہوگا لہذا اُمیدوار ہوں کہ برائے عنداللہ بموجب حکم شرع شریف کے اجازت ہو کہ میں اپنا نکاح کسی مرد صالح

---

[1] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۴

Marfat.com

کے ساتھ کروں جس سے قوت بسری میری متصور ہو فقط ۔

نقلِ نوٹس : نوٹس بنام مسماۃ مسیتن دختر خیراتی واضح ہو تم نے چند بار واسطے خرچ کے مجھ کو لکھا کہ مجھ کو خرچ کی سخت ضرورت ہے خوب بات ہے اگر تم بلا اجازت میرے اپنی ماں کے گھر نہ چلی جاتیں تو میں تم کو خرچ کچھ نہ کچھ دیا کرتا اگرچہ میں پہلے ہی تم سے ازحد ناخوش ہوں مگر اب تو میرا بالکل ہی تم سے کچھ تعلق نہیں رہا، مجھ سے تم کسی قسم کی اُمید مت رکھنا بلکہ تم کو اپنی ذات کا اختیار ہو چکا، میں تم سے دست بردار ہوں، زیادہ اور لکھوں فقط، راقم وزیر بیگ از پیاس ۹ جولائی ۱۹۰۴ء

الجواب

صورت مستفسرہ میں ایک طلاق بائن پڑنے کا حکم دیا جائے گا عورت اپنے آپ کو نکاح سے باہر سمجھے اور روز طلاق کے بعد سے تین حیض کامل شروع ہو کر ختم ہو جانے کے بعد اُسے اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرے۔

لان نفی التعلق من بین کنایات التطلیق وکذا دست برداری ولا یحتملان ردًا ولا سباد الحالۃ حالۃ الغضب فیحکم بالوقوع بل اللفظ الباقی ایضا کنایۃ عن التطلیق دون التفویض کما یعلم من یعرف اسالیب التحاور واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیونکہ کنایات میں تعلق کی نفی کو طلاق دینا قرار دیا گیا ہے اور یونہی "دستبردار ہونا" کا حکم ہے، یہ دونوں لفظ جواب اور ڈانٹ کا احتمال نہیں رکھتے اور حالت بھی غصہ والی ہے، اس لئے طلاق واقع ہونے کا حکم ہوگا اور اسی طرح باقی الفاظ بھی کنایہ والے ہیں جن سے طلاق ہی مراد ہوتی ہے اور ان سے بیوی کو اختیار دینا نہیں ہوتا جیسا کہ محاورات کے مفہومات کو سمجھنے والا ہر شخص جانتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۰۰ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت اور اس کا مرد یعنی خاوند اس کا میاں بی بی میں جھگڑا اور فساد ہوا اور غصہ تھا اُس غصہ کی حالت میں عورت نے کہا مجھ کو طلاق دے دو، اس کے میاں نے غصہ کی حالت میں تین بار کہا تو ہماری بہن ہو چکی تو ہماری بہن ہو چکی۔ اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ جب غصہ اُترا تو خیال کیا یہ ہم نے کیا کہا فقط۔ یہ واقعہ ہوا ہے ایک نومبر ۱۹۰۶ء کو، آج پانچواں دن ہے۔

الجواب

تین طلاق کی اس صورت میں اصلاً گنجائش نہیں۔

لانہ ان کان بائنا والبائن لا یلحق البائن

کیونکہ اگر بائنہ ہو تو وہ پہلی بائنہ کو لاحق نہیں ہو سکتی۔

Marfat.com

وظاھر انہ لیس ظھارالعدم التشبیہ وظاھر کلامھم ان لا طلاق فیہ تامل۔ اور ظاہر یہ ہے کہ ظہار نہیں کیونکہ ظہار میں تشبیہ ہوتی ہے جو یہاں نہیں ہے لہٰذا فقہائے کرام کا ظاہر قول یہی ہے کہ اس صورت میں طلاق نہ ہوگی، غور کی ضرورت ہے۔

احتیاط یہ کہ آپس میں نکاح نئے سرے سے کرلیں، دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰۱ ازشاہجہانپور محلہ بارو زئی اول ۸ شوال ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ ہندہ اپنی ساس کی بدمزاجی اور سخت کلامی سے اپنے والدین کے مکان پر چلی آئی زید اس کے شوہر نے جو پردیس میں ملازم ہے ایک خط بقلم خود بذریعہ ڈاک ہندہ کے باپ کے نام لکھا، علاوہ اور کلماتِ سخت کے یہ بھی لکھا کہ اب آپ عمر بھر لڑکی کو بٹھائے رکھئے اور اب وہ کبھی نہیں بلائی جاوے گی اور اب آپ دیکھیے گا کہ مجھ کو لوگ کیسے لڑکی دیتے ہیں اور اب آپ لڑکی کو اپنے پاس رکھئے اور آپ کی لڑکی میں کیا صفت ہے، اب آپ لڑکی کو بٹھائے رکھئے جب تک جی چاہے، اور میرا اس کا کچھ تعلق نہیں ہے اور اب آپ کی لڑکی کو کوئی نہیں بلائے گا اور میں والد صاحب کو لکھ دوں گا کہ آپ سے کچھ تعلق نہ رکھا جاوے اور نہ لڑکی کو بلایا جاوے اور میری آپ کی خط وکتابت بھی یہیں سے قطع ہوتی ہے اب آپ جواب اس کا نہ دیجئے گا میں نہیں چاہتا، پس یہ کلمات جو زید نے لکھے وہ طلاق تک پہنچے یا نہیں؟

الجواب

ایسے خط سے طلاق نہیں ہوسکتی جب تک زید اس کے لکھنے کا اقرار نہ کرے، پھر بعد اقرار بھی حکمِ طلاق نہیں ہوسکتا جب تک وہ اس لفظ کے بہ نیتِ طلاق کہنے کا اقرار نہ کرے کہ میرا اس کا کوئی تعلق نہیں، ہاں اگر وہ کہے کہ یہ خط میں نے اور یہ الفاظ بہ نیت طلاق لکھے تھے تو ضرور ایک طلاق بائن کا حکم دیا جائیگا اور اگر واقع میں اس نے یہ لفظ بہ نیت طلاق لکھے تھے اور اب اس کا انکار کرجائیگا تو اس کا وبال اس پر ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۰۲ ازشاہجہانپور محلہ دلدار متصل مسجد کوٹھی بابو سمیع اللہ خاں مرسلہ سید امجد علی صاحب ہیڈ کانسٹبل پنشنر ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۲۶ھ

عمرو ایک نوکری پیشہ ہے اور اس کی ایک لڑکی محمودہ اپنی سوتیلی ماں کے ساتھ رہتی تھی عرصہ تین چار سال ہوا کہ اس کی ماں سوتیلی نے اپنے حقیقی بھائی کی صلاح سے جو محمودہ کا سوتیلا ماموں ہے بلارضامندیٔ عمرو و محمودہ جس کی عمر ۱۴ سال تھی کی شادی خالد جو بدچلن لامذہب آدمی ہے سے کردی، دس بارہ یوم میں محمودہ کو جب علم ہوا کہ یہاں پر کوئی کام مطابق شرع نہیں، تب خالد کو فہمائش پابندیٔ نماز کی جس پر

Marfat.com

محمودہ کو سخت وسست کہا گیا اور ہر طرح کی تکلیف خورد و نوش اور صوم وصلاۃ کی دی گئی اور آخر کار خالد نے محمودہ کو باپ کے گھر پہنچا دیا، کچھ عرصہ بعد والدہ و نانی خالد کی آئیں اور خدا اور رسول کو درمیان میں ڈال کر اور اقرار اس بات کا کر کے کہ اب لڑکی کو تکلیف نہ ہوگی اور اس کو ناخوش نہ رکھا جائے گا محمودہ کو رخصت کرالے گئیں، دس پندرہ یوم تک محمودہ وہاں رہی، مگر قسم اور اقرار کی پابندی نہ دیکھ کر وہ میکہ چلی آئی غرضیکہ اس عرصہ چار سال میں چار پانچ مرتبہ ایسا ہی اتفاق ہوا، اخیر مرتبہ خالد کے باپ نے حلف لیا اور ذمہ دار ہوا اور لڑکی کو رخصت کرالے گیا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد خالد نے محمودہ سے بات چیت کرنا گھر میں آنا چھوڑ دیا اور بالآخر زیور و کپڑا اوتار کر یہ کہہ کر کہ اب عمر بھر کو جاؤ ہم سے کوئی واسطہ اور تعلق نہیں اس کو میکے میں پہنچا دیا اور ایک جماعت کثیر کے جلسہ میں جس میں چند اصحاب نمازی اور پابند صوم وصلوۃ موجود تھے کہا کہ ہم نے اب دربہ ہی پھونک دیا اور مجھ سے و محمودہ سے کوئی تعلق نہیں رہا اور جب سے اب تک کوئی خبر گیری نہ لی۔

الجواب

لوگ بہت گول سوال کرتے ہیں کچھ نہ بتایا کہ نکاح کے وقت محمودہ بالغہ تھی یا نابالغہ، چودہ سال کی عمر میں دونوں باتیں محتمل ہیں، اگر عارضۂ ماہواری آتا ہو بالغہ ہے ورنہ نابالغہ، یہ نہیں بتایا گیا کہ اگر بالغہ تھی تو اس کا اذن لیا گیا یا نہیں، اور نابالغہ تھی تو باپ نے اس نکاح کو سُن کر کیا کہا اور یہ رخصت کس کی اجازت سے ہوئی۔ جب تک ان باتوں کی تفصیل نہ بتائی جائے حکم متعین نہیں ہوسکتا، اور ہر شق کا حکم بتانا خلاف مصلحت شرعیہ ہے، تقریر سوال سے ظاہر ہے کہ نکاح کو صحیح مان کر طلاق کی نسبت استفسار ہے کہ ان لفظوں سے ہوئی یا نہیں، اگر وُہ واقعی لامذہب ہے بایں معنی کہ زندیق و دہریہ ہے کوئی دین نہیں رکھتا یا بایں معنی کہ وہابی غیر مقلد ہے جب تو نکاح ہی نہ ہوا طلاق کیسی، اور اگر بایں معنی کہا کہ دین کے احکام پر قائم نہیں، ہر قسم کے لوگوں سے میل جول ہے، تو اگر نکاح صحیح فرض کر لیا جائے جس کی حقیقت بغیر امور مذکورہ کے واضح نہ ہوگی تو طلاق کی نسبت اتنا جواب ہے کہ یہ الفاظ کنایہ ہیں طلاق اس کی نیت پر موقوف ہے، اگر بہ نیت طلاق کہے ایک طلاق بائن ہوگئی، عورت نکاح سے نکل گئی ورنہ نہیں، اور نیت ہونے نہ ہونے میں مرد کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے، کما فی الدر المختار وغیرہ (جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰۳: از رانچی محلہ اوپر بازار مرسلہ جناب عبدالرب ۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

شوہر نے اپنی بی بی سے کہا کہ مجھ سے اور تجھ سے کوئی سروکار و واسطہ نہیں میں نے تجھ کو چھوڑ دیا

Marfat.com

بعد کنے ان الفاظ کے تفرقہ و قطع تعلق کیا بعد زمانہ ڈیڑھ دو سال کے دوسرے مرد نے اس عورت سے
بعض نے کہا کہ اسے شوہر نے طلاق نہیں دیا ہے، شوہر سے پوچھا کہ تم نے طلاق دی ہے یا نہیں اس نے
کہا کہ ڈیڑھ دو سال سے میں نے اس کو چھوڑ دیا ہے اور کوئی واسطہ و سروکار نہیں ہے الفاظ مذکورہ داخل طلاق
ہے اور طلاق ہی جانئے، سوال یہ ہے کہ واسطہ و سروکار نہیں اور میں نے اس کو چھوڑ دیا ہے، طلاق
بالکنایہ محتاج نیت و دلالت حال کی ہے، عرصہ ڈیڑھ دو برس سے باہمی تفرقہ و قطع تعلق رکھنا موافق قول
ثانی امام محمد کے جو مختار سغدی ہے دلیل اوپر نیت طلاق کے ہے تیسرا جملہ داخل طلاق یا طلاق ہی جانیے صریح
ہے، پس وقوعِ طلاق مسند زمان ماضی اندر مدت ڈیڑھ دو سال کے ثابت ہے یا نہیں اور انقضائے
عدت زمانہ وقوع طلاق سے عرصہ ڈیڑھ دو سال کے اندر موافق روایات فقہیہ متعلق ہے یا نہیں، اور یہ دوسرا
نکاح بعد ڈیڑھ دو سال کے صحیح ہوا یا نہیں، زید بسند کتبِ معتبرہ فقہیہ ہدایہ و بحر و فتح وغیرہ ثابت کرتا ہے
کہ جب وقوعِ طلاق باسناد مسند زمان ماضی متعلق ہے اور طلاق سبب عدت ہے تو عدت اندر ڈیڑھ دو سال
کے گزر گئی نکاح دوسرا صحیح ہے بکر کہتا ہے کہ نہیں بلکہ وقتِ اقرار سے عدت محسوب ہوگی یہ دوسرا نکاح باطل
ہے بلکہ تمتع فیما بین داخلِ زنا، پس قول بکر کا صحیح ہے یا زید کا؟

الجواب

"مجھ کو تجھ سے کوئی سروکار نہیں" یہ تو الفاظِ طلاق سے ہی نہیں،

کقولہ لاحاجۃ لی فیك لا اشتھیك[1] کما نص علیہ فی العلمگیریۃ وغیرھا۔

جیسا کہ خاوند کہے "مجھے تجھ میں حاجت نہیں، تجھ میں میری خواہش نہیں ہے، جیسا کہ عالمگیری وغیرہ میں اس پر نص موجود ہے (ت)

"مجھ سے تجھ سے کوئی واسطہ نہیں" یہ ضرور کنایاتِ طلاق سے ہے کقولہ لم یبق بینی و بینك شیئ[2] (جیسا کہ یوں کہے میرے اور تیرے درمیان کچھ نہیں ہے۔ ت) اور "میں نے تجھ کو چھوڑ دیا" یہ لفظ صریح ہے کما بیناہ فیما علقناہ علی ردالمحتار (جیسا کہ ہم نے ردالمحتار کے حاشیہ میں اس کو بیان کر دیا ہے۔ ت)
اب اگر اُس نے ان لفظوں سے کہ "مجھ سے تجھ سے کوئی واسطہ نہیں" طلاق کی نیت کی تھی تو دو طلاقیں بائن ہوگئیں،

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۵
[2] " " " " " " " " ۱/۳۷۶

فان الصریح یلحق البائن والرجعی اذا جامعه البائن جعله بائنا لامتناع الرجعة۔

کیونکہ صریح بائن کو لاحق ہوتی ہے اور صریح اور بائن جمع ہوجائیں تو بائنہ صریح کو بائنہ بنادیتی ہے کیونکہ رجوع نہیں ہوسکتا۔ (ت)

اور اگر اُس سے طلاق کی نیت نہ کی ہو تو ایک طلاق رجعی ہُوئی اگرچہ دوسرے لفظ سے بھی نیت نہ کی ہو۔

لان الصریح لایحتاج الی النیة ولتاخرہ عن الکنایة لم یکن قرینة علیٰ نیة الطلاق بھا۔

کیونکہ صریح طلاق نیت کی محتاج نہیں ہوتی، چونکہ صریح طلاق یہاں کنایہ کے بعد ہے لہذا کنایہ کے وقت نیتِ طلاق کا قرینہ موجود نہ تھا۔ (ت)

عالمگیریہ میں محیط سے ہے:

لوقال لہا بینی فانت طالق فھی واحدة اذا لم ینو بقولہ بینی طلاقا[1]۔

اگر خاوند کہے "تو جُدا ہو تجھے طلاق" تو یہ ایک طلاق ہے، اگر اس نے "تو جُدا ہو" سے طلاق کی نیت نہ کی ہو۔ (ت)

فتاوٰی خیریہ میں ہے:

قال لامرأته فی حال الغضب روحی طالق یقع واحدة رجعیة وان نوی الاکثر والابانة اولم ینو شیئا لانہ صریح اذ الکنایة ما تحتمل الطلاق ولایکون الطلاق مذکورا ایضا کما صرح بہ قاضی خاں فی الکنایات، وھنا الصریح مذکور[2]۔

خاوند نے بیوی کو غصہ میں کہا "میری روح طلاق والی ہے" تو ایک طلاق رجعی ہو گی اگرچہ وُہ زیادہ طلاقوں کی یا بائنہ کی نیّت کرے یا کوئی نیت نہ کرے ہر طرح ایک رجعی ہو گی، کیونکہ یہ صریح ہے اور کنایہ وُہ ہوتی ہے جس میں طلاق کا احتمال ہو اور طلاق کا ذکر بھی نہ ہو جیساکہ اس کو قاضی خاں نے کنایات کے باب میں ذکر کیا ہے جبکہ یہاں صریح طلاق مذکور ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

انہ مذکور بعدہ والقرینة لابد ان تتقدم کما یعلم مما مر

یہ بعد میں مذکور ہے جبکہ قرینہ کے لئے ضروری ہے کہ وُہ پہلے ہو، جیسا کہ پہلے اعتدی (تو عدّت

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۷

[2] فتاوٰی خیریہ کتاب الطلاق دارالمعرفۃ بیروت ۱/۵۴ و ۵۵

Marfat.com

فی اعتدی ثلثا[1]

اُسی میں ہے:

لایقع بالاول شیئ لانہ لم ینوبہ ودلالۃ الحال وجدت بعدہ[2] **اقول** وفیما ذکر فی الخیریۃ نوع مخالفۃ لما مر عن المحیط والظاھر ما فی المحیط وعبارۃ الخانیۃ الکنایۃ ما تحتمل الطلاق ولایکون الطلاق مذکورا نصا[3] اھ فانما معناہ لایکون نصا فی الطلاق کیف وقد قال فیہا لوقال انت طالق فاعتدی وقال عنیت بہ العدۃ صحت نیتہ وان عنی بہ تطلیقۃ اخری اولم ینو شیئا فھی تطلیقۃ اخری وکذلک واعتدی اوقال اعتدی بغیر حرف العطف فقد اوقع بالکنایۃ اخری عند النیۃ مع وجود الصریح وانما لم یحتج الی النیۃ لتقدم الصریح فکان من المذاکرۃ بخلاف ما نحن فیہ فانہ کقولہ بینی فانت طالق[4] واللہ تعالٰی اعلم۔

پُوری کر) تین مرتبہ کہنے کے متعلق معلوم ...

کنایہ پہلے ہو تو اس سے کوئی طلاق نہ ہوگی جبکہ نیت طلاق نہ ہو، کیونکہ ایسی صُورت میں نیت اور دلالت دونوں نہ پائے گئے، اور دلالت اگرچہ ہے مگر بعد میں ہے جو کہ قرینہ نہیں بن سکتی **اقول** (میں کہتا ہُوں) خیریہ میں جو مذکور ہے وُہ محیط سے منقول کے کچھ خلاف ہے جبکہ ظاہر وہی ہے جو محیط میں ہے، خانیہ کی عبارت یوں ہے کہ کنایہ وُہ جو طلاق کا احتمال رکھے اور صراحۃً طلاق مذکور نہ ہو اھ، جبکہ اس کا معنٰی یہ ہے کہ طلاق میں نص نہ ہو، یہ کیونکر نہ ہو جبکہ انھوں نے خانیہ میں فرمایا کہ اگر خاوند بیوی کو کہے "تو طلاق والی ہے پس تُو عدت پُوری کر" اور پھر کہے کہ میں نے فاعتدی (پس تُو عدت پُوری کر) سے عدت مراد لی ہے، تو اس کی نیت صحیح ہوگی، اور اگر کہے کہ میں نے اس سے دوسری طلاق مراد لی ہے یا کہے کہ میں نے کوئی نیت نہیں کی، تو یہ دوسری طلاق شمار ہوگی، اور یُونہی اگر "و" عطف کے ساتھ یا بغیر عطف واعتدی اور اعتدی کہے تو بھی یہی حکم ہے، تو یہاں اس بیان میں انھوں نے "اعتدی" کے کنایہ سے نیت کے ساتھ دوسری طلاق، باوجودیکہ اس سے پہلے صریح طلاق مذکور ہے، واقع ہونا تسلیم کیا ہے، تو بلاشک کنایہ میں نیت کی ضرورت نہ ہوگی جہاں صریح طلاق پہلے مذکور ہو تاکہ وُہ مذاکرہ طلاق بن سکے، اس کے برخلاف جو ہم بیان کر رہے ہیں اس میں کنایہ پہلے اور صریح بعد میں ہے

---

[1] رد المحتار	باب الکنایات	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۴۷۴
[2] " "			۲/۴۶۷
[3] فتاوٰی قاضی خاں	فصل فی الکنایات والمدلولات	نولکشور لکھنؤ	۲/۲۱۶
[4] " "	" " "	"	۲/۲۱۷

Marfat.com

لہذا وُہ "تو جُدا ہو تجھے طلاق ہے" کی طرح ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

وقتِ اقرار سے عدت معتبر ہونا کہ برخلاف ائمہ اربعہ وجمہور صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین فتوائے متاخرین ہے صرف محلِ تہمت میں ہے اور وُہ بھی وہاں کہ طلاق صرف اقرار سے ثابت ہو اگر پہلے سے معلوم ہے تو بلاشبہہ بالاجماع وقت طلاق ہی سے عدت ہے، یُوں ہی اگر پہلے سے طلاق کا ثبوت نہیں مگر جس وقت سے طلاق دینا بیان کرتا ہے جب سے زوجہ کو جُدا کر دیا ہے تو اس صورت سے بھی فتوائے متاخرین متعلق نہیں، اور یہاں یہ دونوں باتیں موجود ہیں طلاق قبل اقرار ثابت ہے اور اُس وقت سے وُہ اسے جُدا بھی کرچکا تو یہاں وقت اقرار سے عدت لینا صراحۃً باطل وخلافِ اجماع ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

قال فی البحر ظاھر کلام محمد فی المبسوط وعبارۃ الکنز اعتبارھا من وقت الطلاق الا ان المتاخرین اختاروا وجوبھا من وقت الاقرار حتی لا یحل له التزوج باختھا واربع سواھا زجرا له حیث کتم طلاقھا، وھو المختار کما فی الصغری اھ ووفق السغدی بحمل کلام محمد علی ما اذا کانا متفرقین من الوقت الذی اسند الطلاق الیه، اما اذا کانا مجتمعین فالکذب فی کلامھما ظاھر فلا یصدقان فی الاسناد، قال فی البحر وھذا ھو التوفیق ان شاء اللہ تعالیٰ وفی الفتح ان فتوی المتاخرین مخالفۃ للائمۃ الاربعۃ وجمھور الصحابۃ والتابعین وحیث کانت مخالفتھم للتھمۃ فینبغی ان یتحری به محالھا والناس الذین ھم مظانھا، ولھذا فصل السغدی بما مر اھ ملخصا و

بحر میں فرمایا کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا مبسوط میں ظاہر کلام اور کنز کی عبارت میں ہے کہ عدت کا اعتبار طلاق کے وقت سے ہے مگر متاخرین نے اس میں اقرار کے وقت سے عدت کا وجوب مانا ہے اس لئے اس کو بیوی کی بہن اور اس کے ماسوا زائد چار عورتوں سے نکاح حلال نہ ہوگا جب تک اقرار کے بعد مکمل عدت پُوری نہ ہوجائے، متاخرین کا یہ حکم طلاق کو چھپانے کی سزا کے طور پر ہے اور یہی مختار ہے جیسا کہ صغریٰ میں ہے اھ، اور سغدی نے امام محمد اور متاخرین کے کلاموں میں موافقت پیدا کرتے ہُوئے یُوں کہا کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام کا محل یہ ہے کہ جب خاوند اور بیوی بیان کردہ وقتِ طلاق سے علیحدگی اختیار کرچکے ہوں اور اگر وُہ دونوں اس وقت سے اب اقرار تک اکٹھے رہ رہے ہوں تو پھر طلاق کے لئے بیان کردہ وقت میں دونوں کا جُھوٹ ظاہر ہے اس لئے وقت کے بیان میں تصدیق نہ کی جائے گی (اور اقرار کے وقت سے ہی

Marfat.com

اقرہ فی البحر والنہر[1] عدت شمار ہوگی) اور بحر میں فرمایا یہ موافقت ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اور فتح میں ہے کہ متاخرین کا فتویٰ ائمہ اربعہ، جمہور صحابہ کرام اور تابعین کے قول کے مخالف ہے، تو یہ مخالفت تہمت کے مقام میں ہے، تو بہتر ہے کہ اس کی وجہ معلوم کرنے کے لئے سوچ بچار سے کام لیا جائے، اور لوگوں میں ایسے واقعات موجود ہیں اسی لئے سغدی نے اس کی تفصیل بیان کی ہے جو گزر چکی اھ ملخصاً، اور اس کو بحر اور نہر میں ثابت رکھا ہے۔ (ت)

ڈیڑھ دو سال میں اگرچہ ذوات الحیض کی مدت کا انقضا لازم نہیں فقد تکون ممتدۃ الطہر (کیونکہ کبھی لمبے طہر والی ہوتی ہے۔ ت) مگر شک نہیں کہ اتنی مدت انقضائے عدت کے لئے کافی ضرور ہے کہ امام کے نزدیک کم از کم دو مہینے اور صاحبین کے ہاں انتالیس ۳۹ دن میں تین حیض گزر سکتے ہیں اور عورت کا نکاح پر اقدام انقضائے عدت کا اقرار تو صحت نکاح میں کوئی شبہہ نہیں جب تک کہ عورت کا اس اقرار میں کذب شرعاً نہ ثابت ہو یوں کہ طلاق سے مثلاً ڈیڑھ برس بعد نکاح کیا اور اس نکاح کو چھ مہینے اور طلاق کو دو برس گزرنے سے پہلے بچہ پیدا ہوا کہ اس صورت میں صاف ظاہر ہوا کہ عدت نہ گزری تھی، بدائع و بحر و درمختار وغیرہا میں ہے:

اقدامہا علی التزوج دلیل انقضاء عدتہا[2] بیوی کا نکاح کے لئے اقدام اس کی عدت ختم ہونے کی دلیل ہوسکتی ہے (ت)

بالجملہ قول بکر غلط محض ہے اور حاصل قول زید کا اس وجہ پر کہ ہم نے تقریر کی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰: سائل مذکور الصدر بتاریخ مذکور

اسی مسئلہ کے متعلق بکر بزورِ طمع زید کو ترغیب عزت واحترام دنیاوی دلا کر کہتا ہے کہ تم اس مسئلہ میں اقرار شبہہ کا اقرار کرو تو ہم بمقابلہ عوام تمہاری عزت دونی کرا دیں گے اگر کوئی اعتراض کرے گا تو صدہا غلطیاں و شبہات خلفائے راشدین و ائمہ مجتہدین پیش کرکے لوگوں کو سرنگوں کر دیں گے وبصورتِ عدم اقرار شبہہ بدعتی کا حکم لگا دیں گے، غور فرمایا جائے کہ بمقابلہ عوام کے خواص کی غلطیاں دکھلانا ایک جزئی مسئلہ میں توہینِ خواص متصورہ ہے یا نہیں؟ اور ایک مسلمان کو بدعتی کہنا کیسا ہے؟

---

[1] ردالمحتار باب العدۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۱۰
[2] بحرالرائق ؍؍ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/ ۱۴۷

Marfat.com

الجواب

بکر نے جو حکم لگایا تھا کہ یہ نکاح نہ ہُوا اور تمتع زنا ہوگا یہ شریعتِ مطہرہ پر اُس کا افترار تھا، اُسی پر اپنی خطا کا اقرار لازم ہے، اگر اصرار کرے تو وہی بدعتی ہے کہ احکامِ شریعت کو نہیں مانتا اور اپنے گھڑے حکم پر جما ہے اس وقت تک اگر اُس کا افترار نادانستہ تھا اور اب جان کر مُصر ہوگا تو قصداً مفتری علی اللہ ہوگا۔ اور اللہ عزّ وجل فرماتا ہے:

انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون[1] جھوٹا افترار وہ لوگ بناتے ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[2] بیشک جو لوگ اللہ تعالٰی پر جھوٹ افترار بازی کرتے ہیں وُہ فلاح نہیں پائیں گے۔ (ت)

اُس کا یہ طمع کی رشوت دینا کہ ہم تمھاری عزت بڑھا دیں گے ناپاک و مردود ہے، عزت سب اللہ کے ہاتھ ہے،

ایبتغون عندھم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعا[3] کیا وُہ ان کے ہاں عزت چاہتے ہیں تو عزت ساری کی ساری بیشک اللہ تعالٰی کیلئے ہے (ت)

دانستہ حق کو باطل کہنا اور حق سے رجوع کر کے اس میں اپنا شُبہہ بتانا موجب عزت نہیں، دارین میں سخت ذلّت کا باعث ہے، خلفائے راشدین وائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالٰی عنہم نے کبھی رجوع عن الحق نہ فرمائی اُن کا اس طرح ذکر بلاشبہہ توہین ہے بلکہ بے ادب مختل الدین ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۰۵ از مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ عقب تھانہ مرسلہ عصمت اللہ خاں قادری ۹ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

مسماۃ مجیدن جس کی عمر قریب ۹ سال کے تھی اس کا نکاح اُس کی پھپھی کے لڑکے رحیم خاں سے ہوا، کبھی میل جول عورت مرد کا جیسا ہونا چاہئے نہ ہُوا، اس وقت مجیدن کی عمر قریب ۱۳ سال کے ہے اُس کے شوہر نے گاؤں میں مشہور کیا کہ وُہ مرد نہیں ہے نہ عورت کے قابل، چند آدمی اپنے رشتہ دار اور غیر لوگوں

---

[1] القرآن ۱۰۵/۱۶

[2] القرآن ۶۹/۱۰

[3] القرآن ۱۳۹/۴

Marfat.com

اور اپنی ساس سے یہ کہا کہ میں کسی قابل نہیں ہُوں میں جواب دے دُوں گا میرے چھوٹے بھائی سے اس کا عقد کردو یہ میری بیوی نہیں ہے بلکہ ماموں زاد بہن ہے۔ اس پر اُس کی ساس بہت ناخوش ہوئی، اب اُس سے جواب کے لئے کہا جاتا ہے وُہ انکار کرتا ہے، کبھی کہتا ہے میں اب مرد ہوگیا، کبھی لوگوں سے کہتا میں اس عورت کی ناک کاٹ لُوں گا۔ یہ عورت اُس کے گھر جانا نہیں چاہتی نہ اسکی کی ماں اُس کو بھیجنا چاہتی ہے بلکہ دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتی ہے۔ آیا وُہ عورت اب بلا طلاق لئے دوسری جگہ اُس کا نکاح کرسکتی ہے؟

الجواب

اُس کا کہنا کہ میں کسی قابل نہیں اور یہ کہ میں جواب دے دوں گا، اور یہ کہ میری بی بی نہیں، اور یہ کہ ماموں زاد بہن ہے، ان میں سے کوئی لفظ کلمۂ طلاق نہیں البتہ اُس کا یہ لفظ کہ "فلاں سے اس کا عقد کردو" کنایۂ طلاق ہوسکتا ہے،

علی معنی زوجوھا فلانا لانی طلقتہا کما قال ش فیمن زوج امرأتہ من غیرہ موجھا لمن قال ان نوی طلقت لعل وجھہ ان قولہ زوجتك امرأتی فلانۃ یحتمل ان یکون علی تقدیر ان صح تزویجھا منك او تقدیر لانھا طالق منی فاذا نوی الطلاق تعین الثانی فتطلق[1] اھ۔

"اس کا نکاح فلاں سے کردو کیونکہ میں نے اس کو طلاق دے دی ہے" کے مطابق ہے، جیسا کہ علامہ شامی نے ماتن کے قول "جس نے اپنی بیوی کا نکاح دوسرے سے کردیا" کے متعلق جس نے کہا اگر طلاق کی نیت کی ہو طلاق ہوجائیگی اس قول کی توجیہ بیان کرتے ہوئے کہا خاوند کا کہنا کہ "میں نے اپنی فلاں بیوی کا تجھ سے نکاح کیا" اُس میں ایک احتمال یہ ہے کہ تجھ سے نکاح کیا اگر تجھ سے نکاح کرنا جائز ہو۔ اور دوسرا احتمال یہ ہے تجھ سے نکاح کیا کیونکہ میں نے اس کو طلاق دے رکھی ہے، تو جب طلاق کی نیّت سے کہے تو صرف دوسرا احتمال مراد ہوگا، اس لئے طلاق ہوجائے گی اھ (ت)

رحیم خاں سے قسم لی جائے کہ تُو نے اس لفظ سے طلاق کی نیت کی تھی یا نہیں، اگر قسم کھالے گا کہ میں نے اس لفظ سے طلاقِ مجیدن کی نیت نہ کی تھی طلاق ثابت نہ ہوگی دوسری جگہ نکاح حرام محض ہوگا اور اگر قسم کھانے سے انکار کردے گا تو طلاق ثابت ہوجائے گی اور عورت اُسی وقت سے جب سے

---

[1] ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۷۴

Marfat.com

یہ الفاظ اُس نے اپنی ساس سے کہے تھے نکاح سے باہر سمجھی جائے گی پھر اگر خلوت اصلاً نہ ہوئی جب تو عورت وقتِ طلاق ہی سے نکاح ثانی کی محل ہوگئی اور اگر خلوت ہوئی اگرچہ جماع نہ کرسکا تو اگر جب سے اب تک عدت یعنی بعد طلاق تین حیض شروع ہوکر ختم ہوگئے تو اب ورنہ جب ختم ہوں دوسرے سے نکاح ہوسکتا ہے اور اگر رحیم خاں نہ ملے کہ اُس پر قسم رکھی جاتی تو طلاق ثابت نہیں نکاح حرام ہوگا قال اللہ تعالیٰ والمحصنٰت من النساء[1] (اللہ تعالےٰ نے فرمایا: اور شادی شدہ عورتیں حرام ہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰۶ از چھپرا محلہ نئی بازار ترہتہ مرسلہ حاجی عبدالرزاق صاحب یکم شعبان ۱۳۳۶ھ

زید نے بارہا اپنی بی بی کو غصہ کی حالت میں کہا تم ہمارے سامنے و نظر سے دُور ہو جاؤ جب وہ سامنے سے دُور نہیں ہوتی اس وقت وہ جوتا لے کر دوڑتا ہے تب وہ سامنے سے علیحدہ ہو جاتی ہے، آیا طلاق عائد ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر اس نے بہ نیتِ طلاق یہ الفاظ نہ کہے تو طلاق نہ ہوئی، اور اگر ایک بار بھی بہ نیتِ طلاق کہے تو طلاق ہوگئی عورت نکاح سے نکل گئی مرد سے قسم لی جائے اگر حلف سے کہہ دے کہ میں نے یہ لفظ کبھی بہ نیت طلاق نہ کہے تو حکمِ طلاق نہ دیں گے، اگر جھوٹی قسم کھائے گا وبال اُس پر ہے، یہ قسم حاکم کے سامنے ہونا ضرور نہیں عورت گھر میں قسم لے سکتی ہے۔ درمختار میں ہے:

یکفی تحلیفھا لہ فی منزلہ[2] واللہ تعالیٰ اعلم۔ عورت کا خاوند سے گھر میں قسم لے لینا کافی ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۰۷ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ عرصہ تقریباً ۱۱ سال کا ہُوا میری شادی کو ہوئے، میرے شوہر نے مجھ کو تین چار بار اپنے مکان سے نکال دیا، برادر جمع ہوئے اور مجھ کو میرے شوہر کے یہاں پہنچا دیا، اور پھر چند عرصہ کے بعد میرے شوہر نے مجھ کو اپنے مکان سے باہر نکال دیا اور کہہ دیا کہ "تو نکل جا، آج سے مجھ سے اور تجھ سے کسی قسم کا کچھ تعلق نہیں"۔ اب عرصہ چھ سال سے اپنے والدین کے مکان پر ہوں، برادران نے دو شخص مقرر کئے وہ بتاریخ ۲ شوال ۱۳۳۶ھ یوم جمعہ کو میرے شوہر کے مکان پر گئے اور انھوں نے یہ لفظ میرے شوہر سے کہے کہ تمھاری بی بی بہت تکلیف میں ہے اور وہ تمھارے

---

[1] القرآن ۴/ ۲۵

[2] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲۴

Marfat.com

پاس آنا چاہتی ہے اس پر میرے شوہر نے یہ جواب دیا کہ "وہ میری بی بی تو اُسی تاریخ سے نہیں رہی جب سے گئی ہے اور اُسی تاریخ سے چھوڑ چکا ہوں صرف اس کو پریشان کرنے کے واسطے چھوڑ رکھا ہے۔" اب کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میں اپنے شوہر کی زوجیت میں رہی یا نہیں؟

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں عورت پر ایک طلاق بائن ہوگئی اور وہ اس کی زوجیت سے نکل گئی، اگر اُس روز سے آج تک جسے سائلہ چھ سال کا عرصہ بتاتی ہے اسے تین حیض شروع ہو کر ختم ہوگئے ہوں جیسا کہ ظاہر یہی ہے اس صورت میں اُسے اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کر لے، اور اگر شاید ابھی تین حیض نہ ہوئے ہوں تو جب ہو جائیں اُس وقت اُسے دوسرے سے نکاح جائز ہوگا اس لئے کہ وہ چھ برس سے طلاق دینے کا مقر ہے اور وہ دونوں اُسی وقت سے جُدا ہیں تو عدت جبھی سے لی جائے گی۔ ردالمحتار میں ہے:

قال فی البحر وظاهر کلام محمد فی المبسوط وعبارة الکنز اعتبارها من وقت الطلاق الا ان المتاخرین اختاروا وجوبها من وقت الاقرار حتی لایحل له التزوج باختها واربع سواها زجرا له حیث کتم طلاقها وهو المختار کما فی الصغری اھ ووفق السغدی بحمل کلام محمد علی ما اذا کان متفرقین من الوقت الذی اسند الطلاق الیه اما اذا کانا مجتمعین فالکذب فی کلامهما ظاهر فلا یصدقان فی الاسناد قال فی البحر وهذا هو التوفیق ان شاء الله تعالٰی وفی الفتح ان فتوی المتاخرین مخالفة للائمة الاربعة و

بحر میں فرمایا کہ مبسوط میں امام محمد کا ظاہر کلام اور کنز کی عبارت میں ہے کہ عدت کا اعتبار طلاق کے وقت سے ہے مگر متاخرین نے اس میں اقرار کے وقت سے عدت کا وجوب مانا ہے اس لئے ایسے شخص کو بیوی کی بہن اور اس کی بیوی کے ماسوا چار عورتوں سے نکاح حلال نہ ہوگا جب تک اقرار کے بعد مکمل عدت پوری نہ ہو جائے، متاخرین کا یہ حکم طلاق کو چھپانے کی سزا کے طور پر ہے، اور یہی مختار ہے جیسا کہ صغریٰ میں ہے اھ، اور سغدی نے امام محمد اور متاخرین کے کلاموں میں موافقت پیدا کرتے ہوئے کہا کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام کا محمل یہ ہے کہ جب خاوند و بیوی بیان کردہ وقتِ طلاق سے علیحدگی اختیار کر چکے ہوں، اور اگر وہ دونوں اس وقت سے وقتِ اقرار تک اکٹھے رہ رہے ہوں تو دونوں کا جھوٹ ظاہر ہے لہذا وقت کے بیان میں دونوں کی تصدیق نہ کی جائے گی (اور اقرار کے وقت سے ہی عدت شمار ہوگی)

Marfat.com

جمہور الصحابۃ والتابعین رضی اللہ تعالٰی عنہم وحیث کانت مخالفتہم للتھمۃ فینبغی ان یتحری بہ محالھا والناس الذین ھم مظانھا ولھذا فصل السغدی بما مر اھ واقرہ فی البحر والنھر[1] اھ اقول وانما اسند الامر الی اقرارہ لان قولہ نکل جا یحتمل الرد کما نصوا علیہ وقولہ تعلق نہیں یحتمل السب کما حققناہ فی جد الممتار والحال حال الغضب فلا یحکم بالطلاق الا اذا اقر بالنیۃ وچھوڑنا من الصریح بلساننا فان کان قولہ اُسی تاریخ سے الخ راجعا الی ذینك اللفظین، کان اقرارا بالنیۃ، فالعدۃ مذ ذاك بالاجماع وان فرض علی خلاف الظاھر صرفہ عن الکلام المعروف الی کلام باطن مجھول اوجعل اقرارا کاذبا کان انشاء مسندا فالعدۃ مذ ذاك بحکم التوفیق۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

بحر میں فرمایا دونوں کلاموں میں یہ توفیق اِن شاء اللہ درست ہے، اور فتح میں ہے کہ متاخرین کا فتوٰی ائمہ اربعہ، جمہور صحابہ اور تابعین رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مخالف ہے اور متاخرین کا یہ فتوٰی مقام تہمت کے لئے ہے، لہذا مناسب ہے کہ موقع محل کے متعلق سوچ بچار سے کام لیا جائے، اور لوگوں میں ایسے واقعات پائے جاتے ہیں، اسی لئے سغدی نے اس کی تفصیل واضح کرتے ہوئے مذکورہ موافقت بیان کی ہے اھ، اور اس کو بحر اور نہر میں ثابت رکھا ہے اھ اقول (میں کہتا ہوں) اور خاوند کے اقرار سے حکم متعلق اس لئے ہوگا کہ خاوند کا کہنا "نکل جا" جواب بننے کا احتمال رکھتا ہے جیسا کہ فقہاء نے اس پر نص کی ہے، اور خاوند کا کہنا "تعلق نہیں" ڈانٹ کا احتمال رکھتا ہے جیسا کہ ہم نے جد الممتار حاشیہ ردالمحتار میں تحقیق کی ہے جبکہ حالت بھی غضب والی ہے تو اس وقت تک طلاق کا حکم نہ ہوگا جب تک طلاق کی نیت کا اقرار نہ کرے، اور لفظ "چھوڑنا" ہماری زبان میں صریح طلاق ہے، اس لئے خاوند کا کہنا "اُسی تاریخ سے الخ"، اگر پہلے دونوں لفظوں کی طرف راجع ہو تو یہ نیت طلاق کا اقرار قرار پائے گا لہذا عدت کا شمار بالاجماع اسی تاریخ سے ہوگا، اور اگر اس کی بات کو معروف معنی کے بجائے مجہول اور مخفی معنی کی طرف پھیرا جائے یا اقرار کو جھوٹ قرار دیا جائے اگرچہ یہ خلافِ ظاہر ہے تاہم یہ انشاء ہوگا اور اس وقت کا اعتبار ہوگا لہذا عدت یہاں سے شمار ہوگی جیسا کہ موافقت کی صورت میں ذکر ہُوا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار باب الکنایات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۱۰

Marfat.com

مسئلہ ۳۰۸ از ریاست رامپور محلہ شاہ آباد دروازہ مسئولہ سید نادر علی صاحب

۲۸ ذیقعدہ ۱۳۳۶ھ

زید نے اپنی منکوحہ کو بوجہ زبان درازی مارا، اس پر اور زیادہ بدکلامی اور گفتگو ناشائستہ کرنی چاہی، زید نے اور سختی کی، اور یہ لفظ مجبور ہو کر منکوحہ سے کہا کہ چلی جا۔ اس واقعہ کے وقت زید کے رشتہ کے بہنوئی موجود تھے، لفظ "چلی جا" سُن کر زید سے کہا کہ اب تمہارا نکاح کب رہا، اس پر زید کو اور زیادہ غیظ بڑھا جو انتہا درجہ پر شمار کیا جائے اور کوئی نشیب و فراز کا خیال نہ کیا اسی حالتِ غیظ میں اپنے بہنوئی کی طرف مخاطب ہو کر چونکہ وہ اس کے پاس کھڑا تھا لفظ طلاق چند بار جس کی تعداد پورے طور پر یاد نہیں کہا اور یہ بھی کہا کہ "آزاد کیا"، ان لفظوں کی ادائیگی زید نے متوجہ کرکے یا مخاطب ہو کر اپنی منکوحہ سے نہ کہے بلکہ اس وقت زید کا فاصلہ اپنی منکوحہ سے آٹھ سات قدم کا تھا اور منکوحہ زید کے رُوبرو نہ تھی اور اس کا ایجاب و قبول نہ ہوا۔ ایسی صورت میں نکاح جائز رہا یا باطل ہوا؟ اور زید کی منکوحہ ۵ ماہ کی حاملہ بھی ہے، لہذا یہ مسئلہ علمائے دین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے کہ آپ صاحبان اپنی مُہر و دستخط سے مزین فرمائیں۔

الجواب

زید نے جو لفظ "طلاق طلاق" چندبار کہا اگر اس سے اپنی زوجہ کو طلاق دینی مقصود تھی تو تین طلاقیں ہوگئیں، بے حلالہ اُس کے نکاح میں نہیں آسکتی،

لانہ ان ثلث فذاك وان ثنی فثالثہما قولہ قولہ آزاد کیا لانہ لایحتمل رداولا سبا وقد صارت الحال حال المذاکرۃ لانہ قالہ لمدخولہ طلاق طلاق کما ذکرہ السائل والاضافۃ فی السابق اضافۃ فی اللاحق کقولہ طلقتك طلقتك۔

کیونکہ اگر تین مرتبہ طلاق کہا تو تین، ورنہ اگر دو مرتبہ طلاق کہا تو پھر تیسری طلاق اس کے "آزاد کیا" کہنے پر ہوگئی، کیونکہ یہ لفظ ڈانٹ اور جواب بننے کا احتمال نہیں رکھتا، جبکہ پہلے "طلاق" کہنے پر مذاکرۂ طلاق بھی بن چکا ہے کیونکہ مدخولہ عورت (وطی شدہ) کو طلاق طلاق کہا ہے جیسا کہ سائل نے ذکر کیا ہے، اور پہلی طلاق میں بیوی کی نسبت آخری لفظ میں بھی معتبر ہوگی جیسا کہ "میں نے تجھے طلاق دی" میں ہوتا ہے۔ (ت)

مگر یہ اس کے اقرار پر موقوف ہے کہ اُس لفظ "طلاق طلاق" سے زوجہ کو طلاق دینی مراد تھی اگر اقرار نہ کرے گا اُن الفاظ سے حکم طلاق نہ ہوگا اگر واقع میں اس نے نیتِ طلاق کی تھی اور مُکر جائے گا تو وبال اُس پر رہے گا

Marfat.com

مستحق عذابِ نار ہوگا، عورت کے پاس جانا اُس کے لئے زنا ہوگا عورت پر الزام نہ ہوگا۔ خلاصہ پھر ہندیہ میں ہے:

سکران هربت منه امرأته فتبعها ولم یظفر بها فقال بالفارسیة بسه طلاق ان قال عنیت امرأتی یقع وان لم یقل شیئا لایقع[1]

ایک نشے والے کی بیوی اس سے بھاگ گئی تو یہ اس کے پیچھے بھاگا اور کامیاب نہ ہوا تو (بالفاظ فارسی) کہا "تین طلاق"، بعد میں اگر وُہ کہتا ہے کہ میں نے بیوی کو کہا تھا، تو طلاق واقع ہو جائے گی، اور اگر کچھ نہ کہا تو طلاق نہ ہوگی۔ (ت)

وجیز کردری پھر انقرویہ میں ہے:

فرت ولم یظفر بها فقال سه طلاق ان قال اردت امرأتی یقع والا لا[2]

بیوی بھاگی تو کامیاب نہ ہونے پر اس نے کہا "تین طلاق" اگر بعد میں کہے "میں نے بیوی کو کہا ہے" تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں۔ (ت)

پھر اگر وُہ اقرار مذکور کرلے جب تو کوئی بحث ہی نہ رہی کہ تین طلاقیں ہوگئیں اور اگر اقرار نہ کرے تو یہ الفاظ خارج ہو کر دو لفظ رہے "چلی جا" اور "آزاد کیا"، پہلا لفظ مطلقاً محتاجِ نیت نہیں ہے۔ درمختار میں ہے: اذهی یحتمل ردا[3] (کیونکہ یہ جواب بن سکتا ہے۔ ت)۔ اگر قسم کھا کر کہے کہ بہ نیت تفریقِ زن نہ کہا تھا، تو اس لفظ سے طلاق نہ مانیں گے یہ قسم مکان ہی پر کافی ہے حاکم کے سامنے ہونا ضرور نہیں، اگر جھوٹی قسم کھائے گا تو اس کا بھی پھر زنا کا وبال اس پر ہے، درمختار میں ہے:

یکفی تحلیفها له فی منزله[4]

خاوند سے گھر میں ہی قسم لے لینا کافی ہے (ت)

دوسرا لفظ "آزاد کیا" اگرچہ نہ محتملِ رَد ہے نہ محتملِ سبّ، اور حالت حالتِ غضب ہے تو طلاق مطلقاً ہونی چاہئے تھی، درمختار میں ہے:

انت حرة لایحتمل السب والرد[5]

"تُو آزاد ہے" کہنا ڈانٹ اور جواب نہیں بن سکتا۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیة نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۲
[2] فتاوٰی انقرویہ کتاب الطلاق دارالاشاعت العربیہ قندھار افغانستان ۱/۴۷
[3] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۴
[4] و [5] ایضاً

Marfat.com

مگر لفظ آزاد کیا میں عورت کی طرف اضافت نہیں تو اگر بحلف کہہ دے گا کہ عورت کی نسبت نہ کہا تھا، تو طلاق کا اصلاً حکم نہ ہوگا اگر جھوٹا حلف کرے گا تو اس کا پھر زنا کا وبال اور عذابِ شدید کا استحقاق اُس پر ہے۔ خانیہ و بزازیہ میں ہے:

لا تخرجي الا باذني فاني حلفت بالطلاق فخرجت لایقع لعدم ذکر حلفه بطلاقها و یحتمل الحلف بطلاق غیرها فالقول له[1]

"تو میری اجازت کے بغیر مت نکل کیونکہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے" کہا، تو عورت نکل گئی، طلاق نہ ہوگی کیونکہ بیوی کی طلاق کی قسم نہ کہا، اور احتمال ہے کہ کسی دوسری عورت کی طلاق مراد لی ہے لہذا شوہر کی وضاحت کا اعتبار کیا جائے گا۔ (ت)

بالجملہ اگر "طلاق طلاق" سے نیت طلاق کی اقرار کرے تو تین طلاقیں ہوگئیں ورنہ ایک بائن کا حکم ہے، عورت نکاح سے نکل گئی، عدت میں خواہ بعد عدت اس سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے مگر یہ کہ بحلف لے کہ لفظ "آزاد کیا" اس زوجہ کی نسبت نہ کہا تھا تو اب اس سے حلف لیں گے کہ "چلی جا" سے اس عورت کو طلاقِ بائن کا ارادہ کیا تھا یا نہیں۔ اگر اس پر بھی حلف کرلے گا تو اصلاً حکمِ طلاق نہ ہوگا، اور اگر اس پر حلف سے انکار کرے تو قاضی کے حضور پیش کیا جائے اگر حاکم کے سامنے بھی انکار کرے تو ایک طلاق بائن کا حکم دیا جائے گا، عورت نکاح سے نکل گئی، غصہ یا حمل یا عورت کا دُور ہونا کچھ منافیِ طلاق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰۹: از شاہجہان پور محلہ مہندگڑھی مرسلہ حافظ نذیر حسن صاحب ۲۶ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی عورت کو عرصہ سات برس سے چھوڑ رکھا اور اس کا اصلاً خبرگیراں نہیں ہوتا ہے، نہ روٹی دیتا ہے نہ کپڑا دیتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے کہ اُس کا دوسری جگہ نکاح کردیا جائے اور اُس کا کوئی علاقہ بندوں سے دستگیر نہیں ہے کہ اُس کا نان نفقہ کسی طرح پر چل سکے بلکہ سخت مجبور ہے، اب جو حکم صاحبانِ شرع متین کا ہو اس پر عمل کیا جائے، بیان کرو اجر پاؤ، اور اس مدت کے درمیان میں مسماۃ نے اس بات کی بہت کوشش کی کہ اب شوہر میرا مجھ کو رخصت کرلیجاوے اور بطور اپنی زوجہ کے مجھ کو سمجھے، اس کے واسطے مسماۃ نے چند خط بھی روانہ کئے اور آدمیوں کو بھی بھیجا لیکن شوہر نے کچھ توجہ نہیں کی، پھر اُس کے بعد خود بھی گئی، پھر بھی اُس نے نہیں رکھا واپس کردیا، تب مجبور ہو کر عدالت سے نان نفقہ کا دعوٰی کیا وہاں اس نے روٹی کپڑا

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الطلاق نولکشور لکھنؤ ۱/۲۱۵

Marfat.com

دینے کا اقرار کیا اُس پر بھی وُہ مقدمہ خارج کیا گیا، پھر اس کے بعد مسماۃ نے کچھ عرصہ تک انتظار کیا، پھر مسماۃ نے وہاں خبر بھیجی اُس پر اُس نے ایک ایسا کارڈ روانہ کیا کہ جس کو دیکھ کر عقل گم ہوگئی، چونکہ ظاہر میں وہ شخص اقرار کرتا ہے اور باطن میں وُہ ایسا ہے، پس اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ وُہ مسماۃ کو ذلیل کرنا چاہتا ہے اور وہ شخص ضلع شاہجہانپور مقام موضع سندھولی کا رہنے والا ہے اور مسماۃ باشندہ شاہجہان پور ہے محلہ مہمند گڑھی، اور جو کارڈ اُس نے روانہ کیا وُہ کارڈ بھی اس میں رکھا ہے، آپ اپنے دستخط اور جو علمائے سنت ہوں اُن کے دستخط کرواکے روانہ کیجئے، نہایت عاجز اور مسکین ہوں فقر فاقہ کرتی ہوں، آپ صاحبان علمائے دین کے دستخط ہوکر فتوٰی آجائے گا تو اور جگہ نکاح کرلوں گی اور آپ کو دُعا دُوں گی اور آپ کو اللہ تعالٰی اس کا اجرِ عظیم دے گا، واسطے اللہ کے میرے اُوپر رحم کیجئے۔

الجواب

کارڈ دیکھا گیا اس میں صرف یہ لفظ ہے آپ کہتے ہیں اپنی عورت کو لے جاؤ اور اس نے مجھ پر مقدمہ چلایا اور وکیلوں کے پاس گئی اور پھری گئی اور ہر کس وناکس سے ملی اس لئے وُہ بالکل میرے کام کی نہ رہی، اتنے لفظ پر جب تک طلاق کی نیت سے کہنا ثابت نہ ہو طلاق کا حکم نہیں ہوسکتا، نہ ہرگز عورت دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے اگر کرے گی محض حرام ہوگا، اس سے پوچھا جائے اگر وُہ اقرار کرے کہ ہاں میں نے یہ لفظ بہ نیت طلاق کہا تھا تو جبھی سے طلاق ہوگئی جب سے اب تک اگر عورت کو تین حیض آکر ختم ہوگئے یا جب ختم ہوجائیں دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے اور اگر وُہ نیتِ طلاق کا اقرار نہ کرے اس پر حلف رکھا جائے اگر حلف سے کہہ دے کہ میں نے ان لفظوں سے نیتِ طلاق نہ کی تھی تو ہرگز حکم طلاق نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے: یکفی تحلیفها له فی منزله[1] (خاوند سے گھر میں ہی قسم لے لینا کافی ہے۔ ت) اور اگر حلف سے انکار کرے تو شرعی نالش کی جائے کہ اُس نے یہ الفاظ کہے ہیں اور ان سے طلاق کا احتمال ہے اگر وُہ حاکم کے سامنے بھی اس حلف سے انکار کرے تو طلاق ثابت ہوجائے گی اور عورت بعد عدت دوسری جگہ نکاح کرسکے گی اور اگر وہاں حلف کرلیا تو طلاق ثابت نہ ہوگی، اگر جھوٹا حلف یہاں یا وہاں کیا تو وبال اُس پر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۱۱: از بریلی شہر کہنہ محلہ قرولی مرسلہ عظیم اللہ خاں صاحب ۹ شوال ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مے نوشی وقمار بازی کرتا ہے، اس نے

---

[1] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۴

Marfat.com

حالت مے نوشی و ہار کی سوزشِ قماربازی میں بیوی اپنی سے روپیہ طلب کیا، روپیہ دینے میں بیوی نے تسہل کیا یہ سمجھ کر کہ حالت غیر ہے اس وجہ سے تشدد ہے نیز یہ بھی خیال کیا کہ بچوں کو تکلیف نہ ہو یہ سمجھ کر نا اور انکار روپیہ سے کرنا اس کو اس قدر ناگوار ہوا کہ یہ تحریر لکھ کر دے دی جو حضور کے پیش نظر ہے:

نقل تحریر: میں مسماۃ عائشہ بیگم کو اختیار دیتا ہوں کہ وہ چاہے کسی کے ساتھ عقد کرے یا بیٹھی رہے مجھے کچھ عذر نہیں ہے۔ عنایت اللہ ولد محمد مصطفٰی ساکن بریلی شہر کہنہ محلہ قند ولی مورخہ ۷ جولائی ۱۹۱۹ء۔

الجواب

اگر یہ تحریر اس نے بہ نیت طلاق لکھی یعنی "میں نے اسے طلاق دے کر آزاد خود مختار کردیا چاہے تو دوسرے سے نکاح کرلے" جب تو ایک طلاق بائن ہوگی عورت نکاح سے نکل گئی عورت کو اختیار ہے کہ بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرلے اور اگر نیتِ طلاق سے نہ لکھی تو طلاق نہ ہوئی یہ بات کہ طلاق کی نیت نہ تھی زید کے حلف پر ہے اگر وہ قسم کھا کر کہہ دے گا کہ میں نے اس سے اُسے اپنے نکاح سے خارج کرنے کی نیت نہ کی تھی مان لیں گے اور حکمِ طلاق نہ دیں گے، اگر زید جھوٹا حلف کرے گا وبال اس پر ہے۔ درمختار میں ہے:

والقول له بيمينه فى عدم النية ويكفى تحليفها له فى منزله[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اس کی بات قسم کے ساتھ تسلیم کرلی جائے گی، اور بیوی کا گھر میں خاوند سے قسم لے لینا کافی ہوگا۔(ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۱۱ ازشہر بریلی کیمپ صدر مسئولہ حبیب احمد صاحب ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ ایک شخص کی شادی ہوئے عرصہ ۹ سال کا ہوا، شادی کرکے وہ شخص صرف پندرہ روز اپنی زوجہ کے پاس رہا بعد میں وہ سفر کو چلا گیا اور ۹ سال سے آوارہ پھرتا ہے، جب اس کے قیام کی خبر دہلی میں معلوم ہوئی اس کی زوجہ اس کے پاس گئی اس نے کہا "تو یہاں سے چلی جا ورنہ تیری ناک کاٹ لوں گا، جو تیرا دل چاہے وہ تو کر، میرے پاس مت آ" عورت نوجوان ہے شوہر متذکرہ بالا پر کیا نکاح جائز رہا؟

الجواب

اگر اس کی نیت ان لفظوں سے طلاق کی نیت ہونا ثابت ہوجائے حکمِ طلاق دے دیں گے ورنہ

---

[1] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۴

Marfat.com

نہیں، اُس سے پُوچھا جائے کہ تُو نے یہ لفظ بہ نیتِ طلاق کہے تھے یا نہیں، اگر قسم کھالے کہ میں نے بہ نیت طلاق نہ کہے تھے، تو طلاق نہ مانی جائے گی۔ اور اگر قسم کھانے سے انکار کرے تو طلاق ثابت ہو جائے گی جب تک یہ انکار حاکمِ شرع کے حضور نہ ہو گی ہاں اگر اقرار کرے کہ بہ نیت طلاق کہے تھے تو طلاق ہو گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۱۲ از پیلی بھیت محلہ شیر محمد مسئولہ اویس خاں عرف شریف اللہ خاں ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ ایک شخص ملازم فوج ہو کر پردیس جانے کے وقت اپنے والدین سے یہ کہہ کر رخصت ہوا کہ میری یہ عورت میرے مطلب کی نہیں ہے میری واپسی سے قبل نہایت ایذا کے ساتھ اس کو نکال دینا میں واپس آکر دوسری شادی کرلوں گا۔ چنانچہ اس شخص کی عورت کو مطابق استدعا کے اُس کے والدین نے اندر ۲ ماہ نکال دیا اور اس عورت نے اندر ایک ماہ دوسرے شخص کے ساتھ اپنا نکاح کر لیا، عورت مذکورہ دوسرے شوہر کے یہاں سے بھی بلا طلاق کے بوجہ حمل ہونے کے نکال دی گئی اب اس عورت کو اپنے پہلے شوہر کے مکان سے نکلے ہوئے تقریبًا ایک سال گزر گیا اور اس کا شوہر بھی ملازمتِ فوج سے واپس آگیا اور پانچ چھ ماہ ہوئے وقت واپسی کے آج تک عورت مذکور کا خبر گیراں نہیں ہوا اور قبل جانے پردیس کے ایک دن اس کے شوہر نے طلاق نامہ لکھنے کا بندوبست کیا تھا اور کچھ لوگوں کو جمع کیا تھا مگر اس کو کسی خیال نے تکمیل طلاق نامہ سے روک دیا تھا، عورت مذکور کو اس کے ماں باپ بھی اپنے پاس رکھنے کے روادار نہیں ہیں اور اُس کی گود میں ایک لڑکا سات سال کا پہلے شوہر کا موجود ہے کیا عورت مذکور اپنا نکاح کسی اور شخص سے کر سکتی ہے؟

الجواب

یہ لفظ کہ "یہ عورت میرے مطلب کی نہیں" کنایات سے ہے اور محتمل سبّ ہے اور حالت حالتِ غضب ہے تو حکم طلاق نیت پر موقوف ہے کہ پہلا شوہر اگر یہ اقرار کرے کہ بہ نیت طلاق یہ لفظ کہے تھے تو طلاق ثابت ہو جائے گی اور بعد وضع حمل عدت گزر گئی دوسرے سے نکاح کا اُسے اختیار ہو گا، اگر وہ نیتِ طلاق کا انکار کرے تو اس سے حلف لیا جائے، اگر حلف کرے گا کہ اس کی نیت طلاق کی نہ تھی تو طلاق ثابت نہ ہو گی اور عورت کو دُوسری جگہ نکاح حرام ہو گا اور وہ جو دوسرے سے نکاح کیا تھا وہ تو بہر حال حرام تھا کہ بلا ثبوت طلاق تھا اور اگر ثبوت بھی ہو جاتا تو عدت کے اندر تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱۳ از اجمیر شریف محلہ چاہ ارٹ مسئولہ سید محمد عظیم صاحب ۲۲ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ عورت کا بیان ہے کہ میرے خاوند سے عرصہ دو برس سے کوئی تعلق نااتفاقیوں کے باعث نہیں تھا چنانچہ اب اُس نے زبانی اور تحریر سے یہ لکھ دیا ہے کہ "تو ہفتہ کے اندر میرے

Marfat.com

پاس نہ آئے تو جہاں پر چاہے جا، تجھے اختیار ہے تیرے دل کا اور مجھے اختیار ہے اپنے دل کا" لہٰذا عورت نے ان الفاظ کو طلاق سمجھ کر اپنے کو بائن کر لیا لہٰذا فرمائیے کہ یہ طلاق ہوئی یا نہیں؟ اور عورت بعد عدت دوسرے سے عقد کر سکتی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اس صورت میں طلاق ہونا نیتِ شوہر پر موقوف ہے عورت کو کوئی اختیار نہیں کہ بطورِ خود اپنے آپ کو مطلقہ سمجھے، شوہر اگر قسم سے کہہ دے گا کہ میں نے ان لفظوں سے طلاق کی نیت نہ کی تھی تو ہرگز طلاق نہ مانی جائے گی اور وہ بدستور اُس کی زوجہ ہوگی، ہاں اگر قسم کھانے سے انکار کرے تو حاکم شرعی کے حضور نالش کی جائے اگر شوہر اُس کے سامنے بھی حلف سے انکار کرے گا تو طلاق ثابت ہو جائے گی؛ وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۱۴ از شہر بریلی ۶ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ غصہ کی حالت میں اور دوران طلب طلاق میں زید نے اپنی ساس اور خسر سے کہا اگر میں پسند نہیں ہوں تو دوسرے سے نکاح کر دو یا شادی کر دو، ساس نے جواب میں کہا ہاں تو پسند نہیں ہے اس سے نکاح ٹوٹ گیا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

حالت حالتِ مذاکرہ وغضب ہے اور لفظ نہ محتمل رد نہ محتمل سب ہے لہٰذا طلاق ہوگئی اور عورت نکاح سے نکل گئی ھذا ما عندی (یہ جواب میرے ہاں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۱۵ از جیت پور کاٹھیاواڑ جامع مسجد مدرسہ معرفت جناب مولوی سید غلام حیدر صاحب مسئولہ مولوی جمیل الرحمٰن صاحب رضوی بریلی ۱۴ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا حکم ہے شریعتِ مطہرہ کا اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بی بی ہندہ پر سخت غصہ ہو کر بحالتِ غصہ یہ کہا کہ "تو اپنے گھر کو جا میرے کام کی نہیں میں نے تجھ کو طلاق دی"۔ ہندہ کو آٹھ ماہ کا حمل ہے زید حلف اٹھاتا ہے کہ "میں نے فقط تنبیہ کے لئے یہ الفاظ کہے تھے ہرگز ایسے الفاظ طلاق کی غرض سے نہ کہے تھے اور میں اس وقت غصہ میں آپے سے باہر تھا"، اب زید وہندہ کو کیا کرنا چاہئے؟ اگر حلالہ لازم آتا ہو تو کوئی صورت شریعتِ مطہرہ نے ایسی بھی بتائی ہے کہ حلالہ نہ کرنا پڑے اور زید وہندہ کے تعلقات قائم رہیں یا قائم ہو جائیں۔ بیّنوا توجروا۔

Marfat.com

الجواب

اگر واقعہ اسی قدر ہے عورت نے یا کسی اور نے عورت کے لئے طلاق نہ مانگی تھی جس کے جواب میں یہ لفظ اُس نے کہے نہ اُس نے ان الفاظ کو مکرر کہا بلکہ صرف ایک ہی بار کہا تو اس صورت میں ایک ہی طلاق رجعی واقع ہوئی لان اللفظ الاوّل یحتمل الرد فینوی علی کل حال والثانی یحتمل السب فینوی فی الغضب وقد حلف ویکفی حلفه فی منزله[1] کما فی الدر المختار واللفظ الثالث وان کان صریحا لایکون قرینة فی الاولین لان شرط النیة ان تتقدم کما فی ردالمحتار۔ کیونکہ پہلا لفظ جواب کا بھی احتمال رکھتا لہٰذا بہرصورت نیتِ طلاق ضروری ہے، اور دُوسرا لفظ ڈانٹ کا بھی احتمال رکھتا ہے اس لئے صرف غصہ کی حالت میں طلاق کی نیت کرنی ہوگی جبکہ وُہ قسم دے چُکا ہے اور گھر میں قسم دے دینا کافی ہے جیساکہ درمختار میں ہے۔ اور تیسرا لفظ اگرچہ طلاق میں صریح ہے لیکن یہ پہلے دونوں لفظوں کے لئے قرینہ کافی نہیں ہوسکتا کیونکہ قرینہ کے لئے پہلے ہونا شرط ہے جیساکہ ردالمحتار میں ہے۔ (ت)

پس اگر اس سے پہلے کبھی دو طلاقیں نہ دی تھیں نہ ایک طلاق بائن دی تھی جس کی عدّت باقی ہو تو جب تک وضعِ حمل نہ ہو رجعت کرسکتا ہے، مثلاً زبان سے اتنا کہہ دے کہ "میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھیر لیا" تو وہ بدستور اس کے نکاح میں رہے گی، اور اگر وضعِ حمل تک رجعت نہ کرے گا تو اس کے بعد برضائے زن اس سے دوبارہ نکاح کرنے کی حاجت ہوگی، حلالہ کی حاجت دونوں صورتوں میں نہیں، حلالہ تین طلاقوں پر لازم ہوتا ہے، اور جب لازم ہوتا ہے اس کے ساقط کرنے کی کوئی صورت نہیں وکل ما ذکر فی القنیة من الحیل وغیرھا باطل لا اصل له (قنیہ میں جو حیلے ذکر کئے گئے وُہ باطل ہیں ان کی کوئی اصل نہیں۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۱۶: مرسلہ مستقیم خاں زمیندار ۱۴ صفر ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ علی محمد خاں کی بیٹی کا نکاح بھورا خاں کے ساتھ ہُوا ابھی رخصت نہ ہُوئی تھی کہ باہم نزاع ہوگیا۔ برکت اللہ خاں، مستقیم خاں، نظیر الدین خاں صُلح کے لئے گئے۔ سب کے سامنے بھورا خاں نے کہا "یہ میری زوجہ نہیں ہے میں نے اس کو پہلے چھوڑ دیا ہے" اور چند مرتبہ کہا "میں نے چھوڑ دی چھوڑ دی مجھ کو کچھ سروکار نہیں، میری بی بی نہیں ہے" اس صُورت میں طلاق ہُوئی یا

---

[1] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۴

Marfat.com

نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اس صورت میں عورت نکاح سے نکل گئی، اُس پر ایک طلاق بائن ہوگئی آدھا مہر شوہر پر واجب الادا ہُوا، عورت کو عدّت کی ضرورت نہیں جس وقت چاہے نکاح کر لے، اگر اس شوہر سابق ہی راضی ہو تو اس سے بھی نکاح ہو سکتا ہے حلالے کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱۷ مسئولہ مولٰنا حشمت علی صاحب سُنّی حنفی قادری رضوی لکھنوی متعلم مدرسہ اہلسنت وجماعت ۱۹ رجب شریف یوم جمعہ ۱۳۳۸ھ بریلی شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید نے اپنی ساس سے کہا "میں تمھاری لڑکی کو چھوڑتا ہوں میرے کام کی نہیں" اب سوال یہ ہے کہ طلاق ہُوئی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

دو طلاقیں بائن ہوگئیں، عورت نکاح سے نکل گئی، عدّت کے بعد دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے اور اگر رخصت نہ ہُوئی تھی تو عدّت کی بھی حاجت نہیں، اور اگر زید ہی سے نکاح چاہے تو اس سے بھی کر سکتی ہے عدّت میں خواہ عدّت کے بعد، جبکہ اس سے پہلے کوئی طلاق اسے نہ دے چکا ہو کہ ایسا تھا تو تین ہوگئیں، بے حلالہ نہیں ہو سکے گا،

وذٰلك لان اللفظ الاول صریح فوقع به طلاق وان لم ینو وصار الحال به حال المذاکرة واللفظ الثانی لایحتمل الرد بل السب فاستغنی عن النیة لاجل المذاکرة والواقع به بائن لانه من الکنایات غیر الثلاث المعلومة اعتدی واخیها فلحوقه جعل الرجعی الاوّل ایضا بائنا لامتناع الرجعة بالثانی فبانت بثنتین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیونکہ پہلا لفظ صریح ہے اس لئے یہ طلاق ہوتی اگر نیت نہ بھی ہو، اس سے مذاکرہ طلاق کا حال ہوگیا اور دوسرا لفظ صرف ڈانٹ کا احتمال رکھتا اور جواب نہیں بن سکتا، لہذا یہاں نیت کی ضرورت نہیں کیونکہ مذاکرہ طلاق ہو چکا ہے، اس سے بائنہ طلاق ہوتی کیونکہ یہ کنایات میں سے ہے لیکن اعتدی اور اس جیسے الفاظ کنایہ تین میں سے نہیں ہے، لہذا اس دوسرے لفظ سے پہلی صریح طلاق بھی بائنہ ہوگئی کیونکہ دُوسری بائنہ ہے جس کی وجہ سے پہلی میں رجوع ممکن نہ رہا، لہذا بیوی کو دو بائنہ طلاقیں ہُوئیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

Marfat.com

مسئلہ ۳۱۸ ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ
زید نے اپنی بی بی سے کہا کہ "جا میں نے تجھے چھوڑ دیا" اور چند مرتبہ اور چند آدمیوں کے سامنے یہی کہا کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا" مگر "طلاق" کا لفظ نہیں کہا تو طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب

اگر تین بار کہا تین طلاقیں ہوگئیں، اب بے حلالہ اس سے نکاح نہیں کر سکتا اور تین بار سے کم کہا اور عدت گزر گئی تو دوسرا نکاح آپس میں کر سکتے ہیں، اور عدت نہ گزری تو مرد کا اتنا کہنا کافی ہے کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھیر لیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱۹ از شہر بریلی محلہ ذخیرہ مسئولہ سید شرافت علی صاحب ۷ رجب مرجب ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی بیوی اپنے میکہ میں ہے، زید کے گھر سے ایک آدمی اس کو لینے گیا، اُس کے والدین نے نہیں بھیجا، دوسرے دن زید خود گیا پھر بھی نہیں بھیجا اور نہ کوئی وجہ خاص بتلائی، زید کو ناگوار ہوا اُس نے کہا کہ "اگر آپ نہیں بھیجتے تو آپ کی لڑکی کو جواب دے دوں گا اور آپ اس وقت دو چار آدمیوں کو بلا لیجئے تاکہ میں اس وقت اُن کی موجودگی میں جواب دے دوں اور قطع تعلق کر لوں"۔ زید کے خسر اور ساس نے جواب دیا کہ "نہ ہم آدمیوں کو جمع کریں گے اور نہ جواب لینا منظور ہے"۔ زید یہ کہہ کر کہ "میں اِس وقت سے جواب دیتا ہوں اور اپنا کوئی تعلق نہیں رکھتا اور کل بذریعہ رجسٹری ڈاکخانہ سے دوبارہ آپ کو اطلاع دوں گا"۔ دوسرے دن اُس نے یہ لکھ کر کہ "میں قطع تعلق کرتا ہوں اور طلاق دیتا ہوں" رجسٹری کر دی، زید کے خسر نے واپس کر دی، زید پردیس چلا گیا وہاں سے دو ماہ کے بعد آیا اس وقت زید کے ایک عزیز نے جو کہ اس کی بی بی کا قریبی رشتہ دار تھا زید سے مل کر یہ چاہا کہ بیوی سے صلح ہوجائے، زید نے اس کو یہ جواب دیا کہ "میں طلاق دے چکا ہوں اب صلح کیسی" وہ خاموش ہوگیا، چنانچہ ایک اور آدمی سے بھی زید نے یہ کہا کہ "میں اپنی بی بی کو طلاق دے چکا ہوں" اب زید معلوم کرنا چاہتا ہے کہ اُس کی بی بی کو طلاق ہوگئی یا نہیں؟

الجواب

طلاق ہوگئی اور عورت نکاح سے نکل گئی، اگر اس سے پہلے کوئی طلاق نہ دے چکا تھا تو برضائے زن اُس سے نکاح کر سکتا ہے حلالہ کی حاجت نہیں، اور اگر پہلے ایک طلاق بھی دے چکا تھا تو اب بے حلالہ نہیں کر سکتا کہ تین ہوگئیں ایک پہلے اور ایک اُس وقت اُس کا کہنا کہ "میں اس وقت سے جواب دیتا ہوں اور اپنا کوئی تعلق نہیں رکھتا" ——————— پھر لکھنا کہ "میں قطع تعلق کرتا ہوں" یہ مجموع ایک ہی ہوگی فان البائن لا یلحق البائن والنیۃ قد ظھرت

Marfat.com

(بائنہ طلاق پہلی بائنہ کے بعد نہیں آسکتی اس میں نیت کی ضرورت تھی جو کہ پائی گئی۔ ت) اور ایک اُس کا کہ "دیتا ہوں" اور رجسٹری واپس دینے سے طلاق واپس نہ ہوگی کہ بلا شرط تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲۰ از ملک متوسط شہر رامپور محلہ بیجناتھ بارہ مرسلہ منشی محمد اسحٰق مولود خواں عرائض نویس ۱۹ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسمّی طالع ور خاں نے بحالت غیظ و غضب ایک خط اپنے خسر حقیقی کے نام لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے جناب ماموں نجم خاں صاحب دام ظلہٗ بعد السلام علیکم واضح ہو میں نے آپ سے بارہا کہا کہ عمدہ کو یہاں سے مت لے جاؤ، مگر آپ لے ہی گئے بغیر رضامندی آپ نے اپنی ہی ضد کی، میں بھی اُس کے اطوار سے نہایت درجہ ناخوش تھا، اس چار مہینہ کے عرصہ میں کبھی میری خدمت نہ کی، اطوار ناشائستہ جو اس میں ہیں اُن کا دفع غیر ممکن ہے، اس سے بڑھ کر خراب عادات عمدہ میں ہیں، لہٰذا بخوشی تمام آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ اس کا نکاح کسی دوسرے شخص کے ساتھ کر دو کیونکہ جس حالت میں میرا دل اُسے خوش نہیں اور اُس کا بھی مجھ سے نہیں ایسی حالت میں ایک دوسرے کی جان کے ضرور خواہاں رہیں گے ایسا نہ ہونا سبب برضا و رغبت آپ کو اجازت دیا اس کا خرابانہ ہونا سبب دوسرے نکاح کی اجازت دیا تاکہ خدائے پاک مجھ کو اپنے فضل سے مرتکب گناہ نہ کرے اس خط کو بطور طلاقنامہ کے تصور فرمائیں اگر آپ اُس کا نکاح کرادیں گے تو مجھ کو کسی نوع کا عذر تکرار آگے نہیں اور نہ کروں گا صرف ڈیڑھ سو روپیہ نکاح میں صرف ہوا اس کا تو البتہ افسوس ہے کہ حج کا روپیہ خرچ ہوگیا مگر کیا علاج ہے کچھ چارہ نہیں، مرضیٔ مولیٰ ازہمہ اولیٰ۔ آپ اپنے دل میں بھی اس امر کا رنج نہ کریں تحریر مختصر کو کثیر تصوّر فرمائیں عمدہ سے اور مجھ سے اب کچھ سروکار نہ رہا جو رشتہ پہلے تھا وہی اب قائم رہے گا، سرمست خاں اس خط کو حرف بحرف پڑھ کر ماموں صاحب اور عمدہ کو بھی سُنا دیں تاکہ اُس پر شرعاً طلاق واجب ہوجائے کیونکہ وہ میری بلا اجازت گئی تو نکاح کے باہر ہونا اظہر من الشمس ہے فقط بندہ طالع ور خاں از مقام ساکولی۔

جس وقت یہ خط پہنچا سرمست خاں نے عمدہ اور اس کے والد نجم خاں کو سنادیا، بعد ایک ہفتہ کے طالع ور خاں اپنے خسر کے یہاں آئے اور کہنے لگے کہ میری زوجہ عمدہ کو میرے ساتھ روانہ کر دو، نجم خاں نے روبرو چند آدمیوں کے بھیجنے کا اقرار کیا پھر بعد ۲ گھنٹہ کے طالع ور خاں لینے آئے تو معلوم ہوا کہ نجم خاں دیہات پر چلا گیا، بعد چند ماہ کے نجم خاں نے طالعور خاں سے صراحۃً کہہ دیا کہ ہم لڑکی کو کیسے روانہ کریں تم نے تو طلاقنامہ لکھ کر روانہ کر دیا، پھر بائیس ۲۲ ماہ کے بعد طالعور خاں نے اپنے خسر کے نام یہ خط لکھا:

جناب ماموں صاحب! بعد سلام علیک واضح ہو میں نے یہاں پر کئی علماء سے دریافت کیا سب

Marfat.com

یہی کہتے ہیں کہ طلاق ہو چکی اس لئے عرض پرداز ہوں کہ آپ اپنی لڑکی کا نکاح کرا دیجئے مجھ سے کوئی واسطہ نہ رہا آپ بجیدہ نہ ہوں امر مجبوری ہے ورنہ کوئی صورت لانے کی کیا ہوتا فقط
پھر نو ماہ کے بعد خسر کو خط لکھا کہ فرنگی محل کے علماء سے خط بھیج کر فتوٰی طلب کیا تھا جواب آیا کہ طلاق ہو چکی مہر کے نسبت اُنھوں نے فتوٰی دیا کہ نصف مہر دینا چاہئے ۔ مگر میں اور جوابوں کا منتظر ہوں، پس عرض یہ ہے کہ صورت مرقومہ بالا میں عمدہ پر طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کن لفظوں سے؟ اور کس قسم کی؟ اور کتنی طلاق متحقق ہوئیں؟ غرض عمدہ طالعور خاں کے نکاح میں رہی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب ۔ اس خط میں آٹھ لفظ تھے ،

(۱) بخوشی تمام اجازت دیتا ہوں کہ اُس کا نکاح کسی دُوسرے کے ساتھ کردو۔

(۲) برضا و رغبت آپ کو اجازت دیا۔

(۳) اس کا خراب نہ ہونا سبب دوسرے نکاح کی اجازت دیا۔

(۴) اس خط کو بطور طلاق نامہ تصوّر فرمائیں۔

(۵) اگر آپ اُس کا نکاح کرا دیں گے تو مجھ کو کسی نوع کا عذر تکرار آگے نہیں اور نہ کروں گا۔

(۶) عمدہ سے اور مجھ سے کوئی سروکار نہ رہا۔

(۷) اس خط کو ماموں صاحب اور عمدہ کو سُنا دیں کہ اُس پر شرعاً طلاق واجب ہو جائے۔

(۸) وُہ میری بلا اجازت گئی تو نکاح کے باہر ہونا اظہر من الشمس ہے۔

ان میں لفظ چہارم صالح ایقاع طلاق نہیں کہ بطور طلاق نامہ تصوّر فرمائیں، کے صاف یہ معنٰی کہ حقیقت میں طلاق نامہ نہیں، فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے ،

امرأۃ قالت لزوجہا مرا طلاق دہ فقال الزوج دادہ انگار او کردہ انگار لایقع وان نوی کانہ قال لہا بالعربیۃ احسبی انک طالق وان قال ذلک لایقع وان نوی[1] اھ ملخصًا۔

بیوی نے خاوند کو کہا "مجھے طلاق دے" خاوند نے جواب میں کہا "تو دی ہوئی یا کی ہوئی خیال کرلے" تو طلاق نہ ہوگی اگرچہ طلاق کی نیت کی ہو کیونکہ عربی میں اس کا معنی یوں ہے "تو گمان کرلے کہ تو طلاق والی ہے" اور اگر یوں بالفاظِ عربی کہا تو طلاق نہ ہوگی چاہے طلاق کی نیت کی ہو اھ ملخصًا (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الطلاق نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۱۰

Marfat.com

اُسی میں ہے:

لوقیل لرجل اطلقت امرأتك فقال عدھا مطلقة اواحسبھا مطلقة لاتطلق امرأته[1] اھ تمام تحقیق ذٰلك فی فتاوٰنا المفصلة۔

ایک شخص نے دُوسرے سے کہا "کیا تُو نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے" اور دوسرا جواب میں کہے "تو اس کو طلاق دی ہُوئی شمار کرلے، تو مطلقہ سمجھ لے" تو بیوی کو طلاق نہ ہوگی اھ، اس کی مکمل تحقیق ہمارے مفصل فتووں میں ہے۔ (ت)

لفظ پنجم ظاہرًا ترکِ نزاع کا وعدہ ہے،

آگے بمعنی آئندہ اوھو تعلیق علی الانکاح ان ارید بقوله آگے بعد الانکاح او اخبار عن النیة فی بعض الالفاظ السابقة ان ارید به من بعد ما کتبت ھذا۔

آگے بمعنی آئندہ یا یہ نکاح کردینے پر معلّق ہے اگر اس نے "آگے" کے لفظ سے نکاح کردینے کے بعد کی نیت کی ہو، یا پہلے مذکور الفاظ میں سے کسی لفظ میں نیت کی خبر دینا ہے جبکہ اس نے وُہ لفظ لکھنے کے بعد مراد لی ہو۔ اسے محفوظ کرلو۔ (ت)

لفظ ششم بھی الفاظِ طلاق سے نہیں، سر بمعنی خیال وخواہش اور کار بمعنی حاجت ہے سروکار نہیں یعنی غرض مطلب حاجت کام نہیں، اور ان الفاظ سے طلاق نہیں ہوتی اگرچہ بہ نیتِ طلاق کہے۔ خانیہ و بزازیہ وغیرہما میں ہے:

لوقال لاحاجة لی فیك ونوی الطلاق لایقع وکذالوقال مرا بکار نیستی وکذا لو قال ما ارید ك[2]

اگر خاوند نے کہا "مجھے تجھ میں کوئی حاجت نہیں" تو طلاق کی نیت کے باوجود طلاق نہ ہوگی۔ یوں ہی اگر اس نے کہا "تُو میرے کام کی نہیں" یوں ہی اگر اس نے کہا" میں تجھے نہیں چاہتا" تو طلاق نہ ہوگی۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

اذاقال لاحاجة لی فیك اولا ارید ك او لا احبك اولا اشتھیك اولا رغبة

اگر خاوند نے یہ الفاظ کہے "مجھے تجھ میں حاجت نہیں، میں تجھے نہیں چاہتا، میں تجھے پسند نہیں کرتا،

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الطلاق نولکشور لکھنؤ ۱/۲۱۳
[2] " " " فصل فی الکنایات " " ۱/۲۱۶

Marfat.com

لی فیك فانه لایقع وان نوی[1]۔ | میں مجھے تیری خواہش نہیں تجھ میں میرے لئے رغبت نہیں" تو طلاق کی نیت کے باوجود طلاق نہ ہوگی۔ (ت)

لفظ ہشتم بھی محض لغو و غلط ہے کہ ایک باطل خیال جہاں پر نکاح سے باہر ہونا بناتا ہے بے اجازتِ شوہر عورت چلی جائے تو نکاح سے باہر نہیں ہوتی اور جو اقرار غلط بنا پر ہو معتبر نہیں۔ خانیہ میں ہے:

صبی قال ان شربت فکل امرأۃ اتزوجھا فھی طالق فشرب وھو صبی فتزوج وھو بالغ وظن صھرہ ان الطلاق واقع فقال ھذا البالغ (آرے حرام است برمن) لا تحرم امرأتہ ھو الصحیح لانہ ما اقر بالحرمۃ ابتداء وانما اقر بالسبب الذی تصادقا علیہ وذٰلك السبب باطل[2] اھ ملخصًا۔

ایک بچے نے کہا "اگر میں یہ پی لوں تو جس عورت سے بھی نکاح کروں تو اس کو طلاق" پھر اس نے دورانِ بچپن وہ چیز پی لی، پھر بالغ ہونے کے بعد اس نے کسی عورت سے نکاح کیا اور اس کے سسرال نے خیال کیا کہ اس کے مذکور قول کی وجہ سے طلاق ہوگئی ہے تو اس لڑکے نے کہا "ہاں یہ مجھ پر حرام ہے" تو اس صورت میں صحیح قول کے مطابق اس کی بیوی اس پر حرام نہ ہوگی، کیونکہ یہاں ابتداءً بیوی کو حرام نہیں کہا بلکہ اس نے اس سبب کے وجود کا اقرار کیا جس پر یہ دونوں سچے ہیں اور جس سبب پر اس نے یہ اقرار کیا وہ باطل ہے اھ ملخصًا (ت)

بقیہ چار الفاظ میں تین لفظ پیشین کا حاصل اجازتِ نکاح دینا ہے اور وہ بیشک کنایات سے ہے،

فانہ ینبئ عن رفع قید النکاح واخراجھا عن عصمۃ لنفسہ کقولہ تزوجی[3] کما فی الخانیۃ وابتغی الازواج[4] کما فی الکنز وھبتك للازواج[5] کما فی

کیونکہ یہ الفاظ نکاح کی قید کو ختم کرنے کی خبر دیتے ہیں اور اپنی عصمت سے نکالنے کی خبر دیتے ہیں جیسے کہ خاوندیوں کے "تو نکاح کر" جیسا کہ خانیہ میں ہے "تو خاوند تلاش کر" جیسا کہ کنز میں ہے

---

[1] بحر الرائق | باب الکنایات | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۳/۳۰۳
[2] فتاوٰی قاضی خاں | باب التعلیق | نولکشور لکھنؤ | ۱/۲۳۵
[3] " " " | فصل فی الکنایات | " | ۱/۲۱۶
[4] کنز الدقائق | باب الکنایات | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ص ۱۱۶
[5] فتاوٰی ہندیہ | الفصل الخامس فی الکنایات | نورانی کتب خانہ پشاور | ۱/۳۷۶

Marfat.com

الهندیة۔

"میں نے تجھ کو خاوندوں کے سپرد کیا" ہندیہ میں ہے۔ (ت)

مگر ان نین اور ان کے ساتھ کتنی ہی کنایات بائنہ ہوں سب سے ہوگی تو ایک ہی طلاق بائن ہوگی اگرچہ سب سے نیت کی ہو فان البائن لا یلحق البائن (کیونکہ بائن طلاق کے بعد دوسری بائن لاحق نہیں ہوسکتی۔ (ت)

لفظ ہفتم طلاق صریح ہے مگر اس شرط پر معلق کہ سرمست خاں، نجم خاں اور عمدہ کو حرف بحرف خط پڑھ کر سنادے،

فان لفظه "تاکہ" تفید ههنا ترتب الطلاق علی الاسماع ای ربط حصول ذاك بحصول هذا وهذا هو معنی التعلیق وفی الدرالمختار یکفی معنی الشرط[1]۔

اس لئے کہ "تاکہ" کا لفظ یہاں سنانے پر طلاق کو مرتب کرنے کے لئے ہے یعنی اس چیز کے حاصل ہوجانے پر اس چیز کا حصول بتانے کے لئے ہے اور یہی تعلیق کا معنیٰ ہوتا ہے۔ اور درمختار میں ہے کہ تعلیق کا معنیٰ ہی شرط کے لئے کافی ہوتا ہے (ت)

تو ان آٹھ لفظوں کا حاصل صرف دو لفظ رہے، ایک کنایہ جس سے بلحاظ نیت طلاق بائن پڑے گی دوسرا صریح معلق جس سے بعد تحقق شرط طلاق رجعی ہوگی صریح کا حکم تو دیانۃً و قضاءً دونوں میں ایک ہی ہے کہ اگر سرمست خاں نے خط مذکور دونوں کو حرف بحرف سنا دیا تو طلاق ہوگئی اور اگر ان میں ایک کو سنانے میں بھی کچھ کمی رہی جسے حرف بحرف سنانا نہ کہیں تو نہ ہوئی مگر حکم کنایہ یہاں مختلف ہے دیانۃً حاجت نیت ہے۔ ردالمحتار میں ہے،

لا یقع دیانۃ بدون النیۃ ولو وجدت دلالۃ الحال فوقوعه بواحد من النیۃ او دلالۃ الحال انما هو فی القضاء فقط کما هو صریح البحر وغیرہ[2]۔

کنایہ کی صورت میں نیت کے بغیر طلاق نہ ہوگی اور اگر دلالتِ حال بھی پائی جائے تو طلاق کا وقوع نیت یا دلالتِ حال میں سے ایک کے ساتھ ہوگا یہ صرف قضاءً طلاق ہوتی ہے بحر وغیرہ کی صراحت یہی ہے۔ (ت)

اور قضاء بوجہ قرائن سباق و سیاق وقوع طلاق کا حکم علی الاطلاق،

---

[1] درمختار۔ باب التعلیق مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۳۰

[2] ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۶۳

Marfat.com

فان اللفظ وان کان مما یصلح ردا کما فی الغرر والبحر والخانیۃ لکن قد حفتہ قرائن ترد معنی الرد کقولہ لھذا وقولہ ایسا نہ ہونا سبب وقولہ اس کا خرابا نہ ہونا سبب و قولہ تاکہ خدائے پاک الخ فان ھذہ التعلیلات والتفریعات لاتلائم قصد الرد کما لایخفی ودلالۃ القال کدلالۃ الحال۔

غرر، بحر اور خانیہ میں جیسا کہ مذکور ہے کہ لفظ اگرچہ جواب بن سکتا ہو مگر وہاں قرائن کا ہجوم اس کے جواب ہونے کو مردود قرار دیتا ہے، جیسا کہ یہاں "ایسا نہ ہونا سبب، اس کا خرابا نہ ہونا سبب، تاکہ خدائے پاک الخ" کے الفاظ ہیں کیونکہ یہ الفاظ تعلیل اور تفریع ہونے کی بنا پر جواب کے ارادہ سے مناسب نہیں ہیں، جیسا کہ مخفی نہیں ہے، اور دلالتِ قال دلالتِ حال کی طرح ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں نہرالفائق سے ہے، دلالۃ الحال تعم دلالۃ المقال[1] (دلالتِ حال، دلالتِ قال کو بھی شامل ہے۔ ت) مگر خط کی بنا پر وقوعِ طلاق کا حکم اسی حالت میں ہوسکتا ہے جب کہ شوہر مقر یا گواہان عادل شرعی دو مرد یا ایک مرد دو عورت سے ثابت ہو کہ یہ خط اس کا ہے ورنہ صرف مشابہت خط پر حکم نہیں۔ اشباہ میں ہے:

ان کتب علی وجہ الرسالۃ مصدرا معنونا و ثبت ذٰلک باقرارہ او بالبینۃ فکالخطاب[2]۔

اگر خط کا عنوان شروع کرکے لکھا اور پھر اس کے اقرار یا گواہوں سے ثابت ہوجائے تو یہ لکھنا زبانی خطاب کی طرح ہے۔ (ت)

پس صورتِ مستفسرہ میں حکمِ قضایہ ہے کہ اگر اس خط کا طالعو رخاں کا ہونا نہ اس کے اقرار سے ثابت نہ گواہانِ عادل سے، جب تو اصلاً حکمِ طلاق نہیں، اور اگر اقرار یا شہادت سے ثبوت ہے تو عمدہ پر طلاق بائن پڑگئی، اگر سرمست خاں نے عمدہ و نجم خاں دونوں کو حرف بحرف سنادیا جب تو دو طلاقیں بائن ہوئیں،

فان الصریح یلحق البائن والرجعی اذا لحقہ صار مثلہ لعدم امکان اثبات الرجعۃ کما فی البزازیۃ

اس لئے کہ صریح طلاق، بائنہ کو لاحق ہوسکتی ہے، اور جب بائنہ کے بعد اس کو رجعی لاحق ہو تو وہ رجعی طلاق بھی بائنہ کی طرح ہوجاتی ہے

---

[1] ردالمحتار باب الکنایات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۶۳

[2] الاشباہ والنظائر الفن الثالث احکام الکتابۃ ادارۃ القرآن کراچی ۲/۲۹۷-۹۸

Marfat.com

وغیرھا۔ کیونکہ ایسی صورت میں رجوع کا امکان نہیں رہتا جیساکہ بزازیہ وغیرہ میں ہے(ت)

ورنہ ایک ضرور ہوئی، بہرحال عمدہ نکاح سے نکل گئی، یہی تفصیل جو حکم قضائی ہے عمدہ کو اسی پر عمل واجب ہے

فان المرأۃ کالقاضی[۲] کما فی الفتح وغیرہ (کیونکہ بیوی اس میں قاضی کی طرح ہے، جیساکہ فتح وغیرہ میں ہے۔ت)

اور حکم دیانت یہ ہے کہ اگر یہ خط طالع ورخاں کا ہے اور اس نے الفاظِ کنایہ میں کل یا بعض سے نیت ازالۂ نکاح کی تو طلاق بائن ہوئی پھر اس کے ساتھ وہ خط سنانے کی شرط بھی پوری پائی گئی تو دو طلاقیں بائن ہوئیں بہرحال عمدہ نکاح سے باہر ہوئی اور اگر نیت نہ کی تو سنانے کی شرط پائے جانے کی حالت میں ایک طلاق رجعی پڑی جس میں اسے اختیار رجعت تاایام عدت تھا، اور اگر اس شرط میں بھی کمی رہی تو اصلاً طلاق نہ پڑی، یونہی اگر یہ خط اس کا نہیں جب بھی طلاق نہ ہوئی اگرچہ گواہ گواہی دیں یا خود اس نے غلط اقرار کردیا ہو،

فان الاقرار الکاذب لااثرلہ دیانۃ ھذا جملۃ القول والتفصیل فی فتوٰنا المذکورۃ۔ اس لئے کہ جھوٹے اقرار کا کوئی اثر دیانۃً نہیں ہے، یہ تمام خلاصہ کلام ہے اور تفصیل ہمارے فتاوٰی میں مذکور ہے۔(ت)

اور جب کہ عمدہ وطالع ورخاں میں خلوتِ صحیحہ ہولی ہو جیساکہ بیانِ سوال سے ظاہر ہے کہ وہ چار مہینے شوہر کے یہاں رہی تو بعد طلاق کل مہر واجب الادا ہے، نصف ساقط ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[۱] بحرالرائق کتاب الطلاق باب الطلاق الصریح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۲۵۷

[۲] ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۶۸

Marfat.com

باب تفویض الطلاق

(تفویض طلاق کا بیان)

مسئلہ ۲۲۱ از ملک بنگالہ ضلع سلہٹ پوسٹ آفس کمال گنج موضع پھول ٹولی
مرسلہ مولوی عبدالغنی صاحب ۶ رجب ۱۳۱۷ھ

ماقولکم رحمکم اللہ فی الدارین (اللہ تعالٰی دونوں جہانوں میں آپ پر رحم فرمائے آپ کا کیا ارشاد مبارک ہے۔ ت) اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنا خاتون مسمّی زینب کو طلاق دے کر ہندہ کو خطبہ کیا تب ہندہ کہے کہ اگر اس شرط پر راضی ہو تو تیرے نکاح میں آسکتی ہوں ورنہ نہیں شرط یہ ہے، بلغیر اذن ہمارے اُس خاتون مطلقہ کو یا کسی اور غیر کو نکاح میں نہ لائیں اگر لائیں تو اختیار تین طلاق کی میرے ہاتھ میں رہے، زید شرط کو قبول کیا اور ہندہ کو نکاح میں لاکر پانچ چھ مہینے رہا پھر زید نے زینب کو بہ نکاح گھر میں لایا ہندہ خفا ہو کر زینب کے ساتھ تھوڑی دیر جنگ و خصومت کے بعد اُس کے کہا کہ اب میں مطابق اقرار نامہ نہیں رہ سکتی ہُوں کہہ کر گھر سے نکل گئی اس قولِ ہندہ کے ساتھ گواہ بھی شرط ہے یا نہیں، اور اس طرح کے اختیار کرنا صحیح ہوگا یا نہیں، اور بعد آٹھ نو مہینے کے ولیِ ہندہ نے جاکر زید سے طلاق مانگا زید نے کہا کہ جو میں نے ستّر روپے مہر بانو کو دیا تھا واپس دے دو تب طلاق دُوں گا بحسب کہنے زید کے ستّر روپے جو کہ بابت مہر تھے واپس دے کر طلاق دلایا صحیح ہے یا لغو، بعد اس طلاق کے ہندہ پر عدّت واجب ہے یا نہیں؟ اگر عدت کے اندر ہندہ بکر کے ساتھ نکاح بیٹھے تو وُہ نکاح شرعاً حرام ہے یا حلال؟ بیّنوا توجروا۔

Marfat.com

الجواب

قطع نظر اس سے کہ زید و ہندہ میں جو یہ گفت گو قبل از نکاح ہوئی، اس میں تعلیق صحیح شرعی و اضافۃ الی الملک کہاں تک متحقق تھی کہ اگر اس وقت الفاظ ناکافیہ تھے تو خاص عقد نکاح میں بھی اس شرط کا ذکر آیا یا نہیں، آیا تو کن الفاظ سے؟ اور ایجاب میں تھا یا قبول میں؟ ان تفاصیل پر نظر کے بعد یہ واضح ہوگا کہ ہندہ کو اس قرارداد کی بناء پر بر تقدیر نکاح زینب بے اذنِ ہندہ اپنے نفس کو تین طلاق دے لینے کا اختیار حاصل بھی ہوا یا نہیں، صورت یہی فرض کر لیجئے کہ شرعاً اختیار حاصل ہوگیا تھا پھر بھی اس کے معنی یہ ہیں کہ بعد تحقق شرط جس مجلس میں ہندہ کو نکاح زینب کی اطلاع ہو اس مجلس میں بے کسی کلام اجنبی کے اپنے نفس کو طلاق دے لے، یہ کہہ کر چلا جانا کہ اب میں مطابق اختیار نامہ رہ نہیں سکتی ہوں طلاق نہیں، اور جب اپنے نفس کو بے طلاق دئے چلی گئی مجلس بدل گئی اور اختیار جاتا رہا، بلکہ اگر یہ کہنا طلاق ہی فرض کیا جائے تاہم اس سے پہلے زینب سے جنگ و جدل کلام فضولی و اجنبی کیا ان سے بھی مجلس بدل گئی اور اختیار نہ رہا، درمختار میں ہے:

مایوقعه غیرہ باذنه وانواعه ثلثه تفویض وتوکیل ورسالة والفاظ التفویض ثلثة تخییر وامر بید ومشیئة، قال لها اختاری او امرك بیدك ینوی تفویض الطلاق اوطلقی نفسك، فلها ان تطلق فی مجلس علمها به مشافهة او اخبارا و ان طال یوما او اکثر مالم یوقته ویمضی الوقت قبل علمها مالم تقم لتبدل مجلسها حقیقة اوحکما بان تعمل مایقطعه مما یدل علی الاعراض[1]

خاوند کی اجازت سے دوسرا کوئی شخص طلاق واقع کرے تو اس کے لئے تین طریقے ہیں: تفویض، توکیل اور خط یا قاصد۔ بیوی کو طلاق کا حق تفویض کرنے کیلئے تین الفاظ ہیں: بیوی کو طلاق کا اختیار، یا معاملہ طلاق سپرد کرنا، یا اس کی مرضی پر رضامندی ظاہر کرنا، لہذا بیوی کو کہا "اختیار کرلے" یا "تیرا معاملہ تیرے سپرد"، تو تفویض طلاق ہوگی۔ یا اس کو کہا "تو اپنے آپ کو طلاق دے" تو ان صورتوں میں بیوی کو جس مجلس میں اس تفویض کا علم ہوا اس مجلسِ علم میں وہ بالمشافہہ یا بطور اطلاع اپنے اختیار کو استعمال کرسکتی ہے، اگر خاوند نے یہ اختیار کسی وقت کے ساتھ مخصوص نہ کیا ہو تو یہ مجلس ایک پورا دن یا اس سے بھی زیادہ ہوسکتی ہے اور اختیار کو کسی وقت سے مخصوص کیا ہو اور وہ وقت بیوی کے علم سے قبل ختم ہوگیا تب

---

[1] درمختار باب تفویض الطلاق مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۶

Marfat.com

بھی بیوی کو مجلسِ علم میں اختیار باقی ہوگا بشرطیکہ اس مجلسِ علم میں کوئی تبدیلی اُٹھنے یا اُٹھنے کے مترادف کوئی کام یا بات کرنے سے نہ آئی ہو کیونکہ ایسی بات یا کام حقیقۃً یا حکماً مجلس کی تبدیلی قرار پائے گا، مثلاً کسی ایسے کام میں وہاں ہی مصروف ہو جائے جس سے یہ سمجھا جائے کہ اس نے اختیار کو چھوڑ دیا اور ختم کر دیا ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ودخل فی العمل الکلام الاجنبی[1] | ایسے کام میں اجنبی اور اختیار سے لاتعلق کلام بھی اعراض سمجھا جائے گا۔ (ت)

پس صورتِ مستفسرہ میں وہ اختیار ہرگز صحیح نہ ہُوا نہ اُس وقت تک ہندہ پر کوئی طلاق پڑی، ہاں جب ولیِ ہندہ نے طلاق مانگی اور زید نے مہر واپس لے کر طلاق دی، یہ طلاق بیشک صحیح ہُوئی اور اسی طلاق کے وقت سے ہندہ پر عدت لازم آئی، اگر ختمِ عدت سے پہلے بکر وغیرہ زید کے سوا کسی سے نکاح کرے گی باطل محض وحرام قطعی ہوگا،

قال اللہ تعالٰی والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروء[2] واللہ تعالٰی اعلم۔ | اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے: طلاق والی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض ختم ہونے تک عدت میں پابند رکھیں۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۲۲: از بنگالہ ضلع سلہٹ ڈاکخانہ کمال گنج موضع پھول ٹولی مرسلہ مولوی عبدالغنی صاحب ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی الدارین (اللہ تعالٰی دونوں جہانوں میں آپ پر رحم فرمائے آپ کا کیا فرمان ہے۔ت) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی اگلی خاتون مسمّاۃ زینب کو طلاق دے کر ہندہ سے شرط پر نکاح کیا کہ اگر بلااذن ہندہ اپنے اگلے خاتون مطلقہ کو یا اور دوسری کسی کو اپنے نکاح میں لائے تو ہندہ کو تین طلاق کا اختیار ہے خواہ کہ طلاق کو اختیار کرکے اپنے نفس کو چھڑائے یا مرضیِ شوہر پر رہے۔ اب زید بلااذنِ ہندہ اپنی اگلی خاتون مطلقہ کو بہ نکاح گھر میں لایا اس صورت میں ہندہ کو اختیار ایقاع طلاق کے واسطے مجلس شرط ہے یا نہیں، ہندہ دعوٰی کرتی ہے کہ بمجرد آتے ہی زینب کے اپنے نفس کو اختیار کرلیا تھا زید اور دو عورت حاضر مجلس ہندہ سے کہتے ہیں ہندہ نے کوئی بات

---

[1] ردالمحتار باب تفویض الطلاق دارا حیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۷۶

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۸

Marfat.com

نہ ہی بلکہ گھر سے باہر گئی اور زینب سے جنگ و خصومت کی، اس اختلاف میں عند الشرع قول
ہندہ معتبر؟ مع الدلیل بیان فرمائیں، اگر ہندہ اس دعوٰی مذکورہ کے بنا پر بعد تمیز بکر کے گھر
بیٹھے تو یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ اور باوجود اس دعوٰی مذکورہ کے ہندہ نے زید سے خلع کیا تو یہ خلع
معتبر ہے یا نہیں؟ معترض کہتا ہے اگر وہ دعوٰی ہندہ صحیح ہوتا تو کیوں خلع کیا، ہندہ کہتی ہے بسبب
حاکم خلع کیا تھا، نہ کہ عدم اختیار نفس سے۔ اختلافِ زوجین کی صورت میں قولِ زوجہ عالمگیری میں ثابت ہے
جیسا کہ،

واذا جعل امرها بیدها وطلقت نفسها و قال الزوج انما طلقت نفسك بعد اشتغالك بكلام او بعمل وقالت بل طلقت نفسی فی ذلك المجلس من غیر ان اشتغل بكلام اٰخر وبشیء اٰخر فالقول قولها وقع الطلاق كذا فی فصول الاستروشنی۔[۱] انتهی۔

اگر خاوند نے بیوی کو اس کی طلاق کا معاملہ اس کے ہاتھ میں دے دیا، اور بیوی نے اس پر اپنے آپ کو طلاق دے دی اور خاوند نے کہا کہ تو کسی دوسرے کام میں مشغول ہو گئی تھی، یا دوسری بات میں مشغول ہو چکی تھی، اور اس کے بعد تو نے طلاق دی ہے اور بیوی نے خاوند کے اس الزام کا انکار کرتے ہوئے کہا "نہیں بلکہ میں نے اسی مجلس میں اپنے آپ کو طلاق دے دی ہے میں کسی دوسرے کام میں مشغول یا اجنبی بات میں مشغول نہیں ہوئی" تو بیوی کی بات معتبر ہوگی، اور بیوی کی دی ہوئی طلاق واقع ہو جائے گی۔ استروشنی کے فصول میں یوں ہی مذکور ہے۔ انتہی (ت)

اس صورت مسطورہ میں عند الشرع کس کی دلیل معتبر ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں قولِ زوج قسم کے ساتھ معتبر ہے، ہندہ جھوٹی۔ ہاں اگر گواہان عادل شرعی دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کی شہادت سے ثابت نہ کرے کہ میں نے اسی مجلس میں اپنے نفس کو طلاق دے لی تھی اس کی بات ہرگز نہ سنی جائے گی نہ اسے بکر سے نکاح کی اجازت ہوگی، خلع جو کیا صحیح ہے خلع کی عدت گزر کر جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے، اس صورت واقعہ اور صورت مسئلہ فتاوٰی عالمگیری میں فرق عظیم ہے وہاں شوہر کو بھی تسلیم تھا کہ عورت نے اپنے نفس کو طلاق دی مگر یہ کہتا تھا کہ اس کا یہ طلاق دینا باطل واقع ہوا کہ بعد تبدل مجلس تھا، یہ صراحۃً خلافِ ظاہر ہے کہ جب عورت نے بعد تخییر طلاق کا قصد کیا تو ظاہر یہی ہے

---

[۱] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فی الامر بالید نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۹۱

کہ ایسے ہی وقت طلاق دی جس سے اُس کا یہ قصد پورا ہو یعنی مجلس بدلنے سے پہلے، تو اُس صورت میں شوہر خلافِ ظاہر دعویٰ کرتا تھا لہٰذا قول عورت کا معتبر ہوا، اور یہاں شوہر سرے سے ایقاعِ طلاق ہی کا اقرار نہیں کرتا بلکہ کہتا ہے کہ ہندہ بے طلاق دئے چلی گئی، اور ہندہ دعویٰ طلاق کرتی ہے تو وُہ زوالِ نکاح کی مدعیہ اور شوہر منکر ہے، لہٰذا قولِ شوہر معتبر ہے، اور اختیارِ طلاق دِئے جانے سے خواہی نخواہی یہ ظاہر نہیں کہ عورت طلاق ہی اختیار کرے گی، جامع الفصولین میں ہے:

ت (ای الزیادات) قال امرك بیدك فطلقت نفسها فقال انما طلقت نفسك بعد الاشتغال بكلام او عمل وقالت بل طلقت نفسی فی ذٰلك المجلس بلا تبدل فالقول قولها لانه وجد سببه باقرارہٖ محم (ای مختصر الحاکم) قال خیرتك امس فلم تختاری وقالت قد اخترت فالقول قوله شخ (ای شمس الائمة السرخسی) قال لِقِنّه جعلت امرك بیدك فی العتق امس فلم تعتق نفسك قال القن فعلته لایصدق اذ المولٰی لم یقر بعتقه لان جعل الامر بیده لا یوجب العتق مالم یعتق القن نفسه والقن یدعی ذٰلك والمولٰی ینکرہ ولا قول للقن فی الحال لانه یخبر بما

ت (یعنی زیادات) میں ہے خاوند نے بیوی کو کہا کہ "تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے" تو اس پر بیوی نے اپنے آپ کو طلاق دے دی، اس کے بعد خاوند نے اسے کہا کہ تُو نے اختیار کے بعد مجلس میں کسی تبدیلی کے بغیر اپنے کو طلاق دی ہے تو اس صورت میں بیوی کی بات معتبر ہوگی کیونکہ بیوی کی تصدیق کا سبب خاوند کا اپنا اقرار ہے کہ (بیوی نے طلاق دی ہے) وُہ پایا گیا ہے محم (یعنی مختصر الحاکم)، خاوند نے بیوی کو کہا "میں نے تجھے کُل اختیار دیا تھا تو نے اپنا اختیار استعمال نہ کیا" تو جواب میں بیوی نے کہا "میں نے اختیار کو استعمال کرلیا ہے"، تو خاوند کی بات معتبر ہوگی شخ (یعنی شمس الائمہ سرخسی)، مالک نے اپنے غلام کو کہا کہ "میں نے تجھے کُل آزاد ہونے کا اختیار دیا تو تُو نے اپنے آپ کو آزاد نہ کیا"، تو غلام نے کہا "میں نے کرلیا ہے"، تو غلام کی بات معتبر نہ ہوگی کیونکہ مالک نے اس کی آزادی کا اقرار نہ کیا، کیونکہ محض آزادی کا اختیار دینا عتق کو لازم نہیں کرتا جب تک مالک کے اختیار پر غلام اپنے آپ کو آزاد نہ کرلے، جبکہ غلام اس کا مدعی ہے اور مالک

Marfat.com

لایملك انشاءٗ لخروج الامر من یدہ بتبدل مجلسه وکذا لو قال اعتقتك علی مال امس فلم تقبل فقال القن قبلت فالقول للمولی وکذا ھذا کله فی الطلاق وفی امرك بیدك[1] اھ ملخصًا۔

انکار کرتا ہے اور اس گفتگو میں غلام کا نے اپنے آپ کو آزاد کرلیا ہے یا اس چیز کی جس کی انشاء کا ابھی تک وہ مالک نہیں بنا تو فی الحال قول نہیں ہے، کیونکہ اب مجلس بدلنے کی وجہ سے اختیار اس کے ہاتھ سے نکل چکا ہے، اور یونہی اگر کہ "میں نے کل تجھے مال کے عوض آزادی کا اختیار دیا تھا جسے تُو نے قبول نہ کیا"، تو غلام نے کہا "میں نے قبول کرلیا تھا" تو مالک کی بات معتبر ہوگی۔ اور یہ تمام صورتیں طلاق اور بیوی کے ہاتھ میں اختیار دینے کے متعلق ہیں اھ ملخصًا (ت)

بحرالرائق میں ہے:

الفرق بینھما ان فی المسئلة الاولی اتفقا علی صدور الایقاع منھا بعد التفویض، والزوج یدعی ابطال ایقاعھا فلا یقبل منه[2] الخ۔ واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

مذکورہ صورتوں میں فرق یہ ہے کہ پہلے مسئلہ میں خاوند و بیوی دونوں اختیار کے بعد مجلس میں اختیار کو استعمال کرنے پر متفق ہیں مگر خاوند بیوی کے حق کو باطل کرنے کا مدعی ہے اس لئے اس کی بات مقبول نہ ہوگی الخ واللہ سبحانہ و تعالٰے اعلم (ت)

مسئلہ ۳۲۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک عورت سے قبلِ نکاح یہ قرار دیا کہ اگر میں دوسرا نکاح کسی اور عورت سے کروں تو تجھ کو اختیار ہے کہ تُو اپنے آپ کو طلاق دے لے، اُس شخص نے دُوسرا نکاح کرلیا، عورت اپنے آپ کو فورًا حسبِ اختیار طلاق دے لے اور شوہر اس پر رضامند نہ ہو تو طلاق ہوگی یا نہیں؟ اور قبلِ نکاح یہ شرط جائز تصور ہوگی یا نہیں؟

الجواب

اگر لفظ جو اُس شخص نے اس عورت سے قبلِ نکاح کہے اسی قدر اور یُونہی ہیں جس طرح سوال میں

---

[1] جامع الفصولین الفصل الثالث والعشرون فی الامر بالید ومتعلقه اسلامی کتبخانہ بنوری ٹاؤن کراچی ۱/۳-۶۲
[2] بحرالرائق فصل فی الامر بالید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۳۲۶

Marfat.com

مذکور ہوئے تو اس صورت میں عورت کو بر تقدیر نکاح ثانی کوئی اختیار طلاق دے لینے کا حاصل نہ ہوا اس کا اپنے نفس کو طلاق دینا کافی نہیں جب تک شوہر اس طلاق کو نافذ نہ کرے،

فان الملك او الاضافة اليه لابد منه ولم يوجد او طلاق الفضولی يتوقف عندنا علی اجازة الزوج۔

کیونکہ طلاق دینے وقت ملکیت یا اس کی طرف نسبت کا موجود ہونا ضروری ہے جبکہ یہاں یہ موجود نہیں، یا یہ کہ یہ فضولی کی طلاق ہے جبکہ فضولی کی طلاق خاوند کی اجازت پر موقوف ہوتی ہے (ت)

پیش از نکاح جو ان الفاظ سے شرط کی جائے لغو و مہمل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۴ از بنگالہ ۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اس شرط پر زینب سے نکاح کیا کہ اگر تم کو چھ مہینے تک بے خوراک و بے خبری چھوڑوں گا تو اختیار ایقاع تین طلاق کی ملک تیرے ہاتھ دے دیا، اب زید نے بعد ایک سال کے اپنی منکوحہ کو خوش و راضی کرکے فی ماہ خوراک مقرر کرکے واسطے کسی کام کے سفر میں گیا اور تین گواہ بھی موجود ہیں، اب بعد چند روز کے منکوحہ زید دعوٰی کرتی ہے کہ میری طلاق واقع ہوگئی، آیا یہ دعوٰے زینب صحیح ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر الفاظِ شرط کہ زید نے کہے یہی ہیں جو سوال میں مذکور ہوئے تو اس میں چار صورتیں ہیں:

اوّل یہ لفظ زید نے پیش از نکاح کہے اگرچہ اُسی وقت معاً نکاح کرلیا۔

دوم خاص ایجاب وقبول میں یہ شرط کی اور ابتدائے ایجاب اس شرط کے ساتھ جانبِ زید سے تھی یعنی زید نے کہا میں تجھے اپنے نکاح میں لایا اس شرط پر کہ اگر تجھ کو چھ مہینے تک الخ، زینب نے کہا میں نے قبول کیا۔

سوم شرط خود عقد میں تھی اور ابتدائے ایجاب زینب کی طرف سے مثلاً زینب یا اس کے وکیل نے کہا میں نے اپنے نفس یا اپنی مؤکلہ زینب بنت فلاں بن فلاں کو تیرے نکاح میں دیا اس شرط پر کہ اگر تو چھ مہینے تک الخ، زید نے کہا میں نے قبول کیا، یا زینب خواہ وکیل نے کہا میں نے اپنے نفس یا مؤکلہ مذکورہ کو تیرے نکاح میں دیا، زید نے کہا میں نے قبول کیا اس شرط پر کہ اگر میں تجھ کو چھ مہینے تک الخ۔

چہارم یہ شرط بعد تحقق ایجاب وقبول کی، پہلی دو صورتوں میں سرے سے یہ تفویض طلاق یعنی زینب کو بشرطِ مذکور طلاق کا اختیار دینا ہی صحیح نہ ہُوا، اگر بالفرض زید چھ برس بے نفقہ و بے خبر گیری چھوڑے اور

Marfat.com

زینب سو بار اپنے نفس کو طلاق دے طلاق نہ پڑے گی،

لان التفویض تعتمد الملك او الاضافة الیه ولم یوجد۔

کیونکہ تفویض کا دارومدار ملکیت یا اس کی طرف نسبت پر ہے جو کہ یہاں موجود نہیں ہے۔ (ت)

فتاوی قاضی خاں وغیرہ میں ہے:

المرأة اذا کانت من الزوج کان التفویض بعد النکاح لان الزوج لما قال بعد کلام المرأة قبلت والجواب یتضمن اعادة ما فی السؤال صار کانه قال قبلت علی ان یکون الامر بیدك فیصیر مفوضا بعد النکاح[1] اھ مختصراً۔

بیوی نے خاوند سے طلاق کا اختیار طلب کیا تو اب خاوند نے تفویض کی ابتداء کی تو یہ تفویض نکاح کے بعد متصور ہوگی کیونکہ اگر بیوی کے جواب میں صرف قبلت (میں نے قبول کیا) کہا، تو یہ تفویض نکاح کے بعد اس لئے ہوگی کہ سوال کا جواب میں اعادہ معتبر ہوتا ہے گویا کہ یُوں کہا میں نے قبول کیا کہ معاملہ تیرے ہاتھ میں ہو اھ مختصراً (ت)

اور پچھلی دو صورتوں میں تفویض صحیح ہوگئی، اب اگر زید نے بعد نکاح چھ مہینے تک بے نفقہ وخبرگیری نہ چھوڑا تو بھی زینب پر طلاق ہونے کے کوئی معنی نہیں لعدم تحقق الشرط (شرط نہ پائے جانے کی وجہ سے۔ ت) اور اگر شرط مذکور پائی گئی تو جس وقت چھ مہینے گزرے زینب کو اپنی طلاق دے لینے کا اختیار تو ضرور حاصل ہوا مگر یہ اختیار اُسی جلسہ تک رہے گا اگر مجلس بدل لی یا کوئی فعل یا قول زینب سے ایسا صادر ہو جو اپنے آپ کو طلاق دینے سے اجنبی ہو تو وہ اختیار فوراً جاتا رہا اب چاہے سو بار اپنے نفس کو طلاق دے نہ ہوگی مثلاً جس وقت چھ مہینے گزرے زینب ایک جگہ بیٹھی تھی وہاں سے کھڑی ہوگئی یا کھڑی تھی چلنے لگی یا کھانا مانگا یا کنگھی کی یا کسی سے کوئی اجنبی بات اس معاملے کے علاوہ کہی اُس کے بعد اپنے آپ کو طلاق دی ہرگز نہ پڑے گی اور اگر اسی جلسہ میں بغیر کسی ایسے قول وفعل اپنے آپ کو طلاق دے سب سے پہلے یہی بات کی تو بیشک طلاق ہوگئی۔

فتاوی ہندیہ میں ہے:

التفویض المعلق بشرط اما ان یکون مطلقا عن الوقت واما ان یکون موقتا فان کان مطلقا بان قال اذا قدم فلان فامرك بیدك فقدم فلان فامرھا بیدھا اذا علمت فی مجلسھا الذی

وہ تفویض جو کسی شرط سے معلق ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں، وقت مقرر ہوگا یا وقت مقرر نہ ہوگا۔ اگر شرط کے ساتھ وقت مقرر نہ ہو جیسے یُوں کہے "تیرا معاملہ تیرے ہاتھ ہے جب فلاں شخص آجائے تو

---

[1] فتاوی قاضی خاں فصل فی النکاح علی الشرط نولکشور لکھنؤ ۱/۱۵۲

Marfat.com

قدم فیہ[1] الخ

اس صورت بیوی کو فلاں کے آنے کی اطلاع والی مجلس میں اپنا اختیار حاصل ہوجائے گا الخ (ت)

اُسی میں ہے :

اذا قامت عن مجلسها قبل ان تختار نفسها وکذا اذا اشتغلت بعمل اٰخر یعلم انه کان قاطعا لما قبله کما اذا دعت بطعام لتأکله او نامت او نشطت او اغتسلت او اختضبت او جامعها زوجها او خاطبت رجلا بالبیع والشراء فهذا کله یبطل خیارها کذا فی السراج الوهاج[2]۔

اگر بیوی مجلس میں اپنے کو طلاق دینے سے قبل اُٹھ کھڑی ہُوئی یا کسی دوسرے کام میں مصروف ہوگئی جس سے معلوم ہوجائے کہ یہ اختیار کے لئے قاطع ہے مثلاً بیوی اس مجلس میں اختیار استعمال کرنے سے قبل کھانے کے لئے کھانا طلب کرلے یا کنگھی کرنا شروع کردے یا غسل شروع کردے یا خضاب مہندی لگانا شروع کردے یا خاوند سے ہمبستری شروع کردے یا کسی دوسرے شخص سے خرید وفروخت کی بات شروع کردے، تو یہ تمام افعال اس کے اختیار کو باطل کردیں گے۔ سراج الوہاج میں ایسے ہی مذکور ہے (ت)

درمختار میں ہے :

والفلك لها کالبیت وسیرها کسیرها حتی لایتبدل المجلس بجری الفلك ویتبدل بسیر الدابة[3] الخ۔

کشتی، گھر کی طرح ہے، اور سواری کا چلنا عورت کے اپنے چلنے کی طرح ہے حتی کہ مجلسِ اختیار تبدیل نہ ہوگی جب کشتی چلتی رہی ہو مگر سواری کے چلنے پر مجلس تبدیل ہوجائے گی الخ (ت)

بالجملہ صورت مستفسرہ میں زینب پر طلاق ہونے کے لئے تین امور ضرور :

ایک یہ کہ وہ تفویض جانب زوج سے صحیح واقع ہُوئی یعنی بعد نکاح یہ اختیار دیا ہو یا وقت نکاح اس طور پر کہ ابتدائے ایجاب عورت کی طرف سے ہو۔

دوسرے یہ کہ بعد نکاح چھ مہینے بے نفقہ وخبرگیری گزرے ہوں۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ — الفصل الثانی فی الامر بالید — نورانی کتب خانہ پشاور — ۱/۳۹۶

[2] ؍؍ ؍؍ — الباب الثالث فی تفویض الطلاق — ؍؍ ؍؍ — ۱/۳۸۷

[3] درمختار — باب تفویض الطلاق — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۲۲۷

Marfat.com

تیسرے یہ کہ اُن کے گزرتے ہی اسی مجلس میں بے کسی اجنبی بات کے زینب نے اپنے آپ کو طلاق دے لی ہو۔

ان تین امور سے اگر ایک بھی کم ہے دعویٰ طلاق محض غلط و باطل ہے اب اگر زید ان تینوں باتوں کے وجود کا معترف ہو تو آپ ہی طلاق ثابت ہو جائے گی، اور اگر اُن میں بعض کا منکر ہو تو امر اول و دوم میں زینب پر گواہ دینے ضرور ہیں شہادتِ شرعیہ سے ثابت کرے کہ شوہر نے اُسے تفویض طلاق بروجہ مقبول شرعی کی اور چھ مہینے بے نفقہ و خبرگیری گزر گئے اگر گواہانِ عادل سے اسے ثابت نہ کرسکے گی تو زید کا قول قسم کے ساتھ مان لیا جائیگا اور طلاق ثابت نہ ہوگی، اور امر سوم میں اگر زید کو سرے سے بعد حصول شرط زوجہ کی جانب سے ایقاع طلاق صادر ہونے ہی کا انکار ہے جب بھی گواہ ذمہ زینب ہیں اور اگر ایقاع بھی زید کو تسلیم ہے تو گواہ دینا زید پر لازم ہے یعنی صحت تفویض و انقضائے ششماہی و ایقاع طلاق زید کو تسلیم یا گواہوں سے ثابت ہے اور تنقیح صرف اس بات کی باقی ہے کہ اُس مدت گزرنے پر زینب نے اُسی مجلس میں اپنے آپ کو طلاق دے لی یا بعد، زینب کہتی ہے اُسی وقت میں نے طلاق دے لی تھی اور زید منکر ہے، تو اس کا بارِ ثبوت زید پر ہے، یہ گواہوں سے ثابت کرے کہ جس وقت چھ مہینے گزرے ہیں زینب بے طلاق دئے ہُوئے کسی اور کام میں مشغول ہوگئی اگر ثابت کردے گا طلاق نہ ہوگی ورنہ زینب کا قول قسم کے ساتھ مان لیا جائے گا اور طلاق ثابت کردیں گے، درمختار میں ہے:

قالت طلقت نفسی فی المجلس بلا تبدل وانکر فالقول لہا جعل امرھا بیدھا ان ضربہا بغیر جنایۃ فضربہا ثم اختلفا فالقول لہ لانہ منکر وتقبل بینتہا علی الشرط المنفی کما سیجیئ[1]۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

بیوی نے کہا میں نے مجلس تبدیل کئے بغیر اپنے آپ کو طلاق دے دی ہے، اور خاوند اس کا انکار کرتا ہے تو بیوی کی بات معتبر ہوگی، مرد نے عورت کو طلاق کا اختیار دیا اگر وہ اس کو بغیر قصور مارے، پھر خاوند نے بیوی کو پیٹ دیا تو اب بغیر قصور پیٹنے کی شرط پائے جانے میں خاوند بیوی کا اختلاف ہُوا تو خاوند کا قول معتبر ہوگا کہ وہ منکر ہے، اگر عورت شرط کے نہ پائے جانے کے موقف پر خاوند کے خلاف شہادت پیش کرے تو قبول کی جائے گی، جیسا کہ عنقریب ذکر آئیگا۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔)

مسئلہ ۲۲۰: از ملک بنگالہ ضلع سلہٹ مرسلہ مولوی عبدالحکیم صاحب ۲۱ شعبان ۱۳۲۰ھ

چہ مے فرمایند علمائے دین شرع متین اندریں مسئلہ کہ عبدالکریم میاں مسماۃ ٹکخبنگ بی بی را

علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ عبدالکریم نے مسماۃ ٹکخبنگ بی بی سے

[1] درمختار باب الامر بالید مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۹

Marfat.com

در عقد نکاح خود آورد و از بطن مذکورہ دخترے تولد شد بعد ازاں عبدالکریم از کسے وجہ ناراضی بانو موصوفہ را طلاق بائن داد ۔ بی بی مذکور از مکان عبدالکریم بمکان دیگر رفت بعد ازاں عبدالکریم مسماۃ مائتون بی بی را نکاح کرد و نامہ بطور کابین بریں مضمون نوشتہ داد کہ بغیر تو ہیچ زن را خواہ ٹلکھنبنگ بی بی باشد یا زن دیگر در نکاح من نیارم اگر آرم و آں زن دیگر در باب چوکھٹ پائے دارد پس ترا اختیار طلاق ثلثہ است بہر وقتے کہ باید خود را از نکاح من خارج کردہ با شوہر دیگر نکاح توانی کرد، اگر در آں وقت دعوے زوجیت بحکم خلاف شریعت و قانون انگریزی خواہد شد نوشتہ بدست مائتون بی بی داد و چند کس را از مجلس مسلمین گواہ کرد پس از چند روز عبدالکریم قول خود را خلاف نمودہ بانو اول ٹلکھنبنگ بی بی را بمکان خود آورد بعد ازاں میان ہر دو زن جنگ و جدال شد ٹلکھنبنگ از شجاعت و دلیری خود مائتون بی بی را از مکان عبدالکریم بیروں کرد پس مائتون بی بی جبراً روزے بمکان والد عبدالکریم ماندہ بروز دیگر سخنہائے کہ ضرۂ خود دیروز شدہ بود بیان کردہ گفت کہ من بمطابق اقرار نامہ سہ طلاق خود را اختیار می روم و بمکان والدین رفت بعد ازاں عبدالکریم قول خود را خلاف اقرار نامہ کردہ دعوی زوجیت کرد پس مائتون بی بی بعد چہار ماہ بخوف جنگ و جدال شوہرے خود را ہفتاد

نکاح کیا اور اُس کے بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی ، اس کے بعد عبدالکریم نے بانو موصوفہ کو بائن طلاق دے دی اور وُہ عبدالکریم کے مکان سے دوسرے مکان واپس چلی گئی ، پھر عبدالکریم نے مسماۃ مائتون سے نکاح کیا اور نکاح نامہ میں یہ تحریر کر کے مائتون بی بی کو دے دیا کہ "وہ تیرے بغیر ٹلکھنبنگ بی بی یا کسی دوسری عورت سے نکاح کروں تو وُہ جب دروازے کی چوکھٹ پر قدم رکھے تو تجھے تین طلاقوں کا اختیار دیتا ہوں کہ تو جس وقت چاہے میرے نکاح سے خارج ہو جائے اور دُوسرے جس شخص سے چاہے نکاح کر سکتی ہے ، اگر اُس وقت میں تجھ پر زوجیت کا دعوٰی کروں تو یہ دعوٰی شریعت اور انگریزی قانون کے خلاف متصور ہو گا" اس تحریر پر چند جانے مسلمانوں کو گواہ بنایا ، اس کے بعد چند روز میں ہی عبدالکریم نے اپنے وعدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پہلی بیوی ٹلکھنبنگ بی بی کو اپنے مکان پر لے آیا جس کے بعد دونوں بیویوں میں جھگڑا شروع ہو گیا اور ٹلکھنبنگ بی بی نے اپنی جرأت اور دلیری سے مائتون بی بی کو عبدالکریم کے مکان سے نکال دیا تو مائتون بی بی ایک روز زبردستی عبدالکریم کے والد کے گھر ٹھہری اور وہاں عبدالکریم کے والد کو اپنی سوکن کے ساتھ ہونے والی گزشتہ روز کی کہانی سنائی اور کہا کہ میں نکاح نامہ پر تحریر شدہ عبدالکریم کے اقرار کے مطابق اپنے آپ کو طلاق دیتی ہوں اور اپنے اختیار کو استعمال کرتی ہوں ، وُہ یہ کہہ اپنے والدین کے

Marfat.com

روپیہ دادہ خلع کرد و عبدالکریم مائتون بی بی را سہ
طلاق داد پس مائتون بی بی بعد یک روز با مرد
دیگر نکاح خود کرد پس ایں نکاح جائز شد یا نہ،
با براہین شرعیہ و دلائل قویہ باید نوشت، مخفی نماند
کہ از سہ سال در بارۂ ایں مسئلہ اختلاف ست،
بینوا توجروا۔

گھر چلی گئی، اس کے بعد عبدالکریم نے اپنے اقرارنامہ
کے برخلاف مائتون بی بی پر اپنی زوجیت کا دعویٰ
کردیا، تو مائتون بی بی نے جنگ و جدال سے بچتے
ہوئے عبدالکریم کو اس کے دعوٰی کے عوض ستر روپے
خلع کے طور پر چار ماہ بعد ادا کر دئے، تو عبدالکریم
نے اس وقت مائتون بی بی کو تین طلاقیں دیں، تو
اس کے ایک روز بعد مائتون بی بی نے دوسرے شخص سے نکاح کرلیا، تو کیا اس کا یہ نکاح جائز ہے یا
نہیں؟ براہین شرعیہ اور دلائل قویہ سے جواب لکھا جائے۔ یاد رہے کہ اس مسئلہ میں تین سال سے
اختلاف چلا آرہا ہے، بینوا توجروا۔

الجواب

اگر عبدالکریم آں نامہ پیش از نکاح نوشت و
آنجا الفاظ ہمیں قدر بود کہ سائل ذکر نمود بزنے
گرفتن مائتون شرطا بالتصریح مذکور نبود مثلاً اگر
ترا نکاح کنم و باز بر تو زنے دیگر بزنے گیرم و او بخانہ
ام آید پس ترا اختیار سہ طلاق ست الخ پس دریں
صورت آں نامہ لغو و باطل ست و بزنے گرفتن منکوحہ
اولیٰ خواہ غیر او مائتون را ہیچ اختیار طلاق دادن خویش
روا ندارد او ہمچناں زن عبدالکریم است تا آنکہ خلع کرد
و عبدالکریم سہ طلاق داد ازیں وقت مطلقہ شد و
عدت برو واجب آمد پیش از مرور عدت نکاحی کہ
با مرد دیگر کرد ناجائز و باطل و زنا و حرام بود از و
باز ماندن فرض ست قال اللہ تعالیٰ و
المطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ
قروء[1] در ردالمحتار ست لو قال لھا

اگر عبدالکریم نے وہ تحریر نکاح سے پہلے لکھی ہو اور
اس میں وہی الفاظ ہوں جو سائل نے تحریر کئے ہیں جس
میں مائتون بی بی سے نکاح کو بطور شرط صراحۃً ذکر
نہیں کیا گیا، مثلاً یہ صورت ہو کہ اگر تجھ
سے نکاح کروں اور پھر تجھ پر دوسری عورت کو بیوی
بناؤں اور وہ میرے گھر آئے تو تجھے تین طلاقوں کا
اختیار ہے الخ ــــــ تو ایسی صورت میں یہ
تحریر لغو اور باطل ہے، اور پہلی بیوی یا کسی دوسری
کو نکاح کرکے گھر لائے تو مائتون بی بی کو اختیار نہ ہوگا
کہ وہ اپنے آپ کو تین طلاق دے وہ بدستور
عبدالکریم کی بیوی ہوگی اور خلع کے بعد اس کو عبدالکریم
کے تین طلاق دینے پر وہ مطلقہ قرار پائی اور اس وقت
سے اس کی عدت شمار ہوئی، اور عدت پوری ہونے
سے قبل دوسرے شخص سے اس کا نکاح حرام،

[1] القرآن الکریم ۲/۲۲۸

Marfat.com

تزوجتك على ان امرك بيدك فقبلت
جاز النكاح ولغا الشرط لان الامر
انما يصح فى الملك او مضافا اليه
ولم يوجد واحد منهما بخلاف ما امر
فان الامر صار بيدها مقارنا
لصيرورتها منكوحة[1] اھ نہر، واگر تحریرنامہ
پس از نکاح مائتون ست تفویض طلاق عـہ بجانہ آنچنان
کہ دراں نامہ گفتہ است صحیح شد وبوجہ قول عبدالکریم
بہر وقتیکہ باید الخ متقید بمجلس نماند فی الدرالمختار
من فصل المشیئۃ تقید بالمجلس لانہ
تملیک الا اذا زاد متی شئت و نحوہ
مما یفید عموم الوقت فتطلق مطلقا[2]
پس بریں تقدیر زاں باز کہ طلاق خویش اختیار
کرد از نکاح بیروں شد اگرچہ ایں معنی روز دوم
رو نمود وذلک لان قولہ بہر وقتیکہ
باید الخ توضیح للتفویض المذکور
فی قولہ پس ترا اختیار ثلاثہ است
کما ھو الظاھر المتبادر المفھوم
المتعارف من امثال التحاور، وان فرض
کونہ کلاما بحیالہ فھو تفویض

ناجائز اور باطل بلکہ زنا ہے اس لئے مائتون کو اس
دوسرے شخص سے علیحدہ ہوکر باز رہنا ضروری اور فرض
ہے، اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: اور مطلقہ عورتیں تین
حیض مکمل ہونے تک اپنے آپ کو پابند رکھیں
ردالمحتار میں ہے: اگر ایک شخص نے کسی عورت سے کہا
کہ میں تجھ سے اس شرط پر نکاح کرتا ہوں کہ تیرا معاملہ
تیرے ہاتھ میں ہے تو عورت نے اس شرط پر نکاح کو
قبول کرلیا تو نکاح صحیح ہوگا اور شرطِ مذکورہ لغو ہوجائیگی،
کیونکہ طلاق کا اختیار نکاح میں یا نکاح کی طرف
نسبت کرنے میں صحیح ہوسکتا ہے جبکہ یہ دونوں امر
یہاں نہیں ہیں، اس کے برخلاف جوگزرا کیونکہ وہاں
طلاق کا اختیار نکاح سے مقارن ہوجاتا ہے عورت
کے منکوحہ ہوجانے کی وجہ سے اھ نہر۔ اور اگر
عبدالکریم نے وہ تحریرنامہ مائتون بی بی سے نکاح کرنے
کے بعد لکھا ہے تو پھر تین طلاقوں کی تفویض جس طرح کہ
اختیارنامہ میں موجود ہے صحیح ہے اور عبدالکریم کے
تحریرنامہ میں "جس وقت چاہے" لکھنے کی وجہ سے
یہ تفویض اس مجلس سے مقید نہ رہی۔ درمختار کی فصل
فی المشیئۃ میں ہے کہ یہ مشیت یعنی اختیارِ طلاق مجلسِ
موجود میں رہتا ہے اور اسی سے مقید ہوتا ہے اس کے

عـہ یہاں کرم خوردہ ہے ۱۲

---

[1] ردالمحتار باب الرجعۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۴۰
[2] درمختار باب الامر بالید مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲۹

Marfat.com

بنفسه وليس فيه التنصيص على تفويض طلاق واحد حتى ينافيه اختيار الثلاث عند الامام انما هو كلام مطلق ليشتمل كل بينونة بواحدة اتت او باكثر فصح على هذا ايضا وان لم تبن الا بواحدة، وعلى الاول بثلث' قال في رد المحتار لا يقع شئ فيما اذا امرها بالواحدة فطلقت ثلثا بكلمة واحدة عند الامام اما لو قالت واحدة وواحدة وواحدة وقعت واحدة اتفاقا لانه لم يتعرض لعدد لفظا و اللفظ صالح للعموم والخصوص وتمامه في البحر[1]، اگر این سخن بهچنان راست باشد که سائل وانمود یعنی در کلام عبد الکریم لفظ (بر وقتیکه باید) نیز زائد بود پس درین حالت اگر پس آن طلاق مائتون را سه حیض کامل آمده ختم شده بود بعد آن نکاح با شخصے دیگر کرد جائز باشد ورنه حرام، و وقوع این معنی بعد چار ماه از طلاق اولین دلیل قطعی

بعد نہیں رہتا کیونکہ یہ تملیک [illegible] کا لفظ زائد کیا ہو یا اس کی جگہ کوئی [illegible] کے لئے لفظ زائد کیا ہو تو پھر مجلس کی قید سے [illegible] طلاق ہوگی۔ پس اس صورت میں مائتون بی بی کا اپنے آپ کو طلاق دینا درست ہوا اور وہ عبد الکریم کے نکاح سے خارج ہوگئی ہے، اگرچہ عبد الکریم اس کارروائی کے دوسرے روز اس کے خلاف اقدام کرکے رد بھی کرے تاہم نکاح ختم ہوگیا ہے، یہ اس لئے کہ اس نے "جس وقت چاہے" کا لفظ ذکر کیا ہے اور یہ تین طلاقوں کی تفویض کی وضاحت ہے، جیسا کہ عرف میں اس محاورہ کے استعمال سے متبادر طور پر مفہوماً سمجھا جاتا ہے، اور اگر بعینہ اس کو کلام فرض کیا جائے تو یہ بنفسہ تفویض ہوگی اور تفویض میں چونکہ ایک طلاق کا ذکر نہیں ہے اس لئے یہاں تین طلاقوں کو اختیار کرنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں منافی نہ ہوگا، (ہاں اگر بیوی تین طلاقوں کو بیک لفظ کی بجائے "ایک اور ایک اور ایک" تین مرتبہ کہتی تو پھر بالاتفاق ایک ہوتی) لیکن یہاں تو مطلق کلام ہے جس میں ایک یا زیادہ بائنہ طلاقیں ہوں سب کو شامل ہے، تو اس بنا پر بھی تین طلاقیں اپنانا درست ہے اگرچہ علیحدہ علیحدہ کہنے میں ایک ہی سے بائنہ اور بیک لفظ میں تین طلاقوں سے ہی بائنہ ہو جاتی ہے، رد المحتار میں ہے کہ اگر خاوند نے بیوی کو ایک طلاق کا

---

[1] رد المحتار باب في المشيئة دار احياء التراث العربي بيروت ۲۸۸/۲

Marfat.com

انقضائے عدت نیست زن بحال خود عالمہ است
می تواند کہ گاہے در سہ سال نیز سہ حیض تمام
نشود ایں ست حکم صورت مسئولہ، اما فقیر
می ترسم کہ ایں مسئلہ ہماں ست کہ در ۱۳۱۷ھ
سہ بار ازہمیں سلہٹ نزد فقیر آمدہ بود و سائل
ایں بار نیز گفت کہ ایں فساد از سہ سال
آنجا برپاست، بار اول ۶ رجب ۱۳۱۷ھ بیانے
کہ آمد ظاہرش آنست کہ ایں اقرار زید یعنی
عبدالکریم پیش از نکاح ہندہ اعنی مائتون بود
و آنجا نیز تصریح اضافت بملک یا سبب
ملک نیست و قطع نظر ازاں ۶ رجب و
۱۹ شوال و ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ در سوالات
ہر سہ بار ہیچ ذکر ایں زیادت تازہ کہ ہر وقتیکہ
باید نبود بلکہ در سوال اول لفظ ہندہ ہمیں
قدر نوشتہ بود کہ اب جس مطابق اقرار نامہ
نہیں رہ سکتی ہوں، ایں گفت و از خانہ
بروں رفت جواب دادم کہ ایں الفاظ طلاق
نبود بالفرض اگر طلاق باشد پیش آنہا باز
ضرۂ خود جنگ و جدل سخنے فضول و اجنبی بود
مجلس متبدل شد و اختیار طلاق از دست
رفت طلاق ازاں روز شد کہ خلع کرد ازیں
روز امر در عدت واجب ست ورنہ نکاح
حرام، بریں جواب در سوال شوال نیز ہمیں
از تقیید مجلس سوال کرد جواب رفت، در سوال
ذیقعدہ فزود کہ ہندہ دعویٰ میکند کہ بمجرد آمدن

اختیار دیا اور بیوی نے تین کو بیک لفظ اپنایا تو امام
صاحب کے نزدیک کوئی طلاق نہ ہوگی، اور ایک ایک
کر کے تین طلاقوں کو اپنے لئے اختیار کیا تو پہلی ایک
بالاتفاق واقع ہوگی کیونکہ لفظوں میں خاوند نے عدد کو
ذکر نہیں کیا اس میں عموم اور خصوص دونوں کا احتمال
ہے، اس کی پوری بحث بحر میں ہے
تو اگر بات ایسے ہی ہے جیسے سائل نے
ظاہر کی ہے یعنی عبدالکریم نے اختیار سونپتے ہوئے
"جب چاہے" بھی زائد کیا ہے، پس اندریں صورت
مائتون بی بی کے طلاق کو اپنانے کے بعد تین حیض کامل
گزر چکے ہوں اور اس کے بعد اس نے دوسرے شخص
سے نکاح کیا ہے تو یہ نکاح جائز ہے ورنہ عدت مکمل
ہوئے بغیر نکاح کیا تو یہ حرام ہے اور محض چار ماہ طلاق
کے بعد گزرنا یہ عدت کے پورا ہونے کی قطعی دلیل نہیں
ہے، اس کے متعلق عورت کو علم ہوتا ہے کیونکہ کبھی
تین سال میں بھی تین حیض مکمل نہیں ہوتے، یہ صورت
مسئولہ کا حکم ہے۔ مجھ فقیر کو خطرہ ہے کہ یہ وہی مسئلہ
ہو جو میرے پاس ۱۳۱۷ھ میں تین بار سلہٹ سے
آیا تھا، اور سائل نے بھی ذکر کیا ہے کہ یہاں یہ فساد
تین سال سے چلا آرہا ہے۔ پہلی بار ۶ رجب ۱۳۱۷ھ
کو یہ سوال آیا تو اس میں یہ بیان تھا کہ زید یعنی عبدالکریم
کا یہ اقرار نامہ نکاح سے پہلے لکھا گیا ہے اور اس
میں مائتون سے نکاح کی ملکیت یا سبب کا ذکر بھی
نہ تھا، اس سے قطع نظر ۶ رجب، ۱۹ شوال اور ۲۲ ذیقعدہ
۱۳۱۷ھ تین مرتبہ سوالات کئے گئے جن میں اس تازہ

Marfat.com

ضرہ بخانہ ہماں وقت نفس خودم را اختیار کردہ بودم و شوہر منکر اصل ایں معنی ست میگوید کہ ہندہ ہیچ نگفت و بدر رفت دریں صورت قول کراست جواب نوشتم زید راست، بعد سہ سال چہارم بار ایں سوال آمد و درو لفظے زائد است کہ تقیید مجلس از بیخ برانداخت بایں معنی باخبر باید بود اگر ایں سوال متعلق بہم واقعہ است پس تبدیل کنندگاں از خدا ترسند اگر بہ تعبیر واقعہ حکمے از مفتی بدست آرند عالم الغیب والشہادۃ راچہ جواب دہند فمن بدلہ بعد ما سمعہ فانما اثمہ علی الذین یبدلونہ [1] واللہ تعالٰی اعلم۔

زائد لفظ "جب چاہے" کا اضافہ نہ تھا یک پہلی مرتبہ سوال میں، ہندہ کے عنوان سے لکھا گیا کہ اب میں اقرارنامہ کے مطابق نہیں رہ سکتی ہوں" یہ کہا اور زید کے گھر سے چلی گئی، تو میں نے اس کا جواب دیا کہ یہ الفاظ طلاق نہیں بن سکتے اور اگر بالفرض ہندہ کے یہ الفاظ طلاق ہوں بھی تو اس کا پہلے اپنی سوکن کے ساتھ جھگڑا کرنا، لاتعلق اور اجنبی بات ہونے کی وجہ سے اختیار والی مجلس تبدیل ہوگئی جس سے ہندہ کے ہاتھ سے طلاق کا اختیار جاتا رہا، لہذا ہندہ یعنی ماتون بی بی کو اس روز طلاق ہوئی جس روز اس نے خاوند سے خلع کیا، اور اسی دن سے عدت واجب ہوئی اور اس کا مکمل ہونا ضروری ہے ورنہ اس کا نکاح حرام ہے، اس جواب کے بعد شوال والے سوال میں بھی خاوند کی طرف سے دئے گئے اختیار والی مجلس کی قید سے سوال کیا گیا اس کا جواب دیا گیا، اور ذیقعدہ والے سوال میں یہ بات زائد تھی کہ ہندہ دعوٰی کرتی ہے کہ خاوند نے صرف سوکن کی گھر آمد پر مجھے طلاق کا اختیار دیا تھا جس کو میں نے اس موقع پر استعمال کر لیا تھا، اور خاوند اس بات سے انکار کرتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ ہندہ نے اس موقع پر کچھ نہیں کہا اور گھر سے چلی گئی، اس صورت کے بارے میں سوال کیا گیا خاوند یا بیوی کس کی بات معتبر ہے؟ میں نے جواب میں لکھا زید یعنی خاوند کی بات معتبر ہے۔ مذکورہ تین بار سوال کے بعد چوتھی مرتبہ تین سال کے بعد اب یہ سوال آیا ہے اور اس میں ایک مزید اضافہ کیا گیا "اور جب چاہے اپنے آپ کو طلاق دے دے" لکھا گیا ہے اور مجلس کی قید والی صورت کو سرے سے ہی ختم کر دیا گیا، لہذا اس معاملہ کی تحقیق ہونی چاہیے، اگر یہ آخری سوال بھی ان پہلے تین سوالوں کا واقعہ ہے تو پھر سوال میں تبدیلی کرنے والوں کو خدا سے ڈرنا چاہیے، اگرچہ سوال کی تبدیلی کے ذریعہ مفتی سے مطلب کا حکم حاصل کر لیں گے لیکن عالم الغیب والشہادۃ اللہ تعالٰی کے ہاں کیا جواب دیں گے۔ جس نے اس کو سننے کے بعد تبدیل کیا تو گناہ بدلنے والوں پر ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۸۱

Marfat.com

مسئلہ ۳۲۶ از خیرآباد میانسرائے مدرسہ عربیہ قدیم ضلع سیتاپور اودھ مرسلہ سید فخرالحسن صاحب رضوی
۲۷ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

مسمّی زاہد علی ولد عابد علی کا عقد نکاح مسمّاۃ کریما بنت عبداللہ کے ساتھ باقرار امر بالید منعقد ہوا، حسب ذیل نکاح نامہ تحریر ہُوا:

نقل نکاح نامہ

الحمد للّٰہ الذی فاصلا بین الحلال والحرام وواصلا بسلك النظام وحرم السفاح عصمۃ للعالم وحفظا لنسل بنی اٰدم والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد سید الانام وعلی اٰلہ البررۃ الکرام واصحابہ العظام۔

تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے جو حرام وحلال میں فرق فرمانے والا ہے اور نظام کی ڈوری جوڑنے والا ہے اور جس نے نظامِ عالم کی حفاظت کے لئے اور نسلِ بنی آدم کو محفوظ رکھنے کے لئے زنا کو حرام فرمایا ہے، صلوٰۃ وسلام اللہ تعالٰی کی بہترین مخلوق جہان کے آقا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم پر، اس آل جو پاک اور بزرگ ہے، اور صحابہ پہ جو عظیم مرتبہ والے ہیں۔ (ت)

امّا بعد میں سید زاہد علی ولد سید عابد علی ساکن بلدہ خیرآباد نے برضا و رغبت خود مسمّاۃ کریما دختر سید عبداللہ کو بعوض مہر معجل چار مثقال نقرہ جس کے ایک سو چھپّن بروئے وزن روپیہ چہرہ دار رائج الوقت ہوتے ہیں اپنے عقد نکاح میں لایا اور مسمّاۃ کریما موصوفہ کو برضامندی خود بلااکراہ واجبار احدے مضمون امرھا بیدھا پر مختار کردیا یعنی مسمّاۃ کریما ممدوحہ جب چاہیں اپنی ذات کو میرے عقد نکاح سے خارج کرکے آزاد کرلیں مجھ کو کبھی کسی طرح اپنے نکاح میں رہنے کا دعوٰی نہ ہوسکے گا کیونکہ بہ مضمون امرھا بیدھا اس وقت قطعاً یقیناً وہ میرے عقد سے خارج ہوجائیں گی لہذا یہ تحریر لکھ دی کہ وقتِ ضرورت کام آئے فقط، چونکہ قبل انعقاد نکاح کے مسمّی زاہد علی کی بداطواری و خراب چلنی کی شکایت خارجاً مسموع ہوئی تھی جس کی بالاتفاق اکثر اہلِ برادری نے تکذیب کرکے نکاح کر دینے پر سید عبداللہ کو مجبور کیا اور بالآخر سید عبداللہ نے بطریق مندرجہ بالا نکاح کردیا تھا اور بالآخر ہموں آتش در کاسہ سامنے آیا بمقتضائے ؎

خوئے بد در طبیعتے کہ نشست
نرود جز بوقت مرگ از دست

(بُری عادت جو طبیعت میں رچ بس جائے وہ وقتِ موت تک زائل نہیں ہوتی۔ ت)

مسمّی زاہد علی نے بعد چند روز کے وہی بدچلنی اختیار کی اور انجام کار کچہری سے سزایاب ہوگیا۔ مسمّاۃ کریما اگرچہ

Marfat.com

بوجہ شرم وغیرت خلقی کے کوفت وسوخت درونی کا کسی پر اظہار نہیں کرتی مگر تحلیل ہوتی جاتی ہے، چونکہ کریما ہنوز نوعمر وجوان ہے سید عبداللہ و نیز دیگر اعزا کا خیال ہے کہ بشرطِ رضامندیِ مسماۃ کریما اُس سے طلاقِ مسنونہ دلا کر دوسری جگہ مناسب پر اُس کا نکاح کر دیا جائے، پس اس ضرورت سے ہدایت خواہ ہُوں کہ ایسے الفاظ اُردُو کا کوئی فقرہ یا چند فقرات بنائے جائیں جس کو مسماۃ کریما اپنی زبان سے رُوبرو چند لوگوں کے ادا کر کے طلاق مسنونہ حاصل کر کے جس میں کوئی قباحت وسُقمِ شرعی باقی نہ رہے، اس طلاق مسنونہ حاصل کرنے کے متعلق جو طریقہ عُمدہ ہو اور جو جو الفاظِ اُردُو مناسب ہوں اُس سے مفصلاً و تصریحاً ہدایت فرمائی جائے۔

الجواب

اس تحریر میں امرھا بیدھا مختار کر دیا نکاح سے خارج ہونا آزاد ہونا جتنے الفاظ ہیں سب کنایہ ہیں اور حالت حالتِ رضا ہے نہ غضب ہے نہ مذاکرۂ طلاق، اور حالتِ رضا میں جملہ الفاظ نیتِ زوج پر موقوف رہتے ہیں، کریمًا اپنے آپ کو ایک طلاق دے کہ میں نے بحکم اس اختیار عام کے جو میرے شوہر نے مجھے دیا اپنے آپ کو شوہر کی طرف سے ایک طلاق دی اس پر زاہد علی سے دریافت کیا جائے کہ تُو نے جو وُہ الفاظ لکھے اُن میں طلاق کا اختیار دینے کی تیری نیت تھی یا نہیں، اگر وُہ اقرار کرے فبہا، اور اگر انکار کرے تو اُس پر حلف رکھا جائے، اگر حلف کرلے کہ میری نیت یہ نہ تھی تو طلاق نہ ہوگی۔ اگر جھُوٹا حلف کرے گا وبال اُس پر ہے، اور اگر حلف سے انکار کر دے گا تو طلاق ہو جائے گی، اور دونوں صُورتوں میں بائن ہوگی۔ عورت نکاح سے نکل جائے گی اگر اب تک خلوت نہ ہُوئی تھی تو ابھی ورنہ بعد عدت جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۷ از رامپور کوٹھی چڑیاخانہ مرسلہ حسین احمد صاحب دفعدار ۲۲ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمّاۃ ہندہ بنتِ زید کا عقد بکر کے ساتھ اس شرائط سے ہُوا چنانچہ ایک اقرارنامہ بکر نے اُسی وقت بعد عقد مذکور کے لکھ دیا کہ ۲ تولہ کی بالی طلائی اور ۴ ماشہ کی نتھنی اندر میعاد چھ ماہ کے بنوا دُوں گا ورنہ طلاق ہے، ہندہ میعادِ مذکور پر اپنے باپ زید کے گھر چلی آئی اقرارنامہ پر عمر خالد وغیرہ رشتہ دارانِ بکر کی گواہی اور بکر کے (العبد) انگوٹھے کے نشان موجود ہیں، پس اس صورت میں طلاق ہُوئی یا نہیں؟

الجواب

اقرارنامہ کی نقل بھی ملاحظہ ہُوئی اُس میں بھی یہی لفظ ہے کہ "ورنہ طلاق ہے" یہ بیان نہیں کہ کس کو طلاق ہے، لہذا صُورتِ مستفسرہ میں باعتبار ظاہر جبکہ اس نے چھ مہینے کے اندر یہ چیزیں بنوا کر نہ دیں ایک

Marfat.com

طلاق رجعی سمجھی جائے گی کہ عدت کے اندر شوہر کو رجعت کا اختیار ہوگا لیکن اگر زید قسم کھا کر کہہ دے کہ اُس نے "طلاق ہے" سے ہندہ کو طلاق دینا مراد نہ لیا تھا تو اس کی بات مان لی جائے گی اور اصلاً حکمِ طلاق نہ ہوگا اگر جھوٹی قسم کھائے گا وبال اس پر رہے گا،

قال لها لا تخرجي من الدار الا باذني فاني حلفت بالطلاق فخرجت لا يقع لعدم ذكر حلفه بطلاقها و يحتمل الحلف بطلاق غيرها فالقول له[1] (ردالمحتار عن البزازیة) واللہ تعالٰی اعلم۔

خاوند نے اگر بیوی کو کہا کہ میری اجازت کے بغیر گھر سے نہ نکل کیونکہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے، تو اگر بیوی باہر نکل جائے تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ اس نے بیوی کی طلاق کی قسم کا ذکر نہیں کیا جبکہ دوسری کسی عورت کی طلاق کی قسم ہوسکتی ہے، لہذا یہاں خاوند کی بات معتبر ہوگی، جیسا کہ ردالمحتار میں بزازیہ سے منقول ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۲۸: ۳۰ جمادی الاولٰی ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی ساس ہندہ کے یہاں رہتا تھا ہندہ نے اُس سے مکان خالی کرنے کو کہا اُس نے انکار کیا اُس نے اس کا اسباب پھینک دینا چاہا اُس نے کہا اگر میرا اسباب پھینکو گی تو میں تمھاری لڑکی کو طلاق دے دوں گا، اس پر دو مرد اور ایک عورت تو یہ گواہی دیتے ہیں کہ زید نے ہمارے سامنے طلاق دے دی، اور دو مرد کہتے ہیں اُس نے صرف یہ کہا کہ مال پھینکا تو طلاق دے دُونگا نہ اُس نے پھینکا نہ اس نے طلاق دی، زید بھی طلاق دینے سے انکار کرتا ہے، اس صورت میں طلاق ثابت ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ان دو مردوں اور ایک عورت میں جو مدعی طلاق تھے ایک مرد کی نسبت معلوم ہوا کہ بے قید آدمی ہے یہاں تک کہ نماز کا بھی پابند نہیں، اور ایک مرد پہلے کہتا تھا اب وہ منکر ہے کہ میرے سامنے طلاق نہ دی میں سُنی سُنائی کہتا تھا اور اُس عورت کی عدالت معلوم نہیں، اور رہو بھی تو ایک عورت کی

---

[1] ردالمحتار باب الصریح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۲۹

گواہی سے ثبوت نہیں ہوتا اور زید نے ہمارے سامنے حلف شرعی کے ساتھ کہا کہ میں نے ہرگز طلاق [illegible]
نے صرف اتنا کہا تھا کہ مال پھینکو گی تو طلاق دے دوں گا، پس اس صورت میں طلاق ثابت نہیں [illegible]
تعالیٰ اعلم۔

نوٹ

اس جلد کا آخری عنوان "باب تفویض الطلاق" ہے، تیرھویں جلد کا آغاز "باب تعلیق الطلاق" سے ہوگا۔

Marfat.com

marfat.com

Marfat.com

فتاویٰ رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ

(۱۳)

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور

پاکستان (۵۴۰۰۰)

فتاوٰی رضویّہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۸
پاکستان (۵۴۰۰۰)

Marfat.com

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

جلد ۱۳ سیزدہم

تحقیقات نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز
۱۲۷۲ھ ـــــ ۱۳۴۰ھ
۱۸۵۶ء ـــــ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن ۰ جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور پاکستان (۵۴۰۰۰)
فون نمبر ۷۶۵۷۳۱۴

Marfat.com

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

نام کتاب ——— فتاوٰی رضویہ جلد سیزدہم

تصنیف ——— شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

ترجمہ عربی عبارات ——— حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

پیش لفظ ——— 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

ترتیب فہرست ——— 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

تخریج و تصحیح ——— مولانا نذیر احمد سعیدی مولانا محمد اکرام اللہ بٹ

باہتمام و سرپرستی ——— حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظم اعلٰی تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان

کتابت ——— محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)

پیسٹنگ ——— مولانا محمد منشا تابش قصوری معلم شعبہ فارسی جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

صفحات ——— ۶۸۸

اشاعت ——— ذیقعد ۱۴۱۸ھ / مارچ ۱۹۹۸ء

مطبع ———

ناشر ——— رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

قیمت ———

ملنے کے پتے

○ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

۰۳۰۰/۹۴۱۵۳۰۰ ۷۶۶۵۷۷۲

○ مکتبہ اہلسنت جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

○ ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

○ شبیر برادرز، ۴۰ بی، اردو بازار، لاہور

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ اعلیٰ حضرت امام المسلمین مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خزائن علمیہ اور ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں عصر حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظر عام پر لانے کے لئے دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری سے مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی متعدد تصانیف شائع کر چکا ہے مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ المعروف بہ فتاوی رضویہ کی ترجمہ و تخریج کے ساتھ عمدہ و خوبصورت انداز میں اشاعت ہے فتاوی مذکورہ کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ / مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا اور بفضلہ تعالیٰ جل مجدہ وبعنایۃ رسولہ الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اب تک تقریباً آٹھ سال کے مختصر عرصہ میں کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الجنائز، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الایمان اور کتاب الحدود والتعزیر پر مشتمل تیرہ ۱۳ جلدیں شائع ہو چکی ہیں جن کی تفصیل سنین، مشمولات اور مجموعی صفحات کے اعتبار سے حسب ذیل ہے،

Marfat.com

جلد	عنوان	جواباتِ اسئلہ	تعدادِ رسائل	سنینِ اشاعت	صفحات
پہلی جلد	کتاب الطہارۃ	۲۲	۱۱	شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ — مارچ ۱۹۹۰ء	۸۳۸
دوسری 〃	〃 〃	۳۳	۷	ربیع الثانی ۱۴۱۲ — نومبر ۱۹۹۱	۷۱۰
تیسری 〃	〃 〃	۵۹	۶	شعبان المعظم ۱۴۱۲ — فروری ۱۹۹۲	۷۵۶
چوتھی 〃	〃 〃	۱۳۲	۵	رجب المرجب ۱۴۱۳ — جنوری ۱۹۹۳	۷۶۰
پانچویں 〃	کتاب الصلوٰۃ	۱۴۰	۶	ربیع الاوّل ۱۴۱۴ — ستمبر ۱۹۹۳	۶۹۲
چھٹی 〃	〃 〃	۴۵۷	۴	〃 〃 ۱۴۱۵ — اگست ۱۹۹۴	۷۳۶
ساتویں 〃	〃 〃	۲۶۹	۷	رجب المرجب ۱۴۱۵ — دسمبر ۱۹۹۴	۷۲۰
آٹھویں 〃	〃 〃	۳۳۷	۶	محرم الحرام ۱۴۱۶ — جون ۱۹۹۵	۶۶۴
نویں 〃	کتاب الجنائز	۲۷۳	۱۳	ذیقعدہ ۱۴۱۶ — اپریل ۱۹۹۶	۹۴۶
دسویں 〃	〃 زکوٰۃ، صوم، حج	۳۱۶	۱۶	ربیع الاوّل ۱۴۱۷ — اگست ۱۹۹۶	۸۳۲
گیارھویں 〃	کتاب النکاح	۴۵۹	۶	محرم الحرام ۱۴۱۸ — مئی ۱۹۹۷	۷۳۶
بارھویں 〃	〃 نکاح، طلاق	۳۲۸	۳	رجب المرجب ۱۴۱۸ — نومبر ۱۹۹۷	۶۸۸
تیرھویں 〃	〃 طلاق، ایمان اور حدود و تعزیر	۲۹۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۱۸ — مارچ ۱۹۹۸	۶۸۸

تیرھویں جلد

یہ جلد فتاوٰی رضویہ جلد پنجم کے باب تعلیق الطلاق سے جلد پنجم کے آخر تک ۲۹۳ سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے۔ اس جلد کی عربی و فارسی عبارات کا ترجمہ بتوفیق اللہ تعالٰی و بفضلہٖ اس راقم پُر تقصیر عفی اللہ عنہ نے کیا ہے۔ علاوہ ازیں اس جلد کے مسائل و رسائل کی مکمل و مفصل فہرست نیز مسائل ضمنیہ کی فہرست راقم نے افادۂ قارئین کے لئے تیار کر دی ہے۔ متعدد ضمنی مسائل و فوائد کے علاوہ اس جلد میں مندرجہ ذیل چودہ[۱۴] عنوانات زیر بحث لائے گئے ہیں:

(۱) باب تعلیق الطلاق — (۲) باب الایلاء

(۳) باب الخلع — (۴) باب الظہار

(۵) باب العدۃ — (۶) باب الحداد (سوگ)

Marfat.com

(۷) باب زوجۃ مفقود الخبر — (۸) باب النسب

(۹) باب الحضانۃ (پرورش) — (۱۰) باب النفقۃ

(۱۱) کتاب الایمان — (۱۲) باب النذر

(۱۳) باب الکفارۃ — (۱۴) کتاب الحدود والتعزیر

مندرجہ بالا عنوانات کے علاوہ اعلیٰ حضرت کی نادر تحقیقات و تدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل رسائل بھی اس جلد میں شامل ہیں۔

(۱) اکسیر التحقیق بباب التعلیق (۱۳۲۲ھ)

مسئلہ تعلیق میں ایک دیوبندی مفتی کا رد بلیغ

(۲) الجوہر الثمین فی علل نازلۃ الیمین (۱۳۳۰ھ)

ایک نذر شرعی کے بارے میں اجمالی تحریر اور اس پر تفصیلی بحث

بنگال سے ۲۰ محرم الحرام ۱۳۲۰ھ کو ارسال کردہ جناب مولانا عبد المجید صاحب کا استفتاء جو فتاوی رضویہ جلد قدیم کے صفحہ ۹۰۵ پر مذکور تھا چونکہ وہی رسالہ اکسیر التحقیق بباب التعلیق کی وجہ تحریر بنا ہے اس سبب سے ترتیب مسائل میں تبدیلی کرکے جلد ہذا میں اس استفتاء و جواب کو رسالہ ہذا سے پہلے درج کیا ہے تاکہ دونوں آپس میں مربوط ہو جائیں۔ ایک اور تبدیلی یہ کی گئی ہے کہ کتاب المفقود فتاوی رضویہ قدیم جلد ششم میں مندرج تھی اور ابواب فقہیہ کی ترتیب کے اعتبار سے اس کو وہاں ہی ہونا چاہئے تھا مگر اس کے تحت جو چند فتاوی مذکور ہیں اتفاق سے وہ سب کے سب زوجہ مفقود الخبر سے متعلق ہیں لہذا سہولت کے پیش نظر ان سب کو کتاب المفقود کی بجائے وہاں سے نکال کر باب زوجہ مفقود الخبر کے تحت جلد ہذا میں شامل کر دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا ایک مفصل فتویٰ جو فتاوی رضویہ جلد ... میں شامل تھا اس میں متعدد وجوہ سے مولوی اشرف علی تھانوی کی جہالت پر مبنی ایک فتوے کا رد بلیغ کیا گیا اور جس پر جید علماء کرام نے اپنی تصدیقات ثبت فرمائی ہیں جلد ہذا میں شامل کر لیا گیا ہے جس کو آپ صفحہ ۲۱۶ پر ملاحظہ فرما سکتے ہیں نیز جلد ہذا کا مسئلہ نمبر ۲۰۹ دراصل جلد ... کا مسئلہ نمبر ۲ ہے جس کو باب النذر کی مناسبت سے اس جلد میں شامل کیا گیا ہے۔

حافظ محمد عبد الستار سعیدی

ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

... محرم ۱۴۱۴ھ

... ۱۹۹۳ء

Marfat.com

اجمالی فہرست

پیش لفظ ــــــــ ۵
باب تعلیق الطلاق ــــــــ ۱۰۱
باب الایلاء ــــــــ ۲۵۷
باب الخلع ــــــــ ۲۶۳
باب الظہار ــــــــ ۲۶۷
باب العدۃ ــــــــ ۲۹۱
باب الحداد (سوگ) ــــــــ ۳۲۷
باب زوجہ مفقود الخبر ــــــــ ۳۳۵
باب النسب ــــــــ ۳۴۹
باب الحضانۃ (پرورش) ــــــــ ۳۸۳
باب النفقۃ ــــــــ ۴۱۵
کتاب الایمان ــــــــ ۴۹۵
باب النذر ــــــــ ۵۸۱
باب الکفارہ ــــــــ ۶۰۹
کتاب الحدود والتعزیر ــــــــ ۶۱۳

فہرست رسائل

○ اکد التحقیق ــــــــ ۱۵۵
○ الجوھر الثمین ــــــــ ۵۱۱

Marfat.com

مفصل فہرست

باب تعلیق الطلاق ۱۰۱

خالد سے زمینداری کا کام کراؤں تو میری عورت کو طلاق، طلاق معلق ہوگئی۔ ۱۰۱

ائمۂ دین کا اجماع ہے کہ جب طلاق کسی شرط پر مشروط کی جائے تو اس شرط کے وقوع سے واقع ہوجائے گی۔ ۱۰۱

آیۂ کریمہ الطلاق مرتٰن میں طلاق دونوں قسموں یعنی منجز و معلق کو شامل ہے۔ ۱۰۲

تعلیق کو اصطلاحاتِ شرع میں یمین اور حلف کہا گیا ہے۔ ۱۰۲

تحریم حلال یمین ہے۔ ۱۰۲

طلاق کی قسم کھانے پر کفارہ نہیں بلکہ کفارہ اللہ عزوجل کی قسم میں ہے۔ ۱۰۲

محض طلاق کی قسم سے طلاق واقع نہیں ہوتی بلکہ وقوعِ شرط کے بعد واقع ہوتی ہے۔ ۱۰۲

طلاق کی قسم کھائی تو اب نکاح قائم رہنے کی صورت یہ ہے کہ شرط واقع نہ ہو یا اگر ایک یا دو طلاق رجعی کی قسم کھائی ہے تو بعد وقوعِ شرط رجوع کرے۔ ۱۰۲

نکاح سے قبل کہا "اگر زوجہ ہندہ کی اجازت کے بغیر نکاح ثانی کروں تو زوجہ ثانی کو تین طلاق" تعلیق صحیح ہوگئی۔ ۱۰۳

صورت مذکورہ بالا میں اگر ہندہ سے نکاح سے قبل کوئی اور عقد کرے اس پر یہ شرط اثر انداز نہ ہوگی۔ ۱۰۴

ہندہ کی موت کے بعد کسی سے عقد کرے یہ شرط اس پر بھی اثر انداز نہ ہوگی۔ ۱۰۴

میت صالحِ اذن نہیں۔ ۱۰۴

طرفین کے نزدیک بقاء یمین کے لئے امکان برِ شرط

Marfat.com

ہے جیسا کہ انعقاد یمین کے لئے شرط ہے۔ ۱۰۴

کسی شخص نے قسم کھائی کہ فلاں کے اذن کے بغیر کچھ نہ دے گا تو فلاں کے مرنے کے بعد اگر دے گا تو حانث نہ ہوگا۔ ۱۰۴

ہندہ کو طلاق دے کر دُوسرا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کیا، طلاق واقع ہوجائے گی۔ ۱۰۴

تعلیق میں تعمیم نہ ہو تو ایک بار کے بعد شرط کالعدم ہوجاتی ہے۔ ۱۰۶

بوقتِ نکاح عورت سے یہ شرط کی، اگر بے تیری اجازت دُوسرا نکاح کردوں تو تجھ کو تین طلاق۔ نکاح سے قبل یہ شرط لغو ہے اور نکاح کے بعد یہ شرط ہو تو تعلیق صحیح ہے لیکن اگر نکاح ثانی سے قبل عورت کو ایک یا دو طلاق دی اور عدت ختم ہوگئی تو اب دوسرے نکاح سے طلاق نہ پڑے گی اور تعلیق ختم ہوجائے گی، اس صورت کی مزید تفصیل۔ ۱۰۶

طلاق صریح عدت کے اندر صریح کو بھی لاحق ہوجاتی ہے اور بائن کو۔ ۱۰۶

طلاق صریح یہ ہے کہ محتاج نیت نہ ہو چاہے بائن ہو یا رجعی۔ ۱۰۶

شوہر نے بیوی کو کہا اگر تو اس گھر میں داخل ہوئی تو تجھے تین طلاق، پھر کہا تجھے تین طلاقیں ہیں، اب عورت نے دوسرے سے نکاح کیا اور گھر میں داخل ہوئی، پھر حلالہ کے بعد دوبارہ اس کے نکاح میں آئی اور گھر میں داخل ہوئی تو طلاق نہ ہوگی۔ ۱۰۸

اگر بے اجازت زوجہ اولیٰ نکاح ثانی کردوں تو میرا نکاح باطل، اس صورت میں صحت تعلیق کی صُورت میں دُوسری کو طلاق واقع ہوگی۔ ۱۱۰

اگر بیوی سے کہا کہ زندگی میں تجھ پر غیر سے نکاح کروں تو مجھ پر طلاق واجب۔ پھر دوسری عورت سے نکاح کرلیا تو دونوں میں سے ایک کو طلاق ہوگئی، شوہر کو اختیار ہے جس کی طرف چاہے پھیر دے۔ ۱۱۰

کلام میں جب تک اعمال ممکن ہو اہمال سے احتراز چاہیئے۔ ۱۱۱

نکاح میں ایجاب عورت کی طرف سے تھا۔ قبول میں مرد نے یہ شرط لگائی، اگر عند الطلب نصف مہر نہ ادا کردوں تو تین طلاق، بعد نکاح زوجہ کے طلب پر ادا نہ کیا تو طلاق واقع ہوگی۔ ۱۱۲

ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے کہ یمین مضاف منعقد ہے عدم وقوع کی روایت ضعیف ہے۔ ۱۱۳

زاہدی قابل اعتماد راوی نہیں۔ ۱۱۳

رواياتِ شاذہ ساقطہ پر فتویٰ دینا جائز نہیں۔ ۱۱۳

یمین مضاف میں اگر متفرق معلق کیا ہے تو بے حلالہ دوبارہ شادی ہوسکے گی۔ ۱۱۴

یمین مضاف میں طلاق واقع نہ ہونے کی ایک سبیل۔ ۱۱۴

الفاظِ شرط اور اُن کا حکم۔ ۱۱۴

Marfat.com

تو میری چیز کھائے تو طلاق ہے اور زوجہ کی نیت کی ہو تو شوہر کی چیز کھانے سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ 116

مسئلہ مذکورہ میں حسب ذیل تدبیر 116

ایک دیوبندی مفتی کے غلط اور جہالات صریحہ پر مشتمل فتوی کا زوردار اور مدلل رد بلیغ۔ 117

قول منکر کا معتبر ہوتا ہے جبکہ گواہ مدعی کے ذمہ ہوتے ہیں 117

یہ لفظ کہ "نکاح سے علیحدہ کردوں گا" یہ نرا وعدہ ہے اور وعدہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ 118

"طلاق می کنم" کہنے سے طلاق ہوجاتی ہے بخلاف طلاق کنم کے۔ 118

لفظ "جواب" کے معانی اور اس کے کنایہ طلاق ہونے کا بیان۔ 118

جو کلمہ صالح رد ہو وہ مطلقاً ہر حال میں محتاج نیت ہے اگرچہ حالت غضب ہو اگرچہ حالت مذاکرہ طلاق ہو۔ 119

حالات تین ہیں، رضا، غضب اور مذاکرہ طلاق۔ 119

کنایات تین طرح کے ہیں۔ 119

لفظ "کنایہ" میں شوہر عدم نیت طلاق کی قسم کھائے تو اس کی بات مان لی جائے گی، نہ قاضی اس صورت میں حکم طلاق دے سکتا ہے اور نہ ہی عورت اپنے آپ کو مطلقہ سمجھ سکتی ہے۔ 119

کنایہ کی صورت میں عدم نیت طلاق کی قسم شوہر سے عورت گھر میں بھی لے سکتی ہے۔ 119

ترک اضافت ہمیشہ مانع حکم طلاق ہے جبکہ شوہر بحلف انکار نیت کرے۔ 120

عدم اضافت کے سبب طلاق واقع نہ ہونے کی چند مثالیں۔ 120

دیوبندی مفتی کی جہالتوں میں سے پہلی جہالت کا بیان۔ 122

مذاکرہ طلاق میں تمام صورتوں میں تنہا طلاق واقع ہوجاتی ہے سوائے ان الفاظ کے جو رد و جواب کی صلاحیت رکھتے ہوں 123

دوسری جہالت کا بیان۔ 123

عدم اضافت کی صورت میں شوہر انکار نیت کرے تو لفظ طلاق سے بھی طلاق واقع نہیں ہوتی 123

تیسری جہالت کا بیان۔ 123

عورت کو خود اپنے معاملے میں بایں معنی قاضی بتانا کہ اس کا حکم مثل حاکم شرع نافذ ہے صریح جہالت ہے۔ 123

چوتھی جہالت کا بیان۔ 123

مدعا علیہ کو شہادت پیش کرنے کا ذمہ دار ٹھہرانا جہالت کا واضح نمونہ ہے۔ 123

پانچویں جہالت کا بیان۔ 124

شرع مطہر میں مفتری کی سزا سلطان اسلام کے یہاں اسّی کوڑے ہیں۔ 124

شریعت مطہرہ پر افتراء اللہ عزوجل پر افتراء ہے جو بے ایمان ہی کرسکتا ہے۔ 124

چھٹی جہالت کا بیان۔ 124

جو اللہ تعالیٰ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہ ظالم ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہ فاسق ہیں، جو اللہ تعالے کے اتارے پر حکم

Marfat.com

نہ کریں وہ کافر ہیں۔ ۱۲۴
جنہوں نے بے علم فتویٰ دیا وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ ۱۲۴
جو بغیر علم کے فتویٰ دے اس پر زمین و آسمان کے فرشتے لعنت بھیجتے ہیں۔ ۱۲۵
ساتویں جہالت کا بیان۔ ۱۲۵
زوجہ کو شوہر سے برگشتہ بنانا شیاطین کا کام ہے۔ ۱۲۵
حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان عالی ہے کہ جو کسی مرد سے اس کی زوجہ کو برگشتہ کرے وہ ہمارے گروہ سے نہیں۔ ۱۲۵
تصدیقات و تائیدات علماء کرام و مفتیان عظام ۱۲۶
تصدیقات علماء بدایوں۔ ۱۲۷
تصدیقات علماء شاہجہانپور۔ ۱۲۸
تصدیقات علماء دہلی۔ ۱۲۸
تصدیقات علماء میرٹھ۔ ۱۲۹
تصدیقات علماء احمد آباد۔ ۱۲۹
علماء سوء کے بارے میں ایک شخص اور شیطان کے درمیان گفتگو کا واقعہ۔ ۱۳۰
تصدیقات علماء جبلپور۔ ۱۳۱
تصدیقات علماء مراد آباد۔ ۱۳۲
لفظ جواب طلاق کے واسطے موضوع نہیں یہ ایک ہندی کلمہ ہے جو چند معنوں میں استعمال ہوتا ہے لہٰذا اس سے خاص کر طلاق بائن کا مفہوم سمجھنا دلیل نافہمی ہے۔ ۱۳۳
تصدیقات علماء لاہور۔ ۱۳۴
تصدیقات علماء بمبئی۔ ۱۳۴
تصدیقات علماء پیلی بھیت۔ ۱۳۵
ایک مسئلہ تعلیق میں اقوال علماء کے درمیان محاکمہ۔ ۱۳۰
تعلیق ربط مضمون بجائے مضمون آخر ہے نہ کہ ضبط مضمون بربط آخر۔ ۱۳۰
طلاق صریح سے بائن کی نیت کرے تب بھی رجعی ہی واقع ہوگی۔ ۱۳۰
بندہ تغییر حکم شرعی کی قدرت نہیں رکھتا۔ ۱۳۰
ہمارے علماء کے نزدیک وقت حلول شرط سے نزول جزا یوں ہوتا ہے کہ گویا اسی وقت تکلم بالجزاء منجز واقع ہوا۔ ۱۳۰
درمختار کی ایک عبارت کی توضیح ۱۳۸
اگر میں تیرے سوا کسی اور عورت سے شادی کروں تو تجھ کو ایسی طلاق کہ تو اپنے نفس کی مالک ہو اس ایک طلاق بائن پڑے گی۔ ۱۳۹
مطلقاً تعلیق سے طلاق بائن واقع نہیں ہوتی۔ ۱۴۱
اگر کوئی شے معدوم ہو تو اس کی نقیض موجود ہوتی ہے ۱۴۳
اگر شوہر نے بیوی کو کہا تجھے طلاق اگر میں تجھے طلاق نہ دوں، تو بوقت موت طلاق واقع ہوگی۔ ۱۴۳
ایک نکتہ بدیعیہ۔ ۱۴۴
احناف کے نزدیک الفاظ کا مفاد لغوی بنائے یمین نہیں بلکہ معانی عرفیہ پر بنائے کار ہے۔ ۱۴۴
اغراض و مقاصد جس قدر مفاد لفظ سے زائد ہوں یعنی عموم و اطلاق بھی انھیں متناول نہ ہو ملحوظ نہیں ہوتے۔ ۱۴۴

Marfat.com

لفظ کی تناول عرفی سے اجنبی خارج وبیگانہ وزائد
بات اگرچہ عرفاً مقصود و حالف ہو منظور نہ ہوگی
مگر اغراض مخصص ضرور ہو سکتی ہیں ۔ ۱۴۴
دلالت لفظ کہ عموم پر تھی بنظر غرض خاص پر مقصور
ہو جائے گی یہ مدلول لفظ سے خروج نہیں بلکہ
بعض مدلولات پر نصہ ہے ۔ ۱۴۴
کسی شے کا بھاؤ چکاتے وقت مشتری نے قسم
کھائی کہ دس میں نہیں نہ لے گا ۔ پھر گیارہ میں
خریدا تو حانث ہو جائے گا ۱۴۵
بائع نے قسم کھائی کہ دس میں نہیں فروخت کریگا
پھر گیارہ میں فروخت کیا تو حانث نہیں ہوگا ۔ ۱۴۵
بیع بالعشرۃ دو نوع پر ہے ۔ ایک بیع بالعشرۃ منفردۃ
اور دوسری بیع بالعشرۃ مقرونہ ۱۴۵
عام کی تخصیص وتقیید عرف سے جائز ہے ۔ ۱۴۶
غرض متکلم اپنی کلام سے کبھی تو کلام کا حقیقی یا مجازی
معنی ہوتی ہے اور کبھی لفظ سے خارج کوئی شی ۱۴۷
تخصیص عوارض الفاظ میں سے ہے ۔ ۱۴۷
یمین فور کا استنباط امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ
نے فرمایا ۔ ۱۴۸
الفقہاء کلہم عیال لابی حنیفہ ۔ ۱۴۸
یمین فور سے متعلقہ مسائل ۔ ۱۴۸
عورت باہر جانے کو ہوئی شوہر نے کہا باہر جائے
تو تجھ پر طلاق ۔ عورت بیٹھ گئی اور دوسرے وقت
باہر گئی طلاق نہ ہوگی ۔ ۱۴۸
زید نے عمر سے کہا آؤ میرے ساتھ کھانا کھالو ،
عمر نے کہا میں کھاؤں تو میری عورت مطلقہ ہو ۔ کل
زید کے ساتھ کھانا کھایا طلاق نہ ہوگی ۔ ۱۴۹
عورت کو جماع کے لئے بلایا اس نے انکار کیا ۔
شوہر نے کہا اگر میرے پاس اس کوٹھڑی میں آئے
تو تجھ پر طلاق ۔ عورت آئی مگر اس وقت شوہر کی
شہوت ساکن ہو چکی تھی تو طلاق ہو گئی ۔ ۱۴۹
کلمہ اِن تراخی کے لئے ہے جب تک قرینہ فور
نہ پایا جائے ۔ ۱۴۹
حاکم سے حلف کیا کہ اگر شہر میں کوئی بدمعاش آئے
اور میں خبر نہ دوں تو میری عورت کو طلاق ہے ،
بدمعاش آیا اور اس نے حاکم کو خبر نہ دی اس وقت
کہا جب وہ حاکم معزول ہو گیا تھا طلاق ہو گئی ۔ ۱۴۹
دائن نے مدیون سے حلف لیا کہ تیرے بے اذن
باہر نہ جاؤں گا ، یہ حلف بقاء دین تک رہے گا ۔
بعد ادا یا ابراء اذن کی حاجت نہیں ۔ ۱۵۰
قسم کھائی کہ عورت بے میرے اذن کے باہر جائیگی
یہ قیام زوجیت تک محدود ہے ۔ ۱۵۱
قسم کھائی کہ دس کو نہ بیچوں گا اور گیارہ کو بیچا
تو حانث نہ ہوا ۔ ۱۵۱
یمین کی بناء عرف پر ہے ۔ ۱۵۱
عدم بے سلف کلی متحقق نہیں ہوتا ۔ ۱۵۱
نکرہ حیز نفی میں عام ہو جاتا ہے ۔ ۱۵۲
عموم سلب بوجہ ایجاب جزئی صادق نہیں رہتا ۔ ۱۵۲
ایک شخص نے اپنی بیوی کو بعد نماز مغرب کہا کہ
اگر تو نماز نہ پڑھے گی تو تجھے دو طلاق ، بعدہٗ بیوی

Marfat.com

نے عشاء کی نماز نہیں پڑھی تو صبح صادق طلوع ہوتے ہی اس پر دو طلاقیں پڑ گئیں۔ ۱۵۱

مرد نے بیوی سے کہا تو نماز ترک کرے تو تجھے طلاق، عورت نے ایک نماز قصداً قضاء کی، طلاق ہو جائے گی اگرچہ اس قضاء کو ادا بھی کرلے۔ ۱۵۲

نیت حالف اگرچہ دلالت حال کے خلاف ہو اعتبار اسی کا ہوگا۔ ۱۵۳

طلاق مغلظہ سے عورت حرام ابدی نہیں ہوتی البتہ بے حلالہ شوہر اوّل کے نکاح میں آنے کے قابل نہیں رہتی۔ ۱۵۴

○ رسالہ اکد التحقیق بباب التعلیق

(مسئلہ تعلیق میں ایک دیوبندی مولوی کے فتویٰ کا ردّ بلیغ) ۱۵۵

نقل فتویٰ مولوی وجیہ اللہ دیوبندی باشندہ بنگالہ ۱۵۶

جواب منجانب مصنف (اعلحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ) ۱۶۶

تیسری طلاق دے دی تو اب بیوی حرام قطعی ہوگئی تجدید نکاح سے بھی حلال نہیں ہوسکتی تاوقتیکہ حلالہ نہ ہوجائے۔ ۱۶۶

خاوند نے بیوی کو کہا اگر تُو نے نماز نہ پڑھی تو تجھے دو طلاقیں۔ بعدہٗ کہتا ہے کہ میں نے اس سے عموم کا ارادہ کیا ہے یعنی تمام عمر کبھی کہیں کوئی نماز نہ پڑھے تو تجھے دو طلاقیں۔ تو یہ حیلہ جھوٹ اور خالص فاسد بہانہ ہے۔ ۱۶۷

جب طلاق نہ ہوئی تو رجوع کیسا اور کس سے رجوع۔ ۱۶۰

یہ کہنا کہ رجوع کرلینے سے پہلی طلاقیں باطل ہوجاتی ہیں گمراہ کلمات ہیں جن پر "لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" ہی پڑھا جا سکتا ہے۔ ۱۶۹

لوگوں میں بدبخت ترین وُہ شخص ہے جو دوسروں کی دنیا کے لئے اپنی آخرت برباد کرے۔ ۱۶۹

دیوبندی مولوی وجیہ اللہ کے فتویٰ کا پچیس وجوہ سے ردّ بلیغ۔ ۱۶۹

دیوبندی فتویٰ کی پہلی خطاء۔ ۱۷۰

حکم شرعی کے معلوم ہونے پر سوال کی صورت کو تبدیل کرنا مکر وفریب ہے۔ ۱۷۰

دوسری خطاء۔ ۱۷۱

انشائے تعلیق اور تعلیق انشاء میں فرق۔ ۱۷۱

ہر جزاء کو استقبال لازم ہے۔ ۱۷۱

طلاق باعتبار صدور مرد کی اور باعتبار وقوع عورت کی صفت ہے۔ ۱۷۱

تیسری خطاء۔ ۱۷۲

خاوند نے بیوی کو کہا اگر تُو مجھے نہیں چاہتی تو تجھے طلاق، بیوی نے کہا میں چاہتی ہُوں تو طلاق نہ ہوگی۔ ۱۷۲

شوہر نے اپنی بیوی کو کہا کہ اگر میں تین ماہ میں آؤں اور دس دینار نہ لاؤں تو تجھے طلاق۔ پس وُہ آیا اور دینار نہ لایا تو طلاق ہوجائے گی۔ ۱۷۲

خاوند نے بیوی کو کہا اگر تُو حرام کاری کرے تو تجھے تین طلاق، پھر اس کو طلاق بائنہ دے کر عدت

Marfat.com

میں اس سے وطی کی تو قسم ٹوٹ گئی اور تین طلاقیں
ہو جائیں گی۔ ۱۷۲
چوتھی خطاء۔ ۱۷۲
پانچویں خطاء۔ ۱۷۳
دیوبندی مولوی وجیہ اللہ کا معلق کو تین قسموں پر
اور پھر ایک کو دو قسموں پر منقسم ماننا جہالت ہے۔ ۱۷۳
دیوبندی مفتی کی جہالت کہ شرح وقایہ کی عبارت
کو نہ سمجھ سکا۔ ۱۷۳
چھٹی خطاء۔ ۱۷۳
ساتویں خطاء۔ ۱۷۴
آٹھویں خطاء۔ ۱۷۴
نویں خطاء۔ ۱۷۴
یمین الفور کی تخصیص غصہ اور بے اعتدالیٔ طبع سے
کرنا دیوبندی اجتہاد ہے ورنہ کتبِ مذہب میں
اس کا کوئی نشان نہیں۔ ۱۷۴
حاکم نے قسم کھائی کہ اگر شہر میں کوئی بدمعاش آئے
اور تجھے سزا نہ دوں تو بیوی کو طلاق۔ یہ یمین فور
ہے۔ حالانکہ یہاں غصہ اور اشتعالِ طبع نہیں۔ ۱۷۴
دسویں خطاء۔ ۱۷۵
فعل حکم نکرہ میں ہے اور نکرہ حیز نفی میں عام ہو جاتا ہے
عموم سلب بوجہ ایجاب جزئی صادق نہیں رہتا۔ ۱۷۵
گیارھویں خطاء۔ ۱۷۶
محققین نے عمدۃ المدققین علامہ سید میر زاہد کی بعض
مشہور تدقیقات کا کثیر وجوہ سے رد کیا ہے۔ ۱۷۶
قضیہ طبعیہ کا موضوع کلیت کا معروض ہوتا ہے۔ ۱۷۶

کلیت معقولاتِ ثانیہ میں سے ہے۔ ۱۷۶
طبعیہ قضیہ ذہنیہ ہوتا ہے نہ کہ خارجیہ۔ ۱۷۶
منتزع، انتزاع کے تابع ہوتا ہے لہذا بلا انتزاع
نہیں پایا جاتا اگرچہ منتزع منہ موجود ہو۔ ۱۷۶
بارھویں خطاء۔ ۱۷۷
تیرھویں خطاء۔ ۱۷۷
الشیٔ المطلق کے مرتبہ میں عموم، کلیت اور اطلاق
ملحوظ ہوتا ہے۔ ۱۷۷
چودھویں خطاء۔ ۱۷۷
تحصیل حاصل باطل ہے۔ ۱۷۷
پندرھویں خطاء۔ ۱۷۸
مبنی کے فساد سے بناء کا فساد ہوتا ہے۔ ۱۷۸
سولھویں خطاء۔ ۱۷۸
سترھویں خطاء۔ ۱۷۹
خاوند نے بیوی سے مجامعت کا ارادہ کیا اور بیوی
کو کہا کہ اگر تو میرے ساتھ کمرے میں داخل نہ ہوئی
تو تجھے طلاق ہے۔ اس کے بعد بیوی اُس وقت
کمرے میں داخل ہوئی جب خاوند کی شہوت
ختم ہو چکی تھی تو طلاق واقع ہو جائے گی اگر زوالِ
شہوت سے پہلے داخل ہوئی تو طلاق نہ ہوگی۔ ۱۷۹
دخول مطلق قضیہ طبعیہ کا موضوع ہے اور وہ اس
وقت تک منتفی نہیں ہوتا جب تک جمیع افراد
دخول منتفی نہ ہو جائیں۔ ۱۷۹
اٹھارھویں خطاء۔ ۱۸۰
کسی چیز کا انتفاء اس کے تمام افراد کے منتفی ہونے

Marfat.com

ے ہو جاتا ہے ۱۸۰
انیسویں خطار۔ ۱۸۱
مسئلہ بردار کا کوئی علاج نہیں ۱۸۱
بیسویں خطار۔ ۱۸۲
بیوی باہر جانے یا غلام کو مارنے کے لئے تیار رہتی
خاوند نے اس وقت بیوی کو کہا اگر تو باہر نکلی یا تو
نے مارا تو تجھے طلاق۔ تو یہ دونوں یمین فور ہیں ۱۸۲
امام اعظم ابوحنیفہ اقسام یمین کے ائمہ کے استنباط
میں متفرد ہیں۔ ۱۸۳
نشہ والے شخص نے بیوی کو مارا پیٹا تو وہ باہر نکل گئی۔
اس پر شخص نے کہا اگر تو واپس نہ لوٹی میرے پاس
تو تجھے طلاق، یہ واقعہ عصر کے وقت ہوا اور وہ عورت
عشاء کے وقت اس کے پاس لوٹ کر آئی تو طلاق
ہو جائے گی کیونکہ یہ یمین فور ہے۔ اگر یمین فور کی نیت
کا انکار کرے تو قاضی اس کی تصدیق نہیں کرے گا۔ ۱۸۳
بیوی باہر نکلنے لگی تو خاوند نے کہہ دیا اگر تو نکلی تو تجھے
طلاق ہے۔ اس پر بیوی واپس بیٹھ گئی اور کچھ دیر کے
بعد نکلی تو قسم نہ ٹوٹی اور طلاق واقع نہ ہوئی۔ ۱۸۳
اکیسویں خطار۔ ۱۸۴
دیوبندی گمراہی کا جوش۔ ۱۸۴
دیوبندی تعلیم نے قرآن و حدیث اور ائمہ قدیم و جدید
کا اجماع پس پشت ڈال دیا۔ ۱۸۴
آیۂ کریمہ "الطلاق مرتان" کا شان نزول اور اس
میں مختلف اقوال مفسرین۔ ۱۸۵
تین طلاقوں کے بعد مرد کو رجوع اختیار نہیں اور عورت
خود مختار ہے۔ ۱۸۵
وہ طلاق جس کے بعد رجوع کرنا جائز ہے وہ دوبار
طلاق ہے اس سے زائد نہیں۔ ۱۸۶
تین طلاقوں کے بعد مرد کو رجوع کا اختیار رہتا تھا
جو آیت کریمہ "الطلاق مرتان" سے منسوخ ہو گیا ۱۸۸
دیوبندی مقصد شریعت کو پامال اور جاہلیت کے
ظلم و ستم کو دوبارہ زندہ کر رہے ہیں۔ ۱۸۹
بائیسویں خطار۔ ۱۹۰
یہ جزئیہ کہ رجوع کے بعد طلاق کالعدم نہیں ہوتی۔ ۱۹۰
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد پر حضرت عبداللہ
ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے جس بیوی کو طلاق
سے رجوع کر لیا مگر اس کے باوجود وہ طلاق شمار ہوئی ۱۹۰
دیوبندی تعلیم کی حدیث سے مخالفت۔ ۱۹۲
تیئیسویں خطار۔ ۱۹۲
تیسری طلاق کے بعد عورت خاوند کے لئے بلا حلالہ
حلال نہیں ہو سکتی چاہے پہلی طلاق کے بعد رجوع
کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ ۱۹۲
کتب فقہ بلا اختلاف تین طلاقوں کو مطلقاً حرمت
غلیظہ کے لئے مثبت بیان کرتی ہیں۔ ۱۹۲
ہزارہا عبارات دیوبندی مفتی کی گمراہی کے بطلان
پر شاہد ہیں۔ ۱۹۲
خاوند نے بیوی کو کہا جب بھی تو بچہ جنے تو تجھے طلاق
ہے اس کے بعد بیوی نے نئے حمل کے ساتھ تین
بچے جنے تو دوسرا اور تیسرا بچہ پہلی اور دوسری طلاق
سے رجوع متصور ہوگا جبکہ تیسرے بچے کی پیدائش

Marfat.com

پر تین طلاقیں ہو جائیں گی اور حرمت غلیظہ ثابت ہو جائے گی اور تینوں بچوں کا نسب خاوند سے ثابت ہوگا۔ ١٩٢
دیوبندی تعلیم ائمۂ اُمت کے مخالف ہے۔ ١٩٥
چوبیسواں خطاء۔ ١٩٥
دیوبندی مفتی کی انتہائی غباوت اور گمراہی۔ ١٩٥
نجدیت کی بدعقلی اور کج فہمی ١٩٦
پچیسواں خطاء۔ ١٩٦
بطلان طلاق اور بطلان عمل میں فرق ہے۔ ١٩٦
دیوبندی مجتہدین کی دین اور شریعت میں نئی بدعت۔ ١٩٧
حرام قطعی کو حلال کہنا فقہی حکم کے مطابق قطعی کفر ہے۔ ١٩٧
طلاق مغلظہ کے بعد عورت کو شوہر کے لئے حلال قرار دینے والے مفتیوں کی بیویاں اُن پر حرام ہو گئیں اُن پر تجدید اسلام اور تجدید نکاح لازم ہے۔ ١٩٠
طلاق کی قسم کھانا شرعاً ناپسندیدہ ہے ١٩٨
طلاق کی قسم کھانا مومنانہ نہیں منافقانہ فعل ہے۔ ١٩٨
جو کوئی اس بستی میں وعظ کرے اس کی عورت پر طلاق۔ اور جو کوئی سے مراد اس کی اپنی ذات تھی، تو اگر وعظ کہے گا طلاق رجعی واقع ہوگی۔ ١٩٨
کلمۂ مَن تعمیم کے لئے ہے۔ ١٩٨
وعظ کیسے واعظ کو کرنا چاہئے۔ ١٩٩
جو کسی بات پر قسم کھالے پھر دیکھے کہ اس قسم کا خلاف بہتر ہے تو وہی بہتر کام کرے اور قسم کا کفارہ دے لے۔ ١٩٩
اغراض فاسدہ کے لئے وعظ ضلالت اور یہود و نصاریٰ کی سنت ہے۔ ١٩٩
نااہل کے وعظ کہنے کی مذمت احادیث کریمہ سے ١٩٩
کیسے واعظ کو وعظ کہنے کی اجازت نہیں۔ ٢٠٠
طلاق مغلظہ کی قسم کھائی تو طلاق سے بچنے کا ایک حیلہ۔ ٢٠٠
یمین وجود شرط کے بعد مطلقاً ختم ہو جاتی ہے۔ ٢٠١
طلاق کو وعظ کہنے پر معلق کیا تو یہ سبیل ممکن ہے کہ عورت کو ایک طلاق دے وہ عدت سے نکل چکے تو وعظ کہے پھر عورت سے دوبارہ نکاح کرلے۔ ٢٠١
شوہر نے کہا تو مہر بخشے تو طلاق دوں گا۔ عورت بولی اگر تو طلاق دے تو میں نے مہر بخش دیا، شوہر نے دو طلاق دی، طلاق واقع ہوئی مہر ساقط نہ ہوا ٢٠٢
ہندہ سے اس شرط پر نکاح کہ نصف مہر عند الطلب ادا نہ کروں تو تین طلاق، اس مسئلہ کی مختلف صورتوں کے احکام۔
ہبہ میں تعلیق باطل ہے۔ ٢٠٢
تملیکات یعنی بیع و شراء وغیرہ میں تعلیق باطل ہے۔ ٢٠٢
"کلما دخلت الدار فانت طالق" میں تین بار دخول دار کے بعد یمین منحل ہوگی یا تین طلاق سے زوال حل ہوئے تب یمین منحل ہوگی۔ ٢٠٣
لفظ کلما عموم افعال کا تقاضا کرتا ہے جبکہ لفظ کل عموم اسماء کا۔ ٢٠٤
اگر تو میرے گھر میں آئی تو تجھے طلاق۔ اور عورت دوسرے کے گھر میں تھی تو شوہر کے گھر آتے ہی طلاق، اور شوہر کے گھر میں ہی تھی تو جب تک وہاں

Marfat.com

رہے گی طلاق واقع نہ ہوگی۔ ۲۰۶

چاروں مذاہب کے چاروں اماموں کا اجماع ہے کہ تین طلاقیں ایک جگہ ایک وقت ایک ہی دفعہ ایک ہی لفظ میں واقع ہوجاتی ہیں۔ ۲۰۶

وہابی گمراہ بے دین مسئلۂ طلاق ثلثہ میں خلاف کرتے اور حرام کو حلال ٹھہراتے ہیں۔ ۲۰۷

شوہر نے ایک وقت کی نماز بے عذرِ شرعی نہ پڑھنے پر تین طلاقیں معلق کیں، بے عذر ایک وقت کی نماز بھی چھوڑ دے گی تین طلاقیں پڑ جائیں گی۔ ۲۰۷

جو حیلہ ارتکاب کبیرہ بالعمد پر مشتمل ہو اس کا بتانا بھی حرام ہے۔ ۲۰۷

مفتی کو یصدق دیانۃً نہیں کہنا چاہیے بلکہ ادب یہ ہے کہ لایصدق قضاءً کہے۔ ۲۰۷

شوہر نے کہا اگر تُو فلاں مکان میں گئی میری عورت نہ رہے گی، اگر نیتِ طلاق سے طلاق معلق ہوگی۔ ۲۰۸

نیت طلاق کے بارے میں شوہر کا قول قسم کے ساتھ مان لیا جائے گا۔ ۲۰۹

اگر تیری اجازت کے بغیر نکاح کروں تو طلاق مغلظہ ہوگی، اس شرط پر نکاح کی مختلف صورتوں کے احکام کی تفصیل۔ ۲۰۹

جواب مضمون سوال کے اعادہ کو متضمن ہوتا ہے۔ ۲۱۱

عرف میں طلاقِ مغلظہ تین طلاقوں کو ہی کہتے ہیں۔ ۲۱۲

مرد نے بیوی سے کہا تجھ پر تینوں شرطوں سے طلاق' تو کیا حکمِ شرعی ہے۔ ۲۱۳

شرط مجہول پر طلاق معلق کرنے سے طلاق اصلاً واقع نہ ہوگی۔ ۲۱۳

ہر عاقد وحالف کے کلام کو اس کے عرف پر محمول کیا جائے گا۔ ۲۱۴

شوہر سے چند غلط شرائط کا اقرار نامہ لکھوانے کا حکم۔ ۲۱۴

جو شرط شریعت کے خلاف ہو وہ باطل ہے۔ ۲۱۵

اللہ تعالیٰ کا حکم حق اور اللہ تعالیٰ کی شرط مؤکد ہے۔ ۲۱۵

بیوی اب باپ ہی کے یہاں رہے گی اور موجودہ و آئندہ اولاد کی وہی مالک ہوگی اور باپ کے گھر بیٹھے نفقہ پائے گی، یہ سب شرطیں خلافِ شرع و مردود ہیں۔ ۲۱۵

مرد کا یہ لکھنا کہ اگر میں شرط کے خلاف کروں تو میری یہ تحریر تین طلاق سمجھی جائے گی' باطل ہے۔ ۲۱۶

بحق حضانت لڑکا سات سال اور لڑکی نو سال کی عمر تک ماں کے پاس رہیں گے پھر باپ لے گا۔ ۲۱۶

شوہر اگر اپنے پاس بلانا چاہے تو عورت کو باپ کے گھر رہنے کا کوئی اختیار نہیں۔ ۲۱۶

عورت شوہر کے پاس آنے سے انکار کرے تو نفقہ کی مستحق نہیں ہوگی۔ ۲۱۶

مہر اگر نہ معجل ہو نہ مؤجل تو جب تک موت یا طلاق نہ ہو عورت کو اس کے مطالبہ کا اختیار نہیں۔ ۲۱۷

بے علم کو علماء سے صرف حکمِ شریعت دریافت کرنا چاہیے نہ یہ کہ صفحہ و سطر جانچے۔ ۲۱۷

تعلیق طلاق بہ عدم ادائے حقوق زوجہ کے ایک

Marfat.com

اقرارنامہ کا شرعی حکم۔ ۲۱۷
تاکید مفید شرط وجزاء کے درمیان فاصل نہیں ہوتی۔ ۲۱۹
بیوی کو کہا انت طالق ان شاء اللہ تو کن صورتوں میں استثناء صحیح اور کن میں غیر صحیح ہوگا۔ ۲۱۹
نان ونفقہ نہ ملنے کے بارے میں عورت محتاجِ گواہان نہیں بلکہ اس کا بیانِ حلفی کافی ہے۔ ۲۲۰
شروط میں نفی پر بینہ مسموع ہیں۔ ۲۲۱
اگر میاں بیوی وجودِ شرط میں اختلاف کریں تو شوہر کا قول قسم کے بعد معتبر ہوگا۔ ۲۲۱
شوہر نے اقرارنامہ لکھا کہ اپنی عورت کی حیات میں کسی دُوسری عورت سے شادی کروں تو اس دُوسری پر تین طلاق، اس صورت میں اگر کسی فضولی نے اس کا نکاح کسی دوسری عورت سے کردیا اور اس نے زبان کے بجائے کسی عمل سے اس کی توثیق کردی تو دوسری عورت کو حسبِ شرائط اقرارنامہ طلاق نہ ہوگی۔ ۲۲۳
فضولی نے کسی کا نکاح کردیا شوہر نے مہر مقررہ عورت کو بھیج دیا تو نکاح نافذ ہوگیا۔ ۲۲۳
شوہر نے فضولی کے نکاح کے بعد کاغذ پر لکھا کہ میں نے اس نکاح کو نافذ کیا تو نافذ ہوگیا۔ ۲۲۳
نکاحِ فضولی کے بعد کسی نے یا خود اسی فضولی نے شوہر کو مبارکباد دی شوہر نے اس پر سکوت اختیار کیا، تو نکاح نافذ ہوگیا۔ ۲۲۳
غیر مدخولہ کو ایک لفظ سے تین طلاق دینے اور متفرق الفاظ میں تین طلاق دینے کا حکم، اور

تعلیق کی مختلف صورتوں کا تفصیلی حکم۔ ۲۲۶
زنِ غیر مدخولہ یکبارگی تین طلاق کی محل ہے۔ ۲۲۶
غیر مدخولہ کو تین طلاقیں بطور تعلیق دیں تو شرط کے جزاء پر مقدم و مؤخر ہونے میں کیا حکم ہے۔ ۲۲۶
مسئلہ طلاق ثلثہ کی تفاصیل باعتبار حرف عطف اور باعتبار تعلیق و تنجیز اور باعتبار تقدم و تأخر شرط اور باعتبار زنِ مدخولہ وغیر مدخولہ۔ ۲۲۶
عورت کو طلاق کا اختیار دینے کے ایک اقرارنامہ کی مختلف صورتوں کا شرعی حکم۔ ۲۳۱
شرط یمین نامہ قبل از نکاح تحریر ہوا اور اس میں نکاح کی طرف اضافت نہ ہو تو وہ شرط محض فضول و باطل ہے ۲۳۱
تفویض طلاق میں زن و شوہر دونوں میں سے ایک کے کلام میں اضافت کافی ہے۔ ۲۳۱
جو تفویض طلاق معلق بالشرط ہو بعد وقوع شرط اسی مجلس پر محدود رہتی ہے جس میں عورت کو وقوعِ شرط کا علم ہوا مجلس بدلنے کے بعد اسے طلاق لینے کا اختیار نہیں رہتا۔ ۲۳۲
عورت کے ارادہ، رضا اور خواہش پر طلاق کو معلق کرنا تملیک مع التعلیق ہے اور یہ تملیک مجلس تک محدود رہے گی۔ ۲۳۲
ایک مہینہ کے اندر عورت کے شوہر کے مکان پر نہ آنے پر طلاق معلق کیا، عورت نہ آئی، یہ خود ایک مہینہ کے اندر عورت کے پاس پہنچا، طلاق واقع ہوگئی۔ ۲۳۳
زید نے اپنی بیوی کو کہا کہ تینوں طلاق پُوری کردُوں گا'

Marfat.com

یہ محض وعدہ ہے اور وعدہ سے طلاق نہیں ہوتی۔ ٢٣٣

وقوع طلاق سے پہلے رجوع عن الطلاق لغو ہے۔ ٢٣٣

طلاق رجعی کا تعلیق کے سبب بائن ہوجانا باطل قطعی ہے۔ ٢٣٣

اقرارنامہ لکھنا کہ تمھارے سوا کسی دوسری عورت سے شادی کروں تو ایک دو تین طلاق ہے، دوسری عورت سے شادی اپنی بیوی سے اجازت لے کر کی۔ شادی کرتے ہی دوسری عورت پر ایک طلاق بائن پڑگئی۔ ٢٣٣

مالک نے اپنے غلاموں کے بارے میں کہا ھذا حر او ھذا و ھذا تو تیسرا آزاد ہوگیا جبکہ پہلے دونوں میں سے ایک آزاد ہے اس کے تعین کا اختیار مالک کو ہے۔ ٢٣٥

کلمہ "او" تخییر اور "و" شرکت کے لئے ہے ٢٣٥

اردو زبان میں کسی شئی کا ثبوت پہنچانا اور کوئی شئ ثبوت کو پہنچانا، ان دونوں میں فرق ہے۔ ٢٣٥

طلاق کو دو شرطوں پر معلق کیا تو جب تک دونوں شرطیں نہ پائی جائیں طلاق واقع نہ ہوگی۔ ٢٣٥

عورت کو ناچ گانے کی اجازت دینا حرام قطعی ہے اور ایسا کرنے والا شوہر دیوث ہے۔ ٢٣٧

دیوث اگر توبہ نہ کرے تو اس پر جنت حرام اور اللہ تعالٰے کی اس پر لعنت ہوتی ہے۔ ٢٣٧

حدیث کی رُو سے تین اشخاص جنت میں نہیں جائیں گے، ماں باپ کو ناحق اذیت دینے والا اور دیوث اور مردوں جیسی وضع بنانے والی عورت۔ ٢٣٧

شرابی جنت میں نہیں جائے گا۔ ٢٣٧

فسخ نکاح اور آزادی کا لفظ کنایات طلاق سے ہے۔ ٢٣٨

دوسرے نکاح کی اجازت سے طلاق کی نیت کی تو طلاق واقع ہوگی اور نیت کے بارے میں شوہر کا قول قسم سے معتبر ہوگا۔ ٢٤٠

مرد نے عورت سے کہا اگر میں تجھے جھالودے سے باہر لے جاؤں تو تجھے طلاق، پھر جھالودنامی گاؤں سے اس کو کہیں اور لے کر جائے گا تو طلاق واقع ہوجائے گی۔ ٢٤١

تین طلاقیں واقع ہوجائیں تو ازروئے قرآن بے حلالہ شوہر اول کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ ٢٤١

شوہر طلاق مغلظہ دے کر منکر ہوگیا عورت کو طلاق کا یقین ہے تو جیسے ہوسکے اس سے دُور بھاگے اور اگر اس پر قادر نہیں تو وبال شوہر پر ہے۔ ٢٤٢

مہر ادا کئے بغیر اور تمھاری اجازت بصیغہ رجسٹری حاصل کئے بغیر اگر دوسری عورت سے شادی کردوں تو اس کو طلاق، مہر ادا کردیا، اجازت بھی حاصل کی لیکن اس کی رجسٹری نہیں کرائی اور دوسرا نکاح کیا تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ ٢٤٣

"طلاق سمجھی جائے" سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ ٢٤٣

"عدم خبرگیری کو طلاق سمجھنا" خبرگیری نہ کی تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ ٢٤٥

باطل پر کچھ اثر مرتب نہیں ہوسکتا۔ ٢٤٥

شوہر نے بعد نکاح اقرارنامہ لکھا، اگر مہر النساء

Marfat.com

کی رضا و رغبت کے بغیر دُوسری شادی کروں تو دوسری
کو طلاق، تو عدمِ رضا کا ثبوت اقرارِ زوجہ سے ہوگا
بے اس کے طلاق واقع نہ ہوگی۔ ۲۴۷
تحقق شرط تحققِ جزاء کو مستلزم ہے۔ ۲۴۷
محض ایک عورت کا بیان حجتِ شرعیہ خصوصاً سوکن
کے بارے کہ محلِ تہمت ہے۔ ۲۴۸
عدمِ رضا اور ترکِ استرضاء میں بہت فرق ہے۔ ۲۴۸
تعلیق بالرضاء میں علم برضا درکار نہیں۔ ۲۴۸
شوہر نے عورت سے کہا بے میری رضا کے باہر گئی
تو طلاق، پھر شوہر نے آہستہ سے کہا جا، عورت
نے سُنا نہیں، چلی گئی، تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ ۲۴۸
اذن بغیر قول مسموع و مفہوم کے نہیں ہوسکتا۔ ۲۴۸
مرد نے قسم کھائی کہ بیوی کے اذن کے بغیر نہیں پیوں گا
بیوی نے اپنے ہاتھ میں پیالہ پکڑ کے اس کو پلایا مگر
زبان سے اذن نہیں دیا یا دیا مگر شوہر نے نہیں سُنا
تو حانث ہوجائے گا۔ ۲۴۸
عدمِ اذن محلِ شرط میں گواہوں سے ثابت
کیا جاسکتا ہے۔ ۲۴۹
عدمِ رضاء و رغبت کا ثبوت شہادت سے نہیں
ہوسکتا۔ ۲۴۹
دل ہر وقت ایک حال پر نہیں رہتا کیونکہ
القلب ینقلب۔ ۲۴۹
عدمِ رضائے سابق ولاحق دلیل عدمِ مقارن نہیں
ہوسکتی۔ ۲۴۹
اسبابِ غضب ہزاروں ہیں لہذا کسی ایک سبب
پر انحصار درست نہیں۔ ۲۴۹
عورتوں کی غالب عادت یہ ہے کہ وُہ اپنے شوہر کا
نکاحِ ثانی پسند نہیں کرتیں۔ ۲۵۰
زنِ نامدخولہ تین طلاق دفعی کی محل ہے۔ ۲۵۱
جس عورت سے تیری اجازت کے بغیر شادی کروں
اس کو طلاق، بعدہٗ اس عورت کو طلاق دے دی
پھر دُوسری عورت سے اس کی اجازت کے بغیر
شادی کی، طلاق واقع ہوجائے گی۔ ۲۵۱
اذن کا علم قول سے ہوگا اور محبت و بغض کا نہیں۔ ۲۵۱
اذن و رضاء کا فرق ۲۵۲
جس شرط کا علم عورت کے بتانے سے ہو اُس
میں اسی کے قول کا اعتبار ہے۔ ۲۵۳
یہ کہا اگر تجھے حیض آئے تو تو اور فلانہ کو طلاق،
عورت نے کہا مجھے حیض آیا تو اس کو طلاق ہوگی
فلانہ کو نہیں۔ ۲۵۳
اگر فلاں مومن ہے تو تجھے طلاق، عورت پر طلاق
واقع نہ ہوگی۔ ۲۵۴
اگر میں تیری حاجت پُوری نہ کروں تو میری عورت
کو طلاق، مخاطب نے کہا میری حاجت یہی ہے
کہ تُو اپنی عورت کو طلاق دے دے، شوہر اگر
اُس کو بیانِ حاجت میں جھوٹا سمجھے تو اُس کی
عورت کو طلاق واقع نہ ہوگی۔ ۲۵۴

باب الایلاء

۲۵۷
ایلاء کسے کہتے ہیں، اس کا حکم کیا ہے اور اس سے

Marfat.com

طلاق مغلظہ پڑتی ہے یا نہیں۔ ۲۵۷

ایلاء کا مدار پانچ باتوں پر ہے جب تک وہ پانچ جمع نہ ہوں ایلاء درست نہ ہوگا۔ ۲۵۷

وضو، غسل، تلاوتِ قرآن، سجدۂ تلاوت اور اتباعِ جنازہ نذر سے لازم نہیں ہوتے۔ ۲۵۷

ایلاء میں چار مہینہ تک قربت نہ کی، عورت پر ایک طلاقِ بائن واقع ہوگئی۔ ۲۵۸

ایلاء طلاق مغلظہ نہیں لہٰذا حلالہ کی ضرورت نہیں۔ ۲۵۹

اگر ایلاء میں طلاقِ بائنہ ہوگئی تو شوہر و عورت عدت میں یا بعد عدت جب چاہیں باہم نکاح کرسکتے ہیں۔ ۲۵۹

ایلاء مؤبد کی صورت میں چار ماہ بلا رجوع گزرنے سے ایک طلاق بائن پڑی، پھر اس سے نکاح کرلیا پھر چار ماہ خالی گزر گئے تو دوسری طلاق پڑجائیگی پھر نکاح کیا اور چار ماہ اسی طرح گزر گئے تو تیسری پڑجائے گی، اب بلا حلالہ اس کو نکاح میں نہیں لاسکے گا۔ ۲۵۹

حنفی مذہب سے منسوب ایک من گھڑت مسئلے کا رد۔ ۲۶۰

باب الخُلع

مہر کے بدلے میں طلاق دی تو طلاقِ بائن واقع ہوگئی۔ ۲۶۳

صوم وصلوٰۃ کی پابند لڑکی بدخصلت اور بے نماز ۲۶۳

شوہر سے بیزار ہو کر خُلع کرنا چاہتی ہے، کیا شرعاً ایسا کرسکتی ہے۔ ۲۶۴

خُلع کی تعریف۔ ۲۶۴

تنہا زوجہ کے کئے خلع نہیں ہوسکتا۔ ۲۶۴

باپ دادا کا کیا ہوا نکاح عورت بالغ ہو کر بھی فسخ نہیں کرسکتی۔ ۲۶۴

باپ دادا کے غیر کا کیا ہوا نابالغہ کا نکاح وہ بالغ ہوتے ہی رَد کرسکتی ہے۔ ۲۶۴

نماز روزہ سے مضحکہ کرنے والا اسلام سے خارج ہوجاتا ہے اور اس کی بیوی نکاح سے نکل جاتی ہے۔ ۲۶۵

غیر مدخولہ کا شوہر اسلام سے خارج ہوجائے تو وہ بلا عدت دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے عدت لازم نہیں۔ ۲۶۵

باب الظہار

باب الظہار ۲۶۷

یہ لفظ کہ میں تجھ کو طلاق دے دوں گا محض نامعتبر اور وعدہ ہے اس سے کچھ واقع نہیں ہوتا۔ ۲۶۷

میں تجھ سے کلام کروں تو اپنی ماں بہن سے کلام کروں، یہ جملہ باب طلاق میں لغو ہے۔ ۲۶۷

تجھے ماں کے بجائے سمجھتا ہوں، اگر اس کا مطلب یہ تھا کہ حرام سمجھتا ہوں، تو یہ کلمہ ظہار ہے۔ ۲۶۷

مظاہر پر عورت کے ساتھ صحبت، بشہوت بوسہ لینا، بشہوت بدن کو ہاتھ لگانا، بشہوت شرمگاہ کو دیکھنا حرام ہے۔ ۲۶۸

Marfat.com

کفارۂ ظہار کا بیان اور غلہ کفارہ میں دے تو اس کا وزن۔ ۲۶۹
بیوی کو ماں بہن کہنے والا گنہ گار اور دروغ گو ہے۔ ۲۷۰
ازروئے قرآن مجید کسی کی ماں وہی ہے جس نے اسے جنا ہے۔ ۲۷۰
طلاق بائن طلاق بائن کو لاحق نہیں ہوتی۔ ۲۷۱
عورت کو بجائے ماں بہن کہنے سے بہ نیت طلاق ہو تو طلاق، اور حرمت مراد ہو تو ظہار ہے، اور کچھ بھی مراد نہ ہو تو دیانۃً کچھ نہیں۔ ۲۷۲
کفارۂ ظہار ادا کرنے کے بعد عورت شوہر پر حلال ہو جاتی ہے اور کفارہ میں غلام عیب سے پاک ادا کرنا چاہئے۔ روزہ میں دو ماہ تک تسلسل ضروری ہے۔ غلہ دے تو دو سیر تین چھٹانک اٹھنی بھر گیہوں یا دو وقت شکم سیر کھانا کھلائے۔ ۲۷۴
حتی الامکان عاقل بالغ کے کلام کو مہمل نہ چھوڑا جائے۔ ۲۷۵
بیوی کو بجائے ماں بہن کہا اور کہتا ہے کہ نیت کسی قسم کی نہ تھی تو قاضی ظہار پر محمول کرے گا۔ ۲۷۶
مظاہر کو قاضی مجبور کرے گا کہ کفارہ ادا کرے یا طلاق دے۔ ۲۷۷
مظاہر نے لفظ سے حقیقۃً کچھ مراد نہ لیا لیکن قاضی نے ظہار قرار دیا۔ عورت ادائے حق کے لئے کفارہ کا مطالبہ کرے تو چونکہ حقیقۃً اس نے ارادۂ ظہار نہیں کیا تھا اس لئے اس قول شنیع سے توبہ کرکے عورت سے کہہ سکتا ہے کہ میں نے کفارہ ادا کر دیا۔ ۲۷۹
عورت کو ماں بہن کہنا قول شنیع ہے لیکن یہ قول لغو ہے، نہ اس سے طلاق واقع ہو نہ ظہار۔ ۲۸۰
عورت کو طلاق کی نیت سے ماں کہنے سے طلاق نہیں ہوتی۔ ۲۸۰
بیوی کو بہ نیت طلاق کہا کہ تو مثل یا مانند یا بجائے ماں بہن ہے تو ایک طلاق بائن ہو جائے گی۔ ۲۸۱
بیوی کو کہا تو میرے لئے مثل یا مانند یا بجائے ماں بہن ہے اور نیت ظہار یا تحریم کی ہے تو ظہار ہو گیا۔ ۲۸۱
مظاہر کے لئے کیا کیا چیزیں حرام ہیں۔ ۲۸۱
کفارۂ ظہار کی تفصیل۔ ۲۸۱
بیوی کو بلا کسی نیت کے کہا کہ تو مجھ پر مثل میری ماں کے ہے تو یہ لفظ لغو و مہمل ہوگا طلاق یا کفارہ وغیرہ کچھ لازم نہ آئے گا۔ ۲۸۱
بیوی کو ماں، بہن یا بیٹی کہنے سے طلاق نہیں ہوتی اگرچہ بہ نیت طلاق کہے۔ ۲۸۲
عورت کو طلاق کی نیت سے ماں کہہ کر مشہور کیا تو یہ قضاءً طلاق مانی جائے گی۔ ہاں اگر اس کے قول سے یہ واضح ہو کہ یہ اقرار طلاق اسی غلط فہمی کی بناء پر تھا تو قضاءً بھی طلاق نہ ہوگی۔ ۲۸۲
برسام کے مریض نے بیوی کو طلاق دی پھر ٹھیک ہونے کے بعد کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی بعدہٗ کہتا ہے کہ میں نے یہ سمجھا تھا کہ حالت برسام میں طلاق واقع ہو جاتی ہے تو کیا حکم ہے۔ ۲۸۲
خوشدامن سے کہا کہ تیری لڑکی کو تاحیات تیرے مثل اپنی بہن سمجھتا ہوں، اگر نیتِ ظہار سے کہا

Marfat.com

ظہار ہوگا لیکن یہ ظہار موقت ہے، تو شوہر کی موت کے بعد خود رفع ہو جائے گا اور اگر نیتِ طلاق سے کہا تو ایک بائن، اور چونکہ طلاق موقت نہیں اس لئے تاحیات کا لفظ لغو ہوگا، اور اگر کچھ نیت نہ تھی یا اعزاز و اکرام خواہ الفت و محبت کی نیت تھی تو یہ الفاظ لغو ہیں۔ ۲۸۳

مظاہر کفارہ نہ دے تو عورت اس پر دعویٰ کرسکتی ہے کہ یا تو کفارہ دے کر جماع کرے یا طلاق دے۔ ۲۸۳

اگر کفارۂ ظہار کی ادائیگی سے قبل شوہر نے وطی کی تو استغفار کرے اور فقط ظہار کا کفارہ دے۔ ۲۸۴

ظہار کو اگر کسی وقت سے مقید کیا ہے تو اس وقت کے گزرنے سے ساقط ہو جائے گا۔ ۲۸۴

”سمجھتا ہوں“ کا لفظ بابِ ظہار میں تحقیق کے لئے ہے اور بابِ طلاق میں عدمِ تحقق کے لئے۔ ۲۸۵

اپنی عورت کے ان اعضاء کو جن سے پورے جسم کی تعبیر کی جاتی ہو یا جزءِ شائع کو محرمات سے تشبیہ دے تو ظہار ہے اور دیگر اعضاء کو تشبیہ دے تو نہیں اور عورت اپنے کو کسی سے تشبیہ دے کچھ نہیں۔ ۲۸۶

تشبیہ عاداتِ زوجہ بعاداتِ محارم موجبِ حرمت و کفارہ نہیں۔ ۲۸۶

عورت اگر اعضاءِ شوہر کو اپنے محارم کے اعضاء سے تشبیہ دے تو شوہر اس پر حرام نہیں ہوتا۔ ۲۸۷

جب تک سببِ کفارہ نہ پایا جائے کفارہ لازم نہیں ہوتا۔ ۲۸۷

میاں بیوی کا آپس میں ایک دوسرے کو ماں بیٹا کہہ لینا لغو ہے اور یہ کلام باعث گنہ گاری ہے۔ ۲۸۸

عورت کا پستان منہ میں لے لینا کچھ نہیں۔ ۲۸۸

مرد کو بیوی کا دودھ پینا حرام مگر نکاح میں خلل نہیں آتا۔ ۲۸۸

اڑھائی برس کی عمر کے بعد دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ ۲۸۸

عورت کو اپنے باپ دادا سے تشبیہ دینے سے کچھ نہیں ہوتا۔ ۲۸۸

تم سے صحبت کروں تو ماں سے زنا کروں، اس قول سے توبہ و استغفار لازم آتا ہے اور بس۔ ۲۸۹

عورت کو ماں بہن کہنا طلاق ہے نہ ظہار۔ ۲۸۹

اپنا ٹھکانا دوسری جگہ کرلے۔ نیتِ طلاق ہے تو کنایہ ہے، طلاقِ بائن واقع ہوگی۔ ۲۹۰

باب العدۃ ۲۹۱

نابالغہ کو اگر شوہر نے بے خلوت طلاق دی عدت نہیں۔ ۲۹۱

نابالغہ کو خلوت کے بعد طلاق دی تو چار مہینہ دس یوم انتظار کرائیں، حمل ظاہر ہو تو عدت وضعِ حمل ورنہ تین مہینے پر عدت ختم ہوگی۔ ۲۹۱

نابالغہ کی عدت کی تفصیل۔ ۲۹۱

Marfat.com

وفات کی عدت غیر حاملہ عورت کے لئے مطلقاً چار ماہ دس دن ہے چاہے صغیرہ ہو یا کبیرہ، مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ۔ ۲۹۳

طلاق کی عدت غیر مدخولہ پر اصلاً نہیں اگرچہ کبیرہ ہو۔ ۲۹۳

بیوی سے خلوت واقع ہو چکی یا نکاح فاسد میں وطی کر لی تو عدت لازم ہے۔ ۲۹۳

مطلقہ حائضہ کے لئے عدت تین حیض ہے اور غیر حائضہ یعنی صغیرہ اور آئسہ کے لئے تین ماہ ہے۔ ۲۹۳

نکاح فاسد میں محض خلوت سے عدت لازم نہیں ہوتی جب تک وطی نہ کر لی ہو۔ ۲۹۳

عورت کے لئے حدِ صغر ۹ سال ہے اس سے کم عمر میں جوانی ہرگز نہیں ہوتی۔ ۲۹۴

عورت کے لئے آثارِ بلوغ کیا ہیں۔ ۲۹۴

آثارِ بلوغ پائے تو بالغہ ورنہ پندرہ سال کامل کی عمر پر جوانی کا حکم کر دیں گے۔ ۲۹۴

"چھوڑنے" کا لفظ صریح طلاق ہے۔ اس کے کہنے کے فوراً بعد سے عدت شمار ہوگی۔ ۲۹۴

عدت ختم ہونے سے پہلے عورت کا دوسرے مرد کے ساتھ رہنا یا اس کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے۔ ۲۹۴

مطلقہ اور بیوہ کی عدتوں کی تفصیل۔ ۲۹۴

قابلِ جماع لڑکی پر خلوت صحیحہ کے بعد عدت ہے۔ ۲۹۵

شوہر نے طلاق دی۔ عورت کو عرصے حمل قرار پایا مگر نے تین مہینہ دس یوم کے بعد نکاح کر لیا، اب معلوم ہوا کہ عورت حاملہ ہے اس صورت میں وضع حمل اگر طلاق کے بعد دو سال کے اندر اندر ہو تو بچہ ثابت النسب ہے ورنہ نہیں، اور پہلی صورت میں عدت وضعِ حمل ہے اور دوسری صورت میں نکاح صحیح ہوا۔ ۲۹۵

حاملہ بیوہ سے نکاح ہوا تو انتظار کیا جائے دو برس کے اندر بچہ ہو تو عدت وضعِ حمل ہے اور نکاح مذکور فاسد، اور دو برس کے بعد بچہ پیدا ہو تو نکاح مذکور صحیح۔ ۲۹۶

معتدہ کے نکاح میں جو لوگ واقف حال شریک ہوں سخت گنہ گار ہیں۔ ۲۹۶

بیوہ حاملہ سے نکاح باطل محض ہے وضع حمل کے بعد دوبارہ نکاح لازم ہے۔ ۲۹۶

عدتِ موت چار مہینہ دس دن ہیں۔ ۲۹۷

دورانِ عدت بیوہ سے نکاح بلکہ نکاح کی گفتگو بھی حرام ہے۔ ۲۹۷

بہت سے احکامِ الٰہی تعبدی ہیں اور جو معقول المعنی ہیں ان کی حکمتیں بھی من و تو کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ ۲۹۷

احکامِ الٰہیہ میں چون و چرا اور بیہودہ سوالوں کا دروازہ کھولنا علوم و برکات کا دروازہ بند کرنا ہے۔ ۲۹۷

عدتِ وفات کی حکمت تعرف براءۃ رحم ہی نہیں بلکہ فوت شدہ شوہر کا سوگ بھی ہے۔ ۲۹۸

عدتِ وفات میں خلوت ہونے نہ ہونے کا کچھ دخل نہیں۔ ۲۹۸

سوائے شوہر کے عورت کو کسی کے لئے تین دن سے زائد سوگ جائز نہیں۔ ۲۹۸

Marfat.com

عورت شیرخوار شوہر پچیس سالہ ایک تنہا مکان میں یکجائی ہو تو خلوت صحیح نہ ہوئی۔ ۲۹۸
مطلقہ کی عدت کے بارے میں تفصیل۔ ۲۹۹
تین حیض دو ماہ بھی ہوسکتے ہیں اور دو سال میں بھی۔ ۲۹۹
مرد و عورت ایک مکان میں مثل زن و شوہر رہتے ہوں اور باہم انبساطِ زوج و زوجہ رکھتے ہوں تو شرعاً زوج و زوجہ ہی قرار دیئے جائیں گے۔ ۲۹۹
اپنے سامنے نکاح نہ ہونے کو نکاح نہ ہونا سمجھ لینا سخت سفاہت ہے۔ ۳۰۰
عدمِ علم، علم عدم نہیں۔ ۳۰۰
شرع مطہر بدگمانی کو سخت حرام فرماتی ہے۔ ۳۰۰
بے انقضائے عدت دوسرے سے نکاح حرام ناجائز ہے اور بعض علماء کے نزدیک اس عقد پر کوئی حکمِ نکاح اصلاً مرتب نہیں ہوتا۔ ۳۰۰
معتدۂ غیر سے دانستہ نکاح کرنا باطل محض ہے۔ ۳۰۰
زنا کے پانی کی شرع میں کوئی حرمت نہیں، نہ اس کے لئے کوئی عدت۔ ۳۰۰
جس عورت کو زنا کا حمل ہو غیر زانی کو بھی باوجود حمل اس سے نکاح جائز ہے مگر تا وضعِ حمل جماع جائز نہیں۔ ۳۰۰
بہن کی موجودگی میں بہنوئی سے نکاح سخت حرام ہے۔ ۳۰۰
نکاحِ فاسد میں متارکہ ضروری جو میاں بیوی دونوں میں سے کوئی بھی کرسکتا ہے۔ ۳۰۱
عدت میں جانتے ہوئے نکاح کیا تو نکاح باطل اور جماع زنا ہے اور لاعلمی میں کیا تو نکاح فاسد، اگر وطی نہ کی تو متارکہ کے بعد عدت ضروری نہیں، ورنہ متارکہ کے وقت سے بھی عدت واجب ہے۔ ۳۰۲
منکوحہ نے اپنے شوہر سے ناراض ہو کر غیر سے نکاح کرلیا، کچھ عرصہ بعد دوبارہ شوہر اول سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو اب شوہر اول سے عقدِ قدیم قائم ہے عقدِ جدید کی ضرورت نہیں۔ ۳۰۳
زنا کی عدت نہیں۔
منکوحہ عورت کو خالی و حلال سمجھ کر نکاح میں لایا تو اس پر فرض قطعی ہے کہ عورت کو ترک کرے اگر مجامعت کرچکا ہے تو عورت وقتِ ترک سے تین حیض عدت کرے، اس کے بعد شوہر اول کے لئے بے تجدیدِ نکاح رہ سکتی ہے ۳۰۳
حمل کے اعضاء مکمل ہوچکے ہوں تو اسقاط سے عدت تام ہوجاتی ہے۔ ۳۰۴
نکاح میں خلوتِ صحیحہ سے عدت واجب ہوجاتی ہے۔ ۳۰۵
عالمگیری کی دو عبارتوں کی توضیح۔ ۳۰۵
آیت کریمہ "اذا نکحتم المؤمنٰت ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیھن من عدۃ" کا مطلب۔ ۳۰۶
چچا کا کیا ہوا نابالغ کا نکاح باپ کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ ۳۰۷
ولی نے نکاحِ فضولی کو رد کردیا پھر اجازت دی تو جائز نہ ہوگا۔ ۳۰۷

Marfat.com

الاجازة لا تلحق المفسوخ۔ ۳۰۷

نکاح متحقق نہ ہو تو نہ طلاق ہے نہ عدت۔ ۳۰۷

نابالغ لڑکا اہلِ طلاق نہیں لہذا اس کے دئے سے طلاق نہ ہوگی۔ ۳۰۷

نابالغ کی طرف سے اس کا ولی طلاق نہیں دے سکتا۔ ۳۰۷

بلوغِ پسر سے پہلے بوجہ مخالفت طلاق دلوانا محض باطل ہے۔ ۳۰۷

خلوتِ صحیحہ سے عدت لازم آجاتی ہے مہر بھی پورا واجب ہوتا ہے۔ ۳۰۷

شوہر سے جدائی کتنی ہی طویل مدت سے ہو طلاق کے بعد عدت ضروری ہے۔ ۳۰۸

عورت میکے میں تھی شوہر کا انتقال ہوا عدت شوہر کے گھر گزارے، بغیر عذرِ صحیح اس کا خلاف حرام ہے۔ ۳۰۸

موطوءہ بیوی کی عدت گزرنے سے قبل اس کی بہن سے نکاح ناجائز و حرام ہے۔ ۳۰۹

مدخولہ اور غیر مدخولہ کی عدت کا بیان۔ ۳۰۹

تمام عدت تک نفقہ و سکنیٰ شوہر کے ذمہ ہے۔ ۳۱۱

عدت کے دیگر احکام۔ ۳۱۱

جو طلاق بطور خلع واقع ہو بائنہ ہوتی ہے۔ ۳۱۱

طلاق بائنہ کے بعد مرد پر لازم ہے کہ عورت کو عدت پوری ہونے تک اپنے ہی مکان میں جگہ دے اور بوجہ زوالِ نکاح اس سے پردہ کرے۔ ۳۱۱

مکان کرایہ کا ہو تو دورانِ عدت اس میں رہنے کا کرایہ خاوند پر لازم ہے۔ ۳۱۱

حاملہ کی عدت وضعِ حمل ہے۔ ۳۱۲

معتدہ کا نفقہ اور سکنیٰ دونوں شوہر پر واجب ہیں ۳۱۲

مطلقہ حاملہ کی عدت بھی وضعِ حمل ہے۔ ۳۱۲

شوہر نے عورت کو طلاق دی اور عدت کے اندر مرگیا، اگر طلاق صحت میں دی یا مرض الموت میں، بے رضائے زوجہ دی تو عدت تین حیض، اور مرض الموت میں بے رضائے زوجہ دی تو عدتِ وفات اور عدتِ طلاق میں سے جو دراز تر ہو وہ پوری کی جائے۔ ۳۱۳

رافضی کا نکاح سُنیہ سے نہیں ہوتا اس لئے نہ طلاق کی ضرورت ہے نہ عدت کی۔ ۳۱۴

متوفی عنہا زوجہا کی خلوت صحیح ہو یا نہ ہو عدتِ وفات ضروری ہے۔ ۳۱۴

عام روافضِ زمانہ کافر و مرتد ہیں۔ ۳۱۵

مرتد و مرتدہ کا نکاح کسی ملت و مذہب والے سے نہیں ہوسکتا، نہ مومنین سے نہ کفار سے۔ ۳۱۵

بے طلاق کسی کی عورت گھر میں رکھ لی اور میاں بیوی کی طرح رہنے لگے اس کے بعد شوہر مرگیا تو جب تک نکاحِ جدید نہ کرلیں میاں بیوی نہ ہوں گے، اس صورت میں یہ طلاق دے گا تو واقع نہ ہوگی۔ ۳۱۶

غیر کفو سے عورت کب نکاح کرسکتی ہے۔ ۳۱۶

منکوحۂ غیر کو بے طلاق اپنے پاس رکھنے والا فاسق معلن ہے۔ ۳۱۶

فاسق معلن مؤذن جیسے دینی عہدے کے لائق نہیں۔ ۳۱۶

Marfat.com

جس نے حمل کے لئے اقرار کیا کہ میرے زنا سے
ہے وہ مستحقِ سزا ہے۔ ۳۱۶
قیامِ حدود کے لئے اسلامی حکومت اور امام
درکار ہے۔ ۳۱۶
شوہر کے مرنے کے بعد دو سال کے اندر بچہ پیدا ہوا
اور عورت عدت ختم ہونے کا اقرار نہ کر چکی ہو تو لڑکا
صحیح النسب ہوگا اور اقرار کر چکی ہو تو مجہول النسب
ہوگا۔ ۳۱۶
معتدہ غیر سے لاعلمی میں نکاح کر کے صحبت کی تو
صحبت حرام ہے لیکن گناہ نہ ہوگا۔ ۳۱۷
متوفی عنہا زوجہا عدت میں بضرورت صرف دن میں
باہر جا سکتی ہے۔ ۳۱۷
عدت کے اندر نکاح حرام ہے اس کے لئے طلاق
کی ضرورت نہیں متارکہ کافی ہے، صحبت ہو چکی
تو عدتیں ایک ساتھ چلیں گی ورنہ ایک ہی۔ ۳۱۷
عدت کے اندر دوسرا نکاح حرام اور قربت زناء
ہے، اگر ناکح کو علم تھا تو وہ فاسق ہوا اور اُس کو امام
بنانا گناہ ہے اور دانستہ نکاح میں شریک ہونے
والے سخت گنہ گار ہوئے۔ ۳۱۸
عدتِ وفات کے اندر دوسرا نکاح ہوا عورت
وہاں سے چلی آئی اگر قربت نہ ہوئی ہو تو چار مہینہ
دس یوم کے بعد دوسرا نکاح ہو سکتا ہے اور
صحبت ہو چکی ہو تو ایک اور عدت واجب اور
دونوں ساتھ ہی ساتھ چلیں گی جو بعد میں ختم ہو
اس کے بعد نکاح جائز ہوگا۔ ۳۱۸

جب تک عدت نہ گزرے نکاح تو نکاح؛ نکاح
کا پیغام دینا حرام قطعی ہے۔ ۳۱۹
کسی کو پیسے دے کر اس کی بیوی کو طلاق
دلوانا تاکہ خود اس سے شادی کرے یہ
رشوت ہے۔ ۳۱۹
عدت کے اندر نکاح قطعی حرام ہے۔ ۳۱۹
شوہر کی زندگی میں حمل شرعاً شوہر ہی کا
سمجھا جائے گا۔ ۳۱۹
وفاتِ شوہر کے بعد حاملہ عورت کا جب تک
حمل وضع نہ ہو وہ عدت ہی میں ہے۔ ۳۱۹
مدخولہ کو طلاق دی عدت واجب ہے اور عدت
کے اندر نکاح حرام ہے۔ ۳۲۰
حیض والی عورت طلاق کے ایک مہینہ بعد نکاح
کرے تو نکاح عدت کے اندر ہوا اور ایسی عورت
کو ناکح سے وراثت کا حق نہ پہنچے گا، اور مہرِ مثل اور
مسمّی سے جو کم ہو وہ پائے گی۔ ۳۲۰
نکاحِ فاسد و باطل میں توارث جاری نہیں ہوتا
بلکہ استحقاقِ ارث نکاحِ صحیح سے ہوتا ہے۔ ۳۲۱
عورت انقضائے عدت کی دعویدار ہے تو اُس
کا قول بالقسم معتبر ہوگا۔ ۳۲۱
ناکح کو علم تھا کہ عورت مدخولہ ہے اور طلاق کو
چار روز ہوئے ہیں ایسی صورت میں نکاح زنائے
خالص ہے۔ عدت کی مدت ختم ہونے کے بعد
کوئی بھی اس عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔ ۳۲۲
زنا کے پانی کی شرع میں کوئی حرمت نہیں اور

Marfat.com

نہ اس کے لئے عدت ہے۔ ۳۲۲

زوجہ کو ماں کہنا گناہ ہے مگر اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ۳۲۲

عورت کتنے ہی دن شوہر سے الگ رہے اگر خلوت ہو چکی ہو تو عدت واجب ہے۔ ۳۲۳

پیش از انقضائے عدت نکاح قطعاً ناجائز و حرام ہے۔ ۳۲۳

متوفی عنہا زوجہا کی عدت چار مہینہ دس دن ہے اس کے لئے خلوت کی شرط نہیں۔ ۳۲۳

دیدہ و دانستہ عدت کے اندر عورت کا نکاح کیا جائے تو وہ محض باطل ہے، اس کو نکاح ہی نہیں کہہ سکتے۔ ۳۲۴

باپ دادا نہ ہوں تو جوان بھائی حقیقی ولی نکاح ہے، اس کے ہوتے ہوئے ماں کو اختیار نہیں۔ ۳۲۴

حاملہ کی عدت وضع حمل ہے چاہے طلاق یا وفات کو دو منٹ ہی گزرے ہوں۔ ۳۲۴

انیس دن میں تین حیض نہیں گزر سکتے۔ ۳۲۴

طلاق کی معتدہ عدت کے اندر حاملہ ہوئی تو اب اس کی عدت وضع حمل سے پوری ہوگی۔ ۳۲۴

معتدۂ وفات اگر دورانِ عدت حاملہ ہو جائے تب بھی اس کی عدت چار ماہ دس دن ہوگی۔ ۳۲۴

باب الحداد (سوگ) ۳۲۷

عدتِ وفات میں عورت شوہر کے مکان سے باہر نہیں جا سکتی ہاں جو عورت کسبِ معاش کے لئے مجبور ہو وہ دن میں باہر جائے اور رات اسی گھر میں گزارے۔ ۳۲۷

اگر شوہر کے مکان میں رہنا کسی وجہ سے ناممکن ہو تو اس کے قریب تر کسی مکان میں منتقل ہو سکتی ہے۔ ۳۲۷

اگر اباحت بوجہ ضرورت ہو تو جب ضرورت نہ رہے اباحت بھی نہیں رہتی۔ ۳۲۸

کن مجبوریوں کے سبب عورت کو عدتِ وفات میں گھر سے نکلنے کی اجازت ہے۔ ۳۲۸

کیا معتدۂ وفات اپنے کسی حق کو حاصل کرنے کے لئے بامرِ مجبوری کچہری میں جا سکتی ہے۔ ۳۲۸

عورت عدتِ وفات میں نفقہ کے حصول کے لئے یا اس کے استحکام کے لئے دن ہی دن میں باہر جا سکتی ہے۔ ۳۲۹

عدتِ موت کا نفقہ کسی پر نہیں ہوتا، عورت خود اپنے پاس سے کھائے، پاس نہ ہو تو دن کو مزدوری کے لئے باہر جا سکتی ہے۔ ۳۳۰

اللہ تعالیٰ کے فرض کی ادائیگی میں حیلے بہانے نہ کئے جائیں۔ ۳۳۰

متوفی عنہا زوجہا مکانِ عدت میں جان و مال عزت کا واقعی خوف ہو تب بھی حتی الامکان عدت اسی مکان میں گزارے۔ ۳۳۰

باہر نکلنے والی عورت بھی اگر نفقہ ہو تو عدت شوہر کے گھر میں بیٹھ کر گزارے۔ ۳۳۰

متوفی عنہا زوجہا کے بارے میں ایک عجیب تجربہ۔ ۳۳۰

Marfat.com

عدّتِ وفات میں عورتوں کو کیا چیزیں منع ہیں۔ ۳۳۱
عدّت کے اندر نکاح کا پیغام حرام ہے۔ ۳۳۲
شوہر کے انتقال کے وقت عورت سفر میں ہو تو اس کو مزید سفر حرام، عدت وہیں گزارے۔ ۳۳۲
عورت کا غیر شخص کے پاس ٹھہرنا حرام ہے۔ ۳۳۲
عدت کے اندر عورت کو سفر حرام ہے، سفر کرنے سے عدت ختم نہیں ہوتی اسی گھر میں آکر رہنا ضروری ہے۔ ۳۳۳
نابالغہ کے معاف کئے سے مہر معاف نہیں ہوسکتا۔ ۳۳۳
معتدہ کا نکاح دورانِ عدت باطل محض ہے۔ ۳۳۳
معتدۂ وفات نابالغہ کے نکاح کا اختیار بعد از عدت اس کے باپ کو ہے نہ کہ سسر کو۔ ۳۳۳
عدت کی حالت میں عورت سفر میں ہو تو عدت کہاں گزارے ۳۳۳
معتدۂ وفات کو کن حالات میں موضع عدت سے منتقل ہونے کی اجازت ہے۔ ۳۳۳

باب زوجۂ مفقود الخبر ۳۳۵

زوجۂ مفقود کے لئے چار برس کی مہلت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے جمہور ائمہ اس کے خلاف ہیں۔ ۳۳۵
چار برس کی تقدیر پر امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تقلید کے علاوہ کوئی دلیل نہیں۔ ۳۳۵
ائمۂ مالکیہ مال کے بارے میں چار سال والی تقدیر کے قائل نہیں۔ ۳۳۶
چار سال کی تقدیر کا حدیث شریف سے ثبوت نہیں۔ ۳۳۶
زوجۂ مفقود کے بارے میں مولا علی اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کا مذہب احناف کے موافق ہے۔ ۳۳۶
حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے اس مسئلہ میں رجوع ثابت ہے۔ ۳۳۶
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول جدید و راجح بھی جمہور کے موافق ہے۔ ۳۳۷
ائمہ شوافع کے نزدیک قاضی چار سال والے مسئلہ پر عمل کرے تو اس کی قضا توڑ دی جائے۔ ۳۳۷
قولِ ضعیف پر فتویٰ دینا جہل و مخالفتِ اجماع ہے۔ ۳۳۸
شریعت کو فروج میں سخت احتیاط ملحوظ ہے۔ ۳۳۸
اصل اشیاء میں اباحت ہے لیکن فروج میں اصل حرمت ہے۔ ۳۳۸
ہندوستان میں بیوہ کا نکاح نہیں کرتے جس سے معلوم ہوا کہ زوجۂ مفقود کے بارے میں ضرورت و مجبوری نہیں ہے۔ ۳۳۸
جو اللہ پر بھروسا کرے اللہ اس کو مخلوق سے بے پروا کرتا ہے۔ ۳۳۹
عزوبت کا شرعی علاج۔ ۳۳۹
امام مالک علیہ الرحمۃ کے مسلک کی غلط پیروی۔ ۳۴۰
امام مالک کے مذہب میں قاضی کے وہاں معاملہ پیش ہونے سے پہلے بیس سال گزر چکے ہوں ان کا اعتبار نہیں۔ ۳۴۰
زوجۂ مفقود اور اس کے محارم کو ہدایت و نصیحت۔ ۳۴۰
محبوس دائمی کو شرعاً یہ حکم ہے کہ اپنی عورت کو طلاق دے دے۔ ۳۴۲

Marfat.com

تفویض طلاق کرنا بھی کافی ہے۔ ۳۴۲
زوجۂ مفقود نے دُوسری شادی کی اس کے بعد پہلا شوہر لوٹ آیا، عورت اس کو دلادی جائے گی۔ ۳۴۲
صورتِ جماع میں دُوسرے شوہر بھی مہر مثل واجب ہے۔ ۳۴۳
چار برس کے بعد بطور خود زوجۂ مفقود کا نکاح کرنا کسی امام کا مذہب نہیں ہے۔ ۳۴۴
حنفیہ کے نزدیک عورت پر اس وقت تک انتظار فرض ہے کہ شوہر کی عمر پر ستر برس گزر جائیں۔ ۳۴۴
زوجۂ مفقود کے لئے تنگیِ رزق عذر لنگ ہے کہ رزق اللہ پر ہے۔ ۳۴۴
زوجۂ مفقود سے متعلق ایک سوال اور اس کا حنفی مسلک پر جواب۔ ۳۴۵
ماں نے نکاح کیا، اگر کفوٗ کے ساتھ کیا اور لڑکی نے بالغ ہوتے ہی اس سے انکار نہ کیا، نکاح لازم ہوگیا۔ ۳۴۶
مفقود کی عورت شوہر کی عمر کے ستر برس ہونے تک انتظار کرے۔ ۳۴۶
زوجۂ مفقود کے نکاح ثانی کے بعد اگر زوج اوّل آیا اپنی عورت کو دوسرے شوہر سے لے لے گا۔ ۳۴۶
زوجۂ مفقود کے بارے میں ایک اور سوال۔ ۳۴۷
زوجۂ مفقود کے بارے میں مذہب احناف کا بیان۔ ۳۴۸
مذہب امام مالک (رحمۃ اللہ علیہ) کی توضیح۔
زنِ عنین کا حکم۔ ۳۴۸

باب النسب ۳۴۹

نکاح کے پانچ مہینے کے بعد بچہ پیدا ہو تو کس صورت میں صحیح النسب ہوگا اور کس صورت میں نہیں ۳۴۹
حمل چھ مہینے سے کم اور دو سال سے زائد کا صحیح النسب نہ ہوگا۔ ۳۴۹
شہادت علی النفی مقبول نہیں۔ ۳۵۰
جس لڑکے کے بارے میں عورت دعویٰ کرے کہ یہ شوہر کے نطفہ سے ہے مگر اس کی شرعی توجیہ نہ کرسکے تو حمل مجہول النسب ہوگا۔ ۳۵۰
حمل مجہول النسب ہو تو ایسی عورت سے نکاح فاسد ہوگا۔ ۳۵۱
نکاح فاسد میں اگر شوہر نے وطی صحیح کرلی تو مہر مثل اور مہر مسمّی میں سے جو کم ہے وُہ دینا لازم ہوگا۔ ۳۵۱
ناکتخدا عورت خواب میں ہمبستری سے حمل ہونے کا دعویٰ کرے تو اس کا یہ قول مکروہ قرار دیا جائیگا اور ہرگز تسلیم نہ کیا جائے گا۔ ۳۵۲
ماءِ واحد سے تخلیق حضرت عیسٰی علیہ السلام کے خصائص میں سے ہے۔ ۳۵۲
جن سے نکاح کا دعویٰ کرے تو دعویٰ غلط ہوگا اور نسب ثابت نہ ہوگا اور صورت مذکورہ میں لڑکا ولد الزنا ہوگا یا مجہول النسب۔ دونوں روایتیں ہیں ۳۵۲
عورت خاوند کے یہاں سے بھاگ کر اِدھر اُدھر رہی، بچے پیدا کئے، جب تک شوہر ان بچوں سے لعان کے ذریعے انکار نہ کرے نسب شوہر سے

Marfat.com

ثابت ہے۔ ۳۵۶

نکاح میں ایک گواہ معاینہ اور ایک اقرار بیان کرے تو یہ اختلاف شرعاً موجبِ ردِّ شہادت ہے۔ ۳۵۶

عورت اگر حاملہ ہو تو بعد وفاتِ شوہر وضعِ حمل تک ورنہ چار ماہ دس دن عدت گزارے گی۔ ۳۵۷

عدت کے اندر نکاح مطلقاً ناجائز ہے ۳۵۸

خلوت کے معنی یہ ہیں کہ مرد و عورت تنہا ایک مکان میں تھوڑی دیر کے لئے اکٹھے ہوں جہاں مباشرت سے کوئی مانع نہ ہو اگرچہ مباشرت واقع نہ ہو۔ ۳۵۹

قبل از خلوت مرد نے طلاق دے دی تو عورت پر اصلاً عدت لازم نہ ہوئی۔ ۳۵۹

معتدہ کے نکاح میں جتنے لوگ اس سے واقف ہو کر شریک و ساعی ہوئے سب حرام عظیم میں مبتلا ہوئے۔ ۳۵۹

معتدہ سے نکاح ہوا اولاد حرامی نہیں بلکہ اگر شوہر ثانی کو عدت کا علم تھا تو اولاد شوہر اول کی اور اگر علم نہ تھا تو شوہر ثانی کی قرار پائے گی۔ ۳۵۹

ناکح ثانی کو معلوم نہ تھا کہ عورت معتدہ ہے تو جو بچہ پیدا ہوا دوسرے ناکح کا ہوگا ورنہ پہلے کا۔ ۳۵۹

عورت کو آوارہ کر کے گھر سے نکال دیا، نکاح میں فرق نہ آیا۔ اولاد اسی کی ہوگی۔ ۳۶۰

عورت کو بلا وجہ شرعی گھر سے نکالنے پر شوہر گنہگار ہوگا۔ ۳۶۱

زید کا دادا پٹھان تھا اور دادی اور والدہ سیدانی، اس صورت زید سید ہے یا پٹھان۔ ۳۶۱

شرع مطہرہ میں نسب باپ کی طرف سے لیا جاتا ہے صرف امام حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس حکم عام سے مستثنیٰ ہیں۔ ۳۶۱

جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے اس پر خدا اور سب فرشتوں اور سب آدمیوں کی لعنت ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا نہ فرض قبول فرمائے گا نہ نفل۔ ۳۶۱

سبطین کریمین کی اولاد سید ہے نہ کہ بناتِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد کہ وہ اپنے والدوں کی طرف نسبت کی جائے گی۔ ۳۶۱

جب کوئی شخص کسی عورت سے زنا کر چکا تو اس عورت کی بیٹی اس شخص پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی۔ ۳۶۲

مرد پر اس کی مزنیہ اور ممسوسہ بہ شہوت کے اصول و فروع حرام ہیں۔ ۳۶۲

جس عورت کے فرج کے داخل کو مرد نے شہوت کے ساتھ دیکھا اس کے اصول و فروع اس مرد پر حرام ہوگئے۔ ۳۶۲

دوسرے کی عورت سے زناء کرتا رہا، اولاد ہوئی تو کس کی قرار دی جائے گی۔ مختلف صورتوں کا بیان۔ ۳۶۲

طہر کے لئے زیادت کی جانب کوئی حد مقرر نہیں، لہذا ممکن ہے تین حیض تیس برس میں آئیں۔ ۳۶۳

طلاق رجعی میں مرد کا عدت کے اندر مطلقہ سے

Marfat.com

وطی کرنا حرام نہیں بلکہ رجعت ہو جاتی ہے۔ ٣٦٣
وضع حمل کے بعد بقائے عدت کے کوئی معنی نہیں۔ ٣٦٣
بے نکاح جدید مرد کے لئے عدت بائن میں قربت حرام ہے۔ ٣٦٣
کتاب بہشتی زیور کا دیکھنا حرام ہے، اس میں بہت مسائل غلط اور بہت باتیں گمراہی کی ہیں۔ ٣٦٦
مصنف بہشتی زیور کی علماء حرمین شریفین نے نام لے کر تکفیر کی ہے۔ ٣٦٦
عورت نے عدت وفات چار مہینے دس یوم گزار کر نکاح کیا۔ چھ مہینہ بعد بچہ پیدا ہوا، اسی شوہر کا قرار دیا جائے گا اگرچہ پہلے شوہر کی موت کے دس مہینہ دس دن بعد ہی پیدا ہوا ہو۔ ٣٦٦
نماز کے بعد پیشانی پر ہاتھ رکھ کر دعا پڑھنا حدیث میں آیا ہے۔ ٣٦٧
ہندہ سے اس کے شوہر نے پونے تین سال سے قربت نہیں کی، بچہ پیدا ہوا، بچہ شوہر کا ہی ہے۔ ٣٦٨
امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے عہد مبارک میں ایک بچے کی ولادت کا واقعہ جس کے اگلے چاروں دانت ماں کے پیٹ میں ہی نکل چکے تھے۔ ٣٦٨
فقہ میں عام عادت پر حکم دیا جاتا ہے۔ عادت یہی ہے کہ دو سال سے زائد حمل شکم مادر میں نہیں رہتا، نادراً اس کے خلاف بھی ہوتا ہے۔ ٣٦٨
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے دو سال سے زائد بچہ شکم مادر میں رہنے کی روایت۔ ٣٦٩
امام ضحاک کی ولادت کا ذکر اور ان کے نام کی توجیہ۔ ٣٧٠
امام ضحاک مفسر و محدث ہیں۔ ٣٧٠
امام محدث عبدالعزیز ماجشونی چار برس حمل میں رہے۔ ٣٧٠
بنی ماجشون کی عورتوں کی یہ عادت مشہور ہے کہ بچہ ان کے پیٹ میں چار برس رہتا ہے۔ ٣٧٠
"میرا اس سے کوئی تعلق نہیں" کنایہ ہے اس سے طلاق کے لئے نیت شرط ہے۔ ٣٧٠
کنایہ کے وہ الفاظ جو سب و شتم کا احتمال رکھتے ہیں۔ ٣٧٠
بچہ سے انکار کیا اور عورت کو طلاق دے دی تو بچہ کا نسب اسی شخص سے ایسا ثابت ہو گیا کہ اس کے رد کی کوئی صورت نہیں۔ ٣٧۴
لعان کے لئے قیام زوجیت شرط ہے۔ ٣٧۴
بعد از وجوب بھی لعان طلاق بائن کے سبب ساقط ہو جاتا ہے۔ ٣٧۴
بعد از لعان حاکم اسلام بچے کا نسب باپ سے منقطع کر کے ماں کے ساتھ ملحق کر دے گا۔ ٣٧۴
رضاعی ماموں سے عورت کا نکاح، نکاح خبیث ہے جو ہرگز قائم نہ رکھا جائے گا۔ مرد و زن پر فرض عظیم ہے کہ فوراً جدا ہو جائیں۔ مرد نہ مانے تو عورت خود جدا ہو جائے۔ ٣٧٥
رضاعی ماموں بھانجی نے نکاح کر لیا اور جدا نہیں ہوتے تو حاکم بالجبر انھیں جدا کر دے۔ ٣٧٥

Marfat.com

زید نے رضاعی بھانجی سے نکاح کیا کچھ عرصہ بعد تفریق ہوگئی تو پورا مہر مثل لازم ہوگا نہ کہ مہر مسمی۔ ۳۷۵

لڑکا سات برس اور لڑکی نو برس کی عمر تک ماں کے پاس رہے پھر باپ لے گا۔ ۳۷۵

اپنے محارم سے نکاح کیا کوئی حد نہ قائم ہوگی اور مہر مثل واجب ہوگا اور بچہ پیدا ہوا تو نسب ناکح سے ثابت ہوگا۔ ۳۷۵

شوہر کے انتقال کے بعد بچہ پیدا ہوا، اس کا نسب کس سے ثابت ہوگا۔ ۳۷۶

بیوہ عورت کو وفاتِ شوہر کے تین برس بعد اور نکاحِ ثانی کے پانچ ماہ بعد بچہ پیدا ہوا بچہ مجہول النسب ہے۔ ۳۷۶

دوسرے کی عورت بھگا لے جانے والا زانی ہے، مسلمان اس سے قطع تعلق کریں اور اس دوران جو بچے پیدا ہوئے اُن کا نسب اصل شوہر سے ثابت ہے۔ ۳۷۷

ساس سے زنا کیا اس سے بچی پیدا ہوئی، اس لڑکی سے شادی حرام اور اس نکاح حرام سے جو بچہ پیدا ہوا ولد الحرام ہے۔ ۳۷۷

علاقی بہن کی نواسی سے نکاح حرام قطعی، ناکح، نکاح خواں، وکیل اور گواہ سخت تر گناہ کبیرہ میں گرفتار ہیں۔ ۳۷۸

مرتکب کبیرہ کا جہل اس کے گناہِ کبیرہ ہونے سے خارج نہیں کرے گا بلکہ خود دوسرا گناہ کبیرہ ہے۔ ۳۷۸

عالم کا گناہ ایک گناہ ہے اور جاہل کا گناہ دوہرا ہے۔ ۳۷۸

زید نے علاقی بہن کی نواسی سے نکاح کیا، چھ برس بعد تفریق ہوئی تو عورت پر عدت ضرور لازم ہے۔ ۳۷۸

محارم سے نکاح کے بعد تفریق ہو تو مرد پر پورا مہر مثل واجب ہوگا مہر مسمی کا لحاظ نہ ہوگا۔ ۳۷۸

نکاح فاسد میں بچہ کا نسب ناکح سے ثابت ہوتا ہے۔ ۳۷۸

زید کے فوت ہونے کے ۷ ماہ بعد عورت نے شادی کی، بروقتِ نکاح ۵ ماہ کا حمل تھا، اگر موتِ شوہر اول سے دو سال بعد بچہ پیدا ہو تو نکاح صحیح اور نسب شوہر ثانی سے ثابت ہے ورنہ نکاح باطل اور لڑکا شوہر اوّل کا ہے۔ ۳۷۹

حمل کی کم سے کم مدت اور زائد سے زائد مدت کا بیان۔ ۳۷۹

زید و ہندہ کا نکاح کے بعد ایک ہی مکان میں رہتے تھے باہم مواصلت بظاہر نہیں ہوتی بچہ پیدا ہوا شرعاً بچہ زید کا ہے۔ اگر زید نے طلاق دی پورا مہر واجب ہوگا۔ ۳۸۰

زنِ مشرقی اور مردِ مغربی میں کبھی ملاقات نہ ہوئی اور بچہ پیدا ہوا تو شریعت نے شوہر کا ہی قرار دیا۔ ۳۸۱

بے ثبوت قطعی شرعی کسی کو زانی قرار دینا درست نہیں۔ ۳۸۱

باوجود فراش صحیح بچہ کو ولد الحرام قرار دینا ناجائز ہے۔ ۳۸۱

Marfat.com

باب الحضانۃ (پرورش) ۳۸۳

نابالغ بچوں کے باپ مرگئے اولیاء میں نانی، دادا کا چچا زاد بھائی اور ماموں ہے، حقِ پرورش نانی کو ہے، اور مال موجود ہو تو اس کو۔ ۳۸۳
حضانت کے وقت وعمر کا بیان۔ ۳۸۳
مذکورہ بالا لڑکوں کی ولایتِ نکاح کا حق دادا کے چچازاد بھائی کو اور مال کی ولایت کا حق باپ دادا کے وصی یا حاکم کو ہے۔ ۳۸۵
بچہ کی ماں نے اجنبی سے نکاح کرلیا تو اس کا حقِ پرورش ختم ہوگیا۔ ۳۸۵
دادی، نانی، بہن نہ ہو تو خالہ پرورش کرے۔
مستحقینِ حضانت کی تفصیل۔ ۳۸۵
نابالغ کے مال کی ولایت باپ، دادا یا ان کے وصی یا حاکم کو حاصل ہے۔ ۳۸۶
ماں نے کسی اجنبی سے شادی کرلی، نانی موجود نہیں، لڑکا دادی کے پاس رکھا جائے۔ ۳۸۷
حضانت کی ایک صورت۔ ۳۸۷
حضانت کا تفصیلی بیان اور مستحقین کی ترتیب۔ ۳۸۸
حقِ حضانت میں نانا اکتالیسویں درجہ میں ہے۔ ۳۹۰
نکاحِ ثانی کے سبب باپ کے پاس حضرتِ جانِ اطفال کا اندیشہ گمانِ فاسد ہے۔ ۳۹۰
تزوج عصبات کے حقِ حضانت کے مسقطات میں سے نہیں۔ ۳۹۰
حقِ حضانت میں ماموں نانا سے بھی پانچویں درجہ میں ہے۔ ۳۹۰
باپ دادا نہ ہوں تو نابالغوں کی ولایتِ نکاح کا حق چچا کو ہے۔ ۳۹۱
ماں نے اجنبی سے نکاح کرلیا تو اس کو پرورش کا حق نہ رہا۔ بالغ بہن ہے تو وہ پرورش کرے۔ ۳۹۱
نابالغ یتیموں کے پاس مال نہ ہو تو ان کا نفقہ ایسے وارثوں پر ہے جن کے پاس اپنے بال بچوں کے مصارف کے بعد پس انداز ہوتا ہو، ماں کے پاس اپنا مال نہ ہو تو اس پر نفقہ واجب نہیں۔ ۳۹۲
نفقہ وارثوں پر بقدر ارث لازم ہوتا ہے۔ ۳۹۳
ماں مرگئی بچہ کا حقِ پرورش نانی کو ہے اور اس کے مال کی ولایت باپ کو حاصل ہے۔ ۳۹۴
جہیز عورت کی ملک ہوتا ہے اور بعد اس کی مرگ کے فرائض اللہ پر تقسیم پائے گا۔ ۳۹۵
بچہ غنی ہو تو پرورش اس کے مال سے ہو ورنہ نفقہ والد پر ہے۔ ۳۹۵
عورت نے اجنبی سے شادی کرلی تو بچہ کی پرورش کا حق اس کو نہیں رہا بچہ کی حقیقی دادی اگر موجود ہے تو اس کو حق حاصل ہے۔ ۳۹۶
عورت اپنے نابالغ بچے کے غیر محرم سے نکاح کرلے تو اس کا حقِ حضانت ساقط ہوجاتا ہے۔ ۳۹۷
متوفیہ نے بچہ چھوڑا، اہلِ حضانت میں صرف ماں کی پھوپھی موجود ہے تو بچہ اسی کی پرورش میں دیں گے، اُجرت لینی چاہے تو باپ سے دلادیں گے۔ ۳۹۸
نابالغ لڑکوں اور لڑکیوں کا نگران باپ کے

Marfat.com

چچازاد بھائی کے علاوہ نہیں تو ولایتِ نکاح بھی اسی کو حاصل ہے اور پرورش کے لئے کسی صالح دیندار عورت کو تلاش کیا جائے گا اور مال کی نگہداشت باپ دادا کا وصی ہو تو وہ کرے ورنہ قاضی اس کے لئے بھی کسی دیندار مسلمان کا انتخاب کرے۔ ۳۹۹

اینام کی حضانت ولایت وحفاظت سے تعلق ایک مفصل فتویٰ۔ ۴۰۱

شرائط حضانت کی جامع کوئی عورت نہ ہو تو بالترتیب عصبات پھر ذوی الارحام کو منتقل ہوگی وُہ بھی نہ ہوں تو اہلِ شہر دیندار مسلمان بچوں کی نگہداشت اور ایسی عورت کو بچیوں کی نگہداشت کے لئے مقرر کریں۔ ۴۰۲

جس شہر میں کوئی عالم دیندار ہو تو امورِ مسلمین میں اسی کی رائے معتبر ہوگی اور چند علماء ہوں تو اعلم علماءِ بلد کو حق ہے۔ ۴۰۳

اگر غیر مسلم حکومت مسلمانوں کے مذہبی معلومات میں آزادی کسی حد تک محدود کر دے تب بھی جہاں تک آزادی ہے اس پر کارروائی لازم ہے۔ ۴۰۳

حضرت مولانا محمد وصی احمد محدث سورتی کا ذکرِ خیر۔ ۴۰۶

لڑکے کا حقِ حضانت سات سال تک ماں کو حاصل ہے جبکہ لڑکے کے اجنبی سے شادی نہ کرے۔ ۴۰۶

لڑکا غنی ہو تو نفقہ اسی کے مال میں واجب ہے، اور غنی نہ ہو تو باپ کے ذمہ، اور وہ نہ ہو تو دادا کے ذمہ واجب ہے۔ ۴۰۷

اگر لڑکی کی کوئی عزیزہ اس کی مفت پرورش کرنا چاہتی ہو تو ماں سے کہا جائے گا تُو یہی مفت پال یا اس دوسری کو دے دے۔ ۴۰۷

حضانت کی مستحق عورت نہ رہ جائے اور عصبات میں دادا ہو تو وہی مستحقِ پرورش ہے۔ ۴۰۷

نابالغوں کے نکاح کا اختیار عصبات میں چچا کو ہے اگر وُہ موجود ہے۔ ۴۰۸

ماں اجنبی سے شادی کر چکی تو نابالغ اپنی بیوہ بہن کے پاس، وہ نہ رکھے تو خالہ، پھر پھوپھی کے پاس رکھے جائیں۔ ۴۰۸

نابالغ لڑکی کو ماں کے پاس سے نو سال کی عمر تک جُدا نہیں کیا جا سکتا جبکہ اس میں مسقطِ حضانت کوئی عیب نہ ہو۔ ۴۱۰

عورت لڑکے کے نامحرم سے شادی کرے تو اُس لڑکے کو ماں کی پرورش سے نکال لیا جائیگا لیکن ماں سے ملنے جلنے کو روکنا حرام ہے۔ ۴۱۱

اللہ کی لعنت ہے اس پر جو ماں اور اس کے بچے میں جُدائی ڈالے۔ ۴۱۱

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔ ۴۱۱

باپ کے انتقال کے بعد لڑکی کے نکاح اور مال کی نگہداشت کا حق دادا کو ہے اور نو برس تک پرورش کا حق ماں کو ہے۔ ۴۱۲

لڑکی کسی کو ہبہ کر دی شرعاً اس کی نہ ہُوئی

Marfat.com

نہ اس کے پاس رہ سکتی ہے نہ اس کے نکاح کی ولایت
اس کو حاصل ہے۔ اس پر جو خرچ کیا تبرع ہوا۔ ۴۱۲

باب النفقۃ

مطلقہ حاملہ ہو تو مدت وضع حمل ورنہ تین حیضوں کا
آکر ختم ہو جاتا ہے۔ ۴۱۵

مطلقہ کا نفقہ عدت کے بعد شوہر پر واجب نہیں۔ ۴۱۵

نفقہ عدت کے تابع ہے ۴۱۵

شوہر کو عورت کے اپنے پاس رکھنے کا حق شرعاً
حاصل ہے۔ اس حق کو خود شوہر بھی کسی اقرارنامہ
کے ذریعہ باطل نہیں کر سکتا ۴۱۷

شوہر کو حق حبس زوجہ مہر معجل کی ادائیگی کے بعد
حاصل ہوتا ہے۔ ۴۱۷

بر وطی معقود علیہ ہے۔ ۴۱۷

تسلیم بعض موجب تسلیم باقی نہیں۔ ۴۱۷

مہر معجل نہ ادا ہو تو عورت شوہر کو استمتاع اور رخصتی
سے روک سکتی ہے اور اس صورت میں ناشزہ
نہ ہوگی۔ ۴۱۸

اسقاط کے لئے پہلے ثبوت درکار ہے جو شئی ہنوز
ثابت ہی نہیں ساقط کیا ہوگی۔ ۴۱۸

جس اسقاط کی قسم نہیں کھائی جا سکتی اس کی
تعلیق صحیح نہیں۔ ۴۱۸

عورت آٹھویں دن اپنے والدین کے یہاں بے اذن
زوج بھی جا سکتی ہے۔ ۴۱۹

والدین کے علاوہ دیگر محارم کی زیارت کو عورت
سال میں ایک مرتبہ جا سکتی ہے چاہے شوہر
اجازت دے یا نہ دے۔ ۴۲۰

ظالم شوہر کے ظلم سے بچنے کے لئے عورت کو انتقال
سکونت کے مطالبہ کا حق ہے۔ ۴۲۰

ایام عدت کا نفقہ شوہر نے ادا نہ کیا اور مدت
گزر گئی تو وہ ساقط ہو گیا۔ ۴۲۱

زوجہ کو بلاوجہ تکلیف دینا ایک گناہ اور دوسری
زوجہ سے کم رکھنا دوسرا گناہ شدید جس کی تحریم
پر قرآن و حدیث ناطق ہیں۔ ۴۲۲

عورت نے اپنے نفقہ کے لئے باہمی تراضی یا قضاء
قاضی کے بغیر جو قرض لیا اس کی ذمہ دار وہ خود
ہے اور تراضی یا تقرر قاضی کے بعد اگر اپنے مال
سے بھی خرچ کرے تو اس کو شوہر سے وصول
کر سکتی ہے۔ ۴۲۲

جہاں مہر میں تعجیل یا تاجیل کچھ مذکور نہ ہو تو وہاں
حکم عرف رواج کے مطابق ہوگا۔ ۴۲۲

ہمارے بلاد میں عامۂ مہریں بندھتی ہیں کہ
ان میں تعجیل و تاجیل کچھ مشروط نہیں ہوتی تو حکم
عرف شائع و ذائع یہاں کی عورتیں جب تک
مرگ یا طلاق سے افتراق نہ واقع ہو ہرگز مطالبہ
مہر کا استحقاق نہیں رکھتیں نہ قاضی کو اختیار
ایسی صورت میں پیش از افتراق ادائے مہر پر
جبر کرے۔ ۴۲۲

عورت جب تک ناشزہ نہ ہو مستحق نفقہ ہے۔ ۴۲۲

اگر نفقہ قضاءً یا رضاءً سے مقرر ہو لیا ہے تو جتنے

Marfat.com

دن بعد قرار دادِ نفقہ گزر گئے ہیں عورت ان کا مطالبہ بھی کرسکتی ہے اور آئندہ کے لئے بھی جو میعاد تکرارِ نفقہ کے لئے قرار پائی ہے اس کے شروع کے بعد اسی قدر کا مطالبہ کرسکتی ہے مثلاً نفقہ ماہ بماہ دینا قرار پایا ہے تو ہر مہینے کے شروع میں اس مہینے کا اور اگر سال بسال مقرر ہُوا تو ہر سال کے آغاز پر اس سال کا نفقہ مانگ سکتی ہے۔ ۴۲۵

شوہر نفقہ مقرر کرنے پر راضی نہ ہو تو عورت قاضی کے وہاں دعوی کرکے نفقہ مقرر کرا سکتی ہے۔ ۴۲۶

نفقہ کے تقرر میں مرد و زن دونوں کی حیثیت کا لحاظ ہوگا۔ ۴۲۶

عورت شوہر کے پاس سے فرار ہوگئی تو ناشزہ ہے اتنی مدت کا نفقہ نہ پائے گی۔ ۴۲۸

جوان غیر اپاہج بیٹے کی عورت کا نفقہ باپ پر لازم نہیں۔ ۴۲۸

نابالغ بچّہ کی پرورش کا خرچ اس کے باپ پر، اور پرورش کا حق سات سال کی عمر تک ماں کو ہے اگر آوارہ اور بدکار نہ ہو۔ ۴۲۹

عورت کو بلاوجہ شرعی نان و نفقہ نہ دینے والا شوہر ظالم وگنہ گار اور عورت کے حق میں گرفتار ہے ۴۳۰

عورت شوہر کے حکم سے کہیں گئی تو ناشزہ نہیں نفقہ پائے گی اور ناشزہ بھی جب شوہر کے پاس آجائے تو نفقہ پائے گی۔ ۴۳۰

نفقہ اگر قضاءِ قاضی یا تراضیِ طرفین سے مقرر نہ ہو تو جو وقت گزر گیا اس کا نفقہ ساقط ہے۔ ۴۳۱

عورت اگر دعوی کرکے بحکم قاضی نفقہ کرا لے اور شوہر نہ دے تو جبراً بذریعہ نالش وصول کرسکتی ہے۔ ۴۳۱

بالغ لڑکا جب کسب پر قادر ہو اُس کا نفقہ باپ کے ذمہ نہیں۔ ۴۳۲

عورت اور نابالغ اولاد کا نفقہ شوہر پر لازم ہے جبکہ نابالغوں کے پاس ذاتی مال بقدرِ کفایت نہ ہو۔ ۴۳۳

شوہر نے عورت کو گھر سے نکال دیا، عورت جانے کو تیار مگر یہ بلاتا نہیں نفقہ واجب ہے۔ ۴۳۳

تہمت کی وجہ سے اگرچہ وُہ تہمت واقع میں صحیح ہی ہو عورت کا نکاح زائل نہیں ہوتا۔ ۴۳۴

فاجرہ عورت کو طلاق دینا شوہر پر واجب نہیں۔ ۴۳۴

جاہلوں میں جو یہ بات مشہور ہے کہ اگر عورت معاذاللہ بدوصفی کرے تو نکاح جاتا رہتا ہے محض غلط ہے۔ ۴۳۵

شوہر پر فرض ہے کہ بیوی کے نان و نفقہ کی خبرگیری کرے یا طلاق دے دے۔ ۴۳۵

بیوی کو معلق رکھنے والا شوہر گنہگار اور صریح حکمِ قرآن کا خلاف کرنے والا ہے۔ ۴۳۵

شوہر کی اجازت کے بغیر جانے سے نفقہ ساقط ہوجاتا ہے لیکن نکاح باقی رہتا ہے۔ ۴۳۵

نفقہ زوجہ جزاءِ احتباس ہے۔ ۴۳۵

وعدہ پر جبر نہیں۔ ۴۳۵

شوہر کے بلانے پر بیوی شوہر کے گھر نہ آئی تو نفقہ ساقط ہوگیا۔ ۴۳۵

Marfat.com

گزشتہ نفقہ اور اخراجات دوا و علاج یا تجہیز و تکفین کا مطالبہ شوہر سے نہیں کیا جا سکتا۔ ۴۳۶

جہیز اور مہر عورت کا ترکہ ہے۔ ۴۳۷

عورت شوہر اور والدین چھوڑ کر فوت ہوئی اس کا ترکہ چھ سہام ہو کر تین سہم شوہر، دو سہم پدر اور ایک مادر کو ملے گا۔ ۴۳۷

عورت کو رخصت کرا کر اپنے پاس رکھنا شوہر کا شرعی حق ہے۔ نفقہ اسی کے بدلہ میں ہے، اپنے اس حق کو شوہر بھی ساقط نہیں کر سکتا۔ ۴۳۷

باپ کا اپنی بیٹی کو بلا وجہ شرعی شوہر کے گھر جانے سے روکنا ظلم ہے۔ ۴۳۷

عورت کا نفقہ جزاء احتباس ہے لہذا جب احتباس نہ ہو گا تو نفقہ بھی لازم نہ ہوگا،

اللہ تعالیٰ کی شرط احق ہے۔ ۴۳۷

کتاب اللہ کے خلاف شرط معتبر نہیں اگرچہ سو بار شرط کرے۔ ۴۳۷

نان نفقہ کی ذمہ داری عورت کے باپ نے لی تو اس کے شوہر کے ذمہ سے نفقہ ساقط نہ ہوگا۔ ۴۳۸

اسقاط دین پیش از وجوب معنی ندارد۔ ۴۳۹

نفقہ زوجہ شوہر پر روزانہ شیئاً فشیئاً واجب ہوتا ہے۔ ۴۳۹

اسقاط شئی قبل از وجوب جائز نہیں۔ ۴۳۹

کفالہ بشرط براءۃ اصیل حوالہ ہے۔ ۴۳۹

حوالہ نقل دین ہے۔ ۴۳۹

جہاں دین معدوم ہو وہاں حوالہ متحقق نہیں ہو سکتا۔ ۴۴۰

جہالت مال کی صورت میں حوالہ صحیح نہیں ہوتا۔ ۴۴۰

عورت اگر بلا اکراہ شرعی مہر معاف کر دے تو شوہر کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے۔ ۴۴۱

ابراء مہر بلا اقرار زن یا بینہ عادلہ قاضی کے پاس ثابت نہیں ہو سکتا۔ ۴۴۲

خلوت میں عورت نے مہر معاف کیا پھر انکاری ہو کر خدا ناترسی کرتے ہوئے قاضی کے پاس شوہر پر دعویٰ کر دیا تو قاضی ذمہ شوہر پر مہر کو ثابت قرار دے گا۔ معاملہ باطنی قاضی حقیقی عالم الغیب والشہادت کے سپرد ہے۔ ۴۴۲

قاضی ظاہر پر فیصلہ کرے گا۔ ۴۴۲

زنائے زناں موجب بطلان نکاح نہیں۔ ۴۴۲

نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے۔ ۴۴۲

اگر عورت شوہر کے باپ یا بیٹے سے بدکاری کرے تو نکاح باطل نہیں ہوتا اگرچہ وہ شوہر پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے اور متارکہ فی الفور فرض ہو جاتا ہے۔ ۴۴۲

حرمت مصاہرہ سے نکاح مرتفع نہیں ہوتا حتی کہ متارکہ اور انقضاء عدت سے قبل اس عورت کا نکاح کسی دوسرے شخص سے ناجائز ہوگا۔ ۴۴۲

حرمت مصاہرہ کے بعد شوہر اگر عورت سے وطی کرے تو اس کو زناء قرار دیا جائے گا یا نہیں۔ ۴۴۳

Marfat.com

بدفعلی کرنے والی عورت اپنے جرم کے مطابق مستحق حد یا تعزیر ہوگی شوہر اگر اس کے فعل پر راضی ہو اور اس کے حقوقِ واجبہ میں کوتاہی نہ کرے تو اس پر کوئی وبال نہیں۔ ۴۴۳

پدرِ زن وجوبِ نفقہ سے پہلے اس کو اپنے ذمہ بطور حوالہ بھی نہیں لے سکتا، ہاں بطور کفالہ ہو تو صحیح ہے لیکن نفقہ ذمہ شوہر سے ساقط نہ ہوگا۔ ۴۴۳

عورت کے نفقہ سے متعلق ایک سوال۔ ۴۴۴

جوان اور نافرمان لڑکوں کا نفقہ باپ پر نہیں اور ناشزہ عورت کا نفقہ شوہر پر نہیں۔ ۴۴۵

جو شخص منفعتِ غیر کے لئے محبوس ہو اس کا نفقہ اسی غیر پر ہے۔ ۴۴۵

معلقہ عورت حاکم عدالت سے فریاد کرکے طلاق لے سکتی ہے یا نہیں۔ ۴۴۵

عورتوں کے حقوق سے متعلق آیاتِ قرآنیہ۔ ۴۴۶

عورت کا سکنیٰ شوہر پر واجب ہے اس کو معلقہ کی طرح چھوڑ دینا حرام ہے اور گاہ گاہ اس سے صحبت کرنا بھی واجب ہے۔ ۴۴۶

عورت کے اذن و رضا کے بغیر چار مہینے تک ترکِ جماع بلا عذر صحیح شرعی ناجائز ہے۔ ۴۴۶

نکاح کے بعد ایک دفعہ صحبت کرنا حقِ زن ہے، اگر شوہر حق ادا نہ کرے تو عورت قاضی کے یہاں دعویٰ تفریق کر سکتی ہے۔ ۴۴۶

شوہر جماع نہ کرے نہ طلاق دے تو قاضی شوہر کو ان دو باتوں میں سے ایک پر مجبور کرے گا اگر نہ مانے قید کرے گا پھر نہ مانے تو مار کی سزا دے گا ۴۴۸

جس معصیت میں حد نہیں اس میں تعزیر ہے۔ ۴۴۸

عدمِ ادائے نفقہ کی صورت میں قاضی جبر نہ کریگا، وجہ فرق میں مصنف کی تحقیق۔ ۴۴۹

نفقہ سے عجز احناف کے نزدیک سببِ تفریق نہیں۔ ۴۴۹

شافعی قاضی کا بسبب عجزِ نفقہ تفریق کا حکم احناف کے نزدیک بھی نافذ نہ ہوگا۔ ۴۵۰

جوان بہنوں کا نفقہ بھائی پر اس وقت سے جبکہ اُن کا کوئی ذاتی مال نہ ہو اور بھائی ان کی اعانت پر قادر ہو۔ ۴۵۲

مجبور کا نفقہ تنہا ایک آدمی پر اس وقت واجب ہے جبکہ یہ اکیلا ہی وارث ہو ورنہ تمام ورثاء پر حصہ میراث کے حساب سے۔ ۴۵۲

ضرورتمند باپ کی خدمت کر سکتا ہے اور نہیں کرتا ہے تو لڑکا عاق ہے۔ ۴۵۴

قدرت کے باوجود ضعیف و محتاج باپ کی مدد نہ کرنے والا قابلِ امامت نہیں۔ ۴۵۴

جن کے نفقے ذمہ میں ہوں ادا نہ کرنا سخت گناہ ہے۔ ۴۵۴

عورت کے نفقہ کا بوجھ دوسرا اٹھاتا ہو تب بھی مستثنیات کے علاوہ بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر کہیں نہیں جا سکتی۔ ۴۵۴

عورت والدین کی زیارت کو آٹھویں دن اور دیگر محارم کے یہاں سال بعد ایک دن بلا اذنِ

Marfat.com

شوہر بھی جا سکتی ہے بشرطیکہ رات شوہر کے پاس واپس آجائے۔ ۴۵۴
عورت کے لئے شوہر کی طرف سے کہیں جانے کی ممانعت واجب العمل ہے۔ ۴۵۵
بعد ادائے مہر معجل عورت مطلقاً پابند شوہر ہے اس میں کوئی قید وتخصیص ادائے نفقہ و تکفل حوائج کی نہیں۔ ۴۵۵
والد کا متکفل نفقہ پسر و زن پسر ہونا ہمارے بلاد میں معمول ہے۔ ۴۵۵
شوہر سرکشی پر آمادہ ہو اور نفقہ نہ ادا کرے تب بھی عورت شوہر کے گھر ہی رہے۔ ۴۵۵
عورت پر واقعی اندیشۂ فساد ہو تو شوہر قید خانے میں اپنے پاس رکھنے کی درخواست کرسکتا ہے۔ ۴۵۵
"نفقہ پابندی کے بدلہ میں ہے" اس پر ایک شبہہ اور اس کا ازالہ۔ ۴۵۶
منکوحہ کی ماں سے زناء کا اقرار کرتے ہی نکاح فاسد ہوجاتا ہے اگرچہ کہے کہ میں نے جھوٹا اقرار کیا۔ ۴۵۷
محرمات سے نکاح کی صورت میں متارکہ لازم ہے ۴۵۷
بصورت متارکہ عورت پر روز متارکہ سے عدت لازم ہے۔ ۴۵۷
تفریق اگر شوہر کی جانب سے ہو تو نفقۂ عدت عورت کے لئے شوہر پر مطلقاً لازم ہے۔ ۴۵۷
اگر تفریق عورت کی جانب سے ہے تو بصورت معصیت نفقۂ عدت نہ پائے گی البتہ سکنی پائے گی۔ ۴۵۸
نکاح محرمات میں ناکح پر مہر مثل اور مسمی میں سے جو کم ہو وہ واجب ہے۔ ۴۵۸
موطوءہ بیوی کو طلاق دینے سے مہر تمام وکمال واجب ہوگا۔ ۴۵۸
نفقہ مقرر کرکے ادا نہ کیا پھر طلاق دے دی عورت طلاق سے قبل والے نفقہ کی مستحق ہے۔ ۴۵۸
جو مہر نہ معجل بندھا ہو نہ اس کی کوئی میعاد مقرر کی گئی ہو عورت قبل موت یا طلاق اس کا مطالبہ نہیں کرسکتی۔ ۴۶۰
عورت ناراض ہو کر میکہ چلی گئی اس کا نفقہ شوہر پر نہیں۔ ۴۶۰
ناشزہ عورت کو طلاق دینا شوہر پر لازم نہیں۔ ۴۶۰
ناشزہ عورت کا نفقہ نہ اصل شوہر پہ ہے نہ کفیل پر۔ ۴۶۰
عورت نشوز چھوڑ دے تو اب کفیل سے مطالبہ کرسکتی ہے جبکہ کفالت موقت نہ ہو۔ ۴۶۰
زید نے زبیدہ کے اولیاء کو نوٹس دیا کہ اب اس کے ولی بنو تو بنو بعد میں بننا چاہو گے تو زبیدہ کے اخراجات تم سے وصول کئے جائیں گے اس نوٹس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں۔ ۴۶۱
عورت کا نفقہ شوہر پر اس وقت ہے کہ وہ شوہر کے پاس رہے، بلا وجہ میکہ رہے تو کوئی نفقہ نہیں۔ ۴۶۱

Marfat.com

اولاد محتاج ہو تو باپ پر نفقہ ہے اور غنی ہو تو
نہیں، اولاد کے باپ کے پاس رہنے نہ رہنے
سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ ۴۶۱
جو نفقہ تراضی یا قضائے قاضی سے مقرر نہ ہو وقت
گزر جانے کے بعد ساقط ہو جاتا ہے، یہ حکم
عورت کے نفقہ کا ہے، اولاد کا نفقہ انقضاء
وقت کے بعد مطلقاً ساقط ہو جاتا ہے،
ہاں حاکم نے قرض لے کر بچہ پر صرف کرنے کا حکم
دیا ہو تو اس کا مطالبہ باپ پر ہے۔ ۴۶۲
پہلی عورت مخبوط الحواس ہو تو دوسری شادی
کی اجازت ہے، لیکن دونوں میں عدل ضروری ہے۔ ۴۶۴
ایک عورت مالدار اور ایک غریب ہو تو شوہر
مالدار ہو تو مالدار عورت کو مالداروں کا اور غریب
کو متوسط، اور غریب مالدار عورت کو متوسط اور
غریب کو غریبوں کا نفقہ ملے گا۔ ۴۶۴
تقرر نفقہ سے متعلق تمام امور ملحوظہ کی تفصیل اور
اور اس کا حکم۔ ۴۶۵
قرضہ کی وجہ سے نفقہ میں تنگی کا حکم نہیں
دے سکتے۔ ۴۶۷
نفقہ میں میاں بیوی دونوں کے حال کا لحاظ
کیا جائے گا۔ ۴۶۸
نفقۂ زن میں تنگی و مالداری کی کوئی خاص حد علماء
نے مقرر نہ کی عرف پر اس کا مدار رکھا البتہ
نفقۂ اقارب میں ایسا مقدر بہ نصاب ہے۔ ۴۶۹
نفقۂ اقارب میں منفق کی دو قسمیں ہیں: قادر و
عاجز، اور نفقۂ زن میں تین قسمیں ہیں: غنی،
فقیر، متوسط۔ ۴۷۱
غنی، فقیر، متوسط کی اغذیہ کا بیان۔ ۴۷۱
شرع مطہر اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کا حکم ہے۔ ۴۷۴
اللہ و رسول سے زنا کی اجازت مانگنی کفر ہے ۴۷۴
جب تک کسی عورت کا شوہر زندہ ہو اور طلاق
بھی نہ دی ہو اس عورت کا دوسرا نکاح
حرام حرام حرام زنا زنا زنا ہے۔ ۴۷۴
جو اللہ تعالیٰ کے لئے صبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ
اس کی مشکل کھول دیتا ہے۔ ۴۷۴
رزق اللہ پر ہے شوہر رازق نہیں۔ ۴۷۴
غلبۂ خواہش پر قابو پانے کے لئے روزے
رکھے جائیں۔ ۴۷۴
جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لئے راہ
نکال دے گا اور اسے وہاں سے رزق
پہنچائے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہو گا۔ ۴۷۴
جو اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ اسے کافی ہے۔ ۴۷۵
جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کا کام آسان
کر دے گا۔ ۴۷۵
اللہ سچا ہے اور اس کے وعدے سچے
ہیں، شیطان جھوٹا ہے اور اس کے
ڈراوے جھوٹے ہیں۔ ۴۷۵
طلاق کے بعد مہر و نفقۂ عدت کے علاوہ عورت
کا کوئی حق نہیں، ۴۷۵

Marfat.com

بعد طلاق زندگی بھر کے نفقہ کا اقرار نامہ وعدہ ہے جس کو پورا کرنا چاہئے، لیکن یہ واجب نہیں۔ ۴۷۵

جس عورت نے مرتدہ ہونے کا ارادہ کیا وہ اسی وقت مرتدہ ہوگئی۔ ۴۷۶

شوہر کی زندگی میں بلا طلاق عورت کے دوسرے شخص سے نکاح کی کوئی صورت نہیں۔ ۴۷۶

قاضی حنفی اپنے مسلک کے خلاف حکم نہیں کرسکتا اگر کرے تو نافذ نہ ہوگا۔ ۴۷۶

مہر کسی خدمت کا معاوضہ نہیں وہ نکاح میں بضع کا عوض ہے۔ ۴۷۷

عورت کے فاتر العقل ہونے سے مہر ساقط نہ ہوگا اور جب تک وہ شوہر کے گھر آنے سے انکار نہ کرے نفقہ دلایا جائے گا۔ ۴۷۷

نفقہ میں مرد و زن دونوں کے حال کا لحاظ رکھا جائے گا۔ ۴۷۷

مادرِ زن کا شوہر سے نصف آمدنی مانگنا ظلم ہے جبکہ یہ مقدار نفقۂ زن سے زائد ہو۔ ۴۷۷

گزرے ہوئے نفقہ کا ادا کرنا کسی پر ضروری نہیں۔ ۴۷۸

نفقہ مقرر ہوگیا، لڑکی میکہ آئی، شوہر نے اپنے گھر بلایا نہیں، اور یہ اس انتظار میں رہی کہ بلائے تو جاؤں، تو ان ایامِ میکہ کا نفقہ بھی شوہر کے ذمہ ہے۔ ۴۷۸

عورت آٹھویں دن دن بھر کے لئے اپنے والدین کی ملاقات کے لئے بے اذنِ شوہر بھی جاسکتی ہے اور محارم کے یہاں سال بھر کے بعد، اور باجازت مزید ایام بھی، ناشزہ قرار نہ دی جائے گی۔ ۴۷۸

غیر محارم کے یہاں عورت شوہر کی اجازت سے بھی نہیں جاسکتی۔ شوہر اگر اجازت دے گا تو گنہگار ہوگا۔ ۴۷۸

عورت شوہر کے مکان میں ہے تو نفقہ پائے وہ جماع کرے یا نہ کرے۔ ۴۷۹

زید آوارہ بدچلن ہے، علاوہ ازیں بیوی کے نان و نفقہ کا کفیل بھی نہیں ہوسکتا تو بیوی کو اپنے نفس کے روکنے کا اختیار ہے یا نہیں۔ ۴۸۰

شوہر نان و نفقہ سے عاجز ہو تو کیا قاضی کو زوجین میں تفریق کا حق ہے۔ ۴۸۰

شوہر نفقہ نہ ادا کرے تو قاضی اس کو مجبور کریگا یا نفقہ دے یا طلاق دے۔ ۴۸۰

طلاق شوہر کی زبان پر ہے جب وہ کہتا ہے کہ میں نے طلاق دے دی، طلاق ہوگئی، نہ دی تھی تو اب ہوگئی۔ ۴۸۱

رہنے کو مکان دینا مالک کر دینا نہیں جب تک ولایتِ تملیک ثابت نہ ہو اور اس کے ساتھ اپنے اسباب وغیرہا سے خالی کرکے قبضہ دلا دینا ضرور ہے۔ ۴۸۱

وعدہ کی بناء پر دعویٰ نہیں ہوسکتا۔ ۴۸۱

وفاء وعدہ پر جبر نہیں۔ ۴۸۱

عورت کا نفقۂ مقررہ کب ساقط ہوجاتا ہے۔ ۴۸۱

عورت شوہر کی نافرمانی کرے تو سخت گنہگار ہے۔ ۴۸۲

Marfat.com

عورت کا شوہر سے طلاق مانگنا خُلع نہیں ہے۔ ۴۸۳

عورت کی نافرمانی کی وجہ سے شوہر نے کام کے لئے نوکر رکھے اس کا تاوان عورت پر نہیں ہے۔ ۴۸۳

ناشزہ جتنے دن شوہر کے پاس نہ رہے نفقہ نہ پا سکے گی۔ ۴۸۳

ناگواری کے ساتھ کسی کے خاموش رہنے کو اجازت نہیں سمجھا جائے گا۔ ۴۸۳

عورت نے شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے اعزہ کی شادی وغیرہ میں جو خرچ کیا وُہ شوہر وصول کر سکتا ہے ۴۸۳

عورت جب تک شوہر کی اجازت کے بغیر اپنی ماں کے یہاں یا کسی دوسری جگہ رہے نفقہ کی مستحق نہیں۔ ۴۸۴

جب تک طلاق یا موت واقع نہ ہو غیر میعادی مہر واجب الادا نہیں ہوتا۔ ۴۸۴

فاتر العقل عورت کا نفقہ ساقط نہیں، دو شادیاں کیں جن میں ایک فاتر العقل ہے، عدل و مساوات ضروری ہے۔ ۴۸۴

عورت سے زنا متحقق ہونے کے باوجود مرد پر واجب نہیں اسے طلاق دے۔ ۴۸۵

زانیہ جب تک شوہر کے پاس ہے نفقہ و سکنیٰ واجب ہے البتہ بعد عدت کا نفقہ خود اس عورت پر یا اس کے وارثوں پر ہے شوہر پر نہیں۔ ۴۸۵

شراب پینا گناہِ کبیرہ اور اس کو حلال جاننا کفر ہے۔ ۴۸۶

مقاماتِ مقدسہ کی تصویر چھانٹ کر گندگی میں ڈالنا اگر وہابی عقائد کی بنیاد پر ہو کہ یہ سب بدعت ہے تو جہل و گمراہی ہے اور ان مقامات کی تحقیر مقصود ہو تو کفر ہے۔ ۴۸۶

دیوتاؤں کی تصویریں تزئین کے لئے لگائے تو گناہِ کبیرہ اور تعظیم معبودانِ کفار مقصود ہو تو کفر ہے۔ ۴۸۷

عورت کو نماز و روزہ سے روکنا اور شراب پینے پر مجبور کرنا یُوں ہی ہو تو گناہ کبیرہ شدیدہ اور فرضیت صلوٰۃ یا حرمتِ خمر کے انکار کے طور پر ہو تو کفر ہے۔ ۴۸۷

استخفافِ شرع کفر ہے۔ ۴۸۷

مسجد خیر الاماکن ہے۔ ۴۸۷

مسجد کی طرف بلائے جانے کے جواب میں کہتا ہے کہ میں شراب خانے شراب پینے جا رہا ہوں' تو کیا حکم ہے۔ ۴۸۷

اسلام کا احتمال بعید ہوتے ہُوئے بھی کسی پر کفر کا حکم نہیں لگانا چاہیئے۔ ۴۸۸

شوہر کے کسی قول یا فعل سے جب تک کفر ثابت نہ ہو جائے عورت کے نکاح سے نکلنے کا حکم نہیں دیا جا سکتا۔ ۴۸۸

اُس شخص کا حکم جو یہ کہے کہ نہ میں مسجد میں آتا ہوں نہ اس کی تعمیر میں کوئی درہم دیتا ہُوں میرا مسجد میں کیا کام ہے۔ ۴۸۸

شوہر موجود ہو نفقہ پر قادر ہو

Marfat.com

اور نفقہ نہ دے تو تفریق کا حکم نہ حنفیہ کے نزدیک نہ شافعیہ کے۔ ۴۸۸

جن مسائل کا تصفیہ حنفی مسلک پر نہ ہو سکے ان کی کاربرآری کی شرعی صورت۔ ۴۸۹

عدمِ ادائے نفقہ کا ایک گول مول سوال اور اس کا جواب۔ ۴۹۲

قرآن عظیم نے شوہردار عورتوں کو حرام قطعی فرمایا ہے۔ ۴۹۳

عورتوں کو ہوائے نفس کا اتباع کرنا اور اسے کسی امام کے سر رکھنا کوئی دین نہیں۔ ۴۹۳

ایک عورت کا شوہر پوری طرح بیوی کا حق ادا نہیں کر سکتا اور بوجہ جہالت طلاق بھی نہیں دیتا تو وہ عورت کیا کرے۔ ۴۹۳

کتابُ الایمان ۴۹۵

زید نے قسم کھائی کہ بکر سے کلام کروں تو میری بیوی کو طلاق، مرنے کے بعد قبر پر سلام کیا، طلاق واقع نہ ہوگی۔ ۴۹۵

یمین کی بنا عرف پر ہے، اس لئے اگر قسم کھائی کہ گوشت نہ کھائے گا، تو مچھلی کے کھانے سے حانث نہ ہوگا۔ یونہی قسم کھائی کلام نہ کروں گا تو قرآن شریف پڑھنے سے حانث نہ ہوگا۔ ۴۹۶

قسم کھائی کہ زید سے کلام نہ کروں گا اور زید نماز جماعت میں اس کے برابر کھڑا تھا سلام پھیرتے وقت اس کی طرف منہ کرکے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا تو حانث نہ ہوگا۔ ۴۹۶

نمازی کو سلام پھیرتے وقت نیتِ حاضرین کا قطعاً حکم ہے۔ ۴۹۶

قسم کھائی فلاں شخص سے کلام نہ کروں گا، نماز میں اس کو لقمہ دینے سے حانث نہ ہوگا۔ ۴۹۶

صدہا مسائل ایسے ہیں جن کا ماخذ عرف پر احکام ایمان کی بنا ہے۔ ۴۹۷

زید نے عمرو سے قسمیہ کہا یہ کام کر، اور اس نے نہ کیا، تو بہ سبب انکار اس کام کے عمرو پر قسم عائد ہوتی ہے یا نہیں۔ ۴۹۷

کسی کے قسم دلانے سے قسم واجب نہیں ہوتی، نہ اس کام کو کرنا واجب ہو جاتا ہے، ہاں اگر حرج نہ ہو تو مان لینا مستحب ہے۔ ۴۹۸

قرآن مجید کی قسم شرعی ہے۔ ۴۹۸

قسم اگر امر مستقبل پر ہے جس کا کرنا اس کے قبضۂ اقتدار میں ہے تو اس کے جھوٹا کرنے میں گناہ ہے اور کفارہ اس گناہ کا رافع۔ ۴۹۸

یمین منعقدہ اور اس کے کفارہ کی تفصیل۔ ۴۹۸

کسی معصیت پر قسم کھائی مثلاً شراب پیئے گا یا نماز نہ پڑھے گا تو اس کا جھوٹا کرنا پھر کفارہ دینا واجب ہے۔ ۴۹۸

والدین سے کلام نہ کرنے کی قسم کھائی تو قسم توڑنا اور اس کا کفارہ دینا واجب ہے۔ ۴۹۹

کسی کو قتل کرنے کی قسم کھائی تو حنث و تکفیر واجب ہے۔ ۴۹۹

Marfat.com

کفارہ میں دیا جانے والا کپڑا ایسا ہونا چاہیئے جو
تین ماہ سے زیادہ چل سکے اور تمام بدن ڈھک لے ۔ ۴۹۹
قصداً جھوٹی قسم کھانا گناہ ہے ۔ ۴۹۹
قسموں کو ڈھال بنانے والوں کی قرآن عظیم میں
مذمت آئی ہے ۔ ۴۹۹
کفارہ اس لئے مقرر ہوا کہ اگر احیاناً حنث
واقع ہو تو یہ اس کا مصلح ہو سکے نہ کہ یہ کفارہ پہ
تکیہ کر کے جھوٹی قسم کھائے ۔ ۴۹۹
قسم کھائی ظہر جماعت سے پڑھے گا ، دو رکعت ملی
حانث ہوگیا کہ تین رکعت تک پانے والا جماعت
پانے والا نہیں، ہاں جماعت کا ثواب ، تو نفس
شرکت بلکہ بارادۂ جماعت گھر سے نکلنے میں ملے گا ۔ ۵۰۰
ترکِ سکونت کی مطلق قسم کھائی تو فوراً اس پر عمل
ضروری ہے ، عذرِ صحیح کے بغیر ترکِ سکونت
میں کچھ بھی ڈھیل دی فوراً حانث ہوگا ۔ ۵۰۰
قسم کھائی کہ بریلی میں نہ رہے گا ، تیاری و تہیہ میں
مشغول تھا کہ کسی نے قید کر لیا اور نکلنے نہ دیا ، تو
جب تک یہ مجبوری رہے گی حانث نہ ہوگا اگرچہ
عمر گزر جائے ۔ ۵۰۰
بریلی میں نہ رہنے کی قسم کھائی مگر بریلی کے سوا
کہیں اس کے رہنے کا ٹھکانا نہیں ، نہ اپنے
ذاتی مال یا حرفت یا تجارت کے ذریعے دوسری
جگہ بسر ممکن ہے تو مجبور سمجھا جائے گا جب تک
ایسی حالت باقی رہے گی ۔ ۵۰۱
آدھی نمازِ مغرب میں شرکت کی قسم کھائی اور ایک
رکعت میں شریک ہوا تو حانث ہوگیا اور اگر اس
طرح قسم کھائی کہ مغرب کی آدھی نماز میں شریک
ہوں گا نہ کم میں نہ زائد میں تو یمین ہی منعقد
نہیں ہوئی ۔ ۵۰۲
قسم دلانے سے واجب نہیں ہوتی نہ اس کام کا
کرنا ضروری ہوتا ہے ۔ ۵۰۳
"اگر اس باغ میں رہوں تو اپنی ماں بیٹی سے
زنا کروں" یہ الفاظ قسم کے نہیں ۔ ۵۰۴
حلف کی ایک عبارت کی توضیح ۔ ۵۰۵
جرمانہ کے ساتھ تعزیر کہ مجرم کا کچھ مال خطائے
عوض لے لیا جائے ، منسوخ ہے ۔ ۵۰۵
منسوخ پر عمل جائز نہیں ۔ ۵۰۵
ناجائز بات پر عمل کرنا جس حلف سے لازم
آتا ہو اس کا توڑنا واجب ہے ۔ ۵۰۵
انجمن والوں نے باہم حلف اٹھایا جو نماز نہ پڑھے
اس پر اتنا جرمانہ ، جو جرمانہ نہ دے اس کو انجمن
سے نکال دیا جائے گا ۔ یہ تعزیر شرعی نہیں
نہ اس میں حرج ہے ۔ ۵۰۶
جملہ مستقلہ بغیر حرفِ علت کے ماقبل سے
متعلق نہیں ہوتا ۔ ۵۰۶
فصلِ اجنبی عملِ حلف کو باطل کر دیتا ہے ۔ ۵۰۶
کسی نے کہا "واللہ والرسول لا فعلن کذا"
یہ جملہ یمین نہ ہوگا ۔ ۵۰۶
اگر کسی نے کہا "واللہ لا شربن لا قومن"
تو حلف کے تحت فقط شرب داخل ہوگا نہ کہ

Marfat.com

قیام، ہاں اگر یوں کہا "واللہ لا شربت
ولا قومن" تو اس صورت میں شرب وقیام
دونوں حلف کے تحت داخل ہوں گے۔ ۵۰۶
بلاوجہ شرعی قسم توڑنا حرام ہے، ہاں خلاف میں خیر ہو
تو قسم توڑ کر کفارہ دے۔ ۵۰۷
ایک امیر شخص نے اپنے ملازم کو خدمت کے صلہ
میں زمین دی پھر کسی بات پر خفا ہو کر حالتِ غصہ
میں قسم کھائی کہ میں تیری زمین ضبط کروں گا اب
اگر حلف شکنی کرے تو کفارہ لازم آئے گا یا
نہیں۔ ۵۰۷
کفارۂ قسم کا بیان۔ ۵۰۷
"واللہ کی کمائی لوں تو خدا کا دیدار اور محمد (صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم) کی شفاعت نصیب ہو" یہ جملہ قسم
نہیں میراث وغیرہ وصول کرسکتا ہے۔ ۵۰۸
قسم کھائی "حج کو نہ جاؤں تو کافر ہو جاؤں" وہ
صاحبِ نصاب تھا، بمبئی سے لوٹ آیا، اس کا کیا
حکم ہے۔ یہ قسم شرعی نہ ہوئی، چندہ ہبہ تھا اس کا
لوٹانا ضروری نہیں اور بمبئی سے کسی معذوری سے
لوٹ آیا تو معذور ہے۔ ۵۰۸
دھوکہ دے کر حج کا جھوٹا ارادہ ظاہر کیا اور اس
ذریعہ سے لوگوں سے روپیہ لیا تو سخت مجرم ہے۔ ۵۰۹
کسی مسلمان پر بدگمانی جائز نہیں۔ ۵۰۹
⊙ رسالہ الجواھر الثمین فی علل نازلۃ
الیمین (ایک نوع کی قسم کے بارے میں اجتہادی
جزئیہ اور اس پر تفصیلی بحث) ۵۱۱
زید نے اپنے بیٹے سے ناراض ہوکر بیوی کو کہا اگر
تُو نے میرے اس بیٹے کو گھر میں چھوڑا تو مجھ پر
تین طلاق ہے بعدازاں زید کے راضی ہونے پر
بیٹا گھر میں رہنے لگا، زید کی بیوی نے اسے نہ تو
ہاں کہا اور نہ ہی نہ کہا، تو کیا اس صورت میں زید
کی بیوی کو طلاق ہوگئی یا نہیں۔ ۵۱۱
گھر میں چھوڑنے کا معنیٰ ترک وتخلیہ ہے جو دو وجہ سے
متحقق ہوسکتا ہے یا منع بالفعل یا نہی بالقول۔ ۵۱۲
ایک شخص نے اپنا گھر سال کے لئے کرایہ پر دیا،
پھر اس نے کرایہ دار کو کہا کہ خدا کی قسم میں تجھے اپنے
گھر میں نہ چھوڑوں گا، پھر کرایہ دار کو کہا کہ تُو میرے
گھر سے نکل جا، تو اس کی قسم پُوری ہوگئی اور وُہ
حانث نہ ہُوا۔ ۵۱۳
کسی نے قسم کھائی کہ فلاں کو میں اپنے اس مملوکہ
گھر میں داخل نہ ہونے دُوں گا پھر اس کو زبانی
طور پر گزرنے سے روکا تو قسم پُوری ہوگئی اور طلاق
واقع نہ ہُوئی۔ ۵۱۳
کسی شخص نے اپنے بیٹے کو کہا اگر میں تجھے فلاں
کے ساتھ کام کرنے کے لئے چھوڑوں تو میری
بیوی کو طلاق، تو اس صُورت میں اگر بیٹا بالغ و
خود مختار ہے تو صرف زبانی منع کرنے سے قسم پُوری
ہوجائے گی اور طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر بیٹا
نابالغ ہے تو زبان وعمل دونوں سے روکنا
ضروری ہے ورنہ طلاق واقع ہوجائے گی۔ ۵۱۳
ایک شخص نے کہا کہ اگر میں فلاں شخص کو اپنے گھر

Marfat.com

میں داخل ہوتا چھوڑوں تو میری بیوی کو طلاق، پھر وُہ شخص اس کی لاعلمی میں گھر میں داخل ہو گیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر علم ہونے کے باوجود اس کو منع نہ کیا تو حانث ہو جائے گا۔ ۵۱۴

کسی نے قسم کھائی کہ میں فلاں کو یہ کام کرنے یا جانے یا داخل ہوتے نہ چھوڑوں گا، تو قسم پُورا کرنے کے لئے صرف زبان سے کہہ دینا کافی ہے کہ یہ کام مت کر یا مت جا یا مت داخل ہو، چاہے وُہ مانے یا نہ مانے۔ ۵۱۴

ایک شخص نے طلاق کی قسم کھائی کہ وُہ اپنی بالغ بہن کو گھر میں اپنے دیوروں کے ساتھ رہتا ہُوا نہیں چھوڑے گا اگر وُہ گھر حالف کا نہ ہو اور وُہ زبانی طور پر بہن کو منع کر دے تو حانث نہ ہوگا۔ ۵۱۴

کسی شخص نے قسم کھائی میں اپنے گھر میں رہنے والے فلاں شخص کو آج نکال باہر کروں گا حالانکہ وہ فلاں ظالم و غالب ہے جس کو نکالنا اس کے لئے مشکل ہے تو فقط زبانی طور پر اسے نکلنے کا کہہ دینے سے حانث نہ ہوگا۔ ۵۱۴

قسم کھائی کہ اگر فلاں شخص کو اس گھر میں داخل ہوتا چھوڑوں تو میری بیوی کو طلاق، اگر یہ گھر حالف کی ملکیت ہے تو زبان و عمل دونوں سے روکنا لازم ہے ورنہ حانث ہو جائے گا۔ ۵۱۵

مصنف رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی طرف سے بطور تحقیق و تنقیح چند امور پر تنبیہ۔ ۵۱۵

امر اوّل۔ ۵۱۵

مصنف علیہ الرحمۃ کی طرف سے ائمہ کی مختلف عبارات میں تطبیق۔ ۵۱۵

اپنے ذاتی گھر میں کُلی اختیار کا حاصل ہونا اغلب ہے۔ ۵۱۷

فقہی احکام کا مدار غالب امور پر ہوتا ہے۔ ۵۱۷

فتنہ قتل سے بڑا ہے۔ ۵۱۷

نہ چھوڑنے کے لئے کم از کم زبان سے روکنا ضروری ہے۔ ۵۱۷

قسم میں کلما کا لفظ ہمیشگی کے لئے ہوتا ہے۔ ۵۱۸

نفی پر نفی مفید اثبات ہوتی ہے۔ ۵۱۸

امر ثانی۔ ۵۱۸

امر ثالث۔ ۵۱۸

امر رابع۔ ۵۱۹

چند شبہات کا ازالہ۔ ۵۱۹

شبہہ اولیٰ۔ ۵۲۰

شبہہ ثانیہ۔ ۵۲۰

فعل اختیار کے بغیر متحقق نہیں ہوتا۔ ۵۲۱

عدمی چیز اختیار کے بغیر بھی متحقق ہو جاتی ہے۔ ۵۲۱

شبہہ ثالثہ۔ ۵۲۱

حاضر میں وصف کا ذکر لغو ہوتا ہے۔ ۵۲۲

قسم کھائی کہ اس بچے کے ساتھ کلام نہ کریگا پھر اس کے جوان ہونے کے بعد اس سے بات کی تو حانث ہوگا۔ ۵۲۲

قسمیں الفاظ پر مبنی ہوتی ہیں اعراض پر مبنی نہیں ہوتیں۔ ۵۲۲

Marfat.com

تخصیص حال کی ایک صورت۔ ۵۲۲

دیانت میں صفت داعیہ وغیر داعیہ دونوں یکساں ہیں اس لئے نیتِ تخصیص ضروری ہے۔ ۵۲۳

وصف کو ذکر کئے بغیر نیت تو دیانتاً بھی معتبر نہیں چہ جائیکہ قضاءً۔ ۵۲۳

کسی شخص نے کہا اگر میں باہر جاؤں تو میرا غلام آزاد ہے اور باہر جانے سے سفر کی نیت کی تو دیانتاً اس کی تصدیق کی جائے گی اور کسی خاص مکان مثلاً بغداد کی طرف خروج کی نیت کرے تو صحیح نہیں۔ ۵۲۳

چوتھا شبہہ۔ ۵۲۳

ایک شخص نے قسم کھائی کہ اگر زید سے بات کروں تو میری بیوی کو تین طلاقیں۔ اب چاہتا ہے کہ اس سے بات کرے اور بیوی کو طلاق مغلظہ نہ ہو تو بیوی کو ایک طلاق بائنہ دے عدت گزر جانے کے بعد بات کرسکتا ہے اور بعد ازاں بلا حلالہ دوبارہ نکاح کرسکتا ہے۔ ۵۲۵

سیدنا حضرت ایوب علیہ السلام کے قسم کھانے کا واقعہ۔ ۵۲۶

قسم کا سبب اور داعی ختم ہو جانے کے باوجود قسم باقی رہتی ہے اس کے زوال سے قسم باطل نہیں ہوتی۔ ۵۲۶

سلطان نے قیدی کو قسم دی کہ میری اجازت کے بغیر میرے ملک سے تو باہر نہ جائے گا، یہ قسم اس کی حکومت کی بقاء کے ساتھ مقید ہوگی سلطان کے معزول ہونے کے بعد اس کی اجازت کے بغیر ملک سے باہر جانے پر قیدی کی قسم نہ ٹوٹے گی۔ ۵۲۷

آقا نے غلام، بادشاہ نے رعایا یا خاوند نے بیوی کو قسم دی یا خود قسم کھائی کہ تو میری اجازت کے بغیر باہر نہ جائے تو یہ قسم بقاءِ ملک، بقاءِ ملک اور بقاءِ زوجیت کے ساتھ مقید ہوگی۔ ۵۲۸

ایک شخص نے بیوی کو کہا اگر تیری اجازت کے بغیر دوسری عورت سے نکاح کروں تو اسے طلاق، پھر بیوی کو نکاح سے خارج کرکے اس کی اجازت کے بغیر دوسری سے نکاح کرے تب بھی دوسری کو طلاق ہو جائے گی۔ ۵۲۸

کسی نے اپنی بیوی کو کہا اگر تو میری اجازت کے بغیر باہر نکلی تو تجھے تین طلاقیں، پھر خاوند نے بیوی کو ایک طلاق بائن دے دی۔ اب وہ خاوند کی اجازت کے بغیر باہر نکل گئی تو حانث نہ ہوگا۔ ۵۲۹

خاوند جب بیوی کو طلاق بائن دے دے تو ولایتِ منع زائل ہو جاتی ہے۔ ۵۲۹

اہلِ حرب نے قیدی کو قسم دی کہ تو ہمارے حاکم کی اجازت کے بغیر باہر نہیں جائے گا پھر حاکم معزول ہو کر دوبارہ بحال ہوا اب وہ قیدی اس کی اجازت کے بغیر باہر چلا جائے تو حانث نہ ہوگا۔ ۵۳۰

مالک نے غلام کو کہا کہ اگر تو میری اجازت کے بغیر باہر نکلا تو تو آزاد ہے، پھر اس کو فروخت کرکے دوبارہ خرید لیا اب وہ غلام اس کی اجازت

Marfat.com

کے بغیر نکلا تو آزاد نہ ہو گا۔ ۵۳۰
خاوند نے قسم کھائی کہ میری بیوی گھر سے باہر نکلے گی
تو یہ قسم بقاءِ زوجیت کے ساتھ مقید نہ ہوگی کیونکہ
اس میں اجازت کا ذکر نہیں۔ ۵۳۰
کسی شخص نے اپنی بیوی کو کہا میں جس عورت سے
تیری اجازت کے بغیر نکاح کروں اس کو طلاق
ہوگی، اس کے بعد بیوی کو طلاق بائنہ یا مغلظہ دے دی
پھر کسی عورت سے اس مطلقہ کی اجازت کے بغیر
نکاح کیا تو طلاق ہو جائے گی۔ ۵۳۱
قسم کھائی کہ اگر فلاں سے اس کی اجازت یا اس
کی آمد کے بغیر بات کروں تو یہ ہو جائے، پھر وہ
فلاں فوت ہوگیا تو قسم ختم ہو جائے گی۔ ۵۳۱
جب قسم کسی شرط کے ساتھ مشروط ہو تو طرفین کے
نزدیک اس شرط کا متصور ہونا ضروری ہے۔ ۵۳۱
مرنے کے بعد جو حیات ملتی ہے وہ دنیوی حیات
کا غیر ہے۔ ۵۳۲
حیات ایک ایسا عارضہ ہے جس کو بعینہا واپس
لانا ممکن نہیں۔ ۵۳۲
روح اور حیات ایک دوسرے کے مغایر ہیں۔ ۵۳۲
قسموں کی بنیاد عرف پر ہوتی ہے۔ ۵۳۲
اجازت صرف عاقل سے متصور ہوتی ہے۔ ۵۳۲
تین حضرات نے ایک شخص کو قسم دی کہ وہ ان
کی اجازت کے بغیر بخارا سے باہر نہ جائیگا، پھر
ان میں سے ایک مجنون ہوگیا اور باقی دو کی اجازت
سے وہ باہر گیا تو حانث ہو جائے گا لیکن اگر
ان میں سے ایک فوت ہو جائے اور باقی دو کی
اجازت سے وہ باہر چلا جائے تو حانث نہ ہوگا۔ ۵۳۳
کسی شخص کے لئے آسمان پر چڑھنا یا پتھر کو سونے
سے بدلنا عقلاً ممکن ہے لیکن عادۃً محال ہے۔ ۵۳۴
پانچواں شبہہ۔ ۵۳۵
تطفل علی الشامی۔ ۵۳۵
قسم گواہوں کا خلیفہ بنتی ہے تو جب اصل
ہو جائے تو خلیفہ کی ضرورت نہیں رہتی۔ ۵۳۹
اگر مدعی کے گواہ قاضی کی مجلس میں حاضر ہوں
تو بالاتفاق مدعی علیہ سے قسم نہیں لی جائے گی۔ ۵۳۹
کوئی شخص قسم کھائے کہ میں اس کوزے کے پانی
کو ضرور پیوں گا، پھر وہ پانی گرا دیا گیا تو وہ حانث
ہو جائے گا۔ ۵۴۱
حاکم شہر نے کسی کو قسم دی کہ تو شہر میں داخل
ہونے والے ہر فسادی کی اطلاع مجھے دے گا،
پھر وہ حاکم معزول ہوگیا تو اس کی دی ہوئی قسم
بھی ختم ہو جائے گی۔ ۵۴۱
ردالمحتار کی ایک عبارت کی توضیح و تشریح۔ ۵۴۳
قرضخواہ نے مقروض کو قسم دی کہ تو مجھ سے
منہ نہ چھپائے گا اس کا کیا مطلب ہے۔ ۵۴۵
مقصود کا منتفی ہونا اور اس کا قصد نہ کرنا
دو مختلف چیزیں ہیں۔ ۵۴۷
مقصود کا باقی نہ رہنا اور اسے مقصود نہ بنانا
دو مختلف چیزیں ہیں اور ان میں بڑا
فرق ہے۔ ۵۴۸

Marfat.com

متعدد احادیث سے اس بات کا ثبوت غصّہ میں کھائی پر غصّہ کے زوال کے بعد بھی حنث لازم آتا ہے۔ ۵۴۸

حضور علیہ الصلوٰۃ نے فرمایا کہ جب تو قسم کھائے پھر اس کے خلاف کو بہتر دیکھے تو قسم توڑ کر اس کا کفارہ دے دے۔ ۵۴۸

نبی کریم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ بخدا تم میں سے کسی کا اپنی قسم کی وجہ سے اپنے اہل کو ضرر وایذاء پہنچانا عند اللہ زیادہ گناہ ہے اس سے کہ اس کے بدلے وہ کفارہ دے دے جو اللہ تعالے نے فرض فرمایا ہے۔ ۵۴۹

قسم اختیاری فعل ہے۔ ۵۵۰

کوئی اختیاری فعل قصد وارادہ کے بغیر ممکن نہیں۔ ۵۵۰

مقصود کے انتفاء سے علی الاطلاق اور علی العموم قسم کا باطل ہونا غلط ہے۔ ۵۵۰

اگر کوئی شخص غیر مقید طور پر قسم کھائے کہ میں فلاں کو ماروں گا یا حاکم کے سامنے پیش کروں گا یا فلاں چیز کھلاؤں گا یا جوڑا پہناؤں گا، تو یہ قسمیں عرفاً زندگی بھر کے لئے ہیں اگر یہ کام نہ کئے اور فلاں مرگیا تو حانث ہوگا اور قسم کا کفارہ دینا لازم ہوگا اور اگر یہ قسمیں طلاق یا عتاق سے متعلق تھیں تو طلاق یا عتاق واقع ہوجائے گا۔ ۵۵۰

چھٹا شبہہ۔ ۵۵۱

علامہ ساتحانی پر تطفل۔ ۵۵۱

اثبات مدعٰی نئے انداز سے۔ ۵۵۲

جب تک جرم باقی ہو استحقاقِ انتقام باقی رہتا ہے۔ ۵۵۳

اہلسنت کے نزدیک توبہ کو قبول کرنا واجب اصلی نہیں کیونکہ اللہ تعالے پر کچھ واجب نہیں ہوتا۔ ۵۵۴

ماتریدیہ کے نزدیک مطیع کو سزا دینا محال عقلی ہے۔ ۵۵۴

معتزلہ کے نزدیک توبہ کو قبول کرنا اللہ تعالے پر واجب ہے۔ ۵۵۴

توبہ کو قبول کرنا محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ ۵۵۴

ایک شخص نے قسم کھاتے ہوئے اپنی بیوی کو کہا کہ اگر میں دُنیا کی ہر بدی اور قباحت کو تیری طرف منسوب کرکے تیرے بھائی سے شکایت نہ کروں تو تجھے طلاق ہے، ایسا شخص قسم سے بری ہونے کے لئے کیا کرے۔ ۵۵۴

طلاق مبغوض اور گناہ مغضوب ہے۔ ۵۵۶

صلح وآشتی محبوب اور شرعاً مطلوب ہے۔ ۵۵۶

صلح قسم کو ختم نہیں کرتی۔ ۵۵۷

زید نے قسم کھائی کہ وہ عمرو کو مارے گا تو عمرو کے بے گناہ ثابت ہونے سے قسم ختم نہ ہوگی بلکہ زید پر لازم ہوگا کہ وہ قسم توڑے اور کفارہ دے۔ ۵۵۷

ساتواں شبہہ۔ ۵۵۷

ساتویں شبہہ کا جواب اول۔ ۵۵۷

زید اپنی بیوی کو عمرو کے گھر جانے سے روکے بیوی باز نہ آئے اور زید قسم کھائے کہ اگر تو عمرو کے گھر میں داخل ہوئی تو تجھے تین طلاق، اب

Marfat.com

جب بھی بیوی عمرو کے گھر داخل ہوگی طلاق ہو جائیگی چاہے زید عمرو سے راضی ہو جائے یا ناراض رہے۔ ۵۵۷

طلاق مغلظہ کو کسی شرط پر معلق کیا تو مغلظہ سے بچنے کا حیلہ۔ ۵۵۸

جواب ثانی۔ ۵۵۸

جواب ثالث۔ ۵۵۸

جواب رابع ۵۵۹

شک یقین کو زائل نہیں کر سکتا۔ ۵۵۹

بیوی نے خاوند سے کہا کہ تُو نے مجھ پر کوئی دوسری بیوی بنا رکھی ہے تو خاوند نے جواب میں کہا کہ جو بھی عورت میری بیوی ہے اس کو طلاق ہے، تو اس بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔ ۵۵۹

الفاظ قسم میں عموم و اطلاق ہو تو عموم ہی یقینی ہے نیتِ تخصیص قضاءً معتبر نہ ہوگی۔ ۵۶۰

دلالتِ حال عموم میں تخصیص نہیں کر سکتی۔ ۵۶۰

اس بات کی چند مثالیں کہ محض احتمال کی صورت میں دلالتِ حال معتبر نہیں۔ ۵۶۱

پہلی مثال۔ ۵۶۱

دوسری مثال۔ ۵۶۱

ایک شخص کا قصہ جس نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ اگر ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ غیر شخص کو پائے تو قتل کر دے؟ ۵۶۲

بیک وقت تین طلاقیں دینا کیوں گناہ قرار دیا گیا۔ ۵۶۲

حلالہ میں صرف نکاح پر اکتفا نہ کرنے اور مجامعت کو شرعاً لازم قرار دینے کی حکمت۔ ۵۶۲

تیسری مثال۔ ۵۶۳

بسا اوقات عورتیں فرقت کے بعد بھی اپنے سابق خاوند کی دوسری شادی سے غمگین ہوتی ہیں۔ ۵۶۳

شوہر نے قسم کھاتے ہوئے بیوی کو کہا کہ تُو میری اجازت کے بغیر باہر نہیں جائے گی، تو قسم حالتِ نکاح سے مقید ہوگی۔ ۵۶۳

چوتھی مثال۔ ۵۶۳

امام نجم الدین عمر نسفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن و انس کے مفتی ہیں۔ ۵۶۴

کسی شخص نے اپنی بیوی کو اجنبی شخص سے بے تکلف گفتگو کرتے دیکھ کر کہا اب اگر تُو نے کسی بیگانے شخص سے بات کی تو تجھے طلاق ہے، یہ قسم عام ہوگی اور ہر غیر محرم کو شامل ہوگی چاہے وہ اس گھر کے ملازم یا خاوند و بیوی کے رشتہ دار ہوں۔ ۵۶۴

آٹھواں شبہہ۔ ۵۶۴

قسم میں کسی خاص وصف غیر مذکور کی نیت معتبر نہیں۔ ۵۶۵

ایک شخص کھڑا ہو تو کوئی شخص اس کے بارے میں یہ قسم کھائے کہ وہ اس سے بات نہیں کرے گا، پھر کہے کہ میری نیت یہ تھی کہ بوقتِ قیام اس سے بات نہ کروں گا، تو یہ نیت معتبر نہ ہوگی۔ ۵۶۵

صفتِ قیام ترکِ کلام کی داعی نہیں۔ ۵۶۵

حاضر میں وصف لغو ہے۔ ۵۶۵

اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ وہ عورت نہیں کرے گا

Marfat.com

اور نیت کرے ہاشمی، عربی یا ترکی یا کوئی خاص نسب والی کی تو یہ نیت دیانۃً معتبر ہوگی قضاءً نہیں۔ ٥٦٥

قسم کھائی کہ فلاں کے گھر نہ رہوں گا اور کہتا ہے کہ میری مراد یہ بھی کہ فلاں کے گھر کرایہ پر نہیں رہوں گا' تو نیت صحیح نہیں، لہٰذا اگر اس کے گھر بلا کرایہ بھی رہائش پذیر ہوا تو قسم ٹوٹ جائے گی۔ ٥٦٦

اگر قسم کھائی کہ فلاں کے اس گھر میں نہیں رہوں گا جو اس نے خریدا ہے اور کہتا ہے کہ میری مراد یہ بھی کہ جو اس نے اپنی ذات کے لئے خریدا ہے تو یہ نیت مان لی جائے گی۔ ٥٦٦

نواں شبہہ۔ ٥٦٦

البقاء جو کہ حی و قیوم کا فعل ہے محققین کے نزدیک وجودی ہے۔ ٥٦٧

امام الحرمین، امام رازی اور قاضی ابوبکر باقلانی کے مذہب پر بقاء عین وجود ہے نہ کہ وجود پر کوئی امر زائد، لہٰذا البقاء بمعنی ایجاد ہوگا۔ ٥٦٧

ائمہ کشف و شہود کے مذہب پر بقاء جواہر سمیت ہر چیز کے امثال کے تجدد کا نام ہے لہٰذا اس مذہب پر البقاء ہر لحہ امثال کے ایجاد کا نام ہے۔ ٥٦٧

خالق و باری کی طرح صفتِ قیوم کا اطلاق بھی غیر اللہ پر جائز نہیں بلکہ اس پر علماء نے تکفیر کی ہے۔ ٥٦٧

ایسی چیز کی نسبت اللہ تعالےٰ کی طرف کرنا جو اس کے شایانِ شان نہ ہو یا جہالت، نقص اور عجز کی نسبت اس کی طرف کرنا یا صفات مختصہ باللہ کا اطلاق غیر اللہ پر کرنا کفر ہے۔ ٥٦٧

جو ابقاء بشر کی طرف سے ہو وہ ترکِ ازالہ کا نام ہے (نہ کہ ایجاد کا)۔ ٥٦٨

خاوند نے تھیلی میں کچھ رقم رکھی اور بیوی کو کہا کہ اگر تو نے صبح تک اس میں سے کچھ باقی رکھا تو تجھے طلاق ہے، اب اگر بیوی نے اس میں سے کچھ بھی خرچ نہ کیا یا کچھ خرچ کیا اور کچھ باقی رکھا تو طلاق ہو جائے گی۔ ٥٦٨

جو ابقاء بشر کی صفت ہے وہ عدمِ فعل ہے نہ کہ فعل۔ ٥٦٨

زید کو کوئی چیز بیع فاسد کے ساتھ عمرو پر فروخت کی جس پر قاضی کو غصہ آیا اور کہا کہ اگر میں یہ بیع فاسد باقی رکھوں تو یہ ہو جائے سورج غروب ہو گیا اور قاضی نے بیع فسخ نہ کی تو حانث ہوگا۔ ٥٦٨

اس شبہہ کا ازالہ کہ کبھی انسانی ابقاء فعل سے بھی حاصل ہو جاتا ہے جیسے زید کو گھر میں لا کر زنجیر سے باندھنا، تو یہ زید کو گھر میں باقی رکھنا ہے حالانکہ باندھنا فعل ہے۔ ٥٦٨

کسی کو باندھنا خود ابقاء نہیں بلکہ مستلزم ابقاء ہے ٥٦٨

دسواں شبہہ۔ ٥٦٩

نکلنے کا حکم نہ دینا اور نہ نکلنے کا حکم دینا یہ دونوں چیزیں آپس میں منافی نہیں۔ ٥٧٠

وجودی چیز عدمی چیز کی قسم نہیں بن سکتی۔ ٥٧٠

کوئی شئی مقارنات کے ساتھ متنوع و منقسم نہیں ہوتی۔ ٥٧٠

ضروری نوٹ۔ ٥٧١

Marfat.com

دیوبندی حضرات دیو جہالت کے ایسے اسیر ہیں کہ سوال سمجھے بغیر اپنا اجتہادی جواب دے دیتے ہیں۔ ۵۷۱

حضرت مولانا غلام گیلانی شمس آبادی جن کے استفتاء پر رسالہ الجوہر الثمین معرضِ تحریر میں آیا کا مکتوب گرامی بنام مصنف رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہما۔ ۵۷۲

جس سوال پر اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رسالہ الجوہر الثمین کی صورت میں مفصل و مدلل جواب تحریر فرمایا اسی ثواب پر مفتیِ دیوبند کا نامکمل اور بلا حوالہ جواب ناصواب۔ ۵۷۳

مفتی دیوبند کے جواب پر اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کا تبصرہ۔ ۵۷۳

دیوبندی مفتی کی جہالت کہ رکھنے اور چھوڑنے میں فرق نہ سمجھ سکا۔ ۵۷۳

جھوٹی بات پر قرآن مجید کی قسم کھانا یا اٹھانا سخت عظیم گناہِ کبیرہ ہے۔ ۵۷۴

سچی بات ہو تو قسم بھی کھا سکتے ہیں اور قرآن بھی اُٹھا سکتے ہیں۔ ۵۷۴

کلام اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اس لئے اس کی قسم شرعی ہے۔ ۵۷۴

صفات الٰہیہ عین ذات ہیں نہ غیر ذات۔ ۵۷۴

مصحف شریف ہاتھ میں لے کر کوئی بات کہی تو قسم شرعی نہ ہوگی۔ ۵۷۵

کوئی شخص کہے کہ میں قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر کہتا ہوں کہ ایسا کروں گا، اور پھر نہ کیا تو کفارہ لازم آئے گا۔ ۵۷۵

قسم کھائی کہ فلاں کا کھانا نہ کھاؤں گا۔ پھر اس کے کھانے کا تصور کیا، حانث نہ ہوا۔ ۵۷۶

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا عجیب فیصلہ۔ ۵۷۶

اصول الشاشی اور فصول کی ایک عبارت کی تشریح ۵۷۷

فعل متعدی بغیر مفعول بہ کے متحقق نہیں ہوتا۔ ۵۷۷

چند شخصوں نے مسجد کے اندر کہا کہ جو شخص بیٹی پر روپیہ لے یا قرضدار کے یہاں کھانا کھائے تو کلمہ شریف اور قرآن شریف سے پھرے۔ اس کا کاغذ بھی لکھا گیا بعد ازیں کاغذ پھاڑ ڈالا اور وہی کام کرنے لگے، ان کا کیا حکم ہے۔ ۵۷۷

بیٹی پر روپیہ لینا اور قرضدار کے یہاں کھانا اگر قرض کے دباؤ سے ہے تو ناجائز ہے۔ ۵۷۸

قسم کھائی جو ایسا کرے کلمہ اور نماز سے پھرے، پھر قسم توڑ دی تو جو اس سے واقعہ کلمہ اور نماز سے پھرنا سمجھتا تھا کافر ہوگیا ورنہ گنہگار ہوا اور اس پر کفارہ واجب ہے۔ ۵۷۸

قسم کھائی کہ عورتوں کو غلط رسوم والی شادی میں نہ جانے دیں گے پھر ایسی شادی میں جانے دیا جہاں غلط رسمیں ہوئیں تو دوہرا گناہ ہوا۔ ایک گناہ قسم توڑنے کا دوسرا گناہ کی جگہ بھیجنے کا۔ ۵۷۸

قسم کھا کر وعدہ خلافی کرنے والوں کو نہ حکم بنایا جائے اور نہ ہی ان کی گواہی سنی جائے۔ ۵۷۹

عہد پر قائم رہنے والوں پر طعنہ کرنے والوں کے اسلام میں فرق آنے کا خطرہ ہے۔ ۵۷۹

Marfat.com

ایک شخص نے کسی سے غصہ میں آکر کہا کہ تیرے مکان کا کھانا پینا مجھ پر حرام ہے، یا کہا کہ تیرے مٹکے کا پانی مجھ پر حرام ہے، تو شرعاً یہ قسم ہے، اگر اس کے گھر کھائے پئے گا یا اس کے مٹکے کا پانی پیئے گا تو قسم کا کفارہ دینا آئے گا۔ ۵۷۹

کوئی شخص کہے اگر میں تم سے بولوں یا تمہارے مکان جاؤں یا یہ چیز کھاؤں تو میرے حق میں حرام ہے، تو استحساناً یہ صورت حلف کی ہے۔ ۵۷۹

یمین تحریم حلال ہی ہے۔ ۵۷۹

باب النذر ۵۸۱

"اللہ کو نذر کریں گے" کہنے سے نذر شرعی نہ ہوئی یونہی نبی کو دیں گے صرف وعدہ ہے یہ ہبہ بھی نہ ہوگا۔ ۵۸۱

جو وعدہ کیا اس سے پھرنا ہرگز نہیں چاہیئے، قرآن شریف میں اس پر سخت وعید فرمائی گئی ہے۔ ۵۸۱

ایک چیز کو نذر کرنے کو کہا اور ہبہ کرنے کو بھی۔ طریقہ یہ ہے کسی فقیر کو وہ چیز دے دے پھر اس سے خرید کر جس کو ہبہ کرنے کے لئے کہا ہے اس کو دے دے۔ ۵۸۱

اللہ کے نام نذر کرنے سے قربانی ضروری نہیں، اس کے لئے قربانی کا نام لینا ضروری ہے۔ ۵۸۱

آپنے کاروبار میں غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے متعین حصہ مثلاً سولھواں حصہ برائے ایصال ثواب مقرر کیا تو اس رقم کو ہر دینی کام میں صرف کرسکتے ہیں۔ ۵۸۲

مسجد ویران کی آبادی نہایت اہم کام ہے اور اس میں صرف کرنا مقدم ہے۔ ۵۸۲

حرمین شریفین کے مصارف کے لئے یا وہاں کے علماء و فقراء کے لئے نذر مانی تو انسب یہی ہے کہ وہیں خرچ کرے، دوسری جگہ بھی اسی مصرف میں خرچ کرسکتا ہے۔ ۵۸۳

نذر شرعی کی ادا واجب ہے۔ ۵۸۳

تعیین مکان نذر میں نامعتبر ہے۔ ۵۸۳

مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کو بھوت خانہ کالی گھر کی مثل کہنا گستاخی و توہین و کلمۂ کفر ہے۔ ۵۸۳

نذر پوری کرنے سے جو شخص روکے وہ مناع للخیر ہے ۵۸۳

اگر بدرگاہ خداوند کریم سوال کیا جائے کہ مجھ کو فرزند عطا ہو یا بیماری دفع ہو یا قرض ادا ہو تو اس قدر خیرات فی سبیل اللہ بارواح رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام یا حضرت پیر دستگیر یا ولی اللہ کردوں گا، تو بلاشبہہ یہ نذر جائز ہے اور اس کا پورا کرنا واجب ہے۔ ۵۸۳

چہل تن چالیس شہداء ہیں۔ ۵۸۴

نذر ماننے کے بعد ناذر فوت ہوجائے تو اس کے ترکہ سے نذر ادا کی جائے گی۔ ۵۸۴

چہل تنوں کی منت کی شرعی صورت اور فاضل لہو ولعب کا ردِ بلیغ۔ ۵۸۴

میلاد مبارک اور گیارھویں، احباب کو کھانا کھلانے، مساجد میں شیرینی لے جانے یا نمازیوں کو کھلانے کی نذر فقہی نہیں لہذا امیر فقیر سب کھا سکتے ہیں۔ ۵۸۴

Marfat.com

خاص معین جانور کی نذر شرعی مانی تو اس کا بدلنا جائز نہیں۔ ۵۸۵

مزار پختہ بنوانے کی نذر شرعی نہیں، نہ اس کا پورا کرنا شرعاً واجب ہے۔ ۵۸۶

بزرگوں کی منت حقیقۃً اللہ عزوجل کے لئے ہوتی ہے اس لئے اس میں حرج نہیں۔ ۵۸۶

پانچ روپیہ کا غلہ دینے کی منت مانی تو فقیر کو اتنے کا کپڑا دے سکتا ہے سلائی کا پیسہ نذر میں محسوب نہ ہوگا۔ ۵۸۶

نذر پورا کرنے کا ثبوت آیاتِ قرآنی سے۔ ۵۸۷

نذر والے کی نیت اگر یہ ہو کہ منت ماننے سے مقدر بدل جائے گا اور تقدیر کا نوشتہ پلٹ جائے گا تو یہ اعتقاد فاسد ہے اور ایسی نذر سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ ۵۸۷

سر کی منت مانی تو اس کی قیمت کا گوشت بھی دے سکتے ہیں۔ ۵۸۹

منت مانی کہ میرا یہ کام ہو جائے تو جانور نذر کروں گا اگر الفاظ ایسے ہوں جن سے وجوب شرعی ثابت ہو تو جانور متعین ہوگیا۔ ۵۸۹

منذور بعینہا ہلاک ہو جائے تو نذر ساقط ہے۔ ۵۸۹

طاق بھرنے کی منت سے اگر طاق بھرنا ہی مقصود ہو تو یہ نیت لغو ہے۔ ۵۹۰

میلاد شریف کی منت ماننا کیسا ہے۔ ۵۹۰

مجلس میلاد شریف کہ طریقہ رائجہ حرمین شریفین پر ہو اعلیٰ مستحبات سے ہے۔ ۵۹۰

جب تک زبان سے الفاظِ نذر نہ کہے صرف نیت سے کچھ لازم نہیں آتا۔ ۵۹۱

نذر غیر شرعی و نذر شرعی کی تنقیح تام۔ ۵۹۱

مسلمان پر بدگمانی جائز نہیں۔ ۵۹۱

پہلے مہینے کی تنخواہ کی منت مانی تو عرفاً پورے ایک مہینہ کی تنخواہ مراد ہوگی۔ ۵۹۱

ہر عاقد، حالف، ناذر اور واقف کے کلام کو اسی معنی پر محمول کیا جائے گا جو متعارف ہے۔ ۵۹۱

نذر کے روپے اپنے اصول، فروع، زوج، زوجہ اور سیّد کو نہیں دے سکتے۔ ۵۹۴

ایک ماہ کی تنخواہ دینے کی منت مانی اور روپے اپنے غریب عزیز کو دے دئے تو دونا ثواب ہوگا۔ ۵۹۴

ایک شخص نے کہا کہ مجھے جو نفع ہوگا اس میں سے سولھواں حصہ واسطے اللہ کے نکالوں گا اب اس کو لاگت سے زائد ایک روپیہ نفع ہوا لیکن متفرق خرچ یعنی تنخواہ ملازمین وغیرہ میں دو آنے صرف ہوگئے باقی چودہ آنے رہے، اب وہ روپے کا سولھواں حصہ نکالے یا چودہ آنے کا۔ ۵۹۴

صرف دل میں ارادہ کر لینے سے منت نہیں ہوتی اس کے لئے زبان سے کہنا ہوگا۔ ۵۹۴

اپنی تجارت میں سولھواں حصہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے نذر کیا اس کے مصارف کیا ہوں گے۔ ۵۹۵

بے الفاظِ نذر زبان سے کہا کہ اپنے منافع تجارت سے

Marfat.com

سولھواں حصہ نیک کاموں میں اللہ تعالیٰ کے لئے صرف کیا کروں گا تو اس سے محفل میلاد، گیارھویں شریف، افطاری رمضان اور اپنے والدین و سادات و علماء کی خدمت سب کچھ کرسکتا ہے۔ ۵۹۵

طاعت پر اجارہ باطل ہے۔ ۵۹۵

متاخرین نے امامت، اذان اور تعلیمِ قرآن پر اجرت کو جائز قرار دیا ہے۔ ۵۹۵

الفاظ نذر کے بغیر آمدنی کا کچھ حصہ منافع تجارت کا اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا اور نیت خاص مساکین کو خدا کے نام پر دینے کی تھی تو اس رقم سے میلاد شریف گیارھویں شریف اور افطاری رمضان وغیرہ کراسکتا ہے مگر اب صرف محتاجوں کو کھلائے۔ سادات و علماء اور والدین کو بھی بحالتِ حاجتمندی دے سکتا ہے کیونکہ یہ صدقہ واجبہ نہیں ہے۔ ۵۹۵

اہل و عیال اور اولاد کو جو کچھ کھلایا جاتا ہے احادیث میں اس پر صدقہ کا اطلاق آیا ہے۔ ۵۹۶

اگر خاص الفاظِ نذر زبان سے ادا کئے تو اب والدین، سادات اور اغنیاء کو نہیں دے سکتا، دیگر محتاجوں کو دے سکتا ہے اگرچہ اس کی پھوپھی، خالہ، چچا، ماموں اور بہن بھائی ہوں۔ ۵۹۶

اگر مجلس گیارھویں شریف یا میلاد شریف منعقد کرکے مالِ نذر فقیر کی ملک کردیا تو درست ہے۔ ۵۹۶

ذکرِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی ولی کو ایصالِ ثواب کے لئے اجتماع، نذر و صدقہ کے منافی نہیں۔ ۵۹۶

مالِ زکوٰۃ اور خاص نذر کا حکم ایک ہی ہے۔ ۵۹۶

مالِ زکوٰۃ اور مالِ نذر محتاج طالبعلموں کو بھی دے سکتے ہیں خواہ کپڑے بنادے خواہ اناج یا کھانا انھیں دے کر مالک کردے، ہاں گھر میں بٹھا کر کھلانے سے زکوٰۃ و نذر ادا نہ ہوگی۔ ۵۹۶

مؤذن کی تنخواہ میں نذر یا زکوٰۃ محسوب نہیں ہوسکتی ہاں اگر بلا تنخواہ اذان دیتا ہے اور محتاج ہے تو دے سکتے ہیں۔ ۵۹۶

منتِ شرعی کا گوشت نہ تو خود کھا سکتا ہے نہ اپنی اصل اور فرع کو کھلا سکتا ہے اور نہ ہی کسی ہاشمی یا غنی کو کھلا سکتا ہے۔ ۵۹۷

جو مصرفِ زکوٰۃ ہے وہی مصرفِ نذر ہے۔ ۵۹۷

غیرِ خدا کے لئے نذرِ فقہی کی ممانعت ہے۔ ۵۹۸

اولیائے کرام کے لئے ان کی حیات ظاہری خواہ باطنی میں جو نذریں کی جاتی ہیں یہ نذرِ فقہی نہیں۔ ۵۹۸

شاہ رفیع الدین صاحب برادر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی عبارت سے تائید۔ ۵۹۹

علامہ سید عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ کی عبارت سے استدلال۔ ۵۹۹

اولیاءِ گزشتہ کے لئے منت مجازاً ان کے خادمانِ قبور پر تصدق سے عبارت ہے۔ ۵۹۹

فقیر کو زکوٰۃ دے اور قرض کا نام لے تو صحیح ہوجائے گی۔ ۵۹۹

اعتبار معنیٰ کا ہے نہ کہ لفظ کا۔ ۵۹۹

امام اجل ابوالحسن نورالملۃ والدین علی بن یوسف بن جریر شطنوفی بے نظیر امام ہیں۔ ۵۹۹

Marfat.com

شمس الدین ذہبی فنِ رجال کے امام ہیں۔
نذورِ اولیاءِ کرام سے متعلق کتاب مستطاب
بہجۃ الاسرار کے حوالہ سے گیارہ روایات۔
پہلی روایت۔
سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی کھڑاؤں
کا کمال۔
سرکار غوث اعظم کی یاد سے نجات ملتی ہے۔
دوسری روایت۔
حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نذریں قبول فرماتے
اور خود بھی تناول فرماتے تھے۔
تیسری روایت۔
غوث اعظم کی فیاضی اور غریب نوازی کا ایک واقعہ
چوتھی روایت۔
شیخ بقاء بن بطو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے
فضائل۔
پانچویں روایت۔
شیخ منصور بطائحی علیہ الرحمۃ کی عظمت۔
چھٹی روایت۔
شیخ علی بن ہیتی علیہ الرحمۃ کا مقام۔
ساتویں روایت۔
ابوسعید قیلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اکابر اولیاءِ
عراق سے ہیں۔
آٹھویں روایت
اولیاءِ کرام کا مادہ کے پیٹ کے حال کو جاننا۔ ۶۰۲
اولیاء کے علوم غیبیہ۔ ۶۰۳

۵۹۹ نویں روایت۔ ۶۰۳
اولیاء اللہ جانوروں کی گفتگو سمجھتے ہیں۔ ۶۰۳
ایک دہقانی کا انوکھا واقعہ۔ ۶۰۳
۵۹۹ دسویں روایت۔ ۶۰۴
اولیاء اللہ شیروں پر حکومت کرتے ہیں۔ ۶۰۴
۶۰۰ اولیاء اللہ کے تصرفات و علوم غیبیہ۔ ۶۰۴
۶۰۰ ولیوں کے قدموں پر گرنا اور قدمبوسی کرنا۔ ۶۰۴
۶۰۰ اللہ تعالیٰ اولیاء سے کوئی چیز مخفی نہیں رکھتا۔ ۶۰۵
دلی خطرہ پر ولی کی نظر۔ ۶۰۵
۶۰۰ گیارھویں روایت۔ ۶۰۵
۶۰۱ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم فرمانا کہ
۶۰۱ حاجت برآری کے لئے سیدہ طاہرہ نفیسہ کی نذر مانو ۶۰۵
۶۰۱ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی عبارت
سے استشہاد۔ ۶۰۵
۶۰۱ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی عبارت
۶۰۱ سے استدلال۔ ۶۰۷
۶۰۱ شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالےٰ
۶۰۲ علیہما کی عبارتوں کے چودہ عظیم وہابیت کش
۶۰۲ فوائد۔ ۶۰۷
۶۰۲ مجموعہ خطب مولفہ مولوی عبدالحی کے وہ اشعار جو
استفتاء میں مذکور ہیں موافق اہلسنت نہیں ہیں۔ ۶۰۸
۶۰۲ استفتاء میں مذکور برکات الامداد کی عبارت
۶۰۲ متعلق بہ استمداد ہے۔ ۶۰۸

Marfat.com

باب الکفارۃ ۶۰۹

شرع مطہر میں کفارہ اس گناہ پر آتا ہے جو شناعت میں حد سے نہ گزرا ہو، شناعت و قباحت میں حد سے گزرے ہوئے گناہ کے لئے کفارہ موجب معافی نہیں ہوسکتا بلکہ اس کے لئے توبہ صادقہ لازم ہے۔ ۶۰۹

اگر اپنی بیوی کو اپنی بہن یا ماں سے تشبیہ دی تو کفارہ لازم ہوگا لیکن اگر (معاذ اللہ) اپنی بہن یا ماں کو اپنی بیوی بنا لیا تو کوئی کفارہ نہیں، بغیر توبہ صادقہ یہ جرم ہرگز معاف نہیں ہوسکتا۔ ۶۱۰

قرآن شریف اٹھا کر عہد کرنا اور پھر توڑ دینا قرآن شریف کی توہین ہے جس پر بہت جلد توبہ صادقہ کرے ورنہ عذاب عظیم والیم اور نار جحیم کا منتظر رہے۔ ۶۱۰

قسم توڑنے کا کفارہ غلام آزاد کرنا، دس مسکین کو کھانا دینا یا کپڑا پہنانا ہے، اور اس پر قادر نہ ہو تو تین دن پے در پے روزے رکھنا ہے۔ ۶۱۰

شرابی کی اخروی سزا کا بیان۔ ۶۱۱

کفارہ یمین منعقد پر ہے یمین غموس کا کفارہ نہیں۔ ۶۱۱

کتاب الحدود والتعزیر ۶۱۳

زنا کا ثبوت چار عینی شاہدوں پر ہوتا ہے ورنہ الزام لگانے والے پر اسّی کوڑے حد قذف کے لگیں گے۔ ۶۱۴

عورت نے کسی مرد پر زنا کی تہمت لگائی اس پر حد قذف لازم آئی مگر وہاں اسلامی قانون نافذ نہیں اور حد قائم نہیں ہوسکتی، تو اب حکم شرعی یہ ہے کہ مسلمان اس سے اعلانیہ توبہ کرائیں۔ ۶۱۴

کافر کی گواہی قبول نہیں۔ ۶۱۴

مدعی کا قول مسموع نہیں۔ ۶۱۴

بغیر دیکھے کسی مسلمان پر تہمت لگانا کہ اس نے اپنی بیٹی کے ساتھ زنا کیا سخت حرام قطعی اور گناہ کبیرہ ہے، ایسی تہمت لگانے والا سخت عذاب الٰہی کا مستحق ہوتا ہے۔ ۶۱۴

آبرو اتارنا زنا کے لئے خاص نہیں مار پیٹ کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ ۶۱۴

زناء کی جھوٹی تہمت لگانے والے پر اسّی کوڑے کی سزا ہے اور وہ مردود الشہادت ہے۔ ۶۱۴

جہاں اسلامی قانون نہ ہونے کی وجہ سے حد قذف نہ لگائی جاسکے وہاں مسلمان تہمت لگانے والے سے اعلانیہ توبہ کرائیں نہ کرے تو اس سے مقاطعہ کریں۔ ۶۱۵

ظالم کے پاس بیٹھنے سے قرآن مجید نے منع فرمایا۔ ۶۱۵

اثبات زناء کے لئے کیسے گواہ درکار ہیں۔ ۶۱۵

زنا کی شہادت کے الفاظ کا بیان۔ ۶۱۵

کسی پر بہتان باندھنا، ناجائز طور پر آبرو لینا، دغا فریب کسی کے ساتھ ہو، گناہ ہے، شریعت

Marfat.com

میں اس پر حد مقرر نہیں، حاکمِ شرع اپنی صوابدید
سے تعزیر کر سکتا ہے اور تعزیر میں ۳۹ کوڑے
سے زیادہ مارنا منع ہے بشرطیکہ بہتان زناء کا
نہ ہو ورنہ حدِ قذف لازم ہے۔ ٦١٥
زنا کا ثبوت بازاری باتوں سے نہیں ہوتا۔ ٦١٨
ثبوتِ زناء کے لئے کافی شہادتِ شرعیہ یا
کافی اقرار زانی و زانیہ لازم ہے۔ ٦١٨
عورت کا زانیہ ہونا ثابت ہو جائے تب بھی
نکاح میں کچھ فرق نہیں آتا۔ ٦١٨
عورت اگر شوہر کے باپ یا بیٹے سے زناء کرائے
تو حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جائے گی اور نکاح
فاسد ہو جائے گا۔ ٦١٨
زانیہ کو طلاق دینا شوہر پر واجب نہیں۔ ٦١٨
طلاق جس طرح زبان سے ہوتی ہے اسی طرح
قلم سے جبکہ بلا مجبوریِ شرعی لکھا ہو۔ ٦١٨
الکتاب کالخطاب۔ ٦١٨
طلاق نامہ میں طلاق رجعی ہو مگر شوہر طلاق بائن کا
اقرار کرے تو بائن ہو گئی۔ ٦١٨
زانیہ کو طلاق دی تو عورت کو عدت اسی مکان میں
گزارنا لازم ہے اور شوہر پر مہر اور نفقۂ عدت
لازم ہے۔ ٦١٨
سزا وہی ہے جو مطابقِ شرع ہے اس کے خلاف
کی خواستگاری ناجائز ہے۔ ٦١٨
منزل من اللہ کے خلاف فیصلہ کرنے والے
ظالم ہیں۔ ٦١٨

زانی کے نکاح پر زناء سے کوئی اثر نہیں پڑتا مگر
یہ کہ اس سے مصاہرت ثابت ہو جیسے اپنی زوجہ
کی ماں یا بیٹی سے زناء کرے۔ ٦١٨
توبہ کے بعد زانی و زانیہ سے میل جول میں حرج نہیں۔ ٦١٩
دیوبندی عقیدہ والے مرتدین ہیں ان سے میل جول
منع ہے۔ ٦١٩
عورت کے زناء پر شوہر راضی نہ ہو تو اس پر کچھ
الزام نہیں۔ ٦١٩
جو لوگ زناء میں ساعی ہوں یا بعد زناء بلا توبہ
زانی و زانیہ کے حامی ہوئے وہ بھی مستحقِ سزائے
شرع ہیں۔ ٦١٩
کسی عورت کے ساتھ کسی نے زنا کیا شوہر نے
ازراہِ چشم پوشی سزا نہ دلوائی، یہ فعل محمود ہے۔ ٦٢٠
مرد زنا کا اقرار کرتا ہے اور عورت انکار کرتی ہے
اپنے اپنے بارے میں دونوں کا قول صحیح مانا جائیگا۔ ٦٢٠
عورت منکرِ زناء ہے اور مرد اس سے زناء کا
مقر، تو جو شخص فقط اقرارِ مرد کی بناء پر عورت پر
تہمتِ زناء لگائے گا سخت گنہگار اور اَسّی کوڑوں
کا سزاوار ہوگا۔ ٦٢١
مرد مقرِ زناء کو زانی قرار دے کر حد جاری کی جائیگی
اگر اسلامی سلطنت نہ ہو تو مسلمان اس کو برادری
سے خارج کریں اور اس سے میل جول چھوڑ دیں
جب تک وہ اعلانیہ توبہ نہ کرے۔ ٦٢١
بیہودہ بے معنی اور بے اصل گواہوں سے زناء
قیامت تک ثابت نہیں ہوسکتا۔ ٦٢٢

Marfat.com

شہادت سے زنا کے ثبوت کے لئے شرائط کا بیان۔ ۶۲۳

اگر شہادتِ زنا کی شرائط پوری نہ ہوں تو خود گواہی دینے والوں پر حدِ قذف جاری ہوگی۔ ۶۲۳

ایک گواہ نے زنا کی عینی شہادت دی کہ کالمیل فی المکحلہ دیکھا، دوسرے نے ننگے لیٹے ہوئے ہونے کی، نہ زنا ثابت ہوگا نہ حد جاری ہوگی۔ ۶۲۳

زنا کی شہادت میں وقت کا اختلاف ہوا شہادت مردود ہوگی۔ ۶۲۳

عورتیں زنا کے بارے میں گواہ ہو ہی نہیں سکتیں۔ ۶۲۳

سنی سنائی گواہی تو دو کوڑی کے مال میں بھی مقبول نہیں چہ جائیکہ زنا جیسا اہم معاملہ ہو۔ ۶۲۳

باہر سے سن کر زنا کی گواہی دینی نامقبول ہوگی۔ ۶۲۳

شوہر اگر اقرار کرے کہ اس کے باپ نے اس کی بیوی سے افعال مثل بوس و کنار وغیرہ کئے، عورت اس پر حرام ہوگئی۔ ۶۲۳

زنا مسلمہ اور کافرہ سب کے ساتھ حرام ہے، زنا بہ کافرہ کو جو حلال قرار دے تو کفر ہے۔ ۶۲۴

زنا کاروں پر توبہ فرض ہے۔ ۶۲۴

زانی اور زانیہ اپنی کرتوت سے باز نہ آئیں تو ان کا بائیکاٹ کیا جائے۔ ۶۲۴

محرماتِ ابدیہ سے نکاح میں حد نہیں۔ ۶۲۵

گناہ تین قسم کے ہیں، ہلکے جو حد کی حد تک نہ ہوں۔ حد سے بڑھے ہوئے، کہ حد بھی اس کا کفارہ نہ ہوسکے۔ اور متوسط، کہ حد سے پاک ہو جائیں۔ ۶۲۵

شراب نوشی پر حد ہے، پیشاب نوشی پر کیوں نہیں۔ ۶۲۵

اجنبیہ سے زنا پر حد ہے محارم سے نکاح پر کیوں نہیں۔ ۶۲۵

ہندہ کے چچا زاد بھائی نے اس کا بازو پشت کی طرف سے پکڑ کر پھیرا، ہندہ اس پر بدنیتی کا الزام لگاتی ہے حالانکہ خود بدچلن ہے۔ اس صورت میں چچا زاد بھائی پر الزام نہیں، اگر موٹا کپڑا درمیان میں حائل تھا تو کوئی قصور نہیں ورنہ اس کو مونڈھا پکڑنا نہیں چاہئے تھا۔ ۶۲۶

مسلمان پر تہمت رکھنا افعالِ شنیعہ سے ہے۔ ۶۲۶

بھاوج سے مذاق اور ہاتھا پائی حرام ہے، ۶۲۶

شوہر جان بوجھ کر چشم پوشی کرتا ہے تو "دیوث" ہے۔ ۶۲۶

دیوث پر جنت حرام ہے۔ ۶۲۶

کسی کے عزیز و اقارب اس کو فحاشی و بے حیائی سے منع نہیں کرتے تو شریکِ گناہ اور مستحقِ عذاب ہیں۔ ۶۲۶

جانور سے نابالغ نے مجامعت کی تو تنبیہ کی جائے، اور بالغ نے ایسی حرکت کی تو سزا دی جائے اور جانور کو ذبح کر کے جلا دیا جائے۔ ۶۲۶

ہر شخص پر اس کی وسعت کے مطابق برے کام سے روکنا ضروری ہے اس میں کوتاہی نہ کرے اور متعلقہ شخص باز نہ آئے تو اس پر کوئی الزام نہیں اور راضی ہو تو خود مجرم، اس سے بھی قطع تعلق

Marfat.com

کیا جاسکتا ہے۔ ٦٢٨

زانی اور زانیہ کو حالتِ زنا میں پایا تو کیا حکم ہے، اور آتے جاتے ملتے ملاتے دیکھا تو کیا حکم ہے۔ ٦٢٩

سیاست کا حق سلطان کو ہے۔ ٦٢٩

ناحق قتلِ مسلم سخت کبیرہ گناہ اور قاتل پر قصاص لازم ہے۔ ٦٢٩

زانیہ و زانی کے قتل کا حکم مطلق نہیں بلکہ واجب ہے کہ پہلے زجر وضرب وقہر کریں اگر جدا ہوجائیں تو اب عوام کو ان کا قتل حرام ہے، ہاں شہاداتِ اربعہ گزریں یا بروجہ شرعی چار مجلسوں میں چار اقرار تو ان میں سے جو محصن ہو سلطان اسے رجم کرے گا۔ ٦٢٩

زانی اور زانیہ کو قتل کرنے کی اجازت غیر سلطان کو کس صورت میں ہے۔ ٦٢٩

"قتلِ زانی بحالتِ زنا" کے مسئلہ میں اضطراب اور اس کے درمیان مصنف کی توفیق۔ ٦٣٠

ازالۂ منکر اگر بغیرِ قتل کے حاصل ہوسکتا ہے تو قتل کی اجازت نہیں۔ ٦٣٣

زنا کا سدِ باب ازالۂ منکر ہے اور ازالۂ منکر اللہ عزوجل کے لئے ہوتا ہے لہذا اس میں محارم و اجنبی عورتیں برابر ہیں۔ ٦٣٣

مامور بشیئین سے اگر ایک فوت ہوجائے تو دوسری ساقط نہیں ہوتی۔ ٦٤٠

احد المعصیتین کا ارتکاب دوسری معصیت کو مباح نہیں کرتا۔ ٦٤٠

سیاستًا قتل غیر امام کے لئے جائز نہیں، اور امام کو بھی صرف ان کبائر میں قتل جائز ہے جو متعدی الضرر ہوں۔ صغائر یا کبائر غیر متعدی الضرر میں قتل جائز نہیں۔ ٦٤١

زاہدی معتزلی ہے اور ہر رطب ویابس کو جمع کرنے میں معروف، غیر ثقہ وغیر معتمد ہے۔ ٦٤٢

بلاوجہ شرعی کسی مسلمان کو یا عالم کو مردود، اُلّو وغیرہ کہنا ناحق ایذاء دینا حرام ہے۔ ٦٤٤

بلاوجہ شرعی جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ایذاء دی۔ ٦٤٤

علماءِ دین کی شان ارفع واعلٰی ہے۔ ٦٤٥

شانِ علماء میں گستاخی کرنے والا منافق ہے اور لائقِ تعزیر ہے۔ ٦٤٥

اصلاً ہر مسلمان مومن ہے، بعض اطراف کے عرف میں منکروں کو مومن کہنا ان کی سلیم الطبعی کی وجہ سے ہوگا اور اس لفظ کو بطورِ طعن استعمال کرنا دوہرا گناہ ہے۔ ٦٤٥

مومن وہ ہے جس کے ہمسائے اس کی ایذاؤں سے امان میں ہوں۔ ٦٤٥

کسی مسلمان کو اس کے پیشہ کے سبب سے حقیر جاننا برا ہے۔ ٦٤٦

نماز نہ پڑھنے پر کسی کو مارپیٹ کی، اس کی گھڑی ٹوٹ گئی تو قیمت دینی ہوگی۔ ٦٤٦

Marfat.com

مسلمان کے مال کا نقصان اور اس کی ہتک عزت بلا وجہ شرعی حرام ہے۔ ۶۴۶

نماز پڑھانے کے لئے تنبیہ و تفہیم چاہیئے مار پیٹ کا وقت نہیں ہے۔ ۶۴۶

کتوں اور سوروں کو حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کہنا سخت وشنیع جملہ ہے، توبہ اور تجدید اسلام کرے۔ ۶۴۷

کافروں کا نسب حضرت آدم علیہ السلام سے منقطع ہے۔ ۶۴۷

کفار کو کتے اور سور کہنے والے پر کوئی الزام نہیں کیونکہ کافر تو کتوں اور سوروں سے بھی بدتر ہیں۔ ۶۴۷

بھائی ہونے کی نفی کی، اگر کوئی سلوک ایسا بھی کیا ہو تو نفی کر سکتا ہے ورنہ تین گناہوں کا مرتکب ہے۔ ۶۴۸

کذب صریح، قطع رحم اور ایذائے مسلم کبیرہ گناہ ہیں۔ ۶۴۸

جملہ "اچھا ہوا فلاں کے چوری ہوگئی" کے احکام ۶۴۸

حرام قطعی کا استحسان کفر ہے۔ ۶۴۸

حسد حرام ہے۔ ۶۴۸

کسی کے نقصان پر عداوت کے سبب سے خوش ہونا عداوت کے تابع ہے، اگر عداوت مذمومہ ہے تو یہ بھی قبیح و مذموم، اور اگر عداوت محمودہ ہے جیسے اعداء اللہ سے دشمنی، تو اس میں حرج نہیں۔ ۶۴۸

توبہ کے لئے ندامت اور گناہ سے تبری ضروری ہے۔ ۶۴۹

عورت نے کہا خدا جانے آپ کو فلاں گھر سے کیوں عشق ہے، مرد نے کہا "خدا جانے" اس پر عورت نے کہا "کچھ بھی خدا جانے نہیں" یہ جملہ کفر نہیں۔ ۶۴۹

علم الٰہی سے کسی شئ کی نفی اس کے علم سے نفی ہے کہ واقع ہوتا تو ضرور علم میں ہوتا۔ ۶۴۹

شوہر سے بدزبانی ناشکری ہے جس پر عورت کو توبہ چاہیئے۔ ۶۴۹

"الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ" حدیث کے الفاظ ہیں۔ ۶۵۰

مثل اور مانند میں بہت فرق ہے۔ ۶۵۰

سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، ایمانی کایمان جبرائیل، یوں کیوں نہیں فرمایا، ایمانی مثل ایمان جبرائیل۔ ۶۵۰

بلا وجہ کسی مسلمان کو سخت و سست کہنا حرام ہے ۶۵۰

سید، عالم بلکہ مرشد زادہ کو سخت و سست کہنا تو اور شدید ہے۔ ۶۵۰

تین شخصوں کو ہلکا جاننے والا منافق ہے ایک وہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا، دوسرا عالم، تیسرا بادشاہ اسلام عادل۔ ۶۵۰

مرتکب کبیرہ کے اسلام اور نکاح میں خلل نہیں آتا۔ ۶۵۱

جمع بین الاختین کرنے والا حرامکار ہے اس کا مقاطعہ کرنا چاہیئے۔ ۶۵۱

مسلمانوں کو بلا وجہ شرعی مردود یا ابلیس کہنا سخت حرام ہے۔ ۶۵۲

مسلمان کو ایذا دینے کی مذمت قرآن و حدیث سے ۶۵۲

مسلمان کو کافر کہنے پر سخت وعید۔ ۶۵۲

بلا وجہ شرعی جو شخص دوسروں کو مردود، کافر کہے تو

Marfat.com

اس کو اس فعل سے توبہ اور شخص متعلقہ سے معافی مانگنی ضروری ہے ورنہ فاسق معلن ہے۔ ٦٥٢

فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ ٦٥٢

عالم کے ساتھ سوء ادبی سے آدمی مستحق تعزیر ہے۔ ٦٥٣

یہ کہنا کہ خدا شرک کو بھی بخش دے گا یا یہ کہنا آیات و احادیث "کچھ نہیں" صریح کفر ہے۔ ٦٥۴

حکم کفر کا اطلاق تارک صلوٰۃ پر حدیث شریف میں ہے یہ مسئلہ فقہیہ نہیں کلامی ہے۔ ٦٥۴

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام سادہ اور پیر کا آداب والقاب کے ساتھ، سوء ادبی ہے اور پیر کی عظمت حضور سے زیادہ ہو تو کفر ہے۔ ٦٥٥

عرب میں کنیت تعظیم ہے۔ ٦٥٥

امام ابو یوسف، امام محمد کے استاذ اور امام اعظم کے شاگرد ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ٦٥٥

امام محمد نے جامع صغیر وغیرہ کتب جو بروایت امام ابو یوسف حضرت امام اعظم سے روایت کیں ان امام ابو یوسف کو کنیت سے کیوں یاد نہیں کیا۔ ٦٥٥

حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام صفات کریمہ بایں معنی خصائص حضور ہیں کہ کوئی صفت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مماثل و شریک نہیں۔ ٦٥٥

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بعض صفات کریمہ کا اپنے مستفیضوں اور خادموں اور غلاموں پر پرتو ڈال دیا جیسے علیم، حلیم اور بشیر و نذیر وغیرہ، ان صفات کی تجلی جس میں متحقق ہو اس پر ان صفات کے اطلاق میں حرج نہیں۔ ٦٥٦

گمراہ و بد دین فتنہ پرور کو شیطان کہہ سکتے ہیں۔ ٦٥٦

مومن صالح کو شیطان کہنا شیطان کا کام ہے۔ ٦٥٦

ماخذ و مراجع ٦٥٧

Marfat.com

فہرست ضمنی مسائل

تفسیر

آیہ کریمہ الطلاق مرتٰن میں طلاق دونوں قسموں یعنی منجز و معلق کو شامل ہے۔ ۱۰۲

آیہ کریمہ "الطلاق مرتٰن" کا شانِ نزول اور اس میں مختلف اقوالِ مفسرین۔ ۱۸۵

تین طلاقوں کے بعد مرد کو رجوع کا اختیار رہوتا تھا جو آیہ کریمہ "الطلاق مرتان" سے منسوخ ہوگیا۔ ۱۸۸

آیہ کریمہ "اذا نکحتم المؤمنٰت ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فمالکم علیھن من عدۃ" کا مطلب۔ ۳۰۶

فوائدِ حدیثیہ

"الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ" حدیث کے الفاظ ہیں۔ ۶۵۰

حیض

تین حیض دو ماہ میں بھی ہو سکتے ہیں اور دو سال میں بھی۔ ۲۹۹

انیس [19] دن میں تین حیض نہیں گزر سکتے۔ ۳۲۴

طہر کے لئے زیادت کی جانب کوئی حد مقرر نہیں، لہذا ممکن ہے تین حیض تیس برس میں آئیں۔ ۳۶۳

اذان

فاسق معلن مؤذن جیسے دینی عہدے کے لائق نہیں۔ ۳۱۶

نماز

نمازی کو سلام پھیرتے وقت نیتِ حاضرین کا قطعاً حکم ہے۔ ۴۹۶

Marfat.com

قسم کھائی ظہر جماعت سے پڑھے گا، دو رکعت ملی حانث ہوگیا کہ تین رکعت تک پانے والا جماعت پانے والا نہیں، ہاں جماعت کا ثواب، تو نفس شرکت بلکہ بارادۂ جماعت گھر سے نکلنے میں ملے گا۔ ۵۰۰

امامت

عدت کے اندر دوسرا نکاح حرام اور قربتِ زنا ہے اگر ناکح کو علم تھا تو وہ فاسق ہوا اور اُس کو امام بنانا گناہ ہے اور دانستہ نکاح میں شریک ہونے والے سخت گنہ گار ہوئے۔ ۳۱۸

قدرت کے باوجود ضعیف و محتاج باپ کی مدد نہ کرنے والا قابلِ امامت نہیں۔ ۵۴۴

فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ ۶۵۲

مساجد

مسجد ویران کی آبادی نہایت اہم کام ہے اور اس میں صرف کرنا مقدم ہے۔ ۵۸۲

زکوٰۃ

فقیر کو زکوٰۃ دے اور قرض کا نام لے تو صحیح ہوجائے گی۔ ۵۹۹

نکاح

اگر تیری اجازت کے بغیر نکاح کروں تو طلاق مغلظہ ہوگی، اس شرط پر نکاح کی مختلف صورتوں کے احکام کی تفصیل۔ ۲۰۹

فضولی نے کسی کا نکاح کردیا شوہر نے مہر مقررہ عورت کو بھیج دیا تو نکاح نافذ ہوگیا۔ ۲۲۳

شوہر نے فضولی کے نکاح کے بعد کاغذ پر لکھا کہ میں نے اس نکاح کو نافذ کیا تو نافذ ہوگیا۔ ۲۲۳

نکاحِ فضولی کے بعد کسی نے یا خود اسی فضولی نے شوہر کو مبارکباد دی شوہر نے اس پر سکوت اختیار کیا، تو نکاح نافذ ہوگیا۔ ۲۲۳

باپ دادا کا کیا ہوا نکاح عورت بالغ ہوکر بھی فسخ نہیں کرسکتی۔ ۲۶۴

باپ دادا کے غیر کا کیا ہوا نابالغہ کا نکاح وہ بالغ ہوتے ہی رد کرسکتی ہے۔ ۲۶۴

حاملہ بیوہ سے نکاح ہوا تو انتظار کیا جائے، دو برس کے اندر بچہ ہو تو عدت وضعِ حمل ہے اور نکاح مذکور فاسد، اور دو برس کے بعد بچہ پیدا ہو تو نکاح مذکور صحیح۔ ۲۹۶

معتدہ کے نکاح میں جو لوگ واقفِ حال شریک ہوں سخت گنہ گار ہیں۔ ۲۹۶

بیوہ حاملہ سے نکاح باطل محض ہے وضعِ حمل کے بعد دوبارہ نکاح لازم ہے۔ ۲۹۶

مرد و عورت ایک مکان میں مثلِ زن و شوہر رہتے ہوں اور باہم انبساطِ زوج و زوجہ رکھتے ہوں تو شرعاً زوج و زوجہ ہی قرار دئے جائیں گے۔ ۲۹۹

Marfat.com

اپنے سامنے نکاح نہ ہونے کو نکاح نہ ہونا سمجھ لینا سخت سفاہت ہے۔ ۳۰۰

بے انقضائے عدت دوسرے سے نکاح حرام ناجائز ہے اور بعض علماء کے نزدیک اس عقد پر کوئی حکم نکاح اصلاً مرتب نہیں ہوتا۔ ۳۰۰

معتدۂ غیر سے دانستہ نکاح کرنا باطل محض ہے۔ ۳۰۰

جس عورت کو زنا کا حمل ہو غیر زانی کو بھی باوجود حمل اس سے نکاح جائز ہے مگر تا وضع حمل جماع جائز نہیں ۳۰۰

بہن کی موجودگی میں بہنوئی سے نکاح سخت حرام ہے۔ ۳۰۰

نکاح فاسد میں متارکہ ضروری جو میاں بیوی دونوں میں سے کوئی بھی کر سکتا ہے۔ ۳۰۱

عدت میں جانتے ہوئے نکاح کیا تو نکاح باطل اور جماع زنا ہے اور لاعلمی میں کیا تو نکاح فاسد۔ ۳۰۲

منکوحہ نے اپنے شوہر سے ناراض ہو کر غیر سے نکاح کر لیا، کچھ عرصہ بعد دوبارہ شوہر اول سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو اب شوہر اول سے عقدِ قدیم قائم ہے عقدِ جدید کی ضرورت نہیں۔ ۳۰۳

منکوحہ عورت کو خالی و حلال سمجھ کر نکاح میں لایا تو اس پر فرض قطعی ہے کہ عورت کو ترک کرے اگر مجامعت کر چکا ہے تو عورت وقتِ ترک سے تین حیض عدت کرے، اس کے بعد شوہر اول کے لئے بے تجدیدِ نکاح رہ سکتی ہے۔ ۳۰۳

رافضی کا نکاح سُنیہ سے نہیں ہوتا اس لئے نہ طلاق کی ضرورت ہے نہ عدت کی۔ ۳۱۴

بے طلاق کسی کی عورت گھر میں رکھ لی اور میاں بیوی کی طرح رہنے لگے اس کے بعد شوہر مر گیا تو جب تک نکاح جدید نہ کر لیں میاں بیوی نہ ہوں گے۔ ۳۱۶

عدت کے اندر نکاح قطعی حرام ہے۔ ۳۱۹

دیدہ و دانستہ عدت کے اندر عورت کا نکاح کیا جائے تو وہ محض باطل ہے، اس کو نکاح ہی نہیں کہہ سکتے۔ ۳۲۴

عدت کے اندر نکاح مطلقاً ناجائز ہے۔ ۳۵۸

جب تک کسی عورت کا شوہر زندہ ہو اور طلاق بھی نہ دی ہو اس عورت کا دوسرا نکاح حرام حرام حرام زنا زنا زنا ہے۔ ۴۷۴

شوہر کی زندگی میں بلا طلاق عورت کے دوسرے شخص سے نکاح کی کوئی صورت نہیں۔ ۴۷۶

عورت کا زانیہ ہونا ثابت ہو جائے تب بھی نکاح میں کچھ فرق نہیں آتا۔ ۶۱۸

جمع بین الاختین کرنے والا حرامکار ہے اس کا مقاطعہ کرنا چاہئے۔ ۶۵۱

محرمات

جب کوئی شخص کسی عورت سے زنا کر چکا تو اس عورت کی بیٹی اس شخص پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی۔ ۳۶۲

مرد پر اس کی مزنیہ اور ممسوسہ بہ شہوت کے اصول و فروع حرام ہیں۔ ۳۶۲

جس عورت کے فرج کے داخل کو مرد نے شہوت

Marfat.com

کے ساتھ دیکھا اس کے اصول و فروع اس مرد پر
حرام ہو گئے۔ ۳۶۲
رضاعی ماموں سے عورت کا نکاح، نکاحِ خبیث
ہے جو ہرگز قائم نہ رکھا جائے گا۔ مرد و زن پر فرض
عظیم ہے کہ فوراً جدا ہو جائیں، مرد نہ مانے تو
عورت خود جدا ہو جائے۔ ۴۷۵
رضاعی ماموں بھانجی نے نکاح کر لیا اور جدا
نہیں ہوتے تو حاکم بالجبر انھیں جدا کر دے۔ ۴۷۵
ساس سے زنا کیا اس سے بچی پیدا ہوئی، اس
لڑکی سے شادی حرام اور اس نکاحِ حرام سے
جو بچہ پیدا ہوا ولد الحرام ہے۔ ۴۷۷
علاتی بہن کی نواسی سے نکاح حرام قطعی۔ ناکح
نکاح خواں، وکیل اور گواہ سخت تر گناہِ کبیرہ میں
گرفتار ہیں۔ ۴۷۸
زید نے علاتی بہن کی نواسی سے نکاح کیا، چھ برس
بعد تفریق ہوئی تو عورت پر عدت ضرور لازم ہے۔ ۴۷۸
اگر عورت شوہر کے باپ یا بیٹے سے بدکاری کرے
تو نکاح باطل نہیں ہوتا اگرچہ وہ شوہر پر ہمیشہ
کے لئے حرام ہو جاتی ہے اور متارکہ فی الفور فرض
ہو جاتا ہے۔ ۴۴۲
حرمتِ مصاہرہ سے نکاح مرتفع نہیں ہوتا حتی کہ
متارکہ اور انقضائے عدت سے قبل اس عورت
کا نکاح کسی دوسرے شخص سے ناجائز ہوگا۔ ۴۴۲
حرمتِ مصاہرہ کے بعد شوہر اگر عورت سے وطی
کرے تو اس کو زنا قرار دیا جائے گا یا نہیں۔ ۴۴۳
قرآنِ عظیم نے شوہر دار عورتوں کو حرام قطعی
فرمایا ہے۔ ۴۹۳
عورت اگر شوہر کے باپ یا بیٹے سے زنا کرائے
تو حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جائے گی اور نکاح
فاسد ہو جائے گا۔ ۶۱۸
شوہر اگر اقرار کرے کہ اس کے باپ نے اس کی
بیوی سے افعال مثل بوس و کنار وغیرہ کئے،
عورت اس پر حرام ہو گئی۔ ۶۲۳

کفاءت

غیر کفو سے عورت کب نکاح کر سکتی ہے۔ ۲۱۶

ولایت

چچا کا کیا ہوا نابالغ کا نکاح باپ کی اجازت پر
موقوف ہوگا۔ ۳۰۷
ولی نے نکاحِ فضولی کو رد کر دیا پھر اجازت دی
تو جائز نہ ہوگا۔ ۳۰۷
نابالغ کی طرف سے اس کا ولی طلاق نہیں
دے سکتا۔ ۳۰۷
باپ دادا نہ ہوں تو جوان بھائی حقیقی ولی نکاح
ہے، اس کے ہوتے ہوئے ماں کو اختیار
نہیں۔ ۳۲۴
معتدہ وفات نابالغہ کے نکاح کا اختیار بعد از
عدت اس کے باپ کو ہے نہ کہ سسر کو۔ ۳۳۳
ماں نے نکاح کیا، اگر کفو کے ساتھ کیا اور لڑکی

Marfat.com

نے بالغ ہوتے ہی اس سے انکار نہ کیا، نکاح لازم ہوگیا۔ ٣۴٦

باپ دادا نہ ہوں تو نابالغوں کی ولایتِ نکاح کا حق چچا کو ہے۔ ٣٩١

ماں مرگئی بچّہ کا حقِ پرورش نانی کو ہے اور اس کے مال کی ولایت باپ کو حاصل ہے۔ ٣٩۴

نابالغ لڑکوں اور لڑکیوں کا نگران باپ کے چچا زاد بھائی کے علاوہ نہیں تو ولایتِ نکاح بھی اسی کو حاصل ہے اور پرورش کے لئے کسی صالح دیندار عورت کو تلاش کیا جائے گا اور مال کی نگہداشت باپ دادا کا وصی ہو تو وہ کرے ورنہ قاضی اس کے لئے بھی کسی دیندار مسلمان کا انتخاب کرے۔ ٣٩٩

نابالغوں کے نکاح کا اختیار عصبات میں چچا کو ہے اگر وہ موجود ہے۔ ۴٠٨

باپ کے انتقال کے بعد لڑکی کے نکاح اور مال کی نگہداشت کا حق دادا کو ہے اور نو برس تک پرورش کا حق ماں کو ہے۔ ۴١٢

مہر

شوہر نے کہا تو مہر بخشے تو طلاق دوں گا، عورت بولی اگر تو طلاق دے تو میں نے مہر بخش دیا، شوہر نے دو طلاق دی، طلاق واقع ہوئی مہر ساقط نہ ہوا۔ ٢٠٢

مہر اگر نہ معجل ہو نہ مؤجل تو جب تک موت یا طلاق نہ ہو عورت کو اس کے مطالبہ کا اختیار نہیں۔ ٢١٧

خلوتِ صحیحہ سے عدت لازم آجاتی ہے مہر بھی پورا واجب ہوتا ہے۔ ٣٠٧

نابالغہ کے معاف کئے سے مہر معاف نہیں ہوسکتا۔ ٣٢٢

صورتِ جماع میں دوسرے شوہر پر بھی مہر مثل واجب ہے۔ ٣۴٣

نکاح فاسد میں اگر شوہر نے وطی صحیح کرلی تو مہر مثل اور مہر مسمّی میں سے جو کم ہے وہ دینا لازم ہوگا۔ ٣۵١

زید نے رضاعی بھانجی سے نکاح کیا کچھ عرصہ بعد تفریق ہوگئی تو پورا مہر مثل لازم ہوگا نہ کہ مہر مسمّی۔ ٣٧۵

محارم سے نکاح کے بعد تفریق ہو تو مرد پر پورا مہر مثل واجب ہوگا مہر مسمّی کا لحاظ نہ ہوگا۔ ٣٧٨

زید و ہندہ نکاح کے بعد ایک ہی مکان میں رہتے تھے باہم مواصلت بظاہر نہیں ہوئی، بچہ پیدا ہوا شرعاً بچّہ زید کا ہے، اگر زید نے طلاق دی پورا مہر واجب ہوگا۔ ٣٨٠

شوہر کو حقِ حبسِ زوجہ، مہر معجل کی ادائیگی کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ ۴١٧

مہر معجل نہ ادا ہو تو عورت شوہر کو انتفاع اور رخصتی سے روک سکتی ہے، اور اس صورت میں ناشزہ نہ ہوگی۔ ۴١٨

جہاں مہر میں تعجیل یا تاجیل کچھ مذکور نہ ہو تو وہاں حکم عرف رواج کے مطابق ہوگا۔ ۴٢۴

ہمارے بلاد میں عامۂ مہور یوں بندھتے ہیں کہ ان میں تعجیل و تاجیل کچھ مشروط نہیں ہوتی تو بحکم عرف شائع و ذائع یہاں کی عورتیں جب تک

Marfat.com

مرگ یا طلاق سے افتراق نہ واقع ہو ہرگز مطالبہ
مہر کا استحقاق نہیں رکھتیں، نہ قاضی کو اختیار کہ
ایسی صورت میں پیش از افتراق ادائے مہر پر
جبر کرے۔ ۴۲۲
عورت اگر بلااکراہ شرعی مہر معاف کرے تو شوہر
کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے۔ ۴۴۱
ابراء مہر بلا اقرارِ زن یا بینہ عادلہ قاضی کے پاس
ثابت نہیں ہو سکتا۔ ۴۴۲
نکاح محرمات میں ناکح پر مہر مثل اور مسمی میں سے
جو کم ہو وہ واجب ہے۔ ۴۵۸
موطوءہ بیوی کو طلاق دینے سے مہر تمام و کمال
واجب ہوگا۔ ۴۵۸
جو مہر نہ معجل بندھا ہو نہ اس کی کوئی میعاد مقرر
کی گئی ہو عورت قبلِ موت یا طلاق اس کا مطالبہ
نہیں کر سکتی۔ ۴۶۰
مہر کسی خدمت کا معاوضہ نہیں وہ نکاح میں
بضع کا عوض ہے۔ ۴۷۷
عورت کے فاتر العقل ہونے سے مہر ساقط
نہ ہوگا۔ ۴۷۷
جب تک طلاق یا موت واقع نہ ہو غیر میعادی
مہر واجب الادا نہیں ہوتا۔ ۴۸۴
زانیہ کو طلاق دی تو عورت کو عدت اسی مکان میں
گزارنا لازم ہے اور شوہر پر مہر اور نفقۂ عدت
لازم ہے۔ ۶۱۸

جہیز

جہیز عورت کی ملک ہوتا ہے اور بعد اس کی مرگ
کے فرائض اللہ پر تقسیم پائے گا۔ ۳۹۵

رضاعت

اڑھائی برس کی عمر کے بعد دُودھ پینے سے حرمت
رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ ۲۸۸

طلاق

یہ لفظ کہ "نکاح سے علیحدہ کردوں گا" یہ نرا وعدہ
ہے اور وعدہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ۱۱۸
"طلاق می کنم" کہنے سے طلاق ہو جاتی ہے
بخلاف "طلاق کنم" کے۔ ۱۱۸
عدمِ اضافت کے سبب طلاق واقع نہ ہونے کی
چند مثالیں۔ ۱۲۰
مذاکرۂ طلاق میں تمام صورتوں میں قضاءً طلاق
واقع ہو جاتی ہے سوائے ان الفاظ کے جو رد
جواب کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ ۱۲۳
عدمِ اضافت کی صورت میں شوہر انکارِ نیت
کرے تو لفظِ طلاق سے بھی طلاق واقع
نہیں ہوتی۔ ۱۲۳
طلاق صریح سے بائن کی نیت کرے تب بھی
رجعی ہی واقع ہوگی۔ ۱۲۷
اگر میں تیرے سوا کسی اور عورت سے شادی کروں

Marfat.com

تو تجھ کو ایسی طلاق کہ تو اپنے نفس کی مالک ہو اس سے ایک طلاق بائن پڑے گی۔ ۱۳۹

تیسری طلاق دے دی تو اب بیوی حرام قطعی ہو گئی تجدیدِ نکاح سے بھی حلال نہیں ہو سکتی تا وقتیکہ حلالہ نہ ہو جائے۔ ۱۶۶

تیسری طلاق کے بعد عورت خاوند کے لئے بلا حلالہ حلال نہیں ہو سکتی چاہے پہلی طلاق کے بعد رجوع کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ ۱۹۲

کتبِ فقہ بلا اختلاف تین طلاقوں کو مطلقاً حرمتِ غلیظہ کے لئے مثبت بیان کرتی ہیں۔ ۱۹۲

چاروں مذاہب کے چاروں اماموں کا اجماع ہے کہ تین طلاقیں ایک جگہ ایک وقت ایک ہی دفعہ ایک ہی لفظ میں واقع ہو جاتی ہیں۔ ۲۰۶

مرد نے بیوی سے کہا تجھ پر تینوں شرط سے طلاق' تو کیا حکمِ شرعی ہے۔ ۲۱۳

غیر مدخولہ کو ایک لفظ سے تین طلاق دینے اور متفرق الفاظ میں تین طلاق دینے کا حکم۔ ۲۲۶

زنِ غیر مدخولہ یکبارگی تین طلاق کی محل ہے۔ ۲۲۶

مسئلہ طلاق ثلثہ کی تفاصیل باعتبار حرف عطف اور باعتبار تعلیق و تنجیز اور باعتبار تقدم و تاخر شرط اور باعتبار زنِ مدخولہ و غیر مدخولہ۔ ۲۲۶

زید نے اپنی بیوی کو کہا کہ تینوں طلاق پوری کر دوں گا" یہ محض وعدہ ہے اور وعدہ سے طلاق نہیں ہوتی۔ ۲۲۳

فسخ نکاح اور آزادی کا لفظ کنایاتِ طلاق سے ہے۔ ۲۳۸

دوسرے نکاح کی اجازت سے طلاق کی نیت کی تو طلاق واقع ہو گی اور نیت کے بارے میں شوہر کا قول قسم سے معتبر ہو گا۔ ۲۴۰

"طلاق سمجھی جائے" سے طلاق واقع نہ ہو گی۔ ۲۴۳

"عدم خبرگیری کو طلاق سمجھنا" خبرگیری نہ کی تو طلاق واقع نہ ہو گی۔ ۲۴۵

یہ لفظ کہ "میں تجھ کو طلاق دے دوں گا" محض نامعتبر، اور وعدہ ہے، اس سے کچھ واقع نہیں ہوتا۔ ۲۶۷

"میں تجھ سے کلام کروں تو اپنی ماں بہن سے کلام کروں" یہ جملہ باب طلاق میں لغو ہے۔ ۲۶۷

عورت کو بجائے ماں بہن کہنے سے نیت طلاق ہو تو طلاق، اور حرمت مراد ہو تو ظہار ہے' اور کچھ بھی مراد نہ ہو تو دیانۃً کچھ نہیں۔ ۲۷۲

عورت کو طلاق کی نیت سے ماں کہنے سے طلاق نہیں ہوتی۔ ۲۸۰

بیوی کو بنیت طلاق کہا کہ تو مثل یا مانند یا بجائے ماں بہن ہے تو ایک طلاق بائن ہو جائے گی۔ ۲۸۱

بیوی کو بلا کسی نیت کے کہا کہ تو مجھ پر مثل میری ماں کے ہے، تو یہ لفظ لغو و مہمل ہو گا طلاق یا کفارہ وغیرہ کچھ لازم نہ آئے گا۔ ۲۸۱

بیوی کو ماں، بہن یا بیٹی کہنے سے طلاق نہیں ہوتی اگرچہ بنیت طلاق کہے۔ ۲۸۱

عورت کو طلاق کی نیت سے ماں کہہ کر مشہور کیا

Marfat.com

تو یہ قضاءً طلاق مانی جائے گی، ہاں اگر اس کے قول سے یہ واضح ہو کہ یہ اقرارِ طلاق اسی غلط فہمی کی بناء پر تھا تو قضاءً بھی طلاق نہ ہوگی۔ ۲۸۲

برسام کے مریض نے بیوی کو طلاق دی پھر ٹھیک ہونے کے بعد کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی، بعدہٗ کہتا ہے کہ میں نے یہ سمجھا تھا کہ حالتِ برسام میں طلاق واقع ہو جاتی ہے تو کیا حکم ہے۔ ۲۸۲

عورت کو ماں بہن کہنا طلاق ہے نہ ظہار۔ ۲۸۹

اپنا ٹھکانا دوسری جگہ کرلے، نیتِ طلاق ہے تو کنایہ ہے، طلاقِ بائن واقع ہوگی۔ ۲۹۰

"چھوڑنے" کا لفظ صریح طلاق ہے۔ اس کے کہنے کے فوراً بعد سے عدت شمار ہوگی۔ ۲۹۴

نابالغ لڑکا اہلِ طلاق نہیں لہذا اس کے دیئے سے طلاق نہ ہوگی۔ ۳۰۷

بلوغِ پسر سے پہلے بوجہ مخالفت طلاق دلوانا محض باطل ہے۔ ۳۰۷

زوجہ کو ماں کہنا گناہ ہے مگر اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ۳۲۲

تہمت کی وجہ سے اگرچہ وہ تہمت واقع میں صحیح ہی ہو عورت کا نکاح زائل نہیں ہوتا۔ ۴۳۴

فاجرہ عورت کو طلاق دینا شوہر پر واجب نہیں۔ ۴۳۴

جاہلوں میں جو یہ بات مشہور ہے کہ اگر عورت معاذ اللہ بدوصفی کرے تو نکاح جاتا رہتا ہے' محض غلط ہے۔ ۴۳۵

زنائے زناں موجب بطلانِ نکاح نہیں۔ ۴۴۲

نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے۔ ۴۴۲

طلاق شوہر کی زبان پر ہے جب وہ کہتا ہے کہ میں نے طلاق دے دی، طلاق ہوگئی، نہ دی تھی تو اب ہوگئی۔ ۴۸۱

خاوند جب بیوی کو طلاق بائن دے دے تو ولایتِ منع زائل ہو جاتی ہے۔ ۵۲۹

کسی شخص نے اپنی بیوی کو کہا میں جس عورت سے تیری اجازت کے بغیر نکاح کروں اس کو طلاق ہوگی، اس کے بعد بیوی کو طلاق بائنہ یا مغلظہ دے دی پھر کسی عورت سے اس مطلقہ کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو طلاق ہو جائے گی۔ ۵۳۱

زانیہ کو طلاق دینا شوہر پر واجب نہیں۔ ۶۱۸

طلاق جس طرح زبان سے ہوتی ہے اسی طرح قلم سے جبکہ بلا مجبوریِ شرع لکھا ہو۔ ۶۱۸

طلاق نامہ میں طلاق رجعی ہو مگر شوہر طلاق بائن کا اقرار کرے تو بائن ہوگی۔ ۶۱۸

کنایہ

لفظ "جواب" کے معانی اور اس کے کنایۂ طلاق ہونے کا بیان۔ ۱۱۸

جو کلمہ صالح رد ہو وہ مطلقاً ہر حال میں محتاجِ نیت ہے اگرچہ حالتِ غضب ہو اگرچہ حالت مذاکرۂ طلاق ہو۔ ۱۱۹

کنایات تین طرح کے ہیں۔ ۱۱۹

"میرا اس سے کوئی تعلق نہیں" کنایہ ہے اس سے

Marfat.com

طلاق کے لئے نیت شرط ہے۔ ۳۷۰

کنایہ کے وہ الفاظ جو سب وشتم کا احتمال رکھتے ہیں۔ ۳۷۰

رجعت

تین طلاقوں کے بعد مرد کو رجوع کا اختیار نہیں اور عورت خود مختار ہے۔ ۱۸۵

وہ طلاق جس کے بعد رجوع کرنا جائز ہے وہ دو بار طلاق ہے اس سے زائد نہیں۔ ۱۸۶

وقوعِ طلاق سے پہلے رجوع عن الطلاق لغو ہے۔ ۲۳۳

طلاق رجعی میں مرد کا عدت کے اندر مطلقہ سے وطی کرنا حرام نہیں بلکہ رجعت ہو جاتی ہے۔ ۳۶۳

تفویض

عورت کو طلاق کا اختیار دینے کے ایک اقرار نامہ کی مختلف صورتوں کا شرعی حکم۔ ۲۳۱

تفویض طلاق میں زن وشوہر دونوں میں سے ایک کے کلام میں اضافت کافی ہے۔ ۲۳۱

جو تفویض طلاق معلق بالشرط ہو بعد وقوع شرط اسی مجلس پر محدود رہتی ہے جس میں عورت کو وقوع شرط کا علم ہوا مجلس بدلنے کے بعد اسے طلاق لینے کا اختیار نہیں رہتا۔ ۲۳۲

لعان

لعان کے لئے قیام زوجیت شرط ہے۔ ۳۷۴

بعد از وجوب بھی لعان طلاقِ بائن کے سبب ساقط ہو جاتا ہے۔ ۳۷۴

بعد از لعان حاکمِ اسلام بچے کا نسب باپ سے منقطع کر کے ماں کے ساتھ ملحق کر دے گا۔ ۳۷۴

عنین

زنِ عنین کا حکم۔ ۳۴۸

متارکہ

محرمات سے نکاح کی صورت میں متارکہ لازم ہے۔ ۴۵۷

بصورتِ متارکہ عورت پر روزِ متارکہ سے عدت لازم ہے۔ ۴۵۷

حلالہ

تین طلاقیں واقع ہو جائیں تو از روئے قرآن بے حلالہ شوہرِ اول کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ ۲۴۱

معاشرت

زوجہ کو بلاوجہ تکلیف دینا ایک گناہ اور دوسری زوجہ سے کم رکھنا دوسرا گناہِ شدید جس کی تحریم پر قرآن وحدیث ناطق ہیں۔ ۴۲۲

پہلی عورت مخبوط الحواس ہو تو دوسری شادی کی اجازت ہے، لیکن دونوں میں عدل ضروری ہے۔ ۴۶۴

ایک عورت مالدار اور ایک غریب ہو تو شوہر مالدار ہو تو مالدار عورت کو مالداروں کا اور غریب کو

Marfat.com

متوسط، اور غریب مالدار عورت کو متوسط، اور غریب کو غریبوں کا نفقہ ملے گا۔ ۴۶۴

فاتر العقل عورت کا نفقہ ساقط نہیں، دو شادیاں کیں جن میں سے ایک فاتر العقل ہے، عدل و مساوات ضروری ہے۔ ۴۸۴

عتاق

مالک نے اپنے غلاموں کے بارے میں کہا هذا حر و هذا و هذا تو تیسرا آزاد ہوگیا جبکہ پہلے دونوں میں سے ایک آزاد ہے اس کے تعین کا اختیار مالک کو ہے۔ ۲۳۵

حیل

طلاق کی قسم کھائی تو اب نکاح قائم رہنے کی صورت یہ ہے کہ شرط واقع نہ ہو یا اگر ایک یا دو طلاق رجعی کی قسم کھائی ہے تو بعد وقوع شرط رجوع کرے۔ ۱۰۲

یمین مضاف میں طلاق واقع نہ ہونے کی ایک سبیل۔ ۱۱۴

خاوند نے بیوی کو کہا اگر تو نے نماز نہ پڑھی تو تجھے دو طلاقیں، بعدہٗ کہتا ہے کہ میں نے اس سے عموم کا ارادہ کیا ہے یعنی تمام عمر کبھی کہیں کوئی نماز نہ پڑھے تو تجھے دو طلاقیں، تو یہ حیلہ جھوٹ اور خالص فاسد بہانہ ہے۔ ۱۶۷

طلاق مغلظہ کی قسم کھائی تو طلاق سے بچنے کا ایک حیلہ۔ ۲۰۰

طلاق کو وعظ کہنے پر معلق کیا تو یہ سبیل ممکن ہے کہ عورت کو ایک طلاق دے وہ عدت سے نکل چکے تو وعظ کہے پھر عورت سے دوبارہ نکاح کرلے۔ ۲۰۱

جو حیلہ ارتکاب کبیرہ بالعمد پر مشتمل ہو اس کا بتانا بھی حرام ہے۔ ۲۰۷

جن مسائل کا تصفیہ حنفی مسلک پر نہ ہوسکے ان کی کاربرآری کی شرعی صورت۔ ۴۸۹

ایک شخص نے قسم کھائی کہ اگر زید سے بات کروں تو میری بیوی کو تین طلاقیں، اب چاہتا ہے کہ اس سے بات کرے اور بیوی کو طلاق مغلظہ نہ ہو تو بیوی کو ایک طلاق بائنہ دے عدت گزر جانے کے بعد بات کرسکتا ہے اور بعد ازاں بلا حلالہ دوبارہ نکاح کرسکتا ہے۔ ۵۲۵

ایک شخص نے قسم کھاتے ہوئے اپنی بیوی کو کہا کہ اگر میں دُنیا کی ہر بدی اور قباحت کو تیری طرف منسوب کرکے تیرے بھائی سے شکایت نہ کروں تو تجھے طلاق ہے، ایسا شخص قسم سے بری ہونے کے لئے کیا کرے۔ ۵۵۴

طلاق مغلظہ کو کسی شرط پر معلق کیا تو مغلظہ سے بچنے کا حیلہ۔ ۵۵۸

ایک چیز کو نذر کرنے کو کہا اور ہبہ کرنے کو بھی، طریقہ یہ ہے کسی فقیر کو وہ چیز دے دے پھر اس سے خرید کر جس کو ہبہ کرنے کیلئے کہا ہے اس کو دے دے۔ ۵۸۱

Marfat.com

اگر مجلس گیارھویں شریف یا میلاد شریف منعقد
کرکے مالِ نذر فقیر کی ملک کر دیا تو درست ہے۔ ۵۹۶

فوائد اصولیہ

میت صالح اذن نہیں۔ ۱۰۴
طرفین کے نزدیک بقاءِ یمین کے لئے امکان بر شرط
ہے جیسا کہ انعقادِ یمین کے لئے شرط ہے۔ ۱۰۴
تعلیق میں تعمیم نہ ہو تو ایک بار کے بعد شرط کالعدم
ہو جاتی ہے۔ ۱۰۶
کلام میں جب تک اعمال ممکن ہو اہمال سے
احتراز چاہیئے۔ ۱۱۱
ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے کہ یمین مضاف منعقد
ہے عدم وقوع کی روایت ضعیف ہے۔ ۱۱۳
الفاظِ شرط اور ان کا حکم۔ ۱۱۴
قول منکر کا معتبر ہوتا ہے جبکہ گواہ مدعی کے ذمہ
ہوتے ہیں۔ ۱۱۷
تعلیق ربطِ مضمون جملہ بمضمون آخر ہے نہ کہ
خبطِ مضمون بربطِ آخر۔ ۱۳۷
ہمارے علماء کے نزدیک وقتِ حلولِ شرط سے
نزولِ جزا یوں ہوتا ہے کہ گویا اس وقت تکلم
بالجزاء منجز واقع ہوا۔ ۱۴۸
احناف کے نزدیک الفاظ کا مفادِ لغوی مبنائے یمین
نہیں بلکہ معانی عرفیہ پر بنائے کار ہے۔ ۱۴۴
اغراض و مقاصد جس قدر مفادِ لفظ سے زائد ہوں
یعنی عموم و اطلاق بھی انھیں متناول نہ ہو ملحوظ
نہیں ہوتے۔ ۱۴۴
لفظ کی تناول عرفی سے اجنبی خارج و بیگانہ و
زائد بات اگرچہ عرفاً مقصود حالف ہو منظور نہ ہوگی
مگر اغراض مخصص ضرور ہو سکتی ہیں۔ ۱۴۴
دلالتِ لفظ کہ عموم پر تھی بنظر غرض خاص پر مقصور
ہو جائے گی یہ مدلولِ لفظ سے خروج نہیں بلکہ
بعض مدلولات پر قصر ہے۔ ۱۴۴
عام کی تخصیص و تقیید عرف سے جائز ہے۔ ۱۴۶
غرضِ متکلم اپنی کلام سے کبھی تو کلام کا حقیقی یا
مجازی معنی ہوتی ہے اور کبھی لفظ سے خارج
کوئی شئ۔ ۱۴۷
تخصیص عوارض الفاظ میں سے ہے۔ ۱۴۷
کلمہ اِنْ تراخی کے لئے آتا ہے جب تک قرینہ
فور نہ پایا جائے۔ ۱۴۹
یمین کی بنا عرف پر ہے۔ ۱۵۱
نکرہ حیز نفی میں عام ہو جاتا ہے۔ ۱۵۲
نیت حالف اگرچہ دلالتِ حال کے خلاف ہو
اعتبار اسی کا ہوگا۔ ۱۵۳
ہر جزا کو استقبال لازم ہے۔ ۱۶۱
فعل حکم نکرہ میں ہے اور نکرہ حیز نفی میں عام
ہو جاتا ہے۔ ۱۶۵
منتزع، انتزاع کے تابع ہوتا ہے لہذا بلا انتزاع
نہیں پایا جاتا اگرچہ منتزع منہ موجود ہو۔ ۱۶۶
الشئ المطلق کے مرتبہ میں عموم، کلیت اور اطلاق
ملحوظ ہوتا ہے۔ ۱۶۷

Marfat.com

تحصیلِ حاصل باطل ہے۔ ۱۷۷

مبنیٰ کے فساد سے بناء کا فساد ہوتا ہے۔ ۱۷۸

کسی چیز کا انتفاء اس کے تمام افراد منتفی ہونے سے ہوجاتا ہے۔ ۱۸۰

کلمۂ مَنْ تعمیم کے لئے ہے۔ ۱۹۸

یمین وجودِ شرط کے بعد مطلقاً ختم ہوجاتی ہے۔ ۲۰۱

تملیکات یعنی بیع و شراء وغیرہ میں تعلیق باطل ہے۔ ۲۰۲

لفظِ کلما عمومِ افعال کا تقاضا کرتا ہے جبکہ لفظِ کل عمومِ اسماء کا۔ ۲۰۴

جواب مضمون سوال کے اعادہ کو متضمن ہوتا ہے۔ ۲۱۱

شوہر سے چند غلط شرائط کا اقرار نامہ لکھوانے کا حکم۔ ۲۱۴

جو شرط شریعت کے خلاف ہو وہ باطل ہے۔ ۲۱۵

اللہ تعالیٰ کا حکم حق اور اللہ تعالیٰ کی شرط مؤکد ہے۔ ۲۱۵

تاکید مفید شرط و جزاء کے درمیان فاصل نہیں ہوتی۔ ۲۱۹

جس تعلیق میں ملک یا اضافت الی الملک نہ پائی جائے وہ باطل ہے۔ ۲۳۱

طلاق رجعی کا تعلیق کے سبب بائن ہوجانا باطل قطعی ہے۔ ۲۳۳

کلمۂ "او" تخییر اور "و" شرکت کے لئے ہے۔ ۲۳۵

باطل پر کچھ اثر مرتب نہیں ہوسکتا۔ ۲۴۵

تحققِ شرط تحققِ جزاء کو مستلزم ہے۔ ۲۴۷

تعلیق بالرضاء میں علم برضا درکار نہیں۔ ۲۴۸

اذن بغیر قولِ مسموع کے نہیں ہوسکتا۔ ۲۴۸

عدمِ رضائے سابق و لاحق دلیل عدم مقارن نہیں ہوسکتی ۲۹۹

جب تک سببِ کفارہ نہ پایا جائے کفارہ لازم نہیں ہوتا ۲۸۷

عدمِ علم، علمِ عدم نہیں۔ ۳۰۰

الاجازة لا تلحق المفسوخ۔ ۳۰۷

نکاح متحقق نہ ہو تو نہ طلاق ہے نہ عدت۔ ۳۰۷

اگر اباحت بوجہ ضرورت ہو تو جب ضرورت نہ رہے اباحت بھی نہیں رہتی۔ ۳۲۸

اصل اشیاء میں اباحت ہے لیکن فروج میں اصل حرمت ہے۔ ۳۳۸

ہر وطی معقود علیہ ہے۔ ۴۱۷

تسلیم بعض موجب تسلیم باقی نہیں۔ ۴۱۷

اسقاط کے لئے پہلے ثبوت درکار ہے جو شئ ہنوز ثابت ہی نہیں ساقط کیا ہوگی۔ ۴۱۸

جس اسقاط کی قسم نہیں کھائی جاسکتی اسکی تعلیق صحیح نہیں ۴۱۸

عورت کا نفقہ جزاء احتباس ہے۔ ۴۳۷

اللہ تعالیٰ کی شرط احق ہے۔ ۴۳۷

کتاب اللہ کے خلاف شرط معتبر نہیں اگر سو بار ہو۔ ۴۳۷

اسقاط شئ قبل از وجوب جائز نہیں۔ ۴۳۹

جس معصیت میں حد نہیں اس میں تعزیر ہے۔ ۴۴۸

شرع مطہر اللہ تعالیٰ اور رسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم ہے۔ ۴۷۴

صدہا مسائل ایسے ہیں جن کا ماخذ عرف پر احکام ایمان کی بناء ہے۔ ۴۹۷

جملہ مستقلہ بغیر حرفِ عطف کے ماقبل سے متعلق نہیں ہوتا ۵۰۶

فصل اجنبی عملِ حلف کو باطل کردیتا ہے۔ ۵۰۶

Marfat.com

قسم میں کلما کا لفظ ہمیشگی کے لئے ہوتا ہے۔ ۵۱۸

نفی پر نفی مفید اثبات ہوتی ہے۔ ۵۱۸

فعل اختیار کے بغیر متحقق نہیں ہوتا۔ ۵۲۱

عدمی چیز اختیار کے بغیر بھی متحقق ہوجاتی ہے۔ ۵۲۱

حاضر میں وصف کا ذکر لغو ہوتا ہے۔ ۵۲۲

قسمیں الفاظ پر مبنی ہوتی ہیں اغراض پر مبنی نہیں ہوتیں۔ ۵۲۲

قسم کا سبب اور داعی ختم ہوجانے کے باوجود قسم باقی رہتی ہے اس کے زوال سے قسم باطل نہیں ہوتی۔ ۵۲۶

جب قسم کسی شرط کے ساتھ مشروط ہو تو طرفین کے نزدیک اس شرط کا متصور ہونا ضروری ہے۔ ۵۳۱

قسم گواہوں کا خلیفہ بنتی ہے تو جب اصل ہوجائے تو خلیفہ کی ضرورت نہیں رہتی۔ ۵۳۹

اگر مدعی کے گواہ قاضی کی مجلس میں حاضر ہوں تو بالاتفاق مدعی علیہ سے قسم نہیں لی جائے گی۔ ۵۳۹

مقصود کا منتفی ہونا اور اس کا قصد نہ کرنا دو مختلف چیزیں ہیں۔ ۵۴۷

کوئی اختیاری فعل قصد و ارادہ کے بغیر ممکن نہیں۔ ۵۵۰

مقصود کے انتفاء سے علی الاطلاق اور علی العموم قسم کا باطل ہونا غلط ہے۔ ۵۵۰

جب تک جرم باقی ہو استحقاق انتقام باقی رہتا ہے۔ ۵۵۳

صلح قسم کو ختم نہیں کرتی۔ ۵۵۷

شک یقین کو زائل نہیں کرسکتا۔ ۵۵۹

الفاظ قسم میں عموم و اطلاق ہو تو عموم ہی یقینی ہے

نیت تخصیص قضاءً معتبر نہ ہوگی۔ ۵۶۰

دلالت حال عموم میں تخصیص نہیں کرسکتی۔ ۵۶۰

اس بات کی چند مثالیں کہ محض احتمال کی صورت میں دلالت حال معتبر نہیں۔ ۵۶۱

قسم میں کسی خاص وصف غیر مذکور کی نیت معتبر نہیں ۵۶۵

صفت قیام ترک کلام کی داعی نہیں۔ ۵۶۵

حاضر میں وصف لغو ہے۔ ۵۶۵

کوئی شئی مقارنات کے ساتھ متنوع و منقسم نہیں ہوتی۔ ۵۷۰

تعیین مکان نذر میں نامعتبر ہے۔ ۵۸۳

ذکر نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی ولی کو ایصال ثواب کے لئے اجتماع، نذر و صدقہ کے منافی نہیں۔ ۵۹۶

الکتاب کالخطاب۔ ۶۱۸

مامور بشیئین سے اگر ایک فوت ہوجائے تو دوسری ساقط نہیں ہوتی۔ ۶۴۰

احد المعصیتین کا ارتکاب دوسری معصیت کو مباح نہیں کرتا۔ ۶۴۰

فوائد فقہیہ

تعلیق کو اصطلاحات شرع میں یمین اور حلف کہا گیا ہے۔ ۱۰۲

Marfat.com

تحریم حلال یمین ہے۔ ۱۰۲

طلاق صریح عدت کے اندر صریح کو بھی لاحق ہو جاتی ہے اور بائن کو۔ ۱۰۶

طلاق صریح یہ ہے کہ محتاج نیت نہ ہو، چاہے بائن ہو یا رجعی۔ ۱۰۶

یمین مضاف میں طلاق اگر متفرق معلق کیا ہے تو بے حلالہ دوبارہ شادی ہو سکے گی۔ ۱۱۴

حالات تین ہیں، رضا، غضب اور مذاکرۂ طلاق۔ ۱۱۹

لفظ "کنایہ" میں شوہر عدمِ نیت طلاق کی قسم کھائے تو اس کی بات مان لی جائے گی، نہ قاضی اس صورت میں حکم طلاق دے سکتا ہے اور نہ ہی عورت اپنے آپ کو مطلقہ سمجھ سکتی ہے۔ ۱۱۹

کنایہ کی صورت میں عدم نیت طلاق کی قسم شوہر سے عورت گھر میں بھی لے سکتی ہے۔ ۱۱۹

ترک اضافت ہمیشہ مانع حکم طلاق ہے جبکہ شوہر بحلف انکار نیت کرے۔ ۱۲۰

مطلقاً تعلیق سے طلاق بائن واقع نہیں ہوتی۔ ۱۴۱

یمین فور سے متعلقہ مسائل۔ ۱۴۸

دائن سے مدیون نے حلف لیا کہ تیرے بے اذن باہر نہ جاؤں گا، یہ حلف بقاءِ دین تک رہے گا، بعد ادا یا ابراء اذن کی حاجت نہیں۔ ۱۵۰

طلاق مغلظہ سے عورت حرام ابدی نہیں ہوتی البتہ بے حلالہ شوہر اول کے نکاح میں آنے کے قابل نہیں رہتی۔ ۱۵۳

جب طلاق نہ ہوئی تو رجوع کیسا۔ ۱۶۷

یہ کہنا کہ رجوع کر لینے سے پہلی طلاقیں باطل ہو جاتی ہیں گمراہ کلمات ہیں جن پر "لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم" ہی پڑھا جا سکتا ہے۔ ۱۶۸

انشاءِ تعلیق اور تعلیقِ انشاء میں فرق۔ ۱۷۱

طلاق باعتبار صدور مرد کی اور باعتبار وقوع عورت کی صفت ہے۔ ۱۷۱

یمین الفور کی تخصیص غصہ اور بے اعتدالی طبع سے کرنا دیوبندی اجتہاد ہے ورنہ کتب مذہب میں اس کا کوئی نشان نہیں۔ ۱۷۴

یہ جزئیہ کے رجوع کے بعد طلاق کالعدم نہیں ہوتی۔ ۱۹۰

بطلانِ طلاق اور بطلانِ عمل میں فرق ہے۔ ۱۹۶

عرف میں طلاق مغلظہ تین طلاقوں کو ہی کہتے ہیں۔ ۲۱۲

شرط مجہول پر طلاق معلق کرنے سے طلاق اصلاً واقع نہ ہوگی۔ ۲۱۳

ہر عاقد و حالف کے کلام کو اس کے عرف پر محمول کیا جائے گا۔ ۲۱۴

بیوی کو کہا انت طالق ان شاء اللہ تو کن صورتوں میں استثناء صحیح اور کن میں غیر صحیح ہوگا۔ ۲۱۹

شرط کابین نامہ قبل از نکاح تحریر ہو اور اس میں نکاح کی طرف اضافت نہ ہو تو وہ شرط محض فضول و باطل ہے۔ ۲۳۱

عورت کے ارادہ، رضا اور خواہش پر طلاق کو

Marfat.com

معلق کرنا تملیک مع التعلیق ہے اور یہ تملیک مجلس تک محدود رہے گی۔ ۲۳۲

اسبابِ غضب ہزاروں ہیں لہذا کسی ایک سبب پر انحصار درست نہیں۔ ۲۴۹

زنِ نامدخولہ تین طلاق دفعی کی محل ہے۔ ۲۵۱

طلاق بائن طلاق بائن کو لاحق نہیں ہوتی۔ ۲۷۱

"سمجھتا ہوں" کا لفظ بابِ ظہار میں تحقیق کے لئے ہے اور باب طلاق میں عدمِ تحقق کے لئے۔ ۲۸۵

عورت شیرخوار شوہر پچیس سالہ ایک تنہا مکان میں یکجائی ہوئی تو خلوت صحیح نہ ہوئی۔ ۲۹۸

جو طلاق بطور خلع واقع ہو بائنہ ہوتی ہے۔ ۳۱۱

خلوت کے معنیٰ یہ ہیں کہ مرد و عورت تنہا ایک مکان میں تھوڑی دیر کے لئے اکٹھے ہوں جہاں مباشرت سے کوئی مانع نہ ہو اگرچہ مباشرت واقع نہ ہو۔ ۳۵۹

فقہ میں عام عادت پر حکم دیا جاتا ہے، عادت یہی ہے کہ دو سال سے زائد حمل شکمِ مادر میں نہیں رہتا، نادراً اس کے خلاف بھی ہوتا ہے۔ ۳۶۸

حمل کی کم سے کم مدت اور زائد سے زائد مدت کا بیان۔ ۳۷۹

حقِ حضانت میں نانا اکتالیسویں درجہ میں ہے۔ ۳۹۰

تزوجِ عصبات کے حقِ حضانت کے مسقطات میں سے نہیں۔ ۳۹۰

نفقہ وارثوں پر بقدر ارث لازم ہوتا ہے۔ ۳۹۳

مطلقہ کا نفقہ عدت کے بعد شوہر پر واجب نہیں۔ ۴۱۵

نفقہ عدت کے تابع ہے۔ ۴۱۵

نفقہ زوجہ جزائے احتباس ہے۔ ۴۳۵

نفقہ اقارب میں منفق کی دو قسمیں ہیں: قادر و عاجز، اور نفقہ زن میں تین قسمیں ہیں: غنی، فقیر، متوسط۔ ۴۷۱

غنی، فقیر اور متوسط کی اغذیہ کا بیان۔ ۴۷۱

عورت کا شوہر سے طلاق مانگنا خلع نہیں ہے۔ ۴۸۳

ناگواری کے ساتھ کسی کے خاموش رہنے کو اجازت نہیں سمجھا جائے گا۔ ۴۸۳

کفارہ اس لئے مقرر ہوا کہ اگر احیاناً حنث واقع ہو تو یہ اس کا مصلح ہو سکے نہ کہ یہ کفارہ پر تکیہ کر کے جھوٹی قسم کھائے۔ ۴۹۹

گھر میں چھوڑنے کا معنیٰ ترک و تخلیہ ہے جو دو وجہ سے منتفی ہو سکتا ہے یا منع بالفعل یا نہی بالقول۔ ۵۱۲

اپنے ذاتی گھر میں کلی اختیار کا حاصل ہونا اغلب ہے۔ ۵۱۷

نہ چھوڑنے کے لئے کم از کم زبان سے روکنا ضروری ہے۔ ۵۱۷

تخصیص حال کی ایک صورت۔ ۵۲۲

آقا نے غلام، بادشاہ نے رعایا یا خاوند نے بیوی کو قسم دی یا خود قسم کھائی کہ تو میری اجازت کے بغیر باہر نہ جائے تو یہ قسم بقاءِ ملک، بقاءِ ملک اور بقاءِ زوجیت کے ساتھ مقید ہوگی۔ ۵۲۸

قسموں کی بنیاد عرف پر ہوتی ہے۔ ۵۳۲

اجازت حرف عاقل سے متصور ہوتی ہے۔ ۵۳۲

قسم اختیاری فعل ہے۔ ۵۵۰

Marfat.com

بیک وقت تین طلاقیں دینا کیوں گناہ قرار دیا گیا۔ ۵۶۲

حلالہ میں صرف نکاح پر اکتفاء نہ کرنے اور مجامعت کو شرعاً لازم قرار دینے کی حکمت۔ ۵۶۲

کلام، اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اس لئے اس کی قسم شرعی ہے۔ ۵۷۴

یمین تحریم حلال ہی ہے۔ ۵۷۹

نذر غیر شرعی و نذر شرعی کی تنقیح تام۔ ۵۹۱

مالِ زکوٰۃ اور خاص نذر کا حکم ایک ہی ہے۔ ۵۹۶

غیر خدا کے لئے نذر فقہی کی ممانعت ہے۔ ۵۹۸

اولیائے کرام کے لئے ان کی حیاتِ ظاہری خواہ باطنی میں جو نذریں کہی جاتی ہیں یہ نذر فقہی نہیں۔ ۵۹۸

شراب نوشی پر حد ہے، پیشاب نوشی پر کیوں نہیں۔ ۶۲۵

اجنبیہ سے زنا پر حد ہے محارم سے نکاح پر کیوں نہیں۔ ۶۲۵

افتاء و رسم المفتی

روایات شاذہ ساقطہ پر فتویٰ دینا جائز نہیں۔ ۱۱۳

جنھوں نے بے علم فتویٰ دیا وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ ۱۲۴

جو بغیر علم کے فتویٰ دے اس پر زمین وآسمان کے فرشتے لعنت بھیجتے ہیں۔ ۱۲۵

لفظِ جواب طلاق کے واسطے موضوع نہیں یہ ایک ہندی کلمہ ہے جو چند معنوں میں استعمال ہوتا ہے لہٰذا اس سے خاص کر طلاق بائن کا مفہوم سمجھنا دلیلِ نافہمی ہے۔ ۱۳۳

حکم شرعی کے معلوم ہونے پر سوال کی صورت کو تبدیل کرنا مکر وفریب ہے۔ ۱۷۰

مفتی کو یصدق دیانۃً نہیں کہنا چاہیے بلکہ ادب یہ ہے کہ لایصدق قضاءً کہے۔ ۲۰۷

حتی الامکان عاقل بالغ کے کلام کو مہمل نہ چھوڑا جائے۔ ۲۷۵

قولِ ضعیف پر فتویٰ دینا جہل ومخالفِ اجماع ہے۔ ۳۳۸

شریعت کو فروج میں سخت احتیاط ملحوظ ہے۔ ۳۳۸

چار برس کے بعد بطور خود زوجہ مفقود کا نکاح کرنا کسی امام کا مذہب نہیں ہے۔ ۳۴۴

جرمانہ کے ساتھ تعزیر کہ مجرم کا کچھ مال خطاء کے عوض لے لیا جائے، منسوخ ہے۔ ۵۰۵

منسوخ پر عمل جائز نہیں۔ ۵۰۵

فقہی احکام کا دارومدار غالب امور پر ہوتا ہے۔ ۵۱۷

دیانت میں صفت داعیہ وغیر داعیہ دونوں یکساں ہیں اس لئے نیتِ تخصیص ضروری ہے۔ ۵۲۳

وصف کو ذکر کئے بغیر نیت تو دیانتاً بھی معتبر نہیں چہ جائیکہ قضاءً۔ ۵۲۳

کسی شخص نے کہا اگر میں باہر جاؤں تو میرا غلام آزاد ہے، اور باہر جانے سے سفر کی نیت کی تو دیانتاً اس کی تصدیق کی جائے گی اور کسی خاص مکان مثلاً بغداد کی طرف خروج کی نیت کرے تو صحیح نہیں۔ ۵۲۳

Marfat.com

اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ وہ عورت نہیں کرے گا اور نیت کرے ہاشمی، عربی یا ترکی یا کوئی خاص نسب والی کی تو یہ نیت دیانۃً معتبر ہوگی قضاءً نہیں۔ ۵۶۵

ہر عاقد، حالف، ناذر اور واقف کے کلام کو اسی معنیٰ پر محمول کیا جائے گا جو متعارف ہے۔ ۵۹۱

اسماء الرجال

زاہدی قابلِ اعتماد راوی نہیں۔ ۱۱۳

زاہدی معتزلی ہے اور ہر رطب و یابس کو جمع کرنے میں معروف، غیر ثقہ و غیر معتمد ہے۔ ۶۴۲

تاریخ و تذکرہ

یمین فور کا استنباط امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ۱۴۸

محققین نے عمدۃ المدققین علامہ سید میر زاہد کی بعض مشہور تدقیقات کا کثیر وجوہ سے رد کیا ہے۔ ۱۷۶

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد پر حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حیض میں دی ہوئی طلاق سے رجوع کر لیا مگر اس کے باوجود وہ طلاق شمار ہوئی۔ ۱۹۰

مصنفِ "بہشتی زیور" کی علمائے حرمین شریفین نے نام لے کر تکفیر کی ہے۔ ۳۶۶

امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں ایک بچے کی ولادت کا واقعہ جس کے اگلے چاروں دانت ماں کے پیٹ میں ہی نکل چکے تھے۔ ۱۶۸

امام ضحاک کی ولادت کا ذکر اور ان کے نام کی توجیہ۔ ۳۷۰

امام محدث عبد العزیز ماجشونی چار برس حمل میں رہے۔ ۳۷۰

بنی ماجشون کی عورتوں کی یہ عادت مشہور رہے کہ بچہ ان کے پیٹ میں چار برس رہتا ہے۔ ۳۷۰

سیدنا حضرت ایوب علیہ السلام کے قسم کھانے کا واقعہ۔ ۵۲۶

ایک شخص کا قصہ جس نے حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ اگر ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ غیر شخص کو پائے تو قتل کر دے؟ ۵۶۲

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا عجیب فیصلہ۔ ۵۷۶

حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نذریں قبول فرماتے اور خود بھی تناول فرماتے۔ ۶۰۰

غوث اعظم کی فیاضی اور غریب نوازی کا ایک واقعہ۔ ۶۰۱

Marfat.com

ایک دہقانی کا انوکھا واقعہ۔ ۶۰۳
عرب میں کنیت تعظیم ہے۔ ۶۵۵
امام ابویوسف امام محمد کے استاذ اور امام اعظم کے شاگرد ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ۶۵۵

فضائل ومناقب

الفقہا کلھم عیال لابی حنیفۃ۔ ۱۴۸
امام اعظم ابوحنیفہ اقسامِ یمین کے اتمام کے استنباط میں متفرد ہیں۔ ۱۸۳
ماءِ واحد سے تخلق حضرت عیسٰے علیہ السلام کے خصائص میں سے ہے۔ ۳۵۲
شرع مطہرہ میں نسب باپ کی طرف سے لیا جاتا ہے صرف امام حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس حکمِ عام سے مستثنیٰ ہیں۔ ۳۶۱
امام ضحاک مفسر ومحدث ہیں۔ ۳۷۰
حضرت مولانا محمد وصی احمد محدث سورتی کا ذکرِ خیر۔ ۴۰۶
جو اللہ تعالیٰ کے لئے صبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مشکل کھول دیتا ہے۔ ۴۷۴
مسجد خیر الاماکن ہے۔ ۴۸۷
امام نجم الدین عمر نسفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن وانس کے مفتی ہیں۔ ۵۶۴
امام اجل ابوالحسن نورالملۃ والدین علی بن یوسف بن جریر شطنوفی بے نظیر امام ہیں۔ ۵۹۹
شمس الدین ذہبی فنِ رجال کے امام ہیں۔ ۵۹۹
سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کھڑاؤں کا کمال۔ ۶۰۰
سرکار غوث اعظم کی یاد سے نجات ملتی ہے۔ ۶۰۰
شیخ بقاء بن بطو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فضائل۔ ۶۰۱
شیخ منصور بطائحی علیہ الرحمۃ کی عظمت۔ ۶۰۱
شیخ علی بن ہیتی علیہ الرحمۃ کا مقام۔ ۶۰۲
ابوسعید قیلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اکابر اولیاءِ عراق سے ہیں۔ ۶۰۲
اولیاء اللہ شیروں پر حکومت کرتے ہیں۔ ۶۰۴
علماءِ دین کی شان ارفع واعلیٰ ہے۔ ۶۴۵
شانِ علماء میں گستاخی کرنے والا منافق ہے اور لائقِ تعزیر ہے۔ ۶۴۵
حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام صفاتِ کریمہ بایں معنیٰ خصائصِ حضور ہیں کہ کوئی صفت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مماثل و شریک نہیں۔ ۶۵۵

بیوع

بیع بالعشرۃ دو نوع پر ہے، ایک بیع بعشرۃ مفردۃ اور دوسری بیع بعشرۃ مقرونہ۔ ۱۴۵

اجارہ

مکان کرایہ کا ہو تو دورانِ عدت اس میں رہنے کا کرایہ خاوند پر لازم ہے۔ ۳۱۱
وفات پانے والی عورت نے بچہ چھوڑا، اہلِ حضانت

Marfat.com

میں صرف ماں کی پھوپھی موجود ہے تو بچہ اسی کی پرورش میں دیں گے، اُجرت لینی چاہے تو باپ سے دلادیں گے۔ ۴۹۸

طاعت پر اجارہ باطل ہے۔ ۵۹۵

متاخرین نے امامت، اذان اور تعلیمِ قرآن پر اُجرت کو جائز قرار دیا ہے۔ ۵۹۵

کفالہ

کفالہ بشرط براءۃ اصیل حوالہ ہے۔ ۴۳۹

پدرِ زن وجوبِ نفقہ سے پہلے اس کو اپنے ذمّہ بطور حوالہ بھی نہیں لے سکتا، ہاں بطور کفالہ ہو تو صحیح ہے۔ ۴۴۳

والد کا متکفل نفقہ پسر وزن پسر ہونا ہمارے بلاد میں معمول ہے۔ ۴۵۵

عورت نشوز چھوڑ دے تو اب کفیل سے مطالبہ کرسکتی ہے جبکہ کفالت موقت نہ ہو۔ ۴۶۰

حوالہ

حوالہ نقل دین ہے۔ ۴۳۹

جہاں دین معدوم ہو وہاں حوالہ متحقق نہیں ہوسکتا۔ ۴۴۰

جہالت مال کی صورت میں حوالہ صحیح نہیں ہوتا۔ ۴۴۰

قرض

عورت نے اپنے نفقہ کے لئے باہمی تراضی یا قضاء قاضی کے بغیر جو قرضہ لیا اس کی ذمّہ دار وُہ خود ہے اور تراضی یا تقرر قاضی کے بعد اگر اپنے مال سے بھی خرچ کرے تو اس کو شوہر سے وصول کرسکتی ہے۔ ۴۲۲

اسقاط دین پیش از وجوب معنی ندارد۔ ۴۳۹

حاکم نے قرض لے کر بچہ پر صرف کرنے کا حکم دیا ہو تو اس کا مطالبہ باپ پر ہے۔ ۴۶۲

ھِبہ

ہبہ میں تعلیق باطل ہے۔ ۲۰۲

لڑکی کسی کو ہبہ کر دی شرعًا اس کی نہ ہوئی نہ اُس کے پاس رہ سکتی ہے نہ اس کے نکاح کی ولایت اس کو حاصل ہے، اس پر جو خرچ کیا تبرع ہُوا۔ ۴۱۲

رہنے کو مکان دینا مالک کر دینا نہیں جب تک ولایتِ تملیک ثابت نہ ہو اور اس کے ساتھ اپنے اسباب وغیرہا سے خالی کر کے قبضہ دلا دینا ضرور ہے۔ ۴۸۱

ضمان

عورت کی نافرمانی کی وجہ سے شوہر نے کام کے لئے نوکر رکھے اس کا تاوان عورت پر نہیں ہے۔ ۴۸۳

عورت نے شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے اعزہ کی شادی وغیرہ میں جو خرچ کیا وہ شوہر وصول کرسکتا ہے۔ ۴۸۳

نماز نہ پڑھنے پر کسی کو مار پیٹ کی، اس کی گھڑی

Marfat.com

ٹوٹ گئی تو قیمت دینی ہوگی۔ ۶۴۶

اقرار

شوہر نے بعد نکاح اقرار نامہ لکھا، اگر مہر النساء کی رضا و رغبت کے بغیر دوسری شادی کروں تو دوسری کو طلاق، تو عدمِ رضا کا ثبوت اقرارِ زوجہ سے ہوگا بے اس کے طلاق واقع نہ ہوگی۔ ۲۴۷
جس شرط کا علم عورت کے ہی بتانے سے ہو اُس میں اسی کے قول کا اعتبار ہے۔ ۲۵۳
جس نے حمل کے لئے اقرار کیا کہ میرے زنا سے ہے وہ مستحقِ سزا ہے۔ ۳۱۶
شوہر کے مرنے کے بعد دو سال کے اندر بچہ پیدا ہوا اور عورت عدت ختم ہونے کا اقرار نہ کرچکی ہو تو لڑکا صحیح النسب ہوگا اور اقرار کرچکی ہو تو مجہول النسب ہوگا۔ ۳۱۶
عورت انقضائے عدت کی دعویدار ہے تو اُس کا قول بقسم معتبر ہوگا۔ ۳۲۱
منکوحہ کی ماں سے زنا، کا اقرار کرتے ہی نکاح فاسد ہوجاتا ہے اگرچہ کہے کہ میں نے جھوٹا اقرار کیا۔ ۴۵۷

حجر

عورت کے لئے حدِ صغر ۹ سال ہے اس سے کم عمر میں جوانی ہرگز نہیں ہوتی۔ ۲۹۴
عورت کے لئے آثارِ بلوغ کیا ہیں۔ ۲۹۴
آثارِ بلوغ پائے تو بالغہ ورنہ پندرہ سال کامل کی عمر پر جوانی کا حکم کردیں گے۔ ۲۹۴

دعویٰ

نان و نفقہ نہ ملنے کے بارے میں عورت محتاج گواہان نہیں بلکہ اس کا بیان حلفی کافی ہے۔ ۲۲۰
اگر میاں بیوی وجودِ شرط میں اختلاف کریں تو شوہر کا قول قسم کے بعد معتبر ہوگا۔ ۲۲۱
مظاہر کفارہ نہ دے تو عورت اس پر دعویٰ کرسکتی ہے کہ یا تو کفارہ دے کر جماع کرے یا طلاق دے۔ ۲۸۳
ناکتخدا عورت خواب میں ہمبستری سے حمل ہونے کا دعویٰ کرے تو اس کا یہ قول مکروہ قرار دیا جائے گا اور ہرگز تسلیم نہ کیا جائے گا۔ ۳۵۲
جن سے نکاح کا دعویٰ کرے تو دعویٰ غلط ہوگا۔ ۳۵۲
معلقہ عورت حاکم عدالت سے فریاد کرکے طلاق لے سکتی ہے یا نہیں۔ ۴۴۶
نکاح کے بعد ایک دفعہ صحبت کرنا حقِ زن ہے، اگر شوہر حق ادا نہ کرے تو عورت قاضی کے یہاں دعویٰ تفریق کرسکتی ہے۔ ۴۴۶
وعدہ کی بناء پر دعویٰ نہیں ہوسکتا۔ ۴۸۱
مدعی کا قول مسموع نہیں۔ ۶۱۴

شہادت

مدعا علیہ کو شہادت پیش کرنے کا ذمہ دار ٹھہرانا

Marfat.com

جہالت کا واضح نمونہ ہے۔ ۱۲۳

شروط میں نفی پر بینہ مسموع ہیں۔ ۲۲۱

عدمِ اذن محلِ شرط میں گواہوں سے ثابت کیا جا سکتا ہے۔ ۲۴۹

عدمِ رضاء و رغبت کا ثبوت شہادت سے نہیں ہو سکتا۔ ۲۴۹

شہادت علی النفی مقبول نہیں۔ ۲۵۰

نکاح میں ایک گواہ معاینہ اور ایک اقرار بیان کرے تو یہ اختلاف شرعاً موجب ردِّ شہادت ہے۔ ۲۵۶

قسم کھا کر وعدہ خلافی کرنے والوں کو نہ حکم بنایا جائے اور نہ ہی اُن کی گواہی سُنی جائے۔ ۵۷۹

کافر کی گواہی قبول نہیں۔ ۶۱۴

اثباتِ زناء کے لئے کیسے گواہ درکار ہیں۔ ۶۱۵

زنا کی شہادت کے الفاظ کا بیان۔ ۶۱۵

بیہودہ بے معنٰی اور بے اصل گواہوں سے زناء قیامت تک ثابت نہیں ہو سکتا۔ ۶۲۲

شہادت سے زناء کے ثبوت کے لئے شرائط کا بیان۔ ۶۲۳

اگر شہادتِ زناء کی شرائط پُوری نہ ہوں تو خود گواہی دینے والوں پر حدِ قذف جاری ہوگی۔ ۶۲۳

ایک گواہ نے زنار کی عینی شہادت دی کہ کالمیل فی المکحلہ دیکھا، دُوسرے نے ننگے لیٹے ہُوئے ہونے کی، نہ زنا ثابت ہوگا نہ حد جاری ہوگی۔ ۶۲۳

زنا کی شہادت میں وقت کا اختلاف ہُوا شہادت مردود ہوگی۔ ۶۲۳

عورتیں زناء کے بارے میں گواہ ہو ہی نہیں سکتیں۔ ۶۲۳

سُنی سنائی گواہی تو دو کوڑی کے مال میں بھی مقبول نہیں چہ جائیکہ زنا جیسا اہم معاملہ ہو۔ ۶۲۳

باہر سے سُن کر زنار کی گواہی دینی نامقبول ہوگی۔ ۶۲۳

قضاء

عورت کو خود اپنے معاملے میں بایں معنی قاضی بتانا کہ اس کا حکم مثل حاکم شرع نافذ ہے صریح جہالت ہے۔ ۱۲۳

جو اللہ تعالیٰ کے اتارے پر حکم نہ کریں وُہ ظالم ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہ فاسق ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہ کافر ہیں۔ ۱۲۴

خلوت میں عورت نے مہر معاف کیا پھر انکاری ہو کر خدانا ترسی کرتے ہوئے قاضی کے پاس شوہر پر دعویٰ کر دیا تو قاضی ذمہ شوہر پر مہر کو ثابت قرار دے گا، معاملہ باطنی قاضی حقیقی عالم الغیب و الشہادۃ کے سپرد ہے۔ ۴۴۲

قاضی ظاہر پر فیصلہ کرے گا۔ ۴۴۲

شوہر جماع نہ کرے نہ طلاق دے تو قاضی شوہر کو ان دو باتوں میں سے ایک پر مجبور کرے گا اگر نہ مانے قید کرے گا پھر نہ مانے تو مار کی سزا دیگا۔ ۴۴۸

عدمِ ادائے نفقہ کی صورت میں قاضی جبر نہ کریگا۔ ۴۴۹

شافعی قاضی کا بسبب عجز نفقہ تفریق کا حکم احناف کے نزدیک بھی نافذ نہ ہوگا۔ ۴۵۰

قاضی حنفی اپنے مسلک کے خلاف حکم نہیں کر سکتا

Marfat.com

اگر کرے گا تو نافذ نہ ہوگا۔ ۴۷۶
شوہر نان و نفقہ سے عاجز ہو تو کیا قاضی کو زوجین میں تفریق کا حق ہے۔ ۴۸۰
شوہر نفقہ نہ ادا کرے تو قاضی اس کو مجبور کرے گا یا نفقہ دے یا طلاق دے۔ ۴۸۰
منزل من اللہ کے خلاف فیصلہ کرنے والے ظالم ہیں۔ ۶۱۸

عقائد و کلام

بندہ تغییر حکم شرع کی قدرت نہیں رکھتا۔ ۱۳۷
حرام قطعی کو حلال کہنا فقہی حکم کے مطابق قطعی کفر ہے۔ ۱۹۷
طلاق مغلظہ کے بعد عورت کو شوہر کے لئے حلال قرار دینے والے مفتیوں کی بیویاں اُن پر حرام ہوگئیں اُن پر تجدیدِ اسلام اور تجدیدِ نکاح لازم ہے۔ ۱۹۷
بہت سے احکامِ الٰہی تعبدی ہیں اور جو معقول المعنی ہیں ان کی حکمتیں بھی من و تو کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ ۲۹۷
احکامِ الٰہیہ میں چون و چرا اور بیہودہ سوالوں کا دروازہ کھولنا علوم و برکات کا دروازہ بند کرنا ہے۔ ۲۹۷
عام روافض زمانہ کافر و مرتد ہیں۔ ۳۱۵
جو اللہ پر بھروسا کرے اللہ اس کو مخلوق سے بے پروا کرتا ہے۔ ۳۳۹
اللہ و رسول سے زنا کی اجازت مانگنی کفر ہے۔ ۴۷۴
رزق اللہ پر ہے شوہر رازق نہیں۔ ۴۷۴
جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لئے راہ نکال دے گا اور اُسے وہاں سے رزق پہنچائے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہوگا۔ ۴۷۴
جو اللہ پر بھروسا کرے تو اللہ اسے کافی ہے۔ ۴۷۵
جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کا کام آسان کر دے گا۔ ۴۷۵
اللہ سچا ہے اور اس کے وعدے سچے ہیں، شیطان جھوٹا ہے اور اس کے ڈراوے جھوٹے ہیں۔ ۴۷۵
شراب پینا گناہِ کبیرہ اور اس کو حلال جاننا کفر ہے۔ ۴۸۶
اسلام کا احتمال بعید ہوتے ہوئے بھی کسی پر کفر کا حکم نہیں لگانا چاہئے۔ ۴۸۸
شوہر کے کسی قول یا فعل سے جب تک کفر ثابت نہ ہو جائے عورت کے نکاح سے نکلنے کا حکم نہیں دیا جا سکتا۔ ۴۸۸
اُس شخص کا حکم جو یہ کہے کہ نہ میں مسجد میں آتا ہوں نہ اس کی تعمیر میں کوئی درہم دیتا ہوں میرا مسجد میں کیا کام ہے۔ ۴۸۸
مرنے کے بعد جو حیات ملتی ہے وہ دُنیوی حیات کا غیر ہے۔ ۵۳۲
حیات ایک ایسا عارضہ ہے جس کو بعینہا واپس لانا ممکن نہیں۔ ۵۳۲
رُوح اور حیات ایک دُوسرے کے مغایر ہیں۔ ۵۳۲
اہلسنّت کے نزدیک توبہ کو قبول کرنا واجب اصلی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کچھ واجب نہیں ہوتا۔ ۵۵۴
ماتریدیہ کے نزدیک مطیع کو سزا دینا محال عقلی ہے۔ ۵۵۴

Marfat.com

معتزلہ کے نزدیک توبہ کو قبول کرنا اللہ تعالٰے پر واجب ہے۔ ۵۵۴

توبہ کو قبول کرنا محض اللہ تعالٰے کا فضل ہے۔ ۵۵۴

ابقا جو کہ حیّ و قیوم کا فعل ہے محققین کے نزدیک وجودی ہے۔ ۵۶۷

امام الحرمین، امام رازی اور قاضی ابوبکر باقلانی کے مذہب پر بقاء عین وجود ہے نہ کہ وجود پر امر زائد، لہٰذا ابقاء بمعنی ایجاد ہوگا۔ ۵۶۷

ائمۂ کشف و شہود کے مذہب پر بقاء جواہر سمیت ہر چیز کے امثال کے تجدد کا نام ہے لہٰذا اس مذہب پر ابقاء ہر لحہ امثال کے ایجاد کا نام ہے۔ ۵۶۷

خالق و باری کی طرح صفتِ قیوم کا اطلاق بھی غیر اللہ پر جائز نہیں بلکہ اس پر علماء نے تکفیر کی ہے۔ ۵۶۷

ایسی چیز کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا جو اس کے شایانِ شان نہ ہو یا جہالت، نقص اور عجز کی نسبت اس کی طرف کرنا یا صفات مختصہ باللہ کا اطلاق غیر اللہ پر کرنا کفر ہے۔ ۵۶۷

جو ابقاء بشر کی طرف سے ہو وہ ترکِ ازالہ کا نام ہے (نہ کہ ایجاد کا)۔ ۵۶۸

جو ابقاء بشر کی صفت ہے وہ عدمِ فعل ہے نہ کہ فعل۔ ۵۶۸

اس شبہہ کا ازالہ کہ کبھی انسانی ابقاء فعل سے بھی حاصل ہوجاتا ہے جیسے زید کو گھر میں لاکر زنجیر سے باندھنا، تو یہ زید کو گھر میں باقی رکھنا ہے حالانکہ باندھنا فعل ہے۔ ۵۶۸

کسی کو باندھنا خود ابقاء نہیں بلکہ مستلزم ابقاء ہے۔ ۵۶۸

صفاتِ الٰہیہ عین ذات ہیں نہ غیر ذات۔ ۵۷۴

مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کو بھوت خانہ کالی گھر کی مثل کہنا گستاخی و توہین و کلمۂ کفر ہے۔ ۵۸۳

نذر والے کی نیت اگر یہ ہو کہ منت ماننے سے مقدر بدل جائے گا اور تقدیر کا نوشتہ پلٹ جائے گا، تو یہ اعتقاد فاسد ہے اور ایسی نذر سے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ ۵۸۷

اولیاء کرام کے علومِ غیبیہ۔ ۶۰۳

اولیاء اللہ جانوروں کی گفتگو سمجھتے ہیں۔ ۶۰۳

اولیاء اللہ کے تصرفات و علوم غیبیہ۔ ۶۰۴

ولیوں کے قدموں پر گرنا اور قدمبوسی کرنا۔ ۶۰۴

اللہ تعالیٰ اولیاء سے کوئی چیز مخفی نہیں رکھتا۔ ۶۰۵

دلی خطرہ پر ولی کی نظر۔ ۶۰۵

مجموعہ خطب مؤلفہ مولوی عبدالحی کے وہ اشعار جو استفتاء میں مذکور ہیں موافقِ اہلسنت نہیں ہیں۔ ۶۰۸

زنا مسلمہ اور کافرہ سب کے ساتھ حرام ہے، زنا بر کافرہ کو جو حلال قرار دے تو کفر ہے۔ ۶۲۴

کتوں اور سوروں کو حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کہنا سخت و شنیع جملہ ہے، توبہ اور تجدیدِ اسلام کرے۔ ۶۴۷

کافروں کا نسب حضرت آدم علیہ السلام سے

Marfat.com

منقطع ہے۔ ٦٤٧

کفار کو کتے اور سور کہنے والے پر کوئی الزام نہیں کیونکہ کافر تو کتوں اور سوروں سے بھی بدتر ہیں۔ ٦٤٧

حرام قطعی کا استحسان کفر ہے۔ ٦٤٨

عورت نے کہا خدا جانے آپ کو فلاں گھر سے کیوں عشق ہے، مرد نے کہا "خدا جانے" اس پر عورت نے کہا "کچھ بھی خدا جانے نہیں" یہ جملہ کفر نہیں۔ ٦٤٩

علم الٰہی سے کسی شئی کی نفی اس علم سے نفی ہے کہ واقع ہوتا تو ضرور علم میں ہوتا۔ ٦٤٩

تین شخصوں کو ہلکا جاننے والا منافق ہے۔ ایک وُہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا، دوسرا عالم، تیسرا بادشاہ اسلام عادل۔ ٦٥٠

مرتکب کبیرہ کے اسلام اور نکاح میں خلل نہیں آتا۔ ٦٥١

عالم کے ساتھ سُوءِ ادبی سے مستحق تعزیر ہے، ٦٥٣

یہ کہنا کہ خدا شرک کو بھی بخش دے گا یا یہ کہنا "آیات و احادیث کچھ نہیں" صریح کفر ہے۔ ٦٥٤

حکم کفر کا اطلاق تارکِ صلوٰۃ پر حدیث شریف میں ہے یہ مسئلہ فقہیہ نہیں کلامی ہے۔ ٦٥٤

حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا نام سادہ اور پیر کا آداب و القاب کے ساتھ سُوءِ ادبی ہے، اور پیر کی عظمت حضور سے زیادہ ہو تو کفر ہے۔ ٦٥٥

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بعض صفات کریمہ اپنے مستفیضوں اور خادموں اور غلاموں پر پرتو ڈال دیا جیسے علیم، حلیم اور بشیر و نذیر وغیرہ۔ ان صفات کی تجلی جس میں متحقق ہو اس پر ان صفات کے اطلاق میں حرج نہیں۔ ٦٥٦

سِیَر

نماز روزہ سے مضحکہ کرنے والا اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور اس کی بیوی نکاح سے نکل جاتی ہے۔ ٢٦٥

غیر مدخولہ کا شوہر اسلام سے خارج ہو جائے تو وُہ بلا عدت دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے عدت لازم نہیں۔ ٢٦٥

مرتد و مرتدہ کا نکاح کسی ملت و مذہب والے سے نہیں ہو سکتا، نہ مومنین سے نہ کفار سے۔ ٣١٥

قیام حدود کے لئے اسلامی حکومت اور امام درکار ہے۔ ٣١٦

جس شہر میں کوئی عالم دیندار ہو تو امورِ مسلمین میں اسی کی رائے معتبر ہو گی اور چند علماء ہوں تو اعلم علمائے بلد کو حق ہے۔ ٤٠٣

اگر غیر مسلم حکومت مسلمانوں کے مذہبی معاملات میں آزادی کسی حد تک محدود کر دے تب بھی جہاں تک آزادی ہے اس پر کاروائی لازم ہے۔ ٤٠٣

جس عورت نے مرتدہ ہونے کا ارادہ کیا وہ اسی وقت مرتدہ ہو گئی۔ ٤٧٦

مقاماتِ مقدسہ کی تصویر چھانٹ کر گندگی میں ڈالنا اگر وہابی عقائد کی بنیاد پر ہو کہ یہ سب بدعت ہے

Marfat.com

تو جہل و گمراہی ہے اور ان مقامات کی تحقیر مقصود ہو تو کفر ہے۔ ۴۸۶

دیوتاؤں کی تصویریں تزئین کے لئے لگائے تو گناہ کبیرہ اور تعظیم معبودانِ کفار مقصود ہو تو کفر ہے۔ ۴۸۷

عورت کو نماز و روزہ سے روکنا اور شراب پینے پر مجبور کرنا یونہی ہو تو گناہِ کبیرہ شدیدہ اور فرضیتِ صلوٰۃ یا حرمتِ خمر کے انکار کے طور پر ہو تو کفر ہے۔ ۴۸۷

استخفافِ شرع کفر ہے۔ ۴۸۷

ردِّ بد مذہباں

ایک دیوبندی مفتی کے غلط اور جہالاتِ صریحہ پر مشتمل فتویٰ کا زوردار اور مدلل ردِّ بلیغ۔ ۱۱۷

دیوبندی مفتی کی جہالتوں میں سے پہلی جہالت کا بیان۔ ۱۲۲

دوسری جہالت کا بیان۔ ۱۲۳

تیسری جہالت کا بیان۔ ۱۲۳

چوتھی جہالت کا بیان۔ ۱۲۳

پانچویں جہالت کا بیان۔ ۱۲۴

چھٹی جہالت کا بیان۔ ۱۲۴

ساتویں جہالت کا بیان۔ ۱۲۵

دیوبندی مولوی وجیہ اللہ کے فتویٰ کا پچیس وجوہ سے ردِّ بلیغ۔ ۱۶۹

دیوبندی فتویٰ کی پہلی خطاء۔ ۱۷۰

دوسری خطاء۔ ۱۷۱

تیسری خطاء۔ ۱۷۲

چوتھی خطاء۔ ۱۷۲

پانچویں خطاء۔ ۱۷۳

دیوبندی مفتی کی جہالت کہ شرح وقایہ کی عبارت کو نہ سمجھ سکا۔ ۱۷۳

چھٹی خطاء۔ ۱۷۳

ساتویں خطاء۔ ۱۷۴

آٹھویں خطاء۔ ۱۷۴

نویں خطاء۔ ۱۷۴

دسویں خطاء۔ ۱۷۵

گیارھویں خطاء۔ ۱۷۶

بارھویں خطاء۔ ۱۷۷

تیرھویں خطاء۔ ۱۷۷

چودھویں خطاء۔ ۱۷۷

پندرھویں خطاء۔ ۱۷۸

سولھویں خطاء۔ ۱۷۸

سترھویں خطاء۔ ۱۷۹

اٹھارھویں خطاء۔ ۱۸۰

انیسویں خطاء۔ ۱۸۱

بیسویں خطاء۔ ۱۸۲

اکیسویں خطاء۔ ۱۸۴

دیوبندی گمراہی کا جوش۔ ۱۸۴

دیوبندی تعلیم نے قرآن و حدیث اور ائمہ قدیم و جدید کا اجماع پسِ پُشت ڈال دیا۔ ۱۸۴

دیوبندی مقصدِ شریعت کو پامال اور جاہلیت کے ظلم و ستم کو دوبارہ زندہ کر رہے ہیں۔ ۱۸۹

Marfat.com

بائیسویں خطاء۔ ۱۹۰

دیوبندی تعلیم کی حدیث سے مخالفت۔ ۱۹۲

تئیسویں خطاء۔ ۱۹۲

ہزارہا عبارات دیوبندی مفتی کی گمراہی کے بطلان پر شاہد ہیں۔ ۱۹۲

دیوبندی تعلیم ائمہ اُمّت کے مخالف ہے۔ ۱۹۵

چوبیسویں خطاء۔ ۱۹۵

دیوبندی مفتی کی انتہائی غباوت اور گمراہی۔ ۱۹۵

نجدیت کی بدعقلی اور کج فہمی۔ ۱۹۶

پچیسویں خطاء۔ ۱۹۶

دیوبندی مجتہدین کی دین اور شریعت میں نئی بدعت۔ ۱۹۷

وہابی گمراہ بے دین مسئلہ طلاق ثلٰثہ میں خلاف کرتے اور حرام کو حلال ٹھہراتے ہیں۔ ۲۰۷

دیوبندی حضرات دیوِ جہالت کے ایسے اسیر ہیں کہ سوال سمجھے بغیر اپنا اجتہادی جواب دے دیتے ہیں۔ ۵۷۱

مفتیِ دیوبند کے جواب پر اعلحضرت علیہ الرحمۃ کا تبصرہ۔ ۵۷۳

دیوبندی مفتی کی جہالت کہ رکھنے اور چھوڑنے میں فرق نہ سمجھ سکا۔ ۵۷۳

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کی عبارتوں کے پندرہ عظیم وہابیت کُش فوائد۔ ۶۰۷

دیوبندی عقیدہ والے مرتدین ہیں ان سے میل جول منع ہے۔ ۶۱۹

منطق

اگر کوئی شئ معدوم ہو تو اس کی نقیض موجود ہوتی ہے۔ ۱۴۳

عدم بے سلب کلی محقق نہیں ہوتا۔ ۱۵۱

عموم سلب بوجہ ایجاب جزئی صادق نہیں رہتا۔ ۱۵۲

قضیہ طبعیہ کا موضوع کلیت کا معروض ہوتا ہے۔ ۱۷۶

کلیت معقولات ثانیہ میں سے ہے۔ ۱۷۶

طبعی قضیہ ذہنیہ ہوتا ہے نہ کہ خارجیہ۔ ۱۷۶

دخول مطلق قضیہ طبعیہ کا موضوع ہے اور وہ اس وقت تک منتفی نہیں ہوتا جب تک جمیع افراد دخول منتفی نہ ہو جائیں۔ ۱۷۹

نکلنے کا حکم نہ دینا اور نہ نکلنے کا حکم دینا یہ دونوں چیزیں آپس میں منافی نہیں۔ ۵۷۰

وجودی چیز عدمی چیز کی قسم نہیں بن سکتی۔ ۵۷۰

نحو

فعل متعدی بغیر مفعول بہ کے متحقق نہیں ہوتا۔ ۵۷۷

دُعا

نماز کے بعد پیشانی پر ہاتھ رکھ کر دُعا پڑھنا حدیث میں آیا ہے۔ ۳۶۷

Marfat.com

توبہ و استغفار

تم سے صحبت کروں تو ماں سے زنا کروں، اس قول سے توبہ و استغفار لازم آتا ہے اور بس۔ ۲۸۹

توبہ کے لئے ندامت اور گناہ سے تبری ضروری ہے۔ ۶۴۹

شوہر سے بدزبانی ناشکری ہے جس پر عورت کو توبہ چاہئے۔ ۶۴۹

ترغیب و ترہیب

شرع مطہر میں مفتری کی سزا سلطانِ اسلام کے یہاں اسّی کوڑے ہیں۔ ۱۲۴

شریعتِ مطہرہ پر افتراء اللہ عزوجل پر افتراء ہے جو بے ایمان ہی کر سکتا ہے۔ ۱۲۴

لوگوں میں بدبخت ترین وہ شخص ہے جو دوسرے کی دنیا کے لئے اپنی آخرت برباد کردے۔ ۱۶۹

دیوث اگر توبہ نہ کرے تو اس پر جنت حرام اور اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہوتی ہے۔ ۲۳۷

حدیث کی رو سے تین اشخاص جنت میں نہیں جائیں گے، ماں باپ کو ناحق اذیت دینے والا اور دیوث اور مردوں والی وضع بنانے والی عورت۔ ۲۳۷

شرابی جنت میں نہیں جائے گا۔ ۲۳۷

زوجۂ مفقود اور اس کے محارم کو ہدایت و نصیحت۔ ۳۴۰

جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے اس پر خدا اور سب فرشتوں اور سب آدمیوں کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا نہ فرض قبول فرمائے گا نہ نفل۔ ۳۶۱

مرتکبِ کبیرہ کا جہل اس کے گناہِ کبیرہ ہونے سے خارج نہیں کرے گا بلکہ خود دوسرا گناہِ کبیرہ ہے۔ ۳۷۸

عالم کا گناہ ایک گناہ ہے اور جاہل کا گناہ دوہرا گناہ ہے۔ ۳۷۸

اللہ کی لعنت ہے اس پر جو ماں اور اس کے بچے میں جدائی ڈالے۔ ۴۱۱

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔ ۴۱۱

قسموں کو ڈھال بنانے والوں کی قرآن عظیم میں مذمت آئی ہے۔ ۴۹۹

طلاق مبغوض اور گناہ مغضوب ہے۔ ۵۵۶

صلح و آشتی محبوب اور شرعاً مطلوب ہے۔ ۵۵۶

عہد پر قائم رہنے والوں پر طعنہ کرنے والوں کے اسلام میں فرق آنے کا خطرہ ہے۔ ۵۷۹

قرآن شریف اٹھا کر عہد کرنا اور پھر توڑ دینا قرآن شریف کی توہین ہے جس پر بہت جلد توبہ صادقہ کرے ورنہ عذاب عظیم والیم اور نارِ جحیم کا منتظر رہے۔ ۶۱۰

شرابی کی اخروی سزا کا بیان۔ ۶۱۱

بغیر دیکھے کسی مسلمان پر تہمت لگانا کہ اس نے اپنی بیٹی کے ساتھ زنا کیا سخت حرام قطعی اور گناہِ کبیرہ ہے، ایسی تہمت لگانے والا سخت عذابِ الٰہی کا مستحق ہوتا ہے۔ ۶۱۴

Marfat.com

دیوث پر جنت حرام ہے۔ ۶۲۶

بلاوجہ شرعی جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایذا دی۔ ۶۴۴

مسلمان کو کافر کہنے پر سخت وعید۔ ۶۵۲

حظر و اباحت

زوجہ کو شوہر سے برگشتہ بنانا شیطان کا کام ہے۔ ۱۲۵

حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان عالی ہے کہ جو کسی مرد سے اس کی زوجہ کو برگشتہ کرے وہ ہمارے گروہ سے نہیں۔ ۱۲۵

طلاق کی قسم کھانا شرعًا ناپسندیدہ ہے۔ ۱۹۸

طلاق کی قسم کھانا مومنانہ نہیں منافقانہ فعل ہے۔ ۱۹۸

وعظ کیسے واعظ کو کرنا چاہیئے۔ ۱۹۹

جو کسی بات پر قسم کھالے پھر دیکھے کہ اس قسم کا خلاف بہتر ہے تو وہی بہتر کام کرے اور قسم کا کفارہ دے لے۔ ۱۹۹

اغراض فاسدہ کے لئے وعظ ضلالت اور یہود و نصاریٰ کی سنت ہے۔ ۱۹۹

نااہل کے وعظ کہنے کی مذمت احادیث کریمہ سے۔ ۱۹۹

کیسے واعظ کو وعظ کہنے کی اجازت نہیں۔ ۲۰۰

بیوی اب باپ ہی کے یہاں رہے گی اور موجودہ و آئندہ اولاد کی وہی مالک ہوگی اور باپ کے گھر بیٹھے نفقہ پائے گی، یہ سب شرطیں خلاف شرع مردود ہیں۔ ۲۱۵

شوہر اگر اپنے پاس بلانا چاہے تو عورت کو باپ کے گھر رہنے کا کوئی اختیار نہیں۔ ۲۱۶

عورت شوہر کے پاس آنے سے انکار کرے تو نفقہ کی مستحق نہیں ہوگی۔ ۲۱۶

بے علم کو علماء سے صرف حکم شریعت دریافت کرنا چاہیئے نہ یہ کہ صفحہ وسطر جانچے۔ ۲۱۷

عورت کو ناچ گانے کی اجازت دینا حرام قطعی ہے اور ایسا کرنے والا شوہر دیوث ہے۔ ۲۳۷

شوہر طلاق مغلظہ دے کر منکر ہوگیا عورت کو طلاق کا یقین ہے تو جیسے ہو سکے اس سے دور بھاگے اور اس پر قادر نہیں تو وبال شوہر پر ہے۔ ۲۴۲

صوم وصلوٰۃ کی پابند لڑکی بدخصلت اور بے نماز شوہر سے بیزار ہو کر خلع کرنا چاہتی ہے، کیا شرعًا ایسا کر سکتی ہے۔ ۲۶۴

بیوی کو ماں کہنے والا گنہگار اور دروغ گو ہے۔ ۲۷۰

اگر کفارۂ ظہار کی ادائیگی سے قبل شوہر نے وطی کی تو استغفار کرے اور فقط ظہار کا کفارہ دے۔ ۲۸۴

میاں بیوی کا آپس میں ایک دوسرے کو ماں بیٹا کہہ لینا لغو ہے اور یہ کلام باعث گنہگاری ہے۔ ۲۸۸

عورت کا پستان منہ میں لے لینا کچھ نہیں۔ ۲۸۸

مرد کو بیوی کا دودھ پینا حرام مگر نکاح میں خلل نہیں آتا۔ ۲۸۸

عدت ختم ہونے سے پہلے عورت کا دوسرے مرد کے ساتھ رہنا یا اس کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے۔ ۲۹۴

دوران عدت بیوہ سے نکاح بلکہ نکاح کی گفتگو بھی حرام ہے۔ ۲۹۷

سوائے شوہر کے عورت کو کسی کے لئے تین دن

Marfat.com

سے زائد سوگ جائز نہیں۔ ۲۹۸

شرع مطہر بدگمانی کو سخت حرام فرماتی ہے۔ ۳۰۰

زنا کے پانی کی شرع میں کوئی حرمت نہیں، نہ اس کے لئے کوئی عدت۔ ۳۰۰

موطوءہ بیوی کی عدت گزرنے سے قبل اس کی بہن سے نکاح ناجائز و حرام ہے۔ ۳۰۹

منکوحۂ غیر کو بے طلاق اپنے پاس رکھنے والا فاسق معلن ہے۔ ۳۱۶

معتدۂ غیر سے لاعلمی میں نکاح کر کے صحبت کی تو صحبت حرام ہے لیکن گناہ نہ ہوگا۔ ۳۱۷

متوفی عنہا زوجہا عدت میں بضرورت صرف دن میں باہر جا سکتی ہے۔ ۳۱۷

عدت کے اندر نکاح حرام ہے۔ ۳۱۷

جب تک عدت نہ گزرے نکاح تو نکاح، نکاح کا پیغام دینا حرام قطعی ہے۔ ۳۱۹

کسی کو پیسے دے کر اس کی بیوی کو طلاق دلوانا تاکہ خود اس سے شادی کرے یہ رشوت ہے۔ ۳۱۹

پیش از انقضائے عدت نکاح قطعاً ناجائز و حرام ہے اور ان پر جدا ہونا فرض ہے۔ ۳۲۳

عدتِ وفات میں عورت شوہر کے مکان سے باہر نہیں جا سکتی، ہاں جو عورت کسبِ معاش کے لئے مجبور ہو وہ دن میں باہر جائے اور رات اسی گھر میں گزارے۔ ۳۲۷

کن مجبوریوں کے سبب عورت کو عدتِ وفات میں گھر سے نکلنے کی اجازت ہے۔ ۳۲۸

اللہ تعالیٰ کے فرض کی ادائیگی میں حیلے بہانے نہ کئے جائیں۔ ۳۳۰

عدتِ وفات میں عورتوں کو کیا چیزیں منع ہیں۔ ۳۳۱

عدت کے اندر نکاح کا پیغام حرام ہے۔ ۳۳۲

عورت کا غیر شخص کے پاس ٹھہرنا حرام ہے۔ ۳۳۲

معتدۂ وفات کو کن حالات میں موضعِ عدت سے منتقل ہونے کی اجازت ہے۔ ۳۳۳

معتدہ کے نکاح میں جتنے لوگ اس سے واقف ہو کر شریک و ساعی ہوئے سب حرام عظیم میں مبتلا ہوئے۔ ۳۵۹

عورت کو بلا وجہ شرعی گھر سے نکالنے پر شوہر گنہگار ہوگا۔ ۳۶۱

بے نکاحِ جدید مرد کے لئے عدت بائن میں قربت حرام ہے۔ ۳۶۳

کتاب "بہشتی زیور" کا دیکھنا حرام ہے اس میں بہت مسائل غلط اور بہت باتیں گمراہی کی ہیں۔ ۳۶۶

دوسرے کی عورت بھگا لے جانے والا زانی ہے، مسلمان اس سے قطع تعلق کریں اور اس دوران جو بچے پیدا ہوئے اُن کا نسب اصل شوہر سے ثابت ہے۔ ۳۷۷

بے ثبوت قطعی شرعی کسی کو زانی قرار دینا درست نہیں ۳۸۱

باوجود فراش صحیح بچہ کو ولد الحرام قرار دینا ناجائز ہے۔ ۳۸۱

عورت لڑکے کے نامحرم سے شادی کرے تو اُس لڑکے کو ماں کی پرورش سے نکال لیا جائیگا لیکن ماں سے ملنے جلنے کو روکنا حرام ہے۔ ۴۱۱

Marfat.com

عورت آٹھویں دن اپنے والدین کے یہاں بے اذنِ زوج بھی جاسکتی ہے۔ ۴۱۹

والدین کے علاوہ دیگر محارم کی زیارت کو عورت سال میں ایک مرتبہ جاسکتی ہے چاہے شوہر اجازت دے یا نہ دے۔ ۴۲۰

وعدہ پر جبر نہیں۔ ۴۳۵

بدفعلی کرنے والی عورت اپنے جُرم کے مطابق مستحقِ حد یا تعزیر ہوگی شوہر اس کے اس فعل پر راضی نہ ہو اور اس کے حقوقِ واجبہ میں کوتاہی نہ کرے تو اس پر کوئی وبال نہیں۔ ۴۴۳

جن کے نفقے ذمے ہوں ادا نہ کرنا سخت گناہ ہے۔ ۴۵۴

عورت کے نفقہ کا بوجھ دُوسرا اٹھاتا ہو تب بھی مستثنیات کے علاوہ بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر کہیں نہیں جاسکتی۔ ۴۵۴

عورت والدین کی زیارت کو آٹھویں دن اور دیگر محارم کے یہاں سال بعد ایک دن بلا اذنِ شوہر بھی جاسکتی ہے بشرطیکہ رات شوہر کے پاس آجائے۔ ۴۵۴

عورت کے لئے شوہر کی طرف سے کہیں جانے کی ممانعت واجب العمل ہے۔ ۴۵۵

شوہر سرکشی پہ آمادہ ہو اور نفقہ نہ ادا کرے تب بھی عورت شوہر کے گھر ہی رہے۔ ۴۵۵

عورت پر رافضی اندیشۂ فساد ہو تو شوہر قید خانے میں اپنے پاس رکھنے کی درخواست کرسکتا ہے۔ ۴۵۵

ناشزہ عورت کو طلاق دینا شوہر پر لازم نہیں۔ ۴۶۰

غلبۂ خواہش پر قابو پانے کے لئے روزے رکھے جائیں۔ ۴۷۴

مادرِ زن کا شوہر سے نصف آمدنی مانگنا ظلم ہے جبکہ یہ مقدار نفقۂ زن سے زائد ہو۔ ۴۷۷

عورت آٹھویں دن دن بھر کے لئے اپنے والدین کی ملاقات کے لئے بے اذنِ شوہر بھی جاسکتی ہے۔ ۴۷۸

غیر محارم کے یہاں عورت شوہر کی اجازت سے بھی نہیں جاسکتی۔ شوہر اگر اجازت دے گا تو گنہگار ہوگا۔ ۴۷۸

زید آوارہ بدچلن ہے، علاوہ ازیں بیوی کے نان ونفقہ کا کفیل بھی نہیں ہوسکتا تو بیوی کو اپنے نفس کے روکنے کا اختیار ہے یا نہیں۔ ۴۸۰

وفاءِ وعدہ پر جبر نہیں۔ ۴۸۱

عورت شوہر کی نافرمانی کرے تو سخت گنہگار ہے۔ ۴۸۳

عورت سے زنا متحقق ہونے کے باوجود مرد پر واجب نہیں کہ اسے طلاق دے۔ ۴۸۵

مسجد کی طرف بلائے جانے کے جواب میں کہتا ہے کہ میں شراب خانے شراب پینے جا رہا ہوں، تو کیا حکم ہے۔ ۴۸۷

عورتوں کو ہوائے نفس کا اتباع کرنا اور اسے کسی امام کے سر رکھنا کوئی دین نہیں۔ ۴۹۳

ایک عورت کا شوہر پوری طرح بیوی کا حق ادا نہیں کرسکتا اور بوجہ جہالت طلاق بھی نہیں دیتا

Marfat.com

تو وہ عورت کیا کرے۔ ۴۹۳

کفارہ میں دیا جانے والا کپڑا ایسا ہونا چاہئے جو تین ماہ سے زیادہ چل سکے اور تمام بدن ڈھک لے۔ ۴۹۹

قصداً جھوٹی قسم کھانا گناہ ہے۔ ۴۹۹

انجمن والوں نے باہم حلف اٹھایا جو نماز نہ پڑھے اس پر اتنا جرمانہ، جو جرمانہ نہ دے اس کو انجمن سے نکال دیا جائے گا، یہ تعزیر شرعی نہیں، نہ اس میں حرج ہے۔ ۵۰۶

بلا وجہ شرعی قسم توڑنا حرام ہے، ہاں خلاف میں خیر ہو تو قسم توڑ کر کفارہ دے۔ ۵۰۷

دھوکا دے کر حج کا جھوٹا ارادہ ظاہر کیا اور اس ذریعہ سے لوگوں سے روپیہ لیا تو سخت مجرم ہے۔ ۵۰۹

کسی مسلمان پر بدگمانی جائز نہیں۔ ۵۰۹

فتنہ قتل سے بُرا ہے۔ ۵۱۷

جھوٹی بات پر قرآن مجید کی قسم کھانا یا اٹھانا سخت عظیم گناہِ کبیرہ ہے۔ ۵۷۴

سچی بات ہو تو قسم بھی کھا سکتے ہیں اور قرآن بھی اُٹھا سکتے ہیں۔ ۵۷۴

چند شخصوں نے مسجد کے اندر کہا کہ جو شخص بیٹی پر روپیہ لے یا قرضدار کے یہاں کھانا کھائے تو کلمہ شریف اور قرآن شریف سے پھرے، اس کا کاغذ بھی لکھا گیا، بعدازیں کاغذ پھاڑ ڈالا اور وہی کام کرنے لگے، ان کا کیا حکم ہے۔ ۵۷۷

بیٹی پر روپیہ لینا اور قرضدار کے یہاں کھانا اگر قرض کے دباؤ سے ہے تو ناجائز ہے۔ ۵۷۸

جو وعدہ کیا اس سے پھرنا ہرگز نہیں چاہئے، قرآن شریف میں اس پر سخت وعید فرمائی گئی ہے۔ ۵۸۱

اپنے کاروبار میں غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے متعین حصہ مثلاً سولھواں حصہ برائے ایصالِ ثواب مقرر کیا تو اس رقم کو ہر دینی کام میں صرف کر سکتے ہیں۔ ۵۸۲

چہل تنوں کی منت کی شرعی صورت اور فاضل لہو ولعب کا رَدِّ بلیغ۔ ۵۸۴

میلاد مبارک اور گیارھویں، احباب کو کھانا کھلانے مساجد میں شیرینی لے جانے یا نمازیوں کو کھلانے کی نذر فقہی نہیں لہٰذا امیر فقیر سب کھا سکتے ہیں۔ ۵۸۴

سر کی منت مانی تو اس کی قیمت کا گوشت بھی دے سکتے ہیں۔ ۵۸۹

میلاد شریف کی منت ماننا کیسا ہے۔ ۵۹۰

مجلس میلاد شریف کہ طریقہ رائجہ حرمین شریفین پر ہو اعلیٰ مستحبات سے ہے۔ ۵۹۰

مسلمان پر بدگمانی جائز نہیں۔ ۵۹۱

منتِ شرعی کا گوشت نہ تو خود کھا سکتا ہے نہ اپنی اصل اور فرع کو کھلا سکتا ہے اور نہ ہی کسی ہاشمی یا غنی کو کھلا سکتا ہے۔ ۵۹۷

ظالم کے پاس بیٹھنے سے قرآن مجید نے منع فرمایا۔ ۶۱۵

سزا وہی ہے جو مطابقِ شرع ہے اس کے خلاف کی خواستگاری ناجائز ہے۔ ۶۱۸

Marfat.com

زانی کے نکاح پر زنا سے کوئی اثر نہیں پڑتا مگر یہ
کہ اس سے مصاہرت ثابت ہو جیسے اپنی زوجہ
کی ماں یا بیٹی سے زناء کرے۔ ٦١٨
توبہ کے بعد زانی و زانیہ سے میل جول میں حرج
نہیں۔ ٦١٩
عورت کے زناء پر شوہر راضی نہ ہو تو اس پر
کچھ الزام نہیں۔ ٦١٩
جو لوگ زناء میں ساعی ہوں یا بعد زناء بلا توبہ
زانی و زانیہ کے حامی ہوئے وہ بھی مستحقِ سزائے
شرع ہیں۔ ٦١٩
کسی عورت کے ساتھ کسی نے زنا کیا شوہر نے
ازراہِ چشم پوشی سزا نہ دلوائی، یہ فعل محمود ہے۔ ٦٢٠
زناکاروں پر توبہ فرض ہے۔ ٦٢٤
زانی اور زانیہ اپنی کرتوت سے باز نہ آئیں تو ان کا
بائیکاٹ کیا جائے۔ ٦٢٤
مسلمان پر تہمت رکھنا افعالِ شنیعہ سے ہے۔ ٦٢٦
بھاوج سے مذاق اور ہاتھا پائی حرام ہے، شوہر
جان بوجھ کر چشم پوشی کرتا ہے تو "دیوث" ہے۔ ٦٢٦
کسی کے عزیز و اقارب اس کو فحاشی و بے حیائی
سے منع نہیں کرتے تو شریکِ گناہ اور مستحقِ
عذاب ہیں۔ ٦٢٦
جانور سے نابالغ نے مجامعت کی تو تنبیہ کی جائے
اور بالغ نے ایسی حرکت کی تو سزا دی جائے اور
جانور کو ذبح کرکے جلا دیا جائے۔ ٦٢٧
ہر شخص پر اس کی وسعت کے مطابق برے کام
سے روکنا ضروری ہے اس میں کوتاہی نہ کرے،
اور متعلقہ شخص باز نہ آئے تو اس پر کوئی الزام
نہیں اور راضی ہو تو خود مجرم، اس سے بھی قطع تعلق
کیا جا سکتا ہے۔ ٦٢٨
ازالۂ منکر اگر بغیر قتل کے حاصل ہو سکتا ہے تو
قتل کی اجازت نہیں۔ ٦٣٣
زناء کا سدِ باب ازالۂ منکر ہے اور ازالۂ منکر
اللہ عزوجل کے لئے ہوتا ہے لہذا اس میں محارم
اجنبی عورتیں برابر ہیں۔ ٦٣٣
بلا وجہ شرعی کسی مسلمان کو یا عالم کو مردود، اُلّو
وغیرہ کہنا ناحق ایذا دینا حرام ہے۔ ٦٤٤
مومن وہ ہے جس کے ہمسائے اس کی ایذاؤں
سے امان میں ہوں۔ ٦٤٥
کسی مسلمان کو اس کے پیشہ کے سبب سے
حقیر جاننا برا ہے۔ ٦٤٦
مسلمان کے مال کا نقصان اور اس کی ہتکِ عزت
بلاوجہ شرعی حرام ہے۔ ٦٤٦
نماز پڑھانے کے لئے تنبیہ و تفہیم چاہئے مارپیٹ
کا وقت نہیں ہے۔ ٦٤٦
بھائی ہونے کی نفی کی، اگر کوئی سلوک ایسا بھی
کیا ہو تو نفی کرسکتا ہے ورنہ تین گناہوں کا
مرتکب ہے۔ ٦٤٨
کذبِ صریح، قطعِ رحم اور ایذائے مسلم
کبیرہ گناہ ہیں۔ ٦٤٨
جملہ "اچھا ہوا فلاں کے چوری ہوگئی" کے احکام۔ ٦٤٨

Marfat.com

حسد حرام ہے۔ ۶۴۸

کسی کے نقصان پر عداوت کے سبب سے خوش ہونا عداوت کے تابع ہے، اگر عداوت مذمومہ ہے تو یہ بھی قبیح و مذموم، اور اگر عداوت محمودہ ہے جیسے اعداء اللہ سے دشمنی، تو اس میں حرج نہیں۔ ۶۴۸

بلاوجہ کسی مسلمان کو سخت وسست کہنا حرام ہے۔ ۶۵۰

سید، عالم بلکہ مرشد زادہ کو سخت وسست کہنا تو اور شدید ہے۔ ۶۵۰

مسلمانوں کو بلاوجہ شرعی مردود یا ابلیس کہنا سخت حرام ہے۔ ۶۵۲

مسلمان کو ایذا دینے کی مذمت قرآن و حدیث سے۔ ۶۵۲

بلاوجہ شرعی جو شخص دوسروں کو مردود، کافر کہے تو اس کو اس فعل سے توبہ اور شخص متعلقہ سے معافی مانگنی ضروری ہے ورنہ وہ فاسق معلن ہے۔ ۶۵۲

گمراہ و بدین فتنہ پرور کو شیطان کہہ سکتے ہیں۔ ۶۵۶

مومن صالح کو شیطان کہنا شیطان کا کام ہے۔ ۶۵۶

نفسیات

عورتوں کی غالب عادت یہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کا نکاح ثانی پسند نہیں کرتیں۔ ۲۵۰

بسا اوقات عورتیں فرقت کے بعد بھی اپنے سابق خاوند کی دوسری شادی سے غمگین ہوتی ہیں۔ ۵۶۳

قصاص

ناحق قتل مسلم سخت کبیرہ گناہ اور قاتل پر قصاص لازم ہے۔ ۶۲۹

سیاست

سیاست کا حق سلطان کو ہے۔ ۶۲۹

زانی اور زانیہ کو قتل کرنے کی اجازت غیر سلطان کو کس صورت میں ہے۔ ۶۲۹

سیاستاً قتل غیر امام کے لئے جائز نہیں، اور امام کو بھی صرف ان کبائر میں قتل جائز ہے جو متعدی الضرر ہوں، صغائر یا کبائر غیر متعدی الضرر میں قتل جائز نہیں۔ ۶۴۱

مصارف

نذر کے روپے اپنے اصول، فروع، زوج، زوجہ اور سید کو نہیں دے سکتے۔ ۵۹۴

اپنی تجارت میں سولھواں حصہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے نذر کیا اس کے مصارف کیا ہوں گے۔ ۵۹۵

بے الفاظ نذر زبان سے کہا کہ اپنے منافع تجارت سے سولھواں حصہ نیک کاموں میں اللہ تعالےٰ کے لئے صرف کیا کروں گا تو اس سے محفل میلاد، گیارھویں شریف، افطاری رمضان اور اپنے والدین و سادات علماء کی خدمت سب کچھ کر سکتا ہے۔ ۵۹۵

Marfat.com

اگر خاص الفاظِ نذر زبان سے ادا کئے تو اب والدین، سادات اور اغنیاء کو نہیں دے سکتا، دیگر محتاجوں کو دے سکتا ہے اگرچہ اس کی پھوپھی، خالہ، چچا، ماموں اور بہن بھائی ہوں۔ ۵۹۶

مالِ زکوٰۃ اور مالِ نذر محتاج طالبعلموں کو بھی دے سکتے ہیں خواہ کپڑے بنا دے خواہ اناج یا کھانا انھیں دے کر مالک کر دے، ہاں گھر میں بٹھا کر کھلانے سے زکوٰۃ و نذر ادا نہ ہوگی۔ ۵۹۶

مؤذن کی تنخواہ میں نذر یا زکوٰۃ محسوب نہیں ہو سکتی ہاں اگر بلا تنخواہ اذان دیتا ہے اور محتاج ہے تو دے سکتے ہیں۔ ۵۹۶

جو مصرفِ زکوٰۃ ہے وہی مصرفِ نذر ہے۔ ۵۹۷

حقوق العباد

مجوسی والی کو شرعاً یہ حکم ہے کہ اپنی عورت کو طلاق دے دے۔ ۳۴۲

شوہر کو عورت کے اپنے پاس رکھنے کا حق شرعاً حاصل ہے، اس حق کو خود شوہر بھی کسی اقرار نامہ کے ذریعہ باطل نہیں کر سکتا۔ ۴۱۷

ظالم شوہر کے ظلم سے بچنے کے لئے عورت کو انتقالِ سکونت کے مطالبہ کا حق ہے۔ ۴۲۰

عورت کو بلا وجہ شرعی نان و نفقہ نہ دینے والا شوہر ظالم و گنہ گار اور عورت کے حق میں گرفتار ہے۔ ۴۳۰

شوہر پر فرض ہے کہ بیوی کے نان و نفقہ کی خبر گیری کرے یا طلاق دے دے۔ ۴۳۵

بیوی کو معلق رکھنے والا شوہر گنہگار اور صریح حکمِ قرآن کا خلاف کرنے والا ہے۔ ۴۳۵

عورت کو رخصت کرا کر اپنے پاس رکھنا شوہر کا شرعی حق ہے، نفقہ اسی کے بدلہ میں ہے۔ اپنے اس حق کو شوہر خود بھی ساقط نہیں کر سکتا۔ ۴۳۷

باپ کا اپنی بیٹی کو بلا وجہ شرعی شوہر کے گھر جانے سے روکنا ظلم ہے۔ ۴۳۷

عورتوں کے حقوق سے متعلق آیاتِ قرآنیہ۔ ۴۴۶

عورت کا سکنٰی شوہر پر واجب ہے اس کو معلقہ کی طرح چھوڑ دینا حرام ہے اور گاہ گاہ اس سے صحبت کرنا بھی واجب ہے۔ ۴۴۶

عورت کے اذن و رضا کے بغیر چار مہینے تک ترکِ جماع بلا عذرِ صحیح شرعی ناجائز ہے۔ ۴۴۶

ضرورتمند باپ کی خدمت کر سکتا ہے اور نہیں کرتا ہے تو لڑکا عاق ہے۔ ۴۵۴

بعد ادائے مہرِ معجل عورت مطلقاً پابندِ شوہر ہے اس میں کوئی قید و تخصیص ادائے نفقہ و تکفل حوائج کی نہیں۔ ۴۵۵

طلاق کے بعد مہر و نفقۂ عدت کے علاوہ عورت کا کوئی حق نہیں، بعد طلاق زندگی بھر کے نفقہ کا اقرار نامہ وعدہ ہے جس کو پورا کرنا چاہیے لیکن یہ واجب نہیں۔ ۴۷۵

Marfat.com

فرائض

حیض والی عورت طلاق کے ایک مہینہ بعد نکاح کرے تو نکاح عدت کے اندر ہُوا اور ایسی عورت کو ناکح سے وراثت کا حق نہ پہنچے گا، اور مہر مثل اور مسمّی سے جو کم ہو وُہ پائے گی۔ ٣٢٠

نکاحِ فاسد و باطل میں توارث جاری نہیں ہوتا بلکہ استحقاق ارث نکاحِ صحیح سے ہوتا ہے۔ ٣٢١

جہیز اور مہر عورت کا ترکہ ہے۔ ٤٢٧

عورت شوہر اور والدین چھوڑ کر فوت ہُوئی اس کا ترکہ چھ سہام ہو کر تین سہم شوہر، دو سہم پدر اور ایک مادر کو ملے گا۔ ٤٢٧

متفرقات

علماءِ سوء کے بارے میں ایک شخص اور شیطان کے درمیان گفتگو کا واقعہ۔ ١٢٠

ایک مسئلہ تعلیق میں اقوال علماء کے درمیان محاکمہ۔ ١٢٧

درمختار کی ایک عبارت کی توضیح۔ ١٣٨

ایک نکتہ بدیعیہ۔ ١٤٤

مکابرہ کا کوئی علاج نہیں۔ ١٨١

اردو زبان میں کسی شئی کا ثبوت پہنچانا اور کوئی شئی ثبوت کو پہنچانا، ان دونوں میں فرق ہے۔ ٢٣٥

عدمِ رضا اور ترکِ استرضاء میں بہت فرق ہے۔ ٢٤٨

دل ہر وقت ایک حال پر نہیں رہتا کیونکہ القلب یتقلب۔ ٢٤٩

اذن کا علم قول سے ہوگا اور محبت وبغض کا نہیں۔ ٢٥١

اذن و رضاء کا فرق۔ ٢٥٢

حنفی مذہب سے منسوب ایک من گھڑت مسئلے کا رد۔ ٢٦٠

از روئے قرآن مجید کسی کی ماں وہی ہے جس نے اسے جنا ہے۔ ٢٧٠

عالمگیری کی دو عبارتوں کی توضیح۔ ٣٠٥

متوفی عنہا زوجہا کے بارے میں ایک عجیب تجربہ۔ ٣٣٠

زید کا دادا پٹھان تھا اور دادی اور والدہ سیدانی، اس صورت میں زید سید ہے یا پٹھان۔ ٣٦١

سبطین کریمین کی اولاد سید ہے نہ کہ بناتِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد کہ وُہ اپنے والدوں کی طرف نسبت کی جائیں گی۔ ٣٦١

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے دو سال سے زائد بچہ شکمِ مادر میں رہنے کی روایت۔ ٣٦٩

حلف کی ایک عبارت کی توضیح۔ ٥٠٥

مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے بطور تحقیق و تنقیح چند امور پر تنبیہ۔ ٥١٥

مصنف علیہ الرحمۃ کی طرف سے ائمہ کی مختلف عبارات میں تطبیق۔ ٥١٥

تطفل علی الشامی۔ ٥٣٥

ردالمحتار کی ایک عبارت کی توضیح و تشریح۔ ٥٤٣

علامہ سائحانی پر تطفل۔ ٥٥١

اصول الشاشی اور فصول کی ایک عبارت کی تشریح۔ ٥٧٧

Marfat.com

چہل تن چالیس شہداء ہیں۔ ۵۸۴

اہل وعیال اور اولاد کو جو کچھ کھلایا جاتا ہے احادیث میں اس پر صدقہ کا اطلاق آیا ہے۔ ۵۹۶

آبرو اتارنا ازناء کے لئے خاص نہیں مار پیٹ کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ ۶۱۴

گناہ تین قسم کے ہیں: ہلکے، جو حد کی حد تک نہ ہوں۔ حد سے بڑھے ہوئے، کہ حد بھی اس کا کفارہ نہ ہو سکے۔ اور متوسط، کہ حد سے پاک ہو جائیں۔ ۶۲۵

اصلاً ہر مسلمان مومن ہے، بعض اطراف کے عرف میں بُنکروں کو مومن کہنا ان کی سلیم الطبعی کی وجہ سے ہوگا اور اس لفظ کو بطورِ طعن استعمال کرنا دوہرا گناہ ہے۔ ۶۴۵

مثل اور مانند میں بہت فرق ہے۔ ۶۵۰

سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ایمانی کایمان جبرائیل، یوں کیوں نہیں فرمایا: ایمانی مثل ایمان جبرائیل۔ ۶۵۰

امام محمد نے جامع صغیر وغیرہ کتب جو بروایتِ امام ابو یوسف حضرت امام اعظم سے روایت کیں ان امام ابو یوسف کو کنیت سے کیوں یاد نہیں کیا۔ ۶۵۵

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب تعلیق الطلاق

(تعلیقِ طلاق کا بیان)

مسئلہ از ضلع مظفر پور ڈاک خانہ رائے پور سب ڈویژن سیتا مڈھی مقام گوری دروازہ سرفراز علیخاں مرسلہ ایوب علی خاں صاحب ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۷ھ

زوج زید نے عقب میں زوجہ ہندہ کے بمقابلہ بکر کے سوگند کھائی کہ ہم اپنے برادر خالد سے کارِ زمینداری نہ کرائیں گے اگر کرائیں تو اُس کی زوجہ کو طلاق ہے، بعد چند روز کے زید نے برادر موصوف سے کام مذکور کرایا اس صورت میں زوجہ ہندہ مطلقہ ہو گی یا نہیں؟ اور اگر ہو گی تو کون سی دلیل مطلقہ ہونے کی ہے کیونکہ اللہ جل جلالہ نے اپنے کلامِ مجید فرقانِ حمید میں کسی جگہ ذکر اس قسم کی سوگند کا نہیں کیا، اگر بمجرد سوگند ہندہ مطلقہ ہوئی تو کون سی صورت نکاح قائم رہنے کی ہے اور اس سوگند میں کفارہ ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں زوجہ پر ایک طلاق پڑ گئی، اس کی دلیل اجماعِ ائمۂ دین ہے کہ جب طلاق کسی شرط پر مشروط کی جائے تو اُس شرط کے واقع ہو جانے سے واقع ہو جائے گی،

فی الھدایۃ اذا اضافہ الٰی شرط وقع عقیب الشرط مثل ان یقول لامرأتہ ان دخلت الدار فانت طالق

ہدایہ میں ہے کہ اگر طلاق کو شرط کی طرف منسوب کیا ہو تو وُہ شرط کے پائے جانے کے بعد واقع ہو گی، مثلاً یُوں کہے "اگر تو گھر میں داخل ہُوئی تو تجھے طلاق ہے"

Marfat.com

وھذا بالاتفاق[1]۔ یہ ضابطہ متفق علیہ ہے۔ (ت)

بلکہ وُہ آیہ کریمہ الطلاق مرتٰن وغیرہ سے ثابت ہے،

فان الاٰیات ذکرت الطلاق بالاطلاق فشمل المنجز والمعلق۔ کیونکہ آیات میں مطلق طلاق کا ذکر ہے جو مشروط اور غیر مشروط دونوں طلاقوں کو شامل ہے (ت)

اسے سوگند یعنی یمین کہنا ایک اصطلاح علمی ہے جس کا پتا آیہ کریمہ یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللّٰہ لک الٰی قولہ قد فرض اللّٰہ لکم تحلۃ ایمانکم[2] (اے نبی صلی اللہ تعالٰی علیک وسلم! اللہ تعالٰی نے آپ کے لئے جو حلال فرمایا اسے آپ کیوں حرام فرماتے ہیں تا اللہ تعالٰی کے ارشاد: بیشک اللہ تعالٰی نے تمہارے لئے قسموں کو حلال فرمانا فرض فرمایا ہے۔ ت) سے مستفاد ہوتا ہے کہ یہاں بھی تحریم حلال ہے اور آیت میں تحریم حلال ہی کو یمین فرمایا،

علٰی ما بینہ المحقق علی الاطلاق فی الفتح قبیل باب الیمین فی الدخول والسکنٰی **اقول** وللعبد الضعیف ھھنا کلام ذکرتہ علی ھامشہ۔ جیسا کہ محقق ابن ہمام نے فتح القدیر میں دخول و سکنٰی کے باب سے تھوڑا پہلے بیان فرمایا، **اقول** (میں کہتا ہُوں) یہاں اس عبدِ ضعیف کو اعتراض ہے جس کو میں نے اس کے حاشیے پر ذکر کیا ہے۔ (ت)

بلکہ تعلیق طلاق پر حلف کا اطلاق حدیث میں بھی وارد ہے، ابن عساکر حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ماحلف بالطلاق مومن ولا استحلف بہ الا منافق[3]۔ مومن طلاق کی قسم نہیں کھاتا اور طلاق کی قسم نہیں لیتا مگر منافق۔ (ت)

مگر اس سوگند میں کفارہ نہیں کفارہ اللہ عزوجل کی قسم میں ہے نہ مجرد سوگند طلاق واقع ہوگی بلکہ بعد وقوعِ شرط واقع ہوگی۔ نکاح قائم رہنے کی صُورت یہ ہے کہ شرط واقع نہ ہو یا اگر ایک یا دو طلاق رجعی کی سوگند ہے تو بعد وقوع شرط رجعت کرلے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] الہدایہ باب الایمان فی الطلاق المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/ ۳۶۵
[2] القرآن الکریم ۶۶/ ۱
[3] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن انس حدیث ۴۶۳۴۰ کتاب الیمین من قسم الاقوال موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۶۸۹

Marfat.com

مسئلہ ۲ تا ۴ از ملک آسام ضلع جورہاٹ ڈاکخانہ کٹنگا بمقام سرائے مرسلہ سید صفاء الدین
۹ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِن مسائل میں :

سوال اوّل : زید نے اپنی پہلی زوجہ ہندہ کے نکاح کے قبل وعدہ کیا تھا کہ اگر بلا اجازت اس زوجہ مسمی بہ ہندہ کے نکاح ثانی کروں تو زوجہ ثانی کو تین طلاق ، اس صورت میں کیا حکم ہے ؟

سوال دوم : زید نے بروقتِ نکاح اپنی زوجہ ہندہ سے یہ شرط کی کہ اگر بلا اجازت تیرے نکاحِ ثانی کروں تو تجھ کو تین طلاق ۔

سوال سوم : زید نے قبل نکاح کے یہ شرط کی کہ میں اگر بلا اجازت اس منکوحہ کے نکاح ثانی کردوں تو میرا نکاح باطل ، اس صورت میں کس بی بی کو طلاق ہوگی ؟ بیّنوا توجروا ۔

الجواب

جواب سوالِ اوّل : اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب (یا اللہ ! حق وصواب کے لئے رہنمائی فرما ۔ ت) صورتِ مستفسرہ میں تعلیق صحیح ہوگئی ،

لوجود الاضافۃ الی سبب الملك وھو النکاح ولا یضرکونہ قبل نکاح الاولی اذلیس المعلق طلاقھا حتی یحتاج الی ملکھا او الاضافۃ الیہ او الی سببہ بل طلاق الاخری وقد اضافہ الی نکاحھا ۔

ملکیت کے سبب (نکاح) کی طرف اضافت پائے جانے کی وجہ سے اور پہلی بیوی کے نکاح سے قبل اضافت کا ہونا مضر نہیں ہے کیونکہ اس نکاح والی کی طلاق کو معلق نہیں کیا گیا تاکہ اس کے لئے نکاح یا نکاح کی طرف اضافت یا ملکیت یعنی نکاح کے سبب کی طرف اضافت ضروری ہو بلکہ یہ دُوسری عورت کی طلاق کی تعلیق ہے جس کو اس کے نکاح کی طرف مضاف کیا گیا ہے ۔ (ت)

درمختار میں ہے :

شرطہ الملك حقیقۃ کقنہ اوحکما کمنکوحتہ او معتدتہ او الاضافۃ الی الملك کان ملکت عبدا او ملکتك او نکحتك اھ[1] ملخصًا ۔

ثبوت تعلیق کی شرط حقیقی ملکیت جیسا کہ لونڈی یا حکمی ملکیت جیسا کہ منکوحہ بیوی یا عدت میں مصروف بیوی یا ملکیت کی طرف اضافت ہو ، مثلاً یُوں کہے اگر میں عبد کا مالک بن جاؤں یا تیرا مالک بن جاؤں یا تجھ سے نکاح کروں اھ ملخصًا (ت)

---

[1] درمختار باب التعلیق مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۳۰

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے :

الاضافة الیه بان یکون معلقا بالملك کما مثل وکقوله ان صرت زوجة لی اوبسبب الملك کالنکاح ای التزوج وکالشراء اھ[1]

ملکیت کی طرف اضافت جیسے ملکیت کے ساتھ معلق کرنا جیساکہ مثال بیان ہوئی اور یہ کہ اگر تُو میری بیوی ہوجائے یا ملکیت کے سبب کی طرف اضافت ہو یعنی نکاح کی طرف نسبت ہو، مثلاً یُوں کہے "جب میں نکاح کروں، یا خریدوں" اھ (ت)

مگر قبلِ نکاحِ ہندہ اُس کے لئے کچھ اثر نہیں کہ شرط وُہ نکاح ہے جو نکاحِ ہندہ سے ثانی ہو پس اگر پیش از نکاحِ ہندہ کسی عورت سے بے اجازت ہندہ نکاح کرے گا اُسے طلاق نہ ہوگی نہ بعد موت ہندہ اس کا اثر باقی رہے گا کہ شرط اذن ہندہ ہے اور میت صالح اذن نہیں تو بعد موت ہندہ جس سے نکاح کرے گا اس پر بھی طلاق نہ ہوگی کہ اب وُہ تعلیق ہی نہ رہی،

فان امکان البر شرط بقاء الیمین ایضا عند الطرفین کماھو شرط انعقادھا عندھما رضی الله تعالٰی عنھما۔

کیونکہ قسم کے پُورا ہونے کا امکان قسم کے باقی رہنے کیلئے بھی امام اعظم اور امام محمد رضی اللہ عنہما کے نزدیک اسی طرح شرط ہے جس طرح کہ ان کے ہاں یہ امکان قسم کے تحقق کے لئے شرط ہے (ت)

فتح القدیر میں ہے :

اذا حلف لایعطیه حتی یاذن فلان فمات فلان ثم اعطاہ لم یحنث اھ[2] مثله فی ردالمحتار عن البحر۔

جب کسی نے یہ قسم اُٹھائی کہ میں فلاں کو یہ چیز نہ دُوں گا جب تک دُوسرا فلاں اجازت نہ دے، اور دوسرے فلاں کے فوت ہوجانے کے بعد دے تو قسم نہ ٹوٹے گی اھ اسی کی مثل ردالمحتار میں بحر سے منقول ہے (ت)

ہاں بقاء میں نکاحِ ہندہ کچھ شرط نہیں یہاں تک کہ اگر ہندہ اس کے نکاح سے خارج ہوجائے اگرچہ طلاق مغلظہ سے تاہم جب تک وُہ زندہ ہے اگر بے اُس کے اذن کے نکاح ثانی کرے گا زوجہ ثانیہ پر تین طلاقیں پڑجائیں گی،

فان المرأة لاحکم لھا علی بعل

عورت کا کوئی حکم خاوند پر لازم نہیں، خاوند کے لئے

---

[1] ردالمحتار باب التعلیق دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۹۵
[2] فتح القدیر

فحال الزوجیۃ وعدمہا سواء بخلاف الرجل فانہا تحتاج شرعا الی اذنہ فی خروجہا وغیرہ من امور کثیرۃ مادامت الوصلۃ باقیۃ فاذن الرجل فی مثل قولہ لا تخرج الا باذنی ینصرف الی ذلک المعہود والثابت بالشرع اما ھو فلم تحتج الی اذنہا الا بالتعلیق ولم یفصل فیہ فلینتظم اذنہا مادامت حیۃ وان زال النکاح۔

زوجیت اور عدمِ زوجیت دونوں حال برابر ہیں، اس کے برخلاف بیوی کے لئے خاوند کا حکم لازم ہے کیونکہ بیوی باہر نکلنے اور دیگر امور میں خاوند کی اجازت کی شرعاً محتاج ہے جب تک زوجیت باقی ہے تو خاوند کا بیوی کو یہ کہنا کہ تو میری اجازت کے بغیر باہر نہ نکل، اسی عرف اور شرعی ضابطہ کی طرف سے پابندی ہے، لیکن خاوند تعلیق کے ماسوا بیوی کی کسی اجازت کا محتاج نہیں ہے اور یہاں خاوند نے کوئی تفصیل بیان نہیں کی، لہٰذا بیوی سے نکاح ختم ہو جانے کے بعد بھی خاوند بیوی کی زندگی بھر میں اجازت کے بغیر دوسری عورت سے نکاح کرے گا تو دوسری کو طلاق ہو جائیگی (ت)

ردالمحتار باب الیمین فی الضرب والقتل میں ہے:

لوقال لامرأتہ کل امرأۃ اتزوجہا بغیر اذنک فطالق فطلق امرأتہ طلاقا بائنا او ثلثا ثم تزوج بغیر اذنہا طلقت لانہ لم یتقید یمینہ ببقاء النکاح لانہا انما تتقید بہ لوکانت المرأۃ تستفید ولایۃ الاذن والمنع بعقد النکاح اھ فتح ای بخلاف الزوج فانہ یستفید ولایۃ الاذن بالعقد وکذا رب الدین کما فی الذخیرۃ۔[1]

اگر خاوند نے بیوی کو کہا میں جس عورت سے بھی تیری اجازت کے بغیر نکاح کروں تو اس کو طلاق ہوگی، اب خاوند نے بیوی کو طلاق بائنہ یا تین طلاقیں دے دیں اس کے بعد اس نے کسی عورت سے پہلی بیوی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو طلاق واقع ہو جائیگی کیونکہ اس نے قسم میں اجازت کو بیوی کے نکاح سے مقیّد نہ کیا تھا، اور یہ اجازت نکاح کے ساتھ مقیّد تب ہوتی جب عورت اپنے نکاح کی وجہ سے اذن یا منع کی ولایت حاصل کرتی اھ، فتح میں ہے، یعنی اس کے برخلاف خاوند کو نکاح کی وجہ سے ولایت اذن خود بخود حاصل ہو جاتی ہے، اور ایسے قرض دینے والے کو خود بخود قرض لینے والے پر ولایت حاصل ہو جاتی (کہ جب چاہے مطالبہ کرے) جیسا کہ ذخیرہ میں ہے۔ (ت)

پس حاصل حکم یہ کہ اگر بعد نکاح ہندہ بحالت حیات ہندہ اگرچہ بعد طلاق ہندہ بے اذن ہندہ کسی

---

[1] ردالمحتار باب الیمین فی الضرب والقتل داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۳۶

Marfat.com

عورت سے نکاح کرے گا تو نکاح کرتے ہی فوراً وُہ زوجہ ثانیہ تین طلاقوں سے مطلقہ ہوجائے گی مگر اس کا اثر صرف ایک بار رہ کر ختم ہوجائے گا یعنی اُس کے بعد اگر پھر اور نکاح بے اذنِ ہندہ کرے گا اگرچہ بعد حلالہ اُسی زوجہ ثانیہ سے، تو اب طلاق نہ ہوگی کہ تعلیق میں تعمیم نہ تھی کہ جتنے نکاح بے اذن کرے سب میں طلاق پڑے، لہذا صرف ایک بار پر انتہا ہو کر آئندہ کچھ اثر نہ ڈالے گی،

فی التنویر تنحل الیمین اذا وجد الشرط مرة الا فی کلما[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

تنویر میں ہے کہ قسم ایک دفعہ شرط کے پائے جانے سے ختم ہوجاتی ہے الا یہ کہ اس نے قسم میں کلما (جب بھی) کا لفظ استعمال کیا ہو تو قسم ختم نہ ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جواب سوال دوم: اگر یہ شرط ایجاب وقبول سے پہلے کی اگرچہ اُس کے متصل بلافصل ہی ایجاب قبول واقع ہُوئے جب تو محض باطل و بے اثر ہے لعدم الملك و الاضافة جمیعا (ملکیت اور اس کی طرف اضافت بھی نہ ہونے کی وجہ سے۔ ت) پس اگر سَو نکاح بے اجازتِ ہندہ کرے گا ہندہ پر طلاق نہ ہوگی اور اگر بعد ایجاب وقبول کی اگرچہ فوراً بلا تاخیر تو یقیناً صحیح ہوگئی لوقوعه فی الملك (ملکیت میں وقوع کی وجہ سے۔ ت) اب جب تک ہندہ اس کے نکاح یا عدت طلاق غیر مغلظ میں بے اجازتِ ہندہ نکاحِ ثانی کرے گا ہندہ پر تین طلاقیں ہوجائیں گی۔

فی الدر المختار الصریح یلحق الصریح و البائن بشرط العدة الصریح ما لا یحتاج الٰی نیة، بائنا کان الواقع به اورجعیا، فتح فمنه الطلاق الثلاث فیلحقهما[2] اھ ملخصًا۔

درمختار میں ہے: صریح طلاق، صریح اور بائنہ کو لاحق ہوسکتی ہے بشرطیکہ وُہ پہلی بائنہ کی عدت میں واقع ہو۔ صریح وُہ ہوتی ہے جس میں نیت کی ضرورت نہ ہو خواہ اس سے رجعی طلاق پڑے یا بائنہ پڑے، فتح، تو اسی قبیل سے مغلظہ طلاق ہے تو یہ رجعی اور بائنہ دونوں کو لاحق ہوسکتی ہے، اھ، ملخصاً (ت)

ہاں اگر اس نکاح ثانی سے پہلے ہندہ کو طلاقیں ایک یا دو دیں اور عدت گزر گئی اور اسی حالت میں کہ وُہ اس کے نکاح سے باہر ہے بے اُس کی اجازت کے نکاحِ ثانی کیا تو ہندہ پر طلاق نہ ہوگی کہ اس حالت میں وُہ طلاق کی محل ہی نہیں اور اس نکاحِ ثانی سے وہ تعلیق ختم ہوجائے گی یہاں تک کہ اب اگر ہندہ سے پھر نکاح کرے اور اس کے بعد کتنے ہی نکاح بے اجازتِ ہندہ کرے تو ہندہ پر طلاق نہ ہوگی، یونہی

---

[1] درمختار | باب التعلیق | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۳۱
[2] درمختار | باب الکنایات | ؍؍ ؍؍ ؍؍ | ۱/۲۲۵

Marfat.com

اگر ہندہ کو قبل از نکاح ثانی تین طلاقیں دے دیں تو اب کسی صورت میں نکاح ثانی بے اجازت ہندہ سے ہندہ پر طلاق نہ پڑے گی اگرچہ یہ نکاح اُس وقت کرے جبکہ ہندہ بعد حلالہ اس کے نکاح میں آچکی ہو لانتہاء التعلیق بتنجیز الثلاث (تین غیر معلق طلاقوں کے باعث تعلیق ختم ہونے کی وجہ سے۔ ت)

ہدایہ میں ہے :

زوال الملک بعد الیمین لا یبطلها لبقاء محله فبقی الیمین ثم ان وجد الشرط فی ملکه انحلت الیمین ووقع الطلاق وان وجد فی غیر الملک انحلت الیمین لوجود الشرط ولم یقع شیئ لانعدام المحلیة[1] اھ ملخصا۔

تعلیق اور یمین کے بعد ملکیت کا ختم ہونا یمین کو باطل نہیں کرتا کیونکہ یمین کا محل ابھی باقی ہے، پھر اگر شرط ملکیت کے دوران پائی جائے تو یمین وقسم ختم ہوجاتی ہے اور طلاق واقع ہوجاتی ہے اور اگر ملکیت کے بغیر شرط پائی جائے تو شرط کی وجہ سے قسم ختم ہوجائیگی جبکہ طلاق نہ ہوگی کیونکہ طلاق کا محل یعنی نکاح ختم ہوچکا ہے اھ ملخصا (ت)

فتح میں ہے :

لو طلقها فانقضت عدتها بعد التعلیق بدخول الدار ثم تزوجها فدخلت طلقت ولابد من تقیید عدم البطلان بما زال الملک بما دون الثلاث اما اذا طلقها ثلثا فتزوجت بغیرہ ثم عادت فدخلت لا تطلق علی ما سیأتی[2] اھ مختصرا قلت والاٰتی هو قول الهدایة ان قال لها ان دخلت الدار فانت طالق ثلثا ثم قال لها انت طالق ثلثا فتزوجت غیرہ ودخل بها ثم رجعت الی الاول فدخلت الدار لم یقع شیئ[3]

اگر خاوند نے دخول دار سے طلاق کو معلق کرنے کے بعد بیوی کو طلاق دے دی اور عدت بھی گزر گئی، اور اس کے بعد دوبارہ اس سے نکاح کیا اور اب وہ گھر میں داخل ہوئی تو اب شرط پائے جانے کی وجہ سے طلاق واقع ہوگی، اور زوالِ ملکیت سے قسم ویمین کے عدمِ بطلان کو تین سے کم طلاقوں سے مقید کرنا ضروری ہے اس لئے کہ اگر تین طلاقیں دیں اور حلالہ کے بعد دوبارہ نکاح کیا تو اب گھر میں داخل ہوئی تو طلاق نہ ہوگی، جیسا کہ عنقریب آئے گا اھ مختصراً، میں کہتا ہوں عنقریب آنے والی عبارت ہدایہ کی ہے جو یہ ہے کہ اگر خاوند نے بیوی کو کہا اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے تین طلاق،

---

[1] الهدایة باب الایمان فی الطلاق المکتبة العربیة کراچی ۲/ ۳۶۶
[2] فتح القدیر " " " نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۴۵۰
[3] الهدایة " " " المکتبة العربیة کراچی ۲/ ۳۶۹

Marfat.com

اس کے بعد خاوند نے بیوی کو بغیر تعلیق تین طلاقیں دے دیں اور کہا تجھے تین طلاق۔ اس کے بعد مطلقہ نے حلالہ شرعیہ کے بعد دوبارہ پہلے سے نکاح کیا اور اب گھر میں داخل ہوئی تو کوئی طلاق نہ ہوگی۔ (ت)

اور اگر زید نے یہ شرط نفس ایجاب وقبول میں کی تو اس کی دو صورتیں ہیں، اگر پہلے زید نے کہا کہ میں تجھے اپنے نکاح میں لایا اس شرط پر کہ اگر تیری بے اجازت کے نکاحِ ثانی کروں تو تجھ پر تین طلاق، ہندہ نے کہا میں نے قبول کیا، تو اس کا حکم مثل صورتِ اولیٰ ہے یعنی شرط محض باطل و بے اثر ہے کہ جب تک ہندہ نے قبول نہ کیا تھا وہ اس کی زوجہ نہ ہوئی تھی تو اس کی تعلیق پہلے حصول ملک یا اضافہ بہ ملک اسے کچھ اختیار نہ تھا۔ اور اگر پہلے ہندہ نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو تیرے نکاح میں دیا، زید نے کہا میں نے قبول کیا اس شرط پر کہ اگر بے تیری اجازت الیٰ آخرہ تو شرط صحیح ہوگئی اور وقوعِ طلاق کے وہی احکام ہوں گے جو اوپر گزرے کہ جب کلام اوّل جانبِ ہندہ سے تھا تو یہ تعلیق بعد تحقق ایجاب وقبول وثبوتِ زوجیت متحقق ہوئی اور اس وقت اُسے اختیار کامل تھا، خانیہ وبزازیہ وعمادیہ وبحر ونہر وغیرہا میں ہے:

واللفظ للامام الاجل فقیہ النفس رجل تزوج امرأۃ علی انھا طالق او علی ان امرھا فی الطلاق بیدھا ذکر محمد رحمہ اللہ تعالٰی فی الجامع انہ یجوز النکاح والطلاق باطل ولایکون الامر بیدھا، قال الفقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ تعالٰی ھذا اذا بدأ الزوج فقال تزوجتك علی انك طالق وان ابتدأت المرأۃ فقالت زوجت نفسی منك علی انی طالق فقال قبلت جاز النکاح ویقع الطلاق لان البدایۃ اذا کانت من الزوج کان الطلاق والتفویض قبل النکاح فلا یصح

الفاظ امام فقیہ النفس کے ہیں کہ ایک شخص نے ایک عورت کو کہا میں تجھ سے اس شرط پر نکاح کرتا ہوں کہ "تو طلاق والی ہے" یا اس شرط پر کہ طلاق کا اختیار تیرے ہاتھ میں ہے"۔ اس کے متعلق امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے جامع میں ذکر فرمایا کہ یہ نکاح صحیح ہے اور طلاق کی شرط باطل ہے اور بیوی کو طلاق کا اختیار بھی نہ ہوگا۔ اس پر فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ اگر خاوند نے ابتدا کرتے ہوئے کہا "میں تجھ سے اس شرط پر نکاح کرتا ہوں کہ تجھے طلاق ہے"، تو پھر مذکور حکم یعنی نکاح صحیح اور طلاق باطل ہے اور اگر عورت ابتدا کرتے ہوئے کہے میں نے اپنے آپ کو تجھ سے نکاح دیا اس شرط پر کہ مجھے طلاق ہو تو خاوند نے جواب میں کہا میں نے قبول کیا، تو نکاح صحیح ہوکر طلاق ہوجائے گی کیونکہ خاوند کی طرف سے ابتدا کرنے میں طلاق اور تفویض، نکاح سے قبل

Marfat.com

اما اذا کانت البدایۃ من قبل المرأۃ یصیر التفویض بعد النکاح لان الزوج لما قال بعد کلام المرأۃ قبلت والجواب یتضمن اعادۃ مافی السؤال صار کانہ قال قبلت علی انك طالق او علی ان یکون الامر بیدك فیصیر مفوضا بعد النکاح[۱] اھ باختصار **اقول** انت تعلم ان کلام المرأۃ لاعبرۃ بھا فی ھذا الباب انما جاء الصحۃ من قبل تقدیرہ فی قبول الزوج لاجل ان السؤال معاد فی الجواب فاذا وقع فیہ تحقیقا کان اولی بالصحۃ کما یرشدك الیہ قولہ رحمہ اللہ تعالٰی قال قبلت علی انك طالق الخ وبما افاد فی الخانیۃ ظھر الفرق بین البدایتین کما اوضحناہ فیما علقناہ علی رد المحتار وان کان خفی علی العلامۃ الشامی رحمہ اللہ تعالٰی۔

ہُوئی تو طلاق کی شرط صحیح نہ ہُوئی، لیکن عورت کی طرف سے ابتداء ہُوئی تو پھر طلاق کی تفویض نکاح کے بعد ہُوئی کیونکہ جب زوج نے عورت کی کلام کے بعد جواب میں "میں نے قبول کیا" کہا، تو چونکہ جواب میں سوال کا اعادہ معتبر ہوتا ہے تو گویا خاوند نے یُوں کہا کہ "میں نے نکاح قبول کیا اس شرط پر کہ تجھے طلاق ہو یا طلاق کا معاملہ تیرے اختیار میں ہو" تو یُوں نکاح پہلے ہوگیا اور تفویض طلاق بعد ہوئی اھ، اختصارًا۔ **اقول** (میں کہتا ہُوں) آپ کو معلوم ہے کہ طلاق کے معاملہ میں عورت کی بات کا اعتبار نہیں ہوتا لیکن یہ طلاق خاوند کے نکاح کو قبول کرنے پر خاوند کی طرف سے مقدر ہُوئی کیونکہ خاوند کے جواب میں سوال کا اعادہ معتبر ہے، تو جب سوال حقیقتاً ... صحت نکاح پر طلاق کا مرتب ہونا بطریق اولیٰ ہوگا جیسا کہ ابولیث رحمہ اللہ تعالٰے کا قول کہ خاوند کا "قبول ہے" کہہ کر کہنا اس شرط پر کہ تجھے طلاق ہے الخ، تیری رہنمائی کر رہا ہے، اور خانیہ کا یہ بیان دونوں ابتداؤں میں فرق کو واضح کر رہا ہے جیسا کہ ہم نے اس کو ردالمحتار کے حاشیے میں واضح کیا ہے' اگرچہ یہ فرق علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰے پر مخفی رہا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

لوقال لھا تزوجتك علی ان امرك بیدك فقبلت جاز النکاح ولغا الشرط لان الامر انما یصح

اگر مرد کسی عورت کو کہے کہ میں نے تجھ سے اس شرط پر نکاح کیا کہ طلاق کا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے، تو عورت نے قبول کر لیا، اس صورت میں نکاح صحیح اور شرط لغو ہوگی کیونکہ طلاق کا

[۱] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی النکاح علی الشرط نول کشور لکھنؤ ۱/ ۰۰

Marfat.com

فی الملك او مضافا الیه ولم یوجد واحد منهما بخلاف ما مر فان الامر صار بیدها مقارنا لصیرورتها منکوحۃ اھ نھر، والحاصل ان الشرط صحیح اذا ابتدأت المرأۃ لا اذا ابتدأ الرجل ولکن الفرق خفی[1] الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اختیار دینا نکاح میں یا نکاح کی طرف منسوب کرنے میں درست ہوسکتا ہے جب کہ یہاں دونوں باتوں میں کوئی بھی موجود نہیں ہے اس کے برخلاف جب عورت ابتدا کرے تو پھر اختیارِ طلاق عورت کو بیوی بننے سمیت ہُوا، اھ، نہر۔ حاصل یہ ہے کہ اگر عورت ابتدا کرے تو شرط صحیح ہوگی اور اگر مرد ابتدا کرے تو شرط صحیح نہ ہوگی، لیکن مخفی رہا، الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

جواب سوال سوم: دُوسری کو مگر اُنھیں شرائط سے جو جواب اوّل میں گزریں کہ پہلا وُہ نکاح جو بعد نکاحِ ہندہ بحیاتِ ہندہ اگرچہ بعد افتراق ہندہ بے اجازت ہندہ کسی عورت سے کرے گا اُس عورت کو طلاق ہوگی، اصل یہ ہے کہ یہ لفظ کہ "تو میرا نکاح باطل، محل ومحتمل تھا" کہ اس میں بیان نہ کیا کہ کون نکاح باطل، اگر بعد نکاحِ ہندہ یہ الفاظ کہتا یا قبل نکاح یُوں کہا ہوتا کہ اگر ہندہ سے نکاح کروں اور اس کے بعد کسی عورت سے بے اُس کی اجازت کے نکاحِ ثانی کروں تو میرا نکاح باطل، تو اُسے اختیار تھا کہ زوجۂ اُولٰی یا ثانیہ جس کی طرف چاہے پھیر دے کہ دونوں اس تعلیق تطلیق کی صالح تھیں،

الاولی لتحقق الملك وفی الاخری کالاخری فیھما لحصول الاضافۃ۔

پہلی کو اس لئے کہ وُہ ملکیتِ نکاح میں ہے اور دوسری کے لئے اس کے لئے کہ یہ پہلی کے بعد دوسری ہے اور اضافتِ نکاح موجود ہے (ت)

فتح القدیر پھر ہندیہ میں ہے:

لو قال لامرأۃ ان تزوجت علیك ما عشت فالطلاق علی واجب ثم تزوج علیھا تقع تطلیقۃ علی واحدۃ منھما یصرفھا الی ایتھما شاء[2] اھ ملخصًا۔

اگر کسی عورت کو کہا "جب تک تُو زندہ ہے تجھ پر نکاح کروں تو مجھ پر طلاق واجب ہے" اس کے بعد خاوند نے اس پر دُوسرا نکاح کرلیا تو یہ طلاق ان بیویوں میں سے ایک پر پڑ جائے گی، دونوں میں سے جس کی طرف چاہے طلاق کو پھیر دے اھ ملخصًا (ت)

---

[1] ردالمحتار | باب الرجعۃ | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۵۴۰
[2] فتاوٰی ہندیہ | فصل الثالث فی تعلیق الطلاق الخ | نورانی کتب خانہ پشاور | ۱/۴۲۶
فتاوٰی قاضیخاں | باب التعلیق | نول کشور لکھنؤ | ۱/۲۳۷

Marfat.com

یہاں کہ قبل نکاحِ ہندہ یہ لفظ کہا اور اس میں نکاحِ ہندہ کی طرف وہ اضافت بھی نہیں جو یہاں کام دے یعنی صریح الفاظِ شرط کہ زنِ معینہ میں اسی کی حاجت ہے معنیٔ شرط کافی نہیں،

كما فى الفتح وغيره قال فى الدر يكفى معنى الشرط الا فى المعينة باسم او نسب او اشارة[1] الخ۔

جس طرح فتح وغیرہ میں ہے، دُر میں کہا کہ شرط کا معنی کافی ہے ماسوائے نام یا نسب یا اشارہ کے ساتھ معین کردہ عورت کے۔ (ت)

غرضکہ صرف نکاحِ ثانیہ کی طرف اضافت اور صحتِ تعلیق کئے سے وجود ملک یا اضافت بملک لازم تو ہندہ اس تعلیق کی اصلاً محل نہیں، لاجرم زوجۂ ثانیہ متعین ہوگئی، بالجملہ ہندہ اس تعلیق میں اجنبیہ محض ہے بخلاف ثانیہ، تو اجنبیہ کی طرف پھیرنے کی کوئی راہ نہیں،

لما فيه من اهمال الكلام هو محترز عنه مهما امكن اعماله۔

کیونکہ اس میں کلام کو مہمل بنانا لازم آتا ہے جبکہ اس سے حتی الامکان بچنا ہوتا ہے (ت)

یہ تو ایسا ہُوا جیسے اپنی عورت اور ایک اجنبیہ کو ملا کر کہا میں نے تم دونوں میں ایک کو طلاق دی خواہی نخواہی اس کی عورت ہی پر طلاق پڑے گی اجنبیہ کی طرف پھیرنے کا اختیار نہ دیا جائے گا کہ اُسے طلاق دینا اس کے قابو میں نہ تھا،

فى الهندية لوضم الى امرأته امرأة اجنبية وقال احدكما طالق او قال هذه طالق او هذه لا تطلق امرأته الا بالنية لان الاجنبية محل لذلك خبرا وان لم تكن محلا له انشاءً وهذه الصيغة بحقيقتها اخبار ولو قال فى هذه الصورة طلقت احدكما طلقت امرأته من غير نية ذكره فى طلاق الاصل[2] اھ

ہندیہ میں ہے: اگر خاوند اپنی بیوی کے ساتھ اجنبی عورت کو ملا کر کہے تم دونوں میں سے ایک کو طلاق، یا یُوں کہا اِس کو یا اِس کو طلاق ہے، تو اس کی بیوی کو بغیر نیّت کئے طلاق نہ ہوگی، کیونکہ اجنبی عورت اگرچہ انشاءِ طلاق کے لئے محل نہیں لیکن طلاق کی خبر و حکایت کا محل ہے جبکہ خاوند کا کلام حقیقۃً خبر ہے، ہاں اگر یُوں کہے میں نے تم دونوں میں سے ایک کو طلاق دی، تو بیوی کو نیّت کے بغیر طلاق ہوجائے گی، اس کو مبسوط کے طلاق میں ذکر

---

[1] درمختار | باب التعلیق | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۳۰

[2] فتاوٰی ہندیہ | الفصل الاول فی الطلاق الصریح | نورانی کتب خانہ پشاور | ۱/۳۶۳

Marfat.com

وانت تعلم ان التعلیق انشاء التعلیق و ان الاولی لیست محلا له لترك الاضافة فوجب الصرف الی المحل لابقاء العمل وھذا کله واضح جدا، واللہ تعالٰی اعلم۔

کیا ہے اھ، آپ کو معلوم ہے کہ معلق کرنا، تعلیق کا انشاء ہے، جبکہ اجنبیہ اس کا محل نہیں کیونکہ وہ نہ نکاح میں ہے اور نہ اس سے نکاح کی طرف نسبت ہے اس لئے محل کی طرف پھیرنا ضروری ہے تاکہ کلام بامقصد بن سکے، اور یہ تمام خوب واضح ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے بعوض ہزار روپیہ کے نکاح کیا اور قبل نکاح درمیان نکاح کے یہ شرط کی کہ نصف مہر یعنی پانسو روپیہ اگر عندالطلب زوجہ ادا نہ کروں تو ہندہ پر تین طلاقیں ہیں، پس نکاح کے بعد ہندہ مذکور نے روپیہ طلب کیا زید نے روپیہ مذکورہ اس وقت ادا نہ کیا اور شرط مذکورہ ایجاب میں ہُوا تھا اور ایجاب جانب عورت سے اور قبول جانب مرد سے، اب اس صورت میں ہندہ پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں ہندہ پر تین طلاقیں ہوگئیں، فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

تزوج علٰی انھا طالق ذکر محمد رحمہ اللہ تعالٰی انه یجوز النکاح والطلاق باطل قال الفقیه ابو اللیث رحمہ اللہ تعالٰی ھذا اذا بدأ الزوج فقال تزوجتك علٰی انك طالق وان ابتدأت المرأة فقالت زوجت نفسی منك علی انی طالق فقال قبلت جاز النکاح ویقع الطلاق[1] الخ واللہ تعالٰی اعلم۔

مرد نے کہا میں تجھ سے اس شرط پر نکاح کرتا ہُوں کہ تجھے طلاق ہے، امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا تو نکاح صحیح اور طلاق باطل ہوگی۔ فقیہ ابولیث رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا یہ جب ہے کہ یہ بات خاوند پہلے کہے، اگر عورت نے ابتداء کرتے ہُوئے یُوں کہا "میں نے اپنے آپ کو تیرے نکاح میں اس شرط پر دیا کہ مجھے طلاق ہو، تو خاوند کے قبول کرنے پر نکاح صحیح ہو کر طلاق ہوجائے گی الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶: از مدراس محلہ جمکنڈی مسیت مکہ مرسلہ مولوی عبدالرزاق صاحب ۷ محرم ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص حنفی نے یمین مضاف کی ہو اس طرح پہ

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی النکاح علی الشرط نولکشور لکھنؤ ۱/۱۵۲

Marfat.com

کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تو طلاق ہے و طلاق ہے و طلاق ہے، آیا اس کو تقلید مذہب شافعی کی جائز ہے تاکہ وطی اس عورت کی بلا تردد ہو جائے کیونکہ عند الشافعی یمین مضاف میں طلاق نہیں واقع ہوتی

کمافی الدر المختار فی المجتبیٰ عن محمد فی المضافۃ لایقع وبہ افتی ائمۃ خوارزم انتہی وھو قول الشافعی[1] یا نہیں۔

جیسا کہ درمختار میں ہے کہ مجتبیٰ میں امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ جس عورت کے نکاح سے کوئی شرط منسوب کی جائے تو طلاق نہ ہوگی۔ اسی پر ائمہ خوارزم کا فتوٰی ہے اھ، یہی امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کا قول ہے یا نہیں۔ (ت)

الجواب

ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے کہ یمین مضاف منعقد ہے اور ایسی صورت میں نکاح کرتے ہی فورًا طلاق بائن ہو جائے گی، وہ روایت ضعیفہ کہ مجتبٰی میں امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے جس کا پایا بیان کیا قطع نظر اس سے کہ زاہدی چنداں موثوق فی النقل نہیں وہ خود بھی اس کے ضعف کا معترف ایسی روایات شاذہ ساقطہ پر فتوٰی دینا جائز نہیں ولہذا علماء تصریح فرماتے ہیں کہ نہ مفتی کو اس روایت پر افتا کی مجال، نہ کسی کو اس پر عمل حلال۔ درمختار میں عبارت منقولہ سائل کے بعد ہے: ھذا یعلم ولایفتی بہ[2] (اس کو معلوم کرلیا جائے لیکن اس پر فتوٰی نہ دیا جائے۔ ت) ردالمحتار میں ہے:

فی البزازیۃ وعن الصدر اقول لایحل لاحد ان یفعل ذٰلک وقال الحلوانی یعلم ولایفتی بہ لئلا یتطرق الجھال الی ھدم المذھب اھ بحر[3]۔

بزازیہ میں ہے اور صدر سے مروی ہے میں کہتا ہوں کہ کسی کو یہ کام حلال نہیں، اور حلوانی نے فرمایا معلوم کرلیا جائے لیکن اس پر فتوٰی نہ دیا جائے تاکہ جاہل لوگ مذہب کے خلاف نہ مصروف ہو جائیں اھ بحر۔ (ت)

اسی میں ہے:

فلیس للمفتی الافتاء بالروایۃ الضعیفۃ وکونھا افتی بھا کثیر من ائمۃ خوارزم

مفتی کو ضعیف روایت اختیار نہیں کرنی چاہئے، اور ائمہ خوارزم کا اس پر فتوٰی اس کے ضعف کو

---

[1] درمختار | باب التعلیق | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۳۱
[2] ایضاً
[3] ردالمحتار | " | الطباعۃ المصریۃ بمصر | ۲/۴۹۶

Marfat.com

لاینفی ضعفها ولذا اتقدم عن الصدر انه لایحل لاحدان یفعل ذلك وكذا ماتقدم عن الحلوانی من انه یعلم ولایفتی به فلوتثبت هذه الروایة عن محمد وكانت صحیحة لبنوا الحكم علیها ولم یحتاجوا الی بنائه علی مذهب الشافعی فهذا یدل علی انها روایة شاذة كمایشیر الیه كلام المجتبی المار[1]

ختم نہیں کر سکتا، اسی لئے صدر سے منقول گزرا کہ کسی کو یہ کام حلال نہیں۔ اور یُوں ہی علامہ حلوانی سے منقول گزرا کہ اس کو جان لیا جائے مگر فتوٰی نہ دیا جائے، تو اگر یہ بات امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے صحیح ثابت ہو تو پھر چاہیئے تھا کہ اس قول محمد رحمہ اللہ تعالٰی کو مبنیٰ حکم بناتے اور امام شافعی کے قول کے محتاج نہ ہوتے، اس سے معلوم ہُوا کہ یہ روایت شاذ ہے جیسا کہ اس پر گزشتہ مجتبٰی کا کلام اشارہ کر رہا ہے۔ (ت)

پھر اگر مخلص چاہے تو کچھ تقلیدِ امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حاجت نہیں، خود اپنے مذہب میں مخلص موجود ہے مثلاً صورتِ مستفسرہ میں اس عورت سے نکاح کرلے، نکاح کرتے ہی طلاق پڑ جائے گی اور ازانجا کہ عورت غیر مدخولہ ہے اور اُس نے تین طلاقیں بتفریق ذکر کی ہیں کہ طلاق ہے و طلاق ہے و طلاق ہے لہٰذا ایک ہی واقع ہوگی،

فی الدرالمختار وان فرق بوصف او خبر او جمل بعطف اوغیرہ بانت بالاولٰی لاالی عدۃ ولذا لم تقع الثانیة بخلاف الموطوءۃ حیث یقع الکل[2]

درمختار میں ہے: اگر طلاق کو متفرق وصف یا خبر یا حکم کے ساتھ متفرق کرے خواہ عطف کے ذریعہ یا بغیر عطف تو عورت پہلی طلاق سے ہی بائنہ ہوجائے گی اور عدّت نہ ہوگی، اسی وجہ سے دوسری طلاق واقع نہ ہوگی اس کے برخلاف اگر وطی شدہ بیوی کو ایسے کہا تو سب طلاقیں واقع ہوں گی۔ (ت)

پس اُسی وقت پھر اُس سے نکاح کرلے اب طلاق نہ پڑے گی کہ یمین ایک بار سے کھُل گئی،

فی التنویر الفاظ الشرط ان واذا واذا ما وكل وكلما ومتی ومتی ما

تنویر میں ہے: عربی شرط کے الفاظ یہ ہیں: ان، اذا، اذاما، کل، کلّما، متٰی، متٰی ما'

---

[1] ردالمحتار باب التعلیق الطباعة المصریة بمصر ۲/۴۹۷

[2] درمختار باب طلاق غیرالمدخول بها مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۳

Marfat.com

تنحل الیمین اذا وجد الشرط مرۃ الا فی کلما فانہ ینحل بعد الثلاث[1]

ان تمام الفاظ کی شرط جب پائی جائے تو قسم ختم ہوجائے گی ماسوائے لفظ "کلما"، کیونکہ اس میں شرط تین طلاقوں کے بعد ختم ہوگی۔ (ت)

مگر اتنا ہوگا کہ عورت پر صرف دو طلاقوں کا مالک رہے گا کہ ایک تو نکاح پیشیں میں پڑ چکی اب اگر کبھی دو طلاقیں دے گا مغلظ ہوجائے گی۔ دُوسری صُورت یہ ہے کہ کسی ذی علم کے سامنے تذکرہ کرے کہ میں نے یُوں حلف کرلیا ہے مجھے نکاح فضولی کی حاجت ہے یا کیا اچھا ہوتا کہ کوئی شخص بے میری توکیل کے بطور خود میرا نکاح اُس سے کردے تا ذی علم مذکور خود یا کسی اور سے کہہ کر عورت کا نکاح اس سے کر دے جب اس شخص کو نکاح کی خبر پہنچے یہ زبان سے کچھ نہ کہے بلکہ کوئی فعل ایسا کرے جس سے اُس نکاح موقوف کی اجازت ہوجائے، مثلاً عورت کو مہر بھیج دے یا لوگوں کی مبارکباد قبول کرے کہ اس صُورت میں نکاح ہوجائے گا اور طلاق اصلاً واقع نہ ہوگی۔

فی ردالمحتار عن البحر عن البزازیۃ ینبغی ان یجیئ الی عالم ویقول لہ ما حلف و احتیاجہ الی نکاح الفضولی فیزوجہ العالم امرأۃ و یجیز بالفعل فلا یحنث وکذا اذا قال لجماعۃ لی حاجۃ الی نکاح الفضولی فزوجہ واحد منھم اما اذا قال لرجل اعقد لی عقد فضولی یکون توکیلا اھ[2]

ردالمحتار میں بحر سے منقول اور وہاں بزازیہ سے منقول ہے کہ مناسب ہے کہ کسی عالم کے پاس آکر جو اس نے قسم اٹھائی ہے اس کو بیان کرے اور کسی ایسے فضولی شخص (جو اس کی بیوی کو پہچانتا ہو) کی ضرورت کو بیان کرے تو وہ عالم اس کا کسی عورت سے نکاح کردے اور یہ اس عالم کی کاروائی کو کسی اپنے عمل سے جائز کردے تو حانث نہ ہوگا اور یونہی کسی ایسی جماعت کے سامنے اپنے لئے فضولی کے نکاح کی ضرورت کو پیش کرے تو اس جماعت میں کوئی شخص خود اس کا نکاح کردے البتہ خاص کسی شخص کو فضولی بننے کے لئے نہ کہے، کیونکہ کسی کو کہنا کہ تُو فضولی بن میرا نکاح کردے، تو یہ فضولی نہ ہوگا، بلکہ یہ تو اس کو وکیل بنانا ہُوا، اھ۔ (ت)

مسئلہ از سیتاپور ۶ رمضان المبارک ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ زن وشو میں باہم نزاع لفظی واقع ہُوا اُس پر شوہر نے کہا تُو میری چیز کھائے تو طلاق ہے، شوہر کی مراد اس سے نقصان نکاح کی ہرگز نہیں ہے غصّہ میں

---

[1] درمختار | باب التعلیق | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۲۳۱

[2] ردالمحتار | " " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/ ۴۹۷

Marfat.com

ایک مہمل لفظ زبان سے نکل گیا اب زوجہ شوہر کی دی ہُوئی کوئی چیز نہ لیتی ہے نہ کھاتی ہے نہ پہنتی ہے نہ قریب آتی ہے، اور کہتی ہے کہ مجھ کو یہ خوف ہے کہ اگر میں کھاؤں گی تو مجھ پر شرعی نقصان پڑ جائے گا، شوہر اس امر سے قطعی انکار کرتا ہے اُس کا بیان ہے کہ غصہ میں میرے مُنہ سے نکل گیا ہے ہرگز میری یہ مراد نہ تھی بقسم شرعی کہتا ہے، یوم عقد سے گا ہے اُس نے ایسا لفظ بد مُنہ سے نہیں نکالا ہے۔ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔

الجواب

اگر الفاظ اسی قدر تھے جو مذکور ہُوئے جن میں کچھ ذکر نہیں کہ کون طلاق ہے کس پر طلاق ہے، اور ایسی حالت میں شوہر کا بقسم بیان کہ ان الفاظ سے میں نے طلاق زوجہ کی نیت نہ کی، تو صورتِ مذکورہ میں بموجب روایاتِ کثیرہ فتاوٰی قاضی خاں وفتاوٰی خلاصہ وفتاوٰی بزازیہ وفتاوٰی ہندیہ وفتاوٰی ذخیرہ ومحیط امام برہان الدین وقنیہ و بحر الرائق و درمختار وغیرہا ان الفاظ سے نکاح پر کوئی اثر نہ اب ہے نہ آئندہ کسی چیز کے کھانے سے پیدا ہو، اور بنظرِ دقیق احتیاط یہ ہے کہ اگر الفاظ یہی تھے کہ میری چیز کھائے الخ جب تو جو چیز کھانے سے پہلے زوجہ کو شوہر ہبہ کردے کہ اب میری چیز کھانا صادق نہیں، اور اگر لفظ وُہ ہیں جو کرامت نامہ میں ارشاد ہُوئے کہ اب اگر میری لائی ہُوئی کھائے الخ تو علاج یہ ہے کہ خود کوئی چیز نہ لائی جائے نوکر یا عزیز یا غیر اوروں سے منگوا کر دی جائے، یہ احتیاط صرف کھانے میں ہے اس کے سوا پہننا، بولنا، قریب آنا جانا وغیرہا کسی فعل سے کوئی اثر ضرر نہیں اور ایک بار سہواً خواہ قصداً ایسا واقع ہو جائے کہ خلافِ شرط کھانا عمل میں آئے تو الفاظ مذکورہ سے بنظرِ احتیاط بھی صرف ایک طلاق رجعی کا حکم ہوگا کہ عدت کے اندر فقط زبان سے اتنا کہہ دینا کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھیر لیا کفایت کرے گا، اس کے بعد وُہ شرط باطل ہو جائے گی جو چاہے اور جتنی بار چاہے شوہر کی چیز اُس کی لائی ہُوئی کھائے ہرگز طلاق نہ ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

Marfat.com

نوٹ

اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کا یہ وہ مفصل فتویٰ ہے جس کا ذکر پیش لفظ میں گزر چکا ہے، یہ فتویٰ فتاوٰی رضویہ قدیم میں شامل نہ تھا، اس مسئلہ کی اہمیت اور اس باب سے متعلقہ ہونے کے پیش نظر اس مقام پر جلد ہذا میں شامل کر لیا گیا ہے۔

مسئلہ ۸ از انبٹھہ ضلع سہارن پور مرسلہ فضل کریم انصاری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمّی فضل کریم نے اپنی زوجہ مسماۃ حسینہ بی کو بلایا، اس کی والدہ نے بھیجنے سے انکار کیا، فضل کریم اس کے پاس گیا اور سمجھایا، جب دیکھا کہ وہ راضی نہیں ہوتی تو اس سے کہا کہ "اگر آج آپ عصر تک اپنے گھر نہ آئیں تو میں آپ کو اپنے نکاح سے علیحدہ کر دوں گا" اور اثنائے راستہ میں بہنگام واپسی مکانِ خسر خود صدیق احمد یا تایا زوجۂ خود کے مل جانے پر اُس سے بھی فضل کریم نے کہا کہ "ان کو سمجھا کر بھجوا دو میں کہہ آیا ہوں کہ عصر تک اپنے گھر نہ آئیں تو میں اپنے نکاح سے علیحدہ کر دوں گا"۔ اس پر اہالی زوجہ نے اس کو روک رکھا اور لفظ یہ بتائے کہ فضل کریم یہ لفظ کہہ گیا تھا کہ "اگر آپ عصر تک اپنے مکان میں نہ آئیں تو میری طرف سے جواب ہے"۔ اور یہ الفاظ فضل کریم نے بحالتِ غیظ و غضب کہے تھے نیز یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ فضل کریم نے باہر از مکان خسر خود تایا زوجۂ خود سے کہا تھا کہ "معافی نامۂ مہر میرے پاس لکھا رکھا ہے اور میں کہہ آیا ہوں کہ "اگر عصر تک آپ اپنے گھر نہ آئیں تو میری طرف سے جواب ہے"۔ فضل کریم ان الفاظ سے منکر ہے نیز بحلفِ شرعی کہتا ہے کہ "بالفرض لفظ یوں ہوں یا کچھ ہوں جو کچھ بھی میں نے کہا تھا اس سے زوجۂ مذکورہ کو طلاق دینے کی نیت میری نہ تھی" اس پر بعض صاحبان[ع] نے بے تحکیم فضل کریم

ع: یعنی جناب مولوی اشرفعلی صاحب تھانوی مصنف حفظ الایمان جن کی نسبت حسام الحرمین شریف میں علماء کرام حرمین شریفین کا حکم مشہور و معروف ہے ۱۲

Marfat.com

(بوجہ مراسم تایا مسماۃ حسینہ بی تایا مذکور کے بلالانے پر) بطور خود حَکَم ہونے کا دعویٰ کیا اور یہ فیصلہ لکھ دیا کہ زوجۂ فضل کریم مسماۃ حسینہ بی پر ایک طلاق بائن ہوگئی اور اس صورت میں کہ فضل کریم نے لفظ "جواب ہے" کہا تھا نیتِ فضل کریم کی حاجت نہیں، اور زوجہ حسینہ بی اپنے معاملہ میں قاضی ہے، اور یہ بھی لکھا کہ فضل کریم شہادت پیش کرنے سے قاصر رہا حالانکہ منجانب حسینہ بی اُس کے رشتہ دار گواہ جو ثقہ اور عادل ہیں پیش ہوئے اگرچہ فیصلہ مذکور میں شہادت پیش کرنے سے قاصر رہا حالانکہ منجانب حسینہ بی اس کے رشتہ دار گواہ جو ثقہ اور عادل ہیں پیش ہوئے اگرچہ فیصلہ مذکور میں شہادت پیش شدہ غیر محدود صورت کے ساتھ ہے لیکن ایک اقربا حسینہ بی سے معلوم ہوا کہ تایا مذکور و چچی و تائی زوجہ مذکور نے اور اُن کی ایک ماما غیر پردہ نشین نے بیانِ مسماۃ حسینہ بی کی تائید کی ہے۔

قابلِ استفتاء یہ امور ہیں کہ یہ فیصلہ کرنا اور صورتِ مذکورہ میں طلاق کا حکم دینا شرعاً حق ہے یا باطل۔ اور عورت کو اس موقعہ پر کیا سمجھنے کا حکم ہے وہ خود قاضی ہوسکتی ہے یا نہیں، اور جن لوگوں نے ایسا فیصلہ دیا اُن کی نسبت کیا حکم ہے اور ان ہر دو اقوال میں فضل کریم شوہر کا قول معتبر ہے یا زوجہ حسینہ بی اور اس کے اقربا مذکورہ کا، اور ان ہر دو الفاظ سے شرعاً کسی قسم کی طلاق مذکورہ بالا صورت میں عائد ہوگی یا نہیں، مدلل مرقوم فرمائیں بیّنوا توجروا۔ احقر فضل کریم انصاری ساکن انبٹھہ ضلع سہارنپور

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب

صورتِ مستفسرہ میں ہرگز حکمِ طلاق نہیں، یہاں شرعاً فضل کریم کا قول معتبر ہے کہ حسینہ طلاق کی مدعیہ ہے اور فضل کریم اُس سے منکر، اور قاعدۂ شرع ہے کہ القول للمنکر والبینۃ علی المدعی (منکر کی بات معتبر ہے اور گواہی مدعی کے ذمہ ہے۔ت) اگر اس نے یہی لفظ کہے تھے کہ "نکاح سے علیحدہ کردوں گا" جب تو ظاہر ہے کہ یہ نرا وعدہ ہے اور وعدے سے طلاق نہیں ہوتی۔ جواہر الاخلاطی میں ہے:

طلاق میکنم طلاق بخلاف قولہ کنم لانہ یتمحض الاستقبال[1]

طلاق میکنم، حال ہونے کی وجہ سے طلاق ہے اس کے برخلاف "طلاق کنم" کہا تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ یہ محض استقبال ہے (ت)

اور اگر بالفرض اس نے وہی لفظ کہے ہوں جو اہلِ زن بیان کرتے ہیں تو جبکہ وہ عدم نیت طلاق پر حلف کرتا ہے حکم طلاق محض باطل وخطا ہے،

اوّلاً لفظِ جواب اگرچہ اُردو میں بمعنے ترکِ تعلق بھی آتا ہے جس کے سبب طلاق سے کنایہ ہوسکتا ہے

---

[1] جواہر الاخلاطی فصل فی طلاق الصریح قلمی نسخہ ص ۶۹

Marfat.com

نوکر کو جواب دے دیا یعنی برخاست کر دیا مگر وہ اُردوئے معلّٰی بلکہ فارسی میں بھی بمعنی رَدّ و انکار و عدمِ قبول شائع و ذائع ہے گدارا جواب داد (فقیر کو جواب دے دیا۔ ت) یعنی اس کا سوال رَد کیا، دینے سے انکار کر دیا، زید سے فلاں کام کو کہا اُس نے جواب دے دیا یعنی نہ مانا، قبول نہ کیا، عمرو سے کوئی درخواست کی اُس نے کہا میری طرف سے جواب ہے یعنی مجھے منظور نہیں۔ مخلص کاشی راست ؎

دریں زمانہ گدا زنگ می تواند بست　　　　اگر ز خواجہ ممسک جواب میگیرد

(اس زمانہ میں گداگر اپنے ڈنگ کا بختہ ہے اگرچہ بخل والا جواب بھی دے دے۔ ت)

فصیح الملک ؎

نامہ بر کہتا ہے اب لاتا ہوں دلبر کا جواب　　　　سُن چکا میں چار دن پہلے مقدر کا جواب

اس قسم کے محاورات نظم و نثر میں بکثرت ہیں۔

تو کلمہ یقیناً صالح رد ہے، اور جو کلمہ صالح رَد ہو مطلقاً ہر حال میں محتاجِ نیت ہے اگرچہ حالتِ غضب ہو اگرچہ حالتِ مذاکرۂ طلاق ہو۔ درمختار میں ہے:

الحالات ثلثۃ رضی و غضب و مذاکرۃ والکنایات ثلث ما یحتمل الرد او ما یصلح للسب اولا ولا ففی الرضی تتوقف الثلثۃ علی نیۃ للاحتمال وفی الغضب الاولان و فی مذاکرۃ الطلاق الاول فقط[1]	حالات تین ہیں، رضا، غصہ اور مذاکرہ طلاق، اور کنائے تین ہیں، رَد کا احتمال یا گالی کا احتمال رکھتا ہو یا ان دونوں کا احتمال نہ رکھتا ہو، تو رضا کی صورت میں تینوں احتمال ہو سکتے ہیں جس کی نیت کریگا وہی ہوگا اور غصہ کی صورت میں پہلے دونوں اور مذاکرہ کی صورت میں صرف پہلا احتمال یعنی رَد ہو سکتا ہے۔ (ت)

اور جب وہ حلف کے ساتھ نیت کا انکار کرتا ہے تو یقیناً اس کا قول مانا جائے گا۔ نہ قاضی حکم طلاق دے سکتا ہے نہ عورت اپنے آپ کو مطلقہ سمجھ سکتی ہے۔ درمختار میں ہے:

والقول لہ بیمینہ فی عدم النیۃ ویکفی تحلیفھا لہ فی منزلہ[2]	قسم کے ساتھ خاوند کی بات معتبر ہوگی اور بیوی کا گھر میں اس سے قسم لے لینا کافی ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار　　باب الکنایات　　مطبع مجتبائی دہلی　　۱/۲۲۴

[2] 〃　　〃　〃　　〃　〃　〃　　〃

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے:

قولہ للاحتمال لما ذکرنا من ان کل واحد من الالفاظ یحتمل الطلاق وغیرہ والحال لاتدل علی احدھما فیسأل عن نیتہ ویصدق فی ذلک قضاء بدائع۔[1]

ماتن کے قول للاحتمال کی وجہ جو ہم نے ذکر کی کہ مذکور الفاظ میں سے ہرایک طلاق وغیر طلاق کا احتمال رکھتا ہے جبکہ حال کی دلالت کسی ایک پر نہیں لہذا اس کی نیت پوچھی جائے گی اور قضاءً اس کے بیان کی تصدیق کی جائے گی: بدائع۔ (ت)

ثانیًا بالفرض لفظ "جواب" معنی رَدّ و انکار کا صالح نہ ہونا بلکہ جانے دیجئے یوں فرض کیجئے کہ وہ سرے سے کنایہ ہی نہ ہوتا بلکہ خاص صریح ہوتا جب بھی صورت مستفسرہ میں بعد اس کے کہ فضل کریم نے حلفًا انکار نیت کیا، حکم طلاق زنہار ممکن نہ تھا کہ یہاں عورت کی طرف اضافت نہیں، صرف اتنا کہا ہے کہ "میری طرف جواب ہے" یہ کچھ نہ کہا کس کو جواب ہے، اور ترکِ اضافت ہمیشہ مانع حکم طلاق ہے جبکہ شوہر بحلف انکارِ نیت کرے۔ فتاوٰی خانیہ پھر فتاوٰی خلاصہ پھر فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

واللفظ للاولی رجل قال لامرأتہ فی الغضب اگر توزنِ من ۳ طلاق وحذف الیاء لا تطلق لانہ مااضاف الطلاق الیہا۔[2]

یعنی اگر کسی شخص نے اپنی عورت سے حالتِ غضب میں کہا "اگر تُو میری عورت ہے تو تین طلاق" اور یوں نہ کہا کہ "تُو میری عورت ہے تو تجھے تین طلاق" طلاق نہ ہوگی کہ جب اُس نے "تجھے" کا لفظ نہ کہا تو طلاق کو عورت کی طرف اضافت نہ کیا۔

نیز فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

امرأۃ قالت لزوجھا طلقنی ثلاثا فقال الزوج اینک ہزار طلاق لاتطلق امرأتہ لانہ کلام محتمل۔[3]

یعنی عورت نے شوہر سے کہا "مجھے تین طلاق دے دے" اس نے کہا "فی الحال ہزار طلاق" طلاق نہ ہوگی کہ اس میں اپنی عورت کو طلاق دینا صاف نہیں۔

فتاوٰی خلاصہ میں ہے:

قالت طلقنی فضربھا وقال اینک طلاق

یعنی عورت نے کہا "مجھے طلاق دے دے" اس پر

---

[1] ردالمحتار	باب الکنایات	احیاء التراث العربی بیروت	۲/۴۶۵
[2] فتاوٰی قاضی خاں	فصل فی الکنایات والمدلولات	نولکشور لکھنؤ	۲/۲۱۵
[3] ″ ″ ″	کتاب الطلاق	″	″

Marfat.com

لا یقع ولو قال اینک طلاق یقع[1]

مرد نے اسے مارا اور کہا "فی الحال طلاق" طلاق نہ ہوگی اور اگر کہا "فی الحال تجھے طلاق" طلاق ہوجائیگی۔

فتاوی قاضی خاں میں ہے:

رجل قال "نان خوردیم ونبیذ خوریم زنان ما سہ" ثم قال لہ رجل بعد ما سکت "بسہ طلاق" فقال الرجل "بسہ طلاق" لا تطلق امرأتہ لانہ لما فرغ عن الکلام وسکت ساعۃ کان ھذا ابتداء کلام لیس فیہ اضافۃ الی شیء[2]

ایک شخص نے کہا "ہم نے روٹی کھائی اور نبیذ پی ہماری عورتوں کو تین"۔ پھر جب چپ رہا دوسرے نے اس سے کہا "تین طلاقیں" تو جواب میں اس نے کہا "تین طلاقیں" طلاق نہ ہوگی کہ جب وہ پہلی بات کہہ کر کچھ دیر چپ رہا تو اب یہ ابتدائی کلام ہوا اور اس میں کسی طرف اضافت نہیں۔

محیط پھر فتاوی ہندیہ میں ہے:

سئل شیخ الاسلام الفقیہ ابو نصر عن سکران قال لامرأتہ اتریدون ان اطلقک قالت نعم فقال بالفارسیۃ اگر تو زن منی یک طلاق دو طلاق سہ طلاق قومی واخرجی من عندی وھو یزعم انہ لم یرد بہ الطلاق فالقول قولہ[3]

یعنی امام شیخ الاسلام فقیہ ابو نصر سے سوال ہوا کہ ایک شخص نے اپنی عورت سے نشہ میں کہا "کیا تو چاہتی ہے کہ میں تجھے طلاق دے دوں" اس نے کہا "ہاں"۔ مرد نے کہا "اگر تو میری جورو ہے ایک طلاق دو طلاق تین طلاق، اٹھ میرے پاس سے دور ہو" اور اس کا بیان ہے کہ اس نے ان لفظوں سے طلاق کی نیت نہ کی، تو اس کا قول معتبر ہے۔

امام اجل قاضی خاں نے فرمایا: لانہ لم یضف الطلاق الیہا[4]

اس کا قول اس لئے معتبر ہوا کہ اس نے ان لفظوں میں طلاق کو عورت کی طرف نسبت نہ کیا تھا یعنی یوں نہ کہا تھا کہ اگر تو میری عورت ہے تو تجھے ایک طلاق دو طلاق تین طلاق۔

فتاوی ذخیرہ پھر فتاوی عالمگیریہ میں ہے:

سئل نجم الدین عمن قالت لہ امرأتہ مرا

امام نجم الدین رحمہ اللہ تعالٰی سے سوال ہوا ایک شخص

---

[1] خلاصۃ الفتاوی | کتاب الطلاق | مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ | ۲/۷۶
[2] فتاوی قاضی خاں | " | نولکشور لکھنؤ | ۲/۲۱۵
[3] فتاوی ہندیہ | الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ | نورانی کتب خانہ پشاور | ۱/۳۸۳
[4] فتاوی قاضی خاں | باب التعلیق | نولکشور لکھنؤ | ۲/۲۱۹

Marfat.com

برگ با تو باشیدن نیست مرا طلاق دہ فقال الزوج چوں تو روی طلاق دادہ شد وقال لم انو الطلاق ھل یصدق قال نعم[1]

سے اس کی عورت نے کہا "تیرے ساتھ میرے رہنے کا فائدہ نہیں مجھے طلاق دے دے" شوہر نے کہا "تجھ جیسی کو طلاق دے دی گئی" اور کہا ہے میری نیت طلاق کی نہ تھی کیا اس کا قول مانا جائیگا۔ فرمایا ہاں۔

فتاوٰی امام قاضی خاں پھر فتاوٰی بزازیہ میں ہے:

قال لھا لا تخرجی الا باذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لا یقع لعدم ذکر حلفہ بطلاقھا و یحتمل الحلف بطلاق غیرھا فالقول لہ[2]

یعنی عورت سے کہا "بے میری اجازت کے باہر نہ جانا کہ میں طلاق کا حلف کر چکا ہوں"۔ عورت بے اجازت چلی گئی، طلاق نہ ہوگی کہ اُس نے یہ نہ کہا کہ تیری طلاق کا حلف کر چکا ہوں ممکن ہے کہ اور کسی کی طلاق کا حلف کیا ہو تو جب وہ اس عورت کو طلاق دینے کی نیت سے منکر ہے اس کا قول معتبر ہے۔

درمختار میں ہے:

لم یقع لترکہ اضافتہ الیھا[3]

اس صورت میں طلاق اس لئے نہ ہوئی کہ عورت کی طرف طلاق کی اضافت نہ کی۔

کتب معتمدہ میں اس مسئلہ کی سندیں بہت بکثرت ہیں اور تمام تحقیق ہمارے رسالہ الکاس الدھاق باضافۃ الطلاق (۱۳۱۳ھ) میں ہے تو آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ جس شخص نے خود حَکَم بن کر یہاں حکمِ طلاق دیا اور حسینہ کے نکاح سے نکلنے کا فیصلہ کیا وہ اس کا محض جہل و ظلم و زعم باطل تھا۔ وہ حکم جہالت اور وہ فیصلہ بطالت اور وہ حَکَم بن بیٹھنا افترا و ضلالت۔

اولاً اُس نے اپنی جہالت سے لفظ "جواب ہے" کو محتمل دشنام ٹھہرا کر اس بنا پر کہ یہ الفاظ فضل کریم نے بحالت غیظ و غضب میں کہے تھے قضاءً وقوعِ طلاق کا حکم دیا اور نہ جانا کہ وہ محتمل رد ہے اور جو لفظ محتمل رد ہو اس سے کسی حالت میں بے نیت طلاق نہیں ہو سکتی نہ دیانۃً نہ قضاءً۔ ہدایہ میں ہے:

فی حالۃ الغضب یصدق فی جمیع

غصہ کی حالت میں مذکورہ تمام صورتوں میں قائل کی تصدیق

---

[1] فتاوٰی ہندیہ — الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ — نورانی کتب خانہ پشاور — ۱/۳۱۵
[2] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیۃ — کتاب الایمان — 〃 〃 〃 — ۴/۲۷۰
[3] درمختار — کتاب الطلاق — باب الصریح — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۲۱۸

Marfat.com

ذلك لاحتمال الرد[1]۔	کی جائے گی کیونکہ رَد کا احتمال ہے۔ (ت)

کافی میں ہے:

فی مذاکرۃ الطلاق یقع الطلاق فی سائر الاقسام قضاء الا فیما یصلح جوابا وردا فانہ لایجعل طلاقا[2]۔	قضاءً مذاکرہ طلاق میں تمام صورتوں میں طلاق واقع ہوجائیگی لیکن جن صورتوں میں جواب اور رَد ہونے کا احتمال ہو ان صورتوں میں طلاق نہ ہوگی۔ (ت)

ثانیًا اُسے نہ سُوجھا کہ لفظ اضافت سے خالی ہے تو بحال انکار نیت حکم طلاق ناممکن ہے اگرچہ خود لفظ "طلاق" ہوتا جیسا کہ مسائل مذکورہ میں گزرا، نہ کہ لفظ "جواب" کہ کنایہ ہے اور وہ بھی محتمل رَد و انکار۔

محیط میں ہے:

لایقع فی جنس الاضافۃ اذا لم ینو لعدم الاضافۃ الیہا[3]۔	یعنی جنس اضافت میں جب طلاق کو عورت کی طرف اضافت نہ کرے طلاق نہ ہوگی جب تک شوہر نیت نہ کرے۔

ثالثًا اُس نے عورت کو خود اپنے معاملے میں قاضی بنایا اس کا اگر یہ مطلب کہ عورت خود حاکم ہے اور اُس کا حکم مثل حکم قاضی شرع نافذ و ناطق ہے جب تو صریح جہالت ہے، ہاں جہاں کے مرد خود حکم بن بیٹھتے ہوں وہاں کی عورتیں اگر خود قاضی بن بیٹھیں تو کیا عجب۔ اور اگر یہ مراد کہ الفاظ طلاق میں عورت کو وہی سمجھنا چاہیے جو عام لوگوں اور قاضی کو کہ دل کا حال اللہ جانتا ہے یہ سب ظاہر پر عمل کرنے والے ہیں تو ہم درمختار و ردالمحتار و فتاوٰی قاضیخان و فتاوٰی عالمگیری و فتاوٰی خلاصہ و فتاوٰی ذخیرہ و فتاوٰی بزازیہ و فتاوٰی محیط و بحرالرائق و کافی شرح وافی و ہدایہ کے نصوص جلیلہ سُنا چکے کہ اس صورت میں جبکہ شوہر بحلف منکر نیت ہے، قاضی بھی طلاق نہیں ٹھہرا سکتا تو عورت کیا چیز ہے۔

رابعًا اُس کی جہالت کا صاف واضح نمونہ وُہ ہے کہ فضل کریم شہادت پیش کرنے میں قاصر رہا وہ اتنا بھی نہیں جانتا کہ یہاں فضل کریم مدعا علیہ ہے اور حسینہ مدعیہ ہے مدعا علیہ کو شہادت کی کیا حاجت جس کے

---

[1] الہدایۃ فصل فی الطلاق قبل الدخول مکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/۳۵۴
[2] کافی
[3] محیط

Marfat.com

پیش کرنے سے اسے قاصر کیا جائے۔

خامسًا حکم بننے میں اگر اس نے یہ زعم کیا کہ فضل کریم نے اُسے حکم کیا اور وُہ واقع میں ایسا نہ تھی تو اس نے ایک مسلمان پر افترا کیا اور شرع مطہر میں مفتری کی سزا سلطان اسلام کے یہاں اسّی کوڑے ہیں — ولعذاب الاٰخرۃ اکبر[1] (اور بیشک آخرت کا اور سخت تر) اور اگر یہ ٹھہرایا کہ گو فضل کریم نے مجھے حکم نہ کیا مگر شریعت نے بے رضا و تحکیم خود حکم بن بیٹھنا اور فیصلہ کر دینا جائز کیا ہے اور ایسا فیصلہ شرعًا صحیح و نافذ ہوتا ہے تو اس نے شریعتِ مطہرہ پر افترا کیا، اور شریعتِ مطہرہ پر افترا اللہ عزوجل پر افترا ہے اور اللہ عزوجل پر افترا بے ایمان ہی کرتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون[2] جھوٹے افتراء وہی باندھتے ہیں جو مسلمان نہیں۔

سادسًا وُہ جانتا تھا کہ شرع مطہر سے اس صورت میں حکمِ طلاق نہیں ہوسکتا اور پھر دانستہ خلافِ حکمِ شرع حکم کیا جب تو ان آیات کریمہ سے اپنا حکم معلوم کرے کہ:

من لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئك ھم الظٰلمون، جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہ ظالم ہیں۔
من لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئك ھم الفٰسقون، جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہ فاسق ہیں۔
من لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئك ھم الکٰفرون[3] جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں وُہ کافر ہیں۔

جب حکمِ شرع پر حکم نہ کرنے والوں کے لئے یہ احکام ہیں تو جو دانستہ حکم شرع کے خلاف کریں اور اُسے حکمِ شرع بتائیں اُن پر کس درجہ سخت تر ہوں گے، اور اگر نہ جانتا تھا اور بے علم فتوٰی دیا تو اپنا حکم اس حدیث سے لے:

افتوا بغیر علم فضلوا و اضلوا[4] رواہ الائمۃ احمد والبخاری ومسلم والترمذی وابن ماجۃ عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

بے علم فتوٰی دیا تو آپ بھی گمراہ ہوئے اور اوروں کو بھی گمراہ کیا (اسے امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۲۶
[2] ؍؍ ؍؍ ۱۶/ ۱۰۵
[3] ؍؍ ؍؍ ۵/ ۴۴ تا ۴۷
[4] صحیح مسلم کتاب العلم باب رفع العلم وقبضہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۴۰

Marfat.com

اور اس حدیث سے معلوم کرے :

من افتی بغیر علم لعنته ملئکة السماء والارض[1] رواه ابن عساکر عن امیر المومنین علی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو بغیر علم کے فتوٰی دے اس پر آسمان و زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ (اسے ابن عساکر نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

بلکہ نظر بواقع صورتِ حاضرہ میں دو نوں شقیں موجود ہیں، یہ حَکَم بن بیٹھنے والا خلافِ شرع حکم دینے والا جاہل بھی ہے، اس کا جہل خود اُس کے اس حکم ہی سے ہم نے بوجوہ ظاہر کردیا، اور دیدہ و دانستہ خلاف ما انزل اللہ حکم کرنے والا بھی ہے کہ ابھی چند روز ہوئے بمقدمہ حاجی بنیا دعلی بجنوری اس نے یہی جہالت کی تھی اور اس پر دارالافتاء سے تنبیہ کی گئی حکم صحیح بتایا گیا پھر سائل کے مقرر سوال بغرض دفع اوہام جہال پر دوبارہ مفصل فتوٰی مرسل ہوا تو حکم شرع اگر جب نہ جانتا تھا اب معلوم تھا اور پھر قصداً اس کا خلاف کیا، والعیاذ باللہ تعالٰی۔

سابعًا اس نے یہ ما انزل اللہ کا خلاف اپنی کسی خانگی بات میں نہ کیا بلکہ ایک مسلمان کی زوجہ کو ناحق ناروا اس کے نکاح سے خارج ٹھہرایا اور شوہر سے برگشتہ بنایا اور یہ شیاطین کا کام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے :

ولکن الشیٰطین کفروا یعلمون الناس السحر[2] الٰی قولہ تعالٰی فیتعلمون منهما ما یفرقون به بین المرء وزوجه[3]۔

شیاطین کافر ہیں لوگوں کو جادو سکھاتے ہیں (الی قولہ تعالٰی) جس سے مرد اور اس کی عورت میں جُدائی ڈالتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لیس منا من خبب امرأته علی زوجها[4] رواه ابوداؤد والحاکم بسند صحیح عن

جو کسی مرد سے اس کی زوجہ کو برگشتہ کرے وہ ہمارے گروہ سے نہیں (اس کو ابوداؤد اور حاکم

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن علی حدیث ۲۹۰۱۸ مؤسستہ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۹۳

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۰۲

[3] ایضاً

[4] سنن ابوداؤد کتاب الطلاق باب من خبب امرأتہ علٰی زوجہا آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۹۶

Marfat.com

ابی هریرة والطبرانی فی الصغیر والاوسط بنحوه عن ابن عمر وابو یعلی بسند صحیح والطبرانی فی الاوسط عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

نے ابوہریرہ سے اور طبرانی نے صغیر اور اوسط میں، اسی طرح ابن عمر سے ابو یعلی نے بسند صحیح اور طبرانی نے اوسط میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ (ت)

اس حکم بننے والے کا جہل وظلم بہت وجوہ سے بیان ہوسکتا ہے، اور یہ ساٹ بعد سبع سمٰوات کیا کم ہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

كتبه عبده المذنب احمد رضا القادری
عفی عنه بمحمدن المصطفٰی النبی الامی
صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم

هذا هو الحق
محمد مصطفٰی رضا خان القادری عفی عنه

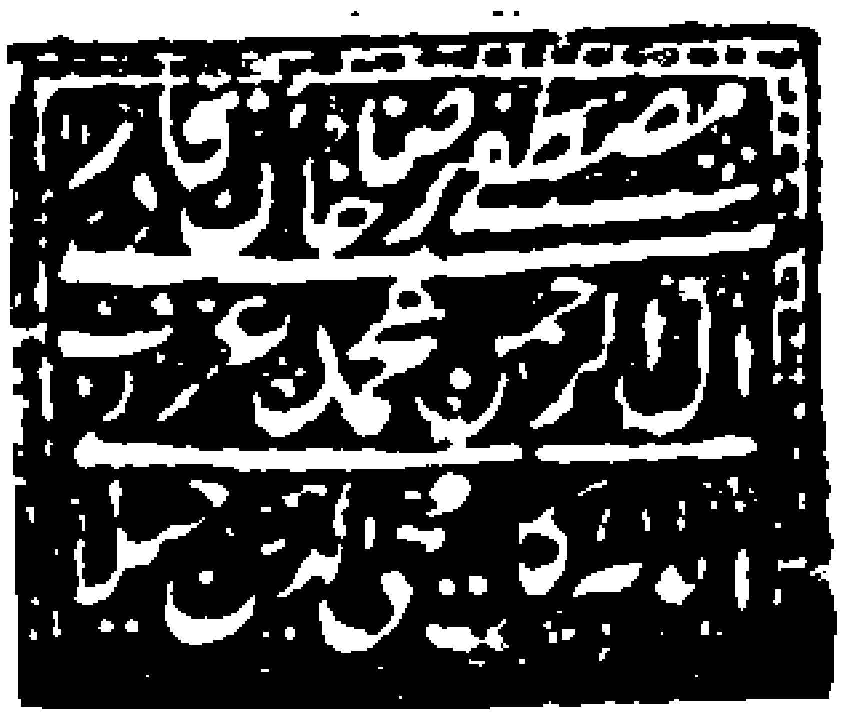

صح الجواب واللہ تعالٰی اعلم بالصواب
كتبه محمد المدعو بحامد رضا القادری البریلوی
سقاه ربه من منهل كرمه المروی۔

ذلك كذلك
الفقیر محمد رضا خان القادری عفی عنه

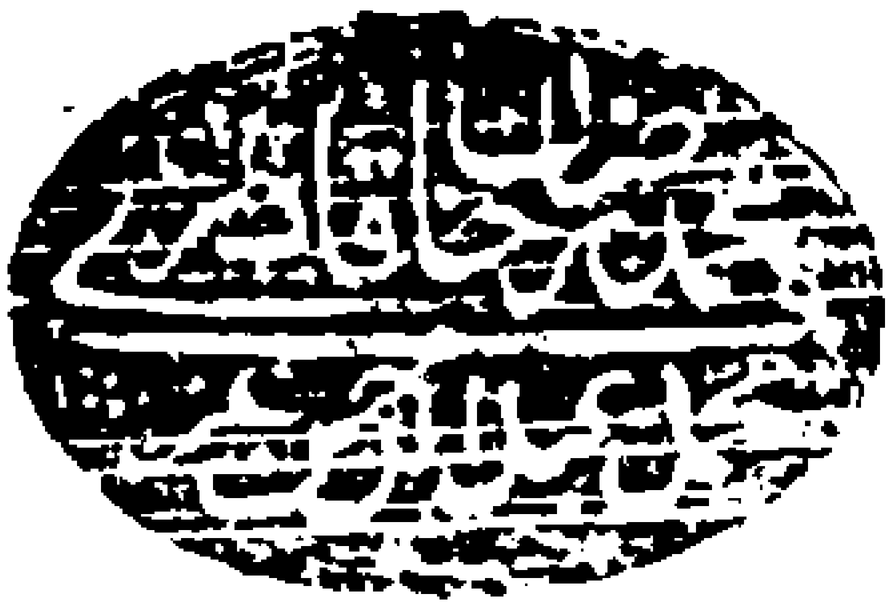

لقد اجاد فیما افاد واطاب فی ما اجاب واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔ امجد علی اعظمی رضوی

Marfat.com

الجواب صحیح
عبید النبی نواب مرزا رضوی عفی عنہ

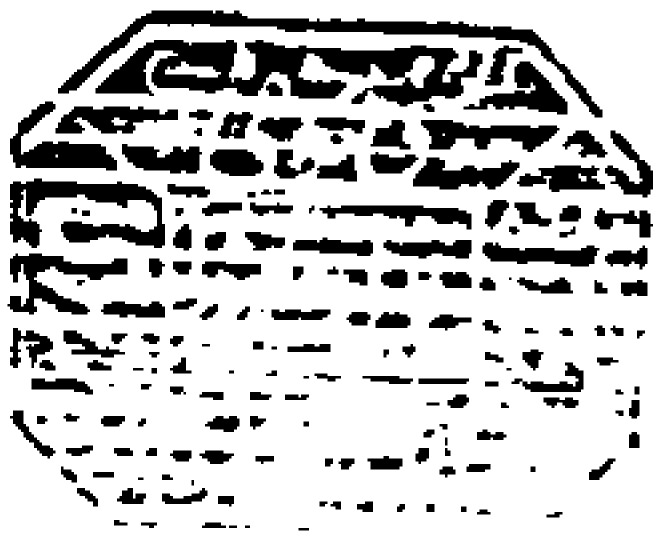

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
فقیر محمد حشمت علی عفی عنہ

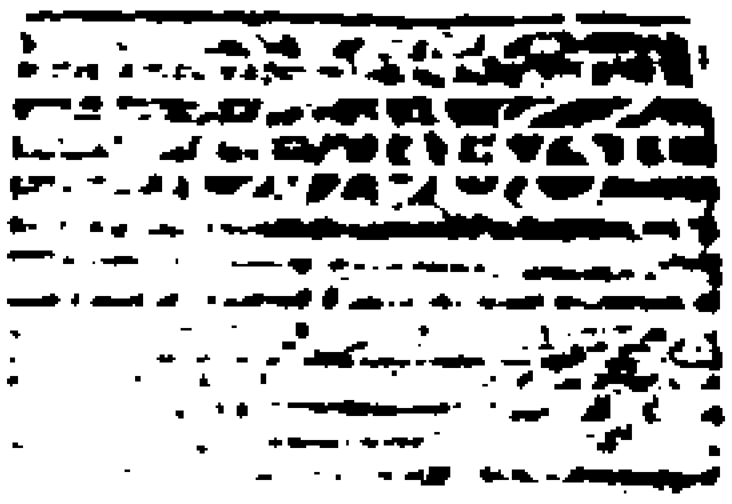

تصدیقات علمائے بدایوں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً ومصلیاً ومسلما

اگر زوج نے فقط یہی لفظ کہے تھے کہ "اگر عصر تک نہ آئیں تو نکاح سے میں تم کو علیحدہ کردوں گا" تو یہ توفقط وعدہ ہے طلاق سے تعلق ہی کیا۔ اور اگر یہ لفظ کہے تھے کہ "میری طرف سے جواب ہے" تو یہ کنایۂ طلاق میں داخل ہوسکتا ہے مگر جب شوہر بحلف کہتا ہے کہ میری نیت نہ تھی تو اُسی کا قول معتبر ہے جیسا کہ مجیب لبیب نے کتاب ردالمحتار وغیرہ سے ثابت کیا ہے، بہرحال صرف انھیں کلمات کی بناء پر باوجود حلف شوہر کے عدم نیت طلاق پر حکم طلاق بائن دے دینا ازروئے کتب فقہ حنفی صریح غلطی ہے کما فصلہ المجیب المصیب، واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ حررہ عبدالرسول محب احمد القادری عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح وصواب
محمد عبدالمقتدر القادری عفی عنہ مدرسہ قادریہ بدایوں

ھذا ھو التحقیق وبالاتباع حقیق

صح الجواب واللہ اعلم بالصواب
عبدالنبی محمد ابراہیم القادری عفی عنہ

الجواب صواب والمجیب شاب

Marfat.com

تصدیقات علمائے شاہجہانپور

ما اجاب الفاضل المجیب فهو صحیح بالتحقیق
العبد الفقیر محمد ریاست علی عفی عنہ

محمد ریاست علیخان

هذا الجواب صحیح والمجیب نجیح
محمد سلیمان عفی عنہ

موافق روایات مذکورہ بالا طلاق واقع نہیں ہوئی۔
کتبہ عبدہ المسکین غلام محی الدین عفی عنہ

الجواب صحیح
العبد محمد فراست اللہ عفی عنہ

محمد فراست اللہ

تصدیقات علمائے دہلی

صورتِ مسئولہ میں طلاق بائن واقع ہونے کا فتویٰ باوجود انکار اور حلف فضل کریم کے بیشک غلط ہے۔ صحیح یہی ہے جو مجیب صاحب نے تحریر فرمائی ہے، باقی رہی یہ بات کہ مفتی مخطی نے اگر عمداً یہ کارروائی کی والعیاذ باللہ، تو بلاریب مستحقِ عذابِ الٰہی ہے، اور اگر سہواً اُن سے غلط فتویٰ سرزد ہوگیا ہے اور وہ صاحب عالم ہیں اہلِ افتا رہیں تو اس صورت میں عفو کے مستحق ہیں۔

سیف الرحمٰن مدرس اوّل مدرس مدرسہ فتحپوری دہلی

محمد سیف الرحمٰن

الجواب صحیح محمد بُردل مدرس مدرسہ نعمانیہ دہلی

محمد بُردل ۱۳۱۵

الجواب صحیح محمد عمر عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ نعمانیہ دہلی

الجواب صحیح محمد نسیم احمد عفی عنہ مدرس مدرسہ حسین بخش مرحوم دہلی

للہ درّ المجیب اللبیب محمد کرامت اللہ عفا عنہ دہلوی

الجواب صحیح والمجیب مصیب حبیب المرسلین عفی عنہ سابق مدرس مدرسہ حسین بخش مرحوم دہلی

الجواب صحیح محمد نسیم احمد عفی عنہ مدرس مدرسہ حسین بخش مرحوم دہلی

اصاب من اجاب محمد میاں عفی عنہ مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی

ذٰلک کذٰلک ابو محمد محمد دیدار علی الرضوی الحنفی عفا اللہ عنہ وعن والدیہ

Marfat.com

تصدیقات علمائے میرٹھ

جواب مذکور الصدر درست ہے اور جواب میں جو عبارات بطور نقل تحریر فرمائی ہیں وہ جواب کی صحت کو آفتاب کی طرح روشن کرتی ہیں، یہ عبارت کہ "اگر آپ عصر تک اپنے مکان پر نہ آئیں تو میری طرف سے جواب ہے" قابلِ غور ہے، واضح ہو کہ لفظ "جواب" اُردو زبان میں لفظ مشترک ہے اور لفظ مشترک بدون بیانِ احناف کے نزدیک قابلِ عمل نہیں، اگر کسی آدمی نے وصیت کی کہ ثلث مال میرے موالی کو دینا اور وصیت کنندہ کا آزاد کرنے والا ہے اور وہ بھی ہے جس کو وصیت کنندہ نے آزاد کیا ہے تو احناف کے نزدیک وصیت باطل ہے اور وجہ بطلان کی بیان کرتے ہیں کہ لفظ مولیٰ مشترک ہے معلوم نہیں کہ حَکَم کا ذہن اس کے ادراک سے کیوں بے نصیب رہا۔ اور باوجود انکار و عدم اضافت، جواب طلاق بائنہ کا ہار فضل کریم کی گردن میں کیوں چسپاں کر دیا، آفریں باد بریں ہمت مردانہ او، پس فیصلہ حکم کا جہالت پر مبنی ہے اور طریقِ احناف سے خارج ہے میں فقہائے احناف کی عبارات نقل کرکے طول دینا نہیں چاہتا، جواب میں جو عبارات تحریر فرمائی ہیں وہ کافی ہیں بلکہ عندالانصاف کفایت سے زائد ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

احمد علی عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ میرٹھ

اندرکوٹ

(مہر: احمد علی عفی عنہ ١٣١٣)

جواب صحیح ہے

عبداللہ خاں مدرس مدرسہ اسلامی شہر میرٹھ

(مہر: عبداللہ خان)

تصدیقات علمائے احمد آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الرؤف الرحیم

اما بعد، بندہ نے اوّل سے آخر تک اس فتوے کو پڑھا، حضرت مولنا مولوی حامیٔ دین متین جناب احمد رضا خاں صاحب عم فیضہ الصوری والمعنوی نے اس میں دریائے تحقیق بہا دیا ہے، اب جس میں مادّہ ایمان ہے اس کے واسطے سوائے تسلیم کے اور اس کے حکم کو سر پر چڑھانے کے چارہ نہیں، اور جو لوگ اس فتوے کے خلاف حکم کرتے ہیں ان کے حال کو خاکسار اپنے احباب کو سمجھاتا ہے اُن پر وحی شیطان کی نازل ہوتی ہے اس کی خبر رب العالمین اپنے کلام مجید میں دیتا ہے:

Marfat.com

وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا شیٰطین الانس والجن یوحی بعضھم الیٰ بعض زخرف القول غرورا۔[1]

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن کیے ہیں آدمیوں اور جنوں میں کے شیطان کہ ان میں ایک دوسرے پر خفیہ ڈالتا ہے بناوٹ کی بات دھوکے کو۔(ت)

وقال اللہ تعالیٰ:

ویحسبون انھم علیٰ شیٔ ط الا انھم ھم الکذبون ○ استحوذ علیھم الشیطٰن فانسٰھم ذکر اللہ ط اولٰئک حزب الشیطٰن ط الا ان حزب الشیطٰن ھم الخٰسرون ○[2]

اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انھوں نے کچھ کیا۔ سنتے ہو بیشک وہی جھوٹے ہیں، ان پر شیطان غالب آگیا تو انھیں اللہ کی یاد بھلادی۔ وہ شیطان کے گروہ ہیں، سنتا ہے بیشک شیطان ہی کا گروہ ہار میں ہے۔(ت)

عزیزے شیطان لعین را دید کہ فارغ نشستہ است واز تضلیل واغوا خاطر جمع ساختہ آں عزیز سر آنرا پرسید لعین گفت کہ علمائے سوایں وقت دریں کار بامن خود مدد عظیم کردند ومرا ازیں مہم فارغ ساختند والحق دریں زمان ہر سستی و مداہنتی کہ درامور شرعیہ واقع شدہ است وہر فتورے کہ در ترویج ملت ودین ظاہر گشتہ است ہمہ از شومی علمائے سوء ست وفساد نیات ایشاں۔[3]

ایک عزیز نے شیطان کو فارغ بیٹھا اور گمراہ کرنے اور حق سے ہٹانے کے کام سے مطمئن پایا تو عزیز نے اس سے وجہ پوچھی تو شیطان لعین نے کہا اس وقت کے علمائے سُوء اس کام میں میرے بڑے مددگار رہیں اور مجھے اس کام سے انھوں نے فارغ کردیا اور حقیقت یہی ہے کہ اس زمانے میں دین وشریعت کے امور میں جو سُستی اور مداہنت اور ہر کوتاہی جو دین وملت کی ترویج میں ظاہر ہورہی ہے یہ تمام علمائے سوء کی نحوست اور بدنیتی کی وجہ سے ہے۔(ت)

یہ عبارت راقم نے مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ العزیز کی جلد اول کے ص ۹۳ مکتوب ۳۳ سے نقل کی ہے، اب جو لوگ شیطان کی وحی پر چلنا چاہتے ہیں وہ اپنے نفس کی شامت سے حزب الشیطان ہوجائیں ان کے جلانے اور سزا دینے کے واسطے اللہ تعالیٰ نے جہنم تیار کر رکھی ہے، اور جو شیطان سے

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۱۲

[2] " " ۵۸/ ۱۶-۱۸

[3] مکتوبات امام ربانی مکتوب سی وسوم نولکشور لکھنؤ ۱/ ۴۷

Marfat.com

کفر کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں اُن کی فہمائش کے لئے علمائے ربانیین نے حکم شریعت مدلل لکھ دیا ہے فماذا بعد الحق الا الضلال (پھر حق کے بعد کیا ہے مگر گمراہی۔ ت) حضرت رب العزت تبارک و تعالےٰ اس تحریر پر تنویر کو سبب ہدایت اپنے بندوں کا کرے آمین ثم آمین ھذا ماعندی، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

حررہ المفتقر الی ربہ القدیم عبدالرحیم بن پیربخش السنی الحنفی القادری النقشبندی الاحمد آبادی المدرس الاول فی المدرسۃ القادریۃ

۱۳۱۵
عبدالرحیم

صح الجواب

محمد خلیل الرحمٰن
سنی حنفی قادری

الجواب صحیح

یا الٰہی کن کرم
شیر محمد

نعم الجواب وحبذا التحقیق

عبدالکریم

تصدیقات علمائے جبلپور

ان ھذا لھو الحق والحق للاتباع احق

کتبہ ادون عباد اللہ ذی الجلال والاکرام الراصد الی لطفہ محمد عبدالسلام السنی الحنفی القادری الرضوی الجبلفوری غفرلہ

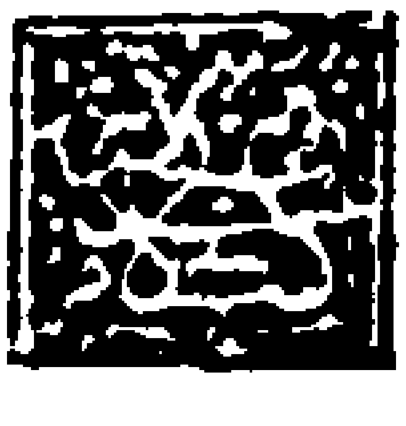

ما اجاب مولانا امام المحققین لھو الحق المبین

کتبہ الفقیر عبدالباقی محمد برہان الحق الرضوی الجبلفوری کان اللہ تعالےٰ لہ

Marfat.com

تصدیقات علمائے مراد آباد

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ حبیبہ الکریم

بے شک فضل کریم کا قول معتبر ہے جس حالت میں کہ وہ حلف کر رہا ہے کیونکہ وُہ مدعا علیہ ہے ، اور اُس کے الفاظ طلاق نہیں ہیں کما صرحہ العلامۃ المجیب دامت برکاتھم اور اگر اہالی زن کے بیان کردہ الفاظ بھی ثابت ہو جائیں تو بھی حکم طلاق جہل محض ہے ، حضرت مجدد مائۃ حاضرہ متع اللہ المسلمین ببرکات انفاسہ نے جو تحقیق فرمائی ہے بالکل حق وصواب ہے ۔ جزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء وصلے اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ۔

الجواب صحیح وصواب ، العبد المسکین محمد عباد الدین عفی عنہ

محمد نعیم الدین عفی عنہ

واضح ہو کہ صورت مسئولہ میں جو فضل کریم نے اپنی زوجہ حسینہ بی کے حق میں کہا کہ آپ آج اپنے گھر میں نہ آئیں تو میں آپ کو اپنے نکاح سے علیحدہ کر دُوں گا انتھی ۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ ایقاع طلاق کا وعدہ ہے اس میں طلاق کا وعدہ ہے اس میں طلاق واقع نہیں ہوتی ۔ پھر اگر وہ مسماۃ اپنے گھر میں نہ آئی جب بھی طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ اس میں محض ایقاع طلاق کا وعدہ ہے اور بعد نہ آنے اس کے فضل کریم سے ایقاع طلاق کے کوئی کلام (الفاظ) وقوع میں بھی نہ آئے بلکہ پیرایہ وعدہ ہی میں رہے لہذا طلاق شرعاً اصلاً ثابت نہیں ہُوئی اور نہ اُس عورت نے اپنے زوج فضل کریم سے سوال کیا تھا نہ اس کے متعلقین نے کہ تو اس کو طلاق دے دے تاکہ یہ صورت مذاکرہ طلاق کی ہوتی ، اور لفظ "جواب" کو جو کلام دوسرے فضل کریم میں واقع ہوا یعنی اگر آپ عصر تک مکان پر نہ آئیں تو میرا جواب ہے لیکن یہ کلام دوسرا بعد دیر کے اس نے کہا اور فضل کریم زوج مسماۃ مذکورہ کا ان الفاظ سے انکار ہے اور نیز حلف شرعی سے کہتا ہے یوں ہی ہو یا جو کچھ ہو میں نے اُس سے زوجہ مذکور کو نیت طلاق کی نہیں کی تھی ، بعض متعلقین مسماۃ مذکورہ نے بیچارے فضل کریم کے ذمہ زبردستی سے اس لفظ کو چپکا دیا اور کسی مُلّا نے نافہمی اپنی سے مفہوم طلاق بائن کا سمجھ کر حکم طلاق بائن کا دیا ۔ اور برتقدیر فرض اگر اس نے یہ لفظ کہا ہے جب بھی طلاق بائن نہیں ہُوئی ،

اوّلاً اس واسطے کہ یہ لفظ بعد دیر کے کہا پھر یہ کلام کلام جدید ہے اور اضافت اس میں

Marfat.com

الی شئ ناپدید ہے ۔

قال قاضی خان فی فتاواہ رجل قال نان خوردیم ونبیذ خوردیم زنان ما بسہ ثم قال لہ رجل بعد ما سکت بسہ طلاق فقال الرجل بسہ طلاق لا تطلق امرأتہ لانہ لما فرغ عن الکلام وسکت ساعۃ کان ھذا ابتداء کلام لیس فیہ اضافۃ الی شئ [1]

قاضی خاں نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا ایک شخص نے کہا ہم نے روٹی کھائی اور نبیذ پیا ہماری عورتوں کو تین، پھر کچھ دیر بعد اس کو ایک شخص نے کہا "تین طلاقیں" تو اس نے کہا "تین طلاقیں" تو اس کی بیوی کو طلاق نہ ہوئی کیونکہ جب خاموش ہو کر کچھ دیر کے بعد کہا تو یہ نیا کلام ہے اور اس میں اضافت کسی کی طرف نہ پائی گئی ۔ (ت)

ثانیًا یہ کہ لفظ "جواب" موضوع واسطے طلاق کے نہیں ہے بلکہ یہ ایک ہندی کلمہ ہے کہیں بمعنی ترک و رَد کے آتا ہے، چنانچہ زید نے عمرو سے کچھ مانگا اس نے جواب دیا یعنی رَد کیا کچھ نہ دیا خالی ہاتھ چلا گیا، دوسرا یہ کہ خالد نے مثلاً بکر سے سوال کیا نماز میں کتنے فرض اور کتنے واجب ہیں؟ اس کا جواب دے دیا یعنی اس کے سوال کو تسلیم کرکے اس کا جواب دیا یعنی رَد نہ کیا بتلا دیا اتنے فرض ہیں اتنے واجب ہیں ۔ اور کبھی ایک شئ کے مقابلہ میں دوسری شئ تیار کی جائے اس کو ہندی میں جواب کہتے ہیں، مثلاً ایک شخص نے مکان بنایا اور اس میں چار در اور چار طاق محاذی ایک دُوسرے کے بنائے اس کو اُردو میں ایک دوسرے کا جواب کہتے ہیں ۔ اور یہ بھی مفہوم لفظ جواب کا ہوسکتا ہے کہ اگر تم اپنے گھر نہ آئیں تو ہمارا بھی جواب ہے یعنی ہم بھی تمھارے گھر نہ آئیں گے ۔ اور یہ بھی مفہوم ہوسکتا ہے کہ تم ہم سے اگر قرینہ نیک سے اور حُسنِ معاشرت سے رہو گی تو ہم بھی اُسی قاعدہ سے رہیں گے اگر تم ہم سے سرکشی رکھو گی ہم بھی سرکشی رکھیں گے ۔ اور یہ بھی مفہوم ہوسکتا ہے کہ پہلے اُس سے اُس مخاطبہ نے اپنے زوج فضل کریم سے کوئی چیز مانگی ہو تو اس کے دینے میں سکوت کیا اور وہ رنجیدہ ہو کر اپنے گھر چلی گئی، جب اس نے اس مسماۃ سے جاکر کہا کہ تم اپنے گھر چلو اس نے نہ مانا تو اس کے مقابلہ میں زوج نے کہا کہ ہمارا بھی جواب ہے، تو اس طرح سے یہ لفظ جواب اردو میں چند معنی میں مستعمل ہوتا ہے تو پھر لفظ جواب سے خاص کر طلاق بائن کا مفہوم سمجھنا دلیل نافہمی کی ہے،

کما حققہ الفاضل المحقق الکامل جناب مولٰنا احمد رضا خان صاحب دام مجدھم بعد التی والتیا ما ترک

جیسا کہ اس کی تحقیق فاضل محقق کامل جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب دام مجدہ نے فرمائی بہرصورت انھوں نے اس معاملہ میں تحقیق میں

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الطلاق مطبع نولکشور لکھنؤ ۲/ ۲۱۵

Marfat.com

المحقق المذکور من التحقیق فی ھذا الامر شیئًا لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔ و اللہ اعلم و علمہ اکمل و اتم۔

کوئی کمی نہ چھوڑی، ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی مزید سبیل پیدا فرما دے، و اللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اکمل و اتم۔ (ت)

عبد الباری

قد ضل المجیب السابق فی فھمہ ضلالًا بعیدًا وقد صار فی ردہ المحقق المذکور مولٰنا مصیبًا۔

پہلے مجیب اپنے فہم میں زیادہ بھٹک گئے اور ان کے جواب اور رد میں محقق مذکور نے درست فرمایا۔ (ت)

کتبہ المعتصم بحبل اللہ الاحد محمد ابو الفضل المدعو بفضل احمد

تصدیقات علمائے لاہور

الحق حق لاشک فیہ، محمد عبد العزیز عفی عنہ مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور

ھذا الجواب صحیح و المجیب نجیح، محمد یار عفی عنہ امام مسجد طلائی لاہور بقلمہ

ھذا ھو الحق، فقیر محمد شفیق بگوی حنفی نقشبندی خطیب مسجد شاہی لاہور

ھذا ھو الحق المبین، الراجی الی اللہ العلمین، المسکین اللہ دین مدرس اول مدرسہ نعمانیہ لاہور

الجواب صحیح، محمد ذاکر بگوی عفی عنہ مدرس اول حمیدیہ

الحق لابتعداہ المومنون، عبیدہ اصغر علی المدارس العربیۃ

المجیب مصیب فیما اجاب فللہ درہ فیما اجتھد و اصاب، کتبہ العبد الضعیف المسکین محمد اکرام الدین البخاری عفی عنہ الباری مشہور بواعظ الاسلام حال خطیب و امام فی مسجد نواب وزیر خان رحمہ اللہ الملک المنان لاہور۔

تصدیقات علمائے بمبئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حامدًا و مصلّیًا و مسلمًا، جو کچھ اعلٰحضرت عظیم البرکت امام اہلسنت

Marfat.com

مدظلہم العالی نے صورتِ مسئولہ میں طلاق کے عدم وقوع کی نسبت ارشاد فرمایا ہے اور جابر حَکَم کے فیصلہ باطلہ کی نسبت فرمایا: " تو آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ جس شخص نے خود حَکَم بن کر یہاں حکم طلاق دیا اور حسینہ کے نکاح سے نکلنے کا فیصلہ دیا وہ اُس کا محض جہل و ظلم و زعم باطل تھا وہ حکم جہالت اور وُہ فیصلہ بطالت، وہ حکم بن بیٹھنا افترا، وضلالت." یہ سب صحیح ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے جاہل مضل سے دُور رہیں اور اس کے ایسے باطل فیصلہ پر ہرگز ہرگز عمل نہ کریں۔

حررہ العبد الفقیر محمد عمر الدین السنی الحنفی القادری الہزاروی عفا اللہ تعالیٰ عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جو کچھ کہ اعلیٰحضرت امام المسلمین مراد المومنین مولٰنا و سیدنا احمد رضا خان صاحب مدظلہم العالی نے عدم وقوع طلاق کے بارے میں تحریر فرمایا ہے سب صحیح ہے اور اُس حکم جاہل کا فیصلہ بالکل لغو و قبیح ہے۔

حررہ الاحقر محمد عبد الرزاق السنی الحنفی القادری المقتدری عفا اللہ تعالےٰ عنہ

حامداً و مصلیاً و مسلماً

امّا بعد خاکسار امیدوارِ رحمتِ پروردگار نے یہ جواب کاشف حجاب عجب العجاب من اولہ الیٰ آخرہ بنظرِ غور دیکھا، الحمد للہ دربارہ عدمِ وقوعِ طلاق وضوحِ حق نے سرور دیا حق تعالےٰ جلشانہ اعلیٰحضرت عظیم البرکۃ واقفِ حقیقت مروّجِ شریعت مجدّدِ طریقت حکیم الامت علامۂ زمان و فہامۂ یگان مولٰنا و بالفضل اولٰنا مولوی احمد رضا خاں صاحب مدظلہم العالی کو دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے اور جمیع اہلسنّت و جماعت کو اس پر عمل کی توفیق بخشے، آمین ثم آمین!

حررہ حافظ عبد الحلیم السنی الحنفی القادری امام مسجد جاملی محلہ بمبئی

ما اجاب المجیب اللبیب فہو فیہ مصیب۔ حررہ خادم الشرع القاضی اسمٰعیل الجلمانی الشافعی عفا اللہ تعالےٰ عنہ وعن والدیہ وعن استاذیہ وعن جمیع المومنین، آمین یا رب العالمین!

تصدیقات علمائے پیلی بھیت

مجدد مائۃ حاضرہ صاحب حجتِ قاہرہ اعلیٰحضرت مولٰنا و سیدنا مولوی محمد احمد رضا خان صاحب

Marfat.com

امام اہلسنّت کا جواب بتوفیق رب الارباب عین صواب ہے فقط۔

فقیہ قادری وصی احمد حنفی خادم حدیث در مدرسۃ الحدیث

حضرت امام المحققین و راس المدققین مولنا و بالفضل اولنا المولوی محمد احمد رضا خان صاحب دام شمس فیوضہ مشرقۃ و مازال قمرافادانہ مضیئا کا جواب عین صواب ہے۔

العبد ابو سراج عبدالحق عفی عنہ تلمیذ مولنا و بالفضل اولنا المولوی
محمد وصی احمد محدث سورتی عم فیضہ العلی

الجواب ھو الصواب

محمد فضل حق عفی عنہ خادم مدرسہ رحمانیہ پیلی بھیت

مسئلہ ۹ از بنگالہ ضلع نواکھالی ڈاک خانہ بیگم گنج مرسلہ مولوی عبدالمجید صاحب شتوپوری
۱۶ محرم الحرام ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی بی بی کو بعد نماز مغرب کے کہا کہ اگر تو نماز نہ پڑھے گی تو دو طلاق ہے، بعدہٗ وہ بی بی عشاء کی نماز نہیں پڑھی، فجر سے لے کر نماز شروع کی، اور وہ شخص بعد فجر کے رجعت بھی کرلیا ہے، پھر چند برس کے بعد وہ شخص اور دو طلاق بلا شرط دیا اب یہ شخص کا رجعت کرنا جائز ہے یا نہیں کیونکہ دو طلاق سابق اور یہ دو طلاق مجموعہ چار طلاق ہوئی، اب سہ طلاق ہوکر محرمہ ابدی ہوئی یا نہ، اور سابق دو طلاق کو جب نماز پر شرط کیا اور نماز بھی نہ پڑھی یعنی عشاء کی، تو طلاق ہوگی یا نہ، بینوا مع الدلیل (دلیل کے ساتھ بیان کیجئے۔ ت)۔ بعض عالم کہتے ہیں

Marfat.com

اول جو طلاق نماز پر شرط کیا تھا نہیں واقع ہوگی کیونکہ قول زوج کا " اگر نماز نہ پڑھے گی " مستقبل کی طرف اشارہ ہے اور مستقبل تاحیات کے لئے ہوتا ہے، اور ثانی جو دو طلاق بلا شرط ابھی دیا ہے اس کے لئے رجعت جائز ہے، اور دوسرے طرف کے علماء کہتے ہیں اب رجعت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ سہ طلاق ہوکر مغلظ ہوگئی ہے اس وجہ سے کہ اول جو دو طلاق شرط نماز پر کیا تھا تاحیات پر موقوف نہیں ہے کیونکہ زوج کی مقصود اور نیت یہ ہے کہ زوجہ کبھی نماز نہ چھوڑے، اور تاکید حکم شرع پر کرتا ہے اگر ایک وقت نماز چھوڑے گی تو امر صادق آوے گی، اور رامپور کے بعض علماء کہتے ہیں اوّل دو طلاق بائن واقع ہوگی کیونکہ طلاق رجعی کو جب شرط پر معلق کرتا ہے تو بائن ہوجاتا ہے اور بائن کے لئے در مدت نکاح جدید چاہئے جب نکاح جدید در مدت نہ کیا اور مدت گزر گیا اب بعدہا طلاق دینا صحیح نہیں ہے فقط اول دونوں طلاق واقع ہوں گی اور بعد کے طلاق کی ملک نہیں ہے۔

الجواب

اللّٰھم لك الحمد اسألك ھدایة الحق والصواب (اے اللہ! تیرے لئے حمد ہے، میں تجھ سے حق اور صواب کی رہنمائی طلب کرتا ہوں۔ ت) فقیر نے ہر سہ فریق علمائے بنگالہ و بعض علمائے رامپور کے اقوال مذکور اور دلائل مزبور مطالعہ کئے یہاں تک اپنی نظر قاصر کا مبلغ ہے بحکم خیر الامور اوسطہا (درمیانی چیز بہتر ہے۔ ت) ان میں قول وسط عدل و وسط و صحیح و بے غلط ہے، فریق سوم کا زعم تو محض باطل و بے اصل ہے تعلیق ربط مضمون جملہ بمضمون آخر ہے نہ کہ خبط مضمون بربط آخر ان دخلت الدار فانت طالق (اگر تو گھر میں داخل ہو تو تجھے طلاق۔ ت) کہنے والے نے انت طالق کے مفاد شرعی کو دخولِ دار پر معلق کیا تو ہنگامِ دخول اسی مفاد کا نزول ہوگا نہ کہ مفاد سے عدول، اور قطعاً معلوم کہ اس کا مفاد نہیں، مگر طلاق رجعی یہاں تک کہ اگر انت طالق کہے تو طلاق بائن کی نیت کرے جب بھی رجعی ہوگی کہ وہ تغییرِ حکمِ شرع پر قدرت نہیں رکھتا۔ تنویر میں ہے:

صریحہ کطلقتك وانت طالق ومطلقة یقع بھا واحدة رجعیة وان نوی خلافھا[1]

صریح طلاق یہ ہے "میں نے تجھے طلاق دی، تو طلاق والی ہے، تو مطلقہ ہے" جیسے الفاظ ہیں، ان الفاظ سے ایک رجعی طلاق ہوگی اگرچہ نیت اس کے خلاف بھی کرے۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۸

Marfat.com

انت طالق و مطلقة وطلقتك فهذا يقع به الطلاق الرجعي ولا يفتقر الی النية وكذا اذا نوی الابانة لانه قصد التنجيز ما علقه الشرع بانقضاء العدة فيرد عليه[1] (ملخصًا)

تجھے طلاق، تو مطلقہ ہے، میں نے تجھے طلاق دی۔ ان الفاظ سے رجعی طلاق ہوگی اور کسی نیت کی ضرورت نہیں ہے۔ یُونہی اگر ان الفاظ سے بائنہ طلاق کی نیت کرے تب بھی رجعی ہی ہوگی کیونکہ شریعت نے ان الفاظ سے طلاق بائنہ کو عدت ختم ہونے تک معلق رکھا ہے جبکہ طلاق دینے والے نے فی الحال نافذ ہونے کی نیت کی ہے اس لئے بائنہ نہ ہوگی (ملخصًا)۔ (ت)

ہمارے علماء کرام کے نزدیک وقتِ حلول شرطِ نزول جزا یُوں ہوتا ہے کہ گویا اس وقت تکلّم بالجزا منجز واقع ہُوا اور ظاہر ہے کہ انت طالق کا تکلم ہرگز مفید نہ ہوگا مگر طلاق رجعی کا۔ فتح القدیر میں ہے:

انه ينزل سببا عند الشرط كانه عند الشرط اوقع تنجيزا۔[2]

کیونکہ طلاق کا سبب شرط پائے جانے پر وارد ہوتا ہے گویا کہ شرط پائے جانے پرؤہ طلاق بول کر نافذ کررہا ہے۔ (ت)

ظاہرًا ان بعض علماء کو ایک عبارتِ درمختار نے دھوکا دیا کہ اواخر باب طلاق بالصریح میں فرمایا:

لو قال انت طالق على ان لا رجعة لی عليك له الرجعة وقيل لا جوهرة و رجح فی البحر الثانی وخطأ من افتی بالرجعی فی التعاليق وقول الموثقين لتكون طالقا طلقة تملك بها نفسها۔[3]

اگر کہا "تجھے اس شرط پر طلاق ہے کہ مجھے رجوع کا اختیار نہیں، تو اس کو رجوع کا حق باقی ہوگا۔ بعض نے کہا اس کو رجوع کا حق نہیں ہے، جوہرہ۔ بحر میں دوسرے قول کو ترجیح دے کر کہا کہ جس نے معلق طلاق میں رجوع کا فتوٰی دیا اس نے خطا کی ہے، اور پختہ کار لوگ فرماتے ہیں کہ مذکورہ صُورت میں ایسی طلاق ہوگی جس میں اختیار بیوی کو ہوگا کہ وُہ نکاح دوبارہ کرے یا نہ کرے یعنی بائنہ طلاق ہوگی۔ (ت)

اس عبارت میں جملہ "وخطأ من افتی الخ" کے یہ معنی سمجھ لئے کہ علامہ بحر صاحب بحر رحمہ اللہ تعالٰی نے مطلقًا تعلیقات میں طلاق رجعی ماننے کو خطا ٹھہرایا حالانکہ یہ محض سُوءِ فہم یا قلّتِ تدبّر سے ناشئ ہے یہاں

---

[1] الہدایۃ باب ایقاع الطلاق المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۳۲۹
[2] فتح القدیر باب الایمان فی الطلاق مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۲۴۵
[3] درمختار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۲

Marfat.com

خاص صورت یہ زیرِ بحث ہے کہ جزائے معلق میں وصف مفید بینونت مذکور ہو، مثلاً:

ان دخلت الدار فانت طالق طلاقا لارجعة لی علیك فیه یا ان تفعل کذا تکن طالقا طلقة تملك بها نفسها۔

اگر تُو گھر میں داخل ہُوئی تو وُہ طلاق جس میں مجھے رجوع کا حق نہ ہو، یا یُوں کہا اگر تُو یہ کام کرے تو تجھے وہ طلاق ہے جس میں اختیار تیرے ہاتھ میں ہو۔ (ت)

عبارتِ در میں وقول الموثقین بالجر زیرِ فی داخل (قول الموثقین جر کے ساتھ التعالیق پر داخل "فی" کے تحت ہے۔ ت) اور التعالیق کا عطف تفسیری ہے، بحر۔ ردالمحتار میں ہے:

قوله وخطاء ای نسبه الی الخطاء، وقوله وقول الموثقین بالجر قال ح عطف تفسیر علی التعالیق، قلت واصل المسئلة التی ذکرها صاحب البحر، وقد الف فیها رسالة ایضا هی ان رجلا قال لزوجته متی ظهر لی امرأة غیرك فانت طالق واحدة تملکین بها نفسك، ثم ظهر له امرأة غیرها فاجاب فیها بانه بائن ورد من افتی رجعی[1] (ملخصًا)

اس کا قول کہ "خطاء" یعنی اس کو خطاء کی طرف منسوب کیا، اور اس کا قول "قول الموثقین" جر یعنی زیر کے ساتھ، تو اب اس کا تعالیق پر عطف تفسیری ہوگا۔ قلت اصل مسئلہ وہ ہے جس کو صاحبِ بحر نے ذکر کیا اور اس پر رسالہ بھی لکھا ہے کہ ایک شخص نے بیوی کو کہا کہ اگر تیرے سوا کوئی میری بیوی معلوم ہوجائے تو تجھے ایک طلاق ہے جس میں تجھے اپنا اختیار رہو گا، اس کے بعد اس شخص کی دوسری بیوی معلوم ہُوئی تو بحر والے نے جواب دیا کہ یہ طلاق بائن ہوگی، اور انھوں نے اس شخص کا رَد بھی کیا جس نے اس کے رجعی ہونے کا فتوٰی دیا (ملخصًا)۔ (ت)

خود علامہ بحر کی عبارت سُنئے کہ در سے روشن تر ہے بحر میں فرماتے ہیں:

فی الجوهرة ان قال انت طالق علی انه لارجعة لی علیك یلغو ویملك الرجعة وقیل تقع واحدة بائنة اھ وظاهر ما فی الهدایة ان المذهب الثانی فانه قال

جوہرہ میں ہے کہ اگر ایک شخص نے بیوی کو کہا کہ تجھے طلاق ہے اس شرط پر کہ مجھے رجوعِ اختیار نہ ہوگا، تو ایسی میں رجوع نہ ہونے کی شرط لغو ہوگی، اور اس طلاق پر خاوند کو رجوع کا اختیار باقی رہے گا، اور بعض نے کہا ہے کہ یہ ایک بائنہ طلاق ہوگی اھ

[1] ردالمحتار باب الصریح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۵۰

واذا وصف الطلاق بضرب من الشدة و الزيادة كان بائنا وقال الشافعي يقع رجعيا اذا كان بعد الدخول، لانه وصفه بالبينونة خلاف المشروع فيلغو كما اذا قال انت طالق على ان لا رجعة لي عليك ولنا انه وصفه بما يحتمله ومسئلة الرجعة ممنوعة اھ، قال في العناية ای لا نسلم انه لا يقع بائنا بل تقع واحدة بائنة اھ وهكذا في فتح القدير وغاية البيان والتبيين فقد علمت ان المذهب وقوع البائن وقد تمسك به بعض من لاخبرة له ولا دراية بالمذهب على ان قول الموثقين في التعاليق تكون طالقا طلقة تملك بها نفسها لا يوجب البينونة مستدلا بانه لو قال انت طالق على ان لا رجعة كان رجعيا، وهو خطأ وقد اوسعت الكلام فيها في رسالة[1] اھ ملخصًا۔

جبکہ ہدایہ کی عبارت سے ظاہر یُوں ہے کہ دوسرا قول راجح ہے، کیونکہ اُنھوں نے یُوں فرمایا کہ جب طلاق کو ایسے وصف سے موصوف کیا جائے جو شدّت اور زیادتی پر دلالت کرے تو وہ طلاق بائنہ ہوتی ہے اور امام شافعی نے فرمایا کہ یہ طلاق رجعی ہوگی بشرطیکہ بیوی سے دخول کرچکا ہو کیونکہ اس نے صریح ایک طلاق کو بائن کے وصف سے موصوف کیا ہے جو کہ خلافِ مشروع ہے لہذا یہ وصف لغو ہوگا، جیسا کہ کوئی یُوں کہے کہ تجھے طلاق ہے اس شرط پر کہ مجھے رجوع کا اختیار نہ ہوگا تو رجوع کا حق باقی رہے گا اور طلاق رجعی ہوگی، امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کے اس قول کے مقابلہ میں ہماری دلیل یہ ہے کہ خاوند نے طلاق مذکورہ کو ایسے وصف سے موصوف کیا جس کا اس میں احتمال بن سکتا ہے اور جس مسئلہ پر آپ نے قیاس کیا یعنی رجوع نہ کرنے کی شرط، تو ہمارے لئے وُہ ایسے نہیں ہے بلکہ وہ طلاق بائنہ ہے اھ۔ عنایہ میں حنفی مسلک کی تائید میں فرمایا کہ مذکورہ صورت میں بائنہ طلاق نہ ہونا ہم تسلیم نہیں کرتے بلکہ ایک طلاق بائنہ ہوگی اھ عنایہ کے علاوہ فتح القدیر، غایۃ البیان اور تبیین میں ایسے ہی ہے، اور آپ کو معلوم ہوچکا ہے کہ حنفی مذہب میں طلاق بائنہ ہوگی، جن لوگوں کو مذہب کی خبر اور سمجھ نہیں اُنھوں نے یہاں استدلال کیا ہے کہ "قول الموثقين في التعاليق" سے مراد یہ ہے کہ اگر خاوند بیوی کو کہے کہ "تجھے ایک طلاق جس میں تجھے اپنا اختیار حاصل ہے" تو اس میں طلاق بائنہ نہ ہوگی، اس پر انھوں نے دلیل یہ دی کہ اگر کوئی بیوی کو کہے کہ تجھے ایک طلاق ہے اس شرط پر کہ مجھے رجوع کا اختیار نہ ہوگا، تو یہ بھی رجعی طلاق ہوگی، حالانکہ ان لوگوں کا یہ بیان و استدلال خطا ہے، اور میں نے اس بات کو تفصیل سے رسالہ میں لکھا ہے اھ ملخصًا (ت)

---

[1] بحرالرائق فصل انت طالق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۲۹۱

Marfat.com

نیز علامہ بحر کے اُس رسالہ میں جس کا حوالہ ردالمحتار اور خود بحرالرائق میں گزرا یہاں وقوع بائن کی علت زیادۃ لفظ تملك بها نفسها بیان فرمائی نہ یہ کہ نفس تعلیق موجب بینونت ہے رسالہ مذکورہ میں بعد بیان صورتِ واقعہ فرماتے ہیں :

وقع الطلاق بما ینبئ علی الزیادۃ وهو قوله تملك بها نفسها فیکون بائنا و ان کان صریحا فی البدائع البائن ان یکون بحروف الابانۃ او بحروف الطلاق لکن موصوفا بصفۃ تنبئ عن البینونۃ اھ ولا شك ان قوله تملك بها نفسها یکون بالبائن لا بالرجعی فی فتح القدیر لیس فی الرجعی ملکها نفسها وفی البدائع لا تملك نفسها الا بالبائن[1] اھ مختصرًا۔

یہاں طلاق کا وقوع 'زائد الفاظ یعنی "وہ اپنے نفس کی مالک ہوگی" کے ساتھ ہوگا، لہذا یہ طلاق بائن ہوگی، اگرچہ صریح طلاق مذکور ہے، بدائع میں ہے کہ کسی جدائی والے لفظ یا لفظِ طلاق کو جدائی والے کسی لفظ سے موصوف کردیا جائے، تو یہ بائن طلاق ہوگی اھ، اور اس میں شک نہیں کہ عورت کو اپنے نفس کا اختیار بائن طلاق سے حاصل ہوتا ہے رجعی سے نہیں ہوتا۔ فتح القدیر میں ہے کہ رجعی طلاق میں عورت کو اپنے نفس کا اختیار حاصل نہیں ہوتا، اور بدائع میں ہے کہ عورت اپنے نفس کی مالک صرف بائن طلاق سے بنتی ہے اھ مختصرًا۔ (ت)

مطلقًا تعلیق سے بائن کا وقوع علاوہ اُن دلائل واضحہ کے کہ صدر کلام میں معروض ہولئے صدہا فروع منصوصہ فی المذہب سے باطل ہے۔ اسی درمختار میں ہے :

علق الثلث بالوطء حنث بالتقاء الختانین ولم یجب العقر باللبث بعد الایلاج ولم یصر بہ مراجعا فی الطلاق الرجعی الا اذا اخرج ثم اولج فیصیر مراجعًا[2]۔

خاوند نے اگر طلاق مغلظہ کو وطی سے معلق کیا تو وطی کے ابتدائی مرحلہ میں دونوں شرمگاہوں کے ملنے پر ہی طلاق ہوجائے گی اور دخول کے بعد وقفہ پر بیوی کے لئے جوڑا (عقر) لازم نہ ہوگا اور نہ ہی اس کو طلاق رجعی میں رجوع قرار دیا جلئے گا، ہاں اگر دخول کے بعد شرمگاہوں کے جُدا ہونے کے بعد دوبارہ دخول کیا تو رجوع قرار پائے گا۔ (ت)

---

[1] الرسالۃ السابعۃ فی الطلاق المعلق علی الابراء ھل ھو رجعی او بائن مع الاشباہ و النظائر۔ ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۲۶
[2] درمختار باب التعلیق مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۳۲ و ۲۳۳

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے:

قولہ فی الطلاق الرجعی ای فیما اذا کان المعلق علی الوطئ طلاقا رجعیا۔[1]

ماتن کا قول کہ "رجعی طلاق میں" یہ وہ صورت ہے جس میں رجعی طلاق کو وطی کے ساتھ معلق کیا ہو۔ (ت)

اسی طرح بحرالرائق وہدایہ وفتح القدیر وعامہ کتب مذہب میں ہے۔ خود رسالہ مذکورہ علامہ زین میں بعد بیان صورت واقعہ کہ زوج نے کہا تھا:

متی ابرأیتنی من مہرك فانت طالق الخ

جب تو مجھے مہر سے بری کردے تو تجھے طلاق ہے الخ (ت)

اور اثبات بینونت بوجہ زیادت صفت متقدمہ بیان فرمایا:

فان قلت لم لم تجعله بائنا بسبب اشتراط الابراء من المهرفان الطلاق الموقع فی مقابلة الابراء یکون بائنا، وعلله فی التجنیس بانه یقع بعوض وھولاله اھ قلت فی مسئلتنا جعل الطلاق معلقا بالابراء شرطا له لاعوضا، فلذا لم نجعله بائنا الا ان یوجد نقل یدل علی ذلك[2] اھ ملتقطا۔

اگر تو اعتراض کرے کہ مہر سے بری کرنے کی شرط پر طلاق کو تم نے بائنہ کیوں نہ بنایا، کیونکہ ابراء کے مقابلہ میں طلاق بائنہ ہوتی ہے نہ کہ شرط سے، تجنیس میں اس کی وجہ یہ بتائی کہ اس صورت میں یہ طلاق ایسے عوض کے مقابلہ میں ہے جو خاوند کے حق میں ہے، میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں طلاق کو ابراء سے معلق کیا گیا ہے جس میں ابراء کو شرط بنایا ہے عوض نہیں بنایا، اسی لئے تو ہم نے اس کو بائن نہیں بنایا الّا یہ کہ کوئی نقل اس پر مل جائے جو اس پر دلالت کرے اھ ملتقطا (ت)

نیز فتح القدیر میں زیر مسئلہ آتیہ قریبا انت طالق ان لم اطلقك (اگر تجھے طلاق نہ دوں تو تجھے طلاق ہے۔ ت) ارشاد فرمایا:

الطلاق یتحقق منه الیاس بموتها واذاحکمنا بوقوعه قبل موتها

کہ طلاق سے مایوسی عورت کی موت سے ہی ہوسکتی اور جب ہم بیوی کی موت سے قبل وقوع طلاق کا حکم

---

[1] ردالمحتار باب التعلیق داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۰۸

[2] الرسالۃ السابعہ فی الطلاق المعلق الخ مع الاشباہ والنظائر ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۸۳۹

Marfat.com

لایرث منہا الزوج لانہا بانت قبل الموت فلم یبق بینہما زوجیۃ حال الموت وانما حکمنا بالبینونۃ وان کان المعلق صریحا لانتفاء العدۃ کغیر المدخول بہا لان الفرض ان الوقوع فی اٰخر جزء لایتجزأ فلم یلہ الا الموت و بہ تبین اھ[1]

دہن تو خاوند اس بیوی کا وارث نہ ہوگا، کیونکہ موت [illegible] تو موت کے وقت زوجیت دونوں کی ختم ہوچکی ہوگی، اور بیشک ہم نے اس طلاق کو بائنہ قرار دیا ہے اگرچہ لفظوں میں یہ صریح طلاق ہے، کیونکہ اس پر عدت نہیں ہوتی جیسا کہ قبل دخول طلاق کی صورت میں ہوتا ہے اس لئے کہ فرض یہ کیا ہوا ہے کہ موت سے قبل ایک ادنٰی جُز جس میں موت کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا تھا اس میں طلاق واقع ہوئی اسے وہ بائنہ بن گئی اھ (ت)

بالجملہ امر واضح اور بشدّت وضوح ایضاح سے مستغنی ہے۔ رہا **فریق اوّل** الفاظ کہ زبانِ زوج سے نکلے یعنی اگر تو نماز نہ پڑھے گی تو دو طلاق ہے، اگر لغۃً ان کا مفاد دیکھا جائے تو واقعی اُسی قدر ہے جو اس فریق نے سمجھا اس لئے کہ یہاں معلق بہ عدم یعنی نماز نہ پڑھنا ہے اور عدم متحقق نہ ہوگا مگر عورت کے آخر جزءِ حیات میں اگر آج سے عمر بھر کبھی کوئی نماز نہ پڑھتی تو عدم مذکور صادق آتا اور عورت کی پچھلی سانس پر طلاق نازل ہوتی یہاں تک کہ اس نے صبح کی نماز پڑھی عدم معدوم اور اس کا نقیض موجود ہُوا تو چاہئے تھا کہ یہ دو طلاقیں اصلاً نہ پڑتیں۔ ہدایہ فصل اضافۃ الطلاق الی الزمان میں ہے:

العدم لایتحقق الا بالیأس عن الحیاۃ وھو الشرط کما فی قولہ ان لم اٰت البصرۃ۔[2]

عدم طلاق کا تحقق صرف زندگی سے مایوس ہوجانے پر ہوسکتا ہے جبکہ طلاق نہ دینا شرط ہے، جیسا کہ کوئی یوں کہے "اگر میں بصرہ نہ آؤں" تو بصرہ میں آنا زندگی بھر میں متوقع رہتا ہے صرف موت سے ہی یہ توقع ختم ہوتی ہے۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

ولو قال انت طالق ان لم اطلقك لم تطلق حتی یموت، باتفاق الفقہاء لان الشرط ان لا یطلقہا

اگر خاوند نے کہا "اگر تجھے طلاق نہ دُوں تو تجھے طلاق ہے" کی صورت میں موت کے بغیر طلاق نہ ہوگی، اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، اس لئے کہ طلاق

---

[1] فتح القدیر فصل فی اضافۃ الطلاق الی الزمان مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۳۷۳

[2] الہدایۃ " " المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۳۴۵

Marfat.com

وذلك لایتحقق الا بالیأس عن الحیاۃ لانہ متی طلقہا فی عمرہ لم یصدق انہ لم یطلقہا بل صدق نقیضہ وھوانہ طلقہا والیأس یکون فی اٰخر جزء من اجزاء حیاتہ[1]

نہ دینے کی شرط ہے ، اور یہ شرط تاحیات متحقق نہ ہوگی صرف زندگی سے مایوسی پر ہی متحقق ہوگی ، کیونکہ زندگی میں جب طلاق دے گا تو طلاق نہ دینا صادق نہ آئے گا بلکہ اس کی نقیض صادق آئے گی ، اور وُہ یہ کہ اس نے طلاق دی ہے ، اس لئے طلاق نہ دینا عمر کے آخری ادنیٰ جُز میں معلوم ہو سکے گا اور وہی زندگی سے مایوسی کا وقت ہے ۔ (ت)

مگر یہاں ایک نکتہ بدیعہ ہے جس سے غفلت اس فریق کے لئے باعث غلط ہوئی ۔ الفاظ کا مفاد لغوی ہمارے ائمہ کے نزدیک مبنائے یمین نہیں بلکہ معانی عرفیہ پر بنائے کار ہے ۔ درمختار میں ہے :

الاصل ان الایمان مبنیۃ عند الشافعی رحمہ اللہ تعالٰی علی الحقیقۃ اللغویۃ وعند مالك رحمہ اللہ تعالٰی علی الاستعمال القراٰنی و عند احمد رحمہ اللہ تعالٰی علی النیۃ و عندنا علی العرف مالم ینو مایحتملہ اللفظ۔[2]

امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کے ہاں قسم میں حقیقی لغوی معنی کا لحاظ کیا جاتا ہے اور امام مالک رحمہ اللہ تعالٰی کے ہاں قسم میں قرآن پاک میں استعمال شدہ الفاظ و معانی کا لحاظ کیا جاتا ہے جبکہ امام احمد رحمہ اللہ تعالٰی کے ہاں نیت کا لحاظ ہوتا ہے اور ہمارے احناف کے ہاں قسم میں عرفی معانی کا اعتبار ہوتا ہے بشرطیکہ قسم والے نے کسی احتمالی معنٰی کی نیت نہ کی ہو ۔ (ت)

اور اغراض و مقاصد جس قدر مفاد لفظ سے زائد ہوں یعنی عموم و اطلاق بھی اُنھیں متناول نہ ہو ملحوظ نہیں ہوتے ۔ الایمان مبنیۃ علی الالفاظ لا علی الاغراض[3] (قسموں میں الفاظ کا لحاظ ہوتا ہے اغراض کا لحاظ نہیں ہوتا ۔ ت) کہ تنویر وغیرہ عامہ کتب مذہب میں ارشاد ہے اُس سے یہی مراد ہے کہ لفظ کی تناول عرفی سے اجنبی خارج و بیگانہ و زائد بات اگرچہ عرفاً مقصود حالف ہو منظور نہ ہوگی مگر اغراض مخصص ضرور ہو سکتی ہیں ، دلالت لفظ کہ عموم پر تھی بنظر غرض خاص پر مقصور ہو جائے گی ، یہ مدلول لفظ سے خروج نہیں بلکہ بعض مدلولات پر قصر ہے ، یہ وُہ تحقیق انیق ہے جس سے کلمات ائمہ مذہب میں توفیق ہے اور فروع متکاثرہ مذہب کی شہادت متواترہ سے اس کی توثیق ہے جس کا نفیس و روشن بیان علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی نے ردالمحتار میں افادہ فرمایا اور اس کے بیان میں ایک مستقل رسالہ رفع الانتقاض و دفع الاعتراض

[1] فتح القدیر فصل فی اضافۃ الطلاق الی الزمان مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۷۳-۳۷۲

[2] درمختار باب الیمین فی الدخول والخروج والسکنٰی الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۹۶

[3] درمختار شرح تنویر الابصار " " " " " " " " ۱/ ۲۹۶

Marfat.com

علٰی قولھم الایمان مبینۃ علی الالفاظ لاعلی الاغراض تالیف کیا۔ تلخیص الجامع الکبیر للامام ابی عبداللہ صدر الدین محمد بن عباد میں ہے:

وبالعرف یخص ولا یزاد حتی خص الرأس بما یکبس ولم یرد الملك فی تعلیق طلاق الاجنبیۃ بالدخول[1]

عرف سے تخصیص ہوسکے گی اور لفظ کے مفہوم پر زیادتی نہ ہوسکے گی چنانچہ سر بھونے جانے والی سری سے مختص ہوگا اور اجنبی عورت کی طلاق کو گھر میں داخل ہونے کی تعلیق میں ملکیت مراد نہیں ہوسکتی۔ (ت)

علامہ علاءُ الدین ابوالحسن علی بن بلبان بن عبداللہ فارسی اس کی شرح تحفۃ الحریص فی شرح التلخیص میں فرماتے ہیں:

رجلان تساوما ثوبا فحلف المشتری انہ لایشتریہ بعشرۃ فاشتراہ باحد عشر حنث فی یمینہ، ولوکان الحالف البائع لایبیعہ بعشرۃ فباعہ باحد عشر لم یحنث، وھذا لان البیع بالعشرۃ نوعان بیع بعشرۃ مفردۃ وبیع بعشرۃ مقرونۃ بالزیادۃ ففی المشتری مطلق لادلالۃ فیہ علی تعیین احد النوعین فکان مرادہ العشرۃ المطلقۃ، اما البائع فمرادہ البیع بعشرۃ مفردۃ بدلالۃ الحال اذ غرضہ ان یزیدہ المشتری علی العشرۃ ولم یوجد شرط حنثہ وھو

دو حضرات نے کپڑے کا ایک سودا کرتے ہوئے، گفتگو میں خریدار نے قسم اٹھائی کہ میں اسے دس میں نہ خریدوں گا، اس کے بعد اس نے گیارہ کا خرید لیا تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی، اور اگر فروخت کرنے والا قسم اُٹھاتے کہ میں اسے دس میں فروخت نہ کروں گا، اس کے بعد اس نے گیارہ کا فروخت کردیا تو بائع کی قسم نہ ٹوٹے گی، یہ اس لئے کہ دس سے فروخت کرنے کے دو معنٰے ہیں، ایک یہ کہ صرف دس سے فروخت کرنا اور دوسرا معنی یہ کہ اس دہائی کے ساتھ کوئی اکائی بھی ہو، تو مشتری کے حلف میں مطلق دس ہے جس میں دونوں قسموں میں سے کسی ایک کے معین کرنے پر کوئی قرینہ نہیں ہے، لہذا یہاں دس مطلق مراد ہوں گے یعنی صرف دس یا دس سے کچھ اکائی کے ساتھ زائد دونوں معنی میں سے کوئی بھی ہو لیکن فروخت کرنے والے کی قسم میں صرف

[1] رفع الانتقاض الخ رسالہ من مجموعہ رسائل ابن عابدین بحوالہ تلخیص الجامع الکبیر سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۲۹۳

Marfat.com

البیع بعشرة مفردة فلا یحنث ، وھذا ھو المتعارف بین الناس فیحمل الیمین علی ما تعارفوه[1] ، وقوله فی المتن و بالعرف یخص ولا یزاد جواب عن سوال مقدر وھو ان یقال البائع بتسعة مفردة وجب ان یحنث لان المنع عن ازالة ملكه بعشرة منع عن ازالته بتسعة عرفا ، والجواب ان الحکم لا یثبت بمجرد الغرض وانما یثبت باللفظ والذی تلفظ به البائع ، ھو العشرة واسم العشرة لا یحتمل التسعة لیتعین بغرضه والزیادة علی اللفظ بالعرف لا تجوز بخلاف الشراء بتسعة لان العشرة فی جانب المشتری تحتمل عشرة مفردة وعشرة مقرونة فتعین احدھما بغرضه اذ العام یجوز تخصیصه و تقییده بالعرف[2] اھ ملتقطا۔

دس بغیر اکائی مراد ہیں جیسا کہ اس پر حال کی دلالت ہے کہ بائع کی غرض یہ ہے کہ مشتری اس سے زائد دے تو گیارہ میں فروخت کرنے پر شرط (یعنی صرف دس میں فروختگی) نہ پائی گئی لہذا قسم نہ ٹوٹی، لوگوں میں یہی متعارف ہے لہذا قسم کو لوگوں کے عرف پر محمول کیا جائیگا۔

اور متن میں یہ قول کہ "عرف سے تخصیص ہوتی ہے زیادتی نہیں ہوتی" یہ ایک سوال کا جواب ہے، سوال یہ مقدر ہے کہ بائع اگر مذکورہ صورت میں نَو سے فروخت کرے تو قسم کا ٹوٹنا ضروری ہوگا کیونکہ جب دس سے اپنی ملکیت نہیں چھوڑتا تو نَو سے بطریقہ اولیٰ نہ چھوڑنا ہوگا جیسا کہ عرف میں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تو محض غرض ہے

جبکہ حکم محض غرض سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ اس لفظ کا بھی اعتبار ہوتا ہے جس سے تلفظ کیا ہے اور بائع نے جو لفظ بولا ہے وہ دس ہے، جبکہ اس کا اسم نو کا احتمال نہیں رکھتا جس کو غرض کے طور پر متعین کیا جاسکے۔ دس کا نام، نَو پر مراد لینا یہ لفظی زیادتی ہے جو کہ عرف سے ثابت نہیں ہوسکتی کیونکہ عرف صرف تخصیص کرتا ہے زیادتی نہیں کرسکتا، اس کے برخلاف جب مشتری کپڑے کو دس کی بجائے نَو سے خرید لے تو عرف یہاں کارآمد ہوگا کیونکہ مشتری کی قسم میں دس کی مذکورہ دونوں قسموں کا احتمال ہے صرف دس یا مع اکائی مراد ہو، تو یہاں جب دس کا لفظ عام ہے تو عرف اس کی ایک قسم کی تخصیص یا تقیید کرسکتا ہے اھ ملتقطاً۔ (ت)

رفع الانتقاض میں ہے:

---

[1] رفع الانتقاض الخ رسالہ من مجموعہ رسائل ابن عابدین بحوالہ شرح تلخیص الجامع الکبیر سہیل اکیڈمی لاہور ١/ ٩٤-٢٩٣

[2] " " " " " " " " " " " " ١/ ٩٥-٢٩٤

Marfat.com

اعلم ان الغرض الذی یقصده المتکلم بکلامه قد یکون معنی اللفظ الذی تکلم به حقیقة او مجازا وقد یکون امرا أخر خارجا عن اللفظ ، فالاول کقوله لا اشتریه بعشرة فغرض المشتری منع نفسه من التزام العشرة فی ثمن ذلك المبیع سواء کانت عشرة مفردة او مقرونة بزیادة والعرف ارادة ذلك ایضا ، فهنا اجتمع الغرض والعرف فی لفظ الحالف فاذا اشتری باحد عشر حنث لانه ارادا لعشرة المطلقة وهی موجودة فی الاحد عشر ، والثانی کقوله لا ابیعه بعشرة فباعه بتسعة لایحنث لان غرض البائع ان یبیعه باکثر من عشرة ، ولا یرید بیعه بتسعة لکن التسعة لم تذکر فی کلامه لان العشرة لم توضع للتسعة لالغة ولاعرفا ، فغرضه الذی هو قصده من هذا الکلام خارج عن اللفظ ، والعبرة فی الایمان للالفاظ لا لمجرد الاغراض لان الغرض یصلح مخصصا لامزیدا ، والتخصص من عوارض الالفاظ فاذا کان اللفظ عاما والغرض الخصوص اعتبر ما قصده

جاننا چاہیے کہ متکلم جب کوئی کلام کرتا ہے تو اس کی غرض اس کلام کا حقیقی معنی ہوتا ہے اور کبھی مجازی معنی ہوتا اور کبھی لفظ سے خارج کوئی اور معنی غرض بنتا ہے ۔ اوّل کی مثال، جیسے مشتری کا کہنا کہ میں دس سے نہ خریدوں گا تو یہاں مشتری کی غرض یہ ہے کہ دس درہم دینے سے باز رہنا ہے یہ محض دس ہوں یا مع اکائی ہوں مبیع کے عوض نہ دے گا ، اور عرف بھی یہی ہے تو یہاں حلف میں غرض اور عرف دونوں حقیقی معنی میں مجتمع ہیں ، لہذا یہاں اگر مشتری نے گیارہ میں خریدا تو قسم ٹوٹ جائے گی کیونکہ اس نے مطلق دس مراد لئے تھے جبکہ یہ دس ، گیارہ میں بھی موجود ہے ۔ دوسرے کی مثال، جیسے بائع کہے کہ میں دس درہم سے نہ فروخت کروں گا یہاں اگر اس نے نو میں فروخت کیا تو قسم نہ ٹوٹے گی ، کیونکہ اس کلام سے بائع کی غرض یہ ہے کہ دس سے زائد یعنی دس مع اکائی کے بدلے فروخت کرے گا ، تو اس کی مراد میں نہیں ہے لیکن اس کی کلام میں نو مذکور نہیں ہے کیونکہ دس کا اسم لغت اور عرف میں نو کے لئے وضع نہیں ہے تو دس بول کر نو مراد لینا لفظ سے خارج کسی اور معنی کو مراد لینا ہے جبکہ حلف میں محض غرض کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ لفظ کا اعتبار ضروری ہے ، کیونکہ غرض مخصص تو بن سکتی ہے لیکن زیادتی پیدا نہیں کر سکتی جبکہ تخصیص لفظ کی صفت ہے لہذا لفظ کا اعتبار ضروری ہے محض غرض کافی نہیں ہے ، تو جب لفظ عام ہو اور غرض خاص ہو تو پھر

Marfat.com

کالراس فی لا اکل راسا، فان لفظه عام والغرض منه خاص کما مر و اعتبار هذا الغرض لایبطل اللفظ لانه بعض ماوضع له اللفظ[1] اھ مختصرا

خاص مقصد کا اعتبار ہوتا ہے جیسے کوئی کہے میں سر نہ کھاؤں گا، تو اس میں لفظِ سر عام ہے جو ماکول اور غیر ماکول دونوں کو شامل ہے جبکہ غرض خاص یعنی ماکول ہے جیسے گزرا تو یہ خاص غرض لفظ کے مدلول کے خلاف نہیں ہے، کیونکہ یہ لفظ کے معنیٰ کا ایک خاص حصہ ہے، اھ مختصراً۔ (ت)

وتمام فیہ۔ یمین الفور جسے خاص فکر بلند ثریا پیوند امام الائمہ مالک الازمہ کاشف الغمہ سراج الامہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے استنباط فرمایا اور دیگر ائمہ کرام قدست اسرارہم نے بحکم الفقہاء کلھم عیال علی ابی حنیفۃ (تمام فقہاء، ابوحنیفہ کی عیال ہیں، کے حکم سے۔ ت) اس جناب کا اتباع کیا اسی کے مسائل اسی اصل جلیل تخصیص بالغرض پر مبنی ہیں متون و شروح و فتاوائے مذہب میں صدہا فروع اس پر مبنی ہیں مثلاً:

(۱) عورت باہر جانے کو ہوئی، شوہر نے کہا باہر جائے تو تجھ پر طلاق، عورت بیٹھ گئی اور دوسرے وقت باہر گئی، طلاق نہ ہوگی۔ تنویر و در میں ہے:

شرط للحنث فی قوله ان خرجت مثلا فانت طالق او ان ضربت عبدك فعبدی حر لمرید الخروج والضرب فعله فورا لان قصده المنع عن ذلك الفعل عرفا، ومدار الایمان علیه وهذه تسمی یمین الفور تفرد ابوحنیفة رحمه الله تعالٰی باظهارها ولم یخالفه احد[2]

جب بیوی باہر نکلنے یا غلام کو مارنے کے لئے تیار ہو اس وقت خاوند اگر کہے کہ تُو نے مارا یا باہر نکلی تو تجھے طلاق ہے، تو مارنے اور باہر نکلنے سے وہی مراد ہے جس کے لئے وُہ تیار کھڑی ہے صرف اسی مارنے پر یا اسی نکلنے پر طلاق ہوگی کیونکہ خاوند کا اس عمل سے روکنا مقصود ہے یہی عرف ہے جبکہ حلف کا مدار یہی عرف ہے، اس کا نام یمین فور ہے جس کے اظہار اور بیان میں امام ابوحنیفہ متفرد ہیں اور کسی نے ان کی مخالفت نہ کی۔ (ت)

فتح القدیر و غنیہ ذوی الاحکام و ردالمحتار میں ہے:

تھیأت للخروج فحلف لاتخرج فاذا

بیوی باہر نکلنے کو تیار تھی کہ خاوند نے حلف اٹھایا

---

[1] رفع الانتقاض الخ رسالہ من مجموعہ رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۱۰۰۔۲۰۰

[2] درمختار باب الیمین فی الدخول والخروج والسکنی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۹۸

Marfat.com

جلست ساعة ثم خرجت لا يحنث، لان قصده منعها من الخروج الذی تهيأت له، فكانه قال ان خرجت الساعة، وهذا اذا لم يكن له نية فان نوى شيئاً عمل به[1]

کہ اگر تُو باہر نکلے تو تجھے طلاق ہے، تو بیوی بیٹھ گئی اور کچھ دیر بعد نکلی تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ خاوند کا مقصد وہ نکلنا ہے جس کے لئے وُہ تیار تھی اور اس نکلنے سے منع کرنا مقصود تھا، پس گویا خاوند نے یُوں کہا کہ تو اب نکلی تو تجھے طلاق ہے۔ یہ حکم تب ہوگا جب خاوند نے کوئی نیت نہ کی ہو، اور اگر اس نے کوئی نیت کی ہو تو اس پر عمل ہوگا۔ (ت)

(۲) زید نے عَمرو سے کہا "میرے ساتھ کھانا کھا لو"۔ عَمرو: "میں کھاؤں تو عورت مطلقہ ہو"۔ کل زید کے ساتھ کھانا کھایا طلاق نہ ہوگی۔ تنویر و دُر؛

وكذا فی حلفه ان تغديت فكذا بعد قول الطالب تعال تغد معی شرط للحنث تغديه معه ذلك الطعام المدعو اليه[2]

یُوں ہی اگر کھانے پر دعوت دینے والے کے جواب میں کوئی کہے "اگر میں کھانا کھاؤں تو بیوی کو طلاق ہے" تو یہاں بھی طلاق ہونے کیلئے جس کھانے پر دعوت دی گئی اسی کو دعوت دینے والے کے ساتھ کھانا شرط ہے۔ (ت)

(۳) عورت کو جماع کے لئے بلایا اس نے انکار کیا، شوہر نے کہا "اگر میرے پاس اس کوٹھری میں نہ آئے تو تجھ پر طلاق" عورت آئی مگر اس وقت مرد کی شہوت ساکن ہو چکی تھی، تو طلاق ہوگئی۔ اشباہ و دُر؛

ان للتراخی الا بقرينة الفور ومنه طلب جماعها فابت فقال ان لم تدخلی معی البيت فانت طالق فدخلت بعد سكون شهوته حنث[3]

لفظ "اِنْ" تراخی کے لئے استعمال ہے مگر جہاں فور کا قرینہ پایا جائے تو تراخی مراد نہ ہوگی، اسی فور پر قرینہ کی مثال یہ ہے کہ خاوند نے بیوی کو جماع کیلئے طلب کیا تو بیوی کے انکار پر خاوند نے کہا اگر تُو میرے کمرے میں داخل نہ ہُوئی تو طلاق ہے۔ تو فوراً داخل نہ ہوئی بلکہ خاوند کی شہوت و خواہش ختم ہونے کے بعد داخل ہُوئی تو طلاق ہو جائے گی۔ (ت)

(۴) حاکم نے حلف کیا کہ اگر شہر میں کوئی بدمعاش آئے اور میں خبر نہ دُوں تو عورت طلاق ہے، بدمعاش آیا اور اس نے حاکم کو خبر دی اس وقت کہا کہ وُہ معزول ہو گیا تھا طلاق ہوگئی۔ تنویر:

---

[1] رد المحتار | باب الیمین فی الدخول والخروج الخ | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۳/ ۸۴
[2] درمختار | " " " | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۲۹۸
[3] " | " " " | " | ۱/ ۲۹۹

Marfat.com

حلفه وال لیعلمنه بکل داعر دخل البلد تقید بقیام ولایته[1]

شہر کے حاکم نے ایک ملازم سے حلف لیا کہ شہر میں داخل ہونے والے ہر بدقماش کی مجھے اطلاع دے گا، تو یہ حلف اس حاکم کی ولایت کے قائم رہنے تک مقید ہے (ت)

درمختار میں ہے :

بیان لکون الیمین المطلقة تصیر مقیدة بدلالة الحال وینبغی تقیید یمینه بفور علمه[2].

اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہ یہ مطلق حلف کو حال کی دلالت کی وجہ سے مقید ہونے کی مثال ہے اس میں یہ بھی قید ہوگی کہ وہ ملازم معلوم ہونے پر فوراً اطلاع دے گا۔ (ت)

تبیین الحقائق میں ہے :

ثم ان الحالف لو علم الداعر و لم یعلمه لم یحنث الا اذا مات هو او المستحلف او عزل[3]

اگر حلف اٹھانے والے کو بدمعاش کا علم ہو جائے اور وہ حاکم کو مطلع نہ کرے تو قسم صرف حلف دینے یا حلف لینے والے کی موت یا حاکم کے معزول ہو جانے پر ٹوٹے گی (ت)

فتح القدیر میں ہے :

ولو حکم بانعقاد هذه للفور لم یکن یعید انظرا الی المقصود وهو المبادرة لزجره و دفع شره[4]

اگر اس حلف کو فوری ہونے کا حکم دیا جائے تو بعید نہ ہوگا کیونکہ حاکم کا مقصد بدقماش کو فوری سزا دینا اور اس کے شر کا دفاع کرنا ہے۔ (ت)

(۵) دائن نے مدیون سے حلف لیا کہ تیرے بے اذن باہر نہ جاؤں گا یہ حلف بقائے دین تک رہے گا بعد ادا یا ابرا اذن کی حاجت نہیں۔ تنویر و در میں ہے :

لو حلف رب الدین غریمه او الکفیل بامر المکفول عنه ان لا یخرج من البلد الا باذنه تقید بالخروج حال قیام الدین

قرض خواہ نے مقروض یا مقروض کے بنائے ہوئے ضامن سے حلف لیا کہ تو میری اجازت کے بغیر شہر سے باہر نہ جائے گا، تو یہ حلف قرض اور ضمانت کی

---

[1] درمختار باب الیمین فی الضرب والقتل وغیر ذلک مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۱۳
[2] ایضاً
[3] تبیین الحقائق ″ ″ ″ ″ مطبعہ کبرٰی امیریہ بولاق مصر ۳/ ۱۶۱
[4] فتح القدیر کتاب الایمان مسائل متفرقہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۴۶۸

Marfat.com

بالکفالۃ۔[1] | بقاء تک مقید قرار پائے گا، قرض یا ضمانت ختم ہوجانے کے بعد حالف کو اجازت کی ضرورت نہ رہے گی (ت)

(۶) قسم کھائی عورت بے میرے اذن کے باہر نہ جائے گی، یہ قیام زوجیت تک محدود ہے۔ تنویر و دُر میں ہے:

لوحلف لا تخرج امرأته الّا باذنه تقید بحال قیام الزوجیة۔[2]

خاوند نے قسم اٹھائی کہ بیوی اجازت کے بغیر باہر نہ جائیگی، تو یہ حلف بھی زوجیت کے قیام تک محدود ہوگا۔ (ت)

(۷) وہی مسئلہ کہ دس کو نہ بیچوں گا اور گیارہ کو بیچا حانث نہ ہُوا اگرچہ گیارہ میں دس موجود ہیں کہ مراد خاص قسم کے دس یعنی تنہا بلا زیادت تھے۔ یہ سب تقییدیں اور عام کی تخصیص صرف بنظر اغراض متعارفہ ہوئی ہیں کہ یمین کی بنا ہی عُرف پر ہے و لہذا امام ہمام ابن الہمام نے عبارت مذکورہ ہدایہ کی شرح میں (جہاں ارشاد ہُوا تھا کہ عدم بے سلب کلی متحقق نہ ہوگا) فرمایا:

کماقوله فی ان لم اٰت البصرة اعطاء نظیر والمراد ان کل شرط یأتی منفی حکمه کذلك، وهو ان لایقع الطلاق او العتاق اذا علق به الابالموت لما ذکرنا وزاد قیدا حسنا فی المبتغی بالغین المعجمة قال اذا قال لامرأته ان لم تخبرینی بکذا فانت طالق ثلاثا فهو علی الابد اذا لم یکن ثم ما یدل علی الفور انتهی، ومن ثمه قالوا لواراد ان یجامع امرأته فلم تطاوعه فقال ان لم تدخلی معی فانت طالق فدخلت بعد ما سکنت شهوته طلقت، لان مقصوده من الدخول کان قضاء الشهوة وقد فات۔[3]

اس کا قول، جیسا کہ، اگر میں بصرہ میں نہ آؤں تو، یہ نظیر ہے، جس سے مراد یہ ہے جو شرط بھی لفظِ اِنْ کے ساتھ ذکر کی جائے تو اس کا حکم یُونہی منفی رہے گا یعنی اس کے ساتھ طلاق یا عتاق کو معلق کیا گیا ہو تو شرط کے منفی ہونے پر موت سے پہلے قسم نہ ٹوٹے گی، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے اور پھر اس پر ایک اچھی قید بڑھائی کہ مُبتغی (غین کے ساتھ) میں کہا کہ خاوند نے بیوی سے کہا کہ تو اگر مجھے فلاں خبر نہ دے تو تجھے تین طلاقیں ہوں گی، تو اگر فور پر کوئی قرینہ نہ ہو تو یہ قسم ابدی ہوگی اھ، اور اسی قبیل سے یہ ہے کہ خاوند نے بیوی کو جماع کے لئے طلب کیا تو بیوی نے اطاعت نہ کی تو کہا اگر تُو میرے پاس کمرے میں نہ آئی تو تجھے طلاق، اگر بیوی فوراً نہ آئے بلکہ خاوند کی شہوت اور

---

[1] و [2] درمختار | باب الیمین فی الضرب والقتل الخ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۳۱۳

[3] فتح القدیر | فصل فی اضافۃ الطلاق الی الزمان | مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر | ۴/ ۳۷۳

Marfat.com

خواہش ختم ہونے کے بعد آئی تو طلاق ہوجائے گی کیونکہ طلب کا مقصد اپنی شہوت کو پُورا کرنا تھا جو اب ختم ہوگئی ہے۔ (ت)

اور شک نہیں کہ ہمارے مسئلہ دائرہ میں بھی اس حلف سے شوہر کی یہ غرض نہیں کہ عورت اپنی مدۃ العمر میں کبھی کسی وقت کسی طرح دو سجدے کرلے اور بَری ہوجائے بلکہ یقیناً بحکمِ عرف دلالت حال اس سے پابندیٔ نماز مقصود ہے تو جس طرح عورت کا باہر جانا مطلق تھا لفظ شوہر میں کوئی قید نہ تھی کہ اس وقت ہو یا کب ہو مگر بدلالۃ حال خاص اس وقت کا خروج معتبر ہُوا، جس طرح کلام عمرو میں کھانا مطلق تھا کہ آج ہو یا کل یہ کھانا ہو یا اور، مگر بحکم عرف خاص اس وقت یہ کھانا زید کے ساتھ کھانا ملحوظ رہا، جس طرح عورت کا کوٹھری میں شوہر کے پاس آنا عام تھا کہ اس شہوت موجودہ کی بقا میں ہو یا عمر میں کبھی کسی حالت میں ہو اور عدم متحقق نہ ہوگا مگر اخیر جزء حیات شوہر یا زن میں اور جبکہ کوٹھری میں شوہر کے پاس آئی اگرچہ زوالِ شہوت کے بعد تو عدم صادق نہ آیا اور بنظرِ مفادِ لغوی لفظ لازم تھا کہ طلاق واقع نہ ہو لیکن بدلالت حال خاص وُہ آنا مقصود رہا جو اس شہوت کی قضا کے لئے مطلوب تھا اور اسی کی انتفا پر شرط متحقق اور طلاق واقع مانی گئی، وقس علی ھذا، اسی طرح یہاں بھی اگرچہ عشرۂ مفردہ ومقرونہ کی مانند نماز پڑھنا بھی دو قسم ہے، ایک ملتزم کہ پابندی کے ساتھ ہو دوسرا اس کا غیر یا دو قسم ہے۔ ایک مبریٔ ذمہ جس میں فرض نماز کا مطالبہ ذمے پر نہ رہے، دوسرا اس کے خلاف اور فعل بعینہٖ ان لم تدخلی (اگر تُو میرے پاس نہ آئی۔ ت) مذکور کی طرح حکمِ نکرہ میں ہے اور نکرہ حیز نفی میں عام ہوجاتا ہے اور عموم سلب بوجہ ایجاب جزئی کہ صبح کی نماز پڑھی صادق نہ رہا مگر بحالتِ دلالتِ حال واجب ہے کہ قسم اول یعنی صلاۃ ملتزمہ مبریہ مراد ہو اور اس کا انتفا ایک وقت کی نماز فرض عمداً بلا عذرِ شرعی چھوڑنے سے صادق آجاتا ہے تو لازم ہُوا کہ جب عورت نے اس حلف کے بعد نماز عشاء نہ پڑھی صبح صادق طالع ہوتے ہی اس پر دو طلاقیں پڑگئیں جیسے وہاں سکون شہوت ہوتے ہی عورت مطلقہ ہوگئی تھی بلکہ اگر شوہر نے یہ لفظ اس وقت کہے تھے کہ ہنوز وقتِ مغرب باقی تھا اور عورت ادا پر قادر تھی تو شفق ڈُوبتے ہی دو طلاقیں ہوگئیں، ہمارے علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر عورت سے کہا تُو نماز ترک کرے تو تجھے طلاق، عورت نے ایک نماز قصداً قضا کی طلاق ہوجائے گی اگرچہ اُس قضا کو ادا بھی کرلے۔ درمختار میں ہے :

قال ان ترکت الصلوۃ فطالق فصلتھا قضاء طلقت علی الاظھر، ظھیریۃ[1]۔

بیوی کو کہا اگر تُو نے نماز ترک کی تو تجھے طلاق ہے، اب اگر عورت نے نماز قضا کی تو زیادہ واضح قول یہی ہے کہ طلاق ہوجائیگی، ظہیریہ۔ (ت)

---

[1] درمختار باب الیمین فی البیع والشراء الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۱۰

Marfat.com

یہ حکم اس لفظ میں ہے جہاں الصّلوٰۃ معرف باللام ہے جس میں کلام ہوگا کہ عرفاً تارک الصلوٰۃ کسے کہتے ہیں اور ہمارا مسئلہ دائرہ تو بحکم تحقیق مذکور ان ترکت صلوٰۃ (اگر تُو نماز چھوڑے۔ ت) بلالام کے مثل ہے یعنی اگر تو ایک نماز چھوڑے تو طلاق ہے، یہاں قضا کرنے سے وقوعِ طلاق میں کیا شک ہوسکتا ہے صاف بتا دیا کہ اس کی مراد وہی صلاۃ خاصہ ملتزمہ تھی اس پر دلیل واضح اُس کا وقتِ صبح رجعت کرنا ہے اگر وہ معنیٰ مراد ہوتے جو فریقِ اوّل نے زعم کئے تو پیش از وقوع رجعت کے کیا معنی تھے اور امثال مقام میں نیت شوہر اگرچہ دلالت حال کے خلاف بھی ہو وہی معتبر رہتی ہے۔ امام محقق علی الاطلاق وغیرہ علماء کا ارشاد گزرا کہ:

هذا اذا لم یکن له نیة فان نوی شیئا عمل به[1]۔ یہ جب ہے کہ اس نے نیت نہ کی ہو اگر اس نے کوئی نیت کی ہو تو اس پر عمل ہوگا۔ (ت)

تو جہاں دلالت حال ونیت دونوں متوافق ہیں نہ اُس دلالت کو مانیے نہ شوہر کی سُنئے اور اپنی طرف سے ایک معنی تراش کر اس پر عمل کیجئے کس قدر فقہ سے بعید بلکہ قابلیت التفات سے دُور ہے، اور اوپر واضح ہوچکا کہ یہ دونوں طلاقیں رجعی تھیں، لاجرم عورت بعد رجعت بدستور ملکِ نکاح میں باقی اور آئندہ طلاق کی محل رہی اب کہ شوہر نے چند سال بعد دو طلاقیں اور دیں ایک تو لغو ہوگئی کہ حدِ شرع سے متجاوز تھی اور ایک اُن پہلی دو کے ساتھ مل کر تین طلاقیں مغلظہ ہوگئیں جن سے عورت حرام ابدی تو نہیں ہوسکتی ہاں بے حلالہ اب اس شخص کے نکاح میں آنے کے قابل نہ رہی، هذا ما ظهر لی والعلم بالحق عند ربی (یہ وہ ہے جو مجھے معلوم ہُوا، حق تو میرے رب کے ہاں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] ردالمحتار باب الیمین فی الدخول والخروج الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۸۴

Marfat.com

رسالہ

اَکدُ التّحقیق بباب التّعلیق ۱۳۲۲ھ

(باب تعلیق کے متعلق تحقیق انیق)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

مسئلہ ازبنگالہ موضع نواکھالی ڈاک خانہ بیگم گنج مرسلہ عبدالمجید صاحب از رامپور ۶ محرم الحرام ۱۳۲۲ھ

بگرامی خدمت فیضدرجت، مجمع الفضائل منبع الفواضل، کاشف دقائق شرعیہ، واقف حقائق عقلیہ ونقلیہ، محی السنۃ النبویہ، مروج الاحادیث المصطفویہ، صاحب التحقیقات الرائقۃ، زبدۃ السعادات الفائقۃ، اعنی جنابنا مولانا المولوی شاہ احمد رضاخاں صاحب دام افضالہم۔ بعد ادائے تسلیمات فراواں وکورنشات بیکراں معرض آں خدمت یہ ہے جناب حضور نے جو فتوائے طلاق معلق بالصلوٰۃ میں تحریر فرماکر ارسال فرمائے تھے بندہ گم گشتہ نے ملک کو بھیج دیا اور سب علمائے موافقین ومخالفین نے دیکھ کر بہت خرسندیں حاصل کیں بلکہ سب علما متفق ہوکر بسبب فرمان فتوائے موصوف کے زوج احمد سے زوجہ مغلظہ کو علیحدہ کیا تھا اور اس پر بہت دن گزر گئے مگر مولوی وجیہ اللہ جو دیوبند سے عنقریب تحصیل کرکے گھر کو گئے اُس نے زوج احمد کو کہا کہ تمہارا زوجہ مطلقہ مغلظہ نہیں ہوئی تم ہماری رائے پر چلو تو ہم فتوائے ہند کو رد وہ کردیں گے، چنانچہ احمد علی بھی بوجہ نفع اپنے کے اور بوجہ تعلیم اپنے قول سے منکر ہوگئے یعنی جو پہلے تعمیم

Marfat.com

کے منکر اور تخصیص کے راجح، اب بعد چندیں مدت اپنی نیت ظاہر کرتے ہیں کہ نیت ہمارا علی الابد کے لئے ہے اور مولوی وجیہ اللہ نے اس وقت کے نیت کے مطابق ایک فتویٰ بھی لکھا ہے وہی فتویٰ آپ کی خدمت عالی میں ارسال کرتا ہوں اور فتویٰ تحریر کرکے احمد علی کو مدعی بنا کر کچہری میں مقدمہ دائر کئے ہیں بعدہٗ اس کے فتویٰ اور آنحضور کی تحریر مبارک دونوں کچہری میں پیش ہوا اور مولوی وجیہ اللہ کو اور اس طرف کے علماؤں کو حاکم نے طلب کیا اور دونوں فتویٰ کے مطلب حاکم کو سمجھا دئے مگر مولوی وجیہ اللہ نے حضور کے فتویٰ پر اور مذہب کے قیل وقال ناشائستہ بیان کیا مگر حاکم کے نزدیک کچھ اعتبار نہیں ہوا اور حاکم نے خود کہا کہ جناب مولٰینا شاہ احمد رضا خاں صاحب کو میں خوب جانتا ہوں اور اُن کی حالت مجھے خوب معلوم ہے اور دیوبند کے علمائے لامذہب کو بھی معلوم ہے کہ میں ہند کی سیر کرنے والا ہوں۔ مولوی وجیہ اللہ نے کہا کہ صاحب زجراً و تنبیہاً بغرض نصیحت طلاق دینے سے طلاق نہیں ہوتی، اور دلالت حال و یمین الفور کا شرعاً کچھ اعتبار نہیں ہے، اگر تسلیم بھی کیا جائے کہ طلاقیں مغلظ واقع ہوگئیں تاہم بوجہ رجعت کے اولین طلاق باطل بعد وجود طلاق بلا شرط دیا ہے اس کے لئے رجعت جائز ہے، اور دلیل بھی بیان کیا اس وجہ سے حاکم کے دل میں خدشہ پیدا ہوا حاکم نے اس طرف کے علماؤں کو فرمایا کہ آپ لوگ مولانا موصوف کے بیس دن کے اندر مولوی وجیہ اللہ کا رد جواب منگوائیے ورنہ یہ شبہہ کس طرح دُور ہو سکتا ہے اور حاکم نے بیس روز مقدمہ کا حکم مؤخر کر دیے، اکنوں دست بستہ ہو کر عرض کرتا ہوں کہ آپ از رُوئے مہربانی و شفقت گزاری کے پندرہ یا سولہ روز کے اندر جواب تحریر فرما دیجئے اور ہم لوگوں کو بحر غموم سے خلاص کر لیجئے ورنہ جمیع علماء کی بلکہ ملک ہند کی بھی بدنامی کی بات ہے، زیادہ کیا عرض کروں۔ عرض گزار خادم عبد المجید عفا اللہ عنہ

نقل فتویٰ مولوی وجیہ اللہ دیوبندی باشندۂ بنگالہ

سوال: چہ مے فرمایند علمائے دین و رازدارانِ شرع متین کہ در حاضران مجلس بحضور علماء وغیرہم کہ احمد علی بزبان خود اقرار نمود کہ من دائما زوجہ ام برائے نماز خوانی تاکید و زجر می کردہ بودم و برائے نماز خوانی چند قواعد نماز تعلیم ہم کردم لیکن بعد روزے چند بوقت مغرب مر زوجہ ام را گفتم کہ تو نماز بخواں زن مذکورہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و رازدارانِ شرع متین کہ حاضرین مجلس علماء وغیرہم کی موجودگی میں احمد علی نے اپنی زبان سے اقرار کیا کہ میں ہمیشہ اپنی بیوی کو تاکید اور تنبیہ کرتا رہا ہوں اور نماز پڑھنے کا طریقہ سکھاتا رہا ہوں لیکن چند روز بعد مغرب کے وقت میں نے بیوی سے کہا کہ نماز پڑھو تو بیوی نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ مجھے فرصت نہیں ہے،

Marfat.com

اباء وانکار کرد وگفت کہ مرا فرصتے نیست ازیں وجہ
گفتم کہ اگر تو نماز نگزاری بر تو دو طلاق معلق
دادم کہ بزبان بنگالہ (دیلام) و در لغت اردو
(دیا میں) استعمال کنند بعدہٗ زن مذکورہ نمازِ
عشا نخواند و قضا ہم نہ گزارد و نمازِ فجر بخواند بعد
فجر رجعت ہم کرد و بعد سالے بلا شرط دو طلاق
آں زوجہ مذکورہ را ایضا ہم داد و احمد علی
بمحفل مذکور علماء وغیرہم نیت بوقت بیان تعمیم و
تخصیص ہر دو منکر بود بل قرینہ برائے تخصیص
راجح اما بعد شش ماہ بجہت تعلیم مخالفین و بوجہ
نفع خود بگوید کہ نیتم برائے دائم و علی الابد ست
اکنوں از روئے شرع شریف اقرارش صحیح بود یا
چہ و بگوید کہ زجراً و تنبیہاً برائے تعود للصلوٰۃ طلاق
واقع نمی شود بلکہ معنیٰ آں وعدہ طلاق شود و وعدہٗ
طلاق طلاق واقع نمی شود بگوید کہ قول زوج بخواں
صیغۂ امر بر دلالت حال راجح لیکن فور ثابت
نمی شود بلکہ فور را ہیچ اعتبار نیست بر تقدیر
تسلیم کہ طلاقین اولین بوجہ رجعت باطل ست
کما ھو المعروف اکنوں بہر حال برائے زوج
احمد علی رجعت صحیح است آیا حکمش فے
الواقع ہمیں ست یا زوجہ احمد علی بہ سہ
طلاق شدہ مغلظہ شد بینوا بالتفصیل
اندریں صورت کہ زوج احمد علی بربجان خود
اقرار مے کند کہ روزے بعد ادائے نماز
مغرب مرزوجۂ خود را بسبب تارک الصلوٰۃ

اس پر میں نے اسے کہا "اگر تو نماز نہ پڑھے تو تجھ پر
دو طلاقیں معلق طور پر دیتا ہوں" یہ بات
بنگالی زبان میں (دیلام) جس کا اردو میں معنیٰ
(میں نے دیا) ہے، کہا، اس کے بعد بیوی نے
عشاء کی نماز ادا نہ کی اور نہ قضاء کی اور پھر فجر کی
نماز پڑھی، فجر کے بعد اس نے رجوع کر لیا، اور
اس کے ایک سال بعد خاوند نے اس بیوی کو
دو طلاقیں بغیر شرط پھر دے دیں، احمد علی مذکور نے
علماء کی مجلس مذکورہ میں بیان دیتے ہوئے بیوی
کو نہ نماز پڑھنے پر طلاق کو معلق کرنے میں تعمیم و تخصیص
کی نیت کا انکار کیا بلکہ تخصیص کا قرینہ راجح معلوم
تھا، لیکن اس کے چھ ماہ بعد ہمارے مخالفوں
کے سمجھانے اور اپنے فائدے کو ملحوظ رکھتے ہوئے
اس نے کہا کہ میں نے تو دائمی و ابدی کوئی نماز
نہ پڑھنے کی نیت سے کہا تھا (یعنی کوئی خاص نماز
نہیں بلکہ زندگی میں نماز نہ پڑھنے کی نیت سے طلاق
دینے کی بات کی تھی) کیا اب اس کا یہ اقرار
درست ہے یا کیا ہے، اور اب کوئی کہتا ہے کہ
اس نے بیوی کو نماز کا عادی بنانے کے لئے یہ
بات بطور تنبیہ اور ڈانٹ کی تھی اور یہ طلاق نہیں ہے
بلکہ طلاق کا وعدہ تھا جبکہ طلاق کا وعدہ طلاق
نہیں ہوتی، اور کوئی کہتا ہے کہ خاوند کا بیوی کو کہنا
کہ "نماز پڑھ" صیغۂ امر ہے جس کی حال پر دلالت
واضح ہے لیکن یہ یمینِ فور ثابت نہیں ہے بلکہ
فور کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اور اگر تسلیم کر بھی لیا جائے

Marfat.com

زجر و توبیخ کرد کشاں کشاں تا آنکہ باعتدال طبعؔ
استقلال مزاج بطریق زجر و تنبیہ گفت کہ تو نماز بخواں اگر نماز
نخوانی ترا دو طلاق و آں زن نیّت نماز و سورہ
بخوبی ندانستی غرض آنکہ زن عشا نخواند بوقت
فجر وضو کردہ برائے گزاردن نماز فجر استاد شویش
نیت و سورۃ تعلیم کرد و وے نماز خواند بعد
دو سہ روز میانجی محلہ را طلبیدہ رجعت نمودؔ
درصورت کذائیہ زوجہ اش برائے وے حلال
ماند یا چہ و بعد چند ماہ دو طلاق بلا شرط
ایضاً بر آں زوجہ مذکورہ اش دادہ است'
آیا کہ اگر تسلیم کردہ شود کہ اول طلاقین واقع شدند
بر تقدیرش بوجہ رجعت اول طلاقین باطل شد
یا چہ ، واکنوں رجعت کردہ از زوجہ مذکورہ
[illegible] کرفتن رواست یا نہ؟ بیّنوا۔

کہ پہلی دو طلاقیں رجعی تھیں تو اس کے رجوع کر لینے
کے بعد وُہ دونوں طلاقیں ختم اور باطل ہوگئیں
جیساکہ مشہور ہے لہٰذا اب دوسری بار دو طلاقوں
کے بعد اب احمد علی خاوند کا دوبارہ رجوع کرنا
صحیح ہے ۔ کیا یہ باتیں درست ہیں یا پہلی دونوں
طلاقوں کے بعد دو طلاقوں سے احمد علی کی بیوی
کو تین طلاقیں یعنی مغلظہ طلاق ہوگئی ہے تفصیل
سے بیان کیجئے ۔ خلاصہ اس سوال کا یہ ہے کہ احمد علی
خاوند نے خود اقرار کیا کہ ایک روز نماز مغرب
ادا کرنے کے بعد اس نے اپنی بیوی کو نماز کی تارک
ہونے پر ڈانٹ اور سختی سے سمجھایا اور پھر معتدل
مزاجی اور مستقل مزاجی سے ڈانٹ کے طور پر
کہا نماز پڑھ اگر تُو نماز نہ پڑھے تو تجھے دو طلاق
ہیں ، جبکہ وُہ بیوی نماز کی نیت اور کوئی سُورت
اچھی طرح نہیں جانتی غرضیکہ بیوی نے عشا کی نماز بھی نہ پڑھی پھر فجر کی نماز کے لئے اس نے وضو کیا تاکہ نماز پڑھے ، نماز کے لئے کھڑی ہُوئی تو خاوند نے اس کو نماز کی نیت اور سُورۃ سکھائی اور اس نے نماز پڑھی ، اس سے دو تین روز بعد محلّہ کے مولوی صاحب کو طلب کرکے احمد علی نے بیوی سے رجوع کیا ، تو اس صورت میں رجوع کرنے پر احمد علی کے لئے اس کی بیوی حلال ہُوئی یا نہیں ، پھر اس کے چند ماہ بعد مزید دو طلاقیں بلاشرط اس کو دیں کیا [illegible] پہلی دو طلاقیں واقع ہوگئی تھیں تو ان سے رجوع کر لینے پر کیا وُہ پہلی طلاقیں کالعدم اور باطل ہو جائیں گی یا نہیں ، اور دوسری طلاقوں کے بعد اس کا بیوی سے رجوع کرنا اور ہمبستری کرنا جائز ہے یا نہیں ، بیان کیجئے ۔

الجواب : البتہ زوجہ اش برائے وے حلال
ماند چہ دریں صورت مطلق طلاق واقع نشد
نہ حاجت تجدید نکاح نہ رجعت ھم
و احتیاطا امرے دیگر قولہ

الجواب : یقیناً احمد علی کی بیوی اس پر حلال
رہی کیونکہ اس صورت میں مطلقاً کوئی طلاق نہ ہُوئی
اور نہ ہی تجدید نکاح اور نہ ہی رجعت کی کوئی ضرورت
ہے ، ہاں احتیاط کریں تو اور بات ہے ، احمد علی کا

Marfat.com

اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق اولاً گویم کہ ایں قول تعلیق طلاق نیست بلکہ وعدۂ طلاق دادن ست زیرا کہ میان تو طلاق وطلاق وترا طلاق فرق ست در اول وصف زن ست ومحمول بروے ودر ثانی طلاق ایقاع زوج ست پس دریں قول فعل ایقاع زوج ضرور محذوف است در تنجیز معنی ترا طلاق ترا طلاق دادم ست ودر صورت تعلیق یعنی اگر ایں کار کنی ترا طلاق معنی آں ترا طلاق خواہم داد ہست چہ در تعلیق شرط وجزا ہر دو خواند و جزا ہمیشہ مستقبل مے شود ولو معنی پس دریں مقام مطلب اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق خواہم داد ہست وخواہم در فعل ایقاع محذوف است وپیدا ست اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق خواہم داد وعدۂ طلاق دادن ست نہ تعلیق طلاق واز وعدۂ طلاق طلاق واقع نشود وایں مطلب از خود نگرفتم بلکہ احمد علی خود میگوید کہ من بہ نیت طلاق دادن نگفتم بلکہ بطریق زجر وتہدید تنبیہاً بغرض تعود للصلاۃ گفتم وطلاق دادن در دلم مطلقاً محظور نشد وظاہر ست کہ وعدہ طلاق مفید ایں مدعا ست وباغراض متکلم خوب چسپاں ومقتضائے قرینہ ہم ہمچنیں ست۔

ثانیاً گویم قولہ تو نماز بخواں اگر

کہنا "اگر تُو نماز نہ پڑھے تو تجھے دو طلاق"۔ اس کے متعلق میں کہتا ہُوں: اوّلاً یہ تعلیقِ طلاق نہیں بلکہ وعدۂ طلاق ہے کیونکہ تُو طلاق، تو طلاق والی، اور تجھ کو طلاق، ان تینوں میں فرق ہے۔ پہلی عورت کی صفت اور اسی پہ محمول ہے۔ دوسری میں خاوند کا طلاق دینا ہے، لہٰذا اس میں خاوند کا طلاق دینا ضرور محذوف ہے جب شرط سے معلق نہ ہو یعنی اس کا معنیٰ یہ ہے کہ تجھ کو میں نے طلاق دی ہے، اور اگر شرط سے معلق ہو مثلاً یہ کہ اگر تُو یہ کام کرے تو تجھے طلاق ہے تو اس کا معنیٰ طلاق کا وعدہ ہے کہ تجھے طلاق دوں گا کیونکہ تعلیق میں شرط و جزا دونوں ہوتے ہیں اور جزا ہمیشہ مستقبل میں ہوتی ہے خواہ معناً ہو اس مقام میں مطلب یہ ہے کہ اگر تو نماز نہ پڑھے تو تجھے میں دو طلاق دوں گا کیونکہ "دوں گا" یہاں فعل میں محذوف ہوگا، تو ظاہر ہوا کہ یوں کہا "اگر تو نماز نہ پڑھے تو تجھے دو طلاق دوں گا" تو یہ طلاق دینے کا وعدہ ہوا نہ کہ تعلیقِ طلاق ہُوا، جبکہ طلاق کے وعدہ سے طلاق نہیں ہوتی، یہ مطلب میں نے خود نہیں نکالا، بلکہ احمد علی خود کہتا ہے کہ میں نے یہ بات طلاق دینے کے ارادے سے نہیں کہی بلکہ ڈانٹ اور زجر کے لئے کہی ہے تاکہ بیوی نماز کی عادی بن جائے اور طلاق دینے کا میرے دل میں خیال تک نہ تھا، تو ظاہر ہُوا کہ یہ صرف طلاق دینے کا وعدہ تھا، یہی بات احمد علی کے قول سے حاصل ہوئی، اور متکلم کی غرض کے یہی مطابق ہے اور قرینہ بھی یہی بتاتا ہے۔

ثانیاً میں کہتا ہُوں کہ احمد علی کا بیوی کو یہ

Marfat.com

نماز نخوانی ترا دو طلاق تعلیق طلاق سنت اگرچہ از مطلب متکلم فرسنگہا دور ست معنی آں ترا دو طلاق ہست، باید دانست کہ در تعلیق طلاق معلق ہر سہ گونہ است و ہر یک دو گونہ است جانبِ وجود و جانبِ عدم مجموعہ شش قسمت ست فعل الزوجین وجودًا و عدمًا وفعل الغیر وجودًا و عدمًا کما لا یخفی من شرح الوقایۃ دریں جا معلق بہ فعل عدمی زوجہ است یعنی نماز نخواندن ومعنی التعلیق ربط حصول مضمون جملۃ ای جزا بحصول مضمون جملۃ أخری ای الشرط فاذا وجد الشرط وجد المشروط وکذا اذا فات الشرط فات المشروط وھذا یعم الصورۃ الستۃ کلھا من غیر فرق پس ہرگاہ ایں قول تعلیق طلاق مسلم نشت حالانکہ ایں قول مطلق ست مقید بوقت دون وقت نیست و غرض متکلم نیز معتاد للصلوٰۃ شدن زوجہ است و انما پس تخصیص نماز عشا نہ فجر وغیرہ از کجا آمد و قرینہ یمین الفور ہم مفقود بل اعتبار نیست چہ قائل باعتدال مزاج و استقلال طبع بغیر غصب بطریق نصیحت مے گفت

کہنا کہ "تُو نماز پڑھ، اگر تُو نماز نہ پڑھے تو تجھے دو طلاق" اس کو تعلیق قرار دیا جائے، اگرچہ یہ احتمال متکلم کے مقصد سے کوسوں دُور ہے، تاہم دو طلاق درست ہوں گی، لیکن معلوم ہونا چاہیئے کہ طلاق کو کسی شرط سے معلق کرنا تین طرح ہوتا ہے پھر ہر ایک کی دو دو صورتیں ہوتی ہیں، شرط کا وجود، دوسری شرط کا عدم ہے تو مجموعی چھ صورتیں بنیں۔ وُہ شرط خاوند کا فعل یا بیوی کا فعل، وجودًا یا عدمًا، اسی طرح اگر وہ شرط کسی غیر کا فعل ہو تو وجودًا یا عدمًا ہوگا، جیساکہ شرح وقایہ میں واضح ہے۔ یہاں زیر بحث صورت میں شرط بیوی کا فعل عدمًا ہے یعنی اس کا نماز نہ پڑھنا، اور تعلیق کا معنٰی یہ ہے کہ ایک جملہ کے مضمون کو دُوسرے جُملے کے مضمون یعنی جزاء کے جملہ کو شرط کے مضمون جملہ سے معلق کرنا ہے، تو جب شرط پائی جائے گی تو جزاء بھی پائی جائے گی، اور جب شرط نہ پائی جائے تو جزاء بھی نہ پائی جائے گی۔ یہ بات سب صورتوں کو شامل ہے جن میں کوئی فرق نہیں لہذا جب احمد علی کے قول کو تعلیق تسلیم کریں حالانکہ یہ قول مطلق ہے اور کسی وقت کے ساتھ مقید نہیں ہے، اور متکلم کی غرض صرف بیوی کو نماز کا عادی بنانا ہے تو یہاں کسی نماز عشاء یا فجر کی کوئی تخصیص نہ ہوگی اس کی کوئی وجہ نہیں اور نہ ہی یہ یمین فور بنتی ہے کیونکہ احمد علی نے معتدل مزاجی غصہ کے بغیر مستقل مزاجی سے یہ بات کہی ہے

Marfat.com

یمین الفور از کجا برخاست تا این قول را مخصوص
با قرب الاوقات للصلوٰۃ گرداند بلکہ این تعلیق
طلاق ست پس مطلق طلاق ماند چہ قاعدہ
اصول ست المطلق یجری علی اطلاقہ
والمقید یجری علی تقییدہ و وجود
صلاۃ مطلق صادق آید بسبب وجود صلاۃ
ما یعنی یک صلاۃ بطریق فرد منتشر و عدم صلوٰۃ
مطلق صادق آید بسبب عدم جمیع افراد
صلاۃ در مدت العمر و وجود مطلق الصلوٰۃ
متحقق شود بسبب تحقق وجود فرد ما و منتفی با نتفائے
فرد ما ھذا ھو الفرق بین مطلق
الشئ والشئ المطلق و ہمیں ست فرق
میان موضوع مہملہ قدمائیہ و موضوع قضیہ طبعیہ
مطلق الشئ یعنی مطلق الصلاۃ موضوع مہملہ
قدما ست والشئ المطلق یعنی الصلاۃ المطلقہ
موضوع قضیہ طبعیہ است پس دریں جا معلق بعدم الصلاۃ
المطلقہ ست و آں بسبب عدم جمیع افراد نماز از
زبان متکلم بالتعلیق تا قبیل موت متحقق شود و عدم
صلاۃ مطلق منتفی زیرا کہ زوجۂ احمد علی صرف دراں
روز نماز نخواند و نماز فجر خواند متعود بالصلوٰۃ گشت
ہویدا ست کہ انتفائے عدم صلاۃ مطلق عدم عدم صلاۃ
مطلق ست و عدم عدم صلاۃ مطلق وجود صلاۃ مطلق
ست پس وجودِ صلاۃ مطلق متحقق و عدم صلاۃ مطلق معدوم
و فائت حالانکہ آں شرط و معلق بہ بود و
فوت شد فاذا فات الشرط

اور نصیحت کے طور پر کہی ہے، تو یہ یمین فور کیسے ہو سکتی
ہے تا کہ احمد علی کے اس قول کو قریب ترین وقت کی
نماز سے مخصوص کیا جائے، اس لئے اس کو تعلیق طلاق
ہی کہا جائے گا اور وہ بھی مطلق ہے اور قاعدہ ہے
کہ مطلق کو اپنے اطلاق پر باقی رکھا جائے اور مقید کو
قید سے پابند کیا جائے، لہذا کسی نماز سے بھی مطلق
نماز کا وجود ہو سکتا ہے یعنی نماز کا فرد پایا جائے تو
مطلق نماز کا تحقق ہو جائے گا، یونہی مطلق نماز کا عدم
عمر بھر تمام نمازوں کے نہ پائے جانے پر متحقق ہو جائیگا، مطلق الصلوٰۃ کا وجود
اور انتفاء ایک فرد کے وجود اور نفی سے ہوتا ہے یہی وہ فرق ہے جو منطقی حضرات
مہملہ قدمائیہ اور قضیہ طبعیہ کے موضوع کے بارے میں بیان کرتے ہیں
یعنی مطلق الشئ قضیہ مہملہ قدمائیہ کا موضوع اور الشئ
المطلق قضیہ طبعیہ کا موضوع ہے، پس یہاں شرط
میں نماز مطلقہ کا عدم ہے جس کی نفی اور عدم کے لئے
متکلم کے تعلیق کے وقت سے لے کر موت سے تھوڑا
قبل تک تمام نمازوں کے معدوم ہونا ضروری ہے
جبکہ یہاں نماز مطلقہ کا عدم نہیں پایا گیا کیونکہ احمد علی
کی بیوی نے صرف ایک نماز نہیں پڑھی اس کے
بعد اس نے فجر کی نماز اور باقی نمازیں پڑھیں اور
نماز کی عادی ہو گئی، تو واضح ہوا کہ نماز مطلقہ کے
عدم کا نہ ہونا نماز مطلقہ کے عدم کا عدم ہے، اور
نماز مطلقہ کے عدم کا عدم نماز مطلق کا وجود ہے تو
اس طرح نماز مطلق کا تحقق ہوا اور نماز مطلقہ کا عدم
معدوم ہوا حالانکہ طلاق، عدم نماز مطلقہ سے معلق
ہے جو منتفی ہے، اور جب شرط منتفی ہو جائے تو

Marfat.com

فات المشروط وهو المدعا ، پس طلاق
واقع نشد آنکہ درسلک تحریر کشیدہ شد صرف
گفتگو درنفس عبارت اقرار بود حالا اثبات مطلوب
بادلہ فقہیہ میگوییند درعالمگیریہ جلد دوم ص ۵۹۹
آوردہ الاصل ان الیمین متی عقدت
علی عدم الفعل فی محلین ینظر
فیهما الی شرط البر وعند فوات شرط
البر یتعین الحنث[1] درما سخن شرط البر فائت نشد
پس حنث متحقق نشود وایضا هناك مسطور لو
قال ان لم تعطین هذا الثوب و
دخلت الدار لم یقع الطلاق حتی
یجتمع امران دخول الدار وعدم
الاعطا وعدم الاعطاء انما
یتحقق بموت احدهما او
بهلاك الثوب[2] وہمچنیں عدم
الصلاۃ المطلقۃ قبیل موت زن
مذکورہ متحقق تواں شد قبل آں سنے و
ایضا فیه صلا۶۵ رجل قال
لامرأته ان لم تصل
الیوم رکعتین فانت طالق
فحاضت قبل ان تشرع فی
الصلاۃ اوبعد ما صلت رکعۃ ،

مشروط بھی منتفی ہوگا ، یہی مطلوب ہے ، پس طلاق
نہ ہُوئی - یہ جو کچھ تحریر ہُوا صرف احمد علی کے اقرار میں
گفت گو تھی ، اور اب ہم مطلوب کو فقہی دلائل سے
ثابت کرتے ہیں - عالمگیریہ کی جلد دوم صفحہ ۵۹۹
میں ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی فعل کے عدم پر
جو دو محل میں ہو تو دونوں میں سے جس محل میں قسم پورا
ہونے کی شرط پائی جائے اس کو پیش نظر رکھا جائے گا
اور جب شرط فوت ہو تو پھر قسم کا ٹوٹنا متعین ہوگا'
اس قاعدہ کی رُو سے ہماری بحث میں قسم پورا ہونے
والی موجود ہے وُہ فوت نہیں اس لئے حنث یعنی
قسم نہ ٹوٹے گی ، نیز اسی میں ہے اگر خاوند نے بیوی
کو کہا " اگر تُو مجھے یہ کپڑا نہ دے اور تُو گھر میں
داخل ہوجائے تو تجھے طلاق ہے" تو اس صورت
میں اس وقت تک طلاق نہ ہوگی جب تک کپڑا
نہ دینا اور گھر میں داخل ہونا نہ پایا جائے یعنی دونوں
باتیں پائی جائیں تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں ، جبکہ کپڑا
نہ دینے والی بات خاوند یا بیوی میں سے کسی ایک کے
مرنے یا اس کپڑے کے ختم ہوجانے تک باقی رہے گی
اور قسم نہ ٹوٹے گی ، اسی طرح یہاں بھی نماز مطلقہ کا
عدم ، عورت کے مرنے سے تھوڑا پہلے تک باقی رہے گا
اور قسم نہ ٹوٹے گی بلکہ عورت کے مرنے سے ایک گھڑی
پہلے جب یہ نماز مطلقہ کے عدم کا احتمال ختم ہوجائے گا

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمۃ ان واذا وغیرہما نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۲۹
[2] ایضاً

Marfat.com

حکی ان الشیخ الامام شمس الائمۃ الحلوائی انہ کان یقول ان کان وقت الحلف الی وقت الحیض مقدارما یمکنھا ان تصلی رکعتین تنعقد الیمین عند الکل و تطلق[1] دریں عبارت قید الیوم و رکعتین موجود ست ولہذا حکمش مغایر حکم مانحن فیہ شد فافترقتا ولا تشکوا و ایضا فیہ ص ۴۲۱ رجل ضرب رجلا ضربا وجیعا فقال المضروب اگر من سزائے وے نکنم فامرأتہ کذا فمضی زمان ولم یجاز قالوا ھذا لایقع علی المجازاۃ الشرعیۃ من القصاص اوالارش او التعزیر اونحوہ و انما یقع علی الاساءۃ بای وجہ یکون، فان نوی الفور فھو علی الفور وان لم ینو یکون مطلقا کذا فی فتاوی قاضی خان[2] ایں صورت مطابق صورت مانحن فیہ ست فرق لفظی آنکہ سزائے

تب قسم ٹوٹے گی۔ نیز اسی کے صفحہ ۴۵۱ پر ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا "اگر تو آج نماز دو رکعتیں نہ پڑھے تو تجھے طلاق ہے" تو اس عورت کو نماز شروع کرنے سے قبل حیض آجائے یا ایک رکعت پڑھنے کے بعد حیض آجائے تو شیخ شمس الائمہ حلوائی سے منقول ہے کہ اگر خاوند کی قسم اور حیض آنے کے درمیان اتنا وقت تھا کہ وہ نماز دو رکعتیں پڑھ سکتی تھی تو بالاتفاق یہ قسم صحیح ہوگی اور عورت کو طلاق ہوجائے گی، چونکہ اس مسئلہ میں "آج کے دن" اور "دو رکعتوں" کی قید ہے اس لئے یہ مسئلہ اور زیر بحث مسئلہ مختلف ہوگئے جن کا حکم بھی مختلف ہوگا، لہذا اعتراض کی گنجائش نہیں ہے۔ نیز اسی میں صفحہ ۴۲۱ پر ہے: ایک شخص نے دوسرے کو ضرب لگائی تو مضروب نے کہا اگر میں اس کو سزا نہ دوں تو بیوی کو فلاں طلاق، تو کچھ وقت گزر جانے کے باوجود اس نے سزا نہ دی (یعنی سزا سے مراد شرعی سزا قصاص یا تعزیر یا تاوان نہیں بلکہ کوئی تکلیف پہنچانا مراد ہے) تو اس قسم والے نے اگر یمین فوری نیت کی تو فوراً اس ضرب کے وقت سزا مراد ہوگی اور اگر کوئی نیت نہ کی ہو تو پھر مطلق سزا مراد ہوگی یعنی کسی وقت بھی سزا دینا مراد ہوگی جیسا کہ فتاوی قاضی خاں میں مذکور ہے یہ مسئلہ ہمارے زیر بحث مسئلہ کے موافق ہے

[1] فتاوی ہندیہ الفصل الثالث فی التعلیق بکلمۃ ان واذا وغیرہما نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۳۶
[2] " " " " " " " " " " " " ۱/۴۴۶

Marfat.com

وے بحکم معلق بہ فعل عدمی زوج ست در مانحن فیہ اگر نماز نخوانی معلق بہ فعل عدمی زوجہ است حکم ہر دو یکے ست کما مر ہمچنیں حکم اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق ان نوی الفور فھو علی الفور وان لم ینو یکون مطلقا لیکن احمد علی نیت فور نکردہ نہ قرینہ فور یافتہ شود پس یمین مطلق باقی ماند فی شرح الوقایۃ ص۴۸ انت کذا ان لم اطلقك یقع فی اٰخر عمرہ[۱] زیرا کہ طلاق ندادن در آخر عمر صادق آید ورنہ ہر وقت احتمال طلاق ہست ہمچنیں نماز نخواندن در آخر عمر صادق آید ورنہ نماز خواندن ہر وقت در مدۃ العمر محتمل ست وفی القہستانی ص۲۷۹ ویقع فی الاصح اٰخر العمر او قبیل موتہ او موتھا وفی النوادر لا یقع بموتھا فی قولہ انت طالق وان لم اطلقك[۲] ہمچنیں آں اگر زن قبیل موت نماز نخواند بروئے دو طلاق رجعی واقع شود مانحن فیہ چناں نیست بلکہ

صرف لفظی فرق ہے کہ یہاں "سزا نہ دُوں" جو کہ خاوند کے فعل کا عدم ہے' کے ساتھ معلق کیا گیا ہے اور ہمارے زیرِ بحث مسئلہ میں "نماز نہ پڑھنے" کو جو کہ بیوی کے فعل کا عدم ہے' کو معلق کیا گیا ہے۔ لہٰذا دونوں مسئلوں کا حکم ایک ہے' جیسے گزرا چنانچہ یہی حکم، بیوی کے نماز نہ پڑھنے' پر ہوگا کہ اگر خاوند نے یمین فور کی نیّت کی' فوری مراد ہوگی۔ اور اگر یمین فور کی نیّت نہ کی ہو تو عام اور مطلق یعنی نماز کسی بھی وقت نہ پڑھنا مراد ہوگا، لیکن احمد علی نے فوری یمین مراد نہیں لی اور نہ ہی یمینِ فور کا یہاں کوئی قرینہ ہے، لہٰذا یہ قسم مطلق مراد ہوگی اور لبعد میں بھی باقی رہے گی۔ شرح وقایہ کے صفحہ ۴۸ پر ہے: خاوند نے بیوی کو کہا" اگر میں تجھے طلاق نہ دُوں تو تجھے طلاق ہے" تو یہ قسم عمر بھر کے لئے ہے، اگر عمر بھر طلاق نہ دی تو موت کے قریب آخری گھڑی میں طلاق ہوگی کیونکہ اس وقت معلوم ہوگا اس نے عمر بھر طلاق نہ دی ورنہ زندگی میں ہر وقت طلاق کا احتمال تھا، تو اسی طرح یہاں "نماز نہ پڑھنے کی شرط" کا وقوع عمر کے آخر میں ہوگا ورنہ زندگی میں ہر وقت نماز پڑھنے کا احتمال موجود ہے۔ قہستانی ص ۲۷۹ میں ہے کہ اصح قول یہ ہے کہ عمر کے آخری حصہ میں خاوند یا بیوی کی موت سے ایک گھڑی قبل شرط کا وقوع

---

[۱] شرح الوقایہ — بیان لغویۃ التعلیق قبل التزوج — مطبع مجتبائی دہلی — ۲/۷۷

[۲] جامع الرموز (قہستانی) — کتاب الطلاق — مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران — ۱/۵۱۳

Marfat.com

آں زن ازاں تاریخ تاایں دم متعودہ گشت فی قاضی خان ص ۳۴۱ ولو قال اذا طلقتك فانت طالق واذا لم اطلقك فانت طالق فلم يطلق حتى ماتت طلقت ثنتين في آخر جزء من اجزاء حياتها[1] ایں ہمہ ثبوت مدعا ست ایضا فیہ ص۲۲۹ رجل قال لامرأته ان لم اجامعك على راس هذا الرمح فانت طالق فمادا ما حيين والرمح قائم لا يحنث وقبل موت احدهما يا بعد ضياع رمح حانث شود ہکذا ما نحن فيه والله تعالٰى اعلم ، اگر تسلیم کردہ شود کہ طلاقین اولین واقع شدند تاہم بوجہ رجعت باطل چنانکہ بعد طلاق بائن اگر تجدید نکاح کند بعدہٗ ایضا طلاق دہد طلاقین اولین باطل شوند و بعد تجدید نکاح اگر طلاق دہد آں در حساب کردہ آید نہ طلاق قبل تجدید نکاح، ہمچنیں بعد رجعت اوّل طلاق باطل است کما فی

معلوم ہوگا، اور نوادر میں ہے کہ اگر خاوند نے بیوی کو کہا "تجھے طلاق اگرچہ میں طلاق نہ دوں" تو بیوی کے مرنے پر طلاق نہ ہوگی، اسی طرح اس مسئلہ میں بیوی مرنے سے قبل نماز نہ پڑھے گی تو اس کو دو طلاقیں رجعی ہونگی جبکہ زیر بحث صورت میں بیوی نے نماز نہ چھوڑی بلکہ اس وقت سے لے کر آج تک وُہ نماز کی عادی اور پابند ہے۔ قاضی خاں کے ص۳۴۱ میں ہے کہ اگر خاوند نے کہا "جب میں تجھے طلاق دُوں تو تجھے طلاق اور جب تجھے نہ دُوں تو تجھے طلاق" اس صورت میں عورت کے مرنے پر اس کو طلاق ہوگی اور اس کی عمر کی آخری گھڑی میں دو طلاقیں ہونگی یہ تمام بحث مدعٰی کے ثبوت کے لئے تائید ہے۔ اسی میں ص۲۲۹ پر ہے کہ ایک شخص نے بیوی کو کہا کہ "اگر میں اس نیزے کے سر پر تجھ سے جماع نہ کروں تو تجھے طلاق ہے"، اس صورت میں جب تک خاوند اور بیوی زندہ ہیں اور نیزہ بھی موجود ہے طلاق نہ ہوگی، ہاں کسی کے مرنے یا نیزے کے ختم ہوجانے پر طلاق ہوگی، تو زیر بحث مسئلہ بھی ایسا ہی ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔ اگر تسلیم کرلیا جائے کہ احمد علی کی بیوی کو پہلی دو طلاقیں ہوگئی ہیں تو تب بھی ان سے رجوع کرلینے پر وہ کالعدم ہوگئیں جس طرح کہ بائنہ طلاق کے بعد اگر تجدید نکاح کرلیں اور اس کے بعد طلاق

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں باب التعلیق نول کشور لکھنؤ ۱/۲۲۰
[2] " " " " " ۱/۲۲۸

Marfat.com

الدر المختار لو طلقها رجعیا فجعله بائنا او ثلثا ورد المحتار قوله قبل الرجعة لانه بعدها یبطل عمل الطلاق فیتعذر جعلها بائنا او ثالثا ھکذا فی الطحطاوی[۲]

ازیں عبارت خوب واضح شد طلاقین اولیین بوجہ رجعت باطل ست اکنوں برائے طلاق بلا شرط رجعت صحیح است وھو المدعی۔ و اللہ تعالیٰ اعلم ، المستخرج محمد وجیہ اللہ۔

دے دے تو بعد والی طلاق گنتی میں ہوگی اور پہلی گنتی میں نہ ہوگی کیونکہ پہلی تجدید نکاح سے کالعدم ہوگئی ہے۔ اسی طرح رجوع کر لینے کے بعد پہلی دی ہوئی طلاقیں کالعدم ہوجائیں گی ، جیسا کہ درمختار میں ہے کہ اگر رجعی طلاق دی ہو تو اس کو بائنہ بنا دے یا تین طلاق دے دے۔ اس پر رد المحتار میں کہا کہ ماتن کا قول" رجعت سے پہلے" یہ اس لئے کہ اگر رجعت کے بعد ہو تو طلاق کا عمل باطل ہو جاتا ہے اس لئے اس کو بائن یا تین بنانا ممکن نہ رہے گا۔ طحطاوی میں یوں ہے : اس عبارت سے خوب واضح ہو گیا کہ احمد علی کی بیوی کی پہلی دونوں طلاقیں رجعت کی وجہ سے کالعدم ہو جائیں گی۔ اب اس کے بعد کسی شرط کے بغیر دی ہوئی طلاق پر رجوع کرنا صحیح ہوگا ، یہی مطلوب ہے ، واللہ تعالیٰ اعلم۔ مسئلہ کا حل پیش کرنے والا محمد وجیہ اللہ۔

الجواب

اللّٰھم ھدایة الحق والصواب رب انی اعوذبك من ھمزات الشیطٰن واعوذبك رب ان یحضرون

درصورت مستفسرہ زن احمد علی از حبالۂ نکاحش بدر رفت، و نہ آنچناں کہ بمجرد تجدید نکاح بازن او تواں شد بلکہ تحلیل لازم ست و بے توسط شوھر دیگر حرمت جازم قال اللہ تعالیٰ فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ[۳] حالانکہ

اے اللہ ! حق اور درستگی کی رہنمائی فرما ، اے رب ! میں شیطان کے غرور سے تیری پناہ چاہتا ہوں ، اور اے رب ! شیطانوں کی موجودگی سے تیری پناہ چاہتا ہوں ، مسئولہ صورت میں احمد علی کی بیوی اس کے نکاح سے خارج ہو گئی اور اب تجدید نکاح سے بھی حلال نہ ہوگی بلکہ حلالہ ضروری ہے اور دوسرے شخص سے نکاح کئے بغیر قطعی حرام رہے گی ، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے : اگر تیسری طلاق دے دے تو تو اس کے بعد بیوی حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ دوسرے

۱؎ درمختار	باب الکنایات	مطبع مجتبائی دہلی	۲۲۵/۱
۲؎ ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۴۶۸/۲

۳؎ القرآن الکریم ۲/ ۲۳۰

Marfat.com

احمد علی بتعلیم کسے ادعائے ارادۂ عموم میکند یعنی
آنکہ اگر تو در ہمہ عمر خودت ہیچگاہ پیرامون نماز
نکردی و در مدت حیات یک نماز ہم ادا نہ کنی بر تو
دو طلاق باشد حیلہ ایست کاسدہ و بہانۂ
ایست بس فاسدہ کہ بغیر طفلان بخیبرہ ہیچ
عاقلے بجوئے نخرد مقصود وعظ و زجر آں می باشد
کہ پابند نماز شود و ہمیں معنی در مستفاہم عرف کہ
مبنائے ایمان ست مفہوم شود نہ آنکہ در مدت العمر
یک سجدہ پسندست اگر ترا ابلیم کہ مردے و از دنیا
رخت بردی و ہیچ گاہ یک سجدہ اللہ نکردی آنگاہ
بدم واپسیں کہ خود از نکاح من بیروں مے روی
بر تو دو طلاق باشد ایں معنی کہ اضحوکہ بیش
نیست زنہار نہ مراد قائلاں مے باشد
و نہ مفہوم اہل عرف و زبان و خود احمد علی
صباح آں شب بکارروائی عملی خود مراد
خودش کہ آشکارا بود آشکارا تر
نمود کہ چوں زن نمازِ عشاء نگزارد بامداد آں
رجعت نمود اگر قصد آں بودے کہ حالا
باموزگاری دستاں سازاں داے نماید
طلاق برکہ بود و رجعت از چہ فرمود ازیں
ہمہ واضحات گزشتن و گزاشتن و
بہر تحلیل فرج حرام نظر بر فریب و حیلہ
گماشتن کار مسلمانی نیست و ہم ازینجا
حیلۂ قصد وعدۂ از ھم پاشد بل ہر حیلۂ
کہ فسونسازے حالا تراشد عل بامدادی

شخص سے نکاح نہ کرے، اب احمد علی نے کسی کے
سکھانے پر جو حیلہ گھڑا اور کہا کہ عموم کا ارادہ کیا ہے
یعنی تمام عمر کبھی کہیں کوئی نماز بیوی نہ پڑھے اور تمام
عمر ایک نماز بھی نہ پڑھے تو تجھے دو طلاقیں، یہ
حیلہ جھوٹ اور خالص فاسد بہانہ ہے جس کو بیخبر
بچوں کے علاوہ کوئی عقلمند تسلیم نہیں کرے گا جبکہ
مقصد یہ ہے کہ بیوی کو نماز کا پابند بنانے کے لئے
نصیحت اور ڈانٹ کے طور پر بات کی گئی ہے لوگوں
کے عرف میں یہی سمجھا جاتا ہے کہ بیوی کو نماز کا پابند
بنانے کے لئے کوئی نماز ترک کرنے پر اس کو دو طلاقیں
ہوں گی، نہ یہ کہ تیرا ایک سجدہ ہی پسند ہے اور
اور جب تو مرنے لگی اور دنیا سے رخصت ہوتی
دیکھوں کہ تو نے کوئی ایک سجدہ نہ کیا اور دنیا سے
واپس جاتے ہوئے جبکہ از خود نکاح ختم ہو رہا ہو
تو تجھے دو طلاقیں ہوں گی، یہ معنیٰ تو مذاق کے سوا
کچھ بھی نہیں اور نہ ہی ایسی بات کرنے والوں کا
ہرگز یہ مقصود ہوتا ہے اور نہ ہی اہلِ زبان اور
اہلِ عرف یہ معنیٰ سمجھتے ہیں۔ احمد علی نے رات کی
کارروائی جو کہ پہلے واضح تھی اس کو صبح مزید
واضح کرتے ہوئے بیوی کے عشاء کی نماز رات
کو نہ پڑھنے پر دو رجعی طلاقوں کے بعد صبح اس نے
رجوع کیا، اگر اس کا مقصد وہی تھا جو حیلہ سازوں
نے اس کو سکھایا تو عشاء کی نماز نہ پڑھنے سے
طلاق نہ ہوئی تو رجوع کیسا اور کس سے رجوع
کیا، اس تمام واضح چیز کو نظر انداز کرنا اور

Marfat.com

احمد علی ہمہ را جان خراشد و قولہ ایں بیچارہ بے علم چہ داند فقیر سخن ازاں در رد معلم او می راند و ہمچناں ابطال طلاق بہ رجعت کہ ایں کلمۂ ملعونہ از زبانش ہماں تعلیم ضلال برآمد ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم حکم مسئلہ در فتوائے جلیلہ سابقہ ہرچہ تمامتر روشن شدہ است اینجا تسکیناً للھواجس وتوھیناً للوساوس والدسائس حرفے چند نافع و سودمند در رد فتوائے دیوبند بنگاریم وامید توفیق از حضرت عز وعلا داریم، ایں طرفہ فتوی جامع الخطا والطغوی کہ اثر دیوبندیش از ہر سطرش ہویدا وجان جہاں دیوبندیاں بہ حرف حرفش شیدا بملاحظہ آمد، تو بادہ دیوبندیاں در تحلیل حرام خدا بہ تسویل نفس پردغا، چہ ستم اعجوبہ بکار برد کہ کہن مشتقان دیوبند را نیز رونق بازار برد تفصیل مفضی تطویل، لہذا بر ماقل وکفی تعویل وحاشا روئے سخن نہ بہ ہیچ ناشناسانِ فن بلکہ مقصود نصح عوام مومناں ست، تا مبادا باغوائے کسے حرام خدا را حلال پندارد، و کلمات خطا وضلال حتی کہ تکذیب صریح کلام ذی الجلال راسہل انگارند والعیاذ باللہ العزیز الرحیم، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ

فریب اور غلط حیلہ سے حرام شرمگاہ کو حلال کرنا مسلمانوں کا کام نہیں ہے، نیز یہاں یہ حیلہ کرنا کہ احمد علی نے وعدۂ طلاق کا قصد کیا ہے۔ خود بخود ختم ہوگیا بلکہ وہ تمام حیلے جو کارسازوں نے اسے سکھائے ہیں ان سب کو خود احمد علی نے صبح رجوع کی کارروائی سے باطل قرار دیا اور اس عجیب بیچارے بے علم کو کیا معلوم ہے، یہ فقیر اس کے استاذ کے رد میں بیان کرتا ہے اور یونہی استاذ کے سکھائے ہوئے اس کلام میں کہ رجوع کرنے سے پہلی طلاقیں باطل ہوگئی ہیں جو کسی گمراہ کے بہکانے پر اس کی زبان نے استعمال کی ہیں کا رد کیا جائے گا۔ ان گمراہ کلمات پر "لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" ہی پڑھی جاسکتی ہے۔ مسؤلہ صورت کا جواب مذکور کلمات سے مکمل ہوگیا ہے تاہم شکوک کو ختم کرنے اور وسوسوں کو مٹانے کیلئے دیوبندی کے فتوی کے رد میں کچھ کلام کی جائے تو مفید اور سودمند ہوگی جس کے لئے میں اللہ تعالے سے توفیق کا خواستگار ہوں۔ یہ ردی فتوی جو گمراہی اور غلطیوں کا مجموعہ ہے اس کی ہر سطر سے دیوبندیت اور جہالت نمایاں ہو رہی ہے اور اس کے ہر حرف سے دیوبندیوں کا سرمایہ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے، دیوبندیوں کا یہ نیا تماشہ جو اللہ تعالے کی حرام کردہ کو حلال بنانے کے لئے من گھڑت فریب سے پر ہے۔ ان عجوبوں پر ظلم یہ کہ دیوبند کی کہنہ مشق شخصیات بھی بازار کی رونق

Marfat.com

العلی العظیم۔ عزیزان ملا ہشیار دے
شتاب زدگی نباید شہسوار خامۂ برق بار را
بجالش آمدن دہید بحولہ تعالیٰ حالا حالی
شود و بیان بہ عیاں رسد کہ بیچارہ ازاثر
دیوبندی چساں تکذیب نص قطعی قرآن و خرق
اجماع ائمہ مومناں علیہم الرضوان نمود، و بطمع آنکہ
مگر فرجے حرام را برائے دیگرے حلال
نماید حیا در ملا برروئے خودش کشود و قد
صدق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم فیما یرویہ عنہ
ابوھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عند
البیھقی فی شعب الایمان من
اسوء الناس منزلۃ من اذھب
اٰخرتہ بدنیا غیرہ[1]، والعیاذ باللہ
رب العلمین ہماناچیدہ چیدہ در تنبیہات
عدیدہ مفیدہ بر چند خطایائے ایں فتوی نوچاویدہ
آگاہی دہیم تا عاقلاں پے برند و غافلاں خبردار
شوند و خاطیاں اگر توفیق یابند دگرہ ہچناں کور
کورانہ نروند و باللہ التوفیق و وصول
التحقیق۔

ثابت ہوئے، ضرورت سے زائد بات موجب تطویل ہوگی لہٰذا ہم قلیل اور کافی کو پیش کرنا مناسب ہے، ان جیسے ناسمجھ لوگوں سے ہرگز روئے سخن نہیں ہے بلکہ اہلِ ایمان کو نصیحت مقصود ہے تاکہ کہیں کسی کے بہکانے پر اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کو حلال نہ سمجھ لیں، اور غلط و گمراہی کی باتیں حتی کہ اللہ تعالیٰ کے صریح کلام کی تکذیب ہیں پر سہل انگاری سے کام نہ لیں، العیاذ باللہ العزیز الرحیم، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

عزیزان نہایت ہوشیار بے صبری نہیں چاہیئے۔ تیز رفتار شہسوار قلم کو حرکت میں آنے دو اللہ تعالیٰ کے فضل سے میدان صاف اور بیان واضح ہو جائے گا کہ اس مجیب بیچارے نے دیوبندی اثر کی بنا پر قرآن پاک کی نصِ قطعی کی تکذیب اور مومنوں کے ائمہ کرام رضوان اللہ علیہم کے اجماع کی خلاف ورزی کس طرح کی ہے اور وہ بھی حرام شرمگاہ کو غیر کے لئے حلال کرنے کے لالچ میں جرأت کرکے شرمساری اپنے ذمے لے لی ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سچا ارشاد روایت فرمایا جس کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے کہ لوگوں میں سب سے بڑا بدبخت وہ شخص ہے جو غیر کی دنیا کے لئے اپنی آخرت خراب کرے والعیاذ باللہ رب العلمین، اب ہم چند تنبیہاتِ مفیدہ، اس عجیب فتوٰی کی چند غلطیوں پر آگاہی کے لئے ذکر کریں گے تاکہ بے عقل اور غافل لوگ

---

[1] شعب الایمان باب فی اخلاص العمل للہ وترک الریاء حدیث ۶۹۳۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۵/۳۵۸

Marfat.com

خبردار ہو جائیں اور خطا کار اگر توفیق پائیں تو دوسروں کے کو رانہ راستے کو نہ اپنائیں۔ توفیق اور حق تک رسائی اللہ تعالیٰ سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ (ت)

اول آنکہ خرق طلاق را تبدیل صورت سوال رفو خواست سوال کہ ایں جا آمدہ بود لفظش آں بود کہ "ایک شخص نے اپنی بی بی کو بعد نماز مغرب کے کہا کہ اگر تُو نماز نہ پڑھے گی تو دو طلاق ہے"۔ وتعلیم سوال دیوبندی آنچناں ساخت کہ باعتدال طبع استقلال مزاج بطریق زجر وتنبیہ گفت کہ نماز بخواں اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق بجائے تو دو طلاقہ، ترا دو طلاق نمود تا بزعم باطل خودش اورا از تعلیق برآوردہ وعدۂ طلاق نماید و بدنداں طمع گرہ از کار احمد علی کشاید و پیداست کہ تبدیل صورت بعد اطلاع بر حکم شرعی نمی باشد مگر از راہ مکر وخدع، باز سائل ما کہ دوبارہ ایں سوال فرستاد نقاب از روئے دستاں ایں ہوا پرستاں کشادہ کہ لفظ خاص احمد علی بزبان بنگالہ "دیلام" کہ صراحۃً بمعنی دادم ست نوشت وبساط اختراع وعد بکسر در نوشت۔

اول یہ کہ، طلاق کے نشان کو سوال کی صورت میں تبدیلی کرکے، مٹانا چاہا، یہاں جو سوال آیا اس کے الفاظ یہ ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو نمازِ مغرب کے بعد کہا "اگر تُو نماز نہ پڑھے گی تو دو طلاق ہے" اور دیوبندی کی تعلیم سے سوال یُوں بنادیا: ایک شخص نے اعتدالِ طبع اور مستقل مزاجی سے زجراور تنبیہ کے طور بیوی کو کہا کہ تُو نماز پڑھ، اگر تُو نماز نہ پڑھے تو تجھے دو طلاق۔ یوں اس نے "تو دو طلاق" کی بجائے "تجھے دو طلاق" بنادیا، تاکہ اپنے باطل زعم میں وہ تعلیق طلاق سے نکال کر وعدۂ طلاق بناسکے اور لالچ کے دانتوں سے احمد علی کی کارروائی کی گرہ کو کھولے، اور واضح بات ہے کسی شرعی حکم کے معلوم ہونے پر سوال کی صورت کو تبدیل کرنا صرف مکروفریب ہی کہلاسکتا ہے۔ پھر جس نے ہمارے پاس دوبارہ یہ سوال بھیجا ہے اس نے ان نفسانی خواہشات پرستوں کی داستان سے پردہ ہٹادیا ہے کہ احمد علی نے جو لفظ خاص اس موقعہ پر بنگالی زبان میں استعمال کیا ہے وہ "دیلام" ہے جو کہ صراحۃً "میں نے دی" کے معنیٰ میں ہونا لکھا ہے اور وعدہ کی اختراعی صورت بالکل ختم کردی۔ (ت)

Marfat.com

دوم فرقے کہ در تو طلاق و ترا طلاق از پیش خویش
بر آورد محض ایجاد بندہ است بیچارہ در انشائے
تعلیق و تعلیق انشا فرق نمی داند مقصود و مفاہیم عرف
اول ست نہ ثانی و معنی استقبال خود لازم ہر جزء است
چنانکہ در قولش اگر چناں کنی تو طلاق معنی آنست کہ
مطلقہ شوی ہم بایں انشا نہ بانشائے جدید کہ آں وقت
وعدہ ابدایش میدہد ہمچناں در قولش اگر چناں کنی ترا
طلاق معنی ہماں ست کہ ترا طلاق شود ہمیں انشا
نہ بانشائے موعود و طلاق آنچناں کہ صدور او وصف
مرد ست کہ از و بمصدر مبنی للفاعل اے مطلقیت بالکسر
تعبیر کنند ہمچناں وقوعاً صفت زن کہ از و بمصدر مبنی للمفعول
اعنی مطلقیت بالفتح نشان دہد پس مقدر خواہد شد بود
نہ کہ خواہم داد اگر مجرد ملاحظہ آنکہ ایں صفت زن بے فعل
شوے صورت نہ بندد مشعر فعل جدید موعود و مفید معنی
وعدہ شود پس ایں خود در قول او اگر چناں شود تو طلاق
نیز نقد وقت ست زیرا کہ از طلاق بمعنی رفع کہ فعل ۱
زوج ست او را نیز ناگزیر ست بلکہ ہیچ لفظے ازیں
معنی بے نیاز نبود پس اگر ایں ملاحظہ موجب معنی
وعدہ شدے ہمانا ہیچ تعلیق صورت نہ بستے مثلاً
در تو طلاق نیز تواں گفت کہ معنی آنست کہ تو مطلقہ
خواہی شد و مطلقہ نیست مگر آنکہ بروئے ایقاع
طلاق نمودہ شود پس معنی آں شد کہ بر تو ایقاع طلاق کردہ
خواہد شد و پیدا است کہ ایں وعدہ طلاق نیست بالجملہ ایں
وسوسہ و تفرقہ جہالتے بیش نیست۔

دوم "تو طلاق اور تجھے طلاق" کا فرق خود اپنی طرف سے
من گھڑت بنایا، اس بیچارے کو تعلیق کی انشاء اور
انشاء کی تعلیق کا فرق معلوم نہ ہو سکا، جبکہ عرف میں پہلا
یعنی تعلیق کی انشاء مقصود و متعارف ہے نہ کہ دوسرا،
اور پھر ہر جزء کو استقبال خود لازم ہے مثلاً یہ کہنا کہ
"تو اگر یوں نہ کرے تو طلاق ہے" اس کا معنیٰ یہ
ہے کہ "تو مطلقہ ہو جائے گی" اور انشاء بھی یہی ہوگا
نہ کہ کوئی بعد میں جدید انشاء ہوگا، اور طلاق صادر ہونے
کے اعتبار میں خاوند کی صفت ہوتی ہے جس کو طلاق
دینے والا سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور یونہی وہ وقوع کے
اعتبار سے بیوی کی صفت ہوتی ہے جس کو مطلقہ سے
تعبیر کرتے ہیں یعنی خاوند کے لئے طلاق مصدر مبنی
للفاعل اور بیوی کے لئے وہی طلاق مصدر مبنی للمفعول
بن جاتا ہے "تو بہاں" ہو جائے گی" کی تقدیر بنے گی
نہ کہ "میں دوں گا" کی تقدیر بنے گی۔ اور اگر صرف یہ
لحاظ ہو کہ یہ بیوی کی صفت خاوند کے فعل کے بغیر
بن گئی ہے تو بات نہ بنے گی اور اس سے خاوند کے
جدید آئندہ فعل اور طلاق کا وعدہ نہ بن سکے گا، پس
خاوند کا یہ کہنا کہ "اگر یہ ہو جائے تو طلاق" بھی بروقت
انشاء ہے کیونکہ طلاق جس کا معنی ہٹانا اور کھولنا ہے
بھی خاوند کے فعل کا نام ہے جو کہ ضروری ہے، بلکہ
کوئی لفظِ طلاق بھی خاوند کے فعل سے بے نیاز نہیں
ہو سکتا، پس اگر اس لحاظ سے اس کو وعدہ والا معنی
قرار دیا جائے تو پھر تعلیق کے لئے کوئی صورت
نہ بن سکے گی مثلاً کوئی یوں کہے "تو طلاق ہے" تو وہ کہہ سکتا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے تو مطلقہ ہو سکے گی اور ابھی

Marfat.com

مطلقہ نہ ہوئی۔ اور جس عورت کو کوئی طلاق دے تو معنی یہ ہو جائے گا کہ طلاق دُوں گا (حالانکہ وُہ طلاق واقع کر رہا ہے) اور طلاق کا وعدہ نہیں کر رہا، غرضیکہ یہ فرق کا وسوسہ جہالت ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

سوم جناب مجتہد العصر با جتہاد خودش ایں فرق بدیع ابداع نمود و ندید یا دید از چشم حق پوشید کہ در کتب مذہب تصریحا جابجا لفظ "تراطلاق" تعلیق قرار دادہ اند نہ وعدہ، در فتاوٰی خلاصہ و فتاوٰی عالمگیریہ فرمود اگر مرا نخواہی تراطلاق فقالت می خواہم لا تطلق ھذا تعلیق بالارادۃ وانھا امر باطن لا یوقف علیہ فیتعلق بالاختیار[1] در فتاوٰی قاضی خاں و خزانۃ المفتین وغیرہما فرمودند اگر سہ ماہ رانیایم و دہ دینار نیارم تراطلاق فجاء ولم یات بالدنانیر تطلق[2] در فتاوٰی ظہیریہ و خزانہ امام سمعانی فرمود قال لھا اگر توحرام کنی ترا سہ طلاق فابانھا ثم جامعھا فی العدۃ یحنث وتطلق ثلثا[3] حالا مجتہد دیوبند بند از چشم کشادہ نظر فرماید کہ آں بالا خوانیہائے وعدہ و تقدیر خواہم داد کجا شد۔

سوم یہ عجیب فرق کرنے پر مجتہد العصر نے یہ بھی نہ دیکھا یا دیکھا اور حق نظر نہ آیا کہ مذہب کی تمام کتب میں جابجا صراحۃً "تجھے طلاق ہے" کو تعلیق قرار دیا گیا ہے نہ کہ وعدہ طلاق قرار دیا گیا۔ فتاوٰی خلاصہ اور فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے اگر خاوند نے بیوی کو کہا کہ "اگر تُو مجھے نہیں چاہتی تو تجھے طلاق ہے" بیوی نے جواب میں کہا "میں چاہتی ہُوں" تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ یہ بیوی کے ارادہ سے معلق ہے اور ارادہ باطنی چیز ہے اس پر واقفیت نہیں ہوسکتی لہٰذا بیوی کے اختیار پر فیصلہ ہوگا، اور فتاوٰی قاضی خاں اور خزانۃ المفتین وغیرہما میں فرمایا ہے کہ خاوند نے بیوی کو کہا اگر میں تین ماہ کو نہ آؤں اور دس دینار نہ لاؤں تو تجھے طلاق ہے"، تو تین ماہ کے بعد آیا اور دس دینار نہ لایا تو طلاق ہوجائے گی۔ فتاوٰی ظہیریہ اور خزانہ امام سمعانی میں فرمایا اگر بیوی کو کہا اگر تُو حرام کرے تو تجھے تین طلاق۔ اس کے بعد اس نے بیوی کو طلاق بائنہ دے کر اس سے عدت میں جماع کیا تو قسم ٹوٹ جائے گی اور تین طلاقیں ہوجائیں گی دیوبندی مجتہد آنکھ کھول کر دیکھے کہ مذکورہ بالا عبارات میں وعدہ اور "طلاق دُوں گا" کہاں ہے۔

چہارم احمد علی رادریں دستاں استاد خود می گوید کہ ایں مطلب از خود نگفتم بلکہ احمد علی میگوید حالانکہ معاملہ واژگونہ است بے چارہ

چہارم احمد علی کی اس داستان کا استاذ خود کہتا ہے کہ "یہ مطلب میں نے خود نہیں بنایا بلکہ احمد علی کہتا ہے" حالانکہ یہ گہرا معاملہ ہے اگر بے چارہ

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۸۷
[2] خزانۃ المفتین فصل فی التعلیق قلمی نسخہ ۱/ ۱۱۳
[3] " " " " ۱/ ۱۱۲

Marfat.com

احمد علی اگرازیں کید عظیم آگہی داشتے صبحگاہ چرا تخم رجعت کاشتے۔

پنجم بازکہ باعتراف حق گرائید سخنے لغو و بے سود جا دیدن گرفت کہ معلق برسہ گونہ است وقسم را قسمت دانستہ میگوید مجموعہ شش قسمت است حالانکہ ایں تقسیم را درمسئلہ دائرہ دخلے نیست اینجا دفرق حکم میان قسمے و قسمے نیست خودش می سراید ھذا یعم الصورۃ الستۃ کلھا من غیر فرق ہوشمند را پرسیدن ست کہ چوں اینجا ہر قسم را حکم یکے ست ذکر ایں تقسیم از چہ رو درمیان آمد جز اینکہ بیننده داند کہ جناب اجتہاد مآب را گاہے برشرح وقایہ ہم نظر افتادہ است ولو مع عدم الفہم۔

ششم شان الٰہی نظارہ کردنی ست کہ خود در ضمن باطل نادانستہ لب بحق می کشاید و باز از خطب بہ جذب می گراید مرادش آں بود کہ ایں تعلیق را دائم نماز چسپاں نماید تا بوقوع صلوٰۃ ولو مرۃ زن را تحفظ از طلاق بدست آید از ہمیں رو منطق الطیر خود را خرچ نمود و مطلب را کشاں کشاں برآں منزل آورد کہ اگر از زن احمد علی یک نماز ہم پیش از مرگ واقع شد او را طلاق نیست حالانکہ ایں جا خود می گوید حیث لا یشعر راہ حق می پوید کہ غرض متکلم نیز معتاد للصلوٰۃ شدن زوجہ ست دائما سبحان اللہ ایں شتر گربگی بیں غرض متکلم آں بود کہ زوجہ دائما معتاد نماز شود یا آں شد کہ زن در مدۃ العمر یک سجدہ بجا آرد گو در سائر عمر خودش ہیچ رُوئے بقبلہ میار ببیں تفاوت رہ از کجاست

احمد علی اس عظیم مکر کو سمجھتا تو صبح کو رجوع کیوں کرتا۔

پنجم پھر حق کے اعتراف سے گریز کرتے ہوئے لغو اور بے سود معاملہ میں اُلجھ گیا کہ "معلق تین قسم پر ہے" اور قسم کو تقسیم سمجھ کر کہتا ہے "مجموعہ چھ قسم ہے" حالانکہ زیر بحث مسئلہ میں اس تقسیم کا کوئی دخل نہیں ہے اور یہاں اقسام میں کوئی فرق نہیں ہے اور خود کہتا ہے کہ یہ حکم تمام چھ اقسام کو شامل ہے، اس عقلمند سے کوئی پوچھے کہ جب سب کا حکم ایک ہے تو پھر اس تقسیم کو کس وجہ سے درمیان میں لایا گیا سوائے اس کے کہ دیکھنے والے کو معلوم ہو جائے کہ جناب مجتہد صاحب کی نظر شرح وقایہ پر بھی پڑی ہے اگرچہ سمجھ نہیں آئی۔

ششم خدا کی شان دیکھئے کہ باطل کے ضمن میں غیر شعوری طور پر حق زبان سے نکل گیا اور پھر دوبارہ گڑھے میں گر گیا، "اُس کا مقصد تو یہ تھا کہ اس تعلیق کا تعلق دائمی ترکِ نماز سے بنائے تاکہ ایک نماز بھی پڑھ لینے پر بیوی کو طلاق سے تحفظ مل سکے" اسی بنا پر اپنی منطق کو استعمال کرتے ہوئے مطلب کو کھینچ تان کر اس منزل پر لے آیا کہ "اگر احمد علی کی بیوی مرنے سے قبل ایک نماز بھی پڑھ لے تو طلاق نہ ہوگی" حالانکہ یہاں راہِ حق کو غیر شعوری طور پر پاتے ہوئے کہتا ہے کہ متکلم کی غرض بھی یہی ہے کہ اس کی بیوی دائمی طور پر نماز کی عادی ہو جائے' سبحان اللہ! اس شتر کی چال دیکھئے کہ یا متکلم کی غرض بیوی کو دائمی نماز کا پابند بنانا ہے یا یہ غرض ہے کہ پوری عمر میں ایک سجدہ بجا لائے اگرچہ باقی عمر بھر قبلہ رُخ ہو

Marfat.com

تا بکجا۔

ہفتم خود معترف شدہ کہ غرض متکلم دائما خوگر بودن زن بہ نماز ست می گوید پس تخصیص نماز عشاء و فجر وغیرہ از کجا آمد اجتہاد ناباما نیز ہمیں می گویم کہ غرض تعود دائم ست تخصیص ہیچ نماز نیست ، ہر نماز یکہ عمداً بلا عذر شرعی ترک دہد طلاق شود عشا باشد یا فجر چوں وقت عشا گزشت و زن نماز گزاشت و ادا نکرد طلاقہ شدہ۔

ہشتم با اعتراف آنکہ غرض متکلم تعود دائم ست ایں چانہ زنی کہ قرینہ یمین الفور ہم مفقود مگر از باب اجتہاد دیوبند خواہد بود یا ہمانا معنی معتاد صلوٰۃ شدن زوجہ دائما آں باشد کہ در ہمہ عمر جز یکبار ہیچ نماز ادا نکند ولاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

نہم تخصیص یمین الفور بصورت غضب و بے اعتدالی طبع نیز از اجتہادات دیوبندیہ است کہ در کتب مذہب ازاں نشانے نیست در فتوائے جلیلہ سابقہ چند امثلہ اش از کتب معتمدہ مذکورہ است چشم مالیدہ آنجا بینند کہ غبار ایں تخصیص از دلش بنشیند در مثال چہارم فرمودہ اند حاکم حلف کرد اگر در شہر بدمعاشے آید و ترا جزانہ دہم زن طلاقہ باشد ایں نیز از باب یمین الفور ست اینجا کدام غضب و اشتعال طبع بود مگر جناب اجتہاد مآب از وجوہ تسمیہ یمین الفور یک وجہ

یہ تفاوت دیکھئے کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔

ہفتم جب خود معترف ہے کہ متکلم کی غرض بیوی کو نماز کا دائمی پابند بنانا ہے۔ تو عشاء یا فجر کی نماز وغیرہ کی تخصیص کہاں سے آئی، تمہارا اور ہمارا اجتہاد بھی یہی کہتا ہے کہ غرض نماز کا دائمی عادی بنانا ہے جس میں کسی نماز کی تخصیص نہیں ہے جو نماز بھی شرعی عذر کے بغیر ترک کرے گی طلاق ہو جائے گی۔ وُہ نماز عشاء ہو یا فجر، جب عشاء کی نماز کا وقت ختم ہو جائے اور بیوی نے نماز وقت میں ادا نہ کی تو اس کو طلاق ہو گئی۔

ہشتم اس اعتراف کے باوجود کہ متکلم کی غرض دائمی نماز کا عادی بنانا ہے، یہ کہنا کہ "قرینہ یمین خود بھی مفقود ہے" کیسے درست ہوسکتا ہے ـــــ لیکن دیوبند کے اجتہاد میں یہ ہوسکتا ہے کیونکہ بیوی کو ہمیشہ نماز کا عادی بنانے کا مطلب جن کے ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ تمام عمر میں ایک نماز کے علاوہ کوئی نماز نہ پڑھے (ان کے ہاں یہ بھی ہوسکتا ہے) لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

نہم یمین الفور کی تخصیص غصہ اور بے اعتدالی طبع سے کرنا بھی دیوبند کا اجتہاد ہے، جبکہ مذہب کی کسی کتاب میں اس تخصیص کا کوئی نشان نہیں ہے، گزشتہ چند معتمد علیہ کتب کے فتاوٰی جلیلہ کی کچھ مثالیں گزری ہیں ان کو آنکھیں صاف کر کے دیکھیں تاکہ ان کے دل سے تخصیص کی غبار نکل سکے، چوتھی مثال میں فرمایا گیا ہے کہ اگر حاکم نے قسم اٹھائی کہ "اگر کوئی بدمعاش شہر میں داخل ہوا تجھے سزا نہ دُوں تو بیوی کو طلاق ہے" یہ بھی یمین فور ہے حالانکہ یہاں غصہ اور اشتعالِ طبع

Marfat.com

راملاحظه فرموده گمان برده باشند که مشبّه و مشبّه به یکے
ست و مناسبت تسمیه لازم حقیقت شیٔ ست و ایں خود از
اثر تعلیم دیوبندی دور نیست۔

موجود نہیں ہے مگر اس مجتہد صاحب نے یمین فور کی
وجہ تسمیہ کے وجوہ میں سے ایک وجہ کو دیکھ کر گمان کرلیا کہ
مشبّہ اور مشبّہ بہ ایک ہی چیز ہیں اور وجہ تسمیہ کی
مناسبت شیٔ کی حقیقت کو لازم ہوتی ہے، یہ بھی تو دیوبندی تعلیم کے اثر کا نتیجہ ہوسکتا ہے۔

دہم ازیں جا تا قول وهكذا امانحن فيه والله
اعلم که دو ثلث تحریر او می شود اگر فتوائے جلیله
سابقه را بچشم عقل و فهم دیدن توانستے ازیں همه یاوه سرائیها
معاف داشتے ایں معنی که ظاهر مفاد لغوی لفظ
تعلیق طلاق بر عدم دائم نماز ست در فتوائے جلیله
بالفاظ جزیله قلیله ادا شده بود باز تخصیص بالفرض
بروجہے سمت ایضاح تافت که آفتاب حق بے حجاب
سحاب تافت و خود اینکس نادانسته ایمان آورد که
غرض متکلم نیز معتاد للصلوٰة شدن زوجه است دائما
پس حق روشن شد و پرده از جهالت دیوبندیه برافتاد و
دریں دو ثلث تحریر بے تحریر هرچه جا دید همه لغو و ضائع
رفت که حاجت التفات نماند کما لا یخفی علی کل
عاقل فضلا عن فاضل ایں الفاظ مختصره
فتوائے جلیله سابقه را که فعل حکم نکره میں ہے اور
نکره حیز نفی میں عام ہوجاتا ہے اور عموم سلب بوجه
ایجاب جزئی که صبح کی نماز پڑھی صادق نه رہا با تقریر
طویل پریشانی اینکس باید سنجید و باز تحقیق حق ناصح
را که مگر بحکم دلالت حال واجب ست که خاص قسم
اوّل یعنی صلوٰة ملتزمه میرئه مراد ہو اور اس کا انتفا

دہم یہاں سے لے کر اس کے اس قول "ہمارے
زیر بحث مسئلہ میں ایسے ہی ہے واللہ اعلم" تک
جو کہ اس کی تحریر کا دو تہائی حصہ ہے کے متعلق اگر
پہلے مذکور فتاوٰی جلیلہ کو عقل و فہم کی آنکھ سے دیکھ لے
اس کی یہ تمام یاوہ گوئی ختم ہوجائے اور تعلیق طلاق کا
لغوی معنی جس کا مفاد ظاہرا دلالت کر رہا ہے کہ "اگر
تو نماز نہ پڑھے گی" کا مطلب دوام نماز کا عدم ہے
یعنی کوئی ایک نماز نہ پڑھے، مذکورہ فتاوٰی جلیلہ کے
الفاظ نے بھرپور انداز میں اس کو بیان کردیا ہے
پھر نماز فرض کی تخصیص واضح انداز میں بادل سے
بے حجاب سورج کی طرح روشن ہوگئی ہے، اور خود
اس شخص نے نادانستہ طور پر اعتراف کرلیا کہ "متکلم کا
مقصد بیوی کو دائمی نماز کا پابند بنانا ہے" پس حق
واضح ہوگیا اور ردیوبندی کی جہالت سے پردہ اٹھ گیا،
اور اس کی دو ثلث تحریر بے تحقیق تمام یہاں لغو اور ضائع
ہوگئی اور اس کی طرف التفات کی ضرورت نہیں جیسا کہ
کسی بھی عقلمند پر مخفی نہیں چہ جائیکہ کسی فاضل پر مخفی رہے"
گزشتہ فتاوٰی جلیلہ کے مختصر الفاظ "کہ فعل حکم نکرہ میں ہے
اور نکرہ حیز نفی میں عام ہوجاتا ہے اور عموم سلب بوجہ

عـه یہاں مسودہ میں بیاض ہے ۱۲

Marfat.com

ایک وقت کی نماز فرض عمداً بلا عذر شرعی چھوڑنے سے صادق
آجاتا ہے تو لازم ہوا کہ جب عورت نے اس حلف کے
بعد عشاء نہ پڑھی صبح صادق طالع ہوتے ہی اس پر
دو طلاقیں پڑ گئیں با اعتراف اینکس کہ غرض متکلم نیز
معتاد للصلوٰۃ شدن زوجہ است دائما باید دید تو و
بخدائے تو ہیچ پردہ بر چہرۂ حق ماندہ است حاشا ثم
حاشا بشرط آنکہ تعلیم دیوبندی عقل ترا دیوبندی یعنی
بندی دیو نکردہ باشد۔

ایجاب جزئی کہ صبح کی نماز نہ پڑھی، صادق نہ رہا" کو اپنی
طویل پراگندہ تقریر کے مقابلہ میں اس شخص کو دیکھنا چاہیئے
اور پھر اس کے بعد واضح حق کو" کہ مگر بحکم دلالتِ حال
واجب ہے کہ خاص قسم اول یعنی صلوٰۃ ملتزمہ میریہ مراد ہو
اور اس کا انتفاء ایک وقت کی نماز فرض عمداً بلا عذر
شرعی چھوڑنے سے صادق آجاتا ہے اس حلف کے بعد
عشاء نہ پڑھی، صبح صادق طالع ہوتے اس پر دو طلاقیں
پڑ گئیں" کو یہ شخص اپنے اس اعتراف کے ساتھ" کہ
متکلم کی غرض بھی بیوی کو دائمی طور پر نماز کی عادی بنانا ہے" ملا کر دیکھے تو بخدا بتائے کہ حق کے چہرہ پر کوئی پردہ
باقی رہتا ہے؟ ہرگز ہرگز نہیں رہتا، بشرطیکہ دیوبندی تعلیم نے اس کی عقل کو دیو بند یعنی شیطان کا غلام
نہ بنایا ہو۔

یازدہم مسکین بیچارہ کہ در مدرسہ دیوبند گاہے
الفاظ میر زاہد بر ملا جلال را ترجمہ شنیدہ باشد لشامت
بخت منطقہ منطق بر رخت فقاہت دیوبندی
بست و مطلبے را کہ در فتوائے جلیلہ سابقہ باحسن
طریقہ اصول ایضاح یافتہ بود باخس طرق معقول نامعقول
خودش اثبات خواست و با آنکہ محققین ایں تدقیق ذائع
عمدۃ المدققین سید زاہد مرحوم را بوجوہ کثیرہ رد فرمودہ
اند بیچارہ دست نظر قاصر ازانہا کوتاہ داشتہ
بر تقلید جامد سید زاہد پسند نمود و نداشت کہ موضوع قضیہ
طبعیہ معروض کلیت است وکلیت از معقولات ثانیہ
پس قضیہ ذہنیہ باشد نہ خارجیہ و زنہار ایں مرتبہ
از وجود خارجی بوئے نشود نہ بوجود فردے واحد
نہ بوجود جمیع افراد فی الخارج بلکہ وجود فردے فی الخارج
مستلزم وجود انتزاعی ایں مرتبہ ہم نتواں شد

یازدہم بیچارے مسکین نے کبھی دیوبند کے مدرسہ میں
ملا جلال پر میر زاہد کے الفاظ کا ترجمہ سن لیا ہوگا جس
پر بدقسمتی سے منطق کی بات شروع کر دی اور دیوبندی
فقاہت بنا دی اور مذکورہ فتاوی جلیلہ کا مطلب جو
وضاحت کے اصول پر بہت اچھی طرح واضح ہو چکا
تھا اس کو اپنی نامعقول منطق سے ثابت کرنے کی
کوشش کر رہا ہے اگرچہ محققین نے عمدۃ المدققین
علامہ سید میر زاہد مرحوم کی بعض مشہور تدقیقات کا
کثیر وجوہ سے رد کیا ہے یہ بیچارہ اپنی کوتاہ نظری کی
وجہ سے محققین کی بیان کردہ وجوہ سے محروم رہ کر سید زاہد
کی تقلید جامد پر ہی انحصار کر سکا۔ اسے معلوم نہیں کہ
قضیہ طبعیہ کا موضوع کلیت کا معروض ہوتا ہے اور
کلیت معقولات ثانیہ میں سے ہے جس کا وجود صرف
ذہنی ہوتا ہے، ازا یہ طبعیہ صرف قضیہ ذہنیہ ہوتا ہے

Marfat.com

فان المنتزع تابع للانتزاع فمالم ینتزع لم یوجد ولو وجد ما یصح الانتزاع منه آیا نہ بینی کہ این مرتبہ بے لحاظ ماہیت مع الاطلاق ای فی العنوان دون المعنون صورت نہ بندد پس بے لحاظ لاحظ بمجرد وجود فرد فی الخارج چساں وجود ذہنی پزیرد۔

خارجیہ نہیں ہوتا، اور یہ ہرگز وجود خارجی کا مرتبہ نہیں پا سکتا، یہ اپنے ایک فرد یا جمیع افراد کے خارجی وجود سے بھی خارج میں متحقق نہیں ہو سکتا بلکہ کسی فرد کے خارج میں پائے جانے سے اس مرتبہ کا وجودِ انتزاعی بھی نہیں ہو سکتا، کیونکہ انتزاع کی ہوئی چیز، انتزاع کے تابع ہوتی ہے تو جب تک انتزاع نہ کیا جائے اس کا وجود نہیں ہوتا اگرچہ وہ چیز موجود تھی جس سے انتزاع کیا جاسکتا ہو، کیا غور نہیں کرتے کہ یہ مرتبہ ماہیت کے ساتھ اطلاق کو ملحوظ رکھے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا یعنی اطلاق کا لحاظ صرف عنوان میں ہو مُعنون میں نہ ہو، تو کسی فرد کے محض خارج یاں لحاظ کرنے والے کے لحاظ کے بغیر پائے جانے سے ذہنی وجود کس طرح پیدا ہو سکے گا۔

دوازدہم مراد از وجود طبیعت موضوع طبعیہ وجود خارجی است یا وجود ذہنی اول را خود او شایاں نیست و دوم درگر د وجود فرد نبود کہ بانتفائے افراد منتفی شود۔

دوازدہم قضیہ طبعیہ کے موضوع کے لئے طبیعت کے وجود سے مراد خارجی وجود یا ذہنی وجود ہے وجود خارجی تو خود طبیعت کے شایاں نہیں، اور ذہنی وجود مراد ہو تو وہ حاصل نہیں (کیونکہ یہ افراد سے متعلق نہیں) کہ وہ افراد کے انتفائے سے منتفی ہو جائے۔

سیزدہم الشئ المطلق کہ ملحوظ بلحاظ عموم و کلیت و اطلاق است احکام افراد باو ساری نشود پس چرا بوجود فرد موجود یا بانتفائے افراد منتفی شود۔

سیزدہم الشئ المطلق کے مرتبہ میں عموم، کلیت اور اطلاق ملحوظ ہوتا ہے، اس میں افراد کے احکام سرایت نہیں کرتے تو اس مرتبہ کے متعلق یہ کہنا کہ ایک فرد کے وجود سے موجود یا ایک فرد کے انتفائے سے منتفی ہو جانا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

چہاردہم اگر بفرض باطل طبعیہ را خارجیہ گوئیم پس وجود طبیعت بوجود ہر یک از افراد متعاقبہ ہماں نحو وجود ست کہ بوجود فرد اول عارض شود یا غیر آں ولو بالاعتبار اول باطل ست کہ تحصیل حاصل ست وعلی الثانی چوں بوجود ہر فرد نحوے از وجود عارض شود با نتفائے آں فرد ہماں نحو وجود منتفی شود پس

چہاردہم اگر بفرض باطل، ہم مان لیں کہ قضیہ طبعیہ کا وجود خارجی ہے تو طبیعت کا وجود اس کے افراد متعاقبہ میں سے ہر فرد کے وجود سے ہو گا تو کیا طبیعت کو وہی وجود حاصل ہو گا جو کہ اس کے فرد اول کا وجود ہے یا اس کا کوئی غیر وجود ہو گا اگرچہ یہ غیریت اعتباری ہی ہو، اول باطل ہے کیونکہ یہ

Marfat.com

انتفا بانتفائے ہر فرد رونماید وتفرقہ این حکم میان مطلق الشئ والشئ المطلق ضائع بر آید ۔

تحصیل حاصل ہے اور دوسری شق پر جب ہر فرد کے وجود سے طبیعت کو ایک قسم کا وجود عارض ہُوا تو اس فرد کے انتفاء سے طبیعت کو حاصل شدہ وجود منتفی ہوگا، تو لازم آئے گا کہ ہر فرد کے انتفاء سے طبیعت کا انتفاء ہوجائے تو اس حکم میں مطلق الشئ اور الشئ المطلق کا فرق فضول ہوگا ۔

پانزدہم ایرادات قاہرہ بریں تفرقہ بائرہ در کلماتِ زائرہ ملک العلماء بحر العلوم قدس سرہٗ مطالعہ کن غرض بالقدر ما یتعلق بالمقام این ست کہ احمد علی زنِ خود را گفت اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق پس بالبداہۃ مقصود او نمازے ست کہ خواندن وگزاردن و ادا نمودن و در خارج بروئے کار آوردن را شایاں بود نہ نمازے کہ وجودش محض ذہنی و اعتباری باشد وقابلیت ایقاع و ادا اصلا ندارد پس محال ست آنچہ گفتہ کہ مراد دریں جا الصلوٰۃ مطلقہ یعنی موضوع قضیہ طبعیہ است وبہ بطلانش بطلان ہمہ آنچہ برو متفرع کردہ واضح شد فان فساد المبنٰی فساد البناء ۔

پانزدہم اس فرق پر مضبوط اعتراضات کا مطالعہ ملک العلماء بحر العلوم کے کلام میں کرو ۔ زیر بحث مقام سے متعلق غرض یہ ہے کہ احمد علی نے اپنی بیوی کو کہا کہ اگر تو نماز نہ پڑھے تو تجھے دو طلاقیں ۔ پس بالبداہت معلوم ہے کہ اس کا مقصود وُہ نماز ہے جو خارج میں پڑھی اور ادا کی جاسکے ، نہ وُہ نماز جس کا وجود محض ذہنی اور اعتباری ہو اور خارج میں پڑھنے اور ادا کرنے کے قابل نہ ہو ، تو یہ کہنا کہ یہاں صلوٰۃ مطلقہ مراد ہے جو قضیہ طبعیہ کا موضوع ہے ، محال ہوگا ، اس کے بطلان کے بعد وُہ تمام باتیں باطل ہوگئیں جو اس پر متفرع کی گئی ہیں ، یہ واضح بات ہے ، کیونکہ مبنٰی کے فساد سے بناء کا فساد ہوتا ہے ۔

شانزدہم ہنگام تحقق شرط بر عدم حنث نہ خفائے داشت کہ محتاج بہ نقل بودے فاما مجتہد دیوبند کمال سلیقہ خود را در جلوہ دادن خواست وعبارت عالمگیری الاصل ان الیمین متی عقدت علی عدم الفعل فی محلین ینظر فیہما الی شرط البر[1] کہ ازیں محل بیعلاقہ بود بہ سند نمود مسکین اگر آں واضحہ را در محل لائق او نتوانستی دید کاش ہم ازینجا بر فقرہ

شانزدہم عدم فعل کی شرط کے پائے جانے پر حنث کا پایا جانا واضح بات ہے جس پر کسی نقل کی ضرورت نہ تھی، لیکن دیوبندی مجتہد بڑے سلیقہ سے اپنا جلوہ دکھانا چاہتا ہے اور اس کا یہاں عالمگیری کی عبارت "کہ قاعدہ یہ ہے کہ اگر قسم کا تعلق ایسے عدم فعل سے ہو جس کا تعلق دو محل سے ہو تو دونوں میں قسم پورا ہونے کی شرط کو دیکھا جائے گا" کو بطور سند پیش کرنا بے علاقہ

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمۃ ان واذا نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۲۹

Marfat.com

وعند فوات شرط البر یتعین الحنث کہ بہ تکلف متکلف بطور مفہوم مخالف با مقصود او موافق می تواں شد قناعت کرد بے تعلیق یمین بہ دو محل را دریں محل چہ مقام و محل۔

بات ہے اس غریب کو اس واضح بات پر کوئی مناسب دلیل نظر نہ آئی تھی تو یہاں اس فقرہ پر کہ" اور قسم پورا ہونے کی شرط کے فوت ہو جانے پر حنث لازم او متعین ہوگا" اکتفا کر لیتا کیونکہ یہ بطور مفہوم مخالف اس کے مقصد کے موافق تھی، تو اس مفہوم مخالف کا تکلف کر لیتا، جبکہ قسم کو دو محلوں سے معلق کرنے کا یہاں کیا مقام تھا۔

ہفدہم آنکہ از علمگیریہ مسئلہ ان لم تعطینی ھذا الثوب[1] باز مسئلہ ان لم اطأك مع ھذہ المقنعۃ[2] آورد و مسکین درمیان ایں دو مسئلہ مسئلہ کہ ہمیں علمگیری از محیط از فتاوائے امام فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ آوردہ واز بے بصری نہ دید یا دید واز بے بصیرتی نہ فہمید یا فہمید واز راہ مغالطۂ عوام قطع و برید گزیدہ بیں کہ درہمیں سطور علمگیری چہ می فرماید فی فتاوی ابی اللیث رحمہ اللہ تعالٰی اذا ارادالرجل ان یجامع امرأتہ فقال لھا ان لم تدخلی معی فی البیت فانت طالق فدخلت بعد ماسکنت شہوتہ وقع الطلاق علیہا وان دخلت قبل ذٰلك لاتطلق کذا فی المحیط[3] اینجا چرا نہ گوید کہ محلوف علیہ عدم دخول مطلق ست و دخول

ہفدہم یہ کہ عالمگیریہ کا مسئلہ کہ بیوی کو کہا اگر تُو مجھے یہ کپڑا نہ دے تو طلاق۔ اور پھر دوسرا مسئلہ، اگر میں تجھ سے وطی نہ کروں اس اوڑھنی کے ساتھ، کو اس کفایت دینے والے مسئلہ کے ساتھ ذکر کیا اور اس غریب نے ان مذکورہ دونوں مسئلوں کے درمیان عالمگیری کا محیط سے اور اس کا امام فقیہ ابو اللیث سمرقندی سے منقولہ مسئلہ کو ذکر کیا اور بے بصری میں دیکھا نہیں یا دیکھا ہے تو بصیرت نہ ہونے کی وجہ سے سمجھا نہیں یا سمجھا ہے تو عوام کو مغالطہ دینے کے لئے قطع و برید کر دی، دیکھئے عالمگیری کی انہی سطروں میں کیا بیان کیا ہے کہ فتاوٰی ابو اللیث رحمہ اللہ تعالٰی میں ہے کہ خاوند نے بیوی سے مجامعت کا ارادہ کرتے ہوئے بیوی کو کہا کہ اگر تُو میرے ساتھ اندر کمرے میں داخل نہ ہوئی تو تجھے طلاق ہے، اس کے بعد عورت اس وقت داخل ہوئی جب خاوند کی شہوت ختم ہو گئی تو بیوی کو طلاق ہو گی، اور اگر

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمۃ ان واذا نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۴۲۹

[2] " " " " " " " " " " " ۱/ ۴۳۱

[3] " " " " " " " " " " " ۱/ ۴۳۰

Marfat.com

مطلق موضوع قضیہ طبعیہ ست وا و منتفی نشود مگر بانتفائے جمیع افرادِ دخول و ایں نبود مگر بعدم دخول اصلا تا حصول موت احد ہما پس دخول کا ہے متحقق شود اگرچہ بعد دہ سال عدم دخول مطلق منتفی گردد و شرط حنث صورت نہ بندد۔

شہوت ختم ہونے سے قبل داخل ہوئی تو طلاق نہ ہوگی جیسا کہ محیط میں ہے، یہاں اس عبارت پر اس نے اپنی مذکورہ تقریر کیوں نہ کی کہ عدمِ دخول پر قسم کھائی ہے اور عدمِ دخول مطلق ہے اور دخولِ مطلق قضیہ طبعیہ کا موضوع ہے جو تمام افراد کے منتفی ہوئے بغیر منتفی نہیں ہوگا اور تمام افراد دخول منتفی نہ ہوں گے مگر اس وقت جب کبھی دخول نہ پایا جائے اور یہ بات خاوند بیوی دونوں میں سے ایک کے مرنے پر معلوم ہو سکے گی تو جب دخول متحقق ہو خواہ دس سال بعد ہو اس وقت دخولِ مطلق کا عدم منتفی ہو جائے گا، اور قسم کے ٹوٹنے کی شرط کے پائے جانے کی صورت نہ بنے گی۔

ہیجدہم بازاز علمگیریہ مسئلہ ان لم تصلی الیوم رکعتین فانت طالق فحاضت قبل ان تشرع فی الصلوٰۃ او بعد ما صلت رکعۃ[1] آوردکہ اگر از وقت یمین تا آغازِ حیض زمانے بود کہ دو رکعت را گنجائش دارد مطلقہ شود وایں مسئلہ را بظاہر منافی مسئلہ دائرہ انگاشتہ سنگ تطبیق و توفیق بر سر اجتہاد برمی دارد کہ دریں عبارت قید الیوم و رکعتین موجود ست لہذا حکمش مغائر ما نحن فیہ شد فافترقتا ولا تشکوا و نمی داند کہ دریں جہت اصلاً نہ در مسائل افتراق نہ در حکم تغیر صلوٰۃ رکعتین فی الیوم نیز طبیعت کلیہ وارد و انتفائے شی بانتفائے جمیع افراد شود چوں روز گزشت و ہیچ فرد از افراد صلوٰۃ دو رکعت دراں متحقق نہ شد شرط بر منتفی گشت و حنث رونمود و توہم آنکہ شوہر الیوم گفت و بجا آوردن دو رکعت در مدۃ العمر

ہیجدہم پھر عالمگیری کا مسئلہ ذکر کیا کہ خاوند نے بیوی کو کہا اگر تُو آج دو رکعتیں نماز نہ پڑھے تو تجھے طلاق، اس کے بعد بیوی کو نماز شروع کرنے سے قبل حیض آگیا یا ایک رکعت پڑھنے کے بعد حیض آگیا، تو بتایا کہ اگر قسم اور نماز شروع کرنے کے درمیان اتنا وقت تھا کہ دو رکعتیں نماز پڑھ سکے، تو بیوی کو طلاق ہو جائے گی، اس نے اس مسئلہ کو ظاہری طور پر زیرِ بحث کے منافی بتایا اور تطبیق و توفیق کا پتھر اجتہاد کے سر پر اٹھا کر کہا اس مسئلہ کی عبارت میں "آج" اور "دو رکعتوں" کی قید ذکر کی گئی ہے لہذا اس مسئلے کا حکم ہمارے زیرِ بحث کے حکم سے مغایر ہے۔ لہذا دونوں مسئلے جدا ہیں اور تمہارا اعتراض نہ ہو، اس کو معلوم نہ ہوا کہ اس وجہ کی بنا پر مسائل میں اختلاف اور نہ ہی حکم متغیر ہوا "آج دو رکعتیں نماز" کی بھی طبیعت کلیہ ہے اور کسی چیز کا

---

[1] فتاویٰ ہندیہ الفصل الثالث فی التعلیق بکلمۃ ان واذا وغیرہما نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۴۳۶

Marfat.com

ہیچ روزے از روزہائے عمر اینجا بستہ کند ہمینست کہ ہیچ غیر دیوبندی را عارض نتواں شد اگرچہ درغایت جہل وعنادت باشد حاجت رفعش مگر بقیاس عقول عالیہ دیوبندیہ افتاد باز رکعتین را موجب تفرقہ دانستن طرہ براں۔

انتفاء اس کے تمام افراد کے انتفاء سے ہوجاتا ہے توجب دن بھر میں کوئی فرد نماز کا نہ پایا گیا اور اس دن میں دو رکعتوں کا وجود نہ پایا گیا تو دو رکعت نماز نہ پڑھنے کی شرط پائے جانے کی وجہ سے قسم ٹوٹ گئی تو طلاق ہوگئی ہے، اور اس کا یہ وہم کرنا کہ خاوند نے "آج" کا لفظ کہا ورنہ "دو رکعتیں پڑھنے" کا عمر بھر میں سے کوئی دن بھی ہوسکتا تھا تو یہ وہم دیوبندی کے علاوہ کسی کو خواہ کتنا ہی جاہل اور غبی ہو کبھی لاحق اور عارض نہیں ہوسکتا، لہٰذا صرف دیوبندی عقول عالیہ کو ہی اس وہم کو دفع کرنے کی حاجت محسوس ہوئی، پھر اس پر طرہ یہ کہ اس نے دو رکعتوں کو بھی وجہ فرق بتایا۔

نوزدہم بازبکمال ذہوشی مسئلہ "اگر سزائے وے نکنم فامرأتہ کذا[1]" آورد اگر نیت فور کند بر فور باشد ورنہ مطلق وخودش گفت کہ ایں صورت مطابق مانحن فیہ است واعتراف کرد کہ ہمچنیں حکم اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق ان نوی الفور فھو علی الفور تا ایں جا نادانستہ بحق رجوع آورد باز زخم نامندمل را چارہ کار ہماں مکابرہ وانکار جست لیکن احمد علی نیت فور نکردہ نہ قرینۂ فور یافتہ شد سبحان اللہ قرینۂ فور از کلام خودت پرس کہ خواہر زادۂ خالہ تو بالاچہ گفتہ است کہ غرض متکلم نیز معتاد للصلوٰۃ شدن زوجہ است دائماً ونیت احمد علی ہم بامداد دکار بامداد احمد علی دریاب کہ چوں زن نماز عشا نگزارد وصباح رجعت نمود اگر نیت فور نبودے رجعت از کدام راہ رو نمودے، الحمد للہ کہ حق واضح ست فاما مکابرہ را چہ علاج۔

نوزدہم پھر اپنی کمال عقلمندی دکھاتے ہوئے، یہ مسئلہ کہ اگر اس کو سزا نہ دوں تو بیوی کو طلاق، ذکر کرکے کہا کہ نیت فورکی کرے تو فور ہوگا ورنہ مطلق ہوگا، اور خود کہا کہ یہ مسئلہ ہمارے زیر بحث مسئلہ کے مطابق ہے اور اعتراف کیا کہ یوں ہی عورت کو کہنا اگر تو نماز نہ پڑھے تو تجھے دو طلاقیں، اس کا حکم بھی وہی ہوگا کہ اگر فورکی نیت کی تو فور ہوگا، یہ کہہ کر اس نے حق کی طرف رجوع نادانستہ طور پر کرلیا اور پھر اس مندمل نہ ہونے والے زخم کا علاج اس مکابرہ اور انکار سے کرتے ہوئے کہا، لیکن احمد علی نے فورکی نیت نہیں کی اور نہ ہی فور کا قرینہ پایا گیا، سبحان اللہ! فور کا قرینہ خود اپنے کلام سے پوچھ کہ تیری خالہ کے بھانجے نے (تو نے) اوپر کیا کہا ہے "کہ متکلم کی غرض بیوی کو ہمیشہ نماز کا عادی بنانا ہے" اور پھر احمد علی کی نیت معلوم کرنے کے لئے احمد علی سے پوچھ کہ اس کی بیوی کا رات کو عشاء کی نماز نہ پڑھنے پر طلاقوں سے صبح رجوع کرلیا، اگر فورکی نیت نہ ہوتی تو

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمۃ ان واذا نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۴۶

Marfat.com

رجوع کرنے کا کیا جواز تھا، الحمدللہ حق تو واضح ہے مگر مکابرہ کا کیا علاج ہے۔

بستم بازاز شرح وقایہ وقہستانی وقاضیخاں مسئلہ انت کذا ان لم اطلقك[1] ومسئلہ ان لم اجامعك علی راس ھذا الرمح[2] می آرد کہ تا آخر عمرو تا بقائے نیزہ مہلت دادہ اند وہماں مقدمہ مسلمہ را کہ خود در فتوائے جلیلہ سابقہ باوضح وجوہ واحسن بیان باستناد عبارات ہدایہ وفتح القدیر رنگ الیضاح یافتہ بود بار بار ایضاح واضح می جوید وتحصیل حاصل می پوید واز نکتۂ بدیعۂ رفیعہ کہ بجوالہائے تلخیص الجامع الکبیر وشرح التلخیص للعلامۃ الفاسی وانتقاض الاعتراض وتنویر الابصار ودرمختار وفتح القدیر وشرنبلالیہ وردالمحتار واشباہ والنظائر وتبیین الحقائق وغیرہا افادہ شدہ بود چشم می پوشد وبباطل می کوشد یارب مگر ایں راچہ گفتہ آید مادیدہ را دیدہ کشودہ سہل ست آنکہ صد بار دیدہ دیدہ پوشیدہ ودیدہ را نادیدہ ساختہ او را چارہ کدام، بارے مگر در شرح وقایہ بلکہ خود وقایہ ایں مسئلہ ندیدی کہ شرط للحنث فی ان خرجت وان ضربت (فانت طالق) لم یدۃ خروج اوضرب عبد فعلہما فور[3] ودر قہستانی فیہ اشارۃ الی ما تفرد بہ ابوحنیفۃ رحمہ اللہ فی استنباطہ

بستم پھر قاضی خاں، قہستانی اور شرح وقایہ سے نقل کرتے ہوئے، مسئلہ "تجھے طلاق ہے اگر تجھے طلاق نہ دُوں" اور مسئلہ "اگر اس نیزے کے سر پر تجھ سے جماع نہ کروں تو طلاق ہے" کو ذکر کرکے کہا کہ ان مسئلوں میں فقہاء نے آخر عمر اور نیزے کی بقاء تک مہلت دی ہے اور تمام وہ مقدمات مسلمہ جن کو فقہائے کرام نے اپنے فتاوٰی جلیلہ میں بہت اچھے انداز سے واضح کرکے ہدایہ، فتح القدیر کی عبارات سے مستند کیا ہے ان کو بار بار یہ ذکر کرتا ہے اور واضح کو بے مقصد واضح اور تحصیل حاصل کرتا چلا جاتا ہے اور بلند پایہ نکتہ جس کو تلخیص الجامع الکبیر، شرح تلخیص علامہ فاسی، انتقاض الاعتراض، تنویر الابصار، درمختار، فتح القدیر، شرنبلالیہ، ردالمحتار، اشباہ و نظائر اور تبیین الحقائق وغیرہا کے حوالوں سے مستفاد کیا گیا ہے، کو مسلسل نظر انداز کر رہا ہے اور باطل کے درپے ہے، یارب! کیا کہا جائے، نہ دیکھی چیز کو دکھانا آسان ہے اور صد بار دیکھی چیز سے بند آنکھ اور دیدہ کو نادیدہ بنانے والے کیلئے کیا چارہ کیا جائے۔ کیا آپ نے شرح وقایہ بلکہ خود وقایہ میں یہ مسئلہ کبھی نہیں دیکھا کہ جب بیوی باہر

---

[1] شرح الوقایہ　بیان لغویۃ التعلیق قبل التزوج　مطبع مجتبائی دہلی　۲/۷۷

[2] فتاوٰی قاضی خاں　باب التعلیق　نولکشور لکھنؤ　۱/۲۲۹

[3] مختصر الوقایہ فی مسائل الھدایۃ　فصل حلف الفعل　نور محمد کتب خانہ تجارت کراچی　ص ۸۶

Marfat.com

من اتمام اقسام الیمین فان سلفه قسموها
الی المؤبدة لفظا ومعنی ، والمؤقتة
کذلك مثل لا افعل کذا ولا افعله
الیوم ثم زاد الامام اتماما ما سمی بیمین
الفور او یمین الحال مما هی المؤبدة
لفظا والموقتة معنی کما مر[1] (ملخصًا) و
در قاضی خان سکران ضرب امرأته فخرجت
من داره فقال ان لم تعودی
الی فانت طالق وکان ذلك عند
العصر فعادت الیه عند العشاء قالوا
یحنث فی یمینه لان یمینه تقع علی الفور
وان قال لم انو الفور لا یصدق
قضاء ، وفی المرأة اذا قامت لتخرج
فقال الزوج ان خرجت فانت طالق
وجلست ثم خرجت بعد ذلك بساعة
لا یحنث فی یمینه[2] مگر ایں بیچارگاں
چه کنند که تعلیم نجدیت در قرآن و حدیث
نیز بمصداق افتؤمنون ببعض الکتاب و
تکفرون ببعض[3] کار میکنند ولا حول ولا
قوة الا باللہ العلی العظیم۔

جانے کو یا غلام کو مارنے کے لئے تیار ہو تو اس
وقت اس کو کہنا کہ تُو باہر نکلی یا تُو نے مارا تو تجھے
طلاق ہے تو یہ دونوں یمین فور ہیں۔ امام قہستانی نے
فرمایا کہ اس مسئلہ میں اشارہ ہے کہ امام ابوحنیفہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسموں کے اقسام مکمل فرمانے
میں اپنے استنباط میں تفرّد فرمایا ہے کیونکہ آپ سے
قبل اسلاف نے یمین کو صرف لفظاً و معنیً مؤبّدہ
اور مؤقّتہ پر تقسیم فرمایا تھا مثلاً میں یہ نہ کروں گا، اور
میں آج یہ نہ کروں گا۔ پھر امام صاحب نے لفظاً و
معناً موبّدہ اور موقّتہ پر ایک قسم زائد بیان کی جس کو
یمینِ فور یا یمینِ حال کہا جاتا ہے یہ قسم لفظاً مؤبّد ہے اور معناً موقت ہے
جیسا کہ پہلے گزرا، قاضیخاں میں ہے کہ ایک نشے والے نے اپنی بیوی کو
کو پیٹا تو وُہ باہر نکل گئی تو اس نے کہا اگر تُو واپس
میرے پاس نہ آئی تو تجھے طلاق ہے، یہ واقعہ عصر
کے وقت ہُوا تو بیوی اس کے پاس عشاء کے وقت
لوٹ آئی۔ اس پر فقہاء نے فرمایا قسم ٹوٹ گئی، کیونکہ
یہ اس کی قسم یمینِ فور تھی اگر وُہ کہے کہ میں نے فور
کی نیت نہیں کی تھی تو قاضی اس کی تصدیق نہ کریگا،
اور اس مسئلہ میں کہ بیوی باہر نکلنے لگی تو خاوند نے
کہہ دیا کہ اگر تُو نکلی تو تجھے طلاق ہے، اس پر بیوی
واپس بیٹھ گئی اور تھوڑی دیر بعد نکلی تو قسم نہ ٹوٹے گی، یہ بیچارے کیا جانیں، ان کو تو قرآن و حدیث کی نجدی تعلیم

---

[1] جامع الرموز — فصل حلف الفعل — مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۲/۶۶۵
[2] قاضی خان — باب التعلیق — نولکشور لکھنؤ ۱/۲۳۵
[3] القرآن الکریم ۲/۸۵

Marfat.com

ہے ، اور پھر بعض کتاب مانتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو" کے مصداق عمل کرتے ہیں ، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔

بست وہفتم تاا ینجا جہالاتِ دیوبندیہ بود حالا ضلالات دیوبندیہ جوش زد و بیباک بے ادراک کلمہ گفت کہ بدریاہا نتواں شست کہ "اگر تسلیم کردہ شود کہ طلاقین اولین واقع شدند تاہم بوجہ رجعت باطل الی قولہ اکنوں برائے طلاق بلاشرط رجعت صحیح ست" انا للہ وانا الیہ راجعون ○ ع

آدمیاں گم شدند ملک گرفت اجتہاد

تعلیم دیوبندی دریں[ع۱] قرآن عظیم وحدیث کریم واجماع ائمہ حدیث وقدیم ہمہ رایکسر پسِ پشت انداخت و بزورِ زبان وزورِ بہتان بمصداق ارشاد حضور سید الاسیاد علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام الی یوم القیام کہ یستحلون الخ شرمگاہِ زناں را حلال خواہند گرفت فرج حرام را حلال ساخت قال اللہ تعالیٰ عزوجل الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف اوتسریح باحسان الی قولہ تبارك وتعالیٰ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہٗ[1] یعنی طلاق کہ بعد وے اختیار رجعت است ہمیں تا دو بارست کہ شوی را درماندن زن بخوبی یا آزاد کردن بنیکوئی[ع۲] اختیار ست پس اگر بعد اینہا طلاق دگر دہد

بست وہفتم یہاں تک دیوبندی جہالتیں تھیں اب دیوبندی گمراہی نے جوش مارا اور بے سوچے سمجھے بے دریغ ایسا کلمہ کہہ دیا کہ تمام دریا بھی اس کو صاف نہ کرسکیں ، اور کہا کہ اگر تسلیم کرلیا جائے کہ پہلی دو طلاقیں واقع ہوگئی ہیں تب بھی احمد علی کے رجوع کرلینے پر وُہ باطل ہوگئی ہیں ، اور آخر میں کہا کہ اب غیر مشروط طلاق کے بعد اس کا رجوع صحیح ہے انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

آدمی ختم ہوگئے اب فرشتہ اجتہاد شروع کررہا ہے ۔

دیوبندی تعلیم نے یہاں پر قرآن وحدیث اور ائمہ قدیم وجدید کے اجماع کو یکسر نظر انداز کردیا ہے ، اور زبان و بہتان کے زور پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد "عورتوں کی حرام شرمگاہوں کو حلال کریں گے" کے مصداق اس کا ارتکاب کیا ، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا دو طلاقیں ہوں تو پھر خوبصورتی سے رجوع کرکے روک لو یا نیکی کے طور پر آزاد کردو ۔ اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے قول "پس اگر تیسری طلاق دے دی تو بیوی اس کے لئے حلال نہیں تاوقتیکہ بیوی کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے" تک یعنی جس

ع۱ و ع۲ یہاں مسودہ میں بیاض ہے ۱۲

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۹ - ۲۲۸

Marfat.com

زن مراد را حلال نبود تا با شوئے دگر نخوابہ نشود ائمہ
تفسیر و حدیث سبب نزول کریمہ چناں آوردہ اند کہ پیش
ازیں طلاق را عددے معدود و حدے محدود نبود ہر
قدر بار شوئے خواستے طلاقہا دادے و رجعت ہا
کردے و آنکہ اضرارِ زن خواستے طلاقش دادے
تا آنکہ چوں عدتش بر سر گزشتن آمدن رجعت کردے
باز طلاق دادے باز در قرب انقضائے عدت
رجعت نمودے و ہمچناں کردے تا آنگاہ کہ دلش خواستے
بیچارہ زن بایں کار معلقہ باندے نہ راہے رفتن
نہ روئے ماندن، زن ازیں معنی بحضور بارگاہِ رسالت
فریاد آورد آنگاہ آیہ کریمہ نزول فرمود و بعد سہ طلاق
اختیار رجعت نماند و کار زن بدست زن شد، امام
بغوی در تفسیر معالم التنزیل فرمود قولہ تعالٰی
الطلاق مرتٰن روی عن عروۃ بن الزبیر
رضی اللہ تعالٰی عنہما قال کان الناس فی
الابتداء یطلقون من غیر حصر ولا عدد
وکان الرجل یطلق امرأتہ فاذا قاربت
انقضاء عدتہا راجعہا ثم طلقہا کذلک
ثم راجعہا یقصد مضارتہا فنزلت ہذہ
الاٰیۃ الطلاق مرتٰن یعنی الطلاق
الذی یملک الرجعۃ عقیبہ مرتان
فاذا طلق ثلثا فلا تحل لہ الا بعد
نکاح زوج اٰخر[1]، امام رازی در تفسیر کبیر

طلاق کے بعد رجوع ہوسکتا ہے وُہ دو بار طلاق ہے
کہ جس میں خاوند کو اختیار ہے کہ بیوی کو روک رکھے یا
نیکی کے ساتھ آزاد کرتے ہوئے طلاق دے دے، اس
کے بعد اگر طلاق دے گا تو بیوی اس کے لئے حلال
نہ ہوگی تاوقتیکہ وُہ بیوی کسی دوسرے شخص سے نکاح
نہ کرلے۔ ائمہ تفسیر و حدیث نے اس آیہ کریمہ کا شانِ
نزول یُوں بیان فرمایا کہ اسلام سے قبل طلاق کی کوئی تعداد
یا حد مقرر نہ تھی بلکہ خاوند جتنی بار بھی طلاق دے کر رجوع
کرنا چاہتا کرلیتا، اور جب بیوی کو تنگ کرنا مقصود ہوتا
تو طلاق دے کر عدت ختم ہونے کے قریب وہ رجوع
کرلیتا اور رجوع کے بعد پھر طلاق دیتا اور عدت کے
خاتمہ کے قریب رجوع کرلیتا اور جتنی بار دل چاہتا کرتا،
بیوی بیچاری لٹک کر رہ جاتی اس کے لئے آزادی یا
آبادی کا کوئی طریقہ نہ رہتا، اسی پریشانی میں ایک
عورت دربارِ رسالت میں حاضر ہوئی اور فریاد کی، تو
اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی، اور تین طلاقوں کے
بعد رجوع کا اختیار ختم ہوگیا اور بیوی خود مختار ہوگئی۔
امام بغوی نے تفسیر معالم التنزیل میں فرمایا کہ اللہ تعالٰی
کا ارشاد "الطلاق مرتٰن الخ" الآیۃ کا شانِ نزول
یہ ہے جس کو حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ
نے بیان فرمایا کہ لوگ ابتداء میں بے شمار اور لاتعداد
طلاقیں دیتے تھے، اور کوئی بھی شخص بیوی کو طلاق دے کر
عدت ختم ہونے کے قریب رجوع کرلیتا اور پھر طلاق

---

[1] معالم التنزیل علی حاشیہ تفسیر الخازن تفسیر آیۃ الطلاق مرتٰن الخ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۲۲۷

Marfat.com

فرمود المسئلة الاولى كان الرجل في الجاهلية يطلق امرأته ثم يراجعها قبل ان تنقضي عدتها ولو طلقها الف مرة كانت القدرة على المراجعة ثابتة له فجاءت امرأة الى عائشة رضي الله تعالى عنها فشكت ان زوجها يطلقها ويراجعها يضارها بذلك فذكرت عائشة رضي الله تعالى عنها ذلك لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فنزل قوله تعالى الطلاق مرتان[1]،

درتفسیرات احمدیہ ست لما كان عدد الطلاق في الجاهلية غير مقرر على وتيرة واحدة حتى انه لو طلقها عشرة يمكنه رجعتها وكان يراجعها وقت انقضاء العدة ثم يطلقها ويراجعها حتى ان جاءت امرأة الى عائشة رضي الله تعالى عنها تشكو من مراجعة زوجها ثم تطليقها ثم وثم هكذا فعرضت الى

دے دیتا اور یُوں بار بار کرتا رہتا جس کا مقصد بیوی کو تنگ کرنا تھا تو یہ آیۂ کریمہ نازل ہُوئی یعنی وہ طلاق جس کے بعد خاوند رجوع کر سکتا ہے وُہ دو بار ہے اور جب تین طلاقیں پُوری کر دے تو اس کے لئے بیوی حلال نہ ہوگی مگر بیوی دوسرے شخص سے نکاح کرے تو اس کے بعد حلال ہو سکے گی۔ امام رازی نے تفسیر کبیر میں فرمایا: مسئلہ اولیٰ، یہ کہ، جاہلیت میں مرد بیوی کو طلاق دے کر پھر عدت کے خاتمہ کے قریب رجوع کر لیتا اور اس طرح ہزار طلاق بھی ہوتی تب بھی خاوند کو رجوع کا اختیار رہتا، تو ایک عورت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آئی اور اس نے اپنے خاوند کی شکایت کی کہ وُہ طلاق دے کر عدت ختم ہونے سے قبل رجوع کر لیتا ہے اور تنگ کر رہا ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ واقعہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیان کیا تو اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہُوئی الطلاق مرتان، الآیۃ۔ تفسیرات احمدیہ میں ہے کہ چونکہ جاہلیت میں طلاق کا کوئی قانون نہ تھا حتیٰ کہ کوئی بھی شخص دس طلاقیں دے کر بھی پھر رجوع کر لیتا اور عدت ختم ہونے کے قریب رجوع کر کے پھر طلاق دے دیتا، حتیٰ کہ ایک عورت نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آ کر اپنے خاوند کی شکایت کرتے ہُوئے کہا کہ وُہ بار بار طلاق دیتا اور رجوع کر لیتا ہے، تو حضرت

---

[1] تفسیر کبیر زیر آیۃ الطلاق مرتان الخ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ بمصر ۶/۱۰۲

Marfat.com

رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه و سلم
فنزل قوله تعالی الطلاق مرتان
فامساك بمعروف او تسریح باحسان
یعنی ان الطلاق الرجعی الذی
یتعلق به الرجعة مرتان ای اثنتان
لا ثلاث ثلاثات فبعد ذلك امساکها
بمعروف او تسریحها کذلك و هذا
امر بصیغة الخبر کانه قیل طلقوا
الرجعی مرتین و هذا التوجیه
المذکور فی الحسینی والزاهدی والبیضاوی
والتلویح و هو الموافق لمذهب الشافعی و
ابی حنیفة جمیعًا[1]، ترمذی و ابن مردویه و حاکم
بافادہ تصحیح و بیہقی در سنن از ام المومنین عائشہ صدیقہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کنند قالت کان الناس
والرجل یطلق امرأته ماشاء ان یطلقها و
هی امرأته اذا ارتجعها و هی فی العدة و
ان طلقها مائة مرة او اکثر حتی قال رجل
لامرأته والله لا اطلقك فتبینین منی
ولا اٰویك ابدا قالت و کیف ذلك قال
اطلقك فکلما همت عدتك ان تنقضی
راجعتك فذهبت المرأة حتی دخلت
علی عائشة فاخبرتها فسکتت
عائشة رضی الله تعالی عنها حتی

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ بات حضور علیہ الصلوٰۃ و
السلام سے عرض کی، تو اس پر یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: الطلاق مرتان الآیۃ، یعنی
وُہ طلاق جس کے بعد رجوع کرنا جائز ہے وہ دو بار
طلاق ہے اس سے زائد نہیں۔ اس کے بعد بھلائی سے
بیوی کو پاس رکھنا ہوگا یا نیکی کے ساتھ آزاد کرتے ہوئے
آخری طلاق دینا ہوگی۔ اور تفسیر حسینی، زاہدی،
بیضاوی اور تلویح نے یہی تفسیر بیان کی جو امام شافعی
اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ تعالیٰ دونوں کے مذہب
کے موافق ہے۔ ترمذی، ابن مردویہ، حاکم بافادہ تصحیح اور
بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ام المومنین عائشہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا، انھوں نے فرمایا
کہ لوگ اپنی بیوی کو جتنی چاہتے طلاقیں دیتے اس کے
باوجود وُہ بیوی رہتی جبکہ وُہ عدت کے دوران رجوع
لیتا، اگرچہ سو مرتبہ یا اس سے بھی زائد طلاقیں دے چکا
ہوتا، حتیٰ کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا کہ خدا کی قسم
میں تجھے طلاق نہ دوں کہ تو جدا ہو جائے اور نہ ہی تجھے
پاس رکھوں تو ہمیشہ ایسے ہی رہے گی۔ بیوی نے پوچھا
وہ کیسے؟ تو اس نے کہا میں تجھے طلاق دے کر عدت
ختم ہونے سے قبل جب عدت ختم ہونیوالی
ہوگی تو رجوع کر لوں گا۔ تو اس عورت نے جا کر حضرت
عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ شکایت کی، یہ سن کر
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خاموش ہو گئیں حتیٰ کہ

---

[1] تفسیرات احمدیہ زیر آیت الطلاق مرتان الخ مکتبہ کریمی واقع بمبئی ص ۱۲۳

Marfat.com

جاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاخبرته فسکت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی نزل القرآن الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف اوتسريح باحسان[1]
نیز ابن مردویہ وبیہقی از ام المومنین روایت آرند قالت لم یکن للطلاق وقت یطلق امرأته ثم یراجعها مالم تنقض العدۃ وکان بین رجل وبین اهله بعض مایکون بین الناس فقال واللہ لا ترکنک لا ایما ولا ذات زوج فجعل یطلقها حتی اذا کادت العدۃ ان تنقضی راجعها ففعل ذلک مرارا فانزل اللہ فیه الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف اوتسريح باحسان فوقت لهم الطلاق ثلثا یراجعها فی الواحدۃ وفی الثنتین ولیس فی الثالثة رجعة حتی تنکح زوجا غیرہ[2]، ابوداؤد ونسائی وبیہقی از عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما روایت دارند ان الرجل کان اذا طلق امرأته فهو احق برجعتها وان طلقها ثلاثا فنسخ ذلک فقال الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے تو انھوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس بات پر مطلع کیا جس پر آپ نے سکوت فرمایا حتی کہ یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی الطلاق مرتٰن الخ ۔ نیز ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت اُمّ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ، آپ نے بیان کیا کہ بیوی کو طلاق دینے اور پھر رجوع کرنے کا کوئی ضابطہ نہ تھا ، کوئی بھی بیوی کو طلاق دے کر عدت ختم ہونے سے قبل رجوع کرلیتا اور خاوند بیوی میں کوئی خانگی جھگڑا جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے ہوتا تو خاوند کہتا خدا کی قسم میں تجھے نہ خاوندوالی اور نہ غیر خاوندوالی بنادُوں گا ، اس کے لئے وُہ بیوی کو طلاق دے کر عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کرلیتا اور بار بار ایسے کرتا ۔ اس پر اللہ تعالٰے نے یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی الطلاق مرتٰن الآیۃ ، جس میں تین طلاقیں مقرر کر دی گئی ہیں ، جس میں سے ایک اور دو کے بعد رجوع کا حق دیا گیا ہے اور تیسری کے بعد رجوع نہیں ہو گا تاوقتیکہ بیوی کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے ۔ ابوداؤد ، نسائی اور بیہقی نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا ہے کہ ابتداء میں مرد کو طلاق دینے کے بعد حق باقی تھا اگرچہ تین یا تین سے زائد طلاقیں دے دیتا ' تو اس کو منسوخ کرکے اللہ تعالیٰ نے فرمایا الطلاق

---

[1] جامع الترمذی ابواب الطلاق الثلاث امین کمپنی کتبخانہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۴۳
السنن الکبرٰی للبیہقی باب ماجاء فی امضاء الطلاق دارصادر بیروت ۷/۳۳۳
[2] تفسیر درمنثور بحوالہ ابن مردویہ والبیہقی تحت آیۃ الطلاق مرتان مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ، ایران ۱/۲۷۷

Marfat.com

اوتسریح باحسان[1]، اجلۂ ائمہ مالک وشافعی و عبدبن حمید وترمذی وابن جریر وابن ابی حاتم وبیہقی از عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آرند قال کان الرجل اذا طلق امرأته ثم ارتجعها قبل ان تنقضی عدتها کان ذلك له وان طلقها الف مرة فعمد رجل الی امرأته فطلقها حتی اذا ماجاء وقت انقضاء عدتها ارتجعها ثم طلقها ثم قال و الله لا اویك الی ولا تحلین لی ابدا فانزل الله تعالیٰ الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف او تسریح باحسان[2] مسلمان دے انصاف دہید تعلیم دیوبندی چساں مقصود شریعت وحکم آیت را برہم میزند وظلم وستم جاہلیت را از سرِ نو تازہ می کند اگر طلاق پیشین برجعت باطل شود و بعد او شوئے را از سرِ اختیار سہ طلاق بدست ماند چنانکہ ایں کس زعم نمود پس لاجرم ہماں آتش جاہلیت بکار اندرست و انسداد ظلمے کہ خدائے خواست معاذ اللہ باطل و بے اثر ، ہرکہ خواہد ھزار بار طلاق دہد و ہر بار رجعت کند طلاق ہائے دادہ نادادہ شود و اختیارات نامتناہیہ بدست

مرتٰن فامساك بمعروف اوتسریح باحسان ، امام مالک ، امام شافعی ، عبدبن حمید ، ترمذی ، ابن جریر ، ابن ابی حاتم اور بیہقی ان اجلۂ ائمہ کرام نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ ابتداء میں مرد کو اختیار رہتا کہ وہ طلاق کی عدت ختم ہونے سے قبل رجوع کرلے اگرچہ وہ ہزار طلاقیں بھی دے دے ، تو ایک مرد نے بیوی کو طلاق دے کر عدت ختم ہونے کے قریب رجوع کرلیا اور پھر طلاق دے دی پھر کہا کہ خدا کی قسم میں تجھے نہ رکھوں گا نہ دوسرے کے لئے بھی حلال ہوسکے گی ، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیۂ کریمہ نازل فرمائی الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف اوتسریح باحسان ، اب مسلمانوں کو انصاف سے غور کرنا چاہئے کہ دیوبندی کس طرح شریعت کے مقصد اور آیۂ کریمہ کے حکم کو پامال کرتے ہیں اور جاہلیت کے ظلم وستم کو دوبارہ تازہ کررہے ہیں ، اگر پہلی طلاقیں رجوع کرنے سے باطل ہوجائیں اور خاوند کو نئے سرے سے دوبارہ تین طلاقوں کا اختیار مل جائے جیسا کہ یہ شخص کہہ رہا ہے تو لازمی طور پر جاہلیت کی آگ محفوظ رہے گی اور اللہ تعالیٰ نے جس ظلم کو ختم کرنا چاہا ہے وہ سب باطل اور بے اثر ہوکر رہ جائے گا اور جاہلیت دوبارہ عود کر آئے گی ، اور جو شخص بھی ہزار بار طلاق دے کر رجوع کرتا رہے تو رجوع سے پہلی طلاق کا ہونا نہ ہونا برابر

---

[1] السنن الکبریٰ للبیہقی باب من جعل الثلاث واحدۃ وما ورد فی خلاف ذلک دار صادر بیروت ۷/۳۳۷

[2] موطا امام مالک جامع الطلاق میر محمد کتب خانہ مرکز علم کراچی ص ۵۲۹

Marfat.com

شوہر بود ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم
اینست مخالفت تعلیم دیوبندی با قرآن عظیم۔

بست و دوم خاص جزئیہ مسئلہ کہ طلاق بعد رجعت باطل نہ شد ومحسوب ماند در صحیحین بخاری ومسلم وعامۂ کتبِ اسلام مصرح ست عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما زوجۂ خود را بحالتِ حیض طلاق داد سیّد عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم امرِ مراجعت فرمودہ باوصف رجعت آں طلاق را محسوب داشت ، فی صحیح البخاری عن انس بن سیرین قال سمعت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال طلق ابن عمر امرأتہ وھی حائض فذکر عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال لیراجعها قلت تحتسب قال فمہ[1] ، وعن قتادۃ عن یونس بن جبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال مرہ فلیراجعها قلت تحتسب ، قال ارأیتہ ان عجز واستحمق[2] ، وعن سعید بن جبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال حسبت علی بتطلیقۃ[3] وفی صحیح مسلم

ہوجائے گا اور خاوند کو نہ ختم ہونے والا اختیار حاصل ہوجائے گا، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم دیوبندی کی تعلیم قرآن کے مخالف ہے۔

بست و دوم خاص یہ جزئیہ کہ رجوع کے بعد طلاق کالعدم نہیں ہوتی، تو بخاری ومسلم اور عام اسلامی کتب میں تصریح ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس طلاق سے رجوع کا حکم دیا اور رجوع کے باوجود یہ حیض میں دی ہوئی طلاق شمار ہوئی۔ صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے اُنھوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کو سُنا اُنھوں نے فرمایا کہ عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالٰی عنہما) نے اپنی بیوی کو حیض میں طلاق دی تو عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ اطلاع حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وُہ رجوع کرے، تو میں نے عرض کی کہ کیا وُہ حیض میں دی ہوئی طلاق شمار ہوگی تو عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا اور کیا۔ اور حضرت قتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انہوں نے یونس بن جبیر سے انھوں نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ عبداللہ سے کہو کہ وُہ رجوع کرے تو میں نے پوچھا کہ کیا پہلی طلاق شمار ہوگی، توجواب

---

[1] صحیح البخاری کتاب الطلاق باب اذا طلقت الحائض الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۹۰
[2] " " " " " " " " " " "
[3] " " " " " " " " " " " " "

Marfat.com

عن عبید اللہ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نحوہ وقال فی اٰخرہ قال عبید اللہ قلت لنافع ما صنعت التطلیقة قال واحدة اعتدبہا[۱]، وعن سالم بن عبد اللہ عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم عن ابیہ وفیہ کان عبد اللہ طلقہا تطلیقة فحسبت من طلاقہا وراجعہا عبد اللہ کما امرہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم[۲]، وفی لفظ اخر قال قال ابن عمر فراجعتہا وحسبت لہا التطلیقة التی طلقتہا[۳]، وعن ابن سیرین عن یونس بن جبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم انہ امران یراجعہا قال قلت افحسبت علیہ، قال فمہ اوان عجز واستحمق[۴]، وعن انس بن سیرین قال قلت فاعتددت بتلک التطلیقة التی طلقت وھی حائض، قال مالی لا اعتدبہا وان کنت عجزت واستحمقت[۵] بلکہ عبد الحق اشبیلی در احکام، وبیہقی در سنن از عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کردند ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ھی واحدة[۶] اینست مخالفت تعلیم دیوبندی با حدیث کریم۔

میں فرمایا تو بتا اگر وہ رجوع کئے بغیر عاجز ہو جائے یا حماقت کرے یعنی رجوع نہ کرے تو کیا طلاق نہ ہوگی، اور سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبد اللہ بن عمر سے راوی ہیں کہ میں نے اسے ایک طلاق شمار کیا۔ اور صحیح مسلم میں عبید اللہ نافع سے، اور وہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی کی مثل روایت کی اور اس کے آخر میں ہے کہ عبید اللہ نے کہا کہ میں نے نافع کو کہا کہ تو نے اس طلاق کو کیا خیال کیا، تو انھوں نے کہا میں نے اسے ایک شمار کیا۔ اور سالم عبد اللہ سے انھوں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے، انھوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے اور اس روایت میں ہے کہ عبد اللہ نے بیوی کو ایک طلاق دی تو میں نے اس کو طلاق شمار کیا اور اس نے رجوع کرلیا جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰة والسلام نے اسے فرمایا۔ اور دوسرے الفاظ میں ہے کہ انھوں نے کہا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں نے بیوی سے رجوع کرلیا اور میں نے جو طلاق دی اس کو میں نے ایک طلاق شمار کیا، اور ابن سیرین، یونس بن جبیر سے وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی کہ فرمایا کہ رجوع کرنے کا حکم فرمایا، میں نے پوچھا کہ یہ طلاق شمار ہوگی؟ تو فرمایا اور کیا۔ رجوع سے عاجز ہو جائے یا حماقت کرتے ہوئے رجوع نہ کرے تو کیا طلاق نہ ہوگی،

---

[۱] و [۲] و [۳] صحیح مسلم باب تحریم طلاق الحائض قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۷۶
[۴] صحیح مسلم " " " " " " " " ۱/۴۷۷
[۵] " " " " " " " " " " "
[۶] السنن الکبریٰ باب ما جاء فی طلاق السنة وطلاق البدعة دار صادر بیروت ۷/۳۲۴

Marfat.com

انس بن سیرین سے مروی ہے انھوں نے کہا کیا آپ نے وہ طلاق شمار کی جو حالت حیض میں آپ نے دی ہے تو انھوں نے مجھے فرمایا شمار نہ کرنے کی وجہ کیا ہو سکتی اگر میں عاجز ہو جاؤں یا حماقت کروں تو کیا نہ ہو گی، جبکہ عبدالحق اشبیلی نے احکام میں اور بیہقی نے سنن میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے خود فرمایا یہ ایک طلاق ہے، یہ ہے دیوبندی تعلیم کی حدیث کی مخالفت۔

بست وسوم قال اللہ تعالٰی فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ[1]۔ در تفسیر جلالین ست فان طلقھا الزوج بعد الثنتین[2] در جمل فرمود ای سواء کان قد راجعھا ام لا[3] ایں حکم کہ اطلاق آیت مراد و متناول ست ہیچکس از علمائے اُمت را در و خلاف نیست کتب فقہ بلا خلاف مطلقا ثلاث را مثبت حرمت غلیظہ گویند و زنہار در ہیچ کتابے بُوئے ازیں وسوسہ نجسہ نیست کہ بعد رجعت طلاق اول در حساب نمی ماند و شوھر از سر سہ طلاق را مالک می شود عبارات ھزار در ہزار بر بطلان ایں ضلالت شاہد ست تنبیہ غافل و تعلیم جاہل را ہمیں مسئلہ دوارہ در کتب بسند ست کہ در کنز الدقائق و بحر الرائق فرمودند (کلما ولدت فانت طالق فولدت ثلثۃ فی بطون

بست وسوم اللہ تعالٰی نے فرمایا اگر خاوند تیسری طلاق دے دے تو وہ اس کے لئے حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ کسی اور شخص سے نکاح نہ کرلے۔ تفسیر جلالین میں ہے اگر خاوند دو طلاقوں کے بعد تیسری طلاق دے۔ اور تفسیر جمل میں مزید ہے کہ رجوع کرچکا ہو یا نہ۔ مطلب یہ ہے کہ تیسری طلاق کا یہ حکم مطلق ہے ہر صورت کو شامل ہے۔ اس میں علمائے اُمت میں سے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ کتب فقہ بھی بلا اختلاف تین طلاقوں کو مطلقاً حرمت غلیظہ کے لئے مثبت بیان کرتی ہیں، اور ہرگز کسی کتاب میں بھی اس پلید وسوسہ کی بُو تک نہیں ہے کہ رجوع کے بعد پہلے دی ہوئی طلاق کالعدم ہو جاتی ہے اور خاوند نئے سرے سے پوری تین طلاقوں کا مالک ہو جاتا ہے' اور ہزارہا عبارات اس گمراہی کے بطلان پر شاہد ہیں، غافل کی تنبیہ اور جاہل کی تعلیم کے لئے اس مسئلہ کا تمام کتب میں دائر ہونا کافی سند ہے۔ کنز الدقائق اور بحر الرائق میں فرماتے ہیں کہ "خاوند نے کہا جب بھی

---

[1] القرآن ۲/ ۲۳۰

[2] تفسیر جلالین تحت الطلاق مرتان ملک سراج دین اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور ص ۳۵

[3] تفسیر جمل (الفتوحات الالٰہیہ) تحت الطلاق مرتان مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۸۵

Marfat.com

فالولد الثانی والثالث رجعة) لوقوع
الطلاق بالاول وتثبت الرجعة بالثانی
والثالث ویقع بکل طلقة اخری فتحرم
حرمة غلیظة[1] ، درتبیین الحقائق فرمود
لانها بولادة الاول وقع علیها
الطلاق ثم اذا جاءت بولد
اٰخر من بطن اخر علم
انه من علوق حدث
فتثبت به الرجعة وتقع طلقة
اخری بولادته ثم اذا
جاءت بالثالث تبین انه
کان راجعها بوقوع الثانیة
لما قلنا وتقع طلقة ثالثة
بولادته فتحرم علیه حرمة
غلیظة[2] اھ مختصرا ، درشرح[3] مسکین فرمود
(فالولد الثانی) یصیربه مراجعا
فی الطلاق الاول (والثالث) یصیر
فی الطلاق الثانی (رجعة)
ویقع الطلاق الثالث بولادة الولد الثالث
ولاسبیل الی الرجعة[3] ، درتنویر الابصار و درمختار[1] فرمود
فی کلما ولدت فانت طالق فولدت ثلث بطون

تو بچہ جنے تو تجھے طلاق ہے، اس کے بعد بیوی نے
نئے نئے حمل پر تین بچے جنے، تو دوسرا بچہ اور تیسرا
بچہ پہلی اور دوسری طلاق سے رجوع قرار پائے گا،
اس لئے کہ پہلے بچے سے جو طلاق ہوئی اس سے دوسرے
بچے کی وجہ سے رجوع ہوا، اور یونہی دوسرے بچے
سے جو طلاق ہوئی اس سے تیسرے بچے کی وجہ سے رجوع
ثابت ہوا جبکہ تیسرے سے جو طلاق ہوئی وہ تیسری طلاق
ہے جس سے حرمت غلیظہ ہوگئی، تبیین الحقائق میں
فرمایا: یہ اس لئے کہ جب پہلے بچے کی وجہ سے
طلاق ہوئی پھر جب اس کے بعد نئے حمل سے دوسرا بچہ
پیدا ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ نئے نطفہ سے پیدا ہوا ہے جس
سے رجوع ثابت ہوا اور دوسری طلاق ہوگئی، پھر جب
تیسرا بچہ پیدا ہوا تو اس بیان مذکور سے دوسری طلاق
سے بھی رجوع ثابت ہوا اور تیسری طلاق ہوگئی اور بیوی
حرمت غلیظہ کے طور پر حرام ہوگئی اھ اور شرح ملا مسکین
میں فرمایا کہ دوسرے بچے کی پیدائش سے پہلی طلاق سے
اور تیسرے بچے کی پیدائش سے دوسری طلاق سے
رجوع ہوا اور تیسری طلاق ہوگئی جس کے بعد رجوع کیلئے
چارہ نہ رہا۔ تنویر الابصار اور درمختار میں ہے کہ خاوند
نے بیوی کو کہا کہ تو جب بھی بچہ جنے تو تجھے طلاق ہے،
تو اس نے تین حمل کے ساتھ تین بچے جنے تو تین طلاق

---

[1] بحرالرائق باب الرجعة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵۵/۴
[2] تبیین الحقائق المکتبة الامیریہ بولاق مصر ۲۵۶/۲
[3] شرح کنز لملا مسکین علی حاشیة فتح المعین باب الرجعة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۶۹/۲

Marfat.com

تقع الثلاث والولد الثانی رجعة فی
الطلاق الاول، وتطلق به ثانیا
کالولد الثالث، فانه رجعة فی الثانی
وتطلق به ثلثا عملا بکلما [1]، درغرر و درر [2] فرمود
لو قال (کلما ولدت فانت طالق فولدت ثلثة
ببطون یقع) طلقات (ثلاث و) الولد (الثانی
والثالث رجعة) [2] درملتقی الابحر ومجمع الانہر [11] فرمودند
(کلما ولدت فانت طالق فولدت ثلثة
فی بطون فالثانی والثالث رجعة و
تتم) الطلقات (الثلث بولادة الثالث)
فتحتاج الی زوج اخر [3]، در وقایہ [12] و
شرح اش [13] فرمودند فی کلما ولدت فولدت
ثلثة ببطون تقع الثلث والولد الثانی
رجعة کالثالث [4]، و درغایة البیان [13] و
ذخیرة العقبی [5] فرمودند اعلم انها تطلق
ثلثا ویثبت نسب الاولاد من
الزوج وعلیها العدة بثلث
حیض بعد ولادة الولد
الثالث [6]، در اصلاح [15] وایضاح [16]

ہوجائیں گی۔ یوں کہ دوسرا بچہ پہلی طلاق سے اور تیسرا
بچہ دوسری طلاق سے رجوع قرار پائے گا اور تین طلاقیں
کلما کہنے کی وجہ سے ہوجائیں گی۔ غرر اور درر میں فرمایا
کہ جب بیوی کو کہا کہ تو جب بھی بچہ جنے تجھے طلاق ہے،
تو اس نے ہر بار نئے حمل سے تین بچے جنے تو تین طلاقیں
ہوجائیں گی، اور دوسرا اور تیسرا بچہ رجوع ثابت کرے گا۔
ملتقی الابحر اور مجمع الانہر [11] میں فرمایا، بیوی کو کہا،
جب بھی تو بچہ جنے تو تجھے طلاق ہے تو اس نے مختلف
حملوں میں تین بچے جنے تو دوسرا اور تیسرا بچہ رجعت
ثابت کریں گے اور تین طلاقیں مکمل ہوجائیں گی، تیسرے
بچے کے بعد دوسرے شخص سے نکاح کی ضرورت
ہوگی۔ وقایہ [12] اور اس کی شرح [13] میں ہے، جب بھی بچہ
جنے، کہنے پر، تین مختلف حملوں میں تین بچے جننے پر بیوی
کو تین طلاقیں ہوجائیں گی اور دوسرا بچہ پہلی طلاق سے
جیسا کہ تیسرا دوسری طلاق سے رجوع ثابت ہوگا۔
غایة البیان [13] اور ذخیرة العقبی [14] میں فرمایا کہ یاد رکھو
مذکورہ صورت میں تین طلاقیں ہوجائیں گی اور تینوں بچوں
کے نسب اس خاوند سے ثابت ہوں گے اور بیوی
پر تیسرے بچے کی ولادت کے بعد عدت تین حیض ہوگی۔

---

[1] درمختار — باب الرجعة — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۲۳۹

[2] الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام — باب الرجعة — مطبعہ احمد کامل الکائنة دارسعادت بیروت — ۱/۳۸۶

[3] ملتقی الابحر ومجمع الانہر — " — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۱/۴۳۷

[4] شرح الوقایہ — " — مطبع مجتبائی دہلی — ۲/۱۱۶

[5] ذخیرة العقبی — " — مطبع نولکشور کانپور — ۲/۲۱۳

Marfat.com

فرمودند فی کلما ولدت فولدت ثلثة ببطون یقع ثلث والولد الثانی رجعة کالثالث[۱] امام اجل صدر شہید در شرح جامع صغیر[۱۷] امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمود لما ولدت الولد الثالث صار مراجعا ایضا بالوطی بعد الطلاق ووقع آخر بالولادة ولا رجعة بعد ذلك لانہ تم الثلاث[۲] در خزانة المفتین[۱۸] برمز اختیار[۱۹] شرح مختار[۲۰] فرمود یقع ثلاث والولد الثانی رجعة کالثالث[۳] اینست مخالفت تعلیم دیوبندی با ائمۂ اُمت ولاحول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔

اصلاح و ایضاح میں فرمایا کہ جب بھی تو بچہ جنے تو تجھے طلاق، کہنے پر جب تین بچے یکے بعد دیگرے حمل سے پیدا ہو جائیں تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور دوسرا بچہ رجوع ثابت ہوگا جیسا کہ تیسرا بچہ دوسری طلاق سے رجوع ثابت ہوگا۔ امام اجل صدر شہید نے امام محمد کی جامع صغیر[۱۷] کی شرح میں فرمایا کہ مذکورہ صورت میں جب تیسرا بچہ جنا تو دوسرے بچے کی طرح یہ بھی طلاق سے وطی کے بعد رجوع ثابت ہوگا، اور تیسرے بچے کی ولادت سے آخری طلاق ہو جائیگی جس کے بعد رجوع نہ ہو سکے گا کیونکہ تین طلاقیں مکمل ہوگئیں۔ خزانة[۱۸] المفتین میں اختیار[۱۹] شرح مختار[۲۰] کی علامت سے بیان فرمایا کہ مذکورہ صورت میں تین طلاقیں ہو جائیں گی اور دوسرا بچہ پہلی طلاق سے جس طرح تیسرا دوسری طلاق سے رجعت ثابت ہوگا۔ یہ ہے دیوبندی تعلیم ائمۂ اُمت کے مخالف۔ ولاحول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔

بست و چہارم از غایت غباوت وغوایت اوست قول او چنانکہ بعد طلاق بائن اگر تجدید نکاح کند بعدہ ایضا طلاق دہد طلاقین اولین باطل شوند و بعد تجدید نکاح اگر طلاق دہد آں در حساب کردہ آید نہ طلاق قبل تجدید نکاح ہمچنیں بعد رجعت اول طلاق باطل است آفریں باد چہ خوش اصوات خارجہ از سوراخ فم اوست کہ ذہن از آواز پُر و ذہن از معنی

بست و چہارم اس کی انتہائی غباوت اور گمراہی اس کا یہ کہنا ہے کہ "جس طرح طلاق بائنہ کے بعد دوبارہ نکاح کرے تو اس کے بعد بھی طلاق دے دے تو پہلی دو طلاقیں کالعدم ہو جاتی ہیں اور دوبارہ نکاح کے بعد اگر طلاق دے تو وہ حساب میں آئے گی اور دوبارہ نکاح سے پہلے دی ہوئی شمار نہ ہوگی اسی طرح رجوع کے بعد پہلی طلاق کالعدم ہو جاتی ہے"

---

[۱] اصلاح و ایضاح
[۲] حاشیہ علی الجامع الصغیر — بحوالہ الصدر الشہید — باب الرجعة — مکتبۃ الیوسفی لکھنؤ — ص ۵۹
[۳] خزانة المفتین — فصل فی الرجعة — قلمی نسخہ — ۱/۱۳۶

Marfat.com

تھی، دیچارہ چہ کند کہ ہنوز ازیں نوعروساں منصۂ دیوبندیت را با مطلب ومعنی جفت نکردہ اند ، کدام دو طلاق پیشین ست کہ بطلاق بائن بعد تجدید نکاح باطل می شود وچوں طلاق قبل تجدید نکاح نزد تو خود در حساب نیست بطلانش بر طلاق بائن بعد تجدید چہ موقوف باشد و اگر از کسے شنیدہ است کہ بائن بہ بائن لاحق نشود ایں خود عام نیست باز عدم لحوق بطلان اول را چرا موجب شود باز مبنائش حمل بر اخبار ست در رجعی بعد رجعت او را چہ کار است باز اگر باشد بطلان یکے باشد نہ ہر دو وبقطع نظر از جملہ وجوہ امر جامع میان رجعت بعد رجعی وطلاق بائن بعد تجدید نکاح بعد بائن چیست مگر آنکہ بدعقلی وکج فہمی لائق نجدیت و تعلیم دیوبندی است ۔

اس پر آفرین کہ مُنہ کے سوراخ سے کیا اچھی آواز نکال رہا ہے ، اس کا منہ آواز سے پُر اور ذہن فہم سے خالی ہے ، یہ بیچارہ کیا کرے کہ ابھی دیوبندیت کی نئی نویلی دلہن سے مطلب ومعنٰی میں جفتی نہیں ہے ، کون سی دو طلاقیں پہلے ہیں جو طلاق بائنہ کے بعد دوبارہ نکاح سے کالعدم ہو جاتی ہیں ۔ جب تیرے ہاں دوبارہ نکاح سے قبل والی طلاق کالعدم ہو جاتی ہے تو اس کا کالعدم ہونا دوبارہ نکاح سے طلاق بائنہ پر کیونکر موقوف ہوگا اور اگر کسی سے یہ سُن لیا ہے کہ بائنہ کے بعد بائنہ لاحق نہیں ہو سکتی تو یہ عام قاعدہ نہیں ہے تو پھر پہلی طلاق کو بطلان کے لاحق ہونے کی وجہ کیسے ہوا ۔ پھر اسکا مبنیٰ اخبار رہونے ہے تو رجعی طلاق کے بعد رجوع سے کیا تعلق ہے ، پھر اگر ہو بھی تو ایک کا بطلان ہونا چاہئے نہ کہ دو کا ، اور ان تمام وجوہ سے قطع نظر، رجعی کے بعد اور بائنہ طلاق کے بعد دوبارہ رجوع کے بعد بائنہ میں کون سا جامع امر ہے ، اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ نجدیت کی بدعقلی اور کج فہمی اور دیوبندی تعلیم ہے ۔

بست وپنجم از استنادش بمسئلہ درمختار طلقھا رجعیا فجعلہ بائنا او ثلاثا[1] مع عبارت ردالمحتار وطحطاوی لانہ بعدھا یبطل عمل الطلاق[2] چہ جائے شکوے کہ ہمچو مدہوشاں وبیہوشاں در بطلان طلاق وبطلان عمل اگر فرق نکنند سزائے ایشاں فاما ہر مسلم عاقل را مسلّم ومعقول ست کہ برجعت عمل طلاق مرتفع می شود نہ آنکہ طلاق کردہ ناکردہ گردد و از

بست وپنجم درمختار کے مسئلہ کہ رجعی طلاق دے کر اس کو بائنہ یا تین کرنا ، اس کے ساتھ ردالمحتار اور طحطاوی کی عبارت کہ اس لئے کہ اس کے بعد طلاق کا عمل باطل ہو جاتا ہے ، کو دلیل بنانا ، ان مدہوش اور بیہوش لوگوں کا جو بطلانِ طلاق اور بطلانِ عمل میں فرق کر نہ سکیں ، کیا شکوہ کیا جائے ، یہ انہی کو لائق ہے ، لیکن ہر عاقل مسلمان جانتا ہے کہ رجوع سے طلاق کا

---

[1] درمختار | باب الکنایات | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۲۵

[2] ردالمحتار | ” ” | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۴۶۸

Marfat.com

صفحہ واقع ارتفاع پزیرد مسئلہ را بنہایت ایضاح اتضاح دادہ ایم بیش ازیں اطالت درکار نیست۔

بالجملہ حکم ہمان ست کہ زن احمد علی سہ طلاقہ شد و بے تحلیل بہ تحلیل مجتہدانِ دیوبندی حلال نشود بلکہ ایناں کہ بدعت زائغہ بطلان طلاقہائے پیشین برجعت پسیں در شرع و دین نہادند الحق کہ بتحلیل حرام قطعی لب کشادند اور بحکم فقہی کفرے ست حتمی۔ زنِ احمد علی بتحلیل ایناں حلال نشد مگر ترسند کہ ہما زناں ایناں بحکم فقہ بر ایناں حرام شدند ہمچو کساں را باید کہ تجدیدِ اسلام و نکاح پردازند و حرام خدا را برائے حطامِ دُنیا حلال نسازند وباللہ التوفیق واللہ تعالیٰ اعلم۔

عمل ختم ہوجاتا ہے نہ کہ طلاق ختم ہوجاتی ہے اور کالعدم ہوجاتی ہے۔ ہم نے مسئلہ کو مفصل طور پر واضح کردیا ہے اس سے زائد طوالت کی ضرورت نہیں ہے۔

بالجملہ حاصل کلام یہ ہے کہ زیر بحث مسئلہ کا حکم یہ ہے کہ احمد علی کی بیوی کو تین طلاقیں ہوچکی ہیں، دیوبندی مجتہدین کے حلال کرنیکے باوجود بغیر حلالہ حلال نہ ہوگی، بلکہ یہ کہ "بعد والی رجعت سے پہلی طلاقیں کالعدم ہوجاتی ہیں"، یہ ان کی دین اور شریعت میں نئی بدعت ہے۔ حق یہ ہے کہ حرام قطعی کو انھوں نے حلال کہہ دیا ہے جو نہ فقہی حکم کے مطابق قطعی کفر ہے۔ احمد علی کی بیوی ان کے حلال کرنے سے حلال نہ ہوگی مگر ان کو یہ فکر کرنی چاہیے کہ فقہی حکم کے مطابق ان کی بیویاں ان پر حرام ہوچکی ہیں، ان سب کو چاہیے کہ وہ خود تجدیدِ اسلام اور تجدیدِ نکاح کریں، اور اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کو دنیاوی ایندھن کی خاطر حلال نہ کریں، وباللہ التوفیق واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت) (رسالہ ختم ہُوا)

مسئلہ ۱۱ از جام جودھ ملک کاٹھیاواڑ جماعت اہلسنت وجماعت مرسلہ آدم بن احمد صاحب ۱۱ شعبان ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ ایک چھوٹی سی بستی میں ایک عالم مدت دس پندرہ سال سے وعظ بیان کرتا تھا ہمیشہ چند لوگ اس عالم کی گلہ وغیبت کیا کرتے تھے اتفاقاً ایک روز ناٹک والے لوگوں کی فاسق کمپنی آئی اور چند مسلمان اس چھوٹی بستی کے اس تماشے میں داخل ہُوئے اور اس اثناء میں ایک سیّد کے مکان پر وعظ کی محفل منعقد ہُوئی چند لوگ ناٹک کے تماشا گر بھی اس محفل میں شریک تھے، واعظ صاحب کی نظر جب اُن فاسقوں پر پڑی تو وعظ میں بہت لعن طعن کیے، فجر کو فاسقوں منافقوں نے غل مچایا، فساد و دنگا کرنے کی باتیں کیں، ایک شخص نے ان لوگوں کی طرف سے اُن کو کہا کہ تم نے رات کو جو وعظ کیا سو چند آدمی آپ سے البتہ فساد کریں گے اور آپ کو فقط نماز روزہ کا وعظ کرنا چاہیئے ورنہ ہمیشہ فساد ہُوا کرے گا کبھی دنگا اس کام سے نہ مٹے گا، پس واعظ کو غصّہ آیا تو یہ لفظ عین غضب میں مُنہ سے نکالا کہ جو کوئی اس بستی میں

Marfat.com

وعظ کرے اس کی جورو پر طلاق ہے جو کوئی اس بستی میں وعظ کرے خود کی نیت کی تھی لیکن تین یا دو کا لفظ مُنہ سے نہ نکلا اور تین کی نیت نہ تھی، اور وُہ مسلمان لوگ سب مل کر واعظ کے پاس عاجزی سے کہتے ہیں کہ تم وعظ کرو، پس واعظ کہتا ہے کہ اگر میں وعظ کروں تو میری زوجہ مطلقہ ہوتی ہے میں ہرگز وعظ نہ کروں گا، پس ان الفاظ سے طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں، اور کون سی طلاق بائن یا کیا، اور وعظ وہ کرے یا نہیں، اور جب وعظ کرے تو بائن واقع ہونے سے کیا کرے، اور اگر اور قسم کی طلاقیں واقع ہوتی ہیں تو ان کا بھی خلاصہ لکھنا، کل مسلمان اہلسنت وجماعت آپ کے جواب کے منتظر ہیں ان الفاظ میں اگر نیت ثلاثہ کی کی ہو تو کیا ثلاثہ واقع ہوں گی یا نہیں' والسلام۔

الجواب

واعظ کو نہ چاہئے کہ طلاق کی قسم کھاتا کہ شرعًا ناپسندیدہ ہے یہاں تک کہ حدیث میں آیا:

ماحلف بالطلاق مومن وما استحلف بہ الا منافق۔[1] رواہ ابن عساکر عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

مومن طلاق کی قسم نہیں کھاتا اور طلاق کی قسم نہیں لیتا مگر منافق۔ اس کو ابن عساکر نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

اب کہ کہہ چکا ضرور وہاں وعظ کہنے سے عورت پر ایک طلاق رجعی ہوگی کہ عدت کے اندر رجعت کر لینے سے بدستور وہ اس کی زوجہ رہے گی۔ درمختار میں ہے:

جماعۃ یتحدثون فی مجلس فقال رجل منھم من تکلم بعد ھذا فامرأتہ طالق ثم تکلم الحالف طلقت امرأتہ لان کلمۃ من للتعمیم والحالف لا یخرج نفسہ عن الیمین فیحنث۔[2]

ایک جماعت مجلس میں باتیں کر رہی تھی کہ ان میں سے ایک نے کہا کہ اس کے بعد جو بھی بات کرے اس کی بیوی کو طلاق، پھر خود قسم کھانیوالے نے بات کر لی، تو اس کی بیوی کو طلاق ہوگئی، کیونکہ "جو بھی" کا لفظ عام ہے تو حلف اٹھانے والے کو بھی شامل ہے کیونکہ اس نے اپنے آپ کو خارج نہیں کیا اس لئے اس کی قسم ٹوٹ گئی۔ (ت)

ہاں اگر اس قول میں تین طلاقوں کی نیت کی تھی تو تین پڑیں گی اور عورت بے حلالہ نکاح میں نہ آسکے گی۔ دُرمختار میں ہے:

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن انس حدیث ۴۶۳۴۰ کتاب الیمین من قسم الاقوال موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۶۸۹

[2] درمختار باب طلاق غیر المدخول بہا مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲۴

Marfat.com

فی انت الطلاق یقع واحدۃ رجعیۃ ان لم ینوشیئا اونوی واحدۃ او اثنتین لانہ صریح مصدر لایحتمل العدد فان نوی ثلثا فثلث لانہ فرد حکمی[1]، ملخصًا۔

"تُوطلاق ہے" کے لفظ سے ایک طلاق رجعی ہوگی، ایک کی یا دو طلاقوں کی، یا کوئی نیت نہ ہو تب بھی یہی حکم ہے کیونکہ طلاق مصدر صریح ہے اس میں عدد کی گنجائش نہیں، اور اگر کہنے والے نے اس لفظ سے تین طلاقوں کی نیت کی ہو تو تین ہوں گی کیونکہ طلاق میں تین کل جنس ہونے کی وجہ سے حکمی فرد بن گیا، ملخصًا (ت)

رہا یہ کہ اب وہاں وعظ کرے یا نہیں، اگر وہ وعظ اللہ عزوجل کے لئے کرتا ہے اور طلبِ مال یا اپنی شہرت و ریاست مقصود نہیں اور اس کا وعظ مطابقِ شرع ہے، اتنا علمِ دین کافی ووافی رکھتا ہے جس سے اُسے وعظ کی اجازت ہو، جب تو ظاہر ہے کہ ایسے بندۂ خدا ہادیِ راہِ ہدٰی کا وعظ کہنا ہی اس کے اور اُن مسلمانوں کے سب کے حق میں بہتر ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من حلف علی یمین فرأی غیرھا خیرا منھا فلیات الذی ھو خیر ولیکفر عن یمینہ[2]۔ رواہ الائمۃ احمد و مسلم والترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو کسی بات پر قسم کھالے پھر دیکھے کہ اُس قسم کا خلاف بہتر ہے تو وہی بہتر کام کرے اور قسم کا کفارہ دے لے (اس کو امام احمد، مسلم اور ترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور اگر ان باتوں میں سے کوئی بات کم ہے مثلاً علمِ دین کافی نہیں یا کسی غرضِ فاسد یا عقیدۂ فاسدہ کے باعث وعظ خلافِ شرع کہے جب تو ظاہر کہ اس کا وعظ اُس کے اور مسلمانوں سب کے حق میں بُرا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قال فی القراٰن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من النار[3]۔ رواہ الترمذی وصححہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

جس نے بغیر علم قرآن کا مطلب بیان کیا وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنائے۔ اس کو ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا اور صحیح قرار دیا۔ (ت)

اور اگر مال یا شہرت مقصود ہے تو اگرچہ مسلمانوں کے لئے اُس کا وعظ مفید ہو خود اس کے حق میں سخت

---

[1] درمختار | باب الصریح | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۲۱۹

[2] مسند احمد بن حنبل | | دار المعرفۃ بیروت | ۴/ ۲۵۸

[3] جامع ترمذی | باب ما جاء فی الذی یفسر القرآن برأیہ | امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی | ۲/ ۱۱۹

Marfat.com

مضر ہے، علماء فرماتے ہیں ایسی اغراض کے لئے وعظ ضلالت اور یہود و نصارٰی کی سنّت ہے۔ درمختار میں ہے،

التذکیر علی المنابر للوعظ والاتعاظ سنۃ الانبیاء والمرسلین ولریاسۃ ومال وقبول عامۃ من ضلالۃ الیہود و النصارٰی[1]

منبر پر وعظ و نصیحت کرنا انبیاء اور مرسلین علیہم الصلٰوۃ والسّلام کی سنّت ہے۔ اپنی بڑائی، مال یا اپنی مقبولیت کے لئے وعظ کہنا یہود و نصارٰی کی گمراہی جیسی ہے۔ (ت)

صورتِ ثانیہ میں اسے وعظ کی اجازت ہی نہیں، نہ کہ ایسی حالت میں کہ اُس کے سبب عورت پر طلاق ہو گی اور طلاق اللہ عزّوجل کو بلاوجہ شرعی سخت ناپسند ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ابغض الحلال الی اللہ الطلاق[2] رواہ ابوداؤد وابن ماجۃ والحاکم عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما وفی لفظ للحاکم بسند صحیح عنہ موصولا ولابی داؤد عن محارب بن دثار مرسلا ما احل اللہ شیئا ابغض الیہ من الطلاق[3]

اللہ تعالٰی کے ہاں سب سے [مبغوض حلال] طلاق ہے۔ اس کو [ابوداؤد] اور ابن ماجہ اور حاکم نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے [روایت کیا]۔ دوسرے الفاظ میں عبداللہ بن عمر ہی سے حاکم نے صحیح سند کے ساتھ موصولاً روایت کیا، ابوداؤد نے محارب بن دثار رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرسلاً یوں روایت کی ہے: اللہ تعالٰی کی حلال کردہ چیزوں میں سے طلاق اللہ تعالٰی کے ہاں زیادہ ناپسند ہے۔ (ت)

اور اگر صورت صورتِ اولٰی ہے جس میں وعظ کہنا اُس کے حق میں بہتر ہے تو وعظ کہے اور عورت کو رجعت کرلے، اور اگر تین طلاق کی نیت کی تھی تو اگر چاہے تو یہ حیلہ ممکن ہے کہ عورت کو ایک طلاق دے جب عدّت گزر جائے اور عورت نکاح سے نکل جائے اس وقت وعظ کہے پھر عورت سے نکاح کرلے اور وعظ کہتا رہے طلاق نہ پڑے گی،

لانہ لما ابانہا وانقضت العدۃ لم تبق محلا للطلاق فاذا حنث بعدہ

کیونکہ جب بیوی کو بائنہ کر دیا اور عدّت گزر گئی تو اب وُہ طلاق کا محل نہ رہی، اب اس کے بعد قسم ٹوٹنے

---

[1] درمختار فصل فی البیع کتاب الحظر والاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۳
[2] سُنن ابوداوٗد باب فی کراہیۃ الطلاق آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۹۶
[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

Marfat.com

نزل الجزاء المعلق ولم یصادف محلا فمضی هملا وقد انتهی الیمین لعدم مایدل علی التکرار فاذا تزوجها بعد وعظ لم یحنث۔

کی وجہ سے معلق شدہ جزاء وارد ہوگی تو اس وقت محل نہ ہونے کی وجہ سے مہمل ہوجائے گی اور قسم ختم ہوجائے گی کیونکہ اس میں تکرار والی کوئی بات نہیں، اور اب وعظ کرلے اور اس کے بعد دوبارہ نکاح کرلے تو حنث نہ ہوگا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

تنحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقا لکن ان وجد فی الملك طلقت والا لا فحیلة من علق الثلاث بدخول الدار ان یطلقها واحدة ثم بعد العدة تدخلها فتنحل الیمین فینکحها[1]۔

مطلقاً شرط پائے جانے کے بعد قسم ٹوٹ جاتی ہے لیکن وُہ شرط اگر ملکیتِ نکاح میں پائی جائے تو طلاق ہوجائیگی ورنہ نہیں، تو جس نے تین طلاقوں کو دخولِ دار کی شرط سے معلق کیا ہو اس کے لئے حیلہ یہ ہے کہ بیوی کو ایک طلاق دے دے جب اس کی عدت ختم ہوجائے تو عدت کے بعد عورت دخولِ دار کرلے اب قسم ٹوٹ کر ختم ہوجائے گی پھر وہ عورت سے نکاح کرلے۔ (ت)

مگر یہ صورت دقت سے خالی نہیں بعد انقضاءِ عدت عورت خود مختار ہوجائے گی اور اگر وُہ اس سے نکاح نہ کرے تو اسے اس پر جبر کا کوئی اختیار نہیں۔ یُونہی یہ سب صُورتیں اس تقدیر پر ہیں کہ اس سے پہلے کبھی اس عورت کو دو طلاقیں مجموع خواہ متفرق نہ دے چکا ہو ورنہ وعظ کہتے ہی یا قبل وعظ ایک طلاق دیتے ہی فوراً تین طلاقیں ہوجائیں گی اور اب سوا حلالہ کے کوئی علاج نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲: از ریاست رامپور محلہ باجوری ٹولہ متصل زیارت حافظ جمال اللہ صاحب مرسلہ محمد ضمیر خاں صاحب ۵ ذی قعدہ ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمرو سے اس کی بیوی نے طلاق طلب کی۔ عمرو نے یہ کہا کہ تو مہر بخش دے تو تین طلاق دُوں گا۔ عورت نے یہ کہا اگر تم مجھے طلاق دے دو تو میں نے مہر بخش دیا۔ عورت نے تین مرتبہ یہ کہا کہ اگر میرا شوہر مجھے طلاق دے تو میں نے مہر بخش دیا۔ پھر عمرو نے دو مرتبہ یہ کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی۔ اس واقعہ کو قریب ایک ہفتہ کے ہُوا اور یہ واقعہ درمیان شوہر اور بیوی کے غصہ کی حالت میں ہُوا، آیا طلاق ہُوئی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] درمختار باب التعلیق مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۱

Marfat.com

الجواب

اگرعورت مدخولہ ہے دو طلاقیں ہوگئیں مگر جب تک عدت نہ گزرے رجعت کرسکتا ہے، مثلاً زبان سے کہہ دے کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھیر لیا وہ بدستور اس کی زوجہ رہے گی اگر اس سے پہلے کبھی کوئی طلاق نہ دے چکا ہو۔ اور اگر عورت غیر مدخولہ ہے تو ایک طلاق بائن پڑی اور عورت نکاح سے نکل گئی، مگر اُس کی رضا کے ساتھ عدت میں خواہ عدت کے بعد اُس سے نکاح کرسکتا ہے۔ رہا مہر وہ کسی حالت میں ساقط نہ ہوا بدستور باقی ہے۔ بزازیہ کتاب البیوع میں ہے:

تعلیق الھبۃ بکلمۃ ان باطل[1] ہبہ کو کسی شرط سے معلق کرنا باطل ہے (ت)

اشباہ میں ہے:

تعلیق التملیکات بالشرط باطل کالبیع و الشراء و الھبۃ و الابراء[2] (ملخصًا) واللہ تعالٰی اعلم۔ بیع وشراء، ہبہ اور حق کی وصولی سے کسی کو بری کرنا جیسی چیزوں کی تملیک کو کسی شرط سے معلق کرنا باطل ہے (ملخصًا) واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳: از ریاست رامپور سررشتہ پولیس مرسلہ سید جعفر حسین صاحب محرر سررشتہ ۲۰ محرم ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے اس شرط پر نکاح کیا نصف مہر یعنی پانسو روپے اگر بوقت طلب زوجہ ہندہ ادا نہ کروں تو ہندہ پر سہ طلاق ہیں اب بعد نکاح کے ہندہ نے زید سے نصف مہر طلب کیا زید نے اس وقت روپیہ مذکور ادا نہ کیا اس صورت میں ہندہ پر سہ طلاق ہوئیں یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر عقد نکاح میں ایجاب یعنی ابتدائے کلام بشرط مذکور جانب زید سے ہو مثلاً زید نے ہندہ سے کہا میں تجھے بعوض ہزار روپے مہر کے اپنے نکاح میں لایا اس شرط پر کہ اگر نصف مہر تیری طلب کے وقت ادا نہ کروں تو تجھ پر تین طلاق، ہندہ نے کہا میں نے قبول کیا، تو صورت مستفسرہ میں اگر زید نے ہنگام طلب نصف مہر ادا نہ کیا ہندہ پر اصلاً طلاق نہ ہُوئی، اور اگر ابتدائے عقد جانب ہندہ سے تھی خواہ شرط کلام ہندہ میں مذکور ہو، مثلاً ہندہ نے کہا میں نے اپنے نفس کو اس شرط پر تیرے نکاح میں دیا اگر تو نصف مہر الخ، زید نے کہا میں نے

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علٰی حاشیۃ فتاوٰی ہندیۃ کتاب البیوع نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۴۲۵

[2] اشباہ والنظائر القول فی الشرط والتعلیق ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۲۲۶،۲۲۵

Marfat.com

قبول کیا یا کلام زید میں ہو مثلاً ہندہ نے کہا میں نے اپنی جان تیری زوجیت میں دی، زید نے کہا میں نے قبول کی اس شرط پر کہ اگر نصف مہر الخ یا ابتدائے ایجاب تو جانب زید سے تھی مگر شرط ہندہ نے قبول میں ذکر کی اور زید نے منظور کرلی، مثلاً زید نے کہا میں نے تجھے اپنی زوجیت میں لیا، ہندہ نے کہا میں نے قبول کیا اس شرط پر کہ اگر تو نصف مہر الخ زید نے کہا مجھے منظور ہے، تو ان صورتوں میں جب نصف مہر عند الطلب ادا نہ کیا ہندہ پر تین طلاقیں واقع ہو گئیں والفرق نفیس حسن بیناہ فی فتاونا (اور یہ فرق نفیس خوب ہے، اس کو ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ ت) یہ مسئلہ خانیہ وخلاصہ وبزازیہ وبحرالرائق وہندیہ و ردالمحتار وغیرہا معتمدات اسفار میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۱ از بنگالہ ضلع پابنا ڈاکخانہ سراج گنج موضع قاضی پور مرسلہ اُمید علی صاحب ۱۲ صفر ۱۳۱۸ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی ھذہ المسئلۃ (اے علمائے کرام! اللہ تعالٰی آپ پر رحمت فرمائے، آپ کا اس مسئلہ میں کیا ارشاد ہے۔ ت) کہ ایک شخص نے اپنی منکوحہ سے کہا کلما دخلت الدار فانت طالق (جب بھی تُو گھر میں داخل ہو گی تجھے طلاق ہے۔ ت) بعد اس کے اس نے ایک طلاق دی بعد عدت عورت نے دوسرے سے نکاح کرلیا بعدہٗ دوسرے نے بھی طلاق دے دی، بعد چند روز اوّل سے نکاح کرلیا پھر دخول دار پایا گیا اب طلاق پڑے گی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر تین بار دخول دار سے انحلال یمین یا تین طلاق تنجیزی خواہ تعلیقی خواہ مختلط سے زوال حل نہ ہو لیا تھا تو یمین ضرور باقی ہے وقوع شرط سے طلاق واقع ہو گی والتفصیل یستدعی التطویل (اس کی تفصیل کے لئے تطویل کی ضرورت ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

اعلم ان التعلیق یبطل بزوال الحل لابزوال الملك فلوعلق الثلث او مادونھا بدخول الدار ثم نجز الثلاث ثم نکحھا بعد التحلیل بطل التعلیق فلایقع بدخولھا شیئ ولو کان نجز مادونھا لم یبطل فیقع المعلق کلہ واوقع محمد بقیۃ الاول وھی

معلوم ہونا چاہئے کہ یہ تعلیق حلت ختم ہونے پر باطل ہو گی محض ملکیت ختم ہونے پر تعلیق ختم نہ ہو گی اگر خاوند نے تین طلاقوں یا ایک دو کو دخولِ دار سے معلق کیا ہو اور پھر اس کے بعد اس نے اس بیوی کو غیر مشروط طور پر تین طلاقیں دے دیں جس پر بیوی مذکورہ نے حلالہ شرعیہ کے بعد دوبارہ اس پہلے خاوند سے نکاح کیا تو اس دوسرے نکاح کے بعد بیوی کے گھر میں داخل ہونے پر کوئی طلاق نہ ہو گی اور تعلیق ختم ہے

Marfat.com

مسألة الهدم[1] الخ۔ اور اگر مذکورہ صورت میں خاوند نے تعلیق کے بعد تین سے کم طلاقیں دی ہوں تو اس کے بعد دوسرے شخص سے نکاح کر لینے کے بعد بھی تعلیق ختم نہ ہوگی لہذا دوبارہ پہلے خاوند سے نکاح کرنے پر دخولِ دار ہُوا تو تمام معلق طلاقیں واقع ہوجائیں گی، جبکہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی پہلی دی ہُوئی طلاق سے بقیہ طلاقوں کو واقع مانتے ہیں ان کا یہ قول، دوسرے خاوند سے نکاح کے بعد پہلے خاوند سے نکاح کرنے پر پہلی طلاقوں کے ساقط ہوجانے کے اختلافی مسئلہ پر ان کے مؤقف پر مبنی ہے الخ۔(ت)

اسی میں ہے:

تبطل الیمین ببطلان التعلیق اذا وجد الشرط مرة الا فی کلما فانه ینحل بعد الثلاث لاقتضائها عموم الافعال کاقتضاء کل عموم الاسماء فلا یقع ان نکحها بعد زوج اٰخر[2] الخ۔

تعلیق سے متعلق یمین، تعلیق کے باطل ہوجانے پر ختم ہوجائے گی جب ایک دفعہ شرط پائی گئی ہو، مگر لفظ "کلما" کے ساتھ کسی شرط سے تعلیق کی گئی ہو تو وُہ یمین تین طلاقوں کے بعد ختم ہوگی، کیونکہ "کلما" افعال کے عموم کو چاہتا ہے جیسا کہ "کل" عموم اسماء پر دلالت کرتا ہے، لہذا اس صورت میں تین طلاقوں کے بعد حلالہ کرنے پر پہلے خاوند سے نکاح کرے تو اب دخولِ دار سے طلاق نہ ہوگی الخ۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله فلا یقع تفریع علٰی قوله فانه ینحل بعد الثلاث وانما لم یقع لان المحلوف علیه طلقات هذا الملك وهو متناهیة کما مر امالو کان الزوج الاٰخر قبل الثلاث فانه یقع ما بقی[3]۔

ماتن کا قول "فلا یقع" اسکے اپنے قول "تین طلاقوں کے بعد یمین ختم ہوجائے گی" پر تفریع ہے، یہ اس لئے کہ حلف کا تعلق موجودہ ملکیت کی پوری طلاقوں سے ہوتا ہے اور وہ محدود ہیں اس لئے تین طلاقوں پر یمین ختم ہوجائے گی، جیساکہ گزرا ہے، اور اگر تین طلاقوں سے کم پر دوسرے خاوند کے بعد پہلے سے نکاح کرے تو اب شرط پائے جانے پر باقی ماندہ طلاقیں واقع ہوں گی۔(ت)

اُسی میں قبیل باب التعلیق ہے:

---

[1] درمختار | باب التعلیق | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۳۱
[2] " | " | " | "
[3] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۵۰۰

Marfat.com

اذا قال کلما دخلت الدار فانت طالق فدخلتها مرتین ووقع علیہا الطلاق وانقضت عدتہا ثم عادت الیہ بعد زوج اٰخر فعندھما تطلق کلما دخلت الدار الی ان تبین بثلاث طلقات خلافا لمحمد کما ذکرہ الزیلعی[1] الخ وانظر ما علقنا علی قولہ السابق۔

اگر تعلیق میں "کلما" کے ساتھ شرط بیان کرتے ہوئے کہا جب بھی تُو گھر میں داخل ہو تجھے طلاق ہے، تو اگر دُو مرتبہ گھر میں دخول پایا گیا اور اس پر دو طلاقیں ہونے اور عدت گزرنے کے بعد پہلے خاوند سے نکاح کیا تو امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمہما اللہ تعالٰی کے نزدیک تین مرتبہ داخلہ کے ساتھ تین طلاقیں ہوجائیں گی، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک اب صرف ایک مرتبہ گھر میں داخلہ کے ساتھ ایک ہی باقیماندہ طلاق ہوگی، جیسا کہ اس کو امام زیلعی نے ذکر فرمایا الخ۔ ردالمحتار کے پہلے قول پر ہمارا حاشیہ ملاحظہ کیا جائے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

تنحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقا لکن ان وجد فی الملك طلقت والا لا[2]۔

مطلقاً شرط پائے جانے پر یمین ختم ہوجاتی ہے اگر وُہ شرط ملکیت یعنی نکاح کے دوران پائی جائے تو طلاق ہوجائے گی ورنہ نہیں۔ (ت)

اس پر ردالمحتار میں ہے:

المحقق فی الفتح افاد فی باب التعلیق ان قولہم المعلق طلقات ھذا الملك الثلاث مقید بمادام مالکا لہا فاذا زال ملکہ لبعضہا صار المعلق ثلثہ[3] اھ وانظر ما کتبت علی ھامش الفتح من ھذا القول واذا جمعت ھذہ کلہا عرفت بعون اللہ تعالٰی تفاصیل صور المسئلۃ، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

فتح القدیر کے باب التعلیق میں محقق صاحب نے افادہ فرمایا کہ موجودہ ملکیت کی تین طلاقیں معلق ہوتی ہیں، اس عبارت سے انھوں نے یہ قید بیان فرمائی کہ موجودہ ملکیت جب تک باقی ہے یمین وتعلیق باقی ہے اور اگر تین میں سے بعض طلاقوں کی ملکیت ختم ہوجائے تو تین تک تعلیق رہے گی اھ، فتح القدیر کے اس قول پر میرے حاشیہ کو دیکھو، تو جب یہ تمام عبارات ملاحظہ میں آئیں تو اس مسئلہ کی تمام صورتوں کی تفصیل بعون اللہ آپ کو معلوم ہوگی۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار | فصل فی المشیۃ | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/ ۴۹۰

[2] درمختار | باب التعلیق | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۲۳۱

[3] ردالمحتار | فصل فی المشیۃ | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/ ۴۹۰

Marfat.com

مسئلہ ۱۵ از ہردوار مسئولہ فضل حسین

ایک شخص نے بحالتِ غصہ اپنی عورت سے یہ کہا کہ اگر تو میرے گھر آئی تو تجھ کو طلاق ہے اور اگر میں تیرے ساتھ کوئی بات کروں (یعنی صحبت کروں) تو حرام کروں، ان الفاظ سے طلاق ثابت ہوتی ہے یا نہیں اور اس عورت کا نکاح دوسرے شخص کے ساتھ کرنے میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟

الجواب

اس کہنے کے وقت اگر عورت شوہر کے گھر کے علاوہ اور جگہ تھی تو جب شوہر کے گھر آئے گی ایک طلاق رجعی پڑے گی اور اگر اس وقت شوہر ہی کے گھر میں تھی تو جب تک یہاں رہے گی طلاق نہ ہوگی جب کہیں اور جاکر وہاں سے شوہر کے یہاں آئے گی اُس وقت طلاق پڑے گی، اور بہر حال طلاق رجعی ہوگی، عدت کے اندر اگر شوہر اتنا کہہ دے کہ میں نے اُسے اپنے نکاح میں پھیر لیا تو وہ بدستور اُس کی زوجہ رہے گی اور اُس کا نکاح دُوسرے سے نہ ہو سکے گا، ہاں اگر طلاق پڑے اور شوہر اُسے اپنے نکاح میں واپس نہ لے یہاں تک کہ طلاق ہونے کے بعد سے تین حیض شروع ہو کر ختم ہو جائیں تو اُس وقت عورت نکاح سے نکل جائے گی اور دوسرے سے نکاح جائز ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶ از کلکتہ مرسلہ ابوالقمر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے قسمیہ اپنی منکوحہ عورت سے کہہ دیا کہ اگر بغیر عذر شرعی کے تم نے کبھی نماز نہ پڑھی تو تجھ کو میری طرف سے تین طلاقیں ہوں گی، کیا ایک جگہ ایک وقت ایک ہی دفعہ ایک لفظ سے تین طلاقیں واقع ہوں گی چونکہ اس قسم کا سلسلہ دراز ہے جب تک زوج اور زوجہ زندہ ہیں مدام اندیشہ میں ہیں اور اس زمانہ کے لوگ سست ہیں دین کے کاموں میں بے پروا ہو گئے ہیں، ممکن ہے کہ کسی وقت عورت سے غفلت ہو جائے تو اُس کو طلاق پڑ جائے گی۔ کیا کوئی ایسی صورت ہو سکتی ہے کہ طلاق کے واقع ہونے سے قبل کوئی ایسا حیلہ کیا جائے کہ عورت پر طلاق نہ پڑے۔

الجواب

چار اماموں چاروں مذہب کا اجماع ہے کہ تین طلاقیں ایک جگہ ایک وقت ایک ہی دفعہ ایک ہی لفظ میں واقع ہو جاتی ہیں۔

قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بانت امرأتك وعصيت ربك ان لم تتق الله فلم يجعل لك

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا تیری بیوی بائنہ طلاق والی ہو گئی ہے اور تو نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے اگر تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے

Marfat.com

مخرجا۔[1] خوف نہ کرے گا تو پھر تیرے لئے اللہ تعالیٰ کوئی سبیل نہ فرمائے گا۔ (ت)

وہابی گمراہ بددین اس میں خلاف کرتے اور حرام کو حلال ٹھہراتے ہیں، زید نے جبکہ ایک وقت کی نماز نہ پڑھنے پر حکم طلاق مغلظ معلق کیا جیسا کہ تقریر سوال سے ظاہر ہے تو عورت جب کبھی بے عذر شرعی ایک وقت کی نماز بھی چھوڑے گی فوراً اس پر تین طلاقیں ہوجائیں گی اور بے حلالہ اس کے نکاح میں نہ آسکے گی فان الجزاء ینزل عند نزول الشرط کما فی الھدایۃ وغیرھا (شرط پائے جانے پر جزاء پائی جاتی ہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں ہے۔ ت) اور اُس کا حیلہ ارتکاب کبیرہ بالعمد پر مشتمل ہے اور اس کا بتانا بھی حرام ہے یہ اُس معنیٰ پر ہے جس پر سوال مبنی اور اگر مراد زید اور ہے تو اُس کا اُسی سے استفسار ہو،

فان للکلام محملین اٰخرین لا نذکرھما کیلا یکون تعلیما والمفتی منھی عنہ بل یسأل فھو اعلم بمرادہ۔

اس کلام کے دو محمل اور جن کو ہم ذکر نہیں کرتے تاکہ تعلیم نہ قرار پائے مفتی کو اس سے باز رہنے کا حکم ہے بلکہ وہ صرف سوال کرے کیونکہ مبتلا شخص اپنی مراد کو بہتر جانتا ہے۔ (ت)

اُس وقت اُس کا جواب دیا جائے، وجیز کردری وعقود الدریہ میں ہے:

احب المفتی ان لایقول یصدق دیانۃ لانہ تعلیم بل ادبہ ان یقول لا یصدق[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

مفتی کے آداب میں سے ہے کہ وُہ کسی بات پر دیانت کی تصدیق نہ کرے کیونکہ یہ مبتلاء کو تعلیم قرار پاتی ہے بلکہ ادب المفتی یہ ہے کہ وُہ کہے کہ تصدیق نہیں ہوسکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۷ از پیلی بھیت محلہ منیر خاں مدرسہ مولانا عبدالاحد صاحب ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ کے پدر سے کسی تذکرہ میں کہا تھا کہ اگر میری بیوی فلاں مکان میں جائے گی تو میری بیوی ہی نہ رہے گی پھر اس کے چندروز بعد دُوسرے جلسے میں زید نے پدرِ ہندہ سے الفاظ مذکورہ دوبارہ پھر ادا کئے کہ ہندہ اگر فلاں مکان میں جائے گی تو میری بی بی نہ رہیگی بعد تھوڑے عرصہ کے ہندہ بلا رضامندی اپنے شوہر کے اُس مکان میں چلی گئی جس کی بابت زید دو مرتبہ دو جلسوں میں پدرِ ہندہ سے عدمِ رضامندی اپنی ظاہر کرچکا تھا اور اب عرصہ پانچ ماہ سے ہندہ اُسی مکان میں مقیم ہے

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الطلاق باب نسخ المراجعۃ بعد التطلیقات الثلث آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۹۹

[2] عقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ فوائد تتعلق بآداب المفتی حاجی عبدالغفار و پسران تاجران کتب ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۳۳۱

Marfat.com

پس اس صورت میں نکاح زید سے قائم رہا یا نہیں ؟ اور مبادا اگر نکاحِ ہندہ زید سے نہیں قائم رہا تو کون سی طلاق ہندہ پر پڑسکتی ہے ؟ اور کیا صورت رجعت کی از رُوئے شرع شریف ہوسکتی ہے ؟

الجواب

اگر زید نے وُہ الفاظ دونوں بار خواہ ایک بار بہ نیت ایقاعِ طلاق کے کہے تھے یعنی یہ مطلب تھا کہ اگر وہ وہاں جائے تو اس پر طلاق ہے تو وہاں جانے سے عورت پر ایک طلاق بائن ہوگی نکاح سے نکل گئی رجعت نہیں کرسکتا، ہاں عورت کی رضا سے دوبارہ اُس سے نکاح کرسکتا ہے عدت میں خواہ عدت کے بعد، بہرحال حلالہ کی حاجت نہیں اگرچہ لفظ مذکور تین بار کہا ہو اور اگر کسی بار اُس سے نیت طلاق بمعنی مذکور نہ تھی تو عورت کا وہاں جانے سے کچھ نہ ہُوا اور وُہ بدستور اس کی زوجہ ہے، رہا یہ کہ نیت تھی یا نہ تھی یہ بیان زید پر ہے اگر وُہ بحلف کہہ دے کہ میرا وُہ مطلب اُن لفظوں سے کسی بار میں بھی نہ تھا تو طلاق اصلاً نہ مانیں گے اگر زید جھُوٹا حلف کرلے گا وبال اُس پر رہے گا۔ درمختار میں ہے،

القول لہ بیمینہ فی عدم النیۃ ویکفی تحلیفھا فی منزلہ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

نیت نہ ہونے کے متعلق خاوند کی بات حلف کے ساتھ تسلیم کرلی جائے گی اور بیوی کا گھر میں ہی اس سے قسم لے لینا کافی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۸۱: از ملک بنگال ضلع نواکھالی مقام ہنہیا مرسلہ مولوی عباس علی عرف مولوی عبدالسلام صاحب ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں فضلائے شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے یُوں کہہ کر نکاح کیا کہ میں تمہاری بلا اجازت دوسرا نکاح نہیں کروں گا اگر کروں تو طلاق مغلظہ ہوگی، اب اس صورت میں شرط فوت ہوجائے تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں ؟ اگر ہو تو کَے طلاق ہوں گی ؟ بیّنوا توجروا مع الدلیل۔

الجواب

اگر زید نے یہ الفاظ عقد نکاح سے پہلے کہے تھے یا خود نفس عقد میں یہ شرط کی مگر ایجاب یعنی ابتدائے الفاظ عقد جانبِ زید سے تھی، مثلاً اس نے کہا میں نے تجھے اپنے نکاح میں لیا اس شرط پر کہ بے تیری اجازت کے نکاحِ ثانی نہ کروں گا اگر کروں تو طلاق مغلظہ ہو، ہندہ نے کہا میں نے قبول کیا جب تو بحالِ وقوعِ شرط زوجۂ ثانیہ پر طلاق نہ ہوگی اور اگر بعد نکاح الفاظ مذکورہ کہے یا نفس عقد اس شرط پر ہُوا اور زید کی جانب سے قبول تھا مثلاً ہندہ نے کہا میں نے اپنے نفس کو تیرے نکاح میں دیا زید نے کہا میں نے قبول کیا اس شرط پر الخ یا ہندہ نے کہا میں نے اپنے نفس کو تیرے نکاح میں دیا اس شرط پر کہ تُو بے میری اجازت کے نکاح ثانی نہ کرے اگر کرے تو طلاق مغلظہ ہو، زید نے کہا میں نے قبول کیا، تو درصورت وقوعِ شرط دونوں عورتوں میں سے ایک

Marfat.com

مطلقہ ہوگی زید کو اختیار ہوگا کہ اُن میں سے جس کی طرف چاہے طلاق کو پھیر دے خواہ ہندہ کی طرف خواہ منکوحۂ ثانیہ کی جانب،

فی الهندية عن الفتح لو قال لامرأته ان تزوجت عليك ما عشت فالطلاق على واجب ثم تزوج عليها يقع تطليقة على واحدة منهما يصرفها الى ايتهما شاء[1] اھ ملخصا قلت ففی الفصل الثانی لما وقع التکلم بالشرط بعد ثبوت النکاح لانه يتم باللفظين فقد كانت هندة محلا للتطليق لثبوت ملكه عليها، فقوله يكن طلاق مغلظ يحتملهما فيصرفه الى ايتهما احب، اما فی فصل الاول لما كان التكلم به قبل حصول النكاح حيث لا تمام له بمجرد الايجاب لم تكن هندة محلا له لعدم الملك والاضافة الى نكاح هندة فتعينت الاخرى اعمالا للكلام كما لو قال لامرأته و اجنبية طلقت احدٰكما تطلق امرأته من غير نية

ہندیہ میں فتح سے منقول ہے کہ اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا: "اگر تیری زندگی میں تجھ پر کسی دوسری عورت سے نکاح کروں تو مجھ پر طلاق واجب ہے" اس کے بعد اس نے اس بیوی پر دُوسرا نکاح کرلیا تو پہلی اور دُوسری دونوں بیویوں میں سے ایک کو طلاق ہوجائیگی خاوند اس طلاق کو جس پر چاہے نافذ کردے اھ (ملخصًا)۔ قلت (میں کہتا ہوں کہ) دوسری صورت یعنی نکاح کے بعد یا بیوی کی طرف سے ایجاب میں یہ الفاظ کہے ہوں، تو چونکہ شرط والے الفاظ کا تکلم ثبوتِ نکاح کے بعد ہُوا کیونکہ نکاح ایجاب وقبول کے دُولفظوں سے تام ہوتا ہے لہذا مسئولہ صورت میں ہندہ طلاق کا محل بن گئی کیونکہ نکاح کے تام ہونے پر ملکیتِ نکاح مکمل ہوگئی ہے، چونکہ زید نے اس موقعہ پر طلاق مغلظہ واقع ہونے کی بات کی ہے لہذا دُوسرا نکاح کرنے پر مغلظہ طلاق کا احتمال دونوں بیویوں میں سے ہر ایک کے لئے ہے لہذا زید اس طلاق کو دونوں میں سے جس پر چاہے نافذ کردے لیکن پہلی صورت یعنی جب نکاح تام ہونے سے قبل شرط کا تکلم ہُوا کیونکہ صرف ایجاب سے نکاح تام نہیں ہوتا اس لئے اس صورت میں ہندہ طلاق کا محل نہ بن سکے گی کیونکہ ابھی نکاح نہ ہوا اور نہ ہی نکاح کی طرف طلاق کو

---

[1] فتاوٰی ہندیہ فصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمۃ ان واذا وغیرہما نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۲۶

Marfat.com

لتعينها الانشاء[1] كما فی الهندیة عن المحیط عن المبسوط، و فی الدر المختار من باب الرجعة، لو خافت ان لا یطلقها تقول زوجتك نفسی علی ان امری بیدی[2] زیلعی وتمامه فی العمادیة اھ، فی ردالمحتار حیث قال ولو قال لها تزوجتك علی ان امرك فقبلت جاز النکاح ولغا الشرط لان الامر انما یصح فی الملك اومضافا الیه ولم یوجد واحد منهما بخلاف مامر فان الامر صار بیدها مقارنا لصیرورتها منکوحة اھ نهر، والحاصل ان الشرط صحیح اذا ابتدأت المرأة لا اذا ابتدأ الرجل ولکن الفرق خفی[3] اھ کلام الشامی باختصار ورأیتنی کتبت علیه مانصه اقول بل هو ظاهر والحمد للّٰه فان الزوج اذا ابتدأ فقال

منسوب کیا گیا، لہذا یہ طلاق لازماً دوسری بیوی کو ہوگی اور وہی طلاق کے لئے متعین قرار پائیگی تاکہ زید کا کلام لغو نہ ہو، جیساکہ کوئی شخص اپنی بیوی اور اجنبی عورت کو خطاب کرکے کہے میں نے تم دونوں میں سے ایک کو طلاق دی ہے، تو اس کی بیوی کو ہی بغیر نیت طلاق ہوگی کیونکہ وہی انشاء طلاق کا محل ہونے کی وجہ سے متعین ہوگی، اس کو ہندیہ میں محیط کے حوالے سے مبسوط سے نقل کیا ہے۔ درمختار کے باب الرجعۃ میں ہے کہ اگر بیوی کو ڈر ہو کہ کہیں خاوند طلاق نہ دے دے تو نکاح کے وقت بیوی یوں کہے کہ میں تجھ سے اپنا نکاح اس شرط پر کرتی ہوں کہ میری طلاق کا اختیار میرے ہاتھ میں ہوگا اس کو امام زیلعی نے بیان کیا یہ مکمل بحث عمادیہ میں ہے اھ، ردالمحتار میں ہے کہ اگر خاوند نے ایجاب کرتے ہوئے یوں کہا میں تجھ سے اس شرط پر نکاح کرتا ہوں کہ طلاق کا اختیار تیرے ہاتھ میں ہے تو عورت نے قبول کیا، اس صورت میں نکاح جائز ہوگا اور شرط کا ذکر لغو ہوگا، کیونکہ تفویض طلاق کیلئے جواز تب پیدا ہوتا ہے جب نکاح موجود ہو یا طلاق کو نکاح کے ساتھ معلق کیا ہو، جبکہ اس صورت میں دونوں باتوں میں سے کوئی بھی نہ پائی گئی بخلاف پہلے مذکور مسئلہ کے کہ وہاں عورت کی طرف سے ایجاب میں شرط کو خاوند نے قبول کیا تو نکاح اور طلاق کی شرط دونوں اکٹھے پائے گئے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ | الباب الثانی فی ایقاع الطلاق | نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۶۳

[2] درمختار | باب الرجعۃ | مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۴۱

[3] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۴۰

Marfat.com

تزوجتك على انك طالق فقالت قبلت كان التعليق قبل حصول الملك، اذلا ملك الا بعد تمام الركنين، ولا تعليق على سبب الملك، فان المعينة يجب فيها حقيقة الشرط لامعناه كما تقدم فكان باطلا كما نقله عن النهر، اما اذا كانت هي المبتدأة انى زوجتك نفسي على انى طالق فقال قبلت كان السؤال معادا في الجواب، فكانه قال بعد ايجابها قبلت على انك طالق، فوقع بعد تمام الركنين، افاده في الخانية حيث قال لان البدأة اذا كانت من الزوج كان الطلاق والتفويض قبل النكاح فلا يصح اما اذا كانت البدأة من قبل المرأة يصير التفويض بعد النكاح لان الزوج لما قال بعد كلام المرأة قبلت و الجواب يتضمن اعادة ما في السؤال صار كانه قال قبلت على انك طالق او على

اس لئے طلاق کا اختیار عورت کو حاصل ہوگا اھ نہر، حاصل یہ کہ شرط عورت کے پہل کرنے پر صحیح ہوگی، مرد کے پہل کرنے پر درست نہ ہوگی، لیکن یہ فرق مخفی رہا، اختصاراً، علامہ شامی کا کلام ختم ہُوا۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے علامہ شامی کے اس کلام پر حاشیہ لکھا جس کی عبارت یہ ہے **اقول** (میں کہتا ہوں کہ) فرق مخفی نہیں بلکہ ظاہر ہے، الحمدللہ، کیونکہ خاوند کے پہل کرنے اور یہ کہنے پر کہ میں تجھ سے نکاح اس شرط پر کرتا ہُوں کہ تجھے طلاق ہے تو عورت نے قبول کرلیا تو یہ تعلیق ملکیت نکاح کے دونوں رکن (ایجاب و قبول) سے پہلے ہوئی ہے لہذا ملکیت حاصل نہ ہُوئی اور ملکیت کے سبب پر بھی تعلیق نہیں کیونکہ معیّنہ عورت کے لئے حقیقۃً شرط کا پایا جانا ضروری ہے محض شرط کا معنیٰ کافی نہیں، جیساکہ پہلے گزرا ہے، تو یہ تعلیق باطل ہوگی جس طرح اُنھوں نے اس کو نہر سے نقل کیا ہے، لیکن اگر عورت پہل کر کے ایجاب میں کہے میں نے تجھے اپنا نفس نکاح کر کے دیا اس شرط پر کہ مجھے طلاق ہے تو خاوند نے قبول کرتے ہوئے کہا میں نے قبول کیا، چونکہ جواب میں سوال کا اعادہ ہوتا ہے اس لئے گویا خاوند نے یُوں کہا "میں نے قبول کیا اس شرط پر کہ تجھے طلاق ہے" تو یہ تعلیق نکاح کے دونوں رکن (ایجاب وقبول) پائے جانے کے بعد پائی گئی اس کا خانیہ نے افادہ فرمایا جہاں انھوں نے فرمایا کہ جب ابتداء زوج کرے تو طلاق اور تفویض دونوں نکاح سے قبل پائی گئیں لہذا صحیح نہ ہوں گی لیکن جب عورت ابتداء کرے تو تفویض نکاح کے بعد پائی گئی کیونکہ جب خاوند نے جواب میں کہا" میں نے

Marfat.com

ان یکون الامر بیدك فیصیر مفوضا بعد النکاح اھ قلت وبه تبین حکم ما اذا ابتدأت المرأة من دون شرط وقبل الزوج بشرط حیث یصح الطلاق والتفویض لان کلام المرأة لاعبرة بها فی هذا الباب، انما کانت الصحة فیما مر لوقوعه فی قبول الزوج تقدیرا لتضمن الجواب ما فی السؤال، فاذا وقع فیه تحقیقا کان اولی بالصحة[1] اھ ما کتبت علیه و به یظهر لك كل ما ذکرنا ھٰهنا۔

قبول کیا" چونکہ جواب میں سوال کا اعادہ مراد ہوتا ہے تو گویا یُوں کہا میں نے قبول کیا اس شرط پر کہ تجھے طلاق ہے، یا تفویض کی صورت میں یُوں کہا میں نے قبول کیا اس شرط پر کہ طلاق کا اختیار تیرے ہاتھ میں ہے تو تفویض نکاح کے بعد ہوئی اھ، قلت (میں کہتا ہوں) اس سے اس صورت کا حکم معلوم ہوگیا جس میں بغیر شرط عورت ایجاب میں پہل کرے اور خاوند قبول کرتے ہوئے شرط ذکر کرے تو طلاق اور تفویض صحیح ہوں گی، کیونکہ طلاق کے متعلق عورت کا کلام بے معنیٰ ہے اس کی صحت کا دارومدار خاوند کے قبول کرنے پر ہے جوکہ قبول کرنے میں مقدر طور پر مذکور ہے کیونکہ خاوند کا جواب عورت کے ایجاب یعنی سوال کو متضمن ہے تو جب خاوند کے قبول کرنے میں صراحتًا شرط مذکور ہو تو بطریق اولیٰ صحیح ہوگا اھ میں نے یہاں حاشیہ میں جو لکھا وُہ ختم ہوا، اس سے یہاں پر تمام بحث کا آپ کو علم ہوگیا۔ (ت)

پھر بہر صورت منکوحۂ ثانیہ خواہ ہندہ صورتِ مذکورہ میں جس پر طلاق پڑے گی تین طلاقیں ہوں گی کہ عرف میں طلاق مغلّظہ اسی کو کہتے ہیں۔

اقول وحیث کان البناء علیه فلا یرد ان قال انت طالق اغلظ الطلاق واحدة بائنة ان لم ینو ثلثا[2] کما فی التنویر ثم اعلم ان الوقوع بالصفة عند ذکرها کما اذا قال انت طالق البتة حتی لو قال بعدها ان شاء الله متصلا لایقع و لو کان الوقوع باسم الفاعل لوقع کما فی ردالمحتار فلا یتوھم

اقول (میں کہتا ہوں کہ) جب گفتگو عرف پر مبنی ہے تو اب تنویر کی اس عبارت سے اعتراض پیدا نہ ہوگا کہ "تو غلیظ تر طلاق والی ہے" یہ ایک طلاق بائنہ ہوگی بشرطیکہ تین کی نیت نہ کرے۔ پھر یہ معلوم ہونا چاہئے کہ طلاق کا وقوع صفت کے ساتھ ہوگا جب صفت مذکور ہوگی، مثلاً جب خاوند کہے "تجھے طلاق ہے قطعی" حتّٰی کہ اس کے ساتھ متصل ان شاء اللہ کہہ دے تو یہ طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ ان شاء اللہ کا تعلق طلاق قطعی کے ساتھ ہے صرف "قطعی" سے نہیں) اگر اس میں

---

[1] جد الممتار حاشیۃ رد المحتار باب الرجعۃ حاشیہ نمبر ۱۰۸۷ المجمع الاسلامی مبارکپور انڈیا ۲/ ۶۶-۵۶۵

[2] درمختار شرح تنویر الابصار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲۲

Marfat.com

ان الاخری ینزل علیہا الطلاق وھو غیر مدخول بہا والتعلیق کالتکلم عند وجود الشرط فکانہ قال لہا حینئذ انت طالق طلاقا مغلظا فطلقت بطالق ولغا الوصف فافہم ۔ واللہ سبحانہ تعالٰی اعلم۔

طلاق کا وقوع صرف لفظ "طالق" اسم فاعل سے ہوتا تو پھر انشاء اللہ کا تعلق صرف لفظ "قطعی" یعنی البتّۃ سے ہوتا، اور طالق کے ساتھ نہ ہونے کی بنا پر طلاق واقع ہوجاتی، جیساکہ ردالمحتار میں بیان کیا ہے تو اس قاعدہ کی بنا پر یہ وہم نہیں کیا جا سکتا کہ دوسری نئی بیوی غیر مدخولہ ہونے کی وجہ سے اس پر مذکورہ شرط والی مغلظہ طلاق پڑی تو وہ انتِ طالق (تو طلاق والی ہے) سے بائنہ ہوگئی، کیونکہ تعلیق میں شرط کے پائے جانے کے وقت طلاق والی کلام کا تکلم متحقق ہوتا ہے تو شرط پائے جانے پر گویا اس نے کہا تو طلاق والی ہے طلاق مغلظہ کے ساتھ، تو غیر مدخولہ کو طالق کہنے پر بائنہ طلاق ہوگئی اور اس کے بعد مغلظ کا وصف لغو قرار پایا، اس وہم کے مدفوع ہونے پر غور کرنا چاہئے، واللہ سبحانہٗ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۹ از ریاست رامپور مرسلہ حبیب اللہ بیگ جماعت مولوی فاضل اورنٹیل کالج ۷ اصفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی عورت سے کہتا ہے کہ تجھ پر تین شرطوں سے طلاق قول من حیث ہو قول کیا کسی چیز کی طرف اشارہ وغیرہ نہیں کیا بس تین شرطوں سے کہہ دیا یہ طلاق کون طلاق واقع ہوگی اور کیوں؟ اور تین شرطوں سے کیا مراد ہے اور کیوں؟

الجواب

ظاہر الفاظ کا مفاد یہ ہے کہ طلاق بشرطِ مجہول دیتا ہے تو یہ کہنا ایسا ہُوا کہ تُو مطلقہ ہے، اگر تین شرطیں پائی جائیں اس صورت میں طلاق اصلاً واقع نہ ہوگی، درمختار میں ہے:

وشرط صحتہ ذکر المشروط فنحو انت طالق ان لغو بہ یفتی[1]

تعلیق کی صحت کے لئے مشروط کا ذکر ضروری ہے، تو یوں کہنا "تجھے طلاق ہے اگر" لغو قرار پائے گا، اسی پر فتوٰی ہے (ت)

اور ایک احتمال یہ بھی ممکن کہ اس نے اپنے جاہلانہ محاورہ سے تین عدد کو تین شرطیں کہا ہو جیسے تین بار ہاتھ دھونے کو بعض جہّال کہتے ہیں تینوں شرطیں پُوری کرلو۔ اگر یہ اس کا محاورہ ومقصود ہے تو تین طلاقیں ہوگئیں۔ ردالمحتار میں ہے:

---

[1] درمختار باب التعلیق مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۳۰

Marfat.com

یحمل کلام کل عاقد وحالف علی عرفہ[1] عقد کرنے والے اور حلف دینے والے کلام کو اس کے عرف پر محمول کیا جائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)
واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰: از چھاؤنی برار علاقہ ریاست گوالیار متصل عقب گرلس اسکول بمعرفت منشی سید امجد علی صاحب مرسلہ عطا حسین صاحب نقشہ نویس ۵ ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے والد اور ہندہ نے زید سے اسٹامپ لکھوا کر کچہری میں رجسٹری کروالی ہے جن میں کے چند شرائط درج ہیں،

(۱) ہندہ تمام عمر اپنے باپ ہی کے مکان پر رہے گی۔

(۲) جو اس وقت اولاد موجود ہے اس کی مالک ہندہ ہوگی زید مالک نہیں ہوسکتا اور آئندہ جو اولاد ہوگی اس اولاد کی بھی مالک ہندہ ہوگی۔

(۳) ہندہ کی حیات میں تم دوسری شادی نہیں کرسکو گے۔

(۴) دس روپیہ ماہوار ہندہ کے خرچ کے لئے زید کو ہندہ کے والد کے مکان پر بھیجنا ہوں گے۔

(۵) میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر کسی وقت میں تین ماہ تک بہ استثنائے حوادثاتِ زمانہ جس کو میری زوجہ تسلیم کرلے خرچ نہ بھیجوں یا شرط مذکورہ بالا میں سے کسی شرط کا ایفا نہ کروں تو میری یہ تحریر بجائے تین طلاق مغلظہ وشرع کے سمجھی جائے، یہ سب شرائط لکھنے کے بعد زید چھ ماہ تک ہندہ سے ملنے نہیں گیا اور نہ چھ ماہ تک ہندہ کے لئے خرچ بھیجا، بعد چھ ماہ کے زید ہندہ کے مکان پر گیا، ہندہ کے والد نے زید کو ہندہ سے ملنے دیا اور ہندہ کو زید کے ہمراہ رخصت کردیا، زید ہندہ کو اپنے مکان پر لے آیا، اسی طرح سے آنا جانا بنا رہا، بعد چار ماہ کے ہندہ کا خط زید کے پاس آیا مجھ کو خرچ بھیجو، زید اس وقت بوجہ قرضداری کے خرچ نہیں بھیج سکا، ہندہ کے والد نے پھر ایک خط زید کو بھیجا تم نے اپنی تحریر کے موافق خرچ نہیں بھیجا تین ماہ کے بجائے چار ماہ گزر گئے اس لئے تم دونوں کو شریعت نے بالکل علیحدہ کیا طلاق ہوچکی اب کسی طرح میل جول نہیں ہوسکتا تم کو نوٹس دیا جاتا ہے کہ تیرہ سو بیس روپے حق مہر یکمشت ادا کردو اُس وقت اولاد کا دعوٰی کرنا زید ہندہ کے والد کے پاس گیا زید نے یہ کہا جبکہ میں نے چھ چھ ماہ تک خرچ نہیں بھیجا اور ہندہ کو آپ نے میرے ہمراہ رخصت کردیا، اتنے عرصہ تک خرچ نہ بھیجنے پر اُس وقت طلاق کیوں نہیں ہوئی، ہندہ کے والد نے جواب دیا ہندہ نے تم کو خرچ بھیجنے کیلئے نہیں لکھا تھا اب ہندہ نے تم کو خرچ منگوانے کے لئے لکھا ہے اس وقت سے تین ماہ رکھے گئے ہیں پھر زید نے

---

[1] ردالمحتار باب التعلیق داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۹۹

Marfat.com

یہ سوال کیا کہ اسٹامپ میں آپ نے یا ہندہ نے یہ نہیں درج کروایا ہے کہ خرچ منگوانے پر تین ماہ رکھے جائیں، پھر زید نے ہندہ کا خط ہندہ کے والد کے روبرو پیش کیا، تین ماہ گزرنے میں پانچ یوم باقی ہیں ہندہ کے والد نے زید سے کہا تین ماہ کے تیس ۳۰ روپے دے دو، تیس ۳۰ روپے دینے پر بھی تم ہندہ سے نہیں مل سکو گے اس وقت تک جبکہ تمھاری زوجہ تم کو خرچ نہ بھیجنے پر معذور سمجھے اور علمائے دین سے دریافت کیا جائے اگر علمائے دین ملنے کی اجازت دے دیں اس وقت تم کو اطلاع دے دیں گے تم آکر اپنی زوجہ کو رخصت کرالے جانا اور اگر علمائے دین نے ملنے کی اجازت نہ دی اور طلاق مقرر کردی تو تمھارے تیس ۳۰ روپے واپس کردئے جائیں گے، زید نے کہا اس وقت میرے پاس تیس ۳۰ روپے نہیں فی الحال دس روپے لے لیجئے مکان پر پہنچ کر بیس ۲۰ روپے اور بھیج دوں گا انھوں نے دس روپے نہیں لئے، زید کو واپس لوٹا دیا، ہندہ کے والد نہ تو زید کو اولاد دیتے ہیں اور نہ ہندہ سے ملنے دیتے ہیں، زید میں اس قدر حیثیت نہیں ہے کہ تیرہ سو بیس ۱۳۲۰ روپیہ حق مہر یکمشت ادا کرسکے، اب ہندہ کے والد یہ کہتے ہیں کہ علماء سے اجازت لو اگر علمائے دین ہندہ سے ملنے کی اجازت دے دیں تو پھر مجھ کو کچھ عذر نہ ہوگا تمھارے ساتھ ہندہ کو رخصت کردوں گا، اب عرض یہ ہے کہ ان سب شرائط سے طلاق ہوئی یا نہیں؟ ہندہ کے والد نے زید کو لکھا ہے کہ جس عالم سے تم فتوٰی منگواؤ اگر وہ لکھیں کہ طلاق نہیں ہوئی تو ان کو بضرور لکھ دینا کہ جس کتاب سے طلاق نہیں ہوئی ہے (ثابت ہے) اس کتاب کا نام اور صفحہ کا نمبر ضرور لکھیں، بینوا توجروا۔

الجواب

یہ سب جاہلانہ خرافات ہیں، وہ اقرارنامہ باطل محض ہے اس میں جتنی شرطیں لگائیں سب باطل و مردود و خلافِ شرع ہیں، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مابال رجال یشترطون شروطا لیست فی کتاب اللہ ماکان من شرط لیس فی کتاب اللہ فھو باطل وان کان مائۃ شرط فقضاء اللہ احق وشرط اللہ اوثق[1] رواہ البخاری و مسلم عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

کیا حال ہے ان لوگوں کا جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو اللہ کی شریعت میں نہیں، جو شرط شریعت کے خلاف ہو وُہ باطل ہے اگرچہ سَو شرطیں ہوں، اللہ کا حکم حق ہے اور اللہ کی شرط مؤکد۔ (اس کو بخاری اور مسلم نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور اب باپ ہی کے یہاں رہے گی اور موجودہ اولاد کی وہی مالک ہوگی اور آئندہ اولاد کی بھی وہی مالک ہوگی اور

---

[1] صحیح البخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الولاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۷۷

Marfat.com

باپ کے گھر بیٹھے نفع پائے گی یہ سب شرطیں خلافِ شرع و مردود ہیں، پانچویں شرط کہ خلاف کرے تو یہی تحریر تین طلاق سمجھی جائے یہ بھی باطل ہے غیر طلاق کو طلاق سمجھنا کیا معنی، فتاوٰی قاضی خاں میں ہے:

امرأۃ قالت لزوجها مرا طلاق ده، فقال الزوج داده انگار او کرده انگار لایقع وان نوی کانه قال لها بالعربیة احسبی انك طالق وان قال ذلك لایقع وان نوی[1] اھ ملخصًا۔

ایک عورت نے اپنے خاوند کو کہا تو مجھے طلاق دے، تو خاوند نے کہا دی ہوئی یا کی ہوئی سمجھ، تو طلاق نہ ہوگی خواہ نیت بھی کی ہو۔ گویا خاوند نے عربی میں کہا تُو خیال کرلے کہ تُو طلاق والی ہے۔ تو ایسا کہنے پر طلاق نہیں اگرچہ نیتِ طلاق بھی ہو، اھ ملخصًا (ت)

اُسی میں ہے:

لوقیل لرجل اطلقت امرأتك فقال عدها مطلقة او احسبها مطلقة لا تطلق امرأته[2]

اگر کسی شخص کو یہ کہا جائے کہ تو نے اپنی بیوی کو طلاق دی تو وُہ جواب میں کہے تو اُسے طلاق شدہ شمار کر یا کہے بیوی کو مطلقہ سمجھ لے۔ تو اس سے طلاق نہ ہوئی (ت)

بالجملہ نہ صورتِ مستفسرہ میں طلاق ہُوئی نہ عورت مالکِ اولاد ہوسکتی ہے،

قال اللّٰہ تعالٰی وعلی المولود له رزقهن[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیوی کا نفقہ اولاد والے یعنی خاوند پر ہے۔ (ت)

ہاں حقِ حضانت لڑکا سات برس کی عمر تک ماں کے پاس رہے گا اور لڑکی نو برس کی عمر تک، پھر باپ لے گا۔ شوہر اگر اپنے پاس بلانا چاہے تو عورت کو باپ کے گھر رہنے کا کوئی اختیار نہیں،

قال اللّٰہ تعالٰی اسکنوهن من حیث سکنتم[4]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم اپنی بیویوں کو وہاں رکھو جہاں تم سکونت پذیر ہو۔ (ت)

اگر شوہر کے پاس آنے سے انکار کرے گی نفقہ پانے کی مستحق نہ ہوگی۔ عامہ کتب میں ہے، لانفقة للناشزة[5]

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں | کتاب الطلاق | نولکشور لکھنؤ | ۲/ ۲۱۰
[2] " " | " | " " | ۲/ ۲۱۳
[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۳
[4] القرآن الکریم ۶۵/ ۶
[5] بحر الرائق | باب النفقۃ | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۴/ ۱۷۹
ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/ ۶۴۷

Marfat.com

(نافرمان بیوی کے لئے نفقہ نہیں۔ ت) مہر اگر نہ معجّل تھا نہ مؤجّل یعنی نہ رخصت سے پہلے دینا قرار پایا تھا نہ کوئی میعاد معین مثلاً سال دوسال قرار پائی تھی تو جب تک موت یا طلاق نہ ہو عورت کو اس کے مطالبہ کا کچھ اختیار نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

مؤخر المھر حق طلبہ انما ثبت لہا بعد الموت اوالطلاق[1] مؤخر کردہ مہر کا مطالبہ، طلاق یا موت کے بعد ہوسکتا ہے۔ (ت)

پدر ہندہ کا یہ شرط لگانا کہ کتاب کا صفحہ بتایا جائے انھیں شرائط کے قبیل سے ہے جو اس نے اقرار نامہ میں لکھوائیں اگر وہ ذی علم ہوتا اس پر یہ احکام مخفی نہ رہتے نہ ایسا مہمل اقرار نامہ لکھواتا نہ یہ ہوتا کہ چھ مہینے گزرنے پر طلاق نہ سمجھی تین مہینے گزرنے پر طلاق سمجھے اور جو بے علم ہے اس کا حوالہ و صفحہ طلب کرنا اپنے منصب سے بڑھنا ہے اور اسے صفحہ بتانا فضول، اُسے یہ حکم ہے کہ علماء سے دریافت کرے نہ یہ کہ صفحہ سطر جانچے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱ ازجبلپور محلہ بھان تلیا مرسلہ محمد نظیر داد خاں سوال نویس کچہری خفیفہ ۲۰ رجب ۱۳۱۸ھ

منکہ علاء الدین ولد شیخ رجب قوم مسلمان ساکن جبلپور محلہ گلگلا تالاب کا ہوں، چونکہ بوجہ دو عورتوں کے بیاہا تھا عورت میری سے آپس میں تکرار ہُوا کرتی تھی سو آج کے روز رُوبرو گواہان ذیل یہ تصفیہ ہُوا کہ میں بلاعذر کھانا کپڑا دیا کروں گا اور رات کے وقت مکان میں بھی رہا کروں گا اور بالفرض اگر میں ایک ماہ تک بلاوجہ کھانا کپڑا نہ دُوں اور مکان میں رات کے وقت نہ رہوں تو رُوبرو گواہان یہ تصفیہ ہوا کہ عورت مذکورہ ہمارے نکاح سے باہر مثل طلاق کے ہوجائے اور میری لگت فسخ ہوجائے اور جو ڈگری عدالت سے ہمارے نام کی ہے وہ بھی باطل ہوجائے اور بیاہتا عورت کو اختیار رہے کہ وہ اپنے مکان میں جو اس کے باپ کا ہے رہے میں بھی اُسی جگہ رہوں گا اور کھانا کپڑا دُوں گا اس میں کسی طرح کا عذر و حیلہ نہ کروں گا عذر کروں تو جھُوٹ، اس واسطے یہ چند کلمے بطریق اقرار نامہ کے لکھ دئے کہ سند رہے اور وقتِ ضرورت کام آئے۔

میری شادی علاء الدین کے ساتھ عرصہ سات سال کا ہُوا ہوگئی تھی اب میرے والدین قضا کر گئے اور میرا کوئی سرپرست نہیں رہا، میرے خاوند نے عرصہ چھ سال کا ہُوا کہ ایک دُوسرا نکاح کرلیا اور اس کے ہمراہ رہا کرتا ہے میری کسی طرح سے کفالت نہیں کرتا ایک مرتبہ پنچایت میں اس نے میرے نان نفقہ کا اقرار کرکے ایک اقرار نامہ مورخہ ۱۷ جون ۱۸۹۹ء کو تحریر کردیا تھا اور اقرار کیا تھا کہ اگر اقرار پُورا نہ کروں تو طلاق ہوجائے مگر اس نے اپنا عہد پُورا نہیں کیا اور میری وُہ کیفیت ہے جو سابق میں تھی اب میں گزراوقات کس طرح کروں اور میں نکاح سے

---

[1] ردالمحتار کتاب القضاء فصل فی المجلس داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۴۳

Marfat.com

باہر کیونکر ہو سکتی ہوں مجھے اُس سے کچھ اُمید نہیں۔ مورخہ ۱۵ اگست ۱۹۰۰ء عرضی مسماۃ بتول ولد بچن خاں

میاں نظیر داد خاں: باوجود ہونے پنچایت اور تحریر اقرار نامہ کے علاء الدین مسماۃ بتول کی پرورش بالکل نہیں کرتا اور مخفی رہتا ہے، کیا بموجب تحریر اسٹامپ طلاق ہو گئی، اگر ہو گئی ہو تو مطلع کرو اس کا عقد ثانی کرا دیا جائے تاکہ بلا سے نجات ہو، اس شخص نے کبھی کفالت نہیں کی اور نہ اُمید پائی جاتی ہے۔ مورخہ ۱۶ اگست ۱۹۰۰ء

محمد خاں: بخدمت مولٰنا عبدالسلام صاحب زاد فیضہ۔ چونکہ یہ مذہبی معاملہ ہے، میرے پاس یہ کاغذات آئے میں نے شروع سے اخیر تک دیکھا واقعی علاء الدین اپنی بیاہتا عورت سے کسی قسم کا سروکار نہیں رکھتا اور نہ اس کی کفالت کرتا ہے، اُس نے ایک دُوسرا نکاح کرلیا ہے اُس کی ہمراہی میں رہتا ہے، ایسی حالت میں اُس کی زندگی پار ہونا بہت مشکل معلوم ہوتا ہے، آپ تحریر فرمائیے کہ یہ نکاح سے باہر ہُوئی یا نہیں، اور عقدِ ثانی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ فقط۔ ۱۶ اگست ۱۹۰۰ء محمد نظیر داد

خلاصۂ جواب: صورتِ مستفسرہ میں ثبوت کتابت اقرار نامۂ ہذا بلا اکراہ، از علاء الدین یا از جانب علاء الدین مع تحقیق خلاف اقرار نامہ یعنی ترک نان ونفقہ زوجہ وترک شب باشی با زوجہ تا یک ماہ معلق علیہا الطلاق مستلزم ترتب الجزاء علی الشرط یعنی وقوع طلاق کا ہے بمجرد انقضائے مدۃ معینہ بلاشک اس کی زوجہ مذکورہ پر طلاق بائن واقع ہوگی اور وہ عورت اس کے نکاح سے باہر ہو جائے گی۔ فتاوٰی الخیریہ لنفع البریہ میں ہے:

لاشك اذا وجدت الغيبة والترك المعلق عليهما الطلاق انه يقع لوجود الشرط الموجب للجزاء الخ[1]

اس میں شک نہیں کہ وُہ غیر حاضری اور ترکِ معاملہ جس پر طلاق کو معلق کیا گیا ہو اگر پایا جائے تو طلاق ہو جائیگی کیونکہ جزاء لازم کرنے والی شرط پائی گئی الخ (ت)

بعد انقضائے عدت طلاق وُہ عورت عقد کر سکتی ہے۔

بجنسہٖ کاغذات ہذا خدمت میں عالیجناب مولانا مولوی احمد رضا صاحب بریلوی کے مرسل ہو کر گزارش کی جائے کہ بعد ملاحظہ رائے مناسب سے اطلاع بخشیں۔ المرقوم ۴ ستمبر ۱۹۰۰ء

الجواب

فی الواقع علاء الدین کا کلام مذکور جہاں تک مقتضاء نظر فقہی ہے تعلیق شرعی ہے کہ وقت وجود شرط موجب وقوع طلاق بائن و زوال نکاح وجواز نکاح ثانی زن بعد انقضائے عدت ہے جیسا کہ فاضل مجیب سلمہ اللہ القریب المجیب نے بیان فرمایا،

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الطلاق دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۴۵

Marfat.com

الظاهران لایجعل قوله تو روبروگواہان یہ تصفیہ ہوافاصلا بین الشرط والجزاء لانہ من باب التاکید المفید والتائید المزید فلایکون اجنبیا، (قال فی الدر) قال لھا انت طالق ان شاء اللہ تعالٰی متصلا الا لتنفس او سعال اوجشاء اوعطاس اوثقل لسان او امساك فم او فاصل مفید لتاکید اوتکمیل اوحد او طالق او نداء، کانت طالق یازانیۃ او طالق ان شاء اللہ صح الاستثناء، بخلاف الفاصل اللغوکانت طالق رجعیا ان شاء اللہ الخ وفی الھندیۃ رجل قال لامرأتہ انت طالق ثلاثا فاعلمی ان شاء اللہ صح الاستثناء ولو قال انت طالق ثلاثا اعلمی ان شاء اللہ او قال اذھبی ان شاء اللہ طلقت ثلثا وبطل الاستثناء کذا فی فتاوٰی قاضی خان اھ و فیھا فی فصل الطلاق قبل الدخول لوقال انت طالق اشھدوا ثلثا فواحدۃ ولوقال فاشھدوا فثلث

ظاہر یہی ہے کہ خاوند کا کہنا "رُوبروگواہان یہ تصفیہ ہوا" شرط اور جزاء کے درمیان فاصل نہ بنے گا کیونکہ درمیان میں اس کا یہ کہنا مفید تاکید وتائید مزید ہے لہذا یہ کلام اجنبی نہ ہوگا، دُر میں فرمایا: خاوند نے بیوی کو کہا تجھے طلاق ہے اِن شاء اللہ تعالٰی، تو یہ متصل استثناء صحیح ہوگا یعنی طلاق نہ ہوگی اور اگر کھانسی سانس یا سی یا ڈکار یا چھینک یا زبان کے ثقل یا منہ کی بندش یا کوئی اور فاصل جو مفید تاکید یا تکمیلِ طلاق ہو یا وہ فاصل حد یا طلاق یا ندا کیلئے مفید ہو تو بھی استثناء صحیح ہوگا، مثلاً کوئی کہے انت طالق اے زانیہ انشاء اللہ یا کہے تجھے طلاق انشاء اللہ، تو طلاق نہ ہوگی، اس کے برخلاف کلام اور استثناء میں وہ فاصل ہے جو لغو ہو مثلاً یوں کہے تجھے طلاق رجعی انشاء اللہ، تو استثناء صحیح نہ ہوگا اور طلاق ہوجائے گی الخ۔ ہندیہ میں ہے ایک شخص نے بیوی کو کہا تجھے تین طلاق پس جان لے انشاء اللہ، تو استثناء صحیح ہوگا، اور اگر یوں کہا تجھے طلاق تین جان لے انشاء اللہ، یا کہا جا چلی جا انشاء اللہ تو بیوی کو تین طلاقیں واقع ہونگی اور یہ استثناء باطل قرار پائیگا یوں ہی فتاوٰی قاضی خان میں ہے الخ۔ اور ہندیہ میں طلاق قبل دخول کی فصل میں ہے کہ اگر کہے تجھے طلاق ہے گواہ ہوجاؤ انشاء اللہ، تو استثناء صحیح نہ ہوگا اور ایک طلاق ہوگی، اور اگر گواہ ہوجاؤ

---

[1] درمختار | باب التعلیق | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۳۳

[2] فتاوٰی ہندیہ | الفصل الرابع فی الاستثناء | نورانی کتب خانہ پشاور | ۱/۴۶۰

Marfat.com

كذا فى العتابية[1] اھ ومثله فى هذا الباب المذكور من رد المحتار عن البحر من الظهيرية قال وحاصله ان انقطاع النفس وامساك الفم لايقطع الاتصال بين الطلاق وعدده وكذا النداء لانه لتعيين المخاطبة وكذا العطف فاشهدوا بالفاء لانها تعلق مابعدها بماقبلها فصار الكل كلاما واحدا[2]۔

کی بجائے پس گواہ ہوجاؤ کہا، تو تین طلاقیں ہوں گی، عتابیہ میں یونہی ہے اھ، اسی باب میں ردالمحتار نے بحر سے انھوں نے ظہیریہ سے نقل کیا اور کہا حاصل یہ ہے کہ سانس کا ٹوٹ جانا یا منہ بند ہوجانا طلاق اور اس کے عدد میں اتصال کو منقطع نہ کرے گا اور یُوں مخاطبہ کو معین معین کرنے کے لئے ندا بھی فاصل نہ بنے گی۔ اور اسی طرح فاشھدوا، فاء کے ساتھ عطف بھی فاصل نہ ہوگا کیونکہ مابعد کا ماقبل سے تعلق ہوتا ہے تو پورا کلام واحد ہوگا (ت)

تحقق شرط میں اتنے امر کالحاظ ضرور ہے کہ مہینہ بھر تک روٹی کپڑا نہ دینا اور شب کو مکان میں نہ رہنا بلاوجہ مقبول شرعی ہُوا ہو کہ شرط میں "بلاوجہ" کا لفظ مذکور ہے تو کسی وجہ قابل قبول شرع کے باعث اگر مہینہ بلکہ برس گزر گیا اور اُسے نہ کھانا کپڑا دیا نہ مکان میں رہا تو طلاق نہ ہوگی، یُوں ہی اگر دونوں شرط مذکور یعنی عدم انفاق وعدم شب باشی سے صرف ایک ثابت ہوئی مثلاً یہ تو ثابت ہُوا کہ بلاوجہ مہینہ بھر تک روٹی کپڑا نہ دیا مگر مہینہ بھر تک رات کو مکان میں بلاوجہ نہ رہنے کا ثبوت نہ ہوسکا یا بالعکس تو جب بھی طلاق ثابت نہ ہوگی کہ یہاں دونوں شرطوں کا ثبوت ثبوتِ طلاق کے لئے ضرور ہے۔

فى ردالمحتار ان لم يكرر اداة الشرط فلابد من وجود الشيئين قدم الجزاء عليها اواخره[3] بحر، ملخصًا۔

ردالمحتار میں ہے اگر حرفِ شرط مکرر نہ ہو تو دو چیزوں یعنی شرط وجزا کا پایا جانا ضروری ہے، جزاء کو شرط سے مقدم ذکر کیا ہو یا موخر ذکر کیا ہو، برابر ہے، بحر، ملخصًا۔ (ت)

اور یہیں سے ظاہر ہُوا کہ اس مقدمے میں بالاتفاق بارِ ثبوت عورت کے ذمّے ہے کہ مہینہ بھر تک نان ونفقہ نہ ملنے کے باب میں اگرچہ عورت محتاجِ گواہان نہیں بلکہ صرف اُس کا بیان حلفی کافی ہے،

وعند قيام الزوجية وكونها مستحقة زوجیت پائی جائے اور بیوی خاوند سے خرچہ وصول

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الرابع فی الطلاق قبل الدخول نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۳
[2] ردالمحتار باب طلاق غیر المدخول بہا داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۵۶
[3] ردالمحتار باب التعلیق داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۰۸

Marfat.com

لینفقه کما یشهد به کتابة الزوج لایکون الوجه المانع الاحداث فیکون الظاهر مع المرأة المنکرة حدوثه فان ادعاه الزوج فلیثبته۔

کرنے کی مستحق ہو جیسا کہ خاوند کی تحریر شاہد ہے تو پھر کسی حادثہ کے بغیر نفقہ سے کوئی مانع نہیں اور ظاہر حال عورت کے حق میں ہے جبکہ وہ ایسے حادثے کا انکار کرتی ہو پھر اگر خاوند اس حادثہ کا مدعی ہو تو خاوند پر حادثہ کو ثابت کرنا لازم ہوگا۔ (ت)

مگر صرف اسی قدر تو شرط طلاق نہ تھا بلکہ مہینہ بھر تک بلاوجہ ترک شب باشی بھی، اور اس کا ثبوت گواہانِ شرعی سے دینا بلاشبہہ عورت پر لازم ہے فقط اُس کا بیان اگرچہ حلفی ہو یہاں ہرگز معتبر نہیں،

لانها ترید بهذا اثبات الطلاق وهو ینکره، البینة علی النفی مسموعة فی الشروط فی الدر المختار (ان اختلفا فی وجود الشرط) ای ثبوته لیعم العدمی (فالقول له مع الیمین) لانکاره الطلاق ومفاده انه لو علق طلاقها بعدم وصول نفقتها ایاما فادعی الوصول وانکرت ان القول له وبه جزم فی القنیة، لکن صحح فی الخلاصة والبزازیة ان القول لها واقره فی البحر والنهر وهو یقتضی تخصیص المتون، لکن قال المصنف وجزم شیخنا فی فتواه بما تفیده المتون والشروح لانها الموضوعة لنقل المذهب کما لا یخفی، (الا اذا برهنت) فان البینة

کیونکہ بیوی اس سے اثباتِ طلاق کا ارادہ رکھتی ہے اور خاوند طلاق سے انکار کر رہا ہے جبکہ شرائط کے متعلق نفی پر بھی گواہی قابلِ سماعت ہے۔ درمختار میں ہے (اگر خاوند اور بیوی نے طلاق سے متعلق شرط کے پائے جانے میں اختلاف کیا) یعنی شرط کے ثبوت میں، تاکہ یہ عدمی شرط کو بھی شامل ہو سکے (تو خاوند کی بات کو اس سے قسم لے کر تسلیم کر لیا جائے گا) کیونکہ وہ طلاق سے انکاری ہے۔ اس مسئلہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر خاوند نے طلاق کو چند دن نفقہ نہ پہنچانے سے معلق کیا تھا تو اب اختلاف میں خاوند کا موقف یہ ہے کہ اس نے نفقہ پابندی سے پہنچایا ہے اور بیوی اس کا انکار کرتی ہے تو اس میں خاوند کی بات معتبر ہوگی، قنیہ میں اسی پر جزم کیا ہے لیکن خلاصہ اور بزازیہ میں بیوی کی بات معتبر قرار دینے کو صحیح قرار دیا ہے، اسی کو بحر اور نہر میں ثابت رکھا ہے، اور وہ متون کی تخصیص کا متقاضی ہے لیکن مصنف نے فرمایا کہ ہمارے شیخ نے اپنے فتاوٰی میں اس پر جزم کا اظہار فرمایا جس کو متون اور شروح نے بیان کیا ہے کیونکہ مذہب کی ترجمانی کے لئے یہی موضوع ہیں جیسا کہ مخفی نہیں ہے (الّا یہ کہ بیوی گواہ پیش

Marfat.com

تقبل علی الشرط وان کان نفیا[1] اھ ف ردالمحتار قولہ واقرہ فی البحر حیث قال فی فصل الامر بالید قبل القول لہ لانہ ینکرا لوقوع لکن لایثبت وصول النفقۃ الیہا والاصح ان القول قولہا فی ھذا وفی کل موضع یدعی ایفاء حق وھی تنکر اھ، ونقل الخیر الرملی ایضا تصحیحہ عن الفیض والفصول، قولہ وھو یقتضی تخصیص المتون ای تخصیصہا بکون القول لہ اذا لم یتضمن دعوی ایصال مال حملا للمطلق علی المقید[2] اھ باختصار، وفی غمز العیون صحح فی خلاصۃ الفتاوی و البزازیۃ عدم قبول قولہ فی کل موضع یدعی ایفاء حق مالی وھی تنکر فھذا یقتضی تخصیص المتون فاغتنم ھذا[3]۔

کرے) کیونکہ شرط کے متعلق گواہی قبول ہوتی ہے اگرچہ یہ شرط منفی ہو اھ، اس مقام پر ردالمحتار میں ہے کہ ماتن کا قول کہ اس (بیوی کی بات معتبر ہے) کو بحر میں ثابت رکھا یہ بات انھوں نے فصل امر بالید میں یوں کہی ہے کہ بعض نے کہا ہے کہ خاوند کی بات معتبر ہوگی کیونکہ وہ طلاق کے وقوع کا منکر ہے، مگر اس کے ساتھ وہ نفقہ بیوی تک پہنچنے کو ثابت نہیں کر رہا، لہذا اصح یہ ہے کہ اس مسئلہ میں بیوی کی بات معتبر ہوگی اور اسی طرح ہر ایسے مقام میں جہاں خاوند حق کو پورا کرنے کا مدعی ہو اور بیوی منکر ہو تو بیوی کی بات معتبر ہوگی اھ، خیرالدین رملی نے بھی فیض اور فصول سے اس کی تصحیح کو نقل کیا ہے، اور ماتن کا قول کہ یہ (بیوی کی بات کو معتبر قرار دینا) متون کی تخصیص کا متقاضی ہے یعنی متون کے اس قول کا کہ خاوند کی بات معتبر ہوگی بایں صورت کہ خاوند کا دعوٰی مالی حق کو پہنچانے پر مشتمل نہ ہو یعنی متون کی مطلق عبارت کو مقید بنانے سے تخصیص ہوگی اھ مختصراً۔ اور غمزالعیون میں ہے کہ خلاصۃ الفتاوی اور بزازیہ میں ہر ایسے مقام پر جہاں خاوند کے مالی حق کو پہنچانے کا دعوٰی ہو اور بیوی کا انکار ہو تو خاوند کی بات کے معتبر نہ ہونے کی تصحیح کی ہے، لہذا یہ بات متون کی تخصیص کا تقاضا کر رہی ہے، اس بحث کو غنیمت سمجھو۔ (ت)

وجوہ شرعیہ جو یہاں قابل قبول ہوں متعدد ہیں مگر اُن کے بیان سے دست کشی کی جاتی ہے کہ تعلیم نہ ہو اگر کوئی وجہ باعث ترک تھی تو علاء الدین خود بیان کردے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲: از کلکتہ ٹرین اسٹریٹ ۹۲ مسجد سمر مد خلیفہ مرسلہ عبدالرشید صاحب ۹ ذی الحجۃ المبارک ۱۳۲۰ھ

مرجع خاص وعام ملاذ علمائے کرام لازالت عتبتہم کہف الانام سلام مسنون برسم فدویان عقیدت کیش

---

[1] درمختار | باب التعلیق | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۳۱

[2] ردالمحتار | ؍؍ | دار احیاء التراث العربی بیروت | ۲/۵۰۲

[3] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر | کتاب الطلاق | ادارۃ القرآن کراچی | ۱/۲۵۶

Marfat.com

بجا آوردہ ، گزارش یہ ہے بنگالہ کے بعض دیار میں یہ دستور نو ایجاد ہے کہ جب نوشہ شامل برات دُلھن کے مکان پر جاتا ہے تو دُلھن کے اولیاء و اقرباء غیر مناسب شرائط سے کابین لکھوا کر نوشہ کو اوپر دستخط کرنے پر مجبور کرتے ہیں اور درصورت عدم دستخط لڑکی دینے سے انکار کرتے ہیں ، بیچارہ نوشہ بخوف ندامت وتضیع زیورات و اسباب شادی جبراً و قہراً اس پر دستخط کر دیتا ہے اور بعد دستخط کرنے کے باقاعدہ رجسٹری بھی کرا دیتا ہے حالانکہ پیشتر اس مجلس نکاح کے ان بیہودہ شرائط کا تذکرہ تک نہیں ہوتا ہے ۔ منجملہ اُن غیر مناسب شرائط کے ایک شرط یہ بھی ہوتی ہے کہ تاحین حیات منکوحہ ہذا اور کسی عورت سے ہرگز شادی و نکاح نہ کروں گا ۔ اگر کروں تو وہ دوسری عورت مطلقہ بطلاق ثلاثہ بائنہ ہوگی خواہ منکوحہ ہذا بروقت نکاح با زن دیگر میرے نکاح میں موجود ہو یا نہ ہو ۔ پس دریں صورت مسئولست کہ شرعاً ایسی بھی صورت ہے کہ ناکح مذکور کو اس منکوحہ کے حین حیات میں دوسری عورت سے نکاح کرنا جائز ہو جائے ۔ بینوا بحوالۃ الکتاب توجروا عند الوھاب جواب بحوالۂ کتب فقہیہ مع نقل عبارت مرحمت ہو ۔

الجواب

اگر کوئی فضولی بطور خود بے اُس کی توکیل کے اُس کا نکاح کسی عورت سے کر دے اور وہ شخص اجازت فعلی سے اسے جائز و نافذ کرے زبان سے کچھ لفظ نہ کہے تو اس صورت میں منکوحہ ثانیہ پر طلاق اصلاً نہ ہوگی اگرچہ منکوحہ اولی ہنوز خود اس کے نکاح میں موجود ہو اور فضولی یوں آپ نہ کرے تو اس قسم کے الفاظ اس کے سامنے کہے کہ کاش کوئی فلاں عورت سے میرا نکاح کر دیتا یا کیا اچھا ہو تا کہ کوئی دوست بطور خود میرا عقد اس سے کر دیتا ۔

وذلک لان ھذہ الالفاظ الامانی دون الانابۃ حتی یکون توکیلا ۔ یہ اس لئے کہ یہ الفاظ تمنائی ہیں یہ نیابت ثابت نہیں کرتے حتی کہ وکیل بنانا متصور ہو سکے ۔ (ت)

اور اجازت فعلی یہ کہ مثلاً عورت کو مہر جو مقرر ہوا ہے بھیج دے یا زبان سے نہ کہے کاغذ پر لکھ دے کہ میں نے اس نکاح کو نافذ کیا اور اگر فضولی خواہ کسی نے اس عقد فضولی کی اس کو مبارکباد دی اور اسے سن کر سکوت کیا جب بھی عقد صحیح اور نافذ ہو گیا اور طلاق نہ پڑے گی ، درمختار میں ہے :

زوجہ فضولی فاجاز بالقول حنث وبالفعل ومنہ الکتابۃ لایحنث بہ یفتی خانیۃ[1] کسی کا نکاح فضولی شخص نے کر دیا تو اس شخص نے زبانی جائز کہہ دیا تو قسم ٹوٹ جائیگی اور عملی کاروائی سے جس میں لکھنا بھی شامل ہے ، جائز کرے تو قسم نہ ٹوٹے گی ۔ خانیہ ۔ (ت)

---

[1] درمختار باب الیمین فی الضرب والقتل وغیر ذلک مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۱۴

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے:

فی حاوی الزاھدی لوھنأہ الناس بنکاح الفضولی فسکت فھذا اجازۃ[1]

زاہدی کی کتاب حاوی میں ہے کہ اگر کسی کو لوگوں نے فضولی نکاح پر مبارکباد دی، تو وہ خاموش رہا۔ تو یہ اجازت متصور ہوگی۔ (ت)

اشباہ میں ہے:

حلف لایتزوج فالحیلۃ ان یزوجہ فضولی ویجیزہ بالفعل[2]

اگر کسی نے شادی نہ کرنے کی قسم کھا رکھی ہو تو اس کے لئے شادی کرنے کا حیلہ یہ ہے کہ کوئی فضولی شخص اس کا نکاح کردے اور یہ شخص کسی فعل کے ذریعہ سے اس نکاح کو جائز کردے۔ (ت)

غمز میں ہے:

الاجازۃ بالفعل کبعث المھر وشیئ منہ والمراد الوصول الیھا ذکرہ الصدر الشھید رحمہ اللہ تعالٰی، وقیل سوق المھر یکفی مطلقا لان المجوزۃ الاجازۃ بالفعل وھو تحقق بالسوق[3]

عملاً (فعل کے ذریعے) نکاح جائز کرنے کی صورت یہ ہے کہ وہ شخص مہر یا اپنی طرف سے کوئی چیز بھیج دے یعنی منکوحہ کو۔ اس سے مراد یہ ہے کہ خاص اس تک پہنچا دے۔ یہ بات صدر شہید نے ذکر کی ہے بعض کا قول یہ ہے کہ بیوی کو دینے کی بجائے محض مہر روانہ کردینا ہی نکاح کی فعلی اجازت کو کافی ہے کیونکہ بالفعل اجازت کو جائز قرار دیا گیا ہے تو روانہ کردینا بھی فعل ہے۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

ینبغی ان یجیئ الی عالم ویقول لہ ما حلف واحتیاجہ الی نکاح الفضولی فیزوجہ العالم امرأۃ ویجیز بالفعل فلا یحنث وکذا اذا قال لجماعۃ لی حاجۃ الی نکاح الفضولی

مناسب یہ ہے کہ ایسا شخص کسی عالم کے پاس آکر اپنی قسم کے بارے میں بتائے اور فضولی شخص کے نکاح کردینے کی حاجت ظاہر کرے تو وہ عالم اس کا کسی عورت سے خود نکاح کردے، اور یہ اس نکاح کی اجازت اپنے کسی فعل سے دے تو

---

[1] ردالمحتار باب الیمین فی الضرب والقتل وغیر ذٰلک دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۳۷

[2] الاشباہ والنظائر الفن الخامس الحیل فی النکاح ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۲۹۵،۴۹۶

[3] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر مع الاشباہ الفن الخامس ″ ″ ″ ″ ۲/ ۲۹۵،۴۹۶

Marfat.com

فزوجه واحد منهم اما اذا قال لرجل اعقد لی عقد فضولی یکون توکیلاً[1] اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

قسم نہ ٹوٹے گی اور یہی حکم ہے اگر کسی جماعت کے سامنے وُہ کہے کہ مجھے فضولی شخص کے نکاح کی ضرورت ہے تو اس جماعت کا کوئی فرد اس کا نکاح کر دے، لیکن جب کسی کو اس نے یُوں کہہ دیا کہ تو فضولی بن کر میرا نکاح کر دے تو قسم ٹوٹ جائے گی کیونکہ اس صورت میں وکیل بنا رہا ہے لہذا وہ وکیل بنے گا فضولی نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳ از کلکتہ مولوی امداد علی لین مرسلہ مولوی محمد عبدالعزیز صاحب ۲۱ شوال ۱۳۱۴ھ

بذرورہ عرض خدام برتر مقام دام اقبالکم، پس از سلام سنّت خیر الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام، معروض اینکہ مسئلہ مالاینحل فی دیارنا پیشکش ملازمان می نمایم جواب شافیش عنایت فرمودہ رہین منت سازند جناب من بعضے اختلاف بدینگونہ می آورند کہ بر غیر مدخول بہا بعد از وقوع یک طلاق ثانی وثالث واقع نخواہد شد مگر ارادہ آنکس دریجا وقوع طلاق علی الانفراد نیست بلکہ باہم واقع کردن ست وسیاق کلام بنگالہ اش ہم ہمچنیں است احقر دریجا بعینہٖ ترجمہ بنگالہ نمود، زیادہ حدِ ادب۔

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی اندریں شخص درکابین نامہ زوجہ خود نوشتہ داد کہ من بلا اجازت تو واجازت ولی معتبر تو نکاحِ دیگر نخواہم کرد و اگر بکنم کل دین مہر تو ادا نمودہ از تو و از ولی تو اجازت گرفتہ خواہم کرد و ورنہ بر منکوحہائے دیگر یک طلاق دو طلاق سہ طلاق واقع خواہد شد پس آں شخص یکے را ہم از شرائط مذکور بعمل نیاوردہ زنے را بعقد نکاح خود آورد اینک زوجۂ ثانیہ اش

خدام کی عرض کو پُورا کرنے والے، برتر مقام والے، دام اقبالکم، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مسنون سلام کے بعد معروض یہ ہے کہ ہمارے علاقہ کا ایک لاینحل مسئلہ جناب کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اس کا شافی جواب عنایت فرمادیں تو ممنونِ احسان ہوں گے۔ جنابِ من! بعض نے یہ اختلاف کیا ہے کہ غیر مدخولہ عورت پر ایک طلاق کے بعد دوسری اور تیسری طلاق واقع نہ ہو گی جبکہ یہاں خاوند کا منشا تینوں طلاقوں کو علیحدہ علیحدہ دینا نہیں ہے بلکہ اکٹھی دینے کا ارادہ ہے، اور بنگالی زبان کا سیاق بھی یہی ہے۔ احقر یہاں بنگالی زبان کا ترجمہ بعینہٖ پیش کرتا ہے، زیادہ حدادب۔

اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے آپ کا کیا ارشاد ہے اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے نکاح نامہ میں بیوی کو لکھ دیا کہ میں تیری اور تیرے معتبر ولی کی اجازت کے بغیر دُوسرا نکاح نہ کروں گا، اگر کروں تو تیرا مکمل مہر ادا شدہ ہوگا اور تجھ سے اور تیرے ولی سے اجازت کے ساتھ ہوگا ورنہ میری دوسری منکوحہ پر ایک طلاق،

[1] بحرالرائق باب التعلیق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/۷

Marfat.com

مطلقہ بسہ طلاق خواہد شد یا نہ؟ بینوا توجروا۔

دوسری طلاق تیسری طلاق ہوگی۔ اس کے بعد اس شخص نے کوئی شرط پوری کئے بغیر دوسری عورت سے نکاح کر لیا تو اس کی دوسری بیوی کو تین طلاق ہوں گی یا نہیں؟ بینوا توجروا (ت)

الجواب

اصل اینست کہ معلق ہنگام وجود شرط فرود می آید گویا اینک بجز منجز تکلم کردہ است و زن نامدخولہ اگرچہ محلِ وقوع سہ طلاق بیکبار ہست ولہذا اگر اورا گوید بر تو سہ طلاق یا اگر بایں خانہ در آئی سہ طلاق باشی در صورت اولیٰ فوراً و در اخری ہنگام دخول خانہ سہ طلاق واقع شود بلکہ اگر سہ طلاق جداگانہ تعلیق کرد اما معطوفہ بغیر حرف "ثم" و شرط را مؤخر آورد مثلاً گفت تو طلاقی و طلاقی و طلاقی اگر چناں کنی نیز بحصول شرط سہ طلاق اُفتد زیرا کہ عطف بواو یا فا آنہا را موصول کردہ و تاخیر شرط اول سخن را بہ تعلیق تغیر دادہ است پس مجموع معلق شد و بوقوع شرط دفعۃً فرود آمد اما غیر مدخولہ وقوع بتفریق را صلاحیت ندارد ولہذا اگر گفت ترا یک طلاق و دو طلاق و سہ طلاق یا اگر اینکار کنی تو طلاقی و طلاقی و طلاقی بتقدیم شرط یا تو طلاقی طلاقی طلاقی اگر چناں کنی بتاخیر شرط و ترک عطف ہمیں یک طلاق بائن شود و باقی لغو رود زیرا کہ در صورت اولیٰ چوں ترا یک طلاق گفت ایں طلاق افتاد و زن از عصمت نکاح بیروں شد و عدت ہم نیست پس محلیت طلاق نماند و معطوفات باقیہ ہنگام انعدام محلیت برزماں آمد و بیکار رفت و در ثانیہ چوں شرط مقدم ست گویا ہنگام وقوع شرط

قاعدہ یہ ہے کہ کسی شرط کے ساتھ معلق طلاق، اس شرط کے پائے جانے پر وقوع پذیر ہوتی ہے گویا کہ اِس وقت اس نے طلاق کا تکلم غیر مشروط طور پر کیا ہے اور غیر مدخولہ عورت یکبار تین طلاقوں کے وقوع کا محل ہے لہٰذا اگر خاوند نے غیر مدخولہ بیوی کو کہا تجھے تین طلاق، یا کہا تو اگر اس گھر میں داخل ہوئی تو تجھے تین طلاق، تو پہلی صورت میں فوراً اور دوسری صورت میں اس کے گھر میں داخل ہونے پر تین طلاقیں ہو جائیں گی، بلکہ اگر متفرق طور پر تین طلاقیں کسی شرط سے معلق کر دے بشرطیکہ ان متفرق طلاقوں کو لفظ "واؤ" یا "فاء" کے ساتھ بطورِ عطف ذکر کرے نہ کہ لفظ "ثم" کے ساتھ، اور شرط کا ذکر اس کے بعد کرے، مثلاً یوں کہے تجھے طلاق و طلاق و طلاق اگر تو فلاں کام کرے، تو اس صورت میں بھی شرط پائے جانے پر تین طلاقیں ہوں گی، کیونکہ واؤ اور فاء کا عطف سب کو ملا دیتا ہے، اور جب اس کے بعد شرط ذکر کی تو اس شرط نے پہلی پوری کلام کو معلق کر دیا تو شرط کے پائے جانے پر اس سے معلق تینوں طلاقیں دفعۃً واقع ہو جائیں گی لیکن اس کے برخلاف اگر غیر مدخولہ کو تین طلاقیں غیر مشروط طور پر متفرق دے مثلاً یوں کہے تجھے ایک طلاق اور دوسری طلاق اور تیسری یا تینوں کو متفرق طور پر ذکر کرے مگر شرط کو ان سے پہلے ذکر کرے مثلاً یوں کہے اگر تُو نے فلاں کام کیا تو تجھے طلاق

Marfat.com

چناں گفت کہ تو طلاق وطلاق وطلاق و بدلیل ہمیں یک وقوع یافت و در ثالثہ مغیر کہ در آخر کلام یافتہ شد ہمیں طلاق ثالث را از تنجیز بہ تعلیق تغییر داد کہ ماسلف بجہت ترک عطف بادمربوط نبود، پس ہنگام تکلم بہ کلمۂ اولےٰ یک طلاق فی الحال واقع شد و محل تنجیز دوم و تعلیق سوم نماند چوں ایں مسائل حالی شد حکم مسئلہ مسئولہ رنگ وضوح یافت کہ بر منکوحۂ ثانیہ ہمیں یک طلاق واقع شود و بس، فی الھندیۃ ان علق الطلاق بالشرط ان کان الشرط مقدما فقال ان دخلت الدار فانت طالق وطالق وطالق وھی غیر مدخولۃ بانت بواحدۃ عند وجود الشرط فی قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ولغا الباقی، وان کان الشرط مؤخرا فقال انت طالق وطالق وطالق ان دخلت الدار او ذکرہ بالفاء فدخلت الدار بانت بثلث اجماعا سواء کانت مدخولۃ او غیر مدخولۃ، فان ذکرہ بغیر حرف العطف ان کان الشرط مقدما فقال

اور طلاق اور طلاق، یا مشروط تین طلاقیں ذکر کرے مگر طلاقوں کو بغیر عطف شرط سے پہلے ذکر کردیا ہو مثلاً یوں کہے تجھے طلاق طلاق طلاق اگر تو فلاں کام کرے، تو ان تینوں صورتوں میں متفرق شدہ طلاقوں میں سے ایک ہی طلاق ہوگی جو بائنہ ہوجائے گی اور باقی دو لغو ہوجائیں گی۔ کیونکہ ان میں سے پہلی صورت میں جب اس نے "تجھے ایک طلاق" کہا تو بیوی بغیر عدت نکاح سے خارج ہوجائے گی تو وہ اس کے بعد طلاق کا محل ہی نہ رہی تو باقی دو کے وقوع کے وقت بیوی طلاق کا محل نہ تھی لہذا وہ دونوں طلاقیں بیکار (لغو) ہوگئیں، اور دوسری صورت میں چونکہ شرط مقدم ہے اس لئے شرط کے وجود پر پہلی طلاق کے بعد باقی دو طلاقوں کا محل نہ رہی کیونکہ وہ پہلی طلاق کے ساتھ ہی بائنہ ہوگئی لہذا باقی دونوں لغو ہوگئیں، شرط کے پائے جانے پر۔ گویا یوں کہا تجھے طلاق وطلاق وطلاق، تو یہ پہلی صورت کی طرح ہوگئی، اور تیسری صورت میں اس لئے کہ تعلیق کا تعلق صرف آخری طلاق سے ہوا کیونکہ طلاقوں کے بعد اس نے شرط ذکر کی جس نے تیسری طلاق کو وقوع سے روک دیا، اور پہلی دونوں عطف نہ ہونے کی وجہ سے تیسری کے ساتھ مربوط نہ ہوسکیں، لہذا وہ دونوں ذکر کرتے ہی غیر مشروط واقع ہوگئیں تو جب پہلی واقع ہوئی تو وہ بائنہ ہوگئی تو اس کے بعد وہ دوسری غیر مشروط اور تیسری معلق اور مشروط کا محل نہ رہی لہذا دوسری اور تیسری لغو ہوگئیں، جب یہ مذکورہ مسائل معلوم ہوگئے

عہ یہاں مسودہ میں بیاض ہے۔

Marfat.com

ان دخلت الدار فانت طالق طالق
طالق وھی غیر مدخولة فالاول
معلق بالشرط والثانی یقع
للحال والثالث لغو، وان اخر
فالاول ینزل للحال ولغا الباقی کذا
فی السراج[1] اھ ملخصا، وفی الدر المختار
یقع بانت طالق واحدة وواحدة
ان دخلت الدار ثنتان لو دخلت
لتعلقهما بالشرط دفعة وتقع
واحدة ان قدم الشرط لان
المعلق کالمنجز[2] اھ فی رد المحتار
قوله لتعلقهما بالشرط دفعة لان الشرط
مغیر للایقاع فاذا اتصل المغیر
توقف صدر الکلام علیه فیتعلق
به کل من الطلقتین معا
فیقعان عند وجود الشرط
کذلك بخلاف ما لو قدم الشرط
فلا یتوقف لعدم المغیر، قوله
لان المعلق کالمنجز ای یصیر
عند وجود شرطه کالمنجز ولو نجزه
حقیقة لم تقع الثانیة بخلاف
ما اذا اخر الشرط لوجود المغیر

تو مسئلہ مسئولہ واضح ہوگیا کہ دوسری منکوحہ کو یہ ایک
ہی طلاق ہوگی اور بس۔ ہندیہ میں ہے اگر کسی نے طلاق
کو مشروط کیا اور شرط کو پہلے ذکر کیا مثلاً یُوں کہا اگر
تُو گھر میں داخل ہُوئی تو تجھے طلاق اور طلاق اور طلاق
جبکہ عورت غیر مدخولہ ہو تو شرط پائے جانے پر وُہ پہلی
طلاق سے بائنہ ہوجائے گی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ
تعالٰی کے مسلک پر اور باقی دو لغو ہوجائیں گی، اور
اگر شرط مؤخر ذکر کی ہو مثلاً یُوں کہا تجھے طلاق اور طلاق
اور طلاق اگر تُو گھر میں داخل ہُوئی، یا فاء کے ساتھ
عطف کیا، تو عورت جب گھر میں داخل ہوگی تو تین طلاقوں
سے بائن ہوجائے گی خواہ عورت مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ،
یہ مسئلہ بالاجماع ہے، اور اگر طلاقوں کا ذکر عطف
کے بغیر ہو تو اگر شرط مقدم ہو مثلاً یُوں کہے اگر تُو گھر
میں داخل ہُوئی تو تجھے طلاق طلاق طلاق۔ جب بیوی
غیر مدخولہ ہو تو پہلی طلاق شرط سے معلق ہوگی دوسری
فی الحال واقع ہوجائے گی جو بائنہ ہوگی اور تیسری
لغو ہوجائے گی، اور اگر شرط کو مؤخر ذکر کیا تو پہلی
طلاق فوراً واقع ہوگی اور باقی دونوں لغو ہوں گی، سراج
میں ایسے ہی مذکور ہے اھ ملخصاً۔ درمختار میں ہے اگر
کسی نے یُوں کہا تجھے ایک طلاق اور ایک (عطف کے
ساتھ) اگر تُو گھر میں داخل ہو، تو دونوں طلاقیں واقع
ہوں گی کیونکہ دونوں ایک شرط سے مشروط ہیں لہذا

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الرابع فی الطلاق قبل الدخول نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۴

[2] درمختار باب طلاق غیر المدخول بہا مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۳

Marfat.com

زیلعی، وفی العطف بثم ان اخرہ تنجزت واحدۃ ولغا ما بعدھا وان قدم لغا الثالث وتنجز الثانی وتعلق الاول فیقع عند الشرط بعد التزوج الثانی اھ مختصرا۔ وفی البحرالرائق لوقال لامرأۃ یوم اتزوجك فانت طالق وطالق وطالق فتزوجھا وقعت واحدۃ وبطلت الثنتان ولوقال انت طالق وطالق وطالق یوم اتزوجك وقعت الثلاث کذا فی الحاوی القدسی وکذا لوقال ان تزوجتك کمافی المحیط[۲] اھ۔ تمام تفاصیل ایں مسئلہ کہ بلحاظ آنکہ عطف بواؤ و فاء باشد یا ثم یا بہیچ و بہر تقدیر منجز باشد یا معلق بشرط مقدم یا مؤخر و بہر وجہ زن مدخولہ باشد یا غیر آں بہیجدہ صورت میرسد وبلحاظ تفصیلات اخر صور دیگر صورت بندد از بزازیہ وفتح القدیر وبحرالرائق و ہندیہ تواں جست۔ واللہ تعالٰی اعلم

شرط پائے جانے پر دونوں دفعۃً واقع ہوجائیں گی۔ اور اگر شرط کو مقدم ذکر کیا تو ایک طلاق واقع ہوگی کیونکہ یہاں مشروط، غیر مشروط کی طرح ہے اھ۔ ردالمحتار میں اس پر فرمایا کہ ماتن کا قول کہ "(پہلی صورت میں) دونوں معلق بشرط واحد ہیں" کیونکہ شرط کے ذکر نے دونوں کو غیر مشروط سے مشروط بنادیا اس لئے کہ اس تبدیلی والی شرط کی وجہ سے پہلا کلام اس پر موقوف ہوگیا۔ لہذا دونوں طلاقوں کا معًا اس شرط سے تعلق ہوگیا لہذا شرط پائے جانے پر دونوں اس طرح معًا واقع ہوجائیں گی، اس کے برخلاف اگر شرط کو مقدم ذکر کیا ہو تو دونوں اس پر موقوف نہ ہوں گی بلکہ صرف پہلی معلق ہوگی اور دوسری غیر مشروط رہے گی جو فی الحال فورًا واقع ہوجائیں گی۔ اور اس کا قول "(دوسری صورت میں) کہ مشروط، غیر مشروط کی طرح ہوگی" یعنی معلق بالشرط وہ شرط کے پائے جانے پر غیر مشروط کی طرح ہوگی اور حقیقۃً غیر مشروط ہو تو پھر دوسری واقع نہ ہوگی کیونکہ وہ پہلی سے ہی بائنہ ہوجائے گی، اس کے برخلاف جب شرط کو مؤخر ذکر کرے کیونکہ وہاں دونوں طلاقیں بعد والی شرط سے مشروط ہوجانے کی وجہ سے معلق ہوجائیں گی، زیلعی۔ اور اگر لفظ "ثم" سے عطف کیا ہو اور شرط کو مؤخر کیا ہو تو پہلی واقع ہوجائیگی اور بعد والی دونوں لغو ہوجائیں گی۔ اور شرط کو مقدم کیا تو تیسری لغو اور دوسری فورًا واقع۔ اور پہلی شرط سے معلق ہوکر شرط پائے جانے پر واقع ہوگی جب وہ دوسرے خاوند کے بعد دوبارہ اس سے نکاح کرے گا، اھ مختصرًا۔ اور بحرالرائق میں ہے اگر کسی نے ایک عورت کو کہا جس دن میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق اور طلاق اور طلاق، اس کے بعد اس سے نکاح کیا تو ایک طلاق واقع ہوگی اور دو باقی لغو و باطل جائیں گی، اور

---

[۱] ردالمحتار	باب طلاق غیرالمدخول بہا	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/ ۴۵۷
[۲] بحرالرائق	فصل فی الطلاق غیرالمدخول بہا	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۳/ ۲۹۷

Marfat.com

اگر یُوں کہا کہ تجھے طلاق اور طلاق اور طلاق ہے جس دن میں تجھ سے نکاح کروں، تو شرط کو بعد میں ذکر کرنے کی وجہ سے تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی، حاوی قدسی میں یُوں ذکر ہے۔ اور یہی حکم ہے جب کہے اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو طلاق اور طلاق اور طلاق، کہ شرط کو مؤخر اور مقدم کرنے پر فرق ہوگا جیسا کہ محیط میں ہے اھ اس مسئلہ کی واؤ اور فاء یا ثم یا کسی اور عطف اور پھر ہر صورت میں بالشرط یا بغیر شرط اور پھر شرط کو مقدم یا مؤخر ذکر کرنے اور پھر ہر صورت میں بیوی کے مدخولہ اور غیر مدخولہ ہونے کے لحاظ سے کل اٹھارہ ۱۸ صورتیں بنتی ہیں اور دیگر تفصیلات کے اعتبار سے مزید صورتیں بن سکتی ہیں، یہ بزازیہ، فتح القدیر، بحرالرائق اور ہندیہ سے تلاش کی جاسکتی ہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴ غلام گیلانی صاحب پنجابی از ضلع پترہ ڈاکخانہ پٹن موضع چنبک نگر معرفت تارو چودھری
اوائل صفر ۱۳۲۶ھ

زوج نے قبل عقد نکاح کے کابین نامہ میں عورت کو یہ شرط لکھ دی کہ میں اگر آپ سے ایک برس کی مدّت تک جُدا رہوں یا کسی صورت سے آپ کا خبر گیر نہ ہوں تو اگر آپ کی مرضی ہو تو ہم کو شوہر سے چھوڑ کر طلاق دے سکتی ہو، انتہی۔ کابین میں بنگلہ زبان میں ایسی عبارت مہمل لکھی ہے جس کا ترجمہ بعینہا یہی ہوتا ہے۔ آیا یہ معنی ظاہری اس کا ترک کرکے عرفی موافق غرض زوجہ کے اس صورت سے لے سکتے ہیں (تم مجھ کو اپنی شوہری اور زوجیت سے نکال کر طلاق دے سکتے ہو) مگر یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کس کو طلاق دے سکتے ہو۔ اضافتِ طلاق زوجہ کی طرف نہیں ہے، بنگلہ زبان میں زوج نے قصدًا ایسی عبارت لکھی ہے کہ جس کا ترجمہ ایسا کچھ بنتا ہے جیسا کہ انا منك طالق (میں تجھ سے طلاق والا ہُوں۔ ت) اور اب زوجہ وقوع شرط کی مدعیہ ہے اور زوج منکر ہے، وُہ کہتا ہے کہ میں مدت کے اندر چند بار آیا مگر مجھ کو زوجہ کے اقارب نے زوجہ کے پاس جانے، ملاقات، بات چیت کرنے سے روک دیا اور مکان میں داخل ہونے نہیں دیا، دونوں اپنے دعوے پر بیّنہ رکھتے ہیں، مگر زوج کسی مولوی کو حکم نہیں بناتا اور نہ کسی کے پاس آتا ہے، تین برس گزار دیا ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ زوج بھی اپنے الفاظ سے عرفی معنی موافق مدعائے عورت لے کر انکار وقوع شروط کا کرتا ہے ورنہ زوجہ کے دفعہ میں اس کو اسی قدر بس ہے کہ کہہ دے کہ میری عبارت سے یہ نہیں نکلتا کہ عورت کو بعد وقوع شرط کے اختیار طلاق کا ہے۔ اب فقیر پُرتقصیر عرض کرتا ہے کہ حضور والا ارشاد فرمائیں کہ اس عبارت سے کیا مطلب لیا جائے اور عورت کا بیّنہ معتبر ہوگا یا کیا؟ کتنی طلاق دے سکتی ہے یا نہیں

Marfat.com

دے سکتی ؟

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں عورت کو کسی طرح اپنے نفس کو طلاق دینے کا اختیار نہیں، الفاظ شرط کابین نامہ اگر اسی قدر ہیں جو سوال میں مذکور ہوئے اور اضافت الی النکاح کا اس میں کہیں ذکر نہیں کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں یا جب میں تجھے اپنی زوجیت میں لاؤں اُس کے بعد اگر ایسا واقع ہو تو تجھے اختیار طلاق ہے جب تو شرط کابین نامہ محض فضول و باطل ہے کہ اس کی تحریر قبل نکاح ہوئی اور نکاح کی طرف اُس میں اضافت نہیں تو نہ ملک پائی گئی نہ اضافتِ ملک، اور ایسی تعلیق محض باطل ہے۔ درمختار میں ہے :

شرطه الملك كقوله لمنكوحته ان ذهبت فانت طالق او الاضافة اليه كان نكحت امرأة وان نكحتك فانت طالق فلغا قوله لاجنبية ان زرت زيدا فانت طالق فنكحها فزارت لم تطلق لعدم الملك والاضافة اليه[1] انتهى مختصرًا۔

اس کی شرطیہ ہے کہ ملکیت یا ملکیت کی طرف اضافت پائی جائے، ملکیت مثلاً منکوحہ بیوی کو کہے اگر تُو گئی تو تجھے طلاق، ملکیت کی طرف اضافت مثلاً کہے کہ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں یا کسی اجنبی عورت کو یُوں کہے اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق، تو محض اجنبی عورت کو اس کا یہ کہنا اگر تونے زید کو دیکھا تو تجھے طلاق، لغو ہوگا، لہذا اگر اس کے بعد وُہ اس عورت سے نکاح کرلے اور وُہ عورت زید کی زیارت کو چلی جائے تو بھی طلاق نہ ہوگی، کیونکہ یہاں نہ ملکیت ہے اور نہ ہی ملکیت کی طرف طلاق کی اضافت ہے اھ (ت)

اور اگر کابین نامہ میں اضافت الی النکاح ہے تو یہ تعلیق وتفویض صحیح ہوگئی اور اس کا مفاد مثل انا منك طالق کے نہیں کہ لفظ "ہم کو" لفظ "چھوڑ کر" سے متعلق ہے نہ کہ لفظ طلاق سے، اور اس طلاق کی اضافت کلامِ زوج میں عورت کی طرف نہ ہونا کچھ منافیِ صحتِ تفویض نہیں کہ تفویض میں زن وشوہر دونوں میں سے ایک کے کلام میں اضافت کافی ہے۔ درمختار میں ہے :

وذكر النفس او الاختيارة فی كلام احد منهما شرط صحة الوقوع بالاجماع، ويشترط ذكرها

نفس یا لفظ اختیار کا ذکر کرنا خاوند اور بیوی دونوں میں سے کسی ایک کے کلام میں وقوع طلاق کے لئے شرط ہے بالاجماع، اور اس کا متصل ہونا شرط

---

[1] درمختار | باب التعلیق | مطبع مجتبائی دہلی | ۲۳۰/۱

Marfat.com

متصلا فان کان منفصلا فان فی المجلس صح والا لا فلو قال اختاری اختیارۃ او طلقۃ وقع لو قالت اخترت فان ذکر الاختیار کذکر النفس وکذا ذکر التطلیقۃ والشرط ذکر ذٰلک فی کلام احدھما فلم یختص بکلام الزوج کما ظن[1] انتھی مختصرا۔

ہے اگر منفصل ذکر کیا جائے تو اگر اسی مجلس میں ہو تو صحیح ہے ورنہ نہیں، لہذا اگر خاوند نے بیوی کو کہا اختاری اختیارۃ یا اختاری طلقۃ، اگر بیوی نے جواب میں کہا اخترت (میں نے اختیار کرلیا) تو طلاق واقع ہوجائیگی کیونکہ "اختیارۃ" کا ذکر ایسا ہی ہے جیسے نفس کو ذکر کردیا جائے اور طلقۃ کا ذکر بھی ایسا ہی ہے اور نفس یا قائم مقام نفس کا خاوند بیوی میں سے کسی ایک کے کلام میں ذکر ہونا شرط ہے نہ کہ خاوند کا کلام اس کے لئے مخصوص ہے، جیسا کہ بعض کا گمان ہے اھ مختصراً (ت)

مگر تفویض طلاق کہ معلق بالشرط ہو، بعد وقوع شرط اُسی مجلس پر محدود رہتی ہے جس میں عورت کو وقوعِ شرط کا علم ہُوا مجلس بدلنے کے بعد اُسے طلاق لینے کا اختیار نہیں رہتا۔ درمختار میں ہے،

التعلیق بالمشیۃ او الارادۃ او الرضاء او الھوٰی او المحبۃ یکون تملیکا فیہ معنی التعلیق فتقید بالمجلس[2]۔

طلاق کو عورت کی مشیّت، ارادہ، رضا، خواہش یا محبت پر معلق کرنا بیوی کو تعلیق کے طور پر طلاق کا مالک بنانا ہے تو یہ تملیک مقید بمجلس ہوگی (یعنی بیوی کو طلاق کا اختیار اسی مجلس تک محدود رہیگا۔ (ت)

یہاں کہ عورت مدعیہ وقوع شرط ہے اور اس نے اب تک اپنے کو طلاق نہ دی مجلس اوّل ختم ہوتے ہی اُسے اختیارِ طلاق نہ رہا، بہرحال صورتِ مسئولہ میں عورت کا دعوٰی اصلاً قابلِ سماعت نہیں، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵

۱۳ جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ کو بریلی سے رام پور بھیج دیا کہ بوجہ رنج ہوجانے کے باہم زید و ماموں زوجۂ زید کے اور ایک رقعہ بھی لکھ دیا کہ میں اپنی بیوی کو بخوشی معہ زیور کے بوجہ رنجش کے رامپور کو رخصت کرتا ہُوں اور آئندہ مجھ کو کوئی تعلق نہ ہوگا اور دو روپیہ ماہوار لڑکی کے دُودھ پلائی کے مقرر کرتا ہُوں، لوگوں نے زید سے دریافت کیا کہ کیا طلاق دیتے ہو؟ زید نے طلاق سے انکار کرکے یہ کہا جس وقت میری حالتِ غصہ درست ہوجائے تو پھر بلواؤں گا، بعد ایک ہفتہ کے جبکہ زوجۂ زید رام پور

---

[1] درمختار | باب تفویض الطلاق | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۲۷
[2] درمختار | فصل فی المشیۃ | " " " | ۱/۲۳۰

Marfat.com

چلی گئی، زید نے ایک خط بنام مولوی لطف اللہ صاحب کے لکھا کہ باہم میرے اور میری زوجہ کے ماموں میں رنج ہوگیا ہے آپ صفائی کرادیں اور ان سے کہہ دیجئے کہ یکم تاریخ تک روانہ بریلی کردیں اور اگر نہ روانہ کریں گے تو یہ ایک طلاق دیتا ہُوں ایسے درمیان میں جو زید نے واسطے آنے میعاد اپنی زوجہ کے مقرر کی تھی رامپور میں بحضور اپنی زوجہ کے رجوع کرلیا لیکن زوجہ زید رامپور سے بریلی کو اُس میعاد مقررہ کے اندر نہیں آئی ایسی صورت میں طلاق واقع ہُوئی یا نہیں، اگر ہُوئی تو کس قسم کی رجعی یا بائن، بعد ایک ماہ کے زید رامپور گیا، زوجہ کے ماموں نے یہ کہا کہ طلاق ہوگئی ہے میں رخصت ابھی نہ کروں گا، اُس پر زید نے جواب دیا کہ آج ہی اس معاملہ کا فیصلہ نہ ہوگا تو تینوں طلاق پُوری کروں گا' یہ کہہ کر چلا آیا، طلاق واقع ہُوئی یا نہیں، ہُوئی تو کس قسم کی واقع ہُوئی رجعی یا بائن؟ بعض علماء کا بیان ہے کہ یہ طلاق بوجہ معلق ہونے کے بائن ہوگئی، یہ قول کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں ایک طلاق رجعی واقع ہُوئی، زید کا کہنا کہ تینوں طلاق پُوری کردوں گا محض وعدہ ہے اور وعدہ سے طلاق نہیں ہوتی، اور زید کا میعاد وقوع طلاق یعنی یکم آنے سے پہلے جاکر رجوع کرنا محض بے اثر ہے فان الرجوع لایتقدم الوقوع (کیونکہ رجوع، طلاق کے وقوع سے پہلے نہیں ہوسکتا۔ ت) تو نہ رہا مگر زید کا وُہ قول کہ یکم تک نہ روانہ کرینگے تو یہ ایک طلاق دیتا ہُوں، یہ طلاق اُس شرط پر معلق تھی یکم گزر گئی اور عورت کو روانہ نہ کیا، شرط متحقق ہُوئی طلاق پڑ گئی، اور یہ طلاق یقیناً رجعی ہے، تعلیق کے سبب بائن ہوجانا باطل قطعی کما قدمنا تحقیقہ (جیسا کہ اس کی تحقیق گزر گئی۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶: از بنگالہ نواکھالی محلہ رامپور فضل الرحمان صاحب ۶ شوال ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بی بی کو اس شرط کے ساتھ کابین نامہ لکھ دیا کہ اگر تمھارے سوا کوئی دُوسری بی بی کروں تو وُہ ایک دو تین طلاق ہے، بعد اس کے زید نے اپنی منکوحہ سے اجازت لے کر دوسری شادی کرلی مگر کابین میں اجازت وغیرہ کا ذکر مطلقاً نہیں آیا۔ صورت مذکورہ میں وُہ اجازت عندالشرع معتبر ہوگی یا نہیں، اور شرعاً ایسی شرط کرنا درست ہے یا نہیں؟ اگر کرلے تو کیا حکم؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صُورتِ مستفسرہ میں نکاح ہوتے ہی زوجۂ ثانیہ پر معًا ایک طلاق بائن ہوگی وُہ نکاح سے نکل گئی مگر حلالہ کی حاجت نہیں، اگر زید چاہے تو اس سے دوبارہ نکاح کرلے خواہ اور عورت سے نکاح کرے، اب زوجہ کو طلاق نہ ہوگی اگرچہ زوجۂ اولیٰ اجازت بھی نہ دے۔

Marfat.com

اما وقوع الطلاق فلتحقق الشرط والاجازة لا تمنعه واما الواحدة والبینونة فلوقوعه قبل الدخول وتفریقه فی الایقاع حیث لم یقل تین بل ایک دوتین اما عدم الوقوع اذا نکح اخری او ھذہ مرۃ اخری فلا نحلال الیمین لعدم کلما ومایقوم مقامہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

طلاق کا وقوع اس لئے ہے کہ شرط پائی گئی، اور اجازت اس کے لئے مانع نہیں ہے۔ لیکن ایک اور بائنہ طلاق اس لئے کہ یہ طلاق قبل دخول اور تینوں کے جداجدا واقع ہونے سے پہلی واقع ہُوئی اس لئے کہ خاوند نے تین کا لفظ نہیں کہا بلکہ ایک، دو، تین کہا، اور دوسری عورت سے یا اسی بیوی سے دوبارہ نکاح سے مزید طلاق نہ ہوگی اس لئے کہ اس نے "کلما" یا اس کا ہم معنٰی لفظ نہیں کہا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷ از بمبئی پیرولین پوسٹ عمرکھاڑی مرسلہ منشی محمد صدیق قدیسہ جنتری ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے محکمۂ قضا میں حاضر ہوکر اقرار کیا کہ آج سے آیندہ میں اگر شراب پیوں یا فتنہ وفساد کروں اور وہ پانچ اشخاص (جن کے نام اقرار نامہ میں بطور نگرانی درج ہیں، میری بدچلنی کا ثبوت پہنچادیں تو میری زوجہ مسماۃ ہندہ میرے نکاح سے باہر ہے اور میری مطلقہ ہے پس بعد عہد واقرار مذکور کے پانچ یا سات نفر معتبر نے جو تحریر اقرار نامہ کے وقت موجود تھے زید کو برسرِ راہ حالتِ نشہ میں پایا اور زید کے والد کو نیز مرقومہ بالا پانچ اشخاص معینہ میں سے ایک شخص کو اُسی وقت حالتِ نشہ کی خبر دی مگر زید کے والد اور شخص مذکور نے بخوف یا بپاسِ خاطر زید توجہ نہ کی اور اس واقعہ کے چندروز بعد زید نے اپنے والد کے ساتھ حالتِ نشہ میں فساد کیا اور گرفتار ہوکر محکمہ میں اسی بناء یعنی شراب خوری وفساد ریزی پر جُرمانہ دیا بعد ازاں اہلِ جماعت جمع ہوئے جن میں مذکور الصدر پانچ اشخاص بھی بصورت منصف موجود تھے اور زید کو تقصیروار گردانا مگر مقدمۂ مذکورۂ بالا میں زید کی ظاہری بدچلنی جو وقوع میں آئی اُس کو زبانی بیان کرنے میں بپاسِ رکھتے ہیں، پس ان تمام صورتوں میں زید کی زوجہ پر طلاق واقع ہُوئی یا نہیں؟ اگر طلاق واقع ہُوئی تو عدت کس روز سے شمار ہوگی؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

قولِ زید کا حاصل یہ ہے کہ اگر اس سے شراب خوری یا فتنہ وفساد کا صدور ہو اور ان دونوں میں سے جو کچھ ہو اس کے ساتھ ایک اور امر ضرور ہو وہ یہ پانچ اشخاص مذکورین اس کی بدچلنی کا ثبوت پہنچائیں، ان باتوں کے جمع ہونے پر اس کی عورت اس کے نکاح سے باہر اور اس کی مطلقہ ہے،

عہ یہاں مسودہ میں بیاض ہے۔

Marfat.com

وذلک لانہ عطف الثانی علی الاول باو ثم الثالث بالواؤ فکان الشرط وقوع احد الامرین الاولین مع الثالث۔

یہ اس لئے کہ دوسری بات کو پہلی پر لفظ اَو (یا) سے اور پھر تیسری کا دوسری پر "و" سے عطف کیا لہذا تیسری بات کا وقوع پہلی دونوں میں سے ایک کے وقوع سے مشروط ہوگا۔ (ت)

امام فخر الاسلام بزدوی قدس سرہٗ اصول میں فرماتے ہیں:

ولہذا قلنا فیمن قال ھذا حراوھذا وھذا ان الثالث یعتق ویخیر بین الاولین لان صدر الکلام تناول احدھما عملا بکلمۃ التخییر والواؤ توجب الشرکۃ فیما سبق لہ الکلام فیصیر عطفا علی المعتق من الاولین کقولہ احدکما حر وھذا۔[1]

اسی بناء پر ہم نے کہا کہ اگر مالک نے کہا "یہ آزاد یا یہ اور یہ ہے" تو تیسرا لازمی طور پر آزاد ہو جائیگا اور پہلے دونوں میں سے کسی ایک کو آزادی کیلئے متعین کرنے کا اختیار مالک کو ہوگا، کیونکہ اس کے کلام کا ابتدائی حصہ پہلے دونوں میں سے ایک کو شامل ہے لفظ "او" کے عمل کی وجہ سے اور بعد میں واؤ کا عطف پہلے دونوں میں مصداق کی شراکت کو چاہتا ہے لہذا پہلے دونوں میں سے جو آزاد ہوگا اس پر عطف ہوگا، یہ یوں ہوا جیسے کسی نے پہلے دونوں کو کہا ہو تم دونوں میں سے ایک اور یہ آزاد ہے (ت)

ہماری زبان میں کسی شیئ کا ثبوت پہنچانا، اور کوئی شیئ ثبوت کو پہنچانا' ان دونوں میں فرق ہے لفظ اول میں ثبوت[علہ] ہوتا ہے یعنی شہادت زبانی یا حجت تحریری اور اس کا پہنچانا[عہ۲] مہیا کرنا ادا کرنا، پیش کرنا، اور لفظ ثبوت اپنے معنی پر ہے اور ثبوت کو پہنچانا ثابت و مدلل کرنا اس کے ثبوت کا حکم دینا، پہلے لفظ کا تعلق شاہد و ساعی ثبوت سے ہے اور دوسرے کا حاکم و قاضی، ثبوت سے بھی غالب مراد ظاہر مفاد یہی ہے، اگر وہاں بھی عرف اسی طرح ہے، تو وہ اشخاص جب کہ بخوف و ہراس یا بہ لحاظ و پاس اس کی بدچلنی زبان پر لانے سے بھی احتراز کرتے ہیں تو بدچلنی کا ثبوت پہنچانا اُن سے واقع نہ ہوا اور وہ بھی جزاء شرط تھا تو شرط کامل متحقق نہ ہوئی تو طلاق اصلاً نہ ہوئی،

لان ما علق علی وجود شیئین لاینزل الا بعد وجودھما جمیعا۔

کیونکہ جس چیز کو دو چیزوں کے وجود پر معلق کیا ہو تو وہ مشروط دونوں شرطوں کے اکٹھے پائے جانے پر متحقق ہوگا۔ (ت)

[علہ] اصل میں یہاں بیاض ہے۔

[عہ۲] اصل میں یہاں کرم خوردہ ہے۔

---

[1] اصول امام فخر الدین بزدوی باب حروف المعانی نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۰۳

Marfat.com

اور اگر وہاں کے عرف و محاورہ میں یہ فرق نہیں کسی شئ کے ثابت قرار دینے کو بھی اُس شئ کا ثبوت پہنچانا کہتے ہیں تو جبکہ پانچ اشخاص مذکورین نے اس کی بدچلنی کا ثبوت مانا اور اس بنا پر اُسے تقصیروار ٹھہرایا ہو اور واقع میں اُس سے بعد معاہدہ شراب خوری یا فتنہ و فساد کا صدور بھی ہوا ہو تو ہندہ پر طلاق ہوگئی لاجتماع کل اجزاء الشرطین فینزل الجزاء (کیونکہ دونوں شرطوں کے اجزاء پائے جانے کی وجہ سے مکمل جزاء پائی جائے گی۔ ت) اور عدت اسی وقت سے لی جائیگی جس وقت ان پانچ اشخاص نے اس کی بدچلنی کے ثبوت کا حکم دیا لان الوقوع بالمجموع وانما العدۃ من حین الوقوع (کیونکہ طلاق کا وقوع دونوں کے مجموعہ پر ہُوا، اور عدّت بلاشبہہ وقوع طلاق کے وقت سے شمار ہوگی۔ ت) مجرد تقصیروار ٹھہرانا اگر بدچلنی ثابت مان کر نہ ہو وقوع طلاق کے لئے کافی نہ ہوگا،

لان الشرط هذا لا ذاك واثبات التقصير مطلقا لایستلزم اثبات الدعارۃ۔ کیونکہ یہ شرط ہے، وُہ نہیں ہے کیونکہ تقصیر کا اثبات مطلق طور پر بدچلنی کے اثبات کو مستلزم نہیں ہے (ت)

یُونہی اگر فی الواقع اس سے شراب خوری و فتنہ پردازی بعد معاہدہ صادر نہ ہُوئی اور ثبوت غلط طور پر بہم پہنچایا گیا جس سے اشخاص مذکورین نے حکم ثبوت دیا تو عنداللہ اس صورت میں بھی ہندہ پر طلاق نہ ہوگی لعدم تحقق الجزء الاول (پہلی جزء کے نہ پائے جانے کی وجہ سے۔ ت) اگرچہ محکمۂ قضاء میں ثبوت شرعی کے باعث قضاۃ حکم طلاق دیں اور جبکہ ثبوت شرعی گزر گیا اور اشخاص مذکورین نے حکم ثبوت دیا ہو اور محاورہ کا وُہ فرق کہ اُوپر مذکور ہُوا وہاں کے عرف میں نہ ہو تو عورت پر بھی لازم ہے کہ اپنے آپ کو مطلقہ جانے لان المرأۃ کالقاضی کما فی الفتح وردالمحتار وغیرہ[1] (کیونکہ اس معاملہ میں عورت یعنی بیوی قاضی کا حکم رکھتی ہے، جیسا کہ فتح اور ردالمحتار وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ سُبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۸ از بریلی مرسلہ مولوی بشیرالدین صاحب وکیل ۱۱ جمادی الاولٰی ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اقرار نامہ مصدقہ رجسٹری میں معاہدہ حسب ذیل اپنی منکوحہ بی بی سے کیا وُہ معاہدہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اُس معاہدہ کا نفاذ ہو سکتا ہے یا نہیں جو کہ مسماۃ مشتری جان طوائف دختر باداللہ زوجہ منکوحہ مقر کی ہے مسماۃ مذکور مقر سے خواستگار اجازت مسماۃ مذکور نے کی ہے لہذا بصحت نفس وثبات عقل بخوشی خاطر اپنے بلا کسی جبر و دباؤ کے اچھی طرح سمجھ کر مسماۃ مشتری جان مذکور کو اجازت دیتا ہوں کہ پیشہ ناچنے وگانے کا جس طور سے سابق دستور کرتی چلی آئی ہے

---

[1] ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۶۸

Marfat.com

بدستور جاری وقائم رکھے اور بغرض مدد کرنے ناچ وگانے کے خواہ بداؤں سکونت رکھے یا دیگر جگہ قیام کرے میں کسی وقت اور کسی حالت میں مانع اور مزاحم یا حارج نہیں ہوں گا اگر میرے فعل یا ترک فعل سے کسی وقت میں مسماۃ مذکورہ کا نقصان یا حرج واقع ہو تو ایسی حالت میں نکاح فسخ ہو جائے گا اور مسماۃ کو ہر قسم کی آزادی حاصل ہوگی لہذا یہ اقرار نامہ بلا نالش لکھ دیا کہ سند رہے۔ واضح رہے کہ معاہدہ کرنے والا شریف خاندان کنچنے وغیرہ سے نہیں ہے اور ان الفاظ کی تحریر سے نکاح فسخ ہو جائے گا یا نہیں اور شوہر اسے اجازت ناچنے وگانے کی اور دیگر جگہ اسے کام کے واسطے اجازت دے سکتا ہے یا نہیں؟ اور اسے اجازت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

ایسی اجازت حرام قطعی ہے اور اجازت دینے والا دیّوث ہے، اگر توبہ نہ کرے تو اس پر جنّت حرام، اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لایدخلون الجنۃ العاق لوالدیہ والدیوث ورجلۃ النساء۔[1] رواہ حاکم والبیہقی فی شعب الایمان عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند صحیح۔

تین شخص جنّت میں نہ جائیں گے اپنے ماں باپ کو ناحق ایذا دینے والا اور دیّوث اور مردانی وضع بنانے والی عورت (اس کو حاکم نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ثلثۃ لایدخلون الجنۃ ابدا الدیوث والرجلۃ من النساء ومدمن الخمر۔[2] رواہ الطبرانی فی الکبیر عن عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند حسن۔

تین شخص کبھی جنّت میں نہ جائیں گے دیّوث اور مردانی وضع بنانے والی عورت اور شرابی (اس کو طبرانی نے کبیر میں سند حسن کے ساتھ عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

---

[1] المستدرک للحاکم، کتاب الایمان، دار الفکر بیروت ۱/ ۷۲
شعب الایمان، باب فی الغیرۃ والمذاء، حدیث ۱۰۷۹۹، دار الکتب العلمیہ بیروت ۷/ ۴۱۲
〃 〃 〃 〃 ۱۰۸۰۰ 〃 〃 〃
[2] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی، باب فیمن لایرضی باہلہ بالخبث، دار الکتاب العربی ۴/ ۳۲۷

Marfat.com

ثلثة قد حرم الله علیهم الجنة مدمن الخمر والعاق لوالدیه والدیوث الذی یقر فی اھلہ الخبث[1] رواہ احمد والنسائی والبزار والحاکم وقال صحیح الاسناد۔

تین شخصوں پر اللہ تعالٰی نے جنت حرام فرمادی ہے شرابی اور ماں باپ کا موذی اور دیوث کہ اپنے اہل میں گندی بات برقرار رکھے (اس کو احمد، نسائی، بزار اور حاکم نے صحیح الاسناد کہہ کر روایت کیا۔ ت)

رہی طلاق اُس کا حکم یہ ہے کہ فسخ نکاح کنایات سے ہے اگر شوہر نے اس لفظ سے طلاق مراد لی ہے طلاق پڑجائے گی ورنہ نہیں، درمختار میں ہے:

اذھبی الی جھنم یقع ان نوی خلاصة وکذا اذھبی عنی وافلحی وفسخت النکاح[2]

"جہنم میں جا" طلاق کی نیت سے کہا تو طلاق ہوجائیگی، خلاصہ۔ اور اگر یوں کہا "میرے پاس سے چلی جا، تُو فلاح پالے، اور میں نے نکاح فسخ کیا" ان صورتوں میں طلاق کی نیت سے طلاق ہوجائیگی۔ (ت)

عالمگیری میں ہے:

لوقال فسخت النکاح ونوی الطلاق یقع[3]

اگر کہا "میں نے نکاح فسخ کیا" اور طلاق کی نیت کی تو طلاق ہوجائے گی۔ (ت)

یہی حال آزادی کا ہے پس صورتِ مسئولہ میں اگر شوہر اقرار کرے کہ یہ الفاظ اُس نے بہ نیت طلاق لکھے تھے تو بحال وقوعِ شرط عورت پر ایک طلاق بائن ہوجائے گی اور اگر وُہ اقرار نہ کرے تو اس سے قسم لی جائے اگر قسم کھانے سے انکار کردے تو اب بھی جبکہ شرط واقع ہُوئی ہو وقوعِ طلاق کا حکم ہوگا اور اگر قسم کھالی کہ واللہ میں نے یہ الفاظ بہ نیت طلاق نہ لکھے تھے تو حکمِ طلاق نہ ہوگا عورت بدستور اس کی منکوحہ رہے گی، پھر اگر وُہ جھوٹ قسم کھالے گا تو اس کا وبال اُس پر ہے عورت پر الزام نہیں۔ درمختار میں ہے:

نحو اخرجی یحتمل ردا ونحو خلیة یصلح سبا ونحو انت حرة لایحتمل

"نکل جا" جیسے الفاظ ردِّ جوابِ سوالِ طلاق کا احتمال رکھتے ہیں، خلیہ۔ جیسے الفاظ گالی ہونے کا

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از ابن عمر رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۶۹/۲
[2] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۲۲۶/۱
[3] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۳۷۵/۱

Marfat.com

السب والرد ففی حالۃ الرضا ای غیر الغضب والمذاکرۃ تتوقف الاقسام الثلثۃ تاثیرا علی نیۃ للاحتمال والقول لہ بیمینہ فی عدم النیۃ ویکفی تحلیفہا لہ فی منزلہ فان ابی رفعتہ للحاکم فان نکل فرق بینہما مجتبیٰ[1] اھ ملتقطا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

احتمال رکھتے ہیں، اور "تو آزاد ہے" جیسے الفاظ سب و دشنام اور جواب ہونے کا احتمال نہیں رکھتے، تو حالتِ رضامندی میں یعنی غصہ کی حالت میں نہ ہو اور مذاکرہ طلاق بھی نہ ہو تو یہ تینوں قسم کے کنایات کی تاثیر نیت پر موقوف ہوگی، کیونکہ نیت اور عدمِ نیت کا احتمال ہے، اور طلاق کی نیت نہ ہونے میں خاوند کی بات کو معتبر سمجھا جائے گا اور بیوی کا اس سے گھر میں قسم لے لینا کافی ہے، اور اگر خاوند گھر میں بیوی کو قسم دینے سے انکار کرے تو بیوی حاکم کے پاس اپنا معاملہ پیش کرے، وہاں بھی اگر خاوند انکار کرے تو قاضی دونوں میں تفریق کردے اھ ملتقطا، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۹: از صدر بازار چھاؤنی نیمچ محلہ بڑی منڈی مرسلہ چودھری ننھے سوداگر چرم ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

بکر نے شادی زید کے ساتھ اپنی دختر کی کی جس کو عرصہ ۹ سال کا ہوا بکر اور زید دونوں فقیر ہیں بوقت شادی زید کی عمر ۱۵، ۱۶ سال کی تھی اور لڑکی کی قریبًا سولہ سال کی، شادی ہوتے ہی زید کے ہمراہ بھیج دی گئی تین ماہ بعد بکر کے یہاں آئی اور پھر چھ ماہ بعد زید کے ہمراہ بھیج دی گئی چھ ماہ بعد زید مع اپنی بی بی کے بکر کے یہاں آیا اور رہنے لگے چار ماہ بعد زید چلا گیا اور چوری کی علت میں گرفتار ہوگیا، بکر زید کو چھڑا کر لے آیا مگر آٹھ دس روز کے بعد پھر کسی کی چیز لے کر بھاگ گیا بکر پھر اس کو لے آیا کوئی ایک ماہ رہا پھر ایک بقال کا غلہ چُرا کر بھاگ گیا ڈھائی ماہ بعد پھر زید آگیا اور اقرار نامہ منسلکہ تحریر کر دیا، کوئی دو ماہ بعد زید اپنی عورت سے مارپیٹ کرکے جبرًا زیور لے کر بھاگ گیا کوئی تین ماہ بعد ذات کی پنچایت ہوئی اور پنچوں نے پنچنامہ منسلکہ تحریر کیا زید کوئی چھ ماہ بعد پھر بکر کے پاس آکر رہنے لگا اور دو ماہ بعد لوگوں کے برتن وغیرہ لے کر بھاگ گیا اُس وقت اُس کی عورت کو حمل تھا ایک سال بعد زید کا باپ زید کی عورت کو لینے آیا تو زید کی عورت نے جانے سے انکار کیا پھر زید کو بذریعہ خطوط وغیرہ بلایا گیا جسے عرصہ آٹھ ماہ کا منقضی ہوا ہے نہ زید آیا نہ خطوں کا جواب دیا، قریب ایک سال کے زید کی بی بی بچے کا بار بکر پر ہے، زید کی عورت زید کے پاس رہنے سے نارضامند ہے، ایسی صورت میں زید کی عورت کا دوسرا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

نقل اقرار نامہ

میں کہ سبورا شاہ ولد مدھاری شاہ فقیر ساکن موضع رسینٹ ماریہ علاقہ شاہ پور کا ہوں جو کہ

---

[1] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۴

Marfat.com

میری شادی ہمراہ مسماۃ مایلی بنت کنور دی شاہ فقیر ساکن چناڈی نیچ ہوئی ہے، بعد شادی کے میں بجانہ کنور دی شاہ خسر خود رہا اور موضع رسینٹ ماریہ بھی بوجہ تنازع چلا گیا اب کہ میں بجانہ کنور دی شاہ خسر خود آیا اور موضع رسینٹ ماریہ بھی بوجہ تنازع چلا گیا اب کہ میں بجانہ کنور دی شاہ خسر خود رہ کر زندگی خود بسر کرنا چاہتا ہوں، لہذا اقرار کرتا ہوں اور لکھ دیتا ہوں کہ میں تا زندگی خود بجانہ کنور دی شاہ رہوں گا اور جو کچھ کما کر یا مانگ کر لاؤں گا وہ اپنے خسر و زوجہ و خوشدامن کو دوں گا اور زوجۂ خود کو کسی طرح کی تکلیف نہ دوں گا نہ ماروں گا اور نہ کوئی فعل خراب کروں گا اور بر تقدیر کہیں باہر چلا جاؤں تو اس کی اطلاع کنور دی شاہ و زوجۂ خود و اہل محلہ سے کر دوں گا اگر میں چناڈی بجانۂ خسر نہ رہوں یا کوئی خراب فعل کروں اور بدون اجازت کے چناڈی سے چلا جاؤں تو کنور دی شاہ خسر میرے کو اختیار رہے کہ دوسری جگہ زوجہ میری کا نکاح کر دے میں کوئی طرح کا دعوٰی جھگڑا کچہری و پنچوں میں نہ کروں گا، بناء براں یہ چند کلمے بطور اقرار نامہ لکھ دیئے کہ سند رہے۔

۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ (۲۰ دسمبر)

العبد

نشانی انگوٹھا سپورف شاہ

گواہ شد	گواہ شد	گواہ شد
اللہ بخش ولد شیخ کلو چودھری	قمر الدین ولد شیخ گیا	نھن ولد منا بیوپاری

گواہ شد

رحیم بخش ولد سعدی مجاور

الجواب

جب تک طلاق ثابت نہ ہو یا وہ مر نہ جائے عورت کا نکاح دوسری جگہ نہیں ہو سکتا، وہ اقرار جو اس نے لکھا ثبوت طلاق کے لئے کافی نہیں، ہاں اگر وہ اقرار کرے کہ اس اقرار نامہ سے میری مراد عورت کو طلاق دینا تھی یہ جو اس نے کہا کہ ایسا کروں تو خسر کو اختیار رہے کہ جس سے چاہے اس کا نکاح کر دے اس سے مراد یہ تھی کہ ایسا کروں تو اسے طلاق ہے تو اس صورت میں طلاق ثابت ہو جائیگی، اور جبکہ وہ یہ سب باتیں کر چکا تو اسی وقت سے عورت نکاح سے نکل گئی اور اگر وہ اقرار نہ کرے تو اس سے قسم لی جائے، اگر قسم کھالے گا کہ میں نے ان لفظوں سے طلاق کی نیت نہیں کی تھی تو وہ بدستور اس کی عورت ہے دوسری جگہ نکاح حرام قطعی ہے، اور اگر قسم کھانے سے انکار کرے گا تو طلاق ثابت ہو جائے گی اور اگر عدت گزر گئی یا اب گزر جائے تو دوسری جگہ نکاح جائز ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳ از جھالود ضلع پنچ محال گجرات احاطہ بمبئی مرسلہ شیخ عمر ولی ڈاہیا ۱۷ ذی القعدہ ۱۳۳۶ھ

محمد آدم ساکن مورا نے ابراہیم ساکن جھالود اس کی لڑکی کی شادی کا پیام کیا، ابراہیم نے کہا کہ چند شرطیں لکھ دو تو میں تم سے شادی کر دوں، محمد آدم نے قبول کیا اور کہا کہ جو شرط کرو بخوشی منظور ہے۔

Marfat.com

بعد اُس کے مسمّی آدم نے ایک اسٹامپ تحریر کر دیا، تحریر ذیل مسماۃ فاطمہ بنت ابراہیم ساکن جھالودعمر ۱۶ سال محمد آدم ساکن مورا عمر ۱۶ سال میں تمہارے ساتھ برسم برادری شادی کرتا ہُوں، بعد شادی ہونے کے ہم اور تم بطور مرد عورت کے رہیں گے، بعد میں اس کے متعلق اقرارنامہ برادری کی رسم کے مطابق زیور ۵، ۷ تولہ چاندی کے بعوض مہر دیتا ہُوں اس زیور پر میرا کسی قسم کا حق نہیں ہے، اور اقرار کرتا ہُوں کہ اپنا وطن مورا چھوڑ کر جھالود میں سکونت کروں گا باوجود اس کے اگر میری نیت میں فرق اور تم کو مارپیٹ کر کے جھالود سے دُوسری جگہ یا کوئی گاؤں یا جھالود سے باہر لے جاؤں تو بغیر طلاق کے طلاق طلاق طلاق واقع ہو، یہ اقرار نامہ صحیح میں نے لکھ دیا مجھے اور میرے وارثوں کو منظور ہے سوائے اس کے میں تم کو بارہ[۱۲] ماہ کے اندر راضی اور خوش رکھوں گا اور رہوں گا اگر خلاف اس کے کروں تو تحریر بالا کے مطابق طلاق سمجھنا، یہ لکھا ہُوا صحیح ہے، اگر بارہ ماہ تک میں تم سے جُدا رہوں یا دُوسری جگہ چھوڑ کر چلا جاؤں تو طلاق سمجھنا یہ لکھا ہُوا درست ہے بعد تحریر دستاویز مذکور لڑکی کو سنایا گیا لڑکی نے قبول کیا، ستائیس[۲۷] روز بعد برسم برادری بشرائط مرقومہ بالا شادی کر کے لڑکی کو رخصت کیا، تین سال تک جھالود میں رہی، بعد تین سال کے ایک روز بلا رضامندیِ عورت کے جھالود سے جیبرن گاؤں میں سوار کر کے لے چلا، قریب پون میل گیا ہوگا کہ اس کے والد کو معلوم ہُوا کہ لڑکی کو لے گیا اس وقت وُہ خود اور برادری کے تین چار آدمی دوڑ کر گئے اور گاڑی روک لی، لڑکی سے دریافت کیا کہ تُو کہاں جاتی ہے، کہا کہ میں بخوشی نہیں جاتی بلکہ مجھے مارپیٹ کر جیبرن لئے جاتا ہے، لڑکی سے کہا کہ گاڑی سے اُتر، فوراً اُتر آئی، محمد آدم سے کہا کہ تُو نے اقرارنامہ لکھ دیا ہے اور کہاں لے جاتا ہے، جواب دیا کہ میں اپنے گاؤں نہیں لے جاتا دُوسری جگہ لے جاتا ہُوں یعنی خود دُکان کرنے جاتا ہوں، اُنھوں نے کہا کہ تم نے شرط توڑ دی اس لئے عورت کو طلاق ہو گئی، پھر قاضی صاحب کے پاس گئے اُنھوں نے کہا کہ تو نے شرطی دستاویز لکھ دیا ہے کہا ہاں بیشک میں نے لکھ دیا ہے اور میں موری نہیں لے جاتا ہُوں دُوسرے گاؤں خود ہی جاتا ہُوں۔

الجواب

شرط میں اپنے گاؤں کی تخصیص نہ تھی اس کا عذر غلط ہے اُس میں عام کہا تھا کہ جھالود سے کسی دُوسری جگہ لے جاؤں لیکن شرط میں مارپیٹ کر لے جانا ہے، اس کا ثبوت یا تو گواہان ثقہ سے ہو یا آدم اقرار کرے کہ ہاں مارپیٹ کر لے گیا فقط عورت کا کہنا کافی نہیں اگر گواہان یا اقرار سے مارپیٹ کر لے جانا ثابت ہو تو تین طلاقیں ہو گئیں بے حلالہ اُس سے نکاح نہیں کر سکتا۔

قال اللہ تعالٰی فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ[۱]۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا، اگر خاوند تیسری طلاق دے دے تو عورت حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وُہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کر لے (ت)

---

[۱] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۰

Marfat.com

اور اگر گواہ نہ ہوں یا وُہ گواہ ثقہ شرعی نہ ہوں اور آدم مار پیٹ کرکے جانے کا اقرار بھی نہ کرے تو آدم سے اس کا حلف لیا جائے اگر حلف کرے گا کہ مار پیٹ کر نہیں لے گیا تو طلاق ثابت نہ ہوگی اور اس حلف کا حاکم کے سامنے ہونا ضرور نہیں مکان پر بھی لیا جا سکتا ہے، درمختار میں ہے:

یکفی تحلیفھا لہ فی منزلہ[1] بیوی کا خاوند سے اپنے گھر میں ہی قسم لے لینا کافی ہے۔ (ت)

پھر اگر حلف کرلے اور عورت جانتی ہو کہ اس نے جھُوٹا حلف کیا، تو عورت پر لازم ہے کہ اپنے آپ کو تین طلاقوں سے مطلقہ سمجھے اور بوجہ طلاق نہ ثابت ہونے کے بذریعہ حکومت جبر نہیں کرسکتی لہٰذا اپنا مہر چھوڑ کر یا اور مال دے کر اُس سے اعلانیہ طلاق لے، اگر طلاق نہ دے تو جس طرح جانے اُس کے پاس سے بھاگے اور اگر اس پر بھی قدرت نہ ہو تو وُہ مجبور ہے اور وبال شوہر پر ہے، ردالمحتار میں ہے:

اذا سمعت او اخبرھا عدل لا یحل لھا تمکینہ بل تفدی نفسھا بمال او تھرب فان حلف ولا بینۃ لھا فالاثم علیہ اذا لم تقدر علی الفداء او الھرب[2] (باختصار) واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر خود عورت، مرد کی طرف سے تین طلاقیں سُن لے، یا کسی عادل شخص نے اس کو یہ اطلاع دے دی تو پھر بیوی کو حلال (جائز) نہیں کہ وُہ خاوند کو اپنے پر جماع کا موقع دے بلکہ جیسے بن پڑے مال دے کر اعلانیہ طلاق لے یا بھاگ کر اپنے کو بچائے۔ اور اگر خاوند طلاق نہ دینے کی قسم کھالے اور طلاق پر عورت کے پاس گواہ نہ ہوں اور بیوی مال کے بدلے یا بھاگ کر اپنے آپ کو نہ بچا سکے تو اب گناہ خاوند پر ہوگا (باختصار)۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۱: از جونپور مرسلہ مولوی عبدالاول صاحب ۲۸ رمضان ۱۳۳۸ھ

زید نے اپنی زوجہ کے کابین نامہ میں منجملہ شرائط ایک شرط یہ لکھی کہ اگر بغیر رجسٹری شدہ اجازت نامہ تم سے حاصل کئے ہُوئے اور بغیر تمہارا کل مہر ادا کئے ہُوئے دوسرا نکاح کروں تو منکوحہ جدیدہ کو میری طرف سے تین طلاق ہوں گی، اب صورتِ حال یہ ہے کہ زوجہ نے مہر معاف کر دیا اور اجازت نامہ نکاح بلا رجسٹری شدہ شوہر نے حاصل کرکے دُوسرا نکاح کرلیا اب شرعاً اس مسئلہ میں کیا حکم ہے کہ اجازت نامہ بلا رجسٹری شدہ ہے اور ایفائے مہر نہیں پایا بلکہ زوجہ نے معاف کر دیا تو منکوحہ جدیدہ مطلقہ ہوگی

---

[1] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۴

[2] ردالمحتار باب الصریح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۳۲

Marfat.com

یا نہیں ؟

الجواب

فقیر شب ہلال ماہ مبارک سے بغرضِ علاج بعض اعزّہ اس پہاڑ پر آیا ہُوا ہے وطن سے دور ، کتب سے مہجور ، بظاہر مقتضائے نظر فقہی یہ ہے کہ صورتِ مستفسرہ میں طلاق نہ ہوگی کہ ایفا سے مقصود برارت ذمّہ ہے وُہ حاصل اور رجسٹری کہ وقت انکار تحفظ کے لئے ہوتی ہے جب عورت نے اجازت دے دی اجازت نامہ لکھوا دیا اصل مقصود حاصل ہوگیا جیسے عورت سے کہا اگر کل مجھے فلاں چیز لاکر نہ دے یا فلاں چیز لے کر نہ آئے تو تجھ پر طلاق ، اُس نے چیز کسی کے ہاتھ بھیج دی ، طلاق نہ ہُوئی جبکہ مقصود اُس شئے کا پہنچنا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم ۔

مسئلہ ۳۲ از محکمہ شرعیہ نل بازار بمبئی مسئولہ سید حسین صاحب نائب قاضی ۱۹ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص نے ایک اقرار نامہ اپنی زوجہ کو لکھ دیا جس میں ایک شرط یہ تھی کہ اگر منمقر اپنی توبہ کا پابند نہ ہُوا اور خلافِ شرع کوئی فعل کرے تو اُسی وقت میری زوجہ کو اختیار ہوگا کہ وُہ بلا اجازت میری اپنے ورثاء کے یہاں یا اپنے باپ بھائی کے یہاں فوراً چلی جائے یا اُس کے ورثاء بلا میری دریافت کے اُسے لے جائیں اور اس خلاف ورزی شرع شریف میں میری جانب سے میری زوجہ کو طلاق قطعی سمجھی جائے نیز میری زوجہ کو یہ بھی اختیار ہوگا کہ بموجب ہو جانے طلاق طلاق شرعی کے بعد میعادِ عدت اپنا نکاح ثانی خود کرلے یا اس کے ورثاء اُس کا نکاح ثانی جہاں اُس کی خوشی ہو کردیں مجھ کو اس میں کسی قسم کا عذر نہ ہوگا اگر وُہ اپنی تحریر کردہ شرط کی خلاف ورزی کرے تو طلاق ہُوئی یا نہیں ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں طلاق نہ ہُوئی ،

کما بیّناہ فی فتاوٰنا ونص فی الخانیۃ[ف] ان احسبی انك طالق لیس بطلاق[1] وفی الھندیۃ عن الخلاصۃ	جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے ، اور خانیہ میں نص موجود ہے کہ خاوند کا بیوی کو کہنا کہ " تُو طلاق سمجھ لے " یہ طلاق نہیں ہے ، اور ہندیہ

[1] فتاوٰی قاضیخان کتاب الطلاق نولکشور لکھنؤ ۲/ ۲۱۰

ف : خانیہ کے الفاظ اس طرح ہیں : لایقع الطلاق وان نوی کانہ قال لھا بالعربیۃ احسبی انك طالق وان قال ذٰلك لایقع وان نوی ۔ نذیر احمد سعیدی

Marfat.com

امرأة قالت لزوجها مرا طلاق ده فقال داده انگار اوکرده انگار لا یقع وان نوی[1]

واللہ تعالیٰ اعلم۔

میں خلاصہ سے منقول ہے کہ کسی عورت نے اپنے خاوند کو کہا کہ "مجھے طلاق دے" تو خاوند نے جواب میں کہا "تو اسے کو طلاق دی ہوئی یا طلاق کی ہوئی سمجھ لے" تو طلاق نہ ہوگی اگرچہ اس سے طلاق کی نیت کی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۴۴۳ تا ۴۴۴ ازسرائے بھنولی ڈاک خانہ شاہ گنج ضلع فیض آباد مرسلہ محمد فیض اللہ صاحب ۲۰ جمادی الاول ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسائل ذیل میں:

(۱) ایک اقرار نامہ مندرجہ ذیل مضمون کا لکھا گیا جس کے کل شرائط ولی ہندہ کے مقرر کئے ہوئے ہیں جو کہ مضمون اقرار نامہ سے صاف ظاہر ہے اور محمد شفیع کی طرف سے کوئی شرط مقرر نہیں کی گئی اور نہ اس کو قرارداد شرط کی اجازت دی گئی حالانکہ اقرار نامہ کے ایک لفظ سے بھی محمد شفیع کو اتفاق نہیں تھا اور نہ اس کا کوئی معاون و ولی تھا کہ کچھ عذر کرتا، ولی ہندہ ایک زبردست واہل مقدور شخص ہے اس نے بالجبر محمد شفیع سے دستخط کرالیا پس یہ اقرار نامہ شرعًا معتبر ہے یا کہ غیر معتبر؟ بیّنوا توجروا۔

(۲) قبل تحریر اقرارنامہ ولی ہندہ جو کہ بمقابلہ محمد شفیع ہر حالت میں بدرجہا زور آور واہل مقدور تھا بیکس بےبس محمد شفیع سے بالجبر طلاق لینے پر آمادہ تھا مگر اس وقت محمد شفیع نے کچھ گریہ وزاری سے منت وسماجت کی کہ اس کا اثر اس پر کارگر ہوا اور نتیجہ یہ ہوا کہ طلاق سے تو باز رہے مگر اقرار نامہ مذکورہ ذیل پر دستخط کرا لیا محمد شفیع نے اس فرصت کو غنیمت سمجھ کر دستخط کردیا کچھ دن کے بعد محمد شفیع رنگون چلا گیا اور تھوڑے عرصے تک حسبِ وسعت مبلغ بیس پچیس روپیہ ہندہ کو روانہ کیا مگر کچھ عرصہ تک بوجہ مجبوری خرچ روانہ نہ کرسکا البتہ خطوط روانہ کرتا رہا اور اس کے ذریعہ سے اپنی مجبوری ظاہر کرتا رہا اور بعد کو بھی تین چار روپیہ روانہ کیا اب محمد شفیع قریب ساڑھے تین سال کے بعد رنگون سے واپس آیا اور وجہ عدم ادائگی خرچ میں یہ عذر بیان کیا کہ میں سخت جل گیا تھا اور کوئی امیدِ زندگی نہ تھی، چنانچہ چھ ماہ میں ہسپتال میں پڑا رہا (جلنے کا حال زبانی آیندگان آنصوبہ سے بھی سُنا گیا اور اب بھی اس کے جسم پر نشان دیکھا گیا یعنی موجود پایا گیا) اس حالت میں مبلغ پچاس روپیہ کا قرضدار ہوگیا بعد صحت چند روز بیکار رہا اور جب کامیاب ہوا تو قرض ادا کیا بقیہ زادِ راہ میں صرف ہوا عدم روانگی خرچ سے ہندہ بوجہ اہل مقدور ہونے اپنے ولی کے محتاج نان ونفقہ نہ تھی

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل السابع بالالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۰

Marfat.com

علاوہ اس کے قریب دو صد روپیہ کی مالیت کا زیور جو کہ ملکیت محمد شفیع تھی اس کے پاس موجود تھے غرضیکہ ہندہ اور اس کے ولی کو نسبت نان و نفقہ و عدم روانگی خرچ کوئی شکایت نہیں ہے اور سب اُس سے رضامند ہیں پس سوال یہ ہے کہ بحالت صحت اقرار نامہ ایسی صورت میں ہندہ زوجیت سے خارج ہوئی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

نقل اقرارنامہ

منکہ محمد شفیع ولد عبدالقادر متوفی ساکن موضع سرائے بھنولی پرگنہ کجرانہ تحصیل کالو ضلع فیض آباد ام، چونکہ باغوائے شیطان چند افعال ناجائز مجھ سے آج تک ہوتے رہے میں نے اپنی منکوحہ مسماۃ ہندہ بنت محمد لیسین خاں کے نان نفقہ سے بالکل غافل تھا حتی کہ میں نے آج تک ادنیٰ ضرورت بھی اس کی رفع نہ کی اور خلاف حکم خدا و رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس کے نان نفقہ سے بالکل بے خبر تھا، مگر اب میں اپنے افعالِ شنیعہ اور سراسر غفلت و بے فکری سے توبہ کرتا ہوں اور آئندہ کے لئے اقرار کرتا ہوں کہ مطابق مرضی منکوحہ اور اُس کے والدین کے ہر ایک فعل کی پابندی کرتا رہوں گا اور جو کچھ وہ لوگ کہیں گے اُس پر عملدرآمد کروں گا اور اپنے گھر سے غیر ملک نہ جاؤں گا حسبِ اتفاق اگر غیر ملک جانے کے موقع نہ ہو اور میں چلا جاؤں تو اپنی منکوحہ کے نان و نفقہ کی خبر گیری کرتا رہوں گا اگر ایسی غفلت کروں یعنی اپنی منکوحہ کا نان نفقہ و خبر گیری نہ کروں تو وہ عدم خبر گیری میری بجائے طلاق ثلاثہ کے سمجھی جائے اور پھر مجھ کو کوئی عذر نہ ہوگا، لہٰذا یہ چند کلمات بطور اقرار نامہ کے لکھ دئے تاکہ سند رہے اور عند الضرورت کام آئے، فقط بقلم محمد فیض اللہ ۹ جولائی ۱۹۱۵ء العبد محمد شفیع بقلم خود۔

الجواب

فرصت غنیمت سمجھ کر دستخط کر دیا جبر و اکراہ نہیں مگر وہ اقرار نامہ بذاتہ خود ہی باطل و مہمل ہے، اگر محمد شفیع بےکسی قریب کے آپ ہی لکھتا اور پھر بلا ضرورت غیر ملک کو چلا جاتا اور قصداً بلا عذر خبر گیری زوجہ سے دستکش رہتا اور ایک پیسہ کبھی نہ بھیجتا جب بھی اس باطل اقرار نامہ کی رُو سے اصلاً طلاق نہ ہو سکتی وہ اس میں طلاق نہیں کہتا بلکہ یہ کہتا ہے کہ میری عدم خبر گیری کو بجائے طلاق ثلثہ سمجھا جائے، "یہ سمجھ کر" صریح باطل ہے عدم خبر گیری ایک طلاق بھی نہیں ہو سکتی نہ کہ تین طلاق کی جگہ اور باطل سمجھ کی اجازت دیں باطل، جیسے کوئی کہے اگر میں نہ آؤں تو دیوار کو طلاق سمجھ لینا کیا اس کے کہنے یا کسی کے سمجھ لینے سے دیوار طلاق بن جائے گی اور جب وہ اجازت و قول و فہم سب باطل ہے اور باطل پر کچھ اثر مرتب نہیں ہو سکتا لہٰذا وہ اقرار نامہ مہمل ہے اور طلاق اصلاً نہ ہوئی، فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

لوقال الزوج وادہ انگار اوقال کردہ انگار ‏ اگر خاوند نے کہا "تُو طلاق دی ہوئی سمجھ" یا کہا "تُو

Marfat.com

لایقع الطلاق وان نوی کانہ قال لہا بالعربیۃ احسبی انک طالق وان قال ذٰلک لایقع وان نوی[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

طلاق کی بُو نہ سمجھ" تو طلاق نہ ہوگی اگرچہ طلاق کی نیت کی ہو کیونکہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی عربی میں کہے ترجمہ، "تو خیال کرلے کہ تُو طلاق والی ہے" تو یہ بات کہنے سے طلاق نہ ہوگی، اگرچہ طلاق کی نیت بھی کرلے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۵: از رامپور محلہ فرنگن محل بزریا مُلّا ظریف مرسلہ مولوی ریاست حسین خاں صاحب ۲۲ شوال ۱۳۱۵ھ

چہ می فرمایند اصحابِ شرع وارباب ورع اندرینکہ شخصے بعد ایجاب وقبول نکاح خود را اقرارنامہ ایں عبارت تحریر نمود کہ منکہ یونس علی پسر حسین علی مرحوم حال ساکن ناکندیہ علاقہ تھانہ منکنڈ وضلع ارکانم متمقر در حالت صحت ذات وثبات عقل بلا اجبار واکراہ بخوشی خود مہر النساء دختر غلام علی مرحوم را بچند شرائط بنکاح خود آوردم:

شرط اول اینکہ مسماۃ مذبورہ را در باب تعلیم احکامِ شرعیہ مثل نماز وروزہ وغیرہ امور دینیہ کوشش کما حقہ بکار آرم (الٰی ان قال) شرط ہشتم بغیر رضا ورغبت مسماۃ مذکورہ زنے دیگر بنکاح خود نیارم اگر آرم برثانیہ سہ طلاق واقع خواہد شد۔ شرط نہم اگر ز شرطے ازیں شرائط مرقومہ بالا انحراف ورزم آنگہ اختیار مسماۃ موصوفہ را است کہ بتوسل کاغذ ہذا نفس خود را از زوجیتم سہ طلاق کردہ بنکاح دیگر پردازد یا بنکاح من ماند انتہی نقل اقرارنامہ بعینہ۔

کیا فرماتے ہیں اصحابِ شرع وتقوٰی اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنے نکاح میں ایجاب وقبول کے بعد اقرارنامہ میں یہ تحریر کیا کہ منکہ یونس علی پسر حسین علی مرحوم حال ساکن ناکندیہ علاقہ تھانہ منکنڈ وضلع ارکانم، اپنی صحت اور بقائمی عقل بغیر جبر واکراہ اپنی خوشی سے اقرار کرتا کہ مسماۃ مہر النساء دختر غلام علی مرحوم کو چند شرائط کے ساتھ اپنے نکاح میں لاتا ہُوں:

پہلی شرط یہ کہ مسماۃ مذکورہ کو شرعی تعلیم بابت نماز، روزہ وغیرہ امورِ دینیہ دینے میں پُوری کوشش کروں گا، حتی کہ یہ لکھا کہ آٹھویں شرط یہ ہے کہ مسماۃ مذکورہ کی مرضی کے بغیر کسی دوسری عورت سے اپنا نکاح نہ کروں گا، اگر کروں تو دُوسری بیوی کو تین طلاق ہوں گی، اور نویں شرط یہ کہ اگر مذکور شرائط میں سے کسی شرط سے انحراف کروں تو مسماۃ موصوفہ کو اختیار ہوگا کہ اس کاغذ اور تحریر کے بموجب اپنے آپ کو تین طلاق کے ساتھ میری زوجیت سے خارج کرکے دوسرے شخص سے نکاح کرلے یا میرے نکاح میں رہے، نقل بعینہ اقرارنامہ ختم ہُوئی۔

---

[1] فتاوٰی قاضیخان کتاب الطلاق نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۱۰

Marfat.com

اکنوں یونس علی مسماۃ مہرالنساء را سہ طلاق دادہ بلا رضا و رغبت مہرالنساء بزنِ دیگر نکاح نمودہ است دریں صورت مرقومہ بزوجہ ثانیہ یونس علی سہ طلاق واقع خواہد شد یا نہ، جناب فیضمآب مولانا صاحب دام اقبالہم وفیضہم بعد سلام عرض اینکہ جواب سوال بزودی عنایت فرمودہ ممنون فرمایند چنانکہ نخستین ہم مرہونِ منت وممتاز داریں فرمودہ بودند دریں باب نیز علماء مختلف اند بعضے طلاق ثانیہ قائلے ست وبعضے بعدمش مصر فیصلہ چیست و مفتی بہ ومختار کدام، نزدم کتب مختلفہ موجود نیست بناء علیہ مکلف شدم عفو فرمایند، والسلام۔

اب اس کے بعد یونس علی نے مسماۃ مذکور کو تین طلاقیں دے کر مہرالنساء کی رضا و رغبت کے بغیر دُوسرا نکاح کرلیا، تو مسئولہ صورت میں یونس علی کی دوسری بیوی کو تین طلاقیں ہُوئیں یا نہیں، جناب فیض مآب مولانا صاحب! آپ کا فیض و اقبال ہمیشہ قائم رہے، سلام کے بعد عرض ہے کہ اس سوال کا جواب جلدی عنایت فرماکر ممنون فرمائیں تاکہ ہم ہمیشہ ممنونِ احسان رہیں، اس مسئلہ میں دوسرے علماء بھی اختلاف کررہے ہیں، بعض دوسری بیوی کی طلاق پر مُصر ہیں اور بعض اس کی طلاق نہیں مانتے، آپ کا فیصلہ اور فتوٰی کیا ہے اور مختار قول کیا ہے میں اپنے پاس مختلف کُتب نہ ہونے کی بناء پر تکلیف دے رہا ہُوں، تکلیف پر معافی چاہتا ہوں، فقط، والسلام۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب درصورت مستفسرہ قضیہ نظر فقہی تفصیل ست، اگر مہرالنساء گوید کہ یونس علی ایں نکاح دوم بے رضا و رغبت من کردہ است، ویونس علی دریں معنی تصدیق بیانش کند زن پسیں ہم ازوقت نکاح سہ طلاق شود ورنہ ہیچ طلاق و فراق نیست۔

اے اللہ تجھ سے حق وصواب (درستگی) کی رہنمائی کا طلبگار ہُوں، مسئولہ صورت میں شرعی فیصلہ فقہی نظر میں تفصیل طلب ہے، اگر مہرالنساء کہے کہ یونس علی نے یہ دوسرا نکاح میری رضا و رغبت کے بغیر کیا ہے اور یونس علی اس کی تصدیق کرتا ہے تو دوسری بیوی کو نکاح کے وقت سے ہی تین طلاقیں ہوگئیں، ورنہ کوئی طلاق اور جُدائی نہ ہوگی۔

اقول وباللہ التوفیق تحقیق مقام آنست کہ طلاق زن ثانیہ معلق بوقوع نکاحش متلبس باعدمِ رضا و رغبت مہرالنساء ست، پس ہم وقت نکاح ایں عدم باید وتحقق شرط کہ

اقول وباللہ التوفیق (اللہ کی توفیق سے میں کہتا ہُوں کہ) اس مقام کی تحقیق یہ ہے کہ دوسری بیوی کی طلاق، مہرالنساء کی رضا و رغبت کے معدوم ہونے سے مشروط ہے، تو شرط کا پایا جانا جزائے

Marfat.com

مستلزم تحقق جزا و زوال عصمت است تسلیم او مرہون
ثبوت شرعی است کہ اقرار زوج باشد یا اظہار بیّنہ
اما البینة فلانها کاسمها مبینة ، اما
اعتراف الزوج فلانه یملك الانشاء فلا
یزاحم فی الاخبار ، تنہا بیان مہرالنساء درحق
زوجہ ثانیہ شنودن ندارد کہ بیان یک زن حجت
شرعیہ نیست خاصۃً درحق ضرہ کہ محل تہمت ست و
اقدام یونس علی بریں عقد بے استئذان مہرالنساء
مثبت شرط نتواں شد کہ شرط عدم رضا بود نہ ترک
استرضا ، وشتان ماہما ، ولہذا علماء گفتہ اند کہ
درتعلیق بالرضا علم برضا درکار نیست ، مثلاً شوہر
حلف بطلاق کردہ مرزنش راگوید کہ بے رضائے من
بیروں نروی باز آہستہ گفت بروْ زن نشنید یا شنید و
نفہمید و بیروں رفت طالق نہ شود کہ بے رضا نرفتہ
است ، گو خود برضا مطلع مباشس بخلاف اذن کہ او
نباشد الا بقول مسموع و مفہوم تا آنکہ دلائل واضحہ
رضا نیز آں جا بکار نیاید ، مثلاً حلف کند بے اذن
زن نیاشامم زن کاسہ بدست خود گرفتہ نوشاند
و بر زبان ہیچ نگفت یا گفت و شوے نشنود یا
مفہومش نشد حانث شود کہ اذن متحقق نگشت ، پس
عدم اذن در محل شرط بہ بینہ ثابت تواں کرد لان
الشهادة علی النفی مقبولة فی الشروط
اما باثبات عدم رضا و رغبت راہے نیست زیرا کہ
او صفتے قلبی ست و علمش از علوم غیبی ، نہایت کار
شہود جنگ بدلائل خارجہ زدن ست و در ہجو

پائے جانے کو مستلزم ہوگا جس سے نکاح ختم ہوجائے گا
لیکن اس کو تسلیم کرنا شرعی ثبوت پر موقوف ہے اور ثبوتِ
شرعی خاوند کا اقرار یا شہادت ہے ، شہادت اس لئے
ضروری کہ وُہ معاملہ کو واضح کرتی ہے ، اور زوج کا اقرار
اس لئے کہ خاوند ہی طلاق کو نافذ کرنے کا مالک ہے ،
لہذا حال کی خبر وُہ خود ہی دے سکتا ہے ، تنہا مہرالنساء
کا بیان دوسری بیوی کے متعلق قابلِ سماعت نہیں ہے
کیونکہ ایک عورت کا بیان شرعی حجت نہیں ہے خاص کر
اپنی سوکن کے بارے میں کہ تہمت کا احتمال ہے اور
یونس علی کا مہرالنساء سے اجازت طلب کئے بغیر یہ
دُوسرا نکاح کرنا طلاق کی شرط کے پائے جانے کے لئے
کافی نہیں ہے کیونکہ طلاق کی شرط مہرالنساء کی عدم رضا
و رغبت ہے نہ کہ اس سے اجازت طلب کرنا ، جبکہ
ان دونوں میں بڑا فرق ہے ، اسی لئے علماء کرام فرماتے
ہیں کہ رضا کے ساتھ مشروط امر کے پائے جانے میں
رضا کا علم ضروری نہیں بلکہ رضا کا پایا جانا ہی کافی ہے ،
مثلاً ایک شخص نے طلاق کا حلف کہتے ہُوئے اپنی بیوی
کو کہا کہ تُو میری رضا کے بغیر باہر مت جا ۔ پھر آہستہ
سے کہا جا ، بیوی نے نہ سُنا ، یا سُنا مگر سمجھا نہیں
اور باہر چلی گئی تو طلاق نہ ہوگی ، کیونکہ وُہ رضا پر باہر
گئی اگرچہ وُہ خود رضا پر مطلع نہ ہُوئی ، اس کے برخلاف
اگر رضا کی جگہ وُہ اذن کا لفظ کہتا تو طلاق ہوجاتی
کیونکہ اذن کے لئے ایسا قول ضروری ہے جو سُنا اور
سمجھا جاسکے حتی کہ وہاں اذن کی واضح دلیل بھی پائی جائے
تو کارآمد نہ ہوگی ، مثلاً خاوند نے بحلف کہا کہ میں بیوی کی اجازت

Marfat.com

مقام امارات ظاہرہ اگر باچند ہر چہ تمامتر واضحہ باشد بکار نیاید، علماء فرمودہ اند زن را گفت اگر فلاں مومن ست تو طلاقۃ و فلاں را می بینم از صلحائے امصار و اتقیائے روزگار ست او ھزار گفتہ باشد من مومنم در حق تعلیق تصدیق نباشد و طلاق نیفتد تا زوج بایں معنی اعتراف نکند زیرا کہ ایمان در دل ست و امارات ازینجا حجیت منعزل و شہادت فرواز قبول منفصل، باز ایں دلائل اگر بعد وقوع ایں نکاح ثانی یافتہ شد مثلاً مہر النساء را خبر رسید او روئے درہم کشید یا پیش از نکاح منع ایں معنی می کرد و بر ذکر او غضب می آورد خود بکار نیست زیرا کہ شرط وقوع نکاح متلبسا بعدم الرضا ست، دل ہر وقت بر یک حال نیست' القلب یتقلب، پس عدم رضائے سابق و لاحق دلیل عدم مقارن نتواں شد الا بہ استصحاب در سابق یا قیاس در لاحق و اینہمہ از ظاہر ست و ظاہر واقع ست نہ مثبت بلکہ آں سابق و لاحق نیز خود ظاہری بیش نبود واللہ علیم بذات الصدور، ایں ظاہر در ظاہر شد ضعف در ضعف راہ یافت و اگر خود عین وقت ایں عقد دلائل غضب یافتہ شود علت منحصر دریں نیست اسباب غضب ہزار ست ممکن کہ یاد تعلیق خودش در غضب آوردہ باشد نہ عدم رضا بایں عقد، اطلاع برآنکہ وجہ غضب چیست باز نیاز بآں آرد کہ آں وقت سخنان مہر النساء او دستاویز نمایند ایں باز رجوع بر بیان زن شدہ و شہادت شہود از میاں برخاست

کے بغیر نہ پیوں گا، اگر بیوی اپنے ہاتھ سے پانی والا پیالہ دے اور وہ پی لے اور بیوی نے اس موقعہ پر اپنی زبان سے کچھ نہ کہا یا زبان سے پینے کو کہا مگر خاوند نے نہ سُنا یا سُنا مگر سمجھ نہ سکا، تو قسم ٹوٹ جائے گی کیونکہ اذن نہ پایا گیا' پس عدم اذن کی شرط ہو تو یہ گواہی سے ثابت ہو سکتی ہے کیونکہ شرائط میں منفی پر گواہی مقبول ہوتی ہے، لیکن عدم رضا و رغبت کو گواہی سے ثابت کرنا مشکل ہے کیونکہ وہ قلبی معاملہ ہے جس کا علم غیبی علوم میں سے ہے؛ جبکہ گواہی میں خارجی امور پر سہارا ہوتا ہے اور ایسے قلبی حال پر کتنی ہی واضح علامات کیوں نہ ہوں وہ کارآمد نہیں ہو سکتیں، علماء نے فرمایا ہے کہ خاوند بیوی کو کہے اگر فلاں شخص مومن ہے تو تجھے طلاق ہے، جبکہ فلاں شخص کو شہر میں نیک اور زمانہ کا پرہیزگار دیکھا جارہا ہو اور وہ ہزار بار مومن ہونے کا دعوٰی کرے لیکن طلاق دینے کے معاملہ میں اس کی بات کی تصدیق نہ کی جائے گی اور طلاق نہ پڑے گی جب تک خاوند اس کے مومن ہونے کا اعتراف نہ کرے گا طلاق نہ ہوگی، کیونکہ ایمان دل میں ہے اس پر علامات یہاں حجت نہیں بن سکتیں اور کسی فرد کی شہادت یہاں مقبول نہ ہوگی، پھر اگر یہ علامات نکاح ثانی کے بعد سرزد ہوں مثلاً مہر النساء کو دوسرے نکاح کی اطلاع ملی تو اس نے منہ پھیر لیا ہو، یا نکاح سے قبل مہر النساء نے اس سے منع کیا ہو اور دوسرے نکاح کے ذکر پر ناراض ہوئی ہو، یہ علامات بھی کارآمد نہیں ہو سکتیں کیونکہ شرط یہ ہے کہ دوسرا نکاح مہر النساء کے دل کی رضامندی سے نہ ہو تو طلاق ہوگی، جبکہ دل کا حال

Marfat.com

بلے غالب عادت زناں خاصہ دریں بلاد و زماں ہمانست
کہ نکاح ثانی شوہران پسند نکنند اگرچہ خود آنہا طلاق شدہ
باشند، اما ایں ظاہر باآنکہ ظاہر واز جمعیت قاصر ست
ضعیف ترست، بار ہا زناں مطلقہ بلکہ معلقہ بدعا، آرزو
کنند کہ شوہر بچہ زنے بلایا سلیطہ کج ادا گرفتار آید تا
کیفر کردار خود چشد و عذابے کہ ما راکردہ است خمیازہ
اش کشد ورضا بچیزے راعلم بآں چیز ہم در وقت
حدوث او ضروری نیست مثلاً پدر زید را تمنا است کہ
زید بمنصب وزارت رسد در غیبت پدر وزیرش کردند
گفتہ نشود کہ ایں وزارت بے رضائے پدر ست پس
وقوع ایں عقد بے اطلاع مہر النساء نیز محقق شرط نباشد
بالجملہ راہ باثبات ایں شرط نیست، جز باخبار مہر النساء
مع تصدیق یونس علی، و اصل کار ہماں اقرار یونس علی
ست اگر یافتہ شد سہ طلاق بفور نکاح نقد وقت ثانیہ
است کہ نا مدخولہ محل سہ طلاق دفعی ست اگرچہ تفریق بر بنا بد
کہ امتثال تعلیقات بزمان بقائے زوجیت زوجہ اولیٰ
مقتصر نیست ورنہ خیر۔

بدلتا رہتا ہے پس پہلے یا بعد کی عدم رضا نکاح کے وقت
ناراضگیٔ دل کی دلیل نہیں بن سکتی۔ ہاں سابق ناراضگی
استصحاب حال اور بعد والی قیاس بن سکتی ہے۔ لیکن
یہ سب کچھ ظاہری چیزیں ہیں جبکہ ظاہر واقع تو ہو سکتا مگر
وہ مثبت نہیں بن سکتا بلکہ وہ سابق اور لاحق خود بھی ظاہر سے
بڑھ کر نہیں ہیں، دل کی کیفیت تو اللہ تعالیٰ ہی
جانتا ہے، یہ جو کچھ ظاہر ہوا ظاہری معاملہ ہے اور ضعف
ہے جو کہ ضعف کا راستہ پاتا ہے بلکہ عین نکاح ثانی کے وقت
بھی مہر النساء کا غصہ پایا جائے تو یہ بھی دلیل نہیں
ہو سکتی کہ یہ دوسرے نکاح سے ناراض ہو رہی ہے
کیونکہ غصہ کی وجوہ کئی ہو سکتی ہیں ممکن ہے اس وقت
اس کا غصہ اپنی طلاق کے تصور کی وجہ سے ہوا ہو، دوسرے
نکاح سے عدم رضا کی جستجو یہ معلوم کرنا کہ غصہ کی وجہ کیا ہے
آخر کار دلیل اس کی یہی ہو سکتی ہے کہ مہر النساء نے
دوسرے نکاح کے وقت غصہ کی باتیں کی ہیں یہ پھر
بیوی کے بیان پر موقوف ہوا اور درمیان میں گواہوں کی
گواہی نا پید رہی بلکہ تسلیم شدہ ہے کہ اس ملک میں موجودہ
زمانے کی عورتوں کی عادت ہے کہ وہ خاوند کے دوسرے نکاح کو پسند نہیں کرتیں اگرچہ ان میں سے خود طلاق
بھی حاصل کر چکی ہوں مگر یہ عادت بھی تو ظاہر معاملہ ہے اور نکاح کے وقت دل کی کیفیت پر دلالت قاصر اور ضعیف تر
ہے کیونکہ بار ہا مطلقہ اور معلقہ عورتیں بد دعائیں اور بری آرزوئیں کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ خاوند کا برا ہو اور کسی کی عورت کے پنجہ
یا مصیبت میں گرفتار ہو تاکہ وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچے اور اس نے جو مجھے تکلیف دی اس کا خمیازہ بھگتے، کسی چیز پر رضا
کو یہ لازم نہیں کہ اس چیز کے حدوث اور وجود کا علم بھی ہو مثلاً زید کے والد کی تمنا ہے کہ زید وزارت کے منصب
تک پہنچے جبکہ والد کی عدم موجودگی میں زید کو وزیر بنا دیا جائے تو یہ نہ کہا جائے گا کہ یہ وزارت والد کی رضا کے بغیر
دی گئی ہے (غرضیکہ رضا و عدم رضا پائے جانے کے باوجود یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ عین واقعہ کے وقت رضا موجود
تھی) پس یونس علی کے دوسرے نکاح کا مہر النساء کی اطلاع کے بغیر ہونا بھی شرط کا ثبوت نہیں بنتا، حاصل یہ کہ

Marfat.com

دوسرے نکاح کے وقت مہرالنساء کی عدم رضا کا اثبات سوائے اس کے ممکن نہیں کہ مہرالنساء خود بتائے اور یونس علی اس کی تصدیق کرے بلکہ اصل دارومدار یونس علی کے اقرار پر ہے اگر اس کا یہ اقرار پایا جائے تو فوری طور پر دوسرے نکاح کو کرتے ہی دوسری غیر مدخولہ کو بیک وقت تین طلاقیں ہوجائیں گی، کیونکہ غیر مدخولہ بیوی بیک لفظ تین طلاقوں کا محل ہے اگرچہ متفرق طلاقوں میں تینوں کا محل نہیں۔ کیونکہ تعلیقات کا عمل پہلی بیوی کی زوجیت کی بقاء پر منحصر نہیں ہے اور اگر یونس علی کا اقرار نہ ہو تو خیر (یعنی طلاق نہ ہوگی) (ت)

حالا برخے از کلمات علماء برخوانیم وانچہ گفتہ ایم بپایہ اثبات رسانیم، وباللہ التوفیق۔

اب ہم علماء کا کچھ کلام بیان کرکے اپنے مذکورہ موقف کو ثابت کریں گے وباللہ التوفیق۔

امام محقق علی الاطلاق در فتح القدیر کتاب الایمان فی مسائل متفرقہ فرماید لوقال لامرأتہ کل امرأۃ اتزوجہا بغیر اذنک طالق فطلق امرأتہ طلاقا بائنا اوثلاثا ثم تزوج بغیر اذنہا طلقت لانہ لم تتقید یمینہ ببقاء النکاح لانہا انما تتقید بہ لوکانت المرأۃ تستفید ولایۃ الاذن والمنع بعقد النکاح[1]

امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں کتاب الایمان کے مسائل متفرقہ میں فرمایا ہے اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے جس عورت سے بھی تیری اجازت کے بغیر نکاح کروں تو اُسے طلاق ہے، پھر اس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق بائنہ دی یا تین طلاقیں دے دیں پھر اس نے اس دوران پہلی بیوی کی اجازت کے بغیر دوسری عورت سے نکاح کیا تو دوسری کو طلاق ہوجائے گی کیونکہ اس نے حلف میں دوسری عورت سے نکاح کو پہلی بیوی کے نکاح کے باقی رہنے سے مقید نہیں کیا، اس سے مقید تب ہوتا جب پہلی بیوی اپنے نکاح کے وقت اذن یا منع کا اختیار حاصل کرتی۔ (ت)

علامہ محقق زین بن نجیم در بحرالرائق فرماید الاذن یطلع علیہ بالقول بخلاف المحبۃ[2] ملخصًا ہمدران ست حقیقۃ المحبۃ والبغض امر خفی لایوقف علیہا من قبل احد لامن قبلہا ولا من قبل غیرہا لان القلب یتقلب لایستقر

علامہ محقق زین بن نجیم نے بحرالرائق میں فرمایا اذن پر صرف قول کے ذریعہ اطلاع ہوسکتی ہے بخلاف محبت کے، اسی میں یہ بھی فرمایا کہ محبت اور بغض کی حقیقت مخفی معاملہ ہے اس پر مرد یا عورت کسی کی طرف سے واقفیت نہیں ہوسکتی، کیونکہ یہ دلی کیفیت ہے جو بدلتی رہتی ہے کیونکہ دل بدلتے رہنے الی

---

[1] فتح القدیر — کتاب الایمان مسائل متفرقہ — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۴۶۸

[2] بحرالرائق — باب التعلیق — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/ ۲۶

Marfat.com

علی شیٔ[1]

چیز سے دل کو کسی ایک چیز پر قرار نہیں۔ (ت)

امام حافظ الدین محمد کردری در وجیز کتاب الایمان فصل تاسع فرماید ان اذن ولم تسمع لایعتبر عند الامام و محمد رحمہما اللہ تعالٰی، وفی الصغرٰی لاتخرجی الابرضائی اوبغیر رضائی فاذنہا ولم تسمع اوسمعت ولم تفہم لایحنث بالخروج، بخلاف الا باذنی اوبغیر اذنی حیث یحنث لان الرضا یتحقق بلا علمہا والاذن لایتحقق[2]

امام حافظ الدین محمد کردری نے وجیز کتاب الایمان کی نویں فصل میں فرمایا: اگر اذن دیا اور دوسرے نے نہ سُنا تو یہ اذن معتبر نہ ہوگا، یہ امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی کا مسلک ہے۔ صغرٰی میں ہے: خاوند نے بیوی کو کہا تو میری رضا کے بغیر باہر نہ جائیگی، تو اس کے بعد خاوند نے بیوی کو اجازت دی مگر بیوی نے نہ سُنا، یا سُنا ہے لیکن سمجھی نہیں تو بیوی نکل جانے سے حانث نہ ہوگی، اس کے برخلاف اگر اس نے بیوی کے نکلنے کو اذن پر موقوف کیا ہو تو مذکورہ صورت میں خلاف ورزی قرار پائے گی یعنی حانث ہوگی، کیونکہ رضا بیوی کے علم کے بغیر بھی ہوسکتی ہے جبکہ اذن اس کے علم کے بغیر متحقق نہیں ہوسکتا۔ (ت)

ہمدراں ست لایشرب الاباذنہ فناولہ القدح بیدہ ولم یقل بلسانہ شیئا فشرب یحنث لانہ دلیل الرضا لا الاذن، لاتخرج امرأتہ الا بعلمہ فخرجت وھو یراھا لایحنث، وان اذن لہا بالخروج فخرجت بعدہ بلا علمہ لایحنث[3]

اسی میں ہے: ایک نے دوسرے کو کہا "تو میرے اذن کے بغیر نہ پیئے گا" اس کے بعد اس نے خود پانی کا پیالہ اس کے ہاتھ میں دے دیا لیکن زبان سے کچھ نہ کہا اور دوسرے نے پانی پی لیا تو خلاف ورزی ہوجائیگی اور وہ حانث ہوجائیگا (کیونکہ ہاتھ میں دینا رضا کی دلیل تو ہوسکتی ہے مگر اذن نہیں ہوسکتا) یونہی بیوی کو کہا "میرے علم کے بغیر باہر نہ جائے گی" پھر اس کے دیکھتے ہوئے اسکی عورت نکلی تو حانث نہ ہوگا، اور اگر اس کے بعد نکلنے کی اجازت زبانی دے دی تو اب علم کے بغیر بھی نکل جائے تو حانث نہ ہوگا۔ (ت)

---

[1] بحرالرائق | باب التعلیق | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۴/ ۲۷

[2] فتاوٰی بزازیۃ علٰی ہامش فتاوٰی ہندیۃ | التاسع فی الیمین فی الاذن | نورانی کتب خانہ کراچی | ۴/ ۲۹۴

[3] " " " " " " " " " " | ۴/ ۲۹۶

Marfat.com

امام اجل برہان الملۃ والدین درہدایہ فرماید

ان کان الشرط لایعلم الا من جهتها فالقول قولها فی حق نفسها مثل ان یقول ان حضت فانت طالق وفلانة فقالت قد حضت طلقت هی ولم تطلق فلانة ووقوع الطلاق استحسان والقیاس ان لایقع لانه شرط فلا تصدق کما فی الدخول، وجه الاستحسان انها امینة فی حق نفسها اذ لا یعلم ذلك الا من جهتها فیقبل قولها کما قیل فی حق العدة والغشیان ولکنها شاهدة فی حق ضرتها بل هی متهمة فلا یقبل قولها فی حقها[1]، در فتح القدیر ست شهادتها علی ذلك شهادة فرد واخبارها به لایسری فی حقها مع التکذیب[2]

علامہ آفندی شامی در رد المحتار فرماید

قال فی البحر قید بمحبتها لانه لو علقه بمحبة غیرها فظاهر ما فی المحیط انه لابد من تصدیق الزوج

امام اجل برہان الملۃ والدین نے ہدایہ میں فرمایا اگر شرط ایسی ہو کہ اس کا علم صرف عورت کے بیان و اظہار پر موقوف ہو تو عورت کی بات معتبر ہو گی جس کا تعلق اس عورت کی ذات سے ہو، مثلاً کہا اگر تجھے حیض آئے تو تجھے طلاق ہے اور فلانی کو بھی، اب اس عورت نے کہا مجھے حیض آیا ہے، تو اس کو خود طلاق ہو جائیگی دوسری فلانی کو نہ ہو گی، اس کو طلاق ہونا بطور استحسان ہے جبکہ قیاس یہ ہے کہ طلاق نہ ہو، کیونکہ یہ شرط ہے جبکہ شرط کے وقوع میں صرف عورت کی بات معتبر نہیں ہوتی جیسا کہ دخول وغیرہ کی شرط میں، استحسان کی وجہ یہ ہے کہ اپنے معاملہ میں وہ امین متصور ہو گی کیونکہ معاملہ ایسا ہے جس کا علم اس کے بیان پر موقوف ہے اس لئے اس کی ذات کے بارے میں اس کی بات معتبر ہو گی، جیسا کہ عدت اور اس سے وطی کے متعلق اس کی بات معتبر ہوتی ہے لیکن اس کی یہ بات سوکن کے حق میں شہادت بنتی ہے بلکہ تہمت متصور ہوتی ہے اس لئے سوکن وغیرہ دوسری عورت کے بارے میں اس کی یہ بات معتبر نہیں ہو گی اور قبول نہ کی جائے گی۔ فتح القدیر میں ہے: عورت کی گواہی دوسری عورت کے بارے میں یہ ایک فرد کی گواہی بنتی ہے تو اس لئے اس کی یہ بات دوسری پر اثرانداز نہ ہو گی جبکہ تہمت کی وجہ سے اس کو جھوٹ قرار دیا جا سکتا ہے۔ علامہ آفندی شامی نے رد المحتار

---

[1] ہدایہ باب الایمان فی الطلاق المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/۳۶۶

[2] فتح القدیر باب الایمان فی الطلاق 〃 〃 〃 ۳/۴۵۱

Marfat.com

فانه قال لو قال انت طالق ان لم تكن امك تهوى ذلك فقالت الام انا اهوى و كذبها الزوج لا تطلق فان صدقها طلقت لما عرف ، و روى ابن رستم عن محمد انه لو قال ان كان فلان مؤمنا فانت طالق لا تطلق لان هذا لا يعلمه الا هو ، ولا يصدق هو على غيره وان كان هو من المسلمين يصلى و يحج ، ولو قال الآخر اليك حاجة فاقضها لى فقال امرأته طالق ان لم اقض حاجتك ، فقال حاجتى ان تطلق زوجتك فله ان لا يصدقه فيه ولا تطلق زوجته لانه محتمل للصدق والكذب فلا يصدق على غيره اھ ، قال الخير الرملى و قد علم من هذه الفروع انه ان علق بفعل الغير

میں فرمایا کہ بحر میں کہا ہے کہ بیوی کی محبت سے اس کو مقید کیا کیونکہ اگر کسی غیر کی محبت سے طلاق کو مشروط کیا جائے، تو محیط کے بیان سے ظاہر یہی ہے کہ خاوند کی تصدیق کے بغیر محض بیوی کے کہنے پر طلاق نہ ہوگی کیونکہ وہاں یہ فرمایا ہے کہ اگر خاوند نے کہا' اگر تیری ماں یہ نہ چاہتی ہو تو تجھے طلاق ہے۔ اس پر ماں نے کہا میں نہیں چاہتی، اور خاوند نے ماں کی بات کو غلط قرار دیا تو طلاق نہ ہوگی۔ ہاں اگر خاوند ماں کی تصدیق کرے تو طلاق ہو جائیگی جیسے کہ معلوم ہے۔ ابن رستم نے امام محمد سے نقل کیا کہ خاوند نے کہا اگر فلاں مومن ہے تو تجھے طلاق ہے۔ تو یہاں طلاق نہ ہوگی کیونکہ یہ دل کا معاملہ ہے جس کی اطلاع وہ فلاں شخص خود دے سکتا ہے لیکن اس کا بیان دوسرے کے خلاف قابل تصدیق نہیں ہو سکتا اگرچہ وہ مسلمان نظر آئے نماز اور حج وغیرہ ادا کرتا ہو' اور اگر ایک نے دوسرے کو کہا مجھے تجھ سے ایک حاجت ہے، تو میری حاجت پوری کرے، دوسرے نے کہا اگر میں تیری حاجت پوری نہ کروں تو میری بیوی کو طلاق ہے، تو پہلے نے کہا میری حاجت یہ ہے کہ تو اپنی بیوی کو طلاق دے، تو دوسرے شخص کو حق ہے کہ وہ اس کی بات تسلیم کرنے سے انکار کر دے تو بیوی کو طلاق نہ ہوگی کیونکہ پہلے کی بات جھوٹ اور سچ ہونے کا احتمال رکھتی ہے لہذا غیر کے خلاف یہ دلیل نہیں قرار نہیں دی جا سکتی اھ خیرالدین رملی نے اس پر فرمایا کہ ان مسائل سے معلوم ہوا کہ اگر دوسرے کے فعل پر طلاق کو مشروط کیا ہو تو اس

Marfat.com

لا یصدق ذلك الغیر علیه سواء ، کان مما لا یعلم الامنه ام لا و لابد من تصدیق الزوج فیهما او البینة فیما یثبت بها من الامر الذی یعلم[1] ایں عین جزئیہ مطلوبہ ماست ، وللہ الحمد ، واللہ تعالٰی اعلم۔

غیر کی تصدیق ضروری نہیں ہے خواہ غیر کا یہ فعل دوسرں کو معلوم ہوسکے یا صرف وہی اظہار کرسکتا ہو دوسروں کو معلوم نہ ہوسکتا ہو، دونوں صورتوں میں خاوند کی طرف سے تصدیق کرنا ضروری ہے یا پھر گواہی سے ثابت ہوجائے وُہ فعل جس پر دوسروں کو اطلاع ہوسکتی ہو، یہی ہمارا مطلوبہ جزئیہ ہے وللہ الحمد ، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار باب التعلیق دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۰۵

Marfat.com

باب الایلاء

(ایلاء کا بیان)

مسئلہ ۳۶ ۱۳ شعبان معظم ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایلاء کسے کہتے ہیں اور اس کا کیا حکم ہے اور اس سے طلاق مغلظہ پڑتی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ایلاء کے یہ معنی کہ مرد[1] اپنی عورت سے جماع کی قسم کھالے یا تعلیق کرے یعنی یُوں کہے کہ اُس سے جماع کروں تو مجھ پر یہ جزا لازم آئے، اور[2] یہ قسم وتعلیق یا تو مطلق ہوں مثلاً واللہ میں تجھ سے جماع نہ کروں گا یا تجھ سے جماع کروں تو مجھ پر روزہ لازم، یا موبد یعنی صراحۃً ہمیشہ کے لئے ہوں مثلاً خدا کی قسم میں تجھ سے کبھی صحبت نہ کروں گا، یا تجھ سے کبھی صحبت کروں تو مجھ پر حج واجب ہو، یا کسی خاص مدت کے لئے ہوں تو وہ مدت چار مہینے سے کم نہ ہو مثلاً مجھے قسم ہے چار مہینے تک تیرے پاس نہ جاؤں گا، یا پانچ مہینے تک تجھ سے وطی کروں تو مجھ پر سَو رکعت نماز لازم، اور تعلیق کی صورت میں یہ بھی ضرور کہ وہ امر جس کا لازم آنا کہے اس میں مشقت ہو جیسے امثلۂ مذکورہ، یا یہ کہ میرا غلام آزاد ہے، یا تجھ پر طلاق ہے یا میرا مال خیرات ہے، یا مجھ پر قسم کا کفارہ ہو وغیر ذلک، اور وہ[3] وہ غیر ما تعلیق کہے سے بھی لازم آسکتا ہو جیسے نماز، روزہ، حج، صدقہ، اعتکاف، عمرہ، عتق، طلاق، کفارہ نہ مثل وضو وغسل وتلاوتِ قرآن وسجدۂ تلاوت واتباعِ جنازہ وغیرہ کہ یہ چیزیں نذر وتعلیق سے لازم نہیں ہو جاتیں، نیز قسم وتعلیق ایسے طور پر واقع ہو کہ بے کسی چیز کے لازم آئے اصلاً مفر نہ رہے، ایسی صورت نہ نکل سکے کہ نہ اُس

Marfat.com

عورت سے جماع کرے اور کچھ لازم نہ آئے، جب یہ پانچوں باتیں جمع ہوں گی تو ایلاء ہوگا اور ایک بھی کم ہوئی تو نہیں، مثلاً نہ[1] قسم کھائی نہ تعلیق، خالی عہد کرلیا کہ عمر بھر تیرے پاس نہ جاؤں گا یہ کچھ بھی نہیں کہ خالی عہد سے کچھ نہیں ہوتا، یا قسم[2] و تعلیق تو ذکر کی مگر مدت چار مہینے سے کم رکھی اگرچہ ایک ہی ساعت کم، یہ ایلاء نہ ہوا، جتنی مدت کی قید لگائی ہے اس کے اندر جماع کیا تو بصورت قسم خاص کفارہ اور بصورت تعلیق روزہ وغیرہ جو کچھ لازم آنا کہا تھا خواہ مثل قسم کفارہ لازم آئے گا کہ یہ حکم تو اس قسم و تعلیق کا ہے مگر مدت بے جماع گزر گئی تو عورت نکاح سے نہ نکلے گی جو خاص حکم ایلاء ہے، یونہی[3] اگر تعلیق میں دو رکعت نماز لازم آنی کہی تو ایلاء نہیں کہ دو رکعت میں کچھ مشقت نہیں اگر مدت کے اندر پاس گیا تو دو[4] رکعتیں پڑھنی ہوں گی اور مدت خالی گزر گئی تو کچھ نہیں، اور اگر تعلیق میں تلاوت قرآن وغیرہ اشیائے غیر لازمہ ذکر کیں تو محض مہمل، نہ مدت گزرنے پر طلاق پڑی نہ مدت کے اندر صحبت کرنے سے کچھ لازم۔ اسی طرح اگر یوں کہا کہ واللہ میں اس گھر میں تجھ سے وطی نہ کروں گا یا اس شہر میں تجھے کبھی ہاتھ لگاؤں تو مجھ پر تنوج لازم، یہ بھی ایلاء نہیں کہ جب اس گھر یا شہر کی تخصیص ہے تو بغیر کچھ لازم آئے مفر موجود ہے جب چاہے اُس گھر یا شہر سے باہر لے جاکر جماع کر سکتا ہے کچھ بھی لازم نہ آئے گا، بس بے جماع چار مہینے نہیں کتنی ہی مدت گزر جائے طلاق نہ ہوگی، ہاں وہ قسم یا تعلیق جھوٹی کی تو اُس کا جرمانہ اُسی طرح دینا ہوگا کہ قسم میں خاص کفارہ اور تعلیق میں اختیار ہے چاہے وہ چیز بجا لائے جو لازم مانی تھی چاہے قسم کے مثل کفارہ دے لے علیٰ ہذا القیاس جس جس صورت میں بغیر کچھ لازم آئے مفر ملتی ہو ایلاء نہیں، ان سب قیود و احکام کی تصریح و تفصیل درمختار و ردالمحتار ہے من شاء فلیراجعهما (جس کا جی چاہے ان کی طرف رجوع کرے۔ ت) پھر جب ایلاء متحقق ہو تو اُس کا حکم یہ ہے کہ چار مہینے کے اندر اُس عورت سے جماع کیا تو بتفصیل معلوم قسم کا کفارہ یا وہی امر شاق جس کا لازم آنا کہا تھا لازم آئے گا اور چار مہینے گزر گئے کہ اُس سے جماع نہ کیا یا جماع مثلاً بوجہ مرض یا حبس یا دوری مسافت کہ مدت کے اندر عورت تک نہیں پہنچ سکتا ناممکن تھا تو زبانی رجوع نہ کیا مثلاً یوں نہ کہہ لیا کہ میں نے اپنی عورت کی طرف رجوع کی یا اپنے اُس کہنے سے پھر گیا یا میں نے ایلاء باطل کر دیا تو اس صورت میں عورت پر ایک طلاق بائن پڑ جائے گی جس سے وہ خود مختار ہو جائے گی،

فی الدر حکمه وقوع طلقة بائنة ان بر ولم یطأ ولزم الکفارة او الجزاء المعلق ان حنث بالقربان[1] فی رد المحتار

دُر میں ہے کہ ایلاء کا حکم یہ ہے کہ اگر قسم پر قائم رہا اور وطی نہ کی تو طلاق بائنہ ہو جائے گی اور جماع کرنے پر کفارہ لازم ہوگا یا اگر کسی چیز کو معلق کیا تھا تو جماع کرنے پر وہ جزاء لازم ہوگی۔ ردالمحتار میں

[1] درمختار باب الایلاء مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۴۲

Marfat.com

قولہ ولم یطأ عطف تفسیر والمراد بالوطی حقیقتہ عند القدرۃ اومایقوم مقامہ کالقول عند العجز فالمراد ولم یفئ ای لم یرجع الی ما حلف علیہ[1] اھ وفی الدر[2] یعجز عجزا حقیقیا لاحکمیا کاحرام لکونہ باختیارہ عن وطئہا لمرض باحدھما اوصغرھا اوجبہ اوعنتہ اوبمسافۃ لایقدر علی قطعہا فی مدۃ الایلاء اولحبسہ لابحق ففیئہ نحو قولہ بلسانہ فئت الیھا اوراجعتک اوابطلت الایلاء اورجعت عما قلت ونحوہ[2] اھ ملخصا۔

اس پر فرمایا کہ ماتن کا قول "ولم یطأ" (اور وطی کی) عطف تفسیری ہے، اور وطی سے حقیقی جماع مراد ہے اگر قدرت ہو، اگر قدرت نہ ہو تو جماع کے قائم مقام، مثلاً یہ کہنا کہ میں نے بیوی سے رجوع کرلیا، کہے، اس سے مراد یہ ہے کہ وُہ اپنی قسم پر قائم نہ رہے اور قسم کو پُورا نہ کرے تو کفارہ لازم آئے گا اھ، اور دُر میں ہے "عاجز ہوجائے" سے مراد حقیقی عجز ہے حکمی عجز نہیں جیسا کہ احرام کی حالت میں ہونا عجز حکمی ہے کیونکہ یہ عجز اختیاری ہے۔ بیوی سے وطی کے عجز کا مطلب یہ ہے کہ خاوند یا بیوی کو مرض لاحق ہو، یا بیوی صغیرہ ہو، یا خاوند نامرد یا آلہ سے محروم ہے، یا اتنی دور مسافت ہے کہ قسم کی مدت میں اس کو طے کرنا، قدرت میں نہیں ہے، یا ناحق قید میں ہے، تو ان صورتوں میں بیوی سے رجوع زبانی کرے اور یُوں کہے کہ میں نے بیوی سے رجوع کرلیا ہے یا میں نے ایلاء یعنی قسم کو باطل کردیا ہے، یا کہے کہ جو میں نے قسم کھائی اس سے میں نے رجوع کرلیا ہے یا اس کی مثل الفاظ کہہ دے، اھ، ملخصاً (ت)

مگر ایلاء طلاق مغلظہ نہیں کہ حلالہ کی ضرورت ہو، عدّت میں خواہ بعد عدت جب چاہیں باہم نکاح کرسکتے ہیں، ہاں اس سے پہلے کبھی دو طلاقیں دے چکا تھا تو آپ ہی حلالہ درکار ہوگا کہ اب یہ تیسری مل کر تین طلاقیں ہوگئیں، یہ جُدا بات ہے یا اگر (مدت[عہ]) کی قید نہ تھی بلکہ مطلق یا صراحۃً موبد تھا اور چار مہینے بے رجوع گزر گئے کہ ایک طلاق بائن پڑی پھر اُس سے نکاح کرلیا اور پھر چار مہینے خالی گزر گئے تو دوسری پڑے گی پھر نکاح کرلیا اور یُونہی چار مہینے گزر گئے تو تین طلاقیں ہوجائیں گی اور اب بے حلالہ نکاح میں نہ لاسکے گا،

فی التنویر فی الحلف باللہ وجبت الکفارۃ

تنویر میں ہے: ایلاء میں اگر اللہ کی قسم، کہا، تو اس سے

عہ اصل میں کرم خوردہ ہے۔

---

[1] ردالمحتار باب الایلاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۴۶

[2] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۴۳

وفی غیرہ وجب الجزاء وسقط الایلاء و الابانت بواحدۃ وسقط الحلف لوموقتا لالوکان موبدا فلونکحھا ثانیا وثالثا و مضت المدتان بلافیئ بانت باخریین والمدۃ من وقت التزوج فان نکحھا بعد زوج اٰخرلم تطلق و ان وطئھا کفر لبقاء الیمین[1] ۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

رجوع کرنے پر کفارہ لازم ہوگا۔ اور اگر کوئی شرط رکھی تھی تو وہ جزاء لازم آئے گی۔ اور ایلاء ساقط ہوجائیگا ورنہ قسم کو پُورا کرنے پر بیوی ایک طلاق سے بائنہ ہوجائیگی اور حلف مقررہ وقت کیلئے ہو تو ختم ہوجائے گا اور اگر حلف ابدی ہو تو ختم نہ ہوگا، لہٰذا دوبارہ اور سہ بارہ نکاح کرنے پر ایلاء کی مدت پُورا ہونے اور رجوع نہ کرنے پر دوسری اور تیسری طلاق سے بائنہ ہوتی رہے گی اور قسم کی مدت کا اعتبار نکاح کے وقت سے ہوگا لہٰذا اگر بیوی حلالہ کے بعد واپس اس کے نکاح میں آئے تو طلاق نہ ہوگی تاہم وطی کرنے پر کفارہ ضرور لازم ہوگا کیونکہ قسم ابدی ہونے کی وجہ سے باقی ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۳۷: ڈالورفرسٹ ایچ روڈ مکان ۱۰۱ مسئولہ ابوبکر ۷ شوال ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے کتاب میں دیکھا ہے کوئی شخص حنفی مذہب کے موافق اپنی عورت سے کسی معاملہ میں اَن بَن ہوگئی اور چار حیض تک کچھ تعلق نہ رہا تو ایک طلاق ہوگی، پھر اس پر ایک اور حیض گزرنے سے دُوسری طلاق ہوگی پھر ایک اور حیض گزرنے سے تیسری طلاق ہوگی، یہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب

یہ محض بے اصل ہے اس کا پتا نہ مذہبِ حنفی میں ہے نہ کسی مذہب میں، اصل حکم جو ہے کہ یہ شخص اپنی عورت سے قربت کی قسم کھائے رب عزوجل نے اُسے چار مہینے کی مہلت دی ہے، اگر چار مہینے کے اندر قربت کرلے گا تو عورت نکاح سے نہ نکلے گی کفارہ دینا ہوگا، اور اگر چار مہینے کامل گزر جائیں گے تو ایک طلاق بائن ہوجائے گی عورت نکاح سے نکل جائے گی، پھر دوسرے یا تیسرے مہینے کوئی طلاق نہ ہوگی،

قال اللہ تعالٰی للذین یؤلون من نسائھم تربص اربعۃ اشھر

اللہ تعالٰی نے فرمایا: وہ لوگ جو بیویوں سے ایلاء کرتے ہیں ان کی قسم کی مدت چار ماہ ہے

---

[1] درمختار باب الایلاء مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۴۳-۲۴۲

Marfat.com

فان فآؤا فان اللہ غفور رحیم[1] و ان عزموا الطلاق فان اللہ سمیع علیم[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر اس دوران رجوع کرلیں تو اللہ تعالٰی بخشنے والا، رحم فرمانے والا ہے، اور اگر وہ (رجوع نہ کرکے) طلاق کا عزم کئے ہوں تو اللہ تعالٰی سننے والا جاننے والا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۶
[2] ؎ ؎ ۲/ ۲۲۷

Marfat.com

باب الخُلع

(خُلع کا بیان)

مسئلہ ۳۸ ازریاست رام پور محلہ مردان خاں مرسلہ سید محمد نور صاحب ۶ شوال ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس صورت میں کہ زوجین میں باہم نزاع وجھگڑا رہتا تھا اور کسی صورت سے مصالحت نہیں ہوتی تھی آخرالامر زوجین نے چند اہل محلہ کو جمع کیا، خلاصہ یہ کہ زوجین نے اپنی علیحدگی ہونے کا تصفیہ چاہا، اہل محلہ نے تصفیہ اس طرح پر کیا کہ جو اشیائے موجودہ زوجہ کی تحت میں تھیں مثل پلنگ وصندوق وزیور وغیرہ زوجہ کو دلوادئے گئے اور زوجہ سے کل مہر بخشوادیا اور زوج نے طلاق دی اور لفظ طلاق کا ایک مرتبہ یا دو مرتبہ کہا، آیا یہ طلاق رجعی واقع ہوئی یا بائن؟ کتب معتمدہ حنفیہ سے تفصیلاً وتشریحاً جواب مرحمت فرمائیے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر اُس تصفیہ یا باہمی مکالمات یا قرائن حالات سے واضح تھا کہ یہ طلاق اُس معافی مہر کے عوض دی گئی تو طلاق بائن ہوئی،

فی فتح القدیر ثم ردالمحتار قال ابرئینی من کل حق یکون للنساء علی الرجال ففعلت فقال فی فورہ طلقتک وھ

فتح القدیر میں ہے اور پھر ردالمحتار میں کہ اگر خاوند نے بیوی کو کہا تو مجھے ان تمام حقوق سے بری کردے جو بھی بیوی کے لئے خاوند کے ذمّہ ہوتے ہیں، تو بیوی نے ایسا کردیا تو اُس کے ساتھ متصل فوراً خاوند نے

Marfat.com

مدخول بھا یقع بائنا لانہ بعوض[1] اھ وفی الذخیرۃ والخانیۃ وغیرھما وعنھما فی ردالمحتار تقع بائنۃ لانہ طلاق بعوض وھوالابراء دلالۃ[2] اھ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

کہہ دیا کہ میں نے تجھے طلاق دی، بیوی اگر مدخولہ ہو تو یہ طلاق بائنہ ہوگی کیونکہ یہ طلاق بالعوض ہے اھ، اور ذخیرہ، خانیہ وغیرہما میں، اور ردالمحتار میں بھی ان دونوں سے منقول ہے کہ یہ طلاق بائنہ ہوگی کیونکہ یہ طلاق بالعوض ہے اور حقوق سے بری کرنا وہ دلالۃً معاوضہ ہے۔ اھ۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۹ از چوبیس پرگنہ ڈاکخانہ حالی شہر مقام حاجی نگر چٹکل ڈیلی سردار مرسلہ امیر اللہ میاں
۱۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

زید کی ہمشیرہ کی نابالغی کی حالت میں حسبِ رواجِ قوم بکر سے شادی ہوئی۔ اب وہ سنِ بلوغ کو پہنچی، اور وہ قرآن شریف وغیرہ بھی پڑھی ہے اور صوم وصلوٰۃ میں ازبس پابند ہے، اور شرع شریف کے بھی برخلاف نہیں ہے، اور اس کا بیان یعنی بکر بالکل تبرّا اسلام ہے یعنی نہ وہ نماز پڑھتا ہے نہ روزہ رکھتا ہے بلکہ اس لڑکی یعنی زید کی بہن کو نماز پڑھنے و روزہ رکھنے پر نقل و مضحکہ کرتا ہے، اور وہ بکر تاڑی بھی پیتا ہے، اور لڑکی کے ورثہ اسے ان فعلوں سے بہت روکتے اور سمجھاتے ہیں لیکن وہ ایک نہیں مانتا، اور لڑکی اسی وجہ سے بہت دن سے میکے میں ہے، اور بکر کی چال چلن اب تک نہیں بدلی، اس لئے لڑکی کے وارث بھی بہت تنگ ہیں کہ لڑکی کو کیا کریں، کتنے دن تک بالغ لڑکی کو کنواری رکھیں، اور لڑکی بھی بکر سے بیزار ہوکر چاہتی ہے کہ میں اس سے خلع کراؤں، اور ورثہ کی بھی یہی رائے ہے۔ آیا لڑکی ایسی حالت میں خلع کراسکتی ہے یا نہیں؟ اور بکر کے ساتھ اب تک خلوتِ صحیحہ بھی ہوئی نہیں۔

الجواب

خلع شرع میں اسے کہتے ہیں کہ شوہر برضائے خود مہر وغیرہ مال کے عوض عورت کو نکاح سے جدا کردے تنہا زوجہ کے کئے نہیں ہوسکتا، اور نابالغہ کا نکاح جو اس کے باپ نے کیا ہو عورت بالغہ ہو اس پر اعتراض کا بھی حق نہیں رکھتی، اور اگر باپ دادا کے سوا اور ولی نے کیا اور شوہر اس وقت عورت کا کفو تھا

---

[1] ردالمحتار بحوالہ فتح القدیر باب الخلع داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۶۰
[2] ردالمحتار بحوالہ الذخیرہ والخانیہ " " " " ۲/۵۶۶

Marfat.com

یعنی مذہب یا نسب یا پیشہ یا چال چلن میں ایسا کم نہ تھا کہ اُس سے نکاح اولیائے زن کے لئے باعثِ ننگ و عار ہو تو اس صورت میں اگرچہ عورت کو بعد بلوغ فسخ کرانے کا اختیار ملتا ہے مگر جبکہ بالغ ہوتے ہی فوراً اس سے اظہارِ ناراضی کرے کہ مجھے یہ نکاح منظور نہیں، چارۂ کار یہ ہے کہ اُس سے طلاق لی جائے یہ اُس صورت میں کہ وُہ اسلام پر قائم ہو۔ سائل نے نہ لکھا کہ وُہ نماز روزہ پر عورت سے کیا مضحکہ کرتا ہے، اگر وُہ مضحکہ نماز روزہ کی طرف راجع ہو تو وہ اسلام ہی سے نکل گیا اور عورت اُس کے نکاح سے خارج ہوگئی، اور اگر واقعی اب تک خلوت نہیں ہُوئی تو عدت کی بھی حاجت نہیں، ابھی جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

Marfat.com

بابُ الظّہار

(ظہار کا بیان)

مسئلہ ۴۰: از بہیڑی پنجم محرم الحرام ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی عورت پر غصہ ہوکر زوجہ سے یہ لفظ کہے کہ میں تجھ کو طلاق دے دوں گا میں تجھے بجائے ماں بہن کے سمجھتا ہوں اگر تجھ سے کلام کروں تو اپنی بہن سے کلام کروں۔ اس صورت میں عورت اس کے نکاح سے خارج ہوگئی یا نہیں؟ تو اس کی نسبت کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

پہلا لفظ کہ "میں تجھے طلاق دے دوں گا" محض نامعتبر ہے کہ صرف وعدہ ہی وعدہ ہے اس سے کچھ نہیں ہوتا، یونہی پچھلا لفظ کہ "میں تجھ سے کلام کروں تو اپنی ماں بہن سے کلام کروں" کوئی چیز نہیں اگرچہ کلام کرنے سے ہمبستری ہی کرنا مراد لیا ہو،

فی الھندیۃ لوقال ان وطئتك وطئت امی فلاشیئ علیہ کذا فی غایۃ السروجی[1]۔ ہندیہ میں ہے کہ اگر خاوند نے کہا اگر میں تجھ سے وطی کروں تو اپنی ماں سے وطی کروں۔ تو خاوند پر کچھ لازم نہیں۔ غایۃ السروجی میں یونہی مذکور ہے۔ (ت)

رہا بیچ کا لفظ اس کی نسبت سائل مظہر کہ میری مراد اس کہنے سے یہ تھی کہ تجھے مثل اپنی ماں بہن کے اپنے اوپر

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی الظہار نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۵۰۷

Marfat.com

حرام سمجھتا ہوں طلاق دینا میری نیت میں نہ تھا، اگر یہ بیان واقعی ہے تو صورت ظہار کی ہے،

فی العالمگیریۃ لو قال لہا انت علی مثل امی ان نوی التحریم اختلفت الروایات فیہ والصحیح انہ یکون ظہارا عند الکل کذا فی فتاوٰی قاضی خان[1] اھ ملخصا، وفی رد المحتار عن البحر منی وعندی ومعی کعلی[2] اھ اقول وانت تعلم ان سمجھتا ہوں بلساننا یودی مؤدی عندی بلسان العرب۔

عالمگیری میں ہے: اگر خاوند نے کہا "تو مجھ پر میری ماں کی طرح ہے" اگر اس سے حرام کرنے کی نیت کی ہو تو اس میں روایات کا اختلاف ہے۔ اور صحیح روایت یہ ہے کہ یہ ظہار ہوگا سب کے نزدیک. جیسا کہ فتاوٰی قاضی خاں میں ہے اھ ملخصا، اور ردالمحتار میں بحر سے منقول ہے کہ "اگر تو مجھ پر" کی بجائے "مجھ سے، میرے ہاں، میرے ساتھ" کے الفاظ کہے تو وہ بھی "مجھ پر" کے حکم میں ہوں گے۔ اقول (میں کہتا ہوں) ہماری زبان میں "سمجھتا ہوں" کا لفظ عربی زبان میں "عندی" کے قائم مقام ہے۔ (ت)

پس صورت مسئولہ کا حکم یہ ہے کہ عورت نکاح سے نہ نکلی مگر اُسے اُس کے ساتھ صحبت کرنا یا شہوت کے ساتھ اُس کا بوسہ لینا یا شہوت سے اُس کے بدن کو ہاتھ لگانا یا اسی طور پر اس کی شرمگاہ دیکھنا یہ سب باتیں حرام ہوگئیں اور ہمیشہ حرام رہیں گی جب تک کفارہ ادا نہ کرلے،

فی تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار یصیر بہ مظاھرا فیحرم وطؤھا علیہ ودواعیہ من القبلۃ و اللمس والنظر الی فرجہا بشھوۃ اما اللمس بغیر شھوۃ فخارج بالاجماع نھر، وکذا یحرم علیہا تمکینہ و لا یحرم النظر الی ظھرھا و بطنہا و لا الی الشعر

تنویر الابصار، درمختار اور ردالمحتار میں ہے کہ ان الفاظ سے وُہ شخص ظہار کرنے والا قرار پائے گا' لہذا بیوی سے وطی اور وطی کے دواعی اس پر حرام ہوجائیں گے، وطی کے دواعی بوس وکنار اور شہوت سے بیوی کی شرمگاہ پر نظر ڈالنا وغیرہ ہیں، لیکن بغیر شہوت چھُونا اس حکم سے بالاجماع خارج ہے' نہر۔ اور یُونہی بیوی پر خاوند کو جماع کا موقعہ دینا حرام ہے، اور بیوی کی پُشت، پیٹ، چھاتی اور بالوں

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی الظہار نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۵۰۷

[2] ردالمحتار باب الظہار داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۷۵

Marfat.com

والصدر بحرای ولو بشهوۃ بخلاف النظر الی الفرج بشہوۃ، وعن محمد لو قدم من سفر له تقبیلہا للشفقۃ حتی یکفر غایۃ لقولہ فیحرم[1] اھ ملخصۃ۔

کو دیکھنا حرام نہیں ہے بحر یعنی اگرچہ شہوت سے ہو، اس کے برخلاف بیوی کی شرمگاہ کو شہوت سے دیکھنا حرام ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر سفر سے آئے اور بیوی کو شفقت سے بوسہ دے لے تو جائز ہے حتی یکفر (کفارہ دینے تک) یہ ماتن کے قول فیحرم (پس حرام ہے) کی غایت ہے (ت)

اور کفارہ اس کا یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے اور اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو دو مہینے کے روزے لگاتار رکھے، ان دنوں کے بیچ میں نہ کوئی روزہ چھوٹے نہ دن کو یا رات کو کسی وقت عورت سے صحبت کرے ورنہ پھر سرے سے روزے رکھنے پڑیں گے، اور جو ایسا بیمار یا اتنا بوڑھا ہے کہ روزوں کی طاقت نہیں رکھتا وہ ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے یا ساٹھ مسکینوں کو گیہوں دے فی مسکین بریلی کی تول سے پونے دو سیر آٹھ آنے بھر زائد یا اس قدر کی قیمت ادا کرے، جب تک اس کفارہ سے فارغ نہ ہو ہرگز عورت کو ہاتھ نہ لگائے،

فی الدرالمختار، ھی تحریر رقبۃ فان لم یجد مایعتق، صام شہرین ولو ثمانیۃ و خمسین یومًا بالھلال والا فستین یوما متتابعین قبل المسیس، فان افطر بعذر او بغیرہ او وطئھا فی الشہرین مطلقا لیلا او نہارا عامدا او ناسیا استأنف الصوم، لا الاطعام فان عجز عن الصوم لمرض لایرجی برؤہ او کبر اطعم ستین مسکینا او لو حکما کالفطرۃ او قیمۃ ذلك، وان غداھم وعشاھم واشبعھم جاز کما لو اطعم واحدا ستین یوما لتجدد الحاجۃ[2] اھ ملتقطا، واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے: کفارہ غلام کو آزاد کرنا ہے، اگر یہ نہ ہو سکے تو جماع سے قبل دو ماہ کے روزے رکھے، اگرچہ چاند کے حساب سے یہ کل روزے اٹھاون بنیں، ورنہ دنوں کے حساب سے ساٹھ روزے مسلسل پورے کرے، پھر اگر درمیان میں کوئی روزہ چھوڑ دیا عذر کی بنا پر خواہ بغیر عذر، یا ان دو ماہ میں بیوی سے جماع کر لیا، دن یا رات میں، قصدًا یا بھول کر، جیسے بھی ہو تو پھر نئے حساب سے ساٹھ روزے رکھے اگر طعام کی صورت میں کفارہ ادا کرے اور کھانا کھلانے کے دوران بیوی سے جماع کر لیا تو نئے سرے سے کھانا کھلانا لازم نہیں آئے گا، پھر اگر کسی ایسے مرض کی وجہ سے جس سے برات کی امید نہیں، روزہ نہ رکھ سکے، یا بڑھاپے کی وجہ سے روزے پر قدرت نہ ہو تو پھر

[1] ردالمحتار | باب الظہار | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۷۶-۵۷۵
[2] درمختار | باب الکفارہ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۵۰-۵۱

Marfat.com

ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے اگرچہ کھلانا حکمی ہو یعنی غلہ بمقدار فطرانہ دے دے یا اس کی قیمت دے دے، اور اگر صبح و شام دو وقت کھانے سے مسکینوں کو سیر کردیا تو یہ جائز ہو جائیگا، جس طرح ایک ہی مسکین کو ساٹھ روز صبح و شام سیر کرکے کھلا دیا تو بھی جائز ہے کیونکہ ایک مسکین کو بھی روزانہ نئی حاجت ہوتی ہے اھ ملتقطا، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۱ از متھرا محلہ کیشو پورہ مرسلہ سید مدد علی صاحب رئیس ۱۹ شعبان ۱۳۰۷ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیانِ شرع متین دریں مسئلہ کہ زید از ہندہ الفتے گیرد و درخلوت اظہار محبت گرداند ہندہ بگوید کہ تو مرا چرا دوست پنداری کہ حمرا زوجۂ خود بداری زید در جواب او مکرر و سہ کرار از ہندہ وپیش ہچشمان خود بگوید کہ من در محبت تو حمرا زوجۂ خود را بجائے مادر وہمشیرۂ خود میدانم و ترا دوست می انگارم و زید دیگر بار ہم عندالاستفسار در مجمع بیان کند کہ وقتے کہ ہندہ از من پرسیدہ بود من واقعی نسبت حمرا زوجۂ خود اطلاق مادر وہمشیرہ کردہ ام دریں صورت حمرا در نکاح زید ماندہ است یانہ، وحکمِ شرع دریں مسئلہ چیست براہ نوازش مربیانہ فتوٰی بہ تدقیق وتحقیق ارشاد شود۔ بیّنوا توجروا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ زید ہندہ سے محبت کرتا ہے اور خلوت میں اس سے اظہارِ محبت کرتے ہُوئے، ہندہ کے اس سوال کے جواب میں کہ، تو مجھ سے محبت کیوں کرتا ہے جبکہ حمرا تیری بیوی موجود ہے، دوبار بلکہ تین بار ہندہ اور دوسرے حاضرین کے سامنے زید نے کہا کہ میں تیری محبت میں اپنی بیوی حمرا کو اپنی ماں بہن کی جگہ سمجھتا ہُوں اور تجھے پسند کرتا ہُوں، اور پھر زید ایک بار مجلس میں پوچھنے پر بیان کرتا ہے کہ جب ہندہ نے مجھ سے پوچھا تھا تو واقعی میں نے حمرا کی بابت یہ بات کہی تھی کہ وہ میری ماں بہن ہے، تو کیا اس صورت میں حمرا زید کے نکاح میں باقی رہی یا نہ؟ اس مسئلہ میں شرعی حکم کیا ہے؟ براہِ نوازش تحقیق وتدقیق کے ساتھ فتوٰی ارشاد فرمائیں۔ بیّنوا توجروا۔ (ت)

الجواب

درصورت مستفسرہ زید باطلاق ہچو کلمات فساق آثم وبزہ کارست، قال اللہ تعالٰی ما ھن امھاتھم ان امھاتھم الا الّٰئ ولدنھم وانھم لیقولون منکرا من القول وزورا[1] ہچوا بہا مادراں ایشاں

مسئولہ صورت میں زید اپنے ان کلمات کی وجہ سے فاسق، گنہگار اور جھوٹا ہے، اللہ تعالٰی نے فرمایا وہ (بیویاں) مائیں نہیں ہیں، مائیں تو وہی ہیں جنھوں نے ان کو جنم دیا ہے اور بیشک یہ بُری اور جھُوٹی بات کہتے ہیں۔ پھر اگر زید نے ان کلمات سے بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ کیا

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۲

Marfat.com

نیند، ہم مادراں شاں ہم آناں اند کہ ایشاں را زائیدہ اند و بدرستی ہمچناں ست کہ ایشاں ہرزہ می لافند و دروغ مے بافند، باز اگر زید بایں کلمہ ارادۂ طلاق حمرا داشت و دل برا اخراجش از قید نکاح گماشت حمرا بیک طلاق بائن مطلقہ شد اگرچہ نوبت تکلم بایں کلمہ بسہ رسیدہ باشد طلاق مغلظ نشود لان البائن لایلحق البائن کما صرحوا بہ فی عامۃ الکتب' پس برضائے حمرا بے حاجت تحلیل حرام رابسلک نکاح خود میتواں کشید' و اگر بقصد ظہار گفت مظاہر گشت کہ حمرا ہمچناں در نکاح است اما جماع حمرا و بوسہ شہوت و دست بخواہش بہ تنش سودن و نگاہ رغبت بفرجش نمودن ہمہ ہا بر وحرام شد و تن باینہا دادن بروے حرام ، تا آنکہ زید کفارۂ ظہار ادا نماید' و او بندۂ آزاد کردن ست کہ فائت جنسے از اجناس منفعت نیست ہمچو سمع وبصر وعقل وغیرہا پس نابینا و ناشنوا و مجنون و بیہوش و ہردو دست یا ہردو پا یا یک دست و پا از یک جانب بریدہ و امثال اینہا در کفارہ بکار نیایند' و اگر بندہ نیابد دو ماہ پے در پے بے فصل روزے پیش از جماع آں زوجہ روزہ دارد اگر در مدت صیام باآں زن نزدیکے نمود اگرچہ شبانہ اگرچہ بسہو تا روزہا از سر گیرد و اگر نہایت پیرانہ سالی یا مرضے قوی بے امید بہی طاقت

اور دل میں بیوی حمرا کو نکاح سے خارج کر دینے کا ارادہ کر رکھا تھا تو حمرا کو ایک بائنہ طلاق ہو گئی ، اگرچہ کلمات تین بار کہے ہوں ایک ہی طلاق ہوگی' تین طلاقوں سے مغلظہ نہ ہوں گی، کیونکہ بائنہ کے بعد بائنہ طلاق نہیں ہوتی، جیسا کہ عام کتب میں اس کی تصریح ہے ، لہذا زید دوبارہ حمرا سے بغیر حلالہ حمرا کی رضامندی سے نکاح کر سکتا ہے ، اور اگر زید نے یہ کلمات ظہار کی نیت سے کہے ہوں تو ظہار ہوگا' لہذا اس صورت میں حمرا زید کے نکاح میں بدستور رہے گی لیکن حمرا سے جماع یا بوس وکنار، شہوت کے ساتھ چھونا ، شہوت کے ساتھ اس کی شرمگاہ کو دیکھنا یہ تمام چیزیں زید پر حرام ہیں اور بیوی پر خاوند کو جماع کا موقعہ دینا حرام ہے تا وقتیکہ زید کفارہ ظہار ادا نہ کرے ، اور کفارہ ظہار یہ ہے کہ غلام ایسا آزاد کرے جو کسی عیب سے متصف نہ ہو جس کی وجہ سے اس کی کوئی جسمانی منفعت ختم ہو گئی ہو مثلاً سمع ، بصر' عقل وغیرہ منفعت ختم نہ ہو' لہذا نابینا ، بہرا ، مجنون' بے ہوش ، دونوں ہاتھ یا دونوں پاؤں یا ایک ہی جانب کا ایک ہاتھ اور پاؤں کٹا ہوا ، اور اس قسم کے دیگر عیب والا غلام کفارہ کی ادائیگی میں کارآمد نہ ہوگا اور اگر غلام نہ ملے تو پھر پے در پے مسلسل بغیر ناغہ ۲ دو ماہ کے روزے اپنی بیوی کے ساتھ جماع سے قبل رکھے گا ، اگر اس دو ماہ کے روزوں میں بیوی سے دن یا رات کو بھول کر یا قصداً جماع کر لیا تو نئے سرے سے پھر دو ماہ کے روزے مسلسل رکھنے پڑیں گے، اور اگر

Marfat.com

روزہائے پیہم بردہ است شصت مسکین را طعامے ہمچو
صدقۂ فطر رساند یعنی بہر مسکین صاعے از جو یا نیم صاع
گندم یا قیمت اینہا تملیک کند یا شصت مسکین را
کہ خوراک معتاد انسان جوان خوردن تواند شام و
پگاہ شکم سیر خوراند چوں ایں چنیں کند حمرا برو حلال شود
و اگر مراد زید بایں کلمات مجرد حرمت حمرا بر خود بود
بے قصد طلاق و ظہار یعنی او را در محبت تو بر خود چناں
حرام میدانم تاہم ظہار خواہد شد و ہماں احکام کفارہ
درکار، و اگر ہیچ نیت نداشت ہمیں سخنے بود کہ بے قصد
معنی بر زبان راند آنگاہ ہیچ لازم نیاید حمرا بدستور
در نکاح و جماع و دواعی جملگی مباح ہمچناں اگر کلام مذکور
بایں قصد گفت کہ زن خود در برّ و کرامت بجائے مادر و
خواہر خویش میدانم تاہم چیزے لازم نیست۔

نہایت بڑھاپے یا کسی قوی مرض جس کے ختم ہونے کی
امید نہ ہو اور روزہ رکھنے کی طاقت بحال ہونے کی
اُمید بھی نہ ہو تو پھر ایسا شخص ساٹھ مسکینوں کو صدقۂ فطر
کی مقدار کھانا دے یعنی ہر مسکین کو ایک صاع جَو
یا نصف صاع گندم یا ان کی قیمت کا مالک بنائے
یا ساٹھ مسکینوں کو صبح و شام پیٹ بھر کر کھانا کھلائے،
جب یہ کام کرلے تو اس کی بیوی حمرا اس کے لئے
حلال ہوجائے گی، اور اگر زید نے ان کلمات سے
صرف حمرا کا حرام ہونا مراد لیا ہو، اور طلاق یا ظہار کی
نیت نہ کی ہو یعنی یُوں کہا تیری محبت میں اس کو میں
اپنے اُوپر یُوں حرام جانتا ہُوں۔ تو بھی ظہار ہی ہوگا اور
کفارہ لازم ہوگا، اور اگر اس نے ان کلمات سے
طلاق، ظہار یا حرام ہونا کچھ مراد نہ لیا اور صرف زبان
پر یہ کلمات بغیر نیت جاری ہوگئے تو پھر زید کے ذمہ کچھ نہ ہوگا، اور حمرا بدستور اس کی بیوی ہوگی اس سے جماع
اور دواعی جماع سب مباح ہوں گے، اور اگر زید نے ان کلمات سے یہ نیت کی ہو کہ حمرا میرے لئے ماں اور بہن کی
طرح کرامت والی ہے تو بھی کچھ لازم نہ آئے گا۔ (ت)

در تنویر الابصار و درمختار و ردالمحتار فرمودہ اند
ان نوی بانت علیّ مثل امی او کامی وکذا
لو حذف علیّ "خانیۃ" برا او ظہارا
او طلاقا صحت نیتہ ووقع مانواہ
لانہ کنایۃ (قال فی البحر
واذا نوی بہ الطلاق کان
بائنا، وقال خیر الرملی و
کذا لو نوی الحرمۃ
المجردۃ ینبغی ان یکون ظہارا،

تنویر الابصار، درمختار اور ردالمحتار میں فرمایا
ہے اگر بیوی کو یُوں کہا کہ تُو مجھ پر میری ماں کی مثل یا میری
ماں کی طرح ہے اور یوں ہی اگر "علیّ" (مجھ پر) کا
لفظ حذف کردے، خانیہ۔ ان الفاظ سے اگر تعظیم
زوجہ یا طلاق یا ظہار کی نیت کی تو اس کی نیت
صحیح ہوگی اور نیت کے مطابق حکم ہوگا کیونکہ یہ کنایہ ہے۔
(بحر میں فرمایا خاوند نے جب طلاق کی نیت کی تو طلاق
بائنہ ہوگی۔ اور خیر الدین رملی نے فرمایا: یُوں ہی اگر
صرف حرام ہونے کی نیت کی تو ظہار ہوگا، اور جھگڑے

Marfat.com

وینبغی ان لایصدق قضاء فی ارادۃ البر، اذا کان فی حال المشاجرۃ و ذکر الطلاق اھ) والاینوشیئا لغا وتعین الادنی ای البر یعنی الکرامۃ[1] انتہت ملخصات وفیما یصیر بہ مظاہرا فیحرم وطؤہا علیہ و دواعیہ (من القبلۃ والمس والنظر الی فرجہا بشہوۃ اما المس بغیر شہوۃ فخارج بالاجماع نہر) وکذا یحرم علیہا تمکینہ ولا یحرم النظر (ای الی ظہرہا وبطنہا ولا الی الشعر والصدر بحر ای ولو بشہوۃ بخلاف النظر الی الفرج بشہوۃ) وعن محمد لو قدم من سفر لہ تقبیلہا للشفقۃ (افاد ان التقبیل لایحرم الا اذا کان عن شہوۃ) حتی یکفر[2] انتہت تلخیصا و فیہما الکفارۃ تحریر رقبۃ

ومذاکرہ طلاق میں اگر یہ بات کہی ہو اور خاوند کہے کہ میں نے اس سے ماں کی طرح عزت وکرامت والی مراد لی ہے تو قاضی کو چاہئے کہ وُہ اس کی تصدیق نہ کرے اھ) اور اگر یہ بات کرتے وقت کوئی نیت نہ تھی تو کلام لغو ہوگا، اور ادنیٰ احتمال یعنی کرامت والا متعین ہوگا، عبارات کی تلخیص ختم ہوئی۔ درمختار و ردالمحتار میں ہے: ان الفاظ سے وہ شخص ظہار کرنے والا قرار پائے گا، لہٰذا خاوند پر بیوی سے وطی اور اس کے دواعی یعنی بوس وکنار، شہوت سے شرمگاہ کو دیکھنا وغیرہ حرام ہوں گے تاہم بغیر شہوت چُھونا بالاجماع حرام ہونے سے خارج ہے، نہر۔ یونہی بیوی پر حرام ہے کہ وہ خاوند کو جماع کا موقعہ دے، اور ظہار میں خاوند کو بیوی کی پیٹھ، پیٹ، بال اور چھاتی کو دیکھنا حرام نہیں ہے بحر، یعنی دیکھنا اگرچہ شہوت سے ہو، اس کے برخلاف شرمگاہ کو شہوت سے دیکھنا حرام ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے منقول ہے کہ اگر خاوند سفر سے واپس آئے اور از راہِ شفقت بیوی کو بوسہ دے تو جائز ہے (اس سے معلوم ہوا کہ بوسہ لینا صرف شہوت سے حرام ہے) یہ حرمت

۱؎ درمختار	باب الظہار	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۲۴۹
ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۵۷۶-۵۷۷
۲؎ درمختار	"	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۲۴۹
ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۵۷۵-۵۷۶

Marfat.com

ولو صغيرا رضيعا او اصم ان صيح به يسمع ، والا لا ، لا فائت جنس المنفعة (اى البصر والسمع و والنطق والبطش والسعى والعقل قهستانى ، والمراد فوت منفعة بتمامها) كالاعمى ومجنون الذى لا يعقل والمقطوع يداه او رجلاه او يد ورجل من جانب فان لم يجد مايعتق صام شهرين متتابعين قبل المسيس فان وطئها اى المظاهر منها فيهما اى الشهرين ليلا او نهارا عامدا او ناسيا استأنف الصوم فان عجز لمرض لا يرجى برؤه او كبر اطعم اى ملك ستين مسكينا كالفطرة قدرا او مصرفا اوقيمة ذلك وان اراد الاباحة غداهم وعشاهم جاز (ولو كان فيهم اطعمهم صبى فطيم لم يجزه لانه لا يستوفى كاملا ، المراد بالفطيم من لا يستوفى فى الطعام المعتاد)[1] انتهت بالتلخيص۔

کفارہ کی ادائیگی تک ہوگی اھ تلخیصاً۔ درمختار و ردالمحتار میں ہے کہ کفارہ یہ ہے کہ غلام آزاد کرے اگرچہ غلام دودھ پینے والا بچہ یا ایسا بہرا جو بلند آواز کو سن سکے اور جو کوئی آواز نہ سن سکے تو وہ جائز نہیں اور بدنی منفعت (مثلاً دیکھنا، سننا، بولنا، پکڑنا، چلنا اور عقل سے کلیۃً محروم جائز نہیں، قہستانی۔ اور بدنی منفعت فوت ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ کلیۃً فوت ہو) جیسے نابینا، مجنون بے عقل، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں یا ایک ہی جانب سے ایک ہاتھ اور پاؤں کٹا ہو، اور اگر غلام نہ پائے تو دو ماہ کے روزے پے درپے جماع سے قبل رکھے، اور اگر ظہار والے نے ان دو ماہ کے دوران دن یا رات کو، بھول کر یا قصداً جماع کرلیا تو پھر نئے سرے سے دوبارہ دو ماہ کے روزے رکھے پھر اگر وہ مظاہر کسی ختم نہ ہونے والی مرض یا نہایت بڑھاپے کی وجہ سے روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا ملک کرے، اور یہ کھانا صدقہ فطر کی مقدار ہے اور مصرف بھی صدقہ فطر والا ہوگا یا اتنی مقدار غلہ کی قیمت دے دے اور اگر کفارہ کی مقدار کو مسکینوں کی ملکیت کی بجائے دو وقت کا کھانا پیٹ بھر کر کھلادے تو جائز ہے (اگر مسکینوں میں کوئی شیر خواری سے فارغ بچہ ہو تو اس کو شمار نہ کرے کیونکہ وہ پوری خوراک نہیں کھا سکتا، اور شیر خواری سے فارغ بچے سے مراد یہ ہے کہ وہ پوری عادی خوراک نہ کھا سکے) اھ ملخصاً (ت)

[1] ردالمحتار، باب الکفارۃ، داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۷۹ و درمختار، باب الکفارۃ، مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۵۰

Marfat.com

این ست تفصیل صور این قول منکر زید بارادہ کہ داشت نیکو داناست وخدائے او دانا تر ازو؛ از خدائے ترسد و بہر ارادہ کہ این سخن گفتہ باشد حکمش ازین تفصیل برآرد بران کاربند واینہا حکم دیانت بود فاما قضاءً در مسئلہ دائرہ صورت آخرہ را گنجائش نیست طرزِ کلام وسیاق وسباق و حال آن وقت ہمہ گواہ عدل ست کہ زید آن ہنگام ازارادہ برّ وکرامت حمرا بمراحل دور بود وضابطہ کلیہ شرع ست کہ از محتملات سخن ہرچہ خلاف ظاہر باشد زنہار قضاءً پذیرا نیفتد خاصۃ کہ دران تخفیفے باشد مر مدعی را ودر نظر تحقیق سقوط این احتمال موجب سقوط احتمال چہارم نیز ست زیرا کہ ہم از ضوابط شرع ست کہ تا توانند کلام عاقل بالغ را مہمل نگزارند لما فیہ من الحاقہ بالبہائم وقد عقد لذلك فی الاشباہ والنظائر قاعدۃ مستقلۃ آخر ندیدی کہ در درمختار بحالت عدم نیت چون کلام را لغو بمعنے غیر مثمر حکم کردند ہمچنان مہمل و بےمعنے نگزاشتند بلکہ برادنی محتملات یعنی معنی برّ وکرامت فرود آوردند حیث قال و الا ینو شیئا لغا وتعین الادنی ای البر؎ این جا چون معنی برّ را بار نیست چنانکہ شنیدی لاجرم برادنی البواقی کہ ظہار وتحریم

یہ زید کے ناپسندیدہ قول کی تفصیل ہے اور وہ اپنی نیت کے متعلق بہتر جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے اس لئے نیت کے بیان میں وہ اللہ تعالیٰ کا خوف کرے، اس نے جو بات کی ہے اور جس ارادہ سے کی اس تفصیلی حکم کے مطابق اس پر عمل کرے، یہ تمام بحث دیانۃً حکم کی تفصیل ہے لیکن قضاءً اس کی اس بات میں آخری احتمال یعنی 'ماں جیسی عزت و کرامت والی' مراد لینا جائز نہ ہوگا، اس کی گنجائش، اندازِ کلام اور اس کے سیاق وسباق اور حال کی وجہ سے نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ تمام امور اس بات کی شہادت ہیں کہ یہاں وہ حمرا بیوی کو ماں جیسی عزت و کرامت دینے کے درپے نہیں ہے بلکہ یہ احتمال بعید تر ہے' اور شریعت کا ضابطہ کلیہ ہے کہ کلام میں وہ احتمال ساقط قرار پائیگا جو ظاہر کے خلاف ہوگا، خصوصاً جبکہ وہ احتمال قائل کے لئے تخفیف کا باعث بھی ہو، اور تحقیقی نظر میں اس احتمال کا یہاں ساقط قرار پانا احتمال چہارم یعنی نیت نہ ہونے پر لغو ہونا، کو بھی ساقط کر دے گا، کیونکہ یہ بھی شرعی ضابطہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو عاقل بالغ کے کلام کو مہمل ہونے سے بچایا جائے، کیونکہ اس کی بات کو مہمل قرار دینا گویا اس کو حیوان قرار دینا ہے اشباہ ونظائر میں اس کے لئے مستقل قاعدہ بیان کیا گیا ہے. کیا آپ نے درمختار کو دیکھا نہیں کہ اس کلام میں کوئی بھی نیت نہ ہونے کو لغو بمعنے غیر ثمر آور قرار دیتے ہوئے یونہی مہمل اور بے معنی قرار نہ دیا بلکہ اس کو

؎ درمختار باب الظہار مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۴۹

Marfat.com

ست تنزیل کردہ آید و خود چہ گونہ گوارائے عقل سلیم
باشد کہ زید بکرات ومرات درجواب ہندہ و بخطاب
مردماں ایں کلام گوید و ہیچ گاہ ارادہ ہیچ معنی بدل
ندارد بلکہ ہمچناں بے قصد معنے دررنگ ہذیان برزبان
آرد ہیچ احتمالے بعید تر ازیں احتمال نمی شناسی
باز ہنگام استفسار سپید و آشکار اقرار مے کند
کہ واقعی ہمخوابۂ خود را برابر مادر و خواہر نہادہ ام و
نہ می گوید کہ بفضولے سخنے بمعنے بے نیت و قصدے
بردادہ ام لاجرم قضاءً ازاں پنج صور ہمیں سہ صورت
پیشین را مساغ ست پس اگر زید اعتراف
بہ نیت یکے ازانہا کند حکمش پیداست ورنہ انکارش
قضاءً نامسموع وحمل بریکے ازانہا لازم فاما طلاق
کہ اعلیٰ وابعد ست وہیچ دلیلے براں نے ازمیاں
رود، وظہار یا مجرد تحریم کہ حاصل ہر دو
یکیست باقی ماند واگر نیکو بنگری ملاحظہ حال
عوام ہمیں معنی تحریم را متعین میکند اگر تفتیش
ہمانا بینی کہ جزیں معنی ایں کلام را درذہن ایشاں
کمتر محلے بودہ باشد۔

ادنیٰ احتمال قرار دے کر عزت وکرامت کے معنیٰ پر
محمول کیا ________ اور یوں کہا
اگر کوئی نیت نہ کی تو لغو ہو کر ادنیٰ معنیٰ متعین قرار پائیگا،
یعنی عزت وکرامت مراد ہوگا، جب یہاں عزت و
کرامت والا معنیٰ نہیں بن سکتا جیسا کہ آپ سُن چکے
تو باقی پہلے تین احتمالات میں ادنیٰ معنیٰ مراد ہوگا،
جو کہ ظہار یا تحریم ہے، زید چونکہ کئی مرتبہ ہندہ کے
جواب میں اور لوگوں سے خطاب میں یہ بات کہہ چکا ہے
تو عقل سلیم کیسے یہ گوارا کرلے کہ اس نے یہ بات
بغیر نیت اور کوئی معنیٰ مراد لئے بغیر بطور ہذیان زبان سے
کہہ دی ہے، تو اس احتمال سے بعید اور کوئی احتمال
نہیں ہوسکتا۔ پھر زید نے استفسار کرنے پر واضح طور
پر اقرار کیا ہے کہ واقعی میں نے اپنی بیوی کو ماں اور بہن
کے برابر قرار دیا ہے اور یہ نہیں کہا کہ میں نے فضول
اور بے معنیٰ بات کی ہے، تو لازمی طور پر قضاءً پانچ
مذکورہ صورتوں میں سے پہلی تین صورتوں کو ہی متعین
کیا جائے، لہٰذا اگر زید ان تین میں سے کسی ایک کے
ارادہ کرنے کا اعتراف کرے تو وُہ حکم اس پر نافذ
ہوجائے گا، ورنہ ان سب سے انکار قضاءً قابل قبول نہ ہوگا، بلکہ کسی ایک احتمال پر محمول کرنا ضروری ہوگا، ان
میں طلاق کا احتمال تو آخری بات ہے اور بعید ہے جس پر کوئی دلیل نہیں ہے تو ظہار یا تحریم جن دونوں کا حاصل
ایک ہی ہے باقی رہ جاتے ہیں اور قاضی اگر بہتر سمجھے تو عوام کے حال کو ملاحظہ کرتے ہوئے تحریم والا معنیٰ متعین
قرار دے گا کیونکہ غور کرنے سے معلوم ہوجائے گا عوام اس لفظ سے تحریم سے کم معنیٰ مراد نہیں لیتے اور کم از کم
یہی مراد ہوتا ہے۔ (ت)

بالجملہ زید اگر اقرار نیت طلاق کند
طلاق بود ورنہ بہرحال درچشم قاضی ظہار

حاصلِ کلام یہ ہے کہ، زید اگر طلاق کا اقرار
کرلے تو طلاق ہے ورنہ بہرحال قاضی کی نگاہ میں

Marfat.com

باشد و دیگر ہیچ وزن دریں کار بمشابہ قاضی است لاشتراکھما کسائر الخلق فی قصر النظر علی الظھار واللہ سبحنہ یتولی السرائر پس حمرا اگر بگوشِ خود شنید یا مرد عادل وثقہ اورا خبر رسانید کہ شوہرش ایں چنیں چانہ زدہ است ناچار خویشتن را زن مظاہر داند وتن بجماع درندہد وزید رابشھوت بوسہ چیدن ودربر کشیدن ودست رسانیدن وشرمگاہ دیدن نگزارد فاما درنظر برفرج بے شہوت یا برغیر فرج اگرچہ سینہ وشکم اگرچہ لشھوت باکے نیست کما مر عن رد المحتار پس اگر زید کفارہ ندہد وحمرا را از قصد جماع و دواعی جماع معاف نہ دارد وحمرا ہرچوں کہ تواند خویشتن را از دست او[عہ] یعنی بعوض مہر خواہ ببدل مال دیگر طلاق از دستاند اگر بیند کہ طلاق ہم نمی دہد بباید کہ وارد ازخانہ گریزد وبحاکم رجوع آرد تا اورا بالجبر بحبس وضرب بریکے از دوکار دارد فامساك بمعروف اوتسریح باحسان[1] کفارہ دہد یا طلاق وقد حرم علیہ ہبہ ان یذرھا کالمعلقۃ در رد المحتار فرمود المرأۃ کالقاضی اذا سمعتہ او اخبرھا عدل لا یحل لھا تمکینہ والفتوی علی انہ لیس

ظہار ہے اور کوئی بھی خواہ بیوی ہو وہ قاضی کی موافقت کرے گا کیونکہ وُہ سب عام لوگوں کی طرح ظہار ہی سمجھیں گے، اور اللہ تعالٰی ہی باطنی امور کا مالک ہے۔ پھر اگر حمرا نے اپنے کانوں سے سُنا یا کسی عادل اور ثقہ آدمی نے اس کو اطلاع دی کہ اس کے خاوند نے یُوں بات کی ہے تو اس پر لازم ہے کہ وُہ اپنے آپ کو ظہار کی ہُوئی سمجھے اور اپنے آپ کو زید سے جماع اور شہوت کے ساتھ اس کو ہاتھ لگانے، بوس وکنار کرنے اور شرمگاہ کو بنظرِ شہوت دیکھنے سے محفوظ رکھے، لیکن بغیر شہوت شرمگاہ یا کسی عضو کو مثلاً چھاتی پیٹ اگرچہ شہوت سے چھُوئے تو کوئی حرج نہیں جیسا کہ ردالمحتار کے حوالہ سے بیان گزرا ہے، پس اگر زید کفارہ نہ دے اور اس دوران حمرا سے جماع یا دواعی جماع کے متعلق باز نہ آئے تو پھر خود حمرا کو چاہیے کہ اپنے آپ کو اس کے قبضہ سے کسی مال کے عوض خواہ مہر کے بدلے طلاق حاصل کرے اور اگر طلاق نہ دے تو پھر جس طرح ممکن ہو اس کے گھر سے جُدا رہے اور حاکمِ وقت سے شکایت کرے تاکہ وُہ جبراً اس کو باز رکھنے کے لئے قید کرے یا سزا دے اور دو کاموں میں سے ایک پر اس کو مجبور کرے کہ رکھنا ہو تو شریعت کے مطابق رکھے ورنہ اس کو آزاد کردے، یعنی کفارے یا

عہ مسودہ میں بیاض ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۲۹

لها قتله ولا تقتل نفسها بل تفدی نفسها بمال اوتهرب ، وفی البزازیۃ عن الاوزجندی انها ترفع الامر للقاضی فان حلف ولا بینۃ لها فالاثم علیہ اھ قلت ای اذا لم تقدر علی الفداء او الھرب ولا علی منعہ عنها فلا ینافی ما قبله[1] اھ باختصار ، در درمختار ست للمرأۃ ان تطالبه بالوطئ لتعلق حقها به ، وعلیها ان تمنعه من الاستمتاع حتی یکفر ، وعلی القاضی الزامه به بالتکفیر دفعا للضرر عنها بحبس اوضرب الی ان یکفر او یطلق[2]، آری اگر زید خبر دہد کہ من کفارہ ادا کردم وپیشتر ازیں معروف بکذب و دروغ گوئی نبودہ باشد آنگاہ حرا را می رسد کہ سخنش باور کردہ بااوبہم آید واز جماع وغیرہ ابا نماید اگر درواقع زید بہ نیت ظہار آں سخن گفتہ وہنوز کفارہ نہ دادہ بغلط اظہار نمودہ است تا گناہ برگردن اوست حرا از جرم یکسوست فی الدر المختار فان قال کفرت صدق مالم یعرف بالکذب[3]۔

طلاق پر مجبور کرے ان دو صورتوں کے بغیر کہ اس کو معلق چھوڑ دے اللہ تعالٰی نے حرام قرار دیا ہے۔
ردالمحتار میں ہے: جب عورت خود سُن لے یا ثقہ عادل شخص اس کو مطلع کر دے تو پھر عورت کو حلال نہیں کہ وُہ خاوند کو جماع کا موقعہ دے اور اس معاملہ میں فتوٰی اس پر ہے کہ عورت کو مرد کا قتل کرنا یا خودکُشی کرنا جائز نہیں، بلکہ عورت مال کے بدلے اپنے آپ کو آزاد کرائے یا اُس کے گھر سے دُور ہو جائے، اس معاملہ میں عورت خود فیصلہ کرنے میں قاضی کا حکم رکھتی ہے، اور بزازیہ میں اوزجندی سے منقول ہے کہ بیوی اپنے معاملہ کو قاضی کے ہاں پیش کرے، پھ عورت کے گواہ نہ ہونے کی صورت میں اگر خاوند قسم دے دے تو پھر گناہ خاوند پر ہے اھ، میں کہتا ہُوں یہ جب ہے کہ عورت خود کو فدیہ دے کر یا بھاگ کر نہ بچا سکے اور نہ ہی اپنے آپ کو خاوند سے روک سکے۔ لہذا بزازیہ کا بیان پہلے کلام کے منافی نہ ہوگا اھ اختصاراً۔ درمختار میں ہے، عورت کو وطئ کے مطالبہ کا حق ہے کیونکہ عورت کا حق وطی کے ساتھ متعلق ہے اور اس کے ساتھ عورت پر لازم ہے کہ وُہ کفارہ کے بغیر خاوند کو جماع سے باز رکھے، اور قاضی پر لازم ہے کہ مرد کو کفارہ دے کر عورت کے حقوق کی ادائیگی پر مجبور کرے تاکہ عورت کا ضرر ختم ہو سکے، وُہ یُوں کہ قاضی اس کو قید کرکے یا سزا دے کر طلاق یا کفارہ پر مجبور کر سکتا ہے، ہاں اگر زید قسم اٹھاتا ہے کہ میں نے ظہار کا

---

[1] ردالمحتار — باب الصریح — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۴۳۲/۲
[2] درمختار — باب الظہار — مطبع مجتبائی دہلی — ۲۴۹/۱
[3]

کفارہ دے دیا ہے جبکہ زید قبل ازیں دروغ گوئی اور جھوٹ بولنے میں معروف و مشہور نہیں ہے تو اس صورت میں عورت کو جائز ہے کہ وہ زید کی بات کو تسلیم کرکے جماع وغیرہ کا موقعہ دے دے اور انکار نہ کرے اور اگر فی الواقع زید نے ظہار کی نیت سے وہ کلام کیا تھا اور ابھی تک کفارہ ادا نہ کیا ہو اور غلط بیانی کرتا ہو کہ میں نے کفارہ ادا کر دیا ہے تو پھر گناہ زید پر ہوگا عورت اس گناہ سے بری ہوگی۔ درمختار میں ہے، اگر خاوند کہے کہ میں نے کفارہ دے دیا ہے تو اس کی بات تسلیم کی جائے گی بشرطیکہ وہ اس سے قبل جھوٹ بولنے میں معروف نہ ہو۔ (ت)

فقیر گوید آں چناں کہ ایں بدترین تدبیرے است مرکسے را کہ در واقع اظہار کردہ و کفارہ نداده غلط اخبار ہمچناں نیکو بدترے ست مرکسے را کہ معروف بکذب نیست و سخن مذکور بے نیت طلاق و ظہار و تحریم برزبانش آمد و بوجہ دلالت حالے چنانکہ ایں جاست قضاءً دعوٰی ارادہ برمقبول نیفتاد کہ اگر کفارہ ندہد زن بجماع تن نہ دہد و اگر راضی شود آثمہ گردد و اگر ایں کس کفارہ دہد مالے بے سبب از دست مے رود یا مشقت روزہ دو ماہہ برسر آید زیرا کہ دیانۃً بوجہ عدم موجب کفارہ بر و لازم نبودہ است پس باید کہ بسوئے مولٰی سبحنہ وتعالٰی از شناعت آں قول منکر توبہ آرد ایں توبہ کفارہ اش خواہد شد باز زن را گوید من کفارہ ادا کردم او کفارہ معلومہ ظہار پندارد و رضا بجماع دادن بر او روا گردد ایں ست تنقیح حکم بروجہ کافی، واللہ تعالٰی اعلم۔

میں **فقیر** کہتا ہوں کہ یہ بہت بُری تدبیر ہے کہ فی الواقع کوئی شخص ظہار کرکے کفارہ نہ دے کر غلط خبر دے اس سے زیادہ بُرا وہ شخص ہے جو معروف بکذب نہ ہو اور کہے کہ میں نے ظہار، طلاق اور تحریم کی نیت کے بغیر وہ کلام کی ہے دلالت حال کی بنا پر جس طرح کہ اس مسئولہ صورت میں ہے تو قاضی اس کے اس دعوٰی پر کو قبول نہ کرے گا اور اگر کفارہ نہ دیا ہو تو عورت کو لازم ہے کہ وہ اپنے آپ کو خاوند کے جماع سے دُور رکھے، اور اگر وہ اس پر راضی ہوئی تو گنہگار ہوگی اور اگر فی الواقع وہ شخص سچا ہے تو اس کفارہ میں مال دینا یا دو ماہ کے روزوں کی مشقت برداشت کرنا بے مقصد ہے کیونکہ دیانۃً اس پر کفارہ دینا واجب نہیں ہے تو اُسے چاہئے کہ وہ اللہ تعالٰی کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس لغو بات پر توبہ کرے اور بخشش طلب کرے یہ توبہ اس کے گناہ کا کفارہ ہے تو اس کے بعد بیوی کو کہے کہ میں نے کفارہ دے دیا ہے اور بیوی اس کو کفارہ ظہار سمجھتے ہوئے جماع پر راضی ہوجائے تو جائز ہوگا، یہ اس مسئلہ کی تنقیح ہے جو کافی ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دیندار و مشائخ باوقار اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ کو بحالتِ غصہ میں ماں بہن کہہ دیا مگر نان نفقہ دیتا رہا عورت اُس کے نکاح میں رہی یا بحکمِ شرع شریف جاتی رہی؟

Marfat.com

الجواب

زوجہ کو ماں بہن کہنا (خواہ یوں کہ اُسے ماں بہن کہہ کر پکارے، یا یوں کہے تو میری ماں بہن ہے سخت گناہ وناجائز ہے۔

قال اللّٰہ تعالٰی ماھن امھتھم ان امھتھم الا الٰئ ولدنھم وانھم لیقولون منکرا من القول و زورا[1]

جو روئیں اُن کی مائیں نہیں اُن کی مائیں تو وہی ہیں جنھوں نے اُنھیں جنا ہے اور وہ بیشک بُری اور جھُوٹی بات کہتے ہیں۔

مگر اس سے نہ نکاح میں خلل آئے نہ توبہ کے سوا کچھ اور لازم ہو، درمختار میں ہے:

الاینوشیئا اوحذف الکاف لغا و تعین الادنٰی ای البر یعنی الکرامۃ ویکرہ قولہ انت امی و یا ابنتی و یا اختی و نحوہ[2]

اگر کوئی نیت نہ کی یا حرفِ تشبیہ (کاف) کو ذکر نہ کیا ہو تو یہ بات لغو ہے اور احتمالات میں سے ادنٰی احتمال یعنی عزت وکرامت متعین ہوگا اور یہ کہنا کہ تُو میری ماں ہے یا میری بیٹی ہے یا میری بہن ہے یا اس کی مثل الفاظ، مکروہ ہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ حذف الکاف بان قال انت امی ومن بعض الظن جعلہ من باب زید اسد درمنتقی عن القہستانی قلت ویدل علیہ ما نذکرہ عن الفتح من انہ لابد من التصریح بالاداۃ[3]

قولہ کاف تشبیہ کو حذف کرنا مثلاً یوں کہنا ہے تُومیری ماں ہے نہ کہ جیسے بعض نے گمان کیا کہ "زید اسد" کی طرح حرف تشبیہ کو محذوف مانا جائے، اور تشبیہ بلیغ ہے جیساکہ درمنتقی میں قہستانی سے منقول ہے قلت میں کہتا ہوں کہ حرف تشبیہ کے بغیر ہونے پر دلیل وہ ہے جو ہم عنقریب فتح سے نقل کریں گے کہ ظہار کے لئے حرف تشبیہ کا ذکر ضروری ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

انت امی بلاتشبیہ فانہ باطل وان نوی[4]

حرف تشبیہ کے بغیر "تُومیری ماں ہے" کہنا اگرچہ طلاق کی نیت سے کہا ہو باطل ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/۲

[2] درمختار | باب الظہار | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۴۹

[3] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۵۷۷

[4] " | " | " " | ۲/۵۷۴

Marfat.com

ہاں اگر یُوں کہا ہو کہ تُو مثل یا مانند یا بجائے ماں بہن کے ہے تو اگر بہ نیتِ طلاق کہا تو ایک طلاق بائن ہوگئی اور عورت نکاح سے نکل گئی اور بہ نیتِ ظہار یا تحریم کہا یعنی یہ مراد ہے کہ مثل ماں بہن کے مجھ پر حرام ہے تو ظہار ہوگیا اب جب تک کفارہ نہ دے لے عورت سے جماع کرنا یا شہوت کے ساتھ اُس کا بوسہ لینا یا بنظرِ شہوت اس کے کسی بدن کو چھُونا یا بنگاہِ شہوت اس کی شرمگاہ دیکھنا سب حرام ہوگیا، اور اُس کا کفارہ یہ ہے کہ جماع سے پہلے ایک غلام آزاد کرے، اُس کی طاقت نہ ہو تو لگاتار دو مہینہ کے روزے رکھے، اس کی بھی قوت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو صدقۂ فطر کی طرح اناج یا کھانا دے کما امربہ المولٰی سبحٰنہ وتعالٰی فی القراٰن العظیم (جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالٰی نے قرآن عظیم میں حکم فرمایا ہے۔ ت) اور اگر ان میں سے کوئی نیت نہ تھی تو یہ لفظ بھی لغو و مہمل ہوگا جس سے طلاق یا کفارہ وغیرہ کچھ لازم نہ آئے گا۔ درمختار میں ہے:

ان نوی بانت علی مثل امی وکامی وکذا لوحذف "علی" خانیۃ براوظہارا اوطلاقا صحت نیتہ ووقع مانواہ لانہ کنایۃ والالغا۔[1]

اگر (طلاق کی) نیت کرے گا تو بیوی بائنہ ہوجائیگی، جب یُوں کہے تُو مجھ پر میری ماں کی مثل یا ماں کی طرح ہے یا حرف علی (مجھ پر) کو حذف کرکے کہے، خانیہ۔ ان الفاظ سے کرامت زوجہ یا ظہار یا طلاق کی نیت کرے تو اس کی نیت صحیح ہوگی جو بھی نیت کرے وہی حکم ہوگا کیونکہ یہ کنایہ ہے اور اگر کوئی نیت نہ کی ہو تو یہ بات لغو ہوگی۔ (ت)

ہندیہ میں خانیہ سے ہے:

ان نوی التحریم اختلفت الروایات فیہ والصحیح انہ یکون ظہارا عند الکل[2]، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

اگر اس سے صرف تحریم کی نیت کی تو اس میں روایات مختلف ہیں، صحیح یہ ہے کہ سب کے نزدیک ظہار ہوگا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۳: از کلکتہ امام باغ لین ۱۲ مسجد مرسلہ حافظ عزیز الرحمان صاحب ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص طلاق کے معنی و مطالب سے آگاہ نہ ہو اور وہ بالعوض طلاق بائن کے اپنی زوجہ سے یُوں کہے کہ تُو ماں ہے میری، اور اس کو مطلقہ لوگوں میں مشہور کرے اور اپنے اوپر حرام سمجھے تو آیا اُس شخص کی زوجہ مطلقہ ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

[1] درمختار | باب الظہار | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۲۴۹

[2] فتاوٰی ہندیہ | الباب التاسع فی الظہار | نورانی کتب خانہ پشاور | ۱/ ۵۰۰

Marfat.com

الجواب

عورت کو یوں کہنے سے کہ تو اُس شخص کی ماں بہن یا بیٹی ہے طلاق نہیں ہوتی اگرچہ بہ نیت طلاق کہے، رد المحتار میں ہے :

انت امی بلا تشبیہ فانہ باطل وان نوی[1]

اگر تشبیہ کے بغیر "تو میری ماں ہے" کہا تو یہ باطل ہے اگرچہ طلاق کی نیت سے کہے (ت)

لوگوں میں اُسے مشہور کرنا اور اپنے اوپر حرام سمجھنا اگر انھیں لفظوں کی بناء پر تھا تو عنداللہ یہ بھی محض باطل کہ بربنائے غلط فہمی تھا، اسی طرح اگر اس کے بیان سے ظاہر تھا کہ یہ اقرار طلاق انھیں الفاظ کی بناء پر ہے تو عندالناس بھی طلاق نہ ہوئی، ہاں اگر بیان و قرائن سے یہ امر ظاہر نہ ہو تو مطلقہ مشہور کرنے سے عندالناس اس پر طلاق مانی جائے گی اپنے اقرار پر ماخوذ ہوگا۔ فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے :

رجل طلق امرأتہ وھو صاحب برسام فلما صح قال قد طلقت امرأتی، ثم قال انی کنت اظن ان الطلاق فی تلک الحالۃ کان واقعا، قال مشائخنا رحمھم اللہ تعالٰی حین ما اقر بالطلاق ان ردہ الی حالۃ البرسام وقال قد طلقت امرأتی فی حالۃ البرسام فالطلاق غیر واقع وان لم یرد الی حالۃ البرسام فھو ماخوذ بذٰلک قضاءً[2]

کسی نے مرضِ برسام کی حالت میں بیوی کو طلاق دی تو جب تندرست ہُوا تو اس نے طلاق کا اقرار کرتے ہُوئے کہا کہ میرا گمان تھا کہ اس مرض کی وجہ سے طلاق ہوجاتی ہے، تو ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اقرارِ طلاق کے وقت اگر اس نے طلاق کو مرضِ برسام کی طرف منسوب کیا اور کہا میں نے اپنی عورت کو برسام کی حالت میں طلاق دی ہے تو طلاق نہ ہوگی اور اگر اس وقت اس نے طلاق کو مرضِ برسام کی طرف منسوب نہ کیا، تو قضاءً طلاق ہوجائے گی۔ (ت)

اُسی میں ہے :

صبی قال ان شربت فکل امرأۃ اتزوجھا فھی طالق

ایک نابالغ بچّے نے کہا اگر میں نوش کروں تو جس عورت سے بھی میں نکاح کروں اس کو طلاق ہے

---

[1] رد المحتار باب الظہار دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۷۴
[2] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الطلاق نولکشور لکھنؤ ۲/۲۱۳

Marfat.com

فشرب وھو صبی، فتزوج وھو بالغ وظن صھرہ ان الطلاق واقع، فقال ھذا البالغ آرے حرام است برمن قالوا ھذا اقرار منه بالحرمة فتحرم امرأته ابتداء، وقال بعضھم لاتحرم امرأته وھو الصحیح لانه ما اقر بالحرمة ابتداء وانما اقر بالسبب الذی تصادقا علیه و ذلك السبب باطل[۱] انتھی، و اللّٰه تعالٰی اعلم۔

اس کے بعد اس نے نابالغی میں نوش کرلیا پھر اس نے بالغ ہونے پر نکاح کیا اور اس کے سسرال نے گمان کیا کہ اس کہنے پر طلاق ہوگئی، اس پر اس لڑکے بالغ نے کہا ہاں بیوی مجھ پر حرام ہے، تو فقہاء نے فرمایا چونکہ لڑکے نے حرام ہونے کا اقرار کیا ہے لہذا اس کی بیوی اس پر ابتداءً حرام ہوگئی، اور بعض نے فرمایا کہ حرام نہ ہوگی، اور یہی صحیح ہے کیونکہ اس نے ابتداءً حرام ہونے کا اقرار نہیں کیا بلکہ سسرال کی بات پر اس نے یہ کہا ہے، اور سسرال والوں کے کہنے کا سبب بچپن کی بات ہے جو کہ باطل ہے کیونکہ نابالغ کی طلاق واقع نہیں ہوتی انتہی، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۴۴ از پیلی بھیت محلہ اشرف خاں مرسلہ عزیز الرحمان خاں ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ کی ماں سے یہ بات کہی کہ تیری لڑکی کو تاحیات تیری، مثل اپنی بہن کے سمجھتا ہوں، تو اس میں کیا حکمِ شرع ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر ان لفظوں سے اُس کی مراد ظہار یا تحریم تھی یعنی تیری حیات تک اپنی زوجہ سے ظہار کرتا ہُوں یا تیری حیات تک اُسے حرام سمجھتا ہُوں جب تو ظہار ہوگیا یعنی نکاح بدستور باقی ہے، مگر حیاتِ خوشدامن تک بے کفارہ دئے عورت کے پاس جانا بلکہ شہوت کے ساتھ ہاتھ لگانا بھی حرام ہوگیا، کفارہ ایک غلام آزاد کرنا اور اس کی قدرت نہ ہو تو ۲ مہینے کے لگاتار روزے، اس کی طاقت بھی نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو صدقۂ فطر کے مثل اناج یا اُس کی قیمت دینا یا دونوں وقت پیٹ بھر کھانا کھلانا، جب تک ساس زندہ ہے بغیر کفارہ دئے عورت کو ہاتھ لگائیگا تو گنہگار ہوگا، توبہ کرے، اور پھر نزدیک نہ ہو جب تک کفارہ نہ ادا کرلے، ہاں بعد انتقال خوشدامن ظہار جاتا رہے گا، اور بے کفارہ عورت سے جماع حلال ہوجائے گا، پھر اگر ساس زندہ ہے اور یہ شخص کفارہ نہیں دیتا جس کے سبب عورت حلال ہوجائے تو منکوحہ اس پر دعوٰی کرسکتی ہے کہ یا تو کفارہ دے کر جماع کرے یا طلاق دے کر عورت پر سے ضرر دفع ہو۔

---

[۱] فتاوٰی قاضی خاں باب التعلیق نولکشور لکھنؤ ۲/۲۳۵

Marfat.com

فی تنویر الابصار فیحرم وطؤها علیہ و دواعیہ حتی یکفر فان وطئ قبلہ استغفر و کفر للظہار فقط ولا یعود قبلہا[1] الخ وفیہ الکفارۃ تحریر رقبۃ فان لم یجد صام شہرین متتابعین قبل المسیس، فان عجز اطعم ستین مسکینا کالفطرۃ او قیمۃ ذٰلک و ان غداھم وعشاھم جاز[2] اھ ملخصا، و فی الدر لو قیدہ بوقت سقط بمضیہ[3] اھ فی ردالمحتار فلو اراد قربانہا داخل الوقت لا یجوز بلا کفارۃ بحر[4] اھ وفی الدر للمرأۃ ان تطالبہ بالوطی وعلی القاضی الزامہ بہ بالتکفیر دفعا للضرر عنہا بحبس اوضرب الی ان یکفر او یطلق[5] اھ ملخصا۔

تنویر الابصار میں ہے: ظہار کرنے والے پر بیوی سے وطی اور اس کے دواعی حرام ہو جاتے ہیں تاوقتیکہ وہ کفارہ دے، اگر اس نے کفارہ سے قبل وطی کر لی تو توبہ کرکے صرف ظہار کا کفارہ دے اور پھر کفارہ سے قبل ایسا نہ کرے الخ۔ اور اسی میں ہے ظہار میں کفارہ غلام کو آزاد کرنا ہے۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو پھر وطی سے قبل دو ماہ کے روزے مسلسل پورے کرے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے بلکہ عاجز ہو تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا دے، ہر مسکین کو صدقۂ فطر کی مقدار دے یا اس کی قیمت دے، اگر صبح و شام دو وقت کا کھانا پیٹ بھر کر کھلا دے تو جائز ہے اھ ملخصاً۔ اور درمختار میں ہے اگر ظہار کو کسی مقررہ وقت کے ساتھ مقید کیا ہو تو اس وقت کے گزر جانے پر ظہار ختم ہو جائیگا۔ اس پر ردالمحتار میں ہے کہ اگر اس مقررہ وقت کے اندر جماع کرنا چاہے تو کفارہ دئے بغیر جائز نہیں بحر اھ، اور درمختار میں ہے کہ ظہار میں بیوی کو جماع کے مطالبے کا حق ہے لہذا قاضی خاوند کو کفارہ ادا کرنے پر مجبور کرے تاکہ بیوی کے ضرر کا ازالہ ہو سکے یُوں کہ قاضی اس کو قید کرے یا سزا دے یہاں تک کہ خاوند کفارہ ادا کرے یا عورت کو طلاق دے اھ ملخصاً (ت)

ظاہر ان لفظوں سے یہی نیت تحریم و ظہار ہوتی ہے خصوصاً جبکہ ایک وقت تک اسے محدود کر دیا کہ تیری حیات تک ایسا سمجھتا ہُوں اس کا حکم تو وہ تھا اور شاید اگر اُس نے یہ الفاظ بارادۂ طلاق کہے تھے تو ظاہراً ایک طلاق بائن ہو کر عورت نکاح سے نکل گئی کسی حد تک محدود کر کے طلاق دینا بھی طلاق دائم ہے اور وہ حد نا معتبر[ع]

ع: مسودہ میں بیاض ہے ۱۲

۱؎ درمختار شرح تنویر الابصار	باب الظہار	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۲۴۹
۲؎ "	باب الکفارہ	" " "	۱/۵۱-۲۵۰
۳؎ درمختار	باب الظہار	" " "	۱/۲۴۹
۴؎ ردالمحتار	باب الظہار	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۵۷۶
۵؎ درمختار	"	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۲۴۹

Marfat.com

واما "الحسبان" ففی مثل الکلام انما یراد بہ التحقیق للتشبیہ لانفیہ عن نفس الامر کمن اراد الامتناع عن تناول شیئ یقول احسبہ علی کالخنزیر فانما یرید انہ محرم علیہ کمثلہ، بخلاف ما اذا قیل لہ اطلقت امرأتك فقال عدھا او احسبہا مطلقۃ حیث لایقع وان نوی وکذا احسبی انك طالق[1] کما فی الخانیۃ فانہ ظاھر فی نفی الطلاق فی نفس الامر والفرق بینہما لایخفی علی من عرف العرف فافہم واعلم، واللہ تعالٰی اعلم۔

"سمجھنا اور خیال کرنا" اگر ایسے کلام میں ہو تو اس سے تشبیہ کو ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے اور واقع سے اس کا انتفاء مراد نہیں ہوتا، جس طرح کوئی شخص کسی چیز کو لینے سے انکار کرتے ہوئے کہے کہ اس کو میں اپنے لئے خنزیر سمجھتا ہوں تو اس سے اس چیز کا اس پر قطعاً حرام ہونا مراد ہوتا ہے جس طرح خنزیر حرام ہے، اس کے برخلاف طلاق کے معاملہ میں جب کوئی پوچھے کیا تُو نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے، تو جواب میں یُوں کہے "تُو طلاق شمار کرلے" یا کہے تو اس کو مطلقہ خیال کرلے"، تو یہاں طلاق نہ ہوگی اگرچہ وہ طلاق کی نیت سے کہے اور یُوں ہی حکم ہے اگر بیوی کو کہے کہ تُو اپنے آپ کو طلاق والی سمجھ لے، جیسا کہ خانیہ میں مذکور ہے، کیونکہ یہاں یہ الفاظ ظاہری طور پر طلاق کے وقوع میں نفی پر دلالت کرتے ہیں اور دونوں مقاموں میں ان الفاظ کا فرق عرف کو جاننے والے پر مخفی نہیں ہے، سمجھو اور غور کرو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

اور اگر کچھ نیت نہ تھی یا اعزاز و اکرام خواہ الفت و محبّت کی نیّت تھی یعنی اپنی بہن کے برابر عزیز یا پیاری جانتا ہُوں تو یہ الفاظ لغو و فضول ہیں عورت بدستور عورت اور کفارہ وغیرہ کچھ دینا نہیں مگر اگر اس وقت کی گفتگو و حالت شاہد ہو کہ یہ الفاظ اس نے بلا نیت یا بہ نیت اعزاز و محبت نہ کہے تھے تو حاکم اس دعوے کو نہ مانے گا تو عورت اسے قبول کرسکتی ہے،

فان المرأۃ کالقاضی کما فی الفتح وغیرہ[2]، وفی الدرالمختار ان نوی بانت علی مثل امی او کامی وکذا لو حذف "علی" خانیۃ، برا او ظہارا او طلاقا صحت

کیونکہ عورت اس معاملہ میں قاضی کا حکم رکھتی ہے جیسا کہ فتح وغیرہ میں ہے، اور درمختار میں ہے اگر بیوی کو یُوں کہا کہ تُو مجھ پر میری ماں کی مثل یا میری ماں کی طرح ہے، اور یونہی اگر "علیّ" (مجھ پر) کا لفظ حذف کرکے کہا ہو، خانیہ۔ ان الفاظ سے اگر

---

[1] فتاوٰی قاضی خان | کتاب الطلاق | نولکشور لکھنؤ | ۲/ ۲۱۰

[2] ردالمحتار | باب الکنایات | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/ ۴۶۸

Marfat.com

نیته و وقع مانواه لانه کنایة و الاینو شیئا او حذف الکاف لغا و تعین الادنی ای البر یعنی الکرامة[1] اھ وفی الھندیة عن الخانیة و ان نوی التحریم اختلفت الروایات فیه و الصحیح انه یکون ظھارا عند الکل اھ[2] وفی ردالمحتار عن العلامة خیر الدین الرملی وینبغی ان لایصدق قضاء فی ارادة البر اذا کان فی حالة المشاجرة و ذکر الطلاق[3] اھ، واللہ تعالٰی اعلم۔

تعظیمِ زوجہ یا طلاق یا ظہار کی نیت کی ہو تو اس کی نیت صحیح ہوگی اور نیت کے مطابق حکم ہوگا کیونکہ یہ کنایہ ہے (لہذا اگر خاوند نے طلاق کی نیت کی ہو تو طلاق بائنہ ہوگی) اور اگر کوئی نیت نہ کی ہو یا حرفِ تشبیہ کو ترک کردیا ہو تو یہ کلام لغو ہوکر احتمالات میں سے ادنٰی احتمال یعنی عزت وکرامت متعین قرار پائے گا اھ، اور ہندیہ میں خانیہ سے منقول ہے کہ اگر حرام کرنا مراد ہو تو اس میں روایات مختلف ہیں اور صحیح یہی ہے کہ سب کے ہاں ظہار ہوگا اھ، ردالمحتار میں علامہ خیرالدین رملی سے منقول ہے: مناسب ہوگا کہ اس صورت میں کرامت وعزت والا احتمال مراد لینے کی قضاءً تصدیق نہ کی جائے جبکہ لڑائی جھگڑے اور طلاق کے مذاکرہ کے وقت یہ الفاظ کہے ہوں اھ، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر شوہر عاداتِ زوجہ کو عاداتِ محارم سے تشبیہ دے یا عورت اپنے اعضاء خواہ عادات کو محارم شوہر کے اعضاء وعادات سے تشبیہ دے تو ان صورتوں میں کفارہ لازم اور اس کی ادا تک عورت حرام ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

تاوقتیکہ مرد اپنی زوجہ یا اس کے اُن اعضاء کو جن سے کل جسم تعبیر کیا جاتا ہے مثلاً عربی میں راس، و رقبہ، وظہر، وفرج، یا اس کے ایک جزء شائع مثل نصف، وربع، وثلث کو کسی محرم ابدی سے تشبیہ نہ دے ظہار نہیں ہوتا پس تشبیہ عاداتِ زوجہ بعاداتِ محارم موجب حرمت وکفارہ نہیں،

فی الدر المختار ھو تشبیه زوجته او مایعبر به عنھا من اعضائھا او تشبیه جزء شائع منھا بمحرم

درمختار میں ہے کہ بیوی کو یا اس کے کسی ایسے عضو کو جس سے اس کی ذات کو تعبیر کیا جاسکتا ہو یا غیر معیّن حصہ مثلاً نصف وغیرہ کو ابدی محرمات کے ساتھ

۱؎ درمختار	باب الظہار	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۲۴۹
۲؎ فتاوٰی ہندیہ	الباب التاسع فی الظہار	نورانی کتب خانہ پشاور	۱/۵۰۷
۳؎ ردالمحتار	باب الظہار	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۵۷۶

Marfat.com

علیہ تابیدا[1]   تشبیہ دینے کو ظہار کہتے ہیں۔ (ت)

اور عورت تو اگر اعضائے شوہر کو بھی اپنے محارم کے اعضاء سے تشبیہ دے تو شوہر اس پر حرام نہیں ہوجاتا

کمافی الدرالمختار وظہارھا منہ لغو فلاحرمۃ اھ[2]۔   جیساکہ درمختار میں ہے کہ عورت کا خاوند کو اپنے محرمات کے ساتھ تشبیہ دینا لغو کلام ہے اس سے حرمت نہ ہوگی (ت)

پس جبکہ اس کا قول خود اپنے حق میں مؤثر نہ ہوا تو حق شوہر میں کیا تاثیر کرے گا اور اپنے اعضاء و عادات محارم شوہر سے تشبیہ دے گی تو کیونکر اس پر حرام ہوجائے گی اور سبب کفارہ ظہار ہے جب ظہار نہ پایا گیا تو کفارہ کہاں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۶: از گوڈھوا ضلع پلاموں مرسلہ محمد اسمٰعیل صاحب سوداگر چرم ۱۰ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

ایک شخص اہلِ اسلام نے اپنے گھر میں میاں بی بی سے جھگڑا کیا اور غصّہ کی حالت میں یہاں تک بیتاب ہوگیا کہ اپنی بی بی کو ماں کہہ بیٹھا اور اس کا سینہ منہ میں رکھ لیا اور بی بی نے بھی غصّہ کی حالت میں کہا کہ اگر تو مجھ کو ماں کہتا ہے تو میں بھی تجھ کو بیٹا کہتی ہوں، بعد اس جھگڑے کے جب اُن دونوں کا غصّہ رفع ہُوا تو اپنے اس کلام اور اس فعل سے نہایت نادم و شرمندہ ہُوئے اور کہنے لگے کہ ایسا نہ ہو کہ اس کے مواخذہ میں ہم دونوں گنہ گار ہوں اور اسی وقت کھانا پینا اور اُٹھنا بیٹھنا سب علیحدہ کرلیا، اب وہ اس بات کے خواہشمند ہیں کہ اس بارے میں مطابق حکم خدا و رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علماءِ دین کیا فتوٰی دیتے ہیں، آیا میاں بی بی ہیں یا نہیں؟ اور یہ بھی دریافت کیا گیا ہے کہ بی بی کا دُودھ شوہر کے مُنہ میں نہیں آیا تو بی بی نکاح

ع: علی قول محمد المصحح المفتی بہ قال فی العالمگیریۃ لاتکون المرأۃ مظاھرۃ من زوجھا عند محمد رحمہ اللہ تعالٰی و الفتوی علیہ وھو الصحیح کذا فی السراج الوھاج[3] ۱۲ مفتی اعظم

ع: یہ مسئلہ امام محمد کے تصحیح شدہ اور مفتٰی بہ قول پر ہے فتاوٰی ہندیہ میں ہے امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک عورت اپنے شوہر سے مظاہر نہیں ہوتی فتوٰی اسی پر ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ سراج وہاج میں ہے ۱۲ مفتی اعظم (ت)

---

[1] درمختار   باب الظہار   مطبع مجتبائی دہلی   ۱/ ۲۴۸

[2] "   "   "   ۱/ ۲۴۹

[3] فتاوٰی ہندیہ   الباب التاسع فی الظہار   نورانی کتب خانہ پشاور   ۱/ ۵۰۷

Marfat.com

کے اندر ہے یا باہر؟ طلاق ہُوا یا نہیں؟

الجواب

صورت مذکورہ میں وُہ اسے ماں اور یہ اُسے بیٹا کہنے سے دونوں گنہگار ہُوئے۔

قال اللہ تعالٰی وانھم لیقولون منکرا من القول وزورا[1] اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ بیشک لوگوں کا (بیوی کو ماں بہن کہنا) بُری بات اور جھوٹ ہے (ت)

مگر نکاح میں کچھ فرق نہ آیا، اور پستان مُنہ میں لینا تو کوئی چیز نہیں، اگر دُودھ پی بھی لیتا تو وہ پینا حرام ہوتا، مگر نکاح میں اس سے خلل نہ آتا کہ ڈھائی برس کی عمر کے بعد دودھ پینے سے حرمت رضا نہیں ہوتی اور دونوں کو جُدا رہنے کی کوئی حاجت نہیں، وُہ بدستور زوج و زوجہ ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۷ ازدرو ضلع نینی تال مرسلہ عبدالعزیز خاں ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

زید کی عورت نے بحالتِ غصہ زید سے کہا کہ تمھارے نزدیک میری ایک بال زیرِ ناف کے برابر بھی قدر نہیں۔ اس پر زید نے ازراہِ تمسخر اُس سے یہ کہا کہ میں تجھ کو اپنے باپ اور دادا سے زیادہ سمجھتا ہُوں۔ ایسی حالت میں زید پر ظہار کا حکم لازم آتا ہے یا نہیں؟

الجواب

یہ لغو و مہمل الفاظ ہیں، انھیں ظہار یا کفارے سے کوئی تعلق نہیں، فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

التشبیہ بالرجل ای رجل کان لایکون ظھارا[2] عورت کو کسی بھی مرد سے تشبیہ دینا ظہار نہیں ہوتا۔ (ت)

بدائع[ع] و نہر میں ہے:

من شرائط الظھار کون المظاھر بہ ظہار کی شرائط میں سے یہ ہے کہ ظہار میں جس سے تشبیہ

ع لکن ما فی العالمگیریۃ فیہ تفصیل حیث قال لامرأتہ انت علی کظھر[3] الخ۔ ع لیکن عالمگیری میں اس کے متعلق تفصیل ہے جہاں انھوں نے بیان کیا کہ کوئی بیوی کو کہے تو مجھ پر پیٹھ کی طرح الخ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۲

[2] فتاوٰی قاضی خاں باب الظہار نولکشور لکھنؤ

[3] فتاوٰی ہندیۃ الباب التاسع فی الظہار نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۵۰۶

Marfat.com

من جنس النساء[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ دی جائے وہ عورت کی جنس ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۸ از لکھنؤ امین الدولہ پارک مرسلہ محمد ابراہیم ایس اینڈ سی سنگر کمپنی ۵ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے رات کے وقت اپنی زوجہ کو واسطے صحبت کے بلایا تو بیوی کے انکار کرنے پر زید نے یہ قسم کھائی کہ اب میں تم سے صحبت کروں تو اپنی ماں سے زنا کروں، بعدہٗ زید بہت شرمندہ ہُوا اور توبہ واستغفار کیا، اس معاملہ میں زید کو کیا کرنا چاہئے؟ بالفرض اگر زید نے اُسی شب بعد استغفار صحبت بھی کی تو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب

اُس نے بُرا کیا بُرا کیا، توبہ واستغفار کے سوا اور کچھ لازم اُس پر نہیں، صحبت کی تو کچھ حرج نہ ہُوا، نہ اس سے نکاح پر کچھ حرف آیا، کما یظھر بمراجعۃ الفتح والدر وغیرھما (جیسا کہ فتح اور دُر وغیرہ کو دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۹ خاوند نے ماں بہن کہا، طلاق نہیں دی، یہ صورت مسئلہ ہے، لہذا عند الشرع کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مذکورہ میں طلاق ثابت نہیں، نہ یہ ظہار، صرف بُرا کہا اور گنہگار ہُوا، توبہ کرے وبس، قال اللہ تعالٰی وانھم لیقولون منکرا من القول وزورا o وان اللہ لعفو غفور[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا اور وُہ بیشک بُری اور نِری جھوٹ بات کہتے ہیں، اور بیشک اللہ ضرور معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۰ از شہر بریلی گڑھی مسئولہ عبدالکریم صاحب ۵ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے مکان پر جبکہ اس کی بیوی اپنے میکہ گئی ہوئی تھی، اپنے بھائی وغیرہ کے رُوبرو کہا کہ میں اپنی بیوی کو اس وقت سے ماں بہن کے برابر جانتا ہُوں اُس کو خبر کردو کہ وُہ اپنا ٹھکانا دوسری جگہ کرلے، اور یہ بات اُس وقت اُس نے کہی تھی کہ جب اُس کی دوسرے شخص سے لڑائی ہُوئی تھی اور لوگوں نے اُس کو جھُوٹی خبر دی تھی کہ تم کو تمہارے سسر نے پٹوایا ہے، یہ حالت سخت غصہ

---

[1] بدائع الصنائع فصل واما الذی یرجع الی المظاہر بہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۲۳۳

[2] القرآن ۵۸/ ۲

Marfat.com

کی تھی، آیا اُس کو اب نکاح کرنا چاہیئے یا نکاحِ سابق جائز رہا ؟

الجواب

یہ لفظ کہ "اس کو خبر کردو کہ وُہ اپنا ٹھکانا دُوسری جگہ کرلے" اگر بہ نیتِ طلاق نہ کہے جب تو طلاق نہ ہُوئی اور اُس کا قسم کھاکر کہہ دینا مان لیا جائے گا کہ اس کی نیت طلاق کی نہ تھی اور اگر بہ نیتِ طلاق کہے تو طلاق ہوگئی، نکاح جاتا رہا، نئے سرے سے اُس کی مرضی سے اُس سے نکاح کرسکتا ہے اگر پہلے کبھی دو طلاقیں نہ دے چکا ہو حلالہ کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

Marfat.com

باب العدّۃ

(عدّت کا بیان)

مسئلہ ۵۱ ۲۳ رجب ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت جس کی عمر اس وقت بارہ[۱۲] برس ہے کوئی علامت بلوغ کی پائی نہیں جاتی، اس حالت میں اس کو شوہر طلاق دے تو عدت بیٹھے گی یا نہیں؟ اور اُس کی شادی کو عرصہ تین برس کا گزرا تھا۔ بَیِّنُوْا تُؤجَرُوْا۔

الجواب

اگر اب تک شوہر سے خلوت نہ ہوئی تھی تو اصلاً عدت نہیں اُسی وقت اُس کا نکاح کیا جا سکتا ہے اور اگر شوہر اس کے پاس جا چکا تھا تو چار مہینے دس دن انتظار کرائیں، اگر اس مدت میں عورت کو حمل ظاہر ہو تو وضع حمل تک عدت بیٹھے، اور اگر حمل ظاہر نہ ہو تو عدت تین ہی مہینے گزشتہ پر گزر چکی آگے انتظار نہ کرایا جائے،

فی رد المحتار فی البحر عن الامام الفضلی انھا اذا کانت مراھقۃ لا تنقضی عدتھا بالاشھر، بل یوقف حالھا حتی یظھر ھل حبلت من ذٰلک الوطئ ام لا، فان ظھر حبلھا اعتدت بالوضع والا فبالاشھر قال ف

ردالمحتار میں ہے کہ بحر میں امام فضلی سے منقول ہے کہ جب مطلقہ عورت مراہقہ ہو تو وہ اپنی عدت مہینوں کے حساب سے نہ گزارے بلکہ اس کی عدت کا حال اس بات پر موقوف رہے گا کہ کیا اس کو حمل ٹھہرا ہے یا نہیں، اگر واضح ہو جائے کہ حمل ہوا ہے تو اس کی عدت وضعِ حمل قرار پائے گی ورنہ عدت تین[۳] ماہ

Marfat.com

الفتح ويعتد بزمن التوقف من عدتها اھ قلت يعنى اذا ظهر عدم حبلها يحكم بمضى العدة بثلاثة اشهر مضت و يكون زمن التوقف بعدها لغوا حتى لو تزوجت فيه صح عقدها وفى نفقات الفتح فى الخلاصة عدة الصغيرة ثلثة اشهر الا اذا كانت مراهقة فينفق عليها ما لم يظهر فراغ رحمها كذا فى المحيط اھ، من غير ذكر خلاف و هو حسن اھ كلام الفتح، لكن ينبغى الافتاء به احتياطا قبل العقد بان لا يعقد عليها الا بعد التوقف لكن لم يذكروا مدة التوقف التى يظهر بها الحمل، وذكر فى الحامدية عن بيوع البزازية انه يصدق فى دعوى الحبل فى رواية اذا كان من حين شرائها اربعة اشهر وعشر لا اقل، وفى رواية بعد شهرين وخمسة ايام وعليه عمل الناس اھ ومشى فى الحامدية على الاخيرة وفيه نظر لان المراد من مسألتنا التوقف بعد مضى ثلثة اشهر فالاولى الاخذ بالرواية الاولى فاذا مضت

شمار ہوگی، اور فتح میں ہے کہ توقف کا زمانہ بھی عدت میں شامل کیا جائے گا اھ، قلت (میں کہتا ہوں) اگر حمل ظاہر نہ ہو تو گزشتہ تین ماہ کو عدت قرار دیا جائیگا اور ان تین ماہ کے بعد والا توقف بیکار ہو گا حتی کہ اگر اس نے تین ماہ کے بعد اور نکاح کر لیا تو وُہ صحیح ہوگا اور فتح میں نفقات کی بحث میں خلاصہ سے منقول ہے کہ نابالغہ کی عدت تین ماہ ہے ہاں اگر وُہ مراہقہ ہو تو پھر اس کو خاوند اس وقت تک نفقہ دیتا رہے گا جب تک رحم کا خالی ہونا واضح نہ ہو جائے، محیط میں یُوں ہی مذکور ہے اھ۔ اور اس میں اختلاف کو ذکر نہیں کیا، اور یہ بہتر کلام ہے، فتح کا کلام ختم ہُوا، لیکن نکاح سے قبل اس پر فتوٰی مناسب ہے تاکہ توقف کے بغیر عدت کا فیصلہ نہ کر دیا جائے، لیکن یہاں فقہاء نے توقف کی عدت کو ذکر نہیں کیا کہ وہ کتنی مدت ہے جس سے حمل ظاہر ہو سکے، حامدیہ میں مذکور ہوا کہ بزازیہ کے مسائل بیوع میں ہے کہ اگر لونڈی خریدی ہو تو ایک روایت کے مطابق مالک کے دعوٰی حمل کی تصدیق تب کی جائے گی جب لونڈی کو خریدے ہوئے چار ماہ دس دن گزر چکے ہوں، اس سے کم مدت میں اس دعوٰی کی تصدیق نہ ہوگی، اور دوسری روایت میں ہے کہ دُو ماہ پانچ دن کے بعد تصدیق ہو سکے گی جبکہ لوگوں کا عمل اسی پر ہے اھ۔ اور حامدیہ نے دوسری روایت پر عمل کیا ہے اور اس میں اعتراض ہے کہ ہماری بحث اس صورت میں ہے جب تین ماہ گزر جانے کے بعد توقف ہو لہٰذا پہلی

Marfat.com

اربعة اشهر وعشر ولو یظهر الحبل علم ان العدۃ انقضت من حین مضی ثلثۃ اشھر[1] اھ ملتقطا، واللہ تعالٰی اعلم۔

روایت پر عمل بہتر ہوگا، توجب چار ماہ دس دن گزرجائیں اور حمل ظاہر نہ ہو، تو معلوم ہوگا کہ اس کی عدت گزرچکی ہے جب تین ماہ پُورے ہوچکے تھے اھ ملتقطا، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۲ از بنگالہ مسئولہ مولوی عبدالغفور صاحب ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ صغیرہ مطلقہ ہو یا متوفیۃ الزوج مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ شرعًا اس کے لئے عدت ہے یا نہیں اور حدِ صغر کہاں تک ہے؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا (بیان کرکے اجر حاصل کرو)

الجواب

وفات کی عدت عورت غیر حامل پر مطلقاً چار مہینے دس دن ہے خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ، مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ۔ اور طلاق کی عدت غیر مدخولہ پر اصلاً نہیں اگرچہ کبیرہ ہو اور مدخولہ پر یعنی جس سے خلوت واقع ہولی اگرچہ خلوت فاسدہ ہو یا نکاح فاسد میں حقیقۃً وطی کرلی غیر حیض والی کے لئے تین مہینے ہیں خواہ صغیرہ ہو کہ ابھی حیض آیا ہی نہیں یا کبیرہ آئسہ کہ اب عمر حیض کی نہ رہی۔ درمختار میں ہے:

العدۃ فی حق من لم تحض لصغر بان لم تبلغ تسعا اوکبر بان بلغت سن الایاس ثلثۃ اشھران وطئت فی الکل ولوحکما کالخلوۃ ولوفاسدۃ والعدۃ للموت اربعۃ اشھر وعشرا مطلقا وطئت اولا ولوصغیرۃ اوکتابیۃ تحت مسلم ولوعبدا فلم یخرج عنھا الا الحامل[2] والخلوۃ فی النکاح الفاسد لاتوجب العدۃ[3] اھ ملتقطا۔

بچپن کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو کہ وہ ابھی نو سال سے کم عمر ہے یا بڑھاپے کی وجہ سے کہ وہ عمر رسیدہ ہوگئی ہے جس کی وجہ سے وہ حیض والی نہیں ہے تو ان کی عدت تین ماہ ہوگی جبکہ حقیقۃً وطی یا حکماً وطی یعنی خلوت ہوچکی ہو اگرچہ خلوتِ فاسدہ ہو، اور موت والی کی عدت مطلقاً چار ماہ دس دن ہے بیوی مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ اگرچہ نابالغہ ہو یا کتابیہ مسلمان کے نکاح میں اگرچہ مسلمان غلام ہو موت کی عدت کا یہی حکم ہے اس حکم سے صرف حاملہ بیوی خارج ہے کہ اس کی عدت وضعِ حمل ہے، اور فاسد نکاح میں خلوت سے عدت واجب نہیں ہوتی اھ ملتقطاً (ت)

---

[1] ردالمحتار باب العدۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۰۱
[2] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۵۶-۲۵۵
[3] " " " ۱/ ۲۵۸

Marfat.com

عورت کے لئے حدِ صغر ۹ سال کی عمر تک ہے اس سے کم عمر میں جوانی ہرگز نہیں ہوتی، اس کے بعد ۱۵ سال کی عمر تک احتمال ہے اگر آثارِ بلوغ مثلاً حیض آنا یا احتلام ہونا یا حمل رہ جانا پایا جائے تو بالغہ ہے ورنہ جب ۱۵ سال کامل کی عمر ہوجائے گی جوانی کا حکم کردیں گے اگرچہ آثار کچھ ظاہر نہ ہوں بہ قال وعلیہ الفتوی کما فی الدر وغیرہ من الاسفار الغر (یہی کہا اور اسی پر فتوی ہے جیسا کہ دُر وغیرہ مشہور کتب میں ہے۔ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۳ از ٹھاکردوارہ ضلع مرادآباد بازار گنج مرسلہ نجیب اللہ صاحب عطار ۹ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک عورت منکوحہ کو اُس کے خاوند نے اپنے گھر سے نکال دیا اور کہہ دیا کہ تجھ کو نہیں رکھتا، یہاں تک کہ اُس عورت نے اپنے خاوند کے ڈرانے کی غرض سے خودکشی کا قصد کیا اور کچہری سے بجرم خودکشی تینتیس ۳۳ روپیہ جرمانہ عورت پر ہوئے، اُس کے خاوند کو کچھ سروکار نہ ہُوا بلکہ کچہری میں بیان کیا کہ میں نے عورت کو چھوڑ دیا مجھ سے کچھ غرض نہیں، اُس روز سے وُہ عورت دُوسرے مرد کے پاس ہے، اس کے خاوند سے چندبار کہا گیا کہ عورت اپنی کو طلاق دے، وُہ کہتا ہے میں طلاق کو نہیں جانتا میں نے عرصہ پانچ سال کا ہُوا چھوڑ دیا۔ اب نکاح دُوسرے آدمی کے ساتھ جس کے ساتھ وُہ رہتی ہے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر واقعی کچہری میں اس نے وُہ الفاظ کہے کہ "میں نے اس کو چھوڑ دیا" تو اُسی وقت سے طلاق ہوگئی، اُس وقت سے اگر تین حیض شروع ہوکر ختم ہوگئے تو دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے اور اگر ابھی ختم نہ ہُوئے تو جب ختم ہوجائیں اس کے بعد کرسکتی ہے اور یُوں جو عزیزوں کے یہاں رہتی ہے یہ حرام ہے، اور وُہ جو اُس نے کہا "پانچ برس سے چھوڑ چکا ہوں" اُس کا اعتبار نہیں اگرچہ کچہری میں "چھوڑنے" کا لفظ پہلے کہا تھا تو جب سے عدت ہے اور اگر یہ لفظ پانچ برس سے چھوڑنے کا پہلے کہا تھا تو جب سے ہے غرض جو لفظ کہا ہو اُس کے بعد سے تین حیض شروع ہوکر ختم ہونا درکار ہے بغیر اس کے دوسری جگہ نکاح حرام ہے، وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۴ از میونڈی ڈاکخانہ شاہی ضلع بریلی مرسلہ سید امیر عالم حسن صاحب ۱۶ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عدت بیوہ کی کتنی ہے اور مطلقہ کی کتنی؟

الجواب

حاملہ کی عدت وضعِ حمل ہے مطلقہ ہو یا بیوہ، اور غیر حاملہ بیوہ کی عدت اگر خاوند کسی مہینے کی پہلی شب یا پہلی تاریخ میں مرا اگرچہ عصر کے وقت چار مہینے دس دن ہیں یعنی چار ہلال اور ہوکر اس

Marfat.com

پانچویں ہلال پر وقت وفات شوہر کے اعتبار سے دس دن کامل اور گزر جائیں اور پہلی تاریخ کے سوا اور کسی تاریخ میں مرا تو ایک سو تیس ۱۳۰ دن کامل لئے جائیں اور مطلقہ اگر حیض والی ہے تو بعد طلاق تین حیض شروع ہو کر ختم ہو جائیں اور اگر صغیرہ کہ ابھی حیض نہیں آتا یا کبیرہ کہ حیض آنے کی عمر گزر گئی تو عدت تین مہینے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۵ از شہر یکم ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی کا نکاح نابالغی میں کر دیا تھا چونکہ لڑکی اُس لڑکے کے قابل نہ تھی لہذا اُس نے ہر طرح کی تکلیفیں پہنچائیں، لڑکی کے والدین نے اُسے اپنے گھر رکھ لیا اُس لڑکے نے چار یار برادروں کو جمع کر کے کہا میں طلاق دے دوں لیکن برادروں نے اُسے باز رکھا، اب جبکہ اُس نے دوسرا نکاح کر لیا تو برادروں نے طلاق دلوادی تو ایسی صورت میں عدت معتبر ہوگی یا نہیں؟

الجواب

اگر لڑکی قابلِ جماع تھی اگرچہ خاص اس مرد کے قابل نہ ہو اور خلوتِ صحیحہ ہو چکی تھی عدت لازم ہے ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۶ مولٰنا حافظ حشمت علی صاحب لکھنوی طالب علم مدرسہ اہلسنت بریلی ۱۰ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو طلاق دے دی بوجہ اُس کی بدچلنی کے۔ ہندہ طلاق کے بعد عمرو کے پاس رہی اور ہندہ کو عمرو سے حمل رہ گیا، عمرو نے ہندہ کے ساتھ بعد گزرنے ایامِ عدت نکاح کر لیا اور بعد نکاح عمرو کو اس بات کا علم ہوا کہ ہندہ کو مجھ سے حمل ہے، آیا یہ نکاح جائز ہے اور یہ کہ بعد طلاق نکاح کے واسطے عدت کا زمانہ کیا ہے؟

الجواب

طلاق کی عدت حیض والی کے لئے تین حیض ہیں کہ بعد طلاق شروع ہو کر ختم ہو جائیں، اور جسے حیض ابھی نہیں آیا یا حیض کی عمر سے گزر چکی اس کے لئے تین مہینہ اور حمل والی کے لئے وضعِ حمل۔ یہ احکام قرآن عظیم میں منصوص ہیں اور عمرو نے جو قبل عدت اُس سے تعلق کیا اور حسب بیانِ سائل اُس سے حمل رہ گیا تو وہ کون سے ایامِ عدت تھے جو اُس نے گزارے، اُس کی عدت تین حیض تھے، اور حاملہ کو حیض آتا نہیں اور حاملہ کی عدت وضعِ حمل ہے، اور ابھی وضعِ حمل ہوا نہیں یہ نکاح فاسد ہوا، اُس پر فرض ہے کہ عورت کو فوراً الگ کر دے اور انتظار کیا جائے اگر یہ بچہ طلاق شوہر سے دو برس کے اندر پیدا ہو تو شوہر ہی کا ہے اور اب وہ عدت سے نکلی اس سے نکاح ہو سکتا ہے اور دو برس کے بعد پیدا ہو تو شوہر کا نہیں اب نکاح ہر حال جائز ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

Marfat.com

مسئلہ ۵۷ ازموضع کیسر پور ضلع بریلی مسئولہ خدابخش انصاری ۲ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا نکاح ایک بیوہ عورت سے مقرر ہوا، جس وقت نکاح ہُوا برادری کے لوگ جمع ہُوئے اور اُن کے رُوبرو عاقد نے دریافت کیا کہ اس عورت میں کوئی نقص یا جھگڑا تو نہیں ہے تو اُس میں دو شخصوں نے کہا کہ کچھ نہیں بیوہ ہے آپ نکاح پڑھا دیں آخر کلام نکاح ہوگیا، اب جس وقت شب کو خلوت ہُوئی تو معلوم ہُوا کہ عورت حاملہ ہے، آخر پولیس کو خبر ہوگئی تو داروغہ پولیس نے عورت سے دریافت کیا، اُس نے جس کا حمل تھا اُس کو نہ بتایا اور شخص کا نام لے دیا۔ پولیس نے اُس کے سپرد کردیا، اور اہلِ برادری میں کئی شخص اس بیوہ کو جانتے تھے مگر پوشیدہ رکھا ظاہر نہ کیا۔ اب شرع شریف سے جس کے گھر وُہ عورت ہے اُس کو کیا حکم ہے اور عاقد وکیل و شاہدوں کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب

سائل کا بیان ہے کہ شوہر کے انتقال کو ڈیڑھ برس ہُوا اور حمل وہیں کا معلوم ہوتا ہے، اس صورت میں جس شخص سے اُس کا نکاح ہُوا ہے اس پر لازم ہے کہ عورت کو اپنے سے جُدا دوسرے مکان میں رکھے اور بچہ پیدا ہونے کا انتظار کرے، اگر شوہر کی وفات سے پُورے دو برس کے اندر بچہ پیدا ہوجائے تو یہ نکاح باطل محض ہُوا اور جو لوگ واقفِ حال شریکِ نکاح تھے سب سخت گنہ گار ہُوئے، بعد بچہ پیدا ہونے کے پھر یہ شخص اُس سے نکاح کرسکتا ہے، اور اگر وفاتِ شوہر کو دو برس کامل گزرجائیں اُس کے بعد بچہ پیدا ہو تو یہ نکاح صحیح ہوگیا دوبارہ نکاح کی حاجت نہیں، بچہ پیدا ہونے کے بعد اُسے ہاتھ لگانا بھی جائز ہوجائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۸ از جلیسر ضلع ایٹہ بالائے قلعہ مسئولہ حکیم محمد احسن صاحب ۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ہندہ نے نکاح کیا جس کو اب تک چھ ماہ ہوئے، بعد تین ماہ کے اُس کا خاوند مرگیا اور اس کو خلوتِ صحیحہ نہیں ہُوئی اب تک اپنے ماں باپ کے یہاں ہے، مدّت عدت وفات کی دو صورتیں ہیں، یا وہ بعد وفات کے حاملہ ہے یا حمل کا انتظار ہے، بہرحال اُس کو حمل نہیں ہُوا، نیز ایام معمولی آتے ہیں، مدّت چار ماہ دس دن محض اس غرض سے تھی کہ اس عرصہ میں ظہورِ حمل ہوجائے گا اس صورت میں وُہ قبل از عدتِ وفات عقدِ ثانی کرلے یا بعد گزرنے چار ماہ دس دن کے نکاح کرے، عدتِ طلاق تین قروء ہیں، اگر اُس کو خلوتِ صحیحہ نہیں ہُوئی تو اُس کو تین قروء کی ضرورت نہیں، بعد طلاق فورًا عقد کرسکتے ہیں، علٰی ہذا صورت مسئولہ کی شکل بھی یہی ہے جبکہ وُہ خاوند کے یہاں نہیں گئی اور خلوت صحیحہ نہیں نصیب ہُوئی تو پھر عدتِ وفات کی کیا ضرورت ہے بہرحال دونوں صورتیں ایک ہیں، لہٰذا جو حکم شرع

Marfat.com

ہے وُہ سرآنکھوں پر کوئی دلیل عقلی ضرور ہونی چاہئے تاکہ دونوں صُورتوں میں تمیز ہوجائے کوئی مسئلہ شرعی ایسا نہیں جو کسی اصول پر مبنی نہ ہو عقل کا حکم تو یہی ہے کہ جو عورت ہمبستر نہ ہو اُس پر عدت کی ضرورت نہیں پھر چار ماہ دس دن کے انتظار کی کیا ضرورت یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا[1] (وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں۔ت) محض ظہور حمل کے لئے چار ماہ دس دن کا انتظار ہے، سو صورتِ ہذا میں نہ خلوت نہ حمل، فتاوٰی عالمگیری اکثر جزئیات سے مملو ہے جو جزئی چاہو اُس میں نکال سکتے ہیں شاید اُس میں اس خاص جزئی کا ذکر ہو لیکن دلیل عقلی کی ازحد ضرورت ہے، بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا (بیان کیجئے اجر پائیے۔ت)

الجواب

اُس پر چار مہینے دس دن عدت فرض ہے اس سے پہلے نکاح بلکہ نکاح کی گفتگو بھی حرام ہے۔ درمختار میں ہے:

وللموت اربعۃ اشھر وعشر مطلقا وطئت اولا ولو صغیرۃ اوکتابیۃ تحت مسلم ولو عبدا فلم یخرج عنھا الا الحامل[2]۔

موت کی عدت مطلقاً چار ماہ دس دن ہے بیوی مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ اگرچہ نابالغہ ہو یا کتابیہ مسلمان آزاد کے نکاح میں ہو یا مسلمان غلام کے نکاح میں، صرف حاملہ کا حکم اس سے علیحدہ ہے کہ اس کی عدت وضعِ حمل ہے(ت)

احکام الٰہی میں چون وچرا نہیں کرتے، الاسلام گردن نہادن نہ کہ زبان بجرأت کشادن (اسلام تسلیم خم کرنا ہے نہ کہ دلیری سے لب کشائی کرنا۔ت) بہت احکام الٰہیہ تعبدی ہوتے ہیں اور جو معقول المعنی ہیں اُن کی حکمتیں بھی من وتو کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ صبح کی دو، مغرب کی تین، باقی کی چار چار رکعتیں کیوں ہیں، تعرف برا‌ءت رحم کے لئے ایک حیض کافی تھا تین اگر احتیاطاً رکھے گئے تو عدتِ وفات حیضوں سے بدل کر مہینے کیوں ہُوئی اور ہوتی تو تین مہینے ہوتی جس طرح آئسہ وصغیرہ میں تین حیض کی جگہ تین مہینے قائم فرمائے ہیں ایک مہینہ دس دن اور زائد کیوں فرمائے گئے۔ غرض ایسے بیہودہ سوالوں کا دروازہ کھولنا علوم وبرکات کا دروازہ بند کرنا ہے، مسلمان کی شان یہ ہے:

سمعنا واطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر[3]۔

ہم نے سُنا اور اطاعت کی، تیری بخشش کے طلبگار رہیں اور تیری طرف ہی لوٹنا ہے(ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۴
[2] درمختار باب العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۵۶
[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۵

Marfat.com

عدت طلاق تعرف برا ءت رحم کے لئے ہے قبل خلوت براءت خود معلوم پھر عدت کیوں ہو اور عدتِ وفات میں صرف یہی مقصود نہیں بلکہ موتِ شوہر کا سوگ بھی۔ اور اُس میں خلوت ہونے نہ ہونے کو کچھ دخل نہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایحل لامرأۃ تؤمن باللہ والیوم الاٰخر ان تحد علی میت فوق ثلث لیال الا علی زوج اربعۃ اشھر وعشرا[1]۔ رواہ البخاری ومسلم عن ام المومنین ام حبیبۃ و زینب بنت جحش رضی اللہ تعالٰی عنھما۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والی عورت کے لئے حلال نہیں کہ وُہ خاوند کی موت کے بغیر کسی میت پر تین دن سے زائد سوگ کرے۔ صرف خاوند کی موت کے لئے چار مہینے دس دن سوگ ہے۔ اس کو بخاری اور مسلم نے ام المومنین ام حبیبہ اور زینب بنتِ جحش رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۹: ازقصبہ کریالی تحصیل کھاریاں ضلع گجرات پنجاب ڈاکخانہ سرائے اورنگ آباد مسئولہ غلام یٰسین صاحب ۱۱ المحرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر شیرخوارہ مسماۃ نور بانو کا نکاح ہمراہ مسمی عمرو جس کی عمر پچیس سال ہے کر دیا، بعد نکاح کے اس دختر شیرخوارہ کو اس کی والدہ ایک مکان میں جہاں عمرو جس کے ساتھ مسماۃ نور بانو شیرخوارہ کا نکاح ہُوا تھا مع عمرو کے چھوڑ کر کہیں باہر چلی گئی اس وقت اس مکان میں صرف وُہ لڑکی اور عمرو جس کے ساتھ اُس کا نکاح ہوا ہے رہے، کوئی دوسرا شخص وہاں نہ تھا، اس کے بعد جب والدہ شیرخوارہ واپس آئی عمرو نے اس شیرخوارہ منکوحہ خود کو طلاق بائن دے دی، آیا خلوتِ صحیحہ ثابت ہُوئی یا نہ؟ اور اس مطلقہ شیرخوارہ پر عدت لازم ہُوئی یا نہ اور مستحقِ مہر ہُوئی یا نہ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

خلوتِ صحیحہ نہ ہوئی، نہ عدت لازم آئی، نصف مہر دینا ہوگا، درمختار میں ہے: لاعدۃ بخلوۃ الرتقاء[2] (ناقابلِ جماع بیوی کی خلوت پر عدت نہیں ہے۔ ت)، جامع الرموز میں ہے:

لوطلقھا قبل الدخول او بعد الخلوۃ الفاسدۃ والفساد لعجزہ عن الوطئ

اگر جماع سے پہلے یا خلوتِ فاسدہ کے بعد طلاق دی ہو اور فساد مثلاً یہ کہ خاوند وطی سے حقیقۃً عاجز ہو

---

[1] صحیح مسلم باب وجوب الاحداد فی عدۃ الوفاۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۸۶

[2] درمختار باب العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۵

Marfat.com

حقیقۃ لم تجب العدۃ[1] اھ وانظر ما کتبنا علی رد المحتار۔ تو اس صورت میں عدت لازم نہ ہوگی اھ یہاں ردالمحتار پر میرا حاشیہ دیکھو۔ (ت)

مسئلہ ۶۰: از موضع دیورنیا ضلع بریلی مسئولہ عنایت حسین صاحب ۲۹ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مطلقہ عورت کی عدت تین ماہ ہو یا زائد؟

الجواب

مطلقہ اگر حاملہ ہو تو عدت وضعِ حمل ہے، اور اگر نابالغہ ہو یا کبرسن کے سبب اب حیض نہیں آتا تو عدت تین ماہ ہے ورنہ تین حیض خواہ دو مہینے میں ہوں یا مثلاً دو برس میں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۱: از قصبہ میترانوالی ڈاکخانہ گلکھر ریلوے ضلع گوجرانوالا مرسلہ میاں امیر احمد صاحب ۷ محرم الحرام ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے عورت مطلقہ کو بلانکاح دو سال تک اپنے گھر میں رکھا بلکہ اُس سے اولاد بھی ہُوئی پھر وُہ شخص فوت ہوگیا تو اس کے برادر حقیقی نے اُس عورت کے ساتھ بغیر عدت گزرے نکاح کرلیا اُس عورت پر عدت لازم ہے یا نہیں؟ بعض کہتے ہیں کہ زنا کی کوئی عدت نہیں اور بعض کہتے ہیں وہ مثل عورت خاوند کے دو سال تک رہے واسطے استبراءِ رحم کے عدت لازم ہے۔ بَیِّنُوْا تُؤجَرُوْا (بیان کیجئے اجر پایئے)

الجواب

اگر وُہ دونوں ایک مکان میں مثل زن وشوہر رہتے اور باہم انبساطِ زوج وزوجہ رکھتے، مرد اُسے بیبیوں کی طرح رکھتا، عورت اُس کے پاس ازواج کی مانند رہتی تو وہ دونوں شرعاً زوج زوجہ ہی سمجھے جائیں گے یہاں تک کہ جس نے اُن کی یہ حالت دیکھی اُسے قاضیِ شرع کے حضور زن وشوہر ہونے پر گواہی دینی حلال اگرچہ نکاح ہوتے نہ دیکھا ہو، ہدایہ میں ہے:

اذا رأی رجلا وامرأۃ یسکنان بیتا وینبسط کل واحد منھما الی الاٰخر انبساط الازواج وسعہ ان یشھد انھا زوجتہ[2]۔

جب کوئی شخص مرد وعورت کو ایک مکان میں رہتے ہوئے اور خاوند بیوی والی بے تکلفی کے طور پر دونوں کو رہتے ہوئے دیکھے تو ایسے شخص کو جائز ہے کہ وہ شہادت دے کہ یہ دونوں خاوند بیوی ہیں۔ (ت)

---

[1] جامع الرموز فصل العدۃ مکتبۃ الاسلامیہ گنبد قابوس ایران ۱/ ۵۷۸

[2] ہدایہ باب ما یتحمل الشاہد مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۱۵۸

Marfat.com

اپنے سامنے نکاح نہ ہونے کو نکاح نہ ہونا سمجھ لینا سخت سفاہت ہے۔ عدمِ علم، علمِ عدم نہیں۔ دنیا میں بے شمار زوج و زوجہ ہیں کیا ہم سب کے عقد میں حاضر تھے، پھر ہم کیونکر انھیں ناکح و منکوحہ سمجھتے ہیں، شرع مطہر بدگمانی کو سخت حرام فرماتی ہے، اور جب وُہ شرعاً زن و شوہر قرار دئے گئے تو بے انقضائے عدت نکاح بنصِ قطعی قرآن ناجائز و حرام، یہاں تک کہ بعض علماء نے فرمایا کہ اس عقد پر اصلاً کوئی حکم نکاح مترتب ہوگا کہ معتدۂ غیر سے دانستہ نکاح کرنا باطل محض ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

فی البحرعن المجتبٰی اما نکاح منکوحۃ الغیر ومعتدتہ فالدخول فیہ لایوجب العدۃ ان علم انہا للغیر لانہ لم یقل احد بجوازہ فلم ینعقد اصلا۔[1]

بحر میں مجتبٰی سے منقول ہے کہ غیر کی منکوحہ بیوی یا غیر مطلقہ عدت والی سے نکاح کے بعد دخول سے عدت لازم نہ ہوگی بشرطیکہ وُہ جانتا ہو کہ یہ غیر کی منکوحہ یا معتدہ ہے کیونکہ اس نکاح کے جواز کا کوئی بھی قائل نہیں ہے لہذا یہ نکاح ہی اصلاً منعقد نہ ہُوا۔ (ت)

ہاں اگر صورتِ مذکورہ نہ ہو اور اُن کا زانی و زانیہ ہونا محقق ہو تو بیشک یہ نکاح صحیح ہوگیا کہ زنا کے پانی کی شرع میں کوئی حُرمت نہیں نہ زانیہ پر زنا کی عدت، یہاں تک کہ جس عورت کو زنا کا حمل ہو غیر زانی کو بھی باوجود حمل اُس سے نکاح جائز، البتہ ازانجا کہ حملِ غیر ہے تا وضعِ حمل جماع ناجائز ہے، درمختار میں ہے:

صح نکاح حبلی من زنا وان حرم وطؤھا حتی تضع لئلا یسقی ماءہ زرع غیرہ۔[2] واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

زنا سے حاملہ عورت کے ساتھ نکاح جائز ہے اگرچہ نکاح کے بعد وطی حرام ہے تاوقتیکہ بچے کی پیدائش ہو تاکہ غیر کی کھیتی کو اپنے پانی سے سیراب کرنے والا نہ بنے۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶۲ ازشہر بریلی ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت رانڈ ہوگئی، رانڈ اپنے بہنوئی کے پاس گئی اور بہن بھی موجود تھی بہنوئی نے اس کا بھی نکاح اپنے ساتھ کرلیا، اب کئی سال سے اس عورت کو نکال دیا، استعفا وغیرہ نہیں دیا، اب وُہ عورت اور جگہ نکاح کرنا چاہتی ہے، نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

بہن کی موجودگی میں بہنوئی سے نکاح حرام حرام سخت حرام ہوا، بہنوئی نے کہ اس کو نکالا اگر کوئی لفظ

---

[1] ردالمحتار باب العدۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۰۷

[2] درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۹

Marfat.com

ایسے کہ تھے اُس وقت، خواہ اس کے بعد جن سے اس کا عزم اس پر سمجھا جائے کہ اب اس عورت کو کبھی نہ رکھے گا اور اُن الفاظ کے کہنے کے بعد اس عورت کو تین حیض شروع ہو کر ختم ہو گئے تو یہ اور جگہ نکاح کر سکتی ہے، اور اگر ایسے الفاظ ثابت نہ ہوں تو اب عورت کہہ دے میں نے اُس نکاح کو رَد کیا جو بہنوئی سے کر لیا تھا اس کے بعد تین حیض دیکھ کر دوسرے سے نکاح کر لے۔ درمختار میں ہے:

مبدؤھا فی النکاح الفاسد بعد التفریق او اظہار العزم علی ترك وطئہا[1]

نکاحِ فاسد کی عدت کی ابتداء تفریق کے بعد یا خود خاوند کے متارکہ کے بعد ہے، متارکہ یہ کہ خاوند نے عورت سے وطی کے ترک پر اپنے عزم کا اظہار کر دیا ہو۔ (ت)

اُسی میں ہے:

ویثبت لکل واحد منہما فسخہ ولو بغیر محضر من صاحبہ دخل بہا اولا فی الاصح[2]

خاوند اور بیوی دونوں کو فاسد نکاح میں فسخ کا اختیار ہے، دونوں کو یہ اختیار دوسرے کی موجودگی کے بغیر بھی ہے دخول کیا ہو یا نہ، اصح روایت یہی ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال فی البحر ورجحنا فی باب المھر انہا (ای المتارکۃ) تکون من المرأۃ ایضاً والمقدسی تابع البحر[3] ۔ اقول وحققنا فیما علقنا علیہ ان الفساد ان کان مقارنا کما ھٰھنا کان لکل فسخہ والمتارکۃ غیرہ وان کان طارئا تفرد بہ الزوج۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

بحر میں فرمایا ہے کہ ہم نے باب المہر میں عورت کی طرف سے متارکہ کو بھی جائز ہونے کی ترجیح ذکر کی ہے اھ اور مقدسی نے بحر کی اتباع کی ہے اھ اقول (میں کہتا ہوں) میں نے ردالمحتار کے حاشیہ میں یہ تحقیق کی ہے کہ اگر نکاح کا فساد ابتداءً نکاح سے مقارن ہو جیسے یہاں ہے تو پھر خاوند اور بیوی دونوں کو فسخ کا اختیار ہے اور متارکہ کا حکم علیحدہ ہے، اور اگر نکاح کا فساد بعد میں طاری ہو تو پھر صرف خاوند کو اختیار ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار | باب العدۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۵۸
[2] " | باب المہر | " " " | ۱/۲۰۱
[3] ردالمحتار | باب العدۃ | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۶۱۲

Marfat.com

مسئلہ ۶۳ ۴ رجب مرجب ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو طلاق دی ایام عدت منقضی نہ ہوئے تھے صرف بیس پچیس دن بعد بکر نے اُس سے نکاح کرلیا، چار برس بعد بکر نے بھی طلاق دی، اب شخص ثالث اُس سے نکاح کیا چاہتا ہے، یہ نکاح طلاق کے چار مہینے دس دن بعد ہو یا فوراً ہوسکتا ہے کہ بکر نے قبل انقضائے عدت نکاح کرلیا تھا جو شرعاً نادرست تھا۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر بکر نے یہ جان بُوجھ کر کہ ابھی عورت عدت میں ہے اس سے نکاح کرلیا تھا جب تو وُہ نکاح نکاح ہی نہ ہُوا نرا زنا ہُوا، تو اس کے لئے اصلاً عدت نہیں اگرچہ بکر نے صدہا بار عورت سے جماع کیا ہو کہ زنا کا پانی شرع میں کچھ عزّت و وقعت نہیں رکھتا عورت کو اختیار ہے جب چاہے نکاح کرلے،

فی ردالمحتار عن البحر الرائق اما نکاح منکوحۃ الغیر و معتدتہ فالدخول فیہ لایوجب العدۃ ان علم انہا للغیر لانہ لم یقل احد بجوازہ فلم ینعقد اصلا ولھذا یجب الحد مع العلم بالحرمۃ لکونہ زنا کما فی القنیۃ وغیرھا[1]۔

ردالمحتار میں بحرالرائق سے منقول ہے کہ غیر کی منکوحہ بیوی یا غیر کی مطلقہ عدت والی سے نکاح کے بعد دخول سے عدت لازم نہ ہوگی بشرطیکہ اسے معلوم ہو کہ عورت غیر کی ہے کیونکہ اس نکاح کے جواز کا کوئی بھی قائل نہیں ہے لہذا یہ نکاح ہی اصلاً منعقد نہ ہوا، یہی وجہ ہے کہ یہ معلوم ہونے پر کہ یہ غیر کی منکوحہ ہے اس کے باوجود نکاح اور دخول پر حدِ زنا لازم ہوگی کیونکہ یہ زنا ہے جیسا کہ قنیہ وغیرہ میں ہے۔ (ت)

اور اگر بکر نے انجانی میں نکاح کیا تو یہ دیکھیں گے کہ اس چار برس میں اس نے عورت سے کبھی جماع کیا ہے یا نہیں، اگر کبھی نہ کیا تو بھی عدت نہیں، بکر کے چھوڑتے ہی فوراً جس سے چاہے نکاح کرلے،

ففی البحر فی امثلۃ النکاح فسد ولم یبطل نکاح المعتدۃ[2] الخ وقیدہ الشامی بما اذا لم یعلم بانہا معتدۃ لما مر عن البحر

بحر میں ایسے نکاح جو فاسد ہو مگر باطل نہ ہو کی مثال میں غیر کی معتدہ کا نکاح ذکر کیا ہے اھ اور علامہ شامی نے اس کو غیر کی معتدہ کا علم نہ ہونے کے ساتھ مقید کیا ہے جیسا کہ بحر کے حوالے سے گزرا،

---

[1] ردالمحتار باب العدۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۰۷

[2] بحرالرائق

Marfat.com

وفی الدر المختار فی احکام النکاح الفاسد، تجب العدۃ بعد الوطئ لا الخلوۃ وقت التفریق او متارکۃ الزوج[1] اھ ملخصًا۔

اور درمختار کے احکامِ نکاح فاسد میں مذکور ہے کہ فاسد نکاح میں وطی کے بعد عدت لازم ہوگی، صرف خلوت سے لازم نہ ہوگی اور یہ عدت تفریق یا خود خاوند کی طرف سے متارکہ کے وقت سے شروع ہوگی اھ ملخصًا (ت)

اور جو ایک بار بھی جماع کرچکا ہے تو جس دن بکر نے چھوڑا اس دن سے عورت پر عدت واجب ہوئی جب تک اس کی عدت سے نہ نکلے دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی، اور عدت طلاق کی چار مہینے دس دن نہیں یہ عدت موت کی ہے، طلاق کی عدت تین حیض کامل ہیں یعنی بعد طلاق کے ایک نیا حیض آئے، پھر دوسرا، پھر تیسرا، جب یہ تیسرا ختم ہوگا اُس وقت عدت سے نکلے گی اور اسے جس سے چاہے نکاح کرنا روا ہوگا، قال اللہ تعالٰی والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: مطلقہ عورتیں تین حیض مکمل ہونے تک اپنے آپ کو روکے رکھیں۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۴: از متھرا محلہ مہوپورہ مرسلہ رمضان خاں ۱۳ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص کی زوجہ منکوحہ ایک عرصہ سے بوجہ کسی خاص رنجی کے بلا طلاق اپنے شوہر سے علیحدہ ہوکر اور خلافِ مرضی اُس کے کہیں چلی گئی اور کسی غیر شخص سے اپنا عقد کرلیا بالفعل وہاں سے بھی نکل کر پھر شوہر اول سے عقد چاہتی ہے اور طلاق ہر دو شوہروں کی جانب سے ثابت نہیں، پس قابلِ استفسار یہ امر ہے کہ اب شوہر اول سے عقد قائم رہے گا یا عقدِ جدید کی ضرورت ہے یا اس کے سوا کوئی اور شرعی صورت ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

عقد قدیم قائم ہے جدید کی کچھ حاجت نہیں، دوسرا شخص جس نے اس منکوحۂ غیر سے نکاح کیا اگر آگاہ تھا کہ یہ منکوحۂ غیر ہے جب تو عدت کی بھی ضرورت نہیں کہ یہ زنا تھا اور زنا کی عدت نہیں، درمختار میں ہے: لاعدۃ للزنا[3] (زنا کی عدت نہیں ہوتی۔ ت) اور اگر وہ واقف نہ تھا عورت کو خالی وحلال سمجھ کر نکاح

---

[1] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۱

[2] القرآن الکریم ۲/۲۲۸

[3] درمختار باب العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۵

Marfat.com

میں لایا تو اس پر فرض قطعی ہے کہ عورت کو ترک کردے وقتِ ترک سے عورت تین حیض کی عدت کرے اُس کے بعد شوہر اوّل بے حاجتِ تجدیدِ نکاح اس سے متمتع ہوسکتا ہے، یہ اُس تقدیر پر کہ شخص ثانی نے عورت سے صحبت یعنی مجامعت کرلی ہو، ورنہ حاجتِ عدّت نہیں۔ درمختار میں ہے:

لا عدۃ لو تزوج امرأۃ الغیر و وطئها عالما بذٰلک وفی نسخ المتن ودخل بها ولابد منه وبه یفتی ولهذا یحد مع العلم بالحرمة لانه زنا والمزنی بها لا تحرم علی زوجها الخ[1] واللّٰه تعالٰی اعلم۔

غیر کی منکوحہ سے نکاح کے بعد وطی کرنے سے عدت لازم نہ ہوگی بشرطیکہ اسے معلوم ہو کہ عورت غیر کی ہے اور متن کے نسخوں میں "دخل بها" (اس نے دخول کیا ہو) کا لفظ ہے جبکہ یہ قید ضروری ہے۔ اور فتوٰی اسی پر دیا جائے گا۔ اس لئے علم کے باوجود اس حرام کاری پر حد لگائی جائے گی کیونکہ یہ زنا ہے اور زنا والی عورت اپنے خاوند پر اس وجہ سے حرام نہیں ہوتی الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶۵: از موضع ٹانڈا پرگنہ بہیڑی معرفت پیارے میاں ۲۱ جمادی الاخری ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین، ایک شخص اپنی قضا سے فوت ہوگیا اور اس کی بیوی کو حمل تھا، بعد اُس کے مرجانے کے ایک مہینہ کے بعد وہ حمل ساقط ہوگیا تو اس عورت کو عدت کرنا چاہئے یا اُس حمل کے گرجانے سے عدت جاتی رہی اور وہ حمل چار یا پانچ مہینہ کا تھا اہلِ شرع کیا فرماتے ہیں؟

الجواب

سائل نے ظاہر کیا کہ اُس کے ہاتھ پاؤں بن گئے تھے تو اس کے گرجانے سے عدت تمام ہوگئی اب عدت کی حاجت نہیں،

فی ردالمحتار اذا اسقطت سقطا ان استبان بعض خلقه انقضت به العدۃ لانه ولد والا فلا[2]۔ واللّٰه تعالٰی اعلم۔

ردالمحتار میں ہے حاملہ عورت کا حمل ساقط ہوجائے تو اگر بچے کے کچھ اعضاء کی تخلیق ظاہر ہوتی ہو تو پھر اس سے عدت ختم ہوگئی کیونکہ یہ مکمل بچہ شمار ہوتا ہے اور اگر ابھی اعضاء ظاہر نہ ہوئے ہوں تو عدت ختم نہ ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار باب العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۹

[2] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۰۴

Marfat.com

مسئلہ ۶۶ از بنگالہ ضلع سلہٹ ڈاک خانہ کمال گنج موضع پھولٹولی مرسلہ عبدالغنی صاحب ۱۹ شوال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح صحیح کیا، قبل از دخول بعد خلوتِ صحیحہ طلاق دی، اب عدت ہندہ پر واجب ہے یا نہیں؟ ایک جگہ عالمگیری سے مفہوم ہوتا ہے کہ واجب ہے،

رجل تزوج امرأة نکاحا جائزا فطلقها بعد الدخول او بعد الخلوۃ الصحیحۃ کان علیھا العدۃ کذا فی فتاوٰی قاضی خاں[1]

کسی نے ایک عورت سے صحیح نکاح کیا پھر دخول کے بعد طلاق دی یا خلوتِ صحیحہ کے بعد طلاق دی تو اس عورت پر عدت لازم ہوگی جیسا کہ فتاوٰی قاضی خاں میں ہے۔ (ت)

اور دوسری جگہ عالمگیری سے مفہوم ہوتا ہے کہ اگرچہ بعد خلوت صحیحہ کے ہو عدت واجب نہیں،

اربع من النساء لا عدۃ علیھن المطلقۃ قبل الدخول[2] الخ۔

چار عورتیں ہیں جن پر عدت نہیں ان میں سے ایک قبل از دخول طلاق والی ہے الخ (ت)

اور کلام مجید میں ایک جگہ یُوں ہے:

اذا نکحتم المؤمنٰت ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن، فما لکم علیھن من عدۃ تعتدونھا[3]۔

جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرکے قبل از دخول ان کو طلاق دے دو تو تمہارے حق میں ان عورتوں پر عدت نہیں (ت)

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں عدت واجب ہے اور عالمگیری کی دونوں عبارتوں میں تنافی نہ آیہ کریمہ عبارت اولٰی کی نافی، اصل یہی ہے کہ موجب عدۃ مس و دخول یعنی وطی ہے مگر نکاح صحیح میں مجرد خلوت اگرچہ غیر صحیحہ ہو ایجاب عدت کے لئے قائم مقام وطی ہے، تنویر میں ہے:

الخلوۃ کالوطء فی العدۃ[4] (ملخصًا)۔

عدت کے معاملہ میں خلوت کا حکم وطی والا ہے (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ باب العدۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۲۶

[2] " " " " " "

[3] القرآن الکریم ۳۳/۴۹

[4] درمختار شرح تنویر الابصار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۸-۹۹

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے:

وجوبہا من احکام الخلوۃ سواء کانت صحیحۃ امر لا ای اذا کانت فی نکاح صحیح اما الفاسد فتجب العدۃ بالوطء کما سیأتی[1]۔

عدّت کا وجوب خلوت کے احکام میں سے ہے خلوت صحیحہ ہو یا فاسدہ ہو، طحاوی۔ یعنی صحیح نکاح میں یہ حکم ہے لیکن فاسد نکاح میں صرف وطی سے عدت لازم ہوتی ہے، جیساکہ عنقریب آئے گا۔ (ت)

مدارک شریف میں ہے:

من قبل ان تمسوھن والخلوۃ الصحیحۃ کالمس[2] اھ ورأیتنی کتبت علی ھامشہا الاولی ان یقول قدس سرہ والخلوۃ فی النکاح الصحیح کالمس فیقید النکاح بالصحیح ویطلق الخلوۃ لان الخلوۃ وان فسدت توجب العدۃ اذا صح النکاح، اما الفاسد فلا عدۃ فیہ الا بحقیقۃ الوطء کما فی الدر[3] وغیرہ، واللہ تعالٰی اعلم۔

قبل ازیں کہ تم ان کو مس کرو (یعنی جماع کرو) اور خلوتِ صحیحہ بھی جماع کی طرح ہے اھ اور مجھے یاد آرہا ہے کہ میں نے اس کے حاشیہ پر یہ لکھا ہے کہ بہتر تھا کہ صاحبِ مدارک یُوں کہتے اور خلوت نکاح صحیح میں جماع کی طرح ہے اس طرح نکاح کو صحیح کی قید سے مقید اور خلوت کو مطلق قرار دیا جاسکتا ہے کیونکہ جب نکاح صحیح ہو تو خلوت فاسدہ بھی عدت کو لازم کرتی ہے لیکن نکاح فاسد میں صرف حقیقی وطی سے ہی عدّت لازم ہوتی ہے جیساکہ دُر وغیرہ میں ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶۷ تا ۳۷ از شہر کہنہ بریلی

حضور والا! مسمّی حمّن کا بیان ہے کہ میری لڑکی نابالغ کا نکاح میرے حقیقی بھائی نے بلا رضامندی میرے کر دیا اور مجھ کو راضی کرکے رخصت کرادی، وُہ لڑکی اپنے اُس خاوند کے پاس رہی اور نوبت مجامعت کی پہنچی، اُس کے یہاں سے بعد کو رخصت ہوکر جس وقت کہ وُہ اپنے باپ کے مکان پر آئی کہ اُس کو عرصہ تین سال کا ہُوا پھر کبھی نہ گئی حتی کہ نوبت نالش تک پہنچی، بالآخر اُس نے اُس کو فیصلہ پنچایت سے طلاق دی،

---

[1] ردالمحتار باب المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۴۱
[2] مدارک التنزیل تحت سورۃ الاحزاب دار الکتاب العربیہ ۳/ ۳۰۸
[3] حواشی مدارک اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

اب اُس کا نکاح درمیان عدت طلاق کے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور۲ یہ نکاح اوّل جو نابالغی میں بلا استرضا باپ کے ہُوا جائز تھا یا نہیں؟ فقط، اس قوم میں نابالغ لڑکیوں کا نکاح نابالغ لڑکوں کے ساتھ بولایت اکثر ہوتا ہے اور حالتِ بلوغ تک پہنچنے سے پہلے کسی مخالفت سے طلاق ہوجاتی ہے، اس۳ صورت میں عدت طلاق کی لازم آتی ہے یا نہیں؟ اور۴ مہر کس قدر دلایا جاسکتا ہے؟ بحالت۵ خلوت صحیحہ اور مجامعت کے کیا حکم ہے؟ اور بحالتِ طلاق اُس کا کیا حکم ہے؟ اگر۶ بحالت لازم آنے عدت کے نکاح ہوجائے اور وہ اپنے خاوند سے علیحدہ رہ کر تین ماہ تمام کرے تو یہ نکاح صحیح رہے گا یا پھر نکاح کرنا چاہئے؟ فقط

الجواب

نکاح اوّل کہ بے اجازتِ پدر چچا نے خود کردیا تھا اجازتِ پدر پر موقوف تھا، اگر اس نکاح کے بعد اُس نے کوئی لفظ نامنظوری اور رَد کرنے کا کہا تھا تو نکاح باطل ہوگیا اور زن وشوہر میں کوئی علاقہ نہ رہا تھا، اس کے بعد جو رخصت ہُوئی محض حرام ہُوئی اور جو مجامعت ہُوئی نری زنا ہُوئی فان الاجازۃ لا تلحق المفسوخ (کیونکہ فسخ شدہ کو اجازت لاحق نہیں ہوتی۔ت) طلاق کی کوئی حاجت نہیں نہ اس فراق کی عدت اذ لا نکاح فلا طلاق فلا عدۃ (اس لئے کہ نکاح ہی نہیں ہُوا تو طلاق اور عدت کا ہے کی۔ت) جس وقت چاہے نکاح کرے اور اگر نکاح کے بعد قبل اظہارِ نامنظوری باپ نے کوئی لفظِ منظوری کہا یا بھائی کے اصرار سے لڑکی کو رخصت کردیا (کہ رخصت کردینا بھی صحتِ نکاح کو کافی ہے جبکہ نامنظوری نہ ظاہر کرچکا ہو) تو اب یہ نکاح صحیح ہوگیا اور یہ طلاق طلاق ہُوئی اور اس کی عدت لازم ہے، عدت گزرنے سے پہلے جو نکاح کیا جائیگا باطل محض ہوگا، نابالغ لڑکا اہلِ طلاق نہیں، نہ اس کے دئے سے طلاق ہوسکتی ہے نہ اُس کی طرف سے اُس کا ولی طلاق دے سکتا ہے، بلوغِ پسر سے پہلے جو بوجہ مخالفت طلاق دلوا لیتے ہیں محض باطل ہے، نہ اس کی عدت ہے نہ اس کے بعد دوسرے سے نکاح کسی طرح حلال ہوسکتا ہے، ہاں عاقل بالغ جو طلاق دے اگر قبل خلوت صحیحہ دی نصف مہر لازم آئے گا اور بعد خلوت صحیحہ دی تو پھر پُورا مہر، عدت کے اندر نکاح محض باطل ہے وُہ نکاح ہی نہ ہوگا اگرچہ عدت تک اس دوسرے مرد سے جُدا رہے، بعد ختم تحصیل زوجیت کے لئے دوبارہ نکاح فرض ہوگا ورنہ زنا ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۲: مسئولہ مولوی عبدالرشید صاحب مدرس اول مدرسہ اکبریہ ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بی بی سے کہا کہ اگر تُو میکے سے میرے گھر نہ آئی تو تجھ کو طلاق دے دُوں گا۔ عورت دو برس اپنے میکے میں رہی پھر اس عورت نے دوسرے مرد کے ساتھ نکاحِ ثانی کرنے کا قصد کیا، شوہر نے کہا کہ میں نے تجھے طلاق نہیں دی تو نکاح کیسا کرتی ہے اگر مجھ کو سَو روپے

Marfat.com

دے تو میں تجھے طلاق دے دوں، عورت نے سو روپے دے دئے شوہر نے طلاق دے دی، اب اُس پر عدت پُوری کرنا چاہئے یا نہیں؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔

الجواب

ضرور، اور اُس کا دو۲ برس خواہ دس۱۰ برس شوہر سے جُدا رہنا مسقطِ عدت نہیں ہو سکتا،

لاطلاق قولہ تعالٰی والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروء[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کیونکہ اللہ تعالٰی کا قول کہ "مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض مکمل ہونے تک روک رکھیں" مطلق ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷۵

۱۵ جمادی الاولٰی ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے گھر بیمار ہے اور اس کی زوجہ بھی اُس حالتِ بیماری میں اُس کے پاس ہے، زوجہ زید کی برضامندی اپنے شوہر کے اپنے گھر گئی اُسی کو دوسرے روز پھر بلایا تو وہ عورت بلحاظ اس کے کہ میرا زیور وغیرہ نہ چھین لیں اور مجھ کو بُرا نہ کہیں نہ گئی اس کی وجہ یہ بھی کہ زید درحالت اصلی کہا کرتا تھا کہ میں سفر کو لے جاؤں گا اور اُس کے یعنی زوجہ کے والدین اس وجہ سے باہر جانے کے مانع ہوتے تھے کہ اُس عورت یعنی زوجہ زید کو حمل تھا بوجہ زید کی زوجہ کے تکلیف کی غرض سے، اب وہ زید بیمار بعد تین دن کے مرگیا اور زوجہ زید کی اپنے والدین کے یہاں ہے پس وہ عدت کہاں ختم کرے اور دیگر یہ کہ اپنے شوہر کے یہاں بغرض نقصان اپنے مال یا اپنی جان بچانے کی وجہ سے وہاں جانا ناپسند کرتی ہے کہ مجھ کو میرے زوج کے متعلقین مار نہ ڈالیں یا میرا اسباب چھین لیں، پس اس صورت میں کیا حکم ہے اور مہر زوجہ کا کس کے ذمہ باقی ہے، اور یہاں تک اُس کے والدین کو اندیشہ ہے کہ ہم باہر چلے جائیں گے تو شاید آبرو بچے ورنہ ناممکن، اور زوجہ زید اب تک حالتِ حمل میں ہے یعنی حمل اُس کو قریب چھ۶ ماہ کا ہے، ان صورتوں میں کیا حکم ہے؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔

الجواب

زوجہ پر فرض ہے کہ اپنے شوہر کی خبرِ مرگ سُنتے ہی فوراً اُس کے گھر چلی جائے اور وضعِ حمل تک وہیں رہے اور غلط عذر درمیان میں نہ لائے، ایسا خیال بہت ناقابلِ قبول ہے کہ قتل کر دی جائے گی۔ رہا مال اُسے ساتھ نہ لے جائے۔ اپنے ساتھ اپنے اقارب سے کسی کو رکھے جس سے حفاظت متوقع ہو، ہاں اگر

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۸

Marfat.com

کوئی صورت ممکن ہو اور واقعی سچا اندیشہ جان کا ہے جس کا تدارک اُس کے قابو میں نہیں تو نہ جانے کے لئے عذر صحیح ہے، اور اللہ تعالٰی صحیح وغلط سب کو خُوب جانتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶ از ملک بنگالہ موضع مہانیہ سیری رامپور ضلع باریسال مرسلہ عبدالحمید صاحب ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ

سوال اینکہ زینب نابالغہ راکہ سنش بہ نُہ سال نہ رسیدہ است وتخمیناً مدتِ نکاحش بدو سال رسیدہ زوجش طلاق دادہ خواہر زینب را زوج زینب بعد یکروز یا دو روز نکاح کرد حالانکہ زوج زینب می گوید کہ زینب راقبل دخول طلاق دادہ پس اکنوں نکاح کردن زوج زینب خواہر زینب را پیش از گزشتن عدت طلاق زینب موجب شرع شریف درست باشد یا چہ؟ اگر نکاح مذکور زوج زینب را روا باشد پس عبارات درمختار و ردالمحتار و دیگر کتب کہ عدت مطلّقہ صغیرہ کہ سنش بہ نُہ سال نہ رسیدہ است سہ ماہ است بلاقید دخول وبعد دخول آمدہ است مطالب آنہا چہ؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔

سوال یہ ہے کہ زینب نامی لڑکی جس کی عمر ابھی نَو سال نہیں ہُوئی اس کا نکاح اندازاً دو سال قبل ایک شخص سے ہوا تو اس کے خاوند نے اسے طلاق دے کر ایک دو دن بعد اس کی بہن سے نکاح کرلیا جبکہ زینب کی عدت گزرنے سے قبل اس کی بہن سے نکاح بموجب شرع شریف درست ہوا یا نہیں، اگر نکاح مذکور درست ہُوا ہے تو پھر درمختار و ردالمحتار اور دیگر کتب کی یہ عبارت کہ نابالغہ لڑکی جس کی عمر نَو سال سے کم ہو اس کی عدت تین ماہ ہے جس میں دخول کے بعد یا قبل کی کوئی قید مذکور نہیں ہے، اس کا مطلب کیا ہے؟ بیان کیجئے اور اجر حاصل کیجئے۔

الجواب

اگر میان زن وشو خلوت واقع شدہ بود اگرچہ خلوت فاسدہ باشد بعد ازاں شوہر بالغ آں دختر ہفت یا ہشت سالہ را طلاق داد عدت سہ ماہ واجب است ونکاح با خواہرش قبل انقضائے عدت ناجائز وحرام واگر خلوت ہم نشدہ بود البتہ از عدت اثرے نیست واز بعد طلاقش خواہرش رابزنی تواں گرفت قال اللہ تعالٰی فما لکم علیھن من عدۃ تعتدونھا[1] در کتب مذکورہ

اگر زینب اور اس کے خاوند میں خلوت صحیحہ یا فاسدہ ہوچکی ہو تو اس کے بعد اگر طلاق دی ہو اگرچہ زینب کی عمر سات یا آٹھ سال ہو تو عدت واجب ہے اور اس کی عدت گزرنے سے قبل اس کی بہن سے نکاح ناجائز ہے، اور اگر خلوت نہ ہوئی ہو تو پھر زینب پر کوئی عدت نہیں ہے اور اس کو طلاق دینے کے بعد اس کی بہن سے نکاح جائز ہے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا تمہارے حق میں دخول سے قبل مطلقہ

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۹

Marfat.com

حکم عدت را مطلق نگزاشتہ اند بلکہ سابقاً ولاحقاً دو جا مقید بدخول یعنی ولو حکما کالخلوۃ ولو فاسدۃ[1] داشتہ اند، عبارت تنویر الابصار و درمختار بالتقاط واختصار این ست العدۃ سبب وجوبھا النکاح والمتأکد بالتسلیم وماجری مجراہ من موت او خلوۃ، وھی فی حق حرۃ تحیض بعد الدخول حقیقۃ او حکما ثلث حیض، وفی حق من لم تحض لصغر بان لم تبلغ تسعا او کبر ثلثۃ اشھر ان وطئت فی الکل ولو حکما کالخلوۃ ولو فاسدۃ[2] (ملخصاً) در ردالمحتار ست قولہ فی الکل یعنی ان التقیید بالوطئ شرط فی جمیع ما مر من مسائل العدۃ بالحیض و العدۃ بالاشھر کما افادہ سابقا بقولہ راجع للجمیع[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

بیویوں پر عدت نہیں ہے جس کو تم شمار کرو۔ کتب مذکورہ میں نابالغہ کی عدت کو عام قرار نہیں دیا گیا بلکہ اس سے قبل اور بعد دونوں جگہ عبارت دخول کی قید سے مقید ہے اگرچہ وہ دخول حکمی ہو جیسے خلوت خواہ فاسد ہی کیوں نہ ہو۔ تنویر الابصار اور درمختار کی عبارت ملتقطاً اور اختصاراً یوں ہے عدت کے وجوب کا سبب نکاح جو رخصتی یا اس کے قائم مقام موت یا خلوت سے پختہ ہوتا ہے اور وہ عدت آزاد حیض والی عورت کے لئے اس سے دخول حقیقی یا حکمی کے بعد ہو تو تین حیض ہے، اور جو عورت حیض والی نہ ہو یوں کہ وہ نو ۹ سال سے کم عمر ہو یا بڑھاپے والی ہو تو اس کی عدت تین ماہ ہے۔ یہ تمام بیان مدخولہ عورتوں کے لئے ہے اگرچہ دخول حکمی ہو، جیسے خلوت اگرچہ فاسدہ ہو (ملخصاً) اور ردالمحتار میں اس پر یوں ہے ماتن کا قول "فی الکل" یعنی وطی شرط ہے تمام مذکورہ مسائل عدت میں خواہ حیض والی کی عدت ہو یا مہینوں والوں کی، جیسا کہ ماتن اس کو پہلے بیان کر چکے ہیں اس قول کے ساتھ کہ "یہ سب کو شامل ہے" (یعنی عدت بالحیض و عدت بالاشہر دونوں کو شامل ہے)۔ (ت)

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ کو طلاق دی اب

---

[1] درمختار | باب العدۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۵۶
[2] درمختار | باب العدۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۵۶-۲۵۵
[3] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۶۰۲

Marfat.com

تاوقتیکہ عدت پُوری کرے نان نفقہ آیا زید کے ذمہ ہے یا وارثِ ہندہ کے؟ اور وُہ مکان جس میں ہندہ اپنی عدت پُوری کرے زید پر لازم ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

تمام عدت تک نان نفقہ زید کے ذمہ ہے اور زید ہی کے مکان میں عدت پُوری کرے جبکہ قبل از طلاق وہی مکان اس کے رہنے کا تھا اگرچہ علاج کے لئے چندماہ پیشتر اپنے باپ کے یہاں چلی آئی تھی کما قال لی السائل بلسانہ (جیساکہ سائل نے خود اپنی زبان سے مجھے بیان کیا ہے۔ت) اور یہ طلاق کہ بطریق خلع واقع ہُوئی تھی کما بین ایضا (جیساکہ اس نے یہ بھی کہا۔ت) بائنہ تھی تو زید پر لازم ہے کہ عدت پُوری ہونے تک اپنے ہی مکان میں اُسے جگہ دے اور بوجہ زوالِ نکاح اس سے پردہ کرے، اور اگر زید ظلماً اپنے گھر میں نہ رہنے دے تو کوئی اور مکان بتائے جس میں وُہ عدت پُوری کرے اور اگر وُہ مکان کرایہ کا ہو تو اختتامِ عدت تک کرایہ زید کے ذمہ ہے، اور جب زید اپنے مکان میں رہنے دے یا دوسرا مکان اُس کے لئے بتائے تو ہندہ پر لازم ہے کہ فوراً اُس مکان میں چلی جائے اور ختمِ عدت تک ہرگز اس سے باہر نہ آئے،

فی الخانیۃ المعتدۃ عن الطلاق تستحق النفقۃ والسکنی کان الطلاق رجعیا او بائنا اوثلثا الخ[1]، وفی الدرالمختار طلقت اومات وھی زائرۃ فی غیرمسکنھا عادت الیہ فورا لوجوبہ علیھا وتعتدان ای معتدۃ طلاق وموت فی بیت وجبت فیہ (ھوما یضاف الیھما بالسکنی قبل الفرقۃ الخ شامی) و لایخرجان منہ الاان تخرج (وشمل اخراج الزوج ظلما الخ شامی) فتخرج لا قرب موضع الیہ وفی الطلاق الی حیث شاء الزوج (وحکم ما انتقلت الیہ حکم المسکن الاصلی فلاتخرج

خانیہ میں ہے کہ طلاق کی عدت والی نفقہ اور سکنٰی کی مستحق ہے خواہ طلاق رجعی یا بائنہ یا تین طلاقوں والی ہو الخ اور درمختار میں ہے عورت جب گھر سے باہر کسی کو ملنے گئی ہو اور اس دوران اُس کو طلاق ہوجائے یا خاوند فوت ہوجائے تو فوراً گھر واپس آجائے کیونکہ یہ اس پر واجب ہے، اور دونوں یعنی طلاق اور موت کی وجہ سے عدت والی عورتیں اس گھر میں عدّت بسر کریں جس گھر میں عدت واجب ہوئی ہے (یہ وُہ گھر ہے جو فرقت سے قبل ان کی رہائش کےلئے منسوب ہے الخ شامی) اور وہ اس گھر سے منتقل نہ ہوں اِلّا یہ کہ ان کو جبراً نکالا جائے (اس میں خاوند کا ظلماً نکالنا بھی شامل ہے الخ شامی) موت کی عدت والی کو

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی نفقۃ العدۃ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۰۰

Marfat.com

منہ شامی[1] اھ ملخصًا ، واللہ تعالٰی اعلم ۔ اگر مجبورًا نکلنا پڑے تو قریب ترین مکان میں منتقل ہوجائے اور طلاق کی عدت والی خاوند جس مکان میں چاہے، وہاں منتقل ہوجائے (اور جب دوسرے مکان میں منتقل ہو تو پھر وہی اصل مسکن کے حکم میں ہوگا لہذا عورت وہاں سے نہ نکلے الخ شامی) ملخصًا ، واللہ تعالٰی اعلم ۔ (ت)

مسئلہ ۲۷ رجب ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے کہ زید نے اپنی زوجہ کو طلاق دی ایک جلسہ میں تین مرتبہ سامنے دو شخص نمازیوں کے ، اور وہ عورت حاملہ بھی تھی، اب زید اپنے گھر سے اس کو نکال دے یا نہیں ، یا اپنے گھر میں اس کو رکھے اور کھانے کو اس کو دے اور کب تک اس کو کھانے کو دے ، اور زید نے تکرار زن وشوہر کے سبب سے طلاق دی تھی ، اب دونوں رضامند ہیں ، اب زید چاہتا ہے کہ پھر گھر میں رکھے ، اب سائل کا سوال علمائے دین سے یہ ہے کہ از روئے قرآن وحدیث کیا حکم ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اور امام ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شرع شریف سے کیا حکم ہے ؟

الجواب

تین طلاقیں ہوگئیں ، چاروں اماموں کا یہی مذہب ہے ، اب وہ بغیر حلالے اس سے نکاح نہیں کرسکتا ، یہی حکم قرآن وحدیث کا ہے وہ عدت تک یعنی بچہ ہونے تک گھر میں رہے گی اور روٹی کپڑا زید کو دینا ہوگا مگر بالکل غیر و اجنبی عورت کی طرح رہے اس سے پردہ کرے ،

قال اللہ تعالٰی اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ، ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن ، وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن[2] ۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا : عدت والی عورتوں کو وہاں رہائش دو جہاں تم خود رہائش رکھتے ہو اپنی حیثیت کے مطابق ، اور ان کو تنگی دے کر ضرر مت پہنچاؤ ، پھر اگر وہ حاملہ ہوں تو ان کو خرچہ دو تاقتیکہ وہ بچے کو جنم دیں ۔ (ت)

صورت حل میں یہی مذہب چاروں ائمہ کا ہے ۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] ردالمحتار فصل فی الحداد داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۲۱
درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۰
[2] القرآن الکریم ۶۵/ ۶

Marfat.com

مسئلہ ۷۹ از محلہ مرداد مرسلہ حضرت مولانا سلیمان اشرف صاحب (سابق پروفیسر دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) ۲۶ شوال ۱۳۱۸ھ

عالم اہلسنت فاضل بریلوی متع اللہ المسلمین بطول بقائکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، زید نے اپنی بی بی کو طلاق بائن دی اور بعد ایک مہینہ کے مرگیا، اب اس کی بی بی کتنی مدت بعد عقدِ ثانی کرے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہ مطلقہ اگر حاملہ تھی تو عدت حمل ہے مطلقاً، اور اگر حمل نہ تھا تو طلاق مذکور اگر شوہر نے اپنی صحت میں دی یا برضائے زوجہ مرض الموت میں دی تو عدت تین حیض ہے، موتِ شوہر سے نہ بدلے گی، اور اگر طلاق بائن مرض الموت میں بے رضائے زن دی تو تین حیض، اور چار مہینے دس دن سے جو مدت درازتر ہے وہ عدت ہے یعنی چار ماہ و دہ روز بعد موت گزرنے سے پہلے طلاق کے بعد تین حیض کامل ختم ہوجائیں تو بعد مرگ چار ماہ دس یوم انتظار کرے، اور اگر مرگِ شوہر پر چار مہینے دس دن ہوگئے اور ہنوز بعد طلاق تین حیض کامل نہ ہوئے تو تین حیض کامل ہونے تک منتظر رہے،

فی ردالمحتار ابانہا فی مرضہ بغیر رضاھا بحیث صار فارا و مات فی عدتہا فعدتہا ابعد الاجلین، ولو ابانہا برضاھا بحیث لم یصر فارا، تعتد عدۃ الطلاق فقط، ولو طلقہا بائنا فی صحتہ ثم مات لا تنتقل عدتہا اتفاقا[1] اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم۔

ردالمحتار میں ہے خاوند نے اپنی مرض الموت میں بیوی کی مرضی کے بغیر طلاق دے دی عورت کے وارث بننے سے فرار اختیار کرتے ہوئے پھر وہ خاوند مطلقہ بیوی کی عدت میں فوت ہوجائے تو ایسی صورت میں عورت کی عدت، موت یا طلاق کی عدت میں سے جو بھی طویل ہو وہی قرار پائے گی۔ اور اگر مرضِ موت میں عورت کی رضامندی سے طلاق دی ہو کہ اس سے وہ عورت کے وارث ہونے سے فرار اختیار کرنے والا نہ ہوگا تو ایسی صورت میں عورت کی فقط طلاق والی عدت ہوگی، اور اگر خاوند نے اپنی صحت میں طلاقِ بائنہ دی ہو پھر بیوی کی عدت کے دوران خاوند فوت ہوجائے تو اس صورت میں بالاتفاق طلاق والی عدت ہوگی اور موت کی وجہ سے عدت تبدیل نہ ہوگی اھ ملخصاً، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار باب العدۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۰۵

Marfat.com

مسئلہ ازمارہرہ مطہرہ مرسلہ حضرت سید حسین حیدر میاں صاحب ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ والدینِ ہندہ سُنّی المذہب نے ہندہ سنّی المذہب کا نکاح زید شیعہ مذہب سے (جو پورا پورا عقائد مجتہدین حال لکھنؤ کا پیرو تھا جناب مولیٰ علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کو سوائے سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے تمام انبیائے سلف سے افضل جانتا اور قرآن مجید کو ناقص اور محرف مانتا) بوجہ کفو و برادری کے کردیا، زید قبل از عقد مرض الموت مریض تھا بعد عقد اور اشتداد ہُوا کہ روز و شب میں گاہ گاہ لمحہ بھر کو ہوش آتا اس باعث سے خلوتِ صحیحہ نہ ہوسکی صرف اتنا ہُوا کہ ہندہ کی چچی ہندہ کو بوقتِ شام زید کے پاس لے گئی اُس کے قریب جو چوکی بچھی تھی اس پر بٹھادیا، زید کو اُس وقت اتنا ہوش آیا تھا کہ اُس نے ہندہ کے مُنہ پر سے ہاتھ اُٹھانے کا قصد کیا مگر ہاتھ لگاتے ہی کثرتِ ضعف وبیہوشی سے زید کا ہاتھ گر پڑا، یہ حال دیکھ کر اس کی چچی کہ کچھ دُور علیحدہ کھڑی دیکھ رہی تھی آئی اور ہندہ کو اُٹھالے گئی۔ اس کے بعد کبھی نوبت ایک دوسرے کو دیکھنے کی بھی نہ آئی کہ زید سات آٹھ روز میں مرگیا۔ والدین نے ہندہ کا نکاح بکر سُنّی المذہب کے ساتھ کہ نیز کفو و برادری تھا چار مہینے دس دن گزرنے سے پہلے کردیا۔ ۱۵ ذی الحجہ کو زید سے نکاح ہُوا تھا ۱۲ ذی الحجہ کو زید مرگیا، ۱۷ ربیع الثانی کو ہندہ کا نکاح بکر سے ہوا، عدت میں ۱۴ روز کم تھے، اب ہندہ صاحبِ اولاد ہے، بعض لوگ اولادِ ہندہ کی صحتِ نسب پر معترض ہیں کہ بکر نے یہ نکاح عدت کے اندر ہی کرلیا، اس صورت میں بعد نظرِ عمیق ان مراتب کا جواب عنایت ہو کہ زید وہندہ کا عقد صحیح ہوا تھا یا نہیں؛ ہندہ پر بوجہ عدمِ صحت نکاح یا عدمِ وقوع خلوت صحیحہ کے بعد مرگ زید عدّتِ موت واجب تھی یا نہیں؛ عقدِ ثانی اور اس سے جو اولاد پیدا ہُوئی اُس کی نسبت کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں عقد ثانی بلاتامل صحیح اور اس سے جو اولاد ہُوئی بلاشُبہہ صحیح النسب ہے، عدّتِ موت چار مہینے دس دن ہونے کے لئے اگرچہ خلوت وغیرہا کسی بات کی حاجت نہیں غیر حاملہ عورت پر مرگ شوہر سے عدت لازم آتی ہے،

فی الدرالمختار العدۃ للموت اربعۃ اشھر و عشر بشرط بقاء النکاح صحیحا الی الموت مطلقا وطئت اولا، ولو صغیرۃ فلم یخرج عنھا الا الحامل[1]۔

درمختار میں ہے کہ موت کی وجہ سے عدت مطلقاً چار ماہ دس دن ہوگی بشرطیکہ موت تک نکاح صحیح رہا ہو، بیوی سے وطی ہُوئی ہو یا نہ، بیوی اگرچہ نابالغہ ہی کیوں نہ ہو، اس ضابطہ سے صرف حاملہ عورت کی عدت مختلف ہوگی۔ (ت)

[1] درمختار باب العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۶

Marfat.com

مگر عدت تو منکوحہ پر ہوتی ہے ہندہ و زید میں باہم نکاح ہی اصلاً نہ تھا کہ جب زید مثل عام روافض زمانہ ان عقائد کفر کا معتقد تھا تو قطعاً کافر مرتد تھا، عالمگیریہ میں ہے:

یجب اکفار الروافض فی قولھم (وعد بعض عقائدھم المکفرۃ وقال) وھؤلاء القوم خارجون عن ملۃ الاسلام واحکامھم احکام المرتدین کذا فی الظھیریۃ۔[1]

رافضیوں کو کافر قرار دینا ضروری ہے ان کے عقائد کی بابت (یہاں روافض کے بعض عقائد کفریہ ذکر کرکے ہندیہ میں فرمایا کہ) یہ قوم ملّتِ اسلامیہ سے خارج ہے، اور ان کے احکام مرتدین جیسے ہوں گے جیسا کہ ظہیریہ میں ہے۔ (ت)

اور مرتد مرد خواہ عورت کا نکاح کسی ملت و مذہب والے سے ہو ہی نہیں سکتا نہ مومنین سے نہ کفار سے نہ خود اسی کے ہم مذہبوں سے۔ ہندیہ میں ہے:

لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلک لایجوز نکاح المرتد مع احد کذا فی المبسوط۔[2]

مرتد کو جائز نہیں کہ وہ مرتدہ، مسلمان یا کافرہ اصلیہ سے نکاح کرے، اور یونہی مرتد کو کسی بھی عورت سے نکاح جائز نہیں، جیسا کہ مبسوط میں ہے (ت)

تو ہندہ اگرچہ زید کی حیات ہی میں بلا طلاق اُسی وقت اپنا عقد بکر سے کرلیتی جب بھی جائز و صحیح تھا۔ (جواب ناقص ملا)۔

مسئلہ ۱۸ ازمارہرہ ضلع ایٹہ مرسلہ محبوب علی صاحب ۱۰ شوال المکرم ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نے اپنے شوہر زید کی حیات میں جس کی طلاق ثابت نہیں عمرو نامی سے بطور عاشقی کے دوسرے شہر میں جاکر عقد نکاح کیا، اس کے تھوڑے ہی دن بعد شوہر سابق مرگیا، بعد مرنے کے چار برس تک عورت عمرو کے قبضہ میں رہی بطور زوجہ۔ ایک روز باہم نااتفاقی اور لڑائی کے عمرو نے عورت کو طلاق بائن دی اور کئی روز تک کہا کیا کہ میں نے طلاق دی، اور ایک جلسہ میں دس پانچ دفعہ کہا کہ میں نے تجھ کو طلاق دی، اور پندرہ روز تک علیحدہ رہا۔ اب بباعث عشق باہمی کے عورت اور عمرو چاہتا ہے کہ پھر تجدید نکاح کی ہونی چاہئے، اور عذر کرتا ہے کہ جب بغیر طلاق شوہر سابق کے نکاح ہی نہیں ہوا تو طلاق کیا چیز ہے اور عمرو مسجد میں مؤذن ہے، اہلِ اسلام اس کو تجدیدِ نکاح سے روک

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۶۴

[2] " " باب فی المحرمات بالشرک " " ۱/۲۸۲

Marfat.com

رہے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ مرنے شوہر سابق اور گزرنے عدت سے وہ نکاح ہی قائم ہوگیا کہ جس کی وجہ سے تیری زوجیت پانچ سال رہی ورنہ کیا آج تک تُو نے اس سے حرام کیا ہم تجھ کو مسجد سے نکال دیں گے جب تک حلالہ نہ ہو جائے، جب تک نکاح جدید نہ ہو جائے عورت تجھ پر حرام ہے، اور علاوہ اس کے عمر غیر کفو بھی ہے۔ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں آیا نکاح تجدید کیا جائے یا بعد حلالہ کے عورت سے نکاح جائز ہوگا، اور اگر اُس عورت سے عمرو خلافِ شرع کوئی فعل کرے تو موذن بنانا چاہیے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر یہ امر واقعی ہے کہ زید کی حیات میں بے طلاق عورت نے عمرو سے نکاح کر لیا پھر بعد موتِ زید و انقضائے عدتِ وفات عمرو کے ساتھ نکاحِ جدید نہ کیا بلکہ اُسی نکاح باطل پر قائم رہی تو وہ ہرگز زن و شوہر نہ تھے بلکہ زانی وزانیہ تھے، طلاقیں کہ عمرو نے دیں محض لغو تھیں، حلالے کی کوئی حاجت نہیں، صرف نکاح از سرِ نو کر لینا کافی ہے جبکہ عمرو قوم یا مذہب یا پیشے وغیرہ میں عورت کے اولیاء سے ایسا کم نہ ہو کہ اُس سے نکاح ہونا اولیائے زن کے لئے باعثِ ننگ وعار ہو یا ایسا کم ہے تو عورت کے ولی نے پیش از نکاح عمرو کو ایسا جان کر اُس سے نکاحِ زنِ مذکور کی صریح اجازت دے دی یا عورت کوئی ولی رکھتی ہی نہ ہو، ان تینوں صورتوں میں نکاح ہو جائے گا ورنہ اگر عمرو ایسا کم رتبہ ہے اور عورت ولی رکھتی ہے اور ولی پیش از نکاح اس کی کم رتبگی پر مطلع ہو کر اجازتِ نکاح نہ دے تو عورت کا عمرو سے نکاح کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ عمرو جب تک تائب ہو کر بحالِ جوازِ نکاح، نکاح نہ کرے یا عورت سے صاف جُدا نہ ہو جائے ہرگز موذن نہ بنایا جائے وہ فاسق معلن ہے اور فاسق اس عہدۂ دین کے لائق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۲ ازموضع کرگینا مرسلہ امام بخش علی بخش ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

منھو لوہار کی عورت بیوہ تھی ۱۴ مہینے سے، چند روز بعد کچھ عورتوں نے شناخت کیا کہ یہ حاملہ ہے، اُس سے دریافت کیا تو اُس نے کہا اپنی تنہائی میں زبردستی عظیم اللہ قوم نداف نے میرے ساتھ یہ کام کیا میں حاملہ ہوئی، بعد کو لوگوں نے عورت کو بند کر دیا حفاظت اس کی کی، بعد کو جب لڑکا پیدا ہوا تو نکال دیا وہ چلی گئی اور عظیم اللہ نے عوام میں مشہور کیا کہ لڑکا میرا ہے، بستی والوں نے اس کو بند کر دیا، عورت کو نکال دیا، اب اُن کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب

اُن کے لئے سخت سزا کا حکم ہے مگر یہاں کون سزا دے سکتا ہے یہی سزا کافی ہے کہ برادری سے خارج رکھے جائیں۔ رہا لڑکا اگر منھو کے مرنے سے دو برس بعد پیدا ہوا یا چار مہینے دس دن بعد عورت نے

Marfat.com

اقرار کرلیا تھا کہ وُہ عدت سے فارغ ہوگئی تو اِن دو صورتوں میں وہ لڑکا مجہول النسب ہے اور اگر عدت سے فارغ ہونے کا اقرار نہ کیا تھا اور مٹھو کے مرنے سے دو برس کے اندر لڑکا پیدا ہُوا تو لڑکا مٹھو کا ہے وہ نداف جھوٹا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۳ از رانچی محلہ اوپر بازار مرسلہ مولوی عبدالرب صاحب ۸ جمادی الاول ۱۳۳۶ھ

اگر معتدہ غیر سے بصورت لاعلمی کوئی شخص نکاح کرے اور تمتع کرے اور بصورتِ علم اس سے کنارہ کیا یہ تمتع داخلِ زنا ہوگا یا نہیں؟

الجواب

جبکہ اُسے معلوم نہ تھا اور جس وقت معلوم ہُوا فوراً جُدا کردیا تو اس کے حق میں کسی طرح زنا نہیں، زنا ہونا درکنار اُس پر کوئی الزام بھی نہیں البتہ وُہ وطی واقع میں ضرور وطی حرام تھی اور اثم مرفوع، کما نصوا علیہ وذٰلک لان الجہل فی موضع الخفاء عذر مقبول (جیسا کہ اس پر نص ہے اور یہ اس لئے کہ پوشیدہ مقام پر جہالت عذرِ مقبول ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۴ از شہر مرسلہ نواب نثار احمد صاحب مورخہ ۳۰ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید فوت ہُوا جو ایک موضع میں رہتا تھا وہاں کوئی طبیب نہیں ہے، پس اُس کی زوجہ ایام عدت ہی میں بوجہ علالت اپنی دختر نیز اپنے بچوں خوردسال کے واسطے علاج کے کسی دُوسری جگہ جاسکتی ہے یا نہیں اور نبض کسی حکیم کو دکھا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب

نبض بضرورت دکھا سکتی ہے اور دُوسری جگہ اس طور پر جاسکتی ہے کہ رات کا اکثر حصّہ شوہر ہی کے مکان میں گزارے، اور اگر اُسی مکان میں ممکن ہو تو یہ بھی حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۵ از ریاست فریدکوٹ ضلع فیروزپور پنجاب مرسلہ منشی محمد علی ارم ۶ رجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایام عدت طلاق یا مرگ میں نکاح ہوجائے تو از خود فسخ ہے یا اعادہ طلاق کی ضرورت ہوگی عدت پہلی ہی رہی یا جدید، اور دانستہ ایسا نکاح پڑھانے والے کا کیا حکم ہے؟

الجواب

عدت کے اندر نکاح حرام قطعی ہے مرد و زن دونوں پر اُس کا ترک فرض ہے مرد کہے میں نے اس

ع: بحکم خوردہ تھا۔

Marfat.com

نکاح کو ترک کیا خواہ عورت اُس سے کہہ دے اور دونوں نہ مانیں تو حاکم شرع جبراً تفریق کر دے بس یہ ترک یا تفریق ہی کافی ہے طلاق کی حاجت نہیں، اس دوسرے شخص نے اگر اس سے قربت نہ کی تو عدت وہی پہلی ہے ورنہ دوسری بھی لازم آئی اور دونوں ایک ساتھ ادا ہوتی جائیں گی اخیر میں جو باقی رہے گی پوری کرلی جائے گی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۸۶ از شہر محلہ بھوڑ مسئولہ شیخ ننھے ۹ رجب ۱۳۳۸ھ

ایک لڑکی جسے طلاق ہوئے ایک مہینہ نہیں ہوا تھا دوسری جگہ ایک حافظ سے نکاح ہوا وہ پیش امام ہے، یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے اور اس میں جو لوگ شریک ہوئے اُن کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر وہ لڑکی اپنے شوہر کی مدخولہ تھی اور حاملہ نہ تھی کہ اس مہینہ کے اندر بعد طلاق بچہ پیدا ہوگیا ہو اس کے بعد نکاح ثانی ہوا ہو تو یہ دوسرا نکاح عدت کے اندر ہوا اور محض حرام حرام ہوا اور اس میں قربت خالص زنا، اگر جس کے ساتھ زنا ہوا اُسے خبر تھی کہ یہ مطلقہ ہے اور ہنوز عدت نہ گزری جان کر نکاح کرلیا تو اشد فاسق و فاجر ہے، اُس کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب، اور اُسے امام بنانا گناہ، یونہی اگر معلوم نہ تھا اور اب معلوم ہوا اور فوراً جدا نہ ہوگیا جب بھی اس پر یہی احکام ہیں، اور جو لوگ دانستہ اس حرام نکاح میں شریک ہوئے اور کھایا پیا وہ بھی سخت گنہگار ہوئے اور وہ حرام کھانے والے ہوئے اُن سب پر بھی توبہ فرض ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۸۷ از چھٹن شاہ ۲۸ رجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص قضائے الٰہی سے فوت ہوگیا اس کی عورت کو زید تین ہفتہ کے اندر لے گیا، زید رہنے والا دیس کا تھا اس لئے اس عورت سے نکاح کیا وہ عورت راضی نہیں تھی ایک ماہ کے اندر چلی آئی اب اس کا نکاح اور جگہ کیا جائے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

وہ نکاح حرام محض ہوا، پھر اگر زید نے اس سے صحبت نہ کی تو وفاتِ شوہر سے چار مہینے دس دن کے بعد نکاح کرسکتی ہے، اور اگر زید صحبت کرچکا تو اُن پر فرض ہے کہ جدا ہوجائیں اور عورت تین حیض کا انتظار کرے، اگر تین حیض اسی چار مہینے دس دن کے اندر گزر جائیں تو چار مہینے دس دن کے بعد نکاح کرلے، اور اگر ابھی تین حیض اس جدائی کے بعد نہ گزریں تو انتظار اس جدائی کے بعد اور کرے کہ تین حیض پورے ہوجائیں اس وقت دوسرے سے نکاح کرے، درمختار میں ہے:

اذا وطئت المعتدۃ بشبھۃ وجبت عدۃ — اگر عدت والی مطلقہ عورت سے شبہہ کی وجہ سے وطی

Marfat.com

اُخری وقد اختلا وعلیھا ان تتم العدۃ الثانیۃ ان تمت الاولٰی۔[1] کرلی جائے تو اس عورت پر دوسری عدت ضروری ہے اور پہلی عدت کی بقیہ مدت دوسری میں شمار ہوجائیگی،
اور اگر پہلی عدت ختم ہوچکی ہو تو پھر دوسری عدت پُوری کرے۔ (ت)

مسئلہ ۸۰ ازموضع پستور تحصیل کچھا ضلع نینی تال مرسلہ فدا حسین صاحب ۲۹ رمضان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ عبدالرحمٰن نے مبلغ دوسو روپے مجھ سے لے کر بخوشی استعفا دے دیا اپنی بی بی کو، اب اس میں نکاح ابھی ہوسکتا ہے یا نہیں؟ یا بعد عدت عورت کے، تین سال سے بیوی اپنی ماں کے مکان پر تھی اس اثنا میں خاوند استعفا دے گیا۔

الجواب

جب تک عدت نہ گزرے نکاح تو نکاح نکاح کا پیام دینا حرام قطعی ہے، اور وہ روپیہ کہ دیا رشوت تھا، دینا لینا دونوں حرام تھا۔ عبدالرحمٰن پر لازم ہے کہ وُہ روپیہ فدا حسین کو واپس دے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۱ ازقصبہ بکسرا ورن ڈاک خانہ رسولپور ضلع رائے بریلی مسئولہ عبدالوہاب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ کہ اس کے شوہر نے عرصہ چار برس سے اس کو اپنے گھر سے نکال دیا ہے اور طلاق نہیں دی، اس اثناء میں وُہ زنا سے حاملہ ہوچکی ہے اب اس کا شوہر انتقال کرگیا ہے مگر عدت پوری نہیں ہوئی ایسی حالت میں جبکہ وُہ زنا کی مرتکب ہُوئی ہے عدت کے اندر نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

عدت کے اندر نکاح حرام قطعی ہے، اور جب یہ حمل حیاتِ شوہر سے ہے شرعًا شوہر کا ہے اور جب تک وضع نہ ہو عدت ہی میں ہے۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الولد للفراش وللعاھر الحجر[1]، وقال تعالٰی واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: بچہ نکاح والے کی طرف ہی منسوب ہوگا اور زانی نسب سے محروم ہوگا۔ اور اللہ تعالٰے نے ارشاد فرمایا: حمل والی عورتوں کی عدت بچّے کی پیدائش تک ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الفرائض قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۹۹
مسند احمد بن حنبل دارالفکر بیروت ۲/ ۴۰۹
[2] القرآن الکریم ۶۵/ ۴

Marfat.com

مسئلہ ۹۰ ۷ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ کو طلاق دی اور عمرو نے اس کے دوسرے دن یا اُسی دن ہندہ سے نکاح کرلیا، یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بیانِ سائل سے ظاہر ہُوا کہ شوہرِ اوّل اس عورت سے خلوت کرچکا تھا کئی سال کے بعد طلاق دی اور عورت کو حمل نہ تھا پس یہ نکاح کہ قبل گزرنے عدت کے دوسرے شخص سے ہوا اصلاً صحیح نہیں، ان دونوں پر فرض ہے کہ فوراً جُدا ہوجائیں۔

قال اللہ تعالٰی والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروءٍ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: مطلقہ عورتیں تین حیض مکمل ہونے تک اپنے آپ کو روکے رکھیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ مثلاً زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو طلاق دی، اُس نے بعد منقضی ہونے ایک ماہ یا دو ماہ کے دوسرے شخص سے نکاح کرلیا، یہ نکاح بدون انقضائے عدت کے شخص اجنبی سے ہُوا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور ہندہ کو اس شخص سے دعوٰی مہر اور وراثت جائز ہے یا نہیں؟ بَیِّنُوْا تُؤْجَرُوْا (بیان کرو اور اجر پاؤ۔ ت)۔

الجواب

سائل مظہر کہ ہندہ معتدات بالحیض سے ہے پس صورتِ مستفسرہ میں اگر وُہ نکاح ایک مہینہ بعد ہُوا تھا تو بیشک فاسد کہ اس قدر مدت میں مضی عدت معقول نہیں، ہندہ ترکہ کی مستحق نہیں، اور مہر مسمّی و مہر مثل سے جو کم ہوگا اُس قدر پائے گی، اور اگر مہر مسمّی کچھ نہ تھا یا مجہول ہوگیا تو پُورا مہر مثل لازم آئے گا،

فی الدر المختار ویجب مھر المثل فی نکاح فاسد بالوطئ لا بغیرہ ولم یزد علی المسمّی لرضاھا بالحط، ولوکان دون المسمّی لزم مھر المثل لفساد التسمیۃ بفساد العقد، ولو لم یسم او جھل لزم

درمختار میں ہے اور نکاحِ فاسد میں صرف وطی کی وجہ سے مہر مثل واجب ہوتا ہے وطی کے بغیر نہیں، پھر وُہ مہر مثل مہر مقررہ سے زائد نہ ہوگا کیونکہ عورت مقررہ کم مہر پر راضی تھی، اور اگر مہر مثل مقرر مہر سے کم ہو تو ایسی صورت میں مہر مثل ہی واجب ہوگا کیونکہ نکاح کے فساد کی وجہ سے مقررہ مہر فاسد ہوجاتا ہے، اور اگر مہر

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۸

Marfat.com

بالغا ما بلغ[1] انتھی ملخصا و فیہ ایضا یستحق الارث برحم و نکاح صحیح فلا توارث بفاسد ولا باطل اجماعا[2] انتھی ملتقطا۔

مقرر نہ کیا گیا ہو یا مقدار معلوم نہ ہو سکے تو پھر مہر مثل جتنا بھی ہو وہی لازم ہوگا اھ ملخصا اور اسی میں ہے کہ وراثت کا استحقاق رشتہ اور صحیح نکاح کی وجہ سے ہوتا ہے لہذا محض نکاحِ فاسد یا باطل کی بناء پر استحقاق وراثت بالاجماع نہ ہوگا اھ ملخصًا (ت)

اور جو بعد گزرنے دو مہینے یعنی ساٹھ دن کے ہُوا اور ہندہ دعوٰی کرے کہ تین حیض کامل اس وقت تک گزر چکے اور عدت منقضی ہوگئی تھی تو قول ہندہ بقسم معتبر ہوگا، اگر ورثائ زوج ثانی اس کا خلاف گواہوں سے ثابت کردینگے تو حکم اس صورت کا بھی مثل صورت اولٰی کے ہے ورنہ جب ہندہ مضی عدت بحلف بیان کرے گی تو میراث و مہر دونوں پائے گی۔

فی الدر المختار قالت مضت عدتی والمدۃ تحتملہ وکذبہا الزوج قبل قولہا مع حلفہا و الا تحتملہ المدۃ لا، لان الامین انما یصدق فیما لا یخالفہ الظاھر، ثم لو بالشھور فالمقدار المذکور، ولو بالحیض فاقلہا للحرۃ ستون یوما[3]، واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے: بیوی نے کہا میری عدت ختم ہو چکی ہے اور خاوند اس کو جھوٹا قرار دیتا ہے تو اگر مدت اتنی ہو جو عدت گزرنے کی گنجائش رکھتی ہے تو حلف لے کر عورت کی تصدیق کر دی جائے گی، اگر وہ مدت ایسی نہیں تو پھر عورت کی تصدیق نہ کیجائیگی کیونکہ کسی امین کی تصدیق ایسی صورت میں کی جاتی ہے جب ظاہر شواہد اس کے مخالف نہ ہوں پھر اگر عدت مہینوں کے حساب سے ہو تو تین ماہ عدت کے ہیں اور عدت حیض کے حساب سے ہو تو کم از کم آزاد عورت کے لئے ساٹھ دن عدت ہے (جس پر عورت کی تصدیق کی جائے گی) واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۲ از شہر کہنہ مسئولہ نخے ۲۵ محرم الحرام ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کو طلاق دی بعد طلاق تین یا چار یوم اُس کا نکاح اور جگہ ہوگیا اور ایک یا ڈیڑھ سال تک وہاں رہی بعد کو خاوند نے اُس کو نکال دیا اُس عورت نے تیسری جگہ نکاح کیا۔ اب یہ دریافت کرنا ہے کہ اُس عورت کا دوسرا نکاح جو بعد طلاق بعد چھ یا چار یوم ہُوا آیا جائز تھا یا

---

[1] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۱
[2] درمختار کتاب الفرائض " " " ۲/۳۵۲
[3] " " باب العدۃ " " " ۱/۲۵۸

Marfat.com

ناجائز؟ اور تیسرا نکاح بھی اسی طرح جائز ہوا یا ناجائز؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

سائل بیان کرتا ہے کہ عورت پہلے خاوند کے پاس رخصت ہوکر رہ چکی تھی اس کے بعد طلاق ہوئی اور طلاق کے بعد دوسرے نکاح سے پہلے عورت، کے کوئی بچہ پیدا نہ ہوا طلاق کے تین چار ہی دن بعد عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کرلیا اس شخص کو بھی یہ سب حال معلوم تھا کہ ابھی طلاق کو تین چار ہی دن ہوئے پس اس صورت میں عورت کا یہ دوسرا نکاح حسب اختیار بحرالرائق محض زنا ہوا یہاں اس کی لڑکی بھی پیدا ہوئی پھر اس دوسرے شخص نے نکال دیا اور عورت نے تین چار ہی دن کے بعد تیسرے شخص سے نکاح کرلیا، یہ تیسرا نکاح صحیح و جائز ہوا کہ اب پہلے نکاح کی عدت گزر چکی تھی اور دوسرا نکاح نکاح ہی نہ تھا نرا زنا تھا اور زنا کے پانی کی شرع میں کوئی حرمت نہ اس کے لئے عدت۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ زید نے اپنی زوجہ کو اپنی ماں کہا اور ایک سال تک اُسی زوجہ سے اس طور پر مفارقت رکھی کہ زوجہ کو اس کے والدین کے گھر بھیج دیا جب ایک سال گزر گیا تب زید نے بالفاظ صریح اپنی زوجہ کو طلاق دے دی، زوجہ نے بعد گزرنے ایک ہفتہ کے دوسرے شخص سے نکاح کرلیا، پس یہ نکاح قبل انقضائے عدت جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

زوجہ کو ماں کہنا گناہ ہے مگر اس سے طلاق نہیں ہوتی،

كما نص عليه المحقق على الاطلاق في فتح القدير ثم العلامة الشامي في رد المحتار وقد قال تعالٰى وانهم ليقولون منكرا من القول وزورا[1] وفي الحديث اختك هي فكره ذلك رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم ونهى عنه[2]

جیسا کہ اس کو محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں پھر علامہ شامی نے ردالمحتار میں ذکر کیا ہے اور اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ یہ لوگ غلط اور جھوٹی بات کہتے ہیں، اور حدیث شریف میں بہن کہنے پر فرمایا: کیا یہ تیری بہن ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ناپسند فرماتے ہوئے یہی فرمایا اور اس سے منع فرمایا۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۲

[2] سنن ابوداؤد | کتاب الطلاق | آفتاب عالم پریس لاہور | ۱/ ۳۰۱

السنن الکبرٰی | باب مایکرہ من ذالک | دارصادر بیروت | ۷/ ۳۶۶

Marfat.com

توجس روز سے طلاق دی اُس دن سے مطلقہ ہُوئی اور پیش از انقضائے عدت نکاح قطعاً ناجائز حرام ہُوا اُن پر جُدا ہوجانا فرض ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۴ مرسلہ رفیع الدین صاحب مختار ۲۵ شوال ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چاندبی بی کا نکاح بعمر گیارہ برس پیرخاں کے ساتھ ہُوا، چاندبی بی بعد نکاح حسبِ دستور اپنے شوہر کے گھر آئی، ایک دو روز رہ کر ماں باپ کے گھر واپس گئی، بعد نکاح کے تین برس بعد بیوہ ہوگئی، مسماۃ مذکور کا نکاحِ ثانی عطاخاں کے ساتھ جس کی عمر چھ برس کی تھی بعد فاتحہ چالیسویں کے کردیا انتظار گزرنے عدت کا نہ کیا گیا، وقتِ نکاح ثانی چاندبی بی تخمیناً ۱۳، ۱۴ برس کی ہوگی، اب یہ بات دریافت طلب ہے کہ بلاانتظار گزرنے عدت کے یہ نکاحِ ثانی جائز ہُوا یا نہیں؟ اور بیوہ کے بھائی اور ماں زندہ ہیں تو کس کی اجازت درکار ہے؟

الجواب

جو عورت آزاد کسی عقدِ صحیح سے کسی مسلمان کے نکاح میں ہو اور موتِ شوہر تک وُہ نکاح اپنی صحت پر باقی رہے۔ کوئی فساد اس میں عارض نہ ہو اور موتِ شوہر کے وقت عورت کو کسی طرح کا حمل ہونا ثابت نہ ہو تو عورت پر ہر حال میں خواہ مسلمہ ہو یا کتابیہ بالغہ ہو یا صغیرہ شوہر بالغ تھا یا صبی خلوت ورخصت ہوئی ہو یا نہیں بہرصورت چار مہینے دس دن کا انتظار لازم ہوتا ہے، اس مدت کے گزرنے سے پہلے اس کا نکاح حرام و ناجائز ہے،

فی الدرالمختار العدۃ (للموت اربعۃ اشھر و عشر) بشرط بقاء النکاح صحیحا الی الموت (مطلقا) وطئت اولا، ولو صغیرۃ اوکتابیۃ تحت مسلم ولو عبدا فلم یخرج عنھا الا الحامل (ولو) کان (زوجھا) المیت (صغیرا) غیر مراھق اھ ملتقطا۔

درمختار میں ہے موت کی وجہ سے عدت چار ماہ دس دن ہے بشرطیکہ موت تک نکاح صحیح رہا ہو مطلقا، یعنی وطی کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو، اگرچہ عورت نابالغہ ہو یا کوئی کتابیہ عورت مسلمان کے نکاح میں ہو اگرچہ وُہ مسلمان غلام ہی ہو سب کا حکم یہی ہے صرف حاملہ بیوی کی عدت اس سے الگ ہے۔ اگرچہ خاوند اس قدر چھوٹا ہو جو بلوغ کے قریب نہ ہو فوت ہوا ہو اھ ملتقطا۔ (ت)

---

[1] درمختار باب العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۶

Marfat.com

سائل مظہر کہ چاندبی بی کا یہ دوسرا نکاح شوہر متوفی کے باپ نے اپنے بیٹے کی موت سے اکتالیسویں بیالیسویں دن اپنے دوسرے بیٹے صغیر السن کے ساتھ کردیا تو یہ نکاح از آنجا کہ دیدہ و دانستہ عدت کے اندر کیا گیا محض باطل ہُوا جسے نکاح ہی نہیں کہہ سکتے کما ذکرہ فی البحر وعنہ فی ردالمحتار (جیسا کہ بحر میں اور اس سے ردالمحتار میں ذکر کیا گیا ہے۔ت) چار مہینے دس دن موتِ شوہر سے گزرنے کے بعد چاند بی بی اگر بالغہ ہو تو اُسے خود ورنہ اُس کے ولی کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کردے، چاند بی بی کے اگر باپ دادا نہیں تو اُس کا جوان بھائی حقیقی ولی نکاح ہے اُس کے ہوتے ہوئے ماں کو اختیار نہیں والمسائل ظاھرۃ و فی الکتب دائرۃ (یہ مسائل ظاہر ہیں اور کتب میں مذکور چلے آرہے ہیں۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۵ از احمد آباد متصل مسجد کانچ محلہ جمالپور مرسلہ مولٰنا عبدالرحیم صاحب ۳ صفر ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو تاریخ ۱۰ شعبان ۱۳۲۵ھ کو طلاق دی اور وہ عورت مدخولہ بہا تھی اور زوج ثانی نے اُسی شعبان کی تاریخ ۲۹ کو نکاح کیا اور اُس نے اپنی زوجہ کو اپنے مکان میں ۱۰، ۱۲ دن رکھ کر اُس سے صحبت کی اس عرصہ میں اس کو حمل رہ گیا اب علماء نے اس کو فتوٰی دیا کہ نکاح عدت کے اندر ہُوا ہے اس لئے فاسد ہُوا اب اُس نے شوال کی تاریخ ۲۴ یا ۲۵ کو پھر دوبارہ اُسی عورت سے نکاح کیا، اب یہ نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ شق ثانی میں زوج شرعاً کیا کرے؟ بیّنوا توجروا بیانا شافیا۔

الجواب

اگر عورت وقتِ طلاق حاملہ تھی اور ۲۹ شعبان کو جو زوجِ ثانی نے نکاح کیا اُس سے پہلے وضعِ حمل ہوچکا تھا تو وہ نکاح صحیح ہُوا اور عدت کے بعد ہی ہُوا دوبارہ نکاح کی حاجت نہ تھی، اور اگر عورت کا وقتِ طلاق حاملہ ہونا ثابت نہ تھا تو یہ دونوں نکاح کہ شخص دوم نے کئے ناجائز و باطل ہیں کہ دونوں عدت کے اندر واقع ہُوئے۔ پہلے کا عدت میں ہونا تو ظاہر کہ ۱۹ دن میں تین حیض نہیں گزر سکتے اور دوسرے کا یوں کہ جب زنِ مطلقہ عدت کے اندر حاملہ ہوجائے تو اب اُس کی عدت اس حمل کے وضع تک ہوجاتی ہے، پس اس پر فرض ہے کہ عورت کو فوراً الگ کردے، اور یہ حمل جواب ظاہر ہوا ہے اُس کے وضع کا انتظار کرے، بعد وضع اُس سے نکاح کرسکتا ہے،

فی ردالمحتار عن النھر الفائق عن البدائع اعلم ان المعتدۃ لو حملت فی عدتھا ذکر الکرخی ان

ردالمحتار میں نہر الفائق سے منقول ہے انھوں نے بدائع سے نقل کیا کہ واضح رہے کہ عدت والی دورانِ عدت اگر حاملہ ہوجائے تو امام کرخی کے قول کے

Marfat.com

عدتها وضع الحمل ولو يفصل، والذی ذکرہ محمد ان هذا فی عدة الطلاق اما فی عدة الوفاة فلا تتغیر بالحمل وهو الصحیح[1] اھ اقول ووجهه ظاهر ان عدة الوفاة بالاشهر والطلاق بالحیض والحیض یرتفع بالحبل فافهم، واللہ تعالٰی اعلم۔

مطابق اس کی عدت بچے کی پیدائش تک ہے، امام کرخی نے اس کی تفصیل نہ فرمائی، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے جو ذکر فرمایا اس کے مطابق یہ حکم طلاق کی عدت کا ہے لیکن اگر وفات کی عدت ہو تو پھر حمل کی وجہ سے اس کی عدت چار ماہ دس دن ہی رہے گی اور وفات والی عدت میں تبدیل نہ ہوگی۔ یہی صحیح مذہب ہے اھ اقول (میں کہتا ہوں) اس کی وجہ ظاہر کہ وفات کی عدت مہینوں کے حساب سے ہوتی ہے اور طلاق کی عدت حیض کے حساب سے ہوتی ہے اور حیض حمل کی وجہ سے ختم ہوجاتا ہے، غور کرو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار باب العدۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۰۴

Marfat.com

بابُ الحِداد

(سوگ کا بیان)

مسئلہ ۹۶ مسئولہ محمد عنایت اللہ ۶ ربیع الاول شریف ۱۳۰۸ھ

حضرت مولوی تسلیم عرض، وہ لڑکی کہ بیوہ ہوگئی ہے میں اُسے شاہجہان پور لے جانا چاہتا ہوں اس میں کیا حکم ہے؟ اور ایامِ عدتِ وفات میں عورت بضرورت بھی دوسرے مکان یا دوسری جگہ جاسکتی ہے یا نہیں؟ والسلام محمد عنایت اللہ۔

الجواب

تاختمِ عدت عورت پر اُسی مکان میں رہنا واجب ہے، شاہجہانپور خواہ کسی جگہ لے جانا جائز نہیں، ہاں جس کے پاس کھانے پہننے کو نہیں اور اُسے ان چیزوں کی تحصیل میں باہر نکلنے کی ضرورت ہے کہ بغیر اس کے خورد و نوش کا سامان گھر میں بیٹھے نہیں کرسکتی تو وہ صبح و شام باہر نکلے اور شب اُسی مکان میں بسر کرے دوسرے مکان میں چلے جانا ہرگز جائز نہیں، مگر یہ مکان اس کا نہ تھا مالکِ مکان نے جبرًا نکال دیا یا کرایہ پر رہتی تھی اب کرایہ دینے کی طاقت نہیں یا مکان گر پڑا یا گرنے کو ہے یا اور کسی طرح اپنی جان یا مال کا اندیشہ ہے، غرض اسی طرح کی ضرورتیں ہوں تو وہاں سے نکل کر جو مکان اس کے مکان سے قریب تر ہو اس میں چلی جائے ورنہ ہرگز نہیں، درمختار میں ہے:

Marfat.com

معتدة موت تخرج فی الجدیدین و تبیت اکثر اللیل فی منزلها لان نفقتها علیها فتحتاج للخروج ،حتی لوکان عندها کفایتها صارت کالمطلقة فلا یحل لها الخروج فتح[1] اھ اقول فکذا اذا قدرت علی الکسب فی البیت من دون خروج فان المبیح ھی بالضرورة فحیث لاضرورة فلا اباحة وھذا واضح جدا۔

موت کی عدت والی عورت ضرورت پر دن میں اور رات میں گھر سے باہر نکل سکتی ہے اور رات کا اکثر حصہ اپنے گھر میں ہی رہے کیونکہ اس نے اپنا خرچہ خود پُورا کرنا ہے اس لئے وہ باہر نکلنے کی محتاج ہے حتی کہ اگراپنی کفایت اورضرورت کے لئے اس کے پاس نفقہ ہوتو یہ مطلقہ عورت کی طرح ہے اس کو باہر نکلنا حلال نہیں ہے فتح اھ اقول (میں کہتا ہُوں) یُونہی اگر وہ گھرمیں رہ کر کوئی محنت کرکے اپنا خرچہ بناسکتی ہے تو نکلنا حلال نہ ہوگا کیونکہ اس کا باہر نکلنا ضرورت کی بناء پر جائز ہُوا ہے اور جب ضرورت نہیں تو جواز بھی نہیں، اور یہ بات بالکل واضح ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے :

وتعتدان ای معتدة طلاق وموت فی بیت وجبت فیه ولا تخرجان منه الا ان تخرج او ینھدم المنزل او تخاف انھدامه او تلف مالھا اولا تجد کراء البیت و نحو ذلك من الضرورات فتخرج لا قرب موضع الیه وفی الطلاق الی حیث شاء الزوج[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

موت اور طلاق کی عدت والی عورتیں اسی گھر میں عدت گزاریں جس میں عدت واجب ہُوئی اور وہاں سے باہر نہ نکلیں الّا یہ کہ ان کو جبرًا نکالا جائے یا وُہ مکان گر جائے یا گرنے کا خطرہ ہو، یا وہاں مال کے نقصان کا خطرہ ہو یا مکان کرایہ پر تھا عورت میں کرایہ دینے کی طاقت نہ ہو یا اور اس قسم کی ضروریات ہوں تو قریب ترین مکان میں منتقل ہوجائے، اور طلاق والی کو یہ حکم ہے کہ جہاں پر خاوند اسے سکونت دے وہاں رہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۷: از بریلی محلہ شاہ آباد متصل چاہ کنکر مسئولہ سید منصور علی صاحب ۱۵ شوال ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت جس کا خاوند مرگیا وہ ایام عدت میں اپنے کسی استحقاق وراثت کے استحکام کے واسطے باہر گھر سے جاسکتی ہے یا نہیں، اور اگر باہر جائے تو کس قدر عرصہ تک اور اس کے باہر جانے سے اُس کے کسی حقوق میں فرق تو نہ آئے گا؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] و [2] درمختار باب الحداد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۰

Marfat.com

الجواب

سائل نے ظاہر کیا کہ عورت مسکینہ ہے پانچ روپے کی ایک معاش کہ اُس کے شوہر نے اُسے لکھ دی تھی صرف وہی پاس رکھتی ہے اور اہلکار کچہری کو کمیشن دے کر بلانے کی استطاعت اصلاً نہیں اور اگر نہ جائے تو وُہ جائداد اُس کے نام نہ ہوگی اور وُہ جگہ جہاں جانا چاہتی ہے اُس کے مکان عدت سے صرف چھ میل دور ہے دن ہی دن میں جانا اور مکان میں واپس آنا ہوجائے گا رات یہیں آکر بسر کرے گی اگر بات یونہی ہے تو صورت مذکورہ میں اسے جانا اور دن کے دن واپس آکر رات مکانِ عدت ہی میں بسر کرنے کی اجازت ہے۔ درمختار میں ہے :

معتدة موت تخرج فی الجدیدین و تبیت اکثر اللیل فی منزلها لان نفقتها علیها فتحتاج للخروج، حتی لو کان عندها کفایتها صارت کالمطلقة ولایحل لها الخروج فتح، وجوز فی القنیة خروجها لاصلاح لابد لها منه کزراعة ولاوکیل لها[1]۔

موت کی عدت والی عورت ضرورت پر دن میں اور رات میں گھر سے نکلے اور رات کا اکثر حصہ واپس اپنے مکان ہی میں بسر کرے کیونکہ اس کا اپنا خرچہ خود اس کے ذمہ ہے اس لئے وہ محتاج ہے کہ باہر نکلے، حتی کہ اگر اس کے پاس کفایت کے مطابق خرچہ موجود ہے تو پھر یہ مطلقہ عورت کی طرح ہے اس کو باہر جانا جائز نہیں ہے، فتح۔ اور قنیہ میں اسے اپنی ضروری اشیاء کی اصلاح کے لئے نکلنا جائز قرار دیا ہے، مثلاً زراعت کی نگرانی کرنی ہے اور اس کا کوئی وکیل نہ ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قال فی النهر ولابد ان یقید ذٰلك بان تبیت فی زوجها[2]۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

نہر میں کہا ہے یہاں یہ قید ضروری ہے کہ رات کو خاوند والے گھر واپس آئے اور وہاں رات گزارے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۸ ازشہر روہیلی ٹولہ بریلی مسئولہ مسیت خاں ۱۹ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ

زید فوت ہوا اس کی زوجہ کوئی ذریعہ معاش نہیں رکھتی اور نہ کوئی شخص ورثاء و متعلقین متوفی سے اُس کے نان ونفقہ کا متکفل ہو بلکہ اشخاص مذکور کی جانب سے چور شارب الخمر تارک الصلوٰۃ قمار باز ہیں و نیز دیگر امور خلاف شریعت کے مرتکب رہتے ہیں نسبت مسماۃ مذکور کے انعدام عصمت و اتلاف مال و دیگر قسم کے

---

[1] درمختار باب الحداد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۰

[2] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۲۰

Marfat.com

سادات کا اندیشہ کامل وقوی ہے ایسی صورت میں مسماۃ مذکورہ کو مکان مسکونہ اپنا چھوڑ کر کسی دوسری جگہ پر ایام گزاری عدت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

عدتِ موت کا نفقہ کسی پر نہیں ہوتا خود اپنے پاس سے کھائے پاس نہ ہو تو دن کو محنت و مزدوری کے لئے باہر جا سکتی ہے، چار مہینے دس دن وہیں گزارنا فرض ہے، اللہ عزوجل کے ادائے فرض میں حیلے نہ کئے جائیں واللہ یعلم المفسد من المصلح (اللہ تعالٰی مفسد اور مصلح کو جانتا ہے۔ ت) اگر اندیشہ واقعی وصحیح ہے بذریعہ حکومت بندوبست کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۹ از پرانا شہر روہیلی ٹولہ بریلی مرسلہ احمد اللہ خاں صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ قوم حجام سے ہے اور ہمیشہ سے بوجہ پیشہ حجامی باہر نکلتی ہے، ایسی صورت میں اُس کو با یامِ عدت دن میں اور شب میں باہر نکلنا جائز ہے یا نہیں؟ اور قیامِ شب دُوسرے مکان پر کر سکتی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

سائل کے بیان سے معلوم ہُوا کہ یہ عدت موت کی ہے، پس اگر عورت کے پاس اتنا مال ہے کہ چار ماہ دس دن گھر بیٹھ کر کھائے جب تو اُسے نکلنا بالکل جائز نہیں ورنہ جتنے دنوں کھانے کا سامان پاس رکھتی ہے اُتنے دنوں اُسے گھر بیٹھ کر کھانا لازم، اور پھر نکلنا جائز، رات اپنے گھر گزارے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۰ از شہر بریلی ۳۰ رمضان ۱۳۲۶ھ

زید فوت ہُوا، ایک زوجہ حاملہ اور ایک لڑکا اور دو لڑکیاں نابالغ چھوڑیں، وُہ ایک غریب آدمی تھا جس کے رہنے کو مکان بھی نہ تھا کرایہ کا مکان تھا مکان والے کا دو مہینہ کا کرایہ چاہئے وہ کہتا ہے کہ کرایہ دو یا مکان خالی کرو، زوجۂ زید کے پاس نہ کھانے پینے کو کچھ ہے اور نہ کرایۂ مکان ادا کرنے کو، ایسی حالت میں زوجۂ زید اندر میعاد عدت کے وُہ مکان جس میں زید فوت ہُوا چھوڑ کر اپنی ماں کے گھر جا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب

جہاں سے ممکن ہو کرایہ ادا کرے اور عدت کے دن وہیں گزارے،

امرت به السائلة وهی ام المتوفی عنها زوجها فرضیت فعلمت انها قادرة وانما ذلك احتیال

جس کا خاوند فوت ہوگیا تھا یہ بات میں نے اس کی ماں سے کہی وہی سائلہ تھی تو اس بات پر وُہ راضی ہوگئی تو میں نے معلوم کر لیا کہ عورت کرایہ اور نفقہ پر

Marfat.com

للانتقال وکم جربنا مثل ذٰلک۔

قادر ہے، اور یہ بیان منتقل ہونے کا ایک بہانہ تھا اس بات کا تجربہ بارہا ہم کرچکے ہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

وھی فی دار باجرۃ قادرۃ علی دفعھا فلیس لھا ان تخرج بل تدفع[1]

اگر موت کی عدت والی کسی کرایہ کے مکان میں ہو اور کرایہ دینے پر قادر ہو تو اس کو باہر نکلنے کی اجازت نہیں بلکہ کرایہ ادا کرے (ت)

درمختار میں ہے،

تعتد ان معتدۃ طلاق وموت فی بیت وجبت فیہ ولا تخرجان منہ الا ان تخرج او ینھدم المنزل او تخاف انھدامہ او تلف مالھا اولا تجد کراء البیت و غیر ذٰلک من الضروریات فتخرج لاقرب موضع الیہ[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

موت اور طلاق کی عدت والی عورتوں کو گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں اسی مکان میں عدت بسر کریں جہاں عدت واجب ہوئی ہے الایہ کہ ان کو جبرًا نکالا جائے یا وہ مکان گرجائے یا گرنے کا خطرہ ہو یا وہاں مال کے نقصان کا خطرہ ہو، یا مکان کرایہ پر تھا عورت کرایہ دینے کی طاقت نہ رکھتی ہو، یا اور اس قسم کی ضروریات ہوں جن سے مجبور ہو تو قریب ترین موضع میں منتقل ہوجائے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۱ یہ چند مسائل محمد میرخاں صاحب پیلی بھیت کو ارسال فرمائے گئے۔ بتاریخ ۴ شعبان المعظم

عدت میں عورت کو یہ چیزیں منع ہیں، ہر قسم کا گہنا یہاں تک کہ انگوٹھی چھلا بھی، مہندی، سُرمہ، عطر، ریشمی کپڑا، ہار پھول، بدن یا کپڑے میں کسی قسم کی خوشبو، سر میں کنگھی کرنا، اور اگر مجبوری ہو تو موٹے دندانوں کی کنگھی کرے جس سے فقط بال سُلجھالے پٹی نہ جھکالے۔ پھُلیل، میٹھا تیل، کُسم، کیسر کے رنگے کپڑے، یونہی ہر رنگ جس سے زینت ہوتی ہو اگرچہ پڑیا گیرو کا، چُوڑیاں اگرچہ کانچ کی، غرض ہر قسم کا سنگار ختم عدت تک منع ہے۔ چارپائی پر سونا، بچھونا سونے یا بیٹھنے میں بچھانا منع نہیں۔

مسئلہ ۱۰۲ از میونڈی ڈاکخانہ شاہی ضلع بریلی مرسلہ سید امیر عالم حسن صاحب ۱۶ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ درمیان عدت کے عورت سے واسطے کرنے نکاح کے دریافت

---

[1] ردالمحتار باب الحداد داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۲۰

[2] درمختار 〃 مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۰

Marfat.com

کرنا کیسا ہے ؟

الجواب

عدت میں نکاح کا پیام دینا بھی حرام ہے اور اگر پیام نہیں، مثلاً اُس کے گھر والے دریافت کریں کہ نکاحِ ثانی کا ارادہ ہے یا کیا، تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۳ از شہر متصل جامع مسجد پیارے میاں معرفت عنایت خاں ۴ محرم الحرام ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ باہر تھی اور خبر انتقال شوہر سُن کر آئی اور ایک مکان میں قیام کیا جس میں بیٹھک ہے اور ایک دروازہ صدر ہے لہذا ایامِ عدت میں بیٹھک سے مکان میں جا سکتی ہے یا نہیں ؟

الجواب

سائل نے بیان کیا کہ عورت گوالیار میں تھی اور وہاں سے آئی، شوہر کا مکان گاؤں میں، یہ وہاں نہ گئی بلکہ شہر میں ایک غیر شخص کے یہاں ٹھہری، اس کی بیٹھک اور زنانخانہ کا کیا پوچھنا اُسے سفر کرکے آنا حرام تھا اور غیر شخص کے یہاں ٹھہرنا حرام تھا، بیٹھک ہو یا زنانخانہ اُسے حکم ہے کہ شوہر کے مکان میں عدت پوری کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴ ۱۳ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مر گیا حالتِ نابالغی میں، عمر ۱۴ یا ۱۵ برس کی تھی۔ زوجہ اس کی ہندہ ۱۲ سال کی، کوئی علامت بلوغت کی نہ تھی، بعدم نے زید کے تین روز کے بعد زید کا باپ زید کی زوجہ کو اپنے مکان کو لے گیا موضع سوڑا میں، اور وہاں لے جا کر ہندہ سے اسٹامپ لکھایا معافیِ مہر کا، دو چار روز رہ کر پھر اُسی مکان پر آگیا جہاں زید کا انتقال ہوا تھا وہ مکان زید کی نانی کا تھا، اب زید کا باپ ہندہ کے باپ کو ہندہ کو دیکھنے نہیں دیتا، کہتا ہے بعد عدت یا عدت کے اندر میں ہندہ کا نکاح اپنی رائے سے کردوں گا اور ہندہ بیمار ہے جاڑا بخار آتا ہے، ہندہ کے باپ کو صدمہ ہوتا ہے کہ میں اُس کا علاج کروں لیکن زید کا باپ نہیں بھیجتا نہ دیکھنے دے ہندہ کے کسی رشتہ دار کو نہیں دیکھنے دیتا، ہندہ کا باپ کہتا ہے کہ شریعتِ محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم میں بدلنے مکان کے وہی قید باقی رہی ہندہ کے ذمہ یا بدل گئی کیونکہ زید کا باپ ہندہ کو اس مکان سے اور مکان میں لے گیا دو چار روز رکھا اب ہندہ کا باپ چاہتا ہے کہ شریعت اجازت دے تو میں ہندہ کو اپنے مکان پر لے آؤں اس وجہ سے کہ ہندہ کو زید کے سامنے تکلیف پہنچاتا تھا اب تو اور بھی زیادہ تکلیف پہنچتی ہے ہندہ کو، لہذا سوال کا جواب عنایت فرمایا جائے، زید کی نانی کے مکان سے زید کے باپ

Marfat.com

کا مکان چار کوس ہے۔

الجواب

عدت کے اندر اُسے دوسری جگہ لے جانا حرام تھا اور جب تک وہاں رکھا یہ بھی حرام ہوا مگر اس سے عدت جاتی نہ رہی موت سے چار مہینے دس دن تک شوہر ہی کے مکان پر رہنا پڑے گا اگر وُہ نابالغہ ہے تو اس کے معاف کئے سے مہر معاف نہیں ہو سکتا اور عدت کے اندر تو کوئی اُس کا نکاح نہیں کر سکتا جو کرے گا باطل محض ہوگا عدت کے بعد ہندہ کے باپ کو اس کے نکاح کا اختیار ہے پدر زید کو کچھ اختیار نہیں اگر یہ کرے گا پدر ہندہ کی اجازت پر موقوف رہے گا اگر وُہ رد کر دے فوراً رَد ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۵ ۱۶ شوال ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے شوہر کا انتقال ہو گیا اور وُہ غیر شہر میں جس مکان میں اُس کا شوہر سکونت رکھتا تھا عدت میں ہے، لیکن بسبب نادانی اور غیر محرم کے وحشتناک ہو کر چاہتی ہے کہ والدین کے مکان میں جا کر رہوں، آیا اس کو شرع اجازت دیتی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اوّلاً یہاں شرعاً واقعی عذر سچی مجبوری دیکھی جاتی ہے واللہ یعلم المفسد من المصلح (اللہ تعالیٰ مفسد اور مصلح کو جانتا ہے۔ ت) خدا ہر ایک کا نہاں وعیاں سب جانتا ہے اگر ایامِ عدت تک وہاں رہنے میں کوئی خوف صحیح و اندیشہ واقعی ہندہ کے مال یا جان یا ناموس پر نہیں، کوئی ضرر صحیح وہاں اتنے دن گزارنے میں نہیں یا ہے تو اُس کا علاج اُسے ممکن ہے مثلاً اُس کے بعض اعزّہ محارم اُس کے پاس رہ سکتے ہیں یا قابل اعتماد عورات کو ساتھ کے لئے رکھ سکتی ہے اگرچہ اُجرت دے کر، تو اُسے ہرگز اجازت نہیں ہو سکتی، خوف میں شاید اور عجب نہیں کا لحاظ نہیں ہوتا بلکہ خوف صحیح منشاء صحیح سے ناشئ ہونا چاہئے نہ اُس وحشت کا کچھ اعتبار جو کم عمری کا لازمہ ہے خصوصاً ایسے غم کی حالت میں جب تک وُہ ایسی شدت پر نہ ہو جس سے نقصان صریح عقل وغیرہ پر پہنچنے کا خطرہ ہو۔

ثانیاً اور اگر واقعی حالتِ مجبوری ہے تو یہ دیکھا جائے گا کہ اس مکان سکونت سے قریب تر کون سا مکان ایسا ہے جس میں وُہ اندیشہ وخطرہ نہ ہو، اگر اُسی شہر میں کوئی دوسرا مکان قابلِ اطمینان اپنے کسی عزیز کا ہو تو وہاں چلی جائے، شہر سے باہر جانے کی اجازت نہیں بلکہ وہیں دو محلوں میں دو مکان قابلِ اطمینان ہوں ایک دُور ایک پاس، تو دور والے میں جانے کی اجازت نہیں، اور اگر اس شہر میں نہ ہو مگر دوسرے شہر کہ بہ نسبت شہر والدین اور اس شہر سکونت سے قریب تر ہے میں کوئی مکان قابلِ اطمینان ہے تو وہیں جائے، ہاں اگر

Marfat.com

سب صورتیں معدوم ہوں تو البتہ بحالت ضرر صریح ومجبوری محض اجازت ہے۔ درمختار میں ہے:

تعتدان ای معتدۃ طلاق وموت فی بیت وجبت فیہ ولا تخرجان منہ الا ان تخرج اویتھدم المنزل او تخاف انھدامہ او تلف مالھا اولا تجد کراء البیت ونحو ذٰلک من الضرورات فتخرج لاقرب موضع الیہ وفی الطلاق الٰی حیث شاء الزوج[1]

موت اور طلاق کی عدت والی عورتیں اسی مکان میں عدت گزاریں جس میں عدت واجب ہوئی ہو اور وہاں سے منتقل نہ ہوں الّا یہ کہ ان کو جبراً نکالا جائے یا وہ مکان گر جائے یا گرنے کا خطرہ ہو یا مال کے نقصان کا خطرہ ہو یا مکان کرایہ پر ہو اور عورت کرایہ نہ پائے، اور دیگر ایسی ضروریات کی وجہ سے مجبور ہو تو قریب ترین مکان میں منتقل ہو جائے، اور طلاق والی کو یہ حکم ہے کہ جہاں خاوند انتظام کرے وہاں رہے۔ (ت)

عالمگیریہ میں ہے:

المعتدۃ اذا کانت فی منزل لیس معھا احد وھی لا تخاف من اللصوص ولا من الجیران ولکنھا تفزع من امر البیت ان لم یکن الخوف شدیدا لیس لھا ان تنتقل من ذٰلک الموضع، وان کان الخوف شدیدا کان لھا ان تنتقل کذا فی فتاوٰی قاضی خاں[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

عدت والی عورت جب کسی ایسے مکان میں ہو کہ وہاں اس کے ساتھ کوئی نہ رہتا ہو اور چوروں یا پڑوسیوں سے خائف نہ ہو لیکن وُہ عورت رات کو ڈرتی ہو، اگر یہ ڈر شدید نہ ہو تو عورت کو وہاں سے منتقل ہونا جائز نہیں، اور اگر یہ ڈر شدید ہو تو پھر منتقل ہونا جائز ہے۔ فتاوٰی قاضیخان میں ایسے ہی مذکور ہے ـــــ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار ۔ باب الحداد ۔ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۰

[2] فتاوٰی ہندیۃ ۔ الباب الرابع عشر فی الحداد ۔ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۳۵

Marfat.com

باب زوجة المفقود

(مفقود الخبر کی زوجہ کا حکم)

مسئلہ ۱۰۶

زوجۂ[عـه] مفقود کے لئے چار برس کی مہلت کہ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب ہے، جمہور ائمہ کرام اس کے خلاف رہیں، ادھر قرآن عظیم صاف صاف ارشاد فرما رہا ہے: والمحصنٰت من النسآء[1] تم پر حرام ہیں وُہ عورتیں جو دوسرے کے نکاح میں ہیں۔ اس عورت کا نکاح مفقود میں ہونا تو یقیناً معلوم، اور چار برس کے بعد اس کی موت مشکوک وموہوم، کیا آدمی اتنی مدت میں خواہ مخواہ مر ہی جاتا ہے یا اس کی مرگ پر ظن غلبہ کرتا ہے، یہاں تک کہ خود علماءِ مالکیہ رحمہم اللہ تعالٰی اقرار فرماتے ہیں کہ اس چار سال کی تقدیر پر سوا تقلید امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں، نہ ہرگز نظر فقہی اس کی مساعد،

کما نقل العلامة الزرقانی فی شرح المؤطا عن الکافی انھا مسئلة قلدنا فیھا — جیسا کہ علامہ زرقانی نے شرح المؤطا میں کافی سے نقل کیا کہ یہ وہ مسئلہ ہے جس میں ہم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

عـه یہ مضمون مسئلہ از اجین تک مولوی ضیاء المصطفٰی صاحب نے کسی رسالہ سے نقل کرکے دیا اور مولانا عبدالرؤف صاحب مرحوم نے شامل کیا ۱۲

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۴

Marfat.com

عمر ولیست مسئلة النظر[1] کی تقلید کی ہے اور یہ نظری مسئلہ نہیں ہے (ت)

اور تمام ائمہ کا اجماع کہ شک سے یقین زائل نہیں ہوتا، ولہذا خود ائمہ مالکیہ در بارۂ مال اس تقدیر چار سال کے قائل نہ ہوئے، حالانکہ یہ نہایت مستبعد ہے کہ آدمی مہلت چار سال کے بعد حقِ زوجہ میں مُردہ ٹھہر کر اس کا مال ورثا پر تقسیم نہ ہو، فاضل ابراہیم شرح انوار اردبیلی میں لکھتے ہیں:

نقض حکمه لمخالفته القیاس الجلی اذ لایجوز ان یکون حیًا فی ماله ومیتا فی حق زوجة[2]

قاضی کا حکم کالعدم قرار دیا جائے گا کہ یہ ظاہر قیاس کے خلاف ہے کیونکہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ مفقود شخص کو مال کے حق میں زندہ اور بیوی کے حق میں مُردہ قرار دیا جائے۔(ت)

تو نص قطعی وقضیہ یقینی کے خلاف ایک موہوم بات پر کہ حقِ مال میں بالاتفاق مقبول نہیں، کیونکر زنِ زید نکاحِ عمرو میں آسکتی ہے۔ ادھر احادیث حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اس مذہب کا کہیں پتا نہیں، بلکہ حدیث آئی ہے تو ہمارے ہی موافق آئی ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

امرأة المفقود امرأته حتی یأتیها البیان[3] رواه الدارقطنی فی سننه عن المغیرة بن شعبة رضی الله عنه۔

مفقود کی عورت اسی کی عورت ہے یہاں تک کہ اس کی موت کا حال ظاہر ہو۔ (اس کو دارقطنی نے اپنی سُنن میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

امیر المومنین مولی المسلمین حضرت سیدنا علی المرتضٰی وکنیف العلم سید الفقہا، سند الائمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما بھی ہماری ہی طرف ہیں رواه عنهما عبد[4] الرزاق فی مصنفه (اس کو عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں دونوں حضرت علی اور ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت) اور قوت برقوت یہ کہ امیر المومنین امام العادلین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ پہلے قائل چار سال کے تھے بلکہ وہی پہلے قائل چار سال کے ہوئے بعدہٗ قولِ حضرت مولی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کی طرف رجوع فرمایا،

کما ذکره فقیه الکوفة ابن ابی لیلی رحمه الله جیسا کہ اس کو فقیہ الکوفہ ابن ابی لیلٰی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

---

[1] شرح الزرقانی علی مؤطا امام مالک عدة التی تفقد زوجها المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۳/ ۲۰۰
[2] شرح الانوار فصل القسم الثانی عدة الوفاة مطبعۃ الجمالیہ مصر ۲/ ۲۱۲
[3] سُنن الدارقطنی باب المہر حدیث ۲۵۵ نشر السنۃ ملتان ۳/ ۳۱۲
[4] مصنف عبدالرزاق باب التی لاتعلم مہلک زوجہا حدیث ۱۲۳۳۰ مجلس علمی بیروت ۷/ ۹۰ و ۹۱

Marfat.com

تعالیٰ نقلہ المحقق فی الفتح[1] نے ذکر فرمایا، یہ فتح القدیر میں محقق سے منقول ہے (ت)

تو وُہ دلیل کہ مالکیہ کو اس قول پر حامل تھی یعنی تقلید فاروقی وہ بھی نہ رہی۔ اسی طرح حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ ارشد تلامذۂ امام مالک ہیں پہلے قولِ امام مالک کے قائل تھے پھر ہمارے ہی قول کی طرف رجوع لائے، اور وہی ان کے مذہب میں راجح قرار پایا،

کما فی میزان الشریعۃ الکبری، و رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ وھذا لفظھما اختلفوا فی زوجۃ المفقود فقال ابوحنیفۃ والشافعی فی الجدید الراجح واحمد فی احد روایتیہ لاتحل للازواج حتی تمضی مدۃ لایعیش فی مثلھا غالبا[2]

جیسا کہ میزان الشریعۃ الکبری اور رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ میں ہے، یہ الفاظ دونوں سے منتقل ہیں کہ مفقود کی بیوی کے متعلق فقہاء نے اختلاف کیا ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے جدید راجح قول اور امام احمد کے ایک قول کے مطابق اس کو دوسرا نکاح حلال نہیں حتی کہ گم شدہ اتنی عمر میں غالب طور پر زندہ نہ رہ سکے۔ (ت)

بلکہ جمہور ائمۂ شافعیہ رحمہم اللہ تعالیٰ تو یہاں تک اس سے اختلاف رکھتے ہیں کہ اگر قاضی مہلت چار سالہ کے بعد تفریق کردے تو اس کی قضا توڑ دی جائے کہ اس نے دلیل صریح کے خلاف حکم کیا، امام نورالدین یوسف بن ابراہیم اردبیلی شافعی کتاب الانوار لعمل الابرار میں فرماتے ہیں:

لوحکم حاکم بانھا تتربص اربع سنین فتعتد عدۃ الوفاۃ ثم تنکح و تربصت وحکم ثانیا بالفرقۃ واعتدت و نکحت نقض حکمہ الا اذا بان انہ کان میتا وقت الحکم[3]

اگر کسی حاکم نے یہ فیصلہ دیا کہ وُہ چار سال انتظار کے بعد وفات کی عدت پُوری کرے اور پھر کسی سے نکاح کرے، چنانچہ فیصلہ کے مطابق اگر عورت نے چار سال انتظار کیا اور اس حاکم نے فرقت کا نیا حکم دے دیا اور اس کے بعد عورت نے عدت گزار کر نکاح کرلیا تو قاضی کا یہ حکم کالعدم قرار پائے گا الّا یہ کہ واضح ہوجائے کہ قاضی کے مذکورہ فیصلے کے وقت گمشدہ شخص فوت ہوچکا تھا۔ (ت)

اسی میں ہے:

---

[1] فتح القدیر | کتاب المفقود | مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر | ۵/۳۷۲
[2] المیزان الکبری | کتاب العدد والاستبراء | مصطفی البابی مصر | ۲/۱۳۶
رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ | کتاب العدد | مطابع قطر الوطنیۃ الدوحۃ قطر | ص ۳۱۲
[3] الانوار لاعمال الابرار | فصل القسم الثانی فی عدۃ الوفاۃ | مطبعۃ الجمالیہ مصر | ۲/۲۱۲

Marfat.com

لوقضی قاض بصحة نکاح زوجة المفقود بعد اربع سنین ومدة العدة نقض حکمه[1] اھ ملخصًا۔

اگر کسی قاضی نے مفقود کی بیوی کے متعلق چار سال انتظار اور اس کے بعد عدت پوری کرکے نکاح کی صحت کا فیصلہ دیا تو اس کا حکم کالعدم ہوگا اھ ملخصًا (ت)

شرح انوار میں ہے:

لمخالفته القیاس الجلی فی جعل المفقود میتا فی النکاح دون المال وما جزم به المصنف ھوالذی علیه الاکثرون کما یعلم من کلام الرافعی[2] ھنا الخ۔

یہ قیاس جلی کی مخالفت کی وجہ سے کہ مفقود کو نکاح کے حق میں مُردہ اور مال کے حق میں زندہ قرار دیا جائے، اور مصنّف نے جس پر جزم فرمایا وہ ہے جس پر اکثر ائمہ نے اعتماد فرمایا جیساکہ یہاں امام رافعی کے کلام سے معلوم ہورہا ہے الخ (ت)

توجو اس قول کے قائل تھے ان پر بھی اس کا ضُعف ظاہر ہُوا جب تو اس سے رجوع کرتے آئے اور قول ضعیف پر حکم وفتوٰی دینا جہل ومخالفتِ اجماع ہے۔

فی الدرالمختار، حاصل ما ذکرہ الشیخ قاسم فی تصحیحه انه لافرق بین المفتی والقاضی الا ان المفتی مخبرعن الحکم والقاضی ملزم به وان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل وخرق الاجماع[3]۔

درمختار میں ہے، شیخ قاسم نے اپنی تصحیح میں جو ذکر فرمایا اس کا حاصل یہ ہے کہ مفتی اور قاضی کا یہاں کوئی فرق نہیں ماسوائے اس کے کہ مفتی حکم کی خبر دیتا ہے اور قاضی اس کو نافذ کرتا ہے جبکہ مرجوح قول پر فتوٰی اور فیصلہ جہالت ہے اور اجماع کی مخالفت ہے۔ (ت)

پھر معاملہ بھی کون سا معاملہ فروج جس میں شریعتِ مطہرہ کو سخت احتیاط ملحوظ، یہاں تک کہ باآنکہ اصل اشیاء میں اباحت وحلّت ہے، فروج میں اصل حرمت ٹھہری، تو ایسے امر میں ایسے قول کی طرف اپنا ایسا قوی ومدلل مذہب چھوڑ کر جانا کیسی کُھلی بے احتیاطی ہے۔ رہا دعوٰی ضرورت، اس کا حال یُوں کُھلتا ہے کہ ہندوستان کی نوجوان عورتیں جو بیوہ ہوجاتی ہیں باآنکہ انھیں شرعًا نکاحِ ثانیہ کی اجازت ہے اپنی ایک جُھوٹی رسم کی پیروی میں عمر بھر بیٹھی رہتی ہیں اس وقت نہ انھیں ضرورت سُوجھتی ہے نہ یہی خیال آتا ہے کہ جوانی کیونکر کٹے گی نہ یہ کہ نان ونفقہ کہاں سے

---

[1] الانوار لاعمال الابرار کتاب ادب القضاء الطرف السابع فی الاشھاد الخ مطبعۃ الجمالیہ مصر ۲/ ۴۱۳ و ۴۱۴
[2] شرح الانوار " " " " " " " ۲/ ۴۱۳
[3] درمختار رسم المفتی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۵

Marfat.com

ملے گا مگر خاوند مفقود ہو کر یہ سب دعوی ہجوم کرتے ہیں، اگر ضرورت کا دعوٰی سچا ہے تو وہاں صبر کیونکر ہوتا ہے اور جب وہاں کیا جاتا ہے، حالانکہ قطعاً بے شوہر، اور ازواج کے لئے حلال ہیں تو یہاں صبر کیوں نہیں کیا جاتا کہ یقیناً شوہر دار تھیں اور موتِ شوہر ثابت نہیں ہوئی مگر ہے یہ کہ جہال کے نزدیک رسم کا اتباع حکم کے اتباع سے زیادہ اہم ہے، یہاں حیلے تلاش کئے جاتے ہیں کہ کسی مذہب میں کوئی راستہ نکلے اگرچہ اپنے مذہب میں نرا حرام ہو، وہاں رسم نہیں چھوڑی جاتی اگرچہ چاروں مذہب میں کھلی حلت ہے، اللہ عزوجل مسلمانوں کو ہدایت فرمائے۔ بات یہ ہے کہ نفس کی باگ جب نرم کیجئے دبالیتا ہے۔ اس وقت ضرورت، حاجت، معذوری، مجبوری، سوجھتی ہے اور باگ جب کڑی کیجئے دب جاتا ہے۔ اس وقت ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جوشش نرا دعوٰی ہی دعوٰی تھا۔ حدیث میں حضور پُر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استغنی باللہ اغناہ اللہ ومن استعف اعفہ اللہ[1] رواہ الامام احمد والنسائی والضیاء عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو اللہ عزوجل کے بھروسا پر خلق سے بے پروائی کریگا اللہ تعالٰی اسے غنی کردے گا، اور جو سچے دل سے پارسا بننا چاہے گا اللہ تعالٰی اسے پارسا بنادے گا۔ (اسے امام احمد، نسائی اور ضیاء نے ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

جنھیں نکاح پر قدرت نہ ہو ان کا علاج صحیح حدیث میں روزے رکھنا ارشاد ہوا ہے:

من لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء[2] رواہ احمد والستۃ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، وسوق الحدیث وان کان فی الرجال فالنساء شقائقھم[3] بعضکم من بعض۔

جو نکاح پر قدرت نہ رکھے اس کو روزہ لازم ہے کیونکہ یہ اس کے لئے شہوت سے رکاوٹ ہے۔ اس کو امام احمد اور ائمہ ستہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے، اور حدیث کے یہ الفاظ اگرچہ مردوں کے بارے میں ہیں، تو عورتیں وہ مردوں کی طرح ہیں اور تم آپس میں ایک دوسرے کی طرح ہو۔ (ت)

بلکہ احتیاجِ نفقہ کے عذر کو غور کیجئے تو وہ بھی اسی عذر جوانی کے ساتھ ہے جس کا علاج حدیث میں ارشاد ہوگیا۔

---

[1] سنن النسائی کتاب الزکوٰۃ باب الالحاف فی المسئلۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۳۶۳
[2] مسند احمد بن حنبل مروی از عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۱/ ۴۲۴
[3] جامع الترمذی ابواب الطہارۃ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۱۶

Marfat.com

سن رسیدہ عورتیں جن کے شوہر مرتے یا مفقود ہو جاتے ہیں انھیں تلاشِ نفقہ کے لئے فکرِ نکاح نہیں ہوتی وہ کیونکر بسر کرتی ہیں اور یہ حالت ہوگی تو ہند کی نوجوانیں بھی اسی حال میں شریک ہیں، وہاں خدا جانے شان رزاقی خاوندیں کیوں نہیں منحصر ہو جاتی، لطف یہ ہے کہ یہاں تقلیدِ امام مالک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا دامن پکڑا جاتا ہے، جاہل لوگ ان کا مذہب یہ سمجھتے ہیں کہ مرد کو گئے چار برس گزرے اور عورت کو یونہی عدت بیٹھ کر نکاح حلال ہوگیا۔ حاشا یہ ان کا مذہب نہیں بلکہ وہ یہ فرماتے ہیں کہ عورت قاضی شرع کے حضور دعوٰی پیش کرے، قاضی بعد ثبوتِ مفقودی کہ اس کی خبر ملنے سے بالکل ناامیدی ہوگئی ہو اب چار برس کی مدت اپنے حکم سے مقرر کرے، اس مدت میں بھی پتا نہ چلے تو پھر قاضی تفریق کردے، اس کے بعد عورت چار مہینے دس دن عدت بیٹھے اور شوہروں کے لئے حلال ہو جائے' حضورِ قاضی میں رجوع لانے سے پہلے اگر بیس برس گزر گئے ہیں تو ان کا اصلاً اعتبار نہیں۔ علامہ زرقانی مالکی شرح موطائے امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ میں فرماتے ہیں:

قول مالك لو اقامت عشرين سنة ثم رفعت يستأنف لها الاجل[1]

امام مالک کا قول ہے کہ اگر عورت بیس سال بھی گزار چکے اور بعد میں قاضی کے ہاں معاملہ پیش کرے تو بھی قاضی اس کے لئے نئی مہلت مقرر کرے گا۔ (ت)

اسی میں ہے:

قول مالك ايضًا تستأنف الاربع من بعد اليأس وانها من يوم الرفع[2]

امام مالک کا یہ بھی قول ہے کہ ناامیدی کے بعد چار سال کی نئی مہلت مقرر کی جائے گی اور اس مہلت کی ابتداء قاضی کے ہاں معاملہ پیش ہونے کے بعد ہوگی (ت)

اب کہئے اگر قولِ امام مالک ہی پر عمل کیجئے تو اول تو یہاں قاضی مالکی کہاں! اور قاضی حنفی اپنے خلافِ مذہب کیوں حکم دینے لگا! اور دے بھی تو اس کے نفاذ میں دقتیں ہیں، اور نافذ ہو بھی جائے تو ابھی ساڑھے چار برس پڑے ہیں یہ کیونکر کٹیں گے! ایسی بے صبری وادعائے بے رزقی کا علاج تو یوں بھی نہ بنا۔ غرض خلاصۂ مقصد یہ ہے کہ اللہ سے ڈرے، اللہ سے ڈرے، اللہ سے ڈرے۔ اور امرِ فروج کو سہل نہ جانے۔ نہ فقدانِ شوہر کو مرگِ شوہر کے پلے میں رکھے اور اتباعِ حکم کو اتباعِ رسم سے اہم تر سمجھے اور تصور کرے کہ ہند کی نوجوانیں بیوہ ہو کر کیونکر بسر کرتی ہیں بلکہ یہ بھی درکنار اس دارالفتن ہند پُرمحن میں بہت شریف زادیاں ایسی نکلیں گی جن کے

---

[1] شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک عدۃ التی تفقد زوجہا المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۳/ ۱۹۹
[2] ایضاً

خدا ناترس شوہروں نے انھیں جیتے جی معلقہ کر رکھا ہے نہ تعلق رکھیں نہ قطع کریں، وہ بیچاریاں نہ شوہر والیاں نہ بے شوہروں میں۔ پھر وُہ کیا کرتی اور اپنی عفت، باپ دادا کی عزت، شرع کی اطاعت کیونکر نگاہ رکھتی ہیں۔ قطع خواہش کے لئے روزوں کی کثرت کرے۔ خیالاتِ دل کو یادِ موت وقبر سے لگائے کہ موت کی یاد ہر خواہش ولذت کو بھلادیتی ہے۔ اگر ماں باپ بھائی کے ذریعہ سے گزر کی صُورت نہیں، سینے پرونے وغیرہ کاموں سے وقت کاٹے کہ اللہ عزوجل کے یہاں صابروں میں لکھی جائے اور بحکمِ قرآن بے حساب ثواب پائے۔ اقارب محارم اگر خبرگیری کرسکتے ہیں تو اللہ تعالٰے کا ثواب عظیم لیں، اپنی بیٹی بے شوہر، بیوگی نکاح غیر کی بلا میں نہ پڑنے دیں۔ عوام ہند ذرا ذرا سے فضول دبے جا دُنیوی جھگڑوں پر دختروں خواہروں کو بٹھا رکھتے اور ان کا کُل خرچ اپنے پاس سے کرتے ہیں۔ یہ دینی حکم ہے اور اپنی ناموس کے خاص حرام وحلال کا معاملہ اس میں بھی ذرا غیرت، وحمیّت کو کام میں لائیں اور سمجھ بُوجھ کر انجان نہ بن جائیں، وباللہ التوفیق وھوالھادی الٰی سواء الطریق۔ مؤیدین: (۱) محدّث سُورتی صاحب علیہ الرحمۃ (۲) مولانا عبدالمقتدر صاحب بدایونی (۳) مولانا الشاہ احمد حسن صاحب کانپوری (۴) مولانا کرامت اللہ صاحب دہلوی (۵) مولانا الشاہ ہدایت رسول صاحب قادری۔

مسئلہ ۱۰۷ از اجین مرسلہ محمد یعقوب علی خاں ۱۴ ربیع الآخر ۱۳۱۰ھ

چہ فرمایند علمائے اہل حق ومفتیانِ برحق دریں مسئلہ کہ برادر عبداللہ دائمی محبوس گردید عورت خود را طلاقے نمی دہد واو بدون شوہر نمی تواند ماند صورت ایں مسئلہ چگونہ است، وشوہر محمودہ نیز از مدّت دوازدہ سالہ مفقود الخبر وزوجہ او جوان طاقتِ ضبط ندارد لہذا موافق مذہب امام مالک رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ کہ نزد او شان تفریق در چہار سال صحیح عمل نمودہ در حبالہ نکاح میر تقی دادہ شد بعد از چند روز نکاح شوئے سابق او را مقام ہذا آمدہ بودہ، عورت مستحق او از ہر دو کیست ومہرش برکہ واجب می شود دریں مسئلہ چہ حکم شرع بیان فرمایند بعبارت کتب مشرح رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

علمائے حق اور مفتیانِ برحق کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ عبداللہ کا بھائی قید دوامی ہوا ہے اپنی عورت کو طلاق نہیں دیتا، اور بیوی کا شوہر کے بغیر گزارہ نہیں اس مسئلہ کا کیا حکم ہے؟ نیز مسئلہ یہ ہے کہ محمودہ کا شوہر بارہ سال سے مفقود الخبر ہے اس کی بیوی جوان ہے اپنے پر کنٹرول نہیں کرسکتی، لہذا امام مالک کے مذہب کے موافق جن کے ہاں چار سال کی مدت پر تفریق صحیح ہے پر عمل کرکے اس عورت کا نکاح میر تقی سے کردیا گیا اور اس نکاح کے چند روز بعد اس عورت کا سابق خاوند وہاں آگیا تو وہ عورت اب کس کی بیوی قرار پائے گی اور مہر کس پر واجب ہوگا، ان دونوں مسئلوں میں شرعی حکم کو کتب کی عبارات سے واضح فرمائیں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ (ت)

Marfat.com

الجواب

درصورتِ اولیٰ برادر عبداللہ فرمان آں چنان ست کہ زن را طلاق دہد قال اللہ تعالیٰ فامساك بمعروف اوتسریح باحسان[1] مرد چوں از داشتن بخوبی عاجز آمد گزاشتن بہ نیکی واجب گشت و در ادائے ایں واجب اگر طلاق بالفعل ندہد تفویض طلاق نیز کافی ست زیرا کہ مقصود آنست کہ زن از مضرت فتذروھا کالمعلقة[2] محفوظ ماند وایں بہ سپردن طلاق بدست زن نیز حاصل ست یعنی زن را بنویسد کہ طلاق تو بدست تو نہادم ہرگاہ کہ خواہی خود را طلاق دہی و از قید نکاح من بدر آئی، نفعش آنست کہ زن مصلحت خود دیدہ کار خواہد کرد خواہ بوفاداری شوہر صبر پیش گرفتن خواہ بناچاری خواہش چارۂ دگر جستن اما تا از شوئے افتراق نشود نکاح بادیگرے حرام بود قال اللہ تعالیٰ والمحصنٰت من النساء[3]، و درصورت ثانیہ زن بلا شبہہ بزوج پیشین دادہ شود، فی ردالمحتار عن شرح المجمع لابن ملك تحت قول الدر، غاب عن امرأته فتزوجت باٰخر و

پہلی صورت میں عبداللہ کے بھائی کے لئے حکم یہ ہے کہ وُہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بیوی کو بھلائی سے پاس رکھو یا نیکی کے ساتھ آزاد کردو، خاوند چونکہ بخوبی پاس رکھنے سے عاجز ہے تو نیکی کے ساتھ چھوڑ دینا اس پر واجب ہے، اس واجب کی ادائیگی میں اگر بالفعل طلاق نہیں دیتا تو بیوی کو طلاق کا اختیار سونپ دے تو بھی کافی ہے کیونکہ مقصد یہ ہے کہ عورت کو معلق کرکے رکھنے کے ضرر سے بچایا جائے تو یہ مقصد عورت کو اختیار تفویض کرنے سے حاصل ہوجاتا ہے یعنی بیوی کو لکھ دے کہ تیری طلاق تیرے ہاتھ دیتا ہوں تو جب چاہے طلاق اختیار کرلے اور میری قید سے آزاد ہوجا اس کا فائدہ یہ ہے کہ بیوی اپنی مصلحت کے مطابق فیصلہ کریگی خواہ خاوند کی وفاداری میں صبر کرے خواہ مجبوری خواہشات کی بنا پر کوئی دوسرا راستہ اپنالے، تاہم جب تک خاوند سے مفارقت نہ ہوجائے کسی اور سے نکاح حرام ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ نکاح والی عورتیں دوسروں کے لئے حرام ہیں۔ اور دوسرے مسئلے میں عورت بلاشبہہ پہلے خاوند کی بیوی ہے اسی کو دی جائے۔ ردالمحتار میں شرح المجمع ابن ملک سے درمختار کے قول، ایک شخص بیوی کو چھوڑ کر غائب ہوگیا

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۲۹
[2] القرآن الکریم ۴/۱۲۹
[3] القرآن الکریم ۴/۲۴

ولدت اولادا، ثم جاء الزوج الاول مانصه المرأة ترد الى الاول اجماعا[1] ومہرے کہ در نکاح اول بستہ بودند خود بر ذمۂ شوہر اول است وبریں دوم نیز مہر مثل لازم بشرطیکہ باایں زن بہم آمدہ وجماعش کردہ باشد اما اگر کابینے در نکاح ثانی قرار دادہ اند کم از مہر مثل ست تاآنگاہ ہموں قدر دہند وبرو نیفزایند ورنہ مہر مثل تمام وکمال لازم آید و زیادہ براں بہیچ صورت واجب نشود گو مہر قرار دادۂ ایشاں زائد ازو باشد خلاصہ آنکہ ہرچہ از مہر مثل ومہر مسمی کم ست ہموں لازم بود اما وجوب المہر فیما استحل من فرجہا واما ماذکرنا من التقدیر فلظہور فساد النکاح وھذا ھو حکم المہر فی النکاح الفاسد فی الدر المختار یجب مہر المثل فی نکاح فاسد بالوطئ فی القبل لابغیرہ کالخلوۃ لحرمۃ وطئہا ولم یزد علی المسمی لرضاھا بالحط ولو کان دون المسمی لزم مہر المثل لفساد التسمیۃ بفساد العقد[2] بالالتقاط۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اس نے دوسرے شخص سے نکاح کرلیا اور اس سے اولاد ہوگئی پھر پہلا خاوند واپس آگیا' کے تحت نقل کیا، جس کی عبارت یہ ہے کہ عورت پہلے خاوند کو بالاجماع واپس کی جائیگی' اور مہر پہلے خاوند نے جو مقرر کیا وہ پہلے خاوند کے ذمہ ہے اور دوسرے خاوند پر بھی مہر مثل ادا کرنا واجب ہے بشرطیکہ دوسرے نے اس عورت سے جماع کرلیا ہو' لیکن اگر نکاح ثانی میں مہر مثل سے کم مقرر ہوا تو وہی واجب الادا ہوگا اس پر زائد واجب نہ ہوگا ورنہ مقررہ نہ ہونے یا مہر مثل سے زائد مقرر ہونے کی صورت میں صرف مہر مثل ہی کامل ادا کرنا ہوگا اس سے زائد نہ ہوگا غرضیکہ مہر مثل اور مقررہ سے جو بھی کم ہوگا وہی واجب الادا ہوگا، مہر اس لئے دینا ہوگا کہ اس کے بدلے شرمگاہ کو حلال کیا اور بیان کردہ مقدار اس لئے کہ اس ثانی نکاح کا فساد واضح ہوگیا اور نکاح فاسد میں بھی مہر کا حکم اسی طرح ہے' درمختار میں ہے کہ وطی کرنے پر نکاح فاسد میں مہر مثل واجب ہوتا ہے شرمگاہ میں وطی کے بغیر مہر واجب نہیں ہوتا اگرچہ خلوت کرچکا ہو' اور مہر مثل مہر مقررہ سے زائد نہ ہوگا کیونکہ عورت خود اس پر راضی ہوئی اور اگر وہ مہر مقررہ سے کم ہو تو مہر مثل واجب ہوگا کیونکہ مہر مقررہ کا فساد نکاح کے فساد پر ہوگیا (ملتقطا) واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ از بنگال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا شوہر عرصہ چار سال سے

---

[1] رد المحتار فصل فی ثبوت النسب دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۳۱

[2] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۰۱

Marfat.com

مفقود الخبر ہے اس کی حیات وموت کی کچھ خبر نہیں ملی اور وہ گھر میں اپنی بی بی کو خورد ونوش بھی نہیں دے گیا ہے اور ایسی کوئی چیز نہیں چھوڑ گیا ہے جس سے اس کی بیوی کی گزراوقات ہو اور اس بی بی کو کہیں سے قرض دام بھی نہیں ملتا ہے اور وہ بی بی کوئی حرفہ یا پیشہ نہیں جانتی ہے جس سے گزراوقات ہو یا یہ کہ اس وقت مفقود کی بیوی ایسی جوان ہے کہ انواع انواع کی تکلیف میں مبتلا ہے اور نیز خوف زنا بھی ہے۔ تو ایسی صورت میں اس کو نکاح ثانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو بلا عدت گزارے اور بلا حکم قاضی یا حاکم مسلم کسی مولوی یا عالم سے کہہ دینے سے نکاح دوسرا کرسکتی ہے یا نہیں؟ یا عدت بھی گزارے گی؟ اور عدت کب سے گزارے گی؟ یا اس روز سے عدت محسوب ہوگی کہ جس روز سے شوہر مفقود ہوا ہے؟ یا جس روز سے قاضی نے حکم تفریق نکاح کا کیا ہے؟ اور جو شخص فتویٰ اس بات کا لکھے کہ بلا عدت گزارے یا بلا تفریق قاضی نکاح ثانی ہندہ خود کرے اور یہ کہے کہ جب بعد انقضائے ۴ سال موافق مذہب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مفقود اموات میں شمار ہوا اب اگر قاضی تفریق کرے گا اور مردہ کے واسطے عدت ہے نہ فسخ نکاح، اور جس حالت میں یہ چار سال گزر چکے اب سے عدت کی ضرورت نہیں، اس بنا پر ہندہ کا نکاح بلا تفریق کرائے قاضی اور بلا عدت پوری کرنے وفات کے کسی دوسرے سے کرادے تو وہ فتویٰ دینے والا مرتکب حرام ہوا یا نہیں اور یہ نکاح ثانی جائز ہوا یا نہیں اور ایسے فتویٰ لکھنا اس کو درست ہیں یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

نکاح ثانی حرام ہوا، اور ایسا فتویٰ دینا حرام ہے، ایسے مفتی کو بند کرنا واجب ہے، چار برس گزرنے پر بطور خود نکاح کرلینا کسی امام کا مذہب نہیں، امام مالک نے کہ چار برس رکھے ہیں یوں کہ عورت قاضی شرع کے حضور نالش کرے وہ بعد ثبوت اپنے یہاں سے آج سے چار برس کی مہلت دے اس سے پہلے اگر بیس برس گزر گئے ہیں اصلاً معتبر نہیں اور ہمارے مذہب میں عورت پر انتظار فرض ہے یہاں تک کہ شوہر کی عمر سے ستر برس گزر جائیں، اگر چالیس برس کی عمر میں مفقود ہوا ہے تو تیس برس انتظار کرے اور ساٹھ برس کی عمر میں دس برس، اس کے بعد اس کی موت کا حکم دیا جائے، اور عورت چار مہینے دس دن عدت کرے پھر دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے یہی مذہب امام شافعی کا ہے اسی طرف انھوں نے رجوع فرمائی، اور یہی قول امام احمد کا ہے، اور دوسرا قول مثل امام مالک ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ اس سوال کی ہولناک باتیں کہ نہ وہ چھوڑ گیا نہ اس کے پاس کچھ ہے نہ کچھ حرفہ کرسکتی ہے نہ کہیں سے قرض مل سکتا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ تمام ذرائع رزق بند ہیں مگر یہ قرآن کے خلاف، رزق اللہ پر ہے نہ کہ شوہر پر علی اللہ رزقھا[1] نہ کہ علی الزوج ومن یتق اللہ یجعل لہ

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/۶

Marfat.com

مخرجا ویرزقه من حیث لا یحتسب[1] اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لئے راہ نکال دے گا اور اُسے وہاں سے روزی پہنچائے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ ہوگا۔ صدہا نہیں ہزارہا وہ ہیں کہ ان کے شوہر زندہ بیٹھے ہیں اور اُنھیں معلق چھوڑ رکھا ہے، نہ روٹی کپڑا دیتے ہیں نہ حقوقِ زوجیت ادا کرتے ہیں اب انھیں بھی اجازت دے دو کہ شوہر زندہ بیٹھا ہے اور طلاق ہوئی نہیں جس سے چاہیں نکاح کرلیں یعنی خوفِ زنا سے بچنے کے لئے واقعی زنا کرو۔ خوفِ زنا سے بچنے کا علاج حدیث صحیح میں کثرتِ روزہ فرمایا ہے:

ومن لم یستطع فعلیه بالصوم فانه له وجاء۔[2] اور جو قدرت نہ رکھے اس پر روزہ لازم ہے کیونکہ اس کے لئے شہوت کو روکتا ہے (ت)

اور فرمایا:

ومن استعف اعفه اللہ[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ جو پارسائی چاہے گا اللہ اسے پارسا بنا دے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۹ مرسلہ مولوی نظر محمد صاحب پیش امام جامع مسجد منگانہ ضلع رہتک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی گمشدہ ہے اور اس کے مرنے کی کوئی معتبر سند نہیں اور نہ کسی نے دیکھا صرف یہ ہوا کہ ہسپتال میں سکھ تھا یعنی زیرِ علاج تھا وہ اپنے کپڑے چھوڑ کر گم ہوگیا انگریزوں نے یہ مشہور کر دیا کہ وہ مرگیا اور مرا کسی نے نہیں دیکھا اب اس کی بیوی سے دوسرا شخص نکاح کرسکتا ہے یا نہیں عرصہ آٹھ ماہ سے گم ہے، اور کتنے عرصہ کے بعد نکاح درست ہوگا اور اب جو شخص اس عورت کا نکاح پڑھادے گا اور گواہ ان کے اوپر کیا الزام آئے گا؟ اس کی پوری پوری بمع حوالہ کتب تصریح فرمادیں اور جو الزام آئے گا ان پر اس سے بری ہونے کا کیا راستہ ہوگا؟

الجواب

اگر تحقیق ہو جائے کہ وہ ہسپتال میں یا کہیں اور مرگیا تو عدت کے بعد عورت دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے اور اگر موت ثابت نہ ہو تو جب اس شخص کی پیدائش سے ستر برس گزر جائیں یا زندہ ہوتا تو جس وقت وہ ستر برس کا ہوجاتا اس وقت تک اگر اس کی موت و حیات کا پتا نہ چلے تو اس وقت اس کی موت کا حکم دیا جائے اور عدت کے بعد

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/۲

[2] مسند امام احمد بن حنبل مروی از عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۱/۴۲۴

[3] سنن النسائی کتاب الزکوٰۃ باب الالحاف فی المسئلۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۳۶۳

Marfat.com

عورت نکاح کرسکے گی ورنہ حرام حرام حرام، اللہ عزوجل قرآن مجید میں فرماتا ہے : والمحصنٰت من النساء[1] (اور خاوند والی عورتیں حرام ہیں ۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از للت پور مسئولہ محمد بخش، کریم بخش سوداگران ۷ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح اس کی ماں اور سوتیلے باپ نے کردیا تھا بعدہ، لڑکی کا شوہر فوج میں نوکر ہوکر چلا گیا آٹھ سال سے زائد عرصہ ہُوا اور چھ سال سے اس نے نہ کوئی خط بھیجا نہ خرچہ، متواتر خط بھیجے مگر اس کا پتا نہیں کہ مرگیا یا زندہ ہے اور اب لڑکی بالغ ہوگئی ہے اس کے ماں باپ خرچ برداشت نہیں کرسکتے خود لڑکی اور اس کے والدین دوسرا نکاح کرنا چاہتے ہیں لہذا دُوسرا نکاح جائز ہوگا یا نہیں اور اگر پہلا شوہر واپس آجائے تو کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں جس سے نکاح کیا گیا اگر وُہ اس لڑکی کا کفو شرعی تھا یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ کسی بات میں ایسا کم نہ تھا کہ اس سے نکاح ہونا اولیائے دختر کے لئے باعث ننگ و عار ہو جیسا کہ یہی ظاہر سوال ہے تو نکاح صحیح ہوگیا اور جبکہ لڑکی نے بفور بلوغ خیار بلوغ کا استعمال نہ کیا جیسا کہ یہی مفاد سوال ہے تو اب نکاح لازم ہوگیا، عورت پر فرض ہے کہ اتنی مدت انتظار کرے کہ شوہر اگر زندہ رہے تو ستر برس کا مل کا ہوجائے اس وقت تک اگر اس کی موت و حیات کا پتا نہ چلے اس کی موت کا حکم کیا جائے گا پھر عورت چار مہینے دس دن عدت بیٹھے اس کے بعد دُوسرے سے نکاح کرسکتی ہے ورنہ نہیں، پھر اگر اتنی مدت گزرگئی اور عورت نے بعد عدت نکاح کرلیا اس کے بعد شوہر اوّل واپس آیا تو اپنی عورت کو شوہر دوم سے لے لے گا اور دوم سے اگر اولاد ہوچکی ہے تو وُہ اولاد دوم ہی کو دلائی جائے گی صرف عورت شوہر اوّل کو ملے گی، ردالمحتار میں ہے :

لوعاد حیا بعد الحکم بموتہ قال ط رأیت المرحوم ابا السعود نقل عن زوجتہ لہ والاولاد للثانی اھ مافی ش[2] لکن فی الھندیۃ عن التاتارخانیۃ انہ ان عاد زوجھا حیا بعد مضی المدۃ فھو احق

اگر قاضی کے فیصلہ کے بعد پہلا خاوند واپس آجائے تو طحاوی نے فرمایا : میں نے مرحوم ابوسعود کو نقل کرتے ہُوئے پایا کہ وُہ عورت پہلے خاوند کی بیوی ہوگی اور دوسرے سے اولاد ہو تو وہ دوسرے کی ہوگی، شامی کا بیان ختم ہوا، لیکن ہندیہ میں تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ اگر قاضی کی طرف سے مقررہ مہلت ختم

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۴

[2] ردالمحتار کتاب المفقود داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۳۲

Marfat.com

بها وان تزوجت فلا سبیل له علیہا اھ اقول ووجه الاول ان تزوجها کان بظن موته وقد بان حیا ولا عبرة بالظن البین خطؤہ وھی محصنة لزید فکیف تسلم لعمرو ووجه الثانی ان الشرع حکم بموته بعد مضی المدة وحلها للازواج فلا ینقض قضاء الشرع کما لا ینقض قضاء القاضی بل اولیٰ لکن قد صرح فی التاتارخانیة انه ان عاد حیا ولم تتزوج فھو احق بها، فلو کان حکم الشرع بموته حتما مقضیا لکان الشرع فرق بینهما فکیف یکون احق بها فلیحرر ولیراجع، واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہونے کے بعد خاوند واپس آئے تو وہی بیوی کا حقدار ہے اور اگر بیوی نے اس صورت میں دوسرا نکاح کرلیا تو پھر پہلے خاوند کو استحقاق نہیں ہے اھ اقول (میں کہتا ہوں) ردالمحتار کے قول کی وجہ یہ ہے کہ خود بیوی نے خاوند کے فوت ہوجانے کا گمان کرکے نکاح کیا تو اب پہلے خاوند کی واپسی پر معلوم ہوا کہ زندہ ہے تو اس صورت میں غلط گمان پر مبنی کارروائی ہے لہذا معتبر نہ ہوگی جبکہ وُہ عورت خاوند (زید) کی منکوحہ ہے تو عمرو کے لئے کیسے بیوی بن سکتی ہے۔ اور دوسرے قول یعنی ہندیہ والے قول کی وجہ یہ ہے کہ یہاں قاضی کے فیصلہ موت کے بعد کارروائی ہے جوکہ شرعی حکم اور مقررہ مہلت ختم ہونے کے بعد دوسرے نکاح کے لئے حلال قرار دینے پر کارروائی ہے تو یہ شرعی فیصلہ کالعدم نہ ہوگا جیسا کہ قاضی کا فیصلہ کالعدم نہیں ہوتا بلکہ اس سے اولیٰ تر محفوظ ہوگا حالانکہ تاتارخانیہ میں تصریح ہے کہ اگر قاضی کے حکم کے بعد ابھی دوسرا نکاح نہ ہو تو پہلا خاوند ہی حقدار ہوگا، اگر مہلت گزرے بغیر محض قاضی کے حکم موت کو ہی قطعی فیصلہ قرار دیا جاتا تو پھر پہلے خاوند سے تفریق شرعی ہوجاتی تو ایسی صورت میں پہلا خاوند کیسے حقدار قرار پاتا، اس کی تنقیح کرلی جائے۔ اور کتب کی طرف مراجعت چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۱ تا ۱۱۲ از کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ مسئولہ ابویوسف محمد شریف ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید دس پندرہ سال کی عمر میں ملازم ہوکر کہیں چلا گیا، بیس پچیس سال اس کی تلاش کرتے رہے کچھ پتا نہ چلا، پچیس سال گزرنے کے بعد اس کی زوجہ نے نان نفقہ ضروریات سے تنگ آکر ایک حنفی عالم سے فتوٰی لے کر ایک حنفی شخص حافظِ قرآن کے ساتھ نکاح کرلیا، آج بیس سال اس کو نکاح کئے ہوئے اور زید کو گم ہوئے پینتالیس سال ہوگئے ہیں، اب حافظ موصوف کے گھر اس عورت کے بطن سے تین چار لڑکیاں بھی پیدا ہوئیں، اب ایک حنفی عالم نے فتوٰی دیا ہے کہ حافظ صاحب موصوف کا یہ نکاح بالکل ناجائز ہے اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا ہرگز درست نہیں اور ایک اور عالم حنفی المذہب ان کے

۱؎ فتاوٰی ہندیۃ کتاب المفقود نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۳۰۰

Marfat.com

پیچھے نماز درست بتاتے ہیں اور مطابق تحقیق شامی و دیگر فقہاء رحمہم اللہ امام مالک کی روایت پر عمل کرلینا بوقتِ ضرورت جائز سمجھ کر نکاح بھی جائز قرار دیتے ہیں، پس آپ اس امر کا فیصلہ فرمائیں :

(۱) کیا حافظ صاحب کا نکاح کسی صورت جائز قرار دیا جا سکتا ہے یا نہیں ؟

(۲) کیا حنفی کسی وقت کسی حالت میں بھی کسی دوسرے مذہب کی روایت پر عمل نہیں کرسکتا، اگر نہیں کرسکتا تو عبدالحی لکھنوی نے عمدۃ الرعایہ میں جو لکھا ہے کہ اتفاقاً دوسرے مذہب کی روایت پر عمل کرسکتا ہے اس کا کیا مطلب، اور اگر کرسکتا ہے تو یہ نکاح کیوں ناجائز ہوگا ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

مذہب ائمہ حنفیہ وجمہور ائمہ کرام میں زنِ مفقود پر انتظار فرض ہے یہاں تک کہ اتنا زمانہ گزر جائے کہ عادۃً موت مفقود مظنون ہو اور اس کی تقدیر مفتی بہ مؤید بحدیث صحیح یہ ہے کہ روزِ ولادت مفقود سے ستر سال گزر جائیں، امام مالک رضی اللہ عنہ بھی دربارۂ مال مفقود یہی حکم دیتے ہیں مگر دربارۂ زن خلاف کرتے ہیں پھر بھی ہرگز یہ ان کا مذہب نہیں جو آج کل کے جہّال بلکہ بعض مدعیانِ علم نے سمجھ رکھا ہے کہ مفقود ہوئے چار برس گزرے اور عورت بطورِ خود نکاح کرلے بلکہ اُن کا مذہب یہ ہے کہ زنِ مفقود قاضی شرع کے حضور مرافعہ کرے قاضی بعد تحقیق روزِ مرافعہ سے چار برس کی مہلت اپنی طرف سے دے، عورت یہ دن گزارے اس کے بعد پھر مستغیث ہو اور قاضی بعد تحقیق تفریق کرے، اس کے بعد عورت عدّت بیٹھے پھر نکاح کرسکتی ہے، خود امام مالک نے اپنی کتاب مدونہ میں اس کی تصریح فرمائی اور صاف ارشاد فرمایا کہ مرافعہ سے پہلے اگرچہ بیس برس گزر گئے وہ اصلاً شمار میں نہ آئیں گے، آج سے چار برس لئے جائیں گے۔ حنفی وقت تحقق ضرورت صحیحہ اس پر عمل کرسکتا ہے نہ یہ کہ اپنی ایک اختراعی بات پر کہ ہرگز امام مالک کا بھی مذہب نہیں، چلو اور مذہب امام مالک پر عمل کا نام لو، اس کی نظیر یہی ہے کہ مذہب حنفی میں زنِ عنین کے لئے حکم ہے کہ قاضی کے حضور مرافعہ کرے قاضی بعد تحقیق اپنی طرف سے ایک سال کامل کی مہلت دے، جب سال گزر جائے اور مطلب حاصل نہ ہو عورت پھر مرافعہ کرے، قاضی بعد تحقیق شوہر کو طلاق دینے کی ہدایت فرمائے، اگر وہ نہ مانے عورت سے پوچھے تو اپنے نفس کو اختیار کرتی ہے یا شوہر کو ؟ اگر وہ فوراً اپنے نفس کو اختیار کرے قاضی ان میں تفریق کردے، عورت عدت بیٹھے اور اب جس سے چاہے نکاح کرلے، تاجیل قاضی سے پہلے اگر بیس برس گزر گئے ہیں ان کا اصلاً لحاظ نہ ہوگا آج سے ایک سال کامل لیا جائے گا۔ کیا اگر کسی عنین کی عورت بطورِ خود وقت نکاح سے سال بھر کے بعد اسے چھوڑ کر چل دے اور دوسرا نکاح کرلے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس نے مذہب حنفی پر عمل کیا، کیا اس کا یہ نکاح جائز واقع ہوا، حاشا (ایسا نہیں۔ت) ونسأل اللہ العفو والعافیۃ ان تمام مسائل کی تحقیق ہمارے فتاوٰی اور رسالہ اللواء المعقود لبیان حکم امراۃ المفقود میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

Marfat.com

بابُ النّسب

(نسب کا بیان)

مسئلہ ۱۱۳ ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں زید نے ایک بیوہ عورت کو لاعلمی میں معتبر و نیکبخت جان کر اُس کے ساتھ نکاح کیا اور بعد پانچ ماہ کے اس عورت کے بطن سے ایک لڑکی زندہ پُورے دنوں کی سی یعنی اس بچی کے کسی عضو میں کسی طرح فرق نہیں ہے پیدا ہوئی اور جُملہ عورات و مرد گمان کرتے ہیں کہ ایسا بچہ نکاح کرنے کے بعد پانچ ماہ کا نہیں ہوسکتا بلکہ وہ حمل قیاساً نکاح کرنے سے پہلے کا معلوم ہوتا ہے اور عورت کا یہ بیان ہے کہ یہ حمل میرے شوہر کا ہے اور زید یعنی خاوند کو کوئی آثار بعد نکاح ڈیڑھ ماہ تک نہیں معلوم ہوئے جب اُس عورت نے بیان کیا تو معلوم ہُوا اس صورت میں زید اُس عورت کو چھوڑ دے یا رہنے دے اور اگر اپنی بدنامی کا خیال کر کے چھوڑ دے تو دین مہر اُس عورت کا ذمہ زید واجب الادا ہے یا نہیں، اور نکاح عورت سے رہا یا نہیں؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔

الجواب

عورت جو دعوٰی کرتی ہے کہ یہ حمل اسی شوہر سے تھا اگر یُوں کہتی ہے کہ اس کی پیدائش سے چھ مہینے پہلے نکاح ہوگیا تھا، یا چھ مہینے سے زائد بتائے اور اس کے ساتھ قسم بھی کھائے تو اُس کا قول معتبر ہوگا اور یہ لڑکی اسی شوہر کی ٹھہرے گی اور نکاح میں اصلاً خلل نہ آئے گا شوہر اس کی پیدائش اور عورت کے ساتھ اپنے نکاح میں چھ مہینے سے کم فاصلہ بتایا کرے اصلاً نہ سُنا جائے گا اگر اپنے بیان پر گواہ بھی دے گا مسموع نہ ہونگے

Marfat.com

بلکہ یوں قرار دیں گے کہ خفیہ نکاح تو اُس عورت کا ہو لیا تھا جس کا عورت دعوٰی کرتی ہے اور اُس کے بعد علانیہ نکاح آپس میں پھر کیا جس کا بیان شوہر اور اس کے گواہ کرتے ہیں، درمختار میں ہے:

لو ولدت فاختلفا فی المدۃ فقالت المرأۃ نکحتنی منذ نصف حول وادعی الاقل فالقول لھا و قالا تحلف والولد ابنہ حملا لھا علی الصلاح[1] اھ ملخصًا۔

اگر معتدہ کا بچہ پیدا ہو پھر خاوند بیوی میں مدتِ حمل میں اختلاف ہو عورت کہے چھ ماہ مکمل ہو گئے ہیں کہ تُو نے مجھ سے نکاح کیا ہے، اور خاوند چھ ماہ سے کم مدت کا دعوٰی کرے تو اس صورت میں بیوی کی بات بلاقسم معتبر ہوگی، صاحبین کے نزدیک عورت سے قسم لی جائے اور بچہ اس شخص کا قرار پائیگا تاکہ عورت کا معاملہ اصلاح پر رہے اھ ملخصا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لاتسمع بینتہ ولا بینۃ ورثتہ علی تاریخ نکاحھا بما یطابق قولہ لانھا شھادۃ علی النفی معنًی فلا تقبل، والنسب یحتال لاثباتہ مھما امکن والامکان ھٰھنا بسبق التزوج بھا سرًا بمھر یسیر وجھرا باکثر سمعۃ ویقع ذٰلک کثیرا[2]۔

خاوند اور اس کے ورثاء کی طرف سے بیوی کے نکاح کے متعلق تاریخ پر گواہی نہ لی جائے گی کہ خاوند سچا ہے کیونکہ معنًی یہ شہادت نفی پر ہے جو مقبول نہ ہوگی، اور نسب کے اثبات کے لئے بقدر امکان حیلہ کیا جانا چاہئے اور وہ یہاں موجود ہے ہوسکتا ہے کہ پہلے پوشیدہ طور پر قلیل مہر کے ساتھ نکاح کیا گیا ہو (جیسے بیوی کہتی ہے) اور بعد میں لوگوں کو مطلع کرنے کے لئے اعلانیہ زیادہ مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کیا ہو (جیسے کہ ورثاء اور گواہ کہتے ہیں) اور بہت دفعہ ایسا ہوتا رہتا ہے۔ (ت)

اس صورت میں اگر زید عورت کو چھوڑ دے گا تمام وکمال مہر جتنا بندھا تھا لازم آئے گا اور اگر عورت مدت مذکورہ بقسم بیان نہیں کرتی بلکہ اسی نکاح کے بعد جسے پیدائش دختر تک چھ مہینے نہ گزرے تھے حمل رہنا کہتی ہے یا پیش از نکاح حمل مانتی ہے یا کچھ نہیں کہتی صرف یونہی دعوٰی کئے جاتی ہے کہ یہ دختر اسی شوہر سے ہے تو اس کا کہنا ہرگز مسموع نہ ہوگا اور یہ لڑکی اس شوہر سے ہرگز نہیں ٹھہر سکتی کہ بچہ چھ مہینے سے کم پیٹ میں نہیں رہ سکتا نہ شوہر اول کی ٹھہر سکتی ہے کہ حسبِ بیان سائل اُس کی موت کو چار برس سے زیادہ گزر چکے تھے جب لڑکی پیدا ہوئی اور کوئی بچہ دو برس سے زیادہ پیٹ میں نہیں رہتا، مگر لڑکی ولدالزنا بھی نہ کہی جائیگی

---

[1] درمختار | فصل فی ثبوت النسب | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۲۶۲

[2] ردالمحتار | " " " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/ ۶۲۷

Marfat.com

صرف مجہول النسب کہیں گے یعنی باپ معلوم نہیں نہ یہ کہ زنا سے ہونا معلوم ہے کہ ممکن ہے کہ اس شوہر موجود سے پہلے بیوہ نے خفیہ کسی اور سے نکاح کیا ہو یہ حمل اس سے رہا ہو یا کسی شخص نے دھوکے اور شبہہ سے اس عورت کے ساتھ ہمبستری کی ہو یہ لڑکی اُس جماع کی ہُوا ان دونوں صورتوں میں لڑکی ولد الزنا نہ ہوگی، اور جب اس حمل کا زنا سے ہونا ثابت نہ ہُوا تو عورت کا نکاح اس شوہر موجود سے فاسد ہوگیا،

ولایکون باطلا کما یفیدہ کلام البدائع والبحر والھندیۃ وردالمحتار کما بیناہ علی ھامشہ من باب ثبوت النسب لاسیما ھٰھنا فان الزوج لم یکن عالما بحبلھا کما ذکر السائل فلا یتاتی ھٰھنا کلام القنیۃ والمجتبٰی۔

اور باطل نہ ہوگا جیساکہ بدائع، بحر، ہندیہ اور ردالمحتار کے کلام کا مفاد ہے اور جیساکہ ہم نے ردالمحتار کے حاشیہ پر ثبوتِ نسب کے باب میں اس کو بیان کیا ہے خصوصاً یہاں کیونکہ خاوند بیوی کے حمل پر مطلع نہ ہُوا جیساکہ سائل نے ذکر کیا ہے، لہذا یہاں قنیہ اور مجتبٰی کا کلام منطبق نہیں ہوتا۔ (ت)

اب شوہر پر لازم ہے کہ عورت کو فوراً چھوڑ دے اس صورت میں اگر زید نے عورت سے صحبت یعنی خاص فرج میں جماع کیا تھا تو مہر مثل و مہر مسمّی سے جو کم ہے وُہ دینا آئے گا یعنی یہ دیکھیں گے کہ مہر بندھا کتنا تھا اور اس عورت کا مہر مثل کیا ہے ان دونوں میں جو کم ہے وُہ دیا جائے گا، ردالمحتار میں ہے:

فی الزیلعی وغیرہ لو ولدت المنکوحۃ لاقل من ستۃ اشھر مذ تزوجھا لم یثبت النسب لان العلوق سابق علی النکاح ویفسد النکاح لاحتمال انہ من زوج اٰخر بنکاح صحیح اوبشبھۃ[1]

زیلعی وغیرہ میں ہے کہ اگر منکوحہ نکاح کے بعد چھ ماہ سے کم مدت میں بچّے کو جنم دے تو خاوند سے نسب ثابت نہ ہوگا کیونکہ نطفہ کا استقرار نکاح سے قبل ہوا، اور نکاح اس احتمال کی بنا پر فاسد قرار پائیگا کہ ہوسکتا ہے کہ یہ نطفہ کسی دوسرے صحیح نکاح یا شُبہہ نکاح سے ٹھہرا ہو۔ (ت)

درمختار میں ہے:

یجب مھر المثل فی نکاح فاسد بالوطئ فی القبل لابغیرہ کالخلوۃ ولم یزد مھر المثل علی المسمی ولو

فاسد نکاح میں مہر مثل تب واجب ہوگا جبکہ خاوند نے شرمگاہ میں وطی کی ہو، وطی کے علاوہ کسی اور طریقہ سے مثلاً خلوت سے واجب نہ ہوگا، اور یہ مہر مثل،

---

[1] ردالمحتار فصل فی ثبوت النسب داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۳۲

Marfat.com

كان دون المسمّى لزم مهر المثل[۱] اھ ملخصا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مقررکردہ مہر سے کم ہو تو مہر مثل ہی لازم ہوگا اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۴ ازچاٹگام ملک بنگالہ مرسلہ شیخ اصغر علی محلہ قطب دیا ۲۹ جمادی الاولٰی ۱۳۱۱ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی اندریں مسئلہ کہ زنِ دوشیزہ راکہ ہنوز بحبالہ نکاح کسے نیامدہ است فرزند سے آمد زن میگوید کہ بخواب دیدم کہ مردے با من بہم شد احتلام کردم و بارگرفتم ایں پسرازان ست دریں صورت قولش مقبول شود یانہ وپسر را ولد الزنا دانند یا چہ؟ بیّنوا توجروا۔

آپ حضرات (رحمکم اللہ تعالٰی) کا کیا ارشاد ہے اس مسئلہ میں کہ ایک نوجوان کنواری لڑکی نے بچے کو جنم دیا ہے اور وہ یہ کہتی ہے کہ میں نے خواب میں ایک مرد کو اپنے ساتھ دیکھا جس کی وجہ سے مجھے احتلام ہُوا اور یہ بچہ اس حمل سے پیدا ہُوا ہے، کیا اس صورت میں اس لڑکی کی بات تسلیم کی جائے گی یا نہیں اور اس بچے کو ولد الزنا کہا جائے گا یا نہیں۔ بیّنوا توجروا (ت)

الجواب

ہیچ سخنے بےمعنی ہیچ گونہ قابل پذیرائی نیست کہ بجماع خواب بار آورشدن محال عادی ست ہمچنانکہ پسرے بے پدر بوجود آمدن فی میزان الامام العارف الشعرانی ان الولد لایتخلق الامن ماء الرجل والمرأۃ معاو تخلق الولد من ماء واحد من خصائص عیسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام[۱] اگر امثال ایں دعاوی بگوشش قبول آید درفتنہ عظیمہ برروئے مسلمانان کشاید زنان بے قید ہرچہ خواہند کنند وہنگام مواخذہ ہمچو اکاذیب واضحہ چنگ زنند کما قال الامام الاجل سیدنا مالک بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ فیما ھو اظھرو

ایسی بےمعنی بات کسی طرح قابلِ قبول نہیں ہوسکتی کہ خواب میں جماع کی وجہ سے حمل کا ٹھہرنا اور ایسے ہی بغیر باپ بچہ پیدا ہونا محال عادی ہے، امام عارف شعرانی نے میزان میں فرمایا کہ بچہ مرد اور عورت کے مشترکہ نطفہ سے پیدا ہوتا ہے اور صرف ایک کے نطفہ سے بچہ کا پیدا ہونا حضرت عیسٰی علیہ السلام کی ہی خصوصیت ہے، اگر ایسی بات تسلیم کرلی جائے تو مسلمانوں میں عظیم فتنہ پیدا ہوجائے اور عورتیں جو چاہیں گی کرتی رہیں گی اور مواخذہ کے وقت ایسے جھوٹ گھڑنا شروع کردیں گی، جیسا کہ امام اجل سیدنا مالک بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا یعنی جن کا کسی انسان عورت سے نکاح کے بطلان کے متعلق

---

[۱] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۱

Marfat.com

اقرب من هذا اعنی نکاح الجنی انسیة انی اکره اذا وجدت امرأة حاملا قیل لها من زوجك قالت من الجن فیکثر الفساد فی الاسلام بذلك[1] رواه ابوعثمٰن بن سعید بن العباس الرازی فی کتاب الالهام والوسوسة قال حدثنا مقاتل عن سعید بن داؤد الزبیدی فذکره وفیه قصة اورده سیدی احمد الحموی فی الغمز[2]

اما آنکه درہمچو صورت زن را زانیہ و پسر را زنا زادہ گویند یا نہ روایت بدائع مفید اول ست

فی الدر المختار لو تزوجت معتدة بائن فولدت لاقل من الاقل منذ تزوجت ولاکثر منهما منذ بانت لم یلزم الاول ولا الثانی والنکاح صحیح[3] اھ ملتقطا ، قال الشامی صحیح ای عندهما وعند ابی یوسف فاسد لانه اذا لم یثبت من الثانی کان من الزنا ، ونکاح الحامل من الزنا

زیادہ واضح اور ناپسندیدہ بات یہ ہے کہ جب کسی عورت کو حاملہ پایا جائے تو اس سے پوچھا جائے کہ تجھ سے کس نے قربت کی ہے تو وہ کہے کہ میرا نکاح جنّ سے ہُوا ہے جس کی وجہ سے یہ حمل ہے مجھے یہ بات زیادہ ناپسند اس لئے ہے کہ اس کی وجہ سے اسلام میں عظیم فتنہ وفساد برپا ہو جائے گا ، اس کو ابو عثمان بن سعید بن عباس نے کتاب الالہام والوسوسہ میں روایت کیا ہے اُنھوں نے یوں بیان کیا کہ مجھے مقاتل نے سعید بن داؤد زبیدی سے بیان کیا ہے اور اس میں ایک قصّہ ہے جس کو سیّد احمد حموی نے غمز میں ذکر کیا ہے بہرحال ایسی صورت میں اس عورت کو زانیہ اور بچّے کو ولد الزنا کہا جائے یا نہ ، بدائع کی روایت پہلے احتمال یعنی عورت کو زانیہ اور بچّے کو ولد الزنا قرار دینے کے لئے مفید ہے ، درمختار میں ہے کہ اگر بائنہ طلاق والی معتدہ دورانِ عدّت نکاح کرلے اور نکاح کے بعد چھ ماہ سے قبل بچّے کو جنم دے یا طلاق بائنہ کے دو سال بعد بچہ جنے تو وہ نسب نہ پہلے خاوند اور نہ دوسرے خاوند کے لئے ثابت ہوگا جبکہ نکاح صحیح قرار پائے گا اھ ملتقطا ، اس پر علامہ شامی نے کہا کہ یہ نکاح امام اعظم اور امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک صحیح ہوگا اور امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک فاسد ہوگا کیونکہ جب دوسرے خاوند کا

---

[1] المیزان الکبرٰی باب حکم الزنا مصطفی البابی مصر ۲/۱۵۹

[2] الاشباہ والنظائر بحوالہ ابوعثمان فی کتاب الالہام والوسوسۃ احکام الجن ادارۃ القرآن کراچی ۲/۱۸۳ ۵۸

[3] درمختار فصل فی ثبوت النسب مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۳

Marfat.com

صحیح عندھما لا عندہ کما فی البدائع[1] و روایت امام زیلعی وغیرہ مفید ثانی ست وہمین است اظہر من حیث الدلیل وہمدرین ست احتیاط جمیل درہچو امر جلیل چہ می رسد کہ زن پنہانی عقد زن و شوئی باکسے بستہ یا بوطی شبہہ مبتلا گشتہ باشد حالا بوجہ حیا و تستر می پوشد بسخنے باطل می کوشد آری مجہول النسب خوانندش یعنی پسرے کہ پدرش معلوم نیست ففی رد المحتار فی الزیلعی وغیرہ لو ولدت المنکوحۃ لاقل من ستۃ اشہر منذ تزوجہا لم یثبت النسب لان العلوق سابق علی النکاح ویفسد النکاح لاحتمال انہ من زوج اٰخر بنکاح صحیح او بشبہۃ[2] وپیش ازاں بعد نقل کلام بدائع فرمود تبعہ فی البحر ولم یظہر لی وجہہ لانہ اذا لم یثبت من واحد منہما، علم انہ من غیرہما ولا یلزم ان یکون من الزنا لاحتمال کونہ بشبہۃ، ولا یصح النکاح الا اذا علم انہ من زنا ففی الزیلعی وغیرہ الٰی اٰخرہ فلیتأمل[3] اھ، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

نسب بھی ثابت نہ ہو تو حمل زنا سے ہوگا جبکہ زنا سے حاملہ کا نکاح امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک صحیح ہوتا ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک فاسد ہوتا ہے بدائع میں یونہی مذکور ہے اھ۔ اور امام زیلعی وغیرہ کی روایت دوسرے احتمال یعنی زانیہ اور ولد الزنا نہ کہنے کو مفید ہے جبکہ دلیل کے اعتبار سے بھی یہی زیادہ واضح ہے نیز ایسے عظیم معاملہ میں احتیاط کی خوبی بھی اسی میں ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس عورت نے خفیہ نکاح کیا یا شبہہ میں اس سے کسی نے وطی کرلی ہو اور اب حیا و شرم کی وجہ سے وہ پردہ پوشی کررہی ہو اور غلط بیانی سے کام لے رہی ہو اس لئے بچے مجہول (یعنی ایسا بچہ جس کا باپ معلوم نہ ہو) قرار دینا ہی مناسب ہے۔ ردالمحتار میں ہے کہ زیلعی وغیرہ میں ہے کہ اگر کسی منکوحہ نے نکاح کے بعد چھ ماہ پورے ہونے سے قبل بچے کو جنم دیا تو اس خاوند سے بچے کا نسب ثابت نہ ہوگا کیونکہ یہ نطفہ نکاح سے قبل کا ہے اور یہ نکاح فاسد قرار پائے گا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ یہ حمل کسی دوسرے شخص سے نکاح صحیح یا شبہہ سے وطی کے ساتھ ٹھہرا ہو، انھوں نے اس سے قبل بدائع کا کلام نقل کرکے فرمایا کہ بحر میں بدائع کی اتباع کی ہے جبکہ مجھے بدائع کے کلام کی وجہ معلوم نہیں ہوسکی کیونکہ ایسی صورت میں جب بچے کا نسب نہ پہلے خاوند سے ثابت ہوا اور نہ ہی دوسرے

---

[1] ردالمحتار فصل فی ثبوت النسب دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۳۲
[2] " " " " " " " ۲/۳۳-۶۳۲
[3] " " " " " " " ۲/۶۳۲

Marfat.com

سے ، تو ظاہر ہے کہ دونوں کے علاوہ کسی غیر کا ہے اور وُہ غیر ضروری نہیں کہ زنا ہو ، ہوسکتا ہے کہ یہ حمل وطئ بالشبہہ کی وجہ سے ہوا ہو ، اور یہ نکاح صحیح نہ ہوگا مگر جب معلوم ہو جائے کہ یہ حمل زنا سے ہے ، پھر زیلعی وغیرہ کا گزشتہ کلام آخر تک ہے ، پس اس میں غور کرنا چاہیے اھ ، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۵ ۴ ربیع الآخر شریف ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمّاۃ مجیدن ساکنہ بدایوں عرصہ ۲۲ سال ہُوا کہ اپنے گھر سے بھاگ کر خدا معلوم کہاں کہاں رہی بعد دو برس کے معلوم ہُوا کہ نوکری آیا گیری کرلی چنانچہ وہاں کا حمل بھی رہا اور دعوٰی ایک انگریز پر اُس حمل کا کیا پھر بریلی میں مسمی اسدعلی خاں سے ملاقات کرلی اور اُس حمل کو اسدعلی خاں کے یہاں وضع کیا ، بعد وضع کے ایک ماہ اور رہی ، اور پھر بچہ چھوڑ کر بھاگ گئی ، اور نوکری آیا گیری کرلی ، وہاں اسدعلی خاں بھی پہنچے اور چند سال کے بعد وہیں انتقال کیا ، وہ عورت بعد انتقال اسدعلی خاں کے آوارہ پھرتی رہی اور کئی بچے پیدا ہو ہو کر مر گئے ، اُن میں سے ایک لڑکا پندرہ برس کا اور ایک سال بھر کا موجود ہے ، جس مدت میں کہ اسدعلی خاں سے ملاقات تھی پردہ میں ہرگز نہیں رہی اس کے نکاح کا کوئی گواہ کامل نہیں۔ ممّن میاں بیان کرتے ہیں کہ میں نے جب اسدعلی خاں کو بہت غیرت دلائی تو کہا کہ میں نے نکاح کرلیا ہے۔ چندا میاں بیان کرتے ہیں کہ میرے سامنے ہُوا تھا اُس کی عمر اس وقت تیس برس کی ہے اور بوقت نکاح کے دس برس کی تھی کیونکہ اس واقعہ کو بیس برس پُورے ہوگئے تو اُن کی شہادت بوقت نابالغی کی ہے اور جو لڑکا کہ پندرہ یا سولہ برس کا ہے اُس کو اسدعلی خاں کا بتاتے ہیں پس اس صورت میں استفسار ہے کہ یہ عورت بدایوں والے خاوند کے نکاح میں رہی یا نہیں ، اور ممّن میاں جو اسدعلی خاں کے قول کو نقل کرتے ہیں یہ نقل کرنا قول کا شہادت عقد کا کام دے سکتا ہے یا نہیں ، اور چندا میاں شخص واحد نابالغ کی شہادت معتبر ہے یا نہیں اور وہ لڑکا جو اسدعلی خاں کا بتاتے ہیں اُن کا ہے یا نہیں ، ہاں زمانہ قرار نطفہ اُن کی حیات کا زمانہ ہے اور درصورت ثبوت نکاح کے وُہ لڑکا وارث ترکہ اسدعلی خاں کا ہے یا نہیں ؟ فقط بیّنوا بسند الکتاب توجروا فی یوم الحساب۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں مجیدن بدستور اپنے شوہر بدایونی کے نکاح میں ہے کہ آوارگی وبدکارگی مزیل نکاح نہیں ،

لحدیث ابی داؤد والنسائی ابوداؤد اور نسائی کی حدیث میں ہے خاوند

Marfat.com

قال انی احبہا قال فامسکہا[1] وفی الدر المختار عن القنیۃ لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ[2]۔

نے کہا مجھے بیوی سے محبت ہے۔ تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: تو اسے پاس رکھ لے۔ اور درمختار میں قنیہ سے منقول ہے فاجرہ بیوی کو طلاق دینا خاوند پر واجب نہیں ہے۔ (ت)

اور شہادت مذکورہ ناکافیہ ہے کہ نکاح میں جب ایک گواہ معاینہ اور ایک اقرار بیان کرے تو یہ اختلاف شرعًا موجب رَدِّ شہادت ہے،

فی الخانیۃ ثم الھندیۃ لوکان المشھود بہ، قولا لایتم الا بفعل، کالنکاح واختلف الشھود فی المکان والزمان اوفی الانشاء والاقرار لاتقبل شہادتہم[3] اھ وفی جامع الفصولین لواختلف الشاھدان بان شھد احدھما علی الانشاء، والاٰخر علی اقرار فی فعل کجنایۃ اوقول ملحق بالفعل کنکاح یمنع

خانیہ پھر ہندیہ میں ہے جس کے متعلق گواہی دی جارہی ہو وہ ایسا قول ہو جو فعل کے بغیر تام نہ ہو، مثلاً نکاح، تو وہاں گواہوں کا مکان یا زمان یا اس کے انشاء یا اقرار میں اختلاف ہو تو ان کی شہادت مقبول نہ ہوگی اھ، اور جامع الفصولین میں ہے اگر دو گواہوں کا کسی فعل کے متعلق اختلاف ہو کہ ایک نے انشاء اور دوسرے نے اقرار کی گواہی دی مثلاً جنایت یا اختلافِ شہادت اس قول سے متعلق جو فعل پر تام ہو، مثلاً نکاح، تو ان کا یہ

---

[1] سنن ابوداؤد | کتاب النکاح | آفتاب عالم پریس لاہور | ۲۸۰/۱
سنن النسائی | تزویج الزانیۃ ۷۱/۲ و باب ماجاء فی الخلع ۱۰۷/۲ | نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] درمختار | فصل فی المحرمات | مطبع مجتبائی دہلی ۱۹۰/۱ و ۲۵۴/۲

[3] فتاوٰی قاضی خاں | فصل الشہادۃ التی تخالف الدعوٰی | نولکشور لکھنؤ | ۵۴۹/۲
فتاوٰی ہندیہ | الباب الثامن فی الاختلاف بین الشاہدین | نورانی کتب خانہ پشاور | ۵۰۹/۳

ف: سنن ابوداؤد کے الفاظ یوں ہیں: ان امرأتی لا تمنع ید لامس قال غربہا قال اخاف ان تتبعہا نفسی قال فاستمتع بہا، اور سنن النسائی ص ۱۰۷ پر بھی یہی الفاظ ہیں جبکہ ص ۷۱ پر الفاظ یوں ہیں: ان عندی امرأۃ ھی احب من الناس الیّ وھی لا تمنع ید لامس قال طلقہا قال لا اصبر عنہا قال استمتع بہا۔ نذیر احمد سعیدی

Marfat.com

قبول الشهادة[1] اھ ملخصا و فیہ من الفصل ۱۱ من اختلاف الدعوی و الشهادة لو شهد احدهما بنکاح والاخر باقرار بہ لا یقبل کغصب[2]۔

یہ اختلاف شہادت کے قبول کرنے کے لئے مانع ہوگا اھ ملخصاً اسی میں فصل ۱۱ اختلاف دعوے و شہادت سے ہے کہ ایک نے نکاح اور دوسرے نے اس کے اقرار پر شہادت دی تو یہ مقبول نہ ہوگی جیسا کہ غصب میں بھی یہی حکم ہے۔ (ت)

پس جبکہ شوہر کا فراش صحیحہ ثابت اور اسد علی خاں کے نکاح کا اصلاً ثبوت نہیں کہ بر تقدیر تزوج بحالت ناواقفی از نکاح غیر فراش فاسد حقیقی ٹھہر کر فراش صحیح حکمی پر بربنائے روایت مفتی بہا ماخوذ للامام الشافی مرجح رہی، کما حققه فی الدر المختار واوضحه فی رد المحتار (جیسا کہ درمختار میں اس کی تحقیق کی ہے اور ردالمحتار میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ ت) تو بحکم حدیث صحیح متواتر الولد للفراش وللعاهر الحجر (بچے کا نسب نکاح والے کے لئے ہے اور زانی کے لئے محرومی ہے۔ ت) وہ لڑکا شرعاً اسی بدایونی کا قرار پائے گا مالم ینف لعانا (جب تک لعان سے نسب کی نفی نہ کرے۔ ت) اسد علی خاں سے کوئی علاقہ نہیں رکھتا کہ اس کا وارث ہوسکے واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۱۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت بعد وفات اپنے شوہر کے کس قدر ایام تک نکاح کرنے سے ممنوع ہے اگر درمیان عدت کے عورت مذکور کے ساتھ کوئی شخص نکاح کرلے تو وہ نکاح صحیح ہے یا نہیں اور اولاد جو نکاح مذکور کے بعد پیدا ہوگی وہ صحیح النسب سمجھی جائیگی یا کیسے؟ بیّنوا مع حوالۃ الکتاب۔

الجواب

اگر حاملہ ہے تو وضع حمل تک ورنہ چار مہینے دس دن تک نکاح نہیں کرسکتی کما ھو منصوص فی القرآن العزیز (جیسا کہ اس کے بارے میں قرآن کریم میں نص وارد ہوئی ہے۔ ت):

والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسهن اربعة اشهر وعشرا[3]۔

اور تم میں جو مریں اور بیبیاں چھوڑیں وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں۔ (ت)

---

[1] جامع الفصولین فصل ۱۱ فی الاختلاف بین الدعوٰی والشہادت الخ اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی ۱/۶۴-۱۶۳

[2] " " " " " " " " " " " " " ۱/۶۵

[3] القرآن الکریم ۲/۲۳۴

Marfat.com

عدّت کے اندر نکاح مطلقاً ناجائز ہے، ہاں اگر شوہر کو معلوم نہ تھا کہ دوسرے کی عدت میں ہے نادانستگی میں نکاح کرلیا تو اولاد صحیح النسب سمجھی جائے گی اور دانستہ اس حرام خالص کا مرتکب ہُوا تو قنیہ و مجتبٰی و بحرالرائق وغیرہا کا مقتضی یہ ہے کہ اولاد ولدالزنا ہو، ردالمحتار میں ہے:

فی البحرعن المجتبٰی ان نکاح منکوحۃ الغیر ومعتدتہ فالدخول فیہ لایوجب العدۃ ان علم انہا للغیر لانہ لم یقل احد بجوازہ فلم ینعقد اصلا ولہذا یجب الحد مع العلم بالحرمۃ لانہ زنا کما فی القنیۃ وغیرہا[1]۔

بحر میں مجتبٰی سے ہے اگر غیر شخص کی منکوحہ یا معتدہ کو جانتے ہوئے کسی نے اس سے نکاح کے بعد جماع کیا تو اس سے عورت پر عدّت لازم نہ ہوگی کیونکہ کسی نے بھی اس کو جائز نہیں کہا اس لئے یہ نکاح منعقد ہی نہ ہوگا اس لئے جان بوجھ کر ایسا کرنے والے پر زنا کی حد واجب ہوگی کیونکہ یہ زنا ہے جیساکہ قنیہ وغیرہ میں ہے۔ (ت)

مگر تحقیق یہ ہے کہ اس صورت میں حتی الامکان اولاد شوہرِ اوّل کی ٹھہرے گی جبکہ اس کی موت سے دو برس کے اندر ہوئی ہو اور اگر دو برس کے بعد ہوئی تو شوہرِ ثانی کی قرار دیں گے جبکہ نکاح و وطی سے چھ مہینے بعد ہُوئی ہو اور اگر اوّل کی موت کو دو سال کامل ہوچکے تھے، اور دوسرے کے نکاح و وطی کو ابھی چھ مہینے نہ ہوئے تو اسے مجہول النسب کہیں گے۔ فی البحرعن البدائع (بحر میں بدائع سے منقول ہے۔ ت):

فان علم وقع الثانی فاسدا فان جاءت بولد فان النسب یثبت من الاول ان امکن اثباتہ منہ بان جاءت بہ لاقل من سنتین منذ طلقہا الاول اومات[2]۔

یہ معلوم ہوتے ہوئے کہ یہ عورت غیر کی عدت میں ہے اگر کسی نے اس سے نکاح کرلیا تو نکاحِ ثانی فاسد ہوگا۔ پھر اگر وہ عورت بچہ جنے تو بچّے کا نسب پہلے خاوند سے قرار دیا جائے گا اگر اس سے ثابت کرنا ممکن ہو، مثلاً یُوں کہ پہلے خاوند کی طلاق یا اس کی موت سے دو سال کے اندر بچہ پیدا ہو تو نسب پہلے کا قرار دیا جائیگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

اما اذا لم یمکن بان جاءت بہ لاکثر من سنتین منذ بانت ولستۃ اشہر

لیکن جب ایسا ممکن نہ ہو مثلاً بچّے کی پیدائش طلاق بائنہ سے دو سال بعد اور دوسرے نکاح سے چھ ماہ

---

[1] ردالمحتار — باب العدۃ — داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۰۷
[2] بحرالرائق — باب ثبوت النسب — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/۱۵۸

Marfat.com

من تزوجت فهو للثانی کما فی البحر عن البدائع[1] واللہ تعالٰی اعلم

پُورے ہونے پر ہُوئی تو اس صورت میں بچہ دوسرے کی طرف منسوب ہوگا جیسا کہ بحر میں بدائع سے منقول ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۷ ۱۲ جمادی الاخری ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق بائن دی جو اُس کے پاس بعد نکاح کے پندرہ روز رہی تھی مگر مرد نے خلوت ساتھ اس کے نہیں کی۔ دو اشخاص درمیانیوں نے کہ جو پُورے طور پر اس حال سے واقف تھے اسی روز رشوت لے کر دوسرے شخص سے نکاح اُس عورت کا کرادیا، بعد ایک سال کے اُس عورت سے ایک لڑکا پیدا ہُوا، اُس وقت خاوند کو معلوم ہوا کہ ایامِ عدت پُورے ہونے سے پہلے نکاح ہوگیا تھا، اب وُہ لوگ جنھوں نے اُس شخص کا نکاح دھوکے سے کرادیا تھا کہتے ہیں کہ یہ نکاح جائز نہیں، عورت کا از روئے شرع شریف کے نکاح جائز ہُوا یا نہیں؟ اگر نہیں ہُوا تو کیا حکم کرانے والوں کے واسطے معہ زوجہ و زوج کے اور اس لڑکے کے واسطے؟ آیا حرام ہے یا نہیں؟ فقط، بیّنوا توجروا۔

الجواب

خلوت کے معنی یہ ہیں کہ مرد و عورت دونوں تنہا ایک مکان میں تھوڑی دیر اکٹھے ہُوئے ہوں جہاں مباشرت سے کوئی مانع نہ ہو اگرچہ مباشرت واقع نہ ہو۔ اگر خلوت بایں معنٰی ان مرد وزن میں نہ ہوئی تھی کہ مرد نے طلاق دے دی تو عورت پر اصلاً عدّت لازم نہ ہُوئی، اُسی وقت اُس سے نکاح کرلینا جائز تھا، اس تقدیر پر دوسرا نکاح کہ اس عورت نے کیا جائز ہوا، اور اولاد ولد الحلال ہے، ہاں اگر ایسی خلوت ہوگئی تھی اور پھر طلاق ہُوئی اور عورت نے عدت نہ کی تو نکاحِ ثانی حرام قطعی ہُوا اور جتنے لوگ اس سے واقف ہو نکاحِ ثانی میں شریک و ساعی ہُوئے سب حرامِ عظیم میں مبتلا ہوئے، شوہرِ دوم کو اگر اطلاع نہ تھی کہ یہ عورت مطلّقہ ہے اور ہنوز عدت نہیں گزری ہے بلکہ بعد ولادتِ پسر اطلاع ہُوئی جیسا کہ بیانِ سائل ہے جب تو یہ بچہ بلاشُبہہ ولدالزنا نہیں، اور اگر وُہ بھی آگاہ تھا اور دانستہ اس امر کا مرتکب ہُوا تو بھی بچہ حرامی نہیں، فرق اتنا ہے کہ پہلی صورت میں شوہرِ ثانی کا بچہ قرار پائے گا اور دوسری صورت میں شوہرِ اوّل کا۔ درمختار میں ہے:

---

[1] ردالمحتار فصل فی ثبوت النسب داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۳۳

Marfat.com

تزوجت معتدۃ بائن فولدت لاقل من سنتین مذ بانت ولنصف حول مذ تزوجت عن البدائع انہا للثانی معللا بان اقدامہا علی التزوج دلیل انقضاء عدتہا، حتی لو علمہ بالعدۃ فالنکاح فاسد وولدہا للاول[1] اھ ملتقطا، واللہ تعالٰی اعلم۔

بائنہ طلاق کی عدت والی نے نکاح کرلیا پھر اس نے بائنہ طلاق کے وقت سے دو سال کے اندر اندر دوسرے نکاح سے چھ ماہ کے بعد بچے کو جنم دیا، تو بدائع سے منقول ہے کہ یہ بچہ دوسرے کا ہوگا۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا عورت کا دوسرے نکاح کے لئے اقدام کرنا عدت ختم ہونے کی دلیل قرار دی جائیگی حتی کہ اگر مرد و عورت دونوں کو معلوم ہو کہ عدت ابھی باقی ہے، تو یہ نکاح فاسد ہوگا، اور بچہ پہلے خاوند کا قرار دیا جائے گا۔ ملتقطا، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۱۸

۲۷ جمادی الآخرہ ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کو یہ کہہ کر نکال دیا کہ عورت خراب اور بدکار ہے، پس وہ عورت مذکورہ ایک مدت آوارہ طور پر پھرا کی اب زید نے اُس عورت کو اپنے مکان میں لاکر رکھ لیا، مکان میں داخل ہونے کے تین ماہ بعد دختر پیدا ہوئی، اس صورت میں اول تو یہ کہ زید کا نکاح نکاح رہا یا نہیں؛ دوسرے یہ کہ وہ لڑکی زید کی قرار دی جائے گی یا حرام کی؛ کیونکہ ایام آوارگی میں کبھی زید کے پاس نہیں آئی، اور اب زید نے جو اُس عورت کو پھر رکھا ہے نکاح کرے یا نہیں؟ اور زید عورت کے نکال دینے پر اور پھر رکھ لینے پر از روئے شرع شریف مستوجب کسی سزا ہے؛

الجواب

صرف نکال دینے سے زید کے نکاح میں کچھ فرق نہ آیا، لڑکی زید ہی کی قرار پائے گی اگرچہ ایام آوارگی میں یہ عورت کبھی زید کے پاس نہ آتی اور مکان میں واپس آتے ہی اُسی دن لڑکی پیدا ہوجاتی۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الولد للفراش وللعاھر الحجر۔[2]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: بچّے کا نسب نکاح والے سے ہوگا اور زانی کو محرومی ہے (ت)

---

[1] درمختار فصل فی ثبوت النسب مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۳

[2] صحیح البخاری کتاب الفرائض باب الولد للفراش الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۹۹

Marfat.com

زید کو دوبارہ نکاح کی حاجت نہیں پھر رکھ لینے میں اس پر کوئی الزام نہیں، ہاں نکال دینا اگر بلاوجہ شرعی تھا تو گنہگار ہُوا، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا دادا پٹھان تھا، دادی اور والدہ سیدانی۔ اس صورت میں زید سیّد ہے یا پٹھان؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔

الجواب

شرع مطہر میں نسب باپ سے لیا جاتا ہے جس کے باپ دادا پٹھان یا مغل یا شیخ ہوں وہ اُنھیں قوموں سے ہوگا اگرچہ اُس کی ماں اور دادی سب سیدانیاں ہوں، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا ہے:

من ادعی الی غیر ابیہ فعلیہ لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین لایقبل اللہ منہ یوم القیمۃ صرفا ولا عدلا[1] ھذا مختصر۔

جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کو نسبت کرے اس پر خود اللہ تعالیٰ اور سب فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسکا نہ فرض قبول کرے نہ نفل۔ مختصراً۔

بخاری ومسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی وغیرہم نے یہ حدیث مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کی ہے، ہاں اللہ تعالیٰ نے یہ فضیلت خاص امام حسن وامام حسین اور اُن کے حقیقی بھائی بہنوں کو عطا فرمائی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کہ وُہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹے ٹھہرے پھر اُن کی جو خاص اولاد ہے اُن میں بھی وہی قاعدہ عام جاری ہُوا کہ اپنے باپ کی طرف منسوب ہوں اس لئے سبطین کریمین کی اولاد سید ہیں نہ کہ بناتِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد کہ وُہ اپنے والدوں ہی کی طرف نسبت کی جائیں گی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۰ از نجیب آباد ضلع بجنور محلہ نواب پورہ مرسلہ نیاز اللہ خاں ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۱۳ھ

حضور لامع النور عالم ظاہر وباطن ومعقول ومنقول جناب فیض مآب مفتی محمد احمد رضا خاں صاحب دام فیوضھم، عالیجاہ! عرض یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت سے زنا کیا مدت تک پھر اُسی کی زندگی میں اس کی بیٹی سے بھی حرام کیا، یہاں تک کہ دس برس تک اُسے گھر میں ڈال کر پردہ میں رکھ کر حرام کرتا رہا، چار بچے پیدا ہوئے تین لڑکیاں اور ایک لڑکا، وہ پرورش پاگئے، اور یہ عورت منکوحہ جس کی یہ اولاد حرامی موجود ہے

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۶۴ مروی از عمرو بن خارجہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/۳۴

Marfat.com

دوسرے شخص کی منکوحہ تھی اُس کے پاس سے بھاگ کر زانی کے پاس رہنے لگی، خاوند اس کو لینے آیا، خلق بیان کرتی ہے کہ خاوند نے اس فعل کو دیکھ کر برادری کے سبب سے طلاق دے دی واللہ اعلم بالصواب و الغیب عند اللہ اب وُہ شخص زنا سے توبہ کرکے نکاح میں لانا چاہتا ہے، آیا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور درصورت ناجائز ہونے نکاح کے وہ عورت مع اُن بچّوں کے نکال دی جائے گی یا بچّے اُس سے وُہ شخص پرورش کرنے کے لئے لے گا؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صُورتِ مستفسرہ میں اگر شوہر نے اُسے طلاق بھی دی ہو تاہم زانی سے نکاح نہیں ہوسکتا کہ جب یہ اُس کی ماں سے زنا کرچکا، بیٹی ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہوگئی۔

فی الدر المختار حرم اصل مزنیۃ وممسوسۃ بشھوۃ، والمنظور الی فرجھا الداخل وفی وعھن[ع] اھ ملخصًا۔[1]

درمختار میں مزنیہ اور جس عورت کو شہوت کے ساتھ مَس کیا اور وُہ جس کی شرمگاہ کے داخل حصّہ کو شہوت سے دیکھا ہو ان عورتوں کے اصول وفروع حرام ہوجائیں گے اھ ملخصًا (ت)

اور جبکہ معلوم ہے کہ اُس زانی نے اب تک اُس سے نکاح نہ کیا تھا اب زنا سے توبہ کرکے نکاح کرنا چاہتا ہے تو یہ بچّے اس شخص کے کسی طرح نہیں ٹھہر سکتے بلکہ اگر شوہر نے طلاق نہ دی یا طلاق سے پہلے یا اُس کے بعد چھ مہینے کے اندر تک یہ اولادیں پیدا ہوئیں تو سب شوہر ہی کی قرار پائیں گی اور زانی کے لئے پتھر۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الولد للفراش وللعاھر الحجر۔[2]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا بچّے کا نسب نکاح والے سے ہوگا اور زانی کو محرومی ہے (ت)

اور طلاق سے چھ مہینے یا زائد کے[ع] رجعی تھی اور بچّہ اُس وقت ہوا کہ عورت نے ہنوز عدت گزر جانے کا اقرار نہ کیا تھا یا اقرار ایسے وقت کیا تھا کہ اتنی مدت میں عدت کا گزر جانا محتمل نہیں یعنی امام کے نزدیک طلاق کو دو مہینے اور صاحبین کے نزدیک انتالیس[۳۹] دن نہ گزرے تھے یا اقرار کے وقت تو گزرنا محتمل تھا مگر بعد کو اس کا

ع: مسودہ میں بیاض ہے۔

---

[1] درمختار	فصل فی المحرمات	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۸۸
[2] صحیح البخاری	باب الولد للفراش حرۃ کانت اوامۃ	قدیمی کتب خانہ کراچی	۲/۹۹۹

Marfat.com

کذب ظاہر ہوا کہ جو وقت اُس نے انقضائے عدت کا بتایا تھا اُس سے چھ مہینے کے اندر بچہ ہُوا تو ان صورتوں میں پہلا بچہ جو بعد طلاق ہُوا ہے علی الاطلاق شوہر ہی کا ٹھہرے گا اگرچہ طلاق سے بیس برس بعد پیدا ہوا کہ طہر کے لئے زیادت کی جانب کوئی حد مقرر نہیں، ممکن ہے کہ تین حیض تیس برس میں آئیں تو انقضائے عدت نہ فی نفسہٖ ثابت ہُوا نہ عورت کے اقرار مقبول سے، لاجرم اس کا پیٹ ہی رہنا ایامِ نکاح میں تھا یا زمانۂ عدت میں ہر طرح نسب ثابت ہے کہ طلاق رجعی میں شوہر جب عدت کے اندر وطی کرے تو وہ حرام نہیں ہوتی بلکہ رجعت ہوجاتی ہے ولہذا عدت ہی میں حمل رہنا ثابت نہ ہُوا بلکہ محتمل کہ طلاق سے پہلے کا ہو تو اس کی ولادت مثبت رجعت نہ ہوگی بلکہ مثبت انقضائے عدت ہوگی کہ وضعِ حمل کے بعد بقائے عدت کے کوئی معنی نہیں، اس صورت میں اور بچے جو اسی کی ولادت کے چھ مہینے یا زائد کے بعد پیدا ہُوئے شوہر کے نہیں ٹھہر سکتے کہ ان کا پیٹ میں رہنا نہ ایامِ نکاح میں ہُوا نہ زمانۂ عدت میں، ہاں اگر دوسرا بچہ اُس سے پہلے کی پیدائش سے چھ مہینے کے اندر ہوگیا تو یہ بھی شوہر کا قرار پائے گا کہ چھ مہینے سے کم میں دوسرے حمل کا بچہ نہیں ہوسکتا، لاجرم یہ اسی کے ساتھ تھا' اور اگر طلاق بائن تھی اگرچہ مغلظہ ہو اور عورت اپنے شوہر کی مدخولہ تھی اور اُس نے ہنوز انقضائے عدت کا اقرار مقبول بمعنی مذکور کیا تھا کہ طلاق سے دو برس کے اندر بچہ ہُوا تو بھی شوہر کا ٹھہرے گا کہ اس کا پیٹ میں رہنا ایامِ نکاح میں محتمل ہے، اور دو برس کے بعد ہُوا تو اب حمل زمانۂ نکاح کا تو یقیناً نہ تھا نہ ایامِ عدت کا ٹھہرا سکتے ہیں کہ بے نکاحِ جدید عدتِ بائن میں قربت حرام ہے، اس صورت میں ناچار شوہر کا نہ ہوگا مگر یہ کہ وہ اپنا ٹھہرالے اور اقرار کردے کہ یہ میرا بچہ ہے اگرچہ عورت کہتی ہے کہ اس کا نہیں یا بعد طلاق دو برس کے اندر ایک بچہ ہولیا تھا یہ دوسرا اس سے چھ مہینے کے اندر ہوگیا تو بوجہ سابق اسے بھی شوہر کا ٹھہرا دیں گے، بالجملہ اتنی صورتیں ہیں جن میں یہ بچے کُل یا بعض شوہر ہی کے ٹھہریں گے اور ثابت النسب ہوں گے اور اُنھیں ولد الزنا کہنا ناجائز ہوگا، اور اگر بالفرض ان صورتوں سے کوئی شکل نہ پائی جائے تو غایت یہ کہ شوہر کے نہ ٹھہریں ولد الزنا یا مجہول النسب ہوں، بہرحال زانی کے کسی طرح نہیں ٹھہر سکتے نہ اُسے اُن پر کوئی استحقاق دعوٰی۔ تنویر الابصار و درمختار و ردالمحتار میں ہے:

یثبت نسب ولد معتدۃ الرجعی وان ولدت لاکثر من سنتین ولو لعشرین سنۃ فاکثر لاحتمال امتداد طھرھا وعلوقھا فی العدۃ مالم تقر بمضی العدۃ وکانت الولادۃ

رجعی طلاق کی عدت والی کے ہاں بچہ پیدا ہو تو نسب اسی خاوند کا ہوگا اگرچہ یہ بچہ طلاق سے دو سال، بیس سال یا بیس سال سے بھی زیادہ عرصہ میں پیدا ہُوا ہو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ نطفہ عدت میں ٹھہرا ہو اور عدت کے دوران طہر طویل ہوئے ہوں تاوقتیکہ

Marfat.com

رجعة لو في الاكثر منهما او لتمامهما
لعلوقها في العدة (فيصير بالوطء
مراجعا نهر) لا في الاقل
للشك (فان اقرت بانقضائها
والمدة تحتمله بان تكون
ستين يوما على قول الامام
وتسعة وثلثين على قولهما
ثم جاءت بولد لا يثبت
نسبه الا اذا جاءت به لاقل
من ستة اشهر من وقت
الاقرار فانه يثبت نسبه
للتيقن بقيام الحمل وقت
الاقرار فيظهر كذبها، و
كذا هذا في المطلقة البائنة
والمتوفى عنها اذا ادعت
انقضائها ثم جاءت
بولد لتمام ستة اشهر
لا يثبت نسبه، ولاقل يثبت
كما يثبت بلا دعوة احتياطا في
مبتوتة (ليشمل البت
بالواحدة والثلاث
تزوجها في العدة اولا بحر)
جاءت به لاقل منهما من

عورت نے عدت ختم ہونے سے پہلے اقرار نہ کیا ہو اور
بچے کی ولادت کو خاوند کا رجوع قرار دیا جائے گا اگر مطلقہ
رجعی دو سال یا دو سال کے بعد بچہ جنم دے کیونکہ
ممکن ہے کہ استقرارِ حمل عدت میں ہوا ہو (لہذا خاوند
وطی کے ساتھ رجوع کرنے والا قرار پائے گا، نہر)
اور دو سال سے کم مدت میں پیدائش ہو تو شک کی بنا پر
خاوند کا رجوع ثابت نہ ہوگا (کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ حمل طلاق
سے پہلے کا ہو) پھر اگر عورت نے عدت ختم ہونے کا اقرار
کرلیا ہو اور وہ مدت بھی عدت کے ختم ہونے کا احتمال
رکھتی ہو مثلاً امام اعظم کے قول پر ساٹھ دن اور صاحبین
کے قول پر انتالیس دن گزر چکے ہیں پھر اس اقرار کے
بعد بچہ کو جنم دے تو اس صورت میں بچے کا نسب پہلے خاوند سے
ثابت نہ ہوگا مگر جبکہ اقرار کے وقت سے چھ ماہ کے اندر بچہ جنم دے
تو نسب اسی سے ہی ثابت ہوگا کیونکہ اب یقیناً اقرار کے وقت حاملہ تھی تو اس
عورت کا اقرار جھوٹا ثابت ہو جائے گا اور یوں ہی اگر
مطلقہ بائنہ یا جس کا خاوند فوت ہوا ہو جب وہ عدت ختم
ہو جانے کا دعوٰی کرے پھر دعوٰی کے چھ ماہ بعد بچہ
کو جنم دے تو یہ نسب بھی پہلے خاوند کا نہ ہوگا اور اگر
چھ ماہ سے کم مدت ہو تو احتیاطاً نسب پہلے خاوند کا
ہوگا جیسا کہ بغیر دعوٰی بھی بائنہ طلاق والی میں نسب
ثابت ہوتا ہے (خواہ ایک طلاق یا تین طلاق سے بائنہ
ہوئی ہو اور اس نے عدت میں دوسرے سے نکاح کیا یا نہ کیا ہو،
بحر) بشرطیکہ اس نے طلاق سے دو سال کے اندر

ف : قوسین کے درمیان والی عبارت ردالمحتار کی ہے جبکہ قوسین سے باہر والی عبارت تنویر اور درمختار کی ہے۔ نذیر احمد

Marfat.com

وقت الطلاق لجواز وجوده وقته ولو تقر بمضيها، كما مر، ولو لتمامهما لا يثبت النسب الا بدعوته لانه التزمه وهي شبهة عقد ايضا والا اذا ولدت توأمين احدهما لاقل من سنتين والاخر لاكثر فيثبت لكن في القهستاني الدعوة مشروطة في الولادة لاكثر منهما وان لم تصدقه المرأة في الاوجه فتح، ويثبت نسب ولد المقرة بمضيها لو لاقل من اقل مدته من وقت الاقرار ولاقل من اكثرها من وقت البت للتيقن بكذبها (استشكله الزيلعي بما اذا اقرت بعد سنة مثلا ثم ولدت لاقل من ستة اشهر من وقت الاقرار ولاقل من سنتين من وقت الفراق فانه يحتمل بانقضائها ان تنقضي في ذلك الوقت فلم يظهر كذبها بيقين الا اذا قالت انقضت عدتي الساعة ثم ولدت لاقل المدة من ذلك

بچہ کو جنم دیا ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ طلاق کے وقت اس کا حمل موجود ہو اور اقرار بھی نہ پایا گیا ہو جیسا کہ گزر چکا ہے اور اگر طلاق سے دو سال پورے ہو جانے کے بعد بچہ جنا ہو تو پھر اس کے دعویٰ کے بغیر نسب ثابت نہ ہوگا، کیونکہ زوج نے نسب اپنے اوپر خود لازم کرلیا اور یہ مشابہ عقد بھی ہے مگر یہ کہ عورت نے اس حمل سے دو بچے جنے یوں کہ ایک کو دو سال پورے ہونے سے قبل اور دوسرے کو دو سال کے بعد جنم دیا ہو تو اس صورت میں دعویٰ کے بغیر نسب ثابت ہو جائے گا لیکن قہستانی میں ہے اوجہ روایت کے مطابق دو سال کے بعد کی ولادت کی صورت میں دعویٰ شرط ہے اگرچہ عورت زوج کی تصدیق نہ کرتی ہو، فتح۔ ایسی عورت جس نے عدت گزر جانے کا اقرار کر رکھا ہو اور وہ اقرار کے وقت سے چھ ماہ سے کم مدت میں بچہ کو جنم دے یا طلاق بائن کے وقت سے دو سال کے اندر بچہ کو جنم دے تو اس بچے کا نسب ثابت ہوگا کیونکہ اس صورت میں عورت کا جھوٹا ہونا یقینی ہے، اس پر زیلعی نے یہ اشکال پیدا کیا ہے کہ مثلاً جب عورت سال بعد عدت ختم ہونے کا اقرار کرے پھر وقتِ اقرار سے چھ ماہ کے اندر اور وقت فراق سے دو سال کے اندر بچے کو جنم دے تو ایسی صورت میں عدت کے ختم ہونے کا احتمال موجود ہے کہ عدت اسی وقت میں ختم ہوئی ہو تو عورت کا جھوٹا ہونا بطور یقین ثابت نہ ہوگا مگر اس صورت میں کہ جب وہ یوں کہے کہ میری عدت اب ختم ہوئی ہے پھر اس وقت سے چھ ماہ کے اندر بچہ کو جنم دے تو جھوٹا ہونا ظاہر

Marfat.com

الوقت[1] اھ استظھرہ فی البحر، وقال یجب حمل کلامھم علیہ کما یفھم من غایۃ البیان وتبعہ فی النھر والشرنبلالیۃ[2] انتھت ملتقطًا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ہوگا اھ اس کو بحر میں ظاہر قرار دیا، اور کہا کہ فقہاء کے کلام کو اس معنی پر محمول کرنا ضروری ہے جیسا کہ غایۃ البیان سے سمجھا جارہا ہے، اور نہر اور شرنبلالی میں اس کی پیروی کی ہے انتہت ملتقطا، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۱ تا ۱۲۴: از کوہ منصوری ڈاکخانہ کلھڑی کام اپرانڈیا گیٹ مرسلہ کلیم اللہ صاحب ۳۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

۱۔ کتاب بہشتی زیور میں حصہ چہارم میں لکھا ہُوا دیکھا ہے کہ اگر کسی عورت کا خاوند مرجائے اور ایک دن کم دو سال کے اندر بچہ پیدا ہُوا ہو تو وہ مرحوم خاوند کا مانا جائے گا، یہ مسئلہ شرع محمدی یا طب یا ڈاکٹری سے تحقیق ہے، یہ جائز ہے یا ناجائز؟ اور اگر جائز ہے تو کب سے ہے؟ یا کہ پرانا مسئلہ ہے یا اولیائے کرام سے جائز ہے؟

۲۔ دوسرے یہ کہ چار مہینے دس دن جو شرع سے قائم ہیں بعد عدت سے نکاح کرے تو بعد کو ایک سال یا ۹ مہینے کے بچہ پیدا ہُوا تو پہلے خاوند کا مانا جائے گا یا اب جس سے نکاح ہُوا اُس کا؟

۳۔ تیسرے یہ کہ وہ بچہ کونسی حق ملکیت میں مستحق ہوگا پہلے باپ کی ملکیت میں یا دوسرے کی؟

۴۔ چوتھے یہ کہ بعض امام سلام پھیر کر سر پر ہاتھ رکھتے ہیں تو کس مصلحت سے رکھتے ہیں؟

الجواب

کتاب بہشتی زیور نہ دیکھا کیجئے، اس کا دیکھنا حرام ہے، اس میں بہت سے مسائل غلط اور بہت باتیں گمراہی کی ہیں اور اس کے مصنف کو تمام علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق نام لے کر لکھا ہے من شك فی کفرہ فقد کفر[2] جو اس شخص مذکور کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

یہ مسئلہ یُوں ٹھیک نہیں بلکہ اگر چار مہینے دس دن عدت کے گزار کر عورت نکاح کرلے اور نکاح سے چھ مہینے بعد بچہ پیدا ہو کر موتِ شوہر سے دس مہینے دس ہی دن بعد ہُوا ہو ہرگز پہلے شوہر کا نہ ٹھہرے گا بلکہ اسی دوسرے کا ہے پہلے شوہر کے ترکہ سے اُسے کچھ نہ ملے گا، یہ دوسرا شخص ہی اس کا باپ ہے اگر یہ مرے گا تو وہ بچہ اس کا وارث ہوگا بلکہ اگر عورت دوسرے شخص سے نکاح نہ بھی کرے صرف اتنا ہو کہ چار ماہ دس دن بعد وہ اپنی عدت

---

[1] درمختار | فصل فی ثبوت النسب | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۲۶۱-۲۶۲
ردالمحتار | 〃 〃 | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/ ۶۲۳ تا ۶۲۶
[2] درمختار | باب المرتد | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۳۵۶

Marfat.com

گزرجانے کا اقرار کرچکی ہو اس کے چھ مہینے بعد بچہ پیدا ہوا جب بھی ہرگز اُس شوہرِ مُردہ کا نہ ٹھہرے گا۔ درمختار میں ہے:

لو اقرت بمضیھا بعد اربعة اشھر وعشرا فولدته لستة اشھر لم یثبت لاحتمال حدوثه بعد الاقرار[1] (ملخصًا)

اگر عورت موتِ زوج کے وقت سے چار ماہ دس دن عدت گزرنے کا اقرار کرے پھر وقت اقرار سے پورے چھ ماہ میں بچہ کو جنم دے تو بچّے کا نسب ثابت نہ ہوگا کیونکہ احتمال ہے کہ حمل کا حدوث اقرار کے بعد ہُوا ہو۔(ت)

نماز کے بعد پیشانی پر ہاتھ رکھ کر ایک دُعا پڑھنا حدیث میں آیا ہے کارڈ میں دعا لکھنے کی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۵ از پیلی بھیت مرسلہ عثمان صاحب معرفت مولوی عبدالحق صاحب ۲۲ شوال ۱۳۳۶ھ

ہندہ سے اس کے شوہر نے پونے تین سال سے قربت نہیں کی اور اس زمانہ میں پونے تین سال ہندہ اپنے باپ کے یہاں رہی اور اس صورت میں کہ میکے میں سوائے باپ کے اور کوئی اس کا رشتہ دار نہیں تھا اور وہاں بھی اُس کی نہیں تھی اور نہ کوئی عورت اور اس کے پاس تھی اب پونے تین سال کے بعد اُس کے بچہ پیدا ہُوا، ہندہ حلف سے اور قسم سے کہتی ہے کہ بچّہ میرے شوہر کا ہے جس طرح چاہے اطمینان کرلو، اس زمانہ پونے تین سال میں اپنے شوہر یا اس کے خاندان والوں کو یا اپنے ماں باپ کے رشتہ داروں کو مطلع نہیں کیا حالانکہ دونوں طرف بچہ ہونے کی کمال تمنا تھی کیونکہ اُس کے شوہر کی دُوسری بی بی سے بھی نیز اس سے اور کوئی اولاد نہ تھی، ہندہ کہتی ہے کہ مجھ کو دو ڈھائی مہینے سے آثارِ حمل کچھ ظاہر ہُوئے میں نے بوجہ اپنی سَوت کے کسی سے اظہار نہیں کیا کہ مبادا سوت درپے آزار ہو مگر میں نے اپنے شوہر کو نیز اپنی چچی کو بلایا وہ میرے پاس نہیں آئی، بچّہ باپ کے یہاں پیدا ہُوا، چوتھے روز شوہر کو بذریعہ تحریر مطلع کیا، ہندہ نے یہ بھی اپنی چچی سے کہا میری بینائی میں فرق آگیا ہے اور میرا جسم اکثر پکتا ہے۔ یہ اس کی حالت تھی یہ اس کی چچی کا بھی بیان ہے اور ایام بھی بند تھے مگر گاہے کچھ معلوم ہوکر بند ہوجاتا تھا، جب ہندہ نے اور اس کے باپ نے بذریعہ تحریر شوہر کو اطلاع دی مولودکی، تب شوہر نے حالتِ غم میں اُس کا جواب تحریری بھیجا کہ عرصہ سے میرا اُس سے تعلق نہیں لہذا وہ بچہ میرا نہیں ہے اور میرا اس سے تعلق نہیں ہے۔ اس کا جواب عباراتِ فقہاء واحادیث وتمثیلات سے فرمایا جائے، فقط۔

---

[1] درمختار فصل فی ثبوت النسب مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۲

Marfat.com

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں وُہ بچہ شرعًا بلاشبہہ اُسی شوہر کا ہے اسے اُس کا انکار جائز نہیں پونے تین درکنار تیس چالیس برس سے دونوں الگ ہوتے جب بھی بچہ اُسی کا ہوتا۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، الولد للفراش وللعاھر الحجر[1]۔ بچہ نکاح والے کا ہے اور زانی کے لئے محرومی ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

قد اکتفوا بقیام الفراش بلا دخول کتزوج المغربی بمشرقیۃ بینھما مسافۃ سنۃ فولدت لستۃ اشھر منذ تزوجھا لتصورہ کرامۃ واستخداما فتح[2]۔

فقہاءِ کرام نے ثبوتِ نسب میں نکاح موجود ہونے کو کافی قرار دیا اگرچہ جماع نہ پایا جائے، جیسے کوئی مغرب میں رہنے والا شخص مشرق میں رہنے والی عورت سے نکاح کرے اور دونوں کے درمیان سال بھر کی مسافت ہو اور اس عورت کے ہاں وقتِ نکاح سے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہو تو نسب نکاح والے کا ہوگا کیونکہ کرامت اور استخدام کے طور پر یہ ممکن اور متصور ہے، فتح۔ (ت)

ہمارے ائمہ نے اکثر مدتِ حمل دو سال رکھی ہے کہ غالب یہی ہے اور فقہ میں غالب ہی کا اعتبار ہے نادر خصوصًا ایسا کہ صدہا سال کروڑوں ولادتوں میں اُس کا خلاف نہ مسموع ہو لحاظ نہیں کیا جاتا، امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے عہد مبارک میں ایک صاحب اپنی زوجہ کو وطن میں چھوڑ کر سفر کو گئے دو برس بعد واپس آئے تو عورت کو حاملہ پایا ایک مدت بعد بچہ ہُوا قد نبتت ثنیتاہ یشبہ اباہ اس کے اگلے چاروں دانت پیٹ ہی میں نکل چکے تھے صُورت میں اپنے باپ سے مشابہ تھا فلما راٰہ الرجل قال ولدی و رب الکعبۃ جب اُن صاحب نے اُس بچے کو دیکھا کہا خدا کی قسم میرا بچہ ذکرہ فی الفتح، وقال انما ھو بقیام الفراش ودعوی الرجل نسبہ[3] اھ (اس کو فتح میں ذکر کیا ہے، اور فرمایا یہ تب ہے کہ نکاح موجود ہو اور زوج نسب کا دعوٰی کرے اھ۔ ت)

اقول فی صدر الحدیث ان عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ ھم برجمھا

اقول (میں کہتا ہوں کہ) حدیث کے شروع میں ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس عورت کو رجم

---

[1] صحیح البخاری باب الولد للفراش حرۃ کانت او امۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۹۹

[2] درمختار فصل فی ثبوت النسب مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۳

[3] فتح القدیر باب " " نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۱۸۱

Marfat.com

فقال له معاذ رضی الله تعالٰی عنه ان کان لك علیها سبیل فلا سبیل لك علی ما فی بطنها، فترکها حتی ولدت ولدا قد نبتت الخ[1] فالفراش قد کان قائما حین هم برجمها وھو لا یحتاج الی الدعوة فالصواب ان یشاء الله تعالٰی ان ذٰلك قد یقع بغایة الندرة والعبرة فی الفقه الغالب فافهم، ثم بعد سویعة رأیت و لله الحمد الامام السرخسی رحمه الله تعالٰی صرح فی مبسوطه بما سبق الیه خاطر الفقیر اذ قال بعد ذکر الحدیث المذکور وحکایات تأتی ما نصه، لنا ان الاحکام تبتنی علی العادة الظاهرة وبقاء الولد فی بطن امه اکثر من سنتین فی غایة الندرة۔[2]

کرنے کا قصد فرمایا تو ان سے حضرت معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کیا کہ اگرچہ آپ کو اس عورت پر قدرت ہے مگر اس کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس پر آپ کی قدرت نہیں، تو اس پر عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عورت کو چھوڑ دیا حتی کہ اس عورت نے ایسے بچے کو جنم دیا جس کے دانت نکل چکے تھے الخ تو جب حضرت عمر فاروق نے اس عورت کے رجم کا ارادہ فرمایا تو اس وقت اس کا نکاح موجود تھا، تو ایسی صورت میں نسب کے دعوٰی کی ضرورت نہیں، تو درست یہی ہے۔ اگر اللہ تعالٰی نے چاہا کہ ایسا واقعہ انتہائی نادر ہوتا ہے جبکہ فقہ میں کثیر الوقوع کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ اس پر غور کرو۔ پھر تھوڑی دیر بعد للہ الحمد میں نے امام سرخسی کا نقل کردہ کلام دیکھا کہ آپ نے اپنی مبسوط میں اسی بات کی تصریح فرمائی جو میرے دل پر وارد ہوئی تھی، جب انھوں نے مذکورہ حدیث اور کچھ ایسے واقعات جن کا ذکر آرہا ہے، کو بیان کرکے فرمایا ہمارے لئے احکام ظاہر عادت پر مبنی ہیں، جبکہ ماں کے پیٹ میں دو سال سے زائد عرصہ بچے کا رہنا انتہائی نادر واقعہ ہے۔ (ت)

دارقطنی و بیہقی اپنے اپنے سُنن میں ولید بن مسلم سے راوی امام دار الہجرۃ عالم المدینہ سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا:

ھذه جارتنا امرأة محمد بن عجلان امرأة صدق وزوجها رجل صدق حملت ثلثة ابطن فی اثنی عشرة سنة کل بطن فی اربع سنین۔[3]

یہ ہیں ہماری ہمسائی محمد بن عجلان کی بی بی، یہ سچی عورت اور وہ سچے مرد، ان کے تین حمل بارہ برس میں ہوئے، ہر حمل چار سال میں۔

---

[1] فتح القدیر | باب ثبوت النسب | مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر | ۴/ ۱۸۱

[2] مبسوط سرخسی | باب العدة وخروج المرأة من بیتها | دار المعرفة بیروت | ۶/ ۴۵

[3] فتح القدیر بحوالہ الدارقطنی والبیهقی | باب ثبوت النسب | مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر | ۴/ ۸۱-۱۸۰

Marfat.com

امام شمس الائمہ سرخسی مبسوط میں فرماتے ہیں :

قيل ان الضحاك ولدته امه لاربع سنين، وولدته امه لاربع سنين، وولد ته بعد ما نبتت ثنيتاه وهو يضحك فسمى ضحاكا و عبد العزيز الماجشونى رضى الله تعالىٰ عنه ولدته امه لاربع سنين وهذه عادة معروفة فى نساء ماجشون رضى الله تعالىٰ عنهم انهن يلدن لاربع سنين[1]

یعنی منقول ہُوا کہ امام مفسّر محدّث ضحاک چار برس ماں کے پیٹ میں رہے، پیدا ہُوئے تو اگلے چاروں دانت نکل چکے تھے، ہنستے معلوم ہوتے تھے اس لئے ضحاک نام رکھا گیا (یعنی بہت ہنسنے والے)، اور امام محدّث عبد العزیز ماجشونی بھی چار برس حمل میں رہے اور بنی ماجشون کی عورتوں کی یہ عادت مشہور ہے کہ بچّہ ان کے پیٹ میں چار برس رہتا ہے۔

شوہرِ زن کا کہنا ہے کہ وُہ بچّہ میرا نہیں اور میرا اُس سے تعلق نہیں، اس لفظ اخیر میں اگر لفظ اوّل کے خلاف اُس کی ضمیر بچّے کی طرف ہے جب تو ظاہر کہ اُسے طلاق سے کوئی تعلق نہیں اور اگر مثلِ اوّل ضمیر عورت کی طرف ہے تو یہ لفظ کنایات طلاق سے ہے اور وُہ محتمل سَبّ و ذم ہے یعنی میں ایسی عورت سے بیزار ہُوں اور حالت حالتِ غضب ہے تو بے اقرار شوہر نیتِ طلاق کا ثبوت نہ ہوگا اس سے قسم لی جائے اگر بحلف کہہ دے کہ میں نے یہ لفظ بہ نیت ازالۂ علاقۂ نکاح نہ کہا تھا تو طلاق نہ ہُوئی اگر جھُوٹی قسم کھائے گا وبال اُس پر ہے"

مبسوط امام شمس الائمہ میں ہے :

انت بائن حرام بتة خلية برية تحتمل معنى السب اى انت بائن من الدين برية من الاسلام خلية من الخير حرام الصحبة والعشرة بتة عن الاخلاق الحسنة وعن ابى يوسف رحمه الله تعالىٰ انه الحق بهذه الالفاظ اربعة الفاظ اخر خليت سبيلك فارقتك لاسبيل لى عليك لاملك

اگر خاوند بیوی کو کہے "تُو بائن ہے، حرام ہے، دُور ہے، خالی ہے، بَری ہے" تو یہ الفاظ محتمل معنی سبّ و ذم ہیں یعنی تُو دین سے الگ ہے، تُو اسلام سے بری ہے، خیر سے خالی ہے، صحبت و عشرت سے محروم ہے، اخلاقِ حسنہ سے دُور ہے (لہذا یہ الفاظ مذکورہ معانی کی وجہ سے گالی بن سکتے ہیں اس لئے طلاق کی نیت کئے بغیر طلاق نہ ہوگی) امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ اُنھوں نے ان پانچ الفاظ پر مزید چار الفاظ ذکر فرمائے (جن میں گالی کا احتمال ہونے

---

[1] مبسوط السرخسی باب العدۃ وخروج المرأۃ من بیتہا دار المعرفۃ بیروت ۶/ ۴۵

Marfat.com

لی علیك لانها تحتمل معنی السب ای لاملك لی علیك لانك ادون من ان تملکی ، لاسبیل لی علیك لشرك وسوء خلقك ، و فارقتك انقاء لشرك و خلیت سبیلك لهوانك علی[1]

کی وجہ سے بغیر نیت طلاق نہ ہوگی) وہ چار الفاظ یہ ہیں: میں نے تیرا راستہ کھول دیا ، میں تجھ سے الگ ہوں، میرا تجھ پر چارہ نہیں ، میری تجھ پر ملکیت نہیں ۔ کیونکہ یہ الفاظ گالی کا احتمال رکھتے ہیں یعنی میری تجھ پر ملکیت نہیں کیونکہ تُو اس قابل نہیں ، میرا تجھ پر چارہ نہیں تیرے شر اور بد اخلاقی کی وجہ سے ، میں تجھ سے الگ ہُوں تیرے شر اور بد اخلاقی سے بچتے ہُوئے ، میں نے تیرا راستہ کھول دیا ہے کہ تُو میرے ہاں کمینی ہے ۔ (ت)

اسی طرح تبیین امام زیلعی میں ہے ۔

بدائع امام ملک العلماء میں ہے :

روی عن ابی یوسف انه زاد علی هذه الالفاظ الخمسة خمسة اخری لا سبیل لی علیك ، فارقتك ، خلیت سبیلك ، لاملك لی علیك ، بنت منی ، لان هذه الالفاظ تحتمل الشتم کما تحتمل الطلاق ، فیقول الزوج لاسبیل لی علیك لشرك ، و فارقتك فی المکان لکراهة اجتماعی معك ، و خلیت سبیلك وما انت علیه ، ولا ملك لی علیك لانك اقل من اتملك ، و بنت منی لانك بائن من الدین او الخ۔[2]

امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ انہوں نے ان پہلے پانچ مذکورہ الفاظ پر مزید پانچ ذکر فرمائے جن میں چار وہی پہلے والے اور ایک " تو مجھ سے دور ہے " ، کیونکہ یہ الفاظ جیسے طلاق کا احتمال رکھتے ہیں گالی ہونے کا احتمال بھی رکھتے ہیں ، مثلاً خاوند کہتا ہے تیرے شر کی وجہ سے میرا تجھ پر چارہ نہیں ، میں مکان میں تجھ سے جُدا رہتا ہُوں کیونکہ تیرے ساتھ اکٹھا رہنا ناپسند کرتا ہوں ، تیرا راستہ تیرے حال پر کھولتا ہوں ، تجھ پر میری ملکیت نہیں کیونکہ تُو اس قابل نہیں ، تُو مجھ سے دُور ہو کیونکہ تُو دین سے دور ہے یا الخ (ت)

ہدایہ میں ہے :

عن ابی یوسف فی قوله لاملك

" تُو مجھ سے دُور ہے " کے ماسوا باقی چار الفاظ کو

---

[1] المبسوط السرخسی باب ماتقع به الفرقة مما یشبه الطلاق دار المعرفة بیروت ۶/ ۸۰ و ۸۱
[2] بدائع الصنائع فصل واما الکنایة فنوعان الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۱۰۷

Marfat.com

لی علیك و لاسبیل لی علیك و خلیت سبیلك و فارقتك، انه یصدق فی حالة الغضب لما فیها من احتمال معنی السب[1]

ذکر کرکے کہا کہ ابویوسف سے مروی ہے کہ اگر خاوند کہے کہ یہ میں نے طلاق کی نیت سے نہیں کہے، تو غصہ کی حالت میں کہنے پر خاوند کی تصدیق کی جائے گی کیونکہ ان الفاظ میں گالی ہونے کا احتمال ہے۔ (ت)

عنایہ میں ہے:

فان قوله لاملك لی علیك یحتمل ان یکون معناه لانك اقل من ان تنسبی الی ملکی او انسب الیك بالملك ولاسبیل لی علیك لسوء خلقك واجتماع انواع الشر فیك، وخلیت سبیلك لقذارتك وفارقتك فی المضجع لذفرك وعدم نظافتك والحقی باھلك لانك اوحش من ان تکونی خلیلتی[2]

خاوند کا کہنا "تجھ پر میری ملکیت نہیں ہے" کا معنی یہ ہوسکتا ہے کہ تو میری ملکیت کے قابل نہیں یا میں تیرا مالک بنوں تو اس قابل نہیں۔ "میرا تجھ پر چارہ نہیں" کا یہ معنی ہوسکتا ہے کہ یہ تیری بداخلاقی کی وجہ سے اور تیرے ہر قسم کے شر کی وجہ سے، اور تیرا راستہ کھول دیا تیری بُری حالت کی وجہ سے، میں تجھ سے جدا ہوں لیٹنے میں تیری بدبُو اور صفائی نہ ہونے کی وجہ سے، تُو اپنے گھر والوں کے پاس چلی جا کیونکہ تُو میرے ہمراہ رہنے میں وحشت محسوس کرتی ہے۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

الحق ابویوسف بالتی تحتمل السب الفاظ اُخری وھی لاملك علیك، لاسبیل لی علیك، خلیت سبیلك، فارقتك فھذہ اربعة الفاظ ذکرھا الولوالجی و ذکرھا العتابی خمسة، لاسبیل، لاملك، خلیت سبیلك، الحقی باھلك، حبلك علی غاربك، وفی الایضاح وشرح الجامع الصغیر لشمس الائمة ذکر خمسة ھی ھذہ الا انه ذکر مکان حبلك علی

ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی نے ان الفاظ کے ساتھ جو گالی ہونے کا احتمال رکھتے ہیں مزید چار مذکورہ الفاظ شامل کئے، انہی چاروں کو ولوالجی نے ذکر کیا اور عتابیہ میں یہ پانچ ذکر کئے، تجھ پر چارہ نہیں، تجھ پر ملکیت نہیں، تیرا راستہ کھول دیا، اپنے گھر والوں کے پاس چلی جا، تیری رسّی تیرے کندھے پر ہے، ایضاح اور شرح جامع صغیر میں شمس الائمہ نے پانچ یہی ذکر فرمائے، لیکن، "تیری رسّی تیرے کندھے پر ہے" کی

---

[1] الہدایۃ کتاب الطلاق فصل فی الطلاق قبل الدخول المکتبۃ العربیہ کراچی ۲/ ۳۵۵

[2] العنایۃ شرح الہدایۃ علی ہامش فتح القدیر فصل فی الطلاق قبل الدخول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۴۰۲

Marfat.com

غاربك فارقتك، فتتم ستة الفاظ و وجه احتمالها السب ان لاملك لي يعني انت اقل من ان تنسبي الي بالملك، ولا سبيل لي عليك لزيادة شرك، وخليت سبيلك، وفارقتك و الحقي باهلك، و حبلك على غاربك اي انت مسيئة لا يشتغل احد بتأديبك اذ لا طاقة لاحد بممارستك[1] اھ اقول والدليل دليل ان لا حصر بل كل لفظ يدل على التبري عنها والتخلي والانقطاع و ترك الاشتغال بها فهو مما يحتمل المعنى المذكور كما لا يخفى۔

بجائے اُنھوں نے "میں تجھ سے الگ ہُوں" ذکر کیا، یُوں کُل چھ الفاظ ہُوئے، اُن کی وجہ یہی ہے کہ گالی ہونے کا احتمال رکھتے ہیں، "تو میری ملک نہیں" یعنی تُو اس قابل نہیں کہ میری ملکیت کے لئے منسوب ہو، "میرا تجھ پر چارہ نہیں" یعنی تیری بداخلاقی اور تیرے شر کی وجہ سے "میں نے تیرا راستہ کھول دیا" یعنی میں تجھ سے جدا ہُوا، "تُو اپنے گھر والوں کے پاس چلی جا"۔ "تیری رسی تیرے کندھے پر ہے" یعنی تُو ایسی بد ہے کہ کوئی تجھے تربیت نہیں دے سکتا کیونکہ بار بار سمجھانے کی کسی میں طاقت نہیں ہے اھ، اقول (میں کہتا ہوں) مذکور بیان اس بات کی دلیل ہے کہ ان الفاظ میں حصر نہیں بلکہ جو الفاظ بھی براءت، علیحدگی، انقطاع اور بیوی سے ترکِ تعلق پر دلالت کریں وُہ تمام گالی بننے کا احتمال رکھتے ہیں، جیساکہ مخفی نہیں۔(ت)

درمختار میں ہے :

القول له بيمينه في عدم النية ويكفي تحليفها له في منزله فان ابى رفعته للحاكم فان نكل فرق بينهما، مجتبى[2]

مذکورہ الفاظ کہنے کے بعد خاوند بیان دے کہ طلاق کی نیت نہ کی تھی، تو اس کی تصدیق کر دی جائے گی، اور اس معاملہ میں بیوی کا خاوند سے گھر میں قسم لے لینا کافی ہے اور اگر خاوند اپنے بیان سے متعلق گھر میں قسم نہ کھائے بلکہ انکار کرے تو بیوی معاملہ کو حاکم کے ہاں پیش کرے اگر حاکم کے مطالبے پر بھی قسم کھانے سے انکار کرے تو پھر حاکم میاں بیوی میں علیحدگی کا فیصلہ دے دے، مجتبٰی۔(ت)

ردالمحتار میں ہے :

فان نكل اي عند القاضي لان

اگر قاضی کے ہاں قسم سے انکار کرے تو تفریق کرے،

---

[1] فتح القدیر — فصل فی الطلاق قبل الدخول — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ۴۰۲/۳

[2] درمختار — باب الکنایات — مطبع مجتبائی دہلی — ۲۳۰/۱

Marfat.com

النکول عند غیرہ لا یعتبر، ط، اھ۔ اقول ھو مستفاد من قولہ فان ابی رفعتہ فلم یجعل اباءہ عندھا شیئا۔

کیونکہ قاضی کے علاوہ کسی غیر کے ہاں انکار کرے تو وُہ انکار تفریق کے لئے معتبر نہیں ہوگا، ط، اھ۔ اقول (میں کہتا ہُوں) یہ بات ماتن کے اس قول سے عیاں ہورہی ہے کہ "اگر گھر میں انکار کرے تو بیوی حاکم کے ہاں معاملہ کو پیش کرے" تو انھوں نے بیوی کے ہاں انکار کو غیر معتبر قرار دیا۔ (ت)

ہاں اگر وُہ اقرار کرے کہ (اُس) کی ضمیر عورت کی طرف تھی اور یہ لفظ قطع تعلق نکاح ہی کی نیت سے کہے تو بیشک ایک طلاق بائن ہوگئی عورت نکاح سے نکل گئی، اور اب بچّہ اسی شوہر کو ایسا لازم ہوگیا کہ اس سے چُھوٹ ہی نہیں سکتا کہ بینونت کے بعد احتمال لعان بھی نہ رہا جو حاکم اسلام کے حضور ہوسکتا اور جب اُس کے بعد قاضی ان زن وشو میں تفریق کرکے بچّے کی نسبت اس شوہر سے قطع کر دیتا اس کا نہ ٹھہرتا مجہول النسب رہ جاتا، دُرمختار میں باب اللعان میں ہے: شرطہ قیام الزوجیۃ[2] (لعان کی شرط یہ ہے کہ نکاح موجود ہو۔ ت)

اُسی میں ہے:

ویسقط بعد وجوبہ بالطلاق البائن ثم لا یعود بتزوجھا[3]۔

لعان واجب ہوجانے کے بعد بائنہ طلاق دے دینے پر ساقط ہوجائے گا، اور دوبارہ نکاح کرنے پر بھی لعان نہ ہوسکے گا۔ (ت)

اُسی میں ہے:

وان قذف الزوج بولد حی نفی الحاکم نسبہ عن ابیہ والحقہ بامہ[4]۔

جب خاوند بیوی پر تہمت لگائے کسی زندہ بچے کے بارے میں، تو حاکم اس بچّے کے نسب کو اس خاوند سے منقطع کر دے اور بچّے کو ماں سے ملحق کر دے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای لابد ان یقول قطعت نسب ھذا

یعنی قاضی کے لئے اس موقعہ پر ضروری ہے کہ وُہ یہ

---

[1] ردالمحتار | باب الکنایات | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۴۶۵
[2] درمختار | باب اللعان | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۵۱
[3] " | " | " " " | ۱/۲۵۲
[4] " | " | " " " | "

Marfat.com

الولد عنه بعد ما قال فرقت بینکما وفی المبسوط ھذا ھو الصحیح[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

اعلان کرے کہ میں نے اس بچے کا نسب اس شخص سے منقطع کر دیا ہے، یہ اعلان وہ تفریق کرنے کے بعد کرے۔ اور مبسوط میں ہے کہ یہی صحیح ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۶: از ریاست جے پور نمک منڈی اجمیری دروازہ مرسلہ محمد عبد العزیز بیگ ۱۲ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ کے دختر رابعہ پیدا ہوتے ہی ہندہ کا انتقال ہوگیا، چنانچہ مسماۃ رابعہ نے ابتدائے پیدائش خود سے ڈیڑھ سال کامل ایام رضاعت میں مسماۃ شافیہ و کافیہ کا دودھ پیا، اتفاق سے مسماۃ شافیہ و کافیہ کے حقیقی بھائی مسمی بزید سے مسماۃ رابعہ کا عقد ہو کر اولاد بھی ہوگئی (حالانکہ مسمی بزید و مسماۃ رابعہ زن و شوہر باہمی رضاعی ماموں و بھانجی ہوتے ہیں) تو ایسی صورت میں نکاح قائم رہ سکتا ہے یا نہیں؟ اور بصورت قائم رہنے کے کفارہ عائد ہوگا یا نہیں؟ اور اولاد کس کی کفالت میں رہے گی اور بار مہر زوج پر عائد ہوگا یا نہیں؟

الجواب

حاشا وہ خبیث نکاح ہرگز قائم نہ رکھا جائے گا، مرد و عورت پر فرض فرض عظیم فرض ہے کہ فوراً فوراً جدا جدا ہو جائیں، مرد نہ مانے تو عورت خود جدا ہو جائے، دونوں نہ مانیں تو حاکم بالجبر جدا کر دے گا۔ عورت کے لئے مرد پر پورا مہر مثل ہے اگرچہ جو مہر بندھا تھا اس سے کتنا ہی زائد ہو، اولاد میں لڑکا سات برس اور لڑکی نو برس کی عمر تک ماں کے پاس رہے پھر باپ لے لے گا۔ ردالمحتار میں ہے:

فی الخانیۃ لو تزوج محرمہ لاحد علیہ عند الامام وعلیہ مھر مثلھا بالغا ما بلغ[2]

خانیہ میں ہے اگر کسی نے اپنی محرم سے نکاح کیا تو اس پر حد نہیں (بلکہ سخت تعزیر ہے) اور مہر مثل جتنا بھی ہو اس پر لازم ہوگا، یہ امام اعظم کے نزدیک ہے۔ (ت)

اسی میں نہر سے ہے:

قال فی الدرایۃ الصحیح انھا شبھۃ عقد فیثبت النسب وھکذا ذکر فی المنیۃ اھ[3]

درایہ میں ہے کہ یہ شبہہ نکاح ہے لہذا نسب ثابت ہو جائے گا، منیہ میں بھی یونہی مذکور ہے اھ ملخصاً

---

[1] ردالمحتار باب اللعان دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۸۹
[2] ″ باب المہر ″ ″ ″ ۲/ ۳۵۱
[3] ″ باب الوطئ ″ ″ ″ ۳/ ۱۵۴

Marfat.com

(ملخصًا) و ذکرہ الخیر الرملی عن العینی و مجمع الفتاوٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اور اس کو خیر الدین رملی نے عینی اور مجمع الفتاوٰی سے نقل کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۷ از حافظ گنج ضلع بریلی مسئولہ حیدر بخش

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت رانڈ ہوگئی اور اس کے حمل حرام عرصہ تین ماہ سے رہ گیا، جب پنچوں نے دریافت کیا تو مسمّی حیدر بخش نے جو اسی گاؤں کا آدمی تھا یعنی اُس عورت کا بھانجا ہے کہا کہ میں اس عورت کو بعد وضع حمل نکاح میں لاؤں گا میں نے اس عورت کا عیب ثواب اپنے اوپر رکھ لیا اس بات پر پنچوں نے اور کل بستی والوں نے بوجہ ہونے حرام کے اُس عورت و اُس شخص یعنی حیدر بخش دونوں کا حقہ پانی اس غرض سے بند کر دیا کہ آئندہ کوئی عورت و آدمی ایسا فعل ناجائز نہ کرے، اب جو حکم شریعت ہو وہ کیا جائے یا بروئے شریعت کھولا جائے۔

الجواب

خاوند کی موت سے دو برس کے اندر جو بچہ پیدا ہو وہ خاوند ہی کا ہے، سائل بیان کرتا ہے کہ خاوند کی موت کو دس مہینے ہوئے اور تین مہینے سے حمل بتاتا ہے اگر عورت چار مہینے دس دن کے بعد عدت ختم ہوجانے کا اقرار نہ کرچکی ہو اور یہ بچہ مرگ شوہر سے دو برس کے اندر پیدا ہو تو شوہر ہی کا ہوگا اور عورت کو حرام کی طرف نسبت کرنا حرام ہوگا ہاں اگر عورت چار مہینے دس دن کے بعد اپنی عدت ختم ہوجانا ظاہر کرچکی تھی اور اب تین مہینے سے حمل ظاہر ہوا تو عورت پر الزام ہے اُس کا حقہ پانی بند کردیں، لیکن حیدر بخش پر اُس کہنے سے کوئی الزام نہیں اُس کا حقہ پانی کھول دیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۸ از موضع کریلی ضلع بریلی مسئولہ امام الدین صاحب ۱۲ شعبان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو ہندہ سے نکاح کئے ہوئے پانچ ماہ اور دس یوم ہوئے ہیں، ہندہ نے بچہ جنا، تو اس بچہ پر کیا حکم ہے آیا وہ زید کا قرار دیا جائے گا یا نہیں؟ اہل برادری معترض ہیں تو اس حالت میں زید اور ہندہ پر اور بچہ پر کیا حکم ہے؟

الجواب

سائل نے بیان کیا کہ عورت بیوہ تھی شوہر کو مرے تین برس ہوئے، اُس کے بعد یہ بچہ ہوا تو یہ نہ اگلے شوہر کا ہے نہ زید کا۔ بلکہ مجہول النسب ہے، اور زید پر کچھ الزام نہیں، ہندہ کا حال خدا جانے۔ بے ثبوت اُسے بھی زانیہ نہیں کہہ سکتے، ممکن کہ دھوکے سے وطی واقع ہوئی ہو جس سے یہ بچہ ہے۔ بدائع و بحر و درمختار و ہندیہ میں ہے:

Marfat.com

ان جاءت به لاکثر من سنتین منذ طلقها الاول اومات و لا قل من ستة اشهر منذ تزوجها الثانی لم یکن للاول و لا للثانی و هل یجوز نکاح الثانی فی قول ابی حنیفة و محمد جائز اھ و تامل فی ھذا الجواز فی رد المحتار فی اجعه۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

پہلے خاوند کی موت یا طلاق کے بعد دو سال سے زائد عرصہ پر عورت نے بچّے کو جنم دیا ہو یا دوسرے نکاح سے چھ ماہ کے اندر جنم دیا ہو تو اس بچّے کا نسب نہ پہلے سے ہوگا نہ دوسرے سے۔ اور کیا اس صورت میں دوسرا نکاح صحیح قرار پائے گا، تو امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی کے نزدیک جائز قرار پائے گا اھ۔ رد المحتار میں اس جواز پر تامل کیا ہے، اس کی طرف رجوع کرو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۹ ۱۳۰ از گوبند گڑھ ضلع اجمیر شریف مسجد خورد مرسلہ فیض محمد صاحب امام مسجد ۱۸ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک شخص ایک عورت کو فرار کرکے لے گیا، عورت کا خاوند زندہ ہے، وہ عورت مرگئی اور وہ شخص واپس چلا آیا، اس عورت کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی، اب ان بچّوں اور اس شخص کے واسطے کیا حکم ہے۔ اس کے ساتھ مصافحہ اور کھانا کھانا کیسا ہے؟

(۲) ایک شخص نے اپنی ساس سے زنا کیا اور حمل رہا، لڑکی ہوئی، اور پھر شادی کی، اس شادی سے لڑکا ہوا۔ اس لڑکے پر کیا حکم ہے؟

الجواب

(۱) صورتِ مذکورہ میں وہ شخص زانی ہے، سزائے زنا کا سزاوار اور مستحق عذاب نار ہے، مسلمان اگر اس سے سلام کلام نہ کریں، اس کے ساتھ کھانا نہ کھائیں۔ اس سے مصافحہ نہ کریں تو وہ ضرور اس قابل ہے جب تک توبہ نہ کرے، شوہر اور عورت کے بچّے اس کے شوہر ہی کے ہوتے ہیں۔ صحیح حدیث میں فرمایا:

الولد للفراش وللعاھر الحجر[2] بچّہ اس کا جس کا بچھونا یعنی خاوند کا اور زانی کے لئے پتھر۔

(۲) جس نے اپنی ساس سے زنا کیا اس نے اپنی ماں سے زنا کیا، اور شادی اگر کسی اور عورت سے کی اس سے لڑکا پیدا ہوا تو اس لڑکے میں کوئی خلل نہیں، اور اگر سائل کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص نے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۵۳۸

[2] صحیح البخاری کتاب الفرائض باب الولد للفراش الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۹۹

Marfat.com

ایک عورت سے زنا کیا پھر اس کی لڑکی سے نکاح کیا اس سے لڑکا ہُوا تو وہ شخص اُس وقت بھی زانی ہُوا اور اس نکاح میں بھی حرام کار کہ یہ اس کی بیٹی کی جگہ ہے، اور اب یہ جو لڑکا پیدا ہوا ولد الحرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۱: از شہر بریلی مدرسہ اہلسنت وجماعت مسئولہ طالبعلم مدرسہ مذکور ۲۳ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی علاتی اُخت کی نواسی کے ساتھ چھ برس ہوئے نکاح کیا تھا اُس سے ایک لڑکی ہُوئی، اب زید کو اور محلہ کے لوگوں کو معلوم ہُوا کہ زید کا یہ نکاح صحیح نہیں ہوا زید سے تفریق کرادی، زید کا یہ نکاح صحیح ہُوا یا نہیں تو اس لڑکی کا مستحق کون ہے، مہر لازم ہوا یا نہیں؟ عدت ہوگی یا نہیں؟ اور اس نکاح کے وکیل وگواہ اور پڑھانے والوں کا کیا حکم؟ اور زید پر کیا حکم باوجود اس کے کہ بے علم ہیں۔

الجواب

نکاحِ مذکور حرام حرام قطعی حرام، اور زید اور نکاح خواں و وکیل وگواہ سب سخت تر گناہ کبیرہ میں گرفتار، اور جہل اس کے گناہ کبیرہ ہونے سے خارج نہ کرے گا بلکہ جہل خود دوسرا گناہ کبیرہ ہے، ولہذا حدیث میں ہے:

ذنب العالم ذنب واحد و ذنب الجاھل ذنبان[1]۔ عالم کا گناہ ایک گناہ ہے اور جاہل کا گناہ دوہرا گناہ۔

عورت پر ضرور عدت لازم ہے اور زید پر پُورا مہر مثل واجب ہے یعنی اس طرح کہ عورت کا مہر مثل کیا ہے وہ جو باندھا تھا اس کا لحاظ نہ ہوگا چاہے مہر مثل سے کم ہو یا زائد، فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

اذا تزوج بذات رحم محرم منه و دخل بھا لاحد علیه وعلیه مھر مثلھا بالغا ما بلغ[2] (ملخصًا)۔ جب کسی نے ذی رحم محرم عورت سے نکاح کرکے جماع کرلیا تو اس پر حد نہیں (بلکہ تعزیر سخت ہے) اور مہر مثل جتنا بھی ہو اس پر لازم ہوگا (ملخصًا)۔ (ت)

لڑکی زید ہی کو دلائیں گے، ۹ برس کی عمر پُورے ہونے تک ماں کے پاس رہے گی اگر وہ کسی ایسے سے نکاح کرے جو اس لڑکی کا محرم مثل چچا کے نہ ہو، اس کے بعد باپ یعنی زید لے لے گا۔ درمختار کتاب الحدود میں ہے:

انھا من شبھة المحل وفیھا یہ محل کا شبہہ ہے اور اس میں نسب

---

[1] کنز العمال بحوالہ فر، عن ابن عباس رضی اللہ عنہ حدیث ۲۸۷۸۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۱۵۲
" " " " " ۲۸۹۱۱ ۱۰/۱۷۵
[2] فتاوٰی قاضی خاں باب ذکر مسائل المہر نولکشور لکھنؤ ۱/۱۷۵

Marfat.com

یثبت النسب[1] ثابت ہوجاتا ہے۔ (ت)

معراج الدرایہ پھر نہر الفائق پھر ردالمحتار میں ہے:

الصحیح انها شبهة عقد لانه روی عن محمد انه قال سقوط الحد عنه لشبهة حکمیة فیثبت النسب وهکذا ذکر فی المنیة[2] والله تعالٰی اعلم۔

صحیح یہ ہے کہ یہ شبہہ نکاح ہے کیونکہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ اس سے حد کا سقوط حکمی شبہہ کی بناء پر ہے، لہٰذا نسب ثابت ہوگا، منیہ میں یُونہی ذکر کیا ہے۔

مسئلہ ۱۳۲ از اندور رانی پورہ مسئولہ واحد ملا ۱۵ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام وفضلائے عظام اس مسئلہ میں کہ زید فوت ہوگیا ہے ہندہ نے ساتویں ماہ عقد کیا بکر کے ساتھ، اور ہندہ کو پانچ چھ ماہ کا حمل تھا، بروقتِ نکاح ہندہ نے حمل کو ظاہر نہ کیا، بعد عقد ایک ماہ کے ہندہ اور بکر میں جھگڑا ہُوا کہ حمل کس کا ہے، بکر کہتا ہے میرا حمل ہے اور ہندہ کہتی ہے تیرا نہیں ہے، تو یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ حمل کس کا قائم ہوگا؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر موتِ شوہر اوّل سے دُو سال کے بعد بچّہ پیدا ہو تو شوہر دوم کا ہے اور نکاح صحیح ہے اور دُو سال سے کم میں پیدا ہو تو لڑکا پہلے شوہر کا ہے، اور اس دُوسرے کا نکاح باطل، کما یظہر مما لخصناہ علی ھامش ردالمحتار (جیسا کہ یہ اس سے ظاہر ہے جو ردالمحتار پر حاشیہ میں ہم نے اس کی تلخیص کی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۳ از کریلی ضلع بریلی مسئولہ کلو ۷ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مدّت حمل کی زائد سے زائد کے برس ہے؟ اور کم سے کم کتنے سال ہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

کم سے کم چھ مہینے اور زیادہ سے زیادہ دو سال کامل بے کم و بیش، مگر عورت جس کا شوہر زندہ ہو اگرچہ کتنے ہی برسوں سے اس سے کتنا ہی دُور ہو اس کی اولاد شوہر ہی کی اولاد قرار پائے گی، اس کے لئے دس بیس پچاس سال

---

[1] درمختار باب الوطء الذی یوجب الحد والذی لایوجبہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۱۹

[2] ردالمحتار باب الوطئ الذی یوجب الحد والذی لایوجب داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۱۵۴

Marfat.com

کوئی مدت مقرر نہیں، رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الولد للفراش وللعاھر الحجر[1]۔ بچہ نکاح والے کا ہے اور زانی محروم ہے (ت)

واللہ تعالیٰ اعلم۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۴ از مارہرہ مطہرہ باغ پختہ مرسلہ سید عبدالجلیل صاحب ۱۲ شعبان ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا عقد ہندہ سے واقع ہُوا مگر بموجب رواج ہندوستان رسمِ رخصتِ عروس عمل میں نہ آئی اور زید و ہندہ دونوں بالغ تھے اور ایک ہی مکان میں سکونت پذیر تھے اور اُس مکان میں غیر مردوں کا بھی گزر تھا یعنی اہلِ کفو میں سے نامحرم لوگ آتے جاتے تھے، یکایک ہندہ کو حمل رہ گیا، اُس نے اس کو پوشیدہ رکھا یہاں تک کہ وضعِ حمل قریب آگیا، جب لڑکا پیدا ہُوا تو لوگوں کو نہایت تعجب آیا۔ الغرض مولود تو اُسی دم مرگیا اور ہندہ سے مستورات نے بطور خود دریافت کیا کہ یہ حمل کس کا ہے، ہندہ نے اپنے اعزّہ میں سے ایک شخص کا نام لیا اور اس قضیہ کو عرصہ قریب چار سال کے گزر گیا، پس شوہر اُس کا بسبب اس فعل شنیع کے اُس سے ناراض ہے، ہندہ کو اپنے عقد میں رکھنا نہیں چاہتا، بظاہر زن و شو میں مقاربت و مواصلت واقع نہ ہُوئی، مگر پوشیدہ طور پر ممکن ہے کہ وہ حمل زید کا ہو، چونکہ رسمِ رخصت عمل میں نہ آئی تھی شاید بوجہ لحاظ و شرم غیر کا نام ظاہر کردیا ہو اور زید کا نام نہ لیا ہو۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید سے ہندہ کو طلاق دلوائی جائے تو عدت ہندہ کی کے ماہ کی ہوگی؟ اور درباب مہر کے بھی ارشاد ہو کہ بذمہ زید کس قدر واجب ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صُورتِ مستفسرہ میں اگرچہ دنیوی خیالات کو بہت وسعت ہے، اہلِ بدگمانی کے نزدیک ناراضیِ زید جُدا خبر دے رہی ہے کہ اپنا ہوتا تو وُہ خود جانتا، اور ہندہ کا دوسرے کی طرف نسبت کرنا جُدا۔ پھر اسے یُوں بنانا کہ بوجہ عدمِ رخصت بشرمِ دنیا بسبب شوہر کا نام نہ لیا بہت پوچ عذر ہے، آخر قبل رخصت جماع حلال ہونا اہلِ دُنیا کے نزدیک زنا سے زیادہ شرم کی بات نہیں، یہ خیالات بدگمانیوں کو بہت تائیدیں دیں گے، مگر حاشا شرع مطہر انھیں اصلاً قبول نہیں فرماتی اور قطعاً حکم دیتی ہے کہ لڑکا شوہر ہی کا تھا، حضور پُرنور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: الولد للفراش وللعاھر الحجر[2] (بچہ نکاح والے کا ہے اور زانی محروم ہے۔ت)

---

[1] و [2] صحیح بخاری باب الولد للفراش الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۹۹

مسند احمد بن حنبل دار الفکر بیروت ۲/ ۴۰۹

Marfat.com

جب شریعت نے مردِ مغربی و زنِ مشرقی کے مسئلہ میں باوجود بعد المشرقین باحتمال کرامت یا استخدام جن بچہ شوہر ہی کا ٹھہرایا تو زید و ہندہ تو ایک ہی مکان میں رہتے تھے یہاں کیونکر ممکن کہ بے ثبوتِ قطعی شرعی فلاں کو معاذ اللہ زانی یا باوجود فراشِ صحیح بچہ کو ولد الحرام قرار دیں۔ رہا ہندہ کا فلاں کی نسبت کر دینا، ممکن کہ ہندہ کو اُس سے کوئی عداوت ہو اور شاید وُہ رنجش اسی بنا پر پیدا ہوئی ہو کہ ہندہ نے اُس سے بدنگاہی پائی، مانع آئی، کارگر نہ ہُوا، دشمن ہوگئی، اور بوجہ شدتِ غیظ اس خیال سے کرادیا ہے ہندہ یہ امرِ عظیم سُن کر حتی المقدور اُس شخص کے درپے آزار رہوں گے، اس تہمت کی مرتکب ہُوئی، اپنا بھی صریح ضرر سہی، اہلِ مکر و حیلہ سے اس قسم کی بات کا صدور کچھ عجب نہیں جس میں اُن کے دشمن کو ایذا پہنچے اگرچہ خود بھی عــہ..... ان کیدکن عظیم[1] (بیشک تمہارا چرتر بہت بڑا ہے۔ت)، اور اب ناراضیِ زید کی بھی صریح توجیہ موجود کہ بغلط و دروغ اپنے ساتھ اس امرِ ناپاک کا وقوع بتانے پر ہندہ سے بیزار ہُوا، بہرحال حکم یہی ہے کہ وُہ بچہ زید ہی کا تھا، اور جب شرع نے یہ مان لیا تو ہندہ کا مدخولہ ہونا خود ہی ثابت ہولیا تو پُورا مہر جس قدر قرار پایا تھا ذمۂ زید واجب کہ طلاق دیتے ہی تمام و کمال واجب الادا ہو جائے گا اور بعد طلاق تین حیض کامل کی عدت لازم والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء[2] (طلاق والی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض مکمل ہونے تک روک رکھیں۔ت) واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

عــہ مسودہ میں بیاض ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۲۸

[2] " " ۲/ ۲۲۸

Marfat.com

بابُ الحضانۃ

(پرورش کا بیان)

مسئلہ ۱۳۵ ۲۴ رجب ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمّی زید نے رحلت کی، دو پسر نابالغ زوجۂ اولیٰ سے جو زید کے رُوبرو فوت ہو چکی ہے اور تین دختر زوجۂ ثانیہ سے جو حی وقائم ہے وارث چھوڑے، اب دربارہ ان بچوں نابالغان کے ولایت کی فکر درپیش ہے نابالغان مذکورین کے اجداد میں دو شخص موجود ہیں ایک مسمّی عمرو دادا کا چچازاد بھائی، دوسرا بکر دادا کا ماموں زاد بھائی جس کو مسمّی زید مورث کی حقیقی ہمشیرہ جو ان پانچوں نابالغان کی حقیقی پھوپھی ہے منسوب ہے اور تین پھوپھی حقیقی بیاہی ہندہ ومعصومہ وصدیقہ اور دختران مذکورین کی والدہ اور پسران مذکورین کی نانی وماموں موجود ہیں پس اس صورت میں ان پانچوں نابالغان کی ولایت کا استحقاق کس کس شخص کو مرتبہ حاصل ہے بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں دونوں لڑکوں کا حقِ حضانت اُن کی نانی کو ہے کہ سات برس کی عمر تک اُس کے پاس رہیں گے پھر جوانی تک عمرو کے پاس کہ دادا کا چچازاد بھائی ہے رکھے جائیں گے۔ درمختار میں ہے:

الحاضنۃ اما او غیرھا احق بالغلام پرورش کرنے والی ماں ہو یا کوئی اور، وہ لڑکے کی

Marfat.com

حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبہ یفتی[1]

حقدار ہوگی جب تک لڑکا عورت کی پرورش سے مستغنی نہیں ہوجاتا اور یہ مدت اندازاً سات سال ہے اور اسی پر فتوٰی دیا جائے گا۔

ردالمحتار میں ہے:

اذا استغنی الغلام فالعصبۃ اولی یقدم الاقرب فالاقرب[2]

جب بچہ مستغنی ہوجائے تو پھر درجہ بدرجہ عصبات اس کے حقدار ہیں، قریب ترین کو تقدم حاصل ہوگا۔(ت)

اور لڑکیوں کی شادی ہوجائے وہ شوہروں کے قابل ہوں تو شوہروں کے پاس رہیں گی ورنہ نو برس کی عمر تک ماں کے پاس، پھر اگر ان کے محارم میں کوئی مرد عاقل بالغ مثل حقیقی ماموں وغیرہ کے ہوگا تو اس کے سپرد کی جائینگی ورنہ جوانی تک ماں ہی رکھے گی، درمختار میں ہے:

الام والجدۃ احق بالصغیرۃ حتی تبلغ فی ظاہر الروایۃ وغیرھما احق بہا حتی تشتہی وقدر بتسع وبہ یفتی وعن محمد ان الحکم فی الام والجدۃ کذٰلک وبہ یفتی لکثرۃ الفساد زیلعی وافاد انہ لاتسقط الحضانۃ بتزوجہا مادامت لاتصلح للرجال[3] ملخصًا۔

لڑکی کی حقدار اس کی ماں یا دادی ہے جب تک وُہ بالغ نہ ہوجائے، یہ ظاہر روایت ہے، اور ماں اور دادی کے غیر ہوں تو پھر وہ لڑکی کے مشتہاۃ ہونے تک حقدار ہوں گے، یہ مدت اندازاً نو سال ہے، اور اسی پر فتوٰی دیا جائے گا، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ ماں اور دادی کے لئے بھی یہی حکم ہے، اور اسی پر فتوٰی دیا جائے گا فتنہ کی کثرت کی وجہ سے، زیلعی ـــ اور اس عبارت سے معلوم ہُوا کہ عورت کا حقِ حضانہ (پرورش) نکاح کی وجہ سے ساقط نہ ہوگا جب تک لڑکی مرد کے قابل نہیں ہوجاتی، ملخصًا (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فان صلحت تسقط الخ[4]

جب بچی مرد کے قابل ہوجائے تو پرورش کرنے والی کا حق ساقط ہوجائے گا الخ (ت)

اقول واخترنا ظاہر الروایۃ حین لامحرم لہا لانہا ھی المتعینۃ

اقول (میں کہتا ہوں) ہم ظاہر روایت کو ہی ترجیح دیں گے، جب بچّی کا کوئی محرم ولی نہ ہو اور یہ ظاہر

[1] درمختار | باب الحضانۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۶۵
[2] ردالمحتار | " " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۶۴۰
[3] درمختار | " " | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۶۵
[4] ردالمحتار | " " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۶۴۱

Marfat.com

ج للفتیا فان نشوھا فی حضن امھا خیر لھا والنظر من ترکھا ضائقۃ لاحاضن لھا وقد علمت ان لاحق لغیر محرم فی حضانتھا۔

روایت ہی فتوٰی کے لئے متعین ہے کیونکہ اس صورت میں بچّی کا اپنی ماں کے پاس نشو ونما پانا بہتر ہے اور ماں کو چھوڑنے میں بچّی پر کمزور شفقت ہوگی جبکہ اس کا کوئی پرورش کرنے والا محرم نہ ہو حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ غیر محرم کو بچّی کا حقِ حضانت نہیں ہے۔ (ت)

اور ان پانچوں نابالغوں کے نکاح کی ولایت عمرو ہی کو ہے لان العصبۃ لاغیر (کیونکہ ان کے علاوہ کوئی عصبہ نہیں۔ ت) اور مال کی ولایت ان مذکورین میں سے کسی کو نہیں لاختصاصھا بالاب ووصیہ والجد ووصیہ والحاکم الشرعی (یہ ولایت باپ اور اس کے وصی یا دادا اور اس کے وصی اور شرعی حاکم کے ساتھ خاص ہے۔ ت) ہاں اگر زید ان لوگوں خواہ ان کے غیر میں سے کسی کو اپنی جائداد کے حفظ ونگہداشت یا اولاد کے غور و پرداخت کے لئے کہہ گیا ہو تو ولایتِ مال اُسے ہوگی لکونہ وصیا علیھم (کیونکہ وہ ان پر وصی مقرر ہُوا ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۶ ۳۰ ذیقعدہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ عباد اللہ ایک زوجہ اور ایک پسر نابالغ اور ایک چچا زاد بھائی فیض اللہ چھوڑ کر فوت ہُوا، عورت نے ایک اجنبی شخص سے نکاح کرلیا جسے اس نابالغ سے کوئی علاقہ نہیں، اس بچّے کی نہ نانی ہے نہ دادی ہے نہ کوئی بہن بلکہ سوتیلی خالہ اور سگی پھوپھی ہے، اس صورت میں یہ بچّہ جس کی چار برس کی عمر ہے کس کے پاس رہے گا اور اس کے مال کی ولایت فیض اللہ کو ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جبکہ نابالغ کی ماں نے ایک اجنبی سے نکاح کرلیا، اب اُسے نابالغ کے رکھنے کا اختیار نہ رہا بلکہ سات برس کی عمر تک سوتیلی خالہ کے پاس رہے گا، اگر وہ نہ مانے گی تو پھوپھی کے پاس رکھا جائے گا اور اگر وُہ بھی انکار کرے گی تو جبرًا خالہ کے پاس رکھا جائے گا، یہ سب اُس صورت میں ہے کہ خالہ اور پھوپھی دونوں میں کوئی مانع حضانت نہ ہو ورنہ اگر ایک میں مانع حضانت ہے تو دوسرے کے پاس رہے گا اور دونوں میں ہے تو پہلے ماں کی قرابت والیوں سے جو قابلِ حضانت ہو اس کے پاس رہے گا، سات برس کی عمر کے بعد جوان ہونے تک فیض اللہ کے پاس رہے گا،

فی الدرالمختار الحضانۃ للام الا ان تکون فاجرۃ اومتزوجۃ بغیر محرم الصغیر[1] الخ۔

درمختار میں ہے بچّے کی پرورش کا حق ماں کو حاصل ہے مگر یہ کہ وُہ فاجرہ ہو یا بچّے کے غیر محرم سے نکاح کرلے (ت)

---

[1] درمختار باب الحضانۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۴

Marfat.com

اُسی میں ہے :

ثم بعد الام بان ماتت او لم تقبل او تزوجت باجنبی ام الام ثم ام الاب ثم الاخت لاب وام ثم لام ثم لاب ثم الخالات کذٰلک ثم العمات[1] الخ۔

ماں فوت ہوجائے یا ماں قبول نہ کرے یا بچّے کے اجنبی سے نکاح کرلے تو ماں کے بعد نانی پھر دادی کو پھر حقیقی بہن کو پھر مادری بہن کو پھر پدری بہن کو پھر خالات کو اسی ترتیب سے پھر پھُوپھیوں کو الخ۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے :

ظاھر کلامھم ان الام اذا امتنعت وعرض علی من دونھا من الحاضنات فامتنعت اجبرت الام لامن دونھا[2]۔

فقہاءِ کرام کا ظاہر کلام یہ ہے کہ جب ماں انکار کرے اور بچّے کو دوسری پرورش کنندہ پر پیش کیا گیا ہو تو اس نے بھی انکار کردیا ہو تو ایسی صورت میں ماں کو پرورش پر مجبور کیا جائیگا، ماں کے سوا دوسری پرورش کنندہ کو مجبور نہیں کیا جائیگا۔ (ت)

خلاصہ وغیرہ میں ہے :

ان لم یکن للصبی اب وانقضت الحضانۃ فمن سواہ من العصبۃ اولی الاقرب فالاقرب[3]۔

اگر بچّے کا باپ نہ ہو اور پرورش کی مدّت ختم ہوچکی ہو تو پھر دوسرے عصبات ولی ہوں گے، ان کی ولایت درجہ بدرجہ قرابت کے لحاظ سے ہوگی یعنی سب سے قریب تر کو پہلے حق ہوگا۔ (ت)

اور ولایتِ مال میں فیض اللہ کا اصلاً حق نہیں بلکہ اُسے ملے گی جسے نابالغ کا باپ کہہ کر مرا ہو کہ میری اولاد کی نگہداشت تُو کرنا یا میرے ترکہ کی غور وپرداخت تیرے متعلق ہے یا اس بچّہ کو میں تیری سپردگی میں دیتا ہوں اسے وصی کہتے ہیں۔ اگر باپ کا کوئی وصی موجود نہ ہو تو باپ کے وصی نے جسے اپنا وصی کیا ہو وہ ولیِ مال ہوگا وُہ بھی نہ ہو تو دادا کا وصی، وہ بھی نہ ہو تو دادا کے وصی کا وصی۔ درمختار میں ہے :

ولیہ ابوہ ثم وصیہ ثم وصی وصیہ ثم جدہ الصحیح ثم وصیہ ثم وصی وصیہ[4] الخ، واللہ سبحٰنہ

بچّے کا ولی باپ، پھر اس کا وصی، پھر وصی کا وصی، پھر اس کا جدِ صحیح (یعنی جو عورت کے واسطہ کے بغیر جد ہو) پھر اس کا وصی، پھر اس کے وصی

---

[1] درمختار | باب الحضانۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۶۴

[2] بحرالرائق | " " | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۴/۱۶۹

[3] ردالمحتار بحوالہ خلاصہ وغیرہا " " | دار احیاء التراث العربی بیروت | ۲/۶۴۳

[4] درمختار | کتاب الماذون | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/۲۰۳

Marfat.com

وتعالٰی اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کا وصی الخ، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم بالصواب و الیہ المرجع والمآب۔ (ت)

مسئلہ ۱۳۷ ۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے والدین اور ایک زوجہ اور ایک شیرخوار لڑکا چھوڑ کر انتقال کیا، لڑکے کی نانی پہلے فوت ہوچکی ہے، اس صورت میں اگر لڑکے کی ماں کسی اجنبی سے نکاح کرلے تو لڑکا کس کے پاس رہے گا؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر ماں کسی ایسے شخص سے نکاح کرلے جو لڑکے کا محرم نسبی مثل چچا وغیرہ کے نہ ہو تو لڑکا ماں سے لے لیا جائیگا اور جبکہ نانی نہیں ہے تو سات برس کی عمر تک دادی کے پاس رہے گا پھر دادا رکھے گا۔

فی الدر ثم بعد الام بان ماتت اولم تقبل او اسقطت حقھا او تزوجت باجنبی ام الام وان علت عند عدم اھلیۃ القربٰی، ثم ام الاب وان علت بالشرط المذکور[1] الخ و فیہ والحاضنۃ اما او غیرھا احق بہ ای بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع، وبہ یفتی[2] اھ وفی رد المحتار عن شرح المجمع و اذا استغنی الغلام عن الخدمۃ اجبر الاب او الوصی او الولی علی اخذہ لانہ اقدر علی تادیبہ وتعلیمہ اھ وفی الخلاصۃ وغیرھا و اذا استغنی الغلام فالعصبۃ اولی یقدم الاقرب فالاقرب[3] اھ ملخصًا، واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے کہ ماں فوت ہوجائے یا بچے کو قبول نہ کرے یا اپنا حقِ حضانت ساقط کردے یا بچے کے کسی اجنبی سے نکاح کرلے تو پھر ماں کے بعد نانی کو پرورش کا حق ہے اگرچہ اوپر تک جب کوئی قریبی عورت پرورش کا حق نہ رکھتی ہو پھر دادی کو اوپر تک بشرطیکہ اس سے کوئی قریبی عورت نہ ہو الخ، اسی میں ہے پرورش کرنے والی ماں ہو یا کوئی اور تو ان کو لڑکے کے متعلق یہ حق اس وقت تک ہے جب تک لڑکا عورتوں کی نگرانی سے مستغنی نہ ہوجائے، جس کی مدت کا اندازہ سات سال کی عمر ہے، اور اسی پر فتوٰی دیا جائے گا اھ اس پر ردالمحتار میں شرح المجمع سے منقول ہے کہ جب لڑکا عورتوں کی خدمت سے مستغنی ہوجائے تو باپ یا اس کے وصی یا ولی کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ لڑکے کو حاصل کرے کیونکہ اس کے بعد یہ لوگ عورتوں کی بنسبت لڑکے کی تعلیم و

---

[1] درمختار باب الحضانۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۴

[2] " " " ۱/۲۶۵

[3] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۴۰

Marfat.com

تربیت زیادہ بہتر جانتے ہیں اھ خلاصہ وغیرہ میں ہے کہ جب لڑکا مستغنی ہوجائے تو اس کے عصبہ مرد قرابت کے لحاظ سے درجہ بدرجہ اس کے حقدار ہوں گے اھ ملخصًا، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۸ ۲۷ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حقِ حضانت اور پرورشِ اطفال صغیر سن کا بعد وفات ماں کے کس کو ہے؟ اور ماموں چچا میں کس کو ترجیح ہے؟ اور وُہ حق کس عمر تک رہتا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

سائل مظہر کہ یہ اطفال لڑکیاں ہیں، ان کے باپ، بھائی، بھتیجا، بہنیں، نانی، ماموں، چچا حقیقی ہیں۔ ایک لڑکی نو برس کی ہے ایک گیارہ کی، پس صورتِ مستفسرہ میں نانی ماموں کو اُن کے رکھنے کا کچھ اختیار نہیں، لڑکیاں اپنے چچا کے پاس رہیں گی کہ لڑکی جب نو برس کی ہوجائے تو ماں بھی اُسے نہیں رکھ سکتی چچا کو دلادی جائے گی۔ نانی وغیرہا کا تو دوسرا درجہ ہے۔ درمختار میں ہے:

الام والجدۃ لام او لاب احق بالصغیرۃ حتی تحیض وغیرھما احق بھا حتی تشتھی وقدر بتسع وبہ یفتی وعن محمد ان الحکم فی الام والجدۃ کذٰلک وبہ یفتی[1] اھ ملخصًا واللہ تعالٰی اعلم۔

ماں نانی اور دادی لڑکی کی حقدار اس کو حیض آنے تک ہیں اور دوسری عورتیں لڑکی کے مشتہاۃ ہونے تک حقدار ہیں، اور مشتہاۃ کا اندازہ ۹ سال کی عمر لگایا گیا ہے، اسی پر فتوٰی دیا جائے گا، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ ماں نانی اور دادی کا بھی یہی حکم ہے اھ ملخصًا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۹ از میران پور کٹرہ کمال زئی ضلع شاہجہانپور مرسلہ نادر خاں صاحب رئیس کٹرہ ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صغیر و صغیرہ جن کی ماں انتقال کرگئی اور باپ نے دوسرا نکاح کرلیا نانا، ماموں، ممانی اور خالہ زاد اور پھوپھی زاد نانیاں اور نانیوں کی بیٹی بیٹیاں ہیں بچے نانا کے پاس ہیں باپ ان سے بالجبر لینا چاہتا ہے حالانکہ بوجہ نکاح ثانی اس کے پاس بچّوں کی مضرت جان کا اندیشہ ہے، اس صورت میں حقِ پرورشِ اطفال کس کو ہے؟ پوری تفصیل درج ہو کہ حقِ حضانت ترتیب وار کس کو ہے اور پرورش کنندہ کے پاس کس عمر تک رہیں گے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

حقِ حضانت ذی رحم محرم کے لئے ہے یعنی وہ نسبی رشتہ جس میں نکاح ہمیشہ کو حرام ہوتا ہے تو نانی کی

---

[1] درمختار باب الحضانۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۵

Marfat.com

خالہ زاد یا پھوپھی زاد بہنوں یا اُن کی اولاد یا محانی کے لئے کوئی حقِ حضانت نہیں جیسے خود صغیر و صغیرہ کی خالہ زاد ماموں زاد پھوپھی زاد چچا زاد بہنیں کہ یہ محارم سے خارج ہیں۔ درمختار میں ہے :

لاحق لولد عم وعمة وخالة لعدم المحرمية[1] — چچا زاد، پھوپھی زاد اور خالہ زاد کو بچّے کا حقِ پرورش نہیں ہے کیونکہ یہ محارم نہیں ہیں (ت)

پھر محارم میں پہلے مستحق عورتیں ہیں بشرطیکہ معاذ اللہ مرتدہ یا بدکار یا بے اطمینان یا کسی ایسے شخص کے نکاح میں نہ ہوں جو اس بچّہ کا محرم نہیں، بے اطمینانی کی یہ صورت کہ بچّہ کو بے حفاظت چھوڑ کر باہر چلی جایا کرتی ہو ایسی بے پروائی ماں بھی کرے تو بچّے اُس سے بھی لے لئے جائیں گے۔ درمختار میں ہے :

الحضانة للام الا ان تكون مرتدة او فاجرة او غير مامونة بان تخرج كل وقت و تترك الولد ضائعا او متزوجة بغير محرم الصغير[2] الخ ملخصًا۔ — پرورش کا حق ماں کو ہے مگر جب وُہ مرتدہ یا فاجرہ یا غیر محتاط ہو کہ ہر وقت بچّے کو چھوڑ کر باہر چلی جاتی ہو یا اس نے بچّے کے غیر محرم اجنبی سے نکاح کرلیا ہو الخ ملخصًا (ت)

عورتوں میں سب سے مقدم ماں[1] ہے، پھر سگی نانی[2]، پھر اس کی ماں[3]، پھر سگی دادی[4]، پھر اس کی ماں[5]، پھر اُس کی بہن[6]، پھر مادری بہن[7] (یعنی جو اس بچّے سے ماں میں شریک اور باپ میں جدا ہو) پھر روایتِ متون میں سوتیلی بہن[8]، پھر سگی بھانجی[9]، پھر مادری[10] (یعنی مادری بہن کی بیٹی)، پھر سگی خالہ[11]، پھر مادری خالہ[12]، پھر سوتیلی خالہ[13] پھر سگی بھانجی[14]، پھر سوتیلی بھانجی[15]، پھر سگی بھتیجی[16]، پھر سوتیلی[17]، پھر سگی پھوپھی[18]، پھر مادری[19]، پھر سوتیلی[20]، پھر ماں کی سگی خالہ[21]، پھر مادری[22]، پھر سوتیلی[23]، پھر باپ کی سگی خالہ[24]، پھر مادری[25]، پھر سوتیلی[26]، پھر ماں کی سگی پھوپھی[27]، پھر مادری[28]، پھر سوتیلی[29]، پھر باپ کی سگی پھوپھی[30]، پھر مادری[31]، پھر سوتیلی۔ یہ تینتیس[32] عورتیں ہیں جب ان میں کوئی نہ ہو یا بوجہ مذکورہ مستحق نہ رہے تو حقِ حضانت عصباتِ ذکور کی طرف منتقل ہوگا جن میں سب سے مقدم باپ ہے، پھر دادا، پھر سگا بھائی، پھر سوتیلا، پھر سگا بھتیجا، پھر سوتیلا، پھر سگا چچا، پھر سوتیلا۔ ان میں سے کسی کے ہوتے نانا ماموں وغیرہما ذوی الارحام کو استحقاق نہیں تو خود باپ کے سامنے کب مستحق ہو سکتے ہیں، درمختار میں ہے :

ثم بعد الام ام[1] الام وان علت، ثم ام[2] الاب وان — ماں کے بعد نانی[1] اوپر تک پھر دادی[2] اوپر تک، پھر

---

[1] درمختار — باب الحضانۃ — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۲۶۵

[2] 〃 — 〃 — 〃 — ۱/۲۶۴

Marfat.com

بنت، ثم الاخت لاب و ام، ثم لام، ثم لاب،
ثم بنت الاخت لابوین، ثم لام، ثم لاب،
ثم الخالات کذلک ای الابوین، ثم لام، ثم لاب، ثم
بنت الاخت لاب، ثم بنات الاخ (لاب و ام،
و لام او لاب علی الترتیب) ثم العمات (لاب
و ام، ثم لام ثم لاب) ثم خالۃ الام کذلک
ثم خالۃ الاب کذلک ثم عمات الامہات
والاباء بہذا الترتیب ثم العصبات بترتیب
الارث فیقدم الاب، ثم الجد، ثم الاخ
الشقیق، ثم لاب، ثم بنوہ کذلک، ثم
العم، ثم بنوہ، ثم اذا لم تکن عصبۃ فلذوی
الارحام اھ ملخصا منقحا مزیدا من رد المحتار۔[1]

حقیقی بہن، پھر ماں کی طرف سے سگی بہن، پھر باپ
کی طرف سے سگی بہن، پھر حقیقی بہن کی بیٹی پھر ماں کی طرف
سے بہن کی بیٹی، پھر باپ کی طرف سے سگی بہن کی بیٹی پھر
اس ترتیب پر خالات، پھر باپ کی طرف سے بہن کی بیٹی پھر
بھائی کی بیٹیاں اس ترتیب پر، پھر پھوپھیاں اس ترتیب پر،
پھر ماں کی خالہ، پھر باپ کی خالہ اسی ترتیب سے،
پھر ماؤں کی پھوپھیاں، اور پھر آباء کی پھوپھیاں اسی
ترتیب پر، پھر عصبہ مرد حضرات وارث ہونے کی ترتیب
پر یعنی پہلے باپ پھر دادا، پھر حقیقی بھائی، پھر باپ کی
طرف سے سگا بھائی، پھر بھائی کے بیٹے اسی ترتیب پر،
پھر چچا، پھر اس کے بیٹے۔ اور پھر اگر عصبات نہ ہوں
تو ذوالارحام حقدار ہوں گے اھ ملخصا منقحا
اس پر ردالمحتار سے بڑھاتے ہوئے۔ (ت)

پس صورت مستفسرہ میں ان تینتیس عورتوں سے اگر کوئی عورت بھی قابل حضانت موجود ہے جس نے بوجہ موانع مذکورہ اپنے حق حضانت کو ساقط نہ کیا تو صغیر وصغیرہ نانا سے لے کر اس عورت کے پاس رکھے جائیں گے لڑکا سات برس کی عمر اور لڑکی نو برس کے سن تک بعد ازاں باپ کو دے دئے جائیں گے اور اگر زنان مذکورہ سے کوئی عورت مستحق باقی نہیں تو آج ہی سے بچے باپ کے پاس رہیں گے۔ نانا کہ اکتالیسویں درجہ میں ہے اُن کا استحقاق نہیں رکھتا اور نکاح ثانی کے سبب باپ کے پاس مضرت جانِ اطفال کا اندیشہ گمان فاسد ہے،

فان العلماء لایعدون التزوج من مسقطات حضانۃ العصبات کیف والرجال قوامون علی النساء بخلاف المرأۃ فانہن عوان بین ایدیکم۔

علمائے عصبہ مردوں کے حق حضانت کو ان کے نکاح کرلینے کی وجہ سے ساقط نہیں کیا ان کا حق کیسے ساقط ہو جبکہ یہ مرد بیویوں پر غالب ہیں اسکے برخلاف عورت کا معاملہ ہے کیونکہ وہ خاوند کے کنٹرول میں ہے۔ (ت)

اور بالفرض اگر یہ امر باطل ثبوت کافی ثابت بھی ہوجائے تو غایت یہ کہ باپ سے لے کر اور نیچے کے عصبات بترتیب مذکور کو دیں گے جب تک ان سے کوئی باقی ہے نانا کو استحقاق نہیں، ماموں تو نانا سے بھی

[1] درمختار باب الحضانۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۴-۶۵

Marfat.com

پانچویں درجہ میں ہے،

کما یظھر من الدر المختار و رد المحتار، واللہ تعالٰی اعلم۔

جیسا کہ درمختار اور ردالمحتار سے ظاہر ہو رہا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک زوجہ اور لڑکا اور ایک لڑکی نابالغ اور ایک بیٹی بالغہ منکوحہ اور ایک بھائی چھوڑ کر انتقال کیا زوجہ نے کہ ان بچوں کی ماں ہے ایک اجنبی آدمی سے نکاح کرلیا، لڑکا چار برس کا ہے اور لڑکی آٹھ کی، اُس کی ماں اُس کا نکاح ایک جگہ کیا چاہتی ہے، چچا وہاں راضی نہیں بلکہ اپنے بھتیجے سے نکاح کرنا چاہتا ہے، اس صورت میں اُن نابالغوں کے نکاح کا اختیار ماں کو یا چچا کو ہے اور اُن کو رکھنے کا اختیار کسے ہے، نابالغوں کی دادی کوئی نہیں، خالہ اور دو پھوپھیاں ہیں اور پھوپھیاں انھیں اپنے پاس رکھنے پر راضی نہیں، اور نابالغوں کا کچھ مال نہیں تو اُن کا کھلانا پلانا کس کے ذمہ ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں نابالغوں کے نکاح کا اختیار اُن کے چچا کے سوا کسی کو نہیں، اُسکے ہوتے ہوئے ماں کا نکاح میں کچھ دخل نہیں، اور جبکہ وہ ایک اجنبی شخص سے نکاح کرچکی تو اُسے بچوں کے رکھنے کا بھی اختیار نہیں، بلکہ لڑکا سات برس کی عمر تک اور لڑکی جوانی تک اپنی بہن کے پاس رہیں، اور وہ نہ رکھے تو خالہ کے پاس، اور وہ بھی قبول نہ کرے تو پھوپھیوں کے پاس،

فی الدرالمختار الحضانۃ للام الا ان تکون فاجرۃ او متزوجۃ بغیر محرم الصغیر ثم بعد الام بان ماتت اولم تقبل او تزوجت باجنبی ام الام، ثم ام الاب ثم الاخت ثم الخالات ثم العمات[1] اھ ملخصا۔

درمختار میں ہے: ماں اگر فاجرہ یا بچے کے غیر محرم سے نکاح والی نہ ہو تو وہی پرورش کا حق رکھتی ہے، پھر ماں اگر فوت ہوجائے یا بچے کو قبول نہ کرے یا بچے کے اجنبی سے نکاح کرلے تو اس کے بعد نانی پھر دادی پھر بہن پھر خالات پھر پھوپھیوں کو حق حضانت ہے اھ ملخصًا (ت)

ردالمحتار میں ہے:

---

[1] درمختار باب الحضانۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۴

Marfat.com

الحاضنة لاتجبر اذالم تتعین لھا لان المحضون ح لایضیع حقه لوجود من یحضنه غیرھا و تجبر اذا تعینت لعدم من یحضنه غیرھا[1] اھ ملتقطا و تمام تحقیقه فیه و ھذا حاصل ما وفق به بین نقلین مختلفین۔

پرورش کرنے والی جب صرف ایک ہونے کی وجہ سے متعین نہ ہو تو اس کو پرورش پر مجبور نہ کیا جائے گا کیونکہ دوسری پرورش کرنے والی موجود ہونے کی وجہ سے بچے کی پرورش ضائع نہ ہوگی اور اگر وہ ایک ہی متعین ہو تو اس کو مجبور کیا جائے گا کیونکہ کوئی دوسرا نہیں ہے اھ ملتقطا اور اس کی مکمل تحقیق ردالمحتار میں ہے یہ دو مختلف منقول روایات میں تطبیق و توفیق کا ماحاصل ہے۔ (ت)

اور جبکہ ان یتیم نابالغوں کا کچھ مال نہیں تو اُن کا کھانا کپڑا اُن کے اُن قابلانِ وراثت پر ہے جن کے پاس اپنے اور اپنے بال بچوں کے کھانے پہننے وغیرہ ضروری مصارف کے بعد بس انداز ہوتا ہو جس سے اپنے اُن عزیزوں کی امداد کرسکیں یہاں ماں بہن چچا پھوپھی خالہ اگرچہ سب محارم ہیں مگر خالہ پھوپھی ان تین کے سامنے وارث نہیں لہذا ان میں اگر کوئی ویسا مرفہ الحال ہو تو خالہ پھوپھی پر نفقہ دینا واجب نہیں۔

فی الدرالمختار ویجب ایضا لکل ذی محرم رحم محرم صغیر او انثی مطلقا ولو کانت الانثی بالغة صحیحة او کان الذکر بالغا لکن عاجزا عن الکسب نحو زمانة کعمی وعته وفلج اولایحسن الکسب فقیرا، بحیث تحل له الصدقة ولوله منزل وخادم علی الصواب بدائع[2] اھ ملخصا۔

درمختار میں ہے کہ ہر ذی محرم (خواہ نابالغ ہو یا عورت ہو) کا نفقہ واجب ہے، اگرچہ عورت بالغہ اور صحتمند ہو یا مرد بالغ ہو لیکن عاجز ہو محنت نہ کرسکتا ہو مثلاً اپاہج، نابینا، بے عقل یا فالج زدہ ہو، یا محنت کی مہارت نہ رکھنے والا محتاج ہو جس کو صدقہ حلال ہو اگرچہ اس کا مکان اور خادم ہو، درست قول کے مطابق یہی حکم ہے، بدائع، ملخصا (ت)

عالمگیری میں ہے:

لوکان له عم وعمة وخالة فالنفقة علی العم فان کان العم معسرا فالنفقة علیھما[3]۔

اگر چچا، پھوپھی اور خالہ ہو تو نفقہ چچے پر لازم ہوگا، اور اگر چچا تنگدست ہو تو پھر پھوپھی اور خالہ دونوں پر لازم ہوگا۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار | باب الحضانة | داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۳۶

[2] درمختار | باب النفقة | مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۷۹

[3] فتاوٰی ہندیہ | الفصل الخامس فی النفقة ذوی الارحام | نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۶۹

Marfat.com

اب یہ دیکھنا رہا کہ ان تین وارثوں میں اس طرح کا مالدار کون ہے جس کا ہم نے بیان کیا، اور یہ یاد رکھنا چاہئے کہ عورت اگر اپنا کچھ نہ رکھتی ہو تو وہ مرفہ الحال نہ گنی جائے گی اور اس سے نفقہ نہ لیا جائے گا اگرچہ اُس کا شوہر ہزاروں کا آدمی ہو والا لزم ایجاب النفقۃ علی الاجنبی کمالا یخفی (ورنہ اجنبی پر نفقہ واجب کرنا لازم آئے گا جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) پس اگر صورت مستفسرہ میں ان تینوں وارثوں سے صرف ایک ایسا مرفہ الحال ہی باقی ہے تو ان دونوں بچوں کا نفقہ صرف اُس ایک پر واجب ہوگا خواہ ماں ہو یا بہن یا چچا، اور اگر صرف دو ماں اور بہن مالدار ہیں چچا نہیں تو جس قدر اُن بچوں کے کھانے پہننے میں صرف ہونا سمجھا جائے اس کے پانچ حصے کریں دو حصے ماں سے لئے جائیں اور تین حصے بہن سے، مثلاً سوا روپے مہینے کا خرچ سمجھیں تو ۸ ماں دے اور ۱۲ بہن، اور اگر چچا مالدار ہیں بہن نہیں تو تین حصے کریں دو تہائی ماں سے لیں ایک تہائی چچا سے، اور اگر بہن چچا مالدار ہیں ماں نہیں تو چار سہام کریں ایک چوتھائی چچا دے تین حصے بہن، اور اگر تینوں مالدار تو چھ سہام کریں دو حصے ماں دے تین حصے بہن ایک حصہ چچا،

وذٰلک لما عرفت ان النفقۃ بقدر الارث وقد قال فی الھندیۃ الاصل فی ھذا ان کل من کان یحرز جمیع المیراث وھو معسر یجعل کالمیت واذا جعل کالمیت کانت النفقۃ علی الباقین علی قدر مواریثھم وکل من کان یحرز بعض المیراث لا یجعل کالمیت فکانت النفقۃ علی قدر مواریث من کان یرث معہ[1] الخ ومثلہ فی الدر المختار وغیرہ وقد علمت انہ لیس ھھنا احد من الثلثۃ بحیث یحجب الباقین و یحرز کل

یہ اس لئے کہ جس کو آپ نے جان لیا کہ نفقہ بقدر وراثت لازم ہوتا ہے، اور ہندیہ میں کہا ہے اس میں ضابطہ یہ ہے کہ جو شخص تمام وراثت حاصل کرنے کا حق رکھتا ہو جب وہ تنگدست ہو تو اس کو مردہ (کالعدم) قرار دیا جاتا ہے اور جب وہ کالعدم قرار پائے گا تو پھر نفقہ باقی ورثاء پر بقدر وراثت واجب ہوگا، اور وہ وارث جو تمام وراثت کو حاصل نہیں کرتا بلکہ وراثت کا کچھ حصہ پاتا ہے تو اس کو تنگدستی پر مردہ (کالعدم) نہیں قرار دیا جاتا لہٰذا اس کی موجودگی میں اس کے ساتھ جو لوگ وراثت میں حصہ دار ہوتے ہوں ان پر حصہ کے مطابق نفقہ لازم ہوگا الخ اور اسی طرح درمختار وغیرہ میں مذکور ہے، اور آپ معلوم کرچکے ہیں کہ یہاں تینوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو دوسرے ورثاء کو محروم

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الخامس فی نفقۃ ذوی الارحام نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۶۶

Marfat.com

المیراث فان کان احدھم معسرا لا یجعل کالمیت ویعتبر فی التقسیم ثم یخرج من البین کما یفعل فی التخارج و ح یتضح لك ما ذکرنا بتوفیق اللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی، واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

کر کے تمام وراثت کو حاصل کر سکے تو ان میں سے اگر کوئی تنگدست ہوجائے تو اس کو مردہ (کالعدم) نہیں قرار دیا جائے گا بلکہ اس کو تقسیم میں باقی اور شامل تصور کر کے درمیان سے الگ کر دیا جائے گا، جیسا کہ وراثت کی تقسیم میں کسی کو الگ کر دیا جاتا ہے، تو اب وُہ بات واضح ہوگئی جو ہم نے ذکر کی ہے اللہ سبحانہٗ کی توفیق سے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس صورت میں کہ ایک عورت مسمّاۃ ہندہ فوت ہُوئی اور مادر اُس کی اور طفل شیرخوار اُس نے چھوڑا اور شوہر بھی اُس کا باقی رہا لیکن کوئی شخص ماں یا بہن یا پھوپھی وغیرہ شوہر ہندہ کا نہیں رہا ہے کہ پرورش اس طفلِ شیرخوار کی کرے، نانی اُس طفل مذکور کی پرورش کرتی ہے اور باپ اُس طفل کا نہیں چاہتا ہے کہ نانی کے پاس وُہ لڑکا رہے، تو اس حالت میں وُہ لڑکا باپ کو عندالشرع دلایا جائے گا یا نانی کے پاس رہے گا؟ اور اسباب وظروف وغیرہ کہ ہندہ متوفیہ کا جہیز ہندہ نے پایا تھا وُہ بھی شوہر اُس کے نے اپنے تصرف میں کرلیا تو وہ مال واسباب متصرفہ شوہر ہندہ ملک اُس پسر صغیر کی ہوگا یا اُس کے باپ کے قبضہ میں رہے گا اور مصارف نان ونفقہ ایامِ رضاعت کا کس کے ذمہ چاہئے، بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مسئولہ میں سات برس کی عمر تک پسر کی پرورش اُن کی نانی کا حق ہے، باپ بلاوجہ شرعی اُس کا مزاحم نہیں ہوسکتا،

فی الدرالمختار الحضانۃ تثبت للام ثم ام الام والحاضنۃ اما اوغیرھا احق بہ ای بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبہ یفتی[1] اھ ملتقطا۔

درمختار میں ہے: پرورش کا حق ماں کو پھر نانی کو ہے اور پرورش کرنے والی عورت لڑکے کی اس وقت تک حقدار ہے جب تک وُہ عورتوں کی نگرانی سے مستغنی نہیں ہوجاتا جس کی مدت اندازاً سات سال کی عمر ہے اور اسی پر فتوٰی دیا جائیگا، اھ ملتقطا (ت)

---

[1] درمختار باب الحضانۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۴

Marfat.com

اور ہندہ نے جو کچھ اسباب اپنے جہیز میں پایا تھا سب اُسی کی مِلک تھا اور بعد اس کی مرگ کے فرائض اللہ پر تقسیم پائے گا،

فی العقود الدریۃ کل احد یعلم ان الجھاز ملك البنت لاحق لاحد فیھا[1]۔

عقود الدریہ میں ہے کہ ہر ایک جانتا ہے کہ جہیز لڑکی کی ملکیت ہوتا ہے اس میں کسی اور کا حق نہیں ہوتا۔ (ت)

البتہ جس قدر مال حصّہ نابالغ قرار پائے گا اُس پر قبضہ اُس کے باپ ہی کا ہوگا مگر نہ مالکانہ بلکہ ازراہِ ولایت کہ باپ کے ہوتے ہوئے دوسرا شخص بچّہ کا ولی اور اس کے مال کا محافظ نہیں کما فی الدر المختار وعامۃ الاسفار (جیسا کہ درمختار اور عامہ کُتب میں ہے۔ ت) رہا یہ بچّے کا نان ونفقہ اور اُجرت رضاعت وغیرہ مصارف کثیرہ ہیں تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر بچّہ نے اپنی ماں کے ترکہ یا کسی اور وجہ سے اتنا مال پایا ہے جس کے سبب اُسے شرعاً غنی کہا جائے اور زکوٰۃ دینا ناروا ہو تو یہ سب صرف خاص اُسی کے مال سے ہوں گے باپ پر واجب نہیں کہ اپنے پاس سے صرف کرے، ہاں ان مصارف کی کارپردازی بحکم ولایت باپ کے ذمّہ ہوگی، اور اگر بچّہ کے پاس اتنا مال نہیں تو بیشک یہ صرف باپ کے ذمّہ ہیں،

فی رد المحتار عن الخیر الرملی ان الحضانۃ کالرضاع فلھا الاجرۃ من مال الصغیر ان کان له مال والا فمن مال ابیه[2] اھ ملخصا، وفی الدر المختار وتجب النفقۃ لطفله الفقیر فان نفقۃ الغنی فی ماله الحاضر وتجب ایضا لکل ذی رحم محرم فقیرا بحیث تحل له الصدقۃ ولو له منزل وخادم علی الصواب بدائع[3] اھ بالالتقاط فی رد المحتار قوله ولو له منزل وخادم وھو محتاج الیھما وھذا عام فی الوالدین والمولودین وذوی الارحام کما صرح فی

ردالمحتار میں خیر الدین رملی سے منقول ہے کہ پرورش کا حکم رضاعت والا ہے لہذا پرورش کرنیوالی کو اجرت کا استحقاق ہے، اگر بچّے کا اپنا مال ہو تو اس میں سے ورنہ بچّے کے والد کے مال میں سے اُجرت دی جائے گی اھ ملخصا۔ اور درمختار میں ہے کہ بچّے کا نفقہ اگر وہ فقیر ہو تو باپ پر ہے کیونکہ اگر وُہ فقیر نہ ہو تو غنی ہونے کی وجہ سے نفقہ اس کے اپنے موجود مال سے کیا جائے گا' اور یُونہی جو ذی محرم فقیر ہو اس کے لئے صدقہ حلال ہو تو اس کے لئے بھی نفقہ ضروری ہے اگرچہ اس کا مکان اور خادم بھی ہو یہ حکم درست قول کے مطابق ہے

---

[1] ...

[2] ردالمحتار باب الحضانۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۳۷

[3] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۷۳ و ۲۷۶

Marfat.com

الذخیرۃ اھ، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔ بدائع، اھ ملتقطا۔ اس پر ردالمحتار میں ہے ماتن کا قول کہ "اگرچہ اس کا مکان اور خادم ہو" یعنی جبکہ اس کو ان کی احتیاجی ہو۔ یہ حکم والدین، اولاد اور ذوالارحام سب کو شامل ہے جیساکہ ذخیرہ میں اس کی تصریح کی گئی ہے اھ، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۲ ۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ کو طلاق دی اور ایک پسر شیرخوار جو زید کے نطفے سے ہے واسطے پرورش کے ہندہ کے پاس چھوڑا اور اس کی پرورش کے واسطے ماہانہ مقرر کردیا اب وہ لڑکا بعمر تین برس کچھ ماہ کے ہوا ہندہ نے نکاح ایک شخص سے کرلیا اب وہ لڑکا زید کو مل سکتا ہے یا نہیں، اور اگر مل سکتا ہے تو کس عمر میں؟ اور ہندہ اس کو اپنے ماں باپ کے پاس چھوڑکر شوہر کے یہاں چلی گئی وہ عورت ہندہ کی مادر حقیقی نہیں ہے تو زید کے مقابلہ میں ہندہ کے ماں باپ کو استحقاقِ پرورشِ پسر مذکور حاصل ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

سائل مظہر کہ ہندہ نے جس شخص سے نکاح کیا وہ لڑکے کا محرم نہیں بلکہ اجنبی شخص ہے اور ہندہ کی ماں اور نانی مرگئیں، باپ اور سوتیلی ماں ہیں، اور ہندہ کی سگی دادی اور خود لڑکے کی سگی دادی زندہ ہیں، پس صورتِ مذکورہ میں ہندہ کے باپ یا سوتیلی ماں کو لڑکے کے رکھنے کا کوئی حق نہیں بلکہ سات برس کی عمر تک اپنی دادی کے پاس رہے گا بعدہٗ باپ لے لے گا ماں کی دادی بھی لڑکے کی دادی کے ہوتے نہیں رکھ سکتی۔

فی الدرالمختار ثم بعد الام بان ماتت او تزوجت باجنبی ام الام وان علت عند عدم اھلیۃ القربٰی ثم ام الاب وان علت بالشرط المذکور واما ام اب الام فتؤخر عن ام الاب بل عن الخالۃ ایضا بحر، والام احق بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبہ یفتی[2] اھ ملتقطا، و

درمختار میں ہے کہ ماں فوت ہوجائے یا بچے کے اجنبی غیرمحرم سے نکاح کرلے تو ماں کے بعد نانی خواہ اوپر والی ہو جبکہ کوئی قریبی عورت پرورش کا حق نہ رکھتی، پھر دادی خواہ اوپر والی ہو مذکورہ شرط کے ساتھ، لیکن ماں کی دادی تو وہ بچے کی دادی بلکہ اس کی خالہ سے بھی مؤخر ہے، بحر۔ ماں لڑکے کی حقدار ہے جب تک لڑکا عورتوں کی نگرانی سے مستغنی نہ ہوجائے جس کا اندازہ سات سال کی عمر ہے اور اسی پر فتوٰی دیا جائیگا

---

[1] ردالمحتار باب النفقۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۸۲

[2] درمختار باب الحضانۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۴

Marfat.com

وفی ردالمحتار عن الفتح یجبر الاب علی اخذ الولد بعد استغنائه عن الام[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اھ ملتقطا، اور ردالمحتار میں فتح سے منقول ہے کہ والد کو مجبور کیا جائے گا کہ وُہ بچّے کو ماں کی نگرانی سے مستغنی ہوجانے کے بعد اپنی تحویل میں لے لے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ کو طلاق دے دی جس کو عرصہ پانچ سال کا ہوا اور اُس کا ایک لڑکا تھا وُہ بھی تقریباً پانچ سال کا ہُوا، اب ہندہ نے نکاحِ ثانی کرلیا ہے اور اُس لڑکے کی نانی سوتیلی ہے اور خالہ نابالغ ہے اور اُس کی دادی اور پردادی اور دادا اور باپ موجود ہیں اس حالت میں لڑکا مذکور کس کے پاس رہنا چاہئے؟ بیان کیجئے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

سائل نے بیان کیا کہ عورت نے اجنبی شخص سے نکاح کیا جو اُس لڑکے کا کوئی نہیں اور نانی سوتیلی ہے اور سگی نانی کی ماں بھی نہیں اور دادی حقیقی ہے، پس اس صورت میں ماں کو اُس لڑکے کے رکھنے کا کوئی حق نہ رہا اور سوتیلی نانی کوئی چیز نہیں، لڑکا سات برس کی عمر تک دادی یعنی اپنے باپ کی ماں کے پاس رہے گا پھر باپ لے لے گا۔ درمختار میں ہے:

الحاضنة یسقط حقها بنکاح غیر محرم الصغیر[2]

پرورش کرنے والی کا حق ساقط ہوجاتا ہے جب وُہ بچّے کے غیر محرم سے نکاح کرلے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

ثم بعد الام ان ماتت او تزوجت باجنبی ام الام وان علت ثم ام الاب[3] اھ مختصرا واللہ تعالٰی اعلم۔

ماں فوت ہوجائے یا بچّے کے اجنبی سے نکاح کرلے تو پھر نانی کو حق ہے خواہ اوپر والی ہو، پھر دادی کو حق ہے اھ مختصراً۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسمّاۃ نے انتقال کیا اور ایک لڑکا بعمر چھ سات ماہ

---

[1] ردالمحتار | باب الحضانۃ | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۶۴۰

[2] درمختار | " | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۶۵

[3] " | " | " | ۱/۲۶۴

Marfat.com

کا شیرخوار چھوڑا، اور شوہر اور مسماۃ متوفیہ کی پھوپھی یعنی اس کے باپ کی حقیقی بہن اور مسماۃ متوفیہ کا ماموں موجود ہیں، ان سب میں کس کو ولایتِ پرورش پہنچ سکتی ہے؟ اور بحالتِ انکار اول حقدار کے دوم درجہ میں کس کو پہنچے گی؟

الجواب

جبکہ اس لڑکے کی نہ نانی ہے نہ کوئی جوان بہن ہے، نہ بھانجی نہ خالہ، نہ پھوپھی نہ ماں کی خالہ، نہ باپ کی خالہ، صرف ماں کی پھپی ہے اور وہ بیوہ ہے۔ جیسا کہ سائلوں نے بیان کیا تو اس صورت میں لڑکا سات برس کی عمر تک ماں کی پھپی کے پاس رہے گا اس کے ہوتے ہوئے باپ کو بھی اختیار نہیں ماں کا ماموں تو بہت بعید ہے اور جبکہ لڑکے کے باپ کی پھپی بھی حسبِ بیان سائلان نہیں، غرض ماں کی پھپی کے سوا کوئی عورت جسے حقِ حضانت ہو موجود نہیں تو ماں کی پھپی کو اس سے انکار کا اختیار نہیں البتہ اس پرورش کی اجرت لینی چاہے تو باپ کو دینی ہوگی۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے،

الحضانۃ تثبت للام، ثم ام الام، ثم ام الاب وان علت، ثم الاخت لاب وام، ثم لام، ثم لاب، ثم بنت الاخت لابوین، ثم لام، ثم الخالات، ثم العمات، ثم خالۃ الام، ثم خالۃ الاب، ثم عمات الامھات و الاٰباء، بھذا الترتیب ثم العصبات بترتیب الارث[1]

پرورش کا حق ماں کو ہے پھر نانی پھر دادی کو اگرچہ اوپر والی ہوں، پھر حقیقی بہن کو پھر ماں کی طرف سے سگی بہن کو پھر باپ کی طرف سے سگی بہن کو پھر حقیقی بہن کی بیٹی کو پھر ماں کی طرف سے بہن کی بیٹی کو پھر خالات کو پھر پھوپھیوں کو پھر ماں کی خالہ پھر باپ کی خالہ کو پھر ماں اور باپ کی پھوپھیوں کو اسی ترتیب سے پھر عصبہ مردوں کو وراثت کی ترتیب پر۔ (ت)

انھیں میں ہے،

ولا تقدر الحاضنۃ علی ابطال حق الصغیر وان لم یوجد غیرھا اجبرت بلا خلاف و تستحق اجرۃ الحضانۃ وھی غیر اجرۃ ارضاعہ ونفقتہ بحر عن

پرورش کرنے والی حقِ صغیر کو باطل نہیں کرسکتی اگر ماں کے علاوہ کوئی پرورش کرنے والی نہ ہو تو ماں کو بچے کی پرورش پر مجبور کیا جائے گا، اس میں اختلاف نہیں ہے، وہ البتہ پرورش کی اجرت کی مستحق ہوگی جو کہ دودھ پلانے کی اجرت اور نفقہ ولد کے علاوہ

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الحضانۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۴

Marfat.com

السراجیة[1] اھ ملخصین، واللہ تعالٰی اعلم۔ ہوگی، بحر نے اسے سراجیہ سے نقل کیا ہے اھ ملخصًا واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۵ از ریاست رامپور محلہ چاہ شور مرسلہ منّا خاں ۲۲ جمادی الاولٰی ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے وقتِ وفات اپنی ایک زوجہ منکوحہ اور ایک پسر نابالغ اور دو لڑکیاں نابالغہ ہیں، وراثت مع الحصر چھوڑ کر وفات پائی۔ اور بعد وفات مذکور کے اُس کی منکوحہ وارثہ نے بقضائے الٰہی وفات پائی، اب ایک لڑکا نابالغ اور دو لڑکیاں نابالغہ بطن مسمّاۃ متوفیہ سے باقی رہی، مسمّاۃ متوفیہ مذکورہ کا دادھیال اور ننھیال میں سے کوئی ذکور اور اناث میں سے نہیں ہے اور زید مرحوم مذکور کے دو چچا زاد بھائی ہیں اور ایک عورت حسینی کہ متوفیہ مرحومہ کو بطور فرزندی پرورش کیا تھا دعویدار ہیں کہ ولایت ان ہرسہ نابالغ صغیر کی ہم کو پہنچتی ہے پس ولایت صغیران مذکور برادرانِ زید متوفی جو چچازاد بھائی زید کے ہیں اور وُہ عورت جس نے منکوحہ زید کو فرزندانہ پرورش کیا تھا ان دونوں میں کس کو حسبِ شرع شریف حقِ ولایتِ نابالغان حاصل ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

سائل مظہر کہ پسر کی عمر گیارہ سال ہے اور ایک دختر کی دس سال اور دوسرے کی تین سال، پس صورت مستفسرہ میں لڑکا جوان ہونے تک زید کے چچازاد بھائی کے پاس رہے گا اور لڑکے اور لڑکیوں کے نکاح کرنے کی ولایت بھی بھائیوں کو ہے مگر لڑکیاں اُن میں سے کسی کو سپرد نہ کی جائیں گی قاضی شرع پر فرض ہے کہ ان کے رکھنے کے لئے کوئی عورت صالحہ متدینہ امینہ تجویز کرے کہ تا بلوغ یا جب تک شادی نہ ہو لڑکیاں اس کی حفاظت میں رہیں اور ان تینوں نابالغوں کا جو مال ہے اگر ان کے باپ یا دادا کا کوئی وصی موجود ہے یعنی جسے وُہ اپنے مال یا اولاد کی حفاظت ونگہداشت کی وصیت کرگئے ہوں یا وُہ نہ ہو تو ایسے وصی کا جو وصی ہو اس کی حفاظت میں سپرد کیا جائے ورنہ اس کے لئے بھی قاضی شرع پر فرض ہے کہ امین صالح دیندار قادر نیک مسلمان تجویز کرے جو قرآن پر سچا ایمان رکھے یتیم کے مال کو آگ جانے اور اللہ ان سب کا حساب لینے والا ہے۔ رہی وہ عورت جس نے ان کی ماں کو پالا تھا اس کا اصلاً کوئی حق نہیں، ہاں لڑکیوں کی حفاظت کے لئے اگر قاضی شرع کی رائے میں وُہ عورت ہی انسب ہو تو اُسے دے دے مگر نکاح یا حفاظتِ مال میں اُس کا کوئی اختیار نہ ہوگا۔ منہاج وخلاصہ وتاتارخانیہ وحاشیۃ الخیر الرملی وردالمحتار میں ہے:

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الحضانۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۴

Marfat.com

ان لم یکن للصبی اب و انقضت الحضانۃ فمن سواہ من العصبۃ اولی الاقرب فالاقرب غیران الانثٰی لا تدفع الا الی محرم[1]

جب بچے کی پرورش کی مدت ختم ہوجانے اور باپ نہ ہو تو باپ کے بعد والے عصبہ مردوں میں سے جو قریب تر ہو اس کی تحویل میں دے دیا جائے گا لیکن اگر لڑکی ہو تو اسے غیر محرم کی تحویل میں نہ دیا جائے گا۔ (ت)

تحفۃ الفقہاء و بحرالرائق و ردالمحتار میں ہے:

ان لم یکن للجاریۃ غیرابن العم فالاختیار للقاضی ان راٰہ اصلح ضمہا الیہ والا توضع علی ید امینۃ اھ (قال الشامی) مافی التحفۃ علله فی شرحہا البدائع بقولہ لان الولایۃ فی ھذہ الحالۃ الیہ فیراعی الاصلح اھ وھو ظاہر فی انہ لاحق لابن العم فی الجاریۃ مطلقا الخ[2]۔

اگر لڑکی کا چچا زاد کے بغیر کوئی عصبہ نہ ہو تو قاضی کو اختیار ہے کہ اگر وہ چچازاد کو نیک وصالح سمجھتا ہے تو لڑکی اس کی تحویل میں دے دے ورنہ کسی امین صالح عورت کے سپرد کرے اھ، علامہ شامی نے فرمایا کہ تحفہ میں جو بیان ہے اس کی وجہ اور علت کو اس کی شرح بدائع میں یوں بیان کیا ہے چونکہ ایسی صورت میں قاضی کو ولایت حاصل ہوتی ہے لہذا وہ بہتری کی تدبیر کرے اھ، یہ بات ظاہر ہے کیونکہ چچازاد کو لڑکی پر حق مطلقاً نہیں ہے الخ۔ (ت)

تنویر الابصار میں ہے:

ولیہ ابوہ ثم وصیہ (بعد موتہ) ثم وصی وصیہ ثم جدہ ثم وصیہ ثم وصی وصیہ ثم القاضی[3] اھ مزیدا من الدرالمختار، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

بچے کا ولی اس کا باپ پھر باپ کے فوت ہونے پر باپ کا وصی اور پھر وصی کا وصی، پھر دادا، پھر اس کا وصی، پھر اس کے وصی کا وصی، اور پھر قاضی ہے اھ، درمختار سے کچھ زیادتی شامل کرتے ہوئے، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار باب الحضانۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۴۲

[2] " " " " ۲/۶۳۹

[3] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الماذون مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۰۳

Marfat.com

مسئلہ ۱۴۶ از پیلی بھیت پنجابی ٹولہ مرسلہ شیخ عبدالعزیز ۱۴ شوال ۱۳۲۱ھ

(شجرہ حاجی کفایت اللہ متوفی)

(زوجہ اولیٰ حیات نجم النساء)

مادر ایک: سمّاۃ النجو بی(؟)

بہنیں دو: صاحب النساء، نجم النساء

دو لڑکے: احسان الحق، عبدالحق

چہار لڑکیاں: عزیز النساء، لطیف النساء، حبیب النساء، جمیل النساء

(زوجہ ثانی متوفیہ حمید النساء)

دو لڑکیاں: کریم النساء بالغہ، احمدی بیگم نابالغہ

تین لڑکے نابالغ: فضل حق عمر ۱۲ سال، ضیاء الحق عمر ۸ سال، ریاض الحق عمر ۶ سال

حاجی کفایت اللہ نے انتقال کیا اور انہوں نے اپنی ایک مادر جو سنِ خرافت کو پہنچ گئی ہیں اور ہوش و حواس اُن کے قائم نہیں ہیں اور دو بہنیں اور ایک زوجہ اور اسی زوجہ حیات سے دو لڑکے اور چار لڑکیاں اور دوسری زوجہ متوفیہ سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں چھوڑیں، فریق اوّل یعنی زوجہ اولیٰ کی اولاد سب بالغ ہے اور فریق ثانی یعنی زوجہ ثانیہ کی اولاد بعض بالغ اور بعض نابالغ ہیں۔ فریق اوّل چونکہ بالغ اور غالب تھے اور فریق ثانی نابالغ اور مغلوب، لہذا فریق اوّل کو ہمیشہ فریق ثانی کے ساتھ بوجہ سوتیلے پن کے قدرتی مخالفت ہے، چنانچہ ان نابالغان کے سوتیلے بہن بھائی باتفاق نجم النساء سوتیلی ماں کی والدہ نابالغان کے مخالف اور درپے تخریب و ایذا رسانی و دل آزاری رہی اور شرکت شادی و غمی اور ملنا جلنا تا حیات متوفیہ حمید النساء والدہ نابالغان قطعی ترک رہا مگر حین حیات حاجی کفایت اللہ ان کی عداوت کا کوئی اثر پورے طور پر ظاہر نہیں ہو پایا لیکن بعد وفات حاجی کفایت اللہ فریق اول کی عداوت فریق ثانی کے ساتھ بخوبی ظاہر ہوگئی چنانچہ اس کی وجوہات یہ ہیں:

(۱) یہ کہ بعد وفات حاجی کفایت اللہ ان میں سے نابالغوں کو جو سب سے چھوٹے اور اُن کے اختیار میں تھے ایک خادمہ کے سپرد کرکے گڑھی مانکپور کو جو جائے سکونت سے ایک مسافت بعید پر واقع ہے باقی اعزا و اقارب سے جدا کرکے روانہ کر دیا چھ ماہ تک ان کو لاوارث حیثیت سے چھوڑ رکھا جس کی وجہ سے ان کو طرح طرح کی خورد و نوش وغیرہ کی تکلیف اور اذیتیں پہنچیں۔

Marfat.com

(۲) یہ کہ جملہ آمدنی اُن کے حصص واقعہ میں سے اپنے صرف میں لا چکے ہیں اور اُن کے مصارف کی کوئی خبر گیری نہیں کرتے۔

(۳) یہ کہ بہت سے اشیاء منقولہ زر نقد و زیورات و اشیاء خانگی جو نابالغان سے تعلق رکھتے ہیں ان لوگوں نے مخفی کرلیں اور ظاہر نہیں کیں اور دیون مورث کے وصول کرکے تصرف ذاتی اپنے میں لائے۔

(۴) یہ کہ طریقہ زندگی سوتیلے بھائیوں ان نابالغان کا ناشائستہ اور غیر مہذب بدچلنی کے ساتھ ہے۔

سوال

حاجی محمد کفایت اللہ متوفی نے انتقال کرکے اس شجرہ مذکورہ بالا کے مطابق ورثا چھوڑے، اب ان اولاد نابالغان زوجۂ ثانی متوفیہ، فضل حق، ضیاء الحق، ریاض الحق و احمدی بیگم کا حق ولایت جان و مال ازروئے شرع شریف ان اولیاء میں سے بمقابلۂ وجوہات بالا کے کس کو پہنچتا ہے؛

اخ لاب۔ اخ لاب۔ اخت لاب۔ اخت لاب۔ اخت لاب۔ اخت لاب۔ اخت لاب وام۔ جدہ صحیحہ۔
عبدالحق۔ احسان الحق۔ عجائب النساء۔ لطیف النساء۔ حبیب النساء۔ جمیلی النساء۔ کریم النساء۔ اللہ جلائی۔

عمہ۔ عمہ
نجم النساء۔ صاحب النساء۔

الجواب

حقِ حضانت لڑکے میں سات اور دختر میں نو برس کی عمر تک رہتا ہے اُس کے بعد عصبہ کے پاس رہے گی جو عصوبت میں مقدم ہے یہاں بھی مقدم ہے بشرطیکہ فاسق بدچلن نہ ہو اُس سے صغیر پر اندیشہ نہ ہو اور دختر کے لئے اس کا محرم ہونا بھی شرط۔ اور سات یا نو برس کی عمر تک جو حقِ حضانت میں عورات ذوات فروض مثل مادر و خواہر پھر ذوات رحم مثل خالہ و عمہ عصبات پر مقدم ہیں اُن میں شرط یہ ہے کہ صغیر کے نامحرم کے نکاح میں نہ ہوں ورنہ بچے ماں کو بھی سپرد نہ کئے جائیں گے جہاں شرائط حضانت کی جامعہ کوئی عورت نہ ہوگی، حضانت عصبات پھر ذوی الارحام ذکور کی طرف انتقال کرے گی اور دختر کے لئے وہی محرمیت ضرور ہوگی پھر اگر کوئی ذی رحم ان بچوں کے حق میں قابلِ اعتماد نہ ہو تو ذی علم دیندار خداترس مسلمانانِ شہر کہ کوئی بدعت کفریہ مثل نیچریت و رفض وغیرہما نہ رکھتے ہوں نہ مکذبانِ باری عزوجل یا منکرانِ ختمِ نبوت نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو مسلمان جانتے ہوں جمع ہوکر کسی ایسے ہی متدین لائق کو بچوں کی حفاظت کے لئے تجویز کریں اور لڑکیاں بالخصوص کسی ایسی ہی عورت عاقلہ امینہ قادرہ کو سپرد کی جائیں جو نامحرم کے نکاح میں نہ ہو نہ ایسوں کے یہاں رہتی ہو جن سے بچوں پر مضرت و اذیت کا اندیشہ ہو اور یہ شرط عدم نیچریت و رفض وغیرہ بدعات کفریہ کہ ہم نے ان رائے دہندوں کے لئے ذکر کی مطلقًا

Marfat.com

ہر عورت و مرد میں ضرور ہے جسے حضانت یا حفاظت جان یا مال کی دی جائے بچوں کے مال کو ولایت باپ کے بعد باپ کے وصی کو ہے یعنی جسے وہ کہہ کر مرا ہو کہ میری اولاد کی غور پرداخت کرنا یا کہا ہو میری جائداد کی نگہداشت کرنا، وصی نہ ہو تو وصی کا وصی، وُہ بھی نہ ہو تو دادا، پھر دادا کا وصی، پھر اس کے وصی کا وصی، اور ان میں کوئی نہ ہو تو پھر وہی حکم ہے کہ ذی علم متدین مسلمان نہایت غائر نظر سے مشورہ کرکے کسی ایسے ہی مسلمان کو محافظ مقرر کریں جو یتیم کے مال کو آگ جانتا ہو اور جس شہر میں کوئی عالم دین معتمد سُنّی المذہب فقیہ متدین موجود ہو تو ان امور میں رائے اسی کی معتبر ہے، اور جہاں ایسے چند عالم ہوں وہاں جو اُن سب میں زیادہ علم والا ہو اس پر نظر ہے، جب کوئی مستحقِ حضانت و ولایتِ مال نہ ہو تو وہ عالم شہر اپنی رائے سے بلحاظ امور مذکورہ بچوں کی سپردگی جان و مال کیلئے رجال و نساء باوصافِ مذکورہ تجویز کرے، شریعت کی ایسی باتوں میں جہاں قاضی اسلام نہ ہو اُس عالم شہر کی رائے رائے قاضی اسلام کی مثل ہے، اور مسلمانوں پر اُس کا اتباع لازم ہے، گورنمنٹ نے معاملات مثل نکاح و طلاق و حضانت و ولایت و وراثت و وصایت میں مسلمانوں کو آزادی ہے وُہ ہرگز مجبور نہیں کرتی کہ تم ان امور کو اپنی شرع کے مطابق باہم فیصلہ نہ کرلو بلکہ وُہ خود ان امور میں شریعت و فتوٰی کی طرف رجوع کرتی ہے جہاں تک میرا خیال ہے یہ امور اسی قبیل سے ہیں اور اگر فی الواقع ایسا نہیں بلکہ آزادی کسی حد تک محدود کی گئی ہے تو جہاں تک آزادی ہے اس پر کارروائی لازم ہے واللہ الموفق، درمختار میں ہے:

الحاضنۃ احق بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبہ یفتی واحق بہا حتی تشتہی وقدر بتسع وبہ یفتی[1]

لڑکے پر پرورش کرنے والی کا حق اس وقت تک ہے جب تک وُہ عورتوں کی نگرانی سے مستغنی نہیں ہوجاتا جس کا اندازہ سات سال کی عمر ہے اور اسی پر فتوٰی دیا جائے گا اور لڑکی پر اس کا حق لڑکی کے مشتہاۃ ہونے تک ہے جس کا اندازہ نو سال کی عمر ہے اور اسی پر فتوٰی دیا جائیگا (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فی حاشیۃ البحر للرملی فی المنہاج والخلاصۃ و التاتارخانیۃ ان لم یکن للصبی اب وانقضت الحضانۃ فمن سواہ من العصبۃ اولی الاقرب فالاقرب غیر ان الانثی لاتدفع الا الی محرم[2]

بحر پر رملی کے حاشیہ میں ہے کہ منہاج، خلاصہ اور تاتارخانیہ میں مذکور ہے کہ اگر بچے کا والد نہ ہو اور بچے کی مدتِ پرورش ختم ہوجائے تو بچہ قریب ترین مرد عصبہ کے سپرد کیا جائیگا، مگر بچی ہو تو وہ غیر محرم عصبہ کے سپرد نہ کی جائے گی (ت)

---

[1] درمختار | باب الحضانۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۶۵
[2] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۶۴۳

Marfat.com

تنویر الابصار میں ہے :

الحضانة تثبت للام الا ان تکون مرتدة او غیر مامونة او متزوجة بغیر محرم ثم ام الام ثم ام الاب ثم الاخت لاب وام ثم لام ثم لاب ثم الخالات ثم العمات کذلك[1]

پرورش کا حق والدہ کو ہوگا بشرطیکہ وہ مرتدہ، غیر محتاط اور بچے کے غیر محرم کی منکوحہ نہ ہو۔ والدہ کے بعد نانی، پھر دادی، پھر حقیقی بہن، پھر ماں کی طرف سے سگی بہن، پھر والد کی طرف سے سگی بہن، پھر خالات اور پھر پھوپھیاں اسی ترتیب سے۔ (ت)

درمختار میں ہے :

ثم العصبات بترتیب الارث سوی فاسق و معتوہ ثم اذا لم یکن عصبة فلذوی الارحام[2] (ملخصًا)۔

پھر عصبہ مرد حضرات وراثت کی ترتیب پر ماسوائے فاسق اور پاگل کے، اگر عصبات نہ ہوں تو ذوی الارحام حقدار ہوں گے (ملخصًا)۔ (ت)

برہان وعینی وبحر وردالمحتار میں ہے :

فی البدائع لو کانت الاخوة والاعمام غیر مأمونین علی نفسہا او مالہا لاتسلم الیہم وینظر القاضی امرأة ثقة عدلة امینة فتسلمہا الیہا الی ان تبلغ[3]

بدائع میں مذکور ہے اگر بھائی اور چچے، لڑکی اور اس کے مال کی حفاظت میں غیر محتاط ہوں تو لڑکی ان کے سپرد نہ کی جائے گی اور قاضی لڑکی کے بالغ ہونے تک کسی قابلِ اعتماد عادلہ دیانتدار عورت کے سپرد کردے گا۔ (ت)

درمختار میں ہے :

الحاضنة یسقط حقہا بنکاح غیر محرمہ ای الصغیر وکذا بسکناہا عند المبغضین لہ[4]

پرورش کرنے والی بچے کے غیر محرم کی منکوحہ ہونے یا بچے کے مخالفین کے ہاں رہائش پذیر ہونے کی بنا پر پرورشِ صغیر کی حقدار نہ رہے گی۔ (ت)

اُسی میں ہے :

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار | باب الحضانة | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۶۴
[2] ایضًا
[3] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۶۳۸
[4] درمختار | " | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۶۵

Marfat.com

ولیه فی المال ابوہ ثم وصیه ثم وصی وصیه ثم جدہ الصحیح ثم وصیه ثم وصی وصیه ثم القاضی[1]

بچّے کے مال کے متعلق ولی والد ہوگا پھر والد کا وصی پھر وصی کا وصی پھر حقیقی جدِ صحیح (جو کسی عورت کے واسطہ کے بغیر ہو) پھر دادے کا وصی پھر اس کے وصی کا وصی اور پھر قاضی ہوگا۔ (ت)

حدیقہ ندیہ میں ہے:

فی العتابی اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایة فالامور موکلة الی العلماء ویلزم الامة الرجوع الیھم فاذا عسر جمعھم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائه فان کثروا فالمتبع اعلمھم[2]

عتابی میں مذکور ہے کہ جس وقت با اختیار حاکم شرعی نہ پایا جائے تو پھر معاملات علماء کے سپرد قرار پائینگے تو اُمت پر لازم ہے کہ وُہ علماء کی طرف اپنے معاملات میں رجوع کرے، پھر جب سب کا ایک عالم کی طرف رجوع کرنا مشکل ہو تو پھر ہر علاقہ والے اپنے اپنے علاقہ کے علماء کی طرف راجع ہوں، اور اگر علاقہ میں علماء کی کثرت ہو تو پھر سب سے بڑے عالم کی اتباع کریں۔ (ت)

جب یہ مسائل معلوم ہولئے اب صورت مستفسرہ کی طرف چلئے، فضل حق و ضیاء الحق تو حدِ حضانت سے نکل چکے ہیں کہ اُن کی عمریں سات سال سے زائد ہیں، انھیں چاہئے تھا کہ عصبات کے سپرد ہوں، عصبہ یہاں سوتیلے بھائی ہیں جنھیں سائل بدچلن بتاتا ہے اور نابالغوں کا بدخواہ و دشمن بھی، اور فی الواقع سوتیلوں میں خصوصًا جہاں جائداد کا قدم درمیان ہو بدخواہی نہ ہونا ہی تعجب ہے، تو لازم ہے کہ ان دونوں بچوں کے لئے کوئی اور عصبہ دیندار معتمد بشرائط مذکورہ تلاش کیا جائے، سائل نے زبانی احمدی بیگم کو ریاض الحق سے بھی چھوٹی بتایا تو یہ دونوں ابھی حضانت طلب ہیں، اللہ جلائی کو سائل مختل الحواس بتاتا ہے اور کریم النساء حقیقی بہن بچوں کے نامحرم کے نکاح میں ہے یونہی سوتیلی بہنیں بھی، اور ان کا نامعتمد ہونا علاوہ، بچّوں کی کوئی خالہ بیان میں نہ آئی پھوپھیوں کی نسبت بھی مسموع ہُوا کہ نامحرموں کے نکاح میں ہیں، اس تقدیر پر ان کی حضانت بھی بھائیوں کی طرف آتی ہے مگر اُن میں وہی موانع ہیں تو اس کے لئے بھی کوئی عصبہ اور وُہ نہ ہو تو ذورحم تلاش کرنا چاہئے اور احمدی بیگم کے واسطے اس کا محرم بھی درکار، یہ حفاظتِ جان تھی، رہی سپردگیٔ مال اس کے لئے لازم کہ باپ کا وصی یا

---

[1] درمختار کتاب الماذون مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۰۳

[2] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ النوع الثالث مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۳۵۱

Marfat.com

وصی وصی یا دادا یعنی پدرِ پدر کا وصی یا وصیِ وصی کی تحقیق کریں، مثلاً حاجی کفایت اللہ نے اگر کریم النسا، یا اپنی بہن نجم النسا، یا صاحب النسا۔ یا جس کسی شخص کو ان بچّوں یا اپنی جائداد کی نگہداشت کی وصیت کی ہو نابالغوں کے مال اُسی کو سپرد کئے جائیں گے، یہ تین مقام تلاش و تحقیق کے ہیں، ان میں سے جس میں بعد تلاش بھی کوئی شخص اُن شرائط کا نہ ملے تو عالم شہر کی رائے لی جائے گی۔ یہ مسئلہ پیلی بھیت کا ہے اور وہاں اُن صفاتِ مذکورہ کا کوئی عالم نہیں سوا مولنا محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی دامت فیوضھم کے، تو ان کی طرف رجوع لازم اور اُن پر واجب کہ بعد غور تمام و تحقیقاتِ تام جملہ مسائل مذکورہ و مصالح نابالغین و مالھم و ماعلیھم پر نظر غائر فرما کر جزم و احتیاط کامل سے کام لیں اور ذی رائے دیندار اہلسنت عمائد شہر کو رائے و شورٰی میں شریک کریں۔ وباللہ العصمۃ والتوفیق (اور اللہ تعالٰی کی امداد سے ہی عصمت اور توفیق ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۷

ایک عورت کا خاوند فوت ہوگیا، بعد انتقال دو ماہ اُس عورت کے لڑکا پیدا ہُوا اور بعد چندے زمانہ عدّت گزرنے پر عورت نے نکاحِ ثانی کرلیا، پرورش اُس بچّے کی اب تک کہ قریب تین سال کے ہُوئے وہ عورت کرتی ہے اُس بچہ کے دادا نے اس درمیان میں یہ چاہا تھا کہ اُس بچّہ کی پرورش میں کروں لیکن اُس عورت نے نہیں دیا اور کہا کہ بعد ہوشیار ہو جانے کے لے لینا، اب صورتِ مسؤلہ یہ ہے کہ اُس بچہ کی پرورش اُس کی والدہ کب تک کرنے کی مستحق ہے، اگر دادا بچہ کا اُس بچہ کو اپنے پاس رکھنے کو لے تو اُس کی ماں کو بطریقہ شرعی کچھ خوراک یا نفقہ معین کرنا یا معاوضہ میں دینا چاہئے یا نہیں، اور اُس زیور میں اُس لڑکے کا کچھ حق ہے یا نہیں جو اُس کی ماں کے پاس ہے، اگر ہے تو کس قدر؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

عورت نے اگر پسر کے محرم مثلاً حقیقی چچا سے نکاح کیا ہے تو لڑکا سات برس کی عمر تک ماں ہی کے پاس رہے گا اور اس مدت تک عورت اُسی کے پالنے پر ماہانہ پائے گی جس کا وجوب لڑکے کے مال میں ہوگا اور لڑکے کا مال نہ رہے تو اس کے دادا پر ہوگا۔

فی الدر المختار تستحق الحاضنۃ اجرۃ الحضانۃ وھی غیر اجرۃ ارضاعہ ونفقتہ کما فی البحر عن السراجیۃ و فی کتب الشافعیۃ مئونۃ الحضانۃ،

درمختار میں ہے کہ پرورش کرنے والی اجرت کی مستحق ہوگی جو بچّے کو دُودھ پلانے کی اُجرت اور نفقہ ولد کے علاوہ ہوگی، جیسا کہ بحر نے سراجیہ سے نقل کیا ہے اور شافعی حضرات کی کتب میں ہے کہ پرورش کا خرچہ

Marfat.com

فی مال المحضون لولہ مال والا فعلی من تلزمہ نفقتہ قال شیخنا وقواعدنا تقتضیہ فیفتی بہ[1] اھ مختصرا وفی رد المحتار عن الشامی عن البرجندی تجبر الام علی الحضانۃ اذا لم یکن لہا زوج والنفقۃ علی الاب، وقال الفقیہ ابوجعفر تجبر وینفق علیہا من مال الصغیرۃ وبہ اخذ الفقیہ ابو اللیث[2] اھ مختصرا۔

پرورش پانے والے بچے کے مال سے ادا ہوگا اگر بچے کا اپنا مال ہو، اگر بچے کا اپنا مال نہ ہو تو پھر یہ اسی شخص پر ہوگا جس پر بچے کا نفقہ واجب، ہمارے شیخ نے فرمایا ہمارے قواعد بھی یہی تقاضا کرتے ہیں لہذا اس پر فتوی دیا جائے گا اھ مختصرًا۔ ردالمحتار میں شامی نے برجندی سے نقل کیا ہے کہ جب خاوند نہ ہو تو ماں کو پرورش پر مجبور کیا جائے گا اور پرورش کا خرچہ بچے کے والد پر ہوگا، اور ابوجعفر فقیہ نے فرمایا کہ بچّے کی پرورش کے لئے ماں کو مجبور کیا جائے گا اور خرچہ خود بچّے کے مال سے ادا کیا جائے گا، اسی کو فقیہ ابولیث سمرقندی نے لیا ہے اھ مختصرًا (ت)

ہاں اگر لڑکے کی کوئی قریب رشتہ دار عورت لائق حضانہ مثلاً خالہ یا پھُپی بلا اجرت حضانت پر راضی ہو تو اس صورت میں کہ لڑکا مال رکھتا ہے اور اُس کا مال بچانے کو لڑکے کی ماں سے کہا جائے گا یا تو تُو مفت اپنے پاس رکھ یا اُس دوسری عورت کو دے دے کہ مفت پرورش کرے،

فی ردالمحتار انکان المتبرع غیر اجنبی والصغیر لہ مال یقال للام اما ان تمسکیہ مجانا او تدفعیہ للعمۃ مثلا المتبرعۃ صونا لما لہ لولہ مال[3] (ملخصًا)

ردالمحتار میں ہے، اگر مفت میں پرورش کرنے والی غیر اجنبی عورت (محرم) ہو اور بچے کا اپنا مال ہو تو ماں کو کہا جائے گا کہ تُو بچّے کی مفت میں پرورش کر یا پھر مفت پرورش کرنے والی محرم مثلاً پھوپھی کو سونپ دے یہ اس لئے کہ بچّے کا مال محفوظ رہے۔ (ملخصا)۔ (ت)

اور جس سے عورت نے نکاح کیا لڑکے کا محرم نہیں تو عورت کا حقِ حضانت ساقط ہوگیا لڑکا اُس سے فورًا لے لیا جائے اور نانی وُہ نہ ہو تو دادی پھر بہن پھر خالہ پھر پھپھی جو ان میں قابل حضانت ہو کہ لڑکے کے اجنبی کے نکاح میں نہ ہو اُسی کے پاس سات سال کی عمر تک رکھا جائے اور عورتوں میں کوئی ایسی نہ ہو تو دادا

---

[1] درمختار | باب الحضانۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۶۴
[2] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۶۳۶
[3] " | " | " " " | ۲/۶۳۸

Marfat.com

لے لے، جو زیور اُس کے باپ نے اس کی ماں کو ہبہ کر دیا ہو اس میں لڑکے کا کچھ حق نہیں ورنہ بعد فرض اصحاب فرائض باقی لڑکے کا ہے مثلاً اُس کے باپ کا سوا زوجہ و پدر و پسر کے کوئی وارث نہ ہو تو بعد دین و وصیت ۲۴ حصے ہو کر ۳ حصے زوجہ اور ۴ والد اور ۱۷ پسر کو ملیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۸ ۷ شعبان ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک زوجہ اور ایک لڑکا ایک لڑکی نابالغ اور ایک بیٹی بالغہ منکوحہ بیوہ اور ایک بھائی چھوڑ کر انتقال کیا، زوجہ نے کہ اس بچے کی ماں ہے ایک اجنبی آدمی سے نکاح کر لیا جو ان بچوں کا رشتہ دار نہیں، لڑکا چار برس کا ہے اور لڑکی آٹھ برس کی، اُس کی ماں ایک جگہ اُس کا نکاح کیا چاہتی ہے، چچا وہاں راضی نہیں بلکہ اپنے بھتیجے یعنی دوسرے بھائی کے پسر سے نکاح کرنا چاہتا ہے اس صورت میں اُن نابالغوں کا اختیار ماں کو ہے یا چچا کو؟ اور اُن کے رکھنے کا اختیار کسے ہے؟ نابالغوں کی نانی دادی کوئی نہیں، خالہ اور دو پھپیاں اُنھیں اپنے پاس رکھنے پر راضی نہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں اُن نابالغوں کے نکاح کا اختیار چچا کے سوا کسی کو نہیں۔ اس کے ہوتے ہوئے ماں نکاح میں کچھ دخل نہیں رکھتی

فی تنویر الابصار ان لم تکن عصبۃ فالولایۃ للام[1] تنویر الابصار میں ہے: اگر کوئی عصبہ ولی نہ ہو تو پھر ولایت ماں کو حاصل ہوگی۔ (ت)

اور جبکہ وُہ اپنا نکاح ایک اجنبی شخص سے کر چکی تو اُسے ان بچوں کے رکھنے کا بھی اختیار نہیں،

فی الدر المختار الحضانۃ للام الا ان تکون فاجرۃ او متزوجۃ بغیر محرم الصغیر[2] اھ مختصرا۔ درمختار میں ہے: پرورش کا حق ماں کو ہے مگر جب وُہ فاجرہ ہو یا بچے کے غیر محرم کی منکوحہ ہو تو پھر نہیں اھ مختصراً (ت)

بلکہ لڑکا سات برس اور لڑکی نو برس کی عمر تک اپنی بیوہ بہن کے پاس رہیں، اور وُہ نہ رکھے تو خالہ کے پاس، وُہ بھی قبول نہ کرے تو پھپیوں کے پاس،

فی الدر المختار ثم بعد الام بان ماتت درمختار میں ہے، ماں فوت ہو جائے یا بچے کو قبول

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۳
[2] " " " باب الحضانۃ " " " ۱/۲۶۴

Marfat.com

اولم تقبل اوتزوجت باجنبی ام الام، ثم ام الاب، ثم الاخت، ثم الخالات، ثم العمات[1] اھ مختصرا، وفی ردالمحتار الحاضنة لا تجبر اذا لم تتعین لها، لان المحضون ح لایضیع حقہ لوجود من یحضنہ غیرھا وتجبر اذا تعینت لعدم من یحضنہ غیرھا[2] اھ ملتقطا وتمام تحقیقہ فیہ وھذا حاصل ماوفق بہ بین نقلین مختلفین، وفی الدرالمختار الحاضنة اما او غیرھا احق بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبہ یفتی وبالصغیرۃ حتی تشتھی وقدر بتسع وبہ یفتی[3] اھ بالالتقاط، واللہ تعالٰی اعلم۔

نہ کرے یا بچے کے غیر محرم کی منکوحہ ہو تو پھر ماں کے بعد نانی، پھر دادی، پھر بہن، پھر خالات، پھر پھوپھیاں ترتیب وار حقدار ہیں اھ مختصرا، اور ردالمحتار میں ہے کہ پرورش کرنے والی اگر واحد اکیلی نہ ہو تو اس کو مجبور نہ کیا جائے کیونکہ پرورش پانے والے بچّے کا حق ضائع نہ ہوگا اس لئے کہ دوسری پرورش کرنے والی موجود ہے، ہاں اگر پرورش کرنے والی واحد اکیلی ہونے کی وجہ سے وہی متعین ہے تو اس کو مجبور کیا جائے گا، کیونکہ دوسری نہ ہونے کی وجہ سے بچّے کا حق ضائع ہوگا اھ ملتقطا، اس بحث کی مکمل تحقیق اسی میں ہے، یہ دو مختلف نقول میں توفیق کا حاصل ہے، درمختار میں ہے کہ پرورش کرنے والی ماں ہو یا کوئی اور وہ لڑکے کی حقدار ہیں جب تک لڑکا عورتوں کی نگرانی سے مستغنی نہیں ہوجاتا، جس کا اندازہ سات سال کی عمر ہے اور اسی پر فتوٰی دیا جائے گا، اور پرورش کرنے والی لڑکی کی حقدار ہیں جب تک لڑکی مشتہاۃ نہ ہوجائے جس کا اندازہ نو سال کی عمر ہے اور اسی پر فتوٰی دیا جائے گا اھ ملتقطا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)۔

مسئلہ ۱۴۹: ۱۰ جمادی الآخرہ ۱۳۰۷ھ

زن و شوہر میں نا اتفاقی ہے ان کی لڑکی کی عمر قریب چھ برس کے ہے شوہر نے جبر کرکے اس کو ماں کے پاس سے علیحدہ کرلیا ہے اور اس کو ماں کے پاس نہیں آنے دیتا ہے، پس اس صورت میں حکم شرع شریف استفسار ہے کہ لڑکی کس کے پاس رہے اور حق ماں کو لڑکی کے رکھنے کا کے برس کی عمر تک ہے اور باپ لڑکی کا بحالت موجود ہونے لڑکی کی ماں کے مستطیع ہے اور اس کی تعلیم اچھی طرح کرسکتی ہے لڑکی کو اپنے پاس رکھ سکتا

---

[1] درمختار	باب الحضانۃ	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۲۶۴
[2] ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۶۳۶
[3] درمختار	"	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۲۶۵

Marfat.com

ہے یا نہیں، اور باپ لڑکی کا غیر مستطیع ہے فقط بینوا توجروا۔

الجواب

لڑکی نو برس کی عمر تک ماں کے پاس رہے گی بعدہٗ باپ کو دے دی جائے گی، اس سے پہلے جب تک ماں میں کوئی اور مسقط حضانت نہ ثابت ہو کسی کو بلا وجہ شرعی اس سے لینے کا اختیار نہیں،

فی الدرالمختار الام والجدۃ احق بہا حتی تشتھی وبہ یفتی[1] — درمختار میں ہے کہ ماں اور دادی لڑکی کے مشتہاۃ ہونے تک حقدار ہیں اور اسی پر فتوٰی دیا جائے گا۔ (ت)

اُسی میں ہے:

وقدر بتسع وبہ یفتی[2] واللہ تعالٰی اعلم۔ — مشتہاۃ اندازاً نو سال کی عمر ہے، اور اسی پر فتوٰی دیا جائیگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۰: از رنگون سورتی بازار دکان ۲۶۸ مرسلہ شیخ عبدالستار بن اسمٰعیل صاحب ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمر کی دو لڑکیاں زبیدہ اور ہندہ تھیں، زبیدہ کا نکاح خالد سے ہوا اور ہندہ کا نکاح بکر کے لڑکے ولید سے۔ ولید سے ہندہ کو ایک لڑکا زید تولد ہوا، بعد کو ولید انتقال کرگیا۔ کچھ عرصہ بعد زبیدہ جو کہ خالد کے نکاح میں تھی گزر گئی، اس کے بھی چند اولادیں، بعد ایک عرصہ کے عمرو نے سنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سمجھ کر بیوہ ہندہ کا نکاح اپنی مرحوم لڑکی زبیدہ کے خاوند سے کردیا، یہ بات ہندہ کے اگلے شوہر ولید کے باپ بکر کو ناگوار گزری اور ولید کے لڑکے زید کو اپنے قبضے میں لے لیا اور اُس لڑکے کو اُس کی والدہ سے اور والدہ کے رشتہ داروں سے ملنے جلنے نہ پائے اس کا سخت بندوبست کیا اس طرف اب زید کی والدہ جو نکاح ثانی کرچکی ہے لڑکے کے فراق میں سخت بے چین ہے روز وشب لڑکے کو یاد کرتی ہے اُس بچّے سے کسی طرح بھی ملنا چاہتی ہے حتی کہ ہندہ کی صحت بھی بگڑ چکی ہے اس سبب سے ہندہ کے والد عمرو بھی بے چین ہیں اور بہت ذریعے سے بکر سے عرض کرچکے ہیں حتی کہ ایک جلسے جماعت مسلمین میں بھی یہ طے پایا کہ بکر کو جماعت کی طرف سے عرض کیا جائے کہ زید کو اس کی والدہ ہندہ کے پاس وقتاً فوقتاً کچھ دیر ملاقات کے لئے بھیجا کرے، مگر پھر بھی نتیجہ کچھ حاصل نہ ہوا۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ فعل بکر کا جائز ہے یا نہیں، کس طرح کے حقوق اس وقت ایک دوسرے پر ہیں، کیا بکر پر فرض نہیں کہ زید کو اُس کی والدہ کے پاس صرف ملاقات کے لئے بھیجا کرے، کیا ایسے

---

[1] درمختار — باب الحضانۃ — مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۵

[2] ایضاً

Marfat.com

افعال اور جبر سے نکاح ثانی جو کہ نہایت ضروری سنّت شریف ہے کہ کرنے میں رکاوٹیں پیدا نہ ہوں گی خصوصًا ایسی حالت میں جبکہ ہند میں اکثریہ مذموم رسم جاری ہے کہ نکاح ثانی نہیں کرتے، کیا والدہ بیچاری جس کی محبّت بچّے کے ساتھ اظہر من الشمس ہے خصوصًا بچہ جبکہ سات، آٹھ، نو سال ہی کا ہو اتنا بھی حق نہیں رکھتی کہ ایک آدھ مرتبہ بچّے کی صُورت دیکھ لے۔

الجواب

اگر ماں دُوسرا نکاح نہ بھی کرے تو لڑکا سات برس کی عمر کے بعد اُس کے پاس نہ رکھا جائے گا دادا لے لے گا اور اگر سات برس سے کم عمر ہو اور ماں دوسرا نکاح نہ کرے یا کرے تو لڑکے کے محرم یعنی چچا سے، تو لڑکا سات سال کی عمر ہونے تک ماں کے پاس رہے گا دادا نہیں لے سکتا، لیکن جب لڑکے کے نامحرم مثلاً خالو سے نکاح کرلے، جیسا یہاں ہُوا تو اس نکاح کرنے کو جو بُرا کہے گا سخت گنہگار ہو گا لیکن شوہر دوم نامحرم پسر ہونے کے سبب لڑکا ماں سے لے لیا جائے گا، یہ سب مسائل درمختار وغیرہ عامہ کتب میں مصرح ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ بچہ ماں سے بالکل تڑا لیا جائے اُس سے ملنے تک نہ دیں، یہ حرام اور سخت حرام ہے۔ سنن ابن ماجہ میں ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعنہ اللہ من فرق بین الوالدۃ و ولدھا۔[1]

اللہ کی لعنت ہے اس پر جو ماں اور اُس کے بچے میں جُدائی ڈالے۔

بکر پر لازم ہے کہ اس حرکت سے توبہ کرے اور بچّے کو اُس کی ماں سے ملنے دے اور بلا وجہ ایذائے مسلمان کا شدید وبال اپنے سر نہ لے۔ صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذٰی مسلمًا فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ[2] رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزّوجل کو ایذا دی۔ (اس کو طبرانی نے اوسط میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] سنن ابن ماجہ باب النہی عن التفریق بین السبی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۶۳

[2] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف الریاض ۴/۳۷۳

Marfat.com

مسئلہ ۱۵۱ از حسن پور ضلع سارن مسئولہ شاہ حمید احمد ۲۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے باپ، بی بی اور دس سالہ لڑکی نابالغہ چھوڑ کر انتقال کیا، زید کی بی بی نے بعد ایامِ عدت زید کے ایک ایسے بھائی سے عقدِ ثانی کرلیا جو بعد وفات پدر زید کے اس کے ترکہ کا وہی وارث جائز ہے اور مکان بھی اُس کا بالکل زید کے مکان سے متصل ہے اور زید کے ہر جزو جائداد میں حصہ دار بھی ہے اور لڑکی زید کی آج تک پرورش اور پرداخت میں اپنی ماں کے ہے، ایسی صورت میں حقِ پرورش و پرداخت و ولایت نکاح کا لڑکی کی ماں کو حاصل ہے یا دادا کو باوجودیکہ لڑکی ہنوز پرورش و پرداخت میں اپنی ماں کی ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

لڑکی کے نکاح یا اس کے مال کی نگہداشت کا حق تو باپ کے بعد دادا کے سوا کسی کو نہ تھا، پاس رکھنے کا حق ماں کو تھا۔ جب لڑکی نو برس کی ہوئی وہ بھی ختم ہوگیا اب دادا اُسے لے لے گا، ماں یا چچا کسی کو تعرض کا اختیار نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۲ از ریاست جاورہ سڑک ترلام دروازہ مرسلہ چھوٹے خاں معرفت سید حسن انسپکٹر ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ حامد لاولد کو زید صاحبِ اولاد نے اپنی ایک دختر بسبب محبت و یگانگت و ہمدردیِ اسلامی لوجہ اللہ دے کر یہ اختیار دے دیا کہ اب یہ لڑکی تمہاری ہے ہمارا کسی قسم کا اس پر دعوٰی جھگڑا نہیں ہے اس کو بطور اولاد کے تم پرورش کرو اور جہاں چاہو اس کی شادی وغیرہ کردینا ہمیں کوئی تعلق نہیں، چنانچہ حامد نے دس گیارہ سال تک اُس دختر کو بطور اولاد خود اپنے پاس رکھ کر اپنے صرفہ سے پرورش کیا اور اب جبکہ دختر ہوشیار ہوئی تو زید نے بباعث طمع یا جو کچھ ہو اپنی طرف اُس کو لوٹانا چاہا اور حامد اُس کے دینے سے انکاری ہے تو ایسی صورت میں عندالشرع دخترِ مذکورہ اس کے والدین کو دلائی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر دلائی جاسکتی ہے تو کیا بلا ادائے صرفہ پرورشِ دختر؟

الجواب

دختر کا ہبہ کردینا باطل ہے نہ وہ باپ کی ملک تھی نہ حامد کی ملک ہوگئی، اور اب کہ بالغہ ہوئی یا قریب بلوغ پہنچی جب تک شادی نہ ہو ضرور اس کو باپ کے پاس رہنا چاہیے یہاں تک کہ نو برس کی عمر

Marfat.com

کے بعد سگی ماں سے لڑکی لے لی جائے گی اور باپ کے پاس رہے گی نہ کہ اجنبی جس کے پاس رہنا کسی طرح جائز ہی نہیں، بیٹی کر کے پالنے سے بیٹی نہیں ہو جاتی، اس نے جو خرچ کیا اپنی اولاد بنا کر کیا نہ کہ بطور قرض، لہذا واپسی کا بھی مستحق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

Marfat.com

بابُ النّفقۃ

(نفقہ کا بیان)

مسئلہ ۱۵۳: ۹ ربیع الاول شریف ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دیں اور عدت گزر چکی اب عورت کا نفقہ زید پر واجب ہے یا نہیں؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا (بیان کیجئے اجر پایئے۔ ت)

الجواب

اگر فی الواقع عدت گزر چکی (یعنی حاملہ تھی تو وضعِ حمل ہوگیا ورنہ طلاق کے بعد تین حیض شروع ہو کر ختم ہو لئے) تو اب نفقہ واجب نہیں کہ مطلّقہ کا نفقہ عدت تک ہے بعد عدت کوئی علاقہ باقی نہیں جس کے سبب نفقہ لازم ہو، فی ردالمحتار النفقۃ تابعۃ للعدۃ[1] (ردالمحتار میں ہے: عورت کا نفقہ عدت کے تابع ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۴: از ٹونک محلہ قافلہ مرسلہ مولوی سید ولی اللہ صاحب ۲۱ شوال ۱۳۰۹ھ

بعالیجناب فیض مآب حضرت مولنا و بالفضل اولانا قبلہ وکعبہ ام مولنا احمد رضا خاں صاحب ادام اللہ فیضہ، پس از تسلیم نیاز معروض می دارد۔ نقل اقرار نامہ بذریعہ عریضہ ہذا خدمت شریف میں ابلاغ ہے بروئے اس کے

---

[1] ردالمحتار باب النفقۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۶۹

Marfat.com

مدعیہ مسماۃ رقیہ بیگم کو اختیار حاصل ہے کہ بصورت ہونے تکلیف کے اپنے والدین کے مکان پر جاکر ہمیشہ رہے یا نہیں، اور جواز اس کا شرع سے ہے یا نہیں؟

اوّل یہ تکلیف ہے نان نفقہ جو پہلے دیتا تھا نہیں دیتا باوجود مقدوری کے۔

دوسرے سخت و سُست بولتا ہے۔

تیسرے بدعہدی کرتا ہے کہ حقِ زوجہ ادا نہیں کرتا ہے۔

چوتھے والدین کے مکان پر حسبِ اقرار جانے نہیں دیتا۔

پانچویں وعدہ تھا کہ مہر معجل دُوں گا اور ڈگری بھی شریعت سے ہوگئی یکمشت دلانے کی، آج تک نہیں دیا، برخلاف اُس کے ما عسہ دئے ہیں باقی ہنوز بے وصول ہیں، اور یہ بھی مسمّاۃ کہتی ہے اگر مکان مسکونہ جو متصل والدین کے ہے اس میں تکلیف ہے دیگر محلہ میں رہے تو نہیں رہنے دیتا، یہ درخواست بھی قابلِ لحاظ ہے یا نہیں؟

(مہر شریعت) ناظم شریعت

نقل اقرارنامہ

میں کہ سیّد احمد علی بن سید اکبر علی مرحوم ساکن کالی پلٹن ام جو کہ مسماۃ رقیہ بیگم زوجہ مظہر نے نسبت میرے دعویات تکلیفات قسم قسم و زرِمہر وغیرہ دائر عدالت شرع شریف کئے ہیں بناء براں فی الحال اقرار کرتا ہوں و لکھے دیتا ہوں کہ آئندہ کسی قسم کی تکلیف مسمّاۃ مذکور کو نہ دُوں گا اور حُسنِ سلوک خود سے سب طرح رضامند رکھا کروں گا اگر خلاف حکم شرع کے کوئی بات نسبت مسمّاۃ مذکور کروں اور زوجہ میری مجھ سے ناراض ہو تو بدل اس بدعہدی کا اُس صورت میں حسب تحریر معاہدہ ہذا کے مدعیہ اختیار رکھتی ہے کہ اپنے والدین کے مکان پر جا رہے میں مزاحمت نہیں کروں گا اور مسافرت کو نہیں جانے پائے گی، لہذا یہ چند کلمہ بطریق اقرارنامہ لکھ دئے کہ سند ہو فقط، المرقوم ۱۷ ذی قعدہ ۱۳۰۸ ہجریہ

العبــــــــــــــــــــــــــد

سیّد احمد علی

گواہ شد
منشی عبداللہ وکیل بقلم خود

گواہ شد
نصرت یار خاں (دستخط ہندی)

امید کہ براہِ عنایت بزرگانہ اس کا جواب تحریر فرما کر تابعدار کو سرفراز فرمایا جائے۔

عریضۂ ادب: محمد ولی اللہ عفاعنہ مولاہ برادر حقیقی مولوی سید ظہور اللہ صاحب از ریاست ٹونک

Marfat.com

الجواب

یہ اقرار نامہ کوئی چیز نہیں، نہ اس کے سبب رقیہ بیگم اپنے شوہر کا وُہ حق جو شرع اُس کے لئے ثابت کرے، بعد ثابت ہونے کے ساقط و باطل کر سکتی ہے، شرع مطہر نے شوہر کو حقِ حبس دیا ہے کہ عورت کو اپنے پاس رکھے، مگر یہاں بات یہ ہے کہ جب سید احمد علی نے ابھی رقیہ بیگم کا مہر معجل ہی پُورا ادا نہ کیا ہنوز سید مذکور کو رقیہ بیگم کے حبس کرنے اور اپنے پاس رکھنے کا سرے سے اختیار ہی حاصل نہ ہُوا کہ شوہر کو یہ اختیار بعد ادائے مہر معجل حاصل ہوتا ہے بلکہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب میں تو اُس کے وصول سے پہلے برضائے زوجہ وطی واقع ہونا بھی عورت کو حبس پر مجبور نہیں کرتا،

هذا هو مذهب الامام وعليه المتون فعليه التعويل كما حققناه فی کتاب النکاح من فتاوٰنا بتوفیق اللّٰه تعالٰی۔

امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی کا یہی مذہب اور اس پر متون وارد اور اسی پر اعتماد ہے جیسا کہ ہم نے اللہ تعالٰی کی توفیق سے اپنے فتاوٰی کے کتاب النکاح میں اسکی تحقیق کی ہے (ت)

درمختار میں ہے:

لها منعه من الوطیٔ ودواعیه، شرح مجمع، والسفر بها ولو بعد وطیٔ وخلوة رضيتهما لان كل وطأة معقود عليها فتسليم البعض لا يوجب تسليم الباقی[1]

بیوی کو حق حاصل ہوگا کہ وُہ خاوند کو جماع اور اس دواعی سے روک دے، شرح مجمع۔ اور سفر پر ہمراہ لے جانے سے بھی روک سکتی ہے اگرچہ وطی اور خلوت برضا کے بعد چاہے تو بھی روک سکتی ہے، کیونکہ ہر بار کا جماع عقد کا بدل ہے تو بعض کو سونپنا کل بدل کا سونپ دینا نہیں بنتا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله والسفر الاولى التعبير بالاخراج كما عبر فی الكنز ليعم الاخراج من بيتها كما قاله شارحوه[2] ط۔

قولہ سفر پر لے جانا' یہ باہر لے جانے کی تعبیر سے بہتر ہے جیسا کہ کنز میں تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ باہر لے جانا تو گھر سے باہر ہمراہ کرنے کو بھی شامل ہے جیسا کہ کنز کے شارحین نے کہا ہے ط۔ (ت)

تو صورتِ مستفسرہ میں جب تک باقی مہر معجل ادا نہ ہو جائے رقیہ بیگم کو اختیار ہے کہ شوہر کے گھر نہ جائے اُسے اپنے

---

[1] درمختار | باب المہر | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۰۲

[2] ردالمحتار | 〃 | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۳۵۸

Marfat.com

پاس آنے نہ دے، نہ اپنے بدن کو ہاتھ لگانے دے، ہاں جب وُہ مہرِ معجل تمام وکمال ادا کر لے اس وقت رقیہ بیگم بے اذنِ شوہر اپنے گھر نہیں رہ سکتی، نہ اس اقرار نامہ کی بنا پر شوہر سے مواخذہ کرسکتی ہے کہ بالفعل شوہر کو حقِ حبس حاصل نہ ہوتا جس طرح ابھی رقیہ بیگم کو تا ادائے مہرِ معجل آزادی دے رہا ہے یونہی اس اقرار نامہ کو بھی باطل محض وبے اثر کر رہا ہے کہ اس کا حاصل اگر ہے تو یہی کہ شوہر درصورت بدعہدی اپنے حقِ حبس کو ساقط کرتا ہے وہ حق اُسے ہنوز حاصل ہی نہیں تو ساقط کس چیز کو کرے گا، اسقاط کے لئے پہلے ثبوت درکار، جو شئ ہنوز ثابت ہی نہیں ساقط کیا ہوگی، تو احمد علی کی یہ تحریر محض مہمل وبیکار ہُوئی جس سے رقیہ بیگم کو کسی وقت استناد کا محل نہیں، امام علامہ زیلعی تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں فرماتے ہیں:

لھا ان ترجع ان وھبت قسمھا للاخری، لانھا اسقطت حقالم یجب بعد فلا یسقط، وھذا لان الاسقاط انما یتحقق فی القائم[۱] الخ۔

بیوی نے اگر اپنی باری کا حق دوسری بیوی کو دیا ہو تو وہ واپس اپنا حق لے سکتی ہے کیونکہ اس نے اپنے حق کو ساقط کیا جو اپنی ابھی تک خود اس کے لئے واجب وثابت نہ ہُوا تھا لہذا وُہ ساقط نہ ہوا، یہ اس لئے کہ اسقاط تب قرار پاتا ہے جب وُہ خود ثابت ہو جائے (ت)

پھر اس تقریر کی بھی حاجت کہ نفس عبارت دستاویز کو خلل سے سالم مان لیا جائے ورنہ نظر فقہی تو (قطع نظر اس سے کہ مہرِ معجل ہنوز ادا ہُوا یا نہیں اور وطی برضائے رقیہ بیگم واقع ہُوئی یا نہیں) خود اس نفس تحریر کو مہمل ومختل بتاتی ہے کہ اُس نے اسقاطِ حقِ حبس کو معلق کیا اور یہ اسقاط سرے سے قابلیتِ تعلیق نہیں رکھتا،

لانہ مما لا یحلف بہ کما لا یخفی وکل اسقاط لا یحلف بہ فانہ لا یصح تعلیقہ۔

کیونکہ یہ وُہ چیز ہے جس کا حلف (کسی شئے سے مشروط کرنا) نہیں دیا جا سکتا جیسا کہ مخفی نہیں ہے، اور ہر اس چیز کا اسقاط جو قابلِ حلف نہ ہو تو اس کی تعلیق (شرط سے مشروط کرنا) صحیح نہیں۔ (ت)

درمختار میں ہے:

مایجوز تعلیقہ بالشرط ھو مختص بالاسقاطات المحضۃ التی یحلف بھا کطلاق وعتاق وبالالتزامات التی یحلف

جس چیز کو کسی شرط سے مشروط کیا جا سکتا ہے وہ صرف اسقاطات محضہ ہیں جن کا حلف دیا جا سکتا ہے جیسا کہ طلاق وعتاق ہے، اور وہ التزامات ہیں جن کا حلف

---

[۱] تبیین الحقائق باب القسم المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ بولاق مصر ۲/ ۱۸۱

Marfat.com

بهاکحج وصلٰوۃ والتولیات کقضاء وامارۃ عینی و زیلعی[1]

دیا جاسکتا جیسا کہ حج و نماز ہے اور وہ معاملات کی ذمہ داریاں ہیں، جیسا کہ قضاء اور امارت ہے، عینی اور زیلعی۔ (ت)

ردالمحتار میں خلاصہ سے ہے:

انما یحتمل التعلیق بالشرط مایجوز ان یحلف بہ[2]

کسی شرط کے ساتھ وہی چیزیں معلق ہونے کا احتمال رکھتی ہیں جن کا حلف دیا جاسکے۔ (ت)

اُسی میں عینی سے ہے:

انہ لیس ممایحلف بہ فلا یصح تعلیقہ بالشرط[3]۔ (تلخیصاً)

وُہ چونکہ ایسی چیز ہے جس کا حلف نہیں دیا جاسکتا، لہذا اس کی کسی شرط سے تعلیق جائز نہیں تلخیصاً (ت)

اُسی میں ہے:

اعلم ان قولہ لایصح تعلیقہ لیس المراد بہ بطلان نفس التعلیق مع صحۃ المعلق بل المراد انہ لا یقبل التعلیق بمعنی انہ یفسد بہ[4]۔

واضح کہ ماتن کے قول "لا یصح تعلیقہ" سے مراد یہ نہیں کہ معلق شدہ چیز کی صحت کے باوجود محض معلق کرنا (نفس تعلیق) باطل ہے، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وُہ چیز تعلیق کو قبول نہیں کرتی لہذا وُہ تعلیق کے قابل نہ ہونے کی وجہ سے تعلیق سے فاسد ہوجاتی ہے (ت)

بہرحال حکم یہی ہے کہ دستاویز مذکور مہمل و باطل اور رقیہ بیگم کو تا ادائے مہر معجل اپنے ماں باپ کے گھر رہنے اور شوہر کو ہاتھ نہ لگانے دینے کا خود ہی اختیار حاصل اور بعد ایفائے تمام مہر معجل رقیہ بیگم کا یہ اختیار یک لخت زائل، ہاں والدین کے یہاں آٹھویں دن بے اجازتِ شوہر بھی جاسکتی ہے کہ دن کے دن رہے اور رات کو چلی آئے۔ ردالمحتار میں ہے:

فی البحر الصحیح المفتی بہ انہا تخرج

بحر میں ہے: صحیح مفتٰی بہ یہ ہے کہ بیوی ہر ہفتہ میں

---

[1] درمختار — کتاب البیوع مایبطل بالشرط الفاسد الخ — مطبع مجتبائی دہلی — ۲/۵۴
[2] ردالمحتار — " " " " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت — ۴/۲۲۵
[3] " — " " " " " " " " " — ۴/۲۲۶
[4] " — " " " " " " " " " — ۴/۲۲۲

Marfat.com

للوالدين فی کل جمعة باذنه وبدونه وللمحارم فی کل سنة مرة باذنه وبدونه[1] (شرعی اصطلاح جمعہ میں) خاوند کی اجازت ہو یا نہ ہو والدین کی ملاقات کے لئے گھر سے باہر جاسکتی ہے اور اپنے باقی محارم کی ملاقات کے لئے سال میں ایک مرتبہ جاسکتی ہے خاوند کی اجازت ہو یا نہ ہو۔ (ت)

اور دوسرے محلّہ میں رہنے کی درخواست، سے اگر رقیہ بیگم کی یہ مراد ہے کہ شوہر سے جُدا رہے اور شوہر اُس کے پاس نہ آنے پائے تو اس کا جواب تو ہوچکا کہ قبل ادائے مہر معجل اُسے شوہر سے جُدائی کا اختیار ہے اور بعد ادا ہرگز نہیں، اور اگر یہ مقصود ہے کہ یہاں شوہر اُسے ایذائیں پہنچاتا تکلیفیں دیتا ہے اور کوئی اسے رد کرنے والا نہیں ہوتا لہٰذا چاہتی ہے کہ شوہر اُسے ایسی جگہ اپنے پاس رکھے جہاں اس کا دستِ تعدی کوتاہ رہے تو بیشک یہ درخواست اس کی ضرور قابل لحاظ ہے حاکمِ شرع اس معاملہ میں غور فرمائے گا اگر رقیہ بیگم کا یہ بیان صحیح جانے گا اور شوہر کو زجر ومنع سے کام چلتا نہ دیکھے گا نہ وہاں ہمسایوں میں کوئی اس قابل پائے گا جو شوہر کو دبائے اور ایذائے زوجہ سے مانع آئے تو ضرور ایسی ہی کوئی امن کی جگہ تجویز کرکے احمد علی کو حکم دے گا کہ رقیہ بیگم کو وہاں رکھے، عالمگیری میں ہے:

ان اسکنها فی منزل لیس معها احد فشکت الی القاضی ان الزوج یضربها ویؤذیها وسألت القاضی ان یامره ان یسکنها بین قوم صالحین یعرفون احسانه واساء ته فان علم القاضی ان الامر کما قالت زجره عن ذٰلك ومنعه عن التعدی وان لم یعلم ینظر ان کان جیران هٰذه الدار قوما صالحین اقرها هناك ولکن یسأل الجیران عن صنعه فان ذکروا مثل الذی ذکرت

اگر خاوند نے بیوی کو ایسے مکان میں رہائش دی جہاں عورت اکیلی ہے تو عورت نے قاضی سے شکایت کی کہ خاوند اُسے پیٹتا اور اذیت دیتا ہے، اور قاضی سے درخواست کرتی ہے کہ وُہ خاوند کو حکم دے کہ وہ ایسی جگہ اس کو رہائش دے جہاں اردگرد نیک لوگ ہوں جو خاوند کی نیکی و بدی معلوم کرسکیں تو اگر قاضی کو معلوم ہو عورت کی شکایت درست ہے تو وُہ خاوند کو ڈانٹ کر اس کو زیادتی سے منع کرے اگر قاضی کو معلوم نہ ہو تو وہ معلوم کرے کہ اگر اردگرد والے نیک لوگ ہیں تو عورت کو وہاں رہنے پر پابند کرے لیکن ساتھ ہی قاضی پڑوسیوں سے خاوند کے سلوک کے متعلق معلومات حاصل کرے اگر پڑوسی عورت کی شکایت کی تائید کریں

---

[1] ردالمحتار باب النفقة داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۶۴

Marfat.com

نہجرہ عن ذٰلك ومنعه عن التعدی فی حقها وان ذکر وانه لایؤذیها فالقاضی یترکها ثمه وان لم یکن فی جوارہ من یوثق به اوکانوا یمیلون الی الزوج فالقاضی یامر الزوج ان یسکنها فی قوم صالحین ویسأل عن ذٰلك ویبنی الامر علی خبرهم کذا فی المحیط[1]، واللّٰه تعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم۔

توقاضی خاوند کو ڈانٹے اور زیادتی سے منع کرے، اور اگر پڑوسی لوگ کہیں کہ خاوند کوئی زیادتی اور اذیت نہیں دیتا تو قاضی عورت کو اسی مکان میں رہنے کا پابند کرے اور اگر عورت کے پڑوس میں کوئی قابلِ اعتماد شخص نہ ہو یا پڑوسی خاوند کے طرفدار ہوں تو پھر قاضی خاوند کو حکم دے گا کہ عورت کو نیک لوگوں کے پڑوس میں رہائش دے اور پھر قاضی اس معاملہ کے متعلق معلومات حاصل کرے اور پڑوسیوں کے بیان کو کارروائی کی بنیاد بنائے، محیط میں یوں ہی بیان کیا ہے (ت) واللہ تعالٰی اعلم، اور اللہ جل مجدہٗ کا علم کامل اور محکم ہے۔

مسئلہ ۱۵۵: از ڈاکخانہ سجولی ضلع بہرائچ مرسلہ شیخ عبدالعزیز صاحب ۷ رمضان ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایامِ عدت کا نفقہ اور سکونت کا مکان دینا بذمہ زید واجب تھا لیکن زید نے بعد طلاق ہندہ کو اپنے مکان سے نکال دیا اور نفقہ بھی نہیں دیا اس شکل میں ایام عدت کا نفقہ اور مکانِ سکونت کا معاوضہ ہندہ زید سے پاسکتی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

عدتِ طلاق کا نفقہ وسکنٰی اگرچہ بذمہ زید واجب تھا اور وہ عورت کو نکال دینے سے گنہگار ہوا مگر جبکہ عدت گزرگئی اور نفقہ مفروض ومقدور نہ ہوچکا تھا تو اس کا کوئی معاوضہ ہندہ کو نہ ملے گا۔

فی الهندیة المعتدة اذا لم تخاصم فی نفقتها ولم یفرض القاضی شیئا حتی انقضت العدة فلانفقة لها کذا فی المحیط[2]. واللّٰه تعالٰی اعلم۔

ہندیہ میں ہے کہ جب عدت والی عورت اپنے نفقہ کے متعلق خاوند کے خلاف دعوٰی نہ کرے اور نہ ہی قاضی نے ابھی اس کے لئے کوئی نفقہ مقرر کیا ہو حتی کہ عدت ختم ہوجائے تو اب عورت کے لئے نفقہ کا استحقاق نہیں ہے، محیط میں یونہی مذکور ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثانی فی السکنٰی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۵۶

[2] ” الفصل الثالث فی نفقۃ المعتدۃ ” ” ” ۱/۵۵۸

Marfat.com

مسئلہ ۱۵۶ از پیلی بھیت ۲۱ شوال ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنے دو نکاح کئے اور ایک زوجہ کے نان ونفقہ میں کمی کی اس زوجہ نے بوجہ تکلیف ضروریات بقدرِ ضرورت قرض لے کر خرچ کیا اس صورت میں ادائے قرضہ ذمہ زوج ہوگا یا زوجہ اور مستحق وطالب اپنے مہر کی بغیر طلاق ہر وقت ہے یا نہیں اور درصورت نہ ہونے طلاق خواہان مکانِ سکونت ونیز نفقہ ہوسکتی ہے یا نہیں اور برتقدیر ثبوت وطلب زوج کی آمدنی سے کس قدر لے سکتی ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

زوجہ کو بلاوجہ تکلیف دینا ایک گناہ اور دُوسری زوجہ سے کم رکھنا دوسرا گناہ شدید جس کی تحریم پر قرآن و حدیث ناطق مگر جب تک نفقہ باہمی تراضی اور قضائے قاضی سے مقرر نہ ہوجائے عورت جو کچھ بطور خود اپنے مصارف کے لئے قرض لے کر اُٹھائے گی وہ قرض عورت ہی پر ہوگا شوہر سے مجرا نہ پاسکے گی اگرچہ خورد ونوش وغیرہا مصارف ضروریہ ہی کے لئے بقدرِ ضرورت وبحالِ ضرورت ہی لے اگرچہ زوج محض ظلماً اُسے نفقہ نہ دے۔ عالمگیری میں ہے:

استدانت علی الزوج قبل الفرض والتراضی فانفقت انہا لاترجع بذٰلک علی زوجہا بل تکون متطوعۃ بالانفاق سواء کان الزوج غائبا او حاضرا۔[1]

عدت والی نے خاوند کے نام پر قرض لیا جبکہ ابھی تک قاضی نے کوئی مقرر نہ کیا ہو اور نہ ہی ابھی آپس میں رضامندی سے نفقہ طے ہوا جبکہ عورت اس قرض کو خرچ کرچکی ہو، تو اب عورت اس قرض کے متعلق خاوند سے مطالبہ نہیں کرسکتی بلکہ یہ کاروائی اس کی رضاکارانہ قرار دی جائے گی، خاوند موجود ہو یا غائب دونوں صورتوں میں حکم یکساں ہے۔ (ت)

ہاں اگر حکم قاضی یا باہمی تراضی سے قرار پاگیا تھا کہ مثلاً روپے روز یا بیس روپے ماہانہ خواہ اس قدر غلہ ولباس سالانہ اس عورت کا نفقہ ہے کہ روزانہ یا ماہ بماہ یا سالانہ شوہر ادا کرے گا اور اس قرارداد کے بعد نہ دیا اور عورت نے قرض لیا خواہ اپنے ذاتی مال سے صرف کیا تو بیشک شوہر سے بقرار قرارداد مجرا لے سکتی ہے وان کان الدین علیہا نفسہا اذا لم تکن الاستدانۃ بامر القاضی۔ اگر عورت نے قرض لیا ہو تو وُہ خود ذمہ دار جب وُہ قرض قاضی کے فیصلہ کے بغیر لیا ہو۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الاول فی نفقۃ الزوجۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۵۵۱

Marfat.com

عالمگیری میں ہے:

ولو انفقت من مالها بعد الفرض او التراضی لها ان ترجع علی الزوج وکذا اذا استدانت علی الزوج سواء کانت استدانتها باذن القاضی اوبغیر اذنه غیر انها انکانت بغیر اذن القاضی کانت المطالبة علیها خاصة ولم یکن للغریم ان یطالب الزوج بما استدانت وان کانت باذن القاضی لها ان تحیل الغریم علی الزوج فیطالبه بالدین ھکذا فی البدائع۔[1]

اگر عورت نے اپنے مال میں سے صرف کیا جبکہ قاضی نے اس کا نفقہ مقرر کردیا ہو یا آپس میں عورت اور خاوند نے طے کرلیا ہو تو پھر عورت وہ صرف شدہ مال خاوند سے وصول کرسکتی ہے، اور یُونہی اپنے مال کی بجائے اگر اس نے خاوند کے نام پر قرض لیا ہو تو اگر قاضی کے حکم واجازت پر لیا تو خاوند سے وصول کریگی اور اگر قاضی کے حکم واجازت کے بغیر لیا ہو تو قرض کا مطالبہ صرف عورت سے ہوگا قرض خواہ کو عورت کی بجائے خاوند سے مطالبہ کا حق نہ ہوگا، اور جب قاضی کے حکم اور اجازت سے عورت نے قرض لیا تو عورت کو جائز ہوگا کہ وہ اس قرض کے مطالبہ کو خاوند کے ذمہ کردے تاکہ قرض خواہ اب خاوند سے مطالبہ کرے، بدائع میں یُوں ہی بیان ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

النفقة لاتصیر دینا الا بالقضاء او الرضاء ای اصطلاحهما علی قدر معین اصنافا او دراھم فقبل ذٰلك لا یلزمه شیئ وبعده ترجع بما انفقت ولو من مال نفسها بلا امر قاض۔[2]

عورت کا لیا ہوا قرض خاوند کے ذمہ صرف اس وقت ہوگا جب عورت نے وُہ قرض قاضی کے حکم پر یا خود خاوند کے ساتھ مصالحت میں طے کرلیا ہو کہ فلاں جنس یا نقد اتنی مقدار ہوگی، اس سے قبل لیا ہوا قرض خاوند کے ذمہ نہ ہوگا، اور بعد میں عورت کا لیا ہوا قرض، خواہ اپنے مال سے ہی قاضی کے حکم کے بغیر اس نے صرف کیا ہو تو خاوند سے وصول کرسکتی ہے (ت)

ردالمحتار میں بحرالرائق سے ہے:

لاترجع بما استقرضت بل بالمفروض فقط۔[3]

عورت نے نفقہ کے لئے قرض لیا تو خاوند سے اس کا مطالبہ نہیں ہوگا بلکہ خاوند سے صرف اسی صورت میں مطالبہ کرسکے گی جب قاضی کی طرف سے یا آپس میں طے کرلیا ہو۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الاول فی نفقة الزوجة نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۵۱

[2] درمختار باب النفقة مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۷۰

[3] ردالمحتار 〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۵۹

Marfat.com

اور مہر میں جبکہ تعجیل و تاجیل کچھ بیان میں نہ آئی یہ نہ شرط کی جائے کہ کل اس قدر پیشگی لیا جائے گا نہ کوئی میعاد قرار پائے کہ فلاں وقت معلوم یا اتنی مدت کے بعد ادا ہوگا تو اُس وقت عرف و رواجِ بلد پر چھوڑا جائے گا۔ نقایہ میں ہے:

المعجل والمؤجل ان بُیّنا فذلك والا فالمتعارف[1] — مہر معجل یا مؤجل اگر بیان کردیا ہو تو وہی ورنہ عرف کے مطابق ہوگا۔ (ت)

سائل زبانی مظہر کہ یہاں صورت واقعہ یونہی تھی یعنی تعجیل و تاجیل کچھ مشروط نہ ہوئی اور واقعی ہمارے بلاد میں عامہ مہور ایسے ہی بندھتے ہیں تو بحکم عرف شائع و ذائع (کہ ہرگز نہ کسی قدر مہر پیشگی دینا معہود ہے نہ اُس کے لئے کوئی میعاد معلوم متعارف بلکہ عامہ بیوت میں موت یا طلاق تک مؤخر رہتا ہے) یہاں کی عورتیں جب تک مرگ یا طلاق سے افتراق نہ واقع ہو ہرگز مطالبہ مہر کا استحقاق نہیں رکھتیں، نہ قاضی کو اختیار کہ ایسی صورت میں پیش از فراق ادائے مہر پر جبر کرے، خانیہ میں ہے:

ان کان الاجل معلوما صح التاجیل وان لم یکن لایصح، ولا یجبرہ القاضی علی تسلیم الباقی ولا یحبسہ[2] — اگر مہر کی مدت مقرر ہے تو مؤخر صحیح ہے ورنہ صحیح نہیں اور قاضی باقی مہر کی ادائیگی کے لئے خاوند پر جبر نہیں کرسکتا اور نہ ہی اس کو قید کرسکتا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لان حق طلبہ انما ثبت لھا بعد الموت او الطلاق لامن وقت النکاح[3] — کیونکہ بیوی کو مہر کے مطالبہ کا حق خاوند کی موت یا طلاق کے بعد ہوگا، نکاح کرتے ہی مطالبے کا حق نہیں ہوگا۔ (ت)

اور جب تک کوئی امر مانع نفقہ مثلاً عورت کا شوہر کے گھر سے ناحق نکل جانا یا اُس کے یہاں آنے سے ناحق انکار کرنا نہ پایا جائے بلاشبہہ وہ مستحق نفقہ و سکنٰی رہے گی، اسی طرح جب یہ موانع زائل ہوجائیں گے مثلاً عورت شوہر کے یہاں واپس آئے گی تو پھر بدستور مستحق نفقہ ہوجائے گی، درمختار میں ہے:

النفقۃ تجب للزوجۃ علی زوجھا ولو — اگر بیوی اپنے والد کے گھر ہو تو خاوند اس کو اپنے

---

[1] مختصر الوقایۃ فی مسائل الہدایۃ — فصل اقل المہر عشرۃ دراہم — نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۶
[2] فتاوٰی قاضی خاں — باب فی ذکر مسائل المہر — نولکشور لکھنؤ — ۱/ ۱۶۲-۱۶۳
[3] ردالمحتار — فصل فی الحبس — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۲/ ۳۶۳

Marfat.com

ھی فی بیت ابیھا اذا لم یطالبھا الزوج بالنقلۃ بہ یفتی وکذا اذا طالبھا ولم تمتنع او امتنعت للمھر لا خارجۃ من بیتہ بغیر حق وھی الناشزۃ حتی تعود[1] اھ ملخصًا۔

گھر منتقل کرنے کا مطالبہ کرے تو تب بھی خاوند پر نفقۂ زوجہ واجب ہوگا، اور یُوں ہی جب وُہ خاوند کے مطالبہ پر اس کے گھر منتقل ہونے سے انکار نہ کرتی ہو یا وُہ اپنے مہر کے مطالبہ کی وجہ سے منتقل ہونے سے انکار کررہی ہو تو بھی خاوند پر اس کا نفقہ واجب ہوگا جبکہ خاوند کے گھر سے باہر بلاوجہ رہ رہی ہو تو نفقہ واجب نہ ہوگا کیونکہ اس صُورت میں وُہ خاوند کے گھر واپس نہ آنے تک نافرمان قرار پائے گی اھ ملخصًا (ت)

رہا مطالبہ اگر نفقہ قضا یا رضا سے مقرر ہولیا ہے تو جتنے دن بعد قرار داد بے نفقہ گزر گئے اُن کا بھی مطالبہ کرسکتی ہے کما اسلفنا (جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کردیا ہے۔ ت) اور آئندہ کے لئے بھی جو میعاد تکرار نفقہ کے لئے قرار پائی ہے اس کے شروع کے بعد اُسی قدر کا مطالبہ کرسکتی ہے مثلاً نفقہ ماہ بماہ دینا ٹھہرا ہو تو ہر مہینے کے شروع پر اُس مہینے اور سال بسال مقرر ہوا ہو تو ہر سال کے آغاز پر اُس سال کا نفقہ مانگ سکتی ہے اس سے زیادہ مثلاً چاند دیکھے یا سال پلٹے آئندہ کے دو مہینے یا دو برس خواہ اس ماہ یا سال کا ہنوز آغاز نہ ہُوا نفقہ نہیں مانگ سکتی، ردالمحتار میں ہے:

النفقۃ تفرض لمعنی الحاجۃ المتجددۃ فاذا فرضت کل شھر کذا صارت الحاجۃ متجددۃ بتجدد کل شھر فقبل تجددہ لایتجدد الفرض فلم تجب النفقۃ قبلہ انہ لو فرض کل سنۃ کذا صح الابراء عن سنۃ دخلت، لاعن اکثر ولا عن سنۃ لم تدخل[2] اھ ملخصًا۔

آئندہ کا نفقہ آئندہ نئی حاجت کی وجہ سے فرض ہوتا ہے تو جب ماہانہ خرچہ مقرر ہو تو نئے ماہ پر گویا عورت کو حاجت بھی نئی ہُوئی تو نئی حاجت سے قبل نیا نفقہ مقرر نہ ہوگا لہذا ادائیگی بھی پہلے واجب نہ ہوگی، اور اگر خرچہ سالانہ طے شدہ ہو تو صرف شروع ہونے والے سال کا نفقہ لازم ہوگا، سال شروع ہونے سے پہلے کا اور سال سے زیادہ کا بھی لازم نہ ہوگا اھ ملخصا (ت)

بحرالرائق میں ہے:

الفرض فی الشھر الاول تنجز وفیما

سال کے پہلے مہینہ میں دیا ہُوا خرچہ مدّت کے اختتام

---

[1] درمختار | باب النفقۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۶۶
[2] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۶۵۳

Marfat.com

بعدہ مضاف فتنجز بدخول الشھر وھکذا[1] تک کی ادائیگی ہوتی ہے اس کے بعد اضافت ہوتی ہے اس لئے مہینہ شروع ہونے پر ہی ادائیگی ہوگی، یوں ہی جاری رہے گا۔ (ت)

اور اگر ہنوز نفقہ کے لئے کوئی تقرر و تعیین نہ قضاءً ہُوا نہ رضاءً تو عورت نہ ایامِ ماضیہ کا مطالبہ کرسکتی ہے نہ آئندہ کا۔ ردالمحتار میں ہے:

لایلزمہ عما مضی قبل الفرض بالقضاء او الرضاء ولاعما یستقبل لانہ لم یجب بعد[2]۔

قاضی کی طرف سے مقرر کئے یا آپس میں مصالحت سے طے کئے بغیر سابقہ مدت کا خرچہ خاوند پر لازم نہ ہوگا اور یونہی پیشگی ادا کرنا بھی لازم نہ ہوگا کیونکہ نفقہ ابھی خاوند کے ذمہ واجب ہی نہیں ہُوا۔ (ت)

ہاں قبل از قرارداد عورت یہ اختیار رکھتی ہے کہ شوہر برضامندی نفقہ مقرر نہ کرے تو حاکم شرع کے حضور قرارداد کرنے کی نالش کرے جب بحکم قاضی کوئی ماہانہ یا سالانہ یا روزانہ یا فصلانہ مقرر ہوجائے تو اس کے بعد اسے بہ تفصیل مذکور مطالبہ و دعوٰی پہنچے گا۔ تنویر الابصار میں ہے: یقدرھا ان طلبتہ[3] اھ ملخصًا (اگر عورت مطالبہ کرے تو قاضی نفقہ مقرر کردے اھ ملخصًا۔ ت) اور نفقہ مرد و زن دونوں کی حیثیت دیکھ کر مقرر کیا جائے گا اسی قدر آمدنی زوج سے لے سکتی ہے اگر دونوں غنی ہیں تو اغنیاء کے لائق، اور دونوں فقیر تو فقراء کے قابل، اور ایک غنی اور ایک فقیر تو متوسط یعنی نفقۂ اغنیاء سے کم اور نفقۂ فقراء سے زائد، مثلاً عورت کی حیثیت اطلس و زربفت و مشجر پہننے اور بریانی و مزعفر و گوشتِ مرغ کھانے کی ہے اور مرد کی مقدرت چھینٹ چارخانے دال ماش نان جَو کھانے کے قابل یا بالعکس تو عورت کے لئے تنزیب و گلبدن و مشروع کا لباس اور گوشت گوسپند و نان گندم مقرر کریں گے جتنا بالفعل دے سکتا ہے دے باقی اس کے ذمے دَین رہے گا یہاں تک کہ اللہ عزوجل استطاعت بخشے۔ درمختار میں ہے:

تجب علی زوجھا بقدر حالھما بہ یفتی بہ ویخاطب بقدر وسعہ والباقی دین الی المیسرۃ[4] اھ ملخصًا۔

خاوند پر دونوں کی حیثیت کے لحاظ سے نفقہ واجب ہوگا، اسی پر فتوٰی دیا جائیگا، اور خاوند اپنی وسعت کے مطابق ادائیگی کا مکلف ہوگا اور باقی رہ جائے تو وہ اس کے ذمہ قرض ہوگا جس کو اپنی سہولت سے ادا کریگا اھ ملخصًا (ت)

[1] بحرالرائق	باب النفقۃ	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۴/۱۸۸
[2] ردالمحتار	باب النفقۃ	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۶۵۸
[3] درمختار	باب النفقۃ	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۲۶۸
[4] ؎ "	"	"	۱/۲۶۶

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے :

فی البحر اتفقوا علی وجوب نفقة الموسرین اذا کانا موسرین وعلی نفقة المعسرین اذا کانا معسرین وانما الاختلاف فیما اذا کان احدھما موسرا والاخر معسرا فعلی المفتی بہ تجب نفقة الوسط وھو فوق نفقة المعسرة ودون نفقة الموسرة[1] اھ ملخصًا۔

بحر میں ہے : سب کا اتفاق ہے کہ اگر دونوں خوشحال ہیں تو ان کے حال کے مطابق خاوند پر نفقہ واجب ہوگا اور اگر دونوں تنگ دست ہیں تو ان کے حال کے مطابق خاوند پر واجب ہوگا ، اور اختلاف صرف اس صورت میں ہے جب دونوں میں سے ایک امیر اور دوسرا غریب ہے تو مفتٰی بہ قول یہ ہے کہ دونوں کے حال کی رعایت پر درمیانہ نفقہ واجب ہوگا اور وہ یہ کہ خوشحالی سے کم اور تنگ دستی سے زائد ہو ، اھ ملخصًا۔ (ت)

اُسی میں بدائع سے ہے :

حتی لوکان الرجل مفرطا فی الیسار یاکل خبز الحواری ولحم الدجاج والمرأة مفرطة فی الفقر تأکل فی بیت اھلھا خبز الشعیر یطعمھا خبز الحنطة ولحم الشاة[2]، واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم جل مجدہ اتم واحکم۔

اگر خاوند انتہائی خوشحال ہونے کی بنا پر صاف باریک آٹا ، مرغ کا گوشت کھاتا ہے اور بیوی انتہائی تنگ دستی کی بنا پر اپنے گھر والوں کے ہاں جَو کی روٹی کھاتی ہو تو خاوند اس کو گندم کی روٹی اور بکرے کا گوشت نفقہ کے طور پر کھانے کو دے گا۔ واللہ سبحانہٗ وتعالٰی اعلم جل مجدہٗ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۱۵۷ ازنبکن ضلع بریلی مرسلہ شیخ احمد حسین ۲۱ رجب ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ جو ایک قلیل حقیت کی زمیندار تھی بلا رضامندی و اجازتِ زید اپنے شوہر کے بطور بدکاری عمرو کے ساتھ فرار ہوگئی اور مدتِ دراز تک عمرو کے ساتھ رہی، پھر واپس آئی ، اب زید پر دعوٰی مہر اور دلا پانے نان نفقہ کا کرتی ہے اس صورت میں وہ مہر و نفقہ پائے گی یا نہیں؛ اور زید محض نادار ہے مگر زید کا باپ متمول ہے تو دعوٰی ہندہ کا پدرِ زید پر کچھ اثر ہوگا یا نہیں ؟ اور ہندہ بحالت فراری زید کا حمل رکھتی تھی بعد وضع حمل اُس نابالغ کی پرورش کا زید ذمہ دار ہوگا

---

[1] ردالمحتار باب النفقۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۴۵

[2] ایضًا

Marfat.com

یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جتنی مدت عورت فرار رہی اُس مدت کا نفقہ تو زید پر اصلاً نہیں، ہاں اب کہ واپس آئی آئندہ نفقہ کی مستحق ہے زید سے نفقہ طلب کرے اگر دے فبہا، ورنہ قاضی کے یہاں نالش کرکے اپنا نفقہ مقرر کرالے اگر زید نادار ہے قاضی حکم دے گا کہ تو قرض لے کر صرف کر اور جب زید کو استطاعت ہو اُس سے مجرالے،

فی الدرالمختار لانفقۃ لخارجۃ من بیتہ بغیر حق وھی الناشزۃ حتی تعود ولو بعد سفرہ[1]

بیوی اگر خاوند کے گھر سے باہر بلاوجہ رہائش پذیر ہو تو وہ واپس خاوند کے پاس آنے تک نافرمان قرار پائے گی اگرچہ خاوند کے سفر پر جانے کے بعد ہی ایسا کرے لہذا اس کے لئے نفقہ لازم نہیں ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای فتستحق النفقۃ فتکتب الیہ لینفق علیھا اوترفع امرھا الی القاضی لیفرض لھا علیہ نفقۃ[2]

یعنی خاوند سفر میں ہو اور بیوی نفقہ کی مستحق ہو تو وہ خاوند کو خط لکھ کر مطالبہ کرے کہ میرا نفقہ ادا کیا جائے یا بیوی قاضی کے ہاں درخواست کرے تاکہ قاضی خاوند کے نام قرض لے کر خرچ کرنے کا حکم دے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

لایفرق بینھما بعجزہ عنھا وبعد الفرض یامرہ القاضی بالاستدانۃ لتحیل علیہ[3]

خاوند اگر نفقہ کی ادائیگی سے عاجز ہو تو دونوں میں تفریق نہ کی جائے گی اور اگر نفقہ مقرر کردیا ہو تو قاضی خاوند کے نام قرض لے کر خرچ کرنے کا حکم دے گا۔ (ت)

اور زید کے باپ پر دعوٰی ہندہ کا اصلاً اثر نہیں ہوسکتا کہ جوان بیٹے غیر اپاہج کی زوجہ کا نفقہ باپ پر کہیں لازم نہیں، درمختار میں ہے:

فی الملتقی نفقۃ زوجۃ الابن علی ابیہ ان کان

ملتقی میں مذکور ہے کہ اگر خاوند نابالغ فقیر یا اپاہج ہو تو اسکی

---

[1] درمختار	باب النفقۃ	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۲۶۷
[2] ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۶۴۶
[3] درمختار	"	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۲۶۹

Marfat.com

صغیرا فقیرا او زمنا[1]۔ — بیوی کا نفقہ نابالغ کے والد کے ذمّہ ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

وقد علمت ان المذہب عدم وجوب النفقۃ لزوجۃ الابن ولو صغیرا فقیرا[2]۔ — آپ کو معلوم ہوگیا ہے کہ نابالغ کی بیوی کا نفقہ والد کے ذمہ نہ ہونا ہی مذہب ہے اگرچہ وہ فقیر ہو۔ (ت)

رہا مہر سائل مظہر کہ اُس میں کوئی شرطِ تعجیل و تاجیل نہ تھی اور لکھنؤ میں بھی یہی رواج ہے جو یہاں عامہ بلاد میں ہے کہ قبل از افتراق بموت یا طلاق ادا نہیں ہوتا تو ہندہ کا مطالبہ مہر بیجا ہے جب تک زید اُسے طلاق نہ دے یا دونوں میں کوئی مر نہ جائے۔ نقایہ میں ہے:

المعجل والمؤجل ان بینا فذاك والا فالمتعارف[3]۔ — مہر معجل یا مؤجل اگر بیان کردیا ہو تو وہی واجب ہے ورنہ عرف میں جو رواج ہو وہ واجب ہوگا۔ (ت)

اور اس بچے نابالغ کی پرورش بیشک ذمۂ زید لازم ہے رہے گا سات برس کی عمر تک ماں کے پاس بشرطیکہ وُہ اپنی بدکاری سے باز آئے اور آوارگی چھوڑ چکی ہو اور نفقہ پائے گا باپ سے بشرطیکہ اپنا کوئی مال نہ رکھتا ہو اُس عمر تک کہ اُجرت یا حرفت سے اپنے کھانے پہننے کے قابل کما سکے اُس کی خبرگیری باپ پر واجب ہے، درمختار میں ہے:

تجب النفقۃ لطفلہ الفقیر[4]۔ — چھوٹے فقیر بچے کا نفقہ والد پر لازم ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای ان لم یبلغ حد الکسب فان بلغہ کان للاب ان یوجرہ او یدفعہ فی حرفۃ لیکتسب وینفق علیہ من کسبہ لوکان ذکرا[5] الخ، واللہ تعالٰی اعلم۔ — بشرطیکہ وُہ نابالغ بچہ محنت کی عمر کو نہ پہنچا ہو، اور اگر وہ اس عمر کو پہنچ گیا ہو تو والد اس کو ملازمت دلائے یا کسی کارخانہ میں مزدوری پر لگائے تاکہ اس کی کمائی کو اس پر خرچ کرے بشرطیکہ لڑکا ہو الخ، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار — باب النفقۃ — مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۷۳
[2] ردالمحتار — 〃 — داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۶۴
[3] المختصر الوقایۃ فی مسائل الھدایۃ — کتاب النکاح — نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۶
[4] درمختار — باب النفقۃ — مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۷۳
[5] ردالمحتار — 〃 — داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۷۰ و ۶۷۱

Marfat.com

مسئلہ ۱۵۸ ازبڑودہ گجرات کلاں محلہ بھوتنی کا چھاپہ نظام پورہ مرسلہ امراؤ بائی بنت غلام حسین حالہ
۱۶ رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (مسئلہ اولیٰ) ایک شخص نے اپنی حقیقی پھپی کی لڑکی سے نکاح کیا، چندروز بعد ایک آدمی اور ایک عورت کے ہمراہ کسی کام ضروری کے لئے کہیں بھیجا، بعد واپس آنے کے دو برس تک نان ونفقہ موقوف کردیا، کچہری گائیکواڑی میں یہ مقدمہ پیش ہے، کچہری کہتی ہے نان ونفقہ کیوں نہیں دیتا، خاوند کہتا ہے بغیر حکم میرے یہ کیوں گئی، عورت نے گواہ شاہد قوی اپنے حقیقی چچا اور چچی اور کئی آدمی کنبہ کو پیش کیا ہے سب نے یہی کہا کہ ہمارے رُوبرو اس کے خاوند نے اپنی عورت کو جانے کے لئے حکم دیا اور حلف بھی اٹھایا، اس صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں عورت کو نان ونفقہ نہ دینا اُس شخص کا محض ظلم ہے جس کے سبب وہ ظالم وگنہگار اور عورت کے حق میں گرفتار ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وعلی المولود لہ رزقھن وکسوتھن بالمعروف[1] — بیویوں کا نفقہ اور لباس بھلائی کے ساتھ اس کے ذمہ ہے جس کے لئے اولاد ہے۔ (ت)

اور اُس کا یہ بیہودہ عذر کہ "عورت بے میرے حکم کے کیوں گئی" محض باطل وناقابلِ سماعت ہے اگر وُہ اس میں سچا بھی ہو تو عورت جب بے اجازت شوہر ناحق چلی جائے تو اس کا نان ونفقہ اُسی مدت تک کا لازم نہیں ہوتا جب تک وہ اس ناحق طور پر باہر رہے جب پھر شوہر کے گھر چلی آئے گی اُسی وقت سے نان ونفقہ دینا شوہر پر فرض ہوجائے گا، درمختار میں ہے:

لا نفقۃ لخارجۃ من بیتہ بغیر حق حتی تعود ولو بعد سفرہ[2] — بلاوجہ خاوند کے گھر سے باہر رہنے والی کے لئے نفقہ نہیں تاوقتیکہ وُہ واپس نہ آجائے اگرچہ خاوند کے سفر پر جانے کے بعد ہی باہر رہی ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لو عادت الی بیت الزوج بعد ما سافر — یعنی اگر خاوند کے سفر پر جانے کے بعد بیوی خاوند کے گھر لوٹ آئے

---

[1] القرآن ۲/ ۲۳۳
[2] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۷

Marfat.com

خرجت عن کونها ناشزة بحر عن الخلاصة ای فتستحق النفقة[1]۔

تو اس کی نافرمانی ختم ہو جائے گی ، یہ بحر میں خلاصہ سے منقول ، یعنی اس وقت بیوی نفقہ کی حقدار ہو گی ۔ (ت)

تو اُس شخص نے کہ عورت کے واپس آنے کے بعد نان و نفقہ موقوف کر دیا نرا ظلم کیا ، تو اس پر فرض ہے کہ اسی وقت سے جاری کر دے ۔ رہا گزشتہ مدت کا نفقہ ، اس کی دو صورتیں ہیں ، اگر پہلے آپس کی رضامندی یا قاضی کے حکم سے مقدارِ نفقہ مقرر ہو چکی تھی کہ مثلاً مہینے میں اتنے روپے یا اس قدر اناج اور کپڑا دیا جائے گا اور اب بلاوجہ شرعی بند کر دیا تو جب تک نہیں دیا ہے اُس ساری مدت کا اُسی قرارداد کے حساب سے عورت کو دلایا جائے گا ، اور اگر عورت یُونہی رہتی کھانا کھاتی کپڑا پہنتی تھی کچھ قرارداد باہمی یا بحکم قاضی نہ ہُوا تھا کہ ماہوار یا سالانہ یا ششماہی پر اتنا دیا جائے گا تو جتنے دنوں اُس نے نہ دیا ظالم و گنہگار رہُوا مگر عورت اُس گزری مدت کا دعوٰی نہیں کر سکتی اب سے دعوٰی کر کے بحکم قاضی آئندہ کے لئے مقرر کرا لے اس کے بعد اگر وہ نہ دے گا تو یہ جبراً بذریعہ نالش وصول کر سکتی ہے ، درمختار میں ہے :

النفقة لاتصیر دینا الا بالقضاء او الرضاء ای اصطلاحهما علی قدر معین اصنافا او دراهم فقبل ذلك لایلزمه شیئ و بعده ترجع بما انفقت ولو من مال نفسها بلاامر قاض[2]۔

نفقہ خاوند کے ذمہ قرض نہ بنے گا جب تک قاضی نفقہ متعین نہ کر دے یا آپس میں رضامندی سے طے نہ کر لیں ، یعنی میاں بیوی آپس میں نفقہ کی مقدار بطور جنس یا نقد متعین نہ کر لیں ، تو اس سے قبل خاوند کے ذمہ دین لازم نہ ہو گا ، اور اس کے بعد خاوند کے ذمہ ہو گا تو جو بیوی نے قرض لے کر صرف کیا ہو خواہ اپنے مال سے ہی کیا ہو خواہ قاضی کے حکم کے بغیر ہی کیا ہو تو اس کو خاوند سے وصول کر سکے گی ۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

لاتصیر دینا ای اذا لم ینفق علیها بان غاب عنها او کان حاضرا فامتنع فلا یطالب بها بل تسقط بمضی

نفقہ قرض نہ بنے گا یعنی جب خاوند غائب رہا یا موجود رہا لیکن بیوی کو نفقہ نہ دیا ہو تو اس مدت کے نفقہ کا مطالبہ خاوند سے نہیں کیا جا سکتا بلکہ مدت گزر جانے

---

[1] ردالمحتار — باب النفقۃ — داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۴۶

[2] درمختار — " — مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۷۰

Marfat.com

المدة۔[1]

کی بنا پر ساقط ہوجائے گا۔ (ت)

اُسی میں ہے:

الا بالقضاء بان یفرضھا القاضی علیہ اصنافا او دراھم او دنانیر نھر۔[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

مگر یہ کہ جو نفقہ قاضی نے خاوند پر مقرر کیا ہو جنس، دراہم یا دنانیر تو وُہ خاوند کے ذمہ واجب الادا ہوگا، نہر۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا ایک لڑکا بالغ جس کی عمر تیس برس کے قریب ہے، اور کمائی پر خوب قدرت رکھتا ہے اور پیشہ حجامی وغیرہ طرق سے تحصیل رزق کرسکتا ہے زید پر اپنے کھانے پہننے وغیرہ مصارف کا بار ڈالتا ہے اور اُسے اپنے مال میں تصرف سے مانع آتا ہے، آیا اس صورت میں زید پر روٹی کپڑا اُس کا واجب اور زید اپنے مال میں تصرف سے ممنوع ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جبکہ وُہ لڑکا بالغ اور کسب پر ہر طرح قادر تو اس کا روٹی کپڑا یا کوئی صرفہ زید پر واجب نہیں زید کو اختیار ہے اُسے کچھ نہ دے اور زید اُس لڑکے کے منع کرنے سے اپنی جائداد میں تصرف سے ممنوع نہیں ہوسکتا،

فی الدرالمختار وکذا تجب لولدہ الکبیر العاجز عن الکسب کانثی مطلقا و زمن و من یلحقہ العار بالتکسب وطالب علم لایتفرغ لذٰلک کذا فی الزیلعی والعینی۔[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے کہ یُوں ہی بڑے بالغ بیٹے کا نفقہ لازم ہوگا جو کسب و محنت سے عاجز ہو جیسا کہ بیٹی کے لئے مطلقاً اور اپاہج بیٹے کے لئے اور اس اولاد کے لئے جن کو محنت مزدوری کرنے میں عار ہو، اور اس طالبعلم کے لئے جو مزدوری فراغت نہ پائے، زیلعی اور عینی میں یوں مذکور ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۶۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور اس کے بطن سے ایک لڑکی کہ اب سات برس کی ہے اور ایک لڑکا کہ ابھی پانچ چھ مہینے کا ہے پیدا ہوئے، اب زید نے اپنا اور

---

[1] ردالمحتار باب النفقۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۵۸

[2] ایضاً

[3] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۸۳

Marfat.com

نکاح کرلیا اور ہندہ کو جبراً نکال دیا کہ وُہ مع دونوں بچوں کے اپنے باپ کے یہاں چلی آئی، اب زید نہ اُسے بلاتا ہے نہ اُس کے بچوں کے کھانے پہننے کی خبرگیری کرتا ہے، اس صورت میں ہندہ و دختر و پسر کا نان و نفقہ زید پر لازم ہے یا نہیں؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔

الجواب

بیشک ہندہ کا نان نفقہ زید پر لازم ہے اور بچوں کا اپنا کوئی ذاتی مال نہ ہو تو اُن کی خبرگیری بھی زید پر واجب ہے اگر شوہر نہ دے عورت حاکم کے یہاں رجوع کرکے اپنا اور اپنے بچوں کا نفقہ مقرر کرا سکتی ہے،

فی الدرالمختار النفقۃ تجب للزوجۃ علی زوجہا ولوھی فی بیت ابیہا اذا لم یطالبہا الزوج بالنقلۃ بہ یفتی وکذا ان طالبہا ولم تمتنع[1] ملخصًا۔

درمختار میں ہے: بیوی اگرچہ اپنے والد کے گھر ہو اور خاوند وہاں سے اپنے گھر منتقل ہونے کا مطالبہ نہ کرتا ہو یا مطالبہ کرتا ہو اور بیوی انکاری نہیں ہے تو خاوند پر نفقہ واجب ہوگا، اسی پر فتوٰی دیا جائیگا' ملخصًا۔ (ت)

اُسی میں ہے:

تجب النفقۃ بانواعہا لطفلہ الانثٰی والجمع الفقیر فان نفقۃ الغنی فی مالہ ولو خاصمتہ الام فی نفقتہم فرضہا القاضی وامرہ بدفعہا للام مالم تثبت خیانتہا فیدفع لہا صباحا ومساء اویأمر من ینفق علیہم[2] انتہتا ملخصین۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

بیٹی اور فقیر عاجز لڑکوں کے لئے نفقہ واجب ہے کیونکہ غنی اولاد کا نفقہ اس کے اپنے ذاتی مال سے ہے، اور اگر مذکورہ بچوں کے لئے ان کی ماں قاضی کی طرف سے مقرر کردہ نفقہ کو وصول کرنے میں اصرار کرے تو قاضی نفقہ مقرر کرکے خاوند کو ادائیگی کا حکم دیگا بشرطیکہ بچوں پر صرف کرنے میں ماں کی خیانت ثابت نہ ہو تو خاوند صبح و شام ماں کو ان کا خرچہ ادا کرے گا یا وہ کسی کو ان پر خرچ کرنے کے لئے کہے گا، دونوں عبارتیں ختم ہوئیں ملخص طور پر، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۶۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ اپنے دیور کے ساتھ متہم ہوئی اُس کے شوہر زید

---

[1] درمختار | باب النفقۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۶۶
[2] درمختار | " | " " | ۱/۲۷۳

Marfat.com

اور زید کے باپ نے اُسے اپنے یہاں سے نکال دیا، ہندہ اب دو برس سے اپنے باپ کے یہاں ہے نہ تو زید اُسے بلاتا ہے اور نہ روٹی کپڑا پہنچاتا ہے نہ طلاق دیتا ہے، اس صورت میں ہندہ کا روٹی کپڑا ذمہ زید کے واجب ہے یا نہیں؟ اور زید اس صورت میں گناہ گار ہے یا نہیں؟

الجواب

جبکہ ہندہ کا اپنے باپ کے یہاں رہنا اس بنا پر ہو کہ اُسے زید اور زید کے باپ نے نکال دیا اور زید بُلاتا بھی نہیں اور بُلائے تو اُسے جانے میں انکار بھی نہیں تو بیشک اُس کا روٹی کپڑا زید کے ذمہ واجب ہے،

فی الدر المختار النفقة تجب للزوجة ولو هي في بیت ابیها اذا لم یطالبها الزوج بالنقلة به یفتی وکذا اذا طالبها ولم تمتنع[1] اھ ملخصًا.

درمختار میں ہے: اگرچہ بیوی اپنے والد کے گھر ہو جب خاوند اپنے گھر منتقل ہونے کا مطالبہ نہ کرے تو خاوند پر اس کا نفقہ واجب ہوگا، اسی پر فتوٰی ہے، اور یونہی اگر خاوند مطالبہ کرے لیکن بیوی انکار نہ کرے تو بھی واجب ہوگا، اھ ملخصًا (ت)

اور اس تہمت کی وجہ سے اگرچہ وُہ واقع میں صحیح ہی ہو نکاح زائل نہیں ہوتا،

ففی الحدیث ان رجلا قال للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان امرأتی لا ترد ید لامس قال ففارقها قال انی احبها قال فامسکها[2]. او کما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وفی الدر المختار وغیرہ لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرة[3] اھ فکان ذلك نصا فی بقاء النکاح.

حدیث شریف میں ہے: ایک شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی کہ میری بیوی چھُونے والے کے ہاتھ کو رَد نہیں کرتی، تو آپ نے فرمایا اس کو علیحدہ کردے۔ تو اس شخص نے عرض کی مجھے اس سے محبت ہے، تو آپ نے فرمایا: پھر اسے پاس رکھ یا جیسے آپ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے، اور درمختار وغیرہ میں ہے کہ خاوند پر فاجرہ بیوی کو طلاق دینا لازم نہیں ہے اھ، تو یہ عبارت نکاح کے باقی رہنے میں نص ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار	باب النفقة	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۲۶۹
[2] سنن ابی داؤد	کتاب النکاح	آفتاب عالم پریس لاہور	۱/۲۸۰
سنن النسائی	کتاب النکاح تزویج الزانیة	نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی	۲/۷۱
" "	کتاب الطلاق باب ماجاء فی الخلع	" " "	۲/۱۰۷
ردالمحتار	فصل فی المحرمات	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۲۹۲
[3] درمختار	" " "	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۹۰

Marfat.com

جاہلوں میں جو یہ بات مشہور ہے کہ عورت اگر معاذ اللہ بد وصفی کرے تو نکاح جاتا رہتا ہے محض غلط بات ہے، اور جب نکاح باقی ہے تو اس صورت میں زید پر فرض ہے کہ یا تو اُسے طلاق دے دے یا اُس کے نان نفقہ کی خبر گیری کرے ورنہ یوں معلق رکھنے میں زید بیشک گنہگار ہے اور صریح حکم قرآن کا خلاف کرنے والا، فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ[1] اور کُلّی میلان نہ ہو کہ بیوی کو معلّق کر چھوڑو، واللہ تعالٰی اعلم (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۲ از شاہجہان پور مرسلہ مہربان علی صاحب ۱۹ شعبان ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت بے اجازت شوہر زید کے اپنے بھائیوں کے گھر چلی گئی، جب زید اپنی نوکری سے آیا عورت کو نہ پایا، اس صورت میں نکاح و مہر باقی رہا یا نہیں؟ بعد ایک عرصہ کے زید حسبِ مصلحت اور پاس اپنی حرمت کے زید نے کچھ خرچ نان ونفقہ کا مسمّاۃ مذکورہ کا مقرر کر دیا تھا کہ خواہ زوجہ میرے مکان میں رہے یا اپنے بھائی کے پاس رہے دیا جائے گا، اب بموجب شرع شریف کے وُہ نان ونفقہ حسبِ وجوہ مندرجہ بالا ذمہ زید کے واجب الادا رہا یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

نکاح ومہر بدستور قائم رہے۔ ہاں بے اجازتِ شوہر چلے جانے کے باعث نفقہ ساقط ہو گیا، سائل مظہر کہ زید بلاتا ہے اور وُہ نہیں آتی تو اب تک وہ نان نفقہ کی اصلاً مستحق نہیں جب تک شوہر کے گھر میں نہ آئے، درمختار میں ہے،

لا نفقۃ لخارجۃ من بیتہ بغیر حق وھی الناشزۃ حتی تعود وتسقط بہ المفروضۃ (ملخصاً)۔[2]

بلا وجہ خاوند کے گھر سے باہر رہنے والی نافرمان ہے تاوقتیکہ واپس اس کے گھر نہ آئے اس کے لئے نفقہ نہیں ہے خواہ نفقہ قاضی کی طرف سے ہی کیوں نہ مقرر ہو۔ (ت)

گھر بیٹھے کا جو نفقہ زید نے مقرر کر دیا اوّل تو وہ نفقہ واجب نہ تھا فان النفقۃ جزاء الاحتباس (کیونکہ نفقہ بیوی کے پابند ہونے کا صلہ ہے۔ ت) بلکہ صرف ایک احسانی وعدہ تھا اور وعدہ پر جبر نہیں کما فی العلمگیریۃ وغیرھا (جیسا کہ عالمگیریہ وغیرہ میں ہے۔ ت) معہذا جب اس نے بلایا اور وُہ نہ آئی وہ بھی ساقط ہو گیا کما علمت من الدر المختار (جیسا کہ درمختار سے معلوم ہوا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۹

[2] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۹

Marfat.com

مسئلہ ۱۶۳: ۲۶ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ہندہ سے نکاح کرکے قبل رخصت نوکری پر چلا گیا۔ بارہا والدینِ ہندہ نے رخصت کو کہا، چار برس کے بعد رخصت کراکر اپنے گھر لے گیا، ہندہ بیمار تھی دو ایک دن کے بعد پھر والدین کے یہاں واپس آکر ایک ماہ بعد فوت ہوگئی۔ نفقہ اُس چار سال کا اور جو خرچ دوا وعلاج وتجہیز وتکفین میں والدین نے کیا شوہر پر واجب ہے یا نہیں؟ جہیز شوہر کو ملے گا یا ماں باپ کو؟ بیّنوا توجروا

الجواب

نفقہ وخرچ دوا وعلاج کا مطالبہ شوہر سے نہیں ہوسکتا، درمختار میں ہے:

لا تصیر دینا الا بالقضاء او الرضاء وبموت احدھما وطلاقھا یسقط المفروض لانھا صلۃ الا اذا استدانت بامر القاضی[1]

نفقہ خاوند کے ذمہ قرض نہیں بنتا تاوقتیکہ قاضی کا مقرر کردہ یا باہمی رضامندی سے طے کردہ نہ ہو، اور خاوند بیوی دونوں میں سے ایک کی موت یا طلاق سے نفقہ ساقط ہوجاتا ہے کیونکہ یہ صلہ کے طور پر لازم ہوتا ہے، ہاں اگر قاضی کے حکم پر بیوی نے قرض لے رکھا ہو تو پھر خاوند کو اس کی ادائیگی لازم ہوگی۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

علیہ ما تقطع بہ الصنان لا الدواء للمرض ولا اجرۃ الطبیب ولا الفصاد ولا الحجام[2]

خاوند پر بدن کی حفاظت والی چیز لازم ہے۔ مرض کیلئے دوا، طبیب کی اُجرت، فصد یا سنگی لگانے کی اُجرت لازم نہیں ہے۔(ت)

یونہی خرچ تجہیز وتکفین بھی مجرا نہ ملے گا جبکہ والدین خواہ کسی نے بے اذن شوہر بطور خود کیا،

فی اواخر وصایا رد المحتار عن حاشیۃ الفصولین للرملی، تکفین الزوجۃ اذا صرفہ من مالہ غیر الزوج بلا اذنہ او اذن القاضی فھو متبرع کالاجنبی[3]

ردالمحتار میں وصایا کی بحث کے آخر میں فصولین پر رملی کے حاشیہ سے منقول ہے کہ اگر کسی نے خاوند یا قاضی کی اجازت کے بغیر اس کی بیوی کو کفن دیا تو یہ خرچہ صرف کرنے والے کی طرف سے مفت ہوگا جیساکہ کوئی اجنبی اپنی طرف سے مفت خرچ کردے۔(ت)

---

[1] درمختار | باب النفقۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۷۰
[2] ردالمحتار | ؍؍ | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۶۴۹
[3] ؍؍ | فصل فی شہادۃ الاوصیاء | ؍؍ ؍؍ ؍؍ | ۵/۴۵۹

Marfat.com

جہیز ملک وترکہ ہندہ ہے برتقدیر عدم موانع ارث و وارث آخر و تقدیم دین و وصیت چھ سہام ہوکر تین سہم شوہر، دو سہم پدر، ایک مادر کو ملے گا۔ اسی حساب سے مہر ہندہ اگر باقی ہو تقسیم ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۴ ۴ جمادی الاولٰی ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر ہندہ کا نکاح عمرو سے کیا اور پیش از نکاح ایک اقرار نامہ زید نے عمرو سے لکھوالیا کہ میں بے رضامندی زوجہ کے اُسے کہیں نہیں لیجاسکتا ہوں اور خود میں وہیں یعنی زوجہ کے مکان پر رہوں گا اور درصورت وعدہ خلافی میں نان نفقہ دوں گا۔ بعدہٗ نکاح ہوا اور مہر ڈھائی سو روپے کا بندھا جس میں کوئی شرط پیشگی دینے یا کسی میعاد کے قرار نہ پائی، اب عمرو اپنے خسر کے یہاں شب کو رہنا چاہتا ہے تو اُس کا خسر اور خود زوجہ اسے گوارا نہیں کرتے عمرو کا مکان اسی شہر میں ہے وُہ چاہتا ہے کہ اپنی زوجہ کو اپنے مکان پر لے جائے، اس صورت میں اُسے اس امر کا اختیار ہے یا نہیں اور اگر زید نہ لے جانے دے اور ہندہ نہ جائے تو مستحق نان نفقہ کی ہوگی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بیشک صورت مستفسرہ میں زید کو اختیار ہے کہ اپنی زوجہ کو اپنے مکان پر لے جاکر رکھے۔ زوجہ اور اس کے باپ کا بلاوجہ شرعی روکنا محض ظلم ہے۔ اور زوجہ نہ جائے گی تو نان نفقہ کی مستحق نہ ہوگی۔

فهی ناشزة لامتناعها بغیر حق وانما النفقة جزاء الاحتباس فاذ لا احتباس لا نفقة کما صرحوا به قاطبة۔ کیونکہ وُہ نافرمان ہے اس لئے کہ وہ بلاوجہ مانع بنی ہوئی ہے جبکہ نفقہ خاوند کے حق میں پابند ہونے کا عوض ہے تو جہاں پابندی نہیں وہاں نفقہ نہیں ہوگا۔ جیسا کہ سب نے اس کی تصریح کی ہے (ت)

عمرو کا اقرار نامہ لکھ دینا کہ درصورت وعدہ خلافی نان نفقہ دوں گا کوئی چیز نہیں۔

فان شرط الله احق ومن اشترط شرطا لیس فی کتاب الله فلیس له وان شرط مائة مرة[1]، کما قال النبی صلی الله علیه وسلم فی الحدیث الصحیح۔ والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق شرط مقبول ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کوئی شرط لگائی تو وہ ناحق ہے اگرچہ ہزار بار شرط لگائے جیسا کہ صحیح حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم (ت)

---

[1] صحیح مسلم باب بیان ان الولاء لمن اعتق قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۹۴

Marfat.com

مسئلہ ۱۶۵ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ

ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ چہ می فرمایند علمائے دین اندریں مسئلہ کہ ہرگاہ با زید، پدر ہندہ گفت دخترم را شادی بکن زید گفت من فی الحال شادی نتوانستم چراکہ طالب علم ہستم وحصول علم را مدتے معلوم نیست کہ بچندسال بدست آید وقدرت نان ونفقہ اندریں مدت ندارم و پدر ہندہ دریں حالت اضطراری او بہ پیش چندمرداں ایں ہمہ شرائط مذکورہ برذمہ خود قبول کردہ وراضی شدہ دختر او بازید نکاح کنانیدہ برائے تحصیل علوم اجازت داد پس بعد از چندسال قبل از تحصیل علوم از نان ونفقہ طلب کرد وبریں تقدیر نان ونفقہ وغیرہ دادن بروے واجب خواہد شد یا نہ واز ہندہ اگر بامرد اجنبی ازیں مدت حرام کاری وغیرہ صادر گردد در نکاح زید ثابت ماند یا نہ وبر ہندہ شرعاً چہ حکم دادہ شود وشوہر ہندہ از بدفعلی او بری گردد یا نہ واگر ہندہ مہر خود عندالرضا ساقط گردد بعد ازاں عندالنزاع می گوید کہ مہرم را ازو ساقط نکردہ ام دعوے مہر او بر زید شرعاً ثابت گردد یا نہ۔ بیّنوا توجروا۔

علمائے کرام (رحمکم اللہ تعالیٰ) آپ کی کیا رائے ہے کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے باپ نے زید کو کہا کہ میری بیٹی سے شادی کرلو، زید نے کہا کہ میں فی الحال شادی نہیں کرسکتا کیونکہ میں طالبعلم ہوں اور حصولِ علم میں نہ معلوم کتنی مدت صرف ہو، مجھے اس مدت میں بیوی کے نان ونفقہ پر قدرت نہ ہوگی، تو اس پر ہندہ کے والد نے چند لوگوں کی موجودگی میں زید کی اس مجبوری کی حالت کی تمام ذمہ داری اپنے ذمہ لے لی اور رضامندی کے ساتھ زید سے اپنی لڑکی کا نکاح کردیا اور زید کو تحصیلِ علم کے لئے اجازت دے دی، اور اس کے چندسال بعد زید کی طلب علمی کے دوران تحصیل علم سے پہلے ہندہ کے والد نے زید سے نان ونفقہ کا مطالبہ کردیا، تو کیا اس صورت میں زید کو بیوی کا نان ونفقہ دینا واجب ہوگا یا نہیں، اور اس دوران اگر ہندہ کسی غیر مرد سے بدکاری کرے تو کیا وہ زید کے نکاح میں باقی رہے گی یا نہیں اور ہندہ پر کیا حکم شرعی ہوگا اور زید اپنی بیوی کی اس بدفعلی سے بری قرار پائے گا یا نہیں، اور اگر ہندہ رضامندی سے اپنا مہر معاف کردے اور بعد میں مخالفت ہوجانے پر کہے کہ میں نے اس کو مہر معاف نہیں کیا تو کیا اب زید پر شرعاً مہر کا دعویٰ کرسکتی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

درصورت مستفسرہ اگر از جانب زن تسلیم نفس واقع شد وخویشتن را از شوہر بناواجبی باز نداشت نفقہ او برذمہ شوہر لازم شد وآں کہ پدر زن پیش از نکاح آں شرائط برذمۂ خود قبول کرد اگر

مسئولہ صورت میں اگر بیوی نے اپنے آپ کو زید کے سپرد کردیا اور بلاوجہ رکاوٹ نہ کی ہو تو خاوند کے ذمہ اس کا نفقہ واجب ہوگا اور بیوی کے والد کا نکاح سے پہلے اس کی ذمہ داریوں کو اپنے ذمہ لینا اگر

Marfat.com

معنیش اینست کہ او بنا دادن نفقہ راضی شد و پیمان داد کہ تا مدت تحصیل علم زن از تو نان ونفقہ نخواہد ایں رضا وپیمان خود چیزے نیست اگرچہ حسبِ اجازت زن بالغ شدہ باشد زیرا کہ اسقاطِ دین پیش از وجوب معنی ندارد خاصۃً نفقہ کہ روزانہ شیئاً فشیئاً واجب می شود فی الدر المختار الابراء قبل الفرض باطل و بعدہ یصح مما مضی ومن شہر مستقبل حتی لو شرط فی العقد ان النفقۃ تکون من غیر تقدیر والکسوۃ کسوۃ الشتاء والصیف لم یلزم فلہا بعد ذلک طلب التقدیر فیہما[1] الخ، وفی رد المحتار عن الفتح فہو اسقاط للشیئ قبل وجوبہ فلا یجوز[2]، واگر مراد آنست کہ از جانب شوہر ایں دین را کفیل شدہ بر ذمہ خود گرفت اگر مقصود برأت شوہر ست کما ہو ظاہر الکلام ایں حوالت باشد فان الکفالۃ بشرط براءۃ الاصیل حوالۃ وحوالہ نقل دین ست

اس کا مطلب یہ تھا کہ اس دوران نفقہ نہ دینے پر راضی ہے اور عہد کرتا ہے کہ تحصیل علم کے دوران بیوی تجھ سے نان ونفقہ طلب نہ کرے گی تو والد کا یہ عہد و پیمان اور رضامندی کوئی حیثیت نہیں رکھتی اگرچہ بالغ بیوی کی رضامندی سے یہ معاہدہ کیا ہو کیونکہ واجب ہونے سے پہلے دَین کو ساقط کرنے کا کوئی مطلب نہیں ہے خصوصاً نفقہ کا معاملہ جو کہ روزانہ تھوڑا تھوڑا واجب ہوتا ہے۔ درمختار میں ہے کہ مقرر ہونے سے قبل بَری (ساقط) کرنا باطل ہے جبکہ مقرر ہوجانے کے بعد گزشتہ یا آئندہ ماہ کے نفقہ کو ساقط کرنا صحیح ہے، حتی کہ اگر نکاح میں یہ شرط رکھی کہ نفقہ کا تقرر نہ ہوگا اور لباس سردی اور گرمی میں ایک ہوگا تو اس شرط کا کوئی اعتبار نہ ہوگا لہذا بیوی نکاح کے بعد نفقہ اور لباس کے تقرر کا مطالبہ کرسکے گی الخ۔ اور ردالمحتار میں فتح سے منقول ہے کیونکہ یہ وجوب سے قبل کسی چیز کو ساقط کرنا ہے لہذا جائز نہ ہوگا، اور اگر والد کے اس عہد ورضا کا مطلب یہ تھا کہ بیوی کے نان ونفقہ کا خاوند کی بجائے میں خود کفیل ہوں گا اور میں ذمہ دار ہوں گا تو اس سے مقصد خاوند کو ذمہ سے بری کرنا ہے جیسا کہ ظاہر ہے تو یہ عقد حوالہ ہوگا کیونکہ اصل کو بری کرنے کی شرط سے کفالت تبدیل ہوکر حوالہ بن جاتی ہے جبکہ حوالہ کا معنٰی یہ ہے کہ

---

[1] درمختار　باب النفقہ　مطبع مجتبائی دہلی　۱/۲۶۸
[2] ردالمحتار　" "　داراحیاء التراث العربی بیروت　۲/۶۵۳

Marfat.com

کمافی التنویر وھوالصحیح کما فی الھندیة عن النھر آنچناں کہ دَین خود معدوم ست نقل را چہ معنی فی الدر المختار تصح فی الدین المعلوم[1] الخ فی ردالمحتار الشرط کون الدین للمحتال علی المحیل[2] الخ و فیہ لاتصح الحوالة مع جھالة المال[3] الخ وفیہ لاتصح ھذہ الحوالة لان کلامن الغازی و المستحق لم یثبت لہ دین فی ذمة الامام والناظر[4] الخ و اگر برأت شوہر منظور نیست کفالت اگرچہ صحیح شد لما فی الھندیة من فصل النکاح ضمان المھر صحة الضمان بالمھر عند الخطبة قبل النکاح فراجعھا ان شئت وھو الموافق للمفتی بہ من قول الامام ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی ان الکفالة بالنفقة المستقبلة تصح وان لم تجب بعد کما اوضحہ فی

کسی کو قرض سے بَری کرکے اپنے ذمّے لے لینا، جیساکہ تنویرالابصار میں ہے، اس کو ہندیہ میں نہر سے نقل کرتے ہُوئے صحیح قرار دیا ہے۔ تو اس صورت میں ابھی قرض معدوم ہے تو اس کو نقل کرکے دوسرے کے ذمّہ کیسے کیا جاسکتا ہے، درمختار میں ہے کہ حوالہ، معلوم قرض میں صحیح ہوتا ہے الخ، ردالمحتار میں ہے کہ' حوالہ میں یہ شرط ہے کہ قرضخواہ کا اصیل پر قرض ثابت ہو الخ۔ اور اس میں یہ بھی ہے، کہ، مال مجہول ہونے پر حوالہ صحیح نہ ہوگا، الخ، اور اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ، غازی اور دیگر مستحق شخص کے وظیفہ کا حوالہ صحیح نہ ہوگا کیونکہ یہ وظیفہ حاکم اور نگران کے ذمہ ان کے لئے ثابت شدہ نہیں ہے الخ۔ اور اگر والد کے اس عہد و رضا سے خاوند کو نفقہ سے بری قرار دینا نہیں تھا تو یہ کفالت صحیح ہوگی (اور خاوند بری الذمہ نہ ہوگا) کیونکہ ہندیہ میں" مہر کی ضمانت، نکاح کی فصل" میں ہے کہ' نکاح سے قبل مہر کی ضمانت صحیح ہے، اگر آپ چاہیں تو ہندیہ کی طرف رجوع کریں' اور یہ ہندیہ کا بیان امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے مفتی بہ قول کے موافق ہے کہ مستقبل کے نفقہ کی کفالت صحیح ہے اگرچہ یہ نفقہ ابھی واجب نہیں ہُوا، جیساکہ اس بات کو ردالمحتار میں واضح کیا ہے'

---

[1] درمختار	کتاب الحوالة	مطبع مجتبائی دہلی	۲/۶۹
[2] ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۴/۲۹۰
[3] ایضاً			
[4] "	"	"	۴/۲۹۱

Marfat.com

ردالمحتار[1] اما کفالت موجب برارت ذمۂ شوہر نباشد، پس بہرحال نفقہ بر شوہر بشرائطہا لازم ست، آرے اگر بتراضی یا قضائے قاضی نفقہ را فرضے تقدیرے میان نیامد مثلاً ماہانہ ایں قدر زر یا ایں مقدار طعام و پارچہ آں گاہ ہر قدر مدت کہ بے ادائے نفقہ گزشت نفقہ او ساقط گشت مطالبہ اش نتواں کرد آئندہ را طلب فرض و تقدیر کند تا دین شود بر مطالبہ دست یابد فی الدرالمختار النفقۃ لا تصیر دینا الا بالقضاء او الرضاء ای اصطلاحہما علی قدر معین اصنافا او دراہم فقبل ذٰلک لا یلزمہ شیئ، و بعدہ ترجع بما انفقت ولو من مال نفسہا بلا امر قاض[2] الخ، و فی ردالمحتار لا یلزمہ عما مضی قبل الفرض بالقضاء او الرضاء و لا عما یستقبل لانہ لم یجب بعد[3]۔ زن اگر شوئے خود را از مہر ابرائے شرعی بلا اکراہ کرد مہر از ذمۂ شوہر ساقط شد اگرچہ ایں معنی در خلوت محضہ

(لہٰذا والد کی کفالت خاوند (زید) کی نفقہ سے برارت کو واجب نہیں کرتی) پس ہر حال میں خاوند پر نفقہ اپنی شرائط کے مطابق واجب ہوگا۔ ہاں اگر باہمی رضامندی یا قاضی کے فیصلہ سے ابھی نفقہ کی مقدار متعین نہیں ہوئی تھی، مثلاً ماہانہ اس قدر نقد یا خوراک کی یہ مقدار اور فلاں وقت پر لباس طے نہیں ہُوا تھا اور کچھ مدت نفقہ دئے بغیر گزر گئی ہو تو گزشتہ مدت کا نفقہ ساقط ہو جائے گا بیوی کو اس کے مطالبہ کا حق نہ ہوگا اور آئندہ کے لئے مقدار متعین کرانے کا اس کو حق ہوگا تاکہ خاوند کے ذمہ قرض بن سکے اور مطالبہ پر اسے حاصل کر سکے درمختار میں ہے کہ، نفقہ خاوند کے ذمہ قرض نہیں بنتا تاوقتیکہ قاضی نے یا باہمی رضامندی سے طے نہ کرلیا گیا ہو مثلاً یوں کہ اتنی مقدار جنس یا نقد مقرر کرلیا گیا ہو تو اس فیصلہ سے قبل کا نفقہ واجب الادا نہ ہوگا اور اس کے بعد والے نفقہ میں جو بیوی نے قرض لے کر یا خود اپنے مال سے قاضی کے حکم کے بغیر جو خرچ کیا ہو تو وہ خاوند سے وصول کر سکتی ہے الخ، ردالمحتار میں ہے، قاضی یا باہمی رضامندی سے قبل کا گزشتہ نفقہ خاوند پر واجب الادا نہ ہوگا (البتہ طے کرنے کے بعد کا واجب الادا ہوگا) اور آئندہ مستقبل کا نفقہ بھی واجب الادا نہ ہوگا کیونکہ وُہ ابھی واجب نہیں ہوا، بیوی نے اگر شرعی طور پر اپنی رضامندی سے بلاجبر و اکراہ خاوند کو مہر سے بَری کر دیا ہو تو وہ مہر

---

[1] ردالمحتار	کتاب الکفالہ	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲۶۳/۴
[2] درمختار	باب النفقہ	مطبع مجتبائی دہلی	۲۷۰/۱
[3] ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۶۵۸/۲

Marfat.com

روئے داد فاما نزد قاضی بے اقرارِ زن یا
بینۂ عادلہ رنگ ثبوت نیابد اگر خدا ناترسی
کردہ بعد ابرا بدعوے پردازد وقاضی بذمہ
شوہر ثابت سازد و معاملۂ باطنی
ایشاں بمحکمۂ قاضی حقیقی عالم الغیب و
والشہادۃ جل جلالہ پردہ از روئے حقیقت
اندازد فالقاضی انما یقضی بالظاہر
و اللہ سبحانہ یتولی السرائر
آرے جائیکہ تعجیل وتاجیل مہر بہ بیان
نیامدہ باشد چناں کہ غالب مہور ایں دیار
ہمچناں مے باشد آنجا بنائے کار
بر عرف دیار ست وعرف عام وشائع
ایں بلاد بلکہ دیگر ممالک ہم ہمیں ست
کہ ہیچ صورت مہر نزد افتراق بموت یا
طلاق حال مے شود پس پیش ازاں
مطالبۂ زن مسموعی ندارد کما بیناہ فی
فتاونا مرارًا زنائے زناں موجب
بطلان نکاح آناں نیست قال تعالٰی بیدہ
عقدۃ النکاح[1] تا آنکہ اگر با پدر یا پسر
شوہر ایں چنیں وقاحت روئے دہد ہم نکاح
باطل نشود اگرچہ زن حرام ابدی گردد و
متارکہ فی الفور فرض شود ، فی
الدر المختار بحرمۃ المصاہرۃ

خاوند سے ساقط ہوجائے گا اگرچہ بیوی نے اپنی خلوت
میں معاف کیا ہو، لیکن قاضی کے ہاں بیوی کے اقرار
یا شہادت کے بغیر براءت ثابت نہ ہوگی، اگر بیوی خدا ترسی
نہ کرتے ہوئے معاف کرنے کے بعد قاضی کے ہاں
مہر کا دعوٰی کردے تو قاضی خاوند کے ذمہ مہر کی ادائیگی
لازم کردے گا، تاہم دونوں کا یہ باطنی معاملہ، اللہ
تعالٰی جو کہ حقیقی قاضی عالم الغیب والشہادۃ ہے
کے دربار میں پیش ہوگا اور حقیقی فیصلہ پائے گا، قاضی
تو ظاہر پر فیصلہ دیتا ہے باطنی امور تو اللہ تعالٰی کے
سپرد ہیں، ہاں اگر مہر کے معجل ہونے یا مؤجل کا فیصلہ
نہ ہوا ہو جیسا کہ عام طور پر اس علاقے میں ہوتا ہے تو
ایسی صورت میں معاملہ علاقہ کے عرف پر ہوگا، جبکہ
اس علاقے بلکہ دیگر ممالک میں بھی یہی ہے کہ میاں یا بیوی
کی موت یا طلاق کے وقت جو بھی مہر ہو وہ ادا کیا جاتا ہے
اور اس سے قبل عورت کے مطالبہ کو قابلِ توجہ نہیں
سمجھا جاتا، جیسا کہ ہم نے کئی مرتبہ اپنے فتاوٰی میں بیان
کیا ہے بیوی کے زنا سے نکاح باطل نہیں ہوتا اللہ تعالٰی
نے فرمایا: بیدہ عقدۃ النکاح (نکاح کی گرہ صرف
خاوند کے ہاتھ میں ہے) یہی وجہ ہے کہ اگر بیوی
اپنے خاوند کے باپ یا بیٹے سے بدفعلی کرے تو بھی
نکاح باطل نہیں ہوتا اگرچہ بیوی ہمیشہ کے لئے خاوند
پر حرام ہوجاتی ہے، اور فوری طور پر دونوں میں متارکہ
فرض ہوجاتا ہے۔ درمختار میں ہے کہ، حرمتِ مصاہرہ

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۷

Marfat.com

لایرتفع النکاح حتی لایحل لها التزوج باٰخر الا بعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ والوطئ بہا لایکون زنا[1]۔ بہرحال زن بقدر جرم خودش مستحق حد یا تعزیر شود وشوئے اگر در حفظ ومنعش از قدر واجب تقصیر نہ کرد وبریں کار راضی نشد ہیچ وبال بر و نیست قال تعالٰی لاتزر وازرۃ وزر اخرٰی، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

کے ساتھ نکاح باطل نہیں ہوتا حتی کہ دوسرے شخص سے اس بیوی کا نکاح حلال نہیں ہوگا تاوقتیکہ متارکہ کے بعد عدت نہ گزر جائے، اور متارکہ سے قبل اگر خاوند وطی کرلے تو زنا کا حکم نہ لگے گا، بہرحال بیوی اپنے جُرم کی خود ذمہ دار ہے اس پر حد لگے گی یا تعزیر ہوگی، خاوند نے اگر حفاظت ونگرانی میں کوتاہی نہ کی ہو اور وہ اس کے اس فعل سے راضی نہ ہو تو اس پر کوئی وبال نہیں ہوگا، اللہ تعالٰی نے فرمایا: ایک کا بوجھ دوسرے پر نہ ہوگا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۶۶ ۲۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید صاحب جائداد ہے اُس نے عرصہ بیس[20] سال سے اپنی زوجہ ہندہ کو بسبب ڈال لینے دوسری عورت کے تکرار کے بلاقصور شرعی گھر سے نکال دیا وہ اپنے باپ خالد کے مکان پر چلی آئی اس کا باپ متکفل رہا اس وجہ سے اُس کو نان ونفقہ حاصل کرنے کی ضرورت نہ ہوئی چونکہ اب خالد کا انتقال ہوگیا لہذا اُس کو نان ونفقہ حاصل کرنے کی ضرورت ہے، اس مدت بیس[20] سال میں زید ہندہ کو اتفاقِ یکجائی نہ ہُوا یہ امر مانع نان ونفقہ تو نہ ہوگا، بیّنوا توجروا۔

الجواب

بیس[20] سال گزشتہ کا نفقہ تو ہر طرح ساقط ہی ہوگیا، آئندہ کے لئے جبکہ اُس کا نکلنا اپنی خوشی سے نہ تھا بلکہ شوہر نے نکال دیا یہ دیکھا جائے گا کہ عورت کا اپنے باپ کے گھر رہنا شوہر ہی کے جبر سے ہے کہ وہ بلائے تو اسے جانے سے انکار نہ ہو تو وہ خود ہی نہیں بلاتا اس کا آنا نہیں چاہتا جب تو نفقہ کی مستحق ہے اور اگر یہی جانا نہیں چاہتی، وہ بلاتا ہے اور یہ نہیں جاتی تو استحقاق نہیں،

فی الدر المختار تجب للزوجۃ ولوھی فی بیت ابیھا اذا لم یطالبھا الزوج بالنقلۃ وبہ یفتی[2]،

درمختار میں ہے: بیوی اگر اپنے والد کے گھر ہو اور خاوند اپنے گھر منتقل ہونے کا مطالبہ نہ کرے تو بیوی کے لئے نفقہ واجب ہوگا، اسی پر فتوٰی دیا جائیگا،

---

[1] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

Marfat.com

وکذا اذا طالبها ولم تمتنع او مرضت و فی منزلها بقیت ولنفسها ما منعت و علیہ الفتوی[1] اھ ملتقطا، و فی الھندیۃ عن البدائع لھا النفقۃ بعد النقلۃ و قبلھا ایضا اذا طلبت النفقۃ فلم ینقلھا الزوج وھی لا تمنع من النقلۃ لو طالبھا الزوج وان کانت تمنع فلا نفقۃ لھا کالصحیحۃ[2]۔ قلت والشرط عدم منعھا لا وجود طلبھا کما حققنا فیما علقناہ علی رد المحتار وھو المصرح فی الفتح عن الخلاصۃ عن الجامع الکبیر والیہ اٰخر کلام البدائع ایضا یشیر۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اور یونہی اگر وہ منتقل ہونے کا مطالبہ کرے اور بیوی انکار نہ کرے یا بیوی اس وقت بیمار ہو اور اپنے گھر میں اور اپنے آپ کو خاوند کے سپرد کرنے سے مانع نہ ہو تو بیوی کا نفقہ واجب ہے۔ اسی پر فتوٰی ہے اھ ملتقطا۔ اور ہندیہ میں بدائع سے منقول ہے بیوی کیلئے نفقہ واجب ہوگا جب وُہ خاوند کے ہاں منتقل ہوجائے، یا قبل منتقل ہونے کے جب عورت نفقہ کا مطالبہ کرے تو خاوند اسے منتقل نہ کرے حالانکہ بیوی منتقل ہونے سے انکاری نہ اگر خاوند اسے منتقل کرنا چاہے، اور اگر وُہ منتقل ہونے سے انکار کرے تو پھر اس کے لئے نفقہ نہیں جیسا کہ صحت مند ہونے کے باوجود منع کرنے پر نفقہ نہیں ہے۔ قلت (میں کہتا ہوں) شرط یہ ہے کہ عورت انکاری نہ ہو، خاوند کا مطالبہ کرنا شرط نہیں ہے، جیسا کہ ہم نے ردالمحتار کے حاشیہ میں اس کی تحقیق کی ہے اور یہی فتح میں خلاصہ سے بحوالہ جامع کبیر منقول ہے، اور بدائع کا آخری کلام بھی یہی اشارہ دیتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۶۷: از منڈی ہلدوانی ضلع نینی تال سررشتہ ڈپٹی کمشنری مرسلہ منشی علی الدین احمد ۲ رمضان المبارک ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی عورت ہندہ زید سے سخت دشمنی رکھتی ہے، ایک دفعہ زید کے غیبت میں اناج بیچا، زید نے بہت تھوڑا سا مارا کنویں میں کُود پڑی، غیر مردوں نے نکالا، باریک کپڑے جوان عمر پانی میں بھیگ کر بے ستری ہُوئی، کنویں سے نکل کر بولی بازار اور سرا میں بیٹھوں گی مگر زید کے گھر نہ جاؤں گی، اس پر وہ غیر آدمی اپنے گھر لے گئے، جب زید نوکری سے آیا وہاں سے سوار ہو کر ہندہ کے ماں باپ کے یہاں بھیج دیا، وہاں سے پھر آئی اور یہ عادت رکھی کہ ذرا سی تکرار پر دن دوپہر کو سربازار پیادہ یا آدھ آدھ میل تک کسی کے مکان پر زید کو زک دینے اور بدنام کرنے کے لئے چلی جاتی ہے، زید کے لڑکے بالغ ہوگئے ہیں وہ ہر طرح اپنی ماں کے ساتھ ہیں اُس سے مل کر زید کا مقابلہ کرتے ہیں کاٹنے اور داڑھی پکڑنے تک نوبت پہنچ گئی ہے

---

[1] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۹

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الاول فی نفقۃ الزوجۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۴۶

Marfat.com

اور کہتے ہیں تمہارے پاس مسالہ ہی کیا ہے جس پر مزاج دکھاتے ہو تم سے زائد تو اب ہمارے پاس ہے، ہندہ کو اپنے شوہر کے پاس آنے سے بھی عذر اور حیلہ اور انکار ہمیشہ رکھتی ہے ایک قاعدہ یہ بھی مقرر کیا ہے کہ بغیر اطلاع زید کے کسی لڑکے کو ساتھ لے کر زید کے یہاں آجاتی ہے اور چار پانچ مہینے رہ کر کل نقد و جنس اپنے قبضے میں کر کے جب زید اپنی نوکری پر الہ آباد جاتا ہے ہندہ اور لڑکا اپنے ماں کے یہاں لکھنؤ چلے آتے ہیں اُس مال کا پھر کبھی پتہ نہیں چلتا اس صورت میں لڑکوں کے حق حقوق اور ہندہ کے نان ونفقہ اور مہر کی نسبت از روئے شرع شریف کیا حکم فرماتے ہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

لڑکے جب کہ جوان اور خود مالدار ہیں تو اُن کا کوئی حق ذمہ زید باقی نہیں خصوصاً ایسی حالت میں کہ وہ اس قدر موذی وعاق ہیں والعیاذ باللہ رب العلمین ایسے لڑکوں اور عورت کے لئے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب شدید وغضب عظیم کا استحقاق ہے، عورت جبکہ اس کے یہاں آنے سے ہمیشہ عذر و انکار رکھتی ہے اور جب کبھی آنا ہوتا ہے وہ اس لئے نہیں کہ شوہر کی قیدی بن کر رہے بلکہ خود مختارانہ بالجبر آنا اُس غرض فاسد سے ہوتا ہے کہ اندوختہ لوٹ کر لے جائے جیسا کہ تقریر سوال سے ظاہر تو ایسی صورت میں یہ عورت صریح ناشزہ ہے اس کا نان ونفقہ اصلاً زید کے ذمہ نہیں، درمختار میں ہے:

النفقۃ جزاء الاحتباس وکل محبوس لمنفعۃ غیرہ تلزمہ نفقتہ[1]۔

نفقہ بیوی کے پابند ہونے کا معاوضہ ہے اور جو دوسرے کے حق میں محبوس ہو تو اس کا نفقہ اس پر لازم ہوتا ہے۔ (ت)

البتہ مہر ان حرکات سے ساقط نہیں ہوتا اور اُس کی کوئی میعادِ ادا مقرر نہ ہُوئی تھی تو حسب عرفِ بلاد بعد موت یا طلاق ادا کرنا واجب ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۸: از ریاست رام پور بزریا ملاظریف گھیر عبدالرحمٰن خاں مرحوم مرسلہ عبدالرؤف خاں ۲۵ محرم ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص شرارت سے نہ تو اپنی زوجہ کو اپنے پاس بلاتا ہے نہ طلاق دیتا ہے بلکہ کہتا ہے کہ تجھ کو معلقہ رکھوں گا، اب اس صورت میں وہ بیچاری حاکم عدالت سے فریاد کرکے طلاق لے سکتی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۶

Marfat.com

الجواب

قال اللہ سبحانہ و تعالیٰ فامسکوھن بمعروف اوسرحوھن بمعروف[1]

(اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:) عورتوں کو یا تو اچھی طرح رکھو یا اچھی طرح چھوڑدو۔

وقال تعالیٰ فامساك بمعروف او تسریح باحسان[2]

(اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا:) یا بھلائی کے ساتھ رکھنا یا نکوئی کے ساتھ چھوڑدینا۔

وقال تعالیٰ وعاشروھن بالمعروف[3]

(اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا:) عورتوں سے اچھے برتاؤ کے ساتھ زندگانی کرو۔

وقال تعالیٰ اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن[4]

(اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا:) جہاں آپ رہو وہاں عورتوں کو رکھو اپنے مقدور کے قابل اور اُنھیں نقصان نہ پہنچاؤ کہ اُن پر تنگی لاؤ۔

وقال تعالیٰ فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقة[5]

(اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) پُورے ایک طرف نہ جُھک جاؤ کہ عورتوں کو یُوں چھوڑ کر جیسی اُدھر میں لٹکتی۔

بالجملہ عورت کو نان ونفقہ دینا بھی واجب اور رہنے کو مکان دینا بھی واجب اور گاہ گاہ اس سے جماع کرنا بھی واجب جس میں اُسے پریشان نظری نہ پیدا ہو اور اسے معلقہ کردینا حرام، اور بے اُس کے اذن ورضا کے چار مہینے تک ترکِ جماع بلاعذرِ صحیح شرعی ناجائز، اور بعد نکاح ایک بار جماع تو بالاجماع بالاتفاق حقِ زن ہے کہ اُسے بھی ادا نہ کرسکے تو عورت کے دعوے پر قاضی مرد کو سال بھر کی مہلت دے گا اگر اس میں بھی جماع نہ ہو تو بطلبِ زن تفریق کردے گا، مگر ایک بار کے بعد پھر جبری تفریق کا قاضی کو اختیار نہیں، نہ ہمارے نزدیک نفقہ نہ دینے پر تفریق ہوسکتی ہے، ہاں قاضی اعانت ضعفاء و مددِ مظلومین کے لئے مقرر ہُوا ہے، تو اُس پر لازم کہ جس طرح ممکن ہو دفع ظلم کرے، رد المحتار میں ہے:

قال فی الفتح اعلم ان ترك جماعھا — فتح القدیر میں فرمایا، واضح ہو کہ بیوی سے جماع مطلقاً

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۱
[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۹
[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۴/ ۱۹
[4] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۶۵/ ۶
[5] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۴/ ۱۲۹

Marfat.com

مطلقا لا یحل له صرح اصحابنا بان جماعها احیانا واجب دیانة لکن لا یدخل تحت القضاء والالزام الا الوطأة الاولٰی ولم یقدروا فیه مدة، ویجب ان لا یبلغ به مدة الایلاء الا برضاها وطیب نفسها به اھ ویسقط حقها بمرة فی القضاء ای لانه لو لم یصبها مرة یؤجله القاضی سنة ثم یفسخ العقد اما لو اصابها مرة واحدة لم یتعرض له لانه علم انه غیر عنین وقت العقد بل یأمره بالزیادة احیانا لوجوبها علیه الا لعذر مرض او عنة عارضة او نحو ذلك وسیأتی فی باب الظهار ان علی القاضی الزام المظاهر بالتکفیر دفعا للضرر عنها بحبس او ضرب الی ان یکفر او یطلق اھ مختصرا۔

ترک کردینا حلال نہیں، ہمارے اصحاب نے تصریح فرمائی ہے کہ دیانۃً گاہے گاہے بیوی سے جماع کرنا واجب ہے لیکن اس پر قاضی کو کارروائی کا حق نہیں کہ وُہ خاوند پر لازم قرار دے تاہم نکاح کے بعد پہلا جماع خاوند پر قاضی لازم کرسکتا ہے اور فقہاءِ کرام نے اس جماع کے لئے مدّت کا تعین نہیں کیا کہ کتنی مدّت کے اندر واجب ہے تاہم یہ ضروری ہے کہ یہ وقفہ ایلاء کی مدت (چار ماہ) تک نہ پہنچنے پائے الّا یہ کہ بیوی کی رضامندی اور خوش طبعی سے جتنا وقفہ ہو اھ ایک دفعہ جماع کرلینے سے قضاءً بیوی کا حق ساقط ہوجائے گا یعنی اگر دورانِ نکاح ایک مرتبہ بھی جماع نہ کیا ہو تو بیوی کے مطالبے پر قاضی خاوند کو ایک سال کی مہلت دے گا اور اس مدت میں جماع نہ کرنے پر قاضی نکاح کو فسخ کردے گا، اور ایک مرتبہ جماع کرلیا ہو تو پھر قاضی مداخلت نہ کرے کیونکہ معلوم ہوچکا ہے کہ خاوند نکاح کے وقت نامرد نہ تھا، تاہم قاضی خاوند کو مزید جماع کا مشورہ دے گا کیونکہ خاوند پر حقوقِ زوجیت واجب ہے لیکن مریض ہو یا عارضی مردمی کمزوری یا کوئی اور وجہ ہو تو واجب نہیں ہے اور ظہار کے باب میں بیان رہا ہے کہ قاضی پر ضروری ہے کہ وُہ بیوی کی پریشانی دُور کرنے کیلئے ظہار کرنے والے خاوند کو کفارۂ ظہار دینے پر قید اور جسمانی سزا کے ساتھ مجبور کرے تاکہ وُہ کفارہ دے یا طلاق دے، اھ، مختصراً (ت)

بحرالرائق میں ہے:

قالوا وللمرأة ان تطالبه بالوطء وعلیها ان تمنعه من الاستمتاع بها حتی یکفر، وعلی القاضی ان یجبره علی التکفیر

فقہاءِ کرام نے فرمایا ہے کہ عورت کو حق ہے کہ خاوند سے جماع کا مطالبہ کرے، اور ساتھ ہی اس پر لازم ہے کہ کفارہ دینے تک خاوند کو جماع سے روکے، اور قاضی کو

---

[1] ردالمحتار باب القسم داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۹۸

Marfat.com

دفعاللضررعنها بحبس فان ابی ضربه ولا یضرب فی الدین ولو قال قد کفرت صدق مالم یعرف بالکذب وفی التتارخانیۃ اذا ابی عن التکفیر عزرہ بالضرب والحبس الی ان یکفر او یطلق[1]

حق ہے کہ وُہ بیوی کی پریشانی دُور کرنے کیلئے خاوند کو قید کرکے کفارہ دینے پر مجبور کرے اور اگر خاوند انکار کرے تو اس کو جسمانی سزا دے جبکہ قرض کے معاملہ میں قاضی جسمانی سزا نہیں دے سکتا، اور اگر خاوند بتائے کہ میں نے کفارہ دے دیا ہے تو قاضی اس کی تصدیق کرے جب تک اس کا جھُوٹ واضح نہ ہو، اور تاتارخانیہ میں ہے کہ اگر کفارہ دینے سے انکار کرے تو قاضی خاوند کے کفارہ ادا کرنے یا طلاق دینے تک اسے جسمانی تعزیر اور قید کرسکتا ہے۔ (ت)

جب یہ اصول معلوم ہوگئے حکم مسئلہ واضح ہوگیا پاس نہ بُلانا ترکِ جماع کو مستلزم اور نفقہ نہ دینے کو بھی محتمل، ترکِ جماع اگر ایسا ہے یعنی بعد نکاح اس کے پاس گیا ہی نہیں تو قاضیِ شرع اُس پر جبر کرے گا کہ پاس جائے اگر ظاہر ہوگا کہ اسے اس عورت سے مجامعت پر قدرت نہیں تو بعد دعوٰی عورت وہی مسائل عنین و مہلتِ یکسال و تفریق جبری بطلبِ زن جاری ہوں گے، اور اگر باوصفِ قدرت نہیں جاتا خواہ ابتداءً خواہ ترکِ مطلق کا ارادہ کرلیا ہے اور عورت کو اس سے ضرر ہے تو قاضی مجبور کرے گا کہ جماع کرے یا طلاق دے، اگر نہ مانے گا قید کرے گا اگر نہ مانے گا مارے گا یہاں تک کہ دو باتوں میں سے ایک کرے،

وذٰلک رفعاللمعصیۃ ودفعا للضرر وقد نصوا کما فی البحر والدر وغیرھما ان کل مرتکب معصیۃ لاحد فیھا ففیھا التعزیر[2] وفی ردالمحتار قولہ وعلی القاضی الزامہ بہ، اعتراض بانہ لافائدۃ للاجبار علی التکفیر الاالوطئ والوطئ لایقضی بہ علیہ الا مرۃ، قال الحموی وفرض المسئلۃ فیما اذالم یطأھا

یہ تعزیر اس لئے ہے کہ خاوند گناہ ختم کرے اور بیوی کی پریشانی دُور کرے، اور فقہاءِ کرام نے ذکر کیا ہے کہ وُہ جُرم جس پر حد نہیں ہے تو اس میں تعزیر ہوگی جیسا کہ بحر اور دُر وغیرہما میں مذکور ہے۔ اور ردالمحتار میں ہے کہ درمختار کا یہ بیان کہ قاضی پر لازم ہے الخ، یہ ایک اعتراض کا جواب ہے، اعتراض یہ ہے کہ خاوند کو کفارہ دینے پر مجبور کرنے کا مقصد صرف بیوی سے جماع ہے جبکہ جماع کے معاملے میں قاضی خاوند کو نکاح کے بعد ایک سے زائد مرتبہ پر مجبور نہیں کرسکتا تو حموی نے کہا اور جواب کیلئے

---

[1] بحرالرائق باب الظہار ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/ ۹۷-۹۶
[2] درمختار باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۲۶

Marfat.com

قبل الظهار ابدا بعیدا وقد یقال فائدۃ الاجبار رفع المعصیۃ اھ ای ان الظهار معصیۃ حاملۃ له علی الامتناع من حقها الواجب علیه دیانۃ فیأمرہ برفعها لتحل له کما یأمر المولی من امراتہ بقربانها فی المدۃ او یفرق بینهما لدفع الضرر عنها[1] اھ مختصرا۔

یہ فرض کرنا کہ ظہار سے قبل خاوند نے ایک مرتبہ بھی جماع نہ کیا ہو تو تب قاضی مجبور کرسکتا ہے، تو یہ بعید سی بات ہے، یا جواب میں یُوں کہا جائے گا کہ خاوند کو مجبور کرنے کا مقصد خاوند کے جُرم کا ازالہ ہے اھ، یعنی ظہار کرنا جُرم ہے جو خاوند کو بیوی کے اُس حق کی ادائگی سے روکتا ہے جو دیانۃً ہر خاوند پر واجب ہے تو اس لئے قاضی اس کو جرم کے ازالہ کا حکم دے گا تاکہ بیوی حلال ہوسکے، جیسے مولیٰ اپنے غلام کو ظہار کی مدت میں بیوی سے جماع کرنے یا طلاق دینے کا حکم کرسکتا ہے تاکہ بیوی کی پریشانی دُور ہوسکے۔ اھ مختصراً (ت)

اور نفقہ نہ دینے پر اگر ادائے نفقہ پر قادر رہے تو قاضی بقدرِ مناسب عورت کے لئے نفقہ مقرر کرے گا اور شوہر کو اس کے ادا کا حکم دے گا اگر نہ مانے گا قید کرے گا اور اس مدت میں اس سے نہ پانے کے سبب جو کچھ عورت قرض لے کر خواہ اپنے مال سے اپنے نفقہ میں صَرف کرے گی سب شوہر پر دین ہوگا اور اس سے دلایا جائیگا مگر یہاں تفریق کردینے یا طلاق پر جبر کرنے کی صورت نہیں،

اقول اور وجہِ فرق ظاہر ہے جماع و نفقہ دونوں کی طرف عورت محتاج اور ان کے نہ ملنے میں اس کا ضرر، اور دفعِ ضرر جس طرح ممکن ہو واجب، اور طرقِ دفع میں آسان تر کا لحاظ لازم کہ طرف ثانی کا بھی اضرار نہ ہو، جماع ایسی چیز ہے کہ غیر شوہر سے اس کا ملنا محال، تو طریق دفع اسی میں منحصر کہ شوہر جماع کرے یا طلاق دے کہ وُہ دُوسرے سے نکاح کرسکے بخلاف نفقہ کہ یہ حاجت اپنے مال سے خواہ دوسرے سے قرض لے کر بھی مندفع ہوسکتی ہے عورت کا ضرر یُوں دفع ہوگیا کہ حاجت روا ہُوئی اور رجوع اُٹھا وہ بعد فرضِ قاضی شوہر پر قرض رہا تو یہاں طلاق پر مجبور کرنے میں شوہر کا ضرر زائد ہے جس کی طرف عورت سے دفعِ ضرر میں حاجت نہیں۔ تنویر میں ہے:

لایفرق بینهما بعجزہ عنها ولا بعدم ایفائه حقها ولو موسرا[2] اھ مختصرا۔

نفقہ سے عاجز ہوجانے پر اور امیر ہوتے ہُوئے بھی بیوی کو پُورا حق نہ دینے پر قاضی دونوں کی تفریق نہ کرے گا۔ اھ مختصراً۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

---

[1] تنویر الابصار | باب الظہار | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۵۷۶

[2] درمختار | باب النفقۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۶۹

Marfat.com

بل یفرض لها النفقة علیہ و یأمرھا بالاستدانۃ[1]

بلکہ قاضی خاوند کے ذمہ بیوی کا نفقہ مقرر کردے گا اور بیوی کو خاوند کے نام قرض لے کر خرچ کرنے کا فیصلہ دے گا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

وبعدہ ترجع بما انفقت ولو من مال نفسہا بلا امر قاض[2]

اس کے بعد بیوی خرچ کیلئے مقررہ نفقہ کو خاوند سے وصول کرے گی جو بیوی نے خرچ کیا ہو خواہ اس نے اپنے ہی مال سے قاضی کے حکم کے بغیر خرچ کیا ہو۔ (ت)

شامیہ میں بدائع سے ہے:

یحبس فی نفقۃ الاقارب کالزوجات[3]

قریبیوں کے نفقہ میں قید کیا جاسکتا ہے جیسا کہ بیویوں کے نفقہ میں قید کیا جاسکتا ہے۔ (ت)

اور اگر شوہر فقیر ہے کہ نفقہ نہیں دے سکتا جب بھی حکم یہی ہے کہ تفریق نہیں اور محتاجی معلوم ہو تو قید بھی نہیں بلکہ قاضی نفقہ مقرر کرکے عورت کو قرضًا صرف کرنے کا حکم دے جو کچھ حسب قرارداد قاضی خرچ ہوتا رہے ذمہ شوہر دَین ہوا کرے گا یہاں تک کہ زمانہ اُس کو تونگری کی طرف پلٹا لے، اس وقت سب وصول کرلیا جائے مگر اگر قاضی دیکھے کہ عورت کو اس امید پر قرض نہیں ملتا تو شوہر کو سمجھائے کہ طلاق دے دے، اگر نہ مانے تو قاضی جبکہ نائب مقرر کرنے کا اختیار رکھتا ہو باختیارِ خود ورنہ بحکم والی مسلّم مقدمہ کسی شافعی المذہب کے سپرد کردے کہ اُن کے یہاں جب کہ شوہر نفقہ دینے سے عاجز ہو تفریق کرادیتے ہیں وہ فریقین کو بلاکر بعد سماع مقدمہ وثبوت عجز تفریق کردے، یہ حکم جب قاضی حنفی کے حضور پیش ہو اسے نافذ کردے کہ شوہر جب حاضر ہو تو حاکم شافعی کا ایسا حکم ہمارے نزدیک لائق تنفیذ مانا جاتا ہے، یُوں عورت اُس بلا سے خلاصی پاسکتی ہے۔ درمختار میں ہے:

جوزہ الشافعی باعسار الزوج ولو قضی بہ حنفی لم ینفذ نعم لو امر شافعیا فقضی بہ نفذ[4]

خاوند کے تنگدست ہوجانے پر نفقہ کی وجہ سے تفریق کو امام شافعی نے جائز قرار دیا ہے، اور اگر حنفی قاضی یہ فیصلہ دے تو نافذ نہ ہوگا، ہاں حنفی قاضی اگر شافعی قاضی کو فیصلہ دینا سپرد کرے پھر شافعی قاضی فیصلہ دے تو اس کا فیصلہ نافذ ہوجائے گا۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب النفقۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۵۶

[2] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۷۰

[3] ردالمحتار بحوالہ البدائع باب النفقۃ " ۲/۶۸۷ وفصل فی الحبس ۴/۳۲۲ دار احیاء التراث العربی بیروت

[4] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۹

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے:

قولہ نعم لو امر شافعیا ای بشرط ان یکون ماذونا لہ بالاستنابۃ، خانیۃ، قال فی غرر الاذکار ثم اعلم ان مشائخنا استحسنوا ان ینصب القاضی الحنفی نائبا ممن مذھبہ التفریق بینھما اذا کان الزوج حاضرا وابی عن الطلاق لان دفع الحاجۃ الدائمۃ لایتیسر بالاستدانۃ اذ الظاھر انھا لا تجد من یقرضھا وغنی الزوج مآلا امر متوھم فالتفریق ضروری اذا طلبتہ وان کان غائبا لا یفرق لان عجزہ غیر معلوم حال غیبتہ وان قضی بالتفریق لاینفذ قضاؤہ لانہ لیس فی مجتھد فیہ لان العجز لم یثبت[1] اھ وتمامہ فیہ، واللہ تعالٰی اعلم۔

ماتن کا کہنا کہ "ہاں اگر شافعی کو کہے" یعنی بشرطیکہ وہ حنفی قاضی دوسرے کو فیصلہ سپرد کرنے کا مجاز ہو، خانیہ۔ غرر الاذکار میں کہا ہے کہ واضح ہو کہ ہمارے مشائخ نے یہ پسند کیا ہے کہ حنفی قاضی کسی ایسے شخص کو اپنا نائب قرار دے جس کا مذہب یہ ہو کہ خاوند اور بیوی میں نفقہ کی وجہ سے تفریق جائز ہے، تو جب خاوند حاضر ہو اور طلاق دینے سے انکاری ہو تو وہ نائب بیوی کے مطالبہ پر تفریق کردے کیونکہ نفقہ کی دائمی حاجت قرض لینے سے حل نہیں ہوتی جبکہ ظاہر یہی ہے کہ بیوی کسی قرض دینے والے کو نہیں پاتی اور خاوند کا بعد میں کسی وقت امیر ہونا موہوم معاملہ ہے لہذا بیوی کے مطالبہ پر تفریق ضروری ہے، اور اگر خاوند غائب ہو تو پھر تفریق نہ کرے کیونکہ غیر موجودگی کی وجہ سے خاوند کا نفقہ سے عاجز ہونا معلوم نہیں ہے تو اس صورت میں اگر تفریق کی تو نافذ نہ ہوگی کیونکہ غائب ہونے کی صورت میں عجز ثابت نہ ہونے پر مسئلہ اجتہادی نہ رہے گا، مکمل بیان ردالمحتار میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۶۹ از پنجاب مرسلہ مولوی فاضل صاحب ۲۰ صفر ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی دو ہمشیریں حالتِ جوانی میں بیوہ ہوگئیں اور انہوں نے عقدِ ثانی نہیں کیا اور دونوں کے پاس دو مکان پیدا کردہ شوہر کے ہیں لیکن ترکۂ پدری کچھ بھی نہیں ہے کہ جس سے اُن بیوگان کی گزر ہوسکے، اور زید بھی کم مقدرت ہے اور اہل وعیال رکھتا ہے مگر اپنے اوپر تکلیف اٹھا کر ہمشیروں کی خبرگیری بھی کرتا ہے، پس اس صورت میں زید کا بہنوں کے ساتھ یہ برتاؤ از قسم سلوک ہے یا از قسم واجب، اور بہنوں کا نان نفقہ بھائیوں پر واجب ہے یا تورع واحسان، اور اگر واجب ہے تو کس صورت میں؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] ردالمحتار باب النفقۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۵۶

Marfat.com

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں بہنوں کا نان ونفقہ بھائی پر واجب ہے دو شرط سے :

اوّل زید اُن کی اعانت پر قادر ہو یعنی اپنی حاجتِ اصلیہ سے فاضل چھپّن ۵۶ روپے کا مالک ہو یا ایسا مال نہیں رکھتا بلکہ پیشہ ور ہے تو اپنے اور اپنے بیوی بچوں کے نفقہ سے پس انداز ہوتا ہو جس سے بہنوں کی اعانت کر سکے۔

دوم بہنیں زیور وغیرہ کوئی مال ذاتی نہ رکھتی ہوں جو اُن کی حاجت اصلیہ سے زائد چھپّن ۵۶ روپے کا ہو نہ کھانے کے لئے اناج پہننے کے لئے کپڑا یا دام موجود ہو کہ یہ جب تک رہے گا اُس قدر نفقہ دوسرے پر واجب نہ ہوگا اگرچہ چھپّن ۵۶ روپیہ سے کم کا ہو، نہ مکان اس قابل ہو کہ اس کا ایک حصّہ بیچ کر باقی میں گزر کر سکیں، ایسا ہوگا تو بیچ کر خود اپنے نفقہ میں اٹھانا لازم ہوگا جب نہ رہے گا بھائی پر نفقہ آئے گا، نہ وُہ عورتیں دستکاری مثل سلائی وغیرہ کے ایسا کر رہی ہُوں جو اُن کے نفقہ کو کافی ہو، اگر ایسا ہے تو اپنا نفقہ خود اُنھیں پر ہے بھائی پر نہیں، ہاں اگر وُہ دستکاری نہیں کرتیں، نہ اپنے کسی مال سے اپنی بسر کر سکتی ہیں تو بھائی پر نفقہ واجب ہوگا اور وُہ یہ نہ کہہ سکے گا کہ تم سلائی وغیرہ کوئی کام مزدوری کا کرکے اپنا پیٹ پالو، یہ دو شرطیں متحقق ہوں تو نفقہ بھائی پر ہے تنہا اُس پر جب کہ اُن عورتوں کا وارث صرف وہی ہو ورنہ بقدرِ میراث جبکہ اُس کے سوا اُن کا اور کوئی وارث ذی مقدور مثل دُوسرے بھائی یا بہن یا دُختر کے ہو۔ درمختار میں ہے :

تجب (علی موسر یسار الفطرۃ) علی الارجح ورجح الزیلعی والکمال انفاق فاضل کسبہ (النفقۃ لکل ذی رحم محرم صغیرا وانثی) مطلقا (ولو بالغۃ صحیحۃ او) کان الذکر (بالغا عاجزا) عن الکسب (فقیرا) حال من المجموع بحیث تحل لہ الصدقۃ ولو لہ منزل وخادم علی الصواب بدائع (بقدر الارث)[1] اھ ملتقطا۔

(فطرانہ کے وجوب والی استعداد والے پر) زیادہ راجح قول کے مطابق نفقہ واجب ہے، جبکہ زیلعی اور کمال نے ضروری آمدن سے زائد کسب والے پر وجوب کو ترجیح دی ہے (نفقہ دینا ہر ذی رحم محرم نابالغ یا عورت کو) مطلقاً (اگرچہ عورت بالغہ صحت مند ہو) یا لڑکا (بالغ عاجز ہو) محنت سے (جبکہ یہ فقیر ہوں) لازم ہے تو فقیر ہونا تمام کا حال ہے یُوں کہ اس کو صدقہ حلال ہو اگرچہ اُس کا اپنا مکان اور خادم ہو، درست قول کے مطابق یہی حکم ہے، بدائع (یہ نفقہ ہر ایک کو بقدرِ وراثت دینا لازم ہے)[1] اھ ملتقطا (ت)

---

[1] درمختار باب النفقہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۷۴ تا ۲۷۶

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے :

قولہ مطلقا قید للانثی ای سواء کانت بالغۃ اوصحیحۃ قادرۃ علی الکسب لکن لوکانت مکتسبۃ بالفعل کالقابلۃ والمغسلۃ لا نفقۃ لھا۔ قولہ بحیث تحل لہ الصدقۃ بان لایملک نصابا نامیا اوغیرنا مزائدا عن حوائجہ الاصلیۃ والظاھران المراد ماکان من غیرجنس النفقۃ اذلوکان یملک دون نصاب من طعام اونقود تحل لہ الصدقۃ ولا تجب لہ النفقۃ فیمایظھر لانھا معللۃ بالکفایۃ ومادام عندہ مایکفیہ من ذٰلک لایلزم غیرہ کفایتہ ، قولہ ولولہ منزل وخادم ای وھومحتاج الیھما وفی الذخیرۃ لوکان یکفیہ بعض المنزل امربیبع بعضہ والانفاق علی نفسہ وکذا لوکانت لہ دابۃ نفیسۃ یومربشراء الادنی وانفاق الفضل اھ ومثلہ فی شرح ادب القاضی[1] اھ مختصرا ، واللہ تعالٰی اعلم۔

ماتن کا قول "مطلقاً" یہ لفظ "انثٰی" کی قید ہے یعنی خواہ بالغہ ہو یا تندرست ہو محنت پر قادر ہو۔ لیکن اگر وُہ عملاً محنت کررہی ہو مثلاً دایہ یا غسل دینے والی ہو، تو اس کے لئے نفقہ واجب نہ ہوگا، اور ماتن کا قول "بحیث تحل لہ الصدقۃ" (اس کے لئے صدقہ حلال ہو) یعنی وُہ نامی نصاب یا غیر نامی جو اصلی حاجت سے زائد ہو، کا مالک نہ ہو۔ اس میں ظاہر یہ ہے کہ جس مال کا وُہ مالک ہو وہ نفقہ کی جنس سے نہ ہو، کیونکہ اگر وہ نصاب سے کم غلہ یا نقد کا مالک ہو تو اگرچہ اس کے لئے صدقہ حلال ہے لیکن اس کے لئے نفقہ ظاہراً واجب نہیں، کیونکہ نفقہ کے وجوب کی علت ضرورت کی کفایت ہے اور جب تک اس کے پاس نفقہ کی کفایت والا مال موجود ہے تو دوسرے پر اس کا نفقہ نہ ہوگا۔ اور ماتن کا قول "لولہ منزل وخادم" (اگرچہ اس کا مکان اور خادم ہو) یعنی جبکہ وُہ ان کا حاجتمند ہو۔ اور ذخیرہ میں ہے کہ اگر اس کی حاجت مکان کے کچھ حصے میں پوری ہوجاتی ہے تو اس کو مکان کے باقی حصّہ کو فروخت کرکے اپنے نفقہ میں خرچ کرنے کو کہا جائے گا، اور یونہی اگر اس کے پاس اعلٰی قسم کی سواری ہے تو اس کو فروخت کرکے ادنٰی قسم کی سواری خریدنے کے لئے کہا جائے گا تاکہ زائد رقم کو اپنے نفقہ میں خرچ کرے اھ اور شرح ادب القاضی میں اس کی مثل بیان ہے، اھ، مختصراً۔ (ت)

مسئلہ ۱۷۱: از بھونا فارکیٹ کراچی بندر مرسلہ پیر سیّد ابراہیم گیلانی قادری بغدادی ۱۵ رجب ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ :

[1] ردالمحتار باب النفقۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۸۱-۸۲

(۱) جو شخص ضعیف العمر باپ کو اصلی وطن میں مفلسی اور محتاجی کی حالت میں چھوڑ دے اور اس کو رنج و مصیبت میں ایسے ڈال دے کہ وہ ضعیف العمر اس کے پیچھے در بدر شہر بہ شہر پھرے شریف خاندان ایسے شخص عاق الوالدین اور نافرمانی عقوق الوالدین میں داخل ہے یا نہیں، اس کے پیچھے نماز جائز ہے؟

(۲) جو شخص اپنی منکوحہ بی بی کو مع دو جوان بالغ لڑکیاں جو کہ اس کے نطفہ سے ہوں بلا نان ونفقہ چھوڑ رکھا ہو اور ان کی خبر نہ لیتا ہو اور لوگوں کی تحریر سے معلوم ہوا کہ نہایت سختی و کمال ذلت سے اوقات بسر کر رہے ہیں ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

(۱) اگر باپ ضعیف و محتاج ہے اور یہ اس کی خدمت و اعانت کر سکتا ہے اور نہ کرے اور اس سے باز رہے اور اس کے فقر و فاقے کی پروا نہ رکھے تو بیشک عاق ہے اور مستحقِ جہنم، ایسا شخص قابلِ امامت نہیں، اس کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہوگی۔

(۲) ایسا شخص گنہ گار اور حقوق العباد میں گرفتار اور مستحقِ عذابِ نار ہے۔ حدیث میں فرمایا:

کفی بالمرء اثما ان یضیع من یقوت[1] کسی شخص کو یہ گناہ کافی ہے کہ جس کا نفقہ اس کے ذمہ ہو اسے ادا نہ کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۰: از کانپور محلہ فیل خانہ بازار کہنہ مکان سید اشرف صاحب وکیل مرسلہ سید محمد آصف صاحب ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دین اس مسئلہ میں کہ اگر زوجہ کے نان ونفقہ وغیرہ اخراجات کا بار زوج کا والد یا کوئی عزیز اٹھاتا ہو اور وہ عورت کو والدین کے یہاں جانے کی اجازت دے تو خاوند زوجہ کو جانے سے روک سکتا ہے اور عورت بلا اجازت خاوند کے جانے سے گنہگار ہوگی یا زوج کو روکنا جائز نہیں اور زوجہ جانے سے گنہگار نہ ہوگی؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر مہر معجل نہ تھا یا جس قدر معجل تھا ادا ہوگیا تو چند مواضع حاجت شرعیہ جن کا استثناء فرمادیا گیا مثلاً والدین کے یہاں آٹھویں دن دیگر محارم کے یہاں سال پیچھے دن کے دن کو جانا اور شب شوہر ہی کے یہاں کرنا وغیر ذلک ان کے سوا کسی جگہ عورت کو بے اذنِ شوہر جانے کی اجازت نہیں، اگر جائے گی گنہ گار رہوگی، شوہر

---

[1] المستدرک علی الصحیحین کتاب الزکوٰۃ دار الفکر بیروت ۱/ ۴۱۵

Marfat.com

روکنے کا اختیار رکھتا ہے اگرچہ نفقہ کا بار دوسرا شخص اٹھاتا اور وہ دوسرا عورت کو جانے کی اجازت دیتا ہو اس کی اجازت مہمل ہوگی اور شوہر کی ممانعت واجب العمل۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ بعد ادائے مہر معجل عورت مطلقاً پابند شوہر ہے اس میں کوئی قید و تخصیص ادائے نفقہ و تکفل حوائج کی نہیں فرماتے۔ درمختار میں ہے:

لہا الخروج من بیت زوجہا للحاجۃ ولہا زیارۃ اہلہا بلا اذنہ ما لم تقبض المعجل فلا تخرج الا لحق لہا او علیہا او زیارۃ ابویہا کل جمعۃ مرۃ او المحارم کل سنۃ او لکونہا قابلۃ او غاسلۃ لا فیما عدا ذلک[1] (ملخصاً)

بیوی کو حاجت کے وقت خاوند کے گھر سے نکلنا جائز ہے اور اپنے گھر والوں (والدین) کی زیارت کے لئے خاوند کی اجازت کے بغیر نکلنا جائز جب تک اس نے مہر معجل وصول نہ کیا ہو، لہذا وُہ اپنے حق کی وصولی یا اپنے ذمہ حق کی ادائیگی یا والدین کی زیارت ہفتہ میں ایک مرتبہ، اور ذی محرم کی زیارت سال میں ایک مرتبہ دایہ گیری یا غسل دینے کے بغیر کسی اور وجہ کے لئے باہر نہ نکلے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ فلا تخرج جواب شرط مقدر ای فان قبضتہ فلا تخرج[2] الخ۔

ماتن کا قول "فلا تخرج" (تو باہر نہ نکلے) یہ مقدر شرط کا جواب ہے، یعنی اگر اس نے مہر معجل وصول کرلیا ہو تو نہ نکلے الخ (ت)

والد کا متکفل نفقہ پسر و زنِ پسر ہونا تو ہمارے بلاد میں معمول ہے اور دیگر بعض اعزہ بھی تبرعاً تکفل کریں تو یہ ضرور نہیں کہ شوہر نفقہ دینے سے منکر ہو علمائے کرام تو اس صورت میں کہ شوہر نے ظلماً انفاق سے دست کشی کی یہاں تک کہ عورت محتاجِ نالش ہوئی تا آنکہ شوہر کو نفقہ دینے پہ مجبور کرنے کے لئے حبس کی درخواست دی اور حاکم نے شوہر کا تعنت دیکھ کر اُسے قید کردیا اس صورت میں تصریح فرماتے ہیں کہ عورت شوہر ہی کے گھر رہے بلکہ عورت پر واقعی اندیشہ فساد ہو تو شوہر قید خانہ میں اپنے پاس رکھنے کی درخواست کرسکتا ہے اور محبس میں مکان تنہا ہو تو حاکم عورت کو حکم دے گا کہ وہیں اُس کے پاس رہے۔ ہندیہ میں ہے:

لو فرض الحاکم النفقۃ علی الزوج فامتنع من دفعہا وھو موسر وطلبت المرأۃ حبسہ لہ ان یحبسہ

اگر حاکم نے خاوند پر بیوی کا نفقہ مقرر کردیا ہو اور خاوند استطاعت کے باوجود نفقہ نہ دے اور بیوی خاوند کو قید کرنے کا مطالبہ کرے تو قاضی اس کو قید کرسکتا ہے

---

[1] درمختار | باب المہر | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۰۲

[2] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۳۵۹

Marfat.com

کذا فی البدائع' واذا حبسہ لاتسقط عنہ النفقۃ وتؤمر بالاستدانۃ حتی ترجع علی الزوج فان قال الزوج للقاضی احبسھا معی فان لی موضعا فی الحبس خالیا فالقاضی لایحبسھا معہ ولکنھا تصبر فی منزل الزوج ویحبس الزوج کذا فی المحیط[1]

جیساکہ بدائع میں ہے، اور جب قید کر دیا ہو تب بھی نفقہ اس کے ذمّہ سے ساقط نہ ہوگا، اور بیوی کو کہا جائے گا کہ وہ قرض لے کر خرچ کرے تاکہ بعد میں خاوند سے اس کو وصول کرسکے۔ اگر خاوند قید میں قاضی سے یہ مطالبہ کرے کہ بیوی کو قید میں میرے ساتھ رکھا جائے کیونکہ یہاں میرے پاس خالی جگہ ہے تو قاضی بیوی کو اس کے ساتھ قید میں نہ دے گا تاہم بیوی خاوند کے گھر میں صبر رہے گی اور خاوند قید ہوگا، جیساکہ محیط میں ہے (ت)

درمختار میں ہے:

وفی البحر عن مآل الفتاوی ولو خیف علیھا الفساد تحبس معہ عند المتاخرین[2]

بحر میں مآل الفتاوٰی سے منقول ہے: اور اگر بیوی کو تنہائی میں فساد کا خطرہ ہو تو متاخرین فقہائے کے نزدیک بیوی کو خاوند کے پاس قید میں رکھا جائے گا۔ (ت)

توجب صریح نفقہ نہ دینے پر بھی عورت پابندِ شوہر ہی رہی تو صورتِ سوال میں کیونکر خود مختار ہوسکتی ہے نفقہ نہ دینا رافع پابندی ہو تو نفقہ نہ دینا مسقط نفقہ ہو جائے اور عورت کو ہرگز دعوٰی نفقہ کا اختیار نہ رہے کہ نفقہ جزائے پابندی ہے جب پابندی نہیں نفقہ کس بات کا۔ درمختار میں ہے:

النفقۃ جزاء الاحتباس وکل محبوس لمنفعۃ غیرہ یلزمہ نفقتہ کمفت وقاض ووصی زیلعی[3] الخ۔ **اقول** وایاک ان تتوھم ان النفقۃ اذاکانت جزاء الحبس فاذا عدمت عدم وذلک لان وجوبھا متفرع عنہ فوجوب الاحتباس علیھا متقدم علی وجوب النفقۃ علیہ لان الاحتباس

نفقہ بیوی کو پابند کرنے کا بدل ہے جو کسی غیر کے فائدہ کے لئے پابند ہو اس کا نفقہ پابند کرنے والے پر ہوتا ہے جیساکہ مفتی، قاضی اور وصی، زیلعی الخ **اقول** (میں کہتا ہوں) تجھے یہ وہم نہ ہو کہ جب نفقہ پابندی کی جزا ہے تو نفقہ معدوم ہوجانے پر پابندی بھی معدوم ہو جائے گی، یہ وہم اس لئے درست نہیں کہ نفقہ پابندی پر متفرع ہوتا ہے تو بیوی پر پابندی پہلے لازم ہوگی اسکے بعد شوہر پر نفقہ لازم ہوگا نہ کہ پابندی

---

[1] فتاوٰی ہندیہ | الفصل الاول فی نفقۃ الزوجۃ | نورانی کتب خانہ پشاور | ۱/ ۵۵۲

[2] درمختار | باب النفقۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۲۶۷

[3] ایضاً | " | " | ۱/ ۲۶۶

Marfat.com

متفرع علی الانفاق فان عدم عدم، و بالجملة ان کان اللازم فوجوب الانفاق لاوقوعه فبرفع الوقوع لایرتفع الملزوم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

نفقہ پر متفرع ہے کہ نفقہ معدوم ہوجائے تو حبس بھی معدوم ہوجائے، تاہم اگر نفقہ کو پابندی پر لازم قرار دیا جائے تو نفقہ کا وجوب لازم ہوگا اس کی ادائیگی لازم نہ ہوگی کہ ادائیگی ختم ہوجانے پر پابندی ختم ہوجائے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۷۳ ۲۰ محرم الحرام ۱۳۱۹ھ

اگر کوئی شخص اپنے نکاح کے بعد یہ ظاہر کرے کہ میری زوجہ کی مادر کے ساتھ قبل نکاح سے میری آشنائی یعنی سابقہ زناکاری تھی اس واسطے میرا نکاح باطل ہوا میری زوجہ کا اس سبب سے مجھ پر کچھ حق نہیں ہے اور یہ معاملہ پندرہ بیس برس کے بعد ظاہر کرے کہ اولاد بھی زوجہ مذکورہ سے موجود تھی تو ایسے شخص کے واسطے علمائے دین کیا فرماتے ہیں یعنی زوجہ اس کی دین مہر و نان و نفقہ کی مستحق ہے یا نہیں جس کے علم میں اپنے شوہر کی یہ حرکت نہ تھی۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

شوہر کے اس بیان سے نکاح کے فساد کا فوراً حکم ہوگیا،

فی الدرالمختار عن الخلاصۃ قیل لہ مافعلت بام امرأتک فقال جامعتھا تثبت الحرمۃ ولایصدق انہ کذب ولوھازلا[1]۔

درمختار میں خلاصہ سے منقول ہے کہ خاوند سے پوچھا گیا کہ تُو نے اپنی بیوی کی ماں (ساس) سے کیا کاروائی کی ہے تو جواب میں اس نے کہا کہ میں نے اس سے جماع کیا ہے تو اس کے بیان و اقرار پر بیوی اس پر حرام ہوجائے گی۔ اس کے بعد اُس کا یہ کہنا کہ میں نے مذاق میں جھوٹ بولا ہے، قابل قبول نہ ہوگا۔ (ت)

اس پر لازم ہوگیا کہ عورت کو فوراً جُدا کردے اور عورت پر روزِ متارکہ سے عدت لازم ہے، جب تک عدت میں رہے گی اس کا نان و نفقہ شوہر پر لازم رہے گا، شوہر کا کہنا کہ اس کا کوئی حق مجھ پر نہیں محض جھوٹ ہے۔

فی ردالمحتار عن البحر الحاصل ان الفرقۃ امامن قبلہ اومن قبلھا فلو من قبلہ فلھا النفقۃ مطلقا سواء کان بمعصیۃ اولا طلاقا اوفسخا،

ردالمحتار میں بحر سے منقول ہے کہ خاوند بیوی میں فرقت خاوند کی کاروائی کی وجہ سے ہوگی یا بیوی کی کاروائی سے ہوگی اگر خاوند کی طرف سے ہو تو بیوی کو ہر حال میں نفقہ دینا ہوگا خاوند کی کاروائی گناہ ہو یا نہ ہو

---

[1] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۸

Marfat.com

وان کانت من قبلها فان کانت بمعصیۃ فلا نفقۃ لھا ولھا السکنی فی جمیع الصور[1]۔

طلاق ہو یا فسخ ہو، اور اگر بیوی کی طرف سے فرقت کی کاروائی ہوئی ہو فسخ واجب ہوا تو اگر اسکی کاروائی جرم تھی تو اس کو نفقہ نہیں تاہم اس کو رہائش تمام صورتوں میں ملے گی۔ (ت)

رہا مہر اگر عورت تسلیم کرے کہ شوہر نے اُس کی ماں سے پیش از نکاح زنا کیا تھا تو اس صورت میں جو مہر مثل اس عورت کا ہو اور جو مقرر ہُوا ہو اُن دونوں میں جو کم ہے وُہ دینا آئے گا مثلاً مہر مثل ہزار روپے ہے اور دو ہزار بندھے تھے تو ہزار دینے آئیں گے اور مہر مثل دو ہزار ہے اور ہزار بندھے تھے تو بھی ہزار ہی ہوں گے۔

فی التنویر یجب مھر المثل فی نکاح فاسد بالوطئ لا بغیرہ ولم یزد علی المسمی[2]۔

تنویر میں ہے: فاسد نکاح میں وطی کے بغیر مہر مثل واجب نہ ہوگا اور یہ مہر مثل، مقررہ مہر سے زائد نہ ہوگا۔ (ت)

اور اگر تکذیب کرے تو جو مہر بندھا تھا کامل پائے گی وھی مسئلۃ ما اذا کذبتہ فی الاسناد (یہ مسئلہ اس صورت میں ہے جب بیوی خاوند کو جھُوٹا قرار دے۔ ت) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۷۴

۳۰ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت کو خاوند نے نکال دیا وُہ تین برس تک محنت کرکے تن پروری کرتی رہی بعدہٗ یہ تصفیہ ہُوا کہ اگر تُو میرے کہنے پر الگ ایک مکان میں رہے جس طرح کر رہتی ہے (اس لئے کہ اس شخص کے دوسری بی بی ہے) تو میں تجھ کو دس روپیہ ماہوار دیتا رہوں گا، موجب اس تصفیہ کے خاوند نے دو سال اور کچھ دن تک ماہوار دیا اب گیارہ ماہ کچھ دن سے نہ دیا عورت نے نوٹس دیا خاوند نے لے کر رکھ لیا اور کچھ دن بعد عورت کے مکان پر آکر بہت فساد مچایا بعدہٗ تین طلاقیں دے دیں، اب علمائے دین سے معلوم ہونا چاہئے کہ وہ جو اُس کے ذمّے واجب الادا یعنی طلاق سے پیشتر کا نفقہ اس سے لینے کی عورت مجاز ہے یا نہیں اور مہر بھی اُس کے ذمّہ واجب الادا ہے یا نہیں؟

الجواب

طلاق سے مہر تمام وکمال واجب الادا ہوگیا اور بیانِ سوال سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ قصور مرد کا ہے یہی اُسے نفقہ دینا نہیں چاہتا تو اس صورت میں نفقہ واجب ہے، درمختار وعلامہ طحطاوی وعلامہ شامی وعلمائے کبار کا فتوٰی موافق اعتماد وترجیح محقق صاحب بحر الرائق ومحقق شرنبلالی وتصحیح صریح صاحب خزانۃ المفتین رحمہم اللہ تعالٰی

---

[1] ردالمحتار | باب النفقۃ | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۶۶۹

[2] درمختار | باب المہر | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۰۱

Marfat.com

جیسا یہی ہے کہ جو ما ہوار باہم دونوں میں رضامندی سے قرار پایا تھا جب تک کا نہ ملا سب لینے کا عورت کو اختیار ہے۔ درمختار میں ہے:

صحح الشرنبلالی فی شرحه للوهبانیة ما بحثه فی البحر من عدم السقوط ولو بائنا قال هو الاصح ورد ما ذکره ابن الشحنة فیتأمل عند الفتوی[1]

شرنبلالی نے وہبانیہ کی شرح میں بحر کی اس بحث کو، کہ اگرچہ بائنہ طلاق ہو تو بھی نفقہ ساقط نہ ہوگا، صحیح قرار دیا ہے، اور کہا کہ یہی اصح ہے اور ابن شحنہ نے جو ذکر کیا اس کا انھوں نے رَد کیا ہے، تو فتوٰی دیتے وقت غور کرنا چاہیے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

بان ینظر فی حال الرجل هل فعل ذلك تخلصا من النفقة اولسوء اخلاقها مثلا فان کان الاول یلزمه بها وان کان الثانی لایلزم هذا ماقاله المقدسی وینبغی التعویل علیه ط[2]۔

ایسی کارروائی میں قاضی کو غور کرنا چاہیے کہ کیا خاوند نے مثلاً یہ کارروائی نفقہ سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے کی ہے یا واقعتاً بیوی بدفطرت ہے، اگر پہلی وجہ ہو تو قاضی بیوی کے لئے نفقہ کو لازم قرار دے اور اگر دوسری وجہ ہو تو پھر لازم نہ کرے۔ یہ مقدسی کا بیان ہے اور اسی پر اعتماد چاہیے، طحطاوی۔ (ت)

خزانۃ المفتین میں ہے:

المفروضة لاتسقط بالطلاق علی الاصح[3]۔ والله تعالٰی اعلم۔

مقررہ نفقہ طلاق کی وجہ سے ساقط نہ ہوگا اصح قول پر۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۷۵: از سرولی ضلع بریلی مرسلہ جناب عشاق احمد صاحب مورخہ ۵ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیانِ شرع متین دریں مسئلہ کہ ایک شخص کی عورت عرصہ دو سال سے اپنے ساس اور سسرے سے ناراض ہو کر میکے چلی گئی خانگی جھگڑے پر، اور وہی عورت اپنے خاوند سے رضامند ہے لیکن خاوند اُس کا اپنے والدین کو چھوڑنا نہیں چاہتا اس وجہ سے وُہ عورت اپنی سسرال میں نہیں آتی باوجودیکہ چند مرتبہ اُس کے ساس اور سسر رخصت کے واسطے اُس عورت کے مکان پر گئے لیکن نہیں آئی، اب لڑکے کے والدین

---

[1] درمختار | باب النفقۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۷۰
[2] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۶۵۹
[3] خزانۃ المفتین | فصل فی النفقۃ | قلمی نسخہ | ۱/۱۰۲

Marfat.com

دوسری شادی کرنا چاہتے ہیں اور اُس عورت کو طلاق دینا نہیں چاہتے اس صورت میں پہلی بیوی ازروئے شرع اپنے مہر کا مطالبہ بذریعہ نالش کر سکتی ہے یا نہیں، اور اگر طلاق دے دی جائے تو مستحق مہر کی ہوگی یا نہیں کیونکہ اُس کے والدین طلاق کو کہتے ہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر طلاق دی جائے گی تو عورت مطالبۂ مہر کر سکے گی ورنہ جو مہر نہ معجل بندھا ہو نہ اُس کی کوئی میعاد مقرر کی گئی ہو عورت قبل موت یا طلاق اُس کا مطالبہ نہیں کر سکتی جبکہ وُہ ناراض ہو کر اپنے میکے چلی گئی اور بلانے سے نہیں آتی تو اُس کا نان و نفقہ بھی شوہر پر سے ساقط ہے جب تک وُہ شوہر کے یہاں واپس نہ آئے اور شوہر پر یہ بھی لازم نہیں کہ اُسے طلاق دے جب کہ یہ بُلانا چاہتا ہے اور وُہ بلاوجہ شرعی نہیں آتی تو الزام عورت پر ہے شوہر پر نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۶ ازریاست جاورہ ڈونگر دروازہ مرسلہ ہدایت نور خاں صاحب برادر نواب جاورہ

۲۴ رمضان ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو عورت اپنے زوج کی نافرمانی کرکے بلا اجازت و بغیر حق مکانِ شوہر سے نکل کر علیحدہ بخانۂ والدین یا کسی عزیز کے یہاں جا کر سکونت کرے جس کو اہل شرع ناشزہ کہتے ہیں پس اس عورت کا نان و نفقہ کفیل پر دینا واجب ہوگا یا نہیں اور ایسی عورت میں کفیل کی کفالت و ضمانت صحیح و معتبر رہی یا نہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

زنانِ نشوز کا نفقہ دینا نہ آئے گا یعنی جب تک وُہ بے اجازتِ شوہر بروجہ ناحق دوسری جگہ رہے گی اُتنی مدت کے نفقہ کا مطالبہ کفیل سے بھی نہیں کر سکتی کہ کفالت ضم الذمۃ الی الذمۃ فی الدین (ایک ذمہ دار کے ساتھ دوسری ذمہ دار کو قرضہ میں ملانا) ہے یا فی المطالبۃ وھو الاصح کما فی الھدایۃ (مطالبہ میں ملانا، یہی اصح ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے) اور ناشزہ کا نفقہ خود اصیل یعنی زوج ہی پر لازم نہیں تو کفیل سے اُس کا مطالبہ کیونکر ممکن۔ رہا یہ کہ اس صورت میں کفالت نفقہ صحیح رہی یا نہیں، اگر کفالت ابتداءً بروجہ صحت واقع ہولی ہے اور وہ کسی مدت معینہ تک کے لئے نہ تھی کہ اس کی انتہا سے منتہی ہوجائے تو عورت کا ناشزہ ہونا اُسے رفع نہ کرے گا، اگر عورت نشوز سے باز آکر پھر تسلیم نفس شوہر کو کر دے گی تو جتنے نفقہ کی مستحق ہوگی کفیل سے اُس کا مطالبہ کر سکے گی کہ مذہب مفتی بہ میں کفالت نفقہ اگر مطلقہ ہو ابد کے لئے ہے۔ درمختار میں ہے:

ولو کفل لھا کل شھر کذا ابدا وقع علی الابد وکذا لو لم یقل ابدا عند | بیوی کے لئے ہر ماہ اتنا نفقہ دائمی ہوگا، کا کوئی شخص اگر ضامن بنے تو یہ دائمًا اتنے کا ضامن ہوگا اور امام

Marfat.com

الثانی وبه یفتی بحر وتحقیق المقام فی رد المحتار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ابویوسف کے نزدیک اگر دائمًا نہ کہے تو بھی دائمی ہوگا، اسی پر فتوٰی دیا جائے گا، بحر۔ اس مقام کی مکمل تحقیق ردالمحتار میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۷۰ ازساندھن ڈاکخانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ مرسلہ محبوب احمد صاحب ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

زید نے زبیدہ کے وارثوں کو نوٹس اور زبانی ذریعہ سے ولی بننے کو کہا اور زبیدہ کے وارثوں نے انکار کردیا، زید نے نوٹس کے ذریعہ اطلاع دی کہ اگر اب تم ولی نہ بنوگے اور بعد میں بننا چاہو گے تو تم سے زبیدہ کے خورد ونوش وغیرہ کا خرچ لے لیا جائے گا، اب اگر چند سال بعد زبیدہ کے وارث ولی بننا چاہیں تو کیا زید زبیدہ کے خورد ونوش وغیرہ کا خرچ لے سکتا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہ نوٹس کوئی عقد شرعی نہیں اس کی بناء پر کوئی مطالبہ نہیں ہوسکتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۱ ازحافظ اسمعیل خاں عقب کوتوالی بریلی ۱۴ رجب ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کو زید نے طلاق مغلظہ دے دی اور اُس کی زید سے ایک دختر صغیرہ ہے چند سال بعد ہندہ مدعی ہُوئی کہ وُہ اتنی مدت سے اپنے میکے میں رہتی ہے میں نے اب تک قرض دام لے کر اپنی اور اپنی دختر کی حاجت پوری کی لہذا روزِ طلاق سے چار مہینے دس دن بعد تک میرا نفقہ اور آج تک کا دختر کا پچاس پچاس روپے ماہوار کے حساب سے مجھ کو دلایا جائے حالانکہ نہ کوئی ماہوار وغیرہ تقرر نفقہ زید نے کیا نہ حاکم نے بلکہ ہندہ اس سے پہلے نفقہ کا دعوٰی فوجداری میں دائر کرچکی تھی جو خارج ہوا اس صورت میں ہندہ کا دعوٰی مسموع ہے یا نہیں اور کل گزشتہ مدت کا نفقہ ہندہ یا دخترِ ہندہ کا زید پر واجب الادا ہے یا نہیں اور عورت اور اولاد کے نفقہ میں اس بارے میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورت مذکورہ میں ہندہ کا دعوٰی محض باطل ونامسموع ہے گزشتہ مدت کا ایک حبہ نہ عورت کے نفقہ کا زید پر لازم ہے نہ دختر کا، زن اور اولاد کے نفقہ میں یہ فرق ہے کہ عورت اگرچہ مالدار ہو اُس کا نفقہ شوہر پر لازم ہوتا ہے جبکہ وہ اُس کے یہاں رہے اور بلاوجہ شرعی میکے میں رہے تو اصلاً نفقہ کی مستحق نہیں اور اولاد کا نفقہ اُن کی محتاجی کی حالت میں لازم ہوتا ہے، اگر مال رکھتے ہیں اُن کا نفقہ باپ پر نہیں ورنہ ہے

لہ درمختار باب النفقہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۸

Marfat.com

اگرچہ وُہ اُس کے یہاں نہ رہیں پھر جو نفقہ نہ باہمی قرارداد سے مقرر ہُوا ہو نہ حاکم کے حکم سے اُسے اگر ایک مہینہ یا زیادہ کتنے ہی برس گزر جائیں اور اس مدّت میں عورت اور اولاد قرض دام سے خواہ کسی طریقہ سے اپنی حاجت نکالتے رہیں یا عورت اپنے مال خواہ قرض یا گداگری سے اپنا اور اپنے بچّوں کا پیٹ پالے تن ڈھکے تو اس مدّت کے کسی حبہ کا مطالبہ شوہر سے نہیں ہوسکتا، ہاں اگر بحکم حاکم یا تراضی باہمی قرارداد نفقہ ہولیا تھا کہ مثلاً اتنا ماہوار دینا ٹھہرا اور مدتیں گزریں شوہر نے نہ اُس کا نفقہ دیا نہ اولاد کا، تو عورت اپنے نفقہ مقررشدہ کا مطالبہ کرسکتی ہے اور اولاد کا نفقہ اگرچہ برضائے باہمی یا بحکم حاکم مقرر ہوا ہو جب وقت گزر گیا ساقط ہوگیا کہ وُہ بوجہ حاجت تھا اور مدّت گزشتہ کی حاجت نکل چکی اگرچہ کسی طرح نکلی یہاں تک کہ اگر حاکم نے صغیر بچّہ کے لئے ماہوار اُس کے باپ پر مقرر کیا اور ماں کو حکم دیا کہ اس سے نہ ملے تو تو قرض لے کر بچّے پر خرچ کر تو اگر اُس نے قرض لے کر خرچ کیا جب تو بوجہ حکم حاکم باپ سے واپس پائے گی اور اگر اپنے پاس سے خرچ کیا تو جرمانہ لینے کی مستحق نہ ہوگی کہ حاکم نے قرض لے کر خرچ کرنے کو کہا تھا وُہ اس نے نہ کیا، درمختار میں ہے:

لا نفقۃ لخارجۃ من بیتہ بغیر حق وھی الناشزۃ حتی تعود[1]۔

خاوند کے گھر سے باہر رہنے والی کے لئے نفقہ نہیں ہے وُہ واپس آنے تک نافرمان قرار پائے گی۔ (ت)

اسی میں ہے:

النفقۃ لا تصیر دینا الا بالقضاء اوالرضاء ای اصطلاحھما علی قدر معین اصنافا او دراھم فقبل ذٰلک لا یلزمہ شیئ[2]۔

نفقہ اس وقت تک خاوند کے ذمّہ قرض نہ ہوگا جب تک قاضی نے یا باہمی رضامندی سے طے نہ کرلیا ہو، یعنی جب تک خاوند بیوی نے باہمی مصالحت سے نفقہ کی مقدار جنس یا نقد متعین نہ کردی ہو، تو اس سے قبل خاوند پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔ (ت)

تنویرالابصار میں ہے:

قضی بنفقۃ غیر الزوجۃ ومضت مدۃ سقطت[3]۔

اگر قاضی نے بیوی کے علاوہ غیر کا نفقہ لازم کیا ہو اور بغیر ادائیگی جو مدت گزر گئی اس مدّت کا نفقہ ساقط قرار پائے گا (ت)

---

[1] درمختار | باب النفقۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۶۹
[2] ایضاً | " | " | ۱/۲۷۰
[3] درمختار شرح تنویرالابصار | " | " | ۱/۲۷۷

Marfat.com

ہدایہ میں ہے :

اذا قضی القاضی للولد والوالدین وذوی الارحام بالنفقۃ فمضت مدۃ سقطت الا ان یاذن القاضی بالاستدانۃ علیہ[1]

جب قاضی اولاد، والدین یا ذوی الارحام کے لئے نفقہ کی ادائیگی کا فیصلہ دے تو گزری ہوئی مدت کا نفقہ ساقط ہوجائے گا الّا یہ کہ قاضی نے اس کے نام پر ان لوگوں کو قرض لے کر خرچ کرنے کا حکم دیا ہو تو ساقط نہ ہوگا۔ (ت)

فتاوٰی بزازیہ میں ہے :

وان انفقت (ای الام) علیہ من مالہا او من المسئلۃ من الناس لا ترجع علی الاب[2]

اگر ماں نے بچے پر اپنا مال خرچ کیا ہو یا لوگوں سے مانگ کر خرچ کیا ہو تو اس خرچہ کو بچے کے والد سے وصول نہ کرسکے گی۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

امرت بالاستدانۃ فلم تستدن بل انفقت من مالہا فلا رجوع لہا لانہا لم تفعل ما امرہا بہ القاضی[3] (ملخصًا)

اگر قاضی نے عورت کو قرض لے کر خرچ کرنے کا فیصلہ دیا ہو تو پھر عورت نے قرض کی بجائے اپنا مال خرچ کیا تو اس کی وصولی کا حق اسے نہ ہوگا، کیونکہ اس نے قاضی کے فیصلہ پر عمل نہ کیا۔ (ملخصًا)۔ (ت)

اور عدتِ طلاق چار مہینے دس دن سمجھنا محض جہالت ہے اس کی مدّت تین حیض ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۹ از یادسوگنج ضلع ہردوئی (اودھ) مرسلہ سید عنایت حسین گردا ور قانون گو ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

زید کی شادی تقریبًا تین سال ہوئے کہ ہوئی، اس وقت تک کوئی اولاد نہیں ہوئی، عورت منکوحہ ناقص العقل یہاں تک کہ ایک آنہ کا حساب نہیں جانتی، تین سو روپے کا زیور گم کرچکی ہے، ناقص العقل ہونے کی وجہ سے اُسے گم کردیا، اُسے گفتگو کی تمیز نہیں ہے کہ جو اُس کا شوہر ہے اُس سے گفتگو کرسکے، وُہ کھانا پکانا اور کپڑا سینا بھی نہیں جانتی ہے اور نماز روزے کو بھی نہیں سمجھتی ہے اور نہ اُسے یاد ہوتا ہے، اب وُہ شخص شادی دوسری ان وجوہات سے کرنا چاہتا ہے، مسئلہ اسلام اجازت دیتا ہے یا نہیں، اور اس کو کس صورت سے

---

[1] ہدایۃ باب النفقۃ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۴۲۹-۴۲۸

[2] فتاوٰی بزازیۃ علی حاشیۃ فتاوٰی ہندیہ التاسع عشر النفقات نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۶۵

[3] ردالمحتار باب النفقۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۸۶

Marfat.com

شوہر کو رکھنا پڑے گا جبکہ وُہ خبط الحواس ہے، کیا اخراجات دونوں عورتوں کے برابر اٹھانا پڑیں گے یا نہیں، اور اگر وہ منکوحہ دوسری عورت صاحبِ جائداد ہو تب کس حیثیت سے اس کو رکھنا چاہئے اور آیا شوہر کو دونوں عورتیں اپنے ہمراہ رکھنا پڑیں گی یا صرف ایک اور ایک بہ سبب خبط الحواس ہونے کے نہیں رکھنا پڑے گی۔

الجواب

دوسری شادی کی اجازت ہے مگر عدل فرض ہوگا، دونوں کو برابر رکھنا ہوگا، یہ جائز نہ ہوگا کہ دوسری کے پاس رہے اور پہلی سے اس کی کم عقلی کے باعث جدا رہے، دوسری عورت اگر مالدار ہے اور پہلی محتاج ہے تو شوہر اگر مالدار ہے تو دوسری کے لئے مالداروں کا نفقہ واجب ہوگا اور پہلی کے لئے مالداروں اور محتاجوں کے نفقہ کا اوسط، اور اگر شوہر محتاج ہے تو پہلی کے لئے محتاجوں کا نفقہ واجب ہوگا اور دوسری کے لئے اوسط' یہ اوسط اب نہ دے سکا تو جتنا دے سکے دے گا باقی اس پر اس دوسری عورت کے لئے قرض رہے گا کہ جب طاقت پائے ادا کرے۔ درمختار میں ہے:

النفقۃ تجب للزوجۃ علی زوجھا بقدر حالھما بہ یفتی ویخاطب بقدر وسعہ والباقی دین الی المیسرۃ۔ ملخصًا۔[1]

خاوند پر بیوی کا نفقہ دونوں کے حال کے پیش نظر واجب ہوگا، اسی پر فتوٰی دیا جائے گا، لہٰذا خاوند سے وصولی اس کی توفیق کے مطابق ہوگی، اگر کچھ باقی رہ جائے تو وُہ خاوند کے ذمہ قرض ہوگا جس کی وصولی اس کی بہتر پوزیشن پر کی جائے گی، ملخصًا۔ (ت)

دونوں عورتوں کے نفقہ میں فرق ہوگا اگر ایک اُن میں مالدار اور دوسری محتاج ہے، باقی رات کو رہنے اور لینے دینے وغیرہ اختیاری باتوں میں دونوں کو برابر رکھنا ہوگا اگرچہ ایک کم عقل اور بے سلیقہ ہے۔ عالمگیری میں ہے:

یسوی بین الجدیدۃ والقدیمۃ والبکر والثیب والصحیحۃ والمرضیۃ والرتقاء والمجنونۃ التی لایخاف منھا والحائض والنفساء والحامل والحائل والصغیرۃ التی یمکن وطؤھا کذا فی التبیین[2]۔ وھو تعالٰی اعلم۔

نئی، پرانی، باکرہ، ثیبہ، تندرست، بیمار، شرمگاہ کی تنگی والی، مجنونہ جس سے ضرر کا خوف نہ ہو، حیض و نفاس والی، حاملہ وغیرہ اور نابالغہ جس سے وطی کی جاسکتی ہو، تمام بیویوں کا حق برابر اس پر ہوگا، جیسا کہ تبیین الحقائق میں ہے۔ وھو تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار	باب النفقہ	مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۲۶۶
[2] فتاوٰی ہندیہ	باب القسم	نورانی کتب خانہ پشاور	۱/ ۳۴۰

Marfat.com

مسئلہ ۱۸۱ از علی گڑھ مدرسۃ العلوم مولوی عبداللہ صاحب ناظم دینیات و نصرت شبیر خاں محرر دینیات ۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

زید کو عرصۂ تیئیس ۲۳ سال سے پچھتر ۷۵ روپے ماہوار بذریعہ ملازمت کے ملتا ہے اور بجز اس ماہواری تنخواہ کے اور کسی قسم کی زید کو آمدنی نہیں ہے اور زید کی یہ عادت مستمرہ ہے کہ جو روپیہ ماہواری ملتا ہے وہ سب کا سب اپنی اہلیہ کو دے دیتا ہے، اور زید نے اپنی اہلیہ سے یہ کہہ رکھا ہے کہ جو مقدار شرعی طور سے تمہارے نان نفقہ میں یا میرے ذاتی اخراجات یا میری زوجہ اولٰی کی اولاد پر اس میں سے خرچ ہو کر جو کچھ پس انداز ہو اُس رقم کو تم اپنے مہر میں محسوب کرتی رہو تاکہ آٹھ دس برس میں تمہارے مہر سے مجھ کو سبکدوشی حاصل ہو اور اس معاملہ پر زید نے اپنے اور اپنی اہلیہ کے اقربا کو گواہ بھی کر لیا ہے اور زید کی زوجہ کو بھی اس معاہدہ اور معاملہ سے انکار نہیں ہے بلکہ اس وقت تک اقرار ہے لیکن نان نفقہ کی مقدارِ رقم میں زید اور اُس کی زوجہ کا اختلاف ہے، زید تو یہ کہتا ہے کہ میرے پاس بجز اس ملازمت کی آمدنی کے اور کسی قسم کی آمدنی نہیں اور میں پانچ ہزار روپے کا قرضدار ہوں جو مہر کا ہے جس کے ادا کرنے کا میں نے ڈول ڈالا ہے، اس صورت میں نان و نفقہ کی مقدار رقم ماہواری معسر یعنی تنگدست کی شرعاً ہونی چاہئے، اور زید کی زوجہ رائقہ یہ کہتی ہے کہ تمہارا مشاہرہ بڑا مشاہرہ ہے نان و نفقہ کی رقم ماہواری کی مقدار موسر یعنی مالدار کی حیثیت سے مقرر ہونی چاہئے، اب علمائے اسلام عالی مقام سے یہ سوال ہے کہ شرعاً زید کا کہنا مقبول ہے یا زید کی زوجہ رائقہ کا قول شرعاً مقبول ہے؟ اور معسر شخص کو کتنے روپے ماہوار آٹھ سال سابق سے دینے چاہئیں؟ اور اس زمانہ میں جو گرانی ہے کے روپیہ نان و نفقہ کے لگائے جائیں؟ اور یہ بھی عرض کر دینا ضرور ہے کہ باہر کے کام مثلاً غلہ یا دال یا پان وغیرہ منگانے کا زید اپنی وجاہت سے کسی نہ کسی سے کرا دیتا ہے اور گھر کے کھانا پکانے کا کام جب سے نکاح ہوا زید کی زوجہ یا اس کی والدہ نے اپنے متعلق کر رکھا ہے جیسے کہ عموماً شرفاء کے گھروں میں عرفاً مروّج و معمول بہ ہو رہا ہے، بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہاں متعدد امور ملحوظ ہوتے ہیں:

(۱) مقدار دخل۔

(۲) گرانی و ارزانی۔

(۳) حال مقام، مثلاً زیادہ سرد ممالک میں جاڑے کا سامان زیادہ درکار ہوتا ہے معتدل میں کم، اور بلحاظِ آب و ہوا غذا میں بھی تفاوت ہوتا ہے۔

(۴) زمانۂ موجودہ میں عادتِ بلد جہاں جیسی خوراک و پوشاک معتاد و معہود ہو مثلاً اب عرب خصوصاً مدینہ طیبہ

Marfat.com

میں عموماً خوش خوراکی وخوش پوشاکی معمول ہے حالانکہ یہی عرب ایک وقت کمال سادگی وتقلل سے موصوف تھا اعتبار عام عوائد کا ہوگا نہ خاص کسی بخیل یا مسرف کا بعض بلاد مثلاً شاہجہانپور میں عام طور پر تیل کھاتے ہیں۔ پلاؤ قورمہ پراٹھے تیل کے ہوتے ہیں، ہمارے بلاد میں یہ طبعاً مکروہ اور عرفاً معیوب۔ تو وہاں گھی کا مطالبہ نہ ہوگا یہاں ہوگا وقس علیہ۔ متعارف طور پر ان سب باتوں کے لحاظ کے بعد کہہ سکتے ہیں کہ اتنی آمدنی اتنے مصارف والا ایسے وقت ایسے مقام میں موسر مرفہ الحال یا معسر تنگدست یا متوسط۔ تنویر الابصار میں ہے:

یقدرھا بقدر الغلاء والرخص[1]۔

نفقہ مہنگائی اور ارزانی کے اعتبار سے ہوگا۔(ت)

نیز اسی میں اور بحوالہ اختیار درمختار میں ہے:

یختلف ذٰلك یسارا و اعسارا وحالا و بلدا[2]۔

نفقہ خوشحالی، تنگدستی، علاقے اور صورت حال کے لحاظ سے مختلف ہوگا۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

لوقال ووقتا لکان اولٰی[3]۔

اگر ماتن یہاں وقت کو بھی ذکر کرتے تو بہتر ہوتا(ت)

اُسی میں ہے:

یراعی کل وقت او مکان بما یناسبه[4]۔

وقت اور جگہ کا اعتبار کرتے ہُوئے نفقہ مناسب مقرر ہوگا۔(ت)

اُسی میں ذخیرہ سے ہے:

ماذکرہ محمد علی عادتھم وذلك یختلف باختلاف الاماکن حرا وبردا والعادات فعلی القاضی اعتبار الکفایة بالمعروف فی کل وقت ومکان[5]۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے لوگوں کی عادت کے اعتبار کو ذکر کیا ہے، تو نفقہ جگہوں کے گرم سرد اور وہاں کی عادات کے اختلاف سے مختلف ہوگا، تو قاضی کو ہر مقام اور وقت کے لحاظ سے عرف میں کفایت کا اعتبار کرنا ہوگا۔(ت)

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار	باب النفقہ	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۲۶۸
[2] ایضاً			
[3] ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۶۵۲
[4] "	"	" " "	۲/۶۵۱
[5] "	"	" " "	۲/۶۵۲

Marfat.com

بحر میں ہے :

فی الظھیریۃ قدر محمد الکسوۃ بدرعین وخمارین وملحفۃ فی کل سنۃ اراد بھما صیفیا وشتویا ولم یذکر السراویل فی الصیف اذ لابد منہ فی الشتاء وھذا فی عرفھم اما فی عرفنا فتجب السراویل وثیاب اخر کالجبۃ والفراش التی تنام علیہ واللحاف وماتدفع بہ اذی الحر والبرد وفی الشتاء درع خز وجبۃ قز وخمار ابریسم اھ وفی المجتبی ان ذٰلک یختلف باختلاف الاماکن والعادات فیجب علی القاضی اعتبار الکفایۃ بالمعروف فی کل وقت ومکان[1]

ظہیریہ میں ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے لباس میں سالانہ دو چادروں، ایک لحاف اور دو اوڑھنیوں کی مقدار ذکر کی ہے، اس سے مراد گرما اور سرما دونوں موسموں کے لئے، انھوں نے موسم گرما میں شلوار کا ذکر نہ فرمایا کیونکہ یہ سردی کے موسم میں ضروری ہے، یہ ان کے عرف میں ہے، لیکن ہمارے عرف میں شلوار اور دیگر کپڑے مثلاً جبّہ، گدّا جس پر سوتے ہیں اور لحاف اور وُہ کپڑا جس سے سردی اور گرمی کی شدّت سے تحفظ کیا جاتا ہے اور سردیوں میں اُونی چادر اور گرم جبّہ اور ریشمی دوپٹہ اھ، مجتبٰی میں ہے کہ لباس علاقوں اور عادتوں کی وجہ سے مختلف ہوتا ہے تو قاضی پر لازم ہے کہ وُہ ہر علاقے اور وقت کا اعتبار کرتے ہُوئے وہاں کے عرف کے مطابق کفایت والے کا فیصلہ کرے۔ (ت)

اسی طرح فتح القدیر میں اقضیہ اور ہندیہ میں محیط سے ہے۔ رہا شوہر کا مدیون ہونا **اقول** (میں کہتا ہُوں۔ ت) ظاہراً اس کے سبب نفقۂ زن میں تنگی نہیں کر سکتے کہ یہ بھی مطالبۂ عبد ہے بلکہ فتاوٰی امام اجل قاضی خاں پھر ہندیہ میں ہے :

المحبوس بالدّین اذا کان یسرف فی اتخاذ الطعام یمنع القاضی عن الاسراف ویقدر لہ الکفاف المعروف وکذٰلک فی الثیاب یقتصد فیھا ویأمرہ بالوسط ولا یضیق علیہ فی مأکولہ ومشروبہ وملبوسہ[2]

قرض میں مقید شخص اگر خوراک کی تیاری میں اسراف سے کام لیتا ہو تو قاضی اس کو اسراف سے منع کرے اور بقدر کفایت عرف کے مطابق خرچ کا پابند کرے اور ایسے ہی لباس کے معاملے میں میانہ روی سے کام لے اور اس کا پابند کرے تاہم کھانے پینے اور لباس میں اس پر تنگی نہ کرے۔ (ت)

---

[1] بحر الرائق | باب النفقہ | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۴/۱۸۷
[2] فتاوٰی قاضی خاں | کتاب الحجر | نولکشور لکھنؤ | ۴/۹۱۸

Marfat.com

جب مدیون پر خود اس کے نفقہ میں تنگی نہ کی گئی اوسط کا لحاظ رہا تو دوسرے کے نفقہ واجبہ میں بدرجہ اولٰی فلیراجع ولیحرر (اس کی طرف رجوع کیا جائے اور چھان بین کی جائے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔ اس کے ساتھ عورت کا خود اپنا حال بھی دیکھا جائے گا کہ غنیہ مفرطہ فی الغنا ہے یا فقیرہ یا متوسطۃ الحال۔ اگر زن و شو دونوں ایک طرح کے ہیں تو اُسی طرح کا نفقہ لازم آئے گا اور مختلف ہیں تو دونوں کے حال کا اوسط مثلاً ایک کے اعتبار سے عورت کا نفقہ دس روپے ماہوار ہونا چاہئے اور دوسرے کے لحاظ سے چار روپے تو سات روپے ماہوار واجب کریں گے پھر اگر شوہر فی الحال اُس کی ادا پر قادر ہے فبہا ورنہ جس قدر پر قادر ہے دے گا باقی وقت فراخی تک اُس پر دین رہے گا۔

قال اللہ تعالٰی لینفق ذوسعۃ من سعتہ ومن قدر علیہ رزقہ فلینفق مما اٰتاہ اللہ لایکلف اللہ نفسا الا ما اٰتٰھا سیجعل اللہ بعد عسر یسرا[1]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جس پر خرچہ مقدر کیا گیا ہو وہ اللہ تعالٰی کے دیئے سے خرچ کرے اللہ تعالٰی کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسی کی جو اس نے اسے عطا کیا ہے عنقریب اللہ تعالٰی تنگی کے بعد آسانی فرمائے گا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

یستحق النفقۃ بقدر حالھما بہ یفتی ویخاطب بقدر وسعہ والباقی دین الی المیسرۃ[2]۔

دونوں کے حال کے مطابق وہ نفقہ برداشت کرے گا اسی پر فتوٰی دیا جائے گا، اور جتنی توفیق ہو اسی کے مطابق ادائیگی کا حکم ہوگا اور باقی اس کے ذمہ ہوگا اس کو آسانی کے وقت ادا کرے گا۔ (ت)

ردالمحتار و بحرالرائق میں ہے:

اتفقوا علی وجوب نفقۃ الموسرین اذا کانا موسرین وعلی نفقۃ المعسرین اذا کانا معسرین وانما الاختلاف فیما اذا کان احدھما موسرا والاٰخر

فقہائے کرام کا اتفاق ہے کہ اگر دونوں کشادہ حال ہوں تو اس کے مطابق اور اگر دونوں تنگدست ہوں تو اس کے مطابق نفقہ واجب ہوگا اور اختلاف صرف اس صورت میں ہے جب ایک فراخی والا ہو اور دوسرا

---

[1] القرآن ۶۵/۷

[2] درمختار باب النفقہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۷

Marfat.com

معسرا فعلى ظاهر الرواية الاعتبار لحال الرجل فان كان موسرا وهی معسرة فعليه نفقة الموسرين وفى عكسه نفقة المعسرين واما على المفتى به فتجب نفقة الوسط فی المسألتين وهو فوق نفقة المعسرة ودون نفقة الموسرة۔[1]

تنگدست ہو تو ظاہر روایت کے مطابق اس صورت میں خاوند کی حالت کا اعتبار ہوگا اگر خاوند فراخ دست اور بیوی تنگدست ہو تو فراخی والا نفقہ اور اگر خاوند تنگدست ہو اور بیوی امیر ہو تو تنگی والا نفقہ واجب ہوگا جبکہ فتوٰی والا قول یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں صرف خاوند کے حال کی بجائے دونوں کے حال کے اعتبار سے درمیانہ نفقہ واجب ہوگا اور وہ تنگ حالی سے زائد اور فراخی سے کم ہوگا۔ (ت)

اس کے سوا یسار و اعسار کی کوئی خاص تحدید یہاں علماء نے نہ فرمائی امر عرف پر دائر رکھا ہے بخلاف نفقۂ اقارب کہ وہاں یسار مقدر بہ نصاب ہے،

ورأیت فتاوى الخيرية انه ساق الى هنا ما ذكره ثم اذ سئل فی الزوجين اذا كانا غنيين هل تجب عليه نفقة الاغنياء وما حد الغنى فی باب النفقة (اجاب) نعم تجب نفقة الاغنياء قال فی البحر اختلفوا فی حد اليسار على اربعة اقوال احدهما انه مقدر بنصاب الزكوة قال فی الخلاصة وبه يفتی واختاره الولوالجی معللا بان النفقة تجب على الموسر ونهاية اليسار لاحد لها وبدايته النصاب فيقدر به، والثانی انه نصاب حرمان الصدقة وهو النصاب الذی ليس بنام قال فی الهداية وعليه الفتوى وصححه فی الذخيرة اھ

اور میں نے فتاوٰی خیریہ میں دیکھا تو انھوں نے وہی روش اختیار کی جو فقہاء نے اُوپر ذکر کی ہے، جب ان سے سوال ہُوا کہ جب دونوں غنی ہوں تو کیا غنی والا نفقہ واجب ہوگا اور نفقہ میں غنٰی کی حد کیا ہے تو انھوں نے جواب دیا ہاں غنی والا نفقہ واجب ہوگا، بحر میں فرمایا کہ غنا کی حد میں فقہاء نے اختلاف کیا جو چار قول ہیں، ایک یہ کہ غنا کی حد نصاب زکوٰۃ کا اندازہ ہے، خلاصہ میں کہا اسی پر فتوٰی ہے، ولوالجی نے اسی کو پسند کیا اور وجہ یہ بیان کی کہ نفقہ سہولت پر مبنی ہے اور سہولت کی کوئی آخری حد نہیں ہے جبکہ اس کی ابتدائی حد نصاب ہے لہذا اسی کو معیار قرار دیا جائے گا۔ اور دوسرا قول یہ کہ غناء کی حد وُہ ہے جس پر صدقہ لینا حرام ہوتا ہے یہ وُہ نصاب ہے جو نامی نہ ہو یعنی تجارتی یا نقدی والا نصاب نہ ہو، ہدایہ میں فرمایا اسی پر فتوٰی ہے، اور ذخیرہ میں اس کو صحیح

---

[1] رد المحتار باب النفقۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۴۵

Marfat.com

والذی یظهر للفقیه البارع فی الفقه ان الاول اولی بالقبول لان ما لیس بنام سریع النفاد اذا تواردت علیه النفقات کما هو ظاهر واللّٰہ تعالٰی اعلم[1] اھ ما فی الخیریة اقول تعلیل الامام الولوالجی لایفید الا اشتراط النصاب دون النمو الا ان یضم الیه ما افاد العلامة الرملی وفیه تامل فتامل ثم اقول فی سوقه الی ھنا نظر فان المعتبر فی الاقارب القدرة حتی اوجب محمد علی من یکسب کل یوم درهما وتکفیه اربع دوانق ان ینفق الدانقین علی محارمه قال فی الفتح وھذا یجب ان یعول علیه فی الفتوی[2] اھ فالموسر ثمه من یمکنه دفع حاجة غیرہ بدون لحوق ضرر به والمعسر بخلافه ولذا لم تجب علیه اصلا اما نفقة المرأة فتجب علی الزوج مطلقا وان لم یکن

قرار دیا ہے اھ اور فقہ میں مہارت رکھنے والے پر جو ظاہر ہو رہا ہے وُہ یہ کہ پہلا قول قبولیت میں اولٰی ہے کیونکہ جو نصاب نامی نہ ہو یکے بعد دیگرے اخراجات میں وُہ جلدی ختم ہو جاتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے، واللہ تعالٰی اعلم، خیریہ کی عبارت ختم ہُوئی۔ **اقول** (میں کہتا ہُوں) امام ولوالجی کی بیان کردہ علّت صرف نصاب کی متقاضی ہے نامی ہونے کو متقاضی نہیں ہے ہاں اگر علامہ رملی کی بیان کردہ وجہ کہ نفقہ کے باب میں غِنا کا اعتبار ہوتا ہے کو شامل کیا جائے تو نامی کی وجہ بن سکتی ہے جبکہ وہ قابلِ غور بات ہے، تو غور کرو۔ **ثم اقول** (میں پھر کہتا ہوں) خیریہ کا جو یہاں تک بیان ہے اس میں اعتراض ہے کیونکہ اقربا کے نفقہ میں صرف قدرت والی وسعت معتبر ہے حتی کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے روزانہ ایک درہم کمانے والے پر اقربا کے نفقہ کے متعلق یہ واجب کیا ہے کہ اگر درہم کمانے والے کا گزارہ چار دانق پر ہوتا ہے تو وُہ اپنے ذوالارحام پر دو دانق خرچ کرے۔ فتح میں فرمایا کہ یہی وُہ قول ہے جس پر فتوٰی دینے میں اعتماد کیا جا سکتا ہے اھ تو ذوالارحام کے نفقہ میں جو دوسرے کی حاجت کو پُورا کر سکے اور خود ضرر میں مبتلا نہ ہو وہ فراخ دست کہلائے گا، اور تنگدست وُہ ہوگا جو ایسا نہ کر سکے اور اس وجہ سے اس پر بالکل واجب نہ ہوگا لیکن بیوی کا نفقہ تو خاوند پر ہر حال میں

---

[1] فتاوٰی خیریة باب النفقة دار المعرفة بیروت ۱/۸۵
[2] فتح القدیر فصل وعلی الرجل ان ینفق علی ابویه الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکّھر ۴/۲۲۶

Marfat.com

له شئ، وانما الموسر والمعسر ههنا بمعنى الموسع والمقتر وذلك لا يتقيد بالنصاب ولا يلزمه بل يختلف بما قد منا فجعلهم مالك النصاب قادرا لا يستلزم جعله موسعا وان يلزم عليه لامرأته نفقة الاغنياء، وهى ربما تفنى النصاب فى اقل من نصف سنة بل فى ربعها۔

واجب ہوتا ہے اگرچہ خاوند کے پاس کچھ بھی نہ ہو، تو بیوی کے نفقہ کے معاملہ میں غنی اور تنگدست بمعنی صاحبِ وسعت اور تنگی ہے اور یہ معنی نصاب سے مقید نہیں ہوسکتا اور نہ ہی اس کو نصاب لازم ہے بلکہ دونوں جُدا ہوجاتے ہیں، جیساکہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے، تو ان کا خاوند کو صاحبِ نصاب قرار دے کر نفقہ پر قادر ماننا اس چیز کو مستلزم نہیں کہ خاوند وسعت والا قرار پائے اور اس پر غنیوں والا نفقہ بیوی کے لئے واجب ہو جبکہ بیوی چھ ماہ میں نصاب کا خاتمہ کردیتی ہے بلکہ سال کے چوتھائی حصہ میں خاتمہ کردیتی ہے۔ (ت)

لاجرم ردالمحتار میں ہے:

صرحوا ببيان اليسار والاعسار فى نفقة الاقارب ولم ار من عرفهما فى نفقة الزوجة ولعلهم وكلوا ذلك الى العرف و النظر الى الحال من التوسع فى الانفاق وعدمه ويؤيده قول البدائع لوكان الرجل مفرطا فى اليسار[1] الخ، وسياتى تمامه۔

فقہاء نے اقرباء کے نفقہ میں خوشحالی اور تنگ حالی کو بیان کیا لیکن میں نے بیوی کے نفقہ میں کسی کو خوشحالی اور تنگ حالی کے معیار کو بیان کرتے ہوئے نہیں دیکھا، اور ہوسکتا ہے کہ انھوں نے یہ معیار عرف پر چھوڑ دیا ہو کہ عرف میں خوش حالی کا نفقہ اور غیر خوش حالی کا کیا ہے، اور اس کی تائید بدائع کا یہ قول کہ "اگر کوئی شخص خوش حالی میں انتہائی زیادہ ہو الخ" کررہا ہے، بدائع کا مکمل قول آگے آرہا ہے۔ (ت)

ولہذا نفقۂ اقارب میں دو ہی قسمیں رہیں کہ قادر اور عاجز میں حصر ہے اور یہاں تین قسمیں ہیں: غنی، فقیر، متوسط۔ اور اُن کے نفقات کے فرق میں عبارات مختلف آئیں، امام سراج الدین قاری الہدایہ نے فرمایا: غنی کے لئے دونوں وقت گیہوں کی روٹی اور گوشت ہے، متوسط کے لئے روٹی اور روغن، فقیر کے لئے روٹی اور پنیر و سرکہ۔ اقضیہ میں فرمایا: غنی کی نانخورش گوشت، متوسط کی دُودھ، فقیر کی روغن یعنی زیتون، وقال تعالٰی وصبغ للاٰکلین[2] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور کھانے والوں کے لئے سالن ہے۔ ت) اور

[1] ردالمحتار باب النفقۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۴۵

[2] القرآن الکریم ۲۳/۲۰

Marfat.com

ہمارے عرف سے قریب تر وُہ ہے جو امام ملک العلماء نے فرمایا کہ اعلٰی درجہ مرغ کا گوشت اور سُوجی کے پُھلکے، اور اوسط گیہوں کی روٹی اور بکری کا گوشت اور ادنٰی جَو کی روٹی۔ عقود الدریہ میں ہے:

سئل قارئ الهداية اذا طلبت تقدير النفقة لها ولاولادها دراهم هل لها ذلك (اجاب) لا يجب بل الواجب عليه طعام وادام على الغني خبز حنطة ولحم غدا وعشاء بقدر كفايتها و المتوسط خبز ودهن وعلى الفقير خبز وجبن وخل۔[1]

قاری الہدایہ سے سوال کیا گیا کہ جب بیوی اپنے لئے اور اولاد کے لئے روزانہ چند درہم کا نفقہ مقرر کرنے کا مطالبہ کرے تو کیا اس کو یہ حق ہے، تو انھوں نے جواب میں فرمایا کہ عورت کا یہ مطالبہ پورا کرنا ضروری نہیں بلکہ خاوند پر اگر غنی ہو تو روٹی اور سالن میں صبح وشام گندم کی روٹی اور گوشت بقدر کفایت اور درمیانے حال والا ہو تو اس پر دونوں وقت روٹی اور روغن، اور اگر فقیر ہو تو روٹی، پنیر اور سرکہ واجب ہے (ت)

فتح القدیر میں ہے:

وفی الاقضية يفرض الادام ايضا اعلاه اللحم وادناه الزيت واوسطه اللبن۔[2]

فیصلوں کے بیان میں ہے کہ سالن بھی مقرر کیا جائے جس کا اعلٰی درجہ گوشت، ادنٰی درجہ زیتون اور درمیانہ درجہ دُودھ ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں بدائع سے ہے:

لو كان الرجل مفرطا فی اليسار ياكل خبز الحوارى ولحم الدجاج والمرأة مفرطة فی الفقر تأكل فی بيت اهلها خبز الشعير يطعمها خبز الحنطة ولحم الشاة۔[3]

اگر خاوند اعلٰی درجے کا امیر ہے جو سوجی کے پھلکے اور مرغ کا گوشت کھاتا ہے اور عورت انتہائی فقیر ہو جو اپنے گھر میں جَو کی روٹی کھاتی ہو، تو یہ خاوند اس کو گندم کی روٹی اور بکری کا گوشت دے۔ (ت)

عالمگیریہ میں کافی سے ہے:

ان كانت موسرة وهو معسر لها فوق ما يفرض لو كانت معسرة فيقال

اگر خاوند فقیر ہو تو امیر بیوی کو وُہ خوراک دے جو غریب بیوی کے لئے مقررہ سے زیادہ ہو، اس

---

[1] عقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوٰی الحامدیۃ باب النفقۃ حاجی عبدالغفار تاجران ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/۴۷
[2] فتح القدیر " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۲۰۰
[3] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۴۵

Marfat.com

له اطعمها خبز البر و باجة او باجتين، و ان كان الزوج موسرا مفرط اليسار نحو ان ياكل الحلواء واللحم المشوى والباجات و هى فقيرة كانت تاكل فى بيتها خبز الشعير لايجب عليه ان يطعمها ما ياكل بنفسه ولاما كانت تاكل فى بيتها لكن يطعمها خبز البر و باجة او باجتين[1]

صورت میں خاوند کو پابند کیا جائے گا کہ وہ اس کو گندم کی روٹی باجہ یا دو باجے (بھیڑ بکری کے پائے) خوراک دے، اور اگر خاوند اعلیٰ درجے کا امیر ہو مثلاً وہ حلوا، گوشت بُھنا ہوا یا بھیڑ بکری کے پائے کھاتا ہے اور بیوی فقیر ہو جو اپنے گھر میں جَو کی روٹی کھاتی تھی تو خاوند پر یہ واجب نہیں کہ اس کو وہی خوراک دے جو خود کھاتا ہے، اور نہ ہی وہ خوراک دے جو بیوی اپنے گھر میں کھاتی تھی بلکہ وہ اس کو گندم کی روٹی اور بھیڑ بکری کے پائے ایک دو خوراک میں دے۔ (ت)

ان اعصار و امصار میں پچھتر روپے ماہوار کی آمدنی والا نہ امیر کہلائے گا نہ فقیر بلکہ ایک متوسط الحال ہے، اگر عورت بھی ایسی ہی ہے اور متوسط زناں کا نفقہ لیا گیہوں کی روٹی اور بکری کا گوشت کبھی سادہ کبھی ترکاری کا، کبھی اور کھانا کہ قیمۃً اس کے قریب ہو اور پہننے کو ململ خاصا چھینٹ (یہاں مسودہ میں بیاض ہے) تو حق بحقدار رسید، نہ یہ اس میں کمی کر سکتا ہے نہ وہ اس سے زائد کے مطالبے یا صرف کا اختیار رکھتی ہے، اور اگر وہ غنا میں طبقۂ اعلیٰ سے ہے تو ضرور زائد کی مستحق ہے جو اوسط و اعلیٰ کے اوسط سے زائد نہ ہو اور اگر طبقۂ ادنیٰ سے ہے تو ضرور کم کی مستحق و مستوجب ہے جو اوسط و ادنیٰ کے اوسط سے کم نہ ہو، ان اصول پر صحیح محاسبہ کیا جائے، اگر اُس نے اپنے استحقاق سے زیادت قلیلہ کی ہے تو قابلِ لحاظ نہیں اور زیادت فاحشہ کی ہے مثلاً اُس کے خرچ میں حساب شرعی سے دس روپے ماہوار ہونا چاہیے تھا اور اس نے پندرہ روپے ماہوار خرچ کیا تو جبکہ اوّل سے شوہر نے اُسے مقدار شرعی پر خرچ کی اجازت دی تھی زیادت غصب ہوئی اور اُس کا تاوان عورت پر آیا جو اس کے مہر میں محسوب ہو سکتا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

على اليد ما اخذت حتى تؤدي[2]۔ هذا ما ظهر لى والله تعالىٰ اعلم۔

ہاتھ نے جو لیا وہ اس پر بوجھ ہے جب تک وہ اسے ادا نہ کردے۔ یہ وہ بحث ہے جو مجھ پر ظاہر ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الاول فی نفقۃ الزوجۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۴۸

[2] جامع الترمذی ابواب البیوع امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۵۲

Marfat.com

مسئلہ ۱۸۱ از جاورہ محلہ نظر باغ مرسلہ سید ذوالفقار احمد صاحب ۱۲ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ جو جوان العمر نیک چلن ہے عرصہ آٹھ نو سال سے ہندہ کے شوہر زید نے ہندہ کو چھوڑ دیا ہے اُس کا نان و نفقہ نہیں دیتا ہے، نہ کسی طرح کی خبرگیری اس کی کرتا ہے، بلکہ ہندہ کو ایذا و تکلیف پہنچانے کی غرض سے طلاق بھی نہیں دیتا ہے تاکہ ہندہ اس کے ظلم سے نجات پاکر کسی شخص سے نکاح کرکے اپنی گزراوقات کرے، ہندہ پردہ نشین ہے اُس کو کوئی کھانا کپڑا دینے والا نہیں ہے، نہ اُس کو کوئی قرض دیتا ہے نہ اس کے پاس اثاثہ ہے جس کو فروخت کرکے بسراوقات کرے، نہ ہندہ دستکار ہے کہ جس کی اُجرت سے ضروریاتِ خورد و نوش کو پُورا کرسکے، اگر ہندہ کا نکاح ثانی نہ ہوگا تو وُہ یقینی طور پر ضرور زناکاری میں مبتلا ہوگی کیونکہ اُس کا عالم شباب ہے اور بغیر نکاح ثانی کے دوسرا ذریعہ معاش نہیں ہوسکتا اور ہندہ ایسے مقام پر ہے جہاں قاضی نہیں ہے پس صورتِ مرقومہ میں ہندہ کے واسطے خاوند ظالم سے کوئی صورت رہائی کی نکلتی ہے یا نہیں؟ اگر کوئی صورت ہندہ کی خلاصی کی نہیں نکلتی ہے تو کیا شرع ہندہ کو زنا کرا کر گزراوقات کرنے کی اجازت دیتی ہے؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔

الجواب

شرع مطہر اللہ و رسول کا حکم ہے، اللہ و رسول سے زنا کی اجازت مانگنی کفر ہے، جب تک شوہر زندہ ہے اور طلاق نہیں دی دوسرا نکاح حرام حرام حرام، زنا زنا زنا ہے۔ وساوس اور اندیشے کاہے کے ہیں زنا کے، موہوم زنا سے بچنے کے لئے موجود زنا کراؤ یہ کون سا دین ہے، چارہ کار نالش ہے کہ روٹی کپڑا دے یا طلاق، اور یہ بھی نہ ہوسکے تو سوائے صبر کے کچھ علاج نہیں، اور جو اللہ کے لئے صبر کرتا ہے اللہ اُس کی مشکل کھول دیتا ہے، رزق اللہ پر ہے شوہر رزاق نہیں، محنت مزدوری کرے اور غلبۂ خواہش کے لئے روزے رکھے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء[1]

اور جو شادی کے خرچ کی استطاعت نہیں رکھتا اس پر لازم ہے کہ وہ روزہ رکھے کیونکہ روزہ اس کے لئے شہوت کا توڑ ہے۔ (ت)

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ۔ جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اُس کے لئے راہ نکال دے گا

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از عبداللہ ابن عباس دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۴۲۴ و ۴۳۲

Marfat.com

ویرزقه من حیث لا یحتسب ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ[1] اور اُسے وہاں سے رزق پہنچائے گا جہاں سے اُسے گمان بھی نہ ہوگا، جو اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ اُسے کافی ہے۔

اور فرماتا ہے:

ومن یتق اللہ یجعل لہ من امرہ یسرا[2] جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کا کام آسان کردے گا۔

اللہ سچا اور اُس کے وعدے سچے، اور شیطان جھوٹا اور اُس کے ڈراوے جھوٹے، اللہ سے ڈرے اور اس پر بھروسہ کرے، یقیناً اللہ اُس کے لئے آسانی کردے گا اور اُس کے لئے راہ نکال دے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۸۲ از اودے پور میواڑ راجپوتانہ محلہ چھاوت واڑی مرسلہ قادر بخش چابک سوار ۱۲ رمضان ۱۳۳۸ھ

کیا کوئی ایسی تحریر دستاویز پر کہ جس کو زید نے مسماۃ ہندہ کو دوسری شادی کے وقت بابت انتظام نان نفقہ لکھ دی ہو کیا بعد طلاق ہندہ کا اُس تحریر سے کسی قسم کا کوئی حق رہتا ہے؟

الجواب

مہر و نفقۂ ایام عدت کے سوا اور کوئی حق واجب شرعاً نہیں اور اگر زید نے لکھ دیا ہو کہ عمر بھر تیرا نان و نفقہ میرے ذمہ ہے تو یہ ایک وعدہ ہے اُسے وفا کرنا چاہئے مگر اس کی بنا پر جبراً مطالبہ نہیں ہوسکتا۔ اشباہ میں ہے، لاجبر علی الوفاء بالوعد[3] (وعدہ پورا کرنے پر جبر نہیں۔ ت) اس کے سوا اس تحریر کا حاصل اگر کچھ اور ہو تو بعد ملاحظہ تحریر معلوم ہوسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/ ۲ و ۳

[2] " " ۶۵/ ۴

[3] الاشباہ والنظائر کتاب الحظر والاباحۃ ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۱۱۰ و ۱۱۱

ف: وفائے وعدہ سے متعلق اشباہ سے جو عبارت مجھے ملی اس کے الفاظ یوں ہیں: وعدہ ان یأتیہ فلم یأتہ لایأثم ولایلزم الوعد الا اذا کان معلقا ـــــ اسی معنی کی عبارت فتاوٰی ہندیۃ الباب السابع فی اجارۃ المستاجر جلد ۴ ص ۴۲۷ پر ملاحظہ ہو۔ نذیر احمد سعیدی

Marfat.com

مسئلہ ۱۸۳ از چتوڑ گڑھ محلہ چھیپیاں مسئولہ جمیع مسلمانان گنگرار ۱۵ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کا شوہر عرصہ آٹھ سال سے ہندوستان چھوڑ کر غیر ملک میں چلا گیا زندہ ہے خیریت کا حال لکھتا رہتا ہے مگر اُس کے لئے نہ تو یہاں اُس کی کوئی جائداد ہے اور نہ اس نے آج تک خرچ کے لئے زوجہ کے پاس روپیہ پیسہ روانہ کیا نہ اس عرصہ میں وُہ کبھی آیا اور نہ آئندہ آنے کا قصد رکھتا ہے، زوجہ نے نان نفقہ کے انتظام کے لئے کئی مرتبہ اُسے لکھا مجبور ہو کر طلاق چاہی مگر نہ تو نان نفقہ دیتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے اب سُنا جاتا ہے کہ عورت پریشان ہو کر نصرانیت اختیار کرنے والی ہے ایسی صورت میں عورت مذکورہ سے معاملہ مندرجہ سوال میں کسی عالم یا معتبر سے فسخ نکاح کی درخواست کرا کے بعد انقضائے عدت فسخِ نکاح نکاحِ جدید کسی دوسرے شخص سے کرا دینا جائز ہے یا ناجائز، آیا اُس کے لئے کوئی صورت ہے شرعی کہ اُسے مرتدہ ہونے سے بچائے۔

الجواب

جس نے مرتدہ ہونے کا قصد کیا وُہ اس وقت مرتدہ ہوگئی، بچائی کاہے سے جائے۔ اور شوہر کی زندگی میں بلا طلاق دُوسرے سے نکاح کی کوئی صورت نہیں، قال تعالٰی والمحصنٰت من النساء[1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا، نکاح والی عورتیں (حرام ہیں)۔ ت) یہاں نہ کوئی حنبلی مذہب کا قاضی ہے نہ کسی حنفی مقلد کو اس مذہب کے خلاف قضا کا اختیار ہے اور اگر کرے گا نافذ نہ ہوگی ایسی توسیعیں لازم مذہب کرتی ہیں، والتفصیل فی البحر الرائق ورد المحتار وغیرھما من الاسفار (اور اس کی تفصیل بحرالرائق اور ردالمحتار وغیرہما کتب میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۴ از اکوربا ڈاک خانہ گنگیری ضلع علی گڑھ مسئولہ امداد علی خاں صاحب مدرس اول ۲۰ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میری زوجہ وقتِ نکاح بدمزاج معلوم ہوتی تھی بعد میں وہی بدمزاجی بڑھتے بڑھتے فتورِ عقل ثابت ہُوئی، فاترالعقلی کی حالت میں اُس سے تین بچے بھی مختلف اوقات میں پیدا ہوئے اور مرے، اُس کے مرض کا علاج مدّتِ مدید تک حکیموں، دائیوں، ڈاکٹروں، عاملوں کے ذریعہ کرایا گیا اور اپنی حیثیت سے زیادہ صرف کیا مگر کوئی صورت افاقہ کی نہ ہُوئی اور مرلیفہ کے عملوں سے بہت کچھ نقصانات مالی ظہور میں آئے، اُس کی حالت فاتر العقلی کے باعث ایسی ہوگئی ہے کہ وہ

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۴

Marfat.com

احکام شرعیہ اور خاوند کے جائز حکموں کی تعمیل نہیں کر سکتی نہ وہ اپنی خواہشات کو محسوس کر سکتی ہے نہ پاکی و ناپاکی میں تمیز رکھتی ہے نہ امورات خانہ داری و علائق زندگی کو سمجھ سکتی ہے غرض کہ مجھے اُس سے تمام مصلحتیں فوت نظر آتی ہیں اُس کے علاج سے ہر طرح مایوس ہو کر اعزاء و اقربا کے اصرار و اپنی آسائش و قیام نسلی کی اُمید پر میں نے بحالتِ مجبوری بعد انتظار بسیار کے دوسری شادی کر لی ہے اس سے بفضلہٖ ایک بچّہ بھی پیدا ہُوا ہے اب میرے متعلقین میں میری ایک والدہ ضعیفہ اور زوجگان و ایک بچّہ و ایک میں خود یہ پانچ کس ہیں اور کچھ بار قرضہ بھی ہے جو بوجہ ضروریات شرعی ہُوا ہے اب زوجہ سابقہ یعنی فاتر العقل کی والدہ کو (میرے خیال میں تجاہل عارفانہ سے) شُبہہ ہے کہ میری لڑکی کو ان لوگوں سے تکالیف پہنچتی ہیں، اور نہ وہ ان لوگوں میں آسائش سے رہ سکتی ہے، اس لئے اُن کی خواہش ہے کہ اپنی بیٹی کو اپنے پاس رکھ کر میری نصف آمدنی کو بٹا لیں اور اسی اُمید پر وہ عنقریب کچہری مجاز میں نالش کرنے والی ہیں میں اُن سے کہہ رہا ہُوں کہ میری جانب سے کوئی تکلیف کبھی نہیں ہُوئی نہ آئندہ ہوگی بلکہ آپ خود رہ کر میرے کاموں میں مدد دیجئے اور اپنی بیٹی کو حسب منشا آرام پہنچائیے اور بوجہ ناپاک رہنے اور ہوش و حواس درست نہ ہونے کے اپنی بیٹی کے ساتھ کھانے پینے اور اُس کے برتنوں سے احتیاط رکھئے یا زر دین مہر سے دست بردار ہو کر مجھ سے اپنی بیٹی زوجہ میرے کے واسطے چار روپیہ ماہوار علاوہ پارچہ پوشیدنی کے تاحینِ حیات لیتی رہئے کیونکہ اس وقت پانچ آدمیوں کی پرورش، قرضہ کی ادائگی، تربیتِ اولاد، اتفاقی ضروریات کا پُورا کرنا میرے ذمہ ہے اور اُس کو اپنے مکان پر رکھئے وہ ان باتوں میں سے کسی کو منظور نہیں کرتیں پس ایسی صورت میں میرے لئے شرع شریف کا کیا حکم ہے جس سے کہ میں خدا اور رسول کے نزدیک مواخذہ دار نہ ہوں اس میں دوسرا سوال یہ ہے کہ ایسی عورت کا دین مہر و نان نفقہ کس خدمت کے عوض مجھ پر واجب ہے۔

الجواب

مہر کسی خدمت کا معاوضہ نہیں وہ نکاح میں بُضع کا عوض ہے اور بہر حال واجب ہے اور جب فاتر العقل ہے تو اُس کے مہر سے دستبرداری نہ وہ کر سکتی ہے نہ اس کی ماں نہ کوئی اور یُوں ہی جب تک وہ شوہر کے گھر ہے یا اُس کے گھر آنے سے انکار نہ کرے، اُس کا نفقہ شوہر پر واجب ہے جو زن و شو دونوں کو حال کی رعایت سے بقدر متوسط دلایا جائے گا مادرِ زن کا نصف آمدنی مانگنا ظلم صریح ہے جب کہ یہ مقدار نفقۂ زن سے زائد ہو، درمختار میں ہے،

النفقة تجب للزوجة علی زوجها بقدر حالهما به یفتی ویخاطب

خاوند پر بیوی کا نفقہ ان دونوں کے حال کے مطابق ہے، اسی پر فتویٰ دیا جائے گا، اور خاوند کو اس کی

Marfat.com

بقدر وسعه والباقی دین الی المیسرۃ[1]، واللہ تعالٰی اعلم۔ وسعت کے مطابق ادائگی کا حکم ہوگا اور باقی ہو تو اس کے ذمہ واجب الادا رہے گا جب وہ آسانی والا ہوگا، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۸۵ از جامع مسجد بریلی مسئولہ نواب چھوٹے میاں صاحب ۷ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی لڑکی کا عقد بکر کے لڑکے کے ساتھ کیا عقد کے بعد ایک ماہ تک زید کی لڑکی اپنے شوہر کے مکان پر رہی اس وقت سے زمانہ تخمیناً نوماہ کا ہوا کہ لڑکی زید کے مکان پر موجود ہے نان نفقہ کی شوہر یا شوہر کے باپ نے خبر نہیں لی، اب اس امر کا تقاضا ہے کہ زید اپنی لڑکی کی رخصت کردے، زید کو رخصت کرنے سے کچھ انکار نہیں ہے، علمائے دین کی خدمت میں صرف یہ گزارش ہے کہ ان ایام کا نان نفقہ کس پر فرض ہے اور لڑکی رخصت ہونے کے بعد زید کے اور شرعی خاندان کے تعلق والوں کے کس کس کے یہاں جاسکتی ہے، بیّنوا توجروا۔

الجواب

اس نو مہینے کا نان نفقہ کسی پر نہیں، جو دن گزر گئے گزر گئے، ہاں اگر نان ونفقہ کچھ مقرر ومعین قرار پاچکا کہ اتنا ماہوار دیں گے، اور زید نے لڑکی کو بٹھانہ رکھا، نہ لڑکی نے شوہر کے یہاں جانے سے انکار کیا بلکہ باپ کے یہاں آئی تھی، پھر شوہر کے بلانے کی منتظر رہی اور اس نے اتنے مہینوں نہ بلایا تو اس صورت میں وہ مقررشدہ نفقہ ان مہینوں کا دے گا اور اگر یہ بلانا چاہتا تھا اور لڑکی نہ گئی تو ان مہینوں کا نفقہ کسی پر نہیں اگرچہ مقرر شدہ ہو، عورت آٹھویں دن اپنے ماں باپ کے یہاں صبح سے شام تک کے لئے بلااجازتِ شوہر جاسکتی ہے اور اپنے محارم مثلاً حقیقی یا سوتیلے بہن بھائی بھتیجے بھتیجی بھانجے بھانجی چچا ماموں پھپی خالہ نانا دادا کے یہاں ہر سال بھر بعد دن بھر کے لئے، رات کو بہرحال شوہر کے یہاں آنا ہوگا، یہ بلااجازت ہے اور شوہر کی اجازت سے انھیں لوگوں کے یہاں مہینہ بھر اور زائد جتنے دنوں کی وہ اجازت دے رہ سکتی ہے لیکن غیر محارم مثلاً چچا ماموں خالہ پھپی کے بیٹوں بیٹیوں یا جیٹھ دیور بہنوئی وغیرہم یا اجنبی کے یہاں شوہر کی اجازت سے بھی نہیں جاسکتی اگر شوہر اجازت دے گا تو وہ بھی گنہگار ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۶ از شہر بریلی محلہ ملوکپور مسئولہ احمد یار خاں صاحب ۱۸ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کے چند اولادیں ہوئیں ان میں سے ایک

---

[1] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۹

Marfat.com

لڑکی بعمر چھ سال موجود ہے، اس عورت کے جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو بہت سخت تکلیف ہوتی ہے اور قریب المرگ ہوجاتی ہے، لہذا اب یہ عورت اور اس کی ماں و بھائی وغیرہ کہتے ہیں کہ ہم کو جان بچانا فرض ہے، اور یہ عورت اپنے خاوند سے جماع کرنا نہیں چاہتی اور کہتی ہے کہ مجھ کو اپنی جان کا اندیشہ ہے، اس حالت میں اُس کے خاوند پر نان نفقہ دینا لازم ہے یا نہیں؛ اور یہ عورت اور اُس کی ماں و بھائی کہتے ہیں کہ تم اپنی دوسری شادی کرلو، اس کے خاوند میں اتنی قوت نہیں کہ دو عورتوں کا خرچ برداشت کرسکے کیونکہ یہ بیحد غریب آدمی ہے، لہذا شرع شریف کا جو حکم ہو۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

عورت اگر مکانِ شوہر میں نہ رہے نفقہ نہ پائے گی، اور اگر یہاں رہے اور جماع پر راضی نہ ہو مگر شوہر چاہے تو جماع کرسکے پھر اگرچہ نہ کرے نفقہ پائے گی، مرد اگر دو کا خرچ برداشت نہ کرسکنے کے سبب اُسے نکال دے گا اور عورت اُس کے یہاں رہنا چاہے گی اور یہ اُس سے زبردستی جماع پر قادر ہوگا تو نفقہ آئے گا۔ درمختار میں ہے:

لہا النفقۃ لو مرضت وفی منزلہا بقیت ولنفسہا مامنعت لانفقۃ لخارجۃ من بیتہ بغیر حق وھی الناشزۃ حتی تعود قید بالخروج لانہا لو مانعتہ من الوطی لم تکن ناشزۃ[1] اھ۔

بیوی کے لئے نفقہ کا حق ہوگا اگر وہ بیمار ہو، اور اپنے گھر میں ہو اور اپنے آپ کو سپرد کرنے سے مانع نہ ہو اور خاوند کے گھر سے بلاوجہ باہر رہنے والی کے لئے نفقہ نہیں وہ نافرمان ہوگی تاوقتیکہ واپس آئے؛ اور ماتن نے خاوند کے گھر سے باہر کی قید ذکر کی اس لئے کہ اگر خاوند کے گھر میں رہتے ہوئے جماع سے رکاوٹ کرے تو نافرمانہ نہ ہوگی اھ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ لو مانعتہ قیدہ فی السراج بمنزل الزوج وبقدرتہ علی وطئہا کرہا[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم

درمختار نے جو کہا کہ جماع سے منع کرے، تو اس کو سراج الوہاج میں، خاوند کے گھر، اور خاوند کو جبراً اس سے جماع کی قدرت ہو، کے ساتھ مقید کیا ہے (کہ ایسی صورت ہو تو وہ نافرمان نہ کہلائے گی) واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار | باب النفقۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۶۷

[2] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۶۴۷

Marfat.com

مسئلہ ۱۸۷: از کانپور طلاق محل مکان حکیم نورالدین مسئولہ عبیداللہ ۴ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید آوارہ اور بدچلن ہونے کے علاوہ نان و نفقہ کا کفیل بھی نہیں ہوسکتا اور اُس کا باپ یعنی خالد اگرچہ نان و نفقہ کا کفیل ہوسکتا ہے اگر وُہ چاہے مگر وُہ اور اُس کی اہلیہ وغیرہ بھی ہندہ کو سخت تکالیف کھانے پینے پہننے کی دیتے ہیں اور سخت خدمت مثل ایک لونڈی کے لیتے ہیں تو کیا ایسی صورت میں ہندہ کو اپنے نفس کے روکنے کا اختیار ہے کیونکہ ان کی معاشرت نہایت خراب ہے بلکہ جان کا خطرہ ہے، اور کیا قاضی کو حق ہے کہ وُہ دونوں میں تفریق یعنی خلع کرادے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

نفقہ نہ دینے پر حاکم اسے مجبور کرے گا کہ نفقہ دے یا طلاق لقولہ تعالٰی فامساك بمعروف اوتسریح باحسان[1] (کیونکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: بھلائی کے ساتھ پاس رکھو یا نیکی کرتے ہوئے چھوڑ دو۔ ت) لیکن قاضی بطورِ خود اس وجہ سے تفریق نہیں کرسکتا۔ درمختار میں ہے:

لایفرق بینھما بعجزہ عنھا بانواعھا الثلثۃ (وھی ماکول وملبوس ومسکن ح اھ ش) ولا بعدم ایفائہ حقھا ولو موسرا[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

تینوں قسم کے حقوق سے عجز پر خاوند اور بیوی میں تفریق نہ ہوگی، وہ حقوق، خوراک، لباس اور مسکن ہیں، بحر، اھ ش (شرح کی عبارت ختم) اور نہ ہی امیر ہونے کے باوجود بیوی کے یہ حقوق مکمل نہ کرنے پر تفریق ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۸۸: از اودے پور میواڑ مدرسہ شرقیہ مرسلہ سید عبدالرحیم صاحب ۲۰ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قادر بخش کی عورت مسماۃ محرم ہے ۳۰ سال شادی کو ہوئے اولاد نہ ہونے کی وجہ سے نام بردہ سے عقد ثانی کیا اور محرم کو اس مضمون کی تحریر لکھ دی کہ جو میرا گاؤں جاگیر کا ہے اُس میں ۳۰۰ روپے سالانے ادا کرتا رہوں گا بلا عذر، اور حالی میں نیا مکان جو بنایا ہے وہ تیرے رہنے کو دے دیا، اگر تیرے لڑکا ہوگا تو میری تمام جائداد کا مالک ہوگا اور اگر اس دوسری عورت سے ہوگا تو وہ اس تحریر کی پابندی کرے گا، کچھ عرصہ بعد دوسری کے لڑکا پیدا ہوا، مسماۃ محرم قادر بخش کی تابعداری کرتی رہی لیکن دوسری عورت کی اور اس کی باہمی تکرار اس بنا پر ہوتی رہی کہ جو تحریر قادر بخش نے زوجہ اولٰی کو لکھ دی ہے وُہ واپس دے دے کیونکہ میرے لڑکا تولد ہوگیا ہے، محرم نے باوجود تکرار فساد

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۱۹
[2] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۹
ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۵۶

Marfat.com

تحریر نہیں دی، قادربخش نے زوجہ ثانیہ کے بہکانے سے پہلی کو نکال دیا جبکہ محرم نے کچہری میں نان و نفقہ و پابندی تحریر کا دعوٰی کیا اُس پر شوہر نے اپنا بیان قلمبند کرایا کہ محرم کو میں نے طلاق دے دی لیکن اصلیت یہ ہے کہ اُس نے اُسے طلاق نہ دی نہ کوئی طلاق نامہ تحریر کیا نہ کوئی گواہ طلاق دینے کا ہے صرف دوسری عورت کے ورغلانے پر اُس نے ایسا کہہ دیا ہے اور مشہور کیا ہے محرم نے شوہر کی کوئی خطا نہیں کی ہے۔ کیا قادربخش کے ایسا کہہ دینے اور شہرت دے دینے سے محرم کو عندالشرع طلاق ہوگئی اگر ہوگئی تو محرم کو عندالشرع یہ حق حاصل ہے کہ وہ تحریر جو قادربخش نے محرم کو دی ہے اس کی پابندی کرانے کی وہ کس حد تک مستحق ہے؟

الجواب

طلاق شوہر کی زبان پر ہے جب وہ کہتا ہے کہ میں نے طلاق دے دی طلاق ہوگئی نہ دی تھی تو اب ہوگئی اور رہنے کو مکان دینا مالک کردینا نہیں جب تک ولایت تملیک ثابت نہ ہو اور اُس کے ساتھ اپنے اسباب وغیرہا سے خالی کرکے قبضہ دلادینا ضرور ہے تین سو روپے سالانہ دینا اگر علاوہ نان و نفقہ تھا تو محض ایک وعدہ تھا وعدہ کی بناء پر دعوٰی نہیں ہوسکتا، اشباہ وغیرہ میں ہے:

لاجبر علی الوفاء بالوعد[1] (وعدہ پورا کرنے پر جبر نہیں۔ ت)

اور اگر یہ نفقہ مقرر کیا گیا تھا تو طلاق سے ساقط ہوگیا اس کا دعوٰی نہیں کرسکتی، مگر ماہِ رواں کا جس میں اس نے کہا کہ میں نے اُسے طلاق دے دی۔ تنویر میں ہے:

بموت احدھما وطلاقھا یسقط المفروض[2] خاوند بیوی میں سے ایک کے فوت ہوجانے یا طلاق سے مقررہ نفقہ ساقط ہوجاتا ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال الخیر الرملی وقید السقوط بالطلاق شیخنا الشیخ محمد بن سراج الدین الحانوتی بما اذا مضی شھر فازید وھو قید لابد منہ تامل[3] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

خیرالدین رملی نے فرمایا کہ طلاق کی وجہ سے نفقہ ساقط ہونے کو، ہمارے شیخ محمد بن سراج الدین حانوتی نے ایک ماہ یا زائد گزرجانے سے مقید کیا ہے اور یہ قید ضروری ہے، غور کرو، اھ، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر　کتاب الحظر والاباحۃ　ادارۃ القرآن کراچی　۲/۱۱۰، ۱۱۱

[2] درمختار　باب النفقۃ　مطبع مجتبائی دہلی　۱/۲۷۰

[3] ردالمحتار　〃　داراحیاء التراث العربی بیروت　۲/۶۵۹

Marfat.com

مسئلہ ۱۸۹ تا ۱۹۳ از مہاندی ہیڈ ورکس ڈویژن ضلع رائے پور سی پی مرسلہ سردار خاں کلرک ۲۶ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی زوجہ ہندہ اُس سے سخت بدزبانی اور درشت کلامی سے پیش آتی ہے اور مندرجہ ذیل امور اس نے بغیر اپنے خاوند زید کی رضامندی کے کئے:

(۱) بغیر اجازت زید کے وُہ اپنے مکان سے باہر کئی مرتبہ گئی اور اپنے عزیزوں رشتہ داروں کی شادی میں اُس نے زید کی کئی چیزیں بغیر اجازت و رضامندی زید کے بطور جہیز دے دیں۔

(۲) بلا اجازت و مرضی زید اس نے اپنے چھوٹے بھائی کی لڑکی کو اپنا متبنٰی کیا اور زیورات، آب و خورش اور ملبوسات سے اُس کی کفالت کرتی رہی، یہ زیورات وغیرہ بھی اُس نے بلا اجازت زید کے اُس لڑکی کیلئے زید کی آمدنی سے بنوائے۔

(۳) چونکہ زید کی ملازمت ایسی ہے کہ اُسے گاہے گاہے حکام کے ساتھ دورہ پر و نیز کارِ گورنمنٹ کی بجا آوری کے لئے دوسری جگہ جانا پڑا اس لئے اُس نے ہندہ کو ساتھ چلنے کے لئے کہا مگر اُس نے تعمیل احکام زید نہ کی یا اگر کبھی تو کسی بہانہ سے چندروز کے بعد بلا اُس کی رضامندی کے واپس آگئی اس لئے اپنے انتظامات کے خیال سے زید کو دوسری ملازمہ رکھنی پڑی اور مزید خرچ کا بار اٹھانا پڑا۔

(۴) زید نے ان امور کو ضبط اور تحمل سے اس وجہ سے برداشت کیا کہ وُہ شریف ہے اور ہندہ بدزبان بدکلام نیز ہندہ کے رشتہ دار اس کے معاون، مبادا زیادہ فساد برپا ہو غرض جو کچھ فضول خرچیاں اور دیگر امور بلا رضامندی زید کے ہوتے رہے انھیں دیکھ کر زید نے خاموشی اختیار کی مگر جب زید نے دیکھا ہندہ کسی طرح راہِ راست پر نہیں آتی تو اس نے اُسے بہت کچھ سمجھایا اور تاکید کی کہ ایسا نہ کرے مگر ہندہ نے بالعوض راستی اختیار کرنے کے زید کو دھمکایا اور اس نے نہایت فحش الفاظ میں بُرا کہا کہ اگر تم اپنے باپ کی اولاد ہو تو ہمیں طلاق دے دو اور ہرگز ہم سے بات نہ کرو،

پس صورت مسئولہ میں تحقیق طلب یہ امور ہیں، بلا اجازت زید کے جب ہندہ نے باہر قدم رکھا تو آیا وہ نان نفقہ کی مستحق ہے یا نہیں؛ ہندہ نے بلا اجازت زید کے ایک لڑکی کو اپنی فرزندی میں لیا و نیز خلاف مرضی زید کے اُس کو زیورات و لباس و خورش کی کفیل ہوتی رہی و نیز دورہ و دیگر مقامات میں زید کے ہمراہ نہ رہ کر اس پر مزید خرچہ کا بار ڈالا پس ایسی حالت میں کیا وُہ اپنے پُورے مہر کی مستحق ہوسکتی ہے اگرچہ مہر اس کا واجب ہے تو ہندہ جو زید کے ساتھ نہ گئی اور نہ رہی جس کی وجہ سے زید کو مزید خرچہ کا بار پڑا اس کا دین دار کون ہوگا، اور لڑکی متبنٰی کو زید کی بلا اجازت اپنی فرزندی میں لی اور خلاف مرضی زید کے اُس کو زیورات اور لباس و خورش کی کفیل جو ہوتی رہی اُس کا دیندار کون ہوگا، یہ امر ذہن نشین رہے کہ زید نے شرافت کو مدِ نظر رکھ

Marfat.com

آئندہ کے فساد کی مدافعت کے خیال سے جیسا کہ فقرہ ۵ میں مذکور ہے ہندہ کے معاملات میں دخل نہیں دیا۔

(۵) چونکہ ہندہ نے زید کو قسم دی کہ اُسے طلاق دے دے پس ایسی حالت میں خلع کی صورت ہوسکتی ہے کیا۔

الجواب

ہندہ سخت گنہگار ہے مگر صرف اتنی بات کہ اُس نے اپنے مُنہ سے طلاق مانگی خلع نہیں ہوسکتی۔ نوکر وغیرہ کا مزید بار جو زید پر اپنے آرام کے لئے پڑا ہندہ سے اُس کا مطالبہ نہیں کرسکتا اگرچہ ہندہ کا اس کے پاس نہ رہنا ہی اس کا باعث ہوا ہو، ہاں جتنے دنوں بے اجازت زید زید کے یہاں سے جاکر دوسری جگہ رہی اُتنے دنوں نفقہ نہ پائیگی جو مالِ زید اُس نے اس متبنی یا اپنے اعزا کی شادیوں یا متبنی کے خورد و نوش میں بے اجازتِ زید صرف لیا اس کا تاوان ہندہ پر لازم ہے اور ناگواری کے ساتھ زید کا خاموش رہنا اجازت نہ سمجھا جائے گا "لا ینسب الی ساکت قول" (خاموش کی طرف قول منسوب نہ کیا جائے۔ ت) اس سب کا مجموعہ جتنی قیمت کا ہو زید اُس کے مہر میں سے کم کرسکتا ہے لصحۃ جریان المقاصۃ بینھما (کیونکہ خاوند بیوی میں لین دین کا حساب صحیح ہے۔ ت)۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۴ – ۱۹۵ از سکندرہ راؤ ضلع علی گڑھ مرسلہ امداد علی خاں ۱۵ رجب المرجب ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میری زوجہ فاتر العقل ہونے کے باعث اپنی ضروریاتِ زندگی نفسانی خواہش کو محسوس نہیں کرسکتی یا ظاہر نہیں کرتی۔ نہ میری آبرو اور جان و مال کی حفاظت کرتی ہے بلکہ اشیاء کو خراب و برباد کرتی ہے اور تربیتِ اولاد و پاکیزگی جسم و صوم و صلوٰۃ امورات شرعیہ و معاملات خانہ داری سے بالکل غافل ہے ہدایت پر عمل نہیں کرتی، جب بیماری شروع تھی تو اس سے تین لڑکے پیدا ہوئے، بے حفاظتی کے باعث بقضائے الٰہی فوت ہوئے، وقت شادی سے جس کو عرصہ تقریباً دس سال کا گزرا ان نقصانات کو برداشت کرتے ہوئے حتی الامکان میں نے اور میری ضعیفہ ماں نے مریضہ کی دلجوئی خاطر تواضع میں کوئی کمی نہ کی مرض کا یقین ہونے پر حکیموں ڈاکٹروں دائیوں اور عاملوں سے علاج کرانے پر بھی کامیابی نہ ہوئی، مرض مستقل ہوگیا صحت سے مایوسی ہوگئی، تقریباً پانچ سال سے خاموشی طاری ہے اور وہ میری خدمت سے قاصر ہے، اب میری ماں کی رائے اور میری خواہش ہے کہ دوسری عورت سے عقد کیا جائے مگر مریضہ کی ماں نے اس امر سے مطلع ہوکر مجھ سے اور میری ماں سے سخت ناراضگی کا اظہار کیا ہے اور اسی بنا پر تجاہل عارفانہ سے کام لے کر تمام برادری میں مشہور کرتی ہیں کہ میری بیٹی پاگل نہیں ہے بلکہ اس کے سسرالیوں کے ظلم سے اس کی بدمزاجی بڑھ گئی ہے، اور اپنے اس قول کی تائید کے لئے اپنی بیٹی کو بلا رضامندی اپنے پاس تقریباً چھ ماہ سے رکھ چھوڑا ہے اور چاہتی ہیں کہ میرے پاس ہی اس کے لئے پانچ روپیہ ماہوار خورد و نوش کو مقرر کردو یا ساڑھے پانچ سو روپیہ زرِ مہر معینہ ادا کرکے اس کو

Marfat.com

طلاق دے دو، میں نے مرقضیہ کی ماں سے درخواست کی مہر سے لادعوٰی ہو کر مجھ سے تین روپیہ ماہوار کا اقرارنامہ عمر بھر کے واسطے لکھا لو یہ اس کے خورد و نوش کو کافی ہے مجھے اتنی ہی توفیق ہے اور کُل زرِ مہر ادا کرنے کی استطاعت اس وقت مجھے نہیں ہے، وُہ اس درخواست کو منظور نہیں کرتیں، اس صورت میں ازرُوئے شرع مجھے کیا عمل کرنا چاہیئے؟

دوم یہ کہ مندرجہ بالا صُورت میں دوسرا عقد ہونے پر اگر عورت خاوند کی خدمت و اطاعت کم کرے یا بالکل نہ کرے اور دوسری عورت اُس سے زیادہ خدمت و اطاعت کرے تو حقوق زوجگان میں مساوات رکھنی شوہر کے ذمہ لازمی ہوگی یا کوئی تفریق رہ سکتی ہے اور کیا؟

الجواب

جب تک وُہ آپ کی اجازت کے بغیر اپنی ماں کے یہاں یا کسی دوسری جگہ رہے نفقہ کی مستحق نہیں، اور جب تک طلاق یا موت نہ ہو غیر میعادی مہر واجب الادا نہیں ہوتا۔ دوسری شادی اگر کی جائے اور زوجۂ اولٰی بھی شوہر کے پاس رہے تو دینے لینے اور شب کو پاس رہنے میں مساوات ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۶ از شہر بریلی محلہ کانکر ٹولہ مسئولہ تلن ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا حالتِ نابالغی میں نکاح کر دیا تھا وُہ اپنے شوہر کے گھر بالغ ہُوئی اور اس کے اولادیں پیدا ہُوئیں حتی کہ اب اُس کے اولاد جوان موجود ہے مگر اسی عرصہ میں وُہ آوارہ اور زانیہ ہوگئی اس سبب سے اُس کے شوہر نے نکال کر اس کے حقیقی بھائی کے گھر پہنچا دیا، بھائی نے پھر اس کو شوہر کے یہاں پہنچا دیا، ایسا قصہ تین چار مرتبہ ہُوا، اور ایک مرتبہ ایسا ہُوا کہ ہندہ کو اُس کے شوہر کے چچا نے اپنی لڑکیوں کی شادی میں بُلوایا اور چودھری نے اس کے شوہر کے یہاں حلقۂ شادی میں پہنچا دیا، مگر صبح کو پھر اس کے شوہر نے اُس کو اُس کے بھائی کے یہاں پہنچا دیا اور ایک مرتبہ ہندہ مذکور کو بھائی نے نہیں رکھا تو وُہ اپنے ماموں کے گھر آئی تو ماموں نے چند روز رکھ کے کہا کہ میں کنبہ والا ہُوں مجھ میں اب طاقت رکھنے کی نہیں ہے اپنے چچا تایاؤں اور دوسرے عزیزوں کے یہاں رہو، برادر لوگ بھائی اور ہندہ کے ماموں کا حقہ پانی بند کرتے ہیں، ازرُوئے شرع کے اُن کا حقہ پانی بند ہونا چاہیئے یا نہیں؟ اور ہندہ کا رکھنا کس پر واجب ہوگا؟ چچا یا شوہر یا ماموں اور بھائی وغیرہ کس پر اُس کا روٹی کپڑا مقرر ہوگا یا کوئی بھی رکھنے کا ذمہ دار نہ ہوگا؟ ہندہ کو نکال دیا جائے یا کیا کیا جائے؟ مکرر یہ کہ شوہر نے ہندہ کو ابھی طلاق نہیں دی ہے اور برابر اس کو روٹی کپڑا دیتا ہے سال بھر سے ماقبل کے اپنے بھائی اور ماموں کے سر ہے شوہر کو بوجہ نہ دینے طلاق کے نان و نفقہ ہندہ کو دینا چاہیئے یا نہیں؟ اور شوہر کو تحقیق ہو جانے زنا پر فوراً طلاق دینا چاہیئے یا روٹی کپڑا بند کرنا چاہیئے؟

Marfat.com

الجواب

اگر زنا متحقق بھی ہو جائے جب بھی طلاق دینا واجب نہیں جب تک طلاق نہ دے اور ہندہ اُس کے یہاں سے خود نہ نکلے تو روٹی کپڑا شوہر کے ذمہ ہے اُس پر واجب ہے کہ روٹی کپڑا دے یا طلاق دے گا تو ختم عدت تک کا روٹی کپڑا اور مہر اُسے ادا کرنا ہوگا بعد عدت ہندہ مہر وغیرہ اپنے مال سے کھائے گی اگر مال رکھتی ہو یا دوسرے شوہر کے پاس سے اگر دوسرا نکاح کرے اور مال نہ رکھتی ہو نہ کما سکتی ہو نہ دوسرا نکاح ہو تو اس کا روٹی کپڑا اُس کے جوان بیٹے پر واجب ہے بھائی یا چچا یا ماموں وغیرہ پر کچھ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۷ از کلکتہ دھرم تلالین مکان حاجی سلیمان یوسف مہ پارہ ۴۵ مرسلہ مولوی سید ابراہیم صاحب مدنی ۱۸ شوال ۱۳۱۹ھ

ماقولکم دام فضلکم معشر علماء الاسلام رحمکم اللہ تعالیٰ فی الدارین فی رجل یشرب الخمر دائماو یھتك و یمزق الاوراق الکریمة التی فیھا نقش المسجد الحرام والروضة المطھرة النبویة علیه الف الف صلٰوة و تحیة و یعلق بدلھا علی الجدران تصاویر الھة الکفار الفجار، وقد رمی اوراق المتبرکة فی القاذورات ویضرب الزوجة علی اداء الصلٰوة ویمنعھا و یضربھا اذا لا تشرب الخمر واذا قیل له تعال نذھب الی المسجد فیقول انا اذھب الی المسکرات لاشربھا ومالی حاجة الیه ولا ینفق علیھا النفقة واذا اجبر علی الطلاق لا یطلقھا ویأبی الطلاق حتی عجزت و رفعت شکواھا الی الحاکم فاقر عندہ فی الشھر بعشرة مضروبة مسکوکة والان

علماء اسلام کی جماعت، اللہ تعالیٰ تم پر دونوں جہان میں رحمت فرمائے اور تمھاری فضیلت کو دائم رکھے، آپ کا کیا ارشاد ہے ایسے شخص کے بارے میں جو ہمیشہ شراب پیتا ہے اور مسجد حرام اور روضہ مطہرہ نبی پاک ان پر ہزار ہزار صلوٰۃ وسلام ہو، کے نقش والے مبارک اوراق کی ہتک کرتے ہوئے ان کو پھاڑتا ہے اور دیوار پر ان کی جگہ کافروں کے بتوں کی تصاویر کو آویزاں کرتا ہے اور اس نے مبارک اوراق کو گندگی میں پھینکا ہے اور بیوی کو نماز سے روکتا اور مارتا ہے اور اسے شراب نہ پینے پر مارتا ہے، اور جب اسے مسجد میں جانے کے لئے کہا جاتا ہے تو کہتا ہے میں تو شراب خانوں میں جاکر شراب نوشی کروں گا اور مجھے مسجد میں جانے کی ضرورت نہیں ہے، اور بیوی کو نفقہ نہیں دیتا اور جب اسے طلاق دینے پر مجبور کیا جائے تو وہ انکار کرتے ہوئے بیوی کو طلاق نہیں دیتا حتی کہ بیوی نفقہ سے عاجز ہو کر حاکم سے شکایت کرتی ہے تو وہ حاکم کے پاس بیوی کو ماہانہ دس روپے دینے کا اقرار کرتا ہے جبکہ اب تک

Marfat.com

صارت ثلث سنين ما اعطاها شيأ من ذلك فما حكمه فی الصور المرقومة هل بقيت زوجته فی النكاح ام لا وهل يحكم بكفره ام لا فاذا بطل نكاحه بالامور المذكورة هل يجوز لها ان تنكح رجلا اٰخر للضرورة والظاهر انها لا تجد من يقرضها وهل استحسن الاحناف ان ينصب القاضی الحنفی نائبا شافعی المذهب يفرق بينهما اذا كان الزوج حاضرا وابى عن الطلاق لان دفع الحاجة الدائمة لا يتيسر بالاستدانة فالتفريق امر ضروری بينوا بالكتاب توجروا بيوم الحساب۔

تین سال ہو چکے ہیں اس نے بیوی کو کچھ نہیں دیا۔ تو ان تمام مذکورہ صورتوں میں اس شخص کے لئے کیا حکم ہے کیا اس کی بیوی اس کے نکاح میں باقی ہے، اور کیا اس کے کافر ہو جانے کا حکم ہوگا یا نہیں، تو کیا مذکور امور کی وجہ سے جب اس کا نکاح باطل ہے تو بیوی دوسرے شخص سے ضرورت کی بنا پر نکاح کر سکتی ہے جبکہ ظاہر یہ ہے کہ نفقہ کے لئے اس کو قرض دینے والا کوئی نہیں ملتا اور کیا احناف نے حنفی قاضی کے لئے کسی شافعی مذہب والے کو اپنا نائب بنانا پسند کیا ہے تاکہ وُہ شافعی مذہب کے مطابق خاوند کی موجودگی میں اس سے طلاق کا مطالبہ کرے اور انکار پر وہ دونوں میں تفریق کا فیصلہ دے، کیونکہ بیوی کی دائمی نفقہ کی حاجت قرض سے پُوری ہونا آسان نہیں ہے اس بنا پر دونوں میں ضرورت کی وجہ سے تفریق کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ کتاب کے حوالے سے بیان کرو اور قیامت کے روز اجر پاؤ۔ (ت)

الجواب

اللهم لك الحمد رب انی اعوذ بك من همزات الشيطين واعوذ بك رب ان يحضرون كل ما وصف فی السوال فما للرجل من سیئ الافعال واسوء الاقوال فكبائر متناهية فی الاثم والوبال وكله كفر علی الاحتمال فان شرب الخمر كبيرة والادمان اكبر صحبه استحلال لها او استخفاف بحرمتها فقد كفر و تمزيق الاوراق الكريمة المذكورات

یا اللہ! تیرے لئے ہی حمد ہے، اے رب! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہُوں، اور اے رب! میں شیطانوں کی موجودگی سے تیری پناہ چاہتا ہُوں۔ سوال میں شخص مذکور کے بُرے افعال اور بدترین اقوال جو ذکر کئے گئے ہیں وہ گناہ اور وبال میں انتہائی کبیرہ ہیں، اور تمام کفر کا احتمال رکھتے ہیں کیونکہ شراب پینا کبیرہ گناہ ہے اور اس پر دوام اس سے بھی بڑا گناہ ہے اور اگر اس کے ساتھ ساتھ وُہ حلال جان کر اور شراب کی حرمت میں تخفیف جان کر پیتا ہے تو وُہ کافر ہے۔ اور مبارک اوراق کو پھاڑنا اور

Marfat.com

والقاء وها في موضع القاذورات ان كان
مبنيا على اصول الوهابية النجدية
خذلهم الله تعالىٰ من ان ذلك بدعة و
البدعة تزال فجهل وضلال و استحقاق
لعذاب و نكال وان قصد اهانة
تلك البقاع فكفر بواح وارتداد صراح و
تعليق تلك التصاوير النجسة على الجدران
انكان على ما يتعاداه المجان يزعمون فيه
تزيين المكان غير متعمدين الى الكفر من
الكفران فكبيرة خبيثة تدعوا الى النيران
وتبعد الملئكة وتقرب الشيطان وان وقع على
جهة استحسان صنيع الكفار وتعظيم الٰهة اصحاب
النار فكفر صريح جلى الاكفار وضرب المرأة
على اداء الصلوٰة ومنعها منه وضربها
على ترك شرب الخمر وابائها عنه كل
ذٰلك تناه فى التشطين والبغى والتفرعن و
ان كان مع ذٰلك ينكر فرضية الصلٰوة او
حرمة الخمر او يستخف بالشرع والنهى والامر
فكفر واضح وارتداد فاضح واعراضه
عن المسجد خير الاماكن ومكابرة
الداعى الى الله بذلك القول الخبيث
المنتن فهو به للكفر اقرب منه للايمان
وبالله العياذ من مجون
المجان فان كان قاله
على نهج الملاعبة فيا لها

ان کو گندگی میں پھینکنا اگر بدنام زمان نجدی وہابیوں کی
روش پر مبنی ہے کہ یہ بدعت ہیں اور بدعت کو ختم کرنا چاہیئے
تو یہ جہالت، گمراہی اور عذاب و سزا کا مستحق بننا ہے اور
اگر اس عمل سے اس کا مقصد اوراق پر تصویروں والے
مقامات کی اہانت و تحقیر مقصود ہے تو یہ کھلا کفر اور
واضح طور پر ارتداد ہے۔ اور بتوں کی ناپاک تصویروں
کو دیواروں پر آویزاں کرنا اگر ویسے عادت کے طور پر کہ
اس کو پاگل لوگ مکانات کی زینت سمجھتے ہیں اور کسی کو کفر
کی طرف تجاوز نہ کیا ہو تو یہ خبیث ترین کبیرہ گناہ ہے جو جہنم
میں لے جانے والا فرشتوں کو دور اور شیطانوں کو قریب
کرنے والا ہے، اور اگر یہ کام کفار کی رسم کو پسند کرتے
ہوئے اور دوزخیوں کے معبودوں کی تعظیم کے طور پر
کیا ہو تو یہ صریح کفر جو اس کی تکفیر کا باعث ہے بیوی
کو نماز کی ادائیگی پر مارنا اور اس سے منع کرنا اور شراب
نہ پینے پر اور شراب نوشی سے انکار پر اس کو مارنا تو
یہ تمام انتہائی شیطنت، فرعونیت اور بغاوت ہے
اور اس کے ساتھ ساتھ وہ نماز کی فرضیت اور شراب کی
حرمت کا منکر ہے اور شریعت اور اس کے اوامر اور
نواہی کی تحقیر کرتا ہے تو یہ کھلا کفر ہے اور رسوا کن ارتداد
ہے۔ اس کا بہترین مکان جو مسجد ہے سے اعراض کرنا
اور اللہ تعالیٰ کی دعوت سنانے والے کو مکابرہ کے طور
پر خبیث اور بدبو والی بات کہنا (کہ میں شراب خانے
جاؤں گا مجھے مسجد کی ضرورت نہیں ہے) تو اس سے
وہ کفر سے قریب اور ایمان سے دور ہو گیا (پاگلوں
کے پاگل پن سے اللہ تعالےٰ کی پناہ) تو یہ بات

Marfat.com

من كبيرة كثيرة الشناعة و الا فالكفر ظاهر فيه لا شك يعتريه بيدات الكفر امر شديد لا يحكم به مع احتمال الاسلام ولو من بعيد والمرأة لا تبين الا بتفريق مبين اوكفر متبين نعم يومر بالتوبة عن تلك القباح ثم بعد ذٰلك بتجديد النكاح، فی جامع الفصولین او اخرالفصل ۳۸ قیل له یا یک درم بده تا بعمارت مسجد صرف کنم یا به مسجد بیا بنماز فقال من نه بمسجد آیم و نه درهم دهم مرا بمسجد چه کار وهو مصر علی ذٰلك لا یكفر ولكن یعزر[1]، واما التفريق لعدم الانفاق و الزوج حاضر موسر قادر فلم يقل به حنفی ولا شافعی بل نص علی خلافه الامام الشافعی فلا سبيل للمرام الا الاشتكاء الى الحكام ليجبروه على الانفاق وان لم يرضه فعلى الطلاق لقوله تعالٰى فامسكوهن بمعروف او فارقوهن بمعروف[2]،

اگر کھیل میں رغبت کے طور پر کی ہے تو یہ کتنی بڑی جرأتِ کبیرہ ہے اور بہت زیادہ قابلِ نفرت ہے، ورنہ یہ کھلا کفر ہے جس میں کوئی شک نہیں، تاہم کفر شدید معاملہ ہے، تو جب تک اسلام کا پہلو نکل سکتا ہے کفر کا حکم نہ لگایا جائے، اگرچہ اسلام کا احتمال بعید ہی کیوں نہ ہو، جبکہ بیوی صرف قاضی کی تفریق یا واضح کفر کی بناء پر ہی نکاح سے خارج ہوگی، ہاں ایسے شخص کو اس کی مذکورہ قباحتوں پر توبہ کرنے اور پھر بعد میں تجدیدِ نکاح کا حکم کیا جائے۔ جامع الفصولین کی فصل نمبر ۳۸ کے آخر میں ہے کسی شخص کو کہا کہ مسجد کی عمارت کے لئے ایک درھم چندہ دے یا اس کو کہا گیا مسجد میں آکر نماز پڑھ، تو اس نے جواب میں یوں کہا کہ میں نہ مسجد میں آتا ہوں اور نہ درہم دیتا ہوں مجھے مسجد سے کیا کام، اور اس نے اصرار کیا ہو تو اُسے کافر نہ کہا جائے گا لیکن تعزیر لگائی جائیگی۔ لیکن خرچ نہ دینے پر جب خاوند حاضر ہو اور امیر ہو نفقہ دینے پر قادر ہو تو اس صورت میں کسی حنفی نہ کسی شافعی نے تفریق کا قول کیا ہے بلکہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی نے اس کے خلاف تصریح کی ہے لہذا خاوند جب قادر ہو اور امیر ہو تو پھر مقصد برآری کی یہی صورت ہے کہ حکام سے بیوی شکایت کرے تاکہ وہ خاوند کو نفقہ دینے پر مجبور کریں اگر نفقہ دینے پر راضی نہ ہو تو پھر اس کو طلاق دینے پر مجبور کریں کیونکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے

[1] جامع الفصولین الفصل الثامن والثلاثون اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۹
[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۱

Marfat.com

فی رد المحتار عن غرر الاذکار ثم اعلم ان مشائخنا استحسنوا ان ینصب القاضی الحنفی نائبا ممن مذهبه التفریق بینهما اذا کان الزوج حاضرا وابی عن الطلاق لان دفع الحاجة الدائمة لا یتیسر بالاستدانة اذ الظاهر انها لا تجد من یقرضها وغنی الزوج مآلا امر متوهم فالتفریق ضروری اذا طلبته وان کان غائبا لا یفرق لان عجزه غیر معلوم حال غیبته وان قضی بالتفریق لا ینفذ قضاؤه لانه لیس فی مجتهد فیه لان العجز لم یثبت اهـ[1] فانظر الی قوله وغنی الزوج مآلا امر متوهم وقوله فی الغائب لان عجزه غیر معلوم یرشد انك ان الکلام انما هو فی العاجز المعسر دون القادر المستکبر وانظر اخر الکلام یفیدك ان القضاء بالتفریق حیث لم یثبت عجزه باطل سحیق وقد قال فی رد المحتار ایضا قبله

بیویوں کو اچھی طرح رکھو یا اُن سے بھلائی کے ساتھ جُدائی کر لو۔ ردالمحتار میں غرر الاذکار سے منقول ہے کہ ہمارے مشائخ نے یہ پسند کیا ہے کہ حنفی قاضی کسی شافعی یا اس شخص کو جس کا مذہب یہ ہو کہ نفقہ نہ دینے پر حاضر خاوند کو طلاق دینے پر مجبور کیا جائے اگر طلاق نہ دے تو قاضی تفریق کرے، اپنا نائب بنا کر اس سے تفریق کرا دے کیونکہ نفقہ کی حاجت دائمی ہے جو کہ بیوی کے قرض اٹھانے پر پوری نہیں ہو سکتی کیونکہ ظاہر میں کوئی ایسا شخص نہیں ملتا جو اس کو قرض دیتا رہے جبکہ خاوند کا بالآخر غنی ہو کر نفقہ ادا کرنا موہوم بات ہے تو بیوی کے مطالبہ پر اس صورت میں تفریق ضروری ہے، اور مذکورہ صورت میں اگر خاوند غائب ہو تو تفریق نہ کی جائے کیونکہ غائب ہونے کی صورت میں خاوند کا نفقہ سے عجز معلوم نہ ہو سکے گا اس صورت میں اگر تفریق کر دی تو وہ نافذ نہ ہو گی کیونکہ اس صورت میں تفریق مجتہدین کے ہاں زیرِ بحث مسئلہ نہیں ہے کیونکہ خاوند کا عجز معلوم نہیں ہے، اھ۔ اس عبارت میں "بالآخر خاوند کا غنی ہونا موہوم ہے" اور غائب ہونے والے کے بارے میں "یہ کہ اس کا عجز معلوم نہیں" پر غور کریں تو یہ رہنمائی ملتی ہے کہ تفریق کی بات صرف خاوند کے تنگدست اور عاجز ہونے کی صورت میں ہے، نہ کہ قادر اور ہٹ دھرم خاوند کی صورت میں، اور پھر مذکورہ کلام کا آخری حصہ تو واضح طور پر بتا رہا ہے کہ جب خاوند کا عجز ثابت نہ ہو تو وہاں تفریق کا فیصلہ

---

[1] ردالمحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ٢/٦٥٦

Marfat.com

ما نصه والحاصل ان عند الشافعی اذا
اعسر الزوج بالنفقة فلها الفسخ و
كذا اذا غاب وتعذر تحصيلها منه
على ما اختاره كثيرون منهم
لكن الاصح المعتمد عندهم
ان لا فسخ ما دام موسرا وان انقطع
خبره وتعذر استيفاء النفقة
من ماله كما صرح به فی الام قال
فی التحفة (يعنی سيدنا
الامام الشافعی رضی الله تعالٰی
عنه) قال (يعنی العلامة ابن حجر
المكی الشافعی رحمه الله تعالٰی
بعد نقله ذلك فجزم شيخنا
(يعنی العلامة شيخ الاسلام زكريا
الانصاری) فی شرح منهجه، ان القول بالفسخ فی
منقطع خبر لا مال له حاضر مخالف
للمنقول كما علمت[1] الخ وفی كتاب
الانوار للامام يوسف اردبيلی الشافعی
رحمه الله تعالٰی لو امتنع مع القدرة او غاب
مع اليسار او قدرت علی ماله فلا
خيار[2]، وفيه ولو جهل حال الغائب من
اليسار والاعسار او شك فی
يساره فلا خيار لان

بالکل باطل ہے جبکہ ردالمحتار میں مذکور کلام سے قبل بھی
فرمایا، عبارت یُوں ہے، الحاصل امام شافعی کے ہاں
جب خاوند تنگدست قرار پائے تو بیوی کو فسخ کے مطالبے
کا حق ہوتا ہے اور یُونہی اگر خاوند غائب ہو اور اس کے
ملنے کی امید نہ ہو تو بھی نفقہ کی ناامیدی پر اکثر شوافع
حضرات کے ہاں فسخ مختار ہے لیکن ان کے مذہب میں
معتمد علیہ اور اصح یہ ہے کہ اس وقت تک فسخ کا اختیار
نہیں جب تک اس کی تنگدستی ثابت نہ ہو جائے اگرچہ
غائب ہو کر اس کی کوئی خبر نہ ہو اور اس کے مال سے
بیوی کے لئے نفقہ کی کوئی صورت نہ بن پاتی ہو، جیسا کہ
امام شافعی کی کتاب "الاُم" میں تصریح ہے کہ امام
شافعی رحمہ اللہ تعالٰی نے تحفہ میں فرمایا، علامہ ابن حجر مکی
شافعی نے یہ عبارت نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ ہمارے شیخ
یعنی شیخ الاسلام زکریا انصاری نے اپنی منہج کی شرح میں
یہ جزم فرمایا ہے کہ ایسے غائب شخص جس کی کوئی خبر نہ ہو اور
اس کا مال بھی موجود نہ ہو، تو فسخ کا فیصلہ منقول کے خلاف
ہے جیسا کہ آپ کو معلوم ہوا ہے۔ امام یوسف اردبیلی
شافعی کی کتاب "الانوار" میں ہے کہ خاوند قادر ہونے
کے باوجود نہ دے، یا امیر ہونے پر وہ غائب ہو،
یا بیوی اس کے مال سے نفقہ حاصل کرنے پر قادر ہو
تو پھر فسخ کا اختیار نہیں ہے، اور اسی میں ہے کہ
اگر غائب ہو اور اس کی تنگدستی یا تونگری معلوم ہو یا اس کے
حال میں شک ہو تو فسخ کا اختیار نہیں ہوگا، کیونکہ فسخ کا

---

[1] ردالمحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۵۶
[2] الانوار

Marfat.com

السبب لم يتحقق ويفهم من هذا انه لو غاب معسرا او مضت مدة فلا خيار لها لاحتمال اليسار[1]، و فی شرح الکمثری قال فی التحفة والمنهاج والاصح ان لا فسخ بمنع موسر او متوسط حضر او غاب لتمکنها منه و لو غائبا کما له بالحاکم والمعتمد ما فی المتن و من ثم صرح فی الام بانه لا فسخ ما دام موسرا وان انقطع خبره و تعذر استیفاء النفقة من ماله و المذهب نقل کما قاله الاذرعی فجزم شیخنا فی شرح منهجه بالفسخ فی منقطع خبر لا مال له حاضرا مخالف للمنقول کما علمت ولا فسخ بغیبته من جهل حاله یسارا او اعسارا بل لو شهدت بینة انه غاب معسرا فلا فسخ ما یشهد باعساره الان اھ کلام التحفة[2] اھ باختصار، و فی تعلیقاته للفاضل ابراھیم الشافعی جزم فی شرح منهجه بالفسخ فی منقطع خبر

سبب موجود نہیں ہے۔ اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر خاوند تنگدست غائب ہوا اور کچھ مدّت گزر جائے تو بھی اختیار فسخ نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اب وہ امیر بن چکا ہو۔ کمثری کی شرح میں ہے کہ تحفہ اور منہاج میں فرمایا کہ اصح یہ ہے کہ امیر خاوند غائب ہو یا متوسط حال والا حاضر ہو یا غائب تو فسخ نہیں ہوگا کیونکہ بیوی کو نفقہ کا حصول ممکن ہے جیسا کہ غائب ہونے کی صورت میں اس کا مال موجود ہو تو قاضی کے ذریعہ حاصل کر سکتی ہے اور قابلِ اعتماد وُہ ہے جو متن میں ہے، اسی لئے الاُم میں تصریح ہے کہ امیر خاوند غائب ہوا اگرچہ اس کی کوئی خبر نہ ہو اور اس کے مال سے نفقہ حاصل کرنا مشکل ہو، یہی مذہب منقول ہے، جیسا کہ اذرعی نے فرمایا کہ ہمارے شیخ نے اپنی منہج کی شرح میں فرمایا کہ ایسا غائب جس کی کوئی خبر نہ ہو اور حاضر مال بھی نہ ہو تو اس صورت میں فسخ کا قول منقول مذہب کے خلاف ہے جیسا کہ تمھیں معلوم ہوا ہے، اور فسخ جب بھی نہیں کہ غائب شخص کے تنگدست یا امیر ہونے کا علم نہ ہو بلکہ گواہوں نے شہادت بھی دی ہو کہ غائب ہونے والا تنگدست ہے تب بھی فسخ نہیں کہ یہ شہادت موجودہ حال کی نہیں ہے تحفہ کا کلام ختم ہوا، اھ، اختصارًا۔ الفاضل ابراہیم شافعی نے اپنی تعلیقات میں فرمایا کہ شیخ نے اپنی منہج کی شرح میں اس پر جزم کیا ہے کہ وہ غائب جس کی خبر

---

[1] الانوار
[2]

Marfat.com

لامال له قال ابن حجر وهو خلاف المنقول فانه صرح فی الام بانه لا فسخ مادام موسر اوان انقطع خبره وتعذر استیفاء النفقة من ماله[1] اھ وفی قرة العین بمهمات الدین وشرحها فتح المعین کلاهما للعلامة زین الدین الشافعی تلمیذ الامام ابن حجر المکی رحمهما الله تعالٰی (فسخ نکاح من اعسر فلا فسخ) علی المعتمد (بامتناع غیرہ) موسرا او متوسطا من الانفاق حضر او غاب (و) لا فسخ (قبل ثبوت اعسارہ) باقرارہ او بینة تذکر اعسارہ الاٰن ولا تکفی بینة ذکرت انه غاب معسرا[2] اھ ملتقطا والله تعالٰی اعلم۔

معلوم نہ ہو اور اس کا مال نہ ہو تو فسخ ہوگا جبکہ ابن حجر نے کہا ہے کہ یہ منقول مذہب کے خلاف ہے کیونکہ امام شافعی نے الام میں تصریح کی ہے کہ غائب شخص جس کی خبر معلوم نہ ہو وہ جب تک امیر ہے اور اس کے مال سے نفقہ پورا کرنا مشکل ہو تو بھی فسخ نہ ہوگا۔ علامہ زین الدین شافعی تلمیذ امام ابن حجر مکی رحمہما اللہ تعالٰی کی دونوں کتب، "قرۃ العین بمہمات الدین" اور اس کی شرح "فتح المعین" میں ہے کہ تنگ دست کا نکاح فسخ ہوگا اور معتمد قول کے مطابق کسی ایسے شخص کا جو امیر ہو یا متوسط ہو اور وہ نفقہ نہ دے خواہ حاضر ہو یا غائب کا نکاح فسخ نہ ہوگا تنگدستی کا ثبوت اس کے اقرار سے ہوگا یا شہادت سے ہوگا جس میں یہ ذکر ہو کہ اب تنگدست ہے اس میں یہ ذکر کافی نہیں کہ غائب ہوتے وقت وہ تنگدست تھا (ملتقطا) واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۹۸: از ہوڑہ رام کشٹو پور محلہ بانس تلا گھاٹ روڈ مرسلہ محمد حسن رضا خاں صاحب
۱۶ شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت پردہ نشین اپنے شوہر کی مطلقہ ہے، بعد عدت عقد ثانی کیا، بعد گزرنے ایک برس میکے آئی اور ذاتی یا زوجی تکلیف کی وجہ کر شوہر ثانی کے یہاں جانا پسند نہیں کرتی ہے اور اُس سے خلع چاہتی ہے اور شوہر اولٰی کی موانست کو پسند کرتی ہے، شوہر ثانی باعث جہالت اور بہکانے دوسروں کے طلاق نہیں دیتا اور نہ کافی طور پر بی بی کا حق ادا کرسکتا ہے اور صورت اوقات بسری عورت کی ذاتی حیثیت کچھ بھی نہیں اور نہ میکے میں فراغت، پردہ بھی فرض ہے اور کھانا کپڑا بھی واجب، پھر ایسے موقعہ میں کیوں اقتدار مسائل حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی نہیں ہوسکتی ہے کیونکہ چاروں امام جب کہ برحق ہیں اور اگر اقتدا امام شافعی کی کی جائے تو حقیقت اس مسئلہ کی کیا ہے، ایسی حالت میں پیروی دوسرے

---

[1] تعلیقات
[2] فتح المعین شرح قرۃ العین عامر الاسلام پور پریس ترونگاری کبیر ص ۴۲۴ تا ۴۲۷

Marfat.com

امام کی نہ کرنے سے خوف غلبۂ شیطان کا ہے نہ معلوم کس گناہ کبیرہ میں مرتکب ہو اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ضرورۃً اور مصلحۃً اقتداء لازم ہے۔

الجواب

قرآن عظیم نے شوہر دار عورتوں کو حرام قطعی فرمایا سائل کے گول لفظ شرط مذہب شافعی کو پورا نہیں کرتے، عورتوں کو ہوائے نفس کا اتباع کرنا اور اُسے کسی امام دین کے سر رکھنا کوئی دین نہیں نہ حنفی اس پر فتوے کا مجاز بلکہ اگر حنفی حاکم شرعی اس پر حکم دے گا قضا نافذ نہ ہوگی، درمختار میں ہے:

لایفرق بینھما بعجزہ عنھا ولا بعدم ایفائه حقها ولو قضی به حنفی لم ینفذ[1]

حنفی مذہب میں نفقہ سے عاجز ہونے یا بیوی کا حق پورا نہ کرنے پر تفریق نہ ہوگی اگر کسی حنفی نے یہ تفریق کی تو نافذ نہ ہوگی۔ (ت)

چارہ کار حکومت کی طرف رجوع ہے کہ وہ اُسے دو باتوں میں سے ایک پر مجبور کرے یا ادائے نفقہ یا طلاق، واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۹

Marfat.com

کتاب الایمان

مسئلہ ۱۹۹ ۵ جمادی الآخرہ ۱۳۰۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥ الحمد للہ رب العٰلمین ٥ والعاقبۃ للمتقین ٥ والصلوٰۃ والسلام علٰی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ٥

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مقدمہ میں کہ زید نے قسم مغلظہ کھائی ساتھ اس معاہدہ کے کہ اگر میں بکر سے کسی وقت میں ہمکلام ہوں تو زوجہ میری کو طلاق ہے چنانچہ بعد اس عہد کے بکر نے وفات پائی اور زید قبر پر گیا اور احکامِ شرعیہ کو کام میں لایا یعنی سلام علیکم کہہ کر فاتحہ قبر پر زید نے پڑھی تو اس صورت میں زوجۂ زید پر طلاق عائد ہوئی یا نہیں؟ فقط

الجواب

الحمد الکثیر للحی القدیر، والصلوٰۃ والسلام علی السمیع البصیر وآلہ وصحبہ الٰی یوم المصیر۔

کثیر ترین حمدیں زندہ قدرت والے کے لئے ہیں، صلوٰۃ وسلام کامل سمع وبصر والے پر اور اُن کی آل واصحاب پر تا یوم القیامۃ۔ (ت)

صورتِ مستفسرہ میں زنِ زید پر طلاق نہ ہوئی، جامع صغیر امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی میں ہے:

محمد عن یعقوب عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم رجل قال

امام محمد نے امام ابو یوسف سے اور انھوں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا کہ ایک شخص نے دوسرے

Marfat.com

لاٰخران ضربتك فعبدی حرفمات فضربه قال فهو علی الحیٰوۃ وکذٰلك الکسوۃ والکلام والدخول[1] انتہی۔

کو کہا اگر میں تجھے ماروں تو میرا غلام آزاد ہے، دوسرے کے فوت ہونے کے بعد اس نے اسے مارا (تو قسم نہ ٹوٹیگی) یُوں ہی لباس، کلام یا دخولِ دار کی قسم کھائی ہو تو وُہ بھی فوت ہونے کے بعد کارروائی پر نہ ٹوٹے گی کہ ان قسموں کا تعلق زندہ سے ہوتا ہے اھ (ت)

وجہ اس کی یہ ہے کہ بنائے یمین عرف پر ہے اور عرف میں اس سے کلام بعد الموت مقصود و مفہوم نہیں ہوتا نہ بعد موت کلام وسلام کو یہ کہتے ہیں کہ زائر میّت سے باتیں کر رہا ہے اگرچہ حقیقۃً وشرعًا کلام وسلام ہے جیسے قسم کھانے والا کہ گوشت نہ کھائے گا مچھلی کھانے سے حانث نہ ہوگا اگرچہ حقیقۃً وشرعًا گوشت اُس پر بھی صادق۔

قال اللہ تعالٰی لتاکلوامنہ لحما طریا[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم دریا سے تازہ گوشت کھاؤ۔ (ت)

ولہذا اگر قسم کھائی کہ کلام نہ کرے گا اور قرآن پڑھا تسبیح وتہلیل کی، حانث نہ ہوگا، حالانکہ حقیقۃً وشرعًا یہ بھی کلام ہے قال اللہ تعالٰی الیہ یصعد الکلم الطیب[3] وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان حبیبتان الی الرحمٰن سبحان اللہ وبحمدہ سبحٰن اللہ العظیم[4]۔ رواہ البخاری۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اسی کی طرف طیب کلمات اُٹھتے ہیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: دو کلمے زبان پر خفیف، ترازو میں بھاری، اللہ تعالٰی کے ہاں محبوب ہیں سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم، اس کو بخاری نے روایت کیا (ت)

یہاں تک کہ علماء فرماتے ہیں اگر قسم کھائی زید سے کلام نہ کروں گا اور زید نماز جماعت میں اس کے برابر کھڑا تھا سلام پھیرتے وقت اس کی طرف منہ کرکے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا حانث نہ ہُوا اگرچہ اس سلام میں نیتِ حاضرین کا قطعًا حکم ہے اسی طرح اگر جس کی نسبت قسم کھائی تھی وُہ امام ہُوا اور نماز میں بھُولا اس نے بتایا قرأت میں لقمہ دیا حانث نہ ہوگا حالانکہ یہ قطعًا اُس سے خطاب ہے اور خاص بقصد خطاب صادر،

فی الھندیۃ لوحلف لایتکلم ولا نیۃ

ہندیہ میں ہے کسی نے قسم کھائی کہ کلام نہ کروں گا اور

---

[1] جامع الصغیر باب الیمین فی القتل والضرب مطبع یوسفی لکھنؤ ص ۶۴

[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۴

[3] القرآن الکریم ۳۵/ ۱۰

[4] صحیح بخاری کتاب الرد علی الجہمیۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۲۹

Marfat.com

له فصلّٰی وقرأ فیها اوسبح او هلل لم یحنث وقال الفقیه ابو اللیث ان عقد یمینه بالفارسیة لایحنث بالقراءة والتسبیح خارج الصلٰوۃ ایضا للعرف فانه یسمی قارئا ومسبحا لامتکلما وعلیه الفتوی کذا فی الکافی[1] اھ ملخصًا۔

خاص نیت نہ کی، تو نماز پڑھنے میں قراءت کرنے، تسبیح وتہلیل کرنے پر قسم نہ ٹوٹے گی۔ اور ابو لیث فقیہ نے فرمایا اگر کسی نے فارسی زبان میں قسم کھائی کہ بات نہ کروں گا، تو خارج از نماز قراءت کرنے اور تسبیح پڑھنے پر بھی قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ اس عمل والے کو عرف میں قاری اور تسبیح پڑھنے والا کہا جاتا ہے کلام کرنے والا نہیں کہا جاتا، اور اسی پر فتوٰی ہے جیسا کہ کافی میں ہے اھ ملخصًا (ت)

اسی میں ہے:

اذا حلف لایکلم فلانا فاقتدی الحالف بالمحلوف علیه فسها المحلوف علیه فسبح له الحالف لم یحنث کذا فی المحیط[2]۔

اگر قسم کھائی کہ وُہ فلاں سے بات نہ کرے گا، تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھتے ہُوئے وُہ بھول جائے تو قسم کھانے والے نے اسے سبحان اللہ کہہ کر لقمہ دیا تو حانث نہ ہوگا، یعنی قسم نہ ٹوٹے گی جیسا کہ محیط میں ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

کذا اذا سلم عن الصلٰوۃ وفلان عن جنبه کذا فی العتابیة[3]

یونہی جب نماز سے سلام پھیرے اور وُہ فلاں اس کے پہلو میں ہو، جیسے کہ عتابیہ میں ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

لوکان المحلوف علیه اماما والحالف مقتدیا به ففتح علی الامام لایحنث[4] الخ۔

جس کے متعلق قسم کھائی اگر وُہ امام ہو اور قسم کھانے والا مقتدی ہو تو امام کو لقمہ دینے پر وُہ حانث نہ ہوگا۔ الخ (ت)

اسی طرح صدہا مسائل میں جن کا ماخذ وہی عرف پر احکامِ ایمان کی بنا ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۰: از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب ۱۷ شعبان ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمرو سے قسمیہ کہا کہ یہ کام کر، اور اس نے

---

[1] و [2] و [3] و [4] الفتاوی الہندیۃ الباب السادس فی الیمین علی الکلام نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۹۷

Marfat.com

نہ کیا تو بہ سبب انکار اُس کام کے عمرو پر قسم عائد ہوتی ہے یا نہیں ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

کسی کے قسم دلانے سے نہ اس پر قسم عائد ہو نہ اُس کام کا کرنا واجب، حدیث میں ہے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا : لا تقسم[1] قسم نہ دو۔ معلوم ہوا کہ قسم دلانے سے ماننا واجب نہیں ہوتا، ہاں اگر حرج نہ ہو تو مان لینا مستحب ہے کما نص علیہ الفقہاء الکرام (جیساکہ اس پر فقہاء کرام نے تصریح فرمائی۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۱: قرآن مجید کی قسم کھانے سے قسم ہو جاتی ہے یا نہیں ؟ اور اس کا کفارہ کیا ہے ؟ اور اگر کسی گناہ کرنے پر قسم کھائی ہو تو اُسے توڑے یا کیا کرے ؟ اور جو شخص دوسرے کو دھوکا دینے کے لئے قسم کھائے اُس کے پُورے کرنے کا دل میں ارادہ نہ ہو اُس کا کیا حکم ہے ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

قرآن مجید کی قسم شرعاً قسم ہے،

فی الدر المختار قال الکمال لا یخفی ان الحلف بالقراٰن الاٰن متعارف فیکون یمینا[2] انتہی۔

درمختار میں ہے کہ کمال نے فرمایا کہ مخفی نہ رہے کہ آجکل قرآن پاک کی قسم متعارف ہو چکی ہے لہذا یہ قسم قرار پائیگی اھ۔ (ت)

اسی میں ہے :

الایمان مبنیۃ علی العرف فما تعورف الحلف بہ فیمین وما لا فلا[3] انتہی۔

قسموں کی بناء عرف پر ہے، تو عرف میں جس چیز کی قسم متعارف ہو جائے وہ قسم قرار پائے گی، اور جو متعارف نہ ہو قسم نہ ہوگی اھ (ت)

اور قسم اگر امر مستقبل پر ہے جس کا کرنا اس کے قبضۂ اقتدار میں ہے تو اُس کے جھوٹا کرنے میں گناہ ہے اور کفارہ اُس کا رافع بشرطیکہ وہ کسی معصیت پر نہ ہو مثلاً شراب پئے گا یا نماز نہ پڑھے گا کہ اُس کا تو جھوٹا کرنا پھر کفارہ دینا واجب ہے

فی الدر المختار ومنعقدۃ وھی حلفہ علی مستقبل اٰت یمکنہ وفیہ الکفارۃ

درمختار میں ہے، یمین منعقدہ اور وہ ہوتی ہے کہ آئندہ ممکنہ چیز کے متعلق حلف دیا جائے، اس میں حانث

---

[1] مسند احمد بن حنبل	مروی از عبداللہ ابن عباس	دارالفکر بیروت	۱/ ۲۱۹
[2] الدرالمختار	کتاب الایمان	مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۲۹۱
[3] ایضاً			

Marfat.com

ان حنث وهی ای الکفارۃ ترفع الاثم وان لم توجد منہ التوبۃ معہا ای مع الکفارۃ سراجیۃ[1] اھ ملخصًا، وفیہ ایضا من حلف علی معصیۃ کعدم الکلام مع ابویہ او قتل فلان وجب الحنث والتکفیر لانہ اھون الامرین[2]۔

ہونے پر کفارہ ہوتا ہے، اور وُہ کفارہ قسم کے گناہ کو ختم کردیتا ہے اگرچہ اُس کے ساتھ توبہ بھی کرے، سراجیہ اھ ملخصًا۔ اس میں یہ بھی ہے اگر کسی نے گناہ پر قسم کھائی مثلاً کہا میں والدین سے بات نہ کروں گا یا فلاں کو قتل کروں گا، تو اس پر لازم ہے کہ وہ حنث کرے (یعنی قسم توڑ دے) اور کفارہ دے دے کیونکہ یہ کفارہ اس گناہ کے مقابلہ میں کم تر ہے (ت)

اور کفارہ ایک غلام آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو متوسط کھانا یا کپڑا دینا جو تین مہینہ سے زیادہ چلے اور سب بدن ڈھک لے، اور جو کچھ نہ ہو سکے تو متواتر تین روزے رکھنا ہے،

فی الدر المختار وکفارتہ تحریر رقبۃ او اطعام عشرۃ مساکین کما فی الظہار او کسوتہم بما یصلح للاوساط وینتفع بہ فوق ثلثۃ اشہر ویستر عامۃ البدن فان عجز عنہا کلہا وقت الاداء صام ثلثۃ ایام ولاء[3] اھ ملخصًا۔

درمختار میں ہے کہ اس کا کفارہ یہ ہے کہ گردن آزاد کرے، یا دس مسکینوں کو کھانا دے جیسا کہ ظہار میں ہوتا ہے، یا دس مسکینوں کو درمیانہ لباس دے جو عام بدن کو ڈھانپ لے اور کم از کم تین ماہ تک وہ لباس کام دے۔ اور اگر ان امور کی ادائیگی سے عاجز ہو تو مسلسل تین دن روزے رکھے اھ ملخصًا (ت)

اور اپنی بریت کو مغالطہ مسلمین کے لئے قصدًا جھُوٹی قسم کھانا کہ زبان سے قسم کھانا اور دل میں اس کے خلاف پر عزم رکھتا ہو ہرگز جائز نہیں، اور احترام نام پاک الٰہی سے بالکل خلاف ہے، حق سبحٰنہ وتعالٰی نے قرآن عظیم میں ان لوگوں کی مذمت فرمائی جو قسموں کو اپنی سپر بناتے ہیں، کفارہ اس لئے مقرر ہُوا ہے کہ اگر احیانًا حنث واقع ہو یہ اس کا مصلح ہو سکے نہ کہ یہ کفارہ پر تکیہ کرکے قصدًا جھُوٹی قسم کھائے اُسے اپنی بریت کی ڈھال بنائے، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۲۰۲ ۲۷ رمضان ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں زید نے قسم کھائی کہ میں آج ظہر جماعت کے ساتھ ادا کروں گا

---

[1] الدر المختار کتاب الایمان مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۹۰
[2] " " " ۱/۲۹۳
[3] " " " ۱/۹۳-۲۹۲

اور مسجد کو گیا مگر امام دو رکعت پڑھ چکا تھا دو رکعت سے امام کے ساتھ اس صورت میں زید کی قسم پوری ہوئی یا نہیں ؛ بیّنوا توجروا ۔

الجواب

زید کی قسم پوری نہ ہوئی کہ دو رکعت بلکہ تین رکعت پانے والا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے والا نہیں، درمختار میں ہے :

وکذا مدرك الثلث لا یکون مصلیا بجماعة علی الاظہر وقال السرخسی للاکثر حکم الکل وضعفه فی البحر[1]

جماعت میں تین رکعتیں پانے والا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے والا نہ قرار پائے گا، اظہر قول کے مطابق۔ اور امام سرخسی نے فرمایا : اکثر کا حکم کل والا ہوتا ہے، لیکن اس کو بحر میں ضعیف قرار دیا ہے۔ (ت)

ہاں ثواب جماعت کا قعدہ میں شامل ہونے پر بھی پائے گا وہ جدا بات ہے بلکہ حدیث سے ثابت ہے کہ جو گھر سے بارادۂ جماعت چلے اور جماعت ہو چکی اس نے ثواب پالیا فقد وقع اجرہ علی اللّٰہ (ہاں اجر و ثواب اللہ تعالٰی سے پائے گا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۳: مسئولہ شیخ عاشق علی خادم مسجد بی بی جی صاحبہ شہر بریلی ۴ جمادی الاول ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی نے غصہ میں قسم کھالی کہ میں بریلی ہی میں نہ رہوں گا، پھر غصہ دُور ہوجانے کے بعد وہ پچھتایا، تو کوئی تدبیر ایسی ہے کہ بریلی میں رہے اور حانث نہ ہو یا سوا کفارہ ادا کرنے کے کوئی صورت نہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بریلی سے ترکِ سکونت کرکے نکل جانے کے لئے جس سامان و تدبیر ضروری کی اُسے حاجتِ واقعیہ تھی اگر اس کلمہ کے زبان سے نکلتے ہی اُس نے شروع نہ کردی یا اس میں معمولی واقعی کوشش نہ کی یا سامان مہیا ہوجانے پر پھر نکلنے میں ڈھیل کی تو حانث ہوگیا اور کفارہ لازم، اب چاہے نکلے یا نہ نکلے کفارہ دینا ہوگا اور نکلنا کچھ ضرور نہ رہا، اور اگر اُسی وقت سے سچے طور پر تدبیر ضروری میں مشغول ہے اور اس میں ایسی سستی نہ کی جسے عرف میں ایسے کام میں سستی گنیں تو جب تک سامان مہیا کرنے میں رہے گا حانث نہ ہوگا اگرچہ کچھ دن گزرجائیں، ہاں سامان درست ہوتے ہی نکل جانا ہوگا، ایسی کوئی صورت نہیں کہ باختیارِ خود بریلی میں رہے

---

[1] الدرالمختار باب ادراک الفریضہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۰۰

Marfat.com

اور کفارہ دینا نہ پڑے، البتہ اگر یہ تہیہ میں مشغول تھا کہ کسی نے قید کرلیا اور نکلنے نہ دیا تو جب تک یہ مجبوری رہے گی حانث نہ ہوگا اگرچہ عمر گزر جائے، یُوں ہی اگر بریلی کے سوا کہیں اس کے رہنے کا ٹھکانا نہیں نہ اپنے ذاتی مال یا حرفت یا تجارت کے ذریعہ سے دُوسری جگہ بسر ممکن ہے تو بھی مجبور سمجھا جائے گا جب تک حالت ایسی باقی رہے،

فی تنویر الابصار والدر المختار دوام الرکوب واللبس والسکنی کالانشاء فیحنث بمکثہ ساعۃ[1] فی ردالمحتار یعنی لوحلف لایرکب ھذہ الدابۃ وھو راکبھا اولایلبس ھذا الثوب وھو لابسہ اولایسکن ھذہ الدار وھو ساکنہا فمکث ساعۃ حنث فلو نزل او نزع الثوب او اخذ فی النقلۃ من ساعتہ لایحنث[2]

تنویر الابصار اور درمختار میں ہے کہ لباس اور سواری اور سکنی پر مداومت کرنا یعنی قسم کے بعد اس کو جاری رکھنا ابتدا ءِ عمل کی طرح ہے، لہذا قسم کے بعد ایک گھڑی بھی باقی رکھنے پر قسم ٹوٹ جائے گی، ردالمحتار میں ہے: یعنی اگر قسم کھائی کہ میں اس جانور پر سواری نہ کروں گا جبکہ اس پر سوار تھا یا یہ کپڑا نہ پہنوں گا جبکہ وُہ پہنے ہُوئے تھا، یا اس گھر میں رہائش نہ کروں گا جبکہ اس میں رہائش پذیر تھا، تو قسم کے بعد ایک گھڑی بھی اس حال پر باقی رہا تو قسم ٹوٹ جائے گی، اور اگر فوراً سواری سے اُتر گیا یا کپڑا اتار دیا، یا مکان سے منتقل ہونا شروع ہوگیا تو حانث نہ ہوگا۔ (ت)

اُسی میں ہے:

قال فی الفتح ثم انما یحنث بتاخیر ساعۃ اذا امکنہ النقل فیہا والا بان کان لعذر خوف اللص اومنع ذی سلطان او عدم موضع ینتقل الیہ او اغلق علیہ الباب فلم یستطع فتحہ لایحنث ویلحق ذٰلک الوقت بالعدم للعذر اھ ولوقدر علی الخروج بھدم بعض الحائط ولم یھدم لم یحنث لان المعتبر القدرۃ علی الخروج

فتح میں فرمایا کہ پھر اگر کچھ دیر کردی جبکہ اس کو فوراً منتقل ہونا ممکن تھا تو حانث ہو جائے گا' ورنہ اگر فوراً ممکن نہ تھا کہ وہاں چوری کا ڈر تھا، یا اختیار والے حاکم کی طرف سے رکاوٹ تھی، یا منتقل ہونے کو دوسرا مکان نہ تھا، یا دوسرے مکان کو تالا پڑا ہوا تھا جس کو کھولنے پر قادر نہ ہُوا تو حانث نہ ہوگا، کیونکہ فوراً منتقل ہونے میں یہ وقت بھی شمار ہوگا، اور عذر کی وجہ سے اس وقفہ کو کالعدم قرار دیا جائے گا اھ، اور اگر وہاں

---

[1] الدرالمختار شرح تنویر الابصار کتاب الایمان مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۹۷
[2] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۷۶

Marfat.com

من الوجه المعهود عند الناس کذا فی الظهیریۃ بحر[1] اھ ملتقطا۔

سے دیوار توڑ کر فوراً نکلنے پر قدرت ہو تو بھی قسم نہ ٹوٹے گی، کیونکہ نکلنے کے لئے معروف طریقے پر نکلنا معتبر ہے، جیسا کہ ظہیریہ میں ہے، بحر، اھ ملتقطاً (ت)

اُسی میں زیرِ قولِ درمختار لو یمکنہ الخروج او اشتغل بطلب دار اخری او دابۃ وان بقی ایاما لم یحنث (اگر نکلنا ممکن ہو یا وہ دوسرا مکان تلاش کرنے یا منتقل ہونے کے لئے سواری کی تلاش میں مصروف ہوگیا اور کئی روز اس تلاش میں گزر گئے تو بھی حانث نہ ہوگا۔ ت) فرمایا:

ھو الصحیح لان طلب المنزل من عمل النقلۃ فصار مدۃ الطلب مستثنی اذا لم یفرط فی الطلب فتح[2] اھ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

یہی صحیح ہے، کیونکہ دوسرا مکان تلاش کرنا یہ منتقل ہونے کا عمل ہے لہذا تلاش کی مدت شمار نہ ہوگی بشرطیکہ تلاش کرنے میں کوتاہی نہ کرے، فتح۔ اھ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۰۴: از سیتاپور تامسن گنج دولتکدہ حضرت سیّد صادق میاں صاحب مرسلہ سید ارتضا حسین صاحب ۲۳ جمادی الاوّل ۱۳۱۶ھ

زید نے قسم کھائی کہ میں مغرب کی نماز میں امام کے ساتھ آدھی میں شریک ہوں گا، اور وہ وضو کر رہا تھا، اب وہ تیسری رکعت میں شریک ہُوا، آیا وہ حانث ہوگا یا نہیں؟ اور آیا اس کو آدھی نماز ملی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

حانث ہوگا، ظاہر ہے کہ ایک رکعت تین کی تہائی ہے نہ کہ آدھی۔ قسم پُوری اس وقت ہوتی کہ دو رکوع پاتا کہ دو تہائی اگرچہ نصف سے زائد ہے مگر زیادت مانع بِر نہیں،

وبھذا الوجہ کان البر متصورا فانعقدت الیمین وان لم یکن للصلوۃ الثلاثیۃ نصف معتبر فی الشرع نعم ان حلف لیدرکن نصفھا لا اقل ولا ازید فالظاھر

تو اس طرح قسم کو پورا کرنا متصور ہوسکتا ہے لہذا قسم قرار پائے گی اگرچہ شرعاً تین رکعت والی نماز کا نصف نہیں ہوتا، ہاں اگر قسم میں یُوں کہا ہو میں اس نماز کا نصف پاؤں گا نہ اس سے کم نہ زیادہ، تو پھر ظاہر یہ ہے کہ بالکل

---

[1] ردالمحتار | کتاب الایمان | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۳/ ۷۸-۷۷
[2] ؍؍ | ؍؍ | ؍؍ ؍؍ ؍؍ | ۳/ ۷۸

Marfat.com

انه لایحنث اصلا لعدم تصور البر فیما یظهر وھو شرط الانعقاد کما قد صرحوا بہ فی مسئلة الکوز وغیرہ ھذا ما ظھرلی۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

حانث نہ ہوگا، کیونکہ اس صورت میں قسم کا پورا ہونا ممکن نہیں، یہی ظاہر ہو رہا ہے کیونکہ قسم منعقد ہونے کے لئے، اس کا پورا ہونا متصور ہو یہ شرط ہے، جیسا کہ فقہائے کوزے کے مسئلہ میں تصریح فرمائی ہے۔ یہ ہے جو مجھے ظاہر معلوم ہوا۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰۵ از بنگالہ زین العابدین سراج گنج

کسے شخص را برامر شرعی سوگند خدا و رسول داد است کہ اگر چنیں کار خواہی کرد بر تو سوگند خدا و رسول است آنکس سوگند خدا و رسول در حساب نیاوردہ ہرکارے از منع کردہ بود از راہ سرکشی آں کار کرد شرعاً بر آنکس چہ حکم صادر آید وتعزیرش در پیش آید۔ بیّنوا توجروا۔

اگر کوئی شخص دوسرے کو خدا اور رسول کی قسم دیتے ہوئے یوں کہے اگر تُو نے یہ کام کیا تو تجھے اللہ ورسول کی قسم ہے، تو وہ دوسرا شخص اس قسم کی پروا نہ کرتے ہوئے جس کام سے منع کیا تھا اس کو کرنے پر بضد رہے تو اس شخص پر شرعاً کیا حکم ہوگا اور اس پر کیا تعزیر ہوگی۔ بینوا توجروا۔ (ت)

الجواب

سوگند بدادن کسے بر دیگرے لازم نمی شود بے آنکہ دیگر سوگند بر خود گیرد و پذیرد پس در قبول نکردنش بر آں الزامے نیست ففی الحدیث ان الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ عبر رؤیا فاخبرہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ اصاب بعضا واخطأ بعضا تالیفا للصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ ان تجھرہ واقسم علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا تقسم[1]۔

دوسرے کو قسم دینے سے دوسرے کو اس وقت تک قسم لازم نہ ہوگی جب تک وُہ خود قسم نہ اُٹھائے، لہٰذا مذکورہ صورت میں دوسرے شخص پر قسم لازم نہ ہوئی اس لئے اگر وہ قبول نہ کرے تو اس پر الزام نہ ہوگا، اس لئے کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک خواب کی تعبیر بیان کی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بتایا کہ یہ تعبیر کچھ درست ہے اور کچھ غلط ہے، یہ بات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کو تالیفِ قلبی کے طور پر فرمائی کہ خطا کو ظاہر نہ فرمایا۔ اس پر حضرت صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قسم دی کہ

[1] مسند احمد بن حنبل مرویات ابن عباس دار الفکر بیروت

Marfat.com

ففيه دليل واضح على ماقلنا وقد نص على المسألة العلماء۔ والله تعالٰی اعلم۔

آپ بتائیں (کیا خطا اور کیا درست) تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: قسم نہ دو، تو اس حدیث میں واضح دلیل ہے ہمارے بیان پر، اور علمائے کرام نے بھی یونہی مسئلہ ذکر کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰۶ از کریلی ضلع بریلی مرسلہ مولوی انعام الحق صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چار شریکوں نے باغ کی فصل خرید کی اور حصے بخرے پر جھگڑا پیدا ہوا، ایک شخص نے منجملہ ان شریکوں کے قسم کھائی اگر اس باغ میں رہوں تو اپنی ماں اور بیٹی سے زنا کروں اور اپنے مکان کو چلا گیا، آخر کار دو آدمی اس کو جبراً اسی باغ میں لائے اور رات کو بھی رکھا اور قسم کے خلاف عمل میں آیا لیکن جبراً عمل میں آیا ہے، اور صبح کو اپنا فیصلہ کرکے مکان کو چلا گیا اور شخصوں نے اس کو اپنی برادری سے خارج کیا ہے تو اب اس پر جو قسم خوردہ ہے کیا تعزیہ ہونا چاہئے؟ یا نہیں ہونا چاہئے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

وہ ناپاک وبیہودہ قسم محض مہمل ہے، لوگ بعد قسم اسے باغ میں لائے اور شب کو رکھا اس سے اس قسم کھانے والے پر کوئی تعزیہ نہ آئی نہ وہ اس بناء پر برادری سے خارج کئے جانے کے قابل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۷ تا ۲۰۹ ۴ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک گروہ نے آپس میں فرداً فرداً حلف اٹھایا ہے نماز کی پابندی پر اور ان قواعد کی پابندی پر جو ہمرشتہ تحریر ہذا پیش ہیں، اب وہ گروہ والے یہ چاہتے ہیں کہ ان قواعد میں جو قاعدہ جرمانے کا ہے وہ منسوخ ہوجائے اور حلف دروغی کے بھی مرتکب نہ ہوں اور قواعد نماز کی ترمیم بھی ہوسکے تو وہ صورت کون سی ہوسکتی ہے جس سے حلف دروغی عائد نہ ہو اور جرمانہ نماز بند ہوجائے اور قواعد نماز ترمیم ہوجائیں۔

سوال ۲: نماز کی قضا یا اس کی قضا ادا کرنے پر بطور تنبیہ اگر کوئی جرمانہ مقرر کردیا جائے تو وہ خلاف شرع تو نہیں ہے؟

سوال ۳: اگر جرمانہ نماز خلاف شرع شریف ہو اور اس پر حلف سہواً اٹھالیا گیا تو وہ حلف جائز طور سے ہوا یا ناجائز، اور اس کے توڑنے سے گنہگار رہوں گے یا نہیں؟

قواعد متعلق پابندی نماز

(۱) اگر کوئی ممبر کسی وقت کی نماز کی قضا بھی ادا نہ کرے گا اس کو یکم نومبر ۱۹۰۴ء سے ایسے فی وقت کے

Marfat.com

عوض ایک پائی بطور جرمانہ کے انجمن کے اُس عہدہ دار یا ممبر کے پاس داخل کرنا ہوگا جس کے سپرد انجمن اس خدمت کو کرے گی۔

(۲) ہر ممبر اور عہدہ دار پر لازم ہوگا کہ ایسی نماز کی اطلاع کہ جس کی قضا بھی اُس سے ادا نہ ہُوئی ہو بلا دریافت کے ہفتہ وار انجمن کو کر دے۔

(۳) آمدنی جرمانہ کا رجسٹر جدا ہوگا۔

(۴) یہ آمدنی کسی کارِ خیر میں صرف ہوگی۔

(۵) جرمانہ قضا نماز کی ادائگی بحالتِ موجودگی بریلی ہفتہ وار ہُوا کرے گی۔

(۶) اگر ممبر یا عہدہ دار ایسا جرمانہ قصداً وقتِ معیّنہ پر ادا نہ کرے گا اور انجمن کی رائے میں اُس کا یہ ارادہ مفسدانہ پایا جائے گا تو اس ممبر کا نام با جازت کورم جلسۂ معمولی انجمن سے خارج کیا جائے گا (تعداد ممبران کی ایک حد کا نام کورم ہے)

(۷) اگر کوئی ممبر قصداً حلف دروغی کا مرتکب ہوگا وُہ انجمن سے خارج کیا جائے گا۔

(۸) کوئی مسلمان ممبر بلا حلف اُٹھائے اس انجمن کا ممبر نہ بنایا جائے گا۔

عبارتِ حلف

(۱) میں حلف کرتا ہُوں کہ پنج وقت کی نماز کی ادائگی میں کوشش کروں گا۔

(۲) اور اگر سہواً یا اتفاقاً یا عمداً قضا ہو جائے گی تو اس کو دُوسرے وقت ادا کروں گا۔

(۳) اگر قضا بھی ادا نہ کر سکوں گا تو یکم نومبر ۱۹۰۴ء سے جو قواعد متعلق پابندی نماز انجمن ہذا سے طیار ہُوئے ہیں اُن کی پابندی بدل و جان کروں گا۔ واضح رہے کہ حلف اُٹھانے سے قبل اور بعد بھی یہ بات سمجھا دی گئی تھی کہ حلف بالا کی سطر اوّل اور دوم کا اثر تم لوگوں پر تمام عمر رہے گا اور سطر سوم و چہارم کا اثر فقط اُسی زمانے تک رہے گا جب تک کہ تم اس انجمن کے ممبر ہو۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جرمانہ کے ساتھ تعزیر کہ مجرم کا کچھ مال خطا کے عوض لے لیا جائے منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل جائز نہیں کما حققہ الامام الطحاوی رحمہ اللہ تعالٰی والمسألۃ فی الدر المختار وغیرہ وقد بیناھا علی ھامش رد المحتار (جیسا کہ اس کی تحقیق امام طحاوی رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمائی، اور یہ مسئلہ درمختار وغیرہ میں ہے ـــــــــــ اور ہم نے اس کو ردالمحتار کے حاشیہ میں بیان کیا ہے۔ت) اور ناجائز بات پر عمل کرنا جس حلف سے لازم آتا ہو اُس کا توڑنا واجب ہے کما ارشد الیہ الحدیث

Marfat.com

وفصلہ فی الهندیۃ (جیسا کہ اس کے لئے حدیث میں ارشاد ہے اور اس کی تفصیل ہندیہ میں ہے۔ ت)
مگر صورت مذکورہ میں وہ جرمانہ انجمن والوں نے اپنے لئے لینا نہ قرار دیا بلکہ کسی کار خیر میں اُس کا مصرف کرنا بتایا ہے اور اُس کے لینے میں انجمن کی طرف سے کوئی جبر واکراہ نہیں، صرف اتنا قاعدہ قرار دیا ہے کہ جو جرمانہ نہ دے انجمن سے خارج کیا جائے تو انجمن میں داخل رہنے کے لئے جو شخص یہ رقم ادا کرے گا بجبر وتعدی نہ ہوگا بلکہ اُس کی اپنی رضا سے ہوگا کہ انجمن سے خارج ہونے میں اُس کا کوئی ضرر نہ تھا اُس نے باختیارِ خود یہ پسند کیا کہ یہ رقم اُس سے لے کر کارِ خیر میں صرف ہو، لہذا یہ قانون جرمانہ ناجائزہ کی حد تک نہیں پہنچتا۔ رہا حلف وُہ اگر عبارتِ حلف بے کم وکاست اسی قدر ہے اور اس سے قبل یا بعد زبانی کوئی لفظ ایسا نہ کہلوایا گیا کہ حلف کو ان چاروں سطروں سے شرعاً متعلق کردے تو حلف صرف دو سطر سابق سے متعلق ہو کہ بعد کی سطریں حرف عطف سے خالی ہیں،

والجملۃ المستقلۃ لاتتعلق بالسابقۃ الا بعاطف فبقیت خارجۃ عن الحلف لما علم ان فصل الاجنبی یبطل عمل الحلف حتی لوقال واللّٰہ والرسول لافعلن کذا لم یکن یمینا لان قولہ والرسول لیس یمینا فکان فاصلا کما فی العٰلمگیریۃ وغیرھا فکان کقول القائل واللّٰہ لاشربن لاقومن لم یدخل تحت الحلف الاالشرب دون القیام بخلاف قولہ ولاقومن، ھذا ماظھرلی وارجوان یکون صوابا۔

اور یہ جملہ مستقلہ ہے اس کا پہلے سے عطف کے بغیر تعلق نہیں ہوسکتا، لہذا یہ قسم سے خارج ہے کیونکہ اجنبی جملہ کے فاصلہ سے قسم کا عمل ختم ہوجاتا ہے حتی کہ اگر کوئی شخص یُوں کہے اللہ اور رسول کی قسم میں یہ کام ضرور کروں گا، تو قسم نہ ہوگی کیونکہ اللہ کی قسم ہوتی ہے، تو درمیان میں رسول کا لفظ فاصل بن گیا، کیونکہ رسول کی قسم نہیں ہوتی، جیسا کہ عالمگیریہ وغیرہ میں بیان ہے، تو یہ یُوں ہُوا جیسے کوئی کہے خدا کی قسم میں ضرور نوش کروں گا ضرور کھڑا ہُوں گا' تو یہ نوش کرنے کی قسم ہوگی کھڑے ہونے کی قسم نہ ہوگی، اس کے برخلاف اگر حرفِ عطف کے بعد' میں ضرور کھڑا ہُوں گا' کہے، تو کھڑے ہونے کی بھی قسم ہوگی۔ یہ مجھے ظاہر ہُوا اور مجھے امید ہے کہ یہ درست ہوگا۔ (ت)

اس تقدیر پر پابندیِ جرمانہ ودیگر قواعد انجمن زیرِ حلف داخل ہی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۹۰ از دولت پور ضلع بلند شہر مرسلہ بشیر محمد خاں صاحب ۱۵ شعبان ۱۳۲۹ھ
اگر چند بار کسی شخص نے حلف شرعی کسی امر کے واسطے کیا ہو اور پھر اس کے خلاف کرے اور اُس امر کا فیصلہ کہ جس کے بابت اُس نے حلفِ شرعی کئی مرتبہ کیا ہے تو وُہ اس کا فیصلہ قابل مان لینے کے

Marfat.com

ہوگا یا نہیں ؟

الجواب

اگر خلاف کرنے میں شرعاً خیر دیکھے تو خلاف کرے اور کفارہ دے ورنہ بلاوجہ شرعی قسم توڑنا حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی واحفظوا ایمانکم[1] — اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ اپنی قسموں کو پورا کرو۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من حلف علی یمین فرأی غیرھا خیرا منھا فلیأت الذی ھو خیر ولیکفر عن یمینہ[2]۔ رواہ احمد ومسلم والترمذی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جس نے کسی چیز کا حلف دیا اور اس کا خلاف اس سے بہتر محسوس کرے تو بہتر کو بجا لائے اور قسم کا کفارہ دے۔ اس کو احمد، مسلم اور ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

یہی حال فیصلہ کا ہے اگر حلف کیا تھا کہ یُوں فیصلہ کرے گا پھر حکم شرع اس کے خلاف پایا تو اس پر فرض ہے کہ خلاف ہی کرے اور کفارہ دے، اور اگر حکم شرع وہی تھا جس پر حلف کیا پھر اس کا خلاف کیا تو قسم توڑنے کا بھی گناہ ہُوا اور ظلم و ناحق فیصلہ کا گناہ سخت تر ہُوا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۱ از سرونج مسئولہ عبدالرشید خاں صاحب ۱۹ جمادی الاول ۱۳۳۱ھ

ایک امیر نے اپنے ملازم کو خدمت کے صلہ میں زمین دی پھر کسی بات پر ملازم سے خفا ہوکر حالتِ غصہ میں قسم کھائی کہ میں تیری زمین ضبط کروں گا اور یہ بھی حلف لیا کہ میں تیرے گھر کا کھانا بھی نہ کھاؤں گا، اب وہ امیر اگر حلف شکنی کرے تو کیا کفارہ لازم آئے گا یا نہیں؟

الجواب

قسم کا کفارہ لازم ہوگا کہ دس مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے یا دس مسکینوں کو جوڑے دے یا دس مسکینوں کو فی مسکین ایک صاع جَو یا نصف صاع گیہوں یا اس کی قیمت دے، صاع سو روپیہ کے سیر سے ایک روپیہ بھر اُوپر ساڑھے تین سیر ہے، اور جس سے یہ نہ ہوسکے وہ تین روزے رکھے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۲ از رامپور گول بازار محالک متوسطہ مرسلہ مولوی محمد سلیم خاں کتب فروش ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی دوسری والدہ کے رُوبرو

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۸۹

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۴۸

Marfat.com

ہوش و حواس میں قسم کھائی کہ مجھ کو خدا کا دیدار اور حضرت (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی شفاعت نصیب نہ ہو جو میں اپنے والد کی کمائی کا روپیہ یا جائداد موجودگی یا عدم موجودگی یا بعد وفات والد ماجد کے لوں جائداد میں یا اُن کی کمائی میں، اب وُہ شخص کسی طرح سے اپنے باپ کی جائداد یا کمائی کا روپیہ لے سکتا ہے یا نہیں؟ اُمید کہ جواب امورِ مذکورۂ بالا از رُوئے کُتبِ حنفیہ عنایت فرمائیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

وُہ جو اس نے کہا شرعاً قسم نہیں بلکہ اپنے حق میں بد دُعا ہے، اس کے سبب مالِ پدر سے لے لینا ناجائز نہ ہو گیا لے سکتا ہے اور ایسے بُرے لفظ سے توبہ کرے۔ ردالمحتار میں ہے:

علیہ غضبہ لایکون یمینا ایضا لانہ دعاء علی نفسہ ولا یستلزم وقوع المدعو بل ذلک متعلق باستجابۃ دعائہ لانہ غیر متعارف، فتح[1] واللہ تعالٰی اعلم

اگر کسی نے یوں کہا مجھ پر اللہ تعالٰی کا غضب ہو تو یہ بھی قسم نہ ہوگی، کیونکہ یہ اپنے لئے بد دُعا ہے اور اس کا وقوع لازم نہیں ہے اس لئے کہ یہ وقوع اس کی دُعا کے قبول ہونے پر موقوف ہے کیونکہ یہ غیر متعارف ہے، فتح۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۱۳

۹ رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے متعلقوں سے ناراض ہو کر قسم کھائی اگر میں حج کو نہ چلا جاؤں تو خدا کرے میں کافر ہو جاؤں، اس پر لوگوں نے سمجھایا کہ ایسی قسم مت کھا، مگر زید نے مکرر سہ کرر قسم کھا کر کہا اگر میں حج کو نہ چلا جاؤں کافر ہو جاؤں، لہذا بستی والوں نے مبلغ ؎ روپیہ چندہ کر کے دے دئے، چنانچہ زید وُہ روپیہ لے کر اُس بستی سے حج کے ارادہ سے ظاہراً روانہ ہو گیا مگر دس روز کے بعد پھر اپنی بستی میں واپس آگیا اور کہا میں بمبئی سے لوٹ آیا ہوں حج کو نہیں جاؤں گا، ایک روز زید مسجد میں نماز پڑھنے کو گیا وہاں بکر نے دُعا مانگی، یا اللہ پاک! تُو ہر مسلمان کو حج نصیب کر۔ اس دُعا کو سُن کر زید نے بکر کو گالیاں دیں مجھ کو تو طعنہ دیتا ہے، درانحالیکہ زید اس وقت اندازاً مبلغ ڈھائی سو روپے[۲۵۰] کی چیزوں کا بذات خود مالک ہے یعنی بیل بھینس اور ہل نیشکر کا مالک ہے تو ایسی حالت میں اس چندہ کا کیا حکم ہے جو کہ وہ ہضم کر چکا ہے اور اس کو شرع کون سے لفظ سے نامزد کرتی ہے اور مسلمان لوگ کیا برتاؤ کریں، اگر زید اس فعل مذکور سے احاطۂ اسلام سے خارج ہو گیا تو دائرۂ اسلام میں کس ترکیب سے داخل ہو سکتا ہے اور کس طرح گناہ سے بری ہو سکتا ہے اور کوئی مسلمان اس حالتِ موجودہ میں اُس سے ارتباط و میل جول رکھے تو ایسے مسلمان کے واسطے کیا حکم ہے اور منکوحہ اُس کی

---

[1] ردالمحتار کتاب الایمان داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۵۴

Marfat.com

اور اولاد اُس کی کا کیا ہے کہ یہ سب زید کے ساتھ کیا سلوک کریں ورنہ اولاد اور منکوحہ اس کی کے ساتھ مسلمان کیا تعلق رکھیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

زید نے جو الفاظ کہے قسم نہ تھی اس کے بعد حج کو نہ جانے کا سبب احاطۂ اسلام سے خارج نہ ہوا روپیہ کہ چندہ والوں نے دیا وُہ ہبہ تھا کہ زید بعد قبضہ اُس کا ٹکٹ لے کر گیا اگر واقعی زید کا اُس وقت ارادہ حج کو جانے کا تھا اور بمبئی تک گیا اور کوئی عذر پیش آیا کہ نہ جا سکا مثلاً زید بہت ضعیف ہو اور محتاج معین ہو اور اسے کوئی ایسا نہ ملا کہ اس سفر میں اس کی اعانت کرے مجبوری پلٹ آیا تو اس پر کچھ الزام نہیں چندہ کا روپیہ بہتر یہ ہے کہ واپس کردے ورنہ شرعاً اُس پر واپسی لازم نہیں، ہاں اگر وُہ دھوکا دے کر جھوٹ ارادہ ظاہر کرتا اور اس ذریعہ سے لوگوں سے روپیہ لے کر چلتا ہو ضرور سخت مجرم تھا مگر صورتِ سوال سے اس کا ہرگز یہ ارادہ[۱] نہیں، نہ کسی مسلمان پر بدگمانی جائز جو بلا وجہ قطعی اور بلا ثبوت شرعی دھوکا دینے اور جھوٹ ارادہ روپیہ ہضم کرلینے[۲] کرلیں گے وہ سخت مجرم ہوں گے اس پر توبہ فرض ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[۱] و [۲] مسودہ میں بیاض ہے۔

Marfat.com

رسالہ

الجوهر الثمین فی علل نازلۃ الیمین ۱۳۳۰ھ

(قسم کی مصیبت سے متعلق قیمتی جوہر)

مسئلہ ۲۱۴ از شمس آباد ضلع اٹک مرسلہ جناب مولنا مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب ۱۱ محرم شریف ۱۳۳۰ھ

چہ می فرمایند علمائے دین اندریں مسئلہ کہ زید از پسر خود بوجہ امرے خلاف مرضی ناراض شدہ زن خود را گفت کہ اگر ایں پسر مرا در خانہ گزاشتی تو بر من سہ طلاق طلاق ہستی باز بعد از چند مدت بوجہ عذر خواہی پسرش زید خود ازاں پسر راضی شد و در خانہ گذاشت و زن او چیزے از لا و نعم نگفت آیا آں زن بر زید طلاق شد یا نہ؟ بیّنوا توجروا۔

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ زید کسی ناپسندیدہ معاملہ پر اپنے بیٹے سے ناراض ہُوا تو زید نے اپنی بیوی کو کہا اگر تُو نے میرے اس بیٹے کو گھر میں چھوڑا تو مجھ پر تو تین طلاق ہے، پھر کچھ مدت کے بعد بیٹے کی معذرت خواہی پر زید اپنے اس بیٹے سے راضی ہوگیا اور گھر میں آنے دیا، بیٹے کے گھر آنے پر زید کی بیوی نے بیٹے کو کچھ نہ کہا، نہ ہاں اور نہ ہی نہ کہا، تو کیا اس صورت میں زید کی بیوی کو طلاق ہوگئی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب۔ الحمد للہ رب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یا اللہ! تجھ سے ہی حق وصواب میں رہنمائی ہے۔ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو

Marfat.com

العلمین ، وافضل الصلٰوۃ و السلام علی السید الامین ، الذی قال لہ ربہ فسلم لك من اصحٰب الیمین ، اجلہ اجلالا و عزرہ تعزیزا وجعل تعلیقات مواعید فضلہ فی حق امتہ تنجیزا صلی اللہ تعالٰی وسلم علیہ وعلی اٰلہ وصحبہ المیامین ، عدد کل بر و فاجر و بر وحنث و عہد و یمین ، اٰمین !

فقیر غفرلہ المولی القدیر دریں مسئلہ نگاہ تنقیح را جولاں دادم و بقدر قدرت وفرصت دور فرستادم عدم طلاق را وجہے کہ ثلج صدر دہد نیافتم بخانہ گزاشتن ترک وتخلیہ است واو بدو وجہ منتفی شود منع بالفعل یا نہی بالقول واینجا بتصریح سوال ہردو نا فی منتفی پس نفی منتفی پس تخلیہ کہ شرط حنث بود رُوئے نمود وسہ طلاق لازم شد در فتاوٰی امام اجل قاضی خاں کتاب الایمان مسائل الیمین علی الترک است رجل اٰجر دارہ سنۃ ثم قال للمستاجر واللہ لا اترکك فی داری ثم قال لہ اخرج من داری یصیر بارا[1]، ہمچناں در عقود الدریہ از

سب جہانوں کو پالنے والا ہے ، بہترین صلٰوۃ وسلام اس آقا امین پر جس کو اللہ تعالٰی نے فرمایا ، اے حبیب! آپ کے لئے دائیں جانب والے اصحاب کی طرف سے سلام ہے ، اور اس کو انتہائی بزرگیوں سے نوازا اور اس کو اعلٰی اعزاز عطا فرمایا اور اس نے اپنے فضل کے مشروط وعدوں کو آپ کی امت کے حق میں غیر مشروط فرمایا' اللہ تعالٰی کی رحمتیں اور سلام آپ پر اور آل واصحاب پر جو دائیں جانب والے ہیں ، ہر نیک وبد اور پورا کرنے والے اور توڑنے والے اور عہد وقسم کی تعداد کے برابر ہو ، آمین !

اس فقیر (اللہ تعالٰی اس کی مغفرت فرمائے) نے اس مسئلہ میں چھان بین کے لئے نظر دوڑائی اور اپنی ہمت اور فرصت کے مطابق دُور گہرائی تک پہنچا ، تو طلاق نہ ہونے کی کوئی اطمینان بخش وجہ نہ پائی - گھر میں چھوڑنا ، جس کا مطلب ترک کردینا اور علیحدہ ہونا ہے ، اور یہ ترک وعلیحدہ ہونا دو طریقوں عملاً منع کرنے یا زبانی بات کے ذریعے روکنے سے منتفی ہوسکتا ہے اور یہاں پر سوال سے واضح ہورہا ہے کہ بیوی نے بیٹے کو دونوں طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ سے بھی منع نہیں کیا ، تو جب منع کرنا منتفی ہے تو تخلیہ وترک متحقق ہوگیا جو حنث کے لئے شرط قرار دی تھی ، تو اس تخلیہ کے پائے جانے سے بیوی کو تین طلاقیں لازم ہوگئی ہیں'

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں مسائل الیمین علی الترک نولکشور لکھنؤ ۲/۲۹۶

Marfat.com

فتاوی صغری است بازدر خانیہ فرمود رجل حلف ان لا یدع فلانا یدخل هذه الدار فان کانت الدار للحالف فمنعه بالقول و لم یمنعه بالفعل حتی دخل حنث فی یمینه فیکون شرط بره المنع بالقول والفعل بقدر ما یطیق وان لم تکن الدار للحالف فمنعه بالقول دون الفعل حتی لو دخل لایکون حانثا[1] باز فرمود رجل حلف بطلاق امراته ان لا یدع فلانا یمر علی هذه القنطرة فمنعه بالقول یکون بارا لانه لا یملک المنع بالفعل[2] باز فرمود رجل قال لابنه ان ترکتك تعمل مع فلان فامراته کذا فان کان الابن بالغا لا یقدر علی منعه بالفعل فمنعه بالقول یکون بارا وان کان الابن صغیرا کان شرط بره المنع بالقول والفعل جمیعا[3] و در بزازیہ چنانست قال لابنه الکبیر ان ترکتك تعمل مع فلان فهو علی المنع بالقول ولو صغیرا فعلی

امام اجل قاضی خاں کے فتاوٰی کے کتاب الایمان میں ترک پر قسم کے مسائل میں ہے کہ ایک شخص نے اپنا گھر ایک سال کے لئے کرایہ پر دیا تو پھر اس نے کرایہ دار کو کہا خدا کی قسم میں تجھے اپنے گھر میں چھوڑونگا یہ کہہ کر پھر اس نے کرایہ دار کو زبانی کہا تو میرے گھر سے نکل جا۔ تو اس کہنے پر وہ مالک قسم میں سچا ہوگیا اور اس نے اپنی قسم پوری کرلی۔ اسی طرح عقود الدریہ میں فتاوی صغری سے منقول ہے اور پھر خانیہ میں فرمایا کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ" میں فلاں کو اس گھر میں داخل نہ ہونے دوں گا" تو اگر یہ گھر قسم کھانیوالے کی ملکیت ہو تو اس نے اس کو زبانی منع کیا اور عملا منع نہ کیا پس وہ شخص اس گھر میں داخل ہوگیا تو قسم کھانے والے کی قسم ٹوٹ گئی کیونکہ گھر کا مالک ہونے کی وجہ سے اس کی قسم پوری ہونے کے لئے ضروری تھا کہ وہ زبانی اور عملی دونوں طریقوں سے حسب طاقت منع کرتا اور اگر وہ گھر قسم کھانے والے کی ملکیت نہ ہو تو اس کو زبانی منع کیا اور عملاً منع نہ کیا حتی کہ اگر وہ شخص اس مکان میں داخل ہوگیا تو حانث نہ ہوگا، خانیہ میں پھر فرمایا کہ ایک شخص نے بیوی کی طلاق کی قسم کھائی کہ وہ فلاں شخص کو اس پل سے نہ گزرنے دے گا۔ پھر اس نے زبانی اس کو گزرنے سے روکا۔ تو اس کی قسم پوری ہوگئی کیونکہ وہ اس کو عملاً منع کرنے پر قادر نہ تھا۔ پھر فرمایا ایک شخص نے اپنے بیٹے کو کہا اگر میں تجھے فلاں کے ساتھ کام کرنے کے لئے چھوڑوں

---

[1] و [2] و [3] فتاوی قاضی خاں مسائل الیمین علی الترک نولکشور لکھنو ۲/۲۹۶

Marfat.com

القول والفعل[1] باز در خانیہ فرمود ولو قال ان تركت فلانا يدخل بيتي فامرأته كذا فدخل فلان ولم يعلم به الحالف لايحنث وان علم ولم يمنعه حنث[2] در فتح القدیر آخر ایمان ست حلف لا اترك فلانا يفعل كذا كلا يمر او لا يذهب او لا يدخل يبر بقوله له لا تفعل لا تخرج لا تمر اطاعه او عصاه[3] در عقود الدریہ است حلف بالطلاق على اخته البالغة لا اخليك تسكنين مع حماتك في الدار فحيث لا تكن الدار للحالف فمنعها بالقول دون الفعل لا يحنث[4] كذا في الخانية والبزازية ورسائل العلامة الشرنبلالية دراں از قنیہ است حلف ليخرجن ساكن داره اليوم والساكن ظالم غالب يتكلف في اخراجه فان لم يمكنه فاليمين على التلفظ باللسان[5] در عالمگیریہ است

تو میری بیوی کو طلاق، تو اگر بیٹا بالغ ہو جس کو عملاً نہ روک سکتا ہو تو اس کو صرف زبانی منع کرنے پر قسم پوری ہو جائیگی، اور اگر بیٹا نابالغ ہو تو پھر قسم پورا ہونے کے لئے زبانی اور عملی دونوں طرح منع کرنا شرط ہوگا۔ اور بزازیہ میں یوں ہے کہ اگر بیٹا بالغ ہو تو پھر صرف زبانی منع کرنا قسم پورا ہونے کیلئے شرط ہے اور اگر بیٹا نابالغ ہو تو پھر زبانی اور عملی دونوں طریقوں سے منع کرنا شرط ہوگا۔ پھر خانیہ میں فرمایا کہ اگر کسی نے یوں کہا اگر میں فلاں کو اپنے گھر داخل ہوتا چھوڑوں تو میری بیوی کو طلاق، پس وہ شخص اس کی لاعلمی میں داخل ہوگیا تو حانث نہ ہوگا، اور اگر اس کے داخلے پر علم ہوا اور منع نہ کیا تو حانث ہوگا۔ فتح القدیر میں قسموں کے بیان کے آخر میں ہے کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں فلاں کو اس کام پر نہ چھوڑوں گا، مثلاً گزرنے نہ دوں گا، جانے نہ دوں گا، داخل نہ ہونے دوں گا، تو صرف زبانی 'نہ کر، نہ داخل ہو، نہ گزر' کہہ دینا قسم کو پورا کرنے کیلئے کافی ہے وہ مانے یا نہ مانے۔ عقود الدریہ میں ہے ایک شخص نے طلاق کی قسم کھاتے ہوئے اپنی بالغ بہن کو کہا میں تجھے گھر میں تیرے دیوروں کے ساتھ تجھے رہتا نہ چھوڑوں گا، تو جب وہ گھر قسم کھانے والے کا نہ ہو تو پھر زبانی روکنا مراد ہوگا عملاً روکنا مراد نہیں ہوگا تو زبانی روک دیا تو قسم پوری ہو جائیگی،

[1] فتاوی بزازیہ علی حاشیہ فتاوی ہندیہ کتاب الایمان نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۳۵۰
[2] فتاوی قاضی خاں مسائل الیمین علی الترک نولکشور لکھنؤ ۲/۲۹۷
[3] فتح القدیر کتاب الایمان مسائل متفرقہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۴۷۴
[4] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ کتاب الطلاق قندھار، افغانستان ۱/۳۸
[5] " " " " " " " " " " ۱/۵۰

Marfat.com

اذ قال ان ترکت فلانا یدخل هذه الدار فامرأتی طالق فان کان الحالف یملک هذه الدار فشرط برہ ان یمنعہ عن الدخول بالقول والفعل هکذا ذکرہ الصدر الشهید رحمه الله تعالٰی فی واقعاته وفی النوازل شرط برہ ملک المنع ولم یعترض لملک الدار فقال ان کان الحالف یملک منعه عن الدخول فهو علی النهی والمنع جمیعا و ان کان لایملک منعه فهو علی النهی دون المنع وکان شیخ الامام ظهیر الدین یعتبر ملک المنع وعلیه الفتوٰی[1]

یُوں خانیہ، بزازیہ اور علامہ شرنبلالی کے رسائل میں ہے اور اس میں قنیہ کے حوالے سے ہے کہ ایک نے قسم کھائی کہ میں آج فلاں رہائشی کو ضرور نکال باہر کروں گا، تو وُہ رہائشی ظالم اور غالب ہو جس کو نکالنا مشکل ہو تو پھر نکالنے سے مراد زبانی کہنا ہوگا، لہذا زبانی کہہ دینا کہ نکل جا' قسم کے پورا ہونے کے لئے کافی ہے۔ عالمگیریہ میں ہے کسی نے کہا اگر میں فلاں کو اس گھر میں داخل ہوتا چھوڑ دُوں تو میری بیوی کو طلاق، تو اگر گھر اس کی ملکیت ہو تو پھر قسم پورا ہونے کے لئے زبانی اور عملی دونوں طرح منع کرنا ضروری ہے، اس کو صدر الشہید رحمہ اللہ تعالٰی نے اپنی کتاب واقعات میں یونہی ذکر فرمایا ہے، اور نوازل میں ہے قسم پورا کرنے کے لئے منع کی قدرت شرط ہے انھوں نے گھر کی ملکیت کا ذکر نہیں فرمایا اور یوں کہا کہ اگر قسم کھانے والا اس کو دخول سے منع کرسکتا ہے تو پھر زبانی اور عملی دونوں طرح منع مراد ہوگا، اور اگر وُہ دخول سے روکنے پر قادر نہ ہو تو پھر صرف زبانی منع مراد ہوگا، اور امام شیخ ظہیر الدین منع کی قدرت کا اعتبار کرتے ہیں اور اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

اقول اینجا تنبیہ باید بر امور **اولا** عبارات علما چنانکہ دیدی در مسئلہ عدم ترک فلاں مثلاً تا درآید بخانہ آید بر رنگہائے مختلف آمدہ امام صدر شہید اعتبار ملک دار فرمود کہ اگر خانہ خانہ اوست منع بقول وفعل کند اگر تنہا نہی زبانی عمل نماید حانث شود ہمیں است نص دوم امام قاضی خاں آرے اگر خانہ ملک او نیست منع زبانی بس است، وامام فقیہ ابو اللیث ملک منع را معتبر داشت کہ اگر بزور باز داشتن تواند مجرد نہی کفایت نکند گو خانہ خانہ اش مباش ورنہ کافی است گو خانہ خود از آں او باشد امام ظہیر الدین ہمبریں فتوٰی داد ونص اول امام قاضی خاں و

اقول (میں کہتا ہوں) یہاں چند امور پر تنبیہ ضروری ہے **اوّل** جیسا کہ آپ نے دیکھا عدم ترک فلاں، یعنی فلاں کو نہ چھوڑوں گا کہ وُہ گھر میں آئے، کے مسئلہ میں علماء کرام کی عبارات مختلف ہیں، امام صدر شہید گھر کے مالک ہونے کا اعتبار کرتے ہیں کہ اگر گھر اس کا اپنا ہے تو پھر زبانی اور عملی دونوں طرح سے روکے، اور اگر صرف زبانی روکا تو حانث ہوجائے گا، اور امام قاضی خاں کی دوسری نص بھی یہی ہے، ہاں اگر گھر اس کا اپنا نہ ہو تو پھر زبانی روکنا کافی ہے، اور امام فقیہ ابو اللیث نے روکنے کی قدرت واختیار کو معتبر رکھا ہے کہ اس

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمۃ ان الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۳۶

Marfat.com

امام حسام الدین در فتاویٰ صغریٰ مسئلہ خود در دار مملوکۂ حالف وضع فرمود و علی الاطلاق بر نہی زبانی اقتصار نمود و ہمیں ست قضا و نص مذکور فتح القدیر، و در بزازیہ جائے دار پسر فرق بصغیر و کبیر فرمود کہ صغیر را باز داشتن بقول و فعل جمیعاً لازم است و کبیر را تنہا بقول و از نص چہارم خانیہ تقیید مستفاد ست کہ اگر بر کبیر قدرت منع بالفعل نہ باشد منع بالقول ست و در نص سوئش در حق اجنبی مطلقاً منع قولی گرفت کہ منع فعلی نمی تواند فقیر گوید بحقیقت اینجا ہیچ اختلاف نیست اصل سخن آن ست کہ در خانیہ بآں اشارہ رفت کہ قدر ما یطیق پیدا ست کہ ہر کہ گفت فلاں را بخانہ نگزارم و قادر بود بر اخراج او گرچہ خانہ خانۂ دیگرے باشد و اینکس با جارہ یا اعارہ و غیرہا آنجا می ماند و اگرچہ آنکس پسر بالغ یا اجنبی بود چوں طاقت خود را بکار برد تنہا بریکبار گفتن کہ میا، یا بیروں شو قناعت در زید قطعاً و را بخانہ گزاشت و حانث شود و ہر کہ نتواند گو خانہ خانہ اش باشد و آنکس پسر صغیر، مثلاً حالف مقعد یا زمن یا مفلوج ست و پسر سیزدہ چہاردہ سالہ شریر کہ سر بفرمان ننہد لاجرم اینجا ہمیں نہی بقول کافی بود در خانۂ خودش غالب اختیار کلی باشد و احکام فقہیہ نظر بغالب دارد از ینجہت امام صدر شہید آں تفرقہ فرمود کہ تعبیر اصل بمظنۂ نیست[1] در زمن متأخر

صورت میں اگر طاقت سے روک سکتا ہے تو پھر زبانی روکنا کافی نہیں ہے اگرچہ وُہ گھر اپنا نہ بھی ہو ورنہ صرف زبانی روکنا کافی ہے اگرچہ گھر اپنا ہی ہو، امام ظہیر الدین نے اسی پر فتویٰ دیا ہے۔ امام قاضی خاں کی پہلی نص اور امام حسام الدین نے فتاویٰ صغریٰ میں اپنا یہ مسئلہ، قسم اٹھانے والے کے اپنے گھر کے متعلق بیان کیا اور وہاں اُنھوں نے مطلقاً زبانی روکنے پر اقتصار فرمایا اور یہی فتح القدیر کا فیصلہ اور نص ہے، اور بزازیہ میں بیٹے کے معاملہ میں صغیر و کبیر کا فرق کیا ہے کہ اگر بیٹا صغیر ہو تو زبانی اور عملی دونوں طرح گھر سے روکنا ضروری ہے اور اگر کبیر ہو تو پھر صرف زبانی روکنا کافی قرار دیا ہے، اور خانیہ (قاضی خاں) کی چوتھی نص میں یہ تقیید عیاں فرمائی کہ اگر کبیر بیٹے پر عملاً روکنے کی قدرت نہ ہو تو تب زبانی روکنا کافی ہوگا، اور ان کی تیسری نص اجنبی شخص کے متعلق ہے کہ اس کو مطلقاً زبانی روکنا ہی کافی ہوگا کیونکہ عملی طور پر اجنبی کو روکنا ممکن نہیں ہے۔ میں فقیر کہتا ہوں کہ حقیقتاً یہ اختلاف نہیں ہے بلکہ اصل حقیقت وُہ ہے جس کی طرف خانیہ میں اشارہ گزرا کہ قدرت کے مطابق روکنا مراد ہے، ظاہر ہے کہ جو یہ کہتا ہے کہ میں فلاں کو گھر میں نہ چھوڑوں گا تو اگر وہ اس کو نکالنے پر قادر ہو گھر اس کا اپنا ہو یا نہ ہو بلکہ کرایہ دار ہو یا عاریۃً ہو جو بھی صورت رہنے کی ہو تو جس کے متعلق یہ کہا وُہ بیٹا بالغ ہو یا کوئی اجنبی ہو اس کو روکنے کی

---

[1] مسودہ میں بیاض ہے۔

Marfat.com

اختیار تام جز بر اطفال صغار نماند لہذا تفریق صغیر وکبیر کردند کہ نیز از ہماں وادی است دیگراں نظر بفساد زمان گفتند کہ غالب منع بتدافع و تدافع بتضارب انجامد و آتش فتنہ سر بالاکشود والفتنة اشد من القتل لہذا از سر اقتصار بر سخن کردند و مراد جملہ یکے و باللہ التوفیق بالجملہ بریں قدر اتفاق ست کہ نگذاشتن را کم از کم بزبان بازداشتن ناگزیر ست ہر کہ ایں را گزاشت بالاتفاق گزاشت اینجا اگر زن آں پسر را برآوردن نتوانست آخر کم نہ ازاں کہ یکبار گفتی میا یا بیروں رو دو محلش نہ بود مگر اول وہلہ چوں آں گاہ خموشی گزید گزاشتن حاصل شد وطلاق نازل باز منع بے سود و لاطائل و اگر آں وقت یکبار منع کردی سوگند منتہی شدے کہ مصدر بکلمہ کلما نبود پس ازاں ترک اگرچہ مستمر ماندے زیاں نہ رساندے وکل ذلک واضح مما قدمنا من نصوص العلماء اقول والسرفیہ ان التخلیة عدمیة لانہا عدم النہی والتعرض وقد اثبتت فی الشرط فیکون منفیة ونفی النفی اثبات و

طاقت رکھتا ہے تو پھر زبانی روکنا کافی نہ ہوگا کہ ایک بار زبانی منع کر دے اور کہے کہ یہاں نہ آیا باہر ہو جا' بلکہ عملی اور زبانی ہر طرح روکنا ہوگا ورنہ اندر چھوڑا تو قطعاً حانث ہو جائے گا، اور جو روکنے پر قدرت نہیں رکھتا گو وہ گھر اس کا اپنا ہو اور بیٹا بھی صغیر ہو تو زبانی روکنا ہی کافی ہے، مثلاً قسم کھانے والا اپاہج ہو یا معذور ہو یا مفلوج ہو اور بیٹا تیرہ چودہ سال کا شریر ہو کہ فرمانبرداری نہیں کرتا، تو ایسی صورت میں مجبوراً زبانی روکنا ہی کافی قرار پائے گا، چونکہ اپنے ذاتی گھر میں کُلی اختیار ہونا اغلب ہے اور فقہی احکام کا مدار بھی غالب امور پر ہوتا ہے اس لئے امام صدر شہید نے اپنے اور غیر گھر کا فرق ذکر کیا ہے ورنہ یہ قاعدہ کا بیان نہیں ہے، اور چونکہ آخر زمانہ میں باپ کو صرف صغیر بیٹے پر ہی مکمل اختیار رہتا ہے اس لئے فقہاء کا صغیر وکبیر بیٹے کا فرق بیان کرنا بھی اسی وجہ سے ہے، دُوسرے فقہاء نے زمانہ کے فساد کو ملحوظ رکھتے ہوئے صرف زبانی روکنے کو ذکر کیا کیونکہ اغلب طور پر روکنے کے لئے عملی رکاوٹ ضروری ہوتی ہے اور عملی رکاوٹ مار پیٹ سے ہوتی ہے جبکہ اس سے فتنہ کی آگ بھڑک اُٹھتی ہے اور فتنہ، قتل سے بھی بُرا ہے۔ اس لئے تمام عبارات کا ماحصل ایک ہی ہے، یہ توفیق بیان اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ تاہم خلاصہ یہ ہے کہ نہ چھوڑنے کے لئے کم از کم زبانی روکنا ضروری ہے، تو جب کسی نے زبانی روکنے کا عمل بھی نہ کیا تو گویا اس نے چھوڑا۔ تو زیر بحث مسئلہ میں بیوی اگر بیٹے کو عملاً باہر نہیں نکال سکتی تھی

Marfat.com

الاثبات تکفی فیه مرۃ کان قال ان لم تمنعی تطلقی ای ان منعت فلا فاذا نہت نحت والیمین قد انتہت۔

تو ایک بار زبانی یہ کہہ دینے سے تو عاجز نہ تھی کہ گھر میں مت آ، یا باہر جا، روکنے کا مقام ابتدائی مرحلہ میں ہوتا ہے جب ابتدار میں وہ خاموش رہی تو بیٹے کو گھر میں چھوڑنا متحقق ہوگیا اور طلاق کی وجہ پائی گئی اور طلاق ہوگئی، بعد میں منع کرنا اور روکنا بے سُود ہے اگر وُہ ابتدار میں ایک بار بھی زبان سے روک دیتی تو قسم ختم ہوجاتی کیونکہ قسم میں ہمیشگی کے لئے "کلّما" کا لفظ نہ تھا، ایک دفعہ روکنے کے بعد اگر نہ روکنا باقی رہتا تو کوئی حرج نہ تھا، یہ تمام گفتگو علمار کرام کے مذکورہ نصوص سے واضح ہے۔ **اقول** (میں کہتا ہُوں) اس میں نقطہ یہ ہے کہ تخلیہ یعنی لاتعلقی عدمی چیز ہے کیونکہ یہ۔ نہ روکنے اور نہ چھیڑنے کا نام ہے تو شرط میں اس تخلیہ کا اثبات کیا گیا جس سے یہ منفی بن گیا اور جب اس منفی کا ترک ہوا تو نفی پر نفی ہوجانے سے اثبات ہوگیا (یعنی نہ روکنے کا عدم ہوجانے سے روکنا متحقق ہوگیا) تو قسم کے پُورا ہونے کے لئے ایک دفعہ اثبات یعنی روکنا کافی ہے جس کا ماحصل یُوں ہوا، گویا اس نے بیوی کو کہا اگر تُو نے منع نہ کیا تو تجھے طلاق ہے یعنی اگر تُو منع کر دے تو طلاق نہ ہوگی تو جب وُہ منع کر دے تو طلاق سے بچ گئی اور قسم ختم ہوگئی۔ (ت)

ثانیًا اقول من قدر علی المنع بالفعل فاکتفی بہ کفی اذ لا یصح ان یقال انہ ترک وخلی بل اتی بما ھو نہایۃ المعنی ومقصدہ الاعلی فلیس علیہ ان یجمع معہ القول جمعا فما یتوھم من ظاہر لفظ الواقعات والنوازل وثانی عبارات الخانیۃ ورابعہا والوجیز لیس مرادا قطعا۔

ثانیًا اقول (دوسری بار کہتا ہوں کہ) جو عملاً روکنے پر قادر ہو تو عملاً روکنے پر اکتفار کر دینا کافی ہے کیونکہ اس عملی رکاوٹ پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اُس نے گھر میں اُسے چھوڑا اور اس سے لاتعلق رہا، بلکہ اُس نے شرط کا مقصد پُورا کر دیا اب اس پر زبانی منع کرنا لازم نہ رہا، تو واقعات اور نوازل اور خانیہ کی دُوسری اور چوتھی عبارت اور وجیز کی ظاہر عبارات سے جو وہم ہوتا ہے وہ قطعاً مراد نہیں ہے (ت)

ثالثًا اقول عند الفقیہ شرط برۃ المنع فلفظ الملك وقع زائدا فی عبارۃ النوازل اما الملك ای القدرۃ فشرط

ثالثًا اقول (تیسری بار کہتا ہوں کہ) فقیہ ابوالليث کے نزدیک قسم پُورا کرنے کی شرط صرف روکنا ہے، لہذا نوازل کی عبارت "ملك المنع" میں "ملك" کا لفظ زائد ہے، لیکن اگر مِلک سے

Marfat.com

انعقاد الیمین مطلقا و بقاء الموقتۃ خصوصا اذ بہ تصور البر ولیس الکلام فیہ بل فیما اذا اتی بہ بر الا ان یقال انہ من ورات حصول الصورۃ ای المنع المملوک ای قدر ما قدر۔

مراد قدرت ہو تو یہ مطلقاً قسم بننے کے لئے ضروری ہے اور وقت سے مقید قسم کی بقاء کے لئے خصوصاً ضروری ہے کیونکہ اسی قدرت سے ہی قسم کو پُورا کرنا منصور ہوتا ہے۔ لیکن مِلک بمعنی قدرت میں یہاں بحث نہیں ہے بلکہ یہاں تو قسم کو پورا کرنیوالی چیز میں بحث ہے۔ ہاں اگر یُوں کہا جا سکتا ہے کہ یہ حصولِ مراد کا بیان ہے کہ جس قدر ممکن طور پر روکنے پر قدرت رکھتا ہو۔ (ت)

رابعًا اقول المنع یعم الفعلی والقولی کما تقدم عن عدۃ نصوص وقد یخص بالفعلی بقرینۃ المقابلۃ بالقولی وھو المراد فی کلام النوازل من قولہ یملك منعہ الی قولہ دون المنع والاول المراد فی قولہ او فی ملك المنع وکذا قول الھندیۃ اُخرا فتثبت ولا تزل۔

رابعًا اقول (چوتھی بار کہتا ہوں کہ) روکنا عملی اور قولی دونوں طریقوں کو شامل ہے جیسا کہ متعدد نصوص میں پہلے مذکور ہوا ہے اور جبکہ اس کو قولی کے مقابلہ میں ذکر کیا گیا ہو تو اس قرینہ کی بناء پر صرف عملی روکنے کو خاص ہوگا اور نوازل کے کلام میں جہاں انھوں نے "یملک منعہ" کہہ کر اس کے بعد "دون المنع" تک عبارت ذکر کی، تو جہاں انھوں نے "منع کا مالک ہو" کہا وہاں پہلا معنی یعنی دونوں کو شامل، مراد ہے اور جہاں انھوں نے "منع کا مالک نہ ہو" کہا وہاں دوسرا معنی یعنی صرف عملی منع مراد ہے، اسی طرح ہندیہ کا دوسرا قول ہے، تو ثابت قدم رہو اور تردّد مت کرو۔ (ت)

ایں نصوص کہ آرایم عین جزئیہ مسئلہ دائرہ بود کہ بحث ہمیں از ہمیں برگزاشتن است و آنکہ شرط بر وحنث در وچیست، و تفاوت بآنکہ من نگزارم، اگر تو بگزاری چیزے نیست کہ تغیر جزئیہ کند، حالا ہر کہ خواھد کہ صورت دائرہ را از اں حکم برآرد محتاج بیّنہ واضحہ باشد ورنہ حکم ہماں ست کہ از نصوص عیاں ست تبیین مرام و تسکین اوہام را نظر کردم و چند شبہہ بخاطر رسید بخیال آنکہ مبادا بذہن

جو نصوص میں نے پیش کی ہیں یہ زیرِ بحث مسئلہ کا بعینہٖ جزئیہ ہے کیونکہ ان میں "چھوڑنے" کے متعلق بحث ہے اور اس میں قسم کے پُورا ہونے اور اس کے ٹوٹنے کے متعلق بھی بحث ہے اور "میں نہ چھوڑوں گا" اور "تُو نے اگر چھوڑا" کے فرق سے جزئیہ تبدیل نہیں ہوتا اور اس کے باوجود اگر کوئی زیرِ بحث صورت کو ان نصوص سے الگ کرے تو اس کو واضح دلیل پیش کرنی ہوگی ورنہ اس کا حکم وہی ہے جو ان نصوص سے عیاں ہُوا، مقصد کو واضح اور اوہام کو دُور کرنے میں، مَیں نے غور سے کام لیا تو چند

Marfat.com

کسے آید و جائے جواب بہتر ببیند آنہمہ را پیش نہم وبتوفیقہ تعالٰی اما وہم **شبہہ اولٰی** پسر را مرد بخانہ گزاشت نہ زن **اقول** ایں درا یو اگنجائش داشت کہ فعل حقیقۃً از فاعل ست و بہ ساکت اگر منسوب شود بمعنی رضا ومجاز باشد اما گزاشتن کہ تخلیہ و ترک تعرضات شک نیست کہ از زن حقیقۃً متحقق ست مرد زن را منع نکرد او داشت ایں گزاشت پس در ترک زن چہ جائے ظن۔

شبہات دل پروار ہُوئے اس خیال سے کہ شاید کسی کے ذہن میں آئیں تو ان کو وہ جواب کے لئے بہتر خیال کرے اس لئے میں ان سب کو پیش نظر رکھتے ہُوئے بحث کرتا ہُوں اللہ تعالٰی کی توفیق سے۔ لیکن **پہلے شبہہ** کا وہم، وہ یہ کہ مسئولہ صورت میں گھر میں بیٹے کو مرد نے چھوڑا، بیوی نے نہیں چھوڑا۔ **اقول** (میں کہتا ہُوں) اس شبہہ کی گنجائش یہاں اس بنیاد پر ہے کہ فعل حقیقۃً فاعل کا ہوتا ہے اور اس فعل پر خاموش رہنے والے کی طرف وہ فعل رضا کے طور پر مجازاً منسوب ہوسکتا ہے، لیکن یہاں "چھوڑنا" جو کہ تخلیہ اور تعرض نہ کرنا ہے، یہ بیشک بیوی سے حقیقتاً متحقق ہوچکا ہے، مرد نے اس پر بیوی کو منع نہ کیا اور اس نے اس چھوڑنے کو قائم رکھا، تو اس سے بیوی کے فعل کے نہ ہونے کا گمان کہاں ہوسکتا ہے۔ (ت)

شبہہ ثانیہ زن تابع است ولاحکم للتبع مع الاصل **اقول** لامرد للحقائق درصدر ترک تعرض از زن جائے سخن نیست سائل خود گوید کہ زن چیزے از لا ونعم نہ گفت وہمیں قدر شرط حنث بود بیش ازیں درکار نیست آیا نہ بینی کہ در مکان غیر شرط برنہی بالقول داشتہ اند گو بخانہ آرندہ محلوف علیہ خود صاحبِ خانہ باشد یا دیگرے آورد یا خود آمد وصاحبِ خانہ ہم معترض نہ شد لاطلاق حکم الکل فی جمیع الکتب بلکہ تصریح فرمودہ اند کہ امر عدمی بحالت اکراہ نیز موجب حنث شود چہ جائے رضا ولو تبعا، امام قاضی خاں فرماید الشیخ الامام ابوبکر محمد بن الفضل فرق و

دوسرا شُبہہ یہ کہ، بیوی مرد کے تابع ہے تو اصل کی موجودگی میں تابع پر حکم نہیں ہوتا۔ **اقول** (میں کہتا ہُوں کہ) حقائق کو رد نہیں کیا جاسکتا کہ بیٹے سے تعرض نہ کرنا، بیوی سے اس کے صادر ہونے میں شبہہ نہیں ہوسکتا کیونکہ سائل نے خود کہا ہے کہ بیوی نے اس موقعہ پر ہاں یا نہ، کچھ نہ کہا، تو حانث ہونے کے لئے بس یہی کافی ہے اس سے زیادہ کوئی ضرورت نہیں، کیا دیکھتے نہیں کہ غیر کے مکان میں حنث سے بچنے کیلئے صرف زبانی روکنا ہی کافی قرار دیا گیا ہے، جس کے بارے میں قسم کھائی ہے اس کو گھر لانے والا خود صاحبِ مکان ہو یا کوئی غیر ہو یا وُہ خود آجائے اور گھر والا، آنے پر اعتراض نہ کرے، ہر صورت میں حانث ہوتا ہے کیونکہ

۱؎ و ۲؎ و ۳؎ مسودہ میں بیاض ہے۔

Marfat.com

قال فی قولہ ان لم اخرج اذا منعہ مانع حنث وفی قولہ لا اسکن اذا منعہ مانع عن الخروج لا یحنث والفتوی علی قولہ لان فی قولہ لا اسکن شرط الحنث السکنی والفعل لایتحقق بدون الاختیار وفی قولہ ان لم اخرج شرط الحنث عدم الخروج والعدم یتحقق بدون الاختیار[1]

تمام کتب میں ان جملہ صورتوں کا حکم مطلق رکھا گیا ہے بلکہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ عدمی امور میں جبر و اکراہ کی صورت میں بھی حانث ہوجاتا ہے چہ جائیکہ رضامندی سے ہو اگرچہ تبعًا ہی ہو۔ امام قاضی خاں فرماتے ہیں کہ شیخ امام ابوبکر محمد بن فضل نے فرق کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر کوئی یوں قسم اٹھائے کہ "اگر میں نہ نکلوں تو" اس قسم میں اگر کسی نے اس کو نکلنے سے منع کیا تب بھی حانث ہوگا، اور اگر یوں قسم کھائی کہ "میں یہاں رہائش نہ رکھوں تو" اس قسم میں اگر کسی نے اس کو وہاں سے جانے اور نکلنے سے منع کیا تو قسم نہ ٹوٹے گی اور اس فرق والے قول پر فتوٰی ہے، کیونکہ میں یہاں رہائش نہ رکھوں گا، میں حانث ہونے کی شرط وہاں رہائش پذیر ہونا ہے اور یہ فعل ہے جبکہ کوئی فعل اختیار کے بغیر متحقق نہیں ہوتا، اور "اگر نہ نکلوں تو" کی صورت میں حانث ہونے کی شرط نہ نکلنا ہے جو کہ عدمی چیز ہے اور عدمی چیز اختیار کے بغیر بھی متحقق ہوجاتی ہے (ت)

شبہہ ثالثہ ایں جا داعی یمین صفت عقوق و ہذا در پسر بود و یمین بزوال صفت داعیہ زائل شود کما فی لا یاکل ہذا البسر فصار رطبا او الرطب فصار تمرا[2] کما فی الہدایۃ وسائر الکتب در عقود دریہ است ہذہ صفات داعیۃ الی الیمین فتتقید بہ،[3] در فتح القدیر فرمود الاصل ان المحلوف علیہ اذا کان بصفۃ داعیۃ الی الیمین تقید بہ فی المعرف والمنکر فاذا زالت زال الیمین

تیسرا شبہہ یہ کہ یہاں قسم کا سبب نافرمانی ہے اور نافرمانی بیٹے کی صفت تھی لہذا قسم کا سبب نافرمانی ختم ہوجانے پر قسم بھی ختم ہوجائے گی جیسا کہ کسی نے قسم کھائی کہ میں یہ بُسر کھجور نہ کھاؤں گا تو اب وہ رُطب ہوگئی یا قسم کھائی کہ یہ رُطب کھاؤں گا تو اب وہ تمر بن گئی، ایسی صورت میں قسم ختم ہوجاتی ہے جیسا کہ ہدایہ اور دیگر کتب میں ہے، عقود الدریہ میں ہے کہ کھجور کی یہ صفات قسم کا سبب تھیں تو قسم بھی ان صفات سے مقید قرار پائے گی لہذا یہ صفات تبدیل ہوگئیں تو قسم بھی باقی نہ رہے گی، فتح القدیر میں فرمایا کہ قاعدہ یہ ہے کہ جس کی قسم کھائی وہ چیز اگر صفت رکھتی ہے

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الایمان فصل فی التزویج نولکشور لکھنؤ ۲/۲۹۶
[2] الہدایۃ باب الیمین فی الاکل والشرب المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/۴۶۷
[3] عقود الدریۃ کتاب الطلاق و مطالبہ حاجی عبدالغفار قندھار افغانستان ۱/۴۹

Marfat.com

عنه ومالا تصلح داعیة اعتبر فی المنکر
دون المعرف[1]۔ اقول محلش آنجاست کہ در
حلف آں صفت داعیہ را ذکر کردہ باشد اگرچہ
درمعرف اگرچہ بالاشارہ باآنکہ وصف درحاضر لغو است
ولہذا لوحلف لایکلم ھذا الصبی فکلمہ
شابا حنث اما داعی بودنش داعی اعتبارش میشود
چنانکہ در ھذا البسر وھذا الرطب
وھذا اللبن الی غیر ذٰلک ورنہ وصف ملحوظ
را مدار بقائے یمین نتواں کرد کہ بنائے ایمان
بر الفاظ ست نہ بر اعتراض، در فتح القدیر
فرمود من صور تخصیص الحال ان
یقول لا اکلم ھذا الرجل وھو قائم
ونوی فی حال قیامہ فنیتہ لغو
بخلاف ما لو قال لا اکلم ھذا الرجل
القائم فان نیتہ تعمل فیما بینہ وبین
اللہ تعالٰی[2] پیداست کہ در دیانت صفت داعیہ
وغیر داعیہ یکساں ست نیت خصوص باید اما بے ذکر
در لفظ نیت مجردہ دیانۃً نیز بکار نیامد تا بقضا
چہ رسد، ہمدراں ست ان خرجت فعبدی
حر ونوی السفر مثلا یصدق دیانۃ
فلا یحنث بالخروج الی غیرہ تخصیصا
لنفس الخروج بخلاف مالو نوی الخروج

جو قسم کا سبب بن سکتی ہے تو وُہ قسم اس صفت سے مقید
ہوگی خواہ وُہ چیز معرفہ کے طور پر مذکور ہو یا نکرہ مذکور ہو
تو جب وہ صفت ختم ہوجائے تو قسم بھی ختم ہوجائے گی
اور اگر اس چیز کی صفت قسم کا سبب بننے والی نہ ہو
تو پھر اس کو نکرہ ذکر کرنے پر قسم میں اس کی صفت کا
اعتبار ہوگا معرفہ میں اعتبار نہ ہوگا۔ اقول (میں
کہتا ہُوں) اس قاعدہ کا محل وُہ ہے جہاں قسم کا سبب
بننے والی صفت کو قسم میں ذکر کیا گیا ہو اگرچہ وُہ
معرفہ کے طور پر مذکور ہو خواہ معرفہ اشارہ سے بنایا گیا ہو،
کیونکہ اشارہ حاضر چیز کی طرف ہوتا ہے باوجودیکہ حاضر میں
صفت کا ذکر لغو قرار پاتا ہے، اسی لئے اگر قسم کھائی
کہ میں اس بچے سے بات نہ کروں گا تو اگر اس سے
جوانی میں بات کی تو تب بھی حانث ہوگا، تاہم وصف
اگر قسم کا داعی ہوگا تو اس کے اعتبار کا بھی داعی ہوگا،
جیسا کہ یہ بُسر اور یہ رُطب وغیرہ میں، اور یہ دودھ
وغیرہ میں یہ صفات قسم کا داعی ہونے کے ساتھ قسم
میں بھی معتبر ہیں، اگر ایسا نہ ہو تو پھر وصف داعی
بھی ہو تو غیر معتبر ہونے کی صورت میں اس کی بقاء
قسم کی بقاء کے لئے مدار نہیں بن سکتی کیونکہ قسمیں
الفاظ پر مبنی ہوتی ہیں اغراض پر مبنی نہیں ہوتیں، فتح القدیر
میں فرمایا حال کی تخصیص کرنے کی صورت یوں ہے کہ
ایک شخص کھڑا ہو تو کوئی اس کے بارے میں قسم کھائے کہ

---

[1] فتح القدیر باب الیمین فی الاکل والشرب المکتبۃ العربیۃ کراچی ۴/۳۹۶
[2] " " " " نوریہ رضویہ سکھر ۴/۴۱۰

Marfat.com

الیٰ مکان خاص کبغداد حیث لا یصح لان المکان غیر مذکور[1] | میں اس سے بات نہ کروں گا اور قسم میں اس کے کھڑے ہونے کی نیت کرے تو یہ نیت لغو ہوگی بخلاف جب یوں کہے کہ میں اس کھڑے شخص سے بات نہ کروں گا تو اس صورت میں قسم میں کھڑے ہونے کی نیت کا اعتبار عنداللہ ہوسکتا ہے اس سے واضح ہُوا کہ دیانۃً یعنی عنداللہ، میں وصف داعی اور غیر داعی دونوں یکساں ہیں اس لئے نیت تخصیص ضروری ہے لیکن وصف کو ذکر کئے بغیر محض نیت کرنا دیانت میں بھی کارآمد نہیں ہے تو قضاءً کیسے کارآمد ہوسکتی ہے، اسی میں ہے اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ اگر میں باہر جاؤں تو میرا غلام آزاد ہے، اور باہر جانے سے سفر کی نیت کی تو اس کی تصدیق دیانۃً کی جاسکتی ہے کیونکہ باہر نکلنے کو سفر کے ساتھ خاص کیا ہے تو یہ خروج مذکور کی تخصیص ہے لہٰذا کسی اور مقصد کے لئے باہر نکلے تو حانث نہ ہوگا، اس کے برخلاف اگر اس سے وُہ کسی خاص جگہ مثلاً بغداد کے لئے نکلنا مراد لے تو یہ نیت صحیح نہ ہوگی کیونکہ قسم میں جگہ کا ذکر نہیں اس لئے جگہ کی تخصیص بھی معتبر نہیں ہے۔ (ت)

شبہہ رابعہ دریمین زوال سبب زوال یمین ست گو در لفظ مذکور مباش و لہٰذا اگر دائن مدیون یا کفیل را یا کفیل بالنفس مکفول عنہ یا کفیل بالامر اصیل را سوگند دہد بے اذنِ من بیرونِ شہر نروی و دین ادا شد یا کفالت نماند یمین منتہی شود کہ باعث بر و نبود مگر دین و کفالت پس بزوالش زائل شود در ہندیہ از محیط ست حلف صاحب الدین مدیونہ ان لایخرج من البلدۃ الا باذنہ فالیمین مقیدۃ بحال قیام الدین[2] درخانیہ فرماید الکفیل بالنفس اذا حلف الاصیل ان لایخرج من البلدۃ الا باذنہ فقضی الاصیل دین الطالب ثم خرج الحالف بعد ذٰلك

چوتھا شبہہ یہ کہ، قسم کے سبب کے ختم ہوجانے پر قسم بھی ختم ہوجاتی اگرچہ وُہ سبب قسم میں مذکور نہ ہو، لہٰذا اگر قرض خواہ اپنے مقروض کو یا اس کے کفیل کو یا نفس کا کفیل اپنے مکفول عنہ کو یا کفیل بالامر اپنے اصیل یعنی اصل ذمہ دار کو قسم دے کہ تُو میری اجازت کے بغیر شہر سے باہر مت جائے گا، تو اس قسم کا سبب قرضہ یا کفالت ختم ہوجائے تو یہ قسم بھی ختم ہوجائے گی۔ ہندیہ میں محیط سے منقول ہے کہ قرض خواہ نے مقروض کو قسم دی کہ تُو میری اجازت کے بغیر شہر سے باہر نہ جائے گا تو یہ قسم قرض کی بقاء سے مقید ہوگی کہ جب تک قرض ہے قسم باقی رہے گی ورنہ قرض ختم ہوجانے پر یہ قسم بھی ختم ہوجائے گی۔ خانیہ میں ہے جب کفیل بالنفس یعنی کسی شخص کو حاضر کرنے کا ضامن، اپنے اصل ذمہ دار کو قسم دے کہ تُو میری

---

[1] فتح القدیر باب الیمین فی الاکل والشرب نوریہ رضویہ سکھر ۴/۴۰۹
[2] فتاوٰی ہندیہ

Marfat.com

لا یحنث[1] در تنویر فرمود حلف رب الدین غریمه
او الکفیل بامر المکفول عنه ان
لا یخرج من البلد الا باذنه تقید
بالخروج حال قیام الدین بالکفالة[2]
و پیداست کہ ایں جا سبب یمین ہمیں خشم و ناراضی
ست چوں برضا بدل شد سبب نماند و
مسبب رفت ، **اقول** چناں نیست نہ
ہیچ کس باو قائل ورنہ عامہ ایمان عامہ کہ مبتنی
برخشم و ناچاقی و غضب و نا اتفاقی باشد
بفلاں سخن نکند، و رویش نہ بیند بخانہ اش نہ رود و
بخانہ اش راہ نہ دہد، او را صد چوب زند
چنیں کند چناں کند، ورنہ زن طلاقہ شود
وغیر ذلک ہزاراں ہزار سوگند ہمہ
بمجرد زوال خشم برباد رفتے و بے حنث و کفارہ و
لزوم ہیچ جزا باطل شدے و اصلاً احتیاج
احتیال براثر نماندے آیا ہیچکس بجہاں قائل
ایں قول شنیدہ، ائمہ کرام در ایمان مذکور بصورتہائے
گوناگوں و تفریعات بوقلموں بہ نقیر و قطمیر سخن فرمودہ
و بہر پہلوئے آنہا موج موج تحقیقات رفیعہ
و فوج فوج تنقیحات بدیعہ نمودہ فاما ہیچگاہ ہیچ
جا بہ ہیچ کتاب نگفتہ اند کہ ایں ہمہ برود مات
تا بقائے خشم ست چوں رضا آمد سوگند سپری

اجازت کے بغیر شہر سے باہر نہ جائے گا، تو جب اصیل
نے قرض والے کا قرضہ ادا کر دیا تو پھر وہ اس کی
اجازت کے بغیر شہر سے باہر گیا تو قسم نہ ٹوٹے گی۔
تنویر میں فرمایا کہ اگر قرض خواہ نے مقروض کو یا کسی معاملے
کے ضامن نے اپنے مکفول کو قسم دی کہ تُو میری اجازت
کے بغیر باہر نہ جائے گا تو نکلنے کے متعلق یہ قسم قرض کی بقا
اور کفالت کی بقائے سے مقید ہوگی کہ قرض و کفالت ختم ہو جائے
تو یہ قسم بھی ختم ہو جائے گی، تو مذکورہ بیان سے واضح ہوگیا
کہ زیر بحث مسئلہ میں قسم کا سبب بیٹے پر باپ کی ناراضگی
اور غصہ ہے تو جب یہ غصہ و ناراضگی رضا میں بدل گئی تو یہ
سبب ختم ہوگیا تو مسبّب یعنی بیوی کے متعلق طلاق کی قسم
بھی ختم ہو گئی، **اقول** (میں کہتا ہوں) ایسا ہرگز نہیں
ہے اور نہ ہی کوئی اس کا قائل ہے ورنہ عام قسمیں جو
غصہ اور ناراضگی، نا اتفاقی پر مبنی ہوتی ہیں، مثلاً فلاں
سے بات نہ کروں گا، فلاں کی شکل نہ دیکھوں گا، فلاں کے
گھر نہ جاؤں گا، فلاں کو گھر کی راہ نہ دوں گا، فلاں کو ایک سو چھڑی ماروں گا
اگر ایسا کروں تو یہ ہو جائے یا وہ ہو جائے یا بیوی کو طلاق
ہو جائے وغیرہ، تو لازم آئے گا کہ ہزار ہا قسمیں غصہ
ختم ہو جانے پر برباد ہو جائیں اور بغیر کفارہ اور بغیر حانث
ہوئے ختم ہو کر رہ جائیں، اور ان قسموں پر کوئی جزا
لاگو نہ ہو اور ان قسموں سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے
اصلاً کسی حیلہ کی ضرورت پیش نہ آئے، اور ایسی قسموں

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الایمان فصل فی الخروج نولکشور لکھنؤ ۲/ ۳۱۵
[2] الدر المختار باب الیمین فی الضرب الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۱۳

شد و جملہ احکام نظری تا آنکہ اگر کسے
سوگند خورد کہ اگر بازید سخن کند زن سہ طلاقہ
ست بازمی خواہد کہ باوسخن گوید چہ بایدش
کرد کہ طلاق مغلظ واقع نشود اورا فرمودہ
اند کہ زن رایک طلاق بائن دہد و بگزارد تا از
عدت برآید باز بازید سخن راند جزا فرود آید و
محل نیابد و بے اثر رود باز با زن نکاح کند و
بازید ہمکلام ماند دگر طلاق نیفتد کہ یمین بیکبار
منحل شد۔ در سراجیہ باز ہندیہ فرمود
اذا حلف بثلث تطلیقات ان لا یکلم
فلانا فالسبیل ان یطلقها
واحدة بائنة و یدعها
حتی تنقضی عدتها ثم
یتکلم فلانا ثم یتزوجها [1]
اینہمہ تکلفات چراست چرا نگفتند کہ چوں آں
خشم رفت و باہم مصالحت شد سوگند خود باطل گشت
واین ست نبی اللہ سیدنا ایوب علی نبینا و علیہ
الصلوٰۃ والسلام در ایام بلا زوجۂ مقدسہ اش
رحمہ بنت آفرائیم یا میشا بن یوسف بن یعقوب
بن اسحٰق بن ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بمزدوری
ومحنت نان پیدا کردے و برائے نبی اللہ
آوردے روزے نان بسیارے آورد نبی اللہ
گمان برد مبادا مال کسے بخیانت گرفت خشم کرد

کا کوئی اثر نہ رہے، کیا آپ نے دُنیا میں کبھی کسی سے یہ
بات سُنی ہے، حالانکہ ائمہ کرام نے ان مذکورہ قسموں کی
بابت گُوناگوں بحثیں کی ہیں اور طرح طرح کی تفریعات
بیان کی ہیں، اوران کے متعلق ہر پہلو سے بلند تحقیقات
اور عجیب تنقیحات کے دریا بہادئے ہیں لیکن اس کے
باوجود انھوں نے کبھی کسی جگہ کسی کتاب میں یہ بات
نہ فرمائی کہ یہ تمام قسمیں غصّہ تک ہیں جب غصہ ختم ہوجائے
اور رضامندی ہوجائے تو قسمیں خود بخود ختم ہوجاتی ہیں،
اوران کے تمام غور وخوض پر مبنی احکام محض تکلف
بن کر رہ جائیں، مثلاً اگر کسی نے قسم کھائی کہ اگر زید
سے بات کروں تو بیوی کو تین طلاقیں ہیں، پھر یہ قسم
کھانے والا زید سے بات کرنا چاہتا ہے تو کیا کیا جائے
کیونکہ بات کرنے پر بیوی کو تین طلاقیں پڑتی ہیں اور کیا
صورت ہو کہ بات کرلے اور تین طلاقیں نہ پڑیں، تو
ایسے شخص کو ان فقہاء کرام نے فرمایا کہ یہ شخص اپنی بیوی
کو ایک بائنہ طلاق دے دے تو اس کی عدت
پُوری ہونے کے بعد زید سے بات کرے تو اب اس
پر جزا یعنی طلاق وارد ہوگی لیکن اس وقت بیوی
بائنہ ہوجانے کی وجہ سے طلاق کا محل نہ رہے گی،
کیونکہ ایک دفعہ قسم ٹوٹ چکی ہے اور ختم ہوچکی ہے۔
سراجیہ پھر ہندیہ میں فرمایا کہ جب کسی نے تین طلاقوں کی قسم
کھاکر کہا میں فلاں سے بات نہ کروں گا، تو اس کے لئے
تین طلاقوں سے بچنے کی سبیل یہ ہے کہ بیوی کو پہلے

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الحیل الفصل السابع فی الطلاق نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۲۹۷

Marfat.com

سوگند خورد صد چوب زند باو خشم رفت و باعلام الٰہی برات خاتون ظاھر گشت فاما یمین برجا ماند تا آنکہ حضرت عزت جل جلالہ راہ خلاص ازاں تعلیم فرمود کہ خذ بیدك ضغثا فاضرب ولا تحنث[5] دستہ بدست گیرد زن را زن وسوگند مشکن پیدا شد کہ بزوال حامل وانتفائے سبب یمین باطل نشود اخرج ابن المنذر عن سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ بلغہ ان ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام حلف لیضربن امرأتہ مائۃ فی ان جاءتہ فی زیادۃ علی ماکانت تأتی بہ من الخبز الذی کانت تعمل علیہ وخشی ان تکون قارفت من الخیانۃ فلما رحمہ اللہ وکشف عنہ الضر علم براءۃ امرأتہ مما اتہمہا بہ فقال اللہ عزو جل "وخذ بیدك ضغثا فاضرب بہ ولا تحنث" فاخذ ضغثا من ثمام وھو مائۃ عود

ایک بائنہ طلاق دے دے اور اس کی عدت گزر جائے تو پھر اس فلاں سے بات کرے اور اس کے بعد دوبارہ بیوی سے نکاح کرلے ۔ تو ان فقہاء نے اس قسم کے تکلفات کیوں فرمائے اور یہ کیوں نہ فرمادیا کہ یہ غصہ اور ناراضگی کی قسم تھی تو غصہ و ناراضگی ختم ہوگئی اور مصالحت ہوگئی تو قسم خود بخود ختم ہوگئی ۔ دیکھئے حضرت سیدنا ایوب علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی ہیں کہ آزمائش وابتلاء کے دور میں آپ کی پاکیزہ بیوی جن کا نام رحمہ بنت آفرائیم ۔ یا میشا بنت یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والسلام تھا، وہ آپ کے لئے محنت و مزدوری کرکے خوراک مہیا فرماتی تھیں، ایک دن انھوں نے حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں زیادہ کھانا پیش کیا تو حضرت ایوب علیہ السلام کو گمان ہوا کہ شاید وہ کسی کا مال خیانت کے ذریعہ حاصل کرلائی ہیں اس پر آپ کو غصہ آیا تو آپ نے قسم کھائی کہ اس کو ایک سو چھڑی ماروں گا، اس کے بعد اللہ تعالےٰ کی طرف سے بیوی کی برأت معلوم ہوئی تو آپ کا غصہ ختم ہوا مگر قسم باقی تھی اسی لئے اللہ تعالےٰ نے آپ کو اس قسم سے خلاصی کی تعلیم دی کہ سو چھڑیوں کا مٹھا ہاتھ میں لے کر ایک دفعہ ماردیں اور قسم نہ توڑیں، تو اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ قسم کا سبب اور داعی ختم ہوجانے کے باوجود قسم باقی رہتی ہے اور اس کے خاتمہ سے قسم ختم نہیں

---

۵ القرآن الکریم ۳۸/۴۴

Marfat.com

فضرب بہ کما امرہ اللہ تعالٰی اھ[1] ہوتی (قرآن پاک میں اس واقعہ کو اشارۃً بیان فرمایا گیا) جس کی تفصیل کو ابن منذر نے سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ سعید بن مسیّب فرماتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بیوی کو سو چھڑی مارنے کی قسم کھائی کہ بیوی محنت سے جو روٹی مہیا کرتی تھیں ایک روز اس سے زائد روٹی آپ کی خدمت میں پیش کی جس پر آپ کو خطرہ محسوس ہوا کہ ہوسکتا ہے کہ یہ زائد خوراک کسی کے مال میں خیانت کرکے لائی ہیں، تو جب اللہ تعالٰی کی طرف سے آپ پر خاص رحمت کے ذریعہ تکلیف کی شدت ختم ہوئی اور بیوی کے بارے میں جو آپ کو شبہہ تھا اس کی برأت معلوم ہوئی تو اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ آپ ایک مٹھا لے کر اپنے ہاتھ سے اس کو ماردیں اور قسم نہ توڑیں، تو آپ نے شاخوں کا ایک مٹھا جو سو چھڑیوں کا مجموعہ تھا لے کر اللہ تعالٰی کے حکم کے مطابق بیوی کو مارا اھ۔ (ت)

اقول وھذا احسن ما سمعناہ فی الباب وعلیہ التعویل ولا اصغاء الی ما نادا الناس من تھویل وقال وقیل من دون اصل اصیل واللہ الھادی الی سواء السبیل و درمسائل مذکورہ وجہ نہ آنست بلکہ آنجا تقیید ونفس بیان سقت زیرا کہ باذن مقید کردہ اند پس مخصوص باشد بزمانہ ولایت آنہا مراذن ومنع را وآں نیست مگر زمان قیام دین وکفالت ولہذا اگر کہ سلطان اسیرے را حلف دہند کہ بے اذن ملک ایشاں بردن نرود متقید ماند بزمان بقائے سلطنتش تا آنکہ اگر او را معزول کنند باز نشانند واسیر بے اذن او بیروں رود حانث نشود

اقول (میں کہتا ہوں کہ) یہ واقعہ اس بحث میں بہترین دلیل ہے جو ہم پر واضح ہوئی اور اسی پر اعتماد ہونا چاہئے اور اس پر لوگوں کی زائد باتوں اور بے اصل قیل وقال پر توجہ نہ دی جائے، اور اللہ تعالٰی ہی سیدھے راستے کی رہنمائی فرماتا ہے اور اس شبہہ میں ذکر کردہ مسائل کی وجہ وہ نہیں جو شبہہ کرنے والوں نے ظاہر کی، بلکہ وہاں قسم کی تقیید اور اس کا بیان ہے کیونکہ اُنھوں نے وہاں اذن (اجازت) کے ساتھ مقید کرکے اس قسم کو اذن ومنع کی ولایت کی مدت کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور ولایت کی یہ مدت صرف قرض وکفالت کے زمانہ تک ہے، اسی لئے اگر کوئی سلطان کسی قیدی کو قسم دے کہ تُو میری اجازت کے بغیر میرے ملک سے باہر نہ جائے گا تو یہ قسم اس سلطان کی حکومت کی بقاء

---

[1] درمنثور بحوالہ ابن منذر تحت آیۃ مذکورہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمٰی قم ایران ۵/ ۳۱۷

Marfat.com

کہ یمین بزوال ملک منتہی شد و باز بہ عودش نکنند ہمچناں
اگر شوہر زن یا مولیٰ غلام یا شاہ یکے از رعایا را حلف
دہد یا خود سوگند خورد کہ بے اذن من بیروں نروی
متقید ماند بزمان بقائے زوجیت و ملک ملک تا آنکہ اگر
زن را جدا کرد باز بزنے آورد یا غلام را فروخت باز
خرید یا معزول باز منصوب شد و دریں ملک و
ملک حادث زن و غلام و رعیت بے اذن بیرون
روند حنث روئے نماید کہ ولایت اذن ہمیں تا بقائے
نکاح و ملک و ملک بود و در حدوث تازہ یمین تازہ نکرد
و لہذا اگر بے تقیید باذن مطلقا زن دہندہ را
از بروں شدن باز دارد و براں حلف کند یا گیرد
یمین ابدی شود و بزوال نکاح و ملک منتہی نشود کہ
لفظے کہ مفید تقیید بود مذکور ست و لہذا اگر
زن را گوید اگر بے اذن تو زنے را بزنے می گیرم مطلقہ
باشد یمین مطلقہ غیر مقیدہ باشد تا آنکہ
اگر زن را نکاح بروں کرد باز زنے بے اذن اولے
بنکاح آورد مطلقہ شود زیرا کہ زن بزنے مالک
اذن و منع نمی شود پس دلیل تقیید منتفی شد
و اذن بر اذن لغوی محمول گشت نہ اذن شرعی و
اذن لغوی مقتصر بر بقائے زوجیت نیست آرے
آں روز کہ آں زن میرد یمین منتہی شود کہ حالا او را
صلاحیت اذن نماند، در درمختار بعد عبارت
مذکورہ فرمود لو قال لہا ان خرجت
من ہذہ الدار الا باذنی فانت
طالق ثلثا فطلقہا بائنا فخرجت

کے ساتھ مقید ہوتی ہے حتیٰ کہ اگر اس سلطان کو معزول
کردیں تو اب اگر قیدی اس کی اجازت کے بغیر ملک سے باہر چلا جائے
تو قیدی کی قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ وہ قسم سلطان کے معزول ہونے
پر ختم ہوگئی اور دوبارہ سلطان کے بحال ہونے سے قسم بحال
نہ ہوگی، اسی طرح اگر خاوند بیوی کو یا آقا اپنے غلام کو یا بادشاہ
اپنی رعیت میں سے کسی کو قسم دے یا وہ خود قسم کھائے کہ میری
اجازت کے بغیر باہر نہ جائے، تو یہ قسم بھی بقاءِ زوجیت،
بقاءِ ملک، بقاءِ مُلک کے ساتھ مقید ہوگی، حتیٰ کہ اگر بیوی کو
نکاح سے خارج کردیا اور اس کے بعد دوبارہ نکاح کیا
یا مالک نے غلام کو فروخت کردیا اور دوبارہ خرید یا یا معزول
شدہ کو دوبارہ بحال کردیا تو اس دوسری نئی زوجیت، ملک،
مُلک میں، بیوی، غلام، رعیت اجازت کے باہر چلے جائیں
تو حانث نہ ہوگا، کیونکہ ان لوگوں کو اذن و اجازت کی ولایت
اس وقت کی موجودہ ولایت تک تھی اور بعد میں دوبارہ نئی
ولایت حاصل ہونے پر دوبارہ قسم بحال نہ ہوگی، لہذا اگر
بیوی کو باہر جانے سے روکنے کے لئے بیوی کو قسم دی
یا خود قسم کھائی جس میں اجازت کی قید کا ذکر نہیں ہے،
اس لئے اگر بیوی کو کہا کہ میں تیری اجازت کے بغیر دوسری
عورت سے نکاح کروں تو اس کو طلاق ہوگی تو یہ قسم
مطلق اور بغیر قید ہوگی، حتیٰ کہ اگر پہلی بیوی کو نکاح سے
خارج بھی کردے تب بھی اس کی اجازت کے بغیر
دوسری عورت سے نکاح کرنے پر دوسری کو طلاق ہوجائیگی
کیونکہ بیوی دوسری عورت سے نکاح کو روکنے اور
اجازت دینے کی مالک نہیں بن سکتی، اس لئے اس
صورت میں اجازت کا ذکر ہونے کے باوجود وہ قید نہ ہوگی

Marfat.com

بغیر اذنه لایحنث لان یمینه تقیدت
بحال تمام ولایة المنع عن
الخروج وولایة المنع تزول بالطلاق
البائن وهو کالسلطان اذا حلف
رجلا ان لا یخرج من البلدة
الا باذنه فعزل السلطان ثم
خرج الحالف لا یحنث (وم[عہ]
مسئلة الکفیل المذکورة ثم قال)
ولوان الحالف تزوج المرأة
بعد ما ابانها فخرجت بغیر
اذنه لا تطلق لان الیمین
بطلت بالابانة فلا تعود بعد
ذلك وذکر فی اسیر اهل
الحرب اذا حلفوا لاسیران
لایخرج الا باذنه ملکهم
فعزل الملك ثم عاد ملك
فخرج الاسیر بغیر اذنه
لایحنث وکذا لو قال الرجل
لعبده ان خرجت بغیر اذنی
فانت حر فباعه ثم اشتراه
فخرج بغیر اذنه لا یعتق،

اور یہ بیوی کی اجازت لغوی معنی میں ہوگی شرعی معنی میں اجازت مراد نہ ہوگی، اور لغوی اجازت بقائے نکاح پر موقوف نہ ہوگی اور نکاح ختم ہونے کے بعد بھی پہلی بیوی کی اجازت ضروری ہوگی، ہاں جس روز وہ فوت ہوجائے گی تو قسم ختم ہوجائے گی کیونکہ اب اجازت دینے کی صلاحیت نہ رہی تو اب قسم پوری ہونے کا احتمال ختم ہوجانے پر اجازت سے مشروط قسم بھی ختم ہوجائیگی۔

درمختار میں مذکورہ عبارت کے بعد فرمایا کہ اگر خاوند نے بیوی کو کہا کہ اگر تو میری اجازت کے بغیر باہر نکلی تو تجھے تین طلاق ہوں گی، اس کے بعد خاوند نے اس کو طلاق بائنہ دے دی اور وہ خاوند کی اجازت کے بغیر باہر نکل گئی تو قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ بائنہ طلاق کی وجہ سے اب خاوند کو اجازت کا اختیار ختم ہوگیا جبکہ یہ قسم بیوی کو باہر نکلنے سے منع کرنے کی ولایت اور اختیار سے مقید تھی اور یہ اختیار نکاح کے باقی رہنے تک تھا جو نکاح ختم ہوجانے پر ختم ہوگیا ———

——— جیسا کہ کسی حکمران نے کسی کو قسم دی کہ تو میری اجازت کے بغیر شہر سے باہر نہ جائے گا، اب اگر وہ شخص حکمران کے معزول ہوجانے پر شہر سے باہر اس کی اجازت

عہ مسودہ میں بیاض ہے۔

Marfat.com

در تبیین الحقائق و فتح القدیر ست وھذا لفظ الفتح یتقید بحال قیام الدین والکفالۃ لان الاذن انما یصح ممن لہ ولایۃ المنع وکذا لاتخرج امرأتہ الا باذنہ یتقید بقیام الزوجیۃ بخلاف مالو حلف لا تخرج امرأتہ من الدار فانہ لا یتقید بہ، اذ لم یذکر الاذن فلا موجب لتقییدہ بزمان الولایۃ فی الاذن و کذا الحال فی حلفہ علی العبد مطلقا و مقیدا وعلی ھذا لو قال لامرأتہ کل امرأۃ اتزوجھا بغیر اذنك طالق فطلق امرأتہ طلاقا بائنا او ثلثا ثم تزوج بغیر اذنھا طلقت لانہ لم تتقید ببقاء النکاح لانھا انما تقید بہ لو کانت المرأۃ تستفید ولایۃ الاذن والمنع بعقد النکاح[1]، در ہدایہ و فتح فرمایند لو قال ان کلمت فلانا الا ان یقدم فلان او یاذن فلان ومات فلان سقط الیمین لان الممنوع منہ کلام ینتھی المنع منہ بالاذن والقدوم

کے بغیر نکل جائے تو قسم نہ ٹوٹے گی (اس کے ساتھ انھوں نے کفالت مذکورہ کا مسئلہ بھی بیان کیا اور پھر فرمایا) اگر مذکورہ قسم اٹھانے والے خاوند نے مذکورہ بائنہ بیوی سے دوبارہ نکاح کیا تو اب اگر بیوی اس کی اجازت کے بغیر باہر جائے تو اب طلاق نہ ہو گی کیونکہ وہ حلف بیوی بائنہ ہوجانے پر باطل ہو گیا اور دوبارہ نکاح سے وُہ حلف بحال نہ ہوگا۔ درمختار نے اہلِ حرب کے قیدی کے متعلق ذکر کیا کہ اس کو قید کرتے ہُوئے انھوں نے یہ قسم دی کہ تو حاکم کی اجازت کے بغیر باہر نہ جائے گا تو اس حاکم کے معزول ہونے کے بعد دوبارہ بحال ہونے پر وُہ قیدی اس حاکم کی اجازت کے بغیر باہر نکلا تو حانث نہ ہوگا یعنی قسم نہ ٹوٹے گی، اور یونہی اگر مالک نے اپنے غلام کو کہا کہ اگر تُو میری اجازت کے بغیر باہر نکلے تو تُو آزاد ہے، اب مالک نے اس غلام کو فروخت کردیا اور پھر دوبارہ خریدا تو اب غلام مالک کی اجازت کے بغیر باہر نکلا تو آزاد نہ ہوگا۔ تبیین الحقائق اور فتح القدیر میں ہے، یہ عبارت فتح القدیر کی ہے کہ قسم قرض اور کفالت کی بقاء سے مقید ہو گی کیونکہ اجازت تب متصور ہوسکتی جبکہ اس کو روکنے کی ولایت حاصل ہو اور یہ ولایت قرض اور کفالت تک ہوتی ہے اور یونہی خاوند نے بیوی سے کہا کہ تُو میری اجازت کے بغیر نہ نکلے گی تو یہ قسم اس زوجیت کے وجود سے مقید ہوگی، اس کے برخلاف اگر خاوند یُوں کہے کہ میری بیوی گھر سے باہر نہ نکلے گی،

---

[1] فتح القدیر کتاب الایمان مسائل متفرقہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۳۶۸

Marfat.com

ولم يبق الاذن والقدوم بعد الموت متصور الوجود وبقاء تصوره شرط بقاء الموقتة عند ابی حنيفة ومحمد وهذه اليمين موقتة بوقت الاذن والقدوم اذ بهما يتمكن من البر اذ يتمكن من الكلام بلا حنث فيسقط بسقوط تصور البر[1] اھ ملخصا مخلوطا قال فی الفتح فان قيل لا نسلم عدم تصور البر بموته لانه سبحٰنه وتعالٰی قادر علی اعادة فلان فيمكن ان يقدم ويأذن فالجواب ان الحياة المعادة غير الحياة المحلوف علی اذنه فيها وقدومه وهی الحياة القائمة حالة الحلف لان تلك عرض تلاشی لا يمكن اعادتها بعينها وان اعيدت الروح فان الحياة غير الروح لانه امر لازم للروح فيما له روح[2] اھ۔

تو اس قسم میں اجازت کا ذکر نہ ہونے کی وجہ سے یہ قسم زوجیت کی بقاء سے مقیّد نہ ہو گی کیونکہ زوجیت کی ضرورت اجازت کی ولایت کے لئے تھی، اور یُوں ہی غلام کے بارے میں اجازت سے مقید قسم اور غیر مقید قسم کا حال ہے، اسی قاعدہ کی بناء پر، اگر کسی نے اپنی بیوی کو کہا کہ میں جس عورت سے تیری اجازت کے بغیر نکاح کروں تو اس عورت کو طلاق ہو گی، اس کے بعد اس نے اپنی بیوی کو بائنہ یا مغلظ طلاق دے دی پھر کسی عورت سے پہلی مطلقہ بیوی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو اس عورت کو طلاق ہو جائے گی اور یہ قسم بقائے زوجیت پر موقوف نہ ہو گی کیونکہ بیوی کو نکاح سے روکنے یا اجازت دینے کی ولایت نہیں ہوتی (لہذا قسم میں مذکور اجازت کے لئے ولایتِ اجازت ضروری نہ تھی، لہذا نکاح ختم ہونے سے اجازت کی شرط ختم ہو گی) ہدایہ اور فتح القدیر میں فرماتے ہیں، اگر کسی نے کہا اگر فلاں سے اس کی اجازت یا اس کی آمد کے بغیر بات کروں تو یہ ہو جائے، اس کے بعد وُہ فلاں فوت ہو جائے تو قسم ختم ہو جائے گی کیونکہ اس سے کلام کی ممانعت کا اختتام اس کی اجازت یا آمد پر موقوف تھا جبکہ اس کی موت سے اجازت اور آمد کا تصور ختم ہو گیا، کیونکہ جب قسم کسی چیز سے مشروط ہو تو اس شرط کا متصور ہونا اس قسم کی بقاء کے لئے امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی کے نزدیک ضروری ہے چونکہ یہ قسم اس فلاں کی اجازت یا آمد سے مشروط ہے تو اس شرط کے وجود سے قسم پوری ہو سکے گی تو جب شرط کے وجود کے بغیر کلام کرنے پر حانث ہونے کا احتمال ختم ہو گیا تو قسم پُورا ہونے کا احتمال بھی ختم ہو گیا لہذا یہ قسم باطل ہو جائے گی اھ ملخصاً، فتح القدیر میں مزید فرمایا کہ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اس فلاں کی موت سے شرط کے وجود کا احتمال ختم ہو جانا قابلِ تسلیم نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالٰی قادر ہے کہ اس کو دوبارہ زندہ کر دے اور وہ زندہ

---

[1] فتح القدیر کتاب الایمان باب الیمین فی الکلام نوریہ رضویہ سکھر ۴/۲۴-۴۲۲

[2] " " " " " " " " ۴/۴۲۴

ہوکر اجازت دے یا آجائے، تو اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ دوبارہ زندہ ہونے کی حیات اس حیات کا غیر ہے جس حیات سے اجازت یا آمد کی قسم کھائی تھی اور قسم والی یہ حیات وُہ ہے جو قسم کے وقت تھی، کیونکہ حیات ایک ایسا عارضہ ہے جس کو بعینہ واپس لانا ممکن نہیں اگرچہ رُوح واپس ہوجائے کہ رُوح اور حیات آپس میں ایک دوسرے کے مغایر ہیں کیونکہ حیات، روح والی چیز کی رُوح کا لازم ہے نہ کہ وہ روح ہے اھ (ت)

ورأیتنی کتبت علیہ ما نصہ

اقول فیہ ان الحیاۃ عرض لا تبقی زمانین فالحیاۃ التی بعد الحلف غیر التی کانت عند الحلف والجواب ان مبنی الایمان علی العرف واھل العرف یعدونھا واحدۃ مستمرۃ والمعادۃ غیرھا۔ **اقول** لکن لقائل ان یقول لا نظر فی الحلف الی تلک الحیاۃ خصوصھا بل الی تسلیم زمانہ فی ھذا الامر الی ذلک الشخص ان لا یفعل الا باذنہ مثلا والشخص لا یتبدل بتبدل الحیاۃ بدلیل الحشر و العقد فی تلک الحیٰوۃ غیر العقد علی تلک الحیاۃ والاذن وان لم یکن الامن حی فلا یستلزم ذلک عقد الحلف علی تلک الحیاۃ بعینھا الا تری ان الاذن لا یمکن ایضا الا من عاقل ولوجنّ فلان لا یسقط

اور مجھے یاد ہے کہ میں نے اس پر یہ حاشیہ لکھا جس کی عبارت یُوں ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) اس کلام میں بحث ہے کہ حیات جب عرض ہے تو وُہ دو زمانوں میں باقی نہیں رہ سکتی تو اس سے لازم آئیگا کہ حلف کے بعد والی حیات بھی حلف کے وقت والی حیات کا غیر ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ قسموں کی بنیاد عرف پر ہوتی ہے تو عرف والے لوگ مختلف اوقات کی حیات کو ایک ہی جاریہ حیات قرار دیتے ہیں لیکن موت کے بعد والی حیات کو پہلی حیات کے مغایر قرار دیتے ہیں۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) لیکن یہاں اعتراض ہوسکتا ہے کہ قسم میں خاص اس زندگی کو پیشِ نظر نہیں رکھا جاتا بلکہ یہاں یہ بات پیشِ نظر ہوتی ہے کہ قسم کھانے والے کو زمانہ اگر یہ موقعہ دے کہ مثلاً وہ فلاں سے بات کر سکے تو وہ اسکی اجازت کے بغیر نہ کرے گا، جبکہ حیات کی تبدیلی سے شخص تبدیل نہیں ہوتا کیونکہ مرنے کے بعد حشر میں وہی شخص ہوتا ہوگا تو اِس زندگی میں قسم کھانے کا یہ مطلب نہیں کہ اسی زندگی پر حلف کا دارمدار ہے، اجازت کا تعلق اگرچہ زندہ سے ہوتا ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حلف کا تعلق خاص اِسی زندگی سے ہو، دیکھئے اجازت صرف عقل والے سے ہی متصور ہوسکتی ہے

Marfat.com

اليمين لاحتمال ان يعود عقله والمسألة منصوص عليها واكبر ظني انها في الخانية بل هو فيها اذ قال في فصل في الخروج ثلثة حلفوا رجلا ان لا يخرج من بخارا الا باذنهم فجن احدهم وخرج الحالف باذن الأخرين حنث وان مات احدهم فخرج لا يحنث لان اليمين تقيدت باذنهم وقد فات اذنهم بموت احدهم فلا يبقى اليمين وفي الوجه الاول لم يقع الياس عن اذنه[1] اھ

ثمّ اقول يختلج ببالي ان لو قيل ان الموقتة اذا كانت على امر يمكن عادة فشرط بقاءها تصور البر عادة لا مجرد احتمال عقلي لحصل الجواب عن هذا ويؤمي اليه قول الخانية لم يقع الياس فانه يفيد ان لو وقع الياس سقط اليمين ولا شك ان

لیکن فلاں عاقل اگر عقل کھو بیٹھے اور اس پر جنون طاری ہوجائے تو اس کے باوجود قسم ساقط نہیں ہوتی کیونکہ عقل کے بحال ہونے کا احتمال ابھی باقی ہے۔ یہ عقل والا مسئلہ کتب میں مذکور ہے جبکہ میرا غالب گمان ہے کہ یہ مسئلہ خانیہ میں ہے بلکہ یقیناً اس میں ہے، جہاں اُنھوں نے فصل فی الخروج میں یہ ذکر کیا کہ تین حضرات نے ایک شخص کو یہ قسم دی کہ وہ ان تینوں کی اجازت کے بغیر بخارا سے باہر نہ جائے گا اس کے بعد ان تینوں میں سے ایک مجنون ہوگیا اور باقی دو کی اجازت سے وہ بخارا سے باہر چلا گیا تو قسم ٹوٹ جائے گی لیکن اگر ان میں سے کوئی ایک فوت ہوجائے تو قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ قسم تینوں کی مشترکہ اجازت سے مشروط تھی تو ایک کے فوت ہوجانے سے وُہ شرط ختم ہوجائے گی اور قسم باقی نہ رہے گی، اور پہلی جنون والی صورت میں عقل بحال ہونے کے امکان کی وجہ سے مشترکہ اجازت سے مایوسی نہیں پائی جاتی اھ۔

ثمّ اقول (میں پھر کہتا ہُوں کہ) اس اشکال کا جواب جو کہ میرے دل پر وارد ہوا ہے یوں ممکن ہے کہ قسم جب ایسی شرط سے مشروط ہو جس کا وقوع عادتاً ممکن تو اس کی بقاء کے لئے اس شرط کے عادتاً پائے جانے کا امکان ضروری ہے تاکہ قسم کا پُورا ہونا متصور ہوسکے ورنہ محض عقلی احتمال کافی نہیں ہوگا، جبکہ خانیہ کا قول کہ" ابھی مایوسی نہیں ہوئی" اس جواب کی صحت کی طرف اشارہ کر رہا ہے کیونکہ ان کا یہ قول

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الایمان فصل فی الخروج نولکشور لکھنؤ ۲/۳۱۶

Marfat.com

المستحیل عادة مایوس عنه و قد قال فی الفتح فی مسئلة من حلف لیصعدن السماء اولیقلبن هذا الحجر ذهبا ان العجز ثابت عادة فلا بر فی زواله[1] اھ وهذا هو معنی الیاس وقد استشهد لها فی الهدایة بما اذا مات الحالف فانه یحنث مع احتمال اعادة الحیاة[2]، قال فی الفتح فیثبت معه احتمال ان یفعل المحلوف علیه ولکن لم یعتبر ذلك الاحتمال بخلاف العادة فحکم بالحنث اجماعا[3] الخ فتبین انه لیس الوجه مغائرة الحیاة المعادة للحیاة المعقود علیها الحلف والا لم یتم الاستشهاد لکون العجز اذن عقلا کما قرره المحقق الاعادة بخلاف صعود السماء وقلب الحجر ذهبا فاذن لیس النظر الا الی الیاس العادی و

بتا رہا ہے کہ اگر مایوسی ہوجائے تو قسم ساقط ہوجائیگی جبکہ مایوسی اسی چیز سے ہوتی جب وہ عادتاً محال ہو، اور فتح میں آسمان پر چڑھنے اور اس پتھر کو سونے میں بدلنے کے متعلق قسم کے بیان میں فرمایا کہ اگرچہ آسمان پر چڑھنا اور پتھر کا سونے میں بدل جانا عقلاً ممکن ہے لیکن عادتاً اس سے عجز ثابت ہے لہذا قسم ٹوٹ جائیگی کیونکہ ایسا کرنا عادتاً ممکن نہیں ہے اھ، مایوسی کا یہی معنیٰ ہے۔ اس پر ہدایہ میں یُوں تائید ذکر کی کہ اس صورت میں قسم کھانے والے کے فوت ہوجانے پر قسم باطل نہ ہوگی کیونکہ دوبارہ زندہ ہونا ممکن ہے، فتح القدیر میں اس کی وضاحت کرتے ہُوئے یُوں فرمایا کہ اس امکان سے حلف والے کام کو کرنے کا احتمال ثابت ہورہا ہے مگر اس کے باوجود یہ احتمال معتبر نہیں کیونکہ یہ خلافِ عادت ہے اس لئے فوت ہوجانے پر بالاجماع قسم کے ٹُوٹ جانے کا حکم ہوگا الخ، تو اس بیان سے واضح ہوگیا کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے میں قسم کے بحال نہ ہونے کی وجہ یہ نہیں کہ دوبارہ زندگی پہلی زندگی کے مغایر ہے ورنہ ہدایہ اور فتح القدیر کا استشہاد تام نہ ہوگا کیونکہ ان کا استشہاد عادی عجز پر تھا جبکہ دونوں زندگیوں کے مغایر ہوجانے پر عجز عقلی ہوجاتا ہے حالانکہ محقق صاحب فتح القدیر نے دوبارہ زندگی

۱؎ فتح القدیر — باب الیمین فی الاکل والشرب — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ۴/ ۱۵-۱۶

۲؎ ہدایہ — " " " — مکتبہ عربیہ کراچی — ۱/ ۴۷۳

۳؎ فتح القدیر — " " " — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ۴/ ۱۶

Marfat.com

هو المقصود **اقول** ویظهرلی توجیهه ان من حلف علی محال عادی فقد عقد علی امکانه العقلی فلم یکن شرط الانعقاد الاهذا امامن عقد الموقتة علی ممکن عادی ثم استحال فلا یبعد ان تبقی الیمین لان هذا الامکان غیرالمعقود علیه فلیتامل ولیحرر، واﷲ تعالٰی اعلم اھ ماکتبت علیه۔

کے احتمال کو ثابت رکھا ہے، اس کے برخلاف آسمان پر چڑھنے اور پتھر کے سونے میں تبدیل ہونے میں عقلی عجز نہیں ہے بلکہ یہاں صرف عادی مایوسی ہے جو قسم کے ٹوٹ جانے میں مقصود ہے، **اقول** (میں کہتا ہوں) اس کی توجیہ مجھے یہ معلوم ہوتی ہے کہ جس نے کسی عادی محال چیز جو کہ عقلی طور پر ممکن ہو، پر قسم کھائی تو اس کی قسم کے لئے یہی عقلی امکان شرط ہوگا، لیکن جس نے عادۃً ممکن چیز پر قسم کھائی اور وُہ چیز قسم کے بعد عادتاً محال ہوجائے تو اس صورت میں قسم باقی نہ رہے گی کیونکہ اب صرف عقلی امکان باقی ہے جبکہ قسم اس امکان پر مبنی نہ تھی بلکہ وہ عادی امکان پر مبنی تھی جو باقی نہ رہا، غور کرنا اور معاملہ کو صاف کرنا چاہئے۔ واﷲ تعالٰی اعلم، میرا حاشیہ ختم ہُوا۔ (ت)

شبہہ خامسہ یمین بدلالت حال متقید شود اگرچہ در قال مقید نبود وازیں باب ست تقید بغرض تا آنکہ غرض را با آنکہ بنائے ایمان برونیست تخصیص دانستہ وتصریح فرمودہ اند کہ غرض در یمین نفز اید فامّا خصوص را شاید در ردالمحتار ست فی تلخیص الجامع الکبیر و بالعرف یخص ولا یزاد حتی خص الراس بما یکبس ولم یرد الملك فی تعلیق طلاق الاجنبیة بالدخول اھ ومعناہ ان اللفظ اذا کان عاما یجوز تخصیصه بالعرف کما لوحلف لا یأکل رأسا فانه فی العرف اسم لما یکبس فی التنور ویباع

پانچواں شبہہ کہ قسم حال کی دلالت سے مقید بن جاتی ہے، اگرچہ لفظوں میں وہ مطلق ہو اور اُس کے ساتھ قید کا ذکر نہ ہو، اسی باب سے کلام کا غرض سے مقید ہونا ہے، اگرچہ قسموں کی بنیاد اغراض پر نہیں ہے تاہم اغراض ان میں تخصیص پیدا کردیتی ہیں، چنانچہ فقہاء کرام نے یہ تصریح کی ہے کہ غرض قسم میں زیادتی پیدا نہیں کرتی لیکن تخصیص پیدا کرسکتی ہے، ردالمحتار میں ہے کہ جامع کبیر کی تلخیص میں مذکور ہے کہ عرف سے تخصیص ہوسکتی ہے لیکن زیادتی نہیں ہوسکتی حتی کہ کسی نے سری کے متعلق قسم کھائی تو اس سے وُہ سری مراد ہوگی جس کو عرف میں آگ سے بھُون کر کھایا جائے، اور اجنبی عورت کے متعلق کہا "اگر وُہ گھر میں داخل ہُوئی تو اسے طلاق ہے" تو اس عورت کی ملکیتِ نکاح مراد نہیں ہوسکتی اھ،

عہ مسودہ میں بیاض ہے۔

Marfat.com

في الاسواق وهو رأس الغنم دون رأس العصفور ونحوه فالغرض العرفي يخصص عمومه فاذا اطلق ينصرف الى المتعارف بخلاف الزيادة الخارجة عن اللفظ كما لو قال لاجنبية ان دخلت الدار فانت طالق فانه يلغو ولا تصح ارادة الملك اي ان دخلت وانت في نكاحي وان كان هو المتعارف لان ذلك غير مذكور ودلالة العرف لا تاثير لها في جعل غير الملفوظ ملفوظا[1]، همدران ست الغرض يصلح مخصصا لا مزيدا[2] واگر تقییدات کہ بدلالت حال باغراض حالفین کردہ اند فروع آنہا را برخوانیم دفترے باید بر دو سہ مثال منصوص فی المذہب اختیار کنیم ؛

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر لفظ عام ہو تو عرف کے ذریعہ اس کی تخصیص کی جاسکتی ہے جیسا کہ جب کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ سری نہ کھاؤں گا، تو قسم میں اگرچہ سری عام اور مطلق مذکور ہے لیکن عرف میں وہی سری مراد ہوتی ہے جس کو بھونا جاسکے اور بازار میں فروخت کیا جائے اس لئے عرف میں سری سے مراد چڑیا وغیرہ کی سری مراد نہ ہوگی، تو یہاں عرف نے سری میں تخصیص کردی تو جب مطلق سری ذکر کی جائے گی تو عرفاً خاص ہی مراد ہوگی اس کے برخلاف ایسی زیادتی جو لفظوں میں مذکور نہ ہو عرف کی وجہ سے وہ زیادتی پیدا نہیں ہوسکتی جیسے کوئی شخص اجنبی عورت کو کہے کہ "اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے"، تو یہاں اگر وہ یہ مراد لے کہ گھر میں داخل ہوتے وقت میری منکوحہ ہو تو طلاق ہے، تو منکوحہ ہونا قسم کے الفاظ سے زائد چیز ہے، جس کو مراد نہیں لیا جاسکتا، اگرچہ عرف میں طلاق کے لئے منکوحہ ہونا ضروری ہوتا ہے، مگر عرف کلام میں غیر مذکور لفظ کو زائد نہیں کرسکتا اس لئے اجنبی عورت کے لئے یہ قسم لغو قرار پائے گی، اسی ردالمحتار میں ہے کہ عرف مخصص بننے کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن زیادتی پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ حال کی دلالت سے قسموں کا اغراض سے مقید ہونا، اگر میں اس کی جزئیات کو ذکر کروں تو اس کے لئے دفتر چاہیے، تاہم مذہب میں منصوص دو تین مثالیں ذکر کررہا ہوں؛

---

[1] ردالمحتار باب الیمین فی الدخول والخروج دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۶۲

[2] " " " " " " " ۳/۶۳

Marfat.com

(۱) والیٔ زید را سوگند داد کہ ہر مفسدے کہ بشہر بود مرا آگاہانی متقید باشد بزمان قیام ولایتش حالانکہ اینجا لفظے مثل اذن وغیرہ مفید تقیید اصلاً نیست مگر حال دال ست کہ غرض تدارک اوست و ایں نباشد مگر بولایت لاجرم باد متقید شد، در ہدایہ ست اذا استحلف الوالی رجلا لیعلمنہ بکل داعر دخل البلد فہذا علٰی حال ولایتہ خاصۃ لان المقصود منہ دفع شرہ او شر غیرہ بزجرہ فلا یفید فائدتہ بعد زوال سلطنتہ۔[1]

در فتح القدیر است ھذا التخصیص فی الزمان یثبت بدلالۃ الحال وھو العلم بان المقصود من ھذا الاستحلاف زجرہ بما یدفع شرہ او شر غیرہ بزجرہ وھذا لایتحقق الافی حال ولایتہ لانہا حال قدرتہ علٰی ذٰلک۔[2]

(۱) والیٔ شہر نے زید کو قسم دی کہ شہر میں جو بھی شرپسند ہو مجھے تُو اس کی اطلاع دے گا، تو اطلاع دینے کی یہ قسم اس والی کی ولایت کی مدت کے ساتھ مقید ہوگی حالانکہ لفظوں میں اس قید پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ مثلاً اجازت وغیرہ موجود نہیں ہے مگر حال کی یہاں دلالت موجود ہے کہ قسم دینے کا عرف میں مقصد یہ ہوتا ہے کہ حاکم اس اطلاع پر شر کا تدارک کرے اور یہ تدارک صرف ولایت سے ہوسکتا ہے تو لازماً یہ قسم ولایت کے زمانہ سے مقید ہوگی۔ ہدایہ میں ہے کہ جب والی نے ایک شخص کو قسم دی کہ تُو مجھے شہر میں کسی فسادی کے داخل ہونے پر اطلاع دے گا، تو یہ قسم اس والی کی ولایت کے زمانہ سے مختص ہوگی کیونکہ والی کا مقصد یہ ہے کہ وہ اس اطلاع پر شریر کو سزا دے کر شر کا خاتمہ کرے، لہٰذا ولایت کے خاتمہ کے بعد اس قسم کا کوئی فائدہ نہیں ہے، فتح القدیر میں ہے کہ قسم کا زمانہ ولایت سے مختص ہونا دلالتِ حال کی وجہ سے ہے اور وہ یہ کہ اس قسم دینے کا مقصد شریر کو سزا دے کر اس کے یا غیر کے شر کو ختم کرنا ہے جبکہ یہ مقصد اس والی کی ولایت سے حاصل ہوسکتا ہے کیونکہ ولایت کی وجہ سے وہ اس مقصد پر قادر ہوتا ہے (ت)

(۲) ہر مدیون خود کہ از دین منکر بود و دائن گواہان نداشت سوگند خوردتا بدر قاضی کشم وحلف گیرم مدیون اعتراف کرد یا دائن

(۲) مقروض جب قرض سے انکار کرے اور قرض خواہ کے پاس گواہ نہ ہوں تو قرض خواہ قسم اٹھائے کہ میں تجھے قاضی کے دربار میں پیش کروں گا

---

[1] ہدایہ | کتاب الایمان | مسائل متفرقہ | مکتبۃ العربیہ کراچی | ۲/ ۴۸۶
[2] فتح القدیر | " | " | نوریہ رضویہ سکھر | ۴/ ۴۶۸

Marfat.com

را گواہان بدست آمد یمین ساقط شود کہ بدلالت حال متقید بحال انکار و عدم وجدان شہود بود۔ در درمختارست حلف ان یجرہ الی باب القاضی و یحلفہ فاعترف الخصم او ظہر شہود سقط الیمین لتقیدہ من جہۃ المعنی بحال انکارہ[1] اھ قال الشامی لکن ھذا التعلیل لایظہر بالنسبۃ الی قولہ او ظہر شہود فانہ بظہور الشہود لم یزل الانکار بل العلۃ فیہ انہ بعد ظہور الشہود لا یمکن التحلیف تأمل[2] اھ **اقول** لہ ان لایستشہدھم و یطلب حلفہ فکیف لا یمکن کما یوھمہ قول العلامۃ لایمکن التحلیف فالاولی ان یقال لتقیدہ بانکارہ وعدم وجدان الشہود اذ لاحلف علی مقر ولا مع بینۃ شہدت، فی الدر

اور وہاں تجھ سے قسم لوں گا تو اس کی قسم کے بعد مدیون ومقروض شخص نے قرضے کا اعتراف کرلیا یا قرض خواہ کو گواہ مل گئے، تو قرض خواہ کی قسم ساقط ہوجائے گی، کیونکہ حال کی دلالت سے وہ قسم انکار و گواہوں کے نہ ہونے کی حالت میں مخصوص قرار پائے گی۔ درمختار میں ہے کہ قرض خواہ نے قسم کھائی کہ میں تجھے قاضی کے دربار میں پیش کرکے تجھ سے قسم دلاؤں گا تو اس دھمکی پر مقروض نے قرض کا اقرار کرلیا یا اس کو گواہ مل گئے، تو قسم ساقط ہوجائیگی کیونکہ قسم کھانے والے کی یہ قسم مقروض کے انکار کے ساتھ مقید قرار پائے گی اھ، اس پر علامہ شامی نے فرمایا کہ اس وجہ اور علت کا تعلق صرف مقروض کے انکار سے ہے، گواہوں کے دستیاب ہونے کی بات سے نہ ہوگا کیونکہ گواہوں کی دستیابی کے باوجود انکار باقی رہ سکتا ہے، تو گواہوں کی دستیابی پر قسم کے ساقط ہونے کی علت یہ ہوگی کہ گواہوں کی موجودگی میں قاضی کے ہاں قسم دلانا ممکن نہ رہے گا، اس میں غور چاہیئے اھ (میں نے اس پر یہ حاشیہ لکھا) **اقول** (میں کہتا ہوں) علامہ شامی کا فرمانا کہ گواہوں کی موجودگی میں قسم دلانا ناممکن ہے کیسے صحیح ہوسکتا ہے جبکہ مدعی کو اختیار ہے کہ وہ گواہ پیش کرنے کی بجائے مقروض منکر کو قسم دلائے، لہذا قسم کو ناممکن کہنا درست

---

[1] درمختار باب الیمین فی الاکل والشرب واللبس والکلام مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۰۲

[2] ردالمحتار " " " " " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۱۰۶

Marfat.com

عن البحر اليمين كالخلف عن البينة فاذا جاء الاصل انتهى حكم الخلف اھ[1] ولا يرضى الطالب بحلف المنكر مادام يقدر على الشهود مخافة ان يحلف فيذهب ماله فيتقيد بهما عرفا، **اقول** وليس هذا السقوط لعدم تصور البر بقاء فان قلت اليس في الدر قال المدعى لى بينة حاضرة فى المصر وطلب يمين خصمه لايحلف خلافا لهما و لو حاضرة فى مجلس الحكم لم يحلف اتفاقا ابن ملك اھ[2]، قلت اليس ان الاحضار والاخبار كليهما بيده فان الشهود لايحضرون مالم يحضروا ولا يعلم القاضى ان له بينة فى المصر مالم يخبر فالامكان حاصل لاشك اما اولا فلان اليمين مطلقة فلا يضرها انتفاء

نہیں بلکہ یُوں کہنا بہتر تھا کہ وہ قسم، انکار اور گواہوں کے دستیاب نہ ہونے سے مقید قرار پائے گی، کیونکہ اقرار کر لینے پر اور گواہوں کی شہادت پر قسم کی ضرورت نہیں رہتی۔ درمختار میں بحر سے منقول ہے کہ قسم، گواہی کا خلیفہ بنتی ہے توجب اصل حاصل ہو جائے تو خلیفہ کی ضرورت نہیں رہتی اھ، اور نہ ہی حق والا گواہوں کی موجودگی میں قسم دلانے پر راضی ہوتا ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ مقروض جھوٹی قسم اٹھادے تو اس کا قرض ضائع ہو جائے، لہذا عرفاً یہ قسم دونوں حالوں (انکار اور گواہ نہ ہونے) سے مقید قرار پائے گی۔ **اقول** (میں کہتا ہُوں کہ) گواہوں کی موجودگی میں قسم کا یہ سقوط اس لئے نہیں کہ بالآخر قسم کا پورا ہونا متصور نہیں ہوسکتا کہ قسم کا پورا ہونا ناممکن ہو جانے پر ختم ہو جائے، اس پر اگر تو یہ اعتراض کرے کہ کیا درمختار میں یہ موجود نہیں کہ جب قاضی کے ہاں مدعی یہ کہے کہ میرے گواہ ہیں لیکن وُہ شہر میں موجود ہیں اور مدعی اس صورت میں اپنے مخالف سے قسم کا مطالبہ کرے، تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک قاضی مخالف کو قسم نہ دلائے گا۔ صاحبین کا مسلک اس کے خلاف ہے اور اگر مدعی کے گواہ قاضی کی مجلس میں حاضر ہوں تو بالاتفاق قسم نہ لی جائیگی، ابن ملک اھ (تو قسم دلانے کا احتمال ختم ہو جانے سے قسم ساقط ہو جائیگی) قلت (میں کہتا ہوں) کیا گواہوں کو حاضر کرنا اور قاضی کو گواہوں کی موجودگی

---

[1] درمختار کتاب الدعوٰی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۱۸

[2] " " " " ۲/ ۱۱۹

Marfat.com

تصور البر فيما بعد و اما ثانيا فلانه متصور اما في الشهود فلما ذكرنا و اما في الاقرار فلان من اقر عند الطالب لا يجب ان يقر عند القاضي فلعله اذا اجر اليه انكر فيحلفه فالتصور حاصل قطعا فلا سقوط الا للتقييد العرفي اھ[1] ما كتبت عليه ثم رأيت الامام ابابكر محمد بن ابي المفاخر بن عبد الرشيد الكرماني ذكره في جواهر الفتاوى كتاب الايمان، الباب الثاني فتاوى الامام جمال الدين البزدوي، فرأيته افاد فوائد منها التعليل بدلالة الحال ملحقا له بمسألة تحليف الوالي ليعلمنه بكل داعر و منها ان التقيد بالانكار في صورة الاقرار و منها ان في سقوط اليمين بظهور الشهود خلافا و ان

کی خبر دینا مدعی کے اختیار میں نہیں ہے، ضرور اس کے اختیار میں ہے کیونکہ جب تک وُہ گواہوں کو حاضر نہ کرے وُہ پیش نہ ہوں گے اور یُوں ہی جب تک وُہ قاضی کو گواہوں کی موجودگی کی خبر نہ دے قاضی کو معلوم ہو سکے گا کہ اس کے پاس گواہ ہیں، تو بہرصورت گواہوں کی موجودگی کے باوجود مدعی علیہ سے قسم لینے کا امکان قاضی کے ہاں باقی ہے، اوّلاً تو اس لئے کہ مذکورہ قسم مطلق ہے تو تا حال قسم پُورا ہونا متصور نہ ہو تو اس کے لئے کچھ مضر نہیں ہے، اور ثانیاً اس لئے کہ قسم کا پورا ہونا ابھی ممکن ہے گواہوں کی موجودگی کی صُورت میں تو ہم نے وجہ ذکر کر دی، اور مدعی علیہ کے اقرار کی صورت میں اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ مدعی علیہ، مدعی کے پاس تو اقرار کرتا ہو تو پھر ضروری نہیں کہ وہ قاضی کی مجلس میں بھی اقرار کرے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ مدعی علیہ کو جب قاضی کے ہاں پیش کیا جائے تو وُہ انکار کر دے تو اس صورت میں قاضی کا اس سے قسم لینا متصور ہے تو معلوم ہُوا کہ بہرصُورت ابھی قسم کا تصوّر باقی ہے لہذا یہاں قسم کا سقوط صرف عرفی قید کی وجہ سے ہوگا نہ کہ حلف کا امکان ختم ہو جانے سے قسم کا سقوط ہوگا، اس پر میرا حاشیہ ختم ہوا۔

اس کے بعد میں نے امام ابوبکر محمد بن ابی المفاخر بن عبدالرشید کرمانی کو جواہر الفتاوٰی کی کتاب الأیمان کے دُوسرے باب، امام جمال الدین بزدوی کے فتاوٰی میں ذکر کرتے ہُوئے پایا جس میں ان کو بہت سے

---

[1] جد الممتار علی ردّ المحتار

Marfat.com

الفتوى على السقوط وهذا نصه رحمه الله تعالى رجل ادعى على اٰخر كذا منا حنطة فانكر المدعى عليه فحلف المدعى بطلاق امرأته ان يجره الى باب القاضى ويحلفه على ذلك ثم ان المدعى عليه اقر بما ادعى استغنى عن اليمين ويكون بارا فى يمينه لان الحلف على ان يحلفه مادام منكرا فاذا اقر فات الانكار وليس هذا كما لو قال لاشربن الماء الذى فى هذا الكوز فاريق الماء انه يحنث لان اليمين هناك على الشراب هو لم يشربه وههنا اليمين على الانكار فلم تبق اليمين وصار كانه حلف مع السلطان ان يعلمنه بكل داعر دخل المدينة ثم عزل السلطان سقط يمينه لانه حلف على ان يعلمه مادام

فائدے ذکر کرتے ہوئے دیکھا، جن میں ایک فائدہ یہ کہ ' والی شہر کا کسی کو قسم دینا کہ وہ آ کر ہر فسادی کی اطلاع دے گا' والے مسئلہ میں، قسم کا والی کی ولایت باقی رہنے کی علت، دلالت حال کو بنایا۔ دوسرا فائدہ' مدعی کی قسم کا انکار سے مقید ہونا صرف مدعی علیہ کے اقرار کی صورت میں ہے گواہوں کی صورت میں نہیں (جیسا کہ اوپر بحث گزری)۔ تیسرا فائدہ گواہوں کی صورت میں قسم کا ساقط ہونا مختلف فیہ ہے جبکہ فتوٰی یہ ہے کہ ساقط ہو جائے گی۔ امام جمال الدین کی عبارت یوں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوٰی کیا کہ اس کے ذمے ہماری اتنی گندم ہے تو مدعا علیہ نے انکار کر دیا تو اس پر مدعی نے اپنی بیوی کی طلاق کی قسم کھائی کہ میں اس کو قاضی کے دربار میں پیش کر کے اس کو قسم دلاؤں گا' تو اس دھمکی کے بعد مدعا علیہ نے اس کے دعوٰی کا اقرار کر لیا تو اب قاضی کے پاس لے جا کر قسم دلانے کی ضرورت نہ ہوگی اور قسم کھانے والا مدعی اپنی قسم سے بری ہو جائے گا کیونکہ اس کی قسم دلانے کی قسم اس مدعا علیہ کے انکار پر تھی، تو جب اس نے اقرار کر لیا تو انکار ختم ہو گیا۔ اور یہ معاملہ ایسا نہیں کہ کوئی قسم کھائے کہ میں اس کوزے کے پانی کو ضرور نوش کروں گا۔ تو قسم کے بعد کوزے کا پانی گرا دیا گیا ہو، تو قسم ٹوٹ جائے گی، کیونکہ یہ قسم کوزے کے پانی کو پینے سے متعلق تھی تو وہ اسے پی نہ سکا، لیکن یہاں قسم انکار پر مبنی تھی جو ختم ہو گیا، تو قسم بھی ختم ہو گئی، جیسا کہ حاکم شہر کسی کو قسم دے کہ تو مجھے شہر میں داخل ہونے والے

Marfat.com

هوالوالي في البلد فكذلك هنا بدليل انه لوحمله الى القاضي لايحلفه فاذا لا فائدة في حمله الى القاضي هكذا ذكر(عه)، وهذا الجواب يوافق قول القاضي ابي الهيثم ويخالف قول القاضي الامام الصاعدي فانه ذكر في فتاواه هذا المسألة الا انه وضع المسألة هكذا ذكر مكان اعتراف المدعى عليه انه ظهر له شهود وقال القاضي الامام ابو الهيثم سقط يمينه وقال الصاعدي لايسقط بل يقع طلاقه فاذا جواب شيخنا جمال الدين وافق جواب القاضي ابي الهيثم وهو الصحيح وعليه الفتوى[1] اھ۔

ہر فسادی کی اطلاع دے گا۔ اس کے بعد وُہ حاکم معزول ہوجائے تو اس کی دی ہُوئی قسم بھی ختم ہوجائیگی، کیونکہ یہاں بھی قسم کا مطلب یہ تھا کہ میری ولایت جب تک ہے اس وقت تک اطلاع دینی ہوگی تو یہاں بھی یہی صورت ہے کیونکہ مدعی اگر مدعیٰ علیہ کو اب قاضی کے ہاں پیش کرے تو قاضی اس سے قسم نہ لے گا اس لئے اب قاضی کے ہاں لے جانے کا فائدہ نہ رہا، اس کو امام جمال الدین بزدوی نے یونہی ذکر فرمایا ہے۔ یہ امام جمال الدین بزدوی کا جواب قاضی ابوہیثم کے قول کے موافق ہے اور قاضی امام صاعدی کے قول کے مخالف ہے، کیونکہ امام صاعدی نے اس مسئلہ کو اپنے فتاوٰی میں ذکر کیا اور مدعیٰ علیہ کے اعتراف کی بجائے انھوں نے گواہوں کے موجود ہونے کو ذکر کیا، جبکہ قاضی امام ابوہیثم نے کہا کہ قسم ساقط ہوجائے گی اور امام صاعدی نے کہا کہ قسم ساقط نہ ہوگی بلکہ گواہوں کے موجود پانے پر مدعی کی قسم کے مطابق اس کی بیوی کو طلاق ہوجائے گی، تو جب ہمارے شیخ جمال الدین بزدوی کا جواب قاضی ابوہیثم کے جواب کے موافق ہے تو یہی صحیح ہے اور اسی پر فتوٰی ہے، اھ۔ (ت)

(۳) مدیون را سوگند داد فلاں روز حق من دہی و دستم بگیری و بے دستوری من بیروں

(۳) کسی نے اپنے مقروض کو قسم دی کہ تو مجھے فلاں روز میرا قرض دے گا اور میرا ہاتھ پکڑے گا

عه قوله هكذا ذكر اي الامام جمال الدين البزدوي ومن هٰهنا الى اٰخر ما نقلنا كلام الامام الكرماني جامع تلك الفتاوٰى ۱۲ منه۔

اس کا قول یونہی ذکر کیا ہے یعنی امام جمال الدین بزدوی نے ذکر کیا ہے اور یہاں سے آخر تک جو عبارت ہم نے نقل کی ہے وہ امام کرمانی کا کلام ہے جو اس فتاوٰی کے جامع ہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] جواھر الفتاوی   کتاب الایمان

Marfat.com

نه روی باز مدیون ہمیں روز دہش داد و دستش نگرفت و بے دستوری او بیروں رفت حانث نشود کہ ایں یمیں عرفا مقیدست بحال دین"۔ رد المحتار ست فی البزازیة حلفه لیوفین حقه یوم کذا ولیأخذن بیده ولا ینصرف بلا اذنه فنا وفاه الیوم ولم یأخذ بیده وانصرف بلا اذنه لا یحنث لان المقصود وهو الایفاء اھ، قلت وقد تقدم ان الایمان مبینة علی الالفاظ لا علی الاغراض وهذا المقصود غیر ملفوظ لکن قد منا ان العرف یصلح مخصصا و هنا کذلك فان العرف یخصص ذلك بحال قیام الدین قبل الایفاء ویوضحه ایضا ما یأتی قریبا عن التبیین[1] اھ ما فی الشامی۔

اور میری رضا کے بغیر باہر نہ جائے گا، پھر مقروض نے اسی دن قرض ادا کر دیا اور اس کا ہاتھ پکڑے بغیر باہر چلا گیا تو اس کی قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ یہ قسم عرف میں قرض ذمہ ہونے کی وجہ سے تھی، تو قرض ختم ہونے پر قسم ساقط ہو جائے گی۔ رد المحتار میں ہے کہ بزازیہ میں ہے کہ قرض خواہ نے مقروض کو قسم دی کہ تُو مجھے فلاں دن میرا حق دے گا اور میرا ہاتھ پکڑے گا اور میری مرضی کے بغیر باہر نہ جائے گا، تو مقروض نے اس کو قرض اسی روز دے دیا اور ہاتھ پکڑے اور اس کی مرضی کے بغیر باہر واپس چلا گیا تو قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ اس قسم کا مقصد قرض وصول کرنا تھا اھ۔ قلت میں کہتا ہوں کہ یہ گزر چکا ہے کہ قسموں کی بنیاد الفاظ ہوتے ہیں، اغراض بنیاد نہیں ہوتے، اور مذکورہ قسم کا مقصد الفاظ میں مذکور نہیں ہے، لیکن جیسا کہ پہلے ہم نے ذکر کر دیا ہے کہ عرف تخصیص پیدا کر دیتا ہے تو یہ بھی ایسے ہی ہے کیونکہ یہاں بھی عرف نے اس قسم کو قرض کی موجودگی کے ساتھ مختص کر دیا ہے کہ اس کی ادائیگی سے قبل تک ہوگی، اس کی وضاحت عنقریب تبیین الحقائق سے بیان کی جائے گی، علامہ شامی کا رد المحتار میں بیان ختم ہوا۔

اقول والذی یظهر للعبد الضعیف ان هنا ثلث ایمان فالاخیرة متقیدة بنفس

اقول (میں کہتا ہوں کہ) مجھ ضعیف بندے پر جو ظاہر ہو رہا ہے وہ یہ کہ یہاں رد المحتار کے بیان کردہ مسئلہ میں تین قسمیں ہیں جن میں سے

---

[1] رد المحتار باب الیمین فی الاکل والشرب دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۱۰۶

Marfat.com

لفظ الاذن كما تقدم والاولى كانت موقتة والممتنع الايفاء في ذلك الوقت لحصوله قبله فسقطت لعدم تصور البر ثم رأيتهم به عللوه، ولله الحمد، اما الثانية فمجاز عن الايفاء اي ليعينه لوفاء دينه اذ من المعلوم قطعا ان ليس المراد خصوص اخذ العضو وهي مطلقة وقد بر فيها اذا وفى وان فرضت لوقته بالتوقيت المذكور فقد سقطت ايضا وهذا معنى قول الوجيز لان المقصود هو الايفاء فليس هنا مدخل اصلا للتخصيص بدلالة الحال والله تعالى اعلم بحقيقة الحال وليس فيما اتى به بعد عن التبيين الا ان اليمين تتقيد بمقصود الحالف ولهذا تتقيد بالصفة الحاملة على اليمين وان كانت في الحاضر على ما بينا من قبل ا ھ[1]

آخری یعنی "میری اجازت کے بغیر واپس نہ جائے گا" یہ قسم لفظِ اجازت سے مقید ہے جیسا کہ گزرا ہے، اور ان میں سے پہلی قسم یعنی "تو میرا حق فلاں روز ادا کرے گا" یہ وقت سے مقید ہے یعنی موقت ہے، جبکہ مقررہ اس دن میں حق کی ادائیگی نہیں ہوسکی کیونکہ ادائیگی مقررہ دن سے پہلے ہوچکی ہے اس لئے قسم ختم ہوجائے گی کیونکہ مقررہ دن میں پورا کرنا ممکن نہ رہا، پھر اس بیان کے بعد میں نے دیکھا تو فقہائے قسم کے خاتمہ کی یہی علت بیان فرمائی وللہ الحمد. لیکن دوسری قسم یعنی "تو میرا ہاتھ پکڑلے" یہ حق پورا کرنے' سے مجاز ہے، یعنی تاکہ یہ بات حق کی ادائیگی میں مددگار بنے، کیونکہ خاص عضو یعنی ہاتھ پکڑنا مقصود نہیں ہے، لہذا یہ قسم مطلق قرار پائی، اور یہ حق کی ادائیگی ہوجانے پر پوری ہوچکی ہے، اور اگر اس دوسری قسم کو مطلق کی بجائے وقت یعنی مقررہ دن سے مقید اور موقت قرار دیا جائے تو تب بھی یہ ساقط قرار پائے گی، جبکہ وجیز کے اس کہنے کا کہ یہاں مقصود صرف حق کو پورا کرنا ہے اور یہاں حال کی دلالت سے تخصیص کا کوئی دخل نہیں ہے، کا یہی مطلب ہے جبکہ اللہ تعالٰی ہی حقیقتِ حال کا بہتر عالم ہے، اور بعد میں تبیین الحقائق کے حوالہ سے جو ذکر کیا وہ صرف یہی ہے کہ یہ قسم حالف کے مقصد سے مقید ہوگی لہذا قسم کی وجہ بننے والی صفت سے یہ مقید قرار پائے گی اگرچہ وہ صفت حاضر چیز میں پائی جائے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا

---

[1] ردالمحتار باب الیمین فی الاکل والشرب دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۱۰۶

Marfat.com

ولا كلام فيه انما الكلام في حصول
التخصيص هنا ثم كلام التبيين
في صفة ملفوظة كلا يكلم
عبد فلان وتريدون ههنا
اثبات غير الملفوظ فلا يوضحه
ما في التبيين وغاية ما
يقال ان المعنى ليوفين
يوم كذا ان لم يوف
قبله فهذا التقييد بدلالة
الحال وهو المقصود الغير
الملفوظ فيكون الاولى
مبرورة ساقطة والله تعالى
اعلم ، وچون درین مثال در
دلالت حال مجال مقال وسیع آمد مثالے
دگر جالش بنشانیم دائن حلف گرفت کہ
روئے از من نپوشی ومعنی ایں پیمان آن ست
کہ ھرگاہ تراطلبم وتو برطلب من مطلع
شوی ظاھر گردی ورنہ فرد روپوشی
مدیون درغیر آن طلب دائن بے اطلاع
برطلب دائن موجب حنث نیست
گو از ترس دائن باشد چنانکہ بخوف او
رخ پوشان بباز از رفتن زیراکہ ایں روئے
پوشیدن بخیال ست نہ از سوگند بریں بود
دیگر ایں یمین بدلالت حال مقید ست
بزمان بقائے دین تا آنکہ اگر دو دائن بودند

(تبیین الحقائق کے آخر کلام تک ، جبکہ یہاں یہ بحث
نہیں کہ مقصد سے مقید ہوگی یا نہیں ، بلکہ یہاں تو
دلالتِ حال سے تخصیص میں بحث ہے اور تبیین
تبیین الحقائق کی بات کا تعلق لفظوں میں مذکور صفت
سے ہے ، مثلاً میں فلاں کے غلام سے بات نہ کرونگا
جبکہ آپ تو یہاں غیر ملفوظ کو ثابت کرنا چاہتے ہیں ،
لہذا تبیین الحقائق کا کلام اس بحث کی وضاحت
نہیں بن سکتا ، انتہائی بات جو کی جاسکتی ہے وہ
یہ ہے کہ قسم میں "فلاں دن حق پورا کرے گا" کا
معنیٰ یہ ہوگا کہ اگر اس دن سے قبل حق پورا نہ کرے
تو اس دن ادا کرے گا ، تو قبل ازیں پورا نہ کرنے
سے قسم مقید ہوگی اور یہ مقصد لفظوں میں غیر مذکور
ہے جو صرف دلالتِ حال سے قید کے طور پر معلوم
ہو رہا ہے ، تو پہلی قسم پوری ہو کر ختم ہو گئی ، واللہ تعالیٰ
اعلم - چونکہ مذکورہ مثال میں دلالتِ حال کے متعلق
بحث کی وسیع گنجائش پیدا ہو گئی ، اس لئے ایک
اور مثال یہاں پیش کرتا ہوں کہ ایک قرض خواہ نے
مقروض کو قسم دی کہ تو مجھ سے منہ نہ چھپائے گا ، تو اس
عہد و پیمان کا معنیٰ یہ ہے کہ جب میں تجھے طلب کروں
اور تو میری طلب پر مطلع ہوجائے تو فوراً سامنے آنا
ہوگا ، اس لئے اگر وہ اس کی طلب کے بغیر یا طلب
پر اطلاع نہ پانے پر روپوشی کرے تو قسم کی خلاف ورزی
نہ ہوگی اگرچہ یہ روپوشی اس قرض خواہ کے ڈر سے
ہی ہو مثلاً قرض خواہ کے سامنے آجانے پر مقروض
منہ پھیر کر رک جائے ، کیونکہ یہ روپوشی دوسرے خیال

Marfat.com

و دین یکے اداشد یمین درحق اومنتہی گشت در وجیز کردری فصل ۱۸ فی قضاء الدین فرمود حلف الدائن المدیون کہ ازمن رونپوشی ولم یوقت فکل وقت طلبہ و علم بہ ولم یظھرلہ حنث وان دخل السوق متواریا لایحنث وان طلبہ ولم یعلم بہ ولم یظھرا لوجہ لایحنث ولوکان حین حلف بھذا الوجہ رب الدین اثنین فقضی لاحدھما انتھی الیمین فی حقہ[1]، درمسئلہ دائرہ نیز حال دال ست کہ غرض یمین ہمیں ہجراں پسر و تباعد از ذریت و مساکنت او و سزا دادنش بدوری از خانہ و خوان خود ست پس متقید باشد بزمان بقائے ایں مقاصد چوں پدر خودش ترک مہاجرت گفت و او سرا انتقام درگزشت یمین منتہی گشت چنانکہ در فروع مذکورہ چوں بعزل سلطان و اقرار مدیون و ظہور گواہان و ادائے دیون آں اغراض نماند سوگند نماند۔

سے ہے نہ کہ اس کی طلب سے رُوپوشی ہے، لہٰذا کسی اور وجہ سے رُوپوشی پر قسم نہ ٹوٹے گی، کیونکہ قسم کا تعلق کسی اور وجہ سے نہیں ہے۔ تو یہ قسم دلالتِ حال کی وجہ سے قرض باقی رہنے کے حال سے مقیّد ہوگی، حتی کہ اگر قرض خواہ دو شخص ہوں دونوں نے یہ قسم دی ہو تو دونوں میں سے جس کا قرض ادا کردے گا اس کے حق میں قسم ختم ہوجائے گی۔ وجیز کردری کی فصل ۱۸ قرض کی ادائیگی میں فرماتے ہیں کہ قرض خواہ نے مقروض کو قسم دی کہ تُو مجھ سے رُوپوشی نہ کرے گا اور قسم میں کسی وقت کا ذکر نہ کیا تو اس قسم کا معنی یہ ہوگا کہ جب بھی وہ اس مقروض کو طلب کرے اور مقروض کو اس طلب کا علم ہوجائے تو اس وقت رُوپوشی نہ کرے، لہٰذا اگر قرض خواہ کی طلب پر مقروض اطلاع پانے کے باوجود حاضر نہ ہو اور سامنا نہ کرے تو قسم ٹوٹ جائے گی، اور اگر بغیر طلب یا طلب پر اطلاع نہ پائی ہو اور بازار میں ویسے ہی قرض خواہ کے ڈر سے روپوشی کرکے نکلے تو قسم نہ ٹوٹے گی اگر اس صورت میں دو قرض خواہ ہوں جنھوں نے اس کو یہ قسم دی ہو تو ایک کا قرض ادا کردیا تو اس کے حق میں قسم ختم ہوجائیگی۔ زیربحث مسئولہ مسئلہ میں بھی اس قسم کا مقصد بیٹے سے بائیکاٹ، اس کو گھر اور رہائش سے دُور رکھنا اور اپنے گھر اور دسترخواں سے باز رکھنے کی سزا ہے، لہٰذا یہ قسم بھی دلالتِ حال کی وجہ سے ان مقاصد سے مقید ہوگی اور جب باپ نے خود یہ تمام باتیں ختم کردیں اور سزا ترک کردی تو قسم ختم ہوجائے گی جیسا کہ مذکورہ بالا مسائل میں، حاکم کی معزولی، مقروض کے اقرار، گواہوں کی حاضری اور قرض کی ادائیگی جیسے قسم کے اغراض ختم ہوجانے سے قسم ختم ہوجاتی ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ الثامن عشر فی قضاء الدین نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۳۰

Marfat.com

اقول اولاً فرق ست میان انتفائے مقصود و انعدام قصد در فروع مستشہدہ افعال محلوف علیہا خود از ثمرات مخصوصہ تہی شدہ است چوں والی معزول شد اطلاع او بر آمدن مفسد در شہر چہ سود دہد و مقصود از بردن منکر پیش قاضی و حلف از و خواستن آں بود کہ قاضی او را بر حلف مجبور کند و بر معترحلف نتواں نہاد پس تحلیف صورت نہ بندد و طلب حلف مسموع نشود و چوں بر دعوی مدعی گواہان عادل شرعی باشند نیز از منکر حلف نگیرند و ہیچو گواہاں داشتن و باز کار بر زبان صاحب انکار گزاشتن حق خود را در خطر افگندن ست کہ خلاف مقصود ست پس بہر وجہ ثمرہ مطلوبہ مفقود ست و بعد ادائے دین با روئے مدیون چہ کار ماندہ است کہ پوشیدن و نمودن ثمرہ دہد و مقصود زن حصول انس بمصالحت شوہر و منع وحشت بوحدت ست و ایں بعد زوال زوجیت میسر نیست زن مرد اجنبی را نگوید کہ با من باش و جدا مشو بخلاف صورت دائرہ کہ بجانہ نگزاشتن ہمچناں مثمر دوری و ہجران و سزائے ناشکری و کفران ست مگر حالف حالا زیں قصد برگشتہ است پس ایں نیست کہ آنکار ثمرہ نیارد بلکہ خود او خواہش آں ثمرہ ندارد بالجملہ از نماندن مقصود تا قصد نماندن مقصود فرق عظیم ست **ثانیاً** دوم ز نہادِ مبطل یمین نتواں شد در نہ

اقول (میں کہتا ہوں) **اولاً** جواب یہ ہے کہ مقصود کا منتفی ہونا، اور اس کا قصد نہ کرنا یہ دو مختلف چیزیں ہیں جبکہ شبہہ میں مذکور مسائل میں جن کاموں کے متعلق قسم ہے وُہ کام اپنے مخصوص مقاصد سے خالی ہوتے ہیں کہ جب والی شہر معزول ہو جائے تو شہر میں مفسد شخص کے داخل ہونے کی اطلاع اس کو دینے میں کیا فائدہ ہوگا۔ اور منکر کو تو قاضی پر پیش کر کے اس سے قسم لی جا سکتی ہے تاکہ قاضی اس کو قسم پر مجبور کرے لیکن جب قرض کا اقرار کر لیا تو اب اس سے قسم نہیں لی جا سکتی اور اس سے قسم کا مطالبہ نہیں ہو سکتا۔ اور جب مدعی کے دعوٰی پر شرعی عادل گواہ موجود ہوں تو منکر سے قسم نہیں لی جاتی اور اسی طرح گواہوں کی موجودگی میں اپنے حق کو منکر کی زبانی حلف کے سپرد کرنا اپنے حق کو خطرہ میں ڈالنا بھی مقصود کے خلاف ہے تو یہ تمام صورتیں قسم کے مقصد کے خلاف ہیں، اور قرض ادا کر دینے کے بعد مقروض کے چہرہ کو دیکھنے سے کیا کام ہے اب رُوپوشی کرنا نہ کرنا کیا معنی رکھتا ہے، اور بیوی نکاح کی موجودگی میں تو علیحدہ رہنے میں تنہائی کی وحشت کو ختم کرنے اور اپنے خاوند سے صلح کر کے مانوس ہونے کی کوشش کرے گی جبکہ نکاح ختم ہو جانے پر اس کا یہ مقصد بھی ختم ہو جاتا ہے کیونکہ اب اجنبی ہو جانے پر اس کو اپنے پاس رہنے کی بات نہ کرے گی اور نہ جُدائی کو ختم کرنے کی کوشش کرے گی جبکہ زیر بحث مسئولہ معاملہ میں گھر میں نہ چھوڑنے کی قسم کا مقصد بیٹے کی ناشکری اور کفرانِ نعمت پر اس کو بائیکاٹ اور

Marfat.com

ہماں مفاسد لازم آید کہ در جواب شبہہ چہارم یاد کردیم حلفہائے مبتنی بر خشم وغضب بعد فروشدن خشم خود بخود برباد رود وہیچ جزا یا کفارہ لازم نشود کہ بعد زوال غضب آں ثمرات را خواہش نمی ماند بلکہ بسا اوقات نادم می شود ودلیل قاطع بر بطلان آں احادیث کثیرہ عدیدہ صحیحہ سدیدہ بسرحد استفاضہ کشیدہ ست کہ فرمودہ اند صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اذا حلفت علی یمین فرأیت غیرھا خیرا منھا فات الذی ھو خیر وکفر عن یمینک[1] چوں سوگندے خوری باز بینی کہ غیر او ازاں بہتر ست پس آں بہتر را بجا آر و سوگندت را کفارہ گزار، رواہ البخاری ومسلم عن سمرۃ بن جندب واحمد ومسلم والترمذی عن ابی ھریرۃ والنسائی وابن ماجۃ عن عوف ابن مالک عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنھم وعبدالرزاق عن بن سیرین مرسلا وابوبکر بن شیبۃ و البیھقی عن امیرالمؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ من قولہ و فرمودند

گھر سے دُور رکھنے کی سزا دینا ہے لیکن قسم والے نے اب اپنے مقصد کو چھوڑ دیا تو اس سے قسم کا معاملہ بے سُود اور بیکار نہ ہوگا کیونکہ یہاں مقصد فوت نہیں ہوا بلکہ خود اس مقصد کو ترک کر رہا ہے الحاصل. مقصود کا باقی نہ رہنا اور اس کو مقصود نہ بنانا دو مختلف چیزیں ہیں اور دونوں میں بڑا فرق ہے بلکہ دوسرا یعنی مقصد کو مقصود نہ بنانا اور اس سے رُوگردانی کرنا قسم کو قطعًا باطل اور کالعدم نہیں کرسکتا، ورنہ اس سے وہ تمام مفاسد لازم آئیں گے جو شبہہ چہارم کے جواب میں ہم نے ذکر کئے ہیں کہ غصہ اور ناراضگی پر مبنی تمام قسمیں، غصہ ختم ہوجانے پر خود بخود ختم ہوجائینگی اوران پر کوئی جزا یا کفارہ لازم نہ آئیگا کیونکہ غصہ اور ناراضگی کے دوران قسم کے جو مقاصد تھے وہ غصہ ختم ہوجانے پر باقی نہ رہے بلکہ بسا اوقات غصہ کی حالت میں قسموں پر ندامت ہوتی ہے تو لازم آئے گا کہ غصہ ہونے پر کوئی کفارہ یا جزا مرتب نہ ہو حالانکہ اس کے بطلان پر کثیر تعداد میں صحیح احادیث وارد ہیں جو غصہ ختم ہونے کے بعد بھی ان قسموں پر حنث لازم آنے میں درجہ شہرت تک پہنچتی ہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، جب تُو قسم کھائے تو دیکھ کہ اس قسم کا غیر یعنی خلاف بہتر ہو تو بہتر کو بجالا اور قسم کا کفارہ دے۔ اس کو بخاری ومسلم نے سمرہ بن جندب اور احمد اور مسلم اور ترمذی نے ابوہریرہ اور نسائی اور ابن ماجہ نے عوف بن مالک کے والد سے روایت کیا ہے اور عبدالرزاق نے ابن سیرین سے مرسلًا اور ابوبکر بن شیبہ اور بیہقی نے موقوفًا امیرالمؤمنین

[1] صحیح بخاری کتاب الایمان والنذور قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۸۰

Marfat.com

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انی و اللہ ان شاء
اللہ لا احلف علی یمین فاری
غیرھا خیرا منھا الا کفرت
عن یمینی و اتیت الذی ھو
خیر[1] بخدا اگر خدا خواہد ہر سوگندے کہ خورم باز
غیر او بہتر از و بینم ہماں بہتر را پیش نہم و سوگند را
کفارہ دہم رواہ احمد و عبد الرزاق والبخاری
ومسلم و ابوداؤد والنسائی و ابن ماجۃ عن
ابی موسٰی الاشعری والطبرانی فی الکبیر و
الحاکم والبیھقی عن ابی الدرداء والحاکم
عن ام المؤمنین الصدیقۃ والطبرانی عن
عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنھم
وعبد الرزاق عن ام المؤمنین عن ابی بکر
الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنھما من قولہ و
عبد الرزاق و ابن ابی شیبۃ و ابناء حمید و
جریر والمنذر و ابو الشیخ والبیھقی عن
امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ بمعناہ
وفی الباب غیرھم رضی اللہ تعالٰی عنھم و فرمودند
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واللہ لان یلج احدکم
بیمینہ فی اھلہ اٰثم لہ عند اللہ من ان
یعطی کفارتہ التی افترض اللہ علیہ[2]
یعنی اگر کسے دربارۂ اہل خود بر ایذا و اضرار ایشاں

حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالٰی عنہم) سے روایت
کیا ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:
بخدا! اگر اللہ تعالٰی چاہے تو جو قسم بھی میں کھاؤں پھر اس
کے بعد اس کے غیر کو بہتر پاؤں تو بہتر کو اختیار کروں گا
اور قسم کا کفارہ دوں گا۔ اس کو احمد، عبد الرزاق،
بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ
نے ابوموسٰی اشعری سے اور طبرانی نے کبیر میں، حاکم
اور بیہقی نے ابوالدرداء سے، اور حاکم نے ام المومنین
عائشہ صدیقہ سے، اور طبرانی نے عمران بن حصین
سے (رضی اللہ تعالٰی عنہم) روایت کیا ہے۔ اور
عبد الرزاق نے حضرت ام المومنین سے انھوں نے
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کا قول، اور عبد الرزاق،
ابن ابی شیبہ، ابن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابوالشیخ
اور بیہقی نے امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ
سے بالمعنٰی روایت کیا ہے جبکہ اس باب میں دیگر
صحابہ رضوان اللہ تعالٰی عنہم سے بھی روایات ہیں،
اور خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں، اگر کوئی شخص
اپنے اہل کے متعلق اس کو اذیت اور ضرر پہنچانے کے لئے
قسم کھائے پس بخدا اس کو ضرر دینا اور قسم کو پورا کرنا
عند اللہ زیادہ گناہ ہے اس سے کہ وہ اس قسم کے
بدلے کفارہ دے جو اللہ تعالٰی نے اس پر مقرر فرمایا ہے
اس کو بخاری اور مسلم (شیخین) نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

---

[1] صحیح بخاری کتاب الایمان والنذور قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۸۰
[2] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

Marfat.com

سوگند خورد پس بخدا کہ باضرار او برابر ارادہ باضرار شاں گناہگار تر باشد نزد خدا ازینکہ سوگند و کفارہ اش کہ خدائے مقرر فرمودہ ست ادا کند رواہ الشیخان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیداست کہ یمیں فعل اختیاری ست و فعل اختیاری را از قصد غایتے چارہ نے و چوں غیر او را خیر یا بد رائے برگردد واں قصد نماند پس عین ببطلان قصد باطل شدے کفارہ چرا۔

ثانیًا بانتفائے مقصود نیز مطلقا بطلان بیّن البطلان ست اگر یمین مطلقہ آرد کہ فلاں را زند یا کشد یا پیش حاکم برد یا چناں خوراند یا پوشاند یا خلعت پوشاند یا خبرے خوش یا بد رساند الیٰ غیر ذٰلک مما یختص بالحیاۃ عرفا و نکرد تا آنکہ فلاں مُرد لقیناً حانث شود و کفارہ دہد اگر یمین بطلاق و عتاق بود فرود آید با آنکہ آں جملہ مقاصد بمرگش مرد و درہم خورد و کل ذٰلک واضح جلی وعلیہ فروع جمۃ فی کتب المذھب و درخانیہ وکبری و محیط و تجنیس و خلاصہ و بزازیہ و ہندیہ وغیرہا ست رجل شاجر مع اخیہ واختہ، فقال لھما بالفارسیۃ اگر من شمارا بکون خر اندر نکنم تکلموا فی ذٰلک والصحیح انہ یراد بھذا القھر والغلبۃ فلا یحنث حتی یموتا او یموت

سے روایت کیا ہے۔ ان روایات سے معلوم ہوا کہ قسم اختیاری فعل ہے اور کوئی اختیاری فعل ارادہ اور قصد کے بغیر ممکن نہیں، تو اس کے باوجود جب اس کے خلاف کو بہتر جانے تو اس بہتر کو کرے اور اپنی رائے اور ارادہ کو تبدیل کردے اور اس کا قصد نہ کرے، تو اگر قسم والے فعل کا قصد ختم ہوجانے سے قسم ختم ہوجاتی ہے تو پھر ان احادیث میں کفارہ کا ذکر کس چیز پر ہے۔

ثانیًا جواب یہ ہے، مقصود کے انتفاء سے بھی علی الاطلاق اور علی العموم قسم کا باطل ہونا غلط ہے؛ مثلاً کوئی شخص غیر مقید طور پر قسم کھاتا ہے کہ میں فلاں کو ماروں گا، یا فلاں کی کھینچا تانی کروں گا، یا حاکم کے سامنے کروں گا یا فلاں چیز کھلاؤنگا یا پہناؤں گا، یا جوڑا پہناؤں گا یا فلاں کو خوشخبری دُوں گا، وغیر ذالک، تو یہ قسمیں عرفاً پوری زندگی بھر کے لئے ہوں گی اگر یہ کام نہ کئے حتی کہ وہ فلاں فوت ہوجائے تو یقیناً حانث ہوگا، اور کفارہ دینا ہوگا، اور یہ قسمیں طلاق یا عتاق سے متعلق تھیں ——— تو طلاق یا عتاق واقع ہوجائے گی کیونکہ فلاں کے فوت ہوجانے سے قسم کے تمام مقاصد ختم ہوجاتے ہیں یہ تمام امور واضح ہیں اور مذہب کی کتب میں ان پر کثیر مسائل متفرع کئے گئے ہیں۔ خانیہ، کبریٰ، محیط، تجنیس، خلاصہ، بزازیہ اور ہندیہ وغیرہا میں ہے کہ ایک شخص نے اپنے بھائی اور بہن سے جھگڑے میں ان کو کہا اگر میں تم دونوں کو گدھے کی دُبر میں داخل نہ کردوں تو فلاں چیز لازم آئے، تو اس قسم کی صورت میں

Marfat.com

الحالف[1] اھ ھذہ الفظ الخانیۃ فی الایمان و ولفظھا فی الطلاق قال بعضھم لا یحنث ماداموا فی الاحیاء وقال بعضھم یحنث للحال لانہ عاجز عن ذٰلک ظاھرا الا ان ینوی بذٰلک القھر والتضییق علیھما فلایحنث ماداموا فی الاحیاء فان مات الحالف او احد الاخوین قبل ان یفعل ذٰلک حنث وعلیہ الاعتماد[2] اھ وقال فی الکبرٰی وغیرھا وعلیہ الفتوٰی و چوں دلالت حال را بایں شبہہ کارے نماند از تنقیح مسئلہ اش آئندہ سخن رانیم ان شاء اللہ تعالٰی۔

فقہائے کرام نے بحث کی ہے اور صحیح یہ قرار دیا کہ یہ غصہ اور ناراضگی کی قسم ہے اور عمر بھر کے لئے قسم ہوگی اور اگر عمر بھر ان دونوں سے یہ کاروائی نہ کرے تو ان دونوں یا قسم کھانے والے کے فوت ہوجانے پر قسم ٹوٹ جائے گی اور کفارہ لازم آئے گا اھ یہ مذکور الفاظ خانیہ کی قسموں میں مذکور ہیں اور خانیہ نے طلاق کی بحث میں یوں فرمایا کہ بعض نے کہا ہے کہ جب تک اس قسم سے متعلق حضرات زندہ ہیں قسم نہ ٹوٹے گی بلکہ ان میں سے کسی ایک کے فوت ہونے پر ٹوٹے گی، اور بعض نے کہا ہے کہ یہ قسم فی الحال ہی ٹوٹ جائے گی کیونکہ ظاہر حال میں وہ ایسا کرنے سے عاجز ہے، ہاں اگر ان الفاظ سے اس نے غلبہ اور تنگی پیدا کرنے کی نیت کی ہو تو ان کی زندگی میں نہ ٹوٹے گی بلکہ مقصد کو پورا کرنے سے پہلے تینوں میں سے کسی کے فوت ہونے پر ٹوٹے گی، اور اسی پر اعتماد ہے اھ اور کبرٰی وغیرہ میں فرمایا کہ اسی پر فتوٰی ہے۔ اور جب دلالتِ حال کا اس شبہہ میں دخل نہیں تو اس مسئلہ کی تنقیح کو ہم آئندہ پر چھوڑتے ہیں ان شاء اللہ تعالٰی۔ (ت)

شبہہ سادسہ بنائے یمین بر استحقاق پسر مر انتقام راست پس بدلالت حال متقید شود بزمان بقائے آں استحقاق چنانکہ از علمائے متاخرین علامہ سائحانی در یک مسئلہ استظہار کردہ ست در رد المحتار ست (تنبیہ) رأیت بخط شیخ مشائخنا السائحانی عند قول الشارح لوحلف ان یجرّہ الخ

چھٹا شبہہ اس قسم کی بنیاد بیٹے کا باپ کی ناراضگی کی وجہ سے قابل سزا ہونا ہے، تو حال کی دلالت کا تقاضا ہے کہ یہ قسم بیٹے کے قابلِ سزا ہونے تک کے زمانہ سے مقید ہوگی جیسا کہ متاخرین علماء میں سے علامہ سائحانی نے ایک مسئلہ میں اس کا اظہار کیا ہے، اور ردالمحتار میں ہے: تنبیہ میں نے اپنے شیخ سائحانی کا قول دیکھا کہ انھوں نے شارح کے اس قول پر کہ "کوئی قسم کھائے کہ میں فلاں کو

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الایمان فصل فی الیمین علی الشتم والقذف نولکشور لکھنؤ ۲/۳۲۵
[2] " " کتاب الطلاق باب التعلیق " " ۲/۳۲-۲۳۱

Marfat.com

هذا یفید ان من حلف ان یشتکی فلانا ثم تصالحا و زال قصد الاضرار و اختشی علیه من الشکایة یسقط الیمین لانه مقید فی المعنی بدوام حالة استحقاق الانتقام کما ظهر لی اھ فتأمله۔[1]

اقول ایں علامہ متاخر نیز ایں حکم در ہیچ کتاب سلف تا خلف اصلا نیافت محض رائے اوست کہ فرمود کما ظهر لی چنانکہ مرا ظاہر شدہ ست و علامہ شامی نیز برو اعتماد نکرد کہ مے فرماید فتأمله ایں را تامل کن و ایں خود سخنے تازہ نیست صدر کلامش بزوال قصد تمسک کرد و حالش در جواب شبہہ پنجم و چہارم شنیدی و استنباط از فروع در مسائل دلالت حال خواست و فرق انعدام قصد و انتفائے مقصود بما لا مزید علیہ دیدی و آخر سخنش بہ حالت استحقاق انتقام حوالت نمود و ایں ہماں صفت داعیہ است کہ حالش بجواب شبہہ سوم شنیدی باز قصہ سیدنا ایوب علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام زوال قصد و استحقاق انتقام ہر دو را جواب شافی و وافی ست چنانکہ در رد شبہہ چہارم دیدی بالجملہ از جواب شبہہ ثالثہ تا ایں جا ہر چہ گفتہ ایم

قاضی کی عدالت میں پیش کروں گا الخ" تو انھوں نے اس پر فرمایا کہ شارح کے اس قول سے یہ فائدہ ہو رہا ہے کہ جو شخص قسم کھائے کہ میں فلاں کی شکایت کروں گا۔ پھر قسم کے بعد صلح ہو جائے اور فلاں کو ضرر دینے کا ارادہ ختم ہو جائے اور شکایت کرنے سے گھبرائے تو قسم ساقط ہو جائیگی کیونکہ یہ قسم معنوی طور پر انتقام کے ارادہ کی بقاء سے مقید ہے، یہ وہ ہے جو مجھے معلوم ہو سکا ہے۔ اھ۔ تو غور کرو۔

اقول (اس کے جواب میں میں کہتا ہوں) کہ متاخرین میں سے اس علامہ مذکور نے یہ مسئلہ کسی کتاب سلف یا خلف میں نہ پایا بلکہ انھوں نے یہ بات اپنی رائے سے کہی ہے اسی لئے انھوں نے فرمایا: "جیسا کہ مجھے معلوم ہوا ہے" اور پھر علامہ شامی نے بھی اس پر اعتماد نہیں کیا اسی لئے انھوں نے اس قول کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ غور کرو، نیز انھوں نے اس کلام سے ابتداء نہیں کی بلکہ اس سے قبل انھوں نے قسم کی وجہ کو ترک کرنے کے قصد کو دلیل بنایا ہے جبکہ اس کا حال پانچویں اور چوتھے شُبہہ کے جواب میں آپ نے سُن لیا ہے۔ اور دلالتِ حال والے مسائل کی تفریعات سے استنباط کرنا چاہا، حالانکہ آپ نے قصد نہ کرنے اور مقصد کے خود فوت ہو جانے' کا فرق خوب سمجھ لیا ہے، آخر میں وہ انتقام کے استحقاق کے حوالہ سے بات کر رہے ہیں اور یہ تمام امور قسم کے لئے داعی و اسباب بن رہے ہیں، جبکہ ان کا حال تیسرے

---

[1] ردالمحتار باب الیمین فی الاکل والشرب الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۰۶

Marfat.com

ہمیں ریں سخن متوجہ است، اگر نبودے کہ ایں سخن بخط علمائے بر ہامش کتابے نوشتہ یافتند حاجت بہ افراز او نبود و بقطع نظر از جملہ کلام سابق جوابے تازہ گویم کہ تقیید باستحقاق انتقام را مساغی نگزارد۔

شُبہہ کے جواب میں آپ معلوم کر چکے ہیں، اور پھر یہ کہ حضرت سیدنا ایوب علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصّہ میں وجۂ قسم کو ترک کرنے کا قصدا ور انتقام کے استحقاق کے خاتمہ، دونوں چیزوں کا کافی اور شافی جواب موجود ہے جیساکہ آپ نے چوتھے شُبہہ کے رَد میں دیکھ لیا ہے غرضیکہ تیسرے شُبہہ کے جواب سے لے کر یہاں تک جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے وُہ تمام اس بات سے ہی متعلق ہے، اگر کسی کتاب کے حاشیہ پر کسی عالم کی یہ بات لکھی ہُوئی نہ ہوتی تو اس کو واضح کرنے کی ضرورت نہ تھی، تاہم سابقہ تمام گفتگو سے قطع نظر کرتے ہوئے ہم اس بات کا کہ اس قسم کا استحقاقِ انتقام سے تعلق نہیں ہے اور یہ اس سے مقید نہیں ہے، نئے انداز سے اثبات کرتے ہیں۔ (ت)

فاقول و باللہ التوفیق **اوّلاً** زید کہ سوگندے خورد کہ شکایت عمرو پیش حاکم بردباز مصالحت میکنند آیا عمرو بواقع جرمے وستمے بحق زید کردہ بود یا زید حسبِ عادت بسیارے از مردماں مردم آزار خودش ظالم بود و خود شکایتش می خواست بر تقدیر دوم استحقاق انتقام از سر نبود تقیید یمین بزمان انتقامش چہ معنی و بر تقدیر اول الخ بمصالحت زائل میشود قصد انتقام نہ استحقاق او کہ بصلح جرم وستم کردہ ناکردہ نشود پس یمین چرا منتھی گردد اگر برجوع مجرم استحقاق انتقام برطرف شدے بایستے کہ عفو و تجاوز از تائب نہ عفو بودے نہ تجاوز بلکہ از ظلم او را باز داشتن وھو باطل قطعا و لہذا نزد اہلسنت قبول توبہ واجب اصلی نیست تا آنکہ نزد ائمہ ماتریدیہ با آنکہ تعذیب مطیع را محال عقلی دانند در شرح مقاصد فرماید اما قبول التوبۃ فلا یجب عندنا اذ لا وجوب علی اللہ تعالٰی بالدلیل المعتزلہ[1]

فاقول (پس میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں) **اوّلاً** یہ کہ زید نے جو قسم کھائی کہ میں عمرو کو حاکم کے ہاں پیش کروں گا، اور پھر قسم کے بعد عمرو سے صلح کرلیتا ہے تو اب دیکھنا ہے کہ عمرو واقعی مجرم تھا اور اس نے زید کے حق میں ظلم کیا تھا یا زید بلا وجہ اپنی مردم آزاری کی عادت پوری کرنا چاہتا تھا تو دوسری صُورت میں قسم کی وجہ استحقاقِ انتقام ہرگز نہ ہُوئی کیونکہ عمرو کا کوئی جُرم ہی نہیں ہے تو اس صورت میں قسم کو استحقاقِ انتقام سے مقید کرنے کا کوئی مطلب نہیں، اور پہلی تقدیر پر کہ عمرو نے واقعی زید کے حق میں ظلم کیا تھا، تو پھر صلح کرلینے پر عمرو سے انتقام لینے کا قصد ختم ہوا نہ کہ اس سے انتقام کا استحقاق ختم ہوا کیونکہ زید کی صلح سے عمرو کا جُرم تو ختم نہ ہُوا اور کردہ گناہ ناکردہ نہ بن سکا، تو جب جُرم باقی ہے تو استحقاقِ انتقام ابھی باقی ہے

---

[1] شرح المقاصد المبحث الرابع عشر فی التوبۃ دارالمعارف النعمانیۃ، پاکستان ۲/ ۲۴۲

Marfat.com

آوروہ فرمود اکثر المقدمات مزخرف بل ربما یدعی القطع بان من اساء الی غیرہ و انتھک حرماتہ ثم جاء معتذرا لایجب فی حکم العقل قبول اعتذارہ بل الخیرۃ الی ذٰلک الغیران شاء صفح وان شاء جازاہ[1] علی قاری درشرح فقہ اکبر گوید قبول التوبۃ وھو اسقاط عقوبۃ الذنب عن التائب غیر واجب علی اللہ تعالٰی بل کان ذٰلک منہ فضلا خلافا للمعتزلۃ[2] پس بمصالحت سقوط یمین را وجہے نیست۔

تو قسم ختم نہ ہوگی، اگر مجرم کے رجوع کرلینے سے استحقاق انتقام ختم ہوجاتا ہو تو پھر مجرم کی توبہ اور رجوع پر معافی دینا اور درگزر کرنا کیا معنی رکھتا ہے بلکہ اس کی ضرورت ہی نہ رہے، بلکہ اب مجرم کو باز رکھنا بھی بے معنی ہوجائے کیونکہ جرم تو خودبخود ختم ہوگیا حالانکہ یہ بات قطعاً باطل ہے۔ اسی بنا پر اہلسنت کے نزدیک توبہ کو قبول کرنا واجب اصلی نہیں ہے حتی کہ اہلسنت ماتریدیہ کے ہاں بھی یہی بات ہے حالانکہ وہ مطیع شخص کو سزا دینا محال عقلی جانتے ہیں، شرح مقاصد میں فرماتے ہیں کہ توبہ کو قبول کرنا ہمارے نزدیک واجب نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالٰی پر کوئی وجوب عائد نہیں ہوسکتا

اس کے بعد معتزلہ حضرات جو کہ اللہ تعالٰی پر توبہ کو قبول کرنا واجب جانتے ہیں کی دلیل ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کی دلیل کے مقدمات سب شعبدہ ہیں بلکہ ان کا دعوٰی بھی ایسا ہی ہے، کیونکہ یہ قطعی بات ہے کہ جو شخص کسی غیر سے بُرائی کرے اور اس کے حرمات میں دخل اندازی کرے پھر وُہ بُرائی کرنے والا معذرت خواہی کرے تو اس حق والے غیر پر بحکم عقل واجب نہیں کہ وُہ اس مجرم کی معذرت کو قبول کرے بلکہ اس غیر کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ معاف درگزر کردے یا اس کو سزا دے، ملّا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں فرمایا ہے کہ توبہ کو قبول کرنا بایں معنٰی کہ توبہ کرنے والے سے اس کے گناہ کی سزا کو ساقط کردینا، یہ اللہ تعالٰی پر عقلاً واجب نہیں ہے بلکہ توبہ کو قبول کرنا محض اللہ تعالٰی کا فضل ہے، اس میں معتزلہ مخالف ہیں تو اس سے معلوم ہُوا کہ صلح سے قسم کے ساتھ ساقط ہونے کی کوئی وجہ نہیں بنتی۔ (ت)

ثانیاً علماء مسئلہ شکایت را یک جزئیہ نوشتہ اند زن را گفت اگر ہر بدی تو شناعت کہ در دنیا است از تو پیش برادرت نگویم بر تو طلاق اینجا تصریح فرمودہ اند کہ تا انواع بدی ہائے کہ

ثانیاً کہتا ہوں کہ علماء کرام نے شکایت کے متعلق ایک مسئلہ ذکر فرمایا ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا "اگر دُنیا کی ہر بدی کو تیری طرف منسوب کرکے تیرے بھائی سے شکایت نہ کروں تو تجھ پر طلاق ہے"

---

[1] شرح المقاصد المبحث الرابع عشر فی التوبۃ دارالمعارف النعمانیہ پاکستان ۲/۲۴۲

[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر التوبۃ الشرائطہا مصطفی البابی مصر ص ۱۵۵

Marfat.com

درکمینگاں و دُزداں ومکاراں وخُونریزاں می باشد
ازن برادرش نگوید از سوگند برنیاید او اقل انها
سہ نوع بدی ست و ہرگز نگفتند کہ چوں قصد
انتقام یا استحقاق آورد و باہم آشتی کنند
یمین منتہی شود با آنکہ تصریح نمودہ اند کہ بابرار ایں
سوگند بزہ کار شود و ازیں گناہ توبہ را فرمودہ اند
کہ بعد شکایت بہ برادر گوید ایں ہمہ از جہت سوگند
پیش میگفتم ورنہ زن ازینہا مبراست اگر پیش از
شکایت او را خبر دہد کہ حفظ سوگند را چیز ہائے بے اصل
بتو خواہم گفت سود ندہد کہ بعد ازیں سخن بر بدی کہ گوید
بہ بدی نسبت کردہ زن نبود درخانیہ و خلاصہ و
بزازیہ وغیرہا ست رجل قال لامرأته
ان لم اقل عنك مع اخيك
بكل قبيح فى الدنيا فانت
1 طالق، قالوا ان قال مع اخيها
عنها بما هو من اخلاق
اللئام و اللصوص و الخادعين
والقاتلين يصير بارا فى يمينه
و يأثم بذلك و يمينه هذه
تقع على الكثير من ذلك و
اقله ثلثة انواع من
القبح ، و قال الفقيه ابو الليث
رحمه الله تعالى ينبغى للحالف
ان يقول عند الاخ بعد ما قال
من القبائح انما قلت ذلك

یہاں علمائے نے یہ تصریح کی ہے کہ اس قسم کے بعد خاوند کمینے لوگوں، چوروں، مکاروں اور خُونریزی کرنے والوں میں پائی جانے والی بدیوں کو بیوی سے منسوب کرکے اس کے بھائی سے جب تک شکایت نہ کرے گا وُہ قسم سے بَری نہ ہوگا اور کم از کم ان بدیوں میں سے تین ضروری ہوں گی، یہاں علماءِ کرام نے یہ ہرگز نہیں فرمایا کہ خاوند اپنی بیوی سے انتقام کا قصد کئے ہُوئے تھا یا وُہ بیوی کو انتقام کا مستحق قرار دئے ہُوئے تھا تو اب اگر آپس میں صلح کرلیں تو قسم ختم ہوجائے گی کیونکہ قصد انتقام یا استحقاق انتقام ختم ہوگیا ہے، بلکہ انھوں نے اس شکایت کو گناہ قرار دینے کے باوجود فرمایا کہ وُہ اپنی قسم کو پُورا کرنے کیلئے یہ گناہ کرے اور پھر شکایت کے بعد اس گناہ سے توبہ کرلے، اور بھائی سے شکایت کرنے کے بعد اس کو کہہ دے کہ میں نے یہ باتیں قسم کو پُورا کرنے کے لئے کی ہیں ورنہ بیوی ان بدیوں سے بَری ہے، اور شکایت کرنے سے قبل بھائی کو یہ عذر نہ بتائے، اگر اس نے شکایت سے قبل بھائی کو اطلاع دے دی کہ میں قسم کو پُورا کرنے کے لئے تجھ سے بیوی کے متعلق بے اصل باتیں کروں گا، تو قسم سے بَری نہ ہوگا، کیونکہ شکایت سے قبل یہ بات بتادینے میں بیوی سے متعلق بدی کی شکایت نہ رہے گی۔ خانیہ، خلاصہ، بزازیہ وغیرہا میں ہے کہ ایک شخص نے بیوی کو کہا کہ "اگر میں تیرے بھائی کو یہ شکایت نہ کروں کہ تیری بہن میں دُنیا کی تمام قبیح باتیں ہیں تو تجھے طلاق ہے"، تو فقہاء کرام نے اس پر فرمایا کہ "اگر اس شخص نے بیوی کے متعلق اس کے

Marfat.com

لاجل الیمین وھی برئیة عن ذٰلك فیكون ھذا ا
الكلام توبة منه عما قال فیھا ویكون بارا[1]،
درنوازل وتاتارخانیہ وہندیہ ست ولوقال له قبل
ذٰلك لا یجوز لانه لا یكون بعد ذٰلك قول قبیح[2]
نظر کنید ایں جا یک پہلو گناہ بود ودگر سو طلاق و ایں
مبغوض ست وآں مغضوب وآشتی محبوب و شرعًا
مطلوب اگر کارہا وکشودے بمادأیتمو بھموں
بودے واجب بودے کہ زن وشوئے بہم آمیزند واز
سرجنگ وپرخاش برخیزند تا از مبغوض ومغضوب
ہردو پرہیز ندا ما نگفتند وایں راہ آسان زفتند پس
روشن وعیاں شد کہ آشتی رافع یمین نتواں شد و
خود علامہ راایں جا اطمینان نفس نبود کہ می گوید واختتے
علیه من الشكایة اگر یمین بدلالت حال
متقید بقائے سزاواری سزا شدے ولبعد صلح
آں سزاواری نماندے زوال یمین واجب بودے
گو از شکایت ترس آزارے مباش مگر علامہ خواست
کہ سقوط یمین را عذرے پدید آرد و پیدا ست
کہ سوگند پروائے سود و زیاں کسے ندارد اگر زید سوگند
خورد کہ زدا عمرو را خواہد گشت بے گناہے عمرو وشفیع
سقوط حلف نگردد بلکہ برزید فرض بود کہ سوگند شکند و
کفارہ ادا کند وباللہ التوفیق۔

بھائی کو کمینے، چوروں، مکاروں اور قاتلوں میں
پائی جانے والی بدیاں بتائیں تو وہ قسم سے بری ہوجائیگا
اور ایسا کہنے پر وہ گنہ گار ہوگا، اس کی قسم کثیر بدیوں
کے متعلق ہے جن میں سے کم از کم تین بدیاں بھائی کو
بتانا ضروری ہوگا، اور فقیہ ابو لیث رحمہ اللہ تعالیٰ نے
یہاں فرمایا کہ قسم کھانے والے شخص کو چاہئے کہ
وُہ بھائی کو بدیوں کی شکایت کرنے کے بعد کہے کہ میں نے
آپ سے باتیں قسم کو پُورا کرنے کے لئے کی ہیں ورنہ تمھاری
بہن (بیوی) ان بدیوں سے بری ہے، تو شکایت کے
بعد یہ حقیقت بیان کرنا اس کی طرف سے توبہ قرار پائیگی،
اور قسم اور گناہ سے بَری ہو جائے گا۔ نوازل، تاتارخانیہ
اور ہندیہ میں مذکور ہے کہ اگر شکایت سے قبل بھائی کو
حقیقت سے آگاہ کردیا تو قسم سے بَری نہ ہوگا کیونکہ
حقیقت سے آگاہ کرنے کے بعد بیوی سے منسوب بدیوں
کی شکایت نہ بنے گی۔ آپ غور کریں کہ یہاں ایک پہلو
گناہ کا ہے اور دوسری تکلیف دہ چیز طلاق ہے،
طلاق مبغوض چیز ہے اور گناہ مغضوب چیز ہے جبکہ
صلح و آشتی محبوب اور شرعًا مطلوب چیز ہے، اگر
معاملہ وہی ہوتا جو آپ سمجھ رہے ہیں تو یہاں پر خاوند
اور بیوی کی آپس میں صلح کرنا اور لڑائی اور ناراضگی کو
ختم کرنا واجب ہوتا جس کی بناء پر مبغوض اور مغضوب
دونوں سے پرہیز ہوسکتا تھا لیکن فقہاء نے ان سے بچنے کے لئے یہ آسان راستہ نہ بتایا، تو واضح طور پر

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں　باب التعلیق　نولکشور لکھنؤ　۲/۲۲۶
[2] فتاوٰی ہندیہ　الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق الخ　نورانی کتب خانہ پشاور　۱/۴۴۵

Marfat.com

معلوم ہُوا کہ صلح قسم کو ختم نہیں کرسکتی اور خود علامہ سائحانی رحمہ اللہ اس بات میں مطمئن نظر نہیں آتے اسی لئے انہوں نے صلح اور زوال قصدِ ضرر کے ساتھ، شکایت کرنے سے خطرہ، کی بات کی ہے، کیونکہ اگر قسم دلالتِ حال کی وجہ سے استحقاق سزا کی بقاء کے ساتھ مقید ہوتی اور صلح کے بعد وہ استحقاق انتقام ختم ہوجاتا ہو تو پھر قسم کا ساقط ہوجانا لازم ہوتا اگرچہ شکایت کرنے سے خطرہ نہ بھی ہوتا مگر علامہ مذکور نے شکایت سے خطرہ کو قسم کے سقوط کے لئے بنانا چاہا، حالانکہ ظاہر ہے کہ قسم میں کسی کے نفع ونقصان کی پرواہ نہیں ہوتی، مثلاً زید نے قسم کھائی کہ وہ عمرو کو مارے گا، تو عمرو بے گناہ ثابت ہوجائے تو اس کی قسم ساقط نہ ہوگی بلکہ زید کو اپنی قسم کی وجہ سے لازم ہوگا کہ وہ قسم کو توڑ دے اور کفارہ دے، وباللہ التوفیق۔ (ت)

شبہہ سابعہ بخانہ گزاشتن دوگونہ است موافقۃ کہ برضائے پدر باشد ومخالفۃ کہ بے رضائے او وشک نیست کہ حال برارادۂ قسم دوم دال ست یعنی خلاف مرضی من بخانہ نگزاری وایں جا واقع قسم اول ست پس شرط حنث متحقق نشد۔

ساتواں شُبہہ کہ بیٹے کو گھر میں چھوڑنا دو طرح ہوسکتا ہے ایک موافقت کے طور پر کہ باپ کی مرضی سے ہو، اور دوسرا مخالفت کے طور پر کہ والد کی مرضی کے بغیر ہو، جبکہ قسم کے ارادے کا موجب دوسرا احتمال ہے یعنی والد کی قسم کا مطلب یہ ہے کہ اس کو میری مرضی کے بغیر گھر میں نہ چھوڑنا، اور یہاں واقعہ کا تعلق پہلی صورت سے ہے کہ باپ کی رضامندی سے بیوی نے بیٹے کو گھر میں چھوڑا ہے لہذا قسم کے ٹوٹنے کی شرط نہ پائی گئی۔ (ت)

اقول اوّلاً زید برفتن زن بخانہ عمرو راضی نباشد زن را باز داردواو سرنہد گوید ان دخلت الدار فانت طالق ثلثا آیا ہیچ شنیدۂ کہ حنث دریں یمین موقوف بر عدم رضائے زید ماند تا آنکہ اگر زید گاہے خودش راضی شدہ زن را دستوری دہد باز بدخول طلاق نیفتد حاشا بلکہ تا حیات زن وشو ایں تعلیق ہیچ گاہ زوال پذیر نیست تا بحصول شرط نزول جزا نشود تا آنکہ اگر زید مذن را یک طلاق دہد و بگزارد

اقول (جواب میں کہتا ہوں کہ) **اوّلاً** زید اگر اپنی بیوی کو عمرو کے گھر سے روکنے کی کوشش کرے اور بیوی باز نہ آئے تو زید قسم کھائے کہ اگر تُو عمرو کے گھر میں داخل ہُوئی تو تجھے تین طلاقیں، تو کیا آپ نے کبھی یہ سُنا ہے کہ یہ قسم زید کی ناراضگی میں عمرو کے گھر داخل ہونے سے ٹوٹے گی، حتی کہ اگر زید خود راضی ہوجائے اور بیوی سے معاملہ بحال کرلے تو کیا اس کے بعد بیوی وہاں داخل ہو تو طلاق نہ ہوگی، ہرگز ایسا نہیں بلکہ یہ قسم خاوند اور بیوی کی زندگی بھر کے لئے ہے اور قسم میں مذکور طلاق کی

Marfat.com

کہ عدت بگزارد، باز زن دراں خانہ پائے نہد جزا فرود آید ومحل ندیدہ رائگاں رود کہ زید بلا تحلیل او را بزنے تواں گرفت پس ازاں زن بر قدر خواہد برضائے زید یا بے رضائے او بآں خانہ رود طلاق نشود کہ یمین بیکبار منحل شد کما تقدم عن السراجیۃ و الھندیۃ۔

شرط ختم نہ ہوگی جب تک شرط پائے جانے پر جزا لازم نہ ہو جائے جس کا حیلہ یہ ہے کہ خاوند بیوی کو ایک طلاق دے کر چھوڑ دے اور عدت پوری ہو جائے تو اس کے بعد بیوی عمرو کے گھر داخل ہو تو اس وقت جزا یعنی طلاق پڑے گی لیکن اس وقت بیوی طلاق کا محل نہ ہونے کی وجہ سے وہ طلاق لغو ہو جائے گی' اور اب زید یعنی خاوند کو اختیار ہوگا کہ وہ بغیر حلالہ بیوی سے دوبارہ نکاح کرلے تو اس دوبارہ نکاح کے بعد بیوی چاہے تو عمرو کے گھر داخل ہو سکے گی زید کی رضا سے یا بغیر رضا کے داخل ہو اب طلاق نہ ہوگی کیونکہ ایک دفعہ شرط پائے جانے پر قسم ختم ہو چکی ہے جیسا کہ سراجیہ اور ہندیہ کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔ (ت)

ثانیاً اگر سوگند ہا کہ بر امور نامرضیہ حالف باشد متقید بعدم رضا شود ان خرجت فانت طالق بعینہ نہد ان خرجت الا باذنی او برضائی فانت طالق بود وایں خلاف اجماع و تصریحات جملہ کتب ست۔

ثانیاً یہ کہ لازم آئے گا کہ ناپسندیدہ امور پر قسم کھائی جائے تو وہ قسمیں ناپسندیدگی سے مقید ہو جائیں کہ رضامندی پائی جائے تو قسمیں ختم ہو جائیں مثلاً خاوند ناراضگی میں بیوی کو کہے کہ اگر تو باہر جائے تو تجھے طلاق ہے، یا اسی طرح یوں کہے اگر تو میری اجازت یا میری رضا کے بغیر باہر جائے تو تجھے طلاق ہے، تو لازم آئے گا کہ ان دونوں باتوں میں فرق نہ ہو حالانکہ یہ اجماع اور تمام کتب کی تصریحات کے خلاف ہے (ت)

ثالثاً حل آں ست کہ دلالت حال بر آں ست کہ ایں کار خلاف مرضی حالف ست نہ بر آں کہ منع تا خلاف مرضی ماندن ست درہمچو مقام خشم تا بحد توسط باشد انسان را تصور عواقب باز ندارد خودش داند کہ گنجائش رضا و زوال غضب باقی ست آنگاہ امثال تعلیق شدید را مقید باذن میکند کہ بے دستوری من چناں نکنی وچوں خشم بمنتہی رسید رضا در وقتے آئندہ را خیال ہم پیراموں خاطرش نمی گردد و حکم

ثالثاً اس صورت میں دلالتِ حال یہ ہے کہ یہ کام مثلاً گھر میں چھوڑنا، قسم کھانے والے کی مرضی کے خلاف ہے اور یہ دلالت اس پر نہیں کہ اس کام سے منع یعنی گھر میں نہ چھوڑنا اس کی عدمِ رضا تک ہے۔ جہاں پر غصہ اور ناراضگی حدِ اعتدال میں ہو وہاں یہ غصہ انسان کو انجام سے بے خبر نہیں کرتا اور وہ جانتا ہے کہ غصہ اور ناراضگی ختم ہونے کی اور راضی ہو جانے کی گنجائش باقی ہے تو ایسے موقعہ پر شدید امور سے مشروط قسم کو اجازت سے مقید کیا جاتا ہے کہ میری

Marfat.com

موید می کند پس تخصیص و تقیید مراد بودن در کنار غالباً جز تعمیم و تابید تصورے ہم بذہن نمی باشد و لہذا متقید باذن وغیرہ نمیکند پس معنی سخن آں نباشد کہ بخانہ گزاشتن تا خلاف مرضی من ست نکنی بلکہ مفہوم آن ست کہ بخانہ گزاشتن خلاف مرضی من ست زنہار نکنی و بریں تقدیر گو آیندہ مطابق مرضیش شود حکم مرتفع نشود کہ خلاف مرضی آں وقت بود نہ مرضی موہوم آیندہ و ہرگاہ کند قطعاً خلاف مرضی وقت دیگر را خلاف مفہوم مباش پس شرط حنث متحقق ست۔

مرضی کے خلاف یہ کام نہ ہو اور جب غصہ انتہائی ہوجائے تو رضا کے حال کو دل میں نہیں لاتا اور قسم میں حکم کو ابدی کردیتا ہے، پس اس موقعہ پر تخصیص و تقیید کو مراد بنانا تو درکنار وہ غالب طور پر تعمیم اور ابدی حکم کے سوا کسی چیز کا تصور تک نہیں کرتا اس لئے وُہ یہاں اجازت وغیرہ سے قسم کو مقید نہیں کرتا۔ پس یہاں قسم کا یہ مطلب نہیں ہوگا کہ میری مرضی کے خلاف تک اس کو گھر میں چھوڑنے کا عمل نہ کرنا بلکہ اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ اس کو گھر میں چھوڑنا میری مرضی کے خلاف ہے لہذا یہ عمل نہ کرنا، تو اس تقدیر پر بعد میں رضامندی سے بھی چھوڑے گی تو قسم کا حکم ختم نہ ہوگا کیونکہ قسم کے وقت مرضی نہ ہونے کا اعتبار ہے نہ کہ آئندہ موہوم مرضی کا اعتبار ہے بلکہ جب بھی یہ عمل ہوگا تو وہ اس قسم کی خلاف مرضی ہی میں ہوگا دوسرے وقت کی مرضی جو قسم کے مفہوم کے خلاف ہے یں نہ ہوگا، تو اس صورت میں قسم کا ٹوٹنا متحقق ہوجائے گا۔ (ت)

رابعاً اگر ازیں تدقیق گزریم غایت آنکہ ہر دو معنی محتمل باشد و در تقیید بدلالت حال شک نیست اما آنجا کہ در تقیید بدلالت حال شک نیست امر محتمل صالح تقیید نتواں شد کہ اطلاق لفظ یقینی ست والیقین لایزول بالشک ولہذا اگر زن شوئے را گفت تو بر من زنے گرفتہ شوئے گفت ہر زن کہ مراہست مطلقہ است ایں زن نیز طلاق شود اگرچہ بظاہر مقصود مرد ارضائے ایں زن سے نماید کہ اگر زنے جز تو گرفتہ ام او را طلاق ست فاما محتمل کہ مقصود سزائے زن بود کہ چرا در حلال بر من خوردہ گرفتی و دلالت محتملہ بسندہ نیست آرے اگر نیت غیرش کردہ ست دیانۃً صحیح باشد در ہدایہ ارشاد می رود و اذا قالت المرأۃ لزوجہا تزوجت علیّ

رابعاً اگر تدقیق مذکورہ سے قطع نظر بھی کرلیں تو زیادہ سے زیادہ یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہاں اطلاق اور تقیید دونوں کے احتمال ہیں اور دلالتِ حال سے مقید ہونے کے احتمال میں شک نہیں ہے لیکن محض اس احتمال کی بنا پر قسم دلالت حال سے مقید نہ ہوگی کیونکہ قسم کے الفاظ میں اطلاق اور عموم ہے جو کہ یقینی ہے تو یہ یقین محض احتمال اور شک سے ختم نہیں ہوسکتا کیونکہ شک یقین کو زائل نہیں کرسکتا، اسی لئے مثلاً اگر بیوی خاوند کو کہے کہ تُو نے مجھ پر کوئی عورت دوسری بیوی بنا رکھی ہے تو خاوند جواب میں یُوں کہے کہ جو بھی عورت میری بیوی ہو اس کو طلاق ہے تو اس بیوی کو بھی طلاق ہوجائے گی۔ تو یہاں بظاہر خاوند کی قسم کا مقصد

Marfat.com

فقال کل امرأة لی طالق ثلثا طلقت ھذہ التی حلفته فی القضاء ووجه الظاھر عموم الکلام وقد یکون غرضه ایحاشھا حیث اعترضت علیه فیما احله الشرع ومع التردد لایصلح مقیدا وان نوی غیرھا یصدق دیانة لاقضاء لانه تخصیص العام[1] اھ باختصار ایں قدر بسندہ بود فاما توضیح مرام و زیارت و افادت را مثالے چند ازیں پہلو نیز بر خوانیم کہ دلالتِ حال بحال احتمال معتبر نہ داشتہ اند (۱) ہمیں مثال ہدایہ (۲) آنکہ گزشت کہ اگر بر خروج زن یا بندہ مطلقاً سوگند خورد بے تقیید باذن متقید بزمان بقائے ملک نباشد اقول زیراکہ ممکن کہ نزد بندہ یا زن اورا رازے بود کہ بہ بروں شدن بروں افتد وحفاظی وکوچہ گردی زن اہل غیرت را بعد بینونت نیز موجب عار شود مرداں گویند ایں زن فلاں ست اگرچہ اطلاق بلحاظ ما کان ست بلکہ نخواہند کہ بخوابہ خود بعد فراق نیز بکنار دیگرے رود پس از جدائی ہم او را نگاہ دارند و تکفل نفقہ اش کنند باز تصدیق ایں معنی در حدیث یافتم عبدالرزاق در مصنفہ گوید انبأنا معمر عن الزھری قال سأل رجل صلی اللہ

اپنی اس بیوی کو راضی کرنا ہے کہ تیرے علاوہ کوئی اور بیوی ہو تو اس کو طلاق ہے، لیکن الفاظ کے پیشِ نظر یہ بھی احتمال ہے کہ وُہ اس بیوی کو اعتراض کرنے پر سزا دینا چاہتا ہو کہ اس نے میرے لئے حلال معاملہ میں کیوں مداخلت کی ہے تو ظاہر حال کی دلالت کا احتمال سند نہ بن سکے گا کیونکہ الفاظ میں عموم اور اطلاق ہے جو کہ یقینی ہے، ہاں اس احتمال کی بنا پر موجودہ بیوی کے علاوہ کسی دوسری بیوی کی نیت کا اظہار کرے تو دیانۃً اگرچہ معتبر ہوگی لیکن قضاءً معتبر نہ ہوگی، ہدایہ میں فرمایا ہے کہ جب بیوی خاوند کو کہے کہ تُو نے مجھ پر دوسری بیوی کرلی ہے تو خاوند اس کو جواب میں یُوں کہے کہ جو بھی میری بیوی ہے اس کو تین طلاقیں. تو اس قسم دلانے والی بیوی کو بھی طلاق ہو جائیگی، قضاءً یہی حکم ہوگا کیونکہ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ قسم کے الفاظ کا عموم ہے جبکہ ایسے موقعہ پر خاوند کی غرض بھی یہ ہو سکتی ہے کہ وہ بیوی کو اس کے اعتراض پر سزا دینا چاہتا ہے کہ اس نے شرعًا حلال کام پر اعتراض کیوں کیا ہے تو کلام کے عموم اور سزا دینے کی غرض کے احتمال کے باوجود کسی اور بیوی کی نیت کے احتمال کی وجہ سے یہ قسم دلالتِ حال سے مقید نہ بن سکے گی، ہاں اگر دُوسری بیوی کی نیت کرے تو اگرچہ وہ دیانۃً معتبر قرار دی جائیگی لیکن قضاءً معتبر نہیں ہوگی کیونکہ یہ عموم میں تخصیص ہے جبکہ دلالتِ حال تخصیص نہیں کرسکتی اھ اختصارًا۔ اس مقصد کے لئے یہ مثال کافی ہے تاہم

---

[1] الہدایۃ کتاب الایمان باب الیمین فی البیع والشراء الخ المکتبۃ العربیہ کراچی ۲/۴۸۱

Marfat.com

تعالیٰ علیہ وسلم فقال الرجل یجد مع امرأتہ رجلا فیقتلہ فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الا تسمعون الی ما یقول سیدکم قالوا لا تلمہ یا رسول اللہ فانہ رجل غیور واللہ ما تزوج امرأۃ قط الا بکرا ولا طلق امرأۃ قط فاستطاع احد منا ان یتزوجھا فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یابی اللہ الا بالبینۃ[۱] اھ قلت والسائل ھو سیدنا سعد بن عبادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولہذا سہ طلاق دفعۃً کہ گناہ بود وبتفریق از مبغوض شرعی بے حاجت شرعی انکار بر وتازیانہ تحلیل مقرر فرمودہ اند وبر مجرد نکاح کفایت نمودہ تا باہم شہد ہمہ گر بچشند حکمتش ہماں ست کہ غیرت منداں از تثلیث طلاق باز مانند تا بہ تیس مستعار طوق عار نشود والعیاذ باللہ تعالیٰ بخلاف آنکہ بے اذن من

وضاحت اور فائدہ کو زائد بنانے کے لئے اس پر مزید چند مثالیں پیش کرتا ہوں کہ محض احتمال کی صورت میں دلالتِ حال معتبر نہیں ہوتا، ہدایہ کی مثال کے بعد دوسری مثال یہ ہے کہ، جو پہلے گزرا کہ بیوی یا غلام باہر جانے کو تیار ہو تو اس موقعہ پر بیوی کو طلاق یا غلام کو آزادی کی علی الاطلاق قسم کھانا جو اجازت سے مشروط نہ ہو تو یہ قسم عام اور مطلق ہوگی اور ملک یا نکاح کی موجودگی سے مشروط نہ ہوگی، کیونکہ یہاں پر اگرچہ دلالتِ حال کی وجہ سے اس قسم کے مقید ہونے کا احتمال ہے لیکن یہ احتمال معتبر نہ ہوگا کیونکہ الفاظ میں عموم ہے اقول اس کے ساتھ یہ بھی ممکن ہے کہ قسم کھانے والے کا مقصد ہمیشہ کے لئے بیوی یا غلام کو باہر جانے سے روکنا ہو، کیونکہ ان کے پاس اس کا ایک ایسا راز ہے جو ان کے باہر جانے سے افشاء ہو جائے گا اور خفت اٹھانا پڑے گی یا بیوی کو ہمیشہ کے لئے باہر نکلنے سے روکنا مقصود ہو اگرچہ وہ نکاح سے باہر اور جدا بھی ہو جائے کیونکہ غیرت مند لوگ اپنی مطلقہ کی عورت کی کوچہ گردی پر بھی غیرت اور عار محسوس کرتے ہیں کہ لوگ کہیں گے کہ یہ فلاں کی بیوی ہے اگرچہ اس کی بیوی سابقہ زمانے کے لحاظ سے کہتے ہوں بلکہ غیرت مند اپنی مباشرت شدہ عورت کو فراق اور طلاق کے بعد بھی دوسرے کی مباشرت میں دیکھنا پسند نہیں کرتے، اس لئے طلاق مغلظہ کے بعد بھی وہ اس کو اپنی نگرانی میں رکھتے ہوئے اس کے تمام اخراجات

---

[۱] مصنف عبدالرزاق حدیث ۱۲۹۱۷ حبیب الرحمٰن الاعظمی بیروت ۹/۴۳۴

Marfat.com

بیرون نرود کہ ولایت اذن بانتہائے ملک منتہی شود
(۳) آنکہ گزشت کہ بے اذن زن زنے نکنم مقید
ببقائے زوجیت نباشد **اقول** ازاں رو
کہ مقصود عدم نرسانیدن ست بزن و بارہا
باشد کہ بعد فراق نیز زناں بتزوج شوہر
بزنے دیگر غمگین شوند ایام خود یاد مے آید و
بجائے خود نشستن دیگرے رنج می رساند
بخلاف آنکہ بے اذن زن بیروں نرود ایں متقید
شود چنانکہ وجہش بالا بنشتیم (۴) زن را با مرد
بیگانہ چانہ زن دید سوگند خورد کہ اگر با مرد بیگانہ
چانہ زنی رسن زنی از گلو فگنی وبجن نہ نوچہ
نوکرست کہ باذن مرد آمد ورفت دارد و زن او را
کارہائے خانگی می فرماید نیز پسر آں عم
وعمہ و خالۂ زن یا برادران مرد برضائے مرد
مے آیند یا خود در ہمیں خانہ مے مانند و با زن سخن
می شوند مرد بایں ہمہ راضی ست با ایں ہمہ
اینہا بدلالت حال مستثنیٰ نشوند و زن بعد
سوگند اگر باآں نوکر یا ایں قسم یاراں سخن گوید طلاقہ
شود در جواہر الفتاوی باب چہارم فتاوی
امام مفتی الجن والانس نجم الدین عمر نسفی
قدس سرہ الصفی ست رجل رأی
امرأتہ تتکلم اجنبیا فقال اگر
پیش تو با مرد بیگانہ سخن گوئی فانت طالق
فکلمت تلمیذ زوجہا لیس من
محارمہا او کلمت رجلا ف

کی کفالت کرتے ہیں پھر اس مضمون کی تصدیق میں نے
حدیث میں پائی ہے، مصنف عبدالرزاق میں فرماتے ہیں ہمیں
معمر نے زہری سے خبر دی ہے انھوں نے فرمایا کہ
ایک شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال کیا
اور عرض کی ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو
پائے تو قتل کردے، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے فرمایا کہ کیا تم اپنے آقا کی بات کو نہیں سنتے کہ وہ
کیا فرمارہا ہے تو اس پر دیگر اصحاب نے عرض کی
یارسول اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) اس شخص کو
ملامت نہ فرمائیں کیونکہ یہ غیور شخص ہے خدا کی قسم یہ صرف
باکرہ عورت سے نکاح کرتا ہے اور اس کی طلاق دی
ہوئی عورت کو دوسرا کوئی بھی ہم میں سے نکاح نہیں
کرسکتا۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ
تعالٰی قتل کی اجازت نہیں دیتا ماسوائے (قاضی کے
ہاں اس کے خلاف) گواہ پیش کرنے کے، اھ ،
قلت (میں کہتا ہوں) وہ سائل حضرت عبادہ بن صامت
رضی اللہ تعالٰی عنہ تھے، اور اسی غیرت کی وجہ سے
ایک ہی دفعہ تین طلاقیں دینا گناہ قرار دیا گیا ہے
کہ شرعاً مبغوض چیز کو شرعی حاجت سے زائد استعمال
کرنے پر حلالہ کی شرط کو سزا کے طور پر مقرر کیا گیا ہے
اور اسی وجہ سے حلالہ میں دوسرے شخص سے صرف نکاح
کو کافی نہ قرار دیا گیا بلکہ جب تک ایک دوسرے کے
مزے کو نہ چکھ لیں حلالہ مکمل نہیں ہوسکتا، یہ اس لئے
تاکہ غیرتمند لوگ تین طلاقیں دینے سے باز رہیں اور
خواہ مخواہ دوسرے شخص کی مجامعت کو اپنے گلے میں

Marfat.com

هذه الدار بينهما معرفة ولكن لا محرمية بينهما او كلمها[عه] رجل من ذوی الارحام و لیس من محارمها فانه یقع الطلاق[۱]

اقول زیرا کہ محتمل ست کہ مرد باعتماد زن پیش ازیں روا دارا اینها بودچوں دید کہ با اجنبی محض ہم سخن می شود درسنش تنگ تر کشید و با نامحرم سخن گفتن مطلقاً منع کرد پس اطلاق لفظ را تقییدے تتقیں متعین نشد۔ وباللہ التوفیق۔

نہ ڈالیں، والعیاذ باللہ۔ اس کے برخلاف اگر قسم کو اجازت سے مشروط کیا ہو تو پھر اجازت کی ولایت ختم ہو جانے یعنی نکاح ختم ہو جانے پر قسم ساقط ہو جائیگی (۳) وہ جو گزرا کہ خاوند نے بیوی سے کہا کہ تیری اجازت کے بغیر دوسری عورت کو بیوی نہ بناؤں گا، تو یہ قسم موجودہ بیوی سے نکاح کی حالت سے مختص نہ ہوگی (بلکہ اس بیوی سے نکاح ختم ہونے کے بعد بھی اس کی اجازت ضروری ہوگی) **اقول** (میں کہتا ہوں کہ، اس قسم کا مقصد بیوی کو پریشانی سے بچانا ہے ——— کیونکہ بیوی کی پریشانی صرف نکاح کی حالت سے مختص نہیں کیونکہ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ فرقت کے وقت بھی عورتیں سابقہ خاوند کی دوسری شادی سے غمگین ہوتی ہیں، اپنا وقت یاد کرکے اپنے بجائے دوسری کو رہتی دیکھ کر رنج پاتی ہیں، ——— (غرضکہ چونکہ بیوی کی پریشانی دوسری عورت کی وجہ سے صرف حالتِ نکاح سے مختص نہیں بلکہ جدائی کے بعد بھی اس چیز پر وہ پریشان ہوتی ہے لہذا اس پریشانی سے بچانا حالتِ نکاح کے بعد بھی ہو سکتا ہے لہذا یہ قسم بیوی سے فراق کے بعد قائم رہے گی) اس کے برخلاف اگر خاوند قسم کھائے کہ تو میری اجازت کے بغیر باہر نہ جائے گی تو یہ قسم حالتِ نکاح سے مقید ہوگی جیسا کہ اس کی وجہ پہلے ہم بیان کر چکے ہیں۔(۴) بیوی کو غیر شخص سے بے تکلف باتیں کرتے ہوئے پائے تو اس وقت قسم کھائے کہ اس کے بعد اگر تو نے بیگانے مرد سے بات کی تو نکاح کی رسی تیرے گلے سے نکل جائے گی یعنی تجھے طلاق ہوگی، جبکہ گھر میں نوکر چاکر ہیں جو خاوند کی اجازت سے گھر میں آتے جاتے ہیں جن کو بیوی گھر کے کاموں کے متعلق ہدایات دیتی ہے

عہ اقول والاولی کلمت رجلا لان الحنث بکلامها لا بکلام غیرها اذا لم تجب ۱۲ منہ۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہاں بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے عورت نے اس مرد سے بات کی۔ کیونکہ عورت کے بات کرنے سے قسم ٹوٹے گی کسی دوسرے کے کلام کرنے سے نہ ٹوٹے گی بشرطیکہ عورت غیر کو جواب نہ دے ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] جواہر الفتاوی کتاب الایمان

Marfat.com

یُوں ہی بیوی کے چچا یا پھوپھی زاد یا خالہ زاد یا خاوند کے بھائی خاوند کی اجازت سے گھر آتے ہیں یا اسی گھر میں رہتے ہیں اور بیوی اپنے خاوند کی رضامندی سے ان تمام حضرات سے بات کرتی رہتی ہے، اس دلالتِ حال کے باوجود یہ لوگ اس قسم سے مستثنیٰ نہیں ہوں گے بلکہ بیوی قسم کے بعد گھر کے نوکر یا ان مذکورہ قریبیوں سے بات کرے گی تو اس کو طلاق ہوجائے گی۔ جواہر الفتاوٰی کے باب چہارم میں امام مفتی جن والانس نجم الدین عمر نسفی قدس سرہٗ کے فتوے ذکر کئے گئے ہیں جن میں یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کسی اجنبی کے ساتھ باتیں کرتی ہُوئی پالیا تو اس نے قسم کھائی کہ اگر اس کے بعد تُو نے بیگانے شخص سے بات کی تو تجھے طلاق ہے، تو اس کے بعد بیوی نے خاوند کے غیر محرم شاگرد سے بات کی یا اس گھر میں آنے جانے والے واقف کار غیر محرم سے بات کی یا بیوی کے غیر محرم رشتہ دار شخص نے بیوی سے خود بات کرلی تو طلاق واقع ہوجائے گی۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہ اس لئے کہ قبل ازیں خاوند بیوی پر اعتماد کرتے ہُوئے ان مذکور لوگوں کے بارے میں رواداری سے کام لیتا رہا، تو جب اس نے بیوی کو خالص اجنبی شخص سے باتیں کرتے ہُوئے دیکھ لیا تو اس نے بیوی کی رسّی کو تنگ کرتے ہُوئے مطلقاً ہر غیر محرم سے بات کرنا ممنوع قرار دیا تو اس احتمال کے ہوتے ہُوئے یہ قسم دلالتِ حال کی وجہ سے مقید نہ ہوگی بلکہ یہ قسم اپنے الفاظ کے عموم پر باقی رہے گی اور ہر غیر محرم کو شامل ہوگی، اور توفیق صرف اللہ تعالٰی سے حاصل ہے۔ (ت)

شبہہ ثامنہ ازیں ہم درگزشتیم آخر کم نہ ازاں کہ موافقہ ومخالفہ دو نوع تخلیہ ست و ارادۂ یک نوع تخصیص عام ست کما حققہ فی الفتح ونیت تخصیص عام دیانۃً مقبول ست کما مرآنفا عن الہدایۃ گو قضاءً پذیرہ مباش وزن نیز بروا اعتبار نتواں کرد لان المرأۃ کالقاضی کما فی التبیین والفتح والشامی پس اگر نیت ایں خصوص کردہ باشد باید کہ عنداللہ حانث نشود در فتوی التفات بایں قیدمی بالیست لان المفتی بالدیانۃ یفتی کما فی التنویر وغیرہ۔

آٹھواں شُبہہ یہ کہ تمام مذکورہ احتمالات کو نظر انداز کردیں تب بھی کم ازکم یہ گنجائش ضرور ہے کہ خاوند کی قسم میں موافق اور مخالف لاتعلقی کی دو قسمیں ہیں اور دونوں میں سے ایک احتمال کا ارادہ کرنا بھی ایک قسم کی تخصیص ہے جس سے عام کو خاص کیا جاسکتا ہے جیسا کہ فتح القدیر میں اس کی تحقیق موجود ہے، اور عام میں تخصیص کی نیت کرنا دیانۃً مقبول ہے جیسا کہ ابھی ہدایہ کے حوالہ سے گزرا ہے، اگرچہ یہ تخصیص کی نیت قضاءً قابلِ قبول نہیں اور بیوی بھی ایسے معاملات میں قاضی کا حکم رکھتی ہے اس لیے بیوی بھی اس کو معتبر قرار نہیں دے سکتی جیسا کہ تبیین، فتح اور شامی میں ہے، پس اگر خاوند نے اپنی قسم میں اس تخصیص کی نیت کرلی ہو تو عنداللہ قسم نہ ٹوٹے گی،

Marfat.com

جبکہ فتوٰی دیتے وقت اس قید و تخصیص کو پیشِ نظر رکھنا چاہئے، جیسا کہ تنویر وغیرہ میں ہے کہ مفتی کو چاہئے کہ وہ دیانت پر فتوٰی دے۔ (ت)

اقول خیر ست دیانۃً نیز ایں نیت کار ندہد موافقۃ و مخالفۃ دو نوع تخلیہ نیست بلکہ دو وصف است و نیت وصفی خاص غیر مذکور معتبر نشود چنانکہ نسبت مردے استادہ سوگند خورد کہ بایں مرد سخن نگویم و آزرد کند کہ باایں مرد استادہ ایں نیت لغو باشد آرے اگر گوید باایں مرد استادہ سخن نزنم و نیت تخصیص بوقت قیامش کند دیانۃً معتبر ست نہ قضاءً کہ وصف در حاضر لغو ست وصفت قیام داعی ترک کلام نیست ہمچناں اگر سوگند خورد کہ زن نکند و مراد زن ہاشمیہ یا ترکیہ یا عربیہ یا نسب دارے دیانۃً معتبر ست کہ ایں یک نوع زن ست و اگر زن مکیہ یا ہندیہ یا عربیہ بالمسکن نیت کرد معتبر نیست کہ ایں صفت زن ست وصفت بے ذکر بمسکن عام خیمہ آن ست در فتح القدیر فرمود حلف لایسکن دار فلان وقال عنیت باجر لایصح حتی لو سکنھا بغیر اجر حنث بخلاف مالو حلف لایسکن دارا اشتراھا فلان وعنی اشتراھا لنفسہ فانہ یصدق لانہ احد نوعی الشراء لانہ متنوع الی ما یوجب الملك للمشتری و ما یوجبہ لغیرہ فتصح نیۃ احد

اقول (جواب میں کہتا ہوں کہ) کوئی بات نہیں، کیونکہ دیانۃً بھی یہ نیت کار آمد نہیں ہے، قسم میں موافق اور مخالف یہ دونوں لاتعلق کی قسمیں نہیں ہیں بلکہ یہ لاتعلق کے دو وصف ہیں جبکہ دو وصفوں میں سے کسی غیر مذکور وصف کی نیت معتبر نہیں ہوتی جیسا کہ ایک شخص کھڑا ہو اس کے متعلق کوئی دوسرا یہ قسم کھائے کہ میں اس شخص سے بات نہ کروں گا، اور اب بعد میں کھڑے ہونے کے وصف کی بابت قسم کو بتائے تو یہ نیت لغو اور بیکار ہوگی، ہاں اگر قسم میں کھڑے ہونے کا ذکر کرتا اور قسم اس نیت پر کھاتا تو دیانۃً معتبر ہوسکتی تھی اگرچہ قضاءً یہ نیت معتبر نہیں ہے کیونکہ یہ قسم حاضر شخص کے متعلق ہے جبکہ حاضر میں وصف کا ذکر کار آمد نہیں اور پھر کھڑا ہونا ایسا وصف بھی نہیں ہے جو قسم کا داعی بن سکے اور بات نہ کرنے کی وجہ بن سکے، یُوں ہی اگر کوئی قسم کھائے کہ میں بیوی نہ بناؤں گا، تو اس سے اگر وُہ ہاشمی یا ترکی یا عربی یا کوئی خاص نسب والی عورت مراد لے تو یہ نیت دیانۃً معتبر ہوگی کیونکہ یہ عورت کے اقسام میں سے ایک قسم کی تخصیص ہے، اور اگر رہائش کے لحاظ سے کسی عربی یا ہندی یا مکی عورت کے بارے میں یہ نیت کرے تو معتبر نہ ہوگی کیونکہ یہ ایک خاص جگہ والی عورت کے متعلق ہے جو اس کی صفت ہے اور کوئی صفت ذکر کئے بغیر معتبر نہیں ہوسکتی، چونکہ قسم صرف عورت کے ذکر پر مشتمل ہے اس میں

Marfat.com

النوعين بخلاف السكنى لانها لاتتنوع لانها ليست الا الكينونة فی الدار علی وجه القرار وانما تختلف بالصفة ولا يصح تخصيص الصفة لانها لو تذكر بخلاف الجنس، و كذا لو حلف لايتزوج امرأة و نوی کوفية اوبصرية لايصح لانه تخصيص الصفة ولو نوی حبشية اوعربية صحت فيما بينه و بين الله تعالٰی لانه تخصيص فی الجنس كأن الاختلاف بالنسبة الی الاباء اختلاف بالجنس و بالنسبة الی البلاد اختلاف بالصفة اھ[1] مختصرا۔

مسکنت (رہائش) کا ذکر نہیں ہے لہذا اس ذکر کے بغیر یہ قسم خیمہ والی عورت کو بھی عام ہے۔ فتح القدیر میں ہے، قسم کھائی کہ فلاں کے گھر سکونت نہ کروں گا، اور کہا کہ میری مراد فلاں کے گھر کرایہ پر نہ رہوں گا، تو یہ نیت صحیح نہیں ہے حتی کہ اگر اس کے گھر میں کرایہ کے بغیر بھی رہائش پذیر ہُوا تو قسم ٹوٹ جائے گی، اس کے برخلاف اگر یُوں قسم کھائے کہ " میں فلاں کے اس گھر میں سکونت نہ کروں گا جو اس نے خریدا ہے" اور کہتا ہے کہ خرید سے میری مراد وہ ہے جو اس نے اپنی ذات کے لئے خریدا ہو، تو اس نیت کو مان لیا جائیگا کیونکہ خریدنے کی یہ ایک قسم ہے خریدنے کی دو قسمیں ہیں، ایک وُہ جو اپنے لئے خریدا اور ایک وہ جو اس نے کسی دوسرے کے لئے خریدا ہو، تو قسم میں ان دو قسموں میں سے ایک قسم کی نیت درست ہے اس کے برخلاف رہائش (سکنٰی) کے اقسام نہیں ہیں، کیونکہ سکنٰی (رہائش) کا معنٰی یہ ہے کہ گھر میں بطور استقرار رہنا جبکہ اس رہائش کی صفات مختلف ہوسکتی ہیں اور صفات کی تخصیص صحیح نہیں ہے کیونکہ یہاں مذکور نہیں ہیں بخلاف جنس کے کہ اس کے تحت اقسام ہوتے ہیں (غرضیکہ اقسام کی تخصیص بغیر ذکر ہوسکتی ہے لیکن صفات کی تخصیص ذکر کے بغیر نہیں ہوسکتی) اسی لئے اگر کسی نے قسم کھائی کہ کسی عورت سے نکاح نہ کروں گا یعنی بیوی نہ بناؤں گا، تو اس قسم میں عورت کوفی یا بصرہ والی مراد لے تو صحیح نہ ہوگی کیونکہ یہ صفت کی تخصیص ہے اور اگر اس قسم میں عورت سے مراد حبشی یا عربی عورت مراد لے تو صحیح ہے اور عنداللہ بھی یہ نیت صحیح ہوگی کیونکہ یہ جنس میں اقسام کی تخصیص ہے یہ اس لئے کہ جداعلٰی کے اختلاف کے لحاظ سے نیت کرنا جنس کا اختلاف ہے اور شہروں کے اختلاف کی نیت یہ صفات کا اختلاف ہے اھ مختصرًا (ت)

شبہہ تاسعہ ترک گاہے بمعنی ابقا آید قال اللہ تعالٰی وترکنا علیہ فی الاٰخرین سلام علٰی نوح

ازالہ شبہہ کہ چھوڑنا، کبھی باقی رکھنے کے معنٰی میں آتا ہے، اللہ تعالٰی نے فرمایا: وترکنا علیہ فی الاٰخرین سلام علٰی نوح

---

[1] فتح القدیر باب الیمین فی الاکل والشرب مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۴۰۹

Marfat.com

فی العلمین[1] ای ابقینا له ثناء جمیلاً[2] کما فی مجمع البحار وغیرہ والبقا وجودی ست کہ بقار وجودی ست۔

اقول ابقا کہ حی قیوم عز جلالہ میکند عند المحققین وجودی باشد اما بناء علی مذہب امام اہلسنت القاضی ابی بکر الباقلانی والامامین امام الحرمین والرازی ان البقاء عین الوجود لا امر زائد علیہ فالابقاء ھو الایجاد واما بناء علی مذہب ائمۃ الکشف والشہود من تجدد الامثال فی کل شیئ حتی الجواہر فیکون الابقاء ایجاد الامثال کل حین ولہذا چنانکہ اطلاق باری وخالق بر غیر او سبحنہ نیست اطلاق قیوم نیز نتواں شد بلکہ علماء بر وے تکفیر کردہ اند در مجمع الانہر فرمود اذا وصف اللہ بما لا یلیق بہ او نسبہ الی الجہل او العجز او النقص او اطلق علی المخلوق من الاسماء المختصۃ بالخالق نحو القدوس والقیوم والرحمٰن وغیرہا یکفر[3] (ملخصاً)

فی العلمین۔ بعد والوں میں ہم نے ان کی اچھی ثناء باقی رکھی جیسا کہ مجمع البحار وغیرہ میں ہے۔ چھوڑنا، باقی رکھنے کے معنٰی میں وجودی چیز ہے کیونکہ بقاء وجودی ہے (ت)

اقول (میں جواب میں کہتا ہوں) ابقا (باقی رکھنا) حی وقیوم (جل جلالہ) کا فعل ہو تو محققین کے نزدیک وجودی ہے، اس لئے کہ امام اہلسنت قاضی ابوبکر باقلانی اور امام الحرمین اور امام رازی کے مذہب پر بقاء، عینِ وجود کا نام ہے اور وجود سے زائد کسی صفت کا نام نہیں ہے، لہذا 'باقی رکھنا' یہ ایجاد ہوگا جو کہ وجودی ہے، لیکن ائمہ کشف وشہود کے مذہب پر، بقاء، ہر چیز کی امثال کے تجدد کا نام ہے، لہذا 'ابقا' اس معنٰی میں ہر چیز حتی کہ جواہر کی امثال کو ہر لمحہ 'ایجاد' کرنے کا نام ہے، اس لئے جس طرح باری اور خالق جیسی صفات کا اللہ تعالٰی کے بغیر کسی اور کے لئے اطلاق جائز نہیں اسی طرح قیوم کا اطلاق بھی غیر کے لئے جائز نہیں، بلکہ اس کا غیر اللہ پر اطلاق علمائے کرام کے ہاں کفر ہے۔ مجمع الانہر میں فرمایا کہ جو چیز اللہ تعالٰی کی شایانِ شان نہ ہو یا جہالت، عجز اور نقص کی نسبت اس کی طرف کرنا، یا وہ صفات جو اللہ تعالٰی کے لئے خاص ہیں ان کا مخلوق پر اطلاق کرنا، جیسے قدوس، قیوم، رحمٰن وغیرہا صفات ہیں، تو یہ کفر ہے۔ لہذا یہاں بڑی

---

[1] القرآن الکریم ۳۷/ ۷۸ و ۷۹
[2] مجمع البحار تحت لفظ ترك نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۴۰
[3] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب المرتد ثم ان الفاظ الکفر داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۰

Marfat.com

اینجا احتیاط عظیم باید کہ بعض مردم بایں مبتلا شدہ اند والعیاذ باللہ تعالٰی بالجملہ اینست بقائے الٰہی عزّ جلالہ فاما انچہ از بشرست جز ترک ازالہ نیست ولہذا اگر زرے در کیسہ نہاد و زن را گفت اگر چیزے ازو تا صبح باقی مانی طلاق باشی، زن ہیچ خرچ نکرد یا برخے بصرف آورد و برخے باقی داشت طلاقہ شود و آں نیست مگر بہ ابقا و از زن نیاید مگر عدم انفاق پس ابقاء نبود مگر ہمیں عدم و اگر فعلے بودے و زن خود دراں زر کارے نکردہ است تا آنکہ در کیس نہادن ہم بدست شوہر بود حنث نشدے، ہمچناں اگر زید بدست عمرو چیزے ببیع فاسد فروخت قاضی مطلع شدہ برا فروخت وگفت اگر امروز ایں بیع شمارا باقی مانم فکذا آفتاب فرورفت و قاضی حکم فسخ نکرد حانث شود پس ابقاء نبود مگر عدم فسخ و اگر فعلے بودے و قاضی خود متعلق آں بیع کارے نکردہ است حانث نبودے، پس ظاہر شد کہ ابقائے بشری جز ترک ازالہ نیست اگر گوئی ابقا بفعل ہم تواں شد مثلاً زید را بخانہ آورد و بزنجیر بست ایں بستن کہ فعل ست ابقا شد۔

احتیاط کی ضرورت ہے، بعض لوگ اس بے احتیاطی میں مبتلا ہیں والعیاذ باللہ تعالٰی، خلاصہ یہ کہ اللہ تعالٰی کے باقی کرنے کا یہ حکم ہے، لیکن کسی انسان کا باقی رکھنا اور چھوڑنا، ازالہ کے ترک کا نام ہے، اس کے بغیر کچھ نہیں، اسی لئے اگر خاوند نے جیب یا تھیلی میں رقم رکھی ہو اور بیوی کو کہا "اگر تُو نے صبح تک اس میں سے کچھ باقی رکھا تو تجھے طلاق ہوگی" اب اگر اس نے اس میں سے کچھ خرچ نہ کیا یا کچھ کیا اور کچھ نہ کیا تو اس باقی رکھنے پر طلاق ہو جائے گی، تو اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ بیوی کا رقم کو باقی رکھنا صرف اور صرف یہ ہے کہ اس نے رقم کو خرچ نہ کیا، تو معلوم ہُوا کہ باقی رکھنا (خرچ نہ کرنا) عدم ہے، اگر ابقاء کوئی فعل ہوتا، اور بیوی نے اس رقم میں تصرف نہ کیا بلکہ صرف خاوند نے وہ رقم تھیلی میں رکھی ہو، تو پھر اس صورت میں قسم نہ ٹوٹتی۔ یُوں ہی زید نے عمرو کے ہاتھ کوئی چیز فاسد بیع کے طور فروخت کی تو یہ معلوم ہونے پر قاضی کو غصہ آیا حکم جاری فرمایا کہ اگر آج تمہاری اس فاسد بیع کو باقی رکھوں تو یہ ہوگا، اب سورج غروب ہونے تک قاضی نے اس بیع کو فسخ نہ کیا تو حانث ہو جائے گا، تو یہاں بھی باقی رکھنا صرف فسخ نہ کرنے کا نام ہے، اگر ابقاء (باقی رکھنا) کوئی فعل ہوتا تو حانث نہ ہوتا کیونکہ قاضی نے اس بیع کے متعلق کوئی فعل اور عمل تو نہیں کیا، تو معلوم ہوا انسان کا باقی رکھنا صرف کسی ازالہ کو ترک کرنے کا نام ہے۔ اگر تیرا یہ اعتراض ہو کہ کبھی ابقاء (باقی رکھنا) فعل سے بھی حاصل ہوتا ہے، مثلاً زید کو گھر میں لاکر زنجیر سے باندھ دیا، تو یہ باندھنا زید کو گھر میں باقی رکھنا ہے، جبکہ باندھنا فعل ہے۔ (ت)

اقول ایں فعل خود ابقاء نیست بلکہ

اقول (جواب میں کہتا ہوں کہ) باندھنے کا فعل

Marfat.com

مستلزم اوست کہ منع زوال ترکِ ازالہ است مع شے زائد اگر گوئی در انتفائے ترک بر منع بالقول اکتفا کردہ اند کما تقدم پس اگر زید را بست و بزبان میگوید بیروں شو باید کہ ترک متحقق نشود کہ نافیش موجود ست و ابقا یقیناً حاصل پس غیر ترک باشد۔

خود بخود ابقا نہیں بنتا بلکہ ابقا کو مستلزم ہوتا ہے کیونکہ اس فعل سے ازالہ کا ترک منتفی ہوتا ہے تو باندھنے میں ترکِ ازالہ کے ساتھ ایک زائد چیز یعنی رکاوٹ پائی گئی، جس میں ترکِ ازالہ پایا جاتا ہے۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ، ترکِ ازالہ کا خاتمہ، قولاً منع کرنے سے کافی ہو سکتا ہے، جیسا کہ پہلے گزرا ہے، تو اب زید کو گھر میں باندھ کر پھر اس کو کہا جائے تو گھر سے باہر ہو جا، تو چاہیئے کہ اس صورت میں ازالہ کا ترک متحقق نہ ہو، کیونکہ زبانی ترک کے باوجود، باندھنا اس ترک کی نفی ہے تو یقیناً ابقا، یعنی گھر میں باقی رکھنا حاصل ہو گیا، تو یوں یہ ترک، عدم کی بجائے ایک فعل کے وجود سے حاصل ہوا، لہذا انسانی ابقار، وجودی ہو گیا۔ (ت)

اقول بالا دانستی کہ اصل منع بقدر قدرت ست و مجرد نہی ہنگام تعسرش بسندہ کنند پس آنکہ اخراج تو آنست و بیروں شو اکتفا کرد تارک باشد چہ جائے آنکہ ترک خروج بفعل کرد از و مجرد بروں شو کہ صراحۃً ہزل و استہزا است بلکہ گویا لفظ بے معنی است چہ کار آید پس ابقا بحصول ترک حاصل ست و بستن امر زائد۔

اقول (جواب میں کہتا ہوں) اُوپر گزر چکا ہے، روکنا حسبِ قدرت مراد ہے، صرف قولاً اور زبانی روکنا وہاں مراد ہوتا ہے جہاں عملاً روکنا ممکن نہ ہو، لیکن جب عملاً روکا جا سکتا ہو تو وہاں محض زبانی روکنا اور یہ کہنا کہ باہر ہو جا، یہ روکنے کا ترک ہے اس پر مزید یہ کہ باندھنے کے فعل سے اس کو نکلنے سے روکنا اور پھر کہنا کہ باہر ہو جا، تو یہ صراحۃً مذاق ہے بلکہ اس موقعہ پر یہ کہنا بے معنیٰ اور بیکار ہے، لہذا اس صورت میں ابقا (باقی رکھنا) ترک سے حاصل ہوا اور باندھنے کا فعل اس سے زائد چیز ہے (تو ثابت ہوا کہ بشری ابقا محض ترک کا نام ہے کسی وجودی چیز کا نام نہیں)۔ (ت)

شبہہ عاشرہ سلمنا کہ ترک را عدم امر بخروج بس ست فاما امر بعدم خروج نیز از وجوہ اوست پس ترک دو نوع شد و زیادت معنی در نوع خود قضیہ نوعیت ست پس حالت اگر بواقع اسادہ نوع اقوی کردہ باشد

دسواں شبہہ یہ کہ ہمیں تسلیم ہے کہ ترک یعنی چھوڑنے کے لئے نکل جانے کا حکم نہ دینا کافی ہے لیکن نہ نکلنے کے حکم سے بھی ترک پایا جاتا ہے پس ترک کی ۲ دو قسمیں ہو گئیں، ایک نکلنے کا حکم نہ دینا، اور دوسری قسم، نہ نکلنے کا حکم دینا، اور ایک

Marfat.com

باید کہ دیانةً معتبر شود گو پیش زن و سائر ناس مقبول مباش۔

قسم میں معنی کی زیادتی (حکم دینا) خود قسم کو پیدا کرتا ہے یعنی قسم ہونے کے منافی نہیں ہے۔ لہٰذا قسم کھانے والا اگر اقوٰی قسم یعنی زیادتی والی قسم کی نیت کرے کہ اس معنٰی کا ترک ہو تو طلاق ہوگی، تو دیانۃً یہ نیت قبول ہونی چاہیے۔ اگرچہ بیوی اور دوسرے لوگوں کے ہاں وُہ مقبول نہ ہو۔ (ت)

اقول عدم امر بخروج و امر بعدم خروج متقابل نیست کہ اول در ثانی موجود ست و قسم قسم نتواں شد آرے سکوت مطلق و تکلم باجنبی و تکلم بنافی ہر سہ از وجوہ تحقق اوست فاما انواعش نتواں شد کہ تکلم وجودی ست نوعے از عدم چساں باشد پس مصداقش نیست مگر ہماں عدم امر بخروج و در سکوت محض چیزے با او نیست و در تکلمات مقارن بکلام ست و شے بمقارنات متنوع نشود و قاطع شغب آنست کہ در جملہ مسائل ترک کہ بالا گزشت علماء ازیں احتمال کہ مراد از و تکلم بنافی مراد باشد اصلاً خبر ندادہ اند پس روشن شد کہ او را مساغ نیست ہکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق الحمدللہ سخن بمنتہی رسید و دریں مسئلہ نازلہ ابانت علل و سد خلل و رد زلل بذروہ اقصے در ضمن او مسائل او کثیرہ و فوائد عزیزہ بوضوح پیوست پس بلحاظ تاریخ الجوھر الثمین فی علل نازلۃ الیمین نامش کردن مناسب ست، واللہ تعالٰی اعلم۔

اقول (میں جواب میں کہتا ہوں کہ) نکلنے کا حکم نہ دینا اور نہ نکلنے کا حکم دینا، یہ دونوں چیزیں آپس میں منافی نہیں ہیں کیونکہ پہلا معنٰی دوسرے معنٰی میں بھی موجود ہے (حالانکہ اقسام کا آپس میں ایک دُوسرے کے مبائن ہونا ضروری ہے) لہٰذا یہ دو قسمیں علیحدہ علیحدہ نہ ہُوئیں۔ ہاں مطلق خاموشی، اجنبی گفتگو، اور منافی گفتگو، ان تینوں صورتوں میں ترک متحقق ہوجاتا ہے مگر یہ ترک کی قسمیں نہیں ہیں کیونکہ ترک عدم کا نام ہے اور گفتگو یعنی تکلم وجودی چیز ہے تو وجودی چیز عدمی چیز کی قسم کیسے بن سکتی ہے، تو معلوم ہوا کہ ترک کا مصداق صرف نکلنے کا حکم نہ دینا ہے۔ اور وہ سکوت جس کے ساتھ کوئی اور چیز نہ ہو اور مقام کلام میں وُہ کلام سے مقارن قرار پاتا ہے اور کوئی چیز اپنے مقارن کے ساتھ قسم نہیں بنتی۔ اس قیل و قال کا خاتمہ یُوں ہوجاتا ہے کہ ترک سے متعلق جتنے مسائل گزرے ہیں ان میں علماءِ کرام نے منافی گفتگو کے احتمال کو ذکر نہیں کیا، اور انھوں نے کہیں بھی یہ نہیں فرمایا کہ "نہ نکلنے کا حکم" بھی ترک ہے تو واضح ہوگیا کہ اس احتمال کا یہاں کوئی دخل نہیں ہے۔ تحقیق یوں مناسب ہے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے، الحمدللہ یہ بحث اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے قسم کے پڑنے میں یہ ایسی بحث ہے جس میں علتوں کی وضاحت، خلل کا سدِّ باب اور غلطیوں کا ازالہ اعلٰی پیمانے پر ہُوا ہے اور اس بحث کے ضمن میں کثیر مسائل اور نادر فوائد بھی پائے گئے ہیں، پس تاریخی لحاظ سے اس کا نام الجوہر الثمین فی علل نازلۃ الیمین

Marfat.com

رکھنا مناسب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

نوٹ: خادم آستانہ علیہ دار الافتا فقیر عبد النبی نواب مرزا قادری برکاتی رضوی غفرلہ ربہ القوی عرضہ دارد کہ اعلیحضرت شیخنا مجدد الملۃ دام ظلہ العالی پیش ازیں بتاریخ یازدہم محرم شریف ایں سوال را جوابے مختصر نوشتہ ارسال فرمودہ بودند کہ در کتاب الطلاق مرسوم گشت وبوجہ عروض تپ تفصیل را حوالت بر آئندہ فرمودند کہ بتوفیقہ تعالیٰ ایں فتوی کتاب الایمان ست از مولٰینا وبالفضل اولٰنا جناب مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب شمس آبادی دام بالایادی بتاریخ ہفدہم ماہ مبارک محرم محترم نامہ دگر بزبان عربی آمد و درطے او فتوی دیوبندیاں تفصیل را لب بہ استدعا کشادند اینجا بعونہ تعالیٰ فتوائے معضلہ پیش ورود ایں نامہ تکمیل یافتہ بود فتوائے دیوبند اگر چیزے بہ دلیل علیل گرایندے جوابش خود اینجا دیدے فاما بتقلید کورانہ جناب گنگوہی صاحب عبارتے نگاشت نہ بدلیلے چنگ زد ہمیں مجتہدانہ بانگ بے آہنگ زد کہ اصلاً توجہ را نشاید آرے لطف جواب سفارشی مے شود کہ او را ذکر کنیم تا بینند کہ مفتیان دیوبند چساں دربند دیو جہالت اند کہ سوال ہم نفہمند وجواب مجتہدانہ دہند۔

نوٹ: آستانہ عالیہ دار الافتاء کا خادم نبی پاک کا ادنیٰ غلام فقیر نواب مرزا قادری برکاتی رضوی اللہ تعالیٰ اس کا رب قوی اس کی مغفرت فرمائے۔ عرض کرتا ہے کہ ہمارے شیخ مجدد ملت اعلیحضرت دام ظلہ العالی نے قبل ازیں گیارہ محرم شریف کو اس سوال کا مختصر جواب لکھا اور ارسال کردیا جو کہ کتاب الطلاق میں شامل ہے اور بخار کے عارضہ کی بناء پر اس کا مفصل جواب آئندہ پر چھوڑ دیا جبکہ استفتاء کا تعلق کتاب الایمان سے ہے جس کو مولانا بالفضل اولنا جناب مولوی غلام گیلانی صاحب شمس آبادی (زمانہ بھر زندہ رہیں) نے ارسال فرمایا، مولانا مذکور نے یہی سوال عربی زبان میں دوبارہ سترہ محرم الحرام کو بصورت خط بھیجا اور اس کے اندر دیوبندیوں کا تفصیل سے خالی فتوٰی بھی موجود تھا، اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد سے یہ تفصیلی مضبوط کتاب الایمان سے متعلق فتوٰی مولانا مذکور کے دوسرے خط سے قبل پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا تھا، دیوبند کے فتوے میں اگر کوئی کمزور دلیل ہوتی تو بھی اس مفصل فتوے میں اس کا جواب نظر آجاتا، لیکن دیوبند کا فتوٰی تو محض گنگوہی صاحب کی اندھی تقلید ہے اس میں نہ کوئی حوالہ ہے نہ کسی دلیل کا سہارا ہے بلکہ وہی بے ڈھنگی مجتہدانہ بولی ہے جو ہرگز قابلِ التفات نہ تھی۔ ہاں تحقیقی جواب کی خوبی سفارش کرتی ہے کہ اس کو ذکر کردیں تاکہ دیکھنے والے معلوم کرسکیں کہ دیوبندی حضرات کس طرح دیو جہالت کی قید میں ہیں کہ وہ سوال کو سمجھے بغیر ہی اپنا اجتہادی جواب دے رہے ہیں۔ (ت)

Marfat.com

(نامہ نامی جناب مولٰنا اینست)

الی الجناب المستغنی عن الالقاب بل الالقاب مطروحہ دون سدۃ الباب مجدد الملۃ والاسلام والدین ناصر المسلمین باعلاء اعلام الدین مزعج اصول الکفرۃ والمبتدعۃ والفسقۃ والمضلین بسط اللہ تعالیٰ ظلال فیوضھم علیٰ رؤس المسترشدین الی یوم الدین۔

امّا بعد، فقد ورد الجواب المستطاب مع المطلوبات من الرسالۃ والکتاب و انکشف الستر والحجاب جزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء بتعداد المخلوقات ما ھو فی جو السماء وعلی الارض من الدواب لکن کتب من مدرسۃ دیوبند علی خلاف ذلک فحم لابد من الجواب المفصل المزیل للارتیاب لیفتت نوائب المخطی ویدسہ فی التراب ویرتفع الخلاف من البین باجلاب النزین والتحاب وصلے اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ والاٰل والاصحاب الی یوم التناد لذوی الخیاب و یوم الریان والشباب لذوی الحجۃ و اصحاب الاقتراب۔

العبد المذنب للاواہ الخامل الجانی القاضی غلام گیلانی الشمس اٰبادی حفظہ اللہ تعالیٰ عن ایادی الاعادی۔

(مولانا مذکور کا خط یہ ہے)

القاب سے مستغنی بلکہ القاب جن کی چوکھٹ کے سامنے پھینکے پڑے ہیں، مجدد الملت والاسلام والدّین، دین کے جھنڈے بلند، اور کفار، بدعتی حضرات، فساق اور گمراہ لوگوں کے اصول وقواعد کو مٹانے میں مسلمانوں کے مددگار کی خدمت میں، اللہ تعالےٰ قیامت تک ان کے فیوض کے سائے کو رہنمائی حاصل کرنے والوں کے سروں پر پھیلائے رکھے۔

امّا بعد، آپ کا جواب مستطاب مطلوبہ قرآن و احادیث وکتب کے حوالوں پر مشتمل موصول ہوا، حجاب اور پردے اُٹھ گئے، اللہ تعالےٰ آسمان اور زمین کی مخلوقات کی تعداد کے برابر آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

لیکن مدرسہ دیوبند سے اس کا خلاف لکھا گیا، لہٰذا ضروری ہے کہ اس کا رَد مفصّل طور پر کیا جائے جو شکوک کو ختم کر دے تاکہ خطاکار کے دل کے خیالات پراگندہ ہو جائیں اور اس کو مٹی میں دفن کر دے اور اس خلاف کو یہاں سے مقبول اور پسندیدہ امور کے سبب ختم کر دے۔ رسوا لوگوں کی ذلت، اور محبوب اور اصحاب حجت لوگوں کی رونق وشباب کے دن (قیامت) تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اللہ تعالےٰ کی رحمتیں ہوں۔

منجانب گنہگار، پناہ کا خواستگار، پسماندہ اور جنایت کا مرتکب بندہ غلام گیلانی شمس آبادی، اللہ تعالیٰ اسے دشمنوں کے ہاتھوں سے محفوظ رکھے۔

Marfat.com

سوال فتوائے عین سوال مذکورست وسوال پارسی را بزبان ہندی جواب عجاب چناں :

دیوبند کے فتویٰ میں بعینہٖ اس فتوے والا سوال مذکور ہے اور اس فارسی سوال کا عجیب جواب انھوں نے اردو (ہندی) میں دیا ہے، جو یہ ہے :

الجواب : زید جبکہ اپنے پسر سے راضی ہوگیا اور خود اُس کو گھر رکھا تو اس کی عورت پر اس صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی البتہ اگر زید اس کو نکالتا اور اس کی زوجہ اُس کو رکھتی تو مطلقہ ہوتی فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند

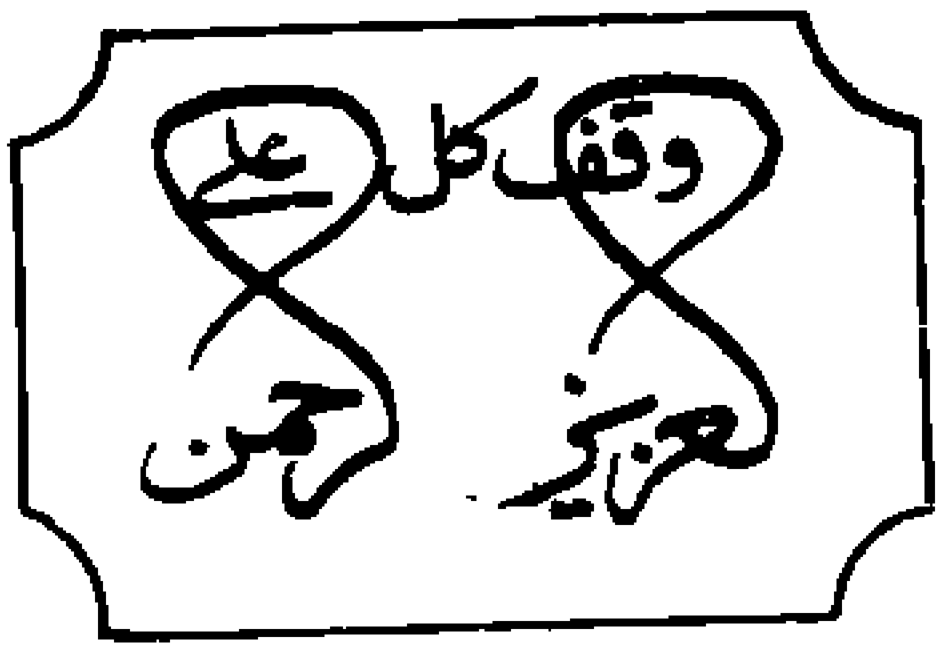

جواب پر اعلیٰحضرت کا تبصرہ

درسوال بود اگر بخانہ گزاشتی و درجواب میگوید "اس کو رکھتی" مساکین بفہم کہ اینجا در گزاشتن و داشتن تمیز ندارند آنہا را گزاشتن را بہ کہ داشتن باز حاصل ایں شبہہ ہماں شبہہ اولیٰ ست کہ مرد خود گزاشت نہ زن وایں دون ترین شبہہ پیش پا افتادہ نیز ایجاد دماغ دیوبند نیست بلکہ بیچارہ مفتی مخلی از سائل آموخت کہ در عبارت سوال زید راضی شدہ درخانہ گزاشت ایمائے باو بود بلے چوں دید کہ گزاشتن ومنع نہ کردن بالیقین از زن نیز مستحق ست براہ گریزی گزاشتن را بداشتن بدل کرد تا ایواد جا دادن را بجائے ترک وتخلیہ نشاند وحرام خدا را حلال کردہ داد دیوبندیت از دیوبندیاں ستاند ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر

سوال میں تھا کہ "اگر تو گھر میں چھوڑے"۔ جواب میں دیوبندی لکھتا ہے "اس کو رکھتی"۔ اس مسکین بے فہم مفتی کو یہاں چھوڑنے اور رکھنے کا فرق معلوم نہ ہوسکا، ایسے مفتیوں کو چھوڑنا بہتر یا رکھنا بہتر؟ پھر یہ شُبہہ وہی ہے جس کو ہم نے شبہہ اولیٰ کے طور پر ذکر کیا ہے کہ خاوند نے خود بیٹے کو گھر چھوڑا، بیوی نے نہیں چھوڑا، اور کمزور ترین اور حقیر سا یہ شبہہ دیوبندی دماغ کی ایجاد نہیں، بلکہ اس بیچارے نے یہ شبہہ سائل سے سیکھا جس نے اپنے سوال میں "زید نے راضی ہو کر بیٹے کو گھر میں چھوڑا" لکھ کر اشارہ دیا ہے، پھر جب اس مفتی نے دیکھا کہ چھوڑنا اور منع نہ کرنا بیوی سے یقیناً سرزد ہُوا ہے، تو پھر گریز کرتے ہوئے اس نے "چھوڑنے" کو "رکھنے" میں بدل دیا تاکہ آنے کے موقعہ دینے کو ترک اور تخلیہ کی جگہ منطبق کر سکے،

Marfat.com

خلقه محمد و اٰله و اصحابه اجمعین و اٰخر دعونا ان الحمد للّٰه رب العٰلمین۔
یوں اس نے اللہ تعالٰی کے حرام کردہ کو حلال بنادیا، دیوبندیوں کی دیوبندیت بن گئی۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین۔ (ت) (رسالہ ختم)

مسئلہ ۲۱۵: از محلہ بہاری پور بریلی ۲۹ رجب ۱۳۳۸ھ مرسلہ ریاض الدین احمد

کسی سچی بات کے لئے قرآن پاک کی قسم کھانا یا اس کا اُٹھالینا گناہ ہے یا نہیں؟ آپ کو تکلیف دینے کی اس وجہ سے ضرورت ہوئی کہ ایک شخص سے کہا گیا کہ اگر تُو سچا ہے تو قرآن شریف کو اٹھائے۔ اس کا اس نے جواب دیا کہ میں سچائی پر ہوں لیکن میں قرآن شریف نہیں اُٹھا سکتا ہوں کیونکہ قرآن شریف اٹھانا ہر حالت میں گناہ ہے۔ دوسرا فریق کہتا ہے کہ سچا قرآن شریف اُٹھانا گناہ نہیں ہے البتہ جھوٹا قرآن شریف اُٹھانا گناہ ہے، مہربانی فرماکر مطلع فرمائیے کہ دونوں باتوں میں کون سی بات سچی ہے؟

الجواب

جھوٹی بات پر قرآن مجید کی قسم کھانا یا اُٹھانا سخت عظیم گناہ کبیرہ ہے اور سچی بات پر قرآن عظیم کی قسم کھانے میں حرج نہیں اور ضرورت ہو تو اُٹھا بھی سکتا ہے مگر یہ قسم کو بہت سخت کرنا ہے، بلاضرورتِ خاصہ چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۶: از برٹس گائنا برار اتیرس وینج الیسٹ بنک مسئولہ عبدالغفور ۲۴ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

اگر لوگوں نے کلام اللہ کو ہاتھ میں لے کر حلف کیا اپنے پیش امام کی تابعداری کا، وہ حلف یمین ہوا یا کہ نہیں؟ اور یا کہ شرک ہوا اللہ تعالٰی کے ساتھ؟ یا گناہ ہوا؟ اور یا کہ ایسا حلف قسم کلام اللہ کا ہوا؟ اور قسم کلام اللہ کا کھانا درست ہے یا کہ نہیں؟ اور جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے اور لوگوں نے حلف کیا ساتھ کلام اللہ کے، تو وہ غیر اللہ کا قسم کہا جائے گا یا کیا کہا جائیگا؟ فقط۔

الجواب

کلام اللہ، اللہ عزوجل کی صفت قدیمہ ہے۔ صفاتِ الٰہیہ عین ذات ہیں نہ کہ غیر ذات۔ کلام اللہ کی قسم ضرور حلف شرعی ہے،

لانه من صفاته وقد تعورف الحلف به فكان كالحلف بعزته وعظمته وجلاله

کیونکہ یہ اللہ تعالٰی کی ایسی صفات میں سے ہے جس کے ساتھ قسم کھانا متعارف ہے لہذا قرآن کے ساتھ حلف ایسا ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالٰی کی عزت،

Marfat.com

لاکالحلف برحمتہ وجودہ وکرمہ لعدم التعارف وھذا ھو مناط الحلف الشرعی کما فی الدرالمختار وغیرہ۔

عظمت اور جلال کی قسم ہے۔ اور اللہ تعالٰی کی رحمت، جود اور کرم کی قسم کی طرح نہیں جن سے قسم متعارف نہیں ہے اور یہی متعارف ہونا نہ ہونا ہی شرعی قسم کا معیار ہے، جیساکہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ (ت)

ہاں مصحف شریف ہاتھ میں لے کر یا اُس پر ہاتھ رکھ کر کوئی بات کہنی اگر لفظاً حلف وقسم کے ساتھ نہ ہو حلف شرعی نہ ہوگا مثلاً کہے کہ میں قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر کہتا ہُوں کہ ایسا کروں گا اور پھر نہ کیا تو کفارہ نہ آئے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۷ ازشمس آباد کیمل پور مسئولہ غلام گیلانی سہ شنبہ ۱۸ شعبان ۱۳۳۴ھ

زید حلف خورد کہ من بخانہ برادر خود ہرگز نان نخواہم خورد ورنہ کذا وکذا باشد بعدہ در تقریب شادی مردماں آں زید را بر خوردن نان مجبور کردند او گفت کہ من بگفتہ شما ایں نان را در تصور خوردم (یعنی حقیقۃً نمی خورم لیکن در تصور خود میخورم) وچہ نخوردہ ام اما خوردہ گیر بایدم ایں واقعہ پیش علمائے دیار رفت مگر حکم بحنث داد واستناد او بایں عبارت حاشیہ اصول شاشی در بحث مقتضی بایں الفاظ ست عبارت اصول شاشی ولاتخصیص عن الفرد المطلق لان التخصیص یعتمد العموم ولاعموم للمقتضی[1] وعبارت فصول این ست فان قیل فلیراد الطعام الموصوف بصفۃ کذا قلنا ھذا اثبات وصف زائد علی المطلق وھو زیادۃ علی قدر الحاجۃ فلایثبت

زید نے قسم کھائی کہ میں اپنے بھائی کے گھر ہرگز کھانا نہ کھاؤں گا اگر کھاؤں تو فلاں چیز لازم آئے، اس کے بعد شادی کی تقریب میں لوگوں نے اس کو کھانے پر مجبور کیا تو اس نے کہا میں تمھارے کہنے پر کھانے کا تصور کرلیتا ہُوں، یعنی حقیقتاً نہ کھاؤں گا صرف اپنے تصور میں کھاؤں گا کیونکہ میں نے کھایا نہیں لیکن کھانے والا سمجھا جاؤں گا۔ یہ واقعہ علاقہ کے علماء کے سامنے پیش ہُوا تو اُنھوں نے اس بات پر قسم کے ٹوٹنے کا حکم دیا اور اس کی دلیل اصول شاشی کے حاشیہ کی اس عبارت کو بنایا ہے جو اصول شاشی میں مقتضٰی کی بحث میں ہے۔ اصول شاشی کی عبارت یہ ہے کہ فرد مطلق میں تخصیص جاری نہیں ہوتی کیونکہ تخصیص کی بنیاد عموم پر ہے جبکہ مقتضٰی میں عموم نہیں ہوتا۔ اس پر حاشیہ فصول کی عبارت یہ ہے: اگر اعتراض کیا جائے کہ کھانے کے

[1] اصول الشاشی و فصول الحواشی قبیل فصل فی الامر المطبع المحمدی پشاور ص ۲۰۰

Marfat.com

بطریق الاقتضاء کصفۃ التعمیم وفیہ ایضا کلام قولہ لعل المراد الی ان قال) قیل انہ لیس من باب العموم بل لحصول المحلوف علیہ فانہ لو تصور الاکل الخ[1] را بایں حکم حنث درسوال تعلق ست یا نہ، اگر حضور پُرنور مطلب ایں عبارت مع شواہد وتوابع ونظائر درعبارت فارسی مفصل ارقام فرمایند ہرآئنہ رفع حجاب فتح باب خواہد شد، فقط۔

قول کے بعد مطلق طعام کی بجائے خاص وصف والا طعام بطورِ مقتضٰے مراد لیا جائے تو کیسا ہے۔ قلنا (ہم جواب دیں گے کہ) ایسا نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ مطلق پر ایک زائد وصف کا اضافہ ہے جو قدرِ حاجت سے زائد ہے اور مقتضٰے قدرِ حاجت سے زائد ثابت نہیں ہوسکتا جیسا کہ مقتضٰے میں تعمیم کی صفت ثابت نہیں ہوسکتی، جبکہ اس جواب میں بھی کلام ہے۔ کیونکہ لعل المراد سے آگے، قیل کے تحت، کہ، یہ عموم کے باب سے نہیں بلکہ جس چیز کے متعلق قسم کھائی ہے (محلوف علیہ) اس کا حصول ہے، کیونکہ اگر وُہ کھانے کے لئے متصور ہو الخ، تو کیا اس عبارت کا سوال مذکور کے حانث ہونے سے تعلق ہے یا نہیں، اگر حضور پُرنور اس عبارت کا مطلب مع شواہد موافق اور نظائر فارسی میں مفصّل طور پر بیان فرمادیں تو ہر طرح سے حجاب ختم ہوجائے گا اور اس بحث کی وضاحت ہوجائے گی، فقط۔ (ت)

الجواب الملفوظ

روزے پیش امیرالمؤمنین علی مرتضٰے کرم اللہ تعالٰے وجہہ الکریم یکے گفت کہ فلاں درخواب با مادر آنکس زنا کردہ است۔ امیرالمؤمنین کرم اللہ تعالٰے وجہہ الکریم فرمود اورا در آفتاب قائم کردہ سایہ اش را درہ زن از مدعیان علم ہمچو سخن خیلے بعید است پیدا است کہ ایں نزول جزا را از حصول شرط ناگزیرست وشرط اکل بود نہ تصوّر او ومجرد تصور تحقق اکل بداہۃً مخالف عقلاً ہیچ صبی عاقل گمان نتواں برد کہ ہر کہ تصور

ایک دن حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم کے سامنے ایک شخص نے کہا کہ فلاں شخص نے خواب میں دوسرے شخص کی ماں سے زنا کیا ہے، تو حضرت امیرالمؤمنین کرم اللہ تعالٰے وجہہ الکریم نے فرمایا، کہ، اس شخص کو دھوپ میں کھڑا کرکے اس کے سایہ پر کوڑے مارو۔ غرضیکہ ایسی باتیں علم کے مدعی لوگوں سے بعید ہیں کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ جزا کے پائے جانے کے لئے شرط کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے، جبکہ سوال میں کھانے کی شرط کو ذکر کیا گیا ہے تو کھانا

---

[1] اصول الشاشی و فصول الحواشی قبیل فصل فی الامر المطبع المحمدی پشاور ص ۴۰۰

Marfat.com

خوردن کرد حقیقۃً خورد و اگرچناں بودے فقر و فاقہ ازجہاں برخاستے وحکمتِ الٰہیہ کہ باختلاف لزوم در رزق ست کہ لو بسط اللہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض ولکن ینزل بقدر ما یشاء[1] معاذ اللہ ازھم پاشیدے وآنکہ از حاشیہ اصول شاشی منقول شد معنیش آنست کہ در (اکلت) اقتضائے طعام از جہت تحصیل محلوف علیہ ست زیرا کہ اکل فعل متعدی ست وفعل متعدی بے مفعول بہ صورت نہ بندد وانیجا مفعول بہ طعام ست تا آنکہ اگر اکل بے طعام صورت بستے حنث بے او حاصل شدے واذ لیس فلیس اینجا بر معنی باطل حمل کردن در چہ مرتبہ از جنون ست نسأل اللہ العفو و العافیۃ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، واللہ تعالٰی اعلم۔

شرط ہوگا نہ کہ تصور شرط ہوگا، کھانے کے محض تصور کرلینے سے کھانا متحقق نہیں ہوتا، یہ بات ہر عقلمند بچہ بھی جانتا ہے اور ایسا ہونا بداہۃً عقل کے خلاف ہے کہ کوئی کھانے کا تصور کرے تو حقیقی کھانا ہوجائے گا۔ اگر ایسا ہی ہو تو پھر دنیا سے فقر وفاقہ ختم ہوجائے، اور رزق میں تفاوت کی یہ حکمت معاذ اللہ ختم ہوجائے جس کو اللہ تعالٰی نے یُوں بیان فرمایا، اگر اللہ تعالٰی سب کے لئے رزق کو کشادہ کردے تو لوگ زمین میں بغاوت کردیں لیکن وہ بقدرِ مشیّت رزق اتارتا ہے۔ اور اصول شاشی کے حاشیہ سے جو نقل کیا گیا اس کا معنٰی یہ ہے اکلت (میں کھاؤں) کا فصل طعام کا مقتضی ہے تاکہ اس قسم والے کی قسم سے متعلق چیز معلوم ہوسکے کیونکہ اکل (کھانا) متعدی فعل ہے اور کوئی متعدی فعل، مفعول بہ کے بغیر نہیں پایا جاسکتا جبکہ یہاں کھانے کا مفعول بہ طعام ہے حتی کہ اگر کھانا بغیر طعام متصور ہوسکے تو پھر کھانے کے بغیر قسم ٹوٹ جائے، توجب کھانا بغیر طعام متصور نہیں ہوسکتا تو طعام کے بغیر قسم بھی نہ ٹوٹے گی۔ یہاں پر شخص مذکور نے جو معنٰی مراد لیا ہے وُہ غلط اور باطل ہے اور اس کو مراد لینا جنون سے کم نہیں ہے، ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۱۸: از مدرسہ اسمٰعیل صاحب از مقام پکاسن ملک میواڑ محلہ موماناں ۱۶ صفر ۱۳۳۵ھ

چند شخص نے مسجد کے اندر کہا کہ جو شخص بیٹی پر روپیہ لے یا قرضدار کے یہاں کھانا کھائے توکلمہ شریف اور قرآن شریف سے پھرے تو اس کا کاغذ بھی لکھا مگر وہ کاغذ بھی پھاڑ ڈالا اور وہی کام کرنے لگ گئے اُن کے واسطے کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] القرآن الکریم ۴۲/ ۲۷

Marfat.com

الجواب

بیٹی پر روپیہ لینا ناجائز ہے اور قرضدار کے یہاں کھانا کھانا اگر قرض کے دباؤ سے ہے تو وہ بھی ناجائز ہے، اور جنھوں نے یہ اقرار کیا تھا کہ جو ایسا کرے وہ کلمہ شریف اور قرآن شریف سے پھرے پھر اس اقرار سے پھر گئے اور وہ کاغذ پھاڑ ڈالا اُن میں سے جس کے خیال میں یہ ہو کہ واقعی ایسا کرنے سے قرآن مجید اور کلمہ طیبہ سے پھر جائے گا اور یہ سمجھ کر ایسا کیا وہ کافر ہو گیا اُس کی عورت نکاح سے نکل گئی نئے سرے سے اسلام لائے اُس کے بعد عورت اگر راضی ہو تو اُس سے دوبارہ نکاح کرے ورنہ مسلمان اُسے قطعاً چھوڑ دیں اُس سے سلام وکلام اُس کی موت وحیات میں شرکت سب حرام، اور جو جانتا تھا کہ ایسا کرنے سے قرآن مجید یا کلمہ طیبہ سے پھرنا نہ ہوگا وہ گنہگار ہوا اُس پر قسم کا کفارہ واجب ہے کقولہ ھو بریئ من اللہ ورسولہ ان فعل کذا (جیسا کہ وہ یوں کہے اگر ایسا کروں تو اللہ تعالٰی اور رسول اللہ سے بری ہو جاؤں ۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۹ تا ۲۲۱ از مولوی ضیاء الاسلام صاحب پیش امام جامع مسجد آگرہ ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

فرازندہ رایت شریعت ومروج احکام فطوت دام عظمتہ، بعد سلام سنت الاسلام کے واضح رائے عالی ہو کہ براہ کرم جواب بہت جلد روانہ فرمائیے گا از حد ضرورت ہے:

(۱) ایک جماعت نے متفق ہو کر اور قرآن شریف ہاتھوں پر رکھ کر قسم کھائی کہ ہم سب آدمی اپنی مستورات کو قبریں وتعزیہ وشادی وغیرہ کے خلاف شرع رسوم میں نہ جانے دیں گے اور اگر کوئی اس کے خلاف کرے گا اس کے ساتھ کھانے پینے کا تعلق اور حقہ وغیرہ کا لین دین نہ کریں گے اور نہ اُس کے جنازہ میں شریک ہوں گے، یہ قسم قرآن شریف ہاتھوں میں لے کر کھائی، بعد دو روز کے ایک شادی ہوئی تو کچھ لوگوں نے متفق ہو کر اپنی عورتوں کو خود بھیج دیا اور کچھ لوگوں نے قسم کی پابندی کی، اب جن لوگوں نے اُس عہد کو توڑ دیا وہ لوگ از روئے شرع کس جرم کے مستحق ہیں۔

(۲) یہ جو قسم کھا کر وعدہ خلافی کر گئے ہیں وہ کسی معاملہ میں حکم (پنچ) از روئے شرع ہو سکتے ہیں یا نہیں، اور گواہی ان کی درست ہے یا نہیں؟

(۳) جو لوگ اپنی قسم پر قائم ہیں اُن کی یہ حقارت کرتے ہیں اور طعنہ زن ہوتے ہیں اس کے وہ مواخذہ دار ہوں گے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) وہ شادی جس میں ان لوگوں نے اپنی عورتوں کو بعد قسم کے بھیجا اگر رسوم خلاف شرع پر مشتمل تھی تو

Marfat.com

اُن پر دوہرا گناہ ہُوا، ایک ایسی جگہ اپنی عورتوں کو بھیجنے کا، دُوسرا قسم توڑنے کا۔

وقال اللہ تعالیٰ واحفظوا ایمانکم[1]، اور اپنی قسموں کی حفاظت کرد۔ اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے، قوا انفسکم واھلیکم نارا[2]۔ اپنی جانوں اور اہل کو آگ سے بچاؤ (ت)

اُن پر فرض ہے کہ توبہ کریں اور آئندہ ایسی حرکت سے باز رہیں اور قسم کا کفارہ دیں۔

(۲) اگر وُہ لوگ توبہ نہ کریں تو ایسوں کو نہ حَکَم بنایا جائے نہ اُن کی گواہی سُنی جائے۔

(۳) ضرور مواخذہ دار ہیں اور شدید بلکہ معاملہ شرعی و دینی ہے اس میں عہدِ الٰہی کو قائم رکھنے والوں کو بُرا جاننا اور قائم رہنے پر طعنہ کرنا معاذ اللہ اسلام میں فرق آنے کا باعث ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۲

ایک شخص نے کسی سے غصہ میں آکر کہا کہ تیرے مکان کا کھانا پینا مجھ پر حرام ہے، یا کہا کہ تیرے مٹکے کا پانی حرام ہے تو شرع شریف میں ان کا کیا حکم ہے؟

الجواب

یہ قسم ہے اگر اس کے گھر کھائے پیئے گا یا دُوسری صورت میں اُس کے مٹکے کا پانی پیئے گا قسم کا کفارہ دینا آئے گا پھر اگر اُس سے ترک علاقہ خیر ہو تو چاہئے کہ قسم توڑے اور کفارہ ادا کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۳ از ڈاکخانہ رامو چکیا کول ضلع چٹا گانگ ۹ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

کوئی شخص کہے کہ اگر میں تم سے بولوں یا تمھارے مکان جاؤں یا یہ چیز کھاؤں تو میرے حق میں حرام ہے یا صرف یہ کہنا حرام ہے، کیا یہ کہنے سے حرام ہو جائے گا، اگر حرام ہو تو اس سے بری الذمہ ہونے کی کیا صورت ہے؟

الجواب

ہاں استحساناً یہ صورت حلف کی ہے اور یمین تحریم حلال ہی ہے اس کہنے کے بعد اگر اُس سے بولا یا

---

[1] القرآن الکریم ۵/۸۹
[2] " " ۶۶/۶

Marfat.com

گھر گیا، یا وُہ چیز کھائی تو قسم ٹوٹ جائے گی، کفارہ دینا ہوگا،

ھذا ھو الاستحسان کما فی ش عن النھر والفتح عن المنتقی وما فی الخلاصۃ فالبحر فالدر قیاس والتقدیم للاستحسان، واللہ تعالٰی اعلم۔

یہ استحسان ہے جیسا کہ فتاوٰی شامی میں نہر اور فتح کے واسطہ سے منتقی سے منقول ہے اور جو خلاصہ میں پھر بحر اور پھر دُرِّ مختار میں ہے وہ قیاس ہے جبکہ استحسان کو تقدم حاصل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

Marfat.com

بابُ النذر

(نذر کا بیان)

مسئلہ ۲۲۴: سید پرورش علی صاحب از متولی ٹولہ سہسوان ضلع بدایوں ۱۰ ربیع الآخر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی گائے جنی تو اُنھوں نے کہاکہ یہ بچھیا پال کر ننھی کو دینگے، اب وُہ سال بھر کی ہُوئی، بہت خوب و مرغوب، دیکھ کر بے ساختہ کہاکہ اللہ کی نذر کریں گے، ننھی کو دینا یاد نہ رہا، نذر ہوئی یا نہیں؟ خریدار پہلے ساٹ روپے قیمت تجویز کرتے ہیں کہ یہ گائے دس بارہ سیر دُودھ کی ہوگی، اس کا بدل قربانی کیجیو، اگر نذر ہوگئی تو بدل جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کیا کتنا ہوگا؟

الجواب

حضرت مولٰنا سید صاحب دامت افضالکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اس لفظ سے کہ "اللہ کی نذر کریں گے" نذر نہ ہُوئی محض وعدہ ہُوا، اور وہ کہنا کہ "پال کر ننھی کو دیں گے" اس سے بھی ہبہ نہ ہُوا یہ بھی ایک ارادہ کا اظہار تھا، مگر اللہ عزوجل سے جو وعدہ کیا اُس سے پھرنا بھی ہرگز نہ چاہیے، قرآن عظیم میں اس پر سخت وعید فرمائی ہے، افضل یہ ہے کہ کسی فقیر کو ہبہ کرکے دو ایک روپے میں اس سے خرید کر ننھی کو دے دی جائے کہ دونوں وعدے پُورے ہوجائیں، واللہ تعالٰی اعلم۔ لفظ نذر جس طرح مذکور ہُوا قربانی کے لئے خاص نہیں، ہاں اگر یہ نذر کرے کہ اللہ عزوجل کے نام پر قربانی کر دے گا تو قربانی ہی واجب ہے بدل ناممکن ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

Marfat.com

مسئلہ ۲۲۵ مسئولہ عبدالکریم ہاشم لاکہ کوٹھی مقام بدامپور ڈاک خانہ رانگ دیٹہ ضلع مان پور روز پنجشنبہ تاریخ ۷ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ

افضل الفضلا عالم یگانہ روزگار جناب مولٰنا صاحب مدظلہ العالی، بعد ادائے آداب وتسلیمات بصد تعظیم و تکریم وہدیۂ سلام مسنون الاسلام معروض خدمت سراپا برکت ہے کہ فدوی نے اپنے کارخانہ لاکہ کوٹھی میں یوم ابتدا کاروبار سے مسلم ارادہ کرلیا تھا کہ کارخانہ مذکور میں جو کچھ نفع ہوگا اس کے سولہ حصہ میں ایک حصہ خاص جناب سیدنا ومولنا پیر دستگیر غوث الثقلین جناب محی الدین عبدالقادر جیلانی صاحب رحمۃ اللہ علی مرقدہ وقدس اللہ سرہ کا بطور تبرک نیاز کیا تھا اور ہے اور یوم ابتدا کاروبار سے بھی کہ جمع خرچ میں بھی ایک کہنہ وہ جدا بنام نامی اسم گرامی محب صمدان جناب سید محی الدین عبدالقادر صاحب جیلانی قدس اللہ سرہٗ کے نام پاک سے موسوم کیا گیا ہے اور اب زمانہ اس کا چند سال کا ہوتا ہے کہ روپیہ نفع کا کچھ جمع ہوگیا ہے، تسدیعہ وہ خدمت لہٗ وہ روپیہ کن کن مصارف دینی میں خرچ ہوسکتا ہے۔ یوم ابتدا کاروبار سے آج تک کوئی خاص ارادہ نہیں کیا گیا ہے اور نہ تھا کہ وہ نفع روپیہ فلاں کار خیر میں خرچ کیا جائے گا، اب خلاصہ دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ یہاں کی مسجد بے مرمت اور ویران پڑی ہے اور مسلمان یہاں کے بہت غریب ہیں جس سے مرمت کا ہونا دشوار ہے تو ایسی حالت میں جو روپیہ نفع کا ہے اس کو مصارف مسجد میں کیا جاسکتا ہے کہ نہیں، ایسی حالت میں علمائے دین کا کیا اتفاق ہے اور علاوہ اس کے کن کن مصارف میں وہ خرچ کیا جاسکتا ہے بواپسی ڈاک جواب سے سرفراز فرمادیں، فقط۔

الجواب

نیت کرنے والوں کو مولیٰ تعالیٰ جزائے خیر دے بہت محمود نیت ہے اور ہر دینی مصرف میں اُسے صرف کرسکتے ہیں مسجد ویران کی آبادی نہایت اہم کام ہے اس میں صرف کرنا مقدم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲۶ مرسلہ محمد ساجد علی شاذلی سلہٹی ضلع تیرپورہ ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

ما قولکم دام فیضکم اس مسئلہ میں بشوق حصول مطلوب غائب حاضر ہوتے یا لاولد واسطے فرزند کے یا مریض واسطے شفا کے وحاجات دینی و دنیوی کے واسطے یا فتح مہمات کے واسطے اللہ تعالیٰ میرے مقصود حاصل کرے، پس واسطے اللہ تعالیٰ اتنا روپیہ یا قندیل یا بتی سراج کی یا شطرنجی یا مصلی یا طعام یا قربانی نذر للہ فی سبیل اللہ ماننا معین کرکے واسطے مسجد مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے، اور علما وفقرا اور مساکین کے واسطے اہل مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درست ہے یا نہیں، اگر مقصود حاصل ہوئے پس ایسی نذر کے اسباب ارسال کرنا امانت دار کی معرفت سے ضرور ہے یا نہیں، اگر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ارسال نہ کرکے غیر ملک مکہ مدینہ منورہ کے علما فقرا کو دیوے کھلاوے درست ہے یا نہیں، اور ناذر کے ذمہ سے ساقط

Marfat.com

ہوگا یا نہیں، اگر کوئی اس حیلہ بہانہ سے منع کرے راہ میں ڈاکے چوری ہوتا ہے ارسال نہ کرنا لازم ہے اور بعض امانتدار خیانت کرتا ہے ایسے احتمالی گمان سے روکنا مال نذر کا درست ہے یا نہیں، اگر کوئی شخص مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی تشبیہ بھوت خانہ کالی گھر کے مثل کہے اس کا کیا حکم ہے؟ بدتعظیم بے ادب کلام ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

وہ نذر بلاشبہہ جائز ہے اور نذر کا پورا کرنا واجب، قال اللہ تعالٰی ولیوفوا نذورھم[1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا، اپنی نذروں کو پورا کرو۔ت) اور جب نذر میں تخصیص مساجد طیبہ حرمین شریفین کی کی ہے تو وہیں بھیجنا انسب ہے اگر آسان ہو اور اگر یہیں کی مساجد میں صرف کردے جب بھی حرج نہیں کہ تعین مکان نذر میں نامعتبر ہے دونوں شہر کریم کی نسبت وہ کلمہ کہنا ضرور گستاخی و توہین و کلمہ کفر ہے اور نذر پوری کرنے سے جو شخص رد کرے وہ مناع للخیر (بھلائی سے روکنے والا۔ت) ہے، اور ایسے ناذر کو جو خاطی کہے خود خاطی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۷ نور محمد ریاست بہاولپور اسٹیشن صادق آباد ڈاک خانہ اختر پور ضلع خان پور
۳ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ

اگر بدرگاہ خداوند کریم سوال کیا جائے کہ مجھ کو فرزند عطا ہو یا بیماری دفع ہو یا قرض ادا ہو تو اس قدر خیرات فی سبیل اللہ بارواح رسول کریم یا حضرت پیر دستگیر یا ولی اللہ کر دوں گا یہ نذر جائز ہے یا نہیں؟ فقط والسلام۔

الجواب

بلاشبہہ جائز ہے، اور اس کا پورا کرنا واجب، قال اللہ تعالٰی ولیوفوا نذورھم[1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: اپنی نذریں پوری کرو۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۸ مرسلہ غلام محی الدین ملازم مطبع کریمی ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی کی نانی نے نیاز مانی کہ اگر میرے نواسی پیدا ہوگی تو میں چہل تنوں کی گائے ذبح کروں گی، چنانچہ ایک مدت کے بعد لڑکی پیدا ہوئی، اس کے پیدا ہونے کے بیس روز بعد نانی کا انتقال ہوگیا، اب لوگ لڑکی کے والدین سے کہتے ہیں

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۲۹

Marfat.com

کریہ نیاز تم دلواؤ اور یہ نیاز ان شرائط سے دلواؤ کہ ایک گائے خریدو اس کے سہرا باندھو اور فقیروں کا گروہ خاص اس نیاز کے واسطے مخصوص ہے اُن کو بُلوا کر اُن کے سرگروہ کو جوڑا پہناؤ، پھر گائے چہل تنوں کی ذبح کی جائے اور اُس کو پکا کر مع روٹی کے فقیروں کو دے دیا جائے وُہ جو کچھ اُس میں سے تم کو واپس دے دیں لے کر اپنے صرف میں لاؤ، بعد اُس کے کوئلے بہت سے دہکا کر زمین پر بچھائے جائیں اُن انگاروں پر وُہ فقیر لڑکی کو گود میں لے کر لوٹیں گے اور پاؤں سے کھوندیں گے آگ کا کُچھ بھی اثر اُن کے بدن پر نہ ہوگا، لہذا نوشتہ بالا معنوں سے شرعاً کیا کرنا چاہئے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

چہل تن چالیس شہداء ہیں، اگر منت سے یہ مراد تھی کہ گائے مولیٰ عزوجل کے لئے ذبح کرکے اُس کا ثواب اُن شہیدوں کو پہنچایا جائے تو وُہ نذر واجب ہوگئی عورت کے ترکہ سے ادا کی جائے تو بہتر ہے یعنی گائے مولیٰ عزوجل کے نام پر ذبح کرکے اس کا گوشت مساکین مسلمین کو تقسیم کردیا جائے اور وُہ لہو ولعب کہ سوال میں مذکور ہے باطل و مردود ہے، اگر منت ماننے والے کے ذہن میں یہی صورت بازیچہ تھی جو ملنگوں کا معمول ہے وُہ منت ہی سرے سے باطل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۹ و ۲۳۰ از باگ ضلع امجھرہ ریاست گوالیار مکان منشی اوصاف علی صاحب سب انسپکٹر مرسلہ شیخ اشرف علی صاحب پنشنر ریاست کوٹہ ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۶ھ

(۱) زید نے نذر مانی کہ اگر میرا فلاں کام اللہ کردے گا تو میں مولود شریف یا گیارھویں شریف وغیرہ کروں گا، تو کیا اُس کھانے یا مٹھائی کو اغنیاء بھی کھا سکتے ہیں؟

(۲) زید نے یہ نذر مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہوجائے گا تو میں اپنے احباب کو کھانا کھلاؤں گا، تو کیا اس طرح کی منت ماننا اور اس کا ادا کرنا زید پر واجب ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) مجلس میلاد مبارک و گیارھویں شریف میں عرف و معمول یہی ہے کہ اغنیاء و فقراء سب کو دیتے ہیں جو لوگ ان کی نذر مانتے ہیں اسی طریقۂ رائجہ کا التزام کرتے ہیں نہ یہ کہ بالخصوص فقراء پر تصدق، تو اس کا لینا سب کو جائز ہے، یہ نذور فقہیہ سے نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) یہ کوئی نذر شرعی نہیں، وجوب نہ ہوگا اور بجالانا بہتر، ہاں اگر احباب سے مراد خاص معین بعض فقراء و مساکین ہوں تو وجوب ہوجائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

Marfat.com

مسئلہ ۲۳۱: از پنڈول بزرگ ڈاک خانہ رائے پور ضلع مظفر پور مرسلہ نعمت علی صاحب ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی کہے یعنی منّت مانے کہ جان کا بدلہ صدقہ مسجد میں لے جائینگے، اور اسی کو بعض یوں کہتے ہیں کہ جان بچ جائے یا کام بن جائے تو نذر اللہ مصلّی کو کھلائیں گے، تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

مساجد میں شیرینی لے جائیں گے یا نمازیوں کو کھلائیں گے، یہ کوئی نذر شرعی نہیں، جب تک خاص فقراء کے لئے نہ کہے اسے امیر فقیر جس کو دے سب لے سکتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۲: از چوہر کوٹ بارکھان ملک بلوچستان مرسلہ قادر بخش صاحب ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

اگر کسے نذر کرد کہ فلاں حاجت من برآید بارواح فلاں مشائخ برائے اللہ فلاں نرگاو یا گوسفند خواہم کشت یا بدہم چوں حاجت او برآمد اکنوں گوید کہ آں نرگاو کہ نذر کردم بدیگر گوسفنداں بدل کردہ خیرات کنم آیا منذورہ نرگاو بعوض دیگر گوسفند بدل کردن جائز ست یا خود آں نرگاو را خیرات بکند۔

اگر کوئی یہ نذر مانے کہ میری فلاں حاجت پُوری ہوجائے تو فلاں مشائخ کی رُوح کی برکت سے اللہ تعالٰی کے لئے فلاں بیل یا فلاں بکرے کو ذبح کروں گا' اور جب حاجت پُوری ہوجائے تو وُہ کہے کہ فلاں بیل کے بدلے میں چند بکرے خیرات کردُوں تو کیا بیل کے بدلے چند بکرے دینا جائز ہے یا وہی بیل جس کی نذر مانی تھی دینا ہوگا؟ (ت)

الجواب

نذر کہ بر جانور معیّن واقع شد تبدیلش روا نیست قال تعالٰی ولیوفوا نذورھم[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

نذر میں جو جانور معیّن کیا جائے اس کو تبدیل کرنا جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنی نذریں پوری کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳۳: از سکندر پور ضلع بلیا پانی گلی مسئولہ محمد حسین وعطا حسین ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شہید صاحبِ مزار بزرگ کی قبر شریف خام ہے اور زید نے نیّت کی کہ میری مراد پُوری ہو تو مزار شریف پختہ اینٹ سے بنوا دُوں گا۔ اللہ تعالٰی نے برکت

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۲۹

Marfat.com

شہید صاحب مراد پُوری کر دی اور اینٹ نئی موجود نہیں بلکہ زید کے باغ کے اندر ایک دیوار ہے اُس دیوار سے اینٹ لے کر مزار شریف بنوا سکتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

مزار پختہ بنانے کی منّت شرعی منت نہیں، اس کا پُورا کرنا شرعًا واجب نہیں، وہ دیوار جو اس کے باغ میں ہے اگر اس کی مِلک ہے تو اُس کی اینٹوں سے مزار بنوا سکتا ہے جبکہ وہ دیوار کسی ناپاک جگہ استعمال میں نہ آئی ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۴ از مانگل لکھڑی ضلع گرگاواں ڈاکخانہ دھینار ریاست دوجانہ مرسلہ حافظ غلام کبریا صاحب پیش امام ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین، بزرگوں کی منت ماننا کیسا ہے؟ بعضے کہتے ہیں یہ تعظیم اللہ کے واسطے ہے غیر کو نہ چاہئے۔

الجواب

بزرگوں کی منت حقیقۃً مولٰی عزوجل ہی کے لئے منّت ہوتی ہے اور بزرگوں کو ایصالِ ثواب کرکے اُن سے تقرب بغرضِ توسّل، اس میں شرعًا کوئی حرج نہیں،

کما افادہ العلامۃ عبدالغنی النابلسی قدس سرہ القدسی فی الحدیقۃ الندیۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جیسا کہ علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے اسے حدیقہ ندیہ میں بیان فرمایا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳۵ ۹ صفر ۱۳۱۲ھ

اگر کوئی شخص منّت مانے کہ میرا فلاں کام ہوجائے گا تو میں پانچ روپے کا غلّہ محتاجوں کو تقسیم کروں گا، اب تقسیم کے وقت کسی غریب کو کپڑے کی حاجت ہے تو کپڑا بنادینا اور حاجت رفع کرنا ادائے نذر کے لئے کافی ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

پانچ روپے یا پانچ روپے کا غلّہ، کپڑا، کوئی چیز محتاج کو پہنچ جائے۔ کپڑا اگر سلوا کر دیا تو جو سلائی میں جائے گا مجرا نہ ہوگا۔

فی الدرالمختار نذران یتصدق بعشرۃ دراھم من الخبز فتصدق بغیرہ

درمختار میں ہے کہ اگر کوئی نذر مانے کہ میں دس درہم کی روٹی صدقہ کروں گا تو اگر اس نے روٹی کے بجائے

Marfat.com

جاز ان ساوی العشرۃ کتصدقہ بثمنہ[1] دس درہم کے برابر کوئی اور چیز صدقہ کر دی تو جائز ہے، یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ روٹی کے بجائے دس درہم دے دے تو جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۶ ۲۷ شوال ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں[عہ1] کا لڑکا بیمار ہُوا اس کے والدین نے منّت مانی کہ یا اللہ! اگر میرے لڑکے کو آرام ہو جائے تو رکھیں[عہ2] گے تیری نذر میں تین محتاج کھلائیں گے اور چالیس رکعت نماز پڑھیں گے۔ یہ کلمہ مولوی نے دامتی مقرر کیا ہے اور اس منّت کو حضرت نے بھی منع کیا ہے۔

الجواب

اُس مولوی نے غلط کہا اللہ عزوجل نے پُورا کرنے کا قرآن مجید میں حکم دیا ہے ولیوفوا نذورھم[2] یعنی مسلمانوں پر لازم کہ اپنی نذریں پوری کریں۔ نذریں پوری کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے یوفون بالنذر[3] نذر پوری کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نذر ماننے سے منع نہیں فرمایا بلکہ اس کی وفا کا حکم دیا ہے۔ بخاری شریف میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے من نذر ان یطیع اللہ فلیطعہ ومن نذر ان یعصیہ فلا یعصہ[4] یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کسی طاعت الٰہی مثل نماز و روزہ و صدقہ وغیرہا کی منّت مانے وہ بجالائے اور جو کسی گناہ کی منّت مانے وہ باز رہے۔ ہاں یہ سمجھنا کہ نذر ماننے سے تقدیر الٰہی بدل جائے گی جو نعمت نصیب میں نہیں وہ مل جائے گی جو بلا مقدر میں ہے وہ ٹل جائے گی یہ اعتقاد فاسد ہے۔ ایسی ہی نذر سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ حدیث شیخین:

لا تنذروا، فان النذر لا یغنی من القدر شیئا وانما یستخرج بہ من البخیل[5] نذر نہ مانا کرو، کیونکہ نذر تقدیر سے مستغنی نہیں کرتی سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ نذر کے سبب بخیل سے مال خرچ کرایا جاتا ہے۔ (ت)

عہ1 و عہ2 مسودہ میں بیاض ہے۔

---

[1] درمختار کتاب الایمان مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۵۵
[2] القرآن الکریم ۲۲/ ۲۹
[3] القرآن الکریم ۷۶/ ۷
[4] صحیح البخاری کتاب الایمان باب النذر فی الطاعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۹۱
[5] صحیح مسلم کتاب النذر " " " ۲/ ۴۴

Marfat.com

کے نیچے مرقاۃ شریف میں ہے:

قال الخطابی معنی نهیه عن النذر انما هو التاکید لأمره وتحذیر التهاون به بعد ایجابه. ولوکان معناه الزجر عنه لکان فی ذٰلك اسقاط لزوم الوفاء به اذ صار معصیة، وانما وجه الحدیث لاتنذروا علی انکم تدرکون بالنذر شیئا لم یقدره الله تعالٰی لکم، او تصرفون شیئا جری القضاء به علیکم واذا فعلتم ذٰلك فاخرجوه عنه بالوفاء فان الذی نذرتموه لازم لکم۔[1]

خطابی نے فرمایا کہ نذر سے منع کا معنٰی یہ ہے کہ یہ نذر کے متعلق اہتمام کا اظہار ہے اور نذر کو اپنے ذمہ لازم کرنے کے بعد اس میں لاپرواہی پر ڈرانا مقصود ہے اور اگر نذر سے یہ منع برائے سزا ہوتا تو اس سے لازم آئے گا کہ نذر کو پورا کرنے کا حکم ختم ہوجائے کیونکہ یوں نذر گناہ قرار پائے گی لہذا بلاشبہہ حدیث کی وجہ یہ ہے کہ نذر اس اعتقاد سے نہ مانو کہ نذر کی وجہ سے تقدیر بدل جائے گی کہ جس چیز کو اللہ تعالٰی نے تمہارے لئے مقدر نہیں فرمایا نذر کی وجہ سے تم اس کو حاصل کرلوگے اور تقدیر میں جو چیز تم پر وارد ہونے والی ہے تم اس کو نذر کے ذریعہ لوٹا دو۔ اور جب نذر مانو تو اس سے بری الذمہ ہونے کے لئے اسے پورا کرو، کیونکہ جو نذر مانی ہے وہ تم پر لازم ہوچکی ہے۔ (ت)

قال الطیبی تحریره انه علل النهی بقوله: فان النذر لایغنی من القدر، ونبه به علی ان المنهی عنه هو النذر الذی یعتقد انه یغنی من القدر بنفسه، اما اذا نذروا واعتقدوا ان الله تعالٰی هوالذی یسهل الامور، وهو الضار والنافع والنذر کالوسائل، فیکون الوفاء طاعة، ولایکون منهیا عنه، کیف وقد مدح الله تعالٰی جل شانه الخیرة من عباده بقوله: "یوفون بالنذر" "وانی نذرت لك ما فی بطنی محررا" قلت

طیبی نے فرمایا اس حدیث کی وضاحت یہ ہے کہ اس میں نہی کا تعلق اور اس کی علت، تقدیر سے نذر مستغنی نہیں کرتی، والا جملہ ہے۔ اور اس میں تنبیہ ہے کہ اس عقیدہ سے نذر ماننا کہ یہ تقدیر کو تبدیل کردے گی اور اس سے مستغنی کردے گی یہ منع ہے۔ لیکن نذر مان کر یہ عقیدہ رکھنا اللہ تعالٰی ہی معاملات کو آسان فرماتا ہے اور وہی ذاتی طور پر نافع اور ضار ہے اور نذر محض ایک وسیلہ ہے، تو اس عقیدہ سے نذر اور اس کو پورا کرنا عبادت ہے، اور یہ صورت ممنوع نہیں ہے یہ کیسے ممنوع ہوسکتی ہے جبکہ اللہ تعالٰی جل شانہٗ نے اپنے

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح باب النذور الفصل الاول المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۶/ ۵۹۹

Marfat.com

وکذا قولہ "انی نذرت للرحمٰن صوما" فالمنہی عنہ ھوالاعتقاد علی ان النذر یغنی عن القدر[1] الخ اھ مختصرا ، واللہ تعالٰی اعلم۔

نیک بندوں کی مدح میں خود فرمایا کہ وہ نذروں کو پُورا کرتے ہیں۔ اور فرمایا: جو بچّہ میرے پیٹ میں ہے اس کو مَیں وقف کرتی ہُوں۔ اور میں کہتا ہوں یونہی اللہ تعالٰی کا فرمان ہے، میں نے اللہ تعالٰی رحمٰن کے لئے روزہ کی نذر مانی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ حدیث میں نہی کا تعلق اس نذر سے ہے جس میں یہ عقیدہ شامل ہو کہ یہ نذر تقدیر سے مستغنی کردے گی الخ اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳۷ تا ۲۳۹: از دلیل گنج ضلع پیلی بھیت مرسلہ مولوی کریم بخش صاحب ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) کسی شخص نے نذر مانی کہ میرا فلاں کام ہوجائے تو میں گائے کے سر کی نیاز کروں گا، اگر وہ شخص بجائے سر کے اور جگہ کے گوشت کی نیاز کرے اور مساکین کو کھلائے تو اس سے واجب ادا ہوگا یا نہیں؟

(۲) کسی نے بکری یا مرغی موجودہ کی نسبت مخصوص کرکے کہا کہ میں اس بکری یا مرغی کی نیاز کروں گا، پھر کسی وجہ سے وہ مفقود ہوگئیں تو بجائے اس کے دوسری بکری مرغی یا گائے وغیرہ کی اُسی قدر گوشت سے نیاز ہوگی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

(۳) کسی نے مسجد کا طاق بھرنا گلگلوں یا مانڈوں سے مانا، اگر وہ مسجد کا طاق نہ بھرے اور گھر پر تقسیم کردے تو نذر پُوری ہوگی یا نہیں؟

الجواب

(۱) سر کی تعیین کچھ ضروری نہیں اُس قدر قیمت کا گوشت بھی کافی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) اگر یہ نیاز نہ کسی شرط پر معلق تھی مثلاً میرا یہ کام ہو جائے تو اس جانور کی نذر کروں گا نہ کوئی ایجاب تھا مثلاً اللہ کے لئے مجھ پر یہ نیاز کرنی لازم ہے جب تو یہ نذر شرعی ہو نہیں سکتی، اور اگر لفظ ایسے تھے جن سے شرعًا وجوب ہوگیا تو جبکہ ایجاب خاص جانور معین سے متعلق تھا اس کے گمنے یا مرنے کے بعد دوسرا اُس کی جگہ قائم کرنا کچھ ضرور نہیں، نہ اُس نذر کا اس پر مطالبہ رہا، اگر دوسرا جانور کردے گا تو تبرع ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

المنذورۃ بعینہا لوھلکت اوضاعت — نذر مانی ہُوئی چیز بعینہٖ اگر ہلاک ہوجائے یا ضائع ہوجائے

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح باب النذور الفصل الاول المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۶/ ۵۹۹

Marfat.com

سقط النذر[1] انتہی ملتقطا، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔ تو وُہ نذر ختم ہوجائے گی، اھ ملتقطا ، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

(۳) مسجد کے طاق بھرنے کی منت سے اگر مقصود مساکین پر تصدق ہو تو نذر صحیح ہے اُس طاق بھرنے کی تعیین لغو، جہاں چاہے مساکین کو دے دے نذر ادا ہوجائے گی اور اگر اُس منت سے مقصود مسجد کا طاق ہی بھرنا ہے پھر غنی مسکین جو چاہے لے لے، جیسا کہ بعض جہال خصوصًا عورتوں کے تعامل سے ظاہر ہوتا ہے تو وہ منت ہی کرنی لغو ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴۰: از جائس ضلع رائے بریلی محلہ زیر مسجد مکان حاجی ابراہیم صاحب مرسلہ ولی اللہ صاحب ۲ ربیع الاول شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مولود شریف کی نذر ماننا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

مجلس میلاد شریف کہ طریقہ رائجہ حرمین شریفین پر ہو اعلٰی مستحبات سے ہے، خواہ نذر مان کر کریں یا بلانذر۔ ہاں محلِ نظر یہ امر ہے کہ نذر ماننے سے واجب ہوجائے گی' جیسے نماز یا صدقہ۔ یا واجب نہ ہوگی بدستور مستحب رہے گی' جیسے تلاوتِ قرآن مجید کہ ایک قول منت ماننے سے بھی واجب نہیں ہوتی۔ کما فی الخانیۃ وغیرھا (جیسا کہ خانیہ وغیرہ میں ہے۔ ت) اس کا جزئیہ اس وقت نظر میں نہیں، لعل اللہ یحدث بعد ذٰلک امرًا[2]۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔ ہوسکتا ہے اللہ تعالٰی بعد میں کوئی صورت پیدا فرمائے۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴۱: از رھڑکی ۱۳ شوال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے یہ نیت کی کہ اگر میری نوکری ہوجائے گی تو پہلی تنخواہ زیارت پیران کلیر شریف کے نذر کروں گا، وُہ شخص تیرہ تاریخ سے نوکر ہُوا اور تنخواہ اس کی ایک مہینہ سترہ دن کے بعد ملی، اب یہ ایک ماہ کی تنخواہ صَرف کرے یا سترہ دن کی؟ اور اس تنخواہ کا صرف کس طرح پر کرے یعنی زیارت شریف کی سفیدی و تعمیر وغیرہ میں لگائے یا حضرت صابر پیا صاحب قدس سرہ کی روح پاک کو فاتحہ ثواب بخشے یا دونوں طرح صرف کرسکتا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الاضحیہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۰۷

[2] القرآن الکریم ۶۵/۱

Marfat.com

الجواب

صرف نیت سے تو کچھ لازم نہیں ہوتا جب تک زبان سے الفاظِ نذر و ایجاب نہ کہے اور اگر زبان سے الفاظ مذکورہ کہے اور اُن سے معنیٰ صحیح مراد لئے یعنی پہلی تنخواہ اللہ عزوجل کے نام پر تصدق کروں گا اور اس کا ثواب حضرت مخدوم صاحب قدس سرہ العزیز کے نذر کروں گا، یا پہلی تنخواہ اللہ عزوجل کے لئے فقرا، آستانہ پاک حضرت مخدوم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو دوں گا، یہ نذر صحیح شرعی ہے، اور استحساناً وجوب ہوگیا، پہلی تنخواہ اُسے فقراء پر تصدق کرنی لازم ہوگی۔ مگر یہ اختیار ہے کہ فقراءِ آستانہ پاک کو دے، اور جہاں کے فقیروں محتاجوں کو چاہے۔ اور اگر یہ معنیٰ صحیح مراد نہ تھے بلکہ بعض سخت بے عقل جاہلوں کی طرح بے ارادہ تصدق وغیرہ قربات شرعیہ صرف یہی مقصود تھا کہ پہلی تنخواہ خود حضرت مخدوم کو دوں گا، تو یہ نذر باطل محض وگناہِ عظیم ہوگی، مگر مسلمان پر ایسے معنیٰ مراد لینے کی بدگمانی جائز نہیں جب تک وہ اپنی نیت سے صراحۃً اطلاع نہ دے۔ اسی طرح اگر نذر و زیارت کرنے سے اس کی یہ مراد تھی کہ اللہ کے واسطے عمارت زیارت شریف کی سپیدی کرادوں گا یا احاطۂ مزار پُر انوار میں روشنی کروں گا، جب بھی یہ نذر غیر لازم و نامعتبر ہے کہ ان افعال کی جنس سے کوئی واجب شرعی نہیں۔ رہا یہ کہ جس حالت میں نذر صحیح ہوجائے پہلی تنخواہ سے کیا مراد ہوگی۔ یہ ظاہر ہے کہ عرف میں مطلق تنخواہ خصوصاً پہلی تنخواہ ایک مہینہ کی اجرت کو کہتے ہیں اگرچہ اس کا ایک جزء بھی تنخواہ ہے اور عمر بھر کا واجب بھی تنخواہ ہے، تو پہلی تنخواہ کہنے سے اول تنخواہ ایک ماہ ہی عرفاً لازم آئے گی۔

فان کلام کل عاقد و حالف و ناذر و واقف انما یحمل علی ما ھو المتعارف[1] کما نصوا علیہ۔

کیونکہ کسی عقد والے، قسم والے، نذر والے اور وقف کرنے والے کے کلام کو متعارف معنیٰ پر محمول کیا جائیگا جیسا کہ اس پر نص کی گئی ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فی الخانیۃ ان برئت من مرضی ھذا ذبحت شاۃ فبرء لایلزمہ شیئ الا ان یقول فللّٰہ علی ان اذبح شاۃ اھ وھی عبارۃ متن الدرر و علّلھا فی شرحہ بقولہ لان

خانیہ میں مذکور ہے کہ جب کسی نے کہا کہ اگر میں اس مرض سے تندرست ہوجاؤں تو بکری ذبح کروں گا، تو تندرست ہونے پر اس پر ذبح کرنا لازم نہیں ہوگا مگر جب یُوں کہے کہ اللہ تعالٰی کے لئے مجھ پر لازم ہے کہ میں بکری ذبح کروں گا، تو پھر نذر ہوگی اور پورا کرنا

---

[1] ردالمحتار باب التعلیق دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۹۹ و ۵۳۳

Marfat.com

اللزوم لایکون الا بالنذر والدال علیه الثانی لا الاول اھ ویؤیدہ ما فی البزازیۃ ولو قال ان سلم ولدی اصوم ما عشت فھذا وعد لکن فی البزازیۃ ایضا ان عوفیت صمت کذا لم یجب مالم یقل للہ علی، وفی الاستحسان یجب ولو قال ان فعلت کذا فانا احج ففعل یجب علیہ الحج[1] اھ باختصار۔

لازم ہوگا) یہ درمختار کے متن کی عبارت ہے اور اس کی شرح میں اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ اس لئے کہ پُورا کرنا نذر کی وجہ سے لازم ہوتا ہے، اس پر دوسری عبارت دلالت کرتی ہے، پہلی عبارت اس پر دال نہیں ہے اھ، اور اس کی تائید بزازیہ میں ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ اگر میرا بیٹا سالم بچے تو میں تا زندگی روزہ رکھوں گا تو وعدہ ہوگا۔ لیکن اس کے ساتھ بزازیہ میں یہ بھی ہے کہ اگر کوئی کہے "اگر مجھے صحت ہُوئی تو اتنے روزے رکھوں گا" تو پُورا کرنا واجب نہ ہوگا جب تک اس میں "اللہ تعالٰی کے لئے مجھ پر روزہ لازم ہے" نہ کہے۔ لیکن استحسان یہ ہے کہ اس پر روزہ لازم ہوجائے گا، اور اگر کوئی کہے "اگر میں ایسا کروں تو میں حج کروں گا" اس کے بعد اس نے وُہ کام کیا تو حج لازم ہوگا اھ اختصاراً (ت)

درمختار میں ہے :

اعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدراھم والشمع والزیت ونحوھا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیھم فھو بالاجماع باطل وحرام مالم یقصد وا صرفھا لفقراء الانام[2]۔

معلوم ہونا چاہئے کہ اکثر عوام مُردوں کے لئے جو نذر مان کر اولیاء کرام کی قبروں پر دراہم، شمع اور تیل وغیرہ اولیاء کے تقرب کے لئے دیتے ہیں، تو ان چیزوں کو وصول کرنا بالاجماع باطل اور حرام ہے جب تک عوام ان چیزوں کو فقراء پر صرف کرنے کی نیت نہ کرلیں۔ (ت)

امام ناصح حکیم علامہ عارف باللہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں :

ومن ھذا القبیل زیارۃ القبور والتبرک بضرائح الاولیاء والصالحین والنذر لھم بتعلیق ذٰلک علی حصول

اور اسی قبیل سے ہے قبروں کی زیارت کرنا، اور شفا یابی یا کسی مسافر کے واپس آنے سے مشروط اولیاء کے لئے نذریں ماننا (یہ سب جائز ہیں) کیونکہ

---

[1] ردالمحتار کتاب الایمان داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۶۰

[2] درمختار قبیل باب الاعتکاف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۵۵

Marfat.com

شفاء اوقدوم غائب فانه مجاز عن الصدقة على الخادمين لقبورهم كما قال الفقهاء فيمن دفع الزكاة لفقير وسماها قرضا صح، لان العبرة بالمعنى لا باللفظ وكذلك الصدقة على الغنى هبة والهبة على الفقير صدقة[1] الى اٰخر ما افاد واجاد ذكره فى بحث القنية ونقل جوازه ايضا عن الامام ابن حجر المكى قلت وهو مفاد قوله حرام مالم يقصد واصرفها لفقراء الانام۔

یہ نذریں وہاں مزارات کے خادموں کے لئے صدقہ مجازًا مراد ہوتی ہیں، جیسا کہ فقہاء کرام نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنی زکوٰۃ کسی کو قرض کا نام لے کر دے تو صحیح ہوگا، کیونکہ معنی کا اعتبار ہوتا ہے لفظوں کا اعتبار نہیں ہوتا، اور یونہی نفلی صدقہ کسی غنی کو ہبہ کے نام سے یا فقیر کو صدقہ ہبہ کے نام سے دینا (یا ہبہ کو صدقہ کے نام سے) دینا جائز ہے۔ علامہ نابلسی کے بیان کے آخر تک، جہاں اُنھوں نے قنیہ کی بحث کو ذکر کرکے یہ بہترین فائدہ بیان فرمایا، اور اُنھوں نے امام ابن حجر مکی سے بھی اس جواز کو نقل فرمایا، قلت (میں کہتا ہوں کہ) درمختار کے قول کہ جب تک فقراء پر صرف کرنے کی نیت نہ کریں تو حرام ہے کا یہی مفاد ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لايخفى ان له الصرف الى غيرهم (اى غير فقراء الباب الذى عينه فى النذر كما مر سابقا، ولابد ان يكون المنذور مما يصح به النذر كالصدقة بالدراهم ونحوها اما لو نذر زيتا لايقاد قنديل فوق ضريح الشيخ اوفى المنارة فباطل اھ[2] مختصرا۔ والله تعالٰى اعلم۔

مخفی نہ رہے کہ اس کو دوسرے فقراء (یعنی نذر میں معین کردہ فقراء کے غیر) پر خرچ کرنے کا اختیار ہوگا جیسا کہ پہلے گزرا، اور ضروری ہے کہ منذور وہ چیز ہو جس سے نذر صحیح ہوجائے جیسا کہ دراہم وغیرہ کا صدقہ کرنا، ہاں اگر تیل کے چراغ قبر کے اوپر جلانے کی نذر مانی ہو یا وہاں مزار کے منارہ پر جلانے کی نذر ہو تو یہ باطل ہوگی، اھ مختصرًا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۴۲: از شہر کہنہ مرسلہ مولوی عبدالواحد متھراوی ۲۰ ذی القعدہ ۱۳۳۷ھ

زید نے عہد کیا تھا کہ اگر میں ملازم ہوجاؤں تو ایک ماہ کی تنخواہ راہِ خدا میں صرف کروں گا۔ اب وہ ملازم

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الخلق الثامن والاربعون الخ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۱۵۱

[2] ردالمحتار قبیل باب الاعتکاف داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۱۲۸

Marfat.com

ہوگیا، اگر زید اپنی اُس ماہ کی تنخواہ کو اپنے کسی نہایت غریب بیکس و مفلس رشتہ دار کو اُس نیت سے دے تو اُس کے ذمّہ سے وُہ عہد ساقط ہو جائے گا یا نہیں، درصورت عدم ساقط ہونے کے وہ اور کس کام میں خرچ کرے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ضرور نذر ادا ہو جائیگی جبکہ وہ عزیز نہ اس کی اولاد میں ہو نہ یہ اس کی ذریت، نہ زوج و زوجہ، نہ سیّد وغیرہ جنھیں زکوٰۃ دینا جائز نہیں، بلکہ عزیز کو دینے میں دُونا ثواب ہے، صدقہ اور صلہ رحم، کما ثبت عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴۳: مرسلہ منشی عبدالصبور صاحب سوداگر ۶ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے وقت شروع کرنے روزگار کے، یہ خیال کرلیا کہ مجھ کو جو نفع ہوگا اُس میں سولھواں حصّہ واسطے اللہ کے نکالوں گا، اب اُس کو لاگت سے زائد ایک روپیہ نفع ہوا لیکن متفرق خرچ یعنی تنخواہ ملازمان وغیرہ میں دو آنے اُس نفع ایک روپے میں صَرف ہوگئے باقی چودہ آنے رہے، اب وُہ اصلی لاگت سے جو نفع ہُوا ہے اُس میں سے سولھواں حصّہ نکالے یا بعد مجرا کرنے خرچ متفرق کے ماہوار میں سے نکالے۔

الجواب

صرف خیال کرلینے سے وجوب تو نہیں ہوتا جب تک زبان سے نذر نہ کرے۔ ہاں جو نیت اللہ عزوجل کے لئے کی اُس کا پُورا کرنا ہی چاہئے، جو خرچ کہ تجارت کے متعلق ہو اور حساب تجار میں اُسی پر ڈالا جاتا ہے وہ مجرا دے کر جو بچے اُسے نفع کہتے ہیں، پھر اس نفع میں جو کچھ اپنا خرچ خانگی وغیرہ دیگر مصارف علاوہ خرچ تجارت میں صرف ہو جائے وُہ مجرا نہ دیا جائے گا کیونکہ یُوں تو جو نفع بچتا ہے وہ خرچ ہی ہونے کے لئے ہوتا ہے، پس وُہ نوکر اگر تجارت کا نوکر ہے اور اُس کی تنخواہ حسب دستور تجار خرچ تجارت میں محسوب کی جاتی ہے، اس کے بعد جو بچتا ہے وہ نفع سمجھا جاتا ہے، جب تو چودہ آنے کا سولھواں حصہ تصدق کرے اور اگر خرچ تجارت مجرا دے کر کامل روپیہ بچا تھا یہ تنخواہ اُس کے متعلق نہیں تو پُورے روپیہ کا سولھواں حصہ دے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴۴ تا ۲۴۷: مرسلہ محمد عبدالصبور صاحب سوداگر ابن منشی محمد ظہور صاحب جوہری ۲۰ ربیع الآخر شریف

اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں علمائے دین، ایک شخص نے اپنی تجارت کے منافع میں خداوند کریم کا

Marfat.com

سولھواں حصہ مقرر کیا ہے۔

(۱) اس سولھویں حصہ میں محفل میلاد شریف و نیاز گیارھویں شریف کرنا چاہیے یا نہیں؟

(۲) اس سولھویں حصہ میں اپنے والدین و پھوپھی و خالہ و سید صاحب و مولوی صاحب کو دینا چاہیے یا نہیں؟

(۳) اس سولھویں حصے میں سامع رمضان المبارک کو دینا و نیز افطاری رمضان المبارک کرنا چاہیے یا نہیں؟

(۴) دربارۂ زکوٰۃ مذکورہ کے روپے کو طالبعلموں کی خورد و نوش و لباس میں صرف کرنا چاہیے یا نہیں، اور زکوٰۃ کا روپیہ مؤذن کو دینا چاہیے یا نہیں؟

الجواب

اگر نہ یہ منت ہے نہ زکوٰۃ ہے بلکہ یونہی دل میں نیت کرلی یا بے الفاظِ نذر زبان سے کہہ لیا ہے کہ اپنے منافع تجارت سے سولھواں حصہ نیک کاموں میں اللہ تعالٰی کے لئے صَرف کیا کروں گا، جب تو اس سے محفل میلاد شریف اور گیارھویں شریف اور افطاری رمضان شریف اور اپنے والدین و سادات و علماء کی خدمت سب کچھ کرسکتا ہے کہ یہ سب نیک کام اللہ تعالٰی ہی کے لئے ہیں جب کہ نیت خالص اللہ عزّوجل کے واسطے ہو، رمضان مبارک کا سامع اگر حاجتمند ہو اور اُس سے اُجرت نہ ٹھہری ہو اور نہ رواج کی رُو سے اُجرت مقرر ہو تو اُسے بھی دے سکتا ہے کہ اب اُسے بھی دینا نیک کام ہے، اور اگر اُجرت کی شرط ہولی یا از رُوئے رواج اس کی اُجرت کا قرار دیا ہے تو اُسے دینا کچھ نیک کام نہیں بلکہ گناہ ہے،

لانہ اجارۃ علی الطاعۃ والاجارۃ علیھا باطلۃ الاما استثناہ المتاخرون من امامۃ واذان وتعلیم قراٰن ولیس ھذا منھا والتحقیق فی ردالمحتار وشفاء العلیل۔

کیونکہ یہ عبادت پر اُجرت ہے اور عبادت پر اجرت لینا دینا باطل ہے مگر امامت پر یا اذان اور تعلیم قرآن پر اُجرت جس کو متاخرین نے اس سے مستثنٰی قرار دیا ہے وُہ اور چیز ہے یہ اس قبیل سے نہیں ہے، اس کی مکمل تحقیق ردالمحتار اور شفاء العلیل میں ہے (ت)

اور اگر صورتِ مذکورہ میں ہر نیک کام کی نیت نہ تھی بلکہ بالخصوص مساکین کو خدا کے نام پر دینا تو وہ سب امور اب بھی اس روپے سے جائز ہوں گے مگر یہ چاہیئے کہ مجلس مبارک کا حصہ خاص محتاجین کو دے، گیارھویں شریف کی نیاز، رمضان المبارک کی افطاری صرف مساکین کو بانٹے، سادات و علماء میں اُنہیں کی نذر کرے جو حاجتمند ہوں، ماں باپ کو بھی بحالتِ حاجتمندی دے سکتا ہے،

لانھا لیست صدقۃ واجبۃ وانما نوی التصدق علی المساکین فاذا کان

کیونکہ یہ صدقہ واجبہ نہیں ہے اور اس نے مساکین پر تصدق کی نیت کی ہے تو جب ماں باپ بھی مساکین ہوں تو بطور صلہ ان پر صدقہ

Marfat.com

منهم جاز صلتهما بها وقد سمی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الاحادیث الصحیحۃ ما اطعمت اھلک صدقۃ وما اطعمت ولدك صدقۃ وما اطعمت عیالك صدقۃ۔[1]

کرنا جائز ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صلہ رحمی کو صدقہ قرار دیتے ہوئے صحیح احادیث میں فرمایا کہ جو کچھ تُو نے اپنی بیوی کو کھلایا وُہ صدقہ ہے اور جو تُو نے اپنی اولاد کو کھلایا وُہ صدقہ ہے اور جو تُو نے اپنی عیال کو کھلایا وہ صدقہ ہے۔ (ت)

اور اگر خاص منّت کے لفظ زبان سے ادا کرلئے ہیں مثلاً کہا "مجھ پر اللہ تعالٰی کے لئے واجب ہے کہ اپنے منافع کا سولھواں حصہ اللہ تعالٰی کے نام پر تصدق کروں" تو نہ والدین کو دے سکتا ہے نہ سادات کو اگرچہ محتاج ہوں نہ کسی غنی کو اگرچہ عالم ہو، ہاں صرف محتاجوں کو دینا لازم ہے اگرچہ اُس کی پھوپھی، خالہ، بہن، بھائی، چچا، ماموں ہوں، اگرچہ مجلس شریف یا گیارھویں شریف کرکے یا افطاری میں مالک کردے۔

فانھا طریق الاداء والاجتماع لذکر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او ایصال الثواب الی ولی اللہ الکریم رضی اللہ تعالٰی عنہ لاینافی النذر ولاینفی التصدق مال زکوٰۃ ھو۔

کیونکہ یہ صرف ادائیگی کا ایک طریقہ ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکرِ پاک کے لئے اجتماع، یا کسی ولی اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ایصالِ ثواب کا ہونا نذر کے منافی نہیں ہے، اور یہ طریقے زکوٰۃ کے مال کو صدقہ کرنے کے منافی نہیں ہیں۔ (ت)

جب بھی یہی حکم ہے جو خاص منت کا حکم تھا مال زکوٰۃ و نذر طالبعلموں کو بھی دے سکتے ہیں خواہ کپڑے بنا دے خواہ اناج یا کھانا اُنھیں دے کر مالک کردے، ہاں گھر بٹھا کر کھلانے سے زکوٰۃ و نذر ادا نہ ہوگی لان اباحۃ والتصدق تملیك کما نصوا علیہ (کیونکہ یہ اباحت ہے جبکہ صدقہ کرنا بطور تملیک ہوتا ہے جیسا کہ فقہائے اس پر نص کی ہے۔ ت) مؤذن کی تنخواہ ٹھہری ہے تو اُس میں زکوٰۃ یا نذر کو محسوب نہیں کرسکتا لان واجبھا لایدخل فی واجب اخرلیس من جنسہ (کیونکہ ایک واجب دُوسرے خلافِ جنس واجب میں داخل نہیں ہوسکتا۔ ت) ہاں بلاتنخواہ اذان دیتا ہو اور محتاج مصرفِ زکوٰۃ ہو تو دے سکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

---

[1] کنز العمال حدیث ۱۶۳۲۱ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۶/ ۴۱۵
المعجم الاوسط حدیث ۹۸۹۲ مکتبۃ المعارف الریاض ۷/ ۲۵۵

Marfat.com

مسئلہ ۲۴۸ از صدر ۸ شعبان ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے منّت مانی کہ اگر فلاں تکلیف میری رفع ہوجائے تو میں بکری وغیرہ ذبح کرکے مسکینوں کو تقسیم کروں گا، اگر زید کامیاب ہُوا اور بکرا ذبح کیا تو آیا زید بھی اُس گوشت میں سے کھاسکتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

زید خود کھاسکتا ہے نہ اپنے ماں باپ وغیرہما اصول خواہ بیٹا بیٹی وغیرہما فروع خواہ کسی ہاشمی یا غنی کو کھلاسکتا ہے بلکہ وہ خاص مساکین مصرف زکوٰۃ کا حق ہے،

فی ردالمحتار مصرف الزکوٰۃ ھو ایضا مصرف النذر[1] اھ ملخصا، واللہ تعالٰی اعلم۔

ردالمحتار میں ہے کہ زکوٰۃ کا مصرف نذر کا مصرف بھی ہوتا ہے، اھ ملخصاً۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴۹ (یہ مسئلہ دراصل فتاوٰی افریقہ کا مسئلہ نمبر ۶۰ ہے، مناسبت کے پیشِ نظر اسے یہاں شامل کیا گیا ہے)

زید کہتا ہے غیر خدا جل وعلا کیلئے نذر چڑھانا حرام ہے چاہے نبی علیہ السلام ہوں چاہے اولیاء رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ مجموعہ خطب حرمین شریفین تالیف مولوی عبدالحی صاحب کے صفحہ ۴۷ پر ہے ؎

صندل بھی تربتوں پہ چڑھانا حرام ہے

اسی کتاب کے صفحہ ۲۳۲ پر ہے: ؎

نذر بھی غیر خدا کی ہے یقین شرک سنو
غیر کی نذر کا کھانا بھی حرام اے اکرم

کیا یہ اشعار اہلسنت کے خلاف ہیں یا نہیں؟ اور حضور کے رسالہ برکات الامداد میں ص ۳۱ پر ہے: خود امام الطائفہ میاں اسمٰعیل دہلوی کے بھاری پتھر کا کیا علاج، وہ صراط مستقیم میں اپنے پیر جی کا حال لکھتے ہیں:

روح مقدس جناب حضرت غوث الثقلین وجناب حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند متوجہ حال حضرت ایشاں گردیدہ[2]

حضرت غوث الثقلین اور حضرت خواجہ بہاءُ الدین نقشبند (رحمہما اللہ تعالٰی) کی روحیں حضرت کے حال پر متوجہ ہُوئیں۔ (ت)

اسی میں ہے:

---

[1] ردالمحتار باب المصرف داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۸
[2] صراط مستقیم باب چہارم دربیان سلوک راہ نبوت الخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۶۶

Marfat.com

شخصیکہ در طریقہ قادریہ قصدِ بیعت میکند البتہ اورا در جناب حضرت غوث الاعظم اعتقادے عظیم بہم میرسد (الی قولہ) کہ خود را از زمرۂ غلاماں آنجناب میشمارد[1] اھ ملخصًا۔

ایک شخص نے طریقۂ قادریہ میں بیعت کا ارادہ کیا یقینًا اس کو جناب حضرت غوث الثقلین میں بہت پختہ اعتقاد تھا (الیٰ قولہ) کہ خود کو آنجناب کے غلاموں میں شمار کیا اھ ملخصا (ت)

اسی میں ہے :

اولیائے عظام مثل حضرت غوث الاعظم و حضرت خواجہ بزرگ الخ[2]

اولیائے عظام جیسے غوث اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت خواجہ بزرگ الخ (ت)

یہی امام الطائفہ اپنی تقریر ذبیحہ مندرج مجموعہ زبدۃ النصائح میں لکھتے ہیں :

اگر شخصے بزے را خانہ پرورکند تا گوشت او خوب شود او را ذبح کردہ و پختہ فاتحہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ خواندہ بخوراند خللے نیست[3]

اگر کسی شخص نے کوئی بکرا گھر میں پالا تاکہ اس کا گوشت اچھا ہو جائے اور اس کو ذبح کر کے پکا کر غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی فاتحہ دلائے اور لوگوں کو کھلائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (ت)

ایمان سے کہیو غوث الاعظم کے یہی معنی ہوئے کہ سب سے بڑے فریادرس یا کچھ اور، خدا جل وعلا کو ایک جان کر کہنا غوث الثقلین کا یہی ترجمہ ہوا کہ جن و بشر کے فریادرس یا کچھ اور، اور پھر یہ کیسا کھلا شرک تمہارا امام اور اس کا سارا خاندان بول رہا ہے، قول کے سچے ہو تو ان سب کو بھی ذرا جی کڑا کر کے مشرک بے ایمان کہہ دو ورنہ شریعت وہابیہ کیا آپ کی خانگی ساخت ہے کہ فقط باہر والوں کے لئے خاص ہے گھر والے سب اس سے مستثنٰی ہیں۔

الجواب

غیر خدا کیلئے نذرِ فقہی کی ممانعت ہے، اولیائے کرام کے لئے ان کی حیات ظاہری خواہ باطنی میں جو نذریں کہی جاتی ہیں یہ نذرِ فقہی نہیں، عام محاورہ ہے کہ اکابر کے حضور جو ہدیہ پیش کریں اُسے نذر کہتے ہیں، بادشاہ نے دربار کیا اسے نذریں گزریں، شاہ رفیع الدین صاحب برادرِ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رسالہ نذور میں لکھتے ہیں :

---

[1] صراط مستقیم باب چہارم در بیان طریق سلوک راہ نبوت مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۱۴۷
[2] صراط مستقیم تکملہ در بیان سلوک ثانی راہ ولایت " " " ص ۱۳۲
[3] زبدۃ النصائح امام الطائفہ میاں اسمٰعیل

Marfat.com

نذریکہ اینجا مستعمل میشود نہ بر معنی شرعی ست چہ عرف آنست کہ آنچہ پیش بزرگاں می برند نذر و نیاز می گویند[1]

یہاں نذر کا لفظ شرعی نذر کے معنی میں استعمال نہیں کیونکہ عُرف میں بزرگوں کو جو کچھ پیش کیا جاتا ہے اس کو نذر و نیاز کہتے ہیں ۔ (ت)

امام اجل سیدی عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں :

ومن ھذا القبیل زیارۃ القبور والتبرک بضرائح الاولیاء والصالحین والنذر لھم بتعلیق ذٰلک علی حصول شفاء او قدوم غائب فانہ مجاز عن الصدقۃ علی الخادمین بقبورھم کما قال الفقھاء فیمن دفع الزکاۃ لفقیر وسماھا قرضا صح لان العبرۃ بالمعنی لا باللفظ[2] یعنی اسی قبیل سے ہے زیارتِ قبور اور مزاراتِ اولیاء و صلحاء سے برکت لینا اور بیمار کی شفا یا مسافر کے آنے پر اولیائے کرام کیلئے منّت ماننا کہ وہ اُن کے خادمانِ قبور پر تصدّق سے مجاز ہے جیسے فقہاء نے فرمایا ہے کہ فقیر کو زکوٰۃ دے اور قرض کا نام لے تو صحیح ہو جائے گی کہ اعتبار معنیٰ کا ہے نہ کہ لفظ کا۔

ظاہر ہے کہ یہ نذر فقہی ہوتی تو احیاء کے لئے بھی نہ ہو سکتی حالانکہ دونوں حالتوں میں یہ عرف و عمل قدیم سے اکابرِ دین میں معمول و مقبول ہے ۔ امام اجل سیدی ابو الحسن نور الملّۃ والدین علی بن یوسف بن جریر لخمی شطنوفی قدس سرہ العزیز جن کو امامِ فنِ رجال شمس الدین ذہبی نے طبقات القراء اور امام جلیل جلال الدین سیوطی نے حسن المحاضرہ میں الامام الاوحد کہا یعنی بے نظیر امام، اپنی کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف میں محدثانہ اسانید صحیحہ معتبرہ سے روایت فرماتے ہیں :

(۱) اخبرنا ابو العفاف موسٰی بن عثمان البقاعی بالقاھرۃ سنہ ۶۶۳ قال اخبرنا ابی بدمشق سنہ ۶۱۴ قال اخبرنا الشیخان الشیخ ابو عمرو عثمان الصریفینی والشیخ ابو محمد عبد الحق الحریمی ببغداد سنہ ۵۵۹ قالا کنا بین یدی الشیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ تعالٰی عنہ بمدرستہ یوم الاحد ثالث صفر سنہ ۵۵۵ ہم سے ابو العفاف موسٰی بن عثمان بقاعی نے ۶۶۳ھ میں شہر قاہرہ میں حدیث بیان کی کہ ہمیں میرے والد ماجد عارف باللہ ابو المعالی عثمان نے ۶۱۴ھ میں شہر دمشق میں خبر دی کہ ہمیں دو ولی کامل حضرت ابو عمرو عثمان صریفینی و حضرت ابو محمد عبد الحق حریمی نے ۵۵۹ھ میں بغداد مقدس میں خبر دی کہ ہم ۳ صفر روز یک شنبہ ۵۵۵ھ میں

---

[1] مجموعہ رسائل تسعہ رسالہ نذور شاہ رفیع الدین مطبع احمدی دہلی ص ۲۱

[2] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الخلق الثامن والاربعون الخ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۱۵۱

Marfat.com

حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار میں حاضر تھے حضور نے وضو کرکے کھڑاویں پہنیں اور دو رکعتیں پڑھیں، بعد سلام ایک عظیم نعرہ فرمایا اور ایک کھڑاؤں ہوا میں پھینکی، پھر دوسرا نعرہ مارا اور دوسری کھڑاؤں پھینکی، وہ دونوں ہماری نگاہوں سے غائب ہوگئیں، پھر تشریف رکھی، ہیبت کے سبب کسی کو پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی، ۲۳ دن کے بعد عجم سے ایک قافلہ حاضر بارگاہ ہوا اور کہا ان معنا للشیخ نذرا ہمارے پاس حضور کی ایک نذر ہے فاستاذناہ فقال خذوہ منھم ہم نے حضور سے اس نذر کے لینے میں اذن طلب کیا حضور نے فرمایا لے لو، انھوں نے ایک من ریشم اور خز کے تھان اور سونا اور حضور کی وہ کھڑاویں جو اس روز ہوا میں پھینکی تھیں پیش کیں، ہم نے ان سے کہا یہ کھڑاویں تمھارے پاس کہاں سے آئیں؟ کہا ۳ صفر روز یک شنبہ ہم سفر میں تھے کہ کچھ راہزن جن کے دو سردار تھے ہم پر آپڑے ہمارے مال لوٹے اور کچھ آدمی قتل کئے اور ایک نالے میں تقسیم کو اُترے، نالے کے کنارے ہم تھے فقلنا لو ذکرنا الشیخ عبد القادر فی ھذا الوقت و نذرنا لہ شیئا من اموالنا ان سلمنا ہم نے کہا بہتر ہو کہ اس وقت ہم حضور غوثِ اعظم کو یاد کریں اور نجات پانے پر حضور کے لئے کچھ مال نذر مانیں، ہم نے حضور کو یاد کیا ہی تھا کہ دو عظیم نعرے سُنے جن سے جنگل گونج اُٹھا اور ہم نے راہزنوں کو دیکھا کہ اُن پر خوف چھا گیا ہم سمجھے ان پر کوئی اور ڈاکو آپڑے یہ آکر ہم سے بولے آؤ اپنا مال لے لو اور دیکھو ہم پر کیا مصیبت پڑی ہمیں اپنے دونوں سرداروں کے پاس لے گئے ہم نے دیکھا وہ مرے پڑے ہیں اور ہر ایک کے پاس ایک کھڑاؤں پانی سے بھیگی رکھی ہے، ڈاکوؤں نے ہمارے سب مال پھیر دئے اور کہا اس واقعہ کی کوئی عظیم الشان خبر ہے[1]

(۲) نیز فرماتے ہیں قدس سرہٗ:

حدثنا ابو الفتوح نصر اللہ بن یوسف الازجی قال اخبرنا الشیخ ابو العباس احمد بن اسمٰعیل قال اخبرنا الشیخ ابو محمد عبد اللہ بن حسین بن ابی الفضل قال کان شیخنا الشیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقبل النذور و یأکل منھا[2] (ملخصاً) ہم سے حدیث بیان کی ابو الفتوح نصر اللہ بن یوسف ازجی نے، کہا ہمیں شیخ ابو العباس احمد بن اسمٰعیل نے خبر دی کہ ہم کو شیخ ابو محمد عبد اللہ بن حسین بن ابی الفضل نے خبر دی کہ ہمارے شیخ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نذریں قبول فرماتے اور ان میں سے بذات اقدس بھی تناول فرماتے، اگر یہ نذر فقہی ہوتی تو حضور کا کہ اجلّہ سادات عظام سے ہیں اس سے

---

[1] بہجۃ الاسرار فصول من کلامہ مرصعا بشیئ من عجائب احوالہ مصطفی البابی مصر ص ۶۷

[2] " " ذکر شیئ من شرائف اخلاقہ رضی اللہ عنہ " " " ص ۱۰۲-۱۰۳

[3]

تناول فرمانا کیونکر ممکن تھا۔

(۳) نیز فرماتے ہیں :

حدثنا الشریف ابو عبداللہ محمد بن الخضر الحسینی قال اخبرنا ابی قال کنت مع سیدی الشیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و رأی فقیرا مکسور القلب فقال لہ ماشأنک قال مررت الیوم بالشط وسألت ملاحًا ان یحملنی الی الجانب الاٰخر فابی وانکسر قلبی لفقری فلم یتم کلام الفقیر حتی دخل رجل معہ صرۃ فیھا ثلاثون دینارا نذرا للشیخ فقال الشیخ لذٰلک الفقیر خذ ھذہ الصرۃ واذھب بھا الی الملاح واعطھا لہ وقل لہ لاترد فقیرا ابدا وخلع الشیخ قمیصہ واعطاہ للفقیر فاشتری منہ بعشرین دینارا[1] ہمیں شریف ابو عبداللہ محمد بن الخضر الحسینی نے حدیث بیان کی، کہا ہم سے والد ماجد نے فرمایا میں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھا حضور نے ایک فقیر شکستہ دل دیکھا فرمایا تیرا کیا حال ہے؟ عرض کی آج میں کنارۂ دجلہ پر گیا ملاح سے کہا مجھے اس پار لے جا، اس نے نہ مانا، محتاجی کے سبب میرا دل ٹوٹ گیا۔ فقیر کی بات ابھی پوری نہ ہوئی تھی کہ ایک صاحب ایک تھیلی میں تیس اشرفیاں حضور کی نذر لائے حضور نے فقیر سے فرمایا یہ لو اور جا کر ملاح کو دو اور اس سے کہنا کبھی کسی فقیر کو نہ پھیرے، اور حضور نے اپنا قمیص مبارک اتار کر اس فقیر کو عطا فرمایا کہ وہ اس سے بیس اشرفیوں کو خریدا گیا۔

(۴) نیز فرماتے ہیں،

الشیخ بقا بن بطو کان الشیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یثنی علیہ کثیرا و تجلہ المشائخ والعلماء وقصد بالزیارات والنذور من کل مصر[2] حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت شیخ بقا بن بطو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہت تعریف فرمایا کرتے اور اولیاء و علماء سب ان کی تعظیم کرتے، ہر شہر سے لوگ ان کی زیارت کو آتے اور ان کی نذر لاتے۔

(۵) نیز فرماتے ہیں،

الشیخ منصور البطائحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ من اکابر مشائخ العراق اجمع المشائخ و العلماء علی تبجیلہ وقصد بالزیارات والنذور من کل جھۃ[3] حضرت منصور بطائحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[1] بہجۃ الاسرار	ذکر شیٔ من شرائف اخلاقہ رضی اللہ عنہ	مصطفیٰ البابی مصر	ص ۱۰۴
[2] "	شیخ بقا بن بطو	" " "	ص ۱۵۹
[3] "	شیخ منصور البطائحی	" " "	ص ۱۴۰

Marfat.com

اکابر اولیائے عراق سے ہیں، اولیاء علماء نے ان کی تعظیم پر اجماع کیا، اور ہر طرف سے مسلمان ان کی زیارت کو آتے اور اُن کی نذر لاتے ۔

(۶) نیز فرماتے ہیں :

لم یکن لاحد من مشائخ العراق فی عصر الشیخ علی بن الهیتی فتوح اکثر من فتوحه کان ینذر له من کل بلد[1] حضرت علی بن ہیتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں اولیائے عراق سے کسی کی فتوح ان کے مثل نہ تھی ہر شہر سے ان کی نذر آتی ۔

(۷) نیز فرماتے ہیں :

الشیخ ابوسعید القیلوی احد اعیان المشائخ بالعراق حضر مجلسه المشائخ والعلماء وقصد بالزیارات والنذور[2] حضرت ابوسعید قیلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکابر اولیائے عراق سے ہیں مسلمان اُن کی زیارت کو آتے اور ان کی نذر کی جاتی ۔

(۸) نیز فرماتے ہیں :

اخبرنا ابو الحسن علی بن الحسن السامری قال اخبرنا ابی قال سمعت والدی رحمه الله تعالیٰ یقول کانت نفقة شیخنا الشیخ جاگیر رضی اللہ تعالیٰ عنه من الغیب وکان نافذ التصریف خارق الفعل متواتر الکشف ینذر له کثیرا وکنت عنده یوما فمرت به بقرات مع راعیهن فاشار الی احدٰهن وقال هذه حامل بعجل احمر اغر صفته کذا وکذا ویولد وقت کذا یوم کذا وهو نذر لی وتذبحه الفقراء یوم کذا ویاکله فلان وفلان ثم اشار الی اخری وقال هذه حامل بانثی ومن وصفها کذا وکذا تولد وقت کذا وهی نذر لی یذبحها فلان رجل من الفقراء یوم کذا ویاکلها فلان وفلان وللکلب احمر فیها نصیب قال فوالله لقد جرت الحال علی ما وصف الشیخ[3] ہمیں خبر دی ابوالحسن بن حسن سامری نے کہ ہمیں ہمارے والد نے خبر دی، کہا میں نے اپنے والد سے سُنا، فرماتے تھے ہمارے شیخ حضرت جاگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خرچ غیب سے چلتا تھا اور اُن کا تصرف نافذ تھا ان کے کام کرامات تھے علی الاتصال انھیں کشف ہوتا تھا مسلمان کثرت سے ان کی

---

[1] بہجۃ الاسرار	شیخ علی بن ہیتی	مصطفےٰ البابی مصر	ص	۱۵۳
[2] ” ”	شیخ ابوسعید القیلوی	” ” ” ”	ص	۱۹۱
[3] ” ”	شیخ جاگیر رضی اللہ عنہ	” ” ” ”	ص	۱۹۹

Marfat.com

نذر کرتے ، ایک دن میں اُن کے پاس حاضر تھا کچھ گائیں اپنے گوالے کے ساتھ گزریں، حضرت نے ان میں سے ایک کی طرف اشارہ کرکے فرمایا اس گائے کے پیٹ میں سُرخ بچھڑا ہے جس کے ماتھے پر سپیدی ہے ۔ اور اس کا سب حلیہ بیان فرمایا، فلاں دن فلاں وقت پیدا ہوگا اور وہ ہماری نذر ہوگا فقراء اُسے فلاں دن ذبح کرینگے اور فلاں فلاں اُسے کھائیں گے ۔ پھر دُوسری گائے کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا : اس کے پیٹ میں بچھیا ہے ۔ اور اُس کا حلیہ بیان فرمایا فلاں وقت پیدا ہوگی اور وُہ میری نذر ہوگی' فلاں فقیر اسے فلاں دن ذبح کرے گا اور فلاں فلاں اسے کھائیں گے اور ایک سرخ کُتے کا بھی اس کے گوشت میں حصّہ ہے ۔ ہمارے والد نے فرمایا خدا کی قسم جیسا شیخ نے ارشاد کیا تھا سب اسی طرح واقع ہُوا۔

(۹) نیز فرماتے ہیں :

اخبرنا الفقیہ الصالح محمد الحسن بن موسی الخالدی قال سمعت الشیخ الامام شہاب الدین السہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول ما لاحظ عمی شیخنا الشیخ ضیاء الدین عبد القاھر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مریدا بعین الرعایۃ الانتج وبرع وکنت عندہ مرۃ فاتاہ سوادی بعجل وقال لہ یا سیدی ھذا نذرناہ لک وانصرف الرجل فجاء العجل حتی وقف بین یدی الشیخ فقال الشیخ لنا ان ھذا العجل یقول لی انی لست العجل الذی نذر لک بل نذرت للشیخ علی بن الھیتی وانما نذرلک اخی فلم یلبث ان جاء السوادی وبیدہ عجل یشبہ الاول فقال السوادی یا سیدی انی نذرت لک ھذا العجل ونذرت الشیخ علی بن الھیتی العجل الذی اتیتک بہ اولا وکانا اشتبھا علی واخذ الاول وانصرف [1] ہمیں خبر دی فقیہ صالح ابو محمد حسن بن موسیٰ خالدی نے کہ میں نے شیخ امام شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو فرماتے سُنا کہ ہمارے شیخ حضرت عبد القاہر ضیاء الدین سہروردی رضی اللہ تعالےٰ عنہ جب کسی مرید پر نظرِ عنایت فرماتے وُہ پُھولتا پھلتا اور بلند رتبہ کو پہنچتا ، اور ایک دن میں حضور میں حاضر تھا کہ ایک دہقانی ایک بچھڑا لایا اور عرض کی یہ ہماری طرف سے حضرت کی نذر ہے' اور چلا گیا ، بچھڑا آکر حضرت کے سامنے کھڑا ہُوا حضرت نے فرمایا یہ بچھڑا مجھ سے کہتا ہے میں آپ کی نذر نہیں ہوں میں حضرت شیخ علی بن ہیتی کی نذر ہوں آپ کی نذر میرا بھائی ہے ۔ کچھ دیر نہ ہُوئی تھی کہ وُہ دہقانی ایک اور بچھڑا لایا جو صورت میں اس کے مشابہ تھا اور عرض کی : اے میرے سردار ! میں نے حضور کی نذر یہ بچھڑا مانا تھا اور وُہ بچھڑا جو پہلے میں حاضر لایا وہ میں نے حضرت شیخ علی بن ہیتی کی نذر مانا ہے مجھے دھوکا ہوگیا تھا ۔ یہ کہہ کر

---

[1] بہجۃ الاسرار   شیخ عبد القاہر السہروردی   مصطفٰے البابی مصر   ص ۲۳۴ و ۲۳۵

Marfat.com

پہلے بچھڑے کو لے لیا اور واپس چلا گیا۔

(۱۰) نیز فرماتے ہیں:

اخبرنا ابو زید عبد الرحمٰن بن سالم بن احمد القرشی قال سمعت الشیخ العارف ابا الفتح بن ابی الغنائم بالاسکندریۃ[1] ہمیں ابو زید عبد الرحمٰن بن سالم بن احمد قرشی نے خبر دی کہ میں نے حضرت عارف باللہ ابو الفتح بن ابی الغنائم سے اسکندریہ میں سُنا کہ اہل بطائح سے ایک شخص ایک دُبلا بیل کھینچتا ہُوا ہمارے شیخ حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور لایا اور عرض کی: اے میرے آقا! میرا اور میرے بال بچوں کا قوت اسی بیل کے ذریعہ سے ہے اب یہ ضعیف ہوگیا اس کے لئے قوت و برکت کی دُعا فرمائیے۔ حضرت نے فرمایا: شیخ عثمان بن مرزوق (بطائحی رضی اللہ تعالےٰ عنہ) کے پاس جا اور اُنھیں میرا سلام کہہ اور ان سے میرے لئے دعا چاہ۔ وُہ بیل کو لے کر یہاں حاضر ہُوا دیکھا کہ حضرت سیدی عثمان تشریف فرما ہیں اور ان کے گرد شیر حلقہ باندھے ہیں، یہ پاس حاضر ہوتے ڈرا، فرمایا: آگے آ۔ قریب گیا، قبل اس کے کہ یہ حضرت رفاعی کا پیام پہنچائے سیدی عثمان نے خود فرمایا کہ میرے بھائی شیخ احمد پر سلام، اللہ میرا اور ان کا خاتمہ بالخیر فرمائے، پھر ایک شیر کو اشارہ فرمایا کہ اُٹھ اس بیل کو پھاڑ۔ شیر اُٹھا اور بیل کو مار کر اس میں سے کھایا، حضرت نے فرمایا: اب اُٹھ آ۔ وُہ اُٹھ آیا، پھر دوسرے شیر سے فرمایا، اُٹھ اس میں سے کھا۔ وُہ اُٹھا اور کھایا۔ پھر اُسے بُلا لیا۔ تیسرا شیر بھیجا یُونہی ایک ایک شیر بھیجتے رہے یہاں تک کہ اُنھوں نے سارا بیل کھا لیا، اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ بطیحہ کی طرف سے ایک بہت فربہ بیل آیا اور حضرت کے سامنے کھڑا ہُوا، حضرت نے اس شخص سے فرمایا: اپنے بیل کے بدلے یہ بیل لے لو۔ اُس نے اُسے پکڑ تو لیا مگر دل میں کہتا تھا میرا بیل تو مارا گیا اور مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی اس بیل کو میرے پاس پہچان کر مجھے ستائے، ناگاہ ایک شخص دوڑتا ہُوا آیا اور حضرت کے دست مبارک کو بوسہ دے کر عرض کی: یا سیدی نذرت لك ثوراً واتیت به الی البطیحة فاستلب منی ولا ادری این ذهب[2] اے میرے مولیٰ! میں نے ایک بیل حضور کی نذر کا رکھا تھا اُسے بطیحہ تک لایا وہاں سے میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا معلوم نہیں کہاں گیا، فرمایا، قد وصل الینا ها هو تراہ[3] وُہ ہمیں پہنچ گیا یہ دیکھو یہ تمھارے سامنے ہے۔ وہ شخص قدموں پر گر پڑا اور حضرت کے پائے مبارک چُوم کر کہا، اے میرے مولا! خدا کی قسم اللہ نے حضرت کو ہر چیز کی معرفت بخشی اور ہر چیز یہاں تک کہ جانوروں کو حضرت کی پہچان کرا دی، حضرت نے فرمایا: هذا ان

---

[1] بہجۃ الاسرار　شیخ ابو عمرو عثمان بن مرزوق البطائحی　مصطفٰی البابی مصر　ص ۱۵۹
[2] ایضاً
[3] ایضاً

Marfat.com

الجبیب لا یخفی عن حبیبہ شیئا ومن عرف اللہ عز وجل عرفہ کل شئ[1] اے شخص ! بیشک محبوب اپنے محبوبوں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رکھتا جسے اللہ کی معرفت ملتی ہے اللہ اسے ہر چیز کا علم عطا کرتا ہے ۔ پھر بیل والے سے فرمایا : تو اپنے دل میں میرا شاکی تھا اور کہہ رہا تھا کہ میرا بیل تو مارا گیا اور خدا جانے یہ بیل کہاں کا ہے مبادا کوئی سے میرے پاس پہچان کر مجھے ایذا دے ۔ یہ سن کر بیل والا رونے لگا ۔ فرمایا : کیا تو نے نہ جانا کہ میں تیرے دل کی جانتا ہوں جا اللہ اس بیل کو تجھ پر مبارک کرے ۔ وہ بیل کو لے کر چند قدم چلا اب اسے یہ خطرہ گزرا کہ مبادا مجھے یا میرے بیل کو کوئی شیر آڑے آئے ۔ فرمایا : شیر کا خوف ہے ؟ عرض کی : ہاں ۔ حضرت نے جو شیر سامنے حاضر تھے ان میں سے ایک کو حکم دیا کہ اسے اور اس کے بیل کو بحفاظت پہنچا دے ۔ شیر اٹھا اور ساتھ ہولیا اس کے پاس سے شیر وغیرہ کو دور کرتا کبھی اس کے داہنے کبھی بائیں کبھی پیچھے چلتا یہاں تک کہ وہ امن کی جگہ پہنچ گیا اور اپنا قصہ حضرت احمد رفاعی سے عرض کیا ، حضرت روئے اور فرمایا : ابن مرزوق کے بعد ان جیسا پیدا ہونا دشوار ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس بیل میں برکت رکھی کہ وہ شخص بڑا مالدار ہو گیا ۔[1]

(۱۱) امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب مستطاب طبقات کبریٰ احوال حضرت سیدی ابوالمواہب محمد شاذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فرماتے ہیں :

وکان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول رایت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال اذا کان لک حاجۃ واردت قضاءھا فانذر لنفیسۃ الطاھرۃ ولو فلسا فان حاجتک تقضی[2] یعنی حضرت ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا حضور نے فرمایا جب تمہیں کوئی حاجت ہو اور اس کا پورا ہونا چاہو تو سیدہ طاہرہ حضرت نفیسہ کے لئے کچھ نذر مان لیا کرو اگرچہ ایک ہی پیسہ ہو تمہاری حاجت پوری ہو گی ۔

یہ ہیں اولیاء کی نذریں ، اور یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ نذر اولیاء کو ما اھل بہ لغیر اللہ میں داخل کرنا باطل ہے ، ایسا ہوتا تو ائمہ دین کیونکر اسے قبول فرماتے اور کھاتے کھلاتے بلکہ ما اھل بہ لغیر اللہ وہ جانور ہے جو ذبح کے وقت تکبیر میں غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا ۔ اب امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی صاحب کے باپوں کے بھی اقوال لیجئے :

(۱) جناب شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی مولوی اسمٰعیل کے دادا اور دادا استاد اور پردادا پیر انفاس العارفین

---

[1] بہجۃ الاسرار شیخ ابوعمرو عثمان بن مرزوق البطائحی مصطفیٰ البابی مصر ص ۱۹۵
[2] طبقات کبریٰ امام عبدالوہاب الشعرانی

Marfat.com

میں اپنے والد ماجد کے حال میں لکھتے ہیں :

حضرت ایشاں در قصبۂ ڈاسنہ بزیارت مخدوم الہ دیا رفتہ بودند شب ہنگام بود دراں محل فرمودند مخدوم ضیافت ما می کنند و می گویند چیزے خوردہ روید توقف کردند تا آنکہ اثر مردم منقطع شد و ملال بریاراں غالب آمد آنگاہ زنے بیامد طبق برنج و شیرینی برسر وگفت نذر کردہ بودم کہ اگر زوج من بیاید ہماں ساعت ایں طعام پختہ نشیندگان درگاہ مخدوم الہ دیا رسانم دریں وقت آمد ایفائے نذر کردم[1]

حضرت ایشاں قصبہ ڈاسنہ میں حضرت مخدوم الہ دیا کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے ، رات کا وقت تھا اس وقت فرمایا کہ حضرت مخدوم نے ہماری دعوت کی ہے اور فرمایا ہے کہ کھانا کھا کر جائیں۔ آپ نے دعوت کا انتظار فرمایا یہاں تک کہ رات گزر جانے کی وجہ سے لوگوں کی آمدورفت بھی ختم ہو گئی ، احباب ملول ہوئے ، اچانک ایک عورت میٹھے طعام کا تھال لئے نمودار ہوئی اس نے کہا میں نے نذر مانی تھی کہ میرا خاوند جس وقت گھر واپس آئے گا میں اسی وقت طعام پکا کر مخدوم الہ دیا کی درگاہ میں قیام پذیر فقراء میں تقسیم کروں گی ، میری خواہش تھی کہ خدا کرے اس وقت رات گئے درگاہ میں کوئی موجود ہو تاکہ طعام تناول کرے اور میری نذر پوری ہو۔ (ت)

(۲) اسی میں ہے :

حضرت ایشاں میفرمودند کہ فرہاد بیگ را مشکلے پیش افتاد نذر کردم کہ بارِ خدایا کہ اگر ایں مشکل بسر آید ایں قدر مبلغ بحضرت ایشاں ہدیہ دہم آں مشکل مندفع شد آں نذر از خاطر او برفت بعد چندے اسپ او بیمار شد و نزدیک ہلاک رسید بر سبب ایں امر مشرف شدم بدست یکے از خادماں گفتہ فرستادم کہ ایں بیماری اسپ عدم وفائے نذر است اگر اسپ خود را میخواہی نذرے را کہ در فلاں محلِ التزام نمودہ بفرست وے نادم شد و آں نذر فرستاد ہماں ساعت اسپ او شفا یافت[2]

حضرت ایشاں نے فرمایا کہ فرہاد بیگ کو ایک مشکل درپیش ہے ، اس نے نذر مانی ہے کہ اے باری تعالٰی اگر یہ مشکل سر ہو جائے تو میں مبلغ اتنے حضرت ایشاں کی خدمت میں ہدیہ دُوں گا ، وہ مشکل ختم ہو گئی اور اس کے ذہن سے وُہ نذر نکل گئی ، اس کے بعد اس کے چند گھوڑے بیمار ہو کر قریب المرگ ہو گئے ، مجھے جب معلوم ہُوا تو میں نے اس کو ایک خادم کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ اگر گھوڑوں کی خیر چاہتے ہو تو فوراً نذر پوری کرو جو تم نے فلاں جگہ فلاں وقت مانی تھی نذر پُوری نہ کرنے کی وجہ سے گھوڑے بیمار ہُوئے ہیں ، تو وُہ بہت نادم ہُوا ، اور نذر خدمت میں ارسال کر دی تو گھوڑے فوراً تندرست ہو گئے۔ (ت)

---

[1] انفاس العارفین (مترجم اردو) حضرت مخدوم الہ دیہ المعارف گنج بخش روڈ لاہور ص ۱۱۲

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ منکر سے بزور نذر وصول کی ؍؍ ؍؍ ؍؍ ص ۱۲۷ و ۱۲۸

Marfat.com

(۳) حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں :

حضرت امیر و ذریۂ طاہرہ او را تمام امت بر مثال پیران و مرشداں می پرستند و امور تکوینیہ را بایشاں وابستہ می دانند و فاتحہ و درود و صدقات و نذر بنام ایشاں رائج و معمول گردیدہ چنانچہ با جمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است فاتحہ و درود و نذر و عرس و مجلس[1]

حضرت امیر (علی کرم اللہ وجہہ) اور ان کی اولاد پاک کو تمام امت پیروں اور مرشدوں کی طرح سمجھتی ہے اور تکوینی امور کو ان سے وابستہ سمجھتی ہے اور فاتحہ، درود، صدقات اور نذر و نیاز ان کے نام سے رائج ہیں اور معمول بنا ہوا ہے، چنانچہ تمام اولیاء کرام سے یہی معاملہ ہے کہ ان کے نام پر نذر و نیاز، فاتحہ، درود، عرس اور مجالس منعقد کی جاتی ہیں۔ (ت)

فوائدِ عظیمہ جلیلہ

مسلمان دیکھیں دونوں شاہ صاحبوں کی ان تینوں عبارتوں سے کتنے جلیل و جمیل وہابیت کُش فائدے حاصل ہوئے وللہ الحمد ؛

(۱) اولیاء کا اپنے حاضرینِ مزارات پر مطلع ہونا (۲) ان سے کلام فرمانا کہ جب حضرت مخدوم الٰہ دیا قدس سرہ کے مزار شریف پر شاہ ولی اللہ صاحب کے والد شاہ عبدالرحیم صاحب حاضر ہوئے حضرت نے مزار شریف سے ان کی دعوت کی اور فرمایا کچھ کھا کر جانا (۳) اولیائے کرام کا بعد وفات پر غیبوں پر اطلاع پانا کہ حضرت مخدوم قدس سرہ کو معلوم ہوا کہ ایک[1] عورت نے اپنے شوہر کے آنے پر ہماری نذر مانی ہے اور[2] یہ آج اس کا شوہر آئیگا اور[3] یہ کہ عورت اسی وقت ہماری نذر کے چاول اور شیرینی حاضر کرے گی (۴) اولیاء کی نذر (۵) مصیبت کے وقت اس کے دفع کو اولیاء کی نذر ماننی (۶) ان کی نذر مان کر پوری نہ کرنے سے بلا آنا اگرچہ وہ پورا نہ کرنا بھول جانے سے ہو (۷) اس نذر کے پورا کرتے ہی فوراً بلا کا دفع ہونا کہ فرہاد بیگ نے کسی مشکل کے وقت شاہ ولی اللہ صاحب کے والد کی نذر مانی پھر یاد نہ رہی گھوڑا مرنے کے قریب پہنچ گیا، شاہ صاحب کو معلوم ہوا کہ اس پر یہ مصیبت ہماری نذر پوری نہ کرنے سے ہے، اس سے فرما بھیجا کہ گھوڑا بچانا چاہتے ہو تو ہماری منّت پوری کرو، اس نے وہ نذر پوری کی گھوڑا فوراً اچھا ہوگیا (۸) فاتحہ مروّجہ (۹) عرسِ اولیاء (۱۰) ان سب سے بڑھ کر یہ پانچ بھاری غضب کہ پیر پرستی (۱۱) مولٰی علی و ائمۂ اطہار کی بندگی (۱۲) اس پرستاری و بندگی پر تمام اُمتِ مرحومہ کا اجماع (۱۳) فتح، شکست، تندرستی، مرض، دولتمندی، تنگدستی، اولاد ہونا نہ ہونا، مراد ملنا نہ ملنا، اور ان کے مثل احکام تکوینیہ کا مولٰی علی و

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ باب ہفتم در امامت سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۱۴

Marfat.com

ائمۂ اطہار و اولیائے کرام سے وابستہ ہونا (۱۴) اس وابستہ جاننے پر امت مرحومہ کا اجماع ہونا۔ وہ سات بڑے شاہ صاحب کے کلام میں تھے یہ بھاری پتھر چھوٹے شاہ صاحب کے کلام میں ہیں۔ اب اسمٰعیل دہلوی کی تقویۃ الایمان وایضاح الحق اور گنگوہی صاحب کی براہین قاطعہ وغیرہا خرافاتِ وہابیہ سے ان ۱۴ کو ملا کر دیکھئے دونوں شاہ صاحب معاذ اللہ کتنے بڑے کٹّے پکّے مشرک، مشرک گر ٹھہرتے ہیں مگر ان کا مشرک ہونا آسان نہیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ (۱۵) بھاری فائدہ حاصل ہوگا کہ اسمٰعیل دہلوی و گنگوہی و تھانوی اور سارے کے سارے وہابی سب مشرک کافر ہیں کہ اسمٰعیل دہلوی ان دو مشرکوں کا غلام، ان کا شاگرد، ان کا مرید، ان کا مداح، ان کو امام و ولی و جنیں و چناں جاننے والا۔ اور گنگوہی و تھانوی اور سارے کے سارے وہابی ان دو تقویۃ الایمانی دھرم پر مشرکوں اور اس تیسرے قرآنی دھرم پر بددین گمراہ کو ایسا ہی جاننے والے اور جوایسوں کو ویسا جانے وہ خود مشرک کافر بےدین والحمد للہ رب العالمین ہے۔ کسی وہابی گنگوہی تھانوی دہلوی امرتسری بنگالی بھوپالی وغیرہم کے پاس اس کا جواب یا آج ہی سے وقفوھم انھم مسئولون ۝ مالکم لا تناصرون ۝ بل ھم الیوم متسلمون ۝[1] (انہیں روکو ان سے پوچھنا ہے تمہیں کیا ہوا اب ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے بلکہ اب وہ گردن ڈالے ہیں۔ ت) کا ظہور بے حجاب کذلک العذاب ولعذاب الاٰخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون ۝ (عذاب ایسا ہوتا ہے اور بیشک آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے کاش وہ جانتے۔ ت) یہاں سے ظاہر ہوگیا کہ اس مجموعہ خطب کے اشعار موافق اہلسنت نہیں، اور برکات الامداد کی وہ عبارت متعلق بہ استمداد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۷/ ۲۴ تا ۲۶
[2] 〃 〃
[3] 〃 〃 ۳۹/ ۲۶

Marfat.com

باب الکفارۃ

(کفارے کا بیان)

مسئلہ ۲۵۰: ۱۸ ربیع الاول شریف ۱۳۲۲ھ

چہ می فرمایند حامیانِ دین ومفتیانِ شرعِ متین دریں مسئلہ کہ زید از شراب خوری توبہ کرد ومواجہہ چارکس کلام اللہ شریف را برداشتہ قسم خورد کہ شراب را نوش نکنم وبار دگر شخصاں دریافت کرد زید از توبہ واز قسم اقرار کرد بعدہ از زید فعل شنیع سرزد شد یعنی شراب بخورد وچساں زید ازیں گناہ بری خواہد شد چہ کفارہ باید داد؟

دین کے حامی اور شرع کے مفتی کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ زید نے شراب نوشی سے توبہ کی اور چار حضرات کے سامنے اس نے قرآن پاک اٹھا کر قسم کھائی کہ میں شراب نوشی نہیں کروں گا۔ لوگوں نے اس سے استفسار کیا تو اس نے اپنی توبہ اور قسم کا اقرار کیا، اس کے بعد زید سے یہ بُرا فعل سرزد ہوا یعنی اس نے دوبارہ شراب نوشی کی، اب سوال ہے کہ زید اس گناہ سے کس طرح بری ہوسکتا ہے اور اس کو کیا کفارہ دینا چاہیے؟ (ت)

الجواب

در شرعِ مطہر کفارہ مرگناہے را باشد کہ در شناعت از حد نگزرد وہرچہ قبحش از حد گزشت تطہیر بکفارہ را نپذیرد وبے توبۂ صادقہ حسکم بمحویتش

شرعِ مطہر میں کفارہ اس گناہ کا ہوتا ہے کہ وہ برائی میں حد سے بڑھ کر نہ ہو، اور جو شخص اپنے گناہ میں حد سے تجاوز کر جائے تو وہ کفارہ سے پاک نہیں ہوسکتا

Marfat.com

صورت نگیرد آں چنانکہ اگر کسے زنِ خود را بمادر و خواہر خویش تشبیہ دہد او را کفارہ است کہ بعد ادائیں قربت زن برو مباح گردد فاما آنکہ مادر و خواہر خود را زنِ خود سازد ایں جرم را ہیچ کفارہ نیست جز آنکہ توبہ صادقہ کرد اینجا اگر مصحف کریم برداشتہ سوگند بنام او یا بنام حضرت عزت جل وعلی نیز بر زبان آورد پس دو چیز باشد یکے نیز سوگند چوں برو قائم نماند کفارہ اش یک غلام آزاد کردن یا دہ مسکین را دو وقت طعام خوراندن یا دہ مسکین را جامہ پوشاندن و ہرکہ بر ہیچ ازینہا قادر نباشد سہ روزہ پے در پے دارد ۔ دوم تاکیدش بہ برداشتن مصحف کریم، وایں امرے عظیم بود وبعد او باز برآں عمل ناپاک اقدام نمودن منجر بتوہین مصحف شریف و استخفاف بحق عظیم اوست وایں سخت تر کارے است و او را اصلا کفارہ نیست جز آنکہ زود بتوبہ صادقہ گردید و ازاں فعل شنیع بعزم صحیح باز آید ورنہ منتظر باید بود عذابے الیم و نار جحیم والعیاذ باللہ تعالےٰ ، واگر سوگند بر زبان نراندہ است سائل ہمیں مصحف برداشتن را سوگند خواندہ است حکمش ہمیں ست کہ کفارہ نیست و عذاب الیم را انتظار کرد اگر توبہ نکند نیز آنکہ شراب نگزارد او را باید بارہا جام ناپاک شراب جامے از ریم و زرد آب سبز خوردہ باشد تا خوگر شود زیرا کہ شراب خور را ناگزیر است در جہنم از ریم فرج زناں زانیہ خوردن چوں آتش در زناں زانیہ درگیرد و از بدترین جاہائے آناناں

اور جب تک وہ صدق دل سے توبہ نہ کرے تو اس گناہ سے پاک نہیں ہو سکتا، جیسا کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو ماں یا بہن سے تشبیہ دے تو اس کا کفارہ ہے اور کفارہ کے بعد بیوی اس کے لئے حلال ہو جاتی ہے لیکن اگر کوئی شخص اپنی ماں یا بہن کو اپنی بیوی بنا لے تو اس جرم کا کوئی کفارہ نہیں ہے بلکہ اس پر صدق دل سے توبہ لازم ہے اگر یہاں زید نے قرآن اٹھا کر قرآن کے نام سے قسم کھائی یا اللہ تعالیٰ جل وعلی کے نام سے قسم کھائی اور زبان سے ادا بھی کی ہو تو اس پر دو چیزیں لازم ہیں ایک یہ کہ وہ قسم پر قائم نہ رہا بلکہ قسم توڑ دی ہے اس لئے اس پر کفارہ لازم ہے اور وہ ایک غلام آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو دو وقت کا کھانا دینا یا دس مسکینوں کو لباس پہنانا ہے اور اگر کوئی ان مذکورہ امور پر قادر نہ ہو تو پھر تین روزے مسلسل رکھنے ہوں گے دوسری چیز کہ اس نے قرآن مجید اٹھا کر قسم کھائی ہے اور بہت سخت معاملہ ہے کہ قرآن اٹھا کر اس نے اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پھر سے شراب نوشی کی ہے جس سے قرآن پاک کی توہین تک معاملہ پہنچا اور قرآن کے عظیم حق کی پامالی کی ہے تو اس سخت کارروائی پر کفارہ نہیں ہے بلکہ اس کے لئے اس پر لازم ہے کہ فوراً توبہ کرے اور اس برے فعل کو آئندہ نہ کرنے کا پختہ قصد کرے ورنہ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دردناک عذاب اور جہنم کی آگ کا انتظار کرے، والعیاذ باللہ تعالیٰ ۔ اور اگر زبان سے قسم ادا نہیں کی بلکہ اسی قرآن اٹھانے کو قسم قرار دیا تو اس قسم کا

Marfat.com

یم برآرد آدمی ہر قدر کہ شراب خوردہ باشد ہماں قدر ازاں یم وزرد آب فروج زانیات باں شراب خور خورانند زینہار از و مفرنیابد چونکہ در احادیث کثیرہ ارشاد فرمودہ اند، والعیاذ باللہ تعالیٰ ، واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

وہی حکم ہے کہ اس پر کفارہ نہیں بلکہ عذاب الیم کا انتظار کرے توبہ نہ کرنے پر اور شراب نہ چھوڑنے پر اس کو چاہیئے کہ اسی ناپاک جام کو گندی پیپ سے بھر کر پیئے تاکہ اس گندگی کا عادی ہو جائے کیونکہ شراب نوشی کرنے والے کے لئے زانی عورتوں کی شرمگاہ سے نکلی ہوئی پیپ اور غلیظ گندے پانی کو جہنم میں پینا لازمی سزا ہوگی کہ جہنم کی آگ سے زانیہ عورتیں جل کر ان کے بدن کی بدترین جگہ شرمگاہ سے جو پیپ نکلے گی شراب نوشی کرنے والا اپنی شراب کی عادت کے مطابق اس پیپ کو پیئے گا، اس سزا سے وہ بچ نہ سکے گا، جیسا کہ کثیر احادیث میں بیان ہوا ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۵۱ از فرخ آباد مسئولہ شمس الدین احمد شنبہ ۱۸ شوال ۱۳۳۴ھ

جھوٹی قسم خدا کی کھانا کیا کفارہ دینا چاہیئے، اگر ایک ہی وقت میں کئی مرتبہ جھوٹی قسم خدا کی کھائے تو ایک کفارہ دے یا ہر ایک قسم کا علیحدہ علیحدہ؟ فقط۔

الجواب

جھوٹی قسم گزشتہ بات پر دانستہ، اُس کا کوئی کفارہ نہیں، اس کی سزا یہ ہے کہ جہنم کے کھولتے دریا میں غوطے دیا جائے گا، اور آئندہ کسی بات پر قسم کھائی اور وہ نہ ہوسکی تو اس کا کفارہ ہے ایک قسم کھائی ہو تو ایک اور دس تو دس۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

Marfat.com

۱۳ ۱۰۶

كتاب الحُدُود والتّعزير

(حدود اور تعزیر کا بیان)

مسئلہ ۲۵۲ ۱۰ محرم ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کا یہ بیان ہے کہ زید نے مجھ سے زنا بالجبر کیا، گواہ معاینہ کا کوئی نہیں، اور یہ بیان اس عورت کا ہے کہ جس مکان میں واقعہ مذکور گزرا ہے اُس میں سوائے میرے اور زید کے اور کوئی موجود نہ تھا، زید کا انکار ہے کہ میں نے زنا نہیں کیا البتہ تہدید کے لئے عورت مذکور کو سخت اور سُست کہا تھا' اور وُہ تہدید یہ تھی یعنی صبح کو جس وقت زید پانی بھرنے کو اپنے ٹھکانوں میں جانے لگا تو زید نے اُس عورت کو خواب سے بیدار کیا کہ ہوشیار ہو جا ایسا نہ ہو کہ کوئی آوارہ آدمی کوئی چیز اُٹھالے جائے، جب زید پانی بھر کر لوٹ آیا تو عورت مذکور کو سوتا پایا تو اس نے ایک لات چارپائی اس عورت میں ماری کہ ابھی تک غافل سو رہی ہے کوئی مال اُٹھالے جاتا تو کیا ہوتا، اور زید نے سخت اور سُست بھی کہا، اس پر اس نے شور مچایا اور زید کو متہم بالزنا بالجبر کیا، آیا اس بارے میں بلحاظِ واقعاتِ صدر قولِ عورت قابلِ اعتبار ہے یا نہیں؟ اور دو شخص جن میں ایک مسلمان اور دوسرا ہندو، بیان کرتے ہیں کہ ہم نے یہ سُنا کہ مکان میں سے آواز آتی ہے کہ یہ شخص میری آبرو اُتارے لیتا ہے' بینوا توجروا۔

Marfat.com

الجواب

اُس عورت کا قول ہرگز قابلِ اعتبار نہیں، بلکہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اُسے جھوٹا اور بہتان سمجھے اور مسلمان کے ساتھ نیک گمان کرے، جو لوگ اس بارے میں زنِ مذکورہ کو سچا جانیں گے وُہ بھی سخت گنہگار اور اُس مرد کے حق میں گرفتار ہوں گے، شریعت کا حکم یہ ہے یا تو وُہ چار گواہ مسلمان ثقہ پرہیزگار قابلِ شہادت زنا سے ثابت کرائے کہ وُہ اُس وقتِ خاص میں اُس مکان معین میں اُس مرد کا اس عورت کے ساتھ زنا کرنا اور اپنا بچشم خود اُس لے بدن کو اُس کے بدن میں سُرمہ دانی میں سلائی کی طرح دیکھنا بیان کریں جب تو عورت اُس الزام سے بری ہوگی اور مرد پر زنا کی حد آئے گی، ورنہ عورت کو اسّی کوڑے لگائے جائیں گے۔ اور جو لوگ اُس کا بیان سچا مان کر مرد پر یہ تہمت کریں گے وُہ بھی اسّی کوڑے کھائیں گے۔ یہ سب حکم خود قرآن مجید میں مذکور۔ اس ملک میں کہ حدِ شرع جاری نہیں اتنا فرض ہے کہ مسلمان اُس عورت کو جھوٹا، کذاب، اور ناحق افترا باندھنے والی سمجھیں، پس مسلمان اُس سے توبہ کرائیں اور وہ مجمع میں اپنے آپ کو جھٹلائے، اگر نہ مانے تو اُسے چھوڑ دیں کہ وُہ سخت گناہ کی مرتکب ہُوئی، اور اُن دو گواہوں کی گواہی عورت کو کچھ بھی مفید نہیں کہ اوّل فقط ایک گواہ ہے۔ کافر کی گواہی کچھ مقبول نہیں، دُوسرے وُہ اپنی آنکھوں کا دیکھا کچھ نہیں کہتے، تیسرے سُننے میں بھی فقط اُس عورت کی آواز بیان کرتے ہیں، یہ خود مدعیہ ہے، مدعی کا قول مسموع نہیں، چوتھے آبرو اتارنا کچھ خاص زنا کرنے ہی کو نہیں کہتے مارنے پیٹنے یا مارپیٹ کا قصد کرنے پر بھی ایسا کلمہ کہا جاتا ہے، غرض گواہی محض مہمل ہے اور عورت کا قول سراسر باطل، اور مرد الزام سے بالکل بری، اور عورت پر جھوٹی تہمت کا الزام قائم اور اُس پر اُس سخت گناہ سے توبہ فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۲۵۳ ۶ ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی بے دیکھے کسی مسلمان پر تہمت لگائے کہ اُس نے اپنی بیٹی کے ساتھ زنا کیا اور اُس شخص پر نہ کوئی ثبوت ہے نہ گواہی، تو ایسی تہمت لگا کر بدنام کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔

الجواب

سخت حرام قطعی گناہِ کبیرہ ہے، ایسی تہمت رکھنے والا اللہ تعالیٰ کے بڑے عذاب کا مستحق ہوتا ہے، اللہ عزّوجل نے حکم فرمایا کہ ایسے شخصوں کو اسّی کوڑے مارو اور ان کی گواہی کبھی نہ سُنو اور وُہ فاسق ہیں، یہاں کوڑے تو نہیں لگا سکتے لہٰذا اسی قدر کریں کہ جب تک وُہ تہمت رکھنے والا مجمع میں توبہ نہ کرے اور

Marfat.com

صاف صاف اس اپنی ناپاک گفت گو سے باز نہ آئے اُس وقت تک مسلمان اس سے ملنا جلنا اُس کے پاس اُٹھنا بیٹھنا اُس کی شادی بیاہت میں شریک ہونا، اپنی شادی بیاہت میں اُسے شریک کرنا یک قلم چھوڑیں کہ وہ اس تہمت کے اٹھانے سے ظالم ہے، اور ظالم کے پاس بیٹھنے کو قرآن مجید میں منع فرمایا، اور ایسی تہمت کا ثبوت کسی گواہی سے ہرگز نہیں ہوسکتا جب تک چار مرد نمازی پرہیزگار ثقہ متقی جو نہ کوئی گناہِ کبیرہ کرتے ہوں نہ کسی گناہِ صغیرہ پر اصرار رکھتے ہوں نہ کوئی بات خلافِ مروت چھچھورے پن (جیسے سر بازار کھانا کھانا یا شارع عام پر سب کے سامنے پیشاب کرنا) کی کرتے ہوں ایسے اعلیٰ درجہ کے متقی مہذب بالاتفاق ایک وقت ایک مکان میں اپنی آنکھ سے دیکھنا بیان کریں کہ ہم نے اس کا بدن اس کے بدن کے اندر خاص اس طرح دیکھا جیسے سُرمہ دانی میں سلائی۔ اگر ان امور سے ایک بات بھی کم ہوگی مثلاً گواہ چار سے کم ہوں یا چوتھا شخص اُس اعلیٰ درجہ کا نہ ہو یا ہوں تو سب اعلیٰ درجہ کے اور چار پانچ نہیں بلکہ دس بیس مگر اُن میں مرد تین ہی ہوں باقی عورتیں، یا کچھ گواہ آج کا واقعہ بیان کریں کچھ کل کا، یا کچھ کہیں ہم نے اس مکان میں دیکھا کچھ کہیں دوسرے میں، یا یہ سب باتیں جمع ہوں اور تین گواہ صاف صاف یہ بھی گواہی دے چکے ہوں کہ ہم نے اس کا ذکر اس کی فرج داخل میں اسی طرح دیکھا جیسے سُرمہ دانی میں سلائی، مگر چوتھا اتنا کہے کہ میں نے اس کا برہنہ ذکر اس کی برہنہ فرج کے مُنہ پر رکھا دیکھا مثلاً نصف حشفہ تک اندر کیا ہُوا دیکھا، تو ان سب صورتوں میں یہ گواہیاں مردود اور وہ تہمت باطل اگرچہ اس قسم کی سَو دو سَو گواہیاں گزریں اصلاً ثبوت نہ ہوگا بلکہ تہمت کرنیوالے زنا کی گواہی دینے والے خود ہی سزا پائیں گے یہ سب احکام قرآن مجید و حدیث شریف و کُتبِ فقہ میں صاف مذکور ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵۴ از بڑودہ گجرات کلاں محلہ بھُوتنے کا جھاپہ نظام پورہ مرسلہ امراؤ بائی بنت غلام حسین حالہ

۱۶ رجب ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو ایک آدمی اور ایک عورت کے ہمراہ کسی کام ضروری کے لئے کہیں بھیجا، بعد واپس آنے کے نان ونفقہ موقوف کردیا کچہری گائی کواٹی میں مقدمہ ہے، کچہری کہتی ہے نان ونفقہ کیوں نہیں دیتا، خاوند کہتا ہے بغیر حکم میرے کیوں گئی، عورت نے گواہ شاہد قولی پیش کئے کہ اس نے عورت کو جانے کے لئے حکم دیا عورت کہتی ہے کہ مجھے میرے خاوند نے بہتان لگایا میری آبرو لی، جو شخص اپنی عورت کی آبرو لے شریعت میں اس کی کیا سزا ہے؟ فریبی دغا باز و جلساز کے لئے کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بہتان اُٹھانا ناجائز طور پر آبرو لینا، جعل دغا فریب یہ سب باتیں گناہ ہیں خواہ اپنی عورت کے ساتھ

Marfat.com

ہوں خواہ کسی کے ساتھ، اور ان گناہوں کے لئے شرع نے کوئی حد مقرر نہ فرمائی تو ان میں سزائے تعزیر ہے جس کا اختیار حاکم شرع کو ہے، جو سزا مناسب جانے دے، مگر مارے تو انتالیس ۳۹ کوڑوں سے زیادہ نہ مارے، اور امام ابویوسف کے نزدیک پچھتر، اور اسی پر فتوٰی ہے۔ اشباہ میں ہے:

ضابطة التعزیر کل معصیة لیس فیها حد مقدر ففیه التعزیر[1]

ضابطہ تعزیر یہ ہے کہ جس گناہ کے لئے کوئی حد مقرر نہ ہو اس پر تعزیر ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

من اٰذی غیره بقول اوفعل یعزر کذا فی التاتارخانیة[2]

جس نے کسی دوسرے کو اپنے عمل یا قول سے اذیت دی تو اس پر تعزیر ہے، جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

التعزیر لیس فیه تقدیر بل هو مفوض الی رأی القاضی[3]

تعزیر میں سزا مقرر نہیں ہے بلکہ وہ قاضی کی رائے پر موقوف ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

اکثره تسعة وثلثون سوطا لو بالضرب[4]

تعزیر زیادہ سے زیادہ انتالیس ۳۹ کوڑے ہیں، یہ سزا مارنے کی ہے۔ (ت)

پھر یہ حکم بہتان زنا کے سوا اور بہتانوں میں ہے اور اگر مرد اپنی عورت کو صاف زنا کی تہمت لگائے خواہ بالقصد تہمت لگانا ہی منظور ہو یا جس طرح بیباک عوام میں کچھ لفظ دشنام کے رائج ہیں کہ غصہ میں زبان سے نکالتے ہیں اور ان کے معنٰی میں صراحۃً زنا کا .... (جواب ناقص ملا)

مسئلہ ۲۵۵ تا ۲۶۴: از نیپال گنج بازار ڈاک خانہ روپی ڈیہہ ضلع بہرائچ مسئولہ مولوی حبیب اللہ و محبوب علی شاہ دوشنبہ ۲۱ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک محصن مرد اور محصنہ عورت بعلت زنا مشتہر ہو کر دونوں نے مجلسِ عام اقرارِ زنا کیا گو موقعہ کے

---

[1] الاشباہ والنظائر | کتاب الحدود والتعزیر | ادارۃ القرآن کراچی | ۱/۲۸۵
[2] " " | " " | " " | ۱/۲۸۴
[3] و [4] درمختار | باب التعزیر | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۳۲۶

Marfat.com

عینی شاہد نہیں ملے مگر تحقیقات سے رموزِ زنا اور زانی و زانیہ کے پیام و سلام قول و قرار تک کے ثبوت بھی ملے۔

(۲) اب یہ عقود فسخ ہوئے یا قائم رہے؟

(۳) اور عورت زانیہ کے شوہر کو اُسے طلاق دینا لازم ہے یا نہیں؟

(۴) اگر لفظ طلقتك نہیں کہا اور طلاقنامہ لکھ کر دے دیا جس کی نقل منسلکہ استفتاء ہذا ہے جس روز سے یہ تحریر دی ہے اس روز سے مواجہہ نہیں ہوا ایک روز قبل نمازِ جمعہ میں زانیہ کے شوہر نے طلاق بائنہ کا اقرار کیا لہذا یہ طلاق بائنہ ہوئی یا نہیں؟

(۵) اگر عورت مطلقہ نے خود طلاق مانگی تھی اور عدت بھی توڑ دی ہے اس صورت میں اب زانیہ کے شوہر کو مہر و مصارفِ عدت ادا کرنا چاہیئے یا نہیں؟

(۶) اور ایسے زانی و زانیہ کی اگرچہ شرعی سزا دینا یہاں پر اس وقت غیر ممکن ہے تو حاکم وقت مقامی سے حسبِ قانونِ حکومت سزائے زنا دلانے کا عذر دار ہونا لازم ہے یا نہیں؟

(۷) مردِ محصن زانی کا بھی عقد فسخ ہوا یا نہیں؟

(۸) ایک گروہِ کثیر نے مردِ محصن زانی کے ساتھ میل جول و حُقہ پانی ترک کر دیا ہے لیکن چند اشخاص نے جن میں سے صرف دو شخص خواندہ عقائدِ وہابیہ دیوبندیہ اور ایک شخص خواندہ اہلسنت وجماعت جو کہ اشخاص عقائد وہابیہ مذکرہ کا صرف ہم مشرب ہے بقیہ اشخاص ناخواندہ ہیں اُنھوں نے زانی و زانیہ کو توبہ کرا کے میل جول حقہ پانی دے کر ہم پیالہ وہم نوالہ ہو گئے ہیں بدیں باعث بڑے گروہ نے اُن سب کا بھی میل جول حقہ پانی ترک کر دیا ہے یہ ترک کرنا جائز ہے یا نہیں، اور یہی چند اشخاص اس زنا کے محرک معلوم ہوتے ہیں۔

(۹) شوہر زانیہ کا پیش امام جامع مسجد و مدرس مدرسہ اسلامیہ ہے اس واسطے تنبیہا ان زانی اور زانیہ کی موافق رسم و رواج حال کے کیا سزا ہونی چاہیئے؟

(۱۰) اور زانی و زانیہ کے شریک داران مذکرہ بھی کسی قسم کی سزا کے مستوجب ہیں یا نہیں؟ بیّنوا توجروا معاً الکتاب۔

نقل طلاق نامہ: منکہ محمد جواد ولد حسین علی متوطن لکھنؤ ساکن نیپال گنج، جو کہ مسماۃ منیرا نومسلم میرے عقدِ نکاح میں نو سال سے تھی اب مسماۃ مذکورہ کی بدچلنی ثابت ہونے سے اور زبانی خود سے تعلق بے جا کے اقرار سے میں طلاق اس کے طلب پر رضا و رغبت طلاق دیتا ہوں اور یہ چند کلمہ بطریق طلاق نامہ کے لکھ دیے کہ سند رہے اور وقت پر کام آئے۔ العبد محمد جواد بقلم خود۔ گواہ شد نور محمد بقلم خود۔ مورخہ ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۷ اگست ۱۹۱۸ء بمواجہہ فقیر بخش و بدلو و منّے وغیرہم کے یہ تحریر لکھی گئی۔

Marfat.com

الجواب

(۱ و ۲) ایسی بازاری باتوں سے زنا کا ثبوت نہیں ہوسکتا جب تک کافی شہادت شرعیہ یا کافی اقرار زانی یا زانیہ نہ ہو، اور اگر زنا ثابت بھی ہو تو اس سے نکاح میں کچھ فرق نہیں آتا مگر ایسا زنا جس سے مصاہرت ثابت ہو جیسے شوہر کے باپ یا بیٹے سے کہ اس صورت میں البتہ نکاح فاسد ہو جاتا ہے۔

(۳) زانیہ کو طلاق دینا شوہر پر لازم نہیں۔ درمختار میں ہے:

لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرة۔[۱] فاجرہ عورت کو طلاق دینا خاوند پر واجب نہیں ہے (ت)

(۴) طلاق جس طرح زبان سے ہوتی ہے اُسی طرح قلم سے، جبکہ بلامجبوری شرعی لکھا ہو۔ اشباہ میں ہے الکتاب کالخطاب[۲] (تحریر بھی خطاب کی طرح ہوتی ہے۔ ت)، طلاقنامہ سے طلاق رجعی ثابت ہوئی ہے، لیکن شوہر نے اگر طلاق بائن کا اقرار کیا تو بائن ہوگئی۔

(۵) مہر بہر حال دینا ہوگا اور عورت پر فرض ہے کہ عدت اُسی مکان میں پُوری کرے۔

قال اللہ تعالٰی لا تخرجوھن من بیوتھن ولایخرجن الا ان یأتین بفاحشة مبینة۔[۳] اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم بیویوں کو گھروں سے نہ نکالو اور نہ وُہ خود نکلیں الّا یہ کہ وُہ کھلے بندوں فحش کاری کریں۔ (ت)

اس حالت میں تاختم عدت شوہر پر لازم ہوگا کہ اُسے نفقہ دے۔

(۶) ہرگز نہیں، سزا وہی ہے جو مطابق شرع ہے اور اس کے خلاف کی خواستگاری ناجائز۔

قال اللہ تعالٰی ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الظّٰلمون۔[۴] اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو اللہ تعالٰی کے نازل کیے ہوئے پر حکم نہ کریں تو وہ لوگ ظالم ہیں۔ (ت)

وقال اللہ تعالٰی وقد امروا ان یکفروا بہ۔[۵] اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان کو حکم دیا گیا کہ اس سے انکار کریں۔ (ت)

(۷) زانی کے نکاح پر زنا سے کوئی اثر نہیں پڑسکتا مگر یہ کہ اُس سے مصاہرت ثابت ہو جیسے اپنی

---

[۱] درمختار کتاب النکاح ۱/۱۹۰ و کتاب الحظر والاباحت ۲/۲۵۴ مجتبائی دہلی
[۲] الاشباہ والنظائر الفن الثالث احکام الکتابۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۹۶ و ۵۹۷
[۳] القرآن الکریم ۶۵/۱ [۴] القرآن الکریم ۵/۴۵
[۵] ۴/۶۰

Marfat.com

زوجہ کی ماں یا بیٹی سے۔

(۸) اگر ان لوگوں نے زانی وزانیہ کی توبہ کے بعدان سے میل جول کیا ہے تو اُن پر اس سے کچھ الزام نہیں اور اس بنا پر اُن کا حقہ پانی بند کرنا ناجائز ہے، اور اگر بغیر توبہ کئے میل جول کر لیا تو بیجا کیا اس حالت میں بطور تنبیہ اُن کا حقہ پانی بند کرنے میں حرج نہیں، توبہ کے لئے اولیاء کا مواجہہ ضرور نہیں، ہاں بنظر حق العبد اُن کی معافی کی ضرورت ہے مگر بغیر اس کے جتنی توبہ کی ہے وہ بھی نامعقول سمجھی جائے، یہ محض باطل ہے دیوبندی عقیدے والے خود مرتد ہیں اور اُن سے میل جول مطلق حرام۔ اس واقعہ پر اس کو بنا کرنا اور یہ نہ ہوتا تو اُن سے میل جول رکھنا جہل وضلالت ہے یونہی وُہ جو دیوبندیہ سے میل جول رکھتا ہو اگرچہ اپنے آپ کو سُنی کہتا ہو سخت فاسق ہے اور مسلمانوں کو اس سے قطع تعلق لازم۔

قال اللہ تعالیٰ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[1]	اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم ظالم لوگوں کی طرف میلان نہ کرو ورنہ تمھیں آگ چھوئے گی۔ (ت)

(۹) یہاں ترکِ تعلق کے سوا کوئی سزا جاری نہیں ہوسکتی اور زنائے زن سے شوہر پر کچھ الزام نہیں جب کہ وہ اس پر راضی نہ ہو۔

قال اللہ تعالیٰ ولا تزر وازرۃ وزر اخری[2]	اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کوئی جان دوسرے کا بوجھ (گناہ) نہ اٹھائے گی (ت)

(۱۰) اگر وُہ زنا میں ساعی تھے یا بعد زنا بلا توبہ ان کے حامی ہوئے تو وہ بھی مستحقِ سزائے شرع ہیں ورنہ نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۵

۲۸ صفر ۱۳۱۱ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں معنی کہ مثلاً زید کہ باخالد دوستی دارد وبا زنِ او مرتکب فعل زنا شد وخالد ازیں امر کہ مکروہ تر وناپسندیدہ تر نزد او بود رواداری تفضیح ورسوائے زید نشدہ وبدیں سبب کہ دوست او بود او را نزد قاضی برائے مواخذہ واجرائے حد شرع نبرد بلکہ چشم پوشی کرد	علماء دین ومفتیانِ شرع متین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ زید خالد کا دوست تھا اور اس کی بیوی سے زید نے زنا کیا تو خالد اس بدترین فعل کے باوجود زید سے رواداری کرتے ہوئے اس کی ذلت ورسوائی کے درپے نہ ہوا اور دوستی کی وجہ سے قاضی کے ہاں مواخذہ اور شرعی حد کے لئے اس کو پیش نہ کیا بلکہ چشم پوشی

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۳

[2] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴ و ۳۵/ ۱۸

Marfat.com

بکراہت تمام و بہمیں اکتفا کرد کہ اٰن او را از دوستی خود خارج کرد و زن خود را طلاق داد یا درصورتیکہ ایں زن توبہ کرد او را از زوجیت خود خارج نکرد پس ایں چشم پوشی خالد کہ نسبت زید واقع شد چگونہ است آیا داخل احسان و مروت است یا نے؟ بیّنوا توجروا۔

سے کام لیا اور انتہائی ناراضگی کے باوجود صرف اتنا کیا کہ اب زید سے دوستی ختم کردی اور اپنی بیوی کو طلاق دے دی، یا بیوی کی توبہ پر اس کو زوجیت سے خارج نہ کیا، زید کے بارے میں خالد کی یہ چشم پوشی کیا حیثیت رکھتی ہے؟ کیا اسے احسان و مروت قرار دیا جائے گا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔ (ت)

الجواب

برنسبت زید احسان بودنش خود پیدا ست و اگر باوصف غیرت محمودہ شرعیہ محض بہ نیت پردہ پوشی مسلمانان صبر و ستر پیش گرفت خود داخل فمن عفا و اصلح فاجرہ علی اللّٰہ ست[1]۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

زید پر احسان ہونے میں کیا شک ہے اور اگر شرعی طور پر پسندیدہ غیرت رکھتے ہوئے مسلمان کی پردہ پوشی کی نیت سے صبر کرتے ہوئے درگزر کیا تو اللہ تعالٰی کے اس ارشاد میں داخل ہے "جس نے معاف کیا اور اصلاح کی کوشش کی تو اس کا اجر اللہ تعالٰی کے کرم پر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۶۶: از سیتا کلاں پرگنہ نواب گنج ضلع بریلی مرسلہ سید زائر حسین ٹھیکیدار ۲۲ شعبان ۱۳۳۷ھ

السلام علیکم، کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت قبل شوہر کسی غیر مرد سے اپنے خاوند کے نزدیک مشکوک ہوئی اور مرد کہتا ہے کہ میں نے فعل حرام کیا اور عورت کہتی ہے کہ نہیں، لہٰذا ہر دو شخص مسلمان ہیں فاعل از روئے حلف کہتا ہے کہ میں فعل شنیعہ کا مرتکب ہوا اور مفعول کہتا ہے کہ نہیں بلکہ اس کا ایسا ارادہ تھا چونکہ مطلب برآری نہیں ہوئی بدیں وجہ ناحق الزام لگاتا ہے، اب ایسی صورت میں جب فاعل مفعول دونوں مخلف بکلام الٰہی ہیں تو کس کا اعتبار کیا جائے، میرے نزدیک دونوں شخص مکر کے پھرتے ہیں اور دونوں حلف اٹھاتے ہیں ایسی صورت میں فاعل سچا یا مفعول سچا یا کیا؟

الجواب

وعلیکم السلام، وہ مرد عورت دونوں اپنے اپنے حق میں سچے مانے جائیں گے اور دوسرے کے

---

[1] القرآن الکریم ۴۲/۴۰

Marfat.com

حق میں جھوٹے، عورت جوانکار کرتی ہے سچ کہتی ہے اُسے جو فقط بر بنائے قولِ مرد زنا کی تہمت لگائے گا سخت گنہگار اور اسّی کوڑوں کا سزاوار ہوگا۔ مرد جو اپنے زنا کا اقرار کرتا ہے اسے زانی مانا جائے گا، اسلامی سلطنت ہوتی تو سزا پاتا، اب اسی قدر ہوسکتا ہے کہ اسے برادری سے خارج کیا جائے، مسلمان اس سے میل جول چھوڑدیں جب تک علانیہ توبہ نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۷ ذوالفقار گنج شہر بریلی مسئولہ بابو مورخہ ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین در بارہ زید مقدمہ زنا میں بروقت اطلاع یابی مقدمہ اہل برادری نے چند پنچوں اہل برادری کو برائے تفتیش مقدمہ خاص موقع متنازعہ پر بھیجا موقع پر پہنچ کر تمام سکانے اہل محلہ سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ درحقیقت یہ امر صحیح ہے، بدیں وجہ ہمارے یہاں سے خورد و نوش نشست و برخاست بند ہے لہذا بیان ملزمان و شہادت باظہار حلفی گواہان مندرجہ ذیل بخدمت شرع شریف پیش ہے کیا حکم ہے؟ اور ہم لوگوں کو کیا عمل کرنا چاہئے؟ بیّنوا توجروا۔

(۱) بیان زید کے لڑکے کی زوجہ کا میرے بارہ میں سب لوگ غلط بیان کرتے ہیں میں نے کسی سے کچھ نہ کہا۔

(۲) از طرف گواہان عزیز و اقربا: واضح ہو کہ زید کے لڑکے کی زوجہ با قرار زنا اس وجہ سے انحراف کرتی ہے کہ اہل برادری نے ملزمان کو تاکیداً منع کردیا تھا کہ ہرگز اس خسر سے کوئی تعلق نہ رکھنا مگر باوجود منع کرنے کے ملزمہ بہمراہی اپنی توشدامن و خسر کے عدم موجودگی اپنے شوہر کے چلی آئی، معلوم ہوتا ہے کہ بخوبی سکھلا پڑھادی گئی بدیں وجہ یہ انحراف ہے۔

(۳) شہادت باظہار حلفی حافظ عبدالرحمن صاحب: زید کی زوجہ کی زبانی معلوم ہوا کہ میرا شوہر زید لڑکے کی بیوی کی چھاتی پکڑتا تھا میں نے منع کیا چھاتی کیوں پکڑتا ہے تجھ کو شرم نہیں معلوم ہوتی؟ جواب دیا میرا مال ہے۔ میں نے بافسوس کہا کہ میرا لڑکا اس بہو نے تو لیا مگر میرا شوہر بھی چھین لیا، یہ ایسی بہو تھی جبکہ یہ واقعہ زید کے لڑکے کے سامنے بیان کیا تو اُس نے خاموشی اختیار کی۔

(۴) باظہار حلفی منشی نبی بخش صاحب پابند صوم و صلوٰۃ: میں نے اپنے کانوں سے سُنا کہ زید کی زوجہ اپنے گھر میں زید سے بغصّہ کہتی تھی کہ تم لڑکے کی زوجہ کی چھاتی کیوں پکڑتے ہو تم کو کیا حاصل ہے تم کو شرم نہیں آتی؟ زید نے جواب دیا ہمارا مال ہے ہم کو اختیار ہے۔ بعدہٗ زید کی زوجہ میرے مکان پر میری زوجہ کے پاس آئی تو اس وقت اس سے دریافت کیا کہ روزانہ تمہارے گھر کیا جھگڑا فساد رہتا ہے؟ جواب دیا کہ اس میرے لڑکے کی بیوی نے لڑکے کو تو لیا مگر میرے خاوند کو بھی چھین لیا ضرور ایک دن خونریزی ہوگی۔

(۵) بیان محمد بخش صاحب: بموجب منشی نبی بخش صاحب کہ فی الواقع صحیح ہے ملک ایک دن اسا اتفاق

Marfat.com

ہُوا کہ زید نے اپنی نواسی کو جو کہ زید کے پاس بیٹھی تھی اُٹھا دیا صرف موقع خالی ہونے کی وجہ سے لڑکی نے اپنی نانی سے شکایت کی کہ مجھ کو نانا نے اپنے پاس سے اُٹھا دیا، بعدہٗ زید کے لڑکے کی بیوی کی چھاتی وغیرہ پکڑی زید کی زوجہ نے کہا کہ اب ہم کو بخوبی معلوم ہوگیا کہ لڑکے کی بی بی تمہاری بی بی ہے تب سے تو یہ دونے مٹھائی وغیرہ خوب اُڑائی جاتی ہے کیوں؟ بہو تو دونے مٹھائی وغیرہ اُڑاتی ہے تا!

(۶) بیان شیخ جی صاحب تصدق حسین: میری زوجہ نے لعل محمد کے گھر میں کی چھت پر سے اپنے لڑکے کی زوجہ سے بچشم خود زنا کرتے دیکھا۔

(۷) بیان خیالی رام: میں نے اپنے کانوں سے سُنا کہ زید اپنے لڑکے کی زوجہ کو اپنی طرف بلاتا ہے اور زید کی زوجہ غصہ ہو کر کہتی ہے کہ میں تمہاری بی بی بنی ہوں وہ بھی تمہاری بی بی ہے؛ زید جواب میں کہتا ہے کہ ہاں ہمارا مال ہے ہم کو اختیار ہے۔

(۸) بیان حلفی گردھاری لال: میں نے بچشم دیکھا کہ زید اپنے لڑکے کی زوجہ کو زبردستی ہاتھ پکڑ کر اندر مکان کے لے گیا وہ ہر چند منع کرتی رہی کہ چچا کیا کرتے ہو، مگر ہرگز نہ مانا۔

(۹) بیان حلفی رحمت حسین چچا کریم بخش دختر کے دادا: بزبانی لڑکی ہم کو یہ معلوم ہُوا کہ میری خوشدامن کی عدم موجودگی میں میرے خسر نے بوقت بارہ بجے دن کے جبکہ میں روٹی پکاتی تھی مجھ کو اپنے پاس بُلا کر زبردستی کی اور گالی وغیرہ دی، قریب ایک گھنٹہ مجھ کو اپنے پاس کھڑا کیا اور میرے ہاتھ میں کاٹا، بعدہٗ مجھ سے بوس کنار کیا، میں نے بجواب صرف اتنا کہا مگر دیگر رشتہ داروں سے صاف صاف کہا تھا، بیان کیا کہ میرے خسر نے مجھ سے زنا کیا۔ ہم کو کافی یقین ہو گیا کہ درحقیقت صحیح ہے بدیں وجہ ہم کو سخت رنج و ملال ہوا رشتہ دار گواہ موجود ہیں۔

(۱۰) بیان حلفی مسماۃ غفورن: میرے گھر سب کے سامنے بیان کیا کہ میرے خسر نے مجھ کو دو گھنٹہ ڈانٹ ڈپٹ کی اور مجھ کو اپنے سامنے کھڑا کیا بعدہٗ میرے ساتھ زنا کیا۔

(۱۱) بیان حلفی گھسن بھوپا صاحب: جبکہ ہم نے دریافت کیا اور کہا کہ سچ کہو یہ کیا قصہ پھیلا ہوا ہے تو اس نے کہا کہ واقعی میرے خسر نے میرے ساتھ زنا کیا۔

اب صورتِ مذکورہ بالا میں زنا ثابت ہُوا یا نہیں؟ اور یہ عورت زید کے لڑکے پر حلال رہی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ایسے بیہودہ بے معنی و بے اصل گواہوں سے زنا تو قیامت تک ثابت نہیں ہوسکتا جب تک

Marfat.com

چار مرد عاقل بالغ مسلمان پرہیزگار دیندار جو کسی کبیرہ کا ارتکاب کرتے ہوں نہ کسی صغیرہ پر اصرار رکھتے ہوں نہ خفیف الحرکات ہوں حلف شرعی کے ساتھ شہادت دیں، انھوں نے ایک وقت معیّن میں زید کو ہندہ کے ساتھ زنا کرتے خود اپنی آنکھ سے یوں مشاہدہ کیا جیسے سُرمہ دانی میں سلائی، اس وقت تک زنا شہادت سے ثابت نہیں ہو سکتا۔ ان شرطوں میں ایک بات بھی کم ہوگی تو خود گواہی دینے والے شرعاً اسّی اسّی کوڑوں کے مستحق ہوں گے مثلاً تین مسلمان پرہیزگار دیندار نے ویسی گواہی کہ سُرمہ دانی میں سلائی کی طرح ہم نے اپنی آنکھ سے مشاہدہ کیا اور چوتھے نے یہ گواہی دی کہ میں نے دونوں کو سراپا برہنہ ایک پلنگ پر بیٹھے ہوئے اور باہم لپٹے ہوئے دیکھا زنا ثابت نہ ہوگا اور پہلے تین کو اسّی اسّی کوڑوں کا حکم ہوگا یا چاروں مرد مسلمان عاقل بالغ پرہیزگار دیندار نے گواہی دی کہ ہم نے اپنی آنکھ سے سُرمہ دانی میں سلائی کی طرح دیکھا مگر دو نے کہا کل دیکھا دو نے کہا آج، یا تین نے کہا صبح دیکھا اور ایک نے کہا تیسرے پہر، سب کی گواہیاں مردود، اور زنا ثابت نہیں۔ اور سب پر اسّی اسّی کوڑوں کا حکم ہوگا۔ ایسی سخت شہادت کا معاملہ وہ ان ناپاک وبیہودہ گواہوں سے ثابت ہو سکتا ہے جن میں خیالی رام وگردھاری لال تک موجود ہیں اور کچھ عورتیں ہیں اور عورتوں کی گواہیاں زنا کے بارے میں مطلق مردود ہیں اگرچہ تین مردوں کے ساتھ نو عورتیں گواہ ہوں، باقی دو ایک میں وہ سُنی سنائی گواہی دو کوڑی کے مال میں بھی مقبول نہیں نہ کہ زنا میں، جتنے گواہان مذکور ہیں سب پر توبہ فرض ہے اور کوڑے تو اسلامی سلطنت میں ہوتے غرض زنا تو بالائے طاق رہا، اب اتنی بات کہ زید کا اپنی بہو سے بارادۂ فاسد مثلاً بوس وکنار کرنا جس سے وہ عورت اپنے شوہر پر حرام ہوجائے، ان گواہوں سے اصلاً اس کا بھی کہیں ثبوت نہیں سب سُنی سنائی کہتے ہیں کوئی زوجۂ زید کی زبانی کوئی اس کی بہو کی زبانی، صرف ایک نبی بخش کی گواہی اتنی ہے کہ اس نے اپنے کان سے زید کو جواب دینے میں سنا کہ میرا مال ہے اور ممکن ہے کہ محمد بخش نے بھی ایسا ہی کہا ہو کہ اس کی گواہی کو مثل نبی بخش کہا ہے، یہ دو شخص پرہیزگار قابل قبول شرع ہوں بھی تو سائل نے بیان کیا کہ ان دونوں سے پردہ ہے انھوں نے سُنا تو باہر سے سُنا، اور باہر سے سُنی ہوئی گواہی مردود ہے لان النغمۃ تشبہ النغمۃ کما فی العلمگیریۃ وغیرھا (آواز دوسری آواز کے مشابہ ہوسکتی ہے جیسا کہ عالمگیری وغیرہ میں ہے۔ ت) تو اتنی بات بھی اصلاً ثابت نہیں اور وہ عورت اپنے شوہر پر حلال ہے ہاں اگر شوہر خود تصدیق کرے کہ اس کے باپ نے اس کی عورت کے ساتھ بدنیتی سے کچھ افعال مثل بوس وکنار کئے تو البتہ عورت اس پر حرام مانی جائے گی کہ اس نے اس کا حرام ہونا تسلیم کیا اس پر لازم ہوگا کہ عورت کو فوراً چھوڑ دے اور پھر کبھی اس سے نکاح نہ کرسکے گا، اور اگر شوہر تصدیق نہ کرے تو کچھ نہیں واللہ تعالٰی اعلم

لے فتاوٰی ہندیۃ کتاب الشہادات الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۴۵۲

Marfat.com

مسئلہ ۲۶۸ محمد اختر حسین طالب علم مدرسہ منظر الاسلام محلہ سوداگران ۱۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کافرہ عورت کے ساتھ اگر کوئی شخص زنا کرے مع اس کی رضا کے، اور خوف شر کا بھی نہ ہو، ایسی حالت میں کیا حکم ہے اور جو شخص اس امر کے جواز کا قائل ہو اس کے واسطے کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

زنا حرام ہے اور کافرہ ذمیہ کے ساتھ زنا کے جواز کا قائل ہو تو کفر ہے ورنہ باطل و مردود بہرحال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۹ شہر بریلی محلہ ذخیرہ مسئولہ حبیب اللہ صاحب حجام ۵ جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی بی بی اپنے بہنوئی کے تنہا ہونے کی وجہ سے اپنی بہن کے فوت ہو جانے کے بعد اس کو روٹی وغیرہ تیار کرکے اس کو ہر طرح کا عیش آرام دیتی رہی، چند روز کے بعد بہنوئی کی دلی محبت پیدا ہوگئی۔ ایک روز زید نے اپنی بی بی کو بہنوئی سے ہم بستر دیکھ کر اپنے مکان پر آنے سے منع کیا مگر وہ باز نہ آیا تب زید نے اپنے محلہ والے اور برادری والوں کو جمع کرکے حلف اٹھوایا اور لعنتی طور پر سمجھایا' اس کے بہنوئی نے قسم کھائی کہ اگر میں نے آج تک اس کے ساتھ برا کام کیا ہو تو اپنی ماں بہن اور لڑکی کے ساتھ برا کام کیا ہو، چند روز کے بعد رات کے بارہ یا ایک بجے بر خود چشم دید خوب اچھی طور پر دیکھتا رہا مگر بسبب مجبوری کے اس سے کچھ نہ کہہ سکا۔ زید نے مجبور ہو کر دوبارہ محلہ والوں کو اور برادری والوں کو جمع کرکے طلاق دے دی، اس کے دو تین روز کے بعد اپنے بہنوئی کے یہاں چلی گئی، ابھی تک کسی کو دونوں کا نکاح ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے برادروں نے اس کے کنبہ والے اور عورت کو اور اس کے بہنوئی کو برادری سے علیحدہ کر دیا، اگر اس کے کنبے والا یا اس کا برادری والا اس کے شریک ہوں تو شرع شریف ان کے بارے میں کیا کہتی ہے؟

الجواب

عورت اور اس کے بہنوئی پر توبہ فرض ہے اور عدت کے اندر اس کا چلے جانا یہ دوسرا حرام تھا اس پر فرض ہے کہ عدت اپنے شوہر کے یہاں پوری کرے اگر نہ مانے تو برادری سے جو سزا اسے دی گئی ہے ضرور قائم رکھی جائے کہ اس ملک میں یہی سزا باقی ہے نیز اس کا بہنوئی اگر توبہ نہ کرے تو اس پر بھی یہی حکم ہے بعض لوگ کہ اس سزا کو توڑیں وہ مصلحت شرعیہ کے مخالف ہوں گے اور ان کے فعل کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک یہ سزا جو یہاں ہاتھ میں رہ گئی ہے یہ بھی اٹھ جائے اور پنچایتی قوموں کے لوگ بھی اوروں کی طرح ہر گناہ میں آزاد ہو جائیں یہ خود جرم ہے اور مجرموں کی حمایت، لہٰذا اگر باز نہ آئیں تو یہ بھی برادری سے خارج

Marfat.com

کرنے کے قابل ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۷ شہر شاہجہان پور تارین گلی بر مکان حضرت قاری صاحب مرحوم مولوی حکیم سید محمد آزاد یزدانی حسرت شاہجہان پوری ۹ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محرمات ابدی یعنی ماں بہن وغیرہ سے جان بوجھ کر نکاح اور صحبت کرے تو اس پر حدِ شرعی نہیں آتی۔ یہ مسئلہ ہدایہ جلد ۲ ص ۴۹۶، کنز اردو ص ۱۷۵، ہدایہ مترجم فارسی جلد ۲ ص ۲۴ میں ہے۔ آیا یہ مسئلہ صحیح ہے یا غلط؟

الجواب

گناہ تین قسم ہیں:

ایک ہلکے کہ حد کی حد تک نہ پہنچے جیسے اجنبیہ سے بوس و کنار، ان پر حد مقرر نہیں ہوگی کہ اُن کی مقدار سے زیادہ ہے۔ اور مولیٰ عزوجل اس سے پاک ہے کہ کسی مجرم کو اس کی حدِ جرم سے زیادہ سزا دے۔ ایسے گناہوں پر تعزیر رکھی جاتی ہے

دوسرے وہ اخبث درجہ کے گناہ کہ حد کی حد سے گزرے ہوئے ہیں جیسے صورت مذکورہ سوال۔ ان پر بھی حد نہیں رکھی جاتی کہ حد اس گناہ سے پاک کرنے کی ہوتی ہے اور ایسا خبیث گناہ اس حد سے پاک نہیں ہوتا۔

تیسرے متوسط درجہ، اُن پر حدود ہیں۔ اس کی نظیر پیشاب اور شراب، پیشاب شراب سے خبیث تر ہے کہ کبھی شریعت میں اس کی ایک بوند حلال یا طاہر نہ ٹھہر سکی بایں ہمہ شراب پینے پر حد ہے اور پیشاب پینے پر حد نہیں، یونہی اجنبیہ سے زنا پر حد ہے اور محارم سے نکاح پر نہیں کہ وہ خبیث کام ہے جسے حد سنبھال نہیں سکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸ از مارہرہ مطہرہ باغ پختہ ضلع ایٹہ مسئولہ سید غلام شبّر ۲۰ رمضان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ بیوہ زنِ پارسا مکان سے تفریحاً شب ماہ میں بین المغرب والعشاء دروازہ کے سامنے مشرق و مغرب پچاس قدم کے فاصلہ سے اپنی چھوٹی بہن کے ساتھ ٹہلتی تھی اور ہندہ کا چچا زاد بھائی زید بھی ساتھ تھا ہندہ نے جبکہ آگے شارع عام کی طرف بڑھنے کا قصد کیا تو زید مانع ہوا اور کہا مردانہ مکان ہے یہ مقام شارع عام ہے بس آگے نہ جائیے اندر زنانے میں چلئے۔ یہ کہہ کر زید نے ہندہ کے پس پشت سے ہندہ کے بازو پکڑ کر دروازے کی طرف پھیر دیا، ہندہ نے زید کے کلام کی تردید کی اور چند قدم مردانے مکان کی طرف جاکر پھر از خود زنانے مکان میں چلی گئی، چند روز بعد جبکہ ہندہ سے کئی نامشروع حرکات سرزد ہوچکیں اور زید پھر مانع ہوا اس وقت ہندہ نے اس کا اظہار کیا کہ زید نے بھی فلاں روز میرے جسم کو بدنیتی سے

Marfat.com

ہاتھ لگایا تھا یعنی مذکورِ بالا واقعہ کا اظہار کیا، زید نے جواب دیا کہ میری روک ٹوک یا جسم کو ہاتھ لگانا واللہ باللہ کسی بدنیتی سے نہ تھا اگر آپ کے نزدیک وُہ بدنیتی تھی یا اب ہے تو میں ضرور مستحقِ سزا ہُوں آپ یا تو مجھے معاف فرمائیں یا از رُوئے کتاب وسنّت سزا دیں مجھے ہرگز عذر نہیں کہ میرا ہر امر آپ کے متعلق کتاب وسنّت کے خلاف نہ تھا اور نہ ہے اور نہ ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اب ہندہ کو پُورا گمانِ بد زید کی جانب ہے لہذا جواب عطا ہو کہ زید کا یہ فعل ونیت ظاہری اور ہندہ کی یہ حرکت وتردید کتاب وسنّت میں کیسی ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مذکورہ میں ہندہ کا گناہگار وبیحیا ہونا ظاہر ہے، رہا زید بیان مذکور سے اس کا اصل مقصود ہندہ کو بُری بات سے منع کرنا اور بیحیائی سے روکنا معلوم ہوتا ہے اس پر وہ مستحقِ اجر ہے نہ کہ سزا وا بسزا وزجر۔ پھر اس کا پس پشت سے ہندہ کے بازو پکڑ کے شارع عام سے مکان کی طرف پھیر دینا اگر اس طرح ہو کہ اس کے ہاتھوں اور ہندہ کے جسم میں موٹا کپڑا حائل تھا کہ جسم ہندہ کی گرمی اس کے ہاتھوں کو پہنچنے سے مانع ہوا جب تو اس پر کچھ الزام نہیں اور اگر ایسا نہ تھا بلکہ ہندہ کے کسی حصّۂ جسم کو اس کا ہاتھ بلا حائل پہنچا یا حائل باریک تھا کہ گرمی محسوس ہونے سے مانع نہ ہوا تو بیشک زید پر الزام ہے اور اس پر توبہ فرض، اُسے چاہئے تھا کہ زبانی ممانعت پر قناعت کرتا یا موٹا کپڑا حائل رکھ کر پھیرتا یا اگر وُہ بغیر اس کے نہ مانتی پھر بھی وُہ بدنیتی جس کا ہندہ اتہام رکھتی ہے ثابت نہیں، یہ بھی اس کے افعالِ شنیعہ سے ایک فعل ہے کہ مسلمان پر تہمت رکھتی ہے، اُس کے اقارب پر اس کا بندوبست لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۷۲ از مارہرہ مطہرہ باغ پختہ ضلع ایٹہ مسئولہ سید غلام شبّر ۲۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید زنِ شوہر دار سے کہ اُس کی بھاوج ہے مزاح کرتا ہے اور فحش مزاح اور ہاتھا پائی کو بھی جائز رکھتا ہے بلاوسواس موقع بے موقع اس کے جسم کو ہاتھ لگانا مَس کرنا روا جانتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا یہ فعل مزاحًا ہے کہ میں اس کے شوہر کے رُو برو بھی ایسا ہی مذاق کرتا ہُوں اور مذاق میں زید زنِ مذکور کی ٹانگیں پکڑ کر ایک پلنگ سے دوسرے پلنگ پر اور دوسرے سے تیسرے پلنگ پر گھسیٹتا ہے اور اقربائے فریقین بھی اس کو دیکھ کر کچھ بھی تعرض نہیں کرتے تو کیا شرعًا یہ حرکت اور اقربا کا سکوت جائز ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہ حرکات حرام ہیں اور ایسا مزاح ابلیسی مزاح ہے اور اگر شوہر واقعی دیکھتا اور اس پر راضی ہوتا ہے یا بقدرِ قدرت منع نہیں کرتا تو دیوث ہے اور دیوث پر جنّت حرام ہے، نیز اقارب فریقین جو منع نہیں کرتے

Marfat.com

شریکِ گناہ و مستحقِ عذاب ہیں،

قال اللہ تعالٰی کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: وُہ ان بدکرداروں کو بُرائی سے منع نہ کرتے تھے البتہ جو وُہ کرتے تھے بہت بُرا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷۳ از موضع علی پور ضلع پٹرا مسئولہ منصب علی صاحب ۱۲ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص نابالغ یا بالغ نے بکری یا گائے یا بھینس کے ساتھ مجامعت کی اس شخص کے واسطے شرع شریف میں کیا حکم ہے؟ اور نیز اس جانور کا گوشت کھانا یا پالنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

نابالغ کو تنبیہ کریں بالغ پر تعزیر ہے جس کا اختیار حاکم کو ہے، وُہ جانور ذبح کرکے فنا کردیا جائے، گوشت کھال جلائیں، پالا نہ جائے۔ درمختار میں ہے:

لایحد بوطئ بھیمۃ بل یعزر وتذبح ثم تحرق ویکرہ الانتفاع بھا حیۃ ومیتۃ مجتبٰی[2]۔

حیوان سے بدفعلی پر حد نہیں ہے بلکہ اس پر تعزیر لگائی جائے اور جانور کو ذبح کرکے جلا دیا جائے کیونکہ اس جانور مُردہ یا زندہ سے انتفاع حاصل کرنا مکروہ ہے، مجتبٰی۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ھذا اذا کانت مما لایؤکل فان کانت تؤکل جاز اکلھا عندہ وقالا تحرق ایضا زیلعی ونھر[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

یہ حکم اس جانور کے متعلق ہے جس کو کھایا نہیں جاتا، اور اگر اس کو کھایا جاتا ہو تو کھانا جائز ہے امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا اسکو جلا بھی دیا جائے، زیلعی و نہر۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۷۴ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ ایسے شخص سے ملنا اور

---

[1] القرآن الکریم ۵/۷۹

[2] درمختار باب الوطئ الذی یوجب والذی لایوجبہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲۰

[3] ردالمحتار " " " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۱۵۵

Marfat.com

راہ و رغبت کرنا کیسا ہے جو باوجود تنبیہ لوگوں کے اپنی بہن بھانجی زانیہ کو اپنے گھر سے نہیں نکالتا ہے اور نہ اُس سے ملنا ترک کرتا ہے اور ایک بار حلف بھی اُٹھا چکا ہے کہ نہیں ملوں گا۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اس شخص پر اتنا واجب ہے کہ اُس عورت کو سمجھائے فہمائش کرے، اگر کسی سختی جائز پر قدرت رکھتا ہو اُسے بجالائے، جو بندوبست اس کے ہاتھ میں ہو اُس میں کوتاہی نہ کرے۔ اگر یہ شخص سب باتیں کرتا ہے اور وہ باز نہیں آتی تو اُس کا وبال اُسی پر ہے اس پر کچھ نہیں کہ اللہ تعالٰی ایک کے گناہ میں دوسرے کو نہیں پکڑتا۔

قال تعالٰی ولا تزر وازرۃ وزر اخری[1]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: کوئی جان دوسرے کا بوجھ (گناہ) نہیں اٹھائے گی۔ (ت)

اور اگر یہ شخص اُس کی اس حرکت پر ناراض ہے مگر فہمائش وغیرہ میں کمی کرتا ہے تو گنہگار ہوگا کہ نیک بات کا حکم دینا اور بُری بات سے روکنا جہاں تک اپنی قدرت میں ہو مسلمان پر ضرور ہے،

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من رأی منکرا منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذٰلك اضعف الایمان[2]۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جو تم میں سے کسی بُرائی کو دیکھے تو اس کو ہاتھ سے مٹائے اور اگر ہاتھ سے طاقت نہ ہو تو زبان سے اگر اس سے بھی طاقت نہ رکھے تو پھر دل سے بُرا جانے، اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔ (ت)

مسلمان اسے فہمائش کریں اور اگر یہ شخص ان حرکات پر راضی ہو تو معاذ اللہ دیوث ہے مسلمان اُسے سمجھائیں، اگر باز نہ آئے تو اس سے میل جول چھوڑ دیں،

فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(اللہ تعالٰی نے فرمایا) نصیحت یاد آنے کے بعد پھر ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۶۴ و ۳۵/ ۱۸

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۱

[3] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

Marfat.com

مسئلہ ۲۷۵: از ڈیرہ غازی خاں بلاک ۱۲ مرسلہ مولوی احمد بخش صاحب ۲۱ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

حضرت ملک العلماء والفضلاء ثقتی و رجائی ادام اللہ تعالٰی ظلہ علٰی رؤس المستفیضین، نیاز بے انداز وشوق زیارت کے بعد جن کا کوئی حد اندازہ نہیں۔ گزارش اس پہاڑی علاقہ میں بعض واقعات ایسے ہوتے ہیں کہ زانی و مزنیہ کو زنا کی حالت میں قتل کرڈالتے ہیں، اور بعض واقعات یہ ہیں کہ جب اُن کے نزدیک عورت کا کسی بیگانہ کے ساتھ بیٹھتا ہوا یا آتا جاتا ہوا دیکھتے ہیں تو پہلے چند مرتبہ اُسے منع کرتے ہیں اور اس کے باز نہ رہنے کے بعد اُس عورت کو قتل کردیتے ہیں اور اگر کرسکتے ہیں تو اُس شخص بیگانہ کو بھی نہیں چھوڑتے، بموجب شرع شریف ان دونوں صورتوں میں قاتل گنہگار رہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جناب مولٰنا المکرم ذی الفضل الاتم والمجد الکرم دامت مکارمہم، اس سلسلہ میں اضطراب کثیر ہے اور وُہ جو فقیر کو کتب معتمدہ دلائل شرعیہ سے تحقیق ہُوا یہ ہے کہ صورت ثانیہ میں ان مرد و زن کا قتل محض حرام ہے، فقط آنے جانے اُٹھنے بیٹھنے کی سزا شریعت نے کبھی قتل نہ رکھی، نہ اس قدر خلوت کو مستلزم، اور حق یہ کہ مجرد خلوت بلکہ دواعی پر بھی شرع مطہر نے قتل نہ رکھا اور سیاست کا اختیار غیر سلطان کو نہیں بلکہ سلطان کو بھی علی الاطلاق نہیں کل ذٰلك معلوم من الشرع بلاخفاء (یہ سب کچھ شرع سے بلاخفاء معلوم ہے۔ت)

لاجرم یہ ناحق قتل مسلم ہوا اور وُہ سخت کبیرہ شدیدہ ہے اور قاتل پر قصاص عائد۔ صورت اولٰی میں بھی حکم مطلق نہیں بلکہ واجب کہ پہلے زجر و ضرب و قہر کریں اگر جُدا ہو جائیں تو اب عامہ کو اس کا قتل حرام ہے، ہاں شہادات اربع گزریں یا مروجہ شرعی چار مجلسوں میں چار اقرار ہوں تو اُن میں جو محصن ہو سلطان اُسے رجم فرمائے گا، نہایہ امام سغناقی پھر عالمگیریہ میں ہے:

سئل الهندوانی رحمه الله تعالٰی عن رجل وجد مع امرأته رجلا ایحل له قتله قال ان کان یعلم انه ینزجر عن الزنا بالصیاح والضرب بمادون السلاح لایحل وان علم انه لاینزجر الا بالقتل

امام ہندوانی سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر کو بدفعلی کرتے ہوئے موقعہ پر پائے تو اس کو جائز ہوگا کہ اس غیر مرد کو موقعہ پر قتل کردے؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا اگر خاوند کو یقین ہو کہ یہ زانی شور مچانے یا پٹائی کرنے سے باز آجائے گا تو قتل کرنا حلال نہ ہوگا اور اگر خاوند کو یقین ہو کہ ڈانٹ ڈپٹ سے باز نہ آئے گا بلکہ قتل

Marfat.com

حل له القتل وان طاوعته المرأة حل له قتلها ایضا[1] کذا فی النهایة۔

ضروری ہے تو قتل کرنا حلال ہوگا، اور اگر بیوی کی مرضی اس میں شامل ہے تو اس کو بھی قتل کرنا ہوگا جیساکہ نہایہ میں ہے۔ (ت)

اور اگر نہ مانیں تو اس صورت میں اگرچہ زانی کو مطلقاً اور عورت کو بھی اگر مکرہہ نہ ہو صرف عین حالتِ اشتغال میں نہ بعد اُس سے فراغ کے قتل ازالۂ منکر ہے اور اُس کے لئے سُلطان ہونا شرط نہیں۔

قال صلی الله تعالٰی علیه وسلم من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ[2] الحدیث۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جو تم میں سے کسی بُرائی کو دیکھے تو اُس کو اپنے ہاتھ سے روکے۔ الٰی آخر الحدیث۔ (ت)

پھر ہندیہ میں ہے:

قالوا الکل مسلم اقامة التعزیر حال مباشرة المعصیة اما بعد المباشرة فلیس ذٰلك لغیر الحاکم قال فی القنیة رای غیرہ علی فاحشة موجبة للتعزیر فعزرہ بغیر اذن المحتسب فللمحتسب ان یعزر المعزر ان عزرہ بعد الفراغ منها[3]۔

فقہاء نے فرمایا: گناہ میں مصروف کو روکنے کے لئے ہر مسلمان کو تعزیر کا حق ہے۔ لیکن گناہ سے فراغت کے بعد کسی پر تعزیر لگانا صرف حاکم کا حق ہے۔ قنیہ میں فرمایا: کسی غیر کو ایسے گناہ میں مصروف پایا جس پر تعزیر واجب ہوسکتی ہے تو محتسب کی اجازت کے بغیر تعزیر لگائی تو جائز ہے اور اس گناہ سے فراغت کے بعد تعزیر لگانے والے کو محتسب چاہے تو تعزیر لگا سکتا ہے۔ (ت)

مگر یہ امر فیما بینہ وبین اللہ ہے حاکم نہ مانے گا اور جب تک بینۂ عادلہ سے ثبوت نہ دے اُسے قتل کریگا یا اگر مقتول معروف ومشہور بخباثت وشرور وعادت زنا وفجور ہے قاتل سے اس کا خوں بہا لے گا۔ درمختار میں ہے:

الاصل ان کل شخص رای مسلما یزنی ان یحل له قتله وانما یمتنع خوفا من ان لا یصدق انه زنی[4]۔

قاعدہ یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کو زنا میں مصروف پائے تو ہر شخص کو اُسے قتل کرنا حلال ہے اور اس خوف سے کہ قتل کے بعد قاضی کے ہاں اس کا زنا ثابت نہ کرسکے گا قتل سے باز رہے۔ (ت)

[1] فتاوٰی ہندیہ	فصل فی التعزیر	نورانی کتب خانہ پشاور	۲/۱۶۷
[2] صحیح مسلم	کتاب الایمان	قدیمی کتب خانہ کراچی	۱/۵۱
[3] فتاوٰی ہندیہ	فصل فی التعزیر	نورانی کتب خانہ پشاور	۲/۱۶۷
[4] درمختار	باب التعزیر	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۳۲۶

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے،

عزاه بعضهم ايضا الى جامع الفتاوى و حدود البزازية وحاصله انه يحل ديانة لا قضاء فلا يصدقه القاضى الا ببينة والظاهر انه يأتى هنا التفصيل المذكور فى السرقة وهو ما فى البزازية وغيرها ان لم يكن لصاحب الدار بينة فان لم يكن المقتول معروفا بالشر والسرقة قتل صاحب الدار قصاصا وان كان متهما به فكذلك قياسا وفى الاستحسان تجب الدية فى ماله لورثة المقتول لان دلالة الحال اورثت شبهة فى القصاص لا فى المال[1]

اس بات کو بعض نے جامع الفتاوٰی اور بزازیہ کے باب الحدود کی طرف بھی منسوب کیا ہے، اور اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ بات دیانۃً جائز ہے قضاءً نہیں لہذا قاضی زنا کو بغیر گواہی کے تسلیم نہ کرے گا، اور ظاہر یہ ہے کہ یہاں وُہ تفصیل مراد ہوگی جو سرقہ کے باب میں بیان ہُوئی ہے اور وُہ بزازیہ وغیرہ میں یُوں ہے (گھر والے نے چور کو موقعہ پر قتل کر دیا) تو گھر والے کے پاس چوری پر گواہ نہ ہوں اور وہ مقتول جرائم اور چوری میں مشہور بھی نہ ہو تو قاضی قاتل کو قصاص کے طور پر قتل کرے گا، اور مقتول چور اگر چوری میں مشہور ہے تو قیاس پھر بھی یہی حکم کرتا ہے جبکہ استحسان یہ ہے کہ اس صُورت میں گھر والے قاتل کو قتل کی بجائے دیت لازم ہوگی جو مقتول کے ورثاء کو دینی ہوگی کیونکہ موقعہ نے قصاص کے متعلق شُبہہ پیدا کیا جس کی وجہ سے قتل نہ کیا جائے گا لیکن مالی سزا یعنی دیت میں شُبہہ پیدا نہ کیا۔(ت)

یہ ہے وُہ جو فقیر کے نزدیک منقح ہوا،

وها انا اذكر لكم فى الدر المختار و ما عارضه به فى رد المحتار و ما تكلمت عليه فى جد الممتار ليتجلى الامر جلاء النهار و ما توفيقى الا بالعزيز الغفار قال فى تنوير الابصار والدر المختار (ويكون) التعزير (بالقتل

اور اب میں آپ کو درمختار اور اس پر ردالمحتار نے جو معارضہ پیش کیا اور پھر میں نے جدالممتار میں جو اس پر کلام پیش کیا ہے، پیش کرتا ہُوں تاکہ روزِ روشن کی طرح معاملہ واضح ہو جائے جبکہ مجھے صرف اللہ تعالٰی سے توفیق حاصل ہُوئی، تنویرالابصار اور درمختار میں فرمایا: (تعزیر کے طور پر قتل کی صورت یہ ہے) مثلاً

---

[1] ردالمحتار باب التعزیر داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۱۸۰

كمن وجد رجلا مع امرأة لا تحل له
ولو اكرهها فلها قتله ودمه هدر
وكذا الغلام وهبانية (ان كان
يعلم انه لا ينزجر بصياح و
ضرب بما دون السلاح و الا)
بان علم انه ينزجر بما
ذكر (لا) يكون بالقتل (وان
كانت المرأة مطاوعة قتلهما)
كذا عزاه الزيلعي للهندواني
ثم قال (و) في منية المفتي
(لو كان مع امرأته و
هو يزني بها او مع محرمه
وهما مطاوعان قتلهما
جميعا) اه واقره في الدرر
قال في البحر ومفاده الفرق
بين الاجنبية والزوجة والمحرم
فمع الاجنبية لا يحل القتل
الا بالشرط المذكور من
عدم الانزجار المزبور
وفي غيرها يحل (مطلقا) اه
ورده في النهر بما في
البزازية وغيرها من التسوية
بين الاجنبية و غيرها
و يدل عليه تنكير
الهندواني للمرأة، نعم

ایک شخص نے کسی مرد کو غیر محرم عورت کے ساتھ پایا تو اگر عورت
سے جبراً زنا کر رہا ہو تو اس عورت نے زانی کو موقعہ پر
قتل کر دیا یا لڑکے سے جبراً بدفعلی کرتے ہوئے لڑکے نے
اس کو قتل کر دیا ہو تو یہ قتل مباح ہوا اور اس کا خون معاف
ہے، وہبانیہ۔ بشرطیکہ قتل کرنے والے کو یقین ہو کہ یہ
شور مچانے یا ہتھیار سے کم کی ضرب سے باز نہ آئے گا۔
(ورنہ) اگر معلوم ہو کہ مذکورہ کوشش سے باز آجائیگا
تو پھر (روا نہیں) یعنی باز کرنے کے لئے قتل مباح نہیں ہے
اور اگر (مرد کے ساتھ عورت بھی مرضی سے مبتلائے زنا ہو
تو موقعہ دیکھنے والا دونوں کو قتل کر دے) اس کو
زیلعی نے ہندوانی کی طرف ایسے ہی منسوب کیا ہے۔
پھر کہا (اور) منیۃ المفتی میں ہے (اگر اس کی بیوی کے
ساتھ کوئی زنا میں مصروف ہے یا اس کی محرمہ عورت کے
ساتھ مصروف زنا ہے اور دونوں کی مرضی شامل ہے تو
دونوں کو قتل کر دے) اھ، اور اس بات کو دُرر میں
ثابت رکھا ہے، اور بحر میں فرمایا کہ اس بحث کا مفاد
یہ ہے کہ اجنبی عورت اور اپنی بیوی یا محرمہ عورت میں
فرق ہے کہ اجنبی عورت کے ساتھ مصروف زنا پائے تو
مذکورہ شرط کہ شور یا ہتھیار کے بغیر باز نہ   کے بغیر
قتل حلال نہ ہوگا، اور اجنبی عورت کے غیر یعنی بیوی یا محرمہ
عورت کی صورت میں قتل حلال ہے (مطلقاً) اھ، اور
اس کو نہر میں بزازیہ وغیرہ کے بیان پر کہ تمام عورتوں
یعنی اجنبی اور غیر اجنبی کا معاملہ مساوی ہے، رد کیا
ہے۔ اور اس پر ہندوانی کے بیان میں عورت کو
نکرہ ذکر کرنا بھی دلالت کرتا ہے کہ کوئی عورت ہو،

Marfat.com

ما فی المنیۃ مطلق فیحمل علی المقید لیتفق کلامھم، ولہذا جزم فی الوھبانیۃ بالشرط المذکور مطلقا وھو الحق بلا شرط احصان لانہ لیس من الحد بل من الامر بالمعروف وفی المجتبی الاصل ان کل شخص رأی مسلما یزنی انہ یحل لہ قتلہ وانما یمتنع خوفا من ان لا یصدق انہ زنی[1] وکتبت علیہ فی جدالممتار قولہ وفی غیرھا یحل **اقول** المقصود ازالۃ المنکر ومہما حصل بغیر القتل تعین ذلک الغیر ولیست السیاسۃ لغیر الامام والقتل فی الزوجۃ والمحرم دون الاجنبیۃ لایکون الا انتصار النفسہ وازالۃ المنکر للہ عزوجل ولا فرق فیہ بین الاجنبیۃ وغیرھا فالکل اماء اللہ تعالٰی علی السواء وفیہ حدیث سعد بن عبادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ونھی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاہ عن القتل فالحق عندی التسویۃ بین النساء و التقیید لعدم الانزجار بغیر القتل مطلقا

اگرچہ غنیۃ المفتی میں اطلاق ہے، تو اس مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا تاکہ سب کا کلام متفق قرار پائے۔ اسی لئے وہبانیہ نے مذکورہ شرط کا مطلقاً جزم کیا ہے اور یہی حق ہے اس قتل میں کسی ناشادی شدہ ہونا شرط نہیں کیونکہ یہ موقعہ کا قتل حد نہیں بلکہ امر بالمعروف کی صورت ہے۔ اور مجتبٰی میں ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو زنا میں مصروف پائے تو اس کو قتل کرنا حلال ہے لیکن بعد میں زنا ثابت نہ کرسکنے کے خوف سے قتل نہ کرے۔ میں نے تنویر اور در کی اس عبارت پر جدالممتار میں یہ لکھا ہے **قولہ** کہ غیر اجنبی عورت میں حلال ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) مقصود تو برائی کا ازالہ کرنا ہے تو جب تک قتل کے بغیر ازالہ ممکن ہو تو یہ غیر قتل کی صورت متعین قرار پائے گی۔ جبکہ سیاستہ قتل کرنا امام وقت کے غیر کے لئے جائز نہیں ہے۔ اور بیوی اور محرمہ کے معاملہ میں قتل کرنا تو اپنے مفاد کے لئے ہے جبکہ برائی کا ازالہ اللہ تعالٰی کی رضا کے لئے ہوتا ہے اس معاملہ میں اپنی اور اجنبی عورت برابر ہیں۔ تمام عورتیں اللہ تعالٰی کی باندیاں ہونے میں برابر ہیں اس حکم میں مساوات کے بارے میں سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ ان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قتل سے منع فرمایا۔ تو میرے نزدیک اجنبی اور غیر اجنبی عورت کا معاملہ مساوی ہے لہذا قتل کے جواز کے لئے قتل کے بغیر باز نہ آنے والی شرط عام ہے

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲۶

Marfat.com

كما مشى عليه الشارح المدقق متابعا للعلامة مدقق عمر بن نجيم رحمهم الله تعالٰى۔ **قوله** ويدل عليه تنكير الهندوانى للمرأة **اقول** بل هو نص جوابه فانه انما سئل عمن وجد مع امرأته رجلا كما فى الهندية عن النهاية فشمل الحكم المحارم بدلالة المساواة والاجنبية بدلالة الاولوية فالتنكير من الناقلين عنه ما معنى[1] اھ ما كتبت عليه۔

وقال فى ردالمحتار قوله (مع امرأته) ظاهره ان المراد الخلوة بها وان لم يرمنه فعلا قبيحا كما يدل عليه ما يأتى عن منية المفتى كما تعرفه فافهم (قوله فلها قتله) اى ان لم يمكنها التخلص منه بصياح اوضرب والا لم تكن مكرهة فالشرط الآتى معتبر هنا ايضا كما هو ظاهر ثم رأيته فى فى كراهة شرح الوهبانية ونصه لو استكره رجل امرأة لها قتله وكذا

جیساکہ اس کو شارح نے علامہ مدقق عمرو بن نجیم کی پیروی میں سب میں جاری مانا ہے رحمہم اللہ تعالٰی۔ **قولہ** اس پر ہندوانی کا عورت کو نکرہ ذکر کرنا دلالت کرتا ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) بلکہ انھوں نے اپنے جواب میں اسکو نصًّا ذکر کیا ہے کیونکہ ان سے سوال یہ ہوا تھا کہ کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو مصروفِ زنا پائے، جیساکہ ہندیہ میں نہایہ سے منقول ہے تو ان کے جواب کا حکم محرمہ عورت کو بیوی کی مساوات سے اور اجنبی عورت کو اولویت کی وجہ سے سب کو شامل ہوا تو ہندوانی کے جواب کو نقل کرنے والوں کی تنکیر کا کوئی معنی نہیں ہے۔ میرا حاشیہ ختم ہوا۔ (ت)

وقال فى ردالمحتار (اور ردالمحتار میں فرمایا) **قولہ** "اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو پایا" اس عبارت کا ظاہر یہ ہے کہ بیوی کے ساتھ خلوت میں ہو اگرچہ بدفعلی میں مصروف نہ دیکھے، جیساکہ آئندہ منیۃ المفتی کی عبارت اس پر دلالت کررہی ہے آپ کو معلوم ہوجائیگا تو غور کرو، **قولہ** فلها قتله یعنی اگر عورت اس سے شور مچانے یا ہتھیار کے بغیر کسی ضرب سے چھٹکارا نہ پائے تو قتل کرے، ورنہ اگر چھٹکارا ممکن ہو تو پھر عورت مجبور نہ ہوگی (جبکہ قتل کا جواز صرف مجبور عورت کے لئے ہے) تو یہاں بھی آئندہ ذکر ہونیوالی شرط معتبر ہے، جیساکہ ظاہر ہے پھر میں نے اسکو وہبانیہ کی شرح کی کراہت کے باب میں دیکھا، جس کی عبارت

---

[1] جدالممتار علی ردالمحتار

Marfat.com

الغلام فان قتله فدمه هدر اذا لم يستطع منعه الا بالقتل اھ فافهم قوله (ان كان يعلم) شرط للقتل الذى تضمنه قوله كمن وجد رجلا قوله (و مفاده الخ) توفيق بين العبارتين حيث اشترط فى الاولى العلم بانه لا ينزجر بغير القتل ولم يشترط فى الثانية فوفق بحمل الاولى على الاجنبية و الثانية على غيرها وهذا بناء على ان المراد بقوله فى الاولى مع امرأة اى يزنى بها وما يأتى الكلام عليه قوله (مطلقا) زاد المصنف على عبارة المنية متابعة لشيخه صاحب البحر قوله بما فى البزازية وغيرها) اى كالخانية ففيها لو رأى رجلا يزنى بامرأته او امرأة اخر وهو محصن فصاح به فلم يهرب و لم يمتنع عن الزنا حل له قتله و لا قصاص عليه اھ قوله (فيحمل على المقيد) اى

یہ ہے: اگر کسی شخص نے عورت کو زنا پر مجبور کیا تو عورت کے لئے اس کو قتل کرنا جائز ہے، اور یُوں ہی لڑکے کو بدفعلی پہ مجبور کرنے پر لڑکے کا اس کو قتل کرنا جائز ہے اس صورت میں خون معاف ہوگا بشرطیکہ قتل کے بغیر روکنے کا کوئی چارہ نہ ہوا ھ، تو غور کرو۔ قولہ (ان کان یعلم) یہ عبارت اس قتل کے لئے شرط کا بیان جو اس کے قول" جیسے کوئی کسی مرد کو پائے "کے ضمن میں مذکور ہے، قولہ (و مفادہ) یہ عبارت دونوں مذکور عبارتوں میں موافقت ہے جبکہ پہلی عبارت میں قتل کے بغیر باز نہ آنے کے یقین کی شرط ہے اور دُوسری عبارت میں یہ شرط مذکور نہیں ہے تو اُنھوں نے پہلی عبارت کو اجنبی عورت کے واقعہ پر محمول کیا، تو یہ اس صُورت میں ہے جب پہلی عبارت میں، عورت کے ساتھ ہونے، کا مطلب، زنا میں مصروف ہونا، ہو، اور اس پر اعتراض آرہا ہے، قولہ (مطلقا) یہ منیۃ المفتی کی عبارت پر مصنّف نے اپنے شیخ صاحبِ بحر کی اتباع میں زائد ذکر کیا، قولہ (بما فی البزازیۃ وغیرھا) یعنی جیسے خانیہ میں کہ اس میں ہے کہ کوئی کسی کو اپنی بیوی یا دُوسری عورت سے زنا میں مصروف پائے اور وُہ زانی شادی شدہ ہو تو اس نے اس پر شور مچایا اس کے باوجود وُہ زنا کو چھوڑ کر نہ بھاگا تو دیکھنے والے کو جائز ہے کہ اُسے قتل کر دے اور اس پر قصاص نہ ہوگا، قولہ (فیحمل علی

Marfat.com

يحمل قول المنية قتلهما جميعا على ما اذا علم عدم الانزجار بصياح اوضرب قلت وقد ظهر لي في التوفيق وجه اخر و هو ان الشرط المذكور انما هو فيما اذا وجد رجلا مع امرأة لا تحل له قبل ان يزني بها فهذا لا يحل قتله اذا علم انه ينزجر بغير القتل سواء كانت اجنبية عن الواجد او زوجة له او محرما منه اما اذا وجده يزني بها فله قتله مطلقا ولذا قيد في المنية بقوله و هو يزني واطلق قوله قتلهما جميعا وعليه فقول الخانية الذي قدمناه انفا فصاح به غير قيد، و يدل عليه ايضا عبارة المجتبى الاتية، ثم رأيت في جنايات الحاوي الزاهدي ما يؤيده ايضا حيث قال رجل رأى رجلا مع امرأته يزني بها او يقبلها او يضمها الى نفسه وهي مطاوعة فقتله او قتلهما لا ضمان عليه ولا يحرم من ميراثها ان اثبته بالبينة او بالاقرار، ولو

المقید) یعنی مُنیہ کے قول دونوں کو قتل کرنے کو اس پر محمول کیا جائے کہ جب معلوم ہو کہ شور یا کسی ضرب سے وُہ باز نہ آئیگا (تو دونوں کو قتل کر دے) مجھے یہاں دونوں عبارتوں میں موافقت کی ایک اور وجہ ظاہر ہوئی ہے۔ وہ یہ کہ مذکورہ شرط وہاں ہوگی جہاں وُہ عورت کے ساتھ کسی کو پائے تو زنا میں مصروف ہونے سے قبل قتل حلال نہ ہوگا، پھر جب اسے یقین ہو کہ شور یا کسی اور ضرب سے باز آجائیگا تو قتل حلال نہ ہوگا خواہ وہ عورت اجنبیہ ہو یا دیکھنے والے کی بیوی یا محرمہ ہو، لیکن جب وُہ اس کو زنا میں مصروف پائے تو مطلقاً قتل جائز ہے اس لئے مُنیہ میں زنا میں مصروف ہونے کی قید کو ذکر کیا، اور دونوں کی قتل والی صورت میں اس قید کو ذکر نہیں کیا، اس پر لازم آتا ہے کہ خانیہ کی سابق مذکورہ عبارت تو اس نے اس پر شور مچایا، یہ قید نہ ہوگی، جبکہ اس پر مجتبٰی کی آنے والی عبارت بھی دلالت کر رہی ہے، پھر میں نے حاوی زاہدی کے جنایات کے باب میں دیکھا کہ اس کی عبارت بھی اس کی تائید کر رہی ہے، جہاں انھوں نے فرمایا کہ ایک شخص نے کسی کو اپنی بیوی سے زنا میں مصروف یا بوس وکنار یا معانقہ کی حالت میں دیکھا جبکہ بیوی کی مرضی بھی شامل تھی تو اس نے مرد یا دونوں کو قتل کر دیا تو اس پر کوئی ضمان نہ ہوگا، اور بیوی کی میراث سے بھی محروم نہ ہوگا بشرطیکہ بعد میں وہ اس جرم کو گواہی یا اقرار سے ثابت کر سکے اور

Marfat.com

رأى رجلا مع امرأته فى مفازة
خالية او راه مع محارمه هكذا
ولم يرمنه الزنا ودواعيه قال بعض
المشائخ حل قتلهما وقال بعضهم لا يحل حتى
يرى منه العمل اى الزنا ودواعيه ومثله
فى خزانة الفتاوى اه وفى سرقة البزازية
لو رأى فى منزله رجلا مع اهله او جارته
يفجر وخاف ان اخذه ان يقهره فهو
فى سعة من قتله ولو كانت مطاوعة له
قتلهما فهذا صريح فى ان الفرق
من حيث رؤية الزنا وعدمها
تأمل . قوله (مطلقا) اى
بلا فرق بين اجنبية وغيرها
قوله (وهو الحق) مفهومه
ان مقابله باطل ، ولم يظهر
من كلامه ما يقتضى بطلانه ،
بل ما نقله بعده عن المجتبى
يفيد صحته وقد علمت
مما قررناه ما يتفق به كلامهم
واما كون ذلك من الامر
بالمعروف لا من الحد
فلا يقتضى اشتراط العلم بعدم الانزجار تأمل ،
قوله (بلا شرط احصان) رد على ما فى
الخانية من قوله وهو محصن كما قدمناه ، وجزم
به الطرطوسى قال فى النهر

اگر اس نے اپنی بیوی یا اپنی محرمہ عورت کے ساتھ بیابان
خالی جگہ میں کسی کو دیکھا لیکن زنا یا دواعی میں مصروف
نہ پایا تو بعض مشائخ نے فرمایا اسکو دونوں کا قتل کرنا حلال ہے
اور بعض نے فرمایا جب تک بدفعلی میں مصروف نہ پائے
قتل کرنا حلال نہیں ہے ، اور اسی طرح خزانۃ الفتاوٰی
میں بھی مذکور ہے اھ ، اور بزازیہ کے سرقہ کے باب میں
ہے کہ ، اگر وہ اپنے گھر میں اپنی بیوی سے کسی شخص یا پڑوسی
کو بدفعلی کرتے ہوئے دیکھ لے اور پکڑنے پر خطرہ محسوس
کرے کہ زانی غالب رہے گا تو اس صورت میں اس
کو قتل کرنے کا جواز ہے اور بیوی کو بھی جرم میں راضی و
شریک پایا تو دونوں کو قتل کرنے کا جواز ہے ، تو
اس سے صراحۃً معلوم ہوا کہ فرق بدفعلی میں مصروف
پانے اور نہ پانے کا ہے ، غور کرو ۔ قولہ (مطلقا)
یعنی اجنبیہ اور غیر اجنبیہ کے فرق کے بغیر ۔ قولہ
(ھو الحق) یعنی اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس کا
مقابل باطل ہے اس کے کلام سے بظاہر
نہیں ہوا کہ اس کا مقابل باطل ہے بلکہ اس کے
بعد اس نے مجتبٰی کا جو کلام نقل کیا ہے اس سے اس کی
صحت معلوم ہو رہی ہے ، ہماری تقریر سے ان کے
کلام کا متفق ہونا آپ کو معلوم ہو گیا ۔ لیکن محض
امر بالمعروف ہونا اور حد نہ ہونا ، باز نہ آنے کے علم
کی شرط کو نہیں چاہتا ، غور کرو ۔ قولہ (بلا شرط
احصان) یہ خانیہ کے قول کہ "وہ شادی شدہ ہو"
کا رد ہے ، جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے ۔ طرطوسی
نے اسی پر جزم کیا ہے ۔ نہر میں فرمایا کہ اس کو

Marfat.com

وردہ ابن وهبان بانہ لیس من الحد بل من الامر بالمعروف والنهی عن المنکر وھو حسن فان هذا المنکر حیث[12] تعین القتل طریقا فی ازالتہ فلا معنی لاشتراط الاحصان فیہ ولذا اطلقہ البزازی اھ قلت ویدل علیہ ان الحد لایلیہ الا الامام[1] اھ، وکتبت علیہ فی جد الممتار قولہ کما یدل علیہ ما یأتی عن منیۃ المفتی ای فانہ لما اطلق فیها الحکم بالقتل عن قید عدم الانزجار قید معیۃ المرأۃ بالزنا وھٰھنا الحکم مقید بعدم الانزجار فتکون المعیۃ مقیدا بعدم الزنا کیلا یتعارضا اقول ولایخفی علیک ما فی ھذہ الدلالۃ من البعد والنظر الی الخارج وابداء جمع بینہ وبین کلام اخر لیس منہ دلالۃ ھذا الکلام فی شیئ لاسیما وذلک الجمع غیر متبین ولا متعین لانتفاء التعارض بما افاد الشارح من حمل المطلق

ابن وہبان نے رَد کردیا ہے کہ یہ حد نہیں بلکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ یہ اچھی بات ہے کیونکہ یہ ایسی بُرائی ہے کہ اس کے ازالہ کے لئے قتل ایک طریقہ ہے لہذا اس قتل کے لئے شادی شدہ ہونے کی شرط بے معنیٰ ہے اسی لئے بزازی نے اس کو مطلق رکھا اھ قلت (میں کہتا ہوں کہ) اس پر دلالت یہ بھی ہے کہ حد کو صرف امام ہی نافذ کرسکتا ہے کسی دوسرے کو اس کی ولایت نہیں ہے۔ ردالمحتار کا کلام ختم ہُوا۔ میں نے اس پر جدالممتار[1] میں لکھا ہے قولہ کما یدل علیہ ما یأتی عن منیۃ المفتی جس طرح کہ اس پر منیۃ المفتی کا آئندہ کلام دلالت کررہا ہے، کیونکہ جب انھوں نے قتل کے حکم کو باز نہ آنے کے علم کی شرط سے عام رکھا جبکہ عورت کے ساتھ ہونے کو زنا سے مقید کیا اور یہاں حکم کو باز نہ آنے کے علم سے مقید کیا تو عورت کے ساتھ معیت عدم زنا سے مقید ہوگی تاکہ دونوں باتیں متعارض نہ ہوں اقول (میں کہتا ہوں) اس دلالت کا بعید ہونا آپ پر مخفی نہیں ہے اور اس سے خارج امور اور اس کلام اور دوسرے کلام کے درمیان جمع کی صورت واضح ہوجانے کو پیشِ نظر رکھا جائے تو اس کلام کی دلالت اس معاملہ میں بالکل نہیں ہے خصوصًا جبکہ یہ جمع وموافقت غیر واضح اور غیر معین ہوجائے اس سبب سے کہ شارح علیہ الرحمۃ نے اس تعارض کو ختم کرنے کے لئے مطلق

---

[1] ردالمحتار باب التعزیر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۷۹-۸۰

على المقيد ثم انما مبناه على ما سبق الى خاطره رحمه الله من التوفيق الآتي له وسيأتيك الكلام عليه وليس الامر كما ظن بل اصل المسئلة للامام الفقيه الهندواني سئل عن رجل وجد مع امرأته رجلا ايحل له قتله قال ان كان يعلم انه ينزجر عن الزنا بالصياح والضرب بما دون السلاح لا يحل وان علم انه لا ينزجر الا بالقتل حل له القتل وان طاعته المرأة حل له قتلها ايضا اهـ هندية عن النهاية وعنه اخذ في منية المفتي فعبر عنه بما ترى وسنحقق انه لا يحل القتل في الدواعي كاللمس والتقبيل والعناق فكيف بمجرد الخلوة ولا اعلم له رحمه الله تعالى سلفا فيه وكيف يحل الاجتراء على قتل مسلم باستظهار بعيد تفرد به عالم في هذا الزمان من دون سلف ولا برهان بل على خلاف اصول الشرع المزدان وقضية نصوص ائمة الشأن حتى نفس

کو مقید پر محمول کرنے کی وجہ کو بطور افادہ بیان کر دیا ہے، پھر ان کے خیال میں اس تطبیق کا مبنیٰ وہ توفیق و تطبیق ہے جو انھوں نے آئندہ ذکر فرمائی ہے حالانکہ اس پر اعتراض آرہا ہے۔ لہٰذا معاملہ وہ نہیں ہے جو انھوں نے خیال فرمایا، بلکہ اصل مسئلہ امام ہندوانی کا پیش کردہ ہے، جب ان سے ایسے شخص کے متعلق سوال ہوا جس نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو بدفعلی کرتے پایا کہ کیا اسے اس مرد کو قتل کرنا حلال ہے؟ تو جواب میں انھوں نے فرمایا کہ اگر خاوند کو یقین ہو کہ زانی شور مچانے یا پٹائی کرنے پر، زنا سے باز آجائے گا تو قتل کرنا حلال نہ ہوگا اور اگر یقین ہو کہ قتل کے بغیر باز نہ آئے گا تو قتل حلال ہوگا، اور اگر بیوی اس مرد کے ساتھ راضی ہو تو اس کو بھی قتل کرنا حلال ہے اھ، یہ ہندیہ میں نہایہ سے منقول، اور نہایہ سے ہی منیۃ المفتی میں نقل کیا لیکن جس طرح انھوں نے تعبیر کی وہ آپ کے سامنے ہے، اور ہم عنقریب ثابت کریں گے کہ ایسی صورت میں محض زنا کی دواعی مثلاً چھونے، بوسہ لینے یا معانقہ کرنے کی وجہ سے قتل کرنا حلال نہیں ہے چہ جائیکہ محض خلوت نشینی کی وجہ سے قتل حلال ہو، اور مجھے ان سے پہلے اس بارے میں کسی کا قول معلوم نہیں ہوا، تو اس زمانے کے ایک عالم کے متفرد قول کی بنا پر کسی مسلمان کے قتل پر کیسے جرأت کی جاسکتی ہے جب اس قول کی وجہ بھی بعید ہو اور پہلے بھی کسی نے یہ بات نہ کی ہو اور نہ ہی اس پر کوئی دلیل ہو بلکہ اصول شرع اور عظیم الشان ائمہ کرام کی نصوص کے خلاف ہو حتی کہ خود

Marfat.com

هذا الرفیع المکان کما ستعرف بعون المستعان **قوله** اذا لم یستطع منعه الا بالقتل **اقول** هذا ایضا نص فی امتناع القتل اذا امکن المنع بغیره خلافا لما اثرتم وقولکم والا لم تکن مکرهة لا اثر له لان غایة المطاوعة ان تکون مرتکبة لعین المنکر وهذا القتل من ازالة المنکر ومرتکب منکر لا ینهی عن نهیه غیره منه لانه مامور بشیئین الامتناع والمنع فان فوت احدهما لا یسقط عنه الاخر وارتکاب احد معصیة لا تبیح له معصیة اخری بل هذا القتل فی حق المرأة نهی و انتهاء معا فکانت اولی باباحه وظهر ان التصویر بالاکراه صدر وفاقا ،
قوله ویاتی الکلام علیه **اقول** ویاتی الکلام علیه **قوله** فله قتله مطلقا **اقول** وانما القصد ازالة المنکر فاذا حصل بالادنی تعین کما افاده الامام

ان کے اپنے موقف کے خلاف ہو۔ جیسا کہ آپ عنقریب معلوم ہو جائے گا ۔ **قولہ** اذا لم یستطع منعہ الا بالقتل' جب قتل کے بغیر منع کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو **اقول** (میں کہتا ہوں) یہ خود اس بات میں نص ہے کہ اگر کسی اور طریقہ سے روکنا ممکن ہو تو قتل ممنوع ہے اور یہ آپ کی پہلی گفتگو کے خلاف ہے اور پھر آپ کا یہ کہنا کہ ورنہ مکرہہ (مجبور) نہ قرار پائی گئی ' بے فائدہ ہوگا، کیونکہ مجبور نہ ہونے کا مطلب موافق رہنا اور موافقت اور رضامندی کا نتیجہ یہ ہے کہ اس گناہ میں خود شریک ہوگی، جبکہ عورت کا مرد کو یہ قتل کرنا گناہ اور برائی کے ازالہ کے طور پر ہے حالانکہ جو خود برائی کا مرتکب اور اس میں مبتلا ہو اس کے منع کرنے سے دوسرا اس برائی سے نہیں رکتا، کیونکہ برائی سے روکنے کے لیے دو چیزوں کا مامور بنا ہوتا ہے ایک یہ کہ خود برائی سے باز رہے اور دوسرا یہ کہ اس برائی سے دوسرے کو منع کرے ، ان دونوں چیزوں میں سے ایک کے فوت ہو جانے پر دوسرے کا ساقط ہونا لازم نہیں ہے اور ایک گناہ کے ارتکاب سے دوسرے گناہ کا ارتکاب مباح نہیں بنتا ۔ بلکہ یہاں عورت کا اس مرد کو قتل کرنا گناہ سے روکنا اور خود کو باز رکھنا دونوں چیزیں ہیں' تو یہ قتل بدرجہ اولیٰ مباح ہوگا، تو ظاہر ہوا کہ جبر و اکراہ کی صورت کا بیان محض اتفاق ہے ، **قولہ** یاتی الکلام علیہ اس پر اعتراض ذکر ہوگا ، **اقول** (میں کہتا ہوں) آپ کے اعتراض پر اعتراض ذکر ہوگا ، **قولہ** فلہ قتلہ مطلقا تو اس کو قتل کرنا

Marfat.com

الفقیہ ابوجعفر و اعتمدہ
المعتمدون و تقدم عن
شرح الوھبانیۃ و سینقلہ
المحشی عن ابن وھبان
و سیمشی علیہ بنفسہ
قولہ و یدل علیہ عبارۃ
المجتبٰی الاٰتیۃ ، ای شرحا
حیث اطلق فی الزنا
ان لہ القتل و لم یقید
بشیئ **اقول** وفیہ ما ذکر
الشارح ان المطلق یحمل
علی المقید وکیف یرد
اطلاق المجتبٰی علی تقیید
المعتمدات وحمل المطلق
علی المقید جادۃ واضحۃ
بخلاف الغاء القید ،
قولہ فی الحاوی الزاھدی مایؤیدہ ایضا
اقول بل یخالفہ فانہ
جعل لہ القتل مطلقا فی
الدواعی وانتم تخصصونہ
بالزنا ، **قولہ** او یقبلھا الخ
اقول لم یشرع اللہ تعالٰی
فی الدواعی القتل و
لیست السیاسۃ لغیر الامام
بل لیست الدواعی الا الصغائر

مطلقاً جائز ہوگا ۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) مقصد تو
بُرائی کا ازالہ ہے ، توجب یہ ازالہ قتل کے بغیر کسی
ادنٰی طریقہ پر ممکن ہو تو وُہ ادنٰی طریقہ اس کے لئے متعین
قرار پائے گا جیسا کہ امام فقیہ ابوجعفر نے یہ فائدہ بیان
فرمایا اور اسی پر اعتماد کرنے والوں نے اعتماد کیا ہے
اور شرح وہبانیہ سے منقول ہوچکا ہے اور محشی بھی
اس کو عنقریب ابن وہبان سے نقل کریں گے اور
وہ خود اس کو اپنائیں گے ، **قولہ** یدل علیہ عبارۃ
المجتبٰی یعنی مجتبٰی کی آئندہ عبارت بطور شرح آئیگی
جہاں وہ زنا کے متعلق قتل کو مطلق بیان کریں گے اور
قتل کو کسی شرط سے مقید نہ کریں گے **اقول** (میں کہتا
ہوں) اس میں اعتراض ہے کہ شارح نے یوں بیان
فرمایا کہ مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا ، اور معتمد علیہ
کتب کی بیان کردہ قید کے باوجود مجتبٰی کا اطلاق کیسے
وارد ہوگیا حالانکہ واضح طریقہ ہے کہ مطلق کو مقید پر
محمول کیا جاتا ہے جبکہ قید کو لغو بنانا اس کے خلاف ہے ،
قولہ فی الحاوی الزاھدی مایؤیدہ ایضا
حاوی زاہدی کا بیان بھی اس کی تائید کرتا ہے ۔
اقول (میں کہتا ہوں) بلکہ وہ تو اس کے خلاف ہے
کیونکہ انھوں نے دواعی زنا میں بھی قتل کو مطلق جائز رکھا ہے
جبکہ تم اس کو زنا سے ہی مخصوص کرتے ہو ، **قولہ**
او یقبلھا الخ یا وُہ عورت کا بوسہ لے رہا ہو **اقول**
(میں کہتا ہوں) اللہ تعالٰی نے زنا کے دواعی میں
قتل کو مشروع نہیں فرمایا ، اور نہ ہی امام کے
غیر کو سیاسی قتل روا رکھا ہے بلکہ دواعی تو صرف صغیرہ

Marfat.com

وليس القتل سياسة للامام ايضا الا
فى جناية عظمت وفحشت كما مر
قبيل باب وطئ يوجب الحد ان
اللوطى والسارق والخناق اذا
تكرر منهم ذلك حل قتلهم سياسة اھ
فلم يكتف فى تلك العظا ثم ايضا
بمجرد صدورها بل قيد حل
القتل بتكررها وسيأتى ان
الشارح اطلق اباحة القتل فى
جميع الكبائر فقيده المحشى بما كان
منها متعدى الضرر وهو الحق
الواضح ان شاء الله تعالى ولم ينقل
عن السلف قتل كل من اتى كبيرة
فضلا عن الصغيرة ولو اسيع القتل فى
الصغائر وجعل ذلك الى العامة لا تسع
الخرق وفشا القتل فى المسلمين والعياذ
بالله تعالى فاى يوم لا ترى جهلا من الناس
على شئ من الصغائر فقتل كل من
تراه وهذا ليس من حكم الله فى شئ
فلا شك ان ما فى الحاوى مردود والله
الموفق كيف وهو من الزاهدى المعتزلى
المعروف بجمع كل غث وسمين الغير
الموثوق بنقله ايضا الغير المعتمد عليه
فى رواية ولا دراية كما صرح به ارباب
الدراية قوله فهذا صريح

گناہوں میں سے ہے حالانکہ امام کو صرف کسی بڑی جنایت
اور فحش گناہ میں سیاستہً قتل کرنا جائز ہوتا ہے جیسا کہ
ایسی وطی جس سے حد لازم ہوتی ہے۔ کے باب سے
تھوڑا پہلے گزرا ہے کہ لوطی، چور اور پھندا ڈالنے والا
یہ لوگ جب بار بار کاروائیاں کریں تو ان کو سیاستہً قتل
کرنا حلال ہے اھ۔ تو ان عظیم کاروائیوں پر بھی محض ان کے
صدور پر نہیں بلکہ ان کے تکرار پر قتل کو حلال کہا۔ اور عنقریب
آئے گا کہ شارح نے تمام کبیرہ گناہوں کے متعلق
سیاستہً قتل کو مباح کہا تو خود محشی نے اس کو ایسے گناہ
سے مقید کیا جس کا ضرر متعدی ہو۔ اور یہی واضح حق
ہے ان شاء اللہ تعالٰے، جبکہ اسلاف سے ہر کبیرہ
گناہ کے مرتکب کے متعلق قتل منقول نہیں ہے چہ جائیکہ
کسی صغیرہ گناہ پر قتل منقول ہو، اور اگر صغائر کے متعلق
بھی قتل کو جائز قرار دے دیا جائے اور عوام کو یہ اختیار
دیا جائے تو پھر امن تہ و بالا ہو جائے اور مسلمانوں
میں قتل عام شروع ہو جائے، والعیاذ باللہ تعالٰی۔
بتائیے لوگوں کی جہالت سے صغائر سے کوئی دن خالی
ہے تو کیا ہر ایک مرتکب صغیرہ قتل کیا جائے حالانکہ یہ کہیں
بھی اللہ تعالٰے کا حکم نہیں ہے تو بیشک حاوی زاہدی
کا بیان مردود ہے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق حق عطا
فرماتا ہے، یہ کیسے صحیح ہو جبکہ یہ زاہدی معتزلی جو کہ
ثقہ اور غیر ثقہ ہر قسم کی روایات کو نقل کرنے میں بھی
مشہور ہے اور روایت اور درایت کے لحاظ سے
غیر معتمد علیہ باتوں کو نقل کر دیتا ہے جیسا کہ ارباب درایت
نے اس کی تصریح فرمائی ہے قولہ فھذا صریح

Marfat.com

اقول ای صراحة فيه بل تقييده بالخوف المذكور بما يؤيد التقييد السابق فان مثل التمرد لا ينزجر بالزجر **قوله**[9] يفيد صحة **اقول** قد منا ما فيه **قوله**[10] قد علمت مما قررناه **اقول** قد علمت ما فيه **قوله**[11] فلا يقتضي اشتراط العلم **اقول** بل يقتضيه لان مراد الشارع ازالة المنكرات المظلمة لا اهلاك النفوس المسلمة فاذا حصلت بدونه وجب قصر اليد عنه **قوله**[12] حيث تعين القتل طريقا **اقول** هذا ايضا نص في اشتراط القيد المذكور وقد عاد المحشي رحمه الله تعالى بنفسه الى الصواب اذ قال على قول الشرح وعلى هذا القياس المكابر بالظلم وقطاع الطريق وصاحب المكس وجميع الظلمة بادنى شئ له قيمة وجميع الكبائر والاعونة

اقول (میں کہتا ہوں) اس میں کون سی صراحت ہے بلکہ اس میں تو قید کی صراحت ہے کہ کسی طرح خوف دلانے سے باز نہ آئے، جیساکہ سابقہ قید کا بیان اس کی تائید کر رہا ہے کہ سرکش آدمی باز رکھنے کی کوشش سے باز نہیں آتا۔ **قولہ** یفید صحۃ **اقول** (میں کہتا ہوں) اس میں اعتراض ہے جس کو ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے۔ **قولہ** قد علمت مما قررناہ ہماری بیان کردہ تقریر سے آپ کو معلوم ہوگیا، **اقول** (میں کہتا ہوں) اس میں جو کمزوری ہے وہ آپ کو معلوم ہو چکی ہے **قولہ** فلا یقتضی اشتراط العلم تو وہ علم کی شرط کا مقتضی نہ ہوا، **اقول** (میں کہتا ہوں) بلکہ یہ علم کی شرط کا تقاضا کرتی ہے۔ کیونکہ شارع کی مراد ظالمانہ کاروائیوں سے دفاع ہے نہ کہ مسلمانوں کی جانوں کو ہلاک کرنا، تو جب قتل کے بغیر دفاع ممکن ہو تو قتل سے باز رہنا ضروری ہے، **قولہ** حیث تعین القتل طریقا جہاں ازالۂ برائی کا طریقہ قتل متعین ہے، **اقول** (میں کہتا ہوں) یہ بھی مذکورہ قید کی شرط ہونے میں نص ہے اور محشی خود بخود درستی کی طرف لوٹ آئے ہیں، جب انھوں نے شرح کی اس عبارت (اسی قیاس پر ہے جو اعلانیہ چیز کو چھین لے، ڈاکو، ظالمانہ ٹیکس وصول کرنیوالا اور ہر ظالم جو کمتر قیمت والی چیز کو ظلم سے چھین لے اور جو ظالم مرتکب کبیرہ کے ہوں اور انکے اہلکار اور چغلخور ایسے تمام لوگوں کا قتل مباح ہے اور انکا قاتل ثواب کا مستحق

Marfat.com

والسعاۃ یباح قتل الکل ویثاب قاتلھم اھ نصہ قولہ والاعونۃ والسعاۃ عطف تفسیر او عطف خاص علی عام فیشمل کل من کان من اھل الفساد کالساحر وقاطع الطریق واللص واللوطی والخناق ونحوھم ممن عم ضررہ ولا ینزجر بغیر القتل اھ فقد اذعن بالتقیید وھو الحق السدید ولیس الزنا بالحش من ھاتیک الافاعیل فما صرح بہ الائمۃ فعلیہ الاعتماد والتعویل[1] ھذا ما کتبت علیہ فانظرہ متأملا متدبرا والحمد للہ اولا واٰخرا، واللہ تعالٰی اعلم۔

ہوگا، اھ۔) پر فرمایا کہ الاعونۃ، والسعاۃ، اہل کار اور عہدیدار، کا ذکر عطف تفسیری ہے یا عام پر خاص کا عطف ہے لہٰذا یہ قول تمام اہل فساد مثلاً جادوگر، ڈاکو، چور، لوطی اور گلا دبا کر ہلاک کرنے والا وغیرہ سب کو شامل ہے جن کا ضرر معاشرہ میں عام ہو اور وہ قتل کے بغیر باز نہ آئیں اھ، تو اس بیان میں انھوں نے مذکورہ قید پر جزم کیا ہے اور یہی درست اور حق ہے جبکہ زنا ان مذکورا مور سے زیادہ فاحش ضرر نہیں ہے، تو ائمہ کرام نے جو تصریح فرمائی ہے وہی قابلِ اعتماد و تسلیم ہے۔ یہ میرا حاشیہ ہے اس کو غور اور تدبر سے ملاحظہ کرو، اللہ تعالٰی کے لئے ہی اوّل و آخر حمد ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷۶ ۱۸ محرم الحرام ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص کسی عالم کی نسبت یا کسی دوسرے کی لفظ مردود کہے یا یُوں کہے کہ وُہ بیوقوف ہے کچھ نہیں جانتا اور اُتو ہے، تو اس شخص کی نسبت شرع شریف کیا حکم دے گی؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بلا وجہ شرعی کسی مسلمان کو ایسے الفاظ سے یاد کرنا مسلمان کو ناحق ایذا دینا ہے اور مسلمان کی ناحق ایذا شرعاً حرام۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ[2] رواہ الطبرانی فی

جس نے بلاوجہ شرعی کسی مسلمان کو ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ

---

[1] جد الممتار علی ردّ المحتار

[2] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف الریاض ۴/۳۷۳

Marfat.com

الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

عزوجل کو ایذا دی (اس کو طبرانی نے اوسط میں سند حسن کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

پھر علمائے دین متین کی شان تو نہایت ارفع و اعلٰی ہے اُن کی جناب میں گستاخی کرنے والے کو حدیث میں منافق فرمایا۔

ثلثة لایستخف بحقهم الا منافق ذوالشیبة فی الاسلام و ذوالعلم و امام مقسط[1] رواه الطبرانی فی الکبیر عن ابی امامة و ابو الشیخ فی التوبیخ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

یعنی سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: تین شخص ہیں جن کا حق ہلکا نہ جانے گا مگر منافق، ایک اسلام میں بڑھاپے والا دُوسرا عالم تیسرا بادشاہ اسلام عادل۔ (اس کو طبرانی نے کبیر میں حضرت ابوامامہ سے اور ابوالشیخ نے توبیخ کے باب میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام سے روایت فرمایا ہے۔ ت)

ایسا شخص شرعًا لائق تعزیر ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۲۷۷ ۱۸ محرم الحرام ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مومن کہنا تخصیص رکھتا ہے قوم نوربافت سے یا عام اُمتِ محمدی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے؟ دوسرے یہ کہ اگر کوئی شخص براہِ طعنہ قوم مذکور کی نسبت مومن کہے تو اس کی نسبت کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

الحمدللہ ہر مسلمان مومن ہے اور بعض بلادِ ہند کے عرف میں اس قوم کو مومن کہنا شاید اس بناء پر ہو کہ یہ لوگ اکثر سلیم القلب حلیم الطبع ہوتے ہیں جن سے اور مسلمانوں کو آزار کم پہنچتا ہے، اور حدیث میں فرمایا کہ المؤمنون من امن جارہ بوائقه[2] مومن وہ ہے جس کے ہمسائے اس کی ایذاؤں سے امان میں ہوں۔

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۸۱۹، عن ابی امامہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/۲۳۸

[2] صحیح البخاری باب اثم من لا یأمن جارہ بوائقہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۸۹

Marfat.com

پھر یہ لفظ بطورِ طعن اُنھیں کہنا دوسری شناعت ہے ایک تو مسلمان کو اس کی نسبت یا پیشہ کے سبب حقیر جاننا دوسرے ایسے عظیم جلیل لفظ کو محلِ طعن میں استعمال کرنا، ایسے شخص کو چاہیے اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اپنی زبان کی نگہداشت کرے۔

اللھم اھدنی والمسلمین انك انت ارحم الراحمین۔ آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اے اللہ! مجھے اور تمام مسلمانوں کو ہدایت عطا فرما بیشک تُو رحم کرنے والوں سے بڑا رحم فرمانے والا ہے۔ آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۷۸ از وڑنگر دایہ مہسانہ گجرات گاڑیکے دروازہ متصل مکان بنجارہ چاند مارسول مسئولہ مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب احمد آبادی ۲۲ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی مسلمان کے مال کا نقصان کرنا اور اس کی ہتک حرمت میں کوشش کرنا کیسا ہے؟

الجواب

اگر بلا وجہ شرعی ہے حرام قطعی ہے اور وجہ شرعی سے ہے تو کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۷۹ از شہر صدر بازار بریلی مسئولہ پیش امام جامع مسجد ۸ محرم ۱۳۳۹ھ

ایک شخص نماز پڑھنے سے انکار و حیلہ بہت سے کرتا تھا ہرچند اُس کو برادرانہ طور پر بہت کچھ سمجھایا لیکن وُہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آیا اور ہم لوگ اس کو پکڑنے کے واسطے گئے اُس وقت وہ مسلمانوں کو لاٹھی لے کر مقابلہ کرنے کو آمادہ ہوا لہٰذا دو مسلمانوں نے اس کے ہاتھ پکڑ لئے ایک شخص نے اُس کے دُرے لگائے۔ لہٰذا اب وُہ نماز پڑھتا ہے، پکڑنے کے وقت اُس کے ہاتھ میں گھڑی بندھی تھی وُہ ٹوٹ گئی وُہ مسلمانوں سے طلب کرتا ہے اس کی گھڑی دی جائے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

تفہیم چاہیے، تنبیہ چاہیے، مارپیٹ کا وقت نہیں، اور اس کی گھڑی کی قیمت دی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸۰ از بریلی محلہ بہاری پور مسئولہ اشفاق حسین طالب علم ۳ ذیقعدہ ۱۳۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و عمرو و بکر ایک مقام پر بیٹھے تھے، اتفاقاً ایک لڑکی اُس راہ سے گزری، زید نے عمرو سے کہا کہ یہ لڑکی تمھاری بہن ہے، عمرو نے زید کو جواب دیا کہ ہاں یہ لڑکی بہن ہے لیکن اے زید! یہ لڑکی تیری بہن ہے، اس پر زید نے عمرو سے کہا کہ میری بہن نہیں ہے بلکہ تیری

Marfat.com

نیری بہن ہے، عمرو نے زید سے کہا کہ جب ہم تم سب لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں ہیں تو ہم تم سب بھائی بہن ہیں، بکر نے عمرو سے کہا کہ اس طرح تو کُتّے سُور بھی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں تو کتے اور سور بھی تمھارے بھائی بہن ہُوئے۔ عمرو نے کہا کہ نہیں ان جانوروں کو اہلِ اسلام کے لوگ بُرا سمجھتے ہیں۔ اس پر بکر بہت غصّہ ہُوا اور کہنے لگا کہ نہیں سور اور کُتّے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں ہیں، اور مکرر سہ کرر یہی الفاظ کہے یہاں تک کہ آپس میں جھگڑا ہونے لگا اور معاملہ طول ہوگیا۔ غرض یہ ہے کہ ان تینوں شخصوں کے واسطے کیا حکم ہے؛ واجباً عرض کیا ہے۔

الجواب

عمرو نے جو اُس کے بہن ہونے سے انکار کیا اُس پر کچھ الزام نہیں بلکہ وُہ اگر غیر مسلمان تھی تو بہت اچھا کہ انکار کردیا زید نے کہ اُسے عمرو کی بہن کہا اُس پر الزام نہیں، اگر وُہ لڑکی مسلمان تھی کہ مسلمان سب آپس میں بھائی ہیں؛ ہاں اگر وُہ مسلمان نہ تھی تو بُرا کیا کہ اُسے مسلمان کی بہن ٹھہرایا اور فقط اولادِ آدم علیہ السلام ہونا کافی نہیں کہ کافروں کا نسب خود حضرت سیدنا آدم علیہ الصّلوٰۃ والسلام سے منقطع ہے،

قال اللہ تعالٰی انما المؤمنون اخوۃ[1] وقال تعالٰی انہ لیس من اھلك انہ عمل غیر صالح[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا بیشک تمام مومن بھائی ہیں، اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے پیارے نوح (علیہ السلام)! یہ آپ کی اہل میں نہیں وہ تو اچھے عمل والا نہیں ہے۔ (ت)

رہا بکر، اُس نے سخت شدید شنیع بُری بات کہی، اُس کے قول سے نبی اللہ آدم علیہ الصّلوٰۃ والسلام پر ایک عیب لگتا ہے اُس پر توبہ فرض ہے بلکہ کلمہ پڑھے تجدیدِ اسلام کرے۔ ہاں اگر وہ لڑکی کافرہ تھی اور اُس نے کتے سُور سے مراد کافر لئے یعنی اُن کی اولاد میں تو کافر بھی ہیں جو کتوں سوروں کے مثل ہیں بلکہ اُن سے بھی بدتر ہیں وُہ ہمارے بھائی کیسے ہوسکتے ہیں، تو اُس پر الزام نہ رہے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۱ از دھاموں ڈاکخانہ دھاموں ضلع سیالکوٹ پنجاب روز دوشنبہ ۲ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

اگر زید اپنے حقیقی بھائی بکر کو کسی سازش سے ایک مجلس میں بآوازِ بلند کلمہ طیبہ پڑھ کر کہے کہ تم میرے بھائی نہیں ہو ایسی صورت میں زید پر بموجب شرع شریف کچھ کفارہ لازم ہے اگر ہے تو کیا و کس

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۰
[2] " " ۱۱/ ۴۶

Marfat.com

قدر؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر اُس کے بھائی نے اُس کے ساتھ کوئی معاملہ خلافِ اخوت کیا جو بھائی بھائی سے نہیں کرتا تو اس پر اس کہنے میں الزام نہیں کہ اس نفی سے نفیِ حقیقت مراد نہیں ہوتی بلکہ نفیِ ثمرہ، اور اگر ایسا نہیں بلکہ بلاوجہ شرعی یوں کہا تو تین کبیروں کا مرتکب ہوا، کذبِ صریح[1] وقطعِ رحم[2] وایذائے[3] مسلم، اس پر توبہ فرض ہے اور بھائی سے معافی مانگنی لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸۲ تا ۲۸۴ معرفت مصطفےٰ رضاخاں صاحب بروز پنجشنبہ ۲۹ صفرالمظفر ۱۳۳۲ھ

(۱) بعض لوگوں کا قاعدہ ہے کہ مثلاً کسی نے کہا کہ فلاں کے گھر چوری ہوئی انھوں نے کہا کہ اچھا ہُوا چوری ہوئی، پھر بعض دفعہ تو جو ظاہر کلام سے ظاہر مراد ہوتا ہے اور بعض دفعہ یہ مراد ہوتا ہے کہ چونکہ مثلاً مال رہنا مضر تھا یا اُس کا اُنھیں غرور تھا لہٰذا اچھا ہُوا چوری ہوگئی کہ غرور جاتا رہا یا مضر دور ہوگیا دونوں تقدیروں پر یہ ممنوع چیز کو اچھا کہنا کیسا ہے؟

(۲) ایک شخص سے کوئی خلاف کلمہ نکلا بعد کو اُس نے صراحۃً انکار کیا اور اس کا قُبح تسلیم کرلیا یا اُس کو چھوڑ کر اُس کے مخالف حق کلمہ کا اقرار کیا آیا یہ توبہ ہوگئی یا ضرور ہے کہ لفظِ توبہ کہے۔

(۳) ہمارے اعزّہ میں سے ایک عورت نے اپنے شوہر سے ناراض ہو کر کہا نہ معلوم تمھیں فلاں کے مکان سے (نام لے کر) کیا عشق ہے شوہر نے کہا خدا جانے، اس پر عورت نے کہا کچھ بھی خدا جانے نہیں ہے، اور اس کے بعد ایک اور جُملہ کہا جو شاید یہ تھا کہ سب تمھارے حیلہ حوالے بیکار یہ ان بے پروائیاں ہیں، یہ جملہ کیسا؟ اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) اس سے یہ مقصود نہیں ہوتا کہ سرقہ اچھی بات ہے جس سے حرام قطعی کا استخفاف بلکہ استحسان ہو کر معاذ اللہ نوبت بہ کفر پہنچے بلکہ اس مسروق منہ کے نقصان مال کا استحسان سمجھا جاتا ہے اور یہی مقصود ہوتا ہے یہ کبھی براہِ حسد ہوتا ہے اور حسد حرام ہے، اس صورت میں تو مطلقاً گناہ ہے، کبھی براہِ عداوت ہوتا ہے کہ دشمن کا نقصان دشمن کو پسند آتا ہے اس کا حکم اُس عداوت کا تابع رہے گا اگر عداوت مذمومہ ہے یہ بھی قبیح و مذموم ہے اور اگر عداوت محمودہ ہے جیسے اعداء اللہ سے دشمنی تو اس میں حرج نہیں جیسے ربنا اطمس علی اموالھم واشدد علی قلوبھم[1] (اے ہمارے رب! ان کے مال برباد کردے اور ان کے دل سخت کردے۔ ت) جب دُعا سے اُس کا نقصان چاہنا روا ہے تو بعد وقوع اُس پر خوش ہونا

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۸۸

کیا بیجا ہے، کبھی وُہ صورت ہوتی ہے جو سوال میں مذکور ہے وُہ اگر بہ نیتِ صحیحہ ہے تو غیر محظور کہ یہ اُس کے نقصان پر خوش ہونا نہیں بلکہ نفع پر۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) لفظِ توبہ نہ ضرور نہ کافی، جو قول بیجا صادر ہُوا تھا اُس پر ندامت اور اس سے نفرتُ اظہارِ برأت درکار ہے، السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ (پوشیدہ سے پوشیدہ اور علانیہ سے علانیہ۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳) قائلہ کا ہرگز یہ مقصود نہیں کہ باری عزّوجل سے معاذ اللہ نفیِ علم کرے نہ زنہار اُس کے کلام سے سامع کا ذہن اُس طرف جاسکتا ہے، بلکہ شوہر نے کہا تھا خدا جانے یعنی کوئی چیز مخفی ہے جو مجھے معلوم نہیں یا جسے میں بتانا نہیں چاہتا اُس نے کہا کچھ بھی خدا جانے نہیں اسے اُس ہولناک حکم سے کوئی تعلق نہیں نیز یہاں ایک اور دقیقہ ہے بفرضِ غلط نفیِ علم ہی مراد لیں تو معاذ اللہ نفیِ مطلق کی ہرگز بُو بھی نہیں بلکہ اس امر خاص سے یعنی اس کا کوئی سبب خفی اللہ نہیں جانتا اور علمِ الٰہی سے کسی شَے کی نفی اُس کے علم سے نفی ہے کہ واقع ہوتا تو ضرور علم میں ہوتا۔

فکان من باب قولہ تعالٰی وجعلوا للّٰہ شرکاء قل سموھم ام تنبئونہ بما لم یعلم فی الارض[1]۔

تو یہ اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کے باب سے ہوگا کہ انھوں نے اللہ تعالٰی کے شریک بنائے فرما دیجئے ان کا نام بتائیے یا تم وُہ خبر اس کو دیتے ہو جس کو اس نے رُوئے زمین پر نہ جانا۔ (ت)

ہاں ارسالِ لسان ہے جس سے احتیاط درکار، اور خود شوہر کے ساتھ بدزبانی بھی تکفرن العشیر[2] (عورتیں خاوند کی ناشکری کرتی ہیں۔ ت) میں داخل کرنے کو بس ہے توبہ چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۲۸۵ قول انوار الحق تحصیل چونیاں ضلع لاہور بروز چہار شنبہ ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ (مکتوب (قول انوار الحق) میں عریضہ لکھ کر دوبارہ یا سیدنا و مولٰنا و مرشدنا عرض کرتا ہُوں کہ آپ ہم لوگوں میں مثل رسول و نبی کے ہیں آپ ضرور ہم خاکساروں کی عرض سُن کر جواب روانہ فرمائیں۔

الجواب

تنبیہ: مولانا! یہ لفظ بہت سخت ہے لا الٰہ الا اللہ یہ فقیر حقیر ذلیل سیاہ کار نابکار

---

[1] القرآن الکریم ۱۳/ ۳۳

[2] صحیح البخاری کتاب الحیض ۱/ ۴۴ و کتاب الزکوٰۃ ۱/ ۱۹۷ قدیمی کتب خانہ کراچی

Marfat.com

کیا چیز ہے، ہاں اکابر کے لئے یہ لفظ حدیث میں آیا ہے کہ الشیخ فی قومہ کالنبی فی اُمتہ[1] شیخ اپنی قوم میں مانند نبی کے ہیں اپنی اُمت میں۔ مگر مثل اور مانند میں بہت فرق ہے مثل معاذ اللہ مساوات کا ایہام کرتا ہے اور مانند صرف ایک مشابہت چاہتا ہے، اس لئے سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ نے ایمانی کایمان جبریل (میرا ایمان جبرائیل کے ایمان کی مانند ہے۔ ت) فرمایا نہ کہ مثل ایمان جبریل (مثل ایمانِ جبریل۔ ت) فقط۔

مسئلہ ۲۸۶ مسئولہ سید حمید الرحمن صاحب صابری فاروقی گولہ گھاٹ محلہ کچہری ہاٹ آسام
۱۵ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دینِ مقدس اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنے مرشد زادہ کو حقارت و بے ادبی سے کچھ باتیں کہیں وہ مرشد زادہ قوم کا سید حسینی ہے اور ہندوستان کے مدرسہ عربی کا تعلیم یافتہ مولوی ہے اور اہل طریقہ میں قادریہ عالیہ ہے، حقیقت میں اُس مرشد زادہ کا کچھ بھی خطا و قصور نہیں تھا جبراً اُس شخص نے بہت لوگوں کے سامنے اس مرشد زادے کو بے ادبی اور حقارت سے باتیں کیں۔ اب از رُوئے شرع دین متین اُس شخص کو کیا حکم دیتے ہیں اب ایمان و نکاح میں کچھ خلل اُس کا ہوگا یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

بلاوجہ کسی مسلمان کو سخت و سُست کہنا حرام ہے نہ کہ سید نہ کہ عالم نہ کہ اپنا مرشد زادہ۔ صحیح حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ[2]۔

جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی، جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔

دُوسری حدیث میں ہے:

ثلثۃ لا یستخفف بحقھم الا منافق بین النفاق ذوالشیبۃ فی الاسلام

تین شخصوں کے حق کو ہلکا نہ کرے گا مگر کھلا منافق ایک وہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا دوسرا

---

[1] کنز العمال حدیث ۴۲۶۳۲ و ۴۲۶۳۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۵/ ۶۶۴
[2] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف الریاض ۴/ ۳۷۳

Marfat.com

و ذوالعلم و امام مقسط[۱]۔ عالم تیسرا بادشاہ اسلام عادل۔

صورتِ واقعہ اگر یونہی ہے جیسے سوال میں مذکور ہوئی تو وہ شخص ضرور مرتکب کبیرہ ہُوا، مگر اسلام و نکاح میں خلل نہیں کہہ سکتے جب تک کوئی خاص قول و فعل ان میں مخل صادر نہ ہُوا ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸۷ از بشارت گنج ضلع بریلی مسئولہ حاجی غنی رضا خاں صاحب ۴ رجب ۱۳۲۹ھ

زید ایک شخص ہے جس کا نکاح بکر کی لڑکی کے ساتھ ہُوا ہے، اب چند بچے پیدا ہونے کے بعد زید نے اپنی بیوی کی ہمشیرہ کے ساتھ یعنی حقیقی سالی کے ساتھ بھی عقد کرلیا ہے اور دونوں سے مراسم بیوی کی ادا کرتا ہے اور دونوں کی اولاد بھی ہے، اور زید قوم قصاب سے ہے، آیا ایسی حالت میں اس کو زانی کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اس کے ہاتھ کا گوشت خریدنا چاہیے یا نہیں؟ اور اس کی موت میں شریک ہونا چاہیے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

وہ ضرور حرامکار ہے، اس سے گوشت خریدنا بلکہ سلام کلام کرنا ہی نہ چاہیے، موت اس کے عزیز و قریب کریں گے اوروں کو بلا ضرورت شرکت کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸۸ مرسلہ محمد تقی مقام بکسر متصل اسٹیشن ریلوے بتوسط حاجی رحیم بخش صاحب

۲۹ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر کو اوقاتِ مختلفہ میں ابلیس مردود کا فر متعدد بار کہا۔ زید معمر ہے بکر نوعمر۔ بکر یومِ جمعہ کو خطبۂ جمعہ پڑھ رہا تھا، اثنائے خطبہ میں کسی آیۂ کریمہ میں غلطی ہُوئی زید نے چلّا کر بتایا، بکر نے اپنی غلطی کی اصلاح کرلی مگر زید نے اُسی ساعت میں چلّا چلّا کر چند بار اپنی قرارت کرتا ہی رہا، پھر بعد فراغ نماز زید نے سب لوگوں کو ٹھہرایا اور کہنے لگا یہ مردود ابلیس ہمیشہ غلط پڑھتا ہے اور مجھے ذبح کر دیا ہے، بکر نے سوائے سکوت کوئی جواب نہیں دیا، اور اگر زید موجود ہے تو بکر نماز پڑھانے کے لئے زید کو کہلائے مگر زید نہ پڑھائے، پھر بکر نے دو جمعہ پڑھا کر جواب دیا کہ وہ شخص جمعہ پڑھائے جس سے کوئی غلطی نہ ہو۔ مقتدیوں نے کہا تم ضرور پڑھاؤ تو مخالفت کا باعث معلوم ہوتا ہے اور ثابت بھی ہوگیا، بہرحال دوسرے امام مقرر کئے گئے چند دنوں بعد امام صاحب نے انتقال فرمایا اُس کے بعد زید خود ہی نماز پڑھانے لگا، اس حالت میں زید کی امامت صحیح ہوگی یا نہیں؟ ان دونوں میں شرعًا کافر و ابلیس کون ہوگا؟

---

[۱] المعجم الکبیر حدیث ۷۸۱۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/ ۲۳۸
کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ فی التوبیخ حدیث ۴۳۸۱۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۳۲

Marfat.com

الجواب

مسلمانوں کو بلا وجہِ شرعی مردود یا ابلیس کہنا سخت حرام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنٰت بغیر ماا کتسبوا فقد احتملوا بھتانا و اثما مبینا۔[1] وہ لوگ جو مومن مرد اور عورتوں کو بلا وجہ اذیت دیتے ہیں تو بیشک انھوں نے بہتان اور واضح گناہ کا ارتکاب کیا۔ (ت)

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ۔[2] جس نے کسی مسلمانوں کو ناحق ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے اللہ کو ایذا دی۔

اور مسلمان کو کافر کہنا تو ایسا سخت ہے کہ احادیث کثیرہ صحیحہ میں فرمایا فقد باء بہ احدھما[3] یہ بلا دونوں میں سے ایک پر ضرور پڑے گی جسے کافر کہا اگر وہ واقع میں کافر ہے تو خیر ورنہ یہ کہنا اسی کہنے والے پر پلٹ آئے گا۔ و لہذا امام اعمش و ائمہ بلخ وغیرہم کثیر فقہائے کرام کا فتوٰی یہی ہے کہ جو مسلمان کو کافر کہے خود کافر ہو جاتا ہے والصحیح فیہ تفصیل اوردناھا فی فتاونا (اور صحیح یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے جس کو ہم نے اپنے فتاوٰی میں ذکر کیا ہے) عین حالت خطبہ میں تصحیح بکر کے بعد بھی جو زید بار بار اپنی قراءت کرتا رہا یہ بھی حرام تھا،

قال اللہ تعالٰی اذا قریئ القراٰن فاستمعوا لہ و انصتوا لعلکم ترحمون۔[4] اللہ تعالٰی نے فرمایا: جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے (ت)

زید اگر بلا وجہِ شرعی ان الفاظ کا مرتکب ہُوا ہے تو اُس پر فرض ہے کہ توبہ کرے اور بکر سے معافی چاہے ورنہ وہ فاسق معلن ہے اُسے امام بنانا گناہ اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۳ /۵۸

[2] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف الریاض ۴ /۳۷۳

[3] صحیح البخاری کتاب الادب باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۹۰۱

[4] القرآن الکریم ۷ /۲۰۴

Marfat.com

مسئلہ ۲۸۹ تا ۲۹۰ از پوسٹ کانت فقیر ہاٹ مدرسہ اسلامیہ کالاپل چاٹگام مرسلہ وحید اللہ صاحب ۲۶ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی هٰذہ المسألۃ ان رجلا اخا الجھل قال لمعلم العلوم العربیۃ اعنی المبادی والمقاصد ما انت الا بشر مثلنا فقال لہ اذ کان الامر کذٰلك فما اصنع فی المدرسۃ العالیۃ مثلا فاجاب لہ یارعی البقر والخنزیر ترعیھما فیھا وایضا اعتقد ان اللہ یغفر ویدخل الجنّۃ من یشرك بہ لمن یشاء فذکر العالم شیئا من اٰیۃ القراٰن والاحادیث الصحیحۃ فقال ھذا لیس بشیئ ففی الصورۃ المسئولۃ ھل یجب التوبۃ وتجدید النکاح علیہ ام لا۔

(۲) من قال واعتقد تارك الصّلوٰۃ کافر فالقائل ھل ھو خارج عن مذھب ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی ام لا۔ بیّنوا توجروا۔

علماءِ کرام (اللہ آپ پر رحم کرے) آپ کا کیا ارشاد ہے اس مسئلہ میں کہ ایک جاہل شخص، عربی علوم کی مبادی ومقاصد کے استاذ کو کہتا ہے کہ تُو ہمارے جیسا بشر ہے، تو عربی کے معلّم نے جواب میں کہا کہ اگر یہی معاملہ ہے تو پھر میں مدرسہ عالیہ میں کیا کررہا ہُوں تو جاہل نے اسے جواب میں کہا اے گائے اور خنزیر کے چرواہے! تُو وہاں ان کو چراتا ہے اور نیز اس کا عقیدہ ہے اللہ تعالٰی جس مشرک کو چاہے بخش دیتا ہے اور اس کو جنت میں داخل فرماتا ہے، تو اس پر اس عالم نے اس کو کچھ قرآنی آیات اور صحیح احادیث سُنائیں، تو جاہل نے کہا یہ کوئی چیز نہیں ہے، تو کیا مسئولہ صورت میں توبہ اور تجدیدِ نکاح ضروری ہے یا نہیں؟

(۲) جو شخص یہ عقیدہ رکھے اور بیان کرے کہ نماز کا تارک کافر ہے، تو یہ کہنے والا، کیا وُہ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب سے خارج ہے یا نہیں؟ بیان کرو اجر پاؤ۔ (ت)

الجواب

اما ما خاطب بہ العالم فھو من جھلہ وسوء ادبہ یستحق بہ التعزیر الشدید اللائق بحالہ الزاجر لہ ولامثالہ ففی الحدیث عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا یستخف بحقھم الا منافق

اس نے عالم کو جن الفاظ سے خطاب کیا ہے وہ اس کی جہالت اور انتہائی بے ادبی ہے اس کی وجہ سے وُہ اور ایسے دیگر لوگ اپنے جُرم کے مناسب شدید تعزیر کے مستحق ہیں، حدیث شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا ارشاد ہے تین حضرات کی توہین کُھلے منافق

Marfat.com

بین النفاق ذوالشیبة فی الاسلام و ذوالعلم و امام مقسط[1] اما قوله ان اللّٰه یغفر لمن یشرك به لمن یشاء فمخالف للقرآن العظیم قال اللّٰه عز وجل ان اللّٰه لایغفر ان یشرك به ویغفر مادون ذٰلك لمن یشاء[2] واما قوله لاٰیات القرآن العظیم و الاحادیث ھذا لیس بشیئ فھذا لیس بشیئ الا الکفر الجلی تجری به علیه احکام المرتدین فعلیه ان یسلم واذا اسلم فلیجدد نکاحه برضا المرأة وان لم ترضی فلھا الخیار تعتد و تنکح من تشاء ، واللّٰه سبحٰنه و تعالٰی اعلم۔

(۲) الحکم بالکفر علی تارك الصلٰوۃ وارد فی صحاح الاحادیث وعلیه جمھور الصحابة والتابعین ولیست المسألة فقھیة بل کلامیة وقد اختلف اھل السنة قدیما فمن قال باحد القولین لایخرج به عن الحنفیة۔ واللّٰه تعالٰی اعلم۔

کے بغیر دوسرا نہیں کرسکتا ایک عالم، دوسرا وہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا، اور تیسرا مسلمان عادل بادشاہ۔ تاہم اس کا یہ کہنا کہ اللہ تعالٰی جس مشرک کو چاہے بخش دیتا ہے، تو یہ قرآن عظیم کے مخالف ہے، کیونکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالٰی شریک بنانے والے کو نہیں بخشتا، اس کے علاوہ جس کو چاہے بخشتا ہے۔ اور اس کا قرآن و حدیث کے متعلق یہ کہنا کہ، یہ کوئی چیز نہیں ہے، یہ تو خالص ایسا کفر ہے جس پر مرتدوں والے احکام جاری ہوتے ہیں لہٰذا اس پر تجدیدِ اسلام ضروری ہے اور مسلمان ہو کر عورت کی رضامندی سے دوبارہ اس سے نکاح کرے، اگر اس سے نکاح پر راضی نہ ہو تو بیوی کو اختیار ہے کہ وہ عدت پُوری کرکے کسی اور سے اپنی مرضی کے مطابق نکاح کرے۔ واللہ سبحانہ، وتعالٰی اعلم۔

(۲) نماز کے تارک پر احادیث صحیحہ میں کفر کا اطلاق آیا ہے، اور جمہور صحابہ و تابعین کا یہی مسلک ہے جبکہ یہ مسئلہ فقہی نہیں بلکہ علم کلام سے متعلق ہے، اس میں اہلسنّت کا قدیم سے اختلاف چلا آرہا ہے لہٰذا اگر کوئی دو قولوں میں سے ایک قول کو اختیار کرے تو وہ حنفیت سے خارج نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ فی التوبیخ حدیث ۴۳۸۱۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۳۲
المعجم الکبیر حدیث ۷۸۱۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/ ۲۳۸
[2] القرآن الکریم ۴/ ۴۸ و ۱۱۶

Marfat.com

مسئلہ ۲۹۱ - ۲۹۲ ازبنگلور بازار مرسلہ قاضی عبدالغفار صاحب مورخہ ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ان مسائل میں کہ :

(۱) ایک شخص درود شریف پورا پڑھتا ہے اللھم صل وسلم علی محمد وسیدنا وھادینا ومرشدنا ومخدومنا (نام اپنے پیر کا لیتا ہے) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پاک پر نہ سیدنا وھادینا ہے اور اپنے پیر کے نام پر القاب تعظیمی لگاتا ہے، پس ایسا درود پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور کوئی پیر اس کو روا رکھے تو کیسا ہے؟

(۲) بشیر و نذیر القاب مخصوصہ سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں یا اور کسی کو بھی کہہ سکتے ہیں؟ اگر کوئی شخص اپنے مریدوں سے کہلوائے اور اپنی نسبت روا رکھے تو اس پیر و مرشد کا شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

(۱) یہ بیجا ہے اور ایک نوع ظلم ہے، اُسے اس سے احتراز چاہئے، ادب تو یہ ہے کہ اکابر کے نام کے ساتھ اُن کے اصاغر کا نام لیا جائے، اگر وہ اپنے اکابر ہوں تو اُن کے نام کے ساتھ اُن کے نام میں زیادہ الفاظ تعظیمی ضروری نہیں، نہ کہ معاذ اللہ عکس۔ عرب میں کنیت تعظیم ہے۔ امام ابو یوسف امام محمد کے استاد مگر امام اعظم کے شاگرد ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم، امام محمد نے جامع صغیر وغیرہ جتنی کتابیں بروایت امام ابی یوسف حضرت امام اعظم سے روایت کیں اُن میں امام ابو یوسف کو کنیت سے یاد نہ کیا بلکہ نام سے محمد عن یعقوب عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم، اس کا نکتہ علماء نے یہی لکھا ہے، اُس شخص پر اس سے احتراز لازم ہے اور پیر پر واجب ہے کہ اُسے ہدایت کرے، اور اگر یہ مطلب ہو کہ پیر کی عظمت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زائد ہے تو یہ صریح کفر ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام صفات کریمہ بایں معنی خصائصِ حضور ہیں کہ کوئی صفت میں حضور کا مماثل و شریک نہیں، امام ابو محمد بوصیری قدس سرہٗ فرماتے ہیں :

منزہ عن شریک فی محاسنہ   فجوھر الحسن فیہ غیر منقسم[1]

(آپ اپنے محاسن میں کسی شریک سے پاک ہیں، تو آپ کے حُسن کا مادہ منقسم نہیں ہے)

---

[1] قصیدہ بُردہ   الفصل الثالث   تاج کمپنی لاہور   ص ۱۰

Marfat.com

مگر حضور نے اپنی بعض صفاتِ کریمہ کا اپنے مستفیضوں، اپنے خادموں اور اپنے غلاموں پر بھی پرتو ڈال دیا جیسے علیم، حلیم، کریم کہ اُن صفات کی تجلّی جس میں متحقق ہو اُس پر اُن کے اطلاق میں حرج نہیں۔ بشیر و نذیر بھی انھیں صفات میں ہیں،

قال اللہ تعالٰی مبشرین ومنذرین[1]، وقال تعالٰی وان من امة الاخلا فیھا نذیر[2]، وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بشروا ولا تنفروا[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: بشارت دینے والے اور ڈر سُنانے والے۔ اور فرمایا: ہر امت میں ڈر سناتے والا گزرا ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: بشارت دو نفرت پیدا نہ کرو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۹۳ از اجمیر شریف کارخانہ گرگیج علاقہ نمبر ۳۰ لوہار خانہ مرسلہ جمال محمد
۱۴ جمادی الآخر ۱۳۳۸ھ

ہر کسی کو شیطان کہیں، یہ حلال یا حرام؟

الجواب

گمراہ بددین کو شیطان کہا جاسکتا ہے اور اُسے بھی جو لوگوں میں فتنہ پردازی کرے، اِدھر کی اُدھر لگا کر فساد ڈلوائے، جو کسی کو گناہ کی ترغیب دے کر لے جائے وہ اُس کا شیطان ہے، اور مومن صالح کو شیطان کہنا شیطان کا کام ہے۔ وھو تعالٰی اعلم۔

نوٹ

جلد سیزدہم ختم ہوئی، اس کا آخری عنوان کتاب الحدود والتعزیر ہے، جبکہ آنے والی جلد چہاردہم کا پہلا عنوان کتاب السیر ہوگا۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۶۵ و ۱۸/ ۵۶ و ۶/ ۴۸
[2] " " ۳۵/ ۲۴
[3] صحیح البخاری کتاب العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶

Marfat.com

مآخذ و مراجع

سنِ وفات ہجری	مصنفِ کتاب	نام کتاب
		ا
۴۱۶	عبدالرحمٰن بن عمر بن محمد البغدادی المعروف بالنحاس	۱۔ الاجزاء فی الحدیث
۴۴۶	ابوالعباس احمد بن محمد الناطفی الحنفی	۲۔ الاجناس فی الفروع
۶۸۳	عبداللہ بن محمود (بن مودود) الحنفی	۳۔ الاختیار شرح المختار
۲۵۶	محمد بن اسمٰعیل البخاری	۴۔ الادب المفرد للبخاری
۹۲۳	شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی	۵۔ ارشاد الساری شرح البخاری
۹۵۱	ابوسعود محمد بن محمد العمادی	۶۔ ارشاد العقل السلیم
۱۲۲۵	مولانا عبدالعلی بحر العلوم	۷۔ الارکان الاربع
۹۷۰	شیخ زین الدین بن ابراہیم با بن نجیم	۸۔ الاشباہ والنظائر
۱۰۵۲	شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۹۔ اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ
۴۸۲	علی بن محمد البزدوی	۱۰۔ اصول البزدوی
۹۴۰	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۱۱۔ الاصلاح والایضاح للوقایۃ فی الفروع
۷۶۹	قاضی بدرالدین محمد بن عبداللہ الشبلی	۱۲۔ آکام المرجان فی احکام الجان
۷۵۸	قاضی برہان الدین ابراہیم بن علی الطرسوسی الحنفی	۱۳۔ انفع الوسائل الی تحریر المسائل
۱۰۶۹	حسن بن عمار الشرنبلالی	۱۴۔ [illegible]فتاح شرح نور الایضاح
۷۹۹	امام یوسف الاردبیلی الشافعی	۱۵۔ الانوار لعمل الابرار

Marfat.com

۱۶۔ امالی فی الحدیث	عبدالملک بن محمد بن بشران	۴۳۲
۱۷۔ الایجاز فی الحدیث	احمد بن محمد المعروف با بن السنی	۳۶۳
۱۸۔ القاب الرواۃ	احمد بن عبدالرحمٰن الشیرازی	۴۰۷
۱۹۔ الاصل (مبسوط)	ابوعبداللہ محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۲۰۔ اخبار مدینہ	محمد بن حسن المدنی ابن زبالہ	۲۰۰
۲۱۔ الاُمّ	محمد بن ادریس الشافعی	۲۰۴
۲۲۔ اخبار مدینہ	زبیر ابن بکار الزبیری	۲۵۶
۲۳۔ امثال النبی صلی اللہ علیہ وسلم	الحسن بن عبدالرحمٰن الرامہرمزی	۳۶۰
۲۴۔ اربعین للحاکم	ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ نیشاپوری	۴۰۵
۲۵۔ احیاء العلوم	امام محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۲۶۔ اربعین نووی	محی الدین یحیٰی بن شرف النووی الشافعی	۶۷۶
۲۷۔ الاذکار المنتخبہ من کلام سید الابرار	ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی	۶۷۶
۲۸۔ اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ	علی بن محمد ابن اثیر الشیبانی	۶۳۰
۲۹۔ الفیۃ العراقی فی اصول الحدیث	امام زین الدین عبدالرحیم بن الحسین العراقی	۸۰۶
۳۰۔ الاصابۃ فی تمیز الصحابہ	شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی	۸۵۲
۳۱۔ انموذج العلوم	علامہ جلال الدین محمد بن اسعد الدوانی	۹۰۳
۳۲۔ الاتقان	جلال الدین عبدالرحمٰن بن کمال الدین السیوطی	۹۱۱
۳۳۔ اعلام بقواطع الاسلام	احمد بن حجر الھیتمی المکی	۹۷۴
۳۴۔ الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ	نورالدین علی بن سلطان محمد القاری (ملّا علی القاری)	۱۰۱۴
۳۵۔ الانتباہ فی سلاسل اولیاء	شاہ ولی اللہ بن عبدالرحیم	۱۱۷۹
۳۶۔ اتحاف السادۃ المتقین	سید محمد بن محمد مرتضٰی الزبیدی	۱۲۰۵
۳۷۔ انجاح الحاجۃ حاشیہ سنن ابن ماجہ	عبدالغنی الدہلوی المدنی	۱۲۷۳
۳۸۔ اعانۃ الطالبین	سید محمد شطا الدمیاطی	
۳۹۔ الاشارات ابن سینا	ابوعلی حسین بن عبداللہ الشہیر بابن سینا	۴۲۸ھ

Marfat.com

ب

۴۰ ۔ بدائع الصنائع	علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی	۵۸۷
۴۱ ۔ الہدایہ (بدایۃ المبتدی)	علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۴۲ ۔ البحر الرائق	شیخ زین الدین بن ابراہیم با بن نجیم	۹۷۰
۴۳ ۔ البرہان شرح مواہب الرحمان	ابراہیم بن موسیٰ الطرابلسی	۹۲۲
۴۴ ۔ بستان العارفین	فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۲
۴۵ ۔ البسیط فی الفروع	حجۃ الاسلام محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۴۶ ۔ البنایہ شرح الہدایہ	امام بدر الدین ابو محمد العینی	۸۵۵
۴۷ ۔ بہجۃ الاسرار	یوسف بن جریر اللخمی الشطنوفی	۷۱۳
۴۸ ۔ بلوغ المرام	احمد بن علی ابن حجر عسقلانی	۸۵۲
۴۹ ۔ بستان المحدثین	شاہ عبد العزیز بن شاہ ولی اللہ	۱۲۳۹
۵۰ ۔ براہین قاطعہ	رشید احمد گنگوہی	۱۹۰۵ء

ت

۵۱ ۔ تاج العروس	سید محمد مرتضیٰ الزبیدی	۱۲۰۵
۵۲ ۔ تاریخ ابن عساکر	علی بن الحسن الدمشقی با بن عساکر	۵۷۱
۵۳ ۔ تاریخ البخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۵۴ ۔ التجنیس والمزید	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۵۵ ۔ تحریر الاصول	کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن الہمام	۸۶۱
۵۶ ۔ تحفۃ الفقہاء	امام علاء الدین محمد بن احمد السمرقندی	۵۴۰
۵۷ ۔ تحقیق الحسامی	عبد العزیز بن احمد البخاری	۷۳۰
۵۸ ۔ الترجیح والتصحیح علی القدوری	علامہ قاسم بن قطلو بغا الحنفی	۸۷۹
۵۹ ۔ التعریفات لسید شریف	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۸۱۶
۶۰ ۔ التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید	یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر الاندلسی	۴۶۳

Marfat.com

٦١	تنبیہ الانام فی آداب الصیام		
٦٢	تفسیر الجلالین	علامہ جلال الدین محلی و جلال الدین السیوطی	٨٦۴ - ٩١١
٦٣	تہذیب التہذیب	ابوالفضل احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	٨٥٢
٦۴	تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن اخبار الشنیعۃ الموضوعۃ	ابوالحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی	٩٢٣
٦۵	تفسیر ابن ابی حاتم	عبدالرحمٰن بن محمد الرازی (حافظ)	٣٢٧
٦٦	تہذیب الآثار	ابوجعفر محمد بن محمد بن جریر	١٣١٠
٦٧	تقریب التقریب	ابوزکریا یحییٰ بن شرف النوادی	٩١١
٦٨	التقریر والتحبیر	محمد بن محمد ابن امیر الحاج الحلبی	٨٧٩
٦٩	التیسیر شرح الجامع الصغیر	عبدالرؤف بن تاج العارفین بن علی المناوی	١٠٣١
٧٠	تبیین الحقائق	فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی	٧۴٣
٧١	تقریب التہذیب	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	٨٥٢
٧٢	تنویر المقیاس	ابوطاہر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی	٨١٧
٧٣	تنویر الابصار	شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد التمرتاشی	١٠٠۴
٧۴	تعظیم الصلوٰۃ	محمد بن نصر المروزی	٢٩۴
٧۵	تاریخ بغداد	ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی	۴٦٣
٧٦	التوشیح فی شرح الہدایۃ	عمر بن اسحٰق السراج الہندی	٧٧٣
٧٧	تاریخ الطبری	محمد بن جریر الطبری	٣١٠
٧٨	تنبیہ الغافلین	نصر بن محمد بن ابراہیم سمرقندی	٣٧٣
٧٩	تاریخ ابن نجار	محمد بن محمود بن حسن بغدادی ابن نجار	٦۴٣
٨٠	الترغیب والترہیب	زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری	٦٥٦
٨١	التوضیح شرح التنقیح فی اصول الفقہ	عبیداللہ بن مسعود بن تاج الشریعۃ	٧۴٧
٨٢	تذکرۃ الحفاظ	شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد الذہبی	٧۴٨
٨٣	تذہیب تہذیب الکمال	شمس الدین محمد بن احمد الذہبی	٧۴٨
٨۴	التلویح شرح توضیح	سعد الدین مسعود بن عمر بن عبداللہ تفتازانی	٧٩٢
٨۵	تدریب الراوی	جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	٩١١

Marfat.com

۸۶ - التعقبات علی الموضوعات	جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱
۸۷ - تاریخ الخمیس	شیخ حسین بن محمد ابن الحسن دیاربکری	۹۶۶
۸۸ - تذکرہ اولی الالباب انطاکی	داؤد بن عمر انطاکی	۱۰۰۸
۸۹ - التبیان فی بیان ما فی لیلۃ النصف من شعبان	علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴
۹۰ - تفسیرات احمدیہ	احمد بن ابو سعید المعروف مُلّا جیون	۱۱۳۰
۹۱ - التفسیر المظہری	قاضی ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵
۹۲ - تحفہ اثنا عشریہ	الشاہ عبدالعزیز دہلوی	۱۲۳۹
۹۳ - تنبیہ ذوی الافہام	محمد امین ابن عابدین	۱۲۵۲
۹۴ - التحریر المختار (تقریرات الرافعی)	عبدالقادر الرافعی الفاروقی	۱۳۲۳
۹۵ - تذکرۃ الموضوعات للفتنی	محمد بن طاہر الفتنی	۹۸۶
۹۶ - تجنیس الملتقط		
۹۷ - تحفۃ المومنین فی الطب	محمد مومن بن محمد زمان الحسینی	
۹۸ - تحفۃ الصلوٰۃ (فارسی)	حسین بن علی الکاشفی الواعظ	۹۱۰

ث

۹۹ - الثمانون فی الحدیث	ابوبکر محمد بن الحسین الآجری	۳۶۰
۱۰۰ - ثبت	ابو محمد محمد بن امیر المکی المصری	

ج

۱۰۱ - جامع الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی	۲۷۹
۱۰۲ - جامع الرموز	شمس الدین محمد الخراسانی	۹۶۲
۱۰۳ - الجامع الصحیح للبخاری	امام محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۱۰۴ - الجامع الصغیر فی الفقہ	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۱۰۵ - الجامع الصحیح للمسلم	مسلم بن حجاج القشیری	۲۶۱
۱۰۶ - جامع الفقہ (جوامع الفقہ)	ابونصر احمد بن محمد العتابی	۵۸۶

Marfat.com

١٠٧ - جامع الفصولین فی الفروع	شیخ بدرالدین محمود بن اسرائیل با بن قاضی	٨٢٣
١٠٨ - الجامع الکبیر فی فروع الحنفیۃ	ابی الحسن عبید اللہ بن حسین الکرخی	٣٤٠
١٠٩ - جواہر الاخلاطی	برہان الدین ابراہیم بن ابوبکر الاخلاطی	٠
١١٠ - الجواہر الزکیۃ	احمد بن ترکی بن احمد المالکی	٩٨٩
١١١ - جواہر الفتاوی	رکن الدین ابوبکر بن محمد بن ابی المفاخر	٥٦٥
١١٢ - الجوہرۃ النیرۃ	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی الیمنی	٨٠٠
١١٣ - الجرح والتعدیل فی رجال الحدیث	یحیی بن معین البغدادی	٢٣٣
١١٤ - الجامع الصغیر فی الحدیث	علامہ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی	٩١١
١١٥ - جامع البیان فی تفسیر القرآن (تفسیر طبری)	محمد بن جریر الطبری	٣١٠
١١٦ - جزء حدیثی حسن بن عرفہ	ابوعلی حسن بن عرفہ	بعد از ٢٥٦
١١٧ - الجامع لاخلاق الراوی والسامع	ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی	٤٦٣
١١٨ - جامع احکام الصغار فی الفروع	محمد بن محمود الاسروشنی	٦٣٦
١١٩ - جامع الادویہ والاغذیہ	ضیاء الدین عبداللہ بن احمد المالقی	٦٤٦
١٢٠ - جواہر العقدین فی فضل الشرفین	نورالدین علی بن احمد السمہودی المصری	٩١١
١٢١ - جواہر خمسہ	محمد غوث بن عبداللہ گوالیاری	٩٧٠
١٢٢ - جمع الجوامع فی الحدیث	ابوبکر جلال الدین عبدالرحمن بن کمال الدین سیوطی	٩١١
١٢٣ - جوہر منظم فی زیارت قبر النبی المکرم صلی اللہ علیہ وسلم	شہاب الدین احمد بن محمد ابن حجر المکی	٩٧٤
١٢٤ - جذب القلوب الی دیار المحبوب	عبدالحق بن سیف الدین محدث دہلوی	١٠٥٢
الجامع الکبیر فی الفتاوی	امام ناصر الدین محمد بن یوسف السمرقندی	٥٥٦

ح

١٢٦ - حاشیۃ علی الدرر	محمد بن مصطفی ابوسعید الخادمی	١١٧٦
١٢٧ - حاشیۃ ابن شلبی علی التبیین	احمد بن محمد الشلبی	١٠٢١
١٢٨ - حاشیۃ علی الدرر	عبدالحلیم بن محمد الرومی	١٠١٣
١٢٩ - حاشیۃ علی الدرر لملاخسرو	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	٨٨٥

Marfat.com

۱۳۰۔ حاشیۃ علی المقدمۃ العشماویۃ	علامہ سقطی	۰
۱۳۱۔ الحاشیۃ لسعدی آفندی علی العنایۃ	سعد اللہ بن عیسیٰ الآفندی	۹۴۵
۱۳۲۔ الحدیقۃ الندیۃ شرح طریقہ محمدیۃ	عبد الغنی النابلسی	۱۱۴۳
۱۳۳۔ الحاوی القدسی	قاضی جمال الدین احمد بن محمد نوح القابسی الحنفی	۶۰۰
۱۳۴۔ حصر المسائل فی الفروع	امام ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی الحنفی	۳۷۲
۱۳۵۔ حلیۃ الاولیاء فی الحدیث	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی	۴۳۰
۱۳۶۔ حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی	محمد بن محمد ابن امیر الحاج	۸۷۹
۱۳۷۔ حرز الامانی و وجہ التہانی	ابو محمد قاسم بن فیرہ الشاطبی المالکی	۵۹۰
۱۳۸۔ حیوٰۃ الحیوان الکبریٰ للدمیری	زکریا بن محمد بن محمود القزوینی	۶۸۲
۱۳۹۔ الحصن الحصین من کلام سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم	شمس الدین محمد بن محمد ابن الجزری	۸۳۳
۱۴۰۔ حاشیۃ تلویح ملا خسرو	محمد بن فراموز ملا خسرو	۸۸۵
۱۴۱۔ حاشیۃ التلویح حسین چلپی	حسن بن محمد شاہ الفناری چلپی	۸۸۶
۱۴۲۔ حرز ثمین شرح حصن حصین	نور الدین علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴
۱۴۳۔ حجۃ اللہ البالغہ	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۱۴۴۔ حاشیہ مکتوبات شاہ ولی اللہ	″ ″ ″ ″	″
۱۴۵۔ حصر الشارد فی اسانید الشیخ	محمد عابد السندی	۱۲۵۷
۱۴۶۔ حاشیۃ التمرتاشی علی ...		
۱۴۷۔ حاشیہ کفایۃ الطالب الربانی		
۱۴۸۔ حاشیۃ الحفنی علی الجامع الصغیر	علامہ الحفنی	
۱۴۹۔ الحاوی للفتاویٰ	جلال الدین عبد الرحمٰن بن کمال الدین السیوطی	۹۱۱
۱۵۰۔ حسن المقصد فی عمل المولد	″ ″ ″	

خ

۱۵۱۔ خزانۃ الروایات	قاضی جکن الحنفی	۰
۱۵۲۔ خزانۃ الفتاویٰ	طاہر بن احمد عبد الرشید البخاری	۵۴۲

Marfat.com

۱۵۳۔ خزانۃ المفتین	حسین بن محمد السمعانی السمیقانی	۷۳۰ کے بعد
۱۵۴۔ خلاصۃ الدلائل	حسام الدین علی بن احمد المکی الرازی	۵۹۸
۱۵۵۔ خلاصۃ الفتاوٰی	طاہر بن احمد عبد الرشید البخاری	۵۴۲
۱۵۶۔ الخیرات الحسان	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۱۵۷۔ الخصائص الکبرٰی	جلال الدین عبد الرحمٰن بن کمال الدین السیوطی	۹۱۱
۱۵۸۔ خلاصۃ الوفا	علی بن احمد السمہودی	۹۱۱
۱۵۹۔ خزائن الاسرار فی شرح تنویر الابصار	علاء الدین محمد بن علی الحصکفی	۱۰۸۸

د

۱۶۰۔ الدرایۃ شرح الہدایۃ	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۱۶۱۔ الدرر (درر الحکام)	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	۸۸۵
۱۶۲۔ الدر المختار فی شرح تنویر الابصار	محمد بن علی المعروف علاء الدین الحصکفی	۱۰۸۸
۱۶۳۔ [illegible]	علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن السیوطی	۹۱۱
۱۶۴۔ الدر المنثور فی التفسیر بالماثور	〃 〃 〃 〃 〃	〃

ذ

۱۶۵۔ ذخیرۃ العقبٰی	یوسف بن جنید الجلبی (چلپی)	۹۰۵
۱۶۶۔ ذخیرۃ الفتاوٰی	برہان الدین محمود بن احمد	۶۱۶
۱۶۷۔ ذم الغیبۃ	عبد اللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱

ر

۱۶۸۔ الرحمانیۃ		
۱۶۹۔ رد المحتار	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۷۰۔ رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ	ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمٰن الدمشقی	۷۸۱
۱۷۱۔ رغائب القرآن	ابو مروان عبد الملک بن حبیب السلمی (القرطبی)	۲۳۹

Marfat.com

۱۷۲۔ رفع الغشاء فی وقت العصر والعشاء	شیخ زین الدین بابن نجیم		۹۷۰
۱۷۳۔ رد علی الجہمیۃ	عثمان بن سعید الدارمی		۲۸۰
۱۷۴۔ رسالہ نذور	مولوی اسمٰعیل دہلوی	۱۸۳۱ء	۱۲۴۶
۱۷۵۔ رسالہ قشیریہ	عبدالکریم بن ہوازن القشیری		۴۶۵
۱۷۶۔ رمز الحقائق شرح کنز الدقائق	بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی		۸۵۵
۱۷۷۔ رفع الاشتباہ عن سبل المیاہ	قاسم بن قطلوبغا المصری		۸۷۹
۱۷۸۔ رسالہ طلوع ثریا	جلال الدین عبدالرحمٰن بن کمال الدین السیوطی		۹۱۱
۱۷۹۔ رسالہ اتحاف الغرفہ	″ ″ ″	″	″
۱۸۰۔ رسائل ابن نجیم	زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم		۹۷۰
۱۸۱۔ رسالہ ابتداء	علی بن سلطان محمد القاری		۱۰۱۴
۱۸۲۔ رسالہ القول البلیغ فی حکم التبلیغ	احمد بن سید محمد مکی الحموی		۱۰۹۸
۱۸۳۔ رسالہ انصاف	شاہ ولی اللہ الدہلوی		۱۱۷۹
۱۸۴۔ رسائل ابن عابدین	محمد امین آفندی ابن عابدین		۱۲۵۲
۱۸۵۔ رسالہ میلاد مبارک (الکوکب الانور علی عقد الجوہر)	جعفر بن اسمٰعیل البرزنجی		۱۳۱۷
۱۸۶۔ الریاض النضرہ فی فضائل العشرہ	ابو جعفر احمد بن احمد الشہیر بالمحب الطبری المکی		۶۹۴
۱۸۷۔ رسالہ بدعت	میاں اسمٰعیل بن شاہ عبدالغنی الدہلوی	۱۸۳۱ء	۱۲۴۶
۱۸۸۔ رسالہ دعائیہ	مولوی خرم علی		
۱۸۹۔ رسالہ غایۃ المقال	ابو الحسنات محمد عبدالحی		۱۳۰۴

ز

۱۹۰۔ زاد الفقہاء	شیخ الاسلام محمد بن احمد الاسبیجابی	المتوفی اواخر القرن السادس
۱۹۱۔ زاد الفقیر	کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الہمام	۸۶۱
۱۹۲۔ زواہر الجواہر	محمد بن محمد التمرتاشی	تقریباً ۱۰۱۶
۱۹۳۔ زیادات	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۱۹۴۔ زہر النسرین فی حدیث المعمرین	محمد بن علی الشوکانی	۱۲۵۰

Marfat.com

۱۹۵ - زہر الربیٰ علی المجتبیٰ	جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی	۹۱۱
۱۹۶ - زہر الروض فی مسئلۃ الحوض	محمد بن عبداللہ ابن شحنہ	۹۲۱
۱۹۷ - الزواجر عن ا الکبائر	شہاب الدین احمد بن محمد ابن حجر المکی	۹۷۴
۱۹۸ - زبدۃ الآثار فی اخبار قطب الاخیار	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۲۵۲
۱۹۹ - زبدۃ الاسرار فی مناقب غوث الابرار	" " "	"

س

۲۰۰ - السراج الوہاج (شرح قدوری)	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد الیمنی	۸۰۰
۲۰۱ - السنن لابن ماجۃ	ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجۃ	۲۷۳
۲۰۲ - السنن لابن منصور	سعید بن منصور الخراسانی	۲۷۳
۲۰۳ - السنن لابی داؤد	ابوداؤد سلیمان بن اشعث	۲۷۵
۲۰۴ - السنن للنسائی	ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی	۳۰۳
۲۰۵ - السنن للبیہقی	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸
۲۰۶ - السنن لدارقطنی	علی بن عمر الدارقطنی	۳۸۵
۲۰۷ - السنن للدارمی	عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی	۲۵۵
۲۰۸ - سیرت ابن ہشام	ابومحمد عبدالملک بن ہشام	۲۱۳
۲۰۹ - سیرت عیون الاثر	محمد بن عبداللہ ابن سید الناس	۷۳۴
۲۱۰ - سراجی فی المیراث	سراج الدین سجاوندی	ساتویں صدی ہجری
۲۱۱ - سیر اعلام النبلاء	شمس الدین محمد احمد الذہبی	۷۳۸
۲۱۲ - السعایہ فی کشف ما فی شرح الوقایہ	محمد بن عبدالحی لکھنوی	۱۳۰۴
۲۱۳ - سیرت عمر بن محمد ملا	عمر بن محمد ملا	
۲۱۴ - سیرت ابن اسحاق	محمد بن اسحاق بن یسار	۱۵۱
۲۱۵ - سراج القاری		
۲۱۶ - السعدیہ		
۲۱۷ - السعی المشکور فی رد المذہب الماثور	محمد بن عبدالحی لکھنوی ہندی	۱۳۰۴

Marfat.com

ش

۲۱۸ ۔ الشافی	شمس الائمۃ عبداللہ بن محمود الکردری	.
۲۱۹ ۔ شرح الاربعین للنووی	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۲۲۰ ۔ شرح الاربعین للنووی	ابراہیم ابن عطیۃ المالکی	۱۱۰۶
۲۲۱ ۔ شرح الاربعین للنووی	علامہ احمد بن الحجازی	۹۷۸
۲۲۲ ۔ شرح الاشباہ والنظائر	ابراہیم بن حسین بن احمد بن محمد ابن البیری	۱۰۹۹
۲۲۳ ۔ شرح الجامع الصغیر	امام قاضی خان حسین بن منصور	۵۹۲
۲۲۴ ۔ شرح الدرر	شیخ اسمٰعیل بن عبد الغنی النابلسی	۱۰۶۲
۲۲۵ ۔ شرح سفر السعادۃ	شیخ عبد الحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۲۲۶ ۔ شرح السنۃ	حسین بن منصور البغوی	۵۱۶
۲۲۷ ۔ شرح شرعۃ الاسلام	یعقوب بن سیدی علی زادہ	۹۳۱
۲۲۸ ۔ شرح مختصر الطحاوی للاسبیجابی	ابو نصر احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	۴۸۰
۲۲۹ ۔ شرح الذہبیین		
۲۳۰ ۔ شرح المسلم للنووی	شیخ ابو زکریا یحیٰی بن شرف النووی	۶۷۶
۲۳۱ ۔ شرح معانی الآثار	ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی	۳۲۱
۲۳۲ ۔ شرح المنظومۃ لابن وہبان	عبد البر بن محمد ابن شحنۃ	۹۲۱
۲۳۳ ۔ شرح المنظومۃ فی رسم المفتی	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۲۳۴ شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور	علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن السیوطی	۹۱۱
۲۳۵ ۔ شرح مواہب اللدنیۃ	علامہ محمد بن عبد الباقی الزرقانی	۱۱۲۲
۲۳۶ ۔ شرح موطا امام مالک	علامۃ محمد بن عبد الباقی الزرقانی	۱۰۲۲
۲۳۷ ۔ شرح المہذب للنووی	شیخ ابو زکریا یحیٰی بن شرف النووی	۶۷۶
۲۳۸ ۔ شرح النقایۃ	مولانا عبد العلی محمد بن حسین البرجندی	۹۳۲
۲۳۹ ۔ شرح الوقایۃ	صدر الشریعۃ عبید اللہ بن مسعود	۷۴۷
۲۴۰ ۔ شرح الہدایۃ	محمد بن محمد بن محمد ابن شحنۃ	۸۹۰

Marfat.com

۲۴۱۔ شرعۃ الاسلام	امام الاسلام محمد بن ابی بکر	۵۷۳
۲۴۲۔ شعب الایمان	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸
۲۴۳۔ شرح الجامع الصغیر	احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	۴۸۰
۲۴۴۔ شرح الجامع الصغیر	عمر بن عبدالعزیز الحنفی	۵۳۶
۲۴۵۔ الشفاء فی تعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	ابو الفضل عیاض بن موسیٰ قاضی	۵۴۴
۲۴۶۔ شرح شافیہ ابن حاجب	رضی الدین محمد بن الحسن الاستراباذی	۶۸۶
۲۴۷۔ شرح کافیہ ابن حاجب	〃 〃 〃 〃	〃
۲۴۸۔ شرح طوالع الانوار	محمود بن عبدالرحمان الاصفہانی	۷۴۹
۲۴۹۔ شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام	تقی الدین علی بن عبدالکافی السبکی	۷۵۶
۲۵۰۔ شرح عقائد النسفی	سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی	۷۹۲
۲۵۱۔ شرح المقاصد	〃 〃 〃 〃	〃
۲۵۲۔ شرح المواقف	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۸۱۶
۲۵۳۔ شرح السراجی	〃 〃 〃 〃	〃
۲۵۴۔ شرح چغمینی	موسیٰ پاشا بن محمد الرومی	۸۴۱
۲۵۵۔ شرح حاشیہ الکنز ملا مسکین	معین الدین الہروی ملا مسکین	۹۵۴
۲۵۶۔ شرح فقہ اکبر	علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴
۲۵۷۔ شرح عین العلم	〃 〃 〃 〃	〃
۲۵۸۔ شرح قصیدہ اطیب النغم	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۲۵۹۔ شرح قصیدہ ہمزیہ	〃 〃 〃 〃	〃
۲۶۰۔ شرح رباعیات	〃 〃 〃 〃	〃
۲۶۱۔ شرح فواتح الرحموت	〃 〃 〃 〃	〃
۲۶۲۔ شفاء العلیل	〃 〃 〃 〃	〃
۲۶۳۔ شرح النقایہ لابی المکارم	ابو المکارم بن عبداللہ بن محمد 〃	بعد از ۹۰۷
۲۶۴۔ شرف المصطفیٰ	حافظ عبدالملک بن محمد نیشاپوری	۴۰۶
۲۶۵۔ شرح مقدمہ عشماویہ	احمد بن ترکی المالکی	

Marfat.com

۲۶۶۔ شرح جامع الاصول للمصنف	مبارک بن محمد المعروف بابن الاثیر الجزری	۶۰۶
۲۶۷۔ شرح الملتقی للبہنسی	محمد بن محمد المعروف بابن البہنسی	۹۸۷
۲۶۸۔ شرح درر البحار	عبدالوہاب ابن احمد الشہیر بابن وہبان	۷۶۸

ص

۲۶۹۔ صحاح الجوہری	اسمٰعیل بن حماد الجوہری	۳۹۳
۲۷۰۔ صحیح ابن حبان (کتاب التقاسیم والانواع)	محمد بن حبان	۳۵۴
۲۷۱۔ صحیح ابن خزیمہ	محمد بن اسحاق ابن خزیمہ	۳۱۱
۲۷۲۔ الصراح	ابوالفضل محمد بن عمر بن خالد القرشی	۶۹۰ تقریباً
۲۷۳۔ صغیری شرح منیہ	ابراہیم الحلبی	۹۵۶
۲۷۴۔ صراط مستقیم	سید احمد شہید بریلوی	۱۲۴۶
۲۷۵۔ الصواعق المحرقہ	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳

ط

۲۷۶۔ الطحطاوی علی الدر	سید احمد الطحطاوی	۱۳۰۲
۲۷۷۔ الطحطاوی علی المراقی	سید احمد الطحطاوی	۱۳۰۲
۲۷۸۔ طبقات المقرئین	محمد بن احمد الذہبی	۷۴۸
۲۷۹۔ طبقات القراء	محمد بن محمد الجزری	۸۳۳
۲۸۰۔ الطریقۃ المحمدیہ	محمد بن بیر علی المعروف ببرکلی	۹۸۱
۲۸۱۔ طلبۃ الطلبۃ	نجم الدین عمر بن محمد النسفی	۵۳۷

ع

۲۸۲۔ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری	علامہ بدرالدین ابی محمد محمود بن احمد العینی	۸۵۵
۲۸۳۔ العنایہ شرح الہدایہ	اکمل الدین محمد بن محمد البابرتی	۷۸۶
۲۸۴۔ عنایۃ القاضی حاشیۃ علی تفسیر البیضاوی	شہاب الدین الخفاجی	۱۰۶۹

Marfat.com

۲۸۵ - عیون المسائل	ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۸
۲۸۶ - عقود الدریۃ	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۲۸۷ - عدۃ	کمال الدین محمد بن احمد الشہیر بطاشکبری	۱۰۲۰
۲۸۸ - عمل الیوم و اللیلۃ	ابوبکر احمد بن محمد ابن السنی	۳۶۴
۲۸۹ - عوارف المعارف	شہاب الدین سہروردی	۶۳۲
۲۹۰ - عقد الفرید	ابو عبد اللہ محمد بن عبد القوی المقدسی	۶۹۹
۲۹۱ - عین العلم	محمد بن عثمان بن عمر الحنفی البلخی	۸۳۰
۲۹۲ - عقد الجید	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۲۹۳ - عقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ	محمد امین آفندی ابن عابدین	۱۲۵۲
۲۹۴ - عمدۃ الرعایہ فی حل شرح الوقایہ	محمد بن عبد الحی اللکھنوی	۱۳۰۴

غ

۲۹۵ - غایۃ البیان شرح الہدایۃ	شیخ قوام الدین امیر کاتب ابن امیر الاتقانی	۷۵۸
۲۹۶ - غرر الاحکام	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	۸۸۵
۲۹۷ - غریب الحدیث	ابو الحسن علی بن مغیرۃ البغدادی المعروف باثرم	۲۳۰
۲۹۸ - غمز عیون البصائر	احمد بن محمد الحموی المکی	۱۰۹۸
۲۹۹ - غنیۃ ذوی الاحکام	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۳۰۰ - غنیۃ المستملی	محمد ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶
۳۰۱ - غیث النفع فی القراء السبع	یحییٰ بن شرف النووی	۶۷۶

ف

۳۰۲ - فتح الباری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۳۰۳ - فتح القدیر	کمال الدین محمد بن عبد الواحد بابن الہمام	۸۶۱
۳۰۴ - فتاوی النسفی	امام نجم الدین النسفی	۵۳۷
۳۰۵ - فتاوی بزازیۃ	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۷

Marfat.com

۳۰۶۔ فتاوی حجہ		
۳۰۷۔ فتاوی خیریہ	علامہ خیر الدین بن احمد بن علی رملی	۱۰۸۱
۳۰۸۔ فتاوی سراجیہ	سراج الدین علی بن عثمان الاوشی	۵۷۵
۳۰۹۔ فتاوی عطاء بن حمزہ	عطاء بن حمزہ السغدی	
۳۱۰۔ فتاوی غیاثیہ	داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	
۳۱۱۔ فتاوی قاضی خان	حسن بن منصور قاضی خان	۵۹۲
۳۱۲۔ فتاوی ہندیہ	جمعیت علماء اورنگ زیب عالمگیر	
۳۱۳۔ فتاوی ظہیریہ	ظہیر الدین ابو بکر محمد بن احمد	۶۱۹
۳۱۴۔ فتاوی ولوالجیہ	عبد الرشید بن ابی حنیفہ الولوالجی	۵۴۰
۳۱۵۔ فتاوی کبری	امام صدر شہید حسام الدین عمر بن عبد العزیز	۵۳۶
۳۱۶۔ فقہ اکبر	الامام الاعظم ابی حنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی	۱۵۰
۳۱۷۔ فتح المعین	سید محمد ابی السعود الحنفی	
۳۱۸۔ فتح المعین شرح قرۃ العین	زین الدین بن علی بن احمد الشافعی	۹۷۲
۳۱۹۔ الفتوحات المکیہ	محی الدین محمد بن علی ابن عربی	۶۳۸
۳۲۰۔ فواتح الرحموت	عبد العلی محمد بن نظام الدین الکنوی	۱۲۲۵
۳۲۱۔ الفوائد	قاسم بن محمد بن عبد اللہ البجلی	۶۱۴
۳۲۲۔ فوائد مخصصہ	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۳۲۳۔ فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	عبد الرؤف المناوی	۱۰۳۱
۳۲۴۔ تبیان بحریہ	اسمٰعیل بن عبد اللہ ملقب بحریہ	۹۰۰
۳۲۵۔ فضائل القرآن لابن ضریس	ابو عبد اللہ محمد بن ایوب بن ضریس البجلی	۲۹۴
۳۲۶۔ قرآن الحلی	ابو الحسن علی بن الحسین الموصلی	۴۱۲
۳۲۷۔ فصول العمادی	محمد بن محمود استروشنی	۶۳۰
۳۲۸۔ فتاوی تاتارخانیہ	عالم بن العلاء الانصاری الدہلوی	۷۸۶
۳۲۹۔ فتح المغیث	امام محمد بن عبد الرحمن السخاوی	۹۰۲
۳۳۰۔ فتاوی زینیہ	زین الدین بن ابراہیم بن نجیم	۹۷۰

Marfat.com

۳۳۱ - فتح المعین شرح اربعین	شہاب الدین احمد بن محمد ابن حجر المکی	۹۷۴
۳۳۲ - فتح الالہ شرح المشکاۃ	″	″
۳۳۳ - فتاوی الفقہیہ ابن حجر مکی	″	″
۳۳۴ - فتاوی انقرویہ	محمد بن حسین الانقروی	۱۰۹۸
۳۳۵ - فتاوی اسعدیہ	سید اسعد ابن ابی بکر المدنی الحسینی	۱۱۱۶
۳۳۶ - فوائد مجموعہ شوکانی	محمد بن علی بن محمد الشوکانی	۱۲۵۰
۳۳۷ - فتاوی جمال بن عمر المکی	جمال بن عمر المکی	۱۲۸۴
۳۳۸ - فضل لباس العمائم	ابو عبداللہ محمد بن وضاح	
۳۳۹ - فتاوی قاعدیہ	ابو عبداللہ محمد بن علی القاعدی	
۳۴۰ - فتاوی غزی	محمد بن عبداللہ التمرتاشی	۱۰۰۴
۳۴۱ - فتاوی شمس الدین الرملی		
۳۴۲ - فتح الملک المجید		
۳۴۳ - فتح العزیز (تفسیر عزیزی)	عبدالعزیز بن ولی اللہ الدہلوی	۱۲۳۹

ق

۳۴۴ - القاموس المحیط	محمد بن یعقوب الفیروزآبادی	۸۱۷
۳۴۵ - قرۃ العین	زین الدین بن علی بن احمد الشافعی	۸۷۲
۳۴۶ - القنیۃ	نجم الدین مختار بن محمد الزاہدی	۶۵۸
۳۴۷ - القرآن الکریم		
۳۴۸ - قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب	ابو طالب محمد بن علی المکی	۳۸۶
۳۴۹ - القول المسدد	شہاب الدین احمد بن علی القسطلانی	۸۵۲
۳۵۰ - قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۶
۳۵۱ - القول الجمیل	″	″
۳۵۲ - قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار	محمد بن عبدالحی لکھنوی انصاری	۱۳۰۴
۳۵۳ - القول الصواب فی فضل عمر بن الخطاب	ابراہیم بن عبداللہ الیمنی	″

Marfat.com

ک

۳۵۴ ۔ الکافی فی الفروع	حاکم شہید محمد بن محمد	۳۳۴
۳۵۵ ۔ الکامل لابن عدی	ابو احمد عبداللہ بن عدی	۳۶۵
۳۵۶ ۔ الکبریت الاحمر	سید عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳
۳۵۷ ۔ کتاب الآثار	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۳۵۸ ۔ کتاب الآثار	امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری	۱۸۲
۳۵۹ ۔ کتاب الامام [illegible] قول الحکام	ابوالمحاسن محمد بن علی	
۳۶۰ ۔ کتاب السواک	ابونعیم احمد بن عبداللہ	۴۳۰
۳۶۱ ۔ کتاب [illegible]	عبدالرحمٰن بن محمد عماد الدین بن محمد العمادی	۱۰۵۰
۳۶۲ کتاب الطہور	لابی عبید	
۳۶۳ ۔ کتاب العلل علی ابواب الفقہ	ابو محمد عبدالرحمٰن ابن ابی حاتم محمد الرازی	۳۲۷
۳۶۴ ۔ کتاب الاصل	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۳۶۵ ۔ کتاب الوسوسۃ	ابوبکر بن ابی داؤد	
۳۶۶ ۔ کشف الاسرار	علاء الدین عبدالعزیز بن محمد البخاری	۷۳۰
۳۶۷ ۔ کشف الرموز	علامہ المقدسی	
۳۶۸ ۔ کشف الاستار [illegible]	امین الدین عبدالوہاب بن وہبان الدمشقی	۷۶۸
۳۶۹ ۔ کنزالعمال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین	۹۷۵
۳۷۰ ۔ الکفایۃ	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی تقریباً	۷۰۰
۳۷۱ ۔ کف الرعاع	شہاب الدین احمد بن حجر مکی	۹۷۳
۳۷۲ ۔ کنز الدقائق	عبداللہ بن احمد بن محمود	۷۱۰
۳۷۳ ۔ الکنی للحاکم	ابو عبداللہ الحاکم	۴۰۵
۳۷۴ ۔ الکواکب الدراری	شمس الدین محمد بن یوسف الشافعی الکرمانی	۷۸۶
۳۷۵ ۔ کتاب الجرح والتعدیل	محمد بن حبان التمیمی	۳۵۴
۳۷۶ ۔ کتاب [illegible]	یحییٰ بن سعید القطان	۱۹۸

Marfat.com

۳۷۷ - کتاب الصمت	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱
۳۷۸ - کتاب الزہد	عبداللہ بن مبارک	۱۸۰
۳۷۹ - الکشاف عن حقائق التنزیل	جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری	۵۳۸
۳۸۰ - کتاب الحجہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ	ابو عبداللہ محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۳۸۱ - کتاب المشیخۃ امام محمد	" " "	"
۳۸۲ - کتاب المراسیل	سلیمان بن اشعث السجستانی	۲۷۵
۳۸۳ - کتاب البعث والنشور	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا	۲۸۱
۳۸۴ - کتاب الاخوان	ابوبکر عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا	"
۳۸۵ - کتاب الضعفاء الکبیر	ابو جعفر محمد بن عمرو العقیلی المکی	۳۲۲
۳۸۶ - کتاب الزہد الکبیر للبیہقی	احمد بن حسن البیہقی	۴۵۸
۳۸۷ - کتاب الرواۃ عن مالک ابن انس	ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی	۴۶۳
۳۸۸ - کتاب الحجہ علی تارک المحجہ	نصر بن ابراہیم المقدسی	۴۹۰
۳۸۹ - کیمیائے سعادت	امام محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۳۹۰ - کفایۃ الطالب الربانی شرح لرسالہ ابن ابی زہیر القہروانی	ابو الحسن علی بن ناصر الدین الشاذلی	۹۳۹
۳۹۱ - کشف الظنون	مصطفےٰ ابن عبداللہ حاجی خلیفہ	۱۰۶۷
۳۹۲ - کشف الغمہ	شیخ عبدالوہاب بن احمد الشعرانی	۹۷۳
۳۹۳ - کتاب الصفین	یحییٰ بن سلیمان الجعفی (استاد امام بخاری)	
۳۹۴ - کتاب المصاحف ابن الانباری		
۳۹۵ - کمالین حاشیہ جلالین	شیخ سلام اللہ بن محمد شیخ الاسلام محدث رامپوری	۱۲۳۳
۳۹۶ - کتاب المغازی	محمد بن عمر بن واقد الواقدی	۲۰۷

ل

۳۹۷ - لمعات التنقیح	علامہ شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۳۹۸ - لقط المرجان فی اخبار الجان	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن محمد السیوطی	۹۱۱

Marfat.com

۳۹۹ - لسان العرب	جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور المصری	۷۱۱
۴۰۰ - الآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ	ابوبکر عبدالرحمٰن بن کمال الدین السیوطی	۹۱۱
۴۰۱ - لواقح الانوار القدسیہ المنتخب من الفتوحات المکیہ	عبدالوہاب بن احمد الشعرانی	۹۷۳

م

۴۰۲ - مبارق الازہار	الشیخ عبداللطیف بن عبدالعزیز ابن الملک	۸۰۱
۴۰۳ - مبسوط خواہرزادہ	بکر خواہرزادہ محمد بن حسن البخاری الحنفی	۴۸۳
۴۰۴ - مبسوط السرخسی	شمس الائمۃ محمد بن احمد السرخسی	۴۸۳
۴۰۵ - مجری الانہر شرح ملتقی الابحر	نورالدین علی الباقانی	۹۹۵
۴۰۶ - مجمع بحار الانوار	محمد طاہر الفتنی	۹۸۱
۴۰۷ - مجموع النوازل	احمد بن موسیٰ بن عیسیٰ	۵۵۰
۴۰۸ - مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر	عبدالرحمٰن بن محمد بن سلیمان المعروف بداماد آفندی شیخی زادہ	۱۰۷۸
۴۰۹ - المحیط البرہانی	امام برہان الدین محمود بن تاج الدین	۶۱۶
۴۱۰ - المحیط الرضوی	رضی الدین محمد بن محمد السرخسی	۶۷۱
۴۱۱ - مختارات النوازل	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۴۱۲ - مختار الصحاح	محمد بن ابی بکر عبدالقادر الرازی	۶۶۰
۴۱۳ - المختارۃ فی الحدیث	ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد	۶۴۳
۴۱۴ - المختصر	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۴۱۵ - مدخل الشرع الشریف	ابن الحاج ابی عبداللہ محمد بن محمد العبدری	۷۳۷
۴۱۶ - مراقی الفلاح شرح نورالایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۴۱۷ - مرقات شرح مشکوٰۃ	علی بن سلطان ملا علی قاری	۱۰۱۴
۴۱۸ - مرقات الصعود	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۴۱۹ - مستخلص الحقائق	ابراہیم بن محمد الحنفی	
۴۲۰ - المستدرک للحاکم	ابوعبداللہ الحاکم	۴۰۵
۴۲۱ - المستصفیٰ شرح الفقہ النافع	حافظ الدین عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰

Marfat.com

۴۲۲ - مسلم الثبوت	محب اللہ البہاری	۱۱۱۹
۴۲۳ - مسند ابی داؤد	سلیمان بن داؤد الطیالسی	۲۰۴
۴۲۴ - مسند ابی یعلیٰ	احمد بن علی الموصلی	۳۰۷
۴۲۵ - مسند اسحٰق ابن راہویۃ	حافظ اسحٰق ابن راہویۃ	۲۳۸
۴۲۶ - مسند الامام احمد بن حنبل	امام احمد بن محمد بن حنبل	۲۴۱
۴۲۷ - المسند الکبیر فی الحدیث	حافظ ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق البزار	۲۹۲
۴۲۸ - المسند الکبیر فی الحدیث	ابو محمد عبد بن محمد حمید الکشی	۲۹۴
۴۲۹ - مسند الفردوس	شہردار بن شیرویہ الدیلمی	۵۵۸
۴۳۰ - مصباح المنیر	احمد بن محمد بن علی	۷۷۰
۴۳۱ - المصفّٰی	حافظ الدین عبد اللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۴۳۲ - مصنف ابن ابی شیبۃ	ابو بکر عبد اللہ بن محمد احمد النسفی	۲۳۵
۴۳۳ - مصنف عبد الرزاق	ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی	۲۱۱
۴۳۴ - مصباح الدجیٰ	امام حسن بن محمد الصغانی الہندی	۶۵۰
۴۳۵ - معرفۃ الصحابۃ	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی	۴۳۰
۴۳۶ - المعجم الاوسط	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۴۳۷ - المعجم الصغیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۴۳۸ - المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۴۳۹ - معراج الدرایۃ	قوام الدین محمد بن محمد البخاری	۷۴۹
۴۴۰ - مشکوٰۃ المصابیح	شیخ ولی الدین العراقی	۷۴۲
۴۴۱ - المغنی فی الاصول	شیخ عمر بن محمد الخبازی الحنفی	۶۹۱
۴۴۲ - المغرب	ابو الفتح ناصر بن عبد السید المطرزی	۶۱۰
۴۴۳ - مختصر القدوری	ابو الحسین احمد بن محمد القدوری الحنفی	۴۲۸
۴۴۴ - مفاتیح الجنان	یعقوب بن سیدی علی	۹۳۱
۴۴۵ - المفردات للامام راغب	حسین بن محمد بن مفضل الاصفہانی	۵۰۲
۴۴۶ - المقدمۃ العشماویۃ فی الفقہ المالکیۃ	ابو العباس عبد الباری العشماوی المالکی	

Marfat.com

۴۴۷ - الملتقط (فی فتاوٰی ناصری)	ناصر الدین محمد بن یوسف الحسینی	۵۵۶
۴۴۸ - مجمع الزوائد	نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی	۸۰۷
۴۴۹ - مناقب الکردری	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۷
۴۵۰ - المنتقٰی (فی الحدیث)	عبداللہ بن علی ابن جارود	۳۰۷
۴۵۱ - المنتقٰی فی فروع الحنیفہ	الحاکم الشہیر محمد بن محمد بن احمد	۳۳۴
۴۵۲ - منحۃ الخالق حاشیہ بحر الرائق	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۴۵۳ - منح الغفار	محمد بن عبداللہ التمرتاشی	۱۰۰۴
۴۵۴ - ملتقی الابحر	امام ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶
۴۵۵ - منہاج النووی (شرح صحیح مسلم)	شیخ ابو زکریا یحیٰی بن شرف النواوی	۶۷۶
۴۵۶ - مجمع البحرین	مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب الحنفی	۶۹۴
۴۵۷ - المبتغیٰ	شیخ عیسٰی بن محمد ابن ایناج الحنفی	
۴۵۸ - المبسوط	عبدالعزیز بن احمد الحلوانی	۴۵۶
۴۵۹ - مسند فی الحدیث	الحافظ ابو الفتح نصر بن ابراہیم الہروی	۵۱۰
۴۶۰ - المسند الکبیر	یعقوب بن شیبۃ السدوسی	۲۶۲
۴۶۱ - منیۃ المصلی	سدید الدین محمد بن محمد الکاشغری	۷۰۵
۴۶۲ - موطا امام مالک	امام مالک بن انس المدنی	۱۷۹
۴۶۳ - موارد الظمآن	نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی	۸۰۷
۴۶۴ - مشکلات	احمد بن مظفر الرازی	۶۴۲
۴۶۵ - مہذب	ابی اسحٰق ابن محمد الشافعی	۴۷۶
۴۶۶ - میزان الشریعۃ الکبریٰ	عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳
۴۶۷ - میزان الاعتدال	محمد بن احمد الذہبی	۷۴۸
۴۶۸ - المستخرج علی الصحیح البخاری	احمد بن موسٰی ابن مردویہ	۴۱۰
۴۶۹ - مکارم الاخلاق	محمد بن جعفر الخرائطی	۳۲۷
۴۷۰ - مسند الامام اعظم	ابوحنیفہ نعمان بن ثابت	۱۵۰
۴۷۱ - مؤطا الامام محمد	ابوعبداللہ محمد بن الحسن الشیبانی	۱۸۹

Marfat.com

۴۷۲ - المسند فی الحدیث	حسن بن سفیان النسوی	۳۰۳
۴۷۳ - معالم السنن لابی سلیمان الخطابی	احمد بن محمد بن ابراہیم الخطابی	۳۸۸
۴۷۴ - مقاماتِ حریری	قاسم بن علی الحریری	۵۱۶
۴۷۵ - معالم التنزیل تفسیر البغوی	ابو محمد الحسین بن مسعود البغوی	۵۱۶
۴۷۶ - الملل والنحل	ابوالفتح محمد بن عبدالکریم الشہرستانی	۵۴۸
۴۷۷ - موضوعاتِ ابن جوزی	ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن الجوزی	۵۹۷
۴۷۸ - مقدمہ ابن الصلاح فی علوم الحدیث	ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن ابن الصلاح	۶۴۲
۴۷۹ - مختصر سنن ابی داؤد للحافظ المنذری	عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری	۶۵۶
۴۸۰ - مدارک التنزیل تفسیر النسفی	ابوالبرکات عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۴۸۱ - المواقف السلطانیہ فی علم الکلام	عضدالدین عبدالرحمٰن بن رکن الدین احمد	۷۵۶
۴۸۲ - مقدمہ جزریہ	محمد بن محمد الجزری	۸۳۳
۴۸۳ - مقاصد حسنہ	شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی	۹۰۲
۴۸۴ - المواہب اللدنیہ	احمد بن محمد القسطلانی	۹۲۳
۴۸۵ - المنح الفکریہ شرح مقدمہ جزریہ	علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴
۴۸۶ - المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط	〃 〃 〃 〃	〃
۴۸۷ - ماثبت بالسنۃ	شیخ عبدالحق بن سیف الدین الدہلوی	۱۰۵۲
۴۸۸ - المیبذی	قاضی میر حسین بن معین الدین	۱۰۹۶
۴۸۹ - مسوی مصفی شرح موطا امام مالک	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۴۹۰ - مکتوبات شاہ ولی اللہ	〃 〃 〃 〃	〃
۴۹۱ - مکتوبات	مرزا مظہر جان جاناں	۱۱۹۵
۴۹۲ - ملفوظات	〃 〃 〃	〃
۴۹۳ - معمولات	〃 〃 〃	〃
۴۹۴ - مخزنِ ادویہ فی الطب	محمد حسین بن محمد الہادی بہادر خاں	
۴۹۵ - مجموعہ فتاویٰ	ابوالحسنات محمد عبدالحی	۱۲۴۳
۴۹۶ - معیار الحق	سید نذیر حسین الدہلوی	

Marfat.com

۴۹۷۔ مظاہرِ حق	مولوی نذیر الحق میرٹھی	
۴۹۸۔ مکتوبات امام ربانی	شیخ احمد سرہندی	۱۰۳۴
۴۹۹۔ مناصحہ فی تحقیق مسئلۃ المصافحہ		
۵۰۰۔ مفتاح الصلوٰۃ		
۵۰۱۔ مجتبیٰ شرح قدوری		
۵۰۲۔ مشیخہ ابن شاذان		
۵۰۳۔ معرفۃ الصحابہ لابی نعیم	احمد بن عبد اللہ اصبہانی	۴۳۰
۵۰۴۔ مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر)	امام فخر الدین رازی	۶۰۶

ن

۵۰۵۔ النقایۃ مختصر الوقایۃ	عبد اللہ بن مسعود	۷۴۵
۵۰۶۔ نصب الرایۃ	ابو محمد عبد اللہ بن یوسف الحنفی الزیلعی	۷۶۲
۵۰۷۔ نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۵۰۸۔ النہایۃ	حسام الدین حسین بن علی السغناقی	۷۱۱
۵۰۹۔ النہایۃ لابن اثیر	مجد الدین مبارک بن محمد الجزری ابن اثیر	۶۰۶
۵۱۰۔ النہر الفائق	عمر بن نجیم المصری	۱۰۰۵
۵۱۱۔ نوادر فی الفقہ	ہشام بن عبید اللہ المازنی الحنفی	۲۰۱
۵۱۲۔ نور العین	محمد بن احمد المعروف بنشانجی زادہ	۱۰۳۱
۵۱۳۔ النوازل فی الفروع	ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی	۳۷۶
۵۱۴۔ نوادر الاصول فی معرفۃ اخبار الرسول	ابو عبد اللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی	۲۵۵

و

۵۱۵۔ الوافی فی الفروع	عبد اللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۵۱۶۔ الوجیز فی الفروع	ابو حامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۵۱۷۔ الوقایۃ	محمود بن صدر الشریعۃ	۶۷۳

Marfat.com

۵۱۸ - الوسیط فی الفروع	ابی حامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵

ھ

۵۱۹ - الہدایۃ فی شرح البدایۃ	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳

ی

۵۲۰ - الیواقیت والجواہر	سیّد عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳
۵۲۱ - ینابیع فی معرفۃ الاصول	ابی عبداللہ محمد ابن رمضان الرومی	۷۶۹

Marfat.com

ضمیمہ
مآخذ و مراجع

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف کتاب	سن وفات ہجری
	ا		
۱ ۔	انوار التنزیل فی اسرار التاویل (تفسیر البیضاوی)	ناصر الدین ابو سعید عبداللہ بن عمر البیضاوی ۶۹۱/۶۹۲/ ۶۸۵ ہدیۃ العارفین ۱/۳/۶۲۴	
۲ ۔	الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب	ابو عمر یوسف بن عبداللہ النمری القرطبی	۴۶۲
۳ ۔	اوضح رمز علی شرح نظم الکنز	علی بن محمد ابن غانم المقدسی	۱۰۰۴
۴ ۔	الاستذکار	یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر الاندلسی	۴۶۳
۵ ۔	الافراد	علی بن عمر الدارقطنی	۳۸۵
۶ ۔	الایضاح فی شرح التجرید	امام ابو الفضل عبدالرحمٰن بن احمد الکرمانی	۵۴۳
۷ ۔	اسباب النزول	ابو الحسن علی بن احمد الواحدی	۴۶۸
۸ ۔	ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح	شاہ محمد اسمٰعیل بن شاہ عبدالغنی دہلوی	۱۲۴۶
۹ ۔	انفاس العارفین	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم	۱۱۷۶
۱۰ ۔	انسان العین	" " " " " "	"
۱۱ ۔	انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون	علی بن برہان الدین حلبی	۱۰۴۴
۱۲ ۔	ارشاد الطالبین	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵
۱۳ ۔	الاعلام باعلام بلد اللہ الحرام	قطب الدین محمد بن احمد الحنفی	۹۸۹

Marfat.com

۱۴ - ارشاد الساری الی مناسک الملا علی القاری	حسین بن محمد سعید عبد الغنی المکی الحنفی	
۱۵ - الآداب الحمیدہ والاخلاق	محمد بن جریر الطبری	۳۱۰
۱۶ - الاربعین طائیہ	ابو الفتح محمد بن محمد الطائی الہمدانی	۵۵۵
۱۷ - انیس الغریب	جلال الدین عبد اللہ بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱
۱۸ - الارشاد فی الکلام	امام ابو المعالی عبد الملک بن عبد اللہ الجوینی الشہیر بامام الحرمین	۴۷۸
۱۹ - افضل القراء لقراء ام القراء	احمد بن محمد ابن حجر مکی	۹۷۴
۲۰ - الاعتبار فی بیان الناسخ والمنسوخ من الاخبار	محمد بن موسیٰ الحازمی الشافعی	۵۸۴

ت

۲۱ - تلخیص الجامع الکبیر	کمال الدین محمد بن عباد الحنفی	۶۵۲
۲۲ - تحفۃ الحریص فی شرح التلخیص	علی بن بلبان الفارسی المصری الحنفی	۷۳۹
۲۳ - تقویۃ الایمان	شاہ محمد اسمٰعیل بن شاہ عبد الغنی دہلوی	۱۲۴۶
۲۴ - تعلیم المتعلم	امام برہان الدین الزرنوجی	
۲۵ - الترغیب والترہیب	ابو القاسم اسمٰعیل بن محمد الاصبہانی	۵۳۵
۲۶ - تذکرۃ الموتیٰ والقبور	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵
۲۷ - التثبیت عند التبییت	جلال الدین عبد الرحمٰن بن کمال الدین السیوطی	۹۱۱
۲۸ - تلخیص الادلہ لقواعد التوحید	ابو اسحٰق ابراہیم بن اسمٰعیل الصفار البخاری	۵۳۴
۲۹ - تفہیم المسائل		
۳۰ - تنبیہ الغافل والاسنان	ابن محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲

ث

۳۱ - ثقفیات	ابو عبد اللہ قاسم بن الفضل الثقفی الاصفہانی	۴۸۹
۳۲ - ثواب الاعمال لابن حبان	محمد بن حبان	۳۵۴

ج

۳۳ - الجامع لاحکام القرآن (تفسیر قرطبی)	ابو عبد اللہ محمد ابن احمد القرطبی	۶۷۱

Marfat.com

۳۴ - جامع المضمرات والمشکلات (شرح قدوری)	یوسف بن عمر الصوفی	۸۳۲
۳۵ - جد الممتار علی رد المحتار	امام احمد رضا بن نقی علی خاں	۱۳۴۰

ح

۳۶ - الحسامی	محمد بن محمد بن عمر حسام الدین الحنفی	۶۴۴
۳۷ - حاشیہ درر غرر نابلسی	اسمٰعیل بن عبد الغنی نابلسی	۱۰۶۲
۳۸ - حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل	عبد القادر الفاکہی	۹۸۲
۳۹ - حواشی علی معالم التنزیل	امام احمد رضا خاں بن نقی علی خاں	۱۳۴۰
۴۰ - حسام الحرمین علی منحر الکفر و المین	″ ″ ″ ″ ″ ″	″

خ

۴۱ - خلاصۃ خلاصۃ الوفاء	نور الدین علی بن احمد السمہودی	۹۱۱

د

۴۲ - دلائل النبوۃ	ابو بکر بن احمد بن حسین البیہقی	۴۵۸
۴۳ - درثمین فی مبشرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم	۱۱۷۶
۴۴ - درمنظم فی مولد النبی المعظم ″ ″ ″ ″	ابو القاسم محمد بن عثمان الوَلوی الدمشقی	۸۶۷
۴۵ - کتاب الدعوات	احمد بن حسین البیہقی	۴۵۸
۴۶ - الدرۃ المغیبۃ فی زیارۃ المصطفویۃ	نور الدین علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴
۴۷ - الدرۃ الثمینۃ فی اخبار المدینۃ	حافظ محب الدین محمد بن محمود بن نجار	۶۴۳
۴۸ - الدرر السنیۃ فی الرد علی الوہابیۃ	مفتی احمد بن السید زینی دحلان	۱۳۰۴

ذ

۴۹ - ذکر الموت	عبد اللہ بن محمد ابن ابی الدنیا البغدادی	۲۸۱

Marfat.com

ر

۵۰	رفع الانتقاض ودفع الاعتراض الخ	محمد امین ابن عابدین الشہیر با بن عابدین	۱۲۵۲

س

۵۱	سلفیات من اجزاء الحدیث	حافظ ابوالطاہر احمد بن محمد السلفی	۵۸۶
۵۲	السراج المنیر فی شرح جامع الصغیر	علی بن محمد بن ابراہیم المعری العزیزی	۱۰۷۰
۵۳	سُنن الہدی	عبدالغنی بن احمد بن شاہ عبدالقدوس گنگوہی	
۵۴	سُنن فی الحدیث	حافظ ابوعلی سعید بن عثمان ابن السکن البغدادی	۳۵۳

ش

۵۵	شرح رسالہ فضالیہ	علامہ ابراہیم بن محمد الباجوری	۱۲۷۶
۵۶	شرح الصغریٰ	علامہ محمد یوسف السنوسی	۸۹۵
۵۷	الشامل فی فروع الحنفیہ	ابوالقاسم اسمٰعیل بن حسین البیہقی الحنفی	۴۰۲
۵۸	شرح صحیح بخاری الکواکب الدراری	محمد بن یوسف الکرمانی	۷۹۶
۵۹	شفاء العلیل شرح القول الجمیل	مولوی خرم علی بلہوری	غالباً ۱۲۷۱
۶۰	شرح صحیح بخاری	ناصر الدین علی بن محمد ابن منیر	
۶۱	شرح زیج سلطانی	عبدالعلی بن محمد بن حسین	۹۳۳
۶۲	شفاء العلیل وبل الغلیل	ابن عابد بن محمد امین آفندی	۱۲۵۲

ص

۶۳	الصحاح الماثورہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم		
۶۴	صغری شرح منیۃ المصلی	شیخ ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶
۶۵	صراطِ مستقیم	شاہ محمد اسمٰعیل بن عبدالغنی دہلوی	۱۲۴۶

Marfat.com

ط

۶۶ ـ الطبقات الکبریٰ	محمد بن سعد الزہری	۲۳۰

غ

۶۷ ـ غرائب القرآن و رغائب الفرقان (تفسیر نیشاپوری)	نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری	۷۲۸
۶۸ ـ غریب الحدیث	قاسم بن سلام البغدادی	۲۲۴
۶۹ ـ غریب الحدیث	ابراہیم بن اسحٰق الحربی	۲۸۵
۷۰ ـ غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار	مولوی خرم علی بلہوری	غالباً ۱۲۷۱

ف

۷۱ ـ الفتوحات الالٰہیۃ (تفسیر جمل)	سلیمان بن عمر الشافعی الشہیر بالجمل	۱۲۰۴
۷۲ ـ الفرج بعد الشدۃ	عبد اللہ بن محمد ابن ابی الدنیا البغدادی	۲۸۱
۷۳ ـ فاتح شرح قدوری		
۷۴ ـ فوائد حاکم و خلاص		
۷۵ ـ فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	عبد الرؤف المناوی	۱۰۳۱
۷۶ ـ فیوض الحرمین	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم	۱۱۷۶
۷۷ ـ فتاویٰ شاہ رفیع الدین	شاہ رفیع الدین	۱۱۳۳
۷۸ ـ الفتح المبین شرح اربعین نووی	احمد بن محمد ابن حجر مکی	۹۷۴
۷۹ ـ فصل الخطاب فی رد ضلالات ابن عبد الوہاب		
۸۰ ـ فتوح الغیب	سید شیخ عبد القادر گیلانی	۵۶۱
۸۱ ـ فتاویٰ عزیزی	عبد العزیز بن ولی اللہ الدہلوی	۱۰۰۴

ق

۸۲ ـ قرۃ عیون الاخیار	محمد امین ابن عابدین الشہیر بابن عابدین	۱۲۵۲

Marfat.com

ک

٨٣ - کشف الغطاء مالزم للموتیٰ علی الاحیاء	محمد شیخ الاسلام بن محمد فخر الدین	
٨٤ - کتاب اتباع الاموات	ابراہیم بن اسحاق الحربی	٢٨٥
٨٥ - کتاب الدعوات	سلیمان بن احمد الطبرانی	٣٦٠
٨٦ - کتاب الثواب فی الحدیث	ابو الشیخ عبداللہ بن محمد بن جعفر	٣٩٩
٨٧ - کشف النور عن اصحاب القبور	عبدالغنی نابلسی	١١٤٣
٨٨ - کتاب الزہد	امام احمد بن محمد بن حنبل	٢٤١
٨٩ - کتاب القبور	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا	٢٨١
٩٠ - کتاب الروضہ	ابو الحسن بن براء	
٩١ - کتاب الزہد	حافظ ہناد بن السری التمیمی الدارمی	٢٤٣
٩٢ - کتاب ذکر الموت		
٩٣ - کتاب ادعیۃ الحج والعمرہ	قطب الدین الدہلوی	١٢٨٩
٩٤ - کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق	عبدالرؤف بن تاج الدین بن علی المنادی	١٠٣١
٩٥ - کتاب الخروج	قاضی امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم حنفی	١٨٢
٩٦ - کف الرعاع عن المحرمات اللہو والسماع	ابو العباس احمد بن محمد ابن حجر مکی	٩٧٤

ل

٩٧ - لباب المناسک	شیخ رحمۃ اللہ بن قاضی عبداللہ السندی	٩٧٨

م

٩٨ - منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبر	علی بن سلطان محمد القاری	١٠١٤
- مجموعہ خانی (فارسی)		
٩٩ - مقامات مظہر و ضمیمہ مقامات مظہر	مرزا مظہر جان جاناں	١١٩٥
١٠٠ - مشارق الانوار القدسیہ فی بیان العہود المحمدیہ	عبدالوہاب بن احمد الشعرانی	٩٧٤

Marfat.com

۱۰۱ - مسند الکبیر فی الحدیث	ابو محمد عبید بن حمید الکشی	۲۴۹
۱۰۲ - المنتقیٰ فی احادیث الاحکام عن خیر الانام	احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ	۷۲۸
۱۰۳ - منظومۃ النسفی فی الخلاف	نجم الدین عمر بن محمد النسفی	۵۳۷
۱۰۴ - معراج الدرایۃ فی شرح الهدایۃ	امام قوام الدین بن محمد الکاکی	۷۴۹
۱۰۵ - المسند الصحیح فی الحدیث	ابو عوانہ یعقوب بن اسحٰق الاسفرائنی	۳۱۶
۱۰۶ - مسند الشامیین		
۱۰۷ - مدارج النبوۃ	شیخ عبد الحق محدث الدہلوی	۱۰۵۲
۱۰۸ - مجمع البرکات	〃 〃 〃	〃
۱۰۹ - مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفاء	جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱
۱۱۰ - مختصر تاریخ ابن عساکر	امام محمد بن مکرم المعروف بابن منظور	۷۱۱
۱۱۱ - مائۃ مسائل	محمد اسحٰق محدث دہلوی	۱۲۶۲
۱۱۲ - مسائل اربعین	〃 〃 〃	〃
۱۱۳ - مالا بدمنہ	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵
۱۱۴ - مشکوٰۃ المصابیح	ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الخطیب	۷۴۰
۱۱۵ - منتقیٰ یا درمنتقی فی شرح الملتقیٰ	علاء الدین الحصکفی	۱۰۸۸
۱۱۶ - موضح القرآن ترجمۃ القرآن	شاہ عبد القادر بن شاہ ولی اللہ الدہلوی	۱۲۳۰
۱۱۷ - مثنوی شریف فارسی منظوم	ملّا جلال الدین محمد بن محمد الرومی البلخی القونوی	۶۷۲
۱۱۸ - مصطلحات الحدیث	علی بن السید محمد بن علی الجرجانی سید شریف	۸۱۶
۱۱۹ - المقاصد فی علم الکلام	علامہ سعد الدین مسعود بن عمر التفتازانی	۷۹۱
۱۲۰ - مغنی المستفتی عن سوال المفتی	علامہ حامد آفندی	
۱۲۱ - مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح	قطب الدین دہلوی	۱۲۸۹
۱۲۲ - منحۃ الجلیل	ابن عابد بن محمد امین آفندی	۱۳۵۲
۱۲۳ - مفتاح الغیب فی شرح فتوح الغیب	عبد الحق بن سیف الدین محدث دہلوی	۱۰۵۲

ن

۱۲۴ - نافع فی الفروع	امام ناصر الدین محمد بن یوسف السمرقندی	۴۰۲

Marfat.com

١٢٥ - نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار	محمد بن علی الشوکانی	١٥٠
١٢٦ - نصیحۃ المسلمین	خرم علی بلہوری	٢٦١
١٢٧ - نفحات الانس من حضرات القدس	عبدالرحمٰن بن احمد الجامی	٨٩٨
١٢٨ - نسیم الریاض فی شرح شفاء قاضی عیاض	قاضی عیاض احمد بن محمد الخفاجی	١٠٦٩
١٢٩ - النشر فی قراۃ العشر	شمس الدین محمد بن محمد ابن الجزری	٨٣٣
١٣٠ - نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر	احمد بن علی حجر العسقلانی	٨٥٢
١٣١ - نفع المفتی والمسائل	مولوی عبدالعلی مدراسی	١٣٠٦
١٣٢ - نوادر الاصول	ابوعبداللہ محمد بن علی حکیم الترمذی	٢٥٥
١٣٣ - نصاب الاحتساب فی الفتاویٰ	عمر بن محمد بن عوض الشامی	
١٣٤ - نور الشمعہ فی ظفر الجمعہ	علی بن غانم المقدسی	
١٣٥ نظم الفرائد وجمع الفوائد فی الاصول	عبدالرحیم بن علی الرومی المعروف شیخ زادہ	٩٤٤
١٣٦ - نافع شرح قدوری		
١٣٧ - نامِ حق	شرف الدین بخاری	
١٣٨ - نتائج الافکار فی کشف الرموز والاسرار	شمس الدین احمد بن قورد المعروف بقاضی زادہ	٩٨٨

و

١٣٩ - وفیات الاعیان	شمس الدین احمد بن محمد ابن خلکان	٦٨١
١٤٠ - واقعات المفتیین		٣٢٥
١٤١ - وفاء الوفاء	نورالدین علی بن احمد السمہودی	٩١١

ھ

١٤٢ - ہوامع	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	١١٧٩
١٤٣ - ہمعات	" " " " " " "	"

Marfat.com

Marfat.com

فتاوٰی رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

۱۴

رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور
پاکستان (۵۴۰۰۰)

مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ (الحدیث)

اَلْعَطَایَا النَّبَوِیَّۃ فِی الْفَتَاوٰی الرِّضْوِیَّۃِ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

جلد چہار دہم (۱۴)

تحقیقات نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان

فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ ـــــــــ ۱۳۴۰ھ

۱۸۵۶ء ـــــــــ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ، لاہور (۸)، پاکستان (۵۴۰۰۰)

فون: ۷۶۵۷۳۱۴

نام کتاب ________ فتاوی رضویہ جلد چہاردہم
تصنیف ________ شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ
ترجمہ عربی عبارات ________ حضرت علامہ مفتی محمد خاں قادری، لاہور
پیش لفظ ________ حافظ عبد الستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
ترتیبِ فہرست ________ حافظ عبد الستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
مقدمہ ________ حضرت علامہ عبد الحکیم شرف قادری
تخریج و تصحیح ________ مولانا نذیر احمد سعیدی، مولانا محمد اکرم اللہ بٹ
باہتمام و سرپرستی ________ مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی ناظم اعلٰی تنظیم المدارس اہلسنّت، پاکستان
کتابت ________ محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)
پیسٹنگ ________ مولانا محمد منشا تابش قصوری معلم شعبۂ فارسی جامعہ نظامیہ لاہور
صفحات ________ ۷۱۲
اشاعت ________ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۹ھ / ستمبر ۱۹۹۸ء
مطبع ________
ناشر ________ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
قیمت ________

ملنے کے پتے

* مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
* مکتبہ تنظیم المدارس، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
* مکتبہ ضیائیہ، بوہڑ بازار، راولپنڈی
* ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

اجمالی فہرست

پیش لفظ ۵
مقدمہ ۹
کتاب السیر ۱۰۱

فہرست رسائل

o اعلام الاعلام ۱۰۵
o نابغ النور ۱۴۱
o دوام العیش ۱۷۳
o ردالرفضۃ ۲۴۹
o المبین ختم النبیین ۳۳۱
o المحجۃ المؤتمنۃ ۴۱۹
o انفس الفکر ۵۴۵

رموز

محقق: علامہ کمال الدین ابن ہمام صاحب فتح القدیر

ح: علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبی صاحب غنیۃ المستملی

ش: علامہ محمد امین ابن عابدین الشامی صاحب رد المحتار

ط: علامہ سید احمد الطحطاوی صاحب حاشیۃ الدر المختار و حاشیہ مراقی الفلاح

الدر: الدر المختار، علامہ محمد علاء الدین الحصکفی

الدرر: الدرر شرح الغرر، ملا خسرو علامہ محمد بن فراموز

بحر: البحر الرائق، علامہ زین الدین ابن نجیم

ھندیہ: فتاوٰی عالمگیری، جماعت علمائے احناف

نہر: النہر الفائق، سراج الدین عمر بن نجیم

فتح: فتح القدیر، علامہ کمال الدین ابن ہمام

غنیہ: غنیۃ المستملی، علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبی

حلیہ: حلیۃ المحلی، ابن امیر الحاج

O

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمدُ للہ ! اعلیحضرت امام المسلمین مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خزائن علمیہ اور ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں عصر حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظر عام پر لانے کے لئے دار العلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری سے مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے، اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا کی منصوبہ کی متعدد تصانیف شائع کر چکا ہے مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ المعروف بہ فتاوی رضویہ کی ترجمہ و تخریج کے ساتھ عمدہ و خوبصورت انداز میں اشاعت ہے۔ فتاوی مذکورہ کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ / مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا اور بفضلہٖ تعالٰی جل مجدہ وبعنایہ رسولہ الکریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تقریباً نو سال کے مختصر عرصہ میں یہ چودھویں جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس سے قبل کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الجنائز، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الایمان اور کتاب الحدود و التعزیر پر مشتمل تیرہ ۱۳ جلدیں شائع ہو چکی ہے جن کی تفصیل سنین، مشمولات اور مجموعہ صفحات کے اعتبار سے حسب ذیل ہے:

جلد	عنوان	جواباتِ اسئلہ	تعدادِ رسائل	سنینِ اشاعت	صفحات
پہلی جلد	کتاب الطہارۃ	۲۲	۱۱	شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ ـــــ مارچ ۱۹۹۰ء	۸۳۸
دوسری جلد	کتاب الطہارۃ	۳۳	۷	ربیع الثانی ۱۴۱۲ ـــــ نومبر ۱۹۹۱ء	۷۱۰
تیسری جلد	کتاب الطہارۃ	۵۹	۶	شعبان المعظم ۱۴۱۲ ـــــ فروری ۱۹۹۲	۷۵۶
چوتھی جلد	کتاب الطہارۃ	۱۳۲	۵	رجب المرجب ۱۴۱۳ ـــــ جنوری ۱۹۹۳	۷۶۰
پانچویں جلد	کتاب الصلوٰۃ	۱۴۰	۶	ربیع الاوّل ۱۴۱۴ ـــــ ستمبر ۱۹۹۳	۶۹۲
چھٹی جلد	کتاب الصلوٰۃ	۴۵۷	۴	ربیع الاوّل ۱۴۱۵ ـــــ اگست ۱۹۹۴	۷۳۶
ساتویں جلد	کتاب الصلوٰۃ	۲۶۹	۷	رجب المرجب ۱۴۱۵ ـــــ دسمبر ۱۹۹۴	۷۲۰
آٹھویں جلد	کتاب الصلوٰۃ	۳۳۷	۶	محرم الحرام ۱۴۱۶ ـــــ جون ۱۹۹۵	۶۶۴
نویں جلد	کتاب الجنائز	۲۷۳	۱۳	ذیقعدہ ۱۴۱۶ ـــــ اپریل ۱۹۹۶	۹۴۶
دسویں جلد	کتاب زکوٰۃ، صوم، حج	۳۱۶	۱۶	ربیع الاوّل ۱۴۱۷ ـــــ اگست ۱۹۹۶	۸۳۲
گیارھویں جلد	کتاب النکاح	۴۵۹	۶	محرم الحرام ۱۴۱۸ ـــــ مئی ۱۹۹۷	۷۳۶
بارھویں جلد	کتاب نکاح، طلاق	۳۲۸	۳	رجب المرجب ۱۴۱۸ ـــــ نومبر ۱۹۹۷	۶۸۸
تیرھویں جلد	کتاب طلاق، ایمان اور حدود و تعزیر	۲۹۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۱۸ مارچ ۱۹۹۸	۶۸۸

چودھویں جلد

یہ جلد فتاوٰی رضویہ قدیم جلد ششم مطبوعہ سنی دارالاشاعت مبارکپور اعظم گڑھ بھارت کے آغاز سے صفحہ ۱۲۹ تک ۳۳۹ سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے، اس جلد کی عربی وفارسی کی عبارات کا ترجمہ فاضل شہیر مصنف کتب کثیرہ حضرت مولانا مفتی محمد خاں قادری مہتمم جامعہ اسلامیہ لاہور نے کیاہے، اس سے قبل چھٹی، ساتویں، آٹھویں اور دسویں جلد بھی علامہ موصوف کے ترجمے کے ساتھ شائع ہوچکی ہیں، پیش نظر جلد بنیادی طور پر کتاب السیر کے مباحث جلیلہ پر مشتمل ہے تاہم متعدد ابواب فقہیہ وکلامیہ وغیرہ کے مسائل ضمناً زیر بحث آئے ہیں، مسائل ورسائل کی مفصل فہرست کے علاوہ مسائل ضمنیہ کی الگ فہرست بھی قارئین کرام کی سہولت کے لئے تیار کی گئی ہے، انتہائی دقیق اور گرانقدر تحقیقات وتدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل سات رسائل بھی اس جلد کی زینت ہیں:

(۱) اعلام الاعلام بأن ھندوستان دار الاسلام (۱۳۰۶ھ)
اس بات کا ثبوت کہ ہندوستان دارالاسلام ہے۔
(۲) نابغ النور علی سوالات جبلفور (۱۳۳۹ھ)
ترک موالات سے متعلق چند اہم سوالات کا جواب۔
(۳) دوام العیش فی الائمۃ من قریش (۱۳۳۹ھ)
خلافت شرعیہ کے لئے شرط قرشیت کا مدلل ثبوت
(۴) ردالرفضۃ (۱۳۲۰ھ)
تبرائی رافضیوں کا رد بلیغ
(۵) المبین ختم النبیین (۱۳۲۶ھ)
حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خاتم جمیع انبیاء و مرسلین ہونے کا روشن بیان
(۶) المحجۃ المؤتمنۃ فی اٰیۃ الممتحنۃ (۱۳۳۹ھ)
تحریک خلافت اور غیر مسلموں سے ترک موالات پر بحث۔
(۷) انفس الفکر فی قربان البقر (۱۲۹۸ھ)
گاؤ کشی کے معاملہ میں مفصل تحقیقات اور ہندوؤں کے شبہات کا ازالہ۔

مذکورہ بالاسات رسائل میں سے دو رسالے **نابغ النور** اور **المبین** پہلے سے فتاوٰی رضویہ قدیم جلد ششم میں موجود تھے جبکہ آخر الذکر رسالہ **انفس الفکر** فتاوٰی رضویہ قدیم جلد ہشتم کتاب الاضحیہ میں شامل تھا۔ مگر اس کے مباحث جلیلہ کتاب السیر سے زیادہ مطابقت رکھتے ہیں لہٰذا اس کو جلد ہٰذا میں شامل کر دیا گیا۔ باقی چاروں رسائل اس سے قبل فتاوٰی رضویہ میں شامل نہ تھے موضوع کی مناسبت کے پیش نظر ان کو اس جلد کی زینت بنانے کا فیصلہ کیا گیا۔ رسالہ **انفس الفکر** کے متصل بعد جلد ہشتم قدیم میں مذکور ہندوستان میں گاؤ کشی کے بارے میں نو مسائل بھی اس جلد میں شامل کر دئے گئے ہیں، اس طرح رسالہ **انفس الفکر** سمیت صفحہ ۴۴۳ تا ۴۵۹ تقریباً سولہ صفحات کو جلد ہشتم قدیم سے نکال کر جلد ہٰذا میں شامل کیا گیا۔ رسالہ **انفس الفکر** کے حوالے سے مصنف علیہ الرحمۃ کی خداداد فہمی بصیرت پر صدر الشریعہ مصنف بہار شریعت مولانا امجد علی اعظمی کا تبصرہ اہم وضاحت کے عنوان سے رسالہ مذکورہ کے حاشیہ میں دے دیا گیا ہے۔

ہندوستان میں گاؤ کشی کے بارے میں مسلم لیگ ضلع بریلی کی طرف سے بھیجے گئے استفتاء کا جناب نواب مرزا صاحب کی طرف سے تحریر کردہ جواب بھی پیش نظر جلد کے صفحہ ۵۵۸ پر ذکر کر دیا گیا ہے جس کی

مصنف علیہ الرحمۃ نے تصدیق فرمائی تھی۔
مندرجہ ذیل تین رسائل دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے اس جلد میں شامل نہیں کئے جاسکے باوجودیکہ ان کا تعلق کتاب السیر سے ہے:

- المجل المسددان سباب المصطفٰی مرتد
- البارقۃ اللمعا علی ساعدمن نطق بالکفر طوعا
- المقال الباھر منکر الفقہ کافر

نوٹ: پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت مولانا الحاج پیر سید محمد معروف حسین عارف نوشاہی قادری بانی ورلڈ اسلامک مشن وسرپرست اعلٰی مرکزی جمیعت تبلیغ اسلام (یو۔کے) اس عظیم الشان منصوبے کے آغاز سے لے کر اب تک ہر اعتبار سے مسلسل اور بھرپور تعاون فرمارہے ہیں جس سے دین اسلام اور مسلک حق اہل سنت وجماعت سے ان کی محبت نیز اعلیحضرت عظیم المرتبت امام احمد رضاخاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت کا پتا چلتا ہے، موصوف کی مساعی جمیلہ للبیت اور اراکین ادارہ کی حوصلہ افزائی کے پیش نظر بجاطور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس ادارہ کو قبلہ پیر صاحب کی مکمل سرپرستی حاصل ہے جس پر تمام اراکین ادارہ صمیم قلب سے آپ کے شکر گزار ہیں۔

O

حافظ محمد عبدالستار سعیدی
ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

جمادی الاولٰی ۱۴۱۹ھ
ستمبر ۱۹۹۸ء

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالٰی کا علم وفضل، تبحر، وسعت نظری، فکر ونظر کی گہرائی، پچاس ۵۰ سے زیادہ علوم میں مہارت، یہ وہ امور ہیں جو کسی بھی باخبر شخصیت سے مخفی نہیں ہیں، رضا فاؤنڈیشن لاہور کی طرف سے ترتیب جدید کے ساتھ فتاوٰی رضویہ کی تیرہ جلدیں منظر عام پر آچکی ہیں، ان میں پرانی پانچ جلدیں پیش کی جاسکی ہیں، امید ہے کہ پچیس تیس جلدوں میں پورا فتاوٰی مکمل ہوسکے گا، اس کا مطالعہ کرنے کے بعد کوئی صاحب علم امام احمد رضا کے تبحر علمی کا انکار نہیں کرسکتا۔

امام احمد رضا بریلوی کے علم وقلم نے نہ صرف مسلمانوں کے ایمان اور عقائد کی حفاظت کی انھیں زندگی میں پیش آنے والے عبادات ومعاملات کے احکام سے آگاہ کیا بلکہ انھیں باوقار زندہ رہنے کا اسلامی طریقہ بھی سکھایا، وہ سیاسی لیڈر نہ تھے لیکن وقت آنے پر انھوں نے قرآن وحدیث اور فقہ حنفی کی روشنی میں مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کی جس کے نتیجے میں ملت اسلامیہ کا سفینہ ساحل مراد پر جالگا اور دنیا کے نقشے پر پاکستان معرض وجود میں آگیا۔

پاکستان کے قابل صد فخر سپوت اور نامور مسلمان سائنس دان جناب ڈاکٹر عبدالقدیر خاں نے ایٹمی دھماکوں سے چند دن قبل ۲۴ مئی ۱۹۹۸ھ کو درج ذیل بیان جاری کیا:

"آج سے سوسال قبل جب انگریز ہندوؤں کے ساتھ ساز باز کرکے ہند کی معیشت پر قابض

ہوئے تو مسلمانوں کے تشخص اور تعلیمی نظام کو زبردست دھچکا لگا، استعماری طاقتوں کے مذموم عزائم کی بدولت مذہبی قدریں زوال پذیر ہونے لگی تھیں۔

اس پر آشوب دور میں اللہ رب العزت نے بر صغیر کے مسلمانوں کو امام احمد رضا جیسی باصلاحیت اور مدبرانہ قیادت سے نوازا جس کی تصانیف، تالیفات اور تبلیغی کاوشوں نے شکست خوردہ قوم میں ایک فکری انقلاب بپا کر دیا۔

امام صاحب کی شخصیت جذبہ عشق رسول (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) سے لبریز تھی، آپ کی ساری زندگی کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ آپ کی ذات نبی کریم سے وفا شعاری کا نشان مجسم تھی۔"[1]

بیسویں صدی عیسوی کے دوسرے اور تیسرے عشرے میں کئی ایسی تحریکیں چلیں جن میں واضح طور پر محسوس ہوتا تھا کہ مسلمان اپنا تشخص کھو کر ہندومت میں مدغم ہو جائیں گے، انگریز تاجر بن کر ہندوستان آیا اور اپنی سازشوں سے یہاں کا حکمران بن بیٹھا، ۱۹۱۴ء میں پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی حکومت برطانیہ نے بے شمار ہندوستانیوں کو اس وعدے پر فوج میں بھرتی کرکے جنگ کی بھٹی میں جھونک دیا کہ فتح کے بعد ہندوستان آزاد کر دیا جائے، مسٹر گاندھی اور مولانا محمد علی جوہر نے فوجی بھرتی کی بھرپور حمایت کی، دو لاکھ کے قریب مسلمان اور ہندو فوج میں بھرتی ہوئے، عظیم اسلامی ملک ترکی کو شکست ہوئی فتح کے بعد انگریز اپنے وعدے سے منحرف ہوگیا، مسٹر گاندھی نے انھیں سزا دینے کے لئے "مسئلہ خلافت" کھڑا کر دیا جس کا مطلب یہ تھا کہ ترکی کا سلطان اسلامی خلیفہ ہے، اس کی خلافت کو ختم کرنا اسلام پر حملہ کرنے کے مترادف ہے۔ کتنی عجیب بات تھی کہ وہ گاندھی جو ہندوستان میں مسلمانوں کو ایک انچ زمین دینے پر تیار نہ تھا وہ عالمی سطح پر مسلمانوں کی خلافت بحال کرنے کا نعرہ لگا رہا تھا۔

پھر اس تحریک کو تحریک "ترک موالات" بنا دیا گیا جس کا مطلب یہ تھا کہ مسلمان ہندوؤں کے ساتھ مل کر انگریز کا ہر قسم کا بائیکاٹ کریں، ان کی ملازمت چھوڑیں، ان کی دی ہوئی جاگیریں واپس کر دیں، مسلمانوں کے کالجوں کو ملنے والی گرانٹ واپس کر دیں، غرض یہ کہ ان سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھیں، افسوسناک صورت یہ تھی کہ گاندھی لیڈر تھا مسلمانوں کے بڑے بڑے لیڈر دست بستہ اس کے پیچھے چل رہے تھے، ہندوؤں کی خوشنودی کے لئے گائے کی قربانی کی ممانعت کے فتوے دئے جارہے تھے، مسجدوں کے

---

[1] پینڈبل شائع کردہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۳۔ ۴

منبروں پر گاندھی ایسے مشرک کو بٹھا کر اس کی تقریریں کرائی جارہی تھیں مختصر یہ کہ ہندو مسلم اتحاد کے لئے پوری طرح راہ ہموار کی جاچکی تھی۔

دوسری طرف لیڈروں کی نگاہ سے یہ حقیقت یکسر پوشیدہ تھی کہ انگریز کے اس ملک سے چلے جانے کے بعد اقتدار لازمی طور پر ہندوؤں کو ملے گا، جو ہندوستان میں غالب اکثریت میں تھے، مسلمانوں کو کیا فائدہ پہنچتا؟ انھیں یہی فرق پڑتا کہ پہلے انگریز حکمران تھے جو اہل کتاب ہونے کا دعوی کرتے تھے بعد میں ہندوؤں کی حکومت ہوتی جو مشرک تھے اور کسی آسمانی کتاب کو نہ مانتے تھے ہندوؤں نے حکومت نہ ہونے کے باوجود شدھی اور سنگھٹن تحریکوں کے ذریعے مسلمانوں کو ہندو بنانے کے لئے ہر حربہ استعمال کرڈالا تھا، جب انھیں حکومت مل جاتی تو وہ کیا کچھ نہ کرتے؟ اس دور میں اس حقیقت کا ادراک سب سے پہلے امام احمد رضا بریلوی نے کیا اور بستر علالت سے "**المحجة المؤتمنة**" کتاب لکھ کر ہندو مسلم اتحاد کی کوششوں پر کاری ضرب لگائی اور قوم مسلم میں نئی روح پھونک دی یہ کتاب تحریک پاکستان کی خشت اول کی حیثیت رکھتی ہے، یہ کتاب فتاوی رضویہ کی چودھویں جلد میں شائع کردی گئی ہے، ارباب حکومت، ماہرین تعلیم اور تاریخ پاکستان کے محققین کو اس کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

مولانا کوثر نیازی لکھتے ہیں:

"امام رضا گاندھی کے بچھائے ہوئے اس دام ہمرنگ زمین کو خوب دیکھ رہے تھے انھوں نے متحدہ قومیت کے خلاف اس وقت آواز اٹھائی جب اقبال اور قائداعظم بھی اس کی زلف گرہ گیر کے اسیر تھے، دیکھا جائے تو دو قومی نظریہ کے عقیدے میں امام احمد رضا مقتداء ہیں اور یہ دونوں حضرات مقتدی، پاکستان کی تحریک کو کبھی فروغ نہ ہوتا اگر امام احمد رضا سالوں پہلے مسلمانوں کو ہندوؤں کی چالوں سے باخبر نہ کرتے۔"[1]

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کا موقف یہ تھا کہ موالات دوستی کو کہتے ہیں، مسلمان کے دل میں کسی بھی کافر کی دوستی نہیں ہونی چاہئے خواہ انگریز ہو یا ہندو، تحریک ترک موالات کے حامی انگریز کی دوستی ہی نہیں اس کے ساتھ معاملات کرنے سے بھی منع کرتے تھے، دوسری طرف ہندو کی دوستی میں اس قدر آگے بڑھ گئے تھے کہ اتحاد کی کوشش کررہے تھے۔

امام احمد رضا بریلوی نے تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کی مخالفت کی اور اختلاف کی

[1] کوثر نیازی: امام احمد رضا خاں بریلوی ایک ہمہ جہت شخصیت معارف نعمانیہ لاہور ص ۱۵۔ ۱۴

ایک وجہ یہ تھی کہ ان تحریکوں میں گاندھی ایسا مشرک لیڈر تھا اور مسلمان لیڈر اس کے مقتدی تھے، اس میل جول اور اتحاد کا اثر ہندوؤں پر تو کچھ نہ ہوتا البتہ مسلمان اپنے دین سے ہاتھ دھو بیٹھتے، اس موقع پر امام احمد رضا بریلوی نے ڈنکے کی چوٹ پر اس اتحاد کی مخالفت کی، اور اتحاد کرنے والے علماء اور لیڈر کو فرقہ گاندھویہ کا لقب دے کر ان کی شدید مخالفت کی، چونکہ امام احمد رضا بریلوی اور ان کے ہم مسلک علماء اہلسنت کا حلقہ اثر بہت وسیع تھا اس لئے ان کے مخالفین ابوالکلام آزاد وغیرہ کی بڑی کوشش تھی کہ وہ بھی ہمارے ساتھ تحریکوں میں شریک ہو جائیں۔

ایک شوشہ یہ چھوڑا گیا کہ ترکی کی حکومت چونکہ خلافت شرعیہ ہے اس لئے جو اس کی حمایت نہیں کرتا وہ کافر ہے، امام احمد رضا بریلوی سے اس سلسلے میں استفتاء کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جہاں تک خیر خواہی کا تعلق ہے وہ تو دل سے ہر مسلمان کے لئے فرض ہے، اس میں قریشی ہونا شرط نہیں البتہ خلافت شرعیہ کے لئے دیگر شرائط کے علاوہ ایک شرط قریشی ہونا ہے، اس مسئلے پر آپ نے ایک رسالہ تحریر فرمایا جس کا نام ہے:

"دوام العیش فی الائمة من قریش۔"

یہ رسالہ آپ کی وفات کے بعد چھپا، اس کی اشاعت سے انگریز کو فائدہ پہنچانا مقصود ہوتا تو آپ کی ظاہری زندگی میں شائع کیا جاتا۔

انگریز نوازی کا الزام

یہ وہ حالات تھے جن کی بناء پر مخالفین نے امام احمد رضا پر انگریز نوازی کا الزام لگایا، جس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

نوائے وقت کے مشہور کالم نویس میاں عبدالرشید رحمۃ اللہ تعالی علیہ لکھتے ہیں:

"ان دنوں چونکہ سارے پریس پر ہندوؤں کا قبضہ تھا اس لئے حضرت احمد رضا خاں بریلوی اور آپ کے ہم خیال لوگوں کے خلاف سخت پروپیگنڈا کیا گیا اور بدنام کرنے کی مہم چلائی گئی۔ لیکن تاریخ نے ان ہی حضرات کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ اب باطل پراپیگنڈے کا طلسم ٹوٹ رہا ہے اور حق کھل کر سامنے آرہا ہے۔" [1]

[1] میاں عبدالرشید: پاکستان کا پس منظر اور پیش نظر (ادارہ تحقیقات پاکستان لاہور) ص ۱۲۰

مشہور کالم نگار کوثر نیازی لکھتے ہیں:

"ایک ایسا مرد مومن جسے انگریزی سامراج سے اتنی نفرت ہو کہ وہ اس کی کچہری میں جانے کو حرام سمجھتا ہو، جو مقدمہ قائم ہو جانے کے باوجود اس کی عدالت میں نہ گیا ہو، جو خط لکھتا ہو تو کارڈ اور لفافے کی الٹی طرف پتہ لکھتا ہو تاکہ انگریز بادشاہ اور ملک کا سر نیچا نظر آئے، جس نے اپنی وفات سے دو گھنٹے پہلے یہ وصیت کی ہو کہ اس دالان سے ڈاک میں آئے ہوئے وہ تمام خطوط جن پر ملکہ اور بادشاہ کی تصویر ہے اور روپے پیسے جن پر یہ تصویریں ہیں سب باہر پھینک دئے جائیں تاکہ فرشتہ ہائے رحمت کو آنے میں دشواری نہ ہو،

جس نے نعت گوئی میں بھی کسی کو نمونہ مانا اور اسے سلطان نعت گویاں قرار دیا تو حضرت مولانا کفایت علی کافی تھے جنھوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتوی دیا۔ اس سلسلے میں باقاعدہ جدوجہد کی اور ۱۸۵۸ء میں مراد آباد کے چوک میں انھیں برسرعام پھانسی دے دی (مقصد یہ کہ امام احمد رضا (علیہ الرحمۃ) انگریز نواز ہوتے تو انگریز کے اتنے بڑے دشمن کو اپنا آئیڈیل نہ بناتے ۱۲ قادری)

اس کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ انگریز کا حامی تھا ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے سورج ظلمت، پھول بدبو، چاند گرمی، سمندر خشکی، بہار جھڑ، صبا صرصر، پانی حدت، ہوا حبس اور حکمت جہالت کا دوسرا نام ہے ع

پاپوش میں لگائی کرن آفتاب کی

جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی [1]"

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی حیات مبارکہ وہ شفاف آئینہ ہے جس پر انگریز نوازی کا کوئی داغ نہیں۔ انھوں نے ان کے صاحبزادوں اور تلامذہ وخلفاء نے کبھی انگریز سے تعلق نہ رکھا، ان میں سے کسی کو انگریز نے شمس العلماء وغیرہ کا خطاب نہ دیا۔ نہ ان میں سے کسی نے انگریز سے جائیداد حاصل کی، آج انڈیا آفس لائبریری کا ریکارڈ اوپن ہو چکا ہے جس کا تعلق پاک وہند کی تحریک آزادی سے ہے، کہیں سے تو انگریز دوستی کا ثبوت ملے۔

اس کے برعکس یہ حقیقت کوئی راز سربستہ نہیں رہی کہ تحریک ریشمی رومال کا راز کس نے طشت از بام

---

[1] کوثر نیازی: امام احمد رضا ہمہ جہت شخصیت ص ۱۶

کیا؟ اور کس کی اطلاع پر جنود ربانیہ کے زعماء مولوی محمود حسن وغیرہ کو گرفتار کرکے جزیرہ مالٹا میں قید کیا گیا؟ مولوی تاج محمود امروٹی کے صاحبزادے اور سندھ کے سیاسی لیڈر مولوی محمد شاہ امروٹی نے بستر مرگ پر پڑے ہوئے بیان دیا کہ مولوی اشرف علی تھانوی نے ان تمام منصوبوں کی اطلاع اپنے بھائی مظہر علی کو پہنچائی جو سی آئی ڈی کے افسر اعلی تھے، انھوں نے انگریز حکومت کو اطلاع پہنچادی[1] اور مولوی شبیر احمد عثمانی نے صاف اعتراف کیا کہ بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ تھانوی صاحب کو انگریز حکومت کی طرف سے چھ سو روپے ماہانہ ملا کرتے تھے۔[2]

کیا یہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ امام احمد رضا کے بھی انگریز حکومت کے ساتھ اس قسم کے تعلقات تھے یا انھوں نے حکومت وقت سے مفاد حاصل کیا؟ وہ تو انگریز دور حکومت میں مسلم امہ کو جگاتے ہوئے فرمارہے ہیں؟

ع سونے والو! جاگتے رہیو، چوروں کی رکھوالی ہے

تشدّد کا الزام

امام احمد رضا بریلوی اخلاص اور للّٰہیت کا پیکر تھے، انھوں نے قرآن وحدیث اسلام کے ارشادات کی روشنی میں بغیر کسی رورعایت کے فتوے صادر کئے، روافض اور قادیانیوں کے خلاف آپ کے فتووں کو دیوبندی مکتب فکر کے لوگ بھی اپنی تائید اور حمایت کے ساتھ شائع کرتے ہیں اور انھیں تحسین کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، پھر کیا وجہ ہے کہ علمائے دیوبند کے خلاف ان کے فتووں کو قابل التفات نہ گردانا جائے؟

دراصل بات یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم ضروریات دین میں سے ہے اور آپ کی گستاخی اور توہین کفر ہے، اس پر بریلوی دیوبندی دونوں متفق ہیں۔

مولوی حسین احمد مدنی لکھتے ہیں:

"حضرت مولانا گنگوہی ۔۔۔۔ فرماتے ہیں کہ جو الفاظ موہم تحقیر حضور سرور کائنات علیہ السلام ہوں اگرچہ کہنے والے نے نیت حقارت نہ کی ہو، مگر ان سے بھی کہنے والا کافر ہوجاتا ہے۔"[3]

اختلاف اس وقت پیدا ہوا جب امام احمد رضا بریلوی نے علماء دیوبند کی بعض عبارات پر گرفت کی

---

[1] انجم لاشاری ماہنامہ شوٹائم، کراچی (شمارہ اپریل ۱۹۸۸ء) ص ۱۳۱

[2] مکالمۃ الصدرین (مطبوعہ دیوبند) ص ۱۰۔۹

[3] حسین احمد مدنی، مولوی: الشہاب الثاقب ص ۵۷

اور انھیں حرمین شریفین کے علماء کے سامنے پیش کرکے ان سے دریافت کیا کہ یہ عبارات رسول گرامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں گستاخی ہیں اور ان کا قائل کافر ہے یا نہیں؟ پینتیس ۳۵ علمائے حرمین شریفین نے فتوٰی دیا کہ یہ عبارات کفریہ ہیں اور ان کے قائل کافر ہیں، اب چاہئے تو یہ تھا کہ ان چند سطری عبارات کو حذف کردیا جاتا اور اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں توبہ کی جاتی۔ لیکن افسوس کہ ایسا نہ ہوا، اور وہ کتابیں ان عبارات سمیت آج تک چھپ رہی ہیں، متحدہ پاک وہند کے اڑھائی سو سے زائد علماء اور مشائخ نے اس فتوے کی تصدیق کی، دیکھئے الصوارم الہندیہ از مولانا حشمت علی خاں رضوی رحمہ اللہ تعالٰی،

یہ فتوٰی علمائے دیوبند سے ذاتی مخاصمت کی بنا پر نہیں بلکہ ناموس مصطفٰی (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی حفاظت کی خاطر دیا تھا، مولوی مرتضی حسن دربھنگی ناظم تعلیمات شعبہ تبلیغ دارالعلوم دیوبند اس فتوٰی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اگر (مولانا احمد) خاں صاحب کے نزدیک بعض علمائے دیوبند واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ انھوں نے انھیں سمجھا تو خاں صاحب پر ان علماء دیوبند کی تکفیر فرض تھی، اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہوجاتے۔"[1]

مولانا کوثر نیازی اس اختلاف اور اس کے پس منظر کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اصل جھگڑا یہاں سے چلا کہ ان (علماء دیوبند) کے بعض اکابر کی خلاف احتیاط تحریروں کو امام رضا نے قابل اعتراض گردانا اور چونکہ معاملہ عظمت رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا تھا، توہین رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بنیاد پر انھیں فتووں کا نشانہ بنایا دیکھا جائے تو یہی فتوے امام بریلوی اور ان کے مکتب فکر کے جداگانہ تشخص کا مدار ہیں، جس تشدد کی دہائی دی جاتی ہے وہی ان کی ذات کی پہچان اور پوری حیات کا عرفان ہے"۔[2]

حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا بریلوی کے یہ فتوے کسی ذاتی یا گروہی مخاصمت کی بناء پر نہیں بلکہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عظمت اور تقدس کے تحفظ کے لئے دئے جو ہر مسلمان کا فرض ہے، ان کے ایک مکتوب کا کچھ حصہ پیش کیا جاتا ہے جس کا ایک ایک لفظ ان کے دردِ دل کا آئینہ ہے، ڈیرہ غازی خاں کے مولانا غلام یسین رحمہ اللہ تعالٰی علیہ کے نام ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

---

[1] مرتضی حسن دربھنگی، مولوی اشد العذاب ص ۱۴
[2] کوثر نیازی: امام احمد رضا ہمہ جہت شخصیت ص ۷

" مولانا! زمانہ غربت اسلام ہے "بدأ الاسلام غریبا وسیعود کما بدأ فطوبیٰ للغرباء " غربت کے لئے کسمپرسی لازم ہے، سنیوں میں عوام کی توجہ لہوولعب وہزل کی طرف اور بدمذہب رافضی ہوں یا وہابی یا قادیانی یا آریہ یا نصارٰی، سب اپنے اپنے مذہب کی نصرت وحمایت واشاعت میں کمربستہ ہیں۔ مال سے اعمال سے اقوال سے، سنیوں کو کون پوچھتا ہے؟ وقت ہی شیوع ضلالت کا ہے، ان کو اگر کوئی آدھی بات کہے جامہ سے باہر ہوں، ماں باپ کو گالی دے اس کے خون کے پیاسے ہوں، اس وقت تہذیب بالائے طاق رہتی ہے، ساری تہذیب اللہ عزوجل اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مقابل برتی جاتی ہے کہ ان کو منہ بھر گالیاں دینے والے، لکھ لکھ کر چھاپنے والے جو چاہیں بکیں، ان بکنے والوں کا نام ذرا بے تعظیمی سے لیا اور نامہذب درشت گو کا خلعت عطا ہوا، یہ حالت ایمان ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ایسوں کے نزدیک تو معاذ اللہ قرآن عظیم بھی نامہذب ہے "فلا تطع کل حلاف مھین ھماز مشاء بنمیم مناع للخیر معتد اثیم عتل بعد ذٰلك زنیم، یایھا النبی جاھد الکفار والمنفقین واغلظ علیھم. وقاتلوا الذین یلونکم من الکفار ولیجدوا فیکم غلظة. ودوا لوتدھن فیدھنون. ولا تاخذکم بھما رأفة فی دین اللہ. تقربوا الی اللہ ببغض اھل المعاصی والقوھم بوجوہ مقفھرۃ۔

بات یہ ہے کہ اللہ ورسول کی عزت قلوب میں بہت کم ہوگئی ہے، ماں باپ کو برا کہنے سے دل کو درد پہنچتا ہے، تہذیب بالائے طاق رہتی ہے، نہ اس وقت اخوت واتحاد کا سبق یاد ہے، اللہ ورسول پر جو گالیاں برستی ہیں ان سے دل پر میل بھی نہیں آتا، وہاں نیچری تہذیب آڑے آتی ہے، اللہ اسلام دے اور مسلمانوں کو توفیق خیر عطا فرمائے"۔

تفصیل کے لئے سعادت لوح وقلم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی کی تصنیف لطیف "گناہ بیگناہی" اور مولانا علامہ محمد منشا تابش قصوری کی پاک وہند میں مقبول کتاب "دعوت فکر" کا مطالعہ فرمائیں۔

O

۱۸ جمادی الاولٰی ۱۴۱۹ھ

۱۰ ستمبر ۱۹۹۸ء　　　　　محمد عبدالحکیم شرف قادری

فہرست مضامین

کتاب السیر	۱۰۱	کیا ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالاسلام۔	۱۰۵
ایک مخصوص ہجرت کا حکم	۱۰۱	اس زمانے کے یہود و نصارٰی کتابی ہیں یا نہیں۔	۱۰۵
آدمی پر جن لوگوں کا نفقہ واجب ہے ان کی تضییع گناہ ہے۔	۱۰۱	روافض وغیرہ داخل مرتدین ہیں یا نہیں۔	۱۰۵
ہجرت شرعی کے احکام و شرائط	۱۰۲	جواب سوال اول۔	۱۰۵
دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف ہجرت فرض ہے۔	۱۰۲	ہمارے علماء ثلثہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم کے مذہب پر ہندوستان دارالاسلام ہے ہرگز دارالحرب نہیں۔	۱۰۵
جو فی الحقیقت مجبور ہے وہ معذور ہے۔	۱۰۲	امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک دارالاسلام کے دارالحرب ہوجانے کے لئے تین باتیں درکار ہیں۔	۱۰۵
جہاں اقامت فرائض سے آدمی مجبور ہو وہاں سے ہجرت واجب ہے۔	۱۰۲	دارالاسلام کے دارالحرب ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہاں احکام شرک علانیہ جاری ہوں اور اسلام کے احکام و شعائر مطلقًا جاری نہ ہوں مگر یہ بات ہندوستان میں قطعًا موجود نہیں۔	۱۰۵
ہندوستان دارالاسلام ہے۔	۱۰۳	شریعت علیہ عالیہ اسلامیہ کی کہ یہ شوکت و جبروت ہے کہ مخالفین کو بھی اپنی تسلیم اتباع پر مجبور فرماتی ہے۔	۱۰۶
○ **اعلام الاعلام بأن ہندوستان دارالاسلام** (اس بات کا ثبوت کہ ہندوستان دارالاسلام ہے)	۱۰۵		

دارالحرب صرف ایک ہی شرط سے دارالاسلام بن جاتا ہے وہ یہ کہ وہاں اسلام کا حکم غالب ہوجائے۔	۱۰۶	بعض اجلہ مشاہیر معاصرین کی غلط فہمی پر مصنف علیہ الرحمۃ کی گرفت۔	۱۱۲
امام اعظم کے نزدیک دارالاسلام تین شرطوں کے پائے جانے سے دارالحرب بن جاتا ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک صرف ایک ہی شرط سے دارالحرب قرار پاجائے گا۔	۱۰۶	الاتصال بدارالحرب کا مطلب اوراس بات کا بیان کہ کیا یہ نفی حربیت کے لئے شرط ہے۔	۱۱۲
حکم جب کسی علت سے ثابت ہو تو جب تک علت باقی رہے حکم باقی رہتا ہے۔	۱۰۷	امام صاحب کے نزدیک کسی دارالاسلام کے دارالحرب بننے کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ چاروں طرفوں سے دارالاسلام میں گھرا ہوا نہ ہو۔	۱۱۳
دارالاسلام میں جب تک کچھ بھی احکام اسلام باقی رہیں وہ دارالحرب نہ بنے گا اگرچہ وہاں اہل اسلام کا غلبہ ختم ہوجائے۔	۱۰۷	ان لوگوں پر تعجب ہے جو تحلیل ربٰو کے لئے ہندوستان کو دارالحرب ٹھہراتے ہیں اور قدرت واستطاعت کے باوجود ہجرت نہیں کرتے۔	۱۱۴
دارالحرب میں بعض اسلامی احکام نافذ ہوجائیں تو وہ دارالاسلام بن جاتا ہے۔	۱۰۸	سود کی حرمت نصوص قاطعہ سے ثابت ہے۔	۱۱۴
ظاہر یہ ہے کہ جہاں احکام شرک اور احکام اسلام دونوں نافذ ہوں وہ دارالحرب نہیں ہوگا۔	۱۰۹	سود کھانے والے قیامت کو آسیب زدہ کی طرح اٹھیں گے یعنی مجنونانہ گرتے پڑتے بدحواس۔	۱۱۴
مذکورہ بالادعوی کے ثبوت پر دو چیزیں دلیل ہیں۔	۱۰۹	سود خوروں کے پیٹ بڑے ہوجائیں گی اور ان میں سانپ بچھو بھر جائیں گے۔	۱۱۴
پہلی چیز۔	۱۰۹	سود کھانے والوں کا اللہ تعالٰی اور اس کے رسول سے اعلان جنگ۔	۱۱۴
دوسری چیز۔	۱۱۰	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سود خور پر لعنت فرمائی۔	۱۱۴
الاسلام یعلو ولایعلی (اسلام غالب ہوتا ہے مغلوب نہیں ہوتا)	۱۱۰	سود کے ستر درجے ہیں جن میں سے ادنٰی یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے زنا کرے۔	۱۱۴
خلاف مراد شرع اہل ذمہ کے ذلت سے نکل کر ترقی پانے کے اسباب۔	۱۱۱	ایک درہم سود کا دانستہ کھانا ایسا ہے جیسا چھتیس بار اپنی ماں سے زنا کرنا۔	۱۱۵
بعض لوگوں کا وہم ہے کہ ہندوستان سے دارالحرب کی نفی صرف امام اعظم کا مذہب ہے صاحبین کا نہیں۔	۱۱۲		

جواب سوال دوم۔	۱۱۵	صابی یعنی ستارہ پرستی عورتوں سے نکاح کیسا ہے۔	۱۱۹
نصارٰی باعتبار حقیقت لغویہ مشرکین ہیں اور یہی حال یہود کا ہے۔	۱۱۵	کیا صابی اہل کتاب ہے۔	۱۱۹
قیام مبداء مستلزم صدق مشتق ہوتا ہے۔	۱۱۵	احتیاط اسی میں ہے کہ نصارٰی کی نساء وذبائح سے احتراز کرے۔	۱۲۲
یہود ونصارٰی کے احکام اور دیگر مشرکین کے احکام میں کیا فرق ہے اور اس کی وجہ۔	۱۱۵	آج کل بعض یہود عزیر علیہ السلام کی ابنیت کے قائل ہیں ان کے زن وذبیحہ سے بچنا لازم جانیں۔	۱۲۲
اس زمانے کے یہود ونصارٰی کے بارے میں علماء کا اختلاف اور اس پر تفصیلی بحث۔	۱۱۵	اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح اور ان کے ذبیحہ کے تناول سے جبکہ ضرورت نہ ہو تو احتراز کرنا چاہئے۔	۱۲۲
کتابیہ عورت سے نکاح صحیح ہے اگرچہ مکروہ تنزیہی ہے۔	۱۱۶	عاقل کا کام نہیں کہ ایسا فعل اختیار کرے جس کی ایک جانب نامحمود اور دوسری جانب حرام قطعی ہو۔	۱۲۲
نکاح کتابیہ کے صحیح ہونے کی شرطیں۔	۱۱۶	جواب سوال سوم	۱۲۳
لفظ مشرک جب مطلق ذکر کیا جائے تو اصطلاح شرع میں اہل کتاب کو شامل نہ ہوگا۔	۱۱۷	جو بدعتی ضروریات دین میں سے کسی کا منکر ہو باجماع مسلمین یقیناً قطعاً کافر ہے اگرچہ کروڑ بار کلمہ پڑھے، نہ ہی اس کا نماز، روزہ، حج اور صدقہ خیرات قبول ہوگا۔	۱۲۳
اہل کتاب کے فعل پر لفظ یشرکون کا اطلاق کسی معنی میں ہے۔	۱۱۷	ہزار ضروریات دین میں سے ایک کا انکار ایسا ہی ہے جیسا نو سو ننانوے کا۔	۱۲۳
اصطلاح شرع میں لفظ مشرک کا علی الاطلاق استعمال کس شخص پر ہوتا ہے۔	۱۱۷	بات بات پر کفر وشرک کا اطلاق کرنا اور مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج کرنا غلط ہے۔	۱۲۳
بالجملہ محققین کے نزدیک راجح قول یہی ہے کہ یہود ونصارٰی مطلقاً اہل کتاب ہیں اور ان پر احکام مشرکین جاری نہیں۔	۱۱۷	اعمال تابع ایمان ہیں۔	۱۲۳
مسئلہ مذکورہ سے متعلق مصنف علیہ الرحمۃ کی تحقیق۔	۱۱۸	حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا کثرت اعمال والی ایک قوم کے بارے میں فرمان کہ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔	۱۲۴

مجرد زبان سے کلمہ گوئی کافی نہیں۔	۱۲۴	دارالاسلام سے ہجرت عامہ حرام ہے۔	۱۳۱
ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے اور وہ بعد انکار ضروریات دین کے کہاں۔	۱۲۴	ہجرت خاص کی تین قسمیں اور ان کے احکام	۱۳۱
روافض کے عقائد باطلہ کا بیان۔	۱۲۴	سلطنت اسلام جماعت اسلام بلکہ ہر فرد اسلام کی خیر خواہی مسلمان پر فرض ہے۔	۱۳۳
نجدیوں وہابیوں کے عقائد باطلہ کا بیان۔	۱۲۵	مسلمان اپنے فرائض کا بقدر طاقت مکلّف ہے۔	۱۳۳
نیچریوں کے عقائد باطلہ کا بیان۔	۱۲۶	مشرکین سے وداد واتحاد اور ان کے مراسم کی ادائیگی اور ان کی حمایت وخیر خواہی گمراہی بلکہ کفر بھی ہوسکتی ہے۔	۱۳۳
جھوٹے صوفیوں کے نظریات باطلہ کا بیان۔	۱۲۶	مکروہ تحریمی سے کفر وارتداد تک ممنوعات کے درجے اور ان سے نفرت کے احکام	۱۳۴
مذکورہ بالا عقائد کے حامل فرقے بالقطع والیقین کافر مطلق ہیں۔	۱۲۸	کفر اصلی سے ارتداد بدتر، کفر اصلی میں نصرانیت سے مجوسیت بدتر، اوراس سے بھی بدتر وہابیت اور اس سے بدتر دیوبندیت ہے۔	۱۳۴
مذکورہ بالا عقائد کے حامل فرقوں کے مرتد ہونے کا بیان۔	۱۲۸	افعال خواہ کتنے ہی قبیح ہوں کفر سے کم درجہ شنیع ہے۔	۱۳۴
کفار چند قسم پر ہیں۔	۱۲۸	کفر والحاد سے اتحاد ووداد حرام ہے۔	۱۳۴
روافض کے چند عقائد جن کی وجہ سے ان کی تکفیر ضروری ہے یہ لوگ ملت اسلامیہ سے خارج ہیں۔	۱۲۸	اللہ ورسول کے دشمنوں سے دوستی حرام ہے۔	۱۳۵
مرتدہ عورت جب دارالحرب چلی جائے تو اس کے بعد اس کو لونڈی بنانا جائز ہے۔	۱۲۹	بت پرست، وہابیہ اور دیوبندیہ "من حاد اللہ ورسولہ" میں داخل ہیں۔	۱۳۵
زوجین یا ان میں سے ایک نے کفر کا اظہار کیا تو ان کا نکاح ختم ہوگیا۔	۱۲۹	جو "یوادون من حاد اللہ ورسولہ" ہیں وہ "یؤمنون باللہ و الیوم الاخر" نہیں۔	۱۳۵
مبتدعین منکرین ضروریات دین پر حکم مرتدین جاری ہونا ہی منقول ومقبول بلکہ مذاہب اربعہ کا مفتی بہ ہے۔	۱۳۰	کفار کو مراسم کفر کی اجازت دینا اور ان کے دین پر چھوڑنے میں فرق ہے۔	۱۳۶
ہجرت کی دو قسمیں اور ان کا بیان۔	۱۳۱	جزیرۃ العرب میں غیر مسلموں کے نہ رہنے کا مضمون حدیثوں سے ثابت ہے۔	۱۳۶
ہجرت عام سے مستثنٰی افراد کا بیان۔	۱۳۱	جزیرۃ العرب میں غیر مسلموں کا طویل قیام ممنوع ہے تجارت وغیرہ اغراض سے مختصر قیام جائز ہے۔	۱۳۷

"اخرجوا الیہود والنصارٰی" پر عمل دور فاروقی میں ہوا۔	۱۳۸	کافر اصلی غیر ذمی غیر مستامن سے عقود فاسدہ بھی جائز ہیں جن میں عذر نہ ہو۔	۱۳۹
قرامطہ، عبیدی اور نجدیہ کا جبری تسلط کسی خلیفہ یا سلطان کی اجازت سے نہ تھا۔	۱۳۸	○ **نابغ النور علٰی سوالات جبلفور** (ترک موالات سے متعلق چند اہم سوالات کا جواب) ناظم جماعت خدام اہلسنت جبلپور کے ارسال کردہ سات سوالوں کا جواب۔	۱۴۱
عدن اور جدہ میں نصارٰی کا قیام اواخر سلطنت ترک سے ہے۔	۱۳۸	سوال ۱: ایک ایسے سنی عالم دین پر لگائے جانیوالے فتوی کے بارے میں سوال جو سلطنت ترکی کو عظیم الشان سلطنت اسلامیہ سمجھتاہے مگر اغراض فاسدہ کے لئے بنائی جانیوالی خلافت کمیٹی کی مخالف کرتاہے۔	۱۴۱
وہابی، سنیوں اور ترکوں کو غیر مسلم مانتے ہیں۔	۱۳۸	سوال ۲: کیا صرف یہود ونصارٰی سے موالات حرام ہے یا ہر کافر مشرک وبے دین سے۔	۱۴۲
قرامطہ حجر اسود کھود کرلے گئے جو بیس برس بعد واپس ہوا۔	۱۳۸	سوال ۳: یہود ونصارٰی سے ترک موالات کو فرض بتانے والے اور دوسرے کفار ومشرکین سے موالات کرنیوالے کی نسبت شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے۔	۱۴۲
نجدیوں کی ضرب سے اس میں شق آگیا۔	۱۳۸	سوال ۴: جو عالم نہ صرف یہود ونصارٰی بلکہ ہر کافر ومشرک وبے دین سے ترک موالات کو فرض بتائے اس پر بہتان لگانے والوں اور اس کے خلاف غلط فتوی بازی کرنیوالوں کا کیا حکم ہے۔	۱۴۲
سلطنت اسلام کی حمایت اور اماکن مقدسہ کا تحفظ مسلمانوں پر فرض ہے۔	۱۳۸	سوال ۵: جماعت اہلسنت میں تفرقہ ڈالنے والوں اور کفار ومشرکین کے اغوا سے مسلمان میں پھوٹ پیدا کرنے والوں پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے۔	۱۴۳
حمایت وحفاظت کے لئے فی زمانناتین ضروری امور۔	۱۳۹	سوال ۶: مشرکوں بت پرستوں کو خوش کرنے کے لئے گائے کی قربانی چھڑانے کی کوشش کرنے والوں اور مسلمانوں کو اس پر مجبور کرنے والوں کا کیا حکم ہے۔	۱۴۳
ہندوستان کے کافر ذمی نہیں ہیں۔	۱۳۹	سوال ۷: جو گائے کی قربانی کرنا چاہتاہو اس کا ان مشرک بت پرستوں کے بہکانے سے ان کے دام شیطنیت میں پھنس کر گائے کی قربانی چھوڑنا کیساہے اور چھوڑنے والے کا کیا حکم ہے۔	۱۴۳
جائز لین دین ہر اصلی کافر سے جائز ہے۔	۱۳۹		

جواب سوال اول۔	۱۴۳	حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھہرانا حنفی مذہب میں مطلقاً کفر ہے۔	۱۴۷
سلطنت اسلامیہ واماکن مقدسہ کی حمایت و حفاظت میں استطاعت کی شرط شرعاً ملحوظ ہے۔	۱۴۳	حرام قطعی، حرام بعینہٖ کو حلال ٹھہرانا باجماع حنفیہ کفر ہے۔	۱۴۷
طرق حمایت میں جائز اور مفید کی قید بھی ضروری ہے۔	۱۴۳	کفار کی تعظیم کرنا اور تعظیم کرنیوالے پر ظلم حرام ہے۔	۱۴۷
شرع الٰہی عزوجل منزہ اس سے کہ ناجائز وحرام یا ناممکن وغیر مقدور یا نامفید وعبث کا حکم دے۔	۱۴۴	مضمون بالا نصوص شرعیہ	۱۴۷
خلافت کے شرائط واحکام کے بارے میں جمہور کا مسلک صحیح ہے۔	۱۴۴	مشرکین سے ہاتھ ملانے، انھیں مرحبا کہنے کا حکم۔	۱۴۸
امامت کبرٰی کے لئے قرشیت شرط، اس پر صحابہ کا اجماع اور حدیث صحیح کی نص ہے۔	۱۴۴	آزاد صاحب کا ایک خطبہ جمعہ۔	۱۴۹
امامت کا تحقق بطور تغلب بھی ممکن ہے۔	۱۴۵	میاں عبدالماجد بدایونی نے ہزاروں کے مجمع میں گاندھی کو مذکر مبعوث من اللہ کہا۔	۱۴۹
بیعت کے ساتھ ساتھ تغلب بھی جمع ہوسکتا ہے۔	۱۴۵	عام حالات میں ترکی ٹوپی جلانا تضییع مال ہے مگر جس نے اس کو شعار اسلام سمجھ کر پہنا پھر جلایا تو یہ اسلام سے عدول ہوا۔	۱۵۰
ردالمحتار علی الدرالمختار تمام عالم میں مذہب حنفی کی اعلٰی درجہ معتمد کتب سے ہے۔	۱۴۵	افعال واقوال کفر وضلال پر کسی عالم کا انکار کرنا حق وثواب ہے۔	۱۵۰
محمد عابدین، سلطان محمود خاں مرحوم کے عہد میں انھیں کی طرف دمشق اور تمام دیار شام کے مفتی اعظم تھے۔	۱۴۵	گمراہوں سے آگاہ کرنا اور راہ حق کی طرف بلانا بجاآوری حکم خدا ورسول ہے۔	۱۵۰
مشرکوں سے اتحاد حرام اور اخلاص قلبی کفر ہے۔	۱۴۵	جملہ مدعیان اسلام وکلمہ اسلام وکلمہ گو میں خلافت کا منکر کوئی فرقہ نہیں۔	۱۵۰
جو اللہ، نبی اور قرآن پر ایمان رکھتے ہوں وہ کافروں سے اتحاد ووداد اور محبت وموالات نہیں ماتے۔	۱۴۵	خلافت کمیٹی نے جس اسلامی حکومت کو خلافت اسلامیہ قرار دیا وہ شرعی خلافت ہرگز نہیں	۱۵۰
کلام الٰہی میں اپنی طرف سے کسی قید کا اضافہ بحکم قرآن افتراء علی اللہ ہے۔	۱۴۶	کلمہ گو کو کافر کہنا دو حال سے خالی نہیں۔	۱۵۰
مشرکوں کی اطاعت اور امر دینی میں ان کی فرمانبرداری حرام ہے۔	۱۴۶	صرف گالی کے طور پر کسی کو کافر کہنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا۔	۱۵۱
اطاعت مشرکین کی حرمت پر نصوص قرآنیہ	۱۴۶	جس قول سے فقہاء صحابہ درکنار خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکفیر لازم آئے وہ قول کفر ہے۔	۱۵۱

خادمان دین کو گمراہوں کے سب وشتم سے ملال نہ کرنا چاہئے۔	۱۵۱	ابوالکلام آزاد نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے صاحب شریعت نبی ہونے کا انکار کیا۔	۱۵۶
فرعون نے موسٰی کلیم اللہ علیہ السلام کی تکفیر کی تھی۔	۱۵۱	جو نبی صاحب شریعت ہوئے وہ گزشتہ پیغمبروں کے کلام کو مٹانے کے لئے نہیں پورا کرنے کے لئے آئے تھے۔	۱۵۶
مشرکین مکہ نے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ابتداع کی تہمت رکھی تھی۔	۱۵۲	نسخ کے معنی حکم کی مدت پوری ہونے کے ہیں۔	۱۵۶
خلافت کمیٹی کے مفتیوں نے خود اپنے اوپر کفر کا فتوٰی دیا۔	۱۵۲	انجیل بعض احکام تورات کی ناسخ ہے۔	۱۵۷
عالم دین کی شان میں ناشائستہ الفاظ استعمال کرنے والے کو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منافق فرمایا۔	۱۵۲	آزاد صاحب نے کلام الٰہی کی تکذیب کی۔	۱۵۷
جواب سوال نمبر ۲	۱۵۳	ابوالکلام آزاد کی دس تکذیبات قرآنیہ۔	۱۵۷
موالات ہر کافر سے حرام ہے، اس میں کسی کا استثناء نہیں۔	۱۵۳	ایک نبی کا انکار سارے انبیاء کا انکار ہے۔	۱۵۸
عدم موالات جمیع کفار کا حکم مفسر ہے جس کی تقیید تکذیب ہے۔	۱۵۳	قرآن مجید نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے صلیب پر چڑھائے جانے کی تکذیب کی۔	۱۵۸
کافر بھائی بہنوں سے بھی موالات منع ہے۔ علت منع کفرو مخالفت وعداوت اللہ ورسول ہے۔	۱۵۴	عبدالماجد دریابادی کے ہفوات	۱۵۹
ابوالکلام صاحب آزاد کا بعض اقسام کفار کو مستثنٰی قرار دینا اور عالمگیر محبت کو اسلام کا اصل الاصول بتانا حکم قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔	۱۵۴	ضعف اسلام پر اظہار افسوس۔	۱۵۹
موالات سب کافروں سے حرام اور علت حرمت کفر ہے۔ توجس کافروں سے حرام اور علت حُرمت کفر ہے توجس کا کفر جتنا شدید اس سے موالات کی حرمت کا حکم بھی اتناہی سخت ہے۔	۱۵۵	کعبہ معظمہ کے ڈھانے سے بڑا گناہ اللہ ورسول کی تکذیب ہے۔	۱۶۰
درجات کفر کا بیان۔	۱۵۵	ہندوستان میں سیاسی جدوجہد کا مقصد اسلام کی سرخروئی نہیں۔	۱۶۰
جواب سوال نمبر ۳۔	۱۵۶	حُب للہ اور بغض للہ کی تفسیر	۱۶۰
جو لوگ قرآن کی تکذیب وتحریف کریں بحکم قرآن کافرو نامسلمان ہیں۔	۱۵۶	جواب سوال نمبر ۴۔	۱۶۱
		مشہور ومعروف ترک موالات اپنی اسی تفصیل کے ساتھ جو معہود ہے ناجائز ہے۔	۱۶۱

قرشیت شرط ہے۔ ۱۷۴

شرط قرشیت برائے خلافت شرعیہ کا ثبوت احادیثِ متواترہ سے ہے اور اس پر صحابہ کرام، تابعین اور اہلسنت کا اجماع ہے۔ ۱۷۴

خارجی اور کچھ معتزلی خلافت شرط کے لئے شرعیہ قرشیت کے مخالف ہیں۔ ۱۷۴

بادشاہ غیر قرشی کو سلطان، امیر یا ملک وغیرہ کہہ سکتے ہیں شرعاً اس کو خلیفہ یا امیر المومنین نہیں کہہ سکتے۔ ۱۷۵

ہر بادشاہ قرشی کو بھی خلیفہ یا امیر المومنین نہیں کہہ سکتے جب تک شرائط خلافت نہ پائی جائیں ۱۷۵

شرائط خلافت سات ہیں۔ ۱۷۵

اجمالی کلام و واقعات عام و ازالہ اوہام جہال خام ۱۷۵

اس بات پر دلائل کہ اسمِ خلافت میں قرشیت شرعی اصطلاح ہے جس پر جملہ صدیوں میں مسلمانوں کا اتفاق رہا۔ ۱۷۵

دلیل نمبر ۱ ۱۷۵

زمانۂ صحابہ سے برابر علماء کرام خلفاء و ملوک کو علیحدہ کرتے آئے ہیں حتی کہ خود سلاطین اسی کے پابند رہے۔ ۱۷۵

کفار تاتار کے دستِ ظلم سے محرم ۶۵۶ھ میں جامۂ خلافت تار تار ہوگیا تو علماء نے فرمایا کہ ساڑھے تین برس تک خلافت منقطع رہی حالانکہ اس وقت بھی قاہر سلطنتیں موجود تھیں۔ ۱۷۵

مصر کے سلطان بیبرس کا لقب ملک ظاہر تھا۔ ۱۷۵

خلیفہ مستعصم باللہ ۱۴ صفر بروز چہار شنبہ ۶۵۶ھ کو شہید ہوئے۔ ۱۷۶

۱۳ رجب کو مستنصر باللہ خلیفہ مقرر ہوئے۔ ۱۷۶

دلیل نمبر ۲ ۱۷۶

مصر میں قائم شدہ خلافت جو اڑھائی سو برس تک رہی خود سلطان کی قائم کردہ تھی۔ ۱۷۶

مقتدر باللہ کو تیرہ برس کی عمر میں ۲۹۶ھ میں خلافت ملی۔ ۱۷۶

سلاطین اسلام جانتے تھے کہ غیر قرشی ہونے کے سبب وہ خود خلیفہ نہیں بن سکتے لہٰذا انہوں نے حیلۂ شرعیہ کے لئے عباسی قرشیوں کی خلافت قائم رکھی۔ ۱۷۶

دلیل نمبر ۳ ۱۷۷

مملکت ہند کے متشرع سلاطین نے بھی عباسی قرشی خلفاء سے اپنے نام پروانۂ سلطنت طلب کیا۔ ۱۷۷

بادشاہِ ہند غیاث الدین اعظم شاہ بن اسکندر شاہ نے خلیفہ مستعین باللہ سے اپنے لئے پروانۂ تقررِ سلطنت مانگا۔ ۱۷۷

خود مسٹر آزاد کی گواہی۔ ۱۷۷

مصر کی عباسی خلافت کا سلسلہ کب شروع ہوا۔ ۱۷۷

سلطان محمد بن تغلق شاہ اور سلطان فیروز شاہ کے خلافت سے بندگی و غلامی رہی۔ ۱۷۷

مسٹر آزاد کسی نشے کی ترنگ میں اپنے ہی اعتقاد کے خلاف اور متناقض بات کہہ گئے۔ ۱۷۷

مصر میں خلافت کی بنیاد سلطان بیبرس نے رکھی۔ ۱۷۸

www.alahazratnetwork.org

دلیل نمبر ۴ ۱۷۸
سلاطینِ اسلام نے خلافت کی سات میں سے
چھ شرائط پائے جانے کے باوجود صرف ایک
شرط یعنی قرشیت کے نہ پائے جانے کی وجہ سے
اپنے آپ کو خلیفہ نہ مانا اور قرشی خلافت کا محتاج و
دستِ نگر جانا۔ ۱۷۸
دلیل نمبر ۵ ۱۷۸
مستنصر باللہ نے سلطان بیبرس کو جب پروانۂ
سلطنت جاری کیا تو اظہارِ انقیاد کے لئے اس کے
پاؤں میں سونے کی بیڑیاں ڈال دیں جن کو پہن کر
سلطان نے اپنے دار السلطنت قاہرہ
کا گشت کیا۔ ۱۷۸
قدرت دوسرے سے مکتسب ہوسکتی ہے مگر
قرشیت ایسی چیز نہیں جو دوسرے سے
مکتسب ہو۔ ۱۷۸
دلیل نمبر ۶ ۱۷۹
مستنصر باللہ کی بیعت سب سے پہلے امام اجل
امام عز الدین بن عبد السلام نے کی پھر سلطان
بیبرس پھر قاضی پھر امراء وغیرہم نے۔ ۱۷۹
ابو العباس حاکم بامر اللہ کے بیٹے تیسرے خلیفہ مصری
مستکفی باللہ کی خلافت کا امضاء۔ اور اس کی صحت
کا ثبوت امام اجل تقی الدین بن دقیق العید کے
فتوے سے ہوا ۱۷۹
ابو العباس احمد حاکم بامر اللہ کی صحتِ خلافت پر
امام قاضی القضاۃ عز الدین بن جماعہ نے
شہادت دی۔ ۱۷۹
کسی عبیدی کی خلافت صحیح نہ ہونے کی وجوہ۔ ۱۸۰
خلیفہ مستکفی باللہ کا سنِ وصال۔ ۱۸۰
جو کسی خلیفہ سے برائی کرے اس کے لئے دنیا
میں ہلاکت اور آخرت میں سخت عذاب ہے۔ ۱۸۱
مصر میں برکاتِ خلافت کا ظہور۔ ۱۸۱
دلیل نمبر ۷ ۱۸۲
تسترآزاد کے لئے ایک مہمل و بے معنی ہذیان
کا رد۔ ۱۸۲
دلیل نمبر ۸ ۱۸۲
اجمالِ مفصل کی تفصیل مجمل جو ایک مقدمہ اور
تین فصلوں پر منقسم ہے۔ ۱۸۳
مقدمہ ۱۸۴
خلیفہ و سلطان کا فرق سات وجوہ سے۔ ۱۸۴
خلیفہ جہانبانی و حکمرانی میں رسول اللہ صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم کا نائب مطلق ہوتا ہے اور
تمام امت پر ولایت عامہ والا ہوتا ہے۔ ۱۸۴
سلطان وہ بادشاہ ہوتا ہے جس کا تسلط قہری
ملکوں پر ہو چھوٹے چھوٹے والیانِ ملک اس
کے زیر حکم ہوں۔ ۱۸۴
سلطان دو قسم کے ہیں: (۱) مولّٰی (۲) متغلب ۱۸۴
خلیفہ اور سلطان کی اطاعت میں فرق۔ ۱۸۴
خلیفہ کے حکم سے مباح فرض اور اس کے منع
کرنے سے مباح حرام ہو جاتا ہے۔ ۱۸۵
امام اعظم ابو حنیفہ کی نظر میں حکم خلیفہ کی اہمیت۔ ۱۸۵

www.alahazratnetwork.org

آیۂ کریمہ میں اولی الامر سے مراد کون ہیں۔ ۱۸۵
خلیفہ ایک وقت میں تمام جہان میں ایک ہی ہوسکتا ہے اور سلاطین دس ملکوں میں دس۔ ۱۸۶
کوئی سلطان اپنے انعقادِ سلطنت میں دوسرے سلطان کے اذن کا محتاج نہیں مگر ہر سلطان اذنِ خلیفہ کا محتاج ہے۔ ۱۸۶
سلطان خلیفہ کو معزول نہیں کرسکتا جبکہ خلیفہ سلطان کو معزول کرسکتا ہے۔ ۱۸۶
سلطنت کے لئے قرشیت تو در کنار حریت بھی شرط نہیں۔ ۱۸۶
خلافت کے لئے حریت باجماع جملہ اہل قبلہ شرط ہے۔ ۱۸۶
سلطان خلیفہ سے بہت نیچا درجہ ہے۔ ۱۸۷
کبھی خلیفہ کے نام کے ساتھ لفظ سلطان نہیں کہا جاتا۔ ۱۸۷
کسی کے نام کے ساتھ سلطان لگنا ہی اس کی کافی دلیل ہے کہ وہ خلیفہ نہیں۔ ۱۸۷
کسی عرف حادث سے مسئلہ خلافت مصطلح شرعیہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ۱۸۷
اجماع اہلسنت ہے کہ بشر میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا کوئی معصوم نہیں۔ ۱۸۷
فصل اول۔ ۱۸۷
کتب عقائد سے شرط قرشیت کا ثبوت۔ ۱۸۷
امام نجم الملۃ والدین عمر نسفی جن وانس کے مفتی اور صاحب ہدایہ کے استاذ ہیں۔ ۱۸۷
خلیفہ کے لئے شرط قرشیت پر دلیل نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے کہ "الائمۃ من قریش۔" ۱۸۸
حدیث "الائمۃ من قریش" پر محدثانہ گفتگو اور اس کی تخریج۔ ۱۸۸
امام ابوالفضل حافظ ابن حجر نے حدیث "الائمۃ من قریش" پر ایک مستقل رسالہ لکھا جس میں اس کی روایات قریب چالیس صحابہ کرام سے جمع کیں۔ ۱۹۰
جہاں عہد نہ ہو وہاں جمع پر لام استغراق کے لئے ہوتا ہے۔ ۱۹۱
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب اس حدیث مذکور کے مضمون پر عمل کیا اور اس پر اجماع کیا تو یہ دلیل قطعی ہوگئی۔ ۱۹۱
حدیث مذکور میں امامت نماز باجماعت مراد نہیں تو ضرور خلافت مراد ہے۔ ۱۹۲
خلیفہ مسلمین کے لئے قریشی ہونا شرط ہے ہاشمی ہونا شرط نہیں۔ ۱۹۳
تمہید امام ابوالشکور سالمی کو سلطان الاولیاء محبوب الٰہی خواجہ نظام الحق والدین نے درس میں پڑھا۔ ۱۹۳
کتب حدیث سے شرط قرشیت کا ثبوت۔ ۱۹۳
خلافت ہمیشہ قریش کے لئے ہے جب تک دنیا میں دو آدمی بھی رہیں۔ ۱۹۳

www.alahazratnetwork.org

جب تک دُنیا میں ایک قرشی بھی باقی ہے غیر قرشی کی خلافت منعقد نہ ہوگی۔ ۱۹۳
مسلمانوں نے ضرار ابن عمرو کے اس قول کی طرف التفات نہیں کیا کہ غیر قرشی کی خلافت اولیٰ ہے۔ ۱۹۴
ھٰذا کی صفت ہمیشہ جنس ہوتی ہے۔ ۱۹۵
جنس خلافتِ قریش میں منحصر ہے۔ ۱۹۵
حدیث مذکور اگرچہ لفظاً خبر ہے مگر معنیً امر ہے۔ ۱۹۵
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول پر انکار کیوں کیا۔ ۱۹۵
خلفاء عبیدیہ کی خلافت اس لئے باطل ہے کہ وہ قرشی نہ تھے۔ ۱۹۷
کتبِ فقہ حنفی سے شرطِ قرشیت کا ثبوت۔ ۱۹۷
فرقِ ضراریہ اور کعبیہ گمراہ ہیں انھوں نے شرطِ قرشیت میں اہلسنت کا خلاف کیا۔ ۱۹۸
ازالۂ وہم میں عباراتِ کتبِ عقائد و حدیث۔ ۱۹۸
حدیث بخاری "اسمعوا واطیعوا وان استعمل علیکم عبد حبشی" سے پیدا شدہ وہم کا ازالہ۔ ۱۹۸
حدیث کو اس معنی پر حمل کرنا واجب ہے کہ اجماع کے خلاف نہ واقع ہو۔ ۱۹۹
نوعِ دگر از کتبِ عقائد۔ ۲۰۳
شرح عقائد میں مذکور ایک اشکال کا جواب اور مصنف علیہ الرحمۃ کی تحقیق۔ ۲۰۳
امامت خلافت سے عام ہے۔ ۲۰۳
دولت عباسیہ کے بعد چونکہ اُمت نصب امام پر قادر نہیں لہذا اس ترکِ واجب کے سبب سے گنہگار نہ ہوگی۔ ۲۰۴
خلیفہ کی ضرورت کیوں ہے۔ ۲۰۴
تنبیہ ۲۰۵
خلافتِ عباسیہ اور ظہور امام مہدی کے بارے میں حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشین گوئی۔ ۲۰۵
امام مہدی علیہ السلام زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ ۲۰۵
فصل دوم ۲۰۶
خطبہ صدارت مولوی فرنگی محلی میں پندرہ سطری کارگزاری کی نازبرداری۔ ۲۰۶
مولوی فرنگی محلی صاحب کے پندرہ سطری خطبۂ صدارت کا پینتیس[۳۵] وجوہ سے رَدِّ قاہر۔ ۲۰۶
خلافت کے لئے شرطِ قرشیت کو صرف شافعیہ کی طرف نسبت کرنا اور حنفیہ میں سے فقط بعض کے قوی کلام سے اس کے سمجھے جانے کا ادعاء کرنا خلافِ دیانت و اغوائے عوام ہے۔ ۲۰۶
یہ کہنا کہ شرطِ قرشیت پر دعوی اجماع کی ابتداء قاضی عیاض سے معلوم ہوتی ہے مگر ثبوت اجماع مشکل ہے ثقات ائمہ کی تکذیب کا اشعار ہے ۲۰۶
جو نقل اجماع میں متسم ہیں وہ نقل اقوال خاصہ میں

www.alahazratnetwork.org

کیونکر معتمد ہوں گے۔ ۲۰۶
غیر مقلدین کی تعظیم وتکریم اور جلسوں میں ان کی صدارت وتقدیم کی شامت۔ ۲۰۶
شرط قرشیت کے مقابل اگر کسی صحابی سے کوئی اثر ہو تو اس میں اور اجماع میں تطبیق کیسے ہوگی۔ ۲۰۷
قریش میں حصر خلافت کی احادیث بیشک متواتر ہیں۔ ۲۰۷
ائمہ نے "الائمۃ من قریش" سے استدلال فرمایا اور جمع محلی باللام کے افادہ استغراق سے تمام تقریب فرمادیا۔ ۲۰۷
صحابہ کرام کے مقابل اپنی چہ میگوئیاں نکالنا شان دین نہیں۔ ۲۰۸
محققین اہلسنت اور امام ابوبکر باقلانی کی طرف قرشیت سے عدول کرنے کی نسبت کرنا دروغ ہے۔ ۲۰۸
اکابر ائمہ اہلسنت، ائمہ کلام، اکابر حدیث اور اعاظم فقہ کے مقابلے میں متاخر مؤرخ ابن خلدون کا قول مان لینا درست نہیں۔ ۲۰۸
تاریخ نویسی کے سوا کسی علم دین میں ابن خلدون کا نام زبانوں پر نہیں آتا۔ ۲۰۸
فرنگی محلی تحریر میں ابن خلدون کی عبارت میں تحریف۔ ۲۰۹
ابن خلدون کے ہفوات اور نظریات فاسدہ۔ ۲۰۹
ابن خلدون مبتدع، اجماع صحابہ کا خارق اور ضراریہ ومعتزلہ کا موافق ہے۔ ۲۱۰
سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بارے میں ابن خلدون کا لہجہ اور تیور خلاف ادب ہے۔ ۲۱۱
صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد مقتداء ہیں۔ ۲۱۲
حضرت سالم حضرت ابوحذیفہ کے آزاد کردہ غلام نہیں بلکہ ان کی بی بی ثبیتہ کے آزاد کردہ غلام ہیں، ابوحذیفہ نے انہیں متبنّٰی کیا تھا اور اپنی بھتیجی فاطمہ سے ان کی شادی کردی رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ ۲۱۲
کلام ابن خلدون کے پیچ اور کروٹوں کا بدلنا۔ ۲۱۳
ابن خلدون شرط قرشیت کی نفی میں ضرار معتزلی سے بھی بہت آگے اڑا۔ ۲۱۴
ابن خلدون نے قرشیت کے بجائے عصبیت کو شرط خلافت قرار دیا۔ ۲۱۴
عصبیت کی ممانعت سے متعلق احادیث۔ ۲۱۵
مبغوض شارع کو مقصود شارع بنانا شارع علیہ السلام پر افتراء واجتراء ہے۔ ۲۱۵
امام اجل امام سنت قاضی ابوبکر باقلانی کا مذہب۔ ۲۱۵
امام باقلانی کے ارشاد نے مؤرخ کا سفید جھوٹ اور سیاہ افتراء ثابت کردیا۔ ۲۱۷
لفظ اختیاری سے جہال کو دھوکا دینا کید عظیم ہے اور اختیاری کا معنی ومطلب۔ ۲۱۷
ملک پر تسلط کی دو صورتیں ہیں۔ ۲۱۸

جبراً وجوب اطاعت اور چیز ہے اور اس کا خلیفۂ شرعی ہونا اور چیز ہے۔ ۲۱۸
اگر کوئی غلام اپنی شوکت سے زبردستی ملک دبا بیٹھے تو فتنہ بچانے کے لئے اطاعت اس کی بھی واجب ہے۔ ۲۱۸
الضرورات تبیح المحظورات۔ ۲۱۹
تنبیہ۔ ۲۱۹
شامی کی عبارت سے دھوکہ دہی کا سدِ باب۔ ۲۱۹
عبارتِ شامی میں وارد لفظ امامت بمعنی سلطنت ہے خواہ صحیحہ ہو یا باطلہ، نہ کہ بمعنی خلافت شرعیہ اگرچہ اپنے محل میں وہ بھی مراد ہوتی ہے جیسے حدیث "الائمۃ من قریش" میں۔ ۲۲۰
لفظ امیر خلیفہ کے ساتھ خاص نہیں والیِ شہر و سردارِ حجاج کو بھی کہتے ہیں مگر "الائمۃ من قریش" میں قطعاً ائمہ سے مراد خلفاء ہیں۔ ۲۲۰
تنبیہ: امامت متغلب صحت بالائے طاق حکم اتباع بھی نہیں لاتی جب تک اثارتِ فتنہ یا ضرر و تاذی نہ ہو۔ ۲۲۱
حیف ان پر جو مسلمان کہلا کر امر و نہی میں مشرک کے پس رو بنتے اور اسے اپنا رہنما بناتے ہیں۔ ۲۲۱
قیامت میں ہر گروہ کو اس کے امام کے ساتھ بلایا جائے گا۔ ۲۲۱
مولانا فرنگی محلی کی عقائد نسفی کی عبارت سمجھنے میں غلطی۔ ۲۲۲
فرنگی محلی صاحب کی شرح مواقف کی عبارت میں تحریف۔ ۲۲۲
دوست کا دشمن اپنا دشمن ہوتا ہے۔ ۲۲۵
ترکی سلاطین اہلسنت تھے اس لئے انہوں نے خود خلافتِ شرعیہ کا دعویٰ نہیں کیا۔ ۲۲۵
فصل سوم ۲۲۶
رسالہ خلافت میں مسٹر ابو الکلام آزاد کی تلبیسات و ہذیانات کی خدمت گزاری۔ ۲۲۶
ابو الکلام آزاد کی تحریر کا پچیس ۲۵ وجہ سے ردِ بلیغ۔ ۲۲۶
مبحثِ اول، مسٹر کا قیاسی ڈھکوسلے سے دین کو رد کرنا۔ ۲۲۶
مسٹر آزاد کا خارجیوں سے سیکھا ہوا اعتراض اور اس کا جواب۔ ۲۲۶
فضیلتِ نسب معتبر ہے۔ ۲۲۶
نکاح میں شرعاً کفاءت کا اعتبار ہے۔ ۲۲۷
حدیث "قدموا قریشا ولا تقدموها" چھ صحابہ کرام کی روایت سے ہے۔ ۲۲۷
یہ گمانِ بد کہ کسی وقت تمام جہان میں سب سادات عظام، سب قریش کرام نالائق و نااہل ہو جائیں وسوسۂ ابلیس ہے۔ ۲۲۸
قیامت تک کوئی نہ کوئی قریشی خلافت کا اہل ضرور رہے گا۔ ۲۲۸
حدیث کی پیشگوئی مان کر اس کے خلاف کا ادعا جہلِ صریح بلکہ ضلالِ قبیح ہے۔ ۲۲۹
مبحثِ دوم، ردِ احادیثِ نبوی میں مسٹر آزاد کی بے سود کوشش۔ ۲۳۰

www.alahazratnetwork.org

خلافتِ قریش سے متعلق احادیث کو پیشگوئی اور خبر پر محمول کرنا مسٹر آزاد کی جہالت ہے۔ ۲۳۰

مسٹر آزاد اپنے نشے میں اپنے آپ کو تمام ائمہ مجتہدین سے اعلیٰ سمجھتے ہیں۔ ۲۳۰

حدیث قصیمین پر مسٹر آزاد کا اشد ظلم۔ ۲۳۰

حدیث کے بارے میں ابوالکلام آزاد کی کمال جسارت و بیباکی۔ ۲۳۱

حدیث "لایزال ھذا الامر فی قریش ما بقی منھم اثنان" سے مسٹر آزاد کے غلط استدلال کا آٹھ وجوہ سے رَد۔ ۲۳۱

وجہ اوّل ۲۳۱

وجہ ثانی و ثالث ۲۳۲

کسی پرچہ اخبار کی ایڈیٹری اور چیز ہے اور حدیث فقہ کا سمجھنا اور۔ ۲۳۲

وجہ رابع ۲۳۲

وجہ خامس ۲۳۳

سلطان اورنگ زیب محی الملۃ والدین محمد عالمگیر کافر کش اور دین پرور بادشاہ تھے۔ ۲۳۳

اکبر بادشاہ اتحادِ مشرکین کا دلدادہ تھا۔ ۲۳۳

وجہ سادس۔ ۲۳۳

وجہ سابع و ثامن۔ ۲۳۴

مسٹر آزاد نے حدیث "الائمۃ من قریش" سے تشریع اڑانے اور نری خبر بنانے کے لئے کیا کیا ڈوبتے سوار پکڑے ہیں۔ ۲۳۴

ائمہ کرام کی طرف سے تطبیقِ احادیث کو غلط رنگ دینے اور اس سے اپنی مقصد برآری کی مسٹر آزاد نے جو کوشش کی اس کا چار وجوہ سے رَد۔ ۲۳۵

یہود کی خصلت ہے کہ بات کو اس کی جگہ سے پھیر دیتے ہیں۔ ۲۳۶

ابوالکلام آزاد کے اس ادعا کا چار وجوہ سے رَد کہ حضرت ابوبکر والی روایت بطریقِ اتصال ثابت ہی نہیں۔ ۲۳۶

اکراہِ شرعی کے بغیر دوسرے کے کفر پر رضا شدید حرام ہے۔ ۲۳۹

مسلمانوں کو کفر ارتداد سے بچانا فرض ہے۔ ۲۴۰

جو مسلمان کسی مسلمان کے مرتد ہونے کی حمایت کرے جبھی ہے ایسا شخص فقہاء کے نزدیک کافر ہے۔ ۲۴۰

مسلمانوں کو ارتداد سے بچانے کی کوشش بقدر ضرورت ہر مسلمان پر فرض ہے، معذوری کا حکم اور ہے۔ ۲۴۰

چار پیروں کے علاوہ علی العموم سادات گیلانیہ کو یہودی نصرانی، خنزیر کہنے پر از سرِ نو توبہ تجدیدِ اسلام و تجدیدِ نکاح ضروری ہے۔ ۲۴۱

سات برس سے کم کا ناسمجھ وال بچہ اسلام و کفر میں خیر الابوین کے تابع ہے۔ ۲۴۲

سات سال سے بڑے بچے کے کفر و اسلام کا اعتبار ہے۔ ۲۴۲

حدیث ما من مولود یولد علی الفطرۃ کی تفسیر۔ ۲۴۲

انگریزی پڑھنے کا حکم ۲۴۴
توہینِ علماء کفر ہے۔ ۲۴۴
لفظ "مولوی لوگ کیا جانیں" سے توہین نکلتی ہے۔ ۲۴۴
ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قذف کفرِ خالص ہے ۲۴۵
صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحابیت کا انکار بھی خالص کفر ہے۔ ۲۴۵
ان پچاس کتابوں کے نام جن میں رافضی تبرائی کی تکفیر منصوص ہے۔ ۲۴۵
خارجیوں کا وہی حکم ہے جو مرتدوں کا ہے کہ نکاح باطل ہے اور عورت سے قربت زنا۔ ۲۴۷
شوہر مرتد ہوجائے تو عورت کو اسکے ساتھ دوبارہ نکاح پر مجبور نہیں کیا جاسکتا ۲۴۷

○ رسالہ ردّالرفضۃ (تبرائی رافضیوں کا ردِ بلیغ) ۲۴۹

ایک بی بی سیدہ سنی المذہب نے انتقال کیا اس کے بعض بنی عم رافضی تبرائی ہیں وہ عصبہ بن کر ورثہ سے ترکہ لینا چاہتے ہیں حالانکہ روافض کے ہاں عصوبت بالکل نہیں، اس صورت میں وہ مستحقِ ارث ہیں یا نہیں۔ ۲۴۹
روافض کو سنیہ کے ترکہ سے کچھ نہیں ملتا اور ان کی یہ محرومی دینی اختلاف کی وجہ سے ہے۔ ۲۵۰
موانعِ ارث چار ہیں۔ ۲۵۰
رافضی تبرائی مطلقاً کافر ہے۔ ۲۵۰
اللہ تعالیٰ کے لئے جسمیت کا قائل کافر ہے۔ ۲۵۰
صحابیتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر کافر ہے۔ ۲۵۰
خلافتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر کافر ہے۔ ۲۵۰
جو رافضی حضرت علی کو خلفاءِ ثلٰثہ پر فضیلت دے وہ گمراہ ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) ۲۵۰
صدیق و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت کا منکر کافر ہے۔ ۲۵۱
جو اہلِ ہوٰی و بدعت حدِ کفر تک نہ پہنچا ہو اس کے پیچھے نماز کراہت کے ساتھ ہوجائے گی مگر رافضی، قدری اور مشبہہ کے پیچھے بالکل نہیں ہوگی۔ ۲۵۱
جو شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو برا کہے وہ کافر ہے۔ ۲۵۱
امامتِ صدیق کے منکر کا حکم۔ ۲۵۲
رافضیوں، ناصبیوں اور خارجیوں کو کافر کہنا واجب ہے۔ ۲۵۲
صحابیتِ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر قولِ اصح پر کافر ہے۔ ۲۵۳
مبتدع سے کیا مراد ہے۔ ۲۵۳
مبتدع کی اقتداء میں نماز کراہت کے ساتھ کب صحیح ہے۔ ۲۵۳
کون سے مبتدع کے پیچھے نماز مطلقاً ناجائز ہے جہمی، قدری اور غالی رافضی کے پیچھے نماز ناجائز ہے۔ ۲۵۳
کن اہلِ اہواء کے پیچھے نماز جائز اور کن کے پیچھے ناجائز ہے۔ ۲۵۴

www.alahazratnetwork.org

غالی رافضی سے کیا مراد ہے۔ ۲۵۴
موزہ پر جوازِ مسح کے منکر کے پیچھے نماز ناجائز ہے ۲۵۴
ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت رکھنے والے کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ ۲۵۴
ضروریاتِ دین میں سے کسی شیئ کا منکر کافر ہے اس کی تاویل کی طرف التفات نہ ہوگا۔ ۲۵۴
حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر تبرا کرنیوالا اوران کو سب وشتم کرنے والا کافر ہے۔ ۲۵۴
روافض متعدد انواعِ کفر کے جامع ہیں۔ ۲۵۵
حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سب وشتم کرنا ایسا ہے جیسا نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنا۔ ۲۵۶
کن مرتدوں کی توبہ مقبول نہیں۔ ۲۵۷
کوئی کافر کسی مسلمان کا ترکہ نہیں پاسکتا۔ ۲۵۷
موانع ارث کا بیان۔ ۲۵۷
مرتد اصلاً صالح وراثت نہیں۔ ۲۵۸
مرتد کسی کا وارث نہ بنے گا نہ مسلمان کا نہ کافر کا، نہ ذمی کا اور نہ اپنے جیسے مرتد کا۔ ۲۵۸
روافض کے بارے میں قول احوط۔ ۲۵۹
روافض زمانہ صرف تبرائی نہیں بلکہ ضروریاتِ دین کے منکر ہیں۔ ۲۵۹
بہت سے عقائد کفریہ کے علاوہ روافض زمانہ میں دو صریح کفر پائے جاتے ہیں۔ ۲۵۹
کفر اول: قرآن مجید کو ناقص بتانا۔ ۲۵۹
جو شخص قرآن مجید میں نقص یا زیادت یا تبدیل یا کسی طرح کے تصرف بشری کا دخل مانے کافر و مرتد ہے۔ ۲۵۹
آیۂ کریمہ "انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون" کی تفسیر۔ ۲۵۹
اس بات پر دلائل کہ قرآن مجید تغیر و تبدل زیادت نقص اور تحریف سے محفوظ ہے۔ ۲۶۰
آیت کریمہ "لایاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید" کی تفسیر۔ ۲۶۰
نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد نسخ قرآن جائز نہیں۔ ۲۶۱
وہ شخص کافر ہے جو قرآن مجید یا اس کے کسی حرف کا منکر ہو یا اس میں تغیر کرے یا اس میں کمی بیشی کا قائل ہو۔ ۲۶۱
کفر دوم ۲۶۲
غیر نبی کو نبی پر افضل کہنے والا باجماعِ مسلمین کافر ہے ۲۶۲
روافض کا یہ قول کفر ہے کہ ائمہ نبیوں سے افضل ہیں ۲۶۲
کرامیہ کا یہ قول کفر وضلالت ہے کہ ولی نبی سے افضل ہوسکتا ہے۔ ۲۶۲
ولی کو ایک نبی سے افضل ماننا ایسے ہی ہے جیسے تمام انبیاء سے افضل ماننا۔ ۲۶۳
مجتہدان روافض کے کفر صریح پر مشتمل فتوے۔ ۲۶۴
روافض علی العموم اپنے مجتہدوں کے پیروکار ہوتے ہیں۔ ۲۶۵

www.alahazratnetwork.org

3/3

کافر کو کافر نہ کہنے والا اور اس کے کفر و عذاب
میں شک کرنے والا خود کافر ہے۔ ۲۶۵
تنبیہ جلیل، ضروریاتِ دین کے ثبوت پر اگر
بالخصوص نصِ قطعی نہ بھی ہو تب بھی ان کا منکر کافر
ہوگا۔ ۲۶۶
باجماعِ مسلمین کسی غیر خدا کو قدیم ماننے والا قطعاً
کافر ہے۔ ۲۶۶
جمیع ماسوی اللہ کا حدوث ضروریاتِ دین سے ہے ۲۶۶
ضروریاتِ دین میں تاویل مسموع نہیں ہوتی۔ ۲۶۷
قرآن مجید کا ہر نقص و زیادت و تغییر و تحریف
سے مصون و محفوظ ہونا ضروریاتِ دین سے ہے ۲۶۷
روافض کی طرف سے "انا لہ لحافظون"
کی غلط تاویل کا رَد۔ ۲۶۷
نیچریوں اور قادیانیوں کی تاویلاتِ باطلہ
سُن لی جائیں تو اسلام و ایمان قطعاً
درہم برہم ہو جائیں۔ ۲۶۷
رافضیوں تبرائیوں کے باب میں حکم یقینی قطعی
اجماعی۔ ۲۶۸
روافض ملعون عقیدوں پر آگاہ ہونے کے باوجود
ان کو مسلمان جاننے والا کافر ہے۔ ۲۶۸
علماء کی بدگوئی کرنے والا بحکمِ حدیث منافق ہے
اور بحکمِ فقہا کافر ہے۔ ۲۶۹
تحقیر کی نیت سے عالم کو عویلم و علوی کو علیوی
کہنا کفر ہے۔ ۲۶۹
جو یہ کہے کہ ساری عبادتیں اللہ کے لئے ہیں
اس نے ٹھیک کہا، جو اس کی تکذیب کرے
اس کو تجدیدِ اسلام لازم، اور جو یہ کہے کہ ساری
عبادتیں ہمارے لئے ہیں اس کی مراد بھی
صحیح ہے۔ ۲۷۰
زید کا دماغ خشک ہوگیا ہے، یہ کلمہ ایذاءِ مسلم ہے ۲۷۰
الحمد للہ میں مسلمان اور سچا مومن ہوں کہنا
صحیح ہے۔ ۲۷۰
میں ہرگز مسلمان نہیں ہوں کہنے والے پر توبہ،
تجدیدِ ایمان و نکاح لازم ہے۔ ۲۷۰
ہر مسلمان کی عیب جوئی حرام ہے اور علماء کی اہانت
کفر ہے۔ ۲۷۱
فیصلہ شرعی کی تکذیب کفر ہے اور اُس سے تجاوز
معصیت ہے۔ ۲۷۱
گنہگاروں کے ساتھ بزرگانِ دین نے نرمی و سختی
دونوں طرح کے معاملات رکھے ہیں اس لئے
ایسوں کے ساتھ نرمی گناہ نہیں ہے۔ ۲۷۲
علماء کو گوبر میں مُنہ دینے والا کہنا کفر تو نہیں مگر
سخت شنیع کلمہ ہے، ایسے شخص کی تکفیر قابلِ توبہ
جُرم ہے۔ ۲۷۲
آبائے کریمین کے کفر و اسلام کی بحث۔ ۲۷۳
آیت تقلبك في الساجدين کی تفسیر۔ ۲۷۳
ایمانِ ابوین کے موضوع پر اعلیٰحضرت کا ایک
اور امام سیوطی کے چند رسالے۔ ۲۷۳
"معتزلہ منکرِ رؤیتِ باری ہیں تو انھیں رؤیت
نہ ہوگی" یہ کلمہ صحیح ہے اس کے کہنے میں کچھ

www.alahazratnetwork.org

حرج نہیں۔ ۲۷۴
جو نام دنیا میں کسی کا ہو چاہے کسی نے رکھا ہو، لوحِ محفوظ میں علم کی حیثیت سے وہی نام مرقوم ہے، اور جس نام میں تغیّر واقع ہو اور زمانہ کی قید کے ساتھ دونوں نام مرقوم ہیں۔ ۲۷۵
جس نے اپنا نام بدلا اور علم کی طرح مشہور نہ ہوا اللہ کے یہاں بھی وہ علم قرار نہیں دیا گیا۔ ۲۷۵
اللہ تعالٰی کے لئے "میاں" کا لفظ ممنوع ہے۔ ۲۷۵
یہ کہنا کہ اللہ تعالٰی حضور کی رضا چاہتا ہے صحیح ہے اور یہ مضمون قرآن سے ثابت ہے، اس کو جہلا کا قول بتانا قابلِ توبہ جرم ہے۔ ۲۷۵
اللہ تعالٰی روزِ محشر اولین و آخرین کو جمع کرکے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرمائے گا یہ سب میری رضا چاہتے ہیں اور اے محبوب! میں تمہاری رضا چاہتا ہوں۔ ۲۷۶
تحویلِ قبلہ اور روایتِ بخاری کا ذکر۔ ۲۷۶
زنار باندھنے، ہیٹ، کوٹ، پتلون وغیرہ لباسِ نصارٰی پہننے کا حکم۔ ۲۷۶
جس نے کافروں کے کسی فعل کو اچھا سمجھا کافر ہوگیا۔ ۲۷۷
حب فی اللہ اور بغض للہ مناطِ ایمان ہے۔ ۲۷۷
مولا علی کو خدا کہنے والا کافر ہے، اس سے میل جول، سلام کلام، اس کی عیادت، مرنے پر غسل و کفن، نماز جنازہ پڑھنا، جنازہ اٹھانا اور مقابرِ مسلمین میں دفن کرنا حرام ہے۔ ۲۷۷
حسام الحرمین کے احکام حق و صحیح ہیں۔ ۲۷۹
قادیانی کے رد کا طریقہ۔ ۲۷۹
قادیانی کی تصانیف میں کلمات کفریہ برساتی کیڑوں کی طرح بکھرے ہیں۔ ۲۷۹
قادیانی کے بعض کلماتِ کفریہ کا تذکرہ۔ ۲۷۹
قادیانی کی جھوٹی پیش گوئیاں۔ ۲۷۹
صریح کافروں سے فروعات میں بحث نہ کی جائے۔ ۲۸۰
حدیثِ متواتر کا انکار کفر ہے۔ ۲۸۰
حدیثِ متواتر کی دو قسمیں۔ ۲۸۰
مطلقاً حدیث کا استہزاء کفر ہے۔ ۲۸۰
شیعہ، غیر مقلد وغیرہ بدمذہبوں میں ضروریاتِ دین کا منکر کافر ہے۔ ۲۸۰
غیر مقلدین کے چند غلط عقائد و مسائل۔ ۲۸۱
غیر مقلدین گمراہ اور بحکمِ فقہاء کافر ہیں۔ ۲۸۲
اللہ تعالٰی کے لئے مکان ماننا کفر ہے۔ ۲۸۲
اللہ تعالٰی کے لئے جہت تسلیم کرنا گمراہی اور بہت سے ائمہ کے نزدیک کفر ہے۔ ۲۸۳
اللہ تعالٰی عرش پر ہے، آسمان میں ہے، اس سے کوئی جگہ خالی نہیں ہے، اللہ اوپر تم نیچے، ان الفاظ کو ائمہ نے کلماتِ کفر میں شمار کیا ہے۔ ۲۸۴
"اللہ نے نیت کی" بولنے کا حکم۔ ۲۸۴
امام نووی پر تطفل۔ ۲۸۵
اللہ تعالٰی کو کسی شئی سے تشبیہ دینا یا مکان و جہت کے ساتھ اس کو متصف کرنے کا حکم۔ ۲۸۵
فقہ حنفی کو مطلقاً باطل و ناحق جاننا سخت خبیث و

www.alahazratnetwork.org

ملعون ہے۔ ۲۸۵
فقہ حنفی احکامِ قرآن عظیم اور احکام صحاح احادیث پر مشتمل ہے۔ ۲۸۵
"قیاسِ ابوحنیفہ حق نیست" کہنے کا حکم اور اس مسئلہ میں مصنف کا ایک رسالہ۔ ۲۸۵
ائمہ اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جلالتِ شان پر اُمتِ اجابت کا اجماع منعقد ہوچکا ہے۔ ۲۸۵
بدمذہب جیسے وہابیہ اور رافضی امتِ اجابت سے نہیں ہیں اس لئے اجماع میں ان کا خلاف معتبر نہیں، البتہ بدمذہب اہلِ قبلہ سے ہیں۔ ۲۸۵
امامِ اعظم کی عظمت کا انکار گمراہی ہے۔ ۲۸۶
ائمہ مجتہدین کا مقام باقی اولیاء سے بلند۔ ۲۸۶
حدیث مبارک "من عادٰی لی ولیاً فقد اٰذنتہ بالحرب۔" ۲۸۷
ولی کی عداوت باعثِ ایذائے الٰہی ہے۔ ۲۸۷
مومن عاصی معذب ہے ملعون نہیں۔ ۲۸۷
مومن بالآخر رحمت ونعمت وجنتِ ابدی پائیگے مومن عاصی کی نار نارِ تطہیر ہے نہ کہ نارِ ابعاد ولعنت وتذلیل۔ ۲۸۷
جس شخص پر قرآن میں لعنت آئی اس پر لزوم کفر ہے۔ ۲۸۸
حدیث مبارک "اھل البدع کلاب اھل النار" کی تفسیر۔ ۲۸۸
اجماعِ امت کی حجیت ضروریاتِ دین سے ہے غیر مقلد اس کے منکر ہیں۔ ۲۸۸
سجدہ صنم، قتلِ نبی، نبی کا استخفاف اور اجماعِ اُمت کی مخالفت کفر ہے۔ ۲۸۹
انکارِ اجماع مطلقاً کفر ہے۔ ۲۸۹
اہلِ حدیث دائرہ اسلام سے خارج ہیں، تقلید کا مطلقاً انکار کفر ہے۔ ۲۹۰
عوام الناس پر تقلید واجب ہے۔ ۲۹۰
گیارہ سو برس سے عام اُمتِ محمدیہ مقلد ہے ۲۹۱
عام اُمت کو مشرک کہنا کفرِ فقہی ہے۔ ۲۹۱
اس مسئلہ پر فقہ کی ۱۶ کتابوں کا حوالہ۔ ۲۹۱
قیاس وفقہ کی حجیت بھی ضروریاتِ دین سے ہے۔ ۲۹۲
رافضی تبرائی پر بحکمِ فقہاء کفر لازم ہے۔ ۲۹۳
خلافتِ صدیق وعمر رضوان اللہ علیہم اجمعین کے منکر پر حکمِ کفر ہے۔ ۲۹۴
بدمذہب کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور کافر کے پیچھے باطل ہے۔ ۲۹۴
رافضیوں کی تکفیر کے اسباب میں استخفاف بالدین، توہینِ علم وعلماء، سبِ شیخین وغیرہ امور ہیں۔ ۲۹۴
تنقیصِ شانِ رسالت سے متعلق کسی انگریزی کتاب کے ایک اقتباس سے متعلق سوال اور اس کا حکم۔ ۲۹۶
مسئلہ بالا سے متعلق دیگر علماء کے جواب۔ ۲۹۷
توہینِ رسول پر مشتمل پرچہ امتحان مرتب کرنے والا، اس پر نظرِ ثانی کرکے برقرار رکھنے والا، جس کی نگرانی میں ایسا پرچہ تیار ہوا، جس طالب علم نے اس عبارت کا ترجمہ کیا سب دائرہ اسلام سے خارج ہوگئے۔ ۲۹۸

www.alahazratnetwork.org

مرتدین کے احکام ۲۹۸
مرتد کی عورت عدت کے بعد جس سے چاہے نکاح کرے۔ ۲۹۸
شاتمِ رسول کی توبہ کے بعد بھی اس سے ترکِ معاملات جاری رہے تاآنکہ صدق توبہ کے آثار ظاہر ہوں۔ ۲۹۸
شاتمِ رسول کے کفر میں شک کرنے والا خود کافر ہے۔ ۲۹۹
حالتِ کفر کی صحبت سے جو بچہ پیدا ہوگا حرامی ہوگا۔ ۲۹۹
اللہ و رسول کے حضور حالتِ نشہ میں کلمۂ گستاخی بکنے والا معذور نہیں رکھا جائے گا۔ ۲۹۹
توہینِ نبی کرکے مکرنے والے کو بھی سزا دی جائے گی۔ ۳۰۰
قبولِ توبۂ مرتد کی تفصیل۔ ۳۰۰
ردتِ سکران کا حکم۔ ۳۰۱
مرتد کے احکام متعلقہ موت و حیات ۳۰۱
مرتد کی زوجہ کا حکم ۳۰۱
مرتد کے اعمال حبط ہوتے ہیں ۳۰۲
نبی کی تنقیص کرنے والے کی تکفیر پر اجماعِ امت ہے ۳۰۳
نبی پر دشنام طرازی کرنے والے کی توبہ مقبول نہیں۔ ۳۰۳
ہر مرتد کی توبہ سچے دل سے ہو تو قبول ہے، ۳۰۴
سابِ نبی کی توبہ قبول نہ ہونے کا مطلب۔ ۳۰۴
استعانت لغیر اللہ کو حرام اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو مُردہ کہنے والے کے متعلق سوال۔ ۳۰۵
رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنیوالے کو کوئی اُمتی معاف نہیں کرسکتا اُمتی سے معافی مانگنے کے کوئی معنی نہیں۔ ۳۰۵
حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو وفات یافتہ مان کر ان سے استعانت کا انکار وہابیہ کا خیال ہے جن کی امامت جائز نہیں۔ ۳۰۶
کفارہ ایسے گناہ کا ہے جس کا معاوضہ ہو، حد سے بڑھے ہوئے گناہ کا کفارہ نہیں۔ ۳۰۷
مرتد ہونے کا کفارہ نہیں، ارتداد کے لئے توبہ و تجدیدِ اسلام ہے ورنہ قتل اور ابدی جہنم۔ ۳۰۷
اپنے خاندان کو سادات پر فضیلت دینے والے، اولادِ فاطمہ کو حضرت ہاجرہ کے سبب لونڈی بچہ کہنے، ان پر سب و شتم کرنے والے اور ایذا رسانی جائز کہنے والے کا حکم۔ ۳۰۷
ایک موضوع روایت اور اس کے بیان کرنے والے کا حکم۔ ۳۰۸
رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کا حکم، توہین پر مطلع ہو کر جو اس کو کافر نہ جانے اس کے پیچھے نماز ناجائز ہے۔ ۳۰۹
مردوں نے کلمۂ کفر بکا تو عورتیں نکاح سے نکل گئیں، اور عورتیں مرتد ہوگئیں تو اپنے شوہروں کے نکاح سے خارج نہ ہوئیں البتہ شوہروں کو انھیں ہاتھ لگانا منع ہے۔ ۳۱۰
مسلمان کو کافر کہنے والے پر کفر پلٹ آئے گا۔ ۳۱۰
حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین کرنے والا

www.alahazratnetwork.org

کافر ہے، اس پر مطلع ہو کر جو اسے مسلمان سمجھے وہ
کافر، ایسے لوگ عزیز ہوں یا غیر سب کے نکاح
ٹوٹ گئے۔ ۳۱۰
رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں
بے ادبانہ الفاظ بولنے والے، حضرت زینب و
حضرت زید رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی
شان میں بے ادبی کرنے والے کی مجلس میں بیٹھنے
کا حکم۔ ۳۱۱
جو ایسے کافروں کے ساتھ اسی عالم استہزاء و
توہین میں بخوشی بیٹھے انھیں کے جیسا ہو گیا۔ ۳۱۱
سنت پڑھنے والے کو مشرک کہنے والے، نماز میں
التحیات و درود کو بے سند بتانے والے،
نماز جنازہ کو قرآن سے ثابت نہ ماننے والے
کے بارے میں سوال۔ ۳۱۲
مطلقاً حدیث شریف کا منکر کافر ہے۔ اس
مضمون کی آیات۔ ۳۱۲
ان احکام مشہورہ متواترہ کا بیان جن کا صریح
تذکرہ قرآن میں نہیں ہے۔ ۳۱۳
قرآن کا منزل من اللہ ہونا بھی حدیث ہی سے
ثابت ہے۔ ۳۱۳
عبارت "حفظ الایمان" کی ایک غلط تاویل
کا رد۔ ۳۱۴
اللہ تعالےٰ پر لفظ سخی، داتا کا اطلاق
شرعاً منع ہے۔ ۳۱۴
کلام صریح میں تاویل نامقبول ہے۔ ۳۱۵

کفر کرنے والا اعمال صالحہ کرنے کی وجہ سے
کفر سے نہ بچے گا۔ ۳۱۵
وقوع نسخ قطعی ہے، اس کا ثبوت ضروریات
دین سے ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔ ۳۱۶
کلمۂ کفر صادر ہو تو تجدید نکاح ضروری ہے۔ ۳۱۶
نکاح کے لئے گواہ رشتہ دار مثلاً بیٹا بیٹی
ہوں وہ بھی کافی ہیں۔ ۳۱۶
قتل کے بعد تین روز تک حضرت عثمان غنی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کی نعش مبارک کا بے گور و کفن پڑا
رہنا رافضیوں کا افتراء ہے۔ ۳۱۷
یہ کہنا کہ شہادت کے بعد کتوں نے ٹانگ چبا
ڈالی بھی دروغ بے فروغ ہے۔ ۳۱۷
آیات قرآنی کا انکار کفر ہے۔ ۳۱۸
نہ ماننے کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ
آیت سن کر اس کے خلاف عمل کرے، انکار
نہ کرے تو یہ کفر نہیں۔ ۳۱۸
علی الاعلان گناہ کبیرہ کرنے والا فاسق معلن
ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ ۳۱۸
بتوں کا جلوس گھر لانے پر ان کا شکریہ ادا کرنا،
قشقہ کھنچوانا، معبودان باطل کی جے بولنی، اور
جنھوں نے ان کے جلوس کے ساتھ گشت کی
قریب بہ کفر ہوئے۔ ۳۱۸
راضی بہ کفر ہونے کی ایک صورت اور اس کا
شرعی حکم۔ ۳۱۹
مرتد سے سلام کلام، اس کی شادی غمی میں شرکت،

www.alahazratnetwork.org

اس کی عیادت، اس کی نماز جنازہ، اس کی قبر پر جانا حرام۔ ٣٢٠
مرزائی کے مذہب سے آگاہ ہو کر اس کو لڑکی دینا زنا پر پیش کرنا ہے اور فعل فسق ہے۔ ٣٢١
مرزائی کے کفر پر مطلع ہو کر اسے مسلمان سمجھے تو خود کافر ہے۔ ٣٢١
مرزائی کا لڑکا سنِ شعور کو نہ پہنچا ہو تو ابوین کے تابع ہو کر وہ بھی کافر، سنِ شعور کو پہنچ کر ان کو کافر جانا، اسلام لایا تو مسلمان ہے۔ ٣٢١
مرزائی کی عورت مسلمان ہو تو نابالغ لڑکے اس کے تابع ہو کر مسلمان قرار دئے جائیں گے۔ ٣٢١
معجزاتِ انبیاء علیہم السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے احیاء موتیٰ کا انکار کفر ہے۔ ٣٢٢
ضروریاتِ دین میں تاویل مسموع نہیں! ٣٢٣
عالمگیری اور دیگر فتاویٰ کا انکار، توہینِ علماء اور قربانی کا انکار گمراہی ہے۔ ٣٢٣
مہمل الفاظ محتاجِ توجیہ نہیں۔ ٣٢٤
کفار کی عبادت میں شرکت کفر ہے اور کفر کو ہلکا جاننا بھی کفر ہے۔ ٣٢٤
ائمۂ مجتہدین پر دست درازی گمراہی ہے۔ ٣٢٤
کراماتِ اولیاء قرآن سے ثابت ہے اس کا منکر گمراہ ہے۔ ٣٢٤
غوث پاک کی شان میں زبان درازی رافضی تبرائی کرتے ہیں۔ ٣٢٥
برے خیالات دل میں آئیں یا بلا قصد زبان سے ادا ہو جائیں نہ گناہ نہ اس سے اسلام میں فرق آئے۔ ٣٢٦
وسوسہ کا علاج ٣٢٦
واعظ کا یہ کہنا کہ وعظ قرآن و حدیث سے دیا، پھر یہ کہنا کہ نہ معلوم جھوٹ ہے یا سچ، قرآن میں شک کرنا ہے۔ ٣٢٧
جو واعظ تقریر میں بہشتی زیور منگانے کی تاکید کرے دیوبندی معلوم ہوتا ہے۔ ٣٢٧
بہشتی زیور کا مصنف کافر ہے، عام مسلمانوں کو اس کتاب کا دیکھنا حرام ہے۔ ٣٢٧
کفار کی تعریف، ان کے اقسام و احکام۔ ٣٢٧
کافر دو قسم ہے: اصلی و مرتد۔ ٣٢٧
کافر اصلی دو قسم ہے، مجاہر و منافق۔ ٣٢٧
منافق تمام کافروں سے بدتر ہے۔ ٣٢٧
کافر مجاہر چار قسم پر ہے۔ ٣٢٨
آریوں کو موحد سمجھنا سخت باطل ہے۔ ٣٢٨
مرتد کی دو قسمیں ہیں: مجاہر و منافق۔ ٣٢٨
مرتد منافق کی صحبت ہزار کافروں کی صحبت سے بدتر ہے۔ ٣٢٨
وہابیہ اور دیوبندیہ سب سے بدتر زہر قاتل ہیں۔ ٣٢٨

○ رسالہ المبین ختم النبیین

(حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاتمِ جمیع انبیاء و مرسلین ہونے کا روشن بیان۔ ٣٣١
آیت کریمہ ما کان محمد ابا احد من۔

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں "النبیین" پر الف لام کون سا ہے۔ ۳۳۲
کیا آیۂ کریمہ مثبت خاتمیت کاملہ ہے یا نہیں۔ ۳۳۲
جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کل انبیاء کا خاتم نہ مانے اس کے پیچھے نماز اور اس کی تعظیم و توقیر کا کیا حکم ہے۔ ۳۳۲
دلائل خارجیہ ۳۳۲
رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا خاتم النبیین یعنی آخر النبیین ہونا ضروریاتِ دین میں سے ہے ۳۳۳
حدیث لانبی بعدی متواتر ہے۔ ۳۳۳
خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین پر اجماع ہے اس کا ثبوت نصوصِ علماء سے ہے۔ ۳۳۳
آیت خاتم النبیین کے معنی مشہور میں کسی قسم کی تاویل یا تخصیص کفر ہے۔ ۳۳۴
مضمون بالا پر امام غزالی، امام نابلسی، علامہ شہاب الدین فضل اللہ کے نصوص۔ ۳۳۴
عہدِ مصنف میں لفظ خاتم النبیین میں "تاویل کرنے والے کچھ کذابوں کی تاویلات کا ذکر۔ ۳۳۶
اس تاویل کا رد کہ آیت میں خاتم النبیین سے مراد شریعت جدیدہ کا ختم ہے۔ ۳۳۶
رسالہ "جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ" میں اسی مضمون کا بیان ہے۔ ۳۳۷
لفظ خاتم النبیین میں نفی استغراق کے لئے جو تاویل پیش کی جاتی اس پر رب العٰلمین سے معارضہ کہ یہ تاویل وہاں بھی چل سکتی ہے۔ ۳۳۷
قادیانیہ، قاسمیہ، نذیریہ ضروریاتِ دین کے منکر ہیں۔ ۳۳۸
منکرینِ ختمِ نبوت کے کفر میں شک کرنے والا خود کافر ہے۔ ۳۳۸
آیت خاتم النبیین کے استغراق سے انکار مطلقاً کفر ہے۔ ۳۳۹
ختم نبوت کی تفسیر ختمِ زمانی قطعی اجماعی ہے۔
ضروریاتِ دین اپنے ثبوت میں کسی خاص نص کے محتاج نہیں ہوتے۔ ۳۳۹
یہ کہنے والا کہ حرمتِ خمر قرآن سے ثابت نہیں کافر ہے۔ ۳۳۹
ختم نبوت زمانی کا ثبوت آیۂ کریمہ خاتم النبیین پر موقوف نہیں۔ ۳۴۰
ختمِ زمانی کو ماننے والا منکرینِ ختمِ نبوت کی تکفیر کے باوجود آیت میں الف لام عہد کی تفسیر و تخصیص کا قائل بحکم فقہاء کافر ہوگا۔ آیت میں نفی استغراق کا قائل منکرینِ ختمِ نبوت کا معین و مددگار ہے۔ ۳۴۱
قرآن عظیم میں صرف ۲۶ پیغمبروں کے نام مذکور ہیں۔ ۳۴۲
شمویل، یوشع اور حضرت خضر علیہم السلام کا ذکر قرآن میں مبہم طریقہ پر ہوا۔ ۳۴۲
قرآن سے ایسی بیس آیتوں کا بیان جن میں رسول کا ذکر بطریقِ استغراق ہوا۔ ۳۴۲

www.alahazratnetwork.org

ایسے سات مقاماتِ قرآنی کا ذکر جہاں انبیاء سابقین کو بوصفِ جنسیت ذکر کیا گیا۔ ۳۴۵
ایسے چھ مقامات کا ذکر جہاں رسول کا ذکر مطلقاً بے قیدِ شمول وخصوص کیا گیا۔ ۳۴۶
ایسے آٹھ مقامات کا ذکر جہاں رسولوں کی خاص جماعت کا ذکر ہے۔ ۳۴۷
وہ مقامات جہاں بطریق عہد حضوری ذکر ہوا۔ ۳۴۸
وہ مقامات جہاں بطریق عہد ذکری ذکر ہوا۔ ۳۴۸
وہ مقامات جہاں بطریق عہد علمی ذکر ہوا۔ ۳۴۸
آیت کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں اگر الف لام عہد خارجی ہو تو عہد خارجی ذکری ہوگا۔ ۳۴۸
آیت مذکورہ میں انبیاء مذکور بوصف جنسیت مراد ہوں تو کلامِ الٰہی کا فضول ومہمل ہونا لازم آئے گا۔ ۳۴۸
آیت خاتم النبیین میں الف لام عہد خارجی مراد لینے کی صورت میں قرآن میں مذکور رسولوں کی متعدد اصناف ہونگی جو خود عہد خارجی کے خلاف ہے۔ ۳۴۹
آیت مبارکہ خاتم النبیین میں الف لام استغراق کے لئے نہ ہو بلکہ عہد خارجی ذکری کے لئے ہو تو آیت مبارکہ متشابہات میں سے ہوگی۔ ۳۴۹
آیت میں استغراق کے علاوہ جو معنی مراد لیا جائے آیت ختم نبوت پر دلیل نہ ہوگی۔ ۳۵۰
مبتدعین کے اضلال کی چند ترکیبوں کا ذکر۔ ۳۵۰
ان احادیث کا بیان جن میں خاتم النبیین بمعنی آخری نبی کی تصریح ہے۔ ۳۵۱
الف لام عہد خارجی کے دلائل کا تین طرح سے رَد۔ ۳۵۲
ایک غلط حوالہ کی نشان دہی۔ ۳۵۳
تلویح کی عبارت مذکورہ عہدیوں کو الٹی مضر۔ ۳۵۴
عہد خارجی کے معنی درست نہ ہوں تو الف لام استغراق مراد لینا واجب ہے۔ ۳۵۴
آیت مبارکہ میں الف لام عہد خارجی ہو تب بھی استغراق ہی ثابت ہوگا۔ ۳۵۴
لائے نفی جنس صیغہ عموم سے ہے۔ ۳۵۵
جو کبیرہ نیچتی نماز روزہ کا انکار کرے، نماز پڑھنے والے، روزہ رکھنے والے پر طعن وتشنیع کرے، کافر ہے۔ ۳۵۶
گوشت کھانے کو مطلقاً حرام کہنا کفر ہے۔ ۳۵۶
قربانی کو ظلم کہنے والا کافر ہے۔ ۳۵۶
کلمہ پڑھ کر مذکورہ بالا امور کے مرتکب ہوں تو مرتد ہیں۔ ۳۵۶
(مرتد کفار کی بدترین شکل ہے) ان کے ساتھ مرتدین کے احکام کے موافق عمل درآمد ہو۔ ۳۵۶
رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عبدیت کا منکر کافر ہے۔ ۳۵۷
رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بشریت کا مطلقاً انکار کفر ہے، البتہ یہ کہہ سکتے ہیں صورت ظاہری بشری ہے حقیقت ارفع و اعلیٰ ہے۔ ۳۵۷

www.alahazratnetwork.org

کتاب ذوالنور الحق المبین کا شرعی حکم۔ ۳۵۸

اشرفعلی تھانوی کو کافر کہنے والوں کو برادری سے خارج کرنا ظلم شدید ہے۔ ۳۵۸

اشرفعلی کے اقوال کفریہ پر مطلع ہو کر تکفیر کرنیوالے کو برادری سے خارج کرنے والا خود ہی خارج از ایمان ہے۔ ۳۵۹

لفظ ضال اور بدعت کے معنی اور اس کی قسمیں۔ ۳۶۰

لفظ حرام کفر کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے۔ ۳۶۰

امثالیہ کے مختلف گروہوں کا ذکر۔ ۳۶۱

حسام الحرمین میں فرقہ امثالیہ کے اس گروہ کا ذکر ہے جو حضور کے زمانہ کے بعد بھی کسی نبی کے امکان کے قائل ہیں۔ ۳۶۱

شفاء کی غرض سے غیر خدا کی پوجا کرنے والا کافر ہے ۳۶۲

جو اس کو جائز کہے، مولوی ہی کیوں نہ ہو، کافر ہے ۳۶۳

غیر خدا کو سجدہ تحیۃ کو جائز کرنے والا کافر نہیں، سجدہ تحیۃ بلاشبہہ حرام ہے۔ ۳۶۴

فرقہ اہل حدیث کو گمراہ اور اسماعیلی کہنا صحیح ہے ۳۶۴

دیوبندیہ ان سے بھی گمراہ اور کافر ہیں۔ ۳۶۴

آج کوئی مجتہد مطلق موجود نہیں۔ ۳۶۴

تصریحات ائمہ کے خلاف دلیل سے مسئلہ نکالنا مجتہد مطلق کا کام ہے۔ ۳۶۴

آیۂ کریمہ فلا وربك الاٰیۃ سے تکفیر عامہ اہل اسلام پر ایک غلط استدلال کا رد۔ ۳۶۵

کسی بھی حق کے لئے غیر اسلامی کچہری سے چارہ جوئی یا جوابدہی یحکم من لم یحکم بما انزل اللہ نہیں ہے اور جائز ہے۔ ۳۶۵

ناحق چارہ جوئی یا جوابدہی حرام و گناہ ہے۔ ۳۶۵

گناہ کو کفر قرار دینا خارجیوں کا مذہب ہے۔ ۳۶۵

نفس امارہ کی سرکشی سے کسی امر شرعی کی ناگواری اور ہے، دل سے اس کو برا جاننا اور ہے، اور یہ البتہ کفر ہے، چاہے مقدمات میں ہو چاہے عبادات میں۔ ۳۶۵

آیۂ مبارکہ من لم یحکم کی نفیس تفسیر۔ ۳۶۶

جو شخص اپنے کفر کا اقرار کرے کافر ہے۔ ۳۶۶

اپنے مرشد کے لڑکے کو نبی زادہ لکھنے والے کا حکم۔ ۳۶۷

ایک غیر شرعی ہڑتال میں شریک ہونیوالے مختلف گروہوں کے احکام۔ ۳۶۷

مشرکوں کے دین کی تائید اور دین اسلام کی پروا نہ کرنیوالے پر حکم کفر لازم ہے۔ ۳۶۸

نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بت کہنے اور انکے نام کو گرو گوبند کے نام کے برابر لکھنے والے کا حکم۔ ۳۶۸

غیر مقلدین کی دشمنی رسول کا بیان۔ ۳۶۹

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام مبارک کے ساتھ لفظ "یا" نہیں ملانا چاہیے بلکہ "یا رسول اللہ" کہنا اور لکھنا چاہیے۔ ۳۶۹

نام مبارک دیوار پر کندہ کرنے سے افضل آئینہ میں لکھ کر لٹکانا ہے۔ ۳۶۹

ایک عجیب وغریب قوم کے احکام۔ ۳۶۹

جس مال کے حرام ہونے کا غالب گمان ہو اس کو

www.alahazratnetwork.org

کارِ خیر میں صرف کرنا حرام اور شبہہ کے مال سے احتراز افضل ہے۔ ۳۷۰
رسالۃ الامداد کی ایک عبارت کے متعلق سوال اور اس کا جواب۔ ۳۷۱
ایک بے قید گمراہ کی گمراہیوں کے بارے میں سوال۔ ۳۷۲
فقہ حنفی کی تحقیر گمراہی ہے۔ ۳۷۳
تفسیر بالرائے حرام ہے۔ ۳۷۳
امام رازی اور امام غزالی رحمہما اللہ تعالیٰ کو اپنے مقابلہ میں الفاظ سخیفہ سے یاد کرنا تکبر ہے۔ ۳۷۳
صحابہ کو جھوٹا سمجھنا گمراہی، اور عموماً سب کو جھوٹا سمجھنا کفر ہے۔ ۳۷۳
لبِ بالا کے بال سکھوں کی طرح رکھنا خلافِ سنت اور تشبہ بالکفار ہے۔ ۳۷۳
سردی کے صرف خوف سے تیمم کرنا حرام ہے اور ایسا کرنے والا فاسق ہے۔ ۳۷۴
اسپرٹ حرام ونجس ہے اس کا استعمال اور مسجد کے لوٹوں کو اس سے آلودہ کرنا شریعت پر جرأت ہے۔ ۳۷۴
سود کو حلال جاننا کفر اور حرام جان کر کھانا اپنی ماں سے ۳۶ بار زنا کرنے کے برابر ہے۔ ۳۷۴
بغیر عذرِ سفر و مرض روزے کے بجائے فدیہ کافی جاننا نئی شریعت کا ایجاد ہے۔ ۳۷۴
دوسرے کی عورت بے نکاح تصرف میں لانا حرام اور دھوکا دہی کارِ مسلم نہیں۔ ۳۷۴
اپنی منکوحہ پر غیرت نہ کرنے والا دیوث، اور جورو سے
ماں باپ کو گالیاں سن کر خاموش رہنے والا عاق، یہ دونوں کام فسق کے ہیں۔ ۳۷۴
مغرب میں نماز قصر کرنا نئی شریعت گھڑنا ہے۔ ۳۷۴
آیۃ الکرسی میں کوئی لفظ چھوڑنے سے ایک مذہب پر نماز باطل ہے، راجح یہ ہے کہ بے فسادِ معنیٰ فاسد نہیں۔ ۳۷۵
جو کافروں میں ملنے سے راضی ہو کافر ہوگیا۔ ۳۷۶
جس کے بارے میں معلوم ہو کہ تدبیر سے خواہش کفر اس کے دل سے نکل جائے گی اس کے لئے کوشش کی جائے۔ ۳۷۶
دیوبندیوں کے کفر پر مطلع ہو کر ان کے پیچھے نماز پڑھنے والے پر حکم کفر ہے، اور اجمالاً گناہ جان کر بھی پڑھنا سخت گناہ ہے۔ ۳۷۶
علمِ الٰہی اور علمِ رسالت میں مساوات کا عقیدہ گمراہی ہے مگر ذاتی اور عطائی کا فرق مانے تو کافر نہ ہوگا۔ ۳۷۷
علمِ باری سے ساری مخلوقات کے علم کو وہ نسبت بھی نہیں جو بوند کے کروڑویں حصہ کو سمندر سے۔ ۳۷۷
ایصالِ ثواب جائز، اس کے لئے دن متعین کرنا جائز، لیکن اس کو واجب جاننا یا حضور کی سنت سمجھنا باطل ہے۔ ۳۷۷
اپنی لڑکی کی حرام کمائی کھانے والا دیوث، سخت فاسق ہے۔ مسلمان اس سے میل جول ترک کردیں۔ ۳۷۷

www.alahazratnetwork.org

سود مطلقاً حرام ہے کم ہو یا زیادہ، اس کی حلت پر اصرار کفر ہے ایسے شخص پر توبہ واجب، تجدید اسلام و تجدید نکاح ضروری، نہ مانے تو مسلمان اس کا مقاطعہ کریں۔ ۳۷۸

طریقہ مداریہ کا مرید اگر تمام عقائد ایمانیہ کا معتقد ہے تو بیشک مسلمان ہے۔ ۳۷۸

کلمہ شریف کے دونوں اجزاء کا ماننا فرض ہے ۳۷۹

کلمہ شریف کے نکات ۳۷۹

جو شخص فرض واجب کی حقیقت جانے بغیر محمد رسول اللہ کو واجب کہے اس کا حکم تھوڑا ہلکا ہے، مگر جو سمجھ کر کہے وہ کافر ہے۔ ۳۷۹

ہم کو قرآن حدیث کی ضرورت نہیں، نماز کی تحقیر کفر ہے۔ ۳۷۹

چند کلمات کفریہ کا بیان۔ ۳۸۰

بلا وجہ بدگمانی حرام ہے۔ ۳۸۰

وہابیہ تقلید کرتے ہیں ان کی تنقیح ضروری ہے۔ ۳۸۰

بلا وجہ ظاہر علماء سے بغض پر خوف کفر ہے۔ ۳۸۱

عالم دین کی توہین منافق کا کام ہے۔ ۳۸۱

کسی وہابی کو وہابی جان کر کافر نہ مانے تو خود مسلمان نہیں۔ ۳۸۳

جس کے نزدیک کفر و اسلام کا معاملہ صرف مولویوں کا جھگڑا ہو وہ بھی مسلمان نہیں۔ ۳۸۳

وہابیہ اور اہل حدیث کو قرآن و سنت کے ماننے والے کہنا بھی کفر ہے۔ ۳۸۳

توبہ کے بعد گناہ باقی نہیں رہتا، توبہ کے بعد

بلا وجہ الزام رکھنا حرام و گناہ ہے۔ ۳۸۳

قادیانی پر علمائے حرمین نے کفر کا فتویٰ دیا۔

جو شخص وہابیوں کے کفر میں شک کرے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ ۳۸۵

ایک دنیادار لیڈر کے بارے میں سوال

دیوبندیوں کو مسلمان جاننا ان کے کفر میں شک کرنا کفر ہے۔ ۳۸۵

نیاز کا کھانا کھالینا دلیل اسلام نہیں۔ ۳۸۵

مسلمانوں کے ایک سیاسی فرقے کے بارے میں سوالات اور اس کے جواب۔ ۳۸۶

"لکم دینکم ولی دین" کا حکم منسوخ ہے ۳۸۸

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی کسی کافر سے موالات نہیں برتی۔ ۳۸۸

مکہ میں بھی کافروں سے مداہنت تک جائز نہ تھی۔ ۳۸۹

نبی کی طرف اتیان کبیرہ کی یا تبلیغ رسالت میں مداہنت کی نسبت کرنا نبی کو گالی دینا ہے۔ ۳۸۹

اپنے ناجائز فعل کی سند میں کسی نبی سے استشہاد سخت محرومی ہے۔ ۳۸۹

مسجد حرام میں کفار کا داخلہ مطلقاً منع ہے۔ ۳۹۰

کفار مسجد نبوی میں اپنی طرح عبادت کرتے تھے یہ محض جھوٹ ہے۔ ۳۹۰

عہد رسالت میں وفود کفار مسجد میں بطور استعلاء نہیں آتے تھے۔ ۳۹۱

مشرک کا بطور استعلاء مسجد میں آنا حرام ہے ۳۹۱

حنفیہ کی کتب معتمدہ میں مسجد میں داخلۂ کفار کی

www.alahazratnetwork.org

ممانعت ظاہر ہے۔ ۳۹۱
امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد سے بھی ممانعت ظاہر ہے۔ ۳۹۱
اختلافِ زمانہ سے احکام بدلتے ہیں۔ ۳۹۱
غیر مسلموں کی کثرت کی حالت میں داخلہ کفار سببِ پامالیِ اسلام ہے۔ ۳۹۲
حضور کے زمانہ مبارک میں کتے مسجد میں آتے جاتے تھے آج کل ساتھ لانا سخت منع ہے۔ ۳۹۲
قشقہ شعائرِ کفر میں سے ہے۔ ۳۹۳
زنار باندھنا کفر ہے۔ ۳۹۳
مسلم وغیر مسلم میں کفر و اسلام کا امتیاز ہے۔ ۳۹۳
وہابیہ کے اقوال و افعالِ شنیعہ کا بیان ۳۹۴
اسمٰعیل دہلوی کی حرکات ۳۹۵
تقویۃ الایمان کتاب التوحید کی توضیح و تشریح ہے ۳۹۵
اسماعیلیہ تمام مسلمانوں کو مشرک کہتے ہیں، انبیا کی چوہڑے چمار سے تشبیہہ دیتے ہیں، خدا کا کذب ممکن مانتے ہیں وغیرہ خیالاتِ فاسدہ۔ ۳۹۵
اسمٰعیل دہلوی اور سید احمد رائے بریلوی کو افغان مسلمانوں نے قتل کیا۔ ۳۹۶
سید احمد علیگڑھی کے ہفوات ۳۹۶
غلام احمد قادیانی کے ہذیان ۳۹۶
نواب صدیق حسن بھوپالی کی بکواسیں ۳۹۷
دیوبندیوں کی گمراہیاں ۳۹۷
اہلِ قرآن کے مزخرفات ۳۹۸
ملا قصوری اور حافظ شاعر پنجابی کا ذکر۔ ۳۹۸
جواب میں سائل کی تصویب کہ جو کچھ اقوال و افعال ملعونہ نقل کئے سب کا ضلال مبین اور اکثر کا کفر و ارتداد ہونا ظاہر ہے۔ ۴۰۰
جو عام مسلمانوں پر ظلم کریں ان کا ٹھکانہ جہنم، تو جو اولیاء پر ظلم کریں ان کا ٹھکانا دوزخ میں درکِ اسفل ہوگا۔ ۴۰۱
ملعونہ کفریات کی ناقص تاویل انھیں کفر ہونے سے نہ بچائے گی۔ ۴۰۱
کافروں کی قسم کا بھروسہ نہیں۔ ۴۰۱
وہابیہ، نیچریہ، قادیانیہ، غیر مقلدین، دیوبندیہ، چکڑالویہ یہ سب فرقے کافر ہیں۔ ۴۰۲
اپنی گمرہی اور کفر میں یہ خوارج سے بڑھے ہوئے ہیں۔ ۴۰۲
مذکورہ بالا گمراہوں کی اقتدا باطل، ان کی کتابوں کا مطالعہ حرام، ان سے اسلامی و معاشرتی معاملات حرام وغیرہ۔ ۴۰۲
احکامِ مرتدین ۴۰۲
جو کسی قوم سے محبت کرے گا اس کا حشر اُسی کے ساتھ ہوگا۔ ۴۰۳
جو کافروں سے محبت کرے انھیں کے ساتھ ہوگا۔ ۴۰۴
اہلِ اہواء سے پرہیز کی نصیحت۔ ۴۰۴
مشرک سے اتحاد و وداد حرام ہے۔ ۴۰۵
مشرک کو ضرورتِ دینی میں ہادی و پیشوا بنانا قرآن کی تکذیب ہے۔ ۴۰۵

www.alahazratnetwork.org

جو مشرک کو پیشوا بنائے قیامت کے دن اسی کے نام سے پکارا جائے۔ ۲۰۶

کسی مشرک کے لئے کہنا کہ ہمارا شہر پاک کرنے کے لئے آئے ہیں قرآن کی تکذیب ہے۔ ۲۰۶

مشرک کو شرعاً کوئی عزت حاصل نہیں۔ ۲۰۶

مشرک کی تعظیم گناہ کبیرہ اور سبب بیخ کنی اسلام ہے مشرک تو مشرک ہے فاسق کی بجے بولنے سے اللہ تعالٰی غضبناک ہوتا ہے۔ ۲۰۸

مہاتما کے معنی روح اعظم اور یہ جبریل امین کا لقب ہے ۲۰۸

جب تک عقل و شعور باقی ہے کسی بلند رتبہ آدمی سے بھی احکام شرعیہ موقوف نہیں۔ ۲۰۹

حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا فرمان۔ ۲۰۹

روافض زمانہ علی العموم مرتد ہیں، ان سے اہل اسلام جیسا کوئی معاملہ کرنا حلال نہیں۔ ۲۱۰

حکم شریعت کا استخفاف کفر ہے، اس پر توبہ تجدید اسلام و نکاح ضروری ہے۔ ۲۱۱

تمام گمراہ فرقے جو ضروریات دین کے منکر ہوں مرتد ہیں اور ان کے احکام مرتدین کے ہیں۔ ۲۱۲

یہ کہنا کہ جس میں ننانوے باتیں کفر کی ہوں اور ایک اسلام کی 'اس کو کافر نہیں کہنا چاہیے' حدیث نہیں ہے بلکہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افترا ہے۔ ۲۱۱

کافر اصلی اور مرتد کا فرق۔ ۲۱۲

جو کفر کی فتح اور اسلام کی شکست چاہے مسلمان نہیں۔ ۲۱۳

شارب خمر کو اس کی مبارکباد دینا کفر ہے۔ ۲۱۳

فرقۂ مشن مرتد ہیں ان کے احکام مرتدین کے ہیں۔ ۲۱۳

قیام خلافت کے شرعی طریقوں سے سوال اور حدیث شریف الائمۃ من القریش کی تحقیق سے استفسار۔ ۲۱۴

الائمۃ من القریش حدیث صحیح و متواتر ہے اور اہل اسلام کا اس مضمون پر اجماع ہے۔ ۲۱۵

ہر سلطنت اسلام بلکہ ہر فرد مسلمان کی خیرخواہی بقدر طاقت فرض ہے، اگر طاقت کے باوجود کاہلی کے سبب سے مدد نہ کرے مرتکب گناہ کبیرہ ہے، اور کفار کی خوشنودی کے لئے ہو تو مستحق لعنت ہے اور دل سے ضرر اسلام کیلئے ہو تو کفر ہے۔ ۲۱۵

مسلمانان ہند پر عدم استطاعت کی وجہ سے جہاد فرض نہیں۔ ۲۱۶

ہندوستان دارالاسلام ہے یہاں سے ہجرت کا حکم نہیں۔ ۲۱۶

اعانت مالی ممکن ہے لیکن ذریعہ وصول الی المستحقین پر وثوق ہو۔ ۲۱۶

قانون جن امور کو روکتا ہے ان کے نہ کرنے میں ہم کو عذر ہے۔ ۲۱۷

خلافت کی حمایت کے نام پر خلاف شرع امور کی اجازت نہیں۔ ۲۱۷

جزیرۃ العرب میں کفار کی سکونت پچھلے سلاطین ترک کے زمانہ سے ہے۔ ۲۱۸

www.alahazratnetwork.org

شریف مکہ سے بھی اگر بے حرمتیِ حرم ثابت ہو تو وہ سزا کا مستحق ہوگا۔

⊙ المحجة المؤتمنة فی آیة الممتحنة
(غیر مسلموں سے تعلقات رکھنے کی شرعی حدود و قیود کا مفصل بیان اور سورۃ الممتحنہ کی آیات کریمہ کی تفسیر) ۴۱۲

نقلِ خط مولوی حاکم علی صاحب حنفی نقشبندی پروفیسر سائنس اسلامیہ کالج لاہور۔ ۴۱۲

جوابِ خط مولوی صاحب منجانب مفتیِ اعظم ہند حضرت مولانا محمد مصطفٰی رضا خاں قادری (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) ۴۲۰

موالات و مجرد معاملت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ۴۲۰

دنیوی معاملت اگر مضرِ دین نہ ہو تو مرتدین کے سوا کسی سے ممنوع نہیں۔ ۴۲۰

معاملات میں ذمی مثل مسلم ہے۔ ۴۲۰

خرید و فروخت، اجارہ و استیجار، ہبہ و استیہاب بشروطہا غیر ذمی کافر سے بھی جائز ہے۔ ۴۲۱

مسلمان کافر کے ہاتھ ایسی چیز فروخت نہ کرے جس میں اعانتِ حرب یا اہانتِ اسلام ہو۔ ۴۲۱

کافر کو بمصلحتِ شرعی ہدیہ دینا جس میں کسی رسمِ کفر کا اعزاز نہ ہو یا اس کا ہدیہ قبول کرنا جس سے دین پر اعتراض نہ ہو درست ہے۔ ۴۲۱

مرتد عورت دائم الحبس کی جائے گی اور اسلام لانے تک اس کے ساتھ کھانا پینا اور نشست و برخاست ممنوع ہے مگر اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ ۴۲۱

دشمن کے وطن میں امان لے کر تجارت کے لئے جانا جائز ہے۔ ۴۲۱

مسلمان امان لے کر دار الحرب بغرض تجارت جانا چاہے تو اس کو منع نہیں کیا جائے گا۔ ۴۲۱

مسلمان کو تجارت کے لئے کون کون سی چیزیں دار الحرب لے جانا جائز اور کون سی ناجائز ہیں۔ ۴۲۲

مسلمان کسی مجوسی کے یہاں مزدوری کرے تو حرج نہیں۔ ۴۲۲

مجوسی نوکر سے گوشت منگوا کر کھانے کی گنجائش ہے جبکہ وہ کہے میں نے یہودی یا نصرانی سے خریدا۔ ۴۲۲

ذمیوں کے درمیان فیصلے کرنے کے لئے کافر کو قاضی مقرر کرنا جائز ہے۔ ۴۲۳

دشمنوں کے بادشاہ نے مسلمانوں کے سپہ سالار کو ہدیہ بھیجا تو اس کا حکم۔ ۴۲۳

کون سی صلح جائز اور کون سی ناجائز ہے۔ ۴۲۴

مسلمانوں کو اپنے سکول و کالج کے لئے غیر مسلم حکومت سے امداد لینا کب جائز اور کب ناجائز ہے۔ ۴۲۴

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب سر و سرغنۂ دیوبندیہ ہیں۔ ۴۲۵

تھانوی صاحب کو سُنی سمجھنے کی غلطی پر مولوی حاکم علی صاحب کی توبہ۔ ۴۲۵

مولوی حاکم علی صاحب کے سوال کے جواب کے

www.alahazratnetwork.org

بارے میں چودھری عزیز الرحمٰن کا اعلحضرت علیہ الرحمۃ سے استفسار۔ ۴۲۶

چند طرق باطلہ کا بیان جو معاندین نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ روا رکھے، اور مسلمانوں کو ان سے پرہیز کرنا فرض ہے۔ ۴۲۹

پہلا طریقہ: سرے سے بات نہ سننا۔ ۴۲۹

دوسرا طریقہ: سن کر مکابرانہ تکذیب کا منہ کھول دینا۔ ۴۲۹

تیسرا طریقہ: ہدایت کو معلل بالغرض بتانا۔ ۴۲۹

چوتھا طریقہ: حق کا باطل سے معارضہ کرنا۔ ۴۲۹

مدارس کے اقسام اور اخذ امداد کے احکام۔ ۴۲۹

ندوہ کو گورنمنٹ سے امداد ملتی تھی۔ ۴۳۰

جن مدارس کو گورنمنٹ کی امداد امور خلافِ شرع سے مقید یا ان کی طرف منجر ہو وہ ناجائز ہے۔ ۴۳۰

لیڈر امداد چھڑاتے ہیں اور مخرب دین تعلیمیں نہیں چھوڑتے۔ ۴۳۱

لیڈر نصاریٰ کی ادھوری غلامی چھڑاتے اور مشرکین کی پوری غلامی بناتے ہیں۔ ۴۳۲

موالات ہر کافر سے حرام ہے۔ ۴۳۲

موالات صوریہ کے احکام۔ ۴۳۲

موالات صوریہ ضرورتاً خصوصاً بصورتِ اکراہ جائز ہے۔ ۴۳۳

مجرد معاملت کا حکم۔ ۴۳۳

احکام الٰہیہ میں لیڈروں کی طرح طرح کی کھینچ تان بلکہ کایا پلٹ۔ ۴۳۴

تعلیم کے لئے امداد لینا اور لیڈران کی دینی حالت کہ اسلام ان کو نہ جب مدنظر تھا نہ اب ہے۔ ۴۳۵

جن مدارس کے نصاب میں امور خلاف اسلام اور توہینِ رسالت داخل ہو ان میں تعلیم و تعلم حرام ہے۔ ۴۳۵

موالات کی بحث۔ ۴۳۶

ترک معاملت کو ترکِ موالات بنا کر ترک موالات میں وارد شدہ آیاتِ کریمہ سے استدلال اور ہندوؤں کا اس سے استثناء غلط ہے۔ ۴۳۶

آیۂ ممتحنہ کا روشن بیان ۴۳۶

آیۂ کریمہ "لاینھٰکم اللہ" بنو خزاعہ کے بارے میں ہے۔ ۴۳۶

بنو خزاعہ سے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک مدت تک معاہدہ تھا۔ ۴۳۶

آیۂ کریمہ ممتحنہ کی مراد کے بارے میں مفسرین کرام کے اقوال۔ ۴۳۶

سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سلطان المفسرین ہیں اور امام مجاہد ان کے تلمیذ اکبر ہیں۔ ۴۳۶

آیۂ ممتحنہ میں ائمہ حنفیہ کا مسلک ۴۳۷

کافر ذمی کے لئے وصیت جائز اور حربی کے لئے ناجائز ہے۔ ۴۳۸

ذمی کو نفلی صدقات دے سکتے ہیں۔ ۴۳۹

زکوٰۃ ذمی کو نہیں دے سکتے۔ ۴۳۹

www.alahazratnetwork.org

4

کافر حربی کو کسی قسم کا صدقہ دینا حلال نہیں اگرچہ وہ مستامن ہو۔ ۴۳۹
آیت میں نسخ کے اقوال ۴۴۱
امام عطاء بن ابی رباح کے فضائل ۴۴۱
مشرک ماں سے حُسنِ سلوک کا حکم ۴۴۲
یہاں مسلمانوں کو جہاد کا حکم نہیں جو اس کی طرف بلاتے ہیں مسلمانوں کے بدخواہ ہیں۔ ۴۴۶
خود قرآن عظیم سے اس آیت کی منسوخی کا ثبوت اگر ہر غیر محارب کو عام مانی جائے۔ ۴۴۷
سب کافروں سے قتال و غلظت کا حکم ہے اگرچہ محارب بالفعل نہ ہوں، محارب بالفعل کی تخصیص منسوخ ہوگئی۔ ۴۴۸
تمام مشرکین ہند محارب بالفعل ہیں اور محارب بالفعل کے معنی کی تحقیق۔ ۴۵۳
ازالۂ منکر تین قسم ہے۔ ۴۵۴
قرآن عظیم سے مزعوماتِ لیڈران کا رَد۔ ۴۵۵
آیۂ کریمۂ "وقاتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم کافۃ" میں چار احتمال ہیں۔ ۴۵۵
مشرک مقاتل بالید ہو یا نہ ہو ہر ایک سے اظہارِ عداوت فرض اور وداد و اتحاد حرام ہے۔ ۴۵۶
اصح قول اکثر ہے کہ آیۂ ممتحنہ صرف معاہدین کے بارے میں ہے۔ ۴۵۷
تصریح دلالت پر فائق ہے۔ ۴۵۷
اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے نہ کہ خصوص سبب کا۔ ۴۵۷
نساء و صبیان اگرچہ حکمِ قتال سے مستثنیٰ ہیں مگر حکمتِ غلظت سے مستثنیٰ نہیں۔ ۴۵۷
اہلِ عہد و ذمہ کی عورتیں بچے ان کے حکم میں رہیں گے اور غیر معاہد حربیوں کے زنان و اطفال ان کے حکم میں۔ ۴۵۷
یہاں کے کسی کافر فقیر کو بھیک دینا بھی جائز نہیں حربی سے نیک سلوک شرعاً کوئی نیکی نہیں۔ ۴۵۸
حربی کفار کو صدقہ و خیرات دینا ان پر مہربانی اور ہمدردی کے مترادف ہے جو قرآن مجید کے خلاف ہے۔ ۴۵۸
مستامن کے لئے مسئلہ ہبہ و وصیت کی تحقیق۔ ۴۵۸
حربی مستامن کو قربانی کا گوشت دینا جائز نہیں۔ ۴۶۰
وصیت بھی ہدیہ ہی ہے کہ تملیکِ عین مجانًا ہے۔ ۴۶۳
قحطِ مکۂ معظمہ میں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پانچ سو اشرفیاں صفوان اور ابوسفیان کو دیں کہ فقراءِ مکہ میں تقسیم کریں۔ ۴۶۴
واقعۂ عین کے لئے عموم نہیں ہوتا۔ ۴۶۴
ابوسفیان و صفوان رضی اللہ تعالٰی عنہما دونوں مؤلفۃ القلوب سے تھے۔ ۴۶۴
دار الحرب میں داخل ہونے والے لشکرِ اسلام کا سپہ سالار اگر دشمنوں کے بادشاہ کو ہدیہ بھیجے تو کوئی حرج نہیں۔ ۴۶۴
یہ عبارات اندھے لیڈروں پر سخت اشد ہیں۔ ۴۶۴
سلوکِ مالی کی اقسام ۴۶۵
موالات کی تقسیم اور اس کے احکام کا بیان۔ ۴۶۵
موالات دو قسم ہے، اول حقیقیہ، دوم صوریہ۔ ۴۶۵

www.alahazratnetwork.org

میل طبعی کا حکم۔	۴۶۵
شیٔ مستمر میں بقا کے لئے حکم ابتدا ہے۔	۴۶۶
اعراض ہر آن متجدد ہیں۔	۴۶۶
موالات صوریہ کے احکام۔	۴۶۶
موالات صوریہ کی اعلیٰ قسم مداہنت اور ادنیٰ قسم مدارات۔	۴۶۷
مدارات کا بیان	۴۶۸
مدارات و مداہنت کے درمیان موالات صوریہ کی دو قسمیں اور ہیں یعنی بر و اقساط اور معاشرت۔	۴۶۸
معاشرت کے نیچے سلام، کلام، مصافحہ، مجالست، مساکنت اور مواکلت وغیرہا افعال کثیرہ ہیں۔	۴۶۸
بر و صلہ کی تین قسمیں۔	۴۶۸
میدانِ جنگ سے بھاگنا کب حرام اور کب پسندیدہ ہے۔	۴۶۸
حربی غیر معاہد سے موالات کی حالی صورت بھی حرام ہے۔	۴۶۹
آیات ممتحنہ میں بر و معاملات سے کیا مراد ہے۔	۴۶۹
معنیٰ اقساط کی تحقیق۔	۴۷۰
آیۂ ممتحنہ میں اقساط کے معنی میں مفسرین تین وجہ پر مختلف ہوئے۔	۴۷۰
بر اور اقساط میں فرق۔	۴۷۱
لیڈروں کو تیسرا جواب۔	۴۷۲
لیڈروں کو چوتھا جواب۔	۴۷۳
آیۂ کریمہ "لا ینھٰکم" میں کفار سے کچھ نیک سلوک اور مالی مواسات کی اجازت ہے نہ کہ ان کو اپنا انصار اور یار غار بنانے کی۔	۴۷۴
لیڈروں سے ضروری سوال۔	۴۷۶
ترک موالات میں لیڈروں کی افراط و تفریط۔	۴۷۷
انگریزوں کو خوش کرنے کے بہتانی الزام کا رد۔	۴۷۷
رد ندوہ میں پچاس رسالے شائع کئے گئے۔	۴۷۷
اظہار مسائل سے خادمان شرع کا مقصود کسی مخلوق کی خوشی نہیں ہوتا صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے بندوں کو اس کے احکام پہنچانا ہوتا ہے۔	۴۷۹
مشرکین سے معاہدہ کا بیان اور لیڈروں کا رد بلیغ۔	۴۷۹
لیڈران پر دوسرا رد۔	۴۷۹
مشرکوں سے اتحاد کا حکم۔	۴۸۰
لیڈروں کے نزدیک رسول اللہ بھی خلافِ خدا حکم فرما سکتے ہیں۔	۴۸۰
قرآن حکیم کے صفحات مشرکوں سے اتحاد و وداد حرام کرنے سے گونج رہے ہیں۔	۴۸۰
لیڈران پر تیسرا رد۔	۴۸۱
لیڈروں کے نزدیک دشمنانِ خدا سے اتحاد میں خدا کی محبت ہے۔	۴۸۱
دشمن تین ہیں، ایک خود اپنا دشمن، دوسرا دوست کا دشمن، تیسرا دشمن کا دوست۔	۴۸۱
لیڈران پر چوتھا رد۔	۴۸۲

www.alahazratnetwork.org

معاہدہ کا رکن اور اس کی شرط۔ ۴۸۲
لیڈران پر پانچواں رد۔ ۴۸۲
معاہدہ شرعیہ ایک قسم امان ہے۔ ۴۸۲
امان کی شرط۔ ۴۸۲
معاہدہ کا حکم۔ ۴۸۲
کس کو امان دینا صحیح اور کس کو غیر صحیح ہے۔ ۴۸۲
لیڈران پر چھٹا رد۔ ۴۸۵
معاہدہ شرعیہ میں شرطِ اعظم۔ ۴۸۵
صلح حدیبیہ منسوخ ہوچکی ہے۔ ۴۸۶
لیڈران پر ساتواں رد۔ ۴۸۶
مشرکوں سے معاہدہ لیڈران کے اصل اغراض۔ ۴۸۶
مشرکوں کا برادر بننا حرام ہے۔ ۴۸۶
صرف مومنین آپس میں بھائی ہیں نہ کہ مومنین اور مشرکین۔ ۴۸۶
کافروں سے اتحاد کرنے والوں کا قرآنی حکم۔ ۴۸۷
کافروں کا حلیف بننا حرام ہے۔ ۴۸۷
رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ابی ابن منافق کے چھ سو حلیف یہودیوں کو واپس فرمادیا۔ ۴۸۸
حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے یہودیوں کو مشرک کیوں کہا۔ ۴۸۸
الکفر ملۃ واحدۃ۔ ۴۸۹
مسلمان معاذ اللہ اگر ارادۂ کفر کرے تو کافر ہوجائے گا۔ ۴۸۹
کافر محض ارادۂ اسلام سے مسلمان نہ ہوگا جب تک اسلام قبول نہ کرے۔ ۴۸۹
کتابی صرف ارادۂ موافقت مشرکین سے مشرک ہوسکے گا مگر مشرک نرے ارادے سے کتابی نہ ہوجائے گا۔ ۴۸۹
اصل مقصود سلف گورنمنٹ ہے اماکن مقدسہ اور ترکوں کا نام ٹٹی ہے۔ ۴۹۰
مشرکوں سے استعانت کی بحث جلیل۔ ۴۹۰
حرمتِ استعانتِ مشرکین پر آیاتِ قرآنیہ۔ ۴۹۰
پہلی آیت ۴۹۰
لیڈروں نے اس آیت قرآنی کو کیسا کیسا رد کیا اور کس کس طرح جھٹلایا۔ ۴۹۱
دوسری آیت۔ ۴۹۱
تفسیر آیت کریمہ۔ ۴۹۱
تیسری آیت کریمہ۔ ۴۹۲
اللہ تعالٰی کے لئے محبت اور اللہ تعالٰی کے لئے عداوت ایک عظیم باب اور ایمان کی جڑ ہے۔ ۴۹۳
چوتھی آیت کریمہ ۴۹۴
تفسیر آیت کریمہ ۴۹۴
تحریم استعانتِ مشرکین پر احادیثِ صحیحہ۔ ۴۹۶
پہلی حدیث ۴۹۶
دوسری حدیث ۴۹۷
تیسری حدیث ۴۹۷
چوتھی حدیث ۴۹۸
جوازِ استعانت میں پیش کی جانے والی بعض روایات کا حال۔ ۵۰۰
روایات جواز قوت میں احادیث منع کو نہیں

www.alahazratnetwork.org

پہنچتی ہیں لہذا ان کے معارض نہیں۔ ۵۰۱
ممانعتِ استعانت کو منسوخ قرار دینے کے لئے جو دو واقعے پیش کئے جاتے ہیں ان کا جواب۔ ۵۰۱
یہود سے استعانت کے پانچ جواب۔ ۵۰۳
حکم نے مقسم سے صرف چار حدیثیں سنیں۔ ۵۰۳
امام شافعی کے نزدیک حدیث منقطع مردود ہے ۵۰۳
حسن بن عمارہ متروک ہے۔ ۵۰۳
مرسل امام شافعی کے نزدیک مہمل ہے۔ ۵۰۳
حیوۃ نے زہری سے کوئی حدیث نہیں سنی۔ ۵۰۳
زہری کے مرسل کو محدثین باد ہوا کہتے ہیں۔ ۵۰۳
صفوان بن امیہ سے استعانت کے روشن جوابات۔ ۵۰۳
حضور اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی غزوہ حنین کے دن صفوان بن امیہ پر عطایا کریمانہ اور صفوان کا اخراج تحسین۔ ۵۰۳
کیا غزوہ حنین وطائف میں صفوان بن امیہ شریکِ جہاد تھا۔ ۵۰۴
صرف ذمی سے استعانت جائز ہے حربی سے مطلقاً حرام ہے۔ ۵۰۶
ذمی کافر میں بھی صرف کتابی سے استعانت جائز ہے مشرک سے مطلقاً حرام ہے۔ ۵۰۷
تحقیق مقام، استعانت کی اقسام اور اُن کے احکام۔ ۵۰۸
استعانت کی تین حالتیں ہیں، التجا، اعتماد، استخدام۔ ۵۰۸
کافر کو کتا بنا کر استعانت جائز ہے جب وہ ہمارے ہاتھ میں کتے کی طرح مسخر ہو۔ ۵۱۰
شکار میں کتے سے استعانت کب جائز ہے۔ ۵۱۰
کتا اگر شکار میں سے ماشہ بھر بھی کھالے تو شکار حرام ہوجائے گا۔ ۵۱۰
ذلیل وقلیل کافروں سے استعانت جائز ہے نہ کہ انبوہِ کثیر سے۔ ۵۱۰
روزِ اُحد چھ سو یہودی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس کردئے۔ ۵۱۰
غزوہ خیبر میں دس یہودیوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمراہی کا حکم فرمایا۔ ۵۱۰
غزوہ اُحد میں مسلمانوں کی تعداد سات سو اور غزوہ خیبر میں ایک ہزار چار سو تھی۔ ۵۱۰
غزوہ حنین کے موقع پر لشکرِ اسلام بارہ ہزار تھا۔ ۵۱۱
استخدام کی چار صورتیں اور ان کے احکام۔ ۵۱۱
کافر کو رازدار بنانا مطلقاً حرام ہے۔ ۵۱۱
کافر کو محرری پر نوکر رکھنے کی ممانعت ہے۔ ۵۱۱
حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بہترین حافظ اور عمدہ خط والے نصرانی کو محرر بنانے کا مشورہ قبول نہ فرمایا۔ ۵۱۲
کافر کی تعظیم حرام ہے۔ ۵۱۳
بے تعظیمی کے ساتھ بھی کافر سے استعانت صرف بوقتِ حاجت جائز ہے۔ ۵۱۴
کافر سے جوازِ استعانت کی صورت۔ ۵۱۴
مسلمانوں کا مشقت میں پڑنا کافروں کی دلی تمنا

www.alahazratnetwork.org

ہوتی ہے۔ ۵۱۶

لیڈروں نے احکام شریعت کو کیسے بدلا۔ ۵۱۶

لیڈروں کی حکم شرع میں سات طرح سے تحریف۔ ۵۱۶

خطبۂ جمعہ میں گاندھی کی تعریف داخل کرنے کا رد۔ ۵۱۸

مشرکین تو محض نجس ہیں۔ ۵۱۸

مشرک تمام مخلوق سے بدتر ہیں۔ ۵۱۸

مشرکوں پر اعتماد حرام قطعی بلکہ تکذیب کلام الٰہی ہے ۵۱۹

دربارۂ استعانت فتوٰی میں لیڈروں کی موت ۵۱۹

شیطان تو انھیں وعدہ نہیں دیتا مگر فریب سے ۵۲۰

کفار کی قسمیں کچھ نہیں۔ ۵۲۰

لیڈر مفتیوں کے اپنے ہی شائع کردہ فتوے نے انھیں گھر تک پہنچا دیا۔ ۵۲۰

مفتیوں کو ہدایت ۵۲۰

مفتی کو جب اصل واقعہ معلوم ہو تو اسے جائز نہیں کہ سائل کو اس کے سوال کے موافق فتوی لکھ دے تاکہ باطل پر اس کا مددگار نہ ہو۔ ۵۲۱

اہل باطل کے ہاتھ میں فتوی آجانے کی خرابی۔ ۵۲۱

مساجد میں مشرک کو لے جانے کا رد۔ ۵۲۱

مشرکین عرب کو ذمی بنانا روا نہ تھا ان پر صرف دو حکم تھے اسلام لائیں ورنہ تلوار۔ ۵۲۵

غیر ذمی کافر کو مسجد میں آنے کی اجازت منسوخ ہوچکی ہے۔ ۵۲۶

لیڈران ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر منسوخات پر عمل کرتے ہیں اور اس میں اپنا بچاؤ سمجھتے ہیں۔ ۵۲۶

لیڈران کی بہی خواہی اسلام۔ ۵۲۶

لیڈران کی اسلامی غیرت۔ ۵۲۶

لیڈران محض اغوا کے لئے مسئلہ دخول مسجد کا نام لیتے ہیں انھوں نے جو کیا بالاجماع حرام قطعی ہے۔ ۵۲۷

تیرا کسی چیز سے محبت کرنا تجھے اندھا اور بہرا کردیتا ہے۔ ۵۲۷

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ مشرکوں سے مصافحہ کیا جائے یا انھیں کنیت سے ذکر کیا جائے یا انھیں آتے وقت مرحبا کہا جائے۔ ۵۲۷

بدایونی لیڈر بننے والے اپنے حق میں احکام ائمہ کرام دیکھیں۔ ۵۲۷

کافر کی تعظیم کفر ہے۔ ۵۲۸

اگر مجوسی کو بطور تعظیم کہا "اے استاذ" تو کافر ہوگیا۔ ۵۲۸

دربارۂ مساجد لیڈران کا پیش کردہ شاہجہانپوری فتوی خود انھیں پر رد ہے۔ ۵۲۹

کافر کو بطور استعلاء مسجد میں جانا مطلقاً حرام ہے۔ ۵۲۹

مفتی کو ہدایت ۵۲۹

شریعت کے ساتھ لیڈروں کی حالت۔ ۵۳۰

ضروری عرض واجب اللحاظ۔ ۵۳۰

جو لوگ دلائل سے عاجز ہوں وہ اپنا عجز چھپانے کے لئے اظہار احکام رب الانام کا نام

www.alahazratnetwork.org

گالیاں رکھتے ہیں تاکہ جواب سے گریز کا حیلہ ہوسکے۔ ۵۳۰
ترکِ معاملت پر ایک نظر۔ ۵۳۱
لیڈروں کی طرف سے مسئلہ موالات میں ایک طرف اتنا افراد کہ نصارٰی سے نرمی معاملت بھی حرام قطعی، اور دوسری طرف اس قدر تفریط کہ ہندؤوں سے اتحاد بلکہ ان کی غلامی فرض شرعی۔ ۵۳۱
مباح کو حرام جان کر چھوڑنے میں حرج نہیں۔ ۵۳۱
تحریم مباح کا اعتقاد ضلالت ہے۔ ۵۳۱
حرام قطعی کو فرض ماننا ایمان وعمل دونوں کیلئے تباہ کن ہے۔ ۵۳۱
اخبارات ومطابع کیوں نہیں بند کرتے۔ ۵۳۲
اوروں کے لئے شور وفغاں اور اپنے لئے نوشجاں۔ ۵۳۳
لیڈران اوروں کو ترکِ تعاون کی طرف بلاتے ہیں اور خود ان کا عمل اس کے خلاف ہے۔ ۵۳۳
لیڈروں پر لیڈروں سے مقاطعہ فرض ہے۔ ۵۳۴
جو خود اپنے کہے پر عامل نہ ہو اس کی چیخ وپکار اوروں سے کیا عمل کرائے گی۔ ۵۳۴
ہندؤوں کی دیگ موافقت سے بانگی کا چاول ۵۳۵
ہندو الفت اور گاندھی رغبت کا راز۔ ۵۳۵
دشمن اپنے دشمن کے لئے تین باتیں چاہتا ہے ۵۳۶
منکر پر رد وانکار کس حالت میں فرض ہے اور کہاں اس کا یہ حکم نہیں۔ ۵۳۷
ناحق قتل یا غارتِ مسلم حرام ہے۔ ۵۳۸
قتلِ ناحق اور غارتِ مسلم میں اعانت مطلقاً حرام۔ ۵۳۸
شراب پینا سخت خبیث کام ہے۔ ۵۳۸
بلا وجہ شرعی شورشوں کے لئے سینہ سپر ہوجانا شرعاً واجب نہیں۔ ۵۳۸
جب فتنے اور بدمذہبیاں ظاہر ہوجائیں تو کشف کے لئے عالم پر اپنا علم ظاہر کرنا فرض ہوجاتا ہے۔ ۵۳۹
حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالٰی تیرے سبب سے ایک شخص کو ہدایت دے دے تو یہ تیرے لئے سُرخ اونٹوں کا مالک ہونے سے بہتر ہے۔ ۵۴۰
جہاد کے احکام واقسام۔ ۵۴۰
جہاد اعظم وجوہِ ازالہ منکر ہے۔ ۵۴۰
جہاد کی تین قسمیں ہیں، (۱) جنانی (۲) لسانی (۳) سنانی۔ ۵۴۰
واقعہ کربلا سے لیڈروں کا استناد اغوائے مسلمین ہے۔ ۵۴۰
کربلا کی لڑائی کا آغاز امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف سے نہ تھا۔ ۵۴۱
بعض واقعات واحوالِ کربلا۔ ۵۴۱
حضرت امام حسین رضی اللہ تعالٰی نے رخصت کے بجائے عزیمت پر عمل فرمایا اور یہی ان کی شانِ رفیع کے شایاں تھی۔ ۵۴۲
دیکھو امام نے کیا کیا اور تم کیا کررہے ہو اسلام وکفر کو کیوں ملاتے ہو۔ ۵۴۲

www.alahazratnetwork.org

امام عالی مقام رضی اللہ تعالٰی عنہ کے در کے کسی کُتّے نے بھی مشرکوں سے مدد نہ مانگی۔ ۵۴۳
امام پاک نے بہتّر تن سے بیس ہزار فجار کا مقابلہ فرمایا۔ ۵۴۳
امام کا توکل اللہ تعالٰی پر تھا جبکہ لیڈروں کا اعتماد اعداء اللہ پر ہے۔ ۵۴۳
لیڈروں کے دل ساختہ احکام پر نہ شرع شاہد ہے نہ عقل مساعد۔ ۵۴۳

○ انفس الفکر فی قربان البقر

(گاؤکشی کے معاملہ میں مفصل تحقیقات اور ہندوؤں کے شبہات کا ازالہ) ۵۴۵
مسئلہ عجیبہ کہ گائے کشی واجب یا مباح ہے؟ اور قربانی اونٹ کی یا گائے کی بہتر ہے، جہاں فتنہ ہو کیا وہاں گاؤکشی سے باز رہا جائے؟ ۵۴۵
صدر الشریعت مصنف بہارِ شریعت مولٰنا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ کی طرف سے اہم وضاحت۔ (حاشیہ) ۵۴۵
شریعت کے ہر حکم میں دقائق اور مصالح ہیں۔ ۵۵۰
مصالح عرف سے بدل جاتے ہیں تو حکم بھی بدل جاتا ہے۔ ۵۵۰
حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمان برکت نشان میں عورتوں پر پردہ واجب نہ تھا عورتیں پنجوقتہ جماعت میں حاضر ہوتی تھیں۔ ۵۵۰
حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے زمانہ میں رنگ بدلا تو اُنھوں نے فرمایا، اگر حضور دیکھتے عورتوں کو مسجد سے روک دیتے۔ پھر زمانہ مابعد میں اور حالت خراب ہوئی تو ائمہ نے جوان عورتوں کو روک دیا، جب اور زمانہ بدلا تو مطلقاً ممانعت ہوگئی۔ ۵۵۰
درمختار اور فتح القدیر سے مسئلہ کا حکم۔ ۵۵۰
اُن حدیثوں کا ذکر جن میں عورتوں کو حضورِ جماعت کی اجازت ہے۔ ۵۵۱
موجودہ احکام حدیث کے خلاف نہیں بلکہ وہی کہ زمانہ بدلنے کے سبب حکم بدلا۔ ۵۵۱
ستر و حجاب کے کچھ مسائل۔ ۵۵۱
واجب و حرام لعینہٖ ولغیرہٖ کا بیان مع امثلہ۔ ۵۵۲
انگرکھے کا سیدھا پردہ مسلمانوں کا شعار اور اُلٹا پردہ کافروں کا۔ تو اُلٹے پردہ کا انگرکھا لینا حرام ہے۔ ۵۵۲
گاؤکشی اپنے اصل اور ذات کے اعتبار سے واجب نہیں، نہ اباحت کے اعتقاد کے ساتھ اس کا تارک گنہگار، نہ ہماری شریعت میں کسی چیز کا بالتعیین کھانا فرض۔ ۵۵۳
گائے کی قربانی کرنا واجب لعینہٖ اور ترک حرام لعینہٖ نہیں، لیکن واجب لغیرہٖ و حرام لغیرہٖ تو ہوسکتا ہے اس کے یک لخت ترک میں اسلام اور اہلِ اسلام کی توہین اور ذلت ہے، اور یہ شرعاً حرام ہے۔ ۵۵۳
سائل نے لفظ ترک لکھا ہے حالانکہ ترک اور کف میں فرق ہے۔ ۵۵۳

www.alahazratnetwork.org

ترک کے نقصانات کی تفصیل۔ ۵۵۳

گوشت طبعاً اہلِ اسلام کی غذا ہے، اللہ تعالٰی نے اس کا احسان جتایا ہے۔ ۵۵۳

گوشت کی فضیلت کی احادیث۔ ۵۵۴

بکری کا گوشت گراں ہے سب کو دوامًا میسر نہیں۔ ۵۵۴

فطرت کا قانون یہ ہے کہ عناصر نباتات کی غذا، نباتات حیوانات کی غذا اور حیوانات انسان کی غذا۔ ۵۵۴

گوشت میں بدنِ انسان کے لئے غیر معمولی فوائد ومصالح ہیں۔ ۵۵۴

سائل کا یہ کہنا کہ گاؤکشی پر کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوتا، غلط ہے۔ ۵۵۵

اونٹ اور گائے اور بکری میں گائے کی وجہِ ترجیح۔ ۵۵۵

ہمارے یہاں گائے کا ذبیحہ اصل مذہب میں داخل، اور غیر مسلموں نے یہ پابندی بعد میں اپنے سر ڈال لی ہے۔ ۵۵۶

گائے کو ہندو مذہبی پیشوا خود کھاتے تھے۔ ۵۵۶

گاؤکشی کی حرمت کی دو وجہ قرار دی گئیں:

(۱) ہتھیا، تو دوسرے جانوروں کی ہتھیا ان حضرات میں عام ہے۔ اگر اس کی وجہ سے جان لینا حرام ہو تو سانپ کا مارنا بھی حرام ہوگا۔ ۵۵۶

جینیوں کے طرزِ عمل سے استدلال کہ وہ مطلقاً ہتھیا کو شدید حرام سمجھتے ہیں، مگر انھیں کے دیگر ہم قوم ان کی اس ہتھیا کا خیال کئے بغیر ہتھیا کرتے ہیں پھر ہم پر پابندی کیوں؟ ۵۵۶

دوسری وجہ تعظیم، سو اس پر بھی خود یہ حضرات پورے نہیں اترتے، مثالوں سے اس کی وضاحت۔ ۵۵۶

بیل اور گائے میں وجہِ فرق کیا ہے۔ ۵۵۶

جہاں قانوناً گاؤکشی بند ہے وہاں شریعت بھی مجبور نہیں کرتی کہ ضرور کرو اور ضرور موردِ آفات ہو۔ ۵۵۷

خلاصۂ حکم۔ ۵۵۸

ہندوستان میں گاؤکشی کی رسم موقوف کرانے کی ہندوؤں کی کوششوں کے بارے میں مسلم لیگ ضلع بریلی کی طرف سے بھیجے گئے استفتاء کا جناب نواب مرزا کی طرف سے جواب اور مصنف علیہ الرحمۃ کی اس پر تصدیق۔ ۵۵۸

تصدیق منجانب مفتیِ ہند حضرت مولٰنا محمد مصطفٰے رضا خاں قادری۔ ۵۵۹

کیا قرآن میں قربانیِ گاؤ منع ہے؟ ۵۶۰

قرآن وحدیث سے قربانیِ گاؤ ثابت ہے۔ ۵۶۰

آیتِ مبارکہ "والبدن جعلنٰھا" سے گائے کی قربانی پر استدلال، نیز تفسیر قادری کے ترجمہ سے اس موضوع پر استدلال۔ ۵۶۰

ائمہ ثلٰثہ حنفیہ کے اقوال سے استدلال۔ ۵۶۱

آیتِ مبارکہ ولکل امۃ جعلنا منسکا

www.alahazratnetwork.org

سے استدلال۔ ۵۶۱
سورۂ انعام کی آیت "ثمانیۃ ازواج الآیۃ" سے بقر کے انعام ہونے پر استدلال۔ ۵۶۲
آیت "واذ قال موسیٰ لقومہ" سے استدلال۔ ۵۶۲
تفسیر قادری سے حکم مذکورہ بالا کی علت۔ ۵۶۳
بحکم آیاتِ قرآنی احادیثِ رسول بھی اسی طرح احکام کا اثبات کرتی ہیں جیسے آیاتِ قرآنی۔ ۵۶۳
ان آیتوں کا بیان جن میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات وحی ہونے اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم ہے۔ ۵۶۴
صحاح ستہ اور نسائی سے ان حدیثوں کی تخریج جن میں قربانیِ بقر کا ذکر ہے۔ ۵۶۴
ویدوں سے قربانیِ گاؤ کی ممانعت ثابت نہیں اگر شاستروں پر بنائے مسئلہ ہے تو ہماری فقہ میں بھی قربانیِ گاؤ کی تصریح ہے اس کو خلافِ مذہب کہنا دھوکا ہے۔ ۵۶۵
مورتی پوجن، گھنٹا بجانا، سنکھ پھونکنا، مہادیو پر پانی ٹپکانا، ہولی، دیوالی وغیرہ با صدہا باتیں وید سے ثابت نہیں۔ ۵۶۵
اخبار پائنیر کے حوالے سے وید سے قربانیِ گاؤ کا جواز۔ ۵۶۵
برہمن پران، ستیارتھ پرکاش، ترہنا، منوسمرتی سے مسئلہ بالا کا ثبوت۔ ۵۶۶
فیصلہ ہائی کورٹ سے مسئلہ کا ثبوت۔ ۵۶۶
غیر مسلموں سے چندہ وصول کرنے کی غرض سے قربانی بند کرنا کیسا ہے۔ ۵۶۶
دینی کام کے لئے غیر مسلموں سے چندہ لینا منع ہے۔ ۵۶۶
کتابی کافر سے قربانی کا ذبح کرانا مکروہ ہے ۵۶۷
ایسے کلمہ گویوں کا حکم جو غیر مسلموں کی خوشنودی کے لئے از خود قربانیِ گاؤ بند کرنے کا اعلان کریں ۵۶۸
آیاتِ سورۂ بقرہ، سورۂ انعام، سورۂ حج سے قربانی کا ثبوت۔ ۵۶۸
جو جس سے دوستی کرے قیامت کے دن اسی کے ساتھ حشر ہو۔ ۵۶۹
حدیث انت مع من احببت اور ما احب رجل الحدیث سے مضمونِ بالا پر استدلال۔ ۵۶۹
مطلقاً علماءِ دین یا کسی عالمِ دین کو عالم ہونے کے سبب برا کہنا کفر ہے۔ ۵۷۰
شریعتِ مطہرہ کی ادنیٰ توہین یقیناً قطعاً کفر و ارتداد ہے۔ ۵۷۰
گائے کی قربانی شعارِ اسلام ہے، دشمنانِ دین سے اتحاد منانے کو شعارِ اسلام بند کرنا بدخواہیِ اسلام ہے۔ ۵۷۱
چندہ جمع کرکے گائے کی قربانی چھڑانا اور بکری کی قربانی میں اس چندہ سے مدد دینا شیطان کا داؤ ہے، مسلمان آنکھیں کھول رکھیں۔ ۵۷۲
کفار کبھی دین اسلام کے خیر خواہ نہیں ہوسکتے جس میں وہ ساعی ہوں اس میں مسلمانوں کے

www.alahazratnetwork.org

دین کا ضرر ہے۔ ۵۷۲

کافروں کے زبانی اتحاد پر پھولنا قرآن عظیم کو بھولنا ہے۔ ۵۷۲

ہندو مسلم اتحاد کے نتیجے میں گائے کی قربانی کو چھوڑ دینا ایک طرفہ تالی ہے۔ ۵۷۲

مولوی عبد الباری صاحب کے والد مولانا عبد الوہاب اور دیگر علمائے فرنگی محل کا فتویٰ ہے کہ بخاطر ہنود قربانی گاؤ بند کرنا معصیت ہے، ناجائز ہے، اس کا جاری رکھنا واجب ہے۔ یہ فتویٰ مجموعہ فتاویٰ مولوی عبد الحی صاحب میں ہے۔ ۵۷۲

ہنود کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے گاؤکشی بند کرانے کے بارے میں بنائی جانے والی کمیٹی میں شرکت حرام ہے اور اس کے محرکین شیطان کے فریب میں ہیں دانستہ یا نادانستہ بدخواہیِ اسلام کر رہے ہیں۔ ۵۷۳

گائے بھیڑ بکری اونٹ وغیرہ کی قربانی میں مسلمان منجانب شریعت مختار ہیں مگر مخالفانِ اسلام کی خاطر شعائر اسلام بند کرنے کا کسی وقت مسلمانوں کو اختیار نہیں۔ ۵۷۳

ہندوستان میں گائے کی قربانی قائم رکھنا واجب ہے اور ہندو مسلم اتحاد کی ناپاک مصلحت کے لئے اس کا چھوڑنا حرام ہے۔ ۵۷۳

شعارِ اسلام کو بند کرنے کی کوشش کرنے والا اسلام کا بدخواہ ہے ایسا شخص عالم نہیں ظالم ہے جو اسلام پر ظلم کر رہا ہے۔ ۵۷۳

مسئلہ کا حکم اور اہلِ اسلام کے خلاف شرع افعال کی قدرے تشریح۔ ۵۷۴

گاؤکشی بند کرنے سے مسلمانوں کو جو معاشی اور مذہبی زحمتیں ہوں گی ان کا ذکر اور حکم شرع۔ ۵۷۴

ایک حدیث مبارک جو اپنی عزت خدا کے یہاں دیکھنا چاہے اندازہ لگائے کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی قدر کیسی ہے۔ ۵۷۵

آدمی اگر اللہ و رسول کے معاملہ کو اپنے ذاتی معاملہ کے برابر رکھے تو اس کے عمل کے لئے کافی ہے۔ ۵۷۵

آیت و تفسیر سے قربانی کا ثبوت، اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی بے قدری کرنے والوں کی عذاب سے تخویف۔ ۵۷۵

اسی مسئلہ سے متعلق مسلسل تین سوال و جواب ۵۷۶

قربانی کے لئے خریدی ہوئی گائے کو ہندوؤں کی خوشنودی کے لئے بیل یا بھینس سے بدل کر قربانی کرنا منع ہے۔ ۵۷۷

اللہ تعالیٰ کے واسطے نیت کر کے پھرنا معیوب ہے۔

ہندوؤں سے اتحاد حرام اور اس کی وجہ سے قربانی گاؤ موقوف کرنا حرام، اور ایسا کرنے والے کا حشر ہندوؤں کے ساتھ ہوگا۔ ۵۷۷

محض خوشنودیِ اہلِ ہنود کے لئے قربانی بجائے تین دن کے ایک دن مقرر کرنا حرام ہے۔ ۵۷۷

ہنود کی خوشنودی کے لئے اللہ و رسول کے حکم میں تنگی کرنا مسلمان کا کام نہیں۔ ۵۷۷

www.alahazratnetwork.org

عورتوں کو بے پردہ مرید کرنے والا، داڑھی خشخشی رکھنے والا، عالموں کی غیبت کرنے والا پیر نہیں مسخرۂ شیطان ہے۔ ۵۷۸

پیر بے واسطہ اللہ تک پہنچا دیتا ہے، اگر اس کا مطلب بے واسطہ رسول ہے تو کفر ہے۔ ۵۷۸

جو یہ کہے کہ مسلمانوں کے کلمہ میں یہ طاقت ہے کہ اسے پڑھا کر سور کھانے والے کو مسلمان کر لیتے ہیں، تو سور پر کلمہ پڑھ کر اسے کیوں نہیں کھا لیتے، یا یہ کہے کہ ہم کو مسلمانوں سے کام نہیں ہندوؤں سے کام ہے، ایسا شخص کافر ہے۔ ۵۷۸

آیت کریمہ من یشفع شفاعۃ حسنۃ کی توضیح۔ ۵۷۸

اعمال حسنہ کے قبولیت کی شرط ایمان ہے۔ ۵۷۹

کافر کا کوئی عمل حسن مقبول نہیں۔ ۵۷۹

کسی مشرک کو سفارشی بنانا اور ہے اور اس کی تعظیم وتکریم امر آخر ہے۔ ۵۷۹

چند افعال کفریہ کا بیان۔ ۵۸۰

دین اسلام تمام جہان کے لئے ہدایت ہے۔ ۵۸۰

اب کوئی جدید نبی نہیں آئے گا۔ ۵۸۱

شریعت کی قطعی حلال کی ہوئی چیز کو جو کوئی حرام بتائے یا حرام کو حلال قرار دے وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔ ۵۸۱

حلت قربانی گاؤ اور حرمت شرکت اعیاد ہنود ضروریات دین میں سے ہے۔ ۵۸۲

کفار کے میلہ میں شرکت حرام ہے۔ ۵۸۳

جھوٹی گواہی سب کے لئے حرام اور غیر مسلموں کے امور شرکیہ کے لئے ہو تو قریب بہ کفر ہے۔ ۵۸۳

جو شخص جس مذہب یا فرقہ کا ہونے کی خواہش ظاہر کرے وہ اسی کا ہو گیا۔ ۵۸۳

ایک فتویٰ نما استفتاء۔ ۵۸۳

گمراہوں سے اجتناب کی حدیث مسلم ۵۸۴

ابوداؤد کی روایت کہ وہ بیمار ہوں تو عیادت نہ کرو، مرجائیں تو جنازہ میں حاضر نہ ہو۔ ۵۸۵

ابن ماجہ کا اضافہ کہ ملاقات ہو تو سلام نہ کرو۔ ۵۸۵

عقیلی کی روایت کہ ان کی ہم نشینی نہ کرو، ان کے ساتھ کھانا پانی نہ کرو، ان سے شادی بیاہ نہ کرو۔ ۵۸۵

ابن حبان کا اضافہ کہ ان کی نماز جنازہ نہ پڑھو، ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔ ۵۸۵

دیلمی راوی کہ میں ان سے بری وہ مجھ سے دور۔

ان سے جہاد کرنا ترک اور دیلم سے جہاد کرنے کی طرح ہے۔ ۵۸۵

ابن عساکر کی روایت کہ صاحب بدعت سے ترش روئی کے ساتھ پیش آؤ کہ اللہ تعالیٰ انھیں مبغوض رکھتا ہے، وہ صراط سے گزر نہ سکیں گے ٹکڑے ہو کر ٹڈی اور مکھیوں کی طرح گریں گے۔ ۵۸۶

طبرانی کی حدیث کہ صاحب بدعت کی تعظیم کرنے والا اسلام کے ڈھانے پر مدد کرنے والا ہے۔ ۵۸۶

طبرانی اور ابونعیم کی اسی کی ہم معنی روایت۔ ۵۸۶

www.alahazratnetwork.org

جبّہ رح کا حکم لبعض اہانت اور دھتکار و پھٹکار ہے (شرح مقاصد) ۵۸۶
صاحبِ بدعت کے بارے میں فضیل ابنِ عیاض کا قول۔ ۵۸۷
حسام الحرمین میں جن گروہوں پر کفر کا فتویٰ دیا گیا ان کا بیان۔ ۵۸۷
ظہورِ فتن کے وقت علماء پر حق کا ظاہر کرنا ضروری ہے ۵۸۹
جو شخص مسجد میں آکر لوگوں کو ایذا دے اس کو مسجد سے نکال دیا جائے۔ ۵۹۰
یزید علیہ ما یستحقہ باجماع اہلسنت فاسق و فاجر اور جری علی الکبائر تھا۔ ۵۹۱
امام احمد بن حنبل اور ان کے اتباع یزید کی تکفیر کرتے ہیں۔ ۵۹۱
یزید کی حکومت میں حرمین طیبین کی بے حرمتی ہوئی اور حادثۂ کربلا بپا ہوا۔ ۵۹۲
ہمارے امام اعظم کے نزدیک یزید کا فسق و فجور علی التواتر ثابت ہے کفر کا ثبوت نہیں اس لئے سکوت کرتے ہیں۔ ۵۹۲
شبہہ ہو تو گناہ کبیرہ کی نسبت کرنی بھی منع ہے۔ ۵۹۲
یزید کے فسق و فجور سے انکار اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر الزام ضروریاتِ مذہب اہلسنت کے خلاف ہے۔ ۵۹۲
جس سے کوئی بڑی برائی صادر ہو اس سے چھوٹی کی شکایت بے سود۔ ۵۹۳
جب کوئی بات دلیل قطعی سے ثابت ہو تو قرآن کا اضافہ بے سود ہے۔ ۵۹۳
مرتدین سے ہر قسم کا قطع تعلق فرض ہے۔ ۵۹۳
ایک سیاسی جلسہ کی شرکت وغیرہ امور کے متعلق سوالات۔ ۵۹۵
بریلی میں جلسۂ خلافت ۱۷ اکتوبر ۱۹۲۰ء میں ہوا۔ ۵۹۵
خلافتی بیان کہ اہلِ وطن سے دوستی قرآن سے ثابت ہے۔ ۵۹۵
ایک سیاسی جلسہ کی شرکت کے بارے میں سوال۔ ۵۹۵
معاملے سے قبل تک موالات کے دس درجے ہیں اور اس کی صوری و حقیقی دو قسموں میں سب کا حکم شرعی۔ ۵۹۶
اعلیحضرت کے چند احباب کی تاریخہائے وفات۔ ۵۹۷
اظہارِ کلمۂ کفر کے بعد لاطائل تاویلوں کا رد۔ ۵۹۸
دھوکا دہی کے لئے الفاظِ کفر بکنا بھی کفر ہے۔ ۵۹۹
تصریح الفاظِ کفر بکنے کے بعد یہ تاویل مردود کہ میں نے دل سے نہیں کہا تھا۔ ۵۹۹
یہ تاویل بھی نامقبول ہے کہ تکلم کے باوجود میں اس سے راضی نہ تھا، یا بطور ہزل و استہزاء بکے۔ ۶۰۰
ضرورۃً کفری الفاظ زبان سے ادا کرنے کی صرف ایک جائز صورت اکراہ شرعی ہے۔ ۶۰۰
کفر کے بعد تجدیدِ اسلام و نکاح ضروری ورنہ

www.alahazratnetwork.org

زنائے خالص ہوگا۔ ٦٠٠

دل میں لاکھ ایمان ہو زبان سے کلمۂ کفر بکنے سے آدمی کافر ہوجاتا ہے۔ ٦٠٠

حکم شرع نرم الفاظ میں ادا کرنے سے بھی غلط نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ ٦٠١

جیسا جرم ہو توبہ ویسی ہی ضروری ہے السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ۔ ٦٠٢

ایک کلمۂ کفر کی غلط تاویل کا حکم ٦٠٢

اللہ تعالٰی کو خبر نہیں، فرشتے روح نکالنے آگئے، یہ کلمۂ کُفر ہے۔ ٦٠٢

خدا کہے جب بھی نہیں سُنوں گا، کلمۂ کُفر ہے۔

یزید کو پلید کہنا جائز، رحمۃ اللہ علیہ کہنا منع ہے ٦٠٣

بلاوجہ شرعی مسلمان کو یزید کہنا گناہ ہے۔ ٦٠٣

شرع کیا چیز ہے، آجکل کوئی شرع پر عمل کرتا ہے، کلمۂ کفر ہے، ہاں بطور طعن کہا تو کفر نہیں مگر سخت گناہ ہے۔ ٦٠٣

لفظ الٰہنا محمد کی صحیح تاویل ممکن ہے اس لئے یہ کلمہ کفر نہیں، ناجائز ہے۔ ٦٠٣

کسی کلام میں ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک اسلام کا، تو اس کے بولنے والے پر حکم کفر نہ دیں گے۔ ٦٠٣

"عالم لوگوں نے دین خراب کردیا" کلمۂ کفر ہے تجدید اسلام وتجدید نکاح ضروری ہے۔ ٦٠٥

زجراً یہ کلمہ بولنا کہ کیا نماز کو کھیل بنا رکھا ہے، دوسرے نے زجراً ہی کہا اور کیا، یہ کلمہ کُفر نہیں۔ ٦٠٦

ضرورت کے وقت صرف لاحول ولا قوۃ یا لاحول پر اقتصار قبیح ہے کفر نہیں۔ ٦٠٦

رائج کچہریوں کو عدالت کہنا جائز لیکن ان کے حکام کو عادل کہنا کلمۂ کفر ہے۔ ٦٠٦

کلمات کفر لکھنے اور بولنے کا حکم ایک ہے، ہاں لکھتے وقت اس کا اعتقاد نہ ہو تو کفر نہیں۔ ٦٠٧

"میں خدا اور رسول کو نہیں مانتا کہ کون ہیں" ٦٠٧

"مسجد کو نہیں جانتا کہ کیا چیز ہے" یہ کلمہ تحقیراً کہا تو کفر ہے، اور اپنی جہالت کے اظہار کے لئے ہو تو کفر نہیں، طرز ادا البتہ ٹھیک نہیں۔ ٦٠٧

مسلمانوں کو "بیٹی چود" کہنا قابلِ تعزیر جرم ہے ٦٠٨

گول مول سوال کا جواب نہیں دیا جاتا۔ ٦٠٨

مسلمان کی توبہ کا دوسرے مسلمانوں کو قبول کرنا واجب ہے۔ ٦٠٨

اللہ تعالٰی بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ ٦٠٨

معذرت خواہ کا عذر نہ قبول کرنا قیامت کے دن باعثِ محرومی حوض کوثر ہے۔ ٦٠٩

بدگمانی گناہ ہے۔ ٦٠٩

سرے سے توبہ کا انکار کفر ہے۔ ٦١٠

کسی گنہگار مسلمان سے توبہ کے بعد میل جول رکھنے والوں کو خارج از اسلام سمجھنا کافرانہ خیال ہے، تجدید اسلام و نکاح ضروری ہے۔ ٦١٠

اپنے پیروں کو خدا اور رسول کہنا، علماءِ دین کی توہین، جب تک خدا اور رسول کو نہ دیکھ لینگے

www.alahazratnetwork.org

ایمان نہ لائیں گے ۔ مولا علی کو تمام انبیاء
خصوصًا سیدالانبیاء علیہم السلام پر
فضیلت ، یہ چاروں باتیں کفر ہیں۔ ٦١٠
مرشد کو خدا کہنے والا کافر ، مرشد پسند کرے
تو وہ بھی کافر۔ ٦١١
مرشد حق کی قدمبوسی جائز ، سجدہ ممنوع ہے۔ ٦١١
عالم وہی ہے جو سنی صحیح العقیدہ ہو۔ ٦١١
عالم کی توہین کفر ہے۔ ٦١١
گمراہوں کے عیوب بیان کرنا کہ لوگ اس سے
بچیں ، غیبت نہیں۔ ٦١٢
بے تحقیق کسی مسئلہ کا جواب دینا حرام ہے۔
مکروہ تحریمی کو ہلکا جاننا گمراہی ہے۔ ٦١٢
توبہ صادقہ کے بعد آدمی گناہ سے پاک ہوجاتا ہے ٦١٢
دین اسلام کو نقلی کہنے والے کے بارے میں
حکم میں تفصیل ہے۔ ٦١٣
اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ "صاحب" بولنا حدیث
میں وارد ہے اور لفظ "میاں" کا اطلاق
ممنوع ہے۔ ٦١٣
رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لفظ "صاحب"
کا اطلاق قرآن عظیم میں ہے۔ ٦١٤
"محمد صاحب" کہنا غیر مسلموں کا شعار ہے اس
سے بچنا چاہئے۔ ٦١٤
درود شریف کے ایک صیغہ کے بارے میں
سوال۔ ٦١٤
حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نور عرش اللہ
کہنا جائز ہے۔ ٦١٥
غیر مقلدین کے عقیدے ایسے ہیں کہ بحکم فقہاء ان
پر حکم کفر عائد ہوتا ہے۔ ٦١٥
جو عالم غیر مقلد کی نماز جنازہ ان کے عقائد پر
مطلع ہو کر پڑھے اس پر توبہ و تجدید نکاح
لازم ہے۔ ٦١٧
لفظ کافر گالی کے طور پر بھی بولا جاتا ہے لیکن شرع
میں یہ ایک اصطلاحی لفظ ہے جو ہر غیر مسلم پر
بولا جاتا ہے۔ ٦١٧
پھانسی ہونے سے ایک آن قبل بھی جو مسلمان
ہوا وہ حقیقۃً مسلمان ہوگیا ، اس کے ساتھ
اسلامی معاملات کئے جائیں۔ ٦١٧
وحدۃ الوجود کی صحیح تعبیر ٦١٧
آیات متشابہات میں اہلسنت وجماعت کا
پہلا مسلک تفویض ہے ، مثلاً عرش پر اللہ تعالیٰ
کا استواء معلوم ہے کیفیت مجہول ہے اللہ تعالیٰ
کا ہر شے کو محیط ہونا معلوم ہے ، احاطہ ذاتی یا صفاتی
سے بحث نہ کی جائے گی۔ ٦١٩
تفویض امام اعظم اور دیگر ائمہ سلف کا مسلک تھا۔ ٦٢٠
اللہ تعالیٰ جسم ، جہت اور مکان سے پاک ہے۔ ٦٢٠
مسلک دوم تاویل ہے یعنی عقل و شرع کے
موافق معنی بیان کئے جائیں۔ ٦٢٠
ان اللہ علیٰ کل شئ قدیر سے مراد احاطہ
صفاتی ہوگا۔ ٦٢٠
یہ کہنا کہ "کوئی گوشہ یا مکان ایسا نہیں جہاں

"ذاتِ خدا موجود نہیں" یہ کلمہ کفر ہے ۔ ۶۲۰
ہزاروں ائمۂ خلف احاطۂ الٰہی کو احاطۂ صفاتی مانتے ہیں ۔ ۶۲۰
اللہ تعالٰی کی ذات ہر مکان میں موجود ماننے پر لازم آنے والے استحالوں کا بیان ۔ ۶۲۱
جو شخص مسلمان ہو کر فقہ کا مطلقاً انکار کرے مرتد ہے ۔ ۶۲۲
اللہ تعالٰی کو کسی سے مشورہ کی ضرورت نہیں، لیکن اس نے بندوں سے تعلیماً مشورہ کیا، یہ کلمہ کفر نہیں بلکہ یہ حدیثوں سے مضمون ثابت ہے ۶۲۳
نماز سے انکار مطلقاً کفر نہیں البتہ سخت گناہ ہے، فرضیت سے انکار کفر ہے ۔ ۶۲۳
"میں کافر ہی سہی" یہ کلمہ محتمل تاویل ہے، اس کے بولنے والے پر تجدیدِ اسلام اور نکاح کا حکم ہے ۔ ۶۲۴
بزرگانِ اسلام کے مناقب کو دنت کتھا (بے سند بات) کہنا گمراہی ہے ۔ ۶۲۵
غیر مسلموں کے مذہبی جذبات اور ان کے معبودوں کو عزت دینا کفر ہے ۔ ۶۲۵
کافر کے کسی فعل کی تعریف کفر ہے ۔ ۶۲۵
حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فقیر کہنا جائز نہیں ۔ ۶۲۶
حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بے چارہ کہنا حرام ہے ۔ ۶۲۶
امام مالک کا مسلک کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر لفظ یتیم کا اطلاق جائز نہیں ۔ ۶۲۷
حدیث الفقر فخری بے اصل ہے ۔ ۶۲۷
ابن حاتم طلیطلی کو اس وجہ سے قتل کیا گیا کہ اس نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یتیم اور حیدر کا خسر کہا ۔ ۶۲۸
حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زہد کو مجبوری کہنے کا حکم ۔ ۶۲۸
رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اونٹ بان کہنے کا حکم ۔ ۶۲۹
ابو العلاء المعری کا ایک کفری شعر ۶۲۹
حدیث مبارک اللھم احینی مسکینا کا صحیح مطلب ۔ ۶۳۱
آپ کی ذات مبارک پر یتیم اور اس قسم کے دیگر الفاظ کے اطلاق کے بارے میں فقہاء کے متضاد احکام میں نفیس تطبیق ۔ ۶۳۱
کلمات بے ادبی کا حکایۃً دہرانا بھی ممنوع و حرام ہے اور مرتکبین کے درجہ بدرجہ احکام ۔ ۶۳۲
سورۃ والضحٰی میں حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے روئے روشن اور زلفِ مشکیں کی قسم یاد کی گئی ہے ۔ ۶۳۳
مرتکبِ توہینِ رسالت کے احکام ۔ ۶۳۳
"ہندو ہوتے تو بہتر کہ روزے تو نہ رکھنا پڑتے" "تیس روزے پوری قید ہیں، بھوک پیاس لے کر آتے ہیں" "رمضان بڑے ظالم ہیں" کہنے کا حکم ۔ ۶۳۵

www.alahazratnetwork.org

مرتد کے احکام ٦٣٥

اگر دو قرآن بھی درمیان میں ہوں جب بھی تیری جانب سے میرا بغض نہ جائے گا، یہ کلمۂ کفر نہیں محتمل تاویل ہے۔ ٦٣٦

بلا وجہ شرعی بغض اور اس کے موافق عمل فسق ہے۔ ٦٣٧

"دینے والا اور بخشنے والا پیر ہے" اپنے ظاہری معنیٰ میں الفاظِ کفر میں سے ہے۔ ٦٣٧

"کیا خدا کو تمہارے دل کی خبر تھی" اس جملہ کی تاویل صحیح۔ ٦٣٨

کسی کے سوال کے جواب میں "ہاں میں مسلمان نہیں" کہنے کا حکم، اور مجبور کرکے ایسا جملہ کہلوانے کا حکم۔ ٦٣٨

غیر نبی کو نبی پر مطلقاً فضیلت دینا کفر ہے۔ ٦٤٠

جزئی فضیلت دینا بھی بے ادبی ہے جو حرام بلکہ کفر تک پہنچتی ہے۔ ٦٤٠

امامین کریمین کے فضائل و مناقب بیان کرنا چاہئے مگر ایسے اور اس طرح نہیں کہ خستگی اور بیچارگی ظاہر ہو۔ ٦٤٠

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کو ناقص کہنا بے ادبی ہے۔ ٦٤٠

شہید کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فضیلت دینا کفر ہے۔ ٦٤٠

اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ حاضر و ناظر کہنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ ٦٤٠

وحدۃ الوجود کی تحقیق۔ ٦٤١

توحید، وحدت، اتحاد تینوں الفاظ کے معنیٰ کا بیان۔ ٦٤١

توحید مدارِ ایمان ہے، وحدۃ الوجود یعنی ایک وجود کا حقیقی ہونا قرآن وحدیث اور اقوالِ اکابر سے ثابت ہے۔ ٦٤١

اتحاد کہ سب میں خدا کا حصہ اور سب خدا، یہ کفر ہے۔ ٦٤١

مسئلۂ وحدۃ میں تین فرقوں کا بیان اور ایک دلکش مثال سے حقیقتِ حال کی وضاحت۔ ٦٤٢

وجودِ حقیقی باری تعالیٰ کا ہے بقیہ سب اسی کے عکوس و ظلال ہیں کسی کا وجود حقیقی نہیں۔ ٦٤٣

اہلِ حقیقت نے وجود کی دو قسمیں ہیں: حقیقی و ذاتی اور ظلی وعطائی۔ ٦٤٣

سماع جو منکراتِ شرعیہ سے خالی ہو مباح بلکہ مستحب ہے۔ ٦٤٤

مزامیر حرام ہیں۔ ٦٤٤

علم اور علماء کو ذکر کہنا کفر ہے۔ ٦٤٤

مطلقاً فقہ کا انکار قرآن مجید کا انکار ہے۔ ٦٤٥

خدا کے بعد عالم کا درجہ، یہ کفر بھی ہوسکتا ہے اور کلمۂ ایمان بھی۔ ٦٤٥

حجام کے کام کی نسبت انبیاء علیہم السلام کی طرف غلط ہے۔ ٦٤٦

آدم علیہ السلام کو کپڑا بننا سکھایا، داود

www.alahazratnetwork.org

5

علیہ السلام لوہے سے زرہ بناتے لیکن ان افعال کے انبیاء علیہم السلام کی طرف نسبت کرنے کی صورتیں اور اُن کا حکم۔ ۶۴۶

ایک صحیح روایت میں جھوٹ کا پیوند اور اسکا ازالہ۔ ۶۴۶

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے تکبر کا لفظ استعمال کرنا کفر ہے۔ ۶۴۶

جیسے مجمع میں کفر بکے ویسے ہی میں ازالہ ضروری ہے ۶۴۶

ایک جھوٹی روایت ۶۴۶

رضا بالکفر کفر ہے۔ ۶۴۷

حضور مر کر مٹی میں مل جائیں گے، یہ کلمہ کفر ہے۔ ۶۴۷

حیاتِ انبیاء کی مثبت حدیثیں ۶۴۸

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے جمع اور واحد دونوں ہی صیغے ذکر فرمائے۔ ۶۴۸

ادب کے خیال سے جمع کا صیغہ بھی بول سکتے ہیں لیکن افضل اور اولیٰ واحد کا صیغہ ہی ہے۔ ۶۴۸

مسلمانوں کو کافر ٹھہرانا کفر ہے۔ ۶۴۹

بہشتی زیور اور اس کے ماننے والوں پر شرعاً حکم کفر ہے۔ ۶۴۹

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نورِ الٰہی کا جزو کہنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ ۶۴۹

لفظِ نور کی تحقیق ۶۵۰

اللہ ورسول کو غلیظ گالی دینے والے کو زبانی معافی مانگنے پر معاف کرنا جائز نہیں۔ ۶۵۱

اللہ جل جلالہ و رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مدعی ہر مسلمان ہے۔ ۶۵۱

شریعت چولہے میں جائے، کلمہ کفر ہے۔ ۶۵۱

مرتد بیوی سے قبل اسلام جماع حرام ہے، اولاد ہوئی تو ولد الحرام کہیں گے ولد الزنا نہیں۔ ۶۵۲

کافر کو کافر کہنا چاہیے۔ ۶۵۲

مدخولہ سے عدت کے اندر نکاح حرام قطعی ہے، دونوں پر جدائی فرض ہے۔ ۶۵۳

جان بوجھ کر جو ایسا نکاح پڑھائے اور کہے کہ عدت کی ضرورت نہیں وہ کافر ہے۔ ۶۵۳

جھنجھلا کر بھی یہ لفظ کہنا سخت بُرا ہے کہ "ستر پڑگئی بسم اللہ"، توبہ واجب ہے۔ ۶۵۳

توبہ کے بعد ایسے شخص کو کافر کہنے والوں پر کفر کا خوف ہے۔ ۶۵۳

جو کسی توبہ کرنے والے کو طعنہ دیتا ہے مرنے سے قبل اسی گناہ میں خود مبتلا ہوتا ہے۔ ۶۵۴

نماز کی تحقیر کرنا، عذابِ الٰہی کو ہلکا ٹھہرانا اور قادیانی کے مغالطہ کو ناحق اور ظلم سمجھنا کفر ہے۔ ۶۵۴

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور مبارک کو غیر مخلوق کہنا قرآن کی تکذیب ہے۔ ۶۵۵

صدقے کا بکرا دفن کرنا، مرغا گاڑنا، پُتلا بنوانا ٹونا ٹوٹکا ہے اور سخت حرام ہے۔ ۶۵۵

اس کے ساتھ کفری اعتقاد یا عمل ہو تو کفر بھی ہے۔ ۶۵۵

"ہم تو زید پر ایمان لائے" کہنے والے پر توبہ و تجدیدِ ایمان و نکاح لازم ہے۔ ۶۵۶

کافر کے پاس جو شراب کی آمدنی ہے اس کا وہ حکم نہیں جو مسلمان کی ایسی آمدنی کا ہے۔ ٦٥٦

عقد و نقد دونوں مال حرام پر جمع نہ ہوں تو مبیع حلال ہے۔ ٦٥٦

مولوی محمد علی ناظم ندوہ کے خیالات۔ ٦٥٦

مولٰنا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی کی طرف منسوب ایک غلط روایت۔ ٦٥٦

مرزا مظہر جان جاناں کے مکتوب کا ایک مضمون جس میں ہندوؤں کے مذہب کو آسمانی گمان کرنے کی کوشش کی ہے۔ ٦٥٧

مرزا صاحب کا مکتوب دلیلِ شرع نہیں۔ ٦٥٧

سبع سنابل شریف میں ہندو پیشواؤں کو کافر لکھا ہے۔ ٦٥٧

اولیائے کرام بیک وقت چند جگہ حاضر ہوسکتے ہیں۔ ٦٥٧

رام و کرشن کے وجود پر تواتر ہنود کے علاوہ کوئی دلیل نہیں۔ ٦٥٨

تواتر ہنود سے رام و کرشن کا رسول ہونا تو بڑی بات ہے شریف آدمی ہونا بھی ثابت نہیں۔ ٦٥٨

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بشریت سے متعلق ایک سوال۔ ٦٥٩

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی ایک صورت بشری، دوسری ملکی، تیسری حقی تھی۔ ٦٥٩

خصائص بشریت کی وجہ سے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر کہنا کافروں کا طریقہ ہے۔ ٦٦٠

ما انتم الا بشر مثلنا کافر کہتے تھے۔ ٦٦٠

جو مسلمان بن کر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر کہے کافروں سے بھی گھٹیا بات کرتا ہے۔ ٦٦٢

حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لباس بشری کا مقصد خلق کا انس حاصل کرنا ہے۔ ٦٦٢

آپ کی بشریت جبریل علیہ السلام کی ملکیت سے اعلٰی ہے۔ ٦٦٢

پیغمبروں کے خواص بشری اس لئے نہیں کہ وہ اس کے محتاج ہیں بلکہ تعلیم سنت و ہدایت امت کے لئے ہیں۔ ٦٦٢

مدخل کی ایک ایمان افروز عبارت ٦٦٣

انما انا بشر مثلکم کہنے کے فوائد سہ گانہ: امت کو انس ہو، تواضع کی تعلیم، غلو نصرانیت کا سد باب۔ ٦٦٤

کلمۂ شہادت میں لفظ عبدہٗ و رسولہٗ کے فوائد۔ ٦٦٥

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے دعوٰی مساوات صرف نالائق حرکت نہیں، کفر ہے۔ ٦٦٥

انبیاء سید الانبیاء سے ہمسری کا دعوٰی نہیں کرتے تو ولی کیا کریں گے، جو دعوٰی کرے ولی نہیں شیطان ہے۔ ٦٦٥

شطحیات صوفیہ کے مطالب۔ ٦٦٥

حضرت بایزید بسطامی کے قول سبحانی ما اعظم شانی کی توضیح اور ایک دلگداز حکایت ٦٦٦

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم مالک جنت ہیں ٦٦٧

دلالی ایک ردی پیشہ ہے۔ ٦٦٧

www.alahazratnetwork.org

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دلال کے لفظ سے تعبیر کرنا آپ کی توہین ہے۔ ٦٦٨

ذکرِ میلاد کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین سمجھنا شیطانی خیال ہے۔ ٦٦٨

حضور صلے اللہ علیہ وسلم محفلِ میلاد شریف میں تشریف لا سکتے ہیں۔ ٦٦٩

قیام میلادِ محفل میں تشریف کی وجہ سے نہیں ذکرِ ولادت کے احترام میں ہے۔ ٦٦٩

"کافر افسر کے حکم کی تعمیل کرنے کی ہمارے مذہب میں تاکید ہے" اس فقرے کا حکم۔ ٦٦٩

مسلمانوں کے مذہبی کام میں افسری کی دو قسمیں؛
(۱) قہری، اس میں معذوری و مجبوری ہے۔
(۲) اختیاری، یہ ناجائز اور حرام ہے۔ ٦٧٠

غیروں کو رازدار بنانے کی ممانعت۔ ٦٧٠

نااہل بلکہ نامناسب کو عامل بنانا اللہ و رسول کے ساتھ خیانت ہے۔ ٦٧١

دینی امور میں کافروں سے مدد چاہنی حرام ہے ٦٧١

دینی مدرسہ کا بدمذہب اور مشرکین کو افسر چننا حرام ہے۔ ٦٧٢

معصیت کی بات کسی مسلمان اعلیٰ افسر کی بھی ماننا حرام ہے۔ ٦٧٢

دسہرے کی شرکت کو فقہاء نے کفر لکھا ہے۔ ٦٧٢

بتوں پر پھول چڑھانا، ناقوس بجانا کفر ہے۔ ٦٧٢

نیروز مہرگان کا ہدیہ حرام اور ان غیر اسلامی عیدوں کی تعظیم مقصود ہو تو کفر ہے۔ ٦٧٣

معبودانِ باطل کی جے بولنا کفر ہے۔ کافروں کی جے کو فقہاء نے کفر کہا ہے۔ ٦٧٣

کفرِ فقہی کے منکروں کو بھی تجدیدِ اسلام و نکاح ضروری ہے۔ ٦٧٤

قطعی کافر کے احکام اس سے سخت ہیں۔ ٦٧٤

مجالسِ کفار میں شرکت حرام ہے۔ ٦٧٥

قشقہ مہادیو کی عبادت کا طریقہ اور کفر ہے۔ ٦٧٦

ایک سیکنڈ کے لئے بھی کفر پر رضا کفر ہے۔ ٦٧٧

جیسا جرم ویسی توبہ ضروری ہے۔ ٦٧٧

مذکورہ بالا مسائل سے متعلق دوسرے سوال و جواب۔ ٦٧٧

جے بولنا شعارِ کفار اور فقہاء کے نزدیک کفر ہے۔ ٦٧٩

جبر و رضا کے حدود کا بیان۔ ٦٨٠

قشقہ کے متعلق ایک سوال۔ ٦٨٠

ہولی، دیوالی، نوروز مہرگان غیر اسلامی تہواروں کی تاریخ اور ان کے منانے کا حکم۔ ٦٨٠

"ہم خدا و رسول کو نہیں پہچانتے" کہنے والے کا حکم۔ ٦٨١

یزید پلید کے اُخروی احکام ٦٨٢

اولیاء کے سبحانی ما اعظم شانی اور فرعون کے انا رب العالمین کہنے میں فرق ہے۔ ٦٨٢

کسی خاص عالم کو کسی دنیاوی وجہ سے گالی دینا کفر نہیں۔ ٦٨٢

ارتداد سے نکاح فسخ ہوتا ہے طلاق نہیں واقع ہوتی۔ ٦٨٢

www.alahazratnetwork.org

وہابی ہونے کی علامتیں ٦٨٣

نماز اوٹھک بیٹھک ہے، روزہ بھوکا مرنا ہے، جتنے نمازی حاجی ہیں سب بے ایمان ہیں، یہ کلمات کفریہ ہیں۔ ٦٨٣

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو ایلچی کہنا کفر ہے۔ ٦٨٥

انبیاء کرام اپنے مزاراتِ مقدسہ میں زندہ ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، روزی دیے جاتے ہیں، جہاں چاہیں تشریف لے جاتے ہیں، زمین و آسمان کی حکومت میں تصرف فرماتے ہیں۔ ٦٨٥

جو شخص میلاد شریف پڑھوانے والے کو جہنمی کہے خود جہنمی ہے۔ ٦٨٦

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں صرف الابیت کا نقصان تھا، بات حق ہے طرز ادا درست نہیں۔ ٦٨٦

حضرت کا خیال نماز میں آئے تو نماز نہ ہوگی، گدھے خچر کا آئے تو ہوجائے گی۔ یہ جملہ بولنا یا نبی و فرشتہ کی توہین کرنا، اللہ تعالےٰ کو بُرا کہنا کفر ہے۔ ٦٨٧

یہ کہنا غلط ہے کہ ستر دلیل کفر کی اور ایک اسلام کی تو آدمی مسلمان ہے۔ ٦٨٧

صحابہ کرام کے صبر و تحمل کو شرمناک کمزوری اور نامردی کہنا کفر ہے۔ ٦٨٧

ایسے شخص کی تائید و حمایت کرنے والا بھی اسلام سے نکل گیا۔ ٦٨٨

ایسے شخص کی تردید سے رکنے والوں کے حکم میں تفصیل ہے۔ ٦٨٨

اللہ تعالےٰ کے اسماء میں شہید و بصیر ہے اس کو حاضر و ناظر نہ کہنا چاہیے۔ ٦٨٨

ایک رافضی تصنیف کے احکام ٦٨٩

چند گمراہ کن بلکہ کافرانہ کتابوں کے بارے میں انتباہ۔ ٦٩٠

"ہم کو شریعت منظور نہیں رواج منظور ہے" کلمہ کفر ہے۔ ٦٩١

"من برسم کار کم نہ بر شرع" اور "شریعت منظور نہیں" کا فرق۔ ٦٩١

مولوی اشرف علی سے مسئلہ اتیانِ ارواح پر ایک تحریری مناظرہ۔ ٦٩٢

"روحیں اپنے گھروں کو شبِ جمعہ، یوم عید، یوم عاشورہ، شبِ نصف شعبان آتی ہیں۔" ٦٩٣

کتب دینیہ کو ایسی ویسی کتاب کہنا ان کتابوں کی توہین ہے۔ ٦٩٧

تمام انبیاء کرام پر عموماً اور حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر خصوصاً ایمان لانے کا قرآن میں حکم ہے۔ ٦٩٨

اللہ پر ایمان لانے کا مطلب اس کے رسولوں پر ایمان لانا بھی ہے۔ ٦٩٩

ان آیات کا بیان جن میں رسولوں پر ایمان لانے کی ترغیب ہے۔ ٦٩٩

اسلام لانے میں تمام ضروریاتِ دین پر ایمان لانا داخل ہے۔ ٧٠٠

یہود و نصاریٰ جو توراۃ و انجیل قائم کریں باطل پر ہیں۔ ۷۰۰
توراۃ و انجیل کے قیام میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایمان لانا داخل ہے۔ ۷۰۰
فلاح رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے متبعین میں منحصر ہے۔ ۷۰۰
ہدایت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر ایمان لانے پر موقوف ہے۔ ۷۰۳
اللہ کے رسولوں پر ایمان لانے میں تفریق ڈالنے والا کہ بعض پر ایمان لائے بعض کا کفر کرے، پکا کافر ہے۔ ۷۰۳
یہود و نصاریٰ پر مسلمان ہونا ضروری ہے
اسلام کے سوا ہر دین کا پیرو آخرت میں خسارہ میں ہوگا۔ ۷۰۴
یہود و نصاریٰ جو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایمان نہ لائیں کافر ہیں۔ ۷۰۴
یہود رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے ان کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے۔ ۷۰۵
آخرت کی ساری بہاریں مسلمانوں کے لئے ہیں، کافر اس سے یکسر محروم ہیں۔ ۷۰۵
قربانی کرنے والے اپنی قربانی کا جو حصہ جس کو چاہے دیں بالتخصیص کسی حصہ میں کسی کا حق شرعًا وارد نہیں۔ ۷۰۸
جس نے یہ کہا کہ حضور کے زمانہ سے قربانی میں ہمارا حصہ چلا آیا ہے "حضور پر افترا کیا" بے توبہ مرا تو جہنم کا سزاوار ہے۔ ۷۰۸
"چاہے ہماری قربانی مقبول نہ ہو ہم باپ دادا کی رسم نہ چھوڑیں گے" یہ کہنے والے پر توبہ تجدید اسلام و تجدید نکاح فرض ہے۔ ۷۰۸
کافر کو قربانی کا گوشت دینا جائز نہیں۔ ۷۰۸
اوجھڑی کھانا مکروہ ہے دفن کر دی جائے۔ ۷۰۸
دل گردہ وغیرہ قربانی کرنے والے کو اختیار ہے چاہے خود کھائے چاہے تقسیم کرا دے۔ ۷۰۸
بت پوجا کی ترویج میں کوشش کرنا کفر ہے۔ ۷۰۹
"داڑھی منڈوانا حرام ہے اور یہ کہنا کہ منڈوانا میری طبیعت کا اختیار ہے" گناہ پر اصرار ہے مگر کفر نہیں۔ ۷۰۹
میری طبیعت کا اختیار اور میری طبیعت کو اختیار میں فرق ہے۔ ۷۰۹
جو شخص یہ کہے کہ آج تھا وس میں مندر جاتا ہوں سنکھ دھو کر رکھ لیا ہے، اسلامی پنچایت سے مجھے کیا غرض، وہ کافر ہوگیا۔ ۷۱۰
قربانی گاؤ سے متعلق ایک سوال وجواب۔ ۷۱۰

www.alahazratnetwork.org

فہرست ضمنی مسائل

تفسیر و اصولِ تفسیر

بُت پرست، وہابیہ اور دیوبندیہ ''من حاد اللہ و رسولہ'' میں داخل ہیں۔ ۱۳۵

جو ''یوادون من حاد اللہ و رسولہ'' ہیں وہ ''یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر'' نہیں۔ ۱۳۵

کلامِ الٰہی میں اپنی طرف سے کسی قید کا اضافہ بحکمِ قرآن افتراء علی اللہ ہے۔ ۱۳۶

آیۂ مبارکہ ''خذ المومنون الکافرون اولیاء'' کی تفسیر۔ ۱۶۳

آیت کریمہ میں اولی الامر سے مراد علماء ہیں۔ ۱۸۵

آیت کریمہ ''انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون'' کی تفسیر۔ ۲۵۹

آیت کریمہ ''لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید'' کی تفسیر۔ ۲۶۰

نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد نسخِ قرآن جائز نہیں۔ ۲۶۱

آیت ''تقلبك فی الساجدین'' کی تفسیر۔ ۲۷۳

آیت خاتم النبیین کے معنی مشہور میں کسی قسم کی تاویل یا تخصیص کفر ہے۔ ۳۳۴

اس تاویل کا رد کہ آیت میں ''خاتم النبیین'' سے مراد شریعتِ جدیدہ کا ختم ہے۔ ۳۳۶

قرآن شریف میں صرف ۲۶ پیغمبروں کے نام مذکور ہیں۔ ۳۴۱

شمویل اور یوشع اور حضرت خضر علیہم السلام کا ذکر قرآن میں مبہم طریقہ پر ہوا۔ ۳۴۲

قرآن سے ایسی تین آیتوں کا بیان جن میں رسول کا

www.alahazratnetwork.org

ذکر بطریق استغراق ہوا۔ ۳۴۴
ایسے سات مقاماتِ قرآنی کا ذکر جہاں انبیاء سابقین
کو بوصف جنسیت ذکر کیا گیا۔ ۳۴۵
ایسے چھ مقامات کا ذکر جہاں رسول کا ذکر مطلقاً
بے قید شمول وخصوص کیا گیا۔ ۳۴۶
ایسے آٹھ مقامات کا ذکر جہاں رسولوں کی خاص
جماعت کا ذکر ہے۔ ۳۴۷
وہ مقامات جہاں بطریق عہد حضوری ذکر ہوا۔ ۳۴۸
وہ مقامات جہاں بطریق عہد ذکری ذکر ہوا۔ ۳۴۸
وہ مقامات جہاں بطریق عہد علمی ذکر ہوا۔ ۳۴۸
آیت کریمہ "ولکن رسول اللہ وخاتم
النبیین" میں الف لام عہد خارجی ہو تو عہد
خارجی ذکری ہوگا۔ ۳۴۸
آیت کریمہ میں انبیاء مذکور بوصف جنسیت مراد
ہوں تو کلامِ الٰہی کا فضول ومہمل ہونا لازم آئیگا۔ ۳۴۸
آیت خاتم النبیین میں الف لام عہد خارجی
مراد لینے کی صورت میں قرآن میں مذکور رسولوں
کی متعدد اصناف ہوں گی جو خود عہد خارجی کے
خلاف ہے۔ ۳۴۹
آیت مبارکہ خاتم النبیین میں الف لام استغراق
کے لئے نہ ہو بلکہ عہد خارجی ذکری کے لئے ہو تو
آیت مبارکہ متشابہات میں سے ہوگی۔ ۳۴۹
آیت میں استغراق کے علاوہ جو معنی مراد لیا جائے
آیت ختم نبوت پر دلیل نہ ہوگی۔ ۳۵۰
آیت مبارکہ میں الف لام عہد خارجی ہو تب بھی
استغراق ہی ثابت ہوگا۔ ۳۵۴
آیہ کریمہ "فلا وربک" سے تکفیر عامہ اہل اسلام
پر ایک غلط استدلال کا رد۔ ۳۶۵
آیہ مبارکہ "من لم یحکم" کی نفیس تفسیر۔ ۳۶۶
"لکم دینکم ولی دین" کا حکم منسوخ ہے۔ ۳۸۸
آیت کریمہ ممتحنہ کی مراد کے بارے میں مفسرین کرام
کے اقوال۔ ۴۳۶
آیہ ممتحنہ کا روشن بیان۔ ۴۳۶
آیہ کریمہ "لاینھٰکم اللہ" بنو خزاعہ کے
بارے میں ہے۔ ۴۳۶
آیت میں نسخ کے اقوال۔ ۴۴۱
خود قرآن عظیم سے اس آیت کی منسوخی کا ثبوت
اگر ہر غیر محارب کو عام مانی جائے۔ ۴۴۷
سب کافروں سے قتال وغلظت کا حکم ہے
اگرچہ محارب بالفعل نہ ہوں، محارب بالفعل
کی تخصیص منسوخ ہوگی۔ ۴۴۸
آیہ کریمہ "وقاتلوا المشرکین کافۃ کما
یقاتلونکم کافۃ" میں چار احتمال ہیں۔ ۴۵۵
اصح قولِ اکثر یہ کہ آیہ کریمہ ممتحنہ صرف معاہدین کے
بارے میں ہے۔ ۴۵۷
آیاتِ ممتحنہ میں بر ومعاملات سے کیا مراد ہے۔ ۴۶۹
معنیٰ اقساط کی تحقیق۔ ۴۷۰
آیت ممتحنہ میں اقساط کے معنی میں مفسرین تین
وجہ پر مختلف ہوئے۔ ۴۷۰
آیہ کریمہ "لاینھٰکم" میں کفار سے کچھ نیک

www.alahazratnetwork.org

برتاؤ اور مالی مواسات کی اجازت ہے نہ کہ ان کو اپنا انصار اور یار و مددگار بنانے کی۔ ۴۸۷
حرمتِ استعانتِ مشرکین پر آیاتِ قرآنیہ۔ ۴۹۰
پہلی آیت کریمہ ۴۹۰
دوسری آیت کریمہ ۴۹۱
تفسیر آیت کریمہ ۴۹۱
تیسری آیت کریمہ ۴۹۲
تفسیر آیت کریمہ ۴۹۳
چوتھی آیت کریمہ ۴۹۴
تفسیر آیت کریمہ ۴۹۴
آیت کریمہ "والبدن جعلنٰہا" سے گائے کی قربانی پر استدلال، نیز تفسیر قادری کے ترجمہ سے اس موضوع پر استدلال۔ ۵۶۰
آیہ مبارکہ "ولکل امۃ جعلنا منسکا" سے استدلال۔ ۵۶۱
سورۂ انعام کی آیت "ثمٰنیۃ ازواج" سے بقر کے انعام ہونے پر استدلال۔
واذ قال موسٰی لقومہٖ الآیہ سے استدلال ۵۶۲
آیہ سورہ بقرہ، سورہ انعام اور سورہ حج سے قربانی کا ثبوت۔ ۵۶۸
آیہ کریمہ "من یشفع شفاعۃ حسنۃ" کی توضیح۔ ۵۰۸
سورہ والضحٰی میں حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے روئے روشن اور زلفِ مشکیں کی قسم یاد کی گئی ہے۔ ۶۳۴
یہود رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے ان کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے۔ ۷۰۵

فوائد حدیثیہ

حدیث "الائمۃ من قریش" پر محدثانہ گفتگو اور اس کی تخریج۔ ۱۸۸
حدیث بخاری "اسمعوا واطیعوا وان استعمل علیکم عبد حبشی" سے پیدا شدہ وہم کا ازالہ۔ ۱۹۸
حدیث کو اس معنی پر حمل کرنا واجب ہے کہ اجماع کے خلاف نہ واقع ہو۔ ۱۹۹
ائمہ نے "الائمۃ من قریش" سے استدلال فرمایا اور جمع محلی باللام کے افادہ استغراق سے اتمام تقریب فرمایا۔ ۲۰۷
حدیث "قدموا قریشا ولا تقدموھا" چھ صحابہ کرام کی روایت سے ہے۔ ۲۲۷
حدیث "ما من مولود یولد علی الفطرۃ" کی تفسیر۔ ۲۴۲
حدیث متواتر کی دو قسمیں۔ ۲۸۰
حدیث مبارک "اھل البدع کلاب اھل النار" کی تفسیر۔ ۲۸۸
ایک موضوع روایت اور اس کے بیان کرنے والے کا حکم۔ ۳۰۸
حدیث "لا نبی بعدی" متواتر ہے۔ ۳۳۳
ان احادیث کا بیان جن میں خاتم النبیین

www.alahazratnetwork.org

یعنی آخری نبی کی تصریح ہے۔ ۴۵۱
"الائمۃ من قریش" حدیث صحیح و متواتر ہے اور اہلِ اسلام کا اس مضمون پر اجماع ہے ۴۱۵
تحریم استعانت مشرکین پر احادیثِ صحیحہ۔ ۴۹۶
جوازِ استعانت میں پیش کی جانے والی بعض روایات کا حال۔ ۵۰۰
روایاتِ جواز قوت میں احادیث منع کو نہیں پہنچتی ہیں لہٰذا ان کے معارض نہیں۔ ۵۰۱
ممانعتِ استعانت کو منسوخ قرار دینے کیلئے جو دو واقعے پیش کئے جاتے ہیں ان کا جواب ۵۰۱
امام شافعی کے نزدیک حدیث منقطع مردود ہے ۵۰۲
مرسل امام شافعی کے نزدیک مہمل ہے۔ ۵۰۳
زہری کے مرسل کو محدثین پا بر ہوا کہتے ہیں۔ ۵۰۳
ان احادیث کا ذکر جن میں عورتوں کو حضور پر جماعت کی اجازت ہے۔ ۵۵۱
صحاح ستہ اور نسائی سے ان احادیث کی تخریج جس میں قربانیِ بقر کا ذکر ہے۔ ۵۶۴
ایک حدیث مبارک کہ جو اپنی خدا کے ہاں دیکھنا چاہے اندازہ لگائے کہ اس کے دل میں اللہ تعالےٰ کی قدر کیسی ہے۔ ۵۷۵
گمراہوں سے اجتناب کی حدیث مسلم۔ ۵۸۴
حدیث "الفقر فخری" بے اصل ہے۔ ۶۲۷
حدیث مبارک "اللھم احینی مسکینا" کا صحیح مطلب۔ ۶۳۱
ایک جھوٹی روایت۔ ۶۴۶
ایک صحیح روایت میں جھوٹ کا پیوند اور اس کا ازالہ۔ ۶۴۶

نماز

کافروں کی زمین میں نماز پڑھنے کی شدید ممانعت۔ ۱۶۴
مغرب میں نماز قصر کرنا نئی شریعت گھڑنا ہے ۲۷۴
آیۃ الکرسی میں کوئی لفظ چھوڑنے سے ایک مذہب پر نماز باطل ہے، راجح یہ ہے کہ بے فسادِ معنیٰ فاسد نہیں۔ ۳۷۵

امامت

www.alahazratnetwork.org

جو اہلِ ہویٰ و بدعت حدِ کفر تک نہ پہنچا ہو اس کے پیچھے نماز کراہت کے ساتھ ہو جائے گی مگر رافضی، قدری اور مشبہہ کے پیچھے بالکل نہیں ہوگی۔ ۲۵۱
مبتدع کی اقتداء میں نماز کراہت کے ساتھ کب صحیح ہے۔ ۲۵۳
کون سے مبتدع کے پیچھے نماز مطلقاً ناجائز ہے ۲۵۳
جہمی، قدری اور غالی رافضی کے پیچھے نماز ناجائز ہے۔ ۲۵۳
کن اہلِ اہواء کے پیچھے نماز جائز اور کن کے پیچھے ناجائز ہے۔ ۲۵۴
موزہ پر جوازِ مسح کے منکر کے پیچھے نماز ناجائز ہے ۲۵۴

اُمّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت رکھنے والے کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ ۲۵۴
بدعتی کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور کافر کے پیچھے باطل ہے۔ ۲۹۴
حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وفات یافتہ مان کران سے استعانت کا انکار وہابیہ کا خیال ہے جن کی امامت جائز نہیں۔ ۳۰۶
علی الاعلان گناہِ کبیرہ کرنیوالا فاسق معلن ہے اسکے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے ۳۱۸
جو شخص وہابیوں کے کفر میں شک کرے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ ۳۸۵

احکامِ مسجد

مسجد حرام میں کفار کا داخلہ مطلقاً منع ہے ۳۹۰
عہدِ رسالت میں وفودِ کفار مسجد میں بطور استعلاً نہیں آتے تھے۔ ۳۹۱
مشرک کا بطورِ استعلاء مسجد میں آنا حرام ہے ۳۹۱
حنفیہ کی کتبِ معتمدہ میں مسجد میں داخلۂ کفار کی ممانعت ظاہر ہے۔ ۳۹۱
غیر مسلموں کی کثرت کی حالت میں داخلۂ کفار سبب پامالیِ اسلام ہے۔ ۳۹۲
حضور کے زمانہ مبارک میں کُتّے مسجد میں آتے جاتے تھے، آج کل سا تھ لانا سخت منع ہے۔ ۳۹۲
مساجد میں مشرک کو لے جانے کا رَد۔ ۵۲۱
غیر ذمی کافر کو مسجد میں آنے کی اجازت منسوخ ہو چکی ہے۔ ۵۲۶
کافر کو بطور استعلاء مسجد میں جانا مطلقاً حرام ہے۔ ۵۲۹
جو شخص مسجد میں آکر لوگوں کو ایذا دے اس کو مسجد سے نکال دیا جائے۔ ۵۹۰

زکوٰۃ

ذمی کو نفلی صدقات دے سکتے ہیں، ۴۳۹
زکوٰۃ ذمی کو نہیں دے سکتے۔ ۴۳۹

نکاح

کتابیہ عورت سے نکاح صحیح ہے اگرچہ مکروہ تنزیہی ہے۔ ۱۱۶
نکاحِ کتابیہ کے صحیح ہونے کی شرطیں۔ ۱۱۶
صابی (ستارہ پرست) عورتوں سے نکاح کیسا ہے۔ ۱۱۹
نکاح میں شرعاً کفاءت کا اعتبار ہے۔ ۲۲۷
مرتد کی عورت عدت کے بعد جس سے چاہے نکاح کرے۔ ۲۹۸
کلمۂ کفر صادر ہو تو تجدیدِ نکاح ضروری ہے اور نکاح کے لئے گواہی گواہ رشتہ دار مثلاً بیٹا بیٹی ہوں وُہ بھی کافی ہیں۔ ۳۱۶
مرزائی کے مذہب سے آگاہ ہوکر اس کو لڑکی دینا زنا پر پیش کرنا ہے اور فعل فسق ہے۔ ۳۲۱

www.alahazratnetwork.org

دوسرے کی عورت بے نکاح تصرف میں لانا حرام۔ ۳۷۴
مدخولہ سے عدت کے اندر نکاح حرام قطعی ہے، دونوں پر جدائی فرض ہے۔ ۶۵۳

نفقہ

آدمی پر جن لوگوں کا نفقہ واجب ہے ان کی تضییع گناہ ہے۔ ۱۰۱

نسب

حالتِ کفر کی صحبت سے جو بچہ پیدا ہوگا حرامی ہوگا۔ ۲۹۹
مرتد بیوی سے قبل اسلام جماع حرام ہے اولاد ہوئی تو ولد الحرام کہیں گے ولد الزنا نہیں۔ ۶۵۲

فوائدِ اصولیہ

حکم جب کسی علت سے ثابت ہو تو جب تک علت باقی رہے حکم باقی رہتا ہے۔ ۱۰۷
قیامِ مبدا مستلزمِ صدقِ مشتق ہوتا ہے۔ ۱۱۵
لفظِ مشرک جب مطلق نقل کیا جائے تو اصطلاحِ شرع میں اہلِ کتاب کو شامل نہ ہوگا۔ ۱۱۷
اہلِ کتاب کے قول پر لفظِ یشرکون کا اطلاق کس معنٰی میں ہے۔ ۱۱۷
اصطلاحِ شرع میں لفظِ شرک کا علی الاطلاق استعمال کس شخص پر ہوتا ہے۔ ۱۱۷
بالجملہ محققین کے نزدیک راجح یہی ہے کہ یہود و نصارٰی مطلقاً اہلِ کتاب ہیں اور ان پر احکامِ مشرکین جاری نہیں۔ ۱۱۷
مکروہِ تحریمی سے کفر و ارتداد تک ممنوعات کے درجے اور ان سے نفرت کے احکام۔ ۱۳۴
افعال خواہ کتنے ہی قبیح ہوں کفر سے کم درجہ شنیع ہیں۔ ۱۳۴
ہر فرض بقدرِ قدرت اور ہر حکم بشرطِ استطاعت ہوتا ہے۔ ۱۷۴
قدرت دوسرے سے مکتسب ہوسکتی ہے مگر قرشیت ایسی چیز نہیں جو دوسرے سے مکتسب ہو۔ ۱۷۸
کسی عرف حادث سے مسئلہ خلافت مصطلحہ شرعیہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ۱۸۷
جہاں عہد نہ ہو وہاں جمع پر لام استغراق کے لئے ہوتا ہے۔ ۱۹۱
جو نقلِ اجماع میں متہم ہیں وہ نقلِ اقوالِ خاصہ میں کیونکر معتمد ہوں گے۔ ۲۰۶
الضرورات تبیح المحظورات۔ ۲۱۹
ضروریاتِ دین میں تاویل مسموع نہیں ہوتی۔ ۲۶۷
بدعتی جیسے وہابیہ اور رافضی امتِ اجابت سے نہیں ہیں اس لئے اجماع میں ان کا خلاف معتبر نہیں، البتہ بدعتی اہلِ قبلہ سے ہیں۔ ۲۸۵
رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی شان میں

گستاخی کرنے والے کو کوئی امتی معاف نہیں کرسکتا، امتی سے معافی مانگنے کے کوئی معنی نہیں۔ ۲۰۵

کلام صریح میں تاویل نامقبول ہے۔ ۳۱۵

ضروریات دین میں تاویل مسموع نہیں۔ ۳۲۳

لفظ حرام کفر کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے۔ ۳۶۰

تصریحات ائمہ کے خلاف دلیل سے مسئلہ نکالنا مجتہد مطلق کا کام ہے۔ ۳۶۴

جب تک عقل وشعور باقی ہے کسی بلند رتبہ آدمی سے بھی احکام شرعیہ موقوف نہیں۔ ۴۰۹

تصریح دلالت پر فائق ہے۔ ۴۵۷

اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے نہ کہ خصوص سبب کا۔ ۴۵۷

واقعہ عین کے لئے عموم نہیں ہوتا۔ ۴۵۸

www.alahazratnetwork.org

جب کوئی بات دلیل قطعی سے ثابت ہو تو قرآن کا اضافہ بے سود ہے۔ ۵۹۳

مرزا صاحب کا مکتوب دلیل شرعی نہیں۔ ۶۵۷

رام وکرشن کے وجود پر تواتر ہنود کے علاوہ کوئی دلیل نہیں۔ ۶۵۸

تواتر ہنود سے رام وکرشن کا رسول ہونا تو بڑی بات ہے شریف آدمی ہونا بھی ثابت نہیں۔ ۶۵۸

افتاء ورسم المفتی

بات بات پر کفر وشرک کا اطلاق کرنا اور مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج کرنا غلط ہے۔ ۱۲۳

ردالمحتار علی الدرالمختار تمام عالم میں مذہب حنفی کی اعلیٰ درجہ معتمد کتب سے ہے۔ ۱۲۵

نفس امارہ کی سرکشی سے کسی امر شرعی کی ناگواری اور ہے دل سے اس کو برا جاننا اور ہے، اور یہ البتہ کفر ہے، چاہے مقدمات میں ہو چاہے عبادات میں۔ ۲۶۵

اختلاف زمانہ سے احکام بدلتے ہیں۔ ۲۹۱

ملفوظہ کفریات کی ناقص تاویل انہیں کفر ہونے سے نہ بچائے گی۔ ۴۰۱

مفتیوں کو ہدایت۔ ۵۲۰

مفتی کو جب اصل واقعہ معلوم ہو تو اسے جائز نہیں کہ سائل کو اس کے سوال کے موافق فتویٰ لکھ دے تاکہ باطل پر اس کا مددگار ہو۔ ۵۲۱

اہل باطل کے ہاتھ میں فتویٰ آجانے کی خرابی۔ ۵۲۱

شبہہ ہو تو گناہ کبیرہ کی نسبت کرنی بھی منع ہے ۵۹۲

یزید کے فسق وفجور سے انکار اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر الزام ضروریات مذہب اہلسنت کے خلاف ہے۔ ۵۹۲

جس سے کوئی برائی صادر ہو اس سے چھوٹی شکایت بے سود۔ ۵۹۳

کسی کلام میں ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک اسلام کا تو اس کے بولنے والے پر حکم کفر نہ دیں گے۔ ۶۰۴

گول مول سوال کا جواب نہیں دیا جاتا۔ ۶۰۸

بے تحقیق کسی مسئلہ کا جواب دینا حرام ہے۔ ۶۱۲

اسماء الرجال

محمد عابدین، سلطان محمود خاں مرحوم کے عہد میں انہیں کی طرف سے دمشق اور تمام دیارِ شام کے مفتی اعظم تھے۔ ۱۴۵

حکم نے مقسم سے صرف چار حدیثیں سنیں۔ ۵۰۳

حسن بن عمارہ متروک ہے۔ ۵۰۳

حیوٰۃ نے زہری سے کوئی حدیث نہیں سُنی۔ ۵۰۳

یزید علیہ ما یستحقہ باجماعِ اہلسنت فاسق و فاجر اور جری علی الکبائر تھا۔ ۵۹۱

تاریخ و تذکرہ

اخرجوا الیہود و النصاریٰ پر عمل دورِ فاروقی میں ہُوا۔ ۱۳۸

قرامطہ، عبیدی اور نجدیہ کا جبری تسلط کسی خلیفہ یا سلطان کی اجازت سے نہ تھا۔ ۱۳۸

عدن اور جدہ میں نصاریٰ کا قیام اور احترام سلطنت ترک سے ہے۔ ۱۳۸

قرامطہ حجرِ اسود اکھوڑ کر لے گئے جو بیس برس بعد واپس ہوا، نجدیوں کی ضرب سے اس میں شق آ گیا۔ ۱۳۸

میاں عبد الماجد بدایونی نے ہزاروں کے مجمع میں گاندھی کو مذکر مبعوث من اللہ کہا۔ ۱۴۹

مشرکین مکہ نے حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ابتداع کی تہمت رکھی تھی۔ ۱۵۲

قرآن مجید نے حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیب پر چڑھائے جانے کی تکذیب کی۔ ۱۵۸

زمانہ صحابہ سے برابر علمائے کرام خلفاء و ملوک کو علیحدہ کرتے آئے ہیں حتی کہ خود سلاطین اسی کے پابند رہے۔ ۱۷۵

کفار تاتار کے دستِ ظلم سے محرم ۶۵۶ھ میں جامۂ خلافت تار تار ہوگیا تو علماء نے فرمایا کہ ساڑھے تین برس تک خلافت منقطع رہی حالانکہ اس وقت بھی قاہر سلطنتیں موجود تھیں ۱۷۵

مصر کے سلطان بیبرس کا لقب ملک ظاہر تھا۔ ۱۷۵

خلیفہ مستعصم باللہ ۴ صفر بروز چہار شنبہ ۶۵۶ھ کو شہید ہُوئے۔ ۱۷۶

۱۳ رجب ۶۵۹ھ کو مستنصر باللہ خلیفہ مقرر ہُوئے۔ ۱۷۶

مصر میں قائم شدہ خلافت جو اڑھائی سو برس تک رہی خود سلطان کی قائم کردہ تھی۔ ۱۷۶

مقتدر باللہ کو تیرہ ۱۳ برس کی عمر میں ۲۹۶ھ میں خلافت ملی۔ ۱۷۶

مملکت ہند کے متشرع سلاطین نے بھی عباسی قرشی خلفائے سے اپنے نام پروانۂ سلطنت طلب کیا۔ ۱۷۷

بادشاہِ ہند غیاث الدین احمد شاہ بن اسکندر شاہ نے خلیفہ مستعین باللہ سے اپنے لئے پروانۂ تقرر سلطنت مانگا۔ ۱۷۷

مصر کی عباسی خلافت کا سلسلہ کب شروع ہوا۔ ۱۷۷

www.alahazratnetwork.org

سلطان محمد تغلق شاہ اور سلطان فیروز شاہ کے خلافت سے بندگی و غلامی رہی۔ ۱۷۷
مصر میں خلافت کی بنیاد سلطان بیبرس نے رکھی۔ ۱۷۸
سلاطین اسلام نے خلافت کی سات میں سے چھ شرائط پائے جانے کے باوجود صرف ایک شرط یعنی قرشیت کے نہ پائے جانے کی وجہ سے اپنے آپ کو خلیفہ نہ مانا اور قرشی خلافت کا محتاج و دست نگر جانا ۱۷۸
سلطان مستنصر باللہ نے سلطان بیبرس کو جب پروانۂ سلطنت جاری کیا تو اظہار انقیاد کیلئے اس کے پاؤں میں سونے کی بیڑیاں ڈال دیں جن کو پہن کر سلطان نے اپنے دار السلطنت قاہرہ کا گشت کیا۔ ۱۷۸
مستنصر باللہ کی بیعت سب سے پہلے امام اجل عز الدین بن عبد السلام نے کی پھر سلطان بیبرس پھر قاضی پھر امراء وغیرہم نے۔ ۱۷۹
ابو العباس حاکم بامر اللہ کے بیٹے تیسرے خلیفۂ مصری مستکفی باللہ کی خلافت کا امضاء اور اس کی صحت کا ثبوت امام اجل تقی الدین بن دقیق العید کے فتوے سے ہوا۔ ۱۷۹
ابو العباس احمد حاکم بامر اللہ کی صحت خلافت پر امام قاضی القضاۃ عز الدین بن جماعہ نے شہادت دی ۱۷۹
خلیفہ مستکفی باللہ کا سن وصال۔ ۱۸۰
امام ابو الفضل حافظ ابن حجر نے حدیث "الائمۃ من قریش" پر ایک مستقل رسالہ لکھا جس میں اس کی روایات قریب چالیس صحابہ کرام سے جمع کیں۔ ۱۹۰
تمہید امام ابو الشکور سالمی کو سلطان الاولیاء محبوب الٰہی خواجہ نظام الحق والدین نے درس میں پڑھایا ۱۹۳
حضرت سالم حضرت ابو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام نہیں بلکہ ان کی بی بی شبیبہ کے آزاد کردہ غلام ہیں ابو حذیفہ نے انھیں متبنیٰ کیا تھا اور اپنی بھتیجی فاطمہ سے ان کی شادی کر دی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ ۲۱۲
ترکی سلاطین اہلسنت تھے اس لئے انھوں نے خود خلافت شرعیہ کا دعویٰ نہیں کیا۔ ۲۲۵
سلطان اورنگزیب محی الملۃ والدین محمد عالمگیر کافر کش اور دین پرور بادشاہ تھے۔ ۲۳۳
اکبر بادشاہ اتحاد مشرکین کا دلدادہ تھا۔ ۲۳۳
قتل کے بعد تین روز تک حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش مبارک کا بے گور و کفن پڑا رہنا رافضیوں کا افترا ہے۔ ۳۱۷
یہ کہنا کہ شہادت کے بعد کتوں نے ٹانگ چبالی تھی دروغ بے فروغ ہے۔ ۳۱۷
اسمٰعیل دہلوی اور سید احمد رائے بریلوی کو افغان مسلمانوں نے قتل کیا۔ ۳۹۶
جزیرۃ العرب میں کفار کی سکونت پچھلے سلاطین ترک کے زمانہ سے ہے۔ ۴۱۸
تھانوی صاحب کو سُنّی سمجھنے کی غلطی پر مولوی حاکم علی صاحب کی توبہ۔ ۴۲۵
ندوہ کو گورنمنٹ سے امداد ملتی تھی۔ ۴۳۰
بنو خزاعہ سے نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ایک مدت تک معاہدہ تھا۔ ۴۳۶
قحط مکہ معظمہ میں حضور رحمت عالم صلے اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے پانچ سو اشرفیاں صفوان اور ابوسفیان کو دیں کہ فقراءِ مکہ میں تقسیم کریں۔ ۴۶۲

ابوسفیان وصفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں مؤلفۃ القلوب سے تھے۔ ۴۶۴

ردِ ندوہ میں پچاس رسالے شائع کیے گئے۔ ۴۷۷

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابن ابی منافق کے چھ سو حلیف یہودیوں کو واپس فرما دیا۔ ۴۸۸

کیا غزوۂ حنین وطائف میں صفوان ابن امیہ شریکِ جہاد تھا۔ ۵۰۴

روزِ احد چھ سو یہودی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے واپس کر دئے۔ ۵۱۰

غزوۂ خیبر میں دس یہودیوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمراہی کا حکم فرمایا۔ ۵۱۰

غزوۂ احد میں مسلمانوں کی تعداد سات سو اور غزوۂ خیبر میں ایک ہزار چار سو تھی۔ ۵۱۰

غزوۂ حنین کے موقع پر لشکرِ اسلام بارہ ہزار تھا۔ ۵۱۱

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہترین حافظ اور عمدہ خط والے نصرانی کو محرر بنانے کا مشورہ قبول نہ فرمایا۔ ۵۱۲

کربلا کی لڑائی کا آغاز امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے نہ تھا۔ ۵۴۱

بعض واقعات واحوالِ کربلا ۵۴۱

امام پاک نے بہتر تن سے بیس ہزار فجار کا مقابلہ فرمایا۔ ۵۴۳

یزید کی حکومت میں حرمین طیبین کی بے حرمتی ہوئی اور حادثہ کربلا بپا ہوا۔ ۵۹۲

بریلی میں جلسہ خلافت ۱۷ اکتوبر ۱۹۲۰ء میں ہوا۔ ۵۹۵

اعلیٰحضرت کے چند احباب کی تاریخہائے وفات ۵۹۷

تفضیل امام اعظم اور دیگر ائمہ سلف کا مسلک تھا۔ ۶۲۰

ہزاروں ائمہ خلف احاطۂ الٰہیہ کو احاطہ صفاتی مانتے ہیں۔ ۶۲۰

ابن حاتم طلیطلی کو اس وجہ سے قتل کیا گیا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یتیم اور حیدر کا خسر کہا تھا۔ ۶۲۸

مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی کی طرف منسوب ایک غلط روایت۔ ۶۵۶

مرزا مظہر جان جاناں کے مکتوب کا ایک مضمون جس میں ہندوؤں کے مذہب کو آسمانی گمان کرنے کی کوشش کی ہے۔ ۶۵۷

ہولی، دیوالی، نوروز، مہرگان غیر اسلامی تہواروں کی تاریخ اور ان کے منانے کا حکم۔ ۶۸۰

فضائل ومناقب

الاسلام یعلو ولا یعلیٰ (اسلام غالب ہوتا ہے مغلوب نہیں ہوتا) ۱۱۰

www.alahazratnetwork.org

دین خیر خواہی کا نام ہے۔ ۱۷۴

مصر میں برکاتِ خلافت کا ظہور۔ ۱۸۱

امام اعظم ابو حنیفہ کی نظر میں حکمِ خلیفہ کی اہمیت۔ ۱۸۵

سلطان خلیفہ سے بہت نیچا درجہ ہے۔ ۱۸۷

امام نجم الملۃ والدین عمر نسفی جن وانس کے مفتی اور صاحبِ ہدایہ کے استاد ہیں۔ ۱۸۷

امام مہدی علیہ السلام زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ ۲۰۵

صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد مقتدا ہیں۔ ۲۱۲

فضیلتِ نسب معتبر ہے۔ ۲۲۶

اس بات پر دلائل کہ قرآن مجید تغیر و تبدل، زیادت و نقص اور تحریف سے محفوظ ہے۔ ۲۶۰

یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ حضور کی رضا چاہتا ہے، صحیح ہے، اور یہ مضمون قرآن سے ثابت ہے اس کو جہلا کا قول بتانا قابلِ توبہ جرم ہے۔ ۲۶۵

اللہ تعالیٰ روزِ محشر اولین و آخرین کو جمع کرکے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمائے گا یہ سب میری رضا چاہتے ہیں اور میں تیری رضا چاہتا ہوں۔ ۲۶۶

تحویلِ قبلہ اور روایتِ بخاری کا ذکر۔ ۲۶۶

فقہ حنفی احکامِ قرآن عظیم اور احکامِ صحاح حدیث پر مشتمل ہے۔ ۲۸۵

ائمہ اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جلالتِ شان پر امتِ اجابت کا اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ ۲۸۵

امام اعظم کی عظمت کا انکار گمراہی ہے۔ ۲۸۶

ائمہ مجتہدین کا مقام باقی اولیاء سے بلند۔ ۲۸۶

حدیث مبارک من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب۔ ۲۸۷

ولی کی عداوت باعثِ عذابِ الٰہی ہے۔ ۲۸۷

مومن بالآخر رحمت ونعمت وجنتِ ابدی پاتا ہے۔ ۲۸۷

سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سلطان المفسرین ہیں اور امام مجاہد ان کے تلمیذ اکبر ہیں۔ ۴۳۶

امام عطاء بن ابی رباح کے فضائل۔ ۴۴۱

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غزوہ حنین کے دن صفوان بن امیہ پر عطاء کریمانہ اور صفوان کا خراجِ تحسین۔ ۵۰۳

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رخصت کے بجائے عزیمت پر عمل فرمایا اور یہی ان کی شانِ رفیع کے شایاں تھی۔ ۵۴۲

امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے در کے کسی کتے نے بھی مشرکوں سے مدد نہ مانگی۔ ۵۴۳

دین اسلام تمام جہان کے لئے ہدایت ہے۔ ۵۸۰

"حضور مرکر مٹی میں مل جائیں گے" یہ کلمہ کفر ہے۔ ۶۴۷

حیاتِ انبیاء کی مثبت حدیثیں۔ ۶۴۸

اولیاءِ کرام بیک وقت چند جگہ حاضر ہوسکتے ہیں۔ ۶۵۷

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی بشریت سے متعلق ایک سوال۔ ۶۵۹

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی ایک صورت بشری، دوسری ملکی، تیسری حقی تھی۔ ۶۵۹

حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لباسِ بشری کا مقصد خلق کا انس حاصل کرنا ہے۔ ۶۶۲

آپ کی بشریت جبریل علیہ السلام کی ملکیت سے اعلٰی ہے۔ ۶۶۲

پیغمبروں کے خواصِ بشری اس لئے نہیں کہ وُہ اس کے محتاج ہیں بلکہ تعلیم سنت وہدایت امت کے لئے ہیں۔ ۶۶۲

مدخل کی ایک ایمان افروز عبارت۔ ۶۶۳

انما انا بشر مثلکم کہنے کے فوائد سہ گانہ: امت کو انس ہو، تواضع کی تعلیم، غلو نصرانیت کا سدِ باب۔ ۶۶۴

انبیاء سید الانبیاء سے ہمسری کا دعوٰی نہیں کرتے تو ولی کیا کریں گے، جو دعوٰی کرے ولی نہیں شیطان ہے۔ ۶۶۵

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم مالکِ جنّت ہیں۔ ۶۶۷

حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم محفلِ میلاد شریف میں تشریف لاسکتے ہیں۔ ۶۶۹

قیامِ میلادِ محفل میں تشریف کی وجہ سے نہیں ذکرِ ولادت کے احترام میں ہے۔ ۶۶۹

انبیاءِ کرام اپنے مزاراتِ مقدسہ میں زندہ ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، روزی دیے جاتے ہیں، جہاں چاہیں تشریف لے جاتے ہیں، زمین و آسمان کی حکومت میں تصرف فرماتے ہیں۔ ۶۸۵

بیوع

"ہم تو یزید پر ایمان لائے" کہنے والے پر توبہ، تجدیدِ ایمان و نکاح لازم ہے۔ ۶۵۶

کافر کے پاس جو شراب کی آمدنی ہے اس کا وہ حکم نہیں جو مسلمان کی ایسی آمدنی کا ہے۔ ۶۵۶

عقد و نقد دونوں مالِ حرام پر جمع نہ ہوں تو بیع حلال ہے۔ ۶۵۶

www.alahazratnetwork.org

اجارہ

مسلمان کسی مجوسی کے یہاں مزدوری کرے تو حرج نہیں۔ ۴۲۲

کافر کو مزدوری پر نوکر رکھنے کی ممانعت ہے۔ ۵۱۱

دلالی ایک ردّی پیشہ ہے۔ ۶۶۷

ہبہ

کافر کا ہدیہ قبول کرنا جس سے دین پر اعتراض نہ ہو درست ہے۔ ۴۲۱

دشمنوں کے بادشاہ نے مسلمانوں کے سپہ سالار کو

ہدیہ بھیجا تو اس کا حکم۔ ۴۲۳

مستامن کے لئے مسئلہ ہبہ و وصیت کی تحقیق۔ ۴۸۵

دارالحرب میں داخل ہونے والے لشکرِ اسلام کا سپہ سالار اگر دشمنوں کے بادشاہ کو ہدیہ بھیجے تو کوئی حرج نہیں۔ ۴۶۴

شہادت

جھوٹی گواہی سب کے لئے حرام اور غیر مسلموں کے امورِ شرکیہ کے لئے ہو تو قریب بہ کفر ہے۔ ۵۸۳

قضاء

ذمیوں کے درمیان فیصلے کرنے کے لئے کافر کو قاضی مقرر کرنا جائز ہے۔ ۴۲۳

عقائد وکلام

نصارٰی باعتبارِ حقیقت لغویہ مشرکین ہیں اور یہی حال یہود کا۔ ۱۱۵

کیا صابی اہلِ کتاب ہیں۔ ۱۱۹

جو بدمذہب ضروریاتِ دین میں سے کسی کا منکر ہو باجماعِ مسلمین یقیناً قطعاً کافر ہے اگرچہ کروڑ بار کلمہ پڑھے، نہ ہی اس کا نماز، روزہ، حج اور صدقہ وخیرات مقبول ہوگا۔ ۱۲۳

ہزار ضروریاتِ دین میں سے ایک کا انکار ایسا ہی ہے جیسا نو سو ننانوے ۹۹۹ کا۔ ۱۲۳

ایمان تصدیقِ قلبی کا نام ہے اور وہ بعد انکار ضروریاتِ دین کے کہاں۔ ۱۲۴

خلافت کے شرائط واحکام کے بارے میں جمہور کا مسلک صحیح ہے۔ ۱۴۴

امامتِ کبرٰی کے لئے قرشیت شرط، اس پر صحابہ کا اجماع اور حدیثِ صحیح کی نص ہے۔ ۱۴۴

امامت کا تحقق بطور تغلب بھی ممکن ہے۔ ۱۴۵

بیعت کے ساتھ ساتھ تغلب بھی جمع ہوسکتا ہے۔ ۱۴۵

جملہ مدعیانِ اسلام وکلمہ گو میں خلافت کا منکر کوئی فرقہ نہیں۔ ۱۵۰

خلافت کمیٹی نے جس اسلامی حکومت کو خلافت اسلامیہ قرار دیا وہ شرعی خلافت ہرگز نہیں۔ ۱۵۰

جو نبی صاحبِ شریعت ہوئے وہ گزشتہ پیغمبروں کے کلام کو مٹانے کے لئے نہیں پورا کرنے کیلئے آئے تھے۔ ۱۵۶

امرائے شرع کے اقسام ۱۶۸

اختیاری امیرِ شریعت فقہائے اسلام ہیں۔ ۱۶۸

عدمِ سلطان وقاضی کی حالت میں قضاۃ کے بہت سے احکام انھیں کے ذریعہ پورے ہوں گے۔ ۱۶۹

اعلم علمائے بلد کا منصب۔ ۱۶۹

امامت اختیاری انتخاب پر موقوف نہیں، نہ اس کی بیعت ضروری۔ ۱۶۹

امیر قہری کا بیان۔ ۱۷۰

امیر قہری کا انتخاب مسلمانوں پر ہے اور اس کی بیعت سے انکار ضرور گناہ ہے۔ ۱۷۰

خلیفۃ المسلمین بھی امیر قہری ہے۔ ۱۷۰

www.alahazratnetwork.org

امیر المومنین کے لئے سات شرطیں لازم ہیں۔ ۱۷۰
صوبہ دار یا والی کا بیان اور اس کے شرائط۔ ۱۷۰
ہندوستان میں مسلمان امیر عام مقرر کرنے پر قادر نہیں۔ ۱۸۰
اجماع اہلسنت ہے کہ بشر میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا کوئی معصوم نہیں۔ ۱۸۷
قیامت میں ہر گروہ کو اس کے امام کے ساتھ بلایا جائے گا۔ ۲۲۱
حدیث کی پیشگوئی مان کر اس کے خلاف کا ادعا جہل صریح بلکہ ضلال قبیح ہے۔ ۲۲۹
اللہ تعالیٰ کے لئے جسمیت کا قائل کافر ہے۔ ۲۵۰
صحابیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا منکر کافر ہے۔ ۲۵۰
جو رافضی حضرت علی کو خلفائے ثلٰثہ پر فضیلت دے وہ گمراہ ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) ۲۵۰
صدیق وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت کا منکر کافر ہے ۲۵۱
مبتدع سے کیا مراد ہے۔ ۲۵۳
غالی رافضی سے کیا مراد ہے۔ ۲۵۴
ضروریات دین میں سے کسی شئ کا منکر کافر اس کی تاویل کی طرف التفات نہ ہو۔ ۲۵۴
حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر تبرا کرنے والا اور ان کو سب وشتم کرنے والا کافر ہے۔ ۲۵۴
روافض متعدد انواع کفر کے جامع ہیں۔ ۲۵۵
غیر نبی کو نبی پر افضل کہنے والا باجماع مسلمین کافر ہے۔ ۲۶۲
کافر کو کافر نہ کہنے والا اور اس کے کفر وعذاب میں شک کرنے والا خود کافر ہے۔ ۲۶۵
تنبیہ جلیل: ضروریات دین کے ثبوت پر اگر بالخصوص نص قطعی نہ بھی ہو تب بھی ان کا منکر کافر ہوگا۔ ۲۶۶
باجماع مسلمین کسی غیر خدا کو قدیم ماننے والا قطعاً کافر ہے۔ ۲۶۶
جمیع ماسوی اللہ کا حدوث ضروریات دین سے ہے۔ ۲۶۶
قرآن مجید کا ہر نقص وزیادت وتغییر وتحریف سے مصون ومحفوظ ہونا ضروریات دین سے ہے۔ ۲۶۷
"الحمد للہ میں مسلمان اور سچا مومن ہوں" کہنا صحیح ہے۔ ۲۷۰
جو نام دنیا میں کسی کا ہو، چاہے کسی نے رکھا ہو، لوح محفوظ میں علم کی حیثیت سے وہی نام مرقوم ہے، اور جس نام میں تغیر واقع ہو اور زمانہ کی قید کے ساتھ دونوں نام مرقوم ہیں۔ ۲۷۵
جس نے اپنا نام بدلا اور علم کی طرح مشہور نہ ہوا اللہ کے یہاں بھی وہ علم قرار نہیں دیا گیا۔ ۲۷۵
اللہ تعالیٰ کے لئے مکان ماننا کفر ہے۔ ۲۸۲
مومن عاصی معذب ہے ملعون نہیں۔ ۲۸۷
قیاس وفقہ کی حجیت بھی ضروریات دین سے ہے۔ ۲۹۲
قرآن کا منزل من اللہ ہونا بھی حدیث ہی سے ثابت ہے۔ ۳۱۳
اللہ تعالیٰ پر لفظ سخی داتا کا اطلاق شرعاً منع ہے۔ ۳۱۴

برے خیالات دل میں آئیں یا بلاقصد زبان سے ادا ہوجائیں تو گناہ نہ اس سے اسلام میں فرق آئے۔ ۳۲۶

کفار کی تعریف، ان کے اقسام و احکام۔ ۳۲۶

کافر دو قسم ہے، اصلی و مرتد۔ ۳۲۷

کافر اصلی دو قسم ہے: مجاہر و منافق۔ ۳۲۷

منافق تمام کافروں سے بدتر ہے۔ ۳۲۷

آریوں کو موحد سمجھنا سخت باطل ہے۔ ۳۲۸

مرتد کی دو قسمیں ہیں، مجاہر و منافق۔ ۳۲۸

خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین پر اجماع ہے، اس کا ثبوت نصوص علماء سے ہے۔ ۳۳۳

ختم نبوت کی تفسیر ختم زمانی قطعی اجماعی ہے۔ ۳۳۹

بغیر عذر سفر و مرض روزے کے بجائے فدیہ کافی جاننا نئی شریعت کا ایجاد ہے۔ ۳۷۲

علم الٰہی اور علم رسالت میں مساواۃ کا عقیدہ گمراہی ہے مگر ذاتی اور عطائی کا فرق مانے تو کافر نہ ہوگا۔ ۳۷۷

علم باری سے ساری مخلوقات کے علم کو وہ نسبت بھی نہیں جو بوند کے کروڑویں حصہ کو سمندر سے۔ ۳۷۷

کافر اصلی اور مرتد کا فرق۔ ۴۱۲

قیام خلافت کے شرعی طریقوں سے سوال اور حدیث شریف "الائمة من القریش" کی تحقیق سے استفسار۔ ۴۱۴

صرف مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں کہ مومنین

اور مشرکین۔ ۴۸۶

مسلمان معاذ اللہ اگر ارادۂ کفر کرے تو کافر ہوجائے گا۔ ۴۸۹

کافر محض ارادۂ اسلام سے مسلمان نہ ہوگا جب تک اسلام قبول نہ کرے۔ ۴۸۹

کتابی صرف ارادۂ موافقت مشرکین سے مشرک ہوسکے گا مگر مشرک نرے ارادے سے کتابی نہ ہوجائے گا۔ ۴۸۹

مشرکوں سے استعانت کی بحث جلیل۔ ۴۹۰

اللہ تعالٰی کے لئے محبت اور اللہ تعالٰی کے لئے عداوت ایک عظیم باب اور ایمان کی جڑ ہے۔ ۴۹۳

صرف ذمی سے استعانت جائز ہے، حربی سے مطلقاً حرام ہے۔ ۵۰۶

تحریم مباح کا اعتقاد ضلالت ہے۔ ۵۳۱

حرام قطعی کو فرض ماننا ایمان و عمل دونوں کے لئے تباہ کن ہے۔ ۵۳۱

جو جس سے دوستی کرے قیامت کے دن انہی کے ساتھ اس کا حشر ہو۔ ۵۶۹

حدیث "انت مع احببت" اور "ما احب رجل الحدیث" سے مضمون بالا پر استدلال۔ ۵۶۹

مطلقاً علمائے دین یا کسی عالم دین کو عالم ہونے کے سبب برا کہنا کفر ہے۔ ۵۷۰

شریعت مطہرہ کی ادنٰی توہین یقیناً قطعاً کفر و ارتداد ہے۔ ۵۷۰

اعمال حسنہ کے قبولیت کی شرط ایمان ہے۔ ۵۷۹

www.alahazratnetwork.org

کافر کا کوئی عملِ حسن مقبول نہیں ۔ ۵۷۹
اب کوئی جدید نبی نہیں آئے گا ۔ ۵۸۱
شریعت کی قطعی حلال کی ہوئی چیز کو جو کوئی حرام بتائے یا حرام کو حلال قرار دے وہ خود کافر ہوجاتا ہے ۔ ۵۸۱
حلتِ قربانیِ گاؤ اور حرمتِ شرکت اعیادِ ہنود ضروریاتِ دین میں سے ہے ۔ ۵۸۲
آیاتِ متشابہات میں اہلسنت وجماعت کا
اللہ تعالیٰ بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے ۔ ۶۰۸
پہلا مسلک تفویض ہے، مثلاً عرش پر اللہ تعالیٰ کا استوار معلوم ہے کیفیت مجہول ہے ۶۱۹
اللہ تعالیٰ کا ہر شئی کو محیط ہونا معلوم ہے، احاطہ ذاتی یا صفاتی سے بحث نہ کی جائے گی ۔ ۶۱۹
اللہ تعالیٰ جسم، جہت اور مکان سے پاک ہے ۔ ۶۲۰
مسلک دوم تاویل ہے یعنی عقل وشرع کے موافق معنی بیان کئے جائیں ۔ ۶۲۰
ان اللہ علی کل شئ قدیر سے مراد احاطہ صفاتی ہوگا ۔ ۶۲۰
یہ کہنا کہ "کوئی گوشہ یا مکان ایسا نہیں جہاں ذاتِ خدا موجود نہیں" یہ کلمہ کفر ہے ۔ ۶۲۰
اللہ تعالیٰ کی ذات ہر مکان میں موجود ماننے پر لازم آنے والے استحالوں کا بیان ۔ ۶۲۱
اتحاد کہ سب میں خدا کا حصہ اور سب خدا، یہ کفر ہے ۔ ۶۲۱
رضا بالکفر کفر ہے ۔ ۶۲۷
اللہ تعالیٰ کے اسمار میں شہید وبصیر ہے اس کو حاضر وناظر کہنا چاہئے ۔ ۶۸۸
روحیں اپنے گھروں کو شبِ جمعہ، یومِ عید، یومِ عاشورہ، شبِ نصف شعبان آتی ہیں ۔ ۶۹۲
تمام انبیاء کرام پر عموماً اور حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر خصوصاً ایمان لانے کا قرآن میں حکم ہے ۔ ۶۹۸
اللہ پر ایمان لانے کا مطلب اس کے رسولوں پر ایمان لانا بھی ہے ۔ ۶۹۹
ان آیات کا بیان جن میں رسولوں پر ایمان لانے کی ترغیب ہے ۔ ۶۹۹
اسلام لانے میں تمام ضروریاتِ دین پر ایمان لانا داخل ہے ۔ ۷۰۰
آخرت کی ساری بہاریں مسلمانوں کے لئے ہیں، کافر اس سے یکسر محروم ہیں ۔ ۷۰۵

ردِّ بدمذہباں

روافض کے عقائدِ باطلہ کا بیان ۔ ۱۲۴
نجدیوں وہابیوں کے عقائدِ باطلہ کا بیان ۔ ۱۲۵
نیچریوں کے عقائدِ باطلہ کا بیان ۔ ۱۲۶
جھوٹے صوفیوں کے نظریاتِ باطلہ کا بیان ۔ ۱۲۶
روافض کے چند عقائد جن کی وجہ سے ان کی تکفیر ضروری ہے، یہ لوگ ملتِ اسلامیہ سے خارج ہیں ۔ ۱۲۸
کفرِ اصلی سے ارتداد بدتر، کفرِ اصل میں

www.alahazratnetwork.org

نصرانیت سے مجوسیت بدتر، اور اس سے بھی
بدتر وہابیت، اور اس سے بدتر دیوبندیت ہے ۱۴۴
وہابی سُنیوں اور تُرکوں کو غیر مسلم مانتے ہیں۔ ۱۴۸
آزاد صاحب کا ایک خطبۂ جمعہ ۱۴۹
فرعون نے موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی تکفیر کی تھی۔ ۱۵۱
ابوالکلام صاحب آزاد کا بعض اقسام کفار کو مستثنیٰ قرار دینا اور
عالمگیر محبت کو اسلام کا اصل الاصول بتانا
حکم قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ ۱۵۴
ابوالکلام آزاد نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے
صاحبِ شریعت نبی ہونے کا انکار کیا۔ ۱۵۶
عبدالماجد دریابادی کے ہفوات۔ ۱۵۹
ہندوستان میں سیاسی جدوجہد کا مقصد
اسلام کی سُرخروئی نہیں۔ ۱۶۰
مسٹر آزاد کے ایک مہمل بے معنیٰ ہذیان کا رد۔ ۱۸۲
ابن خلدون کے ہفوات اور نظریاتِ فاسدہ۔ ۲۰۹
ابن خلدون مبتدع، اجماع صحابہ کرام کا خارق
اور ضراریہ ومعتزلہ کا موافق ہے۔ ۲۱۰
سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
بارے میں ابن خلدون کا لہجہ اور تیور
خلافِ ادب ہے۔ ۲۱۱
ابوالکلام آزاد کی تحریر کا پچیس وجوہ سے
ردِ بلیغ۔ ۲۲۶
خلافتِ قریش سے متعلق احادیث کو پیشگوئی
اور خبر پر محمول کرنا مسٹر آزاد کی جہالت ہے۔ ۲۲۰
مسٹر آزاد اپنے نشے میں اپنے آپ کو تمام
ائمہ مجتہدین سے اعلیٰ سمجھتے ہیں۔ ۲۳۰
حدیث صحیحین پر مسٹر آزاد کا اشد ظلم۔ ۲۳۰
حدیث کے بارے میں ابوالکلام آزاد کی
کمال جسارت وبیباکی۔ ۲۳۱
حدیث "لایزال ھذا الامر فی قریش ما بقی
منھم اثنان" سے مسٹر آزاد کے غلط
استدلال کا آٹھ وجوہ سے رد۔ ۲۳۱
ائمہ کرام کی طرف سے تطبیق احادیث کو غلط
رنگ دینے اور اس سے اپنی مقصد برآری کی
مسٹر آزاد نے جو کوشش کی اس کا چار
وجوہ سے رد۔ ۲۳۵
یہود کی خصلت ہے کہ بات کو اس کی جگہ سے
پھیر دیتے ہیں۔ ۲۳۶
ابوالکلام کے اس ادعا کا چار وجوہ سے
رد کہ حضرت ابوبکر والی روایت بطریق
اتصال ثابت ہی نہیں۔ ۲۳۶
روافض کا یہ قول کفر ہے کہ ائمہ نبیوں سے
افضل ہیں۔ ۲۶۲
کرامیہ کا یہ قول کفر وضلالت ہے کہ ولی نبی
سے افضل ہوسکتا ہے۔ ۲۶۲
مجتہدان روافض کے کفر صریح پر مشتمل فتوے۔ ۲۶۴
روافض کی طرف سے "انا لہ لحافظون"
کی غلط تاویل کا رد۔ ۲۶۷
نیچریوں اور قادیانیوں کی تاویلاتِ باطلہ
سُن لی جائیں تو اسلام وایمان قطعاً

www.alahazratnetwork.org

درہم برہم ہوجائیں۔ ۲۶۷
حسام الحرمین کے احکام حق وصحیح ہیں۔ ۲۷۹
قادیانی کے رد کا طریقہ۔ ۲۷۹
قادیانی کی تصانیف میں کلماتِ کفریہ برساتی کیڑوں کی طرح بکھرے ہیں۔ ۲۷۹
قادیانی کے بعض کلماتِ کفریہ کا تذکرہ۔ ۲۷۹
قادیانی کی جھوٹی پیشگوئیاں۔ ۲۷۹
عبارت "حفظ الایمان" کی ایک غلط تاویل کا رد۔ ۳۱۴
غوث پاک کی شان میں زبان درازی رافضی تبرائی کرتے ہیں۔ ۳۲۵
جو واعظ تقریر میں "بہشتی زیور" منگانے کی تاکید کرے دیوبندی معلوم ہوتا ہے۔ ۳۲۷
وہابیہ دیوبندیہ سب سے بدتر زہر قاتل ہیں۔ ۳۲۸
عہدِ مصنف میں لفظ "خاتم النبیین" میں تاویل کرنے والے کچھ کذابوں کی تاویلات کا ذکر۔ ۳۳۶
جبتہ عین کے اختلال کی چند ترکیبوں کا ذکر۔ ۳۵۰
الف لام عہد خارجی کے دلائل کا تین طرح سے رد۔ ۳۵۳
ایک غلط حوالہ کی نشان دہی۔ ۳۵۳
تلویح کی عبارت مذکورہ عہدیوں کو الٹی مضر۔ ۳۵۴
امثالیہ کے مختلف گروہوں کا ذکر۔ ۳۶۱
حسام الحرمین میں فرقہ امثالیہ کے اس گروہ کا ذکر ہے جو حضور کے زمانہ کے بعد بھی کسی نبی کے امکان کے قائل ہیں۔ ۳۶۱
فرقہ اہلحدیث کو گمراہ اور اسمٰعیلی کہنا صحیح ہے۔ ۳۶۴
گناہ کو کفر قرار دینا خارجیوں کا مذہب ہے۔ ۳۶۵
غیر مقلدین کی دشمنیٔ رسول کا بیان۔ ۳۶۹
وہابیہ تقیہ کرتے ہیں ان کی تفتیش ضروری ہے۔ ۳۸۰
کفار مسجد نبوی میں اپنی طرح عبادت کرتے تھے، یہ محض جھوٹ ہے۔ ۳۹۰
تقویۃ الایمان کتاب التوحید کی توضیح وتشریح ہے ۳۹۵
سید احمد علیگڑھی کے ہفوات ۳۹۶
غلام احمد قادیانی کے ہذیان ۳۹۶
نواب صدیق حسن بھوپالی کی بکواسیں۔ ۳۹۷
دیوبندیوں کی گمراہیاں ۳۹۷
اہل قرآن کے مزخرفات ۳۹۸
جو مشرک کو پیشوا بنائے قیامت کے دن اسی کے نام سے پکارا جائے۔ ۴۰۶
کسی مشرک کے لئے کہنا کہ ہمارا شہر پاک کرنے کیلئے آئے ہیں قرآن کی تکذیب ہے۔ ۴۰۶
مشرک کو شرعاً کوئی عزت حاصل نہیں۔ ۴۰۶
مشرک کی تعظیم گناہ کبیرہ اور سبب بیخ کنیٔ اسلام ہے ۴۰۷
مشرک تو مشرک ہے، فاسق کی بھی بڑائی بولنے سے اللہ تعالٰی غضبناک ہوتا ہے۔ ۴۰۸
یہ کہنا کہ "جس میں ننانوے باتیں کفر کی ہوں اور ایک اسلام کی اس کو کافر نہیں کہنا چاہئے" حدیث نہیں ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افترا ہے۔ ۴۱۲
قرآن عظیم سے مزعوماتِ لیڈران کا رد۔ ۴۵۵
مشرکین سے معاہدہ کا بیان اور لیڈروں کا رد بلیغ۔ ۴۷۹

www.alahazratnetwork.org

علاقتی بیان کہ اہلِ وطن سے دوستی قرآن سے ثابت ہے۔ ۵۹۵
اظہارِ کلمۂ کفر کے بعد لاطائل تاویلوں کا رد۔ ۵۹۸
صریح الفاظِ کفر بکنے کے بعد یہ تاویل مردود کہ میں نے دل سے نہیں کہا تھا۔ ۵۹۹
یہ تاویل بھی نامقبول ہے کہ تکلم کے باوجود اس سے راضی نہ تھا، یا بطورِ ہزل واستہزاء کے کہے۔ ۶۰۰
مولوی محمد علی ناظمِ ندوہ کے خیالات۔ ۶۵۶
وہابی ہونے کی علامتیں۔ ۶۸۳
رافضی اہلسنت کو خارجی کہتے ہیں۔ ۷۱۰

منطق

امامت، خلافت سے عام ہے۔ ۲۰۲

www.alahazratnetwork.org

نحو

لائے نفی جنس صیغہ عموم سے ہے۔ ۲۵۵

توبہ واستغفار

قبولِ توبہ مرتد کی تفصیل ۲۰۰
نبی پر دشنام طرازی کرنے والے کی توبہ مقبول نہیں۔ ۲۰۳
ہر مرتد کی توبہ سچے دل سے ہو تو قبول ہے، سابِ نبی کی توبہ قبول ہونے کا مطلب۔ ۲۰۴

ترغیب و ترہیب

خادمانِ دین کو گمراہوں کے سب وشتم سے ملال نہ کرنا چاہئے۔ ۱۵۱
جو کسی خلیفہ سے برائی کرے اس کے لئے دنیا میں ہلاکت اور آخرت میں سخت عذاب ہے۔ ۱۸۱
مرتد منافق کی صحبت ہزار کافروں کی صحبت سے بدتر ہے۔ ۳۲۸
اہلِ اہوا سے پرہیز کی نصیحت۔ ۴۰۳
حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالٰی تیرے سبب ایک شخص کو ہدایت دے دے تو یہ تیرے لئے سرخ اونٹوں کا مالک ہونے سے بہتر ہے۔ ۵۴۰
شعارِ اسلام کو بند کرنے کی کوشش کرنے والا اسلام کا بدخواہ ہے، ایسا شخص عالم نہیں ظالم ہے جو اسلام پر ظلم کر رہا ہے۔ ۵۷۳
آدمی اگر اللہ ورسول کے معاملہ کو اپنے ذاتی معاملہ کے برابر رکھے تو اس کو عمل کے لئے کافی ہے۔ ۵۷۵
آیت وتفسیر سے قربانی کا ثبوت اور اللہ تعالٰی کے احکام کی بے قدری کرنے والوں کی عذاب سے تخفیف۔ ۵۷۵
ہندوؤں سے اتحاد حرام اور اس کی وجہ سے قربانیِ گاؤ موقوف کرنا حرام، اور ایسے کرنے والے کا حشر ہندوؤں کے ساتھ ہوگا۔ ۵۷۷
معذرت خواہ کا عذر نہ قبول کرنا قیامت کے دن

باعثِ محرومیِ حوضِ کوثر ہے۔ ٦٠٩
توبہ صادقہ کے بعد آدمی گناہ سے پاک ہوجاتا ہے۔ ٦١٢

حظر و اباحت

احتیاط اسی میں ہے کہ نصارٰی کی نساء و ذبائح سے احتراز کرے۔ ١٢٢
آج کل بعض یہود عزیر علیہ السلام کی ابنیت کے قائل ہیں ان کے زن و ذبیحہ سے بچنا لازم جانیں۔ ١٢٢
اہلِ کتاب کی عورتوں سے نکاح اور ان کے ذبیحہ کے تناول سے جبکہ ضرورت نہ ہو تو احتراز چاہئے۔ ١٢٢
عاقل کا کام نہیں کہ ایسا فعل اختیار کرے جس کی ایک جانب نامحمود اور دوسری جانب حرام قطعی ہو۔ ١٢٢
سلطنتِ اسلام، جماعتِ اسلام، بلکہ ہر فردِ اسلام کی خیرخواہی مسلمان پر فرض ہے۔ ١٣٣
مسلمان اپنے فرائض کا بقدر طاقت مکلف ہے۔ ١٣٣
مشرکین سے موالاتِ اتحاد اور ان کے مراسم کی ادائیگی اور ان کی حمایت وخیرخواہی گمراہی بلکہ کفر بھی ہوسکتی ہے۔ ١٣٣
جائز لین دین ہر اصلی کافر سے جائز ہے۔ ١٣٩
کافر اصلی غیر ذمی غیر مستامن سے عقود فاسدہ بھی جائز ہیں جن میں غدر نہ ہو۔ ١٣٩
افعال واقوال کفر وضلال پر کسی عالم کا انکار کرنا حق وثواب ہے۔ ١٥٠
گمراہوں سے آگاہ کرنا اور راہِ حق کی طرف بلانا بجا آوریِ حکمِ خدا ورسول ہے۔ ١٥٠
کسی کو خوش رکھنے کے لئے حکمِ شرعی سے باز رہنا گناہ ہے۔ ١٦٥
دل سے مسلمانوں کی خیرخواہی فرضِ عین جبکہ مال یا اعمال سے اعانت فرضِ کفایہ ہے۔ ١٧٣
عصبیت کی ممانعت سے متعلق احادیث۔ ٢١٥
اکراہِ شرعی کے بغیر دوسرے کے کفر پر رضا شدید حرام ہے۔ ٢٣٩
مسلمانوں کو کفر وارتداد سے بچانا فرض ہے۔ ٢٤٠
جو مسلمان کسی مسلمان کے مرتد ہونے کی حمایت کرے جہنمی ہے۔ ٢٤٠
ایسا شخص فقہاء کے نزدیک کافر ہے۔ ٢٤٠
مسلمانوں کو ارتداد سے بچانے کی کوشش بقدرِ ضرورت ہر مسلمان پر فرض ہے، معذوری کا حکم اور ہے۔ ٢٤٠
انگریزی پڑھنے کا حکم ٢٤٤
گنہگاروں کے ساتھ بزرگانِ دین نے نرمی وسختی دونوں طرح کے معاملات روا رکھے ہیں اس لئے ایسوں کے ساتھ نرمی گناہ نہیں ہے۔ ٢٧٢
علماء کو "گوبر میں مُنہ دینے والا" کہنا کفر تو نہیں مگر سخت شنیع کلمہ ہے۔ ایسے شخص کی تکفیر قابلِ توبہ جرم ہے۔ ٢٧٢
اللہ تعالٰی کے لئے "میاں" کا لفظ ممنوع ہے۔ ٢٧٥

کسی بھی حق کے لئے غیر اسلامی کچہری سے چارہ جوئی یا جوابدہی یحکم من لم یحکم بما انزل اللہ نہیں ہے اور جائز ہے۔ ۳۶۵

ناحق چارہ جوئی یا جوابدہی حرام و گناہ ہے۔ ۳۶۵

حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نام مبارک کے ساتھ لفظ "یا" نہیں ملانا چاہئے بلکہ یارسول اللہ کہنا اور لکھنا چاہئے۔ ۳۶۹

نام پاک دیوار پر کندہ کرنے سے افضل آئینہ میں لکھ کر لٹکانا ہے۔ ۳۶۹

جس مال کے حرام ہونے کا غالب گمان ہو اس کو کار خیر میں صرف کرنا حرام اور شبہہ کے مال سے احتراز افضل ہے۔ ۳۷۰

تفسیر بالرائے حرام ہے۔ ۳۷۲

امام رازی اور امام غزالی رحمہما اللہ تعالٰی کو اپنے مقابلہ میں الفاظ سخیفہ سے یاد کرنا تکبر ہے۔ ۳۷۳

اپنی منکوحہ پر غیرت نہ کرنے والا دیوث اور جورو سے ماں باپ کو گالیاں سن کر خاموش رہنے والا عاق، یہ دونوں کام فسق کے ہیں۔ ۳۷۴

ایصال ثواب جائز، اس کے لئے دن متعین کرنا جائز، لیکن اس کو واجب جاننا یا حضور کی سنت سمجھنا باطل ہے۔ ۳۷۷

اپنی لڑکی کی حرام کمائی کھانے والا دیوث سخت فاسق ہے مسلمان اس سے میل جول ترک کر دیں۔ ۳۷۷

بلاوجہ بدگمانی حرام ہے۔ ۳۸۰

توبہ کے بعد گناہ باقی نہیں رہتا، توبہ کے بعد بلاوجہ الزام رکھنا حرام و گناہ ہے۔ ۳۸۳

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی کسی کافر سے موالات نہیں برتی۔ ۳۸۸

مشرک سے اتحاد و موالات حرام ہے۔ ۴۰۵

مشرک کو ضرورت دینی میں ہادی و پیشوا بنانا قرآن کی تکذیب ہے۔ ۴۰۵

مسلمانانِ ہند پر عدمِ استطاعت کی وجہ سے جہاد فرض نہیں۔ ۴۱۶

قانون جن امور کو روکتا ہے ان کے نہ کرنے میں ہم کو عذر ہے۔ ۴۱۷

خلافت کی حمایت کے نام پر خلافِ شرع امور کی اجازت نہیں۔ ۴۱۸

خرید و فروخت، اجارہ و استیجار، ہبہ و استیہاب بشروطہا غیر ذمی کافر سے بھی جائز ہے۔ ۴۲۱

دشمن کے وطن میں امان لے کر تجارت کیلئے جانا جائز ہے۔ ۴۲۱

مسلمانوں کو اپنے سکول و کالج کیلئے غیر مسلم حکومت سے امداد لینا کب جائز اور کب ناجائز ہے۔ ۴۲۴

جن مدارس کو گورنمنٹ کی امداد امورِ خلافِ شرع سے مقید یا ان کی طرف منجر ہو وہ ناجائز ہے۔ ۴۳۰

موالات ہر کافر سے حرام ہے۔ ۴۳۲

موالاتِ صوریہ ضرورۃً خصوصاً بصورت اکراہ

www.alahazratnetwork.org

جائز ہے۔ ۴۳۲

جن مدارس کے نصاب میں امور خلافِ اسلام اور توہینِ رسالت داخل ہوں ان میں تعلیم وتعلم حرام ہے۔ ۴۳۵

کافر حربی کو کسی قسم کا صدقہ دینا حلال نہیں اگرچہ وُہ مستامن ہو۔ ۴۳۹

مشرکوں کا برادر بننا حرام ہے۔ ۴۸۶

کافروں کا حلیف بننا حرام ہے۔ ۴۸۷

کافر کو رازدار بنانا مطلقاً حرام ہے۔ ۵۱۱

کافر کی تعظیم حرام ہے ۵۱۳

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ مشرکوں سے مصافحہ کیا جائے یا انھیں کنیت سے ذکر کیا جائے یا انھیں آتے وقت مرحبا کہا جائے۔ ۵۲۷

مباح کو حرام جان کر چھوڑنے میں حرج نہیں ۵۳۱

منکر پر رَدّ وانکار کس حالت میں فرض ہے اور کہاں اس کا یہ حکم نہیں۔ ۵۳۷

ناحق قتل یا غارتِ مسلم حرام ہے۔ ۵۳۸

قتلِ ناحق اور غارتِ مسلم میں اعانت مطلقاً حرام۔ ۵۳۸

شراب پینا سخت خبیث کام ہے۔ ۵۳۸

بلاوجہ شرعی شورشوں کے لئے سینہ سپر ہوجانا شرعاً واجب نہیں۔ ۵۳۸

حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمان برکت نشان میں عورتوں پر پردہ واجب نہ تھا، عورتیں پنجوقتہ نماز میں حاضر ہوتی تھیں۔ ۵۵۰

حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے زمانہ میں رنگ بدلا تو انھوں نے فرمایا اگر حضور ہوتے تو عورتوں کو مسجد سے روک دیتے، پھر زمانہ مابعد میں اور حالت خراب ہوئی تو ائمہ نے جوان عورتوں کو روک دیا، پھر اور زمانہ بدلا تو مطلقاً ممانعت ہوگئی۔ ۵۵۰

ستر وحجاب کے کچھ مسائل۔ ۵۵۲

انگرکھے کا سیدھا پردہ مسلمانوں کا شعار اور اُلٹا پردہ کافروں کا، تو اُلٹے پردہ کا انگرکھا لینا حرام ہے۔ ۵۵۲

www.alahazratnetwork.org

گاؤکشی اپنی اصل اور ذات کے اعتبار سے واجب نہیں، نہ اباحت کے اعتقاد کے ساتھ اس کا تارک گنہگار، نہ ہماری شریعت میں بالتعیین کھانا فرض۔ ۵۵۳

گوشت طبعاً اہلِ اسلام کی غذا ہے، اللہ تعالٰے نے اس کا احسان جتایا ہے۔ ۵۵۳

گوشت کی فضیلت کی احادیث۔ ۵۵۴

بکری کا گوشت گراں ہے سب کو دواماً میسر نہیں۔ ۵۵۴

جہاں قانوناً گاؤکشی بند ہے وہاں شریعت بھی مجبور نہیں کرتی کہ ضرور کرو اور موردِ آفات ٹھہرو۔ ۵۵۷

دینی کام کے لئے غیر مسلموں سے چندہ لینا منع ہے۔ ۵۶۶

کتابی کافر سے قربانی کا ذبح کرانا مکروہ ہے۔ ۵۶۷

ایسے کلمہ گویوں کا حکم جو غیر مسلموں کی خوشنودی کے لئے از خود قربانیٔ گاؤ بند کرنے کا اعلان کریں۔ ۵۶۸

گائے، بھیڑ، بکری اور اونٹ وغیرہ کی قربانی میں مسلمان منجانب شریعت مختار رہیں مگر مخالفانِ اسلام کی خاطر شعارِ اسلام بند کرنے کا کسی وقت مسلمانوں کو اختیار نہیں۔ ۵۷۳

ہندوستان میں گائے کی قربانی قائم رکھنا واجب ہے اور ہندو مسلم اتحاد کی ناپاک مصلحت کے لئے اس کا چھوڑنا حرام ہے۔ ۵۷۳

مسئلہ کا حکم اور اہل اسلام کے خلافِ شرع افعال کی قدر تشریح۔ ۵۷۴

اللہ تعالیٰ کے واسطے نیت کرکے پھرنا معیوب ہے۔ ۵۷۷

محض خوشنودیِ اہلِ ہنود کے لئے قربانی بجائے تین دن کے ایک دن مقرر کرنا حرام ہے۔ ۵۷۷

کفار کے میلہ میں شرکت حرام ہے۔ ۵۸۳

ظہورِ فتن کے وقت علماء پر حق کا ظاہر کرنا ضروری ہے۔ ۵۸۹

یزید کو پلید کہنا جائز، رحمۃ اللہ علیہ کہنا منع ہے۔ ۶۰۳

بلاوجہ شرعی مسلمان کو یزید کہنا گناہ ہے۔ ۶۰۴

مسلمان کی توبہ کا دوسرے مسلمانوں کو قبول کرنا واجب ہے۔ ۶۰۸

بدگمانی گناہ ہے۔ ۶۰۹

مرشدِ حق کی قدم بوسی جائز، سجدہ ممنوع ہے۔ ۶۱۱

گمراہوں کے عیوب بیان کرنا کہ لوگ اس سے بچیں، غیبت نہیں۔ ۶۱۲

حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نورِ عرش اللہ کہنا جائز ہے۔ ۶۱۵

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فقیر کہنا جائز نہیں۔ ۶۲۲

حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیچارہ کہنا حرام ہے۔ ۶۲۲

امام مالک کا مسلک کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لفظِ یتیم کا اطلاق جائز نہیں۔ ۶۲۷

بلاوجہ شرعی بغض اور اس کے موافق عمل فسق ہے۔ ۶۳۷

امامین کریمین کے فضائل و مناقب بیان کرنا چاہئیں مگر ایسے اور اس طرح نہیں کہ خستگی اور بیچارگی ظاہر ہو۔ ۶۴۰

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کو ناقص کہنا بے ادبی ہے۔ ۶۴۰

سماع جو منکراتِ شرعیہ سے خالی ہو مباح بلکہ مستحب ہے۔ ۶۴۴

مزامیر حرام ہیں۔ ۶۴۴

خدا کے بعد عالم کا درجہ، یہ کفر بھی ہو سکتا ہے اور عین ایمان بھی۔ ۶۴۵

حجام کے کام کی نسبت انبیاء علیہم السلام کی طرف غلط ہے۔ ۶۴۶

آدم علیہ السلام کو کپڑا بننا سکھایا، داؤد علیہ السلام لوہے سے زرہ بناتے۔ لیکن ان افعال کے انبیاء علیہم السلام کی طرف نسبت کرنے کی

www.alahazratnetwork.org

صورتیں اور ان کا حکم۔ ۶۴۶
قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے جمع اور واحد دونوں ہی صیغے ذکر فرمائے۔ ۶۴۸
ادب کے خیال سے جمع کا صیغہ بھی بول سکتے ہیں لیکن افضل اور اولیٰ واحد کا صیغہ ہی ہے۔ ۶۴۸
صدقے کا بکرا دفن کرنا، مرغا گاڑنا، پتلا بنانا ٹونا ٹوٹکا ہے اور سخت حرام ہے۔ ۶۵۵
مسلمانوں کے مذہبی کام میں افسری کی دو قسمیں ہیں، (۱) قہری، اس میں معذوری و مجبوری ہے (۲) اختیاری، یہ ناجائز اور حرام ہے۔ ۶۷۰
غیروں کو رازدار بنانے کی ممانعت۔ ۶۷۰
نااہل بلکہ نامناسب کو عامل بنانا اللہ و رسول کے ساتھ خیانت ہے۔ ۶۷۱
دینی امور میں کافروں سے مدد چاہنی حرام ہے۔ ۶۷۱
دینی مدرسہ کا بدمذہب اور مشرکین کو افسر بنانا حرام ہے ۶۷۲
معصیت کی بات کسی مسلمان اعلیٰ افسر کی بھی ماننا حرام ہے ۶۷۲
دسہرے کی شرکت کو فقہا نے کفر لکھا ہے۔ ۶۷۲
بتوں پر پھول چڑھانا، ناقوس بجانا کفر ہے۔ ۶۷۲
نیروز مہرگان کو ہدیہ حرام اور ان غیر اسلامی عیدوں کی تعظیم مقصود ہو تو کفر ہے۔ ۶۷۳
مجالس کفار میں شرکت حرام ہے۔ ۶۷۵

سیاست

خلیفہ جہانبانی و حکمرانی میں رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا نائب مطلق ہوتا ہے اور تمام امت پر ولایت عامہ والا ہوتا ہے۔ ۱۸۴
سلطان وہ بادشاہ ہوتا ہے جس کا تسلط قہری ملکوں پر ہو چھوٹے چھوٹے والیان ملک اس کے زیر حکم ہوں۔ ۱۸۴
سلطان دو قسم کے ہیں، (۱) مولّٰی (۲) متغلب ۱۸۴
خلیفہ اور سلطان کی اطاعت میں فرق۔ ۱۸۴
خلیفہ کے حکم سے مباح فرض اور اس کے منع کرنے سے مباح حرام ہو جاتا ہے۔ ۱۸۵
خلیفہ ایک وقت میں تمام جہان میں ایک ہی ہو سکتا ہے اور سلاطین دس ملکوں میں دس۔ ۱۸۶
کوئی سلطان اپنے انعقاد سلطنت میں دوسرے سلطان کے اذن کا محتاج نہیں مگر ہر سلطان اذن خلیفہ کا محتاج ہے۔ ۱۸۶
سلطان خلیفہ کو معزول نہیں کر سکتا جبکہ خلیفہ سلطان کو معزول کر سکتا ہے۔ ۱۸۶
سلطنت کے لئے قرشیت تو درکنار حریت بھی شرط نہیں۔ ۱۸۶
خلافت کے لئے حریت باجماع جملہ اہل قبلہ شرط ہے۔ ۱۸۶
ملک پر تسلط کی دو صورتیں ہیں۔ ۲۱۸
جبراً وجوب اطاعت اور چیز ہے اور اس کا خلیفہ شرعی ہونا اور چیز ہے۔ ۲۱۸
اگر کوئی غلام اپنی شوکت سے زبردستی ملک دبا بیٹھے تو فتنہ بجھانے کے لئے اطاعت اس کی بھی واجب ہے۔ ۲۱۸

www.alahazratnetwork.org

فرائض

ایک بی بی سیدہ سنی المذہب نے انتقال کیا اس کے بعض بنی عم رافضی تبرائی ہیں، وہ عصبہ بن کر ورثہ سے ترکہ لینا چاہتے ہیں حالانکہ روافض کے ہاں عصوبت بالکل نہیں۔ اس صورت میں وہ مستحق ارث ہیں یا نہیں۔ ٢٤٩

روافض کو سنیہ کے ترکہ سے کچھ نہیں ملتا اور ان کی یہ محرومی دینی اختلاف کی وجہ سے ہے۔ ٢٥٠

موانع ارث چار ہیں۔ ٢٥٠

کوئی کافر کسی مسلمان کا ترکہ نہیں پا سکتا۔ ٢٥٧

موانع ارث کا بیان۔ ٢٥٧

مرتد اصلاً صالح وراثت نہیں۔ ٢٥٨

مرتد کسی کا وارث نہ بنے گا نہ مسلمان کا، نہ کافر کا، نہ ذمی کا اور نہ اپنے جیسے مرتد کا۔ ٢٥٨

فوائد فقہیہ

ہمارے علماء ثلٰثہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم کے مذہب پر ہندوستان دارالاسلام ہے ہرگز دارالحرب نہیں۔ ١٠٥

امام ابوحنیفہ کے نزدیک دارالاسلام کے دارالحرب ہوجانے کے لئے تین باتیں درکار ہیں۔ ١٠٥

یہود و نصارٰی کے احکام اور دیگر مشرکین کے احکام میں کیا فرق ہے اور اس کی وجہ۔ ١١٥

کفار کو مراسم کفر کی اجازت دینا اور اُن کے دین پر چھوڑنے میں فرق ہے۔ ١٣٦

بادشاہ غیر قرشی کو سلطان، امیر یا ملک وغیرہ کہہ سکتے ہیں شرعاً اس کو خلیفہ یا امیرالمومنین نہیں کہہ سکتے۔ ١٧٥

عہد خارجی کے معنی درست نہ ہوں تو الف لام استغراق مراد لینا واجب ہے۔ ٣٥٢

موالات و مجرد معاملت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ٤٢٠

مدارس کے اقسام اور اخذِ امداد کے احکام۔ ٤٢٩

آیۂ ممتحنہ میں ائمہ حنفیہ کا مسلک۔ ٤٣٧

تمام مشرکین ہند محارب بالفعل ہیں اور محارب بالفعل کے معنٰی کی تحقیق۔ ٤٥٣

انکارِ منکر تین قسم ہے۔ ٤٥٤

سلوک مالی کی اقسام۔ ٤٦٥

موالات کی تقسیم اور اس کے احکام کا بیان ٤٦٥

مدارات کا بیان۔ ٤٦٨

مدارات و مداہنت کے درمیان موالات صوریہ کی دو قسمیں اور ہیں یعنی بر و اقساط اور معاشرت۔ ٤٦٨

سلام، کلام، مصافحہ، مجالست، مساکنت اور مواکلت وغیرہا افعال کثیرہ ہیں۔ ٤٦٨

بر و صلہ کی تین قسمیں۔ ٤٦٨

معاہدہ کا رکن اور اس کی شرط۔ ٤٨٢

جہاد کی تین قسمیں ہیں (١) جنانی (٢) لسانی (٣) سنانی۔ ٥٤٠

شریعت کے ہر حکم میں دقائق اور مصالح ہیں۔ ٥٥٠

گائے کی قربانی کرنا واجب لعینہٖ ترک حرام لعینہٖ نہیں

www.alahazratnetwork.org

لیکن واجب لغیرہ وحرام لغیرہ تو ہو سکتا ہے۔ اس کے یک لخت ترک میں اسلام اور اہلِ اسلام کی توہین اور ذلت ہے اور یہ شرعاً حرام ہے۔ ۵۵۳

سائل نے لفظِ ترک لکھا ہے حالانکہ ترک اور کف میں فرق ہے۔ ۵۵۳

ترک کے نقصانات کی تفصیل۔ ۵۵۴

اونٹ اور گائے اور بکری میں گائے کی وجوہِ ترجیح۔ ۵۵۵

کسی مشرک کو سفارشی بنانا اور ہے اور اس کی تعظیم وتکریم امر آخر ہے۔ ۵۷۹

معاملہ سے قبل تک موالات کے دس درجے ہیں اور اس کی صوری وحقیقی دو قسمیں ہیں سب کا حکمِ شرعی۔ ۵۹۶

لفظ کافر گالی کے طور پر بھی بولا جاتا ہے لیکن شرع میں یہ ایک اصطلاحی لفظ ہے جو ہر غیر مسلم پر بولا جاتا ہے۔ ۶۱۷

جبر ورضا کے حدود کا بیان۔ ۶۸۰

ارتداد سے نکاح فسخ ہوتا ہے طلاق نہیں واقع ہوتی۔ ۶۸۲

میری طبیعت کا اختیار اور میری طبیعت کو اختیار میں فرق ہے۔ ۷۰۹

اصولِ فقہ

عدم موالاۃ جمیع کفار کا حکم مفسر ہے جس کی تقیید تکذیب ہے ۱۵۲

نسخ کے معنی حکم کی مدت پوری ہونے کے ہیں ۱۵۶

مصالح عرف سے بدل جاتے ہیں تو حکم بھی بدل جاتا ہے۔ ۵۵۰

موجودہ احکام حدیث کے خلاف نہیں بلکہ وہی کہ زمانہ بدلنے کے سبب حکم بدلا۔ ۵۵۱

واجب حرام لعینہٖ ولغیرہٖ کا بیان مع امثلہ۔ ۵۵۲

تفسیر قادری سے حکم مذکورہ بالا کی علت ۵۶۳

بحکمِ آیاتِ قرآنی حدیثِ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھی اسی طرح احکام کا اثبات کرتی ہے جیسے آیاتِ قرآنی۔ ۵۶۳

ان آیات کا بیان جن میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بات وحی ہونے اور ان کی اطاعت وفرمانبرداری کا حکم ہے۔ ۵۶۳

حدود وتعزیر

زید کا دماغ خشک ہوگیا ہے، یہ کلمہ ایذاءِ مسلم ہے ۲۸۰

شریفِ مکہ سے بھی اگر بے حرمتیِ حرم ثابت ہو تو وہ سزا کا مستحق ہوگا۔ ۴۱۸

مرتدہ عورت دائم الحبس کی جائے گی اور اسلام لانے تک اس کے ساتھ کھانا وپینا اور نشست وبرخاست ممنوع ہے مگر اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ ۴۲۱

مسلمانوں کو "بیٹی چود" کہنا قابلِ تعزیر جرم ہے ۶۰۸

مناظرہ

صریح کافروں سے فروعات میں بحث نہ کی جائے۔ ۲۸۰

www.alahazratnetwork.org

لفظ خاتم النبیین میں نفی استغراق کیلئے جو تاویل پیش کی جاتی ہے اس پر رب العالمین سے معارضہ کہ یہ تاویل وہاں بھی چل سکتی ہے۔ ۳۲۷
گاؤکشی کی حرمت کی دو وجہ قرار دی تھیں۔ ۵۵۶
اگر ہتھیا کی وجہ سے جان لینا حرام ہو تو سانپ کا مارنا بھی حرام ہوگا۔ ۵۵۶
جینیوں کے طرزِ عمل سے استدلال کہ وہ مطلقاً ہتھیا کو شدید حرام سمجھتے ہیں مگر انھیں کے دیگر ہم قوم ان کی اس ہتھیا کا خیال کئے بغیر ہتھیا کرتے ہیں تو پھر ہم پر پابندی کیوں۔ ۵۵۶
دوسری وجہ تعظیم سو اس پر بھی خود یہ حضرات پورے نہیں اترتے، مثالوں سے اس کی وضاحت۔ ۵۵۶
بیل اور گائے میں وجہِ فرق کیا ہے۔ ۵۵۶
مورتی پوجن، گھنٹا بجانا، سنکھ پھونکنا، مہادیو پر پانی ٹپکانا، ہولی، دیوالی وغیرہ صدہا باتیں وید سے ثابت نہیں۔ ۵۶۵
اخبار پانیر کے حوالے سے وید سے گاؤ قربانی کا جواز۔ ۵۶۵
برہمنہ پران، ستیارتھ پرکاش، ترہنا، منوسمرتی سے مسئلہ بالا کا ثبوت۔ ۵۶۶
فیصلہ ہائی کورٹ سے مسئلہ کا ثبوت۔ ۵۶۶
مولوی اشرف علی سے مسئلہ اتیانِ ارواح پر ایک تحریری مناظرہ۔ ۲۹۲

تقلید

عوام الناس پر تقلید واجب ہے۔ ۲۹۰

کفارہ

کفارہ ایسے گناہ کا ہے جس کا معاوضہ ہو، حد سے بڑھے ہوئے گناہ کا کفارہ نہیں۔ ۳۰۷

امر بالمعروف

جس کے بارے میں معلوم ہو کہ تدبیر سے خواہش کفر اس کے دل سے نکل جائے گی اس کے لئے کوشش کی جائے۔ ۳۷۶

قربانی

حربی مستامن کو قربانی کا گوشت دینا جائز نہیں۔ ۳۶۰
قربانی کے لئے خریدی ہوئی گائے کو ہندوؤں کی خوشنودی کے لئے بیل یا بھینس سے بدل کر قربانی کرنا منع ہے۔ ۵۷۷
قربانی کرنے والے اپنی قربانی کا جو حصہ جس کو چاہے دیں بالتخصیص کسی حصہ میں کسی کا حق شرعاً وارد نہیں۔ ۷۰۸
کافر کو قربانی کا گوشت دینا جائز نہیں۔ ۷۰۸
دل گردہ وغیرہ قربانی کرانے والے کو اختیار ہے چاہے خود کھائے چاہے تقسیم کرا دے۔ ۷۰۸
قربانی گاؤ سے متعلق ایک سوال و جواب۔ ۷۱۰

www.alahazratnetwork.org

7/7

صید و ذبائح

کافر کو کتا بنا کر استعانت جائز ہے جب وہ ہمارے ہاتھ میں کتے کی طرح مسخر ہو۔ ۵۱۰

شکار میں کتے سے استعانت کب جائز ہے۔ ۵۱۰

کتا اگر شکار میں سے ماشہ بھر بھی کھالے تو شکار حرام ہوجائے گا۔ ۵۱۰

اوجھڑی کھانا مکروہ ہے دفن کردی جائے۔ ۲۰۸

صلح

کون سی صلح جائز اور کون سی ناجائز ہے۔ ۴۲۴

سود

ان لوگوں پر تعجب ہے جو تحلیلِ ربٰو کیلئے ہندوستان کو دار الحرب ٹھہراتے ہیں اور قدرت و استطاعت کے باوجود ہجرت نہیں کرتے۔ ۱۱۴

سود کی حرمت نصوص قاطعہ سے ثابت ہے۔ ۱۱۴

سود کھانے والے قیامت کو آسیب زدہ کی طرح اٹھیں گے یعنی مجنونانہ گرتے پڑتے بدحواس۔ ۱۱۴

سود خوروں کے پیٹ بڑے ہوجائیں گے اور ان میں سانپ بچھو بھر جائیں گے۔ ۱۱۴

سود کھانے والوں کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے اعلانِ جنگ۔ ۱۱۴

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سود خور پر لعنت فرمائی۔ ۱۱۴

سود کے ستر درجے ہیں جن میں سے ادنیٰ یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے زنا کرے۔ ۱۱۴

ایک درہم سود کا دانستہ کھانا ایسا ہے جیسا چھتیس ۳۶ بار اپنی ماں سے زنا کرنا۔ ۱۱۵

وصیّت

کافر ذمی کے لئے وصیت جائز اور حربی کے لئے ناجائز ہے۔ ۴۳۷

وصیت بھی ہدیہ ہی ہے کہ تملیکِ عین مجاناً ہے۔ ۴۶۳

فلسفہ

شئ مستمر میں بقاء کے لئے حکم ابتداء ہے۔ ۴۶۶

www.alahazratnetwork.org

اعراض ہر آن متجدد ہیں۔ ۴۶۶

فطرت کا قانون یہ ہے کہ عناصر نباتات کی غذا، نباتات حیوانات کی غذا اور حیوانات انسان کی غذا۔ ۵۵۴

گوشت میں بدن انسانی کے لئے غیر معمولی فوائد و مصالح ہے۔ ۵۵۴

یمین

کفار کی قسمیں کچھ نہیں۔ ۵۳۰

تصوّف و روحانیات

وحدۃ الوجود کی صحیح تعبیر۔ ۶۱۸

اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ حاضر و ناظر کہنے سے پرہیز

کرنا چاہئے۔ ۶۴۰
وحدۃ الوجود کی تحقیق۔ ۶۴۱
توحید، وحدت، اتحاد، تینوں الفاظ کے معنی کا بیان۔ ۶۴۱
توحید مدارِ ایمان ہے، وحدۃ الوجود یعنی ایک وجود کا حقیقی ہونا قرآن وحدیث اور اقوالِ اکابر سے ثابت ہے۔ ۶۴۱
مسئلہ وحدت میں تین فرقوں کا بیان اور ایک دلکش مثال سے حقیقتِ حال کی وضاحت۔ ۶۴۲
وجود حقیقی باری تعالیٰ کا ہے بقیہ سب اسی کے عکوس وظلال ہیں کسی کا وجود حقیقی نہیں۔ ۶۴۳
اہلِ حقیقت نے وجود کی دو قسمیں کی ہیں: حقیقی وذاتی اور ظلی وعطائی۔ ۶۴۴
شطحیاتِ صوفیہ کے مطالب۔ ۶۶۵
حضرت بایزید بسطامی کا قول سبحانی اعظم شانی کی توضیح اور ایک دلگداز حکایت۔ ۶۶۶

تقابلِ ادیان

ہمارے یہاں گائے کا ذبیحہ اصل مذہب میں داخل اور غیر مسلموں میں یہ پابندی بعد میں اپنے سر ڈال لی ہے۔ ۵۵۶
ویدوں سے قربانیِ گاؤ کی ممانعت ثابت نہیں، اگر شاستروں پر بنائے مسئلہ ہے تو ہماری فقہ میں بھی قربانیِ گاؤ کی تصریح ہے، اس کو خلافِ مذہب کہنا دھوکا ہے۔ ۵۶۵

متفرقات

کسی عبیدی کی خلافت صحیح نہ ہونے کی وجہ۔ ۱۸۰
خلیفہ وسلطان کا فرق سات وجوہ سے۔ ۱۸۴
شرح عقائد میں مذکور ایک اشکال کا جواب اور مصنف علیہ الرحمۃ کی تحقیق۔ ۲۰۳
شامی کی عبارات سے دھوکا دہی کا سدِباب۔ ۲۱۹
لفظ "امیر" خلیفہ کے ساتھ خاص نہیں والیِ شہر وسردار حجاج کو بھی کہتے ہیں مگر ائمۃ من قریش میں قطعاً ائمۃ سے مراد خلفاء ہیں۔ ۲۲۰
مولانا فرنگی محلی کی عقائد نسفی کی عبارت سمجھنے میں غلطی۔ ۲۲۲
فرنگی محلی صاحب کی شرح مواقف کی عبارت میں تحریف۔ ۲۲۲
دوست کا دشمن اپنا دشمن ہوتا ہے۔ ۲۲۵
ایمانِ ابوین پر اعلحضرت کا ایک اور امام سیوطی کے چھ رسالے۔ ۲۸۳
امام نووی پر تطفل۔ ۲۸۵
عالمگیری اور دیگر فتاوٰی کا انکار توہینِ علماء ہے۔ ۳۲۳
مہمل الفاظ محتاجِ توجیہ نہیں۔ ۳۲۴
وسوسہ کا علاج۔ ۳۲۶
کتاب ذوالنور الحق المبین کا شرعی حکم۔ ۳۵۸
لفظ ضال اور بدعت کے معنی اور اس کی قسمیں۔ ۳۶۰

www.alahazratnetwork.org

آج کوئی مجتہد مطلق موجود نہیں۔ ۳۶۴

کلمہ شریف کے دونوں اجزاء کا ماننا فرض ہے ۳۷۹

کلمہ شریف کے نکات۔ ۳۷۹

مہامہا کے معنی روح اعظم اور یہ جبریل امین کا لقب ہے۔ ۴۰۸

دشمن تین ہیں، ایک خود اپنا دشمن، دوسرا دوست کا دشمن، تیسرا دشمن کا دوست۔ ۴۸۱

استعانت کی تین حالتیں ہیں: التجا، اعتقاد، استخدام۔ ۵۰۸

استخدام کی چار صورتیں اور ان کے احکام۔ ۵۱۱

دشمن اپنے دشمن کے لئے تین باتیں چاہتا ہے۔ ۵۳۶

لفظ نور کی تحقیق۔ ۶۵۰

اللہ ورسول کو غلیظ گالی دینے والے کو زبانی معافی مانگنے پر معاف کرنا جائز نہیں۔ ۶۵۱

کلمہ شہادت میں لفظ عبدہٗ ورسولہٗ کے فوائد۔ ۶۶۵

اولیاء کے سبحانی ما اعظم شانی اور فرعون کے انا ربّ العالمین کہنے میں فرق ہے۔ ۶۸۲

ایک رافضی تصنیف کے احکام۔ ۶۸۹

چند گمراہ کن بلکہ کافرانہ کتابوں کے بارے میں انتباہ۔ ۶۹۰

www.alahazratnetwork.org

کتابُ السّیر

مسئلہ ازبریلی پُرانا شہر محلہ سیلانی مسئولہ مستقیم نداف یکم ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے تین بیٹے ہیں، ایک مرض مرگی میں مبتلا ہے، دوسرا بیٹا جوان گھر سنبھالو، اگر وہ نہ ہوں تو زید اور اس کی اہلیہ دوسروں کے محتاج ہوجائیں کیونکہ ضعیفی کا عالم ہے، بڑا بیٹا بعزم ہجرت کابل وداع ہوتا ہے کل کی تاریخ میں، اور اس کی بیوی سال بھر کی بیاہی پورے دن امید کے ہیں، اور اس کو بھی چھوڑے جاتا ہے۔ جو حکم قرآن وحدیث شریف کا ہو اس میں ہرگز انکار نہیں۔

الجواب

اس صورت میں کابل کی ہجرت اسے جائز نہیں، حدیث میں ہے:

کفی بالمرء اثما ان یضیع من یقوت[1] (کسی آدمی کے گنہگار ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ اسے ضائع کردے جس کی روزی اس کے ذمہ تھی۔ ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] سنن ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۳۸
مسند احمد بن حنبل دارالفکر بیروت ۲/۱۶۰، ۱۹۴، ۱۹۵
المعجم الکبیر حدیث ۱۳۴۱۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/۳۸۲

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۲: از لاہور محلہ سادھواں مرسلہ میاں تاج الدین خیاط ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ہجرت کے احکاموں اور شرائط کا استعمال کس صورت میں ہونا چاہیے؟

الجواب

دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف ہجرت فرض ہے،

قال اللہ تعالٰی ان الذین توفٰھم الملٰئکۃ ظالمی انفسھم قالوا فیم کنتم قالوا کنا مستضعفین فی الارض قالوا الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا فاولٰئک ماوٰھم جھنم وساءت مصیرا[۱]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: وہ لوگ جن کی جان فرشتے نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے ان سے فرشتے کہتے ہیں تم کاہے میں تھے کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور تھے، کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے، تو ایسوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور بہت بری جگہ پلٹنے کی۔ (ت)

ہاں اگر حقیقۃً مجبور ہو تو معذور ہے،

قال تعالٰی الا المستضعفین من الرجال والنساء والولدان لایستطیعون حیلۃ ولایھتدون سبیلا ۝ فاولٰئک عسی اللہ ان یعفو عنھم وکان اللہ عفوا غفورا ۝[۲]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: مگر وہ جو دبالئے گئے مرد اور عورتیں اور بچے جنہیں نہ کوئی تدبیر بن پڑے اور نہ راستہ جانیں، تو قریب ہے اللہ ایسوں کو معاف فرمائے اور اللہ معاف فرمانے والا بخشنے والا ہے۔ (ت)

اور دارالاسلام سے ہجرت کا حکم نہیں،

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاھجرۃ بعد الفتح[۳]

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: فتح (مکہ) کے بعد ہجرت نہیں۔ (ت)

ہاں اگر کسی جگہ کسی عذر خاص کے سبب کوئی شخص اقامت فرائض سے مجبور ہو تو اسے اس جگہ کا بدلنا واجب ہے، اس مکان میں معذوری ہو تو مکان بدلے، محلہ میں معذوری ہو تو دوسرے محلہ میں چلا جائے، بستی میں معذوری ہو تو دوسری بستی میں جائے۔ مدارک التنزیل میں ہے،

والایۃ تدل علٰی ان من لم یتمکن

یہ آیت مبارکہ اس پر دال ہے کہ جب کوئی شخص کسی شہر

---

[۱] القرآن الکریم ۴/ ۹۷

[۲] القرآن الکریم ۴/ ۹۸، ۹۹

[۳] کنز العمال حدیث ۴۶۵۰۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۶۵۹

من اقامة دینه فی بلد کما یجب و علم انه یتمکن من اقامته فی غیرہ حقت علیه المهاجرة و فی الحدیث "من فر بدینه من ارض وان کان شبرا من الارض استوجبت له الجنة" وکان رفیق ابیه ابراهیم و نبیه محمد صلی الله تعالٰی علیه وسلم۔[1]

میں اقامتِ دین پر اس طرح قادر و متمکن نہیں جیسا کہ لازم ہے اور وہ محسوس کرتا ہے کہ دوسرے شہر میں اقامت پر قادر ہوجائے گا تو اس پر وہاں ہجرت کرنا لازم ہوجائیگا، اور حدیث میں ہے کہ جو شخص دین کی خاطر ایک جگہ سے دوسری جگہ بھاگا خواہ وُہ ایک بالشت ہی کیوں نہ ہو اس کےلئے جنّت لازم ہوجاتی ہے اور وُہ اپنے جدّ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اپنے نبی حضرت محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنگت پائے گا۔ (ت)

ہندوستان دارالحرب نہیں دارالاسلام ہے، کما حققناہ فی فتوٰنا اعلام الاعلام (جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتوٰی اعلام الاعلام میں کی ہے۔ ت) واللہ اعلم۔

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت آیت ۴/ ۹۷ دارالکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۴۶

رسالہ

إعلام الأعلام بأن ہندوستان دار الاسلام ۱۳۰۶ھ

(علم کے پہاڑوں کا اعلان کہ بیشک ہندوستان دارالاسلام ہے)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۲ تا ۵: از بدایوں محلہ برہم پورہ مرسلہ مرزا علی بیگ صاحب ۱۲۹۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟

(۲) اس زمانہ کے یہود و نصارٰی کتابی ہیں یا نہیں؟

(۳) روافض وغیرہم بدعتیین کہ کفار داخلِ مرتدین ہیں یا نہیں؟ جواب مفصل بدلائل عقلیہ و نقلیہ مدلل درکار ہے، بیّنوا توجروا۔

جوابِ سوالِ اوّل

ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ بلکہ علمائے ثلٰثہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم کے مذہب پر ہندوستان دارالاسلام ہے ہرگز دارالحرب نہیں کہ دارالاسلام کے دارالحرب ہوجانے میں جو تین باتیں ہمارے امام اعظم امام الائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک درکار ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے کہ وہاں احکام شرک علانیہ جاری ہوں اور شریعتِ اسلام کے احکام و شعائر مطلقاً جاری نہ ہونے پائیں اور صاحبین کے نزدیک اسی قدر کافی ہے مگر یہ بات بحمد اللہ یہاں قطعاً موجود نہیں اہلِ اسلام جمعہ و عیدین و اذان و اقامت و نماز باجماعت وغیرہا شعائر شریعت بغیر مزاحمت علی الاعلان ادا کرتے ہیں۔ فرائض، نکاح، رضاع، طلاق، عدۃ، رجعت، مہر، خلع، نفقات، حضانت، نسب، ہبہ،

وقف، وصیت، شفعہ وغیرہا، بہت معاملات مسلمین ہماری شریعت غرا بیضاء کی بنا پر فیصل ہوتے ہیں کہ ان امور میں حضرات علماء سے فتوٰی لینا اور اسی پر عمل وحکم کرنا حکام انگریزی کو بھی ضرور ہوتا ہے اگرچہ ہنود و مجوس ونصارٰی ہوں اور بحمد اللہ یہ بھی شوکت وجبروت شریعت علیہ عالیہ اسلامیہ اعلی اللہ تعالٰی حکمہا السامیہ ہے کہ مخالفین کو بھی اپنی تسلیم اتباع پر مجبور فرماتی ہے والحمد للہ رب العالمین، فتاوٰی عالمگیریہ میں سراج وہاج سے نقل کیا،

اعلموا ان دار الحرب تصیر دار الاسلام بشرط واحد وھو اظھار حکم الاسلام فیھا۔[1]

جان لو کہ بیشک دار الحرب ایک ہی شرط سے دار الاسلام بن جاتا ہے وُہ یہ ہے کہ وہاں اسلام کا حکم غالب ہو جائے۔ (ت)

پھر سراج وہاج سے صاحب المذہب سیدنا ومولٰنا محمد بن الحسن قدس سرہ الاحسن کی زیادات سے کہ کتب ظاہر الروایۃ سے ہے نقل کیا:

انما تصیر دار الاسلام دار الحرب عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی بشروط ثلاثۃ احدھا اجراء احکام الکفار علی سبیل الاشتھار وان لا یحکم فیھا بحکم الاسلام ۔۔۔ ثم قال صورۃ المسئلۃ ثلاثۃ اوجہ اما ان یغلب اھل الحرب علی دار من دورنا او ارتد اھل مصر غلبوا واجروا احکام الکفر او نقض اھل الذمۃ العھد وتغلبوا علی دارھم ففی کل من ھذہ الصور لا تصیر دار حرب الا بثلاثۃ شروط، وقال ابو یوسف ومحمد رحمھما اللہ تعالٰی بشرط واحد وھو اظھار احکام الکفر وھو القیاس الخ[2]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک دار الاسلام تین شرائط سے دار الحرب ہوتا ہے جن میں ایک یہ کہ وہاں کفار کے احکام اعلانیہ جاری کئے جائیں اور وہاں اسلام کا کوئی حکم نافذ نہ کیا جائے، پھر فرمایا اس مسئلہ کی صورت تین طرح ہے اہل حرب ہمارے علاقہ پر غلبہ پالیں یا ہمارے کسی علاقہ کے شہری مرتد ہو کر وہاں غلبہ پالیں اور کفر کے احکام جاری کردیں یا وہاں ذمی لوگ عہد کو توڑ کر غلبہ حاصل کرلیں، تو ان تمام صورتوں میں وُہ علاقہ صرف تین شرطوں سے دار الحرب بنے گا۔ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی نے فرمایا: صرف ایک ہی شرط سے دار الحرب بن جائے گا وہ یہ کہ احکام کفر اعلانیہ غالب کردئے جائیں۔ یہی قیاس ہے الخ (ت)

درر غرر ملا خسرو میں ہے،

www.alahazratnetwork.org

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب السیر الباب الخامس فی استیلاء الکفار نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۳۲

[2] ایضاً

دار الحرب تصیر دار الاسلام باجراء احکام الاسلام فیھا کاقامۃ الجمعۃ والاعیاد وان بقی فیھا کافر اصلی ولم یتصل بدار الاسلام بان کان بینھا و بین دار الاسلام مصر اٰخر لاھل الحرب الخ[1] ھذا لفظ العلامۃ خسرو واثرہ شیخی زادہ فی مجمع الانھر، وتبعہ المولی الغزی فی التنویر، واقرہ المدقق العلائی فی الدر، ثم الطحطاوی والشامی اقتدیا فی الحاشیتین۔

دار الحرب، اسلامی احکام جاری کرنے مثلاً جمعہ اور عیدین وہاں ادا کرنے پر دار الاسلام بن جاتا ہے اگرچہ وہاں کوئی اصلی کافر بھی موجود ہو اور اس کا دار الاسلام سے اتصال بھی نہ ہو یوں کہ اس کے اور دار الاسلام کے درمیان کوئی دوسرا حربی شہر فاصل ہو الخ، یہ علامہ خسرو کے الفاظ ہیں، اور مجمع الانہر میں شیخی زادہ نے اس کی پیروی کی ہے، اور مولی غزی نے تنویر میں اس کی اتباع کی، اور مدقق علائی نے دُر میں اس کو ثابت رکھا، پھر طحطاوی اور شامی نے اپنے حاشیہ میں اسکی اقتداء کی۔ (ت)

جامع الفصولین سے نقل کیا گیا،

لہ ان ھذہ البلدۃ صارت دار الاسلام باجراء احکام الاسلام فیھا فما بقی شیئ من احکام دار الاسلام فیھا تبقی دار الاسلام علی ما عرف ان الحکم اذا ثبت بعلۃ فما بقی شیئ من العلۃ یبقی الحکم ببقائہ، ھکذا ذکر شیخ الاسلام ابوبکر فی شرح سیر الاصل انتہی[2]، وعن الفصول العمادیۃ ان دار الاسلام لایصیر دار الحرب اذا بقی شیئ من احکام الاسلام وان زال غلبۃ اھل الاسلام وعن منثور الامام ناصر الدین دار الاسلام انما

امام صاحب کے ہاں دار الحرب کا علاقہ اسلامی احکام وہاں جاری کرنے سے دار الاسلام بن جاتا ہے تو جب تک وہاں اسلامی احکام باقی رہیں گے وہ علاقہ دار الاسلام رہے گا، یہ اس لئے کہ حکم جب کسی علت پر مبنی ہو تو جب تک علت میں سے کچھ پایا جائے تو اس کی بقاء سے حکم بھی باقی رہتا ہے جیسا کہ معروف ہے۔ ابوبکر شیخ الاسلام نے اصل (مبسوط) کے سیر کے باب کی شرح میں یونہی ذکر فرمایا ہے، اھ، فصول عمادیہ سے منقول ہے کہ دار الاسلام جب تک وہاں احکام اسلام باقی رہیں گے تو وہ دار الحرب نہ بنے گا اگرچہ وہاں اہل اسلام کا غلبہ ختم ہوجائے، امام ناصر الدین کی منثور سے منقول ہے کہ دار الاسلام صرف اسلامی

---

[1] دُرر غرر کتاب الجہاد باب المستامن مطبعہ احمد کامل مصر ۱/۲۹۵

[2] جامع الفصولین الفصل الاول فی القضاء اسلامی کتب خانہ کراچی ص ۱۲

صارت دار الاسلام باجراء الاحکام فما بقیت علقة من علائق الاسلام یترجح جانب الاسلام[1]

احکام جاری کرنے سے بنتا ہے تو جب تک وہاں اسلام کے متعلقات باقی ہیں تو وہاں اسلام کے پہلو کو ترجیح ہوگی۔

وعن البرھان شرح مواھب الرحمٰن لا یصیر دار الحرب ما دام فیه شیئ منها بخلاف دار الاسلام لان رجحنا اعلام الاسلام واحکامه اعلام کلمة الاسلام[2] وعن الدر المنتقی لصاحب الدر المختار ان دار الحرب تصیر دار الاسلام باجراء بعض احکام الاسلام[3]

اور برہان شرح مواہب الرحمٰن سے منقول ہے کوئی علاقہ اس وقت تک دار الحرب نہ بنے گا جب تک وہاں کچھ اسلامی احکام باقی ہیں کیونکہ اسلامی نشانات کو اور کلمۂ اسلام کے نشانات کے احکام کو ہم ترجیح دیں گے دار الاسلام کا حکم اس کے خلاف ہے۔ صاحبِ درمختار کی المنتقی سے منقول ہے کہ دار الحرب میں بعض اسلامی احکام کے نفاذ سے دار الاسلام بن جاتا ہے۔ (ت)

شرح نقایہ میں ہے :

لاخلاف ان دار الحرب تصیر دار الاسلام باجراء بعض احکام الاسلام فیها[4]۔

بلا اختلاف دار الحرب وہاں بعض اسلامی احکام کے نفاذ سے وُہ دار الاسلام بن جاتا ہے (ت)

www.alahazratnetwork.org

اور اسی میں ہے :

وقال شیخ الاسلام والامام الاسبیجابی ان الدار محکومة بدار الاسلام ببقاء حکم واحد فیها کما فی العمادی وغیره[5]۔

شیخ الاسلام اور امام اسبیجابی نے فرمایا کسی بھی علاقہ میں کوئی ایک اسلامی حکم بھی باقی ہو تو اس علاقہ کو دار الاسلام کہا جائے گا، جیسا کہ عمادی وغیرہ میں ہے۔ (ت)

پھر اپنے بلاد اور وہاں کے فتن و فساد کی نسبت فرماتے ہیں :

فالاحتیاط ان یجعل ھذہ البلاد دار الاسلام والمسلمین وان کانت للملاعین والید فی الظاهر

احتیاط یہی ہے کہ یہ علاقہ دار الاسلام والمسلمین قرار دیا جائے، اگرچہ وہاں ظاہری طور پر شیطانوں کا

---

[1] الفصول العمادیۃ

[2] البرھان شرح مواھب الرحمان

[3] الدر المنتقی علی ہامش مجمع الانہر کتاب السیر دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۳۴

[4] جامع الرموز کتاب الجہاد مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۴/۵۵۶

[5] " " " " " " " " " ۴/۵۵۷

لھٰؤلاء الشّیٰطین ربنا لاتجعلنا فتنۃ للقوم الظّٰلمین و نجّنا برحمتک من القوم الکفرین کما فی المستصفی وغیرہ[1]۔

قبضہ، اے ہمارے رب! ہمیں ظالموں کے لئے فتنہ نہ بنا اور اپنی رحمت سے ہمیں کافروں سے نجات عطا فرما، جیساکہ مستصفی وغیرہ میں ہے۔(ت)

درر غرر و تنویر الابصار و درمختار و مجمع الانہر وغیرہا میں کہ شرطِ اول کو صرف بلفظ "اجرائے احکام الشرک" سے تعبیر کیا وہاں بھی یہی مقصود کہ اُس مُلک میں کلیۃً احکام کفر ہی جاری ہوں نہ یہ کہ مجرد جریان بعض کفر کافی ہے اگرچہ اُن کے ساتھ بعض احکام اسلام بھی اجرا پائیں۔

فی الحاشیۃ الطحطاویۃ علی الدرالمختار قولہ باجراء احکام اھل الشرک ای علی الاشتھار وان لایحکم فیھا بحکم اھل الاسلام ھندیۃ وظاھرہ انہ لو اجریت احکام المسلمین و احکام اھل الشرک لاتکون دار حرب انتہی[2]۔

درمختار کے حاشیہ طحطاوی میں ہے: قولہ باجراء احکام اھل الشرک (اس کا قول کہ اہل شرک کے احکام کے اجراء سے دارالحرب بن جاتا ہے) سے مراد یہ ہے کہ وہاں اعلانیہ احکام شرک نافذ کئے جائیں اور اہل اسلام کا کوئی حکم بھی نافذ نہ ہو، ہندیہ میں یوں ہے کہ اس سے ظاہر ہے کہ اگر وہاں احکام شرک اور احکام اسلام دونوں نافذ ہوں تو دارالحرب نہ ہوگا اھ۔(ت)

اور اسی طرح حاشیہ شامیہ میں نقل کرکے مقرر رکھا۔

www.alahazratnetwork.org

اقول وباللّٰہ التوفیق والدلیل علٰی ذٰلک امران الاول قول محمد وھو الطراز المذھب انھا تصیر دار حرب عند الامام بشرائط ثلث احدھا اجراء احکام الکفار علی سبیل الاشتھار وان لایحکم فیھا بحکم الاسلام فانظر کیف زاد الجملۃ الاخیرۃ ولم یقتصر علی الاولٰی فلولم یفسر کلامھم بما ذکرنا لکان کلام الامام

اقول وباللّٰہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے) اس پر دلیل دو چیزیں ہیں، اوّل یہ کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی جو مذہب کے ترجمان ہیں ان کا یہ قول کہ وُہ علاقہ امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک تین شرطوں سے دارالحرب بنتا ہے ان میں سے ایک یہ کہ وہاں کفار کے احکام اعلانیہ جاری کئے جائیں اور کوئی اسلامی حکم نافذ نہ ہو، تو غور کرو کہ اُنھوں نے آخری جملہ کیسے زائد فرمایا اور صرف پہلے جملہ پر اکتفانہ فرمایا، اگر فقہاء کا کلام ہمارے ذکر کردہ بیان سے واضح نہ بھی کیا جائے تو صرف

---

[1] جامع الرموز کتاب الجہاد مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۴/ ۵۵۶

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الجہاد فصل فی استئمان الکافر دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۴۶۰

قاضیا علیهم و ناهیك به قاضیا عدلا فالثانی
ان هٰؤلاء العلماء هم الذین قالوا
فی دار الحرب انها تصیر دار الاسلام
باجراء احکام الاسلام فیها فاما ان تقولوا
ههنا ایضا انها تصیر دار الاسلام باجراء
بعض احکام الاسلام ولو مع جریان
بعض احکام الکفر فعلی هذا ترتفع
المباینة بین الدارین اذ کل دار تجری
فیها الحکمان مع استجماع بقیة
شرائط الحربیة تکون دار حرب
و اسلام جمیعا لصدق الحدین معا
وکذا لو اردت الخلوص والتمحض
فی کل الموضعین یعنی ان دار الحرب
ما یجری فیها احکام الشرك خالصة
ودار الاسلام ما یحکم فیها باحکام الاسلام
محضة فعلی هذا تکون دار التی
وصفناها لك واسطة بین الدارین
ولم یقل به احد واما ان ترید
التمحض فی المقام الثانی دون
الاول فهذا یخالف ما قصده
الشارع من اعلاء الاسلام
ونص العلماء کثیرا من
الاحکام علی ان الاسلام
یعلو ولا یعلی علی انه
یلزم ان تکون دور الاسلام

امام صاحب کا کلام ہی فیصلہ کن ہے تجھے یہی فیصلہ کن
کلام کافی ہے۔ دوسری چیز یہ ہے کہ یہی وہ علماء کرام ہیں
جنہوں نے دار الحرب کے متعلق فرمایا کہ وہ دار الاسلام
بن جاتا جب اس میں اسلامی احکام جاری کیے جائیں،
تو اگر یہاں بھی وہ بعض اسلامی احکام مراد لیں (جس طرح
کہ دار الحرب کے لئے کفار کے بعض احکام تم نے
مراد لئے) تو جب بعض اسلامی احکام کے ساتھ کچھ احکام کفار
ہوں گے تو اس سے دار الحرب اور دار الاسلام کے
درمیان فرق ختم ہو جائے گا، کیونکہ ان دونوں میں سے
ہر ایک میں دونوں قسم کے حکم پائے جائیں گے اگرچہ
کفار کے احکام نافذ ہوں تو لازم آئے گا کہ ہر ایک
دار الحرب اور دار الاسلام بھی ہو کیونکہ دونوں پر ہر ایک
کی تعریف صادق آئے گی، اگر تم یہاں یہ مراد لو کہ ہر دار
میں اس کے تمام احکام وہاں نافذ ہوں اور ایک دوسرے
کے احکام سے خالی ہوں یعنی دار الحرب وہ ہے جس میں تمام
احکام خالص کفر کے ہوں اور دار الاسلام وہ ہے جس میں
خالص اسلامی احکام ہوں، تو اس سے لازم آئے گا
کہ جس دار کی بحث ہو رہی ہے وہ دونوں داروں میں واسطہ
کہلائے گا یعنی وہ نہ دار الاسلام ہو نہ دار الحرب ہو حالانکہ
ایسے دار کا کوئی بھی قائل نہیں' اگر تم یہ مراد لو کہ ثانی یعنی
دار الاسلام میں تو خالص اسلامی ہوں اور دوسرے یعنی
دار الحرب میں خالص ہونا ضروری نہیں تو اس سے شارع
کا مقصد اعلاء کلمہ اسلام اور اس کی ترجیح فوت ہو جائیگی
جو شارع کے مقصد کے خلاف ہے جبکہ علماء نے
بہت سے احکام "الاسلام یعلو ولا یعلی" (اسلام

www.alahazratnetwork.org

باسرها دور حرب على مذهب الصاحبين
اذا اجري فيها شيء من احكام الكفر
او حكم فيها بعض ما لم ينزل الله سبحنه
وتعالى وهو معلوم مشاهد في
هذه الاعصار بل من قبلها
بكثير حيث فشا التهاون في
في الشرع الشريف وتقاعد الحكام عن
اجراء احكامه وترقي اهل الذمة
على خلاف مراد الشريعة عن ذل
ذليل الى عز جليل واعطوا مناصب
رفيعة ومراتب شامخة منيعة
حتى استعلوا على المسلمين
ورحم الله للقائل كما نقل
المولى الشامي ؎

احبابنا نوب الزمان كثيرة
وامر منها رفعة السفهاء
فمتى يفيق الدهر من سكراته
وأرى اليهود بذلة الفقهاء[1]

وكذلك ارتضى بعض الظلمة من حكام الجور
بعض البدعات التي خرقها ائمة الكفر
فاجروها في بلادهم كتحليف الشهود و
التزام المصادرات والمكوس ووضع
الوظائف الباطلة على الاموال والنفوس الى غير
ذلك من الاحكام الباطلة ويسلم هذا الامر العظيم
من اشنع الشنائع الهائلة فوجب القول بان امراد

غالب ہوتا ہے مغلوب نہیں ہوتا) کے قاعدہ پر مبنی قرار دئے ہیں، علاوہ ازیں یہ بھی لازم آئے گا کہ تمام دار الاسلام صاحبین کے مذہب پر دار الحرب قرار پائیں جبکہ ان میں کچھ احکام کفر پائے جاتے ہوں یا اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم کے خلاف وہاں حکم نافذ پائے جاتے ہوں جیسا کہ آج کے دور میں مشاہدہ ہے بلکہ قبل ازیں بھی ایسا رہا ہے جب سے شریعت کے بارے میں سستی ظاہر ہوئی اور مسلمان حکام نے شرعی احکام کے نفاذ سے روگردانی کر رکھی ہے، اور ذمی حضرات کو ترقی ملی ہے کہ خلاف شرع ذلیل کی ذلت سے نکل کر بڑی عزت پا رہے ہیں جن کو مسلمان حکمرانوں نے بلند منصب اور محفوظ مراتب عطا کر رکھے ہیں یہاں تک کہ وہ مسلمانوں پر تعلی کرنے لگے ہیں، اللہ تعالیٰ ایک قائل پر رحم فرمائے جس کا کلام مولانا شامی نے نقل کیا ہے (شعر کا ترجمہ):

"دوستو! زمانہ کے مصائب کثیر ہیں، ان میں سے سخت ترین بیوقوف لوگوں کا اقتدار ہے، تو کب زمانے کا نشہ ختم ہوگا جبکہ ملک یہودی بن کر فقہاء کی ذلت گاہ بن چکا ہے۔"

اور جیسا کہ بعض ظالم حکمرانوں نے کافر لیڈروں کی جاری کردہ کئی بدعات کو پسند کرتے ہوئے اپنے ملکوں میں جاری کیا مثلاً گواہوں سے حلف لینا، اور ٹیکس، چونگیاں اور لوگوں کے اموال اور نفوس پر باطل قسم کے محصولات لاگو کر دئے، یہ پریشان کن برے معاملات مسلمان ملکوں میں ماننے پڑیں گے لہذا ضروری ہے کہ پہلے مقام یعنی دار الحرب میں خالص مکمل احکام کفر ہوں اور دوسرے یعنی دار الاسلام میں ایسا نہ ہو جبکہ یہی مدعٰی ہے، تو اس سے

www.alahazratnetwork.org

[1] رد المحتار كتاب الجهاد دار احياء التراث العربي بيروت ٣/ ٢٧٥

فی المقام الاول ھو الخلوص والتمحض دون الثانی وھو المقصود وبھذا تبین ان الدار التی تجری فیھا الحکمان شیئ من ھذا وشیئ من ھذا کدارنا ھذہ لاتکون دار حرب علی مذھب الصاحبین ایضا لعدم تمحض احکام الشرک فمن الظن ما عرض لبعض المعاصرین من بناء نفی الحربیۃ علی الھند علی مذھب الامام فقط فتوھم انہ لایستقیم علی مذھب الصاحبین واخطأ الی تطویل الکلام بما کان فی غنی عنہ واشد سخافۃ و اعظم شناعۃ ما اعترٰی بعض اجلۃ المشاھیر من الذین ادرکنا عصرھم اذحاولوا نفی الحربیۃ عن بلادنا بناء علی عدم تحقق الشرط الثانی اعنی الاتصال بدار الحرب ایضا فقالوا معنی الاتصال ان تکون محاطۃ بدار الحرب من کل جھۃ ولاتکون فی جانب بلدۃ اسلامیۃ وھو غیر واقع فی بلاد الھند اذجانبھا الغربی متصل بملک الافاغنۃ کفشاور وکابل وغیرھما من بلاد دار الاسلام اقول یالیتہ تفکر فی معنی الثغور اونظر الی فضائل المرابطین فتأمل فی معنی الرباط اوعلم ان مکۃ والشام والطائف وارض حنین وبنی المصطلق وغیرھا کانت دار حرب علی عھد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مع اتصالھا بدار الاسلام قطعا اوفھم

واضح ہوگیا کہ وُہ دار جس میں دونوں قسم کے احکام کچھ کفر کے اور کچھ اسلام کے پائے جائیں جیسا کہ ہمارا یہ ملک ہے، صاحبین کے مذہب پر بھی دارالحرب نہ ہوگا کیونکہ یہاں خالص محض احکام کفر نہیں ہیں تو ہمارے بعض معاصرین کا یہ گمان کہ ہندوستان سے دارالحرب کی نفی کی بنیاد صرف امام صاحب کا مذہب ہے، اس کا وہم ہے کہ صاحبین کے مذہب پر درست نہیں ہے اس نے طویل کلام کیا جبکہ اس کی ضرورت نہیں تھی، کمزورترین اور سب سے خطرناک موقف وُہ ہے جو ہمارے زمانہ کے مشہور اجلہ حضرات کو لاحق ہُوا ہے کہ انھوں نے ہمارے اس ملک سے دارالحرب کی نفی کی بنیاد شرط ثانی یعنی کسی دارالحرب سے اتصال کے نہ پائے جانے کو قرار دیا ہے اور انھوں نے اتصال کا معنٰی لیا ہے کہ چاروں طرف سے دارالحرب میں گھرا ہوا ہو اور کسی طرف سے دارالاسلام سے نہ ملا ہُوا ہو چونکہ اتصال کا معنٰی ہندوستان میں نہیں پایا جاتا لہذا یہ دارالحرب نہ ہوگا کیونکہ ہندوستان غربی جانب سے افغانوں کے ملک پشاور اور کابل وغیرہ دارالاسلام سے ملا ہُوا ہے **اقول** (میں کہتا ہوں کہ) کاش وہ سرحدوں کے معنٰی پر غور کرلیتے، یا اسلامی سرحدوں کی نگرانی کی فضیلت کو دیکھتے ہوئے رباط کے معنٰی پر غور کرلیتے یا یہ معلوم کرلیتے کہ مکّہ، شام، طائف، حنین اور بنی مصطلق کے علاقے وغیرھا حضور علیہ الصلٰوۃ و السلام کے ایک زمانہ میں دارالحرب تھے حالانکہ ان سب کا دارالاسلام سے اتصال تھا، یا یہی سمجھ لیتے

www.alahazratnetwork.org

8 ان الامام كلما فتح بلدة من بلاد الكفار واجرى فيها احكام الاسلام صارت دار الاسلام والتي تليها من البلاد تحت حكم الكفار دار حرب كما كانت او تفطن ان لو صح ما قاله لاستحال ان يكون شئ من ديار الكفر دار حرب الا ان يفصل بينها وبين الحدود الاسلامية البحار والمفاوز ولم يقل به احد، وذلك لانه كلما حكمت على بلدة بانها دار حرب سألنا عما يحيطها من البلاد فان كانت فيها من بلاد الاسلام كانت الاولى ايضا دار الاسلام لعدم الاتصال بالمعنى المذكور والا نقلنا الكلام الى ما يلاصقها حتى ينتهي الى بلدة من بلاد الاسلام فتصير كلها دار الاسلام لتلازق بعضها ببعض او لا تكون في تلك الجهة بلدة اسلامية الى منقطع الارض وبالجملة ففساد هذا القول اظهر من ان يخفى وانما منشؤه القياس الفاسد و ذلك ان الشرط عند الامام في صيرورة بلدة من دار الاسلام دار الحرب ان لا تكون محاطة بدار الاسلام من الجهات الاربع وذلك لان غلبة الكفار اذن على شرف الزوال فلا تخرج به

کہ مسلمان امام جب کفار کے کسی علاقہ کو فتح کر کے وہاں اسلامی احکام جاری کر دیتا تو وُہ علاقہ دار الاسلام بن جاتا ہے جبکہ اس سے متصل باقی علاقے جو کفار کے قبضہ میں بدستور ابھی تک موجود ہیں وُہ پہلے کی طرح دار الحرب ہیں، یا ان کو سمجھ آتی کہ جو کچھ وُہ کہہ رہے ہیں اگر صحیح ہو تو پھر دُنیا بھر میں کوئی بھی دار کفر اس وقت تک دار الحرب نہ کہلائے جب تک ان میں اور دار الاسلام میں سمندروں اور بیابانوں کا فاصلہ نہ ہو، حالانکہ کوئی بھی دار الحرب کے اس معنیٰ کا قائل نہیں ہے، یہ اس لئے کہ جب آپ کسی ملک کو دار الحرب کہیں گے تو ہم استفسار کریں گے کہ اس کے اردگرد کن ملکوں کا احاطہ ہے اگر کوئی بھی ان میں سے دار الاسلام ہو تو پہلا ملک (دار الحرب) بھی دار الاسلام قرار پائے گا کیونکہ وُہ اتصال جو دار الحرب کا معیار ہے وہ نہ پایا گیا، ورنہ اگر اردگرد اسلامی ملک نہ ہو تو پھر ہم اس سے ملنے والے دوسرے ملک کی بابت معلوم کریں گے حتی کہ ملتے ملاتے کوئی دار الاسلام پایا گیا تو یہ درمیان والے تمام ملک دار الاسلام ہو جائیں گے کیونکہ ان ملکوں کا آپس میں ایک دوسرے سے اتصال ہو گیا ہے، یا پھر یہ تسلیم کیا جائے کہ اس جہت میں کرۂ ارض پر کوئی بھی دار الاسلام نہیں۔ بخلاصہ یہ ہے کہ دار الحرب کے اس معیار والے قول کا فساد واضح ہے جس میں کچھ بھی خفا نہیں ہے، اس کی بنیاد یہ فاسد قیاس ہے کہ امام صاحب کے نزدیک کسی دار الاسلام کے دار الحرب بننے کے لئے یہ شرط ہے کہ چاروں اطراف سے وُہ ملک دار الاسلام میں گھرا ہوا نہ ہو کیونکہ اگر وُہ

8/8

البلدۃ عن دار الاسلام فمن زعم ان شرط الحربیۃ ان تکون محاطۃ بدار الحرب من جمیع الجوانب وما افسدہ من قیاس کما لایخفی عما افاد الناس۔

گھرا ہُوا ہو تو اس دار الحرب میں کفار کا غلبہ معرضِ سقوط میں رہے گا تو یُوں وُہ دار الاسلام سے خارج نہ رہے گا، لہذا انھوں نے خیال کرلیا کہ کسی ملک کے حربی ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وُہ چاروں طرف سے حربی ملکوں میں گھرا ہُوا ہو، یہ قیاس نہایت ہی فاسد ہے جو عوام الناس کے لئے بھی مخفی نہیں۔ (ت)

الحاصل ہندوستان کے دار الاسلام ہونے میں شک نہیں عجب ان سے جو تحلیل ربٰو کے لئے جس کی حرمت نصوص قاطعۂ قرآنیہ سے ثابت اور کیسی کیسی سخت وعیدیں اُس پر وارد اس ملک کو دار الحرب ٹھہرائیں اور باوجود قدرت واستطاعت ہجرت کا خیال بھی دل میں نہ لائیں گویا یہ بلاد اسی دن کے لئے دار الحرب بنے تھے کہ مزے سے سود کے لطف اُڑائیے اور بآرام تمام وطن مالوف میں بسر فرمائیے استغفر اللّٰہ، افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض[1] (میں اللہ تعالٰی سے مغفرت چاہتا ہُوں، تو کیا بعض کتاب پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو۔ ت) اللہ سبحٰنہ وتعالٰی فرماتا ہے سُود کھانیوالے قیامت کو آسیب زدہ کی طرح اُٹھیں گے یعنی مجنونانہ گرتے پڑتے بدحواس[2]۔

www.alahazratnetwork.org

اور حضور پُرنور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں نے کچھ لوگ ملاحظہ فرمائے کہ پیٹ ان کے پُھول کر مکانوں کے برابر ہوگئے ہیں اور مثل شیشہ کے ہیں کہ اندر کی چیز نظر آتی ہے سانپ بچھو ان میں بھرے ہیں، میں نے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل نے عرض کیا، سُود کھانے والے[3]۔

جب تحریم ربٰو کی آیت نازل ہوئی بعض مسلمانوں نے کہا، جو سُود ہمارا نزولِ آیت سے پہلے کا رہ گیا ہے وُہ لے لیں آئندہ باز رہیں گے، حکم آیا اگر نہیں مانتے تو اعلان کردو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی کا[4]۔

سیّدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سُود خور پر لعنت کی[5]۔

مولٰی علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سُود خور پر لعنت فرماتے سُنا[6]، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، سُود کے ستّر ٹکڑے ہیں سب سے ہلکا یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے زنا کرے[7]۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/۸۵ [2] القرآن الکریم ۲/۲۷۵ [3] سنن ابن ماجہ، باب التغلیظ فی الربا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۶۵
[4] ؍ ؍ ۲/۲۷۹ [5] صحیح مسلم، باب الربا، قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۷ [6] مسند احمد بن حنبل دار الفکر بیروت ۱/۱۵۸
[7] سنن ابن ماجہ، باب التغلیظ فی الربا، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۶۵ و مشکوٰۃ المصابیح باب الربا، مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۴۶

اور ایک حدیث میں آیا، سُود کا ایک درم دانستہ کھانا ایسا ہے جیسا چھتیس ۳۶ بار اپنی ماں سے زنا کرنا[1]۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔

جواب سوال دوم

نصارٰی باعتبار حقیقت لغویہ ازانجا کہ قیام مبدء مستلزم صدق مشتق ہے بلاشبہہ مشرکین ہیں کہ وہ بالقطع قائل بہ تثلیث وبنوت ہیں اسی طرح وہ یہود جو الوہیت و ابنیت عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قائل تھے مگر کلام اس میں ہے کہ حق تبارک وتعالٰی نے کتب آسمانی کا اجلال فرما کر یہود ونصارٰی کے احکام کو احکام مشرکین سے جُدا کیا اور اُن کا نام اہلِ کتاب رکھا اور ان کے نساء و ذبائح کو حلال ومباح ٹھہرایا آیا نصارٰی زمانہ بھی کہ الوہیت عبداللہ مسیح بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام کی علی الاعلان تصریح اور وہ یہود جو مثل بعض طوائف ماضیہ الوہیت بندۂ خدا عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قائل ہوں اُنھیں میں داخل اور اس تفرقہ کے مستحق ہیں یا ان پر شرعاً یہی احکام مشرکین جاری ہوں گے اور اُن کی نساء سے تزوج اور ذبائح کا تناول ناروا ہوگا۔ کلمات علماء کرام رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین اس بارے میں مختلف، بہت مشائخ نے قولِ اخیر کی طرف میل فرمایا، بعض علماء نے تصریح کی کہ اسی پر فتوٰی ہے، مستصفٰی میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

قالوا هذا یعنی الحل اذا لم یعتقدوا المسیح الٰهًا اما اذا اعتقدوه فلا وفی مبسوط شیخ الاسلام ویجب ان لایأکلوا ذبائح اهل الکتاب اذا اعتقدوا ان المسیح اللہ وان عزیرا الٰه ولا یتزوجوا نساءهم وقیل علیه الفتوی[2]۔

علماء نے فرمایا کہ ان کا ذبیحہ تب حلال ہوگا کہ وہ عیسٰی علیہ السلام کو الٰہ نہ مانتے ہوں، لیکن اگر وہ ان کو الٰہ مانتے ہوں تو پھر حلال نہ ہوگا، اور شیخ الاسلام کی مبسوط میں ہے کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اہلِ کتاب کا ذبیحہ اس صورت میں نہ کھائیں جب وہ مسیح علیہ السلام اور عزیر علیہ السلام کو الٰہ مانتے ہوں اور اندریں صورت ان کی عورتوں سے نکاح بھی نہ کریں، اسی پر فتوٰی کہا گیا ہے۔ (ت)

اُن علماء کا استدلال آیہ کریمہ قالت الیهود عزیر ابن اللہ وقالت النصٰری المسیح ابن اللہ (یہود نے کہا عزیر ابن اللہ اور نصارٰی نے کہا مسیح ابن اللہ۔ ت) سے ہے کہ اس کے آخر میں ارشاد پایا سبحٰنه وتعالٰی عما یشرکون[3] (وہ پاک ذات ہے اور جو انھوں نے اس کا شریک بنایا اللہ تعالٰی اس سے بلند وبالا ہے۔ ت)

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح مجتبائی دہلی ص ۲۴۶ و مسند احمد بن حنبل دارالفکر بیروت ۵/ ۲۲۵ و الترغیب والترہیب مصر ۳/ ۱۳۵

[2] فتح القدیر بحوالہ المستصفٰی کتاب النکاح فصل فی بیان المحرمات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۳۵

[3] القرآن الکریم ۹/ ۳۱

دیکھو اول اُن کے اقوالِ خبیثہ یاد فرما کر آخر اُن کے شرک سے اپنی نزاہت و تبری بیان فرمائی تو معلوم ہُوا کہ قائلین بنوّت مشرکین ہیں مگر ظاہر الروایۃ میں ان پر علی الاطلاق حکمِ کتابیت دیا اور اُن کے ذبائح و نساء کو حلال ٹھہرایا ، درمختار میں ہے :

صح نکاح کتابیۃ وان کرہ تنزیھا مؤمنۃ بنبی مرسل مقرۃ بکتاب منزل وان اعتقدوا المسیح الٰھا وکذا حل ذبیحتھم علی المذھب بحر انتھی[1]۔

کتابیہ عورت سے نکاح صحیح ہے اگرچہ مکروہ تنزیہی ہے بشرطیکہ وُہ عورت کسی مرسل نبی پر ایمان رکھتی ہو اور کسی منزل من اللہ کتاب کا اقرار کرتی ہو اگرچہ عمومی طور پر وہ نصارٰی عیسٰی علیہ السلام کو الٰہ مانتے ہوں یونہی ان کا ذبیحہ بھی مذہب میں حلال ہے ، بحر ، اھ ۔ (ت)

ردالمحتار میں بحرالرائق سے منقول ہے :

وحاصلہ ان المذھب الاطلاق لما ذکرہ شمس الائمۃ فی المبسوط من ان ذبیحۃ النصرانی حلال مطلقا سواء قال بثالث ثلثۃ اولا لاطلاق الکتاب ھنا وھو الدلیل ورجحہ فی فتح القدیر[2] الخ۔

حاصل یہ ہے کہ مذہب میں اطلاق ہے کیونکہ شمس الائمہ سرخسی نے مبسوط میں یہ ذکر کیا ہے کہ نصرانی کا ذبیحہ مطلقاً حلال ہے وہ عیسٰی علیہ السلام کے متعلق ثالث ثلٰثہ کا قول کریں یا نہ کریں کیونکہ کتاب اللہ کا یہاں اطلاق ہے اور یہی دلیل ہے ، اس کو فتح القدیر میں ترجیح دی ہے الخ (ت)

مستصفی میں عبارت مذکورہ کے بعد مبسوط سے ہے :

لکن بالنظر الی الدلائل ینبغی ان یجوز الاکل والتزوج[3] انتھی۔

لیکن دلائل کو دیکھتے ہُوئے یہی مناسب قول ہے کہ ان کا ذبیحہ کھانا اور ان کی عورتوں سے نکاح جائز ہے انتہی ۔ (ت)

فتاوٰی حامدیہ میں ہے :

مقتضی الدلائل الجواز کما ذکرہ التمرتاشی فی فتاواہ[4] الخ۔

دلائل کا مقتضٰی یہی ہے کہ جائز ہے جیسا کہ اسے تمرتاشی نے اپنے فتاوٰی میں ذکر کیا ہے الخ (ت)

---

[1] درمختار کتاب النکاح فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۹

[2] ردالمحتار " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۸۹

[3] فتح القدیر بحوالہ المستصفی کتاب النکاح فصل فی بیان المحرمات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۳۵

[4] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ کتاب الذبائح ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۲۳۲

ردالمحتار میں ہے:

فی المعراج ان اشتراط ما ذکر فی النصاری مخالف لعامۃ الروایات[1]

معراج میں ہے کہ نصارٰی کے مذکورہ شرائط عام روایات کے مخالف۔ (ت)

امام محقق علی الاطلاق مولٰنا کمال الملۃ والدین محمد بن الہمام رحمۃ اللہ علیہ فتح القدیر میں اس مذہب کی ترجیح اور دلیل مذکور مذہب اول کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:

مطلق لفظ المشرک اذا ذکر فی لسان الشارع لاینصرف الی اھل الکتاب وان صح لغۃ فی طائفۃ بل طوائف واطلق لفظ الفعل اعنی یشرکون علی فعلھم کما ان من رأی بعلہ من المسلمین فلم یعمل الا لاجل زید یصح فی حقہ انہ مشرک لغۃ ولایتبادر عند اطلاق الشارع لفظ المشرک ارادتہ لما عھد من ارادتہ بہ من عبد مع اللہ غیرہ ممن لایدعی اتباع نبی وکتاب ولذلک عطفھم علیہ فی قولہ تعالٰی لم یکن الذین کفروا من اھل الکتٰب والمشرکین منفکین ونص علی حلھم بقولہ تعالٰی والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم ای العفائف منھن[2] الی اٰخر ما اطال واطاب کما ھو دابہ رحمہ اللہ تعالٰی۔

لفظ مشرک جب مطلق ذکر کیا جائے تو شرعی اصطلاح میں اہل کتاب کو شامل نہ ہوگا اگرچہ لغت کے لحاظ سے اہل کتاب کے کسی گروہ یا کئی گروہوں پر اس کا اطلاق صحیح ہے، اہل کتاب کے فعل پر صیغہ یشرکون کا اطلاق ایسے ہے جیسے کسی مسلمان ریاکار کے اس عمل پر جس کو مثلاً زید کی خوشنودی کے لئے کر رہا ہو تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ لغت کے لحاظ سے مشرک ہے، شرعی اصطلاح میں مطلق لفظ مشرک کا استعمال صرف اس شخص کے لئے متبادر ہوتا ہے جو کسی نبی اور کتاب کی اتباع کے دعوٰی کے بغیر اللہ تعالٰی کی عبادت میں غیر کو شریک کرے اسی لئے اہل کتاب پر مشرکین کا عطف اللہ تعالٰی کے اس قول "لم یکن الذین کفروا من اھل الکتٰب والمشرکین منفکین" میں کیا گیا ہے اور اللہ تعالٰی کے اس قول "والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتٰب" میں کتابیہ عورتوں کے حلال ہونے پر صراحۃً نص فرمائی گئی ہے یعنی اہل کتاب کی عفیفہ عورتیں حلال ہیں، ابن ہمام کے طویل اور طیب قول کے آخر تک، جیسا کہ ان کی عادت ہے، اللہ تعالٰی ان پر رحمت فرمائے۔ (ت)

بالجملہ محققین کے نزدیک راجح یہی ہے کہ یہود و نصارٰی مطلقاً اہل کتاب ہیں اور ان پر احکام مشرکین جاری نہیں

---

[1] ردالمحتار کتاب الذبائح دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۸۸

[2] فتح القدیر کتاب النکاح فصل فی بیان المحرمات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۳۵

اقول وکیف لا وقد علم اللہ سبحنہ وتعالٰی
انھم یقولون بثالث ثلثۃ حتی نہاھم
عن ذٰلک وقال انتھوا خیرا لکم[1]
وانّ ھم یقولون ان المسیح الٰہ حتی
قال لقد کفر الذین قالوا ان اللہ
ھو المسیح ابن مریم[2] بل بالوھیۃ امہ
ایضا حتی یسألہ علیہ الصلوۃ والسلام
یوم القیمۃ یٰعیسٰی ءانت قلت للناس
اتخذونی وامی الٰھین من دون اللہ[3] و
انھم مصرحون بالبنوۃ حتی نقل
عنھم قالت الیھود عزیر ابن اللہ وقالت
النصٰرٰی المسیح ابن اللہ[4] و مع
ذٰلک فرق بینھم وبین المشرکین فقال
والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتٰب
من قبلکم[5] وقال طعام الذین اوتوا
الکتٰب حل لکم[6] و قال لم یکن الذین
کفروا من اھل الکتٰب و
المشرکین منفکین حتی تاتیھم
البینۃ[7] فارشد بالعطف الی
التغایر فالمولٰی سبحنہ وتعالٰی

اقول (میں کہتا ہوں) یہ کیسے مراد نہ ہو جبکہ اللہ تعالٰی علیم
ہے کہ نصارٰی ثالث ثلثہ کہتے ہیں حتی کہ ان کو اس سے منع
بھی فرمایا اور فرمایا اس سے باز آؤ تمہارے لئے بہتر
ہے اور وہ علیم ہے کہ نصارٰی کہتے ہیں مسیح الٰہ ہے، حتی کہ
اللہ تعالٰی نے فرمایا لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو
المسیح ابن مریم، بلکہ وہ ان کی والدہ کو بھی الٰہ کہتے
ہیں حتی کہ قیامت کے روز اللہ تعالٰی عیسٰی علیہ السلام سے
سوال فرمائے گا یا عیسٰی انت قلت للناس
اتخذونی وامی الٰھین من دون اللہ، اور وہ علیم ہے
کہ یہ لوگ عیسٰی علیہ السلام کے بیٹا ہونے کی تصریح کرتے
ہیں حتی کہ ان سے نقل فرمایا قالت الیھود عزیر ابن اللہ
وقالت النصارٰی المسیح ابن اللہ، اس کے باوجود
اللہ تعالٰی نے اہل کتاب اور مشرکین میں فرق بیان
فرمایا، اور ارشاد فرمایا: تمہارے لئے حلال ہیں پارسا عورتیں ان میں
جن کو تم سے پہلے کتاب ملی، اور فرمایا جن کو کتاب دی گئی
(اہل کتاب) ان کا طعام تمہارے لئے حلال ہے جس کو
یوں فرمایا، طعام الذین اوتوا الکتٰب حل لکم،
اور فرمایا، لم یکن الذین کفروا من اھل الکتاب
والمشرکین منفکین حتی تاتیھم البینۃ، واضح
دلیل آنے تک کافر لوگوں میں سے اہل کتاب اور مشرک

---

[1] القرآن الکریم ۴/۱۷۱
[2] القرآن الکریم ۵/۱۷ و ۷۲
[3] " " ۵/۱۱۶
[4] " " ۹/۳۰
[5] " " ۵/۵
[6] " " ۵/۵
[7] " " ۹۸/۱

اعلم بمذاہبہم واعلم بما یشرع من الاحکام فلہ الحکم ولہ الحجۃ السامیۃ لا الٰہ الا ہو سبحنہ وتعالٰی عما یشرکون[1] حتی ترقی بعض المشائخ فجوز نکاح الصابئات ایضا لکن یدن بکتاب منزل ویؤمن بنبی مرسل وان عبدن الکواکب وصرح انہا لا تخرجہم عن الکتابیۃ وھو الذی یعطیہ ظاہر کلام الامام المحقق برہان الملۃ والدین المرغینانی فی الہدایۃ حیث رتب عدم حل النکاح علی امرین عبادۃ الکواکب وعدم الکتاب وتبعہ العلامۃ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الغزی فی التنویر فقال لا عابدۃ کوکب لا کتاب لہا[2] فاشار بمفہوم المخالف الی انہا ان کانت لہا کتاب حل نکاحہا مع عبادتہا الکواکب فان قلت الیس قد تکلم فیہ المولی زین بن نجیم فی البحر فقال الصحیح انہم ان کانوا یعبدونہا یعنی

جدا نہ ہوں گے، تو اس آیۂ کریمہ میں دونوں میں عطف کے ذریعہ تغایر کی رہنمائی فرمائی، تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ان کے مذاہب کو بہتر جانتا ہے اور احکام کی مشروعیت کو بہتر جانتا ہے، تو حکم اسی کا ہے اور بلند و بالا حجت اسی کی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جس کو انھوں نے شریک بنایا اللہ تعالیٰ اس سے بلند و بالا ہے اور بعض مشائخ نے اسی پر ترقی کرتے ہوئے صابی عورتوں سے نکاح کو بھی جائز قرار دیا بشرطیکہ وُہ کسی دین کی آسمانی کتاب اور کسی نبی پر ایمان رکھتی ہوں اگرچہ وہ ستاروں کی پُجاری ہوں اور انھوں نے یہ تصریح کی ہے کہ ستاروں کی پُوجا ان کو کتابیہ ہونے سے خارج نہیں کرتی، یہ وُہ نظریہ ہے جو امام محقق برہان الملت والدین مرغینانی کی کتاب ہدایہ کے ظاہر کلام سے ملتا ہے، جہاں انھوں نے نکاح کے عدمِ جواز کو دو چیزوں پر مرتب کیا ایک ستاروں کی پُوجا اور دوسری کتاب کا نہ ہونا، اور اس کی علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ غزی نے تنویر میں اتباع کرتے ہُوئے فرمایا کہ ستاروں کی پُوجا کرتی ہو اور اس کی کتاب بھی نہ ہو۔ تو اس عبارت کے مفہوم مخالف سے یہ اشارہ دیا کہ اگر اس کی کتاب ہو تو نکاح جائز ہے اگرچہ وہ ستاروں کی پُوجا کرتی ہو۔ اگر تیرا اعتراض ہو کہ اس مسئلہ میں مولانا زین بن نجیم نے کیا گفتگو کرتے ہوئے یہ نہیں فرمایا کہ صحیح بات یہ ہے

www.alahazratnetwork.org

[1] القرآن الکریم ۹/۳۱
[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۹

الکواکب حقیقۃ فلیسوا اھل الکتاب و ان کانوا یعظمونھا کتعظیم المسلمین للکعبۃ فھم اھل الکتاب کذا فی المجتبٰی انتھی۱؎ فیستفاد منہ ان الصحیح مباینۃ الکتابیۃ لعبادۃ غیراللہ سبحانہ وتعالٰی فلا یجتمعان ابدا و ح یتجہ ما مال الیہ کثیر من المشائخ فی حق اولئک الیھود والنصارٰی انھم مشرکون حقا حتی قیل ان علیہ الفتوٰی قلت و باللہ التوفیق ھٰھنا فرق دقیق ھو ان قضیۃ العقل ھی المباینۃ القطعیۃ بین الکتابیۃ وعبادۃ غیر اللہ سبحانہ وتعالٰی فانھا ھی الشرک حقا والکتابی غیر مشرک عند الشرع فکل من رأیناہ یعبد غیرالحق جل وعلا حکمنا علیہ انہ مشرک قطعا وان کان یقر بکتب وانبیاء علیھم الصلٰوۃ و السلام ولکنا خالفنا ھذہ القضیۃ فی الیھود والنصارٰی بحکم النص فانا وجدنا القراٰن العظیم یحکی عنھم ما یحکی من العقائد الخبیثۃ ثم یحکم علیھم بانھم اھل الکتاب ویمیزھم عن المشرکین فوجب التسلیم لورود النص بخلاف الصابئۃ اذ

کہ اگر یہ لوگ حقیقۃً ستاروں کی عبادت کرتے ہوں تو یہ اہلِ کتاب نہ ہوں گے اور اگر وہ صرف ستاروں کی تعظیم کرتے ہوں جیسا کہ مسلمان کعبہ کی تعظیم کرتے ہیں تو پھر یہ اہلِ کتاب ہیں، مجتبٰی میں یُونہی ہے اھ، تو اس بیان کا مفاد یہ ہے کہ کتابیہ اور غیراللہ کی عبادت والی ایک دوسرے سے الگ ہیں دونوں کا اجتماع نہیں ہوسکتا تو اب اس سے بہت سے مشائخ کا ان یہود و نصارٰی کے متعلق یہ نظریہ قابلِ توجہ قرار پایا کہ یہ لوگ حقیقی مشرک ہیں حتی کہ بعض نے اسی پر فتوٰی کا قول کیا ہے۔ قلت (میں کہتا ہوں) اللہ تعالٰی کی توفیق سے، کہ یہاں ایک باریک فرق ہے وُہ یہ کہ عقل کا تقاضا یہی ہے کہ کتابیہ اور غیراللہ کی عبادت کرنے والی عورت ایک دوسرے سے قطعاً جُدا ہیں، کیونکہ غیراللہ کی عبادت قطعاً شرک ہے جبکہ شرعاً کتابیہ غیر مشرک ہے لہذا جس کو بھی غیراللہ کی عبادت کرنے والا پائیں گے ہم اس کو قطعاً مشرک کہیں گے اگرچہ وہ کتب اور انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کا اقرار کرے لیکن ہم نے اس عقلی کلیہ کا خلاف یہود و نصارٰی میں نص کے حکم پر مانا ہے کہ ہم نے قرآن کو ان کے عقائد خبیثہ کی حکایت کرنے کے باوجود یہ حکم کرتے ہُوئے پایا کہ یہ اہلِ کتاب ہیں، اور یہ کہ قرآن ان میں اور مشرکین میں امتیاز بھی کرتا ہے لہذا نص کے وارد ہونے پر اس کو تسلیم کرنا واجب ہے بخلاف صابیہ عورت کے کہ اس کے

www.alahazratnetwork.org

۱؎ بحرالرائق کتاب النکاح فصل فی المحرمات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۱۰۴

لم يرد فيهم مثل ذلك فلم يجز قياسهم على هؤلاء ولا الخروج عن قضية العقل في بابهم، والحاصل ان كتابية القائلين بالبنوة والوهية الغير من اليهود والنصارٰی واردة فيما احسب على خلاف القياس فيقصر على المورد، وبهذا تبين ان ما قاله ذلك البعض من المشايخ ان عبادة الكواكب لا تخرج الصابئة عن الكتابية قول مهجور وان كلام الهداية والتنوير غير محمول على ظاهره وان الحق مع العلامة صاحب البحر في تصحيحه اشراكهم ان كانوا يعبدون الكواكب وانه لا تنافي بين تصحيحه هذا وقوله سابقًا في اولئك اليهود والنصارٰی ان المذهب الاطلاق وان قالوا بثالث ثلثة وبه ظهر ان انتصار العلامة عمر بن نجيم في النهر والمولٰی محمد بن عابدين في رد المحتار لذلك البعض من المشايخ بان ما مر من حل النصرانية وان اعتقدت المسيح الٰها يؤيد قول بعض المشايخ[1] انتهٰی مبني على الذهول عن هذا الفرق فاتقن تحرير هذا المقام فقد زلت فيه اقدام والحمد لله ولي الانعام۔

متعلق ایسی کوئی نص نہیں ہے اس لئے صابی لوگوں کو ان یہود و نصارٰی پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی ان کے بارے میں عقلی کلیہ کو ترک کیا جائے گا، خلاصہ یہ کہ یہود و نصارٰی کتابی لوگ جو بنوت کے قائل ہونے کے باوجود غیر اللہ کی الوہیت کے قائل ہیں کو اہل کتاب ماننا میرے خیال میں خلاف قیاس ہے لہذا یہ حکم اپنے مورد میں ہی محفوظ رہے گا جس پر کسی اور کو قیاس نہیں کیا جا سکتا، اس سے ان بعض مشائخ کا یہ نظریہ کہ ستاروں کی پوجا صابیہ عورت کو کتابیہ سے جُدا نہیں کرتی، واضح طور پر متروک قرار پاتا ہے اور یہ بھی واضح ہوگیا کہ ہدایہ اور تنویر کا کلام ظاہری معنٰی پر محمول نہیں ہے اور صاحب بحر کا کلام حق ہے کہ صابی لوگ اگر ستاروں کی پوجا کرتے ہیں تو وُہ مشرک ہیں جس کی انھوں نے تصحیح کی ہے، اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ بحر کی اس تصحیح اور اس کے پہلے قول کہ یہود و نصارٰی کا اہل کتاب ہونا علی الاطلاق مذہب ہے اگرچہ وہ ثالث ثلٰثہ کے قائل ہیں میں تضاد نہیں ہے اور اسی سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ علامہ عمر ابن نجیم کا نہر میں اور علامہ محمد بن عابدین کا رد المحتار میں مذکور بیان کہ نصرانی عورت اگرچہ مسیح علیہ السلام کو الٰہ ہونے کا عقیدہ رکھے تب بھی اس سے نکاح حلال ہے کو ان بعض مشائخ کی تائید ماننا الخ اس فرق سے ذہول پر مبنی ہے، اس تحریر کو غنیمت سمجھو، کیونکہ اس میں بہت سے قدم پھسلے ہیں، نعمتوں کے مالک اللہ تعالٰی کے لئے ہی حمد ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

[1] رد المحتار فصل فی المحرمات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۹۰

مگر تاہم جبکہ علماء کا اختلاف ہے اور اُس قول پر فتوٰی بھی منقول ہو چکا تو احتیاط اسی میں ہے کہ نصارٰی کی نساء و ذبائح سے احتراز کرے، اور آج کل بعض یہود بھی ایسے پائے جاتے ہوں جو عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ابنیت مانیں تو اُن کے زن و ذبیحہ سے بھی بچنا لازم جانیں کہ ایسی جگہ اختلافِ ائمہ میں پڑنا محتاط آدمی کا کام نہیں، اگر فی الواقع یہ یہود و نصارٰی عند اللہ کتابی ہی ہوئے تاہم اُن کی عورتوں سے نکاح اور اُن کے ذبیحہ کے تناول میں ہمارے لئے کوئی نفع نہیں، نہ شرعاً ہم پر لازم کیا گیا، نہ بحمد اللہ ہمیں اس کی ضرورت بلکہ بر تقدیر کتابیت بھی علماء تصریح فرماتے ہیں کہ بے ضرورت احتراز چاہئے،

فی الفتح القدیر یجوز تزوج الکتابیات والاولٰی ان لایفعل ولا یأکل ذبیحتھم الا للضرورۃ[1] الخ

فتح القدیر میں ہے کتابیات سے نکاح جائز ہے، اور اولٰی یہ ہے کہ نہ کیا جائے اور نہ ہی ان کا ذبیحہ بغیر ضرورت کھایا جائے الخ (ت)

اور اگر انھیں علماء کا مذہب حق ہوا اور یہ لوگ بوجہ اپنے اعتقادوں کے عند اللہ مشرک ٹھہرے تو پھر زنائے محض ہو گا اور ذبیحہ حرام مطلق والعیاذ باللہ تعالٰی، تو عاقل کا کام نہیں کہ ایسا فعل اختیار کرے جس کی ایک جانب نامحمود ہو اور دوسری جانب حرام قطعی، فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ ایسا ہی گمان کرتا تھا یہاں تک کہ بتوفیق الٰہی مجمع الانہر میں اسی مضمون کی تصریح دیکھی،

www.alahazratnetwork.org

حیث قال فعلٰی ھذا یلزم علی الحکام فی دیارنا ان یمنعوھم من الذبح لان النصارٰی فی زماننا یصرحون بالابنیۃ قبحھم اللہ تعالٰی وعدم الضرورۃ متحقق والاحتیاط واجب لان فی حل ذبیحتھم اختلاف العلماء کما بیناہ فالاخذ بجانب الحرمۃ اولٰی عند عدم الضرورۃ[2] انتھٰی، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

جہاں انھوں نے فرمایا کہ اس بناء پر ہمارے ملک کے حکام پر لازم ہے کہ وہ لوگوں کو نصارٰی کے ذبیحہ سے منع کریں کیونکہ ہمارے زمانہ کے نصارٰی عیسٰی علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے کی تصریح کرتے ہیں، جبکہ ضرورت بھی متحقق نہیں ہے تو احتیاط واجب ہے کیونکہ ان کے ذبیحہ میں علماء کا اختلاف ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے تو حرمت والی جانب اپنانا بہتر ہے جبکہ ضرورت نہیں ہے اھ، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

---

[1] فتح القدیر کتاب النکاح فصل فی بیان المحرمات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۳۵

[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۲۸

جواب سوال سوم

فی الواقع جو بدمذہب ضروریاتِ دین میں سے کسی شئی کا منکر ہو باجماعِ مسلمین یقیناً قطعاً کافر ہے اگرچہ کروڑ بار کلمہ پڑھے، پیشانی اُس کی سجدے میں ایک ورق ہوجائے، بدن اُس کا روزوں میں ایک خاکہ رہ جائے، عمر میں ہزار حج کرے، لاکھ پہاڑ سونے کے راہِ خدا پر دے، واللہ ہرگز ہرگز کچھ مقبول نہیں جب تک حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اُن تمام ضروری باتوں میں جو وہ اپنے رب کے پاس سے لائے تصدیق نہ کرے، ضروریاتِ اسلام اگر مثلاً ہزار ہیں تو اُن میں سے ایک کا بھی انکار ایسا ہے جیسا نوسوننانوے ۹۹۹ کا، آج کل جس طرح بعض بددینوں نے یہ روش نکالی ہے کہ بات بات پر کفر و شرک کا اطلاق کرتے ہیں اور مسلمان کو دائرۂ اسلام سے خارج کہتے ہوئے مطلق نہیں ڈرتے حالانکہ مصطفٰی علیہ افضل الصلٰوۃ والثناء ارشاد فرماتے ہیں: فقد باء بہ احدھما[1] (ان دونوں میں سے ایک نے یہ حکم اپنے اوپر لاگو کیا۔ ت) یونہی بعض مداہنوں پر یہ بلا ٹوٹی ہے کہ ایک دشمنِ خدا سے صریح کلماتِ توہین آقائے عالمیان حضور پُرنور سیّد المرسلین اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا اور ضروریاتِ دین کا انکار سُنتے جاتے ہیں اور اُسے سچا پکا مسلمان بلکہ اُن میں کسی کو افضل العلماء کسی کو امام الاولیاء مانتے جاتے ہیں یہ نہیں جانتے یا جانتے ہیں اور نہیں مانتے کہ اگر انکارِ ضروریات بھی کفر نہیں، تو عزیزو! بُت پرستی میں کیا زہر گُھل گیا ہے، وہ بھی آخر اسی لئے کفر ٹھہری کہ اوّل ضروریاتِ دین یعنی توحیدِ الٰہی جل وعلا کے خلاف ہے، کہتے ہیں وہ کلمہ گو ہے نماز پڑھتا ہے روزے رکھتا ہے ایسے ایسے مجاہدے کرتا ہے ہم کیونکر اسے کافر کہیں اُن لوگوں کے سامنے اگر کوئی کلمہ پڑھے افعالِ اسلام ادا کرے باایں ہمہ وہ خدا مانے شاید جب بھی کافر نہ کہیں گے مگر اس قدر نہیں جانتے کہ اعمال تو تابع ایمان ہیں پہلے ایمان تو ثابت کرلو تو اعمال سے احتجاج کرو۔ ابلیس کے برابر تو یہ مجاہدے کا ہے کو ہوئے پھر اس کے کیا کام آئے جو اُن کے کام آئیں گے، آخر حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک قوم کی کثرتِ اعمال اس درجہ بیان فرمائی کہ،

www.alahazratnetwork.org

تحقرون صلوتکم مع صلوتھم وصیامکم مع صیامھم[2] او کما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ان کی نمازوں کے مقابلے میں تم اپنی نمازوں کو اور اُن کے روزوں کے مقابلے میں اپنے روزوں کو حقیر سمجھو گے، جیسا کہ یہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا ہے (ت)

---

[1] صحیح بخاری کتاب الادب باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۹۰۱/۲
صحیح مسلم کتاب الایمان " " " ۵۷/۱

[2] صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن باب من رایا بقراءۃ القرآن الخ " " ۷۵۶/۲

پھر ان کے دین کا بیان فرمایا کہ :

یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ[1] — دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار نکل جاتا ہے۔ (ت)

رہی کلمہ گوئی تو مجرد زبان سے کہنا ایمان کے لئے کافی نہیں، منافقین تو خوب زور وشور سے کلمہ پڑھتے ہیں حالانکہ ان کے لئے فی الدرک الاسفل من النار[2] (جہنم کی نچلی تہہ میں۔ ت) کا فرمان ہے والعیاذ باللہ۔

الحاصل ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے اور وہ بعد انکار ضروریات کہاں، مثلاً :

(۱) جو رافضی اس قرآن مجید کو جو بفضلِ الٰہی ہمارے ہاتھوں میں موجود ہمارے دلوں میں محفوظ ہے، عیاذاً باللہ بیاضِ عثمانی بتائے اُس کے ایک حرف یا ایک نقطہ کی نسبت صحابہ یا اہلسنت یا کسی شخص کے گھٹانے یا بڑھانے کا دعوٰی کرے۔

(۲) یا احتمال کہے شاید ایسا ہُوا ہو۔

(۳) یا کہے مولٰی علی یا باقی ائمہ یا کوئی غیر نبی انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل ہیں۔

(۴) یا مسئلہ خبیثہ ملعونہ بدا کا قائل ہو یعنی کہے باری تعالٰی کبھی ایک حکم سے پشیمان ہو کر اُسے بدل دیتا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

(۵) یا کہے ایک وقت تک مصلحت پر اطلاع نہ تھی جب اُسے اطلاع ہوئی حکم بدل دیا تعالی اللہ عما یقول الظٰلمون علوا کبیرا۔

(۶) یا دامن عفت مآمن طیب اطیب اعطر اطہر کنیزان بارگاہ طہارت پناہ حضرت ام المومنین صدیقہ بنت الصدیق صلے اللہ تعالٰی علٰی زوجہا الکریم وابیہا وعلیہا وبارک وسلم کے بارے میں اُس افکِ مبغوض مغضوب ملعون کے ساتھ اپنی ناپاک زبان آلودہ کرے۔

(۷) یا کہے احکامِ شریعت حضرات ائمہ طاہرین کو سپرد تھے جو چاہتے راہ نکالتے جو چاہتے بدل ڈالتے۔

(۸) یا کہے مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد ائمہ طاہرین پر وحی شریعت آتی رہی۔

(۹) یا کہے ائمہ میں سے کوئی شخص حضور پُرنور مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ہم پلّہ تھا۔

(۱۰) یا کہے حضرات کریمین امامین شہیدین رضی اللہ تعالٰی عنہما حضور پُرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے افضل ہیں کہ ان کی سی ماں حضور کی والدہ کب تھیں اور اُن کے سے باپ حضور کے والد کہاں تھے اور اُن کے سے

---

[1] صحیح بخاری — کتاب فضائل القرآن — باب من رایا القرآن الخ — قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۵۶

[2] القرآن الکریم ۴/۱۴۵

نانا حضور کے نانا کب تھے ۔

(۱۱) یا کہے حضرت جناب شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم نے نوح کی کشتی بچائی، ابراہیم پر آگ بجھائی، یوسف کو بادشاہی دی، سلیمان کو عالم پناہی دی علیہم الصلوٰۃ والسلام اجمعین۔

(۱۲) یا کہے مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کبھی کسی وقت کسی جگہ حکم الٰہی کی تبلیغ میں معاذ اللہ تقیہ فرمایا الیٰ غیر ذٰلک من الاقوال الخبیثۃ۔

(۱) یا جو نجدی وہابی حضور پرنور سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے کوئی مثل آسمان میں یا زمین کے طبقات بالا میں یا زیرین میں موجود مانے یا کہے کبھی تھا یا کبھی ہوگا یا شاید ہو یا ہے تو نہیں مگر ہو جائے تو کچھ حرج بھی نہیں۔

(۲) یا حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا انکار کرے۔

(۳) یا کہے آج تک جو صحابہ تابعین خاتم النبیین کے معنے آخر النبیین سمجھے سب خطا پر تھے نہ پچھلا نبی ہونا حضور کے لئے کوئی کمال بلکہ اس کے معنے یہ ہیں جو میں سمجھا۔

(۴) یا کہے میں ذمہ کرتا ہوں اگر حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبوت پائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

(۵) یا دو ایک بڑے نام ذکر کرکے کہے کہ نماز میں جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف خیال لے جانا فلاں وفلاں کے تصور میں ڈوب جانے سے بدتر ہے لعنۃ اللہ علی مقالتہ الخبیثۃ۔

(۶) یا بوجہ تبلیغ رسالت حضور پرنور محبوب رب العٰلمین مالک الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس چپراسی سے تشبیہ دے جو فرمانِ شاہی رعایا کے پاس لایا۔

(۷) یا حضور اقدس مالک ومعطی جنت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ اور حضرت سیدنا ومولانا علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ وحضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اسمائے کریمۂ طیبہ لکھ کر کہے (خاک بدہانِ گستاخاں) یہ سب جہنم کی راہیں ہیں۔

(۸) یا حضور فریادرس بیکساں حاجت روائے دوجہاں صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ سے استعانت کو برا کہہ کر یوں ملعون مثال دے کہ جو غلام ایک بادشاہ کا ہو رہا اُسے دوسرے بادشاہ سے بھی کام نہیں رہتا پھر کیسے .... کا کیا ذکر ہے اور یہاں دو ناپاک قوموں کے نام لکھے۔

(۹) یا اُن کے مزار پُر انوار کو فائدۂ زیارت میں کسی پادری کا فرکی گور سے برابر ٹھہرائے، اشد مقت اللہ علی قولہ۔

(۱۰) یا اس کی خباثت قلبی توہین شان رفیع المکان واجب الاعظام حضور سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام پر

باعث ہو کہ حضور کو اپنا بڑا بھائی بتائے،

(۱۱) یا کہے (اُن کے بدگو) مر کر مٹی میں مل گئے۔

(۱۲) یا اُن کی تعریف ایسی ہی کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کی کرتے ہو بلکہ اس سے بھی کم الیٰ غیر ذٰلک من الخرافات الملعونۃ۔

(۱) یا کوئی نیچری نئی روشنی کا مدعی کہے باندی غلام بنانا ظلم صریح اور بہائم کا سا کام ہے جس شریعت میں کبھی یہ فعل جائز رہا ہو وہ شریعت منجانب اللہ نہیں۔

(۲) یا معجزات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے انکار کرے نیل کے شق ہونے کو جوار بھاٹا بتائے، عصا کے اژدہا بن کر حرکت کرنے کو سیماب وغیرہ کا شعبدہ ٹھہرائے،

(۳) یا مسلمانوں کی جنت کو معاذ اللہ رنڈیوں کا چکلہ کہے۔

(۴) یا نارِ جہنم کو الم نفسانی سے تاویل کرے،

(۵) یا وجود ملائکہ علیہم السلام کا منکر ہو،

(۶) یا کہے آسمان ہر بلندی کا نام ہے وہ جسم جسے مسلمان آسمان کہتے ہیں محض باطل ہے،

(۷) یا کہے شیطان (کہ اُس کا علم تیقنی ہے) کوئی چیز نہیں فقط قوت بدی کا نام ہے اور قرآن عظیم میں جو قصے آدم و حوا وغیرہما کے موجود ہیں جن سے شیطان کا وجود جسمانی سمجھا جاتا ہے تمثیلی کہانیاں ہیں۔

(۸) یا کہے ہم بانی اسلام کو بُرا کہے بغیر نہیں رہ سکتے۔

(۹) یا نصوص قرآنیہ کو عقل کا تابع بتائے کہ جو بات قرآن عظیم کی قانون نیچری کے مطابق ہوگی مانی جائے گی ورنہ کفر جلی کے رُوئے زشت پر پردہ ڈھکنے کو ناپاک تاویلیں کی جائیں گی،

(۱۰) یا کہے نماز میں استقبال قبلہ ضرور نہیں جدھر منہ کرو اُسی طرف خدا ہے۔

(۱۱) یا کہے آجکل کے یہود و نصاریٰ کافر نہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ نہ پایا نہ حضور کے معجزات دیکھے۔

(۱۲) یا ہاتھ سے کھانا کھانے وغیرہ بعض سُنن کے ذکر پر کہے تہذیب نصاریٰ نے ایجاد کی، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض افعال نامہذب تھے۔ اور یہ دونوں کلے بعض اشقیاء سے فقیر نے خود سُنے، الیٰ غیر ذٰلک من الاباطیل الشیطانیۃ۔

(۱) یا کوئی مجہونا صوفی کہے جب بندہ عارف باللہ ہوجاتا ہے تکالیف شرعیہ اُس سے ساقط ہوجاتی ہیں یہ باتیں تو خدا تک پہنچنے کی راہ میں جو مقصود تک واصل ہوگیا اُسے راستہ سے کیا کام۔

(۲) یا کہے یہ رکوع و سجدہ تو مجوبوں کی نماز ہے محبوبوں کو اس نماز کی کیا ضرورت، ہماری نماز ترکِ وجود ہے۔

(۳) یا یہ نماز روزہ تو عالموں نے انتظام کے لئے بنالیا ہے۔

(۴) یا جتنے عالم ہیں سب پنڈت ہیں عالم وہی ہے جو انبیاء بنی اسرائیل کی مثل معجزے دکھائے، یہ بات حسنین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو حاصل ہوئی وہ بھی ایک مدت کے بعد مولٰی علی کے سکھانے سے، کما سمعتہ من بعض المتھورین علی اللہ (جیسا کہ میں نے خود ایسے لوگوں سے سنا ہے جو اللہ تعالٰی پر جرأت کرتے ہیں۔ت)

(۵) یا خدا تک پہنچنے کے لئے اسلام شرط نہیں، بیعت بک جانے کا نام ہے اگر کافر ہمارے ہاتھ پر بک جائے ہم اسے بھی خدا تک پہنچادیں گو وہ اپنے دین خبیث پر رہے۔

(۶) یا رنڈیوں کا ناچ علانیہ دیکھے جب اس پر اعتراض ہو تو کہے یہ تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنت ہے۔ کما بلغنی عن بعضھم و اعترف بہ بعض مخلص مریدیہ (جیسا کہ ان کے بعض سے مجھے اطلاع ملی اور اس کے مخلص مرید نے اس کا اعتراف کیا۔ت)

(۷) یا شبانہ روز طبلہ سارنگی میں مشغول رہے جب تحریم مزامیر کی احادیث سنائیں تو کہے یہ مذمتیں تو ان کثیف بے مزہ باجوں کے لئے وارد ہوئیں جو اس وقت عرب میں رائج تھے یہ لطیف نفیس لذیذ باجے جو اب ایجاد ہوئے اس زمانے میں ہوتے تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سوا ان کے سننے کے ہرگز کوئی کام نہ کرتے۔

(۸) یا کہے: ؎

بعینہٖ خدا ہے سراہا گیا ہے — محمد خدا ہے خدا ہے محمد
یہ دونوں ہیں یکساں کو دوست سمجھنا — خدا باطن و ظاہرا ہے محمد

(۹) یا کہے: ؎

مسیحا سے تری آنکھوں کی سب بیمار اچھے ہیں — اشاروں میں جلا دیتے ہیں مردہ یا رسول اللہ

(۱۰) یا کہے: ؎

علی مشکلکشا شیرِ خدا تھا اور حیدر تھا — وہ بالا مرتبہ تھا راکبِ دوشِ پیمبر تھا
بربتِ کعبہ کب خیبر شکن فرزندِ آزر تھا — بتوں کے توڑنے میں اس کے ابراہیم ہمسر تھا
اگر ہوتا نہ زیرِ پا کتف شاہِ رسولاں کا

(۱۱) یا کہے مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ اللہ تعالٰی کے محبوب تھے اور انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام میں

کوئی خدا کا محبوب نہ تھا۔

(۱۲) یا اُس کے جلسہ میں لا الٰہ الا اللہ فلاں رسول اللہ اُسی مغرور کا نام لے کر کہا جائے اور وہ اس پر راضی ہوجائے۔

یہ سب فرقے بالقطع والیقین کافر مطلق ہیں۔ ھداھم اللہ تعالٰی الی الصراط المستقیم والا لعنھم لعنۃ تبید صغارھم وکبارھم وتزیل عن الاسلام والمسلمین عارھم وعوارھم اٰمین (اللہ تعالٰی ان کو سیدھی راہ کی ہدایت دے ورنہ ان پر لعنت فرمائے ایسی لعنت جو اُن کے بڑوں چھوٹوں کو ملیامیٹ کردے اور اسلام اور مسلمانوں سے ان کی عار اور اندھاپن ختم ہوجائے، آمین! ۔ ت) اور جو شخص ابتداءً میں صحیح الاسلام تھا بعدہٗ ان خرافات کی طرف رجوع کی اُس کے مرتد ہونے میں شُبہہ نہیں، اس قدر پر تو اجماع قطعی قائم ہے، اب رہی تحقیق اس بات کی کہ ان میں جو شخص قدیم سے ایسے ہی عقائد پر ہو اور بچپن سے یہی کُفریات سیکھے جیسے وُہ مبتدعین جن کے باپ دادا سے یہی مذاہب مکفرہ چلے آتے ہیں اُن کی نسبت کیا حکم ہونا چاہئے کہ کفار چند قسم ہیں کچھ ایسے کہ باوجود کفر شرع مطہر نے ان کی عورتوں سے نکاح اور ذبائح کا تناول جائز فرمایا وُہ کتابی ہیں اور بعض وُہ جن کے نساء و ذبائح حرام، مگر اُن سے جزیہ لینا مناسب ہو تو صلح کرنا غلبہ پائیں تو رفیق بنانا جائز ہے اور انھیں خواہی نخواہی اسلام پر جبر نہ کریں گے، وہ مشرکین ہیں، اور بعض ایسے جن کے ساتھ یہ سب باتیں ناجائز، وُہ مرتدین ہیں آیا ان ہمیشہ کے بدعتی کفار مدعیانِ اسلام پر کس قسم کے حکم جاری ہوں، مطالعہ کُتبِ فقہ سے اس بارہ میں چار قول مستفاد ہوتے ہیں جن کی تفصیل فقیر نے رسالہ المقالۃ المفسرۃ عن احکام البدعۃ المکفرۃ میں بما لامزید علیہ کی اُن میں مذہب صحیح ومعتمد علیہ یہی ہے کہ یہ مبتدعین بحکم شرع مطلقاً مرتدین ہیں خواہ یہ بدعت ان کے باپ دادا سے چلی آتی ہو یا خود انھوں نے ابتدائے اختیار کی ہو خواہ بعد ایک زمانہ کے کی ہو کسی طرح فرق نہیں، بس اتنا چاہئے کہ باوجود دعوی اسلام و اقرار شہادتین بعض ضروریات دین سے انکار رکھتا ہو اُس پر احکام مرتدین جاری کئے جائیں گے۔ عالمگیریہ میں ہے:

یجب اکفار الروافض فی قولھم برجعۃ الاموات الی الدنیا وبتناسخ الارواح وبانتقال روح الالٰہ الی الائمۃ وبقولھم فی خروج امام باطن وبتعطیلھم الامر والنھی الی ان یخرج الامام الباطن وبقولھم ان جبریل علیہ الصلٰوۃ والسلام غلط فی الوحی الی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دون علی بن ابی طالب

رافضیوں کی ان باتوں پر کہ "مُردے دوبارہ دنیا میں آئیں گے، رُوح دوسرے جسموں میں آئیں گے، اللہ تعالٰی کی رُوح ائمہ اہلبیت میں منتقل ہوتی ہے، امام باطن خروج کریں گے، امام باطن کے خروج تک امر ونہی احکام معطل رہیں گے، جبریل علیہ الصلٰوۃ والسلام سے حضرت علی کے مقابلہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی لانے میں غلطی ہوئی ہے" ان کی تکفیر ضروری ہے، یہ لوگ ملت اسلامیہ سے خارج

www.alahazratnetwork.org

رضی اللہ تعالٰی عنہ وھٰؤلاء القوم خارجون عن ملۃ الاسلام واحکامھم احکام المرتدین کذا فی الظھیریۃ[1]۔ 9

ہیں، اور ان کے احکام مرتدین جیسے ہوں گے، ظہیریہ میں ایسے ہی ہے۔ (ت)

خود علامہ شامی علیہ الرحمۃ تنقیح الفتاوی الحامدیہ میں مؤلف فتاوٰی علامہ حامد آفندی عمادی سے نقل کرتے ہیں انھوں نے شیخ الاسلام عبداللہ آفندی کے مجموعہ میں علامۃ الورٰی نوح آفندی حنفی علیہ الرحمۃ کا فتوٰی دیکھا جس میں اُن سے تکفیر روافض کے بارے میں سوال ہُوا تھا علامہ ان کے کلماتِ کفریہ لکھ کر فرماتے ہیں:

ثبت بالتواتر قطعاً عند الخواص والعوام المسلمین ان ھذہ القبائح مجتمعۃ فی ھٰؤلاء الضالین المضلین فمن اتصف بواحد من ھذہ الامور فھو کافر (الی ان قال) ولا یجوز ترکھم علیہ باعطاء الجزیۃ ولا بامان مؤبد نص علیہ قاضی خاں فی فتاواہ ویجوز استرقاق نساءھم لان استرقاق المرتدۃ بعد مالحقت بدار الحرب جائز الخ[2] اھ ملتقطا۔

خواص وعوام مسلمانوں میں یہ بات تواتر سے چلی آرہی ہے کہ مذکور قباحتیں ان گمراہ لوگوں میں جمع ہیں جبکہ ان قباحتوں میں سے کسی ایک سے متصف ہونے والا کافر ہے، (آگے یہاں تک فرمایا) کہ جزیہ کے بدلے یا امان دے کر ان لوگوں کو یہ اجازت نہیں دی جاسکتی، اس پر قاضیخاں نے اپنے فتاوٰی میں تصریح کی ہے اور ان کی عورتوں کو لونڈیاں بنانا جائز ہوگا کیونکہ مرتدہ عورت جب دارالحرب چلی جائے تو اس کے بعد اس کو لونڈی بنانا جائز ہے الخ اھ ملتقطا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

فتاوٰی علامہ قاضی خاں میں شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل علیہ الرحمۃ سے دربارۂ جبیض وجبیضہ کے اول زن وشوہر تھے پھر دونوں مسلمان ہُوئے عورت نے اور مسلمان سے نکاح کرلیا منقول:

ان کانا یظھران الکفر او احدھما کانا بمنزلۃ المرتدین لم یصح نکاحھما ویصح نکاح المرأۃ مع الثانی[3] انتھی باختصار۔

مرد وعورت دونوں یا ان میں سے ایک جب کفر کا اظہار کرے تو ان کا حکم مرتدوں والا ہوگا، ان کا نکاح ختم ہوجائیگا اور وہ عورت دوسرے کے لئے حلال ہوگی، اھ مختصرا۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۶۴

[2] العقود الدریۃ تنقیح الفتاوی الحامدیۃ باب الردۃ والتعزیر قندھار افغانستان ۱/ ۱۰۵-۱۰۴

[3] فتاوٰی قاضی خاں کتاب النکاح باب فی المحرمات نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۶۷

امام علامہ قاضی عیاض شفا شریف میں امام اہلسنت قاضی ابوبکر باقلانی سے نقل فرماتے ہیں،

انھم علی رأی من کفرھم بالتاویل لا تحل مناکحتھم ولا اکل ذبائحھم ولا الصلوٰۃ علی میتھم و یختلف فی موارثتھم علی الخلاف فی میراث المرتد[1]۔

جن لوگوں نے ان کی تکفیر کی ہے ان کی رائے میں ان سے نکاح کرنا، ان کا ذبیحہ کھانا، ان کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے اور ان کی وراثت میں وہی اختلاف ہوگا جو مرتد کی وراثت میں ہے۔ (ت)

ان عبارات سے ظاہر ہولیا کہ ان مبتدعین منکرین ضروریات دین پر حکم مرتدین جاری ہونا ہی منقول و مقبول بلکہ مذاہب اربعہ کا مفتیٰ بہ ہے۔ بالجملہ ان اعداء اللہ پر حکم ارتداد ہی جاری کیا جائے گا، نہ اُن سے سلطنتِ اسلام میں معاہدۂ دائمی جائز نہ ہمیشہ کو امان دینا جائز، نہ جزیہ لینا جائز نہ کسی وقت کسی حالت میں اُن سے ربط رکھنا جائز، نہ پاس بیٹھنا جائز نہ بٹھانا جائز، نہ اُن کے کسی کام میں شریک ہونا جائز نہ اپنے کام میں شریک کرنا جائز، نہ مناکحت کرنا جائز نہ ذبیحہ کھانا جائز۔

قاتلھم اللہ انّیٰ یؤفکون قال اللہ تعالٰی و من یتولھم منکم فانہ منھم[2]۔

اللہ تعالٰی ان کو ہلاک کرے یہ کدھر جارہے ہیں، اللہ تعالٰی نے فرمایا جو تم میں سے ان سے دوستی رکھے گا وہ انھی میں سے ہے (ت)

www.alahazratnetwork.org

ھدٰنا اللہ تعالٰی الی الصراط المستقیم و دین ھذا النبی الکریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم و ثبتنا بالقول الثابت فی الدنیا والاٰخرۃ انہ ولی ذٰلک واھل التقوٰی واھل المغفرۃ لا الٰہ الا ھو سبحٰنہ وتعالٰی عما یشرکون ○ واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی ہمیں سیدھی راہ کی ہدایت کرے اور اس آخری نبی علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے دین پر چلائے، اور دُنیا و آخرت میں ایمان کامل پر ثابت قدم رکھے۔ اللہ تعالٰی اس کا مالک ہے اسے تقوٰی والو اور مغفرت والو! اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ پاک و بلند ہے کسی شریک سے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا
عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] الشفاء للقاضی عیاض فصل فی تحقیق القول فی کفار المتاولین شرکۃ صحافیۃ فی البلاد العثمانیہ ۲/ ۲۶۳
[2] القرآن الکریم ۵/ ۵۱

مسئلہ از بستی غفران باغ آہو دربھنگی آبجری

بخدمت حضرت مولانا صاحب   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

کیا فرماتے ہیں علمائے دین موجودہ اسلامی حالت کا خیال کرتے ہوئے اور عام علماء کی تقریر متعلق ہجرت کرنے نہ کرنے کے سنتے ہوئے طبیعت پر تذبذب پیدا ہو رہا ہے کہ مجھ کو کیا کرنا چاہیے ہجرت کروں یا نہیں؛ اس کے متعلق حضور کا ذاتی خیال کیا ہے؛

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ہجرت دو قسم ہے: عامہ وخاصہ۔ عامہ یہ کہ تمام اہلِ وطن ترکِ وطن کرکے چلے جائیں۔ اور خاصہ یہ کہ خاص اشخاص نکلیں ہجرت دار الحرب سے ہر مسلمان پر فرض ہے، جس کا بیان آیۂ کریمہ ان الذین توفٰھم الملٰئکۃ ظالمی انفسھم[1] الآیۃ (وہ لوگ جن کی جان فرشتے نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے الآیۃ۔ ت) میں ہے، اس سے صرف عورتیں اور بچے اور عاجز مرد جو نکل نہیں سکتے مستثنیٰ ہیں، جس کا ذکر اس کے متصل دوسری آیۂ کریمہ الا المستضعفین[2] الآیۃ میں ہے، باقی سب پر فرض ہے جو باوصف قدرت دار الحرب میں سکونت رکھے اور ہجرت نہ کرے مستحق عذاب ہے، رہا دار الاسلام اس سے ہجرتِ عامہ حرام ہے کہ اس میں مساجد کی ویرانی و بے حرمتی، قبور مسلمین کی بربادی، عورتوں بچوں اور ضعیفوں کی تباہی ہوگی اور ہجرت خاصہ میں تین صورتیں ہیں، اگر کوئی شخص کسی وجہ خاص سے کسی مقام خاص میں اپنے فرائض دینیہ بجا نہ لاسکے اور دوسری جگہ ممکن ہو تو اگر یہ خاص اسی مکان میں ہے اس پر فرض ہے کہ یہ مکان چھوڑ کر دوسرے مکان میں چلا جائے اور اگر اس محلہ میں معذور ہو تو دوسرے محلہ میں اٹھ جائے اور اس شہر میں مجبور ہو تو دوسرے شہر میں وعلٰی ہذا القیاس۔ کما بینہ فی مدارك التنزیل واستشھد بحدیث (جیسا کہ مدارک التنزیل میں اس کی تفصیل ہے اور اس پر حدیث مبارکہ سے استشہاد کیا ہے۔ ت) دوسرے وہ کہ یہاں اپنے فرائض مذہبی بجالانے سے عاجز نہیں اور اس کے ضعیف ماں باپ یا بیوی یا بچے جن کا نفقہ اس پر فرض ہے وہ نہ جاسکیں گے یا نہ جائیں گے اور اس کے چلے جانے سے بے وسیلہ رہ جائیں گے تو اس کو دار الاسلام سے ہجرت کرنا حرام ہے، حدیث میں ہے:

کفٰی بالمرء اثما ان یضیع من   کسی آدمی کے گنہگار ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ

---

[1] القرآن الکریم ۴/۹۷
[2] " " ۴/۹۸

اسے ضائع کردے جس کا نفقہ اس کے ذمے تھا، يقوت [1]

یا وُہ عالم جس سے بڑھ کر اس شہر میں عالم نہ ہو اسے بھی حرام ہے وقد نص فی البزازیۃ والدر المختار انہ لایجوز لہ السفر الطویل منھا فضلا عن المھاجرۃ [2] (بزازیہ اور درمختار میں تصریح ہے کہ ایسے آدمی کے لئے طویل سفر جائز نہیں چہ جائیکہ وہ وہاں سے ہجرت کرجائے۔ ت) تیسرے وہ کہ نہ فرائض سے عاجز ہے نہ اس کی یہاں حاجت، اسے اختیار ہے رہے یا چلا جائے جو اس کی مصلحت ہو، یہ تفصیل دارالاسلام میں ہے، کما حققناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ اس کی تحقیق ہم نے اپنے فتاوٰی میں کی ہے۔ ت) اب آپ اپنی حالت کا اندازہ کرسکتے ہیں کہ آپ کو ہجرت جائز یا واجب یا حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹: از بمبئی ۲ سنگل واس روڈ معرفت واز برادر مسئولہ نذیر احمد خجندی ۱۲ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) سلطنت اسلامیہ عثمانیہ تباہ برباد کی جارہی ہے، اس کے حصے بخرے کرلئے گئے، ایسی حالت میں ہم اہل سنت وجماعت کو اس سلطنتِ اسلامی سے ہمدردی اور اس کے دشمنوں سے نفرت کرنی چاہئے یا نہیں؟

(۲) اماکنِ مقدسہ بے حرمت کئے گئے، خصوصاً حرم شریف میں خون بہایا گیا، غلاف کعبۃ اللہ میں آگ لگی، ان بے حرمتی کرنے والوں اور ان افراد سے جو اس بے حرمتی کے باعث ہُوئے ہم کو نفرت اور عداوت رکھنی چاہئے یا نہیں؟

(۳) خصوصاً جس قوم نے سلطنت اسلامیہ کو برباد اور اماکن مقدسہ کو بے حُرمت کرنے کی کوشش کی ہو وُہ دشمنِ اسلام اور مخالف اللہ تعالٰی ورسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہی جائے گی یا نہیں اور بفحوائے آیہ کریمہ لاتجد قومًا یؤمنون باللّٰہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللّٰہ ورسولہ الخ [3] (تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی الخ۔ ت) ہم اہل سنت وجماعت کو ان دشمنان اسلام سے دوستانہ تعلقات ترک کرنے چاہئیں یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] سنن ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۳۸
مسند احمد بن حنبل دارالفکر بیروت ۲/۱۶۰، ۱۹۴، ۱۹۵
المعجم الکبیر حدیث ۱۳۴۱۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/۲۸۲

[2] درمختار کتاب الجہاد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۳۹

[3] القرآن الکریم ۵۸/۲۲

الجواب

ہر سلطنتِ اسلام نہ صرف سلطنت ہر جماعت اسلام نہ صرف جماعت ہر فردِ اسلام کی خیر خواہی مسلمان پر فرض ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدین النصح لکل مسلم[1]۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: دینِ اسلام ہر مسلمان کی خیر خواہی کا نام ہے۔ (ت)

مگر ہر تکلیف بقدرِ استطاعت اور ہر فرض بقدرِ قدرت ہے نامقدور بات پر مسلمان کو اُبھارنا جو نہ ہو سکے اور فرض نہ ہو اور اسے فرض ٹھہرانا شریعت پر افترا اور مسلمانوں کی بدخواہی ہے۔

قال اللہ تعالٰی لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا[2]، وقال تعالٰی فاتقوا اللہ ما استطعتم[3]۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو اللہ سے ڈرو جہاں تک ہو سکے۔ (ت)

پھر خیر خواہی اسلام حدودِ اسلام میں رہ کر ہے، مشرکین سے اتحاد و موالات اور ان کو راضی کرنے کو شعارِ اسلام کی بندش، مشرک لیڈر کو اپنے دین کا ہادی و رہبر بنانا، مشرک لکچرار کو مسلمانوں کا واعظ ٹھہرانا، اسے مسجد میں لے جا کر جماعت مسلمین سے اونچا کھڑا کر کے لکچر دلوانا، اپنے ماتھوں پر مشرکوں سے قشقے لگوانا، مشرکوں کے مجمع میں مشرک لیڈروں کی جے پکارنا، مشرک لیڈروں کی ٹکٹکی اپنے کندھوں پر اٹھا کر مرگھٹ میں لے جانا، مساجد کو مشرک کا ماتم گاہ ٹھہرانا، اس کے ماتم کے لئے مساجد میں سر برہنہ ہونا، اس کے لئے نماز و دعائے مغفرت کا اشتہار دینا، قرآن مجید اور رامائن کو ایک ڈولے میں رکھ کر دونوں کی پوجا کراتے ہوئے مندر میں لے جانا، مشرکوں نے قربانی گاؤ پر مسلمانوں کو بے دریغ ذبح کیا آگ سے پھونکا ان میں کے جو بعض گرفتار ہوئے اور ان پر ثبوت کامل پہنچ گیا، ان کے لئے رحم کی درخواست کرنا، ان کی رہائی کی ریزولیوشن پاس کرنا، صاف لکھ دینا کہ ہم نے قرآن و حدیث کی تمام عمر بت پرستی پر نثار کر دی، صاف لکھ دینا کہ آج اگر تم نے ہندو بھائیوں کو راضی کر لیا تو اپنے خدا کو راضی کر لیا، صاف لکھ دینا کہ ہماری جماعت ایک ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہے جو کفر و اسلام کا امتیاز اٹھا دے گا، صاف لکھ دینا کہ ہم ایسا مذہب بنانا چاہتے ہیں جو سنگم و پریاگ (بتوں کی پرستشگاہوں) کو مقدس مقام ٹھہرائے گا۔ یہ امور خیر خواہی اسلام نہیں کند چھری سے اسلام کو ذبح کرنا ہے، یہ سب افعال و اقوال ضلال بعید و کفر شدید ہیں اور ان کے فاعل و قائل اعدائے دین حمید و

---

[1] صحیح البخاری باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الدین والنصیحۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۶

[3] " " ۶۴/ ۱۶

دشمنانِ ربِ مجید ہیں،

اتخذوا دینھم لھوا ولعبا[۱]، بدلوا نعمت اللّٰہ کفرا[۲]، وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[۳]

جنھوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنالیا، اللہ کی نعمت ناشکری سے بدل دی۔ اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ (ت)

نفرت دینیہ مکروہ تنزیہی و اساءت مکروہ تحریمی و حرام صغیرہ و کبیرہ و مراتب بدعت وضلال و انواع کفر و ارتداد سب سے حسبِ مرتبہ ہے جس کے درجات مستحب سے فرض اعظم بلکہ ضروریاتِ دین تک ہوں گے لیکن جو اخبث مراتب سے نفرت نہ کرے ادون سے ادعائے نفرت میں جھوٹا ہے، مکروہ تنزیہی سے اساءت بُری ہے، اساءت سے مکروہِ تحریمی بدتر ہے، اس سے کبائر اپنے اپنے مرتبہ پر بدتر ہیں اور ان سب سے بدعت وضلال بدتر ہیں اور ان کے بھی مدارج مختلف ہیں اور ان سب سے کفر بدتر ہے اور اس میں بھی مراتب ہیں کفر اصلی سے ارتداد بدتر اور اس میں بھی ترتیب ہے، کفر اصلی کی ایک سخت قسم نصرانیت ہے اور اس سے بدتر مجوسیت، اس سے بدتر بُت پرستی، اس سے بدتر وہابیت، ان سب سے بدتر اور خبیث تر دیوبندیت، افعال کیسے ہی شنیع ہوں کسی کفر کی شناعت کو نہیں پہنچ سکتے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بدتر از بدتر سے بدتر، کافروں بُت پرستوں سے اتحاد و وداد منایا جاتا ہے، کیسا وداد، یہاں کا اتحاد، بلکہ غلامی و انقیاد، اور ان سے بھی بدتر کفار وہابیہ کو اپنی مجلسوں کی صدائیں دی جاتی ہیں اور ان تمام بدتر از بدتر سے بدتر دیوبندیت کے سر مشیخیت ہند کی پگڑی باندھنے کی فکر کی جاتی ہے، جب مشرکین و مرتدین سے یہ کچھ اتحاد ہے تو کسی فعل و معصیت سے نفرت کا ادعا محض سفید جھوٹ ہے اگر تمھاری نفرت اللہ کے لئے ہوتی تو افعال سے ایک درجہ ہی بُت پرستوں سے لاکھ درجہ ہوتی اگر بُت پرستوں سے لاکھ درجہ ہوتی دیوبندیوں سے کرور درجہ ہوتی تو نفرت کے دعوے محض مکر و فریب ہیں،

یخدعون اللّٰہ والذین اٰمنوا وما یخدعون الا انفسھم وما یشعرون[۴]

فریب دیا چاہتے ہیں اللہ اور ایمان والوں کو اور حقیقت میں فریب نہیں دیتے مگر اپنی جانوں کو اور انھیں شعور نہیں۔ (ت)

---

[۱] القرآن الکریم ۷/۵۱

[۲] " " ۱۴/۲۸

[۳] " " ۲۶/۲۲۷

[۴] " " ۲/۹

آیۂ کریمہ :

لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ[1]۔

تم نہ پاؤ گے اُن لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں اُن سے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی۔ (ت)

کی تلاوت اس جدید پارٹی کے لئے رب تالٍ القراٰن والقراٰن یلعنہ[2] (بہت سے قرآن پڑھنے والوں پر قرآن لعنت کرتا ہے۔ ت) کی پوری مصداق ہے کیا بُت پرست و وہابیہ و دیوبندیہ من حاد اللہ ورسولہ میں داخل نہیں، ضرور ہیں، کیا یہ پارٹی اُن سے وداد و اتحاد کرکے یوادون من حاد اللہ ورسولہ میں داخل نہ ہوگئے ضرور ہوئے، اور یہی آیۂ کریمہ فرما رہی ہے کہ جو یوادون من حاد اللہ ورسولہ ہیں وہ یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر نہیں، لاجرم،

شھدوا علٰی انفسھم انھم کانوا کافرین[3]، یخربون بیوتھم بایدیھم وایدی المؤمنین فاعتبروا یا اولی الابصار[4]۔

خود اپنی جانوں پر گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے، اپنے گھر ویران کرتے ہیں اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں، تو عبرت لو اے نگاہ والو۔ (ت)

نسأل اللہ العافیۃ ونعوذ باللہ من حال اھل النار ولاحول ولاقوۃ الا باللہ الواحد القھار وصلی اللہ وسلم وبارک علی السید الکریم المختار واٰلہ الاطھار وصحبہ الاخیار وامتہ الٰی یوم القرار، واللہ تعالٰی اعلم۔

ہم اللہ تعالٰی سے عافیت کی دُعا کرتے ہیں اور اہل نار کے اس حال سے اللہ تعالٰی کے دامن سے وابستہ ہوتے ہیں، اللہ واحد قہار کی قدرت کے بغیر نیکی کی طاقت اور برائی سے باز آنے کی قدرت نہیں ہوسکتی۔ اللہ تعالٰی کی رحمتیں، برکات ہمارے کریم آقا پر ہوں اور آپ کی آل اطہار، صحابہ اخیار اور امتِ نبی پر قیامت تک ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰ تا ۱۲: از کانپور فیل خانہ کہنہ مسئولہ مولوی سید محمد آصف صاحب ۵ شعبان ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم۔

یا حبیب محبوب اللہ روحی فداک، قبلۂ کونین وکعبۂ دارین محی الملۃ والدین دامت فیوضھم۔ بعد تسلیمات

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/۲۲

[2] المدخل لابن الحاج الجزء الاول ص ۵۰ الجزء الثانی ص ۳۰۳ دار الکتاب العربی بیروت

[3] القرآن الکریم ۶/۱۳۰ و ۷/۳۷ [4] القرآن الکریم ۵۹/۲

فدویانہ وتمنائے حصولِ سعادت آستاں بوسی التماس این کہ بفضلہٖ تعالیٰ فدوی بخیریت ہے۔ حضوری مزاج اقدس مدام بدعائے سحری مطلوب۔

(۱) ذمی کفار کو ان کے مندر و عبادت گاہ میں عبادت کرنے و نیز مراسم کفر کے کرنے کی سلطانِ اسلام اجازت دیتا ہے یا نہیں؟ درصورت اجازت دینے کے شبہہ ہوتا ہے کہ احکامِ کفر پر رضا کفر ہے جیسا کہ اتمامِ حجتِ تامہ میں ۳۴ سوال کے آخر میں ہے (تقسیم ملک کہ اتنا آپ کا اتنا ہندوؤں کا، ان دونوں صورتوں میں احکامِ کفر تمام یا بڑے حصہ میں آپ کی رضا سے جاری ہوں گے کہ آپ ہی اس اشتراک یا تقسیم پر راضی ہوئے، احکامِ کفر پر رضا کفر یا کم از کم بددینی ہے یا نہیں)

(۲) کیا یہ حدیث صحیح ہے:

اخرجوا الیھود والنصارٰی من جزیرۃ العرب۔ یہود و نصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکال دو۔ (ت)

اور کس زمانہ تک اس حدیث شریف پر عمل ہوتا رہا، اور کس بادشاہ کے وقت سے عدن وغیرہ میں نصاریٰ کا قیام ہوا، حدیث شریف سے کیا مقصود ہے؟

(۳) کیا وہابیہ دیوبندیہ خذلھم اللہ تعالٰی (اللہ تعالیٰ انہیں رسوا فرمائے۔ ت) بیت المقدس و مساجد کو مقاماتِ مقدسہ نہیں سمجھتے اگرچہ ترکوں کو مسلمان و نیز اماکن مقدسہ کو مقاماتِ مقدسہ نہ کہیں لیکن شاید مساجد کی وجہ سے و نیز اس حدیث شریف کی وجہ سے چاہتے ہوں کہ عراق عرب غیر مسلم کی ہستیوں سے پاک ہو جائے اور نصاریٰ پریشان ہو کر اسے چھوڑ دیں۔

(۴) کیا ابن عبدالوہاب نجدی نے سنگِ اسود کو بھی کچھ نقصان پہنچایا تھا اور جگہ سے ہٹا دیا تھا؟ والسلام مع التکریم۔

الجواب

حبیبی ومحبی ومجبی اجبکم اللہ تعالٰی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

(۱) سلطانِ اسلام ہرگز کفار کو مراسم کفر کی اجازت نہیں دے سکتا، کیا اجازتِ کفر دے کر خود کافر ہوگا بلکہ نترکھم وما یدینون (انہیں ہم ان کے دین پر چھوڑ دیں گے۔ ت) یعنی جہاں جس بات کے ازالہ کا حکم نہیں وہاں تعرض نہ کرے گا نہ یہ کہ ان سے کہے گا کہ ہاں ایسا کرو۔ رسالہ علامہ شرنبلالی پھر ردالمحتار میں ہے:

لیس المراد انہ جائز نامرھم بہ — جائز سے یہ مراد نہیں کہ ہم اس کا امر

بل بمعنی نترکھم وما یدینون فھو من جملۃ المعاصی التی یقرون علیھا کشرب الخمر ونحوہ ولا نقول ان ذٰلك جائز لھم فلا یحل للسلطان ولا للقاضی ان یقول لھم افعلوا ذٰلك ولا ان یعینھم علیہ[1]۔

کرتے ہیں بلکہ معنٰی یہ ہے کہ ہم انھیں ان کے دین پر چھوڑتے ہیں پس یہ ان کے ان معاصی میں سے ہے جن پر وہ قائم رہتے ہیں مثلاً شراب پینا وغیرہ، اور یہ نہیں کہتے کہ انکو جائز ہیں تو بادشاہ اور قاضی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ انھیں کہے تم یہ کام کرو اور نہ یہ کہ وہ ان کی مدد کریں۔ (ت)

بخلاف یہاں کے کہ ضرور جو کچھ ہوگا فریقین کی تراضی وقرارداد سے ہوگا۔

(۲) یہ حدیث ان لفظوں سے صحیح نہیں مگر اس مضمون میں کہ جزیرۂ عرب میں کوئی نامسلم نہ رہے، متعدد صحیح حدیثیں وارد ہیں، مقصود حدیث وحکم شرعی یہ ہے کہ جزیرۂ عرب میں کسی غیر مسلم کا توطن وطول اقامت جائز نہیں، تجارت وغیرہ امور مرخصہ کے لئے آئیں اور چلے جائیں، ظاہراً سال بھر تک قیام کی اجازت کسی کو نہ دی جائیگی۔ تیسیر المقاصد علامہ شرنبلالی پھر درمختار میں ہے:

یمنعون من استیطان مکۃ والمدینۃ لانھما من ارض العرب قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا یجتمع فی ارض العرب دینان ولو دخل لتجارۃ جاز ولا یطیل[2]۔

مکۃ المکرمہ اور مدینہ طیبہ کو انھیں وطن بنانے کی اجازت نہیں دی جائے گی کیونکہ یہ دونوں شہر ارضِ عرب ہیں؛ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: زمینِ عرب میں دو دین جمع نہیں ہوسکتے۔ اگر تجارت کے لئے داخل ہو تو جائز ہے لیکن طویل مدت نہ رہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ لانھما من ارض العرب افاد ان الحکم غیر مقصور علی مکۃ والمدینۃ بل جزیرۃ العرب کلھا کذٰلك کما عبر بہ فی الفتح وغیرہ، فیمنع من ان یطیل فیھا المکث حتی یتخذ فیھا مسکنا لان حالھم فی المقام فی ارض العرب مع التزام

قولہ "کیونکہ وہ ارض عرب میں سے ہیں" بتارہا ہے کہ یہ حکم محض مکہ اور مدینہ تک ہی محدود نہیں بلکہ تمام جزیرۂ عرب کا یہی حکم ہے جیسا کہ فتح وغیرہ میں بیان ہوا ہے لہذا ایسی طویل مدت تک وہاں ٹھہرنے سے منع کیا جائے گا کہ وہاں وہ رہائش وغیرہ بنالے کیونکہ زمینِ عرب میں ان کا التزام جزیہ کے ساتھ

---

[1] ردالمحتار كتاب الجهاد فصل فی الجزیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ٣/٢٧٢

[2] درمختار " " مطبع مجتبائی دہلی ١/٣٥٢

الجزیۃ کحالہم فی غیرھا بلا جزیۃ، وھنالک لایمنعون من التجارۃ بل من اطالۃ المقام فکذلک فی ارض العرب، شرح السیر وظاھرہ ان حد الطول سنۃ تأمل[1]۔

ٹھہرنا ایسا ہی ہے جیسے وُہ دیگر مقام پر بلا جزیہ ٹھہریں تو وہاں انھیں تجارت سے منع نہیں کیا جائے گا، ہاں طویل قیام سے روکا جائے گا، اسی طرح زمین عرب کا معاملہ ہے، شرح السیر۔ ظاہر یہی ہے کہ طوالت مدّت کی حد ایک سال تک ہے، تأمل۔ (ت)

اس حکم احکم کی تکمیل خلافت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہُوئی اور بعد کے خلفا میں مستمر رہی قرامطہ طاغیہ پھر عبیدی خبثا پھر وہابیہ نجدیہ، ان کفار کا چندروزہ جبری تسلّط نہ کسی خلیفہ یا سلطان کی اجازت سے تھا نہ کسی بین الاقوامی قانون مخترع کی قرار داد سے عدن میں نصارٰی کا قیام اور جدہ میں ان کی سفارت کا مسکن سلطنت ترک کے اواخر سے ہے۔

(۳) وہابیہ مساجد کو مقدس سمجھا کریں مگر ساتھ ہی ترکوں کو بھی غیر مسلم ہستی مانتے ہیں جس طرح تمام اہلسنت کو جانتے ہیں تو ان کے جیسے نصارٰی ویسے ہی تُرک، بلکہ دل میں ترکوں کو بدتر سمجھتے ہیں کہ مشرک و مرتد جانتے ہیں۔

(۴) قرامطہ خبثا سنگِ اسود کو لے گئے تھے، بیس برس کے بعد ان کے یہاں سے ملا، نجدیہ کا اسے جگہ سے ہٹانا منقول نہیں، ہاں سیف الجبار میں ان کے ذو ضربہ سے اس میں شق آجانا لکھا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۲ ازچکل ضلع بلڈانہ برار مسئولہ محمد شیر نوار خاں صاحب ۲۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وہادیان مبین ومفتیان شرع متین اس باب میں کہ ان دنوں جب کہ دول یورپ نصارٰی نے سلطنت حضرت سلطان روم خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کے بیشتر حصہ مملکت و دار الخلافہ پر تسلط اور جزیرۃ العرب و اماکن مقدسہ پر بھی براہ راست و بالواسطہ تسلط و اقتدار جمالیا ہے کیا ان حالات میں مسلمانان ہند کے لئے ضروری ہے یا نہیں کہ ایسا کوئی طرز عمل متفق طور پر اختیار کریں جو غاصبان سلطنتِ اسلام و اماکن مقدسہ کو عاجز کرنے والا اور نقصان پہنچانے والا اور جس کا اثر سلطنتِ اسلام و اماکنِ مقدسہ کی حفاظت کے لئے مدافعانہ پہلو لئے ہُوئے ہو، بیّنوا توجروا۔

الجواب

اس سوال کا جواب بھی بارہا چھپ چکا، بلاشبہہ سلطنتِ اسلام کی حمایت اور اماکن مقدسہ کا تحفظ مسلمانوں پر فرض ہے مگر ہر فرض بقدر قدرت ہے اور ہر حکم حسب استطاعت، ہندوؤں کی غلامی حرام ہے

---

[1] ردالمحتار کتاب الجہاد فصل فی الجزیۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۷۵

اور ان سے اتحاد و وداد مخالفتِ قرآن ہے۔ جو شخص جو طریقہ برتنا چاہے اسے تین باتیں سوچ لینا ضرور ہے:

اول وہ طریقہ شرعاً جائز ہو، نہ محرمات و کفریات جیسے آجکل لوگوں نے اختیار کئے ہیں۔

دوم وہ طریقہ ممکن بھی ہو، اپنے آپ کو اس کے کرنے پر قدرت ہو کہ غیر مقدوریات کا اٹھانا شرعاً بھی ممانعت ہے عقلاً بھی حماقت۔

سوم وہ طریقہ مفید بھی ہو، دقت اٹھائے پریشانی اٹھائے بلا کے لئے سینہ سپر ہو، اور کرے وہ بات جو محض غیر مفید و بے اثر ہو، یہ بھی شرعاً عقلاً کسی طرح مقبول نہیں، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵: از بنارس محلہ ابنیا کی منڈی مسئولہ محمد عمر صاحب رضوی ۲۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے دین حنفی اس مسئلہ میں کہ ہندوستان کے کافر ذمی ہیں یا حربی، کافر ذمی اور حربی کی صحیح تعریف کیا ہے، ہندوستان کے کفار سے لین دین بیع و شرا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ہندوستان کے کافر ذمی نہیں، ذمی وہ کافر ہے کہ سلطنتِ اسلام میں مطیع الاسلام ہو کر رہے اور جزیہ دینا قبول کرے، بیع و شرا لین دین کہ جائز ہو ہر کافر اصلی سے جائز ہے اگرچہ ذمی نہ ہو۔ ہندیہ میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

اذا اراد المسلم ان یدخل دار الحرب بامان للتجارۃ لم یمنع ذٰلک منہ وکذٰلک اذا اراد حمل الامتعۃ الیھم فی البحر فی السفینۃ[1] ملخصًا۔

جب کوئی مسلمان تجارت کے لئے امان کے ذریعے دارالحرب میں داخل ہونا چاہے تو اسے روکا نہیں جائیگا اسی طرح اس صورت میں حکم ہے جب وہ سمندر میں کشتی کے ذریعے ان کی طرف سامان لے جانے کا ارادہ رکھتا ہو۔ ملخصاً۔ (ت)

بلکہ کافر اصلی غیر ذمی و غیر مستامن سے اپنے نفع کے وہ عقود بھی جائز ہیں جو مسلم و ذمی و مستامن سے ناجائز ہیں، جن میں غدر نہ ہو کہ غدر و بدعہدی مطلقاً سب سے حرام ہے، مسلم ہو یا کافر ذمی ہو یا حربی مستامن ہو یا غیر مستامن اصلی ہو یا مرتد۔ ہدایہ و فتح القدیر وغیرہما میں ہے:

لان مالھم غیر معصوم فبای طریق اخذہ المسلم اخذ مالا مباحا مالم یکن غدرًا[2]۔

کیونکہ ان کا مال معصوم نہیں، اسے مسلمان جس طریق سے بھی حاصل کرلے وہ مال مباح ہوگا مگر شرط یہ ہے کہ دھوکا نہ ہو۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب السیر الباب السادس فی المستامن نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۳۳

[2] فتح القدیر باب استیلاء الکفار مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۲۵۴

درمختار کتاب الجہاد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۴۱

کفارِ ہند کے ذمی ومستامن نہ ہونے کے سبب ان سے بیع وشرا ناجائز سمجھنا سخت جہالت ہے ، یہ سبب تو اور موجبِ وسعت ہے نہ کہ وجہِ ممانعت ۔ واللہ تعالٰی اعلم

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

نابغ النور علی سوالات جبلفور ۱۳۳۹ھ

(جبلپور کے سوالات پر ظاہر ہونے والا نور)

www.alahazratnetwork.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم۔

مسئلہ ۱۶ تا ۲۲: از جبل پور کمانیہ بازار دکان سیٹھ عبدالغفور صاحب آئل مرچنٹ مرسلہ عبدالجبار صاحب ناظم جماعت خدام اہل سنت ۲۰ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل مندرجہ ذیل میں:

(۱) ایک سچا پکا سنی پابند مذہب وملت تارک دنیا دینی عالم باعمل جو حکومتِ ترکی کو ایک عظیم الشان سلطنت اسلامیہ سمجھے اور اپنی متعدد تقریروں میں اس عظیم سلطنتِ اسلامیہ بلکہ ہر مصیبت زدہ مسلمان کی مدد واعانت و حمایت اور اماکنِ مقدسہ کی صیانت وحفاظت ہر مسلمان پر بقدر وسعت واستطاعت ہر جائز وممکن ومفید طریقہ کے ساتھ ضروری ولازم وفرض فرمائے اور لوگوں کے بار بار نہایت اصرار کے ساتھ اس امر کے استفسار پر کہ "آپ ترکوں کی خلافت کو خلافتِ راشدہ کاملہ اور سلطان ترکی کو خلیفۃ المسلمین سمجھتے ہیں کہ نہیں" اس کے جواب میں فرمائے "سلطنت ترکی خلدھا اللہ تعالٰی وایدھا وحرسھا واخذل اعدائھا" (اللہ تعالٰی اس سلطنت کو ہمیشگی بخشے، اس کی مدد فرمائے، اس کی حفاظت فرمائے اور اس کے دشمنوں کو ذلیل فرمائے۔ ت) کے متعلق

صرف اتنا عرض کر سکتا ہوں کہ میں بحمدہ تعالیٰ سُنّی ہوں اور ہمیشہ ہر حال میں تحقیقاتِ سلف اور مسلّماتِ اہلسنّت و تصریحاتِ محققین کا متبع اور اُمتِ مرحومہ کے اجماع و اطباقِ متوارث کا پابند رہا ہوں اور یہی میرا مذہب و عروۃ وثقیٰ ہے، مسئلہ خلافتِ عظمیٰ کے متعلق جو ایک ثابت و محقق و قطعی طے شدہ مذہبی قدیم مسئلہ ہے، میں احتیاط کے خلاف اتباعِ سلف پر ایک جدید اختراع خلف کو ترجیح دینے سے قاصر ہوں، اور آج کل کے بے جا اور ناجائز و مزاحم دین و ملت و مخالف کتاب و سنّت شورشوں اور ایسی شورشی خلافت کمیٹیوں سے علیحدہ رہے، جن خلافت کمیٹیوں کا مقصد خاص ہندو مسلم اتحاد ہے اور کفار و مشرکین کے ساتھ دلی محبت اور موالات قائم کرنا اور مسلمانوں کو ہندوؤں کا مطیع منقاد و غلام بنانا، محرماتِ شرعیہ کو حلال اور حلال چیزوں کو حرام ٹھہرانا، خلافت کا نام کرکے کام تمام منافی مقاصد خلافت و خلافِ اسلام و موجب بربادی اسلام و تباہی اہلِ اسلام کرنا نہایت مبالغہ کے ساتھ قولاً و فعلاً و تحریراً کفار و مشرکین کی تعظیم و توقیر خود کرنا اور مسلمانوں سے کرانا بجائے دعائے نصرتِ اسلام و مسلمین مشرکوں کی طرح کافر و مشرک کی جے پکارنا کسی کافر و مرتد وہابی کے مرنے یا جیل جانے پر اظہارِ غم اور ماتم کے لئے بازار بند کرانا ہڑتالیں کرنا مسلمانوں کو دکانیں بند کرنے پر مجبور کرنا، جو ان کا کہنا نہ مانے اسے تکلیف دینے اور اس کی عزت و ناموس کو نقصان پہنچانے کی دھمکی دینا اور بائیکاٹ کر دینا ترکی ٹوپیاں سروں سے اُتار کر جلا دینا، شعارِ مشرک گاندھی ٹوپی پہننے پر زور دینا وغیرہا من الشنائع، ایسی خلافت بلکہ ضلالت و ہلاکت کمیٹیوں کے ان کے کفروں اور ضلالتوں کو اہلِ اسلام پر اپنے بیانات میں ظاہر کرے اور لوگوں کو راہِ راست کی طرف بلائے ایسے عالمِ دین پر نفسِ خلافت کے انکار کا بہتان و افترا باندھ کر اسے دائرۂ اہلِ سنّت سے خارج کرنا اور قطعاً قرآن کا منکر ٹھہرا کر اس کے کفر و ارتداد پر فتویٰ شائع کرنا کیسا ہے اور اس کے مستفتی و مفتی و مصدقین اور اس فتویٰ کے ماننے والوں اور اس پر عمل کرکے ایسے عالم باعمل کی شان میں ناشائستہ کلمات استعمال کرنے والوں کی نسبت شریعتِ مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

(۲) کیا صرف موالات من الیہود والنصاریٰ حرام ہے یا ہر کافر و مشرک و مبتدع و وہابی و بے دین سے۔

(۳) کیا صرف ترک موالات من الیہود والنصاریٰ کو فرض بتانے والے اور دوسرے کفار و مشرکین و مرتدین ہنود و وہابیہ سے موالات کرنے والے اسے فرض جاننے والے کیا محرف و مکذب قرآن عظیم نہیں، اگر ہیں تو ان کی نسبت شریعتِ مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

(۴) جو عالم باعمل ہر کافر و مشرک نصاریٰ یہودی، ہندو مجوسی بلکہ ہر گمراہ بے دین و بدمذہب مرتد، وہابی اور ہر دشمنِ دین اور ہر مخالفِ اسلام سے ترکِ موالات فرض اور اس کے ساتھ موالات حرام بتائے اور آج کل کے شورش پسندوں کا من گھڑت ترک موالات جو صرف نصاریٰ سے کیا جا رہا ہے وہ بھی ادھورا، اور کافروں، مشرکوں، مرتدوں، ہندوؤں، وہابیوں سے موالات فرض بتایا جاتا ہے، ایسے انوکھے اندھے ایجادِ مشرک ترک موالات کو

منافیِ اسلام ومخالف کتاب وسنّت فرمائے، ایسے عالم باعمل کو گورنمنٹ کا تنخواہ یافتہ کہنا، اور ترک موالات من الیہود والنصارٰی یا مطلقاً ترک موالات کے انکار کا بہتان وافترا گھڑ کر اس کے کفر وارتداد پر استفسار کرنا، فتوٰی دینا، اس فتوٰی کی تصدیق کرنا، اور ایسے مستفتی ومفتی ومصدقین اور اسے مان کر ایک عالم کی شان میں توہین آمیز الفاظ استعمال کرنے والے سب کے لئے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

(۵) جماعت اہلسنت میں تفرقہ ڈالنا، کافروں، مشرکوں کے اغوا سے مسلمانوں میں پھوٹ پیدا کرنا، مسجد الٰہی عیدگاہ سے مسلمانوں کو علیحدہ کرکے کافروں کی مدد سے خیمے قائم کرکے نمازِ عید ادا کرنا، مسلمانوں کو دھوکا دینے اور شیطانی چال اور مکر وفریب سے عیدگاہ اہلسنت سے پھیر کر کافروں کی زمین گول بازار میں بھیجنے کے لئے کافروں کو راستوں پر مقرر کرنا اور مشرکوں کے کہنے سے عیدگاہ چھوڑ کر جماعت اہل سنت سے منہ موڑ کر مسجد الٰہی کو ویران کرنے کے لئے کافروں کے زیرِ سایہ حفاظت وحمایت نماز ادا کرنا کیسا ہے اور ایسا کرنے والوں پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

(۶) مشرکوں بت پرستوں کو خوش اور راضی کرنے کے لئے گائے کی قربانی چھڑانے کی کوشش کرنا اور مسلمانوں کو گائے کی قربانی چھوڑنے پر زور دینا، انھیں مجبور کرنا کیسا ہے اور ایسا کرنے والوں کا کیا حکم ہے؟

(۷) جو گائے کی قربانی کرنا چاہتا ہے اس کا ان مشرک پرستوں کے بہکانے سے ان کے دامِ شیطنت میں پھنس کر گائے کی قربانی چھوڑنا کیسا ہے اور چھوڑنے والے کا کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا، بہت ہی کرم ہوگا، ہر سوال کے جواب کے ساتھ دلیل ہو اگرچہ مختصر۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمد للہ وحدہ والصلٰوۃ والسلام علٰی من لا نبی بعدہ وآلہ وصحبہ المکرمین عندہ۔

(۱) صورت مستفسرہ میں عالم موصوف سراسر حق پر ہے اور اس کے مخالفین گمراہ وضال،

قال اللہ تعالٰی فماذا بعد الحق الا الضلال[1] اللہ تعالٰی نے فرمایا: پھر حق کے بعد کیا ہے مگر گمراہی۔ (ت)

بلاشبہہ حمایت سلطنت اسلامیہ وحفاظت اماکن مقدسہ میں وسعت واستطاعت کی شرط قرآن عظیم سے ہے، اور اس کے طرق میں جائز وممکن ومفید کی تحدید شرع قویم وعقل سلیم سے۔ قال اللہ تعالٰی،

لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا۔[2] اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۳۲

[2] " " ۲/ ۲۸۶

وقال اللہ تعالٰی فاتقوا اللہ ما استطعتم[1] اور اللہ تعالٰی نے فرمایا، تو اللہ تعالٰی سے ڈرو جہاں تک ہوسکے۔ (ت)

شرع الٰہی عزوجل منزہ ہے اس سے کہ ناجائز و حرام یا ناممکن و غیر مقدور یا نامفید و عبث کا حکم دے۔

قال اللہ تعالٰی ان اللہ لایأمر بالفحشاء[2]۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا، بیشک اللہ تعالٰی بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔ (ت)

وقال تعالٰی وینھٰی عن الفحشاء والمنکر[3]۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا، اور وہ منع فرماتا ہے بے حیائی اور بُری بات سے۔ (ت)

وقال تعالٰی لانکلف نفسا الا وسعھا[4]۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا، اور ہم کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتے مگر اس کی طاقت بھر۔ (ت)

وقال تعالٰی وما خلقنا السماء والارض وما بینھما لٰعبین[5]۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا، اور ہم نے نہ بنائے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیل کے طور پر۔ (ت)

دربارۂ خلافت جس عقیدۂ اہلسنّت کا عالم نے اشعار کیا خود خلافت کمیٹی کے مفتی اعظم مولوی ریاست علی خاں صاحب شاہجہانپوری اور اس کے لیڈر معظم و ناظم انجمن علماء صدر شعبہ تبلیغ عبدالماجد بدایونی نے ایک مطبوعہ فتوٰی میں (کہ مخصین مذکورین جس کے مفتی و مستفتی ہیں) اس کا صاف اقرار و اظہار کیا جو عبارات ائمہ و علماء اس فتوٰی نے سنداً پیش کیں، وضوحِ حق کو ان میں سے یہ دو ہی بہت ہیں مقاصد و شرح مقاصد سے (کہ عقائدِ اہلسنت کی معتمد کتابیں ہیں) سند دکھائی کہ لنا قولہ علیہ السلام الائمۃ من قریش[6]، واجمعوا علیہ فصار دلیلا قاطعا یفید الیقین باشتراط القرشیۃ یعنی ہم اہلسنّت کی دلیل حضور اقدس سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشاد جلیل ہے کہ تمام خلفاء قریش سے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اس پر اجماع کیا تو دلیل قطعی ہوگئی جس سے یقین حاصل ہُوا کہ خلافت کے لئے قرشی ہونا بیشک شرط ہے۔ علامہ سید محمد ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی ردالمحتار علی الدرالمختار سے سند پیش کی کہ فرماتے ہیں:

www.alahazratnetwork.org

---

[1] القرآن الکریم ۶۴/ ۱۶
[2] القرآن الکریم ۷/ ۲۸
[3] 〃 〃 ۱۶/ ۹۰
[4] 〃 〃 ۲۳/ ۶۲
[5] 〃 〃 ۴۴/ ۳۸
[6] شرح المقاصد المبحث الثانی التکلیف والحریۃ والذکورۃ دارالمعارف النعمانیۃ لاہور ۲/ ۲۷۷

10 وقد یکون بالتغلب مع المبایعۃ وھو الواقع فی سلاطین الزمان نصرھم الرحمٰن[1]

یعنی تغلب کی امامت کبھی بیعت کے ساتھ بھی ہوتی ہے کہ ہے تو متغلب مگر لوگ اس کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں، ہمارے زمانے کے سلاطین کا یہی واقعہ ہے، رحمٰن عزوجل ان کی مدد فرمائے (ہم کہتے ہیں آمین)

علامہ سید موصوف جن کی کتاب ممدوح آج تمام عالم میں مذہب حنفی کے اعلیٰ درجہ معتمد سے ہے۔ سلطان عبدالمجید خاں مرحوم کے والد سلطان محمود خاں مرحوم کے زمانے میں انھیں کے قلمرو ملک شام میں انھیں کی طرف سے شہر دمشق و تمام دیار شامیہ کے مفتی اجل تھے (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) مفتی و مستفتی مذکورین کی ان شہادتوں کے بعد زیادہ تفصیل کی حاجت نہیں،

قال اللہ تعالٰی شھدوا علٰی انفسھم[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا وہ خود اپنی جانوں پر گواہی دیں گے (ت)

خلافت کمیٹی کو اس بارے میں اگر پوچھنا ہو انھیں اپنے مفتی اعظم و لیڈر معظم سے پوچھے، کمیٹی کہے، لم شھدتم علینا[3] (تم نے ہم پر کیوں گواہی دی۔ت) وہ کہیں، انطقنا اللہ الذی انطق کل شیئ[4] (وہ کہیں گی ہمیں اللہ نے بلوایا جس نے ہر چیز کو گویائی بخشی۔ت)

www.alahazratnetwork.org

مشرکوں سے اتحاد و وداد قطعی حرام اور ان سے اخلاص ولی یقیناً کفر ہے۔

قال تعالٰی ترٰی کثیرا منھم یتولون الذین کفروا لبئس ما قدمت لھم انفسھم ان سخط اللہ علیھم وفی العذاب ھم خٰلدون ○ ولو کانوا یؤمنون باللہ والنبی وما انزل الیہ ما اتخذوھم اولیاء ولٰکن کثیرا منھم فٰسقون ○[5]

تم ان میں بہت کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں، بیشک کیا ہی بُری ہے وہ چیز جو خود انھوں نے اپنے لئے آگے بھیجی کہ ان پر اللہ کا غضب ہوا اور انھیں ہمیشہ ہمیشہ عذاب ہوگا اور اگر انھیں اللہ اور نبی اور قرآن پر ایمان ہوتا تو کافروں سے اتحاد، وداد، محبت، موالات نہ مناتے مگر ہے یہ کہ ان میں بہت سے فرمان الٰہی سے نکلے ہوئے ہیں (ت)

---

[1] ردالمحتار باب البغاۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۱۰

[2] القرآن الکریم ۶/۱۳۰ و ۷/۳۷

[3] " " ۴۱/۲۱

[4] " " ۴۱/۲۱

[5] " " ۵/۸۰-۸۱

1ر/10 یہ اور بیس سے زائد اور آیات کریمہ ہیں جن میں مطلقاً کفار سے اتحاد و وداد کو حرام و کفر فرمایا ہے، مسلمان کی شان نہیں کہ واحد قہار کے ارشادات سُنے اور ان میں مشرکین یا خاص ہندؤوں کے استثناء کی پخ گھڑ لے،

قال اللہ تعالٰی آللہ اذن لکم ام علی اللہ تفترون[۱]

اللہ تعالٰی نے فرمایا، کیا اللہ نے اس کی تمہیں اجازت دی (کہ مثلاً میرے کلام میں مگر ہندو کا پیوند لگالو) یا تم اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو۔

وقال تعالٰی اتقولون علی اللہ مالا تعلمون[۲]

اللہ تعالٰی نے فرمایا، کیا بے جانے بوجھے اللہ پر کسی بات کا چشار رکھتے ہو (کہ مثلاً اس نے ہندؤوں کو جدا کر لیا ہے)

وقال تعالٰی یحرفون الکلم من بعد مواضعہ (الٰی قولہ عزوجل) لھم فی الدنیا خزی ولھم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم[۳]

اللہ تعالٰی نے فرمایا، اللہ تعالٰی کے ارشادات کو ان کے ٹھکانے سے ہٹاتے ہیں ــــ (کہ مثلاً اگرچہ اللہ نے یہاں ہر جگہ عام لفظ فرمائے جو سب کفار کو شامل ہیں مگر ان سے ہندو مراد نہ رکھے ان سے اتحاد و وداد کو حرام و کفر نہ فرمایا) ایسوں کے لئے دُنیا میں رُسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب

www.alahazratnetwork.org

مشرکوں کا غلام و منقاد بننا ان کا پس رو بننا، جو کہیں وہی کرنا خصوصاً جسے امر دینی سمجھا ہو اس میں ان کی اطاعت کرنا یہ سب حرام حرام ہے سخت مخالفتِ ذوالجلال والاکرام ہے، گمراہی و کفر اس کا انجام ہے،

قال اللہ تعالٰی ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انہ لکم عدو مبین[۴]

اللہ تعالٰی نے فرمایا، شیطان کے پس رو نہ بنو بیشک وُہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

وقال تعالٰی فلا تطع المکذبین[۵]

اللہ تعالٰی نے فرمایا، جھٹلانے والوں کی اطاعت نہ کر۔

وقال تعالٰی ولا تطع منھم اٰثما او کفورا[۶]

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا، ان میں سے کسی مجرم یا کافر کی اطاعت نہ کرو۔

وقال تعالٰی وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ[۷]

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا، یہ جو زمین میں ہیں ان میں اکثر وُہ ہیں کہ اگر تُو نے ان کی اطاعت کی تو وہ تجھے اللہ کی راہ سے گمراہ کر دیں گے۔

---

[۱] القرآن الکریم ۱۰/ ۵۹
[۲] القرآن الکریم ۱۰/ ۶۸
[۳] القرآن الکریم ۵/ ۴۱
[۴] ؍؍ ؍؍ ۲/ ۲۰۸
[۵] ؍؍ ؍؍ ۶۸/ ۸
[۶] ؍؍ ؍؍ ۷۶/ ۲۴
[۷] ؍؍ ؍؍ ۶/ ۱۱۶

وقال تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا ان تطیعوا الذین کفروا یردوکم علٰی اعقابکم فتنقلبوا خاسرین[1]۔

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا : اے ایمان والو! اگر تم کافروں کے کہے پر چلے تو وہ تمھیں تمھاری ایڑیوں کے بل (اسلام سے) پھیر دیں گے تو پورے ٹوٹے میں پلٹو گے۔

حلال کو حرام، حرام کو حلال ٹھہرانا ائمہ حنفیہ کے مذہب راجح میں مطلقاً کفر ہے، جبکہ ان کی حلت و حرمت قطعی ہو جیسے جائز کسب و تجارت و اجارت کی حلت مشرکین سے وداد و انقیاد و اتحاد کی حرمت، ان حلالوں کو وُہ لوگ حرام بلکہ کفر اور ان حراموں کو حلال بلکہ فرض کر رہے ہیں اور اگر وُہ حرام قطعی حرام لعینہٖ ہے، جیسے مذکورات جب تو اسے حلال ٹھہرانا باجماعِ ائمہ حنفیہ کفر ہے، اللہ عزوجل کفار کا بیان فرماتا ہے :

لایحرمون ماحرم اللّٰہ و رسولہ[2]۔

جسے اللہ و رسول نے حرام فرمایا کافر اسے حرام نہیں ٹھہراتے۔

متن عقائد میں مسئلہ مصرح ہے، نیز فتاوٰی خلاصہ وغیرہا میں ہے :

من اعتقد الحرام حلالا اوعلی القلب یکفر ھذا اذا کان حراما بعینہ والحرمۃ قامت بدلیل مقطوع بہ اما اذا کانت باخبار الاحاد لایکفر[3] (ملخصاً)۔

جس نے کسی حرام کو حلال یا حلال کو حرام مان لیا تو وُہ کافر ہو جائے گا، یہ اس صورت میں ہے کہ وہ حرام لذاتہٖ ہو اور اس کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو، اگر ثبوت خبرِ واحد سے ہو تو کافر نہیں ہوگا۔ (ملخصاً) (ت)

بزازیہ و شرح وہبانیہ و درمختار میں ہے :

یکفر اذا تصدق بالحرام القطعی[4]۔

حرام قطعی کے تصدق سے کافر ہو جائے گا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

حاصلہ ان شرط الکفر علی القول الاول شیئان قطعیۃ الدلیل وکونہ حراما لعینہٖ وعلی الثانی یشترط الشرط الاول فقط، وعلمت ترجیحہ وماف البزازیۃ مبنی علیہ[5]۔

حاصل یہ ہے کہ قول اوّل پر کفر کے لئے دو شرائط ہوں گی اوّل دلیل کا قطعی ہونا، ثانی اس کا حرام لذاتہٖ ہونا، اور دوسرے قول پر پہلی شرط ہے اور آپ اس کی ترجیح سے آگاہ ہیں اور بزازیہ کا مدار اسی پر ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۴۹ [2] القرآن الکریم ۹/ ۲۹

[3] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الثانی فی الفاظ الکفر الخ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۸۳

[4] درمختار کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ الغنم مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۳۴

[5] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۷

www.alahazratnetwork.org

حالات دائرہ میں دونوں شرطیں موجود ہیں تو یہ باجماعِ ائمہ حنفیہ کفر ہیں۔ کفّار و مشرکین کی ایسی تعظیمیں کفر ہیں، ان کی جے پکارنا، ان کے مرنے یا جیل جانے پر ہڑتال، اور اس پر وہ اصرار، اور جو مسلمان نہ مانے اس پر وہ ظلم و اضطراب، کمالِ تعظیمِ کفار اور باعثِ دخولِ نار و غضبِ جبّار، و حسبِ تصریحاتِ ائمہ موجبِ کفر و اکفار، فتاوٰی ظہیریہ و اشباہ والنظائر و تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

لو سلم على الذمی تبجیلا یکفر لان تبجیل الکافر کفر[1]

اگر کسی نے ذمی کو احتراماً سلام کہہ دیا تو یہ کفر ہے کیونکہ کافر کی تعظیم کفر ہوتی ہے۔ (ت)

فتاوٰی امام ظہیر الدین و مختصر علامہ زین مصری و شرح تنویر مدقق علائی میں ہے:

لو قال لمجوسی یا استاذ تبجیلا کفر[2]

اگر کسی نے مجوسی کو تعظیماً "یا استاد" کہا تو اس سے وہ کافر ہوجائے گا۔ (ت)

رب عزوجل فرماتا ہے:

وللّٰه العزة ولرسوله وللمؤمنین ولکن المنافقین لا یعلمون[3]

عزّت تو خاص اللہ و رسول و مسلمین ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

www.alahazratnetwork.org

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من وقر صاحب بدعة فقد اعان على ہدم الاسلام[4] رواہ الطبرانی فی الکبیر عن عبداللّٰه بن بسر وابن عساکر وابن عدی عن ام المؤمنین الصدیقة وابونعیم فی الحلیة والحسن بن سفیان فی مسندہ عن معاذ بن جبل والسجزی فی الابانة عن ابن عمر وکابن عدی عن ابن عباس رضی اللّٰه تعالٰی عنہم اجمعین والبیہقی

جس نے کسی بدمذہب کی توقیر کی بیشک اس نے دینِ اسلام کے ڈھا دینے پر مدد دی (اسے امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت عبداللہ بن بسر، ابن عساکر اور ابن عدی نے ام المؤمنین سیدہ صدیقہ سے، ابونعیم نے حلیہ میں اور حسن بن سفیان نے مسند میں حضرت معاذ بن جبل سے، سجزی نے ابانہ میں حضرت ابن عمر سے اور ابن عدی کی طرح ____ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم

---

[1] و [2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۱
[3] القرآن الکریم ۶۳/ ۸
[4] شعب الایمان حدیث ۹۴۶۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۶۱

فی شعب الایمان عن ابراھیم بن میسرۃ مرسلاً۔

اجمعین سے اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابراہیم بن میسرہ سے اسے مرسلاً روایت کیا ہے۔ (ت)

بدمذہب کی توقیر پر یہ حکم ہے مشرک کی تعظیم پر کیا ہوگا، ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی،

نھی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یصافح المشرکون او یکنوا او یرحب بھم[1]۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ کسی مشرک سے ہاتھ ملائیں یا اسے کنیت سے ذکر کریں یا اس کے آتے وقت مرحبا کہیں۔

یہ باتیں کچھ ایسی تعظیم بھی نہیں ادنٰی درجہ تکریم میں ہیں کہ نام لے کر نہ پکارا فلاں کا باپ کہا یا آتے وقت جگہ دینے کو آئیے کہہ دیا، حدیث نے اس سے بھی منع فرمایا نہ کہ معاذ اللہ اس کی جے پکارنی اور وہ افعال شیطانی، اور یہ عذر یا رد کہ یہ اقوال عوام کے ہیں کسی ذمہ دار کے نہیں، محض کاذب و پادر ہوا ہے، تمہیں نے عوام کالانعام کو اس اتحاد مشرکین حرام و لعین پر ابھارا اور ان حرکات ملعونہ سے نہ روکا بلکہ اپنے مقاصد مفاسد کا مؤید سمجھا تمہارے دلوں میں ایمان یا ایمان کی قدر ہوتی تو اس اتحاد حرام و کفر کے لئے جیسی زمین سروں پر اٹھالی ہے، رات دن، مشرق مغرب ناپتے پھرتے ہو، ہزاروں دسواں دھار ریزولیوشن پاس کرتے ہو اس کے مخالف بلکہ اس میں ساتھ نہ دینے والوں پر فتوٰی کفر لگاتے ہو، صدہا اخبارات کے کالم ان کی بدگوئی سے گندے کرتے ہو، اس سے سوحصے زائد ان کفروں ضلالوں کی آگ بجھانے میں دکھاتے کہ یہ تمہاری ہی لگائی تھی اور اپنی داڑھی بچانے کے لئے اس کا بجھانا تم پر فرض عین تھا، مگر سب دیکھ رہے ہیں کہ ہرگز ہرگز ان شیطنتوں کی روک تھام میں اس بولاہٹ والی جان توڑ کوشش کا دسواں، بیسواں، سوواں حصہ بھی نہ دکھایا پھر جھوٹے بہانے بنانے سے کیا حاصل، معہذا خود ذمہ داروں نے جو کچھ کیا وہ جاہلوں کی حرکات مذکورہ سے کہیں بدتر و خبیث تر ہے، اور کیوں نہ ہو کہ شعلہ بمقدار علم، ابوالکلام آزاد صاحب نے کیمپ ناگپور میں جمعہ پڑھایا اور خطبہ میں مدح خلفائے راشدین و حضرات حسنین رضی اللہ تعالٰی عنہم کی جگہ گاندھی کی حمد کی اسے مقدس ذات ستودہ صفات کہا، میاں عبدالماجد بدایونی نے ہزاروں کے مجمع میں گاندھی کو مذکر مبعوث من اللہ کہا کہ اللہ نے ان کو تمہارے پاس مذکر بنا کر بھیجا ہے، کہاں یہ کلمات ملعونہ اور کہاں بے تمیز احمق جاہلوں کا جے پکارنا،

فانّٰی تؤفکون[2] ۝ افلا تعقلون[3] ۝ کلا بل

تم کہاں اوندھے جاتے ہو، تو کیا تمہیں عقل نہیں، کوئی

---

[1] حلیۃ الاولیاء ترجمہ ٤٢٤ اسحاق بن ابراہیم دارالکتاب العربی بیروت ٩/٢٣٦

[2] القرآن الکریم ١٠/٣٢ [3] القرآن الکریم ٢/٤٤

سرا ن علیٰ قلوبھم ما کانوا یکسبون[1] ۔ نہیں، بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے ۔ (ت)

ترکی ٹوپیاں جلانا صرف تضییعِ مال ہوتا کہ حرام ہے اور گاندھی ٹوپی پہننا مشرک کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنا ہوتا کہ اس سے سخت تر اشد حرام ہے، مگر وہ لوگ ترکی ٹوپیوں کو شعارِ اسلام جان کر پہنتے تھے اب انھیں جلا دیا اور ان کے بدلے گاندھی ٹوپی پہن لینا مشعر ہوا کہ اُنھوں نے نشانِ اسلام سے عدول اور کافر کا چیلا بننا قبول کیا، بئس للظٰلمین بدلا[2] (ظالموں کو کیا ہی بُرا بدلہ ملا۔ ت) بالجملہ ایسے اقوال و افعالِ کفر و ضلال پر عالم موصوف کا انکار عین حق وصواب و سببِ ثواب و رضائے رب الارباب تھا اور جو ان کے شرعی احکام اہلِ اسلام پر ظاہر فرمانا اور ان کو "ذیاب فی ثیاب" کے شر سے بچا کر راہِ حق کی طرف بلانا، سُنّی عالم کا جلیل فرض مذہبی و کارِ منصبی و بجا آوری حکمِ خدا و نبی تھا اور ہے، جل وعلا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۔ اُسکی طرف نفسِ خلافت کا انکار نسبت کرنا بہتان ہی نہیں چیزے دیگر است ۔ اس کی تہ میں اور اشد خباثت ہے، مسلمان تو مسلمان نفسِ خلافت کا منکر جملہ مدعیانِ کلمہ گو میں کون ہے جس سے سائل سوال کرتا اور مجیب جواب دیتا اہلِ سنت حضرات خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کو خلیفہ جانتے ہیں، غیر مقلد و دیوبندی بھی اس میں نزاع نہیں کرتے، روافض حضرت مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کو خلیفہ و وصی مانتے ہیں، مرزائی اپنے مرزا کو مانتے ہیں بلکہ خلافت سے مراد مسئلہ دائرہ ہے اسی سے سوال اسی کا تذکرہ ہے تو اسے یوں مطلق لفظ نفسِ خلافت سے تعبیر تلبیسِ ابلیس ہے اور دل میں جو مراد ہے اس کا حال خود خلافت کمیٹی کے مفتی اعظم اور مستفتی اس کے لیڈر معظم کے فتوے سے ظاہر ہوگیا کہ عالمِ موصوف نے وہی فرمایا جو متواتر حدیثوں میں مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جس پر اجماعِ صحابۂ امجاد ہے جو جمیع اہلِ سنت وجماعت کا اعتقاد ہے اہلِ سنت سے خروج قرآن کا انکار کفر ارتداد ان کے یہ چار احکامِ ملعونہ کاش اسی عالمِ دین پر محدود رہتے تو اس فتوٰی کے مفتی اور اس کے مصدقین بحکم ظواہر احادیث صحیحہ و نصوص کتب معتمدہ فقہیہ ایک ہی بلا سے کفر سہتے ۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایما امرئ قال لاخیہ کافر فقد باء بہا احدھما فان کان کما قال والا رجعت علیہ[3] ۔ جو شخص کسی کلمہ گو کو کافر کہے ان دونوں میں سے ایک پر یہ بلا ضرور پڑے، جسے کہا اگر وہ کافر تھا خیر ورنہ یہ

---

[1] القرآن الکریم ۸۳/ ۱۴

[2] " " ۱۸/ ۵۰

[3] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم یا کافر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۷
صحیح بخاری کتاب الادب باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل " ۲/ ۹۰۱

رواہ مسلم والترمذی ونحوہ البخاری عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

تکفیر اسی قائل پر پلٹ آئے گی یہ کافر ہوجائے گا۔ (اسے مسلم، ترمذی اور اس کی مثل بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

درمختار میں ہے:

عزر الشاتم بیاکافر وھل یکفران اعتقد المسلم کافرا نعم والا لا بہ یفتی[1]

کسی مسلمان کو "اے کافر" کہنے والے شخص پر تعزیر نافذ کی جائے گی، کیا اگر کوئی شخص مسلمان کو کافر سمجھتا ہے تو وہ کافر ہوگا؟ ہاں وہ کافر ہے، اور اگر کافر نہیں سمجھتا تو پھر کافر نہیں۔ اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

شرح وہبانیہ، ذخیرہ، نہر الفائق و ردالمحتار میں ہے:

لانہ لما اعتقد المسلم کافرا فقد اعتقد دین الاسلام کفرا[2]۔

کیونکہ جب مسلمان کو کافر مانا تو اس نے دین اسلام کو کفر جانا۔ (ت)

اس کی تفصیل جلیل وتحقیق جمیل ہماری کتابوں الکوکبۃ الشہابیۃ اور النہی الاکید وغیرہما میں ہے مگر یہاں تو خود خلافت کمیٹی کے لیڈروں مفتیوں کے فتوے نے روشن کردیا کہ تکفیر صرف اس سُنّی عالم کی نہیں بلکہ تمام ائمہ اہل سنت اور جملہ صحابہ کرام اور خود ارشاد اقدس حضور سید الانام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہے، اب کون مسلمان ہے کہ اس تکفیری فتوے اور اس کی ناپاک تصدیق کو کلماتِ کفر نہ کہے گا۔ فقہائے کرام ائمہ وصحابہ درکنار خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کلام پاک پر کفر کا حکم لگانے والوں کو کافر نہ کہیں گے تو اور کسے کافر کہیں گے، اب ان سے پوچھئے کہ یہ کتنے کروڑ کفر اخبث واشد ہوئے خصوصاً وہ کفر اخیر سب سے خبیث تر سب سے لعین، وذٰلک جزاء الظالمین[3]○ (اور ظالموں کی یہی جزا ہے۔ ت) سُنّی عالم کو اس کی پروا نہ کرنی چاہئے، ہر قوم کی ایک اصطلاح ہوتی ہے، ان لوگوں کی اصطلاح جدید میں ملّت ملّتِ گاندھی ہے اور سنت سنّتِ گاندھی، اس کی روش سے جدا چلنے والوں کو اہل سنت وجماعت سے خارج اور اس کی ملّتِ مختصرہ کے مخالفوں کو کافر مرتد کہتے ہیں، جس طرح فرعون ملعون نے معاذ اللہ حضرت کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکفیر کی تھی کہ فَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِي فَعَلْتَ وَأَنْتَ مِنَ الْكَافِرِينَ[4]○ (تم نے کیا اپنا وہ کام جو تم نے کیا اور تم ناشکر

---

[1] درمختار — باب التعزیر — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۳۲۶

[2] ردالمحتار — 〃 — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۳/۱۸۳

[3] القرآن الکریم ۵۹/۱۷

[4] القرآن الکریم ۲۶/۱۹

تھے۔ت) اور مشرکین مکہ ملاعنہ نے خود حضور سیدالمرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر معاذ اللہ ابتداع کی تہمت رکھی تھی کہ ما سمعنا بھذا فی الملۃ الاٰخرۃ ان ھذا الا اختلاق[۱] (یہ تو ہم نے سب سے پچھلے دین نصرانیت میں بھی نہ سنی یہ تو نری نئی گھڑت ہے۔ت) بلکہ حضرات تو فرعون ومشرکین سے بھی بڑھ کر کوئی نرالی انوکھی اصطلاح رکھتے ہیں، انھوں نے اپنے دشمنوں خدا کے محبوبوں کو کہا یہ خود اپنوں کو بلکہ اپنی ہی زبانوں سے اپنی ہی جانوں کو کہتے ہیں، آخر نہ دیکھا کہ مولوی ریاست علی خاں صاحب شاہجہانپوری وعبدالماجد صاحب بدایونی نے فتوٰی شاہجہانپور میں کس شد ومد سے نفس خلافت کی جڑ کاٹ دی اور فتوٰی جبلپور نے اپنے ان دونوں لیڈروں مفتیوں عالموں پر کافر مرتد کی چھانٹ دی بلکہ خود مولوی ریاست علی خاں وعبدالماجد نے اسی فتوٰی شاہجہانپور کے آخر میں اپنے ہی اوپر فاسق ومفسد کی بانٹ دی، پھر فتوٰی جبلپور میں علمائے دین کو کہنے کی کیا شکایت، آخر نہ دیکھا کہ حق بر حق وار رسید رجعت علیہ ان کا کفر انھیں پر پلٹا ویل للکفرین من عذاب شدید[۲] (اور کافروں کی خرابی ہے ایک سخت عذاب سے۔ت) مستفتی اگر واقع میں اس گروہ سے نہ ہوتا ایک بات صاف دل سے معلوم کرنا چاہتا اور جب یہ ناپاک کفر دیکھتا اسے ردی میں پھینک دیتا تو اس پر الزام نہ آتا مگر وہ تو اول سے اسی خباثت پر اعتقاد لاتے اور اغوائے عوام کو اس کی تائید ہی کے لئے فتوے گھڑواتے و لہذا اسی گروہ ناحق پژوہ کے پاس لے جاتے اور پھر اسے مانتے اس سے احتجاج کرکے اس کی نجاست پھیلاتے ہیں تو وہ اور اس کے ماننے والے سب کفر کے ماننے والے ہیں ان کا وبال ان پر ہے کم نہ ہوگا لا ینقص من اوزارھم شیئ[۳] (ان کے بوجھ میں کمی نہ ہوگی۔ت) اگرچہ ان کے مفتی ومصدقین پر اپنے وبال کے علاوہ ان سب کا بھی پڑے گا،

علیہ وزرھا ووزر من عمل بھا الی یوم القیٰمۃ[۴]۔ اس کا بوجھ اس پر ہوگا اور جو قیامت تک اس پر عمل پیرا ہوگا اس کا بوجھ بھی اس پر آئے گا۔(ت)

ولیحملن اثقالھم واثقالا مع اثقالھم[۵]۔ اور بیشک ضرور وہ اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور بوجھ(ت)

بربنائے مذکور عالم دین کی شان میں ناشائستہ الفاظ استعمال کرنے والوں کو یہی بس ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایسوں کو کھلا منافق بتایا، ارشاد فرماتے ہیں،

ثلثۃ لا یستخف بحقھم الا منافق بین تین شخصوں کے حق کو ہلکا نہ جانے گا مگر کھلا منافق،

---

[۱] القرآن الکریم ۳۸/ ۷
[۲] القرآن الکریم ۱۴/ ۲
[۳] صحیح مسلم کتاب العلم باب من سن سنۃ حسنۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۴۱
[۴] " کتاب الزکوٰۃ باب الحث علی الصدقۃ " " " ۱/ ۳۲۷
[۵] القرآن الکریم ۲۹/ ۱۳

النفاق ذوالشیبۃ فی الاسلام، وذو العلم و امام مقسط[1] رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابی امامۃ الباھلی رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسنہ الترمذی لمتن غیرہ و رواہ ابوالشیخ فی کتاب التوبیخ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ وعندہ زیادۃ لفظ بین النفاق۔

ایک وُہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا اور عالم دین اور بادشاہ اسلام عادل (اسے طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت ابوامامہ الباہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے جسے ترمذی نے دوسرے متن کے ساتھ حسن کہا، ابوالشیخ نے کتاب التوبیخ میں اسے حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے اس میں "بین النفاق" کا اضافہ ہے۔ ت)

مجمع الانہر میں ہے:

من قال لعالم عویلم علی وجہ الاستخفاف کفر[2]۔

جو کسی عالم دین کو تحقیر کے طور پر "مولویا" کہے کافر ہوجائے۔

والعیاذ باللہ تعالٰی، یہ سوال اوّل کا جواب مجمل ہے اور یہیں سے تین سوال آئندہ کے جواب واضح ہوگئے وباللہ التوفیق۔

(۲) موالات ہر کافر سے مطلقاً حرام ہے، اور واضح ہوچکا کہ رب عزوجل نے عام کفار کے نسبت یہ احکام فرمائے تو بزور زبان ان میں سے کسی کا ذکر استثنا ماننا اللہ عزوجل پر افترائے بعید اور قرآن کریم کی تحریف شدید ہے بلکہ عالم الغیب عزجلالہ نے یہ حکم یہود و نصارٰی سے خاص ماننے والوں کے منہ میں اپنے قہر عظیم کا پتھر دے دیا، ایک آیت میں صراحۃً کتابیوں کے ساتھ باقی کفار کو جدا ذکر فرمایا کہ کتابی وغیر کتابی سب کو تعمیم حکم مفسّر منور ہوجائے جاہلان ضلیل کی تاویل ذلیل راہ نہ پائے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

یایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا الذین اتخذوا دینکم ھزوا ولعبا من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم والکفار اولیاء واتقوا اللہ ان کنتم مؤمنین[3]۔

اے ایمان والو! وہ جو تمہارے دین کو ہنسی کھیل ٹھہراتے ہیں جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی (یہود و نصارٰی) اور باقی سب کافران میں کسی سے اتحاد و وداد نہ کرو اور اللہ سے ڈرو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۷۸۱۹ المکتبۃ الفیصلیۃ ۸/ ۲۳۸
کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ حدیث ۴۴۳۸۱ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۶/ ۳۲
[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل ان الفاظ الکفر انواع الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۵
[3] القرآن الکریم ۵/ ۵۷

اب تو کسی مفتری کے اس بکنے کی گنجائش نہ رہی کہ یہ حکم صرف یہود و نصاریٰ کے لئے ہے، نیز آیۂ کریمہ میں کھلا اشارہ فرماتا ہے کہ کسی قسم کے کافروں سے اتحاد منانے والا ایمان نہیں رکھتا اور اُوپر آیت میں صریح تصریح گزر چکی کہ انھیں اللہ و رسول و قرآن پر ایمان ہوتا تو کافروں سے اتحاد نہ کرتے، نیز صاف فرمایا:

لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ و رسولہ ولو کانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم[1]

نہ پاؤ گے انھیں جو اللہ و قیامت پر ایمان رکھتے ہیں کہ ان سے دوستی کریں جنھوں نے اللہ و رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہوں۔

سبحان اللہ! مگر مشرکین یا وہابیہ نے اللہ و رسول کی مخالفت نہ کی، صرف یہود و نصاریٰ نے کی ہے۔

قرآن کریم جابجا شاہد ہے کہ مطلقاً موالات حرام ہونے کی علت کفر و مخالفت و عداوتِ اللہ و رسول ہے جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، یہ معنی انھیں آیات سے کہ یہاں تلاوت ہوئیں، روشن اور نہایت صریح تر الفاظ سے اس کا علت ہونا اس آیۂ کریمہ میں بیان فرمادیا کہ:

یٰایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا اٰباءکم واخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان ومن یتولھم منکم فاولئک ھم الظٰلمون[2]

اے ایمان والو! اپنے باپ بھائیوں سے بھی محبت نہ کرو اگر وہ ایمان پر کفر کو اختیار کریں اور تم میں جو ان سے محبت کرے گا وہی پکا ظالم ہے۔

www.alahazratnetwork.org

اللہ اکبر! یہ ہے وہ اسلام جس پر ان کے بڑے لیڈر ابوالکلام آزاد کا مسئلہ خلافت و جزیرۂ عرب میں یہ اہتمام کہ وہ بعض اقسام کفار سے محبت کرنے کا حکم دیتا ہے اور یہ کہ عالمگیر محبت اس کی دعوت حق کا اصل الاصول ہے انا للہ وانا الیہ راجعون، کیا اللہ عزوجل نے نہ فرمایا:

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ○ متاع قلیل ولھم عذاب الیم[3]

بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں فلاح نہ پائیں گے دنیا میں تھوڑا سا برت لیں پھر ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

کیا نہ فرمایا:

قل ان الذین یفترون علی اللہ الکذب

اے محبوب تم فرمادو کہ بیشک وہ جو اللہ پر افترا

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲

[2] " " ۹/ ۲۳

[3] " " ۱۶/ ۱۱۶ و ۱۱۷

لایفلحون ۝ متاع فی الدنیا ثم الینا مرجعهم ثم نذیقهم العذاب الشدید بما کانوا یکفرون۝[1]

کرتے ہیں فلاح نہ پائیں گے دنیا کچھ برت لیں پھر انھیں ہماری طرف پلٹنا ہے پھر ہم ان کو وہ سخت عذاب چکھائیں گے بدلہ ان کے کفر کا۔

کیا نہ فرمایا:

ویلکم لا تفتروا علی اللّٰه کذبا فیسحتکم بعذاب وقد خاب من افتری۝[2]

تمھاری خرابی ہو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو کہ وہ تمھیں عذاب سے بھون ڈالے گا اور بیشک نامراد رہا مفتری۔

کیا نہ فرمایا:

انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون۝[3]

بیشک ایسے افتراء وہی باندھتے ہیں جو کافر ہیں۔

یہ ہے قرآن عظیم کا فتوٰی جس نے کفر کا حکم جما دیا،

وخسر ھنالک المبطلون۝[4] وقیل بعدا للقوم الظالمین۝[5]

اور باطل والوں کا وہاں خسارہ ہے اور فرمایا گیا کہ دُور ہوں بے انصاف لوگ۔ (ت)

حاش للہ کسی قسم کفار سے محبت کرنے کا اسلام نے حکم نہ دیا باپ بیٹے کافر ہوں تو ان سے بھی محبت کو صریح حرام فرما دیا اور دلی محبت و اخلاص و اتحاد کرنے والوں کو جابجا صاف صاف ارشاد و اعلام فرمادیا کہ وہ انھیں کافروں میں سے ہیں انھیں اللہ و قیامت پر ایمان نہیں انھیں اللہ و رسول و قرآن پر ایمان نہیں، بالجملہ وہ کسی طرح مسلمان نہیں، ہاں کافروں میں فرق ہوگا تو یہ کہ جس کا کفر اشد اس سے معاملات کا حرام و کفر ہونا اشد و زائد کہ علتِ حرمت کفر ہے علت جتنی زیادہ حکم سخت تر۔ یہ ان کذابوں، مفتریوں پر اور اُلٹا پڑے گا کہ کفر میں یہود و نصارٰی سے مجوس بدتر ہیں، ہنود سے وہابیہ و سائر مرتدین عنود بدتر ہیں ولہذا ان کے احکام اسی ترتیب پر سخت تر ہیں،

کما لا یخفی علی من لہ اعلام باحکام الفقہیین ولکن الظالمین بایٰت اللّٰه یجحدون۝[6] وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۝[7]

جیسا کہ یہ ہر اس شخص پر واضح ہے جو احکام فقہاء سے آگاہ ہے لیکن ظالم آیاتِ الٰہیہ کا انکار کرتے ہیں۔ اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/۷۰

[2] القرآن الکریم ۲۰/۶۱

[3] " " ۱۶/۱۰۵

[4] " " ۴۰/۷۸

[5] " " ۱۱/۴۴

[6] " " ۶/۳۳

[7] " " ۲۶/۲۲۷

(۳) ضرور وہ لوگ مکذب و محرف قرآن ہیں اور خود بحکم قرآن کافر و نامسلمان، جس کا بیان بقدرِ وافی ہو چکا۔ تکذیبِ قرآنِ عظیم ان کی نئی نہیں ان کے اعظم لیڈران ابو الکلام آزاد نے "الہلال" میں سیّدنا عیسیٰ علیٰ نبیّنا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نبی صاحبِ شریعت کا صاف انکار کیا اور منہ بھر کر قرآنِ عظیم کو جھٹلا دیا، "الہلال" ۲۴ ستمبر ۱۹۱۳ء میں کہا:

"مسیح ناصری کا تذکرہ بیکار ہے، وہ شریعتِ موسوی کا ایک مُصلح تھا جو خود کوئی صاحبِ شریعت نہ تھا، اس کی مثال مجدد کی سی تھی، وہ کوئی شریعت نہ لایا، اس کے پاس کوئی قانون نہ تھا، اس نے خود تصریح کر دی کہ میں توریت کو مٹانے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔" (یوحنا ۱۳:۵)[1]

مسلمانو! اوّل تو روح اللہ کلمۃ اللہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہنا کہ اس کا تذکرہ بیکار ہے۔

دوم بار بار مؤکد فقروں سے جتانا کہ وہ نبی صاحبِ شریعت نہ تھے۔

سوم نصاریٰ کی انجیل محرف سے سند لانا اور وہ بھی محض بربنائے جہالت و ضلالت۔ کیا صاحبِ شریعت انبیاء اللہ کے اگلے کلاموں کو مٹانے آتے ہیں، حاشا بلکہ پورا ہی فرمانے کو، نسخ کے یہی معنی ہیں کہ اگلے حکم کی مدت پوری ہو گئی، خیر یہاں کہنا یہ ہے کہ ان فقروں میں آزاد صاحب نے پیٹ بھر کر قرآنِ عظیم کی تکذیب کی، قرآن کریم قطعی ارشاد فرماتا ہے کہ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام صاحبِ شریعت تھے

اوّلاً اس نے پہلے توراۃ مقدس کا ذکر فرمایا،

وعندھم التوراۃ فیھا حکم اللہ[2]	ان کے پاس توراۃ ہے اس میں اللہ کے حکم ہیں۔

اور فرمایا،

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئك ھم الکفرون[3]	جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہی کافر ہیں۔

پھر مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انجیل دینا بیان کر کے فرمایا،

ولیحکم اھل الانجیل بما انزل اللہ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئك ھم الفسقون[4]	انجیل والے اللہ کے اتارے پر حکم کریں اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہی فاسق ہیں۔

---

[1] الہلال ابو الکلام آزاد ۲۴ ستمبر ۱۹۱۳ء

[2] القرآن الکریم ۵/۴۳

[3] " " ۵/۴۴

[4] " " ۵/۴۷

ثانیاً اور صاف فرمادیا کہ دونوں کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر قرآن مجید اترنے کا ذکر کرکے فرمایا:

لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنھاجا ولوشاء اللہ لجعلکم امۃ واحدۃ[1]

اے توراۃ و انجیل و قرآن والو! ہم نے تم میں ہر ایک کے لئے ایک شریعت و راہ رکھی اور اللہ چاہتا تو تم سب کو گروہِ واحد کردیتا۔

ثالثاً کج فہم بلیدوں یا ہٹ دھرم عنیدوں کی اس سے بھی تسکین نہ ہو تو قرآن عظیم جھوٹوں کو راہ نہیں دیتا، اس نے نہایت روشن لفظوں میں بعض احکام توراۃ مقدس کا احکام انجیل مبارک سے منسوخ ہونا بتادیا، اپنے نبی مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول ذکر فرماتا ہے:

ومصدقا لما بین یدی من التوراۃ ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم[2]

میں تمہارے پاس آیا ہوں سچا بتاتا اپنے آگے اتری کتاب توراۃ کو اور اس سے کہ میں تمہارے واسطے بعض وہ چیزیں حلال کردوں جو تم پر توراۃ نے حرام فرمائی تھیں۔

اب بھی کسی مسلمان کو مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صاحب شریعت ہونے میں شک ہوسکتا ہے یا منکر بجھنم اس میں شک کرنے والا مسلمان رہ سکتا ہے، انجیل میں کئی جگہ ان احکام کی تفصیل بھی ہے کہ پہلے تم سے یہ فرمایا گیا تھا اور اب میں یہ کہتا ہوں، آزاد صاحب خاص اپنا اطمینان چاہیں تو اپنی معتمد بائبل ہی کو دیکھ لیں، آزاد صاحب تو ابوالکلام ہیں، مواقع سخن سے خوب آگاہ ہیں یہ تین آیات کریمہ تھیں ولیحکم اھل الانجیل، لکل جعلنا منکم، ولاحل لکم۔ بلیغ الدہر نے جب ان کی تکذیب کی اور منہ پھاڑ کر کہہ دیا کہ مسیح صاحب شریعت نہ تھا تو اسے بھی تین فقروں سے مؤکد کیا: "اس کی مثال مجدد کی سی تھی، وہ کوئی شریعت نہ لایا، اس کے پاس کوئی قانون نہ تھا" تاکہ ہر آیت کے مقابلے کو ایک فقرہ تیار رہے آیات قرآن پر وار کرنے کو یہ ان کی ذوالفقار رہے۔ بالجملہ ایک تکذیب وہ تھی کہ اسلام نے کچھ کافروں سے محبت کا حکم دیا، دوسری تکذیب وہ کہ مسلمین و کافرین سب سے محبت اسلام کی اصل الاصول ہے، اور چار تکذیبیں ان چار فقروں نے یہاں تک چھ تکذیبیں ہوئیں، ان چار پر کوئی گمان کرسکتا ہے کہ آزاد صاحب اب ترکِ موالات میں ہیں، نصارٰی سے بائیکاٹ اس زور سے کیا کہ ان کے نبی کو بھی بائیکاٹ کردیا، اگر مسلمان اس پر معترضانہ کہیں کہ یہ تو سب انبیاء اور خود حضور سید الانبیاء علیہم وعلیہ افضل الصلوٰۃ

---

[1] القرآن الکریم ۵/۴۸

[2] القرآن الکریم ۳/۵۰

والشارہ کا بائیکاٹ ہوگیا کہ ایک نبی سے مقاطعہ تمام انبیاء سے مقاطعہ اور خود رب عزوجل سے مقاطعہ ہے، اب آپ کے ماننے کو اللہ کا کوئی نبی نہیں مل سکتا، پھر بھی وہ اس کی کیا پروا کرتے جب تک کمیٹی کے نبی بالقوہ خواہ بالفعل گاندھی صاحب مذکر مبعوث من اللہ سلامت ہیں یک درگیر و محکم گیر، لیکن اسی الہلال کی جلد تین[۱] کی چار اور تکذیبیں اس بائیکاٹ کے بالکل خلاف ہیں، صفحہ ۲۲۸ پر مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت کہا:

"یہودیوں نے ان کے سر پر کانٹوں کا تاج رکھا تا وہ صلیب[عہ] پر لٹائے جائیں اور جو لکھا ہے پورا ہو۔"[۱]

یہ قرآن عظیم کی ساتویں تکذیب کی، وہ فرماتا ہے: وما صلبوہ[۲] انھوں نے مسیح کو سُولی نہ دی۔ نیز اسی صفحہ پر کہا، "مسیح نے اپنی عظیم قربانی کی"۔[۳]

اور صفحہ ۲۲۹ پر دو لفظ اور لکھے: "مظلومانہ قربانی" اور "خونِ شہادت"۔[۴]

یہ تینوں لفظ بھی قرآن عظیم کی تکذیب بتاتے ہیں، وہ فرماتا ہے: وما قتلوہ[۵] انھوں نے مسیح کو قتل نہ کیا۔ یہاں تک پوری دس تکذیبیں ہوئیں تلک عشرۃ کاملۃ[۶]۔ یہ پچھلی چار عین مذہب نصاریٰ ہیں، کیا قرآن عظیم کو جھٹلانے کے لئے نصاریٰ سے بائیکاٹ کے بدلے میل ہوجاتا ہے یعنی ملۃ واحدۃ۔ ہر شخص جس کے سر میں دماغ اور دماغ میں عقل کا ادنیٰ جلوہ، پہلو میں دل اور دل میں اسلام کا کچھ بھی حصہ ہو علانیہ دیکھ رہا ہے کہ آزاد صاحب کے ان اقوال میں تین کفر ہیں:

(۱) کلام اللہ کی تکذیب،

(۲) رسول اللہ کی توہین،

(۳) شریعۃ اللہ کا انکار۔

اور پھر قوم کے لیڈر ہیں، دین کے رفارمر ہیں، سب لیڈروں کے سر ہیں،

فسبحان مقلب القلوب والابصار۔ کذٰلك اے اللہ تعالیٰ تو پاک ہے تو دلوں اور آنکھوں کو پھیرنے

عہ صلیب پر لٹانا بھی عجیب شاید صلیب زمین پر بچھی ہوئی مسہری سمجھی ۱۲

۱؎ الہلال ابوالکلام آزاد ۳/۲۲۸
۲؎ القرآن الکریم ۴/۱۵۷
۳؎ الہلال " "
۴؎ الہلال ۳/۲۲۹
۵؎ القرآن الکریم ۴/۱۵۷
۶؎ القرآن الکریم ۲/۱۹۶

www.alahazratnetwork.org

یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار[1] اللہ یوں ہی مُہر کر دیتا ہے متکبر سرکش کے سارے دل پر۔ (ت)

> اذا کان الغراب دلیل قوم
> سیھدیھم طریق الھالکینا

(جب قوم کا رہنما کوا ہوگا تو ان کو ہلاکت ہی دکھائے گا۔ ت)

کیا نہیں ڈرتے کہ

> ہر کہ آزاد از اسلام بود
> در سقر بندیٔ آلام بود

(جو اسلام سے آزاد ہوگا وہ مصیبتوں کی جہنم میں جکڑا جائیگا۔ ت)

آج کل کفر و ارتداد و زندقہ و الحاد کا گرم بازار ہے ہر چہار طرف سے اللہ و رسول و قرآن پر گالیوں تکذیبوں کی بوچھار ہے، کفر بکنے والوں سے گلہ نہیں، عجب عام مدعیانِ اسلام سے کہ ان کے نزدیک اللہ و رسول و قرآن سے زیادہ ہلکی عزت کسی کی نہیں، ان کے ماں باپ کو گالی دینا تو بڑی بات کوئی انھیں تُو تُو کہہ دیکھے اور اللہ و رسول و قرآن پر گالیاں سُنتے ہیں، چھپتے شائع ہوتے دیکھتے ہیں اور تیوری پر بل نہیں آتا بلکہ گالیاں دینے والوں سے میل جول یارانے دوستانے بدستور رہتے ہیں، ان کے اعزاز و اکرام القاب آداب ویسے ہی منظور رہتے ہیں، صاف دلکشادہ جبیں گویا کسی نے کچھ کہا ہی نہیں، نہیں نہیں بلکہ الٹی ان کی حمایت انھیں بُرا کہنے والے سے بغض و عداوت، ان کا حکم الٰہی ظاہر کرنے والا بے تہذیب بدلگام ہے ما تنگ کن دائرۂ اسلام ہے، عبدالماجد سے بدتر کافر آج کل شاید ہی کوئی ہو جس نے عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مجہول النسب بچہ کہا اور قرآن کو اپنے دعوٰی توحید میں کاذب و ناتمام ٹھہرایا اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی تعظیم کی آیتیں تصنیف کرلیں اور رنگ و روغن بڑھانے کو اپنے اہل بیت و ازواج کی تعظیمیں بھی اضافہ کردیں وغیرہ وغیرہ ملعونات کثیرہ، جب ان باتوں پر اس کی تکفیر ہوئی، چار طرف سے گوالھاد دوڑ پڑی ناپاک اخباروں میں دفتر کے دفتر اس کی براءت میں سیاہ ہونے لگے، ایک کافر ہوا تھا اس کے پیچھے ہزاروں کے اسلام تباہ ہونے لگے، مگر جواب ایک حرف کا نہیں بلکہ ڈھٹائی بے شرمی بے حیائی سے مکرنا، صاف دن میں ٹھیک دوپہر کو آفتاب کا انکار کرنا، وہ بیچارہ تو کوئی چیز نہ تھا لا فی العیر ولا فی النفیر (نہ اونٹوں میں نہ چڑیوں میں، یعنی کسی گنتی میں نہ تھا۔ ت) جب اس کی حمایت میں وہ کچھ جوش تو مسٹر ابو الکلام تو لیڈر کبیر، ان کا کفر ضرور ٹھیٹ اسلام بنے گا ان کے مقابل اللہ و رسول

---

[1] القرآن الکریم ۴۰/۳۵

قرآن کی کون سُنے گا، کُھلے گمراہان لیام کو جانے دو، بدایوں، شاہجہانپور، لکھنؤ، کانپور وغیرہ میں بڑے بڑے سنیت کا دعوٰی بھرنے والے بستے ہیں، دیکھئے تکذیب کلام اللہ و توہین رسول اللہ وانکار شریعۃ اللہ دیکھ کر ان میں کتنے او کہتے ہیں، مسٹر آزاد سے توبہ وقبول اسلام شائع کراتے ہیں اور نہ مانیں توان سے بائیکاٹ مقاطعہ مناتے ہیں، حاشا نہ وہ توبہ و اسلام شائع کریں نہ ہرگز ان کی موالات، تعظیم سے پھریں، تکذیب کی تو قرآن کی کی ان کی تو نہ کی، گالی دی تو رسول اللہ کو انھیں تو نہ دی۔ اے تصورِ جویان خود گم، ابھی حب للہ و بغض للہ کے مزے سے واقف ہی نہیں تم۔

قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم۔[1] کہو کہ ہم مطیع ہُوئے، اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں کہاں داخل ہوا۔ (ت)

اور جن بندگانِ خدا کو ان کا حصہ ملا ہے ان پر چڑھتے ہو ان کے سایہ سے کہ ان کا سایہ نہیں سایۂ مصطفٰے ہے، مستنفرہ ہو کر بچتے ہو، یہاں سے ان کے بائیکاٹ اور ترک موالات کی حقیقت کھلتی ہے، مسلمان کا ایمان شاہد ہے کہ ترک بھائیوں کا سارا ملک چھین لیں یا کعبہ معظمہ کو معاذ اللہ ایک ایک اینٹ کردیں، ہرگز اللہ و رسول و قرآن کی تکذیب و توہین کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اگر ان کا وہ جوش وہ نان کوآپریشن (NON CO-OPERATION) کا خروش اللہ کے لئے ہوتا تو وہاں ایک حصہ تھا، ان سے ہزار حصے ہوتا، مگر یہاں ہزاروں حصے بھی درکنار، وہی محبت وہی پیار، وہی تعظیم وہی تکریم، وہی وداد وہی اتحاد، وہی لیڈری وہی سروری، تو للہ انصاف کیا آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہُوا کہ ہرگز انھیں دین سے غرض نہیں، نہ دین کے لئے ان کی کوششیں ہُوئیں بلکہ سب جوش وخروش بہر ناؤ نوش، سوراج بس باقی ہوس، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مسلمان کہلانے والو! للہ اپنا ایمان سنبھالو، واحد قہار کے قہر سے ڈرو، حب للہ و بغض للہ کے سامان درست کرو، نیچری تہذیب اور ساختہ تادیب کے خواب غفلت سے جاگو جس سے کلمۂ تکذیب توہین خدا و رسول سُنو، تمہارا کیسا ہی معظم یا پیارا ہو دُور کرو، دُور بھاگو، خدا کے دشمن کو دشمن مانو، اس سے تعلق کو آگ جانو، ورنہ عنقریب دیکھ لوگے کہ تمہارے قلوب مسخ ہوگئے، تمہارے ایمان نسخ ہوگئے،

فستذکرون ما اقول لکم و افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد۔[2] تو جلد وہ وقت آتا ہے کہ جو میں تم سے کہہ رہا ہوں اُسے یاد کرو اور میں اپنے کام اللہ کو سونپتا ہوں، بیشک

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۴

[2] " " ۴۰/ ۴۴

11 یضلل اللہ فما لہ من ھاد ۝ ومن یھد اللہ فما لہ من مضل[1] — اللہ بندوں کو دیکھتا ہے۔ اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کی کوئی ہدایت کرنے والا نہیں، اور جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی بہکانے والا نہیں۔ (ت)

میں جانتا ہوں کہ حق کڑوا لگے گا مگر کوئی مسلمان تو ایسا نکلے گا کہ رب کے حضور گردن جھکا کر سچے دل سے منہ دیکھے حق و باطل کو میزانِ ایمان میں پرکھے، اور اگر سب پر وہی عناد و مکابرہ کا داغ، تو وما علینا الا البلاغ، اللھم الیك المشتکی وانت المستعان، وعلیك البلاغ والیك المصیر ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (ہماری ذمہ داری بات پہنچانا تھا اے اللہ! تیری بارگاہ میں درخواست ہے اور تو ہی مدد فرمانے والا ہے، تیرا کام ہی بات کا موثر فرمانا ہے، اور لوٹنا تیری طرف ہے برائی سے پھرنے اور نیکی کو بجا لانے کی قوت اللہ بلند و عظیم کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ ت)

(۴) عالم موصوف بیشک حق پر ہے اور ان لوگوں کی من گھڑت ترک موالات کہ نصارٰی سے مجرد معاملات جائزہ بھی حرام بلکہ کفر اور ہنود سے وداد و اتحاد، دلی محبت و اخلاص جائز بلکہ فرض قطعی اللہ و رسول پر افترا ہے، اس کا کچھ بیان ہو چکا اور زیادہ تفصیل کے لئے فقیر کا رسالہ المحجۃ المؤتمنۃ ہے، واللہ یھدی من یشاء الٰی صراط مستقیم[2] (اور اللہ جسے چاہے سیدھی راہ دکھائے۔ ت) عالم موصوف پر تنخواہ داری گورنمنٹ کا افترا کیا جائے شکایت ہے جب ان کے بڑے بڑے لیڈر وہ کچھ جتنے بہتان اللہ و رسول و قرآن عظیم پر باندھ رہے ہیں ابھی قرآن کریم کی آیات سے روشن ہو چکا کہ یہ لوگ آپ ہی ترکِ موالات کے منکر اور تکذیب قرآن عظیم پر مُصِر ہیں، پھر وہ اپنا عیب عالم پر نہ لگائیں تو کیا کھا کر جئیں، باقی رہا کفر و ارتداد کا فتوٰی اور اس کے مفتی و مصدقین و مستفتی اور اس کے ماننے والوں اور اس کے سبب عالم دین کی توہین کرنے والوں پر شرعی احکام، سب بعینہا وہی ہیں کہ جواب و سوال اول میں گزرے اور یہ کہ عالم موصوف پر ان لوگوں کے حکم کفر و ارتداد وہی اپنا عیب دوسرے کو لگانا اور فرعون ملعون کی سنت مذکورہ ہے کذٰلك قال الذین من قبلھم تشابھت قلوبھم[3] (ان سے اگلوں نے بھی ایسی ہی کہی ان کی سی بات، ان کے اُن کے دل ایک سے ہیں۔ ت)۔

(۵) جماعت اہل سنت میں ذکر محاورۂ قرآن و حدیث میں وہی مومنین ہیں، کما بینہ الامام

www.alahazratnetwork.org

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۳۶ و ۳۷
[2] ؍؍ ؍؍ ۲۴/ ۴۶
[3] ؍؍ ؍؍ ۲/ ۱۱۸

۱۱/۱۰ صدر الشریعۃ فی التوضیح والملا علی القاری فی المرقاۃ شرح المشکوٰۃ (جیسا کہ اسے امام صدر الشریعہ نے توضیح میں اور ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں بیان کیا ہے۔ ت) تفرقہ ڈالنا حرام ہے، رب عزوجل نے منافقین کی بنائی مسجد پر سخت غضب فرمایا، اور اپنے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حکم دیا کہ لا تقم فیہ ابدا[1] کبھی اس میں کھڑے نہ ہونا، اور اس کے بنانے والوں کو فرمایا،

اسس بنیانہ علی شفا جرف ھار فانھار بہ فی نار جہنم[2]

اس نے اس کی بنیاد رکھی گراؤ گڑھے کے کنارے پر تو وہ اسے لے کر جہنم کی آگ میں ڈھے پڑا۔

اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو بھیج کر اس کو ڈھوا دیا جلوا دیا۔ پھر حکم دیا کہ اس جگہ کو گھورا بنایا جائے جس میں نجاستیں اور کوڑا ڈالا جائے۔ رب عزوجل نے اس کی چار علتیں ارشاد فرمائیں، تیسری علت یہی تفریقا بین المؤمنین[3] (مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو۔ ت) ہے کہ انھوں نے اس کے سبب جماعت میں تفرقہ ڈالنا چاہا تھا۔ معالم شریف میں ہے:

لانھم کانوا جمیعا یصلون فی مسجد قبا فبنوا مسجد الضرار لیصلی فیہ بعضھم فیؤدی ذلک الی الاختلاف وافتراق الکلمۃ[4]

یعنی ساری جماعت مسجد قبا شریف میں ہوتی تھی، خبثاء نے وہ نقصان رسانی کی مسجد اس لئے بنائی کہ کچھ مسلمان اس میں پڑھیں، جس کا نتیجہ ہو کر پھوٹ پڑے اور تفرقہ ہو جائے۔

بلکہ ان خبیثوں نے جو عذر تفریق ظاہر کیا تھا یہ تفریق جبلپور اس سے ہزاروں درجے بدتر ہے، انھوں نے کہا تھا:

انا قد بنینا مسجدا لذی العلۃ والحاجۃ واللیلۃ المطیرۃ واللیلۃ الشاتیۃ[5]

ہم نے مسجد بنائی ہے بیمار اور کامی اور بارش کی رات اور جاڑے کی شب کے لئے۔

اور ان کا عذر تفریق یہ ہوا کہ عالم دین معاذ اللہ کافر و بدمذہب و ناقابل امامت ہے، جھوٹے وہ بھی تھے اور جھوٹے یہ بھی، مگر ع

---

[1] القرآن الکریم ۹/۱۰۸
[2] " " ۹/۱۰۹
[3] " " ۹/۱۰۶
[4] معالم التنزیل علی ہامش تفسیر الخازن آیۃ والذین اتخذوا مسجدا ضرارا کے تحت مصطفی البابی مصر ۲/۱۴۷
[5] ایضاً

ببیں تفاوت رہ از کجاست تابکجا

(راستے کا تفاوت دیکھ کہاں سے کہاں تک ہے۔ ت)

مسلمانوں کو مسجدِ الٰہی میں جانے سے منع کرنے اور اس کی ویرانی میں کوشاں ہونے کا حکم تو یہ ہے جو قرآن عظیم میں فرمایا،

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعٰی فی خرابہا اولٰئک ماکان لھم ان یدخلوھا الا خائفین ۵ لھم فی الدنیا خزی ولھم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم[۱] ۵

اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں نامِ الٰہی لینے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے ایسوں کو نہیں پہنچتا تھا کہ ان میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لئے دنیا میں رُسوائی ہے اور اُن کے لئے آخرت میں بڑا عذاب۔

مگر یہاں ان کا عذر یہ ہوگا کہ ہمیں مسجد ویران کرنا اور اس میں نماز سے روکنا مقصود نہ تھا بلکہ ہم نے تو بھلائی ہی چاہی تھی کہ امام کے پیچھے مسلمانوں کی نماز خراب نہ ہو، یہ بھلائی چاہنے کا عذر بھی ان منافقوں مسجد ضرار بنانے والوں نے پیش کیا تھا اور خالی زبانی نہیں بلکہ قسم کے ساتھ مؤکد کرکے،

قال اللہ تعالٰی ولیحلفن ان اردنا الا الحسنٰی[۲]۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا ضرور ضرور اللہ کی قسم کھا کر کہیں گے کہ ہم نے تو تفرقِ جماعت سے بھلائی ہی چاہی۔

www.alahazratnetwork.org

اس پر جواب فرمایا، واللہ یشھد انھم لکٰذبون[۳] (اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک یہ جھوٹے ہیں) جبکہ وُہ وجہ جو یہ ظاہر کرتے ہیں قطعاً کذب و باطل ہے، محض معاندانہ اس کا جھوٹا حیلہ گھڑ کر مسلمانوں کو مسجد سے روکنا اور جماعت میں پھوٹ ڈالنا چاہا تو وُہ نہ ہُوا اگر مسجد الٰہی کو یادِ الٰہی سے روکنا، مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے اور انھیں مسجد سے روکنے میں کافروں سے مدد لینا اور انھیں اغوائے مسلمین کے لئے راستوں پر مقرر کرنا نظر بحقیقت تو ٹھیک مناسبت پر واقع ہُوا، کافروں سے زیادہ اس کا اہل کون تھا، ایسے کام لینے والوں کے ایسے کام کو ایسے ہی کام کرنے والے مناسب تھے الخبیثٰت للخبیثین والخبیثون للخبیثٰت[۴] (گندیاں گندوں کے لئے اور گندے گندیوں کے لئے۔ ت) مگر ان کے زعم پر یہ کافروں سے استمداد اسی قسم میں واقع ہُوا جو ان کے ادعا میں دینی کام تھا اور دینی کام میں کافروں سے استعانت حرام،

قال اللہ عزوجل لایتخذ المؤمنون الکٰفرین اللہ تعالٰی نے فرمایا: مسلمان مسلمانوں کے سوا کافروں

---

[۱] القرآن الکریم ۲/۱۱۴
[۲] القرآن الکریم ۹/۱۰۷
[۳] " " ۹/۱۰۷
[۴] " " ۲۴/۲۶

اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذٰلک فلیس من اللّٰہ فی شیئ[1] — کو مددگار نہ بنائیں اور جو ایسا کرے اسے اللہ سے کچھ علاقہ نہیں۔

تفسیر ارشاد العقل وتفسیر فتوحات الٰہیہ میں اسی آیۂ کریمہ کی تفسیر میں ہے:

فھو اعن الاستعانۃ بھم فی الامور الدینیۃ[2] اس آیہ کریمہ میں مسلمانوں کو اس سے منع فرمایا کہ کافروں سے کسی دینی کام میں مدد لیں، یونہی ایسی نماز قائم کرنے کے لئے جس کی بنا پر مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے اور بستی عالم کی اقتدار سے روک کر غالباً کسی منہم کے پیچھے پڑھوانے پر ہو، زمین کفار ہی مناسب تھی کہ قضیۂ زمین برسرِ زمین ورنہ فقہائے کرام نے تو کافر کی زمین میں نماز پڑھنے سے اتنا روکا ہے کہ مسلمان کی زمین میں بے اس کے اذن کے پڑھے اور کافر کی زمین سے بچے، اور اگر مسلمان کی زمین میں کھیتی ہے کہ اس میں نہیں پڑھ سکتا تو راستے میں پڑھے اور کافر کی زمین میں نہ پڑھے اگرچہ راستے میں نماز پڑھنا مکروہ ہے مگر یہ کراہت کافر کی زمین میں پڑھنے کی کراہت سے ہلکی ہے۔ حاوی قدسی میں ہے:

ان اضطر بین ارض مسلم وکافر یصلی فی ارض المسلم اذا لم تکن مزروعۃ او لکافر یصلی فی الطریق[3] — اگر مسلمان اور کافر کی زمین کے درمیان اضطراب آگیا تو مسلمان کی زمین میں نماز ادا کی جائے گی بشرطیکہ وہ کاشت نہ ہو، اگر وہ زیر کاشت ہے یا کافر کی زمین ہے تو راستے میں نماز ادا کرلی جائے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ہاں ظاہراً یہاں اس کافر مالکِ زمین کا اذن ہوگا، اب ایمانی نگاہ سے یہ فرق دیکھنا چاہئے کہ کہاں تو کافر کی بےخبری میں اس کی زمین میں وہ نماز پڑھنی جس سے رضائے الٰہی مقصود ہو اور کہاں مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ ڈالنے اور بندگانِ الٰہی کو مسجدِ الٰہی سے روکنے کے لئے کافر کی دلی خوشی کہ مسلمانوں میں پھوٹ پڑے پوری کرنے کو اس کی زمین میں نماز قائم کرنی کافر کی وہ کراہت بدتر تھی جو اس کی زمین میں نماز پڑھنے سے ہوتی یا کافر کی یہ خوشی بدرجہا بدتر ہے جو اس کی کراہت قلب پر غالب آگئی اور جس کے سبب خود اس نے اپنی زمین خوش خوش نماز کیلئے دی، اول کا مقصود رضائے الٰہی ہے اور کافر کو اس سے غیظ ونفرت، اور دوم کا مقصود مسلمانوں میں تفرقہ ہے کہ نامرضی خدا ہے اور کافر کو اس سے سرور وفرحت، فاعتبروا یا اولی الابصار[4] (اے اہل بصارت! عبرت حاصل کرو۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۲۸

[2] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) آیت لایتخذ المؤمنون الکٰفرین کے تحت دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۳
الفتوحات الالٰہیہ " " " " " " مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۵۷

[3] الحاوی القدسی

[4] القرآن الکریم ۵۹/ ۲

بلاشبہہ ایسا کرنے والے مسجد ضرار والے منافقوں کے وارث اور مسلمانوں کے بدخواہ اور ایذائے مسلمین کیلئے مشرکین کے آلے اور ان کے مسخرے یعنی ان کے ہاتھوں میں ضرر اسلام کے لئے مسخر ہیں والعیاذ باللہ تعالٰی۔

(۶ و ۷) گائے کی قربانی بیشک شعارِ اسلام ہے،

قال اللہ تعالٰی والبدن جعلنٰھا لکم من شعائر اللہ[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: ہم نے اونٹ اور گائے کی قربانی کو تمہارے لئے دین الٰہی کی نشانیوں سے کیا۔

خود مولوی عبدالباری صاحب فرنگی محلی کو اس کا اقرار ہے، رسالہ قربانی صفحہ ۲۱ پر لکھتے ہیں:

"والبدن جعلنٰھا لکم من شعائر اللہ سے گائے کی قربانی ثابت ہوتی ہے[2]" خصوصًا اس معدنِ مشرکین ہندوستان میں کہ یہاں اس کا ابقاء واجرا بلاشبہہ اعظم مہماتِ اسلام سے ہے، مکتوبات جناب شیخ مجدد صاحب میں ہے:

ذبح بقرہ در ہندوستان از اعظم شعائر اسلام است[3]

ہندوستان میں گائے کا ذبح کرنا اسلام کے سب سے بڑے شعائر میں سے ہے۔ (ت)

یہاں اس کا باقی رکھنا یقینًا واجب شرعی ہے جس کی تحقیق ہمارے رسالہ "انفس الفکر فی قربان البقر" میں ہے، علمائے لکھنؤ نے بھی اسے تسلیم کیا ہے۔ مولوی عبدالحی صاحب کے فتاوٰی میں ہے:

"گائے ذبح کرنا طریقہ قدیمہ ہے زمانِ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وجملہ سلف صالحین سے تمام بلاد وامصار میں، اور اس پر اجماع واتفاق ہے تمام اہلِ اسلام کا، ایسے امر شرعی ماثور قدیم سے اگر ہنود بنظر تعصب مذہبی منع کریں تو مسلمانوں کو اس سے باز رہنا نہیں درست ہے بلکہ ہرگاہ ہنود ایک امر شرعی قدیم کے ابطال میں کوشش کریں، اہلِ اسلام پر واجب ہے کہ اس کے ابقاء واجرا میں سعی کریں اور اگر ہنود کے کہنے سے اس فعل کو چھوڑیں گے تو گنہگار رہوں گے، ہنود منع کریں تو اس کے ابقا میں سعی واجب ولازم ہے[4]" (ملخصًا)

محمد عبدالحی ابوالحسنات

انھیں کے دوسرے فتوے میں ہے:

"گائے ذبح کرنے کا جواز قرآن وحدیث سے ثابت ہے، ہنود بہ نظر اپنے مذہب کے رو سے

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۶

[2] رسالہ قربانی عبدالباری فرنگی محلی ص۲۱

[3] مکتوبات امام ربانی مکتوب ۸۱ شاہ دیکم نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۰۶

[4] مجموعہ فتاوٰی عبدالحی کتاب الاضحیۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۲/ ۲۰۳

www.alahazratnetwork.org

تو مسلمان کو باز آنا نہیں درست ہے اور ہندو کی ممانعت کو جو مبنی ہے ان کے اعتقادِ باطل پر تسلیم کر لینا نہیں جائز ہے، جو اس کی عظمت کا خیال کرے اس کے اسلام میں فتور ہے، پس ہنود کی ممانعت تسلیم کرنا موجب ان کے اعتقادِ باطل کی تقویت و ترویج کا ہوگا اور یہ کسی طرح شرعاً جائز نہیں، مسلمانوں کو ضرور ہے کہ گاؤ کشی ترک نہ کریں" (ملخصاً)[1]

محمد عبد الحی ابو الحسنات

مولوی عبد الباری صاحب کے والد ماجد مولانا عبد الوہاب صاحب کے فتوٰی میں ہے:

"ان بلاد میں مسلمانوں کو گاؤ کشی باقی رکھنے میں کوشش لازم ہے[2]۔"

محمد عبد الوہاب

انھیں کے دوسرے فتوٰی میں ہے:

"قربانی گائے کی شعارِ اسلام ہے اس کا موقوف کرنا بسبب ممانعت ہنود موجبِ معصیت ہے بلکہ قائم رکھنے قربانی گائے میں مسلمانوں کو سعی لازم ہے[3]۔"

محمد عبد الوہاب

خود مولوی عبد الباری صاحب کے رسالہ قربانی ص ۲۰ میں ہے:

"رکاوٹ ڈالنے کی صورت میں گائے کی قربانی واجب ہو جاتی ہے[4]۔"

اسی کے صفحہ ۲۱ میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

"جب سے ہندوؤں کو اس کا خیال ہوا کہ گائے کی قربانی روکی جائے اس وقت سے مسلمانوں کو بھی اپنا حق قائم رکھنے اور اپنے مذہبی حکم جاری رکھنے کا خیال پیدا ہو گیا، حکمِ شریعت بھی ایسا ہی ہے کہ جب قربانی روکی جائے تو لازم ہے کہ ہم اس کو کریں[5]۔"

صفحہ ۶ میں ہے:

"میں جانتا ہوں روکنے سے اس کا انجام دینا ضروری ہو جاتا ہے[6]۔"

صفحہ ۳: "مذہبی شعار کو کسی دباؤ یا مروت سے نہیں چھوڑ سکتے[7]۔"

---

[1] مجموعہ فتاوٰی عبد الحی	کتاب الاضحیۃ	مطبع یوسفی لکھنؤ	۲/ ۸۶-۲۸۵
[2] فتاوٰی محمد عبد الوہاب بحوالہ مجموعہ فتاوٰی	"	"	۲/ ۲۸۳
[3] " "	"	"	۲/ ۲۸۶
[4] رسالہ قربانی عبد الباری فرنگی محلی			ص ۲۰
[5] " "			ص ۲۱
[6] " "			ص ۶
[7] " "			ص ۳

صفحہ ۱۶ :

"ہندوؤں کے روکنے یا ان کی محض خوشامد سے ترک قربانی گاؤ کو ممنوع سمجھتا ہوں۔"[1]

صفحہ ۱۹ :

"شعار دین میں سے جس کو روکا جائے اس کے برقرار رکھنے کی پابندی مسلمانوں پر عائد ہو جاتی ہے۔"[2]

بقیہ اقوال کی تشریح رسالہ "الطاری الداری" میں ہے، تو جو لوگ خوشنودیٔ مشرکین کے لئے اس شعار اسلام کو مٹانا چاہتے اور مسلمانوں کو اس کے چھوڑنے پر زور دیتے ہیں، سخت فاسق، مفسد، آمر بالحرام، بدخواہ اسلام، مسلمانوں کے رہزن ہیں، مشرکین کے گرگے، شیطان کے بھائی، ابلیس کے کارندے، حق کے دشمن ہیں، منافقوں کے وارث ہیں جن کو حق سبحانہ فرماتا ہے:

المنٰفقون والمنٰفقٰت بعضہم من بعض یامرون بالمنکر وینہون عن المعروف ویقبضون ایدیہم نسوا اللہ فنسیہم ان المنٰفقین ہم الفسقون ○ وعد اللہ المنٰفقین والمنٰفقٰت والکفار نار جہنم خٰلدین فیہا ہی حسبہم ولعنہم اللہ ولہم عذاب مقیم[3]

منافق مرد و عورت آپس میں ایک ہیں برائی (مثلاً شعار اسلام بند کرنے) کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی (شعار اسلام جاری رکھنے) سے روکتے ہیں، اور (نیک کام خصوصاً شعار اسلام) سے ہاتھ کھینچتے ہیں وہ اللہ کو بھول گئے تو اس نے انہیں چھوڑ دیا، بیشک منافق ہی پکے فاسق ہیں، اللہ نے منافق مردوں عورتوں اور ان کافروں سے (جن کی طرف یہ منافق جھکتے اور اُن کی خوشنودی چاہتے ہیں) جہنم کی آگ کا وعدہ فرمایا ہے جس میں وہ سب ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے وہ ان کے عذاب کو بہت ہے اور اللہ نے ان سب پر لعنت کی اور ان کے لئے دائم عذاب ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

ان کے دام میں پھنس کر گائے کی قربانی چھوڑنے والا اللہ عزوجل کا مخالف اور ابلیس لعین کا فرمانبردار ہے، تارکِ واجب و مرتکبِ حرام، مستحقِ نار و غضبِ جبار ہے۔

والعیاذ باللہ العزیز الغفار وصلی اللہ تعالیٰ — اللہ عزیز و غفار کی پناہ، اور اس کے حبیب مختار

---

[1] رسالہ قربانی — عبدالباری فرنگی محلی — ص ۱۶

[2] " " " " — ص ۱۹

[3] القرآن الکریم ۹/ ۶۶ و ۶۷

علی الحبیب المختار و آلہ الاطہار وصحبہ الابرار و اولیائہ الاخیار وامتہ اجمعین الی یوم القرار وبارک وسلم واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

پر صلوٰۃ وسلام، آپ کی آلِ اطہار، اصحاب ابرار، اولیا اخیار اور اُمّت پر بھی قیامت تک، اور برکت وسلامتی ہو۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳ ازدانا پور محلہ شگونہ مسجد حنفیہ مسئولہ محمد حنیف خاں ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

بگرامی خدمت فیض درجت امام اہل سنّت اعلیحضرت عظیم البرکۃ مولانا مولوی مفتی شاہ احمد رضا خاں صاحب مدظلہم الاقدس، السلام علیکم! گزارش خدمت ہے کہ یہاں شہر پٹنہ میں ایک جگہ پر مجمع ہوا، جس میں علمائے بہار بھی شریک تھے اور عام لوگ بھی مولوی ابوالکلام حامی ترک موالات نے تحریک کی کہ بہار و اڑیسہ کے لئے ایک امیر اسلام ہونا چاہئے۔ اس پر لوگوں نے حضرت اقدس شاہ بدرالدین صاحب پھلواروی کو تجویز کرکے امیرِ اسلام بنایا، اب اعلان ہے کہ لوگ شہر کے امیرِ اسلام کے ہاتھ پر بیعت کریں، لہذا حضور والا سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ امیرِ اسلام کے ہاتھ پر بیعت کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور امیرِ اسلام کے لئے کیا کیا شرائط از روئے قرآن شریف وفقہ شریف ہونا چاہئے اور جو لوگ بیعت نہ کریں کیا وہ لوگ گنہگار رہیں جواب تفصیل سے مع دلائل کے عنایت ہو بیّنوا توجروا۔

الجواب

www.alahazratnetwork.org

امیرِ شریعت دو قسم ہے: اختیاری وقہری۔ اختیاری وہ جو کسی پر اپنے احکام کی تنفیذ میں جبر کا اختیار نہیں رکھتا، احکامِ شریعت بتا دینا اس کا کام ہے، ماننا نہ ماننا لوگوں کے اختیار، یہ امیرِ شریعت متدین فقہائے اہلِ سنّت ہیں،

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم[1]، اولوا الامر ھم العلماء علی اصح الاقوال کما قال تعالٰی ولوردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم[2]۔

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: اے اہلِ ایمان! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اور تم میں سے جو صاحبِ امر ہیں ان کی۔ اصح قول کے مطابق اولوالامر سے مراد علماء ہیں جیسا کہ اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: اور کاش وہ اسے لوٹاتیں رسول کی طرف اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف، تو ضرور ان سے اس کی حقیقت جان لیں گے وہ جس کو استنباط کرتے ہیں ان میں سے (ت)

عدمِ سلطان کی حالت میں مسلمانوں پر اپنے امورِ دینیہ میں متدین معتمد علمائے اہلسنّت کی طرف رجوع کرنا اور بھی

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۵۹

[2] ؍؍ ؍؍ ۴/ ۸۳

لازم تر ہو جاتا ہے کہ بعض بعض خاص دینی کام جنھیں ولاۃ وقضاۃ اٹھائے ہوتے ہیں ان میں بھی تاحدِ ممکن انھیں کے حکم سے تکمیل کرنی ہوتی ہے، جیسے معاملہ عنین وتنفیذ انکحہ وخیارات بلوغ وغیرہا سوائے حدود وتعزیر وقصاص جس کا اختیار غیر سلطان کو نہیں،

فاذا عسر جمعھم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائہ فان کثروا فالمتبع اعلمھم فان استووا اقرع بینھم[1] کما فی الحدیقۃ الندیۃ عن الفتاوی العتابیۃ۔

جب ایک پر اتفاق دشوار ہو تو ہر علاقہ کے لوگ اپنے عالم کی اتباع کرلیں، اگر علماء کثیر ہوں تو سب سے بڑے عالم کا اتباع کیا جائے، اگر علم میں برابر ہوں تو ان کے درمیان قرعہ اندازی کرلی جائے۔ جیسا کہ حدیقہ ندیہ میں فتاوی عتابیہ سے ہے۔(ت)

یہ امیر شرعی کسی کے انتخاب پر نہیں بلکہ خود بانتخاب الٰہی منتخب ہے، دیانت وفقاہت میں اس کا تفرد وتفوق خود ہی اسے متعین کرتا ہے، یہاں تک کہ لوگ اگر اس کے غیر کو منتخب کریں گے خطا کریں گے اور اسی کا اتباع لازم ہوگا کہ وہی اہل ہے اور طبائع خود ہی دینی امور میں اس کی طرف رجوع پر مجبور ہوتی ہیں کہ دوسری جگہ ویسا حل شافی نہیں پاتیں یہاں تک کہ اس کے اکابر اعدا کہ بوجہ بددینی یا حسد شیطنی اس کے سخت دشمن ہوتے ہیں، اور زبردستی اس پر اپنی تعلّی چاہتے ہیں، مسائل مشکلہ کے حل کرنے میں اس کے محتاج رہتے ہیں، اپنے گمنام جاہلوں کے ذریعہ سے اس کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں یوں اپنے لاحل مسئلوں کی گرہ کھلواتے ہیں،

ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم[2]۔

یہ اللہ تعالٰی کا فضل ہے عطا کرتا ہے جسے وہ چاہے اور اللہ فضل عظیم کا مالک ہے۔(ت)

اس امیر شریعت کے ہاتھ پر بیعت نہ کچھ ضرور نہ اس کا دستور، نہ اس کا ترک گناہ ومحذور، بلکہ اس کا معیار وہی ہے جو اوپر مذکور، اس کے فیصلے کو بہار واڑیسہ کے جملہ علماء بہ نظر تفصیلی صحیح شرعی نے جو فیصلہ کیا ہو آپ ہی منظور، واللہ علیم بذات الصدور[3] الا الی اللہ تصیر الامور[4]۔

اور اللہ سینوں کے رازوں کو جانتا ہے اور سنو تمام امور اللہ کی بارگاہ میں لوٹتے ہیں۔(ت)

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ النوع الثالث من انواع العلوم الثلاثۃ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۳۵۱

[2] القرآن الکریم ۵۷/۲۱

[3] " " ۳/۱۵۴

[4] " " ۴۲/۵۳

دوسرا امیر قہری اُس کے ذمّہ وُہ کام ہیں جو بغیر تسلط و غلبہ و قہر کے انجام نہیں پاتے مثلاً قصاص حدود و تعزیرات و اخذ عشور و اخذ خراج یہ ضرور نصب و انتخاب مسلمین پر ہے اور اسی کے ہاتھ پر بیعت کا دستور اور بلاوجہ شرعی اس سے انکار محظور، یہ اگر عام ممالک اسلامیہ پر مقرر کیا جائے تو خلیفہ و امیر المومنین ہے اور اس کے لئے سات شرطیں لازم کہ ایک بھی کم ہو تو خلیفہ نہیں متغلب ہے، اسلام، حریّت، ذکورت، عقل، بلوغ، قدرت، قرشیت۔

علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی تلمیذ امام ابن الہمام تعلیقات مسایرہ میں فرماتے ہیں:

اما عندنا فالشروط انواع، بعضها لازم لاتنعقد بدونه، وھی الاسلام، والذکورۃ، والحریۃ، والعقل، واصل الشجاعۃ، وان یکون قرشیا[1]۔

لیکن ہمارے نزدیک شروط مختلف طرح کی ہیں بعض ان میں سے لازم ہیں جن کے بغیر امارت کا انعقاد نہیں ہوسکتا اور وُہ مسلمان ہونا، مذکر ہونا، آزاد ہونا، عقل والا ہونا، دلیر ہونا اور قرشی ہونا ہے (ت)

اور اگر کسی قطر یا شہر یا موضع خاص پر تو وہاں کا صوبہ یا والی ہے، اس کے لئے بھی عقل و بلوغ و قدرت یقیناً شرط اور قرشیت کی کچھ حاجت نہیں اور تعمیم احکام کے لئے اسلام و حریت و ذکورت بھی ضرور ائمہ نے تصریح فرمائی ہے کہ عدم سلطان کے وقت مسلمانوں پر ایسا والی مسلم تلاش کرنا واجب ہے کما فی المبسوط و جامع الفصولین ومعراج الدرایۃ وغیرھا (جیسا کہ مبسوط، جامع الفصولین اور معراج الدرایہ وغیرہ میں ہے۔ ت) مگر ہر واجب بقدرِ قدرت ہوتا ہے اور ہر فرض بشرطِ استطاعت۔

قال اللہ تعالٰی لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا[2]۔

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے، اللہ کسی نفس کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔ (ت)

یہاں مسلمان ایسا والی مقرر کرنے پر ہرگز قادر نہیں اور اس پر واضح دلیل یہ ہے کہ سَو برس سے آج تک ہندوستان میں ہزار ہا مشائخ و علماء و صلحاء و کبراء گزرے کبھی اس طرف متوجہ نہ ہوئے کیا وہ مسئلہ نہ جانتے تھے یا قصداً فاسق و تارکِ واجب رہے، حاشا ہرگز نہیں، بلکہ انھیں معلوم تھا کہ یہ وجوب ہم پر نہیں۔ شرح مقاصد میں ہے:

فان قیل لو وجب نصب الامام لزم اطباق الامۃ فی اکثر الاعصار علی

اگر یہ اعتراض اٹھایا جائے کہ اگر امام کا مقرر کرنا واجب ہے تو لازم آئے گا کہ اُمت نے اکثر زمانوں

---

[1] تعلیقات مسایرۃ علامہ قاسم بن قطلوبغا مع المسامرۃ شروط الامام المکتبۃ التجاریۃ مصر ص ۳۱۹ و ۳۲۰
[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۶

www.alahazratnetwork.org

ترك الواجب لانتفاء الامام المتصف بما یجب من الصفات سیما بعد انقضاء الدولة العباسیة قلنا انما یلزم الضلالة لو ترکوہ عن قدرۃ و اختیار لا عجز و اضطرار[1]۔

میں واجب کا ترک کیا کیونکہ ایسا کوئی امام ہی نہیں ملا جو مذکورہ صفات کا حامل ہو خصوصاً حکومت عباسیہ کے گزرنے کے بعد، ہم جواباً کہتے ہیں امت کا گنہگار ہونا تب لازم آئے گا اگر انھوں نے قدرت و اختیار ہونے کے باوجود اسے ترک کیا ہو اور اگر عجز و اضطرار کی وجہ سے ہو تو پھر گناہ نہ ہوگا۔ (ت)

(یہ جواب ناقص ہی دستیاب ہوا)

---

[1] شرح المقاصد الفصل الرابع المبحث الاول فی نصب الامام دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۲/۲۷۵

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

دوام العیش من الائمۃ من قریش

۱۳۳۹ھ

(زندگی کا دوام اس امر میں کہ خلفاء قریش میں سے ہوں گے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

مسئلہ ۲۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سلطنت عثمانیہ کی اعانت مسلمانوں پر لازم ہے یا نہیں، فرضیت اعانت کے لئے بھی سلطان کا قرشی ہونا شرط ہے یا صرف خلافت شرعیہ کے لئے یا کسی کے لئے نہیں مولوی فرنگی محلی کے خطبۂ صدارت میں اس کے متعلق چند سطور ہیں اور مسٹر ابوالکلام آزاد نے رسالہ مسئلہ خلافت وجزیرہ عرب میں صفحہ ۳۲ سے صفحہ ۷۰ تک حسب عادت اسے بہت پھیلا کر بیان کیا ہے، ان دونوں کا محصل یہ ہے کہ خلافت شرعیہ میں بھی قرشیت شرط نہیں، یہ صحیح ہے یا غلط؟ اور اس بارے میں مذہب اہلسنت کیا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

الحمد للہ الذی فرض اعانۃ سلاطین الاسلام علی المسلمین وفضل قریشا بخاتم النبیین وسید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وبارک وسلم الٰی یوم الدین وعلٰی اٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ کل اٰن وحین۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ان الدین النصیحۃ ﷲ ولکتٰبہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتھم[1] رواہ احمد ومسلم وابوداؤد والنسائی عن تمیم الداری والترمذی والنسائی عن ابی ھریرۃ واحمد عن ابن عباس والطبرانی فی الاوسط عن ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

بیشک دین یہ ہے کہ اللہ اور اس کی کتاب اور اس کے رسول سے سچا دل رکھے اور سلاطینِ اسلام اور جملہ مسلمانوں کی خیرخواہی کرے (اسے احمد، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے تمیم داری سے اور ترمذی اور نسائی نے ابوہریرہ سے اور احمد نے ابن عباس سے اور طبرانی نے اوسط میں ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے۔ ت)

سلطنت علیہ عثمانیہ ایدہا اللہ تعالٰی نہ صرف عثمانیہ ہر سلطنت اسلام نہ صرف سلطنت ہر جماعتِ اسلام نہ صرف جماعت ہر فرد اسلام کی خیرخواہی ہر مسلمان پر فرض ہے اس میں قرشیت شرط ہونا کیا معنی، دل سے خیرخواہی مطلق فرض عین ہے اور وقت حاجت دعا سے امداد واعانت بھی ہر مسلمان کو چاہئے کہ اس سے کوئی عاجز نہیں اور مال یا اعمال سے اعانت فرض کفایہ ہے اور ہر فرض بقدر قدرت ہر حکم بشرطِ استطاعت۔

قال تعالٰی لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا[2]، وقال تعالٰی فاتقوا اللہ ما استطعتم[3]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو اللہ سے ڈرو جہاں تک ہو سکے۔ (ت)

مفلس پر اعانتِ مال نہیں، بے دست وپا پر اعانتِ اعمال نہیں، ولہذا مسلمانانِ ہند پر حکمِ جہاد وقتال نہیں۔ بادشاہِ اسلام اگرچہ غیر قرشی ہو اگرچہ کوئی غلام حبشی ہو امور جائزہ میں اُس کی اطاعت تمام رعیت اور وقت حاجت اُس کی اعانت بقدرِ استطاعت سب اہلِ کفایت پر لازم ہے، البتہ اہلسنت کے مذہب میں خلافت شرعیہ کیلئے ضرور قرشیت شرط ہے اس بارے میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے متواتر حدیثیں ہیں، اسی پر صحابہ کا اجماع، تابعین کا اجماع، اہلسنت کا اجماع ہے، اس میں مخالف نہیں مگر خارجی یا کچھ معتزلی کتب عقائد وکتب

---

[1] صحیح مسلم — کتاب الایمان — قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۴
سنن ابوداؤد — کتاب الادب — آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۲۰
مسند احمد بن حنبل — حدیث تمیم الداری — دار الفکر بیروت ۴/۱۰۲
[2] القرآن الکریم ۲/۲۸۶
[3] " " ۶۴/۱۶

حدیث وکتبِ فقہ اس سے مالا مال ہیں، بادشاہ غیر قرشی کو سلطان، امام، امیر، والی، ملک کہیں گے مگر شرعاً خلیفہ یا امیر المومنین کہ یہ بھی عرفاً اسی کا مترادف ہے، ہر بادشاہ قرشی کو بھی نہیں کہہ سکتے سوا اس کے جو ستّوں شرط خلافت اسلام، عقل، بلوغ، حریت، ذکورت، قدرت، قرشیت سب کا جامع ہو کر تمام مسلمانوں کا فرمانروائے اعظم ہو۔

اجمالی کلام و واقعات عام وازالہ اوہام جہال خام

اقول، وباللہ التوفیق اسم خلافت میں یہ شرعی اصطلاح ہے جملہ صدیوں میں اسی پر اتفاقِ مسلمین رہا۔

(۱) زمانہ صحابہ سے برابر علمائے کرام خلفاء سلوک کو علیحدہ کرتے آئے حتی کہ خود سلاطین اسی کے پابند ہے اور آج تک ہیں، بڑے بڑے جبار بادشاہ گزرے کبھی غیر قریش نے ترک ہوں یا مغل یا پٹھان یا کوئی اور اپنے آپ کو خلیفہ نہ کہلوایا نہ خلافت مصطفویہ شرعیہ کا دعویٰ کیا، جب تک خلافت عباسیہ قائم رہی خلیفہ ہی کی سرکار سے سلاطین کی تاجپوشی ہوتی، سلطان دستِ خلیفہ پر بیعت کرتا اور اس منصب شرعی کا مستحق اسی کو جانتا اگرچہ زور وطاقت وسطوت میں اُس سے کہیں زائد ہوتا، جب کفار تاتار کے دستِ ظلم سے محرم ۶۵۶ھ میں جامۂ خلافت تار تار ہوگیا علماء نے فرمایا ساڑھے تین برس تک خلافت منقطع رہی حالانکہ اس وقت بھی قاہر سلطنتیں موجود تھیں، مصر میں ملک ظاہر سلطان بیبرس کا دور دورہ تھا، امام جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء میں خاتم الخلفاء مستعصم باللہ کی شہادت کے بعد کا ذکر فرماتے ہیں:

ثم دخلت سنة سبع وخمسين والدنيا بلا خليفة۔[۱]

پھر ۶۵۷ھ آیا اور دنیا بے خلیفہ تھی۔

پھر فرمایا:

ثم دخلت سنة ثمان وخمسين والوقت ايضا بلا خليفة۔[۲]

پھر ۶۵۸ھ آیا اور زمانہ اسی طرح بے خلیفہ تھا۔

پھر فرمایا:

وتسلطن بيبرس وازال المظالم وتلقب بالملك الظاهر ثم دخلت سنة

بیبرس سلطان ہوا اور اس نے ظلم دفع کئے اور اپنا لقب ملک ظاہر رکھا، پھر ۶۵۹ھ آیا اور وقت

---

[۱] تاریخ الخلفاء احوال المستعصم باللہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۳۰

[۲] " " " " " " ص ۲۳۱

تسع وخمسين والوقت ايضا بلا خليفة الى رجب فاقيمت بمصر الخلافة وبويع المستنصر و كان مدة انقطاع الخلافة ثلاث سنين و نصفا[1] (ملخصا)

ماہ رجب تک یونہی بے خلیفہ تھا یہاں تک کہ مصر میں پھر خلافت قائم کی گئی اور مستنصر باللہ عباسی کے ہاتھ پر بیعت ہوئی خلافت ساڑھے تین برس تک معدوم رہی۔ (ملخصا)۔

یونہی حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاہرہ میں فرمایا:

لما اخذ التاتار بغداد وقتل الخليفة اقامت الدنيا بلا خليفة ثلث سنين و نصف سنة و ذلك من يوم الاربعاء رابع عشر صفر سنة ست وخمسين وهو يوم قتل الخليفة المستعصم رحمه الله تعالى الى اثناء سنة تسع وخمسمائة[2]

یعنی جبکہ تاتاریوں نے بغداد مقدس لے لیا اور خلیفہ شہید ہوئے دنیا ساڑھے تین برس بے خلیفہ رہی اور یہ ۱۴ صفر روز چہارشنبہ ۶۵۶ھ سے کہ روز شہادت خلیفہ مستعصم رحمہ اللہ تعالیٰ تھا ۱۳ رجب ۶۵۹ھ تک کا زمانہ ہے۔

(۲) یہ خلافت کہ مصر میں قائم ہوئی اور ڈھائی سو برس سے زائد رہی خود سلطان کی قائم کی ہوئی تھی، سلطان بظاہر اس کا دست نگر ہوتا اور خلافت پر قادر تھا نظر بقوت بے تقوائی خلیفہ ہی نظم ونسق و رتق و فتق و امر و حکم میں سلطان مستقل تھا، خلیفہ امیر المومنین کہلانے اور بیعت لینے اور خطبہ و سکہ کو زینت اور سلاطین کو تاج و خلعت دینے کے لئے ہوتا بلکہ اس کی بنا خود خلافت بغداد میں پڑ چکی تھی، مقتدر باللہ کو ۲۹۶ھ میں تیرہ[۱۳] برس کی عمر میں خلافت ملی، طفلی و اشتغال بازی و اختیارات زنان و استخدام یہود و نصاریٰ نے ضعف پہنچایا ملک مغرب نکل گیا مصر نکل گیا قرامطہ ملعونوں کا زور ہوا، پھر ۳۲۴ھ میں واسطہ کا صوبہ محمد بن رائق خلیفہ راضی باللہ پر فائق ہوا خلیفہ نام کے لئے تھا پھر یہ بدعت شنیعہ مدتوں مستمر رہی مگر تمام علماء و مسلمین اور خود وہ جبار سے جبار سلاطین بھی خلافت انھیں قرشی خلفا کی مانتے اور انھیں سے پروانہ و خلعت سلطنت لیتے۔ اگر غیر قرشی بھی خلیفہ ہو سکتا تو سلاطین خود خلفا بنتے، کیا ضرورت تھی کہ ان قرشیوں کو اپنا تغلب مٹانے کے لئے حیلۂ شرعیہ کے واسطے خلیفہ بناتے اور اپنے زیردستوں کے حضور سر بندگی جھکاتے اور ان کے ہاتھ سے تاج و خطاب پاتے مگر نہیں وہ مسلمان تھے سُنّی تھے جانتے تھے کہ ہم قرشی نہیں ہماری خلافت نہیں ہو سکتی اور بے تولیت خلافت بطور خود سلطنت کرینگے تو داغ تغلب ہماری پیشانی سے نہ مٹے گا اسی لئے ان عباسی قرشیوں کی خلافت رکھی تھی۔

---

[1] تاریخ الخلفاء — احوال المستعصم باللہ — مطبع مجتبائی دہلی — ص ۳۳۱

[2] حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر والقاہرۃ

12 (۳) پھر اُدھر ہی کے سلاطین نہیں اس دور دراز مملکت ہند کے متشرع سلاطین نے بھی انھیں خلفاء سے اپنے نام پروانۂ سلطنت لیا حالانکہ یہ کسی طرح بھی تسلط کی راہ سے اُن کے ماتحت نہ تھے، تاریخ الخلفاء میں ہے:

وفی سنة اربع عشرة ارسل غياث الدين اعظم شاه بن اسكندر شاه ملك الهند يطلب التقليد من الخليفة وارسل اليه مالاً وللسلطان هدية [1]

سنہ آٹھ سو چودہ میں بادشاہ ہند اعظم شاہ غیاث الدین بن سکندر شاہ نے خلیفہ مستعین باللہ ابو الفضل سے اپنے لئے پروانۂ تقرر سلطنت مانگا اور خلیفہ کے لئے نذر اور سلطان مصر کو ہدیہ بھیجا۔

خود مسٹر آزاد کے اسی رسالۂ خلافت ص ۷۹ میں ہے:

"جب تک بغداد کی خلافت رہی ہندوستان کے تمام حکمران اس کے فرماں بردار رہے جب ۶۶۰ھ؏ میں مصر کی عباسی خلافت کا سلسلہ شروع ہوا تو اگرچہ یہ عباسیہ کے کاروانِ رفتہ کا محض ایک گرد وغبار تھا تاہم سلاطینِ ہند اس کی حلقہ بگوشی و غلامی کو اپنے لئے فخر سمجھتے رہے اور مرکزی خلافت کی عظمت دینی نے مجبور کیا کہ اپنی حکومت کو شرعی طور پر منوا دینے کے لئے مقامِ خلافت سے پروانۂ نیابت حاصل کرتے رہیں۔"

پھر سلطان محمد بن تغلق شاہ و سلطان فیروز شاہ کی بندگی و غلامی بو الحسن خلافت سے رہی اور فیروز شاہ کے لئے دربارِ خلافت سے دوبار پروانۂ تقرر سلطنت و نشان و خلعت کا آنا لکھا اور یہ کہ سلطان نے اُس کی کمال تعظیم کی اور یہ سمجھا کہ گویا یہ عزت آسمان سے اُتری اور یہ سند بارگاہِ رسالت سے ملی، پھر کہا: (ص ۸۰)

"غور کرو مقامِ خلافت کی عظمت کا ہمیشہ کیا حال رہا خلافت بغداد مٹنے کے بعد بھی خلافت کی صرف ایک اسمی نسبت بھی اس درجہ جبروت رکھتی تھی کہ ہندوستان جیسے بعید گوشہ میں ایک عظیم الشان فرمانروائے اقلیم مصر کے دربارِ خلافت سے اذن و اجازت حاصل ہونے پر فخر کرتا ہے مٹنے پر بھی اس مقام کی عظمت تمام عالمِ اسلامی پر اس طرح چھائی رہتی ہے کہ وہاں کا فرمان آسمانی فرمان اور وہاں کا حکم بارگاہِ نبوت کا حکم سمجھا جاتا ہے۔"

خدا جانے مسٹر آزاد یہ کس جنگ یا کسی نشے کی ترنگ میں لکھ گئے، ان کا اعتقاد تو یہ ہے ص ۵۳ کہ،

؏ یہ غلط ہے بلکہ ۹ رجب ۶۵۹ھ ۔ ۱۲ منہ غفرلہ

---

[1] تاریخ الخلفاء احوال المستعین باللہ ابو الفضل مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۵۷

"انتخاب خلیفہ کا موقع نہ رہا ہو تو خلیفہ تسلیم کرلینے کے لئے بجز اسلام اور حکومت کے جماؤ اور جگہ پکڑلینے کے اور کوئی شرط نہیں۔"

سبحان اللہ! یہ سلاطینِ ہند و سلاطینِ مصر اور خود سلطان بیبرس جس نے اس خلافت کی بنیاد رکھی مسلمان بھی تھے اور اُن کی حکومتیں جمی ہوئی تھیں تو آپ کی کافی ساختہ دونوں شرطِ خلافت موجود تھیں پھر انھوں نے خود اپنے آپ کو خلیفہ کیوں نہ جانا اور ان کی حکومت شرعی طور پر ماننے کے قابل کیوں نہ ہوئی حالانکہ آپ کے نزدیک شریعت کا حکم ہے کہ،

"اُسی کو خلیفہ ماننا چاہیے خواہ تمام شرطیں اُس میں پائی جائیں یا نہ پائی جائیں"۔ (ص ۵۱)

"ہر مسلمان پر از رُوئے شرع واجب ہے کہ اُسی کو خلیفۂ اسلام تسلیم کرے"۔ (ص ۳۵)

خیر آپ کا تناقض آپ کو مبارک۔ سلاطینِ اسلام نے کیوں اپنی خلافت نہ مانی اور وُہ کیا بات اُن میں کم تھی جس کے لئے انھیں دوسرے کی خلافت جمانے اور اس کی اجازت کے صدقے اپنی حکومت کو شرعی منوانے کی ضرورت پڑی۔ ظاہر ہے کہ وُہ نہ تھی مگر شرطِ قرشیت۔

(۴) مسٹر کو چھوڑیے جنھوں نے دُو ہی شرطیں رکھیں، ائمۂ دین تو سات بتاتے ہیں دیکھئے شاید ان میں کی کوئی اور شرط مفقود ہونے کے سبب سلاطین نے اپنے آپ کو خلیفہ نہ سمجھا، اُوپر گزرا کہ وہ اسلام و حریت و ذکورت و عقل و بلوغ و قدرت و قرشیت ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ ان سلاطین میں چھ موجود تھیں پہلی پانچ بداہتہً اور قدرت یوں کہ حکومت کا جماؤ ہے اُس کے نہیں تو صرف ایک ہی شرط قرشیت نہ تھی لاجرم اُسی کے نہ ہونے سے تمام سلاطین نے اپنے آپ کو خلیفہ نہ مانا اور قرشی خلافت کا محتاج و دست نگر جانا۔

www.alahazratnetwork.org

(۵) بلکہ بطور مسٹر امر واضح تر ہے اُن نام کے خلفا میں اگر قرشیت موجود تھی قدرت مفقود تھی کہ وہ سلاطین کے ہاتھوں میں شطرنج کے بادشاہ تھے، جبار خونخوار متکبر متجبر سلاطین کے سر میں یوں بھی سودائے مساوات و بے نیازی نہ سمایا اور انھیں کو خلیفہ اور اپنے آپ کو اُن کا محتاج ٹھہرایا حتی کہ جب سلطان بیبرس نے مستنصر کو خلیفہ کیا اور اُس سے پروانہ سلطنت لیا خلیفہ نے اظہارِ انقیاد کے لئے اُس کے پاؤں میں سونے کی بیڑیاں ڈالیں اور سلطان نے خدم حشم کے ساتھ یونہی قاہرہ اپنے دار السلطنت کا گشت کیا کہ گلے میں طوق اور پاؤں میں بیڑیاں اور آگے آگے وزیر کے سر پر خلیفہ کا عطا کیا ہُوا پروانۂ سلطنت (حسن المحاضرہ) روشن ہُوا کہ وُہ شرط قرشیت کس درجہ اہم و ضروری تر جانتے تھے انھوں نے خیال کیا کہ قدرت مکتسبہ بھی ہوتی ہے بلکہ اُسے اکتساب سے مفر نہیں کہ ملکوں پر تنہا کا تسلط عادۃً نہیں ہوتا مگر افواج و اطاعت جماعت سے جب اقتدار والوں نے انھیں سر پر رکھ لیا تو مقصود اقتدار حاصل ہوگیا جیسے خلیفہ میں خود عالم اصول و فروع ہونے کی شرط اتفاقی نہ رہی کہ دُوسرے کے علم سے کام چل سکتا ہے لیکن قرشیت ایسی چیز نہیں کہ دوسرے سے مکتسب ہو لہٰذا اپنے اقتدار کا خیال نہ کیا اور

اُن کی قرشیت کے آگے سر جُھکا دیا۔

(۹) نہ صرف سلاطین بلکہ بکثرت ائمہ و علماء نے اسی کو خلافت جانا خلافت بغداد پر پچھلی تین صدیاں جیسی گزریں انھیں جانے دو تو یہی خلافت مصر لو جسے تم کاروانِ رفتہ کی محض ایک گرد و غبار کہتے ہو۔

(أ) جب بیبرس نے مستنصر کی خلافت قائم کرنی چاہی سب میں پہلے امام اجل امام عزالدین بن عبدالسلام نے بیعت فرمائی پھر سلطان بیبرس پھر قاضی پھر امراء وغیرہم نے۔

(ب) پھر ابوالعباس حاکم بامر اللہ کے بیٹے تیسرے خلیفہ مصری مستکفی باللہ کی خلافت کا امضا اور اس کی صحت کا ثبوت امام اجل تقی الدین بن دقیق العید کے فتوے سے ہُوا اُن کے عہد نامۂ خلافت میں تھا،

الحمد لله الذی ادام الائمة من قریش وجعل الناس تبعا لهم فی هذا الامر فغیرهم بالخلافة العظمة لایدعی ولا یسمی[1]

سب خوبیاں اللہ کو جس نے خلیفہ ہمیشہ قریش میں سے کئے اور تمام لوگوں کو خلافت میں اُن کا تابع کیا تو غیر قرشی کو نہ خلیفہ کہا جائے گا نہ وہ اس نام سے پکارا جائے۔

اس پر قاضی القضاۃ شمس الدین حنفی کے دستخط ہوئے۔

www.alahazratnetwork.org

(ج) پھر مستکفی کے بیٹے ابوالعباس احمد حاکم بامر اللہ کی صحت خلافت پر امام قاضی القضاۃ عزالدین بن جماعہ نے شہادت دی اور ان کی مثالِ بیعت علامہ احمد شہاب ابن فضل اللہ نے لکھی اُس میں اُن کو خلیفہ جامع شرائط خلافت لکھا اور لکھا کہ، وصل الحق الی مستحقه[2] حق بحقدار رسید، کل ذٰلک فی حسن المحاضرة (یہ سب کا سب حسن المحاضرہ میں موجود ہے۔ ت)

(د) امام اجل ابوزکریا نووی اسی خلافت مصریہ کے دور سے متعلق شرح صحیح مسلم میں فرما رہے ہیں،

قد ظهر ما قاله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فمن زمنه الی الاٰن الخلافة فی قریش[3]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ظاہر ہو گیا کہ جب سے آج تک خلافت قریش ہی میں ہے۔

دیکھو اکابر ائمہ برابر انھیں خلفاء مانتے آئے۔

(ھ) امام خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں یہ تمام خلافتیں بغدادی پھر مصری

---

[1] حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر و القاہرۃ

[2] ایضاً

[3] شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم کتاب الامارۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۹

ذکر کیں اور خطبہ میں فرمایا :

ترجمت فیه الخلفاء امراء المؤمنین القائمین بامر الامة من عهد ابی بکر الصدیق رضی الله تعالیٰ عنه الی عهدنا هذا[1]

میں نے اس کتاب میں اُن کے احوال بیان کئے جو خلیفہ امیر المؤمنین کار امت پر قیام کرنے والے صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے وقت سے ہمارے زمانے تک ہوئے ۔

(و) پھر فرمایا میں نے اس میں کسی عُبیدی کا ذکر نہ کیا کوکئی وجہ سے ان کی خلافت صحیح نہیں ، ایک تو وہ قرشی نہ تھے ، دوسرے وُہ بدمذہب بے دین کم از کم رافضی تھے و مثل هؤلاء لا تنعقد لهم بيعة ولا تصح لهم امامة[2] ایسوں کے لئے نہ بیعت ہو سکے نہ ان کی خلافت صحیح ۔ تیسرے یہ کہ اُن کی بیعت اُس وقت ہوئی کہ خلافت عباسی قائم تھی اور ایک وقت میں دو خلیفہ نہیں ہو سکتے ، چوتھے یہ کہ حدیث فرما چکی کہ خلافت جب بنی عباس کو ملے گی پھر ظہورِ امام مہدی تک دوسرے کو نہ پہنچے گی ، ان وجوہ سے میں نے عُبیدیوں کو ذکر نہ کیا و انما ذکرت الخلیفة المتفق علی صحة امامته[3] میں نے وہی خلفاء ذکر کئے جن کی صحتِ خلافت پر اتفاق ہے ۔ دیکھو کیسے صریح نص ہیں کہ یہ کمزور خلافتیں بھی صحیح خلافت میں آخر کس لئے ، اس لئے کہ قرشی ہیں اور زبردست طاقتور سلاطین غیر قرشی ۔

(ض) جب خلیفہ مستکفی باللہ نے شعبان ۷۴۰ھ یا ۷۴۱ھ میں وفات پائی اور اپنے بیٹے احمد حاکم بامر اللہ کو ولیعہد کیا سلطان ناصر الدین محمد بن قلاوون ترکی نے کہ ۷۳۶ھ میں مستکفی باللہ سے رنجیدہ ہو گیا اور ۱۸ ذی الحجہ کو اُسے مصر سے باہر شہر قوص میں مقیم کیا (اگرچہ ادارات پہلے سے بھی زائد کر دئے اور خطبہ و سکہ خلیفہ ہی کا جاری رہا) اس عہد کو نہ مانا اور جبراً خلیفہ مستکفی کے بھتیجے ابراہیم بن محمد بن حاکم بامر اللہ کے لئے بیعت لی (اگرچہ مرتے وقت خود اس پر نادم ہوا اور سرداروں کو وصیت کی کہ خلافت ولیعہد مستکفی احمد ہی کے لئے ہو جس پر ابن فضل اللہ نے وُہ لکھا کہ حق بحقدار رسید) ابن قلاوون کی اس حرکت پر امام جلال الدین سیوطی نے حسن المحاضرہ میں فرمایا کہ اللہ عزوجل نے ناصر بن قلاوون پر اُس کے سب سے زیادہ عزیز بیٹے امیر انوک کی موت کی مصیبت ڈالی یہ اسے پہلی سزا دی ، پھر مستکفی کے بعد سلطنت سے متمتع نہ ہوا ایک سال اور کچھ روز دن کے بعد اللہ عزوجل نے اسے ہلاک کیا بلکہ بعض نے مستکفی کی وفات ۷۴۱ھ میں لکھی ہے تو یُوں تین ہی مہینے بعد مرا ،

---

[1] تاریخ الخلفاء خطبۂ کتاب مطبع مجتبائی دہلی ص ۶
[2] " " " " " " " ص ۷
[3] " " " " " " " ص ۸

سنة الله فيمن مس احدا من الخلفاء بسوء فان الله تعالیٰ يقصمه عاجلا وما يدخر له في الأخرة من العذاب اشد[1]

سنتِ الٰہیہ ہے کہ جو کوئی کسی خلیفہ سے برائی کرے اللہ تعالیٰ اسے ہلاک فرما دیتا ہے اور وہ جو آخرت میں اس کے لئے رکھتا ہے سخت تر عذاب ہے۔

پھر اولادِ ابن قلاوون میں اس کی شامت کی سرایت بیان فرمائی کہ اُن میں جو بادشاہ ہوا تخت سے اتار اگیا اور قید یا جلا وطن یا قتل کیا گیا، خود اس کا صلبی بیٹا کہ اُس کے بعد تخت پر بیٹھا دو مہینے سے کم میں اتار دیا گیا اور مصر سے قوص ہی کو بھیجا گیا جہاں سلطان نے خلیفہ کو بھیجا تھا اور وہیں قتل کیا گیا، ناصر نے چالیس برس سے زیادہ سلطنت کی اور اس کی نسل سے بارہ بادشاہ ہوئے جن کی مجموعی مدت اتنی نہ ہوئی۔

(۳) نیز امام ممدوح کتاب موصوف میں فرماتے ہیں:

اعلم ان مصر من حين صارت دار الخلافة عظم امرها وكثرت شعائر الاسلام فيها وعلت فيها السنة وعفت عنها البدعة وصارت محل سكن العلماء ومحط الرجال الفضلاء وهذا سر من اسرار الله تعالیٰ اودعه في الخلافة النبوية كما ورد ان الايمان والعلم يكونان مع الخلافة اينما كانت ولا يظن ان ذلك بسبب الملوك فقد كانت ملوك بني ايوب اجل قدرا واعظم قدرا من ملوك جاءت بعدهم بكثير ولم تكن مصر في زمنهم كبغداد وفي اقطار الارض الأن من الملوك من هو اشد بأسا واكثر جندا من ملوك مصر كالعجم والعراق والروم والهند والمغرب وليس الدين قائما ببلادهم كقيامه بمصر ولا شعائر الاسلام

یعنی مصر جب سے دار الخلافہ ہوا اس کی شان بڑھ گئی شعائرِ اسلام کی اس میں کثرت ہوئی، سنت غالب ہوئی بدعت مٹی، علماء کا جنگل فضلاء کا دنگل ہو گیا، اور یہ رازِ الٰہی ہے کہ اس نے خلافتِ نبوت میں رکھا ہے جس طرح حدیث میں آیا کہ خلافت جہاں ہو گی علم و ایمان اس کے ساتھ ہوں گے، اور یہ کوئی نہ سمجھے کہ مصر میں یہ دین کی ترقی سلاطین کے سبب ہوئی کہ سلاطین بنی ایوب سلاطینِ مابعد سے بہت زیادہ جلیل القدر تھے اور ان کے زمانے میں مصر بغداد کو نہ پہنچا تھا اور اب اطراف زمین میں وہ سلاطین ہیں کہ سلاطینِ مصر سے اُن کی آنچ سخت اور لشکر زائد جیسے ایران، عراق، روم، مغرب، ہندوستان۔ مگر دین وہاں ایسا قائم نہیں جیسا مصر میں ہے، نہ شعائرِ اسلام ایسے ظاہر نہ سنت و حدیث و علم کا ایسا شیوع، یہ سب خلافت ہی کی برکت ہے، دیکھو کیسا جبار و با اقتدار

---

[1] حسن المحاضرة في اخبار مصر والقاهرة۔

ظاهرة فی اقطارهم کظهورها فی مصر و لانشرت السنة والحدیث والعلم فیها کما فی مصر[1]۔

سلاطین کو جن میں ترک بھی ہیں الگ کر دیا اور خلافت نبوت ایسی کمزور خلافت مصر میں مانی۔

آخر یہ فرق قرشیت نہیں تو کیا ہے۔

(۷) اگر کہئے وہ خلافت سے نامزد ہو چکے تھے لہذا بعد کے سلاطین نے اگرچہ جامع شروط تھے اپنے آپ کو خلیفہ نہ جانا کہ خلافت جب ایک کے لئے ہولے دوسرا نہیں ہوسکتا،

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) **اولاً** یہ ہو تو سلاطین مابعد میں ہو، بیبرس کی سلطنت تو پہلے منعقد ہولی تھی پھر دوسرے کو خلیفہ بنانے اور اس کے آگے ہاتھ پھیلانے اور یہ سلسلہ مافیہ جلاتے جانے کے کیا معنی تھے، کاش سلطان اپنے آپ کو معزول کرلیتا اور مستنصر ہی کے ہاتھ میں باگ دیتا مگر نہیں وہ سلطنت پر قائم رہا اور تمہارے زعم میں خود بیبرس کی خلافت صحیحہ اور ہر مسلمان پر شرعًا واجب التسلیم تھی، اب اس نے انتخاب کی طرف آکر اپنی صحیح شرعی خلافت تو باطل کردی اور ایک اسمی رسمی قائم کی، یہ کیسا جنون ہوا جسے تمام علمائے عصر نے بھی پسند کیا طرفہ تر یہ کہ یہ اپنی حکومت شرعی طور پر منوانے کے لئے کیا جس کا مسٹر کو بھی اعتراف ہے حالانکہ اس سے پہلے ہی اُس کی خلافت کا ماننا آپ کے نزدیک شرعًا واجب تھا اور اب نہ رہا کہ انتخاب نے شرائط عائد کیں وہ نہ اس میں ہیں نہ اُس خلیفہ میں تو اپنی خلافت کھوتی خلیفہ اسمی سے تولیت لی وہ گئی اور یہ نہ ہوئی دونوں دین سے گئے اسی لئے گلے میں طوق اور پاؤں میں بیڑیاں پہنی تھیں۔ع

بیکسیہائے تمنا کہ نہ دنیا و نہ دین

(بیکسی کی آرزو پر افسوس ہے کہ نہ دنیا ہاتھ آئی نہ دین حاصل ہوا۔ت)

غرض یہ ایجاد آزاد وہ مہمل و بے معنی ہذیان ہے جو سلاطین وعلماء کی خواب میں بھی نہ تھا وہ یقینًا جانتے تھے کہ خلافت میں ہمارا کچھ حصہ نہیں اور داغِ تغلب ہم سے نہ مٹے گا جب تک کسی خلیفہ قرشی سے اذن نہ لیں لہذا یہ صورت خلافت قائم کی کہ مالایدرك کله لایترك کله (جسے مکمل طور پر حاصل نہ کیا جاسکتا ہو اُسے مکمل طور پر چھوڑا بھی نہیں جاسکتا۔ت)

(۸) **ثانیًا** دنیا میں اسلامی سلطنتیں مختلف ممالک میں پھیلی ہوئی تھیں اور ہر ایک اپنے ملک کا حاکم مستقل اور آپ کی دونوں شرط خلافت کا جامع تھا اور تبدل ایام و موت و تقرر سلاطین سے کبھی یہاں کی سلطنت پہلے ہوتی کبھی وہاں کی، ان میں کسی متاخر نے یہ نہ جانا کہ خلافت اس دوسرے سلطان کا حق ہے مجھے اُس سے

www.alahazratnetwork.org

---

[1] حسن المحاضرة فی اخبار مصر والقاهرة

اذن و پروانہ لینا چاہئے لیکن سمجھا تو اسی قریشی خلافت کا محتاج سمجھا تو ہرگز اس کی بنا پر تقدم و تاخر نہ تھی بلکہ وہی ایک اکیلی شرطِ قرشیت کہ نامقتدری خلیفہ کی حالت میں بھی اپنا رنگ جماتی اور بڑے بڑے اقتدار و جبروت والوں کا سر اپنے سامنے جھکاتی تھی۔ الحمد للہ کیسے روشن بیانوں سے ثابت ہوا کہ یہ سارے جلوے شرطِ قرشیت کے تھے تمام سلاطین کا خود یہی عقیدہ تھا کہ ہم بوجہ عدمِ قرشیت لائقِ خلافت نہیں، قرشی کے سوا دوسرا شخص خلیفہ نہیں ہوسکتا کہ ہر وقت و قرن کے علماء انھیں یہی بتاتے رہے، اور قطعاً یہی مذہب اہلسنت ہے اور اسی پر احادیثِ مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی متواتر شہادت ہے فماذا بعد الحق الا الضلٰل (تو حق کے بعد کیا ہے مگر گمراہی ہے۔ ت)

رہا مسئلۂ اعانت، کیا آپ لوگوں کے زعم میں سلطانِ اسلام کی اعانت کچھ ضرور نہیں صرف خلیفہ کی اعانت جائز ہے کہ مسلمانوں کو اعانت پر ابھارنے کے لئے ادعائے خلافت ضرور ہُوا یا سلطان مسلمین کی اعانت صرف قادروں پر ہے اور خلیفہ کی اطاعت بلاقدرت بھی فرض ہے، یہ نصوصِ قطعیہ قرآن کے خلاف ہے، اور جب کوئی وجہ نہیں پھر کیا ضرورت تھی کہ سیدھی بات میں جھگڑا ڈالنے کے لئے جملہ علمائے کرام کی واضح تصریحاتِ متظافرہ اور اجماعِ صحابہ و اجماعِ امت و احادیثِ متواترہ کے خلاف یہ تحریک لفظِ خلافت سے شروع کرکے عقیدۂ اجماعیہ اہلسنت کا خلاف کیا جائے، خارجیوں معتزلیوں کا ساتھ دیا جائے، دُور از کار تاویلوں تبدیلوں تحریفوں، خیانتوں، عنادوں، مکابروں سے حق چھپانے اور باطل پھیلانے کا ٹھیکا لیا جائے، والعیاذ باللہ تعالٰی۔

www.alahazratnetwork.org

اب ہم بتوفیقہ تعالٰی اس اجمالِ مفصل کی تفصیلِ مجمل کے لئے کلام کو ایک مقدمہ اور تین فصل پر منقسم کرتے ہیں:

مقدمہ: خلیفہ و سلطان کے فرق اور یہ کہ کسی عرفِ حادث سے مسئلۂ خلافت مصطلحہ شرعیہ پر کوئی اثر نہیں پڑسکتا۔

فصل اوّل: احادیثِ متواترہ و اجماعِ صحابہ و تابعین و مذہبِ مہذبِ اہلسنت نصرہم اللہ تعالٰی سے شرطِ قرشیت کے روشن ثبوت۔

فصل دوم: خطبۂ صدارت میں مولوی فرنگی محلی صاحب کی پندرہ سطری کارگزاری کی نازبرداری۔

فصل سوم: رسالۂ خلافت میں مسٹر ابوالکلام آزاد کے ہذیانات و تلبیسات کی خدمتگزاری۔

وباللہ التوفیق لارب سواہ، والصلٰوۃ والسلام علٰی مصطفاہ و اٰلہ و صحبہ و من والاہ۔

مقدمہ

خلیفہ وسلطان کے فرق اور یہ کہ سلطان کہہ دیا جانا ہی خلیفہ نہ ہونے کی کافی دلیل ہے اور یہ کہ لفظ خلیفہ میں اگر کوئی عرف حادث ہو بھی تو اس سے خلافت مصطلحہ شرعیہ پر کیا اثر۔

(۱) خلیفہ حکمرانی وجہانبانی میں رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کا نائب مطلق تمام اُمت پر ولایت عامہ والا ہے، شرح عقائد نسفی میں ہے،

(خلافتهم) ای نیابتهم عن الرسول فی اقامة الدین بحیث یجب علی کافة الامم الاتباع[1]

ان کی خلافت یعنی دین کی اقامت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نیابت کا مقام یہ ہے کہ تمام امت پر اس کی اتباع واجب ہے (ت)

خودسر کفار کا اسے نہ ماننا شرعًا اس کے استحقاق ولایت عامہ میں مخل نہیں جس طرح اُن کا خود نبی کو نہ ماننا یُونہی رُوئے زمین کے مسلمانوں میں جو اُسے نہ مانے گا اس کی خلافت میں خلاف نہ آئے گا یہ خود ہی باغی قرار پائے گا اور اصطلاح میں سلطان وُہ بادشاہ ہے جس کا تسلط قہری ملکوں پر ہو چھوٹے چھوٹے والیانِ ملک اس کے زیرِ حکم ہوں،

www.alahazratnetwork.org

کما ذکرہ الامام جلال الدین السیوطی رحمه الله تعالٰی فی حسن المحاضرة عن ابن فضل الله فی المسالك عن علی بن سعید۔

جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالٰے نے حسن المحاضرہ میں ابن فضل اللہ سے انھوں نے مسالک میں علی بن سعید سے اسے ذکر کیا۔ (ت)

یہ دو قسم ہے:

(i) مُوَلّٰی جسے خلیفہ نے والی کیا ہو اس کی ولایت حسبِ عطائے خلیفہ ہو گی جس قدر پر والی کرے۔

(ii) دوسرا متغلّب کہ بزورِ شمشیر ملک دبا بیٹھا اس کی ولایت اپنی قلمرو پر ہوگی وبس۔

(۲) کہ اول پر متفرع ہے خلیفہ کی اطاعت غیر معصیت الٰہی میں تمام اُمّت پر فرض ہے جس کا منشا خود اس کا منصب ہے کہ نائبِ رسولِ رب ہے صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم، اور سلطان کی اطاعت صرف اپنی قلمرو پر، پھر اگر مولّٰی ہے تو بواسطہ عطائے خلیفہ اسی منصب ہی کی وجہ سے کہ اُس کا امر امرِ خلیفہ ہے اور امرِ خلیفہ امرِ نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم، اور اگر متغلب ہے تو نہ اُس کے منصب سے کہ وُہ شرعی نہیں بلکہ

---

[1] شرح العقائد النسفیة دار الاشاعة العربیة قندھار، افغانستان ص ۱۰۸

دفع فتنہ اور اپنے تحفظ کے لئے خود مسٹر آزاد نے فتح الباری سے دربارۂ سلطان متغلب نقل کیا (ص ۱۰۱)۔

طاعته خیر من الخروج علیه لما فی ذٰلک من حقن الدماء وتسکین الدھماء[1]

اس کے خلاف کے مقابلہ میں اس کی طاعت بہتر ہے کیونکہ اس میں جانوں کا تحفظ اور شورش سے سکون ہے (ت)

(۳) کہ دوم پر متفرع ہے خلیفہ نے جس مباح کا حکم دیا حقیقۃً فرض ہوگیا جس مباح سے منع کیا حقیقۃً حرام ہوگیا یہاں تک کہ تنہائی وخلوت میں بھی اس کا خلاف جائز نہیں کہ خلیفہ نہ دیکھے اللہ دیکھتا ہے ایک زمانے میں خلیفہ منصور نے امام الائمہ سراج الامہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو فتوٰی دینے سے منع کردیا تھا، امام ہمام کی صاحبزادی نے گھر میں ایک مسئلہ پوچھا، امام نے فرمایا: میں جواب نہیں دے سکتا خلیفہ نے منع کیا ہے۔ یہاں سے ظاہر ہوا کہ خلیفہ کا حکم مباح درکنار فرض کفایہ پر غالب ہے جبکہ دوسرے اُس کے ادا کرنے والے موجود ہوں کہ اب اُس کا ترک معصیت نہیں تو حکم خلیفہ نافذ ہوگا اگرچہ خلیفہ ظالم بلکہ خود اس کا وہ حکم ظلم ہو کہ امام کو فتوٰی سے روکنا نہ ہوگا مگر ظلماً، اور سلطان متغلب جس کی ولایت خلیفہ سے مستفاد نہ ہو اس کے امر ونہی سے مباحات فی نفسہا واجب حرام نہ ہوجائیں گے تنہائی میں اس طور پر کہ اُسے اطلاع پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو مباح اپنی اباحت پر رہے گا۔ علامہ شہاب الدین خفاجی رحمہ اللہ تعالٰی صاحب نسیم الریاض وعنایۃ القاضی وغیرہما کتب نافعہ کے زمانے میں سلطان نے حقہ پینے سے لوگوں کو منع کیا تھا یہ پردہ ڈال کر پیتے۔ امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی رسالہ الصلح بین الاخوان میں فرماتے ہیں:

"نہ خود حقہ پیتا ہوں نہ میرے گھر بھر میں کوئی پیتا ہے مگر مباح کو حرام نہیں کہہ سکتا۔"[2]

اور منع سلطانی کے جواب میں شرح ہدیہ ابن العماد میں فرماتے ہیں:

لیت شعری ای امر من امریه یتمسک به امره الناس بترکه او امره باعطاء المکس علیه علی ان المراد من اولی الامر فی الاٰیة العلماء علی اصح الاقوال کما ذکرہ العینی فی اٰخر مسائل شتی من شرح الکنز وایضا

یعنی کاش میں جانوں کہ سلطان کا کون سا حکم لیا جائے یہ کہ لوگ حقہ نہ پئیں یا یہ کہ تمباکو پر ٹیکس دیں معہذا آیہ کریمہ میں اصح قول یہ ہے کہ اولی الامر سے مراد علماء ہیں جس طرح شرح کنز امام عینی میں ہے نیز کیا ظالم سلاطین کا حکم حکم شرعی ہوجائے گا حالانکہ

---

[1] مسئلہ خلافت بحث بعض کتب مشہورہ عقائد وفقہ سودا آئینہ پبلشرز لاہور ص ۱۰۶

[2] رسالہ الصلح بین الاخوان لعبدالغنی نابلسی

هل منہم السلاطین الظلمۃ یثبت حکما شرعیا وقد قالوا من قال لسلطان زماننا عادل کفر۔[1]

ائمہ دین نے تصریح فرمائی ہے کہ جو ہمارے زمانے کے سلطان کو عادل کہے کافر ہو جائیگا انتہی۔

یہ ارشاد امام علم الہدٰی ابو منصور ماتریدی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا اپنے زمانے کے سلاطین میں ہے جنھیں ہزار برس سے زائد ہوئے تو کراب۔ نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔

(۴) کہ نیز دوم پر متفرع ہے خلیفہ ایک وقت میں تمام جہان میں ایک ہی ہو سکتا ہے اور سلاطین دس ملکوں میں دس۔ خود مسٹر آزاد لکھتے ہیں (ص ۸۴):

"اسلام نے مسلمانوں کی حکومت ایک ہی قرار دی تھی یعنی رُوئے زمین پر مسلمانوں کا صرف ایک ہی فرمانروا و خلیفہ ہو۔"

(۵) کوئی سلطان اپنے انعقاد سلطنت میں دوسرے سلطان کے اذن کا محتاج نہیں مگر سلطان اذن خلیفہ کا محتاج ہے کہ بے اس کے اس کی حکومت شرعی ومرضی شرع نہیں ہو سکتی، خود آزاد کے ص ۹۷ سے گزرا کہ،

"خلافت کی عظمت دینی نے مجبور کیا کہ اپنی حکومت کو شرعی طور پر منوا دینے کے لئے مقام خلافت سے پروانۂ نیابت حاصل کرتے رہیں۔"

www.alahazratnetwork.org

(۶) خلیفہ بلا وجہ شرعی کسی بڑے سے بڑے سلطان کے معزول کئے معزول نہیں ہو سکتا، خود جبار و سرکش قواد ترک کہ متوکل بن معتصم بن ہارون رشید کو قتل کرکے خلفا پر حاوی ہو گئے تھے جب اُن میں کسی کو زندہ رکھ کر معزول کرنا چاہتے خود اُسے مجبور کرتے کہ خلافت سے استعفٰی دے تاکہ عزل صحیح ہو جائے بخلاف سلطان کہ خلیفہ کا صرف زبان سے کہہ دینا "میں نے تجھے معزول کیا" اس کے عزل کو بس ہے۔

(۷) سلطنت کے لئے قرشیت درکنار حریت بھی شرط نہیں، بہتیرے غلام بادشاہ ہوئے، خود رسالۂ آزاد صفحہ ۵۵ میں ہے،

"غلاموں نے بادشاہت کی ہے اور تمام سادات و قریش نے ان کے آگے اطاعت کا سر جھکایا ہے۔"

اور خلافت کے لئے حریت باجماع جملہ اہل قبلہ شرط ہے کما فی المواقف وشرحہ وعامۃ الکتب (جیسا کہ مواقف اور اس کی شرح اور عامۂ کتب میں ہے۔ت) یہاں سے خلیفہ و سلطان کے فرق ظاہر ہو گئے، نیز

---

[1] شرح ہدیۃ ابن العماد

کھل گیا کہ سلطان خلیفہ سے بہت نیچا درجہ ہے، ولہٰذا کبھی خلیفہ کے نام کے ساتھ لفظ سلطان نہیں کہا جاتا کہ اس کی کسرِ شان ہے آج تک کسی نے سلطان ابوبکر صدیق، سلطان عمر فاروق، سلطان عثمان غنی، سلطان علی المرتضےٰ بلکہ سلطان عمر بن عبد العزیز بلکہ سلطان ہارون رشید نہ سُنا ہوگا، کسی خلیفہ اموی یا عباسی کے نام کے ساتھ اسے نہ پایئے گا، تو کھل گیا کہ جس کے نام کے ساتھ سلطان لگاتے ہیں اسے خلیفہ نہیں مانتے کہ خلیفہ اس سے بلند و بالا ہے۔ یہی وہ خلافت مصطلحہ شرعیہ ہے جس کی بحث ہے، اسی کے لئے قرشیت وغیرہا سات شرطیں لازمی ہیں عرفِ حادث میں اگر کسی سلطان کو بھی خلیفہ کہیں یا مدح میں ذکر کر جائیں وہ نہ حکمِ شرع کا نافی ہے نہ اصطلاحِ شرع کا منافی۔ جس طرح اجماعِ اہلسنت ہے کہ بشر میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا کوئی معصوم نہیں، جو دُوسرے کو معصوم مانے اہلسنت سے خارج ہے، پھر عرفِ حادث میں بچوں کو بھی معصوم کہتے ہیں یہ خارج از بحث ہے جیسے لڑکوں کے معلم تک کو خلیفہ کہتے ہیں، یہ مبحث واجب الحفظ ہے کہ دھوکا نہ ہو وباللہ التوفیق۔

فصل اوّل

احادیث متواترہ سرکارِ رسالت و اجماعِ صحابہ و تابعین و ائمۂ امت و مذہب مہذب اہلسنت و جماعت سے شرطِ قرشیت کے روشن ثبوت

www.alahazratnetwork.org

احادیث شریفہ کو میں جُدا لاؤں اُن کی تخریج و شانِ تواتر بتاؤں اُن سے اتمامِ تقریب و وجہ احتجاج دکھاؤں اس سے یہی بہتر کہ کتبِ عقائد و کتبِ حدیث و کتبِ فقہ سے اقوالِ جلیلۂ ائمۂ کرام و علمائے اعلام سناؤں کہ اُن میں وُہ سب کچھ بفضلہ تعالٰے بروجہ کافی و وافی ہے ہر وہم و وسوسہ کا نافی و شافی ہے وہی تمہیں بتادیں گے کہ حدیثیں متواتر ہیں اُن کی حجتیں قاہرہ ہیں ہر طبقہ و قرن کے اجماع متظافر ہیں مخالف سُنّی نہیں خارجی معتزلی گمراہ خاسر ہیں وباللہ التوفیق۔

کتبِ عقائد

(۱) امام ہمام مفتی الجن والانس عارف باللہ نجم الملۃ والدین عمر نسفی استاذِ امام برہان الملۃ والدین صاحبِ ہدایہ رحمہما اللہ تعالٰے کا متن عقائد مشہور بہ عقائد نسفی جو سلسلۂ نظامیہ و دیگر سلاسلِ تعلیمیہ میں عقائد اہلسنت کی درسی کتاب ہے جسے درس میں اسی لئے رکھا ہے کہ طلبہ عقائدِ اہلسنت سے آگاہ ہوجائیں، اس کتاب جلیل میں ہے، ویکون من قریش ولا یجوز من غیرھم[1] یعنی خلیفہ قریش سے ہو غیر قریشی جائز نہیں۔

[1] شرح العقائد النسفیۃ دار الاشاعۃ العربیۃ قندھار، افغانستان ص ۱۱۱

شرح[۱] علامہ تفتازانی میں ہے :

لم یخالف فیہ الا الخوارج و بعض المعتزلۃ۔[۱]

قرشیت کی شرط میں کسی نے خلاف نہ کیا مگر خارجیوں اور بعض معتزلیوں نے۔

اُسی[۲] میں ہے :

یشترط ان یکون الامام قرشیا لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام الائمۃ من قریش وھذا وان کان خبرا واحدا لکن لما رواہ ابوبکر محتجا بہ علی الانصار ولم ینکرہ احد فصار مجمعا علیہ۔[۲]

یعنی شرط یہ ہے کہ خلیفہ قرشی ہو بدلیل قول نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم الائمۃ من قریش اور یہ حدیث اگرچہ خبر واحد ہے لیکن جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انصار پر حجت میں اسے پیش کیا اور صحابۂ کرام میں کسی نے اس پر انکار نہ کیا تو اس پر اجماع ہوگیا۔

کتاب[۳] قواعد العقائد امام حجۃ الاسلام غزالی میں ہے :

شرط الامامۃ نسبۃ قریش لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الائمۃ من قریش۔[۳]

خلافت کی شرط نسب قرشی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا خلفاء قریش سے ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

اس کی شرح اتحاف[۴] میں ہے :

ان کثیرا من المعتزلۃ نفی ھذا الاشتراط ودلیل اھل السنۃ قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الائمۃ من قریش قال العراقی اخرجہ النسائی من حدیث انس والحاکم من حدیث علی وصححہ اھ قلت وکذا اخرجہ البخاری فی التاریخ وابو یعلی والطیالسی والبزار عن انس واخرجہ احمد من حدیث ابی ھریرۃ وابی بکر الصدیق

یعنی بہت معتزلیوں نے شرط قرشیت کا انکار کیا اور اہلسنت کی دلیل، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خلفا قریش سے ہوں، امام زین الدین عراقی نے فرمایا یہ حدیث نسائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰے عنہ اور حاکم نے امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰے وجہہ سے روایت کی اور کہا یہ حدیث صحیح ہے اھ میں کہتا ہوں یونہی اسے امام بخاری نے کتاب التاریخ

---

[۱] شرح العقائد النسفیۃ — دار الاشاعۃ العربیۃ قندھار، افغانستان — ص ۱۱۲

[۲] " " " " " " " " " " " — ص ۱۱۱ و ۱۱۲

[۳] احیاء العلوم کتاب قواعد العقائد الفصل الثالث الرکن الرابع مکتبۃ المشہد الحسینی قاہرہ مصر ۱/۱۱۵

والطبرانی من حدیث علی وعندہ عن انس بلفظ ان الملك فی قریش واخرج یعقوب بن سفیان وابویعلی والطبرانی من طریق سکین من عبدالعزیز حدثنا سیار بن سلامة ابوالمنہال قال دخلت مع ابی علی ابی برزة الاسلمی فسمعته یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول الامراء من قریش[1] الخ (ملخصا)۔

اور ابویعلٰی وابوداؤد طیالسی وبزار نے انس اور امام احمد نے ابوہریرہ وحضرت صدیق اکبر اور طبرانی نے مولٰی علی سے روایت کیا رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین نیز طبرانی کے یہاں بروایت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ان لفظوں سے ہے کہ سلطنت قریش میں ہے اور یعقوب بن سفیان وابویعلٰی وطبرانی نے سکین بن عبدالعزیز سے روایت کی کہ ہم سے سیار بن سلامہ ابوالمنہال نے حدیث بیان کی کہ میں اپنے والد کے ساتھ ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس گیا انھیں یہ حدیث روایت کرتے سُنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی کو فرماتے سُنا کہ خلفاء قریش سے ہیں الخ (ملخصا)

ثم ذکر تخاریج حدیث لایزال ھذا الامر فی قریش[2] وشواھدہ وکلہ ماخوذ من الفتح۔

پھر انہوں نے حدیث، کہ یہ خلافت ہمیشہ قریش میں ہوگی کی تخریجات اور شواہدات کو ذکر کیا اور یہ سب فتح الباری سے ماخوذ ہے (ت)

www.alahazratnetwork.org

مسایرہ امام محقق علی الاطلاق کمال الدین بن الہمام میں ہے:

شرط الامام نسب قریش خلافا لکثیر من المعتزلة۔[3]

خلیفہ کی شرط نسب قرشی ہے بہت معتزلیوں کا اس میں خلاف ہے (ت)

مسامرہ علامہ ابن ابی شریف شافعی تلمیذ امام ابن الہمام میں ہے:

لنا قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الائمة من قریش قد منا تخریجہ وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الناس تبع لقریش اخرجہ الشیخان وفی البخاری من حدیث معٰویة رضی اللہ تعالٰی

ہم اہلسنت کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خلفا قریش سے ہیں، ہم نے اس حدیث کی تخریج اوپر بیان کی نیز حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد کہ سب آدمی قریش کے تابع ہیں، اسے بخاری ومسلم نے روایت کیا، نیز بخاری میں

---

[1] اتحاف السادة المتقین کتاب قواعد العقائد دارالفکر بیروت ۲/ ۲۳۱

[2] " " " " " " " "

[3] مسایرة مع المسامرة شروط الامام مکتبۃ تجاریۃ کبرٰی مصر ص ۲۳۹

عندان هذا الامر فى قريش[1]

امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰے عنہ کی حدیث سے ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا بیشک خلافت قریش میں ہے۔

اور تخریج حدیث کچھ ورق اوپر بیان کی،

رواه النسائی من حدیث انس ورواه بمعناه الطبرانی فی الدعاء والبزار والبیهقی وافرده شیخنا الامام الحافظ ابو الفضل بن حجر بجزء جمع فیه طرقه عن نحو من اربعین صحابیا[2]

یہ حدیث نسائی نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی اور یہی مضمون طبرانی نے کتاب الدعاء اور بزار و بیہقی نے روایت کیا اور ہمارے شیخ امام حافظ ابو الفضل ابن حجر عسقلانی نے خاص اس حدیث میں ایک مستقل رسالہ لکھا جس میں اس کی روایات قریب چالیس صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے جمع کیں۔

علامہ امام قاسم بن قطلوبغا حنفی تلمیذ ابن الہمام تعلیقات مسایرہ میں فرماتے ہیں،

اما عندنا فالشروط انواع بعضها لازم لا تنعقد بدونه، وهی الاسلام والذكورة والحرية والعقل والبلوغ واصل الشجاعة وان يكون قرشيا[3]

ہمارے نزدیک خلافت کی شرطیں کئی قسم ہیں بعض تو شروط لازم ہیں کہ ان کے بغیر خلافت صحیح ہی نہیں ہو سکتی وہ یہ ہیں اسلام اور مرد ہونا اور آزادی و عقل و بلوغ و اصل شجاعت اور قرشی ہونا۔

پھر فرمایا:

اما نسب قريش فلقوله صلى الله تعالٰى عليه وسلم الائمة من قريش رواه البزار وهذا وان كان خبر واحد فقد اتفقت الصحابة على قبوله قاله الامام ابو العباس الصابونی وغيره[4]

قریشی ہونا اس لئے شرط ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا، خلفاء قریش سے ہوں۔ اسے بزار نے روایت کیا، اور یہ اگرچہ خبر احاد ہو مگر صحابہ کرام نے اس کے قبول پر اجماع فرمایا، یہ امام ابو العباس صابونی وغیرہ نے افادہ فرمایا۔

طوالع الانوار علامہ بیضاوی میں ہے،

---

[1] مسامرۃ شرح مسایرہ — شروط الامام — مکتبہ تجاریہ کبرٰی مصر — ص ۳۲۰

[2] 〃 〃 〃 〃 — 〃 — 〃 〃 〃 — ص ۳۰۶

[3] تعلیقات مسایرۃ مع المسامرۃ — 〃 — 〃 〃 〃 — ص ۳۱۹ و ۳۲۰

[4] 〃 〃 〃 〃 — 〃 — 〃 〃 〃 — ص ۳۲۰

التاسعة کونه قرشیا خلافا للخوارج وجمع من المعتزلة لنا قوله صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الائمة من قریش واللام فی الجمع حیث لاعھد للعموم[1]

یعنی خلافت کی نویں شرط قریشی ہونا ہے اس میں خارجیوں اور ایک گروہ معتزلہ کو خلاف ہے کہ وہ خلیفہ کا قریشی ہونا ضروری نہیں جانتے، ہماری دلیل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خلفاء قریش سے ہوں جہاں عہد نہ ہو جمع پر لام استغراق کے لئے ہوتا ہے یعنی تمام خلفاء قریش ہی سے ہوں۔

مواقف[2] میں ہے:

یکون قرشیا ومنعه الخوارج وبعض المعتزلة لنا قوله صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الائمة من قریش ثم ان الصحابة عملوا بمضمون ھذا الحدیث واجمعوا علیه فصار قاطعا[3]

یعنی خلیفہ قریشی ہو خارجی اور بعض معتزلی اس شرط کے منکر ہیں ہماری دلیل نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خلیفہ قریشی ہو، پھر صحابہ کرام اس حدیث کے مضمون پر عامل ہوئے اور ان کا اس پر اجماع ہوا تو وہ دلیل قطعی ہوگئی۔

شرح[13] علامہ سید شریف میں ہے:

صار دلیلا قاطعا یفید الیقین باشتراط القرشیة[4]

یعنی دلیل قطعی ہوگئی جس سے قرشیت کا شرط ہونا یقینی ہوگیا۔

اُسی[14] میں ہے: اشترطه الاشاعرة یعنی اہلسنت کے نزدیک خلیفہ کا قرشی ہونا شرط ہے۔

مقاصد[15] میں ہے:

یشترط فی الامام کونه قرشیا لقوله صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الائمة من قریش[5]

امام میں شرط ہے کہ قرشی ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: خلفاء قریش سے ہوں۔

شرح[16] مقاصد میں ہے:

---

[1] طوالع الانوار علامہ بیضاوی

[2] مواقف مع شرح المواقف المرصد الرابع فی الامامۃ منشورات الشریف رضی قم ایران ۸/ ۳۵۰

[3] " " " " " " " " "

[4] " " " " " " " " "

[5] مقاصد علی ہامش شرح المقاصد الفصل الرابع فی الامامۃ المبحث الثانی دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۲۷۷

اتفقت الامة علی اشتراط کونه قرشیا خلافا للخوارج لنا السنة والاجماع اما السنة فقوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الائمة من قریش واما الاجماع فھوانه لما قال الانصار یوم السقیفة منا امیر ومنکم امیر منعھم ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنه بعدم کونھم من قریش ولم ینکرہ علیه احد من الصحابة فکان اجماعا۔[1]

یعنی تمام اُمت کا اجماع ہے کہ خلیفہ کا قریش ہونا شرط ہے اس میں مخالف خارجی ہیں اور اکثر معتزلی ہماری دلیل حدیث و اجماعِ اُمت ہے، حدیث تو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خلفاء قریش سے ہیں، اور اجماع یُوں کہ جب انصار رضی اللہ تعالٰی عنہم نے روز سقیفہ بنی ساعدہ مہاجرین رضی اللہ تعالٰی عنہم سے کہا ایک امیر ہم میں سے اور ایک تم میں سے، انھیں صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی نے دعاوی خلافت سے یُوں باز رکھا کہ تم قریشی نہیں (اور خلیفہ کا قریشی ہونا لازم ہے) اس پر کسی صحابی نے انکار نہ کیا تو اجماع ہوگیا۔

شرح[2] فقہ اکبر میں ہے:

یشترط ان یکون الامام قرشیا لقوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الائمة من قریش وھو حدیث مشھور ولیس المراد به الامامة فی الصلٰوۃ اتفاقا فتعینت الامامة الکبرٰی خلافا للخوارج وبعض المعتزلة۔[2]

یعنی شرط یہ ہے کہ خلیفہ قریشی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ائمہ قریش سے ہیں۔ اور یہ حدیث مشہور ہے اور اس میں امامت نماز بالاجماع مراد نہیں تو ضرور خلافت مراد ہے اس میں مخالف خارجی ہیں یا بعض معتزلی۔

www.alahazratnetwork.org

طریقہ[3] محمدیہ میں ہے:

المسلمون لابد لھم من امام قرشی ولایشترط ان یکون ھاشمیا۔[3]

یعنی مسلمانوں کے لئے ضرور ہے کہ کوئی قریشی خلیفہ ہو اور ہاشمی ہونا شرط نہیں۔

حدیقہ[4] ندیہ میں ہے:

یکون من قریش ولایجوز من غیرھم۔[4]

خلیفہ قریشی ہو غیر قریشی کی خلافت درست نہیں۔

---

[1] شرح المقاصد — الفصل الرابع فی الامامۃ — دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/۲۷۷

[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر — نصب الامام واجب — مصطفی البابی مصر ص ۱۲۷

[3] طریقہ محمدیہ — المسلمون لابدلہم من امام — مکتبہ حنفیہ کوئٹہ ۱/۴۱

[4] حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ " " " " " " — مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۲۹۵

تمہید[1] امام ابوالشکور سالمی جسے سلطان الاولیاء محبوب الٰہی نظام الحق والدین نے درس میں پڑھا اُس میں ہے: 13

اجمعنا علی ان الامام من قریش و لایکون من غیرہ[1]

ہم اہلسنت کا اجماع ہے کہ خلیفہ قریش سے ہو اُن کے غیر سے نہیں۔

کُتبِ حدیث

صحیح مسلم و صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایزال ھذا الامر فی قریش ما بقی من الناس اثنان[2]

خلافت ہمیشہ قریش کے لئے ہے جب تک دنیا میں دو آدمی بھی ہیں۔

شرح[21] صحیح مسلم للامام النووی و شرح[22] صحیح بخاری للامام القسطلانی و مرقاۃ[23] علی قاری میں ہے:

بین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان ھذا الحکم مستمر الی اٰخر الدنیا ما بقی من الناس اثنان[3]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ظاہر فرمادیا کہ یہ حکم ختمِ دنیا تک ہے جب تک دو آدمی بھی رہیں۔

www.alahazratnetwork.org

ارشاد[24] الساری شرح صحیح بخاری میں ابن[25] المنیر سے اور عمدۃ[26] القاری امام بدر محمود عینی حنفی میں ہے:

قریش ھم اصحاب الخلافۃ وھی مستمرۃ لھم الی اٰخر الدنیا ما بقی من الناس اثنان[4]

قریش ہی خلافت والے ہیں وہ ختمِ دنیا تک اُنھیں کے لئے ہے جب تک دو آدمی بھی باقی رہیں۔

امام قرطبی کی مفہم[27] شرح صحیح مسلم میں پھر عمدۃ[28] القاری و فتح[29] الباری شرح صحیح بخاری میں ہے:

ھذا الحدیث خبر عن المشروعیۃ ای لاتنعقد الامامۃ الکبری الا لقرشی مہما وجد

اس حدیث میں حکمِ شرعی کا بیان ہے یہ فرمایا ہے کہ جب تک دنیا میں ایک قرشی بھی باقی رہے اوروں کی

---

[1] التمہید فی بیان التوحید — الباب الحادی عشر فی الخلافۃ — دار العلوم حزب الاحناف لاہور — ص ۱۵۹

[2] صحیح بخاری — کتاب الاحکام — باب الامراء من قریش — قدیمی کتب خانہ کراچی — ۲/ ۱۰۵۷

صحیح مسلم — کتاب الامارۃ — باب الناس تبع الناس لقریش — " " " — ۲/ ۱۱۹

[3] شرح مسلم مع صحیح مسلم — کتاب الامارۃ — " " " — ۲/ ۱۱۹

ارشاد الساری — باب الامراء من قریش — دار الکتاب العربی بیروت — ۱۰/ ۲۱۸

[4] عمدۃ القاری شرح البخاری — " " — ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ — ۱۶/ ۷۵

13
13

منہم احد۔[۱] خلافت صحیح نہیں۔

امام نووی[۳۱] شرح صحیح مسلم پھر امام قسطلانی[۳۲] شرح صحیح بخاری اور علامہ طیبی[۳۳] وعلامہ سید شریف[۳۴] وعلی قاری شروحِ مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں،

هذه الاحاديث واشباهها دليل ظاهر ان الخلافة مختصة لقريش لايجوز عقدها لاحد من غيرهم وعلى هذا انعقد الاجماع فى زمن الصحابة وكذلك بعدهم ومن خالف فيه من اهل البدع اواعرض بخلاف من غيرهم فهو محجوج باجماع الصحابة والتابعين فمن بعدهم بالاحاديث الصحيحة۔[۲]

یہ حدیثیں اور ان کے مثل اور احادیث روشن دلیلیں ہیں کہ خلافت قریش کے ساتھ خاص ہے ان کے سوا کسی کو خلیفہ بنانا جائز نہیں، اسی پر زمانہ صحابہ میں یوں ہی اُن کے بعد اجماع منعقد ہُوا تو جن بد مذہبوں نے اس میں خلاف کیا یا جس نے اور کسی کے خلاف کا اشارہ کیا اس کا قول صحابہ و تابعین و علمائے مابعد کے اجماع اور صحیح حدیثوں سے مردود ہے۔

علامہ ابن المنیر[۳۵] پھر حافظ عسقلانی[۳۶] شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں،

الصحابة اتفقوا على افادة المفهوم للحصر خلافا لمن انكر ذلك والى هذا ذهب جمهور اهل العلم ان شرط الامام ان يكون قرشيا وقالت الخوارج وطائفة من المعتزلة يجوز ان يكون الامام غير قرشى و بالغ ضرار بن عمرو فقال تولية غير القرشى اولى وقال ابوبكر الطيب لم يعرج المسلمون على هذا القول بعد ثبوت حديث الائمة من قريش وعمل المسلمون به قرنا بعد قرن وانعقد الاجماع على اعتبار ذالك قبل ان يقع

یعنی صحابہ نے اتفاق فرمایا کہ حدیث الائمۃ من قریش خلافت کا قریشی میں حصر فرماتی ہے برخلاف اُس کے جو اس کا منکر ہو، اور یہی مذہب جمہور اہل علم کا ہے کہ خلیفہ کے لئے قریشی ہونا شرط اور خارجیوں اور ایک گروہ معتزلہ نے کہا کہ غیر قریشی بھی خلیفہ ہوسکتا ہے اور ضرار بن عمرو تو یہاں تک بڑھ گیا کہ کہا غیر قریشی کا خلیفہ کرنا بہتر ہے۔ امام ابوبکر ابن الطیب[۳۷] نے فرمایا مسلمانوں نے اس قول کی طرف التفات نہ کیا بعد اس کے کہ حدیث الائمۃ من قریش ثابت ہوچکی اور ہر قرن میں مسلمان اس پر عامل رہے اور اس اختلاف

---

[۱] فتح الباری شرح البخاری باب الامراء من قریش مصطفی البابی مصر ۱۶/۲۳۵
[۲] شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم کتاب الامارۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۱۹

الاختلاف[1] اُٹھنے سے پہلے اُس کے ماننے پر اجماع منعقد ہولیا۔

امام[عہ] احمد ناصر الدین اسکندرانی پھر امام شہاب الدین کنانی وجہ دلالت حدیث لایزال ھذا الامر فی قریش میں فرماتے ہیں،

البتۃ بالحقیقۃ ھٰھنا ھو الامر الواقع صفۃ لھذا وھذا لایوصف الا بالجنس فمقتضاہ حصر جنس الامر فی قریش کانہ قال لا امر الا فی قریش والحدیث وان کان بلفظ الخبر فھو بمعنی الامر، وبقیۃ طرق الحدیث تؤید ذٰلک[2]

یعنی حاصل حدیث یہ ہے کہ ھذا الامر فی قریش دائما یہ امر خلافت ہمیشہ قریش کے لئے ہے ھذا مبتدا ہے اور امر اس کی صفت اور ھذا کی صفت میں ہمیشہ جنس ہی آتی ہے، تو مطلب یہ کہ جنس خلافت قریش ہی کے لئے ہے (ان کے غیر کے لئے اس کا کوئی فرد نہیں) گویا الفاظ یوں ارشاد ہوئے کہ خلافت نہیں مگر قریش میں، اور حدیث اگرچہ صورۃً خبر ہے معنیً امر ہے، حدیث کی باقی روایتیں اس معنی کی مؤید ہیں۔

امام ابن حجر اور اُن سے پہلے امام ابن بطال شرح بخاری للمہلب سے ناقل،

یجوز ان یکون ملک یغلب علی الناس بغیر ان یکون خلیفۃ، وانما انکر معٰویۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ خشیۃ ان یظن احد ان الخلافۃ تجوز فی غیر قریش، فلما خطب بذٰلک دل علی ان ذٰلک الحکم عندھم کذلک اذ لم ینقل عن احد منھم انکر علیہ[3]

یعنی جب حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما نے کہا کہ عنقریب ایک بادشاہ قبیلۂ قحطان سے ہوگا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس پر سخت انکار کیا اور خطبہ پڑھا اس میں فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ خلافت قریش میں ہے، یہ انکار اس بنا پر نہ تھا کہ کوئی غیر قرشی بادشاہ بھی نہیں ہوسکتا، یہ تو جائز ہے کہ کوئی بادشاہ لوگوں پر تغلب کرے اور خلیفہ نہ ہو بلکہ انکار کی وجہ یہ تھی کہ کوئی یہ

عہ تنبیہ ضروری، یہ کلام جلیل یاد رکھنے کا ہے کہ بعونہٖ تعالٰی اس سے اہل باطل کا منہ کالا ہوگا ۱۲ حشمت علی عفی عنہ

---

[1] فتح الباری شرح البخاری باب الامراء من قریش مصطفی البابی مصر ۱۶/ ۲۳۶

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍

[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱۶/ ۲۳۲

نہ مجھ جیسے کو غیر قرشی خلیفہ ہو سکتا ہے لہذا حضرت امیر معاویہ نے خطبہ پڑھا کہ کوئی غیر قرشی خلیفہ نہیں ہو سکتا اور اس پر کسی صحابی و تابعی نے انکار نہ کیا تو معلوم ہوا کہ اُن سب کا یہی مذہب ہے۔

مہلب پھر ابن بطال پھر عینی و عسقلانی و قسطلانی سب شروح بخاری میں فرماتے ہیں:

ان القحطانی اذا قام ولیس من بیت النبوۃ ولا من قریش الذین جعل اللہ فیھم الخلافۃ فھو من اکبر تغیر الزمان وتبدیل الاحکام[1]۔

جب قحطانی قائم ہوگا اور وُہ نہ خاندان نبوت سے ہے نہ قریش سے جن میں اللہ عزوجل نے خلافت رکھی ہے تو یہ ایک بڑا تغیر زمانہ اور احکام شریعت کی تبدیل ہوگا۔

امام اجل قاضی عیاض پھر امام ابوزکریا نووی شروح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں،

اشتراط کونہ قرشیا ھو مذھب العلماء کافۃ وقد احتج بہ ابوبکر وعمر علی الانصار یوم السقیفۃ فلم ینکرہ احد وقد عدھا العلماء فی مسائل الاجماع ولم ینقل عن احد من السلف فیھا قول ولا فعل یخالف ماذکرنا وکذلک من بعدھم فی جمیع الاعصار ولا اعتداد بقول النظام ومن وافقہ من الخوارج واھل البدع انہ یجوز کونہ من غیر قریش لما ھو علیہ من مخالفۃ اجماع المسلمین[2]۔

خلیفہ میں قرشی ہونے کی شرط جمیع علماء کا مذہب ہے اور بیشک اسی سے صدیق اکبر و فاروق اعظم نے روز سقیفہ انصار پر حجت قائم فرمائی اور صحابہ میں کسی نے اس کا انکار نہ کیا اور بیشک علمائے نے اسے مسائل اجماع میں گنا اور سلف صالح میں کوئی قول یا فعل اس کے خلاف منقول نہ ہُوا، یُونہی تمام زمانوں میں علمائے مابعد سے اور وُہ جو نظام معتزلی اور خارجیوں اور بدمذہبوں نے کہا کہ غیر قریشی بھی خلیفہ ہو سکتا ہے کچھ گنتی شمار میں نہیں کہ اجماعِ مسلمین کے خلاف ہے۔

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

گفت آں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمیشہ می باشد امر خلافت در قریش یعنی سے باید کہ در ایشاں باشد وجائز نیست شرعاً عقد خلافت مر غیر ایشاں را وبریں منعقد شد اجماع در زمن صحابہ وبایں حجت

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، خلافت ہمیشہ قریش میں ہوگی یعنی انہی میں ہونا چاہیے اور شرعاً ان کے غیر میں خلافت کا انعقاد جائز نہیں صحابہ کے زمانہ میں اس پر اجماع ہو چکا ہے اور اسی حدیث کو

---

[1] فتح الباری کتاب الفتن باب تغیر الزمان حتی یعبد الاوثان مصطفی البابی مصر ۱۶/ ۱۹۱

[2] شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم کتاب الامارۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۹

کردند مہاجران بر انصار۔[1] — مہاجرین نے انصار پر بطورِ حجت پیش کیا۔ (ت)

امام[ش۵۱] جلال الدین کی تاریخ الخلفاء سے گزرا:

لم اورد احدا من الخلفاء العبیدیین لان امامتھم غیر صحیحۃ لانھم غیر قریش۔[2] — میں نے اس کتاب میں خلفائے عبیدیہ سے کسی کا ذکر نہ کیا اس لئے کہ اُن کی خلافت باطل ہے کہ وہ قرشی نہیں۔

کُتبِ فقہ حنفی

فتاوٰی[ش۵۲] سراجیہ کتاب الاستحسان باب مسائل اعتقادیہ میں ہے:

یشترط ان یکون الخلیفۃ قرشیا ولا یشترط ان یکون ھاشمیا۔[3] — خلیفہ میں شرط ہے کہ قرشی ہو اور ہاشمی ہونا شرط نہیں۔

اشباہ[ش۵۳] والنظائر فن ثالث بیان فرق پھر ابو[ش۵۴] السعود ازہری علی الکنز میں ہے:

یشترط فی الامام ان یکون قرشیا۔[4] — خلیفہ میں شرط ہے کہ قریشی ہو۔

غمز[ش۵۵] العیون میں ہے:

یشترط نسب قریش لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الائمۃ من قریش۔[5] — قرشی ہونا شرط ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: خلفاء قریشی ہوں۔

درمختار[ش۵۶] میں ہے:

یشترط کونہ مسلما حرا ذکرا عاقلا بالغا — خلیفہ ہونے کے لئے شرط ہے کہ مسلمان آزاد،

ع اوردہ آخر کتب الحدیث تبعا ۱۲ منہ غفرلہ — اس کو کتب حدیث کے آخر میں تابع ہونے کی حیثیت سے ذکر کیا ہے (ت)

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ باب مناقب قریش فصل اول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۶۱۹
[2] تاریخ الخلفاء خطبۂ کتاب مطبع مجتبائی دہلی ص ۷
[3] فتاوٰی سراجیہ کتاب الاستحسان باب مسائل الاعتقاد نولکشور لکھنؤ ص ۷۰
[4] الاشباہ والنظائر الفن الثالث ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۲۵۳، ۶۵۴
[5] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر الفن الثالث " " " ۲/ ۲۵۳، ۶۵۴

قادراً قرشیاً[1] | مرد، عاقل، بالغ، قادر، قرشی ہو۔

طحطاوی علی الدر میں ہے:

اشترط کونہ قرشیا لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الائمۃ من قریش وقد سلمت الانصار الخلافۃ لقریش بھذا الحدیث[2]۔ | خلیفہ کا قرشی ہونا شرط ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: خلفاء قرشی ہوں۔ اسی حدیث سے انصار نے قریش کو خلافت تسلیم کر دی۔

ردالمحتار میں اسی کے مثل لکھ کر فرمایا:

وبہ یبطل قول الضراریۃ ان الامامۃ تصلح فی غیر قریش والکعبیۃ ان القرشی اولی بھا[3]۔ | یعنی اسی حدیث واتفاق صحابہ کرام سے ضراریہ کا قول باطل ہوا جو کہتے ہیں کہ خلافت غیر قریش میں لائق ہے

اور کعبیہ کا جو کہتے ہیں خلافت کے لئے قرشی ہونا صرف اولٰی ہے یعنی ان دونوں گمراہ فرقوں نے اہلسنت کا خلاف کیا، اول نے غیر قرشی کی خلافت کو اولٰی جانا دوم نے قرشی کی خلافت کو صرف اولٰی سمجھا لازم نہ جانا، اہلسنت کے نزدیک خلیفہ کا قرشی ہونا لازم ہے دوسرا خلیفہ شرعی نہیں ہوسکتا۔

تمہید امام ابوشکور سالمی میں امام الائمہ سراج الامہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نص سے اس کی تصریح ہے کہ:

www.alahazratnetwork.org

قال ابوحنیفۃ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ یصح امامتہ اذا کان قرشیا براً کان او فاجرا[4]۔ | امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: خلافت صحیح ہے بشرطیکہ قرشی ہو نیک خواہ بد۔

ازالہ وہم میں عبارات کتب عقائد وحدیث

بالجملہ مسئلہ قطعاً یقیناً اہلسنت کا اجماعی ہے ولہذا حدیث بخاری:

اسمعوا واطیعوا وان استعمل علیکم عبد حبشی[5] | سنو اور مانو اگرچہ تم پر کوئی حبشی غلام عامل کیا جائے۔

---

[1] درمختار | باب الامامۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۸۲

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار | " | دار المعرفۃ بیروت | ۱/۲۳۹

[3] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۱/۳۶۸

[4] تمہید ابوشکور سالمی | الباب الحادی عشر فی الخلافۃ والامامۃ | دار العلوم حزب الاحناف لاہور | ص ۱۵۹

[5] صحیح بخاری | کتاب الاحکام | باب السمع والطاعۃ للامام | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۲/ ۱۰۵۷

اُس کی شرح میں علما قاطبۃً ازالۂ وہم کی طرف متوجہ ہوئے، شرح مقاصد[1] میں ہے :

ذٰلك فی غیر الامام من الحکام[1]۔

یہ حدیث خلیفہ کے سوا اور حکام ماتحت کے بارے میں ہے۔

مواقف[2] میں ہے :

ذٰلك الحدیث فی من امرہ الامام علی سریۃ وغیرھا[2]۔

یہ حدیث اُس کے بارے میں ہے جسے کسی لشکر وغیرہ پر سردار کرے۔

شرح مواقف[3] میں ہے :

یجب حملہ علی ھذا دفعاللتعارض بینہ و بین الاجماع، او نقول ھو مبالغۃ علی سبیل الفرض ویدل علیہ انہ لایجوز کون الامام عبدا اجماعا[3]۔

حدیث کو اس معنی پر حمل کرنا واجب ہے کہ اجماع کے مخالف نہ پڑے، یا یُوں کہیں کہ وہ بروجہ مبالغہ بطور فرض ارشاد ہُوا ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ امام کا غلام ہونا بالاجماع باطل ہے۔

ابن الجوزی نے تحقیق پھر امام بدر محمود عینی نے عمدۃ القاری[4] پھر حافظ عسقلانی نے شرح بخاری کتاب الصلٰوۃ میں فرمایا :

ھذا فی الامراء والعمال لا الائمۃ والخلفاء فان الخلافۃ فی قریش لامدخل فیہا لغیرھم[4]۔

یہ حدیث سرداروں اور عاملوں کے بارے میں ہے نہ خلفا میں کہ خلافت تو قریش میں ہے دوسروں کا اس میں دخل ہی نہیں۔

یہیں فتح الباری[5] میں ہے :

امر بطاعۃ العبد الحبشی والامامۃ العظمی انما تکون بالاستحقاق فی قریش فیکون غیرھم متغلبا[5]۔

حبشی غلام کی اطاعت کا حکم فرمایا اور خلافت تو صرف قریش کا حق ہے تو غیر قریشی متغلب ہوگا یعنی زبردستی امیر بن بیٹھنے والا۔

www.alahazratnetwork.org

---

[1] شرح المقاصد الفصل الرابع فی الامامۃ المبحث الثانی دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۲۷۷

[2] مواقف شرح المواقف المرصد الرابع فی الامامۃ منشورات الشریف الرضی، قم، ایران ۸/ ۳۵۰

[3] شرح المواقف " " " " " " "

[4] عمدۃ القاری شرح البخاری باب امامۃ العبد والمولیٰ قدیمی کتب خانہ کراچی ۵/ ۲۲۸

[5] فتح الباری " " " " " مصطفی البابی مصر ۱۶/ ۲۳۹

عمدۃ القاری[67] و فتح الباری[68] کتاب الاحکام میں اسی حدیث کے نیچے ہے:

ای جعل عاملا بان امر امارۃ عامۃ علی البلد مثلا او ولی فیہا ولایۃ خاصۃ کالامامۃ فی الصلوۃ او جبایۃ الخراج او مباشرۃ الحرب فقد کان فی زمن الخلفاء الراشدین من تجتمع لہ الامور الثلثۃ و من یختص ببعضہا۔[1]

مراد یہ ہے کہ وہ عامل کیا جائے، یوں کہ خلیفہ غلام حبشی کو کسی شہر کا عام والی کردے یا کسی خاص منصب کی ولایت دے جیسے نماز کی امامت یا خراج کی تحصیل یا کسی لشکر کی سرداری، خلفائے راشدین کے زمانے میں یہ تینوں باتیں بعض میں جمع ہو جاتی تھیں اور کسی میں بعض۔

امام ابو سلیمٰن[69] خطابی پھر امام عینی و امام عسقلانی و علی قاری نے فرمایا:

قد یضرب المثل بما لا یقع فی الوجود و ہذا من ذاک واطلق العبد الحبشی مبالغۃ فی الامر بالطاعۃ وان کان لایتصور شرعا ان یلی ذلک۔[2] بلفظ المرقاۃ قال الخطابی قد یضرب المثل بما لا یکاد یصح فی الوجود۔[3]

یعنی کبھی ضرب مثل میں وہ بات کہی جاتی ہے جو واقع نہ ہوگی، یہ حدیث اسی قبیل سے ہے، حبشی کا ذکر حکم اطاعت میں مبالغہ کے لئے فرمایا اگرچہ حبشی غلام کا والی بننا شرعاً متصور نہیں، مرقاۃ کے الفاظ یہ ہیں خطابی نے کہا کبھی ضرب مثل میں وہ بات کہی جاتی ہے جو واقع نہ ہوگی۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اشعۃ اللمعات میں ہے:

ذکر عبد برائے مبالغہ است بر وتیرہ قول آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر کہ بنا کند مسجدے اگرچہ مثل آشیانہ کنجشک و مر مسجد ہرگز مثل آشیانہ کنجشک نباشد لیکن مقصود مبالغہ است یا مراد نائب خلیفہ است۔[4]

غلام کا ذکر بطور مبالغہ ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کے طور پر: جو مسجد بنائے اگرچہ چڑیا کے گھونسلے کی مثل ہو، حالانکہ مسجد ہرگز چڑیا کے گھونسلے کی مثل نہیں ہوتی، لیکن مقصود مبالغہ ہے یا خلیفہ کا کوئی نائب مراد ہے۔ (ت)

---

[1] فتح الباری باب السمع والطاعۃ مصطفی البابی مصر ۱۶/ ۲۳۹

[2] فتح الباری ″ ″ ″ ۱۶/ ۲۴۰

[3] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الامارۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۷/ ۲۴۶

[4] اشعۃ اللمعات کتاب الامارۃ الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۳۰۱

عمدۃ القاری[1] وکواکب الدراری[2] ومجمع البحار[3] میں ہے :

هذا فی الامراء والعمال دون الخلفاء، لان الحبشی لایتولی الخلافة لان الائمة من قریش۔[1]

یہ حدیث سرداروں اور عاملوں میں ہے حبشی خلیفہ نہ ہوگا کہ خلفا تو قریش سے ہیں۔

مہلب[4] پھر ابن بطال[5] پھر ابن حجر[6] نے فتح میں کہا :

قوله صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم اسمعوا و اطیعوا لایوجب ان یکون المستعمل للعبد الامام قرشی لما تقدم ان الامامة لاتکون الا فی قریش۔[2]

نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد کہ غلام کی اطاعت کرو اسی کو واجب کرتا ہے کہ غلام کو قریشی خلیفہ نے عامل بنایا ہو کہ خلافت تو نہیں مگر قریش میں۔

فتح الباری[7] وارشاد الساری[8] ومرقاۃ قاری[9] میں ہے :

واللفظ لها (وان استعمل علیکم عبد حبشی) ای وان استعمله الامام الاعظم علی القوم لان العبد الحبشی هو الامام الاعظم فان الائمة من قریش۔[3]

اگرچہ تم پر غلام حبشی عامل کیا جائے یعنی اگرچہ خلیفہ کسی غلام کو عامل بنائے نہ یہ کہ خود غلام حبشی خلیفہ ہو کہ خلفا تو قریش سے ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

مجمع البحار[10] الانوار میں ہے :

شرط الامام الحریة والقرشیة ولیس فی الحدیث انه یکون اماما بل یفوض الیه الامام امرا من الامور۔[4]

خلیفہ کے لئے شرط ہے کہ آزاد وقریشی ہو اور حدیث میں یہ نہیں کہ غلام خلیفہ ہو بلکہ یہ مراد کہ خلیفہ اُسے کوئی کام سپرد کرے۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) بلکہ خود حدیث صحیح میں اس معنی کی تصریح صریح موجود جس کا بیان فصل سوم میں آئے گا ان شاء اللہ العفور الودود۔

---

[1] عمدۃ القاری کتاب الاحکام باب السمع والطاعۃ ادارۃ المنیریۃ دمشق ۲۳/۲۲۴

[2] فتح الباری شرح البخاری باب السمع والطاعۃ مصطفی البابی مصر ۱۶/۳۴۰

[3] مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الامارۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۷/۲۴۶

[4] مجمع بحار الانوار تحت لفظ جدع مکتبہ دار الایمان مدینہ منورہ ۱/۳۳۰

بالجملہ دربارۂ خلافت ہر طبقے اور ہر مذہب کے علمائے اہلسنت ایسا ہی فرماتے آئے یہاں تک کہ اب دورِ آخر میں مولوی عبد الباری صاحب کے جدِ اعلیٰ حضرت ملک العلماء بحر العلوم عبد العلی لکھنوی فرنگی محلی[عہ] رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح فقہ اکبر سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں خلافتِ صدیقی پر اجماع قطعی کے منعقد ہونے میں فرمایا:

باقی ماند کہ سعد بن عبادہ از بیعت متخلف ماند ما میگوئیم کہ سعد بن عبادہ امارات خود می خواست و ایں مخالف نص ست چہ حضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودہ اند الائمۃ من قریش ائمہ از قریش اند پس مخالفت او در اجماع قدح ندارد چہ مخالفت مر اوشاں صحابہ نبود بلکہ مخالفتِ اجماع و او اعتبار ندارد[1]

باقی رہا یہ کہ سعد بن عبادہ نے بیعت نہ کی، تو ہم کہتے ہیں کہ سعد بن عبادہ اپنے لئے خلافت کے خواہشمند تھے ان کی یہ خواہش نص کے خلاف تھی کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ائمہ قریش میں سے ہوں گے لہذا ان کی مخالفت اجماع پر اثر انداز نہیں ہے کیونکہ یہ محض صحابہ کرام کی رائے کی مخالفت نہ تھی بلکہ اجماع کی مخالفت تھی جس کا اعتبار نہیں ہے۔(ت)

پھر خلافتِ فاروقی[عہ] پر انعقاد اجماع میں فرمایا:

ہمہ صحابہ برآں عمل کردند و بیعت حضرت امیر المومنین عمر کردند و دریں ہم کسے مخالفت نکرد سوائے سعد بن عبادہ لیکن مخالفت او مخالفت نص بود چہ امارت خود میخواست چنانچہ دانستی[2]

صحابہ نے اس حدیث پر عمل کیا اور امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی اس میں بھی سوائے سعد بن عبادہ کے کسی نے مخالفت نہ کی لیکن ان کی مخالفت نص کے خلاف تھی کیونکہ وہ اپنے لئے امارت کے خواہشمند تھے جیسا کہ آپ نے جان لیا۔(ت)

اب سب سے اخیر دور میں حضرت مولانا فضل رسول[عہ] صاحب مرحوم اپنی کتاب عقائد المعتقد المنتقد میں فرماتے ہیں:

یشترط نسب قریشی خلافا لکثیر من المعتزلۃ ولا یشترط کونہ ہاشمیا خلافا للروافض[3]

خلیفہ کا قریشی النسب ہونا شرط ہے برخلاف بہت معتزلیوں کے، اور ہاشمی ہونا شرط نہیں برخلاف رافضیوں کے۔

عہ بدایونی لیڈر عبد الماجد صاحب کے دادا کے دادا ۱۲ حشمت علی لکھنوی عفی عنہ

---

[1] شرح الفقہ الاکبر لعبد العلی فرنگی محلی

[2] " " " " " "

[3] المعتقد المنتقد الباب الرابع فی الامامۃ مکتبہ حامدیہ لاہور ص ۱۹۷

حضرت مولٰنا عبدالقادر صاحب بدایونی مرحوم اپنے رسالہ عقائد احسن الکلام میں فرماتے ہیں ،

نعتقد انہ یجب علی المسلمین نصب امام من قریش [1] — ہم اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ مسلمانوں پر قریشی خلیفہ قائم کرنا فرض ہے ۔

نوعِ دگر از کتبِ عقائد

علامہ سعدالدین تفتازانی شرح عقائد میں فرماتے ہیں ،

فان قیل فعلی ما ذکر من ان مدۃ الخلافۃ ثلثون سنۃ یکون الزمان بعد الخلفاء الراشدین خالیا عن الامام فتعصی الامۃ کلھم ، قلنا المراد بالخلافۃ الکاملۃ ولو سلم فلعل الخلافۃ تنقضی دون الامامۃ بناء علی ان الامامۃ اعم لکن ھذا الاصطلاح لم نجدہ من القوم واما بعد الخلفاء العباسیۃ فالامر مشکل [2] (ملخصا) — یعنی اگر کہا جائے کہ جب خلافت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد تیس ہی برس رہی تو خلفاے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم کے بعد زمانہ امام سے خالی رہا اور معاذ اللہ تمام اُمت گنہگار ٹھہری کہ نصب امام اُمت پر واجب تھا تو ہم جواب دیں گے کہ وہ جو تیس برس پر ختم ہوگئی خلافت راشدہ کاملہ تھی نہ کہ مطلق خلافت اور اگر تسلیم بھی کرلیں تو شاید خلافت ختم ہوگئی امامت بعد کو رہی اور واجب نصب امام ہی تھا تو امت گنہگار نہ ہوئی یہ اس پر مبنی ہوگا کہ امامت خلافت سے عام ہے مگر ہم نے قوم سے یہ اصطلاح نہ پائی ، بہرحال جب سے خلفاے عباسیہ نہ رہے امر مشکل ہے کہ اُس وقت سے نہ کوئی امام ہے نہ کوئی خلیفہ ، تو اعتراض نہ اٹھا انتھی (ملخصاً) ۔

اقول اولاً صحیح جواب اول ہے اور اشکال کا جواب خود علامہ کے کلام سے آتا ہے اُس وقت نظر اس پر نہ گئی تھی ۔

ثانیًا امامت بیشک عام ہے جس کا بیان ہم کریں گے اِن شاء اللہ ۔ نیز علامہ موصوف شرح مقاصد میں اسی اعتراض کو ذکر کرکے بہت صحیح و واضح جواب سے دفع فرماتے ہیں :

فان قیل لو وجب نصب الامام لزم — اگر کہا جائے کہ نصب امام واجب ہوتا تو اکثر

ع مذکور مستند بدایونی (ھداہ اللہ تعالٰی) کے پردادا ۱۲ حشمت علی قادری رضوی لکھنوی غفرلہ

---

[1] احسن الکلام

[2] شرح العقائد النسفیہ — دارالاشاعۃ قندھار ، افغانستان — ص ۱۱۰ و ۱۱۱

www.alahazratnetwork.org

اطباق الامة فی اکثر الاعصار علی ترک الواجب لانتفاء الامام المتصف بما یجب من الصفات سیما بعد انقضاء الدولة العباسیة قلنا انما یلزم الضلالة لو ترکوہ عن قدرة و اختیار لا عجز و اضطرار[1]

زمانوں میں ترک واجب پر امت کا اتفاق لازم آتا ہے کہ امام کے لئے جو صفات لازم ہیں ایسا مدت سے نہیں خصوصاً جب سے دولتِ عباسیہ نہ رہی خلافت کا نام نشان تک نہ رہا اور ایسا ترک واجب گمراہی ہے اور گمراہی پر اُمت کا اتفاق محال، تو ہم جواب دیں گے کہ گمراہی تو جب ہوتی کہ اُن کے بعد اُمت نصب امام پر قادر ہوتی اور قصداً ترک کرتی، عجز و مجبوری کی حالت میں کیا الزام ہو:

یہی مضمون مولوی علی الخیالی میں ہے حدیث عجز و اضطرار بیان کرکے کہا،

وبهذا الحدیث یندفع الاشکال بعد الخلفاء الراشدین والعباسیة ایضاً[2]

یعنی خلفائے عباسیہ کے بعد تمام عالم سے خلافت ضرور مفقود ہے مگر اُمت پر الزام نہیں آتا کہ عذر مجبوری موجود ہے۔

[91] شرح عقائد امام نسفی پھر [92] تعلیقات المسایرة للعلامة قاسم الحنفی تلمیذ الامام ابن الهمام رحمهم اللہ تعالٰی میں ضرورت خلیفہ بتائی کہ دین و دنیا کے اِن اُمور کے انتظام کو اس کا ہونا ضرور ہے پھر فرمایا:

www.alahazratnetwork.org

فان قیل فلیکتف بذی شوکة له الریاسة العامة اماما کان او غیر امام فان انتظام الامر یحصل بذلک کما فی عهد الاتراک قلنا نعم یحصل بعض النظام فی امر الدنیا ولکن یختل امر الدین وهو المقصود الاهم[3]

یعنی اگر کوئی کہے کہ انتظام ہی کی ضرورت ہے تو ایک عام ریاست والے پر کیوں نہ قناعت ہو جائے وہ خلیفہ ہو یا نہ ہو کہ انتظام اس سے بھی حاصل ہو جائیگا جیسے سلطنت ترکی ہے کہ خلافت نہیں اور انتظام کر رہی ہے پھر خلیفہ کی کیا ضرورت، تو ہم جواب دینگے ہاں ایسی سلطنتوں سے دنیاوی کاموں کا کچھ انتظام چل جائے گا مگر دینی کاموں میں خلل آئے گا وہ بے خلیفہ نہ بنیں گے اور دین ہی مقصود اعظم ہے۔

لہذا ترکی سلطنت یا اور بادشاہیاں کافی نہیں خلیفہ کی ضرورت ہے، کیا ان سے بھی صاف نص کی

---

[1] شرح المقاصد الفصل الرابع فی الامامة المبحث الاول فی نصب الامام دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/۲۷۵

[2] مولوی علی الخیالی مطبع ہندو پریس دہلی ص ۲۵۷

[3] شرح العقائد النسفیہ دار الاشاعت قندھار افغانستان ص ۱۱۰

حاجت ہے وللہ الحجۃ البالغۃ۔

تنبیہ: اسی نوع سے ہے وُہ حدیث کہ صدرِ کلام میں امام خاتم الحفاظ سے گزری کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ خلافت جب بنی عباس کو پہنچے گی ظہورِ مہدی تک اور کو نہ ملے گی۔ ظاہر ہوا کہ ۱۳۲ھ سے آج تک اور آج سے ظہور حضرت امام مہدی تک کوئی غیر عباسی خلیفہ نہ ہُوا ہے نہ ہوگا جو دوسرے کو خلیفہ مانے حدیث کی تکذیب کرتا ہے یہ حدیث اپنے طرقِ عدیدہ سے حسن ہے اسے طبرانی نے معجم کبیر میں ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔ اور دیلمی نے مسند الفردوس میں انھیں سے بسندِ دیگر اور دارقطنی نے افراد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مرفوعًا اور خطیب نے بسندِ خلفاء حضرت حبر الامۃ سے موقوفًا اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، حدیث طبرانی کے لفظ یہ ہیں:

لکنہا فی ولد عمی صنو ابی حتی یسلموہا الی الدجال۔[1]

ہاں خلافت میرے چچا میرے باپ کی جگہ عباس کی اولاد میں ہے یہاں تک کہ اُسے سپرد دجال کریں گے۔

اور حدیث ابن مسعود میں ہے:

لاتذہب الایام واللیالی حتی یملک رجل من اہل بیتی یواطی اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی فیملؤہا قسطا وعدلا کما ملئت جورا وظلما۔[2]

شب و روز گزرنے کے بعد وہ خلافت کو میرے اہلبیت سے ایک فرد کے سپرد کریں گے جس کا نام میرا نام ہوگا اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کا نام، وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح ظلم و ستم سے بھر گئی تھی یعنی حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

امام خاتم الحفاظ نے اس حدیث سے استناد اور اُس پر اعتماد کیا کما تقدم (جیسا کہ پیچھے گزرا۔ ت) یہ ہیں تقریبًا پچاس حدیثیں اور کتبِ عقائد و تفسیر و حدیث و فقہ کی بانوے ۹۲ عبارتیں۔ سُنّی با انصاف کو اسی قدر کافی و وافی ہیں۔ وللہ الحمد والحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا و مولٰنا محمد و اٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین۔

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۱۶ مروی از ام سلمہ رضی اللہ عنہا مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲۳/ ۴۲۰

[2] المستدرک للحاکم کتاب الفتن والملاحم دار الفکر بیروت ۴/ ۴۴۲

فصل دوم

خطبۂ صدارت مولوی فرنگی محلی میں ۱۵ سطری کارگزاری کی نازبرداری

(۱) مسلمانو! تم نے دیکھا خلافت کے لئے شرطِ قرشیت پر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی متواتر حدیثیں، صحابہ کا اجماع، تابعین کا اجماع، اُمت کا اجماع، جملہ اہلسنت کا عقیدہ، ائمہ و اکابر حنفیہ کی کتبِ عقائد میں تصریحیں، کتبِ حدیث میں تصریحیں، کتبِ فقہ میں تصریحیں ایسے عظیم الشان جلیل البرہان اجماعی قطعی یقینی مسئلے کو فرنگی محلی کا خطبۂ صدارت میں صرف شافعیہ کی طرف نسبت کرنا اور حنفیہ میں فقط بعض کے کلام سے وُہ بھی تصریح نہیں، فحوٰی سے سمجھے جانے کا ادعا کرنا کس درجہ خلافِ دیانت و اغوائے عوام ہے۔

(۲) تمہید میں تو اُس پر خود حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نص صریح مذکور، شاید امام اعظم کا نص بھی کسی مقلد حنفی کا فحوائے کلام ہوگا۔

(۳) اُس پر نقول قاہرۂ اجماع کو یُوں گرانا کہ بعض نے اجماع نقل کیا، کیسی تلبیس ہے۔

(۴) یہ کہنا کہ ابتداً اس کی قاضی عیاض سے معلوم ہوتی ہے مگر ثبوت اجماع مشکل ہے۔ ثقات ائمہ کی تکذیب کا اشعار ہے، امام اجل ثقہ عدل قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے پہلے ائمہ نے اس پر اجماع نقل کیا، بعد کے علماء نے نقل کیا سب نے مقبول و مقرر رکھا کسی نے اُس میں خلاف اہلسنت کا پتا نہ دیا معاذ اللہ یہ سب جھوٹے ہیں اور فرنگی محلی سچے۔

(۵) جب نقولِ ائمہ مردود و نامعتبر ٹھہریں تو آپ ہی ہزاروں اجماعوں کا ثبوت مشکل بلکہ ناممکن ہوجائیگا کہ آخر قرآن و حدیث نے فرمایا نہیں کہ بعد عصر نبوت فلاں فلاں مسئلہ پر اجماع ہوگا ہم نے اہل اجماع کو دیکھا تک نہیں، نہ وُہ سب مل کر اپنے اجماع کی دستاویزیں رجسٹری کرا گئے اب نہ رہیں مگر نقولِ ائمہ وہ ان تازہ لیڈروں کو مقبول نہیں، پھر ثبوتِ اجماع کی صورت ہی کیا رہی۔

(۶) جب وہ نقلِ اجماع میں متہم تو نقل اقوال خاصہ میں کیوں معتمد ہوں گے، فقہ بھی گئی، یہ دیا بیہ، غیر مقلدین کی تعظیم و تکریم اور جلسوں میں اُن کی صدارت و تقدیم کی شامت ہے کہ وہی غیر مقلد کا مسئلہ آگیا ع

قیاس فاسد و اجماع بے اثر آمد

(قیاس فاسد ہے اور اجماع بے اثر ہے۔ ت)

(۷) امام اجل قاضی عیاض نے ابتداءً دعوئ اجماع نہ کیا بلکہ یہ فرمایا کہ علمائے کرام نے اُسے مسائلِ اجماع میں گنا تو ان سے ابتداءً بتانا تکذیب و گستاخی کی انتہا دکھانا ہے۔

(۸) صدرِ اسلام میں ڈیڑھ سو برس تک تصانیف نہ ہوئیں، پھر اگلی صدیوں کی ہزاروں کتابیں مفقود ہو گئیں، اب صدہا مسائلِ اجماعیہ میں سب سے پہلے جس امام کے کلام میں نقلِ اجماع نظر آئے اسی کے سر رکھ دیا جائے کہ ابتداء ان سے معلوم ہوتی ہے کتنا آسان طریقہ ردِ اجماع کا ہے۔

(۹) ائمہ کرام اُس پر صحابہ و تابعین و سلف صالحین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے اب تک تمام اہلسنت کا اجماع بتاتے، اور اسی بناء پر کتب عقائد میں اُسے قطعیہ یقینیہ فرماتے ہیں اُس کے مقابل اگر کسی صحابی سے کوئی اثر ملے تو اگر وہ انعقادِ اجماع سے پہلے کی گفتگو ہے اُس سے نقضِ اجماع جنونِ خالص ہے یوں ہی اگر تاریخ معلوم نہ ہوا اور اگر بعد کی ہے اور سند صحیح نہیں تو آپ ہی مردود اور صحیح و قابلِ تاویل ہے تو واجب التاویل ورنہ شاذ روایت اجماع کے مقابل قطعاً مضمحل نہ کہ اثر اُس سے اجماع باطل۔

(۱۰) قریش میں حصرِ خلافت کی احادیث بیشک متواتر ہیں بہت متکلمین کی نظر احادیث پر زیادہ وسیع نہ تھی کہ فن دوسرا ہے انھوں نے خبر احاد سمجھا تو ساتھ ہی قبول صحابہ سے قطعی یقینی بتا دیا مگر مسامرہ سے گزر اگر حافظ الحدیث امام عسقلانی نے ایک حدیث الائمۃ من قریش کو چالیس کے قریب صحابہ کرام سے مروی دکھا دیا اور اس میں مستقل رسالہ تصنیف فرمایا جس کا نام امام سخاوی نے مقاصد حسنہ[۱] میں لذۃ العیش فی طرق حدیث الائمۃ من قریش بتایا یہ عدد صحابہ کرام میں یقیناً تواتر کا ہے یہ ایک حدیث کا حال تھا اسی مدعا پر اور احادیث علاوہ۔

(۱۱) اس سے قطع نظر کیجئے تو اس قدر تو آج کل کی قاصر نگاہوں سے بھی نظر آ رہا ہے کہ وہ بلا شبہہ مشہور اور بالفاظِ عدیدہ و طرق کثیرہ بہت صحابۂ کرام سے ماثور، اور برابر صدرِ اول سے امت مرحومہ میں احتجاج و عمل کیلئے مقبول و منظور، پھر اس کے خاص الفاظ کے احاد سے ہونے کا ذکر جس کا جواب علمائے عقائد مواقف و شرح مقاصد و شرح مواقف وغیرہا میں دے چکے کیا انصاف ہے۔

(۱۲) ائمہ نے الائمۃ من قریش سے استدلال فرمایا اور جمع محلی باللام کے افادۂ استغراق سے اتمام تقریب فرما دیا اسے الخلافۃ فی قریش سے بدلنا اور القضاء فی الانصار سے نقض کرنا کیا مقتضائے دیانت ہے۔

(۱۳) حدیث صحیح لایزال ھذا الامر فی قریش ما بقی من الناس

---

[۱] مقاصد الحسنہ تحت حدیث عالم قریش الخ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۲۸۲

اثنان[1] (خلافت ہمیشہ قریش کے لئے ہے جب تک دُنیا میں دو آدمی بھی ہیں۔ ت) سے استدلال ائمہ کا کیا رُد ہوا، کیا کسی حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ:

لایزال ھذا القضاء فی الانصار وھذا الاذان فی الحبشۃ مابقی من الناس اثنان۔ ہمیشہ عہدۂ قضا انصار میں اور عہدۂ اذان حبشیوں میں رہے جب تک دنیا میں دو آدمی بھی رہیں۔

جب ائمہ فرما چکے کہ صحابۂ کرام نے حدیث سے حصر سمجھا اور اُسی پر عمل فرمایا تو صحابہ کے مقابل اپنی چہ میگوئیاں نکالنا کیا شانِ دین ہے۔

(۱۵ و ۱۶) محققینِ اہلسنت عموماً اور امام ابوبکر باقلانی کی طرف خصوصاً اس نسبت کی جرأت کہ قرشیت کی شرط سے بالکل عدول کرتے ہیں کس قدر دروغ بیمزہ ہے اکابر ائمہ و اعاظم علماء اجماع صحابہ اجماع تابعین اجماعِ امت نقل فرما رہے ہیں، ناقلانِ خلاف صرف خارجیوں معتزلیوں کا خلاف بتاتے ہیں، مخالفت میں ضرار و کعبی دو گمراہوں کے قول نقل کرتے ہیں معاذ اللہ اگر تمام محققینِ اہل سنت درکنار صرف امام سنت باقلانی کا خلاف ہوتا تو خارجیوں معتزلیوں کو مخالف بتایا جاتا، دو گمراہوں کا نام ان کے نام نامی سے زیادہ پیارا اور قابلِ ذکر عظمت والا اتفاق انھیں چھوڑ کر اُن دو کا نام گنایا جاتا۔ شرح عقائد نسفی کے الفاظ تو آبِ زر سے لکھنے کے ہیں کہ لم یخالف الا الخوارج وبعض المعتزلۃ[2] اس میں کسی نے خلاف نہ کیا سوا خارجیوں اور بعض معتزلیوں کے۔ تمام نقولِ اجماع کا یہی مطلب ہے مگر اس میں محققینِ اہلسنت و امام باقلانی کی طرف اُس نسبت باطلہ کی روشن تر تفضیح ہے وللہ الحمد اجلّہ اکابر ائمۂ اہلسنت ائمۂ کلام و اکابر حدیث و اعاظم فقہ سب کے ارشادات پس پشت ڈالنا اور ایک متاخر مورخ ابن خلدون کے قول بے سند پر (جس کے مذہب کی بھی کوئی ٹھیک نہیں نہ تاریخ نویسی کے سوا کسی علم دینی میں اس کا نام زبانوں پر آتا ہے) سر منڈا بیٹھنا کیا شرط دین پرستی ہے اجلّہ ائمہ جہابذۂ ناقدین کو نہ معلوم ہُوا کہ خود امام سنت باقلانی و محققین اہلسنت اس مسئلہ میں مخالف ہیں برابر اجماع نقل فرماتے رہے مسئلہ پر جزم و یقین فرمایا کہ اہل خلاف کو خارجی معتزلی بدعتی کہتے رہے مگر آٹھویں صدی کے اخیر میں اس مورخ کو حقیقتِ حال معلوم ہُوئی کہ اس میں تو محققینِ اہلسنت و امام سنت مخالف ہیں۔

(۱۷) طرفہ یہ کہ ابن خلدون نے اتنا کہا تھا:

---

[1] صحیح بخاری کتاب الاحکام قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۱۰۵۷
صحیح مسلم کتاب الامارۃ " " " ۲/۱۱۹

[2] شرح العقائد النسفیۃ دار الاشاعت العربیہ قندھار افغانستان ص ۱۱۲

www.alahazratnetwork.org

14 اشتبہ ذٰلک علی کثیر من المحققین[1] بہت سے محققوں کو اس میں شبہہ لگا۔

فرنگی محلی تحریر نے "شبہہ لگا اُڑا دیا" اور "کثیر" کا لفظ گھٹا دیا، اسے یوں بنایا کہ محققین عدول کرتے ہیں یعنی ان کا عدول ازراہِ اشتباہ نہیں بلکہ ازراہِ تحقیق ہے اور وہ جو اس شرط پر قائم رہے یعنی تمام اہلسنت وہ تحقیق سے عاری ہیں۔

(۱۸) ان دونوں سے بڑھ کر چالاکی یہ کہ فرنگی محلی تحریر نے محققین کے ساتھ لفظ "اہلسنت" بڑھا لیا یہ لفظ ابن خلدون کی عبارت میں نہیں، وہ خدا جانے کن کو محققین کہہ رہا ہے، ائمہ فرما چکے کہ اس میں مخالف خارجی ہیں یا معتزلی، تو انھیں میں سے کسی فریق کو محققین کہا اور ظاہراً معتزلہ کو کہا کہ دربارۂ خلافت جو مضمون اُس نے نقل کیا وہ ضرار بن عمرو معتزلی ہی کی مخالفت کا مؤید، نہیں نہیں بلکہ اُس سے بھی کہیں زائد ہے فاشکی الی اللہ تعالٰی۔

(۱۹) ابن خلدون کی حالت عجیب ہے اُس[1] کے کلام سے کہیں اعتزال[2] کی بُو آتی ہے کہیں[3] نیچریانہ اسباب پرستی کی جھلک پائی جاتی ہے، اولیائے کرام کا صاف دشمن ہے، اُن[4] کو رافضیوں کا مقلد بتاتا ہے، کہتا[5] ہے اُن کے دلوں میں رافضیوں کے اقوال رچ گئے اور اُن کے مذاہب کو اپنا دین بنانے میں توغل کیا یہاں تک کہ طریقت کا سلسلہ علی تک پہنچایا اور کہا انھوں نے حسن بصری کو خرقہ پہنایا اور اُن سے اُن کے پیر جنید تک پہنچا اس تخصیص علی اور ان کی اور باتوں سے سمجھا جاتا ہے کہ یہ رافضیوں میں داخل ہیں، و لہٰذا رافضیوں کی طرح ایک امام مہدی کے انتظار میں ہیں جن کے آنے کی کچھ صحت نہیں، اسی طرح اقطاب و ابدال کا ایک لخت منکر ہے اس[6] میں بھی اولیاء کے مقلد روافض ہونے کا مشعر ہے کہ جس طرح رافضیوں نے ہر زمانے میں ایک امام باطن اور اس کے نیچے نقبا مانے ہیں، یونہی اُن سے سیکھ کر صوفیہ نے ہر دور میں ایک قطب اور اس کے ماتحت ابدال گھڑے ہیں، حالانکہ احادیث مرفوعہ حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے علاوہ جن کے بیان میں امام جلال الدین سیوطی کا ایک رسالہ ہے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ و دیگر اجلۂ اقطاب کرام

عہ دور کیوں جائیے اپنے اخ معظم مولوی عبدالحی صاحب کا فتاوٰی جلد اوّل طبع اول ص ۲۰ اور خود اپنا جمع کردہ فتاوی قیام ص ۳۰۶ ملاحظہ کیجئے۔ علامہ عبدالرحمان حضرمی معتزلی معروف بہ ابن خلدون ۱۲ عبید الرضا حشمت علی رضوی غفرلہ۔

---

[1] تاریخ ابن خلدون فصل فی اختلاف الامۃ فی حکم ہذا المنصب و شروطہ۔ موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت ۱/۱۹۴

14/14

قدست اسرارہم سب سے اقطاب وابدال کی حقیقت متواتر ہے یونہی کون سا صاحب سلسلہ ہے جس کا سلسلہ امیر المومنین علی تک نہیں پہنچتا تو وہ ان تمام حضرات اکابر کرام کو معاذ اللہ دین میں مخترع اور رافضیوں کا متبع بلکہ سالک روافض میں منسلک ٹھہراتا ہے، فتوحات[11] اسلام کا راز بربری صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا وحشی ہونا بتایا ہے، اور[12] یہ کہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جہاد پر بھیجتے وقت انھیں وحشیت پر اور ابھار دیا کیونکہ وحشی ہی قوم کا ملک وسیع ہوتا ہے، نیز[13] کہتا ہے صحابہ وحشی ہونے کے سبب لکھنا ٹھیک نہ جانتے تھے، اس[14] لئے قرآن عظیم جابجا غلط لکھا ہے، اور[15] اولیاء کو جادوگروں کے حکم میں رکھنے کے لئے کہا جو کسی کو اپنی کرامت سے قتل کرے وہ صاحب کرامت قتل کیا جائے گا جیسے ساحر کو اپنے سحر سے قتل کرے۔ اجلۂ اکابر محبوبان خدا کو نام بنام حتی کہ شیخ الاسلام ہروی کو لکھتا ہے کہ یہ حلولی تھے اور یہ کفر انھوں نے روافض اسمٰعیلیہ سے سیکھا الٰی غیر ذٰلک من ھفواتہ الشنیعۃ (اس کے علاوہ اس کے بہت سے بُرے ہفوات ہیں۔ت) اور پھر تستّر کے لئے یا خود اپنے حال سے ناواقفی کے باعث جابجا سنیت واعتقاد اولیاء کا اظہار بھی کرتا ہے جس نے محققین وشیخ الاسلام امام ہروی کی طرف کفر میں تقلید روافض نسبت کردی وہ اگر محققین وامام باقلانی کی طرف بدعت میں تقلید خوارج نسبت کردے کیا بعید ہے، ہاں عجب اُن مدعیان سنت سے کہ تمام اکابر ائمہ وعلمائے اہلسنت کے ارشادات عالیہ پر پانی پھیرنے کے لئے ایک ایسے مورخ کا دامن تھامیں، کیا آیۂ کریمہ بئس للظّٰلمین بدلا[1] (ظالموں کو کیا ہی بُرا بدلہ ملا۔ت) یہاں وارد نہ ہوگی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

www.alahazratnetwork.org

غالباً اس نسبت مخترعہ سے بھی اُسے صوفیہ کرام پر چوٹ کرنی منظور ہے وہ بھی شرط قرشیت کو اجماعی مانتے ہیں خود اسی شخص نے اسی مقدمۂ تاریخ فصل فاطمی میں ان اکابر کرام سے نقل کیا:

قالوا انما کان امر الخلافۃ لقریش حکما شرعیا بالاجماع الذی لایوھنہ انکار من لم یزاول علمہ[2] الخ۔

یعنی صوفیۂ کرام نے فرمایا خلافت خاص قریش کیلئے ہونا حکم شرعی ہے ایسے اجماع سے ثابت جو ناواقف ناشناس کے انکار سے سست نہیں ہوسکتا الخ

لہذا محققین وامام سنت کا خلاف بتایا کہ ان کی تکذیب ہو۔

(۲۰) نہیں نہیں بلکہ اس کا راز اور ہے خود اسی مبحث سے روشن کہ وہ آپ مبتدع اور خوارج کا

---

[1] القرآن الکریم ۱۸/ ۵۰

[2] مقدمہ ابن خلدون فصل فی امر الفاطمی موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت ۱/ ۳۲۴

تبع اور اجماعِ صحابہ کرام کا خارق، اور ضراریہ ومعتزلہ کا موافق ہے، اس نے اولاً شرائطِ خلافت میں کہا:

اما النسب القرشی فلاجماع الصحابۃ علی ذٰلک[1] — قرشیت کی شرط اس لئے ہے کہ صحابہ کرام نے اس پر اجماع فرمایا۔

پھر اس اجماع کی منشا ومستند حدیثیں ذکر کیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: الائمۃ من قریش[2] خلفاء قریشی ہوں۔ اور فرمایا:

لایزال ھذا الامر فی ھذا الحی من قریش[3] — خلافت ہمیشہ قریش میں رہے گی۔

اور کہا اس پر دلائل بکثرت ہیں، پھر آہستہ آہستہ رد احادیث واجماع کی طرف سرکا کہ:

لما ضعف امر قریش وتلاشت عصبیتھم فاشتبہ ذٰلک علی کثیر من المحققین حتی ذھبوا الی نفی اشتراط القرشیۃ[4] — جب قریش میں ضعف آیا اور اُن کی حمیت جاتی رہی تو بہت محققوں کو یہاں شبہہ لگا یہاں تک کہ نفی شرط قرشیت کی طرف گئے۔

یہاں دونوں پہلو دیکھیے، اشتباہ کہا جس سے مفہوم ہو کہ اُن کو غلطی پڑجاتا ہے اور انھیں محققین کہا جس سے مترشح ہو کہ اُن کے زعم کو تحقیق مانتا ہے پھر اُن کے دو شبہے ذکر کئے ایک اُسی حدیث دربارۂ غلام حبشی سے جس کے جواب کلام ائمہ سے گزرے اور اصل پر آیا وہ کلام ان شاء اللہ تعالٰی آگے آتا ہے اس نے جواب خطابی اختیار کیا کہ یہ مبالغۃً بطور فرض ہے، دوسرا شبہہ اس روایت سے کہ امیر المومنین فاروق سے مروی ہوا:

لوکان سالم مولی ابی حذیفۃ حیا لولیتہ[5] — اگر ابوحذیفہ کے غلام آزاد شدہ سالم زندہ ہوتے تو میں ضرور اُن کو والی بناتا۔

یا فرمایا: لما دخلتنی فیہ الظنۃ[6] اُن پر مجھے کوئی بدگمانی نہ ہوتی۔

اس کا کھلا ہوا روشن جواب تھا کہ امیر المومنین نے فرمایا ہے لولیتہ میں اُنھیں والی کرتا، نہ کہ استخلفتہ میں اُنھیں خلیفہ کرتا، والی ایک صوبہ کا بھی ہوتا ہے ایک شہر کا بھی ہوتا ہے جسے خلیفہ مقرر فرمائے تو اُسے یہاں سے کیا علاقہ، اس روشن جواب کو چھوڑ کر اول تو یہ جواب دیا کہ مذھب الصحابی لیس بحجۃ یعنی یہ اگر ہے تو عمر کا قول ہے اور عمر کا قول کچھ حجت نہیں۔ شانِ فاروقی میں یہ کلمہ جیسا ہے اہلِ ادب پر ظاہر ہے جن کی نسبت خاص حکم احکم حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے:

---

[1] تا [6] مقدمہ ابن خلدون فصل فی اختلاف الامۃ فی حکم ہذا المنصب وشروطہ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت ۱/۱۹۳

اِقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ[1]

اُن دو کی پیروی کرو جو میرے بعد ہوں گے ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

یہاں تک تو یہی تھا آگے دوسرے جواب کے تیور دیکھئے، کہتا ہے:

وایضا مولی القوم منهم وعصبیة الولاء حاصلة لسالم فی قریش وهی الفائدة فی اشتراط النسب وصراحة النسب غیر محتاج الیه اذ الفائدة فی النسب انما هی العصبیة وهی حاصلة من الولاء[2]

یعنی دوسرا جواب یہ کہ کسی قوم کا آزاد شدہ غلام انھیں میں سے ہے اور اس رشتۂ ولا کے باعث قریش سالم کی حمیت کرتے اور یہی قومی حمیت شرطِ نسب کا فائدہ ہے صاف نسب کی حاجت نہیں کہ وہ تو اسی حمیت کی غرض سے ہے اور حمیت اپنے آزاد کئے ہوئے غلام کی بھی کرتے ہیں۔

للہ انصاف! دکھانا تو یہ ہے کہ جو شرطِ قرشیت نہیں مانتے ان کے شبہہ کا جواب دے رہا ہے اور جواب وُہ دیا جس نے شرطِ قرشیت کو اکھاڑ پھینکا کہ نسب کی کوئی حاجت نہیں قومی حمیت سے کام ہے جس طرح بھی ہو، پھر بھی قرشیت کا کچھ ڈورا لگا رکھا کہ قریشی نہ ہو تو اس کا آزاد کردہ غلام تو ہو اگرچہ یہاں اس میں بھی کلام ہے سالم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ابوحذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آزاد نہ فرمایا نہ وُہ ان کے غلام تھے بلکہ اُن کی بی بی ثبیتہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے غلام تھے انھیں نے آزاد کیا اور وُہ انصاریہ ہیں نہ کہ قرشیہ۔ ہاں براہِ موالات و دوستی مولٰی ابی حذیفہ کہلاتے ہیں، ابوحذیفہ نے ان کو متبنّٰی کیا تھا اور اپنی بھتیجی فاطمہ سے ان کی شادی کردی رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ فتح الباری میں ہے:

کان مولی لامرأة من الانصار فتبناه ابوحذیفة لما تزوجها فنسب الیه[3]

یعنی سالم ایک انصاریہ بی بی کے غلام آزاد شدہ تھے جب ابوحذیفہ نے اس بی بی سے نکاح کیا ان کو متبنّٰی بنایا، جب سے ابوحذیفہ کی طرف منسوب ہونے لگے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین

لہذا ارشاد الساری میں مولٰی ابی حذیفہ کی یوں شرح کی:

(مولی) امرأة ابی حذیفة ابوحذیفہ کے مولٰی یعنی ان کی زوجہ کے مولٰی۔

---

[1] جامع ترمذی ابواب المناقب امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲۰۷/۲

[2] مقدمہ ابن خلدون فصل فی اختلاف فی حکم ہذا المنصب وشروطہ موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت ۱۹۴/۱

[3] فتح الباری شرح البخاری مناقب سالم مصطفی البابی مصر ۱۰۲/۸ و ۱۰۳

[4] ارشاد الساری شرح البخاری مناقب سالم مولٰی ابی حذیفہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۳۸/۶

غرض یہاں تک بھی دونوں پلّے بچائے مگر نفی کا پلّہ غالب کردیا کہ یہ حقیقت ہے اور یہاں قرشیت کا لگاؤ رہنا مجاز، اب اندیشہ کیا کہ لوگ خارجی معتزلی سمجھیں گے کہ صحابہ کا اجماع چھوڑ کر ان گمراہوں کی تقلید کی اس کے علاج کو یہ مخالفت امام سنت کے سر رکھ دی اور کہا:

ومن القائلین بنفی اشتراط القرشیۃ القاضی ابوبکر الباقلانی لما ادرك عصبیۃ قریش من التلاشی فاسقط شرط القرشیۃ وان کانت موافقا لرأی الخوارج وبقی الجمہور علی القول باشتراطہا ولو کان عاجزا عن القیام بامور المسلمین وورد علیہم سقوط شرط الکفایۃ لانہ اذا ذہبت الشوکۃ بذہاب العصبیۃ فقد ذہبت الکفایۃ واذا وقع الاخلال بشرط الکفایۃ تطرق ذلك ایضا الی العلم والدین وسقط اعتبار شروط ہذا المنصب وہو خلاف الاجماع[1] (ملخصاً)

یعنی امام قاضی ابوبکر باقلانی نے قرشیت شرط نہ مانی کہ قریش کی حمیت فنا ہوگئی ولہذا اس کی شرط انھوں نے ساقط کردی اگرچہ یہ خارجیوں کے مذہب کے موافق ہے اور جمہور اب بھی شرطِ قرشیت مانتے رہے اگرچہ خلیفہ مسلمانوں کا کام بنانے سے عاجز ہو اور ان پر اعتراض ہے کہ لیاقت کار کی شرط جاتی رہی کہ جب حمیت جانے سے شوکت گئی کام کیا بنا سکے گا اور جب شرطِ کفایت چھوٹی یہی راہ شرطِ علم وشرطِ دین کی طرف چلے گی اور خلافت کی شرطیں ساقط الاعتبار ہوجائیں گی اور یہ خلافِ اجماع ہے (ملخصاً)

www.alahazratnetwork.org

اس کلام کے پیچ دیکھئے کیا کیا کروٹیں بدلی ہیں، اوّل تو امام سنت پر وہ تہمت رکھی کہ قریش کی بے حمیتی دیکھ کر شرطِ قرشیت ساقط کر بیٹھے، یہ اپنا بچاؤ اور جانب نفی کی تائید تھی کہ ایک مجھی کو شرطِ قرشیت میں کلام نہیں، اہلسنت کے اتنے بڑے امام اسے استعفا دے چکے ہیں، پھر ساتھ ہی کہہ دیا کہ اس میں وُہ خارجیوں کے مذہب پر چلے یہ جانب اثبات کی رعایت سے کہی، پھر اسی پہلو کا لحاظ بڑھایا کہ جمہور اسی پر رہے، پھر پہلو نے نفی کو کروٹ لی کہ اُن پر بے اعتباریِ شرائط کا الزام قائم ہوتا ہے، یہ جھوٹا الزام صراحۃً خود اس پر حق تھا کہ قرشیت شرط تھی اور اس نے ساقط کی تو یوں ہی علم ودین وکفایت بھی ساقط ہوسکیں گی کہ یہ راہ ہر شرط کی طرف چلے گی اور جاہل بے دین عاجز چمار کو خلیفہ کردینا جائز ہوجائے گا اور یہ خلافِ اجماع ہے، اس کی پیش بندی کی کہ جمہور اہلسنت کے سر یہ افترا جڑ دیا کہ وہ صرف قرشیت چاہتے ہیں اگرچہ کام سے بالکل عاجز ہو حالانکہ کتبِ عقائد وفقہ وحدیث شاہد ہیں کہ قرشیت وقدرت دونوں شرط ہیں اور اُن کے ساتھ اسلام وحریت وذکورت وبلوغ بھی نہ یہ کہ صرف قریشی ہونا

---

[1] مقدمہ ابن خلدون فصل فی اختلاف فی حکم ہذا المنصب وشروطہ موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت ۱/۱۹۴ و ۱۹۵

بس ہے، یہ پہیلیاں کھیل کر اخیر میں دل کی صاف کھول دی:

اذا بحثنا عن حکمة اشتراط القرشی ومقصد الشارع منه لم یقتصر علی التبرك بوصلة النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم کما ھو مشھور والمصلحة لم نجدھا الا اعتبار العصبیة و ذلك ان قریشا کان لھم العزة بالکثرة و العصبیة والشرف فاشترط نسبھم لیکون ابلغ فی انتظام الملة کما وقع فی ایام الفتوحات واستمر بعدھا فی الدولتین الی ان تلاشت عصبیة العرب فاذا ثبت ان اشتراط القرشیة انما ھو للعصبیة والغلب والشارع لا یخص الاحکام بجیل فطردنا العلة وھی العصبیة فاشترطنا فی القائم بامور المسلمین ان یکون من قوم اولی عصبیة قویة غالبة ثم ان الوجود شاھد بذلك فانه لا یقوم بامر امة او جیل الا من غلب علیھم وقل ان یکون الامر الشرعی مخالفا للامر الوجودی[1] (ملخصًا)۔

یعنی ہم جو نظر کریں کہ شرطِ قرشیت کی حکمت اور اُس سے شارع کا مقصود کیا ہے تو وہ علاقۂ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تبرک پر موقوف نہیں جیسا کہ لوگوں میں مشہور ہو رہا ہے کہ قربِ نبوی کے سبب قریش کو یہ فضل ملا ہے اس میں آن اور قومی حمیت کے اعتبار کے سوا کوئی مصلحت نہیں، یہ اس لئے کہ قریش اپنی کثرت اور آن اور شرافت کے سبب غالب تھے لہٰذا اُن کا نسب شرط کیا گیا کہ دین کا انتظام خوب ہو جیسا کہ زمانۂ فتوحات میں ہوا اور اُس کے بعد بنی امیہ و بنی عباس کی دولتوں میں رہا یہاں تک کہ عرب نرے بے حمیت ہوگئے اور جبکہ ثابت ہو لیا کہ قرشیت کی شرط فقط اُن کی حمیت و غلبہ کے سبب تھی اور شریعت احکام کو کسی قبیلہ کے ساتھ خاص نہیں کرتی تو ہم نے علتِ حمیت کو عام کر دیا کہ خلیفہ میں ضرور ہے کہ کسی قوی غالب حمیت والی قوم میں کا ہو پھر واقعات بھی اسی پر گواہ ہیں کہ قبیلے یا گروہ کا سردار وہی ہوتا ہے جو ان پر غالب ہو اور کم ہوگا کہ شریعت نیچر کے خلاف حکم دے (ملخصًا)

ظاہر کر دیا کہ قرشیت شرط نہیں عصبیت شرط ہے، قرشیت اس لئے شرط تھی کہ ان میں قومی حمیت جاہلیت تھی جب قریش بلکہ تمام اہلِ عرب بے حمیت ہوگئے تو اب اُن کی خلافت کیسی بلکہ جس کی لاٹھی اُس کی بھینس، بالجملہ نہ فقط شرطِ قرشیت کی نفی کی بلکہ نفیِ قرشیت بلکہ نفیِ عربیت شرط کر دی کہ اصل شرطِ خلافت قومی حمیت ٹھہرائی اور صاف کہہ دیا کہ نہ صرف قریش بلکہ تمام عرب بے حمیت ہوگئے تو خلافت کے لئے شرط ہوا کہ خلیفہ نہ قریشی ہو نہ عربی بلکہ یہ شرط ہے کہ کسی خونخوار قوم کا ہو، تو یہ تو ضرار معتزلی سے بھی بہت اُونچا اُڑا اُس نے تو یہی کہا تھا

---

[1] مقدمہ ابن خلدون فصل فی اختلاف فی حکم ہذا المنصب و شروطہ موسستہ الاعلی للمطبوعات بیروت ۱/ ۱۹۵ و ۱۹۶

کہ غیر قرشی اولیٰ ہے اس نے یہ جتائی کہ قرشی بلکہ کسی عربی کی خلافت جائز ہی نہیں اور خود کہہ چکا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا کہ ہمیشہ خلافت قریش ہی کے لئے ہوگی جب تک دُنیا میں دو آدمی بھی رہیں یہ ہے اس کا حدیث پر ایمان، اور یہ ہے اس کا اجماعِ صحابہ کرام پر ایقان۔ اور سرے سے یہ اشد سا اشد ظلم قابلِ تماشا کہ وہ عصبیت جس سے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بشدت منع فرمایا جسے نہ قریش بلکہ تمام عرب کے دل سے دھو دیا اُسی کو اصل مقصود شارع اور خاص شرط خلافت ٹھہراتا ہے حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قاتل تحت رایة عمیة یغضب لعصبة او یدعو الی عصبة او ینصر عصبیة فقتل فقتلة جاهلیة[1]، وفی اخری فلیس من امتی[2] رواه مسلم عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه۔

جو کسی اندھے جھنڈے کے نیچے لڑے کہ عصبیت (یعنی قومی حمیت شیوۂ جاہلیت) کے لئے غضب کرے یا عصبیت کی طرف بلائے یا عصبیت کی مدد کرے اور مارا جائے تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی جاہلیت و زمانۂ کفر و غفلت میں قتل کیا جائے، وہ میری امت سے نہیں (اسے مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

نیز فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لیس منا من دعا الی عصبیة ولیس منا من قاتل عصبیة ولیس منا من مات علی عصبیة[3] رواه ابوداؤد عن جبیر بن مطعم رضی الله تعالٰی عنه۔

ہمارے گروہ سے نہیں جو عصبیت (قومی حمیت) کی طرف بلائے، ہم میں سے نہیں، جو عصبیت پر لڑے ہم سے نہیں جو عصبیت پر مرے ہم سے نہیں (اسے ابوداؤد نے جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

تو شارع صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مبغوض کو شارع کا مقصود بنانا کیسا شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام پر افترائے بیباک و اجترائے ناپاک ہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ عجب ایک مدعی سنیت ہے کہ صحابہ و ائمہ و خود ارشاد حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سب کو پیٹھ دے کر ایک گمراہ مخالف حدیث و خارق اجماع و محدث فی الدین کا دامن تھامے ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(۲۱) تحریر فرنگی محلی نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ وہ صراحۃً اجماع صحابہ لکھ کر پھر امام باقلانی کو اس کا مخالف اور خارجی مذہب کا موافق لکھتا ہے اُس نے کہا تو کہا ایک مدعی سنیت کو تو امام سنت پر ایسے شنیع الزام رکھتے شرم چاہئے تھی۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب وجوب ملازمۃ المسلمین قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۲۸
[2] " " " " " ۲/ ۱۲۸
[3] سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی العصبیۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۴۲

(۲۲ع) عبارت نمبر ۳۶ آپ نے سُنی معلوم ہے یہ امام ابوبکر ابن الطیب کون ہیں وہی امام اجل امام سنت قاضی ابوبکر باقلانی ہیں، شرح الشفاء لعلی قاری میں ہے:

(وھو مذھب القاضی ابی بکر) ای ابن الطیب الباقلانی۔[1]

اور یہی قاضی ابوبکر یعنی ابن الطیب الباقلانی کا مذہب ہے (ت)

نسیم الریاض میں ہے:

(وھو مذھب القاضی ابی بکر) الباقلانی۔[2]

اور قاضی ابوبکر الباقلانی کا یہی مذہب ہے (ت)

وفیات الاعیان میں ہے:

القاضی ابوبکر محمد بن الطیب المعروف بالباقلانی المتکلم المشہور توفی سنۃ ثلث واربعمائۃ ببغداد۔[3]

القاضی ابوبکر محمد بن الطیب المعروف بہ باقلانی متکلم مشہور ہیں ۴۰۳ھ میں بغداد میں فوت ہوئے (ت)

دیکھا کہ ان امام نے کیا ارشاد فرمایا، پھر سُن لو، اور کان کھول کر سُنو، امام ابن المنیر مالکی پھر فتح الباری میں امام ابن حجر عسقلانی شافعی کا یہی کلام علامہ سید مرتضی زبیدی حنفی نے اتحاف السادۃ المتقین جلد دوم صہ۲۳۲ میں یوں نقل فرمایا،

قال الحافظ ابن حجر فی فتح الباری قال ابن المنیر قال القاضی ابوبکر الباقلانی لم یعرج المسلمون علی ھذا القول بعد ثبوت الحدیث الائمۃ من قریش وعمل المسلمون بہ قرنا

یعنی امام ابن حجر نے شرح صحیح بخاری میں فرمایا کہ امام ابن المنیر نے فرمایا کہ امام قاضی ابوبکر باقلانی نے فرمایا کہ معتزلی کے اس قول کی طرف مسلمانوں نے التفات نہ کیا بعد اس کے کہ حدیث کا ارشاد ثابت ہولیا کہ خلفاء قریش ہی سے ہوں

ع یہاں تک کلام قاطع رگ اوہام تھا اب آگے وہ آتا ہے جسے دیکھ کر گذابوں معتزلیوں کی آنکھیں پھٹ کر رہ جائیں۔ عبید الرضا حشمت علی قادری غفرلہ۔

---

[1] شرح الشفاء لعلی القاری علی ہامش نسیم الریاض فصل واما ما یتعلق بالجوارح دار الفکر بیروت ۴/۱۳۷

[2] " " " " " " " " " " " " " "

[3] وفیات الاعیان ترجمہ ۶۰۸ محمد بن الطیب الباقلانی دار الثقافت بیروت ۴/۲۶۹، ۲۷۰

بعد قرن وانعقد الاجماع علی اعتبار ذلک قبل ان یقع الاختلاف ۱؎	اور اسی پر مسلمانوں کا ہر طبقہ میں عمل رہا اور ان اختلاف کرنے والوں کے وجود سے پہلے اس پر اجماع ہولیا۔

الحمدللہ یہ ارشاد ہے امام ابوبکر باقلانی کا جس نے اس مورخ کا سفید جھوٹ اور سیاہ افترا ثابت کیا اور صحابہ وائمہ اہلسنت کو چھوڑ کر اس کا دامن تھامنے والوں کا منہ کالا کیا، وللہ الحمد۔

(۲۳) الحمدللہ یہاں سے فرنگی محلی تحریر کی امام قاضی عیاض پر وہ طعنہ زنی بھی باطل ہوگئی کہ ذکر اجماع کی ابتدا ان سے ہوئی، امام قاضی عیاض چھٹی صدی میں تھے اور امام اہلسنت قاضی ابوبکر باقلانی چوتھی صدی میں، وہ اجماع نقل فرمارہے ہیں وللہ الحمد۔

(۲۴) اس کے بعد تحریر فرنگی محلی میں ہے، حنفیہ کی کتب میں ایسی فضول بات نہیں جیسی شافعیہ کی کتب میں ہے کہ الائمۃ سے ہر قسم کا امام مراد ہے کہ امام شافعی کے امام فی المذہب ہونے کی تائید ہو کیونکہ وہ قریشی تھے، پر شافعیہ نے کہیں نہ کہا کہ ہر قسم کا امام مراد ہے، نہ کوئی ادنٰی طالب علم کہہ سکتا ہے کہ نماز کی امامت بھی قریشی سے خاص علماء دوسرا امام نہیں ہوسکتا وہ اس سے امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے ایک فضیلت ثابت کرتے ہیں کہ دوسرا عالم غیر قریشی جب دین وعلم میں امام شافعی کے برابر ہو تو اس پر بوجہ قرشیت ان کو ترجیح ہے دیکھو فتح الباری کہ:

www.alahazratnetwork.org

الاستدلال علی تقدیم الشافعی علی من ساواہ فی العلم والدین من غیر قریش لان الشافعی قرشی ۲؎	امام شافعی کے برابر علم اور دین والے غیر قرشی پر امام شافعی کے مقدم ہونے پر یہ استدلال ہے کیونکہ امام شافعی قرشی تھے (ت)

(۲۵) بالفرض ایسا ہوتا تو اس فضول بات کا یہاں ذکر اس سے بدتر فضول، جس سے مطلب ہو تو صرف اتنا کہ جاہل عوام سمجھیں کہ اصل مسئلہ خلافت قریش ہی بعض شافعیہ کی فضولی ہے کتب حنفیہ اس سے پاک ہیں۔

(۲۶) پھر کہا پھر بھی محققین شافعیہ اس کو شرط اختیاری کہنے پر مجبور ہوئے، یہ پھر بھی اسی قصد تلبیس کی تائید ہے کہ نفس خلافت قریش کو شافعیہ کی فضولی کہا کہ اسی کو اختیاری کہا ہے پھر اس میں شافعیہ کی تخصیص ایک تلبیس اور ان میں بھی محققین کی قید دوسرا کید اور لفظ اختیاری سے جہال کو دھوکا دینا کید عظیم ہے، اختیاری کے معنی سمجھے جائیںگے

۱؎ اتحاف السادۃ المتقین الاصل التاسع ان شرائط الامامۃ الخ دارالفکر بیروت ۲/۲۳۲

۲؎ فتح الباری باب الامراء من قریش مصطفی البابی مصر ۱۶/۲۳۷

کو اپنی خوشی پر ہے چاہے خلیفہ میں قرشیت کا اعتبار کریں یا نہیں، یہ شافعیہ خواہ اُن کے محققین جس پر کھو صریح افترا کاذب ہے اور خود عقل و فہم سے بیگانہ و مجانب شرط وہ جس کے فوت سے مشروط فوت ہو اور اختیاری وہ جس پر کچھ توقف نہ ہو، اصل بات جس کی صورت بگاڑ کر یوں دھوکا دینا چاہا یہ ہے کہ ملک پر تسلط دو طرح ہوتا ہے ایک یہ کہ اہل حل وعقد کسی جامع شرائط کو امام پسند کرکے اُس کے ہاتھ پر بیعت کریں جیسے صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ، تسلط بلا منازعت ہو جانا اُس کی شرط نہیں، نہ منازع سے قتال و جدال اس کے منافی، جیسے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

دوم یہ کہ جس کی امامت اس طرح ہو چکی ہو وہ دوسرے کے لئے وصیت کرے جیسے فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے۔ خلافت شرعیہ انھیں دو وجہ پر ہوتی ہے اور ہر ایک پسند و اختیار سے ہے پہلی میں اختیار و انتخاب اہل حل وعقد ہے اور دوسری میں اختیار و ارتضائے خلیفہ سابق۔ ان دونوں میں قرشیت وغیرہا شرائط یقیناً ہیں نہ اہل حل وعقد کو جائز کہ کسی غیر قرشی کو خلیفہ کریں نہ خلیفہ کو حلال کہ غیر قرشی کو ولیعہد کرے، تو خلافت شرعیہ اختیاری ہے کہ اختیار و پسند سے ناشی ہوتی ہے اور اس میں قرشیت وغیرہا شرائط ضرور یہ لازم و ضروری ہیں نہ کہ اختیاری اگر ترک کی جائیں گی خلافت شرعیہ نہ ہوگی بلکہ قسم دوم تغلب کے حکم میں رہے گی، وہ تسلط کی دوسری صورت ہے کہ کوئی شخص اپنی شوکت و سطوت سے ملک دبا بیٹھے بادشاہ بن جائے اگرچہ لوگ اس کے قہر و غلبہ کے سبب اُس کے ہاتھ پر بیعت بھی کریں، یہ صورت بے اختیاری و مجبوری ہے اس میں مسلمان شرائط کا لحاظ کیا کر سکتے ہیں کہ نہ اُن کے اختیار سے ہے نہ اُسے معزول کرنا اُن کے قابو میں، یہاں اقامت جمعہ و اعیاد و تزویج صغار و ولایت مال و تولیت قضا وغیر ذلک امور مفوضہ خلیفہ میں اس کے ہاتھ کے سب کام نافذ ہوں گے امر جائز شرعی میں اس کی اطاعت کرنی ہوگی اگرچہ قرشی نہ ہو بلکہ آزاد بھی نہ ہو حبشی غلام ہو کہ اثارت فتنہ جائز نہیں، یہ نہ صرف شافعیہ بلکہ سب اہل مذاہب مانتے ہیں اور اسے انتفائے شرط قرشیت سے علاقہ نہیں جبراً وجوب اطاعت اور، اور اُس کا خلیفہ شرعی ہو جانا اور، اطاعت ہوگی اور خلافت ہرگز نہ ہوگی، بلکہ متغلب ہوگا، ان کے بعض عوام پارٹی کے خود ساختہ امام نے یہی دھوکا دیا ہے عبارتیں وہ نقل کرتا ہے جن میں متغلب کی اطاعت کا ذکر ہے اور ان میں اپنی طرف سے پخ لگا لیا ہے کہ اُسی کو خلیفہ ماننا چاہئے، یہ محض باطل ہے، اور اسی میں بحث ہے نہ کہ اطاعت میں، خود انھیں محققین شافعیہ نے تصریح کی ہے کہ وہ متغلب ہوگا نہ کہ خلیفہ۔ فتح الباری سے گزرا کہ قریش کے سوا جو کوئی ہوگا متغلب ہوگا۔ اُسی میں ہے:

هذا کله انما هو فیما یکون بطریق الاختیار واما لو تغلب عبد بطریق الشوکة

یعنی یہ سب اس حالت میں ہے کہ کسی کو بطور اختیار امامت دی جائے اور کوئی غلام اپنی شوکت سے

www.alahazratnetwork.org

فان طاعته تجب اخماد اللفتنة مالم یأمر بمعصیة[1]

زبردستی ملک دبا بیٹھے تو فتنہ بجھانے کے لئے اطاعت اس کی بھی واجب ہوگی جب تک گناہ کا حکم نہ دے۔

دیکھو امامت کو اختیاری کہا کہ اختیار و پسند سے ہو نہ کہ شرط قرشیت کو اختیاری کر چاہے رکھو یا نہ رکھو غیر قرشی کو متغلب ہی کہا۔ شرح مقاصد میں ہے،

وبالجملة مبنی ما ذکر فی باب الامامة علی الاختیار والاقتدار واما عند العجز والاضطرار واستیلاء الظلمة والاشرار فقد صارت الریاسة الدنیویة تغلبیة وبنیت علیها الاحکام الدینیة المنوطة بالامام ضرورة ولم یعبأ بعدم العلم والعدالة وسائر الشرائط والضرورات تبیح المحظورات والی الله المشتکی فی النائبات[2]

یعنی وہ جو باب امامت میں مذکور ہوا اس کی بناء اختیار و قدرت پر ہے اور جب حالت مجبوری و ناچاری ہو ظالم شریر لوگ تسلط پائیں تو اس وقت یہ دنیوی ریاست تغلب پر رہ جائے گی اور وہ دینی احکام کہ خلیفہ سے متعلق ہیں بمجبوری اسی بنی ریاست پر بنا کئے جائیں گے اور علم و عدالت وغیرہ شرائط نہ ہونے کا لحاظ نہ ہوگا، مجبوریاں ناجائز کو روا کر لیتی ہیں اور ان مصیبتوں میں اللہ ہی سے فریاد ہے۔

آنکھ کھول کر دیکھو کہ وہ محققین کیا فرمارہے ہیں اور یہ کیونکر اسے تغلب اور دنیوی ریاست بتا رہے ہیں مگر دھوکا دینے والے فریب سے باز نہیں آتے۔

www.alahazratnetwork.org

تنبیہ: یہاں کام جاہلوں سے پڑا ہے جنہیں علم کا ادعا ہے۔ کوئی جاہل اس عبارتِ شامی سے دھوکا نہ دے،

یصیر اماما بالمبایعة وبالاستخلاف امام قبله وبالتغلب والقهر[3]

بیعت اور پہلے امام کے خلیفہ بنا دینے اور غلبہ اور جبر سے امام بن جاتا ہے (ت)

آگے مسایرہ سے ہے،

لو تعذر وجود العلم والعدالة فیمن تصدی للامامة وکان فی صرفه

امامت پر تسلط جمانے والے میں اگر علم اور عدالت کا وجود متعذر ہو جائے اور اس کو امامت سے ہٹانا ناقابل برداشت

---

[1] فتح الباری باب السمع والطاعة للامام الخ مصطفی البابی مصر ١٦/ ٢٢٠
[2] شرح المقاصد الفصل الرابع المبحث الثانی دار المعارف النعمانیہ لاہور ٢/ ٢٧٦-٢٧٧
[3] رد المحتار باب البغاة دار احیاء التراث العربی بیروت ٣/ ٣١٠

عنہا اثارۃ فتنۃ لاتطاق حکمنا بانعقاد امامتہ کی لاتکون کمن یبنی قصرا ویھدم مصرا۔[1]

فتنہ کھڑا کرنا قرار پائے تو ہم اس کی امامت کے انعقاد کا حکم دیں گے تاکہ وہ صورت نہ بنے جو شخص ایک مکان بنائے اور پُورے شہر مسمار کرے (ت)

کہ دیکھو جو زبردستی بادشاہ بن جائے اور اس کے جُدا کرنے میں ناقابلِ برداشت فتنہ ہو، اسے امام مانا، اس کی امامت کو منعقد جانا، اور یہی خلافت شرعیہ ہے، حاشا یہ محض دھوکا ہے صاف تصریح ہے کہ یہ تغلب ہے جو خلافت شرعیہ کی صریح ضد ہے نیز بلافصل اس عبارت کے بعد ہے:

واذا تغلب اٰخر علی المتغلب وقعد مکانہ انعزل الاول وصار الثانی اماما۔[2]

اس متغلب پر دوسرا تغلب کرکے اس کی جگہ بیٹھ جائے تو پہلا معزول اور اب یہ دوسرا متغلب امام بن جائے گا۔

یہیں اس کے ایک سطر بعد ہے:

لکن الثالث فی الامام المتغلب۔[3]

لیکن تیسرا غلبہ پانے والے امام ہیں۔ (ت)

نیز باآنکہ خود سلطنت ترکی میں تھے صاف لکھ دیا کہ:

www.alahazratnetwork.org

قد یکون بالتغلب وھو الواقع فی سلاطین الزمان نصرھم الرحمٰن۔[4]

کبھی تغلب سے امام ہو جاتا ہے جیسے موجودہ دَور کے سلاطین حضرات، اللہ تعالٰی ان کی مدد فرمائے (ت)

دیکھو باآنکہ سلاطین ترک کے ہاتھ پر بیعت کی جاتی تھی عدم بعض شرائط مثل قرشیت وغیرہا کے باعث تصریح فرمادی کہ باوصف بیعت ہیں متغلبہ، رحمٰن عزوجل انہیں نصرت دے۔ میں کہتا ہوں آمین اللھم آمین۔ بلکہ یہاں لفظِ امامت کا اطلاق عرفِ فقہا میں وسیع تر ہے (دیکھو بدائع امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی قدس سرہ بیان موادعت وصلح) لاجرم یہاں امامت محض بمعنی سلطنت ہے خواہ صحیحہ جائزہ عادلہ ہو یا ظالمہ غاصبہ باطلہ نہ کہ بمعنے خلافت شرعیہ، اگرچہ اپنے محل میں وُہ بھی مراد ہوتی ہے جیسے حدیث الائمۃ من قریش میں، اس کی نظیر لفظ امیر ہے کہ ہرگز خلیفہ کے ساتھ خاص نہیں، والیِ شہر و سردار حجاج کو

[1] ردالمحتار	باب البغاۃ	داراحیاء التراث العربی بیروت	۳/ ۳۱۰
[2] "	"	" "	"
[3] "	"	" "	"
[4] "	"	" "	"

یہی کہتے ہیں مگر الائمۃ من قریش میں قطعاً خلفاء ہی مراد۔

تنبیہ: امامتِ متغلب صحتِ خلافت بالائے طاق بحکم اتباع بھی نہیں لاتی جہاں تک اشارتِ فتنہ یا ضرر و تاذّی نہ ہو جس کا بیان مقدمہ میں گزرا۔ حیف ان پر جو مسلمان کہلا کر امرِ دینی میں مشرک کے پس رو بنتے اور اُسے اپنا رہنما بتاتے ہیں،

وقد امروا ان یکفروا بہ ویرید الشیطٰن ان یضلھم ضللاً بعیدًا[1]۔ اور حکم یہ تھا کہ اُسے اصلاً نہ مانیں اور ابلیس یہ چاہتا ہے کہ انھیں دُور بہکا دے۔ (ت)

کیا خوف نہیں کرتے کہ روزِ قیامت انھیں کے گروہ میں محشور ہوں جن کو قرآن عظیم نے فرمایا:

وقاتلوا ائمۃ الکفر (کفر کے اماموں سے لڑو) اور فرمایا: وجعلنٰھم ائمۃ یدعون الی النار[2] (ہم نے انھیں ایسے امام کیا کہ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں) وقال اللہ تعالٰی یوم ندعوا کل اناسٍ بامامھم[3] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: جس دن ہم ہر گروہ کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے) یعنی جس کو انھوں نے امرِ دین میں رہنما بنایا اور اس کے پس رو ہوئے اگرچہ مشرک ہو کہ آگے تفصیل میں دونوں ہی قسموں کا بیان فرمایا ہے فمن اوتی کتٰبہ بیمینہ[4] (جن کا نامۂ اعمال دہنے ہاتھ میں دیا گیا) اور ومن کان فی ھٰذہ اعمٰی[5] یہاں راہِ حق سے اندھے تھے) نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔

www.alahaz

(۲۷) پھر تحریر فرنگی محلی میں ہے: "اور حنفیہ کی کتب سے تو استحبابی ہونا اربابِ عقل پر پوشیدہ نہیں"۔ یہ حنفیہ اور ان کی کتب پر سخت افترائے فظیع ہے، اس قدر عبارات کہ یہاں گزریں انھیں میں عقائد امام مفتی الجن والانس نجم الملۃ والدین عمر نسفی، اتحاف علامہ سید مرتضٰی زبیدی، مسایرہ محقق علی الاطلاق کمال الملۃ والدین، تعالیق علامہ قاسم بن قطلوبغا، شرح مواقف علامہ سید شریف، منح الروض علی قاری، طریقہ محمدیہ امام برکوی، حدیقہ ندیہ سیدی عارف باللہ عبدالغنی نابلسی، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ قاری، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری امام عینی، شرح مشکوٰۃ سید جرجانی، اشعۃ اللمعات شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی، فتاوٰی سراجیہ علامہ سراج الدین، اشباہ والنظائر محقق زین بن نجیم، فتح اللہ المعین سید ازہری، غمز العیون علامہ سید حموی، درمختار مدقق علائی حصکفی، حاشیہ علامہ سید احمد طحطاوی، ردالمحتار علامہ سید ابن عابدین شامی

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۶۰
[2] القرآن الکریم ۲۸/ ۴۱
[3] القرآن الکریم ۱۷/ ۷۱
[4] القرآن الکریم ۱۷/ ۷۱
[5] القرآن الکریم ۱۷/ ۷۲

تمہید امام ابو الشکور سالمی، مجمع البحار علامہ طاہر فتنی، شرح فقہ اکبر بحر العلوم وغیرہم حنفیہ کرام کی تیس عبارتوں سے زائد مذکور ہوئیں اور خود حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا خاص نص شریف گزرا، کیا اب بھی تحریر فرنگی محلی کے کذب و اغوائے عوام پر کچھ پردہ رہا۔

(۲۸) پھر کہا لفظ ینبغی عقائد نسفی کی دونوں احتمال رکھتی ہے، عقائد شریفہ کی عبارت یہ ہے:

ان یکون الامام ظاهرا لا مختفیا ولا منتظرا ویکون من قریش ولا یجوز من غیرهم۔[1]

امام کا ظاہر غیر مخفی اور غیر منتظر ہونا ضروری ہے اور قریش میں سے ہونا بھی ضروری ہے خلیفہ غیر قرشی سے جائز نہیں (ت)

قطع نظر اس سے کہ اگر لفظ ینبغی اصلاً محتمل وجوب نہ ہوتا معنے استحباب میں مفسر ہوتا جب بھی یہاں حرج نہ تھا، سائر ائمہ کی تصریحات قاہرہ اہلسنت کا عقیدۂ اجماعیہ ظاہرہ قرینہ قاطعہ ہوتا کہ یکون یکون پر معطوف نہیں بلکہ ینبغی پر یہاں تو نفس عبارت میں امام صاف فرمارہے ہیں، لایجوز من غیرهم غیر قریش سے خلیفہ ہونا جائز ہی نہیں، پھر دونوں احتمال بتانا کس درجہ آفتاب کو جھٹلانا ہے افسوس کہ اتنے فاصلے سے لفظ ینبغی دکھائی دیا اور بلا فصل ملا ہوا لایجوز من غیرهم نظر نہ آیا۔

www.alahazratnetwork.org

(۲۹) ایسا ہی ظلم ایک اور تحریر فرنگی محلی نے عبارت شرح مواقف پر ڈھایا کہ اس میں لکھا ہے:

للامۃ ان ینصبوا فاقدها[2] امت کو اختیار ہے کہ جس میں یہ شرطیں نہ ہوں اسے خلیفہ کردے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ انہوں نے ابتداءً تین مختلف فیہ شرطیں بیان کیں، اصول و فروع میں مجتہد ہونا، امور جنگ میں ذی رائے ہونا، شجاع ہونا، ان کی نسبت فرمایا کہ جن میں یہ شرطیں نہ ہوں امت انھیں بھی خلیفہ کرسکتی ہے اس کے بعد شرط قرشیت لکھی اور اُسے فرمایا یہ شرط یقینی قطعی ہے اور اہلسنت کا مذہب ہے اس میں مخالف خارجی معتزلی ہیں۔ اُن اختلافی شرائط پر جو اُوپر کہا تھا اُسے یہاں لگالینا کس درجہ صریح تحریف کلام و اغوائے عوام ہے۔ اس کی نظیر یہی ہے کہ عالم فرمائے نماز کی شرطیں نجاست حقیقیہ سے جسم و ثوب و مکان کی طہارت ہے، یہ شرطیں بعض اوقات ساقط بھی ہوجاتی ہیں اور اُس کی شرط قطعی یقینی نجاست حکمیہ سے طہارت ہے کہ وضو و غسل یا تیمم سے حاصل ہوتی ہے اس پر کوئی فرنگی محلی صاحب فتوٰی دیں کہ بعض اوقات بے وضو اور بحالِ جنابت بھی

---

[1] عقائد نسفی مع شرح عقائد نسفی دار الاشاعت قندھار، افغانستان ص ۱۱۱

[2] شرح المواقف المرصد الرابع فی الامامۃ المقصد الثانی فی شروط الامامۃ منشورات الشریف رضی ۸/ ۳۵۰

نماز صحیح ہوجاتی ہے کہ عالم نے فرمایا ہے کہ یہ شرطیں بعض وقت ساقط بھی ہوجاتی ہیں، عالم نے کن شرطوں کو فرمایا تھا اور انھوں نے کس میں لگالیا ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مسلمانو! دیکھا دین و سنت و مذہب و ملت پر کیا کیا ظلم جوتے جاتے ہیں اور پھر پیروانِ شریعت کو آنکھیں دکھاتے ہیں، مگر ہے یہ کہ مجبور ہیں باطل کی تائید باطل ہی سے ہوتی ہے ورنہ وما یبدئ الباطل وما یعید۱؂ (اور باطل نہ پہل کرے اور نہ پھر کر آئے۔ ت) محققین اہلسنت پر افترا، امام سنت علیہ الرحمۃ پر افترا، شافعیہ پر افترا، حنفیہ پر افترا، واضحات سے عناد، تحریف سے استمداد، ائمہ کی تکذیب، اہلسنت کی تخریب، اجماع صحابہ سے برکنار، اجماع اُمت سے برسرپیکار، اور پھر یہ سب کس لئے محض بلاوجہ محض بیکار جس کا بیان اوپر گزرا اور ابھی خود مخالف کے اقرار سے سنئے گا ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(۳۰) یہ سب کچھ کہہ کر خاتمہ اس پر کیا کہ "باوجود بحث طلب ہونے کے میں نے کبھی اشتراطِ قرشیت سے انکار نہیں کیا" سبحان اللہ دروغ گوئی بروئے من، اس پر اجماع ثابت نہیں، حدیث سے دلیل نہیں، محققین اہلسنت کو نامقبول، امام سنت کو یکسر اس سے عدول، محققین شافعیہ کے نزدیک اختیاری، کتب حنفیہ سے محض استحبابی۔ اور کیا انکار شرطیت کے سر پر سینگ ہوتے ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

(۳۱) الحمدللہ کہ آپ کو شرط قرشیت سے انکار نہیں تو ضرور آپ کے نزدیک غیر قرشی خلیفہ نہیں ہوسکتا اور بداہۃً معلوم کہ ہمارے ترک بھائی قرشی نہیں تو آپ کے نزدیک سلطان ترکی ایدہ اللہ تعالٰی خلیفۃ المسلمین نہیں خلافت کمیٹی تو فنا کی گود میں لیٹی، مگر سوال یہ ہے کہ آپ کے نزدیک تو شرط خلافت پر نہ اجماع نہ نص نہ مذہب حنفیہ نہ مقبول اہلسنت، پھر زبردستی اُسے مان کر خلافت ترک فنا کرکے آپ ترک کے خیر خواہ ہوئے یا پکے بدخواہ، ان قومی لیڈروں کے حواس کدھر گئے ہیں کہ اتنے بڑے منکر خلافت کو حامی خلافت سمجھ رہے ہیں، اے جناب! آپ کے بڑے لیڈر مسٹر آزاد تو دہلی میں ۱۹ جنوری ۱۹۲۰ء کو خلافت ڈپوٹیشن کے جلسہ خیر مقدم میں صاف۱؂ کہہ چکے ہیں کہ "اگرچہ نماز کا پابند ہو، روزے رکھتا ہو، لیکن اگر خلافت سے منکر ہو تو دائرہ اسلام سے خارج ہے، یہ وہ مسئلہ ہے کہ اس سے الگ ہو کر مسلمان مسلمان نہیں رہ سکتا۔" دوسرے بدایونی خطبہ صدارت۲؂ خلافت کانفرنس

عہ۱؂ اخبار مدینہ ۳ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ ۲۵ جنوری ۱۹۲۰ء نمبر ۷ جلد ۹۔ عبید الرضا حشمت علی۔

عہ۲؂ یعنی مسٹر عبدالماجد کا خطبہ ۱۲ حشمت علی رضوی۔

۱؂ القرآن الکریم ۳۴/ ۴۹

منعقدہ ستمبر ۱۹۲۰ء میں ہے کہ "اگر کوئی مسلمان مسئلہ خلافت کی امداد سے گریز اور اس میں دلچسپی لینے سے احتراز کرے[1] تو مجھے اُسے کافر کہنے میں کسی قسم کا پس و پیش نہ ہوگا"۔ اب دیکھئے یہ آزاد والی تکفیر، یہ بدایونی جنگی تقریر آپ کو بھی اسلام سے آزاد و کفر کا پابند بناتی ہے یا آپ آزاد لاء کے مستثنیات عامر میں ہیں، وہ قانون صرف کالے لوگوں کے لئے ہے۔

(۳۲) پھر کہا "بلکہ ہم نے تو کسی موقع پر بھی خصوصیت جزئیت رسول کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا ہے" وجوباً یا اولویۃً؟ اول مذہب روافض سے بھی بڑھ کر ہے وہ بھی صرف ہاشمیت شرط کرتے ہیں کہ خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی خلافت سے انکار کریں، آپ نے جزئیت شرط کرکے مولا علی کی خلافت رَد کر دی اور بر تقدیر دوم اسے مبحث سے کیا علاقہ ہوا کیا قرشیت بھی صرف مرتبۂ اولویت میں ہے تو یہ کعبی معتزلی کا مذہب ہوا اھ اس کا رَد جو ابھی آپ نے کہا تھا کہ میں نے کبھی اشتراط قرشیت سے انکار نہ کیا، یا قرشیت واجب ہے تو اپنی پارٹی سے اپنا حکم پوچھئے، وہ دیکھئے مسٹر آزاد بدایونی کفر کا فتوٰی لگا چکے، بہرحال اس بلکہ نے کیا فائدہ دیا۔

(۳۳) پھر کہا "یہاں خلافۃ فی القریش میں بحث نہیں یہاں خلیفۂ مسلم پر بغاوت کا مسئلہ ہے" بے قرشیت خلیفہ کہا اور خلافۃ فی القریش کی بحث نہ آئی کچھ بھی سمجھ کر فرمائی۔

(۳۴) بغاوت خلافت اگر خانگی اصطلاحیں ہیں تو قرآن سے کام نہیں اور اگر معانی شرعیہ مراد ہیں تو کیا آپ اس ارشادِ ائمہ کا مطلب بتا سکیں گے جو اُنھوں نے صدہا سال سے سلاطین کی نسبت لکھا، وہ جو فصول عمادی و درمنتقی شرح ملتقی و تہذیب قلانسی و جامع الفصولین و طحطاوی علی الدر المختار وغیرہا میں ہے:

ھذا کان فی زمانھم واما فی زماننا فالحکم للغلبۃ لان الکل یطلبون الدنیا فلا یدری العادل من الباغی[2]

یعنی یہ امتیاز کہ فلاں عادل ہے اور دوسرا باغی زمانۂ سابق میں تھا ہمارے وقت میں غلبہ کا حکم ہے اس لئے کہ سب دنیا طلب ہیں تو عادل و باغی کا امتیاز نہیں۔

(۳۵) آغاز میں کہا "اہل سنت مسلم متغلب یعنی فاقد الشروط کی اطاعت کو فرض اور امامت کو درست مانتے ہیں"۔ امامت سے اگر خلافت مراد ہو جیسا کہ یہی ظاہر ہے تو قطعاً مردود جس کا روشن بیان گزرا اور اگر سلطنت مقصود ہو تو حق ہے مگر گزارش یہ ہے کہ جب مسئلہ یوں تھا اور بیشک تھا کہ متغلب کی بھی سلطنت صحیح اور اطاعت واجب، تو کیا ضرورت تھی کہ خواہی نخواہی مسئلہ خلافت چھیڑا جائے اجماع صحابہ و اُمت

---

[1] دیکھو اخبار ہمدم ۱۲ ستمبر ۱۹۲۰ء

---

[2] الدر المنتقی بحوالہ فصول العمادی علی ہامش مجمع الانہر باب البغاۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۹۹

اُکھیڑا جائے مذہب اہلسنت وجماعت اُدھیڑا جائے، سلطانِ اسلام بلکہ اعظم سلاطین موجودہ اسلام کی اعانت 15
بقدرِ قدرت کیا واجب نہ تھی، ظاہرًا اس شقِ مسلمین و ردِ اجماعِ صحابہ وائمۂ دین ومخالفتِ مذہبِ اہلسنت وجماعت وموافقتِ خوارج وغیرہم اہلِ ضلالت میں تین فائدے سوچے؛

اوّلاً در پردہ حمایت ترکوں سے مخالفت جس پر باعث وہابیہ و دیوبندیہ سے یارانہ موافقت، وہابی و دیوبندی ترکوں کو ابوجہل کے برابر مشرک جانتے ہیں جیسا کہ تمام اہلسنت کو یوں ہی مانتے ہیں لہذا دل میں ان کے پکے دشمن ہیں اور دوست کا دشمن اپنا دشمن، اس لئے اُن کی حمایت اُس آواز سے اٹھائی جس میں مخالفت پیدا ہو۔

ثانیاً اپنے محسود دین اہلسنت سے بخار نکالنا معلوم تھا کہ کر تو کچھ نہیں سکتے نہ خود نہ وہ، خالی چیخ پکار کا نام حمایت دکھانا ہے، اہلِ عقل و دین اول تو غوغاے بے ثمر کو خود ہی عبث جان کر صرف توجہ الی اللہ پر قانع رہیں گے اور اگر شاید شرکت چاہیں تو انھیں مذہبِ اہلسنت ہر شئ سے زیادہ عزیز ہے مذہب ہی اُن کے نزدیک چیز ہے لہذا ایسے لفظ کی چلاہٹ ڈالو جو خلاف مذہب اہلسنت ہو کہ وہ شریک ہوتے ہوں تو نہ ہوں، اور کہنے کو موقع مل جائے کہ دیکھئے انھیں مسلمانوں سے ہمدردی نہیں یہ تو معاذ اللہ نصاری سے ملے ہُوئے ہیں تاکہ عوام ان سے بھڑکیں اور دیوبندیت و وہابیت کے پیچھے جمیں۔

www.alahazratnetwork.org

ثالثاً ترکوں کی حمایت تو محض دھوکے کی ٹٹی ہے اصل مقصود غلامی ہنود سوراج کی چکّی ہے، بڑے بڑے لیڈروں نے جس کی تصریح کر دی ہے بھاری بھرکم خلافت کا نام لو عوام بھپریں چندہ خوب ملے اور گنگا وجمنا کی مقدس زمینیں آزاد کرانے کا کام چلے ؎

اے پس رو مشرکان بزمزم نرسی
کیں رہ کہ تو میروی بہ گنگ وجمن ست

(اے مشرکوں کے پیروکار! تو زمزم تک نہیں پہنچ سکتا
جس راہ پر تُو چل رہا ہے یہ گنگا وجمنا کو جاتا ہے۔ ت)

نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔

ترکی سلاطینِ اسلام پر رحمتیں ہوں وہ خود اہلسنّت تھے اور ہیں مخالفت انھیں کیونکر گوارا ہوتی، اُنھوں نے خود خلافت شرعیہ کا دعوٰی نہ فرمایا اپنے آپ کو سلطان ہی کہا سلطان ہی کہلوایا اس لحاظ مذہب کی برکت نے اُنھیں وُہ پیارا خطاب دلایا کہ امیر المومنین وخلیفۃ المسلمین سے دلکشی میں کم نہ آیا یعنی خادم الحرمین الشریفین، کیا ان القاب سے کام نہ چلتا جب تک مذہب واجماع اہلسنّت پاؤں کے نیچے نہ کچلتا

نعوذ باللہ مما لا یرضاہ والصلوٰۃ والسلام علی مصطفاہ و آلہ وصحبہ الاکارم الہداۃ۔ 5/5

فصل سوم

رسالہ خلافت میں مسٹر ابوالکلام آزاد کی تلبیسات وہذیانات کی خدمتگزاری

یہ ۳۵ رد قاہر خطبہ صدارت فرنگی محلی کی ۵ اسطری تحریر پر قلم برداشتہ تھے، اب بعونہ تعالٰی چار حرف ان کے بڑے آزاد لیڈر صاحب کی تحریر پر بھی گزارش ہوں وباللہ التوفیق۔ اور سلسلہ شمار وہی رہے کہ بعضہم من بعض یہاں کلام چند مبحث پر ہے۔

مبحث اول: مسٹر کا قیاسی ڈھکوسلے سے دین کو رد کرنا

(۳۶) مسٹر آزاد نے بڑا زور اس پر دیا ہے کہ اسلام تو قومی امتیاز کے اٹھانے کو آیا ہے پھر وہ خلافت کو قریش کے لئے کیسے خاص کرسکتا ہے، یہ اعتراض مسٹر آزاد کا طبعزاد نہیں خارجی خبیثوں سے سیکھا ہے،

www.alahazratnetwork.org

کذٰلک قال الذین من قبلہم مثل قولہم تشابہت قلوبہم[1]

یونہی ان کے اگلوں نے انھیں کی سی کہی تھی ان کے دل ایک سے ہیں۔

خارجیوں نے بھی یہی اعتراض کیا تھا جس کا اہلسنت نے رد کیا، مقاصد میں ہے،

یشترط کونہ قرشیا وخالفت الخوارج لانہ لاعبرۃ بالنسب فی مصالح الملک والدین وردبان لشرف الانساب اثرا فی جمیع الآراء وبذل الطاعۃ ولا اشرف من قریش سیما وقد ظہر منہم خیر الانبیاء[2] (ملخصا)

امام کا قریشی ہونا شرط ہے اور خارجیوں نے اس میں خلاف کیا اس دلیل سے کہ مصالح سلطنت ودین میں نسب کا کچھ اعتبار نہیں، اہلسنت نے اس کا رد کیا کہ شرف نسب کو اس میں اثر ہے کہ رعایا کی رائیں اس پر اتفاق کریں اور دل خوشی سے اس کے مطیع ہوں، اور قریش کے برابر کوئی شریف نہیں خصوصاً اس حالت میں کہ افضل الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں میں سے ظہور فرمایا۔ (ملخصاً)

۱؎ القرآن الکریم ۲/ ۱۱۸

۲؎ مقاصد مع شرح المقاصد الفصل الرابع المبحث الثانی دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۲۷۷

شرح مقاصد میں ہے :

ولھذا شاع فی الاعصار ان یکون الملک فی قبیلۃ مخصوصۃ حتی یری الانتقال عنہ من الخطوب العظیمۃ والاتفاقات العجیبۃ ولا الیق بذلک من قریش الذین ھم اشرف الناس سیما وقد اقتصر علیھم ختم الرسالۃ و انتشرت منھم الشریعۃ الباقیۃ الٰی یوم القیٰمۃ۔[1]

اسی اعتبار نسب کے سبب تمام زمانوں میں شائع رہا کہ سلطنت ایک خاص قبیلے میں ہو یہاں تک کہ اُس سے دوسرے قبیلے کی طرف انتقالِ سلطنت کو سخت کام اور عجیب اتفاق سمجھا جاتا ہے اور قریش سے زائد اس کا لائق کوئی نہیں کہ وہ تمام جہان سے زیادہ شریف ہیں خصوصًا اب کہ انھیں پر رسالت ختم ہوئی اور انھیں سے وہ شریعت پھیلی کہ قیامت تک رہے گی۔

کتاب مبارک ارارۃ الادب لفاضل النسب مطالعہ ہو، کس قدر احادیث کثیرہ نے کہاں کہاں فضیلتِ نسب کا اعتبار فرمایا ہے' اور نکاح میں شرعًا اعتبارِ کفاءت سے تو عالم بننے والے جہال بھی ناواقف نہ ہونگے جس سے تمام کتب فقہ گونج رہی ہیں' اور اس میں خود احادیث وارد، آیات واحادیث اس سے منع فرماتی ہیں کہ کوئی علم و تقوٰی وفضائل دینیہ کو بھولے اور خالی نسب پر تفاخر آ بھولے۔

www.alahazratnetwork.org

(۳۷) مسٹر نے احادیث الائمۃ من قریش ولا یزال ھذا الامر فی قریش[2] (ائمہ قریش میں سے ہیں یہ خلافت قریش میں رہے گی۔ ت) سے تو یوں جان بچائی کہ "یہ کوئی حکم نبوی نہیں کہ احکام میں فضیلتِ نسب کا اعتبار ٹھہرے بلکہ نری پیشگوئی ہے" جس کا رد بعونہٖ تعالٰی ابھی آتا ہے مگر اس حدیث جلیل کا کیا علاج کریں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا :

قدموا قریشا ولا تقدموھا۔[3] قریش کو مقدم رکھو اور اُن پر تقدم نہ کرو۔

یہ حدیث چھ صحابہ کرام کی روایت سے ہے بزار نے امیر المومنین مولٰی علی اور ابن عدی نے ابوہریرہ اور ابو نعیم و دیلمی نے انس بن مالک اور بیہقی نے جبیر بن مطعم اور طبرانی نے عبداللہ بن حنطب نیز عبداللہ بن سائب رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے روایت کی نیز مرسل ابوبکر بن سلیمٰن بن ابی حثمہ و مرسل ابن شہاب زہری سے آئی یہ تو صریح امر و نہی ہے اسے تو مسٹر خبر نہیں بنا سکتے اس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیسا صریح حکم

---

[1] شرح المقاصد المبحث الثانی الفصل الرابع دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۲۷۷

[2] صحیح البخاری کتاب الاحکام قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۵۷
صحیح مسلم کتاب الامارۃ " " " ۲/ ۱۱۹

[3] کنز العمال حدیث ۳۳۷۸۹ و ۳۳۷۹۰ و ۳۳۷۹۱ بحوالہ البزار و ابن عدی و طبرانی موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۲۲

فرمارہے ہیں کہ قریش ہی کو مقدم کرنا قریش سے آگے قدم نہ دھرنا۔ اب تو مسٹر ضرور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر طعن کریں گے کہ "اسلام کا داعی تمام دنیا کو تو قومی و نسلی امتیازات کی غلامی سے نجات دلانا چاہتا مساوات عامہ کی طرف بلاتا ہو لیکن (نعوذ باللہ) خود اتنا خود غرض ہو کہ (تقدیم و ترجیح) صرف اپنے ہی ملک، ملک نہیں اپنے ہی وطن، وطن نہیں خاص اپنے قبیلے، قبیلہ نہیں صرف اپنے ہی خاندان کے لئے مخصوص کردے، ساری دنیا سے کہے تمہارے بنائے ہوئے حق جھوٹے ہیں سچا حق صرف عمل و اہلیت کا ہے لیکن خود اپنے لئے یہ کرجائے کہ عمل نہ اہلیت صرف قوم صرف نسل صرف خاندان"۔ اپنی طعن بھری عبارت سے صرف لفظ خلافت کو لفظ تقدیم و ترجیح سے بدل لیجئے اور محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر اپنے طعن کی یہ شدید بوچھار ملاحظہ کیجئے بلکہ اس تبدیلی کی بھی حاجت نہیں خلافت خود اعلٰی تقدیمات سے ہے۔

(۳۸) تخصیص قریش کو تخصیص ملک پھر اُس سے بھی تنگ تر تخصیص وطن ٹھہرانا کیسی جہالت ہے نہ قریش کسی ملک و وطن کا نام نہ اُن کے لئے لزوماً کوئی خاص مقام ؏

شاخ گل ہر جا کہ روید ہم گل ست

(پھول کی شاخ جہاں بھی اُگے گی وہ پھول بن کر ہی اُگے گی۔ ت)

www.alahazratnetwork.org

(۳۹) قریش کو قبیلہ سے بھی تنگ تر صرف خاندان ٹھہرانا دوسری جہالت ہے کیا رافضیوں کے مذہب کی طرف گئے کہ خلافت بنی ہاشم سے خاص ہے۔

(۴۰) نہ عمل نہ اہلیت صرف خاندان کا اتہام رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم وصحابہ و اہلسنت پر افترا ہے کس نے کہا ہے کہ خلافت کے لئے صرف قریشی ہونا درکار ہے اگرچہ نااہل محض ہو، قرشیت کے ساتھ اہلیت کی شرط بھی بالاجماع ہے، یہ گمان بد کہ کسی وقت تمام جہان میں سب سادات عظام سب قریش کرام نالائق نااہل ہوجائیں وسوسۂ ابلیس ہے ایسا کبھی نہ ہوگا کہ مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے سارے جگر پارے ناقابل نالائق رہ جائیں صرف ایرا غیرا اہلیت کا پھندنا لٹکائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو فرماچکے کہ دنیا میں جب تک دو آدمی بھی رہیں گے خلافت کا استحقاق صرف قریشی کو ہوگا تو قطعاً قیامت تک کوئی نہ کوئی قریشی اس کا اہل ضرور رہے گا ولہٰذا بعض فقہائے شافعیہ وغیرہم نے جب یہ صورت باطلہ فرض کی محققین نے تصریح فرمادی کہ یہ صرف فرض ہے واقع کبھی نہ ہوگی۔ شرح بخاری قلمی قطا میں ہے:

قالوا انما فرض الفقہاء ذلك على عادتھم فی ذکر ما یمکن ان یقع عقلا وان کان لا یقع

یعنی علماء نے فرمایا اُن فقہاء نے یہ صورت اپنی اُس عادت پر فرض کی کہ ایسی بات بھی ذکر کرتے ہیں جو صرف امکان عقلی رکھتی عادۃً یا شرعاً کبھی

عادۃً اوشرعًا۔ واقع نہ ہو۔
خصوصًا حدیث کو پیشگوئی مان کر تو اس کے خلاف کا ادعا جہل صریح بلکہ ضلال قبیح ہے۔

عــہ قال الحافظ قلت والذی حمل قائل ھذا القول علیہ انہ فھم منہ (ای من قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایزال ھذا الامر فی قریش) الخبر المحض و خبر الصادق لایتخلف، واما من حملہ علی الامر فلا یحتاج الی ھذا التاویل اھ[1] وکتبت علیہ اقول بل[2] یحتاج الیہ فانہ لو صح شرعًا وعادۃً ان تکون القریش فی شیئ من الازمنۃ ساقطین عن اھلیۃ الخلافۃ کما زعمہ بعض مبطلی زماننا و قد امر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان لا تجعل الخلافۃ ابدا الا فی قریش فیکون ذلک فی ذلک الزمان امرا باستخلاف غیر الاھل وھو محال ثم لا ادری ای تاویل فیہ و ای صرف عن الظاھر انما ھو استنباط امر یفیدہ منطوق الحدیث فافھم ۱۲ منہ۔

حافظ ابن حجر نے فرمایا: میں کہتا ہوں اس قول کے قائل کو جس چیز نے اس پر آمادہ کیا وُہ یہ کہ اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد "یہ خلافت ہمیشہ قریش میں ہوگی" کو خالص خبر سمجھا اور سچے نبی کی خبر خلافِ واقع نہیں ہوتی لیکن جس نے اس حدیث کو امر (حکم) قرار دیا وُہ اس تاویل کا محتاج نہیں ہے اھ۔ میں نے اس پر حاشیہ لکھا، اقول اس کی حاجت کیوں نہیں حاجت ہے کیونکہ اگر شرعًا اور عادۃً کسی وقت قریش کا خلافت کے لئے نااہل ہونا صحیح ہو جیسا کہ ہمارے زمانہ کے بعض باطل لوگ خیال کرتے ہیں حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم ہے کہ "کبھی بھی خلافت غیر قریش کو نہ دی جائے" تو خلافت اس نااہلیت کے زمانہ میں نااہل کو خلیفہ بنانے کا حکم ہوگا جو کہ محال ہے، پھر معلوم نہیں یہ کیا تاویل اور کیا ظاہر سے پھرنا ہُوا، حالانکہ یہ تو صرف منطوقِ حدیث سے ایک مفاد کا استنباط ہے، فافہم ۱۲ منہ (ت)

www.alahazratnetwork.org

---

[1] فتح الباری شرح البخاری باب الامراء من قریش مصطفی البابی مصر ۱۶/ ۲۳۷
[2] " " " " " " " "

(۴۱) مسٹر نے کہا "خیر یہ بات کتنی ہی عجیب ہوتی لیکن ہم باور کر لیتے اگر قرآن وسنت نے واقعی ٹھہرائی ہوتی ہمارے نزدیک کسی اسلامی اعتقاد کی صحت کا معیار صرف یہ ہے کہ کتاب وسنت سے بطریق صحیح ثابت ہو نہ کہ عقول کا ادراک۔ استعجاب کی بنیاد ہمارا قیاسی استبعاد نہیں یہی ہے کہ کسی نص سے ایسا ثابت نہیں"۔

الحمدللہ، یہاں تو کچھ اسلامی جامے میں ہیں گویا آزادی سے بالکل جدا ہیں، ہم نصوص متواترہ واجماع صحابۂ اجماع امت سے ثابت کر چکے کہ خلافت قریش ہی سے خاص ہے اب تو وہ اپنا استبعاد کہ "بھلا اسلام کہیں خصوصیت نسل مان سکتا ہے" جس کو خود کہہ رہے ہو یہ تمہارا زا عقلی قیاسی ڈھکوسلا ہے واپس لیجئے اور اجماع امت و ارشادات حضرت رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ پر ایمان لائیے۔

مبحث دوم: رد احادیث نبوی میں مسٹر کی بے سود کوشش

(۴۲) بزور زبان بڑا زور اس پر دیا ہے ص۶ کہ "خلافت قریش کی نسبت جس قدر روایات ہیں سب پیشگوئی وخبر ہیں کہ قریشی خلیفہ ہوں گے نہ کہ حکم کہ قریشی ہی خلیفہ ہوں"۔ شرح عقائد نسفی وقواعد العقائد امام حجۃ الاسلام واتحاف سید زبیدی ومسامرہ شرح مسایرہ وتعلیقات علامہ قاسم وطوالع الانوار علامہ بیضاوی ومواقف علامہ قاضی عضد وشرح مواقف علامہ سید شریف ومقاصد وشرح مقاصد وشرح صحیح مسلم للامام النووی و ارشاد الساری ومرقاۃ قاری وشرح صحیح مسلم للقرطبی وابن المنیر وعمدۃ القاری امام عینی وفتح الباری امام عسقلانی وشرح مشکوٰۃ علامہ طیبی وشرح مشکوٰۃ علامہ سید شریف وامام اجل ابوبکر باقلانی واشعۃ اللمعات شیخ محقق و غمز العیون سید حموی وحاشیۃ الدر للسید الطحطاوی وللسید ابن عابدین وکواکب کرمانی ومجمع البحار وشرح فقہ اکبر بحر العلوم وغیرہا کی عبارات کثیرہ کہ ابھی گزریں اس جہلکے رد کو بس ہیں، مسٹر آزاد اگرچہ اپنے نشے میں تمام ائمہ مجتہدین کرام سے اپنے آپ کو اعلیٰ جانتے ہیں ان کے ارشادات کو ظنی اور اپنے توہمات کو وحی سے مکتسب قطعی مانتے ہیں اور سلطان کا نام محض دکھاوا ہے تمام امت سے اپنی امامت مطلقہ منوانے کا دعویٰ ہے دیکھو رسالہ خلافت کا اخیر مضمون اتبعون اھدکم سبیل الرشاد میرے پیرو ہو جاؤ میں تمہیں راہ حق کی ہدایت کروں گا، جس کا بیان بعونہٖ تعالیٰ مبحث اخیر میں آتا ہے مگر الحمدللہ مسلمانوں میں اب بھی لاکھوں ہوں گے کہ ارشادات ائمہ کے مقابل ایسے نشے کی بالاخوانیوں امنگوں شطحیات کی بہکی ترنگوں کو باد شتر سے زیادہ نہیں جانتے۔

(۴۳ تا ۵۰) اشد ظلم حدیث صحیحین لایزال ھذا الامر فی قریش پر ہے اس میں لفظ وہ لے جو صحیح بخاری میں واقع ہوئے ما بقی منھم اثنان[۱]۔ اور کہہ دیا ص۶۳ "اس سے ہمارے بیان کی مزید

www.alahazratnetwork.org

---

[۱] صحیح بخاری کتاب الاحکام ۲/۱۰۵۷ [۲] صحیح مسلم کتاب الامارۃ ۲/۱۱۹

تصدیق ہوگئی حدیث کا منطوق صریح پیشین گوئی کا ہے اگر اس کا یہ مطلب قرار دیا جائے کہ جب تک وہ انسان بھی قریش میں ہیں خلافت انھیں کے قبضہ میں رہے گی تو یہ واقعات کے بالکل خلاف ہے ہزاروں قرشی موجود رہے اور خلافت قریش سے نکل گئی پس ضرور ہے کہ ما بقی منھم اثنان کے منطوق پر مفہوم کو ترجیح دی جائے اور وہ یہی ہے کہ اگر قریش میں دو بھی خلافت کے اہل ہوں گے تو کبھی خلافت سے یہ خاندان محروم نہ ہوگا مگر جب دو بھی اہل نہ رہیں تو مشیت الٰہی قانون انتخاب اصلح کے مطابق دوسروں کو اس کام پر مامور فرمادے گی اور قریش خلافت سے محروم ہوجائیں گے، چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ ایسا ہی ہوا جب وہ قریش بھی دنیا میں حکمرانی کے اہل نہ رہے خلافت نے معاً صفحہ الٹ دیا اور ایک قلم غیر عربی و غیر قرشی خلافت کا دور شروع ہوگیا"۔

اور بکمال جسارت و بیباکی یہ کہ نام صحیح مسلم کا بھی لیا اور کہا صفحہ ۶: "متعدد طریق وہ ہیں جو بخاری نے اختیار کئے ہیں لیکن کسی طریق سے بھی کوئی ایسا لفظ مروی نہیں جس سے ثابت ہو کہ مقصود پیشینگوئی نہ تھا تشریع و امر تھا"۔

الحق شوخ چشمی ہو تو اتنی تو ہو،

اوّلاً مسلم نے یہ حدیث خود انھیں استاذ بخاری احمد بن عبداللہ یونس سے جس نے بخاری سے سُنی یُوں روایت کی،

www.alahazratnetwork.org

لایزال ھذا الامر فی قریش ما بقی من الناس اثنان۔ ہمیشہ خلافت قریش ہی میں رہے گی جب تک دنیا میں دو آدمی بھی باقی رہیں۔

اسی طرح اسمٰعیلی نے مستخرج میں روایت کی، ما بقی فی الناس اثنان جب تک آدمیوں میں دو بھی رہیں۔

یہ روایتیں روایت بخاری کی مفسّر ہیں کہ منھم سے مراد من الناس ہے، لاجرم مرقاۃ علی قاری میں اس کی یہی تفسیر کردی (منھم) ای من الناس (اثنان)[1] جب تک ان میں سے یعنی آدمیوں میں سے دو بھی رہیں، ولہذا امام اجل ابوزکریا نووی نے اولاً مسلم کی روایتیں ذکر کیں پھر فرمایا،

وفی روایۃ البخاری ما بقی منھم اثنان ھذہ الاحادیث واشباھھا دلیل ظاھر ان الخلافۃ مختصۃ بقریش لایجوز عقدھا لاحد من غیرھم[2]۔ بخاری کی روایت میں ہے جب تک اُن میں سے دو آدمی باقی رہیں یہ اور ان کی مثل حدیثیں صریح دلیل ہیں کہ خلافت خاص قریش کے لئے ہے کوئی غیر قرشی خلیفہ نہیں کیا جاسکتا۔

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب مناقب قریش مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱۰/۳۴۴

[2] شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم کتاب الامارۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۱۹

حدیث کا یہی مفاد امام قسطلانی نے خود شرح روایت بخاری میں لکھا، امام عینی و امام ابن حجر نے شروح بخاری میں اس حدیث کی شرح میں امام قرطبی کا قول نقل کیا اور مقرر رکھا کہ،

ای لا تنعقد الامامة الکبری الا لقرشی مهما وجد احد منهم[1]

یعنی مرادِ حدیث یہ ہے کہ جب تک ایک قریشی بھی دنیا میں رہے دوسرے کے لئے امامت کبرٰی ہو ہی نہیں سکتی۔

دیکھو اس روایت بخاری سے بھی ائمہ نے وہی مطلب سمجھا جو روایت مسلم میں تھا۔

ثانیاً اگر تفسیر مانو تعارض جانو تو متعدد کی روایت کیوں نہ راجح ہو اور نہ سہی معارض تو ہوگی تو تمہاری سند کہ منہم سے ثابت نہ رہے گی۔

ثالثاً کسی پرچہ اخبار کی ایڈیٹری اور چیز ہے اور حدیث وفقہ کا سمجھنا اور، وہ ''من'' کا ترجمہ ''سے'' اور ''الی'' کا ترجمہ ''تک'' کرلینے سے نہیں آتا اگر ضمیر قریش کی طرف ہوتی تو اثنان کی جگہ احد فرمایا جاتا یعنی جب تک ایک قریشی بھی رہے جس طرح ابھی امام قرطبی وامام عینی و امام عسقلانی کے لفظ سُن چکے اس کی تاویل آپ حسب عادت کہ قرآن کریم میں اپنی طرف سے اضافے کرلیتے ہیں حدیث میں یہ بھی بڑھاتے کہ یعنی جب تک کہ ایک قریش خلافت کا اہل رہے دو کی اہلیت پر موقوف فرمانا کیا معنی، کیا خلیفہ ایک وقت میں دو بھی ہوسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں، ہاں آدمیوں کی طرف ضمیر ہو تو ضرور دو کی ضرورت تھی کہ خلافت حکومت ہے اور حکومت کو کم سے کم دو درکار، ایک حاکم ایک محکوم، اب تو آپ نے جانا کہ منہم کی ضمیر قریش کی طرف پھیرنا کیسی سخت جہالت تھی۔

www.alahazratnetwork.org

رابعاً جانے دو آخر اس قدر کے تو منکر نہیں ہوسکتے کہ صحیح مسلم میں لفظ حدیث ''ما بقی من الناس اثنان''[2] ہیں اب کہاں گئی وہ آپ کی بالا خوانی کہ کسی طریق سے بھی کوئی ایسا لفظ مروی نہیں، اب دیکھیں اسے کیسے پیشگوئی بناتے ہو، حدیث کا ارشاد تو یہ ہے کہ ''جب تک دنیا میں دو آدمی بھی ہوں خلافت قریش کے لئے ہے'' اسے خبر بمعنی مزعوم مسٹر وہی ٹھہرائے گا جو اللہ و رسول کو جھٹلائے گا، اور اگر اپنی پچ کیجئے تو معنے یہ ہوں گے کہ جب تک دنیا میں دو آدمی بھی حکمرانی کے اہل رہیں گے خلافت قریش ہی کے قبضے میں رہے گی اب کیوں نہیں اور بھی زیادہ اُچھل کر کہتے کہ یہ واقعات کے بالکل خلاف ہے خلافت صدہا سال سے قریش کے قبضے سے نکل گئی اور ہرگز کوئی وقت ایسا نہ ہُوا کہ دنیا میں دو آدمی بھی حکمرانی کے اہل نہ ہوں۔ کیا مسٹر اپنی تاریخ دانی وتیز زبانی یہاں دکھا کر ثبوت دیں گے کہ اٹھارہ کم سات سو برس سے یا بلحاظ خلافت مصری گیارہ کم چار سو برس سے دنیا میں دو شخص بھی قابلِ حکمرانی نہ رہے۔

---

[1] فتح الباری شرح البخاری، باب الامراء من قریش، مصطفی البابی مصر ۱۶/ ۲۳۵

[2] صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب الناس تبع لقریش، قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۹

خامسًا آپ کے نزدیک چارسو سولہ[۴۱۶] برس سے خلافت شرعیہ ترکوں میں ہے تو ضرور ہے کہ وہ سب حکمرانی کے اہل ہوں کہ نااہل خلیفہ نہیں ہوسکتا معہٰذا قریش سے نکالی تو ان کی نااہلی کے باعث، اور پھر دی جاتی نااہلوں کو، یہ کون سا قانون اصلح ہے، اور جب وُہ اہل تھے اور ہیں تو واجب کہ چارسو سولہ[۴۱۶] برس سے رُوئے زمین پر کوئی دوسرا انسان قابلِ حکمرانی نہ ہو، ورنہ دنیا میں وہ شخص اہلِ حکمرانی نکلتے اور خلافت قریش سے نہ جاتی، اب اس بدیہی البطلان بات کا ثبوت آپ کے ذمے ہے کہ سولہ اور چارسو برس سے تمام جہان میں سلطان ترکی کے سوا کوئی متنفس قابلِ حکمرانی پیدا نہ ہُوا، کابل و بخارا و ایران و مغرب و ہندوستان وغیرہا تمام ملکِ خدا میں سب نرے نالائق گزرے پھر خدا جانے صدہا سال ان کی حکومتیں چلیں کیسے، سلطان کافرکش دین پرور اورنگ زیب محی الملۃ والدین محمد عالمگیر بادشاہ غازی "انار اللہ تعالٰی برہانہ" اگر آپ کے نزدیک اس جرم پر کہ متشرع تھے اور کفار پر غلظت رکھتے نااہل تھے تو اکبر تو نالائق نہ تھا جو آپ ہی کا ہم مشرب اور اتحادِ مشرکین کا دلدادہ تھا غرض پیشگوئی بنا کر تکذیب حدیث کے سوا مسٹر کو کچھ مفر نہیں۔

سادسًا آپ فرماتے ہیں تاریخ شاہد ہے کہ وُہ قریش بھی حکمرانی کے اہل نہ رہے، کون سی تاریخ شاہد ہے کہ سات سو یا چارسو برس سے تمام رُوئے زمین پر کوئی وہ قریشی وہ ہاشمی وہ سیّد ابن الرسول صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم حکمرانی کے لائق پیدا ہی نہ ہُوئے فضلِ الٰہی قوم محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و خاندان محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و آلِ محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے صدہا سال سے اٹھالیا گیا اور این وآں کو بٹتا ہے اور بٹا گیا، کیا آپ کے نزدیک مدار لیاقت وقوع پر ہے، جس نے حکمرانی نہ پائی نااہل تھا، جس نے پائی اہل تھا؟ تو ضرور آپ پلید مرید خبیث عنید نجس یزید کو لائق بتائیں گے اور حضرت امام عرش مقام علی جدہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معاذ اللہ معاذ اللہ نالائق ٹھہرائیں گے، اور جب یہ معیار نہیں بلکہ صفات ذاتیہ پر مدار ہے تو کیا آپ نے سات سو یا چارسو برس سے آج تک کے تمام قریشیوں کی جانچ کرلی ہے کہ نالائق تھے، چارسو برس چھوڑئیے کسی ایک برس کے سب قریشی جانے دیجئے صرف بنی ہاشم، سب بنی ہاشم بھی نہیں صرف سادات کرام کے فقط نام گنا دیجئے کہ جہان بھر میں اُس سال یہ یہ سیّد تھے، نام گنانا بھی نہ سہی فقط کسی سال کے تمام سادات کی مردم شماری بتادیجئے، جب اس قدر پر قادر نہیں تو سات سو یا چارسو برس کے تمام عالم کے تمام قریشیوں کی جانچ آپ نے ضرور کرلی اور معلوم کرلیا کہ سب

www.alahazratnetwork.org

عــہ یہ بھی جانے دو وہی منہم والی روایت اور قریش کی طرف ضمیر اور وہی اپنے پچر لو زبان کے آگے بارہ بل چلتے ہیں ادعا آسان ہے ثبوت دیتے دام کھلتے ہیں "ھا تو ابرھانکم ان کنتم صٰدقین" اپنی برہان لاؤ اگر سچے ہو ۱۲ حشمت علی رضوی غفرلہ۔

نالائق تھے اور اب تک سب نالائق ہیں، افسوس آپ کا مبلغ علم یہی تاریخی کہانیاں تھا اُن پر بھی ایسا جیتا افترا جوڑا تاریخیں ہزار بے تکی ہوں ایسا پُورے نشے کا ہذیان بکتے انھیں بھی مار آئے گی۔

سابعًا فصل اول میں ائمہ کی تصریحیں گزریں کہ یہ حدیث خبر بمعنے امر ہے اسے آپ نہیں مانتے کہ پیروی ائمہ آپ کی شانِ انانیت کو زہر ہے نہ سہی خبر کیا پیشگوئی میں منحصر ہے جو محض خلافِ واقع ہو، اور اپنی طرف سے پچر لگانے کی ضرورت پڑے کیوں نہ کہئے جس طرح امام قرطبی و امام عینی و امام عسقلانی سے گزرا کہ یہ خبر تشریعی ہے جو عین منصب شارع صلے اللہ تعالے علیہ وسلم ہے اور اصلا محتاج تاویل نہیں یعنی خلافت شرعیہ ہمیشہ قریش ہی میں ہے گی اُن کے غیر کی حکومت کبھی خلافت شرعیہ نہ ہوگی، یہ خلافت کے لئے لزوم قرشیت سے خبر ہوئی نہ کہ بلا فصل استمرارِ خلافت سے جسے خلافِ واقعات کہئے، مثلاً گلاب کا کھلنا ہمیشہ موسم بہار میں ہے اس کے یہ معنی کہ پھول جب کھلے گا بہار ہی میں کھلے گا نہ یہ کہ گلاب سدا گلاب ہے اور بہار بارہ مہینے۔

ثامنًا اقول بلا فصل استمرار ہی لیجئے تو کیوں نہ ہو کہ هذا الامر سے مراد استحقاقِ خلافت ہو اور وُہ بلاشبہہ قریش میں مستمر اور اُنھیں میں منحصر ہے جس طرح امام عسقلانی سے گزرا کہ استحقاقِ خلافت قریش ہی کو ہے ان کا غیر نہ ہوگا مگر متغلب۔

(۵۱) مسٹر نے یونہی دوسری حدیث الائمۃ من قریش سے تشریع اڑانے اور نری خبر بنانے کے لئے کیا کیا ڈوبتے سوار پکڑے ہیں ص ۶۳: "صحیح بخاری کے ترجمہ باب سے صاف واضح ہے کہ امام بخاری کا بھی مذہب یہی ہے انھوں نے باب باندھا (الامراء من قریش) قریش میں امارت و امراء۔ اس مضمون کا باب نہ باندھا کہ امارت ہمیشہ قریش ہی میں ہونی چاہئے۔" سبحان اللہ! زہے مسٹری و لیڈری و ایڈیٹری۔ امام بخاری کی عادت ہے کہ الفاظ حدیث سے ترجمہ باب کرتے ہیں نیز وُہ الفاظ جو اُن کی شرط پر نہ ہوں ترجمہ سے اُن کا پتا دیتے ہیں حدیث انھیں لفظوں سے تھی انھیں سے باب باندھا نیز یہ لفظ اُن کی شرط پر نہ تھے ترجمہ سے اُن کا اشعار کیا، اس سے یہ سمجھ لینا کہ امام بخاری کا مذہب یہ ہے اور پھر اس پر یہ تحکم کہ صاف واضح ہے کس درجہ جہل فاضح ہے، فتح الباری شرح بخاری میں ہے:

لفظ الترجمة لفظ حديث اخرجه يعقوب بن سفين وابو يعلى والطبرانی[1]	ترجمہ باب کی عبارت اُس حدیث کے لفظ ہیں جو یعقوب بن سفین و ابو یعلی و طبرانی نے ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی۔

---

[1] فتح الباری شرح البخاری باب الامراء من قریش مصطفی البابی مصر ۱۶/ ۲۳۰

پھر فرمایا:

لما لم یکن شیٔ منہا علی شرط المصنف اقتصر علی الترجمۃ واورد الذی صح علی شرطہ[1]

یہ روایتیں شرط بخاری پر نہ تھیں لہذا ان الفاظ کو ترجمہ میں لانے پر اقتصار کیا اور ان کے مؤید وہ حدیثیں لائے جو اُن کی شرط پر تھیں۔

(۵۲) ص ۶۱ "ایک اور حدیث ہے کہ ضرور ہے کہ بارہ خلیفہ ہوں سب قریش سے ہوں گے اس طرز بیان نے ظاہر کر دیا کہ اس بارے میں جو کچھ کہا ہے اس سے صرف آئندہ کی اطلاع مقصود ہے حکم و تشریع نہیں"۔ بارہ خلافتوں کی پیشگوئی اگر خبر ہے تو دنیا بھر کی حدیثیں سب خبر ہیں اس زبردستی و دیدہ دلیری کی کوئی حد ہے یعنی شارع جب کسی امر کے بارے میں کچھ پیشگوئی فرمائے تو اس میں جتنی حدیثیں ہیں سب حکم شرعی سے خالی ہو جاتی ہیں اور سب کو بزور زبان اگرچہ اپنی طرف سے پچریں لگا کر خبر پر ڈھال دینا واجب ہو جاتا ہے ارشاد اقدس:

قدموا قریشا ولا تقدموہا[2] قریش کو مقدم رکھو اور ان پر تقدم نہ کرو۔

یہ بھی امر و نہی نہیں خبر ہوگا کیونکہ ان کی صرف دانی میں قدموا صیغہ مضارع ہے اور لا تقدموا صیغہ ماضی، بات وہی ہے کہ یتشبث بکل حشیش۔

(۵۳ تا ۵۴) ص ۶۲ "ائمہ حدیث نے حدیث قحطانی و حدیث قریش میں تطبیق دیتے ہوئے صاف صاف لکھ دیا کہ امارت قریش والی روایت تشریع نہیں محض خبر ہے"۔

اولاً یہ عیاری و چالاکی ملاحظہ ہو امارت قریش والی روایت میں کہا جس سے حدیث الامراء من قریش وحدیث الائمۃ من قریش وحدیث لا یزال ہذا الامر فی قریش کی طرف ذہن جائے حالانکہ ائمہ حدیث نے ہرگز نہ کہا کہ ان سے تشریع ثابت نہیں نری خبر ہیں زیر نمبر ۲۴ کتب کثیرہ کے نام گنا چکا ہوں اُن کی عبارتیں فصل اول میں دیکھئے اور اس کذب صریح سے توبہ کیجئے، ائمہ حدیث کی اگر مانتے ہو تو ان کی ان روشن تصریحوں سے کیوں منکر ہو۔

ثانیاً ائمہ نے حدیث قحطانی سے جس حدیث کی تطبیق دی وہ یہ ہے:

ان ہذا الامر فی قریش لا یعادیہم احد الا اکبہ اللہ علی وجہہ ما اقاموا

بیشک یہ امر قریش میں ہے جو ان سے عداوت کرے گا اللہ اُسے اوندھے منہ گرائے گا جب تک قریش

---

[1] فتح الباری شرح البخاری باب الامراء من قریش مصطفی البابی مصر ۱۶/ ۲۳۱

[2] کنز العمال حدیث ۳۳۷۸۹، ۳۳۷۹۰، ۳۳۷۹۱ بحوالہ البزار و ابن عدی و طبرانی موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۲۲

الدین۔[1] دین قائم رکھیں۔

اسے اگر خبر بتایا کہ یہ اقامتِ دین سے مقید ہے تو احادیث مطلقہ کا خبر ہوجانا کیوں لازم آیا وہ تشریع ہیں اور اپنے اطلاق پر یعنی شرعاً خلافت صرف قریش کے لئے ہے اور یہ خبر ہے اور مقیّد یعنی وہ اپنے حق سے بہرہ مند رہیں گے جب تک دین قائم رکھیں جب اُسے چھوڑیں گے خلافت جاتی رہے گی۔

ثالثاً عجب ہے کہ ایک حدیث خاص میں دو چار شراح نے جو لکھا وہ تو ان کا دامن پکڑ کر سب احادیث کو بزور زبان عام کرلیا جائے اور خود اُن باقی احادیث میں جو اُن کی عام جماعتوں نے لکھا اور مذہب اہل سنت و اجماع صحابہ بتایا وہ انھیں کے کلام سے رَد کردیا جائے اور کیا یحرفون الکلم عن مواضعہ[2] کے سر پر سینگ ہوتے ہیں، قرآن عظیم نے اسے خصلتِ یہود بتایا کہ بات کو اُس کی جگہ سے پھیر دیتے ہیں۔

رابعاً جب جماعت ائمہ حدیث کی روشن و قاہر تصریحات حتی کہ اجماعِ صحابہ و عقیدۂ اہل سنت مقبول نہ ہو تو ایک حدیث خاص میں ایک خاص وجہ سے اُن کے دو چار کا کہنا کیوں حجت ہو، آپ تو مجتہدی کے بھی اُونچے اُڑتے ہیں، ان دو چار ٹھیٹ مقلدوں کا دامن نہ تھامیے، حدیث سے چلئے، حدیث میں مااقاموا الدین بعد جملۂ لایعادیھم احد الا اکبہ اللہ ہے اسی سے کیوں نہ متعلق ہو اس سے توڑ کر دور کے جملہ ان ھذا الامر فی قریش سے کیوں جوڑ دیا جائے وہ اپنے اطلاق پر رہے اور یہ قید اسی جملہ میں ہو جس سے یہ متصل ہے تو معنی حدیث یہ ہیں کہ بیشک شرعی خلافت قریش میں منحصر ہے دوسرا شخص خلیفہ نہیں ہوسکتا اور قریش جب تک دین قائم رکھیں گے ان کا مخالف ذلیل و رُسوا ہوگا اب اپنے اجتہاد کی خبر لیجئے۔

(۵۷ تا ۶۰) حدیث جلیل "الائمۃ من قریش" پر ایک ہاتھ من حیث السند بھی صاف کیا، ص ۴۶ "یہ الفاظ اور حضرت ابوبکر والی روایت بطریق اتصال ثابت ہی نہیں، فتح الباری میں ہے:

الائمۃ من القریش[عہ] رجالہ رجال الصحیح ولکن فی سندہ انقطاع۔[3]	حدیث "الائمۃ من قریش" کے تمام راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں لیکن اس کی سند میں انقطاع ہے (ت)

عہ: نہ فتح الباری میں من القریش ہے نہ حدیث میں، پہلے بھی آپ نے اپنے کلام میں حدیث ان لفظوں سے لکھ کر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف غلط نسبت کی تھی مگر امام ابن حجر پر تو اس افترا علی المصطفٰی کی تہمت نہ رکھئے ۱۲ منہ غفرلہ

---

[1] صحیح البخاری کتاب المناقب باب مناقب قریش قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۹۷

[2] القرآن الکریم ۵/ ۱۳

[3] فتح الباری شرح صحیح البخاری باب الامرمن قریش مصطفی البابی مصر ۱۶/ ۲۳۱

اولاً فتح الباری میں یہ حدیث متعدد الفاظ و کثیر طرق سے حضرت ابو برزہ اسلمی و حضرت امیر المومنین مولیٰ علی و حضرت انس بن مالک و حضرت ابو ہریرہ و حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے بروایت یعقوب بن سفین و ابو یعلی و طبرانی و ابوداؤد طیالسی و بزار و تاریخ امام بخاری و نسائی و امام احمد و حاکم ذکر کی، یہ لفظ کہ اس کی سند کے رجال ثقہ ہیں مگر اس میں انقطاع ہے، صرف صدیق اکبر سے روایت احمد کی نسبت لکھے ہیں کہ مسند احمد میں صدیق سے اس کے راوی حضرت عبد الرحمٰن بن عوف احد العشرۃ المبشرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے صاحبزادہ امام ثقہ تابعی جلیل حضرت حُمید بن عبد الرحمٰن ہیں اُن کو صدیق اکبر سے سماع نہیں۔ فتح الباری کی عبارت ملخصاً یہ ہے احادیث ابو برزہ و مولیٰ علی و بعض طرق حدیثِ انس ذکر کرکے کہا:

واخرجه النسائی و البخاری ایضا فی التاریخ و ابو یعلی من طریق بکیر الجزری عن انس وله طرق متعددة عن انس، و اخرج احمد هذا اللفظ من حدیث ابی هریرة و من حدیث ابی بکر الصدیق و رجاله رجال الصحیح لکن فی سنده انقطاع، و اخرجه الطبرانی و الحاکم من حدیث علی بهذا اللفظ الاخیر؎

یعنی نیز یہ حدیث امام نسائی اور امام بخاری نے تاریخ میں اور ابو یعلیٰ نے بروایت بکیر جزری حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کی اور امام احمد نے یہی لفظ الائمۃ من قریش حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حدیث سے روایت کئے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے اور اس کے رجال رجال صحیح ہیں مگر اس کی سند میں انقطاع ہے، اور یہ حدیث طبرانی و حاکم نے مولیٰ علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہٗ سے روایت کی انھیں لفظوں سے کہ الائمۃ من قریش۔

مسٹر نے اول آخر سب اُڑا کر مطلقاً اس حدیث ہی پر حکم لگا دیا کہ فتح الباری میں اس کی سند منقطع بتائی یہ کیسی خیانت ہے۔

ثانیاً فصلِ اوّل میں گزرا کہ انھیں صاحب فتح الباری امام ابن حجر نے اسی حدیث الائمۃ من قریش کے جمع طرق میں ایک مستقل رسالہ لکھا اور اُسے چالیس کے قریب صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی روایت سے دکھایا حدیث متواتر کو کہنا کہ بطریق اتصال ثابت ہی نہیں کیسا ظلم شدید و اغوائے جہال ہے اور پھر انھیں ابن حجر پر اس کے متن کے منقطع السند بتانے کی تہمت کیسی جرأت پر وبال ہے۔

ثالثاً طرفہ یہ کہ خود ہی ص۶۰ پر کہہ چکے تھے "احادیث اس بارے میں جس قدر موجود ہیں

؎ فتح الباری شرح صحیح البخاری باب الامراء من قریش مصطفےٰ البابی مصر ۲۳۱/۱۲

www.alahazratnetwork.org

سب صحیح ہیں"۔ اب یہاں یہ کہ "بطریق اتصال ثابت ہی نہیں" چارہی ورق بعد نسی ماقدمت یداہ (اپنے ہاتھوں پیش کیا ہُوا بھُول گیا۔ ت)

سابعاً وہیں اُس کے متصل تھا "یہ بھی حق ہے کہ حضرت ابوبکر نے مجمع صحابہ میں اُس کو پیش کیا اور کسی نے انکار نہ کیا" اب اُس حق کی سند میں بھی کلام ہونے لگا، اگر یہ کلام اُس کے حق ہونے میں خلل انداز ہے تو حق کو ناحق بنانے کی کوشش کرنے والا کون ہوتا ہے اور اگر اس سے اُس کے حق ہونے پر کچھ حرف نہیں آتا تو ردو اعتراض کے لئے کہنا اُس سے بھی شرعاً اختصاص قریش کے دعوٰی کی کوئی مدد نہیں مل سکتی اولاً یہ الفاظ اور حضرت ابوبکر والی روایت بطریق اتصال ثابت ہی نہیں" کیسا اغوائے جہال ہے۔ یہ ہے مسٹر کی حدیث دانی اور ارشادات نبوت پر ظلم رانی، ولاحول ولاقوۃ الاّ باللہ العلی العظیم۔

مسئلہ ۲۵ تا ۲۹ ازشہر بنارس محلہ کچی باغ مرسلہ محمد امان اللہ مدرس مدرسہ مظہر العلوم ۸ شعبان ۱۳۳۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماقولکم ایھا العلماء الکرام دام فضلکم (اے علماء کرام اللہ تمھیں بزرگی عطا فرمائے اس بارے میں تمھارا کیا قول ہے۔ ت) ایک عورت بالغہ کافرہ دختر ہنود کا بیاہ اس کی قوم کے ایک مرد سے ہوا، پر قبل ملاقات و یکجا ہونے و بات چیت ہونے کے اس مرد سے، باپ عورت مذکورہ کا بعضی خرابیوں کے خیال سے اس مرد ہنود سے دختر کو اپنی چھڑا لایا، اور اُس مرد ہنود نے عورت مذکورہ کو چھوڑ کر دُوسرا بیاہ اپنی قوم میں کرلیا، عورت مذکورہ بعد اس کے کئی سال ماں باپ کے یہاں رہ کر محنت مزدوری سے بسر اوقات کرتی تھی، اسی حالت میں لے توفیق قبولِ اسلام کی ملی، ماں باپ سے پوشیدہ اسلام لاکر ایک مسلمان سے اس نے بہ گواہی دو مرد مسلمان بالغ عاقل کے نکاح کرلیا، نکاح کے ایک سال کے بعد اس ناکح سے اس عورت کو ایک دختر پیدا ہُوئی، جس کی عمر اس وقت پانچ سال سے متجاوز ہے اور وُہ دختر اپنی ماں کے ساتھ اس مکان میں رہا کرتی ہے جس مکان کو ناکح کے باپ نے اس دختر اور اس کی ماں کے رہنے کو دیا ہے بسبب اسلام لانے اور مسلمان سے نکاح کرنے کے اس عورت کے ماں باپ بہنیں کافرہ کو رنج وعناد ہوا، بہت کچھ فکر اس کے پھیرنے کی اسلام سے اور مرد ناکح سے چھڑانے کی کرکے سب طرح عاجز ہوکر اب کہ اس دختر کا کان بطریقہ و رواجِ مسلمانان چھدوایا گیا اور اس کی دینی تعلیم دینے کا ارادہ ماں باپ نے اس کے ظاہر کیا، عناد ماں باپ بہنیں کافرہ کا اس عورت نومسلمہ سے بڑھ گیا، کمال عناد سے اس دختر کے ہندو بنانے کی فکر میں ہوکر یہ افتراء شروع کیا ہے کہ دختر مذکورہ کو محض جھوٹ و غلط مرد ہندو کی طرف منسوب کرتے ہیں جس سے مادر دختر کو گاہے اتفاق ملاقات و یکجا ہونے و بات چیت

کرنیکا بھی موقع نہیں ہوا اور بناء براںس افترا کے اس دختر کو اس کے ماں باپ سے چھڑا کر اپنے یہاں لے جا کر ہندو بنا کر ہنود سے شادی بیاہ اس کا کرنا چاہتے ہیں، بعضے ہنود جو تعصب مذہبی رکھتے ہیں اور بعضے وہ مسلمانان جن کو ماں باپ بہنیں کافرہ مذکورہ سے غرض دنیاوی ونفسانی کا تعلق ہے اور بعضے وہ مسلمانان جو مرد ناکح اور عورت نومسلمہ مذکورہ سے کچھ رنجش دنیاوی وحسد وعناد رکھتے ہیں، معین ومددگاران کفار کے ہو رہے ہیں، اس وجہ سے شورشپشتی ان سبھوں کی اس درجہ کو بڑھ گئی ہے کہ مرد ناکح وعورت نومسلمہ مذکورہ کو بر سرکوچہ و بازار برملا گالیاں دے کر کہتے پھرتے ہیں کہ اس دختر کو ہرگز نہیں چھوڑیں گے اور مسلمہ نہیں ہونے دیں گے بلکہ جس طرح ہوگا اپنے یہاں لاکر اسے ہنود بنا کر ہندو کے ساتھ شادی بیاہ کر دیں گے اور طرح طرح کے افترا پردازی ومقدمہ بازی جھوٹ کی بندشیں ہو رہی ہیں اور بے عزتی وذلت مرد ناکح وعورت نومسلمہ مذکورہ کی دھمکی دی جاتی ہے جس میں وہ دونوں ڈر کر بخیال بچنے کے ذلت دنیا سے اس دختر کو ماں باپ بہنیں کافرہ کے حوالہ کر دیں، ایسے حال میں حکم خدا و رسول کیا ہے؟

(۱) آیا مرد ناکح وعورت مسلمہ مذکورہ اپنے نطفہ وبطن کی دختر کو دھمکی وڈر سے ان شورپشتوں کے اور دنیاوی ذلت کے خوف سے حوالہ کفار دیں کہ وہ اسے لیجا کر کافرہ بنائیں؟

www.alahazratnetwork.org

(۲) یا اپنی ذلت دنیاوی کا خیال چھوڑ کر جان توڑ کر کوشش اس دختر کی حفاظت کی کریں جس میں وہ دختر قبضۂ ہنود میں جا کر ہندو نہ بننے پائے؟

(۳) اور مسلمانان کو اس شہر کے ہر طرح کی حمایت ومدد ایسی کرنی جس میں مسلمان کی لڑکی ہنود کے قبضہ میں جا کر کافرہ نہ بننے پائے، شرعاً بحکم خدا و رسول لازم وضرور ہے یا نہیں؟

(۴) اور جو مسلمان اس کے خلاف حمایت کفار کی کرے وہ خدا اور رسول کے نزدیک کیسا ہے اور اس کی نسبت شرعاً کیا حکم ہے؟

(۵) اور اگر مسلمانانِ شہر کی غفلت وناتوجہی ومدد نہ کرنے سے اور اس وجہ سے عورت نومسلمہ اور اس کے ناکح مرد کے مجبور وبے بس ہو جانے سے دختر مذکورہ قبضۂ ہنود میں جا کر ہندو بنائی جائے تو اس کا الزام ومواخذہ خدا و رسول کی طرف سے مسلمانانِ شہر پر ہوگا یا نہیں؟

ہر شق سوال کا جواب اردو میں عام فہم، مفصل ومدلل بسند قرآن وحدیث وکتب دینیہ اور ایسے موقع پر سیرت صحابۂ کرام وائمۂ عظام کیا ہے بہ نقل اس کے درکار ہے، بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) حرام حرام حرام جب تک حالت اکراہ شرعی کی نہ ہو،

قال اللہ تعالٰی الامن اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان[1] — اللہ تعالٰی نے فرمایا: سوا اس کے جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو۔ (ت)

(۲) فرض فرض ہے کہ ہر جائز کوشش کو حد امکان تک پہنچا دیں اور کسی طرح اس میں سستی یا کم ہمتی کو کام نہ دیں۔

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا[2] — اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! اپنی جانوں اور گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔ (ت)

(۳) فرض فرض ہے کہ ہر مسلمان بقدر قدرت اس مسلمان لڑکی کو اس سخت تر آفت سے بچانے اور کوئی کوشش جس حد تک جائز اور ممکن ہے اسے اٹھا نہ رکھے۔

قال اللہ تعالٰی تعاونوا علی البر والتقوٰی[3] — اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔ (ت)

یہ فرض کفایہ ہے جتنے مسلمانوں کی کوشش سے کام چل جائے کافی ہے سب پر فرض اتر جائے گا ورنہ سب گنہگار اور سخت وبال میں گرفتار رہیں گے۔ والعیاذ باللہ۔

www.alahazratnetwork.org

(۴) اس کے لئے نار ہے نار ہے، اس پر غضب ہے غضب ہے غضب جبار،

قال اللہ تعالٰی لاتعاونوا علی الاثم والعدوان[4] — اللہ تعالٰی نے فرمایا: گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔ (ت)

علماء نے دوسرے کے کفر پر راضی ہونے کو کفر لکھا ہے الرضا بالکفر کفر نہ کہ دوسرے کو کافر بنانے میں کوشش یہ بلاشبہہ بحکم فقہاء کفر ہے، بحکم فقہائے کرام ایسے شخص کی عورت اس کے نکاح سے نکل جائیگی اور وہ ان تمام امور کا سزاوار ہوگا جو ایک مرتد کے ساتھ کئے جانے کا حکم کہ اس کے پاس بیٹھنا، بات چیت، میل جول، شادی بیاہت، بیمار پرسی، جنازہ پر جانا، اسے غسل دینا، کفن دینا، نماز جنازہ پڑھنا، جنازہ بتکریم اٹھانا، مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا سب یک قلم ناجائز و گناہ ہے۔

(۵) اس کا جواب جواب سوم میں آگیا، اگر ایک مالدار ذی وجاہت مسلمان کی کوشش سے کام چل جائے تو ایک ہی کافی ہے اور سب مسلمانوں کی مجموعی قوت سے جائز کوشش اثر پذیر ہوگی تو سب پر فرض ہے کہ

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/۱۰۶
[2] القرآن الکریم ۶۶/۶
[3] القرآن الکریم ۵/۲
[4] القرآن الکریم ۵/۲

16 حل کر ہر امکانی پسندیدہ جائز کوشش انتہا تک پہنچا دیں، اگر کچھ بھی کامیاب ہوں تو معذور رہیں جس کے کسل و بے توجہی سے کام میں خلل پڑے گا وہ مستحق نار وغضب جبار رہے والعیاذ باللہ ، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۰: از پیلی بھیت محلہ منیر خاں مدرسۃ الحدیث مرسلہ مولانا محمد محدث سورتی ۴ ذی القعدہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس شخص کے حق میں جس نے سید صحیح النسب بالخصوص اور تمام ساداتِ گیلانیہ اولاد حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو علی العموم سوا چار پیروں کے برسر بازار علٰی رؤس الاشہاد یہودی، نصرانی، خنزیر، کتا وغیرہ وغیرہ بُری گالیاں کہے ہوں اور اوصاف ذمیمہ مذکورہ ان حضرات کے حق میں اعتقاداً استعمال کئے ہوں اور کرتا رہے از روئے شرع اس شخص اور اس کے مددگاروں کا خواہ مولوی کہلاتے ہوں یا سیٹھ وغیرہ کیا حکم ہے؟ بینوا بحوالۃ الکتاب توجروا یوم الحساب، اس سوال کا جواب مجھے کسی کتاب میں نہ ملا اس وجہ حضور کو تکلیف دیتا ہوں۔

الجواب

ایسے شخص کو از سرِ نو تجدید اسلام چاہئے اور اگر عورت رکھتا ہو تو اس کے بعد توبہ وتجدید اسلام پھر نکاح کرے کہ علمائے کرام نے ایسے شخص پر حکم کفر فرمایا ہے، مجمع الانہر میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

والاستخفاف بالاشراف والعلماء کفر ومن قال للعالم عویلم اولعلوی علیوی قاصدا بہ الاستخفاف کفر[1]

سادات اور علماء کی بے عزتی کرنا کفر ہے، جو شخص تحقیر کے ارادے سے عالم کو عویلم اور علوی کو علیوی کہے وُہ کافر ہوجاتا ہے۔ (ت)

رہے اس کے معاونین خواہ مولوی کہلاتے ہوں یا سیٹھ اگر خود ان کلمات ملعونہ میں اس کے معاون ہیں یا ان کو جائز رکھتے ہیں یا ہلکا جانتے ہیں تو ان سب کا بھی یہی حکم ہے جو اس کا ہے اور اگر ایسا نہیں جب بھی ایسے شخص کے ساتھ میل جول کے سبب عاصی ومخالف حکم شرع ہیں۔

قال اللہ عزوجل واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

قال اللہ عزوجل ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ظالموں کی طرف نہ جُھکو کہ تمہیں آگ چھُوئے گی۔ (ت)

والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل ان الفاظ الکفر انواع دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۵

[2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[3] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

6/6

مسئلہ ۳۱: از کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ سید اکبر شاہ طالب علم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص مرزائی کے نابالغ لڑکے کا بخیال ماعن مولود الا یولد علی الفطرۃ (ہر بچہ فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے۔ ت) حنفی اگر امام کے پیچھے جنازہ کی نماز ادا کرے تو عندالشرع درست ہے یا نہیں؟ پڑھنے والا ثواب کا مستحق ہوگا یا نہیں؟ حنفیوں پر دیکھنے ایسی میت سے نماز جنازہ واجب ہوگی یا نہ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر مرزائی کا بچہ سات برس یا زیادہ کی عمر کا تھا، اچھے بُرے کی تمیز رکھتا تھا، اور اس حالت میں اس نے اپنے باپ کے خلاف پر دینِ اسلام اختیار کیا اور قادیانی کو کافر جانا اسی پر انتقال ہوا تو وہ ضرور مسلمان تھا، مسلمانوں پر اسے غسل و کفن دینا اس کے جنازہ کی نماز پڑھنا مقابرِ مسلمین میں دفن کرنا فرض ہے۔ اور ممکن ہو تو اس کے باپ وغیرہ کفار کو اسے ہاتھ نہ لگانے دیں جس طرح حضور اقدس علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے یہودی کو اس کے بیٹے کے سرہانے سے اٹھادینے کا حکم فرمایا جبکہ وہ نزع میں اسلام لاکر انتقال کرگیا، اور اگر اسی عمر و تمیز میں اپنے باپ کی طرح کفر بکتا تھا تو یقیناً کافر تھا، اب وہ سب کام مسلمان پر حرام ہیں، نہ غسل دیں نہ کفن دیں نہ دفن میں شریک ہوں، اور ان سب سے بدتر اس کے جنازہ پر نماز ہے کہ خود کفر کا پہلو رکھتی ہے، اور اگر اس سے کفر یا اسلام کچھ ظاہر نہ ہوا یا نا سمجھ بچہ تھا کہ اس تمیز کے قابل ہی نہ تھا تو اب یہ دیکھا جائے گا کہ اس کی ماں بھی اس کے باپ کی طرح قادیانی یا اور کسی کفری عقیدہ والی ہے تو وہ بچہ بھی کافر سمجھا جائے گا اور اس کے لئے وہ سب کام مسلمانوں پر حرام ہوں گے، اور اگر ماں مسلمان ہے تمام ضروریاتِ دین پر ایمان رکھتی ہے اور قادیانی کو کافر جانتی ہے تو اس صورت میں وہ بچہ جس سے کفر خود ظاہر نہ ہوا اور نابالغی میں مرگیا اپنی ماں کا تابع قرار پاکر مسلمان سمجھا جائے گا اور وہ سب کام اہل اسلام پر واجب ہونگے، حدیث ما من مولود اس حالت میں نافع ہے کہ بچہ سمجھ وال ہوکر خود کفر نہ کرے نہ نا سمجھی کی حالت میں ماں باپ دونوں کافر ہوں ورنہ اگر خود کفر کیا تو اچھی فطرت سے بدلا اور اگر خود سمجھ وال ہوکر اسلام نہ لایا اگرچہ کفر بھی نہ کیا اور ماں باپ دونوں کافر ہیں تو ثم ابواہ یہودانہ[۱] (پھر اس کے والدین اسے یہودی بنادیں۔ ت) میں داخل ہے اور حکمِ کفر اسے شامل ہے۔ تنویر میں ہے:

اذا ارتد صبی عاقل صح کاسلامہ | جب عقلمند بچہ مرتد ہوجائے تو اس کا ارتداد اس کے

---

[۱] صحیح مسلم کتاب القدر باب معنی کل مولود یولد علی الفطرۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۳۶

والعاقل الممیز[1]

اسلام کی طرح صحیح ہوگا اور عاقل سے مراد امتیاز کرنیوالا ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

وھو ابن سبع فاکثر مجتبی و سراجیۃ[2]۔

وُہ سات سال یا اس سے زائد عمر کا ہو، مجتبٰی و سراجیہ۔ (ت)

اسی میں ہے:

نروجان ارتدا فولدت ولدا یجبر علی الاسلام لتبعیتہ لابویہ[3] (ملخصاً)

خاوند وبیوی دونوں مرتد ہوگئے، عورت نے بچّہ جنا تو اسے اسلام پر مجبور کیا جائے گا کیونکہ دین میں وہ اپنے والدین کے تابع ہے (ملخصاً)۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای فی الاسلام والردۃ وھما یجبران فکذا ھو[4]۔

یعنی اسلام اور مرتد ہونے میں اور ان دونوں کو بھی اسلام کے لئے مجبور کیا جائے گا پس اسی طرح اس بچے کو بھی۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

تنویر میں ہے:

الولد یتبع خیر الابوین دینا[5]۔

بچّہ اپنے والدین میں سے اس کے تابع ہوگا جو دین کے اعتبار سے بہتر ہوگا۔ (ت)

شامی میں بعد ذکر حدیث کل مولود یولد علی الفطرۃ فرمایا:

انھم قالوا انہ جعل اتفاقھما ناقلا لہ عن الفطرۃ[6]۔ واللہ تعالٰی اعلم

فقہاء نے فرمایا ماں باپ کے کفر پر اتفاق نے بچے کو فطرت سے ہٹادیا۔ (ت)

[1] درمختار شرح تنویر الابصار	باب المرتد	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۳۶۱
[2] درمختار	"	"	"
[3] "	"	"	"
[4] ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۳/۳۰۹
[5] درمختار شرح تنویر الابصار	باب نکاح الکافر	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۲۱۰
[6] ردالمحتار	" "	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۳۹۴

مسئلہ ۳۲ از ملک بنگال موضع رام پور ڈاکخانہ کچوہ ضلع پیرہ حال مقام خواجہ قطب بریلی محمد الہ طالبعلم
۲ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلمانوں کو انگریزی پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور بعض انگریزی خواں کہتے ہیں مولوی لوگ کیا جانتے ہیں۔ کیا اس لفظ سے علم کی حقارت نہیں ہوتی؟ اگر ایسا کہے تو کافر ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ایسی انگریزی پڑھنا جس سے عقائد فاسد ہوں اور جس سے علمائے دین کی توہین دل میں آئے، انگریزی ہو خواہ کچھ ہو ایسی چیز پڑھنا حرام ہے، اور یہ لفظ کہ "مولوی لوگ کیا جانتے ہیں" اس سے ضرور علماء کی تحقیر نکلتی ہے اور علمائے دین کی تحقیر کفر ہے،

قال اللہ تعالٰی ولئن سألتہم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب قل اباللہ وأیاتہ ورسولہ کنتم تستہزءون، لاتعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم[1] اخرج ابن جریر وابن ابی حاتم وابو الشیخ وابن مردویہ عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما وابن جریر عن زید بن اسلم وعن محمد بن کعب وغیرھما قال رجل فی غزوۃ تبوک فی مجلس یوما ما رأینا مثل قرائنا ھٰؤلاء ولا ارغب بطونا ولا اکذب السنۃ ولا اجبن عند اللقاء فقال رجل فی المجلس کذبت ولکنک منافق لاخبرن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبلغ ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونزل القراٰن قال عبداللہ فانا رأیتہ متعلقا بحقب ناقۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اگر آپ ان سے پوچھیں تو کہیں گے ہم تو دلچسپی اور کھیل کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کیا اللہ تعالٰی اس کی نشانیوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو بہانے نہ بناؤ تم اپنے ایمان کے بعد کافر ہوگئے ہو۔ ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور ابن جریر نے حضرت زید بن اسلم اور محمد بن کعب وغیرہما رضی اللہ عنہم نے حدیث کی تخریج کی کہ ایک شخص نے ایک دن ایک مجلس میں غزوہ تبوک کے موقع پر کہا کہ ہم نے اپنے ان قاریوں کی مانند اور نہ دیکھے نہ کھانے کے لالچی اور نہ زبان کے جھوٹے اور نہ دشمن کے مقابلہ میں بزدل، تو اس مجلس میں ایک شخص نے کہا تو جھوٹ کہتا ہے تو منافق معلوم ہوتا ہے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور اس بات کی خبر دوں گا، تو اس کی یہ بات حضور اکرم کو معلوم ہوئی اور قرآن نازل ہوا حضرت عبداللہ نے فرمایا تو میں نے اس شخص کو حضور اکرم کی اونٹنی کے

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶۵

وسلم والحجارۃ تنکبہ وھو یقول یا رسول اللہ انما کنا نخوض ونلعب والنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول اباللہ وایاتہ ورسولہ کنتم تستھزءون۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

تنگ کے ساتھ لٹکا ہوا دیکھا پتھر اسے زخمی کررہے تھے اور وہ کہہ رہا تھا یارسول اللہ! ہم تو دلچسپی اور کھیل کررہے تھے، اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام اس کو فرمارہے تھے کیا اللہ تعالٰی، اس کی آیات اور اس کے رسول سے تم ٹھٹھا کرتے ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۳ از بریلی محلہ چک شہر کہنہ مسئولہ صفدر علی خاں ومبارک علی خاں ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ زید سنی المذہب نے بکر کو سنی باور کرکے اپنی لڑکی نابالغہ کا بکر کے نابالغ لڑکے کے ساتھ اس کو سنی باور کرکے ولایۃً نکاح کردیا مگر بوجہ نابالغ ہونے کے رخصتی نہیں ہوئی اور آمد ورفت بھی دونوں کی نہیں ہوئی نہ یکجائی ہوئی، سات سال کے بعد دونوں کو بلوغ ہوا، زید کو یہ اطلاع ملی کہ بکر بھی پکا سنی نہیں اور اس کا بیٹا قطعی رافضی ہے جس کا ثبوت یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ اس کے معمولی عمل میں ظاہر ہوتا ہے نماز شیعہ کی پڑھتا ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا قذف کرتا ہے اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے صحابیت کا منکر ہے اور تبرا کہتا ہے اور ایسے مجالس میں شرکت کرتا ہے جس میں سنی شریک نہیں ہوتے ہیں، زید نے اسی خبر کو سن کر رخصتی سے انکار شروع کیا اس پر بکر نے رخصت کرانے کی ضرورت سے لڑکے کو اس بات پر آمادہ کیا کہ لڑکا اپنے کو سنی ظاہر کرے چنانچہ ازراہ تقیہ لڑکے نے اپنے کو سنی ظاہر کیا لیکن کوئی ثبوت لڑکے کے سنی ہونے کا زید کو نہیں ملا بلکہ حال میں ۱۱ محرم ۱۳۳۳ھ کو مقام مرزائی گنج پر ایک شخص جماعت اہل السنت والجماعت کو مدح صحابہ پڑھنے سے باعلان اسی لڑکے نے روکا اور اپنے ایک ملازم شیعہ مذہب سے پٹوایا اور اس کے باپ یعنی بکر نے حکام سے مدح صحابہ باعلان کئے جانے کی شکایت کی اس وجہ سے حکام تنبیہ ہوئے تو کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے دین متین کہ لڑکی جس کا نابالغیت میں نکاح کیا گیا وہ لڑکی کو حالت موجودہ میں منظور نہیں ہے اور زید کو بھی انکار ہے، آیا نکاح باقی رہا یا فسخ ہوگیا، فقط۔

الجواب

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا قذف کفر خالص ہے، صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی

---

[1] تفسیر درمنثور بحوالہ ابن جریر وابن ابی حاتم وابی الشیخ وابن مردویہ تحت آیۃ انما کنا نخوض مکتبۃ آیۃ اللہ العظمٰی قم ایران ۳/ ۲۵۴
جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیہ انما کنا نخوض ونلعب المطبعۃ المیمنۃ مصر ۱۰/ ۱۰۴ و ۱۰۵

صحابیت کا انکار کفر خالص ہے۔ اسی طرح تبرائیانِ زمانہ میں اور بھی کفر و ارتداد کی قطعی وجوہ ہیں جن کی تفصیل سداد الرفضہ میں ہے اور ان کا کافر مرتد ہونا عامۂ کتب معتمدہ خلاصہ و فتح القدیر و ظہیریہ و عالمگیری و رد المحتار و عقود الدریہ و بحر الرائق و نہر الفائق و تبیین الحقائق و بدائع و بزازیہ و برجندی و الفقرویہ و واقعات المفتین و اشباہ و مجمع الانہر و طحطاوی علی الدر و غنیہ و نظم الفرائد و برہان شرح مواہب الرحمن و تیسیر المقاصد شرح وہبانیہ و معین المستفتی و تنویر الابصار و منح الغفار و اصول امام شمس الائمہ و کشف البزدوی و شفاء شریف و روضہ امام نووی و اعلام امام ابن حجر و کتاب الانوار و شرح عقائد و منح الروض و فواتح الرحموت و ارشاد الساری و فتاوی علامہ مفتی ابو سعود و علامہ نوح آفندی و شیخ الاسلام عبداللہ آفندی و احمد مصری علی مراقی الفلاح و شلبی علی الزیلعی وغیرہا سے ثابت و روشن ہے۔ خزانۃ الفقہ پھر فتاوٰی ہندیہ میں ہے:

لو قذف عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا بالزنٰی کفر باللہ تعالٰی۔[1]

اگر کسی نے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا پر تہمتِ زنا لگائی تو اس نے اللہ تعالٰی کے ساتھ کفر کیا۔ (ت)

شرح ملتقی الابحر میں ہے:

یکفر بقولہ لا ادری ان النبی فی القبر مؤمن او کافر و بقولہ ما کان علینا نعمۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لان البعثۃ من اعظم النعم و بقذفہ عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا و انکارہ صحبۃ ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[2]

اگر کسی نے کہا میں نہیں جانتا کہ نبی قبر میں حالتِ ایمان میں ہے یا کفر میں، تو کافر ہوجائے گا۔ اسی طرح کافر ہوجائے گا اگر یہ کہتا ہے کہ ہم پر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی کوئی نعمت نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ سب سے بڑی نعمت ہے، یا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا پر تہمت لگاتا ہے یا سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی صحابیت کا انکار کرتا ہے (ت)

تو پسرِ بکر اگر مرتد نہ تھا اب مرتد ہوگیا۔ خزانۃ المفتین و ظہیریہ و عالمگیریہ و حدیقہ ندیہ وغیرہا میں منکرانِ ضروریاتِ دین رافضیوں کے بارہ میں ہے:

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۶۴

[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب المرتد داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۶۲

www.alahazratnetwork.org

ھؤلاء القوم خارجون عن ملۃ الاسلام و احکامھم احکام المرتدین[1]

یہ لوگ ملّتِ اسلامیہ سے خارج ہیں اور ان کے احکام مرتدین والے ہیں۔ (ت)

اس کے مرتد ہوتے ہی نکاح فوراً فوراً فسخ و باطل محض ہوگیا، تنویر الابصار و شرح علائی میں ہے:

ارتداد احد الزوجین فسخ عاجل بلا قضاء[2] (ملخصاً)

زوجین میں سے کسی ایک کے مرتد ہوجانے سے بلاتاخیر نکاح فسخ ہوجاتا ہے (ت)

عورت کو حرام قطعی ہے کہ اسے شوہر سمجھے، زید پر حرام قطعی ہے کہ دختر کو رخصت کرے، اگر قربت واقع ہوگی زنائے خالص ہوگا، اگر اولاد ہوگی ولدالزنا ہوگی۔ درمختار میں ہے:

فی شرح الوھبانیۃ للشرنبلالی مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا[3]

شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ جو چیز بالاتفاق کفر ہو اس سے عمل اور نکاح باطل ہوجاتا ہے اور اس کی اولاد ولدِ زنا قرار پاتی ہے۔ (ت)

اگر بالفرض پسرِ بکر اب اپنے آپ کو سُنّی ظاہر کرے بلکہ حقیقۃً سچا پکا خالص مخلص سُنّی ہوجائے تو نکاح کو فسخ و باطل ہوگیا عود نہیں کرسکتا، نہ عورت پر جبر ہوسکتا ہے کہ اس سے از سرِ نو نکاح کرے، جامع الفصولین میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

لو ارتد ھو لا تجبر المرأۃ علی التزوج[4] واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر خاوند مرتد ہوجائے تو عورت کو (دوبارہ) نکاح پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۶۴

[2] درمختار شرح تنویر الابصار باب نکاح الکافر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۰

[3] درمختار باب المرتد " " " ۱/۳۵۹

[4] جامع الفصولین الفصل الثامن والثلاثون فی مسائل کلمات الکفر اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۳۱۰

رسالہ

رَدُّ الرِّفضۃ

۱۳۲۰ھ

(تبرائی رافضیوں کا رَد)

www.alahazratnetwork.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۳۴: از سیتاپور مرسلہ جناب حکیم سید محمد مہدی صاحب ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بی بی سیدہ سُنّی المذہب نے انتقال کیا اس کے بعض بنی عم رافضی تبرائی ہیں، وہ عصبہ بن کر ورثہ سے ترکہ لینا چاہتے ہیں حالانکہ روافض کے یہاں عصوبت اصلاً نہیں، اس صورت میں وہ مستحق ارث ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

الحمدللہ الذی ھدانا وکفانا، واوانا عن الرفض والخروج، وکل بلاء نجانا، والصلٰوۃ والسلام علٰی سیدنا ومولٰنا وملجانا ومأوانا محمد وآلہ وصحبہ الاولین ایمانا والاحسنین احسانا والامکنین ایقانا آمین!

سب حمدیں اس اللہ تعالٰی کے لیے جس نے ہمیں ہدایت دی اور رفض اور خروج سے کفایت اور پناہ دی اور ہر بلاء سے نجات دی، اور صلٰوۃ وسلام ہو ہمارے آقا مولٰی، ہمارے ملجا اور ماوٰی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور ان کی آل وصحابہ پر جو ایمان لانے میں پہلے اور نیکی میں احسن اور ایمان و یقین میں پختہ ہیں، آمین!

صورتِ مستفسرہ میں یہ رافضی اس مرحومہ سیّدہ سنّیہ کے ترکہ سے کچھ نہیں پاسکتے اصلاً کسی قسم کا استحقاق نہیں رکھتے اگرچہ بنی عم نہیں خاص حقیقی بھائی بلکہ اس سے بھی قریب رشتے کے کہلاتے اگرچہ وہ عصوبت کے منکر نہ بھی ہوتے کہ اُن کی محرومی دینی اختلاف کے باعث ہے۔ سراجیہ میں ہے:

موانع الارث اربعۃ (الٰی قولہ) واختلاف الدینین۔[1]

وراثت کے موانع چار ہیں، دین کا اختلاف، تک بیان کیا۔ (ت)

تحقیق مقام وتفصیلِ مرام یہ ہے کہ رافضی تبرائی جو حضرات شیخین صدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما خواہ اُن میں سے ایک کی شان پاک میں گستاخی کرے اگرچہ صرف اسی قدر کہ انھیں امام وخلیفۂ برحق نہ مانے۔ کتب معتمدۂ فقہ حنفی کی تصریحات اور عامۂ ائمہ ترجیح وفتوٰی کی تصحیحات پر مطلقاً کافر ہے۔ درمختار مطبوعہ مطبع ہاشمی صفحہ ۶۴ میں ہے:

ان انکر بعض ما علم من الدین ضرورۃ کفر بھا کقولہ ان اللہ تعالٰی جسم کالاجسام وانکارہ صحبۃ الصدیق۔[2]

اگر ضروریاتِ دین سے کسی چیز کا منکر ہو تو کافر ہے مثلاً یہ کہنا کہ اللہ تعالٰی اجسام کے مانند جسم ہے یا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی صحابیت کا منکر ہونا۔

طحطاوی حاشیۂ درمختار مطبوعہ مصر جلد اول ص ۲۴۴ میں ہے: وکذا خلافتہ[3] اور ایسے ہی آپ کی خلافت کا انکار کرنا بھی کفر ہے۔ فتاوٰی خلاصہ قلمی کتاب الصلٰوۃ فصل ۱۵ اور خزانۃ المفتین قلمی کتاب الصلٰوۃ فصل فی من یصح الاقتداء بہ ومن لایصح میں ہے:

الرافضی ان فضل علیا علی غیرہ فھو مبتدع ولو انکر خلافۃ الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ فھو کافر۔[4]

رافضی اگر مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کو سب صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے افضل جانے تو بدعتی گمراہ ہے اور اگر خلافتِ صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا منکر ہو تو کافر ہے۔

فتح القدیر شرح ہدایہ مطبع مصر جلد اول ص ۲۴۸ اور حاشیۂ تبیین العلامہ احمد الشلبی مطبوعہ مصر جلد اول ص ۱۳۵ میں ہے:

---

[1] السراجی فی المیراث — فصل فی الموانع — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ص ۴

[2] درمختار — باب الامامۃ — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۸۳

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار — باب الامامۃ — دارالمعرفۃ بیروت — ۱/۲۴۴

[4] خزانۃ المفتین — کتاب الصلٰوۃ فصل فی من یصح الاقتداء بہ ومن لایصح — قلمی — ۱/۲۸

فی الروافض من فضل علیا علی الثلاثۃ فمبتدع وان انکر خلافۃ الصدیق او عمر رضی اللہ عنہما فھو کافر[1]

رافضیوں میں جو شخص مولٰی علی کو خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے افضل کہے گمراہ ہے اور اگر صدیق یا فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما کی خلافت کا انکار کرے تو کافر ہے۔

وجیز امام کردری مطبوعہ مصر جلد ۳ ص ۳۱۸ میں ہے:

من انکر خلافۃ ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ فھو کافر فی الصحیح ومن انکر خلافۃ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ فھو کافر فی الاصح[2]۔

خلافتِ ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا منکر کافر ہے، یہی صحیح ہے، اور خلافتِ عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا منکر بھی کافر ہے، یہی صحیح تر ہے۔

تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق مطبوعہ مصر جلد اول ص ۱۳۴ میں ہے:

قال المرغینانی تجوز الصلٰوۃ خلف صاحب ھوی وبدعۃ ولا تجوز خلف الرافضی والجھمی والقدری والمشبہ ومن یقول بخلق القراٰن حاصلہ ان کان ھوی لا یکفر بہ صاحبہ تجوز مع الکراھۃ والا فلا[3]

امام مرغینانی نے فرمایا بدمذہب بدعتی کے پیچھے نماز ادا ہوجائے گی اور رافضی، جہمی، قدری، مشبہی کے پیچھے ہوگی ہی نہیں، اور اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر اس بدمذہبی کے باعث وہ کافر نہ ہو تو نماز اُس کے پیچھے کراہت کے ساتھ ہوجائے گی ورنہ نہیں۔

www.alahazratnetwork.org

فتاوٰی عالمگیریہ مطبوعہ مصر جلد اول ص ۸۴ میں اس عبارت کے بعد ہے:

ھکذا فی التبیین والخلاصۃ وھو الصحیح ھکذا فی البدائع۔

ایسا ہی تبیین الحقائق وخلاصہ میں ہے اور یہی صحیح ہے، ایسا ہی بدائع میں ہے۔

اُسی کی جلد ۳ صفحہ ۲۶۴ اور بزازیہ جلد ۳ صفحہ ۳۱۹ اور الاشباہ قلمی فن ثانی کتاب السیر اور اتحاف الابصار والبصائر مطبوعہ مصر صفحہ ۱۸۷ اور فتاوٰی انقرویہ مطبوعہ مصر جلد اول ص ۲۵ اور واقعات المفتین مطبوعہ مصر ص ۱۳ سب میں فتاوٰی خلاصہ سے ہے:

الرافضی ان کان یسب الشیخین ویلعنھما (والعیاذ باللہ تعالٰی) فھو کافر وان کان

رافضی تبرائی جو حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو معاذ اللہ بُرا کہے کافر ہے، اور اگر مولا علی کرم اللہ

---

[1] حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق کتاب الصلٰوۃ باب الامامۃ والحدث فی الصلٰوۃ المطبعۃ الکبری الامیریہ مصر ۱/ ۱۳۵

[2] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ نوع فیما یتصل بہا مما یجب اکفارہ من اہل البدع نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۳۱۸

[3] تبیین الحقائق کتاب الصلٰوۃ باب الامامۃ والحدث فی الصلٰوۃ المطبعۃ الکبری الامیریہ مصر ۱/ ۱۳۴

يفضل عليا كرم الله تعالى وجهه عليهما فهو مبتدع[1]

تعالیٰ وجہہ کو صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے افضل بتائے تو کافر نہ ہوگا مگر گمراہ ہے۔

اُسی کے صفحہ مذکورہ اور برجندی شرح نقایہ مطبوعہ لکھنؤ جلد ۴ ص ۲۱ میں فتاوٰی ظہیریہ سے ہے:

من انکر امامة ابی بکر الصدیق رضی الله تعالیٰ عنه فهو کافر وعلی قول بعضهم هو مبتدع ولیس بکافر والصحیح انه کافر وکذٰلك من انکر خلافة عمر رضی الله تعالیٰ عنه فی اصح الاقوال[2]

امامت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر کافر ہے، اور بعض نے کہا بدمذہب ہے کافر نہیں، اور صحیح یہ ہے کہ وہ کافر ہے، اسی طرح خلافت فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا منکر بھی صحیح قول پر کافر ہے۔

وہیں فتاوٰی بزازیہ سے ہے:

ویجب اکفارهم باکفار عثمان وعلی وطلحة و زبیر وعائشة رضی الله تعالیٰ عنهم[3]

رافضیوں، ناصبیوں اور خارجیوں کو کافر کہنا واجب ہے اس سبب سے کہ وہ امیر المومنین عثمان و مولیٰ علی وحضرت طلحہ وحضرت زبیر وحضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کافر کہتے ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

بحر الرائق مطبوعہ مصر جلد ۵ ص ۱۳۱ میں ہے:

یکفر بانکاره امامة ابی بکر رضی الله تعالیٰ عنه علی الاصح کانکاره خلافة عمر رضی الله تعالیٰ عنه علی الاصح[4]

اصح یہ ہے کہ ابوبکر یا عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی امامت وخلافت کا منکر کافر ہے۔

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر مطبوعہ قسطنطنیہ جلد اول ص ۱۰۵ میں ہے:

الرافضی ان فضل علیا فهو مبتدع وان انکر خلافة الصدیق فهو کافر[5]

رافضی اگر صرف تفضیلیہ ہو تو بدمذہب ہے اور اگر خلافت صدیق کا منکر ہو تو کافر ہے۔

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ نوع فیما یتصل بہا نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۳۱۹

[2] برجندی شرح نقایہ کتاب الشہادۃ فصل یقبل الشہادۃ من اہل الاہواء نولکشور لکھنؤ ۴/۲۰-۲۱

[3] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ نوع فیما یتصل بہا مما یجب اکفارہ الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۳۱۸

[4] بحر الرائق باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/۱۲۱

[5] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کتاب الصلوٰۃ فصل الجماعۃ سنۃ مؤکدۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۰۸

اُسی کے صفحہ ۶۳۱ میں ہے:

یکفر بانکارہ صحبۃ ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ وبانکارہ امامتہ علی الاصح وبانکارہ صحبۃ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ علی الاصح۔[1]

جو شخص ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی صحابیت کا منکر ہو کافر ہے۔ یونہی جو اُن کے امام برحق ہونے کا انکار کرے مذہب اصح میں کافر ہے، یونہی عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی صحابیت کا انکار قولِ اصح پر کفر ہے۔

غنیہ شرح منیہ مطبوعہ قسطنطنیہ ص ۵۱۴ میں ہے:

المراد بالمبتدع من یعتقد شیئا علی خلاف مایعتقدہ اھل السنۃ والجماعۃ وانما یجوز الاقتداء بہ مع الکراھۃ اذا لم یکن مایعتقدہ یؤدی الی الکفر عند اھل السنۃ اما لوکان مؤدیا الی الکفر فلا یجوز اصلا کالغلاۃ من الروافض الذین یدعون الالوھیۃ لعلی رضی اللہ تعالٰی عنہ اوان النبوۃ کانت لہ فغلط جبریل ونحو ذٰلک مما ھو کفر وکذا من یقذف الصدیقۃ اوینکر صحبۃ الصدیق اوخلافتہ اویسب الشیخین۔[2]

بدمذہب سے وہ مراد ہے جو کسی بات کا اہلسنت وجماعت کے خلاف عقیدہ رکھتا ہو، اور اس کی اقتدا کراہت کے ساتھ اُس حال میں جائز ہے جب اُس کا عقیدہ اہلسنت کے نزدیک کفر تک نہ پہنچاتا ہو، اگر کفر تک پہنچائے تو اصلاً جائز نہیں، جیسے غالی رافضی کہ مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کو خدا کہتے ہیں، یا یہ کہ نبوت ان کے لئے تھی جبریل نے غلطی کی۔ اور اسی قسم کی اور باتیں کہ کفر ہیں، اور یونہی جو حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کو معاذ اللہ اُس تہمت ملعونہ کی طرف نسبت کرے یا صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی صحابیت یا خلافت کا انکار کرے یا شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو بُرا کہے۔

کفایہ شرح ہدایہ مطبع بمبئی جلد اول اور مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق مطبع احمدی ص ۳۲ میں ہے:

ان کان ھواہ یکفر اھلہ کالجھمی والقدری الذی قال بخلق القرآن والرافضی الغالی الذی ینکر خلافۃ ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ لاتجوز الصلٰوۃ خلفہ۔[3]

بدمذہبی اگر کافر کردے جیسے جہمی اور قدری کہ قرآن کو مخلوق کہے، اور رافضی غالی کہ خلافتِ صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا انکار کرے اُس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب المرتد فصل ان الفاظ الکفر انواع دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۹۲

[2] غنیۃ المستملی فصل الاولی بالامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۵

[3] مستخلص الحقائق باب فی بیان احکام الامامۃ مطبع کانشی رام بروکس لاہور ۱/۲۰۲

الکفایۃ مع فتح القدیر باب الامامۃ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۵

شرح کنز للملا مسکین مطبع مصر جلد اول صفحہ ۲۰۸ علی ہامش فتح المعین میں ہے:

فی الخلاصۃ یصح الاقتداء باھل الاھواء الا الجھمیۃ والجبریۃ والقدریۃ والرافضی الغالی ومن یقول بخلق القرآن والمشبہ، وجملتہ ان من کان من اھل قبلتنا ولم یغل فی ھواہ حتی لم یحکم بکونہ کافرا تجوز الصلوۃ خلفہ وتکرہ واراد بالرافضی الغالی الذی ینکر خلافۃ ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ[1]

خلاصہ میں ہے بد مذہبوں کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے سوائے جہمیہ جبریہ قدریہ و رافضی غالی قائل خلق قرآن و مشبہ کے اور حاصل یہ کہ اہل قبلہ سے جو اپنی بد مذہبی میں غالی نہ ہو یہاں تک کہ اُسے کافر کہا جائے اُس کے پیچھے نماز بکراہت جائز ہے۔ اور رافضی غالی سے وہ مراد ہے جو صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خلافت کا منکر ہو۔

طحطاوی علی مراقی الفلاح مطبع مصر صفحہ ۱۹۱ میں ہے:

ان انکر خلافۃ الصدیق کفر والحق فی الفتح عمر بالصدیق فی ھذا الحکم والحق فی البرھان عثمان بھما ایضا ولا تجوز الصلوۃ خلف منکر المسح علی الخفین او صحبۃ الصدیق ومن یسب الشیخین او یقذف الصدیقۃ ولا خلف من انکر بعض ما علم من الدین ضرورۃ لکفرہ ولا یلتفت الی تاویلہ و اجتھادہ[2]

یعنی خلافتِ صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا منکر کافر ہے، اور فتح القدیر میں فرمایا کہ خلافتِ فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا منکر بھی کافر ہے، اور برہان شرح مواہب الرحمن میں فرمایا خلافتِ عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کا منکر بھی کافر ہے اور نماز اس کے پیچھے جائز نہیں جو مسح موزہ یا صحابیتِ صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا منکر ہو یا شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو بُرا کہے یا صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا پر تہمت رکھے، اور نہ اس کے پیچھے جو ضروریاتِ دین سے کسی شے کا منکر ہو کہ وہ کافر ہے اور اُس کی تاویل کی طرف التفات نہ ہوگا نہ اس جانب کہ اس نے رائے کی غلطی سے ایسا کہا۔

نظم الفرائد منظومہ علامہ ابن وہبان مطبوعہ مصر ہامش مجیبہ صفحہ ۴۲ اور نسخہ قدیمہ قلمیہ مع الشرح فصل من کتاب السیر میں ہے:

ومن لعن الشیخین اوسب کافر ومن قال فی الایدی الجوارح اکفر
وصحح تکفیر منکر خلافۃ ال عتیق وفی الفاروق ذلک الاظھر[3]

---

[1] شرح کنز للملا مسکین علی ہامش فتح المعین باب الامامۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۰۸

[2] طحطاوی علی مراقی الفلاح باب الامامۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۵

[3] نظم الفرائد منظومۃ ابن وہبان

جو شخص حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰے عنہما پر تبرا بکے یا بُرا کہے کافر ہے، اور جو کہے ید اللہ سے ہاتھ مراد ہے وہ اس سے بڑھ کر کافر ہے اور خلافتِ صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے انکار میں قول مصحح تکفیر ہے اور یہی دربارۂ انکار خلافت فاروق رضی اللہ عنہ اظہر ہے۔

تیسیر المقاصد شرح وہبانیہ للعلامہ الشرنبلالی قلمی کتاب السیر میں ہے:

الرافضی اذا سب ابابکر وعمر رضی اللہ تعالٰے عنہما ولعنہما یکون کافرا وان فضل علیہما علیا لا یکفر وھو مبتدع[1]

رافضی اگر شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو بُرا کہے یا اُن پر تبرا بکے کافر ہو جائے۔ اور اگر مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کو اُن سے افضل کہے کافر نہیں گمراہ بدمذہب ہے۔

اسی میں وہیں ہے:

من انکر خلافۃ ابی بکر الصدیق فھو کافر فی الصحیح وکذا منکر خلافۃ ابی حفص عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ فی الاظہر[2]

خلافتِ صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا منکر مذہب صحیح پر کافر ہے، اور ایسا ہی قولِ اظہر میں خلافت فاروق رضی اللہ تعالٰے عنہ کا منکر بھی۔

فتوٰی علامہ نوح آفندی، پھر محمود شیخ الاسلام عبید اللہ آفندی، پھر مغنی المستفتی عن سوال المفتی، پھر عقود الدریۃ مطبع مصر جلد اول ص ۹۲ و ۹۳ میں ہے:

الروافض کفرۃ جمعوا بین اصناف الکفر منہا انہم ینکرون خلافۃ الشیخین ومنہا انہم یسبون الشیخین سود اللہ وجوھھم فی الدارین فمن اتصف بواحد من ھذہ الامور فھو کافر ملتقطا[3]

رافضی کافر ہیں طرح طرح کے کفروں کے مجمع ہیں ازانجملہ خلافت شیخین کا انکار کرتے ہیں ازانجملہ شیخین کو بُرا کہتے ہیں، اللہ تعالٰی دونوں جہان میں رافضیوں کا منہ کالا کرے، جو ان میں کسی بات سے متصف ہو کافر ہے۔ ملتقطا۔

انہیں میں ہے:

---

[1] تیسیر المقاصد شرح وہبانیہ للشرنبلالی

[2] " " " " " "

[3] عقود الدریۃ باب الردۃ والتعزیر ارگ بازار قندھار افغانستان ۱ / ۴ - ۱۰۳

اما سب الشیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما فانہ کسب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقال الصدر الشہید من سب الشیخین اولعنہما یکفر[1]

شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو برا کہنا ایسا ہے جیسا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنا، اور امام صدر شہید نے فرمایا، جو شیخین کو برا کہے یا تبرا بکے کافر ہے۔

عقود الدریہ میں بعد نقل فتوٰی مذکورہ ہے،

وقد اکثر مشائخ الاسلام من علماء الدولۃ العثمانیۃ لازالت مؤیدۃ بالنصرۃ العلیۃ الافتاء فی شان الشیعۃ المذکورین وقد اشبع الکلام فی ذلک کثیر منہم والفوافیہ الرسائل وممن افتی بنحو ذلک فیہم المحقق المفسر ابو السعود افندی العمادی ونقل عبارتہ العلامۃ الکواکبی الحلبی فی شرحہ علی منظومتہ الفقہیۃ المسماۃ بالفرائد السنیۃ[2]

علمائے دولت عثمانیہ کہ ہمیشہ نصرت الٰہی سے مؤید رہے، ان سے جو اکابر شیخ الاسلام ہوئے انھوں نے شیعوں کے باب میں کثرت سے فتوے دئے، بہت نے طویل بیان لکھے اور اس بارے میں رسالے تصنیف کئے، اور انھیں میں سے جنھوں نے روافض کے کفر و ارتداد کا فتوٰی دیا۔ محقق مفسر ابو مسعود آفندی عمادی (سردار مفتیان دولت علیہ عثمانیہ) ہیں اور ان کی عبارت علامہ کواکبی حلبی نے اپنے منظومۂ فقہیہ مسمّٰی بہ فرائد سنیہ کی شرح میں نقل کی۔

www.alahazratnetwork.org

اشباہ قلمی فن ثانی باب الردۃ اور اتحاف ص۱۸۵ اور الفتوٰی جلد اول ص۲۵ اور واقعات المفتین ص۱۳ سب میں مناقب کردری سے ہے،

یکفر اذا انکر خلافتہما او یبغضہما لمحبۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لہما[3]

جو خلافت شیخین کا انکار کرے یا ان سے بغض رکھے کافر ہے کہ وہ تو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے محبوب ہیں

بلکہ بہت اکابر نے تصریح فرمائی کہ رافضی تبرائی ایسے کافر ہیں جن کی توبہ بھی قبول نہیں، تنویر الابصار متن درمختار مطبع ہاشمی ص ۳۱۹ میں ہے،

---

[1] عقود الدریۃ باب الردۃ والتعزیر ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/۱۰۴

[2] " " " " " " " ۱/۱۰۵

[3] واقعات المفتین کتاب السیر دائرۂ معارف اسلامیہ، بلوچستان ص ۱۳

17 کل مسلم ارتد فتوبتہ مقبولۃ الا الکافر بسب النبی او الشیخین او احدھما۔[1]

ہر مرتد کی توبہ قبول ہے مگر وہ جو کسی نبی یا حضرات شیخین یا ان میں ایک کی شان میں گستاخی سے کافر ہوا۔

اشباہ والنظائر قلمی فن ثانی کتاب السیر اور فتاوٰی خیریہ مطبوعہ مصر جلد اول ص ۹۴ و ۹۵ اور اتحاف الابصار والبصائر مطبوعہ مصر ص۱۸۶ میں ہے:

کافر تاب فتوبتہ مقبولۃ فی الدنیا والاٰخرۃ الا جماعۃ الکافر بسب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وسائر الانبیاء وبسب الشیخین او احدھما۔[2]

جو کافر توبہ کرے اس کی توبہ دنیا و آخرت میں قبول ہے مگر کچھ کافر ایسے ہیں جن کی توبہ مقبول نہیں ایک وہ جو ہمارے نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم خواہ کسی نبی کی شان میں گستاخی کے سبب کافر ہوا، دوسرا وہ کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما دونوں یا ایک کو بُرا کہنے کے باعث کافر ہوا۔

درمختار میں ہے:

فی البحر عن الجوھرۃ معزیا للشھید من سب الشیخین او طعن فیھما کفر ولا تقبل توبتہ وبہ اخذ الدبوسی وابو اللیث وھو المختار للفتوی انتھی وجزم بہ الاشباہ واقرہ المصنف۔[3]

یعنی بحرالرائق میں بحوالہ جوہرہ نیرہ شرح مختصر قدوری امام صدر شہید سے منقول ہے جو شخص حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو بُرا کہے یا اُن پر طعن کرے وہ کافر ہے اس کی توبہ قبول نہیں، اور اسی پر امام دبوسی و امام فقیہ ابو اللیث سمرقندی نے فتوٰی دیا، اور یہی قول فتوٰی کے لئے مختار ہے، اسی پر اشباہ میں جزم کیا اور علامہ شیخ الاسلام محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی نے اسے برقرار رکھا۔

اور ظاہر کہ کوئی کافر کسی مسلمان کا ترکہ نہیں پاسکتا۔ درمختار صفحہ ۲۸۳ میں:

موانعہ الرق والقتل واختلاف الملتین اسلاما وکفرا ملتقطا۔[4]

یعنی میراث کے مانع ہیں غلام ہونا اور مورث کو قتل کرنا اور مورث و وارث میں اسلام و کفر کا اختلاف۔

تبیین الحقائق جلد ۶ ص ۲۴۰ اور عالمگیری جلد ۶ ص ۴۵۴ میں ہے:

---

[1] درمختار — کتاب الجہاد — باب المرتد — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/ ۳۵۶-۵۷

[2] فتاوٰی خیریہ — کتاب السیر — باب المرتدین — دار المعرفۃ بیروت — ۱/ ۱۰۲

[3] درمختار شرح تنویر الابصار — باب المرتد — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/ ۳۵۶

[4] درمختار " " — کتاب الفرائض — " " " — ۲/ ۳۵۴

17/17

اختلاف الدین ایضا یمنع الارث والمراد بہ الاختلاف بین الاسلام والکفر[1] — مورث ووارث میں دینی اختلاف بھی مانع میراث ہے' اور اس سے مراد اسلام وکفر کا اختلاف ہے۔

بلکہ رافضی خواہ وہابی خواہ کوئی کلمہ گو جو باوصف ادعائے اسلام عقیدۂ کفر رکھے وہ تو بتصریح ائمۂ دین سب کافروں سے بدتر کافر یعنی مرتد کے حکم میں ہے۔ ہدایہ مطبع مصطفائی جلد اخیر صفحہ ۵۶۳ اور درمختار صفحہ ۶۶۸ اور عالمگیری جلد ۶ صفحہ ۱۳۲ میں ہے:

صاحب الھوی ان کان یکفر فھو بمنزلۃ المرتد[2] — بدمذہب اگر عقیدہ کفریہ رکھتا ہو تو مرتد کی جگہ ہے۔

غرر متن درر مطبع مصر جلد ۲ صفحہ ۴۴۶ میں ہے:

ذوھوی ان اکفر فکالمرتد[3] — بدمذہب اگر تکفیر کیا جائے تو مثل مرتد کے ہے۔

ملتقی الابحر اور اس کی شرح مجمع الانہر جلد ۲ صفحہ ۶۸۹ میں ہے:

ان حکم بکفرہ بما ارتکبہ من الھوی فکالمرتد[4] — اگر اُسی بدمذہبی کے سبب اُس کے کفر کا حکم دیا جائے تو وُہ مرتد کی مثل ہے۔

نیز فتاوٰی ہندیہ جلد ۲ صفحہ ۲۶۴ اور طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح حدیقہ ندیہ مطبع مصر جلد اول صفحہ ۲۰۷، ۲۰۸ اور برجندی شرح نقایہ جلد ۴ صفحہ ۲۰ میں ہے:

یجب اکفار الرافض فی قولھم برجعۃ الاموات الی الدنیا (الی قولہ) وھؤلاء القوم خارجون عن ملۃ الاسلام واحکامھم احکام المرتدین کذا فی الظھیریۃ[5] — یعنی رافضیوں کو اُن کے عقائد کفریہ کے باعث کافر کہنا واجب ہے، یہ لوگ دین اسلام سے خارج ہیں اُن کے احکام بعینہٖ مرتدین کے احکام ہیں، ایسا ہی فتاوٰی ظہیریہ میں ہے۔

اور مرتد اصلاً صالح وراثت نہیں، مسلمان تو مسلمان کسی کافر حتی کہ خود اپنے ہم مذہب مرتد کا

---

[1] تبیین الحقائق — کتاب الفرائض — المطبعۃ الکبری الامیریہ مصر — ٦/٢٤٠

[2] فتاوٰی ہندیہ — الباب الثامن فی وصیۃ الذمی والحربی — نورانی کتب خانہ پشاور — ٦/١٣٠

[3] غرر الاحکام مع الدرر الحکام، کتاب الوصایا فصل وصایا الذمی — احمد کامل الکائنۃ العلیہ مصر — ٢/٤٤٦

[4] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کتاب الوصایا باب وصیۃ الذمی — داراحیاء التراث العربی بیروت — ٢/٧١٧

[5] فتاوٰی ہندیہ — باب المرتدین — نورانی کتب خانہ پشاور — ٢/٢٦٤

ترکہ بھی ہرگز اسے نہیں پہنچ سکتا۔ عالمگیری جلد ۶ ص ۴۵۵ میں ہے:

المرتد لایرث من مسلم ولا من مرتد مثلہ کذا فی المحیط[1] — مرتد نہ کسی مسلمان اور نہ ہی اپنے جیسے مرتد کا وارث ہوگا، ایسے ہی محیط میں ہے۔ (ت)

خزانۃ المفتین میں ہے:

المرتد لایرث من احد لا من المسلم ولا من الذمی ولا من مرتد مثلہ[2] — مرتد کسی کا بھی وارث نہ بنے گا نہ مسلمان نہ ذمی اور نہ ہی اپنے جیسے مرتد کا۔ (ت)

یہ حکم فقہی مطلق تبرائی رافضیوں کا ہے اگرچہ تبرّا و انکار خلافت شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے سوا ضروریاتِ دین کا انکار نہ کرتے ہوں،

والاحوط فیہ قول المتکلمین انھم ضلال من کلاب النار لاکفار وبہ ناخذ۔ — اس میں محتاط متکلمین کا قول ہے کہ وہ گمراہ اور جہنمی کتے ہیں کافر نہیں، اور یہی ہمارا مسلک ہے۔ (ت)

اور روافضِ زمانہ تو ہرگز صرف تبرائی نہیں بلکہ یہ تبرائی علی العموم منکرانِ ضروریاتِ دین اور باجماعِ مسلمین یقیناً قطعاً کفار مرتدین ہیں یہاں تک کہ علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ جو انھیں کافر نہ جانے خود کافر ہے، بہت عقاید کفریہ کے علاوہ دو کفر صریح میں اُن کے عالم جاہل مرد عورت چھوٹے بڑے سب بالاتفاق گرفتار ہیں،

کفر اول: قرآنِ عظیم کو ناقص بتاتے ہیں، کوئی کہتا ہے اس میں سے کچھ سورتیں امیر المومنین عثمان غنی ذوالنورین یا دیگر صحابہ یا اہلسنت رضی اللہ تعالٰی عنہم نے گھٹا دیں، کوئی کہتا ہے کچھ لفظ بدل دئے، کوئی کہتا ہے یہ نقص و تبدیل اگرچہ یقیناً ثابت نہیں محتمل ضرور ہے اور جو شخص قرآن مجید میں زیادت یا نقص یا تبدیل کسی طرح کے تصرفِ بشری کا دخل مانے یا اُسے محتمل جانے بالاجماع کافر مرتد ہے کہ صراحۃً قرآن عظیم کی تکذیب کر رہا ہے، اللہ عزوجل سورۂ حجر میں فرماتا ہے:

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون[3] — بیشک ہم نے اتارا یہ قرآن اور بیشک بالیقین ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

بیضاوی شریف مطبع لکھنؤ صفحہ ۴۲۸ میں ہے:

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الفرائض الباب السادس فی میراث اہل الکفر نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۴۵۵

[2] خزانۃ المفتین کتاب الفرائض قلمی ۲/۲۵۰

[3] القرآن الکریم ۱۵/۹

لحفظون ای من التحریف والزیادۃ و النقص[1]

تبدیل وتحریف اور کمی بیشی سے حفاظت کرنے والے ہیں۔(ت)

جلالین شریف میں ہے:

لحفظون من التبدیل والتحریف والزیادۃ والنقص[2]

یعنی حق تعالٰی فرماتا ہے ہم خود اُس کے نگہبان ہیں اُس سے کہ کوئی اُسے بدل دے یا اُلٹ پلٹ کردے یا کچھ بڑھا دے یا گھٹا دے۔

جمل مطبع مصر جلد ۲ ص ۵۶۱ میں ہے:

بخلاف سائر الکتب المنزلۃ فقد دخل فیھا التحریف والتبدیل بخلاف القراٰن فانہ محفوظ عن ذٰلک لایقدر احد من جمیع الخلق الانس والجن ان یزید فیہ اوینقص منہ حرفا واحدا اوکلمۃ واحدۃ۔[3]

یعنی بخلاف اور کتبِ آسمانی کے کہ اُن میں تحریف و تبدیل نے دخل پایا، اور قرآن اس سے محفوظ ہے: تمام مخلوق جن وانس کسی کی جان نہیں کہ اُس میں ایک لفظ یا ایک حرف بڑھا دیں یا کم کردیں۔

www.alahazratnetwork.org

اللہ تعالٰی سورہ حٰم السجدہ میں فرماتا ہے:

وانہ لکتٰب عزیز ۝ لایاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید[4] ۝

بیشک یہ قرآن شریف معزز کتاب ہے باطل کو اس کی طرف اصلاً راہ نہیں، نہ سامنے سے نہ پیچھے سے، یہ اتارا ہوا ہے حکمت والے سراہے ہوئے کا۔

تفسیر معالم التنزیل شریف مطبوعہ بمبئی جلد ۴ ص ۲۵ میں ہے:

قال قتادۃ والسدی الباطل ھو الشیطان لایستطیع ان یغیرہ اویزید فیہ اوینقص منہ قال الزجاج معناہ انہ محفوظ من

یعنی قتادہ و سُدی مفسرین نے کہا باطل کہ شیطان ہے قرآن میں کچھ گھٹا بڑھا بدل نہیں سکتا۔ زجاج نے کہا باطل کہ زیادت ونقصان ہیں قرآن اُن سے محفوظ

---

[1] انوار التنزیل المعروف بالبیضاوی تحت آیۃ انا نحن نزلنا الذکر الخ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۰۰

[2] تفسیر جلالین " " " " " " اصح المطابع دہلی ص ۲۱۱

[3] الفتوحات الالٰہیہ " " " " " " مصطفی البابی مصر ۲/ ۵۳۹

[4] القرآن الکریم ۴۱/ ۴۱ و ۴۲

ان ینقص منه فیأتیه الباطل من بین یدیه اویزاد فیه فیأتیه الباطل من خلفه وعلی هذا المعنی الباطل الزیادة والنقصان[1]۔

ہے، کچھ کم ہوجائے تو باطل سامنے سے آئے بڑھ جائے تو پس پشت سے۔ اور یہ کتاب ہر طرح باطل سے محفوظ ہے۔

کشف الاسرار امام اجل شیخ عبد العزیز بخاری شرح اصول امام ہمام فخر الاسلام بزدوی مطبوع قسطنطنیہ جلد ۳ ص ۸۸ و ۸۹ میں ہے:

کان نسخ التلاوۃ والحکم جمیعا جائزا فی حیاۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاما بعد وفاتہ فلا یجوز قال بعض الرافضۃ والملحدۃ ممن یتستر باظہار الاسلام وھو قاصد الی افسادہ ھذا جائز بعد وفاتہ ایضا وزعموا ان فی القراٰن کانت اٰیات فی امامۃ علی وفی فضائل اھل البیت فکتمھا الصحابۃ فلم تبق بانداراس زمانھم والدلیل علی بطلان ھذا القول قولہ تعالٰی انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون، کذا فی اصول الفقہ لشمس الائمۃ ملتقطا[2]۔

قرآن عظیم سے کسی چیز کی تلاوت وحکم دونوں کا منسوخ ہونا زمانۂ نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں جائز تھا، بعد وفات اقدس ممکن نہیں، بعض وہ لوگ کہ رافضی اور برے زندیق ہیں بظاہر مسلمانی کا نام لے کر اپنا پردہ ڈھانکتے ہیں اور حقیقۃً انھیں اسلام کو تباہ کرنا مقصود ہے، وہ کہتے ہیں کہ یہ بعد وفات والا بھی ممکن ہے، وہ بکتے ہیں کہ قرآن میں کچھ آیتیں امامت مولٰی علی اور فضائل اہلبیت میں تھیں کہ صحابہ نے چھپا ڈالیں جب وہ زمانہ مٹ گیا باقی نہ رہیں اور اس قول کے بطلان پر دلیل خود قرآن عظیم کا ارشاد ہے کہ بیشک ہم نے اتارا یہ قرآن اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔ ایسا ہی امام شمس الائمہ کی کتاب اصول الفقہ میں ہے۔

امام قاضی عیاض شفا شریف مطبع صدیقی ص ۳۶۴ میں بہت سے یقینی اجماعی کفر بیان کرکے فرماتے ہیں:

وکذلک من انکر القراٰن او حرفا منه اوغیر شیئا منه

یعنی اسی طرح وہ بھی قطعاً اجماعاً کافر ہے جو قرآن عظیم یا اس کے کسی حرف کا انکار کرے یا اس میں سے

---

[1] معالم التنزیل علی ہامش الخازن تحت آیۃ وانہ لکتاب عزیز لایأتیہ الخ مصطفی البابی مصر ۶/ ۱۱۳

[2] کشف الاسرار عن اصول البزدوی باب تفصیل المنسوخ دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۸۹-۱۸۸

او زاد فیہ[1]۔ کچھ بدلے یا قرآن میں اس موجودہ میں کچھ زیادہ بتائے۔

فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مطبع لکھنؤ صفحہ ۶۱ میں ہے:

اعلم انی رأیت فی مجمع البیان تفسیر الشیعۃ انہ ذھب بعض اصحابھم الی ان القراٰن العیاذ باللّٰہ کان زائدا علی ھذا المکتوب المقروء قد ذھب بتقصیر من الصحابۃ الجامعین العیاذ باللّٰہ لم یختر صاحب ذٰلک التفسیر ھذا القول فمن قال بھذا القول فھو کافر لانکارہ الضروری[2]۔

یعنی میں نے طبرسی رافضی کی تفسیر مجمع البیان میں دیکھا کہ بعض رافضیوں کے مذہب میں قرآن عظیم معاذ اللہ اس قدر موجود سے زائد تھا جن صحابہ نے قرآن جمع کیا عیاذًا باللہ اُن کے قصور سے جاتا رہا اس مفسر نے یہ قول اختیار نہ کیا، جو اس کا قائل ہو کافر ہے کہ ضروریاتِ دین کا منکر ہے۔

کفر دوم: ان کا ہر متنفس سیدنا امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم و دیگر ائمہ طاہرین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حضرات عالیات انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتحیات سے افضل بتاتا ہے اور جو کسی غیر نبی کو نبی سے افضل کہے باجماع مسلمین کافر بے دین ہے۔ شفاء شریف صفحہ ۳۶۵ میں انہی اجماعی کفروں کے بیان میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

وکذٰلک نقطع بتکفیر غلاۃ الرافضۃ فی قولھم ان الائمۃ افضل من الانبیاء[3]۔

اور اسی طرح ہم یقینی کافر جانتے ہیں اُن غالی رافضیوں کو جو ائمہ کو انبیاء سے افضل بتاتے ہیں۔

امام اجل نووی کتاب الروضہ پھر امام ابن حجر مکی اعلام بقواطع الاسلام مطبع مصر صفحہ ۴۴ میں کلام شفا نقل فرماتے اور مقرر رکھتے ہیں، ملّا علی قاری شرح شفا مطبوعہ قسطنطنیہ جلد ۲ صفحہ ۵۲۶ میں فرماتے ہیں:

ھذا کفر صریح[4] یہ کھلا کفر ہے۔ منح الروض الازہر شرح فقہ اکبر مطبع حنفی ص ۱۴۶ میں ہے:

ما نقل عن بعض الکرامیۃ من جواز کون الولی افضل من النبی کفر و ضلالۃ و الحاد

وہ جو بعض کرامیہ سے منقول ہوا کہ جائز ہے کہ ولی نبی سے مرتبے میں بڑھ جائے یہ کفر و ضلالت و بے دینی و

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی بیان ما ہو من مقالات المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۲/۲۷۴

[2] فواتح الرحموت بذیل المستصفٰی مسئلہ کل مجتہد فی المسئلۃ الاجتہادیۃ الخ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/۳۸۶

[3] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی بیان ما ھو من المقالات ۲/۲۷۵

[4] شرح الشفاء لملا علی قاری " " " " " " دار الفکر بیروت ۲/۵۱۹

وجہالۃ[1] جہالت ہے۔

شرح مقاصد مطبوع قسطنطنیہ جلد ۲ ص ۳۰۵ اور طریقہ محمدیہ علامہ برکوی قلمی آخر فصل اول باب ثانی میں ہے:

واللفظ لہا ان الاجماع منعقد علی ان الانبیاء افضل من الاولیاء[2]

بیشک مسلمانوں کا اجماع قائم ہے اس پر کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اولیائے عظام سے افضل ہیں۔

حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مطبع مصر جلد اول ص ۲۱۵ میں ہے:

التفضیل علی نبی تفضیل علی کل نبی[3]

کسی غیرنبی کو ایک نبی سے افضل کہنا تمام انبیاء سے افضل بتانا ہے۔

شرح عقائد نسفی مطبع قدیم ص ۶۵ پھر طریقہ محمدیہ و حدیقہ ندیہ ص ۲۱۵ میں ہے:

واللفظ لہما (تفضیل الولی علی النبی) مرسلا کان اولا (کفر وضلال کیف وھو تحقیر للنبی) بالنسبۃ الی الولی (وخرق الاجماع) حیث اجمع المسلمون علی فضیلۃ النبی علی الولی الخ باختصار[4]۔

ولی کو کسی نبی سے خواہ وہ نبی مرسل ہو یا غیر مرسل افضل بتانا کفر و ضلال ہے اور کیوں نہ ہو کہ اس میں ولی کے مقابل نبی کی تحقیر اور اجماع کا رد ہے کہ ولی سے نبی کے افضل ہونے پر تمام اہل اسلام کا اجماع ہے الخ اختصاراً۔

ارشاد الساری شرح صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۷۰ میں ہے:

النبی افضل من الولی وھو امر مقطوع بہ والقائل بخلافہ کافر لانہ معلوم من الشرع بالضرورۃ[5]۔

نبی ولی سے افضل ہے اور یہ امر یقینی ہے اور اس کے خلاف کہنے والا کافر ہے کہ یہ ضروریاتِ دین سے ہے۔

www.alahazratnetwork.org

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر باب الولی لایبلغ درجۃ النبی مصطفٰی البابی مصر ص ۱۲۱

[2] طریقہ محمدیہ ان الولی لایبلغ درجۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مکتبہ حنفیہ کوئٹہ ۱/ ۸۴

[3] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیہ والاستخفاف بالشریعۃ کفر مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۳۱۵

[4] " " " " " " " " " " " " " ۱/ ۳۱۶

[5] ارشاد الساری کتاب العلم باب مایستحب للعالم اذا سئل ای الناس اعلم دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۱۴

روافض کے مجتہدانِ حال نے اپنے فتووں میں ان صریح کفروں کا صاف اقرار کیا ہے۔

یہ فتوٰی رسالہ تکملہ رد روافض و رسالہ اظہار الحق مطبوعات مطبع صبح صادق سیتاپور ۱۲۹۳ھ و ۱۸۷۶ء میں مفصل مذکور ہیں جن میں اس مقام کے متعلق یہ الفاظ ہیں:

فتوٰی (۱): چہ می فرمایند مجتہدین دریں مسئلہ کہ مرتبہ ولی مصطفٰی علی مرتضٰی علیہ السلام از سائر انبیائے سابقین علیہم السلام سوائے سرور کائنات محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم افضل ست یا نہ؟ بیّنوا وتوجروا۔

الجواب: افضل ست واللہ یعلم۔

هو العالم ۱۲۸۳

الراقم میر آغا عفی عنہ

فتوٰی (۲): کیا فرماتے ہیں مجتہدین دین اس مسئلہ میں کہ ولی مصطفٰی علی مرتضٰی علیہ السلام ما سوائے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے باقی تمام انبیائے سابقین سے افضل ہیں یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب: افضل ہیں، اللہ جانتا ہے۔ (ت)

هو العالم ۱۲۸۳

الراقم میر آغا عفی عنہ

فتوٰی (۲): چہ میفرمایند دریں مسئلہ کہ در کلام مجید جمع کردہ عثمان تحریف از تخریج آیات مدائح جناب امیر علیہ السلام وغیرہ واقع شدہ یا نہ؟

جواب: ایں امر بسبیل جزم وقطع ثابت نیست لیکن متحمل ست۔ واللہ یعلم۔

هو العالم ۱۲۸۳

الراقم میر آغا عفی عنہ

فتوٰی (۲): آپ کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ عثمان کے جمع کردہ قرآن مجید میں امیر علیہ السلام کی مدح والی آیات میں تحریف کی گئی ہے یا نہیں؟

جواب: یہ چیز یقینی اور قطعی نہیں تاہم احتمال ہے، اللہ جانتا ہے۔

هو العالم ۱۲۸۳

الراقم میر آغا عفی عنہ

www.alahazratnetwork.org

فتوٰی (۳): مسئلہ دوم مرتبہ اہلبیت نبوی صلوات اللہ علیہم اجمعین سیما حضرت علی مرتضٰی از سائر انبیاء افضل ست یا نہ؟

جواب: البتہ مراتب ائمہ ہدٰی از سائر انبیاء بلکہ رسولان اولوالعزم سوائے حضرت خاتم المرسلین صلوات اللہ علیہ زیادہ بود و رتبہ جناب امیر نیز۔

سید علی محمد ۱۲۶۳

فتوٰی (۳): دوسرا مسئلہ کہ نبی کے اہل بیت صلوات اللہ علیہم اجمعین خصوصًا علی مرتضٰی تمام انبیاء سے افضل ہیں یا نہیں؟

جواب: البتہ ائمہ ہدٰی کا مرتبہ تمام انبیاء بلکہ رسولوں سے ماسوائے خاتم المرسلین صلوات اللہ علیہ کے زیادہ تھا اور رتبہ جناب امیر کا بھی۔

سید علی محمد ۱۲۶۳

فتویٰ (۴): مسئلہ ہفتم در قرآن مجید جمع کردۂ عثمان تحریف ونقصان واقع شدہ یا نہ؟

جواب: تحریف جامع القرآن بلکہ محرق ومحرف قرآن در نظم قرآن یعنی ترتیب آیات از کلام مفسرین فریقین وعنوان نظم قرآن مستغنی عن البیان وہمچنیں نقصان بعض آیات واردہ در فضیلت اہلبیت علیہم السلام مدلول قرائن بسیار وآثار بیشمار۔

سید علی محمد ۱۲۶۳

فتویٰ (۴): ساتواں مسئلہ عثمان کے جمع کردہ قرآن مجید میں تحریف اور کمی واقع ہوئی ہے یا نہیں؟

جواب: قرآن کے جامع بلکہ جلانے والے اور تحریف کرنے والے کی تحریف نظم قرآن یعنی ترتیب آیات میں فریقین کے مفسرین کے کلام اور نظم قرآن کے عنوان سے واضح ہے، اور یونہی اہلبیت علیہم السلام کی فضیلت میں وارد بعض آیات میں کمی بہت سے قرائن اور بے شمار آثار سے ثابت ہے۔

سید علی محمد ۱۲۶۳

روافض علی العموم اپنے مجتہدوں کے پیروکار ہوتے ہیں، اگر بفرض غلط کوئی جاہل رافضی ان کھلے کفروں سے خالی الذہن بھی ہو تو فتوائے مجتہدان کے قبول سے اُسے چارہ نہیں اور بفرض باطل یہ بھی مان لیجئے کہ کوئی رافضی ایسا نکلے جو اپنے مجتہدین کے فتویٰ بھی نہ مانے تو الاقل اتنا یقیناً ہوگا کہ ان کفروں کی وجہ سے اپنے مجتہدوں کو کافر نہ کہے گا، بلکہ انھیں اپنے دین کا عالم وپیشوا ومجتہد ہی جانے گا اور جو کسی کافر منکر ضروریات دین کو کافر نہ مانے خود کافر مرتد ہے۔ شفاء شریف ص ۳۶۲ میں انھیں اجماعی کفر کے بیان میں ہے:

ولھذا نکفر من لم یکفر من دان بغیر ملۃ المسلمین من الملل او وقف فیھم او شك او صحح مذھبھم وان اظھر مع ذلك الاسلام واعتقدہ واعتقد ابطال کل مذھب سواہ فھو کافر باظھارہ ما اظھر من خلاف ذلك[1]

ہم اسی واسطے کافر کہتے ہیں ہر اس شخص کو جو کافروں کو کافر نہ کہے یا ان کی تکفیر میں توقف کرے یا شک رکھے یا اُن کے مذہب کی تصحیح کرے اگرچہ اس کے ساتھ اپنے آپ کو مسلمان جتاتا اور اسلام کی حقانیت اور اس کے سوا ہر مذہب کے باطل ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو کہ وہ اُس کے خلاف اُس اظہار سے کہ کافر کو کافر نہ کہا خود کافر ہے۔

اُسی کے صفحہ ۳۲۱ اور فتاوٰی بزازیہ جلد ۳ صفحہ ۳۲۲ اور درر وغرر مطبع مصر جلد اول صفحہ ۳۰۰ اور فتاوٰی خیریہ جلد اول صفحہ ۹۴ و ۹۵ اور درمختار صفحہ ۳۱۹ اور مجمع الانہر جلد اول صفحہ ۶۱۸ میں ہے:

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ فصل فی بیان ما ھو من المقالات المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ص ۲۷۱

www.alahazratnetwork.org

من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[1] | جو اس کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بالیقین خود کافر ہے۔

علمائے کرام نے خود روافض کے بارے میں بالخصوص اس حکم کی تصریح فرمائی، علامہ نوح آفندی وشیخ الاسلام عبداللہ آفندی وعلامہ حامد عمادی آفندی مفتی دمشق الشام وعلامہ سید ابن عابدین شامی عقود جلد اول ص ۹۲ میں اس سوال کے جواب میں کہ رافضیوں کے باب میں کیا حکم فرماتے ہیں،

ھٰؤلاء الکفرۃ جمعوا بین اصناف الکفر ومن توقف فی کفرھم فھو کافر مثلھم[2] اھ مختصرا۔ | یہ کافر طرح طرح کے کفروں کے مجمع ہیں جو ان کے کفر میں توقف کرے خود انھیں کی طرح کافر ہے اھ مختصرا۔

علامۃ الوجود مفتی ابو السعود اپنے فتاوٰی پھر علامہ کواکبی شرح فرائد سنیہ پھر علامہ محمد امین الدین شامی تنقیح الحامدیہ ص ۹۳ میں فرماتے ہیں،

اجمع علماء الاعصار علی ان من شك فی کفرھم کان کافرا[3] | تمام زمانوں کے علماء کا اجماع ہے کہ جو ان رافضیوں کے کفر میں شک کرے خود کافر ہے۔

www.alahazratnetwork.org

تنبیہ جلیل، مسلمانو! اصل مدار ضروریاتِ دین ہیں اور ضروریات اپنے ذاتی روشن بدیہی ثبوت کے سبب مطلقاً ہر ثبوت سے غنی ہوتے ہیں یہاں تک کہ اگر بالخصوص ان پر کوئی نص قطعی اصلاً نہ ہو جب بھی اُن کا وہی حکم رہے گا کہ منکر یقیناً کافر مثلاً عالم بجمیع اجزائہ حادث ہونے کی تصریح کسی نص قطعی میں نہ ملے گی۔ غایت یہ کہ آسمان و زمین کا حدوث ارشاد ہوا ہے مگر باجماعِ مسلمین کسی غیر خدا کو قدیم ماننے والا قطعاً کافر ہے جس کی اسانید کثیرہ فقیر کے رسالہ مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید میں مذکور تو وجہ وہی ہے کہ حدوث جمیع ماسوی اللہ ضروریاتِ دین سے ہے کہ اسے کسی ثبوت خاص کی حاجت نہیں۔ اعلام امام ابن حجر ص ۱ میں ہے،

زاد النووی فی الروضۃ ان الصواب | علامہ نووی نے روضہ میں یہ زائد کہا کہ درست

---

[1] درمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

[2] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ باب الردۃ والتعزیر ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/ ۱۰۲ — ۱۰۳

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/ ۱۰۵

تقیدہ بما اذا جحد مجمعًا علیہ یعلم من دین الاسلام ضرورۃ سواء کان فیہ نص ام لا۔[1]

یہ ہے اسے اس چیز سے مقید کیا جائے جس کا ضروریاتِ اسلام سے ہونا بالاجماع معلوم ہو اس میں کوئی نص ہو یا نہ ہو۔ (ت)

یہی سبب ہے کہ ضروریاتِ دین میں تاویل مسموع نہیں ہوتی اور شک نہیں کہ قرآن عظیم جو بحمد اللہ تعالٰی شرقاً غرباً قرناً فقرناً تیرہ سو برس ۱۳۰۰ سے آج تک مسلمانوں کے ہاتھوں میں موجود محفوظ ہے باجماع مسلمین بلاکم وکاست وہی تنزیل رب العالمین ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مسلمانوں کو پہنچائی اور ان کے ہاتھوں میں ان کے ایمان ان کے اعتقاد ان کے اعمال کے لئے چھوڑی، اسی کا ہر نقص و زیادت و تغیر و تحریف سے مصئون و محفوظ، اور اسی کا وعدہ حقہ صادقہ "انا لہ لحافظون" میں مراد و ملحوظ ہونا ہی یقیناً ضروریاتِ دین سے ہے نہ یہ کہ قرآن جو تمام جہان کے مسلمانوں کے ہاتھ میں تیرہ سو ۱۳۰۰ برس سے آج تک ہے یہ تو نقص و تحریف سے محفوظ نہیں، ہاں ایک وہم تراشیدہ صورت ناکشیدہ دندان غول کی خواہر پوشیدہ غار سامرہ میں اصلی قرآن بغل کتمان میں دبائے بیٹھی ہے "انا لہ لحافظون" کا مطلب یہی ہے یعنی مسلمانوں سے عمل تو اسی محرف مبدل ناقص نامکمل پر کرائیں گے اور اس اصلی جعلی کو ع

www.alahazratnetwork.org

برائے نہادن چہ سنگ وچہ زر

(رکھنے کے لئے پتھر اور سونا برابر ہیں۔ ت)

کی کھوہ میں چھپائیں گے، گویا "حافظون" کے معنی یہ ہیں کہ قرآن کو مسلمانوں سے محفوظ رکھیں گے، انہیں اس کی پرچھائیں نہ دکھائیں گے، بعض ناپاکوں نے اس سے بڑھ کر تاویل نکالی ہے کہ قرآن اگرچہ کتنا ہی بدل جائے مگر علم الٰہی و لوحِ محفوظ میں تو بدستور باقی ہے حالانکہ علم الٰہی میں کوئی شے نہیں بدل سکتی، پھر قرآن کی کیا خوبی نکلی۔ توریت و انجیل درکنار، مہمل سی مہمل ردی سی ردی کوئی تحریر جس میں مصنف کا ایک لفظ ٹھکانے سے نہ رہا بلکہ دنیا سے سراسر معدوم ہوگئی ہو علم الٰہی و لوحِ محفوظ میں یقیناً بدستور باقی ہے ایسی ناپاک تاویلات ضروریاتِ دین کے مقابل نہ مسموع ہوں نہ ان سے کفر و ارتداد اصلاً مدفوع ہو ان کی حالت وہی ہے جو نیچریہ نے آسمان کو بلندی، جبرئیل و ملائکہ کو قوتِ خیر، ابلیس و شیاطین کو قوتِ بدی، حشر و نشر و جنت و نار کو محض روحانی نہ جسدی بنالیا۔ قادیانی مرتد نے خاتم النبیین کو افضل المرسلین ایک دوسرے شقی نے نبی بالذات سے بدل دیا، ایسی تاویلیں سن لی جائیں تو اسلام و ایمان قطعاً درہم برہم ہوجائیں۔ بت پرست لا الٰہ الا اللہ

---

[1] الاعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ مکتبۃ الحقیقۃ استنبول ترکی ص ۳۵۳

کی تاویل کرلیں گے کہ یہ افضل واعلٰی میں حصر ہے یعنی خدا کے برابر دوسرا خدا ہے وہ سب دوسروں سے بڑھ کر خدا ہے نہ یہ کہ دوسرا خدا ہی نہیں جیسے لافتٰی الا علی لاسیف الا ذوالفقار (علی کرم اللہ وجہہ کے بغیر کوئی بہادر جوان نہیں اور ذوالفقار کے علاوہ کوئی تلوار نہیں۔ ت) وغیرہ محاوراتِ عرب سے روشن ہے یہ نکتہ ہمیشہ یاد رکھنے کا ہے کہ ایسے مرتدان لیام مدعیان اسلام کے مکروہ اوہام سے نجات وشفا ہے وباللہ التوفیق والحمدللہ رب العٰلمین۔

بالجملہ ان رافضیوں تبرائیوں کے باب میں حکم یقینی قطعی اجماعی یہ ہے

کہ وہ علی العموم کفار مرتدین ہیں اُن کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے ان کے ساتھ مناکحت نہ صرف حرام بلکہ خالص زنا ہے، معاذ اللہ مرد رافضی اور عورت مسلمان ہو تو یہ سخت قہر الٰہی ہے۔ اگر مرد سُنّی اور عورت ان خبیثوں میں کی ہو جب بھی ہرگز نکاح نہ ہوگا محض زنا ہوگا، اولاد ولدالزنا ہوگی باپ کا ترکہ نہ پائے گی اگرچہ اولاد بھی سُنّی ہی ہو کہ شرعًا ولدالزنا کا باپ کوئی نہیں، عورت نہ ترکہ کی مستحق ہوگی نہ مہر کی کہ زانیہ کے لئے مہر نہیں، رافضی اپنے کسی قریب حتی کہ باپ بیٹے ماں بیٹی کا بھی ترکہ نہیں پاسکتا۔ سُنّی تو سُنّی کسی مسلمان بلکہ کسی کافر کے بھی یہاں تک کہ خود اپنے ہم مذہب رافضی کے ترکہ میں اس کا اصلاً کچھ حصہ نہیں، ان کے مرد عورت عالم جاہل کسی سے میل جول، سلام کلام سب سخت کبیرہ اشد حرام، جو ان کے ان ملعون عقیدوں پر آگاہ ہو کر پھر بھی انھیں مسلمان جانے یا ان کے کافر ہونے میں شک کرے باجماع تمام ائمہ دین خود کافر بے دین ہے، اور اُس کے لئے بھی یہی سب احکام ہیں جو اُن کے لئے مذکور ہوئے، مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس فتوٰی کو بگوش ہوش سنیں اور اس پر عمل کرکے سچے پکے مسلمان سُنّی بنیں، وباللہ التوفیق واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

www.alahazratnetwork.org

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی

کتبـــ

عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادری

عبدالمصطفٰی احمد رضا خاں

مسئلہ ۳۵: ازمانڈے سورتی مسجد ملک برہما مسئولہ مولوی احمد مختار صاحب صدیقی ۶ رجب ۱۳۳۳ھ

ایک شخص ہمیشہ علماء کو بُرا کہتا رہتا ہے چنانچہ ایک روز اس کے سامنے ذکر ہوا کہ فلاں عالم نے تشریف لانے والے ہیں تو وہ فوراً کہتا ہے کہ یہاں آتے ہوں گے کوئی بھاڑ کھاؤ ایسے بدگو علماء کیلئے شریعت غرہ میں کیا حکم ہے؟

الجواب

ایسے شخص کی نسبت حدیث فرماتی ہے منافق ہے، فقہاء فرماتے ہیں کافر ہے۔ خطیب حضرت ابوہریرہ اور ابوالشیخ ابن حبان کتاب التوبیخ میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ثلثة لایستخف بحقہم الا منافق بین النفاق ذوالشیبة فی الاسلام والامام المقسط ومعلم الخیر[1]۔

تین افراد کو منافق کے علاوہ کوئی حقیر نہیں سمجھے گا، وہ بوڑھا جو حالتِ اسلام میں بوڑھا ہوا، عادل امیر اور خیر کی تعلیم دینے والا۔ (ت)

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے:

الاستخفاف بالاشراف والعلماء کفر ومن قال لعالم عویلم اولعلوی علیوی قاصدا بہ الاستخفاف کفر[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

سادات اور علماء کی تحقیر کفر ہے، جو عالم کو عویلم، علوی کو علیوی حقارت کی نیت سے کہے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۳۶: مسئولہ اکبر یار خاں صاحب ساکن شہر کہنہ محصل چندہ مدرسہ اہلسنت وجماعت ۹ ذوالقعدہ ۱۳۳۳ھ دوشنبہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ وغیرہ سب عبادتیں محض اللہ رب العزت تبارک وتعالٰی ہی کے واسطے کرنا چاہئے اگرچہ اس کی ذات پاک بے نیاز ہے۔ کسی کی عبادت، ریاضت وغیرہ کی اس کو ضرورت نہیں ہے وہ اس سے پاک اور

---

[1] تاریخ بغداد ۸/۲۷ و ۱۴/۶۱ دارالکتاب العربی بیروت
کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ فی التوبیخ عن جابر حدیث ۴۳۸۱۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/۳۲
[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب المرتد الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۹۵

www.alahazratnetwork.org

منزہ اور مبرا ہے، مگر بندۂ ناچیز کو اپنے مولا کی تعمیل حکم کرنا چاہئے، بکر کہتا ہے کہ زید کا دماغ خشک ہوگیا اس لئے کہتا ہے، یہ سب غلط ہے بلکہ جو کچھ ہم کرتے ہیں وہ سب اپنی ذات کے لئے کرتے ہیں اور کرنا چاہئے، ایسی صورت میں زید و بکر کے قول کی بابت کیا حکم ہے؟

الجواب

زید و بکر اپنی اپنی مراد پر دونوں سچے ہیں، بیشک نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ سب اللہ عزوجل ہی کے لئے ہیں یعنی ان سے اسی کی عبادت و نجابت تعظیم مقصود ہے،

ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العٰلمین لاشریک لہ[1] بیشک میری نماز اور قربانی اور جینا اور مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو مالک ہے سارے جہان کا اس کا کوئی شریک نہیں۔

اور بیشک تمام عبادات و اعمال حسنہ اپنے ہی لئے ہیں یعنی اپنے فائدے کو ہیں من عمل صالحا فلنفسہ[2] جو نیک کام کرے وہ اپنے لئے کرتا ہے۔ دونوں قول قرآن عظیم میں موجود ہیں، ہاں بکر کا یہ کہنا کہ زید کا دماغ خشک ہوگیا ہے، مفت ایذائے مسلم ہے اس سے معافی چاہے اور اس کا کہنا کہ یہ سب غلط ہے بہت سخت کلمہ ہے اسے تجدید اسلام چاہئے کہ اس نے ایسے واضح دینی قرآنی قول کی تغلیط کی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ایضاً زید اپنے آپ کو گنہگار، خطاوار جانتا ہے مگر بروقت گفتگو زید یہ کہتا ہے کہ میں مسلمان مومن سچا ہوں اور بکر بھی اپنے آپ کو گنہگار خیال کرتا ہے مگر بروقت بکر یہ کہتا ہے کہ میں ہرگز مسلمان نہیں ہوں چنانچہ زید کو اپنے بابت سچا مومن کہنا اور بکر کو مسلمان ہونے سے انکار کرنا کیسا ہے، دونوں کی نسبت کیا حکم ہے؟

الجواب

زید کے قول میں حرج نہیں، ہاں اسے حمد الٰہی بڑھالینا چاہئے تھا، الحمد للہ میں مسلمان ہوں، بکر کا قول بہت قبیح ہے، ائمہ نے فرمایا ہے جو اپنے مسلمان ہونے سے انکار کرے وہ مسلمان نہیں اسے توبہ اور تجدید اسلام پھر تجدید نکاح چاہئے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۷ از شہر کہنہ مسئولہ سید نوراللہ صاحب محرر دارالافتاء ۹ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

(۱) زید بے علم ہے مگر ہر عالم درویش پر از رُوئے اہانت اعتراض کرتا ہے اور عیب جوئی میں ساعی رہتا ہے، پس اہانت علماء وغیرہ شرعاً کیسا فعل ہے؟

---

[1] القرآن الکریم ۱۶۳/۷
[2] القرآن الکریم ۴۶/۴۱

(۲) کیا فیصلہ اور حکم شرعی سے متجاوز اور منکر ہونا کفر ہے یا گناہ کبیرہ؟ فقط

الجواب

(۱) عیب جوئی ہر مسلمان کی حرام ہے نہ کہ علماء کی، قال تعالٰی لا تجسسوا[1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا عیب نہ ڈھونڈو۔ت) اور علمائے دین کی اہانت کفر ہے کما فی مجمع الانھر وغیرہ (جیسا کہ مجمع الانہر وغیرہ میں ہے۔ت)

(۲) انکار بمعنی تکذیب کفر ہے اور تجاوز فسق ومعصیت۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۹: از ضلع بیترہ ڈاک خانہ تیجہ رامپور موضع سات بیلہ مسئولہ رجب علی ۱۱ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ شنبہ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی مسئلہ (کہ چند مولویان معہود بمکان شخصے کہ از و کارے خلاف شرع سرزد شدہ بود یعنی بازن مغلظہ خود تا مدت دو سہ ماہ باعیش ازدواج اوقات بسر برد) بوجود علم بلا تعمیل وتنبیہ ختم خوانی کردہ طعام خوری نمودند ازیں جہت شخصے معتبر عالم دوست حاجی الحرمین کہ از مریدان جناب شاہ عبداللطیف شہنودی است وجناب شاہ صاحب نیز برائے تنبیہ امور شرع او را تاکید بسیار نمودہ و او برائے تعمیل ارشاد جناب شاہ صاحب اکثر مقدمات شرع شریف ومعاملات دنیوی فیصلہ میکند و فی الحال درکار شرع بسیار مستحکم مستقیم ایشاں را گفتہ کہ مولویان ایں زماں در ریدہ سرگیں دہان افگنند و میان حرام وحلال تمیز نکنند پس دریں صورت شخص موصوف موافق شرع کافر شود یا نہ یا بروے فقط حکم تجدید نکاح کردہ شود یا نہ اگر شرعًا کافر نہ شود کسے او را کافر گوید بروے چہ حکم

اس معاملہ میں آپ کا کیا قول ہے اللہ تعالٰی تم پر رحمت نازل فرمائے (کہ چند مقامی علماء نے ایک شخص کے مکان پر جس نے شریعت کی خلاف ورزی کر رکھی ہے یعنی اس نے اپنی مغلظہ عورت دو تین ماہ سے رکھی ہوئی ہے اور اس سے ازدواجی تعلقات قائم کئے ہوئے ہے) ان لوگوں کو اس بات کا علم بھی تھا انھوں نے تنبیہ کے بغیر وہاں ختم پڑھا اور اس کا کھانا بھی کھایا اور ایک شخص معتبر عالم دوست، حرمین کا حاجی اور شاہ عبداللطیف شہنودی کا مرید ہے جناب شاہ صاحب نے بھی اسے امور شرع کے بارے میں خوب تاکید فرمائی اور وہ بحکم شاہ صاحب اکثر مقدمات شرعیہ اور معاملات دنیوی کے فیصلے بھی کرتا ہے اس وقت وہ امور شرعیہ میں مستحکم اور مستقیم ہے اس نے انکے حق میں یہ کلمات کہے ہیں کہ اس زمانہ کے مولویوں نے گندگی میں منہ ڈالا ہوا ہے اور حلال وحرام میں وہ کوئی تمیز نہیں کرتے وہ شخص شرعی حکم کے مطابق کافر ہوگا یا نہ؟ یا اس پر فقط تجدید نکاح کا حکم جاری ہوگا یا نہیں اگر وہ

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

بیّنوا بسند الکتاب توجروا عند اللہ یوم الحساب، فقط۔

شرعًا کافر نہیں تو جو اُسے کافر کہے اس کا کیا حکم ہے؟ کتاب وسنّت کے حوالے سے بیان کیجئے اور یوم قیامت اللہ تعالٰی سے اجر پائیے، فقط (ت)

الجواب

کسے کہ بازن سہ طلاقہ خود بے تحلیل طرح معاشرت انداخت وزن و زناشوئی باخت بجائے خود بزہ کار است وباچنیں گناہگاراں معاملہ پیشوایان دین مختلف بودہ است ہم بہ نرمی کار کردہ اند وہم بہ درشتی چنانکہ در احیاء العلوم رنگ تفصیل دادہ اند مولویان کہ بخانہ او ختم خواندہ وچیزے خوردند گناہے نکردند کسے کہ آناں را بہ انسان الفاظ بدیاد کرد چیزے شنیع آورد باز حکم خاص بر آناں نہ نمود بلکہ عام مولویان ایں زمان گفت شناعتش از حد گزشت تکفیر او نشاید اما تجدید اسلام ونکاح سزد کہ باید وآنکہ تکفیر او کردہ است نیز کار از حد بروں بردہ است او را نیز توبہ باید۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جس شخص نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دیں اور اس کے بعد بغیر حلال ہونے کے اس کے ساتھ مباشرت کرنا زنا اور بدکرداری ہے، ایسے گنہگار لوگوں کے ساتھ علمائے دین کا معاملہ مختلف ہوتا ہے کبھی ان پر نرمی کرنا پڑتی ہے اور کبھی سختی، اس کی تفصیل احیاء العلوم میں دیکھئے، مولویوں نے جو اس کے گھر ختم پڑھا اور کوئی چیز کھائی تو اس سے وہ گناہگار نہیں ہوجائے جو شخص انھیں بدالفاظ سے یاد کرتا ہے وہ برا کرتا ہے پھر ان پر حکم خاص نہیں رکھا بلکہ عام مولویوں کی بات کرتا ہے تو اگرچہ یہ بات نہایت بُری ہے لیکن اس پر تکفیر کا حکم جاری نہیں ہوسکتا، رہا تجدید اسلام اور نکاح کا معاملہ تو یہ مناسب ہے، اور جس نے اس کی تکفیر کی ہے وہ بھی حد سے بڑھ گیا اس کو بھی توبہ کرنی چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۸۴ از شہر سورت محلہ سیدواڑہ مسئولہ سید صدرالدین زری والے ۱۳ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ چہار شنبہ

عالی خدمت عالی جناب مولانا مولوی حضرت احمد رضا خاں صاحب دام ظلکم بعد ادائے آداب تسلیمات کے گزارش ہے کہ در شہر سورت خیریت آنجناب کی شب و روز درگاہ رب العزت سے نیک مطلوب ہوں، دیگر گزارش یہ کہ قبل از اس کے ایک گزارش نامہ در طلب رد وہابیہ ارسال خدمت کیا تھا، ہنوز انتظار دست یاب نسخہ مذکور رہوں، اس اثنا میں ایک اور سوال بے ثبات فرقہ مذکورہ سے ایجاد ہوا وہ یہ کہ رسالتمآب کے والد ماجد حالتِ کفر میں تھے اور وہی حالت میں رحلت بھی فرمایا اس کے رد میں اہل تسنن نے یہ جواب دیا کہ

www.alahazratnetwork.org

18 وہ کسی حالت سے بھی کافر نہیں ہوسکتے تھے تو یہ کفر کا اطلاق نامعقول ہے یہ جواب دیا مگر قیاسی و یا سندی نہیں ثبوت ہمارے پاس نہیں ہے جو اس بات کا پورا پورا جواب کریں اس لئے آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس کا بھی رد و ثبوت سرفراز ہوجائے تو عین سرفرازی ہے تمام کیفیت کما حقہ اس خط سے اور آگے کے خط سے گوش زد کیا ہوں ، فقط۔

الجواب

مذہب صحیح یہ ہے کہ حضور اقدس سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے والدین کریمین حضرت سیدنا عبداللہ اور حضرت سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہما اہلِ توحید و اسلام و نجات تھے، بلکہ حضور کے آبا و امہات حضرت عبداللہ و آمنہ سے حضرت آدم و حوا تک مذہب ارجح میں سب اہلِ اسلام و توحید ہیں۔

قال اللہ تعالٰی الذی یرٰك حین تقوم و تقلبك فی الساجدین[1] اللہ تعالٰی نے فرمایا: جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو(ت)

اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا نور ایک نمازی سے دوسرے نمازی کی طرف منتقل ہوتا آیا[2]۔ اور حدیث میں ہے کہ رب عزوجل نے نور اقدس کی نسبت فرمایا کہ اسے اصلاب طیبہ و ارحام طاہرہ میں رکھوں گا[3] اور رب عزوجل کبھی کسی کافر کو طیب و طاہر نہ فرمائے گا، انما المشرکون نجس[4] (بیشک مشرکین نجس ہیں۔ت) اس بارے میں ہمارا ایک خاص رسالہ ہے شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام۔ اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خاص اس باب میں چند رسالے لکھے۔ فشکر اللہ سعیہ واجزل ثوابہ (اللہ تعالٰی ان کی کاوش قبول فرمائے اور انہیں اجر عظیم سے نوازے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۱ تا ۴۲: مسئولہ معرفت مصطفٰی میاں سلمہٗ بروز چہارشنبہ ۲۸ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

(۱) ایک سُنّی کے سامنے ذکر آیا کہ شیعہ و معتزلہ دار جنت میں رؤیتِ باری عزوجل کے منکر ہیں، ان صاحب نے کہا وہ سچ کہتے ہیں انہیں تو نہیں ہوگی شاید لفظ مومنین کے لئے بھی ذکر میں تھا اگرچہ یہ ایک شبہہ سا یاد پڑتا ہے، یہ کہنا کیسا ہے؟

(۲) ارتضا حسین پیر میاں صاحب نے جو خود اپنا نام ابوالبرکات رکھا اور اس پر اب آزاد کا اور اضافہ

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۱۸-۲۱۹

[2] معالم التنزیل مع الخازن آیہ و تقلبک فی الساجدین کے تحت مصطفی البابی مصر ۵/ ۹۹

[3] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی المطبعۃ الشرکۃ الصحافیہ مصر ۱/ ۶۳

[4] القرآن الکریم ۹/ ۲۸

18/18

کیا، جس کی ایک واہی تباہی روایت چھپواکر تقسیم کی، اس کی بابت ایک صاحب نے کہا کہ یہ نام انہوں نے کہاں سے رکھا، کچھ اللہ میاں کے یہاں تو آپ کا یہ نام لکھا ہوا ہے نہیں جس پر کہا گیا کہ لوح محفوظ میں توسب لکھا ہوا ہے یہ بھی لکھا ہوا ہے، اس پر ان صاحب نے کہا کہ میں نے اس بنا پر کہا تھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ نام ماں باپ رکھتے ہیں وہ نام اللہ میاں کے یہاں لکھا جاتا ہے، ظاہراً اس قائل کا مطلب یہ تھا کہ نام کرکے وہی نام لکھا جاتا ہے جو ماں باپ کا رکھا ہے اور جو خود گھڑلے وہ بطور ایک امر واقع کے لکھا ہوتا ہے کہ فلاں اپنا یہ نام رکھے گا نام کرکے نہیں کہ فلاں کا یہ نام ہے، الغرض اس کا وہ مقولہ کیسا ہے اور اس کی کیا اصل ہے کہ نام وہی ہوتا جو ماں باپ کا رکھا ہے یا خود رکھا ہوا۔

(۳) ایک سُنّی صاحب کے سامنے میں نے کہا کہ حضور سرور عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے بہت خصائص ہیں، وہ احکام شرعیہ جو عام نہیں ان سے حضور نے بعض صحابہ کو مستثنٰی کیا تھا ان پر ان صاحب نے کہا کہ جبھی تو بعض جہلا کہنے لگے تھے کہ اللہ عزوجل رضا جوئے محمدی ہے، اس پر میں نے کہا کہ بعض جہلا کی کیا تخصیص ہے اللہ عزوجل تو رضا جوئے محمدی ہے انہوں نے بھی اس کا صاف اقرار کیا اور کہا کہ ایسے خصائص دیکھ کر شاید بعض ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن بھی یہ کہنے لگی تھیں، مگر اصل بات یہ ہے کہ حضور اللہ عزوجل کے فرمودہ سے باہر قدم ہی نہیں رکھتے تھے وہی فرماتے تھے جو اللہ عزوجل کا حکم تھا تو اصل میں حضور متبع حکمِ الٰہی اور رضا جوئے الٰہی بھی ہوئے، ان کی اس وقت کی طرز تقریر وحالت سے ان کا مطلب یہ معلوم ہوتا تھا کہ جہلا تو یہ سمجھ کر اللہ عزوجل کو رضا جوئے محمدی کہنے لگے تھے کہ حضور خود ایک حکم دیتے ہیں اور پھر اللہ عزوجل بھی ویسی ہی وحی نازل فرمادیتا ہے یعنی اللہ عزوجل حضور کا اتباع فرماتا ہے حالانکہ اصل میں حکمِ الٰہی وہی ہوتا ہے اور اس کے اتباع سے حضور حکم دیتے ہیں، غرض اس کا یہ مقولہ کہ جبھی تو بعض جہلا بھی الخ کا کیا حکم ہے اس کل مقولہ کا کیا جو اس کے بعد کہا گیا۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

(۱) مولٰی عزوجل فرماتا ہے: انا عند ظن عبدی بی[1] (میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں۔ت) روافض ومعتزلہ کہ رؤیت الٰہی سے مایوس ہیں مایوس ہی رہیں گے، وہابیہ شفاعت سے منکر ہیں محروم ہی رہیں گے توان کا انکار ان کے اعتبار سے صحیح ہوا ظاہراً قائل کی یہی مراد ہے کہ ان کی نفی ان کے حق میں سچی ہے، اس میں کوئی حرج نہیں، ہاں جو اس کے قول کی تصدیق بمعنی نفی مطلق کرے وہ ضرور گمراہ وخارج از اہلسنت ہے۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث واثلہ بن الاسقع دار الفکر بیروت ۴/۱۰۶

(۲) بلاشبہہ لوحِ محفوظ میں ہر صغیر و کبیر مستطر ہے جو اسم بحیثیت علم دنیا میں کسی کے لئے ہے لوحِ محفوظ میں وہی بحیثیت علم مکتوب ہے خواہ ماں باپ کا رکھا ہے یا اپنایا اور کا اور جس میں تغیر واقع ہوا مغیر اور مغیر الیہ دونوں اپنے اپنے زمانہ کی قید سے مکتوب ہیں، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بہت صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نام تبدیل فرمائے کہ اگلے نام متروک ہوگئے اور وہ انھیں دوسرے ناموں سے مشہور ہیں تو عند اللہ بھی اب یہی ان کے نام ہیں اور انھیں ناموں سے روزِ قیامت پکارے جائیں گے، اور جو شخص اپنا نام بدل کر کچھ رکھے اور بحیثیت علم معروف نہ ہو تو اللہ عزوجل کے یہاں بھی وہ نام علم ہو کر لکھا نہ گیا' ہاں یہ واقعہ ضرور مکتوب ہے ظاہرا یہی مرادِ قائل ہے، قائل نے یہ نہ کہا کہ اللہ تعالٰی کے یہاں یہ نہیں لکھا ہے بلکہ یہ کہا کہ اس کا نام یہ نہیں لکھا ہے تو کتابت نہیں بلکہ سبب کتابت علمیت ہے، اور یہ صحیح ہے کہ جب کہ اس وضع کئے ہوئے نام نے حیثیتِ علمیت پیدا نہ کی، ہاں ایسی جگہ کلام بہت ہوشیاری سے چاہئے جس میں کوئی پہلوئے ناقص نہ نکلے' سوال میں اسمِ جلالت کے لفظ "میاں" مکتوب ہے یہ ممنوع و معیوب ہے، زبانِ اردو میں "میاں" کے تین معنٰی ہیں جن میں دو اس پر محال ہیں اور شرع سے وارد نہیں لہٰذا اس کا اطلاق محمود نہیں۔

(۳) قائل کا کہنا کہ جب ہی تو بعض جہلا الخ بہت سخت قبیح و شنیع واقع ہوا اور جو معنی اس نے بعد کو قرار دیئے اس میں بھی وہ حقیقت کو نہ پہنچا بلاشبہہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تابع مرضی الٰہی ہیں اور بلاشبہہ کوئی بات اس کے خلافِ حکم نہیں فرماتے اور بلاشبہہ اللہ عزوجل حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رضا چاہتا ہے

ولسوف یعطیك ربك فترضٰی[1]، قد نرٰی تقلب وجهك فی السماء فلنولینك قبلة ترضٰها فول وجهك شطر المسجد الحرام[2]۔

اور بیشک قریب ہے کہ تمھارا رب تمھیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہوجاؤ گے۔ ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمھارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمھیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمھاری خوشی ہے پس ابھی اپنا منہ پھیر دو مسجد حرام کی طرف۔ (ت)

حکم الٰہی بیت المقدس کی طرف استقبال کا تھا حضور تابع فرمان تھے یہ حضور کی طرف سے رضا جوئی الٰہی تھی مگر قلبِ اقدس کعبہ کی طرف استقبال چاہتا تھا، مولٰی عزوجل نے مرضی مبارک کے لئے اپنا وہ حکم

---

[1] القرآن الکریم ۹۳/ ۵

[2] " " ۲/ ۱۴۴

منسوخ فرمادیا اور حضور جو چاہتے تھے قیامت تک کے لئے وہ بھی قبلہ مقرر فرمادیا، یہ اللہ عزوجل کی طرف سے رضا جوئی محمدی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ہے ان میں سے جس کا انکار ہو قرآن عظیم کا انکار ہے۔ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے عرض کرتی ہیں:

ما اری ربك الا یسارع فی ھواك۔[1] رواہ البخاری۔ میں حضور کے رب کو دیکھتی ہوں کہ حضور کی خواہش میں شتابی فرماتا ہے۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔

یہ ہے وہ کلمہ کہ بعض ازواج مطہرات نے عرض کیا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا تو قائل کا کہنا کہ ایسے خصائص دیکھ کر شاید بعض ازواج مطہرات یہ کہنے لگی تھیں دراصل بات یہ ہے الخ یہ بتا رہا ہے کہ ان بعض ازواج مطہرات نے خلافِ اصل بات کہی اور حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے مقرر رکھی، حدیثِ روزِ محشر میں ہے رب عزوجل اولین و آخرین کو جمع کرکے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرمائے گا:

کلھم یطلبون رضائی وانا اطلبك رضاك یا محمد۔[2] یہ سب میری رضا چاہتے ہیں اور اے محبوب! میں تمھاری رضا چاہتا ہوں۔

؎ خدا کی رضا چاہتے ہیں دوعالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد

بالجملہ کلمہ بہت سخت وشنیع تھا اور بعد تاویل بھی شناعت سے بری نہ ہوا، توبہ لازم ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۴۵: ازمقام چتوڑگڑھ علاقہ اودیپور راجپوتانہ مسئولہ عبدالکریم صاحب بروز شنبہ ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۳ھ

(۱) جو شخص انگریزی ٹوپی وکوٹ پتلون محض ان کی موافقت کی وجہ سے پہنے تو وہ کافر ہے یا نہیں؟ غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار باب مرتد میں لکھا ہے کہ جو شخص بلاضرورت سردی وگرمی کے مجوسی کی ٹوپی پہنے وہ کافر ہے، اسی طرح جو شخص زنار باندھے وہ بھی کافر ہے، مگر بضرورت اب اگر انگریزی ٹوپی وکوٹ وپتلون بلاضرورت پہننے والا کافر نہیں ہے تو زنار باندھنے والے کو غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار باب المرتد میں کافر کیوں کہا؟

www.alahazratnetwork.org

---

[1] صحیح بخاری کتاب التفسیر الاحزاب باب قولہ ترجی من تشاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۰۶

[2] التفسیر الکبیر تحت آیۃ "فلنولینك قبلۃ ترضٰہا" المطبعۃ المصریۃ مصر ۴/ ۱۰۶

(۲) جو شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خدا کہے اور تعزیہ داری کو جائز کرے اور سجدۂ تعظیمی کرائے اور محدثین صحاح ستہ پر الزام نکال ڈالنے احادیث صحیحہ کا لگائے اس شخص کی نسبت علمائے کرام کیا فرماتے ہیں؟

الجواب

(۱) بلاضرورت زنار باندھنا یا ہیٹ یعنی انگریزی ٹوپی رکھنا بلاشبہہ کفر ہے، حدیقہ ندیہ میں فرمایا:

لبس ذی الافرنج کفر علی الصحیح[1] (ملخصًا) فرنگیوں کا ہیٹ پہننا صحیح قول کے مطابق کفر ہے (ت)

رہے کوٹ پتلون وہ اگر موافقت نصارٰی اور ان کی وضع کے استحسان کے لئے ہے تو اسے بھی فقہائے کرام نے مطلقًا کفر فرمایا۔ غمز العیون میں ہے:

اتفق مشائخنا من رای امر الکفار حسنا فقد کفر[2] جس نے کافروں کے کسی فعل کو اچھا سمجھا باتفاقِ مشائخ کافر ہوگیا۔

اور اگر ایسا نہیں تو فسق ضرور ہے جبکہ بلاضرورت شرعیہ ہو اور اسے اختیار نہیں کرتا مگر وہ جس کے دل میں کجی ہے، جب حب فی اللہ اور بغض للہ کہ مناط ایمان ہیں قلب میں مستحکم ہوجاتے ہیں تو اولیاء اللہ کی ہر ادا اچھی معلوم ہوتی ہے اور اعداء اللہ کی ہر بات بُری، فنسأل اللہ الھدایۃ (ہم اللہ تعالٰی سے ہدایت مانگتے ہیں۔ ت)

www.alahazratnetwork.org

(۲) کسی بات کی طرف نظر کرنے کی حاجت نہیں بعد اس کے کہ مولٰی علی کرم اللہ وجہہ کو خدا کہے یقینًا کافر مرتد ہے،

من شك فی عذابه وکفره فقد کفر[3] جس نے اس کے کفر و عذاب میں شک کیا وُہ کافر ہوگیا۔ (ت)

جو اس کے قول پر مطلع ہو کر اس کے کفر میں شک کرے خود کافر، مسلمانوں کو اس کے پاس بیٹھنا، اس سے میل جول، سلام کلام سب قطعًا حرام۔

قال اللہ تعالٰی واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[4] اللہ تعالٰی نے فرمایا اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ النوع الثامن من الانواع الستین مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۳۰

[2] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر کتاب السیر والردۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۹۵

[3] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

[4] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

وقال تعالٰی ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[۱]

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمھیں آگ چھوئے گی۔ (ت)

وقال تعالٰی ومن یتولھم منکم فانہ منھم[۲]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انھیں میں سے ہے (ت)

ان آیاتِ کریمہ کا حاصل یہ ہے کہ اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ، ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تمھیں دوزخ کی آگ چھوئے گی، جو تم میں ان سے دوستی رکھے گا وہ انھیں میں سے ہے۔ اگر وُہ علانیہ تائب ہو اور از سرِ نو مسلمان ہو فبہا ورنہ اگر وہ بیمار پڑے اس کی عیادت حرام، اگر مرجائے اُسے غسل دینا حرام، کفن دینا حرام، اس کے جنازہ کی نماز سخت حرام، جنازہ کے ساتھ جانا حرام، مقابرِ مسلمین میں اسے دفن کرنا حرام، اسے ایصالِ ثواب سخت حرام بلکہ کفر، کوئی تنگ گڑھا کھود کر اس میں ڈال دیں اور بغیر کسی فاصلہ کے اُوپر سے اینٹ پتھر خاک بلا جو کچھ ہو پاٹ دیں،

وذٰلک جزاء الظالمین[۳]۔ نسأل اللہ الثبات علی الایمان والختم بالحسنی ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اور بے انصافوں کی یہی سزا ہے۔ ہم اللہ تعالٰی سے ایمان پر ثابت قدمی اور خاتمہ بالخیر کی دعا کرتے ہیں ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۶: مسئولہ حافظ محمد علاء الدین صاحب پیش امام جامع مسجد مقام بلرام پور ڈاکخانہ رانگہ ڈیہہ ضلع مان بھوم یکم صفر ۱۳۳۵ھ

ایک شخص اپنا شجرہ مجھ سے پڑھانے لگا اس میں پہلے مولانا وارث حسن کا نام تھا، اس کے بعد رشید احمد گنگوہی کا نام تھا، رشید احمد گنگوہی کا نام پڑھتے ہی میں نے اس شجرہ کو نہیں پڑھا کیونکہ "حسام الحرمین" نے ان کے حال سے اچھی طرح خبردار کر دیا ہے، مہربانی فرما کر ایک فہرست مطبع اہلسنت وجماعت کی مخصوص اپنے تصنیفات کی مرحمت فرمائی جائے اور ذیل کے استفسار پر کرم فرما کر جواب سے مشرف فرمائیے، مولانا وارث حسن کا کیا مذہب ہے؟

الجواب

جب آپ "حسام الحرمین" میں علمائے حرمین شریفین کے متفق علیہ فتوے دیکھ چکے تو اس کے بعد

---

[۱] القرآن الکریم ۱۱/۱۱۳

[۲] القرآن الکریم ۵/۵۱

[۳] " " ۵/۲۹

اس سوال کی ضرورت نہ رہی وارث حسن کے مذہب پر فقیر کو اطلاع نہیں، نہ کبھی ملاقات، مگر اس قدر ضرور ہے کہ وہ جس کا مرید ہے تو اسے ولی جانے گا، کم از کم صحیح العقیدہ صالح نہ سہی مسلمان تو جانے گا، اور حکمِ شرع وہ ہے جو "حسام الحرمین" میں مذکور۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۸ مرسلہ عبدالواحد خاں صاحب مسلم مبلغ اسلام پورہ معرفت عبداللطیف ہیڈ ماسٹر میونسپل اردو اسکول ۴ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

(۱) قادیانیوں سے کس طرح کس پیرایہ میں بحث کی جائے، یعنی ان کی تردید کے بھاری ذرائع کیا ہیں؟

(۲) کیا حدیثوں کے انکار سے انسان کافر ہو سکتا ہے؟ اگر ہاں تو کن حدیثوں کے انکار سے؟

الجواب

(۱) سب سے بھاری ذریعہ اس کے رَد کا اوّل اوّل کلماتِ کفر پر گرفت ہے جو اس کی تصانیف میں برساتی حشرات کی طرح ابلے گلے پھر رہے ہیں، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہینیں، عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں، ان کی ماں طیبہ طاہرہ پر طعن، اور یہ کہنا کہ یہودی کے جو اعتراض عیسٰے اور ان کی ماں پر ہیں ان کا جواب نہیں اور یہ کہ نبوتِ عیسٰے پر کوئی دلیل قائم نہیں بلکہ عدمِ نبوت پر دلیل قائم ہے، یہ ماننا کہ قرآن نے ان کو انبیاء میں گنا ہے اور پھر صاف کہہ دینا کہ وہ نبی نہیں ہو سکتے، معجزاتِ عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صراحۃً انکار اور یہ کہنا کہ وہ مسمریزم سے یہ کچھ کیا کرتے تھے، اور یہ کہ میں ان باتوں کو مکروہ نہ جانتا تو آج عیسٰی سے کم نہ ہوتا، تو وہ روشن معجزے جن کو قرآن مجید آیات بیّنات فرما رہا ہے یہ ان کو مسمریزم و مکروہ مانتا ہے، اپنے آپ کو اگلے انبیاء سے افضل بتانا اور یہ کہنا کہ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے، اور یہ کہنا کہ اگلے چار سو انبیاء کی پیشگوئی غلط ہوئی اور وہ جھوٹے، اور یہ کہنا کہ عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار دادیاں نانیاں معاذ اللہ زانیہ تھیں اور یہ کہ اسی خون سے عیسٰے کی پیدائش ہے۔ اپنے آپ کو نبی کہنا، اپنی طرف وحیِ الٰہی کا ادعا کرنا، اپنی بنائی ہوئی کتاب کو کلام الٰہی کہنا، اور یہ کہ آیۂ کریمہ مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد[۱] (ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔ ت) سے میں مراد ہوں، اور یہ کہ مجھ پر اترا ہے انا انزلناہ بالقادیان و بالحق نزل (ہم نے اسے قادیان میں اور حق کے ساتھ نازل کیا۔ ت) اور دُوسرا بھاری ذریعہ اس خبیث کی پیشگوئیوں کا جھوٹا پڑنا جن میں بہت چمکتے روشن حرفوں سے لکھنے کے قابل دو واقعے ہیں:

---

[۱] القرآن الکریم ۶/۶۱

ایکؔ اس کے بیٹے کا جس کی نسبت کہا تھا کہ انبیاء کا چاند پیدا ہوگا اور بادشاہ اس کے کپڑوں سے برکت لیں گے، مگر شانِ الٰہی کہ چوں دم برداشتم مادہ برآمد (جب میں نے دُم اٹھا کر دیکھا تو مادہ پایا۔ ت) بیٹی پیدا ہوئی، اس کے اوپر کہا کہ وحی کے سمجھنے میں غلطی ہوئی اب کی جو ہوگا وُہ انبیاء کا چاند ہوگا۔ بیٹی، بیٹے ہمیشہ پیدا ہوتے ہیں اب کے ہُوا بیٹا مگر چند روز جی کر مرگیا، بادشاہ کیا کسی محتاج نے بھی اس کے کپڑوں سے برکت نہ لی۔

دوسؔری بہت بڑی بھاری پیشگوئی آسمانی جورو کی اپنی چچا زاد بہن احمدی کو لکھ کر بھیجا کہ اپنی بیٹی محمدی میرے نکاح میں دے دے، اس نے صاف انکار کردیا، اس پر پہلے طمع دلائی پھر دھمکیاں دیں پھر کہا کہ وحی آگئی کہ زوجنا کہا ہم نے تیرا نکاح اس سے کردیا، اور یہ کہ اس کا نکاح اگر تُو دوسری جگہ کرے گی تو ڈھائی یا تین برس کے اندر اس کا شوہر مرجائے گا۔ مگر اس خدا کی بندی نے ایک نہیں سنی، سلطان محمد خاں سے نکاح کردیا، وہ آسمانی نکاح دھرا ہی رہا، نہ وہ شوہر مرا، کتنے بچے اس سے ہو چکے اور یہ چل دیے۔ غرض اس کے کفر وکذب حد شمار سے باہر ہیں کہاں تک گنے جائیں، اور اس کے ہوا خواہ ان باتوں کو مانتے ہیں، اور بحث کریں گے تو کاہے میں کہ عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انتقال فرمایا مع جسم کے اٹھائے گئے یا صرف روح مہدی وعیسٰی ایک ہیں یا متعدد۔ یہ ان کی عیاری ہوتی ہے، ان کفروں کے سامنے ان مباحث کا کیا ذکر، فرض کیجئے کہ عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ نہیں، فرض کیجئے کہ وہ مع جسم نہیں اٹھائے گئے، فرض کیجئے کہ مہدی و عیسٰی ایک ہیں، پھر اس سے وہ تیرے کفر کیونکر مٹ گئے۔ کلام تو اس میں ہے کہ تُو کہتا ہے میں نبی ہوں ہم کہتے ہیں تُو کافر، اس کا فیصلہ ہونا چاہئے، انبیاء کی توہینیں، انبیاء کی تکذیبیں، معجزات سے استہزاء، نبوت کا ادعاء، اور پھر دوسرے درجہ میں انبیاء کے چاند والا بیٹا، آسمانی جورو، یہ تیری تکفیر تکذیب کو کافی ہیں۔

(۲) حدیث متواتر کے انکار پر تکفیر کی جاتی ہے خواہ متواتر باللفظ ہو یا متواتر المعنی، اور حدیث ٹھہرا کر جو کوئی استخفاف کرے تو یہ مطلقاً کفر ہے اگرچہ حدیث احاد بلکہ ضعیف بلکہ فی الواقع اس سے بھی نازل ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۹: مرسلہ حکیم عبدالجبار خاں صاحب دھام پور ضلع بجنور ۲۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

کیا شیعوں کے سب فرقے اور غیر مقلدین سب کے سب کافر ہیں؟

الجواب

ان میں ضروریاتِ دین سے کسی شے کا جو منکر ہے یقیناً کافر ہے اور جو قطعیات کے منکر ہیں ان پر

بحکم فقہاء لزوم کفر ہے اور اگر کوئی غیر مقلد ایسا پایا جائے کہ صرف انھیں فرعی اعمال میں مخالف ہو اور تمام عقائد قطعیہ میں اہلسنت کا موافق یا وہ شیعی کہ صرف تفضیلیہ ہے تو ایسوں پر حکم تکفیر ناممکن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۰ از بنارس محلہ پتر کنڈہ مرسلہ مولانا مولوی محمد عبدالحمید صاحب پانی پتی ۱۱ شعبان ۱۳۳۵ھ

ہمارے سُنی حنفی علماء کثرہم اللہ تعالیٰ وابقاہم الیٰ یوم الجزاء اس میں کیا فرماتے ہیں :

(۱) فرقہ غیر مقلدین اللہ تعالیٰ کے لئے مکان کا قائل اور نیز اس کے لئے جہت کا قائل ہے جیسا کہ نواب صدیق حسن خاں کے رسالہ الاحتواء علیٰ مسئلۃ الاستواء اور نیز ان کے دیگر رسائل سے ظاہر ہے' اور احناف کی فقہ کو باطل اور ناحق جانتا ہے، اور بدیں وجہ اس کی سخت توہین کرتا ہے چنانچہ ایک کلا فوری غیر مقلد نے اپنے رسالہ الجرح علی اصول الفقہ میں فقہ احناف کے حق میں لکھا ہے (بلکہ بدبو وارشدا اس سے ہے کہ جب اس کے پاس جاؤ تو بدبو ہی آتی ہے) والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ اور مولوی ابوالقاسم بنارسی کے رسالہ الجرح علی الاحام کی ایک عبارت سے فقہ احناف کا موجب دخول دوزخ ہونا ثابت ہے، اور نیز امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ کی توہین بعید کرتا ہے، چنانچہ مولوی ابوالقاسم بنارسی نے اپنے رسالہ مذکورہ میں منجملہ حضرت امام صاحب کے شان میں بے انتہا بے ادبیاں کیں آپ کی ولادت شریفہ کے سنہ کا مادہ لفظ "سگ" اور آپ کی وفات شریف کے سنہ کا مادہ لفظ "بوکم جہاں پاک" لکھا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ' اور اجماع کا منکر ہے جیسا کہ نواب صدیق حسن خاں کے رسالہ "عرف الجادی" اور نیز ان کے دیگر رسائل سے ظاہر ہے اور یہ سب باتیں احناف کی فقہ کی مستند کتابوں مثل فتاوٰی قاضی خاں اور فتاوٰی عالمگیری اور نور الانوار وغیرہا کے بموجب کفر ہیں، پس فرقہ غیر مقلدین بوجوہ مذکورہ بحکم فقہ احناف کافر ہے یا نہیں' اور نیز فرقہ غیر مقلدین مفارق الجماعۃ ہے جیسا کہ ظاہر ہے پس بحکم حدیث شریف :

من فارق الجماعۃ شبرا فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ[1] (جو جماعت سے بالشت بھر دور ہوا اس نے اپنی گردن سے اسلام کا پھندہ اتار دیا۔ ت)

کے خارج از اسلام ہوا یا نہیں؟ اور نیز فرقہ غیر مقلدین تقلید کو شرک اور مستلزم انتفاء ایمان اور مقلدین کو جن میں بے شمار علماء اور اولیاء بھی داخل ہیں، مشرک اور بے ایمان کہتا و جانتا ہے جیسا کہ مولوی سعید بنارسی کے رسالہ ھدایۃ المرتاب ص ۱۸ اور ان کے بیٹے ابوالقاسم بنارسی کے رسالہ العرجون القدیم ص ۲۰ اور نیز دیگر علمائے غیر مقلدین کے رسائل سے ظاہر ہے، پس بموجب حدیث :

www.alahazratnetwork.org

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۵/ ۱۸۰

لا یرمی رجل رجلا بالفسوق ولا یرمیہ بالکفر الاارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ کذٰلک۔[1]

کسی آدمی کا دوسرے کو فاسق و کافر کہنا اسی پر لوٹ آتا ہے اگر دوسرے میں کفر و فسق نہ ہو۔ (ت)

کے یہ خود مشرک اور بے ایمان ہُوئے یا نہیں۔

(۲) اور نیز اس میں کہ رافضی تبرائی کافر مرتد ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جواب سوال اوّل: بلاشبہہ طائفہ نا مقلدین گمراہ بددین اور بحکم فقہ کفار و مرتدین، جن پر بوجوہ کثیرہ لزومِ کفر بین مبین، ہمارے رسالہ الکوکبۃ الشھابیۃ علی کفریات ابی الوھابیۃ و سل السیوف الھندیۃ علی کفریات بابا النجدیۃ و النھی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید وغیرہا میں اس کا بیان شافی ووافی۔ یہاں انھیں بعض وجوہ سے کلام کریں جن کی طرف سائل فاضل نے اشارہ کیا، وباللّٰہ التوفیق۔

(۱) اللہ عزوجل کے لئے مکان ماننا کفر ہے، بحرالرائق جلد پنجم ص ۱۲۹ میں ہے:

یکفر بقولہ یجوز ان یفعل اللہ فعلا لاحکمۃ فیہ وباثبات المکان للہ تعالٰی۔[2]

اگر کوئی کہتا ہے کہ اللہ تعالٰی سے ایسے فعل کا صدور ممکن ہے جس میں حکمت نہ ہو تو وہ کافر ہے یا وُہ اللہ تعالٰی کے مکان کا اثبات تسلیم کرتا ہے (ت)

فتاوٰی قاضی خاں فخرالمطابع جلد چہارم ص ۴۳۰:

یکون کفرا لان اللہ تعالٰی منزہ عن المکان۔[3]

کافر ہوجائے گا کیونکہ اللہ تعالٰی مکان سے پاک ہے (ت)

فتاوٰی خلاصہ قلمی کتاب الفاظ الکفر فصل ۲، جنس ۲:

یکفر لانہ اثبت المکان للہ تعالٰی۔[4]

وہ کافر ہے کیونکہ اس نے اللہ تعالٰی کیلئے مکان ثابت کیا ہے (ت)

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۵/۱۸۱

[2] بحرالرائق باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/۱۲۰

[3] فتاوٰی قاضی خان کتاب السیر باب یکون کفرًا ومالایکون کفرًا نولکشور لکھنؤ ۴/۸۸۳

[4] خلاصۃ الفتاوٰی فصل الثانی فی الفاظ الکفر مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/۳۸۳

فتاوی عالمگیری مطبع مصر جلد دوم ص ۱۲۹ :

یکفر باثبات المکان للہ تعالٰی[1] ۔

اللہ تعالٰی کے لئے مکان ثابت کرنا کفر ہے (ت)

جامع الفصولین جلد دوم ص ۲۹۸ ، فتاوی ذخیرہ سے :

قال اللہ تعالٰی فی السماء عالم لو اراد به المکان کفر[2]

کسی نے کہا اللہ تعالٰی آسمان میں عالم ہے اگر اس سے مراد مکان لیا ہے تو کفر ہے (ت)

(۲) مولٰی عزوجل کے لئے جہت ماننا بھی صریح ضلالت و بددینی ہے اور بہت ائمہ نے تکفیر فرمائی ـــــ

شاہ عبدالعزیز صاحب کی تحفہ اثنا عشریہ طبع کلکتہ ص ۲۵۵ بیان عقائد اہلسنت و جماعت میں ہے :

عقیدہ سیزدہم آنکہ حق تعالٰی را مکان نیست و او را جہتے از فوق و تحت متصور نیست و ہمیں ست مذہب اہل سنت و جماعت[3]

تیرھواں عقیدہ یہ ہے کہ حق تعالٰی کیلئے مکان نہیں اور نہ اس کے لئے کوئی جہت نہ فوق اور نہ تحت، اور یہی اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے (ت)

امام ابن حجر مکی کی اعلام بقواطع الاسلام طبع مصر ص ۱۵ بعد نقل کلام امام حجۃ الاسلام غزالی ،

ھکذا کما تری ظاھر فی تکفیر القائلین بالجھۃ[4]

جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں جو لوگ جہت کے قائل ہیں ان کا کافر ہونا واضح ہے (ت)

www.alahazratnetwork.org

اسی میں ان کلمات میں جو ہمارے ائمہ کے نزدیک بالاتفاق کفر ہیں ص ۴۲ پر ہے :

او قال اللہ تعالٰی فی السماء عالم او علی العرش وعنی به المکان اولیس له نیۃ او قال ینظر الینا ویبصرنا من العرش، او قال ھو فی السماء او علی الارض، او قال لایخلو منه مکان او قال اللہ تعالٰی فوق وانت تحته اھ ملخصاً

یا کہتا ہے کہ وہ آسمان میں عالم ہے یا عرش پر، اور اس سے مراد مکان لیتا ہے یا اسکی کوئی نیت نہیں یا کہتا ہے کہ اللہ تعالٰی ہم کو عرش سے دیکھتا ہے، یا کہتا ہے وہ آسمان میں ہے یا زمین پر، یا کہتا ہے اس سے کوئی مکان خالی نہیں، یا کہتا ہے اللہ تعالٰی اوپر ہے اور تو نیچے اھ ابن حجر نے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ — موجبات الکفر انواع — نورانی کتب خانہ پشاور — ۲۵۹/۲

[2] جامع الفصولین — فصل الثامن والثلاثون فی مسائل کلمات الکفر — اسلامی کتب خانہ کراچی — ۲۹۸/۲

[3] تحفہ اثنا عشریہ — باب پنجم در الہیات — سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۱۴۱

[4] اعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ — مقدمہ کتاب — مکتبۃ الحقیقیہ استنبول ترکی — ص ۳۵۱

ابن حجر فی قولہ لیس لہ نیۃ فقال فی الکفر نظر فضلا عن کونہ متفقا علیہ لان النیۃ القصد، وقد ذکر النووی عفی اللہ تعالٰی عنہ فی شرح المھذب انہ یقال قصد اللہ کذا بمعنی ارادفمن قال لیس لہ نیۃ ای قصد فان اراد انہ لیس قصد کقصدنا فواضح، وکذا ان اطلق اواراد انہ لاارادۃ لہ اصلا فان ارادالمعنی الذی تقولہ المعتزلۃ فلاکفرایضا، او اراد سلبھا مطلقا لا بالمعنی الذی یقولونہ فھو کفر[1] اھ اقول رحم اللہ الشیخ لیس لہ نیۃ لیس من الفاظ الکفر بل ھو عطف علی قولہ عنی بہ المکان ای یکفران اراد المکان، او اطلق ولم ینوشیئا قال فی البحرالرائق ان قال اللہ فی السماء فان قصد حکایۃ ماجاء فی ظاھرالاخبار لایکفر وان اراد المکان کفر وان لم یکن لہ نیۃ کفر عند الاکثر وھو الاصح وعلیہ الفتوٰی[2] اھ۔

نیز اسی کے فصل کفر متفق علیہ میں ہے ص ٣٩:

"لیس لہ نیۃ" کی صورت میں اختلاف کیا اور کہا کہ اس صورت میں کفر میں اختلاف ہے چہ جائیکہ کفر بالاتفاق ہو کیونکہ نیت قصد کا نام ہے۔ امام نووی نے شرح المہذب میں کہا کہ جو کہا جاتا ہے قصد اللہ کذا یعنی اللہ نے ارادہ فرمایا کے معنی میں ہوتا ہے اور جس نے کہا "اللہ کے لئے نیت نہیں" یعنی قصد نہیں، اگر اس کی مراد یہ ہے کہ اس کا قصد ہمارے قصد کی طرح نہیں تو یہ واضح ہے اسی طرح اگر یہ کلام مطلق ذکر کیا یا یہ مراد لیا کہ اللہ تعالٰی کے لئے کوئی ارادہ نہیں، اب اگر وہ معنٰی مراد لیا جو معتزلہ کہتے ہیں تو وہ بھی کفر نہیں یا مراد یہ ہے کہ مطلقًا ارادہ کی نفی ہے نہ کہ وہ معنٰی جو معتزلہ کا قول، تو پھر کفر ہے اھ اقول اللہ تعالٰی شیخ پر رحم فرمائے "اس کی نیت نہیں" یہ الفاظ کفر میں سے نہیں بلکہ اس کا عطف "اس نے مکان مراد لیا" پر ہے یعنی وہ کافر ہو جائے گا جب اس نے مکان مراد لیا یا اس نے کلام بولا اور اس سے کوئی ارادہ نہ کیا، بحرالرائق میں ہے کہ اگر کسی نے کہا "اللہ آسمان میں ہے" اگر تو اس نے وہ مراد لیا جو ظاہرًا اخبار میں ہے تو پھر کافر نہیں، اور اگر اس نے مکان مراد لیا تو کفر ہوگا اور اگر اس نے کوئی ارادہ نہ کیا تو اکثر کے نزدیک وہ کافر ہے اور یہی اصح ہے اور اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

---

[1] اعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ فصل اول مکتبۃ الحقیقیۃ استنبول ترکی ص ٣٦٧

[2] بحرالرائق باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ١٢٠

او شبھہ تعالٰی بشیئ او وصفہ بالمکان او الجھات[1] | یا اس نے اللہ تعالٰی کو کسی شیئ کے ساتھ مشابہت دی یا مکان یا جہت کے ساتھ اس کا وصف بیان کیا۔ (ت)

(۳) فقہ حنفی کو مطلقاً باطل و ناحق جاننا تو سخت خبیث و ملعون ہے کہ وہ احکام قرآن عظیم و احکام صحاح احادیث پر مشتمل سب سے سہل تر احکام قیاس ہیں، اس کی نسبت فتاوٰی تاتارخانیہ پھر فتاوٰی عالمگیریہ جلد دوم صفحہ ۲۷۱ میں ہے،

رجل قال قیاس ابی حنیفۃ حق نیست یکفر[2] | جس نے یہ کہا کہ "قیاس ابوحنیفہ درست نہیں" اس نے کفر کیا (ت)

ہم نے خاص اس قول کی شرح میں بعونہ تعالٰی ایک نفیس رسالہ لکھا اور اس میں اسے مشرح و مفصل و مبرہن و مدلل کیا وللہ الحمد۔

(۴) یہیں سے توہین فقہ مبارک کا حکم ظاہر کہ صرف باطل کہنے سے وہ ملعون الفاظ بدرجہا بدتر، زید و عمرو مختلف ہوں کہ بکر اس وقت قائم ہے یا قاعد دونوں میں ایک ضرور باطل ہے مگر ان میں کوئی موجب دخول دوزخ نہیں، وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[3] (اور اب جان جائیں گے ظالم کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ ت)

منح الروض ص ۲۱۲: کفر باستخفاف کتاب الفقہ[4] (فقہ کی کتاب کی تحقیر سے کافر ہو گا۔ ت)

(۵) بعد وضوح صواب و کشف حجاب بحمد الوہاب امامت وولایت وجلالت شان ورفعت مکان حضرات عالیہ ائمہ اربعہ علیہم الرضوان پر امت اجابت کا اجماع منعقد ہو لیا خبثائے مبتدعین مثل وہابیہ و رافضیہ و غیر مقلدین امت اجابت سے نہیں کافروں کی طرح امت دعوت سے ہیں، ولہذا اجماع میں ان کا اختلاف معتبر نہیں، اصول امام اجل فخر الاسلام بزدوی قدس سرہ مبحث اجماع باب الاہلیۃ میں ہے،

صاحب الہوی المشہور بہ لیس من الامۃ علی الاطلاق[5] | دین میں جو گمراہی والا مشہور ہو وہ علی الاطلاق امت میں نہیں ہے۔ (ت)

---

[1] اعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ فصل اول مکتبۃ الحقیقیۃ استنبول ترکی ص ۳۷۲

[2] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۷۱

[3] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

[4] منح الروض الازہر شرح فقہ اکبر فصل فی العلم و العلماء مصطفی البابی مصر ص ۱۷۲

[5] اصول بزدوی باب الاہلیۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۲۴۳

توضیح طبع قسطنطنیہ جلد دوم ص ۵۰۶ میں ہے:

صاحب البدعۃ یدعوا الناس الیہا لیس ھو من الامۃ علی الاطلاق۔[1]

اہلسنت کے مخالف عقیدے والا جو لوگوں کو اپنے عقیدے کی دعوت دے وہ علی الاطلاق امتی نہیں ہے (ت)

تلویح علامہ تفتازانی ص۔ و مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد پنجم ص ۴۵۶ میں ہے:

لان المبتدع وان کان من اھل القبلۃ فھو من امۃ الدعوۃ دون المتابعۃ کالکفار۔[2]

کیونکہ اعتقاد میں بدعتی اگرچہ اہل قبلہ سے ہے لیکن امت اجابت میں نہیں بلکہ وہ مثل کفار اُمت دعوت میں سے ہے۔ (ت)

اور اجماع امت بلاشبہہ حجت ہے تو حضرات ائمہ اربعہ خصوصاً امام الائمہ سراج الامۃ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے امام اُمت و اجلہ اولیائے حضرت عزت سے ہونے کا اب انکار نہ کریگا مگر گمراہ بددین یا ملحد بے دین مرتد بالیقین اور بحکم فقہ اس پر لزوم کفر ظاہر و مبین۔ مجمع الانہر طبع مصر جلد اول ص ۶۳۳ و منح الروض ص ۲۱۲ میں ہے:

من قال لعالم عویلم اولعلوی علیوی قاصدا بہ الاستخفاف کفر۔[3]

جو شخص تحقیر کے ارادے سے عالم کو عویلم اور علوی کو علیوی کہے وہ کافر ہوجاتا ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

جب ایک عالم کو بنظر تحقیر مُولویا کہنے کو کفر فرماتے ہیں تو عالم العلماء امام الائمہ کی نسبت ایسے ہفوات ملعونہ کس درجہ خبیث تر ہیں۔ اکابر اولیاء فرماتے ہیں کہ ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مقام باقی اولیاء کرام کے مقام سے بالیقین بلند و بالا ہے۔ امام اجل عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی میزان الشریعۃ الکبرٰی جلد اول ص ۱۷۲:

سمعت سیدی علیا المرصفی رحمہ اللہ تعالٰی یقول اعتقادنا ان اکابر الصحابۃ و التابعین والائمۃ المجتہدین کان مقامھم اکبر من مقام باقی الاولیاء بیقین۔[4]

میں نے سیدی علی المرصفی رحمہ اللہ تعالٰی سے سُنا وہ فرماتے ہیں کہ بیقین ہمارا اعتقاد ہے کہ اکابر صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین کا مقام باقی اولیاء کرام سے بڑا تھا۔ (ت)

---

[1] و [2] توضیح علی التنقیح مع التلویح — باب الاہلیۃ — المطبعۃ الخیریۃ مصر — ۲/ ۲۳۷

[3] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر — باب المرتد — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۱/ ۶۹۵

منح الروض الازہر شرح فقہ اکبر — فصل فی العلم والعلماء — مصطفی البابی مصر — ص ۱۷۴

[4] میزان الشریعۃ الکبرٰی — باب صفۃ الصلوۃ — مصطفی البابی مصر — ۱/ ۱۵۷

تو بالیقین امام الائمہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم اعاظم سردارانِ اولیاء اللہ عزوجل سے ہیں، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

من عادٰی لی ولیا فقد اٰذنتہ بالحرب[1] رواہ البخاری فی صحیحہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن ربہ عزوجل۔

جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے میں نے اعلان فرمادیا اس سے لڑائی کا۔ (اسے بخاری نے اپنی صحیح میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے آپ نے اللہ عزوجل سے روایت کیا۔ ت)

ڈاکوؤں کی بابت فرمایا:

انما جزاء الذین یحاربون اللہ و رسولہ[2] الاٰیۃ۔

یہ جو اللہ ورسول سے لڑتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کئے جائیں یا سُولی دیئے جائیں، الٰی آخرالآیہ۔

سُود کے بارے میں فرمایا:

فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ و رسولہ[3]۔

اگر سُود نہ چھوڑو تو اعلان کرو اللہ و رسول سے لڑائی کا۔

www.alahazratnetwork.org

لیکن یہاں فرمایا جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے خود میں نے اس سے لڑائی کا اعلان فرمادیا، خود ابتداء فرمانا دلیل واضح ہے کہ عداوت سخت باعثِ ایذائے رب عزوجل ہے۔ اور رب عزوجل فرماتا ہے:

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ و اعدلھم عذابا مھینا[4]۔

بیشک وُہ جو اللہ و رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ نے لعنت فرمائی دنیا اور آخرت میں اور ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ظاہر ہے کہ مسلمان اگرچہ عاصی اگرچہ معاذ اللہ معذب ہو آخرت میں اپنے رب کا ملعون نہیں ورنہ بالآخر رحمت ونعمت وجنت ابدی نہ پاتا اس کی نار نارِ تطہیر ہے، نہ نارِ لعنت و ابعاد و تذلیل و تحقیر، تو جسے

---

[1] صحیح البخاری کتاب الرقاق باب التواضع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۶۳

[2] القرآن الکریم ۵/۳۳

[3] ؍؍ ؍؍ ۲/۲۷۹

[4] ؍؍ ؍؍ ۳۳/۵۷

اللہ عزوجل دنیا و آخرت میں ملعون کرے وہ نہ ہوگا مگر کافر۔ اور یہ وہاں ہے کہ بعد وضوحِ حق براہِ عناد ہو جس طرح اب وہابیہ مار دین اعدائے دین کا حال ہے قاتلھم اللہ انی یؤفکون[1] (اللہ انھیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ت) ان کے وصف کو ایک حدیث بس ہے کہ دارقطنی و ابوحاتم خزاعی نے ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اھل البدع کلاب اھل النار[2] — گمراہ لوگ دوزخیوں کے کتے ہیں۔

کتا اور وہ بھی بدترین خلائق دوزخیوں کا جنکے متعلق فرمایا "اولٰئک ھم شر البریۃ[3] وہ تمام مخلوقِ الٰہی سے بدتر ہیں" کتے سے بدتر، سور سے بدتر، سور کے لئے اگر کوئی کتا فرض کیا جائے تو ایسے لوگ سور سے بدتروں کے کتے ہیں، الا لعنۃ اللہ علی الظالمین[4]۔

(۶) بلاشبہہ طائفہ غیر مقلدین اجماعِ اُمت کو اصلاً حجت نہیں مانتے بلکہ محض مہمل و نامعتبر جانتے ہیں۔ صدیق حسن بھوپالی کا مصرع ہے:

قیاس فاسد و اجماع بے اثر آمد

(قیاس فاسد ہے اور اجماع کوئی اثر نہیں رکھتا۔ت)

www.alahazratnetwork.org

اور ائمہ کرام و علمائے اعلام حجیتِ اجماع کو ضروریاتِ دین سے بتاتے اور مخالفِ اجماعِ قطعی کو کفر ٹھہراتے ہیں، مواقف قاضی عضدالدین و شرح مواقف علامہ سید شریف مطبوعہ استنبول جلد اول ص ۱۵۹:

کون الاجماع حجۃ قطعیۃ معلوم بالضرورۃ من الدین[5] — اجماع کا قطعی حجت ہونا ضروریاتِ دین سے ہے۔ (ت)

مسلم الثبوت و فواتح الرحموت جلد دوم ص ۲۹۴:

الاجماع حجۃ قطعا ویفید العلم الجازم عند جمیع اھل القبلۃ ولا یعتد بشرذمۃ — اجماع قطعی حجت ہے اور یہ تمام اہل قبلہ کے ہاں یقینی علم کا فائدہ دیتا ہے اور خارجی اور رافضی جیسوں

---

[1] القرآن الکریم ۹/۳۰

[2] کنز العمال حدیث ۱۱۲۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۲۲۳

[3] القرآن الکریم ۹۸/۶

[4] " " ۱۱/۱۸

[5] شرح المواقف باب المقصد السادس منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/۲۵۵

من الحمقاء الخوارج و الروافض لانھم حادثون بعد الاتفاق یشککون فی ضروریات الدین۔[1] 19

کے گروہ کا اعتبار نہیں کیونکہ یہ نئے فرقے ہیں جو ضروریاتِ دین میں تشکیک پیدا کرتے (ت)

اصول امام اجل فخر الاسلام بزدوی باب حکم الاجماع:

فصار الاجماع کآیۃ من الکتاب او حدیث متواتر فی وجوب العمل والعلم بہ فیکفر جاحدہ فی الاصل۔[2]

تو اجماع کتاب اللہ یا حدیث متواتر کی طرح وجوب علم وعمل ثابت کرتا ہے لہذا قاعدہ کی رُو سے اس کا منکر کافر قرار دیا جائے گا۔ (ت)

کشف الاسرار امام عبد العزیز بخاری مطبوعہ قسطنطنیہ جلد چہارم ص ٢٦١:

یحکم بکفر من انکر اصل الاجماع بان قال لیس الاجماع بحجۃ۔[3]

جو اجماع کے اصول میں ہونے سے انکار کرے اور کہے کہ اجماع حجت نہیں ہے اس کی تکفیر کی جائے گی (ت)

مسایرہ امام محقق ابن الہمام مطبوعہ مصر خاتمہ ص ٩:

وبالجملۃ فقد ضم الی التصدیق بالقلب فی تحقق الایمان امور الاخلال بہا اخلال بالایمان اتفاقا کترک السجود للصنم وقتل نبی والاستخفاف بہ ومخالفۃ ما اجمع علیہ وانکارہ بعد العلم بہ[4] (ملتقطا)

حاصل یہ کہ ایمان کے لئے تصدیق بالقلب کے ساتھ کچھ امور ایسے ہیں جو بالاتفاق ایمان میں خلل انداز ہوتے ہیں جن کا ترک ضروری ہے، مثلاً بُت کو سجدہ، نبی کا قتل اور اس کی توہین اور اجماع کی مخالفت اور اجماع کے علم پر اس کا انکار۔ (ملتقطا)

الفصول البدائع فی اصول الشرائع علامہ شمسی [فناری] مطبوعہ استنبول جلد دوم ص ٢٧٣:

یکفر جاحد حجیۃ الاجماع مطلقا وھو المذہب عند مشائخنا۔[5]

اجماع کی حجیت کا مطلقاً انکار کرنے والا کافر قرار پائیگا ہمارے مشائخ کا یہی مذہب ہے (ت)

---

[1] فواتح الرحموت بذیل المستصفی باب الاجماع حجۃ قطعا منشورات الشریف الرضی قم ایران ٢/٢١٣

[2] اصول البزدوی باب حکم الاجماع قدیمی کتب خانہ کراچی ص ٢٤٥

[3] کشف الاسرار عن اصول البزدوی باب حکم الاجماع الخ دار الکتاب العربی بیروت ٣/٢٦١

[4] المسایرۃ مع المسامرہ الخاتمۃ فی بحث الایمان المکتبۃ التجاریۃ الکبری مصر ٣٢٧

[5] فصول البدائع فی اصول الشرائع

تلویح جلد دوم ص ۵۱۵ :

الاجماع علی مراتب فالاولی بمنزلة الآیة و الخبر المتواتر یکفر جاحدہ[1]

اجماع کے مراتب ہیں پہلا مرتبہ بمنزلہ آیت کریمہ اور خبر متواتر ہے جس کا منکر کافر ہوگا (ت)

کشف الاسرار شرح المنار للامام المصنف النسفی مطبوعہ مصر جلد دوم ص ۱۱۱ :

یکفر جاحدہ کما یکفر جاحد ما ثبت بالکتاب او المتواتر[2]

اجماع کا منکر کافر ہے جس طرح کتاب اللہ یا خبر متواتر سے ثابت شدہ کا منکر کافر ہے (ت)

مرآۃ الاصول علامہ مولٰی خسرو مطبوعہ مصر جلد دوم ص ۲۰۱ :

یکفر منکر حجیة الاجماع مطلقا ھو المختار عند مشائخنا[3]

مطلقًا اجماع کی حجیت کا منکر کافر ہے، ہمارے مشائخ کے ہاں یہی مختار ہے (ت)

(۷) جماعت اسلام سے ان کی مفارقت اسی معنٰی پر ہے جو نزد فقہائے کرام ان کو خارج از اسلام کرتی ہے کما یظھر بما مر و یاتی و بالتفاصیل المودعة فی رسائلنا المذکورة (جیسا کہ گزشتہ اور آنیوالے بیان اور ان تفاصیل سے ظاہر ہوجائیگا جو ہمارے رسائل میں شامل ہیں۔ ت) تو بلاشبہہ بحکم فقہیہ طائفہ حدیث مذکور کے حکم ظاہر میں داخل اور اسلام سے خارج۔

www.alahazratnetwork.org

(۸) یونہی تقلید کو مطلقًا شرک و منافی ایمان کہنا، قرآن و حدیث و اجماع امت سب کا انکار اور کفر ہے۔

کشف اصول بزدوی جلد ۳ ص ۲۸۸ میں ہے :

رجوع العامی الی قول المفتی وجب بالنص والاجماع[4] (ملخصًا)

عوام کا مفتی کے قول کی طرف رجوع کرنا نص اور اجماع کی بناء پر لازم ہے (ت)

فصول البدائع جلد دوم ص ۴۳۳ :

للعامی تقلید المجتھد فی فروع الشریعة خلافا لمعتزلة بغداد لنا اتفاق علماء

عوام کے لئے فروع شریعت میں تقلید مجتہد لازم ہے، اس میں معتزلہ بغداد کا اختلاف ہے، ہماری دلیل

---

[1] تلویح علی التوضیح الامر الرابع فی حکم الاجماع المطبعۃ الخیریہ مصر ۲/ ۴۴۷

[2] کشف الاسرار شرح منار الانوار فی اصول الفقہ

[3] مرآۃ الاصول شرح مرقاۃ الوصول فی علم الاصول مولٰی خسرو

[4] کشف الاسرار عن اصول البزدوی قبیل باب حکم العلۃ دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۲۸۸

الامصار لاینکرون علی العوام الاقتصار علی اقاویلہم فحصل الاجماع قبل حدوث المخالف[1]

یہ ہے کہ تمام علاقوں کے علماء نے عوام کو اپنے اقوال پر عمل سے نہیں روکا تو مخالف قول سے پہلے پہلے اس پر اجماع ہوچکا (ت)

فواتح الرحموت جلد اول ص ۷ :

المقلد یعلم وجوب العمل بقول المجتہد ضرورۃ من الدین او بالتقلید المحض[2] اھ **اقول** الاول فیمن کان مخالطا للمسلمین و الثانی فیمن لم یخالطہم بعد۔

مقلد مجتہد کے قول پر عمل کا وجوب ضروریات دین یا تقلید محض کے طور پر جانتا ہے اھ **اقول** پہلی صورت وہاں ہے جہاں مسلمانوں کے ساتھ اختلاط ہو دوسری صورت وہاں جہاں ابھی مسلمانوں کے ساتھ اختلاط نہ ہوا ہو۔ (ت)

(۹) بلاشبہہ گیارہ سو برس سے عامہ اُمتِ محمدیہ علٰی صاحبہا وعلیہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ مقلدین ہیں مقلدوں کو مشرک کہنا عامہ امت مرحومہ کی تکفیر ہے اور بلاریب بحکم ظواہر احادیث وفتوٰی ائمہ فقہ کفر ہے۔ عالمگیری جلد دوم ص ۲۷۸، برجندی شرح نقایہ جلد چہارم ص ۹۸، حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ جلد اول ص ۱۴۰ و ص ۱۵۶، جامع الفصولین جلد دوم ص ۳۱۱، بزازیہ جلد سوم ص ۳۳۱، ردالمحتار جلد سوم ص ۲۸۳، درمختار ص ۲۹۳، جامع الرموز مطبوعہ کلکتہ جلد چہارم ص ۶۵۱، مجمع الانہر مطبوعہ قسطنطنیہ جلد اول ص ۵۶۶، خزانۃ المفتین قلمی، کتاب السیر آخر فصل الفاظ الکفر، نیز ان کتب میں ذخیرۃ الفتاوٰی وفصول عمادی واحکام علی الدرر وقاضیخاں ونہر الفائق وشرح وہبانیہ وغیرہا سے:

المختار للفتوی فی جنس ہذہ المسائل ان القائل بمثل ہذہ المسائل ان القائل بمثل ہذہ المقالات ان اراد الشتم ولایعتقدہ کافرا لایکفر وان کان یعتقدہ کافرا فخاطبہ بہذا بناء علی اعتقادہ انہ کافر یکفر[3]

ایسے مسائل میں فتوٰی کے لئے مختار یہ ہے کہ اگر ایسے کلمات سے مراد سب وشتم ہو اور کفر کا اعتقاد نہ ہو تو کافر نہیں ہوگا اور اگر مقلد کو کافر سمجھتا ہے اور اسے اپنے اس اعتقاد کے مطابق مخاطب کرتا ہے تو اب کافر ہوجائے گا۔ (ت)

---

[1] فصول البدائع فی اصول الشرائع

[2] فواتح الرحموت بذیل المستصفی المقدمۃ فی اصول الفقہ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/۱۲

[3] فتاوٰی ہندیۃ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۷۸

(۱۰) نمبر۶ میں ان کا منکرِ قیاس ہونا گزرا اور یہ اظہر من الشمس ہے، ولہذا فقہ کے منکر ہیں، علمائے کرام فرماتے ہیں قیاس وفقہ کی حجیت بھی ضروریاتِ دین سے ہے تو اس کا انکار ضرور کفر ہونا لازم۔ کشف البزدوی جلد ۳ ص ۲۸۰:

قد ثبت بالتواتران الصحابۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنھم عملوا بالقیاس وشاع و ذاع ذٰلک فیما بینھم من غیر رد و انکار۔[1]

یہ بات تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم قیاس پر عمل پیرا تھے اور عمل ان کے درمیان بغیر کسی رد وانکار جاری ومشہور رہا۔ (ت)

ایضا ص ۲۸۱:

انھم کانوا مجمعین علی ذٰلک فیما لانص فیہ وکفی باجماعھم حجۃ۔[2]

جس حکم کے بارے میں نص نہ ہوتی صحابہ کا اس پر اجماع ہوجاتا اور ان کا اجماع ہی کافی ہے۔ (ت)

ایضا ص ۲۸۱ امام حجۃ الاسلام غزالی سے:

قد ثبت بالقواطع من جمیع الصحابۃ الاجتھاد والقول بالرأی والسکوت عن القائلین بہ وثبت ذٰلک بالتواتر فی وقائع مشھورۃ ولم ینکرھا احد من الامۃ فاورث ذٰلک علما ضروریا فکیف یترک المعلوم ضرورۃ۔[3]

دلائل قطعیہ کے ساتھ ثابت ہے کہ تمام صحابہ اجتہاد اور رائے پر عمل کرتے اور دیگر صحابہ خاموش رہتے اور یہ بات بڑے بڑے مشہور واقع کے بارے میں تواتر کے ساتھ منقول ہے اور امت میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا تو اس سے علم ضروری کا ثبوت ہوجائیگا جو ضروری طور پر معلوم ہو اسے کیسے ترک کیا جاسکتا۔ (ت)

فواتح الرحموت ص ۲:

الفقہ عبارۃ عن العلم بوجوب العمل و ھو قطعی لاریب فیہ ثابت بالاجماع القاطع بل ضروری فی الدین۔[4]

فقہ علم بوجوبِ عمل کا نام ہے اور یہ ایسی قطعی چیز ہے جس میں کوئی شک نہیں یہ اجماع قطعی سے ثابت بلکہ یہ ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ (ت)

---

[1] کشف الاسرار عن اصول بزدوی باب القیاس دار الکتاب العربی بیروت ۳/۲۸۰
[2] " " " " " " " ۳/۲۸۱
[3] " " " " " " " ۳/۲۸۱
[4] فواتح الرحموت بذیل المستصفٰی باب المقدمہ فی اصول الفقہ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/۱۲

www.alahazratnetwork.org

فواتح الرحموت میں ہے :

عن ابیه ملك العلماء عن المدقق صاحب المسلم القیاس علی تقدیر کونه فعلا من الفقه اما ان کان عبارۃ عن المساواۃ المعتبرۃ شرعا فحجیتة ضروریة دینیة کما سیصرح فی السنة ان حجیتها ضروریة دینیة۔[1]

اپنے والدگرامی ملک العلماء سے انھوں نے مدقق صاحب المسلم سے نقل کیا کہ قیاس اس تقدیر پر کہ وُہ فقہی فعل ہے تو یا وُہ شرعاً مساوات معتبرہ سے عبارت ہوگا تو اس کا حجت ہونا ضرورت دینی ہے جیسا کہ سنت کے بارے میں عنقریب تصریح آرہی ہے کہ اس کا حجت ہونا ضروریاتِ دین میں سے ہے (ت)

بالجملہ بحکم فقہ بلکہ بحکمِ حدیث بھی طائفہ غیر مقلدین پر بوجوہِ کثیرہ حکم کفر ہے، جسے زیادہ تفصیل پر اطلاع منظور ہو ہمارے رسائل مذکورہ کی طرف رجوع کرے واللہ الہادی۔

جواب سوال دوم : بلاشبہہ رافضی تبرائی بحکم فقہائے کرام مطلقاً کافر مرتد ہے ، اس مسئلہ کی تحقیق و تفصیل کو ہمارا رسالہ ردالرفضۃ بحمداللہ کافی ووافی ، یہاں دو چار سندوں پر اقتصار ،

درمختار مطبع ہاشمی ص ۳۱۹ :

کل مسلم ارتد فتوبته مقبولة الا الکافر بسب نبی او الشیخین او احدهما۔[2]

ہر وُہ مسلمان جو مرتد ہوگیا اس کی توبہ قبول ہے مگر وُہ کافر جس نے کسی نبی یا ابوبکر وعمر یا ان میں سے کسی ایک کو گالی دی (ت)

www.alahazratnetwork.org

درمختار میں ہے :

من سب الشیخین اوطعن فیهما کفر ولا تقبل توبته۔[3]

جس نے حضرت ابوبکر وعمر (رضی اللہ عنہما) کو گالی دی یا ان پر طعن کیا تو وہ کافر ہے اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی (ت)

فتح القدیر شرح ہدایہ مطبع مصر جلد اول ص ۱۳۵ :

فی الروافض من فضل علیا علی الثلٰثة

رافضیوں میں سے جس نے حضرت علی کو باقی تین

---

[1] فواتح الرحموت بذیل المستصفٰی قانون ثالث منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/ ۱۶
[2] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۵۷-۳۵۶
[3] " " " ۱/ ۳۵۶

رضی اللہ تعالیٰ عنہم فمبتدع وان انکر خلافۃ الصدیق اوعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فھو کافر[1]

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر فضیلت دی وہ بدعتی ہے اور اگر کسی نے خلافت صدیقی اور خلافت فاروقی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا انکار کیا تو وہ کافر ہے (ت)

فتاوٰی عالمگیری مطبوعہ مصر جلد اول ص ۸۴:

تجوز الصلوٰۃ خلف صاحب ھوی وبدعۃ ولا تجوز خلف الرافضی وحاصلہ ان کان ھوی لایکفر بہ صاحبہ تجوز الصلوٰۃ خلفہ مع الکراھۃ والا فلا ھکذا فی التبیین والخلاصۃ وھو الصحیح ھکذا فی البدائع[2]

صاحب ہوٰی وبدعت کی اقتداء میں نماز جائز مگر رافضی کے پیچھے جائز نہیں، حاصل یہ ہے کہ اگر وہ ایسی بدعت ہے جس سے صاحب بدعت کافر نہیں ہوتا تو اس کے پیچھے کراہت کے ساتھ نماز جائز ہوگی اور اگر موجبِ بدعت کفر ہے تو نماز جائز ہی نہ ہوگی، تبیین اور خلاصہ میں اسی طرح ہے اور یہی صحیح ہے، بدائع میں بھی اسی طرح ہے (ت)

فتاوٰی خلاصہ مطبوعہ لاہور جلد اول ص ۱۰۷:

فی الروافض ان فضل علیا علی غیرہ فھو مبتدع وان انکر خلافۃ الصدیق فھو کافر[3]

www.alahazratnetwork.org

رافضیوں میں سے اگر کوئی حضرت علی کو دوسرے صحابہ پر فضیلت دیتا ہے تو وہ بدعتی ہے اور اگر وہ خلافت صدیقی کا انکار کرتا ہے تو وہ کافر ہوگا۔ (ت)

عقود الدریہ مطبوعہ مصر جلد اول ص ۹۲ دربارہ روافض:

اعلم اسعدك اللہ تعالیٰ ان ھؤلاء الکفرۃ جمعوا بین اصناف الکفر ومن توقف فی کفرھم والحادھم فھو کافر مثلھم[4]

اے مخاطب (اللہ تعالیٰ تجھے نیک بخت بنائے) یہ کافر ہیں کہ انھوں نے اپنے اندر کفر کی مختلف صورتیں جمع کر رکھی ہیں جس نے ان کے کفر والحاد میں توقف کیا وہ بھی انھی کی طرح کافر ہے۔ (ت)

ایضاً صفحہ نمبر ۹۲:

اما الکفر فمن وجوہ منھا انھم یستخفون

کئی وجوہ سے کفر ہے ایک یہ کہ لوگ دین کی تحقیر

---

[1] فتح القدیر — باب الامامۃ — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ۱/۳۰۴

[2] فتاوٰی ہندیہ — الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ — نورانی کتب خانہ پشاور — ۱/۸۴

[3] خلاصۃ الفتاوٰی — فصل فی الامامۃ والاقتداء — مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ — ۱/۱۴۹

[4] العقود الدریۃ فی تنقیح فتاوٰی حامدیۃ — باب حکم الروافض وسب الشیخین — حاجی عبدالغفار وپسران قندھار افغانستان — ۱/۱۰۲-۱۰۳

بالدین ومنها انہم یہینون العلم والعلماء[1] | کرتے ہیں دوسرا یہ کہ یہ علم اور علماء کی توہین وتذلیل کا ارتکاب کرتے ہیں (ت)

ایضاً صفحہ ۹۳ :

ومنہا انہم لیسبتون الشیخین سود اللہ وجوھھم فی الدارین[2] | ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ حضرت ابوبکر وعمر (رضی اللہ تعالٰی عنہما) کو گالیاں دیتے ہیں اللہ تعالٰی دنیا وآخرت میں انھیں ذلیل فرمائے (ت)

ایضاً صفحہ ۹۳ :

فمن اتصف بواحدۃ من ھذہ الامور فھو کافر[3] | ان مذکورہ چیزوں میں سے جس میں ایک پائی جائے وہ کافر ہوجاتا ہے (ت)

ایضاً صفحہ ۹۳ :

اما سب الشیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما فانہ کسب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقال الصدر الشہید من سب الشیخین اولعنہما یکفر ولا تقبل توبتہ واسلامہ[4] | شیخین کو گالیاں دینا ایسے ہی ہے جیسے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو گالیاں دینا ہے۔ صدر الشہید نے فرمایا جس نے حضرات شیخین کو گالی دی یا ان پر لعنت کی وہ کافر ہوجائے گا اور اس کی توبہ اور اسلام قبول نہیں کیا جائے گا (ت)

ایضاً صفحہ ۹۳ :

اجمع علماء الاعصار علی ان من شک فی کفرھم کان کافرا[5] اھ۔ | تمام ادوار کے علماء کا اتفاق ہے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ کافر ہوجائے گا اھ (ت)

والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] العقود الدریۃ فی تنقیح فتاوٰی حامدیۃ باب حکم الروافض وسب الشیخین حاجی عبدالغفار وپسران قندھار افغانستان ۲/ ۱۰۳

[2] تا [5] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

مسئلہ ۵۲: از جونپور محلہ ملاٹولہ مرسلہ مولوی عبدالاول صاحب ۶ رمضان مبارک ۱۳۳۵ھ

یہ جواب صحیح ہے یا نہیں، اگر صحیح ہو تو اور بھی دلائل سے مبرہن و مزین فرما کر مہر و دستخط سے ممتاز فرمایا جائے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسلمان ممتحن نے زیرنگرانی دو شخص مسلمان کے پرچہ زبان دانی انگریزی سے عربی میں ترجمہ کرنے کے لئے مرتب کیا جس میں سب سے بڑے سوال میں نصف نمبر رکھے تھے، حضرت رسالتمآب صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان مبارک میں گستاخی اور توہین کے فقرات استعمال کئے تاکہ مسلمان طالب علم لامحالہ مجبور ہو کر اپنے قلم سے جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معصوم و مقدس شان میں بدگوئی لکھیں جو برائے فتویٰ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

"ابنِ عبداللہ نے اس قبیلہ میں تربیت پائی تھی جو عرب کی اصلی زبان بولنے کے لحاظ سے شریف ترین تھا اور اس کی فصاحت کی سنجیدگی با موقع سکوت پر عمل کرنے سے تصحیح اور ترقی ہوتی رہی باوجود اس فصاحت کے محمد ایک ناخواندہ وحشی تھا بچپن میں اسے نوشت و خواند کی تعلیم نہیں دی گئی تھی عام جہالت نے اسے شرم اور ملامت سے مبرا کر دیا تھا مگر اس کی زندگی ایک ہستی کے تنگ دائرہ میں محدود تھی اور وہ اس آئینہ سے (جس کے ذریعہ سے ہمارے دلوں پر عقلمندوں اور نامور بہادروں کے خیالات کا عکس پڑتا ہے) محروم رہا تاہم اس کی نظروں کے سامنے ان کتابوں کے اوراق کھلے ہوئے تھے جس میں قدرت اور انسان کا مشاہدہ کرتا کچھ تمدنی اور فلسفی توہمات جو اسے عرب کے مسافر پر محمول کئے جاتے ہیں پیدا ہو گئے تھے۔"

جس شخص نے پرچہ مرتب کیا اور جن لوگوں نے اس کی نظرِ ثانی کی وہ لوگ بوجہ استعمال الفاظ ناشائستہ جو بلاضرورت شان حضرت جناب رسالتمآب میں کئے گئے وہ بوجہ اس گستاخی کے دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے یا نہیں اور ان کی کیا سزا ہے اور ان کی بابت شرع شریف کا کیا حکم ہے فقط راقم مسلمانان جون پور

خلاصہ جوابات جون پور

الجواب: شخص مذکور فی السوال شرعاً ملعون و کافر و مرتد ہے،

فی الاشباہ والنظائر کل کافر تاب فتوبتہ مقبولۃ فی الدنیا والاٰخرۃ الاجماعۃ الکافر بسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم او بسب الشیخین

اشباہ و نظائر میں ہے ہر کافر توبہ کرے تو اس کی توبہ دنیا و آخرت میں مقبول ہے، مگر کافروں کی وہ جماعت جس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور شیخین ابوبکر و عمر رضی اللہ

اواحد هما[1]   تعالٰی عنہما یا ان میں سے ایک کو گالی دی ہو۔ (ت)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ انبیا کی شان میں گستاخی کرنے والا مرتد ہے اور اگر وہ توبہ کرے تو اس کی توبہ بھی مقبول نہیں، شفاء ص ۲۹۳ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بُرا کہنے والا کافر ہے اور اس پر علماء کا اجماع ہے[2]، منجملہ ان علماء کے امام مالک اور امام لیث بن سعد مصری اور امام شافعی اور امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل و امام ابویوسف و امام محمد و زفر و سفیان ثوری و اہلِ کوفہ و امام اوزاعی اور علمائے اسلام مکہ و مدینہ و بغداد و مصر ہیں اور اس میں سے کسی نے بھی شاتم الرسول کے مباح الدم ہونے میں خلاف نہیں کیا، واللہ اعلم

عبدالاول بن علی
جونپوری ۱۳۰۲

کتبہ الفقیر الی اللہ عزوجل عبدالاول الحنفی الجونپوری ۱۳ شعبان ۱۳۳۵ھ

سابِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا کافر ہے، بغیر تجدیدِ ایمان کے اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی، صحیح یہ ہے کہ تجدیدِ ایمان کے بعد سزائے قتل نہ ہوگی جیسا کہ تنقیح حامدیہ میں ہے، ہاں اگر وہ مرتد توبہ نصوح کرے اور پھر سے ایمان لائے اور اپنا اسلام اور حال ٹھیک رکھے تو اس کی توبہ قبول ہونے پر بھی صاف نہ چھوڑا جائے گا بلکہ تعزیر و حبس کا مستحق ہوگا جیسا کہ تنقیح میں ہے:

ویکتفی بالتعزیر والحبس تادیبا۔[3]   اور بطور تادیب صرف تعزیر اور قید کی سزا پر اکتفا کیا جائیگا۔ (ت)

رقمہ راجی رحمۃ رب العباد محمد حماد نجل الشیخ عبدالاول الحنفی الجونپوری ۲۵ شعبان ۱۳۳۵ھ

سابِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قطعی دین سے خارج و مرتد ہوجاتا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز مجدد و خلیفہ راشد کا یہی مذہب ہے کہ سابِ رسول کو سزائے قتل دی جائے مگر جب کہ تجدیدِ ایمان و حسنِ اسلام لائے۔

حررہ عبدالباطن بن مولانا الشیخ عبدالاول الجونفوری

الجواب

رب اعوذبك من همزات الشیطٰن   اے میرے رب تیری پناہ شیطان کے وسوسوں سے

واعوذبك رب ان یحضرون[4]   اور اے میرے رب تیری پناہ کہ وہ میرے پاس آئیں۔

---

[1] الاشباہ والنظائر   کتاب السیر   باب الردۃ   ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۲۸۹

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی   القسم الرابع   الباب الاول   شرکۃ صحافیۃ فی البلاد العثمانیہ ۲/۲۰۸

[3] العقود الدریۃ فی تنقیح فتاوٰی حامدیہ   احکام المرتدین   حاجی عبدالغفار و پسران قندھار افغانستان ۱/۱۰۴

[4] القرآن الکریم ۲۳/۹۷

والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم[١] ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعد لھم عذابا مھینا[٢] الا لعنۃ اللہ علی الظٰلمین[٣]

اور جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ ارے ظالموں پر خدا کی لعنت۔ (ت)

ان نام کے مسلمان کہلانے والوں میں جس شخص نے وہ ملعون پرچہ مرتب کیا وہ کافر مرتد ہے جس جس نے اس پر نظر ثانی کرکے برقرار رکھا وہ کافر مرتد، جس جس کی نگرانی میں تیار ہوا وہ کافر مرتد، طلبہ میں جو کلمہ گو تھے اور انہوں نے بخوشی اس ملعون عبارت کا ترجمہ کیا اپنے نبی کی توہین پر راضی ہوئے یا اسے ہلکا جانا یا اسے اپنے نمبر گھٹنے یا پاس نہ ہونے سے آسان سمجھا وہ سب بھی کافر مرتد، بالغ ہوں خواہ نابالغ، ان چاروں فریق میں ہر شخص سے مسلمانوں کو سلام کلام حرام، میل جول حرام، نشست وبرخاست حرام، بیمار پڑے تو اس کی عیادت کو جانا حرام، مرجائے تو اس کے جنازے میں شرکت حرام، اسے غسل دینا حرام، کفن دینا حرام، اس پر نماز پڑھنا حرام، اس کا جنازہ اٹھانا حرام، اسے مسلمانوں کے گورستان میں دفن کرنا حرام، مسلمانوں کی طرح اس کی قبر بنانا حرام، اسے مٹی دینا حرام، اس پر فاتحہ حرام، اسے کوئی ثواب پہنچانا حرام، بلکہ خود کفر وقاطع اسلام، جب ان میں کوئی مرجائے اس کے اعزہ اقربا مسلمین اگر حکم شرع نہ مانیں تو اس کی لاش دفع عفونت کے لئے مردار کتے کی طرح بھنگی چماروں سے ٹھیلے میں اٹھوا کر کسی تنگ گڑھے میں ڈلوا کر اوپر سے آگ پتھر جو چاہیں پھینک پھینک کر پاٹ دیں کہ اس کی بدبو سے ایذا نہ ہو، یہ احکام ان سب کے لئے عام ہیں اور جو ان میں نکاح کئے ہوئے ہوں ان سب کی جوروئیں ان کے نکاحوں سے نکل گئیں اب اگر قربت ہوگی حرام حرام حرام وزنائے خالص ہوگی اور اس سے جو اولاد پیدا ہوگی ولدالزنا ہوگی، عورتوں کو شرعاً اختیار ہے کہ عدت گزر جانے پر جس سے چاہیں نکاح کرلیں ان میں جسے ہدایت ہو اور توبہ کرے اور اپنے کفر کا اقرار کرتا ہوا پھر مسلمان ہو اس وقت یہ احکام جو اس کی موت سے متعلق تھے منتہی ہوں گے اور وہ ممانعت جو اس سے میل جول کی تھی جب بھی باقی رہے گی یہاں تک کہ اس کے حال سے صدق ندامت وخلوص توبہ وصحت اسلام ظاہر وروشن ہو مگر عورتیں اس سے بھی نکاح میں واپس نہیں

www.alahazratnetwork.org

---

[١] القرآن الکریم ٩/ ٦١
[٢] " " ٣٣/ ٥٧
[٣] " " ١١/ ١٨

آسکتیں انھیں اب بھی اختیار ہوگا کہ چاہیں دوسرے سے نکاح کرلیں یا کسی سے نہ کریں ان پر کوئی جبر نہیں پہنچتا ہاں ان کی مرضی ہو تو بعد اسلام ان سے بھی نکاح کرسکیں گی۔ شفاء شریف صفحہ ۳۲۱:

اجمع العلماء ان شاتم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم المتنقص لہ کافر والوعید جار علیہ بعذاب اللہ تعالٰی لہ وحکمہ عند الامۃ القتل ومن شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[1]

یعنی اجماع ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اور اس پر عذاب الٰہی کی وعید جاری ہے اور امت کے نزدیک وہ واجب القتل ہے اور جو اس کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں شک کرے بیشک وہ بھی کافر ہوگیا۔

نسیم الریاض جلد چہارم ص ۴۳۱ میں امام ابن حجر مکی سے ہے:

ماصرح بہ من کفر الساب والشاك فی کفرہ ھو ما علیہ ائمتنا وغیرھم[2]

یعنی جو یہ ارشاد فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والا کافر اور جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ کافر۔ یہی مذہب ہمارے ائمہ وغیرہم کا ہے۔

وجیز امام کردری جلد ۳ ص ۳۲۱:

لو ارتد والعیاذ باللہ تعالٰی تحرم امرأتہ ویجدد النکاح بعد اسلامہ والمولود بینھما قبل تجدید النکاح بالوطئ بعد التکلم بکلمۃ الکفر ولد زنا ثم ان اتی بکلمۃ الشھادۃ علی العادۃ لایجدیہ مالم یرجع عما قالہ لان باتیانھما علی العادۃ لایرتفع الکفر الا اذا سب الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او واحدا من الانبیاء علیھم الصلٰوۃ و

یعنی جو شخص معاذ اللہ مرتد ہوجائے اس کی عورت حرام ہوجاتی ہے، پھر اسلام لائے تو اس سے جدید نکاح کیا جائے اس سے پہلے اس کلمۂ کفر کے بعد کی صحبت سے جو بچہ ہوگا حرامی ہوگا اور یہ شخص اگر عادت کے طور پر کلمۂ شہادت پڑھتا رہے کچھ فائدہ نہ دے گا جب تک اپنے اس کفر سے توبہ نہ کرے کہ عادت کے طور پر مرتد کے کلمہ پڑھنے سے اس کا کفر نہیں جاتا جو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے دنیا میں بعد توبہ بھی اسے قتل کی سزا دی جائیگی یہاں تک کہ اگر نشہ کی

---

[1] کتاب الشفاء القسم الرابع فی وجوہ الاحکام فی من تنقص الباب الاول مکتبہ شرکت صحافیہ ترکی ۲/۲۰۸

[2] نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض " " " " " " دار الفکر بیروت ۴/۳۳۸

www.alahazratnetwork.org

والاسلام فلا توبة له واذا شتمه علیه الصلوٰة والسلام سکران لا یعفی واجمع العلماء ان شاتمه کافر ومن شك فی عذابه وکفره کفر اھ[1] ملتقطا کاکثر الاوراق للاختصار۔

بیہوشی میں کلمۂ گستاخی بکا جب بھی معافی نہ دیں گے اور تمام علمائے اُمت کا اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اور کافر بھی ایسا کہ جو اس کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں شک کرے وُہ بھی کافر ہے (ت)

فتح القدیر امام محقق علی الاطلاق جلد پنجم ص ۴۰۷:

کل من ابغض رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بقلبه کان مرتدا فالساب بطریق اولٰی (ملخصًا) وان سب سکران لا یعفی عنه[2]

یعنی جس کے دل میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کینہ ہو وہ مرتد ہے تو گستاخی کرنے والا بدرجۂ اولٰی کافر ہے اور اگر نشہ بلا اکراہ پیا اور اس حالت میں کلمۂ گستاخی بکا جب بھی معاف نہ کیا جائے گا۔

بحر الرائق جلد پنجم ص ۱۳۵ میں بعینہٖ کلمہ مذکورہ ذکر کرکے ص ۱۳۶ پر فرمایا:

www.alahazratnetwork.org

سب واحد من الانبیاء کذلك فلا یفید الانکار مع البینة لانا نجعل انکار الردة توبة ان کانت مقبولة[3]

یعنی کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے یہی حکم ہے کہ اسے معافی نہ دیں گے اور بعد ثبوت اس کا انکار فائدہ نہ دے گا کہ مرتد کا ارتداد سے مکرنا تو دفع سزا کے لئے وہاں توبہ قرار پاتا ہے جہاں توبہ سُنی جائے اور نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم خواہ کسی نبی کی شان میں گستاخی اور کفروں کی طرح نہیں اس سے یہاں اصلاً معافی نہ دینگے۔

درر الحکام علامہ مولٰی خسرو جلد اول ص ۲۹۹:

اذا سبه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم او واحدا من الانبیاء صلوات اللہ تعالٰی علیهم اجمعین مسلم فلا توبة له اصلا واجمع

یعنی اگر کوئی شخص مسلمان کہلا کر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے اسے ہرگز معافی نہ دیں گے اور تمام علمائے امت

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علی حاشیہ فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی النوع الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۳۲۲-۳۲۱

[2] فتح القدیر باب احکام المرتدین مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۳۳۲

[3] بحر الرائق " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۱۲۶

العلماء ان شاتمه کافر ومن شك فی عذابه وکفره کفر[1]

مرحوم کا اجماع ہے اس پر کہ وہ کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

غنیۃ ذوالاحکام ص ۳۰۱ :

محل قبول توبة المرتد مالم تکن ردته بسب النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فان کان به لا تقبل توبته سواء جاء تائبا من نفسه او شهد علیه بذلك بخلاف غیره من المکفرات[2]

یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی اور کفروں کی طرح نہیں ہر طرح کے مرتد کو بعد توبہ معافی دینے کا حکم ہے مگر اس کافر مرتد کے لئے اس کی اجازت نہیں۔

اشباہ والنظائر قلمی، باب الردۃ :

لا تصح ردة السکران الا الردة بسب النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فانه لا یعفی عنه کذا فی البزازیة وحکم الردة بینونة امرأته مطلقا[3] (ای سواء رجع اولم یرجع اھ غمز العیون[4]) واذا مات علی ردته لم یدفن فی مقابر المسلمین ولا اهل ملة وانما یلقی فی حفرة کالکلب، والمرتد اقبح کفرا من الکافر الاصلی، واذا شهد واعلی مسلم بالردة وهو منکر لا یتعرض له لا لتکذیب

یعنی نشہ کی بیہوشی میں اگر کسی سے کفر کی کوئی بات نکل جائے اسے بوجہ بیہوشی کافر نہ کہیں گے نہ سزائے کفر دیں گے مگر نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی وہ کفر ہے کہ نشہ کی بیہوشی سے بھی صادر ہو تو اسے معافی نہ دیں گے کذا فی البزازیۃ اور معاذ اللہ ارتداد کا حکم یہ ہے کہ اس کی عورت فوراً اس کے نکاح سے نکل جاتی ہے اگرچہ بعد کو پھر اسلام لائے جب بھی عورت نکاح میں واپس نہ جائے گی اور جب وہ اسی ارتداد پر مرجائے والعیاذ باللہ تعالٰی تو اسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنے کی اجازت نہیں نہ کسی ملت والے مثلاً یہودی یا نصرانی کے گورستان میں دفن کیا جائے

---

[1] الدرر الحکام شرح غرر الاحکام فصل فی الجزیہ احمد کامل الکائنۃ فی دار السعادۃ بیروت ۱/۳۰۰-۲۹۹

[2] غنیہ ذوی الاحکام فی درر الاحکام باب المرتد " " " " ۱/۳۰۱

[3] الاشباہ والنظائر باب الردۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۸۹ تا ۲۹۱

[4] غمز عیون البصائر شرح اشباہ والنظائر مع الاشباہ باب المرتد " " " " ۱/۲۹۰

الشھود العدول بل لان انکارہ توبۃ و رجوع، فتثبت الاحکام التی للمرتد لوتاب من حبط الاعمال و بینونۃ الزوجۃ وقولہ لایتعرض لہ انما ھو فی مرتد تقبل توبتہ فی الدنیا لا الردۃ بسب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1] اھ الاولٰی تنکیر النبی کما عبربہ فیما سبق[2] اھ ملخصًا غمز العیون۔

وہ توگئے کی طرح کسی گڑھے میں پھینک دیا جائے مرتد کا کفر اصلی کافر کے کفر سے بدتر ہے اور اگر کسی مسلمان پر گواہانِ عادل شہادت دیں کہ یہ فلاں قول یا فعل کے سبب مرتد ہوگیا اور وہ اس سے انکار کرتا ہو تو اس سے تعرض نہ کریں گے نہ اس لئے کہ گواہانِ عادل کو جھوٹا ٹھہرایا بلکہ اس لئے کہ اس کا مکرنا اس کفر سے توبہ و رجوع سمجھیں گے ولہذا گواہانِ عادل کی گواہی اور اس کے انکار سے یہ نتیجہ پیدا ہوگا کہ وہ شخص مرتد ہوگیا تھا اور اب توبہ کرلی تو مرتد تائب کے احکام اس پر جاری کرینگے کہ اس کے تمام اعمال حبط ہوگئے اور جورو نکاح سے باہر، باقی سزا نہ دی جائے گی، مگر نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کہ یہ وہ کفر ہے جس کی اور یہ قول کہ اس سے تعرض نہ کیا جائے اس مرتد سے متعلق ہے جس کی توبہ دنیا میں مقبول ہے، نہ وہ مرتد جو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرے کہ یہ وہ کفر ہے جس کی سزا یہ ہے کہ دنیا میں بعد توبہ بھی معافی نہیں، یُونہی کسی نبی کی شان میں گستاخی علیہم الصلٰوۃ والسلام، اولٰی یہ تھا کہ لفظ نبی کو نکرہ ذکر کرتے جیسا کہ گزشتہ عبارت میں تعبیر کیا ہے اھ ملخصًا غمز العیون۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

فتاوٰی خیریہ علامہ خیر الدین رملی استاذ صاحبِ درمختار جلد اول ص ۹۵:

من سب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانہ مرتد وحکمہ حکم المرتدین ویفعل بہ ما یفعل بالمرتدین ولا توبۃ لہ اصلا واجمع العلماء انہ کافر ومن شك فی کفرہ کفر[3] اھ ملتقطا۔

جو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان کریم میں گستاخی کرے وہ مرتد ہے اس کا وہی حکم ہے جو مرتدوں کا ہے اس سے وہی برتاؤ کیا جائے گا جو مرتدوں سے کرنے کا حکم ہے اور اسے دنیا میں کسی طرح معافی نہ دیں گے اور باجماعِ تمام علمائے امت وہ کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر جلد اول ص ۶۱۸:

اذا سبہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او واحدا من الانبیاء مسلم ولو سکران فلا توبۃ

یعنی جو مسلمان کہلا کر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے اگرچہ نشہ

---

[1] غمز عیون البصائر شرح اشباہ والنظائر مع الاشباہ باب المرتد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۹۱ و ۲۹۲

[2] " " " " " " " " " ۱/۲۹۲

[3] فتاوٰی خیریہ باب المرتدین دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۰۳

لہ تجیہ کالزندیق ومن شك فی عذابه و کفرہ فقد کفر [1]

کی حالت میں تو اس کی توبہ بھی دنیا میں اسے معافی نہ دیں گے جیسے دہریئے بے دین کی توبہ نہ سنی جائیگی، اور جو شخص اس گستاخی کرنے والے کے کفر میں شک لائے گا وُہ بھی کافر ہو جائے گا۔

ذخیرۃ العقبٰی علامہ اخی یوسف ص ۲۴۰:

قد اجمعت الامۃ علی ان الاستخفاف بنبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وبای نبی کان علیہم الصلوۃ والسلام کفر سواء فعلہ علی ذلك مستحلا ام فعلہ معتقد الحرمۃ ولیس بین العلماء خلاف فی ذلك ومن شك فی کفرہ وعذابہ کفر [2]

یعنی بیشک تمام امتِ مرحومہ کا اجماع ہے کہ حضور انور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم خواہ کسی نبی کی تنقیصِ شان کرنے والا کافر ہے، خواہ اسے حلال جان کر اس کا مرتکب ہوا ہو یا حرام جان کر، بہرحال تمام علماء کے نزدیک کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وُہ بھی کافر۔

ایضاً صفحہ ۲۴۲:

لا یغسل ولا یصلی علیہ ولا یکفن اما اذا تاب وتبرأ عن الارتداد ودخل فی دین الاسلام ثم مات غسل وکفن وصلی علیہ ودفن فی مقابر المسلمین [3]

یعنی وہ گستاخی کرنے والا جب مرجائے تو نہ اسے غسل دیں نہ کفن دیں نہ اس پر نماز پڑھیں، ہاں اگر توبہ کرے اور اپنے اس کفر سے برأت کرے اور دینِ اسلام میں داخل ہو اس کے بعد مرجائے تو غسل، کفن، نماز، مقابرِ مسلمین میں دفن سب کچھ ہوگا۔

www.alahazratnetwork.org

تنویر الابصار شیخ الاسلام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ غزی:

کل مسلم ارتد فتوبتہ مقبولۃ الا الکافر بسب نبی [4] الخ۔

یعنی ہر مرتد کی توبہ قبول ہے مگر کسی نبی کی شان میں گستاخی کرنے والا ایسا کافر ہے تو دنیا میں سزا سے بچانے کے لئے اس کی توبہ بھی قبول نہیں۔

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب الجزیہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۷۰
[2] ذخیرۃ العقبٰی فی شرح صدر الشریعۃ العظمٰی کتاب الجہاد باب الجزیہ مطبع نولکشور کانپور ۲/۲۱۹
[3] " " " " " " " " " " " " " ۲/۲۲۱
[4] درمختار شرح تنویر الابصار باب المرتدین " مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

درمختار :

الکافر بسب نبی من الانبیاء لاتقبل توبتہ مطلقا ومن شك فی عذابہ وکفرہ کفر[1]

یعنی کسی نبی کی توہین کرنا ایسا کفر ہے جس پر کسی طرح معافی نہ دیں گے اور جو اس کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں شک کرے خود کافر ہے۔

کتاب الخراج سیدنا امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ ص ۱۹۷ :

قال ابویوسف وایما رجل مسلم سب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او کذبہ او عابہ او تنقصہ فقد کفر باللہ تعالٰی وبانت زوجتہ[2]

یعنی جو شخص کلمہ گو ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو برا کہے یا تکذیب کرے یا کوئی عیب لگائے یا شان گھٹائے وہ بلاشبہہ کافر ہو گیا اور اس کی عورت نکاح سے نکل گئی۔

بالجملہ اشخاص مذکورین کے کفر وارتداد میں اصلاً شک نہیں، دربارۂ اسلام ورفع دیگر احکام ان کی توبہ اگر سچے دل سے ہو ضرور مقبول ہے، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ سلطانِ اسلام انھیں بعد توبہ اسلام صرف تعزیر دے یا اب بھی سزائے موت دے وہ جو بزازیہ اور اس کے بعد کی بہت کتب معتمدہ میں ہے کہ اس کی توبہ مقبول نہیں اس کے یہی معنی ہیں اور اس کی بحث یہاں بیکار ہے، کہاں سلطانِ اسلام اور کہاں سزائے موت کے احکام، صدہا خبیث اخبث ملعون انجس ہیں کہ کلمہ گو بلکہ اعلٰی درجہ کے مسلمان مفتی واعظ مدرس شیخ بن کر اللہ ورسول کے جناب میں منہ بھر کر ملعونات بکتے، لکھتے، چھاپتے ہیں اور ان سے کوئی تو کہنے والا نہیں اور اگر انھیں تو کہئے تو نہ صرف ان کے بلکہ بڑے بڑے مہذب بننے والے مسلمانوں کے نزدیک یہ بے تہذیبی وتشدد ہو،

فانظر الٰی اٰثار مقت اللہ الغیور کیف انقلبت وانعکست الامور ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العظیم، وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[3] ○ واللہ تعالٰی اعلم۔

تو دیکھو اللہ غیور کے عذاب کے آثار کی طرف دل کیسے بدل جاتے ہیں اور امور کیسے الٹ ہو جاتے ہیں ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، اور اب جان جائیں گے ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب المرتدین مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

[2] کتاب الخراج فصل فی الحکم فی المرتد عن الاسلام ، بولاق مصر ص ۱۹۷-۹۸

[3] القرآن الکریم ۲۶/۲۷

مسئلہ ۵۳ از کوہ کسولی مرسلہ منشی نور محمد صاحب عرائض نویس کچہری ۱۹ رمضان شریف ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند اہل اسلام ایک مکان میں ختم شریف پڑھ رہے تھے ختم مذکور میں یہ بیت بھی پڑھی گئی: ؎

عفو کن خطا یا حیات النبی
مری کر شفیع یا حیات النبی

ایک شخص شریک مجمع مذکور منصب امامت رکھتا تھا، بضرورت ادائیگی نماز مغرب وہاں سے چلا گیا اور بعد نماز مغرب چند اہل اسلام کے سامنے یہ مسئلہ بیان کیا کہ امداد سوائے ذات باری تعالٰی کے کسی سے نہیں مانگنا چاہئے، جیسا کہ لوگ کہا کرتے ہیں، ؎

امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن
در دین و دنیا شاد کن یا شیخ عبدالقادرا

ایسا کہنا شرعاً جائز نہیں، دوسرے وقت میں شعر مندرجہ بالا پر بحث چھڑی تو پیش امام موصوف نے یہ بھی بیان کیا کہ رسول اللہ سے بھی کوئی استعانت نہیں مانگنا چاہئے کیونکہ وفات پاگئے ہیں اور مُردہ ہیں۔ یہ سُن کر ایک شخص نے پیش امام موصوف کے پیچھے نماز پڑھنی ترک کردی اور اپنے علیحدہ مکان میں مسجد قرار دے کر بشمولیت چند مردمان اہل اسلام جمعہ و دیگر نمازیں پڑھنی شروع کردیں، پیش امام مذکور نے اپنی بے ادبی و گستاخی معلوم کرکے معترض و دیگر مردمان کے سامنے توبہ کرلی اور معافی کا بھی خواستگار ہوا اگر معترض نے اسے معاف نہیں کیا اور بدستور اپنے اصرار پر قائم ہے، پیش امام مذکور نے یہ کہا کہ اگر رسول کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعالم حیات ہمارے سامنے بھی موجود ہوں تو اپنے اختیار سے بھی کوئی کام نہیں کرسکتے حالانکہ بظاہر وفات پاگئے ہیں، میرا اس پر ایمان ہے اور لفظ "مردہ" جو میری زبان سے نکلا اس کے لئے توبہ کرتا ہوں اور معافی مانگتا ہوں۔ اب دریافت طلب یہ امور ہیں کہ پیش امام مذکور کی امامت جائز ہے یا نہیں، اور شخص معترض کی نماز مسجد سے علیحدہ اس کے اپنے گھر میں ادا ہوجاتی ہے یا نہیں؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا (بیان کرکے اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

یہ سوال پہلے بھی آیا اور دارالافتاء سے جواب دیا گیا، جواب اب بھی وہی ہے اگرچہ سوال میں بہت الفاظ شیطانی کم ہیں، آخر یہ تو خود پیش امام نے اقرار کیا کہ اس نے شان اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں بے ادبی و گستاخی کی، یہی کفر ہے، اور اس کی معافی معترض سے چاہنا عجیب ہے، گستاخی کرے محمد رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں اور معافی چاہے زید و عمرو سے۔ سائل کہتا ہے مگر معترض نے اسے معاف نہ کیا، سبحان اللہ! معترض اس کا معاف کرنے والا کون، اسے کیا اختیار تھا کہ گستاخی کی جائے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں اور یہ معاف کر دے، گویا یہ کہے کہ اگرچہ تُو نے میرے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بُرا کہا مگر میں اس کی پروا نہیں کرتا، میں نے کہا بے کہا کر دیا، معترض ایسا کہتا تو اُسے خود اپنے ایمان کے لالے پڑتے۔ زید کا حق عمرو، عمرو کا حق زید معاف نہیں کر سکتا، وہ بے ادب کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں گرفتار ہوا اُسے زید و عمرو کیونکر معاف کر دیں، درمختار میں ہے:

الکافر بسب نبی من الانبیاء لاتقبل توبتہ مطلقا ولو سب اللہ تعالیٰ قبلت لانہ حق اللہ تعالیٰ والاول حق عبد لایزول بالتوبۃ ومن شك فی عذابہ وکفرہ کفر[1]۔

جو کسی نبی کو گالی دینے کی وجہ سے کافر ہوا اس کی توبہ کسی حال میں قبول نہیں، اور اگر اللہ تعالٰے کو گالی دی تو توبہ مقبول ہے کیونکہ یہ اللہ تعالٰے کا حق ہے، اور پہلا بندے کا حق ہے جو توبہ سے زائل نہیں ہوتا اور جس نے بھی اس کے عذاب و کفر میں شک کیا وُہ کافر ہو جائے گا۔

انکارِ استمداد و استعانت، اور وُہ بھی خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے، اور وُہ بھی اس ملعون خیال پر کہ مردہ ہیں ان پر وہ شخص مذکور اب بھی قائم ہے ایک لفظ "مردہ" کو اس کے معنی سے تبدیل کرتا ہے، یہ تمام عقائد و خیالات وہابیہ کے ہیں اور وہابیہ کی امامت ہرگز جائز نہیں اور ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے، فتح القدیر میں ہے:

روی محمد عن ابی حنیفۃ و ابی یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان الصلوۃ خلف اھل الاھواء لاتجوز[2] اھ وقد حققنا بما لامزید علیہ فی النھی الاکید۔

امام محمد نے امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰے عنہم سے نقل کیا کہ اہل بدعت کی اقتدا میں نماز نہیں ہوتی، اس کی بے مثل تفصیل ہم نے اپنے رسالہ "النہی الاکید" میں کی ہے۔

جس مسلمان نے وُہ کلمات سُن کر اس کے پیچھے نماز سے احتراز کے لئے اپنے مکان کو مسجد کر کے اس میں جمعہ و جماعت شروع کر دی اس کے لئے اللہ عزوجل کے یہاں اجرِ عظیم ہے ان شاء اللہ الکریم، واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] درمختار | باب المرتد | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۳۵۶

[2] فتح القدیر | باب الامامۃ | مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر | ۱/۳۰۴

مسئلہ ۵۴ از موضع گکمان پور ڈاکخانہ رام کولا ضلع سارن مرسلہ محمد اسحٰق صاحب ۳۰ شوال ۱۳۳۵ھ

ایک استفتاء جو حضور میں پیش ہے دیوبند گیا تھا فقط قرآن شریف کا حوالہ ہے وہ ہم لوگ دیہاتی نہیں سمجھ سکتے کہ جب آدمی مرتد ہوجائے تو اس کا کفارہ کیا ہے، لہٰذا التماس حضور میں ہے کہ جواب سے پورے طور سے خلاصہ مطلع فرمائیں کہ کفارہ کیا ہے کس قدر ہونا چاہئے؟

الجواب

کفارہ ان گناہوں میں رکھا گیا ہے جن کا معاوضہ اس سے ہوجائے اور جو گناہ حد سے گزرے ہوئے ہیں ان کے لئے کفارہ نہیں ہوتا، مثلاً صحیح مقیم بلا عذر شرعی ماہ مبارک کا ادا روزہ جس کی نیت رات سے کی ہو دوا یا غذا یا جماع سے قصداً بلا اکراہ توڑ دے تو اس کا کفارہ ہے اور سرے سے رکھے ہی نہیں کہ یہ جرم اعظم ہے اس کا کوئی کفارہ نہیں، مگر توبہ اور اس روزے کی قضا، یونہی اگر معاذ اللہ کسی مسلمان کے ہاتھ سے کوئی مسلمان براہِ خطا مارا جائے مثلاً شکار پر فائر کرے اور اس کے لگ جائے تو اس کا کفارہ ہے لیکن اگر عیاذاً باللہ قصداً قتل کرے کہ یہ جرم اعظم ہے اس کا کوئی کفارہ نہیں مگر توبہ وقصاص، معاذ اللہ مرتد ہونا سب سے بدتر جرم ہے اس کا کیا کفارہ ہوسکتا مگر توبہ واسلام اور اگر توبہ نہ کرے اور اسلام نہ لائے تو دنیا میں سلطانِ اسلام کے یہاں اس کی سزا قتل ہے اور آخرت میں ابد الآباد کے لئے جہنم، والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ اعلم۔

www.alahazratnetwork.org

آپ نے علمائے کرام حرمین شریفین کا مبارک فتوٰی حسام الحرمین شاید نہ دیکھا اب دیکھئے اور ضرور دیکھئے مطبع اہل سنت وجماعت بریلی سے ملتا ہے اس میں علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ دیوبندی عقیدے والے خود کافر مرتد ہیں پھر ان کو عالم جاننا اور ان سے فتوٰی پوچھنا کیونکر حلال ہوسکتا ہے، احتیاط فرض ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۵ از پل قاضی مرسلہ منشی محمد عنایت رسول صاحب ۹ شوال المکرم ۱۳۳۵ھ

ایسے گروہ کے باب میں جو بظاہر مسلمان ہوکے اپنے خاندان کو خاندانِ رسالت پر فضیلت دینے حسب ونسب میں ہر طرح اپنے آپ کو نجیب گردانے اور کہے کہ دیکھو رسول اللہ کس نسل سے ہیں، حضرت ہاجرہ کون تھیں، حضرت سارہ کی کنیز تھیں کہ نہیں، اور تائید میں قول نصرانی مؤرخ کا پیش کرے اور بعض کو اولادِ فاطمہ سے لونڈی بچہ کہے اور ساداتِ زمانہ کو قابلِ تعظیم وتکریم نہ جانے، بلکہ ان کی توہین وتہجین وتذلیل اور ان پر سب وشتم اور ایذا رسانی کو جائز ومباح سمجھے اور عامل ایسے شنائع اعمال کا ہو، مسلمانوں کے ایسے گروہ کے ساتھ کھانا پینا، مناکحت وموالات، ان کی مجالس ومحافل میں شرکت جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ایسا شخص گمراہ، بددین، مسخرۂ شیاطین ہے بلکہ اس پر حکم کفر کا لزوم ہے۔ مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے میل جول، مناکحت در کنار ان کے پاس بیٹھنا منع ہے۔

قال اللہ تعالٰی و اما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

مجمع الانہر میں ہے:

الاستخفاف بالاشراف والعلماء کفر ومن قال للعالم عویلم اوللعلوی علیوی قاصدا به الاستخفاف کفر[2]

یعنی سادات وعلماء کی توہین کفر ہے اور جو بنظرِ توہین کسی عالم کو مولویا یا سید کو میرو اکہے وہ کافر ہوجائے گا، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۶ مرسلہ جناب قاضی ارشاد احمد صاحب از جبیل پور ضلع پیلی بھیت ۵ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

ایک واعظ نے یہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ تم وحی کہاں سے اور کس طرح لاتے ہو؟ آپ نے جواب عرض کیا کہ ایک پردہ سے آواز آتی ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کبھی تم نے پردہ اٹھا کر دیکھا؟ انھوں نے جواب دیا کہ میری یہ مجال نہیں کہ پردہ کو اٹھاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ اب کی مرتبہ پردہ اٹھا کر دیکھنا۔ حضرت جبرئیل نے ایسا ہی کیا، کیا دیکھتے ہیں کہ پردہ کے اندر خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جلوہ افروز ہیں اور عمامہ سر پر باندھے ہیں اور سامنے شیشہ رکھا ہے اور فرمارہے ہیں کہ میرے بندے کو یہ ہدایت کرنا، یہ روایت کہاں تک صحیح ہے۔ اگر غلط ہے تو اس کا بیان کرنے والا کس حکم کے تحت میں داخل ہے؟

الجواب

یہ روایت محض جھوٹ اور کذب وافتراء ہے اور اس کا بیان کرنے والا ابلیس کا مسخرہ اور اگر اس کے ظاہر مضمون کا معتقد ہے تو صریح کافر۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۷ تا ۹۱ از ریاست کوٹہ راجپوتانہ مرسلہ ملا محمد رمضان پیش امام مسجد نیا پورہ ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

(۱) اول عبدالقادر جس نے یہ کلمات کہے ہیں وہ کافر ہے یا نہیں؟ اگر اس کے کفر میں شک کرے اس کے

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب الفاظ الکفر دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۵

واسطے کیا حکم ہے ؟

(۲) قاضی صاحب شہر یا دیگر مسلمان جو عبدالقادر کے معاون اور مددگار ہیں اور اس کو مسلمان سمجھتے ہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور دینی اور دُنیوی مراسم میں تعلق رکھتے ہیں ان کے واسطے کیا حکم ہے ؟

(۳) عبدالقادر کے گروہ میں سے جن لوگوں کا ہمارے گروہ سے زن وشو کا تعلق ہے یعنی زوجہ اس گروہ کی ہے اور زوج اس گروہ کا ہے اسی طرح زوج اس گروہ کا ہے اور زوجہ اس گروہ کی ہے اور وہ لوگ یعنی ہر دو فریق اپنے اپنے عقیدہ پر قائم ہیں تو ایسی صورت میں ان کا نکاح شرعًا قائم رہتا ہے یا نہیں ؟

(۴) قاضی صاحب شہر سے یہ کہا گیا کہ تم عبدالقادر جس نے توہین کی ہے اس کو کیا سمجھتے ہو ، قاضی شہر یہ کہتے ہیں کہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کرنے والے کو کافر سمجھتا ہوں مگر عبدالقادر کے پیچھے نماز ضرور پڑھوں گا ، اس سے یہ مطلب کہ عبدالقادر سے اسلامی مراسم منقطع نہ کروں گا ، حالانکہ قاضی صاحب کے رُوبرو عبدالقادر کے توہینی الفاظ کہنے کی بابت شہادتیں پیش کردی گئیں اور ان کے سامنے چار مسلمانوں نے گواہی دی کہ ہمارے رُوبرو عبدالقادر نے یہ الفاظ وعظ میں کہے ۔ اور پھر حسبِ خواہش قاضی صاحب علماء کے فتوے بھی پیش کردئے ، ایسی حالت میں قاضی شہر کے پیچھے نماز پڑھنا اور ان سے نکاح پڑھوانا جائز ہے یا نہیں ؟

(۵) ایک شخص نے علی الاعلان توبہ کی اس پر کفر کا فتوٰی منگوانا اور اس مسلمان کو کافر کہنا ایسے شخص کی بابت کیا حکم ہے ؟

الجواب

(۱ و ۲) صورتِ مستفسرہ میں بلاشبہہ اس نے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین کی اور بلاشبہہ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین کرے کافر ہے ، اور بلاشبہہ جو اس امر پر مطلع ہو کر اسے قابلِ امامت جانے اس کے پیچھے نماز پڑھے بلکہ وہ بھی جو اسے مسلمان جانے بلکہ وہ بھی جو اس کے کفر میں شک کرے سب کافر و مرتد ہیں ۔ شفاء شریف امام قاضی عیاض و وجیز امام شمس الائمہ کردری و ذخیرۃ العقبٰی و مجمع الانہر و درمختار وغیرہا میں ہے ، من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[1] (جو اس کے کفر و عذاب میں شک کرے گا وہ کافر ہو جائے گا ۔ ت)

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

(۳) جو مرد اس عقیدہ پر ہوں یا اس پر مطلع ہو کر اس عقیدہ والے کو کافر نہ جانتے ہوں ان سب کے نکاح ٹوٹ گئے، عورتیں ان سے اپنے مہر کا فی الحال مطالبہ کر سکتی ہیں اور بعد عدت جس سے چاہیں اپنا نکاح کر سکتی ہیں اور عورتوں میں جو کوئی اس حقیقتِ حال سے آگاہ ہو اور جان بوجھ کر اسے کافر نہ جانے وہ بھی کافرہ ہو گئی، مگر حسب روایت مفتیٰ بہا اپنے شوہر مسلمان کے نکاح سے نہ نکلے گی نہ اسے اختیار ہوگا کہ دوسرے سے نکاح کرے، ہاں ان کے شوہروں کو جائز نہ ہوگا کہ انھیں ہاتھ لگائیں جب تک وہ تائب ہو کر پھر اسلام نہ لائیں۔

(۴) قاضی مذکور کے سامنے شہادتیں پیش ہونے کا کیا ذکر جبکہ سوال میں مذکور کہ سورہ والضحیٰ شریف دکھا کر وہ الفاظ قاضی کے سامنے کہے اس صورت میں قاضی خود اس شخص کے ان احکام میں شریک ہے، اس کے پیچھے نماز محض باطل اور اس سے میل جول حرام اور اس سے نکاح پڑھوانا جائز نہیں۔

(۵) جو شخص توبہ کر چکا ہو اس پر کفر کا فتویٰ منگانا سخت عذاب کا استحقاق ہے اور مسلمان کو بلا وجہ کافر کہنے پر حدیث صحیح میں ارشاد فرمایا کہ وہ کہنا اس کہنے والے ہی پر پلٹ آئے گا یعنی جب کہ بروجہ اعتقاد ہو اور بروجہ سب و دشنام تو اشد کبیرہ، واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور زیادہ تفصیل ہمارے فتاویٰ میں ہے۔

مسئلہ ۶۲ از ریاست کوٹہ راجپوتانہ مرسلہ ملا محمد رمضان پیش امام مسجد نیا پورہ مورخہ ۲ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین کہ عبد القادر نے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کی ہے اور اس پر علماء کا فتویٰ کفر کا آچکا ہے اور وہ توبہ سے انکار کرتا ہے اس کا نکاح ٹوٹ گیا یا نہیں، اور اس کے بھائی بھتیجے اس کو مسلمان سمجھتے ہیں اور اس کے معاون ہیں ان کا نکاح بھی عند الشرع ٹوٹ گیا یا نہیں، اور اگر ٹوٹ گیا ہے تو ان کی مطلقہ بیویوں کا نکاح دوسرے مسلمانوں سے جائز ہے یا نہیں اور وہ مطلقہ بیویاں مہر کی لین دار ہیں یا نہیں؟ اس کا جواب بحوالہ کتب معتبرہ عطا فرمایا جائے، عند اللہ ماجور ہوں گے۔

الجواب

جو شخص حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرے یقیناً کافر ہے اس کی عورت اس کے نکاح سے نکل گئی اور جو اس کی توہین پر مطلع ہو کر اسے مسلمان جانے وہ بھی کافر ہے ایسے جتنے لوگ ہوں خواہ توہین کرنے والوں کے عزیز قریب ہوں یا غیر ان سب کی عورتیں ان کے نکاح سے نکل گئیں اور فی الحال وہ اپنے

مہر کا مطالبہ کرسکتی ہیں، ان عورتوں کو اختیار ہے کہ عدت کے بعد جس مسلمان سے چاہیں نکاح کرلیں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۳ از ہوڈل ضلع گوڑگانوہ مرسلہ عبداللہ شاہ

معظم و مکرم قدوۃ الفضلاء فضلانا مولانا اولانا ـــــــــــــــــ جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب

دام فیوضہ، بعد سلام مسنون، کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی بنام زید اور چند مسلمان امی اس کے ہمراہ ایک پادری مذہب عیسوی کے مکان پر نشست برخاست ایک وقت معین پر پادری صاحب کے مکان پر ہوا کرتی ہے، بروقت نشست پادری صاحب کے یہاں کے خورد ونوش میں شریک ہوتے ہیں یعنی پان وچائے وغیرہ خاص پادری صاحب کے مکان کا بنا ہوا کھاتے پیتے ہیں اور گفتگو وغیرہ میں یہاں تک نوبت ہوتی ہے کہ جناب سرور کائنات محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں لفظ بے ادبانہ وہ پادری کہتا ہے، یہاں تک کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں افک وبہتان تک نوبت پہنچتی ہے اور حضرت زینب وزید کی شان میں لفظ گستاخانہ کرتا ہے، اب دوسرے مسلمان اس مولوی سے کہتے ہیں کہ پادری کے یہاں کا اکل وشرب اچھا نہیں، تو وہ یہ جواب دیتا ہے کہ کچھ حرج نہیں اور ہمارے ایمان میں کوئی فرق اور خلل نہیں آتا ہے، اگر فرق آتا ہو تو ہم کو قرآن وحدیث سے ثبوت دو، جناب مفتی صاحب یہ امر طلب ہے آیا اس مولوی کے ایمان میں خلل وفرق آیا یا نہ، اور اس مولوی کے پیچھے اقتدا جائز ہے یا نہ، اور کوئی گناہ ہے یا نہ، اور گناہ کیسا ہے، صغیرہ یا کبیرہ؟ بینوا توجروا۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

اس نام کے مولوی کے ایمان میں اگر فرق نہ ہوتا تو وہ ایسے جلسوں میں شریک نہ ہوسکتا جن میں اللہ ورسول کے ساتھ یہ استہزا وطعن کئے جاتے ہیں وہ ثبوت مانگتا ہے اسے اگر ایمان احکام کی خبر ہوتی تو جانتا کہ قرآن عظیم اس صورت میں اس کے مثل نصارٰی ہونے کا فتوٰی دے رہا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ بشر المنٰفقین بان لھم عذابا الیما ○ الذین یتخذون الکٰفرین اولیاء من دون المؤمنین ایبتغون عندھم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعا ○ وقد نزل علیکم فی الکتٰب ان اذا سمعتم اٰیٰت اللہ یکفربھا ویستھزأ بھا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا

خوشخبری دو منافقوں کو کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے، وہ جو کافروں کو دوست بناتے ہیں مسلمانوں کے سوا کیا ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں، عزت تو ساری اللہ کے لئے ہے، اور بیشک وہ تم پر کتاب میں حکم اتار چکا ہے کہ جب تم اللہ کی آیتوں کو سنو کہ ان کے ساتھ کفر کیا جاتا ہے اور ان کی ہنسی بنائی جاتی ہے تو ان کے پاس نہ بیٹھو جب تک وہ اور

فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلھم ان اللہ جامع المنٰفقین والکٰفرین فی جھنم جمیعا[1]

بات میں نہ پڑیں اگر تم ان کے پاس بیٹھے تو تم بھی انھیں کی مثل ہو بیشک اللہ کافروں اور منافقوں سب کو جہنم میں ایک ساتھ اکٹھا کرے گا۔

اس شخص کے پیچھے نماز ہرگز جائز نہیں اور وہ سخت اشد کبیرہ کا مرتکب ہے بلکہ اس کا ایمان ہی ٹھیک نہیں، جیسا کہ قرآن عظیم صاف ارشاد فرماچکا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۴: از گلرا پرگنہ اوسیت ضلع بدایوں مرسلہ محمد یٰسین خاں خطیب ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی بنگالی نے کہا کہ جو کوئی نماز سنت پڑھے وہ مشرک ہے، اور التحیات اور درود شریف نماز میں پڑھنے کی کہیں سند نہیں، اور اگر سند ہو تو قرآن شریف سے ثابت کرو اور نماز جنازہ کی بھی نہیں پڑھنی چاہئے اس کی بھی قرآن شریف سے سند نہیں اور حدیث کا کچھ اعتبار نہیں، از راہ عنایت جواب سے زود تر سرفراز فرمائیے۔

الجواب

جو شخص حدیث کا منکر ہے وہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا منکر ہے، اور جو نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا منکر ہے وہ قرآن مجید کا منکر ہے اور جو قرآن مجید کا منکر ہے اللہ واحد قہار کا منکر ہے اور جو اللہ کا منکر ہے صریح مرتد کافر ہے اور جو مرتد کافر ہے اسے اسلامی مسائل میں دخل دینے کا کیا حق۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

www.alahazratnetwork.org

ما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا[2]

رسول جو کچھ تمھیں دیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

اور فرماتا ہے:

فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما[3]

اے نبی! تیرے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک تجھے اپنی ہر اختلافی بات میں حاکم نہ بنائیں پھر اپنے دلوں میں تیرے فیصلہ سے کچھ تنگی نہ پائیں اور اچھی طرح دل سے مان لیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۳۸ تا ۱۴۰
[2] ؍؍ ۵۹/ ۷
[3] ؍؍ ۴/ ۶۵

نماز سنت وجنازہ اور التحیات و درود سب کا حکم کلام اللہ شریف میں صراحۃً موجود مگر:

من لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور[1] جسے اللہ نے نور نہ دیا اس کے لئے کہیں نور نہیں۔

پہلے یہ منکر بتائے کہ پانچ نمازوں کا ثبوت کلام اللہ شریف میں کہاں ہے، اور صبح کی دو رکعتیں، مغرب کی تین رکعتیں، باقی کی چار چار، ان کا ذکر کلام اللہ شریف میں کہاں ہے اور نمازوں کی ترتیب کہ پہلے قیام اور اس میں قرأت پھر رکوع پھر سجود پھر قعود قرآن مجید میں کہاں ہے، وقتوں کی ابتدا و انتہا کہ فجر کا وقت طلوع صبح سے شروع ہوکر طلوع شمس پر ختم ہوتا ہے اور ظہر کا زوال شمس سے سایہ اصلی کے سوا ایک مثل یا دو مثل سایہ ہونے تک اس کا ذکر قرآن مجید میں کہاں ہے، وضو کی ناقض یہ یہ چیزیں ہیں اور غسل کی یہ یہ، اور نماز ان چیزوں سے فاسد ہوتی ہے ان کی تفصیل قرآن مجید میں کہاں ہے۔ جب وہ ان سوالوں سے عاجز ہوگا اور اپنے کفر وجہل کا اقرار کرکے تائب ہوگا اس وقت ہم اسے بتادیں گے کہ جن چیزوں کا وہ منکر ہے وہ سب قرآن مجید سے ثابت ہے اور ساتھ ہی یہ بتائے کہ اس نے اس قرآن موجود کو بے کم و بیش قرآن منزل من اللہ کیونکر مانا، کیا اللہ خود اس کے ہاتھ میں دے گیا، اور جب یہ نہیں تو دلیل دے اور سمجھ رکھے کہ اس دلیل سے جو کچھ ثابت ہوگا سب ماننا پڑے گا ورنہ قرآن بھی ہاتھ سے کھوئے گا، کھویا تو ہے ہی جھوٹے زبانی اقرار سے بھی ہاتھ دھوئے گا ان اللہ لا یہدی القوم الفسقین[2] (بیشک اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا)

یہ مسائل جن کا ثبوت ہم نے قرآن عظیم سے دینا اس کے ذمہ لازم کیا ہے اس طرح لکھے جس طرح ہم مسلمانوں میں ہے اس کے نزدیک اگر اور طور پر ہوں تو جس طرح اس کے اعتقاد میں ہیں انھیں کا ثبوت قرآن مجید سے دے کہ نماز ہر روز کے وقت کی فرض ہے، ہر وقت کی ابتدا انتہا کیا ہے، نماز میں کیا کیا فرائض ہیں، ان کی ترتیب اور پڑھنے کی ترکیب کیا ہے، وضو و غسل کی ناقض کیا کیا ہیں، ہر وقت کی نماز میں کے رکعتیں ہیں، کس کس چیز سے فاسد ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ ۶۵: شبہہ پیش کردہ بعض اہل علم ۲۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۵ھ

بلاشبہہ اشرف علی تھانوی اپنی عبارت حفظ الایمان میں حق کا معاند ہے، مگر تکفیر میں یہ شبہہ ہے کہ وہ علوم غیبیہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا انکار نہیں کرتا بلکہ اطلاق لفظ عالم الغیب کا تیسری شق جو مصحح ثبوت علوم کثیرہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے اس نے دھوکا دینے کے لئے قصداً

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۴۰
[2] " " ۶۳/ ۶

چھپالی اور زید پر براہِ فریب و مغالطہ ایک الزامی ایراد قائم کیا اس سے وہ حق کا معاند ضرور ہے مگر کافر نہ ہوا ہم اسے دیکھتے ہیں کہ وہ خشوع و خضوع سے نماز پڑھتا ہے وہ نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی توہین کرتا۔

الجواب

اشرف علی سے زیادہ اپنی مراد کون بتا سکتا ہے اس نے جو عرق ریزی و حرکت مذبوحی "بسط البنان" میں کی اس پر شدید قاہر الٰہی زد "وقعات السنان" وغیرہ میں ملاحظہ ہوں، مگر ایک ذی علم کے لئے کشفِ شبہہ کا اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں کہ یہ سوال حاضر کیا جاتا ہے جس میں سراسر عبارت حفظ الایمان کا پورا چربہ ہے اس کا جواب دیتے بلکہ ان شاء اللہ تعالےٰ ملاحظہ کرتے ہی حق کھل جائے گا اور شبہہ کا وسوسہ دھواں ہو کر اڑ جائے گا وباللہ التوفیق۔

سوال یہ ہے کہ کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ زید نے حمدِ الٰہی میں کہا اے سخی داتا الٰہ العٰلمین۔ اس پر حمید و ولید دو شخصوں نے اعتراض کیا۔ حمید: یہ ناجائز ہے اسمائے الٰہی توقیفی ہیں اللہ عزوجل کو جواد کہا جائے گا سخی کہنا جائز نہیں حواشی حاشیہ خیالی علی شرح العقائد النسفی میں اس کی تصریح ہے۔ ولید: اللہ عزوجل کی ذات مقدسہ پر سخاوت کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس سخاوت سے مراد بعض عطا ہے، یعنی کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی شخص کو کچھ نہ کچھ دے دینا اگرچہ ایک نوالہ یا ایک کوڑی یا کل عطا کہ کسی سائل کا کوئی سوال کبھی نہ پھیرا جائے ہمیشہ جو کچھ مانگے اسے دیا جائے، اگر بعض مراد ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی کیا تخصیص ہے ایسی سخاوت تو زید و عمرو بلکہ ہر ذلیل و رذیل ہر بھنگی چمار کو بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص سے کسی نہ کسی چیز کا دینا واقع ہوتا ہے تو چاہئے کہ سب کو سخی داتا کہا جائے پھر اگر زید اس کا التزام کرے کہ ہاں میں سب کو سخی داتا کہوں گا تو پھر سخاوت کو منجملہ کمالاتِ الٰہیہ شمار کیوں کیا جاتا ہے، جس امر میں مومن بلکہ شریف شخص کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالاتِ الوہیت سے کب ہو سکتا ہے اور اگر التزام نہ کیا جائے تو خدا و غیرِ خدا میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے اور اگر تمام عطایا مراد ہیں اس طرح کہ اس کا ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے انتہی۔ ولید کے اس کلام پر حمید و اکابر علمائے کرام نے کفرِ صریح ہونے کا حکم کیا، سعید کو اس میں یہ شبہات ہیں ہم دیکھتے ہیں، ولید خشوع و خضوع سے نماز پڑھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی توہین کرتا، اس کا مقصود اطلاق لفظ سخی پر انکار ہے نہ کہ عطائے الٰہی کا ابطال تیسری شق جو مضیع ثبوت عطائے الٰہیہ ہے اس نے دھوکا دینے کے لئے قصداً چھپالی اور زید پر براہِ فریب و مغالطہ ایک الزامی ایراد قائم کیا اس سے وہ حق کا معاند ضرور ہے مگر کافر نہ ہوا، اب علمائے کرام سے استفسار ہے کہ:

(۱) آیا کلام ولید میں اس تاویل کی گنجائش ہے؟

(۲) محض لفظ سخی کے اطلاق پر انکار وہ تھا جو حمید نے کیا یا یہ جو ولید نے کہا؟

(۳) منشائے اطلاق یعنی عطا کو دو شقوں میں منحصر کر دینا ایک وہ کہ خدا میں بھی نہیں دوسرے وہ کہ بھنگی چمار میں ہے اور اس بنا پر اسے کمالاتِ الٰہیہ سے نہ جاننا اور خدا اور اس کے غیر ہر بھنگی چمار میں فرق پوچھنا محض اطلاق لفظ سخی کا انکار ہوگا یا اللہ عزوجل کی صفت کمالیہ عطا کا صریح ابطال ہوگا؟

(۴) اس تقریر سے عطا کو کمالاتِ الٰہیہ سے نہ جاننا اور خدا اور بھنگی چمار میں فرق پوچھنا اور اللہ تعالٰی کی خصوصیت نہ جاننا ہر بھنگی چمار کے لئے بھی حاصل ماننا یہ توہین شان عزت ہے یا نہیں؟

(۵) اس کلام کے سننے سے کسی طرح کسی کا ذہن اس طرف جا سکتا ہے کہ یہ ابطال عطائے الٰہی نہیں نہ اس کے کمال پر حملہ نہ اس قسم عطا میں جو اسے حاصل ہے، اس کی خصوصیت کا انکار نہ ہر بھنگی چمار کی اس میں شرکت کا اظہار بلکہ باوصف صحت معنی وحصول معنی صرف بالخصوص لفظ سخی پر انکار ہے۔

(۶) جو معنی کسی طرح کلام سے مفہوم نہ ہوسکیں کیا اُن کی طرف پھرنا کفر کا نافی ہوسکتا ہے، شفائے امام قاضی عیاض وغیرہ کتب معتمدہ ائمہ میں تصریح ہے کہ التاویل فی لفظ صراح لا یقبل[1] (صریح الفاظ میں تاویل مقبول نہیں ہوتی۔ ت) ایسی تاویل مسموع ہو تو کوئی کلام کفر نہ ٹھہر سکے، اردت برسول اللہ العقرب (میں نے رسول اللہ سے مراد بچھو لیا ہے۔ ت) کی تاویل اس تاویل سے قریب تر ہے یا نہیں کہ بلاشبہہ عقرب بھی خدا ہی کا بھیجا ہوا ہے۔

(۷) صحیح بخاری شریف میں حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد کہ ذٰلک اخبات النفاق[2] (یہ نفاق کا خضوع ہے۔ ت) اس خشوع وخضوع کا جواب کافی ہے یا یہ کہ کوئی کیسا ہی کفر کرے جب بعض اعمال صالحہ کرتا ہو کافر نہیں ہوسکتا۔ بینوا توجروا۔

مسئلہ ۶۶: از یازید پور ضلع پٹنہ مرسلہ عبدالصمد صاحب ۲۱ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ امکان نسخ نہیں بلکہ وقوع نسخ کا ماننا فرض ہے یا واجب یا مستحب جس کو دوسرے لفظوں میں یوں صاف کرسکتے ہیں کہ وقوع نسخ پر دلیل قطعی یعنی آیت قرآنی یا حدیث متواتر ہے یا دلیل ظنی ہے اس کا منکر کافر ہوگا یا فاسق؟ بینوا توجروا۔

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی القسم الرابع فی تصرف وجوہ الاحکام مطبع شرکت صحافیہ فی بلاد العثمانیہ ۲/ ۲۰۹

[2] مجمع الزوائد باب الاعمال بالخواتیم دار الکتاب بیروت ۷/ ۲۱۴

الجواب

وقوعِ نسخ بلاشبہہ قطعیات سے ثابت بلکہ باعتبار شرائع سابقہ ضروریاتِ دین سے ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۷ از بجواڑہ مرسلہ حاجی عبداللطیف ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت اور مرد میں سے کسی سے بے علمی کی وجہ سے ایسا کلمہ منہ سے نکل جائے کہ کفر میں شمار ہو تو طلاق ہوجاتی ہے یا نہیں، اور اگر ایسا ہوجائے تو کیا کرنا چاہئے کیونکہ ظاہر نکاح دوسری بار پڑھانے سے شرم کرتا ہو تو بغیر گواہ کے ایسا نکاح پھر درست ہوسکتا ہے یا نہیں کہ صرف مرد وعورت دونوں ہی نکاح قائم کرلیں کہ کوئی صورت آسان ہو تو بتلائیں کیونکہ اکثر لوگ بے علمی کی وجہ سے کوئی کلام کہہ دیتے ہیں اور وہ کفر ہوتا ہے اور ان کو کچھ معلوم نہیں ہوتا ہے۔

الجواب

معاذ اللہ جس سے کلمۂ کفر صادر ہو اسے بعد توبہ تجدید نکاح کا حکم ضرور ہے اور نکاح بغیر دو گواہوں کے نہیں ہوسکتا، دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں عاقل بالغ آزاد اور مسلمان، عورت کے نکاح میں ان کا مسلمان ہونا بھی شرط ہے وہ ایجاب وقبول کو ایک جلسہ میں سنیں اور سمجھیں کہ یہ نکاح ہورہا ہے بغیر اس کے نکاح نہیں ہوسکتا، ہاں یہ کچھ ضرور نہیں کہ وہ غیر ہی لوگ ہوں، زن وشوہر کے جوان بیٹا، بیٹی، بہن، بھائی، نوکر چاکر ان میں سے اگر دو مرد دوں یا ایک مرد دو عورتوں کے سامنے ایجاب وقبول کرلیں کافی ہے، اور تجدید نکاح کوئی شرم کی بات نہیں، یہ وسوسہ شیطانی ہے، شرم کی بات یہ ہے کہ نکاح میں خلل پڑجائے اور بغیر تجدید کے زن وشوہر کا علاقہ باقی رکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۸ از انجمن اسلامیہ ہجرت پور مرسلہ حافظ عبدالوہاب خاں ٹونکی ۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ

یہاں ایک مولوی صاحب نے اثنائے وعظ میں فرمایا کہ حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) کی لاش مبارک شہادت کے بعد کئی روز تک نہایت ناگفتہ بہ حالت میں رہی اور آپ کی ایک ٹانگ (نعوذ باللہ) کتوں نے چبا ڈالی، مولوی صاحب اور ان کے مقلدین اس واقعہ کو تاریخی واقعہ بتاتے ہیں، یہاں کوئی ایسا عالم نہیں جو اس واقعہ کے متعلق صحت کرسکے، اس لئے عرض ہے کہ بواپسی اس واقعہ کے اصلی حالت سے اطلاع دیں، اگر صحیح ہے تو کس معتبر کتاب سے پتہ چل سکتا ہے؟ اگر غلط ہے تو کس فرقہ کا عقیدہ ہے؟

الجواب

امام حافظ الشان ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کتاب الاصابہ فی تمییز الصحابہ میں فرماتے ہیں،

قال الزبیر بن بکار بویع یوم الاثنین للیلة بقیت من ذی الحجة سنة ثلاث و عشرین وقتل یوم الجمعة لثمان عشرة خلت من ذی الحجة بعد العصر ودفن لیلة السبت بین المغرب والعشاء[1]

(حضرت زبیر بن بکار کا بیان ہے۔ ت) یعنی امیرالمومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بیعت یوم الاثنین ذی الحجہ کی آخری شب ۲۳ ہجری کو کی گئی ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ روز جمعہ بعد عصر شہید ہوئے اور اسی شام کو مغرب کے بعد عشاء سے پہلے دفن ہوئے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ میں امیرالمومنین ذوالنورین رضی اللہ تعالٰی عنہم پر رافضیوں کے دسویں طعن میں ان ملاعین سے نقل کیا کہ:

"بعد از قتل او تا سہ روز افتادہ گزاشتند و بدفن او نپرداختند"[2]

قتل کے بعد انھیں تین دن تک ایسے ہی پھینک دیا گیا اور دفن نہ ہونے دیا گیا۔ (ت)

وہ کتوں کا لفظ اس طعن میں بھی نہیں، پھر جواب میں بہت روایات ذکر کرکے فرمایا:

ازیں روایات مشہورہ متعددہ ثابت شد کہ تا سہ روز افتادہ ماندن لاش عثمان (رضی اللہ تعالٰی عنہ) محض افتراء و دروغ ست و در جمیع تواریخ تکذیب آں موجود ست زیراکہ باجماع مؤرخین شہادت عثمان (رضی اللہ تعالٰی عنہ) بعد از عصر روز جمعہ ہیژدہم ذی الحجہ واقع شدہ است و دفن او در بقیع شب شنبہ وقوع یافت بلاشبہہ انتہی۔[3]

ان تمام مشہور روایات سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کی لاش کا تین دن تک پڑے رہنے کا واقعہ محض افتراء اور جھوٹ ہے اور تمام کتب تاریخ میں اس کی تکذیب موجود ہے کیونکہ تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کی شہادت ۱۸ ذوالحجہ بروز جمعۃ المبارک بعد نماز عصر ہوئی اور بلاشبہہ ہفتہ کی رات بقیع شریف میں تدفین ہوئی انتہی۔ (ت)

ورأیتنی کتبت فی بعض تعلیقاتی الحدیثیة وھذا ایضا تجاوز نعم لا تقبل المناکیر المنکرات فی مقابلة المشھورات المقبولات

مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے بھی اپنے بعض حواشی میں یہی بات لکھی ہے اور یہ بھی تجاوز ہے ہاں مشہور و مقبول روایات کے مقابلے میں مناکیر

---

[1] الاصابہ فی تمییز الصحابہ باب عثمان رضی اللہ عنہ دار صادر بیروت ۲/۴۶۳
[2] تحفہ اثنا عشریہ مطاعن " " " طعن دہم سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۳۲۶
[3] " " " " " " " " " " " ۱/۳۲۹

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

منکرات مقبول نہیں ہوتیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

مسئلہ ٦٩: از شہر مالیگاؤں محلہ قلعہ قریب مسجد کلاں مرسلہ محمد صادق صاحب ٣ ربیع الآخر ١٣٣٦ھ

اگر کوئی شخص آیاتِ قرآنی کو نہ مانے تو وہ شخص گنہگار ہوگا یا نہیں؟ اگر ہوتا ہے تو کس درجہ کا؟ اور نماز اس کے پیچھے کیسی ہوتی ہے؟

الجواب

آیت کو نہ ماننا یعنی انکار کرنا کفر ہے اس کے پیچھے نماز کیسی، مگر عوام نہ ماننا اسے بھی کہتے ہیں کہ گناہ خلاف آیت قرآنی واقع ہو اور اسے آیت سنائی گئی اور وہ اپنے گناہ سے باز نہ آیا یہ باز نہ آنا اگر محض شامتِ نفس سے ہو آیت پر ایمان رکھتا ہے نہ اس سے انکار کرتا ہے نہ اس کا مقابلہ کرتا ہے تو گناہ ہے کفر نہیں، پھر اگر وہ گناہ خود کبیرہ ہو یا بوجہ عادت کبیرہ ہوجائے اور یہ شخص اعلان کے ساتھ اس کا مرتکب ہو تو فاسق معلن ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی یعنی پڑھنی گناہ اور پڑھی ہو تو پھیرنی واجب، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: از چندوسی حسینی بازار مرسلہ غلام حسین صاحب ٣ ربیع الآخر ١٣٣٦ھ

www.alahazratnetwork.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ العلی العظیم والصلوۃ علی النبی الکریم وآلہ وصحبہ المکرمین آمین! کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چندوسی میں مسلمانوں نے ہنود، مشرکین سے اتفاق کرنے میں یہ آثار ظاہر کئے کہ سوائے نوبت نقارے نوازی اور ناچ رنگ نامشروع کے ایسا مبالغہ اور عروج ان کی رسوم جلادینے میں کیا کہ بعض فریق تلک، قشقہ، سندر برہمنوں کے ہاتھ سے اپنی پیشانی پر کھنچوا کر خوش اور مسرور ہوا اور بعض فریق برہمنوں کے ساتھ جے رامچندر جی اور جے سیتا جی کی بول اٹھا اور بعض فریق نے ہمراہ ہنود تخت رواں قسمۃ عورتوں کے گشت کی اور وہ تخت رواں خلاف سالہائے گزشتہ پیوستہ کے بخوف وخطر گلی کوچہ پھرا کر مسلمانوں کے جائے جلوس پر ہنود لائے، مسلمانوں نے سوائے تواضع پان، پھول اور ہار، الائچی وغیرہ ان کے آنے کا شکریہ بلفظ یہ ادا کرکے شیرینی کی تھالی پیش کی اس عمل سے کس فریق کی عورت نکاح سے باہر ہوئی اور کون مبتلائے کفر ہوا اور کون مرتکب گناہ کبیرہ ہوا اور ہر فریق کی توبہ کی صورت کیا ہے؟

الجواب

وہ جنہوں نے برہمن سے قشقہ کھنچوایا وہ جنہوں نے ہنود کے ساتھ وہ جے بولی کافر ہوگئے، ان کی عورتیں ان کے نکاح سے نکل گئیں اور وہ کہ گشت میں شریک ہوئے اگر کافر نہ ہوئے تو قریب بکفر ہیں،

حدیث میں نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من سود مع قوم فھو منھم[1] وفی لفظ من کثر سواد قوم[2] جو کسی قوم کا مجمع بڑھائے وہ انھیں میں سے ہے۔

اور وہ جنھوں نے بت کے لانے پر شکریہ ادا کیا اور خوش ہوئے ان پر بھی بحکم فقہاء کفر لازم ہے۔ غمز العیون میں ہے:

اتفق مشائخنا ان من رای امر الکفار حسنا فقد کفر[3] جس نے کفار کے عمل کو اچھا جانا وہ باتفاق مشائخ کافر ہوجاتا ہے (ت)

ان پر لازم ہے کہ توبہ کریں اور از سرِ نو کلمۂ اسلام پڑھیں اور اپنی عورتوں سے نکاح جدید کریں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷ : از موضع بیری پور ڈاکخانہ قصبہ علی گڑھ ضلع بریلی مرسلہ خان محمد خاں ۱۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید آداب واحکام وارکان شریعت کا محض منکر ہے یعنی اہل ہنود کی پرستش گاہوں پر پوجا کرتا ہے، دجل چڑھاتا ہے، سرامرجو کام شرک وکفر کے ہنود کرتے ہیں ان کو زید بھی کرتا ہے اور بجائے محفل میلاد شریف کے مثل ہنود کے کتھا کی یعنی برہمن کو بلاکر پوریاں وغیرہ پکواکر اور ہنود کو کھلاکر جن مسلمانوں سے رسم تھا ان کو کھلادیں اور ہنود کے ہوم رول میں چندہ دیا اور مسجد کے دینے سے انکار، صوم وصلوٰۃ کا منحرف بایں امور کہ زید میں موجود ہیں، عمر اپنی بیٹی زید کے بیٹے کو دینا چاہتا ہے ہرچند اس سے منع کیا گیا مگر قصداً رسم گیا حتی کہ تاریخ شادی کی ٹھہرگئی، عمر کی زوجہ نے جواب دیا اور سخت کلامی کی کہ زید اگر بھنگی ہے تو ہم بھی بھنگی ہیں، عمر سے کہا گیا کہ تم کو اگر زید سے ملنا ہے تو اس کو توبہ استغفار کرادیا جائے، مگر عمر نہ مانا اور شرک وکفر کی حالت میں دیدہ ودانستہ قرابت کی، آیا ہم جمیع مسلمان زید وعمر کے ساتھ کیسا معاملہ رکھیں، جو حکم شرع شریف کا ہو نافذ ہو ایسا شخص بموجب شرع شریف کے مستوجب سزا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

---

[1] تاریخ بغداد ترجمہ ۵۱۶۷ عبداللہ بن عتاب الخ دار الکتاب العربی بیروت ۱۰/ ۴۱

[2] نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ بحوالہ مسند ابی یعلی المکتبۃ الاسلامیہ بیروت ۴/ ۳۴۶

کنز العمال حدیث ۲۴۷۳۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۲۲

[3] غمز العیون البصائر مع الاشباہ والنظائر کتاب السیر باب الردۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۹۵

الجواب

صورتِ مذکورہ میں زید کافر مرتد ہے، اس سے سلام، کلام مسلمانوں کو حرام اس کی شادی غمی میں شرکت حرام۔

قال اللہ تعالیٰ واما ینسینک الشیطٰن فلاتقعد بعدالذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

بیمار پڑے تو اسے پُوچھنے جانا حرام، اس کی قبر پر جانا حرام۔

قال اللہ تعالیٰ ولاتصل علیٰ احد منھم مات ابدًا ولاتقم علیٰ قبرہ[2]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔ (ت)

عمرو اس کے سب افعال پر آگاہ ہے اور اس نے توبہ بھی لینا نہ چاہی اور ایسی قرابت اس کے ساتھ کی مبتلائے گناہِ عظیم و مستحقِ عذابِ الیم ہُوا۔

قال اللہ تعالیٰ انکم اذا مثلھم[3]، وقال اللہ تعالیٰ ومن یتولھم منکم فانہ منھم[4]، وقال اللہ تعالیٰ ولاترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[5]

www.alahazratnetwork.org

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ورنہ تم بھی انھیں جیسے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انھیں میں سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمھیں آگ چھُوئے گی۔ (ت)

زید و عمرو اگر توبہ کریں تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ انھیں یک لخت چھوڑ دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲ از بدایون مرسلہ نفو و نثار احمد سوداگران چرم ۱۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۶ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے باوجود اس علم کے کہ مرزائی دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور ان کے کافر ملحد ہونے کا فتوٰی تمام علمائے اسلام دے چکے ہیں پھر بھی اپنی لڑکی کا نکاح ایک مرزائی کے لڑکے کے ساتھ کردیا اب زید کو گمراہ اور بدعقیدہ سمجھا جائے یا نہیں اور زید کے ساتھ کھانا پینا اور اس کی شادی غمی میں شریک ہونا اپنے یہاں اس کو شریک کرنا

---

[1] القرآن الکریم ۶/۶۸
[2] القرآن الکریم ۹/۸۴
[3] " ۴/۱۴۰
[4] " ۵/۵۱
[5] " ۱۱/۱۱۳

21 جائز ہے یا نہیں اور جو لوگ ایسا کریں ان کے لئے کیا حکم ہے ؟

(۲) مرزائیوں کے لڑکوں کو جو ابھی سنِ شعور کو نہیں پہنچے اور اپنے ماں باپوں کے رنگ میں رنگے ہیں اور ہر امر میں انھیں کے ماتحت ہیں کیا سمجھنا چاہئے مرزائی یا غیر مرزائی ؟

الجواب

(۱) اگر وُہ لڑکا اپنے باپ کے مذہب پر تھا اور اُسے یہ معلوم تھا کہ اس کا یہ مذہب ہے اور دانستہ لڑکی اس کے نکاح میں دی تو یہ لڑکی کو زنا کے لئے پیش کرنا اور پرلے سرے کی دیوثی ہے، ایسا شخص سخت فاسق ہے اور اس کے پاس بیٹھنا تک منع ہے،

قال اللہ تعالٰی واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین[1] ۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔ (ت)

ورنہ اس کے سخت بے احتیاط اور دین میں بے پروا ہونے میں کوئی شبہہ نہیں اور اگر ثابت ہو کہ وہ واقعی مرزائیوں کو مسلمان جانتا ہے اس بنا پر یہ تقریب کی تو خود کافر مرتد ہے، علمائے کرام حرمین شریفین نے قادیانی کی نسبت بالاتفاق فرمایا کہ:

www.alahazratnetwork.org

من شک فی عذابہ وکفرہ فقد کفر[2] ۔ جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر۔

اس صورت میں فرض قطعی ہے کہ تمام مسلمان موت حیات کے سب علاقے اس سے قطع کردیں، بیمار پڑے پُوچھنے کو جانا حرام، مرجائے تو اس کے جنازے پر جانا حرام، اسے مسلمان کے گورستان میں دفن کرنا حرام، اس کی قبر پر جانا حرام،

قال اللہ تعالٰی ولا تصل علٰی احد منھم مات ابدًا ولا تقم علٰی قبرہٖ[3] ۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا (ت)

(۲) وُہ سب مرزائی ہیں مگر وُہ کہ عقل وتمیز کی عمر کو پہنچا اور اچھے بُرے کو سمجھا اور مرزائیوں کو کافر جانا اور ٹھیک اسلام لایا وہ مسلمان ہے، یہ اس حالت میں ہے کہ ماں مرزائی ہو، اور اگر ماں مسلمان ہو اگرچہ اپنی

---

[1] القرآن الکریم ۶/۶۸

[2] حسام الحرمین باب المعتمد والمستند مکتبہ نبویہ، لاہور ص ۱۳

[3] القرآن الکریم ۹/۸۴

21
21

شامتِ نفس یا اپنے اولیاء کی حماقت یا ضلالت سے مرزائی کے ساتھ نکاح کرکے زنا میں مبتلا ہے، اب جو بچے ہوں گے جب تک نا سمجھ رہیں گے اور سمجھ کی عمر پر آکر خود مرزائیت اختیار نہ کریں گے اس وقت تک وہ اپنی ماں کے اتباع سے مسلمان ہی سمجھے جائیں گے،

فان الولد یتبع خیر الابوین دینا فکیف من لیس لہ الا الام فان ولد الزنا لا اب لہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بچہ والدین میں سے اس کے تابع ہوتا ہے جس کا دین بہتر ہو تو اس وقت کیا حال ہوگا جب اس کی صرف ماں ہی ہو کیونکہ ولد زنا کا باپ نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۷۴ تا ۸۱ ازمقام رانچی محلہ اوپر بازار مرسلہ عبدالرب صاحب ۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

جو کہے: (۱) معجزاتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام غلط ہیں، معجزہ حضرت سیدنا عیسیٰ (علیہ السلام) مردہ کو زندہ کرنا غلط ہے، مطلب اس کا احوالِ قوم کو زندہ کرنا ہے ایسے شخص کے واسطے کیا حکم ہے شرعًا؟

(۲) کتاب فتاوٰی عالمگیری و قاضی خاں بے اعتبار ہیں، توہینِ علماءِ دین قولِ بکر سے متصور ہے یا نہیں؟ شرعًا کیا حکم ہے؟

(۳) قربانی کرنے کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ گوشت و خون کا محتاج نہیں، نہ اس تک پہنچتا ہے، بلکہ تمہارا تقوٰی پہنچتا ہے، قربانی کے جانور کی قیمت مدرسہ میں دینا افضل ہے، غور فرمایا جائے کہ بکر نے ترکِ وجوب پر حملہ کیا یا نہیں شرعًا کیا حکم ہے؟

(۴) حضرت منصور کا دار پر کھینچا جانا امورِ سلطنت و متہم ہونے کی وجہ سے نہ تھا نہ اور کسی وجہ سے، شرعًا کیا حکم ہے؟

(۵) بکر عبادت گاہ کفار میں نہ بہ نیت تفریحِ طبع و دیکھنے کے جاتا ہے بلکہ شرکت عبادت گاہ کفار کو فرض و سنت و مستحب ٹھہراتا ہے، شرعًا کیا حکم ہے؟

(۶) بکر پردۂ حنفیت میں کاربند وہابیت ہے، وہابیوں کی حمایت اور اہلسنت و تمامی مفسرین و فقہاء کی توہین کرتا ہے۔ میلاد و قیام کے متعلق الفاظ ناشائستہ و بدعتِ سیئہ کہتا ہے، بکر کی اقتداء جائز ہے یا نہیں؟ اور بکر درحقیقت مقلد ہے یا غیر مقلد؟

(۷) بکر محض بپاسِ کلام و اثباتِ مدعا اپنے بزورِ زبان عباراتِ فقہیہ کو تحریف کیا ہے، بکر دست انداز اقوال ائمہ مجتہدین پر ہے یا نہیں؟ شرعًا کیا حکم ہے؟

(۸) بکر جناب کنز الفقراء تاج الاولیاء سیدنا عبدالقادر جیلانی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) پر طعن و تکذیب کراماتِ اولیاء کرتا ہے، و نیز دیگر اشخاص بھی بمقابلہ بکر کے حضرت کی شان میں طعن کرتے ہیں اور بکر

www.alahazratnetwork.org

خاموش رہتا ہے، شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

(۱) جو شخص معجزاتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو غلط بتائے کافر مرتد ہے، مستحقِ لعنتِ ابد ہے۔ حضور سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزہ احیائے موتٰی کا غلط کہنے والا ابھی یقیناً کافر مرتد ہے اور وہ تاویل کہ احوالِ قوم زندہ کرنا مراد ہے، اسے کفر وارتداد سے نہ بچائے گی کہ ضروریاتِ دین میں تاویل مسموع نہیں۔ عقائد امام مفتی الثقلین نجم الجن والانس عمر نسفی رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہے:

النصوص تحمل علی ظواھرھا والعدول عنھا الی معان یدعیھا اھل الباطن الحاد[1]

نصوص کو اپنے ظاہر ہی پر محمول کیا جائے گا اور اس سے ایسے معانی کی طرف عدول جن کا دعوٰی اہلِ باطن نے کیا سراسر الحاد ہے (ت)

شرح میں ہے:

الحاد ای میل وعدول عن الاسلام واتصال والتصاق بالکفر لکونہ تکذیبا للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیما علم مجیئہ بہ بالضرورۃ[2]

الحاد یعنی اسلام سے عدول واعراض ہے اور یہ کفر کے ساتھ اتصال ہے کیونکہ یہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ان معاملات میں تکذیب ہے جن کا لانا آپ سے بالضرورۃ ثابت ہے (ت)

www.alahazratnetwork.org

شفاء قاضی عیاض میں ہے:

التاویل فی الضروری لایسمع[3]

ضروریاتِ دین میں تاویل مسموع نہیں۔ (ت)

(۲) سبحان اللہ! جب وہ معجزاتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو غلط کہتا ہے تو اس سے اس کی کیا شکایت کہ فتاوٰی قاضی خاں وعالمگیری کو نہیں مانتا جو اللہ اور اس کے رسولوں کی تکذیب کرچکا اس سے توہین علم وعلماء کا گلہ فضول ہے، ما علی مثلہ بعد الخطاء (خطا کے بعد اس کی مثل مجبور نہیں۔ ت)

(۳) قربانی کا انکار ضلالت ہے، ہندو تو سارے کے سارے گائے کی قربانی سے کنارہ چڑھتے ہیں، غایت یہ کہ یہ ایک بات میں ہندوؤں سے بڑھ گیا کہ مطلقاً قربانی کے وجوب کا منکر ہوا اور ایک بات میں ہندو اس سے

---

[1] عقائد نسفی مع الشرح مطبوعہ دار الاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ص ۱۱۹

[2] شرح عقائد نسفی 〃 〃 〃 〃 ص ۱۱۹

[3] کتاب الشفاء للقاضی عیاض القسم الرابع فی تصرف وجوہ الاحکام الخ مکتبہ شرکت صحافیہ ترکی ۲/ ۲۱۰

بڑھ کر ہیں کہ وہ چڑھتے ہیں یہ فقط منکر۔

(۴) ایک بے معنی بات ہے صرف اتنے لفظ محتاجِ توجیہ نہیں۔

(۵) شرکتِ عبادت گاہ کفار صریح کفر ہے کیونکہ ہدایت یا زد کو جانا شرکت نہیں ہوسکتا، کتب فقہیہ میں تصریح ہے کہ معابدِ کفار میں جانا مکروہ ہے کہ وہ ماوائے شیاطین ہیں کما فی ردالمحتار وغیرہ (جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ میں ہے۔ ت) نہ کہ شرکت کہ صریح کفر ہے اور کفر کو ہلکا جاننا بھی کفر ہے نہ کہ معاذ اللہ مستحب بلکہ سنت بلکہ فرض ٹھہرانا،

اباللّٰہ و اٰیٰتہ ورسولہ کنتم تستھزءون لاتعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم[1]

کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو، بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر۔ (ت)

(۶) عجب ہے کہ سائل اس سے وہ کلمات نقل کرکے پھر اس کا مقلد ہونا پوچھتا ہے وہ مقلد ضرور ہے مگر ابلیس کا،

قال اللّٰہ تعالٰی استحوذ علیھم الشیطٰن فانسٰھم ذکر اللّٰہ ط اولٰئک حزب الشیطٰن ط الا ان حزب الشیطٰن ھم الخٰسرون[2] ۵

اللہ تعالٰی نے فرمایا، ان پر شیطان غالب آگیا تو انھیں اللہ کی یاد بھلادی، وہ شیطان کے گروہ ہیں، سنتا ہے بیشک شیطان ہی کا گروہ ہار میں ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

(۷) معلوم نہیں سائل نے اس کا پہلا عقیدہ معجزہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو غلط بتانا غلط کہہ دیا یا صحیح، اگر غلط لکھا تو کیوں اور صحیح لکھا تو اس کے بعد ان باتوں کی کیا گنجائش رہی، ائمہ مجتہدین پر دست اندازی کرنیوالا گمراہ سہی کافر تو نہیں تکذیبِ معجزات کرنے والا تو کافر ہے، گنگا پرشاد یا مسیح چرن سے اس کی کیا شکایت کہ تو ہمارے ائمہ پر کیوں اعتراض کرتا ہے۔

(۸) کراماتِ اولیاء کا انکار گمراہی ہے،

قال اللّٰہ تعالٰی کلما دخل علیھا زکریا المحراب وجد عندھا رزقا ج قال یٰمریم انّٰی لک ھٰذا ط قالت ھو من عند اللّٰہ ط ان اللّٰہ یرزق من یشاء

اللہ تعالٰی نے فرمایا، جب زکریا اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے اس کے پاس نیا رزق پاتے، کہا اے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آیا، بولیں وہ اللہ کے پاس سے ہے بیشک اللہ

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶۵ و ۶۶

[2] ؎ ؎ ۵۸/ ۱۹

بغیر حساب[1] | جسے چاہے بے گنتی دے (ت)

وقال الله تعالٰی قال الذی عندہ علم من الکتٰب انا اٰتیك بہ قبل ان یرتد الیك طرفك[2] | اللہ تعالٰی نے فرمایا، اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے حضور میں حاضر کردوں گا ایک پل مارنے سے پہلے۔ (ت)

اور حضور ولی الاولیاء، غوث الاقطاب، ملاذ الابدال والافراد رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم کی شانِ اقدس میں زبان درازی نہ کرے گا مگر رافضی تبرائی،

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[3] واللہ تعالٰی اعلم۔ | اب جاننا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۸۲ تا ۸۴: از مراد آباد محلہ قائم کی بیریاں مرسلہ محمد مختار ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

(۱) ایک شخص کے دل میں زبان میں بُرے خیال نکلتے ہیں وہ نماز پڑھنے سے عاجز آگیا ہے چنانچہ لاحول، سورۂ ناس، درود شریف، قرآن شریف پڑھتا ہے تو بھی اس کے دل میں بُرے خیالات آتے ہیں اور ایک بات زبان سے برابر دل سے برابر نکلا کرتی ہے، مثلاً سراج الحق بیٹا کس کا، اپنے ماں باپ کا، اور فحش خیالات جیسے بیبیوں، ماں باپ کے بارے میں ہر وقت بُرے خیالات بہت۔

www.alahazratnetwork.org

(۲) بُرے خیالات یہ بہت دھوکے انجانی بیوقوفی زبان سے، دل جان سے ہیں، نعوذ باللہ خدا کا شریک نکلا پھر یہ نکلا خدا وحدہٗ لاشریک ہے، رسول برحق ہیں، یہ خیال بہت جلد دھوکے سے نکلا ایک ماہ میں تین بار ایک دفعہ ایک یوم میں دوسرا آٹھ یوم میں تیسرا سولہ یوم میں نکلا پھر یہ خیالات نہیں نکلتے، پھر دل زبان سے یہ نکلا کہ خدا وحدہٗ لاشریک ہے، جب کہ ہزار باتوں کے بعد جب کہ زبان نہیں رکتی تھی، وہ روکتا تھا مگر وہ نہیں رکتی تھی، دل میں دنیا کے خیال بہت بُرے تھے وہ یہ ہیں خدا نے کسی کو بیٹا بیٹی مال اسباب دیا ہے سب نہیں رہے گا بس خدا کی بات اچھی ہے دل میں یہی بیٹوں بیٹیوں کے خیالات، وہ بخشا جائے گا یا نہیں؟ مسلمان رہا یا نہیں؟ گنہگار ہوا یا نہیں؟

(۳) وہ ہمیشہ لوگوں کو نیک تعلیم دیتا ہے، خدا نے جو بتایا ہے نماز روزہ اور بہت باتوں کی، وہ قرآن اور خدا رسول کی محبت کرتا ہے جو خدا رسول کو بُرا اور قرآن کو بُرا کہتا ہے اس کو جان سے مارنے کو تیار ہے،

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۳۷
[2] القرآن الکریم ۲۷/ ۴۰
[3] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

وہ خدا و رسول کو جان سے زیادہ زیادہ سمجھتا ہے خدا سے کئی مرتبہ دُعا مانگی مگر خدا کا حکم نہیں ہوا ان سے پہلے وہ عاجز آگیا ان باتوں سے اور نماز میں بھی بُرے خیالات آتے ہیں وہ اپنے اسلام کا پکا ہے، وہ خدا و رسول سے بہت خوش ہے، کئی آدمی نے خدا و رسول کو بُرا کہا اس نے ان کو مارا مگر جنھوں نے برا کہا تھا وہ کافر تھا، یہ سب بیٹے بیٹیاں کس کی ہیں، کیا آدم علیہ السلام کی یا اپنے ماں باپوں کی؟

الجواب

بُرے خیالات اگر آئیں اور انھیں جمایا نہ جائے، نہ بالقصد انھیں زبان سے ادا کیا جائے تو اس سے اسلام میں کچھ فرق نہیں آتا اور جہاں تک مجبوری ہے گناہ بھی نہیں، اور وہ سراج الحق والا فقرہ بار بار کہنا گناہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا، خلل دماغ کا ایک شعبہ ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی بُرے وسوسے جب دل میں آئیں فوراً اللہ عزوجل کی طرف رجوع کرے اور کہے،

اٰمنّا باللہ ورسولہ "ھو الاول والاٰخر والظاھر والباطن وھو بکل شیئ علیم"[1] و میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا "وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن اور وہی سب کچھ جانتا ہے"(ت)

www.alahazratnetwork.org

اور لاحول شریف پڑھے اور خشکی دماغ کا طبی معالجہ بھی چاہئے، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از دھن پور گجرات قریب احمد آباد مرسلہ حکیم محمد میاں صاحب ۷ جمادی الاولٰی ۱۳۲۶ھ

(۱) ایک مولوی صاحب بعد ختم ہونے وعظ کے فرمانے لگے کہ ہم نے جو وعظ آپ صاحبوں کو سنایا ہے وہ کلام اللہ اور حدیث سے سنایا ہے، نہیں معلوم کہ یہ جھوٹ ہے یا سچ ہے، اس بات کا علم خدا کو ہے یہ الفاظ مولوی صاحب نے کیوں فرمائے، ایسا کہنے سے آدمی گنہگار ہوتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

(۲) مذکور مولوی صاحب ہر وعظ میں بہشتی زیور کے لئے خاص حکم دیتے ہیں، وہ کتاب مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کی تصانیف سے ہے، بہت سے ذی علم لوگوں کو شک ہے اور بہشتی زیور پڑھنے کو منع کرتے ہیں اس کی وجہ کیا ہے، اس کتاب میں کون سے مسائل غلط ہیں اور کون سے صحیح؟ ان کا خلاصہ اور آپ اس کتاب کے لئے کیا ارشاد فرماتے ہیں؟

---

[1] القرآن الکریم ۵۷/۳

الجواب

(۱) یہ کہہ کر کہ میں نے تمھیں یہ وعظ قرآن وحدیث سے سنایا ہے یہ کہنا کہ معلوم نہیں جھوٹ ہے یا سچ قرآن عظیم کے صدق میں شک کرنا ہے اور تاویل بعید کی یہاں کچھ حاجت نہیں، اوّل تو الفاظ اس کے مساعد نہیں پھر سوال دوم میں بیانِ سائل سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واعظ ہر وعظ میں مسلمانوں کو بہشتی زیور منگانے کی ترغیب دیتا ہے ایسا ہے تو عقیدۃً کا دیوبندی معلوم ہوتا ہے اور دیوبندیوں کے نزدیک قرآن مجید کے صدق میں ضرور شک ہے کہ وہ اللہ عزّ وجل کو وجوباً سچا نہیں جانتے بلکہ صاف تصریح کرتے ہیں کہ معاذ اللہ وہ امکاناً جھوٹا ہے پھر وعظ کو قرآن وحدیث سے بتاکر اس کے صدق وکذب میں شک کرنا ضرور کلمۂ کفر ہے، مسلمانوں کو ایسے شخص کا وعظ سننا اور اسے وعظ کی مسند پر بٹھانا حرام ہے۔

(۲) بہشتی زیور ایک ایسے شخص کی تصنیف ہے جس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صریح گالی دی اور جس کی نسبت تمام علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق حسام الحرمین میں فرمایا ہے کہ:

من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[۱] جو اس کی باتوں پر مطلع ہو کر اسے مسلمان جاننا درکنار اس کے کافر ہونے میں شک بھی کرے وہ بھی کافر۔

www.alahazratnetwork.org

بہشتی زیور کا دیکھنا عوام مسلمان بھائیوں کو حرام ہے اس میں بہت سے مسائل گمراہی کے اور بہت سے مسائل غلط و باطل ہیں اور یہی کیا تھوڑا ہے کہ وہ ایسے کی تصنیف ہے جس کو مکہ معظمہ ومدینہ منورہ کے علمائے کرام باتفاق فرمارہے ہیں کہ اس کے کفر میں شک کرنا بھی کفر ہے۔ زیادہ اطمینان درکار ہو تو کتاب حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین مطبع اہل سنت وجماعت بریلی سے طلب کیجئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از شہر بریلی مرسلہ شوکت علی صاحب فاروقی ۲۷ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کفار کے قسم کے ہوتے ہیں اور ہر ایک کی تعریف کیا ہے اور صحبت کون سے کفار کی سب سے زیادہ مضر ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اللہ عزّ وجل ہر قسم کفر و کفار سے بچائے، کافر دو قسم ہے: اصلی و مرتد۔ اصلی وہ کہ شروع سے کافر اور کلمۂ اسلام کا منکر ہے، یہ دو قسم ہے: مجاہر و منافق، مجاہر وہ کہ علی الاعلان کلمہ کا منکر ہو اور منافق وہ کہ بظاہر کلمہ پڑھتا اور دل میں منکر ہو، یہ قسم حکم آخرت میں سب اقسام سے بدتر ہے۔

---

[۱] حسام الحرمین باب المعتقد والمستند مکتبہ نبویہ، لاہور ص ۱۳

ان المنافقین فی الدرك الاسفل من النار۔[1] بیشک منافقین سب سے نیچے طبقۂ دوزخ میں ہیں۔

کافر مجاہر چار قسم ہے:

اول دہریہ کہ خدا ہی کا منکر ہے۔

دوم مشرک کہ اللہ عزوجل کے سوا اور کو بھی معبود یا واجب الوجود جانتا ہے جیسے ہندو بت پرست کہ بتوں کو واجب الوجود تو نہیں مگر معبود مانتے ہیں اور آریہ کہ روح و مادہ کو معبود تو نہیں، مگر قدیم و غیر مخلوق جانتے ہیں دونوں مشرک ہیں اور آریوں کو موحد سمجھنا سخت باطل ہے۔

سوم مجوسی آتش پرست۔

چہارم کتابی یہود و نصاریٰ کہ دہریہ نہ ہوں،

ان میں اول تین قسم کا ذبیحہ مردار اور ان کی عورتوں سے نکاح باطل ہے اور قسم چہارم کی عورت سے نکاح ہو جائے گا اگرچہ ممنوع و گناہ ہے۔

کافر مرتد وہ کہ کلمہ گو ہو کر کفر کرے اس کی بھی دو قسمیں ہیں: مجاہر و منافق۔

www.alahazratnetwork.org

مرتد مجاہر وہ کہ پہلے مسلمان تھا پھر علانیہ اسلام سے پھر گیا کلمۂ اسلام کا منکر ہو گیا چاہے دہریہ ہو جائے یا مشرک یا مجوسی یا کتابی کچھ بھی ہو۔

مرتد منافق وہ کہ کلمۂ اسلام اب بھی پڑھتا ہے اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا ہے اور پھر اللہ عزوجل یا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا کسی نبی کی توہین کرتا یا ضروریاتِ دین میں کسی شے کا منکر ہے، جیسے آجکل کے وہابی، رافضی، قادیانی، نیچری، چکڑالوی، جھوٹے صوفی کہ شریعت پر ہنستے ہیں، حکم دنیا میں سب سے بدتر مرتد ہے اس سے جزیہ نہیں لیا جا سکتا، اس کا نکاح کسی مسلم کافر مرتد اس کے ہم مذہب یا مخالف مذہب غرض انسان حیوان کسی سے نہیں ہو سکتا، جس سے ہوگا محض زنا ہوگا، مرتد مرد ہو خواہ عورت، مرتدوں میں سب سے بدتر مرتد منافق ہے، یہی وہ ہے کہ اس کی صحبت ہزار کافر کی صحبت سے زیادہ مضر ہے کہ یہ مسلمان بن کر کفر سکھاتا ہے خصوصاً وہابیہ خصوصاً دیوبندیہ کہ اپنے آپ کو خاص اہلسنت کہتے، حنفی بنتے، چشتی نقشبندی بنتے، نماز روزہ ہمارا سا کرتے، ہماری کتابیں پڑھتے پڑھاتے

---

[1] القرآن الکریم ۴/۱۴۵

اور اللہ و رسول کو گالیاں دیتے ہیں، یہ سب سے بدتر زہر قاتل ہیں، ہوشیار خبردار! مسلمانو! اپنا دین بچائے ہوئے رہو فاللہ خیر حفظا وھو ارحم الراحمین[1] (تو اللہ سب سے بہتر نگہبان اور وہ ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان ۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۶۴

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

الـمبین ختم النبیین ۱۳۲۶ھ

(حضور کے خاتم النبیین ہونے کے واضح دلائل)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۹۴: از بہار شریف محلہ قلعہ مدرسہ فیض رسول مرسلہ مولوی ابوطاہر نبی بخش صاحب ۱۸ ربیع الاول شریف ۱۳۲۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـــــ حامدا و مصلیا ومسلما

امابعد بست و پنجم ماہ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ شب سہ شنبہ کو مولوی سجاد حسین و مولوی مبارک حسین صاحب مدرسین مدرسہ اسلامیہ بہار نے طلبا تعلیم وادہ وعظ میں فرماتے تھے کہ خاتم النبیین میں "النبیین" پر الف لام عہد خارجی کا ہے، جب دوسرے روز مسجد چوک میں مولوی ابراہیم صاحب نے (جو بالفعل مدرسہ فیض رسول میں پڑھتے ہیں) اثنائے وعظ میں آیہ کریمہ:

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین[1]۔

محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔ (ت)

تلاوت کرکے بیان کیا کہ النبیین میں جو لفظ النبیین مضاف الیہ واقع ہوا ہے اس لفظ پر الف لام

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/۴۰

استغراق کا ہے باین معنی کہ سوائے حضور پرنور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے کوئی نبی نہ آپ کے زمانہ میں ہوا اور نہ بعد آپ کے قیامت تک کوئی نبی ہو نبوت آپ پر ختم ہوگئی، آپ کل نبیوں کے خاتم ہیں، بعد وعظ مولوی ابراہیم صاحب کے راحت حسین طالب علم مدرسہ اسلامیہ بہار کے مجاور درگاہ نے باعانت بعض معاون روپوش بڑے دعوے کے ساتھ مولوی ابراہیم صاحب کی تقریر مذکور کی تردید کی اور صاف لفظوں میں کہا کہ لفظ "النبیین" پر الف لام استغراق کا نہیں ہے بلکہ عہد خارجی کا ہے[1] چونکہ یہ مسئلہ عقائد ہے لہذا اس کے متعلق چند مسائل نمبروار لکھ کر اہل حق سے گزارش ہے کہ بنظر احقاقِ حق ہر مسئلہ کا جواب باصواب بحوالۂ کتب تحریر فرمادیں تاکہ اہل اسلام گمراہی بدعقیدگی سے بچیں :

(۱) راحت حسین مذکور کا کہنا کہ "النبیین" پر الف لام عہد خارجی کا ہے استغراق کا نہیں۔ یہ قول صحیح اور موافق مذہب منصور اہل سنت وجماعت کے ہے یا موافق فرقہ ضالہ زیدیہ کے ؟

(۲) نفی استغراق سے آیۂ کریمہ کا کیا مفہوم ہوگا ؟

(۳) برتقدیر صحت نفی استغراق اس آیہ سے اہل سنت کا عقیدہ کہ حضور پرنور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کل انبیائ کے خاتم ہیں، ثابت ہوتا ہے کہ نہیں اور اہل سنت اس آیہ کو مثبت خاتمیت کاملہ سمجھتے ہیں یا نہیں ؟

(۴) اگر آیت مثبت کلیت نہیں ہوگی تو پھر کس آیت سے کلیت ثابت ہوگی اور جب دوسری آیت مثبت کلیت نہیں تو اہل سنت کے اس عقیدے کا ثبوت دلیل قطعی سے ہرگز نہ ہوگا۔

(۵) جس کا عقیدہ ہو کہ حضور پرنور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کل انبیاء کے خاتم نہیں ہیں، اس کے پیچھے اہلسنت کو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

(۶) اس باطل عقیدے کے لوگوں کی تعظیم وتوقیر کرنی اور ان کو سلام کرنا جائز ہوگا یا ممنوع !

(۷) کیا سُنّی حنفی کو جائز ہے کہ جو شخص حضور پرنور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو کل انبیاء کا خاتم نہ سمجھے اس سے دینی علوم پڑھیں یا اپنی اولاد کو علم دین پڑھنے کے واسطے ان کے پاس بھیجیں، فقط المستفتی محمد عبداللہ۔

دلائل خارجیہ[1]

دلیل اوّل، توضیح ص ۱۰۰ میں ہے،

الاصل ای الراجح ھو العھد الخارجی	اصل یعنی راجح عہد خارجی ہی کا ہے اس لئے عہد خارجی

---

[1] چونکہ خاتم النبیین میں الف لام عہد خارجی کے قائل ہیں لہذا خارجیہ لکھے گئے ہیں ۱۲

لانہ حقیقۃ التعیین وکمال التمییز[1] حقیقتِ تعیین اور کمال تمیز ہے۔

پس جب عہدِ خارجی سے معنی درست ہو تو استغراق وغیرہ معتبر نہ ہوگا۔

دلیل دوم: نور الانوار صفحہ ۸۱ میں ہے:

یسقط اعتبار الجمعیۃ اذا دخلت علی الجمع[2] جب لام تعریف جمع پر داخل ہو تو اعتبارِ جمعیت ساقط ہوجاتا ہے۔

پس نبیین کہ صیغہ جمع ہے، جب اس پر الف لام تعریف داخل ہُوا تو نبیین سے معنی جمعیت ساقط ہوگیا اور جب معنی جمعیت ساقط ہوگیا تو الف لام استغراق کا ماننا صحیح نہیں ہوسکتا۔

دلیل سوم: یہ امر مسلّم ہے کہ مضاف مضاف الیہ کا غیر ہوتا ہے، پس جب فردِ واحد اس کل کے طرف مضاف ہو جس میں وہ داخل ہے، تو وہ کل من حیث ہو کل ہونے کے کل باقی نہ رہے گا بلکہ کلیت اس کی ٹوٹ جائے گی، اور جب کلیت اس کی باقی نہ رہی تو بعضیت ثابت ہوگئی اور یہی معنی ہے عہد کا، اور اگر اس فردِ مضاف کو ہم اس کل کے شمول میں رکھیں تو تقدم الشیئ علٰی نفسہٖ لازم آتا ہے اور یہ باطل ہے کیونکہ وجودِ مضاف الیہ مقدم ہوتا ہے وجودِ مضاف پر، پس ان دلائل سے ثابت ہوا کہ النبیین میں الف لام عہدِ خارجی کا ماننا چاہئے۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

حضور پُرنور خاتم النبیین سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علیہم اجمعین کا خاتم یعنی بعثت میں آخر جمیع انبیاء ومرسلین بلا تاویل وبلا تخصیص ہونا ضروریاتِ دین سے ہے جو اس کا منکر ہو یا اس میں ادنٰی شک وشبہہ کو بھی راہ دے کافر مرتد ملعون ہے، آیہ کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین[3] (لیکن آپ اللہ کے رسول اور انبیاء کے خاتم ہیں۔ت) وحدیث متواتر لانبی بعدی[4] (میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ت) سے تمام امت مرحومہ نے سلفاً وخلفاً یہی معنی سمجھے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلاتخصیص تمام انبیاء میں آخر نبی ہوئے حضور کے ساتھ یا حضور کے بعد قیامِ قیامت تک کسی کو نبوت ملنی محال ہے۔ فتاوٰی یتیمۃ الدہر والاشباہ والنظائر وفتاوٰی عالمگیریہ وغیرہا میں ہے:

---

[1] التوضیح والتلویح قولہ ومنہا الجمع المعرف باللام نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۳۶

[2] نور الانوار بحث التعریف باللام والاضافۃ مکتبہ علمی دہلی ص ۸۱

[3] القرآن الکریم ۳۳/۴۰

[4] صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب ماذکر عن بنی اسرائیل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۹۱

اذا لم یعرف الرجل ان محمدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اٰخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من الضروریات[1]

جو شخص یہ نہ جانے کہ محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام انبیاء میں سب سے پچھلے نبی ہیں وہ مسلمان نہیں کہ حضور کا آخر الانبیاء ہونا ضروریاتِ دین سے ہے(ت)

شفاء شریف امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ میں ہے:

کذلک (یکفر) من ادعی نبوۃ احد مع نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او بعدہ (الٰی قولہ) فھؤلاء کلھم کفار مکذبون للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اخبر انہ خاتم النبیین ولا نبی بعدہ واخبر عن اللہ تعالٰی انہ خاتم النبیین وانہ ارسل کافۃ للناس واجمعت الامۃ علی حمل ان ھذا الکلام علی ظاھرہ وان مفھومہ المراد بہ دون تاویل ولا تخصیص فلا شك فی کفر ھؤلاء الطوائف کلھا قطعا اجماعا وسمعا[2]

یعنی جو ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ میں خواہ حضور کے بعد کسی کی نبوت کا ادعا کرے کافر ہے (اس قول تک) یہ سب نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خبر دی کہ وہ خاتم النبیین ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں اور اللہ تعالٰی کی جانب سے یہ خبر دی کہ حضور خاتم النبیین ہیں اور ان کی رسالت تمام لوگوں کو عام ہے اور امت نے اجماع کیا ہے کہ یہ آیات واحادیث اپنے ظاہر پر ہیں جو کچھ ان سے مفہوم ہوتا ہے وہی خدا اور رسول کی مراد ہے نہ ان میں کوئی تاویل ہے نہ کچھ تخصیص تو جو لوگ اس کا خلاف کریں وہ بحکم اجماع امت وبحکم قرآن وحدیث سب یقیناً کافر ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی کتاب الاقتصاد میں فرماتے ہیں:

ان الامۃ فھمت من ھذا اللفظ انہ افھم عدم نبی بعدہ ابدا وعدم رسول بعدہ ابدا وانہ لیس فیہ تاویل ولا تخصیص ومن اولہ بتخصیص فکلامہ من انواع الھذیان لایمنع الحکم بتکفیرہ لانہ مکذب لھذا النص الذی اجمعت الامۃ علی انہ غیر مؤول

یعنی تمام اُمت مرحومہ نے لفظ خاتم النبیین سے یہی سمجھا ہے وُہ بتاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کبھی کوئی نبی نہ ہوگا حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کوئی رسول نہ ہوگا اور تمام امت نے یہی مانا ہے کہ اس میں اصلاً کوئی تاویل یا تخصیص نہیں تو جو شخص لفظ خاتم النبیین میں النبیین کو اپنے عموم واستغراق پر نہ مانے بلکہ

---

[1] الاشباہ والنظائر باب الردۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۲۹۶
فتاوٰی ہندیہ باب احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۶۳
[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی تحقیق القول فی اکفار المتأولین شرکت صحافیہ فی البلاد العثمانیہ ترکی ۲/۲۷۰

ولا مخصوص[1]

اسے کسی تخصیص کی طرف پھیرے اس کی بات مجنون کی بک یا سرسامی کی بہک ہے اسے کافر کہنے سے کچھ ممانعت نہیں کہ اس نے نصِ قرآنی کو جھٹلایا جس کے بارے میں امت کا اجماع ہے کہ اس میں نہ کوئی تاویل ہے نہ تخصیص۔

عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی شرح الفرائد میں فرماتے ہیں:

تجویز نبی مع نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او بعدہ یستلزم تکذیب القراٰن اذ قد نص علیٰ انہ خاتم النبیین و اٰخر المرسلین وفی السنۃ انا العاقب لانبی بعدی واجمعت الامۃ علی ابقاء ھذا الکلام علی ظاھرہ وھذہ احدی المسائل المشھورۃ التی کفرنا بہا الفلاسفۃ لعنھم اللہ تعالیٰ[2]

ہمارے نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے ساتھ یا بعد کسی کو نبوت ملنی جائز ماننا تکذیب قرآن کو مستلزم ہے کہ قرآن عظیم تصریح فرما چکا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالے علیہ وسلم خاتم النبیین و آخر المرسلین ہیں، اور حدیث میں فرمایا: میں پچھلا نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور تمام اُمت کا اجماع ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہر پر ہے یعنی عموم و استغراق بلا تاویل و تخصیص اور یہ ان مشہور مسئلوں سے ہے جن کے سبب ہم اہل اسلام نے کافر کہا فلاسفہ کو، اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرے۔

امام علامہ شہاب الدین فضل اللہ بن حسین تورپشتی حنفی کتاب المعتمد فی المعتقد میں فرماتے ہیں:

بحمدہ اللہ تعالے ایں مسئلہ درمیان اسلامیان روشن تر ازاں ست کہ آں را بکشف و بیان حاجت افتد خدائے تعالے خبر داد کہ بعد از وے صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نبی دیگر نباشد ومنکر ایں مسئلہ کسے تواند بود کہ اصلاً در نبوت او صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معتقد نباشد کہ اگر برسالت او معترف بودے شے را در ہر چہ ازاں خبر داد صادق دانستے وبہماں حجتہا کہ از طریق تواتر رسالت او بیش ما درست شدہ ایں نیز درست شد کہ وے صلے اللہ تعالے علیہ وسلم باز پسیں پیغمبران ست در

بحمد اللہ تعالے یہ مسئلہ اہلِ اسلام کے ہاں اتنا واضح اور آشکار ہے کہ اسے بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں، اللہ تعالے نے خود اطلاع فرما دی ہے کہ آپ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، اگر کوئی شخص اس کا منکر ہے تو وہ تو اصلاً آپ کی نبوت کا معتقد نہیں کیونکہ اگر آپ کی رسالت کو تسلیم کرتا تو جو کچھ آپ نے بتایا ہے اس کو حق جانتا جس طرح آپ کی رسالت و نبوت تواتر سے ثابت ہے اسی طرح یہ بھی تواتر سے ثابت ہے کہ حضور تمام انبیاء کے آخر میں تشریف لائے ہیں اور اب

---

[1] الاقتصاد فی الاعتقاد امام غزالی المکتبۃ الادبیۃ مصر ص ۱۱۴

[2] المعتقد المنتقد بحوالہ المطالب الوفیہ شرح الفرائد السنیہ تجویز نبی بعدہ کفر مکتبۃ الحقیقیۃ استنبول ترکی ص ۱۱۵

زماں او وتاقیامت بعد از وے ہیچ نبی نباشد و ہر کہ دریں بہ شک ست دراں نیز بہ شک ست و نہ آں کس کہ گوید کہ بعد او وے نبی دیگر بود یا ہست یا خواہد بود و آں کس نیز کہ گوید کہ امکان دارد کہ باشد کافر ست اینست شرط درستی ایمان بخاتم انبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔[1]

تاقیامت آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا جس کو اس بارے میں شک ہے اسے پہلی بات کے بارے میں شک ہوگا، صرف وہی شخص کافر نہیں جو یہ کہے کہ آپ کے بعد نبی تھا یا ہے یا ہوگا بلکہ وہ بھی کافر ہے جو آپ کے بعد کسی نبی کی آمد کو ممکن تصور کرے، خاتم الانبیاء صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر ایمان درست ہونے کی شرط بھی یہی ہے (ت)

بالجملہ آیۂ کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین[2] مثل حدیث متواتر لا نبی بعدی[3] قطعاً عام اور اس میں مراد استغراقِ تام اور اس میں کسی قسم کی تاویل وتخصیص نہ ہونے پر اجماعِ امت خیر الانام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام، یہ ضروریاتِ دین سے ہے اور ضروریاتِ دین میں کوئی تاویل یا اس کے عموم میں کچھ قیل وقال اصلاً مسموع نہیں جیسے آج کل دجال قادیانی بک رہا ہے کہ "خاتم النبیین سے ختم نبوت شریعت جدیدہ مراد ہے اگر حضور کے بعد کوئی نبی اسی شریعت مطہرہ کا مروج و تابع ہو کر آئے کچھ حرج نہیں" اور وہ خبیث اس سے اپنی نبوت جمانا چاہتا ہے، یا ایک اور دجال نے کہا تھا کہ تقدم[علہ] "تاخر زمانی میں کچھ فضیلت نہیں خاتم بمعنی آخر لینا خیالِ جہال ہے بلکہ خاتم النبیین بمعنی نبی بالذات ہے"۔ اور اسی مضمون ملعون کو دجال اول نے یوں ادا کیا کہ[عہ۲] "خاتم النبیین بمعنی افضل النبیین ہے"۔ ایک اور مرتد نے لکھا[عہ۳] "خاتم النبیین ہونا حضرت رسالت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا بہ نسبت اس سلسلہ محدودہ کے ہے نہ بہ نسبت جمیع سلاسل عوالم کے پس اور مخلوقات کا اور زمینوں میں نبی ہونا ہرگز منافی خاتم النبیین کے نہیں جموع محلے باللام امثال اس مقام پر مخصوص ہوتی ہیں"۔ چند اور خبیثوں نے

عہ۱ تحذیر الناس نانوتی ۱۲

عہ۲ مواہب الرحمٰن قادیانی ۱۲

عہ۳ مناظرہ احمدیہ ۱۲

---

[1] المعتقد فی المعتقد

[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰

[3] صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب ما ذکر عن بنی اسرائیل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۹۱

لکھا کہ الف لام[1] خاتم النبیین میں جائز ہے کہ عہد کے لئے ہو اور بر تقدیر تسلیم استغراق جائز ہے کہ استغراق عرفی 22
کے لئے ہو اور بر تقدیر حقیقی جائز ہے کہ مخصوص البعض ہو اور یہی عام کے قطعی ہونے میں بڑا اختلاف ہے کہ اکثر علماء ظنی ہونے کے قائل ہیں" ان شیاطین سے بڑھ کر اور بعض ابلیسیوں نے لکھا کہ "اہل اسلام[2] کے بعض فرقے ختم نبوت کے ہی قائل نہیں اور بعض قائل ختم نبوت تشریعی کے ہیں نہ مطلق نبوت کے"

الی غیر ذلک من الکفریات الملعونۃ والارتدادات المشحونۃ بنجاسات ابلیس وقاذورات التدلیس لعن اللہ قائلھا وقاتل اللہ قابلیھا۔

دیگر کفریات ملعونہ اور ارتدادات جو ابلیس کی نجاستوں اور جھوٹ کی پلیدیوں کو متضمن ہے اللہ تعالٰی کی اس کے قائل پر لعنت ہو اور اسے قبول کرنیوالے کو اللہ تعالٰی برباد فرمائے (ت)

یہ سب تاویل رکیک عموم و استغراق "النبیین" میں تشویش و تشکیک سب کفر صریح وارتداد قبیح، اللہ و رسول نے مطلقاً نفی نبوت تازہ فرمائی شریعت جدیدہ وغیرہا کی کوئی قید کہیں نہ لگائی اور صراحۃً خاتم بمعنی آخر بتایا، متواتر حدیثوں میں اس کا بیان آیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے اب تک تمام امت مرحومہ نے اسی معنی ظاہر و متبادر و عموم و استغراق حقیقی تام پر اجماع کیا اور اسی بنا پر سلفاً و خلفاً ائمہ مذاہب نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد ہر مدعی نبوت کو کافر کہا، کتب احادیث و تفسیر و عقائد و فقہ ان کے بیانوں سے گونج رہی ہیں، فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اپنی کتاب "جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ" میں اس مطلب ایمانی پر صحاح و سنن و مسانید و معاجیم و جوامع سے ایک سو بیس ۱۲۰ حدیثیں اور تکفیر منکر کے ارشادات ائمہ و علمائے قدیم و حدیث و کتب عقائد و اصول فقہ و حدیث سے تیس ۳۰ نصوص ذکر کئے وللہ الحمد۔ تو یہاں عموم و استغراق کا انکار خواہ کسی تاویل و تبدیل کا اظہار نہیں کرسکتا مگر کھلا کافر خدا کا دشمن قرآن کا منکر مردود ملعون خائب و خاسر، والعیاذ باللہ العزیز القادر، ایسی تشکیکیں تو وہ اشقیاء "رب العلمین" میں بھی کرسکتے ہیں کہ جائز ہے لام عہد کے لئے ہو یا استغراق عرفی کے لئے یا عام مخصوص منہ البعض یا عالمین سے مراد عالمین زمانہ کقولہ تعالٰی وانی فضلتکم علی العالمین[1] (جیسے کہ باری تعالٰی کا فرمان ہے: اور میں نے تم کو جہان والوں پر فضیلت دی۔ ت) اور سب کچھ سہی پھر عام قطعی تو نہیں خدا کا پروردگار جمیع عالم ہونا یقینی

---

[1] ناصر المومنین سہسوانی ۱۲

[2] تحریر اسمی زندیق پشاوری ۱۲

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۴۷

22/22

کہاں مگر الحمدللہ مسلمان نہ ان ملعون ناپاک وساوس کو رب العالمین میں سنیں نہ ان خبیث گندے وساوس کو خاتم النبیین میں،

الا لعنۃ اللہ علی الظالمین[1] ، ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعد لھم عذابا مھینا[2]

ارے ظالموں پر خدا کی لعنت ، بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے (ت)

یہ طائفہ خائفہ خارجیہ جس سے سوال ہے اگر معلوم ہو کہ حضور پُرنور خاتم الانبیاء و مرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین کے خاتم ہونے کو صرف بعض انبیاء سے مخصوص کرتا ہے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد بعثت سے جب یا اب یا کبھی کسی زمانے میں کوئی نبوت اگرچہ ایک ہی اگرچہ غیر تشریعی اگرچہ کسی اور طبقہ زمین یا کنج آسمان میں اگرچہ کسی اور نوع غیر انسانی میں واقع مانتا یا باوصف اعتقاد عدم وقوع محض بطور احتمال شرعی و امکان وقوعی جائز جانتا یہ بھی سہی مگر جائز و محتمل ماننے والوں کو مسلمان کہتا یا طوائف ملعونہ مذکورہ خواہ ان کے کبراء یا نظراء کی تکفیر سے باز رہتا ہے تو ان سب صورتوں میں یہ طائفہ خائفہ خود بھی قطعاً یقیناً اجماعاً ضرورۃً مثل طوائف مذکورہ قادیانیہ و قاسمیہ و امیریہ و نذیریہ وامثالہم لعنہم اللہ تعالٰی کافر و مرتد ملعون ابد ہے ، قاتلھم اللہ انّٰی یؤفکون[3] (اللہ انھیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ ت) کہ ضروریاتِ دین کا جس طرح انکار کفر ہے یونہی ان میں شک و شبہہ اور احتمال خلاف ماننا بھی کفر ہے یونہی ان کے منکر یا ان میں شاک کو مسلمان کہنا یا اسے کافر نہ جاننا بھی کفر ہے۔ بحر الکلام امام نسفی وغیرہ میں ہے :

من قال بعد نبینا نبی یکفر لانہ انکر النص وکذٰلک لو شک فیہ[4]

جو شخص یہ کہے کہ ہمارے نبی کے بعد نبی آسکتا ہے وہ کافر ہے کیونکہ اس نے نص قطعی کا انکار کیا، اسی طرح وہ شخص جس نے اس کے بارے میں شک کیا (ت)

درمختار و بزازیہ و مجمع الانہر وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے ،

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۸
[2] ؍؍ ۳۳/ ۵۷
[3] ؍؍ ۹/ ۳۰
[4] بحر الکلام

من شك فی کفرہ وعذابه فقد کفر[1]

جس نے اس کے کفر و عذاب میں شک کیا وہ بھی کافر ہے (ت)

ان لعنتی اقوال نجس تر از ابوال کے رد میں اواخر صدی گزشتہ میں بکثرت رسائل و مسائل علمائے عرب و عجم طبع ہوچکے اور وہ ناپاک فتنے غار مذلت میں گر کر قعر جہنم کو پہنچے والحمد ﷲ رب العالمین۔ اس طائفہ جدیدہ کو اگر طوائف طریدہ کی حمایت سُوجھے گی تو اﷲ واحد قہار کا لشکر جرار اسے بھی اس کی سزائے کردار پہنچانے کو موجود ہے

قال تعالٰی الم نهلك الاولین ۝ ثم نتبعهم الاٰخرین ۝ کذٰلك نفعل بالمجرمین ۝ ویل یومئذ للمکذبین[2] ۝

اﷲ تعالٰی نے فرمایا: کیا ہم نے اگلوں کو ہلاک نہ فرمایا، پھر پچھلوں کو ان کے پیچھے پہنچائیں گے، مجرموں کے ساتھ ہم ایسا ہی کرتے ہیں، اس دن کو جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔ (ت)

اور اگر اس طائفہ جدیدہ کی نسبت وہ تجویز و احتمال نبوت یا عدم تکفیر منکران ختم نبوت معلوم نہ بھی ہو نہ اس کا خلاف ثابت ہو تو اس کا آیۂ کریمہ میں افادۂ استغراق سے انکار اور ارادۂ بعض پر اصرار کیا اسے حکم کفر سے بچا لے گا کہ وہ صراحۃً آیۂ کریمہ کا اس تفسیر قطعی یقینی اجماعی ایمانی کا منکر و مبطل ہے جو خود حضور پر نور صلے اﷲ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی اور جس پر تمام اُمت مرحومہ نے اجماع کیا اور بنقل متواتر ضروریات دین سے ہو کر ہم تک آئی۔ مثلاً کوئی شخص کہے کہ شراب کی حرمت قرآن عظیم سے ثابت نہیں ائمۂ دین فرماتے ہیں وہ کافر ہوگیا اگرچہ اس کے کلام میں حرمت خمر کا انکار نہ تھا، نہ تحریم خمر کا ثبوت صرف قرآن عظیم پر موقوف کہ اس کی تحریم میں احادیث متواترہ بھی موجود، اور کچھ نہ ہو تو خود اس کی حرمت ضروریات دین سے ہے اور ضروریات دین خصوص نصوص کے محتاج نہیں رہتے۔ امام اجل ابوزکریا نووی کتاب الروضہ پھر امام ابن حجر مکی اعلام بقواطع الاسلام میں فرماتے ہیں:

اذا جحد مجمعا علیه یعلم من دین الاسلام ضرورۃ سواء کان فیه نص اولا فان جحدہ یکون کفرا اھ ملتقطا[3]۔

جب کسی نے ایسی بات کا انکار کیا جس کا ضروریات دین اسلام میں سے ہونا متفق علیہ معلوم ہے خواہ اس میں نص ہو یا نہ ہو تو اس کا انکار کفر ہے اھ ملتقطاً (ت)

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل فی احکام الجزیہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۷۷

[2] القرآن الکریم ۷۷/ ۱۶ تا ۱۹

[3] الاعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ مکتبۃ الحقیقیہ استنبول ترکی ص ۳۵۲

بعینہٖ یہی حالت یہاں بھی ہے کہ اگرچہ بعثتِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہمیشہ کے لئے دروازۂ نبوت بند ہوجانا اور اس وقت سے ہمیشہ تک کبھی کسی وقت کسی جگہ کسی صنف میں کسی طرح کی نبوت نہ ہوسکنا کچھ اس آیۂ کریمہ ہی پر موقوف نہیں بلکہ اس کے ثبوت میں قاہر و باہر متواتر و متظافر، متکاثر و متواتر حدیثیں موجود اور کچھ نہ ہو تو بحمد اللہ تعالٰی مسئلہ خود ضروریاتِ دین سے ہے مگر آیت کے معنی متواتر مجمع علیہ قطعی ضروری کا انکار اس پر کفر ثابت کرے گا اگرچہ اس کے کلام میں صراحۃً نفسِ مسئلہ کا انکار نہیں، منح الروض الازہر شرح فقہ اکبر سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہے:

لوقال حرمة الخمر لاتثبت بالقرأن کفر ای لانه عارض نص القرأن وانکر تفسیر اهل الفرقان[1]

اگر کسی نے کہا شراب کی حرمت قرآن سے ثابت نہیں تو وہ کافر ہے کیونکہ اس نے نص قرآنی کے ساتھ معارضہ کیا اور اہلِ فرقان کی تفسیر کا انکار کیا (ت)

فتاوٰی تتمہ میں ہے:

من انکر حرمة الخمر فی القرأن کفر[2]

جس نے قرآن کے حوالے سے حرمتِ شراب کا انکار کیا وُہ کافر ہوگیا (ت)

اعلام امام مکی میں ہمارے علماء سے کلماتِ کفر بالاتفاق میں نقل کیا:

اوقال لم تثبت حرمة الخمر فی القرأن[3]

یا اس نے کہا قرآن میں حرمتِ شراب کا ثبوت نہیں ہے۔ (ت)

پھر خود فرمایا:

کفره اعم انه لانص فی القرأن علی تحریم الخمر ظاهر لانه مستلزم لتکذیب القرأن الناص فی غیر ما اٰیة علی تحریم الخمر فان قلت غایة ما فیه انه کذب وهو لایقتضی الکفر قلت ممنوع لانه کذب

جس نے کہا تحریم شراب پر قرآن میں کوئی نص نہیں اس کا کافر ہونا نہایت ہی واضح ہے کیونکہ اس کا یہ قول قرآن کی تکذیب کر رہا ہے قرآن نے متعدد جگہ پر شراب کے حرام ہونے پر تصریح کی ہے، اگر یہ کہا جائے کہ یہ تو صرف اتنا تقاضا کرتا ہے کہ یہ جھوٹ ہو کفر کا

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر ملّا علی قاری فصل فی الکفر صریحًا و کنایۃً مصطفی البابی مصر ص ۱۹۰

[2] " " " بحوالہ فتاوٰی تتمہ " " " " " " " "

[3] الاعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ مکتبۃ الحقیقیۃ استنبول ترکی ص ۳۷۱

یستلزم انکار النص المجمع علیہ المعلوم من الدین بالضرورۃ۔

تقاضا نہیں کرتا میں کہوں گا یہ بات درست نہیں کیونکہ اس کا یہ قول اس نص قرآنی کے انکار کو مستلزم ہے جس سے ایسا حکم ثابت ہو رہا ہے جو متفق طور پر ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ (ت)

تو اگرچہ یہ طائفہ آیہ کریمہ میں استغراق کے انکار سے ختم تام نبوت پر دلائل قطعیہ سے مسلمانوں کا ہاتھ خالی نہیں کرسکتا، مگر اپنا ہاتھ ایمان سے خالی کرگیا، ہاں اگر ارباب طائفہ صراحۃً ایمان لائیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ میں خواہ حضور کے بعد کبھی کسی جگہ کسی طرح کی کوئی نبوت کسی کو نہیں مل سکتی، حضور کے خاتم النبیین آخر الانبیاء والمرسلین ہونے میں اصلاً کوئی تخصیص تاویل تقیید تحویل نہیں اور ان تمام مطالب کو نصوص قطعیہ و اجماع یقینی وضروریاتِ دین سے ثابت یقینیاً مانیں اور ان تمام طوائف ملعونہ مذکورہ اور ان کے اکابر کو صاف صاف کافر مرتد کہیں صرف بزعم خود اپنی نحوی ومنطقی جہالتوں بطالتوں کج فہمیوں کے باعث آیہ کریمہ میں لام عہد لیں اور استغراق نامستقیم سمجھیں تو اگرچہ بوجہ انکار تفسیر متواتر اجماعی قطعی اسلوب فقہی اس پر اب بھی لزوم کفر مانے مگر از انجا کہ اس نے اعتقاد صحیح کی تصریح اور کبرائے منکرین کی تکفیر صریح کردی اس کی تکفیر سے زبان روکنا ہی مسلک تحقیق و احتیاط ہوگا، امام مکی بعد عبارت مذکورہ فرماتے ہیں،

www.alahazratnetwork.org

ومن ثم یتجہ انہ لوقال الخمر حرام ولیس فی القراٰن نص علی تحریمہ لم یکفر لانہ الاٰن محض کذب و ھو لا کفر بہ[2] اھ۔

اسی وجہ سے یہ توجیہ کی جاتی ہے کہ اگر کوئی کہتا ہے شراب تو حرام ہے لیکن قرآن میں اس کی تحریم پر نص نہیں تو وہ کافر نہ ہوگا اس لئے کہ اب وہ محض جھوٹ بول رہا ہے اور اس سے وہ کافر نہ ہوگا اھ (ت)

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) اس تقدیر اخیر پر بھی اس قدر میں شک نہیں کہ یہ طائفہ خائفہ یار ومعین مرتدین وکافرین وبازیچہ کنندہ کلام رب العالمین، ومکذب تفسیر حضور سید المرسلین ومخالف اجماع جمیع مسلمین وسخت بدعقل وگمراہ وبددین ہے،

اوّل تو ظاہر ہی ہے کہ نفی استغراق وتجویز عہد میں یہ ان کفار کا ہمزبان ہوا بلکہ ان خبیثوں نے تو بطور احتمال ہی کہا تھا "جائز ہے کہ عہد کے لئے ہو" اور اس نے بزعم خود عہد کے لئے ہونا واجب مانا اور استغراق کو باطل ومردود جانا۔

---

[1] الاعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ مکتبۃ الحقیقیۃ استنبول ترکی ص ۳۷۲

[2] " " " " " "

دوم اس لئے کہ قرآن عظیم میں حضرات انبیائے کرام علیہم افضل الصلوٰۃ والسلام کا ذکر پاک بہت وجوہ مختلفہ سے وارد :

(۱) فرداً فرداً خواہ بتصریح اسماء یہ صرف چھبیس[۲۶] کے لئے ہے، آدم[۱]، ادریس[۲]، نوح[۳]، ہود[۴]، صالح[۵]، ابراہیم[۶]، اسحٰق[۷]، اسمٰعیل[۸]، لوط[۹]، یعقوب[۱۰]، یوسف[۱۱]، ایوب[۱۲]، شعیب[۱۳]، موسٰی[۱۴]، ہارون[۱۵]، الیاس[۱۶]، الیسع[۱۷]، ذوالکفل[۱۸]، داود[۱۹]، سلیمان[۲۰]، عزیر[۲۱]، یونس[۲۲]، زکریا[۲۳]، یحیٰی[۲۴]، عیسٰی[۲۵]، محمد[۲۶] صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وبارک وسلم یا بر سبیل ابہام مثل قال لھم نبیھم[۱] (اشمویل) (ان کو ان کے نبی (شمویل) نے کہا) اذ قال لفتٰہ[۲] (یوشع) فوجدا عبدا من عبادنا خضر علیہم الصلوٰۃ والسلام اور جس وقت انہوں نے نوجوان (یوشع) سے کہا تو پایا حضرت موسٰی اور یوشع نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ حضرت خضر علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ ت)

(۲) یا بر سبیل عموم واستغراق اور یہی اوفر واکثر ہے، مثل قولہ تعالٰی :

قولوا اٰمنا باللہ وما انزل الینا (الی قولہ تعالٰی) وما اوتی النبیون من ربھم لانفرق بین احد منھم[۳] وقال تعالٰی ولکن البر من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر والملٰئکۃ والکتٰب والنبیین[۴] وقال تعالٰی تلک الرسل فضلنا بعضھم علٰی بعض[۵] وقال تعالٰی کل اٰمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ[۶]، وقال تعالٰی لانفرق بین

یوں کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اترا (الی قولہ تعالٰی) اور جو عطا کئے گئے باقی انبیاء اپنے رب کے پاس سے ہم ان میں کسی پر ایمان میں فرق نہیں کرتے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: ہاں اصل نیکی یہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: سب نے مانا اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا:

www.alahazratnetwork.org

---

[۱] القرآن الکریم ۲/۲۴۸
[۲] القرآن الکریم ۱۸/۶۰ تا ۶۵
[۳] " ۲/۱۳۶
[۴] " ۲/۱۷۷
[۵] " ۲/۲۵۳
[۶] " ۲/۲۸۵

احد من رسلہ[۱]، وقال تعالیٰ وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ و النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم[۲]، وقال تعالیٰ اولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین[۳]، وقال تعالیٰ والذین اٰمنوا باللہ ورسلہ ولم یفرقوا بین احد منھم اولٰئک سوف یؤتیھم اجورھم[۴]، وقال تعالیٰ فاٰمنوا باللہ ورسولہ[۵]، وقال تعالیٰ لئن اقمتم الصلوٰۃ واٰتیتم الزکوٰۃ واٰمنتم برسلی وعزرتموھم[۶] وقال تعالیٰ یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم[۷] وقال تعالیٰ وما نرسل المرسلین الا مبشرین و منذرین[۸] وقال تعالیٰ فلنسئلن الذین ارسل الیھم ولنسئلن المرسلین[۹]، وقال تعالیٰ

ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اور جو کچھ ملا موسیٰ اور عیسےٰ اور انبیاء کو ان کے رب سے ہم ان میں کسی پر ایمان میں فرق نہیں کرتے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیقین۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی پر ایمان میں فرق نہ کیا انھیں عنقریب اللہ ان کے ثواب دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تمھارے ساتھ ہوں ضرور اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جس دن اللہ جمع فرمائے گا رسولوں کو پھر فرمائے گا تمھیں کیا جواب ملا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اور ہم نہیں بھیجتے رسولوں کو مگر خوشی اور ڈر سناتے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تو بیشک ضرور ہمیں پوچھنا ہے ان سے جن کے پاس رسول گئے اور بیشک ضرور ہمیں پوچھنا ہے رسولوں سے۔ اور اللہ تعالیٰ

---

[۱] القرآن الکریم ۲/۲۸۵
[۲] القرآن الکریم ۳/۸۴
[۳] ؎ ؎ ۴/۶۹
[۴] ؎ ؎ ۴/۱۵۲
[۵] ؎ ؎ ۶۴/۸
[۶] ؎ ؎ ۵/۱۲
[۷] ؎ ؎ ۵/۱۰۹
[۸] ؎ ؎ ۶/۴۸
[۹] ؎ ؎ ۷/۶

عن المؤمنین، لقد جاءت رسل ربنا
بالحق[1]، وقال تعالیٰ عن الکافرین
قد جاءت رسل ربنا بالحق فهل لنا
من شفعاء[2]، وقال تعالیٰ ثم ننجی رسلنا
والذین اٰمنوا[3]، وقال تعالیٰ
واتخذوا اٰیٰتی ورسلی هزوا[4]، وقال
تعالیٰ اولٰئك الذین انعم الله
علیهم من النبیین[5]، وقال
تعالیٰ انی لا یخاف لدی
المرسلون[6]، وقال تعالیٰ
واذ اخذنا من النبیین میثاقهم
ومنك ومن نوح[7]، وقال تعالیٰ
هذا ما وعد الرحمٰن وصدق
المرسلون[8]، وقال تعالیٰ
ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین[9]،
وقال تعالیٰ وسلٰم علی المرسلین[10]،
وقال تعالیٰ وجایٔ
بالنبیین والشهداء[11]،

نے مؤمنین سے فرمایا: بیشک ہمارے رب کے رسول حق لائے۔ اور اللہ نے کفار سے فرمایا: بیشک ہمارے رب کے رسول حق لائے تھے تو ہیں کوئی ہمارے سفارشی جو ہماری شفاعت کریں۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر ہم اپنے رسولوں اور ایمان والوں کو نجات دیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کی ہنسی بنائی۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا غیب کی خبریں بتانے والوں میں سے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بیشک میرے حضور رسولوں کو خوف نہیں ہوتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اے محبوب یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح سے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ ہے وہ جس کا رحمٰن نے وعدہ دیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور بیشک ہمارا کلام گزر چکا ہے ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور سلام ہے پیغمبروں پر۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور لائے جائیں گے انبیاء اور یہ نبی اور اس کی امت کے ان پر گواہ ہونگے۔

www.alahazratnetwork.org

---

[1] القرآن الکریم ۷/۴۳
[2] القرآن الکریم ۷/۵۳
[3] " ۱۰/۱۰۳
[4] " ۱۸/۱۰۶
[5] " ۱۹/۵۸
[6] " ۲۷/۱۰
[7] " ۳۳/۷
[8] " ۳۶/۵۲
[9] " ۳۷/۱۷۱
[10] ۳۷/۱۸۱
[11] " ۳۹/۶۹

وقال تعالیٰ انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا[1]، وقال تعالیٰ الذین اٰمنوا باللّٰہ ورسلہ اولٰئک ھم الصدیقون[2]، وقال تعالیٰ اعدت للذین اٰمنوا باللّٰہ ورسلہ[3]، وقال تعالیٰ لقد ارسلنا رسلنا بالبینٰت[4]، وقال تعالیٰ کتب اللّٰہ لاغلبن انا ورسلی[5]، وقال تعالیٰ واذا الرسل اقتت لای یوم اجلت[6]۔ الیٰ غیر ذٰلک من اٰیات کثیرۃ۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بیشک ضرور ہم اپنے رسولوں کی مدد کریں گے اور ایمان والوں کی۔ اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا: اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں وہی ہیں کامل سچے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تیار ہوئی ہے ان کے لئے جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے۔ اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا: بیشک ہم نے اپنے رسولوں کو دلیلوں کے ساتھ بھیجا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ لکھ چکا کہ ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جب رسولوں کا وقت آئے کس دن کے لئے ٹھہرائے گئے تھے۔ اسی طرح دیگر کثیر آیات ہیں۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

(۳) یا ملحوظ بوصف قبلیت یعنی انبیائے سابقین علی نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام مثل قولہ تعالیٰ:

وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیھم من اھل القرٰی[7]، وقال تعالیٰ وما ارسلنا قبلک من المرسلین الا انھم لیاکلون الطعام[8]، وقال تعالیٰ سنۃ اللّٰہ فی الذین خلوا من قبل وکان امر اللّٰہ قدرا مقدورا ہ الذین یبلغون رسٰلت اللّٰہ[9]، وقال تعالیٰ و

اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب مرد ہی تھے جنھیں ہم وحی کرتے اور سب شہر کے ساکن تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب ایسے ہی تھے کھانا کھاتے۔ اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا: اللہ کا دستور چلا آرہا ہے ان میں جو پہلے گزر چکے اور اللہ کا کام مقرر تقدیر ہے وہ جو اللہ کے پیام پہنچاتے۔ اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا: اور

---

[1] القرآن الکریم ۴۰/۵۱

[2] القرآن الکریم ۵۷/۱۹

[3] القرآن الکریم ۵۷/۲۱

[4] القرآن الکریم ۵۷/۲۵

[5] القرآن الکریم ۵۸/۲۱

[6] القرآن الکریم ۷۷/۱۱-۱۲

[7] القرآن الکریم ۱۲/۱۰۹

[8] ۲۵/۲۰

[9] القرآن الکریم ۳۳/۳۸-۳۹

لقد اوحی الیک والی الذین من قبلک[1]، وقال تعالیٰ ما یقال لک الا ما قد قیل للرسل من قبلک[2]، وقال تعالیٰ کذلک یوحی الیک والی الذین من قبلک اللہ العزیز الحکیم[3]، وقال تعالیٰ وسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا[4] وغیر ذلک۔

بیشک وحی کی گئی تمھاری طرف اور تم سے اگلوں کی طرف۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تم سے نہ فرمایا جائیگا مگر وہی جو تم سے اگلے رسولوں کو فرمایا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، یونہی وحی فرماتا ہے تمھاری طرف اور تم سے اگلوں کی طرف اللہ عزت و حکمت والا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اور ان سے پوچھو جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے۔ وغیر ذلک۔

(۴) برسبیل معنی جنسی شامل فرد و جمع بے لحاظ خاص خصوص و شمول مثل قولہ تعالیٰ:

من کان عدوا للہ وملئکتہ ورسلہ[5]، وقولہ تعالیٰ ان الذین یکفرون بایٰت اللہ ویقتلون النبیین بغیر حق ویقتلون الذین یامرون بالقسط من الناس فبشرھم بعذاب الیم[6]، وقولہ تعالیٰ ولا یامرکم ان تتخذوا الملئکۃ والنبیین اربابا[7]، وقولہ تعالیٰ ومن یکفر باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاخر فقد ضل ضللا بعیدا[8]، وقولہ تعالیٰ ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ (الی قولہ تعالیٰ) اولئک

جو کوئی دشمن ہو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں کا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وہ جو اللہ کی آیتوں سے منکر ہوتے اور پیغمبروں کو ناحق شہید کرتے اور انصاف کا حکم کرنے والوں کو قتل کرتے ہیں انھیں خوشخبری دو دردناک عذاب کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اور نہ تمھیں یہ حکم دے گا کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا ٹھہرالو۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اور جو نہ مانے اللہ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کو تو وہ ضرور دور کی گمراہی میں پڑا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وہ جو اللہ اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ سے اس کے رسولوں کو جدا کردیں (الی قولہ تعالیٰ) یہی ہیں

www.alahazratnetwork.org

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/۶۵
[2] " ۴۱/۴۳
[3] " ۴۲/۳
[4] " ۴۳/۴۵
[5] " ۲/۹۸
[6] " ۳/۲۱
[7] " ۳/۸۰
[8] " ۴/۱۳۶
[9] " ۴/۱۵۰

هم الکفرون حقاً وغیرھا۔ ٹھیک ٹھیک کافر وغیرہا۔

(۵) یا خاص خاص جماعت خواہ اس کا خصوص کسی وصف یا اضافت یا اور وجہ بیان سے نفس کلام میں مذکور اور اس سے مستفاد ہو، مثل قولہ تعالیٰ:

ولقد اٰتینا موسی الکتٰب وقفینا من بعدہ بالرسل[۱]، وقال تعالیٰ فی بنی اسرائیل: ولقد جاءتھم رسلنا بالبینٰت[۲]، وقال تعالیٰ فی التوراۃ، یحکم بھا النبیون الذین اسلموا للذین ھادوا[۳]، وقال تعالیٰ ما ذکر نوحا ثم رسولا اٰخر: ثم ارسلنا رسلنا تترا[۴]، ثم قال: ثم ارسلنا موسٰی[۵]، وقال تعالیٰ: انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ[۶]، فالمراد من بین ھود وموسٰی علیھم الصلوٰۃ والسلام، وقال تعالیٰ: فقل انذرتکم صعقۃ مثل صعقۃ عاد وثمود اذ جاءتھم الرسل من بین ایدیھم ومن خلفھم[۷]، وقال تعالیٰ بعد ذکر نوح وابراھیم، ثم قفینا علٰی اٰثارھم

اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی اور اس کے بعد پے در پے رسول بھیجے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے بارے میں فرمایا، اور بیشک ان کے پاس ہمارے رسول روشن دلیلوں کے ساتھ آئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے توراۃ میں فرمایا، اس کے مطابق یہود کو حکم دیتے تھے ہمارے فرمانبردار نبی، اور اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام پھر ایک اور رسول کے ذکر کے بعد فرمایا پھر ہم نے اپنے رسول بھیجے ایک پیچھے دوسرا۔ پھر فرمایا، پھر ہم نے موسیٰ کو بھیجا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بیشک اے محبوب ہم نے تمھاری طرف وحی بھیجی جیسے وحی نوح اور اس کے بعد پیغمبروں کو بھیجی ان سے ہود اور موسیٰ کے درمیان والے نبی علیہم الصلوٰۃ والسلام مراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تو تم فرماؤ کہ میں تمھیں ڈراتا ہوں ایک کڑک سے جیسی کڑک عاد وثمود پر آئی تھی۔ جب رسول ان کے آگے پیچھے پھرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے نوح اور ابراہیم کے ذکر کے بعد فرمایا: پھر ہم نے ان کے پیچھے اسی راہ پر اپنے اور رسول

---

[۱] القرآن الکریم ۲/ ۸۷
[۲] " ۵/ ۳۲
[۳] " ۵/ ۴۴
[۴] " ۲۳/ ۴۴
[۵] " ۲۳/ ۴۵
[۶] " ۴/ ۱۶۳
[۷] " ۴۱/ ۱۳ و ۱۴

برسلنا[1]	بھیجے۔ (ت)

یا بوجہ عہد حضوری مثل قولہ تعالٰی :

قال یٰقوم اتبعوا المرسلین[2] | بولا اے میری قوم بھیجے ہوؤں کی پیروی کرو (ت)

یا ذکری مثل قولہ تعالٰی :

فی قوم نوح وھود وصالح ولوط وشعیب بعد ما ذکرہم علیھم الصلٰوۃ والسلام ، تلک القرٰی نقص علیک من انبائھا و لقد جاءتھم رسلھم بالبینٰت[3] | نوح، ہود، صالح، لوط اور شعیب علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قوم کا ذکر کرنے کے بعد یہ بستیاں ہیں جن کے احوال ہم تمہیں سناتے ہیں اور بیشک ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لے کر آئے (ت)

یا علمی مثل قولہ تعالٰی :

واضرب لھم مثلا اصحٰب القریۃ اذ جاءھا المرسلون[4]، وقال تعالٰی سنکتب ما قالوا وقتلھم الانبیاء بغیر حق[5] وغیر ذلک۔ | اور ان سے نشانیاں بیان کرو اس شہر والوں کی جب ان کے پاس فرستادے آئے۔ اب ہم لکھ رکھیں گے ان کا کہا اور انبیاء کو ان کا ناحق شہید کرنا، وغیر ذلک (ت)

اب اولاً اگر آیہ کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین[6] (اور ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔ ت) میں لام عہد خارجی کے لئے ہو جیسا کہ یہ طائفہ خارجیہ گمان کرتا ہے اور وہ یہاں نہیں مگر ذکری، اور ذکر کو دیکھ کر کہ اتنے وجوہ مختلفہ پر ہے اور ان میں صرف ایک وجہ وہ ہے جو بداہۃً کلام کریم میں مراد ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی، یعنی وجہ سوم کہ جب انبیاء موصوف بوصف قبلیت و مقید بقید سبقت لے گئے یعنی وہ انبیاء جو حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پہلے ہیں تو اب حضور کو ان کا خاتم ان کا آخر ان سے زمانے میں متاخر کہنا محض لغو و فضول و کلام مہمل و معطل و مخسول ہوگا جس کا حاصل حمل اولٰی بدیہی مثل زید زید سے زائد نہ ہوگا کہ جب ان کو حضور سے اگلا کہہ دیا حضور کا ان سے پچھلا ہونا آپ ہی معلوم ہوا

---

[1] القرآن الکریم ۲۷/۵۷
[2] القرآن الکریم ۲۰/۳۶
[3] " " ۱۰۱/۷
[4] " " ۱۳/۳۶
[5] " " ۱۸۱/۳
[6] " " ۴۰/۳۳

اسے بالخصوص مقصود بالافادہ رکھنا قرآن عظیم تو قرآن عظیم اصلاً کسی عاقل انسان کے کلام کے لائق نہیں، نہ کہ وہ بھی مقام مدح میں کہ ؎

چشمانِ تو زیر ابروانند
دندانِ تو جملہ در دہانند

(تمھاری آنکھیں زیر ابرو ہیں اور تمام دانت منہ کے اندر ہیں)

سے بھی بدتر حالت میں ہے کہ شعر نے کسی افادہ کی عبث تکرار نہ کی اور بات جو کہی وہ بھی واقعی تعریف کی تھی، احسن تقویم[1] (اچھی صورت۔ت) سے بعض اوضاع کا بیان ہے اسے مقام مدح میں یوں مہمل جانا گیا ہے کہ ایک عام مشترک بات کا ذکر کیا ہے بخلاف اس معنی کے کہ اس میں صراحۃً عبث موجود اور معنی مدح بھی مفقود، اور پھر عموم واشتراک بھی نقد وقت کہ ہر شے اپنے اگلے سے پچھلی ہوتی ہے، غرض یہ وجہ تو یوں مندفع ہوجائے گی کہ اصلاً محلِ افادہ وصالح ارادہ نہیں، اور اس طائفہ خارجیہ کے طور پر وجہ دوم کو بھی نامحتمل مان لیجئے پھر بھی اول و چہارم و پنجم سب محتمل رہیں گی اور پنجم میں خود وجوہ کثیرہ ہیں، کہیں من بعد موسٰی، کہیں من بعد نوح، کہیں انبیائے بنی اسرائیل، کہیں من بعد ھود و موسٰی، کہیں صرف انبیائے عاد و ثمود، کہیں انبیائے قوم نوح و عاد و ثمود، کہیں من بعد ابراہیم قوم لوط و مدین وغیر ذٰلک، بہرحال ذکر وجوہ کثیرہ مختلفہ پر آیا ہے اور یہاں کوئی قرینہ وبینہ نہیں کہ ان میں ایک وجہ کی تعیین کرے تو معلوم نہیں ہوسکتا کہ کون سے مذکور کی طرف اشارہ ہُوا، پھر عہد کہاں رہا، سرے سے عہد کا مبنٰی ہی کہ تعیین ہے منہدم ہوگیا کہ اختلاف وتنوع مطلقاً منافی تعیین، نہ کہ اتنا کثیر، پھر عہدیت کیونکر ممکن۔

ثانیاً جب کہ اتنی وجوہ کثیرہ محتمل اور قرآن عظیم نے کوئی وجہ بیان نہ فرمائی، حدیث کا بیان صحیح تو وہی عموم واستغراق ہے کہ لانبی بعدی[2] (میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ت) کما سیأتی۔ اس تقدیر پر جب اشارہ ذکر استغراق کی طرف ٹھہرا عہد واستغراق کا حاصل ایک ہوگیا اور وہی احاطہ تامہ کہ معتقد اہلِ اسلام تھا ظاہر ہوا مگر یہ اس طائفے کو منظور نہیں، لاجرم آیت کہ بر تقدیر عہدیت مجمل تھی بے بیان رہی اور وہی منقطع ہوکر متشابہات سے ہوگئی۔ اب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خاتم النبیین کہنا محض اقرار لفظ بے فہم معنی رہ گیا جس کی مراد کچھ معلوم نہیں۔ کوئی کافر خود زمانۂ اقدس حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی

---

[1] القرآن الکریم ۹۵/ ۴

[2] صحیح البخاری باب ما ذکر عن بنی اسرائیل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۹۱

علیہ وسلم میں کتنے ہی انبیاء، مانے حضور کے بعد ہر قرن وطبقہ وشہر و قریہ میں ہزار ہزار اشخاص کو نبی جانے خود اپنے آپ کو رسول اللہ کہے، اپنے استاذوں کو مرسلین اولوا العزم بتائے آیۂ کریمہ اس کا بال بیکا نہیں کرسکتی کہ آیت کے معنی ہی معلوم نہیں جس سے حجت قائم ہوسکے، کیا کوئی مسلمان ایسا خیال کرے گا، حاشا وکلا۔

ثالثاً میں تکثر وتزاحم معانی پر کیوں بنا کروں سوائے استغراق کوئی معنی لے لیجئے سب پر یہی آش در کاسہ رہے گی کہ پچھلی جھوٹی کاذبہ ملعونہ نبوتوں کا در آیت بند نہ کرسکے گی، معنی اول یعنی افراد مخصوص معینہ مراد لے تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انھیں معدود انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خاتم ٹھہرے جن کا نام یا ذکر معین علی وجہ الابہام قرآن مجید میں آگیا ہے جن کا شمار تیس چالیس نبی تک بھی نہ پہنچے گا، یونہی بر تقدیر معنی پنجم یعنی جماعات خاصہ خاص اپنی جماعت کے خاتم ٹھہریں گے، باقی جماعات صادقہ سابقہ کے لئے بھی خاتمیت ثابت نہ ہوگی، چہ جائے جماعات کاذبہ آئندہ اور معنی سوم میں صاف تخصیص انبیائے سابقین کی ہوجائے گی کہ جو نبی پہلے گزر چکے ان کے خاتم ہیں تو پچھلوں کی کیا بندش ہوئی بلکہ پیچھے اور آئے تو وہ ان کے بھی خاتم ہوں گے، رہے معنی چہارم جنسی اس میں جمیع مراد لینا اس طائفہ کو منظور نہیں ورنہ وہی ختم الشیئ لنفسہ لازم آئے، لاجرم مطلقاً کسی ایک فرد کے اختتام سے بھی خاتمیت صادق مانے گا کہ صدق علی الجنس کے لئے ایک فرد پر صدق کافی ہے تو یہ سب معانی سے اخس وارذل ہوا اور حاصل وہی ٹھہرا کہ آیت بہر نہج فقط ایک دو یا چند یا کل گزشتہ پیغمبروں کی نسبت صرف اتنا تاریخی واقعہ بتاتی ہے کہ ان کا زمانہ ان کے زمانے سے پہلے تھا، اس سے زیادہ آئندہ نبوتوں کا وہ کچھ نہیں بگاڑ سکتی، نہ ان سے اصلاً بحث کرتی ہے، طوائف ملعونہ مہدویہ و قادیانیہ وامیریہ ونذیریہ ونانوتویہ واشالھم لعنھم اللہ تعالٰی کا یہی تو مقصود تھا، وہ اس طائفہ خارجیہ نے جی کھول کر اعانہ کرلیا، وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1] (اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ ت) اصل بات یہ ہے کہ معانی قطعیہ جو تمام مسلمین میں ضروریات دین سے ہوں جب ان پر نصوص قطعیہ پیش نہ کئے جائیں تو مسلمانوں کو احمق بنالینا اور معتقدات اسلام کو مخیلات[عہ] عوام ٹھہرادینا ایسے خبثا کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے اور نصوص میں احادیث پر نہ عام لوگوں کی نظر نہ ان کے جمع طرق و ادراک تواتر پر دسترس، وہاں ایک ہش میں کام نکل جاتا ہے کہ یہ باب عقائد ہے اس

عہ دیکھو تحذیر الناس۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

میں بخاری و مسلم کی بھی صحیح احادیثیں مردود ہیں، ہاں ایسی جگہ ان جیسے کے اندھوں کی کچھ کور دبتی ہے تو قرآن عظیم سے کہ بغرضِ تلبیسِ عوام برائے نام اسلام کا ادعا ہو کر قرآن پر صراحۃً انکار کا ٹھو خرور گل ہے، لہذا وہاں تحریفِ معنوی کے چال چلتے اور کلام اللہ کو اُلٹے بدلتے ہیں کہ جب آیت سے مسلمانوں کو ہاتھ خالی کرلیں پھر گونہ وحی شیطانی کا راستہ کھل جائے گا واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون[1] (اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا ہے اگرچہ بُرا مانیں کافر۔ت)

سوم یعنی اس طائفہ کا مکذبِ تفسیر حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہونا وہ ہر ادنیٰ خادم حدیث پر روشن، یہاں اجمالی دو حرف ذکر کریں، صحیح مسلم شریف و مسند امام احمد و سنن ابوداؤد و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ وغیرہا میں ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انہ سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لانبی بعدی[2]۔ بیشک میری امتِ دعوت میں یا میری امت کے زمانے میں تیس کذاب ہوں گے کہ ہر ایک اپنے آپ کو نبی کہے گا اور میں خاتم النبیین ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

www.alahazratnetwork.org

امام احمد مسند اور طبرانی معجم کبیر اور ضیائے مقدسی صحیح مختارہ میں حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یکون فی امتی کذابون دجالون سبعۃ وعشرون منھم اربعۃ نسوۃ وانی خاتم النبیین لانبی بعدی[3]۔ میری امت دعوت میں ستائیس دجال کذاب ہونگے ان میں چار عورتیں ہوں گی حالانکہ بیشک میں خاتم النبیین ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ترمذی و تفسیر ابن ابی حاتم و تفسیر ابن مردویہ میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ

عـــہ۱: دیکھو براہین قاطعہ گنگوہی۔ عـــہ۲: دیکھو تحذیر الناس

---

[1] القرآن الکریم ۶۱/۸

[2] جامع ترمذی ابواب الفتن باب ماجاء لاتقوم الساعۃ حتی یخرج کذابون امین کمپنی دہلی ۲/۴۵

[3] المعجم الکبیر للطبرانی ترجمہ حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث ۳۰۲۶ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۳/۱۷۰

سے ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مثلی و مثل الانبیاء کمثل رجل ابتنٰی دارا فاکملھا و احسنھا الا موضع لبنۃ فکان من دخلھا فنظر الیھا قال ما احسنھا الا موضع اللبنۃ فانا موضع اللبنۃ ختم بی الانبیاء[1]۔

میری اور نبیوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک مکان پُورا کامل اور خوبصورت بنایا مگر ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی تو جو اس گھر میں جاکر دیکھتا کہتا یہ مکان کس قدر خوب ہے مگر ایک اینٹ کی جگہ کہ وُہ خالی ہے تو اس اینٹ کی جگہ میں ہوا مجھ سے انبیاء ختم کردیے گئے۔

صحیح مسلم و مسند احمد میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰے عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مثلی و مثل النبیین من قبلی کمثل رجل بنی دارا فاتمھا الا لبنۃ واحدۃ فجئت انا فاتممت تلک اللبنۃ[2]۔

میری اور سابقہ انبیاء کی مثل اس شخص کی مانند ہے جس نے سارا مکان پورا بنایا سوا ایک اینٹ کے، تو میں تشریف فرما ہُوا اور وہ اینٹ میں نے پوری کی۔

مسند احمد و صحیح ترمذی میں بافادۂ تصحیح ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مثلی فی النبیین کمثل رجل بنٰی دارا فاحسنھا و اکملھا و اجملھا و ترک فیھا موضع لبنۃ لم یضعھا فجعل الناس یطوفون بالبنیان و یعجبون منہ و یقولون لو تم موضع ھذہ اللبنۃ فانا فی النبیین موضع تلک اللبنۃ[3]۔

پیغمبروں میں میری مثال ایسی ہے کہ کسی نے ایک مکان خوبصورت و کامل و خوشنما بنایا اور ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی وہ نہ رکھی لوگ اس عمارت کے گرد پھرتے اور اس کی خوبی و خوشنمائی سے تعجب کرتے اور تمنا کرتے کسی طرح اس اینٹ کی جگہ پُوری ہوجاتی تو انبیاء میں اس اینٹ کی جگہ میں ہوں۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب ذکر کون النبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۴۸
صحیح البخاری کتاب المناقب باب خاتم النبیین " " " ۱/۵۰۱
[2] مسند امام احمد حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۳/۹
[3] جامع ترمذی ابواب المناقب باب ماجاء فضل النبی صلے اللہ علیہ وسلم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۰۱

صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن نسائی وتفسیر ابن مردویہ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، رسول اللہ 23
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہی مثل بیان کرکے ارشاد فرمایا:

فانا اللبنۃ وانا خاتم النبیین[1]۔ تو میں وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین وبارک وسلم۔

چہارم کا بیان اوپر گزرا، پنجم سے اس طائفہ کی گمراہی بھی واضح ہوچکی کہ تفسیر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا رَد کرنے والا اجماعِ قطعی اُمتِ مرحومہ کا خلاف کرنے والا سوا گمراہ وبددین کے کون ہوگا،

قولہ ما تولی ونصلہ جہنم وساءت مصیرا[2]۔ ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بُری جگہ پلٹنے کی۔ (ت)

رہی بدعقلی وہ اس کے ان شبہات واہیات خرافات مزخرفات کی ایک ایک ادا سے ٹپک رہی ہے جو اس نے اثبات ادعائے باطل "عہد خارجی" کے لئے پیش کئے اہلِ علم کے سامنے ایسے مہملات کیا قابلِ التفات، مگر حفظِ عوام وازالۂ اوہام کے لئے چند حروف مجمل کا ذکر مناسب، واللہ الہادی وولی الایادی (اور اللہ تعالٰی ہی ہدایت دینے والا اور طاقتوں کا مالک ہے۔ ت)

www.alahazratnetwork.org

شبہۂ اولٰی میں اس طائفہ نے عبارت توضیح کی طرف محض غلط نسبت کی حالانکہ توضیح میں اس عبارت کا نشان نہیں بلکہ وہ اس کے حاشیہ تلویح کی ہے،

اقول اولاً اگر یہ مدعیانِ عقل اسی اپنی ہی نقل کی ہوئی عبارت کو سمجھتے اور قرآن عظیم میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وجوہ ذکر کو دیکھتے تو یقین کرتے کہ آیہ کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین[3] (اور لیکن آپ اللہ کے رسول اور انبیاء میں سے آخری ہیں۔ ت) میں لام عہد خارجی کے لئے ہونا محال ہے کہ بوجہ تنوع وجوہ ذکر وعدم اولویت وترجیح جس کا بیان مشرحاً گزرا، بکمال تمیز جدا سرے سے کسی وجہ معین کا امتیاز ہی نہ رہا تو یہی عبارت شاہد ہے کہ یہاں "عہد خارجی" ناممکن، کاش تم کے لئے بھی کچھ عقل ہوتی تو اس کی جگہ توضیح ہی کی گول عبارت العہد ھو الاصل ثم الاستغراق ثم تعریف الطبیعۃ[4] (عہد اصلی ہے پھر استغراق اور پھر جنس۔ ت) کی نقل ہوتی کہ خود نفس عبارت قرآن کی جہالت و

---

[1] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب ذکر کون النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خاتم النبیین قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۴۸
[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۵ [3] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰
[4] توضیح علی التنقیح الفاظ العام الجمع معرف باللام المکتبۃ الرحیمیہ دیوبند سہارنپور بھارت ۱/ ۱۴۵

سفاہت پر شہادت نہ دیتی اگرچہ اس سے دو ہی سطر پہلے اسی توضیح میں متن تنقیح کی عبارت ولا بعض 23/23
الافراد لعدم الاولویۃ (اور نہ بعض افراد کیونکہ اولٰی نہیں۔ ت) اس کی صفرا شکنی کو بس ہوتی مگر یہ کیونکر کھلتا کہ طائفہ حائفہ کو دوست و دشمن میں تمیز نہیں صریح مضر کو نافع سمجھتا ہے لہٰذا نام تو لیا توضیح کا اور براہ بدقسمتی عبارت نقل کردی تلویح کی، جس میں صاف صریح ان عقلاء کی تسفیہ اور ان کے وہم کاسد کی تقبیح تھی، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ثانیًا توضیح کا مطلب سمجھنا تو بڑی بات، خود اپنا ہی لکھا نہ سمجھا کہ جب عہد خارجی سے معنی درست ہو تو استغراق وغیرہ معتبر نہ ہوگا۔ ہم اوپر واضح کر آئے کہ عہد خارجی مزعوم طائفہ خارجیہ سے معنی درست نہیں ہوسکتے، آیہ کریمہ قطعًا آئندہ نبوتوں کا دروازہ بند فرماتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہی معنی اس کے بیان فرمائے، تمام امت نے سلفًا وخلفًا اس کے یہی معنی سمجھے اور اس عہد خارجی پر آیت کو اس سے کچھ مس نہیں رہتا تو واجب ہے کہ استغراق مراد ہو، اسی تلویح میں اسی عبارت منقولہ طائفہ کے متصل ہے:

ثم الاستغراق الی ان قال فالاستغراق ھو المفھوم من الاطلاق حیث لاعھد فی الخارج خصوصا فی الجمع الی قولہ ھذا ما علیہ المحققون[2]۔

پھر استغراق (تا) اطلاق سے استغراق مفہوم ہوتا ہے جہاں عہد خارجی نہ ہو خصوصا جمع میں (تا) محققین کی یہی رائے ہے (ت)

ثالثًا بہت اچھا اگر فرض کریں کہ لام عہد خارجی کے لئے ہے تو اس سے بھی قطعًا یقینًا استغراق ہی ثابت ہوگا کہ وجوہ خمسہ سے اول وسوم وپنجم کا بطلان تو دلائل قاہرہ سے اوپر ثابت ہولیا اور واضح ہوچکا کہ خود جن سے کلام الٰہی کا اولًا واصالۃً خطاب تھا یعنی حضور پُرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، انھوں نے ہرگز اس آیت سے صرف بعض افراد معینہ یا کسی جماعت خاصہ کو نہ سمجھا اب نہ رہیں مگر وجہ دوم وچہارم یعنی وہ جو قرآن عظیم میں بروجہ الکثرۃ او فرد ذکر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بروجہ عموم واستغراق تام ہے اسی وجہ معہود کی طرف لام النبیین مشیر ہے تو اس عہد کا حاصل بحمداللہ تعالٰی وہی استغراق کامل جو مسلمانوں کا عقیدہ ایمانیہ ہے یا ذکر جنسی کی طرف اشارہ ہے اور ختم کا حاصل نفی معیت وبعدیت ہے، جیسے اولویت بمعنی نفی معیت وقبلیت تعریفات علامہ سید شریف قدس سرہ الشریف میں ہے،

---

[1] توضیح علی التنقیح   الفاظ العام الجمع معرف باللام   المکتبۃ الرحیمیہ دیوبند سہارنپور بھارت   ۱۴۷/۱

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃   ۱۵۰/۱

الاول فرد لایکون غیرہ من جنسہ سابقا علیہ ولا مقارنا لہ۔[1]

اوّل فرد ہے کیونکہ اس کا کوئی ہم جنس اس سے پہلے نہیں اور نہ اس کے ساتھ متصل ہے (ت)

حدیث شریف میں ہے:

انت الاول فلیس قبلک شیئ وانت الاٰخر فلیس بعدک شیئ۔[2] رواہ مسلم فی صحیحہ و الترمذی واحمد وابن ابی شیبۃ وغیرھم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وللبیہقی فی الاسماء والصفات عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ کان یدعو بھٰؤلاء الکلمات اللھم انت الاول فلا شیئ قبلک وانت الاٰخر فلا شیئ بعدک۔[3]

تُو اول ہے تجھ سے پہلے کوئی شَی نہیں، اور تُو آخر میں ہے تیرے بعد کوئی شَی نہیں۔ اسے مسلم نے اپنی صحیح میں، ترمذی، امام احمد اور ابن ابی شیبہ وغیرہم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انھوں نے نبی اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت ہے۔ امام بیہقی نے الاسماء الصفات میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کلمات کے ساتھ دُعا فرمایا کرتے، اے اللہ! تُو اول ہے تجھ سے پہلے کوئی شَی نہیں اور تُو آخر ہے تیرے بعد کوئی شَی نہیں (ت)

www.alahazratnetwork.org

تو خاتم النبیین کا حاصل ہمارے حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ اور بعد جنس نبی کی نفی ہوئی اور جنس کی نفی عرفاً ولغۃً وشرعاً جملہ افراد ہی سے ہوتی ہے ولہذا لائے نفی جنس صیغ عموم سے ہے جیسے لا رجل فی الدار ولہذا لا الٰہ الا اللہ ہر غیر خدا سے نفی الوہیت کرتا ہے، یوں بھی استغراق ہی ثابت ہوا، وللہ الحمد۔ (نامکمل دستیاب ہوا)

---

[1] التعریفات باب الالف انتشارات ناصر خسرو ایران ص ۱۷

[2] صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب الدعاء عند النوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۴۸
مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الدعاء حدیث ۹۳۶۲ ادارۃ القرآن کراچی ۱۰/ ۲۵۱

[3] الاسماء والصفات للبیہقی مع فرقان القرآن باب ذکر اسماء التی تتبع اثبات الباری الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۰

مسئلہ ۹۵ از ریاست نانپارہ بازار چوک بساط خانہ دکان حاجی الٰہی بخش بہرائچی
مرسلہ حافظ عبدالرزاق امام مسجد ۳ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ضلع بارہ بنکی میں چند روز سے ایک گروہ پیدا ہوا ہے جس کا نام کبیر پنتھی ہے، یہ لوگ اللہ تعالٰی کو صاحب اور دعوت کو ہندوؤں کی طرح بھنڈارہ کہتے ہیں، نماز روزہ سے بالکل منکر ہیں اور روزہ داروں اور نمازیوں کو بُرا کہتے اور ان پر طعن تشنیع کرتے ہیں، گوشت کھانا بالکل حرام جانتے اور قربانی ہر جانور کی بہت سخت ظلم کہتے ہیں، موضع صورت گنج تحصیل فتحپور ضلع بارہ بنکی ڈاب گنج میں فقیرے تیلی کبیر پنتھی نے برادری کی دعوت کی اور اپنی حیثیت کے موافق کھانا پکوایا، گوشت کی جگہ کٹھل پکوایا گیا، برادری والوں نے کہا ہم گوشت کھائیں گے، تو اس نے کہا ہمارے گروجی گوشت نہیں کھاتے تھے، چاہے جان جاتی رہے، گردن کٹ جائے، مگر ہم گوشت نہ دیں گے، لوگوں نے کہا کہ چاہے سیر آدھ سیر ہی گوشت ہو مگر ہم بلا گوشت کھانا نہ کھائیں گے۔ فقیرے نے کہا کہ ہم آپ لوگوں سے خدا کے واسطے ایک چیز مانگتے ہیں ہم کو لند معاف کر دو، برادری والوں نے کہا کہ اگر تم ہم سے گوشت لند معاف کراتے ہو تو تمام کھانا ہم لند معاف کئے دیتے ہیں اور آدھے آدمی اٹھ کر پانچو تیلی کے مکان پر چلے آئے اور آدھے اسی کے مکان پر رہ گئے، لیکن کھانا کسی نے نہیں کھایا، پانچو تیلی گوشت کھاتا ہے اور نماز بھی پڑھتا ہے، اب دونوں قسم کے تیلیوں نے پانچو کا حقہ پانی بند کر دیا ہے کہ اسی کی وجہ سے ہماری برادری میں پھوٹ پڑی، اس حالت میں عام مسلمانوں کو کبیر پنتھیوں سے میل جول، شادی بیاہ برادری سے رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور شرعاً یہ لوگ کیسے ہیں جن لوگوں نے پانچو کا حقہ پانی اسی وجہ سے بند کیا ہے؟ ان سے دوسروں کو کیسا برتاؤ کرنا چاہئے؟

الجواب

نماز سے منکر کافر ہے، روزہ سے منکر کافر ہے، جو نماز پڑھنے کو بُرا کہے نمازی پر نماز پڑھنے کی وجہ سے طعن و تشنیع کرے کافر ہے، روزہ رکھنے کو جو بُرا کہے روزہ دار پر روزہ کی وجہ سے طعن کرے وہ کافر ہے، گوشت کھانے کو مطلقاً حرام کہنا کفر ہے، قربانی کو ظلم کہنے والا کافر ہے، ان اعتقادوں والے مطلقاً کفار ہیں۔ پھر اگر اس کے ساتھ اپنے آپ کو مسلمان کہتے یا کلمہ پڑھتے ہوں تو مرتد ہیں کہ دنیا میں سب سے بدتر کافر ہیں، ان سے میل جول حرام، ان کے پاس بیٹھنا حرام، بیمار پڑیں تو ان کو پوچھنے جانا حرام، مرجائیں تو ان کے جنازے کی نماز حرام، پانچو تیلی پر کوئی الزام نہیں، جنھوں نے اس بنا پر اس کا حقہ پانی بند کیا ظالم ہیں، ان پر لازم ہے کہ اپنے ظلم سے توبہ کریں، پانچو سے اپنا قصور معاف کرائیں، اگر یہ لوگ باز نہ آئیں تو مسلمان ان کو چھوڑ دیں کہ ظالموں کا ساتھ دینے والا بھی ظالم ہے۔ یہ سب مضامین قرآن عظیم کی آیتوں اور حدیثوں سے ثابت ہیں جو بارہا ہمارے

فتاوٰی میں مذکور ہیں ، واللہ تعالٰی اعلم ۔

مسئلہ ۹۶ از بیکانیر مارواڑ محلہ مہاوتان مرسلہ قاضی قمرالدین صاحب ۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا خدا کے بندے نہیں ہیں اور آپ بشر بھی نہیں ہیں ، اس پر ان سے پُوچھا گیا کہ پھر کیا ہیں ؟ تو جواب دیا کہ میں اس معاملہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا ، اور یہ بھی ان سے پُوچھا گیا کہ رات دن نماز میں قعدہ میں تم عبدہٗ ورسولہٗ پڑھتے ہو ، یہ کیا ہے ، کیا اس کا ترجمہ ہوا ؟ تو کہا اس کا ترجمہ بندہ اور رسول کا ہُوا لیکن میں کچھ نہیں کہتا ، حضور پُرنور ایسے شخص کی بابت کیا حکم ہے ؟ اور کیا یہ شخص اسلام سے خارج ہوگیا ان کلمات کے باعث یا نہیں ؟ کیا کفر عائد اس پر ہُوا یا نہیں ؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا (بیان کیجئے اجر پایئے ۔ ت)

الجواب

جو یہ کہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ تعالٰی کے بندے نہیں وُہ قطعاً کافر ہے ،

اشھد ان محمدًا عبدہٗ ورسولہٗ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ، قال اللہ تعالٰی وانہ لما قام عبداللہ یدعوہ[1] ، وقال تعالٰی تبارک الذی نزل الفرقان علٰی عبدہ لیکون للعٰلمین نذیرا[2] ، وقال تعالٰی سبحٰن الذی اسرٰی بعبدہ[3] ، وقال تعالٰی وان کنتم فی ریب مما نزلنا علٰی عبدنا[4] ، وقال تعالٰی الحمد للہ الذی انزل علٰی عبدہ الکتٰب[5] ، وقال تعالٰی فاوحٰی الٰی عبدہ ما اوحٰی[6]

میں گواہی دیتا ہُوں بلاشبہہ حضرت محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ تعالٰی کے بندے اور اس کے رسول ہیں ، اللہ تعالٰی نے فرمایا : اور یہ کہ جب اللہ کا بندہ اس کی بندگی کرنے کھڑا ہُوا ۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا : بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہان کو ڈرسنانے والا ہو ۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا : پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی ۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا اور اگر تمھیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے (ان خاص) بندے پر اتارا ۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا ، سب خُوبیاں اللہ کو جس نے اپنے بندے پر کتاب اتاری ۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا ، اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی ۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۷۲ /۱۹
[2] القرآن الکریم ۲۵ /۱
[3] " ۱۷ /۱
[4] " ۲ /۲۳
[5] " ۱۸ /۱
[6] " ۵۳ /۱۰

اور جو یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صورت ظاہری بشری ہے حقیقت باطنی بشریت سے ارفع و اعلٰی ہے یا یہ کہ حضور اوروں کی مثل بشر نہیں وہ سچ کہتا ہے اور جو مطلق حضور سے بشریت کی نفی کرے وہ کافر ہے،

قال تعالٰی قل سبحٰن ربی ھل کنت الا بشرا رسولا[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم فرماؤ پاکی ہے میرے رب کو میں کون ہوں مگر آدمی اللہ کا بھیجا ہوا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۹۷ ازخان پور سیدواڑہ احمد آباد مرسلہ منشی ایچ ڈی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ "ذوالنور الحق المبین" چھاپی ہے شیخ البواہرنے، وہ سنیوں کے لئے کیسی ہے؟ مہربانی کرکے اس کا جلدی جواب دیجئے۔

الجواب

وہ کتاب مذہب اہلسنت کے خلاف ہے بلکہ اس میں تو اسلام کی بھی مخالفت ہے۔ اس کا دیکھنا، پڑھنا، سننا حرام ہے،

الا لعالم یرید ان یرد علیہ او یکشف ما فیہ من کفر وضلال۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ہاں عالم اس کا مطالعہ کرے اس کی تردید کے لئے یا اس میں جو کفر بیان ہوا اس کے انکشاف کے لئے تو اس کے لئے پڑھنا دیکھنا حرام نہیں، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۸ ازشہر بریلی محلہ بہاری پور مسئولہ عنایت حسین صاحب ۳ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی برادری کے آدمیوں کے سامنے اشرف علی تھانوی کو کافر کہا اور یہ بھی کہا کہ جو شخص اس کو کافر نہ مانے وہ بھی کافر ہے، لہذا اس باعث سے اشرف علی کو کافر کہا کہ اس پر کفر کا فتوٰی دیا گیا ہے، اس شخص کو بوجہ کافر کہنے کے برادری سے علیحدہ کردیا لہذا جس آدمی نے اشرف علی کو کافر کہا اس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

الجواب

تمام علمائے حرمین شریفین نے اشرف علی تھانوی پر بھی فتوٰی دیا ہے "حسام الحرمین شریف" بارہ برس سے چھپ کر شائع ہے، اس شخص نے سچ کہا اور اس پر اسے برادری سے خارج کرنا ظلم شدید ہوا ان

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۹۳

لوگوں پر توبہ فرض ہے اور جو شخص تھانوی کے اقوالِ کفر سے آگاہ ہو کر ایسا کرے وُہ خود ایمان سے خارج اور اس کی عورت اس کے نکاح سے باہر ہوگئی۔ درمختار، مجمع الانہر، بزازیہ و شفاء شریف میں ہے:

من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[1]، واللہ تعالٰی اعلم۔

جس نے اس کے کفر و عذاب میں شک کیا اس نے کفر کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۹: از کانپور محلہ فیل خانہ قدیم مرسلہ مولانا مولوی محمد آصف صاحب ۲۷ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

بفضلہ تعالٰی کمترین بخیریت ہے، حضوری ملازمان سامی کی مدام بارگاہ احدیت سے مطلوب، دو عریضے ملفوف فدوی نے روانہ خدمت فیضدرجت کئے، ہنوز جواب سے محروم ہے، الٰہی مانعش بخیر باد۔

حضور کے فتاوٰی جلد اول ص ۱۹۱ میں خواتمی وہابی کے متعلق حاشیہ میں یہ عبارت ہے: "یہ شقی گروہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کا صاف منکر ہے خاتم النبیین کے یہ معنی لینا تحریف کرنا اور بمعنی آخر النبیین لینے کو خیالِ جہال بتانا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چھ یا سات مثل وجود مانتا ہے"۔ اور کتاب حسام الحرمین میں بھی فرقہ امثالیہ کو مرتدین میں شمار کیا گیا ہے لیکن فتاوٰی بے نظیر در معنی مثل آنحضرت بشیر و نذیر جو کہ عرصہ ہوا مطبع اسدی میں حسب ایمائے محمد یعقوب صاحب منصرم مطبع نظامی طبع ہوا تھا اور بہت سے علمائے کرام کے فتوے اس میں درج کئے ہیں، حسب ذیل عبارت ہے: "ھوالمعین قطع نظر اس کے کہ علمائے حدیث ان اللہ خلق سبع ارضین میں ہر طرح کلام کیا بعد ثبوت رفع و تسلیم صحت متن و اسناد مفید اعتقاد نہیں بلکہ جس حالت میں مضمون اس کا دلالت آیات و احادیث صحیحہ و عقیدہ اہل حق کے خلاف ہے تو قطعاً متروک الظاہر واجب التاویل ہے، پس جو شخص اس حدیث سے وجود تحقق و مثال سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر استدلال کرے سخت جاہل اور معتقد فضیلت مثل آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بمعنی مشارکت فی الماہیت والصفات الکمالیہ مبتدع اور مخالف عقیدہ اہل سنت ہے، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم"، اس عبارت کے حضور جناب والد ماجد صاحب قبلہ قدس سرہ کی نقل مہر طبع ہوئی ہے اور پھر حضور کی حسب ذیل عبارت بنقل مہر طبع کی گئی:

والقائل بتحقق المثل او الامثال بالمعنی المذکور فی السوال مبتدع ضال واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

جو شخص سوال میں مذکور معنی کے مطابق مثل یا امثال کے تحقق کا قائل ہے وُہ بدعتی اور گمراہ ہے، اور اللہ ہی حقیقتِ حال سے آگاہ ہے (ت)

کون فرقہ امثالیہ مرتد ہے اور کون مبتدع؟ آیا ان فرقوں کے عقائد میں اختلاف ہے یا کیا؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل احکام الجزیہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۷۷

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ، بدع ضال ایک لفظ عام ہے ، کافر کو بھی شامل ، کہ بدعت دو[2] قسم ہے :

(۱) مکفرہ (۲) غیر مکفرہ

وقال تعالٰی واما ان کان من المکذبین الضالین[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا : اور اگر جھٹلانے والے گمراہوں میں سے ہو۔ (ت)

امام ابن حجر مکی نے بظاہر اس سے بھی ہلکے لفظ حرام کو کفر کہنے کے منافی نہ مانا ۔ اعلام بقواطع الاسلام میں فرمایا :

عبارۃ الرافعی فی العزیز نقلا عن التتمۃ انہ اذا قال لمسلم یا کافر بلا تاویل کفر[2] و تبعہ النووی فی الروضۃ فان قلت قد خالف ذٰلک النووی نفسہ فی الاذکار فقال یحرم تحریما غلیظا قلت لا مخالفۃ فان اطلاق التحریم فی لفظ لا یقتضی انہ لا یکون کفرا فی بعض حالاتہ علی ان الکفر محرم تحریما غلیظا فتکون عبارۃ الاذکار شاملۃ للکفر ایضا[3]۔

عزیز میں تتمہ سے منقول رافعی کی عبارت یہ ہے اگر کسی نے مسلمان کو بغیر کسی تاویل کے کافر کہا وہ کافر ہوجائے گا اھ اور نووی نے روضہ میں اسی کی اتباع کی ہے ، اگر کوئی اعتراض کرے خود نووی نے اذکار میں اس کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ یہ سخت حرام ہے میں کہتا ہوں یہ مخالفت نہیں کیونکہ لفظ تحریم کا اطلاق اس بات کا تقاضا نہیں کرتا کہ بعض حالات میں وہ کفر نہ ہو ، علاوہ ازیں کفر سخت حرام ہے لہذا اذکار کی عبارت بھی کفر کو شامل ہوجائے گی ۔ (ت)

اسی میں چند ورق کے بعد ہے :

الحرمۃ لا تنافی الکفر[4] ، کما مر ۔

حرام ہونا کفر کے منافی نہیں ہوتا ۔ جیسا کہ گزر چکا ہے (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۶/۹۲

[2] اعلام بقواطع الاسلام مقدمہ مکتبۃ الحقیقیہ ترکی ص ۳۴۰

[3] " " " " " ص ۳۴۰ ۔ ۴۱

[4] " " " " " ص ۳۵۰

ماہیت وصفات کمالیہ میں مشارکت اس میں نص نہیں کہ جمیع صفات کمال میں شرکت ہو نیز ان سب گمراہوں کا مذہب تھا ان میں بعض صرف تشبیہ یعنی کنبیکو ختم نبوت لیتے اور تصریح کرتے کہ وہ انبیاء اپنے اپنے طبقے کے خاتم اور حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم خاتم الخواتم، صرف اتنے پر حکم کفر مشکل تھا، لہذا ایک ایسا لفظ لکھا گیا کہ دوسری صورت کو بھی شامل ہے۔ اعلام میں بعد عبارت سابقہ فرمایا:

التحریم الغلیظ قصد الشمول للحالة التی یکون فیھا کفر او غیرھا۔[1]

غلیظ تحریم کے لفظ سے اس حالت کو شامل کرنا مقصود ہے جس میں کفر وغیرہ ہو۔ (ت)

حسام الحرمین میں خاص فرقہ مرتدین کا ذکر ہے، ولہذا خاتم الخواتم ماننے والوں میں صرف اس کا قول لیا جس نے اس میں کفر خالص بڑھا دیا کہ:

لو فرض فی زمنه صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم بل لو حدث بعدہ صلی اللّٰہ علیه وسلم نبی جدید لم یخل ذٰلك بخاتمیته وانما یتخیل العوام انه صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم خاتم النبیین بمعنی اٰخر النبیین مع انه لا فضل فیه اصلاً عند اھل الفھم۔[2]

اگر بالفرض آپ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم یا آپ کے زمانہ کے بعد کوئی نیا نبی آجائے تو آپ کی خاتمیت میں کوئی فرق نہیں پڑے گا، یہ محض عوام کا خیال ہے کہ آپ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم خاتم النبیین بمعنی آخری نبی ہیں حالانکہ اہل فہم کے ہاں اس میں ہرگز کوئی فضیلت نہیں۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اس طرح کا خاتم الخواتم ماننے والا مطلقاً کافر مرتد ہے، اس سے ۸۵ ورق پہلے جہاں المعتمد المستند میں خاص مرتدین کا ذکر تھا، عبارت یہ ہے:

خرج دجالون یدعون وجود ستة نظراء للنبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم مشارکین له فی اشھر خصائصه الکمالیة اعنی ختم النبوة فی طبقات الارض الست السفلٰی فمنھم من یقول کل منھم خاتم ارضه ونبینا

ان دجالوں کو خارج کیا ہے جو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے چھ نظیروں کا دعوٰی کرتے ہیں اور تشبیہ میں آپ کے مشہور خصائص کمالیہ میں بھی ان کو شریک کرتے ہیں یعنی نچلی چھ زمینوں میں بھی ختم نبوت کا قول کرتے ــــــــ ان میں سے بعض کا یہ قول ہے کہ ہر زمین کا کوئی خاتم ہے اور ہمارے

---

[1] اعلام بقواطع الاسلام — مقدمہ — مکتبۃ الحقیقۃ ترکی — ص ۳۴۱

[2] حسام الحرمین — فصل منہم الوہابیہ — مکتبہ نبویہ لاہور — ص ۱۹

المستند المعتمد تعلیقات المعتقد المنتقد منہم الوہابیۃ الامثالیۃ الخ — مکتبہ حامدیہ لاہور — ص ۲۴۲

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم ھذہ الارض و منھم من یقول انھم خواتم اراضیھم ونبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم الخواتم والاکفر الاوقح منھم یصرح بانھم مماثلون للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وشرکاء لہ فی جمیع صفاتہ الکمالیۃ ویردہ اخرون ابقاء علی انفسھم من المسلمین[1]

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس زمین کے خاتم ہیں، بعض کا قول یہ ہے کہ وہ اپنی اپنی زمینوں کے خواتم ہیں اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم الخواتم ہیں ان میں سے بدتر کفر والے وہ ہیں جنھوں نے یہ تصریح کی ہے کہ وُہ تمام خاتم، ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام صفات کمالیہ میں شریک اور ہم مثل ہیں اور جبکہ دوسروں نے اپنے آپ کو مسلمانوں میں شامل رکھنے کے لئے ان کا رُد کیا ہے۔ (ت)

ان سب اقوال کے لحاظ سے وہاں عام مبتدع ضال سے تعبیر کیا کہ بدعت مکفرہ کو بھی شامل ہے، والسلام مع الاکرام۔

مسئلہ از منڈی رام نگر ضلع نینی تال مرسلہ جناب بشیر احمد صاحب رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

ایک شخص نے ایک مرتبہ اپنی حالت بیماری میں اپنے اچھا ہونے کی غرض سے ایک روز کچھ ہندو کو اپنے مکان پر بلا کر ڈبرو بجوایا اور موافق رسم ہندوؤں کے ہندوؤں کے دیوتا کی پوجا یعنی بکری اور مرغا ہندوؤں سے مروایا یعنی مردار کرایا اور ڈبرو پر ناچا، اس ناجائز حرام کام کرنے پر یہاں کے مسلمان لوگوں نے اس شخص کو برادری سے نکال باہر کردیا اور حقہ بند کردیا، کچھ دنوں بعد اس بت پرست شخص نے مسلمانوں سے کہا میری جان جارہی تھی اس وجہ سے میں نے یہ کام کرائے آئندہ مجھ سے ایسا قصور نہ ہوگا تب یہاں کے مسلمانوں نے اس کی معافی مانگنے اور آئندہ کو توبہ کرنے سے اس کا ایک سو روپیہ جرمانہ کرا اور توبہ کروا کر حقہ کھول دیا بعد کچھ دنوں کے پھر اس شخص نے پوشیدہ طور رات کو ایک ہندو کے یہاں اپنی بیوی اور لڑکی کو بھیج کر ڈبرو بجوایا اور ان کی لڑکی ناچی یعنی لڑکی کے بدن پر ڈبرو بجانے سے دیوتا مسان آیا اور اسی نے یعنی دیوتا نے بکری اور مرغا مانگا تو ڈبرو بجانے والے نے مرغا اور بجا کو مردار کرکے پُوجا کری دوبارہ اس حرکت کی کسی کو خبر نہ ہوئی اب سہ بارہ اس شخص نے ایک ہندو کو اپنے مکان پر بلا کے ایک مرغا اس کو یعنی اس ہندو کو دیا اس نے موافق اپنے رسوم کے مُرغے کو اپنے قبرستان میں لے جاکر رات کو مردار کرکے قبر میں دبادیا اور ایک قبرستان میں جاکر پتھروں کو پوجا اس کام کے کرنے پر یہاں مسلمانوں نے پھر اس کا حقہ بند کردیا اور کہا کہ تو نے مکرر سہ کرر اسی کام

---

[1] المستند المعتمد تعلیقات المعتقد المنتقد مسئلۃ النبوۃ لیست کسبیۃ مکتبہ حامدیہ لاہور ص ۱۱۵

کرا اور کرتا ہے تو کافر ہے، اس کے جواب میں بُت پرست مسلمان کہتا ہے ضرورت شدید میں یہ کام یعنی مولوی لوگوں سے معلوم کرلیا ہے لہذا عرض کہ اس مسئلہ کو خلاصہ تحریر کیجئے کہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے یہاں یہ کام جائز ہے یا انہوں نے یہ کام کرے اگر یہ کام جائز ہے۔ نہیں تو اس کام کے کرنے والے کو مسئلہ سے کیا سزا ہونا چاہئے؟

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں وُہ کافر ہے اور وہ مولویوں پر افترا کرتا ہے، کوئی مولوی ایسا نہیں کہہ سکتا اور اگر کسی نام کے مولوی نے مرض سے شفا کے واسطے غیر خدا کی پُوجا جائز کردی ہو تو وُہ بھی کافر ہے اور یہ شخص جب کہ تین بار ایسا کرچکا اب مسلمان اسے ہرگز نہ ملائیں اگرچہ توبہ ظاہر کرے کہ وُہ جُھوٹا ہے اور فریب دیتا ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان الذین اٰمنوا ثم کفروا ثم اٰمنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفرا[1] لن تقبل توبتھم و اولٰئک ھم الضالون[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر اور کفر میں بڑھے۔ ان کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی اور وہی ہیں بہکے ہوئے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۱: از کٹک محلہ بخشی بازار فرسٹ ولی محمد صاحب ۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مبین اس مسئلہ میں، مولوی اجابت اللہ بنگالی چاٹگامی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں اللہ کے سوا اپنے پیر کو سجدہ کرنے کو جائز سمجھتا ہے اور اس کے دلائل میں کئی اوراق سیاہ فرمائے ہیں اور علمائے اہلحدیث کو نسبت دی ہے فرقہ اسمٰعیلیہ سے، اور ان کو گمراہ کہا ہے، اور علمائے دیوبند کو اسی فرقے سے شمار کیا ہے اور اپنے گمان میں اس سجدہ کو قرآن شریف سے مدلل کیا ہے اور جس حدیث سے سجدہ کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، اس کو بے اصل سمجھتا اور کہتا ہے کہ احادیث احاد قرآن کو منسوخ نہیں کرسکتیں اور حدیث ابوداؤد کو جس میں سجدہ کی ممانعت ہے اس کو بھی اسی قسم سے سمجھتا ہے، اور سجدہ کی دو قسمیں ٹھہراتا ہے: تحیت اور تعبدی۔ تحیت کو جائز سمجھتا ہے اور تعبدی کو منع کرتا ہے، مولانا اسحاق صاحب کلکتہ مدرسہ عالیہ میں مدرس ہیں جو شروع میں مدرسہ کانپور میں بھی تعلیم دیتے تھے، انہوں نے سجدہ کی ممانعت کے بارے میں کچھ لکھا تھا، ان کو یہ شخص گمراہ اور گمراہ کنندہ کہتا ہے اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب

---

[1] القرآن الکریم ۴/۱۳۷

[2] ؍؍ ؍؍ ۳/۹۰

دہلوی کے فتوے سے سجدہ کو جائز ثابت کرتا ہے، اور درمختار کو بے اصل ثابت کرتا ہے کیونکہ چھٹے طبقہ کی کتاب ہے۔ امام فخر الدین رازی کے حوالہ سے اس رسالہ کو لکھا ہے اور کہتا ہے کہ تفسیر کبیر کی پہلی جلد میں سجدہ کرنا اللہ کے سوا دوسرے کو جائز ہے، اب سوال یہ ہے کہ ایسا شخص جو خدا کے سوا دوسرے کو سجدہ کرنا جائز سمجھے تو ایسا شخص کافر ہے یا مسلمان؟

الجواب

غیر خدا کو سجدہ تحیت کا جائز کرنے والا ہرگز کافر نہیں، اور اب جو اہل حدیث کہلاتے ہیں ضرور اسمٰعیلی وگمراہ ہیں، اور دیوبندیہ ان سے گمراہ تر صریح مرتدین ہیں، علمائے حرمین شریفین نے ان کی نسبت تصریح فرمائی کہ:

من شك فى كفره فقد كفر[1] جس نے اس کے کفر میں شک کیا اس نے کفر کیا۔ (ت)

جو ان کے اقوال پر مطلع ہو کر انھیں کافر جاننے بلکہ ان کے کفر میں شک ہی کرے وہ بھی کافر ہے۔

دربارہ سجدہ حق و تحقیق یہ ہے کہ غیر خدا کو سجدۂ عبادت کفر اور سجدۂ تحیت حرام، کتب فقہ میں اس کی تصریح ہے اور آج کوئی مجتہد نہیں کہ متفق علیہ ارشادات ائمہ کے خلاف دلیل سے مسئلہ نکالنا چاہے افراط و تفریط دونوں مذموم ہیں، واللہ الہادی، واللہ تعالٰی اعلم۔

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۱۰۲: از شہر بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ حشمت علی صاحب ۱۶ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید فرقہ دیوبندیہ کا مرتکب کفر ہونا تسلیم کرتا ہے، لیکن کہتا ہے کہ اپنی زبان سے ان کو کافر نہ کہوں گا، دریافت کرنے پر کہا کہ فی الواقع دیوبندیوں نے کفر بکا ہے، لیکن دیکھا جائے تو خود ہم پر کفر عائد ہوتا ہے کیونکہ کفر کی دو قسمیں ہیں:

(۱) کفر قولی

(۲) کفر فعلی

کفر قولی یہ کہ کسی نے ایسی بات کہی جس میں ضروریات دین کا انکار ہو، جیسے دیوبندیوں نے توہین خدا و رسول (جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی بکی۔

اور کفر فعلی یہ کہ جو انکار ضروریات دین پر امارت ہو جیسے زنار باندھنا، بت کو سجدہ کرنا وغیرہ، اب دیکھئے اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

---

[1] حسام الحرمین منہا الوبابیہ مکتبہ نبویہ لاہور ص ۳۱

فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما۱؎

تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہونگے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔ (ت)

قسم کھا کر فرمایا جاتا ہے کہ ہرگز مسلمان نہیں ہو سکتے جب تک اپنے اختلافات کو موافق احادیث و آیات نہ طے کریں پھر کوئی رنجش یا کراہت بھی دل میں نہ رہے۔ اب بتائیے ہم لوگ اپنے مقدمات کو بجائے آیاتِ احادیث کے انگریزی قوانین سے طے کراتے ہیں تو ہم تو دیوبندیوں سے بدتر ہیں گویا نصِ قرآنی ہماری تکفیر فرما رہی ہے جب ہمارا خود یہ حال ہے تو دوسروں کو کیونکر کافر کہیں، ہم تو خود ہی کفر میں مبتلا ہیں انتہی کلامہ، اب استفتاء یہ ہے کہ زید کا کیا حکم ہے؟ اور آیۂ کریمہ کی صحیح تفسیر کیا ہے؟

الجواب

جو مدعی حق پر ہیں وہ تحکیم نہیں کرتے بلکہ اپنا حق کہ بے زورِ حکومت نہیں مل سکتا نکلوانا چاہتے ہیں اور مدعا علیہ کہ حق پر ہے وہ مجبوری ہے جو ادائی نہ کرے تو یک طرفہ ڈگری ہو جائے ان دونوں فریق پر اگر آیۂ کریمہ وارد ہو تو ہندوستان ہی نہیں بلکہ تمام دنیا میں آج سے نہیں صدہا سال سے مدعی مدعا علیہ وکیل گواہ سب کافر ہوں کہ عام سلطنتوں نے شرعِ مطہر سے جُدا اپنے بہت سے قانون نکال لئے ہیں اور جو مدعی جھُوٹا ہے وُہ ناحق دوسروں کا مال مثلاً چھیننا چاہتا ہے جس پر اپنی چرب زبانی یا مقدمہ سازی یا جھُوٹے گواہوں کے ذریعہ حکومت سے مدد لیتا ہے یونہی جھوٹا مدعا علیہ مثلاً دوسرے کا دیا ہُوا مال دینا نہیں چاہتا اور وہی مدد اُن ذرائع کا ذبہ سے لیتا ہے یہ باتیں گناہ ہیں مگر گناہ کو کفر کہنا خارجیوں کا مذہب ہے آیت اس کے بارے میں ہے جو حکمِ شریعت کو باطل جانے اور غیر شرعی حکم کو حق یا شرعی حکم جب اس کے خلاف ہو تو نہ نفسِ امارہ کی ناگواری بلکہ واقعی دل سے اس حکم کو بُرا جانے، یہ لوگ کافر ہیں، یہ نہ فقط مقدمات بلکہ عبادات میں بھی جاری ہے، رمضان خصوصاً گرمیوں کے روزے نماز خصوصاً جاڑوں میں صبح وعشا کی نفسِ امارہ پر شاق ہوتی ہے اس سے کافر نہیں ہوتا جبکہ دل سے احکام کو حق ونافع جانتا ہے، ہاں اگر دل سے نماز کو بیگار اور روزے کو مفت کا فاقہ جانے تو ضرور کافر ہے۔ اگلی آیۂ کریمہ اس معنی کو خوب واضح فرماتی ہے:

۱؎ القرآن الکریم ۴/ ۶۵

قال اللہ تعالیٰ ولو انا کتبنا علیھم ان اقتلوا انفسکم او اخرجوا من دیارکم ما فعلوہ الا قلیل منھم[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اگر ہم انھیں حکم دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کردو یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو اسے نہ کرتے مگر ان میں تھوڑے۔ (ت)

ظاہر ہے کہ یہ نہ کرنا ان احکام کے نفس پر شاق ہونے ہی کے سبب سے ہے تو ثابت ہوا کہ حکم کا نفس پر شاق ہونا یہاں تک کہ اس کے سبب بجا آوری حکم سے باز رہنا کفر نہیں ورنہ معاذ اللہ یہ ٹھہرے گا کہ صحابہ کرام بھی گنتی ہی کے مسلمان تھے کہ فرماتا ہے، ما فعلوہ الا قلیل منھم[2] (اسے نہ کرتے مگر ان میں تھوڑے۔ ت) حالانکہ رب عزوجل جابجا ان کے سچے پکے مومن ہونے کی شہادت دیتا ہے یہاں تک کہ فرماتا ہے:

ولکن اللہ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولئک ھم الراشدون فضلا من اللہ ونعمتہ واللہ علیم حکیم[3]

اے محبوب کے صحابیو! اللہ نے تمھیں ایمان پیارا کردیا اور اسے تمھارے دلوں میں زینت دی اور کفر و بے حکمی و نافرمانی تمھیں ناگوار کردی، یہی لوگ راہ پر ہیں اللہ کا فضل اور اس کی نعمت اور اللہ جانتا ہے حکمت والا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

یہ دل کی محبت ہے کہ مدار ایمان و کمال ایمان ہے اور وہ نفس کی ناگواری جس پر زیادت ثواب کی بنا ہے۔ حدیث میں فرمایا:

افضل العبادات احمزھا[4]

سب میں زیادہ ثواب اس عبادت کا ہے جو نفس پر زیادہ شاق ہو۔

بہرحال یہ شخص جو اپنے کفر کا مقر ہے قطعاً کافر ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

مسلم قال انا ملحد یکفر ولو قال ما علمت انہ کفر لایعذر منہ[5] واللہ تعالیٰ

اگر کسی مسلمان نے کہا میں ملحد ہوں تو وہ کافر ہوجائے گا، اور کہا میں نہیں جانتا تھا کہ یہ کہنا

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۶۶

[2] القرآن الکریم ۴/ ۶۶

[3] ؍؍ ؍؍ ۴۹/ ۷-۸

[4] الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ حدیث ۲۰۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۶۱
کشف الخفاء للعجلونی ۱/ ۱۷۵

[5] فتاوٰی ہندیہ باب موجبات الکفر انواع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۷۹

اعلم۔ کفر تھا تو اس کا عذر قابلِ قبول نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۳: از ڈاکخانہ انگس جوٹ مل گورنٹی ضلع ہگلی اسکول انگس مسئولہ محمد سلیم خاں ماسٹر اسکول
۱۰ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنے پیر کے لڑکے کو نبی زادہ لکھا کرتا ہے، اس کا اور جو لوگ اسے اچھا سمجھ کر خوش ہوتے ہیں ان کا شرع شریف میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر اس کا مرشد سید ہے بایں معنی اسے نبی زادہ لکھتا ہے تو بجا ہے، اور اگر وہ سید نہیں بلکہ مرشد کو نبی ٹھہرا کر اس کے لڑکے کو نبی زادہ لکھتا ہے تو وہ بھی کافر اور جتنے اس پر خوش ہوتے ہیں وہ بھی، وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴: از پورولیا ضلع مان بھوم مسئولہ خلیفہ محمد جان ۱۰ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ۱۶ اپریل اور ۱۳ اپریل ۱۹۲۱ء میں جن مسلمانوں نے ہڑتال کی ہے اور جلسے میں شریک ہوئے ہیں ان کی بیبیاں حرام ہوئیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

www.alahazratnetwork.org

الجواب

جس نے لوگوں کے مجبور کئے سے ہڑتال کی اس پر وہ الزام نہیں اگرچہ بلا مجبوری شرعی مجبور بن جانے کا الزام ہو، اور جس نے ایک طوفان بے تمیزی کی موافقت چاہی اس سے زائد کچھ نیت نہ تھی اس پر گناہ ہوا مگر وہ الزام اس پر نہیں اور جس نے کافروں کا سوگ منانے اور حکم مشرک کی تعظیم بجالانے کے لئے ہڑتال کی اس پر تجدید اسلام پھر تجدید نکاح کا حکم ہے؛

لان تبجیل الکافر کفر[1]، کما فی الظھیریۃ والاشباہ والدر وغیرھا من الاسفار العزو، وھو تعالٰی اعلم۔

کیونکہ کافر کی تعظیم کفر ہے، جیسا کہ ظہیریہ، اشباہ، در وغیرہ معروف کتب میں ہے۔ وھو تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۵: از مئوناتھ بھنجن ضلع اعظم گڑھ محلہ اللہ داد پورہ مسئولہ حکیم صابر حسین صاحب
۱۷ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ جو شخص ہنود کے خوش کرنے کے واسطے اپنے مذہب اسلام کی

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۱

پروا نہ کرے اور ان کے مذہب کی تائید کرے تو یہ شخص کس چیز کا مرتکب ہوگا؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جو شخص خوشنودیِ ہنود کے لئے دین اسلام کی پروا نہ کرے اور مذہب ہنود کی تائید کرے اگر یہ بات واقعی یونہی ہے تو اس پر حکم کفر لازم ہونے میں کوئی شبہہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۶: از چک ۲۲۴ متصل لائل خانقاہ چشت دربار صابری مسئولہ مولوی نظام الدین صاحب ۱۷ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے جواب میں کہ ایک نئی مسجد کے محراب کے دائیں طرف کاتب نے لکھا یا اللہ اور دوسری طرف یا محمد نقش کر دیا تو ایک غیر مقلد نے آکر کہا کہ یہ بُت کیوں لکھا ہے اس کو مٹا دو، معمار سے وہ مٹوادیا، اس کی اس حرکت سے مسلمان بہت رنجیدہ ہوئے اور پھر حضور کا نام مبارک لکھوادیا، اس پر وہ غیر مقلد کہنے لگا اگر گورو گوبند سنگھ کا نام لکھ دو یا کوئی بُت کھڑا کردو تو بہتر ہے، کیا اس شخص نے حضور کی بے ادبی کی ہے یا نہ؟ اور اس دریدہ دہنی سے یہ مسلمان رہ سکتا ہے یا نہ؟ بیّنوا توجروا۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

لا الٰہ الا اللہ لا الٰہ الا اللہ لا الٰـہ الا اللہ محمد رسول اللہ محمد رسول اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، الالعنۃ اللہ علی الظالمین الالعنۃ اللہ علی الظالمین الالعنۃ اللہ علی الظالمین۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں، حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں، حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں، اللہ تعالٰی کی طرف سے ان پر صلوٰۃ وسلام، اللہ تعالٰی کی طرف سے ان پر صلوٰۃ وسلام، اللہ تعالٰی کی طرف سے ان پر صلوٰۃ وسلام، سنو ظالموں پر اللہ کی لعنت، سنو ظالموں پر اللہ کی لعنت، سنو ظالموں پر اللہ کی لعنت۔ (ت)

شخص مذکور کافر کافر کافر مرتد مرتد مرتد ہے من شك فی کفرہ فقد کفر[1] جو اس کے کافر ہونے میں شک

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب احکام الجزیہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۷۷

24 کرے خود کافر ہے، مسلمانوں کو اس سے میل جول حرام، اس سے سلام وکلام حرام، اس کے پاس بیٹھنا حرام، اسے اپنے پاس بیٹھنے دینا حرام، بیمار پڑے تو اسے پوچھنے جانا حرام، مرجائے تو اسے مسلمانوں کی طرح غسل وکفن دینا حرام، اس کے جنازہ پر نماز حرام، اسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا حرام، اس کی قبر پر جانا حرام۔

قال اللہ تعالٰی واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[1]، وقال تعالٰی ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[2]، وقال تعالٰی ولا تصل علٰی احد منھم مات ابدا ولا تقم علٰی قبرہ[3]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔ (ت)

مسلمان دیکھیں وہابیہ کو یہ دشمنی ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے، اور پھر سادہ لوح ان کو مسلمانوں کا ایک فرقہ سمجھتے ہیں لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، ایک یہ بات یاد رہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک نہ کندہ کرنا چاہئے بلکہ اس کی جگہ یا رسول اللہ ہو، اور دیوار پر کندہ کرنے سے بہتر یہ ہے کہ آئینہ میں لکھ کر نصب کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ از دیوگڈھ میواڑ مرسلہ قاضی عبدالعزیز صاحب ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک گروہ نہ ہندو نہ مسلم دائم شارب الخمر، مشرک، سارق علانیہ ملکوں میں سیاحی کرکے نہ معلوم کس طرح سے فریب کرکے یا سرقہ کرکے ہزاروں روپوں کا سونا چاندی وزیورات وغیرہ لے آتے ہیں اور گیتا وبھاگوت پر عمل کرنے والے اور ہولی ودیوالی وگنگور وغیرہ کی پرستش کرنے والے جب نام لینا رام چندر بھگوت ہی کو پکارنا اور قسم بھی ان کی کھانا اسماء ولباس بھی اہلِ ہنود کا سا، کلمہ جن کو یاد نہیں اسلام سے بالکل ناآشنا محض نکاح ونمازِ جنازہ کے پابند ہیں، بعض اوقات سیاحی میں مردوں کو بھی آگ میں جلاتے ہیں اگر ان سے

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] ؍؍ ۱۱/ ۱۱۳

[3] ؍؍ ۹/ ۸۴

24
24

کہاجاتا ہے کہ طریقۂ اسلام پر ہو جاؤ اور شرک و شراب سے اجتناب کرو، تو کہتے ہیں کہ یہ ہم سے چھوٹ نہیں سکتے ہیں ہمارے آباء واجداد سے یہ طریقہ جاری ہے اور کلمہ پڑھنے سے پورا انکار ہے نہ کما حقہ اقرار، برسوں سے ان کی راہِ ہدایت کی کوشش کی جارہی ہے لیکن یہ قوم اپنی حرکاتِ ناشائستہ سے باز نہیں آتی، ایسی حالت میں ان مشرکوں، شراب خوروں، مُردوں کی نماز جنازہ و نکاح وغیرہ جائز ہے یا کیونکر؟ اسی طرح جو تھوڑے عرصہ میں کہیں سے سونا لے آتے ہیں اس کے روپے کو مسجد کی تعمیر و میلاد و مصرف کارِ خیر میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ اور مسلمانوں کو یہ مال کیسا ہے؟ تو نکاح پڑھانے والا اور اس مال کا لینے والا گنہگار ہوگا یا نہیں؟ بالتفصیل ارقام فرمائیں، رب العزت آقائے نامدار کو فی الدارین جزائے خیر عطا فرمائے۔

الجواب

یہ لوگ اگر باوصف ان حرکات کے اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں تو مرتد ہیں ورنہ کافر مشرک، بہرحال ان سے شادی بیاہ حرام وزنا، اور ان کے جنازہ کی نماز حرام قطعی، اور ان سے کوئی برتاؤ مسلمانوں کا سا رکھنا حرام، رہا نکاح پڑھانا اگر پہلی صورت کے ہیں جب تو ان کا نکاح کسی سے ممکن ہی نہیں، نہ مسلمان سے نہ کافر سے، نہ اس کے ہم مذہب مرتد سے، نہ ان کے مرد کا نہ عورت کا۔ اور اگر دوسری صورت کے ہیں تو مسلمان عورت کا ان سے یا مسلمان مرد کا ایسی عورت سے نکاح باطل و حرام ہے، ان صورتوں میں نکاح پڑھانے والا زنا کا دلال ہے اور اگر وہ مرتد نہیں اصلی کافر ہیں تو ان کے عورت و مرد کا نکاح اگرچہ کسی کافر یا کافرہ سے ہو سکے مگر مسلمان کو اس کا پڑھانا نہ چاہئے وہ سونا کہ جلد لے آتے ہیں اگر معلوم یا گمان غالب ہو کہ چرا کر یا ٹھگ کر لاتے ہیں تو اس کا لینا بھی حرام اور اسے مسجد یا میلاد مبارک یا کسی کارِ خیر میں صرف کرنا بھی حرام، اگر اس کا گمان غالب نہیں شک ہے تو بچنا بہتر اور لیں اور لگائیں تو گناہ نہیں،

قال محمد به ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینه[1]، ذخیرہ الهندیة۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

امام محمد فرماتے ہیں ہم اسی پر عمل پیرا ہیں، جب تک کسی شَے کو ہم حرام لعینہ نہ جان لیں، ذخیرہ، ہندیہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی فی الھدایا والضیافات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۲

مسئلہ ازمیرٹھ دفتر رسالہ خیال بازار بزازہ مرسلہ حافظ سید ناظر حسین چشتی صابری عابدی و سید عزیز احمد چشتی صابری عابدی و شرف الدین احمد صوفی وارثی قادری رزاقی ۴ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اشرف علی صاحب تھانوی کے ایک معتقد نے اپنے خواب و بیداری کا حال جو ذیل میں درج ہے لکھ کر تھانوی کے پاس بھیجا جس کا جواب انھوں نے رسالہ الامداد ماہ صفر ۱۳۳۶ھ میں حسب ذیل الفاظ میں دیا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ جواب ان کا بموجب شرع شریف کہاں تک درست اور صحیح ہے؟ نیز حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مسلک کے مطابق تھانوی صاحب کی نسبت حکم شرع شریف کا کیا صادر ہوتا ہے؟

خلاصۂ خواب: بجائے کلمہ طیبہ کے دوسرے جزء کے یوں پڑھتا ہوں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نام نامی کی جگہ تھانوی کا نام لیتا ہوں ہر چند قصد کرتا ہوں لیکن یہی زبان سے نکلتا ہے بعد بیداری اس غلطی کی تلافی میں درود شریف پڑھنا چاہا تو اس میں بھی بے اختیار تھانوی کا نام زبان پر آجاتا ہے۔[1]

جوابِ خواب: اس واقعہ میں تسلی ہے کہ جس کی طرف رجوع کرتے ہو وہ متبع سنت ہے۔[2]

www.alahazratnetwork.org

الجواب

سیدی امام بوصیری قدس سرہٗ صاحب بُردہ شریف ام القرٰی میں فرماتے ہیں، ما علی مثلہ بعد الخطاء[3] (خطا کے بعد اس کی مثل مجھ پر نہیں ۔ ت) دیوبندیوں کے کفر کا پانی ان کے سر سے گزر گیا ہے جس کا حال کتاب مستطاب "حسام الحرمین شریف" سے ظاہر ہے یہ لوگ اللہ و رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو شدید گالیاں دے چکے اور ان پر اب تک قائم ہیں، ان علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق نام بنام ان سب کی تکفیر کی اور صاف فرمایا،

من شك فی کفرہٖ وعذابہ فقد کفر[4] ۔ جس نے ان کے کفر و عذاب میں شک کیا وہ بھی کافر ہے (ت)

جو ان کے اقوال پر مطلع ہو کر ان کے کافر ہونے میں شک بھی کرے وہ خود کافر، پھر ایسوں کی کسی بات کی شکایت کیا، ان کے بڑے قاسم نانوتوی نے تحذیر الناس میں صاف لکھ دیا کہ "اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔"[5]

---

[1] رسالہ الامداد مطبوعہ تھانہ بھون ص ۳۵ [2] ایضاً

[3] القصیدۃ الہمزیۃ فی المدح النبویۃ مع حاشیۃ الفتوحات الاحمدیۃ المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ص ۳۹

[4] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب احکام الجزیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۷۷

حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۳۱

[5] تحذیر الناس کتب خانہ امدادیہ ص ۳۴

یہ حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کی خاتمیت سے صاف انکار ہے اور آیہ کریمہ ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین[1] (اور لیکن آپ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔ ت) کی صریح تکذیب ہے پھر یہ لوگ اگر صاف صاف ادعائے نبوت ورسالت کریں تو ان سے کیا بعید ہے۔ مسلمان ہوتا تو ایسی بات سن کر لرز جاتا اور اس کفر بکنے والے سے کہتا کہ خبیث منہ بند کر کفر نہ بک، نہ کہ اسے اور تسلی دی اور اس کی رجسٹری کردی،

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[2] واللہ تعالیٰ اعلم۔ اب جانا چاہتے ہیں کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ واللہ تعالےٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۹ تا ۱۲۰: مسئولہ محمد خلیل الدین صاحب صدیقی بریلوی از کانپور امین گنج ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین ومفتیان شرع مبین اس مسئلہ میں کہ ایک مقلد شخص ایک آزاد شخص کی کہ جس کی تعریفات ذیل میں لکھی جاتی ہیں نماز میں اقتدا نہیں کرتا کیا بوجہ ترک اقتدا ایسے آزاد شخص کی یہ شخص مقلد قابل ملامت ہے۔

(۱) شخص آزاد اپنے آپ کو صدر العلماء اور شیخ الشیوخ مشہور کرتا ہے۔ فلسفۂ قدیم وجدید سائنس و کمسٹری سنسکرت وانگریزی کا ماہر واستاذ، پیر روشن ضمیر اور مناظر وداعی اسلام ہونے کا دعوٰی کرتا ہے اور شیخ الاسلام ہند ہونے کا متمنی وامیدوار ہے، لیکن فقہ حنفیہ کی تحقیر علانیہ کرتا ہے اور آیات قرآنی واحادیث نبوی کے معانی وتفسیر اپنی رائے سے بیان کرتا ہے، امام غزالی اور امام رازی کو اپنے مقابلہ میں احمق وسفیہ کہتا ہے اور شبلی نیچری کی طرح صحابہ ومحدثین ومفسرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جھوٹا سمجھتا ہے۔

(۲) اپنے لب بالا کے بال سکھوں کی طرح بڑھائے رکھتا ہے۔

(۳) موسم سرما میں بعد جماع کے غسل جنابت اور وضو کے بجائے تیمم کرکے بارہا امامت کی۔

(۴) مسجد میں بیٹھ کر مسجد کے ظروف گلی میں اسپرٹ آمیز دوائی اسپرٹ کو حرام ونا پاک نہیں سمجھتا ہے۔

(۵) سود پر روپیہ دیتا ہے اور سود لینا جائز سمجھتا ہے۔

(۶) رمضان میں بلا عذر علالت ومسافرت روزوں کے بجائے فدیہ دے دینا کافی سمجھتا ہے، یطیقونہ

---

[1] القرآن الکریم ۳۳ /۴۰

[2] " " ۲۶ /۲۲۷

میں سلب ماخذ یا حذفِ لا کو نہیں مانتا۔

(۷) ایک محصنہ عورت سے ربط وضبط پیدا کرکے اس کے شوہر کو دھوکا دے کر طلاق دلوا کر اپنے تصرف میں لایا۔

(۸) اس کے دُور کے رشتہ دار اس کی جوروؤں کے ساتھ اس کے پیچھے اور اس کے سامنے بے تکلف مخالطت رکھتے ہیں اور وہ منع نہیں کرتا، اس کی جورو اس کے ماں باپ کو مغلظات فحش گالیاں دیتی ہے اور وُہ خاموش سُنتا رہتا ہے۔

(۹) ایک مرتبہ نمازِ مغرب میں دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا، آگاہ کرنے پر کہا کہ بحالتِ مسافرت قصداً قصر کیا تھا۔

(۱۰) ایک مرتبہ نمازِ عشاء میں ایک رکعت میں آیۃ الکرسی پڑھی لیکن چند الفاظ چھوڑ گیا متنبہ کرنے پر کہا کہ تین آیت کی مقدار پڑھنے کے بعد غلطی ہوجانے سے نماز کا اعادہ ضروری نہیں۔

(۱۱) ہزارہا مسلمانوں کے ایک جلسہ میں ایک آیت کی تفسیر میں رجال کے معنی میں عورتوں کو بھی شامل کرکے بیان کیا کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نہ کسی مرد کے باپ تھے اور نہ کسی عورت کے باپ تھے۔

www.alahazratnetwork.org

(۱۲) اپنے پیر کو کہتا ہے کہ وُہ بمنزلہ حضرت یحیٰی علیہ السلام کے ہے اور اپنے آپ کو بمنزلہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا پیر جب کسی کو مرید کرتا ہے اس سے مراد ہے کہ میری بیعت لیتا ہے اور جو دوسرے مشائخ مرید کرتے ہیں وُہ بھی میری بیعت میں داخل ہوتے ہیں اسی طرح کنایۃً دعوٰی نبوت و رسالت بھی کرتا ہے۔

الجواب

(۱) فقہ حنفی کی تحقیر ضلالت ہے۔ تفسیر بالرائے حرام، امام غزالی اور امام رازی کو اپنے مقابلہ میں ایسے الفاظ خفیفہ سے یاد کرنا سخت تکبر ہے اور متکبروں کا ٹھکانا جہنم ہے۔

الیس فی جھنم مثوی للمتکبرین[1]۔ کیا مغرور کا ٹھکانا جہنم میں نہیں (ت)

صحابہ کرام کو جھوٹا سمجھنے والا گمراہ بددین ہے۔ اور اگر سب صحابہ کو عموماً ایسا سمجھے تو کافر بالیقین ہے۔

(۲) لب بالا کے بال حد سے متجاوز رکھنا سنت کی مخالفت اور کافروں سے تشبہ ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۶۰

(۳) پانی اگر ضرر نہ کرتا ہو تو صرف خوفِ سردی سے تیمم کرنا حرام ہے اور نماز باطل اور اس کے پیچھے سب کی نماز باطل، ایسا کرنے والا اشد فاسق۔

(۴) اسپرٹ حرام ہی نہیں بلکہ نجس بھی ہے، اپنے ہی منہ میں پینا تو حرام و نجس چیز کھانے پینے کا آج کل ہر شخص کو اختیار ہے، مگر مسجد کے برتن نجس کئے کہ مسلمانوں کے جامہ و بدن ناپاک اور وضو و نماز باطل ہوں یہ صاف دلیل ہے کہ یہ شخص شریعت پر سخت جری و بیباک ہے۔

(۵) سُود لینے کو حلال جاننا کفر صریح ہے اور حرام جان کر ایک درم سُود کھانا اپنی ماں سے ۳۶ بار زنا کے برابر ہے،

من اکل درھم ربًا وھو یعلم فکانما زنی بامه ستا وثلثین مرۃً۔[۱] جس نے عمدًا ایک درہم سُود کھایا اس نے اپنی ماں سے چھتیس ۳۶ دفعہ زنا کیا۔ (ت)

(۶) بے عذر مرض و سفر روزے رمضان کے نہ رکھنا اور فدیہ کافی جاننا قرآن عظیم کی تحریف اور نئی شریعت کا ایجاد اور جہنم کبرٰی کا استحقاق ہے۔

نولہ ما تولی ونصلہ جھنم وساءت مصیرًا۔[۲] ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بُری جگہ پلٹنے کی۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

(۷) سائل نے تصرف میں لانا مطلق لکھا اگر بلا نکاح یا عدت کے اندر نکاح کے ساتھ ہے تو زنا ہے ورنہ دھوکا دینے پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

من غشنا فلیس منا۔[۳] جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں۔ (ت)

(۸) اپنی منکوحہ پر غیرت نہ کرنے والا دیوث ہے اور ماں باپ کو فحش گالیاں جورو سے سن کر خاموش رہنے والا عاق ہے اور دیوث و عاق دونوں کو فرمایا کہ وہ جنت میں نہ جائیں گے۔

(۹) مغرب میں قصر کرنا نئی شریعت کا نکالنا اور اللہ تعالٰی پر افترا ہے،

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا

---

[۱] مسند امام احمد بن حنبل حدیث حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالٰی عنہ دارالفکر بیروت ۵/۲۲۵
[۲] القرآن الکریم ۴/۱۱۵
[۳] صحیح مسلم کتاب الایمان باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من غشنا فلیس منا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷۰

لا یفلحون[1] نہ ہوگا۔ (ت)

(۱۰) آیۃ الکرسی میں چند الفاظ کا بیچ میں سے چھوڑ جانا اگرچہ ایک مذہب پر مطلقاً مفسد نماز ہے جبکہ صرف آیۃ الکرسی ہی پڑھی ہو اور جب کوئی لفظ چھوٹ گیا آیت پوری نہ ہوئی، مذہب راجح میں بے فسادِ معنی فسادِ نماز نہیں، اور واجب بھی ادا ہوجائے گا جبکہ باقی تین آیت کی قدر ہو مگر یہ مسئلہ کہ تین آیت کی قدر پڑھنے کے بعد کوئی غلطی مفسدِ نماز نہیں ہوتی محض باطل۔

(۱۱) یہ صراحۃً آیۂ کریمہ یایھا النبی قل لازواجك وبناتك[2] (اے نبی! اپنی بیبیوں اور صاحبزادیوں سے فرمادو۔ ت) کی تکذیب ہے اور آیت کی تکذیب کفر۔

(۱۲) اس قول میں کمال تکبر ہے اور وہ آیۂ کریمہ لقد استکبروا فی انفسھم وعتوا عتوا کبیرا[3] (بیشک اپنے جی میں بہت ہی اونچی کھینچی اور بڑی سرکشی پر آئے۔ ت) میں داخل ہوتا ہے اور یہ کہ جو بیعت لیتا ہے میری ہی لے لیتا ہے در پردہ رسالت و نبوت یا کم از کم غوثیتِ عظمٰی کا ادعا ہے، بالجملہ افعال و اقوال مذکورہ فسق و ضلال و کفر میں دائر ہیں ایسے شخص کے پیچھے نماز باطل محض ہے، جو مسلمان اس کی اقتداء سے بچتا ہے وہ بہت اچھا کرتا ہے اس پر ملامت حق پر ملامت ہے، جو اس کے پیچھے نماز پڑھے وہی مستحق ملامت، بلکہ سزا اور عذاب شدید ہے، والعیاذ باللہ، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۱: از شہر پونہ گھوڑ پوڑی بازار متصل مسجد مکان ۲۷ بھولی بخش بالور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت ہے، وہ پیشتر قوم چمار تھی بعد میں مسلمان ہو کر ایک مرد مسلمان سے اس نے نکاح کرلیا، اس سے پہلے اسی قوم میں شادی ہوچکی تھی، کیونکہ اس کے ایک لڑکا ہے، اب وہ عورت اپنی قوم میں جانا چاہتی ہے اور اس کے خاندان کے لوگ اور اس کا بیٹا اس کو ورغلا رہے ہیں کہ تو اپنی قوم میں آجا تجھ کو اچھی طرح رکھیں گے اور وہ عورت میرے یہاں کھانا پکانے پر ملازم ہے اور وہ عورت بھی جانا چاہتی ہے، تو اب ہم کو شرع شریف کیا حکم دیتی ہے کہ ہم کس طریقہ سے اس کو رکھیں اور اس کے اسلام میں تو کوئی ضعف نہیں ہے اور ہم کو اُسے

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۶۹
[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۹
[3] القرآن الکریم ۲۵/ ۲۱

کیسی امداد دینی چاہیے اور وہ میرے قبضہ میں بھی ہے اور اس کو ہم نے سمجھا سمجھا کر رکھا ہے ورنہ وہ اب تک اپنی قوم میں شریک ہوجاتی، فقط۔

الجواب

جب وہ کافروں میں جا ملنا اور کافر ہونا چاہتی ہے تو وہ کافر ہوگئی جبراً روک رکھنے سے مسلمان نہیں ہوسکتی، ہاں اگر یہ سمجھا جائے کہ اس روکنے سے وہ خواہشِ کفر اس کے دل سے نکل جائے گی اور پھر صدق دل سے مسلمان ہوجائے گی تو روکا جائے ورنہ بیکار کیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۲: از درو ڈاک خانہ خاص ضلع نینی تال مرسلہ عبداللہ ۶ شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کچھ آدمی حضور کے عقائد کو بہت اچھا اور بہتر جانتے ہیں اور دیوبندی مولویوں کے عقاید کو بہت بُرا جانتے ہیں اور بڑے پکے سنت جماعت ہیں لیکن بسبب بے علمی اور نادانی کے ان کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں، حضور کی تحریروں سے اتنا شوق نہیں ہے اور ناحق معلوم کریں، آیا ان کے پیچھے بھی نماز پڑھی جائے یا نہیں؟ اور اس مرض میں بہت مخلوق مبتلا ہے۔

الجواب

جسے یہ معلوم ہو کہ دیوبندیوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین کی ہے پھر ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اسے مسلمان نہ کہا جائے گا کہ پیچھے نماز پڑھنا اس کی ظاہر دلیل ہے کہ ان کو مسلمان سمجھا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کو مسلمان سمجھنا کفر ہے اسی لئے علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق دیوبندیوں کو کافر مرتد لکھا اور صاف فرمایا کہ،

من شك فی کفرہ وعذابه فقد کفر[1] جس نے ان کے کفر و عذاب میں شک کیا وہ بھی کافر ہے (ت)

جو ان کے عقائد پر مطلع ہو کر انھیں مسلمان جاننا درکنار ان کے کفر میں شک ہی کرے وہ بھی کافر، اور جن کو اس کی خبر نہیں اجمالاً اتنا معلوم ہے کہ یہ بُرے لوگ بدعقیدہ بدمذہب ہیں وہ ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے سخت اشد گنہگار ہوتے ہیں اور ان کی وہ نمازیں سب باطل وبیکار، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۳: از بخشی بازار کٹک مرسلہ محمد عبدالرزاق صاحب ۱۲ رمضان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا عقیدہ ہے کہ اللہ و رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب احکام الجزیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۷۷
حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۳۱

علیہ وسلم کا علم برابر ہے، اور دوسرا شخص یہ کہتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے مغیبات عطیہ تھے خدا کے علم کے مقابلے میں حضرت کا علم کروڑہا سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ سے بھی کم ہے، اور شخص اوّل شخص دوم کو کافر و مشرک و وہابی جانتا ہے خواہ عالم ہو یا جاہل، ہم لوگوں نے یہ سنا ہے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کے برابر کوئی عالم نہیں ہے اور مجدد مائۃ حاضرہ آپ ہی ہیں، اور شخص اول ایصال ثواب کو جو عوام الناس دن مقرر کرتے ہیں واجبات میں سے جانتا ہے، اور جو ایصال ثواب کو بلا تعیین کرتا ہے اس کو خاطی کہتا ہے اور اہلسنت سے خارج، اور ایصال ثواب کے واسطے دن مقرر کرنے کو سنت سمجھتا ہے اور کہتا ہے مجدد مائۃ حاضرہ کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ اس میں حق کیا ہے؟ اور ان دونوں میں کون کافر ہے کون مسلمان؟

الجواب

علم الٰہی سے مساوات کا دعوٰی بیشک باطل و مردود ہے مگر تکفیر اس پر بھی نہیں ہوسکتی جب کہ بعطائے الٰہی مانے، اور بلاشبہہ حق یہی ہے کہ تمام انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین و اولین و آخرین کے مجموعہ علوم مل کر علم باری سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو ایک بوند کے کروڑویں حصہ کو کروڑوں سمندروں سے ہے۔ اور ایصال ثواب کے لئے تعیینِ تاریخ بلاشبہہ جائز ہے اور سنتِ مسلمین، یعنی ان کا طریقہ مسلوکہ ہے، مگر اسے واجب جاننا باطل محض ہے یونہی سرکار رسالت کی سنت سمجھنا، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۲ از گڑھنگ لچ ڈاکخانہ ضلع کولھاپور جامع مسجد مرسلہ آدم شاہ پیش امام ۱۴ رمضان ۱۳۳۸ھ

ایک خاندانی شخص آئینِ دینِ متین و قوانینِ شریعت کو قصداً و عمداً نہیں مانتا اور اپنے ہی قول و فعل پر ہٹ دھرمی کرتا ہو یعنی قطعی جان بوجھ کر اپنی لڑکی کے حرام کی کمائی کھاتا ہو اور وضع حمل حرام ہونے تک اپنے گھر میں رکھ کر ہر قسم کا برتاؤ کرتا اور کسی کی نصیحت بھی نہ مانتا ہو ایسے موذی شخص کے بارے میں علمائے دین کس قسم کے برتاؤ کا حکم دیتے ہیں؟

الجواب

ایسا شخص سخت خبیث و مردود و دیّوث ہے بحکم حدیث اس پر جنت حرام ہے اور بحکم قرآن عظیم اس کے پاس بیٹھنا جائز نہیں،

قال اللہ تعالٰی و امّا ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

مسلمان اُسے یک لخت چھوڑ دیں اور اس سے سلام کلام، میل جول سب ترک کردیں جب تک صدق دل سے توبہ نہ کرلے، اس سے زیادہ یہاں کیا سزا ہوسکتی ہے! واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۵: از سرائے چھبیلہ ضلع بلند شہر مرسلہ راحت اللہ صاحب امام مسجد جامع ۱۹ رمضان ۱۳۳۸ھ

زید کہتا ہے کہ سُود کے معنی اور ہیں اور بیاج کے معنی اور، ہم بہت نہیں لیتے ہیں۔ اور کھُلم کھلا سُود کھاتا ہے اور اوروں کو کہتا ہے کہ تم سُود کے معنے نہیں جانتے، اور جائز کہتا ہے، اس کے اصرار پر شرع کا کیا حکم ہے؟

الجواب

سود مطلقًا حرام ہے بہت ہو یا تھوڑا، قال اللہ تعالٰی وحرم الربٰو[1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور حرام کیا سُود۔ ت) زید کا اسے حلال کہنا اس کی حلت پر اصرار کرنا موجبِ کفر ہے، اس پر توبہ فرض ہے، از سرِ نو مسلمان ہو، پھر اگر عورت راضی ہو تو اس سے نکاح جدید کرے، اور اگر نہ مانے تو مسلمان اسے قطعًا چھوڑ دیں اس کے پاس بیٹھنا اٹھنا حرام ہے،

قال تعالٰی واما ینسینك الشیطٰن فلاتقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۱۲۶: از موضع پرتاب پور پرگنہ و ضلع بریلی مرسلہ محبوب عالم صاحب ۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مرید خاندان عالیہ مداریہ میں ہے اور نماز و روزہ کا پابند ہے اور بصدقِ دل کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہے، خدا کو حق اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو برحق اور عقیدۂ اہل سنت وجماعت کا پابند ہے لہذا خدمت بابرکت میں مستدعی ہے کہ عند الشرع ایسا شخص مسلمان اور صاحب ایمان ہے یا نہیں؟

الجواب

جب وہ اللہ و رسول کو برحق جانتا ہے اور تمام عقائد ایمانیہ کا سچے دل سے معتقد ہے اور کوئی قول یا فعل تکذیب یا توہین کا اس سے صادر نہیں ہوتا، جاہل مداریوں وغیرہم کی طرح شریعت کو لغو نہیں سمجھتا تو بیشک وہ مسلمان ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵

[2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

مسئلہ ۱۲۷ تا ۱۲۹ مسئولہ آدم ابراہیم صاحب از کچھ انجار ضلع کچھ بھوج بھوم پیر

(۱) ایک شخص کہتا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ فرض ہے محمد رسول اللہ واجب ہے کیونکہ قرآنی آیت سے تو پورا کلمہ ایک جگہ ثابت نہیں، ہاں احادیث سے ضرور ثابت ہے، غلط ہے یا صحیح؟

(۲) ایک شخص کہتا ہے کہ ہم کو قرآن وحدیث سے ضرور نہیں تم آپ ہی اس کے ورق لوٹا کرو، نماز تم ہی پڑھو، سر نیچے اور چوتڑ اوپر کون کرے، ایسے لوگوں کو کیا کہنا چاہئے اور بیعت ان سے کرنا کس طرح ہے؟ زعم یہ ہے کہ قرآن مولویوں نے بنایا ہے مولویوں کے قرآن کو نہ ماننا چاہئے۔

(۳) ایک شخص بروئے حلف یہ کہے کہ میں مسلمان ہوں وہابی نہیں، اللہ کو ایک جانتا ہوں رسول اللہ کو نبی برحق اور اولیائے عظام کو برابر جانتا ہوں، کرامت کا قائل ہوں، حنفی مذہب کا پابند ہوں، جو لوگ پھر بھی اعتبار نہ کریں تو کیا کیا جائے، قرآن اور اللہ پر یقین نہ کرنے والوں کو کیا کہا جائے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) وہ شخص جھوٹ کہتا ہے، شریعتِ مطہرہ پر افترا کرتا ہے لا الٰہ الا اللہ، محمد رسول اللہ دونوں کا ماننا ہر فرض سے اعظم فرض اور یکساں فرض ہے، دونوں قرآن مجید میں ہیں، یکجا نہ ہونے سے ایک کی فرضیت کیوں جاتی رہی بلکہ ان کی فرضیت تو قرآن مجید ماننے سے بھی مقدم ہے، قرآن مجید کا ماننا ان کے ماننے پر موقوف ہے بلکہ ان میں بھی پہلا جملہ بغیر دوسرے جملہ کے بیکار ہے اور دوسرے جملہ کے ماننے میں پہلے کا ماننا خود آگیا صرف لا الٰہ الا اللہ سے مسلمان نہیں ہوسکتا اور صرف محمد رسول اللہ سچے دل سے ماننا اسلام کے لئے کافی ہے جواسے ماننے محال ہے کہ لا الٰہ الا اللہ نہ مانے۔ درمختار میں ہے:

یلقن بذکر الشہادتین لان الاولی لاتقبل بدون الثانیۃ۔[1]

(میت کو) دونوں شہادتوں کی تلقین کی جائے کیونکہ پہلی شہادت (توحید) دوسری شہادت (رسالت) کے بغیر مقبول ہی نہیں۔ (ت)

یہ کہنے والا اگر فرق فرض وواجب سے غافل ہے یونہی سُنی سنائی اتنا جانتا ہے کہ فرض کا مرتبہ زیادہ ہے جب تو اسی قدر حکم ہے کہ کذاب ہے بیباک ہے، شریعت پر مفتری ہے، مستحق عذاب نار ہے اس پر توبہ فرض ہے، اور اگر فرق جان کر کہتا ہے کہ محمد رسول اللہ (حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۹

اللہ کے رسول ہیں۔ت) کا ماننا یقینی لازم نہیں صرف ظنی ہے، تو قطعاً کافر مرتد ہے۔

(۲) اس میں تین الفاظ ملعونہ اور تینوں کفر خالص ہے کافر مرتد کے ہاتھ پر بیعت کیا معنی! جو ان اقوال پر مطلع ہو کر اسے مسلمان جانتے یا اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ بزازیہ و مجمع الانہر و درمختار وغیرہا میں ہے:

من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[1] جس نے ان کے کفر و عذاب میں شک کیا وہ بھی کافر ہے (ت)

(۳) اگر اس میں کوئی بات وہابیت کی نہ دیکھی نہ کوئی قوی وجہ شبہہ کی ہے تو بلا شبہہ نہ کیا جائے بدگمانی حرام ہے، اور اگر اس میں وہابیت پائی تو ثابت شدہ بات اس کی قسموں سے دفع نہ ہو جائے گی، وہابی اکثر ایسی قسمیں کھایا کرتے ہیں،

قال اللہ تعالٰی یحلفون باللہ ما قالوا ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامھم[2] اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انھوں نے نہ کہا، اور بیشک ضرور انھوں نے کفر کی بات کہی اور اسلام میں آکر بعد میں کافر ہو گئے۔(ت)

نہ ان کی قسموں کا اعتبار،

قال اللہ تعالٰی انھم لاایمان لھم[3] اللہ تعالٰی نے فرمایا، بیشک ان کی قسمیں کچھ نہیں (ت)

اور اگر کسی وجہ سے شبہہ ہے تو صرف ان قسموں پر قناعت نہ کریں بلکہ اس سے دریافت کریں کہ تو اسمٰعیل دہلوی و نذیر حسین دہلوی و رشید احمد گنگوہی و قاسم نانوتوی و اشرفعلی تھانوی اور ان کی کتابوں تقویۃ الایمان و معیار الحق و براہین قاطعہ و تحذیر الناس و حفظ الایمان و بہشتی زیور وغیرہا کو کیسا جانتا ہے، اگر صاف کہے کہ یہ لوگ بے دین گمراہ ہیں اور یہ کتابیں کفر و ضلالت سے بھری ہوئی ہیں تو ظاہر یہی ہے کہ وہابی نہیں ورنہ ضرور وہابی ہے، جھوٹوں کی قسم پر اعتبار نہ کرنا قرآن اور اللہ پر اعتبار کرنا نہیں،

اذا جاءک المنٰفقون قالوا نشھد انک لرسول اللہ واللہ یعلم جب منافق تمھارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بیشک یقیناً اللہ کے

---

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶
[2] القرآن الکریم ۹/۷۴
[3] ″ ۹/۱۲

www.alahazratnetwork.org

انك لرسوله ط والله يشهد ان المنفقين لكذبون ○ اتخذوا ايمانهم جنّة فصدوا عن سبيل الله ط انهم ساء ما كانوا يعملون[1] والله تعالٰی اعلم۔

رسول ہیں، اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو، اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں، اور انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال ٹھہرا لیا تو اللہ کی راہ سے روکا، بیشک وہ بہت ہی بُرے کام کرتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ان لوگوں کے بارے میں جو نہ تو علمائے کرام کے فتاوٰی پر عمل کریں اور نہ مانیں بلکہ علمائے کرام ورثۃ الانبیاء کو محض اس بغض پر کہ ان کے کاموں کو کیوں ناجائز بتلاتے ہیں بُرا کہیں۔

الجواب

یہ جو طلب کیا جاتا ہے وہ بھی تو فتوٰی ہی ہوگا جو فتوٰی نہیں مانتے ان پر اس کا کیا اثر ہوگا، عالم دین سے بلاوجہ ظاہر بغض رکھنے پر خوف کفر ہے نہ کہ جب کہ وہ بغض ان کا فتوٰی شرعی ہو۔ منح الروض وغیرہ میں ہے:

من ابغض عالما بغیر سبب ظاهر خیف علیه الکفر[2]

جس نے سبب ظاہری کے بغیر کسی عالم سے بغض رکھا اس پر کفر کا خوف ہے (ت)

عالمِ دین کی توہین کھلے منافق کا کام ہے اور فقہ میں ان پر حکم کفر۔ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثة لا یستخف بحقهم الا منافق بین النفاق ذو العلم وذو الشیبة فی الاسلام وامام مقسط[3]

تین آدمیوں کی بے ادبی و توہین کرنے والا اعلانیہ منافق ہے: صاحبِ علم، مسلمان بوڑھا اور عادل حاکم۔ (ت)

مجمع الانہر میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۶۳/ ۱-۲

[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی العلم والعلماء مصطفی البابی مصر ص ۱۷۳

[3] المعجم الکبیر حدیث ۷۸۱۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/ ۲۳۸

کنز العمال حدیث ۴۳۸۱۱ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۶/ ۳۲

الاستخفاف بالاشراف والعلماء کفر ومن قال للعالم عویلم او لعلوی علیوی قاصدا بہ الاستخفاف کفر[1]

سادات اور علماء کی توہین کفر ہے، جس نے بے ادبی وگستاخی کی نیت سے کسی عالم کو عویلم (ادنی عالم) یا کسی علوی کو علیوی کہا اس نے کفر کیا (ت)

مگر وہاں کیا جائے شکایت جہاں قرآن وحدیث کی عربت پرستی پر نثار کی جاتی ہو۔

سبحٰن مقلب القلوب والابصار ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

پاک ہے وہ ذات جو دل ونگاہ کو بدل دیتی ہے، اے ہمارے پروردگار! ہمیں اپنی ہدایت عطا کرنے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ فرما اور ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا فرما، بلاشبہہ تو ہی عطا کرنے والا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۱ تا ۱۳۳: مسئولہ میر فدا علی صاحب از شہر کہنہ انسپکٹر چونگی ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) زید عالم فرقہ وہابیہ کے شاگرد کے پیچھے روزانہ نماز پڑھتا ہے اور عالم مذکور کے کہنے کو مانتا ہے خواہ وہ کہنا اس کا کسی طور پر بظاہر نیک کام کے واسطے ہو اور خود بھی مشورہ کے لئے اس کے پاس جاتا ہے نیز عالم اہل سنت کی خدمت حاضر ہوتا ہے خواہ یہ حاضری کسی نیک کام کے لئے ہو اور اپنے آپ کو سُنّی بھی کہتا ہے، ایسی حالت میں بموجب شریعت کے اہل سنت وجماعت کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(۲) عمرو عالم فرقہ وہابیہ کے شاگرد کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اور اپنے آپ کو سُنّی کہتا ہے اور اعتراض ہونے پر یہ جواب دیتا ہے کہ یہ علماء کے جھگڑے ہیں یہ ان کو بُرا کہیں وہ ان کو بُرا کہیں ہماری نماز سب کے پیچھے ہوجائے گی، علماء کی باتیں علماء جانیں، ایسی صورت میں عمرو سُنّی کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور ایسا جواب دینا اس کا ٹھیک ہے یا نہیں؟

(۳) بکر اپنے آپ کو سُنّی کہتا ہے اور فرقہ وہابیہ اور غیر مقلدوں کے معاملہ میں کہتا ہے کہ یہ سب قرآن وحدیث کے ماننے والے ہیں، جھگڑے کی باتیں نہیں نکالنا چاہیے، سب حق پر ہیں، ایسی

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب الفاظ الکفر انواع دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۵

[2] القرآن الکریم ۳/ ۸

کیفیت میں بکر کو سُنّی کہا جا سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) اگر وہابی کا شاگرد وہابی ہے اور یہ اسے وہابی جانتا ہے پھر اسے قابلِ امامت مانتا ہے خلاصہ یہ کہ کسی وہابی کو وہابی جان کر کافر نہیں جانتا تو وہ سُنّی کیا مسلمان بھی نہیں ہو سکتا۔

(۲) ایسی صورت میں عمرو سُنّی کیا مسلمان بھی نہیں کہ اس کے نزدیک اسلام و کفر یکساں ہیں اور کفر کا رد جھگڑا ہے۔

(۳) ایسی صورت میں بکر کافر و مرتد محض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۲ از شہر عقب کوتوالی مسئولہ ولایت حسین و عبدالرحمٰن ۹ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

علمائے دین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ میں ایمان سے کہتا ہوں اور قسم کھاتا ہوں کہ میں نہ تو پہلے قادیانی تھا اور نہ اب ہوں، قادیانی پر لعنت کرتا ہوں، میں اہل سنت و جماعت ہوں اگر کوئی شخص مجھ پر بعد توبہ کرنے کے الزام دے تو وہ مواخذہ دار ہوگا یا نہیں؟ یا اگر میرا میل کسی وقت ان لوگوں سے کوئی ثابت کرے تو میں سب لوگوں کا مواخذہ دار ہوں گا، قادیانی کو کافر جانتا ہوں۔ العبد ولایت حسین

گوایان، عبدالرحمٰن بقلم خود، مسیح اللہ بقلم خود، قادر حسین بقلم خود، امانت حسین بقلم خود، مولوی محمد رضا خاں بقلم خود، صادق حسین بقلم خود، محمد محسن بقلم خود، لیاقت حسین بقلم خود، فقیر محمد حشمت علی خاں رضوی، فقیر ایوب علی رضوی بقلم خود، قناعت علی قادری رضوی بقلم خود۔

الجواب

اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرماتا ہے اور بعد توبہ کے گناہ باقی نہیں رہتا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ[1] گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہوتا ہے کہ گویا گناہ کیا ہی نہیں۔

قادیانیوں کے ساتھ میل جول سے انھوں نے پہلے بھی ایک مجمع میں توبہ کی تھی اور آج پھر ایک مجمع میں توبہ کی تھی پھر ایک مجمع کے ساتھ آئے جن کے دستخط اوپر ہیں اور دوبارہ توبہ کی، توبہ کے بعد ان پر بلا وجہ جو کوئی الزام رکھے گا وہ سخت گنہگار ہوگا اور توبہ کے بعد اگر پھر یہ میل جول کریں گے تو ان پر گناہِ عظیم کا بار ہوگا مگر بلا وجہ توبہ کے

---

[1] سُنن ابن ماجہ کتاب الزہد باب الذکر التوبۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۳

بعد الزام رکھنا سخت جرم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۵ از تونسہ شریف تحصیل جام پور ضلع ڈیرہ غازی خاں مسئولہ عبدالغفور صاحب ۱۴ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

ایک مرزائی قادیانی کا سوال ہے کہ ابن ماجہ کی حدیث ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا،

ہر صدی کے بعد مجدد ضرور آئے گا۔

مرزا صاحب مجدد وقت ہے۔ عالی جاہا! اس قوم نے لوگوں کو بہت خراب کیا ہے، ثبوت کے لئے کوئی رسالہ وغیرہ ارسال فرمائیں تاکہ گمراہی سے بچیں۔

الجواب

مجدد کا کم از کم مسلمان ہونا تو ضرور ہے، اور قادیانی کافر مرتد تھا ایسا کہ تمام علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا کہ:

من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[1] جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر

www.alahazratnetwork.org

لیڈر بننے والوں کی ایک ناپاک پارٹی قائم ہوئی ہے جو گاندھی مشرک کو رہبر، دین کا امام و پیشوا مانتے ہیں، نہ گاندھی امام ہو سکتا ہے نہ قادیانی مجدد۔ السوء والعقاب و قہر الدیان و حسام الحرمین مطبع اہلسنت بریلی سے منگائیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۶ از شہر محلہ شاہ آباد مسئولہ شیخ الطاف احمد صاحب رضوی ۸ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میں نے مولانا صاحب مسجد جامع سے کہا کہ اگر رافضی تکبیر تمہاری جماعت میں آکر کہے تو تکبیر شمار کی جائے گی یا نہیں؟ کہا: رافضی کی تکبیر شمار نہیں کی جائے گی کیونکہ وہ مسلمان نہیں ہیں۔ میں نے کہا: اگر وہابی تکبیر کہے تو وہ تکبیر شمار ہوگی یا نہیں؟ کہا: تو کیا یہ مسلمان نہیں سمجھے جاتے ہیں کیا حرج ہے۔ میں نے کہا: یہ مسلمان نہیں سمجھے جاتے۔ جواب ملا: کیا خوب۔ علاوہ اس کے امام مسجد مذکورہ کی نشست بھی رہتی ہے، لہذا ایسی صورت میں اگر اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی تو اچھا کیا یا برا؟ نماز نہ پڑھنے والا توبہ کرے اور معافی چاہے یا امام؟ بیّنوا توجروا

---

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶
حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۳۱

الجواب

صورتِ مذکورہ میں ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز نہیں، اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنے والے نے بہت اچھا کیا، اس پر کچھ الزام نہیں، اس امام پر لازم ہے کہ توبہ کرے اور سُنّی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۷: از شہر محلہ کانکر ٹولہ مسئولہ سید فرحت علی صاحب ۱۸ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنت اس مسئلہ میں کہ زید مسلمانوں کے ایک گروہ کا سردار بننا چاہتا ہے، لیکن علمائے وہابیہ کو اچھا کہتا اور کہتا ہے کہ وہ علمائے دین ہیں، ان کے وعظ سنتا ہے، ان سے فتوے لیتا ہے، ان پر عمل کرتا ہے، نماز فجر کی اندھیرے سے پڑھتا ہے، اکثر نمازمیں سُنتیں ترک کرتا ہے، میلاد شریف میں قیام کے بعد آتا ہے یا پہلے سے کھڑا ہوجاتا ہے، اور کبھی آتا بھی نہیں، اور کہتا ہے کہ میلاد شریف اتنی دیر نہ پڑھنی چاہئے کہ نماز صبح کی قضا ہوجائے کیونکہ میلاد سے نماز مقدم ہے۔ زید سے مسلمانوں کو بدگمانی ہوئی تو زید نے کہا کہ میں اللہ کو جانوں، اس کے رسول کو پہچانوں، صحابہ کو سمجھوں، آل پر فدا ہوں۔ تو مسلمانوں نے کہا کہ اچھا تم گیارھویں شریف کرو یا میلاد شریف کرو۔ کہا میرے پاس پیسہ نہیں تم کرو میں بھی سر پر رکھ کر کھالوں گا۔ ایسی صورت میں مسلمان زید کو اپنا سردار مانیں اور اس کی باتوں پر عمل کریں اور اس سے میل جول رکھیں یا نہیں؟ اور جو مسلمان سردار مانیں یا اس سے ملیں اس کی باتوں پر عمل کریں ان پر کیا حکم ہے؟ اور زید ہمارے اہلسنت کے گروہ میں کس حکم سے داخل ہوسکتا ہے پھر اس حکم پر بھی اس کو سردار مانا جائے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

جو شخص دیوبندیوں کو مسلمان ہی جانے یا ان کے کفر میں شک کرے بفتوائے علمائے حرمین شریفین ایسا شخص خود کافر ہے کہ:

من شك فی کفرہ وعذابه فقد کفر[1] — جو اس کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے (ت)

پھر وہ سردارِ مسلماناں کیسے ہوسکتا ہے، گیارھویں شریف کی نیاز کھالینا دلیلِ اسلام نہیں بڑے بڑے کٹر وہابی جو اسے حرام وشرک کہتے ہیں کھانے کو آپ سب سے پہلے دوڑ دوڑ کر جاتے ہیں، ایسا شخص جب تک وہابیہ اور خصوصًا ان دیوبندیوں کو جنہیں علمائے حرمین شریفین نے کافر لکھا نام بنام بالاعلان کافر نہ کہے اس کی توبہ صحیح نہیں ہوسکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶
حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۳۱

25
25

مسئلہ ۱۳۸ تا ۱۵۳ از شہر کہنہ محلہ روہیلی ٹولہ مسئولہ محمد خلیل الدین احمد صاحب ۱۹ محرم ۱۳۳۹ھ

جس طرح کہ ایران میں باب اور بہاؤ کو پیشرو بنا کر بابی و بہائی جدید فرقے بنائے گئے اور ہندوستان میں گرونانک، کبیر، سید احمد جونپوری، سید احمد رائے بریلوی، سید احمد کولی، آغا خاں اور مرزائی قادیانی کو پیشوا، مہدی، لیڈر، نبی اور خدا بنا کر جدید فرقے بنائے گئے۔ اسی طرح اس وقت محض برائے نام مسلمان لیڈروں اور مولویوں نے ایک ہندو لیڈر مسٹر گاندھی کو اپنا پیشوا بنا کر ایک جدید فرقہ بنایا ہے اور ان کی نسبت اب تک بذریعۂ اخبارات، رسالہ جات، اشتہارات، مشاہدات اور مسموعات امور ذیل معلوم ہوتے ہیں،

(۱) ایک مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک سفر میں ایک کافر کو اپنا رہنما بنایا تھا اسی طرح ہم نے مسٹر گاندھی کو اپنا ہادی بنایا ہے، اور صاف لکھ دیا کہ ہمارا حال اس شعر کا مصداق ہے ؎

عمرے کہ بآیات و احادیث گزشت
رفتی و نثارِ بت پرستی کردی

www.alahazratnetwork.org

(وہ عمر جو آیات و احادیث میں گزری ہے وہ ختم ہوگئی اور وہ بت پرستی کی نذر کردی)

(۲) کہتے ہیں کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے عرب کے کافر قبائل سے موالات کی تھی ہم کفارِ ہند سے موالات کرتے ہیں۔

(۳) مسجد میں ہندوؤں سے منبر پر لکچر دلوائے گئے اور کہا گیا کہ مسجد نبوی میں وفودِ کفار قیام کرتے تھے اور اپنے طریقے پر عبادت بھی کرتے تھے، اور کفار کا داخلہ مخصوص بمسجد الحرام ایک خاص وقت کے واسطے منع تھا۔

(۴) بعض لیڈروں نے جن کو مولانا کا بھی خطاب دے دیا گیا ہے مندروں میں جا کر اپنے ماتھوں پر ہندوؤں سے ٹیکے لگوائے۔ کہتے ہیں کہ قشقہ شعارِ کفر اور منافیِ اسلام نہیں ہے۔

(۵) پارٹی مذکور کے اس مولانا نے ہمدم میں چھاپ دیا ہے کہ ہماری جماعت ایک ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہے جو ہندو مسلم امتیاز اٹھا دے گا اور سنگم و پریاگ کو مقدس مقام بنائے گا پارٹی مذکور نے اسے مقبول رکھا اور کسی نے چون وچرا نہ کیا۔

(۶) پارٹی مذکور کے اس مولانا نے شائع کیا ہے کہ اگر آج تم نے ہندو بھائیوں کو راضی کر لیا تو اپنے خدا کو راضی کرلوگے۔

(۷) ایک ہندو کی ٹکٹی اپنے کاندھوں پر اٹھاکر اس کی جے پکارتے ہوئے سروپا برہنہ مرگھٹ تک لے گئے ایک بُت اٹھایا گیا اس کے ساتھ سروپا برہنہ جے پکارتے سڑکوں پر گشت کیا گیا۔

(۸) اس کے ماتم کے لئے سروپا برہنہ مساجد میں جمع ہوئے اور اس کے لئے دعائے مغفرت اور نماز کے اشتہار دئے اور اس پر کاربند ہوئے، اس کے ماتم میں مسجدیں بے چراغ رکھی گئیں۔

(۹) ہولی کے سوانگ میں ہندوؤں نے بزرگانِ اسلام کی تحقیر و توہین کی، مسلمانوں نے ہندو مسلم اتحاد کو مدِ نظر رکھ کر کچھ تعرض نہ کیا اور چشم پوشی کی۔

(۱۰) مسٹر گاندھی کے فرمان کے بموجب روزے رکھے گئے اس کے حکم پر نفل نمازیں پڑھی گئیں اور کاروبار بند کرکے معطل رہے۔

(۱۱) ایک ہندو لیڈر کے حکم سے ایک ڈولا سجایا گیا اور اس میں قرآن مجید، بائیبل اور رامائن رکھ کر ان کی پوجا کراتے مندر میں لے گئے۔

(۱۲) مسٹر گاندھی اور اس کی قوم کو خوش اور راضی کرنے کی غرض سے ایک جائز مشروع فعل قربانی گاؤ کو ممنوع اور ترک کرکے در پردہ ایک شعار اسلام سے مسلمانوں کو باز رکھا گیا اور ایک امر حلال کو حرام قرار دیا گیا، ایک بکری کی قربانی ایک خاندان (اگرچہ ساٹھ ستر آدمیوں کا ہو) کی طرف سے جائز سمجھی گئی اور حضرت سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کو ناغیر ضروری بتایا گیا۔

(۱۳) خلافت کی مصنوعی حمایت کے حیلہ سے ہزار ہا مسلمانوں کو ہجرت افغانستان اور جہاد کی ترغیب دے کر خانماں برباد و ویران و پریشان بنایا گیا۔

(۱۴) کٹارپور کے ہندوؤں نے قربانی گاؤ کے پیچھے مسلمانوں پر شدید ظلم توڑے انھیں بے دریغ ذبح کیا، انھیں آگ سے جلایا، اس پر ان میں سے بعض گرفتار ہوئے جن پر ثبوت کامل ہوگیا اس خیر خواہ اسلام پارٹی نے ان کی معافی کے ریزولیوشن پاس اور گورنمنٹ کو ان کی رہائی کے لئے تار دئے اور مظالم مولا گڈھ کی طرف سے چشم پوشی و بے اعتنائی کی گئی۔

(۱۵) خلافت کی مصنوعی حمایت کے حیلے سے مسلمانوں کا لاکھوں روپیہ اقطاع ہندوستان اور یورپ کی سیروسیاحت اور تفریح و تفنن میں صَرف کیا جاتا ہے۔

(۱۶) خلافت کے مصنوعی حمایت کے حیلے عیسائیوں سے ترک موالات اور عدم تعاون عمل کے غیر ممکن العمل منصوبوں اور تجاویز پر عملدرآمد کرایا جاتا ہے اور مشرکین ہند کے ساتھ مواخات و موالات قائم کرکے بعض شعار کفر اختیار اور بعض شعارِ اسلام ترک کرائے جارہے ہیں، باوجود ان سب امور کے

وُہ اپنے کو مسلمان کہتے ہیں اور جو ان کی پیروی نہ کرے اس کو کافر کہتے ہیں، لہذا علمائے اہلسنت وجماعت اس فرقہ گاندھویہ اور اس کے پیشروان و پیروان کی نسبت جو عبداللہ کے بجائے عبدالگاندھی بن گئے ہیں اور دوسروں کو عبدالگاندھی بنا رہے ہیں صاف صاف احکام شرعی دربارۂ معاشرت و مناکحت و مصاہرت و نماز ظاہر و واضح فرما کر عنداللہ ماجور اور عندالناس مشکور ہوں۔

الجواب

(۱) قرآن وحدیث کی قدر کو معاذاللہ بت پرستی پر نثار کرنا قرآن وحدیث کی شدید توہین اور بت پرستی ملعونہ کی عظیم تعظیم ہے، یہ اگر کفر نہ ہو تو دنیا میں کوئی چیز کفر نہیں، کہاں زمین غیر معروف کا راستہ بتانے کے لئے کسی مشرک کو ساتھ لینا اور کہاں معاذاللہ اپنے دین کا اسے ہادی و رہبر بنانا اس کی نظیر بھی ہو سکتی ہے کہ کسی کا شیخ و امام و ہادیٔ دین بگّی میں سوار ہو بگّیبان کافر ہو اس امام کے بعض مرید بننے والے مشرک کو نماز میں اپنا امام کریں اور اسی شیخ مقتدا کے فعل سے سند لائیں کہ دیکھو بگّیبان کافر ان کے آگے بیٹھا تھا ہم نے اس کافر کو نماز میں اپنے آگے کر لیا تو کیا حرج ہوا، پھر یہ بھی اس وقت کا واقعہ ہے کہ ہنوز حکم جہاد نازل نہ ہوا، لکم دینکم ولی دین[۱] (تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین ۔ت) پر عمل تھا، پھر بتدریج کفار پر تغلیظ بڑھتی گئی اور اخیر حکم ابدی ناطق وہ نازل ہوا کہ:

www.alahazratnetwork.org

یایھا النبی جاھد الکفار والمنفقین واغلظ علیھم وماوٰھم جھنم ط وبئس المصیر[۲] ۔ اے غیب کی خبریں دینے والے (نبی) جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر، اور ان پر سختی کرو اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا ہی بُری جگہ پلٹنے کی (ت)

پہلے کے واقعات سے سند لانا اگر جاہل سے ہو تو جہل شدید ہے اور ذی علم سے تو مکر خبیث وضلال بعید۔

(۲) یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افترائے محض ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی کسی کافر سے موالات نہیں فرمائی اور کیونکر فرما سکتے حالانکہ ان کا رب عزوجل فرماتا ہے:

ومن یتولھم منکم فانہ منھم[۳] تم میں جو ان سے موالات کرے وہ بیشک انہیں میں سے ہے۔

---

۱ القرآن الکریم ۱۰۹/۶
۲ " ۹/۷۳
۳ " ۵/۵۱

حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو ان کے رب کا ابتدائی حکم یہ تھا:

فاصدع بما تؤمر و اعرض عن المشرکین[1] — اعلان کے ساتھ فرما دو جو تمہیں حکم دیا جاتا ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لو۔

اور انتہائی حکم یہ ہوا:

یایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم[2] — اے نبی! تمام کافروں اور منافقوں سے جہاد فرما اور ان پر سختی و درشتی کر۔

معاذ اللہ موالات کا وقت کون سا تھا، سورۂ ن شریف مکیہ ہے اس میں فرماتا ہے، ودوا لو تدھن فیدھنون[3] کافر اس تمنا میں ہیں کہ کہیں تم کچھ نرمی کرو تو وہ بھی نرم پڑیں۔ اس وقت میں مداہنت تو روا رکھی گئی نہ کہ معاذ اللہ موالات۔ ائمہ دین نے حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت مداہنت کرنے والے کی تکفیر فرمائی ہے چہ جائے مفتری موالات، شفاء شریف امام قاضی عیاض میں ہے:

الوجہ الثانی ان یکون القائل غیر قاصد للسب ولکنہ تکلم بکلمۃ الکفر من اضافۃ مالا یجوز علیہ مثل ان ینسب الیہ اتیان کبیرۃ او مداھنۃ فی تبلیغ الرسالۃ او فی حکم بین الناس فحکم ھذا الوجہ حکم الاول[4] (ملخصًا) — دوسری وجہ یہ ہے کہ کہنے والے کا مقصد سب نہ ہو لیکن اس نے ایسا کلمۂ کفر بولا اور ایسی شئی کی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت کی جو آپ کی شان کے مناسب نہ تھی مثلاً کبیرہ کے ارتکاب یا احکام رسالت کے پہنچانے میں یا لوگوں کے درمیان فیصلہ فرمانے میں مداہنت کی نسبت کی تو اس کا حکم بھی پہلے کے حکم کی طرح ہی ہے (ت)

سخت محرومی و بیباکی ہے یہ کہ آدمی کے کسی عیب پر نکتہ چینی ہو اور وہ اپنے اوپر سے دفع الزام کے لئے کسی نبی سے استشہاد کرے کہ ان سے بھی ایسا واقع ہوا اگرچہ ظاہراً وہ فعل وقوع میں آیا ہو اور اس نے اپنی نابینائی سے فرق نہ دیکھا اور ملائکہ کو چمار پر قیاس کیا۔ شفاء شریف امام قاضی عیاض میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۱۵/ ۹۴

[2] " " ۶۶/ ۹

[3] " " ۶۸/ ۹

[4] الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ فصل قال القاضی تقدم الکلام مطبع شرکت صحافیہ فی بلد العثمانیہ ترکی ۲/ ۲۳-۲۲۲

هذه كلها وان لم تتضمن سبا ولا قصد قائلها ازراء فما وقر النبوة ولا عظم الرسالة ولا عزر حرمة الاصطفاء صلى الله تعالٰی علیہ وسلم حتی شبه من شبه فی معرة قصد الانتفاء منها بمن عظم الله خطره ونهی عن جهر القول له ورفع الصوت عنده فحق هذا ان درئ عنه القتل السجن وقوة تعزیره۔[1] (ملخصا)

یہ تمام کلام اگرچہ سب وشتم کو متضمن نہیں اور نہ ہی قائل نے اس سے کسی عیب کا قصد کیا ہے بہرحال اس نے نہ تو منصبِ نبوت و رسالت کا خیال رکھا ہے اور نہ ہی حرمت کا اقرار کیا ہے حتی کہ روانی کلام میں شاعر نے اپنے ممدوح کو عیب سے پاک ہونے کا قصد کرتے ہوئے اس ذات سے تشبیہ دی جس کی قدر و منزلت کو اللہ تعالٰی نے عظیم فرمایا، اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ رب العالمین نے ان کی بارگاہ میں بلند آواز سے بولنے کی ممانعت فرمائی، اس سوء ادبی کی سزا اگرچہ قتل نہیں ہے تاہم قید یا مشقت کی سزا دینا ضروری ہے (ملخصا)۔ (ت)

سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر معاذ اللہ انہوں جوڑنا اور اس سے اپنی ناپاکی کا جواز چاہیں، کتنی سخت خباثت اور کس قدر شدید موجب لعنت ہے، کیا کسی عالم دین کا وہ ناسعید بیٹا سخت ناخلف نہ قرار پائے گا جس کے جھنگ پینے پر اس کے باپ کے شاگرد اعتراض کریں اور وہ اپنے اوپر سے دفع اعتراض کے لئے محض جھوٹ بہتان اپنے باپ پر رکھ دے کہ کیا تمہارے استاد چرس نہ پیتے تھے، پھر کہاں باپ اور کہاں سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم!

(۳) یہ کہنا کہ مسجد الحرام شریف سے کفار کا منع ایک خاص وقت کے واسطے تھا اگر یہ مراد کہ اب نہ رہا تو اللہ عزوجل پر صریح افترا ہے،

قال اللہ تعالٰی انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا۔[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: مشرک نرے ناپاک ہیں تو اس برس کے بعد وہ مسجد حرام کے پاس نہ آنے پائیں۔ (ت)

یونہی یہ کہنا کہ وفود کفار مسجد نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اپنے طریقے پر عبادت کرتے تھے محض جھوٹ ہے۔ اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اسے جائز رکھنے کا اشعار حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افترائے فجار، حاشا کہ اللہ کا رسول گوارا فرمائے کہ کسی مسجد نہ کہ خاص مسجد مدینہ کریمہ میں نہ کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل قال القاضی تقدم الکلام مطبع شرکت صحافیہ فی بلاد العثمانیہ ترکی ۲/ ۲۳۰

[2] القرآن الکریم ۹/ ۲۸

علیہ وسلم کے سامنے بُتوں یا مسیح کی عبادت کی جائے، جانتے ہو کہ اس سے ان کا مقصود کیا ہے، یہ کہ مسلمان تو اسی قدر پر ناراض ہُوئے ہیں کہ مشرک کو مسجد میں مسلمانوں سے اُونچا کھڑا کرکے ان کو واعظ بنایا وہ تو اس تہیہ میں ہیں کہ ہندوؤں کو حق دیں کہ مسجد میں بُت نصب کرکے ان کی ڈنڈوت کریں، گھنٹے بجائیں، سنکھ پھونکیں کیونکہ ان مفتریوں کے نزدیک خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مسجد میں خود حضور کے سامنے کفار اپنے طریقہ کی عبادت کرتے تھے،

ویلکم لاتفتروا علی اللہ کذبا فیسحتکم بعذاب[1] تمھیں خرابی ہو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو کہ وہ تمھیں عذاب سے ہلاک کردے۔ (ت)

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے مسجد کریمہ کے سوا کوئی نشست گاہ نہ تھی جو حاضر ہوتا یہیں حاضر ہوتا کسی کا فرکی حاضری معاذ اللہ بطور استیلا واستعلا نہ تھی بلکہ ذلیل وخوار ہوکر یا اسلام لانے کے لئے یا تبلیغ اسلام سننے کے واسطے کہاں یہ اور کہاں وہ جو بدخواہانِ اسلام نے کیا کہ مشرک کو بروجہ تعظیم مسجد میں لے گئے اسے مسلمانوں سے اونچا کھڑا کیا اُسے مسلمانوں کا واعظ و ہادی بنایا اُس میں مسجد کی توہین ہوئی اور توہین مسجد حرام' مسلمانوں کی تذلیل ہُوئی اور تذلیل مسلمین حرام، مشرک کی تعظیم ہُوئی اور تعظیم مشرک حرام۔ بدخواہی مسلمین ہُوئی بلکہ بدخواہی اسلام، پھر اسے اُس پر قیاس کرنا کیسی سخت ضلالت وگمراہی ہے، طرفہ یہ کہ زبانی کہتے جاتے ہیں کہ مشرک کا بطور استعلا مسجد میں آنا ضرور حرام ہے، اور نہیں دیکھتے کہ یہ آنا بطور استعلا ہی تھا،

فانھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور[2] تو یہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں (ت)

اسی نابینائی کی بنا پر یہ مسلمان کو دھوکا دینے والے یہاں حنفیہ وشافعیہ کا اختلافی مسئلہ کہ مسجد میں دخولِ کافر حرام ہے یا نہیں محض دھوکا دینے کو پیش کرتے ہیں، قطع نظر اس سے کہ اس مسئلہ میں تحقیق کیا ہے۔

اوّلاً خود کتب معتمدہ حنفیہ سے ممانعت پیدا ہے،

ثانیاً خود محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ارشاد سے ہویدا ہے۔

ثالثاً علماء وصلحاء کا ادب کیا رہا ہے اختلافِ احوال زمانہ وعادات قوم ہمیشہ مائل تعظیم وتوہین میں

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۶۱

[2] " ۲۲/ ۴۶

دخل رکھتا ہے۔

رابعاً غیر اسلامی سلطنت اور نامسلموں کی کثرت میں اس اجازت کی اشاعت اور مساجد کو پامالیِ کفار کے لئے وقف کرنا کس قدر بھی خواہیِ اسلام ہے۔

خامساً وہ نجس قوم کہ بنصِ قرآن اس پر حکمِ نجاست ہے اور وہ مسلمانوں کو ملیچھ کے بھنگی کے مثل سمجھے سودا بیچے تو دُور سے ہاتھ میں رکھ دے اس کے نجس بدن ناپاک پاؤں کے لئے تم اپنی مساجد کو وقف کرو یہ کس قدر مصلحتِ اسلام کے گہرے رنگ میں ڈوبا ہوا ہے، ان سب سے قطع نظر ان حرکاتِ شنیعہ کا اس سے کیا علاج ہوسکتا ہے ؎

او گماں بردہ کہ من کردم چو او
فرق را کے بیند آں استیزہ جو

(اس نے گمان کیا کہ میں نے اس کی مثل کیا حالانکہ وہ لڑائی کی جستجو کرنے والا اس فرق کو کیسے محسوس کرسکتا ہے۔)

صحیح بخاری شریف میں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے:

قال کانت الکلاب تقبل وتدبر فی المسجد فی زمان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔[1]

فرمایا: رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد شریف میں کُتّے آتے جاتے تھے (ت)

www.alahazratnetwork.org

زمانہ رسالت میں مسجد شریف میں کُتّے آتے جاتے تھے اب تم خود کُتّے اپنی مسجدوں اور مسجد الحرام شریف یا مسجد نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں لے جاؤ اور جمعہ کے دن امام کے دہنے بائیں منبر پر دو کتّے بٹھاؤ تمہارے استدلال کی نظیر تو یہیں تک ہوگئی، کہہ دینا کیا زمانہ اقدس میں کُتّے مسجد میں نہ آتے جاتے تھے ہم لے گئے اور منبر پر انھیں بٹھایا تو کیا ہُوا، اور وہ جو آنے جانے اور یُوں لے جانے اور منبر پر بٹھانے کا فرق ہے اس سے آنکھ بند کرلینا جیسے یہاں بند کرلی کون سی آنکھ دل کی کہ ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور[2] (دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔ ت) بلکہ خدا انھیں عقل و انصاف دے تو یہ بھی تمہارے فعل کی نظیر نہیں تم خطیب کے آس پاس منبر پر کتّے بٹھاؤ اس سے وہ کتّے خطیب نہ ہوجائیں گے اور تم نے مشرکین کو

---

[1] صحیح البخاری کتاب الوضوء باب اذا شرب الکلب فی الانا قدیمی کتب خانہ کراچی ١/ ٢٩
[2] القرآن الکریم ٢٢/ ٤٦

خطیب مسلمین بنایا لہذا اگر قدرے اپنے فعل سے تقریب چاہو تو ان کتّوں کو سدھاؤ کہ جب امام پہلا خطبہ پڑھ کر بیٹھے وہ نہایت بلند آواز سے بھونکنا اور رونا شروع کر دیں کہ باہر تک کے سب لوگوں کو خبر ہو جائے کہ جلسہ و دعا کا وقت ہے، یونہی نماز کے وقت آٹھ آٹھ دس دس صفوں کے فاصلے سے چار چار کتّے صف میں کھڑے کرو کہ تکبیر انتقال کے وقت چیخیں اور مکبّروں سے زیادہ تبلیغ کا کام دیں اور یہی حدیث بخاری حجت میں پیش کر دینا کہ دیکھو زمانۂ اقدس میں کتّے مسجد میں آتے جاتے تھے بلکہ ان کے آنے سے کوئی فائدہ نہ تھا اور ہم کتے اس نفع دینی کے لئے لے گئے، تو بدرجۂ اولٰی یہ جائز ہوا، وہاں تک تو قیاس تمہارا دلالۃ النص ہوئی اور اس میں جو تمہارے استدلال کی خباثت ہے نہ دیکھنا کیونکہ ٹھہر گئی ہے کہ لکن تعمی القلوب التی فی الصدور[1]

(۴) قشقہ ضرور شعارِ کفر و منافیِ اسلام ہے جیسے زنار بلکہ اس سے زائد کہ وہ جسم سے جدا ایک ڈورا ہے جو اکثر کپڑوں کے نیچے چھپا رہتا ہے اور یہ خاص بدن پر اور بدن میں بھی کہاں، چہرے پر، اور چہرے میں کس جگہ، ماتھے پر، جو ہر وقت چمکے اور دور سے کھلے حرفوں میں منہ پر لکھا دکھائے کہ ھذا من الکافرین (یہ کفار میں سے ہے۔ ت) خلاصہ و ظہیریہ و محیط و منح الروض الازہر وغیرہا کتب معتمدہ میں ہے:

واللفظ لھذا فی الخلاصۃ من تزنر بزنار الیہود والنصارٰی وان لم یدخل کنیستھم کفر ومن شد علی وسطہ حبلا وقال ھذا زنار کفر وفی الظھیریۃ وحرم الزوج وفی المحیط لان ھذا تصریح بما ھو کفر وفی الظھیریۃ من وضع قلنسوۃ المجوس علی راسہ فقیل لہ فقال ینبغی ان یکون القلب سویا کفر[2] (ملخصا)

خلاصہ کی عبارت یہ ہے جس نے یہود و نصارٰی کا زنار پہنا اگرچہ وہ ان کے کنیسہ میں نہیں گیا وہ کافر ہے، جس نے اپنی کمر میں رسّی باندھی اور کہا یہ زنار ہے اس نے کفر کیا۔ ظہیریہ میں ہے اس پر بیوی حرام ہوگئی۔ محیط میں ہے کیونکہ یہ صراحۃً کفر ہے۔ ظہیریہ میں ہے جس نے مجوس کی ٹوپی سر پر رکھی اسے بتایا گیا تو کہنے لگا بس دل صحیح ہونا چاہیے، وہ کافر ہے۔ (ت)

(۵) مسلم و ہندو میں امتیاز اسلام و کفر کا امتیاز ہے اور وہ موقوف نہیں ہو سکتا جب تک مسلم مسلم اور کافر کافر ہیں اور یہ اس کلام کی مراد نہیں ہو سکتی کہ سب ہندوؤں کو مسلمان کرلیں گے کہ اس کے لئے کسی نئے

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۴۶

[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی العلم والعلماء مصطفی البابی مصر ص ۱۸۵

مذہب کی کیا حاجت، تو ضرور یہ مراد ہے کہ ایک ایسا مذہب ایجاد کریں گے جو نہ ہندو کو ہندو رکھے نہ مسلمان کو مسلمان، اور وہ نہ ہوگا مگر کفر کہ اسلام کے سوا جو کچھ ہے سب کفر ہے یونہی پریاگ وسنگم کی تقدیس یوں مراد نہیں ہوسکتی جیسے سلاطین اسلام شکر اللہ تعالٰی سعیہم نے معابد کفار پر قبضہ فرما کر ان کو مساجد بنایا کہ اس کے لئے بھی نیا مذہب بنانا نہ ہوا، لاجرم یہ مراد ہے کہ وہ رہیں معابد کفار اور پھر مقدس مانے جائیں، اور یہ بھی کفر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(نوٹ: ۶۰ سے ۱۶۱ تک کے جواب دستیاب نہ ہوئے)

مسئلہ ۱۶۲ تا ۱۵۴ از لاہور مسجد بیگم شاہی مسئولہ صوفی احمد دین صاحب ۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

الحمد للہ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی، امّا بعد یا علماء الملۃ و امناء الامۃ افیضوا علینا من علومکم دام فیوضکم۔

تمام تعریف اللہ کے لئے اور وہی کافی ہے، سلام اس کے منتخب بندوں پر ہو، اے علماءِ ملّت اور امینِ امت! ہمیں اپنے علوم کا فیض عطا کیجئے اللہ تعالٰی تمہارے فیض کو جاری وساری رکھے (ت)

(۱) اس ظالم گروہ کا کیا حکم ہے جن کے امام اوّل نے سلطانِ وقت سے باغی ہو کر مکہ معظمہ زاد اللہ تعالٰی شرفًا پر تغلب کیا، وہاں کے علماء کو تہ تیغ بے دریغ کیا، مزارات اولیاء پر پاخانہ بنائے، حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے روضہ مبارک کو صنم اکبر سے تعبیر کیا، ائمہ مجتہدین اور فقہاء ومقلدین کو انھم ضلوا واضلوا (وہ گمراہ ہیں اور انھیں نے دوسروں کو گمراہ کیا۔ ت) کا مصداق بنایا، اپنی خواہشات کو حق و باطل کا معیار قرار دیا، مختلف عبارات و پیرایہ سے حضور پُرنور عفوِ غفور شفیع یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تنقیصِ شان کرتا تھا اور اسی بدعقیدہ پر اپنی ذریات واذناب کو لگاتا تھا، اپنے متبعین کے سوا سب کو مشرک جانتا تھا، درود شریف پڑھنے سے بہت ایذا پاتا تھا، حتی کہ ایک نابینا کو منارہ پر بعد اذان صلٰوۃ وسلام پڑھنے پر شہید کردیا اور بولا:

ان الربابۃ فی بیت الخاطئۃ یعنی الزانیۃ اقل اثما ممن ینادی بالصلٰوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ۔[1]

زانیہ کے گھر رباب بجانا اس سے کم گناہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر بلند آواز سے صلٰوۃ وسلام پڑھا جائے الخ (ت)

اس کے متبعین طرح طرح سے حضور علیہ السلام کی تحقیر و توہین کرتے اور وہ سن کر خوش ہوتا یہاں تک ان بعض اتباعہ کان یقول عصای ہذہ

اس کے بعض ماننے والے کہتے ہیں یہ میری لاٹھی

---

[1] الدرر السنیۃ فی رد الوہابیہ مکتبۃ الحقیقۃ استنبول ترکی ص ۴۲

خیر من محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) لانہا ینتفع بہا فی قتل الحیۃ ونحوہا و محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) قد مات ولم یبق فیہ نفع اصلاً وانما ھو طارش وقد مضیٰ[1] الخ کتاب الدرر السنیہ فی رد الوہابیہ ص ۴۲، ۴۱

محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے بہتر ہے کیونکہ یہ سانپ وغیرہ مارنے کا کام دیتی ہے، اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فوت ہو گئے اب ان سے بالکل کوئی نفع نہیں اٹھایا جا سکتا وہ بہرے تھے جو گزر گئے الخ (ت)

بظاہر حنبلی بنتا تھا مگر در اصل حضرت امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے بالکل بے تعلق تھا، دعویٰ نبوت کا متمنی تھا مگر قبل از صریح اظہار طعمۂ اجل ہو کر اپنے کیفرِ کردار کو پہنچا اور آیۃ:

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ[2]۔ الاٰیۃ

بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں۔ الآیۃ (ت)

کا پورا پورا مصداق بنا۔

(۲) ان کے امام ثانی نے پہلے امام کی ہندی شرح المسمّٰی بہ تقویۃ الایمان لکھی، اپنے فرقہ کا نام موحد رکھا، اور اپنے امام کے قدم بقدم ہو کر سب امت کو کافر و مشرک بنایا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام و دیگر انبیاء علیہم السلام بلکہ خود خدائے تعالیٰ جل وعلا شانہٗ کی توہین کی، دشنام دہی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو چوہڑے چمار اور عاجز و ناکارہ لوگوں سے تمثیل دی (تقویۃ الایمان ص ۱۰، ۱۹، ۲۹)[3]، اللہ تعالیٰ کی ذات والاصفات میں عیب و آلائش کا آجانا جائز رکھا، وقوعِ کذب سے صرف بغرض ترفع و بخوفِ اطلاع بچایا مانا (یکروزی ص ۱۴۴ و ۱۴۵)، نماز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خیال آنا اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں ہمہ تن ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر بتایا[4] (صراط مستقیم ص ۹۵)، دعویٰ نبوت کے لئے بنیادیں کھودیں بیڑیاں جمائیں اور یوں تمہیدیں باندھیں بعض لوگوں کو احکام شرعیہ جزئیہ و کلیہ بلاواسطہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنے نورِ قلب سے

---

[1] الدرر السنیہ فی رد الوہابیہ مکتبۃ الحقیقیۃ استنبول ترکی ص ۴۲

[2] القرآن الکریم ۳۳ / ۵۷

[3] تقویۃ الایمان مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۱۰، ۱۹، ۲۹

[4] صراطِ مستقیم فارسی ہدایت ثانیہ در ذکر محلات عبادات مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۸۶

بھی پہنچتے ہیں وہ انبیاء کے شاگرد بھی ہیں اور ہم اُستاد بھی بلفظہٖ (صراط مستقیم ص ۳۹) بالآخر جاہ طلبی و ملک گیری کے نشہ میں سکھوں سے مڈھ بھیڑ اور عار فرار من الزحف کے بعد افغانوں کی موذی کش تلوار سے راہِ فنا دیکھی علیہ ما علیہ۔

(۳) جب ہندی وہابیہ کے امام و اس کے پیر کی موت ان کی سب یاوہ گوئیوں اور پیشینگوئیوں کی مبطل ہوئی تو اس کے اذناب و ذریات سے ایک شخص قومی ترقی قومی اصلاح کا بہروپ بدل کر نکلا جملہ کتب تفسیر و فقہ و حدیث سے انکار کیا تمام ضروریاتِ دین سے منہ موڑا اور بکا کہ نہ حشر ہے نہ نشر، نہ دوزخ نہ بہشت، نہ فرشتہ ہے نہ جبریل نہ صراط، فرشتہ قوت کا نام ہے، دوزخ و بہشت و حشر و نشر روحانی ہیں، نہ جسمانی کرامات و معجزات سب ہیچ ہیں، ہر کوئی کوشش کرنے سے نبی ہو سکتا ہے، خدا بھی نیچر کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے اس کے نزدیک غایت درجہ کی غمی کا نام دوزخ تھا۔ سو وہ اپنی اسی مسلّمہ دوزخ کے راستہ سے اسفل السافلین میں پہنچا اور وہ اس طرح ہوا کہ اس کے خازن وامین نے بہت سا روپیہ اندوختہ اس کا غبن کیا، معلوم ہونے پر نہایت غمگین ہوا، کھانا پینا ترک کیا۔ آخر اسی صدمہ سے ہلاک ہوا۔

(۴) اسی کے دُم چھلوں میں سے مسیح قادیانی دجال پیدا ہوا، دعوی نبوت کیا، سورہ صف میں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت اسم احمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے ہے اس کو اپنے اوپر چسپاں کیا، اسی طرح درکاتِ جہنم طے کرتا ہوا درکِ اسفل میں پہنچ کر یُوں کفری بول بولا:

آنچہ داد ست ہر نبی را جام ۔۔۔ داد آں جام را مرا بتمام
پر شد از نور من زمان و زمیں ۔۔۔ ہنوزت بہ آسماں از کیں
با خدا جنگہا کنی ہیہات ۔۔۔ ایں چہ جور و جفا کنی ہیہات

(ہر نبی کو جو جام عطا کیا گیا وہ تمام مجھے عطا کئے گئے، میرے نور سے زمین و زماں پُر ہو گئے اور ابھی میرا آسمان پُر ہے، تو خدا کے ساتھ جنگ کر رہا ہے افسوس! یہ تو کیا ظلم و زیادتی کر رہا ہے۔ ت) (نزولِ مسیح)

لڑکا پیدا ہونے پر کہنے لگا کان اللہ نزل من السماء (گویا اللہ آسمان سے اُتر آیا۔ ت)

پھر کہا مجھے الہام ہوا ہے خدا کی طرف سے انت منی بمنزلۃ اولادی انت منی وانا منک (تو میری

لہ صراط مستقیم فارسی ہدایت رابعہ در بیان ثمرات حب ایمانی مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۳۶-۳۵

اولاد کی مانند ہے، تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں۔ت) (دافع البلاء ص ۶ و ۷) الغرض افترا و تکذیب کلام الٰہی وتوہین انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضرت عیسٰی علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو گندی سڑی گالی دینے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی (ضمیمہ انجام آتھم) انجام کار اپنے مسلمہ عذاب الٰہی مرض ہیضہ سے وعدہ الٰہی :

فلا یستطیعون توصیۃ ولا الٰی اھلھم یرجعون[1] تو نہ وصیت کرسکیں گے اور نہ اپنے گھر پلٹ کر جائیں۔(ت)

کا مورد بنا اور اپنے منکر و مخالف علماء کے روبرو وہ فرعون بے عون جہنم رسید ہوا، مسلمان کے سامنے واغرقنا اٰل فرعون وانتم تنظرون[2] (اور فرعون والوں کو ہم نے تمہاری آنکھوں کے سامنے ڈبو دیا۔ت) کا سماں بندھ گیا چاروں طرف سے مسلمانوں بلکہ ہندوؤں نے اس کی نعش خبیث پر نفرین کے نعرے بلند کئے ہر طرف سے بول و براز کی بوچھار ہوئی اور اولٰئک علیھم لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والناس اجمعین[3] (ان پر لعنت ہے اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی) کا نقشہ آنکھوں میں جم گیا، فاعتبروا یا اولی الابصار[4] (تو عبرت لو اے نگاہ والو۔ت)

www.alahazratnetwork.org

(۵) امام ثانی کے اذناب سے ایک بھوپالی پیدا ہوا، ترویج وہابیت میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا طرح طرح کے لالچ دے کر مفت کتابیں بانٹ کر خدائے تعالٰی کے لئے جہت و مکان و جسم وغیرہ مانا (رسالہ الاحتواء) ، فقہاء و مقلدین کو دشنام دینے میں اپنے بڑوں سے سبقت لے گیا اس کا قول بد تر از بول "یہ ہے سرچشمہ سارے جھوٹوں خبیثوں اور مکروں کا اور کان تمام فریبیوں اور دغابازیوں کی علم فقہ و رائے ہے اور جہاجال ان سب خرابیوں کا فقہاء اور مقلدین کی بول چال ہے" (ترجمان وہابیہ ص ۳۵ و ۳۶) ، انجام کار معزول و مسلوب الخطاب ہو کر عدم کی راہ لی اور خسر الدنیا والاٰخرۃ[5] (دنیا اور آخرت دونوں کا گھاٹا۔ت) کا مصداق بنا، صحابہ کرام کو عموماً اور سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو خصوصاً مخترع بدعت سیئہ ٹھہرایا (انتصار الرحیم)۔

(۶) وہابیہ وغیر مقلدین کی ضلالت و بدعت جب پورے طور ظاہر ہو چکی اور ہر دیار و امصار سے ان کے رد میں کتابیں لکھی گئیں تو ذریات امام ثانی نے ایک اور مکر کھیلا، اپنا حنفی و مقلد ہونا ظاہر کیا عقیدہ تقویۃ الایمان پر

---

[1] القرآن الکریم ۳۶/ ۵۰ [2] القرآن الکریم ۲/ ۵۰

[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۶۱ [4] القرآن الکریم ۵۹/ ۲

[5] القرآن الکریم ۲۲/ ۱۱

قائم رکھا اور ہر طرح سے ان کفریات کی حمایت کرتے رہے اور عملیات میں حنفی ہونا ظاہر کیا، ٹھیک اسی طرح جس طرح ان کا امام اول حنبلی المذہب بنتا تھا۔ بظاہر غیر مقلدین کے رد میں کتابیں بھی لکھیں، مگر ساتھ ساتھ یہ بھی لکھ دیا کہ ان مسائل میں صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کے وقت سے اختلاف چلا آتا ہے لہٰذا غیر مقلدوں و وہابیوں پر طعن و تشنیع ناجائز (سبیل الرشاد وغیرہ)، حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے علم سے شیطان کا علم زیادہ ماننا (براہین قاطعہ)، علم غیب میں حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کو ہر صبی و مجنون سے تمثیل دی (رسالہ حفظ الایمان و علم غیب وغیرہ) اور یہ کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کو دیوار کے پیچھے کا حال معلوم نہیں، معاذ اللہ اپنے خاتمہ کا حال معلوم نہیں۔ ان کے رد میں بھی بکثرت کتابیں شائع ہوئیں خصوصًا قامع بدعت حامی سنت، صاحب حجت قاہرہ مجدد مائۃ حاضرہ، حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی مد اللہ تعالٰی ظلہم العالی نے ان کی وہ سرکوبی کی کہ باید و شاید۔

(۷) بھوپالی کے دم چھلوں میں سے ایک ہندو بچہ پیدا ہوا آپ اگرچہ ناخواندہ تھا مگر بعض خواندہ وہابیہ سے چند ایک کتابیں مثل ظفر المبین طعن امام ہمام (رضی اللہ تعالٰی عنہ) اور قیاسات امام پر لکھیں، چاروں اماموں کے مقلدین اور چاروں طریقوں کے متبعین کو معاذ اللہ مشرک و کافر بنایا (ظفر المبین ص ۱۸۹ و ۲۳۰ و ۲۳۲ وغیرہ) انجام کار مرض ابلاؤس میں ایسا گرفتار ہوا کہ متواتر پانچ سات دن اس کے منہ سے پاخانہ نکلتا رہا، مرتے وقت وصیت کی کہ مجھے مشرکوں (حنفیوں) کے قبرستان میں نہ دفن کیا جائے، بالآخر کتے کی موت مرا اور لاہور کی دروازہ بدرو کے کنارہ دفن ہوا، بدرو کا گندہ پانی اس کی قبر میں سرایت کرتا رہا، حتٰی کہ اس کی قبر بھی نیست و نابود ہو کر بدرو میں مل گئی، فاعتبروا یا اولی الابصار[1] (تو عبرت لو اے نگاہ والو۔ ت)

(۸) اس بھوپالی کے دم چھلوں میں سے ایک اور شخص نکلا، چلنے پھرنے سے معذور اور لکھنے پڑھنے سے عاری، اس نے اہل قرآن ہونے کا دعوٰی کیا، کل کتب فقہ، تفسیر و حدیث سے انکار کیا اور کہا کہ یہ سب مخالف قرآن ہیں اور (معاذ اللہ) منافقوں کی بنائی ہوئی ہیں، اطیعوا الرسول[2] (اور حکم مانو رسول کا۔ ت) میں رسول سے مراد قرآن مجید ہے اور ما اٰتکم الرسول[3] (اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں۔ ت) میں بھی رسول سے مراد قرآن مجید ہے، اگر حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام ہی مراد لے جائیں تو یہ حکم مال غنیمت میں تھا نہ کہ عام حکم، نماز میں بھی نئی اختراع کی، المسمّٰی بہ صلٰوۃ القرآن بآیات الفرقان، اور ایک تفسیر

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/ ۲
[2] القرآن الکریم ۴/ ۵۹
[3] القرآن الکریم ۵۹/ ۷

چند ایک سیپارہ کی کسی سے لکھوائی جس کا نام "تفسیر القرآن بآیات الرحمٰن" رکھا اور کہتا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام محض ایلچی تھے ایلچی کو نام و پیام کی تشریح و مطلب آرائی میں کوئی حق نہیں (معاذ اللہ منہا) آخر ذلیل و رُسوا ہو کر لاہور سے نکالا گیا، چند ایک ملاحدہ نیاچرہ اور اجہل ترین وہابیہ سے اس کے پیرو بن گئے۔ ملتان میں جاکر اپنی بدمذہبی کی اشاعت میں مصروف ہُوا، انجام کار بدکاری کرتا ہوا پکڑا گیا خُوب زدوکوب ہوئی اور اسی صدمہ سے ہلاک ہُوا اور سجّین میں پہنچا۔

(۹) بھوپالی کے متبعین سے ایک شخص مُلّا قصوری اور ایک حافظ شاعر پنجابی پیدا ہُوئے، اول الذکر نے ابن تیمیہ مجسمیہ کے رسالہ "علی العرش استوی" کی اشاعت کی، صوفیائے کرام کے رد میں بڑے اہتمام سے کتاب "حقیقۃ البیعۃ والالہام" لکھی اور یُوں کفری بول بولے: بیعت مروجہ یعنی پیری و مریدی سے دین اسلام میں اس قدر فتور اور فسادات پڑے ہیں کہ جن کا شمار امکان سے باہر ہے، شرک فی الالوہیت و شرک فی الربوبیۃ و شرک فی الدعا جس قدر اقسام شرک کے ہیں سب اس سے پیدا ہُوئے (ص ۲۸) سب افعال آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے محمود نہیں اور آپ کے لئے عصمت مطلقہ ثابت نہیں (ص ۴۴ و ۵۶) آخر الذکر نے تقویۃ الایمان کو پنجابی میں نظم کیا اور اس کا نام "حصن الایمان و زینت الاسلام" رکھا اور بھوپالی کے رسالہ "طریقہ محمدیہ" کو پنجابی نظم کا جامہ پہنایا اور اس کا نام "انواع محمدی" رکھا، پنجاب میں ہر کس و ناکس جولاہا موچی دُھنا وغیرہ جسے دو حرف پنجابی کے آتے تھے یہ کتابیں پڑھ کر اہلسنّت وجماعت کو مخالف قرآن و حدیث بدعتی و مشرک کہنے لگے، اور تلبیس کی کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرما گئے ہیں:

اذا صح الحدیث فھو مذھبی واترکوا قولی بخبر المصطفی (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) | حدیث صحیح میرا مذہب ہے اور میرے قول کو مصطفٰی (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی حدیث کے مقابل چھوڑ دو۔ (ت)

پس در اصل ہم اہلحدیث ہی سچے اور پکّے حنفی ہیں نہ کہ فقہاء و مقلدین، اس خلف ناہنجار بدتر از مار نے اپنے پدر بزرگوار کی کتاب فقہ کا رَد کیا اور کہا کہ اس وقت علم کم تھا اب دریا علم کا اُچھلا اور ہر طرف سے کتب احادیث کی اشاعت ہُوئی الغرض بخوف طوالت و ملالت اس قدر پر کفایت نہ ان قبائح و فضائح کا استیعاب ممکن، اور نہ ہی ان کے فرقوں کا حصر معلوم، آخر وہ بھی تو انھیں میں سے ہونگے جو دجال کے ساتھ جاملیں گے، اب آپ کی جناب سے استفتاء یہ ہے کہ آیا یہ فرق وہابیہ مثل دیگر فرق ضال روافض و خوارج وغیرہ کے ہیں یا نہیں اور نصوص سے؛

اولٰئک ھم شر البریۃ[1]، اولٰئک | وہی تمام مخلوق میں بدتر ہیں۔ وہ

[1] القرآن الکریم ۹۸/ ۶

کالانعام بل ہم اضلّ، ومثلہ کمثل الکلب ان تحمل علیہ یلہث او تترکہ یلہث[۱] — چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ، تو اس کا حال کتے کی طرح ہے تو اس پر حملہ کرے تو زبان نکالے اور چھوڑ دے تو زبان نکالے (ت)

اور احادیث مثل:

اہل البدع شر الخلق والخلیقۃ واہل البدع کلاب اہل النار[۲] — اہل بدعت تمام مخلوق سے بدتر ہوتے ہیں، اہل بدعت اہل دوزخ کے کتے ہیں (ت)

کے مصداق ہیں یا نہیں؟ ان کے پیچھے اقتدا، ان کی کتب کا مطالعہ اور ان سے میل جول کا کیا حکم ہے جو ان سے محبت رکھے اور ان کو عالم اور پیروانِ سنت سے سمجھے اس کے واسطے کیا ارشاد ہے تکذیب نصوص ایذائے جمیع امت تکفیر وتفسیق اہل سنت وجماعت دعوئ ہمہ دانی وانانیت مادہ خروج وبغاوت، تحقیر وتوہین شان نبوت ان سب فرق میں کم وبیش موجود۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

رب اعوذبک من ھمزٰت الشیٰطین و اعوذبک رب ان یحضرون[۳] — اے میرے رب تیری پناہ شیاطین کے وسوسوں سے، اور اے میرے رب تیری پناہ کہ وہ میرے پاس آئیں (ت)

یہ سوال کیا محتاج جواب ہے خود ہی اپنا جواب باصواب ہے، سائل فاضل سلمہ نے جو اقوال ملعونہ ان خبثا سے نقل کئے ہیں، ان سب کا ضلال مبین اور اکثر کا کفر وارتداد مبین ہونا خود ضروری فی الدین و بدیہی عند المسلمین،

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[۴] ○ الا لعنۃ اللّٰہ علی الظّٰلمین[۵] ○ ولئن سألتھم لیقولن انما کنا نخوض و نلعب ○ قل اباللّٰہ وایٰتہ ورسولہ — اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے (ت)۔ ارے ظالموں پر خدا کی لعنت۔ اور اے محبوب اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے، تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور

۱؎ القرآن الکریم ۷/۱۷۹ — ۲؎ القرآن الکریم ۷/۱۷۶

۳؎ کنز العمال حدیث ۹۵ - ۱۰۹۴ — موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۲۱۸

۴؎ القرآن الکریم ۲۳/۹۷ — ۵؎ القرآن الکریم ۲۶/۲۲۷

۶؎ ۱۱/۱۸

26

كنتم تستهزءون ۝ لا تعتذروا قد كفرتم بعد ايمانكم[۱]، يحلفون بالله ما قالوا ط ولقد قالوا كلمة الكفر وكفروا بعد اسلامهم[۲] لعنهم الله بكفرهم فقليلا ما يؤمنون[۳]، والذين يؤذون رسول الله لهم عذاب اليم[۴] ان الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم الله فى الدنيا والاخرة واعد لهم عذابا مهينا[۵]

اس کے رسول سے ہنستے ہو، بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد۔ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے نہ کہا اور بیشک ضرور انھوں نے کفر کی بات کہی اور اور اسلام کے بعد کافر ہو گئے۔ اللہ نے ان پر لعنت کی ان کے کفر کے سبب تو ان میں تھوڑے ایمان لاتے ہیں۔ اور جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں، اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (ت)

ان آیات کریمہ کا حاصل یہ ہے کہ جو عام مسلمانوں پر ظلم کریں ان کے لئے بری بازگشت ہے، ان کا ٹھکانا جہنم ہے، ان پر اللہ کی لعنت ہے، نہ کہ وہ جو اولیاء پر ظلم کریں نہ کہ انبیاء پر نہ کہ خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فضائل وعلوشان اقدس پر، ان پر کیسی اشد لعنت الٰہی ہوگی اور ان کا ٹھکانا دوزخ کا اخبث طبقہ، اور اگر تم ان سے پوچھو کہ یہ کیسے کفریات ملعونہ تم نے بکے تو حیلے گھڑیں گے بے سروپا جھوٹی تاویلیں کریں گے، اور کچھ نہ بنے تو یوں کہیں گے کہ ہماری مراد توہین نہ تھی ہم نے تو یوں ہی ہنسی کھیل میں کہہ دیا تھا، واحد قہار جل وعلا فرماتا ہے: اے محبوب! ان سے فرمادو کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے، بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد۔ جب کوئی حیلہ نہ چلے گا تو کذاب خبیثوں کا پچھلا داؤ چلیں گے کہ خدا کی قسم ہم نے تو یہ باتیں نہ کہیں نہ ہماری کتابوں میں ہیں ہم پر افترا ہے ناواقفوں کے سامنے یہی کھیل کھیلتے ہیں، اللہ واحد قہار جل وعلا فرماتا ہے: بیشک ضرور وہ کفر کا بول بولے اور اسلام کے بعد کافر ہو گئے۔ یعنی ان کی قسموں کا اعتبار نہ کرو انهم لا ایمان لهم[۶] ان پیشوایان کفر کی قسمیں کچھ نہیں، اتخذوا ایمانهم جنة فصدوا عن سبیل الله فلهم عذاب مهین[۷] وہ اپنی قسموں کو ڈھال بنا کر اللہ کی راہ سے روکتے ہیں لاجرم ان کے لئے ذلیل وخوار کرنے والا۔

www.alahazratnetwork.org

۱ القرآن الکریم ۹/ ۶۶-۶۵ — ۲ القرآن الکریم ۹/ ۷۴
۳ " " ۲/ ۸۸ — ۴ " " ۹/ ۶۱
۵ " " ۳۳/ ۵۷ — ۶ " " ۹/ ۱۲
۷ " " ۵۸/ ۱۶

عذاب ہے۔ ان کے کفر کے سبب اللہ تعالٰی نے ان پر لعنت کی تو بہت کم ایمان لاتے ہیں، وہ جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے، بیشک جو اللہ و رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ نے دنیا و آخرت میں ان پر لعنت فرمائی اور ان کے لئے تیار کر رکھا ذلت دینے والا عذاب۔ طوائف مذکورین وہابیہ و نیچریہ و قادیانیہ و غیر مقلدین و دیوبندیہ و چکڑالویہ خذلہم اللہ تعالٰی اجمعین ان آیات کریمہ کے مصداق بالیقین اور قطعًا یقینًا کفار مرتدین ہیں ان میں ایک آدھ اگرچہ کافر فقہی تھا اور صدہا کفر اس پر لازم تھے جیسے نمبر ۲ والا دہلوی مگر اب اتباع و اذناب میں اصلًا کوئی ایسا نہیں جو قطعًا یقینًا اجماعًا کافر کلامی نہ ہو ایسا کہ من شك فی کفرہ فقد کفر[۱] جو ان کے اقوال ملعونہ پر مطلع ہو کر ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ اور احادیث کہ سوال میں ذکر کیں بلاشبہہ ان کے اگلے پچھلے تابع متبوع سب ان کے مصداق ہیں۔ یقینًا وہ سب بدعتی اور استحقاق نار جہنمی اور جہنم کے کتے ہیں مگر انھیں خوارج و روافض کے مثل کہنا روافض و خوارج پر ظلم اور ان وہابیہ کی کسرشان خباثت ہے۔ رافضیوں خارجیوں کی قصدی گستاخیاں صحابہ کرام و اہلبیت عظام رضی اللہ تعالٰی عنہم پر مقصور ہیں اور ان کی گستاخیوں کی اصل مطمح نظر حضرات انبیائے کرام اور خود حضور پر نور شافع یوم النشور ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم۔ ع

www.alahazratnetwork.org

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

(راستے کا تفاوت دیکھ کہاں سے کہاں تک ہے۔ ت)

ان تمام مقاصد اور ان سے بہت زائد کی تفصیل فقیر کے رسائل سل السیوف و کوکبۃ شہابیۃ و سبحان السبوح و فتاوی الحرمین و حسام الحرمین و تمہید ایمان و انباء المصطفٰی و خالص الاعتقاد و قصیدۃ الاستمداد اور اس کی شرح کشف ضلال دیوبندیہ وغیرہا کثیرہ شہیرہ، حافلہ کافلہ، شافیہ وافیہ، قالعہ قامعہ میں ہے وللہ الحمد۔ ان کے پیچھے اقتدار باطل محض ہے کما حققناہ فی النھی الاکید (جیسا کہ ہم نے "النہی الاکید" میں اس پر تفصیلًا گفتگو کی ہے۔ ت) ان سب کی کتب کا مطالعہ حرام ہے مگر عالم کو بغرض رد۔ ان سے میل جول قطعی حرام، ان سے سلام و کلام حرام، انھیں پاس بٹھانا حرام، ان کے پاس بیٹھنا حرام، بیمار پڑیں تو ان کی عیادت حرام، مرجائیں تو مسلمانوں کا سا انھیں غسل و کفن دینا حرام، ان کا جنازہ اٹھانا حرام، ان پر نماز پڑھنا حرام، انھیں مقابر مسلمین میں دفن کرنا حرام، ان کی قبر پر جانا حرام، انھیں ایصال ثواب کرنا حرام، مثل نماز جنازہ کفر۔ قال اللہ تعالٰی:

---

[۱] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

و اما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1] — اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ان ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

اور فرماتا ہے :

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[2] — اور نہ میل کرو ظالموں کی طرف کہ تمھیں دوزخ کی آگ چھوئے گی۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم[3] — ان سے دُور بھاگو اور انھیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں وہ تمھیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔

دُوسری حدیث میں ہے :

لا تجالسوھم ولا تواکلوھم ولا تشاربوھم واذا مرضوا فلا تعودوھم واذا ماتوا فلا تشھدوھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم[4] — نہ ان کے پاس بیٹھو، نہ ان کے ساتھ کھانا کھاؤ، نہ ان کے ساتھ پیو، بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو، مرجائیں تو ان کے جنازہ پر نہ جاؤ، نہ ان پر نماز پڑھو نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔

www.alahazratnetwork.org

رب عزوجل فرماتا ہے :

ولا تصل علٰی احد منھم مات ابدا ولا تقم علٰی قبرہٖ[5] — ان میں کبھی کسی کے جنازہ کی نماز نہ پڑھنا نہ اس کی قبر پر کھڑا ہونا۔

جو اُن کے اقوال پر مطلع ہو کر ان سے محبت رکھے وہ انھیں کی طرح کافر ہے، قال تعالٰی :

ومن یتولھم منکم فانہ منھم[6]۔ — تم میں سے جو ان سے دوستی رکھے وہ بیشک انھیں میں سے ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] " " ۱۱/ ۱۱۳

[3] صحیح مسلم باب نہی عن الروایۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

[4] کنز العمال باب فضائل صحابہ حدیث ۳۲۴۶۸، ۳۲۵۲۹، ۳۲۵۴۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۲۹،۵۴۰،۵۴۲

[5] القرآن الکریم ۹/ ۸۴

[6] القرآن الکریم ۵/ ۵۱

اور اس کا حشر انھیں کافروں کے ساتھ ہوگا۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، من احب قوما حشرہ اللہ فی زمرتھم[1] جو کسی قوم سے محبت رکھے گا اللہ تعالیٰ اسی قوم کے ساتھ اس کا حشر کرے گا۔

اور فرماتے ہیں، من ھوی الکفرۃ فھو مع الکفرۃ[2] جو کافروں سے محبت رکھے گا وہ انھیں کے ساتھ ہوگا۔ اور جو ان کو عالم دین یا پیرو سنّت سمجھے قطعاً کافر و مرتد ہے۔ شفائے امام قاضی عیاض و ذخیرۃ العقبٰی و بحرالرائق و مجمع الانہر و فتاوی بزازیہ و درمختار وغیرہا معتمدات اسفار میں ہے، من شك فی عذابہ وکفرہ فقد کفر[3] جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ جب ان کو مسلمان سمجھنا درکنار ان کے کفر میں شک کرنا موجب کفر ہے تو معاذ اللہ انھیں عالم دین یا پیرو سنّت سمجھنا کس قدر اخبث کفر ہوگا و ذلك جزاء الظّٰلمین[4] (اور ظالموں کی یہی جزا ہے۔ ت) اللہ عزوجل سب خبثا کے شر سے پناہ دے اور مسلمان بھائیوں کی آنکھیں کھولے اور دوست دشمن پہچاننے کی تمیز دے، اے کس کے دوست دشمن، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دوست و دشمن، افسوس افسوس ہزار افسوس کہ آدمی اپنے دوست دشمن کو پہچانے، اپنے دشمن کے سایہ سے بھاگے، اس کی صورت دیکھ کر آنکھوں میں خون اترے اور محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمنوں ان کے بدگویوں، انھیں گالیاں لکھ کر شائع کرنے والوں اور ان خبیثوں کے ہم مذہبوں ہم پیالوں سے میل جول رکھے، کیا قیامت نہ آئے گی، کیا حشر نہ ہوگا، کیا رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو منہ دکھانا نہیں، کیا ان کے آگے شفاعت کے لئے ہاتھ پھیلانا نہیں! مسلمانو! اللہ سے ڈرو، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حیا کرو۔ اللہ عزوجل توفیق دے، آمین! واللہ تعالیٰ اعلم

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۱۶۳ تا ۱۶۹: از شہر محلہ روہیلی ٹولہ مسئولہ حاجی محمد خلیل الدین احمد صاحب یکم صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) مشرکین سے اتحاد و وداد حلال ہے یا نہیں؟

(۲) مشرک کو اپنی حاجت دینیہ میں اپنا لیڈر یعنی ہادی و امام و رہبر بنانا کیسا ہے؟

---

[1] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۲۵۱۹ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۳/ ۱۹

[2] مجمع الزوائد باب تحشر کل نفس علی ھواہا دار الکتاب بیروت ۱/ ۱۱۳

[3] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

[4] القرآن الکریم ۵/ ۲۹

(۳) مشرک کی نسبت یہ کہنا کہ وہ ہمارے شہر کی خاک کو پاک کرنے کے لئے تشریف لائے ہیں، کیا حکم رکھتا ہے؟

(۴) مشرک کے لئے بڑا مرتبہ اور عزت ماننا مطابقِ اسلام ہے یا نہیں؟

(۵) اور اس کے استقبال کو شاندار بنانے کے لئے مسلمانوں کا جانا اور مشرک کی تعظیم،

(۶) اور اس کی جے بولنا،

(۷) اور اس کو مہاتما کہنا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) مشرکین سے اتحاد در کنار وداد حرام قطعی ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

لاتجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم اولٰئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ[1]۔

تو نہ پائے گا ان لوگوں کو جنہیں اللہ اور قیامت پر ایمان ہے کہ اللہ ورسول کے مخالف سے دوستی کریں اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہوں یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں ایمان اللہ نے نقش کردیا ہے اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی۔

www.alahazratnetwork.org

اور فرماتا ہے جل وعلا:

ومن یتولھم منکم فانہ منھم[2]۔

تم میں جو ان سے دوستی کرے گا وہ بیشک انھیں میں سے ہے۔

یہ ہیں قرآن عظیم کی شہادتیں کہ ان سے وداد واتحاد کفر ہے اور یہ کہ اس کے مرتکب نہ ہوں گے مگر کافر۔ مسلمانو! قرآن کریم سے بڑھ کر کس کا فتوٰی ہے' ومن اصدق من اللہ حدیثا[3]' اللہ سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہے۔

(۲) مشرک کو حاجتِ دینیہ میں ہادی بنانا امام ٹھہرانا قرآن عظیم کی صریح تکذیب ہے، قرآن عظیم میں

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲

[2] " " ۵/ ۵۱

[3] " " ۴/ ۸۷

26
26

ہزار ہا آیتیں گونج رہی ہیں کہ وہ گمراہ ہیں، ہدایت سے بالکل بیگانہ ہیں، یہاں تک کہ فرمایا،

ان ھم الا کالا نعام بل ھم اضل سبیلا[1] — وہ چوپایوں کی طرح نرے بے عقل ہی ہیں بلکہ ان سے بھی سخت تر گمراہ۔

تو جو انھیں ہادی و امام بنائے گا قطعاً قرآنِ عظیم کو جھٹلائے گا اور قطعاً راہِ ہلاک پائے گا۔

اذا کان الغراب دلیل قوم
سیھدیھم طریق الھالکینا

(جب کسی قوم کا رہنما کوا ہو تو وہ ان کو ہلاکت کی راہ چلائے گا۔ت)

اور روزِ قیامت ایسا گروہ اسی مشرک ہی کے نام سے پکارا جائے گا قال اللہ تعالیٰ: یوم ندعوا کل اناس بامامھم[2] جس دن ہر گروہ کو ہم اس کے امام کے ساتھ پکاریں گے۔

(۳) لا الٰہ الا اللہ عجب ان سے کہ مدعیِ اسلام ہوں اور اسلام کے پورے مدعی بن بیٹھیں، کیا قرآنِ عظیم کے رَد ہی پر کمر باندھی ہے، واحد قہار فرماتا ہے: انما المشرکون نجس[3] مشرک تو نہیں مگر نرے گندے، بلکہ عین نجاست عجب کہ نجاست اور مطہر، ہاں جب ہندو دھرم ہی اختیار کیا تو عجب نہیں کہ گوبر اور پوتر، لاو اللہ اس سے بھی ہزار درجہ بدتر گوبر کی نجاست میں ائمہ کو اختلاف ہے اور مشرک کی نجاست پر قرآنِ کریم کا نص صاف ہے اور آمد سے زمین ناپاک کرنے میں نجاست باطن نجاست ظاہر سے کروڑ درجہ بدتر ہے، نجاستِ ظاہر ایک دھار پانی سے پاک ہو جاتی ہے اور نجاستِ باطن کروڑ سمندروں سے نہیں دُھل سکتی جب تک صدقِ دل سے ایمان نہ لائے۔ ع

ہر چہ شوئی پلید تر باشد

(جتنا دھوئے گا اتنا ہی زیادہ پلید ہوگا۔ت)

(۴) کیا قسم کھائی ہے کہ قرآنِ عظیم کا کوئی جملہ سلامت نہ رکھیں، مشرک کے لئے ہرگز کوئی عزت نہیں اور بڑا درکنار ادنیٰ سے ادنیٰ، چھوٹے سے چھوٹا کوئی رتبہ نہیں۔ واحد قہار جل و علا فرماتا ہے:

وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن — عزت تو صرف اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں

---

[1] القرآن الکریم ۲۵/ ۴۴
[2] " ۱۷/ ۷۱
[3] " ۹/ ۲۸

المنٰفقین لا یعلمون[1] کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

عزیز مقتدر جل وعلا فرماتا ہے:

ان الذین یحادون اللّٰہ ورسولہ اولٰئک فی الاذلین[2] بیشک اللہ ورسول کے جتنے مخالف ہیں سب ہر ذلیل سے بدتر ذلیلوں میں ہیں۔

عزیز منتقم عزجلالہ فرماتا ہے: ھم شر البریۃ[3] وہ تمام مخلوقِ الٰہی سے بدتر ہیں۔ مخلوق میں کتا بھی ہے سُور بھی ہے، قرآن عظیم شہادت دیتا ہے کہ مشرکین ان سے بھی بدتر ہیں، پھر رتبہ و عزت کے کیا معنٰی!

(۵) اس کی تعظیم سخت کبیرہ اور قرآن عظیم کی مخالفتِ شدیدہ ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علٰی ھدم الاسلام[4] جو کسی بدعتی بدمذہب کی تعظیم کرے اس نے اسلام کے ڈھا دینے پر مدد دی۔

بتدع کی تعظیم پر حکم یہ ہے مشرک کی تعظیم کس درجہ تخریبِ اسلام ہوگی ولکن المنٰفقین لا یعلمون[5] (مگر منافقوں کو خبر نہیں۔ ت) استقبال کو شاندار بنانے کے لئے جانا تو عین تعظیم ہے جو صریح مخالفتِ قرآن عظیم ہے اس جلوس نامانوس میں ویسے بھی شرکت حرام ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، من سود مع قوم فھو منھم[6] جو کسی قوم کے جتھے میں شامل ہوا وہ انھیں میں سے ہے۔ دُوسری حدیث میں ہے: من کثر سواد قوم فھو منھم[7] جو کسی قوم کا مجمع بڑھائے وہ انھیں میں سے ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۳/ ۸ [2] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۰

[3] القرآن الکریم ۹۸/ ۶

[4] کنز العمال حدیث ۱۱۰۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۲۱۹
المعجم الاوسط حدیث ۶۷۶۸ مکتبۃ المعارف الریاض ۷/ ۲۹۶

[5] القرآن الکریم ۶۳/ ۲۰

[6] کنز العمال حدیث ۲۴۶۸۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۱۰

[7] نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ بحوالہ مسند ابویعلی المکتبۃ الاسلامیۃ الریاض ۴/ ۳۴۶
کنز العمال حدیث ۲۴۷۳۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۲۲

تیسری حدیث میں ہے :

من جامع المشرك وسكن معه فانه مثله[1]

جو مشرک کے ساتھ آئے اور اس کے ساتھ رہے وہ بیشک اسی کے مثل ہے۔

(۶) مشرک کی جے نہ بولے گا مگر مشرک۔ حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اذا مدح الفاسق غضب الرب واهتز لذٰلك العرش[2]

جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے رب غضب فرماتا ہے اور عرشِ الٰہی کانپ جاتا ہے۔

جب فاسق کی مدح پر یہ حکم ہے تو مشرک کہاں، اس کی مدح کس درجہ باعثِ غضبِ شدید ربِ عزّوجل ہوگی !

(۷) مہاتما کے معنی ہیں "روحِ اعظم" جو خاص لقب سیدنا جبریلِ امین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے، مشرک کو اس سے تعبیر کرنا صریح مخالفتِ خدا و رسول ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لاتقولوا للمنافق یاسید فانه ان یکن سیدکم فقد اسخطتم ربکم عزّ وجل[3]

منافق کو "اے سردار" نہ کہو بیشک اگر وہ تمہارا سردار ہے، تو تم نے اپنے اوپر رب عزّوجل کا غضب لیا۔

www.alahazratnetwork.org

اب ادھر تو منافق و مشرک کا فرق دیکھو اور ادھر سردار و روحِ اعظم کا موازنہ کرو، انھیں نسبتوں سے اس پر اللہ عزّوجل کا غضب اشد ہے، والعیاذ باللہ رب العالمین، اللہ تعالٰے مسلمانوں کی آنکھیں کھولے مسلمان کرے مسلمان رکھے مسلمان مارے مسلمان اٹھائے ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] سنن ابی داؤد	آخر کتاب الجہاد	آفتاب عالم پریس لاہور	۲/ ۲۹
[2] شعب الایمان	حدیث ۴۸۸۶	دارالکتب العلمیہ بیروت	۴/ ۲۳۰
اتحاف السادۃ	باب الآفۃ الثامنۃ عشر المدح	دارالفکر بیروت	۷/ ۵۷۱
[3] سنن ابی داؤد	کتاب الادب باب لیقول المملوک الخ	آفتاب عالم پریس لاہور	۲/ ۳۲۴
مسند امام احمد بن حنبل	حدیث حضرت بریدۃ الاسلمی	دارالفکر بیروت	۵/ ۳۴۶-۴۷

مسئلہ ازموضع خورد مئو ڈاکخانہ بدوسرائے ضلع بارہ بنکی مسئولہ سید صفدر علی صاحب ۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر سنا جاتا ہے کہ اکثر لوگ ایسے ہوئے ہیں اور ہوتے جاتے ہیں کہ ریاضت کرتے کرتے ایسے واصل بخدا ہو جاتے ہیں کہ نماز روزہ ترک کر دیتے ہیں (جبکہ اظہر من الشمس ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زیادہ کوئی مقرب تر نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز روزہ بدرجہ اتم ادا فرماتے تھے) اور لوگ ان کی ولایت کے قائل ہوتے ہیں، چنانچہ تاریخ فرشتہ (اردو) جلد دوم میں لکھا ہے کہ "شیخ احمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ حالتِ جذب میں نماز نہیں پڑھتے تھے"۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسے تارک نماز و روزہ کے نسبت قرآن مجید و حدیث شریف میں کیا حکم ہے؟ آیا ایسا تارکِ نماز و روزہ ولی اللہ کے جانے کے لائق ہو سکتا ہے اور ہے یا نہیں اور کوئی درجہ شریعت، طریقت، معرفت میں ایسا ہے کہ جہاں پہنچ کر روزہ نماز کا تارک گنہگار نہ ہو؟

الجواب

کوئی شخص ایسے مقام تک نہیں پہنچ سکتا جس سے نماز روزہ وغیرہ احکام شرعیہ ساقط ہو جائیں جب تک عقل باقی ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واعبد ربک حتی یاتیک الیقین[1] مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت کر۔

سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عرض کی گئی: کچھ لوگ پیدا ہوئے کہ نماز وغیرہ عبادات چھوڑ دی ہے اور کہتے ہیں کہ شریعت تو راستہ ہے ہم پہنچ گئے ہمیں راہ کی حاجت نہیں۔ فرمایا:

صدقوا القد وصلوا ولکن الٰی این الی النار وہ سچ کہتے ہیں ضرور پہنچ گئے مگر کہاں تک جہنم تک۔

پھر فرمایا: اگر مجھے صدہا برس کی عمر دی جائے تو فرض تو فرض جو نفل مقرر کر لئے ہیں ہرگز نہ چھوڑوں۔ اس مسئلہ کا کامل بیان ہمارے رسالہ "مقال عرفا" میں ہے، حالتِ جذب میں مثل جنون عقل سلامت نہیں رہتی، اس وقت وہ مکلف نہیں، جو باوصف بقائے عقل و استطاعت قصداً نماز یا روزہ ترک کرے ہرگز ولی اللہ نہیں ولی الشیطان ہے قرآن و حدیث میں اسے مشرک و کافر تک فرمایا۔

قال اللہ تعالٰی اقیموا الصلوۃ ولا تکونوا من المشرکین[2] اللہ تعالٰی نے فرمایا: نماز قائم رکھو اور مشرکوں سے نہ ہو جاؤ۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۵/ ۹۹

[2] " " ۳۰/ ۳۱

وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: من ترك الصلٰوۃ متعمدا فقد کفر جهارا۔[1]

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے قصدًا نماز چھوڑی وہ علانیہ کافر ہوگیا (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱: از شہر محلہ کوہاڑا پیر مسئولہ یوسف علی بیگ ۵ صفر ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اہل سنت وجماعت کو رافضیوں سے ملنا جلنا اور کھانا پینا اور رافضیوں سے سودا سلف خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو شخص سُنّی ہوکر ایسا کرتا ہے اس کی نسبت شرعًا کیا حکم ہے؟ آیا وہ شخص دائرہ اہل سنت وجماعت سے خارج ہے یا نہیں؟ اور شخص مذکورہ بالا سے تمام مسلمانوں کو اپنے دینی و دُنیوی تعلقات منقطع کرنا چاہئیں یا نہیں؟

الجواب

روافضِ زمانہ علی العموم مرتد ہیں کما بیّناہ فی رد الرفضۃ (جیسا کہ ہم نے اسے ردالرفضہ میں بیان کیا ہے) ان سے کوئی معاملہ اہلِ اسلام کا سا کرنا حلال نہیں، ان سے میل جول نشست و برخاست سلام کلام سب حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی: واما ینسینك الشیطن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظلمین۔[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سیاتی قوم لھم نبز یقال لھم الرافضۃ یطعنون السلف ولا یشھدون جمعۃ ولا جماعۃ فلا تجالسوھم ولا تواکلوھم ولا تشاربوھم ولا تناکحوھم واذا مرضوا فلا تعودوھم واذا ماتوا فلا تشھدوھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم۔[3]

عنقریب کچھ لوگ آنے والے ہیں ان کا ایک بدلقب ہوگا انھیں رافضی کہا جائے گا سلف صالحین پر طعن کریں گے اور جمعہ و جماعات میں حاضر نہ ہوں گے اُن کے پاس نہ بیٹھنا، نہ ان کے ساتھ کھانا کھانا، نہ ان کے ساتھ پانی پینا، نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ کرنا، بیمار پڑیں تو انھیں پُوچھنے نہ جانا، مرجائیں تو ان کے جنازے پر نہ جانا، نہ ان پر نماز پڑھنا، نہ ان کے ساتھ نماز پڑھنا۔

---

[1] مجمع الزوائد باب فی تارک الصلٰوۃ دارالکتاب بیروت ۱/ ۲۹۵

[2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[3] کنز العمال حدیث ۳۰ - ۳۱۶۳۷، ۳۲۵۴۲، ۳۲۵۲۹، ۳۲۴۶۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۳۲۴ - ۲۵ ، ۵۲۹ ، ۵۴۰ ، ۵۴۲

جو سُنی ہوکر ان کے ساتھ میل جول رکھے اگر خود رافضی نہیں تو کم از اشد فاسق ہے، مسلمانوں کو ان سے بھی میل جول ترک کرنے کا حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۷۱: از شہر بازار صندل خاں مسئولہ نیاز علی خاں ۴ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شرع سے فتویٰ ہُوا ہے کہ مشرک کی تعظیم کے جلوس اور اس کے لیکچر کے جلسے میں جس میں سے واعظ مسلمین بنایا گیا ہو شرکت حرام ہے اس پر ایک شخص نے کہا کہ یہ بالکل ٹھیک نہیں اور فضول گھڑنت اور زبردستی کا لٹھ چلانا ہے ایسے شخص سے بیاہ شادی کرنا مسلمان کو جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسا شخص مسجد میں اذان کہے تو جائز ہے یا نہیں؟ سلام وکلام، میل جول رکھنا اور مسلمان کہنا جائز ہے یا نہیں؟ کھانا پینا اس کے یہاں کا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہو تو مہر کردی جائے اور ناجائز ہو تو مہر کردی جائے۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں اس شخص نے حکم شریعت کی توہین کی اور شریعت کی توہین کفر ہے، عورت اس کے نکاح سے نکل گئی اس پر فرض ہے کہ از سرِ نو مسلمان ہوکر توبہ کرے کلمۂ اسلام پڑھے اس کے بعد اگر عورت راضی ہو تو اس سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے، اور اگر توبہ نہ کرے تو اس سے میل جول حرام ہے اور بیاہ شادی محض زنا، اور اس کی اذان ناجائز، نہ اس سے سلام وکلام جائز، نہ اسے مسلمان کہنا جائز۔

فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

رجل قال آنہا کہ علم آموزند داستانہا است کہ می آموزند او قال بادست آنچہ مے گوید او قال تزویر است او قال من علم حیلہ را منکرم ہذا الکلمۃ کفر کذا فی المحیط۔[1] واللہ تعالیٰ اعلم	ایک آدمی کہتا ہے جو علم انھوں نے سکھایا ہے وہ تمام کہانیاں ہیں یا کہتا ہے جو اسے بیان کیا ہے وُہ تمام فریب ہے یا کہتا ہے میں علم حیلہ کا منکر ہُوں، تو یہ کلمۂ کفر ہے، جیسا کہ محیط میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۷۲ تا ۱۷۴: از دہلی بازار چتلی قبر چھتا مرم گران مسئولہ محمد سلیمان خاں سادیکار ۶ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں کہ:

(۱) قادیانی غیر مقلد اہل قرآن، رافضی وغیرہ وغیرہ علاوہ سُنیوں کے جتنے فرقے ہیں ان کے ساتھ

---

[1] فتاوٰی ہندیہ باب المرتد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۷۰

کھانا پینا، سلام علیک کرنا، نوکری کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض علماء فرماتے ہیں کہ رسول خدا کی حدیث ہے کہ جس میں سو میں ننانوے باتیں کفر کی ہوں اور ایک بات اسلام کی ہو تو اس کو کافر نہیں کہنا چاہئے۔

(۲) ہندو انگریز وغیرہ کی ہم نوکری کرتے ہیں اور ملتے ہیں ان میں اور قادیانی و دیگر فرقوں میں کیا فرق ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) یہ فرقے اور اسی طرح دیو بندی ونیچری غرض جو بھی ضروریاتِ دین سے کسی شے کا منکر ہو سب مرتد کافر ہیں، ان کے ساتھ کھانا پینا، سلام علیک کرنا، ان کی موت وحیات میں کسی طرح کا کوئی اسلامی برتاؤ کرنا سب حرام ہے۔ نہ ان کی نوکری کرنے کی اجازت، نہ انھیں نوکر رکھنے کی اجازت کہ ان سے دُور بھاگنے اور انھیں اپنے سے دُور کرنے کا حکم ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم و ایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم[1] ان سے بچو، انھیں دُور رکھو تاکہ وہ تمھیں نہ گمراہ کریں نہ فتنہ میں ڈال سکیں۔ (ت)

وہ حدیث جو سوال میں لکھی محض جھوٹ اور نری بناوٹ اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر صریح افترا ہے بلکہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور قرآن حکیم کا حکم یہ ہے کہ ہزار باتیں اسلام کی کرتا ہو اور ایک کلمہ کفر کا کہے وہ کافر ہو جائے گا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یحلفون باللہ ما قالوا ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامھم[2] اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے یہ بات نہ کہی اور بیشک ضرور انھوں نے کفر کا لفظ کہا اور اسکے سبب مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو گئے۔

دین وعقل دونوں کا مقتضٰی تو یہ ہے کہ ننانوے قطرے گلاب میں ایک بوند پیشاب کی ڈال دو سب پیشاب ہو جائے گا، مگر ان خبیثوں کا مذہب یہ ہے کہ ننانوے تولے پیشاب میں تولہ بھر گلاب ڈال دو سب گلاب ہو جائے گا پاک ہے حلال ہے پڑھا جاؤ۔

(۲) ہندو اور نصارٰی کافران اصلی ہیں اور یہ فرقے کافران مرتد اور شریعت مطہرہ میں مرتد کا حکم اصلی سے سخت تر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] صحیح مسلم مقدمۃ الکتاب باب نہی عن الروایۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰

[2] القرآن الکریم ۹/۷۴

مسئلہ ۱۷۵: از بنارس محلہ نواب گنج مسئولہ شیخ فریدن سوداگر ۲۲ رمضان ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مقابلہ کفار میں جب لشکرِ اسلام کو شکست ہو تو زید کفار کو ان کی فتح پر مبارکباد دے اور مسرت وخوشی کا اظہار کرے عند الشرع اس کا کیا حکم ہے۔ بیّنوا توجروا

الجواب

اگر یہ بات واقعی ہے کہ وہ معاذ اللہ کفر کی فتح اور اسلام کی شکست چاہتا تھا تو اس کے کفر میں شک نہیں،

قال اللہ تعالٰی ان تمسسکم حسنۃ تسؤھم وان تصبکم سیئۃ یفرحوا بھا[1]	تمھیں کوئی بھلائی پہنچے تو انھیں برا لگے اور اگر تمھیں کوئی برائی پہنچے تو اس پر خوش ہوں۔ (ت)

ورنہ مرتکب اشد کبیرہ ہونے میں شک نہیں اور تجدیدِ اسلام لازم، اس کے بعد تجدید نکاح کا حکم۔ عالمگیریہ میں ہے:

لوفاسق شرب الخمر فجاء اقاربہ ونثروا لدراھم علیہ کفروا ولو لم ینثروا لکن قالوا مبارک باد کفروا ایضا[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اگر کسی فاسق نے شراب پی اس کے رشتہ دار آئے اور انھوں نے اس پر روپے وارے تو وہ کافر ہو جائیں گے اور اگر پیسے نہ وارے مگر مبارکباد دی تب بھی کافر ہو جائیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۷۶: از جی آئی پی ریلوے اسٹیشن بھساول مسئولہ عبدالباسط ۱۱ رمضان ۱۳۳۹ھ

ایک شخص مسلمان کہلاتا ہے مگر پابندِ روزہ حج زکوٰۃ نہیں، اس کے علاوہ فریمشن بھی ہے، اور انگریزوں کے ہمراہ فریمشن کے مکان میں ہفتہ عشرہ جاکر وہاں جو کچھ ہوتا ہے اس میں شامل رہتا ہے ایسے شخص کو مسلمان اپنے گھر کھانے کی دعوت کریں یا نہ کریں اور اس کی دعوت قبول کریں یا نہیں؟ مسلمانوں کے قبرستان میں اسے مرنے کے بعد دفن کریں یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

نہ اس کی دعوت کرنا جائز، نہ اس کی دعوت کھانا جائز، نہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں، نہ اس کے ساتھ کوئی معاملہ موت وحیات اسلامی کریں کہ فریمشن اسلام سے مرتد ہوجاتا ہے، واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۲۰

[2] فتاوٰی ہندیہ باب المرتد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۸۲

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۱۷۶ تا ۱۸۱ : از رائے پور گول بازار ممالک متوسط مسئولہ مرزا محمد اسمٰعیل صاحب بیگ ۲۴ شعبان ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، سرآمد علمائے متکلمین سرخیل کملائے دین جنید عصر شبلی دہر ، حامیِ شریعت ماحیِ بدعت ، مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملتِ طاہرہ حضرت مولانا صاحب قبلہ مدظلکم اللہ تعالٰی علی الفارقین المعتقدین ، پس از سلام سنت اسلام آنکہ عرصہ دراز سے کوئی عریضہ ارسال خدمت اقدس نہیں کیا مگر اکثر اوقات حضور کی صحت وری اور مزاج کی کیفیت کا جبل پور و دیگر مقامات کے کاٹھیاواری احباب سے جویاں رہا ، موجودہ شورش نان کوآپریشن و ہندو مسلم اتحاد پر مقررین کی تقریریں سنیں اور حضور کے سکوت پر ہمیشہ یہی خیال کرتا رہا کہ دیوبندی اور دیگر فرقِ ضالہ کی شرکت کی وجہ سے حضور اس روش سے کنارہ کش ہیں اور بحمد اللہ کہ میرا یہ خیال صحیح ہُوا۔ چند رسالے جبل پور سے آئے اور تحقیقات قادریہ آیۃ انما ینھٰکم اللہ[1] جو تحقیق حضور نے فرمائی وہ حاکم علی صاحب بی اے ولائل پور والے ماسٹر صاحب کو ترکِ موالات کے متعلق جو مفصل و مدلل فتوٰی ارسال فرمایا من وعن میری نظر سے گزرا ، میں ایک جاہل شخص ہُوں لیکن اب تک الحمد للہ عقیدۂ اہلِ سنت وجماعت پر قائم ہُوں اور رہوں گا ان شاء اللہ تعالٰی ، ان تمام رسائل اور اشتہارات کے دیکھنے کے بعد میں نے یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ حضور کی تحقیق اور حضور کی وسعتِ نظر کا مخالفین کو بھی ضرور اعتراف ہوگا ، گو بظاہر وہ حضور کا خلاف کرتے ہیں ، لیکن اب تک ایک خلش میرے دل میں اور باقی رہی جس کی وجہ سے یہ عریضہ بصورت استفتا بغرض طلب ہدایت ارسالِ خدمت ہے :

(۱) ان تمام رسائل اور اشتہارات سے یہ تو ثابت ہوچکا کہ موالات ہر کافر و مشرک سے قطعی حرام ہے خواہ وہ ہند ، چین ، جاپان ، غرض کہ دنیا کے کسی حصہ کا کیوں نہ ہو لیکن اعزاز و اقتدار خلافت قائم رکھنے کے لئے مسلمانانِ ہند کو خصوصًا اور مسلمانانِ دنیا کو عمومًا کون سا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے جو حدودِ شرعیہ کے اندر ہو اور اس سے تجاوز نہ کرتا ہو۔

(۲) خلافت یا سلطنتِ اسلام کی بقا اور تحفظ کا کیا ذریعہ ہے ؟

(۳) الائمۃ من القریش[2] (امام ، قریش میں سے ہوں گے۔ ت) کی حدیث پر حضور اپنی تحقیق سے مطلع فرمائیں۔

www.alahazratnetwork.org

---

[1] القرآن الکریم ۶۰ /۹

[2] مسند امام احمد بن حنبل حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۳ /۱۲۹

(۴) اخبار واشتہار وچشم دید واقعات سے یہ ظاہر ہے کہ شریف مکہ نے حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً کی بے حرمتی کی یا کرائی، جزیرۃ العرب میں کفار ومشرکین کا داخلہ قبول کرلیا اس صورت میں شریف مکہ کے ساتھ کیا سلوک کہ مسلمانوں کو کرنا چاہئے اور شریعت مطہرہ کا ایسے شخص کی نسبت کیا حکم ہے؟

(۵) مقاماتِ مقدسہ کفار کے قبضہ میں بالواسطہ یا بلاواسطہ ہیں ان کفار کے اخراج کے لئے کیا طریقہ عمل ہونا چاہئے؟

ان چند امور پر حضور کی اجمالی یا تفصیلی تحقیق مجھے مطلوب ہے اور دیگر علماء سے مجھے کوئی اتنا زیادہ سروکار نہیں ہے جتنا حضور سے، میں نے جب سے ہوش سنبھالا حضور ہی کو اپنا راہبر راہِ حق سمجھتا رہا، نہ صرف یہی بلکہ میرے والد بزرگوار جناب مرزا فطرت بیگ صاحب مرحوم انسپکٹر پولیس حضور ہی کی ہدایت پر ندوہ کی ممبری سے علیحدہ ہوئے جو اس خط سے واضح ہے جو مکتوبات علماء وکلام اہل صفا میں بنام حافظ یقین الدین صاحب مرحوم شائع کردیا گیا ہے، اس لئے مجھے فخر ہے کہ میں اس سے ہدایت یافتہ ہوں جو میرے والد مرحوم کے راہبر ہیں، انجمن رضائے مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قیام سے بیحد خوشی حاصل ہوئی، اس شہر میں اس کی اشاعت کروں گا ان شاء اللہ تعالٰی، لیکن ایک دیوبندی محمدحسن کی وجہ سے اس میں کچھ رکاوٹ ہوگی، یہ وہی شخص ہے جس کے مدرسہ کے مقابل یہاں کے اہل سنت نے ایک مدرسہ قائم کرکے حضور کے توسط سے مولوی سید مصباح القیوم صاحب زیدی الواسطی کو بلایا ہے، مولوی صاحب نہایت نیک آدمی ہیں اور ان کی تحقیق مندرجہ بالا امور میں محدود ہے، اس لئے عرض ہے کہ ان پانچ سوالات کے جوابات حضور کے پاس سے آنے پر ان شاء اللہ میں حتی الامکان کوشش کروں گا کہ انجمن مذکور کی ترویج یہاں بھی ہو، پس عرض ہے کہ جواب باصواب سے جلد تر سرفراز فرمائیں، بینوا توجروا فقط ادب!

www.alahazratnetwork.org

الجواب

مکرمی کرم فرما اکرمکم اللہ تعالٰی، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، الائمۃ من القریش[1] (امام قریش میں سے ہوں گے۔ ت) حدیث صحیح متواتر ہے اور اس کے مضمون پر صحابہ کرام وتابعین عظام وائمہ اعلام تمام اہلسنت کا اجماع ہے کہ کتبِ عقائد وحدیث وفقہ اس مسئلہ کی روشن تصریحات سے مالامال ہیں، ہر سلطنتِ اسلام نہ سلطنت ہر جماعت اسلام نہ جماعت ہر فردِ اسلام کی خیر خواہی ہر مسلمان پر فرض ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: الدین النصح لکل مسلم[2] (دین ہر مسلمان کے لئے

[1] مسند امام احمد بن حنبل حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۳/ ۱۲۹
[2] صحیح البخاری باب الدین النصیحۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳

سراپا خیر خواہی ہے۔ت) ہر فرض بقدر قدرت ہے اور ہر حکم مشروط باستطاعت،

قال اللہ تعالیٰ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا[1]۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی وسعت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا (ت)

جو شخص حفاظت اسلام و سلطنت اسلام و اماکن مقدسہ کی استطاعت رکھتا ہے اور کاہلی سے نہ کرے مرتکب کبیرہ ہے یا کفار کی خوشامد و خوشنودی کے لئے تو مستوجب لعنت ہے یا دل سے ضرر اسلام پسند کرنے کے سبب تو کافر ہے، اور جو استطاعت نہیں رکھتا معذور ہے، شریعت اس کام کا حکم فرماتی ہے جو شرعًا جائز اور عادۃً ممکن اور عقلًا مفید ہو۔ حرام یا ناممکن یا عبث افعال کا حکم شرع نہیں ہو سکتے، لہذا:

(۱) مسلمانان ہند کو جہاد کا ہرگز حکم نہیں، المحجۃ المؤتمنہ میں اسے واضح کر دیا ہے حتی کہ خود مولوی عبدالباری کے رسالہ ہجرت ص ۲۷ میں ہے:

"میں کشت و خون کو خصوصًا مع حملہ کی صورت میں جیسا کہ لشکر کرنا ہے غیر مفید سمجھتا ہوں کیونکہ اس کے اسباب مجتمع نہیں غیر قادرین پر فرض نہیں بدسگالی کی غرض سے کر سکتے ہیں اس کا ضرر ہوگا۔"

www.alahazratnetwork.org

(۲) ہندوستان دارالاسلام ہے اس میں فقیر کا رسالہ اعلام الاعلام مدتوں سے شائع ہے اور خود مولوی عبدالباری کے رسالہ ہجرت ص ۱۰ میں ہے:

"ہم لوگوں کا مسلک یہ ہے کہ ہندوستان دارالاسلام ہے۔"

اور شک نہیں کہ دارالاسلام سے ہجرت عامہ کا حکم ہرگز شرع مطہر نہیں فرماتی، نہ عادۃً وہ ممکن نہ کچھ مفید کہ سب مسلمان اپنی جائدادیں یونہی نصارٰی کے لئے چھوڑ جائیں یا کوڑیوں کے مول ہندوؤں کو دے جائیں اور خود یہ کروروں ننگے بھوکے اور ملک کے مسلمانوں پر ڈھئی دیں ان کی عافیت بھی تنگ کریں یا بھوکے مرجائیں اور اپنی مساجد و مزارات اولیاء پامالی کفار و مشرکین کے لئے چھوڑ جائیں اور یہ سب کچھ اوڑھ بھی لیا جائے تو اس سے سلطنت اسلام کو کیا فائدہ اور اماکن مقدسہ کا کیا نفع اور ہجرت بعض کا بے سود ہونا بھی عقلًا تو معلوم تھا ہی، اب تجربۃً مشہود بھی ہولیا سوا ان غریب مسلمانوں کی بے سروسامانی و آوارگی و پریشانی و حسرت و پشیمانی کے اور بھی کوئی فائدہ مترتب ہوا۔

(۳) مالی امداد البتہ ایک چیز ہے اگرچہ مولوی عبدالباری اس کے بھی منکر ہیں۔ رسالہ ہجرت ص ۵

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۶

پر ہے:

"ہم اس وقت اعانت بمال کو مسلمانانِ ہند پر فرض نہیں سمجھتے بوجہ عدم استطاعت۔"

یہ عذر کیسا بھی ہو مگر ذرائع وصول مہیا ہونا اور وصول پر وثوق کے ساتھ اطمینان ملنا بہت ضرور ہے نہ ایسا کہ لاکھوں کے چندے ہوئے اور باوصف کثرت تقاضا ــــــ اب تک حساب بھی نہیں دیتے۔

(۴) معاملت حرام کا ترک ہمیشہ سے واجب تھا اور نہ کیا اب جائز کا ترک بھی فرض کر رہے ہیں، یہ شرع پر زیادت ہے پھر بھی جائز کا ترک ہر وقت جائز ہے جب کہ کسی محظور کی طرف منجر نہ ہو اس کا ناممکن یا نامفید ہونا "المحجۃ المؤتمنہ" ص ۸۰ سے ۹۲ تک ملاحظہ ہو، باتیں وہ بتائی جاتی ہیں جن پر تمام ملک ہرگز کاربند نہ ہوگا، نہ صرف تمام مسلمان، اور بالفرض غلط سب مسلمان مان بھی لیں تو بجائے نفع مضر، پھر باطل و نامتوقع پر عام عمل اگر متخیل بھی ہو تو مدید و طویل مدتیں درکار، اور حاجت اس وقت فوری تا تریاق از عراق کی مثل ہے۔

(۵) فتنہ و فساد پھیلانے کی نامفیدی ظاہر، اب تک سوا بعض ذلتوں کے کیا حاصل ہوا اور یہ کھلا پہلو اس کے شرعًا بھی ناجائز ہونے کا ہے، حدیث میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

"مسلمان کو روا نہیں کہ اپنے آپ کو ذلت پر پیش کرے۔"

خود مولوی عبدالباری کے رسالۂ ہجرت ص ۶ میں ہے:

"اس میں شک نہیں کہ اہلاکِ نفس بلا ضرورت جائز نہیں، قانون جن امور کو روکتا ہے ان کو نہ کرنے میں ہم کو عذر ہے۔"

(۶) رہی خالی چیخ پکار، آفتاب سے زیادہ آشکار کہ محض بے سود و بیکار، ملک چیخنے پکارنے سے واپس نہیں ہوتا وہ بھی اتنا وسیع، وہ بھی ہلال کا، وہ بھی صلیب سے، ورنہ اگلے علماء و مشائخ نے ہندوستان ہی چلا چلا کر پھیر لیا ہوتا، یا مولوی عبدالباری کے بزرگوں نے چیخ پکار کر ہی ذرا سی لکھنؤ کی پڑیا، کیا ان کو دردِ اسلام نہ تھا، تھا مگر عقل بھی تھی کہ مہمل شور و غل سے کیا حاصل ہوگا، خود آزاد کے الہلال جلد ۳ ص ۱۶ میں ہے:

"زبان سے نالہ و فریاد کرنے کی صورتیں اسی وقت تک کے لئے ہیں جب تک ان سے کشود کار ممکن ہو۔"

(۷) خیر یہاں تک تو تھا جو کچھ تھا، قیامت کا بند تو یہ ہے کہ خلافت کی حمایت و اماکن مقدسہ کا نام لے کر

27 27 مسلمان کہلانے والے مشرکوں میں فنا ہوگئے، مشرک کو پیشوا بنالیا آپ پس رو بنے، جو وہ کہے وہی مانیں، قرآن وحدیث کی تمام عمر اس پر نثار کردی، ترکِ موالات کا نام بدنام اور اللہ کے دشمن مشرکوں سے وداد محبت و اتحاد بلکہ غلامی و انقیاد، ان کی خوشی کے لئے شعارِ اسلام کا انسداد، ان شناعات کے حلال کرنے کو آیات میں تحریف، شریعت میں الحاد، نئی نئی شریعت کا دل سے ایجاد، جس کا بیان آپ کو المحجۃ المؤتمنۃ میں ملے گا، یہ تو صراحۃً اسلام کو کند چھری سے ذبح کرنا ہے اس کا نام حمایتِ اسلام رکھنا کس درجہ صریح مغالطہ و اغوا ہے، ندوہ میں بدمذہبوں ہی کی شرکت کا رونا تھا بظاہر کلمہ گو تو تھے انھوں نے سرے سے کلمہ ہی کو اٹھا کر بالائے طاق رکھ دیا، نہیں نہیں، بلکہ پس پشت پھینک دیا، مشرکوں کو روح اعظم بنایا، جوگی بنایا نبی بالقوہ بنایا، مذکر مبعوث من اللہ بنایا، اس کی مدح خطبۂ جمعہ میں داخل کی، اس کی تعریف میں کلام الٰہی کا مصرعہ :

خاموشی از ثنائے تو حدِ ثنائے تست

(تیری تعریف سے خاموش رہنا تیری تعریف کی انتہا ہے۔ ت)

گایا اور کیا کیا کفر و کفریات و ضلالات اختیار کئے جن کا نمونہ آگے المحجۃ المؤتمنۃ کے ص ۴۴ و ۴۵ پر ملے گا جزیرۃ العرب میں کفار کی سکونت پچھلے سلاطین ترک کے زمانے سے ہے، عدن میں انگریزی فوج، جدہ وغیرہ میں نصرانی سفارتوں کے قیام مدتوں سے ہیں، حرمین محترمین کی بے ادبی شریف سے ہونے کا مجھے علم نہیں، اخباروں اشتہاروں کو میں خود اپنے معاملہ میں روزانہ دیکھ رہا ہوں کہ میری نسبت محض جھوٹ محض بہتان شائع کرتے اور قصداً لعنتِ الٰہی اپنے اوپر لے رہے ہیں اور ان کی تائید میں کذابین کی عینی شہادتیں ہوتی ہیں حالانکہ اللہ و رسول جانتے ہیں اور وہ خود دل میں جان رہے ہیں کہ محض جھوٹ بکتے اور افترا بکتے ہیں واللہ یشہد انھم لکٰذبون[1] (اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔ ت) اگر بے ادبی حقیقۃً ثابت ہو تو جس حیثیت کی جس کی نسبت ثبوت پائے وہ اس قدر کے حکم شرعی کا مستحق ہوگا کسے باشد۔ فقط ۲۴ شعبان ۱۳۳۹ھ

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/۱۱

المحجّة المؤتمنة فی اٰیة الممتحنة

۱۳۳۹

(سورۂ ممتحنہ کی آیت کریمہ کے بارے میں درمیانی راستہ)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۱۸۲: مرسلہ مولوی حاکم علی صاحب بی اے حنفی نقشبندی مجددی پروفیسر سائنس اسلامیہ کالج لاہور ۱۴ صفر ۱۳۳۹ھ

اللہ تعالٰی نے ہمیں کافروں اور یہود و نصارٰی کے تولّی سے منع فرمایا ہے مگر ابوالکلام زبردستی تولّی کے معنی "معاملت" اور ترکِ موالات کو "ترکِ معاملت" (نان کوآپریشن) قرار دیتے ہیں اور یہ صریح زبردستی ہے جو اللہ تعالٰی کے کلام پاک کے ساتھ کی جارہی ہے، مذکور نے ۲۰ اکتوبر ۱۹۲۰ء کی جنرل کونسل کی کمیٹی میں تشریف لاکر اطلاق یہ کردیا کہ جب تک اسلامیہ کالج لاہور کی امداد بند نہ کی جائے اور یونیورسٹی سے اس کا قطع الحاق نہ کیا جائے تب تک انگریزوں سے ترکِ موالات نہیں ہوسکتی اور اسلامیہ کالج کے لڑکوں کو فتوٰی دے دیا کہ اگر ایسا نہ ہو تو کالج چھوڑ دو، لہذا اس طرح سے کالج میں بے چینی پھیلادی کہ پھر پڑھائی کا سخت نقصان ہونا شروع ہوگیا، علامہ مذکور کا یہ فتوٰی غلط ہے یونیورسٹی

نقلِ خط مولوی صاحب آقائے نامدار مؤیدِ ملتِ طاہرہ مولٰنا و بالفضل اولٰنا جناب شاہ احمد رضا خاں صاحب دام ظلہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پشت ہذا

(باقی برصفحہ آئندہ)

کے ساتھ الحاق قائم رہنے سے اور امداد لینے سے معاملت قائم رہتی ہے نہ کہ موالات جس کے معنی محبت کے ہیں نہ کہ کام کے، جو کہ معاملت کے معنی ہیں، مذکور کی اس زبردستی سے اسلامیہ کالج تباہ ہو رہا ہے، مولوی محمود حسن صاحب مولوی عبدالحی صاحب تو دیوبندی خیالات کے ہیں زبردستی فتوے اپنے مدعا کے مطابق دیتے ہیں لہذا میں فتوے دیتا ہوں کہ یونیورسٹی کے ساتھ الحاق اور امداد لینا جائز ہے میرے فتوے کی تصحیح ان اصحاب سے کرائیں جو دیوبندی نہیں مثلاً مؤید ملت طاہرہ حضرت مولانا مولوی شاہ احمد رضا خاں قادری صاحب بریلوی علاقہ روہیلکھنڈ اور مولوی اشرف علی صاحب تھانوی ممالک مغربی و شمالی۔

الجواب

موالات و مجرد معاملت میں زمین آسمان کا فرق ہے دنیوی معاملت جس سے دین پر ضرر نہ ہو سوا مرتدین مثل وہابیہ دیوبندیہ و امثالہم کے کسی سے ممنوع نہیں، ذمی تو معاملت میں مثل مسلم ہے،

لهم ما لنا وعليهم ما علينا۔ اُن کے لئے۔ ہمارے لئے اور جوان پر ہے ہم پر۔

---

www.alahazratnetwork.org

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

پر کا فتویٰ مطالعہ گرامی کے لئے ارسال کرکے التجا کرتا ہوں کہ دوسری نقل کی پشت پر اس کی تصحیح فرماکر احقر نیازمند کے نام بواپسی ڈاک اگر ممکن ہو سکے یا کم ازکم دوسرے روز بھیج دیں، انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس بروز اتوار بتاریخ ۳۱ر اکتوبر ۱۹۲۰ء کو منعقد ہوتا ہے اُس میں پیش کرنا ہے کہ دیوبندلوں اور تحریریوں نے مسلمانوں کو تباہ کرنے میں کوئی تامل نہیں کیا ہے ہندوؤں اور گاندھی کے ساتھ موالات قائم کرلی ہے اور مسلمانوں کے کاموں میں روڑہ اٹکانے کی ٹھان لی ہے للہ عالم حنفیہ کو ان کے ہاتھوں سے بچائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔ نیازمند دعا گوے حاکم علی بی اے موتی بازار لاہور ۲۵ر اکتوبر ۱۹۲۰ء

جوابِ خط مولوی صاحب مکرم کرم فرما جناب مولوی حاکم علی صاحب بی اے سلمہم بعد اہدائے ہدیہ مسنونہ ملتمس کل گیارہ بجے آپ کا فتوی آیا اُس وقت سے شب کے بارے بجے تک اہم ضروریات کے سبب ایک حرف لکھنے کی فرصت نہ ہوئی۔ آج صبح بعد وظائف یہ جواب املا فرمایا امید کہ مجموعہ فتاوی کی نقل کے بعد آج ہی کی ڈاک سے مرسل ہو، اور مولیٰ تعالیٰ قادر ہے کہ کل ہی آپ کو پہنچ جائے، مامول کہ وقت پر موصول ہونے سے مطلع فرمائیں والسلام فقیر مصطفےٰ رضا قادری نوری عفی عنہ ۵ صفر المظفر ۱۳۳۹ھ۔

(یعنی دنیاوی منافع میں ہماری طرح اُن کو بھی حصہ دیا جائے گا اور دُنیوی مواخذہ اُن پر بھی وہی ہوگا جو ایک مسلمان پر کیا جائے گا)

اور غیر ذمی سے بھی خرید و فروخت، اجارہ و استیجار، ہبہ و استیہاب بشروطہا جائز اور خریدنا مطلقاً ہر مال کا کہ مسلمان کے حق میں متقوم ہو اور بیچنا ہر جائز چیز کا جس میں اعانتِ حرب یا اہانتِ اسلام نہ ہو، اُسے نوکر رکھنا جس میں کوئی کام خلافِ شرع نہ ہو، اس کی جائز نوکری کرنا جس میں مسلم پر اُس کا استعلا نہ ہو، ایسے ہی امور میں اُجرت پر اُس سے کام لینا یا اُس کا کام کرنا بمصلحت شرعی اُسے ہدیہ دینا جس میں کسی رسم کفر کا اعزاز نہ ہو، اُس کا ہدیہ قبول کرنا جس سے دین پر اعتراض نہ ہو حتّٰی کہ کتابیہ سے نکاح کرنا بھی فی نفسہٖ حلال ہے؛ وہ صلح کی طرف جھکیں تو مصالحت کرنا مگر وہ صلح کہ حلال کو حرام کرے یا حرام کو حلال، یونہی ایک حد تک معاہدہ و موادعت کرنا بھی، اور جو جائز عہد کرلیا اس کی وفا فرض ہے اور غدر حرام الی غیر ذٰلک من الاحکام،

درمختار میں ہے:

والمرتدۃ تحبس ابدا و تجالس ولا تؤاکل حتی تسلم ولا تقتل اھ[1] قلت وھو العلۃ فانہا تبقٰی ولا تفنی وقد شملت المرتد فی اعصارنا و امصارنا لامتناع القتل۔

مرتد عورت دائم الحبس کی جائے گی اور نہ اُس کے پاس کوئی بیٹھے نہ اُس کے ساتھ کوئی کھائے یہاں تک کہ وہ اسلام لائے اور قتل نہ کی جائے گی۔ میں کہتا ہوں یہی اُن احکام کا سبب ہے کہ وہ باقی چھوڑ دی جاتی ہے اور فنا نہیں کی جاتی، اور اب اس ملک میں یہ سب مرتد کو بھی شامل ہوگیا کہ قتل نہیں کیا جاسکتا۔

محیط میں ہے:

اذا خرج للتجارۃ الی ارض العدو بامان فان کان امرا لا یخاف علیہ منہ وکانوا قوما یوفون بالعہد یعرفون بذٰلک ولہ فی ذٰلک منفعۃ فلا باس[2]

جب دشمن کے شہر کو امان لے کر تجارت کے لئے جائے اگر معاملہ ایسا ہو کہ اس پر اُس سے اندیشہ نہیں اور وہ کافر عہد پورا کرتے میں مشہور ہوں اور اُسے وہاں جانے میں نفع ہو تو حرج نہیں۔

ہندیہ میں ہے:

اذا اراد المسلم ان یدخل دار الحرب

جب مسلمان دار الحرب میں امان لے کر جانا چاہے

---

[1] الدرالمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۶۰

[2] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ المحیط کتاب الکراہیۃ الباب السادس والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۶۵

بامان للتجارة لم يمنع ذلك منه و وكذلك اذا ارادحمل الامتعة اليهم فى البحر فى السفينة۔[۱]

تو اس سے منع نہ کیا جائے گا اور یونہی جب کچھ اسباب دریائی سفر میں ان کی طرف کشتی میں لے جائے۔

اسی میں ہے :

قال محمد لاباس بان يحمل المسلم الى اهل الحرب ماشاء الا الكراع والسلاح فان كان خزا من ابريسم اوثيابا رقاقا من القز فلا باس بادخالها اليهم ولا باس بادخال الصفر والشبه اليهم لان هذا لا يستعمل للسلاح[۲] (ملخصًا)

امام محمد نے فرمایا مسلمان جو مالِ تجارت چاہے حربیوں کی طرف لے جاسکتا ہے مگر گھوڑے اور ہتھیار، تو اگر ریشمی دوپٹے یا دیبا کے باریک کپڑے ہوں تو انھیں اُن کی طرف لے جانے میں حرج نہیں اور پیتل اور جست ان کی طرف لے جانے میں مضائقہ نہیں کہ ان سے ہتھیار نہیں بنتے۔ (ملخصًا)

اسی میں ہے :

لا يمنع من ادخال البغال والحمير والثور والبعير[۳]

خچر اور گدھے اور بیل اور اونٹ دار الحرب میں لے جانا مضائقہ نہیں رکھتا۔

www.alahazratnetwork.org

فتاوٰی امام طاہر بخاری میں ہے :

مسلم اٰجر نفسه من مجوسى لاباس به[۴]

مسلمان کسی مجوسی کے یہاں مزدوری کرے تو حرج نہیں۔

ہدایہ میں ہے :

من ارسل اجیراله مجوسیا او خادما فاشترى لحما فقال اشتريته من يهودى اونصرانى او مسلم

جس نے اپنا نوکر یا غلام مجوسی بازار کو بھیجا اس نے گوشت خریدا اور کہا میں نے یہودی یا نصرانی یا مسلمان سے خریدا ہے اُسے اُس کے کھانے کی

۱؎ فتاوٰی ہندیۃ الباب السادس فی المستأمن الفصل الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۳۳

۲؎ " " " " " " " "

۳؎ " " " " " " " "

۴؎ خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الاجارات الفصل العاشر مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/۱۵۹

وسعه اکله[1]

گنجائش ہے (کہ معاملات میں کافر کا قول مقبول ہے)

درمختار میں ہے:

الکافر یجوز تقلیدہ القضاء لیحکم بین اهل الذمة ذکرہ الزیلعی فی التحکیم[2]

بادشاہِ اسلام اگر کسی کافر کو قاضی بنائے کہ ذمی کافروں کے مقدمے فیصل کرے تو جائز ہے' اسے زیلعی نے باب تحکیم میں ذکر کیا۔

محیط میں ہے:

قال محمد مایبعثه ملك العدو من الهدیة الی امیر جیش المسلمین اوالی الامام الاکبر وهو مع الجیش فانه لاباس بقبولها ویصیرفیأ للمسلمین وکذلك اذا اهدی ملکهم الی قائد من قواد المسلمین له منعة ولوکان اهدی الی واحد من کبار المسلمین لیس له منعة یختص هو بها[3]

امام محمد نے فرمایا دشمنوں کا بادشاہ جو ہدیہ مسلمانوں کے سپہ سالار یا خلیفہ حاضر لشکر کو بھیجے اُس کے قبول میں حرج نہیں تو وہ سب مسلمانوں کے لئے مشترک ہوجائے گا یونہی جب ان کا بادشاہ مسلمانوں کے کسی فوجی سردار کو ہدیہ بھیجے جس کے پاس فوج ہو اور اگر کسی اسلامی سردار کو بھیجا جس کے پاس اس وقت فوج نہیں تو ہدیہ خاص اسی سردار کی ملک ہوگا۔

www.alahazratnetwork.org

اسی میں ہے:

وان عسکرا من المسلمین دخلوا دارالحرب فاهدی امیرهم الی ملك العدو هدیة فلاباس به وکذلك لوان امیر الثغور اهدی الی ملك العدو هدیة و اهدی ملك العدو الیه هدیة[4]

اگر مسلمانوں کا کوئی لشکر دارالحرب میں داخل ہو اور سردارِ لشکر کچھ ہدیہ دشمنوں کے بادشاہ کو بھیجے اس میں حرج نہیں، اور یونہی اگر سرحدوں کا سردار دشمنوں کے بادشاہ کو کوئی ہدیہ بھیجے اور دشمنوں کا بادشاہ اسے ہدیہ بھیجے۔

---

[1] الهدایة کتاب الکراهیة مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۴۵۱
[2] الدرالمختار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۲/۷۱
[3] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ المحیط الباب السادس الفصل الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۳۶
[4] " " " " " " ۲/۲۳۶

وقال الله تعالیٰ والمحصنٰت من المؤمنٰت من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم اذا اٰتیتموھن اجورھن[1] (وتمام تحقیقہ فی فتاونٰا) وقال تعالیٰ وان جنحوا للسلم فاجنح لھا[2]، وقال تعالیٰ الا الذین عاھدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیئا ولم یظاھروا علیکم احدا فاتموا الیھم عھدھم الیٰ مدتھم ان الله یحب المتقین[3] وقال تعالیٰ واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا[4] (وعنہ صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم) الصلح جائز بین المسلمین الا صلحا احل حراما او حرم حلالا[5]، وقال صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم لا تغدروا[6]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اور حلال ہیں تمہارے لئے پارسا عورتیں ایمان والیوں میں سے اور ان میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی جب تم ان کے مہر دو (اور اس مسئلہ کی پوری تحقیق ہمارے فتاوٰی میں ہے) اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی اس کی طرف میل کرو، سب کافروں کو قتل کرو مگر وہ مشرک جن سے تمہارا معاہدہ ہو لیا، پھر انہوں نے تمہارے حق میں کوئی تقصیر نہ کی اور تم پر کسی کو مدد نہ دی تو ان کا عہد ٹھہری ہوئی مدت تک پورا کرو بیشک اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے عہد پورا کرو بیشک عہد پوچھا جائے گا، اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہے مسلمانوں میں صلح جائز ہے مگر وہ صلح جو کسی حرام کو حلال یا حلال کو حرام کرے۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بدعہدی نہ کرو۔

www.alahazratnetwork.org

وہ الحاق واخذ امداد اگر نہ کسی امر خلاف اسلام ومخالف شریعت سے مشروط نہ اس کی طرف منجر، تو اس کے جواز میں کلام نہیں، ورنہ ضرور ناجائز وحرام ہوگا مگر یہ عدم جواز اس شرط یا لازم کے سبب سے ہوگا، نہ بربنائے تحریم مطلق معاملت جس کے لئے شرع میں اصلاً اصل نہیں اور خود ان مانعین کا طرز عمل ان کے کذب دعوی پر شاہد، ریل تار ڈاک سے تمتع کیا معاملت نہیں ہے، فرق یہ ہے کہ اخذ امداد میں مال

---

[1] القرآن الکریم ۵/۵
[2] " ۸/۶۱
[3] " ۹/۴
[4] " ۱۷/۳۴
[5] سنن ابی داؤد کتاب القضاء باب فی الصلح آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۵۰
[6] صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۲

لینا ہے اور اُن کے استعمال میں دینا عجب کہ مقاطعت میں مال دینا حلال ہو اور لینا حرام، اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ ریل تار ڈاک ہمارے ہی بلکہ ہیں ہمارے ہی روپے سے بنے ہیں، سبحان اللہ امداد تعلیم کا روپیہ کیا انگلستان سے آتا ہے وہ بھی یہیں کا ہے۔ تو حاصل وہی ٹھہرا کہ مقاطعت میں اپنے مال سے نفع پہنچانا مشروع اور خود نفع لینا ممنوع، اس اُلٹی عقل کا کیا علاج، مگر اس قوم سے کیا شکایت جس نے نہ صرف شریعت بلکہ نفسِ اسلام کو پلٹ دیا مشرکین سے وداد بلکہ اتحاد بلکہ غلامی وانقیاد فرض کیا خوشنودی ہنود کے لئے شعار اسلام بند اور شعار کفر کا ماتھوں پر علم بلند، مشرکین کی جے پکارنا اُن کی حمد کے نعرے مارنا، اُنھیں اپنی اُس حاجت دینی میں جسے نہ صرف فرض بلکہ مدارِ ایمان ٹھہراتے ہیں یہاں تک کہ اُس میں شریک نہ ہونے والوں پر حکم کفر لگاتے ہیں، اپنا امام و ہادی بنانا مساجد میں مشرک کو لے جاکر مسلمانوں سے اونچا کر کے واعظِ مسلمین ٹھہرانا مشرک کی ٹکٹکی کندھوں پر اٹھا کر مرگھٹ میں لے جانا، مساجد کو اُس کا ماتم گاہ بنانا، اُس کے لئے دعائے مغفرت و نمازِ جنازہ کے اشتہار لگانا وغیرہ وغیرہ ناگفتہ بہ افعال موجب کفر و مورث ضلال، یہاں تک کہ صاف لکھ دیا کہ اگر اپنے ہندو بھائیوں کو راضی کر لو تو اپنے خدا کو راضی کر لوگے، صاف لکھ دیا کہ ہم ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہیں جو ہندو و مسلم کا امتیاز اُٹھا دے گا اور سنگم و پریاگ کو مقدس علامت ٹھہرائے گا، صاف لکھ دیا کہ ہم نے قرآن و حدیث کی تمام عمر بت پرستی پر نثار کر دی، یہ ہے موالات، یہ ہے حرام، یہ ہیں کفریات، یہ ہیں ضلال تام، فسبحٰن مقلب القلوب والابصار ولاحول ولا قوۃ الا باللہ الواحد القہار، واللہ تعالیٰ اعلم۔ فقیر احمد رضا غفرلہ

جوابِ امام اہلسنت عین حق ہے کلام الامام امام الکلام دیوبندیوں سے منع استصواب حق و صواب، تھانوی صاحب کا عبث بحمد اللہ تعالیٰ مولوی صاحب کی دین پرستی کہ اُنھوں نے اس نصیحت کو قبول کیا اور فتوائے اصلی جمعیت علمائے ہند ص ۳ و ۵ پر یہ مضمون چھاپ دیا، الحمد وللمنۃ کہ یکم نومبر ۱۹۲۰ء عالیجناب مجدد ملت طاہرہ اعلٰحضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب قادری بریلوی کا فتوٰی موصول ہوا اس سے مجھے ٹھیک پتا لگا کہ مولوی اشرفعلی صاحب تو سرو سرغنہ دیوبند ہیں، یا اللہ! میری توبہ، مجھ سے یہ غلطی میرے ایک دوست نے کرا دی استغفر اللہ تعالیٰ من کل ذنب ۱۲۔

استثنا عجب العجاب یہ سرو سرغنہ دیوبند ہیں۔ افعی را کشتن و بچہ اش را نگاہ داشتن (سانپ کو مارنا اور اس کے بچے کی حفاظت کرنا۔ت) کا حال معلوم نہ کہ بچگان کشتن و افعی نگہداشتن (بچوں کو مارنا اور سانپ کو چھوڑ دینا۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔ فقیر مصطفٰی رضا قادری مہتمم دار الافتائے اہلسنت وجماعت بریلی۔

۱۴ صفر ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم ط

مسئلہ ۱۸۳ از لاہور بڑی بساط کٹڑیار اکبری منڈی مسئولہ چودھری عزیز الرحمٰن صاحب بی۔اے، سابق ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی اسکول لائلپور ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

جناب حضرت قبلہ وکعبہ مجدد دوراں حضرت احمد رضا خاں صاحب سلمہ اللہ تعالٰی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بعد حمد وصلوٰۃ واضح رائے عالی ہو کہ حضور کا فتوٰی جو مسٹر حاکم علی صاحب بی اے پروفیسر ریاضی اسلامیہ کالج لاہور کے خط کے جواب میں حضور نے ارسال فرمایا پڑھ کر خاکسار کو بڑی حیرت ہوئی کیونکہ خاکسار آں حضور کو جیسا کہ لاکھوں کروڑوں پنجاب وہندوستان کے سنت وجماعت مجدد وقت مانتے ہیں اس زمانے کا مجدد مانتا ہے اور جب سے ہوش سنبھالا اسی عقیدے پر بفضل خدا رہا ہے جس پر آپ اور دیگر بزرگان قوم وعلمائے کرام ہیں یا ہوتے آئے ہیں لیکن اس فتوے کو دیکھ کر میرے دل میں بڑا اضطراب پیدا ہوا ہے اور میں نے یہ جرأت کی ہے کہ جناب سے مفصل طور پر دریافت کروں کہ ایسے زمانہ میں جبکہ مسلمانوں پر ہر طرف سے حملے ہو رہے ہیں اندرونی وبیرونی دشمن اسلام کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور مسلمانوں کے مقامات مقدسہ کفار کی مدد سے باغیوں (شریف مکہ) نے چھین لئے ہیں اور کفار جزیرۃ العرب (جدہ وعدن وغیرہ) میں اپنا قدم جمائے بیٹھے ہیں اور خلافت ریزہ ریزہ کی گئی ہے اور ایک بڑی سلطنت کا وزیر اعظم اپنی تقریر میں صاف کھلے لفظوں میں برملا کہتا ہے کہ یہ لڑائی جو عراق عرب میں مسلمانوں سے ہوئی مذہبی لڑائی تھی اور اب ہم نے بیت المقدس اُن کی گندگی سے پاک

کردیا ہے وغیرہ وغیرہ ، غرضکہ ایسے وقت جبکہ اعداء اسلام نے اسلام کی عزت اور شوکت کی بیخ کنی میں کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ، عراق ، فلسطین اور شام جن کو صحابہ اور تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خون کی ندیاں بہا کر فتح کیا تھا ، پھر کفار کی حریفانہ حوصلہ مندیوں کی جولانگاہ بن گئے ہیں ، خلیفۃ المسلمین دشمنوں کے نرغے میں پھنس کر بے دست و پا ہو چکا ہے ، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والے اپنے گھروں (تھریس سمرنا وغیرہ) اور زرخیز علاقوں سے زبردستی نکالے جا رہے ہیں ، اور مسجدوں پر زبردستی قبضہ کر لیا جاتا ہے ، اور مسلمانوں کے علماء قرآنی احکام ڈرتے ڈرتے بتاتے ہیں ، جہاد کا تو نام ہی منہ پر آنا لیس قیامت ہے ، کیا ایسے وقت میں اسلامی حمیت و غیرت یہ چاہتی ہے کہ کوئی نہ کوئی ایسا مسئلہ نکل آئے جس سے انگریز افسر خوش ہو جائیں اور مسلمان تباہ ہو جائیں ، مسٹر حاکم علی نے ایک پالیسی سے انگریز پرنسپل اور دوسرے انگریز افسروں اور غدار مسلمانوں کو خوش کرنے کے واسطے حضور سے ایک عجیب طرز میں فتویٰ پوچھا اور حضور نے اُس کے مضمون کے مطابق صحیح صحیح فیصلہ جواب میں بھیج دیا ، یہ بالکل درست کہ موالات و مجرد معاملات میں زمین آسمان کا فرق ہے لیکن دین کا نقصان کر کے دُنیوی معاملت کہاں جائز ہے حضور نے بہت سی شرائط سے مشروط کر کے گول مول جواب عنایت فرمایا ہے لیکن اس وقت ضرورت ہے ایسے فتوے کی جو صاف صاف لفظوں میں حالاتِ حاضرہ پر نظر کر کے بغیر کسی شرط کے لکھا جائے تاکہ ہر ایک عالم و جاہل جو آپ کا پیرو ہے فوراً پڑھ کر جان لے کہ اُس کے واسطے اب ایسا کرنا ضروری ہے ، حالاتِ حاضرہ حضور پر بخوبی روشن ہیں اور کچھ تھوڑے سے میں نے اوپر بیان کئے ہیں کیا مسلمانوں کا بھرتی ہو کر فوج میں مسلمانوں کو اُن کے گھروں سے نکالنے اور غلام بنانے کے لئے جانا اور دوسرے کلرکوں کا اُن کی امداد کے لئے عراق و عرب و شام وغیرہ میں ملازمِ گورنمنٹ ہو کر جانا جائز ہے ، اگر جانا جائز نہیں تو پھر آپ جیسے بزرگ کیوں چُپ چاپ بیٹھے ہیں ، کیوں نہیں ایسے فتوے شائع کرتے اور اظہارِ حق میں دنیوی طاقت سے کیوں ڈرتے ہیں ، موجودہ وقت کھینچ تان کر کفار سے تعلق رکھنے اور ان کی اعانت کرنے کا جواز ثابت کرنے کا نہیں ہے بلکہ سینہ سپر ہو کر بے خوف و خطر لوگوں کو صراطِ مستقیم بتانے کا ہے ، حضور نے جو لکھا ہے کہ الحاق اور اخذ امداد جائز ہے اگر کسی امر خلاف اسلام و مخالف شریعت سے مشروط نہ ہو ۔ عالیجاہا ! گورنمنٹ جو امداد اسکولوں اور کالجوں کو دیتی ہے وہ خاص اغراض کو مدنظر رکھ کر دی جاتی ہے ، اور میرا خیال ہے کہ حضور کو سب حال روشن ہو گا لیکن اگر اس بارے میں ناواقفیت ہو تو میں عرض کرتا ہوں کہ اول تو امداد میں اس قسم کی شرط ضرور ہوتی ہے کہ کالج کا پرنسپل اور ایک دو پروفیسر انگریز ہوں دوسرے مقررہ کورس پڑھائے جائیں جن میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ خلافِ اسلام باتیں ہوتی ہیں بلکہ بعض میں تو رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ الفاظ لکھے ہوئے ہوتے ہیں ، تیسرے دینی تعلیم

لازمی نہیں کوئی پڑھے یا نہ پڑھے لیکن جہاں دینی تعلیم پڑھائی جائے خاص وقت سے زیادہ نہ دیا جائے کیونکہ یونیورسٹی کی تعلیم کے لئے چار گھنٹے وقت ضرور خرچ ہو اگر چار گھنٹے سے کم ہوگا تو امداد نہیں ملے گی، پھر جو استاد دینیات پڑھائے گا اس کو امداد نہیں دی جائے گی، پھر فلاں فلاں مضمون ضرور طالب علم کو لینے چاہئیں ورنہ امتحان میں شامل نہیں ہوسکتا، پھر ڈرل وغیرہ اور کھیلوں کی طرف دیکھو جن میں ہر ایک طالب علم کو حصہ لینا ضروری ہوتا ہے، آج کل جو ڈرل سکھائی جارہی ہے اس میں عجیب مخرب اخلاق باتیں کی جارہی ہیں، امداد لینے اور الحاق یونیورسٹی سے رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ وہی ڈرل تمام اسکولوں میں کرائی جائے، کھیلوں میں آپ دیکھتے ہیں کہ عجیب بے پردہ لباس پہنا جاتا ہے، فٹ بال اور ہاکی میں جو نیکر پہنے جاتے ہیں وہ ٹخنوں سے اوپر تک ننگا رکھتے ہیں، غرضکہ کیا عرض کروں اسی الحاق وامداد کی خاطر معلمین ومتعلمین کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ قرآن شریف ودینیات کا جو گھنٹہ رکھا ہوا ہے اس میں بھی انگریزی ہی کا سبق یاد کرادوں کیونکہ انسپکٹر نے انگریزی تو سننی ہے قرآن شریف تو نہیں سننا، جماعتوں میں جو ترقی دی جاتی ہے اس میں بھی اسی بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ انگریزی لڑکا جانتا ہے یا نہیں قرآن شریف خواہ ناظرہ بھی نہ پڑھ سکتا ہو نماز کا ایک حرف نہ جانتا ہو لیکن دسویں اور ایف اے اور بی اے پاس کرتا چلا جائے گا، یہ میں اسلامیہ اسکولوں اور کالجوں کا ذکر کر رہا ہوں دوسرے اسکولوں اور کالجوں سے ہمیں کوئی تعلق نہیں، یہ سب کس واسطے ہورہا ہے، اسی واسطے کہ ہم یونیورسٹی سے الحاق رکھنا چاہتے ہیں اور سرکاری امداد لینا چاہتے ہیں، اگر یہ خیال نہ ہو تو بالکل حالت بدل جائے طالب علم پکے مسلمان بن جائیں ان میں حمیت وغیرت مذہبی پیدا ہوجائے انکے اخلاق درست ہوجائیں نیچریت اور دہریت کا اثر انکے دلوں سے دور ہوجائے، انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہوجائیں اور لباس اور فیشن وغیرہ ہر بات میں تقلید نصاریٰ کر رہے ہیں اس سے چھوٹ جائیں غرضکہ ہزاروں طرح کی برکات حاصل کریں، میرا کچھ لکھنا چھوٹا منہ بڑی بات ہے، حضور پر سب حال روشن ہے میں حضور سے یہ فتویٰ مانگتا ہوں، برائے مہربانی جواب باصواب سے خاکسار کو مشکور وممنون فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ حالاتِ حاضرہ پر نظر کرتے ہوئے گورنمنٹ سے ترکِ موالات (عدم تعاون) کرنا اسلامی حکم ہے یا نہیں اور گورنمنٹ سے اسلامیہ اسکولوں اور کالجوں کو امداد لینی اور یونیورسٹی سے الحاق کرنا اندریں حالات چاہئے یا نہیں، جواب باصواب سے عنداللہ ماجور اور عندالناس مشکور ہوں۔ فقط والسلام

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم ہ

مکرم کرم فرما سلمہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، رب عزوجل فرماتا ہے:

فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولئک الذین ھدٰھم اللہ واولٰئک ھم اولوا الالباب [1] | خوشخبری دو میرے ان بندوں کو جو کان لگا کر بات سنتے پھر سب میں بہتر کی پیروی کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالٰی نے ہدایت فرمائی اور یہی عقل والے ہیں۔

من وتو کی کیا حقیقت انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ معاندین کے چند طریقے رہے ہیں:

اوّل سرے سے بات نہ سُننا کہ:

لاتسمعوا لھذا القراٰن والغوا فیہ لعلکم تغلبون [2] | یہ قرآن سُنو ہی نہیں اور اس میں بیہودہ غل کرو شاید تم غالب آؤ۔

دوم سن کر مکابرۃً تکذیب کا منہ کھول دینا کہ: ان انتم الا تکذبون [3] تم تو نہیں مگر جھوٹے۔

سوم ہدایت کو معلل بالغرض بتانا کہ: ان ھذا لشیئ یراد [4] اس میں تو ضرور کچھ مطلب ہے۔

چہارم حق کا باطل سے معارضہ کرنا:

ویجادل الذین کفروا بالباطل لیدحضوا بہ الحق واتخذوا اٰیتی وما انذروا ھزوا [5] | کافر باطل کے ساتھ جھگڑتے ہیں کہ اُس سے حق کو زائل کریں اور اُنھوں نے میری آیتوں اور ڈراووں کو ہنسی بنالیا ہے۔

مسلمان پر فرض کہ ان سب طُرقِ باطلہ سے پرہیز کرے اور اُس پر عامل ہو جو راستہ پہلی آیتِ بشارت میں اُس کے رب نے بتایا کہ تعصب وطرفداری سے خالی الذہن ہو کر کان لگا کر بات سُنے اگر انصافاً حق پائے اتباع کرے کہ بارگاہِ عزت سے ہدایت ودانشمندی کا خطاب ملے ورنہ پھینک دینا تو ہر وقت اختیار میں ہے واللہ الھادی وولی الایادی۔

مدارس کے اقسام اور ان میں امداد لینے کے احکام

(۱) ۱۰ محرم ۱۳۳۹ھ کو بنارس کچی باغ سے یہ سوال آیا: "مدرسہ اسلامیہ عربیہ

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۱۸
[2] ؍؍ ۴۱/ ۲۶
[3] ؍؍ ۳۶/ ۱۵
[4] ؍؍ ۳۸/ ۶
[5] ؍؍ ۱۸/ ۵۶

جس میں پچیس سال سے گورنمنٹ سے امداد ماہوار ایک سو روپیہ مقرر ہے جس میں کتب فقہ و احادیث و قرآن کی تعلیم ہوتی ہے، ممبرانِ خلافت کمیٹی نے تجویز کیا کہ امداد نہ لینا چاہیے، پس استفسار ہے کہ یہ امداد لینا جائز ہے یا نہیں؟ مدرسہ ہذا میں سوا تعلیم دینیات کے ایک حرف کسی غیر ملت و غیر زبان کی تعلیم نہیں ہوتی فقط۔"

اس کا جواب مطلق جواز ہوتا مگر پھر بھی احتیاطاً شکل شرط میں دیا گیا کہ "جبکہ وہ مدرسہ صرف دینیات کا ہے اور امداد کی بناء پر انگریزی وغیرہ اس میں داخل نہ کی گئی تو اس کے لینے میں شرعاً کوئی حرج نہیں تعلیم دینیات کو جو مدد پہنچتی تھی اس کا بند کرنا محض بے وجہ ہے واللہ تعالےٰ اعلم۔"

۲۲ صفر ۱۳۳۹ھ کو کراچی سبزی بازار سے یہ سوال آیا: "ایک ایسے صوبے میں جس کی قریباً پچاسی فیصدی آبادی اسلامی کاشتکاروں پر مشتمل ہے جس کے سالانہ محاصل کا ایک حصہ تعلیمی امداد کے ذیل وصول کرکے حصہ رسدی مدارس مروجہ امدادیہ کو تقسیم کیا جاتا ہے اس سے استفادہ جائز ہے ناجائز؟ خصوصاً ایسے مدارس کے لئے جو کامل اسلامی اہتمام کے ماتحت جاری ہیں جن کی دینی تعلیم پر اربابِ حکومت کسی نہج معترض نہیں ہوتے اور جن کی نصاب تعلیم کا سرکاری حصہ مروجہ تعلیم بھی خفیف سے خفیف شائبہ مواقع شریعہ سے جزاً و کلاً پاک ہے فقط۔"

www.alahazratnetwork.org

اس کا جواب یہ دیا گیا: "جو مدارس ہر طرح سے خالص اسلامی ہوں اور اُن میں وہابیت، نیچریت وغیرہما کا دخل نہ ہو اُن کا جاری رکھنا موجب اجرِ عظیم ہے، ایسے مدارس کے لئے گورنمنٹ اگر اپنے پاس سے امداد کرتی لینا جائز تھا نہ کہ جب وہ امداد بھی رعایا ہی کے مال سے ہے واللہ تعالیٰ اعلم"

ندوہ کو بھی گورنمنٹ سے امداد ملتی تھی اور جہاں تک میرا خیال ہے اس پر ایسے قیود نہ تھے جو آپ نے ذکر کئے اور ضرور کچھ مدارس وہ بھی ہیں جن پر امداد امورِ خلافِ شرع سے مقید یا ان کی طرف منجر ہو وہ بلاشبہ ناجائز ہے اگرچہ صرف اسی قدر کہ کھیل میں بے ستری یا خلافِ حیاء، و مخرب اخلاق باتوں کی شرط ہو خصوصاً وہ صورت جو آپ نے بیان کی کہ نصاب میں وہ کتابیں مقرر ہوں جن میں خلافِ اسلام باتیں ہیں حتی کہ معاذ اللہ توہینِ شانِ رسالت اس میں حرمت درکنار کفر نقد وقت ہے والعیاذ باللہ تعالےٰ مولوی حاکم علی صاحب کی تحریر میں کوئی تفصیل نہ تھی لہذا یہ جواب دینا ضرور ہوا: "وہ الحاق واخذ امداد اگر نہ کسی امر خلاف اسلام و مخالف شریعت سے مشروط نہ اس کی طرف منجر تو اس کے جواز میں کلام نہیں ورنہ ضرور ناجائز و حرام ہوگا۔"
یہ جواب دونوں صورتوں کو حاوی اور ناقابلِ تبدیل ہے حالاتِ حاضرہ سے اس کی کسی شق میں تغیر نہ ہوا نہ یہاں کوئی جواب مطلق بلاشرط ہو سکتا ہے۔

لیڈر امداد چھڑاتے ہیں اور مخربِ دین تعلیموں پر اب تک قائم ہیں

(۲) انگریزوں کی تقلید فیشن وغیرہ سے آزادی اور دہریت و نیچریت سے نجات بہت دل خوش کُن کلمات ہیں خدا ایسا ہی کرے مگر یہ صرف ترک امداد و الحاق سے حاصل نہیں ہو سکتے اُس آگ کے بُجھانے سے ملیں گے جو سید احمد خاں نے لگائی اور اب تک بہت سے لیڈروں میں اس کی لپٹیں مشتعل ہیں انگریزی اور وہ بے سُود و تضییع اوقات تعلیمیں جن سے کچھ کام دین تو دین دُنیا میں بھی نہیں پڑتا جو صرف اس لئے رکھی گئی ہیں کہ لڑکے ایں و آں و مہملات پر مشغول رہ کر دین سے غافل رہیں کہ ان میں حمیتِ دینی کا مادہ ہی پیدا نہ ہو، وہ یہ جانیں ہی نہیں کہ ہم کیا ہیں اور ہمارا دین کیا، جیسا کہ عام طور پر مشہود و معہود ہے جب تک یہ نہ چھوڑی جائیں اور تعلیم و تکمیل عقائدِ حقہ و علومِ صادقہ کی طرف باگیں نہ موڑی جائیں دہریت نیچریت کی بیخ کنی ناممکن ہے، کیا لیڈر اس میں ساعی ہیں؟ ہرگز نہیں، صرف امداد و الحاق ترک کراتے ہیں جو ظاہری تعلق ہیں اور تعلیمات کے گہرے تعلقات نہ چھڑاتے ہیں نہ چھوٹیں گے، کیا انھیں میں نہیں وہ لوگ جن سے پُوچھا جاتا کہ صاحبزادوں کو قرآن نہ پڑھایا تو جواب دیتے کیا ان سے سوم کے چنے پڑھوانا ہیں، کیا اب ان کے خیالات بدل گئے، کیا اب انھوں نے انگریزی کے سوا اور رزاق سمجھ لیا، کیا اب یہ جواب نہ دیں گے کہ پُرانے علوم سیکھ کر کیا کھائیں گے، کیا اب انھیں شبلی کے شعر بھول گئے ہے

سیارے ہیں اب نئی چمک کے / وہ ٹھاٹھ بدل گئے فلک کے
اب صورتِ ملک و دیں نئی ہے / افلاک نئے زمیں نئی ہے
سب بھول گئے ہیں ماسبق کو / گردوں نے اُلٹ دیا ورق کو
قائم جو وہ انجمن نہیں ہے / اُس نقد کا اب چلن نہیں ہے
القصہ یہ بات کی تھی تسلیم / یعنی کہ علومِ نو کی تعلیم
تدبیرِ شفا جو ہے تو یہ ہے / اس دُکھ کی دوا جو ہے تو یہ ہے
تقویمِ کہن سے ہاتھ اٹھائیں / تہذیب کے دائرے میں آئیں
سیکھیں وہ مطالبِ نوآئیں / یورپ میں جو ہو رہے ہیں تلقیں
وہ گنجِ گرانِ دانش و فن / وہ فلسفۂ جدید بیکن
کیپلر کی وہ نکتہ آفرینی / نیوٹن کے مسائل یقینی

اور بالفرض غلط ایسا ہو بھی تو اکثر لیڈر کر انھیں تعلیمات فارغہ کے بل پر لیڈر بنے کس مصرف کے رہیں گے جب وہ مردُود یہ خود مطرود، کیا اس وقت یہ شعر حالی اُن کا ترجمانِ حال نہ ہوگا ع

قل یا نفر ہو تو کچھ کام آئے
مگر ان کو کس مد میں کوئی کھپائے[1]

لیڈر نصارٰی کی ادھوری غلامی چھوڑتے اور مشرکین کی پوری غلامی مناتے ہیں

(۳) نصارٰی کی یہ غلامی کو پیر نیچر نے تمامی لیڈر جس کے اب زبانی شاکی ہیں اور دل سے پرانے حامی، اُس کے نتائج تشبہ وضع تحقیر شرع وشیوع دہریت و فروغ نیچریت مطابقی نہ تھے بلکہ التزامی، اب اگر بعد خرابی بصرہ آنکھیں کُھلیں اور اُسے چھوڑنا چاہتے ہیں مبارک ہو اور خدا سچ کرے اور راست لائے مگر للہ انصاف، وہ غلامی ادھوری تھی سید احمد خاں نے کسی پادری یا نصرانی کو امور دین میں صراحۃً اپنا امام و پیشوا نہ کہا تھا آیات واحادیث کی تمام عمر کو چرچ یا صلیب پر نثار کرنا نہ کہا تھا کسی پادری کو مساجد میں مسلمانوں کا واعظ وہادی نہ بنایا تھا نصرانیت کی رضا کو خدا کی رضا یا کسی پادری کو نبی بالقوہ نہ بتایا تھا اور اب مشرکین کی پوری غلامی ہو رہی ہے اُن کے ساتھ یہ سب کچھ اور اُن سے بہت زائد کیا جارہا ہے، یہ کون سا دین ہے، نصارٰی کی ادھوری سے اجتناب اور مشرکین کی پوری میں غرقاب، فرمن المطر ووقف تحت المیزاب

www.alahazratnetwork.org

چلے تھے پرنالے کے نیچے ٹھہرے مینہ سے بھاگ کر

موالات ہر کافر سے حرام ہے

(۴) موالات مطلقًا ہر کافر ہر مشرک سے حرام ہے اگرچہ ذمی مطیع اسلام ہو اگرچہ اپنا باپ یا بیٹا یا بھائی یا قریبی ہو،

قال تعالٰی:

لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم[2]

تو نہ پائے گا ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں اللہ اور قیامت پر کہ دوستی کریں اللہ و رسول کے مخالفوں سے اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔

موالات صوریہ کے احکام

حتی کہ صوریہ کو بھی شرع مطہر نے حقیقیہ کے حکم میں رکھا، قال تعالٰی:

---

[1] مسدس حالی مطبوعہ نولکشور لاہور ص ۶۴
[2] القرآن الکریم ۵۸/۲۲

28 یایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیھم بالمودۃ وقد کفروا بما جاء کم من الحق ۱؎

اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم تو ان کی طرف محبت کی نگاہ ڈالتے ہو اور وہ اُس حق سے کفر کر رہے ہیں جو تمہارے پاس آیا۔

یہ موالات قطعاً حقیقیہ نہ تھی کہ نزول کریمہ دربارہ سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ احد اصحاب البدر رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم ہے کما فی الصحیحین ۲؎ البخاری ومسلم (جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں ہے۔ ت)، تفسیر علامہ ابو السعود میں ہے:

فیہ زجر شدید للمؤمنین عن اظہار صورۃ الموالاۃ لھم وان لم تکن موالاۃ فی الحقیقۃ ۳؎

اس آیہ کریمہ میں مسلمانوں کو سخت جھڑکی ہے اس بات سے کہ کافروں سے وہ بات کریں جو بظاہر محبت ہو اگرچہ حقیقت میں دوستی نہ ہو۔

مگر صورۃ ضرورۃ خصوصاً باکراہ، قال تعالٰی:

الا ان تتقوا منھم تقٰۃ ۴؎

مگر یہ کہ تمہیں اُن سے واقعی پورا ڈر ہو۔

وقال تعالٰی:

www.alahazratnetwork.org

الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان ۵؎

مگر وہ جو پورا مجبور کیا جائے اور اُس کا دل ایمان پر برقرار ہو۔

مجرد معاملت کا حکم اور معاملت مجردہ سوائے مرتدین ہر کافر سے جائز ہے جبکہ اُس میں نہ کوئی اعانت کفر یا معصیت ہو نہ اضرار اسلام و شریعت، ورنہ ایسی معاملت مسلم سے بھی حرام ہے چہ جائیکہ کافر۔ قال تعالٰی:

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان ۶؎

گناہ و ظلم پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

۱؎ القرآن الکریم ۶۰/ ۱
۲؎ صحیح بخاری کتاب التفسیر باب لاتتخذوا عدوی وعدوکم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۲۶
۳؎ ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) سورۃ ۵/ ۵۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۸
۴؎ " " ۳/ ۲۸
۵؎ " " ۱۶/ ۱۰۶
۶؎ " " ۵/ ۲

28/28

غیر قوموں کے ساتھ جوازِ معاملت کی مجمل تفصیل اُسی فتوے میں آپ ملاحظہ فرما چکے، ہر معاملت کے ساتھ وہ قید لگادی ہے جس کے بعد نقصانِ دین کا احتمال نہیں، ان احکام شرعیہ کو بھی حالات دائرہ نے کچھ نہ بدلا، نہ یہ شریعت بدلنے والی ہے،

لایأتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه تنزیل من حکیم حمید۔[1] باطل نہیں آسکتا نہ اُس کے آگے نہ اُس کے پیچھے سے، اتارا ہوا ہے حکمت والے سراہے گئے کا۔

(۵) احکامِ الٰہیہ میں لیڈروں کی طرح طرح کھینچ تان بلکہ کایا پلٹ

للہ انصاف، اس میں کون سی کھینچ تان ہے، جتنی بات کہی گئی صاف صریح احکام شرعیہ وجزئیاتِ منصوصہ ہیں کھینچ تان کر احکام شرعیہ میں تغیر کا وقت خادمِ شرع کے لئے نہ اب ہے نہ کبھی تھا، نہ کبھی ہو، ہاں خادمانِ گاندھی کے لئے نہ صرف کھینچ تان بلکہ کلامِ الٰہی واحکامِ الٰہی کو یکسر کایا پلٹ کرکے فرضیت موالات کفار بنا چنے کا وقت ہے۔ مسجد میں کسی دبے ہوئے ذمی کے ذلت خواری کے ساتھ آنے کے جواز کا اختلافی مسئلہ نکالیں اور مشرک کو بروجہ استعلاء مسجد میں لے جانا اور مسلمانوں کا واعظ وہادی بنانا ہے مسند سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر جانا اس پر ڈھالیں دبے ہوئے ملتجی بے قابو مشرک سے کوئی بالائی خدمت یا زرہ جوہ بحر ثاریۃ لینے کے جواز کا مسئلہ دکھائیں اور اُس سے خود سر خود غرض زبردست، خونخوار مشرکوں کے دامن پکڑنا، اُن کے سایہ میں پناہ لینا، اُن صریح بدخواہوں کی رائے پر اپنے آپ کو سپرد کردینا منائیں، کفار معاہدین یا لبعض کے نزدیک قتال سے بالذات

---

[2] خود محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کتاب الآثار[3] میں فرماتے ہیں: اخبرنا ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم انه قال فی التاجر یختلف الی ارض الحرب انه لاباس بذٰلک مالم یحمل الیھم سلاحا اوکراعا، وسلبا، قال محمد وبه ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ[4] یعنی ہمیں امام اعظم نے امام حماد بن ابی سلیمٰن انہوں نے امام ابراہیم نخعی سے خبر دی کہ تجارت کے لئے دار الحرب میں تاجر کی آمد ورفت جائز ہے جب تک اُن کی طرف ہتھیار یا گھوڑے یا قیدی نہ لے جائے، امام محمد نے فرمایا اسی کو ہم لیتے ہیں اور یہی قول امام اعظم کا ہے، نیز موطا شریف کی عبارت آتی ہے مشرک مقاتل کو ہدیہ بھیجنے میں حرج نہیں جب تک ہتھیار یا زرہ کا بھیجنا نہ ہو، اور یہی قول امام اعظم اور ہمارے عام فقہاء کا ہے انتہی ۱۲ منہ

---

[1] القرآن الکریم ۴۱/ ۴۲

[3] کتاب الآثار امام محمد باب حمل التجارۃ الی ارض الحرب حدیث ۱۵۱ ادارۃ القرآن کراچی ص ۱۶۷

[4] موطا امام محمد باب مایکرہ من لبس الحریر والدیباج آفتاب عالم پریس لاہور ص ۳۷۱

عاجزین کے ساتھ کچھ مالی سلوک کی رخصت والی آیت سنائیں اور اُسے خونخوار مشرکین سخت اعدائے اسلام و مسلمین کے ساتھ اتحاد و وداد بلکہ غلامی و انقیاد کی نہ صرف رخصت بلکہ اعظم فرضیت کی دلیل بنائیں، ان سب کا بیان بعونہ تعالٰی ابھی آتا ہے آپ انصاف کرلیں گے کس نے کھینچ تان کی، حاشا نہ صرف کھینچ تان بلکہ کمال جسارت سے احکامِ الٰہیہ کا یا پلٹ کرکے قرآن و حدیث کی عمر بُت پرستی پر قربان کی۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ؎۱ اور اب جاننا چاہتے ہیں ظالم کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔

تعلیم کے لئے امداد لینا اور لیڈروں کی دینی حالت کہ اسلام اُن کو نہ جب مدِ نظر تھا نہ اب ہے

(۶) اور تعلیم دین کے لئے گورنمنٹ سے امداد قبول کرنا جو مخالفتِ شرع سے مشروط نہ اس کی طرف منجر ہو یہ تو نفع بے غائلہ ہے جس کی تحریم پر شرع مطہر سے اصلاً کوئی دلیل نہیں، دین پر قائم رہو مگر دین میں زیادت نہ کرو، کیا نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰے عنہم نے سلاطین کفار کے ہدایہ قبول نہ فرمائے، جو وجہ شناعت آپ نے اُن مدارس میں لکھیں کہ امور مخالف اسلام حتی کہ توہین حضور سیّد الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم داخل نصاب ہے بیشک جو اس قسم کے اسکول یا کالج ہوں اُن میں نہ فقط اخذ امداد بلکہ تعلیم و تعلم سب حرام قطعی بلکہ مستلزم کفر ہے، آپ فرماتے ہیں یہ میں اسلامیہ اسکولوں اور کالجوں کا ذکر کر رہا ہوں پھر غیر اسلامیہ کا کیا پوچھنا، مگر افسوس اور سخت افسوس یہ کہ آج آپ کو جتنے لیڈر دکھائی دیں گے وہ اور اُن کے بازو اور ان کے ہم زبان عام طور پر انھیں اسکولوں کالجوں کے کاسہ لیس ملیں گے، انھیں سے بڑی بڑی ڈگریاں ایم اے، بی اے کی پائے ہوئے ہوں گے، کیا اس وقت تک ان میں یہ خباثتیں نہ تھیں، ضرور تھیں مگر ان صاحبوں کو مقبول اور منظور تھیں، اور اب بھی جو آنکھ کھلی تو صرف ایک گوشہ انگریزوں کی طرف کی اور وہ بھی شریعت پر زیادت کے ساتھ کہ اُن سے مجرد معاملت بھی حرام قطعی بلکہ کفر، اور مشرکوں کی طرف کی پہلے سے بھی زیادہ پٹ ہوگئی کہ اُن سے وداد و اتحاد واجب بلکہ اُن کی غلامی و انقیاد فرض انھیں راضی کرلیا تو خدا کو راضی کرلیا تو ثابت ہوا کہ اسلام ان حضرات کو نہ جب مدِ نظر تھا ورنہ ایسی مخرب دین تعلیموں سے بھاگتے نہ اب مدنظر ہے ورنہ مشرکوں کے اتحاد و انقیاد کے نقشے نہ جاگتے ؎

نہ آغاز بہتر نہ انجام اچھا

لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

www.alahazratnetwork.org

؎۱ القرآن الکریم ۲۶ / ۲۲

موالات کی بحث

(۷) ترکِ معاملت کو ترکِ موالات بنا کر قرآنِ عظیم کی آیتیں کہ ترکِ موالات میں ہیں سُوجھیں مگر فتوائے مسٹر گاندھی سے ان سب میں استثنائے مشرکین کی پچر لگائی کہ آیتیں اگرچہ عام ہیں مگر ہندوؤں کے بارے میں نہیں، ہندو تو بادیانِ اسلام ہیں، آیتیں صرف نصاریٰ کے بارے میں ہیں اور نہ کل نصاریٰ فقط انگریز، اور انگریز بھی کل تک ان کے مورد نہ تھے حالات حاضرہ سے ہوئے ایسی ترمیم شریعت تغییرِ احکام و تبدیلِ اسلام کا نام خیرخواہیِ اسلام رکھا ہے ترکِ موالاتِ کفار میں قرآنِ عظیم نے ایک دو، دس بیس جگہ تاکید شدید پر اکتفا نہ فرمائی بلکہ بکثرت جابجا کان کھول کھول کر تعلیم حق سنائی اور اس پر بھی تنبیہ فرمادی کہ:

قد بینا لکم الاٰیٰت ان کنتم تعقلون[1] — ہم نے تمھارے لئے آیتیں صاف کھول دی ہیں اگر تمھیں عقل ہو۔

مگر تو بہ کہاں عقل اور کہاں کان، یہ سب تو وداد ہنود پر قربان، لاجرم اُن سب سے ہندوؤں کا استثنار کرنے کے لئے بڑے بڑے آزاد لیڈروں نے قرآنِ عظیم میں تحریفیں کیں، آیات میں پیوند جوڑے پیشِ خویش واحد قہار کو اصلاحیں دیں اُن کی تفصیل گزارش ہو تو دفتر طویل نگارش ہو۔

www.alahazratnetwork.org

آیۂ ممتحنہ کا روشن بیان

ایک آیۂ کریمہ کے بیان پر اقتصار کروں کہ وہی ان سب چھوٹے بڑے لیڈروں کی نقل مجلس ہے یعنی کریمۂ ممتحنہ لاینھٰکم اللّٰہ الاٰیۃ

اس میں اکثر اہلِ تاویل جن میں سلطان المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ہیں فرماتے ہیں، اس سے مراد بنو خزاعہ ہیں جن سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک مدت تک معاہدہ تھا۔ رب عزوجل نے فرمایا ان کی مدت عہد تک ان سے بعض نیک سلوک کی تمھیں ممانعت نہیں۔

امام مجاہد تلمیذ اکبر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ ان کی تفسیر بھی تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس ہی سمجھی جاتی ہے، فرماتے ہیں، اس سے مراد وہ مسلمان ہیں جنھوں نے مکہ مکرمہ سے ابھی ہجرت نہ کی تھی، رب عزوجل فرماتا ہے ان کے ساتھ نیک سلوک منع نہیں۔

بعض مفسرین نے کہا، مراد کافروں کی عورتیں اور بچے ہیں جن میں لڑنے کی قابلیت ہی نہیں۔

قولِ اکثر کی حجت حدیثِ بخاری و مسلم و احمد وغیرہ ہے کہ سیدتنا اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس ان کی والدہ قتیلہ بحالتِ کفر آئی اور کچھ ہدایا لائی، انھوں نے نہ اس کے ہدیے قبول کئے نہ آنے دیا کہ تم

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸

کافرہ ہو جب تک سرکار سے اذن نہ ملے تم میرے پاس نہیں آسکتیں۔ حضور میں عرض کی اُس پر آیۂ کریمہ اُتری کہ اُن سے ممانعت نہیں، یہ واقعہ زمانۂ صلح ومعاہدہ کا ہے خصوصًا یہ تو ماں کا معاملہ تھا ماں باپ کیلئے مطلقًا ارشاد ہے وصاحبھما فی الدنیا معروفا[1] دنیوی معاملوں میں ان کے ساتھ اچھی طرح رہ۔

ظاہر ہے کہ قولِ امام مجاہد پر تو آیۂ کریمہ کو کفار سے تعلق ہی نہیں خاص مسلمانوں کے بارے میں ہے اور نہ اب وہ کسی طرح قابلِ نسخ، اور قولِ سوم یعنی ارادۂ نساء وصبیان پر بھی اگر منسوخ نہ ہو ان دوستانِ ہنود کو نافع نہیں کہ جن سے وداد واتحاد منا رہے ہیں عورتیں اور بچے نہیں، قولِ اول پر بھی کہ آیت اہلِ عہد وذمہ کیلئے ہے اور یہی قولِ اکثر جمہور ہے آیۂ کریمہ میں نسخ ماننے کی کوئی حاجت نہیں، لاجرم اکثر اہلِ تاویل اُسے محکم مانتے ہیں۔

آیۂ ممتحنہ میں ائمہ حنفیہ کا مسلک

اور اسی پر ہمارے ائمہ حنفیہ نے اعتماد فرمایا کہ آیۂ لاینھٰکم دربارۂ اہلِ ذمہ اور آیۂ ینھٰکم اللّٰه حربیوں کے بارے میں ہے۔ اسی بنا پر ہدایہ و درر وغیرہا کتب معتمدہ میں فرمایا: کافر ذمی کے لئے وصیت جائز ہے اور حربی کے لئے باطل وحرام، آیۂ لاینھٰکم اللّٰه نے ذمی کے ساتھ احسان جائز فرمایا اور آیۂ انما ینھٰکم اللّٰه نے حربی کے ساتھ احسان حرام۔ عبارت ہدایہ یہ ہے:

www.alahazratnetwork.org

یجوز ان یوصی المسلم للکافر والکافر للمسلم فالاول لقوله تعالٰی لاینھٰکم اللّٰه عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین الأیة ، والثانی لانھم بعقد الذمة ساووا المسلمین فی المعاملات ولھذا جاز التبرع من الجانبین فی حالة الحیاة فکذا بعد الممات وفی الجامع الصغیر الوصیة لاھل الحرب باطلة لقوله تعالٰی انما ینھٰکم اللّٰه عن الذین قاتلوکم فی الدین الأیة۔[2]

جائز ہے کہ مسلمان (ذمی) کافر کے لئے وصیت کرے اور کافر مسلمان کے لئے اوّل تو اس دلیل سے کہ اللہ تعالٰی تمھیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں نہ لڑیں آخر آیت تک، اور دوم اس لئے کہ وہ ذمی ہونے کے سبب معاملات میں مسلمانوں کے برابر ہوگئے اسی لئے زندگی میں ایک دوسرے کے ساتھ مالی نیک سلوک کرسکتا ہے تو یوں ہی بعد موت بھی، اور جامع صغیر میں ہے حربیوں کے لئے وصیت باطل ہے اس لئے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے اللہ تو تمھیں ان سے منع فرماتا ہے جو تم سے دین میں لڑیں آخر آیت تک۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۵/۳۱

[2] الہدایۃ کتاب الوصایا مطبع یوسفی لکھنؤ ۶۵۳/۴

کافر سے خاص ذمی مراد ہے بدلیل قولہ انھم بعقد الذمۃ و لہذا امام اکمل نے عنایہ میں اس کی شرح یوں فرمائی :

وصیۃ المسلم للکافر الذمی وعکسہا جائزۃ[1]
مسلمان کا کافر ذمی کیلئے وصیت کرنا اور اس کا عکس جائز ہے ۱۲

امام اتقانی نے غایۃ البیان میں فرمایا :

ارادبالکافر الذمی لان الحربی لاتجوز لہ الوصیۃ علی ما نبین
عبارت ہدایہ میں کافر سے ذمی مراد ہے اس لئے کہ حربی کے لئے وصیت جائز نہیں جیسا کہ ہم عنقریب بیان کریں گے ۱۲

ایسا ہی جوہرہ نیرہ[2] و مستصفی میں ہے کفایہ میں فرمایا :

ارادبہ الذمی بدلیل التعلیل وروایۃ الجامع الصغیر ان الوصیۃ لاھل الحرب باطلۃ[3]
صاحب ہدایہ نے کافر سے ذمی مراد لیا ایک تو ان کی دلیل اس پر گواہ ہے کہ فرمایا وہ ذمی ہونے کے سبب معاملات میں مسلمانوں کے برابر ہو گئے دوسرے جامع صغیر کی روایت کہ حربیوں کیلئے وصیت باطل ہے

www.alahazratnetwork.org

اسی کو وافی و کنز و تنویر وغیرہا متون میں یوں تعبیر فرمایا :

یجوز ان یوصی المسلم للذمی و بالعکس[4]
جائز ہے کہ مسلمان ذمی کے لئے وصیت کرے اور اس کا عکس بھی ۱۲

تفسیر احمدی میں ہے :

والحاصل ان الاٰیۃ الاولٰی ان کانت
حاصل یہ کہ پہلی آیت جس میں نیک سلوک کی

عہ یہاں سے بعض مفتیان اجہل کی جہالت شدیدہ ظاہر ہوئی جنھوں نے عبارت ہدایہ کو مشرکین ہند پر جمایا طرفہ یہ کہ اپنی ہی نقل کردہ عبارت نہ سوجھی لانھم بعقد الذمۃ سوجھی کیوں نہیں قصداً عوام کو دھوکے دینے کی ٹھہرائی ۱۲ حشمت علی لکھنوی عفی عنہ

---

[1] العنایۃ شرح الہدایۃ علی ہامش فتح القدیر کتاب الوصایا مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۹/ ۳۵۵
[2] الجوہرۃ النیرۃ (مفہوماً) کتاب الوصایا مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/ ۳۹۱
[3] الکفایۃ مع فتح القدیر " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۹/ ۳۵۵
[4] کنز الدقائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴۱۲

فی الذمی والثانیۃ فی الحربی کما ھو الظاھر وعلیہ الاکثرون کان دالا علی جواز الاحسان الی الذمی دون الحربی، ولھذا تمسک صاحب الھدایۃ فی باب الوصیۃ ان الوصیۃ للذمی جائزۃ دون الحربی لانہ نوع احسان و لھذا المعنی قال فی باب الزکوٰۃ ان الصدقۃ النافلۃ یجوز اعطاؤھا للذمی دون الحربی۔[1]

رخصت ہے اگر دربارۂ ذمی ہو اور دوسری جس میں مقاتلین سے ممانعت ہے دربارۂ حربی جیسا کہ یہی ظاہر ہے اور یہی مذہب اکثر ائمہ ہے تو آیتیں دلیل ہوں گی کہ ذمی کے ساتھ نیک سلوک جائز ہے اور حربی کے ساتھ حرام تو لہذا صاحب ہدایہ نے باب الوصیۃ میں انھیں آیتوں کی سند سے فرمایا کہ ذمی کے لئے وصیت جائز ہے اور حربی کے لئے حرام کہ وہ ایک طرح کا احسان ہے اور اسی کے سبب باب الزکوٰۃ میں فرمایا کہ نفل صدقہ ذمی کو دینا حلال اور حربی کو دینا حرام ۱۲۔

نہایۂ امام سغناقی و غایۃ البیان امام اتقانی و بحرالرائق و غنیہ علامہ شرنبلالی میں ہے:

واللفظ للبحر صح دفع غیرالزکوٰۃ الی الذمی لقولہ تعالٰی لاینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین الاٰیۃ وقید بالذمی لان جمیع الصدقات فرضا کانت او واجبۃ او تطوعًا لا تجوز للحربی اتفاقا کما فی غایۃ البیان لقولہ تعالٰی ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واطلقہ فشمل المستامن وقد صرح بہ فی النھایۃ۔[2]

زکوٰۃ کے سوا اور صدقات ذمی کو دے سکتے ہیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے: تمھیں اللہ ان سے منع نہیں فرماتا جو دین میں تم سے نہ لڑیں۔ ذمی کی قید اس نے لگائی کہ حربی کے لئے جملہ صدقات حرام ہیں فرض ہوں یا واجب یا نفل، جیسا کہ غایۃ البیان میں ہے، اس لئے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: اللہ تمھیں ان سے منع فرماتا ہے جو دین میں تم سے لڑیں۔ حربی کو مطلق رکھا تو مستامن کو بھی شامل ہوا جو سلطانِ اسلام سے پناہ لے کر دارالاسلام میں آیا اسے بھی کسی قسم کا صدقہ دینا جائز نہیں، اور نہایہ میں اس کی صاف تصریح ہے۔

---

[1] التفسیرات الاحمدیۃ سورۃ الممتحنۃ المطبع الکریمی بمبئی ص ۷۰۰-۶۹۹

[2] البحرالرائق باب المصرف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۴۲

تبیین الحقائق امام زیلعی پھر فتح اللہ المعین سید ازہری میں ہے:

لایجوز دفع الزکوٰۃ الٰی ذمی وقال زفر یجوز لقولہ تعالٰی لاینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین صرف الصدقات کلھا الیھم بخلاف الحربی المستامن حیث لایجوز دفع الصدقۃ الیہ لقولہ تعالٰی انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واجمعوا علی ان فقراء اھل الحرب خرجوا من عموم الفقراء[1] (ملخصاً)

ذمی کو زکوٰۃ دینا توجائز نہیں، اور امام زفر نے فرمایا تمام قسم کے صدقات دے سکتے ہیں کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے اللہ تمھیں ان سے نہیں روکتا جو دین میں تم سے نہ لڑیں بخلاف حربی اگرچہ مستامن ہوکر اسے کسی قسم کا صدقہ دینا حلال نہیں کہ اللہ تعالٰی فرماتاہے اللہ تمھیں ان سے روکتا ہے جو تم سے دین میں لڑیں، اور ائمہ امت کا اجماع ہے کہ قرآن عظیم میں جو صدقات فقراء کے لئے بتائے حربی فقیر ان سے خارج ہیں۔

جوہرہ نیرہ میں ہے:

انما جازت الوصیۃ للذمی ولم تجز للحربی لقولہ تعالٰی لاینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم، ثم قال انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین[2] الاٰیۃ۔

صرف ذمی کے لئے وصیت جائز اور حربی کے لئے حرام اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا اللہ تعالٰی تمھیں ان سے نیک سلوک کو منع نہیں فرماتا جو تم سے دین میں نہ لڑیں اور تمھیں گھروں سے نہ نکالا پھر فرمایا اللہ تمھیں اُن سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑیں۔

کافی میں ہے:

یجوز ان یدفع غیرالزکوٰۃ الٰی ذمی وقال ابویوسف والشافعی لایجوز کالزکوٰۃ ولنا قولہ تعالٰی لاینھٰکم اللہ عن

زکوٰۃ کے سوا اور صدقات ذمی کو دے سکتا ہے اور امام ابویوسف وامام شافعی نے فرمایا اور صدقات بھی ذمی کو نہیں دے سکتا جیسے زکوٰۃ ہماری دلیل،

---

[1] تبیین الحقائق | باب المصرف | المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر | ۱/ ۳۰۰

[2] الجوہرۃ النیرۃ | کتاب الوصایا | مکتبہ امدادیہ ملتان | ۲/ ۲۹۱

الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم[1]۔ | اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ اللہ تمھیں بھلائی میں ان سے منع نہیں فرماتا جو دین میں تم سے نہ لڑیں۔

فتح القدیر میں ہے :

الفقیر فی الکتاب عام خص منہ الحربی بالاجماع مستندین الی قولہ تعالٰی انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین[2]۔ | قرآن عظیم میں فقراء کا لفظ عام ہے باجماع امت حربی اس سے خارج ہیں اجماع کی سند اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ اللہ تمھیں اُن سے منع فرماتا ہے جو دین میں تم سے لڑیں۔

عنایہ و معراج الدرایہ و محیط برہانی و جوہرہ زادہ و شرنبلالی و بدائع و سیر کبیر امام محمد کی عبارتیں عنقریب آتی ہیں، یہ ہے مسلکِ ائمہ حنفیہ جسے حنفی بننے والے لیڈریوں مسخ و نسخ کی دیوار سے مارتے ہیں اور اس سے حربی مشرکوں کے ساتھ نرا احسان مالی نہیں بلکہ وداد اتحاد بگھارتے ہیں۔

آیت میں نسخ کے اقوال

یحرفونہ من بعد ما عقلوہ وھم یعلمون[3]۔ دیدہ دانستہ بات سمجھ کر اس کی جگہ سے پھیرتے ہیں۔

آیہ کریمہ میں ایک قول یہ ہے کہ مطلق کفار مراد ہیں جو مسلمانوں سے نہ لڑے اُن کے نزدیک وہ ضرور آیاتِ قتال و غلظت سے منسوخ ہے، اجلہ ائمہ تابعین مثل امام عطا بن ابی رباح استاذ امام اعظم ابوحنیفہ جن کی نسبت امام اعظم فرماتے : ما رأیت افضل من عطا میں نے امام عطا سے افضل کسی کو نہ دیکھا۔ وعبدالرحمٰن بن زید بن اسلم مولٰی امیر المومنین عمر فاروق اعظم و قتادہ و تلمیذ خاص حضرت انس خادمِ خاص حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورضی اللہ تعالٰی عنہم نے اس کے منسوخ ہونے کی تصریح فرمائی، تفسیر کبیر میں ہے :

اختلفوا فی المراد من "الذین لم یقاتلوکم" فالاکثر علی انھم اھل العھد | اس میں اختلاف ہوا کہ "وُہ جو تم سے دین میں نہ لڑیں" اُن سے کون لوگ مراد ہیں، اکثر اہلِ تاویل اس پر ہیں

---

[1] کافی شرح وافی

[2] فتح القدیر باب من یجوز دفع الصدقۃ الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۲۰۷

[3] القرآن الکریم ۲/۷۵

الذين عاهدوا رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم على ترك القتال والمظاهرة في العداوة وهم خزاعة كانوا عاهدوا الرسول على ان لا يقاتلوه ولا يخرجوه، فامر الرسول عليه الصلوٰة والسلام بالبر والوفاء الى مدة اجلهم وهذا قول ابن عباس ومقاتل ابن حيان ومقاتل ابن سليمٰن ومحمد ابن سائب الكلبي، وقال مجاهد الذين اٰمنوا بمكة ولم يهاجروا وقيل هم النساء والصبيان، وعن عبدالله بن الزبير انها نزلت في اسماء بنت ابي بكر قدمت امها قتيلة عليها وهي مشركة بهدايا فلم تقبلها ولم تأذن لها بالدخول فامرها النبي صلى الله تعالٰى عليه وسلم ان تدخلها وتقبل منها وتكرمها وتحسن اليها، وقيل الاٰية في المشركين وقال قتادة نسختها اٰية القتال[1]

کہ اُن سے اہلِ عہد مراد ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عہد کیا تھا کہ نہ حضور سے لڑیں گے نہ دشمن کی مدد کریں گے، اور وُہ بنی خزاعہ ہیں انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے عہد کیا تھا کہ نہ لڑیں گے نہ مسلمانوں کو مکہ معظمہ سے نکالیں گے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم ہُوا کہ اُن کے ساتھ نیک سلوک فرمائیں اور اُن کا عہد مدتِ موعود تک پُورا کریں۔ حضرت عبداللہ بن عباس ومقاتل بن حیان ومقاتل بن سلیمٰن ومحمد بن سائب کلبی کا یہی قول ہے، اور امام مجاہد نے فرمایا: وُہ مسلمانانِ مکہ مراد ہیں جنھوں نے ابھی ہجرت نہ کی تھی۔ اور بعض نے کہا: عورتیں اور بچے مراد ہیں۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیہ کریمہ حضرت اسماء بنت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں اُتری اُن کی ماں قتیلہ بحالتِ کفر اُن کے پاس کچھ ہدیے لے کر آئیں اُنھوں نے نہ ہدیے قبول کیے نہ انھیں آنے کی اجازت دی، تو نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُنھیں حکم فرمایا کہ اُسے آنے دیں اور اُس کے ہدیے قبول کریں اور اُس کی خاطر اور اُس کے ساتھ نیک سلوک کریں۔ اور بعض نے کہا آیت دربارہ مشرکین ہے۔ قتادہ نے کہا: وُہ آیہ جہاد سے منسوخ ہوگئی۔

صحیح مسلم شریف میں اسماء بنت صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے ہے:

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) زیر آیۃ لاینھٰکم اللہ الخ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۲۹/ ۳۰۳-۴

alahazratnetwork.org

قدمت علی امی وھی مشرکۃ فی عھد قریش اذ عاھدھم فاستفتیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قلت قدمت علی امی وھی راغبۃ افاصل امی قال نعم صلی امک[1]

میری ماں کہ مشرکہ تھی اُس زمانہ میں کہ کافروں سے معاہدہ تھا میرے پاس آئی میں نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فتوٰی پُوچھا کہ میری ماں طمع لے کر میرے پاس آئی ہے، کیا میں اپنی ماں سے کچھ نیک سلوک کروں؟ فرمایا: ہاں اپنی ماں سے نیک سلوک کر۔

جمل میں قرطبی سے ہے:

ھی مخصوصۃ بالذین اٰمنوا ولم یھاجروا وقیل یعنی بہ النساء والصبیان لانھم من لایقاتل فاذن اللہ فی برھم حکاہ بعض المفسرین وقال اکثر اھل التاویل ھی محکمۃ واحتجوا بان اسماء بنت ابی بکر سألت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھل تصل امھا حین قدمت علیھا مشرکۃ قال نعم، اخرجہ البخاری ومسلم اھ[2]

یہ آیت خاص ہے ان کے بارے میں جو ایمان لائے اور ہجرت نہ کی، اور بعض نے کہا اس سے عورتیں اور بچے مراد ہیں اس لئے کہ وہ لڑنے کے قابل نہیں، تو اللہ تعالٰی نے ان کے ساتھ مالی نیک سلوک کی اجازت دی، اسے بعض مفسرین نے نقل کیا۔ اور اکثر اہل تاویل نے کہا آیت محکم ہے، اور اس سے سند لائے کہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سوال کیا کیا اپنی ماں سے کچھ نیک سلوک کرے جب وہ ان کے پاس بحالتِ شرک آئی تھیں؟ فرمایا: ہاں۔ اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

تفسیر درمنثور میں ہے:

اخرج حمید وابن المنذر عن مجاھد فی قولہ لاینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم الاٰیۃ قال ان تستغفروا وتبروھم وتقسطوا الیھم ھم

عبد بن حمید اور ابن المنذر نے امام مجاہد سے تفسیر کریمہ لاینھٰکم الخ میں روایت کیا، فرمایا معنی آیت یہ ہیں کہ اللہ تمھیں منع نہیں فرماتا کہ تم ان کی مغفرت کی دُعا کرو اور ان سے نیک سلوک و انصاف کا

---

[1] صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب فضل النفقۃ والصدقۃ علی الاقربین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۲۴

[2] الفتوحات الالٰہیۃ (الشہیر بالجمل) زیر آیہ لاینھٰکم اللہ الخ مصطفی البابی مصر ۴/۳۲۸

الذین اٰمنوا بمکۃ ولم یھاجروا[1]

برتاؤ برتو اس سے مراد کون لوگ ہیں وہ جو مکہ میں ایمان لائے تھے اور ہجرت نہ کی۔

تفسیر جامع البیان میں بسند صحیح ہے:

حدثنی یونس قال اخبرنا ابن وھب قال قال ابن زید وسألتہ عن قول اللہ عزوجل لاینھٰکم اللہ الاٰیۃ فقال ھذا قد نسخ نسخہ القتال[2]

مجھ سے یونس نے حدیث بیان کی کہ مجھ کو ابن وہب نے خبر دی کہا جب میں نے امام ابن زید سے کریمہ لاینھٰکم اللہ کے بارے میں پوچھا، فرمایا یہ منسوخ ہے حکم جہاد نے اسے نسخ فرمادیا۔

تفسیر درمنثور میں ہے:

اخرج ابوداؤد فی تاریخہ وابن المنذر عن قتادۃ لاینھٰکم اللہ الاٰیۃ نسختھا اقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم[3]

ابوداؤد نے اپنی تاریخ اور ابن المنذر نے تفسیر میں قتادہ سے روایت کیا کہ کریمہ لاینھٰکم اللہ کو اس آیت نے منسوخ فرمادیا کہ مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو۔

www.alahazratnetwork.org

اسی میں ہے:

ابن ابی حاتم وابوالشیخ عن مقاتل فی قولہ تعالٰی وقاتلوا المشرکین کافۃ قال نسخت ھذہ الاٰیۃ کل اٰیۃ فیھا رخصۃ[4]

ابن ابی حاتم وابوالشیخ نے اپنی تفسیروں میں مقاتل سے روایت کیا کہ اللہ عزوجل کے اس ارشاد نے کہ سب مشرکوں سے قتال کرو، اس سے پہلے جتنی آیتوں میں کچھ رخصتیں تھیں سب منسوخ فرمادیں۔

تفسیر ارشاد العقل السلیم میں زیر کریمہ یایھا النبی جاھد الکفار والمنٰفقین واغلظ علیھم ہے:

قال عطاء نسخت[عہ] ھذہ الاٰیۃ کل

امام عطا رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کافروں کے

عہ یہاں سے اس جاہل مفتی کی جہالت ظاہر ہوگئی جس نے آیہ کریمہ لاینھٰکم کو کہا کہ واغلظ علیھم سے اس کو کسی نے منسوخ نہیں بتایا۔ حشمت علی لکھنوی عفی عنہ۔

---

[1] الدر المنثور (تفسیر) زیر آیۃ لاینھٰکم اللہ عن الذین الخ منشورات مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۶/ ۲۰۵

[2] جامع البیان لابن جریر الطبری ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ مطبعۃ میمنہ مصر ۲۸/ ۴۱

[3] الدر المنثور زیر آیہ لاینھٰکم اللہ عن الذین الخ منشورات مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۶/ ۲۰۵

[4] ؍؍ ؍؍ وقاتلوا المشرکین کافۃ الخ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۳/ ۲۳۶

شیء من العفو والصفح[1] — ساتھ معافی و درگزر کی جتنی اجازتیں تھیں سب اس آیۂ کریمہ نے منسوخ فرمادیں۔

تفسیر عنایۃ القاضی میں زیر کریمۂ لاینھٰکم اللہ ہے:

هذه الآیة منسوخة بقوله تعالیٰ اقتلوا المشرکین الآیة[2] — یہ آیت اللہ عزوجل کے اس ارشاد سے منسوخ ہے کہ مشرکوں کو جہاں پاؤ تلوار کے گھاٹ اتارو۔

تفسیر خطیب شربینی پھر فتوحات الالٰہیہ میں ہے:

کان هذا الحکم وهو جواز موالاة الکفار الذین لم یقاتلوا فی اول الاسلام عند الموادعة وترك الامر بالقتال ثم نسخ بقوله تعالیٰ فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموهم[3] — یہ حکم کہ جو کفار مسلمانوں سے نہ لڑیں اُن کے ساتھ کچھ نیک سلوک کیا جائے" ابتداء میں تھا کہ لڑائی موقوف تھی اور جہاد کا حکم نہ تھا، پھر یہ حکم اس آیۂ کریمہ سے منسوخ ہوگیا کہ مشرکوں کو جہاں پاؤ گردن مارو۔

جلالین شریف میں ہے:

هذا قبل الامر بالجهاد[4] — یہ اجازت اس وقت تک تھی کہ جہاد کا حکم نہیں ہوا تھا۔

اُسی کے خطبہ میں ہے:

هذا تکملة تفسیر القراٰن الکریم الذی الفه الامام جلال الدین المحلی علی نمطه من ذکر ما یفهم به کلام اللہ تعالیٰ والاعتماد علی ارجح الاقوال[5] (ملخصًا) — یہ امام جلال الدین محلی کی تفسیر کا تکملہ اُسی کے انداز پر ہے کہ اتنی بات بیان کی جائے جس سے کلام اللہ سمجھ میں آجائے اور جو قول سب سے راجح ہے اس پر اعتماد کیا جائے۔ (ملخصًا)

جمل میں ہے:

---

[1] ارشاد العقل السلیم — آیۃ یاایھا النبی جاھد الکفار — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۴/ ۸۴
[2] عنایۃ القاضی علی تفسیر البیضاوی — آیۃ لاینھٰکم اللہ عن الذین — دارصادر بیروت — ۸/ ۱۸۸
[3] الفتوحات الالٰہیہ (الشہیر بالجمل) — آیۃ " " " — مصطفی البابی مصر — ۴/ ۳۲۸
[4] تفسیر الجلالین — " " " — مطبع مجتبائی دہلی — نصف ثانی ص ۴۵۵
[5] " " " — خطبۂ کتاب — " " " — نصف اول ص ۲

ای الاقتصار علی ارجح الاقوال[1] یعنی صرف وہ قول بیان کریں گے جو سب سے راجح ہے۔

زرقانی علی المواہب میں ہے:

الجلال قد التزام الاقتصار علی الاصح[2]۔ امام جلال نے التزام فرمایا ہے کہ صرف وہ قول لکھیں گے جو سب سے زیادہ صحیح ہے۔

تنبیہ ضروری: یہ آیہ کریمہ کہ **یہاں مسلمانوں کو جہاد کا حکم نہیں جو اس کی طرف بلاتے ہیں مسلمانوں کے بدخواہ ہیں** یہاں علماء وائمہ نے بیان ناسخ کے لئے تلاوت کی کہ مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو۔

اور اس مضمون کی اور آیات نیز وہ عبارات ہدایہ وغیرہا قریب آنے والیاں کہ جہاد میں پہل واجب ہے ان کا تعلق سلاطینِ اسلام وعساکرِ اسلام اصحابِ خزائن واسلحہ واستطاعت سے ہے نہ کہ ان کے غیر سے۔ قال اللہ تعالٰی:

لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا[3]۔ اللہ تعالٰی کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی طاقت بھر۔

www.alahazratnetwork.org

وقال تعالٰی:

لا یکلف اللہ نفسا الا ما اٰتٰھا[4]۔ اللہ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اُتنے کی جس قدر کی استطاعت اُسے دی ہے۔

وقال تعالٰی:

لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ[5]۔ اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

مجتبٰی وجامع الرموز وردالمحتار میں ہے:

یجب علی الامام ان یبعث سلطانِ اعظم اسلام پر فرض ہے کہ ہر سال

---

[1] الفتوحات الالٰہیۃ (الشہیر بالجمل) خطبۃ کتاب مصطفی البابی مصر ۱/۴

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل الاول دارالمعرفۃ بیروت ۲/۱۸۱

[3] القرآن الکریم ۲/۲۸۶

[4] " ۶۵/۷

[5] " ۲/۱۹۵

سریۃ الی دار الحرب کل سنۃ مرۃ او مرتین وعلی الرعیۃ اعانتہ الا اذا اخذ الخراج فان لم یبعث کان کل الاثم علیہ وھذا اذا غلب علی ظنہ انہ یکافیھم والا فلا یباح قتالھم۔[1]

ایک یا دو بار دار الحرب پر لشکر بھیجے اور رعیت پر اس کی مدد فرض ہے اگر اس نے ان سے خراج نہ لیا ہو تو سلطان اگر لشکر نہ بھیجے تو سارا گناہ اسی کے سر ہے، یہ سب اس صورت میں ہے کہ اسے غالب گمان ہو کہ طاقت میں کافروں سے کم نہ رہے گا ورنہ اُسے ان سے لڑائی کی پہل ناجائز ہے۔

خصوصاً ہندوستان میں جہاں اگر دس مسلمان ایک مشرک کو قتل کریں تو معاذ اللہ دسوں کو پھانسی ہو ایسی جگہ مسلمانوں پر جہاد فرض بتانے والا شریعت پر مفتری اور مسلمانوں کا بدخواہ ہے، ہمارا مقصود اس قدر تھا کہ آیہ ممتحنہ اگر جملہ مشرکین غیر محاربین کو عام ہے تو ضرور منسوخ ہے وہ بحمدہ تعالٰی بروجہ احسن ثابت ہوگیا۔

خود قرآن عظیم سے اس آیت کی منسوخی کا ثبوت اگر ہر غیر محارب بالفعل کو عام مانی جائے

وانا اقول وباللہ التوفیق (اور میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ت) اگر وہ اکابر تابعین اس کے نسخ کی تصریح اور یہ امام جلیل اس کی ترجیح و تصحیح نہ فرماتے تو قرآن عظیم خود شاہد تھا کہ آیہ لاینھٰکم اگر جملہ مشرکین غیر محاربین بالفعل کو عام ہے تو قطعاً منسوخ ہے، ممتحنہ کا نزول سورۂ برأت سے یقیناً پہلے ہے تصریح ائمہ نہ ہوتی تو خود اس کی آیات کریمہ بتارہی ہیں کہ اُس کے نزول تک مکہ معظمہ قبضۂ کفار میں تھا اور سورۂ توبہ شریف کے ارشادات جگمگا رہے ہیں کہ اُس کا نزول بعد فتح بلد الحرام و تسلط تام دین اسلام ہے وللہ الحمد، سورۂ برأت میں ارشاد فرمایا:

یایھا النبی جاھد الکفار والمنٰفقین واغلظ علیھم وماوٰھم جھنم وبئس المصیر۔[2]

اے نبی! کافروں اور منافقوں پر جہاد فرمائیے اور اُن کے ساتھ سختی سے پیش آئیے اور اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ کیا ہی بُری پھرنے کی جگہ ہے۔

پھر اسی سورۃ میں ارشاد فرمایا:

یایھا الذین اٰمنوا قاتلوا الذین

اے ایمان والو! اپنے پاس کے کافروں سے لڑو

---

[1] جامع الرموز کتاب الجہاد مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۴/ ۵۵۵

[2] القرآن الکریم ۹/ ۷۳

یلونکم من الکفار ولیجدوا فیکم غلظۃ[1] اور تم پر فرض ہے کہ وہ تم میں درشتی پائیں۔

یہ حکم بھی جمیع کفار کو عام ہے حکمت یہی ہے کہ پہلے پاس والوں کو زیر کیا جائے جب وہاں اسلام کا تسلط ہوجائے تو اب جو اس سے نزدیک ہیں وہ پاس والے ہوئے وہ زیر ہوجائیں تو اب جو ان سے قریب ہیں یونہی یہ سلسلہ شرقاً غرباً منتہائے زمین تک پہنچے، اور بحمد اللہ ایسا ہی ہوا اور بعونہ تعالٰی ایسا ہی بروجہ اتم و کمال زمانہ امام موعود رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہونے والا ہے۔

سب کافروں سے قتال وغلظت کا حکم ہے اگرچہ محارب بالفعل نہ ہوں، محارب بالفعل کی تخصیص منسوخ ہوگئی

حتی لاتکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للّٰہ[2] یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور سارا دین اللہ ہی کے لئے ہوجائے۔

یہاں نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ارشاد ہوا کفار پر درشتی کرو، مومنین کو حکم ہوا کافروں پر سختی کرو، اس میں نہ کوئی تقسیم ہے نہ تردید، نہ تخصیص نہ تقلید، اور ہر عاقل جانتا ہے کہ نیک سلوک اور سختی و درشتی باہم منافی ہیں، پہلے نیک سلوک کی اجازت تھی اب درشتی و سختی کا حکم ہوا تو وہ اجازت ضرور منسوخ ہوگئی۔ اجماعِ اُمت ہے کہ جہاد کفار محاربین بالفعل سے مخصوص نہیں مدافعانہ و جارحانہ قطعاً دونوں طرح کا حکم ہے اجازت کا مدافعانہ میں حصر پہلے تھا پھر قطعاً منسوخ ہوگیا، مبسوط شمس الائمہ سرخسی و کفایہ و عنایہ و تبیین و بحرالرائق و ردالمحتار وغیرہا میں ہے،

واللفظ للبابرتی قولہ تعالٰی فان قاتلوکم فاقتلوھم منسوخ وبیانہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان فی الابتداء مامورا بالصفح والاعراض عن المشرکین بقولہ فاصفح الصفح الجمیل، واعرض عن المشرکین الاٰیۃ ثم امر بالدعاء الی الدین بالموعظۃ والمجادلۃ

یہ ارشاد کہ اگر وہ تم سے لڑیں تو اُن کو قتل کرو منسوخ ہے، بیان اس کا یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ابتداء میں یہ حکم تھا کہ مشرکوں سے درگزر اور روگردانی فرمائیں ارشاد ہوا تھا اچھی طرح درگزر کرو اور مشرکوں سے منہ پھیرلو، پھر حضور کو حکم ہوا کہ سمجھانے اور خوبی کے ساتھ دلیل قائم فرمانے سے دین کی طرف بلاؤ کہ ارشاد تھا اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت کے ساتھ بلاؤ، پھر

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۲۳

[2] " ۸/ ۳۹

29 بالاحسن بقوله تعالٰی ادع الٰی سبیل ربک بالحکمۃ الأیۃ، ثم اذن بالقتال اذا کانت البداءۃ منھم بقوله تعالٰی اذن للذین یقاتلون الأیۃ وبقوله فان قاتلوکم فاقتلوھم ثم امر بالقتال ابتداء فی بعض الازمان بقوله تعالٰی فاذا انسلخ الاشھر الحرم فاقتلوا المشرکین الأیۃ، ثم امر بالبداءۃ بالقتال مطلقًا فی الازمان کلھا وفی الاماکن باسرھا فقال تعالٰی وقاتلوھم حتی لاتکون فتنۃ الأیۃ وقاتلوا الذین لایؤمنون باللہ ولا بالیوم الأخر الأیۃ۔[1]

اجازت فرمائی گئی کہ ان کی طرف سے قتال کی ابتدا ہو تو لڑو۔ ارشاد ہوا کہ جن سے قتال کیا جائے انھیں پروانگی ہے، اور ارشاد ہوا کہ اگر وہ تم سے لڑیں تو انھیں قتل کرو، پھر بعض اوقات ابتداءً قتال کا حکم ہوا ارشاد فرمایا جب حرمت والے مہینے نکل جائیں تو مشرکوں کو قتل کرو، پھر مطلقًا ابتداءً بالقتال کا حکم ہوا سب زمانوں اور سب مکانوں میں، ارشاد ہوا ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے، اور فرمایا ان سے لڑو جو اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں لاتے۔

www.alahazratnetwork.org

کنز میں ہے:

الجہاد فرض کفایۃ ابتداءً۔[2]

جہاد کی پہل کرنا فرض کفایہ ہے۔

بحرالرائق میں ہے:

مفید لافتراضہ وان لم یبدؤنا للعمومات واما قوله تعالٰی فان قاتلوکم فاقتلوھم فمنسوخ۔[3]

یہ عبارت فائدہ دیتی ہے کہ جہاد فرض ہے اگرچہ کافر پہل نہ کریں کہ آیتیں عام ہیں اور وہ جو فرمایا تھا کہ اگر وہ تم سے لڑیں تو انھیں قتل کرو وہ منسوخ ہے۔

ہدایہ میں ہے:

قتال الکفار واجب وان لم یبدؤا للعمومات۔[4]

کافروں سے لڑنا واجب ہے اگرچہ وہ پہل نہ کریں کہ احکام عام ہیں۔

---

[1] کفایہ وعنایہ مع فتح القدیر — کتاب السیر — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ۵/۱۹۳
[2] کنزالدقائق — کتاب السیر والجہاد — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ص ۱۸۳
[3] بحرالرائق — کتاب السیر — " — ۵/۷۱
[4] الہدایہ — " — المکتبۃ العربیہ کراچی — ۲/۲۳۹

29
29

فتح القدیر میں ہے :

صریح قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الصحیحین وغیرھما امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لاالٰہ الااللہ الحدیث یوجب ان نبدأھم بادنی تامل[1] اھ اقول وکذا قولہ تعالیٰ قاتلوھم حتی لاتکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ[2] الاٰیۃ ثم فی العنایۃ رأیتہ کما تقدم[3]

صحیحین وغیرہما میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صاف ارشاد مجھے حکم ہوا کہ لوگوں سے قتال فرماؤں یہاں تک کہ وہ لاالٰہ الا اللہ کہیں، پوری حدیث، ادنیٰ غور سے واجب فرماتا ہے کہ ہم اُن سے قتال کی پہل کریں فتح القدیر کی عبارت تمام ہوئی، اور میں کہتا ہوں یونہی رب العزت کا ارشاد کہ ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور سارا دین اللہ ہی کے لئے ہوجائے۔ پھر میں نے عنایہ میں اسی دلیل کو دیکھا جیسا کہ گزر چکا۔

نیز اسی میں زیر حدیث رأی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امرأۃ مقتولۃ فقال ھاہ ماکانت ھذہ تقاتل (نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک عورت دیکھی تو فرمایا ارے یہ تو لڑنے کے قابل نہ تھی) ہے :

الحدیث صحیح علی شرط الشیخین فقد علل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالمقاتلۃ فثبت انہ معلول بالحرابۃ فلزم قتل ماکان مظنۃ لہ بخلاف مالیس ایاہ[4] عہ

یہ حدیث بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے تو نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے بیان فرمادیا کہ قتل کی علت قتال ہے، تو ثابت ہوا کہ قتل وہی کیا جائیگا جو لڑنے کے قابل شخص ہے تو جسے لڑنے کے قابل سمجھا جائے شریعت میں اس کا قتل لازم ہوا بخلاف اُس کے جو اس کے لائق ہی نہ ہو۔

عہ مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی میں ہے : لاتخرج بنیتھم من ان تکون صالحۃ للمحاربۃ وان کانوا لایشتغلون بالمحاربۃ کالمشتغلین بالتجارۃ والحراثۃ منھم بخلاف النساء والصبیان[5] کافر اگرچہ بالفعل نہ لڑیں ان کے بدن کی بناوٹ تو لڑنے کے قابل ہے جیسے اُن کے سوداگر اور کسان بخلاف زنان و اطفال ۱۲ منہ غفرلہ

---

[1] فتح القدیر — کتاب السیر — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۱۹۳

[2] القرآن الکریم ۸/۳۹

[3] فتح القدیر — باب کیفیۃ القتال — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۲۰۳

[4] ایضاً

[5] المبسوط للسرخسی — باب آخر فی القیمۃ — دار المعرفۃ بیروت — الجزء العاشر ۱۳۷

مرادیٔ خادمِ فقہ جانتا ہے کہ حربی مقابلِ ذمی ہے نہ کہ خاص محارب بالفعل، ہدایہ وغیرہ کی عبارات ابھی گزریں تو آیت قطعاً تمام حربیوں کو شامل خواہ بالفعل مصدرِ قتال ہوئے ہوں یا نہیں، البتہ معاہدین کا استثناء ضروریاتِ دین سے ہے جس پر نصوص قاطعہ ناطق، اور وہ اذہان مسلمین میں ایسا مرتکز کہ اصلاً محتاجِ ذکر نہیں، یونہی حکم جہاد و قتال کے اعتبار سے اصحابِ قول سوم کو بھی یہاں گنجائشِ اجماع و اتفاق ہے کہ معاہدین و ذراری محلِ جہاد ہی نہیں تو کلمۂ جاھدوا قاتلوا سے اُن کی طرف ذہن نہ جائے گا۔ فتح القدیر میں ہے :

وما الظن الا ان حرمۃ قتل النساء والصبیان اجماع۔[1]

گمان اس کے سوا کسی کی طرف نہیں جاتا کہ عورتوں اور بچوں کا قتل حرام ہونے پر اجماع ہے۔

غرض معاہد و ذمی و نساء و صبیان کو نصِ قتال ابتداءً ہی شامل نہ ہُوا کہ تخصیص کی حاجت ہو۔ بحرالرائق میں ہے :

نفس النص ابتداء لم یتعلق بہ لانہ مقید بمن بحیث یحارب کقولہ تعالٰی وقاتلوا المشرکین کافۃ الاٰیۃ فلم تدخل المرأۃ۔[2]

سرے سے خود نص اس سے متعلق نہ ہُوا کہ وہ خاص ایسے کے بارے میں ہے جو لڑنے کے قابل ہو جیسے ارشادِ الٰہی سب مشرکوں سے لڑو تو یہ عورت کو شامل نہیں ہے۔

www.alahazratnetwork.org

باقی تحقیق عنقریب آتی ہے ان شاء اللہ تعالٰی، بالجملہ آیۂ کریمہ میں دو قول ہیں :

ایک قول اکثر اہلِ تاویل کہ سب کفار غیر محاربین بالفعل مراد نہیں بلکہ خاص اہلِ عہد و پیمان یا اطفال و زنان یا غیر مہاجر مسلمان۔ اس تقدیر پر آیۂ کریمہ مشرکینِ ہند کو جن سے اتحاد و وداد منایا جا رہا ہے کسی طرح شامل ہی نہیں ہو سکتی کہ وہ نہ اہلِ ذمہ ہیں نہ عورتیں بچے نہ مسلمان۔

دوسرا قول بعض کہ سب مشرکین غیر محاربین بالفعل مراد تھے۔

لیڈروں کو پہلا جواب

اس طور پر وہ اوّلاً یقیناً منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل کرنا ضلالت و گمراہی، کیا کوئی روا رکھے گا کہ شراب پئے اور کافروں کو بیٹیاں دے اور اپنی سگی بہن سے نکاح کرے ؎

کہ بعہدِ قدیم نابود ست

کہ یہ بے حیائی تو زمانہ (قدیم) جاہلیت میں روا نہیں رکھی گئی۔ت)

---

[1] فتح القدیر باب کیفیۃ القتال مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۲۰۲

[2] البحرالرائق کتاب السیر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۷۰

لیڈر بننے والوں کا یہ ظلم عظیم ہے کہ ہندوؤں کو شامل کرنا لیا قول ثانی سے، اور اس کا غیر منسوخ[1] ہونا لیا قول اوّل سے، جمع بین النا کرکے بیچارے جاہلوں کو دھوکے دیتے ہیں۔

لیڈروں کو دُوسرا جواب

ثانیاً اگر بالفرض باطل ان کی یہ شتر گربگی مان بھی لی جائے تو عام[1] مشرکین ہند کو لم یقاتلوکم فی الدین کا مصداق ماننا ایمان کی آنکھ پر ٹھیکری رکھ لینا ہے۔ کیا وُہ ہم سے دین پر نہ لڑے، کیا قربانیِ گاؤ پر اُن کے سخت ظالمانہ فساد بُرا نے پڑ گئے، کیا کٹار پور و آرہ اور کہاں کہاں کے ناپاک وہولناک مظالم جو ابھی تازے ہیں دلوں سے محو ہو گئے، بے گناہ مسلمان نہایت سختی سے ذبح کئے گئے، مٹی کا تیل ڈال کر جلائے گئے، ناپاکوں نے پاک مسجدیں ڈھائیں، قرآن کریم کے پاک اوراق پھاڑے جلائے، اور ایسی ہی وُہ باتیں جن کا نام لیتے کلیجہ منہ کو آئے۔ الا لعنة الله علی الظّٰلمین ○ الا لعنة الله علی الظّٰلمین ○ الا لعنة الله علی الظّٰلمین[1] ○ سُن لو اللہ کی لعنت ظالموں پر۔

اب کوئی درد رسیدہ مسلمان ان لیڈروں سے یہ کہہ سکتا ہے یا نہیں کہ اے اسٹیجوں پر مسلمان بننے والو، ہمدردیِ اسلام کا تانا تننے والو! کچھ حیا کا نام باقی ہے تو ہندوؤں کی گنگا میں ڈوب مرو، اسلام ومسلمین ومساجد وقرآن پر یہ ظلم توڑنے والے کیا یہی تمہارے بھائی، تمہارے چہیتے، تمہارے پیارے

عـ[1] بیان سے اُس فتوائے جاہلانہ کا حال کھل گیا جس میں عبارت مذکورہ جمل قال اکثر اھل التاویل ھی محکمة[2] الخ اور عبارت روح البیان فی فتح الرحمٰن نسختہا فاقتلوا المشرکین والاکثر علٰی انہا غیر منسوخة[3] سے استناد کرکے آیۂ کریمہ کا قول اکثر میں غیر منسوخ ہونا بتا کر اُسے ہندوؤں پر جا دیا اب یہ کون سمجھے کہ قول اکثر پر کسی طرح ہندو اُس میں داخل نہیں اور قول دیگر پر بالفرض غلط اگر داخل ہو سکتے تو یقیناً منسوخ ہے حشمت علی عفی عنہ۔

عـ[2] اس تقریر کو خوب محفوظ رکھنا چاہئے کہ اس سے ان مفتیانِ اجہل کی جہالت وبیباکی بلکہ عیاری وچالاکی خوب روشن ہوتی ہے جنھوں نے کہا کہ "ہندوستان کے عام ہندو اہل اسلام سے مقاتل فی الدین نہیں کرتے اور عامۂ نصارٰی مقاتل فی الدین ہیں کہ مرتکبِ معاون ہیں" طرفہ تر یہ کہ جانب نصارٰی میں معاون کا لفظ بڑھا لیا کہ عامہ نصارٰی پر جا سکیں اور جانب ہنود میں اسے اڑا دیا تاکہ عام ہنود اس میں نہ آ سکیں۔ حشمت علی لکھنوی عفی عنہ

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۸

[2] الفتوحات الالٰہیۃ الشہیر بالجمل آیۃ لاینہٰکم اللہ الخ مصطفٰی البابی مصر ۴/ ۳۲۸

[3] روح البیان " " " " المکتبۃ الاسلامیہ لصاحبہا الریاض، الجزء الثامن والعشرون ص۴۸۱

تمھارے سردار، تمھارے پیشوا، تمھارے مددگار، تمھارے غمگسار مشرکین ہند نہیں جن کے ہاتھ آج تم بکے جاتے ہو، جن کی غلامی کے گیت گاتے ہو، اُف اُف اُف۔ تُف تُف تُف۔

ان اللہ جامع المنٰفقین والکٰفرین فی جھنم جمیعا[1] — بیشک اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔

اور بے ایمان اور پکا بے ایمان ہوگا وہ جو واحد قہار کو بحسر پیٹھ دے کر کے کہ یہ ملعون مظالم تو بعض بعض شہر کے بعض بعض کفار نے کئے، اس سے سب تو قاتلوکم فی الدین نہیں ہوگئے۔ بدعقلو بدنشو! کوئی قوم ساری کی ساری نہیں لڑتی۔

تمام مشرکینِ ہند محارب بالفعل ہیں اور محارب بالفعل کے معنیٰ کی تحقیق

کفارِ زمانۂ رسالت جن کی نسبت حکم ہوا واقتلوھم حیث ثقفتموھم[2] انھیں جہاں پاؤ قتل کرو۔ اور حکم ہوا، وقاتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم کافۃ[3] سب مشرکوں سے لڑو جیسے وہ سب تم سے لڑتے ہیں۔ کیا ان کا ہر ہر فرد میدانِ جنگ میں آیا تھا، لڑائی دیکھی جاتی ہے اگر جو لڑے اُن کی خاص کوئی ذاتی غرض ہے جس میں ساری قوم شریک نہیں تو وہ لڑائی خاص انھیں کی طرف منسوب ہوگی جو اس کے مرتکب ہوئے مثلاً کسی گاؤں کے دھرے مینڈھے پر بعض لوگوں سے جنگ ہو تو وہ انھیں کی ہے نہ تمام قوم کی۔ اور اگر لڑائی مذہبی ہے تو اُن سب اہلِ مذہب کی ہے کہ باقی دامے درمے قلمے قدمے معین ہوں گے اور کچھ نہ ہو تو راضی ہوں گے اور اپنے مذہب کی فتح ہو تو خوش ہوں گے اور دوسرے کی ہو تو رنجیدہ ہوں گے۔ قال تعالیٰ،

ان تمسسکم حسنۃ تسؤھم وان تصبکم سیئۃ یفرحوا بھا[4] — اگر تمھیں بھلائی پہنچے تو انھیں بُری لگے اور اگر تمھیں برائی پہنچے تو اس پر شاد ہوں۔

تو وہ سب محاربین بالفعل ہیں خواہ ہاتھ سے یا زبان سے یا دل سے۔ یہ قربانیِ گاؤ کا مسئلہ ایسا ہی ہے کون سا ہندو ہے جس کے دل میں اس کا نام سن کر آگ نہیں لگتی کون سی ہندو زبان ہے جو گئو رکھشا کی مالا

---

[1] القرآن الکریم ۴/۱۴۰

[2] " ۲/۱۹۱ و ۴/۹۱

[3] " ۹/۳۶

[4] " ۳/۱۲۰

نہیں چلتی، کون سا شہر ہے جہاں اس کی سبھا یا اُس کے ارکان یا اس میں چندہ دینے والے نہیں، کیا یہ مقدس بیگناہوں کے خون، یہ پاک مساجد کی شہادتیں، یہ قرآن عظیم کی اہانتیں انھیں ناپاک رکھشاؤں انھیں مجوعی سفاک سبھاؤں کے نتائج نہیں، نہ سہی ع

ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے

اب جس شہر جس قصبہ جس گاؤں میں چاہو آزما دیکھو، اپنی مذہبی قربانی کے لئے گائے پچھاڑو، اُس وقت یہی تمہاری بائیں پسلی کے نکلے یہی تمہارے سگے بھائی، یہی تمہارے منہ بولے بزرگ یہی تمہارے آقا یہی تمہارے پیشوا تمہاری ہڈی پسلی توڑنے کو تیار ہوتے ہیں یا نہیں، ان متفرقات کا جمع کرنا بھی جہنم میں ڈالئے وہ آج تمام ہندوؤں اور نہ صرف ہندوؤں تم سب ہندو پرستوں کا امام ظاہر و بادشاہ باطن ہے یعنی گاندھی صاف نہ کہہ چکا کہ مسلمان اگر قربانی گاؤ نہ چھوڑیں گے تو ہم تلوار کے زور سے چھڑا دیں گے، اب بھی کوئی شک رہا کہ تمام مشرکین ہند دین میں ہم سے محارب ہیں پھر انھیں لم یقاتلوکم فی الدین میں داخل کرنا کیا نری بے حیائی ہے یا صریح بے ایمانی بھی، محاربۂ مذہبی ہر قوم کا اس بات پر ہوتا ہے جسے وہ اپنے دین کی رُو سے زشت و منکر جانے، اسی کے ازالہ کیلئے لڑائی ہوتی ہے اور ازالہ منکر تین قسم ہے موقع ہو تو ہاتھ سے ورنہ زبان سے ورنہ دل سے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من رأی منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ[1]

تم میں جو کوئی کچھ خلافِ شرع بات دیکھے اُس پر لازم ہے کہ اسے اپنے ہاتھ سے رد کرے، پھر اگر نہ ہو سکے تو زبان سے، اور یہ بھی نہ ہو سکے تو دل سے۔

یہ تینوں صورتیں ازالہ و تغییر کی ہیں اور یہ سب اہل محاربہ سے محاربہ ہی ہیں بالفعل ہتھیار اٹھانا شرط نہیں جس کا ثبوت اُوپر گزرا، اور اگر یہی ٹھہرے کہ اگرچہ لڑائی سرتاج قوم اور تمام افراد کی رضا سے ہو مگر قاتلوکم فی الدین میں صرف وہی داخل ہوں گے جنھوں نے میدان میں ہتھیار اٹھائے تو ذرا انگریزوں کے ساتھ اپنے بائیکاٹ کا مزاج پوچھیے، کیا ہر انگریز ترکوں کے ساتھ میدانِ جنگ میں گیا تھا، ہرگز نہیں، لاکھوں یا شاید کروڑوں ہوں جنھوں نے اس میدان کی صورت تک نہ دیکھی خصوصاً ہندوستان میں سول کے انگریز، تو یہ سب لم یقاتلوکم فی الدین ہوئے، اور تمہارا یہ ترکِ تعاون کا عام مسئلہ تمہارے ہی منہ سخت جھوٹا

---

[1] مسند احمد بن حنبل | روایت ابوسعید الخدری | دار الفکر بیروت | ۳/۱۰
صحیح مسلم | کتاب الایمان | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/۵۱

اور شریعت پر افترا ٹھہرا کر مقاطعہ کرو تو انھیں معدود سے کرو جو میدان میں ترکوں سے لڑے، غرض سے

نے فروعت محکم آمد نے اصول
شرم بادت از خدا و از رسول

(نہ تیرے فروع قائم رہیں نہ اصول تو خدا و رسول سے شرم کھا۔ ت)

قرآن عظیم سے مزعومات لیڈران کا رد

تنبیہ جلیل: اقول کریمہ وقاتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم کافۃ[1] (اور مشرکوں سے ہر وقت لڑو جیسا وہ تم سے ہر وقت لڑتے ہیں۔ ت) کہ ابھی ہم نے تلاوت کی قطعًا اپنی ہر وجہ ہر پہلو پر لیڈران عنود پس روان ہنود پر رد شدید ہے، ان کا مزعوم دو فقرے ہیں:

اول یہ کہ ہنود میں مقاتل فی الدین صرف وہی ہیں جنھوں نے وہ مظالم کئے تو مقاتل نہیں مگر مقاتل بالفعل جس نے ہتھیار اٹھایا اور قتال کو آیا تاکہ عامۂ ہنود کو قاتلوکم فی الدین سے بچالیں۔

دوم یہ کہ جو مقاتل بالفعل نہیں اس سے اظہار عداوت فرض نہیں تاکہ بزور زبان اُن سے وداد و اتحاد کی راہ نکالیں۔

www.alahazratnetwork.org

اب آیۂ کریمہ میں چار احتمال ہیں:

اول، دونوں کافۃ مسلمانوں سے حال ہوں یعنی تم سب مسلمانوں مشرکوں سے لڑو جس طرح وہ تم سب سے لڑتے ہیں۔

دوم، دونوں کافۃ مشرکین سے حال ہوں یعنی سب مشرکین سے لڑو جس طرح وہ سب تم سے لڑتے ہیں۔

سوم، پہلا کافۃ مشرکین سے حال ہو اور دوسرا مومنین سے یعنی تم بھی سب مشرکین سے لڑو جس طرح وہ تم سب سے لڑتے ہیں۔ یہ قول عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے منقول ہے۔

چہارم، اس کا عکس یعنی سب مسلمان مشرکوں سے لڑیں جس طرح سب مشرک مسلمانوں سے لڑتے ہیں۔ کبیر میں اسی کو ترجیح دی اور لباب میں اسی پر اقتصار کیا، اور امام نسفی نے چاروں احتمالوں کا اشعار کیا، مفاتیح الغیب میں ہے:

فی قولہ تعالٰی کافۃ قولان، الاول ارشاد الٰہی کافۃ میں دو قول ہیں، اول مراد یہ

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۳۶

ان یکون المراد قاتلوھم باجمعکم مجتمعین علی قتالھم، کما انھم یقاتلونکم علی ھذہ الصفۃ، یرید تعاونوا وتناصروا علی ذلک ولاتخاذلوا ولاتقاطعوا وکونوا عباد اللہ مجتمعین متوافقین فی مقاتلۃ الاعداء، والثانی قال ابن عباس قاتلوھم بکلیتکم ولاتحابوا بعضھم بترک القتال کما انھم یستحلون قتال جمیعکم، والقول الاول اقرب حتی یصح قیاس احد الجانبین علی الاخر۔[1]

کہ تم سب اُن کے قتال پر اتفاق کرکے اُن سے لڑو جس طرح وُہ تم سے یُونہی لڑتے ہیں، فرماتا ہے قتالِ مشرکین میں سب آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور ایک دوسرے کو بے یار نہ چھوڑو نہ باہم علاقہ قطع کرو اور سب اللہ کے بندے ہوجاؤ، دشمنوں کے قتال پر یک دل و یک رائے ہوکر۔ دوسرا قول ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کا کہ سب مشرکوں سے لڑو اور ان میں کسی سے ترکِ قتال میں محابا نہ کرو جس طرح وہ تم سب سے قتال روا رکھتے ہیں اور پہلا قول زیادہ قریب ہے تاکہ ایک فریق کا دوسرے پر قیاس صحیح ہو۔

خازن میں ہے:

یعنی قاتلوا المشرکین باجمعکم مجتمعین علی قتالھم کما انھم یقاتلونکم علی ھذہ الصفۃ۔[2]

www.alahazratnetwork.org

یعنی سب مل کر قتالِ مشرکین پر متفق الرائے ہوکر اُن سے لڑو جس طرح وُہ تم سے یُونہی لڑتے ہیں۔

مدارک میں ہے:

کافۃ حال من الفاعل او المفعول۔[3]

کافۃ فاعل سے حال ہے یا مفعول سے۔

اس احتمال چہارم پر آیہ کریمہ کے دونوں جملے لیڈروں کے پہلے فقرے کا رَد ہیں ظاہر ہے کہ سب مشرک میدان میں نہ آئے سب نے ہتھیار نہ اُٹھائے بلکہ کچھ ساعی تھے کچھ معاون کچھ راضی، اور آیت میں فرمایا کہ وُہ سب تم سے لڑتے ہیں تو معلوم ہُوا کہ جمیع اقسام مقاتل فی الدین ہیں یونہی قطعاً تمام ہنود کہ منشا مظالم گئو رکشا ہے اور اُس میں سب شریک، پھر مسلمانوں کو فرمایا تم سب لڑو اگر قتال قتال بالید سے خاص ہو تو جہاد مطلقاً فرضِ عین ہوجائے اور یہ بالاجماع باطل ہے نیز اس تقدیر پر یہ حکم صحابہ کرام سے آج تک کبھی بجا نہ لایا گیا کون سے دن دنیا کے سب مسلمان ہتھیار لے کر میدان میں آئے تو معاذ اللہ صحابہ کرام و جمیع امت کا اجماع ضلالت و معصیت پر

۱؎ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ قاتلوا المشرکین الخ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۱۶/۵۴

۲؎ لباب التاویل فی معانی التنزیل (تفسیر الخازن) " " " " " مصطفی البابی مصر ۲/۹۰

۳؎ مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) " " " " " دارالکتاب العربی بیروت ۲/۲۵

ہوا اور یہ اول سے بڑھ کر باطل وکفر بائل دسخت ہے لاجرم قتال معاونت رضا سب کو عام ہے اب بیشک اس کا حکم شامل جملہ اہلِ اسلام ہے، اسی طرح احتمال اول پر آیہ کریمہ کے دونوں جملے فقرۂ اولٰی کے رد ہیں، پہلے کا ابھی بیان ہوا اور دُوسرا یُوں کہ جب مشرکین سب مسلمانوں سے مقاتل ہیں تو سب مسلمان مشرکوں کے مقاتل کہ مفاعلہ تھا نہیں ہے اور وُہ نہیں مگر اسی طور پر کہ فاعل ومعاون وراضی سب مقاتل ہوں بعینہٖ اسی تقریر سے احتمال دوم وسوم بھی جیسا کہ فہیم پر مخفی نہیں، بالجملہ ہر پہلو پر آیہ کریمہ کا ہر جملہ ان کے فقرۂ اولٰی کا رد ہے اور احتمال دوم وسوم پر کریمہ کا پہلا جملہ لیڈروں کے فقرۂ دوم کا بھی رد ہے کہ عام فرمایا گیا سب مشرکوں سے قتال کرو، اور قتل وقتال سے بڑھ کر اور اظہار عداوت کیا ہے، تو ثابت ہوا کہ مشرک مقاتل بالید ہو یا نہ ہو ہر ایک سے اظہارِ عداوت فرض اور وداد و اتحاد حرام۔

قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۝[1] بل نقذف بالحق علی الباطل فید مغہ فاذا ھو زاھق ولکم الویل مما تصفون۝[2]

کہو حق آیا باطل کا دم ٹوٹا، بیشک باطل تو دم توڑنے ہی کو تھا بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینکتے ہیں کہ وُہ باطل کا بھیجا نکال دیتا ہے جبھی وہ فنا ہوجاتا ہے اور تمھارے لئے خرابی ہے اُن باتوں سے جو بناتے ہو۔

اصح قول اکثر ہے کہ کریمہ ممتحنہ صرف معاہدین کے بارے میں ہے

تنبیہ دوم: **اقول** یہاں سے روشن ہوا کہ آیۂ ممتحنہ میں قولِ اکثر ہی راجح واصح ہے لم یقاتلوکم فی الدین وہی ہوسکتے ہیں جو اہلِ عہد وذمّہ ہیں کہ اُن کے عہد نے صراحۃً انھیں مقاتلین سے جُدا کرلیا، والصریح یفوق الدلالۃ تصریح دلالت پر مرجح ہے۔ باقی تمام حربی کفار مقاتل فی الدین ہیں اگرچہ ہتھیار نہ اٹھائے ہُوئے ہوں، قولِ آخر کے اصح ہونے کی وجہ یہی ہوتی کہ لفظ عام ہے اور جب ثابت ہوا کہ وُہ اہلِ عہد وذمہ ہی پر صادق ہے تو حربیوں کی تعمیم ناموجہ ہے، یونہی نساء وصبیان سے تخصیص کی وجہ نہیں، اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوصِ سبب کا، ورنہ صرف صلۂ مادر وپدر یا غایت درجہ صلۂ رحم کی اجازت نکلے نہ جملہ نساء وصبیان کو تعمیم مقبول کہ اگرچہ وہ حکم قتال سے مستثنٰی ہیں مگر حکمِ غلظت سے مستثنٰی نہیں، اہلِ عہد وذمہ کی عورتیں بچے ان کے حکم میں رہیں گے اور غیر معاہد حربیوں کے زنان واطفال ان کے حکم میں، قال تعالٰی من ذکر او انثٰی بعضکم من بعض[3] مرد ہو یا عورت تم آپس میں ایک ہو۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۸۱
[2] " ۲۱/ ۱۸
[3] " ۳/ ۱۹۵

یہاں کے کسی کافر فقیر کو بھیک دینا بھی جائز نہیں

صحاح ستہ میں صعب بن جثامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے زنان وصبیانِ کفار کے بارے میں فرمایا: ھم منھم ۱؎ وہ انھیں میں سے ہیں۔

ولہذا ہمارے ائمہ کرام نے حربی کو صدقہ نافلہ دینے کی ممانعت سے اُن کی عورتوں بچّوں کسی کو مستثنٰی نہ فرمایا حکم عام دیا۔ جامع صغیر امام محمد و ہدایہ و درر و عنایہ و کفایہ و جوہرہ و مستصفی پھر نہایہ و غایۃ البیان و فتح القدیر و بحر الرائق و کافی و تبیین و تفسیر احمدی و فتح اللہ المعین و غنیہ ذوی الاحکام کتب معتمدہ کی عبارتیں اُوپر گزریں، معراج الدرایہ میں ہے:

صلتہ لایکون برا شرعا ولذا لم یجز التطوع الیہ ۲؎ — حربی سے نیک سلوک شرعًا کوئی نیکی نہیں اس لئے اسے نفل خیرات دینا بھی حرام ہے۔

عنایہ امام اکمل میں ہے:

التصدق علیھم مرحمۃ لھم ومواساۃ وھی منافیۃ لمقتضی الاٰیۃ ۳؎ — انھیں خیرات دینا ان پر ایک طرح کی مہربانی اور ان کی غمخواری ہے اور یہ حکم قرآن مجید کے خلاف ہے۔

امام برہان الدین صاحبِ ذخیرہ نے محیط پھر علامہ چوی زادہ پھر علامہ شرنبلالی نے غنیہ میں فرمایا،

لایجوز للمسلم بر الحربی ۴؎ — حربی کے ساتھ نیک سلوک مسلمان کو حرام ہے۔

بحمد اللہ تعالٰے ہمارے ائمہ کی نظر ایسی ہی غائر و دقیقہ رس ہے جب کبھی تنقیح تام کی جاتی ہے جو انھوں نے تحقیق فرمایا وہی گل کھلتا ہے ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق۔

تنبیہ سوم: مستامن کے لئے مسئلہ ہبہ ووصیت کی تحقیق

مستامن کے بارے میں عبارات مختلف آئیں کثیر

۱؎ صحیح مسلم باب جواز قتل النساء والصبیان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۴

۲؎ رد المحتار بحوالہ معراج الدرایۃ باب المصرف داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۸

۳؎ العنایۃ شرح الہدایۃ مع فتح القدیر باب من یجوز دفع الصدقۃ الیہ الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۲۰۷

۴؎ غنیۃ ذوی الاحکام حاشیۃ الدرر الحکام کتاب الوصایا مطبعۃ احمد کامل الکائنۃ دارالسعادۃ مصر ۲/ ۴۲۹

روایات مذکورہ میں مطلقاً حربی سے نیک سلوک کی ممانعت ہے جس میں مستامن بھی داخل، اور نہایہ و تبیین و بحرالرائق وابوالسعود کی عبارات میں اس سے ممانعت کی صاف تصریح گزری لیکن بعض روایات سے اس کے لئے رخصت ثابت۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

لاباس بان یصل الرجل المسلم المشرك قریبا کان اوبعیدا محاربا کان او ذمیا و اراد بالمحارب المستامن واما اذا کان غیرالمستأمن فلا ینبغی للمسلم ان یصله بشیئ کذا فی المحیط[1]

کوئی حرج نہیں کہ مسلمان مشرک سے کوئی مالی سلوک کرے خواہ رشتہ دار ہو یا اجنبی، حربی ہو یا ذمی۔ حربی سے مستامن مراد لیا اور اگر حربی غیر مستامن ہو تو مسلمان کو سزاوار نہیں کہ اس کے ساتھ کوئی نیک سلوک کرے، ایسا ہی محیط میں ہے۔

امام ملک العلماء نے بدائع میں مستامن کے لئے وصیت کا جواز مبسوط سے نقل کیا پھر فرمایا: امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عدم جواز مروی ہوا اور یہی روایت ہمارے ائمہ کے قول سے موافق تر ہے کہ وہ مستامن کے لئے صدقات حرام فرماتے ہیں، یونہی وصیت بھی۔ پھر فرمایا بعض نے کہا اس کے لئے جواز وعدم جواز صدقات میں ہمارے اصحاب سے دو روایتیں ہیں تو وصیت بھی انھیں دونوں روایتوں پر ہوگی، عبارت یہ ہے شرائط وصیت باعتبار موصی لہ میں فرمایا:

www.alahazratnetwork.org

ومنها ان لایکون حربیا غیر مستامن فان کان لاتصح الوصیة له من مسلم او ذمی وان کان مستامنا ذکر فی الاصل انه یجوز لانه فی عهدنا فاشبه الذمی وروی عن ابی حنیفة رضی الله تعالٰی عنه انه لایجوز وهذه الروایة بقول اصحابنا رحمهم الله تعالٰی اشبه فانهم قالوا لایجوز صرف الکفارة والنذر وصدقة الفطر و الاضحیة الی المستامن ویجوز صرفها

ایک شرط جواز وصیت کی یہ ہے کہ حربی غیر مستامن نہ ہو ایسا ہو تو اس کے لئے وصیت باطل ہے مسلمان کرے خواہ ذمی، اور اگر حربی مستامن ہو تو امام محمد نے مبسوط میں ذکر فرمایا کہ جائز ہے اس لئے کہ وہ بھی ہمارے معاہدہ میں ہے تو ذمی سا ہوا اور امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ حربی مستامن کے لئے بھی وصیت جائز نہیں اور یہی روایت ہمارے ائمہ کے قول سے زیادہ موافق ہے اس لئے کہ وہ فرماتے ہیں کہ حربی مستامن کو بھی نذر وکفارہ و صدقہ فطر وقربانی کا گوشت دینا جائز نہیں اور ذمی

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الرابع عشر فی اہل الذمۃ الخ مکتبہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۷

الی الذمی لانا ما نھینا عن بر اھل الذمۃ لقولہ تعالٰی لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین، وقیل ان فی التبرع علیہ فی حال الحیاۃ بالصدقۃ و الھبۃ روایتین عن اصحابنا فالوصیۃ لہ علی تلک الروایتین[1] ایضا (ملخصا)۔

کو جائز ہے اس لئے کہ ذمیوں کے ساتھ احسان کی ہمیں ممانعت نہ فرمائی گئی، اللہ تعالٰی فرماتا ہے اللہ تمھیں اُن سے منع نہیں فرماتا جو تم سے دین میں نہ لڑیں اور کہا گیا کہ زندگی میں حربی مستامن کو کچھ ہبہ یا خیرات دینے میں ہمارے ائمہ سے دو روایتیں ہیں تو اس کے لئے وصیت بھی انہیں دو روایتوں پر رہے گی۔ (ملخصا)

اس پر تمام کلام ونقض وابرام ردالمحتار پر ہمارے حاشیہ جدالممتار میں مذکور جس سے اطالت کی یہاں حاجت نہیں، سیر کبیر سے حربی کے لئے اشعارِ جواز نقل کیا گیا مگر اُس میں حربی فی دارہ کے لئے تصریح ہے محیط پھر قاضی زادہ نے اس کی عبارت یہ نقل کی:

لو اوصی مسلم لحربی والحربی فی دار الحرب لاتجوز فان خرج الحربی الموصی لہ الی دار الاسلام بامان واراد اخذ وصیتہ لم یکن لہ من ذٰلک شیئ وان اجازت الورثۃ لان الوصیۃ وقعت بصفۃ البطلان فلا تعمل اجازۃ الورثۃ فیھا[2]۔

اگر مسلمان نے کسی حربی کے لئے وصیت کی اور حربی دارالحرب میں تھا جائز نہیں، پھر اگر جس حربی کے لئے وصیت تھی امان لے کر دارالاسلام میں آئے اور اپنی وصیت لینا چاہے اُسے اُس میں سے کچھ نہ ملے گا اگرچہ وارث اجازت بھی دے دیں کہ وصیت سرے سے باطل واقع ہوئی تو وارثوں کی اجازت اُس میں کیا کام دے گی۔

اقول ہاں فی دارہ کی قید اور سیاق کلام سے مستامن کے لئے جواز نکلتا ہے کما لایخفی وبہ اندفع ایراد المحیط ثم نتائج الافکار علیھم (جیسا کہ مخفی نہیں اسی سے محیط پھر نتائج الافکار کا ان پر اعتراض ختم ہوگیا۔ ت) تو یہ اُسی توفیق کی طرف مشیر جو علامہ مولٰی خسرو نے درر میں کی اور تنویر نے اسے متن میں لیا کہ مستامن کے لئے صحیح اور غیر مستامن کے لئے ناجائز، درمیں اسے بحث درر ٹھہرایا حالانکہ منصوص ہے، وہی ہدایہ جس سے گزرا کہ حربی کے لئے وصیت باطل،

---

[1] بدائع الصنائع کتاب الوصایا فصل واما شرائط الرکن الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۳۴۱

[2] نتائج الافکار قاضی زادہ (شرح ہدایہ) تکملہ فتح القدیر باب فی صفۃ الوصیۃ الخ نوریہ رضویہ سکھر ۹/ ۳۵۵

اُسی میں ہے کہ مستامن کے لئے صحیح باب وصیۃ الذمی میں فرمایا:

اذا دخل الحربی دارنا بامان فاوصی لہ مسلم بوصیۃ جاز لانہ مادام فی دار الاسلام فھو فی المعاملات بمنزلۃ الذمی[1] (ملخصاً)

جب حربی امان لے کر دارالاسلام میں آئے اور اُس وقت مسلمان اُس کے لئے کچھ وصیت کرے تو جائز ہے اس لئے کہ وُہ جب تک دارالاسلام میں ہے معاملات میں بمنزلہ ذمی ہے۔

اقول اور یہی مفاد کریمتین محتمہ ہے کہ معاہد کے لئے رخصت اور غیر معاہد سے ممانعت، اور مستامن بھی مثل ذمّی معاہد ہے اگرچہ اس کا عہد موقت ہے کما تقدم عن البدائع والھدایۃ (جیسا کہ بدائع اور ہدایہ سے گزرا۔ ت) اور وصیت[عہ1] وصدقہ میں فرق کی کچھ وجہ نہیں کہ دونوں بر وصلہ ہیں خصوصاً کریمۂ لاینھٰکم اللہ کا نزول ہی در بارۂ مستامن ہُوا تو ایسی تخصیص کہ اصل سبب کی نفی کر دے کیونکر روا ہو جس طرح شرح سیر کبیر کا اطلاق کہ ہرگونہ حربی کے لئے جواز کا موہم ہے کیونکر مقبول ہوسکتا ہے کہ کریمۂ انما ینھٰکم اللہ کا صاف منافی ہے اور[عہ2] یہ کہنا کہ اس میں موالات سے ممانعت ہے نہ کہ صلہ سے

اقول محض بے معنی ہے موالات ہر کافر سے حرام ہے اگرچہ ذمی ہو اگر صلہ[عہ3] ہر حربی کے لئے بھی جائز ہو تو فریقین میں فرق کیا رہا حالانکہ صریح نزول کریمتین اثبات فرق کیلئے ہے تو قطعاً کریمۂ ثانیہ میں صلہ ہی کو موالات فرمایا اور اُسی سے منع کیا، لاجرم اس کی صحیح تاویل وہی ہے جو ابھی محیط و ہندیہ سے گزری کہ حربی سے مستامن یعنی معاہد مراد ہے، لاجرم اسی ہندیہ میں تاتارخانیہ سے ہے،

ذکر الامام رکن الاسلام علی السغدی اذا کان حربیاً فی دار الحرب وکان الحال حال صلح ومسالمۃ فلاباس بان یصلہ[2]

امام رکن الاسلام علی سغدی نے فرمایا: جب حربی دارالحرب میں ہو اور وہ وقت صلح و معاہدہ التوائے جنگ کا وقت ہو تو اس سے مالی سلوک میں حرج نہیں۔

عہ1: تعریض بما فی ردالمحتار ۱۲ منہ غفرلہ

عہ2: تعریض بما فی بعض التفاسیر ۱۲ منہ غفرلہ

عہ3: تفاسیر معالم وخازن وکبیر وتفسیر ابن عباس کے نصوص ابھی آتے ہیں۔

---

[1] الہدایۃ باب وصیۃ الذمی مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۶۸۶

[2] فتاوٰی ہندیۃ الباب الرابع عشر فی اہل الذمۃ الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۷

اس تحقیق سے بہت عبارات میں توفیق ہوگئی جن میں حربی کے لئے مطلقاً ممانعت ہے جیسے ارشاد جامع صغیر وکتب کثیرہ اُن میں حربی غیر معاہد مراد ہے، لاجرم کافی پھر درر پھر نتائج الافکار نے کلام جامع صغیر یوں نقل کیا:

الوصیۃ للحربی وھو فی دارھم باطلۃ لانہا بر وصلۃ وقد نہینا عن بر من یقاتلنا لقولہ تعالٰی انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین[1]

حربی کو دارالحرب میں ہو اس کے لئے وصیت باطل ہے اس لئے کہ وہ احسان و نیک سلوک ہے اور حربی کے ساتھ نیک سلوک سے ہمیں منع فرمایا گیا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے، اللہ تمہیں اُن سے منع کرتا ہے جو دین میں تم سے لڑے۔

جامع صغیر شریف کے متعدد نسخے حاضر، اس کی عبارت صرف اس قدر ہے:

الوصیۃ لاھل الحرب باطلۃ[2]

حربیوں کے لئے وصیت باطل ہے۔

اور یہی اُس سے بدایہ متن ہدایہ میں منقول، نہ اس میں تعلیل ہے نہ لفظ ھو فی دارھم ضرور یہ بعض شروح جامع کی عبارت ہے جسے کافی نے حسب عادت علماء جامع کی طرف نسبت فرمایا تو شارح نے اطلاق جامع کو غیر مستامن پر حمل کیا اور جن میں مطلق جواز ہے جیسے عبارت شرح سیر کبیر جس کو محیط نے اُسی عادت کی بناء پر سیر کبیر کی طرف نسبت کیا اُن میں مستامن ومعاہد مقصود جس طرح خود محیط نے تصریح کی کہ: ان ادیالمحارب

عــہ فلا علیك مما وقع فی زکوۃ ش من عزوہ لمحمد فی السیر الکبیر فقد ابان الصواب فی الوصایا ناقلا عن العلامۃ جوی زادہ ان مرادھم بما یدل علی الجواز ما ذکر فی شرح السیر الکبیر[3] للامام السرخسی۔ منہ غفرلہ

شامی کی کتاب الزکوٰۃ میں سیر کبیر کے حوالہ سے جو امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کی طرف منسوب ہے وہ تجھے اشتباہ نہ دے اس لئے کہ شامی کے وصایا میں علامہ جوی زادہ سے درست وصحیح عبارت منقول ہے کہ جواز پر دلالت کرنے سے ان کی وہ دلیل مراد ہے جو امام سرخسی کی شرح سیر کبیر میں مذکور ہے۔ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] الدرر الحکام شرح غرر الاحکام کتاب الوصایا مطبعہ احمد کامل الکائنہ دار سعادت مصر ۴۲۹/۲
نتائج الافکار تکملہ فتح القدیر باب صفۃ الوصیۃ ما یجوز من ذالک مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳۵۵/۹

[2] الجامع الصغیر باب الوصیۃ بثلث المال مطبع یوسفی لکھنؤ ص ۱۷۰

[3] ردالمحتار مطبوعہ کوئٹہ ۷۳/۲ [4] ایضاً ۴۶۳/۵

المستأمن[1] حربی سے مستامن مراد لیا۔ اسی طرح عبارت موطائے امام محمد:

لاباس بالهدية الى المشرك المحارب مالم يهد اليه سلاح اودرع وهو قول ابی حنيفة والعامة من فقهائنا۔[2]

حربی مشرک کو ہدیہ دینے میں حرج نہیں جب تک ہتھیار یا زرہ کا بھیجنا نہ ہو اور یہی قول امام ابوحنیفہ اور ہمارے عام فقہاء کا ہے۔

وصیت بھی ہدیہ ہی ہے کہ تملیک عین مجاناً ہے، اور امام محمد جامع صغیر میں صاف فرماچکے کہ ان کے لئے وصیت باطل تو ہدیہ کیسے جائز ہوسکتا ہے مگر اسی فرق سے کہ معاہد کے لئے جائز اور غیر معاہد کے لئے ناجائز، جس طرح خود امام نے سیر کبیر میں اشعار فرمایا اور کتاب الاصل میں ارشاد امام نے تو بالکل کشف حجاب فرمادیا کہ فرمایا حربی کے لئے باطل، پھر فرمایا مستامن کے لئے جائز۔ ردالمحتار میں ہے:

نص محمد فی الاصل علی عدم جواز الوصية للحربی صريحا۔[3]

امام محمد نے اصل میں روشن تصریح فرمائی کہ حربی کے لئے وصیت جائز نہیں۔

بدائع امام ملک العلماء سے گزرا:

وان کان مستامنا ذکر فی الاصل انه يجوز۔[4]

امام محمد نے اصل میں فرمایا کہ کافر اگر مستامن ہو تو اس کے لئے وصیت جائز ہے۔

خانیۂ امام فقیہ النفس میں ہے:

اوصی مسلم لحربی مستامن بثلث ماله ذکر فی الاصل انه تجوز وقيل هذا قول محمد وعن ابی حنيفة فی رواية لاتجوز و ان لم يکن الحربی مستامنا لاتجوز فی قولهم۔[5]

کسی مسلمان نے حربی مستامن کے لئے اپنے تہائی مال کی وصیت کی، مبسوط میں فرمایا: یہ جائز ہے۔ بعض نے کہا: یہ قول امام محمد کا ہے، اور امام اعظم سے ایک روایت میں ہے کہ جائز نہیں اور اگر حربی مستامن نہ ہو تو بالاتفاق ناجائز ہے۔

---

[1] المحیط البرہانی

[2] مؤطا امام محمد باب مایکرہ من لبس الحریر والدیباج آفتاب عالم پریس لاہور ص ۳۰۱

[3] ردالمحتار کتاب الوصایا مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ ۵/۴۶۳

[4] بدائع الصنائع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/۳۴۱

[5] فتاوٰی قاضی خاں فصل فیمن تجوز وصیتہ وفیمن لاتجوز وصیتہ الخ نولکشور لکھنؤ ۴/۸۳۷

رہا شرح سرخسی میں یہ استدلال کہ قحط مکہ معظمہ میں حضور رحمتِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پانسو اشرفیاں ابوسفیان وصفوان بن امیہ کو عطا فرمائیں کہ فقرائے مکہ پر تقسیم کریں **اقول** واقعہ عین کے لئے عموم نہیں ہوتا، ممکن کہ وُہ زمانہ صلح ومعاہدہ ہو معہذا ابوسفیان وصفوان رضی اللہ تعالٰی عنہما دونوں مؤلفۃ القلوب سے تھے، ممکن کہ اس مد سے عطا فرمائی ہوں پھر بھی وُہ عبارات باقی رہیں جن میں مستامن کے لئے بھی عدم جواز کا صریح ارشاد ہے یونہی وُہ کہ حربی غیر معاہد کے لئے بھی جواز اُن کا مفاد ہے۔ ہندیہ میں محیط سے ہے:

لوان عسکرا من المسلمین دخلوا دار الحرب فاھدی امیرھم الی ملك العدو ھدیۃ فلا باس بہ[1]

اگر مسلمانوں کا کوئی لشکر دار الحرب میں داخل ہو اور سپہ سالار دشمنوں کے بادشاہ کو کچھ ہدیہ بھیجے کچھ مضائقہ نہیں۔

ائمہ لیڈروں پر سخت اشد عبارات

ظاہر ہے کہ فَے وہی مال ہے کہ کافر سے بے لڑے قہراً لیا جائے اور لڑ کرلیں تو غنیمت۔ اور ایام معاہدہ کے ہدایا قہراً نہیں۔ شرح سیر کبیر میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

لو وادع الامام قوما من اھل الحرب سنۃ علی مال دفعوہ الیہ جاز لو خیرا للمسلمین ثم ھذا المال لیس بفیئ ولا غنیمۃ حتی لایخمس ولکنہ کالخراج یوضع فی بیت المال لان الغنیمۃ اسم لمال یصاب بایجاف الخیل والرکاب والفیئ اسم لما یرجع من اموالھم الی ایدینا بطریق القھر وھذا یرجع الینا بطریق المراضاۃ۔[2]

اگر سلطان اسلام نے حربیوں کے کسی گروہ سے سال بھر کے لئے صلح کرلی اور اس پر کچھ مال اُن سے لے لیا تو اگر یہ مسلمانوں کے حق میں بہتر ہو تو جائز ہے پھر یہ مال نہ فَے ہے نہ غنیمت، یہاں تک کہ اُس سے خمس نہ لیا جائے گا، ہاں وُہ خراج کی طرح بیت المال خزانہ مسلمین میں داخل کیا جائے گا، اس لئے کہ غنیمت اُس مال کا نام ہے جو گھوڑے اُونٹ دوڑا کر یعنی لڑ کر ملے اور فَے اُس مال کا نام ہے جو ہمیں اُن سے بطور غلبہ ہاتھ آئے اور یہ تو ہم کو بطور رضامندی حاصل ہوا۔

خیالات لیڈران کا قلع قمع اس توفیق انیق ہی سے ہوگیا، یہ دونوں قسمیں ان پر اشد ہیں، اُن کے دونوں مزعوم کا سخت تر رد ہیں، قسم اوّل نے حربی معاہد کے ساتھ بھی ذرا سا سلوک مالی حرام فرمایا اُن کے فقیر گداگر کو بھیک

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب السیر الفصل الثالث مکتبہ نورانی کتب خانہ پشاور ٢/٢٣٦

[2] شرح السیر الکبیر

دینے تک منع بتایا اور لیڈروں نے غیر معاہد مشرکوں سے وداد و اتحاد منایا بلکہ اُن کی غلامی و انقیاد کا کلنک لگایا 30
قسم دوم نے خود محارب و نامعاہد حربیوں کو ہدیہ دینا لینا جائز ٹھہرایا، لیڈروں کے مطلقاً ترک تعاون کی فرضیت کا دریا جلایا، خیر انھیں اسی طرح ہر طرف کی ضرب و جرح و رَدّ و طرح میں چھوڑیے، جانب توفیق باگ موڑیے۔

سلوک مالی کی اقسام **فاقول** سلوک مالی تین طرح ہے:
مرحمت، مکرمت، مکیدت۔

اول یہ کہ محض اُسے نفع دینا خیر پہنچانا مقصود ہو، یہ مستامن معاہد کے لئے بھی حرام ہے، امان و معاہدہ کفِ ضرر کے لئے ہے نہ کہ اعداء اللہ کو بالقصد ایصالِ خیر کے واسطے۔

دوم یہ کہ اپنی ذاتی مصلحت مثل مکافات احسان و لحاظ رحم کے لئے کچھ مالی سلوک، یہ معاہد سے جائز نامعاہد سے ممنوع۔

سوم یہ کہ مصلحت اسلام و مسلمین کے لئے محاربانہ چال ہو، یہ حربی محارب کے واسطے بھی جائز کہ حقیقت بر و صلہ سے اسے علاقہ نہیں۔

موالات کی تقسیم اور اُس کے احکام تحقیق مقام یہ ہے کہ موالات دو قسم ہے،
www.alahazratnetwork.org
اول حقیقیہ جس کا ادنٰی رکن یعنی میلانِ قلب ہے، پھر وداد پھر اتحاد پھر اپنی خواہش سے بے خوف و طمع انقیاد پھر تبتل یہ بجمیع وجوہ ہر کافر سے مطلقاً ہر حال میں حرام ہے۔

میل طبعی کا حکم قال اللہ تعالٰی:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[1] — ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تمھیں آگ چھوئے۔

مگر میل طبعی جیسے ماں باپ اولاد یا زنِ حسینہ کی طرف کہ جس طرح بے اختیار ہو زیر حکم نہیں پھر بھی

ع: جب مجرد میلان قلب کو حرام و موجب عذاب نار فرمایا تو وداد و اتحاد و انقیاد و تبتل کس قدر سخت کبیرہ موجب عذاب اشد ہوں گے، لیڈر وداد و اتحاد و انقیاد سب خود قبول کر رہے ہیں والعیاذ باللہ تعالٰی ۱۲

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

30/30 اس تصور سے کہ یہ اللہ و رسول کے دشمن ہیں ان سے دوستی حرام ہے، بقدرِ قدرت اُس کا دبانا یہاں تک کہ بن پڑے تو فنا کر دینا لازم ہے کہ شے مستمر میں بقاء کے لئے حکم ابتداء ہے کہ اعراض ہر آن متجدد ہیں آنا بے اختیار تھا اور جانا یعنی ازالہ قدرت میں ہے تو رکھنا اختیارِ موالات ہوا اور یہ حرام قطعی ہے ولہٰذا جس غیر اختیاری کے مبادی اُس نے باختیار پیدا کئے اُس میں معذور نہ ہوگا جیسے شراب کہ اُس سے زوالِ عقل اس کا اختیاری نہیں مگر جبکہ اختیار سے پی تو زوالِ عقل اور اس پر جو کچھ مرتب ہو سب اسی کے اختیار سے ہوا، قال تعالیٰ:

یایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا اٰباءکم و اخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان ومن یتولھم منکم فاولٰئک ھم الظّٰلمون[1]۔

اے ایمان والو! اپنے باپ بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم میں جو اُن سے دوستی رکھے گا وہی پکا ظالم ہوگا۔

تفسیر کبیر و نیشاپوری و خازن و جمل وغیرہا میں ہے:

انہ تعالیٰ امر المؤمنین بالتبری عن المشرکین وبالغ فی ایجابہ، قالوا کیف تمکن ھٰذہ المقاطعۃ التامۃ بین الرجل وبین ابیہ وامہ واخیہ، فذکر اللہ تعالیٰ ان الانقطاع من الاٰباء والاولاد والاخوان واجب بسبب الکفر[2]۔

جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مشرکوں سے بیزاری کا حکم دیا اور بتاکید شدید واجب فرمایا تو بعض مسلمانوں نے کہا آدمی کا اس کے باپ اور ماں اور بھائی سے یہ پُورا انقطاع کیونکر ممکن ہے اس پر رب عزوجل نے فرمایا کہ باپ اور اولاد اور بھائیوں سے اُن کے کُفر کے سبب پُورا انقطاع ہی لازم ہے۔

موالاتِ صوریہ کے احکام

دوم صوریہ کہ دل اس کی طرف اصلاً مائل نہ ہو مگر برتاؤ وہ کرے جو بظاہر محبت و میلان کا پتا دیتا ہو، یہ بحالتِ ضرورت و مجبوری صرف بقدرِ ضرورت و مجبوری مطلقاً جائز ہے، قال تعالیٰ:

الّا ان تتقوا منھم تقٰۃ[3]

مگر یہ کہ تمھیں ان سے پورا واقعی خوف ہو۔

بقدرِ ضرورت یہ کہ مثلاً صرف عدمِ اظہارِ عداوت میں کام نکلتا ہو تو اسی قدر پر اکتفا کرے اور اظہارِ محبت کی

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۲۳

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) آیہ قل ان کان آباءکم الخ کے تحت المطبعۃ البہیۃ المصریہ مصر ۱۶/ ۱۸

[3] القرآن الکریم ۳/ ۲۸

ضرورت ہو تو حتی الامکان پہلو دار بات کہے صریح کی اجازت نہیں اور بے اس کے نجات نہ ملے اور قلب ایمان پر مطمئن ہو تو اس کی بھی رخصت اور اب بھی ترکِ عزیمت۔ ابناء جریر و منذر و ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی:

نهى الله المؤمنين ان يلاطفوا الكفار و يتخذوهم وليجة من دون المؤمنين الا ان يكون الكفار عليهم ظاهرين اولياء فيظهرون لهم اللطف ويخالفونهم في الدين وذلك قوله تعالى الا ان تتقوا منهم تقٰة[1]

اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کو منع فرمایا کہ کافروں سے نرمی کریں اور مسلمانوں کے سوا اُن میں سے کسی کو رازدار بنائیں مگر یہ کہ کافر ان پر غالب و والیان ملک ہوں تو اس وقت اُن سے نرمی کا اظہار کریں اور دین میں مخالفت رکھیں اور یہ ہے مولٰی تعالٰی کا ارشاد مگر یہ کہ تم کو ان سے واقعی پورا خوف ہو۔

مدارک میں ہے:

ای الا ان یکون للکافر علیك سلطان فتخافه علی نفسك ومالك، فحینئذ یجوز لك اظهار الموالاة وابطان المعاداة[2]

یعنی مگر یہ کہ کافر کی تجھ پر سلطنت ہو تو تجھے اس سے اپنے جان و مال کا خوف ہو اس وقت تجھے جائز ہے کہ اس سے دوستی ظاہر کرے اور دشمنی چھپائے۔

www.alahazratnetwork.org

کبیر میں ہے:

وذلك بان لا یظهر العداوة باللسان، بل یجوز ایضا ان یظهر الکلام الموهم للمحبة والموالاة، ولکن بشرط ان یضمر خلافه وان یعرض فی کل ما یقول[3]

یہ یوں ہے کہ زبان سے دشمنی ظاہر نہ کرے بلکہ یہ بھی جائز ہے کہ ایسا کلام کہے جو محبت و دوستی کا وہم دلائے مگر شرط یہ ہے کہ دل میں اس کے خلاف ہو اور جو کچھ کہے پہلو دار بات کہے۔

صوریہ کی اعلٰی قسم مداہنت ہے اس کی رخصت صرف بحالت مجبوری و اکراہ ہی ہے اور ادنٰی قسم مدارات یہ مصلحتاً بھی جائز، قال تعالٰی:

---

[1] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) القول فی تاویل قولہ لا یتخذ المؤمنون الکافرین الخ المطبعۃ المیمنۃ مصر ۳/ ۱۴۰

[2] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) آیہ ۳/ ۲۸ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۱۵۳

[3] مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) المطبعۃ البہیۃ مصر ۸/ ۱۲

وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ مامنہ[1]

اگر کوئی مشرک تم سے پناہ چاہے تو اُسے پناہ دو تاکہ کلامِ الٰہی سُنے پھر اُسے اُس کی امن کی جگہ پہنچا دو۔

ظاہر ہے کہ اس وقت غلظت و خشونت منافیِ مقصود ہو گی۔

مدارات کا بیان

مدارات صرف اُس ترکِ غلظت کا نام ہے اظہارِ الفت و رغبت پھر کسی قسم اعلٰی میں جائے گا اور اسی کا حکم پائے گا، مدارات و مداہنت کے بیچ میں موالاتِ صوریہ کی دو قسمیں اور ہیں، بر و اقساط اور معاشرت۔ یہ دُو صورتیں موالات کی ہوتیں اور دونوں کی شکل مجرد معاملت ہے ذکر میلان پر مبنی نہ اُس سے منبئی، یہ سوائے مرتد ہر کافر سے جائز ہے جب تک کسی محظورِ شرعی کی طرف منجر نہ ہو، معاشرت کے نیچے افعال کثیرہ ہیں، سلام کلام، مصافحہ، مجالست، مساکنت، مواکلت، تقریبوں میں شرکت، عیادت، تعزیت، اعانت، استعانت، مشورت وغیرہا ان سب کے صور و شقوق کی تفصیل اور ہر صورت پر بیان حکم و دلیل ایک مستقل رسالہ چاہے گا، یہاں بر و صلہ سے بحث ہے جس کی ہم نے تین قسمیں بیان کیں، قسم اول کہ بے اپنی کسی غرض صحیح کے بالقصد ایصالِ نفع و خیر منظور ہو یہ بے رغبت و میلانِ قلب متصور نہیں تو موالاتِ حقیقیہ ہے اور مطلقاً قطعاً حرام قطعی، باقی دو قسمیں کہ اپنی غرض ذاتی یا مصلحت دینی مقصود ہو تو موالاتِ صوریہ کی ایک ہلکی قسمیں ہیں اگرچہ مجرد ترکِ غلظت پر ان میں شئے زائد ہے، ان دو میں فرق یہ ہے کہ قسم دوم بھی اگرچہ حقیقت موالات سے برکراں ہے اور صورۃً بھی کوئی قوی دلیل نہیں مگر معنی کچھ اُس کی نفی و ضد بھی نہیں، اور سوم حقیقۃً معادات و قصدِ اضرار ہے، لہذا حربی محارب سے بھی جائز ہوئی کہ اب وہ ظاہری صورت خدعہ اور چال رہ گئی والحرب خدعۃ[2] (لڑائی فریب ہے۔ ت) کفار کو پیٹھ دے کر بھاگنا کیسا اشد حرام و کبیرہ ہے لیکن اگر مثلاً اس لئے ہو کہ وہ تعاقب کرتے چلے آئیں گے اور آگے اسلامی کمین ہے جب اُس سے گزریں اُن کے پیچھے سے کمین کا لشکر نکلے اور آگے سے یہ لوٹ پڑیں اور کافر گھر جائیں تو ایسا فرار بہت پسندیدہ ہے کہ یہ صورۃً فرار معنی کرار ہیں۔ قال تعالٰی:

ومن یولھم یومئذ دبرہ الا متحرفا لقتال او متحیزا الٰی فئۃ فقد باء

جہاد کے دن جو کوئی کافروں کو پیٹھ دکھائے گا سوا اس کے جو لڑائی کے لئے کنارہ کرنے یا اپنے جتھے میں جگہ

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶

[2] صحیح البخاری باب الحرب خدعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۲۵

بغضب من اللہ ومأوٰیہ جھنم و بئس المصیر[1] لیئے کو جائے وہ بیشک اللہ کے غضب میں پڑا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ کیا ہی بُری پھرنے کی جگہ ہے،

حربی غیر معاہد سے موالات کی حالی صورت بھی حرام ہے

اور دوم ان سے جائز نہیں کہ حقیقت معادات سے خالی اور صورت موالات حالی یہ صرف معاہدین کے لئے ہے تنزیلا للناس منازلھم ہر شخص کو اس کے مرتبے پر رکھنے کے لئے۔ اور غیر معاہد کے لئے یہ بھی موالات ممنوع ہی ہے، اور پر گزرا کہ مولیٰ عزوجل نے اُن سے صوریہ کو بھی مثل حقیقیہ منع فرمایا اور اس کا نام بھی مودۃ ہی رکھا کہ تلقون الیھم بالمودۃ تسرون الیھم بالمودۃ[2] (تم انھیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی سے، تم انھیں محبت کا خفیہ پیغام پہنچاتے ہو ت) یہ ہے تحقیق انیق متکفل توفیق و تطبیق والحمد للہ علی حسن التوفیق۔

آیاتِ ممتحنہ میں بِر و معاملات سے کیا مراد

اس تحقیق سے روشن ہوا کہ کریمہ لاینھٰکم میں بِر سے صرف اوسط مراد ہے کہ اعلیٰ معاہد سے بھی حرام اور ادنیٰ غیر معاہد سے بھی جائز، اور آیت فرق کے لئے اُتری ہے نیز ظاہر ہوا کہ کریمہ انما ینھٰکم میں تودھم سے یہی برو صلہ مراد ہے تاکہ مقابلہ وفرق فریقین ظاہر ہو لاجرم تفسیر معالم وتفسیر کبیر میں ہے:

ثم ذکر الذین ینھاھم عن صلتھم فقال انما ینھٰکم اللہ الآیۃ[3] پھر اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کا بیان فرمایا جن سے نیک سلوک کی ممانعت ہے کہ فرمایا اللہ تمھیں ان سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑیں۔

تنویر المقباس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

(انما ینھٰکم اللہ عن الذین) عن صلۃ الذین (ان تودھم) ان تصلوھم[4] (ملخصاً)۔ اللہ تمھیں ان سے منع فرماتا ہے یعنی ان کے ساتھ نیک سلوک سے کہ اُن سے موالات یعنی نیک سلوک کرو۔

---

[1] القرآن الکریم ۸/ ۱۶ [2] القرآن الکریم ۶۰/ ۱
[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) زیر آیۃ انما ینھٰکم اللہ عن الذین الخ المطبعۃ البھیۃ المصریۃ مصر ۲۹/ ۳۰۴
[4] تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس " " " " " " مصطفی البابی مصر ص ۳۵۱

معنی اقساط کی تحقیق **تنبیہ چہارم**: معنی اقساط میں مفسرین تین وجہ پر مختلف ہوئے:

اوّل کشاف و مدارک و بیضاوی و ابوالسعود و جلالین میں اسے بمعنی عدل ہی لیا اور لین میں اور واضح کر دیا کہ ولا تظلموھم[1]، امام ابوبکر ابن العربی نے اس پر ایراد کیا کہ عدل و منع ظلم کا حکم معاہدے خاص نہیں حربی محارب کو بھی قطعًا عام ہے اور وہ صرف رخصت نہیں بلکہ قطعًا واجب۔ قال تعالٰی:

ولا یجرمنکم شناٰن قوم علی ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوٰی[2] — کسی قوم کی عداوت تمہیں عدل نہ کرنے پر باعث نہ ہو عدل کرو وہ پرہیزگاری سے نزدیک تر ہے۔

یہ تقریر ایراد ہے اور اسے قرطبی و خطیب شربینی پھر جمل نے مقرر رکھا۔

دوم عدل سے صرف وفائے عہد مراد ہے اسے کبیر میں مقاتل سے نقل کیا اور یہی تنویر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی:

(ان تقسطوا علیھم) تعدلوا بینھم بوفاء العھد (ان اللہ یحب المقسطین) العادلین بوفاء العھد[3] — اُن کے ساتھ اقساط کی اجازت فرماتا ہے یعنی جو معاہدہ اُن کے ساتھ ہوا اُسے پورا کرو یہ عدل ہے بیشک اللہ تعالٰی اقساط والوں کو دوست رکھتا ہے جو وفائے عہد سے عدل کرتے ہیں۔

اگر کہئے معاہد سے وفائے عہد بھی واجب ہے نہ صرف رخصت **اقول** وفا واجب ہے اتمام مدت واجب نہیں بمصلحت ہو تو نبذ جائز۔ قال تعالٰی، فانبذ الیھم علی سواء[4] ان کی طرف یکساں حالت پر نبذ کر دو۔ عــه اب ایراد بھی نہ رہا اور بِر و قسط دو جدا چیزیں ہو گئیں اور ان اللہ یحب المقسطین یہاں بھی بلا تکلف ہے،

عــه جن کفار سے ایک مدت تک معاہدہ ہو اور مصلحتِ اسلام اس کا ترک چاہے فرض ہے کہ ان کو اطلاع کر دی جائے ہوشیار ہو جاؤ اب ہم تم سے معاہدہ رکھنا نہیں چاہتے اس کا نام نبذ ہے اس میں فرض ہے کہ اگر اس وقت وہ امن کی جگہ نہ ہوں تو اتنی مہلت دی جائے کہ وہ اپنی امان کی جگہ پہنچ جائیں، اور اگر

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] مدارک التنزیل (التفسیر النسفی)، تحت وتقسطوا الیھم، دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۲۳۶

[2] القرآن الکریم ۵/ ۸

[3] تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس زیر آیہ لا ینھٰکم اللہ عن الذین الخ مصطفی البابی مصر ص ۳۵۱

[4] القرآن الکریم ۸/ ۵۸

اور اسے ماثور ہونے کا بھی شرف حاصل اگرچہ بسند ضعیف ہے تو یہی اسلم و اقوی ہے۔

سوم عدل سے مراد صرف عدل بالبر ہے۔ ابن جریر و معالم و خازن میں ہے: تعدلوا فیھم بالاحسان والبر[1] (ان سے انصاف کا برتاؤ کرو بھلائی اور نیکی کے ساتھ۔ت) ابن العربی و قرطبی و شربینی و نیشاپوری و جمل نے اس کی یوں توجیہ کی اقساط قسط بمعنی حصہ سے یعنی اپنے مال سے کچھ دینا۔

اقول یعنی اب تخصیص عدل کی حاجت نہ ہوئی کہ معنی عدل ہی سے عدول ہو گیا مگر بہرحال اقساط برّ سے جدا چیز نہ ہوا اور ظاہر عطف مغایرت چاہتا ہے۔

و انا **اقول** و باللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ت) ممکن کہ عدل سے عدل فی البر مراد ہو نہ کہ بالبر، اسماء بنت صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما کی ماں عہدِ معاہدہ میں آتی ہے یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اُس سے صلہ کا مسئلہ پوچھتی ہیں اس پر یہ آیۂ کریمہ اترتی ہے وہ اگر کچھ ہدیہ نہ لاتی یہ اپنی طرف سے صلہ کرتیں یا جتنا وہ لاتی اس سے زائد دیتیں تو کل یا قدرِ زائد ان کی طرف سے احسان ہوتا یہ بر ہے۔ اتنا ہی دیتیں تو دینے میں عدل یعنی مساوات ہوتی، یہ اقساط ہے۔ آیۂ کریمہ نے معاہد سے دونوں صورتوں کی اجازت فرمائی اب یہ آیت زیادت و مساوات دونوں کی اجازت اور اُن میں تقدیم ذکرِ زیادت میں آیتِ تحیت کی نظیر ہوگی اذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منھا او ردوھا[2] جب تمہیں سلام کیا جائے تو اس سے زیادہ الفاظ جواب میں کہو یا اُتنے ہی، واللہ تعالٰی اعلم بمرادہ، یہ ہے بتوفیق اللہ تعالٰی، تفسیر کریمۂ ممتحنہ میں تمام کلام کہ ان اوراق کے غیر میں نہ ملے گا والحمد للہ حمدًا کثیرًا طیبًا مبارکًا فیہ وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا و مولٰنا و اٰلہ و ذویہ اٰمین والحمد للہ رب العٰلمین۔ بالجملہ عطر ارشاداتِ ائمہ و نتیجہ تنقیحات مہمہ یہ ہوا کہ کریمۂ ممتحنہ میں اگر قتال سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) بالطینان معاہدہ وہ اپنے قلعے خراب کر چکے ہوں تو فرض ہے کہ اتنی مدت دی جائے جس میں وہ اپنے قلعے درست کرلیں یہاں سے یکساں حالت کے معنی کھل گئے یعنی یہ نہ ہو کہ اپنا سامان ٹھیک کرکے اُن کی غفلت میں نبذ کردو اور انھیں درستی سامان کی مہلت نہ دو، یہ ہے اسلام کا انصاف، والحمد للہ ۱۲ منہ غفرلہ۔

---

[1] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) زیرآیہ لاینھکم اللہ عن الذین الخ المطبعۃ المیمنۃ مصر ۲۸/ ۴۰

[2] القرآن الکریم ۴/ ۸۶

قتال بالفعل مراد ہو تو یقیناً آیاتِ کثیرہ سے منسوخ جس کے نسخ پر تصریحاتِ جلیلہ مذکورہ کے علاوہ مبسوط و عنایہ و کفایہ و تبیین و بحر الرائق و رد المحتار کے نصوص کا اور اضافہ ہوا۔ یہ جواب اول تھا اور اگر مطلق قتال مقصود کہ ہر حربی غیر معاہد میں موجود، تو ضرور آیت محکم اور مشرکین ہند کو اس میں داخل کرنا شدید ظلم وستم یہ جواب دوم ہوا اور یہی مذہب جمہور و مشرب منصور و مسلک ائمہ حنفیہ صدور ہے مسلم حنفی بننے والی ہندو پرستی نے نہ حنفیت قائم رکھی نہ حنیفیت، نہ مذہب ہی برقرار رکھا نہ شریعت۔ ذٰلک ھو الخسران المبین ○ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، دو جواب تو ہوئے۔

لیڈروں کو تیسرا جواب

ثالثاً وائے غربت اسلام و انصاف، کیا کوئی ان سے اتنا کہنے والا نہیں کہ ہندوؤں کے بالفعل محاربین سے بھی تمھیں عداوت کا اقرار ہاتھی کے دانت ہیں کھانے کے اور دکھانے کے اور، کیا تمھیں نہیں ہو کہ جب وہ محاربین قاتلین ظالمین کافرین گرفتار ہوئے اُن پر ثبوت اشد جرائم کے انبار ہوئے تمھاری چھاتی دھڑکی، تمھاری مامتا پھڑکی، گھبرائے، تلملائے، سٹپٹائے، جیسے اکلوتے کی پھانسی سن کر ماں کو درد آئے، فوراً گرماگرم دھواں دھار ریزولیوشن[^1] پاس کیا ہے کہ بے بے یہ ہمارے پیارے ہیں، یہ ہماری آنکھ کے تارے ہیں، انھوں نے مسلمانوں کو ذبح کیا، جلایا، پھونکا، مسجدیں ڈھائیں، قرآن پھاڑے، یہ ہماری ان کی خانگی شکر رنجی تھی، ہمیں اس کی مطلق پرواہ نہیں، یہ ہمارے سگے ہیں کوئی سوتیا ڈاہ نہیں، ماں بیٹی کی لڑائی دودھ کی ملائی، برتن ایک دوسرے سے کھڑک ہی جاتا ہے، ان کے درد سے ہمیں غش پر غش آتا ہے، اُن کا بال بیکا ہوا اور ہمارا کلیجہ پھٹا، لٰہذا ان کو معافی دی جائے، فوراً ان سے درگزر کی جائے، یہ ہے آیۂ ممتحنہ پر تمھارا عمل، یہ ہے الذین قاتلوکم فی الدین سے تمھاری جنگ و جدل، یہ ہے واحد قہار کو تمھارا پیٹھ دینا، یہ ہے کلام جبار سے تمھارا مچیٹا لینا، اُن تمھارے سگوں نے قرآن مجید پھاڑے، تم نے اس کے احکام پاؤں تلے مل ڈالے، انھوں نے مسجدیں ڈھائیں، تم نے رب المسجد کے ارشاد دولتیوں سے کچل ڈالے، قرآن چھوڑا، ایمان چھوڑا، مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے منہ موڑا اور ان کے دشمنوں اُن کے اعداء سے رشتہ جوڑا، یہ تمھیں اسلام کا بدلا ملا۔

---

[^1]: بعض مفتیان بے انصاف اسے دیکھیں جنھوں نے لکھا تھا کہ "اگر کوئی ہندو اس کے خلاف ہو تو اس صورت میں بھی یہی حکم ہے کہ محارب سے بر و قسط ناجائز"، ح

یہی اقرار یہی قول یہی وعدہ تھا الخ ۱۲ حشمت علی عفی عنہ

وافشں تیھم ھوا[۱] اوراُن کے دل اُڑے ہوئے ہیں۔

کریمۂ لا ینھٰکم نے کچھ نیک برتاؤ مالی مواسات ہی کی تو رخصت دی یا یہ[۱] فرمایا کہ انھیں اپنا انصار بناؤ، اُن کے گھرے یارِ غار ہو جاؤ[۲]، اُن کے طاغوت کو اپنے دین کا امام ٹھہراؤ[۳]، اُن کی جے پکارو[۴]، اُن کی حمد کے نعرے مارو[۵]، انھیں مساجدِ مسلمین میں باادب و تعظیم پہنچا کر مسندِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لے جا کر مسلمانوں سے اونچا اٹھا کر واعظ و ہادیِ مسلمان بناؤ[۶]، اُن کا مردار جیفہ اٹھاؤ[۷]، کندھے پر[۸] تکلکی زبان پر جے یوں مرگھٹ میں پہنچاؤ، مساجد کو اُن کا ماتم گاہ بناؤ[۹]، اُن کے لئے دعائے مغفرت و نمازِ جنازہ کے اعلان کراؤ[۱۰]، اُن کی موت پر بازار بند کرو سوگ مناؤ[۱۱]، اُن سے اپنے ماتھے پر قشقے لگواؤ[۱۲]، اُن کی خوشی کو شعارِ اسلام بند کراؤ[۱۳]، گائے کا گوشت کھانا گناہ ٹھہراؤ[۱۴]، کھانے والوں کو کمینہ بتاؤ[۱۵]، اُسے مثل سور کے گناؤ[۱۶]، خدا کی قسم کی جگہ رام دُہائی گاؤ[۱۷]، واحد قہار کے اسماء میں الحاد رچاؤ[۱۸]، اسے معاذ اللہ رام[۱۹] یعنی ہر چیز میں رما ہوا ہر شے میں حلول کئے ہوا ٹھہراؤ۔

عہ یہاں سے صریح گمراہی ظاہر ہوتی ان جاہل مفتیوں کی جنھوں نے کہا کہ "اس میں کیا حرج ہے رام خدا ہی کو تو کہتے ہیں" اور جب تنبیہ کی گئی کہ رام لچھمن و سیتا رام میں کون سے   لکھا کہ "بظاہر رام ہنود کے یہاں خدا کو کہتے ہیں اور خدا کی دُہائی دینا جائز ہے"۔ اتحاد منانے کا اثر ہے کہ وہ جو شدید گالی رب العزت کو دیتے ہیں مقبول و شیر مادر ہے خدا کو تو رام بنا لیا کیا اپنے آپ کو بھی مولوی کی جگہ پنڈت اور عبد مضاف با حد اسمائے الٰہیہ کے بدلے رام داس اور اپنی مسجد کو شوالہ اور اپنے مدرسہ کو پاٹ شالا کہنا روا رکھیں گے، کیا ان لفظوں کی جگہ کہ مولوی عبد... صاحب نے اپنے مدرسہ کی مسجد میں وعظ فرمایا یوں کہنے کی اجازت دیں گے کہ پنڈت رام داس جی نے اپنے پاٹ شالا کے شوالے میں کتھا بکھانی یا کم از کم اتنا کہ اپنے لئے مولوی صاحب السلام علیکم کے بدلے پنڈت جی نمسکار کہنا روا رکھیں گے، اور یہی نہیں اپنے جنازوں کے ساتھ کلمۂ طیبہ کی جگہ رام رام ست پکاریں گے کہ آخر ہنود کے نزدیک رام خدا ہی تو ہے اور خدا ضرور حق ہے، نہ اجازت دیں گے تو کیوں اللہ کو رام کہنا جائز، اور تمھارے لئے ویسے ہی ترجمے کرنا حرام معلوم ہوا، اللہ عزوجل کی عظمت سے اپنی عظمت دل میں زائد اور بہت زائد ہے، یہ ترجمہ کا سلسلہ تو بہت اونچا چلتا ہے مگر بے ادبوں کی اسی قدر سزا ہے ۱۲

حشمت علی لکھنوی عفی عنہ

www.alahazratnetwork.org

سلہ القرآن الکریم ۱۴/ ۴۳

افٍ لکم بئس للظّٰلمین بدلا^۱ ○ اف ہے تم پر ظالموں نے کیا ہی برا عوض پایا۔

آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ تمھیں آیۂ ممتحنہ پڑھنے کا کیا منہ ہے تمھارا پڑھنا یقیناً مصداق رب تالی القرآن و القرآن یلعنہ^۲ (بہتیرے وہ ہیں کہ وہ تو قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن انھیں لعنت فرما رہا ہے) ہے کیا اسی آیت کا تتمہ نہیں؛

ومن یتولھم منکم فاولٰئک ھم الظّٰلمون^۳ تم میں جو اُن سے دوستی رکھے تو وہی پکے ظالم ہیں۔

جو اُن سے موالات کرے وہی ظالم ہے تم نے خاص محاربین بالفعل مقاتلین فی الدین سے موالات کی تو تم بحکم قرآن ظالمین ہوئے یا نہیں، اور یہی قرآن فرماتا ہے؛

الا لعنۃ اللّٰہ علی الظّٰلمین^۴ ○ سُن لو ظالموں پر اللہ کی لعنت۔

تو بحکم قرآن ایسے لوگ لعین ہُوئے یا نہیں اب دو فتوے اب کرو آیۂ ممتحنہ کا دعوٰی۔

واللّٰہ لا یھدی القوم الظّٰلمین^۵ ○ ومن الناس من یقول اٰمنّا باللّٰہ وبالیوم الاٰخر وما ھم بمؤمنین ○ یخٰدعون اللّٰہ والذین اٰمنوا وما یخدعون الّا انفسھم وما یشعرون ○ فی قلوبھم مرض فزادھم اللّٰہ مرضا ولھم عذابٌ الیم بما کانوا یکذبون^۶ ○

اور اللہ تعالٰی ظالموں کو راہ نہیں دکھاتا، کچھ لوگ کہتے ہیں ہم اللہ اور قیامت پر ایمان لائے اور انھیں ایمان نہیں، اللہ اور مسلمانوں سے فریب کرتے ہیں اور حقیقۃً نہیں اپنی ہی جانوں کو فریب میں ڈالتے ہیں اور انھیں خبر نہیں اُن کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کی بیماری اور بڑھائی اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے اُن کے جھوٹ کا بدلا۔

لیڈروں کو چوتھا جواب سماً ایغاً ان صاحبوں سے یہ بھی پُوچھ دیکھیے کہ سب جانے دو کریمۂ لاینھٰکم ہر مشرک غیر محارب کو عام ہو کر محکم ہی سہی اور مشرکین ہند میں کوئی بھی محارب بالفعل نہ سہی اب دیکھو تمھارے ہاتھ میں قرآن سے کیا بے خالی ہوا۔

---

^۱ القرآن الکریم ۱۸/۵۰

^۲ المدخل لابن الحاج الکلام علی جمع القرآن دار الکتاب العربی بیروت ۱/۸۵ و ۲/۳۰۲

^۳ القرآن الکریم ۹/۲۳ ^۴ القرآن الکریم ۱۱/۱۸

^۵ " ۹/۱۰۹

^۶ " " ۲/۸ تا ۱۰

قرآن[23] مجید کو رام اُن کے ساتھ ایک ڈولے میں رکھ کر مندر میں لے جاؤ دونوں[24] کی پوجا کراؤ۔ ان کے[25] سرغنہ کو کہو خدا نے ان کو تمہارے پاس مذکر بناکر بھیجا ہے، یُوں معنیٔ نبوت جماؤ۔ اللہ عزوجل[عـــہ] نے سید الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تو یہی فرمایا انما انت مذکر[1] تم تو نہیں مگر مذکر۔ اور خدا نے مذکر بناکر بھیجا ہے اس نے معنیٔ رسالت کا پورا نقشہ کھینچ دیا، ہاں لفظ بچایا[26] اُسے یوں دکھایا نبوت ختم نہ ہوتی تو گاندھی جی نبی ہوتے اور[27] امام و پیشوا او بجائے مہدی موعود تو صاف کہہ دیا بلکہ[28] اُس کی حد میں یہاں تک اونچے اُڑے کہ "خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست" صاف[29] کہہ دیا کہ "آج اگر تم نے ہندو بھائیوں کو خوش کرلیا تو اپنے خدا کو راضی کرلیا" صاف[30] کہہ دیا کہ "ہم ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہیں جو ہندو مسلم کا امتیاز اٹھا دے گا" صاف[31] کہہ دیا کہ "ایسا مذہب چاہتے ہیں جو سنگم و پریاگ کو مقدس علامت ٹھہرائے گا" صاف کہہ دیا کہ "ہم نے قرآن و حدیث کی تمام عمر بُت پرستی پر نثار کردی" کیا کریمہ لاینھٰکم میں ان ملعونات وکفریات کی اجازت دی تھی۔

ویلکم لا تفتروا علی اللہ کذبا فیسحتکم بعذاب[2] ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا، اولٰئک یعرضون علی ربھم ویقول الاشھاد ھٰؤلاء

تمہاری خرابی ہو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو کہ وہ تمہیں عذاب میں بھون دے اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے یہ ہیں وہ لوگ کہ اپنے رب کے حضور پیش کیے جائیں گے اور گواہ کہیں گے

www.alahazratnetwork.org

عـــہ یہاں سے صاف ظاہر ہوتی ان جاہل مفتیوں کی جنہوں نے لکھا "مذکر یاد دلانے کے معنی میں بولا جاتا ہے پس اگر کسی کو مذکر یعنی کوئی بات دلانے والا کہا جائے تو جائز ہے۔" مسلمانو! للہ انصاف کہاں تو کوئی بات یاد دلانے والا اور کہاں یہ کہ "خدا نے ان کو مذکر بناکر تمہارے پاس بھیجا ہے" گاندھی کو پیشوا نہیں بلکہ قدرت نے تم کو سبق پڑھانے والا مدبر بناکر بھیجا ہے یہ گلفشانی جدید لیڈر بننے والے جناب عبدالماجد بدایونی کی ہے جو جلسہ جمعیت علمائے ہند دہلی میں ہوئی اور اخبار فتح دہلی ۲۳ نومبر میں چھپی انھیں کی حمایت میں مفتی مذکور کا وہ فتوٰی ہے مگر معلوم نہیں ان مفتی صاحب فقیہ کی کتاب علم یا ان کے طور پر پنڈت رام داس جی شاستری کی ودیا پشتک میں مولوی عبدالماجد کو پانڈے شتری داس کہنے کا بھی جواز ہے یا اُن کے کھیلنے کے لئے صرف بارگاہِ قہار بے نیاز ہے ۱۲ حشمت علی لکھنوی عفی عنہ

۱؎ القرآن الکریم ۸۸/ ۲۱

۲؎ ؍؍ ۲۰/ ۶۱

الذین کذبوا علی ربهم الا لعنة الله علی الظلمین ○ الذین یصدون عن سبیل الله ویبغونها عوجا وهم بالاخرة هم کفرون ۝[1]

یہ ہیں وہ جنھوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا تھا سن لو ظالموں پر اللہ کی لعنت وہ جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی چاہتے ہیں اور وہی آخرت کے منکر ہیں۔

دیکھی تم نے آئینۂ ممتحنہ میں اپنی صورت :

وذلك جزؤا الظلمین ۝[2] کذلك العذاب ولعذاب الاخرة اکبر لو کانوا یعلمون ۝[3]

یہ سزا ہے ظالموں کی' عذاب ایسا ہوتا ہے اور بیشک آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے کیا اچھا ہوتا اگر وہ جانتے۔

لیڈروں سے ضروری سوال

سوال ضروری لیڈران 'پارٹی' کو اب تو کھلا کہ انھوں نے یقیناً دشمنانِ خدا و رسول سے وداد و اتحاد منایا اور اُن کا کوئی عذر بارد انھیں کام نہ آیا اب قرآن کریم سے اپنا حکم بتائیں، اوپر آیۂ کریمہ تلاوت ہوئی :

لا تجد قوما یؤمنون بالله والیوم الاخر یوادون من حاد الله ورسوله ۝[4]

تم نہ پاؤ گے جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں کہ مخالفانِ خدا و رسول سے وداد کریں۔

www.alahazratnetwork.org

دوسری آیت میں فرماتا ہے :

تری کثیرا منهم یتولون الذین کفروا لبئس ما قدمت لهم انفسهم ان سخط الله علیهم وفی العذاب هم خلدون ○ ولو کانوا یؤمنون بالله والنبی وما انزل الیه ما اتخذوهم اولیاء ولکن کثیرا منهم فسقون ۝[5]

تم اُن میں بہت کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں بیشک کیا ہی بُری چیز ہے جو خود انھوں نے اپنے لئے تیار کی' یہ کہ اُن پر اللہ کا غضب اترا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے' اور اگر انھیں اللہ و نبی و قرآن پر ایمان ہوتا تو کافروں کو دوست نہ بناتے مگر ہے یہ کہ ان میں بہت فاسق ہیں۔

---

۱ القرآن الکریم ۱۱/۱۸ و ۱۹
۲ القرآن الکریم ۵/۲۹
۳ " ۶۸/۳۳
۴ " ۵۸/۲۲
۵ " ۵/۸۰ و ۸۱

ترکِ موالات میں لیڈروں کی افراط و تفریط

فرمایئے اللہ واحد قہار سچا کہ ہندوؤں سے وداد و اتحاد منانے والے ہرگز مسلمان نہیں انھیں اللہ و نبی و قرآن پر ایمان نہیں، یا معاذ اللہ یہ سچے کہ ہم تو ٹکسالی مسلمان ہیں ہم تو قوم کے لیڈران و ریفارمران ہیں۔ مسلمان تو یہی کہے گا کہ اللہ سچا و من اصدق من اللہ حدیثا۔ غرض ترکِ موالات میں افراط کی تو وہ کہ مجرد معاملت حرام قطعی اور تفریط کی تو یہ کہ ہندوؤں سے وداد و اتحاد واجب بلکہ ان کی غلامی و انقیاد فرض بلکہ مدارِ ایمان۔

فسبحٰن مقلب القلوب والابصار۔ پاکی ہے اُسے جو دلوں اور آنکھوں کو پلٹ دیتا ہے۔

اوّل میں تحریم حلال کی، دوم میں تحلیلِ حرام بلکہ افتراضِ حرام، اور ان دونوں کے حکم ظاہر و طشت از بام۔

انگریزوں کو خوش کرنے کے لیے بہتانی الزام کا رَد

للہ انصاف! کیا یہاں اہلِ حق نے انگریزوں کے خوش کرنے کو معاذ اللہ مسلمانوں کا تباہ کرنے والا مسئلہ نکالا یا اُن اہلِ باطل نے مشرکین کے خوش کرنے کو صراحۃً کلام اللہ و احکام اللہ کو پاؤں کے نیچے مل ڈالا، مسلمان کو خدا لگتی کہنی چاہیے، ہندوؤں کی غلامی سے چھڑانے کو جو فتوی اہلسنت نے دیے کلامِ الٰہی و احکام الٰہی بیان کیے پر تو ان کے دھرم میں انگریزوں کو خوش کرنے کے ہوئے وہ جو پیر نیچر کے دور میں نصرانیت کی غلامی آ چکی تھی جسے اب آدھی صدی کے بعد لیڈر رو رہے بیٹھے ہیں، کیا اُس کا رَد علمائے اہلسنت نے نہ کیا، وہ کس کو خوش کرنے کو تھا، کیا بکثرت رسائل و مسائل اس کے رَد میں نہ لکھے گئے، حتی کہ اس کے بچے ندوے کے رَد میں پچاس سے زائد رسائل شائع کئے جن میں جابجا اُس نیم نصرانیت کا بھی رَدِّ بلیغ ہے، یہ کس کے خوش کرنے کو تھا، کیا صمصام حسن میں نہ تھا۔

www.alahazratnetwork.org

نیچریاں راست خدا در کمند ‏ نیچر و قانون ورا پائے بند
سر نتواند کہ ز نیچر کشد ‏ خط بخدائیش سنیچر کشد
کیست سنیچر سی ایس آئی ست ‏ گول بجول آمدہ نیچر پرست
چوں شدہ استارہ ہند آں زحل ‏ نحس و بلند آمدہ ہمچوں زحل
عرش و فلک جن و ملک حشر تن ‏ نار و جناں جملہ غلط کردہ ظن
کیست نبی پُردل پُرجوش تو ‏ وحی چہ باشد سخن جوش او
برزدہ برہم ہمہ از اصل و فرع ‏ دین نو آوردہ و نو آوردہ شرع
ریش حرام ست و دُم فرق فرض ‏ حج سوئے انگلنڈ بود قطع ارض
گفت بیا قوم بشنو قوم من ‏ رہ ہیں سوئے اعزاز بدو قوم من

ذلت تان دین مسلمانی ست وائے بر انکس کہ نہ نصرانی ست[1]

(ترجمہ: خدا نیچریوں کی قید میں ہے، نیچر (طبیعت) اور قانون اس کو پابند کرنیوالے ہیں۔ وہ نیچر سے سر نہیں پھیر سکتا، سنیچر اس کی خدائی پر لکیر کھینچ دیتا ہے۔ سنیچر کون؟ سی، ایس، آئی ہے، ایک بیوقوف نیچر پرست (سرسید) کو ملی ہیں آیا؟ جب سے وہ کھوٹا شخص ستارۂ ہند ہُوا (اسے تمغہ ملا ہے) زحل کی طرح منحوس اور بلند ہوگیا ہے۔ اس نے عرش، آسمان، فرشتے، حشر جسمانی، جنت و دوزخ سب کو غلط اور ظنی قرار دیا ہے۔ (اس کے نزدیک) نبی کون ہے؟ بہادر اور شعلہ بیان خطیب ہے۔ تمام اصول اور فروع کو اس نے درہم برہم کر دیا ہے، دین نیا لایا ہے اور شریعت نئی لایا ہے۔ داڑھی حرام ہے اور (ٹیڑھی) مانگ کی دم فرض ہے، حج انگلینڈ کی طرف سفر کا نام ہے۔ اس نے کہا اے میری قوم! آ اور سُن اے میری قوم! عزت کی طرف دوڑ۔ دین اسلام تمہاری ذلت ہے، افسوس اس شخص پر جو نصرانی (عیسائی) نہیں ہے)

یہ کس کی خوشی کو تھا، کیا مشرقستانِ اقدس میں نہ تھا ؎

ندویاں کیں جلوہ در اسٹیج و لکچر می کنند
چوں بہ سنت می رسند آں کار دیگر می کنند

گہ روافض را بسر تاج لطف اللہ نہند
گہ پادر را بہ تخت عالماں بر می کنند

بخت و رخت تخت دیں بیں جلوہ با صد شر برآں
پاڈری و سکاٹ با مسٹر برادر می کنند

مفت مفتی یافت ایں عزت کہ او را ہمنشیں
با اماماں حج و جنٹ و کلکٹر می کنند

ساز و ناز عالماں بیں نظم بزم دیں بدیں
میز و اسٹیج و ٹکٹ ہال و کلب گھر می کنند

زیں سگالشہا چہ نالشہا کہ خود ایں سرکشاں
داور و داور را برٹش گورنر سے کنند[2]

(ترجمہ: ندوہ والے جو تقریر اور لیکچر میں جلوہ دکھاتے ہیں جب سنت تک پہنچتے ہیں تو دوسرا کام کرتے ہیں (یعنی سنت کی مخالفت)۔ کبھی رافضیوں کے سر پر اللہ تعالیٰ کے لُطف و کرم کا تاج رکھتے ہیں کبھی پادریوں کو علماء کے سٹیج پر بٹھاتے ہیں۔ دین کے اسٹیج کی قسمت اور ساز و سامان دیکھئے کہ سو داڑھی مُنڈوں کے ساتھ پادری وسکاٹ اور مسٹر کو (اپنا) بھائی بناتے ہیں۔ مفتی کو مفت میں یہ عزت مل گئی کہ اسے اماموں، ججوں، جنٹوں اور کلیکٹروں کا ہم نشین بنا دیتے ہیں۔ علماء کے ناز و انداز دیکھئے، مجلسِ دینی کا نظام دیکھئے، میز، اسٹیج، ٹکٹ ہال اور کلب گھر بناتے ہیں۔ ان خوشامدوں پر کیا رونا؟ کہ یہ سرکش لوگ برٹش گورنر کو حاکم اور منصف مقرر کرتے ہیں)

یہ کس کی خوشی کو تھا، مولوی عبدالباری صاحب خدامِ کعبہ کی بانگی کے لئے مسجد کانپور کو عام سڑک اور ہمیشہ کے لئے جنب و حائض و کافر و مشرک کی پامال کرا آئے اور بکمال جرأت اسے مسئلہ شرعیہ ٹھہرایا اس کے رد میں ابانۃ المتواری لکھا جس میں اُن سے کہا گیا ؎

وانم نہ رسی بکعبہ اے پشت براہ
کیں رہ کہ تو میروی بانگلستانست

(کعبہ کی طرف پشت کرکے چلنے والے! میں جانتا ہوں تو کعبہ نہیں پہنچ سکے گا کہ جس راہ پر تو چل رہا ہے وہ انگلستان کا راستہ ہے)

www.alahazratnetwork.org

نیزان کے شبہات واہیہ کے قلع قمع کو قامع الواہیات شائع ہوا کس کی خوشی کو تھا۔ بات یہ ہے ؎

المرء یقیس علی نفسہ

؎ آدمی اپنے ہی احوال پہ کرتا ہے قیاس

لیڈروں اور ان کی پارٹی نے آج تک نصرانیت کی تقلید و غلامی خوشنودی نصاریٰ کو کی اب کہ اُن سے بگڑی اُس سے بدرجہا بڑھ کر خوشنودی ہنود کو ان کی غلامی لی سمجھتے ہیں کہ معاذ اللہ خادمانِ شرع بھی ایسا ہی کرتے ہوں گے حالانکہ اللہ و رسول جانتے ہیں کہ اظہارِ مسائل سے خادمانِ شرع کا مقصود کسی مخلوق کی خوشی نہیں ہوتا صرف اللہ عزوجل کی رضا اور اُس کے بندوں کو اُس کے احکام پہنچانا وللہ الحمد سُنیئے ہم کہیں واحد قہار اور اُس کے رسولوں اور آدمیوں سب کی ہزار در ہزار لعنتیں جس نے انگریزوں کے خوش کرنے کو تباہی مسلمین کا مسئلہ نکالا ہو، نہیں نہیں، بلکہ اُس پر بھی جس نے حق مسئلہ نہ رضائے خدا و رسول نہ تنبیہ و آگاہی مسلمین کے لئے بتایا بلکہ اس سے خوشنودی نصاریٰ اُس کا مقصد و مدعا ہو اور ساتھ ہی یہ بھی کہ لیجئے کہ اللہ واحد قہار اور اُس کے رسولوں اور ملائکہ اور آدمیوں سب کی ہزار در ہزار لعنتیں ان پر جنھوں نے خوشنودیٔ مشرکین کے لئے تباہی اسلام کے مسائل دل سے گھڑ لئے اللہ عزوجل کے کلام اور احکام تحریف و تغییر سے کایا پلٹ کر ڈالے شعارِ اسلام بند کئے شعارِ کفر پسند کئے، مشرکوں کو امام و ہادی بنایا، اُن سے وداد و اتحاد منایا اور اس پر سب لیڈر مل کر کہیں آمین۔ اُن کی یہ آمین ان شاء اللہ تعالیٰ خالی نہ جائے گی اگرچہ ان میں بہت کی دُعا نہ ہو الا فی ضلٰل۔

مشرکین سے معاہدہ کا بیان اور لیڈروں کا رَدِّ بلیغ

(۸) لیڈر کہ احکام اسلام کو یکسر بدلنے اور بیچارے عوام کو جھوٹے من گھڑت احکام سنا کر چھلنے پر تلے ہیں محض فریب دہی کے لئے اس طرف چلے ہیں کہ ہندوؤں سے اور ہم سے اب جبکہ عہدِ موافقت ہو گیا تو ہم کو اُس کا پورا کرنا لازمی ہے یہ شریعت پر محض افترا ہے، اول کون سی شریعت میں ہے کہ مشرکوں سے عہدِ موافقت۔ کافروں سے معاہدہ شرعیہ ایک مدت تک بمصلحت شرعی التوائے قتال کا عہد ہے نہ کہ موافقت کا جو بنصوص قطعیہ حرام ہے۔

لیڈران پر دوسرا رد

دوم صرف موافقت ہی نہیں بلکہ لیڈران فرماتے ہیں اگر شرعی مصلحت[عـہ] ہو تو اتحاد پیدا کرنا بھی ممنوع نہیں۔

عـہ عبارت گزشتہ اور یہ سب عبارات کہ اس بحث میں آتی ہیں جن پر خطبۂ صدارت مولوی عبد الباری صاحب جلسۂ انجمن علمائے صوبہ متحدہ ۱۲ رجب ۳۸ھ بمقام کانپور کی ہیں ۱۲ حشمت علی عفی عنہ

مشرکوں سے اتحاد

اللہ اکبر مشرک اور اتحاد جب تک یہ مشرک یا وُہ مسلم نہ ہو جائیں دو ضدوں کا اتحاد کیونکر ممکن، ظاہر ہے کہ وہ مسلمان نہ ہُوئے نہ یہ اُن کو مسلمان مان کر اُن سے متحد ہوئے تو ضرور صورت عکس ہے کہ انھیں نے شرک قبول کیا، لیڈر صاحبو! ممنوع ہے یا نہیں تمھاری خانگی پنچایتی بات نہیں ان الحکم الا للّٰہ[1] حکم نہیں مگر اللہ کے لئے۔ خود لیڈران فرماتے ہیں خدا کے سوا کسی کو حاکم بنانا روا نہیں لاحکم الا للّٰہ، اور اس میں یہاں تک بڑھے کہ اگر رسول کی اطاعت لازم ہے تو اس صورت میں جبکہ مخالفت احکامِ الٰہیہ نہ ہو ورنہ انما الطاعۃ فی المعروف مشہور ہے۔

لیڈران کے نزدیک رسول اللہ بھی خلافِ خُدا حکم فرما سکتے ہیں

اللہ اکبر واحد قہار تو یہ فرمائے کہ من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ[2] جس نے رسول کی اطاعت کی بیشک اس نے اللہ کی اطاعت کی۔
اور لیڈران فرمائیں رسول کی اطاعت اُسی وقت تک ہے جب تک وہ احکامِ الٰہی کی مخالفت نہ کرے۔ جب رسول خلافِ خدا حکم دے تو اس کی اطاعت نہیں۔ خیر، جب آپ کے یہاں رسول کا یہ مرتبہ ہے تو کیا قوم پر آپ کی اطاعت ہر طرح لازم ہے اگرچہ خلافِ خدا و قرآن حکم دیجئے ابھی تو آپ نے کہا کہ حکم نہیں مگر خدا کے لئے، اب اگر خدائی دعویٰ تمھیں نہیں تو دکھاؤ خدا نے کہاں فرمایا ہے کہ مشرکوں سے اتحاد پیدا کرنا بمصلحت ممنوع نہیں۔

ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین[3] لاؤ اپنی بُرہان اگر تم سچے ہو۔

قرآن عظیم کے صفحات مشرکین سے اتحاد و وداد حرام کرنے سے گونج رہے ہیں، لیڈرو! ءانتم اعلم ام اللّٰہ[4] مصلحتِ شرعی تم زیادہ جانو یا اللہ، جو فرماتا ہے:

لاتتخذوا بطانۃ من دونکم لایالونکم خبالا ط ودّوا ما عنتم[5] کسی غیر مسلم کو اپنا رازدار نہ بناؤ وہ تمھاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے اُن کی دلی تمنا ہے تمھارا مشقت میں پڑنا۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/۵۷ و ۱۲/۴۰ و ۱۲/۶۷
[2] القرآن الکریم ۴/۸۰
[3] ״ ״ ۲/۱۱۱
[4] ״ ״ ۴/۱۴۰
[5] ״ ״ ۳/۱۱۸

31 اللہ اکبر ایسا کھلا اقرار اور واحد قہار پر۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے :

ولا تقولوا لما تصف السنتکم ھذا حلال و ھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ہ متاع قلیل ولھم عذاب الیم[1]

اپنی زبانوں کی جھوٹی بناوٹ سے نہ کہو کہ یہ حلال اور یہ حرام ہے تاکہ اللہ پر جھوٹ باندھو بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں فلاح نہ پائیں گے تھوڑے دنوں دنیا میں برت لیں اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔

لیڈران پر تیسرا رَد

لیڈران فرماتے ہیں ہم نے خدا کی محبت کو اس اتحاد میں بھی ملحوظ رکھا ہے۔

لیڈران کے نزدیک دشمنانِ خدا سے اتحاد میں خدا کی محبت ہے

اللہ اکبر اللہ کے دشمنوں سے اتحاد اور اُس میں محبتِ خدا کا ادعا واقعی ان کے نزدیک اللہ کی محبت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ کے دشمنوں سے مل کر ایک ہو جائیں۔ امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ فرماتے ہیں :

الاعداء ثلٰثۃ عدوک وعدو صدیقک وصدیق عدوک[2]

دشمن تین ہیں، ایک خود تیرا دشمن، دوسرا تیرے دوست کا دشمن، تیسرا تیرے دشمن کا دوست۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے : فان اللہ عدو للکفرین[3] بیشک اللہ کافروں کا دشمن ہے۔ تم کہ اُس کے دشمنوں سے متحد ہوئے کیونکر اللہ کے دشمن نہ ہوئے ؎

تود عدوی ثم تزعم اننی
صدیقک لیس النوک عنک بعازب

(تو میرے دشمن سے محبت رکھتا ہے پھر یہ جھک مارتا ہے کہ میں تیرا دوست ہوں حماقت تجھ سے دُور نہیں)

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶، ۱۱۷

[2] نہج البلاغۃ مع شرح ابن ابی الحدید الجزء التاسع عشر دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۸۴

[3] القرآن الکریم ۲/ ۹۸

31/31

لیڈران پر چوتھا رد

چہارم کافروں مشرکوں سے معاہدہ شرعیہ صرف اُس وقت روا ہے جب معاذ اللہ مسلمانوں کو اس کی احتیاج و ضرورت ہو۔ امام ملک العلماء بدائع میں فرماتے ہیں:

الموادعۃ رکنھا فھو لفظ الموادعۃ او المسالمۃ او المصالحۃ او المعاھدۃ او ما یؤدی معنی ھذہ العبارات وشرطھا الضرورۃ فلا تجوز عند عدم الضرورۃ[1] (ملخصاً)

معاہدہ صلح کا رُکن یہ الفاظ ہیں موادعت، مسالمت، مصالحت، معاہدہ، اور جو لفظ ان معنی کو ادا کرے، اور معاہدہ کی شرط ضرورت ہے بے ضرورت حرام ہے۔

لیکن لیڈران اپنا بھاری جُرم خود قبول کرتے ہیں کہ ہم کو احتیاج نے اتحادِ برادرانِ ہنود کی جانب مائل نہیں کیا تمھارا معاہدہ اگر بالفرض غلط معاہدہ شرعیہ کی شکل میں ہوتا جب بھی بے ضرورت ان کی طرف مائل ہونا حرام تھا بہرحال اُس نے تمھیں واحد قہار کا نافرمان اور صریح بدخواہ مسلمانان و دین مسلمانان کردیا۔

لیڈران پر پانچواں رد

پنجم کفار سے معاہدہ شرعیہ ایک قسم امان ہے اور شرطِ امان یہ ہے کہ کفار کو امان دہندہ سے خوفِ قتل و قتال ہو اور یہ اُن پر قاہر ہو اگرچہ اپنی جماعت کے لحاظ سے اگرچہ نسبۃً پلّہ انھیں کا بھاری ہو جنگ دو سردار و حرب میں جریب کو بھی خوف ہوتا ہے جس سے انھیں اپنے قتل کا خوف نہ ہو اس کا امان دینا باطل اور معاہدہ کرنا مردود۔ بدائع ملک العلماء میں ہے:

اما حکم الموادعۃ فما ھو حکم الامان المعروف لانھا عقد امان ایضاً[2]

معاہدہ کا حکم وہی ہے جو امان کا مشہور حکم ہے اس لئے کہ معاہدہ بھی ایک عقدِ امان ہے۔

ہدایہ میں ہے:

انہ من اھل القتال فیخافونہ اذھو من اھل المنعۃ فیتحقق الامان منہ لملاقاتہ محلہ[3]

اس لئے کہ وہ امان دہندہ اہلِ قتال سے ہے تو کافر اس سے ڈریں گے اس لئے کہ وہ حمایتی گروہ رکھتا ہے تو اُس کا امان دینا ٹھیک ہوگا کہ اپنے محل پر واقع ہوا۔

---

[1] بدائع الصنائع کتاب السیر مطلب و اما حکم الموادعۃ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۱۰۸

[2] ؎ ؎ ؎ ؎ ؎ ؎ ؎ ؎ ۷/ ۱۰۹

[3] الہدایۃ باب الموادعۃ ومن یجوز امانہ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/ ۵۴۴

اُسی میں ہے:

لایجوز امان اسیر ولا تاجر یدخل علیهم لانهما لایخافونهما والامان یختص بمحل الخوف [1] (ملخصًا)

قیدی یا تاجر کہ دارالحرب میں تجارت کو گیا ہو اُن کی امان صحیح نہیں اس لئے کہ کافران سے نہ ڈریں گے اور امان وہیں ہوسکتی ہے جہاں خوف ہو۔ (ملخصًا)

اُسی میں ہے:

ومن اسلم فی دار الحرب و لم یهاجر الینا لایصح امانه لما بینا [2]

جو دارالحرب میں مسلمان ہُوا اور دارالاسلام میں ہجرت کرکے نہ آئے اُس کا امان دینا بھی صحیح نہیں اُسی دلیل سے کہ ہم بیان کرچکے۔

فتح القدیر میں ہے:

لما بینا من ان الامان یختص بمحل الخوف ولا خوف منه حال کونه مقیما فی دارهم لا منعة له ولا قوة دفاع [3]

ہماری بیان کی ہوئی دلیل یہ ہے کہ امان دینا اس کا صحیح ہے جس سے خوف ہو اور اس سے خوف نہیں کہ وہ انھیں کے ملک میں رہتا ہے، اس کے پاس نہ اپنی حمایت کرنے والا کوئی گروہ ہے نہ مدافعتِ کفار کی قوت۔

عنایہ امام اکمل میں ہے:

شرط جواز الامان هو الایمان وعلته هو الخوف لان الخوف انما یحصل ممن له قوة وامتناع [4]

امان جائز ہونے کی شرط ایمان ہے اور اُس کی علت خوف اس لئے کہ خوف اُسی سے ہوتا ہے جو زور رکھتا ہو اور اپنے آپ کو بچا سکتا ہو۔

کلام امام نسفی میں ہے:

صح امانه لانه من اهل القتال

اس کی امان صحیح ہے اس لئے کہ وہ قتال کے

---

[1] الہدایۃ باب الموادعۃ ومن یجوز امانہ المکتبۃ العربیہ کراچی ۲/۵۶۵

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[3] فتح القدیر 〃 〃 〃 مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۲۱۳

[4] عنایۃ مع الفتح القدیر 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

ومنعة الاسلام فیخافونه فینفذ منه الامان الذی هو ازالة الخوف [1]

لائق ہے اور اپنی حمایت کے لئے اسلامی گروہ رکھتا ہے تو کافر اس سے ڈریں گے تو امان کہ خوف زائل کرنے کا نام ہے اُس سے نفاذ پائے گی۔

اسی میں ہے:

لایجوز امان اسیر وتاجر دخل علیهم ومسلم اسلم فی دار الحرب ولم یهاجر لان الامان یکون علی خوف ولاخوف لهم منه [2]

قیدی یا تاجر کہ دار الحرب میں داخل ہوا یا حربی کہ وہاں اسلام لایا اور دار الاسلام کی طرف ہجرت نہ کی ان کا امان دینا صحیح نہیں کہ امان ڈر میں ہوتی ہے اور کافر ان سے نہ ڈریں گے۔

تبیین امام زیلعی میں ہے:

لودخل مسلم فی عسکر اهل الحرب فی دار الاسلام واٰمنهم لایصح امانه الا اذا امنهم من یقاومهم بخلاف ما اذا امن عشرین او نحوهم فی دار الاسلام حیث یجوز امانه لان الواحد وان کان مقهورا اعتبارا بنفسه حیث لایقاومهم لکنه قاهر ممتنع بقوة المسلمین فکان قاهرا لهم حکما [3] (ملخصًا)

حربیوں کا لشکر دار الاسلام میں آیا ہوا ہے اور کوئی مسلمان ان کے لشکر میں جاکر امان دے آئے، یہ امان صحیح نہیں، ہاں جب اتنے مسلمان انھیں امان دیں جو اس لشکر کی مقاومت کرسکتے ہوں بخلاف اس کے مثلاً بیس پچیس حربی دار الاسلام میں آئے اور ایک مسلمان نے اُن میں جاکر انھیں امان دے دی یہ امان صحیح ہوگئی کہ ایک اگرچہ بیس سے مغلوب ہے ان کی مقاومت نہیں کرسکتا مگر وہ مسلمانوں کے زور سے ان پر غالب ہے تو حکماً غلبہ اسی کو ہوگا۔ (ملخصاً)

اسی میں ہے:

الامان ازالة الخوف ومن لم

امان خوف زائل کرنے کا نام ہے اور وہ جو قتال

---

[1] کافی شرح وافی للنسفی

[2] " " "

[3] تبیین الحقائق کتاب السیر المطبعة الکبری الامیریه بولاق مصر ۳/۲۴۶

یباشرالقتال لایخافونه فکیف یصح امانه[1] — ذکرے کافر اس سے نہ ڈریں گے تو اس کی امان کیسے صحیح ہو۔

ایمان سے کہنا کیا تم ہنود پر قاہر تھے کیا تم اُن کے قتل پر قادر تھے کیا ان کو تم سے خوفِ قتل تھا جسے تمھاری امان نے زائل کیا، اور جب یہ کچھ نہ تھا اور بیشک نہ تھا تو تمھارا معاہدہ اگر بالفرض باطل، معاہدہ شرعیہ کی شکل میں ہوتا جب بھی قطعاً باطل و مردود تھا اور مردود کو پورا کرنا لازمی بتانا اس سے بڑھ کر مردود۔

لیڈران پر چھٹا رد

ششم کفار سے معاہدہ شرعیہ میں شرطِ اعظم یہ ہے کہ جتنی مدت تک ہو اُس میں تہیۂ قتال رکھیں اور اس کی آمادگی و درستیِ سامان سے غفلت نہ کریں کہ التواء و معاہدہ سے اصل مقصود یہی ہے ورنہ تارکِ فرضِ اہم ہوں گے اور مستحقِ نارِ جہنم، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

الموادعۃ شرطھا الضرورۃ وھی ضرورۃ استعداد القتال لان الموادعۃ ترک القتال المفروض فلایجوز الا فی حال یقع وسیلۃ الی القتال[2] — معاہدہ جائز ہونے کی شرط ضرورت ہے اور وہ ضرورت یہ ہے کہ اس مدت میں سامانِ قتال درست کریں اس لئے کہ جہاد فرض ہے اور معاہدہ اس فرض کا ترک ہے تو اُسی حال میں حلال ہوسکتا ہے کہ جہاد کے لئے وسیلہ پڑے۔

ایمان سے کہنا کیا تم ہندوؤں سے آمادگی قتال میں ہو اور اسی لئے ایک مدت تک اُن سے معاہدہ کیا ہے کہ اس فرصت میں اُن کے قتل کا سامان مہیا کرلو کیوں مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہو بلکہ عالم الغیب و القلب کے ساتھ فریب کی راہ لیتے ہو۔

ومایخدعون الا انفسھم وما یشعرون[3] — اور فریب نہیں دیتے مگر اپنی جانوں کو اور انھیں شعور نہیں۔

غرض طرح طرح ثابت ہوا کہ تمھارا یہ معاہدہ اگر بالفرض غلط معاہدہ شرعیہ کی شکل میں بھی ہوتا جب بھی

---

[1] تبیین الحقائق کتاب السیر قبیل باب الغنائم المطبعۃ الکبرٰی الامیریۃ بولاق مصر ۳/ ۲۴۸

[2] بدائع الصنائع مطلب واما نوع الثانی وھو الامان الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۱۰۸

[3] القرآن الکریم ۲/ ۹

حرام و مردود و خلافِ شرع ہُوا، اب کیوں نہ یاد کریں لیڈران اپنا ہی قول کہ "خدا کے یہاں معاہدہ کا حیلہ بھی کارگر ہوتا ہے" یا دیکھئے کیا جواب ملتا ہے کوئی اگر معاہدہ کا دعوٰی بھی کرے تو خلافِ شرع معاہدہ کیونکر مسلّم ہوگا کیونکہ صلح حدیبیہ منسوخ ہوچکی ہے اور الا ما احل بہ حراما او حرم بہ حلالا[1] (مگر وہ معاہدہ جو حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنائے۔ ت) کا استثنا حکم مستقل ہے"۔

لیڈران پر ساتواں رد

ہفتم لیڈران کی بڑی کوشش اس میں ہے کہ مشرکینِ ہند کے شدید مظالم چھپائیں اور اُن کو جیسے بنے لم یقاتلوکم فی الدین میں داخل ٹھہرائیں تاکہ انھیں زیرِ حکم لا ینھٰکم اللّٰہ لائیں یہ صاف کہہ رہا ہے کہ معاہدہ کا عذر محض جھوٹا ہے معاہدہ تو حسبِ ضرورت شرعیہ خاص مقاتلین سے خاص وقت قتال بھی جائز ہے پھر اگر معاہدہ ہوتا تو اس کھینچ تان کی کیا ضرورت پڑتی، معلوم ہُوا کہ جھوٹ کہتے ہیں اور قصداً بکتے ہیں اور دل میں خوب سمجھ رہے ہیں کہ نرا جھوٹ بکتے ہیں واللّٰہ علیم بالظّٰلمین[2] (اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو۔ ت)

مشرکوں سے معاہدۂ لیڈران کے اصل اغراض

(۹) لیڈران حاشا تمہارا معاہدہ ہنود سے التوائے قتال کے لئے ہوا نہ اس کا کچھ ذکر تھا نہ تم اُن پر قاہر تھے نہ اُنھیں تم سے اپنے قتل کا خوف تھا بلکہ دونوں تمہیں کے ہاتھ میں مقہور ہو نہ ہرگز اس مدتِ معاہدہ میں تم قتلِ ہنود کا سامان کر رہے ہو نہ ہرگز تمہاری نیت نہ ہرگز تم ایسا کر سکتے ہو غرض معاہدہ شرعیہ سے ایسا ہی دُور ہو جیسے مشرکین توحید سے یا تم شرعِ مجید سے بلکہ یہ ناپاک معاہدہ چار باتوں کے لئے ہُوا:

مشرکوں کا برادر بننا حرام ہے

یکم، مشرکین سے عقدِ مواخات بھائی چارہ کہ برادرانِ وطن ہندو بھائی، اللہ عزوجل فرماتا ہے انما المؤمنون اخوۃ[3] مسلمان آپس میں بھائی ہیں، تم کہو نحن والمشرکون اخوۃ ہم اور مشرکین آپس میں بھائی ہیں جیسے اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے:

---

[1] سُنن ابن ماجہ ابواب الاحکام باب الصلح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۱
[2] القرآن الکریم ۲/ ۹۵
[3] " ۴۹/ ۱۰

الم تر الی الذین نافقوا یقولون لاخوانھم کفروا[1] کیا تم نے نہ دیکھا منافقوں کو کہ اپنے بھائی کافروں سے کہتے ہیں۔

وہاں من اھل الکتاب تھا یہاں اس سے بڑھ کر من المشرکین ہُوا۔

کافروں سے اتحاد کرنے والے بحکمِ قرآن کافر ہیں

دوم، اُن سے اتحاد، حالانکہ قرآن عظیم بیس سے زیادہ آیات میں اسے مردود وملعون فرما چکا اور جا بجا صاف ارشاد فرمادیا کہ ایسا کرنے والے انھیں میں سے ہیں ومن یتولھم منکم فانہ منھم[2]، ایسا کرنے والے مسلمان نہیں لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ[3]، ایسا کرنے والوں کو اللہ ورسول وقرآن پر ایمان نہیں ولو کانوا یؤمنون باللہ والنبی وما انزل الیہ ما اتخذوھم اولیاء[4]۔

کافروں کا حلیف بننا حرام ہے

سوم، مشرکین کے حلیف بننا انھیں اپنا حلیف بنانا، حالانکہ حلیف بنانا منسوخ ہوچکا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تحدثوا فی الاسلام حلفا۔ رواہ الامام احمد فی المسند ومحمد بن عیسٰی فی الجامع عن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔[5]

اب اسلام میں کوئی حلف پیدا نہ کرو۔ یہ حدیث امام احمد نے مسند اور امام محمد بن عیسٰی نے جامع میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسندِ حسن روایت کی۔

یہ منسوخات ہی کے عمل پر ہیں کل کو شراب بھی حلال کرلیں گے اور خدا جانے کہاں کہاں تک بڑھیں گے، رب عزوجل فرماتا ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/ ۱۱

[2] ؍؍ ۵/ ۵۱

[3] ؍؍ ۵۸/ ۲۲

[4] ؍؍ ۵/ ۸۱

[5] جامع الترمذی ابواب السیر باب ماجاء فی الحلف امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۱۹۲
مسند احمد بن حنبل مسند عبداللہ بن عمرو بن عاص دارالفکر بیروت ۲/ ۲۰۷، ۲۱۳

یاایھا الذین لاتتخذوا الذین اتخذوا دینکم ھزوا ولعبا من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم والکفار اولیاء واتقوا اللّٰہ ان کنتم مؤمنین[1]۔

اے ایمان والو! وہ جو تمھارے دین کو ہنسی کھیل ٹھہراتے ہیں جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور باقی سب کافران میں سے کسی کو دوست نہ بناؤ اور اللہ سے ڈرو اگر تم مسلمان ہو۔

تفسیر ابن جریر میں اس آیۂ کریمہ کے تحت میں ہے:

یقول لاتتخذوھم ایھا المؤمنون انصارا او اخوانا او حلفاء فانھم لایألونکم خبالا وان اظھروا لکم مودۃ وصداقۃ[2]۔

رب عزوجل فرماتا ہے اے مسلمانو! کافروں کو مددگار یا بھائی اور حلیف نہ بناؤ وہ تمھاری ضرر رسانی میں کمی نہ کریں گے اگرچہ تم سے دوستی و یارانہ ظاہر کریں۔

فقہ و حدیث کے حاوی امام اجل ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ تعالٰی نے مشکل الآثار میں یہ تحقیق فرماکر کہ مشرکوں سے استعانت حرام ہے کتابی سے ہوسکتی ہے اس پر حدیث سوم کہ فائدہ ثانیہ میں آتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ابن اُبی منافق کے چھ سو حلیف یہودیوں کو واپس کردیا اور اُنھیں مشرکین فرمایا اعتراض وارد کی کہ دیکھو حضور نے یہود کو بھی مشرکین سے گنا اور ان سے استعانت کو بھی مشرکین سے استعانت قرار دیا اس کے جواب میں فرمایا اس کی وجہ اُن کا اُس مشرک منافق سے حلف ہے کہ حلف کرنے والے جس سے حلف کرتے ہیں اس کی موافقت قبول کرتے ہیں تو مشرک کے حلیف ہوکر وہ کتابی نہ رہے مرتد ہوگئے اور اسی طرح مشرک۔ عبارت یہ ہے:

جوابنا ان وجہ قول رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم لھؤلاء الیھود علی ما بینھم وبین ابن ابی المنافق من الحلف والمحالفۃ ھی الموافقۃ من الحالفین للمحالفین فکانوا بذلک خارجین من اھل الکتاب مرتدین عما کانوا علیہ وصاروا مشرکین کمشرکی العرب[3] (ملخصًا)

امام ابوالولید باجی نے مختصر پھر علامہ یوسف دمشقی نے معتصر میں اسے مقرر رکھا

---

[1] القرآن الکریم ۵/۵۷

[2] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ ۵/۵۷ المطبعۃ المیمنۃ مصر ۶/۱۶۹

[3] مشکل الآثار للطحاوی کتاب الجہاد باب بیان مشکل ما روی عن رسول اللہ الخ دار صادر بیروت ۳/۲۴۱

ان بنی قینقاع بمحالفتہم عبد اللہ صاروا کالمرتدین فخرجوا بہ عن حکم اھل الکتاب فصاروا کالمشرکین فکان لھم حکمھم فلذٰلک منعوا وسموا مشرکین[1] (ملتقطا)

بنی قینقاع کے یہودی ابنِ اُبی کے حلیف بن کر مرتدوں کے مثل ہوگئے تو کتابیوں کے حکم میں نہ رہے اور مشرکوں کی طرح ہوگئے تو اُن کا وہی حکم ہوا جو مشرکوں کا، اسی واسطے حدیث نے انھیں منع فرمایا اور اُن کا نام مشرک رکھا۔ (ملتقطا)

سبحان اللہ! یہودی مشرک کے حلیف بن کر کتابی نہ رہے مرتد و مشرک ہوگئے حالانکہ الکفر ملۃ واحدۃ مگر کلمہ گو لیڈر مشرکین ہند کے حلیف پس رو غلام بن کر نہ مرتد ہوئے نہ مشرک، بیٹھے کے مسلمان ہی بنے رہے ؎

مشرک سے عہد باندھ کے مشرک بنے یہود
یہ مشرکوں کے عبد مسلمان ہی رہے

اقول حلف جب دو مساوی گروہوں میں ہو فریقین یکساں ہیں اور جب مغلوب و ضعیف گروہ دوسرے کی پناہ لے کر اس کا حلیف بنے تو پوری موافقت کا بار اسی پر ہے اس کی طرف سے صرف قبول پناہ دہی ہے، ابن ابی خبیث نے بڑی سطوت پیدا کرلی تھی یہاں تک کہ اس کے لئے تاج تیار کیا جاتا تھا قریب تھا کہ اُسے بادشاہ بنایا جائے تو یہود بنی قینقاع کا حلف اُس کی شوکت سے مستفید ہی ہونے کو تھا، ولہذا امام نے فرمایا: ھی الموافقۃ من الحالفین للمحالفین[2] (حلف کرنے والے جس سے حلف کرتے ہیں اس کی موافقت قبول کرتے ہیں۔ ت) نہ اختصار کی طرح الموافقۃ بین المتحالفین[3] (حلف کرنے والوں کے درمیان موافقت۔ ت) پھر دربارۂ ادیان حکم یہ ہے کہ نازل سے مجرد ارادۂ موافقت نازل کردیتا ہے اور صعود کے لئے صرف ارادہ کافی نہیں، مسلمان اگر معاذ اللہ ارادۂ کفر کرے گا کافر ہوجائے گا، لیکن کافر محض ارادۂ اسلام سے مسلمان نہ ہوگا جب تک اسلام قبول نہ کرے، یوں ہی کتابی صرف ارادۂ موافقتِ مشرکین سے مشرک ہوسکے گا مشرک نرے ارادے سے کتابی نہ ہوجائے گا لہذا وہ یہودی مشرک ہوگئے، ابن ابی خبیث کتابی نہ ہوا۔ یونہی حلیفانِ مشرکین ہند پر

---

[1] المعتصر من المختصر کتاب الجہاد باب فی الاستعانۃ بالمشرک دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ۱/ ۲۳۰

[2] مشکل الآثار للطحاوی باب بیان مشکل ماروی فی الاستعانۃ من الکفار دار صادر بیروت ۳/ ۲۴۱

[3] المعتصر من المختصر کتاب الجہاد باب فی الاستعانۃ بالمشرک دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ۱/ ۲۳۰

امام کا یہ حکم نافذ ہوگا، مشرکینِ ہند مسلمان نہ ہوجائیں گے۔

اصل مقصود سلفت گورنمنٹ ہے اماکنِ مقدسہ اور ترکوں کا نام ٹٹی ہے

چہارم: اصل مقصود سلفت گورنمنٹ ہے جس کی صاف تصریح بڑے بڑے لیڈران[۱] نے کردی اس میں اپنی کمزوری بلکہ عجز دیکھ کر مشرکوں کا دامن پکڑا اپنا یار[۲] و انصار بنایا اوروں کو چھوڑیے مولویوں میں گنے جانے والے لیڈر فرماتے ہیں "ہم تو ہندوستان کی آزادی کو ایک فرضِ اسلامی سمجھتے ہیں اس کے لئے ضرورت ہے کہ عام اتحاد ہو اور پوری کوشش سے مقصد حاصل کیا جائے" حالانکہ مشرکوں سے ایسی استعانت نصِ قرآنی کے خلاف اور قطعاً حرام بلکہ صراحۃً قرآن کریم کی تکذیب ہے، ہم اس بحث کو بعونہٖ چند فوائد میں روشن کریں:

مشرکوں سے استعانت کی بحث جلیل ہے

فائدہ اولٰی آیات کریمہ: قرآن کریم نے منعِ موالاتِ کفار کو بکثرت آیات میں ارشاد فرمایا وہ سب اُن کو مددگار بنانے سے ممانعت ہیں، یہ اعلٰی درجہ موالات میں ہے، ولہٰذا اکابر مفسرین نے جابجا ولی کو ناصر اور ولایت کو نصرت و معونت و مظاہرت سے تفسیر کیا، مگر ہم یہاں صرف اُن بعض آیات پر اقتصار کریں جو اپنے سوقِ نظم یا شانِ نزول سے اس مقصود کو بالخصوص افادہ فرما رہی ہیں:

www.alahazratnetwork.org

استعانت بمشرکین کے حرام ہونے پر آیاتِ قرآنیہ

آیت نمبر ۱:

یٰایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالا ودوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بینا لکم الاٰیٰت ان کنتم تعقلون[۱]

اے ایمان والو! اپنے غیروں کو رازدار نہ بناؤ وُہ تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے اُن کی دلی تمنا ہے تمہارا مشقت میں پڑنا، دشمنی ان کے مُونہوں سے ظاہر ہوچکی ہے اور وُہ جو اُن کے سینوں میں دبی ہے اور بڑی ہے بیشک ہم نے تمہارے سامنے نشانیاں صاف بیان فرمادیں اگر تمہیں عقل ہو۔

۱؎ مثل شوکت علی و محمد علی و ابوالکلام آزاد ۱۲ حشمت علی غفرلہ

۲؎ وہی خطبۂ صدارت مولوی عبدالباری صاحب ۱۲ حشمت علی غفرلہ

۱؎ القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸

لیڈران نے اس آیہ کریمہ کو کیسا کیسا رد کیا کس کس طرح جھٹلایا

یہ آیہ کریمہ اپنے ایک ایک جملے سے اس طوفانِ بدتمیزی کو جو آج مشرکینِ ہند سے لیڈران برت رہے ہیں رد فرماتی ہے :

ا ۔ حالتِ کمزوری و عجز میں مدد کے لئے جس کسی کی طرف التجا لائی جائے ضرور ہے کہ اُسے اپنا رازدار بنایا جائے اور رب عزوجل فرماتا ہے ، کسی کافر کو اپنا رازدار نہ بناؤ ۔ یہ واحد قہار کی نافرمانی ہوئی ۔

ب ۔ ظاہر ہے کہ اُسے اپنا خیر خواہ سمجھا گیا کہ بدخواہ کے دامن میں کوئی نہ چھپے گا ، اور رب عزوجل فرماتا ہے : وُہ تمھاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی تکذیب ہُوئی ۔

ج ۔ مصیبت میں التجا و استمداد اسی سے ہوگی جسے جانا جائے کہ ہمیں مشقت سے بچائے گا ، اور رب عزوجل فرماتا ہے ، اُن کی دِلی تمنا ہے تمھارا مشقت میں پڑنا ۔ یہ دوسری تکذیب ہُوئی ۔

د ۔ چھپا دشمن جس سے اثرِ عداوت کبھی ظاہر نہ ہوا آدمی اس کے دھوکے میں آسکتا ہے اور جس کے منہ سے بغض کھل چکا اس سے قطعی احتراز کرے گا ۔ رب عزوجل نے فرما دیا تھا کہ دشمنی اُن کے منہ سے ظاہر ہو چکی پھر بھی اُن کی محبت نے وُہ اندھا بہرا کر دیا کہ نہ اللہ تعالےٰ کی سُنی نہ اُن کے منہ سے جھلکی یاد رہی ۔

ہ ۔ اگر ایک خفیف حد کی مخالفت و رنجش ظاہر ہوتی اور اطمینان ہوتا کہ دل میں اس سے زائد نہیں تو کچھ گنجائش ہو سکتی کہ یہ ہمارا اس حد کا بدخواہ نہیں جو ایسی بھاری مصیبت میں ساتھ نہ دے ۔ اس خیال ارذل کو رب عزوجل نے ان تینوں جملوں سے رد فرما دیا کہ وُہ کوئی ہلکے مخالف نہیں تمھاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے یہ گمان نہ کرنا کہ وُہ کسی سخت سے سخت مصیبت میں تم پر کچھ ترس کرینگے اُن کی دلی تمنا ہے کہ تم مشقت میں پڑو کوئی خفیف رنجش اُن کے منہ سے ظاہر نہ ہُوئی بلکہ بغض اور پُوری دشمنی بیرِ عداوت ، اور اس پر چوتھا جملہ یہ ارشاد فرما دیا کہ اُس پر بس نہ جانو کہ اُن کے دلوں کی دبی اور سخت تر ہے مگر اُنھوں نے اس واحد قہار کریم مہربان پروردگار کی ایک نہ مانی اور جملے جملے کی تکذیب ہی ٹھانی ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔

آیت نمبر ۲ :

بشر المنٰفقین بان لھم عذابا الیما ۝ الذین .... اے محبوب ! خوشخبری دو منافقوں کو کہ اُن کے لئے

ـــہ القرآن الکریم ۴ / ۱۳۸

يتخذون الكفرين اولياء من دون المؤمنين ايبتغون عندهم العزة فان العزة لله جميعا۔[1]

دردناک عذاب ہے، وہ جو مسلمانوں کے سوا کافروں کو مددگار بناتے ہیں کیا اُن کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں عزت تو ساری اللہ کے قبضے میں ہے۔

ظاہر ہے کہ کمزوری میں کسی کی مدد چاہنے کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ اس کے بل بازو سے ہمیں قوت ملے گی ہماری کمزوری و ذلت غلبہ وعزت سے بدلے گی، اللہ عزوجل فرماتا ہے، یہ اُن کی بدعقلی ہے کافروں کی مدد سے غلبہ وعزت کی تمنا ہوس باطل ہے۔ اور فرماتا ہے کہ ایسا کرنے والے منافق ہیں اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔ تفسیر ارشاد العقل السلیم میں اسی آیۂ کریمہ کے تحت ہے:

بیان لخیبة رجائهم ایطلبون بموالاة الکفر القوة والغلبة (فان العزة لله جمیعا) تعلیل لبطلان رأیهم فان انحصار جمیع افراد العزة فی جنابه عز وعلا بحیث لاینالها الا اولیاؤه قال تعالیٰ ولله العزة ولرسوله وللمؤمنین یقتضی ببطلان التعزز بغیره واستحالة الانتفاع به[2] (مختصرا)۔

اس آیت میں ان کی نامرادی کا بیان ہے جو کافروں سے استعانت کرتے ہیں، فرماتا ہے کیا کافروں کی دوستی سے غلبہ وقوت چاہتے ہیں عزت تو ساری اللہ کے لئے ہے، اس میں ان کی رائے فاسد ہونے پر دلیل فرمائی کہ جب تمام عزتیں حضرت عزت کے لئے خاص ہیں کہ اس کے دوستوں کے سوا کسی کو نہیں مل سکتیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عزت صرف اللہ و رسول اور مسلمانوں کے لئے ہے، تو اس سے واجب ہوا کہ غیروں سے عزت چاہنا باطل اور اُن سے نفع پہنچنا محال۔ (مختصراً)

www.alahazratnetwork.org

آیت نمبر ۳:

لایتخذ المؤمنون الکفرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذلك فلیس من الله فی شیء[3]

مسلمان مسلمانوں کے سوا کافروں کو مددگار نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا اسے اللہ سے کچھ علاقہ نہیں۔

تفسیر لباب التاویل میں ہے:

ان عبادة بن الصامت کان له حلفاء من الیهود فقال یوم الاحزاب یارسول الله

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۳۹

[2] ارشاد العقل السلیم تفسیر ابی السعود تحت آیہ ۴/ ۱۳۸ و ۱۳۹ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۴۴

[3] القرآن الکریم ۳/ ۲۸

معی خمسمائۃ من الیھود وقد رأیت ان استظھر بھم علی العدو فنزلت ھذہ الاٰیۃ وقولہ (لا یتخذ المؤمنون) الاٰیۃ یعنی انصارا و اعوانا (من دون المؤمنین) یعنی من غیر المؤمنین والمعنی لا یجعل المؤمن ولایتہ لمن ھو غیر مؤمن نھی اللہ المؤمنین ان یوالوا الکفار او یلاطفوھم لقرابۃ بینھم او محبۃ او معاشرۃ والمحبۃ فی اللہ والبغض فی اللہ باب عظیم و اصل من اصول الایمان[1]

یعنی عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ کے کچھ یہودی حلیف تھے غزوۂ احزاب میں انھوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے ساتھ پانسو یہودی ہیں میری رائے ہوتی ہے کہ دشمن پر ان سے مدد لوں۔ اس پر یہ آیۂ کریمہ اُتری کہ مسلمان غیر مسلم کو مددگار نہ بنائیں کہ یہ مسلمانوں کو حلال نہیں اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کو منع فرمایا کہ رشتے خواہ یارانے خواہ نرے میل کے باعث کافروں سے دوستانہ برتیں یا اُن سے لُطف و نرمی کے ساتھ پیش آئیں اور اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے عداوت ایک عظیم باب اور ایمان کی جڑ ہے۔

مدارک شریف پارہ ۶ میں ہے:

ای لاتتخذوھم اولیاء تنصرونھم وتستنصرونھم وتؤاخونھم وتعاشرونھم معاشرۃ المؤمنین[2]۔

یعنی رب عزوجل فرماتا ہے کافروں کو دوست نہ بناؤ کہ تم ان کے معاون بنو اور اُن سے اپنے لئے مدد چاہو، انھیں بھائی بناؤ، دُنیوی برتاؤ اُن کے ساتھ مسلمانوں کا سا رکھو، اس سب سے منع فرماتا ہے۔

تفسیر کبیر پارہ ۶ میں ہے:

المراد ان اللہ تعالٰی امر المسلم ان لایتخذ الحبیب والناصر الا من المسلمین[3]۔

یعنی مرادِ آیت یہ ہے کہ اللہ تعالٰی مسلمانوں کو حکم فرماتا ہے کہ صرف مسلمانوں ہی کو اپنا دوست مددگار بنائیں۔

اسی میں ہے:

---

[1] لباب التاویل (تفسیر الخازن) تحت آیۃ ۳/ ۲۸ مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۳۶
[2] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت آیہ لاتتخذوا الیھود الخ دارالکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۸۷
[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) " " انما ولیکم اللہ ورسولہ الخ المطبعۃ البھیۃ المصریۃ مصر ۱۲/ ۳۰

www.alahazratnetwork.org

یعنی لاتتخذوھم اولیاء ای لاتعتمدوا علی الاستنصار بھم ولا تتوددوا الیھم[1]۔
یعنی مرادِ آیت یہ ہے کہ کافروں کی مدد و یاری پر اعتماد نہ کرو۔
تفسیر ابی السعود و تفسیر فتوحاتِ الٰہیہ میں زیر آیۂ مذکورہ ہے:

نھوا عن موالاتھم لقرابۃ اوصداقۃ جاھلیۃ ونحوھما من اسباب المصادقۃ والمعاشرۃ وعن الاستعانۃ بھم فی الغزو وسائر الامور الدینیۃ[2]۔

یعنی مسلمان منع کئے گئے کافروں کی دوستی سے خواہ وہ رشتہ داری ہو یا اسلام سے پہلے کا یارانہ یا کسی سبب یاری خواہ میل جول کے سبب اور منع کئے گئے اس سے کہ جہاد یا کسی دینی کام میں کافروں سے استعانت کریں۔

آیت نمبر ۳:

فان تولوا فخذوھم واقتلوھم حیث وجدتموھم ولاتتخذوا منھم ولیا ولانصیرا[3]۔

اگر کافر ایمان لانے سے منہ پھیریں تو انھیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو اور ان میں کسی کو دوست نہ بناؤ۔

www.alahazratnetwork.org

اس آیۂ کریمہ میں ولی کے ساتھ لفظ نصیر خود ہی صاف ارشاد ہے کہ انھیں دوست ٹھہرانا بھی حرام اور مددگار بنانا بھی حرام۔ تفسیر مدارک التنزیل میں ہے:

(فان تولوا) عن الایمان (فخذوھم واقتلوھم حیث وجدتموھم ولاتتخذوا منھم ولیا ولانصیرا) وان بذلوا لکم الولایۃ والنصرۃ فلا تقبلوا منھم (الا الذین یصلون الی قوم) یتصلون بھم والاستثناء من قولہ فخذوھم واقتلوھم دون الموالاۃ[4]۔

اگر وہ ایمان لانے سے منہ پھیریں تو انھیں پکڑو اور جہاں پاؤ مارو اور ان میں کسی کو دوست بناؤ نہ مددگار، اور اگر وہ بلامعاوضہ بھی تمہاری دوستداری و مددگاری پکاریں جب بھی قبول نہ کرو مگر جو اہل معاہدہ سے ملیں یہ پکڑنے اور قتل کرنے سے استثناء ہے نہ دوستی سے کہ وہ تو ہر کافر سے مطلقاً حرام ہے۔

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) زیر آیۃ لاتتخذوا الیھود الخ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۱۲/۱۹
[2] ارشاد العقل السلیم تفسیر ابی السعود ، لایتخذ المومنون الکافرین اولیاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۳
[3] القرآن الکریم ۴/۸۹
[4] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) زیر آیہ ۴/۸۹ دار الکتاب العربی بیروت ۱/۲۴۲

تفسیر بیضاوی میں ہے:

ای جانبوھم رأسا ولا تقبلوا منھم ولایۃ ولا نصرۃ۔[1]

یعنی ان سے بالکل دُور رہو اور ان کی دوستی و مدد کچھ نہ قبول کرو۔

تفسیر ابی السعود میں ہے:

ای جانبوھم مجانبۃ کلیۃ ولا تقبلوا منھم ولایۃ ولا نصرۃ ابدا۔[2]

یعنی کافروں سے بالکل کنارہ کش رہو اور کبھی ان کی دوستی و مدد قبول نہ کرو۔

تفسیر فتوحاتِ الٰہیہ میں ہے:

ھذا مستثنی من الاخذ والقتل اما الموالاۃ فحرام مطلقا لا تجوز بحال۔[3]

یہ استثناء گرفتاری و قتل سے ہے، رہی کافر سے موالات وہ تو مطلقاً حرام ہے کسی حال میں جائز نہیں۔

تفسیر خازن میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

ھذا الاستثناء یرجع الی القتل لا الی الموالاۃ لان موالاۃ الکفار والمنافقین لا تجوز بحال۔[4]

یہ استثناء قتل کی طرف پھرتا ہے نہ کہ موالات کی جانب، اس لئے کہ کافروں اور منافقوں سے موالات تو کسی حال میں حلال نہیں۔

تفسیر کرخی میں ہے:

استثناء من مفعول فاقتلوھم لا من قولہ ولا تتخذوا منھم ولیا ولا نصیرا وان کان اقرب مذکور لان اتخاذ الولی منھم حرام بلا استثناء بخلاف قتلھم۔[5]

معاہدوں سے ملنے والوں کا استثناء ان سے ہے جن کی بابت حکم فرمایا تھا کہ انھیں قتل کرو، اس ارشاد سے استثناء نہیں کہ اُن میں نہ کسی کو دوست بناؤ نہ مددگار، اگرچہ ذکر میں یہی قریب تر ہے اس واسطے کہ کافروں سے کسی کو دوست بنانا بلا استثناء حرام ہے بخلاف اُن کے قتل کے کہ

---

[1] انوار التنزیل مع القرآن الکریم (بیضاوی) زیر آیہ ۴/ ۸۹ مصطفی البابی مصر ۱/ ۹۳

[2] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۱۳

[3] الفتوحات الالٰہیہ (الشہیر بالجمل) " " " " مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۰۹

[4] لباب التاویل (تفسیر الخازن) " " " " " " " " ۱/ ۵۷۱

[5] تفسیر کرخی

اس سے معاہدین مستثنیٰ ہیں۔

تفسیر عنایۃ القاضی میں ہے:

قال الطیبی لا من الضمیر فی ولا تتخذوا وان کان اقرب لان اتخاذ الولی منھم منھم حرام مطلقا۔[1]

طیبی نے کہا دوست یا مددگار بنانے کی ممانعت سے استثناء نہیں اگرچہ وہ قریب تر ہے اس لئے کہ کافروں میں سے کسی کو دوست بنانا مطلقاً حرام ہے اگرچہ معاہد ہو۔

اقول اس پر خود سیاق کریمہ دال کہ قتل و قتال ہی کے منع و رخصت کا ذکر ہے یونہی عموم حکم نفس استثناء کا مفاد کہ مجاہرین متصلین بالمعاہدین و معاہدین غیر جانبدار طرفین مستثنیٰ فرمائے واللہ تعالٰی اعلم۔

فائدہ ثانیہ، صحاح احادیث ناطق۔ استعانت بمشرکین کی تحریم پر صحیح حدیثیں

حدیث ۱: صحیح مسلم وسنن اربعہ و مشکل الآثار امام طحاوی میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے جب حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بدر کو تشریف لے چلے سنگستان وبرہ میں (کہ مدینہ طیبہ سے چار میل ہے) ایک شخص جس کی جرأت و بہادری مشہور تھی حاضر ہوا، اصحاب کرام اُسے دیکھ کر خوش ہوئے، اس نے عرض کی: میں اس لئے حاضر ہوا کہ حضور کے ہمراہ رکاب رہوں اور قریش سے جو مال ہاتھ لگے اُس میں سے میں بھی پاؤں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اتؤمن باللہ ورسولہ، کیا تُو اللہ و رسول پر ایمان رکھتا ہے؟ کہا: نہ۔ فرمایا: "فارجع فلن نستعین بمشرک" تُو پلٹ جا ہم ہرگز کسی مشرک سے مدد نہ چاہیں گے۔ پھر حضور تشریف لے چلے جب ذوالحلیفہ پہنچے (کہ مدینہ طیبہ سے چھ میل ہے) وہ پھر حاضر ہوا، صحابہ خوش ہوئے کہ واپس آیا وہی پہلی بات عرض کی اور حضور نے وہی جواب ارشاد فرمایا کہ کیا تُو اللہ و رسول پر ایمان لاتا ہے؟ کہا: نہ۔ فرمایا: "فارجع فلن نستعین بمشرک" واپس جا ہم ہرگز کسی مشرک سے مدد نہ لیں گے۔ پھر حضور تشریف لے چلے جب وادی میں پہنچے وہ پھر آیا اور صحابہ خوش ہوئے اُس نے وہی عرض کی، حضور نے فرمایا: کیا تُو اللہ و رسول پر ایمان لاتا ہے؟ عرض کی: ہاں۔ فرمایا: فنعم

---

[1] عنایۃ القاضی علی تفسیر البیضاوی زیر آیہ ۴/۸۹ دار صادر بیروت ۳/۱۶۵

اذن[1] ہاں اب چلو۔

حدیث ۲: امام احمد و اسحٰق بن راہویہ مسانید اور امام بخاری تاریخ اور ابوبکر بن ابی شیبہ مصنف اور امام طحاوی مشکل الآثار اور طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک میں خبیب بن اساف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک غزوہ[ع1] کو تشریف لیے جاتے تھے میں اور میری قوم سے ایک شخص حاضر ہوئے ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہمیں شرم آتی ہے کہ ہماری قوم کسی معرکہ میں جائے اور ہم نہ جائیں (یہ قوم خزرج سے تھے کہ انصار سے ایک بڑا گروہ ہے) حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم دونوں مسلمان ہوئے؟ کہا: نہ۔ فرمایا: فانا لا نستعین بالمشرکین علی المشرکین تو ہم مشرکوں سے مشرکوں پر مدد نہیں چاہتے۔ اس پر ہم دونوں اسلام لائے اور ہمراہ رکاب اقدس شریک جہاد ہوئے[2]۔

حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ یونہی تنقیح میں اس کے رجال کی توثیق کی۔

حدیث ۳: امام واقدی مغازی اور امام اسحٰق بن راہویہ مسند اور امام طحاوی مشکل الآثار اور طبرانی معجم کبیر و معجم اوسط میں ابو حمید ساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم روزِ اُحد تشریف لے چلے جب ثنیۃ الوداع سے آگے بڑھے ایک بھاری لشکر ملاحظہ فرمایا ارشاد ہوا: یہ کون ہیں؟ عرض کی گئی: یہود بنی قینقاع قوم عبداللہ بن سلام حلفائے عبداللہ بن اُبی (یہ لفظ طحاوی ہیں اور لفظ ابن راہویہ یوں ہی عرض کی گئی یہ عبداللہ بن اُبی ہے اپنے حلیفوں کے ساتھ کہ قوم عبداللہ بن سلام کے یہود ہیں، اور لفظ واقدی میں ہے یہ ابن اُبی کے حلیف یہودی ہیں اور لفظ طبرانی میں ہے یہ عبداللہ بن اُبی ہے چھ سو یہودیوں کے ساتھ کہ اُس کے

ع۱ یہ غزوہ غزوۂ بدر ہے کما فی اسد الغابہ ۱۲ منہ غفرلہ

ع۲ اقول یہ لفظ مستدرک میں ہے اور مشکل الآثار و مسند احمد میں نہیں قبل اسلام اس کا کہنا باعتبار عرف مسلمین ہوگا یا یوں کہ اُس وقت بھی ایقان تھا اگرچہ اذعان بعد کو ہوا ۱۲ منہ غفرلہ

---

[1] صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر باب کراہیۃ الاستعانۃ فی الغزو الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۸
مشکل الآثار للطحاوی باب بیان مشکل ماروی فی الاستعانۃ من الکفار دار صادر بیروت ۳/ ۲۳۷

[2] " " " " " " " " " " " ۳/ ۲۳۹

32 حلیف ہیں فرمایا: کیا اسلام لے آئے؟ عرض کی: نہ، وہ اپنے دین پر ہیں۔ فرمایا:

32 قل لهم فليرجعوا فانا لا نستعين بالمشركين على المشركين[1]

ان سے کہہ دو لوٹ جائیں ہم مشرکوں پر مشرکوں سے مدد نہیں لیتے۔

اقول یہ حدیث بھی حسن صحیح ہے مسند امام اسحٰق میں اس کی سند یوں ہے:

اخبرنا الفضل بن موسٰی عن محمد بن عمرو بن علقمة عن سعد بن المنذر عن ابی حمید الساعدی رضی اللّٰه تعالٰی عنه[2]

ہمیں خبر دی فضل بن موسٰی نے محمد بن عمرو بن علقمہ سے انھوں نے سعد بن منذر سے انھوں نے ابو حمید ساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

فضل بن موسٰی و محمد بن عمرو بن علقمہ دونوں رجال جمیع صحاح ستہ سے ہیں ثقہ ثبت و صدوق اور یہ سعد بن منذر بن ابی حمید الساعدی ہیں کما فی مشکل الآثار، ابن حبان نے انھیں ثقات میں ذکر کیا، تقریب میں کہا مقبول ہیں، تہذیب التہذیب میں ہے:

روی عن جده وحمزة بن ابی اسید وعنه محمد بن عمرو بن علقمة وعبد الرحمٰن بن سليمٰن بن الغسيل ذكره ابن حبان فی الثقات[3]

انھوں نے اپنے دادا حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ اور حمزہ بن اسید سے علم حاصل کیا اور ان سے محمد بن عمرو بن علقمہ اور عبدالرحمٰن بن سلیمٰن ابن حضرت غسیل الملائکہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے، ابن حبان نے انھیں ثقات میں ذکر کیا۔

www.alahazratnetwork.org

لاجرم زرقانی علی المواہب میں ہے:

قد روی الطبرانی فی الکبير والاوسط برجال ثقات عن ابی حميد الساعدی الحديث[4]ع

یہ حدیث طبرانی نے معجم کبیر و معجم اوسط میں بسند صحیح ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔

حدیث ۳: عبد بن حمید و ابو یعلٰی و ابنا جریر و منذر و ابی حاتم اور بیہقی شعب الایمان میں

---

[1] مشکل الآثار للطحاوی باب بیان مشکل ماروی فی الاستعانۃ من الکفار دار صادر بیروت ۲/ ۲۴۱

[2] نصب الرایۃ بحوالہ اسحاق بن راہویہ فی مسندہ کتاب السیر کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۳/ ۴۲۳

[3] تہذیب التہذیب ترجمہ ۸۹۹ سعد بن منذر دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن ۳/ ۴۸۳

[4] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الاول غزوۂ احد دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۲۵

ع یہ طبرانی نے معجم کبیر و معجم اوسط میں بسند صحیح ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: لاتستضیئوا بنار المشرکین[1] مشرکوں کی آگ سے روشنی نہ لو۔

امام حسن بصری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کے معنی پوچھے گئے، فرمایا: لاتستشیروا المشرکین فی شیئ من امورکم قال الحسن وتصدیق ذٰلک فی کتاب اللّٰہ یایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا بطانۃ من دونکم لایالونکم خبالا[2] ارشادِ حدیث کے یہ معنٰی ہیں کہ مشرکوں سے اپنے کسی معاملہ میں مشورہ نہ لو، پھر فرمایا اس کی تصدیق خود کلام اللہ میں موجود ہے کہ فرمایا اے ایمان والو غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ وہ تمھاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے۔

اقول یہ حدیث بھی اصول حنفیہ کرام پر حسن ہے، طبری کے یہاں اس کی سند یہ ہے:

حدثنا ابوکریب ویعقوب بن ابراھیم قالا حدثنا ھشیم اخبرنا العوام بن حوشب عن الازھر بن راشد عن انس بن مالک رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ[3]

ابوکریب اور یعقوب بن ابراہیم نے ہمیں حدیث بیان کی اور کہا ہمیں ہشیم نے انھوں نے کہا ہمیں عوام بن حوشب نے ازہر بن راشد سے انھوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی (ت)

ابوکریب سے عوام بن حوشب تک سب اجلہ مشاہیر ثقہ عدول رجال جملہ صحاح ستہ سے ہیں اور ازہر بن راشد رجال سنن نسائی و تابعین سے ہیں ان پر کسی امام معتمد عــہ سے کوئی جرح ثابت نہیں اور

عــہ اما تضعیف ابن معین فلازھر بن راشد الکاھلی لا فی ھذا البصری الراوی عن انس وقد فرق بینھما ابن معین فضعف الکاھلی لاھذا کما بینہ الحافظ المزی فی تہذیبہ والحافظ

عــہ لیکن ابن معین نے ضعیف کہا ہے تو ازہر بن راشد کاہلی کو کہا ہے اس بصری راشد کو جو انس رضی اللہ عنہ سے راوی ہے کی بابت نہیں کہا، ابن معین نے دونوں میں فرق کرتے ہوئے کاہلی کو ضعیف کہا ہے اس کو نہیں جیسا کہ حافظ مزی نے اپنی تہذیب

(باقی برصفحہ آیندہ)

---

[1] شعب الایمان حدیث ۹۳۷۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۴۰

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 ۷/ ۴۰

[3] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) زیر آیہ لاتتخذوا بطانۃ الخ المطبعۃ المیمنۃ مصر ۴/ ۳۸

یہ کہ اُن سے راوی صرف عوام بن حوشب ہیں جس کی بناء پر تقریب میں حسبِ اصطلاحِ محدثین مجہول کہا ہمارے نزدیک اصلاً جرح نہیں خصوصاً تابعین میں۔ مسلم الثبوت میں ہے:

لا جرح بان له راویا واحدا وھو مجھول العین[1] (ملتقطا)

یہ کوئی جرح کی بات نہیں کہ اُس سے ایک ہی شخص نے روایت کی یا اسے مجہول العین کہتے ہیں۔

فواتح الرحموت میں ہے:

وقیل لایقبل عند المحدثین وھو تحکم[2]

اور بعض نے کہا ایسا راوی محدثین کے نزدیک مقبول نہیں اور یہ نری زبردستی ہے۔

فصول البدائع میں ہے:

العدالة فیما بین رواة الحدیث ھی الاصل ببرکته وھو الغالب بینھم فی الواقع کما نشاھدہ فلذا قبلنا مجھول القرون الثلثة فی الروایة۔[3]

راویانِ حدیث میں حدیث کی برکت سے عدالت ہی اصل ہے اور مشاہدہ شاہد کہ واقع میں ثقہ ہونا ہی اُن میں غالب ہے اسی لئے قرونِ ثلثہ کے مجہول کی روایت ہمارے ائمہ قبول کرتے ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

بعض روایات کہ استعانت میں پیش کی جاتی ہیں اُن کا حال

فائدہ ثالثہ: بعض روایات کہ ان احادیث صحیحہ بلکہ آیاتِ صریحہ کے مقابل پیش کی جاتی ہیں اُن میں کوئی صحیح ومفید مدعائے مخالف نہیں، محقق

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

العسقلانی فی تقریبه واما قول الازدی منکر الحدیث فالازدی نفسه مجروح ضعیف بشدید التعنت فی الرجال معروف ثم قوله منکر الحدیث جرح مبھم غیر مفسر کما نصوا علیه ۱۲ منه غفرله۔

میں اور حافظ عسقلانی نے اپنی تقریب میں بیان کیا ہے لیکن ازدی کا اس کو منکر الحدیث کہنا معتبر نہیں اس لئے کہ ازدی خود مجروح، ضعیف اور رجالِ حدیث پر طعن کرنے والا مشہور ہے پھر منکر الحدیث کہنا یہ غیر واضح مبہم جرح ہے جیسا کہ علماء نقد نے تصریح کی ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] مسلم الثبوت مسئلة معروف العدالة الشھرة مطبع انصاری دہلی ص ۱۹۲

[2] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی، مسئلہ مجہول الحال، منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/ ۱۴۹

[3] فصول البدائع

علی الاطلاق نے فتح القدیر میں انھیں ذکر کرکے فرمایا :

ولا شك ان هذه لا تقاوم احادیث المنع فی القوة فکیف تعارضها[1]

کوئی شک نہیں کہ یہ روایتیں قوت میں احادیث منع کو نہیں پہنچتیں تو کیونکر ان کے معارض ہو سکتی ہیں ۔

خود ابوبکر حازمی شافعی نے کتاب الاعتبار میں حدیث صحیح مسلم دربارۂ ممانعت روایت کرکے کہا :

وما یعارضه لا یوازیه فی الصحة و الثبوت فتعذر ادعاء النسخ[2]

اور اس کا خلاف جن روایتوں میں آیا ہے وہ صحت وثبوت میں اُن کے برابر نہیں تو ممانعت استعانت کو منسوخ ماننے کا ادعا ناممکن ہے ۔

یہ اجمالی جواب بس ہے اور مجمل کی تفصیل یہ کہ یہاں دو واقعے پیش کئے جاتے ہیں جن سے احادیث منع کو منسوخ بتاتے ہیں کہ وہ واقعہ بدر و اُحد ہیں اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر میں کہ اُن کے کئی برس بعد ہے بعض یہود بنی قینقاع سے یہود خیبر پر استعانت فرمائی پھر ۸ھ ہجری غزوۂ حنین میں صفوان بن امیہ سے اور وہ اس وقت مشرک تھے تو اگر اُن پہلے واقعات میں نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مشرک یا مشرکوں کو رد فرمانا اس بنا پر تھا کہ حضور کو رد و قبول کا اختیار تھا جب تو حدیثوں میں کوئی مخالفت ہی نہیں اور اگر اس وجہ سے تھا کہ مشرک سے استعانت ناجائز تھی تو ظاہر ہے کہ بعد کی حدیث نے اُن کو منسوخ کردیا یہ تمام وکمال کلام امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ہے کہ اُن سے فتح اور فتح سے ردالمحتار میں نقل کیا اور ناواقفوں نے نہ سمجھا یہ بعینہٖ کتاب الاعتبار حازمی شافعی میں امام شافعی سے مروی ہے :

حیث قال قرأت علی روح بن بدر اخبرك احمد بن محمد بن احمد فی کتابه عن ابی سعید الصیرفی اخبرنا ابوالعباس انا الربیع انا الشافعی قال

میں نے روح بن بدر پر پڑھا کہ آپ کو احمد بن محمد بن احمد نے اپنی کتاب میں ابوسعید صیرفی سے خبر دی کہ انھوں نے کہا ہمیں ابوالعباس نے خبر دی کہ ہمیں ربیع نے خبر دی کہ ہمیں امام شافعی نے خبر دی

---

[1] فتح القدیر کتاب السیر فصل فی کیفیۃ القسمۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۲۴۳

[2] نصب الرایۃ بحوالہ الحازمی فی کتاب الناسخ والمنسوخ فصل فی کیفیۃ القسمۃ کتبخانہ رشیدیہ دہلی ۳/ ۴۲۲

الذی روی مالك كما روی رد رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم مشركا ومشركین فی غزوة بدر وابی ان یستعین الا بمسلم ثم استعان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم بعد بدر فی غزوة خیبر بیهود من بنی قینقاع كانوا اشداء واستعان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی غزوة حنین سنة ثمان بصفوان بن امیة وهو مشرك فالرد الاول ان كان بان له الخیار بان یستعین بمشرك وان یردہ كما له رد المسلم من معنی مخافة اولشدة به فلیس واحد من الحدیثین مخالفا للاخر وان كان رده لانه لم یر ان یستعین بمشرك فقد نسخه ما بعده من استعانته بالمشركین اذا خرجوا طوعا ویرضخ لهم ولا یسهم لهم ولا یثبت عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم انه اسهم لهم انتهی[1]

کہ وہ جو امام مالک نے روایت فرمایا وہ ویسا ہی ہے جیسا انھوں نے روایت فرمایا۔ غزوۂ بدر میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک مشرک اور دو مشرکوں کو واپس فرمادیا اور غیر مسلم سے استعانت کرنا قبول نہ فرمایا۔ پھر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے بعد غزوۂ خیبر میں بنی قینقاع کے کچھ یہودیوں سے کام لیا کہ زور آور تھے اور سنہ ۸ ہجری غزوۂ حنین میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صفوان بن امیہ سے جس وقت میں کہ وہ مشرک تھے کچھ امداد لی تو پہلا رد فرمادینا اگر اس بنا پر تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اختیار تھا کہ کسی مشرک سے کام لیں یا اسے واپس فرمادیں جیسا انھیں مسلمان کے واپس فرمادینے کا اختیار ہے اس پر کسی خوف یا مشقت کے باعث، جب تو حدیثوں میں باہم کچھ اختلافات ہی نہیں اور اگر وہ واپس فرمادینا اس بنا پر تھا کہ حضور نے مشرک سے مدد لینا ناجائز جانا تو بعد کے واقعہ نے کہ مشرکوں سے کام لیا اسے منسوخ کردیا (اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ مشرکوں سے لڑنے میں مشرکوں سے مدد لے جبکہ وہ اپنی خوشی سے لڑنے کو چلیں اور غنیمت میں سے انھیں کچھ تھوڑا سا دیا جائے پورا حصہ نہ دیا جائے اور نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت نہیں کہ حضور نے انھیں پورا حصہ دیا ہو انتہی (یہ تمام کلام امام شافعی کا ہے)۔

اس کے بعد جو فقرہ فتح میں ہے وہ بھی زیر قال الشافعی داخل، اور انھیں کا قول ہے جسے بیہقی شافعی نے ان سے روایت کیا، نصب الرایہ میں ہے:

---

[1] نصب الرایۃ بحوالہ الحازمی فی کتاب الناسخ والمنسوخ، فصل فی کیفیۃ القسمۃ کتبخانہ رشیدیہ دہلی ۳/۴۲۴

قال الشافعی ولعلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انما رد المشرك الذی ردہ فی غزوۃ بدر رجاء اسلامہ وقال وذلك واسع للامام ان یرد المشرك اویاذن لہ انتھی وکلام الشافعی کلہ نقلہ البیہقی عنہ[1]

امام شافعی نے فرمایا کہ وہ مشرک جسے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غزوہ بدر میں واپس فرمایا تھا شاید یہ اس امید کی بنا پر ہو کہ وہ اسلام لے آئے گا۔ اور امام شافعی نے کہا سلطانِ اسلام کو گنجائش ہے چاہے مشرک کو واپس کرے یا اجازت دے انتہی اور امام شافعی کا یہ سارا کلام بیہقی نے ان سے روایت کیا۔

یہود سے استعانت کے پانچ جواب

واقعہ یہودِ بنی قینقاع کا جواب تو واضح ہے جو محقق علی الاطلاق اور خود حازمی شافعی نے ذکر کیا کہ وہ روایت کیا اس قابل ہے کہ احادیثِ صحیحہ کے سامنے پیش کی جائے اس کا مخرج الحسن بن عمارۃ عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس ہے قطع نظر انقطاع سے کہ حکم نے مقسم سے صرف چار حدیثیں سنیں جن میں یہ نہیں، اور امام شافعی کے نزدیک منقطع مردود ہے، حسن بن عمارہ متروک ہے کما فی التقریب۔ اور مرسل زہری مروی جامع ترمذی و مراسیل ابی داؤد ایک تو مرسل کہ امام شافعی کے یہاں مہمل **اقول** اور سندِ مراسیل میں ایک انقطاع حیوۃ بن شریح و زہری کے درمیان ہے، تہذیب التہذیب میں امام احمد سے ہے:

لم یسمع حیٰوۃ من الزھری[2]۔ حیوۃ نے زہری سے کوئی حدیث نہ سُنی۔

دوسرے مرسل بھی زہری کا جسے محدثین پا بر ہوا کہتے ہیں تیسرے ضعیف بھی کما فی الفتح (جیسا کہ فتح میں ہے۔ت) یونہی بیہقی نے کہا:

اسنادہ ضعیف و منقطع[3]۔ اس کی سند ضعیف اور بیچ میں کٹی ہوئی ہے۔

نصب الرایہ میں ہے: انھا ضعیفۃ[4] یہ سب روایتیں ضعیف ہیں۔

اقول اور کچھ نہ ہو تو اس میں یہ تو ہے کہ:

---

[1] نصب الرایۃ کتاب التفسیر فصل فی کیفیۃ القسمۃ کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۳/۴۲۴
[2] تہذیب التہذیب ترجمہ ۱۳۵ حیٰوۃ بن شریح دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن بھارت ۳/۷۰
[3] نصب الرایۃ بحوالہ البیہقی کتاب السیر فصل فی کیفیۃ القسمۃ المکتبۃ الاسلامیۃ ریاض ۳/۴۲۲
[4] " " " " " " " " " ۳/۴۲۳

اسھم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لقوم من الیھود قاتلوا معہ[1]

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان یہودیوں کو جنہوں نے ہمراہِ رکاب اقدس قتال کیا تھا حصّہ عطا فرمایا۔

اس سے استعانت کہاں ثابت، ممکن کہ انھوں نے بطورِ خود قتال کیا ہو، اور پانچواں جواب امام طحاوی سے آتا ہے کہ سرے سے قاطع استناد ہے۔

صفوان بن امیہ سے استعانت کے روشن جواب

رہا قصہ صفوان رضی اللہ تعالٰی عنہ، اُن کا قبل از اسلام غزوۂ حنین شریف میں ہمراہ رکاب اقدس ہونا ضرور ثابت ہے مگر ہرگز نہ اُن سے قتال منقول نہ یہی کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اُن سے قتال کو فرمایا ہو صرف اس قدر ہے کہ سو زرہ خود بکتر اور ایک روایت میں چار سو ان سے عاریۃً لئے اور وہ بطمعِ پرورش سرکار عالم مدار کہ مؤلفۃ القلوب سے تھے ہمراہ لشکر ظفر پیکر ہولئے اُن کی مراد بھی پوری ہوئی اور اسلام بھی پختہ راسخ ہوگیا سرکار اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غنائم سے اتنا عطا فرمایا اتنا عطا فرمایا کہ یہ بے اختیار کہہ اُٹھے:

www.alahazratnetwork.org

واللہ ماطابت بھذا الا نفس نبی[2]

خدا کی قسم اتنی عطائیں خوش دلی سے دینا نبی کے سوا کسی کا کام نہیں۔

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)۔ امام ابن سعد طبقات پھر حافظ الشان عسقلانی اصابہ فی تمیز الصحابہ میں انھی صفوان رضی اللہ تعالٰے عنہ کی نسبت فرماتے ہیں:

لم یبلغنا انہ غزا مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[3]

ہمیں روایت نہ پہنچی کہ انھوں نے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی ہمراہی میں جہاد کیا ہو۔

امام طحاوی مشکل الآثار میں فرماتے ہیں:

صفوان کان معہ لا باستعانۃ ایاہ منہ فی

یعنی صفوان خود ہی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی

---

[1] نصب الرایۃ کتاب السیر فصل فی کیفیۃ القسمۃ کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۳/۴۲۲

[2] الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ باب ص ف ترجمہ ۴۰۷۳ دار صادر بیروت ۲/۱۸۷

[3] " " " " " " " " " ۲/۱۸۸

ذٰلک ففی ھذا ما یدل علی انہ انما امتنع من الاستعانۃ بہ وباشالہ ولم یمنعھم من القتال معہ باختیارھم لذٰلک[1]

علیہ وسلم کے ساتھ ہولئے تھے حضور نے اُن سے استعانت نہ فرمائی، اس میں دلیل ہے اس پر کہ حضور مشرکوں سے استعانت سے باز رہتے تھے اور وُہ اپنے اختیار سے ہمراہی میں لڑیں تو اس سے منع نہ فرماتے تھے۔

اسی میں ہے:

حدثنا ابو امیۃ قال حدثنا بشر بن عمر الزھرانی قال قلت لمالک الیس ابن شھاب کان یحدث ان صفوان بن امیۃ سار مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فشھد حنینا والطائف وھو کافر قال بلٰی ولکن ھو سار مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولم یأمرہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بذٰلک[2]

ہم سے ابوامیہ نے حدیث بیان کی کہ ہم سے بشر بن عمر زاہرانی نے حدیث بیان کی کہ میں نے امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے گزارش کی کیا زہری یہ حدیث بیان ذکر تے تھے کہ صفوان بن امیہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب اقدس چل کر حنین وطائف کے غزوں میں بحالتِ کفر حاضر ہوئے۔ فرمایا ہاں مگر وہ خود رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہمرکاب ہوئے تھے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن سے نہ فرمایا تھا۔

علامہ جلال الدین ابوالمحاسن یوسف حنفی معتصر میں فرماتے ہیں:

لامخالفۃ بین حدیث صفوان و بین قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لانستعین بمشرک لان صفوان قتالہ کان باختیارہ دون ان یستعین بہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وان الاستعانۃ بالمشرک غیرجائزۃ

یعنی حدیث صفوان اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد میں کہ ہم کسی مشرک سے مدد نہیں لیتے کچھ مخالفت نہیں کہ صفوان کا قتال کو جانا اپنے اختیار سے تھا نہ یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن سے استعانت فرمائی بے مشرک سے استعانت حرام ہے لیکن وہ خود لڑیں تو لڑنے دینا

---

[1] مشکل الآثار للطحاوی باب بیان مشکل ماروی فی الاستعانۃ من الکفار دارصادر بیروت ۲/ ۲۳۹

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۲/ ۲۳۶

لکن تخلیتھم للقتال جائزۃ لقولہ تعالٰی لاتتخذوا بطانۃ من دونکم والاستعانۃ اتخاذ بطانۃ وقتالھم دون استعانۃ بخلاف ذٰلک[1] (مختصرًا)۔

جائز ہے اس لئے کہ رب عزوجل نے فرمایا غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ مشرک سے استعانت کرنا اُسے رازدار بنانا ہے اور بلا استعانت خود اس کے لڑنے میں یہ بات نہیں۔ (مختصراً)

استعانت جائز ہے تو صرف ذمی سے ہے حربی سے مطلقاً حرام

فائدہ رابعہ : اقول یہ مسئلہ کہ ذمی اگر مسلمانوں کے ہمراہ قتال کرے یا راستہ بتائے تو سلطان اسے غنیمت سے کچھ عطا فرمائے جو مسلمانوں کے حصے سے کم ہو اور راہ بتانے میں بقدر اجرت تمام متون مثل ہدایہ و وقایہ و تحفۃ الفقہاء و کنز و وافی و مختار و اصلاح و غرر و ملتقی و تنویر اور ان کے سوا جن جن کتب میں اس کا ذکر ہے جیسے خزانۃ المفتین و اشباہ والنظائر وغیرہا سب میں ذمی کے ساتھ مقید ہے حتی کہ علامہ محمد بن عبدالرحمن دمشقی نے رحمۃ الامہ اور امام عبدالوہاب شعرانی نے میزان الشریعہ میں اسے ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اسی قید کے ساتھ ذکر کیا، رحمۃ الامہ کی عبارت یہ ہے :

www.alahazratnetwork.org

اتفقوا علی ان من حضر الغنیمۃ من مملوک او امرأۃ اوصبی او ذمی فلھم الرضخ[2]۔

علماء کا اتفاق ہے کہ غلام یا عورت یا لڑکا یا ذمی جو غنیمت میں حاضر ہوں تو انہیں کچھ دیا جائیگا پورا حصہ نہیں۔

بعض شراح نے اسی سے مسئلہ استعانت استنباط کیا۔ فتوائے شائع کردہ لیڈری نے درمختار کی یہ عبارت تو نقل کی،

مفادہ جواز الاستعانۃ بالکافر عند الحاجۃ[3]۔

اس سے سمجھا گیا کہ حاجت کے وقت کافر سے مدد لینی جائز ہے۔

اور متن کی عبارت چھوڑدی جو ضمیر مفادہ کا مرجع بتاتی کہ یہ کاہے کا مفاد ہے وہ عبارت یہ ہے،

لاتعبد وصبی و امرأۃ و ذمی ورضخ لھم

غلام اور لڑکے اور عورت اور ذمی کے لئے غنیمت

---

[1] المعتصر من المختصر فی الاستعانۃ بالمشرک — دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ۱/ ۲۲۹

[2] رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ کتاب السیر فصل اختلف الائمۃ ہل یملک الکفار الخ مطابع قطر الوطنیۃ قطر ص ۳۸۹

[3] الدرالمختار — فصل فی کیفیۃ القسمۃ — مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۴۳

اذا باشروا القتال اوکانت المرأۃ تقوم بمصالح المرضی او دل الذمی علی الطریق[1]

کا حصّہ نہیں، ہاں کچھ دیا جائے گا اگر لڑیں یا عورت مریضوں کی تیمارداری کرے یا ذمّی راستہ بتائے۔

اس کے متصل بلافصل درمختار کی وُہ عبارت ہے تو کافر سے مطلقًا وہی مراد جو متن میں مذکور ہے یعنی ذمّی کہ حربی ہرگز اس کے معنی میں نہیں جس کے سبب بدلیل اولویت یا مساوات تعمیم کرلی جائے اس کی نظیر ابھی عبارت قدوری و ہدایہ سے گزری جن میں لفظ کافر تھا اور تمام اکابر نے تصریح فرمادی کہ کافر سے مراد ذمّی ہے۔

ذمی میں بھی خاص کتابی سے استعانت جائز ہے مشرک سے مطلقًا حرام ہے

فائدہ خامسہ : امام اجل زینتِ حنفیت سیدنا احمد طحاوی رحمہ اللہ تعالٰی نے اس میں اور تخصیص فرمائی اور اسی کو حضرت سیدنا امام اعظم و جملہ ائمہ حنفیہ کا مذہب بتایا کہ مسئلہ استعانت کا کتابی سے خاص ہے۔ جہاد میں وقت حاجت دبے ہوئے یہودی یا نصرانی سے مدد لے سکتے ہیں مشرک سے اصلاً جائز نہیں۔ مشکل الآثار میں استعانت بمشرک سے ممانعت کی حدیثیں روایت فرمائیں پھر استعانت بیہود کی حدیث اعتراضًا وارد کی پھر اُس سے جواب میں فرمایا :

لیس فی ذٰلک مایخالف شیئا مما رویناہ فی ھذا الباب لان الیھود لیسوا من المشرکین الذین قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الاٰثار الاول انہ لا نستعین بھم اولٰئک عبدۃ الاوثان وھٰؤلاء اھل الکتٰب والغلبۃ لنا لانا الاعلون علیھم وھم اتباع لنا وھٰکذا حکمھم الاٰن عند کثیر من اھل العلم منھم ابوحنیفۃ واصحابہ رضی اللہ تعالٰی عنھم یقولون لا باس

وُہ حدیثیں کہ اس باب میں ہم نے ذکر کیں یہ روایت ان سے کچھ مخالفت نہیں رکھتی اس لئے کہ یہود مشرک نہیں ہیں جن کے بارے میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اگلی حدیثوں میں فرمایا کہ ہم اُن سے استعانت نہیں کرتے وُہ بت پرست ہیں اور یہ کتابی ہیں اور غلبہ اُن پر ہمیں کو ہے کہ ہمیں ان پر بالادست ہیں اور وُہ ہمارے تابع ہیں اور اب بھی اکثر علماء کے نزدیک اُن کا یہی حکم ہے از انجملہ امام ابوحنیفہ اور اُن کے اصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم

---

[1] الدرالمختار فصل فی کیفیۃ القسمۃ مطبع مجتبائی دہلی ۳۴۳/۱

بالاستعانة باھل الکتاب فی قتال من سواھم اذا کان حکمنا ھو الغالب ویکرھون ذٰلک اذا کان احکامنا بخلاف ذٰلک ونعوذ باللہ من تلک الحال[1]

وہ فرماتے ہیں غیر کتابی کافروں کے مقابلہ میں کتابیوں سے مدد لینے میں حرج نہیں جبکہ ہمارا ہی حکم غالب ہو اور کتابیوں سے بھی مدد لینے کو ناجائز رکھتے ہیں جبکہ حالت اس کے خلاف ہو یعنی وہ ہمارے تابع پیرو نہ ہوں اور اس حالت سے اللہ کی پناہ۔

معتصر علامہ یوسف حنفی میں ہے:

الممتنع الاستعانۃ بالمشرک والیھود لیسوا من المشرکین ھٰکذا حکمھم عند ابی حنیفۃ واصحابہ اذا کان حکمنا ھو الغالب بخلاف ما اذا لم یکن غالبا نعوذ باللہ[2] (ملتقطا)

مشرک سے استعانت ناجائز ہے اور یہودی مشرک نہیں امام اعظم اور ان کے تلامذہ کے نزدیک یہی حکم ہے جبکہ ہمارا ہی حکم غالب ہو بخلاف اس کے کہ معاذ اللہ ہمارا حکم ان پر غالب نہ ہو (ملتقطا)

تحقیقِ مقام، استعانت کے اقسام اور اُن کے احکام

فائدہ سادسہ، اقول تحقیق مقام بتوفیق منعام یہ ہے کہ یہاں استعانت کی تین حالتیں ہیں:

التجاء، اعتماد[*]، استخدام۔

التجاء یہ کہ قلیل گروہ اپنے کو ضعیف وکمزور یا عاجز پاکر کثیر وقوی وطاقتور جتھے کی پناہ لے اپنا کام بنانے کے لئے اُس کا دامن پکڑے، یہ بداہۃً اپنے آپ کو اُن کے ہاتھ میں دینا ہوگا اور انھیں خواہی نخواہی اُن کے اشارے پر چلنا اُن کی پس روی کرنی پڑے گی۔

اعتماد یہ کہ گروہ مساوی سے یارانہ گانٹھیں انھیں اپنا یاور و یار و معین و مددگار بنائیں اُن کی مدد و موافقت سے اپنے لئے غلبہ و عزت و کامیابی چاہیں یہ اگرچہ اپنے آپ کو اُن کے رحم پر چھوڑ دینا نہیں مگر اُن کی ہمدردی و خیرخواہی پر اعتماد یقیناً ہے کوئی عاقل خون کے پیاسے دشمن بدخواہ کو معین و ناصر نہ بنائے گا۔ یہاں مساوات کے یہی معنی نہیں کہ ہر طرح قوت میں ہمارا ہم سنگ ہو بلکہ خود سر گروہ کہ ہمارے

---

[*] اعتماد ہر استعانت میں ہے اور یہاں یہ مراد کہ صرف اعتماد ہے استیلاء ان کا نہ اپنا ۱۲ منہ غفرلہ

---

[1] مشکل الآثار للطحاوی باب بیان مشکل ماروی فی الاستعانۃ من الکفار دار صادر بیروت ۲/ ۲۴۰

[2] المعتصر من المختصر فی الاستعانۃ بالمشرک دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ۱/ ۲۲۹

ہاتھ میں مجبور نہیں اور ہمارے ساتھ اظہار بدخواہی کرسکتا ہے' اسی شق میں ہے کہ باوصف خود سری اسے ناصر بنانا بے اعتماد نہ ہوگا، یہ دونوں صورتیں کفار کے ساتھ یقیناً قطعاً نصوص قطعیہ قرآنیہ سے حرام قطعی ہیں جن کی تحریم کو پہلی اور دوسری ذو ہی آیتیں کافی ووافی ہیں ہرگز کوئی مسلمان انھیں حلال نہیں کہہ سکتا۔

استخدام یہ کہ کافر ہم سے دبا ہوا اُس کی چُٹیا ہمارے ہاتھ میں ہو، کسی طرح ہمارے خلاف پر قادر نہ ہو، وہ اگرچہ اپنے کفر کے باعث یقیناً ہمارا بدخواہ ہوگا مگر بے دست وپا ہے ہم سے خوف وطمع رکھتا ہے خوفِ شدید کے باعث اظہار بدخواہی نہ کرسکے گا بلکہ طمع کے سبب مسلمان کے بارے میں نیک رائے ہوگا۔

الحمدللہ! یہ تقریر فقیر غفرلہ القدیر نے تفقہاً لکھی تھی پھر امام شمس الائمہ سرخسی کی شرح سیر صغیر امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ دیکھی عظیم وجلیل تائید ملی، فائدہ خامسہ میں امام طحاوی وعلامہ یوسف حنفی کی عبارتیں سن چکے کہ جواز اُس وقت ہے جب ہمارا ہی حکم غالب ہو اور امام ابوجعفر کا ارشاد کہ ہمیں بلند وبالا ہوں اور وُہ ہمارے تابع۔ یعینہ یہی شرط سیر صغیر میں کہ کتب ظاہر الروایۃ سے ہے امام محمد نے سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ فرمایا:

سألتہ عن المسلمین یستعینون باھل الشرك علی اھل الحرب قال لاباس بذٰلك اذا کان حکم الاسلام ھوالظاھر الغالب[1]۔

میں نے عرض کی کہ مسلمان اگر حربیوں پر مشرکوں سے مدد لیں تو کیسا ہے، فرمایا مضائقہ نہیں بشرطیکہ اسلام ہی کا حکم روشن وزبردست ہو۔

مشرکوں سے ذمّی مراد ہیں کہ اس سے دُو ورق پہلے فرمایا ہے:

لاباس بان یستعین اھل العدل بقوم من اھل البغی واھل الذمۃ علی الخوارج اذا کان حکم اھل العدل ظاھرا[2]۔

اہلِ عدل کا باغیوں اور ذمیوں سے خوارج کے خلاف مدد لینے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ اہلِ عدل کا حکم غالب ہو (ت)

یہاں تو استخدام بتایا تھا مگر اس کی تعلیل وُہ فرمائی جس نے استخدام کی پوری تصویر بھی کھینچ دی اور اس کی نوعیت بھی بتادی کہ کس طرح کا استخدام ہو۔

---

[1] المبسوط للسرخسی باب آخر فی الغنیمۃ دار المعرفۃ بیروت ۱۰/ ۱۳۸

[2] 〃 〃 باب الخوارج 〃 〃 〃 ۱۰/ ۱۳۳

کافر کو کتا بنا کر استعانت جائز ہے جب وہ ہمارے ہاتھ میں کُتّے کی طرح مسخّر ہو ارشاد ہوا:

لان قتالھم بھذہ الصفۃ لاعزاز الدین والاستعانۃ علیھم باھل الشرک کالاستعانۃ بالکلاب[1]

دو ورق پہلے فرمایا:

والاستعانۃ باھل الذمۃ کالاستعانۃ بالکلاب[2]

(یعنی اس لئے کہ جب وہ اس حالت پر ہوں تو ان کا لڑنا ہمارے ہی دین کے اعزاز کو ہوگا اور حربیوں پر ان ذمّی مشرکوں سے استعانت ایسی ہوگی جیسے شکار میں کتوں سے مدد لیتے ہیں دوسرے یہ کہ وہ ہمارے ہاتھ میں کُتّوں کی طرح مسخّر ہوں کہ ان کا فعل ہمارے ہی لئے ہو ہمارے ہی دین کے اعزاز کے واسطے ہو) کُتّے سے شکار میں استعانت کب جائز ہوتی ہے جبکہ وہ وقت شکار سارا کام ہمارے ہی لئے کرے اُس میں سے اپنے واسطے کچھ نہ کرے اگر شکار مارا اور ماشہ بھر اُس کا گوشت کھالیا شکار حرام ہے تو استخدام بتایا اور وہ بھی سب سے ذلیل تر یعنی جیسے کُتّے سے خدمت لیتے ہیں اور شرط فرمادی کہ وہ خودسری سے یکسر نکل کر محض ہمارے لئے آلہ بن گئے ہوں یہ نہ ہوگا مگر اُسی صورت میں کہ ہم نے منقح کی وللہ الحمد۔

ذلیل وقلیل کافروں سے استعانت کی اجازت ہوگی نہ کہ انبوہِ کثیر سے

اقول اور اس کے لئے ضرور ہے کہ وہ معدودے چند ذلیل قلیل ہوں کہ بڑا گروہ ہوا تو ممکن کہ میدان میں پہنچ کر کافروں کا لشکر دیکھ کر شرارت پر آئے اور پھن دکھائے ممکن کہ یہی حکمت ہو کہ روزِ اُحد چھ سو یہود کو واپس فرمادیا کہ یہ بڑا جتھا ہُوا خصوصاً اس حالت میں کہ مسلمان صرف سات سو اور مغلطائی کی روایت میں چھ ہی سو تھے، اور غزوہ خیبر میں حسبِ روایت واقدی صرف دس یہود کو ہمراہی کا حکم فرمایا کہ مسلمان ایک ہزار چار سو تھے

عہ اخرجہ الواقدی فی مغازیہ عنہ واقدی نے اپنے مغازی میں

(باقی بر صفحہ آئندہ)

[1] المبسوط للسرخسی باب آخر فی الغنیمۃ دار المعرفۃ بیروت ۱۰/ ۱۳۸

[2] " " کتاب السیر ۱۰/ ۲۳ باب الخوارج " " " ۱۰/ ۱۳۴

www.alahazratnetwork.org

اور غزوۂ حنین میں تو صفوان جیسے کافر کا ساتھ رہنا اگر مان لیجئے تو کچھ نہ تھے کہ الٰہی لشکر بارہ ہزار تھا جس کی کثرت کا ذکر خود قرآن عظیم میں ہے، اسی طرف اشارہ ہے کہ ہمارے علماء ان مسائل میں ذمی و کافر بصیغہ مفرد لکھتے ہیں نہ بصیغہ جمع۔

استخدام کی چار صورتیں اور ان کے احکام

اب چار صورتیں ہیں:

اوّل اس سے ایسی استعانت جس میں کافر کو رازدار بنانا مطلقاً حرام ہے

وہ ہمارا رازدار و دخیل کار بنے یہ مطلقاً حرام ہے جس کے لئے پہلی آیۂ کریمہ بس ہے، نیز فرماتا ہے جل وعلا:

ام حسبتم ان تترکوا ولما یعلم اللّٰہ الذین جاھدوا منکم ولم یتخذوا من دون اللّٰہ ولا رسولہ ولا المؤمنین ولیجۃ ط واللّٰہ خبیر بما تعملون[1]

کیا اس گھمنڈ میں ہو کہ یونہی چھوڑ دئے جاؤ گے اور ابھی وہ لوگ علانیہ ظاہر نہ ہوئے جو تم میں سے جہاد کریں اور اللہ و رسول و مسلمین کے سوا کسی کو اپنا رازدار و دخیل کار نہ بنائیں اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

www.alahazratnetwork.org

کافروں کو محرری پر نوکر رکھنے کی ممانعت

ولہٰذا حدیث چہارم میں اُن سے مشورہ لینا ناجائز فرمایا، تفسیر کبیر میں کریمۂ اولیٰ کے تحت میں ہے:

ان المسلمین کانوا یشاورونھم فی امورھم ویؤانسونھم لما کان بینھم من الرضاع

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

حرام بن سعد بن محیصۃ قال خرج رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم بعشرۃ من یہود المدینۃ غزا بھم الی خیبر[2] ۱۲ منہ غفرلہ۔

حرام بن سعد بن محیصہ سے راوی کہ انھوں نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ کے دس یہود کو غزوۂ خیبر میں ہمراہ لے گئے۔ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۶

[2] کتاب المغازی للواقدی غزوۂ خیبر منشورات مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت ۲/ ۶۸۴

والحلف ظنا منهم انهم وان خالفوهم فی الدین فهم ینصحون لهم فی اسباب المعاش فنہاھم الله تعالٰی بھٰذہ الاٰیۃ عنہ، فمنع المؤمنین ان یتخذوا بطانۃ من غیر المؤمنین فیکون ذٰلك نھیا عن جمیع الکفار، وقال تعالٰی "یایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء"، ومما یؤکد ذٰلك ماروی انہ قیل لعمر رضی الله تعالٰی عنہ ھٰھنا رجل من اھل الحیرۃ نصرانی لایعرف اقوی حفظا واحسن خطا منہ، فان رأیت ان تتخذہ کاتبا فامتنع عمر من ذٰلك وقال اذن اتخذت بطانۃ من غیر المؤمنین[1]۔

یعنی کچھ مسلمان بعض یہود سے اپنے معاملات میں مشورہ کرتے اور باہم دل بہلاتے کہ کسی سے دودھ کی شرکت تھی کوئی کسی کا حلیف تھا یہ گمان کرتے تھے کہ وہ اگرچہ دین میں ہمارے خلاف ہیں دُنیوی باتوں میں تو ہماری خیر خواہی کریں گے اس آیہ کریمہ میں رب العزت جل وعلا نے انھیں منع فرمادیا اور حکم دیا کہ کسی غیر مسلم کو اپنا رازدار نہ بناؤ، تو یہ نہ صرف یہود بلکہ جملہ کفار سے ممانعت ہُوئی اور اللہ عزوجل نے فرمایا: "اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمن کو یار نہ بناؤ" اور اس کی تائید اُس حدیث سے ہوتی ہے جو امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہُوئی کہ اُن سے عرض کی گئی کہ شہر حیرہ میں ایک نصرانی ہے اُس کا سا حافظ اور عمدہ خط کسی کا معلوم نہیں حضور کی رائے ہو تو ہم اسے محرر بنالیں امیر المومنین نے اسے قبول نہ فرمایا اور ارشاد کیا کہ ایسا ہو تو میں غیر مسلم کو رازدار بنانے والا ٹھہروں گا۔

تفسیر لباب التاویل وغیرہ پارہ ۴ میں ہے:

روی ان ابا موسٰی الاشعری رضی الله تعالٰی عنہ قال قلت لعمر بن الخطاب رضی الله تعالٰی عنہ ان لی کاتبا نصرانیا، فقال مالك ولہ قاتلك الله الا اتخذت حنیفا یعنی مسلما اما سمعت قول الله عزوجل "یایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا الیھود والنصٰری اولیاء" قلت لہ دینہ ولی کتابتہ فقال لا اکرمھم

یعنی ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہوا کہ میں نے امیر المومنین عمر فاروق اعظم سے عرض کی میرا ایک محرر نصرانی ہے فرمایا تجھے اس سے کیا علاقہ خدا تجھے سمجھے کیوں نہ کسی کھرے مسلمان کو محرر بنایا کیا تم نے یہ ارشادِ الٰہی نہ سُنا کہ اے ایمان والو! یہود و نصارٰی کو یار نہ بناؤ، میں نے عرض کی اس کا دین اس کے لئے ہے مجھے تو اس کی محرری سے کام ہے۔ فرمایا میں

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) آیہ لاتتخذوا بطانۃ الخ کے تحت المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۸/ ۲۰۹-۲۱۰

33 اذا اھانھم اللّٰہ ولا اعزھم اذ اذلھم اللّٰہ ولا ادنیھم اذ ابعدھم اللّٰہ قلت انہ لایتم امر البصرۃ الا بہ فقال مات النصرانی والسلام یعنی ھب انہ مات فما تصنع بعدہ فما تعملہ بعد موتہ فاعلہ الاٰن واستغن عنہ بغیرہ من المسلمین۔[1]

کافروں کو گرامی نہ کروں گا جبکہ انھیں اللہ نے خوار کیا نہ انھیں عزت دوں گا جبکہ اللہ نے انھیں ذلیل کیا نہ اُن کو قُرب دُوں گا جبکہ اللہ نے انھیں دُور کیا، میں نے عرض کی بصرہ کا کام بے اس کے پُورا نہ ہوگا، فرمایا مرگیا نصرانی والسلام یعنی فرض کرلو کہ وُہ مرگیا تو اس کے بعد کیا کرو گے جو جب کرو گے اب کرو اور کسی مسلمان کو مقرر کرکے اُس سے بے پروا ہوجاؤ۔

کافر کی تعظیم حرام ہے

دوم اُسے بعض مسلمانوں پر کوئی عہدہ ومنصب دینا جس میں مسلم پر اس کا استعلاء ہو مثلاً مسلمان فوج کے کسی دستے کا افسر بنانا یہ بھی حرام ہے، ابھی امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد سُن چکے کہ اللہ نے انھیں خوار کیا میں گرامی نہ کروں گا اللہ نے انھیں ذلت دی میں عزت نہ دوں گا۔ کُتبِ حدیث میں یوں ہے کہ جب ابو موسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اُسے بحرین پر مقرر کیا امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انھیں فرمان میں لکھا:

لیس لنا ان نأتمنھم وقد خونھم اللّٰہ ولا ان نرفعھم وقد وضعھم اللّٰہ ولا ان نعزھم وقد امرنا بان یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون۔[2]

ہمیں روا نہیں کہ کافروں کو امین بنائیں حالانکہ اللہ تعالٰی انھیں خائن بتاتا ہے، یا ہم انھیں رفعت دیں حالانکہ اللہ سبحٰنہ نے انھیں پستی دی، یا انھیں عزت دیں حالانکہ ہمیں حکم ہے کہ کافر ذلت وخواری کے ساتھ اپنے ہاتھ سے جزیہ پیش کریں۔

درمختار میں ہے:

یمنع من استکتاب ومباشرۃ یکون بھا معظما عند المسلمین، وتمامہ فی الفتح وفی الحاوی ینبغی ان یلازم الصغار بینہ وبین المسلم فی کل شیئ وعلیہ فیمنع من القعود حال قیام المسلم عندہ بحر، ویحرم تعظیمہ۔[3]

---

[1] لباب التاویل (التفسیر الکبیر) زیر آیہ لاتتخذوا الیہود والنصارٰی اولیاء مصطفی البابی مصر ۲/ ۶۲

[2]

[3] الدر المختار فصل فی الجزیۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۲

33
33

یعنی ذمّی کافر کو محرر بنانا یا اور کوئی عمل ایسا سپرد کرنا جس سے مسلمانوں میں اس کی بڑائی ہو جائز نہیں، اس کا پورا بیان فتح القدیر میں ہے، حاوی میں ہے وہ مسلمان کے ساتھ ہر معاملہ میں دبا ہوا ذلیل رہے تو جب تک اس کے پاس کوئی مسلمان کھڑا ہوا سے بیٹھنے نہ دیں گے، یہ بحرالرائق میں ہے، اور اس کی تعظیم حرام ہے۔

ہدایہ میں ہے:

قالوا الاحق ان لا یترکوا ان یرکبوا الا لضرورۃ واذا رکبوا للضرورۃ فلینزلوا فی مجامع المسلمین[1]

علماء نے فرمایا: سزاوار تر یہ ہے کہ انھیں سوار ہونے ہی نہ دیں مگر (مرض وغیرہ کی) ناچاری سے پھر جب مجبوری کو سوار ہوں تو یہ ضرور ہے کہ مسلمانوں کے مجمع میں اُتر لیں۔

بے تعظیمی کے ساتھ بھی کافر سے استعانت صرف وقت حاجت جائز ہے

سوم بے حاجت اُس سے استعانت کرنا یہ بھی ناجائز ہے، تو دفتوائے شائع کردہ لیڈران میں دُرمختار سے ہے:

مفادہ جواز الاستعانۃ بالکافر عند الحاجۃ[2]

اس عبارت سے سمجھا گیا کہ حاجت کے وقت کافر (ذمی) سے استعانت جائز ہے۔

اُسی میں ردالمحتار سے ہے:

اما بدونھا فلا لانہ لایؤمن غدرہ[3]

حاجت نہ ہو تو جائز نہیں کہ کچھ اطمینان نہیں کہ وہ بدعہدی نہ کرے گا۔

کافر سے صرف اس صورت کی استعانت جائز ہے

چہارم اب ایک صورت یہ رہی کہ دَبے ہوئے مقہور کافر سے بشرط حاجت ایسی استعانت جس میں نہ اسے رازدار و دخیل کار بنانا ہو نہ کسی مسلمان پر اس کا استعلا ہو تو یہ وہ جس کی ہمارے علماء اور امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہم نے رخصت

---

[1] الہدایۃ باب الجزیۃ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/۵۸۰
[2] الدرالمختار فصل فی کیفیۃ القسمۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۴۳
[3] ردالمحتار " " " مکتبہ ماجدہ کوئٹہ ۳/۲۵۷

دی ہجیلی دو قیدیں تو منتظرِ ثبوت بلکہ محتاجِ بیان بھی نہیں دینِ متین سے ضرورۃً معلوم ہیں جن کا کچھ بیان ابھی گزرا، تو ان کی نظیر نماز کے لئے شرطِ وضو ہے کسی نماز کا مسئلہ بتایئے تو یہ کہنا کچھ ضرور نہیں کہ بشرطیکہ باوضو پڑھی جائے، رہیں پہلی دو، وہ ہمارے ائمہ کی طرح امام شافعی نے بھی بتائیں۔

امام اجل ابو زکریا نووی شافعی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں:

قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فارجع فلن استعین بمشرک، وقد جاء فی الحدیث الاٰخر ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم استعان بصفوان بن امیۃ قبل اسلامہ فاخذ طائفۃ من العلماء بالحدیث الاول علی اطلاقہ، وقال الشافعی و اٰخرون ان کان الکافر حسن الرأی فی المسلمین ودعت الحاجۃ الی الاستعانۃ بہ استعین بہ والا فیکرہ، حمل الحدیثین علی ھٰذین الحالین[1]۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد کہ واپس جا ہم ہرگز کسی مشرک سے استعانت نہ کریں گے، اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صفوان بن امیہ سے اس حال میں امداد لی کہ وہ ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے تو ایک جماعتِ علماء نے پہلی حدیث کا مطلق حکم اختیار کیا اور شافعی اور کچھ اوروں نے کہا کافر اگر مسلمانوں کے حق میں نیک رائے رکھتا ہو اور اس سے استعانت کی حاجت پڑے تو استعانت کی جائے ورنہ منع ہے۔ امام شافعی نے ان دونوں حدیثوں کو ان دونوں حالوں پر محمول کیا۔

شرط حاجت تو صاف ذکر فرمائی اور شرط اول کا یوں اشعار کیا کہ کسی کافر کی رائے مسلمانوں کے بارے میں اچھی ہو تو اس سے استعانت جائز ہے، اسی شرط کو حازمی شافعی نے یوں ذکر کیا:

والثانی ان یکونوا ممن یوثق بھم فلا تخشٰی نائرتھم فمتی فقد ھٰذان الشرطان لم یجز للامام ان یستعین بھم[2]۔

یعنی حاجت کے ساتھ دوسری شرط یہ ہے کہ ان کافروں پر وثوق ہو کہ ان کی شرارت کا اندیشہ نہ رہے ان دونوں شرطوں میں سے کوئی کم ہوگی تو سلطانِ اسلام کو کافروں سے استعانت جائز نہ ہوگی۔

اقول اللہ عزوجل فرماتا ہے: اور اللہ سب سے زیادہ سچا ہے لا یألونکم

---

[1] شرح صحیح مسلم مع مسلم کتاب الجہاد والسیر کراہیۃ الاستعانۃ فی الغزو بکافرالخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۱۸

[2] الناسخ والمنسوخ للحازمی

alahazratnetwork.org

خبالا ودوا ماعنتم[1] کافر تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے تمہارا مشقت میں پڑنا ان کی دلی تمنا ہے، تو محال ہے کہ خودسر کافر مسلمانوں کے لئے کوئی اچھی رائے رکھیں اُن کی خیرخواہی پر وثوق ہو سکے اُن کا خودسر کافر ہونا ہی اُن پر بے اطمینانی کا پورا موجب ہے، محقق علی الاطلاق فتح القدیر باب الموادعۃ میں فرماتے ہیں:

لعل خوف الخیانۃ لانہ مر للعلم بکفرھم و کونھم حربا علینا[2]

امید یہ ہے کہ خوفِ خیانت آپ ہی لازم ہے کہ اُن کا کافر اور ہم سے مقاتل ہونا معلوم ہے۔

تو مسلمانوں کے خیرخواہ و قابلِ وثوق نہیں ہو سکتے مگر معدود چند ذلیل قلیل مجبور مقہور کافر جن کو سرکشی کی مجال نہیں ولہذا تمام علماء نے مسئلہ رضخ کو ذمی کے ساتھ مقید فرمایا اور اُسے بصیغہ مفرد ذکر کیا۔

ثم اقول ان شروط و قیود سے مشروط استعانت[عہ] نہ اُن کو رازدار و دخیل کار بنانا ہے کہ آیت اولٰی کے خلاف ہو، نہ اُن سے عزت چاہنا کہ آیت دوم کے مخالف ہو، ذلیل قلیل سے کون عزت چاہے گا، نہ اُسے کوئی ولی و نصیر بنانا کہے گا کہ باقی آیات کے خلاف ہو، یہ استعانت اگر ایسی نہیں جیسے کتبت بالقلم (میں نے قلم کی مدد سے لکھا۔ ت) یعنی تو ایسی ضرور ہے جیسے لوگ چماروں کو پکڑ کر بیگار لیتے ہیں بلکہ جب اُنھیں کچھ مال دیا جاتا ہے تو ایسی جیسے چمار کو پیسہ دے کر جوتا گٹھوا لینا، کیا اسے کوئی کہے گا کہ چمار کو ولی و ناصر بنایا۔ لاجرم کلماتِ علماء مخالف آیات نہ ہوئے وللہ الحمد۔ ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق۔

لیڈروں نے احکامِ شریعت کو کیسے بدلا

فائدہ سابعہ: یہ تھا حکمِ شرعی جس کی تحقیق و تنقیح بحمدہ تعالٰی اُس وجہ جلیل پر ہوئی کہ ان سطور کے غیر میں نہ ملے گی، اب لیڈران اپنی تحریفیں دیکھیں احکامِ دین کو کتنا کتنا بدلا، شرعی مسئلہ کیسا کیسا مسلا۔

اوّلاً ذکر تھا ذمی کا، لے دوڑے حربی۔

ثانیاً بروایت امام طحاوی حضرت امام اعظم و امام ابویوسف و امام محمد جملہ ائمہ حنفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک جواز کتابی سے خاص تھا، لے دوڑے مشرک۔

عہ: دربارہ استعانت احکامِ شریعت تو یہ تھے۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸

[2] فتح القدیر باب الموادعۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۲۰۶

ثالثاً جواز باجماع قائلین حاجت سے مقید تھا اور یہ خود اپنا جرم قبولے کہ ہم کو احتیاج نے اتحاد برادران ہند کی جانب مائل نہیں کیا۔[ع۱]

رابعاً انھیں رازدار و دخیل کار بنانا حرام قطعی تھا یہ اس سے بھی بدرجہا بڑھ کر قطعی تھا یہ اُس سے بھی بدرجہا بڑھ کر اُن کے ہاتھ بک گئے انھیں اپنا امام و پیشوا بنا لیا اُن کو[ع۲] اپنا رہنما بنا لیا ہے جو۔ کہتے ہیں "وہی مانتا ہوں میرا حال تو سر دست اس شعر کے موافق ہے": ؎

عمرے کہ بآیات و احادیث گزشت

رفتی و نثار بت پرستی کردی

(وہ عمر کہ آیات و احادیث کے ساتھ گزری ختم ہو گئی، اور بت پرستی کی نذر کر دی۔ت)

کذٰلک یطبع اللّٰہ علی کل قلب متکبر جبار[۱] — اللہ یونہی چھاپ لگا دیتا ہے ہر مغرور ستمگر کے دل پر۔

خامساً اُن کی تعظیم، اُنھیں مسلمانوں پر استعلاء دینا حرام قطعی تھا اُنھوں نے صرف ظاہری سجدہ کسی مصلحت سے بچا رکھا باقی کوئی دقیقہ مشرکوں کی تعظیم و اعلاء میں نہ چھوڑا مسلمان کہلانے والوں نے ان کی جئیں پکاریں،[ع۳] بیل بن کر گو پیڑوں کی گاڑیاں کھینچیں، اُن کی مدح میں غلو و اغراق کئے حتی کہ گاندھی کو کہہ بھاگے کہ:

"خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست"[ع۴]

(تیری تعریف سے خاموش رہنا تیری تعریف کی انتہا ہے۔ت)

"نبوت[ع۵] ختم نہ ہوتی تو گاندھی جی نبی ہوتے ایک[ع۶] متسلّد ہزاروں کے مجمع میں اسٹیج پر چہکتا ہے کہ "اللہ تعالٰی نے اُن کو (گاندھی کی طرف اشارہ کرکے کہا) تمھارے لئے مذکر بنا کر بھیجا ہے"۔

ع۱ خطبۂ صدارت مولوی عبدالباری ص ۵ - ۱۲ حشمت علی غفرلہ

ع۲ خط مولوی عبدالباری صاحب جس کا فوٹو حسن نظامی نے چھاپا - ۱۲ حشمت علی عفی عنہ

ع۳ انجمن اسلامیہ بریلی کی طرف سے گاندھی کا سپاسنامہ شعر ۱۸ - ۱۲ حشمت علی

ع۴ تقریر ظفر الملک در رفاہِ عام لکھنؤ "اگر نبوت ختم نہ ہو گئی ہوتی تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے"۔ اخبار اتفاق دہلی ۲۷ اکتوبر و دبدبہ سکندری یکم نومبر و پیسہ اخبار ۱۸ نومبر ۱۲ حشمت علی

ع۵ تقریر عبدالماجد بدایونی جلسہ جمعیۃ العلماء ہند دہلی فتح اخبار دہلی جلد ۲ نمبر ۲۴۲ - ۱۲ حشمت علی عفی عنہ

۱؎ القرآن الکریم ۴۰/ ۳۵

خطبۂ جمعہ میں گاندھی کی تعریف داخل کرنے کا رد

دوسرا جمعہ[1] کا خطبہ اُردو میں پڑھتا ہے، نہیں نہیں خطبہ کی جگہ لیکچر دیتا ہے اور اس میں خلفائے راشدین وحسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بدلے گاندھی کی مدح مقدس ذات ستودہ صفات[2] وغیرہا لفاظیوں کے ساتھ گاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: انما المشرکون نجس[1] مشرک تو نہیں مگر ناپاک، یہ کہیں مقدس ذات۔ اللہ فرماتا ہے: اولٰئک ھم شر البریۃ[2] وہ تمام مخلوق سے بدتر ہیں، یہ کہیں ستودہ صفات۔ غرض خطبۂ جمعہ کیا تھا قرآن عظیم کا رد تھا۔ آج خطبۂ جمعہ میں یہ ہُوا کل نمازمیں اھدنا الصراط المستقیم کی جگہ اھدنا الصراط الگاندھی پڑھیں گے اور کیوں نہ پڑھیں جسے جانیں کہ اس مقدس ذات ستودہ صفات کو اللہ تعالیٰ نے مذکّر بنا کر مبعوث فرمایا ہے اس کی راہ آپ ہی طلب کیا چاہیں اور بالفرض یہ تبدیل نہ کریں تو صراط الذین انعمت علیھم میں تو گاندھی کو ضرور داخل مان چکے، اللہ جسے مقدس ذات ستودہ صفات کرے اور خلق کے لئے مذکّر بنا کر بھیجے اُس پر انعام الٰہی تام وکامل ہے۔ الذین انعم اللہ علیھم[3] (وہ جن پر اللہ نے احسان کیا) کا بیان قرآن کریم نے من النبیین والصدیقین والشھداء والصٰلحین[4] (وہ کون ہیں نبی اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ) فرمایا ہے۔ یہ سب مقدس ذات ستودہ صفات ہیں مگر لاکھوں شہداء وصالحین کو اللہ تعالیٰ نے مذکّر بنا کر مبعوث نہ فرمایا تو گاندھی جی اول نمبر کے انعمت علیھم ہوئے مگر قرآن تو کفار پر اپنا غضب اور لعنت بتاتا اور انھیں ہر مخلوق سے بدتر ہر ذلیل سے ذلیل تر فرماتا ہے اگر اس کا نام انعام ہے تو ضرور کفار سے بڑھ کر کوئی انعمت علیھم نہیں۔ قاتلھم اللہ انّٰی یؤفکون[5] (اللہ انہیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ ت) مشرک کو مسجد جامع میں مسلمانوں کا واعظ بنایا جاتا ہے ہزارہا مسلمانوں سے اُونچا کھڑا کرکے مسندِ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر جمایا جاتا ہے کیا مسلا استغاثت

عـہ۱ اخبار مشرق گورکھپور ۱۳ جنوری ۲۱ء وعینی شہادت مولوی احمد مختار صاحب صدیقی میرٹھی رکن خلافت کمیٹی ۱۲ حشمت علی

عـہ۲ یہ مولوی صاحب شاہد عینی کا بیان ہے اور اخبار مشرق میں مقدس ذات پاکیزہ خیالات ہے ۱۲ حشمت علی

---

[1] القرآن الکریم ۹/۲۸ — [2] القرآن الکریم ۹۸/۶

[3] القرآن الکریم ۴/۶۹ — [4] القرآن الکریم ۴/۶۹

[5] القرآن الکریم ۹/۳۰ و ۶۳/۴

کا یہ مطلب تھا کیا درمختار میں اس کا جواز لکھا تھا اجازت تھی تو استخدام کی، وہ بھی ایسا جیسے کتے سے جو پورا مسخر ہو لیا ہو، تم نے الٹی خدمت گاری بلکہ غلامی کی وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1] (اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ ت)

سادساً مشرکوں پر اعتماد حرام قطعی بلکہ تکذیب کلام الٰہی تھا جس کا بیان زیر آیت اولیٰ گزرا انھوں نے اعتماد درکنار قطعاً التجا کی، التجا و اعتماد کے جو معنی گزرے ان کے آئینہ میں ان کی صورتیں منقوش دیکھ لیجئے ۲۲ کروڑ ہندوؤں کو اپنا یار و یاور بنانا کیا دلی خیرخواہی پر پورے اعتماد کے بغیر ممکن ہے، بداہت عقل کو مکرائیے تو لیڈران کے گیت سن لیجئے جو مشرکین کو اپنا دلی خیرخواہ سمجھے کے گئے ہیں "ان[ع۱] کی ہمدردی ہماری مصیبت کے وقت ظاہر ہوئی جس وقت کلمہ گو بھی معاونت حق سے گریزاں تھے ان کا دست اتحاد ہماری طرف بڑھا جب یار اغیار ہو گئے ہیں برادران وطن کو ان کی ہمدردی کی اجرت دے کر ان کے مرتبہ کو گھٹانا نہیں چاہتا وہ بہادر قوم ہماری مصیبت کے وقت خلوص کے ساتھ ہمدردی کر کے ہم کو اپنا دلی دوست بنانا چاہتی ہے نہ ہماری لفظی شکرگزاری کی محتاج ہے ہمارے دل میں ان کے اخلاص[ع۲] نے گھر کر لیا ہے"، دیکھئے کیسی دل کھول کر قرآن کی تکذیبیں کیں اب اتنا مسلمان دیکھ لیں گے کہ یہ سچے یا اللہ واحد قہار سچا کہ لایالونکم خبالاً[2] وہ تمھاری بدخواہی میں گئی نہ کریں گے قل صدق اللہ وما للظّلمین من انصار[3]۔

دربارہ استعانت فتویٰ میں لیڈران کی موت[ع۳]

سابعاً سب جانے دو اتنا تو مفتی لیڈران کو بھی مسلم کہ اگر ان کی طرف حاجت پڑے اور ان سے غدر کا امن ہو تو استعانت درست یعنی حاجت نہ ہو تو حرام اور ان کے غدر سے

ع۱ خطبۂ صدارت مولوی عبدالباری صاحب ص ۵ و ۶۔ ۱۲ حشمت علی لکھنوی عفی عنہ

ع۲ رسالہ قربانی گاؤ مولوی عبدالباری ۱۲ حشمت علی عفی عنہ

ع۳ دربارۂ استعانت جو فتویٰ شاہجہانپور لیڈران نے شائع کیا اُس میں خود اُن کی موت ہے مگر لیڈران کو نہیں سوجھتی۔

---

۱ القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷ ۲ القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸

۳ " ۲/ ۲۷۰

امن نہ ہو تو حرام حاجت کا انکار خود لیڈران کو ہے اور ان کے غدر سے امن پر کیا دلیل قائم کرلی، کیا نرا وعدہ۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

وما یعدھم الشیطٰن الا غرورا [1] شیطان تو انھیں وعدہ نہیں دیتا مگر فریب سے۔

یا انھوں نے تمھارے خیر خواہ بنے رہنے کی قسمیں کھائی ہیں، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، انھم لا ایمان لھم [2] ان کی قسمیں کچھ نہیں، یا تمھیں وحی آئی کہ یہ جانی دشمن یہ دینی اعدا یہ خونخوار بدخواہ یہ کبھی دغا نہ کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

ومن اظلم ممن افترٰی علی اللہ کذبا او قال اوحی الیّ ولم یوح الیہ شیٔ [3] اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا کہے مجھے وحی ہوئی حالانکہ اُسے کچھ بھی وحی نہ ہوئی۔

اُن کے غدر سے امن کی تو ایک وہی صورت تھی کہ وُہ ایسے ذلیل وقلیل ہمارے ہاتھ میں مجبور و مقہور رہوں کہ سرتابی کی قدرت ہی نہ رکھیں، کیا یہ ۲۳ کروڑ ہندو تمھارے ہاتھ میں ایسے ہی ہیں، جھوٹ جھوٹ جھوٹ اور پورے ۲۳ کروڑ جھوٹ۔ دیکھو تمھارے ہی شائع کردہ فتوے نے تمھیں کہاں تک پہنچا دیا اور اس استعانت میں تم پر فرد قرار داد جرم لگا کر مرتکب حرام ٹھہرا دیا احمق اُسے شائع کرتے اور اپنی سند ٹھہراتے ہیں اور نہیں جانتے کہ وُہ انھیں پر رد ہے، ہمارے دوست مفتی صاحب نے مروان کے خفیہ خط کی طرح ملتمس کا سا صحیفہ اُن کے ہاتھ میں دے دیا جس میں اُن کی موت ہے اور یہ خوشی لئے پھرتے ہیں، نہیں نہیں نرے ناسمجھ نہیں سمجھتے ہیں مگر مقصود ہی دین کو بدلنا احکام کو کچلنا، عوام کو چھلنا ہے، جاہل بیچارے اتنا دیکھ لیں گے کہ دیکھو جی انہی نے لکھا ہے اب اتنی سمجھ کسے کہ جسے جائز لکھا ہے لیڈران کی استعانت کو اُس سے مس نہیں اور اُن کی جو استعانت ہے فتوے میں ہرگز اُسے جائز نہ لکھا بلکہ صاف عدم جواز کا اشعار کیا

مفتیوں کو ہدایت ہاں جب مفتی کو واقعہ معلوم تو فتویٰ اگرچہ بجائے خود صحت سے موسوم ایسا غلط انگیز لکھنا مذموم جسے اہلِ باطل اپنے باطل پر ڈھالیں اور اس سے

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۰
[2] ؍؍ ۹/ ۱۲
[3] ؍؍ ۶/ ۹۳

اپنی تقویت کی راہ نکالیں یہ سمجھ لینا کہ فتوے کا مفہوم مخالف یہ ہے اور اُن کے غدر سے امن کی صورت یہاں متصور نہیں عوام جاہلوں کو میسر نہیں۔ عقود الدریہ میں ہے:

اذا علم المفتی حقیقۃ الامر ینبغی لہ ان لایکتب للسائل لئلا یکون معینا لہ علی الباطل[1]

مفتی کو جب اصل واقعہ معلوم ہو تو اسے سزاوار نہیں کہ سائل کو اُس کے سوال کے موافق فتوٰی لکھ دے تاکہ باطل پر اس کا مددگار نہ ہو۔

اسی میں اپنے شیخ المشائخ شیخ عبدالقادر صفوری سے ہے:

ان بعض المبطلین اذا صار بیدہ فتوی صال بھا علی خصمہ وقال المفتی افتی لی علیك بکذا و الجاھل او ضعیف الحال لایمکنہ منازعتہ فی کون نصہ مطابقا اولا[2]

بعض اہلِ باطل کے ہاتھ میں جب فتوٰی آجاتا ہے اپنے فریق پر اُس سے حملہ کرتا ہے اور کہتا ہے مفتی نے میرے لئے تجھ پر فتوٰی دیا ہے اور بے علم یا کمزور اس سے یہ بحث نہیں کرسکتا کہ اس کی عبارت صورت واقعہ سے مطابق بھی ہے یا نہیں۔

مولٰی تعالٰی ہمیں اور ہمارے احباب کو باطل و اعانت باطل و اختلاط اہلِ باطل سے بچائے اور حق پر استقامتِ تام عطا فرمائے والحمدللہ رب العالمین۔

مساجد میں مشرک کے لے جانے کا رَد

(۱۰) لیڈران نے شریعتِ مطہرہ پر ایسے ہی شدید ظلم مسئلہ دخول کافر بمسجد میں کئے ہیں۔

اوّلاً یہ مسئلہ تمام متون مثل تحفۃ الفقہاء و ہدایہ و وقایہ و کنز و وافی و مختار و اصلاح و غرر و ملتقی و تنویر اور ان کے سوا محیط سرخسی و اشباہ و النظائر و وجیز کردری و خزانۃ المفتین و فتاوٰی ہندیہ سب میں ذمی کے ساتھ مقید ہے فتوائے شائع کردہ لیڈران نے بھی یہاں عبارت درمختار میں گنجائش نہ پائی یونہی نقل کرنی پڑی کہ جاز دخول الذمی مسجدًا[3] ذمی کا مسجد میں جانا جائز ہے۔

سب سے اجل و اعظم خود محرر مذہب امام محمد کا جامع صغیر میں ارشاد ہے، محمد عن یعقوب عن ابی حنیفۃ لاباس بان یدخل اھل الذمۃ المسجد الحرام[4] یعنی امام محمد امام ابویوسف سے راوی

---

[1] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ قبیل کتاب الطہارۃ حاجی عبدالغفار پسران قندھار افغانستان ۱/ ۳

[2] " " " " " " ۱/ ۳

[3] الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۶

[4] جامع الصغیر مسائل من کتاب الکراہیۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ص ۱۵۲

کہ امام اعظم نے فرمایا رضی اللہ تعالیٰ عنہم ذمیوں کا مسجد حرام میں جانا مضائقہ نہیں" ذمی مراد ہو اور کافر سے تعبیر کریں کیا بعید ہے ذمی بھی کافر ہی ہے اطلاق کی سندیں اُوپر گزریں کہ اراد بالکافر الذمی کافر سے ذمی مراد ہے۔ یونہی مستامن مراد ہو اور حربی سے تعبیر کریں کیا عجب ہے مستامن بھی حربی ہے اطلاق کی سند محیط و عالمگیریہ سے گزری کہ اراد بالمحارب المستامن حربی سے مستامن مراد ہے۔ مگر ذمی بولیں اور اُس سے حربی بھی مراد ہو یہ کس طرح معقول کہ اب تخصیص ذمی محض بے معنی و موجب غلط فہمی ہوگی کہ حربی ہرگز معنیٰ ذمی میں نہیں، لاجرم علامہ سید احمد طحطاوی و علامہ سید محمد شامی محشیانِ درمختار کو اس میں تردد ہُوا کہ مستامن کے لئے بھی جواز ہے یا نہیں، پھر اس پر استدلال علماء بالحدیث سے سند لاکر بھی جزم نہ کیا اور کتب سے تحقیق کرنے کا حکم دیا دونوں کتابوں کی عبارت یہ ہے:

انظر ھل المستامن و رسول اھل الحرب مثلہ و مقتضی استدلالھم علی الجواز بانزال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وفد ثقیف فی المسجد بجوازہ و یحرر۔[1]

غور طلب ہے کہ مستامن اور حربیوں کا ایلچی بھی ذکہ وُہ بھی مستامن ہوتا ہے، اس حکم میں ذمیوں کے مثل ہے یا نہیں، علماء کہ جواز پر اس سے دلیل لائے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وفد ثقیف کو مسجد شریف میں اتارا یہ مستامن کے لئے جواز چاہتا ہے بات ہنوز تحقیق طلب ہے۔

اقول مستامن کے لئے خود قرآن عظیم سے اشارہ نکال سکتے ہیں کہ،

ان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ مامنہ۔[2]

اے محبوب! اگر کوئی مشرک تم سے پناہ چاہے تو اُسے پناہ دو کہ اللہ کا کلام سُنے پھر اُسے اس کی امن کی جگہ پہنچادو۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے کوئی مجلس نہ تھی سوا مسجد کریم کے، ولہذا وفود یہیں حاضر ہوتے اور اس میں متون کا خلاف نہیں، ہدایہ سے گزرا کہ مستامن جب تک دارالاسلام میں ہے بمنزلہ ذمی ہے ذمہ موبدہ و موقتہ دونوں طرح ہوتا ہے، کافی امام نسفی فصل امان میں ہے،

المراد بالذمۃ العھد موقتا کان او مؤبدا و ذلک الامان و عقد الذمۃ۔[3]

ذمہ سے عہد مراد ہے ایک میعاد معیّن تک ہو یا ہمیشہ کے لئے، یہ امان وعقد ذمہ ہے۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ ۵/۲۴۸

[2] القرآن الکریم ۹/۶ [3] کافی للنسفی

یہی کہہ سکتے ہیں کہ ذمی و حربی برابر ہیں یعنی مستامن کہ اُس کے لئے بھی ایک وقت تک ذمہ ہے بالجملہ جواز خاص ذمی کے لئے تھا اور یہ حربی لے دوڑے۔

ثانیاً یہاں بھی امام بدرالدین محمود عینی وغیرہ اکابر کی روایت یہ ہے کہ ہمارے امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب میں ذمیوں میں بھی جواز صرف کتابی کے لئے ہے یہ مشرک حربی لے دوڑے۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے:

قال ابوحنیفۃ یجوز للکتابی دون غیرہ واحتج بمارواہ احمد فی مسندہ بسند

امام ابوحنیفہ نے فرمایا مسجد میں کتابی (ذمی) کا آنا جائز ہے اور کفار کا نہیں اور امام اس پر اس

عہ قول الامام العینی بسند جید اقول ای علی اصولنا و مالنا ان نترک اصولنا الی اصول المحدثین فضلا عن قول عالم متاخر شافعی فلا علیک مما فی التقریب وذلک ان مخرجہ اشعث بن سوار عن الحسن عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ واشعث من شیوخ شعبۃ والثوری ویزید بن ھارون وغیرھم من الاجلاء وانتقاء شعبۃ فی من یاخذ عنہ معلوم قال الذھبی وحدث عن اشعث لجلالتہ من شیوخہ ابو اسحٰق السبیعی[1] اھ وقد قال سفیٰن اشعث اثبت من مجالد وقال ابن مھدی ھو ارفع من مجالد ومجالد من رجال صحیح مسلم وقال ابن معین اشعث احب الی من

امام عینی کا قول "جید سند سے" اقول (میں کہتا ہوں) کہ یہ سند ہمارے قاعدہ پر جید ہے اور ہم محدثین کے اصول کی خاطر اپنے اصول نہ چھوڑیں گے چہ جائیکہ ایک متاخر شافعی عالم کے قول کی خاطر چھوڑیں تو تقریب میں مذکور بیان تمہارے خلاف نہیں ہے یہ اس لئے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بواسطہ حسن اس حدیث کی تخریج کرنے والے اشعث بن سوار ہیں جبکہ اشعث، شعبہ، ثوری، یزید بن ہارون وغیرہم کے اکابر شیوخ میں سے ہیں اور شعبہ کا انتخاب ان میں جن سے اس نے روایت کی ہے وہ معروف ہے ذہبی نے کہا اشعث کی جلالت شان کی وجہ سے اس کے شیوخ میں سے ابواسحٰق سبیعی نے اس سے حدیث روایت کی ہے۔ اھ اور سفیان نے کہا کہ اشعث مجالد کی نسبت زیادہ قوی ہے، اور ابن مہدی نے کہا وہ مجالد سے بلند تر ہے جبکہ مجالد صحیح مسلم کے راویوں میں شمار ہیں اور

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۹۹۶ اشعث بن سوار دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۶۴

جید عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایدخل مسجد ناھذا بعد عامنا ھذا

حدیث سے سند لائے جو امام احمد نے اپنی مسند میں کھری اسناد کے ساتھ جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اسمٰعیل بن مسلم، وقال الامام احمد و العجلی ھو امثل فی الحدیث من محمد بن سالم وروی ابن الدورقی عن ابن معین انہ ثقۃ وقال عثمٰن بن ابی شیبۃ صدوق وذکرہ ابن شاھین فی الثقات وقال ابن عدی لم اجد لہ فیما یرویہ متنا منکرا وقال البزار لانعلم احدا ترك حدیثہ الا من ھو قلیل المعرفۃ واختلاف قول ابن معین فی رجل یکون انہ دون الثقۃ وفوق الضعیف وھذا ھو شرط الحسن قال الذھبی فی محمد بن حفصۃ فیہ شیئ ولھذا وثقہ ابن معین مرۃ وقال مرۃ صالح ومرۃ لیس بالقوی ومرۃ ضعیف اھ[1] ومحمد ھذا من رجال الصحیحین، وبالجملۃ وقد وثق اشعث ولم یرم بقادح قط بل لیس فیہ جرح مفسر اصلا فحدیثہ حسن ولا شك لاجرم ان حکم العینی علی اسنادہ انہ جید حق واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ

ابن معین نے کہا میرے نزدیک اشعث زیادہ محبوب ہیں اسمٰعیل بن مسلم سے، اور امام احمد اور عجلی نے کہا وہ محمد بن سالم سے حدیث میں زیادہ مقبول ہے اور ابن دورقی نے ابن معین سے روایت کی کہ اشعث ثقہ ہے، اور عثمان نے کہا وہ نہایت صادق ہے، ابن شاہین نے اس کو ثقہ لوگوں میں ذکر کیا، اور ابن عدی نے کہا میں نے اس کے روایت کردہ متن کو منکر نہیں پایا، اور بزار نے کہا کہ اس کی مروی حدیث کو ترک کرنے والا صرف وہی ہے جو خود معرفت میں کمزور ہے اور ابن معین کا اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے جو ثقہ نہ ہو اور ضعف سے بالاتر ہو اور یہی حدیث حسن کی شرط ہے۔ ذہبی نے محمد بن حفصہ کے متعلق کہا کہ اس میں کچھ ضعف ہے اسی لئے ابن معین نے کبھی اس کی توثیق کی اور کبھی صالح کہا اور کبھی لیس قوی کہا اور کبھی ضعیف کہا اھ، اور یہ محمد نامی صحیحین کے رجال میں ہے، خلاصہ یہ کہ اشعث کی توثیق کی گئی اور کسی اعتراض کا نشانہ ہرگز نہیں بنایا گیا بلکہ کوئی مفسر جرح اس پر قطعًا نہ ہوئی لہذا اس کی حدیث حسن ہے تو بیشک لازمی طور پر عینی کا اسکی سند کو جید کہنا حق ہے، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] میزان الاعتدال للذہبی ترجمہ ۷۴۲۹ محمد ابن ابی حفصہ دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۵۲۵

www.alahazratnetwork.org

مشرك الا اھل العھد وخدمھم[1] | فرمایا اس سال کے بعد ہماری اس مسجد میں کوئی مشرک آنے پائے سوا ذمیوں اور اُن کے غلاموں کے۔

غمز العیون والبصائر میں ہے:

لایمنع من دخول المسجد الذمی الکتابی بخلاف غیرہ واحتج الامام رحمہ اللہ لہ بما رواہ احمد عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ[2] | ذمی کتابی کو مسجد میں آنے سے نہ روکا جائیگا بخلاف اور کافر کے اور اس پر امام اعظم اُس حدیث سے سند لائے جو امام احمد نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔

غایۃ البیان علامہ اتقانی کتاب القضاء میں ہے:

قال شمس الائمۃ السرخسی فی شرح ادب القاضی وقد ذکر فی السیر الکبیر ان المشرك یمنع من دخول المسجد عملا بقولہ تعالٰی انما المشرکون نجس[3] | امام شمس الائمہ سرخسی نے شرح ادب القاضی میں فرمایا کہ امام محمد نے سیر کبیر میں فرمایا کہ مشرکوں کو مسجد میں نہ آنے دیا جائے گا اس ارشادِ الٰہی پر عمل کے لئے کہ مشرک نرے ناپاک ہیں۔

اگر کہئے حدیث میں تو مطلق ذمی کا استثناء فرمایا کتابی کی تخصیص کہاں ہے **اقول** (میں کہتا ہوں۔ت) مشرکین عرب کو ذمی بنانا روا نہ تھا اُن پر صرف دو حکم تھے اسلام لائیں ورنہ تلوار، تو وہاں ذمی نہ تھے مگر کتابی، تو استثناء منقطع ہے بلکہ ہم نے مسند میں دیکھا اواخر مسند جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ میں حدیث اس طرح ہے کہ مذکور ہوئی اور اُس سے ۲۷ ورق پہلے یوں ہے:

لایدخل مسجدنا ھذا مشرك بعد عامنا ھذا غیر اھل الکتاب وخدمھم[4] | اس سال کے بعد ہماری اس مسجد میں کوئی مشرک نہ آنے پائے، سوائے کتابی اور ان کے غلام کے۔

تو یہاں خود کتابی کی تصریح ہے۔

---

[1] عمدۃ القاری باب الاغتسال اذا اسلم ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۴/ ۲۳۶
[2] غمز العیون والبصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الثالث احکام الذمی ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۱۴۶
[3] غایۃ البیان کتاب القضاء
[4] مسند احمد بن حنبل مروی از جابر رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۳/ ۳۳۹

ثالثاً، اقول (میں کہتا ہوں۔ت) للہ الحمد اس حدیث حسن نے صاف ارشاد فرمادیا کہ اس سے پہلے جو کسی مشرک یا کافر غیر ذمی کے لئے اجازت تھی منسوخ ہوگئی کہ فرمایا "بعد عامنا ھذا" (اس سال کے بعد کوئی مشرک مسجد میں نہ آنے پائے سوا ذمیوں کے)۔ مخالفین جتنی روایات پیش کریں اُن کے ذمہ لازم ہے کہ اُس واقعہ کے اس ارشاد کے بعد ہونے کا ثبوت دیں ورنہ سب جوابوں سے قطع نظر ایک سیدھا سا یہی جواب بس ہے کہ وہ منسوخ ہوچکا اور وہ ہرگز اس کا ثبوت نہیں دے سکتے "خصوصاً بعد عامنا ھذا کا لفظ ارشاد فرمارہا ہے کہ یہ ارشاد بعد نزول سورۂ برات ہے غالباً اُس کا یہ لفظ پاک ارشادِ الٰہی انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا[1] (مشرک نرے ناپاک ہیں تو اس برس کے بعد وہ مسجد حرام کے پاس نہ آنے پائیں۔ت) سے ماخوذ ہے، تو پہلے کے وقائع پیش کرنا محض نادانی لیکن لیڈران تو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر منسوخات ہی پر عمل کررہے ہیں کہ اس میں اپنا بچاؤ دیکھتے ہیں وخسر ھنالک المبطلون[2] (اور باطل والوں کا وہاں خسارہ۔ت)

لیڈران کی بہی خواہیِ اسلام

رابعاً یہ بھی اختلاف احوال زمانہ و عادات قوم کو ہمیشہ مسائل تعظیم و توہین میں دخل تام ہے پھر غیر اسلامی سلطنت اور کافروں کی کثرت میں اس کی اجازت اور اس کی اشاعت اور مساجد کو پامالی کفار کے لئے وقف کرنا کس قدر بہی خواہیِ اسلام ہے ؎

www.alahazratnetwork.org

اے راہ روِ پشت بمنزل ہشدار

(اے منزل کی طرف پشت کرکے چلنے والے! ہوش کر۔ت)

لیڈران کی اسلامی غیرت

خامساً واقعی بندگی بیچارگی جب ہندوؤں کی غلامی ٹھہری پھر کہاں کی غیرت اور کہاں کی خودداری، وہ تمہیں ملیچھ جانیں، بھنگی مانیں، تمہارا پاک ہاتھ جس چیز کو لگ جائے گندی ہوجائے، سودا بیچیں تو دور سے ہاتھ میں ڈال دیں، پیسے لیں تو دور سے، یا پنکھا وغیرہ پیش کرکے اس پر رکھوالیں حالانکہ بحکمِ قرآن خود وہی نجس ہیں اور تم اُن نجسوں کو مقدس مطہر بیت اللہ میں لے جاؤ جو تمہارے ماتھا رکھنے کی جگہ ہے وہاں اُن کے گندے پاؤں رکھواؤ مگر تم کو اسلامی حس ہی نہ رہا محبتِ مشرکین نے اندھا بہرا کردیا۔

---

[1] القرآن الکریم ۹/۲۸

[2] " " ۴۰/۷۸

لیڈران محض اغوا کے لئے مسئلہ دخول مساجد کا نام لیتے ہیں، انھوں نے جو کیا بالاجماع حرام قطعی ہے

سادساً ان باتوں کا ان سے کیا کہنا جن پر حبك الشیئ یعمی ویصم[1] (تیرا کسی چیز سے محبت کرنا اندھا اور بہرا کردیتا ہے) کا رنگ پھر گیا، سب جانے دو خدا کو بھی منہ دکھانا ہے یا ہمیشہ مشرکین ہی کی چھاؤں میں رہنا ہے، جائز تھا تو یوں کہ کوئی کافر دبا لچا ذلیل وخوار مثلاً اسلام لانے یا اسلامی تبلیغ سننے یا اسلامی حکم لینے کے لئے مسجد میں آئے یا اس کی اجازت تھی کہ خود سر مشرکوں نجس پرستوں کو مسلمانوں کا واعظ بنا کر مسجد میں لے جاؤ، اُسے مسندِ مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر بٹھاؤ، مسلمانوں کو نیچا کھڑا کرکے اُس کا وعظ سناؤ، کیا اس کے جواز کی کوئی حدیث یا کوئی فقہی روایت تمھیں مل سکتی ہے، حاشا تم حاشا ﷲ انصاف! کیا یہ اللہ و رسول سے آگے بڑھنا، شرع مطہر پر افترا گھڑنا، احکام الٰہی دانستہ بدلنا ہوڑ کو بکری بتا کر نگلنا نہ ہوگا، ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یصافح المشرکون اویکنوا اویرحب بھم[2]۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ مشرکوں سے مصافحہ کیا جائے یا انھیں کنیت سے یاد کریں یا آتے وقت مرحبا کہیں۔

یہ ادنٰی درجہ تکریم کا ہے کہ نام لے کر نہ پکارا، فلاں کا باپ کہا، یا آتے وقت جگہ دینے کو آئیے کہا، اللہ اکبر حدیث اس سے بھی منع فرماتی ہے، اور ائمہ دین ذمی کافر کی نسبت وہ احکام تحقیر و تذلیل فرماچکے جن کا نمونہ ابھی گزرا کہ اسے محرر بنانا حرام، کوئی کام ایسا سپرد کرنا جس سے مسلمانوں میں اس کی بڑائی ہو حرام، اس کی تعظیم حرام، مسلمان کھڑا ہو تو اُسے بیٹھنے کی اجازت نہیں، بیماری وغیرہ ناچاری کے باعث سواری پر ہو تو جہاں مسلمانوں کا مجمع آئے فوراً اتر پڑے۔

بدایونی لیڈر بننے والے اپنے حق میں احکام ائمہ کرام دیکھیں

حتی کہ فتاوٰی ظہیریہ و اشباہ والنظائر و تنویر الابصار و درمختار وغیرہا معتمدات اسفار میں ہے:

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ دارالفکر بیروت ۵/۱۹۴

[2] حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۴۴۶ اسحٰق بن ابراہیم الحنظلی " " " ۹/۲۳۶

لو سلم علی الذمی تبجیلا یکفر لان تبجیل الکافر کفر ۱؎ اگر ذمی کو تعظیماً سلام کرے کافر ہو جائے گا کہ کافر کی تعظیم کفر ہے۔

فتاوی امام ظہیر الدین و اشباہ و درمختار وغیرہا میں ہے:

لو قال لمجوسی یا استاذ تبجیلا کفر ۲؎ اگر مجوسی کو بطور تعظیم "اے استاد" کہا کافر ہوگیا۔

اور یہاں حربی مشرک کی یہ کچھ تعظیم یہ کچھ مسلمانوں پر اُس کی رفعت و تقدیم ہو رہی ہے اور پھر کفر بالائے طاق اُن کے جواز کو بھی ٹھیس نہیں لگتی، اس حرام قطعی کو حلال کی کھال پہنا کر فتوے اور رسالے لکھے جا رہے ہیں، مجوسی کو تعظیماً زبان سے استاد کہہ دینے والا کافر ہو لیکن مشرک بت پرست کو اسٹیج پر کھڑے ہو کر کہنے والا کہ "خدا نے ان کو مذکر بنا کر تمہارے پاس بھیجا ہے گاندھی کو پیشوا نہیں بلکہ قدرت نے تم کو سبق پڑھانے والا مدبر بنا کر بھیجا ہے" ٹھیٹ مسلمان بنا رہے ہیں سبق پڑھانے والا اور سبق بھی کسی دُنیوی حرفت کا نہیں بلکہ صاف کہا کہ تمہارا فرض دینی یاد دلانے کو تو استاذ نے علم دین بتایا اور علم دین بھی کسی مستحب وغیرہ کا نہیں بلکہ حتمی فرض دینی کا معلم استاذ بنایا اور کسی کے سر میں دماغ اور دماغ میں عقل، پہلو میں دل اور دل میں اسلام کی قدر ہو تو وہ ان لفظوں کو دیکھے کہ "خدا نے ان کو مذکر بنا کر تمہارے پاس بھیجا ہے" خدا لگتی کہنا یہ رسالت سے کے سیڑھی نیچے رہا ان لیڈر بننے والوں کا اسلام کیا ہے؟ ع

چوں وضوئے محکم بی بی تمیز

(یہی جیسے بی بی تمیز کا محکم وضو ہو۔ ت)

کہ کسی طرح ٹوٹتا گیا اس میں دراڑ تک نہ پڑتی وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۳؎ (اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ ت)

عہ دیکھو اخبار فتح دہلی جلد ۲ ع ۲۴۳ جلسہ جمعیۃ العلماء ہند میں مولانا عبدالماجد بدایونی کی تقریر ص ۴ کالم اول ۱۲ حشمت علی

۱؎ الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۱

۲؎ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍

34

دربارہ مساجد لیڈران کا پیش کردہ شاہجہانپوری فتویٰ خود انھیں پر رد ہے

سابعًا ائمۂ دین نے صاف تصریحیں فرمائیں کہ کافر کا بطور استعلاء مسجد میں جانا مطلقًا حرام ہے۔ ہدایہ میں ہے:

الاٰیۃ محمولۃ علی الحضور استیلاء و استعلاء[1]

آیت اس پر محمول کی گئی ہے کہ وہ غلبہ و بلندی کے طور پر نہ آئیں۔

کافی امام نسفی میں ہے:

الاٰیۃ محمولۃ علی منعھم ان ید خلوھا مستولین وعلی اھل الاسلام مستعلین[2]

آیت کے یہ معنی قرار دئے گئے ہیں کہ اُن کے ایسے آنے سے منع کیا جاتا ہے کہ بطور غلبہ آئیں اور مسلمانوں پر بلند ہوں۔

مگر ہدایہ و کافی کا اُن لوگوں کے سامنے ذکر کیا جو قرآن عظیم کے نصوص قاہرہ نہیں سُنتے، ہاں یہ کہئے کہ اگر حق مانیں تو لیڈران کی خوبیٔ قسمت ورنہ سخت درسخت نصیبوں کی شامت کہ خود لیڈری شائع کردہ فتوے نے بحوالہ ردالمحتار یہی عبارت ہدایہ نقل کردی کہ قرآن عظیم نے مشرک کا بطور استعلاء مسجد میں آنا حرام فرمایا ہے، ہمارے دوست مفتی صاحب نے یہ دوسرا متلمس کا صحیفہ مروانی خط کی طرح اُن کے ہاتھ میں دے دیا مروانی خط ان کے ہاتھ تھا اور متلمس کا صحیفہ بند، ان کے ہاتھ میں کُھلا ہُوا فتویٰ دے دیا اور ان کو اپنی مرت نہ سُوجھی اُسے شائع کراتے عوام کو بہلاتے پھسلاتے ہیں۔

مفتی کو ہدایت ہاں اتنی شکایت دوستانہ مفتی صاحب سے بھی ہے کہ ذمی کا حکم حربیوں یا کتابی یا مشرکوں پر ڈھالنا درکنار صورت استعلاء اگر معلوم تھی کہ ذلت از بام ہے تو اُسے جانتے ہوئے باطل پرستوں کے ہاتھ میں فتویٰ دینا نہ چاہئے تھا جس سے وہ عوام کو بہکائیں اور اپنے حرام قطعی بلکہ اس سے بھی اشد کو حلال کر دکھائیں پھر عجب یہ کہ بیان حکم میں عدم استعلاء کی قید رہ جانے نے مطلقًا جواز کی سُنائی اگرچہ عبارت کتاب سے اطلاق پر آئی کتاب کی عربی عبارت عوام کیا سمجھیں انھیں گمراہ کرلینے کی لیڈروں نے راہ پائی فنسأل اللہ العفو والعافیۃ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

---

[1] الہدایہ کتاب الکراھیۃ مسائل متفرقہ مطبع یوسفی لکھنؤ الجزء الرابع / ۴۷۲

[2] کافی امام النسفی

34/34

شریعت کے ساتھ لیڈروں کی حالت

مسلمانو! تم نے دیکھا یہ حالت ہے ان لیڈر بننے والوں کے دین کی، کیسا کیسا شریعت کو بدلتے مسلتے، پاؤں کے نیچے کچلتے، اور خیرخواہِ اسلام بن کر مسلمانوں کو چھلتے ہیں، موالاتِ مشرکین ایک، معاہدۂ مشرکین دو، استعانت بمشرکین تین، مسجد میں اعلائے مشرکین چار، ان سب میں بلا مبالغہ یقیناً قطعاً لیڈروں نے خنزیر کو دُنبے کی کھال پہنا کر حلال کیا ہے دینِ الٰہی کو پامال کیا ہے اور پھر لیڈر ہیں، ریفارمر ہیں، مسلمانوں کے بڑے راہبر ہیں، جو اُن کی ہاں میں ہاں نہ ملائے مسلمان ہی نہیں، جب تک اسلام کو کُند چھری سے ذبح نہ کرے ایمان ہی نہیں،

رب اعوذبك من همزٰت الشیٰطین ۙ واعوذبك رب ان یحضرون ۝[1] اے میرے رب تیری پناہ شیاطین کے وسوسوں سے، اور اے میرے رب تیری پناہ کہ وہ میرے پاس آئیں۔

آہ آہ انا للہ وانا الیہ راجعون ۝ ع

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم ✿ کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار ست

(آپ کے سامنے تھوڑا سا غمِ دل پیش کیا ہے، مجھے ڈر ہے کہ آپ کا دل آزردہ ہوگا ورنہ باتیں بہت ہیں۔ ت)

ضروری عرض واجب اللحاظ

میں جانتا ہوں کہ میرا کلام انھیں بُرا لگے گا اور حسبِ معمول تحقیقِ حق و اظہارِ احکامِ ربّ الانام کا نام گالیاں رکھا جائیگا ہمیشہ عاجزوں نے اپنا عجز یُونہی چھپایا ہے احکامِ حق کو سختی بنا کر گالیاں ٹھہرا کر جواب سے گریز کا حیلہ بنایا ہے لہذا دست بستہ معروض کہ تھوڑی دیر نیچری تہذیب سے تنزل فرما کر وہ آیتیں کہ شروع فتوٰی میں تلاوت ہوئیں اُن پر ایمان لاکر ان مباحثِ علمیۂ احکامِ الٰہیہ کو بغور سُن لیجئے، اگر بالفرض باطل ہماری غلط فہمی ہے حق و انصاف سے بتا دیجئے ہمیں بحمداللہ تعالٰی ہرگز وہ نہ پائیے گا جو سمجھ لینے کے بعد باطل پر اصرار حق سے انکار، نار پر عار اختیار کر رہے ہیں اور اگر سمجھ جاؤ سمجھ کیا جاؤ گے تمھارے سمجھ والے سمجھ ہی رہے ہیں کہ دیدہ و دانستہ حق سے اُلجھ رہے ہیں، حرام کو حلال، حلال کو حرام کا جامہ پہنایا، اسلام کو کفر، کفر کو اسلام بنا کر دکھایا ہے تو ماننے نہ ماننے کا تمھیں اختیار ہے اور جزاء و حساب و کشفِ حجاب روزِ شمار۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۳/ ۹۷ و ۹۸

يوم تبلى السرائر فما له من قوة ولا ناصر[1] — جس دن سب چھپی باتیں جانچ میں آئیں گی تو آدمی کو نہ کچھ زور ہوگا نہ کوئی مددگار۔

ترکِ معاملت پر ایک نظر

(۱۱) حضرات لیڈر نے مسئلہ موالات میں سب سے بڑھ کر اور دوم مجانی اوروں میں افراط یا تفریط ایک ہی پہلو پر گئے، اس میں دونوں کی رنگت رچائی، افراط وہ کہ نصارٰی سے نری معاملت بھی حرام قطعی، اور تفریط یہ کہ ہندوؤں سے اتحاد بلکہ اُن کی غلامی فرضِ شرعی۔ پھر بھی اُن کے اس افراط و تفریط میں اتنا فرق ہے کہ دوم نے بذاتہٖ دین کو برباد کر دیا اور اول پر عمل میں فی نفسہٖ ضررِ اسلام نہ تھا، مباح کو کوئی حرام جان کر چھوڑے تو اس چھوڑنے میں حرج نہیں کہ مباح ہی تھا نہ کہ واجب، ضلالت ہے تو اس اعتقادِ تحریم میں، لیکن حرام قطعی کو فرض منانا ایمان و عمل دونوں کا تباہ کن ہوا اور اپنے ہر پہلو سے اسلام کا برباد کرنے والا، لہٰذا اول سے بحث ضرور نہ تھی، حکم بتا دیا معاندوں کا عناد اُن کے ساتھ ہے لیکن عملی حیثیت سے بھی اس خصوص میں مسلمانوں کو بہت ضرر پہنچتے دکھائی دیتے ہیں سخت مشکلات کا سامنا ہے جن کا حل ان بزعم خود گہری نگاہ والے انجام شناس لیڈروں نے کچھ سوچ رکھا ہوگا، نظر بعاداتِ حالات کسی طرح عقل باور نہیں کرتی کہ اُن کی چیخ پکار سے تمام ہند و سندھ و بنگال و برہما و افریقہ و جاوہ حتّٰی کہ عدن تک کے مسلمان سب نوکریاں، ملازمتیں، زمینداریاں، تجارتیں یکلخت چھوڑ دیں۔ یہ شورشیں تو دو دن سے ہیں صدہا حرام[ع] نوکریاں پہلے ہی سے کر رہے ہیں وہ تو چھوڑیں نہیں مباح نوکریاں اور

ع مثلاً حفظ کی نوکری کہ اعلاءِ کلمۃ اللہ کے سوا کسی مسلمان بادشاہ کی بھی جائز نہیں یونہی خلاف ما انزل اللہ حکم کرنے کی، یونہی جس میں سُود کا لینا دینا یا حساب کرنا ہو یا دستاویزِ سُود کا کاتب یا شاہد بننا پڑے، بالجملہ حرام کام یا خود اعانتِ حرام کی ملازمت کی کہ اسلامی سلطنت و ریاست کی بھی حرام ہے اور بلا ملازمت ایسے کاموں کا انجام دینا اور زیادہ شرع پر اُجرت، یہی حال کالجوں کی ملازمت اور اُن کے تعلیم تعلّم کا ہے جہاں تعلیم مخالفِ شرع و اسلام ہو اگرچہ اسلامی کہلانے تعلم حرام اور اُس کی کسی طرح امداد حرام مگر جو علمِ دین رکھنے والا تعلیمِ دینیات پر یوں رہے کہ طلبہ کے عقائد کی حفاظت کرے ضلالتوں کا بطلان انھیں بتایا کرے وہ بازار میں ذکرِ الٰہی کرنے والے سے بھی زائد ہوگا جسے حدیث نے فرمایا مُردوں میں زندوں کی طرح ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۸۶/ ۹ و ۱۰

حلال تجارتیں، زمینداریاں کس طرح چھوڑ دیں گے، ان جلسوں، ہنگاموں، تبلیغوں کہراموں سے اگر سَو دو سَو [2] نے نوکریاں یا دس بیس [2] نے تجارتیں یا دو ایک نے زمینداریاں چھوڑ بھی دیں تو اس سے ترکوں [علہ] کا کیا فائدہ یا انگریزوں کا کیا نقصان، غریب نادار مسلمان کی کمائی کا ہزار ہا روپیہ ان تبلیغوں میں برباد جارہا ہے اور جائے گا اور محض بیکار و نامراد جارہا ہے اور جائے گا، ہاں لیڈروں مبلغوں کی سیر و سیاحت کے سفر خرچ اور جلسہ و اقامت کے پلاؤ قورمے سیدھے ہو گئے اور ہوں گے، اگر یہ فائدہ ہے تو نقد وقت ہے اور سیر یورپ کے حساب کا راز تو روزِ حساب ہی کھلے گا، یوم تبلی السرائر ○ فمالہ من قوۃ ولا ناصر [1] (جس دن سب چھپی باتیں جانچ میں آئیں گی تو آدمی کو نہ کچھ زور ہوگا نہ کوئی مددگار۔ ت) کیا لیڈر صاحبان فہرست دکھائیں گے کہ ان برسوں کی مدت اور لاکھوں روپے کی اضاعت میں اتنا فائدہ مرتب ہوا، اِتنوں نے نوکریاں چھوڑیں اِتنوں نے تجارتیں اِتنوں نے زمینداریاں۔

اخبارات و مطابع کیوں نہیں بند کرتے

طرفہ یہ کہ اُن کے خون گرم حامی ہمدم و محرم [علہ] اخبارات اس ترک تعاون پر بڑے بڑے

www.alahazratnetwork.org

علہ تنبیہ، تنبیہ، تنبیہ: مسلمانو! ترکوں کی حمایت اماکن مقدسہ کی حفاظت سلطنت اسلامی کی اعانت، یہ سب دکھانے کے دانت تھے کہ کسی طرح مسلمانوں میں اشتعال ہو لاکھوں روپے کا چندہ ہاتھ آئے ورنہ بڑے ساعی لیڈروں علی برادروں سے صاف منقول ہوا کہ "مسئلہ خلافت اب طے کر کھو، ہندوستان کی آزادی کی فکر کرو، ہم ہندو قوم پرست ہیں ہمارا فرض ہے کہ اگر ترکی بھی ہندوستان پر چڑھائی کرے تو ہم اُن کے خلاف تلوار اٹھائیں ہمارا نصب العین سلطنت کی خود اختیاری حاصل کرنا ہے ترکِ موالات اُس کا ذریعہ ہے۔" ابوالکلام آزاد سے منقول ہوا: "لڑائی ہندوستان کو خود اختیاری حکومت دلانے کے لئے ہے اگر خلافت کا خاطر خواہ فیصلہ ہو بھی جائے تاہم ہماری جدوجہد جاری رہے گی اس وقت تک کہ ہم گنگا وجمنا کی مقدس زمین کو آزاد نہ کرالیں"۔ مسلمانو! اب بھی تمہاری آنکھیں نہ کھلیں اور خلافت و اماکن مقدسہ کے حیلہ پر فریب کھاتے رہو تو خدا حافظ۔ حشمت علی عفی عنہ

علہ خصوصاً روزنامہ ہمدم لکھنؤ جس کے ہر پرچہ کی پیشانی پر یہ ساقط الوزن رباعی لکھی ہوتی ہے:

پابند اگرچہ اپنی خواہش کے رہو حامی نہ کسی خراب سازش کے رہو
قانون سے فائدہ اٹھانا ہے اگر لائل سبجکٹ تم برٹش کے رہو

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] القرآن الکریم ۸۶/ ۱۰-۹

زور لگا رہے ہیں، خود اپنے اخبارات و مطابع کیوں نہیں بند کرتے، ان صیغوں کو تو انگریزوں سے جو گہرے تعلقات ہیں دوسرے صیغوں کو کم ہوں گے، کیا اوروں کے لئے شور و فغاں اور اپنے لئے نوشجاں۔

لیڈران اوروں کو ترکِ تعاون کی طرف بُلاتے ہیں اور خود ان کا عمل اس کے خلاف ہے

اور ایک اخباری و مطابعی کیا کریں گے بڑے بڑے لیڈر بننے والے اسی مرض میں گرفتار ہیں دیگراں را نصیحت خود را فضیحت ؎

حیرتے دارم ز دانشمند مجلس باز پرس ... توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتر مے کنند

(مجھے حیرت ہے، مجلس کے دانشمند سے پھر پوچھو، توبہ کا مشورہ دینے والے خود بہت کم توبہ کرتے ہیں۔ ت)

ہجرت کا غل مچایا اور اپنے آپ ایک نہ سرکا جو اُبھارنے میں آگئے ان مصیبت زدوں پر جو گزری سو گزری یہ سب اپنے جورو بچوں میں چین سے رہے، ہرا لگا نہ پھٹکری۔ اور ترکِ تعاون میں بھی کیا کسی لیڈر یا مبلغ کے پاس زمینداری یا کسی قسم کی تجارت نہیں، نہ اُن کا کوئی انگریزی یا ریاست میں ملازم ہے پھر انھیں کیوں نہیں چھوڑتے، کیا واحد قہار نے نہ فرمایا:

لم تقولون ما لا تفعلون ○ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون[1] کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے، کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اتباع ہوا کی اجازت دی جو اللہ کی راہ سے گمراہ کرنے والی ہے قال تعالٰی:

ولا تتبع الھوی فیضلک عن سبیل اللہ[2] اپنی خواہش کا پابند نہ ہو کہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے گمراہ کرے گی۔

خیر گمراہی تو ان صاحبوں کے یہاں بہت آسان بلکہ محبوب تر چیز ہے مگر پچھلے مصرع پر اپنے لیڈروں اور کمیٹی کا فتوٰی لیں جس میں کہا کہ انگریزوں کے وفادار اُن کے حکم کے نیچے چلنے والے رہو اور اتنی تاکید ہے کہ ہر پیشانی پر اسی کی تجدید ہے اس سے مقاطعہ کیوں نہ فرض ہوا اسے پارٹی بلکہ اسلام سے کیوں نہ خارج کیا ہاں شاید ساقط الوزن کرنے میں اُس نے اپنے لئے کچھ رات لگا رکھی ہو یعنی انگریزوں کے دکھانے کو اُس طرح ہو اور لیڈروں کے سنانے کو یہ کہ آپ دیکھتے نہیں اُس میں وزن ہی کہاں ہے یوں ہے: ع

لائل سبجکٹ تم نہ برٹش کے رہو

حشمت علی عفی عنہ

---

[1] القرآن الکریم ۶۱/ ۲ و ۳

[2] القرآن الکریم ۳۸/ ۲۶

کیا خدا کا سخت دشمن بننا آسان سمجھا ہے کیا تمھارے یہاں سے نہ چھپا کہ "اگر کسی مسلمان رئیس نے دباؤ یا خوشامد سے کوئی ایسی کارروائی کی جس سے ثابت ہو کہ وہ دشمنانِ اسلام کا ساتھ دیتے ہیں تو فوراً اُن کا شمار مرتدین میں ہوگا اور مرتد کی سزا اسلام کے آئین میں کیا ہے ہر شخص کو معلوم ہے" کیا کوئی ریاست آپ کے نزدیک اس سے بری ہے کیا اس میں سب سے پیش قدم سلطنت علیہ دکن نہیں، کیا اس کے احکام اور چھپے ہوئے فرمان ملاحظہ نہ ہوئے، کیا آپ کے لیڈروں میں اُس کے وظیفہ خوار نہیں، کیا مدخیرات سے گیارہ گیارہ روپے یومیہ پانے والوں نے اپنا یومیہ بند کرا لیا، کیا جسے اوروں کے لئے حرام بتاتے ہو آپ خوشی سے کھاتے ہو۔

لیڈروں پر لیڈروں سے مقاطعہ فرض ہے بلا پس ہو ان کے منہ لگا حرام اُن سے نہ چھوٹا، اور لیڈروں کا منہ کس نے بند کیا، ان پر ان لیڈروں سے مقاطعہ واجب تھا یا قرآن مجید بدل کر جو احکام دل سے گھڑے ہیں وہ کسی طرح لیڈروں کے لگ بھگ نہیں اوروں کے سر پڑے ہیں، یہ قانون کے مستثنیات عام ہیں، اور جب لیڈر خود ہی اپنے کہے پر عامل نہیں تو اُن کی چیخ پکار اوروں سے کیا عمل کرائے گی۔

www.alahazratnetwork.org

؏ او خویشتن گم ست کرا رہبری کند

(وہ تو خود گم ہے کسی کی کیا رہبری کرے۔ ت)

مانا کہ تم میں وہ بھی ہوں جو ان تینوں علتوں سے بری ہیں، نہ زمینداری نہ تجارت نہ اجارت کہ مالگزاری یا ابواب یا ٹیکس یا چنگی دینی پڑے اور انگریزوں سے تعلق تعاون پیدا ہو کر حرمتِ قطعیہ کا حکم جڑے، فرض کردم کہ خود اس سے پاک ہیں نرے مفلس محتاج بے نوا ہیں پھر یہاں تو عام ذرائع رزق یہی ہیں، کیمیا تو نہ بناتے ہوں گے اوروں کے سر کھاتے ہوں گے، اُن کا مال انھیں وجوہ سے ہوگا جو تمھارے نزدیک علی الاطلاق حرام ہے، تو حرام ہی کھایا حرام ہی کمایا، ہر طرح گرفتارِ حرام ہی رہے، نجات کی صورت بتائیے پھر ترکِ معاملت کی فرضیت گاتیے، اور یہ روپیہ کہ ان جلسوں میں صرف

؎ دیکھو تقریر صدارت شیخ مشیر حسین قدوائی بیرسٹرایٹ لاء تعلقدار گدیا مطبوعہ لکھنؤ ص ۴۹ یہ بھی مولوی عبدالباری صاحب فرنگی محلی کے ان مسائل میں امام و متبوع ہیں دیکھو خطبۂ صدارت مولوی عبدالباری مطبوعہ لکھنؤ ص ۱ "میں ان مسائل میں کبھی مشیر حسن صاحب کے خلاف مشورہ نہیں کرتا" آپ بیرسٹر بھی ہیں اور تعلقدار بھی، بھلا انگریزوں سے آپ کو کیا تعلق لہٰذا صرف اسلامی ریاستوں کو مرتد فرمایا۔ حشمت علی لکھنوی عفی عنہ

کر رہے ہو یہ بھی تو اُس حرام کا ہے۔ سچ کہنا کیا دل میں سمجھ لئے ہو اگرچہ زبان سے نہ کہو کہ ؎

مالِ حرام بود بجائے حرام رفت

اور ریل، تار، ڈاک کیا انگریزوں سے معاملت نہیں اس میں تو سب چھوٹے بڑے مبتلا ہو، اگر کہو انھیں سہولت کے لئے رکھ چھوڑا ہے تو اعلان کردو کہ ہمارے یہاں سہولت کے لئے حرام روا ہے، اگر کہو کہ زمینداری و تجارت چھوڑیں تو کھائیں کیا، تو ملازم اگر ملازمتیں چھوڑیں تو کھائیں کیا، جو جواب تمہارا ہے وہ سب کا ہے، غرض یہ نہ چلی نہ چل سکتی ہے، نہ تم نے خود اس پر عمل کیا، نہ کرسکتے ہو، اس کی پوری تصویر یہی ہے کہ ؎

وہ کرتے ہیں اب جو نہ کیا تھا نہ کریں گے

پھر بے معنی چیخ پکار سے کیا حاصل سوا اس کے کہ: ؎

مغز ما خورد و حلق خود بدرید (مغز ہمارا کھایا اور حلق اپنا پھاڑ لیا۔ ت)

ہندوؤں کی دیگ موافقت سے بانگی کا چاول اور بفرضِ غلط و بفرضِ باطل اگر سب مسلمان زمینداریاں تجارتیں نوکریاں تمام تعلقات یکسر چھوڑدیں تو کیا تمہارے جگری خیرخواہ بلکہ ہنود بھی ایسا ہی کریں گے اور تمہاری طرح نرے ننگے بھوکے رہ جائیں گے، حاشا ہرگز نہیں، زنہار نہیں، اور جو دعوٰی کرے اس سے بڑھ کر کاذب نہیں مکّار نہیں، اتحاد و وداد کے جھوٹے بھروں پر بھولے ہو منافقانہ میل پر بھولے ہوئے ہو تو موازنہ دکھاؤ کہ اگر ایک مسلمان نے ترک کی ہو تو اُدھر پچاس ہندوؤں نے نوکری تجارت زمینداری چھوڑدی ہو کہ یہاں مالی نسبت یہی یا اس سے بھی کم ہے، اگر نہیں دکھاسکتے تو کھل گیا کہ ؎

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سُنا افسانہ تھا

لاجرم نتیجہ کیا ہوگا یہ کہ تمام اموال کل دولتیں دُنیاوی جمیع اعزاز جملہ وجاہتیں صرف ہندوؤں کے ہاتھ میں رہ جائیں اور مسلمان دانے دانے کو محتاج بھیک مانگیں اور نہ پائیں، ہندو کہ اب انھیں پکائے ڈالتے ہیں جب بے خوف و خطر کچّا ہی چبا جائیں۔ یہ ہے لیڈر صاحبوں کی خیرخواہی، یہ ہے حمایتِ اسلام میں جانکاہی، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ہندو کیوں ملے ہیں اس کا راز میں نے اپنی ایک تقریر میں اس ہندو الفت و گاندھوی رغبت کا راز بیان کیا تھا جسے بعض احباب نے تحریر میں لیا، اس کا اعادہ موجبِ افادہ، مسلمانوں کا رب جل وعلا فرماتا ہے:

یٰایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا بطانۃ من دونکم لایألونکم خبالا ودوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بینا لکم الاٰیٰت ان کنتم تعقلون[1]

اے ایمان والو! کسی کافر کو اپنا ہمراز نہ بناؤ وہ تمہارے نقصان رسانی میں گئی نہ کریں گے اُن کی دلی تمنا ہے تمہارا مشقت میں پڑنا، دشمنی ان کے مونہوں سے کھل چکی ہے اور وہ جو ان کے سینوں میں دبی ہے بہت بڑی ہے بیشک ہم نے تمہیں صاف صاف نشانیاں بتادیں اگر عقل رکھتے ہو۔

قرآن عظیم گواہ ہے اور اس سے بہتر کون گواہ ومن اصدق من اللہ قیلا[2] (اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔ ت) کہ مشرکین ہرگز ہماری خیرخواہی نہ کریں گے، خیرخواہی درکنار کبھی بدخواہی میں گئی نہ کرینگے، پھر انہیں یار وانصار بنانا اُن سے وداد واتحاد منانا اُن کے میل سے نفع کی امید رکھنا صراحۃً قرآن عظیم کی تکذیب ہے یا نہیں ہے، اور ضرور ہے، ولکن لا تبصرون[3] (مگر تمہیں نگاہ نہیں۔ ت) آؤ اب ہم تمہیں قرآن عظیم کی تصدیق دکھائیں اور اُن کی طرف سے اس میل اور میل کا راز بتائیں، دشمن اپنے دشمن کے لئے تین باتیں چاہتا ہے:

www.alahazratnetwork.org

اوّل اس کی موت کہ جھگڑا ہی ختم ہو۔

دوم یہ نہ ہو تو اس کی جلاوطنی کہ اپنے پاس نہ رہے۔

سوم یہ بھی نہ ہوسکے تو آخر درجہ اس کی بے پری، عاجز بن کر رہے۔

مخالف نے یہ تینوں درجے اُن پر طے کردئے اور ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں خیرخواہی سمجھے جاتے ہیں اولاً جہاد کے اشارے ہوئے اس کا کھلا نتیجہ ہندوستان کے مسلمانوں کا فنا ہونا تھا، ثانیاً جب یہ نہ بنی ہجرت کا ابھار دیا کہ کسی طرح یہ دفع ہوں ملک ہماری کبڈیاں کھیلنے کو رہ جائے یہ اپنی جائدادیں کوڑیوں کے مول بیچیں یا یوں ہی چھوڑ جائیں بہرحال ہمارے ہاتھ آئیں ان کی مساجد ومزاراتِ اولیاء ہماری پامالی کو رہ جائیں، ثالثاً جب یہ بھی نہ بنی تو ترکِ موالات کا جھوٹا حیلہ کرکے ترکِ معاملت پر اُبھارا ہے کہ نوکریاں چھوڑ دو کبھی کونسل کمیٹی میں داخل نہ ہو مالگزاری ٹیکس کچھ نہ دو خطابات واپس کردو امر اخیر تو صرف اس لئے ہے کہ ظاہری نام کا دنیوی اعزاز بھی کسی مسلمان کے لئے نہ رہے اور پہلے تین اس لئے

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸ [2] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۲

[3] " " ۵۶/ ۸۵

کہ ہر صیغہ و ہر محکمہ میں صرف ہنود رہ جائیں، جہاں ہنود کا غلبہ ہوتا ہے حقوقِ اسلام پر جو گزرتی ہے ظاہر ہے، جب تنہا وہی رہ جائیں گے تو اس وقت کا اندازہ کیا ہوسکتا ہے، مالگزاری وغیرہ نہ دینے پر کیا انگریز چپ بیٹھے رہیں گے؟ ہرگز نہیں، قرقیاں ہوں گی، تعلیقے ہوں گے، جائدادیں نیلام ہوں گی اور ہندو خریدیں گے۔ نتیجہ یہ کہ مسلمان صرف قلی بن کر رہ جائیں، یہ تیسرا درجہ ہے۔ دیکھا تم نے قرآن عظیم کا ارشاد کہ "وہ تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے" ان کی دلی تمنا ہے کہ تم مشقت میں پڑو والعیاذ باللہ تعالٰی۔

منکر پر رد و انکار کس حالت میں فرض ہے اور کہاں اس کا حکم نہیں

(۱۲) منکر کا ازالہ ضرور فرض ہے اپنے مراتب ثلاثہ پر جن میں تیسرا مرتبہ کہ تغییر بالقلب ہے یعنی دل سے اسے برا جاننا مطلقاً ہر حال میں فرض عین ہے اور پہلے دونوں بشرطِ قدرت علی الترتیب فرض کفایہ، مگر دوسرا یعنی تغییر باللسان اس حالت میں ہرگز فرض نہیں کہ مرتکب اس کی شناعت سے خود آگاہ ہو جان بوجھ کر اس کا مرتکب ہو اور امید واثق نہ ہو کہ منع کئے سے باز رہے گا ایسی حالت میں اس پر زبان یا قلم سے کہ وہ بھی ایک زبان ہے رد و انکار اصلاً واجب نہیں رہتا خصوصاً جبکہ مظنۂ فتنہ و شورش ہو، فتاوٰی امام قاضی خاں و فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

انما یجب الامر بالمعروف اذا علم انھم یستمعون[1]

امر بالمعروف اسی وقت واجب ہے جب یہ جانے کہ وہ کان لگا کر سنیں گے۔

نصاب الاحتساب میں ہے:

المقصود منہ الائتمار فاذا فات ذٰلک لایجب[2]

امر بالمعروف سے مقصود تو یہ ہے کہ لوگ مانیں جب اس کی امید نہ ہو تو وہ واجب نہیں۔

بستان امام فقیہ ابو اللیث و محیط و ہندیہ وغیرہا میں ہے:

ان کان یعلم باکبر رأیہ انہ لو امر بالمعروف یقبلون ذٰلک منہ

اگر اپنے غالب گمان سے جانتا ہو کہ امر بالمعروف کرے گا تو یہ لوگ مان لیں گے اور بری بات سے

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب السابع عشر فی الغناء واللھو الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۲
[2] نصاب الاحتساب

يمتنعون عن المنكر فالامر واجب لا يسعه تركه ولو علم بأكبر رأيه انه لو امرهم بذلك قذفوه وشتموه فتركه افضل، ولو علم انهم لايقبلون منه ولا يخاف منه ضربا ولا شتما فهو بالخيار والامر افضل [1] (ملتقط)

باز آئیں گے تو امر بالمعروف واجب ہے اسے چھوڑنے کی گنجائش نہیں اور اگر اپنے غالب گمان سے جانتا ہو کہ امر بالمعروف کرے گا تو یہ لوگ پتھر پھینکیں گے گالی دیں گے تو اُس وقت امر بالمعروف نہ کرنا ہی افضل ہے اور اگر جانیں مانیں گے تو نہیں مگر ان سے گالی کا بھی اندیشہ نہیں تو اختیار ہے چاہے امر بالمعروف کرے یا نہ کرے اور کرنا بہتر ہے۔

وجیز امام کردری و عالمگیریہ میں ہے:

اللحن حرام بلاخلاف فاذا قرأ بالالحان وسمعه انسان ان علم انه ان لقنه الصواب لايدخله الوحشة يلقنه، وان دخله الوحشة فهو فی سعة ان لايلقنه، فان كل امر بمعروف يتضمن منكرا يسقط وجوبه [2]

قرآن عظیم کا غلط پڑھنا بالاتفاق حرام ہے تو اگر کوئی شخص غلط پڑھ رہا ہو اور دوسرا سُنے اگر یہ سُننے والا جانے کہ اُسے صحیح بتاؤں گا تو اُسے وحشت پیدا نہ ہوگی تو بتائے، اور اگر بتانے سے اُسے وحشت پیدا ہو تو اسے گنجائش ہے کہ نہ بتائے کہ جو امر بالمعروف کسی منکر کو متضمن ہو اس کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

مثلاً کون مسلمان نہیں جانتا کہ ناحق قتل یا غارتِ مسلم حرام و موجبِ عذابِ نار ہے، کون نہیں جانتا کہ اس میں کسی طرح کی اعانت مطلقاً حرام و مستوجبِ غضبِ جبار ہے، کون نہیں جانتا کہ زنا حرام ہے، کون نہیں جانتا کہ شراب پینا سخت خبیث کام ہے اور ہزاروں لاکھوں اس کے مرتکب ہیں، پھر کبھی نہ سُنا ہوگا کہ علماء یا اُن کی تحریریں ہر چکلے ہر بھٹی کا گشت کریں اصلاً ہرگز تمام جہان میں کوئی عالم بلکہ کوئی عاقل اس کا قائل نہیں اور خود ان لیڈروں میں جو جامۂ مولویت میں ہیں وہ بھی اس کے قائل نہیں، آخر یہ اس لئے کہ وہ لوگ دانستہ مرتکب ہیں اور مظنون نہیں کہ منع سے مانیں بلکہ شورش و شر کا احتمال بیشتر ایسی جگہ جب تغییر بالید مقدور نہیں تغییر باللسان کچھ ضرور نہیں غیر ضروری اور اس پر طرہ یہ کہ نامفید ایسا شور مچانا اور بلا وجہ شرعی شورشوں کے لئے سینہ سپر ہو جانا کون سی شریعت نے واجب مانا، ایسے ہی مواقع کے لئے ارشادِ الٰہی ہے:

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب السابع فی الغناء واللہو الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۵۲-۳۵۲

[2] ؍؍ ؍؍ کتاب الکراہیۃ الباب الرابع فی الصلوٰۃ الخ ؍؍ ؍؍ ۵/ ۳۱۷

یایھا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم[1]

اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو سنبھالے رہو دُوسروں کا گمراہ ہونا تمھیں نقصان نہ دے گا جب تم راہ پر ہو۔

ہاں اگر کسی منکر شرعی پر گمراہان گمراہ گر فرقہ بندی کریں اور اُسے بزورِ زبان و زور و بہتان معروف شرعی کا جامہ پہنائیں اور اس کے لئے آیات و احادیث و اقوال ائمہ کی تحریف و تصحیف مناتیں احکام الٰہیہ کو کایا پلٹ کرکے حرام کو حلال حلال کو حرام دکھائیں جیسا اب گاندھوی مت اور گاندھوی امت مسائل موالات مشرکین و معاہدہ مشرکین و استعانت مشرکین و دخول مشرکین فی المساجد وغیرہا میں کر رہی ہے تو اُس وقت ان منکرات کبرٰی و داہیاتِ عظمٰی کا ازالہ فرضِ اعظم ہوگا۔ خطیب بغدادی جامع میں راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا ظھرت الفتن اوقال البدع فلیظھر العالم علمہ ومن لم یفعل ذٰلک فعلیہ لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والناس اجمعین لایقبل اللہ منہ صرفا ولا عدلا[2]

جب فتنے یا فرمایا بدمذہبیاں ظاہر ہوں تو فرض ہے کہ عالم اپنا علم ظاہر کرے اور جو ایسا نہ کرے اُس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت، اللہ نہ اُس کا فرض قبول کرے نہ نفل۔

www.alahazratnetwork.org

یہ سعی اُن معاندوں کے لئے نہیں جو دانستہ تغییرِ کلام اللہ و تبدیلِ احکام اللہ کر رہے ہیں بلکہ اُن شبہات کے کشف کو ہے جن سے وہ احکام الٰہیہ کو بدلتے اور عوام مسلمین کو چھلتے ہیں اس امید پر کہ مولٰی عزوجل چاہے تو جو اُن کے دھوکے میں آگئے حق کی طرف واپس آئیں اور جن پر ہنوز اُن کا فریب نہ چلا بعونہٖ تعالٰی حفظ و پناہ پائیں ان ذٰلک علی اللہ یسیر[3] ان اللہ علٰی کل شیئ قدیر[4] (بیشک یہ اللہ کو آسان ہے۔ بیشک اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ ت) حضور پُرنور سید یوم النشور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

واللہ لان یھدی اللہ بک رجلا

خدا کی قسم بیشک یہ بات کہ اللہ تیرے سبب سے

---

[1] القرآن الکریم ۵/۱۰۵

[2] الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع حدیث ۱۳۶۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۰۸

[3] القرآن الکریم ۲۹/۱۹

[4] ؍؍ ۲۹/۲۰

واحدا خیرلك من ان یکون لك حمر النعم[1]، رواہ البخاری ومسلم عن سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جعل اللہ لنا السہل والسعد فی القبل والبعد وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا وآلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ وبارك وسلم۔

ایک شخص کو ہدایت فرمادے تیرے لئے سُرخ اُونٹوں کا مالک ہونے سے بہتر ہے۔ یہ حدیث بخاری ومسلم نے سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی (اللہ تعالیٰ انھیں ہمارے اگلے پچھلوں کے لئے سہل اور مبارک بنائے وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا وآلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ وبارک وسلم۔ ت)

جہاد کے احکام واقسام کا ذکر

تنبیہ: جہاد کہ اعظم وجوہ ازالۂ منکر ہے اُسی کی تین قسمیں ہیں:

(۱) جنانی (۲) لسانی (۳) سنانی

جہاد جنانی یعنی کفر وبدعت وفسق کو دل سے بُرا جاننا جو ہر کافر مبتدع وفاسق سے ہے اور ہر مسلمان کہ اسلام پر قائم ہو کرتا ہے مگر جنھوں نے اسلام کو سلام اور اپنے آپ کو مشرکین وکفار کا غلام کیا اُن کی راہ جُدا ہے ان کا دین غیر دین خدا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

لسانی کہ زبان وقلم سے رَد، وہ ابھی سن چکے کہ ایسوں ہی پر سب سے اہم وآکد، یہ بحمد اللہ تعالیٰ خادمانِ شرع ہمیشہ سے کر رہے ہیں اور اللہ ورسول کی مدد شامل ہو تو دمِ آخر تک کریں گے، وہابیہ، نیاچرہ، دیوبندیہ، قادیانیہ، روافض، غیر مقلدین، ندویہ، آریہ، نصارٰی وغیرہم سے کیا اور اب ان گاندھویہ سے بھی وہی برسرپیکار رہیں حق کی طرف بلاتے اور باطل کو باطل کر دکھاتے اور مسلمانوں کو گمراہ گروں کے شر سے بچاتے ہیں، وللہ الحمد آگے ہدایت رب عزوجل کے ہاتھ ہے۔

رہا **جہاد سنانی** ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ بنصوص قرآن عظیم ہم مسلمانانِ ہند کو جہاد برپا کرنے کا حکم نہیں اور اس کا واجب بتانے والا مسلمانوں کا بدخواہ مبین۔

یہاں کے مسلمانوں کو جہاد کا حکم نہیں اور واقعۂ کربلا سے لیڈران کا استناد اغوائے مسلمین

بھکانے والے یہاں واقعۂ کربلا پیش کرتے ہیں یہ اُن کا محض اُغوا ہے **اوّلاً** اس لڑائی میں ہرگز حضرت

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجہاد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۱۳ و ۴۲۲
صحیح مسلم باب من فضائل علی ابن ابی طالب " " " ۲/۲۷۹

امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے پہل نہ تھی امام نے خبیث کوفیوں کے وعدوں پر قصد فرمایا تھا جب ان غداروں نے بدعہدی کی قصد رجوع فرمایا اور جب سے شروع جنگ تک اُسے بار بار اجاب واعدام سب پر اظہار فرمایا۔

(ا) جب حُر بن یزید ریاحی تمیمی رحمہ اللہ تعالیٰ اول بار ہزار سواروں کے ساتھ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزاحم ہُوئے امام نے خطبہ فرمایا: "اے لوگو! میں تمھارا بلایا آیا ہوں، تمھارے ایلچی اور خطوط آئے کہ تشریف لائیے ہم بے امام ہیں، میں آیا اب تم اگر عہد پر قائم ہو تو میں تمھارے شہر میں جلوہ فرما ہُوں" وان لم تفعلوا وکنتم بمقدمی کارھین انصرفت عنکم الی المکان الذی اقبلت منہ الیکم" اور اگر تم عہد پر نہ رہو یا میرا تشریف لانا تمھیں ناپسند ہو تو میں جہاں سے آیا وہیں واپس جاؤں"، وہ خاموش رہے۔

(ب) پھر بعد نمازِ عصر خطبہ فرمایا اور اس کے آخر میں بھی وہی ارشاد کیا کہ "ان انتم کرھتمونا انصرفت عنکم" اگر تم ہمیں ناپسند رکھتے ہو میں واپس جاؤں، حُر نے کہا ہمیں تو یہ حکم ہے کہ آپ سے جُدا نہ ہوں جب تک ابن زیاد کے پاس کوفہ نہ پہنچا دیں۔

www.alahazratnetwork.org

(ج) امام نے اس پر بھی ہمراہیوں کو معاودت کا حکم دیا وہ بقصد واپسی سوار ہوئے حُر نے واپس نہ ہونے دیا۔

(د) جب نینوٰی پہنچے حُر کے نام ابن زیاد خبیث کا خط آیا کہ حسین کو پٹپر میدان میں اتار و جہاں پانی نہ ہو اور یہ میرا ایلچی تمھارے ساتھ رہے گا کہ تم میرا حکم بجا لاتے ہو یا نہیں، حُر نے حضرت امام کو ناپاک خط کا مضمون سُنایا اور ایسی ہی جگہ اُترنے پر مجبور کیا، فدائیانِ امام سے زہیر بن القین رحمہ اللہ تعالیٰ نے عرض کی، اے ابنِ رسول اللہ! آگے جو لشکر آنے والے ہیں وہ ان سے بہت زائد ہیں ہمیں اذن دیجئے کہ ان سے لڑیں، فرمایا: "ماکنت لابدأھم بالقتال" میں ان سے قتال کی پہل کرنے کو نہیں۔

(ہ) جب خبیث ابن طیب یعنی ابن سعد اپنا لشکر لے کر پہنچا حضرت امام سے دریافت کیا کیسے آئے؟ فرمایا: تمھارے شہر والوں نے بلایا تھا "فاما اذ کرھونی فانی انصرف عنھم" اب کہ میں انھیں ناگوار ہوں واپس جاتا ہوں۔ ابن سعد نے یہ ارشاد ابن زیاد کو لکھا، اس خبیث نے نہ مانا، قاتلہ اللہ۔

(و) شب کو ابن سعد سے خلوت میں گفتگو ہُوئی اُس میں بھی حضرت امام نے فرمایا: "دعونی

---

[1] و [2] تاریخ الطبری، ثم دخلت سنۃ احدی وستین، دار القلم بیروت، الجزء السادس ص ۲۲۸

ارجع الی المکان الذی اقبلت منہ[1] "مجھے چھوڑ دو کہ میں مدینہ طیبہ واپس جاؤں۔ ابن سعد نے ابن زیاد کو لکھا اس بار وہ راضی ہوا تھا کہ شمر مردود خبیث نے باز رکھا۔

(نمبر) عین معرکہ میں قتال سے پہلے فرمایا:

ایھا الناس اذکرھتمونی فدعونی انصرف الی مأمنی من الارض[2] — اے لوگو! جبکہ تم مجھے پسند نہیں کرتے تو چھوڑ دو کہ اپنی امن کی جگہ چلا جاؤں۔

اشقیا نے نہ مانا، غرض جب سے برابر قصد عود رہا مگر ممکن نہ ہوا کہ منظور رب یونہی تھا، جنت آراستہ ہو چکی تھی اپنے دولھا کا انتظار کر رہی تھی، وصالِ محبوب حقیقی کی گھڑی آ گئی تھی تو ہرگز لڑائی میں امام کی طرف سے پہل نہ تھی اُن خبیثوں ہی نے مجبور کیا اب دو صورتیں تھیں یا بخوفِ جان اُس پلید کی وہ ملعون بیعت قبول کی جاتی کہ یزید کا حکم ماننا ہوگا اگرچہ خلافِ قرآن و سنت ہو، یہ رخصت تھی ثواب کچھ نہ تھا، قال تعالٰی: "الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان[3]" مگر جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو۔ یا جان دے دی جاتی اور وہ ناپاک بیعت نہ کی جاتی، یہ عزیمت تھی اور اُس پر ثواب عظیم، اور یہی اُن کی شانِ رفیع کے شایان تھی، اسی کو اختیار فرمایا، اسے یہاں سے کیا علاقہ!

ثانیًا بالفرض اس بے سروسامانی میں امام کی طرف سے پہل بھی سہی تو یہاں ایک فرق عظیم ہے جس سے یہ جاہل غافل۔ فاسقوں پر ازالۂ منکر میں حملہ جائز اگرچہ یہ تنہا ہو اور وہ ہزاروں، اور سلطانِ اسلام جس پر اقامتِ جہاد فرض ہے اُسے بھی کافروں سے پہل حرام جبکہ اُن کے مقابلہ کے قابل نہ ہو، مجتبٰی و شرح نقایہ و ردالمحتار کی عبارت گزشتہ:

ھذا اذا غلب علی ظنہ انہ یکافیھم والا فلایباح قتالھم۔ — یہ اس وقت ہے جب گمان غالب ہو کہ ان کے مقابلہ کے قابل ہے ورنہ ان سے لڑنا حلال نہیں۔ (ت)

کے بعد ہے بخلاف الامر بالمعروف[4] (امر بالمعروف کا حکم اس کے خلاف ہے۔ ت) شرح سیر میں اس کی وجہ بیان فرمائی:

ان المسلمین یعتقدون ما یأمر بہ فلابد — امر بالمعروف میں مسلمانوں کو جو حکم دے گا وہ دل سے

عــہ اور شرط قدرت تو وفاع بلکہ کسی فرض اسلامی سے کبھی منفک نہیں بنصوص قطعیہ و اجماع اُمتِ مرحومہ۔

---

[1] الکامل فی التاریخ — ذکر مقتل حسین — دار صادر بیروت — ۴/ ۵۴ و ۵۵

[2] تاریخ الطبری — ثم دخلت سنۃ احدی وستین — دار القلم بیروت — الجزء السادس ۶/ ۲۴۳

[3] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۶

[4] جامع الرموز — کتاب الجہاد — گنبد قاموس ایران — ۴/ ۵۵۵

ان یکون فعلہ مؤثرا فی باطنہم بخلاف الکفار[1]

اُسے حق جانتے ہیں تو ضرور اپنے دل میں اُس کے فعل سے متاثر ہوں گے بخلاف کفار۔

دیکھو امام نے کیا کیا اور تم کیا کر رہے ہو
کیوں اسلام و کفر ملاتے ہو

ثالثاً حضرت امام رضی اللہ تعالے عنہ کا نام پاک لیتے ہوئے شرم چاہیے تھی، کیا امام تو امام اُن کے غلام اُن کے در کے کسی کتے نے معاذ اللہ مشرکوں سے مدد مانگی، کیا کسی مشرک کا دامن تھاما، کیا کسی مشرک کے پس رو بنے، کیا مشرکوں کی جے پکاری، کیا مشرکوں سے اتحاد گانٹھا، کیا مشرکوں کے حلیف بنے، کیا ان کی خوشامد کے لئے شعار اسلام بند کرنے میں کوشاں ہوئے، کیا قرآن و حدیث کی تمام عمر بت پرستی پر نثار کر دی وغیرہ وغیرہ شنائع کثیرہ، بہتر تن سے بائیس ہزار فجار کا مقابلہ فرمایا، امام کا نام لیتے ہو تو کیا تم میں بہتر مسلمان بھی نہیں جب تیئیس کروڑ مشرکین تمہارے ساتھ ہوں گے اُس وقت تم میں بہتر مسلمانوں کا عدد پورا ہوگا، قرآن کو پیٹھ دینے والو! کیوں امام کا نام لیتے ہو، اسلام سے اُلٹے چلنے والو! کیوں مسلمانوں کو دھوکے دیتے ہو، دہلی میں فتویٰ چھاپ دیا کہ اس وقت امام کی نظیر پیش ہو گئی اور حالت یہ کہ ذرا سی دھوپ سے بچنے کو گنو بتروں کی چھاؤں ڈھونڈھ رہے ہیں، کیا تم اپنے ہی فتوے سے نہ صرف تارکِ فرض و مرتکبِ حرام بلکہ راضی بہ غلبہ کفر و ذلت اسلام نہ ہوئے، امام کا توکل اللہ پر تھا اور تمہارا اعتماد اعداء اللہ پر۔ یقین جانو کہ اللہ سچا اللہ کا کلام سچا "لا یالونکم خبالا" مشرکین تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے، وہ جھوٹا فتویٰ اور یہ پوچ بھروسا اور خادمانِ شرع پر اُلٹا غصہ کہ کیوں خاموش رہے کیوں سینہ سپر نہ ہوئے، یہ ہے تمہاری خیر خواہی اسلام، یہ ہیں تمہارے دل ساختہ احکام جن پر نہ شرع شاہد نہ عقل مساعد، مسلمان ہونے کا دعویٰ ہے تو اسلام کے دائرے میں آؤ، تبدیل احکام الرحمٰن و اختراع احکام الشیطان سے ہاتھ اٹھاؤ، مشرکین سے اتحاد توڑو، دیوبندیہ وغیرہم مرتدین کا ساتھ چھوڑو کہ جسے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دامنِ پاک اپنے سایہ میں لے، دنیا نہ ملے نہ ملے دین تو اُن کے صدقے میں ملے۔

یاایہا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولاتتبعوا خطوٰت الشیطٰن انہ لکم عدو

اے ایمان والو! اسلام میں پورے داخل ہو جاؤ شیطان کے پس رو نہ ہو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے

---

[1] شرح السیر الکبیر

مبین ○ فان زللتم من بعد ما جاءتکم بالبینٰت فاعلموا ان اللہ عزیز حکیم ○ ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ فی ظلل من الغمام والملٰئکۃ وقضی الامر والی اللہ ترجع الامور ○[1]

پھر اگر روشن دلیلیں آنے پر تمہارا قدم لغزش کرے تو جان لو کہ اللہ غالب حکمت والا ہے کاہے کے انتظار میں ہیں سوا اس کے کہ گھٹا ٹوپ بادلوں میں اللہ کا عذاب اور فرشتے آئیں اور کام تمام ہو اور اللہ ہی کی طرف سب کام پھرتے ہیں۔

ربنا علیك توکلنا والیك انبنا والیك المصیر ○ ربنا لا تجعلنا فتنۃ للذین کفروا واغفر لنا ربنا انك انت العزیز الحکیم ○ ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین ○ اٰمین یا ارحم الراحمین ○ وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا وملجانا وماوٰنا محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین دائما ابدا الاٰبدین عدد کل ذرۃ الف الف مرۃ فی کل اٰن وحین والحمد للہ رب العٰلمین، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

فقیر احمد رضا قادری غفرلہ

www.alahazratnetwork.org

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۰۹ تا ۲۱۰

انفس الفکر فی قربان البقر
۱۲۹۸ھ

(گائے کی قربانی کے بارے میں بہترین طریقہ)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۱۸۴ عجیبہ عہ ازمرادآباد شوال ۱۲۹۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دینِ مذہبِ حنفیہ اس مسئلہ میں کہ گاؤکشی کوئی ایسا امر ہے جس کے نہ کرنے سے کوئی شخص دینِ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے، یا اگر کوئی معتقدِ اباحتِ ذبح ہو مگر کوئی گائے اُس نے ذبح نہ کی ہو یا گائے کا گوشت نہ کھایا ہو، ہرچند کہ اکل اُس کا جائز جانتا ہے، تو اس کے اسلام میں کچھ فرق نہ آئے گا، اور وُہ کامل مسلمان رہے گا، گاؤکشی کوئی واجب فعل ہے کہ جس کا تارک گنہگار ہوتا ہے، یا اگر

عہ **اہم وضاحت** (ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء کا نمونہ ومصداق) ۱۲۹۸ ہجریہ کا رُبعِ اخیر ہے شوالِ مکرم کا ماہ منیر ہے، اس نے خاتمۃ المحققین امام المدققین والد ماجد حضرت مصنف علام مدظلہ وقدس سرہ الشریف کے وصال کو دس مہینے ہوئے ہیں بضرورتِ انتظامِ معاش جانبِ جائداد چند روز ابتدا میں توجہ کرنی ہوئی ہے اس لئے حضرت مصنف مدظلہ اپنے دیہات میں تشریف رکھتے ہیں کہ وہیں یہ سوال پہنچا اُس وقت کھیتوں کا معاینہ تھا آدمی نے وہیں یہ سوال پیش کیا، بنگاہِ اولین

(باقی بر صفحہ آئندہ)

کوئی شخص گاؤکشی نہ کرے صرف اباحتِ ذبح کا دل سے معتقد ہو تو وُہ گنہ گار نہ ہوگا، جہاں بلاوجہ اس فعل کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اُس کے اندرونی مقصد کو پہچان لیا کہ اگرچہ یہاں بعض مسلمانوں نے بھیجا مگر اصل سائل ہنود ہیں اور فوراً معلوم کیا کہ وہ اس سے کیا چاہتے ہیں، اور اہلِ اسلام کو کیسے نقصان پہنچانے کا ارادہ کرتے ہیں، عصر کا وقت تھا، فرمایا: صبح جواب دیا جائے گا۔ دیہات میں کتابیں نہ تھیں، دوسرے دن وُہ جواب تحریر فرمادیا جو ناظرین نے ملاحظہ فرمایا' جس نے بحمداللہ تعالٰی فریب دینے والوں کے مکر کو خاک میں ملایا، والاحضرت حامیِ سنت حضرت مولٰنا مولوی محمد ارشاد حسین صاحب رامپوری رحمۃ اللہ علیہ اور علمائے رامپور نے اُس پر تصدیقیں لکھیں اور حضرت مولٰنا موصوف مرحوم نے مقاصد کو پہچان کر تصدیق میں تحریر فرمایا "اناقد بصیر" یہ پرکھنے والا آنکھیں رکھتا ہے یعنی اس کا دیدۂ بصیرت نورِ الٰہی سے منور ہے کہ مکاروں کے خفی مکر کی تہہ تک پہنچ گیا اور اُس کا قلع قمع کیا، ذٰلك فضل الله یؤتیه من یشاء ط والله ذوالفضل العظیم[1] (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ ت)

جب جناب مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کا فتاوٰی ۱۳۰۵ھ میں چھپا اس کے دیکھنے سے معلوم ہُوا کہ یہ سوال اسی ماہ و سال میں اُن کے پاس بھی گیا تھا، یہاں مراد آباد سے آیا، وہاں مرزاپور سے گیا تھا، اور عجب نہیں کہ مختلف مقامات سے اور علماء کے پاس بھی بھیجا ہو، اوروں کا جواب تو کیا معلوم مگر جناب لکھنوی صاحب کا جواب چھپا جس سے ظاہر ہُوا کہ عیاروں کا دھوکا اُن پر چل گیا اُنھوں نے غور نہ فرمایا کہ سوال کے تیور کیا ہیں اس کا سائل کون ہونا چاہئے، اس سے اس کی غرض کیا ہے۔ سیدھا سادہ پاؤں تلے کا جواب لکھ دیا کہ:

"گاؤکشی واجب نہیں، تارک گنہ گار نہ ہوگا، بقصد اثارت فتنہ گاؤکشی نہ چاہئے بلکہ جہاں فتنہ کا ظن غالب ہو احتراز اولٰی ہے قربانی اونٹ کی بہتر ہے۔ محمد عبدالحی"[2]

وہیں کے اور دو صاحبوں نے مُہر کی، اس پر مسلمانوں کی ضرورت ہُوئی کہ اہلِ افتا کو ہوشیار کریں اُنھیں دُنیا کی حالت، مُلک کی رنگت دکھائیں خود اپنے جواب کو صحیح معنے کی طرف پھیرنے کی راہ بتائیں، لہٰذا اس پر دو سوال ہُوئے:

سوال اوّل: "حضرات علماء سے جن کی مواہیر اس پرچہ پر ثبت ہیں استفسار ہے کہ جواب میں آپ کی مراد اس جملے سے آیا یہ ہے کہ ابتدائے فتنہ اہلِ اسلام کی طرف سے نہ ہو یعنی

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] القرآن الکریم ۵۷/ ۲۱

[2] مجموعۂ فتاوٰی کتاب الاضحیہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۲/ ۲۸۲ و ۲۸۳

ارتکاب سے فوراً فتنہ وفساد ہو اور مفضی بضرر اہلِ اسلام ہو، اور کوئی فائدہ اس فعل پر مرتب نہ ہو اور عملداری

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

جہاں عملداری ہنود کی ہو وہاں بقصدِ فتنہ انگیزی گاؤ کشی نہ کریں یا یہ کہ بلادِ ہندوغیرہ میں جہاں ہمیشہ سے اہلِ اسلام گائے ذبح کرتے آئے اور کبھی اُن کو مقصود فتنہ انگیزی نہ ہُوئی بلا اجرائے حکم شریعت، اب اگر مسلمان ان بلاد میں گائے ذبح کرے اور ہندو بنظرِ تعصب منع کریں تو مسلمان اُس سے باز رہے؟[1]

طبیعت میں حق کی طرف رجوع کا مادہ تھا اس سوال سے تنبّہ ہُوا اور حضرات علمائے یہ **جواب** تحریر فرمایا:

"گائے ذبح کرنا اگرچہ مباح ہے واجب نہیں، مگر ایسا مباح نہیں کہ کسی زمانہ یا بلادِ خاص میں اس کا رواج ہو بلکہ یہ طریقہ قدیم ہے زمانِ آنحضرت صلعم[عہ] و صحابہ و تابعین و جملہ سلف صالحین سے تمام بلاد و امصار میں، اور اس کی اباحت پر اجماع ہے تمام اہلِ اسلام کا، ایسے امر شرعی ماثور قدیم سے اگر ہنود روکیں تو مسلمان کو اس سے باز رہنا نہیں درست ہے بلکہ ہرگاہ ہنود ایک امر شرعی قدیم کے ابطال میں کوشش کریں، اہلِ اسلام پر واجب ہے کہ اس کے ابقا و اجراء میں سعی کریں، اگر ہنود کے کہنے سے اس فعل کو چھوڑیں گے تو گنہگار ہوں گے، اور مقصود اس جملہ میں جو جواب سابق میں ہے یہ ہے کہ بقصد برانگیختہ کرنے فتنہ و فساد کے گاؤ کشی نہ چاہیے مثلاً جہاں عملداری ہنود کی ہو وہاں مسلمان بقصد ابتدائے مردم آزاری خواہ مخواہ ذبح کریں یا عیدالضحٰے میں کسی ہندو کے مکان کے قریب جا کے بایں خیال ذبح کریں کہ فتنہ قائم ہو ایسی صورتوں کا ارتکاب نہ چاہیے بلکہ ایسی حالت میں ترکِ اَولٰی ہے اور بلادِ ہندوستان وغیرہ میں ترک اولٰی نہیں بلکہ اُس کے ابقا میں سعی واجب ہے۔"[2]

محمد عبدالحی
ابوالحسنات

سوال تو پہلے بھی بلادِ ہندوستان ہی سے آیا تھا مگر اُس وقت غور نہ فرمایا گیا۔

(باقی بر صفحہ آئندہ)

عہ استغفر اللہ بلکہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ کاتب

۱؎ مجموعہ فتاوٰی عبدالحی کتاب الاضحیہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۲/ ۲۸۲-۸۳

۲؎ " " " " ۲۸۳/۲

اسلام بھی نہ ہو تو وہاں بدیں وجہ اس فعل سے کوئی باز رہے تو جائز ہے یا یہ کہ بلا سبب ایسی حالت میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

"فی الواقع اُن بلاد میں مسلمانوں کو گاؤکشی باقی رکھنے میں کوشش لازم ہے اور مراد اُس فقرہ سے یہ ہے کہ جہاں عملداری خاص ہنود کی ہے اور گاؤکشی وہاں زینہار نہیں ہوتی اُس جگہ باعلان گاؤکشی کرنا بنظر فتنہ اولیٰ نہیں[1]" **محمد عبدالوہاب**

"فی الواقع مقصود جملہ سابق سے یہ ہے کہ بارادہ برانگیختہ کرنے فساد کے عملداری خاص ہنود میں جہاں گائے ذبح نہ ہوتی ہو گاؤکشی باعلان نہ چاہئے یا ہندو کے ہمسایہ میں علانیہ ذبح کرنا بارادہ فساد نہ چاہئے جن بلاد و مواضعاتِ ہند میں رواج گاؤکشی چلا آیا ہے اب کوئی ہندو بپاس تعصب مانع ہے تو مسلمانوں کو بپاس حمیت اسلامی ابقائے گاؤکشی میں کوشش بلیغ لازم ہے زینہار ترک نہ کریں گاؤکشی شعارِ مسلمانی ہے احتمالِ فساد ہو تو بذریعہ حکام رفع کرنا اس کا با بقائے رواج قدیم واجب ہے بخوف فساد ہنود ذبح گائے سے زینہار باز نہ رہیں، ذبح گاؤ شعائرِ اسلام سے ہے اہمال اس کا بلا وجہ وجیہ جائز نہیں[2]" **ابوالحیا محمد عبدالحلیم**

"ہاں ابتداءً اثارت فتنہ نہ چاہئے اور یہی معنی ہیں فقرہ جواب سابق کے پس جن بلاد میں ذبح گاؤ مروج ہے منع کرنا ہنود کا اُن کی جانب سے اثارت فتنہ و فساد ہو گا اُس کو دفع کرنا مسلمانوں کو ضرور ہے[3]" **ابوالغنا محمد عبدالحلیم ۱۰۹۲**

سوال دوم از بھاگل پور شوال ۱۲۹۰ھ

"اگر مسلمان گائے کی قربانی یا واسطے کھانے کے گائے ذبح کرنا چاہے اور ہنود بوجہ تعصب یا بنظرِ توہینِ اسلام روکیں تو مسلمانوں کو گائے کی قربانی یا گائے کے ذبح سے رکنا چاہئے یا کیا کرے، اگر از جانب ہنود فساد کا احتمال ہے مگر اس کا دفع بذریعہ حکام ممکن تو صرف بلحاظ فتنہ مذکور باز آنا چاہئے یا کیا کرے، یہ امر ظاہر ہے کہ اونٹ ان ملکوں میں کم ہیں

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] مجموعہ فتاوٰی عبدالحی کتاب الاضحیہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۲/۲۸۳

[2] " " " " " " ۲/۲۸۴

[3] " " " " " " ۲/۲۸۴-۸۵

میں بقصد اثارت فتنہ و فساد ارتکاب اُس کا واجب ہے، اور قربانی اونٹ کی بہتر ہے یا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اگر دستیاب بھی ہوئے تو بہت قیمت سے، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ سات بھیڑ کی قیمت ایک گائے سے زیادہ ہوتی ہے اور اگر ہنود کہیں تم گائے مت کرو اونٹ بھیڑ قربانی کرو تو اُس کو مان لینا واجب ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

جواب: گائے ذبح کرنے کا جواز قرآن و حدیث سے ثابت ہے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ نے زمانۂ آنحضرت[1] میں اور بعد آنحضرت صلعم[2] کے اس کو ذبح کیا ہے اس کے گوشت حلال اور ذبح جائز ہونے پر اتفاق ہے تمام مسلمانوں کا، خواہ بروز عید ہو یا اور روز، تو مسلمان کو باز آنا نہیں درست ہے، اور ہندو کی ممانعت تسلیم کر لینا نہیں جائز ہے، تسلیم کرنا موجب اُن کے اعتقاد باطل کی تقویت و ترویج کا ہوگا، یہ کسی طرح شرع میں جائز نہیں، اونٹ اگرچہ گائے سے اولیٰ ہے مگر کوئی شخص اس پر مجبور نہیں کیا جا سکتا علی الخصوص جب ہنود بغرض تعصب کہیں کہ خواہ مخواہ اُونٹ یا بکری کرو، مسلمانوں کو ضرور ہے کہ قول ہنود تسلیم کر کے اور گاؤکشی کو کہ اسلام کا طریقۂ قدیمہ ہے ترک نہ کریں بوجہ احتمال فساد ہنود گائے ذبح کرنے سے رکنا نہ چاہیئے۔"

ابو الحسنات محمد عبد الحی

ابو الحیا محمد عبد الحلیم

"قربانی گائے کی شعار اسلام ہے اس کا موقوف کرنا بسبب ممانعت ہنود معصیت ہے۔"

عبد الوہاب — ابو الغنا محمد عبد المجید — ابو الاحیا محمد نعیم — ابو الکرم محمد اکرم

یہ مجموعہ فتاوی جلد دوم طبع اوّل ص ۱۴۸ تا ص ۱۵۵ کا اقتباس ہے، الحمد للہ کہ آخر میں وہی سمجھنا پڑا جو حضرت مصنف مدظلہ نے بنگاہِ اولین خیال فرمالیا، ذٰلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم، ان فتاوی کی نقل سے یہ بھی مقصود ہے کہ حضرت مصنف مدظلہ کے حکم وجوب کی بعض تائیدات واضح ہوں کہ بعض عوام کو زیادت اطمینان ہو و باللہ التوفیق۔

کتبہ ابو العلا امجد علی الاعظمی
عفی عنہ بمحمدٍ النبی الامی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

[1] و [2] اوّل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

[1] مجموعہ فتاوی عبد الحی کتاب الاضحیہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۲/۲۸۵

[2] " " " " " " " ۲/۲۸۵-۸۶

گائے گی؟ بینوا توجروا۔

الجواب

واللّٰہ سبحٰنہ موفق الصدق والصواب، بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم، اللّٰھم صل وسلم وبارک علٰی سیدنا محمد و اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین، اللّٰھم بک نستعین۔

اصل مسئلہ کے جواب سے پہلے دو امر ذہن نشین کرنا لازم:

اوّل یہ کہ ہماری شریعتِ مطہرہ اعلٰی درجہ حکمت ومتانت ومراعات دقائق مصلحت میں ہے، اور جو حکم عرف ومصالح پر مبنی ہوتا ہے انھیں چیزوں کے ساتھ دائر رہتا ہے، اور اعصار وامصار میں اُن کے تبدل سے متبدل ہوجاتا ہے، اور وہ سب احکام شرعًا ہی قرار پاتے ہیں، مثلًا زمان برکت نشان حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں بوجہ کثرت خیر ونایابی فتنہ وشدتِ تقوٰی وقوت خوف خدا عورتوں پر ستر واجب تھا نہ حجاب، اور زنانِ مسلمین برائے نماز پنجگانہ مساجد میں جماعتوں کے لئے حاضر ہوتیں، بعد حضور کے جب زمانے کا رنگ قدرے متغیر ہوا ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا:

www.alahazratnetwork.org

لو ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم رأی من النساء مارأینا لمنعھن من المسجد کما منعت بنو اسرائیل نساءھا۔ رواہ احمد وبخاری ومسلم۔[1]

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمارے زمانے کی عورتوں کو ملاحظہ فرماتے تو انھیں مساجد جانے سے ممانعت کرتے جیسے بنی اسرائیل نے اپنی عورتوں کو منع کردیا تھا (اسے امام احمد و بخاری ومسلم نے روایت کیا۔ ت)

جب زمانۂ رسالت سے اور بُعد ہوا ائمہ دین نے جوان عورتوں کو ممانعت فرمادی، جب اور فساد پھیلا، علماء نے جوان وغیر جوان کسی کے لئے اجازت نہ رکھی، درمختار میں ہے،

یکرہ حضورھن الجماعۃ ولو لجمعۃ وعید ووعظ مطلقا ولو عجوزا لیلا علی المذھب المفتی بہ لفساد الزمان۔[2]

رات کو عورتوں کا خواہ بوڑھی ہوں جماعت میں حاضر ہونا مکروہ ہے اور اگرچہ جمعہ، عید اور وعظ کی مجلس ہو تو مفتی بہ مذہب میں مطلقاً مکروہ ہے زمانہ کے فساد کی وجہ سے (ت)

---

[1] مسند احمد بن حنبل | مروی از عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا | دار الفکر بیروت | ۶/۹۱
صحیح بخاری | باب خروج النساء الی المساجد باللیل | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/۱۲۰
صحیح مسلم | باب خروج النساء الی المساجد | " " " | ۱/۱۸۳

[2] درمختار | باب الامامۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۸۳

فتح القدیر میں فرمایا:

عمم المتاخرون المنع للعجائز والشواب فی الصلوات کلھا لغلبۃ الفساد فی سائر الاوقات[1]

غلبۂ فساد کی وجہ سے تمام اوقات کی نمازوں میں عموماً بوڑھی اور جوان عورتوں کا نکلنا متاخرین علماء نے منع فرمایا ہے۔ (ت)

حالانکہ صحیح حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا استاذنت احدکم امرأتہ الی المسجد فلا یمنعھا[2]۔ رواہ احمد والشیخان والنسائی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

جب تم میں کسی کی عورت مسجد جانے کی اجازت مانگے تو اسے منع نہ کرے (اسے احمد، بخاری، مسلم اور نسائی نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

دوسری حدیث میں فرمایا:

لاتمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ[3]۔ رواہ احمد ومسلم عن ابن عمر واحمد وابوداؤد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

اللہ کی کنیزوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو۔ (اسے امام احمد اور مسلم نے ابن عمر سے اور احمد و ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ ت)

پھر ان ائمہ وعلماء کے یہ احکام ہرگز حکم اقدس کے خلاف نہ ٹھہرے، بلکہ عین مطابق مقصود شرع قرار پائے، اسی طرح رفتہ رفتہ حاملانِ شریعت وحکمائے امت نے حکم حجاب دیا اور چہرہ چھپانا کہ صدر اول میں واجب نہ تھا واجب کردیا، نہایہ میں ہے:

سدل الشیئ علی وجھھا واجب علیھا[4]۔

چہرے پر پردہ لٹکانا عورت پر واجب ہے (ت)

---

[1] فتح القدیر — باب الامامۃ — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ۱/۳۱۷

[2] صحیح البخاری — باب استیذان المرأۃ زوجہا بالخروج الی المسجد — قدیمی کتب خانہ کراچی — ۱/۱۲۰

صحیح مسلم — باب خروج النساء الی المساجد — " " " — ۱/۱۸۳

[3] صحیح مسلم — " " — " " " — " "

سنن ابی داؤد — " " — آفتاب عالم پریس لاہور — ۱/۸۴

[4] المسلک المتقسط علی لباب المناسک بحوالہ النہایۃ مع ارشاد الساری فصل فی احرام المرأۃ دار الکتاب العربی بیروت ص ۶۸

www.alahazratnetwork.org

شرح لباب میں ہے :

دلت المسئلة علی ان المرأة منھیة عن اظھار وجھھا للاجانب بلاضرورة۔[1]

یہ مسئلہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عورت کو بلاضرورت اجنبی لوگوں پر اپنا چہرہ کھولنا منع ہے (ت)

تنویر میں ہے :

تمنع من کشف الوجہ بین رجال لخوف الفتنة۔[2]

فتنہ کے خوف سے مردوں میں عورت کو چہرہ کھولنے سے روکا جائے۔ (ت)

اسی قسم کے صدہا احکام ہماری شریعت میں ہیں و من القواعد المقررة فی شریعتنا المطھرة ان الحکم یدور مع علتہ (ہماری شریعت مطہرہ کے مسلمہ قواعد میں سے ایک یہ ہے کہ حکم اپنی علت کے ساتھ دائر ہوتا ہے۔ ت)

دوم واجبات و محرمات ہماری شریعت میں دو قسم ہیں :

ایک لعینہ یعنی جس کی نفس ذات میں مقتضی ایجاب و تحریم موجود ہے، جیسے عبادت خدا کی فرضیت اور بُت پرستی کی حرمت۔

دوسرے لغیرہ یعنی وہ کہ امور خارجہ کا لحاظ ان کی ایجاب و تحریم کا اقتضا کرتا ہے اگرچہ نفس ذات میں کوئی معنی اس کو مقتضی نہیں، جیسے تعلّم صرف و نحو کا وجوب کہ ہمارے رب تعالٰی کی کتاب اور ہمارے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا کلام زبان عربی میں ہے اور اس کا فہم بے اس علم کے متعذر، لہذا واجب کیا گیا، اور افیون اور بھنگ وغیرہما مسکرات کی حرمت کہ اُن کا پینا ایک ایسی نعمت یعنی عقل کو زائل کردیتا ہے جو ہر خیر کی جالب اور ہر فتنہ و شر سے بچانے والی ہے، اسی قبیل سے ہے شعار کہ مثلاً انگرکھے کا سیدھا پردہ ہماری اصل شریعت میں واجب نہیں، بلکہ ہمارے شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی انگرکھا نہ پہنا، نہ حضور کے ملک میں اس کا رواج تھا، مگر اب کہ ملک ہندوستان میں شعارِ مسلمین قرار پایا اور اُلٹا پردہ کفار کا شعار ہُوا، تو اب سیدھا پردہ چھوڑ کر اُلٹا اختیار کرنا بلاشبہہ حرام، اسی طرح بوجہ عرف و قرارداد امصار و بلاد جس مباح کا فعل عزت و شوکتِ اسلام پر دلالت کرے اور اسے چھوڑ دینے میں اسلام کی توہین اور کفر کا غلبہ سمجھا جائے، قواعدِ شرعیہ بالیقین اُس سے باز رہنے کی تحریم کرتے ہیں، اور یہی اس کا وہی نظر مصالح و اعتبار عرف و مراعات اقتضائے امور خارجہ ہے، جسے ہم دونوں مقدمہ سابقہ میں بیان کر آئے،

---

[1] المسلک المتقسط علی لباب المناسک بحوالہ النہایۃ مع ارشاد الساری، فصل فی احرام المرأۃ دار الکتاب العربی بیروت ص ۶۸

[2] درمختار شرح تنویر الابصار باب شروط الصلٰوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۶۶

جب یہ امور منقح ہو لئے تو اب اصل مسئلہ کا جواب لیجئے :

گاؤ کشی اگرچہ بالتخصیص اپنے نفس ذات کے لحاظ سے واجب نہیں، نہ اس کا تارک باوجود اعتقاد اباحت بنظر نفس ذات فعل گنہ گار، نہ ہماری شریعت میں کسی خاص شئی کا کھانا بالتعیین فرض، مگر ان وجوہ سے صرف اس قدر ثابت ہُوا کہ گاؤ کشی جاری رکھنا واجب لعینہٖ، اور اس کا ترک حرام لعینہٖ نہیں، یعنی ان کے نفس ذات میں کوئی امر ان کے واجب یا حرام کرنے کا مقتضی نہیں، لیکن ہمارے احکام مذہبی صرف اسی قسم کے واجبات و محرمات میں منحصر نہیں، بلکہ جیسا ان واجبات کا کرنا اور ان محرمات سے بچنا ضروری و حتمی ہے، یونہی واجبات و محرمات لغیرہا میں بھی امتثال و اجتناب اشد ضروری ہے، جس سے ہم مسلمانوں کو کسی طرح مفر نہیں، اور اُن سے بالجبر باز رکھنے میں بیشک ہماری مذہبی توہین ہے جسے حکام وقت بھی روا نہیں رکھ سکتے۔

ہم ہر مذہب و ملت کے عقلاء سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر کسی شہر میں گاؤ کشی بند کر دی جائے، اور بلحاظ ناراضی ہنود اس فعل کو کہ ہماری شرع ہرگز اس سے باز رہنے کا ہمیں حکم نہیں دیتی، یک قلم موقوف کیا جائے تو کیا اس میں ذلتِ اسلام متصور نہ ہوگی، کیا اس میں خواری و مغلوبی مسلمین نہ سمجھی جائے گی، کیا اس وجہ سے ہنود کو ہم پر گردنیں دراز کرنے اور اپنی چیرہ دستی پر اعلیٰ درجہ کی خوشی ظاہر کر کے ہمارے مذہب و اہلِ مذہب کے ساتھ شماتت کا موقع ہاتھ نہ آئے گا، کیا بلا وجہ دیدہ اپنے لئے ایسی ندامت و ذلت اختیار کرنا اور دوسروں کو دینی مغلوبی سے اپنے اوپر ہنسوانا ہماری شرع جائز فرماتی ہے؟ حاشا وکلا ہرگز نہیں، ہماری شرع ہرگز ہماری ذلت نہیں چاہتی، نہ یہ متوقع کہ حکام وقت صرف ایک جانب کی پاسداری کریں اور دوسری طرف کی توہین و تذلیل روا رکھیں۔

سائل لفظ ترک لکھتا ہے، یہ صرف مغالطہ اور دھوکا ہے، اس نے "ترک" اور "کف" میں فرق نہ کیا، کسی فعل کا نہ کرنا اور بات ہے اور اس سے بالقصد باز رہنا اور بات، ہم پوچھتے ہیں کہ اس رسم سے جس میں صدہا منافع ہیں یک قلم امتناع آخر کسی وجہ پر مبنی ہوگا، اور وجہ سوا اس کے کچھ نہیں کہ ہنود کی ہٹ پوری کرنا، اور مسلمانوں نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام انسانوں کے اسبابِ معیشت میں کمی و تنگی کر دینا، ہم اہلِ اسلام کی ابتدائے عہد سے بڑی غذا جس کی طرف ہماری طبیعتیں اصل خلقت میں راغب اور اس میں ہمارے لئے ہزاروں منافع اور اس سے ہمارے خالق تبارک و تعالیٰ نے قرآن عزیز میں جا بجا ہم پر منت رکھی، گوشت ہے۔

قال ربنا تبارك وتعالیٰ ومن الابل و
من البقر اثنین ط قل ءالذکرین حرم

ہمارے رب تبارک و تعالیٰ نے فرمایا، اُس نے
تمہارے لئے بنائے اونٹ میں سے دو (نر و مادہ)

ام الانثیین ۰ اما اشتملت علیہ ارحام الانثیین[1]

اور گائے میں سے دو (ان کا فروں سے) فرما دو اللہ تعالٰی نے دونوں نر حرام کئے ہیں یا دونوں مادہ یا وہ جو دونوں مادہ کے پیٹ میں ہے۔

وقال تعالٰی اولم یروا انا خلقنا لھم مما عملت ایدینا انعاما فھم لھا مالکون ۰ وذللناھا لھم فمنھا رکوبھم و منھا یاکلون ۰ ولھم فیھا منافع ومشارب افلا یشکرون[2]

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: کیا انھیں نہیں سُوجھتا کہ ہم نے اپنی قدرتی بنائی ہُوئی چیزوں میں سے اُن کے لئے چوپائے پیدا فرمائے تو وہ ان کے مالک ہیں، اور ہم نے اُن چوپاؤں کو ان کا مسخر کردیا تو ان میں کسی پر سوار ہوتے ہیں اور کسی کا گوشت کھاتے ہیں، اور اُن کے لئے اُن میں منافع ہیں اور پینے کی چیز، تو کیا شکر نہ کریں گے الٰی غیرذٰلک من الآیات۔

اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث میں گوشت کو دُنیا و آخرت کے سب کھانوں کا سردار اور سب سے افضل و بہتر فرمایا[3]

www.alahazratnetwork.org

والحدیث مخرج بطرق عدیدۃ من عدۃ من الصحابۃ الکرام رضوان تعالٰی علیھم اجمعین۔

یہ حدیث متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین سے متعدد طرق سے تخریج شدہ ہے۔ (ت)

اور بیشک بکری کا گوشت دوامًا ہمارے ہر امیر وفقیر کو دستیاب نہیں ہوسکتا خصوصًا مسلمانان ہندوستان کہ ان میں ثروت بہت کم اور افلاس غالب ہے، غریبوں کی گزر بے گوشت گاؤ کے نہیں، اور کتب حکمت بھی شاہد کہ اصل غذا انسان کی گوشت ہے، عناصر غذائے نباتات، نباتات غذائے حیوانات، حیوانات غذائے انسان، اور بیشک اس کے کھانے میں جو منفعتیں اور ہمارے جسم کی اصلاحیں اور ہمارے قوٰی کی افزائشیں ہیں اس کے غیر سے حاصل نہیں، اور مرغوبی کی یہ کیفیت کہ ہر شخص اپنے وجدان سے جان سکتا ہے کہ کیسا ہی لذیذ کھانا ہو، چند روز متواتر کھانے سے طبیعت اس سے سیر ہوجاتی ہے، اور

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۴۴

[2] " ۳۶/ ۷۱ تا ۷۳

[3] سُنن ابن ماجہ ابواب الاطعمہ باب اللحم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۴۵

زیادہ دن گزریں تو نفرت کرنے لگتی ہے بخلاف نان گندم و گوشت کہ عمر بھر کھائے تو اس سے تنفر نہیں ہوتا، معہذا گائے کی کھال وغیرہ سے جو ہزار ہا قسم کے منافع ملتے اور ان منفعتوں میں ہنود بھی ہمارے شریک ہوتے ہیں، اور چند اقوام کی تجارتیں اور ان کے رزق کے ظاہری سامان اُسی گاؤکشی کا نتیجہ ہیں۔

تو سائل کا یہ قول کہ "کوئی فائدہ اس فعل پر مرتب نہ ہو" محض تصویر غلط ہے، اور گائے کی قربانی خاص ہمارے شعائر دین سے ہے، ہمارا مالک و مولٰی تبارک و تعالٰی صریح ارشاد فرماتا ہے:

والبُدن جعلنٰھا لکم من شعائر اللہ[1] اور اونٹ اور گائے کو کیا ہم نے تمہارے لئے خدا کے شعاروں میں سے۔

اور یقیناً معلوم کہ ہمارے ملک میں اُونٹ ہماری غذا و ادائے واجب قربانی کے لئے کفایت نہیں کرسکتے، اوّل تو سخت گراں، دوسرے بہ نسبت گاؤ نہایت قلیل الوجود، اور اگر گاؤکشی موقوف کرکے اونٹ پر کفایت کی جائے تو چند روز میں اونٹ کی قیمت دہ چند ہوجائے گی اور یہ نفع عام جو ہمارے غرباء کو پہنچتا ہے ہرگز متصور نہ رہے گا، اور عجب نہیں کہ رفتہ رفتہ بوجہ قلت اونٹ حکم عنقا کا پیدا کرے، تو رفع حاجت دائم اس سے متوقع نہیں، اور بکری کا گوشت کھانے کے لئے بھی تھوڑے سے لوگوں کو ملتا ہے، اور قربانی کے واسطے بھی ہر شخص ایک بکری جدا گانہ کرے کہ سال بھر سے کم کی نہ ہو، اور اُس کے اعضاء بھی عیب و نقصان سے پاک ہوں بخلاف اس غریب پرور جانور یعنی گائے کے کہ ہمارے مسئلہ شرعیہ سے اس میں سات شخص شریک ہوسکتے ہیں، اور بیشک سات بکریاں ایک گائے سے ہمیشہ گراں رہتی ہیں۔

معہذا ہمارے مذہب میں اس کا جواز اور ہنود کے یہاں ممانعت ایک پلہ میں نہیں، ہماری اصل شریعت میں اس کا جواز موجود، قرآن مجید میں ہے:

ان اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ۔[2] بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ گائے ذبح کرو۔ (ت)

وشرائع من قبلنا اذا قصّھا اللہ تعالٰی علینا من دون انکار شرائع لنا[3] (ملتقطا) کما نص علیہ فی کتب الاصول۔ ہم سے پہلی شریعتوں کو جب اللہ تعالٰی بیان فرماکر منع نہ فرمائے تو وہ ہماری شریعت ہوجاتی ہے (ملتقطا) جیسا کہ کتبِ اصول میں منصوص ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۶

[2] القرآن الکریم ۲/ ۶۷

[3] اصول البزدوی باب شرائع من قبلنا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۳۲

اور ہنود کے اصل مذہب میں کہیں اس کی ممانعت نہیں، متاخرین نے خواہ مخواہ اس کی تحریم اپنے سر باندھ لی، بلکہ کتب ہنود گواہی دیتی ہیں کہ پیشوایانِ ہنود بھی گائے کا مزہ چکھنے سے محروم نہ گئے، جسے اس کی تفصیل دیکھنی ہو سوط اللہ الجبار وغیرہ کتب ردِ ہنود کا مطالعہ کرے۔

علاوہ بریں ہم دریافت کرتے ہیں اس کی تحریم ہنود کے یہاں دوہی وجہ سے معقول:

ایک یہ کہ جانور کی ناحق ایذا اور ہتھیا ہے، ہم کہتے ہیں اکثر اقوام ہنود بکری، مرغی، مچھلی کھاتے ہیں، کیا وہ جانور نہیں، کیا ان کی جان جان نہیں، کیا اُن کی ایذا حرام نہیں، کیا اُن کا قتل ہتھیا نہیں، اور خود کتبِ ہنود سے جورام و لچھمن و کرشن کا شکاری ہونا ثابت، اُس ہتھیا کا کیا علاج، اور ایسا ہی ناراضی ہنود کا خیال کیجئے، تو اگر وہ ہتھیا کے حکم کو عام کردیں تو کیا شرعِ مطہر ہمیں ہر جانور کے ذبح و قتل سے باز رکھے گی، اور سانپ کہ انسان کی جان کا دشمن اور ہندوؤں کا دیوتا ہے ہرگز نہ مارا جائے گا، اور مسلمانوں کے اسباب و معیشت مفقود اور انسانوں کے ابواب عافیت مسدود کردیئے جائیں گے، حاشا وکلّا ہماری شرع ہرگز ایسا حکم نہیں فرماتی، نہ حکامِ وقت ان خرافات کو روا رکھیں، کیا مزے کی بات ہے، ہندوؤں میں بعض قومیں ایسی ہیں کہ مطلقاً ہر جانور کا قتل حرام اور ہتھیا جانتی ہیں، بلکہ بعض کو تو اس قدر غلو و تشدد ہے کہ ہر وقت منہ پر کپڑا باندھے رہتے ہیں کہ کھی یا بھنگا حلق میں جاکر مر نہ جائے، اور باقی طوائف ہنود ان لوگوں کا خیال اور ان کے مذہب کا لحاظ نہیں کرتے، مزے سے بکری، مرغی، مچھلی وغیرہ نوشِ جان کرتے اور مسلمانوں کی دیکھا دیکھی دیگچیوں کے بگھار کا لطف اڑاتے ہیں، جب اُن کے آپس میں یہ کیفیت ہے تو ہم پر کیوں ہنود کا لحاظ اور ان کے مذہب کا ایسا خیال واجب کرکے گاؤکشی بند کرنے کا فتوٰی دیا جا سکتا ہے ان ھذا الا ظلم صریح او جھل قبیح (یہ نہیں مگر زا صریح ظلم یا قبیح جہالت۔ ت)

دوسری وجہ یہ کہ گائے ان کے یہاں معظم ہے اور اپنے معظم کا ہلاک نہیں چاہتے، ہم کہتے ہیں کہ، اولاً گئو ماتا کی آنکھیں بند ہوتے ہی ان سعادت مندوں کی تعظیم کا حال کھل جاتا ہے، اپنے ہاتھوں چماروں کے حوالے کرتے ہیں کہ چیریں پھاڑیں اور چرسا اپنے لئے ٹھہرا لیتے ہیں کہ کھال کی جوتیاں بناکر پہنیں جو جوتوں سے بچی وہ ڈھول کر کھنچی کہ شادی بیاہ میں کام آئے، رات بھر تپا پٹے کھائے۔

ثانیاً بفرض غلط اگر تعظیم ہے بھی تو صرف گائے پر مقتصر ہے، ہم بچشم خود دیکھتے ہیں کہ ہنود آپ بیل کی ہر تعظیم نہیں کرتے بلکہ اُس پر سخت تشدد کرتے ہیں، ہل میں جوتیں، گاڑی میں چلائیں، سواریاں لیں، بوجھ لدوائیں، وجہ بے وجہ سخت ماریں کہ جا بجا اُن کے جسم زخمی ہوجاتے ہیں۔ ہم نے خود دیکھا ہے کہ بعض ہنود نے باربرداری کی گاڑیوں میں اس قدر بوجھ بھرا کہ بیلوں کا جگر پھٹ گیا اور خون ڈال کر مرگئے، تو معلوم ہوا کہ بیل اُن کے

یہاں معظم نہیں، اگر یہ ممانعت بربنائے تعظیم ہے تو چاہئے کہ خوشی بیلوں کے ذبح کی اجازت دیں، ورنہ اُن کا صریح مکابرہ اور ہٹ دھرمی ہے۔

باقی رہا سائل کا یہ کہنا کہ "اس فعل کے ارتکاب سے ثوران فتنہ و فساد ہو" ہم کہتے ہیں جن مواضع میں مثل بازار و شارع عام وغیرہما گاؤکشی کی قانوناً ممانعت ہے[عہ]، وہاں جو مسلمان گائے ذبح کرے گا البتہ اثارت فتنہ و فساد اس کی طرف منسوب ہوسکتی ہے اور قانوناً مجرم قرار پائے گا، اور اس امر کو ہماری شریعت مطہرہ بھی روا نہیں رکھتی کہ ایسی وجہ سے مسلمانوں پر مواخذے یا انھیں سزا ہونے کا باعث ہونا بیشک توہین اسلام ہے جس کا مرتکب یہ شخص ہُوا، نظیر اس کی سب وشتم آلہہ باطلۂ مشرکین ہے کہ شرع نے اُس سے ممانعت فرمائی، اگرچہ اکثر جگہ فی نفسہ حرج محتمل نہ تھا،

ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللّٰه فیسبوا اللّٰه عدوا بغیر علم[1]

اور انھیں گالی نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے زیادتی اور جہالت سے (ت)

اور جہاں قانوناً ممانعت نہیں وہاں اگر ثوران فتنہ و فساد ہوگا تو لاجرم ہنود کی جانب سے ہوگا، اور جُرم انھیں کا ہے کہ جہاں ذبح کرنے کی اجازت ہے وہاں بھی ذبح نہیں کرنے دیتے، کیا اُن کے جُرم کے سبب ہم اپنی رسوم مذہبی ترک کرسکتے ہیں، یہ حکم بعینہٖ ایسا ہُوا کہ کوئی شخص اغنیاء سے کہے تمہارا مال جمع کرنا باعث ثوران فتنہ و فساد و ایذائے خلق اللہ ہے، کہ نہ تم مال جمع کرو نہ چور چرانے آئیں نہ وہ قید و بند کی سخت سخت سزائیں پائیں، اس احمق کے جواب میں یہی کہا جائے گا کہ چوری چور کا جُرم ہے، اُس کے سبب ہمیں جمع مال سے کیوں ممانعت ہونے لگی، اور اگر ایسا ہی خیال ہنود کے فتنہ و فساد کا شرع ہم پر واجب کرے گی تو ہر جگہ ہنود کو قطعاً اس رسم کے اٹھادینے کی سہل تدبیر ہاتھ آئے گی جہاں چاہیں گے فتنہ و فساد برپا کریں گے اور بزعم جُہّال شرع ہم پر ترک واجب کردے گی، اور اس کے سوا ہماری جس رسم مذہبی کو چاہیں گے اپنے فتنہ و فساد کی بنا پر بند کرادیں گے، اور یہی واقعہ اُن کے لئے نظیر ہوجائے گا، ایسی صورت میں تم پر اپنی رسم کا ترک شرعاً واجب ہوتا ہے۔

[عہ] فی الحال یہی صورت حال ہے کہ مختلف حکومتوں نے اپنے اپنے صوبے میں ذبیحہ گاؤ مطلقاً خلاف قانون قرار دیا ہے لہذا باز رہا جائے ۱۲ عبدالمنان

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۰۸

www.alahazratnetwork.org

بالجملہ خلاصۂ جواب یہ ہے کہ بازاروشارع عام میں جہاں قانوناً ممانعت ہے، براہِ جہالت ذبحِ گاؤ کا مرتکب ہونا بیشک اسلام کو توہین و ذلّت کے لئے پیش کرنا ہے کہ شرعاً حرام، اور اس کے سوا جہاں ممانعت نہیں وہاں سے بھی باز رہنا اور ہنود کی بیجا ہٹ بجا رکھنے کے لئے یک قلم اس رسم کو اٹھا دینا ہرگز جائز نہیں بلکہ انھیں مضرات و مذلات کا باعث ہے جن کا ذکر ہم اوّل کر آئے جنھیں شرعِ مطہر ہرگز گوارا نہیں فرماتی نہ کوئی ذی انصاف حاکم پسند کرسکے، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۵ از مسلم لیگ ضلع بریلی مرسلہ سید عبدالودود جائنٹ سیکرٹری لیگ مذکور
جمادی الاولٰی ۱۳۲۹ھ

نحمدہ ونصلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ آج کل ہنود کی طرف سے نہایت سخت کوشش اس امر کی ہورہی ہے کہ ہندوستان سے گاؤکشی کی رسم موقوف کرادی جائے، اور اس غرض سے اُنھوں نے ایک بہت بڑی عرضداشت گورنمنٹ میں پیش کرنے کے لئے تیار کی ہے جس پر کروڑوں باشندگانِ ہندوستان کے دستخط کرائے جارہے ہیں، بعض ناعاقبت اندیش مسلمان بھی اس عرضداشت پر ہندوؤں کے کہنے سُننے سے دستخط کررہے ہیں' ایسے مسلمانوں کی بابت شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ اور اس مذہبی رسم جو شعائرِ اسلام میں سے ہے کے بند کرانے میں مدد دینے والے گنہگار اور عنداللہ مواخذہ دار ہیں یا نہیں؟ بینوا الجواب بالتفصیل واللہ یہدی من یشاء الٰی سواء السبیل۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

گائے کی قربانی شعائرِ اسلام سے ہے، قال تعالٰی:

والبُدْنَ جعلنٰھا لکم من شعائر اللہ[1]

اور اونٹ گائے بیل ہم نے ان کو کیا تمھارے لئے اللہ کی نشانیوں سے۔

مسلمانوں کو ہندوؤں کے ساتھ اس معاملہ کے انسداد میں شرکت ناجائز و حرام ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

کتبہ عبید النبی نواب مرزا
عفی عنہ بجاہ المصطفٰی
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۶

فی الواقع گاؤکشی ہم مسلمانوں کا مذہبی کام ہے جس کا حکم ہماری پاک مبارک کتاب کلام مجید رب الارباب میں متعدد جگہ موجود ہے۔ اس میں ہندوؤں کی امداد اور اپنی مذہبی مضرت میں کوشش اور قانونی آزادی کی بندش نہ کرے گا مگر وہ جو مسلمانوں کا بدخواہ ہے،

واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر احمد رضا قادری غفرلہ

اللہ عز وجل فرماتا ہے:

ان اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ[1] — بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ گائے ذبح کرو۔ (ت)

شرائع من قبلنا اذا قصہا اللہ تعالیٰ علینا من دون انکار شرائع لنا[2] (ملتقطا) کما نص فی کتب الاصول۔ — ہم سے پہلی شریعتوں کو جب اللہ تعالیٰ بیان فرماکر منع نہ فرمائے تو وہ ہماری شریعت ہوجاتی ہے (ملتقطا) جیسا کہ کتب اصول میں منصوص ہے۔ (ت)

زراعت کے بہانے سے ہنود ہماری مذہبی رسم میں نہ صرف وقت اندازی بلکہ اس کا پورا انسداد چاہتے ہیں، اور طرفہ یہ کہ اس پر مذہبی آزادی سے استناد کرتے ہیں، کیا مذہبی آزادی کے یہ معنے ہیں کہ ایک فریق کے خیالات کو کامیاب کرنے کے لئے دوسرے فریق کی دینی مذہبی رسوم بند کردی جائیں۔

ہندوستان میں روزانہ ہزاروں گائے ذبح ہوتی ہیں آج تک زراعت کو کون سا نقصان پہنچا جو آئندہ پہنچنے کی امید ہے، قدرت کا قاعدہ ہے کہ جس چیز کی مانگ زیادہ ہوتی ہے اسے زیادہ پیدا فرماتی ہے، گاؤکشی بند ہونے سے زراعت کو تو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا سوا اس کے کہ کھیت میں پڑکر تیار کھیت کو کھاجانے والے اب دس ہیں تو تب سو ہونگے، ہاں گوشت کو نقصان عظیم پہنچے گا، مسلمان اور عیسائی بلکہ ہنود کی بعض اقوام بھی طبعی طور پر غذائے گوشت کے عادی ہیں اسے بند کرکے صرف دال ساگ پر انھیں قانع کرنا ضرور ان کی عافیت میں خلل انداز ہوگا اور ہرگز ان کی صحت جسمانی ٹھیک نہیں رہ سکتی، اور اس کے سوا عام حاجتوں کو سخت نقصان پہنچے گا مثلاً "جوتا" ہے، کیا ہنود اس کے محتاج نہیں، کم لوگ ہیں کہ نری استر کا پہنتے ہوں اور جب ادھوڑی استر کا بند ہوجائیگا تو غرباء تو پہن ہی نہ سکیں گے اور امراء کے لئے چہار چند قیمت ہوجائے گی، اور اس کے علاوہ ہزاروں کام جن پر چمڑے کے کارخانوں کی بنا ہے اور لاکھوں روپے کی تجارت ہے اور ہزاروں

[1] القرآن الکریم ۲/ ۶۷

[2] اصول البزدوی باب شرائع من قبلنا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۳۲

آدمیوں کا رزق اور گورنمنٹ خزانے کے لئے لاکھوں کا محصول، یہ سب امور یکسر بند ہوجائیں گے اور ملک کی رفاہ وآسائش میں عام انقلاب واقع ہوگا جس کا ضرر نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام اقوام کو پہنچے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ذٰلک کذٰلک
مصطفٰی رضا خان قادری
آل الرحمٰن محمد عرف
ابوالبرکات محی الدین جیلانی

کتبہ ابوالعلاء امجد علی الاعظمی
عفی عنہ بمحمدن النبی الامی
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

مسئلہ ۱۸۶ از مجلس داد خواہی مسلمانان بریلی ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

دعوٰی قربانی کے جواب میں ہنود نے اپنا یہ بیان پیش کیا ہے کہ قرآن شریف میں اس فعل کی اجازت نہیں، بنیاد مذہب مدعی کی اوپر قرآن شریف کے ہے، کتاب مذکور میں قربانی گاؤ کی ہدایت نہیں کرتا ہے، مدعی خلاف اس کے بحیلہ مذہب بغرض دل دکھانے مذہب ہنود کے جس کی دھرم شاستر میں سخت ممانعت ہے، یہ فعل خلافِ استحقاق کرنا چاہتا ہے فقط، چونکہ یہ بیان اُن کا متعلق قرآن شریف و مسائل مذہب کے ہے، لہذا علماء کی خدمت میں استفسار ہے کہ آیا یہ بیان ہنود صحیح ہے یا غلط؟

الجواب

بیان ہنود سراسر غلط ہے، مسلمانوں کی آسمانی کتاب قرآن مجید اور ہمارے سچے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشادات سے قربانی گاؤ کی اجازت بخوبی ثابت ہے،

(۱) اللہ تعالٰی قرآن مجید کے سترھویں پارہ، بائیسویں سورہ حج کے پانچویں رکوع میں فرماتا ہے:

والبدن جعلنٰھا لکم من شعائر اللہ لکم فیھا خیر ق فاذکروا اسم اللہ علیھا صواف ج فاذا وجبت جنوبھا فکلوا منھا واطعموا القانع والمعتر ط کذٰلک سخرنٰھا لکم لعلکم تشکرون [1]

اور قربانی کے ڈیل دار جانوروں کو کیا ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں سے، تمہارے لئے ان میں بھلائی ہے، تو اللہ کا نام لو اُن پر کھڑے ہوئے، پھر جب ان کی کروٹیں گرجائیں تو خود کھاؤ، اور صبر سے بیٹھنے والے اور مانگنے والے کو کھلاؤ، یونہی ہم نے ان جانوروں کو تمہارے بس میں کردیا ہے کہ تم احسان مانو۔

قربانی کے ڈیل دار جانور اونٹ اور گائے ہیں، تفسیر قادری جو ہنود کے ایک معزز رئیس منشی نولکشور سی آئی ای نے اپنی فرمائش سے منجانب مطبع تصنیف کرائی اور داخل رجسٹری کراکر اپنے مطبع میں چند بار

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۶

چھاپی، بچی، اس کی جلد دوم طبع ششم سطر اخیر ص۷۹ وسطر اول ص۸۰ میں آیت کے ان لفظوں کا ترجمہ یوں لکھا: "وَالْبُدْنَ اور اونٹ اور گائے جو قربانی کے واسطے ہانکے لئے جاتے ہیں جعلنٰھا لکم کر دیا ہم نے انھیں یعنی اُن کے ذبح کو تمہارے واسطے مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ دینِ الٰہی کے نشانیوں میں سے۔"[1]

اور بیشک ہم حنفی مذہب والوں کے تینوں امام یعنی امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اور اُن کے سب پیروؤں کا یہی مذہب ہے کہ بُدنہ یعنی قربانی کے ڈیل دار جانور میں اونٹ اور گائے دونوں داخل ہیں، انھیں اماموں کا مذہب ہندوستان کے تمام شہروں میں رائج ہے، اور یہاں انھیں کے مذہب پر فتوٰی وعمل ہوتا ہے، ہدایہ، درمختار، قاضی خاں، عالمگیری وغیرہا مشہور کتابیں اسی مذہب کی ہیں۔ درمختار میں ہے:

بدنۃ ھی الابل والبقر سمیت بہ لضخامتھا۔[2]

بدنہ اُونٹ اور گائے ہے، ان کے ڈیل دار ہونے کے سبب اُن کا یہ نام ہوا۔

ہدایہ میں ہے:

البدنۃ ھی الابل والبقر، وقال الشافعی من الابل لنا ان البدنۃ تنبئ عن البدانۃ وھی الضخامۃ وقد اشترکا فی ھذا المعنی ولھذا یجزئ کل واحد منھما عن سبعۃ اھ[3] ملخصا۔

www.alahazratnetwork.org

اونٹ اور گائے دونوں بدنہ ہیں۔ شافعی نے کہا اونٹ۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ بدنہ ڈیل دار ہونے سے خبر دیتا ہے، اور اس بات میں اونٹ اور گائے برابر ہیں، اس لئے وہ دونوں سات آدمیوں کی طرف سے کفایت کرتے ہیں۔

فتاوٰی عالمگیری میں ہے: البُدن من الابل والبقر۔[4] بُدنہ اونٹ اور گائے دونوں سے ہے۔ اور یہ مضمون حدیث سے بھی ثابت ہے کہ عنقریب مذکور ہوگی۔

(۲) اللہ تعالٰی اسی رکوع کے شروع میں فرماتا ہے:

ولکل امۃ جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللہ

اور ہر گروہ کے لئے ہم نے مقرر کر دی قربانی کہ اللہ کا

---

[1] تفسیر قادری	آیۃ والبدن جعلنٰھا لکم کے تحت	نولکشور لکھنؤ	۲/۷۹، ۸۰
[2] درمختار	کتاب الاضحیۃ	مطبع مجتبائی دہلی	۲/۲۳۱
[3] الھدایۃ	فصل ما یتعلق بالوقوف	المکتبۃ العربیۃ کراچی	۱/۲۳۶-۲۳۷
[4] فتاوٰی ہندیۃ	الباب السادس عشر فی الہدی	نورانی کتب خانہ پشاور	۱/۲۶۱

36/36

علیٰ ما رزقہم من بہیمۃ الانعام[1] — نام لیں چوپایوں کے ذبح پر جو اللہ نے انھیں دئے'

یہاں فرمایا کہ چوپایوں کو اللہ تعالیٰ نے قربانی کے لئے بنایا ہے، اور آٹھویں پارہ چھٹی سورہ انعام کے سترھویں رکوع میں چوپایوں کی تفصیل یہ بیان فرمائی،

ثمٰنیۃ ازواج من الضان اثنین ومن المعز اثنین (الیٰ قولہ تعالیٰ) ومن الابل اثنین ومن البقر اثنین قل ءٰالذکرین حرم ام الانثیین اما اشتملت علیہ ارحام الانثیین[2] — چوپائے آٹھ نر و مادہ میں بھیڑ سے دو، اور بکری سے دو، اور اونٹ سے دو، اور گائے سے دو، تو کہہ کیا اللہ نے دونوں نر حرام کئے ہیں یا دونوں مادہ، یا وہ جسے اپنے پیٹ میں رکھا دونوں مادہ نے۔

ان آیتوں سے صاف معلوم ہوا کہ اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری سب کی قربانی اللہ تعالیٰ نے بتائی ہے، اسی لئے تفسیر مذکور فرمائش منشی نولکشور کی جلد دوم ص ۶۸ سطر ۱۱ و ۱۲ میں چوپایوں پر اللہ کا "نام لینے" کی تفسیر میں لکھا،

"بے زبان چوپایوں میں سے یعنی اونٹ گائے بکرا اس سے قربانی مراد ہے کہ خدا کے نام پر ذبح کریں"[3]

اور پچھلی آیت سے یہ بھی کھل گیا کہ گائے 'بیل' بچھیا' بچھڑا اس کا کھانا حلال ہے جس کی حلت خود قرآن شریف میں صراحۃً مذکور ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ پہلے پارے دوسری صورت سورۂ بقر کے آٹھویں رکوع میں فرماتا ہے،

واذ قال موسیٰ لقومہ ان اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ[4] — اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے بیشک اللہ تمھیں حکم فرماتا ہے کہ گائے ذبح کرو۔

اور ساتویں پارے چھٹی سورت سورۂ انعام کے دسویں رکوع میں موسیٰ و ہارون وغیرہما انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرکے مسلمانوں کو حکم دیتا ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/۳۴
[2] " ۶/۱۴۳-۴۴
[3] تفسیر قادری آیۃ ۲۲/۲۸ نولکشور لکھنؤ ۲/۶۸
[4] القرآن الکریم ۲/۶۷

اولئک الذین ھدی اللہ فبھدٰھم اقتدہ[1] ۔ — یہ وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ٹھیک راستے چلایا تو تو انھیں کی راہ چل۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگلے انبیاء کی شریعت میں جو کچھ تھا وہی ہمارے لئے بھی ہے جب تک ہماری شریعت اسے منسوخ نہ فرمادے۔ تو گائے قربانی کرنے کی ہمیں اجازت یوں بھی ثابت ہوئی، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی کے حکم سے گائے کا ذبح کیا جانا آج کا نہیں بلکہ اگلی شریعتوں سے چلا آتا ہے۔

تفسیر مذکور فرمائشی نولکشور جلد اول کے صفحہ ۱ سطر اخیر و صفحہ ۱ سطر اول میں اس حکم الٰہی ذبح گاؤ کی حکمت یوں لکھی:

"اس کے ذبح کرنے میں نکتہ یہ تھا کہ گوسالہ پرستوں کی سرزنش ہو، انھیں دکھادیا کہ جسے تم نے پوجا وہ ذبح کرنے کے قابل ہے، عبادت اور مدح کے لائق نہیں[2]۔"

(۴) ان سب کے علاوہ اگر فرض کیجئے کہ قرآن مجید میں گائے اور قربانی کا نام تک نہ آیا ہوتا جب بھی گائے کی قربانی قرآن مجید سے بخوبی ثابت تھی۔ قرآن مجید نے مذہب اسلام کی بنیاد صرف انھیں احکام پر نہیں رکھی جس کا خاص خاص بیان قرآن مجید میں آچکا، بلکہ خود قرآن مجید نے اپنے احکام اور نبی کے ارشادات دونوں پر بنائے اسلام رکھی۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

www.alahazratnetwork.org

ما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا[3]۔ — جو کچھ رسول تمھیں دے وہ لو، اور جس سے روکے اس سے بچو۔

اور فرماتا ہے:

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ[4]۔ — جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔

اور فرماتا ہے:

وما ینطق عن الھوٰی ۝ ان ھو الا وحی یوحٰی[5]۔ — یہ نبی اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا وہ صرف خدا کا حکم ہے جو اسے بھیجا جاتا ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۹۰

[2] تفسیر قادری آیۃ ۲/ ۶۷ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۸ و ۱۹

[3] القرآن الکریم ۵۹/ ۷

[4] القرآن الکریم ۴/ ۸۰

[5] القرآن الکریم ۵۳/ ۳ و ۴

اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خود گائے کی قربانی کی، اور مسلمانوں کو ایک ایک گائے کی قربانی میں سات سات آدمیوں کے شریک ہونے کا حکم فرمایا، مذہب اسلام میں نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے احکام کی چھ کتابیں زیادہ مشہور ہیں جنھیں صحاح ستہ کہتے ہیں، ان سب کتابوں میں یہ مضمون صراحۃً موجود ہے، صحیح بخاری شریف میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا:

ضحی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن نسائه بالبقر۔[1]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی بیبیوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ:

امرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان نشترك فی الابل والبقر کل سبعة منا فی بدنة۔[2]

ہمیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اونٹ اور گائے ہر بدنہ میں سات سات آدمی شریک ہو جائیں۔

www.alahazratnetwork.org

صحیح مسلم شریف میں انھیں سے روایت ہے:

اشترکنا مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الحج والعمرۃ کل سبعة فی بدنة فقال رجل لجابر ایشترك فی البقر مایشترك فی الجزور، فقال ماھی الا من البدن۔[3]

حج و عمرہ میں ہم نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ قربانی کے ایک ایک ڈیل دار جانور میں سات سات آدمی شریک ہوئے، کسی نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھا کیا گائے کی قربانی میں بھی اُتنے ہی آدمی شریک ہو سکتے ہیں جتنے اونٹ میں، فرمایا: گائے بھی تو بدنہ ہی میں داخل ہے۔

ترمذی ونسائی و ابن ماجہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے:

قال کنا مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ

ہم نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر

---

[1] صحیح البخاری باب من ذبح ضحیۃ غیرہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۳۴

[2] صحیح مسلم باب جواز الاشتراک فی الهدی الخ " " " ۱/۴۲۴

[3] " " " " " " " " "

وسلم فی سفر فحضر الاضحیٰ اشترکنا فی البقرۃ عن سبعۃ ۔[1] میں تھے کہ بقر عید آئی تو ہم نے سات آدمیوں کی طرف سے ایک گائے ذبح کی۔

سبحان اللہ ! جو کام خود ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا اور ہمیں اس کا حکم دیا، اسے مذہبِ اسلام کے خلاف جاننا یا مذہب اسلام میں اس کی اجازت و ہدایت نہ ماننا کیسی کھلی ہٹ دھرمی ہے۔

(۵) اس بیان میں ایک بڑی ناانصافی یہ ہے کہ ہماری تو صرف کتاب آسمانی سے ثبوت چاہا، جو ہم روشن طور پر ادا کر چکے اور اپنے لئے شاستر کا دامن پکڑا وید کا نام کیوں نہ لیا جسے اپنے نزدیک کتاب آسمانی بتاتے ہیں، اگر سچے ہیں تو اب اپنے وید سے قربانی گاؤ کی ممانعت ثابت کریں، اور شاستر پر بنائے مذہب رکھتے ہیں تو ہماری بھی کتب فقہ کو بنائے مذہب جانیں۔ ہدایہ، درمختار، قاضی خاں، عالمگیری وغیرہا ہزار دس ہزار کتابیں جو چاہیں دیکھ لیں جس میں قربانی کا باب مذکور ہے، اُن سب میں قربانی گاؤ نہایت صریح طور پر مسطور ہے، تو اسے خلاف مذہب بتانا صریح دھوکا دینا ہے۔

(۶) یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس بیان ہنود نے خوب ثابت کردیا کہ مورتی پوجن اور بتوں کے آگے گھنٹا بجانا، سنکھ پھونکنا، مہادیو پر پانی ٹپکانا، ہولی دوالی وغیرہ وغیرہ صدہا باتیں کہ ہنود نے اپنی مذہبی ٹھہرا رکھی ہیں، جن کا ذکر اُن کے وید میں نہیں، سب اُن کے خلاف مذہب ہیں کہ جس کتاب پر بنیاد مذہبِ ہنود ہے ان کا پتا نہیں دیتی، پچھلے ہنود نے محض براہ حیلہ انھیں مذہبی بنا رکھا ہے۔

(۷) سب سے زائد یہ ہے کہ وید جس پر مذہبِ ہنود کی بنا ہے خود صاف صاف قربانی گاؤ کی اجازت دے رہا ہے، اخبار پانیر صٹ کالم ۴ مطبوعہ ۱۰ اپریل ۱۸۹۴ء میں ایک مضمون چھپا ہے کہ:

"ہندوستان قدیم میں گائے کی قربانی"

اسی میں وید سے نقل کیا،

"اے اگنی ! یہ پاک نذر صدق دل سے راگ کی صورت میں تیرے حضور پیش کرتے ہیں، اور تمنا ہے کہ یہ سانڈ اور گھنیاں تجھے پسند آویں۔"

رگ وید ۶، ۱۶، ۴۷ میں تہِ دل سے سوما کا عرق پینے والی اگنی خالق کی، جسے گھوڑے اور سانڈ اور بیل اور گھنیاں اور منت کے مینڈھے چڑھائے جاتے ہیں ستائش کروں گا۔ رگ ۱۰، ۹۱، ۱۴۔

---

[1] جامع الترمذی ابواب الاضاحی کتب خانہ رشیدیہ امین کمپنی دہلی ۱/۱۸۱

اسی اخبار میں برہمنہ پران، اور ستیارتھ پرکاش اور ترہنا جلد ۳ باب ۸، اور منو کی سامرتی ۵: ۱۳ وغیرہا کتب مذہب ہنود سے ہندوؤں کا گائیں ذبح کرنا بخوبی ثابت کیا ہے، اسی طرح یہ امر مہابھارت وغیرہ سے بھی ثابت۔ فیصلہ ہائی کورٹ مقدمۂ قربانی نمبری ۷۸۰ میں تاریخ ہنود زمانۂ پیشین سے حکام ہائی کورٹ نے ثابت کیا ہے کہ اگلے ہندو اپنی دینی رسوم میں گومیدھ یعنی گائے کی قربانی کیا کرتے تھے، اور متقدمین حکمائے ہنود نے اس کی تاکید کی تھی، تو ثابت ہوا کہ ہنود اپنے وید اور مذہبی کتابوں اور اگلے پیشواؤں سب کے خلاف بحیلہ مذہب صرف بغرض دل دکھانے مسلمانوں کے جن کے مذہب میں قربانی گاؤ کی صاف صریح اجازت ہے، امر مذہبی میں مزاحمت بیجا خلاف استحقاق کرنا چاہتے ہیں جس کا عقلاً عرفاً قانوناً کسی طرح انھیں اختیار نہیں۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۸۷: ازبنارس، چوک جدید مسئولہ حاجی محمد امیر و عبدالکریم صاحبان گلٹ فروش ۲۹ صفر المظفر ۱۳۳۱ھ

ہمارے سنی حنفی علماء رحمہم اللہ تعالٰی اس میں کیا فرماتے ہیں کہ ہم مسلمانانِ ہند کو باوجود کفار کے گاؤ کی قربانی کے مٹانے پر کربستہ رہنے کے صرف ہندوؤں سے سلطانی چندہ وصول کرنے کی غرض و مصلحت سے گائے کی قربانی کو ہمیشہ کے لئے ترک کر دینا، اور بغرض مذکور اس کے ترک کر دینے کو تحریراً و تقریراً عام جلسوں میں بیان کرنا اور شائع کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

گائے کی قربانی ہندوستان میں اعظم شعائر اسلام سے ہے،

قال اللہ تعالٰی والبدن جعلنٰھا لکم من شعائر اللہ[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور قربانی کے ڈیل دار جانور اونٹ اور گائے ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں سے کئے۔(ت)

اور ہم نے اپنے فتاوی میں ثابت کیا ہے کہ یہاں اس کی قربانی واجب ہے اور بلحاظ ہنود اس کا ترک ناجائز، کسی دینی کام کے لئے کفار سے چندہ لینا اول تو خود ہی ممنوع اور سخت معیوب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: انا لانستعین بمشرك[2] ہم کسی مشرک سے مدد نہیں لیتے۔ ولہذا اعلام تصریح

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۶

[2] سنن ابوداؤد باب فی المشرك یسھم لہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۹

سنن ابن ماجہ باب الاستعانۃ بالمشرکین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۸

فرماتے ہیں کہ کسی کتابی کافر سے قربانی کا ذبح کرانا مکروہ ہے اگرچہ کتابی کا ذبیحہ جائز ہے۔ تنویر الابصار میں ہے : کرہ ذبح الکتابی[1] (کتابی کا ذبیحہ مکروہ ہے۔ ت) رد المحتار میں ہے :

لانھا قربۃ ولا ینبغی ان یستعان بالکافر فی امور الدین[2]۔ کیونکہ یہ عبادت ہے اور دینی امور میں کافر سے مدد لینا مناسب نہیں۔ (ت)

امام نسفی کافی میں فرماتے ہیں :

امر المسلم کتابیا بان یذبح اضحیۃ جاز، لانہ من اھل الذبائح والقربۃ[عہ] اباناتہ ونیتہ ویکرہ لان ھذا من عمل القرب وفعلہ لیس بقربۃ[3]۔ مسلمانوں نے کسی کتابی کافر کو قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کا حکم دیا تو جائز ہے کیونکہ کتابی لوگ ذبح کے اہل ہیں (ت)

تو مشرک سے مسلمان مجاہدوں کے لئے چندہ لے کر اس کی نگاہ میں اسلام کو معاذ اللہ محتاج و ذلیل ٹھہرانے کے لئے اس کے مذہب باطل کو اپنے دین پر فتح دینا، اور اسلام کا ایک بڑا شعار بند کر دینا اُسی کا کام ہو سکتا ہے جو سخت احمق اور اسلام کا نادان دوست یا صریح منافق اور اسلام کا چالاک دشمن ہو، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۰ مسئولہ حافظ خورشید علی صاحب از مدرسہ خیر المعاد رہتک ۱۳ جمادی الاولٰی ۱۳۳۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی علٰی نبیہ الکریم۔

اللھم ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ ط انک انت الوھاب[4]۔ اے رب ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اس کے کہ تُو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر، بیشک تُو ہے بڑا دینے والا (ت)

عہ کافی سے مقابلہ نہ ہو سکا اس لئے یہاں کا کچھ لفظ رہ گیا ہو، واللہ اعلم

[1] درمختار کتاب الاضحیۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۳۳

[2] رد المحتار ″ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۰۸

[3] کافی امام نسفی

[4] القرآن الکریم ۳/۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مبین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسلمانوں کے ایک گروہ نے دوسرے مسلمانوں کی ایذادہی اور تکلیف رسانی کے لئے ہندوؤں اور آریوں سے عقد محبت اور بھائی بندی مضبوط کیا، اور کافروں کے دباؤ سے محض ان کی خوشنودی اور اپنی غرض حاصل کرنے کے لئے علی الاعلان پنچایت میں کہہ دیا کہ ہم گائے کی قربانی ہرگز نہیں کریں گے کیونکہ گائے کی قربانی کہیں نہیں آئی ہے۔

اب استفسار یہ ہے کہ گروہ مذکور اس عقد کے موافق آیۂ ربانی:

یٰایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا اٰباءکم واخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان ؕ ومن یتولھم منکم فاولٰئک ھم الظّٰلمون[1] اے ایمان والو اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ سمجھو اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو وہی ظالم ہیں (ت)

اور حدیثِ رسول، من تشبہ بقوم فھو منھم[2] (جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ انھیں میں سے ہوگا۔ ت) خواہ تشبہ اعتقادیات میں ہو یا عملیات میں، یا دونوں میں، کافر ہوا یا نہیں؟ علاوہ ازیں مسلمانوں کی ضد میں اپنے کئے پر جم جانے اور برتقدیر گناہ کبیرہ ہونے کے اس پر اصرار کرنے سے کافر ہوا یا نہیں؟ اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے، اور علماء کی شان میں کلماتِ بد کہنے، اور شریعتِ محمدیہ کی توہین سے یہ لوگ کافر ہوئے یا نہیں؟

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں وہ لوگ سخت اشد اخبث اشنع کبیرہ کے مرتکب ہیں، گائے کی قربانی بلاشبہہ قرآن عظیم سے ثابت ہے، جواز کے لئے تو آیات کثیرہ ہیں، مثلاً:

قال اللہ تعالٰی ان اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ[3] اللہ تعالٰی کا ارشاد مبارک ہے، بیشک اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ گائے ذبح کرو۔

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۲۳

[2] سنن ابوداؤد باب فی لبس الشہرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۳

مسند احمد بن حنبل مروی از عبداللہ بن عمر دار الفکر بیروت ۲/ ۵۰

[3] القرآن الکریم ۲/ ۶۷

اور فرماتا ہے :

من الابل اثنین ومن البقر اثنین ط قل ءالذکرین حرم امر الانثیین اما اشتملت علیه ارحام الانثیین[1]
اونٹ میں سے دو، اور گائے میں سے دو، تم فرماؤ کیا اللہ نے اونٹ اور بیل حرام کئے ہیں یا اونٹنی اور گائے یا بوتا اور بچھڑا۔

یعنی ان میں سے کچھ حرام نہ فرمایا، سب تمہارے لئے حلال ہیں، اور خاص عبادت قربانی کے لئے فرماتا ہے :

والبدن جعلنها لکم من شعائر الله[2]
قربانی کے اونٹ اور گائے ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں سے بنائے۔

خصوصاً ہندوستان میں کہ یہاں تو بالخصوص گائے کی قربانی واجبات شرعیہ سے ہے جیسے ہم نے اپنے رسالہ "انفس الفکر فی قربان البقر" میں بدلائل واضحہ ثابت کیا ہے، خوشیِ ہنود کے لئے اس سے باز رہنے والا بلاشبہہ بدخواہ اسلام و مسلمین ہے، دشمنانِ دین سے دوستی کرنے والا دشمنِ دین ہوتا ہے اور روزِ قیامت اُن کے ساتھ ایک رسی میں باندھا جاتا ہے،

قال تعالٰی ومن یتولهم منکم فانه منهم[3]
اللہ تعالٰی نے فرمایا: جو تم میں اُن سے دوستی رکھے وہ انھیں میں سے ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں: المرء مع من احب[4] آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھے۔

اور فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم: انت مع من احببت[5] تو اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ دوستی رکھے۔

اور ایک حدیث میں ہے قسم کھا کر ارشاد فرمایا:

ما احب رجل قوما الاحشرہ الله فی زمرتهم[6] او کما قال صلی الله تعالٰی علیه وسلم۔
جو کسی قوم کے ساتھ دوستی رکھے گا ضرور اللہ تعالٰے انھیں کے ساتھ اُس کا حشر کرے گا۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/۱۴۴
[2] القرآن الکریم ۲۲/۳۶
[3] " ۵/۵۱
[4] صحیح البخاری باب علامۃ الحب فی اللہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۱۱
[5] " باب مناقب عمر بن الخطاب " " " ۱/۵۲۱
[6] المعجم الکبیر حدیث ۲۵۱۹ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۳/ ۱۹

گناہِ کبیرہ پر اصرار اگرچہ کفر نہیں، مگر دشمنانِ دین کی دوستی اگر آج کفر نہ ہو تو معاذ اللہ مرتے وقت کا فراٹھانی ہے کہ انھیں کے ساتھ حشر ہو، اور مطلقاً علمائے دین یا کسی عالمِ دین کی اُن کے عالم ہونے کے سبب بُرا کہنا یا شریعتِ مطہرہ کی ادنیٰ توہین کرنا، یہ تو یقیناً قطعاً کفر و ارتداد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۹ / ۱۹۴ از رائے بریلی مقام مدرسہ رحمانیہ عربیہ مسئولہ مسلمانانِ رائے بریلی
۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لیڈرانِ قوم جو علمِ شریعت سے ناواقف اور احکام شریعت سے بے بہرہ ہیں، انھوں نے ۲ جنوری ۱۹۲۰ء کو بمقام ٹاؤن ہال ایک میٹنگ منعقد کرکے اہالیانِ شہر کو جمع کیا، اور قومِ ہنود کی ہمدردی کو اسلام اور اہلِ اسلام کے ساتھ نہایت پُر زور تقریر تائید میں دکھلاتے ہوئے، باوجود مقامی عالمِ دین کے اختلاف و متفق الرائے نہ ہونے کے اس امر پر بے حد مصر ہوئے کہ قومِ ہنود کی ہمدردی کے صلہ میں گائے کی قربانی جو اُن کے سخت دل آزاری کا سبب، اور باہمی اتفاق اور اتحاد کے لئے سدِ باب اور رخنہ انداز ہے قطعاً چھوڑ دینا چاہئے کیونکہ اس وقت ان کی محبت اور ہمدردی بالخصوص معاملاتِ ترکی و خلافتِ عثمانیہ کے بارے میں بیحد ضروری ہے، ان کی معیت معاملاتِ مذکورہ میں قطعاً مفید اور اُن کی علٰحدگی قطعاً مضر ہوگی، اور یہ بھی بیان کیا کہ شریعت نے ہم کو اختیار دیا ہے کہ گائے بکری بھیڑ وغیرہ جس کی چاہیں قربانی کریں، بلکہ مینڈھا کی قربانی افضل ہے، لہٰذا افضل کے ہوتے ہوئے گائے کی قربانی جس میں دل آزاری قومِ ہنود ہے ہرگز نہ کرنا چاہئے، چنانچہ افسر علمائے ہند جناب مولانا عبدالباری صاحب نیز دیگر علمائے پنجاب نے ایسا ہی فتوٰی دے دیا ہے، اور یہ بھی ظاہر کیا کہ وہ غرباء جو مثلاً دس روپے کی گائے لے کر سات آدمیوں کی طرف سے قربانی کر لیا کرتے تھے اب ان کے لئے یہ انتظام کیا جائے گا کہ اُن سے دس روپیہ لے کر سات بکرا یا بھیڑ ہم لوگ بہم پہنچا دیا کریں گے اور زائد روپیہ ہم لوگ اپنے پاس سے لگا دیا کریں گے، یا بھیڑ اور بکری بہ نرخ بازار مثلاً چار پانچ روپیہ راس ہم لوگ خرید کر فراہم رکھیں گے اور غرباء کو مثلاً ایک روپیہ راس دیا کریں گے، جس کے لئے کچھ چندہ بھی کیا گیا ہے، مگر اس کے لئے نہ کوئی جائداد وقف کرتے ہیں اور نہ ہمیشہ کے لئے کوئی رجسٹری کی ضرورت ہے، چونکہ اس امر پر پُورا اعتماد ہے کہ یہ لوگ اس بارِ عظیم کو ہمیشہ نہ نباہ سکیں گے، لہٰذا ضرور اور اغلب ہے کہ اس میں قومِ ہنود سے خفیہ یا صراحۃً ضرور امداد لیں گے۔

لیڈرانِ قوم کا خیال ہے کہ جس قدر قربانیاں سالہائے گزشتہ میں گائے کی لوگوں نے کی ہیں انھیں کو امداد دی جائے گی، اور جو لوگ جدید قربانی کرنا چاہیں گے ان کو امداد نہ دی جائے گی، نیز جو لوگ

پیغمبر علیہ السلام یا اپنے دیگر بزرگوں کی طرف سے قربانیاں کیا کرتے تھے، چونکہ یہ بلا ضرورت ہے اس لئے ان کو امداد نہ دی جائے، اور یہ بھی خیال ہے کہ قربانی ہی پر کیا منحصر ہے بلکہ جملہ شادی وغمی وغیرہ وغیرہ میں گائے ذبح نہ کی جائے، بجائے اس کے بکری وغیرہ کا گوشت استعمال کیا جائے، اور رائے بریلی میں اس امر کا تجربہ بھی ہوچکا ہے کہ جن مقامات میں گائے کی قربانیاں ہُوا کرتی ہیں، اُس جگہ ایک سال قربانی نہ ہونے سے پھر آئندہ سال اُس جگہ قربانی میں سخت رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے، اور نہیں ہوسکتی، چنانچہ اُس کی نظیر موجود ہے، اس موقع پر کسی قانون داں لیڈر کو حس تک نہیں ہوتی کہ اُس کو بمقتضائے قانون جاری کرادیوے، بلکہ فتنہ وفساد کے الفاظ سے مرعوب کرکے غرباء کو خاموش کردیا جاتا ہے، لہذا امور ذیل دریافت طلب ہیں:

(۱) قوم ہنود کی ہمدردی گزشتہ وآئندہ کے صلہ میں، اور باہمی اتحاد قائم رکھنے کی غرض سے گائے کی قربانی ترک کردینا شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) اور اُن لوگوں کے وعدہ موہومہ مذکورہ پر بھروسہ کرنا چاہئے یا نہیں، اور اُن کے فراہم کردہ چندہ سے امداد لے کر اپنی طرف سے وجوباً خواہ استحباباً قربانی کرنا درست ہوگا یا نہیں؟

www.alahazratnetwork.org

(۳) اُن لوگوں کے فراہم کردہ چندہ سے جس میں شبہہ قوی ہے کہ رقوم ہنود بھی شامل ہوں گی قربانی کرنا جائز ہوگا یا ناجائز؟

(۴) فی الواقع اگر مولوی عبدالباری صاحب وغیرہ کا اُس کے متعلق فتوٰی ہوچکا ہے اس پر عمل کرنا چاہئے یا نہیں؟

(۵) اور ایسے محرکین کی کمیٹی میں شرکت کرنا چاہئے یا نہیں؟ اور اس کے محرک اور مرتکب عنداللہ ماجور رہوں گے یا گنہگار؟

(۶) گائے بھیڑ بکری اونٹ وغیرہ میں منجانب شریعت مختار ہونا، اس کے کیا معنی ہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) گائے کی قربانی شعارِ اسلام ہے،

قال اللہ تعالٰی والبدن جعلنٰھا لکم من شعائر اللہ[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: قربانی کے اونٹ اور گائے ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں سے بنائے (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۶

دشمنانِ دین سے اتحاد منانے کو شعارِ اسلام بند کرنا بدخواہیِ اسلام ہے۔

(۲) اُن صاحبوں کا وعدہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ القائے شیطان ہے،
وقال اللہ تعالٰی وما یعدھم الشیطٰن الاغرورا[1] اللہ تعالٰی نے فرمایا: شیطان تو وعدہ نہیں دیتا مگر فریب سے۔

ان سے چندہ سے مدد لے کر گائے کی قربانی چھوڑنا، شیطان کا داؤں چلا لینا ہے۔ دو چار کو شیطان نے دھوکا دے لیا، اور مسلمان تو اپنی آنکھیں کُھلی رکھیں۔

(۳) اس کا جواب جواب دوم میں آگیا، اور اس سے اور بھی کُھل گیا کہ یہ شیطان کا فریب ہے ہرگز کفار تمھارے دین کی خیر خواہی نہ کریں گے، قال اللہ تعالٰی لایالونکم خبالا[2] (وہ تمھاری برائی میں نہیں کرتے۔ت) ضرور ہے کہ جس میں وہ ساعی ہیں اس میں تمھارے دین کا ضرر ہے۔

قال اللہ تعالٰی ودوا ما عنتم[3] اللہ تعالٰی نے فرمایا، ان کی آرزو ہے کہ ایذا تمھیں پہنچے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ان کے زبانی اتحاد پر پھولنا قرآن عظیم کو بھولنا ہے،
قال اللہ تعالٰی قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر[4] اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیر ان کی باتوں سے جھلک اٹھا اور وہ جو سینے میں چھپائے ہیں بڑا ہے (ت)

اس اتحاد کی یک طرفہ تالی تو دیکھو، تم اپنا شعارِ دین بند کرو جسے تم ان سے بالکل مخفی کرتے ہو، اور وہ اتنا بھی نہ کریں کہ اتنے گھنٹے سنکھ اُن مندروں سے بند کر دیں، جہاں سے تمھیں یا کم از کم کسی مسجد کو وہ مکروہ و دلخراش آوازیں جائیں وہ اعلان نہ چھوڑیں اور تم مخفی سے بھی باز آؤ، یہ انھیں لیڈروں سے اسلام دوستی ہے۔

(۴) مولوی عبدالباری صاحب کے والد مرحوم مولانا عبدالوہاب صاحب، اور اُن کے استاذ مولوی عبدالحی صاحب اور دیگر علمائے فرنگی محل کا فتوٰی خود مجموعہ فتاوٰی مولوی عبدالحی صاحب میں چھپ چکا ہے کہ بلحاظ ہنود قربانی گاؤ بند کرنا معصیت ہے، ناجائز ہے، اس کا جاری رکھنا واجب ہے، انفس الفکس سمجھتا ہوں اس پر عمل چاہئے۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۰ [2] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸
[3] " " ۳/ ۱۱۸ [4] " " "

(۵) محرکین کا حال قرآن عظیم کی آیتوں سے اوپر ظاہر ہو چکا کہ شیطان کے فریب میں ہیں، نادانستہ خواہ ان میں بعضے دانستہ بدخواہیِ اسلام کر رہے ہیں، اس کمیٹی میں شرکت حرام ہے کہ قرآن عظیم کو پیٹھ دینے کا مجمع ہے۔

قال اللہ تعالٰی و اِمَّا ینسینّك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ (ت)

وقال تعالٰی فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہٖ اِنّکم اذًا مثلھم[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک وُہ اور بات میں مشغول نہ ہوں ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو۔ (ت)

(۶) اس کی تفصیل "انفس الفکر" سے معلوم ہوگی، قربانی کا تمہیں اختیار ہے، مگر مخالفانِ اسلام کی خاطر سے شعائرِ اسلام بند کرنے کا کسی وقت تم کو اختیار نہیں،

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل[3] اور اللہ حق فرماتا ہے اور وہی راہ دکھاتا ہے (ت)

مسئلہ ۱۹۵ و ۱۹۶: از فتحپور محلہ ایرانیاں مرسلہ حکیم سید نعمت اللہ صاحب ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

www.alahazratnetwork.org

مولانا المعظم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آج کل اخباروں میں علماء نے شائع فرمایا ہے کہ مصلحتًا ضرورت ہے کہ ہندوؤں سے اتفاق کیا جائے اور بجائے گائے کی قربانی کے بکری بھیڑ کی قربانی کی جائے، تو جنابِ والا اس کی نسبت کیا فرماتے ہیں کہ جو قربانی گائے کی کرتا ہے اس کو آجکل اس مصلحت سے گائے کی قربانی نہ کرنا کیسا ہے؟

(۲) اصل میں بکری بھیڑ کی قربانی افضل ہے یا گائے کی، فقط

الجواب

یہاں گائے کی قربانی قائم رکھنا واجب ہے، اور اس ناپاک مصلحت کے لئے اس کا چھوڑنا حرام، گائے کی قربانی اسلام کا شعار ہے، اور شعارِ اسلام بند کرنے کی وہی کوشش کرے گا جو اسلام کا بدخواہ ہے، ایسا شخص عالم نہیں ہوسکتا بلکہ ظالم ہے، اور کس پر ظلم ہوتا ہے، اسلام پر، اور ہنود سے جیسا اتحاد منایا جا رہا ہے حرام ہے حرام قطعی حرام ہے، نصوصِ قرآنِ عظیم سے حرام ہے، اور اسکے جو نتائج ہورہے ہیں

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸
[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۰
[3] " " ۳۳/ ۴

کہ مسلمانوں نے قشقے لگوائے، رام لچھمن پر پھول چڑھائے، مشرک کی ٹکٹکی اپنے کندھوں پر اٹھا کر اس کی جے بولتے ہوئے مرگھٹ میں لے گئے، قرآن عظیم ایک ڈولے میں رام ان کی پوجا کراتے مندر میں لے گئے، ان کے بڑے لیڈر نے قرآن وحدیث کی تمام عمر بت پرستی پر نثار کردی، یہ فضائح کھلے ہوئے کفر نہیں رہے؟ مشرک سے اتحاد ہو کر یہ نتیجہ آپ ہی ضرور تھا، قرآن کریم میں صاف ارشاد فرمایا کہ تم میں جو ان سے دوستی رکھے گا، وہ سب انھیں میں سے ہے، آیۂ کریمہ کارڈ پر نہیں لکھی جا سکتی، ترجمہ اس کا یہی ہے، پھر کیونکر ممکن تھا کہ مشرکوں سے اتحاد کرنے والے مشرک نہ ہوجاتے، یہ یہاں ہے اور اگر سچے دل سے تائب ہو کر باز نہ آئے تو صحیح حدیثوں کا ارشاد ہے کہ ان کا حشر بھی بت پرستوں کے ساتھ ہوگا۔ مولیٰ عزوجل اپنے غضب سے پناہ دے، ہدایت فرما کر دل نہ الٹے، راہ دکھا کر آنکھیں نہ پلٹیں، اِحْفَظْنَا یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ وَالْاَبْصَارِ (اے دلوں اور آنکھوں کو بدلنے والے! ہماری حفاظت فرما۔ ت) وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۷ از لکھنؤ کنٹونمنٹ روڈ، کوٹھی ۳۲ مسئولہ مولوی عبدالمجید صاحب ۵ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

عالیجناب معلی القاب مولانا صاحب قبلہ ادام اللہ برکاتہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

www.alahazratnetwork.org

آج کل اہل ہنود جگہ جگہ میونسپلٹی کے ذریعہ انسداد گاؤکشی کی کوشش کر رہے ہیں، چنانچہ فیض آباد، متھرا اور شہر لکھنؤ میں ہندو ممبران میونسپلٹی نے اپنی زیادتی تعداد کی وجہ سے تمامی مسلمان ممبروں کے خلاف انسداد گاؤکشی کا قانون پاس کردیا ہے، اگر خدانخواستہ گاؤکشی قانوناً ممنوع قرار دی گئی تو عام مسلمانوں کو صرف اسی قدر نہیں کہ روزمرہ کی زندگی میں ان کو سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا بلکہ تقریباً تمام غیر مستطیع مسلمان جو تعداد میں تو نے ۹۰ فیصدی سے بھی زائد ہیں ان سب کو عید الضحٰی میں قربانی کرنا بھی نصیب نہ ہوگا، اس لئے کہ غریب مسلمان کسی طرح اس کی مقدرت نہیں رکھتے کہ وہ فرداً فرداً پندرہ بیس روپے کا بکرا ہر سال خرید سکیں، لہذا دریافت طلب یہ ہے کہ ایسے وقت میں عام مسلمانوں کو خاموشی اختیار کرنی چاہئے یا انسداد گاؤکشی کے خلاف ان کو بھی امکانی جدوجہد کرنی چاہئے، اور مذہباً ان پر کیا واجب ہے؟

یہ ایک استفتاء ہے جس کا جواب براہ کرم وبرائے خدا ورسولِ اکرم (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) جلد تر عطا فرمائیں تاکہ مسلمانوں کے عام جلسہ میں جو کہ صرف پانچ چھ یوم میں ہونے والا ہے، آنجناب کا شرعی حکم مجمع سب کو پڑھ کر سنا دیا جائے۔

الجواب

مولنا المکرم ذو المجد والکرم اکرمکم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

یہ مسئلہ بھی کچھ قابلِ سوال ہے، حدیث میں ہے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من کان یحب ان یعلم منزلتہ عند اللہ، فلینظر کیف منزلۃ اللہ عندہ، فان اللہ ینزل العبد منہ حیث انزلہ من نفسہ[1] رواہ الحاکم فی المستدرک و الدارقطنی فی الافراد عن انس و ابو نعیم فی الحلیۃ عن ابی ھریرۃ و عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

جو یہ جاننا پسند کرے کہ اللہ کے نزدیک اس کا مرتبہ کتنا ہے وہ یہ دیکھے کہ اس کے دل میں اللہ کی قدر کیسی ہے، کہ بندے کے دل میں جتنی عظمت اللہ کی ہوتی ہے اللہ اُسی کے لائق اپنے یہاں اسے مرتبہ دیتا ہے۔ (اسے حاکم نے مستدرک میں اور دارقطنی نے افراد میں انس وابونعیم نے حلیہ میں ابوہریرہ اور سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ ت)

آدمی اگر اللہ ورسول کے معاملہ کو اپنے ذاتی معاملہ کے برابر ہی رکھے تو دین میں اس کی سرگرمی کے لئے بس ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ انسان ذراسی نالی یا پرنالے کی ملک بلکہ مجرد حق کے لئے کس قدر جان توڑ عرق ریزیاں کرتا ہے اس کا مقدمہ منتہا تک پہنچاتا ہے، کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا، پیسہ گے مال پر ہزار اٹھا دیتا ہے، دنیوی فریق کے مقابل کسی طرح اپنی دبتی گوارا نہیں کرتا، گائے کشی مسلمان کا دینی حق ہے اور حق بھی کیسا، خاص شعارِ اسلام۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

والبدن جعلنٰہا لکم من شعائر اللہ[2]

اونٹ اور گائے کی قربانی کو ہم نے تمہارے لئے دینِ الٰہی کے شعاروں سے کیا

امام محمد جامع صغیر میں فرماتے ہیں، وَالْبُدْنُ مِنَ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ[3] (اونٹ اور گائے بُدنہ ہیں۔ ت) اور اگر شعارِ اسلام کو اور بھی خاص اعدائے اسلام کے مقابلہ میں اپنی ایک نالی کے برابر بھی نہ سمجھو، تو جان لو کہ اللہ واحد قہار کے یہاں تمہاری قدر کتنی ہے اگر وہ ضرورت وضرر جو سوال میں مذکور ہوئے نہ بھی ہوتے بقدر قدرت کوشش لازم تھی، حدیث میں ہے: لیس منّا من اعطی

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب الدعا دار الفکر بیروت ۱/۴۹۴-۹۵

[2] القرآن الکریم ۲۲/۳۶

[3] الجامع الصغیر باب تقلید البدن مطبع یوسفی لکھنؤ ص ۳۱

الدنية فی دیننا[1] ہمارے گروہ سے نہیں جو ہمارے دین کے معاملے میں دبتی رکھنے دے کہ اُن ضرورتوں اور ضررول کے ہوتے ہوئے بیشک جو اس میں بے پروائی وچشم پوشی برتے گا اور حسبِ طاقت دین کی مدد نہ کرے گا اور شعارِ اسلام کو نقصان پہنچنے دے گا روزِ قیامت سخت بازپرس میں پکڑا جائے گا اور اس کی جزا یہ ہے کہ اللہ تعالٰی قیامت میں اُس کی شدید حاجت کے وقت اُسے بے یار و مدد گار چھوڑے، جیسا اس نے دین کی مدد سے مُنہ موڑا، قال اللہ تعالٰی فکذلك الیوم تنسٰی[2] اُس سے قیامت میں فرمایا جائے گا جیسا تُو نے دین کو بُھلا دیا تھا ویسا ہی آج تُو بُھلا دیا جائے گا کہ کوئی تیری خبر نہ لے گا، والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۸ از پیولیا ضلع مان بھوم مسئولہ خلیفہ محمد جان شب ۱۹ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ترکِ گاؤکشی یا ترکِ قربانیِ گاؤ مصلحتِ وقت سمجھ کر چھوڑ دیا جائے اس پر مذہبی نقصان ہے یا نہیں؟

الجواب

گاؤکشی مباح قطعی ہے، مشرکین کی خاطر اُسے بند کرنا شرک کا بول بالا کرنا ہے، اور قربانیِ گاؤ شعارِ اسلام ہے، مشرکین کی خاطر اس کا بند کرنا حرام ہے، وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۹ از شہر بریلی صدر بازار، مکان ۸۹، مرسلہ حافظ بنّے خاں صاحب مورخہ ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

قربانی گاؤ کے متعلق علمائے دین کیا فرماتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ہندوستان میں قربانی گاؤ کا جاری رکھنا واجب ہے اور خوشنودیِ ہنود کے لئے اس کا بند کرنا حرام ہے،

واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مؤمنین[3] اللہ و رسول زیادہ اس سے مستحق ہیں کہ انھیں راضی کرو اگر تم مسلمان ہو۔

---

[1] صحیح بخاری باب الشروط فی الجہاد ۱/۳۸۰
مسند احمد بن حنبل فلم نعطی الدنیۃ فی دیننا ۴/۳۳۰
[2] القرآن الکریم ۲۰/۱۲۶
[3] ؍؍ ۹/۶۲

37 والتفصیل فی رسالتنا "انفس الفکر فی قربان البقر" (تفصیل ہمارے رسالے "انفس الفکر فی قربان البقر" میں ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۲: از آنولہ ضلع بریلی مرسلہ چودھری رحیم بخش صاحب مورخہ ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے گائے قربانی کے واسطے خریدی، چونکہ قربانی گائے کی اہلِ ہنود کے واسطے باعث دل آزاری ہوگی اس لئے زید خوشنودیِ اہلِ ہنود کے واسطے گائے خرید کردہ سے بیل یا بھینس وغیرہ بدل کر قربانی کرنا چاہتا ہے تو عندالشرع یہ بدلنا درست ہے یا نہیں؟ اور گائے کی قربانی بوجہ اتحاد کے موقوف کردینا درست ہے یا نہیں؟

(۲) محض خوشنودیِ اہلِ ہنود کے لئے قربانی بجائے تین روز کے ایک دن مقرر کریں، درست ہے یا نہیں؟ اور ایک دن مقرر کرلینے والوں کو عندالشرع کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) وہ گائے کہ بہ نیت قربانی خریدی، اس کا دوسری گائے سے بدلنا بھی منع ہے کہ اللہ کے واسطے اس کی نیت کرکے پھرنا معیوب ہے اور ہندوؤں سے اتحاد حرام، اور اس کی وجہ سے گائے کی قربانی موقوف کرنا حرام، اور حرام موجبِ غضبِ جبار و عذاب نار، ایسا کرنے والوں کا حشر ہندوؤں کے ساتھ ہوگا، حدیث میں ارشاد ہوا کہ "میں قسم کھا کر فرماسکتا ہوں کہ جو جس سے اتحاد رکھے گا اس کا حشر اُسی کے ساتھ ہوگا۔" واللہ تعالٰی اعلم

(۲) یہ بھی حرام ہے، ہنود کی خوشنودی کے لئے اللہ و رسول کے حکم میں تنگی کرنا مسلمانوں کا کام نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

ل المعجم الکبیر حدیث ۲۵۱۹ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۲/ ۱۹

مسئلہ ۲۰۲: مسئولہ حافظ سلیم اللہ بہاری پور بریلی ۱۰ جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ زید بغیر پردہ عورتوں کو مرید کرتا ہے اور ان بے پردہ کو اپنے پاس بٹھلاتا ہے، بات بھی کرتا ہے، بجائے داڑھی منڈانے کے خصی کرنے کا حکم دیتا ہے، عالموں کی غیبت کرتا ہے، اذان اور صلوٰۃ اور تکبیر اپنے کانوں سے سنے مگر نماز کے لئے مسجد میں نہیں آتا ہے اور کہتا یہ ہے کہ پیر رسول تک نہیں بلکہ خدا تک براہ راست پہنچا دے گا، ایسے پیر کے واسطے ہماری شریعت کیا حکم دیتی ہے، ایسے پیر کا مرید ہونا کیسا ہے اور جو اس کے پیروکار ہیں ان کے واسطے اور ایسے پیر کے واسطے ہماری شریعت اہل السنت والجماعت کیا حکم دیتی ہے، کوئی بات خلاف نہیں ہے۔

الجواب

اگر یہ باتیں واقعی ہیں تو ایسے شخص کے ہاتھ پر بیعت جائز نہیں، ایسا شخص اور اس کے پیرو سب گمراہ ہیں، اور یہ کہنا کہ پیر رسول تک نہیں بلکہ براہِ راست اللہ تک پہنچا دیتا ہے اس کے ظاہر معنی یہ ہیں کہ بے واسطہ رسول، اگر یہی مراد ہے تو صریح کفر ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۳: از بلسنڈا ضلع پیلی بھیت مسئولہ محمد حسین صاحب ۴ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

www.alahazratnetwork.org

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تین شخصوں کو جو بستی کے تھے مسلمان کیا، اس پر اس بستی کے ایک مسلمان نے کہا کہ مسلمانوں کے کلمہ میں یہ طاقت ہے کہ سور کھانے والوں کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کرلیتے ہیں تو ایسی حالت میں سور پر کلمہ پڑھ کر کیوں نہیں کھالیتے۔ ایسی حالت میں شرع اس پر کیا حکم لگاتی ہے، وہ شخص نماز نہیں پڑھتا روزہ نہیں رکھتا ہے نام کا مسلمان کہلاتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم کو مسلمانوں سے واسطہ نہیں ہے ہم کو ہندوؤں سے کام ہے اور واسطہ ہے، ہمارا روزگار ایسا ہے، اور اس پر منع کیا گیا تو فوجداری پر آمادہ ہوگیا۔

الجواب

اگر یہ بیان واقعی ہے تو وہ شخص کافر ہوگیا، اس کی عورت اس کے نکاح سے نکل گئی، مسلمانوں کو اس سے میل جول سلام کلام حرام ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۴: از شہر کہنہ محلہ روہیلی ٹولہ مسئولہ محمد خلیل الدین صاحب ۷ صفر ۱۳۳۹ھ

مسئلہ مسئولہ سید عرفان علی صاحب رکن انجمن خادم الساجدین رہڑی ٹولہ بریلی ۲ صفر ۱۳۳۹ھ

میں جو دربارہ مطلب ومعنی آیہ شریفہ مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَۃً حَسَنَۃً[1] (الٰی مقیتا) ہے اس بات پر منطقی دلائل

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۸۵

قائم کرکے ایک بحث طویل کی جاسکتی ہے کہ فلاں مسلم یا نامسلم فلاں سلطنت مظلومہ اور فلاں ملک کے مظلوم مسلمانوں کی حمایت اور حفاظت کی کوشش بلیغ کررہا ہے اس کے جلسہ وجلوس اور وعظ وبیان کی شرکت اور اس کی تعظیم ومدح اور اس کی اقتداء وپیروی سب جائز بلکہ ضروری ہے اور جو اس بات سے احتراز کرے یا اس پر اعتراض کرے تو وہ آیہ شریفہ کے خلاف کام کرتا ہے اور گنہگار ہے جو دوسروں کو امور متذکرہ بالا سے منع کرتا ہے یا روکتا ہے وہ آیہ شریفہ کے حصہ آخر یعنی شفاعت سیئہ کا مرتکب ہوا، امید کہ اس کی نسبت تصریح ووضاحت فرماکر ماجور ومشکور ہوں۔

الجواب

آیہ کریمہ کی نسبت ایسا وسوسہ محض القائے شیطان رجیم ہے، قرآن عظیم میں اعمال حسنہ وسیئہ کی ایک عام میزان ومعیار مقرر فرمائی ہے کہ تمام فروع میں ملحوظ ومرعی ہے، اللہ جل وعلا ارشاد فرماتا ہے: ومن اراد الاٰخرۃ وسعی لھا سعیھا وھو مؤمن فاولئک کان سعیھم مشکورا[1] جو آخرت چاہے اور اس کے قابل کوشش کرے اور شرط یہ ہے کہ ہو مسلمان، تو ان لوگوں کی کوشش مشکور ہوگی۔ اور کافروں کی نسبت فرماتا ہے: وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلنٰہ ھباء منثورا[2] یعنی کافر کچھ بھی عمل کرے ہم نے اس کو تباہ وبرباد کردیا۔ کافر سے اصلاً کوئی حسنہ مقبول نہیں بلکہ اس سے کوئی حسنہ متصور ومعقول نہیں، امر ثواب کے عمومات میں ہمیشہ صرف اہل اسلام مراد ہیں، رب عزوجل فرماتا ہے:

من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضعفہ لہ ولہ اجر کریم[3]

کون ایسا ہے جو اللہ کے لئے قرضِ حسن دے اللہ اسے دُونا دُون عطا فرمائے اور اس کیلئے عزت والا ثواب ہے۔

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ کافر اگر کسی کو دو ایک روپے بے سُود قرض دے دے وہ اس آیت میں داخل ہے اور اس کے لئے عزت کا ثواب ہے۔ صورت دائرہ نہ صورتِ شفاعت ہے نہ شفاعت حسنہ بلکہ بداہۃً سخت شناعت سیئہ ہے، مسلمان کہلانے والوں نے مشرکین سے وداد بلکہ اتحاد بلکہ غلامی وانقیاد اختیار کیا، شعائر اسلام کی بندش میں کوشاں ہیں اور شعارِ کفر قبول کرنے پر

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۱۹
[2] القرآن الکریم ۲۵/ ۲۳
[3] ؎ ؎ ۵۷/ ۱۱

نازاں، مشرکوں کی تعظیم کہ سخت مخالفتِ قرآن عظیم ہے اعلان کے ساتھ ہورہی ہے' ان کی جے پکاری جاتی ہے' انھیں اپنی مزعوم حاجت دینیہ میں پیشوا اور رہنما بنایا جاتا ہے، آیات واحادیث کی تمام عمر بُت پرستی پر نثار کی جاتی ہے، مشرکوں کو مساجد میں لے جاکر مسلمانوں کا واعظ بنایا جاتا ہے، مشرک کی ٹلکتی کندھوں پر اٹھاکر مرگھٹ تک لے گئے اس کے لئے دعائے مغفرت ونماز جنازہ کے اشتہار دئے جو صریح کفر ہے، صاف کہہ دیا کہ آج تم نے اگر اپنے ہندو بھائیوں کو راضی کرلیا تو اپنے خدا کو راضی کرلیا' اور یہ کہ خدا کی رسّی مضبوط تھامنے سے اگرچہ دین نہ ملے دُنیا تو ضرور ملے گی، علانیہ چھاپ دیا کہ ہم ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہیں جو ہندو مسلم کا امتیاز موقوف کردے گا اور سنگم و پریاگ کو مقدس علامت بنائے گا، یہاں اس قول کے معنی کھلے جو خُدا کی رسّی کی نسبت کہا تھا، حبل اللہ قرآن عظیم ہے محال ہے کہ اسے مضبوط تھامنے سے دین نہ ملے، مگر یہ دین جو معابد کفار کو مقدس بنائے اور مسلم وکافر کا امتیاز اٹھائے البتہ قرآن عظیم سے نہیں مل سکتا، قرآن عظیم تو اس کا بیخ کن ہے ان الدین عند اللہ الاسلام[1] بیشک اللہ کے نزدیک سچا دین صرف اسلام ہے۔ ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه وھو فی الاٰخرۃ من الخٰسرین[2]۔ اور جو اسلام کے سوا کوئی بھی دوسرا دین چاہے وہ ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ شخص آخرت میں زیاں کار رہے گا۔

لہذا تصریح کردی کہ قرآن عظیم کو مضبوط تھامنے سے اگرچہ دین نہ ملے، اور کہاں تک ان کے افعال و اقوال ذکر کئے جائیں جن کے دل اللہ نے اُلٹ دئے اور آنکھیں پلٹ دیں فسبحٰن مقلب القلوب والابصار (پاک ومنزّہ ہے وہ ذات جو دلوں اور آنکھوں کو پلٹ دیتی ہے۔ ت) باقی امور تحریم تعظیم مشرکین وغیرہ بارہا بیان ہوچکے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰: از لاہور بازار کٹرہ کالج شرو نوالہ مسئولہ خادم اسلام ملا محمد بخش حنفی چشتی سابق منیجر اخبار ہنر ۹ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امر مشروع اور مباح شرعی کو کوئی شخص حرام شرعی اور ممنوع مذہبی بنانے کی طاقت رکھتا ہے یا نہیں، غیر مشروع اور حرام شرعی پر کوئی شخص مشروع اور

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۹ [2] القرآن الکریم ۳/ ۸۵

حلال شرعی بنا سکتا ہے یا نہیں، جیسے کہ گائے کی قربانی مشروع اور مباح شرعی ہے کیا اس کو کوئی لیڈرِ قوم ممنوع شرعی کرا سکتا ہے، ہنود کی مجالس اعیاد میں شرکت جو ممنوع اور حرام شرعی ہے کیا لیڈروں کی رائے سے وہ شرکت جائز اور حلال ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہ دین پاک اللہ واحد قہار نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر تمام جہان کے لئے قیامت تک کے واسطے اتارا ہے،

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعٰلمین نذیرا۔[1] قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔[2]

بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو۔ تم فرماؤ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ (ت)

اور ان سے نبوت کا دروازہ بند فرمادیا، محال ہے کہ ابدالآباد تک اب کوئی جدید نبی ہو،

ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شیئ علیما۔[3]

ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے، اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

محال ہے کہ ان کی کتاب کا ایک حرف یا ان کی شریعت کا کوئی حکم کبھی بدل سکے،

لایاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید۔[4]

باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے، اتارا ہوا ہے حکمت والے سب خوبیوں سراہے کا۔

ان کی شریعت کے کسی حلال کو جو حرام بتائے یا کسی حرام کو حلال بتائے وہ حلال حرام یا حرام حلال تو نہ ہو جائے گا بلکہ یہی کہنے والا اُلٹا کافر ہو جائے گا۔

ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب

اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو، بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا

---

[1] القرآن الکریم ۲۵/ ۱　[2] القرآن الکریم ۷/ ۱۵۸

[3] 〃 ۳۳/ ۴۰　[4] 〃 ۴۱/ ۴۲

لایفلحون ؁ متاع قلیل ثم ماوٰبھم جھنم وبئس المھاد ؂ قل اللہ اذن لکم ام علی اللہ تفترون ؃ ویلکم لا تفتروا علی اللہ کذبا فیسحتکم بعذاب وقد خاب من افتری ؄

بھلا نہ ہوگا۔ تھوڑا برتنا ہے، ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا ہی بُرا بچھونا۔ کیا اللہ نے اس کی تمھیں اجازت دی ہے یا اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو۔ تمھیں خرابی ہو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو وہ تمھیں عذاب سے ہلاک کردے اور بیشک نامراد رہا جس نے جھوٹ باندھا۔ (ت)

قربانی گاؤ کی حلت اور مجالس اعیاد ہنود میں شرکت کی حرمت دونوں ضروریاتِ دین میں سے ہیں جو اسے حرام یا حلال کہے وہ اللہ و رسول پر افترا کرتا ہے اور بحکم قرآن اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور حکم کفر اس پر لازم والزم،

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ؅

اب جانا چاہتے ہیں ظالم کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ (ت)

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون نسأل اللہ العفو والعافیۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ وہ کس طرح چھٹکارا پائیں گے، ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت مانگتے ہیں اللہ تعالٰی بلند و عظیم کی طاقت و توفیق کے بغیر انسان نہ بُرائی سے پھر سکتا ہے اور نہ نیکی بجالا سکتا ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۶: از قصبہ حافظ گنج ضلع بریلی، مسئولہ عبداللہ رضوی عرف چھنگے ۱۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ قصبہ حافظ گنج میں ہندوؤں کی جل بہار اٹھتی تھی مگر اب کی مرتبہ مسجد کے قریب کے راستہ سے گزرنا چاہا تھا تمام اہلسنت وجماعت نے کہا کہ ہماری مسجد کے سامنے سے نہیں نکلتی ہے، عمرو نے جو دیوبند کو اپنا پیشوا مانتا ہے ہندوؤں کے ہمراہ ہوکر یہ کہہ دیا کہ مسجد کے سامنے سے نکلتی ہے اس حالت میں عمرو برادری کے قابل ہے مسلمان

؁ القرآن الکریم ۱۹/ ۱۱۶ ؂ القرآن الکریم ۳/ ۱۹۷
؃ " ۱۰/ ۵۹ ؄ " ۲۰/ ۶۱
؅ " ۲۶/ ۲۲۷

مانا جائے یا نہیں، اور بی بی عمرو کی ہندو کے ہمراہ میلہ رام لیلا کو جائے شریعت سے اس کا نکاح جائز رہا یا نہیں؟

الجواب

میلہ میں جانا تو حرام ہی ہے اگرچہ اس سے نکاح نہ کیا جائے اور کفار کے لئے جھوٹی گواہی دینی اور وہ بھی ایسی ناپاک بات میں، اور اس کے سبب مسجد کی توہین کرانی قریب بہ کفر ہے اگرچہ اس پر کفر مطلق کا حکم نہ بھی ہو، مگر جب وہ دیوبندیوں کا معتقد ہے تو اسی قدر اس کے کفر کے لئے کافی ہے، فتوائے علمائے حرمین شریفین میں دیوبندیوں کی نسبت ہے:

من شك فی کفرہ وعذابه فقد کفر۔[1] جو ان کے کافر ہونے اور ان کے عذاب کے بارے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

بہرحال عمرو کی عورت اس کے نکاح سے باہر ہے، اور اس سے میل جول حرام ہے، اور اسے برادری سے خارج کرنا فرض، مگر جب اسلام لائے اور اپنے کفر اور ان کبائر سے توبہ کرے، اور دیوبندیہ وغیرہ بالیقین جملہ کفار کو کافر مانے اس وقت برادری میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۷ از شہر محلہ سوداگران مسئولہ احسان علی صاحب طالب علم ۱۸ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید معاذ اللہ یہ کہے کہ میں عیسائی یا وہابی یا کافر ہوجاؤں گا، نام ایک فرقہ کا لیا آیا وہ انھیں میں سے ہوگا یا نہیں؟ یا یہ کہے کہ جی چاہتا ہے کہ غیر مقلد ہوجاؤں، یا یہ کہے کہ غیر مقلد ہونے کا جی چاہتا ہے، یہ قول کیسا ہے اگرچہ کسی کو چھیڑنے یا مذاق کی غرض سے کہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جس نے جس فرقہ کا نام لیا اُس فرقہ کا ہوگیا مذاق سے کہے یا کسی دوسری وجہ سے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۸ تا ۲۱۲ از قصبہ تلہر ضلع شاہجہان پور محلہ ہندو پٹی مسئولہ ضیاء الدین صاحب ۱۸ صفر ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام ادام فیضہم المولی العلام ان مسائل میں، بیّنوا توجروا،

---

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

(۱) ایک صاحب مسمّٰی مولوی اشرف علی ساکن قصبہ تلہر ضلع شاہجہانپور، دوسرے صاحب حکیم عبداللہ مقیم تلہر ہیں۔ حکیم صاحب کا بیان ہے کہ "یزید فاسق فاجر نہ تھا اس کو بُرا نہ کہا جائے اور سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اس کے یہاں جانا نہ چاہئے تھا، کیوں گئے، اور یہ ملکی جنگ تھی۔" دوسرے یہ کہ نمازِ فجر کے بعد مسلمانوں نے ان سے مصافحہ کرنا چاہا انھوں نے مصافحہ نہ کیا اور بدعت بتادیا، کیا حکیم صاحب کا یہ بیان سراسر غلط نہیں؟ کیا انھوں نے حضرت سیّد الشہدا رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شانِ ارفع واعلٰی میں گستاخی نہ کی؟ دادِ کذب بیانی نہ دی؟ کیا مصافحہ سے دست کشی وانکار اس امر کو ثابت نہیں کرتا کہ اس کی مراد بدعت سے بدعتِ سیئہ ہے اور ان کا یہ فعل وہابیانہ ہے؟

(۲) اول الذکر مولوی صاحب ایک زمانہ تک مدرسہ مولوی یٰسین واقع بریلی محلہ سرائے خام کے مدرس رہ چکے ہیں، کیا ان کی وہابیت کو اسی قدر کافی نہیں کہ ایک بدمذہب کے مدرسہ میں ملازم رہ کر اس مدرسہ کے دستور العمل درس تعلیم کی پابندی کرکے درس دیا، چہ جائیکہ علمِ غیبِ حبیبِ خدا سیّدِ ہردوسرا علیہ افضل التحیۃ والثناء میں وہابیہ خیال مغویانہ قیل وقال، جو کوئی شخص صحیح العقیدہ علمِ حضور سراپا نور کو روزِ اول سے قیامت تک کے تمام اشیاء ذرہ ذرہ کو کلیۃً وجزئیۃً محیط جانے اور ان کے واسطے ماکان ومایکون کا علم مانے اور قائل علم غیب حضور ہو وہ شخص ان مولوی صاحب کے نزدیک مضل وضال قابلِ عقاب ونکال، اکابر علمائے اہلسنّت کثرہم اللہ تعالٰی کی شان میں جن کی مدح وستائش میں مفتیانِ علام وعلمائے ذوی الاحترام حرمین طیبین وروم وشام وغیرہم مبالغہ فرمائیں اور ان کو پیشوا وسردارِ علمائے اہلسنّت بتائیں، یہ صاحب بیہودہ الفاظ وناشائستہ کلمات زبان پر لائیں، ان صاحب کے تمام اوصاف میں باستثنائے مدرسی مدرسہ مذکورہ حکیم صاحب مذکور بھی شریک وہم خیال، یہ دونوں صاحب مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند ومولوی رشید احمد گنگوہی ومولوی اشرف علی تھانوی کو اپنا پیشوا جانتے اور سرتاجِ اہلسنّت مانتے ہیں، کیا دونوں صاحب کم سے کم بدعتی و بدمذہب نہیں؟ کیا ان کے ساتھ ان احادیث واقوال کے مطابق عمل نہ کیا جائے جو فتاوی الحرمین طبع بمبئی میں مذکور ہیں:

فی صحیح مسلم[1] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم۔

صحیح مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ان سے الگ رہو انھیں اپنے سے دُور رکھو کہیں وہ تمھیں بہکا نہ دیں وہ تمھیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔

---

[1] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰

ولابی داؤد عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وان مرضوا فلا تعودوھم وان ماتوا فلا تشھدوھم۔[1]

ابوداؤد کی حدیث میں عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا وہ بیمار پڑیں تو پوچھنے نہ جاؤ، مرجائیں تو جنازے پر حاضر نہ ہو۔

وزاد ابن ماجۃ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وان لقیتموھم فلا تسلموا علیھم۔[2]

ابن ماجہ نے بروایت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ اس قدر اور بڑھایا: جب انھیں ملو تو سلام نہ کرو۔

وعند العقیلی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم۔[3]

عقیلی نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ان کے پاس نہ بیٹھو، ساتھ پانی نہ پیو، ساتھ کھانا نہ کھاؤ، شادی بیاہ نہ کرو۔

وزاد ابن حبان عنہ لاتصلوا علیھم ولا تصلوا معھم۔[4]

ابن حبان نے انھیں کی روایت سے زائد کیا ان کے جنازے کی نماز نہ پڑھو، ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔

وللدیلمی عن معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انی بریئ منھم وھم برآء منی جھادھم کجھاد الترک والدیلم۔[5]

دیلمی نے معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: میں ان سے بیزار ہوں وہ مجھ سے بے علاقہ ہیں ان پر جہاد ایسا ہے جیسا کافران ترک و دیلم پر۔

۱؎ سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی القدر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۸۸

۲؎ سنن ابن ماجہ باب فی القدر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰

۳؎ الضعفاء الکبیر ترجمہ احمد بن عمران دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۲۶

۴؎ کنزالعمال حدیث ۳۲۵۲۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۴۰

میزان الاعتدال ترجمہ ۱۲۰۳ البشیر بن عبیداللہ القیصر دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۳۲۰

۵؎ فردوس الاخبار حدیث ۳۲۵۴ معاذ بن جبل دارالکتب العربی بیروت ۲/ ۴۴۹

وللابن عساکر عن انس رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اذا رأیتم صاحب بدعة فاکفهروا فی وجهه فان الله یبغض کل مبتدع ولا یجوز احد منهم علی الصراط لکن یتهافتون فی النار مثل الجراد والذباب[1]

ابن عساکر انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، جب کسی بدمذہب کو دیکھو تو اس کے رُوبرُو اس سے ترش رُوئی کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہر بدمذہب کو دشمن رکھتا ہے ان میں کوئی پُل صراط پر گزر نہ پائے گا بلکہ ٹکڑے ٹکڑے ہوکر آگ میں گر پڑیں گے جیسے ٹِڈی اور مکھیاں گرتی ہیں۔

وللطبرانی وغیرہ عن عبد الله بن بشیر رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الاسلام[2]

(طبرانی وغیرہ عبداللہ بن بشیر رضی اللہ تعالٰے عنہ سے راوی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ت) جو کسی بدمذہب کی توقیر کرے اس نے اسلام کے ڈھانے میں مدد دی۔

وله فی الکبیر ولابی نعیم فی الحلیة عن معاذ رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من مشی الی صاحب بدعة لیوقره فقد اعان علی هدم الاسلام[3] وغیرہ من الاحادیث۔

نیز طبرانی معجم کبیر اور ابونعیم نے حلیہ میں معاذ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کسی بدمذہب کی طرف اس کی توقیر کرنے کو چلے اس نے اسلام کے ڈھانے میں اعانت کی۔ اور اس کے سوا اور حدیثیں ہیں۔

قال العلماء فی کتب العقائد کشرح المقاصد وغیرہ ان حکم المبتدع البغض والاهانة والرد والطرد[4]

علماء کتب عقائد مثل شرح مقاصد وغیرہ میں فرماتے ہیں کہ بدمذہب کا حکم اس سے بغض رکھنا اسے ذلت دینا اس کا رَد کرنا اسے دور ہانکنا ہے۔

---

[1] تذکرۃ الموضوعات للفتنی باب افتراق الامۃ علی ثلاث وسبعین فرقۃ کتب خانہ مجیدیہ ملتان ص ۱۵

[2] المعجم الاوسط مروی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حدیث ۶۷۷۲ مکتبۃ المعارف الریاض ۷/ ۳۹۶
حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۳۱۷ حضرت خالد بن معدان دار الکتاب العربی بیروت ۵/ ۲۱۸

[3] المعجم الکبیر از معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث ۱۸۸ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۲۰/ ۹۶
حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۳۳۵ - ۳۶ دار العربی بیروت ۶/ ۹۷

[4] شرح المقاصد الفصل الرابع فی الامامۃ دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۲۷۰

وفی غنیۃ الطالبین[1] قال فضیل بن عیاض من احب صاحب بدعۃ احبط اللہ عملہ واخرج نور الایمان من قلبہ، واذا علم اللہ عزوجل من رجل انہ مبغض صاحب بدعۃ رجوت اللہ تعالٰی ان یغفر ذنوبہ وان قل عملہ واذا رأیت مبتدعا فی طریق فخذ طریقا اٰخر اھ۔

غنیۃ الطالبین شریف میں ہے فضیل بن عیاض نے فرمایا جو کسی بدمذہب سے محبت رکھے اس کے عمل حبط ہوجائیں گے اور ایمان کا نور اس کے دل سے نکل جائے گا اور جب اللہ تعالٰی اپنے کسی بندے کو جانے کہ وہ بدمذہب سے بغض رکھتا ہے تو مجھے امید ہے کہ مولٰی سبحانہٗ وتعالٰی اس کے گناہ بخش دے اگرچہ اس کے عمل تھوڑے ہوں اور جب کسی بدمذہب کو راہ میں آتا دیکھو تو تم دوسری راہ لو۔ انتہی بقدر الضرورۃ۔

(۳) جب شرع مطہر نے ایسے لوگوں سے اس درجہ نفرت دلائی اور اس قدر برائی بیان فرمائی تو کیا مسلمانوں کا فرض مذہبی نہیں کہ ان کو مسجد میں آنے سے روکیں، ان سے ہر قسم کا قطع تعلق کرلیں، علی الخصوص وُہ شخص جس کے ہاتھ میں مسلمانوں کا کام ہو اور مسلمان اس کو مانتے ہوں اور عزت و وقار کی نظر سے دیکھتے ہوں خواہ باعث علم یا بجہت پیری مریدی یا بخیال تونگری وغیرہ اس پر سخت ضروری کہ ان کو خود دخول مسجد سے حتی الوسع روکے اور ان کے ساتھ میل جول سے مسلمانوں کو باز رکھے، جو شخص ان مولوی صاحب و حکیم صاحب کے خیالاتِ باطلہ و حالاتِ فاسدہ پر مطلع ہوکر ان دونوں کو امام بنائے اور ان کے پیچھے نماز پڑھے اور کہے یہ مولویوں کے جھگڑے ہیں ہمیں ان سے کیا سروکار آخر یہ دونوں عالم تو ہیں، کیا وُہ شخص زیاں کار اور انھیں مفسدین فی الدین سے نہیں اور وہ نماز اس کی باطل و مردود نہیں؟ حالانکہ جن تین علماء مذکورین کو یہ دونوں صاحب پیشوا جانتے ہیں ان کے بارے میں مفتیانِ علمائے مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ نے یہ حکم دیا جیسا کہ فتاوی حسام الحرمین میں مذکور ہے:

ان ھٰؤلاء الفرق الواقعین فی السؤال غلام احمد القادیانی ورشید احمد ومن تبعہ کخلیل الانبیھتی واشرف علی وغیرھم لاشبھۃ فی کفرھم بلا مجال بل لاشبھۃ فی من شک بل فی

بیشک یہ طائفے جن کا تذکرہ سوال میں واقع ہے غلام احمد قادیانی اور رشید احمد اور جو اس کے پیرو ہوں جیسے خلیل احمد انبیٹھی اور اشرف علی وغیرہ ان کے کفر میں کوئی شبہہ نہیں اور نہ شک کی مجال، بلکہ جو اُن کے کفر میں شک کرے بلکہ

---

[1] غنیۃ الطالبین فصل فی اعتقاد اہل السنۃ ان امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم الخ مصطفی البابی مصر ۱/ ۸۰

من توقف فی کفرہم بحال من الاحوال[1]

کسی طرح کسی حال میں انھیں کافر کہنے میں توقف کرے اس کے کفر میں بھی شبہہ نہیں۔

اسی میں ہے :

اظہر فضائحہم القبیحۃ فی المعتمد المستند فلویبق من نتائجہم الفاسدۃ بکل واضحۃ دامغۃ جلیۃ لاسیما المتصدی لحمل رایۃ ھذہ الفرقۃ المارقۃ التی تدعی بالوھابیۃ ومنہم مدعی النبوۃ غلام احمد القادیانی والمارق الاخر المنقص لشان الالوھیۃ والرسالۃ قاسم النانوتوی ورشید احمد الکنکوھی وخلیل احمد الانبھتی واشرف علی التانوی ومن حذا حذوھم[2] انتہی بقدر الضرورۃ۔

مصنف نے اپنی کتاب معتمد المستند میں اس گروہ کی بری رسوائیاں ظاہر کیں پس ان کے فاسد عقیدوں سے ایک بھی بغیر لوچ لچر کئے نہ چھوڑا تو اے مخاطب تجھ پر لازم ہے کہ اسی روشن رسالہ کا دامن پکڑے جسے مصنف نے بزودی لکھ دیا تو ان گروہوں کے رد میں ہر ظاہر و روشن و سرکوب دلیل پائے گا خصوصًا جو اس گروہ خارج از دین کے باندھے ہوئے نشان کھول دینے کا قصد کرے، وہ گروہ خارج از دین کہ ان کو جسے وہابیہ کہا جاتا ہے اور ان میں مدعی نبوت غلام احمد قادیانی ہے اور دین سے دوسرا نکلنے والا شانِ الوہیت و رسالت گھٹانے والا قاسم نانوتوی اور رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھی اور اشرف علی تھانوی اور جو ان کی چال چلا، انتہی بقدر الضرورۃ۔

www.alahazratnetwork.org

اسی میں ہے :

وبالجملۃ ھؤلاء الطوائف کلھم کفار مرتدون خارجون عن الاسلام باجماع المسلمین وقد قال فی البزازیۃ والدرر والغرر والفتاوی الخیریۃ ومجمع الانھر والدر المختار وغیرھا من معتمدات الاسفار فی مثل ھؤلاء الکفار من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر اھ وقال فی الشفاء الشریف ونکفر من لم یکفر من دان بغیر ملۃ الاسلام من الملل او وقف فیھم شک اھ، وقال فی بحر الرائق وغیرہ من حسن کلام اھل الاھواء او قال معنوی او کلام لہ معنی صحیح ان کان ذٰلک کفرا من القائل کفر المحسن اھ وقال الامام ابن حجر

---

[1] حسام الحرمین تقریظ اسمٰعیل بن خلیل مکتبہ نبویہ لاہور ص ۴۹

[2] ״ ״ تقریظ مفتی تاج الدین الیاس ״ ״ ״ ص ۱۰۷

فی الاعلام فی فصل الکفر المتفق علیہ بین ائمتنا الاعلام من تلفظ بلفظ الکفر یکفر وکل من استحسنہ اورضی بہ یکفر[1] اھ۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ طائفے سب کے سب (اسمٰعیلیہ، نذیریہ، امیریہ، قاسمیہ، مرزائیہ، رشیدیہ، اشرفیہ) مرتد ہیں، باجماع امت اسلام سے خارج ہیں اور بیشک بزازیہ اور درر وغرر اور فتاوی خیریہ اور مجمع الانہر اور درمختار وغیرہا معتمد کتابوں میں ایسے کافروں کے حق میں فرمایا کہ جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے خود کافر ہے۔ اور شفا شریف میں فرمایا ہم اسے کافر کہتے ہیں جو ایسے کو کافر نہ کہے جس نے ملت اسلام کے سوا کسی ملت کا اعتقاد کیا یا ان کے بارے میں توقف کرے یا شک لائے، اور بحرالرائق وغیرہ میں فرمایا جو بد دینوں کی بات کی تحسین کرے یا کہے کچھ معنی رکھتی ہے یا اس کلام کے کوئی صحیح معنی ہیں اگر اس کہنے والے کی وہ بات کفر تھی تو یہ جو اس کی تحسین کرتا ہے یہ بھی کافر ہو جائے گا" اور امام ابن حجر نے کتاب الاعلام کی اس فصل میں جس میں وہ باتیں گنائی ہیں جن کے کفر ہونے پر ہمارے ائمۂ اعلام کا اتفاق ہے فرمایا جو کفر کی بات کہے وہ کافر ہے اور جو اس بات کو اچھا بتائے یا اس پر راضی ہو وہ بھی کافر ہے انتہی۔

www.alahazratnetwork.org

تو موافق ارشاد علمائے مکہ و مدینہ و مطابق حکم معتمد المستند نذیر حسین دہلوی و امیر احمد سہسوانی و قاسم نانوتوی و مرزا غلام احمد قادیانی و رشید احمد گنگوہی و اشرف علی تھانوی اور ان سب کے مقلدین و متبعین و پیروان و مدح خواں باتفاق علمائے اعلام کافر ہوئے اور جو ان کو کافر نہ جانے ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی بلاشبہہ کافر ہے چہ جائیکہ پیشوا اور سردار جانیں والعیاذ باللہ الکریم۔ وھو یھدی من یشاء الی صراط مستقیم[2] (وہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ چلاتا ہے۔ ت) ہم کو چونکہ اختصار منظور تھا لہٰذا ان گمراہوں گمراہ گروں کافروں کے وہ اقوال ملعونہ و مردودہ جن پر علم فسق و کفر لگایا گیا بالکل نقل نہیں کئے اور ان اقوال پر علمائے حرمین نے جس قدر احکام لگائے ہیں ان میں صرف دس پانچ تحریر ہوئے جو صاحب ان فرق باطلہ کے اقوال عقوبت مآل اور ان احکام علمائے اہل کمال پر اطلاع چاہیں وہ فتاوی الحرمین و حسام الحرمین مطالعہ فرمائیں۔

(۴) ایسے نازک وقت میں کہ ہر چہار طرف سے دین حق پر حملے ہو رہے ہیں اور بیخ کنان سنت یکبارگی

---

[1] حسام الحرمین کتاب المعتمد المستند مکتبہ نبویہ لاہور ص ۳۱

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۴۲ و ۲۴۳ و ۱۰/ ۲۵

ٹوٹ پڑے ہیں، کیا علمائے اہلسنت پر واجب نہیں کہ اپنے علم کو ظاہر کریں اور میدان میں آکر تحریراً و تقریراً احیائے سنّت و اماتت بدعت و نصرتِ ملّت فرمائیں اگر ایسا نہ کریں سکوت و خاموشی سے کام لیں تو کیا اس حدیث شریف کے مورد نہ ہوں گے جو فتاوی الحرمین میں مذکور ہے۔

قال الامام ابن حجر المکی فی الصواعق المحرقۃ ان الحامل الداعی لی علی التالیف فی ذٰلک وان کنت قاصرا عن حقائق ماھنالك ما اخرجہ الخطیب البغدادی فی الجامع وغیرہ انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال اذا ظھرت الفتن او قال البدع وسب اصحابی فلیظھر العالم علمہ فمن لم یفعل ذٰلک فعلیہ لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والناس اجمعین لا یقبل اللہ منہ صرفا ولا عدلا[1]

امام ابن حجر مکّی صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں واضح ہو کہ اس تالیف پر میرے لئے باعث وسبب اگرچہ میرا ہاتھ یہاں کے حقائق سے کوتاہ ہے وہ حدیث ہوئی جو خطیب بغدادی نے جامع میں اور ان کے سوا اور محدثین نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جب فتنے یا فرمایا بدمذہبیاں ظاہر ہوں اور میرے صحابہ کو بُرا کہا جائے تو واجب ہے کہ عالم اپنا علم ظاہر کرے جو ایسا نہ کرے گا اس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے اللہ تعالٰی نہ اس کا فرض قبول فرمائے نہ نفل۔

www.alahazratnetwork.org

(۵) جو شخص مسجد میں آکر اپنی زبان سے لوگوں کو ایذا دیتا ہو اس شخص کو مسجد سے نکالنے کا حکم ہے، اس کے نکالنے کے بارے میں درمختار کا یہ قول نصِ صریح ہے یا نہیں،

واکل نحو ثوم ویمنع منہ وکذا اکل موذ ولو بلسانہ[2]

یعنی مسجد میں داخل ہونے سے بدبودار چیزوں مثل کچی لہسن کھانے والے کو منع کیا جائے اور اسی طرح ہر ایذا دینے والا اگرچہ زبان سے دیتا ہو دخولِ مسجد سے روکا جائے۔

ردالمحتار میں تحت قول واکل نحو ثوم فرمایا،

ای کبصل ونحوہ مما لہ رائحۃ کریھۃ للحدیث الصحیح فی النھی عن قربان اکل الثوم والبصل المسجد، قال

یعنی جیسے پیاز وغیرہ ان چیزوں سے جن میں بدبو ہو یہ حکم موافق حدیث صحیح ہے جو کچی لہسن اور پیاز کھانے والے کی ممانعت دخول مسجد میں ہے،

---

[1] فتاوی الحرمین — جواب سوال تاسع — مکتبہ حامدیہ لاہور — ص ۱۷

[2] درمختار — باب ما یفسد الصلوٰۃ ویکرہ — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۹۵

الامام العینی فی شرحہ علی صحیح البخاری قلت علۃ النھی اذی الملئکۃ واذی المسلمین[1]۔

امام عینی نے اپنی شرح میں جو صحیح بخاری پر لکھی ہے فرمایا کہ میں کہتا ہوں دخولِ مسجد سے ممانعت کا سبب ایذائے ملائکہ وایذائے مسلمانان ہے۔

والحمد للہ رب العلمین وافضل الصلوات واکمل التسلیمات علی اشرف الانبیاء والمرسلین وعلی صحبہ واٰلہ ومن تبعھم اجمعین۔

الجواب

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ واٰلہ وصحبہ المکرمین عندہ وسائر المسلمین المتبعین سعدہ۔

سب تعریف اللہ تعالٰی کے لئے جو اکیلا ہے، صلوٰۃ وسلام اس ذات پر جس کے بعد نبی نہیں اور اس کے آل و اصحاب پر جو اس کے ہاں عزت والے ہیں اور باقی تمام مسلمانوں پر جو اس کی سعادت کے پیروکار ہیں (ت)

فاضل سائل بلکہ مجیب سلمہ القریب المجیب کا یہ سوال خود ہی جواب وحق صواب ہے فماذا بعد الحق الاالضلٰل[2] (حق کے بعد گمراہی ہوتی ہے۔ ت) ہمیں زید وعمرو کی شخصیت سے کام نہیں احکام شرعیہ عام ہوتے ہیں جس سے یہ امر صادر ہو اس کا یہ حکم ہے "کسے باشد خاک بود یا شخصے باشد (خواہ کوئی ہو مٹی ہو یا تنکہ۔ ت) اسی عموم کے طور پر ہم کلام کریں گے اگر فلاں وفلاں اس کے مصداق تو ضرور وہی ان احکام کے استحقاق ہیں ورنہ جس پر صادق و مستحق ولائق۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل[3] و حسبنا اللہ ونعم الوکیل[4]

اور اللہ حق فرماتا ہے اور وہی راہ دکھاتا ہے، اور اللہ ہم کو بس ہے اور کیا اچھا کارساز۔

(۱) یزید پلید علیہ مایستحقہ من العزیز المجید قطعاً یقیناً باجماع اہلسنت فاسق وفاجر وجری علی الکبائر تھا اس قدر پر ائمہ اہل سنت کا اطباق واتفاق ہے صرف اس کی تکفیر ولعن میں اختلاف فرمایا۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ اور ان کے اتباع وموافقین اسے کافر کہتے اور بہ تخصیص نام اس پر لعن کرتے ہیں اور اس آیہ کریمہ سے اس پر سند لاتے ہیں:

---

[1] ردالمحتار باب مایفسد الصلوٰۃ ویکرہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۴۴
[2] القرآن الکریم ۱۰/۳۲
[3] القرآن الکریم ۳۳/۴
[4] " ۳/۱۷۳

فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم اولٰئک الذین لعنھم اللہ فاصمھم واعمٰی ابصارھم[۱]

کیا قریب ہے کہ اگر والیِ ملک ہو تو زمین میں فساد کرو اور اپنے نسبی رشتہ کاٹ دو، یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت فرمائی تو انھیں بہرا کردیا اور اُن کی آنکھیں پھوڑ دیں۔

شک نہیں کہ یزید نے والیِ ملک ہو کر زمین میں فساد پھیلایا، حرمین طیبین وخود کعبۂ معظمہ وروضۂ طیبہ کی سخت بے حرمتیاں کیں، مسجدِ کریم میں گھوڑے باندھے، ان کی لید اور پیشاب منبرِ اطہر پر پڑے، تین دن مسجدِ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم بے اذان ونماز رہی، مکہ ومدینہ وحجاز میں ہزاروں صحابہ وتابعین بے گناہ شہید کئے، کعبۂ معظمہ پر پتھر پھینکے، غلاف شریف پھاڑا اور جلایا، مدینہ طیبہ کی پاکدامن پارسائیں تین شبانہ روز اپنے خبیث لشکر پر حلال کردیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جگر پارے کو تین دن بے آب ودانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے تیغِ ظلم سے پیاسا ذبح کیا، مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے گود کے پالے ہوئے تنِ نازنین پر بعد شہادت گھوڑے دوڑائے گئے کہ تمام استخوان مبارک چُور ہوگئے، سرِ انور کہ محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بوسہ گاہ تھا کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا اور منزلوں پھرایا، حرم محترم مخدّراتِ مشکوئے رسالت قید کئے گئے اور بے حرمتی کے ساتھ اس خبیث کے دربار میں لائے گئے، اس سے بڑھ کر قطع رحم اور زمین میں فساد کیا ہوگا، ملعون ہے وہ جو ان ملعون حرکات کو فسق وفجور نہ جانے، قرآن عظیم میں صراحۃً اس پر لعنھم اللّٰہ[۲] (ان پر اللہ کی لعنت ہے۔ ت) فرمایا، لہذا امام احمد اور ان کے موافقین ان پر لعنت فرماتے ہیں اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے لعن وتکفیر سے احتیاطاً سکوت فرمایا کہ اس سے فسق وفجور متواتر ہیں کفر متواتر نہیں اور بحال احتمال نسبتِ کبیرہ بھی جائز نہیں نہ کہ تکفیر، اور امثال وعیدات مشروط بعدمِ توبہ ہیں لقولہ تعالٰی: فسوف یلقون غیا الا من تاب[۳] (تو عنقریب دوزخ میں غی کا جنگل پائیں گے مگر جو تائب ہوئے۔ ت) اور توبہ تادمِ غرغرہ مقبول ہے اور اس کے عدم پر جزم نہیں اور یہی احوط واسلم ہے، مگر اس کے فسق وفجور سے انکار کرنا اور امام مظلوم پر الزام رکھنا ضروریاتِ مذہبِ اہلسنت کے خلاف ہے اور ضلالت وبدمذہبی صاف ہے بلکہ انصافاً یہ اس قلب سے متصور نہیں جس میں محبتِ سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا شمّہ ہو،

---

[۱] القرآن الکریم ۴۷/۲۲-۲۳

[۲] " ۳۳/۵۷

[۳] " ۱۹/۵۹

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1] (اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔) 38
شک نہیں کہ اس کا قائل ناصبی مردود اور اہل سنت کا عدو وعنود ہے، ایسے گمراہ بددین سے مسئلہ مصافحہ کی شکایت بے سود ہے، اس کی غایت اسی قدر کہ اس نے قول صحیح کا خلاف کیا اور بلا وجہ شرعی دست کشی کرکے ایک مسلمان کا دل دکھایا مگر وہ تو ان کلمات ملعونہ سے حضرت بتول زہرا و علی مرتضٰی اور خود حضور سید الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوۃ والسلام کا دل دکھا چکا ہے، اللہ واحد قہار کو ایذا دے چکا ہے:

والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم[2] ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعد لھم عذابا مھینا[3]

اور جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔ بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

(۲) سوال نے یہاں بھی قطعیات کے ساتھ قرآن کو ضم کیا، قطعی کے ہوتے قرینی باطنی کی کیا بحث، کسی مدرسہ محلہ سرائے خام کی نوکری یا علم ما کان و ما یکون یا غیوب خمسہ میں کلام یا علماء اہل سنت کو سب و دشنام تفاصیل رکھتے ہیں جن کی اصلاً حاجت نہیں، جب علمائے حرمین طیبین زادہما اللہ شرفاً وتکریماً نانوتوی وگنگوہی وتھانوی کی نسبت نام بنام تصریح فرماچکے ہیں کہ یہ سب کفار مرتدین ہیں اور یہ کہ من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[4] جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر، نہ کہ ان کو پیشوا و سرتاج اہلسنت جاننا بلاشبہہ جو ایسا جانے ہرگز صرف بدعتی و بدمذہب نہیں قطعاً کافر و مرتد ہے اور ان تمام احادیث کا کہ سوال میں فتاوی الحرمین سے منقول ہوئیں مورد ہے بلاشبہہ اس سے دور بھاگنا اور اسے اپنے سے دور کرنا اس سے بغض، اس کی اہانت، اس کا رد فرض ہے اور توقیر حرام و ہدم اسلام، اسے سلام کرنا اس کے پاس بیٹھنا حرام اس کے ساتھ کھانا پینا حرام، اس کے ساتھ شادی بیاہ حرام اور قربت زنائے خالص، اور بیمار پڑے تو اسے پوچھنے جانا حرام، مرجائے تو اس کے جنازے میں شرکت حرام اسے مسلمانوں کا سا غسل وکفن دینا حرام، اس پر نماز جنازہ پڑھنا حرام بلکہ کفر، اس کا جنازہ اپنے

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷ — [2] القرآن الکریم ۹/ ۶۱
[3] " ۳۳/ ۵۷
[4] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

کندھوں پر اٹھانا' اس کے جنازے کی مشایعت حرام، اسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا حرام، اس کی قبر پر کھڑا ہونا حرام، اس کے لئے دعائے مغفرت یا ایصالِ ثواب حرام بلکہ کفر، والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔

(۳) جواب سابق میں واضح ہو چکا کہ ان سے ہر قسم کا قطع تعلق فرض ہے اور جب وہ تمام علمائے حرمین شریفین کے متفق علیہ فتوے سے کافر و مرتد ہیں تو مسجد میں ان کا کیا حق، حدیث ابن حبان مذکور فتاوی الحرمین میں ہے، لا تصلوا معھم[1] ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو، ان کے پیچھے تو نماز باطل محض ہی ہے صف میں اُن کا کھڑا ہونا بھی جائز نہیں کہ ان کی نماز نماز ہی نہیں، تو عین نماز میں بالکل خارج از نماز ہیں تو ان کے کھڑے ہونے سے صف قطع کہ غیر نمازی حائل' اور صف قطع کرنا حرام ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، من قطع صفا قطعہ اللہ[2] جو صف قطع کرے اللہ اسے کاٹ دے۔ تو جو مسلمانوں میں سربرآوردہ ہو جو ان کے منع پر بلا فتنہ و فساد قدرت رکھتا ہو اس پر فرض ہے کہ انھیں مسجد میں آنے سے روکے اور مسلمانوں کی نماز کو خراب ہونے سے بچائے، مسلمانوں کو نرمی و تفہیم اور نہ مانے تو اسے ہر جائز سختی و تشدد کے ساتھ ان کے میل جول سے باز رکھے کہ یہ نہی عن المنکر ہے اور نہی عن المنکر تا قدر قدرت فرض قطعی ہے اور جو نہ کرے وہ اسی مجرم کا اس کے عذاب میں ساتھی، اصحاب سبت پر جب عذاب الٰہی نازل ہُوا کہ قلنا لھم کونوا قردۃ خاسئین[3] ہم نے ان سے فرمایا ہو جاؤ بندر دھتکارے ہُوئے۔ جو انھیں منع نہ کرتے تھے وہ بھی ان کے ساتھ بندر کر دئے گئے منع کرنے والوں نے نجات پائی جو ان کے خیالات و حالات پر مطلع ہو کر انھیں عالم جانے یا قابلِ امامت مانے ان کے پیچھے نماز پڑھے وُہ بھی اُنھیں کی طرح کافر و مرتد ہے کہ من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر[4] (جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے خود کافر ہے۔ ت) اس کے لئے حسام الحرمین کی وُہ عبارتیں کہ سوال سوم میں مذکور ہوئیں کافی ہیں یُونہی جو ان احکام ضروریات اسلام کو کہے یہ مولوی کے جھگڑے ہیں وُہ بھی کافر ہے۔ محیط و عالمگیریہ میں ہے،

رجل قال آنہا کہ علم آموزند داستانہا است کہ می آموزند او قال بادست آنچہ می گویند	کوئی آدمی کہتا ہے یہ علم سیکھنے والے کہانیاں سیکھ رہے ہیں یا کہتا ہے جو کہتے ہیں یہ تمام جھوٹ ہے

[1] فتاوی الحرمین جواب سوال عاشر مکتبہ حامدیہ لاہور ص ۱۹

[2] سُنن ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب تسویۃ الصفوف آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۹۷

[3] القرآن الکریم ۲/ ۶۵

[4] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

او قال تزویرست او قال من علم حیلہ را منکرم ھذا کلہ کفر[1] یا کہتا ہے میں علم حیلہ کا منکر ہوں، یہ تمام کفر ہے (ت)

(۴ و ۵) بلاشبہہ علمائے اہل سنت پر اعانت سنت و اہانت بدعت تحریراً و تقریراً بقدر قدرت فرض اہم و اعظم ہے اور ہر موذی کو مسجد سے نکالنا بشرط استطاعت واجب اگرچہ صرف زبان سے ایذا دیتا ہو خصوصاً وہ جس کی ایذا مسلمانوں میں بدمذہبی پھیلانا اور اضلال و اغوا ہو ان کی سند میں وہی احادیث و روایات کہ سائل فاضل نے ذکر کیں کافی ہیں، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۳ تا ۲۱۷ از اسٹیشن بھوجی پورہ آر۔کے۔آر۔ مسئولہ محمد صدیق دکاندار سگریٹ و بساط خانہ ۲۸ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کہ ایک شخص امامت کرتا ہے اور پڑھا لکھا بھی ہے، لڑکوں کو پڑھاتا بھی ہے کچھ مسئلہ مسائل بھی جانتا ہے، اپنے آپ کو اہل سنت وجماعت کہتا ہے، بریلی میں جو جلسہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو خلافت اسلامیہ کے نام سے ہوا جس میں شوکت و محمد علی و مولانا ابوالکلام آزاد و مسٹر گاندھی وغیرہ نے تقریریں کیں اس جلسہ میں وہ شریک ہوا اس جلسہ کی وہ بہت تعریف کرتا ہے اور کہتا ہے کہ،

(۱) اس جلسہ میں بہت اچھا بیان ہوا اس جلسہ میں علماء تھے اس میں مکہ شریف مدینہ شریف اور عرب شریف سے ترکوں کی خلافت چلے جانے اور چھن جانے کے حالات بیان ہوئے اور یہ بھی بیان ہوا کہ ہندوؤں کی دوستی کرنا قرآن پاک سے ثابت ہے اور ان کے بیانات کا جلسہ کے لوگوں پر بہت اثر ہوا اکثر روتے تھے ساری خلقت ہزاروں آدمیوں کا جماؤ تھا، ہندو بھی شریک تھے اور مسلمانوں کا ساتھ دے رہے تھے، سب ایک کے ساتھ کارروائی ہو رہی تھی اور یہ بھی کہتا تھا کہ

(۲) انگریزوں سے دوستی اور ان کی نوکری اور ان کے اسکولوں میں پڑھنے کی اور اسلامی مدرسے کھولنے کی منادی ہوگئی، یہ بھی کہتا ہے کہ

(۳) بریلی کے اعلٰحضرت نے فتوٰی دیا ہے کہ ترکوں کی خلافت صحیح نہیں ہے، اور یہ بھی کہتا ہے کہ اعلٰحضرت نے فتوٰی دیا ہے کہ

(۴) جو کوئی جلوس و جلسہ خلافت میں جائے گا اس کی بیوی نکاح سے باہر ہوجائے گی وہ کافر ہوجائے گا، جب دیوبند کی بابت سوال کیا گیا تو کہتا ہے کہ

(۵) میں نہ اس کا مرید ہوں اور نہ بُرا کہتا ہوں دیوبند کے مدرسہ کی تعریف کرتا ہے، بہشتی زیور

---

[1] فتاوٰی ہندیہ باب المرتد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۷۰

وغیرہ کتابیں اس کے پاس موجود ہیں تو اب علماء سے سوال یہ ہے کہ شخص جو کہ خلافت ترکی صحیح مانتا ہے اور شریف صاحب کو بوجہ ترکوں سے جدا ہونے کے برا سمجھتا ہے اور جس کی باتیں اور خیالات اوپر بیان ہوئے کیسا ہے، اس جلسہ مذکورہ بالا میں شریک ہونا کیسا ہے اور اس شخص کے کون کون سے خیالات وعقیدے برے ہیں، خدا و خدا کے رسول کے نزدیک ایسے خیالات رکھنے والے کا کیا حکم ہے؟ مفصل تحریر فرمائیں تاکہ جو خیالات اس کے برے ہوں ان سے اہلسنت وجماعت بچنے کی کوشش کریں، جواب مہری و دستخطی ہونا چاہئے۔

الجواب

جو شخص پڑھا لکھا ہو کر مدرسہ دیوبند کی تعریف کرے اور دیوبندیوں کی نسبت کہے کہ میں ان کو برا نہیں کہتا، اسی قدر اس کے مسلمان نہ ہونے کو بس ہے۔ علمائے کرام حرمین طیبین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ یہ لوگ کفار مرتد ہیں، اور فرمایا، من شك فی عذابہ وکفرہ فقد کفر[1] جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر۔ تعظیم مشرک کے جلسہ میں شریک ہونا ضرور حرام ہے۔ اس کی یہاں سے ممانعت پیش کی گئی اور یہ افترا ہے کہ مطلقاً شریک ہونے والے کا نکاح باطل بتایا گیا مگر اس افترا کا عجب کیا ہے جبکہ وہ خود اس مفتری جلسہ کو پسند کرتا ہے اور اس کے افترا کا خود ناقل ہے کہ "ہندوؤں کی دوستی کرنا قرآن سے ثابت ہے" حالانکہ قرآن عظیم جابجا اس کے خلاف پر ناطق ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز باطل محض ہے اور اسے امامت سے علیحدہ کرنا فرض ہے، واللہ تعالٰی اعلم

جواب مسئلہ مسئولہ حضرت مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری پروفیسر دینیات علی گڑھ کالج

۱۳ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

(۱) معاملہ (۲) مدارات (۳) بر واقساط (۴) معاشرت (۵) مداہنت (۶) رکون (۷) وداد (۸) اتحاد (۹) انقیاد (۱۰) تبتل

ان مدارج عشرہ میں ہر دوسرا پہلے سے زائد ہے اور ہر پہلے میں دوسرے کی شرط کا استثناء ملحوظ ہے۔ پہلا بشرط لاشئی کے مرتبہ میں اور دوسرا بشرط شئی کے مرتبہ میں۔

موالات کی دو قسمیں ہیں، حقیقی و صوری۔ حقیقی کی پانچ قسمیں رکون سے آخر تک، یہ مطلقاً ہمیشہ حرام ہیں ہر کافر سے، اور ہمیشہ حرام رہیں گی۔ اور صوری کی چار قسمیں مدارات سے مداہنت تک،

---

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

ان میں بروا قساط معاہدین سے جائز، حربی غیر معاہد سے حرام، یا بعض کے نزدیک ایک وقت میں حربی غیر محاربین سے حلال رکھا گیا تھا پھر حرام فرمادیا اور اب ابداً حرام ہے۔ اور چوتھی قسم مداہنت کسی وقت بھی حلال نہ تھی، غایۃ ضعف اضمحلال کے وقت ارشاد ہوا تھا، ودوالوتدھن فیدھنون[1] (وہ تو اس آرزو میں ہیں کہ کسی طرح تم نرمی کرو تو وُہ بھی نرم پڑجائیں۔ت) مگر حالتِ اکراہ میں اس کی رخصت ہوگی الامن اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان[2] (سوا اس کے جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہُوا ہو۔ت) اور معاشرت بضرورت ومجبوری جائز ورنہ حرام، اور جواز مدارات کے لئے ضرورت مجبوری درکار نہیں مصلحت ہی کافی ہے، یہ اقسامِ موالات میں ان سب سے خارج معاملہ ہے کہ ہر کافر سے ہر وقت جائز ہے مگر مرتدین سے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱

وُہ اب یہ بیان کرتے ہیں کہ میں کونڈ میں مولانا کا فتوٰی دیکھ آیا اس کی رُو سے مجھ پران اقوال کی وجہ سے معاذ اللہ کفر عائد نہیں ہوتا وُہ کہتے ہیں ہیں نے یہ اقوال صرف آریہ کا بھید لینے کو کہے تھے الحرب خدعۃ[3] (جنگ دھوکا ہے۔ت) اور یہ ایک ایسے مضمون کے ساتھ ملحق تھے جس میں آریوں اور ان کے مذہب پر حملہ تھا جس کی وجہ سے معلوم ہوسکتا تھا کہ یہ میں نے رضامندی سے نہیں کہے، ان وجہوں کی بناپر، آیا ان سے کفر ثابت ہوگا یا نہیں؟ اور بہر تقدیر نکاح کے بارہ میں کیا حکم ہے اگر تجدید نہ کی جائے تو بھی نکاح سابق کسی صُورت میں بحال ہے یا نہیں؟ میں امید کرتا ہُوں کہ ان مسائل کے جواب اور اس فتوٰی کی نقل سے جو کونڈ روانہ کیا جناب مجھ کو مطلع کریں گے، زیادہ ادب، محمد میاں قادری برکاتی عفی عنہ از لکھنؤ

(نوٹ، سوال کا ابتدائی حصہ دستیاب نہ ہُوا)

الجواب

حضرت گرامی دامت برکاتہم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ فقیر ادھر مبتلائے حوادث رہا، شب بستم ذی الحجہ لیلۃ الثلثاء بعد مغرب میرے حقیقی بھانجے مولوی حافظ واجد علی خاں مرحوم نے دو مہینے کی علالت میں انتقال کیا، ان کے تیسرے دن بست و دوم ذی الحجہ یوم الخمیس وقت ظہر میرے حقیقی بھتیجے نوجوان صالح مولوی فاروق رضا خاں مرحوم نے سترہ برس کی عمر میں بعارضہ وبائی صرف دو روز علیل رہ کر مفارقت

---

[1] القرآن الکریم ۶۸/ ۹ [2] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۶

[3] صحیح بخاری باب الحرب خدعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۲۵

کی، اب شب بست و پنجم محرم الحرام لیلۃ الثلثاء بعد مغرب میرے احب احباب و اعز اصحاب جوان صالح صاحب ورع متقی محب سنّت و اہلِ سنّت عدو بدعت و اہلِ بدعت سنی مستقل قائم مصداق لایخافون لومۃ لائم ۱؎ (وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ ت) دلاور حسین مرحوم مغفور ساکن جواہر پورے بعمر ۲۳ سال بعارضہ وبائی صرف دس پہر علیل رہ کر داغ فراق دیا۔

انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون، انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون، انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون، للّٰہ ما اخذ وما اعطی وکل شیئ عندہ باجل مسمّی اللّٰھم اغفر لنا ولھم وارحمنا وارحمھم ولا تحرمنا اجورھم ولا تفتنا بعدھم وارحم المسلمین والمسلمات جمیعا یا ارحم الراحمین، اٰمین بجاہ من ارسلتہ رحمۃ وبعثتہ نعمۃ صلی وسلم وبارک علیہ وعلی الاھل والصحب والامۃ عدد کل خلق وکلمۃ اٰمین، والحمد للّٰہ رب العالمین۔

ہم اللہ تعالٰی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں (تین دفعہ) اللہ تعالٰی جو چاہے لے لے اور جو چاہے عطا فرمائے، ہر شے کا اس کے ہاں وقت مقرر ہے۔ اے اللہ! ہمیں معاف فرما دے اور ان مرحومین کو، ہم پر رحم فرما اور ان پر بھی، ان کے اجر سے ہمیں محروم نہ فرما، ان کے بعد ہمیں فتنہ میں نہ ڈال اے ارحم الراحمین، تمام مسلمان عورتوں اور مردوں پر رحم فرما، اور اسے قبول فرما بوسیلہ اُس ذات کے جسے تُو نے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور ان کی بعثت کو عظیم نعمت بنایا، آپ کی ذات پر صلٰوۃ وسلام اور برکات کا نزول فرما، آپ کے اہل، صحابہ اور اُمّت پر تمام مخلوق کی اور کلمہ آمین کی مقدار تمام حمد اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ت)

فتوٰی کہ فقیر نے کو ٹہ بھیجا تھا اس کی نقل حاضر ہے اس کے کون سے حرف میں ان کے لئے حکم کفر سے نجات ہے اس میں دو شقیں کیں، اول یہ کہ یہ کلمات دل سے کہے اس پر یہ لکھا کہ "جب تو اس کا کفر صریح ظاہر واضح ہے جس میں کسی جاہل کو بھی تامل نہیں ہوسکتا" اس کا مفہوم مخالف صرف اس قدر کہ اگر دل سے نہ کہے تو کفر ایسا واضح نہیں جس میں کسی جاہل کو بھی تامل نہ ہوسکے نہ یہ کہ دل سے نہ کہے تو کفر ہی نہیں کفر ضرور ہے اگرچہ اس درجہ شدت ظہور پر نہیں کہ کوئی جاہل بھی تامل نہ کرسکے بلکہ اس سے ظاہر یہ ہے کہ دل سے نہ کہے جب بھی اس کے کفر میں کوئی جاہل تامل کرسکے کسی اہلِ علم کو تامل نہیں ہوسکتا اور جاہلوں میں سب کو نہیں کسی کو، اور وہ بھی یقیناً نہیں امکاناً یعنی دل سے نہ کہے کی حالت میں احتمال ہے کہ شاید کوئی جاہل

۱؎ القرآن الکریم ۵/ ۵۴

اس کے کفر میں تامل کرے اور دل سے کہے تو اتنا احتمال بھی نہیں۔

دوسری شق یہ کہ آریہ کو دھوکا دینے کے لئے استعمال کئے دل سے ان کلماتِ ملعونہ کو پسند نہیں کرتا یہی وہ عذر ہے جو وہ اب بیان کرتے ہیں ان کے بیان سے پہلے ہی فتوے میں اس کا رد موجود ہے کہ "دھوکے کا عذر محض جھوٹ اور باطل ہے" جب اس کے ساتھ وہ جملے ملحق تھے جن کے جواب سے آریہ عاجز ہیں تو وہ ایسے پاگل نہیں کہ اپنی موت انھیں نہ سوجھے اور کرے جملے کرنے والے کو سمجھ لیں کہ واقعی یہ دل سے وید کا عاشق اور ویدک دھرم کے لئے بے چین اور آریہ ہونے کو عزت و فخر و سرفرازی جاننے والا ہے آخر نہ دیکھا کہ انھوں نے ایک دشمنی اور عاشق بے چین کو عزت و فخر و سرفرازی سے محروم رکھا اگر وہ ذرا بھی دھوکا کھاتے تو ایسے شخص کو جو عوام میں عالم مشہور اور دھڑلے کا واعظ اور اتنے اونچے عالی اعلیٰ خاندان سے اور سو روپے ماہوار کی جائداد بھی دکھاتے، شہد پر مکھیوں کی طرح گرتے لپٹتے پیان پوجتے ڈنڈوت کرتے، کندھوں پر چڑھا کر سربازار باجا بجاتے گروکل لے جاتے اور اسی مضمون کا لکچر دلواتے مگر انھوں نے منہ بھی نہ لگایا ایمان بھی گیا اور دھوکا بھی نہ ہوا حقیقۃً ابلیس لعین نے اسے دھوکا دے کر ایمان لے لیا کافر تو اس کے دھوکے میں نہ آئے مگر یہ اس کا فر ملعونِ ابد کے دھوکے میں آگیا، اور بالفرض غلط اگر اس میں آریہ کو دھوکا ہوتا بھی تو دھوکا دینا کیا ایسا ضرور ہے جس کے سبب کھلے کفر بکے،

وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن و من شاء فلیکفر[1]

اور فرما دو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔ (ت)

کیا بلا ضرورت باختیارِ خود کفر بکنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا جب کہ دل سے نہ ہو اس دل سے نہ ہونے کا عذر منافقین پیش کر چکے اور اس پر واحد قہار سے فتوائے کفر پا چکے،

ولئن سألتھم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب[2] قل اباللہ و اٰیتہ و رسولہ کنتم تستھزءون لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم[2]

اور اے محبوب اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے، تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو، بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر۔

یہیں سے رضا مندی نہ ہونے کا بھی جواب واضح ہو گیا کہ ہزل استہزاء میں بھی رضا بالحکم نہیں

---

[1] القرآن الکریم ۱۸/ ۲۹

[2] " " ۹/ ۶۵ و ۶۶

ہوتی ورنہ جد ہو نہ ہزل ۔ ردالمحتار میں ہازل کی نسبت ہے :

انہ تکلم بالسبب قصدا فیلزمه حکمه وان لم یرض به [1]

اس نے قصداً سبب کا تکلم کیا لہذا اس پر حکم لازم ہوگا اگرچہ وہ اس سے راضی نہ تھا۔ (ت)

اور بالفرض غلط اگر دھوکا دینا ضرور بھی ہو تو ہر ضرورت کفر سے نہیں بچاتی، یُوں تو جو ننگے بھوکے پیٹ کی خاطر عیسائی ہوجاتے ہیں انھیں بھی کہئے کافر نہ ہوئے کہ بضرورت کفر اختیار کیا، یہاں وُہ ضرورت معتبر ہے کہ حدِ اکراہ شرعی تک پہنچی اور یہ بداہۃً ظاہر کہ دھوکا دینا ضروری بھی ہو تاہم تو حدِ اکراہ تک کسی طرح نہیں پہنچ سکتا، کیا قائل اگر یہ دھوکا نہ دیتا تو کوئی اسے قتل کردیتا یا ہاتھ پاؤں کاٹ دیتا یا آنکھیں پھوڑ دیتا، کچھ بھی نہ ہوتا اس کے ایک رونگٹے کو بھی ضرر نہ پہنچتا، تو یقیناً اس نے بلا اکراہ وہ کلماتِ کفر بکے اور واحد قہار عزّ جلالہٗ نے کلمۂ کفر بکنے میں کافر ہونے سے صرف مبتلائے اکراہ کا استثناء فرمایا ہے کہ ارشاد فرماتا ہے :

الا من اکرہ وقلبه مطمئن بالایمان [2]

سوا اس کے جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہُوا ہو (ت)

یہاں اکراہ درکنار ایک رونگٹے کو بھی کچھ نقصان نہ پہنچتا تھا ایک دھیلا بھی گرہ سے نہ جاتا تھا اور بکے وہ کلمات کہ مجرد علامت کفر نہیں بلکہ حقیقۃً خود کفر خالص ہیں تو قطعاً دل کھول کر کفر بکا ہوا اور یقیناً بنصِ قطعی قرآن کفر ہے تو لہذا جو بلا اکراہ کلمۂ کفر بکے بلافرقِ نیت مطلقاً قطعاً یقیناً اجماعاً کافر ہے عورت اس کی نکاح سے فوراً نکل جاتی ہے جب تک از سرِ نَو اسلام نہ لائے اور اپنے ان کلماتِ ملعونہ سے برائت و توبہ صادقہ نہ کرے ہرگز اس سے نکاح نہیں ہوسکتا اور اگر اسلام لے آئے توبہ کرلے اور پھر نکاح سابق کی بنا پر عورت کو زوجہ بنائے تو قطعاً زنائے خالص ہے ۔ فتاوٰی امام قاضی خاں وفتاوٰی عالمگیری میں ہے :

رجل کفر بلسانه طائعا وقلبه مطمئن بالایمان یکون کافرا ولا یکون عند الله تعالٰی مومنا [3]

ایک شخص نے زبان سے حالتِ خوشی میں کفر کا اظہار کیا حالانکہ اس کا دل ایمان پر تھا تو وہ کافر ہے اور وہ اللہ تعالٰی کے ہاں مومن نہیں ہے (ت)

حاوی میں ہے :

---

[1] ردالمحتار کتاب الطلاق داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۲۵

[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۶

[3] فتاوٰی ہندیۃ باب المرتد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۸۳

من کفر باللسان وقلبه مطمئن بالایمان فھو کافر ولیس بمومن عند اللہ تعالٰی۔[1]

جس نے زبان سے کفر کیا حالانکہ دل ایمان پر تھا تو وہ کافر ہے اور وہ اللہ تعالٰی کے ہاں بھی مومن نہیں۔ (ت)

جواہر الاخلاطی اور مجمع الانہر میں ہے:

من کفر بلسانه طائعا وقلبه مطمئن بالایمان کان کافرا عندنا وعند اللہ تعالٰی۔[2]

جس نے زبان سے حالتِ خوشی میں کفر کا اظہار کیا حالانکہ اس کا دل ایمان پر تھا تو وہ کافر ہے اور اللہ تعالٰی کے ہاں بھی مومن نہیں (ت)

شرح فقہ اکبر میں ہے:

اللسان ترجمان الجنان فیکون دلیل التصدیق وجودا وعدما فاذا بدله بغیرہ فی وقت یکون متمکنا من اظہارہ کان کافرا اما اذا زال تمکنه من الاظہار بالاکراہ لم یصر کافرا۔[3]

زبان دل کی ترجمان ہے تو یہ دل کی تصدیق یا عدمِ تصدیق پر دلیل ہوگی تو جب وہ اظہارِ ایمان پر قدرت کے باوجود عدمِ تصدیق کا اظہار کرتا ہے تو وہ کافر ہوگا البتہ جب کسی جبر کی وجہ سے قدرتِ اظہار پر نہ ہو تو اب کافر نہ ہوگا۔ (ت)

طریقہ محمدیہ وحدیقہ ندیہ میں ہے:

حکمه ای التکلم بکلمة الکفران کان طوعا ای لم یکرھه احد من غیر سبق لسان الیه احباط العمل وانفساخ النکاح۔[4]

اگر کلمہ کفر کا تکلم خوشی سے ہے، یعنی کسی جبر کا اکراہ جبر نہیں جبکہ سبقتِ لسانی نہ ہو، تو اس کا حکم یہ ہے کہ عمل ضائع اور نکاح ختم ہوجائے گا۔ (ت)

یہ شرح ہے میرے ان الفاظ کی، کہئے اس میں کون سی ان کے لئے مفر ہے، ہاں اللہ مجھے معاف کرے اتنا قصور ضرور ہوا کہ لہجہ نرم تھا جس کے سبب گنجائش کا وہم گزرا وہ بے عقل یہاں سے سبق لیں جو سختی سختی پکارتے ہیں، زمانہ کی حالت یہ ہے کہ ذرا نرم لفظوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے، ایک بات اور بھی قابلِ گزارش ہے کہ حدیث

---

[1] حاوی

[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب المرتد دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۸۸

[3] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر باب الایمان ھو الاقرار والتصدیق مصطفی البابی مصر ص ۸۶

[4] الحدیقۃ الندیۃ باب کلمۃ الکفر مکتبہ نوریہ رضویہ لائلپور ۲/۹۸-۱۹۷

www.alahazratnetwork.org

میں ارشاد فرمایا :

اذا عملت سیئۃ فاحدث عندھا توبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ[1]

اگر کوئی برائی کر بیٹھو تو اس سے توبہ کرو، مخفی گناہ پر مخفی اور اعلانیہ گناہ پر اعلانیہ توبہ کرو (امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں اسے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

بسند حسن علانیہ گناہ کی علانیہ توبہ کا حکم ہے اور انھوں نے اس کا یہاں تک اعلان کیا کہ اخبار میں شائع کرایا، اللہ تعالٰی ہدایت دے۔ والسلام

مسئلہ ۲۱۹ مرسلہ حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب از مارہرہ شریف بروز یک شنبہ ۵ جمادی الاولٰی ۱۳۳۳ھ

مولانا المعظم والمکرم دام مجدہم۔ پس از آداب سلام نیاز معروض ایک عورت کے منہ سے یہ کلام نکلا کہ "اللہ میاں کو خبر نہیں فرشتہ آئے روح نکالنے کو" وہ کہتی ہے میں نے اس سے مراد یہ لیا تھا کہ اللہ میاں نے حکم اور کی قبض روح کا دیا تھا یہ اور کی روح قبض کرنے کو غلطی سے آگئے، یہ مراد نہیں لیا تھا کہ معاذ اللہ اللہ میاں جاہل ہیں۔ اس کی نسبت شرعی حکم کیا ہے؟ آیا یہ کلمہ اس مراد پر کیسا ہے؟ بہر حال جو حکم ہو اس سے فورًا مطلع فرمایا جاؤں، جلد ضرورت ہے اس وجہ سے جوابی کارڈ روانہ ہے۔ والسلام

الجواب

حضرت گرامی دامت برکاتہم بعد ادائے تسلیم معروض، یہ لفظ بہر حال کلمۂ کفر ہے بلکہ صریح کفر ہے، اس کے صاف معنی نفی علم ہیں اور اس کا کفر خالص ہونا ظاہر، اور تاویل کہ اس نے بیان کی وہ ان لفظوں سے علاقہ نہیں رکھتی وہ بھی یونہی بنے گی کہ جس کی روح قبض کرنے آئے اس کا علم تو تھا یہ اپنی غلطی سے دوسرے کے پاس گئے جس کی اسے خبر نہیں، تو اب دوہرا کفر ہوگیا، ایک نفی علم مولٰی عزوجل، دوسرا ملائکہ کی طرف براہ غلط خلاف حکم کرنے کی نسبت۔ اور اگر بالفرض اس سے قطع نظر بھی ہو تو اس دوم کا تو وہ خود اپنی تاویل میں اقرار کرتی ہے، یہ کیا کفر نہیں،

قال اللہ تعالٰی ویفعلون ما یؤمرون[2]، اللہ تعالٰی نے فرمایا اور وہ وہی کرتے ہیں جو انھیں

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۳۳۱ مکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۲۰/۱۵۹
کنز العمال حدیث ۱۰۱۸۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۴/۲۰۹

[2] القرآن الکریم ۱۶/۵۰

وقال تعالیٰ لایسبقونہ بالقول وھم بامرہٖ یعملون[1]۔ حکم ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بات میں اس سے سبقت نہیں کرتے اور وہ اسی کے حکم پر کاربند ہوتے ہیں۔ (ت)

اس پر فرض ہے کہ تائب ہوکر اسلام لائے، اگر شوہر رکھتی ہے تجدید نکاح کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲۰: ۲۵ ذوالقعدہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلے کے بارے میں، زاہد کی لڑکی نے زاہد کے پاس چند روپیہ امانۃً رکھا، چند روز کے بعد وقتِ ضرورت طلب کیا، زاہد نے انکار کیا تم کو روپیہ نہیں دوں گا، بیچاری مجبور ہوکر مولوی صاحب کے پاس سفارش کو گئی، مولوی صاحب سے سفارش کیا، مولوی صاحب نے آکر زاہد کو فرمایا لڑکی کا روپیہ ادا کردو۔ زاہد نے کہا آپ کی بات نہیں سنوں گا خدا کے جب بھی نہیں سنوں گا۔ اس شخص پر کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

زاہد نے سرے سے اسلام لائے توبہ کرے کلمہ طیبہ پڑھے، بعد تجدید اسلام تجدید نکاح کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۱: از بنارس چھاؤنی محلہ ڈیٹھوری محال تھانہ سکرور مولوی عبدالوہاب بروز چہارشنبہ ۲۱ صفر ۱۳۳۴ھ

یہ کہ یزید کی نسبت لفظ یزید پلید کا لکھنا یا کہنا ازروئے شریف جائز ہے یا نہیں؟ یزید کی نسبت لفظ رحمۃ اللہ علیہ کہنا درست ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

یزید بیشک پلید تھا، اسے پلید کہنا اور لکھنا جائز ہے، اور اسے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نہ کہے گا مگر ناصبی کہ اہل بیتِ رسالت کا دشمن ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

مسئلہ ۲۲۲: از برٹش گائنا ڈمرارا پترس بال ونچ الیسٹ بنک مسئولہ عبدالغفور ۲۴ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

اور جس نے کہا کہ تم لوگ سب یزید ہو اور وہ لوگ مسلمان ہیں تو اس کلمہ پر کیا

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/ ۲۷

حکم ہے؟ فقط۔

الجواب

اگر بلا وجہ شرعی کہا سخت گنہگار ہُوا،

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ[1]۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھ کو ایذا دی اور جس نے مجھ کو ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۳ مسئولہ نبن خاں ملازم اعلیحضرت قبلہ ۲۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص امورِ شرعی کی بابت یہ الفاظ کہے کہ شرع کیا چیز ہے، آج کل شرع پر کون عمل کرتا ہے، یہ شرع بھی ایک بحث نکال رکھی ہے وہ شخص عند الشرع کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

www.alahazratnetwork.org

اگر اس نے واقعی طور پر یہ لفظ کہے تو کافر ہوگیا اور اگر لوگوں پر طعن کے طور کہا یعنی آج کل لوگوں نے شرع کو ایسا سمجھ رکھا ہے تو سخت گنہگار ہُوا کہ عام کہا اور لفظ بھی معنی کفر کو موہم ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۴ از کراچی بندر گاڑی کھاتہ آرام باغ حجرہ اسلامیہ مولوی احمد صدیق نقشبندی ۲۶ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ

زید نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کے شروع میں عربی عبارت میں اس طرح لکھا ہے، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الٰھنا محمد وھو معبود جل شانہ وعز برھانہ ورسولنا محمد وھو محمود صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان الفاظ کی کوئی تاویل ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو ایسے لکھنے والے پر شرعًا کیا حکم ہے اور اس سے میل جول رکھنا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا اور ایسے اعتقاد والے سے نکاح وغیرہ پڑھوانا شرعًا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔ جواب مع عبارات تحریر فرمائیں۔

الجواب

ہمارے ائمہ نے حکم دیا ہے کہ اگر کسی کلام میں ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک اسلام کا تو

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف الریاض ۴/ ۳۷۳

واجب ہے کہ احتمالِ اسلام پر کلام محمول کیا جائے جب تک اس کا خلاف ثابت نہ ہو، پہلے جملہ میں محمّد بفتح میم کیوں پڑھا جائے مُحَمِّد بکسر میم کہا جائے یعنی حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم محمد ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بار بار بکثرت حمد و ثنا کئے گئے اور ان کا رب عزوجل ان کا محمِّد ہے بار بار بکثرت ان کی مدح و تعریف فرمانے والا، اب یہ معنی صحیح ہوگئے اور لفظ بالکل کفر سے نکل گیا اور اگر بفتح میم ہی پڑھیں اور معنی لغوی مراد ہیں یعنی ہمارا رب بکثرت حمد کیا گیا ہے جب بھی عنداللہ کفر نہ ہوگا مگر اب عرف نیت کا فرق ہوگا بہرحال ناجائز ہونے میں شبہہ نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

مجرد ایھام المعنی المحال کاف فی المنع۔[1] محض معنی محال کا وہم بھی منع کے لئے کافی ہوتا ہے۔ (ت)

مصنّف کو توبہ چاہئے اور اسے متنبہ کیا جائے اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں مگر یہ کہ کوئی حالت خاصہ داعی ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۰: مسئولہ معین الدین احمد حسین سنگھی بنگال پوسٹ نیکلا ساکن چاٹگام ۲۷ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص نے غضبناک ہو کر علماء کی توہین اور حقارت کرے اور کہے کہ عالم لوگوں نے دیس خراب کر دیا ہے حالانکہ اس جلسہ وگفتگو میں بہت سارے عوام الناس اور ایک مولوی صاحب بھی موجود تھے تو مولوی صاحب نے شخص مذکور سے دریافت کیا کہ تم نے خرابی کی نسبت تمام علماء کی طرف کی ہے یہ تم ایمان کے ساتھ کہتے ہو تو شخص مذکور نے جواب دیا کہ عالم لوگوں نے دیس خراب کر دیا، پھر مولوی صاحب نے دریافت کیا کہ یہ بات تم ایمان کے ساتھ کہتے ہو، تو اس شخص مسطور نے جواب دیا کہ میں ایمان کے ساتھ کہتا ہوں اور یہی شخص کہتا ہے کہ اس عالم نے مسئلہ ہذا کو جاری کیا اُس لئے کچھ نہیں کہا یہ عالم میری خواہر کا خاوند ہے اگر دوسرا کوئی عالم مسئلہ جاری کرتا تو سلامت جانے نہ دیتا اور کوئی ایسا ہی لفظ تشنیع کا کہے تو ایسی باتوں سے نکاح جاتا رہتا ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتب معتبرہ کے تحریر فرمادیں عنداللہ ماجور ہوں گے۔

الجواب

علمائے دین کی توہین کفر ہے، مجمع الانہر میں ہے:

من قال لعالم عویلم علی وجه جس نے بے ادبی کرتے ہوئے عالم کو عویلم کہا

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۵۲

الاستخفاف فقد کفر [1]　　　　اس نے کفر کیا۔ (ت)

اس شخص پر تجدید اسلام لازم ہے اور اس کے بعد اپنی عورت سے نکاح جدید کرے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۶ تا ۲۲۹: از لکھنؤ احاطہ فقیر محمد خاں متصل دُکان ظہور بخش ہیزم فروش مسئولہ حضرت محمد میاں صاحب ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

(۱) ایک مسلم جو نماز خلافِ معمول بہت جلدی سے پڑھ لیتا تھا اس کو زجراً ایک اور مسلم نے کہا کیا تُو نے نماز کو کوئی کھیل سمجھ رکھا ہے، اس پر ایک دوسرے نے کہا اور کیا بظاہر اس نے بھی زجراً کہا اس کے لئے کیا حکم ہے؟

(۲) بعض لوگ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم پُورا نہیں پڑھتے بلکہ عندالحاجت جب پڑھتے ہیں صرف لاحول یا لاحول ولاقوۃ الا باللہ پر بے وجہ اقتصار کرتے ہیں اگرچہ سخت قبیح وشنیع ہے مگر اس میں کفر تو کسی طرح کا بھی نہیں یا کیا اس پُورے جملہ کا علم صرف جزء مدخولِ نفی معتبر رکھنا کیسا ہے؟

www.alahazratnetwork.org

(۳) نصارٰی وغیرہ کی کچہریوں اور ان حکام آج کل کے زمانہ والوں کو عدالت یا عادل کہنا اگرچہ سخت ہے اور فقہائے نے حکم کفر تک فرمایا اس سے احتراز ضرور ہے مگر بات دریافت طلب یہ ہے کہ آیا یہ حکم کفر مسئلہ مفتٰی بہا ہے کہ ایسا استعمال کرنے والے کافر ہوجائیں اور اگر ہے تو کیا قطعی کفر ان پر عائد ہے اور قطعی بھی ایسا کہ جو دوسرا کافر نہ سمجھے اس کے بھی ایمان میں خلل آئے۔

(۴) کاتب جو اُجرت پر کتابت کرے اور اس کتابت میں امر مخالفِ دین ہو اور اُجرت پر چھاپنے شائع کرنے والے اسے شائع کریں یا کوئی شخص بے اُجرت محض مروّت سے ایسا کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ یا کوئی شخص صفائیِ خط کے لئے کوئی قطعہ وغیرہ لکھے اور اس میں ایسے کلمات بھی نقل کرجائے یا ان سب صورتوں میں زبان سے پڑھے تو کیا حکم ہے؟

الجواب

(۱) "اور کیا" کہنے والے پر الزام نہیں جب کہ اسے بھی اس سارق نماز پر زجر مقصود ہو۔

(۲) عندالحاجۃ صرف لاحول ولاقوۃ یا لاحول پر اقتصار قبیح ہے کفر سے کوئی علاقہ نہیں کہ

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر　الفصل الرابع فی الاستخفاف بالعلم　داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۵

اپنے حول وقوت کی نفی کیلئے ہے علٰی ہذا صرف لاحول کہنا حرج نہیں رکھتا۔

(۳) عدالت بطور علم رائج ہے معنی وضعی مقصود نہیں ہوتے لہذا تکفیر ناممکن، البتہ عادل کہنا ضرور کلمۂ کفر ہے مگر محض بروجہ خوشامد ہوتا ہے لہذا تجدیدِ اسلام ونکاح کافی، ہاں خلاف ما انزل کو اعتقاداً عدل جانے تو قطعاً وہی کفر ہے کہ من شك فی کفرہ فقد کفر[1] (جس نے اس کے کفر میں شک کیا وہ بھی کافر ہے۔ ت)۔

(۴) القلم احد اللسانین (قلم بھی ایک زبان ہے۔ ت) جو زبان سے کہے پر احکام ہیں وہی قلم پر، اور ایسی اجرت حرام، اس کی اشاعت حرام، اور ایسی مروت فی النار، ہاں جب اعتقاداً نہ ہو تو کفر نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۰ مسئولہ مرزا محمد عثمان بیگ از موضع شہباز پور ڈاکخانہ محمود پور ضلع بریلی ۴ جمادی الاولٰی ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسلمان شخص نے اپنی زبان سے قصداً کہا کہ میں خدا اور رسول کو نہیں جانتا ہوں کہ کون ہیں اور نہ مسجد کو جانتا ہوں کہ کیا چیز ہے، اور وہ شخص عمر کا بھی بالغ ہے، پس اس شخص کو کیا کہنا چاہئے؟ اور اس کا نکاح قائم رہا یا نہیں؟ اور اس کے ہاتھ کا ذبیحہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب

سائل نے پوری بات نہ لکھی کہ کیا گفتگو تھی جس پر اس نے یہ کہا، اگر یہ کلمات بطور تحقیر کہے ہیں تو یقیناً کافر و مرتد ہے، عورت اس کے نکاح سے نکل گئی، اور اس کے ہاتھ کا ذبیحہ حرام، اور اگر اپنی حالت پر افسوس اور اپنے جہل کے بیان کے لئے کہا کہ میں ایسا جاہل ہوں کہ نہ خدا کی پہچان نہ رسول کی معرفت نہ مسجد ہی کی کوئی قدر شناسی مجھے ہوتی ہے، تو اس پر الزام نہیں سوا اس کے کہ طرزِ ادا اچھی نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۱ رحمت علی خادم درگاہ شاہ دانہ بتوسط مولوی نظام الدین یکے از طلباء مدرسہ اہلسنت بریلی محلہ سوداگران ۸ جمادی الاول ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بہت سے اشخاص نعت شریف پڑھتے ہوئے شاہ دانہ علیہ الرحمۃ کے مزار کی طرف آتے تھے اور ان کے ہمراہ چادر بھی کہ چند اشخاص نے کہ

---

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

بلٹی چودوں نے چوپٹی سی مقرر کرلی ہے جو لئے پھرتے ہیں پس جن اشخاص نے یہ کلمہ کہا ہے ان پر شرع شریف میں کیا حکم ہے اور ان کو توبہ کرنا کس طرح پر چاہئے ، فقط۔

الجواب

جس جس نے یہ ناپاک کلمہ کہا سب سخت گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوئے ان سب پر فرض ہے کہ علانیہ توبہ کریں جس طرح علانیہ یہ کہا ہے اور مسلمانوں سے معافی مانگیں ورنہ حق العبد میں گرفتار رہیں گے ، شریعتِ مطہرہ میں سلطنتِ اسلام کے یہاں ایسے کہنے والوں پر اسّی کوڑوں کی سزا کا حکم ہے، پھر ہمیشہ کو ان کی گواہی مردود ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۲ از نظام علی خاں ولد امام علی خاں پرگنہ سیلوان ضلع بدایوں بھوانی پور خیرو ۔ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ

اس معمہ میں مسلمان ایک دوسرے کو کافر کہے تو شریعت اس کو کیا کہتی ہے ؟

الجواب

سوال صاف کرنا چاہئے معمہ میں کہنے کے کیا معنی ، بات پوری لکھی جائے تو جواب دیا جائے ، کیا کہا اور کسے کہا اور کس بنا پر کہا ، فقط۔

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۲۳۳ مرسلہ میر سید امجد علی سنی حنفی ساکن علاقہ گورکھالی وارد حال ضلع بہرائچ محلہ بڑی ہاٹ مکان مولوی ابو محمد صاحب ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین کہ ایک مسلمان سُنی حنفی مسمّٰی گلزار خاں نے ایک عورت قوم مہتر سے تعلق ناجائز پیدا کرلیا عرصہ تک اس عورت کے مکان پر رہ کر اکل و شرب اس کے ساتھ کرتا رہا، کچھ عرصہ بعد بوجہ تائید غیبی یا شرم دنیاوی عورت سے اس نے قطع تعلق کرکے اپنے افعال سابقہ سے ایک مجمع عام میں تائب ہوگیا، تائب ہونے کے بعد مسلمانانِ قُرب و جوار نے مسمّٰی گلزار کے ساتھ برابر بلا اکراہ مواکلت و مشاربت جاری کردی، متعدد لوگ ایسے ہیں جو گلزار اور اس کے ساتھ شریک مسلمانوں کو خارج از اسلام سمجھتے ہیں اور جہلا کو اپنا ہم خیال کرتے اور بیان کرتے کہ گلزار خاں کسی طرح مسلمان نہیں رہ سکتا اور توبہ کوئی چیز نہیں۔

الجواب

یہ متعدد لوگ محض خطا و ظلم پر ہیں ، مسلمان بھائی کی توبہ قبول کرنی واجب ہے۔ اللہ عزوجل خود اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے ، قرآن عظیم میں ہے ؛

هو الذی یقبل التوبة عن عباده ۔ اللہ ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور گناہوں

39 ویعفو عن السیّئٰت[1] — سے درگزر فرماتا ہے۔

اور فرماتا ہے :

الم یعلموا ان اللّٰہ ھو یقبل التوبۃ عن عبادہٖ[2] — کیا انھیں خبر نہیں کہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من اتاہ اخوہ متنصلا فلیقبل ذٰلک منہ محقا کان او مبطلا فان لم یفعل لم یرد علی الحوض[3] رواہ الحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ — جس کے پاس اس کا مسلمان بھائی معذرت کرتا ہُوا آئے اس پر لازم ہے کہ اس کا عذر قبول کرے چاہے وُہ حق پر ہو یا ناحق پر اگر عذر قبول نہ کرے گا تو روزِ قیامت حوضِ کوثر پر میرے حضور حاضر ہونا نصیب نہ ہوگا۔ (اسے حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

ان لوگوں کا کہنا کہ توبہ کوئی چیز نہیں اگر اس سے خاص گلزار کی یہ توبہ مقصود ہے یعنی اس نے دل سے توبہ نہیں کی تو مسلمان پر بدگمانی ہے اور وُہ سخت حرام ہے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے :

www.alahazratnetwork.org

یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[4] — اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو بیشک کچھ گمان گناہ ہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث[5] رواہ الائمۃ مالک والبخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ — گمان سے دُور رہو کہ گمان سب سے بڑھ کر جھُوٹی بات ہے۔ (اسے امام مالک، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۲/ ۲۵

[2] 〃 ۹/ ۱۰۴

[3] المستدرک للحاکم کتاب البر والصلۃ دار الفکر بیروت ۴/ ۱۵۴

[4] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[5] صحیح البخاری کتاب الادب باب قول تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۹۶

اور اگر یہ مراد ہو کہ سرے سے توبہ ہی کوئی چیز نہیں تو معاذ اللہ صریح کفر ہے نیز گلزار اور اس کے شریک مسلمانوں کو اسلام سے خارج سمجھنا کافرانہ خیال ہے اور یہ کہنا کہ گلزار خاں کسی طرح مسلمان نہیں ہو سکتا اللہ عزوجل و شرع مطہر پر افترا ہے۔ ان لوگوں پر فرض ہے کہ توبہ کریں اور گلزار خاں اور اس کے ساتھی مسلمانوں سے معافی چاہیں پھر ان کو چاہئے کہ تجدید اسلام کے بعد اپنی عورتوں سے تجدید نکاح کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۳ تا ۲۳۸ محمد قاسم کھوکھر مدرس مدرسہ دھاموں کی، محمد اقبال مدرس مدرسہ تریاڑہ و نور محمد امام مسجد وردوکی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس طائفہ کے حق میں جن کے اعتقادات، اقوال، افعال حسب ذیل ہوں:

۱۔ مصلی کو نماز اور صائم کو روزہ رکھنے سے منع کریں بلکہ رمضان المبارک میں علانیہ بھنگ و چرس کا استعمال کریں اور بطور مسخری قبل از وقت افطار نہ کریں کہ صائمین افطار کرلیں۔

۲۔ مشرکین کی طرح مرد عورتوں کی سی صورت اور وضع بنائیں۔

۳۔ اٹھتے بیٹھتے اپنے مرشدوں کو باسمائے امام مہدی، رسولِ مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اللہ تعالٰی موسوم کریں۔

۴۔ علمائے دین کی توہین بایں کلمات کریں کہ ہم ان کی مقعد مارتے ہیں، نیز حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تمام اصحاب بلکہ خود پیغمبر خاتم نبوت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر فضیلت دیں۔

۵۔ جو پیغمبر و اولیاء وصال پا چکے ہوں ان کی روحانی زندگی سے انکار کریں اور یہ اعتقاد رکھیں کہ جب تک خدا و رسول کو اپنی فانی آنکھوں سے نہ دیکھیں گے ان کی ہستی کے ہرگز قائل نہ ہوں گے، ایسوں سے اہلِ اسلام کو کیا برتاؤ کرنا چاہئے؟

www.alahazratnetwork.org

الجواب

جتنی باتیں سوال میں ان لوگوں کی ذکر کیں وہ ان کے فسق و فجور و شیطنت و استحقاقِ جہنم کے لئے تو بہت کافی ہیں مگر ان میں چار باتیں صریح کفر و ارتداد ہیں، اول اپنے پیروں کو خدا و رسول کہنا، دوسرے شریعت مطہرہ کی نسبت وہ ملعون کلمہ، تیسرے وہ یہودیوں کی بات لن نؤمن لك حتی نری اللہ جهرة[1] اللہ و رسول کو جب تک آنکھ سے نہ دیکھ لیں ایمان نہ لائیں گے، چوتھے امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ کو انبیائے کرام خصوصاً سید الانبیاء علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام سے افضل ماننا، مولا علی کو کسی ایک نبی سے افضل بتانا ہی کفر ہے کہ انبیاء ذکر سید الانبیاء صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے، شک نہیں کہ یہ لوگ کفار و مرتدین ہیں، مسلمانوں کو ان سے

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۵۵

میل وجول حرام، سلام وکلام حرام، ان کی موت حیات میں شرکت حرام، بیمار پڑیں ان کی عیادت حرام، مرجائیں تو انھیں غسل دینا حرام، کفن دینا حرام، ان کے جنازہ کی نماز پڑھنا حرام، مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا حرام جب تک توبہ کرکے مسلمان نہ ہوں گے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۹ تا ۲۴۱: محمد عبدالمجید ساکن رولوشدہ مدی پارہ ضلع پترہ ڈاکخانہ سیف اللہ گندی ۱۹ رجب ۱۳۳۴ھ

(۱) بعضے ذاکرین اپنے مرشد کو خدا کہتے ہیں بایں نیت کہ مرشد اگر رہنمائی نہ کرے تو معرفتِ الٰہی کیسے حاصل ہوگی اور اکثر مرشد کے قدم پر سجدہ کرتے ہیں یہ فعل ان کے روا ہیں یا نہیں؟

(۲) بعضے نادان جہلاء کو حقارت کے ساتھ گالی دیا کرتے ہیں اور شریعت مطہرہ کی بھی اہانت کرتے ہیں تو اس پر شرعاً کیا حکم ہے؟ اور اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو کافر کہہ کر گالی دیوے تو کیا حکم ہے؟

(۳) ایک شخص جو کسی قدر علم رکھتا ہے مسجد کے بارے میں لوگوں کو کہتا ہے کہ تم لوگ مسئلہ کو لے کر یہاں کیا جھگڑا فساد کرتے ہو مسجد ہی تو تمھارے لئے فساد گاہ ہے وہاں جاکر جو کرنا ہے کرو، اور وہ توبہ کے بارے میں کہتا ہے کہ فقط توبہ ہی سے گناہ معاف ہوجاتا ہے یہ ہرگز نہیں ہوتا، اور وہ شخص مسئلہ کا جواب بلاتحقیق دیا کرتا ہے، اور مکروہ کے بارے میں کہتا ہے کہ یہ تو مکروہ ہی ہے حرام تو نہیں مکروہ سے کیا ہوگا اور کوئی چیز مکروہ تحریمی ہو تو کہتا ہے کہ لاؤ مکروہ تحریمی کھاؤں گا۔ ایسے شخص پر شرعاً کیا حکم ہے؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا (بیان کیجئے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

(۱) مرشد کو خدا کہنے والا کافر ہے اور اگر مرشد اسے پسند کرے تو وہ بھی کافر، مرشد برحق کی قدمبوسی سنت ہے اور سجدہ ممنوع۔

(۲) شریعت کی توہین کرنے والا کافر ہے،

قال اللہ تعالٰی: قل اباللہ و اٰیٰتہ ورسولہ کنتم تستھزءون، لاتعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم[1]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو کہہ دے کیا تم اللہ سے اور اس کے کلام اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو، بہانے مت بناؤ، تحقیق تم اپنے ایمان کے بعد کافر ہوگئے۔ (ت)

یونہی عالمِ دین سُنّی صحیح العقیدہ داعی الی اللہ کی توہین کفر ہے، مجمع الانہر میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶۵-۶۶

الاستخفاف بالعلماء والاشراف کفر[1]۔ علماء اور سادات کی توہین کفر ہے۔

اسی میں ہے: من قال للعالم عصلو فقد کفر[2] جو کسی عالم کو حقارت سے "مولویا" کہے وہ کافر۔ مگر یہ اوپر بتادیا گیا اور واجب اللحاظ ہے کہ عالم وہی ہے جو سُنّی صحیح العقیدہ ہو، بد مذہبوں کے علماء علماء دین نہیں، یُوں تو ہندوؤں میں پنڈت اور نصارٰی میں پادری ہوتے ہیں اور ابلیس کتنا بڑا عالم تھا جسے معلم الملکوت کہا جاتا ہے قال اللہ تعالٰی اضلہ اللہ علی علم[3] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ نے اسے باوصف علم کے گمراہ کیا۔ ت) ایسوں کی توہین کفر نہیں بلکہ تا حدِ مقدور فرض ہے، حدیث شریف میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اترعون عن ذکر الفاجر متی یعرفہ الناس اذکروا الفاجر بما فیہ یحذرہ الناس[4]۔ کیا تم فاجر کے ذکر سے گھبراتے ہو جب لوگ آجانتے ہوں فاجر کے فجور کا ذکر کرو تاکہ لوگ اس سے محفوظ رہیں (ت)

(۳) بے تحقیق مسئلہ کا جواب دینا حرام ہے، اور مکروہِ تحریمی مرتبۂ واجب میں ہے اس کا ہلکا جاننا گمراہی وضلالت ہے، اور مسائل شرعیہ ومسجد کی توہین مذکور کفر ہے، اور یہ بھی اس کا شریعت پر افتراء ہے کہ توبہ سے گناہ معاف نہیں ہوتے۔ حدیث میں فرمایا:

www.alahazratnetwork.org

التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ[5]۔ گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہوجاتا ہے گویا گناہ کیا ہی نہ تھا۔

حق سبحٰنہ فرماتا ہے:

ھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ویعفوا عن السیئات[6] واللہ اعلم۔ اللہ ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا اور گناہوں سے درگزر کرتا ہے۔ واللہ اعلم

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب الفاظ الکفر داراحیاء التراث العربی ۱/۶۹۵

[2] " " " " " " " " " "

[3] القرآن الکریم ۴۵/۲۳

[4] السنن الکبرٰی کتاب الشہادات دار صادر بیروت ۱۰/۲۱۰

تاریخ بغداد ترجمہ ۳۷۴۵، ۳۷۵۱ دار الکتاب العربی بیروت ۷/۲۶۲ و ۲۶۸

[5] سنن ابن ماجہ کتاب الزہد باب ذکر التوبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۳

[6] القرآن الکریم ۹/۱۵۴

مسئلہ ۲۴۲ از پوپاری جھاز ن مارقوار محمد حبیب اللہ ۲۰ رجب ۱۳۳۴ھ

دینِ محمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دین نقلی ہے یا اصلی؟ اور اصلی ہے تو نقلی کہنے والے کو کیا سمجھنا چاہئے؟

الجواب

ان الدین عند اللہ الاسلام[1] (بیشک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔ ت) اللہ کے یہاں یہی دین دین ہے اس کے سوا کوئی دین مقبول نہیں۔

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاٰخرۃ من الخاسرین[2]

اور جو اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں سے ہے۔ (ت)

تو یہی دین اصلی ہے اور یہ نقلی بھی ہے بایں معنی کہ اس کے احکام شارع علیہ الصلوۃ والسلام سے منقول ہیں، فلاسفہ وغیرہم کی طرح عقلی ڈھکوسلے نہیں، اس معنی پر اگر نقلی کہا تو صحیح کہا، اور اگر نقلی بمقابلہ اصلی کہا یعنی معاذ اللہ واقعی دین نہیں بلکہ کسی کی نقل اتاری گئی تو ایسا کہنے والا کافر، یہ بات اس وقت کے باہم محاورات سے واضح ہوگی، اور اگر واضح نہ ہو تو معنی صحیح بنتے ہوئے خواہی نخواہی معنی باطل پر حمل نہ کریں گے اور تکفیر جائز نہ ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۳ تا ۲۴۴ مسئولہ محمد احمد طالبعلم مدرسہ اہل سنت یکم شعبان ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین مسائل ذیل میں:

(۱) رب العزت جل جلالہ وتعالٰی شانہ کی نسبت میاں اور صاحب کہنا یعنی اللہ میاں اور اللہ صاحب جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہو جب تو لعدم المانع دلیل کی ضرورت نہیں، اور اگر ناجائز ہو تو دلیل درکار ہے، اس صورت میں جو اسے پسند کرے بلکہ فخر کرے کہ یہ الفاظ میرے مخصصات میں سے ہیں اس شخص کے واسطے شریعتِ مطہرہ میں کیا حکم ہے؟

(۲) سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں صاحب یعنی محمد صاحب کہنا کیسا ہے؟

الجواب

حضرت رب العزت عزجلالہ پر لفظ صاحب کا اطلاق جائز، بلکہ حدیث میں وارد ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۹

[2] القرآن الکریم ۳/ ۸۵

www.alahazratnetwork.org

اللھم انت الصاحب فی السفر والخلیفۃ فی المال والاھل۔[1]
اے اللہ! توہی سفر میں صاحب ہے، مال و اہل کا توہی محافظ ہے۔ (ت)

اور میاں کا اطلاق نہ کیا جائے کہ وہ تین معنی رکھتا ہے ان میں دو رب العزت کے لئے محال ہیں، میاں آقا اور شوہر اور مرد وعورت میں زنا کا دلال۔ لہٰذا اطلاق ممنوع اور اس پر افتخار جہل۔

(۲) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اطلاق صاحب خود قرآن عظیم میں وارد:

والنجم اذا ھوٰی ما ضل صاحبکم وما غوٰی[2]
اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اُترے، تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے۔ (ت)

مگر نام اقدس کے ساتھ اس طور پر لفظ صاحب کا ملانا یہ آریوں اور پادریوں کا شعار ہے وہ اسے معروف تعظیم میں لاتے ہیں جو زید و عمر کے لئے رائج ہے کہ شیخ صاحب، مرزا صاحب، پادری صاحب، پنڈت صاحب، لہٰذا اس سے احتراز چاہئے۔ ہاں یوں کہا جائے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے صاحب ہیں آقا ہیں مالک ہیں مولیٰ ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲۵: مستفسرہ حافظ بنو علی ضلع بھنڈارہ محلہ کھم تالاب ملک متوسط ناگپور ۴ شوال ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص درود شریف اس طور پر پڑھے صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ ونور عرشہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین، ایک صاحب اس میں یہ اعتراض کرتے ہیں کہ نور عرشہ پڑھنا حرام ہے۔ فقط۔

الجواب

جو اسے ناجائز بتاتا ہے شریعت پر افترا کرتا ہے،

قال اللہ تعالیٰ ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون۔[3]
اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو، بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا۔ (ت)

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب ما یقول الرجل اذا سافر آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۵۰۔۴۹
سنن الکبرٰی کتاب الحج باب ما یقول الرجل اذا رکب دار صادر بیروت ۵/۲۵۲

[2] القرآن الکریم ۵۳/۱۔۲

[3] القرآن الکریم ۱۶/۱۱۶

بلاشبہہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نورِ عرش اللہ ہیں عرش انھیں کے نور سے بنا اور انھیں کے نور سے منور ہے،[1]

کما فی حدیث رواہ عبدالرزاق فی مصنفہ عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جیسا کہ حدیث میں ہے اسے امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴۶: مسئولہ حبیب اللہ بنگالی ۱۵ شوال ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بہار اللہ ایک فرقہ نکلا کہ مجموعہ قرآن مجید کو منسوخ کہتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ جیسے توریت اور انجیل اور زبور منسوخ ہوگئی ویسا ہی قرآن شریف بھی منسوخ ہے۔ اگر منسوخ نہ ہوتا اس کا حکم بوافق قرآن شریف کے جاری کیوں نہیں کیا جاتا ہے جیسا کہ زنا کرتا ہے اور چوری کرتا ہے اور شراب پیتا ہے حد کیوں نہیں لگایا جاتا ہے۔ بہار اللہ کے فرقہ سے ایک آدمی کا مظہر اللہ کے لقب ہے وہ کہتا ہے خداوند کریم نے لوح محفوظ سے میرے اوپر کتاب الاقدس نزول فرمایا ہے اس وقت اس کا حکم جاری ہے اور احادیث کو خبری کاغذ بتاتا ہے اور نہیں مانتا ہے اور ائمہ اربعہ کو جھوٹ کہتا ہے یہ فرقہ مومن ہے یا نہیں؟ اور:

یدبر الامر من السماء الی الارض ثم یعرج الیہ فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ مما تعدون۔[2]

کام کی تدبیر فرماتا ہے آسمان سے زمین تک پھر اسی کی طرف رجوع کرے گا اس دن کہ جس کی مقدار ہزار برس ہے تمہاری گنتی میں۔ (ت)

آیہ بالا کی شان نزول کیا ہے اور ناسخ ہے یا منسوخ؟ فقط۔

الجواب

جس فرقہ کے یہ اقوال ہوں وہ کافر مرتد ملعون ہے ایسا کہ جو اسے مسلمان جانے بلکہ جو اس کے کفر میں شک کرے خود کافر ہے مرتد ہے، بزازیہ ومجمع الانہر ودرمختار وغیرہا میں ہے:

من شک فی عذابہ وکفرہ فقد کفر۔[3] جو اس کے عذاب وکفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ (ت)

---

[1] المواہب اللدنیہ بحوالہ عبدالرزاق المقصد الاول اول المخلوقات المکتبۃ الاسلامی بیروت ۱/ ۷۱-۷۲

[2] القرآن الکریم ۳۲/ ۵

[3] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

آیۂ کریمہ حدِ الٰہی میں ہے، شانِ نزول وہاں ذکر ہوتا ہے جو کسی حادثہ خاصہ میں اترے، خبر منسوخ نہیں ہوسکتی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۷ تا ۲۴۸ محمد ظہیر الدین صاحب ثمن برج وزیر آباد پنجاب ۳ ذوالقعدہ ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عالم غیر مقلد عقائد وعملیات، جو کہ اس دارِ فانی سے عالمِ جاودانی کو رحلت کرجائے اور اس کی نماز جنازہ ایک غیر مقلد پڑھائے اور اس غیر مقلد کے پیچھے ایک عالم حنفی المذہب نے غیر مقلد متوفی کے عمل کو اچھا اور غیر مقلد کے اقتدار کو جائز سمجھ کر نماز جنازہ پڑھی ——— حالانکہ وہ عالم حنفی المذہب قبل ازیں لوگوں کو عقائدِ غیر مقلدین سے منع کرتا رہا ہو پس اس حالت میں جب کہ عالم حنفی المذہب نے غیر مقلد کی نماز جنازہ غیر مقلد امام کے پیچھے جائز تصوّر کرکے ادا کی ہو تو اس پر از رُوئے شرعِ محمدی کیا تعزیر ہوتی ہے اور کیا بلا توبہ واستغفار ایسے عالم حنفی کی اقتداء جائز ہے، عالم غیر مقلدین متوفی وامام غیر مقلد ائمہ اربعہ مجتہدین کے مسائل استنباط واجتہادیہ کو خلافِ حدیث سمجھتا اور اکثر ان کے برعکس فتوے دیتا اور عمل کرتا ہو مثلاً:

(۱) نماز تراویح بیس رکعات سے کم ہرگز کسی امام کے نزدیک نہیں وہ آٹھ رکعت کا حکم دیتا اور عمل کرتا۔

(۲) مسئلہ طلاق ثلاثہ جو کہ فی کلمۃ واحدۃ اور جلسہ واحدۃ کے کہی گئی ہو اس طلاقِ ثلاثہ کو حکم رجعی طلاق کا دے کر بدون نکاح شوہر ثانی اس کے ساتھ نکاح کرادیتا ہو اور طلاق بالخلع کی عدت ایک حیض آنے کے بعد نکاح کرادیتا ہو اور تقلید شخصی سے بالکل انکار کرتا ہو، علاوہ ازیں آمین بالجہر کہنا امام کے پیچھے الحمد کا پڑھنا ہاتھ سینہ پر باندھنا سورۂ فاتحہ میں ضَ کی جگہ ظَ پڑھنا وغیرہ وغیرہ جائز سمجھتا ہو۔

الجواب

سائل نے جو فہرست گنائی وہ غیر مقلد کے بعض فرعی مسائل باطلہ واعمال فاسدہ کی ہے ان کے عقائد اور ہیں جن میں بکثرت کفریات ہیں ان میں سے بعض کی تفصیل رسالہ الکوکبۃ الشہابیۃ میں ہے، جس میں ستر وجہ سے ان پر اور ان کے پیشوا پر بحکم فقہائے کرام لزوم کفر ثابت کیا ہے کسی جاہل صحبت نایافتہ کی نسبت احتمال ہوسکتا ہے کہ وہ انکے عقائد ملعونہ سے آگاہ نہیں ظاہری صورت مسلمان دیکھ کر اقتدا کرلی اور نماز جنازہ پڑھ لی مگر جسے عالم ہونے کا دعوٰی ہو اور ان کے عقائد پر مطلع ہو لوگوں کو ان سے منع کرتا ہو اور خود انہیں اچھا جان کر ان کے جنازہ کی نماز پڑھے اور ان کی اقتدا کرے تو ضرور اس کے عقیدے میں فساد اور اس کے ایمان میں خلل آیا اور وہ بھی متہم شمار کیا جائے گا۔

قال اللہ تعالٰی ومن یتولھم منکم (اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی

فانہ منہم[1] رکھے گا تو وہ انھیں میں سے ہے۔ (ت)

اب اس شخص کے پیچھے نماز ہرگز جائز نہیں اور اس پر توبہ و تجدید اسلام لازم ہے اور اگر عورت رکھتا ہے تو بعد توبہ و تجدید اسلام تجدید نکاح کرے۔

واللّٰہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم[2]، ومن یتول فان اللّٰہ ھو الغنی الحمید[3] ومن کفر فان اللّٰہ غنی عن العالمین[4]، نسأل اللّٰہ العفو والعافیۃ ولاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم، واللّٰہ تعالٰی اعلم۔ اور اللہ تعالٰی جسے چاہتا ہے ہدایت سے نوازتا ہے اور جو ناشکری کرے تو بیشک اللہ بے پرواہ ہے سب خوبیوں سراہا، اور جو منکر ہو تو اللہ تعالٰی تمام جہانوں سے مستغنی ہے۔ ہم اللہ تعالٰی سے عفو اور عافیت مانگتے ہیں کہ بلند و عظیم اللہ تعالٰی کی قوت اور توفیق کے بغیر نہ برائی سے بچا جا سکتا ہے اور نہ ہی نیکی کو بجا لایا جا سکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴۹ - ۲۵۰: از ملک کاٹھیاوار مقام اڑتیاں آمین احمد ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

(۱) ہندو یا نصارٰی اس کو کافر بولا گیا ہے؟

(۲) ایک ہندو کو پھانسی کا حکم ہوا ہے وہ اسی وقت مسلمان ہونا چاہتا ہے یہ مسلمان ہوگا یا نہیں؟

الجواب

(۱) گالی کے طور پر کافر کہنا اور بات ہے اور شرع کی اصطلاح یہ ہے کہ جو مسلمان نہیں اسے کافر کہا جاتا ہے بایں معنی جو کوئی بھی اسلام میں نہ ہو شرع کے نزدیک کافر ہے۔

(۲) پھانسی ہو جانے سے ایک آن پہلے جو اسلام لائے مسلمان ہو جائے گا اور اس کی تجہیز و تکفین اور اس کے جنازہ کی نماز مسلمانوں پر فرض ہوگی۔

مسئلہ ۲۵۱: امام بخش زیدی از جام پور ضلع ڈیرہ غازی خان ۳ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

وحدۃ الوجود حق ہے یا نہ؟

الجواب

توحید ایمان ہے لا الٰہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ت) اور وحدت حق

---

[1] القرآن الکریم ۵/۵۱ [2] القرآن الکریم ۲/۲۱۳ [3] القرآن الکریم ۳۱/۱۲
[4] " " ۳/۹۷

کل شیئ ھالک الا وجھہ[1] (اس کی ذات کے سوا ہر کوئی ہلاک ہونے والا ہے۔ ت) سواد بن قارب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی :

فاشھد ان اللہ لا رب غیرہٗ
و انک مامونٌ علٰی کل غائب[2]

(میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک اللہ تعالٰی کے سوا کوئی رب نہیں اور بیشک (یارسول اللہ!) آپ ہر غیب پر امین ہیں۔ ت)

اور اتحاد باطل اور اس کا ماننا الحاد،

ان کل من فی السمٰوٰت والارض الا اٰتی الرحمٰن عبدا[3]

آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں سب اس کے حضور بندے ہو کر حاضر ہوں گے۔

وجود واحد ہے اور موجود واحد، باقی سب ظل وعکوس،

ھوالاول والاٰخر والظاھر والباطن وھو بکل شیئ علیم[4]

وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن، اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۲۵۲: مسئولہ سید اولاد علی صاحب مراد آبادی ۷ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انہ بکل شیئ علیم[5] (بیشک وہ سب کچھ جانتا ہے۔ ت) اور اینما تولوا فثم وجہ اللہ[6] (تم جدھر منہ کرو ادھر وجہ اللہ (خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ)

---

[1] القرآن الکریم ۲۸/ ۸۸

[2] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابہ قصہ اسلام سواد بن قارب دارالفکر بیروت ۳/ ۶۰۹
عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری باب اسلام عمر رضی اللہ عنہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۱۷/ ۹
مختصر سیرۃ الرسول از عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۶۹

[3] القرآن الکریم ۱۹/ ۹۳

[4] " ۵۷/ ۳

[5] " ۴۲/ ۱۲

[6] " ۲/ ۱۱۵

ہے۔ ت) اور نحن اقرب الیہ من حبل الورید[1] (اور ہم دل کی رگ سے بھی اس سے زیادہ نزدیک ہیں۔ ت) سے احاطہ اور قربِ ذاتی مراد ہے یا صفاتی، زید کہتا ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالٰی کا علم اور قدرت ہر شے کو محیط ہے نہ ذات۔ عمرو کہتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالٰی کی ذات ہر شے کو محیط اور شہ رگ سے زیادہ قریب ہے کوئی مکان کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں ذاتِ خدا موجود نہ ہو اور خدا ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اور اگر ان آیات سے احاطہ اور قربِ صفاتی مراد لیا جائے گا تو گویا صفاتِ خدا ذاتِ باری سے بڑھ گئیں اور ذاتِ باری محدود اور صفات سے چھوٹی ہوگئی، اور جو شخص ان آیات سے احاطہ اور قربِ صفاتی مراد لے وہ مشرک ہے اگر دنیا بھر کے عالم ایسا کہیں تو بھی ایک کی نہ مانوں گا اور سب کو مشرک کہوں گا اور اپنی دلیل میں شاہ امداد اللہ صاحب اور مولانا روم صاحب اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہم کے اقوال پیش کرتا ہے، ان دونوں میں کس کا قول صحیح ہے؟ اور اگر زید حق پر ہے تو عمرو کے واسطے شریعتِ مطہرہ میں کیا حکم ہے وہ اپنے اس قول سے کسی گناہ کا مرتکب ہے یا نہیں؟ بینوا ھم الدلائل من الکتاب توجروا من اللہ الوھاب (کتب سے دلائل کے ساتھ بیان کیجئے اور اللہ وہاب سے اجر پائیے۔ ت)

www.alahazratnetwork.org

الجواب

رب انی اعوذبک من ھمزات الشیٰطین و اعوذبک رب ان یحضرون[2]۔ اے میرے رب تیری پناہ شیاطین کے وسوسوں سے، اور اے میرے رب تیری پناہ کہ وہ میرے پاس آئیں۔ (ت)

آیاتِ متشابہات میں اہلِ سنت حفظہم اللہ تعالٰی کے دو مسلک ہیں،

اوّل تفویض کہ ہم ان کے معنی کچھ نہیں جانتے اللہ و رسول جانتے ہیں جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو معنی مرادِ الٰہی ہیں ہم اس پر ایمان لائے،

اٰمنّا بہ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب[3]۔ ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۰/ ۱۶

[2] " ۲۳/ ۹۸-۹۷

[3] " ۳/ ۷

یہی مسلکِ سلف ہے اور یہی صحیح و معتمد، اس تقدیر پر تو نہ احاطہ ذاتی کہا جائے نہ صفاتی کہا جائے، معنی سے کچھ بحث ہی نہ کی جائے، حضرت اُم المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے الرحمٰن علی العرش استوٰی[1] (رحمان نے عرش پر استواء فرمایا۔ ت) کے معنی دریافت کئے گئے، فرمایا:

الاستوی معلوم والکیف مجھول والایمان به واجب والسوال عنه بدعة[2]	استواء معلوم ہے اور کیف مجہول اور اس پر ایمان فرض اور اس کی تفتیش بدعت۔

یہی جواب سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دیا، یہی مسلک ہمارے امام اعظم اور سائر ائمہ سلف کا ہے، ہاں ہم ایمان لائے ہیں کہ اللہ تعالٰی جسم و جہت و مکان سے پاک و منزّہ ہے، کسی مکان میں نہیں ہوسکتا، کسی جگہ نہیں ہوسکتا، کسی طرف نہیں ہوسکتا، جگہ اور طرف سب اس کے بنائے ہوئے ہیں اور حادث ہیں، اور وہ قدیم ازلی، ازل میں کسی جگہ کسی طرف نہ تھا کہ جگہ اور طرف تھے ہی نہیں تو اب بھی کسی جگہ اور طرف میں نہیں، جیسا جب تھا ویسا ہی اب ہے، جگہ اور طرف کو بنا کر بدل نہ گیا، جگہ اور طرف بدلیں گے اور وہ بدلنے سے پاک ہے۔

www.alahazratnetwork.org

دوم تاویل کہ ایسی آیات کو حسبِ محاورہ معنی جائز پر حمل کریں جس سے نکتہ چین لینے والی طبیعتوں کو تسکین ہو اور ایمان سلامت رہے، یہ مسلک خلف کا ہے، اس طور پر احاطہ صفاتی مراد لیں گے، علم و قدرت الٰہی ہر شَے کو محیط ہونے کے بھی یہ معنی نہیں کہ اس کے علم و قدرت ہر جگہ متمکن ہیں کہ جگہ یا طرف میں ہونا جسم و جسمانیت کی شان ہے اور وہ اور اس کے صفات ان سے متعالی بلکہ احاطہ علم کے معنی یہ ہیں کہ ہر شے واجب یا ممکن یا ممتنع معدوم یا موجود حادث یا قدیم اسے معلوم ہے۔ احاطہ قدرت کے معنی یہ ہیں کہ ہر ممکن پر اسے قدرت ہے، اس سے صفات کا ذات سے بڑھ جانا نہ کہے گا مگر مجنون، عمرو کا وہ کہنا کہ کوئی مکان کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں ذاتِ خدا موجود نہ ہو کلمہ کفر ہے کہ اس کی ذات کے لئے جگہ ثابت کرتا ہے، فتاوٰی تاتارخانیہ و طریقہ محمدیہ و حدیقہ ندیہ و فتاوٰی عالمگیری و جامع الفصولین وغیرہ میں اس پر حکمِ کفر فرمایا اور احاطہ صفاتی ماننے والے کو اس کا مشرک کہنا ہزاروں ائمہ خلف پر حکمِ شرک

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/۵

[2] لباب التاویل (تفسیر الخازن) ۷/۵۴ ثم استوی علی العرش کے تحت مصطفی البابی مصر ۲/۲۳۸

درمنثور بحوالہ مردویہ عن ام سلمہ رضی اللہ عنہا ۷/۵۴ منشورات مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۳/۹۱

مدارک التنزیل (تفسیر نسفی) ۲۰/۵ سورۃ طٰہٰ دارالکتاب العربی بیروت ۳/۴۸

لگاتا ہے اور اس کا کہنا کہ "اگر تمام دنیا کے عالم ایسا کہیں تو میں سب کو مشرک کہوں گا" صریح کفر پر آمادگی ہے کہ تمام جہان کے عالموں کو مشرک نہ کہے گا مگر کافر، اور کفر پر آمادگی کفر ہے۔ عمرو پر توبہ فرض ہے اپنے عقیدۂ باطلہ سے تائب ہو اور کلمۂ اسلام پڑھے اور عورت رکھتا ہو تو بعد اسلام اس سے پھر نکاح کرے اگر وہ راضی ہو۔ ہم چند سہل سہل باتیں لکھتے ہیں اگر اللہ تعالٰی کو اسے ہدایت کرنا ہے تو انھیں سے وہ سمجھ لے گا کہ اس نے کیسی ناپاک بات کہی اور اپنے معبود کو کیسے کیسے گھناؤنے داغ لگائے اور نظرِ انصاف سے نہ دیکھے اور تعصب وعناد برتے تو اللہ راہ نہیں دیتا ظالموں کو، ذرا آنکھیں بند کرکے گردن جھکا کر رب عزوجل کی عظمت پر ایمان لاکر غور کرے کہ اس نے کیسی ذلیل چیز کا نام خدا رکھا ہے۔ الحمد للہ معیت وقرب واحاطۂ الٰہیہ پر مسلمان کا ایمان ہے مگر نہ ان معنی پر جو ان الفاظ سے لغوی وعرفی طور پر سمجھ آتے ہیں بلکہ ان پر جو مراد الٰہی ہیں اور ہمارے عقول سے وراء ہیں معاذ اللہ اگر یہی ظاہری معنی لئے جائیں جس پر یہ کہا جائے کہ وہ بذاتہٖ ہر مکان ہر گوشہ میں موجود ہے تو اس سے زائد ذلیل تر کوئی عیب لگانا نہ ہوگا۔

(۱) جب کہ اس کے نزدیک اس کا وہی معبود بالذات ہر مکان ہر گوشہ میں موجود اور ہر شے کو بالذات محیط ہے تو پاخانہ میں بھی ہوگا، اس کی نجاست کو لپٹا ہوا بھی ہوگا، اس نجاست کے ساتھ اس کے بدترین مقام سے نکلا بھی۔

(۲) جو شَے دوسری شے کو بالذات محیط ہو وہ یونہی ہوگا کہ محیط کے اندر جوف ہو جو اس دوسری چیز کو گھیرے ہوئے ہے جیسے آسمان زمین کو محیط ہے تو اس کا معبود جوف دار کھکل ہوا اور اللہ واحد قہار صمد ہے جوف سے پاک ہے۔

(۳) سب اشیاء کو محیط ہونا یا یہ معنی ہے کہ اس کا معبود وہی تمام عالم کے باہر باہر ہے اور عالم اس کے اندر ہے جیسے فلک الافلاک کے اندر باقی کرتے جب تو شہ رگ سے زیادہ قریب کیسے ہوا بلکہ لاکھوں منزل دُور ہوا اور اگر یُوں ہے کہ ہر ذرہ ذرہ کو بذاتہٖ بلاواسطہ محیط ہے تو بلاشبہ وہ شے کہ مشرق کے کسی ذرہ کو محیط ہو قطعاً اس کی غیر ہوگی جو مغرب کے ذرہ کو محیط ہے تو ذروں کی گنتی پر خدا یا خدا کے ٹکڑے ہوئے اور وہ احد صمد اس سے متعالی ہے۔

(۴) جب کہ وہ ہر شے کو بالذات محیط ہے تو زمین کو بھی محیط ہوگا اور یہ جو تم چلتے ہو اور جوتیاں پہن کر پاؤں رکھتے ہو وہ تمہارے معبود پر ہوتیں تم جو پاخانہ پیشاب پھرتے ہو وہ تمہارے معبود پر گرا کیسا گھناؤنا معبود اور کیسے ناپاک عابد، ضعف الطالب والمطلوب[1] (کتنا کمزور چاہنے والا،

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۷

جو چاہا گیا۔ ت)

(۵) مثلاً کسی زید نے کسی عمرو کو جوتا مارا تو عمرو کو بھی اس کا معبود محیط ہے اس جوتے کے پڑتے وقت وہیں قائم رہے گا یا ہٹ جائے گا اگر ہٹ گیا تو ہر شے کو محیط نہ رہا اور اگر قائم رہا تو اسی پر پڑا۔

(۶) جس وقت زید نے جوتا اٹھایا اور ابھی عمرو کے بدن تک نہ پہنچا تو جوتے اور عمرو کے بدن میں جو فاصلہ ہے وہ بھی ایک شے اور وہ ایک جگہ ہے، وہ وہی معبود بذاتِ خود یہاں بھی موجود ہوگا، یہاں سے وہاں تک جگہ اس سے بھری ہوئی ہے اب جوتا آگے بڑھا کہ بدنِ عمرو سے قریب ہو اس بڑھنے میں وُہ وہی معبود کہ یہاں سے وہاں تک بھرا ہوا تھا، پانی یا ہوا کی طرح چرے گا کہ جوتا اس میں ہوتا ہوا گزر جائے گا جب تو طرفہ معبود جسے جوتے نے پھاڑ دیا اور اگر نہ چرے گا بلکہ سمٹے گا جیسے پھولی ہوئی روئی سمٹتی ہے تو معبود کیا ہوا ربڑ ہوا، اور اگر نہ چرے گا نہ سمٹے گا تو ضرور ہے کہ جوتا دیکھ کر جگہ چھوڑ دے گا پھر ہر جگہ موجود کہاں رہا!

(۷) جب کہ وُہ ہر شے کو بذاتہٖ محیط ہے تو محیط جیسا شے کے اُوپر ہوتا ہے ویسا ہی اس کے نیچے، پاؤں کے تلے وہ جوتوں کے نیچے وُہ پھر ایسے ذلیل کو رب اعلیٰ کیسے کہا جا سکتا ہے!

www.alahazratnetwork.org

تعالی اللّٰہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا، ولاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم وصلی اللّٰہ العلی الاعلی علی الکریم المولٰی واٰلہ وصحبہ وبارک وسلم ابداً اٰمین، واستغفر اللّٰہ العظیم والحمد للّٰہ رب العالمین، واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

جو کچھ ظالموں نے کہا اللہ تعالیٰ اس سے کہیں بلند و بزرگ ہے، نیکی بجالانا اور برائی سے پھرنا اللہ بلند و بزرگ کی توفیق کے بغیر نہیں ہوسکتا اور بلند و اعلیٰ اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتیں ہوں کریم مولیٰ پر اور اس کی آل اور اصحاب پر بھی، ہم اللہ تعالیٰ سے معافی کے طلب گار ہیں، تمام حمد اللہ رب العٰلمین کے لئے ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۵۳: مرسلہ محمد مجیب الدین ساکن اسپور پوسٹ ٹوپیری بازی ضلع ڈھاکہ ۶ صفر ۱۳۳۵ھ

جو مذہب اور فقہ کا نہیں ماننے والا کتابی ہے یا خارجی؟

الجواب

جو مسلمان کہلا کر فقہ کو اصلاً نہ مانے نہ کتابی ہے نہ خارجی بلکہ مرتد ہے اسلام سے خارج، اور اگر کوئی تاویل کرتا ہے تو کم از کم بددین گمراہ،

قال اللّٰہ تعالٰی فلولا نفر من فرقۃ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تو کیوں نہ ہو کہ ان کے

طائفة لیتفقهوا فی الدین[1]

ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں (ت)

وفی الحدیث عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: اللہ تعالٰی جس سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۵۴: مرسلہ محمد الیاس صاحب واعظ خراسانی شہر جونا گڈھ ملک کاٹھیاوار ۱۶ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس شخص کے بارہ میں جس کا عقیدہ یہ ہو کہ اللہ تبارک تعالٰی نے فرشتوں سے مشورہ کیا اگرچہ اس کی ضرورت نہیں مگر تعلیماً کہ ہم تم بھی مشورہ سے کام لیں، کیا ایسے شخص سے بامید نجاتِ ابدی بیعت ہونا مفید ہے یا جو مرید ہوچکے ہیں کچھ فائدہ نہ اٹھائیں گے۔ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا (بیان فرماکر اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

www.alahazratnetwork.org

اتنی بات ایسی نہیں جس کے سبب اس کے ہاتھ پر بیعت ناجائز ہوجائے خصوصاً جب کہ اس نے تصریح کردی کہ اسے حاجت مشورہ کی نہیں بندوں کے ارشاد کے لئے ایسا کیا تو جو اس سے وہم جاتا وُہ بھی اس نے دفع کردیا، خود حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: استشارنی فی امتی ثلثا[3] مجھ سے میرے رب نے میری امت کے بارہ میں تین بار مشورہ چاہا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۵: مرسلہ سخاوت خاں نابینا مسجد ندی قصبہ مہدپور ریاست اندور ملک مالوہ یکم ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

کوئی شخص سنت وجماعت میں سے نماز سے انکار کرے اور اس سے کہا جائے کہ نماز سے

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۲۲

[2] صحیح البخاری کتاب العلم باب العلم قبل القول والعمل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶
صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب قولہ صلی اللہ علیہ وسلم طائفۃ من امتی " " " ۲/ ۱۴۳
المعجم الکبیر حدیث ۹۱۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۹/ ۳۸۹

[3] مسند احمد بن حنبل حدیث حذیفۃ بن الیمان دار الفکر بیروت ۵/ ۳۹۳
الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بان امتہ الخ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۰۶

انکار کرنا کفر ہے، اس کے جواب میں وہ کہے کہ میں کافر ہی سہی، ایسے شخص کی نسبت کیا حکم ہے؟ فقط

الجواب

نماز سے انکار یہ بھی ہے کہ وہ کہے میں نہیں پڑھتا یا نہیں پڑھوں گا، اس قدر سے کافر نہ ہوگا جب تک نماز کی فرضیت سے انکار یا اس کا استخفاف نہ کرے، اگر شخص مذکور کا انکار اس حد کا نہ تھا تو جس نے اس کے انکار پر حکمِ کفر لگایا خاطی ہوا، اور اسی کی زیادتی اس شخص کو ایسے کلمۂ مردودہ کی طرف لے گئی، بہر حال اپنے آپ کو یہ کہنا کہ کافر ہی سہی اس کا ظاہر معاذ اللہ قبولِ کفر ہے اور قبولِ کفر یقیناً کفر ہے، مگر اس معنی کا بھی احتمال ہے کہ تمہارے نزدیک کافر ہی سہی لہٰذا حکمِ تکفیر نہ کیا جائے گا البتہ تجدیدِ اسلام و تجدیدِ نکاح کا حکم دیا جائے گا، واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۲۵۷ مرسلہ حاجی قاسم میاں صاحب از گونڈل علاقہ کاٹھیاوار ۱۷ جمادی الآخرہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں ائمۂ دین و علمائے معتمدین اہلِ سنت ایدہم اللہ تعالےٰ ونصرہم اللہ، کاٹھیاوار مسلم ایجوکیشنل کانفرنس (جس کا پہلا جلسہ بمقام جوناگڈھ کاٹھیاوار بتاریخ ۲ و ۳ اکتوبر ۱۹۱۶ء کو ہوا) کے ان اراکین کے حق میں جو ہادی بن کر اپنی تقریروں میں ذیل کے اقوال بیان کئے اور ان اراکین کا حکم بھی بیان فرمائیں جنھوں نے ان کے اقوال گجراتی زبان میں بعینہٖ نقل کئے اور چھاپ کر مسلمانوں میں تقسیم کئے اور کرتے ہیں،

(۱) گجراتی زبان میں دینی کتابوں کا انتظام کیا جائے، مسلمان بچوں کے لئے خاص گجراتی مدارس قائم کئے جائیں جن میں "مسلمان دھرم کی دنت کتھاؤں کا ذکر ہو" اور جن میں مسلمان بیرتروں کی تعریفیں کی ہوں، ایسی کتابیں رائج کی جائیں (نیز) "مسلمان لوگ جس دھرم کی دنت کتھا" اور جن حضرات کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہوں ان کا حقارت سے جس مروجہ کتب میں ذکر کیا گیا ہو اول درجہ کتب کو دیگر اقوام سے ملے ہوئے مدارس سے باطل کرنا (روداد تقریر صدر صفحہ ۲۹۰)

(۲) ہم ہمارے ملکی برادروں کے جذبات کو ان کے "دیوتا کی باتوں کو" ان کے پیشواؤں کو عزت دیتے ہیں اور وہ بھی ایسی ہی عزت ہماری طرف رکھیں ایسی بھی امید رکھتے ہیں (روداد تقریر صدر ص ۲۳) مگر گزارش آنکہ لفظ "دنت کتھا" کے معنی گجراتی زبان میں زبان کی بات وہ بات جس کی کوئی سند نہ ہوتی ہو، ہوتے ہیں۔

الجواب

ایسے اقوال کے قائل ہادی نہیں ہوسکتے بلکہ مضل ہیں یعنی گمراہ کرنے والے اور گمراہی پھیلانے والے

www.alahazratnetwork.org

اور مسلمانوں کو گمراہی کی طرف بلانے والے اور جو ایسے اقوال کو شائع کرتے ہیں وہ مسلمانوں میں اشاعت فاحشہ کے محب اور ان قاتلوں کی طرح غضب جبار و عذابِ قہار کے مستوجب ہیں، بزرگانِ اسلام کے مناقب کو دست کتھا یعنی بے اصل افسانہ کہنا ہی گمراہی کے لئے کافی تھا مگر کفار کے مذہبی جذبات اور ان کے دیوتاؤں اور پیشواؤں کو عزت دینا صریح کلمۂ کفر ہے، 40

قال اللہ تعالٰی وللہ العزۃ ولرسولہ و للمؤمنین ولکن المنافقین لایعلمون[1]	اللہ تعالٰی نے فرمایا: عزت تو خاص اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

ان کے دیوتاؤں اور پیشواؤں اور مذہبی جذبات کا اعزاز در کنار جو ان کے کسی فعل کی تحسین ہی کرے باتفاقِ ائمہ کافر ہے۔ غمز العیون والبصائر میں ہے:

اتفق مشائخنا ان من رای امر الکفار حسنا فقد کفر[2]	جس نے کسی کافر کے عمل کو اچھا گمان کیا وہ باتفاقِ مشائخ کافر ہے (ت)

www.alahazratnetwork.org

ان لوگوں پر فرض ہے کہ ایسی باتوں سے توبہ کریں، تجدید اسلام کریں، تجدید نکاح کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵۰: از اکبر آباد چھوٹی گلی حکیموں کی معرفت ڈاکٹر محمد نفیس صاحب مرسلہ مولانا مولوی دیدار علی صاحب الوری ۴ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اثنائے وعظ میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت ان کلمات کا اطلاق کیا کہ نعوذ باللہ آپ یتیم غریب بیچارے تھے اور اور جب چند اشخاص نے جاکر سمجھایا کہ غالباً آپ نے یہ الفاظ نہیں کہے ہوں گے، مناسب ہے کہ آپ اظہار انکار فرمادیں تو کہنے لگا کہ میں نے تو یہی کہا ہے، اللہ جل شانہ، تو قرآن عظیم میں ووجدک ضالاً[3] فرمارہا ہے بعدہ جب ایک نووارد مولوی صاحب نے ان سے دریافت کیا تو ان الفاظ کے کہنے سے انکار کیا اور کہا کہ میں نے تو یہ کہا تھا کہ آپ سوچ بچار کر بات فرمایا کرتے تھے اس کو لوگوں نے غریب

---

[1] القرآن الکریم ۶۳/ ۸
[2] غمز العیون والبصائر شرح الاشباہ والنظائر باب السیر والردہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۲۹۵
[3] القرآن الکریم ۹۳/ ۷

40/40

بیچارہ کرکے کہہ دیا، مولوی صاحب نے فرمایا غالباً ایسا ہی ہوگا مگر آپ یہ تو لکھ دیں کہ یہ الفاظ موجبِ توہینِ شانِ رسالت اور موجبِ کفر ہیں اور اسی طرح ووجدک ضالاً[1] ایسے موقع پر کہنا ہے بیشک تو اس لکھنے سے بھی منکر ہوگیا اور لیت ولعل میں ٹال دیا۔ آیا بلاتوبہ اس کا وعظ سننا ملنا جلنا، سلام علیک کرنا، اس کے معاونین سے نکاح پڑھوانا اور اس کے معاونین کے پیچھے نمازِ عید پڑھنا اور ان سے ملنا جلنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا جزاکم اللہ (بیان فرماکر اجر پاؤ اللہ تعالٰی تمہیں جزا عطا فرمائے۔ ت)

الجواب

حضور اقدس قاسم النعم، مالک الارض و رقاب الامم، معطی منعم، قثم قیم، ولی، والی، علی، عالی، کاشف الکرب، رافع الرتب، معین کافی، حفیظ وافی، شفیع شافی، عفو عافی، غفور جمیل، عزیز جلیل، وہاب کریم، غنی عظیم، خلیفہ مطلق حضرت رب، مالک الناس و دیّان العرب، ولی الفضل جلی الافضال، رفیع المثل، ممتنع الامثال صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم وآلہٖ وصحبہٖ وشرف واعظم کے شان ارفع و اعلٰی میں الفاظ مذکورہ کا اطلاق ناجائز وحرام ہے۔ خزانۃ الاکمل مقدسی و ردالمحتار اور فرشتے میں ہے:

یجب ذکرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باسماء معظمۃ فلا یجوزان یقال انہ فقیر غریب مسکین[2]

حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا تذکرہ باعظمت اسماء کے ساتھ کرنا لازم وفرض ہے۔ آپ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فقیر، غریب اور مسکین کہنا جائز نہیں۔ (ت)

زرقانی علی المواہب میں ہے:

قال تعالٰی ووجدک عائلا فاغنی نص علی انہ اغناہ بعد ذٰلک فزال عنہ ذٰلک الوصف فلا یجوز وصفہ بہ بعد[3]

اللہ تعالٰی کا فرمان مبارک "اللہ تعالٰی نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو محتاج پایا تو غنی کردیا" واضح طور پر شاہد ہے کہ اللہ تعالٰی نے آپ کو غنی کردیا ہے جس سے محتاجی والا وصف زائل ہوچکا ہے، لہٰذا اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ وصف بیان کرنا

---

[1] القرآن الکریم ۹۳/ ۷

[2] ردالمحتار مسائل شتی دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۳۸۱

[3] شرح الزرقانی علی المواہب

ہرگز جائز نہیں۔ (ت)

اسی میں ہے :

الیتیم من الیتم موت الاب قبل بلوغ الولد اومن الانفراد کدرۃ یتیمۃ کما قیل فی قولہ تعالٰی الم یجدك یتیما ای واحدا فی قریش عدیم النظیر انتھی ومذھب مالك لایجوز علیہ ھذا الاسم۔[1]

لفظِ یتیم، یتم سے ہے یعنی بچّہ کے بالغ ہونے سے پہلے باپ کا فوت ہونا، یا اس کا معنٰی منفرد اور یکتا ہونا ہے جیسے کہا جاتا ہے دُرِ یتیم (یکتا موتی)، جیسا کہ اللہ تعالٰی کے اس ارشادِ گرامی "کیا اس نے تجھے یتیم نہیں پایا" کے تحت مفسرین نے کہا ہے یعنی قریش میں آپ کی مثال نہیں ملتی آپ یکتا ہیں انتہی، امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کا فتوٰی و مذہب یہ ہے کہ اس نام (یتیم) کا اطلاق آپ پر جائز نہیں۔ (ت)

نسیم الریاض جلد رابع ص ۴۰۵ میں ہے :

الانبیاء علیھم الصلٰوۃ والسلام لایوصفون بالفقر ولایجوز ان یقال لنبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقیر وقولھم عنہ الفقر فخری لااصل لہ کما تقدم۔[2]

تمام انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کو فقر کے ساتھ متصف نہیں کیا جاسکتا، ہمارے نبی و آقا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فقیر کہنا جائز نہیں، باقی آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارے میں جو منقول ہے "الفقر فخری" (فقر میرا فخر ہے) اس کی کوئی اصل نہیں جیسا کہ گزرا۔ (ت)

اسی کے صفحہ ۳۷۸ میں ہے :

قال الزرکشی کالسبکی لایجوز ان یقال لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقیرا ومسکین وھو اغنی الناس باللہ تعالٰی لاسیما بعد قولہ تعالٰی ووجدك عائلا فاغنٰی وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللھم احیینی مسکینا اراد بہ المسکنۃ

امام زرکشی نے امام سبکی کی طرح فرمایا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فقیر یا مسکین کہنا ہرگز جائز نہیں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اللہ تعالٰی نے تمام لوگوں سے بڑھ کر غنی بنایا ہے خصوصاً اللہ تعالٰی کے اس فرمان کے بعد تو اس کی گنجائش ہی نہیں "پایا اس نے آپ کو محتاج تو غنی کردیا" باقی آپ صلی اللہ

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب

[2] نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض الوجہ الخامس ان لایقصد دارالفکر بیروت ۴/ ۴۰۵

القلبية بالخشوع والفقر فخری باطل لا اصل له کما قال الحافظ ابن حجر العسقلانی[1]

تعالٰی علیہ وسلم کی دعا "اے اللہ! مجھے حالتِ مسکینی میں زندہ رکھ" سے قلبی خشوع و مسکنت مراد ہے۔ اور یہ قول "فقر میرا فخر ہے" باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں جیسا کہ حافظ ابنِ حجر عسقلانی نے فرمایا ہے (ت)

شفاء شریف امام اجل قاضی عیاض صدر باب اول قسم رابع میں ہے :

افتی فقہاء الاندلس بقتل ابن حاتم المتفقه الطليطلی وصلبه بما شهد عليه من استخفافه بحق النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم و تسميته اياه اثناء مناظرته باليتيم وختن حيدر، وزعمه ان زهده عليه الصلٰوة والسلام لم يكن قصدا ولو قدر علی الطيبات اكلها الی اشباه لهذا[2]

فقہاءِ اندلس نے ابن حاتم المتفقہ الطلیطلی کے قتل اور پھانسی لٹکانے کا فتوٰی دیا اس کے خلاف یہ شہادت ملی کہ اس نے دورانِ مناظرہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مقام کی بے ادبی کرتے ہوئے آپ کو یتیم اور حیدر کا سسر کہا، اور اس کا خیال یہ تھا کہ آپ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا زہد اختیاری نہ تھا اگر آپ طیبات پر قادر ہوتے تو ضرور انکو استعمال میں لاتے۔ اس کی مثل گستاخی کے دیگر اقوال۔ (ت)

http://www.alahazratnetwork.org

شرح علی قاری میں ہے :

يكفی امر واحد منها فی تكفيره وقتله[3]

اس کی تکفیر اور قتل کے لئے ان مذکورہ اشیاء میں ایک ہی کافی ہے۔ (ت)

نیز شفاء شریف میں ہے :

افتی ابو الحسن القابسی فيمن قال فی النبی صلی الله تعالٰی عليه وسلم الجمال يتيم ابی طالب بالقتل

امام ابوالحسن قابسی نے اس کے قتل کا فتوٰی دیا جو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ابوطالب کا یتیم اونٹوں والا کہے، کیونکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] نسیم الریاض شرح الشفاء باب فی بیان ماھو الخ دارالفکر بیروت ۴/ ۳۳۶

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الاول فی بیان ماھو الخ مطبع شرکت صحافیہ ترکی ۲/ ۲۱۰

[3] شرح الشفاء ملا علی قاری " " " " " الحاج محرم آفندی ۲/ ۳۹۸

لظهور استهانته بذلك[1] | کے حق میں توہین ہے۔ (ت)

شرح علی قاری میں ہے:

لعل الجمع بین الوصفین مطابق للواقع فی السوال والا فکل واحد منهما یکفی فی تکفیر صاحب المقال[2] | دو چیزوں (اونٹوں والا، ابوطالب کا یتیم) کو شاید سوال میں جمع ذکر کرنے کی وجہ سے اکٹھا کر دیا گیا ہے ورنہ ان دونوں میں سے ایک کا بھی قائل کافر ہے (ت)

نیز شفاء شریف میں بیت معری:

کنت موسٰی وافتہ بنت شعیب | غیران لیس فیکما من فقیر[3]

(آپ موسٰی کی طرح ہیں جن کے پاس حضرت شعیب کی صاحبزادی آئی تھیں مگر بات صرف اتنی ہے کہ تم دونوں میں کوئی فقیر نہیں۔ ت)

پر ارشاد فرمایا:

أخر البیت شدید وداخل فی باب الازراء والتحقیر بالنبی علیہ الصلٰوۃ والسلام وتفضیل حال غیرہ علیہ[4] | دوسرے شعر کا مصرع ثانی نہایت نامناسب اور گستاخی کے باب میں داخل ہے کیونکہ اس میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان اقدس میں تحقیر و توہین ہے اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر دوسرے کو فضیلت دی گئی ہے۔ (ت)

شرح علی قاری میں ہے:

ای عجزہ شدید فی القبح عند من برہ لان مضمونہ التعییر لموسی علیہ الصلٰوۃ والسلام بفقرہ[5] | یعنی اس شعر کے آخری مصرع میں اگر تدبر کیا جائے تو اس میں قباحت شدید ہے کیونکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام کو فقیر کہہ کر عار دلائی گئی ہے جو کہ قباحت کا باعث ہے۔ (ت)

نیز شفاء شریف میں اور اشعار بیباکان بدزبان جو اس سے ہلکے ہیں ذکر کرکے فرمایا:

ھذہ کلھا وان لم تتضمن سبا ولا اضافۃ | یہ تمام اشعار اگرچہ گستاخی اور فرشتوں اور

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی، الباب الاول فی بیان ما ھو فی حقہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبع شرکت صحافیہ ترکی ۲/۲۰۹

[2] شرح الشفاء لملا علی قاری " " " " " " " مطبع الحاج محرم آفندی ۲/۳۹۶

[3] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی، فصل الوجہ الخامس الخ مطبع شرکت صحافیہ ترکی ۲/۲۲۹

[4] " " " " " " " " " "

[5] شرح الشفاء لملا علی قاری " " الحاج محرم آفندی ۲/۴۴۳

ف: خط کشیدہ عبارت کتاب الشفاء مطبوعہ شرکت صحافیہ میں نہیں ہے۔ نذیر احمد

الی الملئکۃ والانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام نقصا ولست اعنی عجزی بیتی المعری ولا قصد قائلہا ازراء وغضا فما وقر النبوۃ ولا عظم الرسالۃ ولا عزر حرمۃ المصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[1]

انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے نقص پر مشتمل نہیں، نہ ہی میں معری کے پورے کلام کو درست سمجھتا ہوں اور نہ ہی ان کے قائل نے بے ادبی اور طعن کا قصد کیا، تاہم ان اشعار میں نبوت کا وقار اور رسالت کی عظمت اور مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اعزاز نہیں ہے۔ (ت)

شرح علی قاری میں ہے:

(لست اعنی) بھذا النفی (عجزی بیتی المعری) فانہ کفر واضح والحاد لائح۔[2]

میں نہیں ہوں (اس نقص اور گستاخی کی) نفی میں معری کے شعروں کو درست قرار دینے والا کیونکہ یہ واضح کفر اور کھلا الحاد ہے۔ (ت)

امام ابن حجر مکی شرح ہمزیہ مبارکہ میں زیر قول ماتن امام محمد بوصیری قدس سرہ ؎

وسع العالمین علما وحلما فھو بحر لم تعیہ الاعباء

مستقل دنیاک ان ینسب الامساک منھا الیہ والاعطاء[3]

(آپ علم و حلم میں تمام جہانوں سے برتر ہیں، وہ ایسا سمندر ہیں جسے کوئی عیب لگانے والا عیب نہیں لگا سکتا، آپ دنیا کو حقیر و ذلیل جانتے ہیں برابر ہے آپ کا غیر مستحق سے دنیا کو روکنا اور مستحق کو عطا کرنا۔ ت)

فرماتے ہیں:

فی السیف المسلول للتقی السبکی عن الشفاء واقرہ ان فقہاء الاندلس

امام تقی سبکی نے "السیف المسلول" میں "الشفاء" سے نقل کرکے اسے ثابت رکھا ہے کہ فقہاء اندلس

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل الوجہ الخامس الخ مطبع شرکت صحافیہ ترکی ۲/۲۳۰

[2] شرح الشفاء ملا علی قاری " " " الحاج محرم آفندی ۲/۴۴۵

[3] متن الھمزیہ شرح الفتوحات الاحمدیۃ المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ص ۴۶

افتوا باراقة دم من وصفه صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالفقر فی اثناء مناظرتہ بالیتیم ثم زعم ان زھدہ لم یکن قصدا ولو قدر علی الطیبات اکلھا۔ وذکر البدر الزرکشی عن بعض الفقہاء المتاخرین انہ کان یقول لم یکن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقیرا من المال ولاحالہ حال الفقر بل کان اغنی الناس باللہ تعالٰی قد کفی امر دنیاہ فی نفسہ وعیالہ وکان یقول فی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللھم احیینی مسکینا ان المراد استکانۃ القلب لا المسکنۃ التی ھی ان لا یجد ما یقع لوقعا من کفایتہ وکان یشدد التکبیر علی من یعتقد خلاف ذٰلک اھ واما خبر الفقر فخری وبہ افتخر فموضوع وقد صح انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم استعاذ من فتنۃ الفقر کما استعاذ من فتنۃ الغنی[1]۔

نے اس شخص کے قتل کا فتوٰی جاری فرمایا جس نے دورانِ مناظرہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فقیرو یتیم کہا اور یہ عقیدہ رکھا کہ آپ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا زہد اختیاری نہ تھا اگر آپ اشیاءِ طیبہ پر قادر ہوتے تو انھیں استعمال میں لاتے۔ امام بدر زرکشی نے بعض متاخرین فقہاء سے نقل کیا کہ فرمایا کرتے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ذات گرامی مال کے اعتبار سے فقیر نہیں اور نہ آپ کا حال، حالِ فقر ہے بلکہ اللہ تعالٰی نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تمام لوگوں سے غنی بنایا ہے آپ اپنی ذات اورعیال میں دنیا کے کسی معاملہ میں ہرگز محتاج نہیں اور یہ بھی فرماتے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جو ارشادگرامی ہے "اے اللہ! مجھے حالت مسکینی میں زندہ رکھ"۔ سے دل کی عاجزی مراد ہے نہ کہ وہ غریبی ومحتاجی جو فقر ہ مترادف ہے یعنی وہ محتاج جو قوت لایموت نہ رکھتا ہو اور جو اسکے خلاف ذہن وعقیدہ رکھتا اس پر سخت ناراض ہوتے، رہا معاملہ حدیث "فقر میرا فخر ہے اور اس پر میں فخر کرتا ہوں" کا، تو یہ موضوع اور من گھڑت روایت ہے کیونکہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپ فقر کے فتنہ سے پناہ مانگا کرتے جیسے کہ مالداری کے فتنہ سے پناہ مانگتے۔ (ت)

ان الفاظ کے ناجائز اور حرام ہونے پر یہ عبارات ملاحظہ ہیں اور فتوائے فقہائے اندلس وامام ابوالحسن قابسی وتقریرات امام قاضی عیاض وامام تقی الملۃ والدین سبکی وتوضیحاتِ علی قاری میں ان پر حکم تکفیر ہے۔

اقول وباللہ التوفیق، توفیق جامع وتحقیق لامع یہ ہے کہ ان اوصاف کا اطلاق بروجہ تقریر و اثبات خواہ حکم قصدی میں ہو یا وصف عنوانی میں اگر قول قائل کے سیاق یا سباق یا سوق یا مساق سے

[1] شرح الہمزیہ للامام ابن حجر مکی دستیاب نہیں یہ عبارت مختصراً الفتوحات الاحمدیہ ص ۲۸۴ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مصر پر ملاحظہ ہو۔

www.alahazratnetwork.org

طرز تنقیص ظاہر و ثابت ہو تو یقیناً کفر ہے، اور اگر ایسا نہیں اور قائل جاہل ہے اور اتفاقاً صادر ہوا اور وہ اس پر غیر مصر تو ہدایت و تنبیہ و زجر و تہدید کریں اور حاکم شرع اس کے مناسب حال تعزیر دے کہ وہ ضرور سزاوار سزا ہے، اور اگر قائل مدعی علم ہے یا ایسے کلمات کا عادی یا بعد تنبیہ بھی ان پر مصر تو مریض القلب، بددین، گمراہ، مستحق عذاب شدید ہے، سلطان اسلام اسے قتل کرے گا اور زمین کو اس کی ہستی ناپاک سے پاک اور عام مسلمانوں کو اس کی صحبت و مجالست سے احتراز لازم۔ اور اسے واعظ یا امام نماز بنانا اس کا وعظ سننا اس کے پیچھے نماز پڑھنا ممنوع و حرام،

وهذا ما قال الامام ابن حجر المكي ونقله في النسيم مقرا عليه عند ذكر فتيا الامام ابي الحسن القابسي المذكورة الظاهر ان مذهبنا لا يأبى ذلك لما في عبارته من الدلالة على الازراء فان ذكر يتيم ابي طالب فقط لم يكن صريحا في ذلك فيما يظهر نعم ان كان السياق يدل على الازراء كان كما لو جمع بين اللفظين[1] اھ۔

یہ وہ ہے جو امام ابن حجر مکی نے فرمایا، صاحب نسیم الریاض نے اسے امام ابو الحسن القابسی کے فتوی مذکورہ کے ساتھ نقل کرکے اسے مؤید و ثابت رکھا، ظاہر یہی ہے کہ ہمارا مذہب اس کا انکار نہیں کرتا کیونکہ اس کی عبارت میں توہین پر دلالت ہے کیونکہ فقط یتیم ابوطالب کہنے میں ظاہراً وصراحۃً توہین نہیں ہے، ہاں جب کلام کا پس منظر توہین پر دال ہوگا تو یہ توہین بنے گا جیسا کہ اس صورت میں بنتا ہے جب دونوں (یتیم ابوطالب، اونٹوں والا) کو جمع کردیا گیا ہو اھ (ت)

کلمات بے ادبی کا معاذ اللہ خود کہنا درکنار دوسرے کا کہا ہوا بے غرض رد و انکار نقل کرنے پر شفاء شریف میں فرمایا،

اما الاباحة لحكاية قوله لغير هذين المقصدين فلا ارى لها مدخلا في هذا الباب فليس التفكه بعرض النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لاحد بمباح و ذكرها على وجه الحكايات و احاديث الناس والخوض في قيل و

مباح ہونے کا ایک پہلو یوں بھی ہو سکتا ہے کہ قائل اپنے مقولہ کو ان دو مقاصد کے علاوہ کسی اور انداز کے ساتھ بیان کرے میرے خیال کے مطابق اس طرح اس کا تعلق ان امور میں باقی نہ رہے گا، تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی عزت سے کسی کو کھیلنا مباح نہیں ہے ایسے کلمہ کا بطور حکایت یا لوگوں کی بات یا بطور بحث قیل وقال

[1] نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض الباب الاول دار الفکر بیروت ۴/۳۴۲

قال وما لایعنی فکل ھذا ممنوع و بعضہ اشد فی المنع والعقوبۃ فما کان من الحاکی لہ علی غیر قصد او معرفۃ بمقدار ما حکاہ اولم تکن عادتہ اولم یکن الکلام من البشاعۃ حیث ھو ولم یظھر علی حاکیہ استحسانہ و استصوابہ زجر عن ذٰلک ونھی عن العودۃ الیہ وان قوم ببعض الادب فھو مستوجب لہ وان کان لفظہ من البشاعۃ حیث ھو کان الادب اشد وان اتُّھِمَ ھذا الحاکی فیما حکاہ انہ اختلقہ ونسبہ الی غیرہ او کانت تلک عادۃ لہ اوظھر استحسانہ لذٰلک فحکم ھذا حکم الساب نفسہ یؤاخذ بقولہ ولا تنفعہ نسبتہ الی غیرہ فیبادر بقتلہ ویعجل الی الھاویۃ امّہٖ۔[1] (ملخصًا)

اور بے مقصد ذکر کرنا ممنوع ہے، بعض طرزِ بیان ممانعت اور عقوبت میں زیادہ شدید ہے تو حکایت کرنیوالے نے بے قصد اور بے علمی میں حکایت کی یا اس کی ایسی عادت نہیں یا وہ بات کھلی بےادبی نہیں یا یں طور کہ وہ اس کو پسند اور درست نہیں مانتا، تو اس کو زجر کیا جائے گا، اور آئندہ ایسا کرنے سے منع کیا جائے گا اور اگر بطورِ ادب اس کو کچھ سزا دی جائے تو وہ اس کا مستحق ہے، اور اگر وہ الفاظ کھلی بے ادبی ہوں تو سزا سخت ہوگی، اور اگر حکایت کرنے والا اس سے متہم ہو کر حکایت بیان کرتے ہوئے بناوٹ سے کام لیتا ہے، اور غیر کی طرف منسوب کرتے ہوئے حکایت بیان کرے یا اس کی عادت ایسی ہے یا وہ بات اس کے ہاں پسندیدہ ہو تو اس کا حکم وہی ہوگا جو سب کرنے کا حکم ہے، یہ اسی کی بات متصور ہوگی اور غیر کی طرف منسوب کرنا اس کو مواخذہ سے نہ بچا سکے گا لہذا فوراً قتل کیا جائے اور واصلِ جہنم کیا جائے (ملخصًا) (ت)

ظاہر ہے کہ زید بے قید جس کے حال سے سوال ہے اگر قسم اول میں ہے تو ضرور اس پر حکمِ کفر ہے، سائل نے اس کا پورا کلام نقل نہ کیا جس کے سیاق وسباق سے حال کھلتا اور اگر اس قسم سے بچ بھی جائے تو قسم سوم سے ہونا یقینی کہ وہ مدعیِ علم بنتا وعظ کہتا ہے پھر مسلمانوں کے ہدایت کرنے پر بھی باز نہ آیا مصر رہا، یہ سب اس کے تین الفاظ سابقہ پر ہے، رہا لفظ "بیچارہ" وہ ان سب سے سخت تر، بیچارہ وہ کہ کسی بلا میں گرفتار اور بیکس، بے بس، بے یاور، بے یار ہو جو اس سے خلاص کا کوئی حیلہ نہ پائے،

---

[1] کتاب الشفاء فصل الوجہ السادس المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ترکی ۲/۳۶-۲۳۵

یہ ضرور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے رب عزوجل پر افتراء اور قرآن عظیم کی تکذیب اور کفار ملاعنہ کی تصدیق ہے جنھوں نے بکا تھا: ان محمدا ودعہ ربہ[1] محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو ان کے رب نے چھوڑ دیا، جس پر سورۂ والضحیٰ شریف نازل ہوئی:

والضحیٰ ۝ والیل اذا سجیٰ ۝ ما ودعك ربك وما قلیٰ ۝ وللاٰخرۃ خیر لك من الاولیٰ ۝[2]

اے پیارے تمھارے رُوئے درخشاں کی قسم تمھاری زلفِ مشکیں کی قسم، نہ تمھیں تمھارے رب نے چھوڑا نہ بیزار ہوا، جو آن آگے آتی ہے تمھارے لئے گزشتہ آن سے بہتر ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کیا معاذ اللہ ان کو اس ناپاک لفظ سے تعبیر کیا جائیگا جن کا رب فرماتا ہے:

الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ[3]

اگر تم کوئی ان کی مدد نہ کرو تو اللہ واحد قہار ان کا مددگار۔

کیا معاذ اللہ ان کو کہا جائے گا جن کے لئے ان کا مولیٰ عزوجل فرماتا ہے،

فان اللہ ھو مولٰہ وجبریل وصالح المؤمنین بعد ذٰلك ظھیر ۝[4]

بیشک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک مسلمان اور اس کے بعد فرشتوں کی فوجیں ان کی مدد کو حاضر ہیں۔

کیا معاذ اللہ ان کو کہا جائے گا جو اس ظاہری تنہائی اور ایک جہان برسر عداوت و پرخاش ہونے کی حالت میں اپنے یار غار سے فرماتے تھے، لاتحزن ان اللہ معنا[5] غم نہ کرو بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو یہ ملعون کلمہ ان پہلوں سے بھی ملعون و خبیث تر ہے، زید بے قید خود بھی جانتا تھا کہ یہ سب سے بدتر ہے ولہذا ایک بار کہ بناوٹ پر آیا اسی کو سوچ بچار بنایا اور اس سے بھی ہزار درجہ ملعون تر اس کا وہ ناپاک نجس گندا خبیث قول ہے کہ میں نے تو یہی کہا ہے اللہ تعالیٰ یوں فرمارہا ہے، اس سے کھل گیا کہ وہ ضرور بددین گمراہ فاسد العقیدہ مختل الایمان بلکہ ظاہراً بالقصد مرتکب توہین حضور سید الانس و الجان ہے صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔ اس کا وعظ سننا حرام، اس کے پاس بیٹھنا حرام، اس سے

[1] جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ والضحیٰ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۶۰

[2] القرآن الکریم ۹۳/ ا تا ۴ [3] القرآن الکریم ۹/۴۰

[4] " ۶۶/۴

[5] " ۹/۴۰

ملنا جلنا حرام، اسے سلام علیک کرنا حرام، اپنی تقریب میں اسے بلانا حرام، اپنا کوئی دینی کام اگرچہ صرف نکاح خوانی ہو اسے سپرد کرنا حرام،

قال اللہ تعالٰی واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظلمین[1] اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

اس حالت میں شر وضلالت پر جو اس کے معاون ہیں سب اسی کی مثل ہیں اور ان سب کے یہی احکام،

قال اللہ تعالٰی ومن یتولھم منکم فانہ منھم[2]۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انھیں میں سے ہے۔ (ت)

طھر اللہ الارض من خبثھم وخبث امثالھم (اللہ تعالٰی ایسے لوگوں کے خبث سے زمین کو پاک کردے۔ ت) لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولٰنا محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین اٰمین، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵۹-۲۶۰: از کاکوروی درگاہ تکیہ شریف کاظمیہ مرسلہ سید سبط احمد صاحب خادم درگاہ
۲۳ رمضان ۱۳۳۵ھ

www.alahazratnetwork.org

(۱) اگر کوئی مسلمان قبل شروع رمضان المبارک یہ لفظ استعمال کرے کہ ہندو ہوتے تو بہتر یہ تیس ۳۰ روزے تو نہ رکھنا پڑتے۔

(۲) دوسرا شخص ایسے لفظ بصراحت یہ بیان کرے کہ اللہ پاک نے یہ تیس روزے بنائے ہیں پوری قید ہے، بھوک پیاس لے کر آتے ہیں، بڑا ظلم ہے رمضان کے روزے بڑے ظالم ہیں، لیکن جو ظلم کرتا ہے تھوڑے دن رہتا ہے۔

الجواب

یہ دونوں شخص یقیناً کافر ومرتد ہیں اگر عورت رکھتے ہوں تو ان کی عورتیں ان کے نکاح سے نکل گئیں، عورتوں کو اختیار ہے کہ بعد عدت جس سے چاہیں نکاح کرلیں، یہ کافر اگر توبہ نہ کریں از سر نو اسلام نہ لائیں تو مسلمانوں کو ان سے میل جول حرام، سلام کلام حرام، بیمار پڑیں تو انھیں پوچھنے جانا حرام، مرجائیں تو ان کے جنازے میں شرکت حرام، انھیں غسل دینا حرام، اُن پر نماز پڑھنا حرام، ان کا جنازہ کندھے پر رکھنا

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] القرآن الکریم ۵/ ۵۱

حرام، جنازے کے ساتھ جانا حرام، مقابرِ مسلمین میں دفن کرنا حرام، ان کے اقارب اگر حکم شریعت مانیں تو ان کی موت پر اُن کی لاشیں دفعِ عفونت کے لئے بھنگی چماروں سے ٹھیلے پر ڈلوا کر مسلمانوں اور کافروں سب کی مقابر سے جُدا کسی تنگ گڑھے میں کُتّے کی طرح پھینکوا کر اُوپر سے پاٹ دیں وذٰلک جزاء الظّٰلمین[1] (اور بے انصافوں کی یہی سزا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۱ از نلوک پور مرسلہ مولوی شجاعت اللہ صاحب طالب علم مدرسہ اہلسنّت ۹ شوال ۱۳۳۵ھ

زید ایک مسجد کا امام ہے اور بکر بوجہ باہم شکر رنجی زید کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا تھا، بنائے شکر رنجی اوّل یہ ہے کہ زید داڑھی کترواتا تھا، دوم یہ کہ زید بکر سے منافقانہ رسم رکھتا تھا کیونکہ ایک مرتبہ چند اہل محلہ وغیرہم نے زید اور بکر کے درمیان اس شکر رنجی کو دفع کرکے صلح کرادی تھی اور قرآن پاک درمیان میں دیا تھا، مگر قرآن پاک دینے پر بھی زید کا بغض نہ گیا اور وہ وقتاً فوقتاً اپنے منافقانہ برتاؤ سے اپنا بغض ظاہر کرتا رہا، مگر اس مصالحت کے بعد زید نے چندوں کے لئے داڑھی چھوڑدی جس پر بکر زید کے پیچھے نماز پڑھنے لگا، چند روز کے بعد زید نے بکر پر ایک الزام لگایا جس کو اہل محلہ نے بعد تحقیق جھوٹا پایا اس پر بکر نے زید سے دریافت کیا کہ میرے اور تمہارے درمیان کلام پاک دیا گیا تھا پھر تم نے مجھ سے کیوں بغض رکھا اور کیوں میرے اُوپر تہمت لگائی، اس پر زید نے صریحاً جواب دیا کہ ایک قرآن شریف کیا اگر دو قرآن شریف درمیان ہوجائیں گے تب بھی تیری جانب سے میرا بغض نہ جائے گا، ایسی صورت میں زید کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

محبت وبغض قلبی حالت اختیارِ بشر میں نہیں،

لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھذا قسمی فیما املك فلا تؤاخذنی فیما لا املك[2]

آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے: یہ اس میں میرا حصّہ ہے جس کا میں مالک ہوں پس اس میں مواخذہ نہ فرما جس کا میں مالک نہیں ہوں۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۲۹

[2] اتحاف السادۃ المتقین واما اصحاب علیہ السلام فابوبکر رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۲/ ۲۲۹

زید کے اس قول کو اس معنی پر محمول کرنا چاہئے کہ جب بھی میرا البغض نہ جائے گا کہا ہے نہ کہ جب بھی تیرا البغض نہ چھوڑوں گا، ہاں اگر بغض بلا وجہ شرعی ہے اور اس پر کاربند رہتا ہے، جیسے جھوٹی تہمتیں لگانا اور اس امر میں مشہور ہے تو فاسق معلن ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور اسے امام بنانا گناہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۶۲ عبدالغنی رنگ ساز بریلی محلہ عقب کوتوالی ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پیر کے ساتھ مرید کو کیسا عقیدہ رکھنا چاہئے، آیا یہ کہنا چاہئے کہ میرا بخشنے والا وہی ہے یا یہ کہ اس کے وسیلہ سے بخشا جاوے گا جیسا کہ ایک شخص (زید) ہے وہ یہ کہتا ہے کہ بخشنے والا اور دینے والا پیر ہی ہے، اور عمرو یہ کہتا ہے کہ پیر بخشنے والا نہیں بلکہ ان کے وسیلہ سے ان کے مرید بخشے جائیں گے اور بغیر وسیلہ پیر کے دربار خدا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک رسائی نہیں، اور اس امر میں زید ہمیشہ عمرو سے اختلاف رکھتا ہے، اب فیصلہ فرماویں کہ دونوں میں سے کون حق پر ہے اور کون ناحق؟ اور جو حق پر نہیں ہے اس کو توبہ کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجر پاؤ۔ ت)

www.alahazratnetwork.org

الجواب

عمرو حق پر ہے اور زید کے وہ الفاظ کہ بخشنے والا اور دینے والا پیر ہی ہے اپنے ظاہر پر بہت شنیع ہیں اور اگر اس کا ظاہر ہی اعتقاد قائل ہو تو صریح کفر ہے بہرحال زید کو توبہ چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۳ نکھیم پور ضلع کھیری محلہ نئی بستی مرسلہ محمد غفران الحق صاحب ۲ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نے اپنے خاوند سے کہا بسبیل تذکرہ کیا اس کو خبر تھی تمہارے دل کی، یعنی کیا خدا جانتا تھا تمہارے دل کی بات کو، تو اس بات کے کہنے سے اس نے خدا کی صفت علم سے انکار کیا یا نہیں؟ اور اس کلمہ کے کہنے سے وہ عورت خارج از ایمان ہوئی یا نہیں؟ اور ایمان سے خارج ہونے کی وجہ سے اس مرد کے نکاح میں رہی یا منکر بصفت علم باری تعالیٰ ہونے کی وجہ سے ایمان جاتا رہا اور ایمان جانے کی وجہ سے اپنے خاوند کے جو کہ مسلمان ہے نکاح سے باہر ہوئی یا نہیں؟ اب وہ عورت توبہ کرکے بغیر عدت کے ایام گزارے اور بغیر دوسرے مرد سے نکاح کئے اپنے خاوند سے نکاح کرسکتی ہے؟ اور پہلا مہر خاوند کو دینا ہوگا یا ساقط ہوگیا؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

سائل نے ان زن وشو کا اوّل سے مکالمہ نہ لکھا جس سے اس قولِ زن کے معنی متعین ہوتے اس میں وُہ پہلو بھی نکلتا ہے جس سے سلبِ علم نہ ہو مثلاً مرد نے دعوٰی کیا کہ فلاں وقت میرے دل میں یہ بات تھی عورت نے اس پر مرد سے یہ کہا کہ اللہ تعالٰی کو اپنے دل میں اس وقت یہ بات ہونے کا گواہ کرے لہذا یہ الفاظ کہے یعنی کیا تمھارے دل میں یہ ارادہ ہونا علمِ الٰہی میں تھا اس صورت میں لزوم محظور نہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وجعلوا للّٰہ شرکاء قل سموھم ام تنبئونہ بما لا یعلم فی الارض[1]

اور وُہ اللہ کے شریک ٹھہراتے ہیں، تم فرماؤ ان کا نام تو لو یا اسے وہ بتاتے ہو جو اس کے علم میں ساری زمین میں نہیں۔ (ت)

نیز ممکن ہے کہ استفہام تقریری ہو یعنی اس سے اقرار لینا چاہا کہ اللہ تعالٰی علیم بذات الصدور ہے، جب وہ اقرار کرتا تو آگے اس پر تفریع کرتی مثلاً یہ کہ جب وُہ دلوں کی خبر رکھتا ہے کیوں فاسد ارادہ دل میں لاتے ہو تو ایسے مجمل سوال پر کوئی حکم نہیں ہوسکتا، ہاں اگر ثابت متحقق ہو کہ عورت نے وہ الفاظ معاذ اللہ نفی علم کے لئے کہے تو بے شک کلمہ کفر تھے، اس روایت کی بناء پر جس پر اب فتوی ہے نکاح سے نہ نکلی، اگر وہ توبہ اور تجدیدِ اسلام کرے تو نظر بظاہر الروایۃ دو گواہوں کے سامنے تجدیدِ نکاح کرلیں اس سے زیادہ کی حاجت نہیں اور مہر اب بھی کسی حال میں ساقط نہ ہوا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۴: مرسلہ سید ایوب علی ساکن بریلی محلہ گلسگران ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید بلا نکاحی عورت اپنے گھر میں رکھتا ہے، چند مسلمانوں نے زید سے ہر چند کہا کہ تو اپنا نکاح کرلے، زید نے جھوٹ کہا کہ میرا نکاح ہوچکا ہے میں اب نہ کروں گا، اور کسی کو اس کے نکاح کی خبر نہیں ہے، مسلمانوں نے کہا کہ تو مسلمان نہیں ہے جو شرعی حکم نہیں مانتا ہے زید نے جواب دیا کہ ہاں میں مسلمان نہیں ہوں لہذا سب مسلمانوں نے زید کو اپنی محفل سے اٹھادیا بعد چندے زید کہتا ہے کہ آپ میرا نکاح کردو لہذا سوال ہے کہ ازروئے شرع شریف زید کے واسطے کیا حکم ہے؟ والسلام

الجواب

وہ سب لوگ گنہگار ہوئے جنھوں نے اسے کہا کہ تو مسلمان نہیں اور جب وُہ ایک عورت کو بی بی کی

---

[1] القرآن الکریم ۱۳/ ۳۳

طرح گھر میں رکھتا اور کہتا تھا کہ میرا نکاح ہوچکا ہے تو اسے جھٹلانے کی کوئی وجہ نہ تھی، نہ ان لوگوں کو نکاح نہ معلوم ہونے سے نکاح نہ ہونا لازم تھا ان لوگوں نے اپنی نادانی سے برخلاف شرع اسے اتنا تنگ کیا کہ آخر شیطان نے اس سے کہلوادیا کہ ہاں وہ شخص مسلمان نہیں ہے، اس کہنے سے اس کا ایمان جاتا رہا اور نکاح اگر کیا بھی تھا باطل ہوگیا اب وہ پھر مسلمان ہو کر اس کے بعد عورت کی رضامندی سے اس سے نکاح کرے اور یہ سب لوگ بھی توبہ کریں جنھوں نے ناحق تنگ کرکے یہاں تک نوبت پہنچائی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۵ تا ۲۶۶: از شہر محلہ ذخیرہ مسجد نیاریان مسئولہ مولوی محمد افضل صاحب طالبعلم درجہ اول مدرسہ اہل سنت وجماعت ۱۱ محرم ۱۳۳۶ھ

(۱) عرض این ست کہ شخصے وعظ گفت کہ شہید را بر نبی پنج فضیلت زیادہ دارد حدیث بیان کرد راست ست یا نہ؟ بر امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ بسیار تجاوز بیان کرد کہ در مصنف ابی الشکور تکذیب شے کردہ یعنی سر بریدگان و بر لاش مبارک اسپ راندن و مستورات را بے پردہ بردن وغیرہ راست ست یا نہ؟ وگفتہ ابو الشکور در مصنف خود کہ یزید دوازدہ سردار خود را کشت کہ من شما امر نکردم بودم بقتل وے۔

(۱) عرض یہ ہے کہ ایک آدمی نے وعظ میں کہا شہید کو نبی پر پانچ درجے زیادہ فضیلت ہے، یہ بات درست ہے یا نہیں؟ امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے متعلق زیادتی کرتے ہوئے کہا کہ ابو الشکور کے مصنف میں ان کی تکذیب کی گئی ہے یعنی ان کے سر اور لاشے پر گھوڑے دوڑائے گئے، خواتین کو بے پردہ کیا گیا یہ درست ہے یا غلط؟ ابو الشکور نے اپنے مصنف میں یہ بھی بیان کیا کہ یزید نے اپنے بارہ سردار یہ کہتے ہوئے قتل کروادیئے کہ میں نے تمھیں قتل حسین کا حکم نہیں دیا تھا۔

www.alahazratnetwork.org

(۲) دیگر گفت کہ شہادت ناقص امام حسن را دادہ شد شہادت کاملہ امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ دادہ شد و رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شہید نشدہ وگفت در بیان این حدیث کہ بر حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شہید فضیلت دارد معاذ اللہ بواسطہ جناب راست ست یا نہ؟

(۲) دوسرے یہ کہا امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ کو شہادت ناقص اور امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کو شہادت کاملہ دی گئی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شہید نہیں اور اس نے اس حدیث کے بیان میں کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر شہید کو فضیلت ہے (معاذ اللہ) امام حسین کے واسطہ سے آپ بتائیں یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) غیرنبی را بر نبی تفضیل کفراست اگر فضل جزئی مراد دارد نیز بے ادب و بد زبان و بد خواہ مسلمانان و برہم زن دین و ایمان ست و تجاوز از حد ظلم ست و بغض او کفر و سائرش حرام، قال تعالیٰ ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ[1] وہمچوں مظالم ملعونہ غیر ثابتہ و ثابتہ از پہلوئے اہانت اہل بیت کرام راتہی نیست، فضائل و مناقب آنہا نشر باید نہ آنچنانکہ در شمار زبونان و خستگان و بیچارگاں باشند۔

کردم از عقل سوالے کہ بگو ایمان چیست
عقل در گوش دلم گفت کہ ایمان ادب است

و مارا با یزید و افعال و اقوال ظالمانہ و منافقانہ آں پلید کارے نیست، اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ و امثالہ۔

(۲) سخن اول بے ادبی و سخن آخر کفر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱) غیر نبی کو نبی پر فضیلت دینا کفر ہے اگر جزئی فضیلت مراد ہو تو یہ بے ادبی، بدزبانی اور مسلمانوں کی بدخواہی اور دین و ایمان کو جلانا ہے اور حد سے تجاوز کرنا ظلم ہے ان کا بغض و غیرہ کفر و حرام ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھا بیشک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ اسی طرح غیر ثابت مظالم ملعونہ اور ثابتہ مذکورہ اہلبیت کرام کی اہانت سے خالی نہیں، اہلبیت کے فضائل و مناقب کا بیان ہونا چاہئے نہ یہ کہ ان کو بیچارگاں اور بے سہارا اور خستہ حال ثابت کیا جائے،

میں نے عقل سے پوچھا بتاؤ ایمان کیا ہے
تو عقل نے میرے دل کے کان میں کہا
ایمان سراپا ادب ہے۔

اور ہمیں یزید پلید اور اس کے ظالمانہ افعال و اقوال سے کوئی سروکار نہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے اور اس کی امثال سے پناہ عطا فرمائے۔

(۲) پہلی بات بے ادبی اور دوسری کفر ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۶۷

خدا کو ہر جگہ حاضر کہنا کیسا ہے؟

الجواب

اللہ عزوجل جگہ سے پاک ہے، یہ لفظ بہت برے معنی کا احتمال رکھتا ہے اس سے احتراز

[1] القرآن الکریم ۶۵/۱

لازم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶: از ریاست بہاولپور مقام فرید آباد ڈاک خانہ غوث پور مرسلہ مولوی نور احمد صاحب فریدی
۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

ھوالحق بشرف ملاحظہ عالیہ عالی جناب حضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی مدظلہم العالی مجدد مائۃ حاضرہ، یا حضرت اقدس دام فیوضاتکم العالیہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بعد آداب نیازمندانہ بجالاکر عارض ہوں کہ اس جگہ در بارہ مسئلہ وحدۃ الوجود سماع علماء میں سخت اختلاف ہے، زید کہتا ہے مسئلہ وحدۃ الوجود حق ہے اور صحیح ہے جو انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیائے عظام علیہم الرضوان کا مشرب ہے اور سماع لاعلہ شرعًا درست ہے۔ ہر دو مسائل کا ثبوت کتب اسلامیہ سے موجود ہے، بکر اس کے برخلاف ہے اور فتوٰی دیتا ہے کہ مشرب وحدۃ الوجود والے تمام کافر ہیں اور سماع بلاتخصیص مطلق حرام ہے اور اس کا مرتکب معاذ اللہ ملعون و کافر ہے اور ہر دو مسائل کا ثبوت کسی کتاب اسلامی میں نہیں، فلہذا بکمال ادب معروض کہ بحوالہ کتب معتبرہ فتوائے خود سے امت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بزایسی جواب سرفرازی بخشیں کہ ان میں سے کون حق پر ہے اور کون کاذب تاکہ تشویش اور خطرہ ایمانی بین المسلمین نہ آئے، والاجر علی اللہ (اجر اللہ کے پاس ہے۔ ت)

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، یہاں تین چیزیں ہیں، توحید، وحدت، اتحاد۔ توحید مدار ایمان ہے اور اس میں شک کفر، اور وحدت وجود حق ہے، قرآن عظیم و احادیث و ارشادات اکابر دین سے ثابت، اور اس کے قائلوں کو کافر کہنا خود شنیع خبیث کلمہ کفر ہے۔ رہا اتحاد وہ بیشک زندقہ و الحاد اور اس کا قائل ضرور کافر۔ اتحاد یہ کہ یہ بھی خدا وہ بھی خدا سب خدا ؎

گر فرقِ مراتب نکنی زندیقی

(اگر تو فرقِ مراتب نہ کرے تو زندیق ہے۔ ت)

حاش للہ الٰہ الٰہ ہے اور عبد عبد، ہرگز نہ عبد الٰہ ہو سکتا ہے نہ الٰہ عبد۔ اور وحدت وجود یہ کہ وہ صرف موجود واحد، باقی سب ظلال و عکوس ہیں۔ قرآن کریم میں ہے،

کل شیئ ھالک الا وجھہ[1] ہر چیز فانی ہے سوائے اس کی ذات کے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۸/ ۸۸

41/41 صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابن ماجہ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، حضور اکرم فرماتے ہیں:

اصدق کلمۃ قالہا الشاعر کلمۃ لبید الا کل شیئ ما خلا اللہ باطل [1]

سب میں سچی زیادہ بات جو کسی شاعر نے کہی لبید کی بات ہے کہ سن لو اللہ عزوجل کے سوا ہر چیز اپنی ذات میں محض بے حقیقت ہے۔

کتب کثیرہ مفصلہ اصابہ نیز مستدرک میں ہے سواد بن قارب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی:

فاشہد ان اللہ لارب غیرہ وانك مامون علٰی کل غائب [2]

(میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالٰی کے سوا کوئی رب نہیں اور حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جمیع غیوب پر امین ہیں)

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا۔

اقول یہاں فرقے تین ہیں:

اول خشک اہل ظاہر کہ حق و حقیقت سے بے نصیب محض ہیں یہ وجود کو اللہ و مخلوق میں مشترک سمجھے ہیں۔

دوم اہل حق و حقیقت کہ بمعنی مذکور قائل وحدت وجود ہیں۔

سوم اہل زندقہ و ضلالت کہ الٰہ و مخلوق میں فرق کے منکر اور ہر شخص و شیئ کی الوہیت کے مقر ہیں ان کے خیال و اقوال اس تقریبی مثال سے روشن ہوں گے، ایک بادشاہ اعلٰی جاہ آئینہ خانہ میں جلوہ فرما ہے جس میں تمام مختلف اقسام و اوصاف کے آئینے نصب ہیں، آئینوں کا تجربہ کرنے والا جانتا ہے کہ ان میں ایک ہی شیئ کا عکس کس قدر مختلف طوروں پر متجلی ہوتا ہے، بعض میں صورت صاف نظر آتی ہے بعض میں دھندلی، کسی میں سیدھی کسی میں الٹی، ایک میں بڑی ایک میں چھوٹی، بعض میں پتلی بعض میں چوڑی، کسی میں خوشنما کسی میں بھونڈی، یہ اختلاف ان کی قابلیت کا ہوتا ہے ورنہ وہ صورت جس کا اس میں عکس ہے خود واحد ہے، ان میں جو حالتیں پیدا ہوئیں متجلی ان سے منزہ ہے، ان کے الٹے، بھونڈے، دھندلے ہونے سے اس میں کوئی قصور نہیں ہوتا وللہ المثل الاعلٰی [3] (اور اللہ کی شان سب سے بلند۔ ت)

---

[1] الجامع الصحیح للبخاری کتاب الادب باب مایجوز من الشعر والرجز قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۸

[2] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ قصہ اسلام سواد بن قارب دارالفکر بیروت ۳/ ۶۰۹

[3] القرآن الکریم ۱۶/ ۶۰

اب اس آئینہ خانے کو دیکھنے والے تین قسم ہوئے :

اوّل نا سمجھ بچے انھوں نے گمان کیا کہ جس طرح بادشاہ موجود ہے یہ سب عکس بھی موجود ہیں کہ یہ بھی تو ہمیں ایسے ہی نظر آ رہے ہیں جیسے وہ ، ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ اس کے تابع ہیں جب وہ اٹھتا ہے یہ سب کھڑے ہو جاتے ہیں ، وہ چلتا ہے یہ سب چلنے لگتے ہیں ، وہ بیٹھتا ہے یہ سب بیٹھ جاتے ہیں تو عین یہ بھی اور وہ بھی ، مگر وہ حاکم ہے یہ محکوم اور اپنی نادانی سے نہ سمجھا کر دیاں تو بادشاہ ہی بادشاہ ہے یہ سب اسی کے عکس ہیں ، اگر اس سے حجاب ہو جائے تو یہ سب صفحۂ ہستی سے معدوم محض ہو جائیں گے ، ہو کیا جائیں گے اب بھی تو حقیقی وجود سے کوئی حصہ ان میں نہیں حقیقۃً بادشاہ ہی موجود ہے باقی سب پرتو کی نمود ہے ۔

دوم اہل نظر و عقل کامل ، وہ اس حقیقت کو پہنچے اور اعتقاد بنائے کہ بیشک وجود ایک بادشاہ کے لئے ہے موجود ایک وہی ہے یہ سب ظل و عکس ہیں کہ اپنی حد ذات میں اصلاً وجود نہیں رکھتے اس تجلی سے قطع نظر کرکے دیکھو کہ پھر ان میں کچھ رہتا ہے ، حاشا عدم محض کے سوا کچھ نہیں ، اور جب یہ اپنی ذات میں معدوم و فانی ہیں اور بادشاہ موجود ، یہ اس نمود وجود میں اسی کے محتاج ہیں اور وہ سب سے غنی یہ ناقص ہیں ، وہ تام ، یہ ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں ، اور وہ سلطنت کا مالک یہ کوئی کمال نہیں رکھتے ۔ حیاۃ ، علم ، سمع ، بصر ، قدرت ، ارادہ ، کلام سب سے خالی ہیں اور وہ سب کا جامع ، تو یہ اس کا عین کیونکر ہو سکتے ہیں ، لاجرم یہ نہیں کہ یہ سب وہی ہیں بلکہ وہی وہ ہے اور یہ صرف اس تجلی کی نمود ، یہی حق و حقیقت ہے اور یہی وحدۃ الوجود ۔

سوم عقل کے اندھے سمجھ کے اوندھے ان ناسمجھ بچوں سے بھی گزر گئے ، انھوں نے دیکھا کہ جو صورت بادشاہ کی ہے وہی اُن کی ، جو حرکت وہ کرتا ہے یہ سب بھی ، تاج جیسا کہ اس کے سر پر ہے بعینہٖ ان کے سروں پر بھی ، انھوں نے عقل و دانش کو پیٹھ دے کر بکنا شروع کیا کہ یہ سب بادشاہ ہیں اور اپنی سفاہت سے وہ تمام عیوب و نقائص نقصان قوابل کے باعث ان میں تھے خود بادشاہ کو ان کا مورد کر دیا کہ جب یہ وہی ہیں تو ناقص ، عاجز ، محتاج ، اُلٹے ، بھونڈے ، بدنما ، دھندلے کا جو عین ہے قطعاً انھیں ذمائم سے متصف ہے تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا (ظالم جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند و بالا ہے) انسان عکس ڈالنے میں آئینے کا محتاج ہے اور وجود حقیقی احتیاج سے پاک وہاں جسے آئینہ کہئے وہ خود بھی ایک ظل ہے پھر آئینے میں انسان کی صرف سطح مقابل کا عکس پڑتا ہے جس میں انسان

کے صفات مثل کلام و سمع و بصر و علم و ارادہ و حیات سے اصلاً نام کو بھی کچھ نہیں آتا لیکن وجود حقیقی عزجلالہ کے تجلی نے اپنے بہت ظلال پر نفس ہستی کے سوا ان صفات کا بھی پرتو ڈالا یہ وجوہ اور بھی ان بچوں کی نافہمی اور ان اندھوں کی گمراہی کی باعث ہوئیں اور جن کو ہدایت حق ہوئی وہ سمجھ لئے کہ ؎

یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پرتو آں
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

(اس گھر میں ایک چراغ ہے اس کی روشنی سے ہر جا بارونق ہے۔ت)

انھوں نے ان صفات اور خود وجود کی دو قسمیں کیں، حقیقی، ذاتی کہ متجلی کے لئے خاص ہے، اور ظلی عطائی کہ ظلال کے لئے ہے اور حاشا یہ تقسیم اشتراک معنی بلکہ محض موافقت فی اللفظ، یہ ہے حق حقیقت و عین معرفت وللہ الحمد۔

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ لقد جاءت رسل ربنا بالحق صلی اللہ تعالٰی علیھم وعلٰی سیدھم ومولاھم وبارک وسلم۔

سب حمد اللہ تعالٰی کے لئے جس نے ہمیں اس کے لئے ہدایت دی جبکہ ہم خود راستہ پانے والے نہ تھے اگر اللہ تعالٰی ہماری رہنمائی نہ فرماتا، یقیناً ہمارے رب کے تمام رسول حق لائے، اللہ تعالٰی ان سب پر اور ان سب کے آقا و مولا پر رحمتیں اور برکتیں اور سلامتی نازل فرمائے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

سماع مجرد کہ جملہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو بلاشبہہ اہل کو مباح بلکہ مستحب ہے اس پر انکار ستر صدیقوں پر انکار ہے اور معاذ اللہ صدیقین کی تکفیر کرنے والا خود کفر اخبث کا سزاوار ہے، اس کی تفصیل فتاوٰی فقیر خصوصاً رسالہ اجل التحبیر میں ہے ہاں مزامیر شرعاً ناجائز ہیں، حضرت سلطان الاولیاء محبوب الٰہی نظام الحق والدین رضی اللہ تعالٰی عنہ فوائد الفواد شریف میں فرماتے ہیں: مزامیر حرام است[1] (مزامیر حرام ہیں۔ت) اور اہل اللہ کسی معصیت الٰہی کے اہل نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۶۹: از کھنڈل ضلع اکیاب ملک برہما مرسلہ محمد بدیع الرحمٰن ۲۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ

اندریں کہ شخصے عالمے را در اثنائے سخن بدیں گونہ دشنام داد کہ چہ ذکر علم تحصیل نمودی و چہ ذکر عالم ہستی پس سب علم و عالم معاً و اتصاف آں

ایک شخص نے دوران گفتگو عالم دین کو اس طرح گالی دی ہے تُو نے ذکر علم حاصل کیا ہے تو ذکر عالم ہے، اس نے علم اور عالم کو ذکر اور آلہ تناسل

---

[1] فوائد الفواد نظام الدین

با ذکر و آلہ تناسل توہینِ علومِ دین و بے شک عالمِ متین ست یا نہ، بر شتمِ اول بر شاتم موصوف چساں حکم حسبِ شرعِ محمدی عائد شود بیّنوا بالدلیل۔

سے متصف کیا، یہ علمِ دین و عالمِ متین کی توہین ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو شاتم پر شرعِ محمدی کا کیا حکم جاری ہوتا ہے؟ دلیل کے ساتھ بیان فرمائیں۔(ت)

الجواب

فقہائے کرام توہینِ عالم را کفر داشتہ اند، در مجمع الانہر ست: من قال للعالم عویلم علی وجہ الاستخفاف کفر[1]۔ آنجا اگر تاویل را راہی بود توہینِ علمِ دین خود کفرِ خالص است۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

فقہائے کرام نے عالم کی توہین کو کفر قرار دیا ہے، مجمع الانہر میں ہے اگر کسی نے توہین کی نیت سے عالم کو عویلم (گھٹیا عالم) کہا تو یہ کفر ہے، اگر یہاں تاویل کریں تو علمِ دین کی توہین خالصًا کفر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴۲ تا ۲۴۴ از کشمیر خاص محلہ رنگریزاں بخانہ منشی چراغ ابراہیم براستہ جہلم مرسلہ محمد یوسف صاحب ۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

(۱) کوئی شخص فقہ کا انکار کرے کہ میرا فقہ پر ایمان نہیں ہے تو کیا وہ مسلمان ہے یا کافر؟

(۲) اگر وعظ میں کوئی کہے کہ بعد خدا کے درجہ عالم کا ہے فقط، تو اس کا کیا حکم ہے؟

(۳) اگر کوئی یوں کہے کہ آدم علیہ السلام نے کپڑا بنا ہے اور داؤد علیہ السلام نے آہن گروں کا کام کیا ہے اور فلاں پیغمبر نے حجام کا کام کیا، تو اس میں کیا بے عزتی نبیوں کی ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) فقہ کا انکار قرآن مجید کا انکار ہے،

قال اللہ تعالٰی فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔(ت)

اور قرآن مجید کا انکار کفر ہے۔

(۲) اگر اس نے عالم سے مراد یہی عرفی علماء لئے جنھیں مولوی کہتے ہیں تو یہ کلمہ کفر ہوگا کہ اس میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر علماء کی تفضیل لازم آتی ہے اور اگر مطلق عالم مراد لیا کہ انبیاء

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل ان الفاظ الکفر انواع داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۹۵

[2] القرآن الکریم ۹/۱۲۲

علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی شامل ہے تمام عالم سے اعلیٰ و اعلم تو وہی ہیں، تو ضرور حق ہے اور جب بات محتمل ہے تو قائل پر کوئی حکم نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے قرائن کلام سے متعین نہ ہوتا ہو۔

(۳) حجام کا کام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف نسبت کرنا تو اس شخص کا افتراء ہے، آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کپڑا بننا سکھایا گیا، داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے لوہا نرم کیا گیا کہ وہ اس سے زرہیں بناتے، یہ بیان اگر اس نے محل توہین میں کیا تو کافر مرتد ہے اور اگر کسی محل صحیح میں نیت صحیح سے کہا تو حرج نہیں، اور اگر نہ کوئی نیت فاسدہ تھی نہ صحیحہ ویسے ہی بے معنی حکایات کے طور پر بیان کیا تو بے ادب ہے اور قابل تعزیر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۷۴ از شہر کہنہ محلہ قاضی ٹولہ مرسلہ حاجی سعد الدین صاحب ۳۰ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

تفضل حسین نے ایک جلسہ عام میں منبر پر بیٹھ کر یہ کہا کہ آج میں ایک ایسی بات بیان کرتا ہوں جو آج تک حاضرین جلسہ نے نہ سنی ہو کیونکہ کسی عالم اور کسی فقیر نے آج تک بیان نہیں کیا وہ بات یہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دولت خانے پر تشریف لائے آپ کی سوئی گر گئی تھی وہاں اندھیرا تھا اس کو وہ تلاش کر رہی تھیں تاریکی کی وجہ سے نہ ملتی تھی حضور نے تبسم فرمایا دندان اقدس کی روشنی سے وہ سوئی مل گئی، حضور نے خیال فرمایا کہ میرے دانت ایسے روشن ہیں کہ آج تک کسی کے ایسے نہ ہوئے اس تکبر کی وجہ سے حضور کا دندان اقدس جنگ احد میں شہید ہو گیا۔

(۲) حضور نبی اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات رات بھر کھڑے ہو کر عبادت کرتے تھے اس وجہ سے پاؤں شریف پر ورم آ گیا، کسی صاحب نے یہ عرض کیا کہ حضور پتھر آگ میں گرم کر کے سینکیں، حضور نے جس وقت پتھر آگ میں ڈالا اس نے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی حکم ہوا کہ ہم اس کا بدلہ تجھ کو دیں گے، ان الفاظ سے توہین ہوئی یا نہیں، اور ہوتی ہے تو کس حد تک۔ یہ دونوں روایتیں صحیح ہیں یا غلط؟ اس کے بیان کرنے والے کے لئے کیا حکم ہے اور سامعین پر اس کا گناہ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو وہ کس طرح اس گناہ سے بری ہوں؟

الجواب

پہلی روایت کہ تبسم فرمانے سے سوئی مل گئی، یہاں تک ٹھیک ہے، اس کے بعد جو اس بیان کرنے والے نے بڑھایا ہے وہ صریح کذب و افتراء ہے اور اس کے ساتھ جو اس نے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت معاذ اللہ تکبر کا لفظ کہا وہ صریح کفر ہے وہ ایمان سے نکل گیا اور اس کی عورت نکاح سے نکل گئی جیسے مجمع میں اس نے وہ ناپاک ملعون لفظ کہا اسے حکم ہے کہ ویسے ہی

مجمع میں توبہ کرے اور اسلام لائے، اگر نئے سرے سے مسلمان نہ ہو تو مسلمانوں کو اس سے سلام و کلام حرام، اس کے پاس بیٹھنا حرام، اس کی شادی غمی میں شریک ہونا حرام، بیمار پڑے تو اسے پُوچھنے جانا حرام، مرجائے تو اس کے جنازے پر جانا حرام، اُسے غسل و کفن دینا حرام، اس کے جنازہ کی نماز حرام، اسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا حرام، مرنے کے بعد اسے کچھ ثواب پہنچانا حرام، بلکہ اس کے کفر پر مطلع ہوکر جو کوئی اس کے ساتھ مسلمانوں کا سا کوئی معاملہ کرے گا اور اسے مسلمان جانے گا بلکہ اس کے کفر میں شک کرے گا وہ خود کافر ہوجائے گا۔ شفائے امام قاضی عیاض و بزازیہ و ذخیرۃ العقبٰی و مجمع الانہر و درمختار وغیرہا میں ہے:

من شك فی عذابه وکفرہ فقد کفر[1]۔ جس نے اس کے عذاب و کفر میں شک کیا وہ بھی کافر ہے۔ (ت)

(۲) اور وہ جو دوسری روایت پتھر کی اس نے بیان کی وہ بھی محض جھوٹ اور اس کا افترا ہے اور اگر توبہ نہ کرے تو وہ روایت اس پر جہنم کے پتھر برسائے گی وہ لوگ جو ایسے کو بیان کرنے کے لئے بٹھاتے ہیں اور اس کا بیان سُنتے ہیں سب سخت گنہگار ہیں اور اگر اس پہلی روایت کو سُن کر پسند کیا تو وہ پسند کرنے والے سب اس کی مثل کافر ہوگئے اور ان کی عورتیں نکاح سے نکل گئیں، ان پر توبہ فرض ہے، اور ہدایت اللہ کے ہاتھ، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵: از کٹک بخشی بازار مرسلہ داور علی خاں سہاوری ۸ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

ایک اشتہار بجنسہٖ روانہ خدمت کرتا ہوں اس میں ع۶ میں جو لکھا ہے اس سے مسلمانانِ کٹک بہت اُلجھن میں پڑگئے ہیں کیونکہ جس کتاب کے حوالے سے لکھا ہے وہ غیر مقلدین کی کتاب کا حوالہ ہے اس واسطے مکلف ہوں کہ اس کا جواب دیجئے تاکہ مسلمانانِ کٹک کی بے چینی دُور ہو۔

الجواب

ظاہراً مسلمانوں کی پریشانی کا باعث یہ ہے کہ اس قول کو صاحبِ اشتہار کی طرف سے سمجھے حالانکہ اس میں وہابیہ کا قول نقل کیا ہے، یہ قول وہابیہ کے پیشوا اسمٰعیل دہلوی کا ہے کہ اس نے تقویۃ الایمان میں لکھا اور شیطنت پر سخت شیطنت یہ کی کہ اس کلمۂ کفر کو خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف نسبت کیا کہ حضور فرماتے ہیں "میں بھی تمہاری طرح ایک دن مرکر مٹی میں ملنے والا ہوں[2]" رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین کا کلمہ اور پھر اسے خود حضور کی طرف نسبت کرنا دوہرا استحقاق عذاب نار ہے،

---

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

[2] تقویۃ الایمان الفصل الخامس فی رد الاشراک مطبع علمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص۴۲

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ان اللہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء، فنبی اللہ حی یرزق۔[1]

بیشک اللہ تعالٰی نے حرام کردیا ہے انبیاء کا بدن کھانا زمین پر، اللہ کے نبی زندہ ہیں روزی دیے جاتے ہیں۔

دوسری صحیح حدیث میں نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں،

الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون۔[2]

انبیاء اپنے مزاراتِ طیبہ میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہم وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۶ ازرادھن پور گجرات قریب احمد آباد مرسلہ حکیم محمد میاں صاحب ۷ جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ

(۱) ایک مولوی صاحب وعظ میں اس طرح کہتے تھے، "اللہ تعالٰی اپنے بندوں کو اپنے کلام پاک میں یوں ارشاد فرماتے ہیں" اور کبھی اس طرح کہتے تھے: "ارشاد فرماتا ہے"، کہیں تو اللہ فرماتے ہیں اور کہیں اللہ فرماتا ہے، ایسے کلام کے کہنے سے انسان پر کفر شرک تو لازم نہیں آتا یا آتا ہے، گناہ گار ہوتا ہے یا نہیں؟ اور کتابوں کے مصنف نے "اللہ فرماتے ہیں" کیوں نہیں لکھا؟ اور "فرماتا ہے" لکھا، کیا وجہ؟

www.alahazratnetwork.org

(۲) ابھی چند روز کی بات ہے کہ ایک شہر سے فتوے آئے ہیں اس میں کئی مہریں ہیں اس میں لکھا ہے کہ "بہشتی زیور" سے انکار کرنے والا کافر ہے، اس کی عورت بھی نکاح سے خارج ہوگئی، اقرار وانکار کرنے والے مسلمان ہی ہیں، مسلمانوں کو کافر کہنا جائز ہے؟ جنھوں نے مسلمانوں کو کافر کہا اسے کیا چاہئے؟

الجواب

(۱) اللہ عزوجل کو ضمائر مفرد سے یاد کرنا مناسب ہے کہ وہ واحد احد فرد وتر ہے اور تعظیماً ضمائر جمع میں بھی حرج نہیں، اس کی نظیر قرآنِ عظیم میں ضمائر متکلم ہیں تو صدہا جگہ ہے: (مثلاً)

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ بیشک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بیشک ہم خود

---

[1] سنن ابن ماجہ باب ذکر وفاتہ ودفنہ صلے اللہ علیہ وسلم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۹

[2] مجمع الزوائد باب ذکر الانبیاء علیہم السلام دار الکتاب بیروت ۸/ ۲۱۱

المطالب العالیہ حدیث ۳۴۵۲ توزیع عباس احمد الباز مکۃ المکرمۃ ۴/ ۲۶۹

لحٰفظون[1] اس کے نگہبان ہیں (ت)

اور ضمائرِ خطاب میں صرف ایک جگہ ہے وہ بھی کلام کافر سے کہ عرض کرے گا: رب ارجعون لعلّی اعمل صٰلحًا[2] (اے میرے رب مجھے واپس پھیر دیجئے شاید اب میں کچھ بھلائی کماؤں۔ت) اس میں علماء نے تاویل فرمادی کہ یہ ارجع کی جمع باعتبارِ تکرار ہے یعنی ارجع ارجع ارجع ۔ ہاں ضمائرِ غیبت میں بے ذکرِ مرجع صیغۂ جمع فارسی اور اردو میں بکثرت بلانکیر رائج ہیں ؎

آسماں بارِ امانت نتوانست کشید قرعۂ فال بنامِ من دیوانہ زدند

(آسمان امانت کا بوجھ نہ اٹھا سکا، قرعۂ فال مجھ دیوانے کے نام نکلا۔ت)

ع سعدیا روزِ اول جنگ بہ ترکاں دادند

(اے سعدی! روزِ اول سے جنگ ترکوں کو دے دی گئی ہے۔ت)

؎ ز روئے ماہ تاباں آفریدند ز قدت سروِ بستاں آفریدند

(تیرے چہرۂ اقدس سے روشن چاند پیدا ہوتے ہیں تیرے قدِ انور سے باغ کے سرو اُگتے ہیں۔ت)

www.alahazratnetwork.org

ایسی جگہ لوگ کارکنانِ قضاء وقدر کو مرجع بتاتے ہیں، بہرحال یُوں ہی کہنا مناسب ہے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے۔ مگر اس میں کفر وشرک کا حکم کسی طرح نہیں ہوسکتا، نہ گناہ ہی کہا جائے گا بلکہ خلافِ اولٰی۔

(۲) مسلمان کو کافر ٹھہرانا کفر ہے مگر اس کی کیا شکایت کہ بہشتی زیور کا مصنف اور اس کے ماننے والے وہی ہیں جن کو علمائے حرمین شریفین فرماچکے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے خود کافر ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰: از کھنوڑہ ضلع ہوشیار پور مرسلہ امجد علی خاں صاحب معرفت مولوی شفیع احمد صاحب بیسلپوری متعلم مدرسہ اہل سنت وجماعت ۱۲ جمادی الاخری ۱۳۳۶ھ

اگر کوئی شخص آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور کو بدلیل حدیث انا من نور اللہ (میں اللہ کے نور سے ہُوں۔ت) نورِ الٰہی کا جزء مانے اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب

یہ لفظ معنی فاسد کا موہم اور موہم سے بچنا واجب۔ ردالمحتار میں ہے:

---

[1] تذکرۃ الموضوعات باب فضل الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کتب خانہ مجیدیہ ملتان ص ۸۶

مجرد ایھام المعنی المحال کاف فی المنع[1] محض محال معنی کا وہم بھی ممانعت کے لئے کافی ہوتا ہے۔ (ت)

نور کا اطلاق نفسِ ذات پر بھی ہے،

اللّٰہ نور السمٰوٰت والارض[2]۔ اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔ (ت)

بلکہ حقیقۃً نور وہی ہے،

فان النور ھو الظاھر بنفسہ والمظھر لغیرہ کما قال الامام حجۃ الاسلام الغزالی۔ کیونکہ نور بنفسہ ظاہر اور غیر کو ظاہر کرنے والا ہے جیسا کہ امام حجۃ الاسلام غزالی نے کہا (ت)

اور حقیقت لغویہ وعرفیہ میں روشنی کو کہتے ہیں وہ ایک عرض اور مخلوق ہے قالہ الامام النووی فی شرح صحیح مسلم (یہ بات امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں کہی ہے۔ ت) معنیٰ اول پر جزئیت محال اور اس کا ماننا کفر، اور معنیٰ دوم پر جزئیت واقع، اور اس کا ماننا صحیح، لہٰذا ایسے لفظ کے یوں مطلقاً اطلاق سے احتراز چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۹: از کوہ المورڑہ بانس گلی مرسلہ کرم بخش عرف بھرا ۱۹ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

ہولی کے موقع پر سر بازار مخصوص مسلمانوں کی دکانوں کے روبرو ٹھہر ٹھہر کے ہنود نے ایسے شرمناک الفاظ میں حملہ کیا ایک گیت گایا جس میں مذمت کلام پاک اور توہین خدا و رسول صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تھی، وہ الفاظ یہ ہیں، گیت، مسلمانوں کی لڑکیاں پڑھنے بیٹھیں قرآن، اللہ مارے ...عہ۱... رسول مارے ...عہ۲... ان الفاظ کو مسلمانان المورڑہ سن کر بذریعہ کچہری چارہ جوئی نہ کریں بلکہ ہنود کے معافی چاہنے پر معافی دینے کو آمادہ ہوجائیں تو شرع کا کیا حکم ہے؟ آیا مسلمان مواخذہ دار ہوں گے یا نہیں؟

الجواب

الا لعنۃ اللّٰہ علی الظٰلمین[3] (سنو، ظالموں پر اللہ کی لعنت۔ ت) وہ بے عزت لوگ شاید

عہ۱ وعہ۲ یہاں فحش الفاظ تھے۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۵۳
[2] القرآن الکریم ۲۴/ ۳۵
[3] ؍؍ ۱۱/ ۱۸

مسلمان ہی نہ ہوں گے، جنھوں نے اللہ واحد قہار اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں ایسے ناپاک ملعون الفاظ سُنے اور کچھ پروا نہ کی ملعون گانے والے کافروں اور خبیث سُننے والوں کی ضرور ملی بھگت ہوگی وہ خوب جانتے ہوں گے کہ یہ باطن میں کافر اور ان کے دینی بھائی اور انھیں کی طرح ہولی کی آگ میں دینی حمیت اور انسانی غیرت دونوں پھونکے بیٹھے ہیں جب قرآن کے سامنے بے دغدغہ اللہ ورسول کو برسرِ بازار گالیاں دیں اور ان کے ساتھ بے غیرتوں کی بیٹیوں کو کیا کیا بکھانیں، الا لعنۃ اللّٰہ علی الظّٰلمینؕ[1] (سنو، ظالموں پر اللہ کی لعنت۔ ت) یہ بے عزت اگر واقع میں مسلمان نہیں ہیں تو انھیں جہنم میں جانے دیں' وہاں اور جو مسلمان ہیں ان پر لازم ہے کہ جائز چارہ جوئی انتہا کو پہنچائیں' ورنہ اعداء اللہ کو اور شہ ہوگی اور اللہ و رسول کو اور زیادہ گالیاں دی جائیں گی اور اس کا وبال ان سب خاموش رہنے والوں پر پڑے گا، الا لعنۃ اللّٰہ علی الظّٰلمینؕ[2]، اللہ و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقط چند بے غیرتوں کے نہیں کہ ان کے معافی دینے سے معافی ہوجائے اس میں ہر مسلمان مدعی ہے، امام قاضی عیاض شفا شریف میں امام اجل،

(نوٹ: جواب نامکمل دستیاب ہوا)

مسئلہ ۲۸۰ تا ۲۸۵: از خیر آباد محلہ شیخ سرائے ضلع سیتاپور مرسلہ افتیاز علی صاحب ۴ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و ہندہ دونوں مسلمان حنفی المذہب زن و شوہر، ہندہ جاہل بیوقوف اور بدمزاج ہے، زید اپنی معمولی ضرورت بھر پڑھا لکھا ہے اور اپنے مذہب کا پابند ہے، ہندہ کی بیوقوفی سے زید کچھ ناخوش ہوا اس پر ہندہ تُندمزاج ہوگئی، حالتِ تکرار میں غصہ سے زید نے ہندہ سے یہ کہا کہ میں نے تم کو بارہا نصیحت کی کچھ سُودمند نہ ہُوا اور پھر فضیحت اپنی اور تمھاری لوگوں میں کی، اس کی بھی تم نے پرواہ نہ کی' اب درجہ اذیت کا باقی ہے جو میں تم کو دے سکتا ہوں اور یہ شریعت کی تعلیم ہے گو اذیت دینے کو طبیعت نہیں چاہتی اور اس کے بعد اگر راہ پر نہ آؤ گی پھر مجبوراً مجھ کو اخیر درجہ کا جو حکم ہے اس کی تعمیل کرنا ہوگی' اگر تم کو میرے ساتھ رہنا منظور نہیں ہے تو تم آزادی حاصل کرسکتی ہو اور میں تم کو آزاد کرسکتا ہوں اس کے بعد جو میرا جی چاہے گا میں کروں گا اور جو تمھارا جی چاہے تم کرنا' اور یہ کوئی ایسی بات نہیں کیونکہ شریعت کا یہ صاف حکم ہے کہ جب کسی طرح نباہ کی شکل نہ ہو تو آزادی ہونا چاہئے۔ اس پر ہندہ نے غصہ میں یہ کہا کہ "چولھے میں جائے ایسی شریعت" یا "مری پڑے ایسی شریعت پر"۔

(۱) اس فقرہ کے جاری کرنے سے عورت کس جرم یا گناہ کی مرتکب ہُوئی اور اس کا دفعیہ کیا ہے؟

---

[1] و [2] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۸

(۲) ایسے الفاظ کہنے سے عورت پر ارتداد کا حکم تو نہیں ہوتا ہے؟

(۳) اگر ارتداد کا حکم عائد ہوتا ہے تو نکاح ہندہ اور زید میں کوئی نقصان ہے یا نہیں؟

(۴) اگر اس فعل سے نکاح میں کچھ نقصان ہوا اور شوہر نے جماع کیا تو یہ فعل کیا ہوا؟

(۵) اگر ایسی صورت میں جماع کیا اور حمل قرار پاگیا تو اولاد کیا کہلاوے گی، حلالی یا حرامی؟

(۶) اور اگر کوئی حکم الفاظ بالا کی وجہ سے عورت کے خلاف ہے اور اس نکاح میں کچھ نقصان نہیں تو اس کا دفیعہ کیا ہے؟

الجواب

ہندہ مرتدہ کافرہ ہوگئی، شوہر پر حرام ہوگئی، جب تک توبہ کرکے اسلام نہ لائے اس سے جماع حرام ہے، اس جماع سے جو اولاد ہوگی ولد الحرام ہوگی اگرچہ ولد الزنا نہ کہیں، ہندہ پر فرض ہے کہ اس ملعون ناپاک لفظ سے توبہ کرے اور از سرِ نو مسلمان ہو، اس کے بعد زید دو گواہوں کے سامنے اس سے دوبارہ نکاح کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۸۶ از شہر کہنہ محلہ سہسوانی ٹولہ مسئولہ محمد یامین صاحب ۱۹ شوال ۱۳۳۷ھ

کافر کو کافر کہنا چاہئے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ نہیں کہنا چاہئے اس لئے کہ شاید مرتے وقت حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر ایمان لائے، زید اگر باز نہ آئے تو اس سے سلام علیک جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

کافر کو ضرور کافر کہا جائے گا، زید کا خیال غلط ہے جہالت پر مبنی ہے اسے سمجھایا جائے اگر نہ مانے تو قابلِ ترک ہے پھر اس سے سلام علیک نہ کی جائے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۲۸۷ از موضع موہن پور ڈاکخانہ دیورنیاں ضلع بریلی مرسلہ نور محمد نوربافت ۱۲ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت منکوحہ کو اسی روز اس کے خاوند نے طلاق دی اور اسی روز قاضی صاحب نے اس کا نکاح دوسرے شخص کے ساتھ پڑھا دیا قاضی مذکور سے کہا گیا کہ یہ نکاح ناجائز ہے کیونکہ اس میں عدت کی ضرورت ہے، انھوں نے کہا کچھ ضرورت نہیں ہے، ان سے دریافت کیا گیا کہ آپنے کتنے نکاح ایسے پڑھائے ہونگے انھوں نے کہا کہ سیکڑوں نکاح ہم نے ایسے ہی پڑھائے ہیں، حالانکہ وہ عورت بالغ تھی اور اپنے شوہر کے یہاں آتی جاتی اور رہتی تھی اس حالت میں وہ نکاح جائز ہوا یا نہیں اور نکاح پڑھانے والے پر شریعت کا حکم کیا ہے؟ اس شخص کا نکاح پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور ان قاضی صاحب کا بھی نکاح رہا یا نہیں؟

www.alahazratnetwork.org

الجواب

وہ نکاح حرام قطعی ہوا اور اس میں قربت زنائے خالص ہے، ان مرد و عورت پر فرض ہے کہ فوراً فوراً جُدا ہوجائیں، اور عورت پر فرض ہے کہ عدت پوری کرے اس کے بعد نکاح کرسکتی ہے، قاضی جو مدت سے نکاح خوانی کررہا ہے نرا وحشی جنگلی نہیں ہوسکتا، جو مسئلہ عدت سے آگاہ نہ ہو اس حالت میں اس کا کہنا کہ "عدت کی کچھ ضرورت نہیں" کفر ہے اس کی عورت نکاح سے نکل گئی اور وہ ایمان سے خارج ہوگیا، اس پر فرض ہے کہ توبہ کرے اور مسلمان ہو، اس کے بعد اس کی عورت راضی ہو تو اس سے دوبارہ نکاح کرے، ایسے شخص سے نکاح ہرگز نہ پڑھوایا جائے۔ واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ ۲۰۸ از شہر بریلی کہنہ محلہ گھیر جعفر صاحب مسئولہ اقبال رسول صاحب ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک مرتبہ کسی جگہ بسم اللہ شریف میں گیا اور وہاں سے جب واپس آیا تو اس کو اپنے دوست عمرو کے گھر جانے کا اتفاق ہوا، عمرو نے دریافت کیا کہ کہاں گئے تھے؟ زید نے صاف کہہ دیا کہ مجھ کو بسم اللہ شریف میں جانے کا اتفاق ہوا، دوسرے دن زید شہر کو کپڑا وغیرہ خریدنے گیا لوٹتے ہوئے جب عمرو کے مکان پر سے گزرا تو عمرو نے بطور مذاق کے دریافت کیا کہ بسم اللہ میں گئے تھے؟ چونکہ زید تھکا ہوا تھا گرمی زیادہ پڑ رہی تھی کچھ ہوش و حواس بجا نہ تھے غلطی سے بے ساختہ اس کی زبان سے یہ کلمہ نکل گیا کہ نعوذ باللہ "ستر پڑگئی بسم اللہ، تمھیں ہر وقت مذاق ہی رہتا ہے" بعدہٗ زید اتنا کہہ کر بہت شرمندہ ہوا اور اس نے توبہ کرلی، مگر پھر بھی وہ لوگ اس کو کافر کہنے لگے انھوں نے تمام لوگوں کو مجبور کرکے کہلوایا کہ یہ کافر ہے، حالانکہ اس نے صدقِ دل سے توبہ کرلی، اب اگر اور کوئی طریقہ توبہ کرنے کا ہے وہ تحریر کردیجئے اور ان لوگوں کی بابت تحریر کیجئے کہ وہ کس حالت میں ہیں جو کہ ایک مسلمان کو توبہ کرنے کے بعد بھی کافر کہیں، زید کی مراد لفظ بسم اللہ سے نہ تھی بلکہ اس رسم سے جس میں لوگ بطور شادی وغیرہ کے جمع ہوجاتے ہیں۔

الجواب

اس میں زید نے بُرا کیا بہت بُرا کیا اس پر توبہ فرض تھی وہ اس نے کرلی، اس کے بعد جو لوگ اسے کافر کہتے ہیں سخت سخت اشد اشد گنہگار و مستحقِ عذابِ نار ہوتے ہیں، ڈریں ڈریں کہ کہیں خود کفر میں نہ پڑیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من عیّر اخاہ بذنب لم یمت حتی یعملہ[1]، یعنی جو کسی مسلمان بھائی کو توبہ کے بعد اس گناہ کا طعنہ دے

---

[1] جامع ترمذی ابواب صفۃ القیامۃ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۳

رواہ الترمذی عن معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ وحسنہ، ای ذنب قد تاب منہ[1] کما فی روایۃ ذکرھا فی الشرعۃ قالہ فی الحدیقۃ الندیۃ۔

وہ نہ مرے گا جب تک خود اس گناہ کا مرتکب نہ ہو۔ اسے ترمذی نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور اسے حسن کہا ۔۔۔ یہاں وہ گناہ مراد ہے جس سے توبہ کرلی گئی ہو، جیسا کہ شرعۃ میں مذکورہ روایت میں ہے اسے حدیقۃ الندیۃ میں بیان فرمایا گیا ہے۔ (ت)

والعیاذ باللہ تعالٰی ھذا فی الذنب فکیف بالاکفار ومالہ من قرار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

العیاذ باللہ تعالٰی یہ محض گناہ کے بارے میں ہے جس نے کسی کی بغیر ثبوت کے تکفیر کردی اس کا کیا بنے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۸۹: مسئولہ مولوی حشمت اللہ صاحب سُنّی حنفی قادری رضوی لکھنوی ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کثرہم اللہ تعالٰی ونصرہم وابدہم وایدہم اس مسئلہ میں کہ سُنّیوں کے محلہ میں ایک قادیانی آکر بسا، زید سُنّی نے مردوں عورتوں کو اس کے گھر میں جانے اس سے خلا ملا میل جول حقہ بجرہ رکھنے سے منع کیا، ہندہ جس کے مٹے وغیرہ سلسلۂ عالیہ قادریہ میں بیعت ہیں اس نے کہا کہ بڑے نمازیئے پڑھنے کے مُلّا ہوگئے ہم عذاب ہی بھگت لیں گے، اس بیچارے قادیانی کو دق کررکھا ہے تو اب ہندہ کا کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماکر اجر پائیے۔ ت)

www.alahazratnetwork.org

الجواب

ہندہ نماز کی تحقیر کرنے، عذابِ الٰہی کو ہلکا ٹھہرانے اور قادیانی کو اس فعلِ مسلمانان سے مظلوم جاننے اور اس سے میل جول چھوڑنے کو ظلم وناحق سمجھنے کے سبب اسلام سے خارج ہوگئی اپنے شوہر پر حرام ہوگئی جب تک نئے سرے سے مسلمان ہوکر اپنے ان کلمات سے توبہ نہ کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۰: از رامہ تحصیل گوجرخاں ضلع راولپنڈی مرسلہ تاج الدین امام مسجد ۱۶ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بدمذہب کہتا ہے کہ نور حضرت کا غیر مخلوق ہے۔

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نور یقیناً مخلوقِ الٰہی ہے، مصنف عبدالرزاق میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ ۶۰ افواع میں سے نوع ۱۲ الطعن والتعییر مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۴۰

یا جابر ان اللّٰه خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ [1] (الحدیث)

اے جابر! بیشک اللہ تعالیٰ نے تمام جہان سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔

جو حضور کے نور کو غیر مخلوق کہے منکرِ قرآنِ عظیم ہے،

قال اللّٰه تعالٰی خالق کل شیئ فاعبدوہ [2] واللّٰه تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالیٰ کا فرمانِ مبارک ہے، وہ ہر شَی کا خالق ہے تو اسی کی عبادت کرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۹۱ از گونا سنٹرل انڈیا ریاست گوالیار مرسلہ محمد صدیق سیکرٹری انجمن اسلامیہ ۱۷ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ٹونٹکے کراتا ہے بکرا بطور صدقہ مریض کے سرہانے بندھاتا ہے اور مریض کو سوار کراتا ہے (اگر وہ کمسن ہو) پھر اس بکرے کو دفن کراتا ہے اور وہ اس کو ضروری خیال کرتا ہے اور اس پر عامل ہو اور پتلا بنواوے اور مرغا گڑواوے اور سیندور وغیرہ لگوائے جو طریقہ سحر سے ہے، آیا زید مبتلائے شرک ہے یا نہیں؟ اور اس پر توبہ اور تجدید نکاح لازم ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کو اہلِ اسلام کو امام اپنا بنانا چاہئے یا نہیں؟ اور اگر مسلمانوں سے کہا جاوے کہ ایسے شخص پر زجر کرنا چاہئے اس کو کم از کم امامت سے معزول کردو اور چند ان پڑھ مسلمان یہ کہیں کہ ہم تو زید پر ایمان لائے ہیں، تو یہ کیسا ہے؟ اگر زید کے مراسم نیلام کنندہ شراب سے ہوں جو پارسی ہے اور آمدنی شراب سے وہ روپے دیتا ہو اور زید اسے بلاکراہت نہایت خوشی سے خرچ میں لاتا ہو اور اس نیلام کار شراب کے یہاں سے کھانا آتا ہو جو آمدنی شراب سے ہے اور زید بخوشی اسے کھاتا ہو تو زید کو امامت سے معزول کردینا مسلمانوں کے لئے امرِ مستحسن ہے یا نہیں؟ اور جو ان پڑھ لوگ اس کے امام رہنے پر اصرار کریں ان کی بابت کیا حکم ہے؟

الجواب

بکرا دفن کرنا اور مرغا گاڑنا اور اسے صدقہ سمجھنا اور خصوصاً ضروری جاننا اور پتلا بنوانا یہ سب افعال شیاطین وساحرانِ ملعونین ہیں ان کے ساتھ اگر کوئی قول یا فعل یا اعتقاد کفری ہو تو ضرور کفر ہے ورنہ

---

[1] المواہب اللدنیہ بحوالہ عبدالرزاق اول المخلوقات المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۷۱

[2] القرآن الکریم ۶/ ۱۰۲

کبیرہ اور سخت کبیرہ اور فاعل فاسق اور عذابِ نار کا مستحق اور امامت کا محض نالائق، اسے معزول کرنا واجب اور اس کے پیچھے نماز ممنوع وگناہ اور اس کا پھیرنا لازم، اور جو اس پر اس کی حمایت کرتے ہیں مورد عذاب ومستحق عقاب ہوتے ہیں خصوصاً وہ کہنے والے کہ ہم تو زید پر ایمان لائے ہیں انھیں تجدیدِ اسلام ونکاح چاہئے اور زید کو بھی جبکہ قولاً یا فعلاً کوئی کفر صریح اس سے ثابت نہ ہو ورنہ خود ہی اس کا نکاح باطل اور اسلام زائل، والعیاذ باللہ، کافر سے دوستانہ رکھنا مسلمان کو شایاں نہیں،

قال اللہ تعالٰی یٰایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیھم بالمودۃ وقد کفروا بما جاء کم من الحق۔[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا، اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم انھیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی سے حالانکہ وہ منکر ہیں اس حق کے جو تمھارے پاس آیا۔ (ت)

شراب کی آمدنی کہ کافر کے پاس ہے اس کا وہ حکم نہیں جو مسلم کے پاس ہونے کا ہے۔ کافر کہ بخوشی اپنے مال سے مسلمان کو دیتا ہے مسلمان کو اس کے لینے میں حرج نہیں، اور آمدنی سے خریدے ہوئے کھانے میں تو اور توسیع ہے کہ مسلمان کے یہاں بھی جب تک عقد ونقد دونوں حرام زر پر جمع نہ ہوں اس کی خباثت شئی مشتری کی طرف سرایت نہیں کرتی۔ کما ھو مذھب الامام الکرخی المفتی بہ (جیسا کہ امام کرخی کا مذہب اور مفتی بہ قول ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۹۲: از کانپور محلہ فیل خانہ قدیم مرسلہ مولانا مولوی سید محمد آصف صاحب ۲۸ صفر ۱۳۳۸ھ

قبلہ کونین وکعبہ دارین دامت فیوضہم بعد تسلیمات فدویانہ التماس ایں کہ کتاب ارشاد رحمانی تصنیف مولوی محمد علی سابق ناظم ندوہ جن کے بابت ان کے ایک پیر بھائی نے مجھ سے کہا کہ وہ اب سابق افعال وکوشش متعلق ندوہ سے تائب ہوگئے ہیں واللہ تعالٰی اعلم، حالات مولانا فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں لکھا ہے کہ بخاری شریف کے سبق میں حضرت سلیمان علٰی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام کے ذکر پر احمد میاں نے کہا کہ کرشن کے سولہ ہزار گوپیاں تھیں، اس پر مولانا مرحوم نے فرمایا کہ یہ لوگ مسلمان تھے اور مصنف نے ان کے بعد لکھا ہے کہ مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ کسی مردے کے کفر پر تاوقتیکہ ثبوت شرعی نہ ہو حکم نہ لگانا چاہئے، اور اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے کہ لکل قوم ھاد[2] (ہر قوم کے لئے ہادی ہے۔ ت) اس تقدیر پر ہوسکتا ہے کہ

---

[1] القرآن الکریم ۶۰/۱
[2] القرآن الکریم ۱۳/۷

رام چندر اور کرشن ولی یا نبی ہوں، لہٰذا خدوی مکلف خدمت فیض درجت ہے کہ حضرت مرزا مظہر جانجاناں 42
صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کسی مکتوب وغیرہ میں یہ لکھا ہے اور حضور نے ملاحظہ فرمایا ہے، قول مذکور
رام چندر و کرشن مرزا صاحب نے کسی شخص کے خواب کی تعبیر میں فرمایا ہے یہ بھی اس کتاب میں مرقوم
ہے فقط۔

الجواب

مولوی محمد علی صاحب نہ خیالاتِ سابقہ سے تائب ہوئے نہ اس حکایت کی کچھ اصل جو مولانا فضل الرحمٰن کی طرف منسوب ہوئی، نہ یہ بات جناب مرزا صاحب نے کسی خواب کی تعبیر میں کہی بلکہ کسی خط کے جواب میں ایک مکتوب لکھا ہے اس میں ہندوؤں کے دین کو محض بربنائے ظن وتخمین دینِ سماوی گمان کرنے کی ضرور کوشش فرمائی ہے بلکہ معارف و مکاشفات و علوم عقلی و نقلی میں ان کا یدِطولیٰ مانا ہے بلکہ ان کی بت پرستی کو شرک سے منزّہ اور صوفیۂ کرام کے تصورِ برزخ کے مثل مانا ہے اور بحکم لکل امۃ رسول [1] (ہر امت کے لئے رسول ہے۔ ت) ہندوستان میں بھی بعثتِ انبیاء ہونا اور ان کے بزرگوں کا مرتبۂ کمال وتکمیل رکھنا لکھا ہے، مگر رام یا کرشن کا نام نہیں بایں ہمہ فرمایا ہے:

درشان آنہا سکوت اولیٰ ست نہ مارا جزم بکفرو هلاک اتباع آنہا لازم ست و نہ یقین بہ نجات آنہا برما واجب و مادہ حسنِ ظن متحقق ست [2]

ان کے بارے میں سکوت اولیٰ ہے ہم پر ان کے کفر اور ان کے اتباع کا ہلاک ہونا ماننا لازم نہیں اور نہ ان کی نجات پر یقین لازم ہے البتہ حسنِ ظن متحقق ہے (ت)

یہ اس تمام مکتوب کا خلاصہ ہے ان فقرات کا حال قبل اظہار خود آشکار، اگر یہ مکتوب مرزا صاحب کا ہے اور اگر ان کا بے دلیل فرمانا سند میں پیش کیا جاسکتا ہے تو ان سے بدرجہا اقدم و اعلم حضرت زبدۃ العارفین سیدنا میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ السامی سبع سنابل شریف میں کہ بارگاہِ رسالت میں پیش اور سرکار کو مقبول ہوچکی، ص ۱۰۰ میں فرماتے ہیں:

مخدوم شیخ ابوالفتح جون پوری را در ماہ ربیع الاول بجہت عرس رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام

مخدوم شیخ ابوالفتح جون پوری کو ماہ ربیع الاول میں حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/۴۷

[2] مکتوبات مرزا مظہر از کلمات طیبات مکتوب ۱۴ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۷

از وہ جا استدعا آمد کہ بعد از نماز پیشیں حاضر شوند ہر دہ استدعا قبول کردند حاضراں پرسیدند اے مخدوم ہر دہ استدعا قبول فرمودید وہر جا بعد از نماز پیشیں حاضر باید شد چگونہ میسر خواہد آمد فرمود کشن کہ کافر بود چند صد جا حاضر می شد اگر ابوالفتح دہ جا حاضر شود چہ عجب۔[1]

میلاد مبارک میں دس مقامات سے دعوت شرکت دی گئی کہ نماز ظہر کے بعد تشریف لائیں آپ نے تمام کی استدعا قبول کرلی، حاضرین نے آپ سے پوچھا اے مخدوم ما! آپ نے ہر جگہ نماز ظہر کے بعد دعوت قبول فرمائی ہے تو ہر جگہ بعد از نماز ظہر جانا کیسے ہوگا، فرمایا: کشن جو کافر تھا وہ کئی سو جگہ حاضر ہوسکتا ہے اگر ابوالفتح دس جگہ حاضر ہوگا تو کیا عجب! (ت)

بات یہ ہے کہ نبوت و رسالت میں اوہام و تخمین کو دخل حاصل نہیں اللہ اعلم حیث یجعل رسلتہ[2] (اللہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کہاں رکھتا ہے۔ت) اللہ و رسول نے جن کو تفصیلاً نبی بتایا ہم ان پر تفصیلاً ایمان لائے اور باقی تمام انبیاء اللہ پر اجمالاً لکل امۃ رسول[3] (ہر امت کے لئے رسول ہے۔ت) اسے مستلزم نہیں کہ ہر رسول کو ہم جانیں یا نہ جانیں تو خواہی نخواہی اندھے کی لاٹھی سے ٹٹولیں کہ شاید یہ ہو شاید یہ ہو، کاہے کے لئے ٹٹولنا اور کاہے کے لئے شاید، اٰمنا باللہ ورسلہ (ہم اللہ تعالٰی اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔ت) ہزاروں امتوں کا ہمیں نام و مقام تک معلوم نہیں وقرونا بین ذٰلک کثیرا[4] (اور ان کے بیچ میں بہت سی سنگتیں ہیں۔ت) قرآن عظیم یا حدیث کریم میں رام و کرشن کا ذکر تک نہیں ان کے نفس وجود پر سوائے تواتر ہنود ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں کہ یہ واقع میں کچھ اشخاص تھے بھی یا محض انیاب اغوال و رجال بوستان خیال کی طرح اوہام تراشیدہ ہیں، تواتر ہنود اگر حجت نہیں تو ان کا وجود ہی نا ثابت، اور اگر حجت ہے تو اسی تواتر سے ان کا فسق و فجور و لہو و لعب ثابت، پھر کیا معنی کہ وجود کے لئے تواتر ہنود مقبول اور احوال کے لئے مردود مانا جائے اور انھیں کامل و مکمل بلکہ ظناً معاذ اللہ انبیاء و رسل جانا مانا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۴: از رائے پور ممالک متوسط گول بازار مرسلہ مرزا محمد اسمٰعیل بیگ ۲۹ صفر ۱۳۳۸ھ

مندرجہ ذیل مکالمہ اس غرض سے علمائے دین کی خدمت اقدس میں ارسال ہے کہ از راہ کرم

---

[1] سبع سنابل حکایت مخدوم شیخ ابوالفتح جونپوری مکتبہ قادریہ لاہور ص ۱۷۰

[2] القرآن الکریم ۶/ ۱۲۴

[3] القرآن الکریم ۱۰/ ۴۷

[4] " " ۲۵/ ۳۸

جلد تر اس کا جواب دیں کہ قولِ اصح کس کا ہے اور اس کے دلائل کیا ہیں ؛ اللہ تعالٰی آپ حضرات کو اہلِ سنت وجماعت کا مقتدٰی بنائے رکھے آمین ثم آمین ، بینوا توجروا۔

(۱) زید کا قول یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمارے مثل ایک بشر تھے کیونکہ قرآن عظیم میں ارشاد ہے کہ قل انما انا بشر مثلکم[1] (تم فرماؤ کہ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں ۔ ت) اور خصائص بشریت بھی حضور انور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم میں بلاشبہہ موجود تھے ، کیا کھانا پینا جماع کرنا بیٹا ہونا باپ ہونا کفو ہونا سونا وغیرہ امور خواص بشریت سے نہیں ہیں جو حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں بلاشبہہ موجود تھے ، ہاں اگر کوئی بشریت کی بناء پر حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مساوات کا دعوٰی کرنے لگے تو یہ نالائق حرکت ہے لیکن اس کا کون قائل ہوسکتا ہے سوائے صوفیائے مغلوبین کے کہ وہ بعض مقام پر پہنچ کر غلبۂ سکر کی وجہ سے اپنی رفعت کا دم بھرنے لگتے ہیں جیسا کہ عارف بسطامی سے منقول ہے کہ ؛

لوائی ارفع من لواءِ محمد[2] (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) میرا جھنڈا حضرت محمد (صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم) کے جھنڈے سے بلند ہوگا ۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

(۲) عمرو کہتا ہے کہ حضورِ انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بشریت ہمارے مثل نہ تھی بلکہ اقوالِ بزرگان وپیشوایانِ امت سے ثابت ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم را سہ صورت است ؛ یکے بشری ، قولہ تعالٰی انما انا بشر مثلکم[3] (فرمان خداوندی ہے ، میں تم جیسا بشر ہوں ۔ ت)

دوم ملکی ، چنانچہ فرمودہ است ؛

انی لست کاحدکم انی ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی[4] میں تمہاری طرح نہیں ہوں میں اپنے رب کے ہاں رات بسر کرتا ہوں وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے ۔ (ت)

سوم حقی ، کما قال (جیسا کہ حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ۔ ت) ؛

---

[1] القرآن الکریم ۱۸/ ۱۱۰

[2] تذکرۃ الاولیاء باب ۱۴ ذکر بایزید بسطامی مطبع اسلامیہ سٹیم پریس لاہور ص ۱۱۲

[3] القرآن الکریم ۱۸/ ۱۱۰

[4] مسند امام احمد بن حنبل از مسند ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ دارالفکر بیروت ۲/ ۲۵۳-۲۴۴

لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُ فِیْہِ مَلَكٌ مُّقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ[1]

میرے واسطے اللہ کے ساتھ ایک وقت ہے کہ نہیں گنجائش رکھتا ہے اُس وقت میں میرے ساتھ کوئی مقرب فرشتہ نہ کوئی نبی بھیجا ہوا۔(ت)

اور کھانا پینا سونا جاگنا جو خصائص بشریت حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں، اس بنا پر اپنے مثل سمجھنا جیسا کہ کفار اور مشرکین کہا کرتے تھے،

مَالِ ھٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْکُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ[2]

اس رسول کو کیا ہوا کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے۔(ت)

سراسر بے ادبی وگستاخی ہے، جیسا مولانا روم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: ؎

گفت اینک ما بشر ایشاں بشر | ما و ایشاں بستۂ خوابیم و خور
این ندانستند ایشاں از عمیٰ | ہست فرقے درمیاں بے انتہا[3]

(انھوں نے کہا ہم بھی بشر یہ بھی بشر، ہم سوتے ہیں کھاتے ہیں یہ بھی سوتے ہیں کھاتے ہیں، یہ اندھا ہونے کی بنا پر نہیں جانتے کہ ان کے اور حضور کے درمیان بے انتہا فرق ہے)

یہ تو کفار ومشرکین کا قول تھا اور حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس انما انا بشر مثلکم[4] (میں تمھاری مثل بشر ہوں۔ت) کے کہنے پر مامور تھے جس کی دلالت لفظ قُل کرتا ہے ورنہ جب ایکم مثلی[5] (تم میں سے کون ہے میری مثل۔ت) ارشاد ہوا ہے اے زید کس معنٰی پر تاویل کرے گا، لہٰذا اپنے مثل بشر حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سمجھنا سوءِ ادب ہے اور اس سے احتراز لازم، کیونکہ، ؎

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر | گرچہ باشد در نوشتن شیر و شِیر[6]

(پاک لوگوں کے افعال کو اپنے اوپر قیاس مت کرو اگرچہ لکھنے میں شَیر اور شِیر (دودھ) ایک جیسے ہیں۔ت)

---

[1] الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ حدیث ۷۶۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۱۹۷
[2] القرآن الکریم ۲۵/ ۷
[3] مثنوی مولوی معنوی حکایت مرد بقال وروغن ریختن طوطی دفتر اول نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۱
[4] القرآن الکریم ۱۸/ ۱۱۰
[5] صحیح البخاری باب کم التعزیر والادب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۱۲
[6] مثنوی مولوی معنوی حکایت مرد بقال وروغن ریختن طوطی دفتر اول نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۱

حق تو یہ ہے، مثلے ہست کہ (مثل ہے کہ۔ت) :

الجنس الی الجنس یمیل ، بہر دل من بردن صورت انسان داری۔

(ہر جنس اپنی جنس کی طرف میلان کرتی ہے، میرا دل لے جانے کے لئے تُو نے انسان کی صورت اختیار کی ہے۔ت)

رہا یہ قصہ کہ صوفیائے کرام مثلاً حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو یہ فرمایا کہ :

لوائی ارفع من لواء محمد[1] (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)	میرا جھنڈا حضور اکرم (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے جھنڈے سے بلند ہوگا۔ (ت)

اسے اس کا یعنی زید کا نالائق حرکت کہنا صوفیا رصافی اور عارف بسطامی رضی اللہ تعالے عنہ کی شان میں سخت گستاخی اور سفلہ پن ہے، نہ اس سے مساوات کی بُو آتی ہے اور نہ فضیلت ہی استغفراللہ پائی جاتی ہے بلکہ ان ظاہر بینوں کے لئے جو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بشر سمجھے ہوئے ہیں ایک تازیانہ ہے، ان کا یہ کلام ع

گفتہ او گفتہ اللہ بود

www.alahazratnetwork.org

(ان کا کہنا اللہ تعالیٰ کا کہنا ہے۔ت)

کے مصداق ہے ورنہ : ع

چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک

(خاک کی عالم پاک کے ساتھ کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ت)

پس حضور انور اور دیگر بزرگوں علیہم التحیۃ والثناء کے کسی قول وفعل پر انھیں اپنے مثل بشر سمجھنا ضلالت و بددینی ہے کیونکہ : ؎

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد ۔۔۔ گر حفظ مراتب نہ کنی زندیق ست

(ہر مرتبہ وجود کے اعتبار سے الگ حکم رکھتا ہے اگر مراتب کے فرق کو سامنے نہیں رکھوگے تو گمراہ و زندیق ہوجاؤگے۔ت)

اسی بناء پر شیخ محقق فرماتے ہیں،

بالجملہ تکلم کردن در حال شریف سید الکائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات بقیاس بلکہ	سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات کے حال مبارک میں عقل کے ساتھ بلکہ اپنی ذریتا کی بنیاد

---

[1] تذکرۃ الاولیاء باب ۱۴ ذکر بایزید بسطامی مطبع اسلامیہ اسٹیم پریس لاہور ص ۱۱۲

بدریافت معرفت خود از دائرہ جنس ادب بیرون ست وحکم تکلم در متشابہات دارد۔[1] انتہی کلام عمرو۔

پر گفتگو کرنا جنسِ ادب سے باہر ہے اور متشابہات میں گفتگو کے حکم میں ہے۔ عمرو کا کلام ختم ہوا۔ (ت)

مستفتی عرض کرتا ہے کہ جلد سے جلد اس کا جواب عنایت فرمایا جائے، اگر بواپسی ڈاک ہو تو عین احسان و کرم ہے، اللہ تعالٰی حضور کو جزائے خیر دے، فقط۔

الجواب

مستفتی کو تعجیل اور فقیر بتیس۳۲ روز سے علیل، اور مسئلہ ظاہر و بیّن غیر محتاجِ دلیل، لہذا صرف ان اجمالی کلمات پر اقتصار ہوتا ہے، عمرو کا قول مسلمانوں کا قول ہے اور زید نے وہی کہا جو کافر کہا کرتے تھے:

قالوا ما انتم الا بشر مثلنا۔[2]

کافر بولے تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی۔

بلکہ زید مدعیِ اسلام کا قول ان کافروں کے قول سے بعید تر ہے وہ جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنا سا بشر مانتے تھے اس لئے ان کی رسالت سے منکر تھے کہ:

ما انتم الا بشر مثلنا وما انزل الرحمٰن من شیئ ان انتم الا تکذبون۔[3]

تم تو نہیں مگر ہماری مثل بشر، اور رحمان نے کچھ نہیں اتارا تم نرا جھوٹ کہتے ہو۔ (ت)

واقعی جب ان اشقیاء کے نزدیک وحی و نبوت باطل تھی تو انھیں اپنی سی بشریت کے سوا کیا نظر آتا لیکن ان سے زیادہ دل کے اندھے وہ کہ وحی و نبوت کا اقرار کریں اور پھر انھیں اپنا ہی سا بشر جانیں، زید کو قل انما انا بشر مثلکم[4] سوجھا اور یوحٰی الیّ نہ سوجھا جو غیر متناہی فرق ظاہر کرتا ہے۔ زید نے اتنا ہی ٹکڑا لیا جو کافر لیتے تھے، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بشریت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملکیت سے اعلٰی ہے وہ ظاہری صورت میں ظاہر بینوں کی آنکھوں میں بشریت رکھتے ہیں جس سے مقصود خلق کا ان سے انس حاصل کرنا اور ان سے فیض پانا، ولہذا ارشاد فرماتا ہے:

---

[1]

[2] القرآن الکریم ۳۶/ ۱۵

[3] " "

[4] " " ۱۸/ ۱۱۰

ولو جعلنٰہ ملکا لجعلنٰہ رجلا وللبسنا علیھم ما یلبسون[1] — اور اگر ہم فرشتے کو رسول کرکے بھیجتے تو ضرور اسے مرد ہی کی شکل میں بھیجتے اور ضرور انھیں اسی شبہ میں رکھتے جس دھوکے میں اب ہیں۔

ظاہر ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی ظاہری صورت دیکھ کر انھیں اپنوں کی مثل سمجھنا ان کی بشریت کو اپنا سا جاننا ظاہر بینوں کور باطنوں کا دھوکا ہے یہ شیطان کے دھوکے میں پڑے ہیں ؎

ہمسری با اولیاء برداشتند انبیاء را ہمچو خود پنداشتند

(اولیاء کی برابری اختیار کرنا اپنے آپ کو انبیاء جیسا تصور کرنا ہے۔ت)

ان کا کھانا پینا سونا یہ افعال بشری اس لئے نہیں کہ وہ ان کے محتاج ہیں حاشا،

لست کاحد کم انی ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی[2] — میں تمھاری طرح نہیں ہوں میں اپنے رب کے ہاں رات بسر کرتا ہوں وہ مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے۔(ت)

ان کے یہ افعال بھی اقامت سنت و تعلیم امت کے لئے تھے کہ ہر بات میں طریقہ محمودہ لوگوں کو عملی طور سے دکھائیں جیسے ان کا سہو و نسیان حدیث میں ہے: انی لا انسی ولکن انسی لیستن بی[3] میں بھولتا نہیں بھلایا جاتا ہوں تاکہ حالت سہو میں امت کو طریقہ سنت معلوم ہو۔ امام اجل محمد عبدری ابن الحاج مکی قدس سرہ مدخل میں فرماتے ہیں:

انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان لایأتی الاحوال البشریۃ لاجل نفسہ المکرمۃ بل ذٰلک منہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی طریق التانیس البشریۃ لاجل الاقتداء بہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا تری الی قول عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ انی لا تزوج النساء ومالی علیھن حاجۃ وقد قال — یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم احوال بشری کھانا پینا سونا جماع اپنے نفس کریم کے لئے نہ فرماتے تھے بلکہ بشر کو انس دلانے کے لئے کہ ان افعال میں حضور کی اقتدا کریں، کیا نہیں دیکھتا ہے کہ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں اور مجھے ان کی کچھ حاجت نہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۹

[2] مسند امام احمد بن حنبل از مسند ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ دارالفکر بیروت ۲/ ۲۴۴

[3] موطا امام مالک باب العمل فی سہو میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۸۴

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حبب الی من دنیاکم الطیب والنساء وجعلت قرۃ عینی فی الصلٰوۃ، فانظر الی حکمۃ قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حبب ولم یقل احببت وقال من دنیاکم فاضافھا الیھم دونہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فدل علی انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان حبہ خاصا بمولاہ عزوجل یدل علیہ قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وجعلت قرۃ عینی فی الصلٰوۃ فکان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بشری الظاہر ملکی الباطن، فکان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا یأتی الٰی شیئ من احوال البشریۃ الا تانیسا لامتہ وتشریعا لھا لا انہ محتاج الٰی شیئ من ذٰلک کما تقدم، وللجھل بھذہ الاوصاف الجلیلۃ والخصال الحمیدۃ قال الجاھل المسکین مال ھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق[1]

تمھاری دنیا میں سے خوشبو، عورتوں کی محبت اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔ یہ نہ فرمایا کہ میں نے انھیں دوست رکھا، اور فرمایا: تمھاری دنیا میں سے۔ تو اسے اوروں کی طرف اضافت فرمایا نہ کہ اپنے نفس کریم کی طرف، صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم، معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی محبت اپنے مولٰی عزوجل کے ساتھ خاص ہے جس پر یہ ارشاد کریم دلالت کرتا ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی۔ تو حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی ظاہر صورت بشری اور باطن ملکی ہے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ افعال بشری محض اپنی امت کو انس دلانے اور ان کے لئے شریعت قائم فرمانے کے واسطے کرتے تھے نہ یہ کہ حضور کو ان میں سے کسی شے کی کچھ حاجت ہو، جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا انھیں اوصاف جلیلہ وفضائل حمیدہ سے جہل کے باعث بیچارے جاہل یعنی کافر نے کہا اس رسول کو کیا ہوا کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے۔

عمرو نے سچ کہا کہ یہ قول حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی طرف سے نہ فرمایا بلکہ اس کے فرمانے پر مامور ہوئے جس کی حکمت تعلیم تواضع وتانیس امت وسد غلو نصرانیت ہے، اول ودوم ظاہر، اور سوم یہ کہ مسیح علیہ الصلٰوۃ والسلام کو ان کی امت نے ان کے فضائل پر خدا اور خدا کا بیٹا کہا پھر فضائل محمدیہ علٰی صاحبہا افضل الصلٰوۃ والتحیۃ کی عظمت شان کا اندازہ کون کرسکتا ہے، یہاں اس غلو کے سد باب کے لئے تعلیم فرمائی گئی کہ کہو میں تم جیسا بشر ہوں خدا یا خدا کا بیٹا نہیں،

---

[1] المدخل فصل فی آدابہ فی الاجتماع باہلہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۱۹۳

ہاں یوحٰی الیّ رسول ہوں۔ دفعِ افراطِ نصرانیت کے لئے پہلا کلمہ تھا اور دفع تفریطِ ابلیسیت کے لئے دُوسرا کلمہ اسی کی نظیر ہے جو دوسری جگہ ارشاد ہوا ؛

قل سبحٰن ربی ھل کنت الا بشرا رسولا[1] تم فرماؤ پاکی ہے میرے رب کو میں خدا نہیں میں تو انسان رسول ہوں۔

انھیں دونوں کے دفع کو کلمۂ شہادت میں دونوں لفظ کریم جمع فرمائے گئے :

اشھد ان محمدا عبدہٗ ورسولہ۔ میں اعلان کرتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں (ت)

بندے ہیں خدا نہیں، رسول ہیں خدا سے جُدا نہیں، شیطنت اس کی کہ دوسرا کلمہ امتیاز اعلٰی چھوڑ کر پہلے کلمہ تواضع پر اقتصار کرے، اسی ضلالت کا اثر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے دعوٰی مساوات کو صرف نالائق حرکت کہا، نالائق حرکت تو یہ بھی ہے کہ کوئی بلاوجہ زید کو طمانچہ مار دے یعنی اس زید کو جس نے کفر و ضلال نہ بکے ہوں، پھر کہاں یہ اور کہاں وہ دعوٰی مساوات کہ کفر خالص ہے، اور اسے اولیاء رضی اللہ تعالٰی عنہم کی طرف معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ارفعیت کا ادعا نسبت کرنا محض افتراء اور کج فہمی ہے حاشا کوئی ولی کیسے ہی مرتبۂ عظیمہ پر ہو سرکار کے دائرۂ غلامی سے باہر قدم نہیں رکھ سکتا، اکابر انبیاء تو دعوٰی مساوات کر نہیں سکتے، شیخ الانبیاء خلیل کبریا علیہ الصلوٰۃ والثناء نے شبِ معراج حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خطبۂ فضائل سُن کر تمام انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے فرمایا : بھذا فضلکم محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2] ان وجوہ سے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تم سب سے افضل ہوئے۔ ولی کس مُنہ سے دعوٰی ارفعیت کرے گا اور جو کرے گا حاشا ولی نہ ہوگا شیطان ہوگا۔ حضرت سیدنا بایزید بسطامی اور ان کے امثال و نظائر رضی اللہ تعالٰی عنہم وقتِ ورود تجلی خاص شجرۂ موسٰی ہوتے ہیں سیدنا موسٰی کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو درخت میں سنائی دیا، یٰموسٰی انی انا اللہ رب العٰلمین[3] اے موسٰی! بیشک میں اللہ ہوں رب سارے جہان کا۔ کیا یہ پیڑ نے کہا تھا حاشا للہ بلکہ واحد قہار نے جس نے

---

[1] القرآن الکریم ۱۸/ ۹۳

[2] حدیث قدسی

[3] القرآن الکریم ۲۸/ ۳۰

درخت پر تجلی فرمائی اور وہ بات درخت سے سننے میں آئی، کیا رب العزت ایک درخت پر تجلی فرما سکتا ہے اور اپنے محبوب بایزید پر نہیں؟ نہیں نہیں وہ ضرور تجلی ربانی تھی کلام بایزید کی زبان سے سنا جاتا تھا، جیسے درخت سے سنا گیا اور متکلم اللہ عزوجل تھا اسی نے وہاں فرمایا: یٰموسٰی انی انا اللہ رب العٰلمین[1] (اے موسٰی! میں اللہ ہوں رب سارے جہان کا۔ ت) اسی نے یہاں بھی فرمایا: سبحانی ما اعظم شانی[2] (میں پاک ہوں اور میری شان بلند ہے۔ ت) اور ثابت ہو تو یہ بھی کہ لوائی ارفع من لواء محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[3] (میرا جھنڈا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جھنڈے سے بلند ہے۔ ت) بیشک لواء الٰہی لواءِ محمدی سے ارفع و اعلٰی ہے، حضرت مولوی قدس سرہ المعنوی نے مثنوی شریف میں اس مقام کی خوب تفصیل فرمائی ہے اور تسلطِ جن سے اس کی توضیح کی ہے کہ انسان پر ایک جن مسلط ہو کر اس کی زبان سے کلام کرے اور رب عزوجل اس پر قادر نہیں کہ اپنے بندے پر تجلی فرما کر کلام فرمائے جو اس کی زبان سے سننے میں آئے بلاشبہہ اللہ قادر ہے اور معترض کا اعتراض باطل، اس کا فیصلہ خود حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے زمانے میں ہو چکا ظاہر بینوں بے خبروں نے ان سے شکایت کی کہ آپ سبحانی ما اعظم شانی کہا کرتے ہیں، فرمایا: حاشا میں نہیں کہتا، کہا: آپ ضرور کہتے ہیں ہم سب سنتے ہیں، فرمایا: جو ایسا کہے واجب القتل ہے میں بخوشی تمہیں اجازت دیتا ہوں جب مجھے ایسا کہتے سنو بے دریغ خنجر مار دو، وہ سب خنجر لے کر منتظرِ وقت رہے یہاں تک کہ حضرت پر تجلی وارد ہوئی اور وہی سننے میں آیا سبحانی ما اعظم شانی مجھے سب عیبوں سے پاکی ہے میری شان کیا ہی بڑی ہے۔ وہ لوگ چار طرف سے خنجر لے کر دوڑے اور حضرت پر وار کئے، جس نے جس جگہ خنجر مارا تھا خود اس کے اسی جگہ لگا اور حضرت پر خط بھی نہ آیا۔ جب افاقہ ہوا دیکھا لوگ زخمی پڑے ہیں، فرمایا: میں نہ کہتا تھا کہ میں نہیں کہتا وہ فرماتا ہے جسے فرمانا بجا، واللہ اعلم۔

مسئلہ ۲۹۵ تا ۲۹۷: از شہر بھڑوچ لال بازار چنارواڑ مرسلہ مولوی عباس میاں ولد مولوی علی میاں صاحب
یکم ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) ایک مولوی احمد سعید نام کا دہلی مدرسہ امینیہ کا جو دیوبند کی شاخ سے ہے ابھی دس روز

---

[1] القرآن الکریم ۲۸/ ۳۰

[2] تذکرۃ الاولیاء باب ۱۴ ذکر بایزید بسطامی مطبع اسلامیہ اسٹیم پریس لاہور ص ۱۱۲

[3] " " " " " " " " " " " ص ۸۹، ۱۱۲

ہوئے محرم شریف کے، بھروچ وعظ کو آئے تھے، انھوں نے یہ کہا وعظ میں کہ جنت کی خرید و فروخت میں ایک دلال کی ضرورت ہے جیسے یہاں کوئی چیز خرید و فروخت کرنے میں دلال کی معرفت خرید و فروخت کرتے ہیں تو وہاں کے لئے بھی دلال پیغمبر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ہیں، مجھے اس کے سوا دوسرا لفظ زیادہ اچھا اس موقع پر نہیں معلوم ہوتا، دلال ہی لفظ عمدہ ہے، اب دلال کہے کہتے ہیں، اس سے ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی عزت و تعریف ہوئی یا توہین، اس کے سوا اور کوئی لفظ زیادہ تعریف کے لائق ہے یا نہیں، ایسے لفظ کہنے سے ایمان کا کچھ نقصان ہے یا نہیں؟

(۲) مولود شریف حضرت کی پڑھنے میں بڑی ہتک ہوتی ہے، ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور حضرت کی ارواح کا آنا اور تعظیم کو اٹھنا یہ بھی بُرا ہے، تو یہ مولود کا پڑھنا اب بُرا ہے یا اچھا ہے؟

(۳) احمد سعید مدرسہ امینیہ دہلی امام سنہری مسجد کے، ان کا عقیدہ اہلسنت والجماعت کا ہے یا نہیں؟ اُوپر کے سوالوں سے کیسا معلوم ہوتا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اپنے رب کی عطا سے مالک جنت ہیں معطیِ جنت ہیں، جسے چاہیں عطا فرمائیں، امام حجۃ الاسلام غزالی پھر امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ پھر علامہ محمد زرقانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں،

ان اللّٰہ تعالٰی ملکہ الارض کلھا وانہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم کان یقطع ارض الجنۃ ماشاء منھا لمن شاء فارض الدنیا اولٰی۔[1]

اللہ تعالٰی نے دنیا اور آخرت کی تمام زمینوں کا حضور کو مالک کر دیا ہے، حضور جنت کی زمین میں سے جتنی چاہیں جسے چاہیں جاگیر بخشیں تو دنیا کی زمین کا کیا ذکر۔

دلالی ایک ذلیل پیشہ ہے ذلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، فتح القدیر میں دلال کو خاکروب و حجام کے ساتھ شمار کیا ہے، عبارت یہ ہے:

اما شھادۃ اھل الصناعات الدنیئۃ کالکساح والزبال والحائک والحجام والاصح انھا تقبل لانھا قد تولاھا قوم

گھٹیا کاروبار کرنے والوں کی شہادت مثلاً جاروب کش، ماشکی، جولاہا، حجام کی تو اصح یہی ہے کہ قبول کی جائے گی کیونکہ یہ کام بہت سے

---

[1] المواہب اللدنیہ المقصد الرابع الفصل الثانی المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۶۲۶
شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ " " دار المعرفۃ بیروت ۵/ ۲۴۲

صالحون فما لم یعلم القادح لایبنی علی ظاھر الصناعۃ ومثلہ النخاسون و الدلالون[1]

صالح اور بزرگ لوگ بھی اپناتے رہے، تو جب تک واضح طور پر مانع طعن وجرح نہ ہو محض کسی کاروبار کو عدم صحت شہادت کی بنیاد نہیں بنایا جاسکتا اور اسکی مثل حکم ہے جانور ہانکنے والوں اور دلالوں کا۔ (ت)

بلکہ درمختار میں ہے:

فی شرح الوھبانیۃ لاتقبل شھادۃ بائع الاکفان والحنوط وکذا الدلال واعتمدہ قدری افندی فی واقعاتہ وذکرہ المصنف فی اجارۃ معینۃ معزیا للبزازیۃ وملخصہ انھا لاتقبل شھادۃ الدلالین والصکاکین والوکلاء المفتعلۃ علی ابواب القضاۃ ونحوہ فی فتاوی مؤید زادہ[2]

شرح الوہبانیہ میں ہے کفن وحنوط بیچنے والے کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، اسی طرح دلال کی گواہی کا بھی حکم ہے۔ قدری آفندی نے اپنی واقعات میں اس پر اعتماد کیا، مصنف نے بزازیہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے اجارہ معینہ میں اسے ذکر کیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ دلالوں، اشتام نویسوں اور ان وکلاء جو لوگوں کے دروازوں پر چکر لگاتے ہیں وغیرہ کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، فتاوٰی مؤید زادہ میں ایسے لوگوں کا یہی حکم بیان ہوا ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

دلال کا کام یہ ہے کہ مشتری سے بڑھوائے یا بائع سے گھٹوائے جوڑ توڑ لگا کر جھوٹ سچ ملا کر نرم گرم کرا کر سودا کرا دے اور اپنے ٹکے سیدھے کرے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اس ذلیل لفظ سے تعبیر کرنا صریح توہین ہے اور حضور اقدس کی توہین کفر، اس سے بہتر لفظ خیال کیونکر آتا جب دل میں عظمت ہی نہیں۔

(۲) مجلس میلاد مبارک ذکر شریف سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے اور حضور کا ذکر اللہ عزوجل کا ذکر، اور ذکر الٰہی سے بلا وجہ شرعی منع کرنا شیطان کا کام ہے اور ذکر شریف سے معاذ اللہ حضور کا ہتک حرمت ہونا قائل کا محض کذب وافترا ہے، ہاں بعض روایات موضوعہ واشعار نامشروعہ سے ایسا ہو تو اس سے مجلس شریف بُری نہ ہوجائے گی، جیسے بہت لوگ نماز میں تعدیل ارکان نہیں کرتے اور یہ حرام ہے

---

[1] فتح القدیر باب من تقبل شہادتہ الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۴۸۶

[2] درمختار باب القبول وعدمہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۵

مگر اس سے خود نماز بُری نہ ہوجائے گی، تشریف آوری حضور کے اختیار ہے اور قیام تعظیمی ذکر قدوم شریف کے لئے ہے اور اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب[1] — اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے (ت)

(۳) اُوپر کے جوابوں سے اس کا حکم ظاہر ہوگیا فقط، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۸ از مولمین ملک برہما مرسلہ ابراہیم ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسلمان شخص جو ایک اسلامیہ مدرسہ میں جس میں قرآن شریف اور اردو اور ضروری دینیات کی تعلیم دی جاتی ہے، مدرس اعلٰی ہے اس نے اپنے ماتحت مدرسین وطلبہ وغیرہ کی اطلاع کی غرض سے اس عبارت کے جواب میں جو دوسرے مدرس نے اپنے درجہ کے بورڈ پر لکھی تھی کہ، "ہر کہ پند ونصیحت گوئی نخست بر آں کارکن" (جو تو کسی کو نصیحت کرے اس پر پہلے خود عمل کر۔ ت) یہ عبارت لکھائی اسی بورڈ پر کہ "کا فر افسر کے حکم کی تعمیل کرنے کی ہمارے مذہب میں تاکید ہے"۔ دوسرے روز ایک شخص نے مدرس اعلٰی سے دریافت کیا یہ (عبارت بالا) کس نے لکھی ہے اور یہ کس کا مذہب ہے، جواب دیا میں نے لکھائی مگر میرے قلم کی نہیں ہے آپ لکھ کر علماء سے دریافت کرلیں اور متولی صاحب وغیرہ سے کہیں، اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ عبارت صحیح ہے قطع نظر اندیشہ وخوف شریعت میں کافر افسر کی حکم برداری کی تاکید آئی ہے، اگر شریعت مطہرہ سے ایسا حکم نہیں ہے تو جو شخص اس مذکورہ عبارت کو مذہبی حکم تاکیدی کہتا ہو اور سوال کرنے پر جواب دے کہ دریافت کرو متولی صاحب وغیرہ سے کہو اس کے لئے کیا حکم ہے اور تاوقتیکہ وہ اپنے اس عقیدہ فاسدہ سے باز نہ آئے اور توبہ نہ کرے اس پر سبقت سلام اور اس سے اختلاط بہتر ہے یا اجتناب؟ مکرر التماس یہ ہے کہ استفتاء مدرس اعلٰی کو دکھایا گیا تو فرمایا کہ اس کے ساتھ یہ اور بڑھا دو کہ اگر کافر افسر کا حکم خلاف شرع محمدی نہ ہو، لہذا اب اس صورت میں یہ سوال ہے کہ اس عبارت کے زائد کرنے سے بھی کچھ حکم بدل جاوے گا یا نہیں؟ ان دونوں صورتوں میں ہر صورت کا کیا جواب ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب (اے اللہ! ہمیں حق وصواب کی رہنمائی عطا فرما۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۲

مسلمانوں کے دینی مذہبی کام میں کسی کا افسر بننا دو طرح ہے :

اول قہری کہ کوئی شخص مذہبی دست اندازی کرکے بالجبر افسر بن بیٹھے، جیسے فساق وظلام امرا امامت نماز کیا کرتے تھے ۔

دوم ارادی کہ مسلمانوں کی جماعت خود اسے اپنے مذہبی کام میں پیشوا بنائے ۔

اول نہ زیرِ بحث ہے نہ یہاں اس کلام ومکالمہ کا مفاد نہ محلِ اضطرار پر احکام اختیار، لاجرم دوم مراد اور وہی مفہوم ومستفاد یعنی باختیار خود کسی ہندو یا رافضی یا وہابی یا قادیانی کو مدرسہ دینیہ اسلامیہ پر افسر مقرر کیا گیا ہو اس کی نسبت مدرس کہتا ہے کہ اس کا حکم ماننے کی ہمارے مذہب میں تاکید ہے، ہمارے مذہب سے اس نے اپنا کوئی خاص اختراعی مذہب دینِ اسلام سے جُدا مراد لیا ہو تو :

ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ماتولی و نصلہ جھنم وساءت مصیرا[1] ۔ اور جو مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اُسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بُری جگہ پلٹنے کی ۔ (ت)

کا مصداق ہے، اور اگر دینِ اسلام مراد لیا تو شریعتِ مطہرہ پر محض افترا کیا اور :

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون o متاع قلیل ولھم عذاب الیم[2] ۔ بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اُن کا بھلا نہ ہوگا تھوڑا برتنا ہے، اور ان کے لئے دردناک عذاب (ت)

کا استحقاق ہے، شریعتِ مطہرہ نے اسلامی کام پر باختیار خود ایسوں کو افسر مقرر کرنا ہی کب جائز رکھا ہے نہ کہ ان کے احکام کی تصویب اور ان کے ماننے کی تاکید، ان ھو الا ضلال بعید (یہ واضح گمراہی کے علاوہ کچھ نہیں ۔ ت) اللہ عزوجل فرماتا ہے :

یاایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لایالونکم خبالا ودوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بینا لکم الاٰیات ان کنتم تعقلون o ھاانتم اولاء ۔ اے ایمان والو! غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ وہ تمہارا نقصان رسانی میں کمی نہ کریں گے وہ جی سے چاہتے ہیں کہ تم مشقت میں پڑو، بیر ان کے مونہوں سے ظاہر ہوچکا ہے اور وہ جو ان کے سینوں میں دبا ہے اور بھی بڑا ہے ہم نے تمہارے سامنے نشانیاں

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۵

[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶ و ۱۱۷

تحبونهم ولا یحبونکم وتؤمنون بالکتاب کله واذا لقوکم قالوا اٰمنّا واذا خلوا عضوا علیکم الانامل من الغیظ قل موتوا بغیظکم انّ اللّٰه علیم بذات الصدور[1]

سنو یہ جو تم ہو تم تو ان سے محبت کرتے ہو وہ تم سے محبت نہیں کرتے اور تم پوری کتاب پر ایمان لائے ہو تم سے ملیں تو کہیں ہم مسلمان ہیں اور اکیلے ہوں تو تم پر جلن سے اپنی انگلیاں چبائیں، اے محبوب! تم ان سے فرما دو کہ اپنی جلن میں مر جاؤ، بیشک اللہ دلوں کی جانتا ہے۔

حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا،

من استعمل رجلا من عصابة وفیهم من هو ارضی للّٰه منه فقد خان اللّٰه ورسوله والمؤمنین[2] رواه الحاکم وصححه والطبرانی والعقیلی وابن عدی والخطیب عن عبد اللّٰه بن عباس رضی اللّٰه تعالٰی عنهما۔

جس نے کسی جماعت پر ایک شخص کو مقرر کیا اور ان میں وہ موجود ہے جو اللہ کو اس سے زیادہ پسند ہے تو ضرور اس نے اللہ و رسول اور سب مسلمانوں سے خیانت کی، (اسے حاکم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرکے صحیح کہا، طبرانی، عقیلی، ابن عدی اور خطیب نے بھی اسے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا (ت)

غایۃ البیان، علامہ اتقانی و جامع الرموز و ردالمحتار وغیرہا میں ہے،

لاینبغی ان یستعان بالکافر فی امور الدین[3]

دینی کاموں میں کافر سے مدد نہ لینی چاہیے۔

یہ اس پر فرمایا کہ مسلمان اپنی قربانی کا جانور کسی یہودی سے ذبح کرائے نہ کہ دین و تعلیم دین کی افسری بالاختیار اسے دی جائے، اللہ تعالٰی فرما چکا کہ تمہاری خیر خواہی درکنار کبھی اپنی جلتی نقصان رسانی میں کمی نہ کریں گے، حال کے بکثرت واقعات شاہد ہیں ہم وطن ہندو آج کل کتنا اتحاد اتفاق بگھار رہے ہیں اور مسلمانوں کی خاص رسم مذہبی قربانی گاؤ پر کیا ہی فتنے اٹھاتے فساد مچاتے ہیں قابو چلے پر کیا کچھ مسلمان لوٹے گئے، ذبح کئے گئے، جلائے گئے، اور روافض وغیرہم مذکورین تو ہنود و یہود سے بھی بدرجہا بدتر ہیں کہ مسلمان بن کر اسلام کے گلے پر خنجر ہیں کما بیناہ فی غیر ما رسالۃ (جیسا کہ متعدد رسائل میں ہم نے اسے

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۹-۱۱۸

[2] المستدرک للحاکم کتاب الاحکام دار الفکر بیروت ۴/ ۹۲

[3] ردالمحتار کتاب الاضحیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۰۸

www.alahazratnetwork.org

بیان کیا۔ ت) اگر وہاں دینی مدرسہ کا کسی ہندو یا رافضی وہابی وغیرہ کو افسر بنا رکھا ہے، اس کی خوشامد میں مدرس نے یہ فقرہ لکھا جب تو اس کا حال یہ تھا اور اگر کوئی افسر ایسا نہیں محض بلا وجہ مسلمانوں کے مذہبی مدرسہ پر غیر کی افسری فرض کرکے یہ حکم لکھا اور اعلان کے لئے بورڈ پر لگایا تو اس کے اور بھی مرض قلبی پر دال ہے اور بعد کو یہ تقیید کہ اس کا حکم خلافِ شرع نہ ہو کیا مفید یہ شرطاً کیا مسلمان میں نہیں کیسا ہی جلیل القدر مسلمان افسر ہو اگرچہ خود اپنا باپ یا استاد یا پیر اس کا حکم وہی مانا جائے گا جو خلافِ شرع نہ ہو لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللّٰہ تعالٰی (اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت وفرمانبرداری نہیں کی جائے گی۔ ت) یہ بیانات کہ ہم نے اُوپر لکھے ان سے اور مدرس کے اندرونی بیرونی حالات سے اس کی مذہبی کیفیت کا اندازہ کیا جائے اگر واقع میں ہنود یا وہابیہ وغیرہم کی طرف دینی امور میں اس کا میلان ہے تو اس سے اجتناب لازم اور اختلاط ممنوع، اور اگر ایسا نہیں بلکہ ایک بےمعنی حماقت تھی کہ نادراً اس سے صادر ہوئی تو تفہیم کر دی جائے اگر اصرار نہ کرے اس سے ابتدا بالسلام میں حرج نہیں جبکہ اور کوئی مانع شرعی نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۹: از الٰہ آباد دائرہ اجملیہ مسئولہ مولوی سید نذیر احمد صاحب ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے اہلسنت وجماعت اس صورت میں کہ عام اہل اسلام کو بغرض استقامت امور دنیاوی اتحاد کسی مشرک قوم سے اس طور پر کرنا کہ دسہرہ میں عام اہل اسلام شریک ہو کر ناقوس بجائیں، پھول رام لچھمن پر چڑھائیں، جے کی آواز بلند کریں یا قربانی میں گائے کی قربانی بند کر دیں جائز ہے یا ناجائز؟ مرتکب ان امور کا کس وزر کا مستوجب ہے؟ مع حوالہ عبارات جواب درکار ہے۔

الجواب

مسلمان کو دسہرے کی شرکت حرام ہے، بلکہ فقہائے نے اسے کفر کہا اور اس میں بہ نیت موافقت ہنود ناقوس بجانا بیشک کفر ہے اور معبودانِ کفار پر پھول چڑھانا کہ ان کا طریقہ عبادت ہے اشد واخبث کفر، اشباہ والنظائر وغیرہا معتمدات اسفار میں ہے:

عبادۃ الصنم کفر ولا اعتبار بما فی قلبہ وکذا لو صور عیسٰی علیہ الصلوٰۃ لیسجد لہ وکذا اتخاذ الصنم لذلک وکذا لو تزنر بزنار الیہود

بُت کی عبادت کُفر ہے، دل میں جو کچھ ہے اس کا اعتبار نہیں، اسی طرح اس کا حکم ہے اگر حضرت عیسٰی علیہ السلام کی تصویر بنا کر اسے سجدہ کیا، اسی طرح سجدہ کیلئے بُت بنانے کا حکم ہے اسی طرح اگر کسی نے

لہ المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابہ دار الفکر بیروت ۳/۱۲۳

43 والنصارى ای دخل کنیستہم اولم یدخل[1] | یہود و نصاری کا زنار باندھا خواہ ان کے گرجا میں داخل ہوا یا نہ ہوا۔ (ت)

تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

الاعطاء باسم النیروز والمهرجان (بان یقال هدیة هذا الیوم ش) لایجوز ای الهدایا باسم هذین الیومین حرام وان قصد تعظیمه کما یعظمه المشرکون یکفر[2] | نیروز اور مہرجان کے نام پر عطیہ (بایں طور کہ کہا جائے یہ اس دن کا ہدیہ ہے ش) جائز نہیں یعنی ان دونوں ایام کے ناموں پر ہدایا دینا لینا حرام ہے اور اگر مشرکین کی طرح ان کی تعظیم بھی کرے گا تو کفر ہوگا۔ (ت)

بحرالرائق و عالمگیری و مجمع الانہر و جامع الفصولین میں ہے:

یکفر بخروجه الی نیروز المجوس والموافقة معهم فیما یفعلون فی ذٰلك الیوم وبشرائه یوم النیروز شیئا لم یکن یشتریه قبل ذٰلك تعظیما للنیروز لا للاکل والشرب وباهدائه ذٰلك الیوم للمشرکین ولو بیضه تعظیما لذٰلك الیوم[3] | مجوسیوں کے ساتھ نیروز میں اس طرح نکلنا کہ اس دن وہ جو کریں گے یہ ان کی موافقت کرے تو یہ کفر ہے، اسی طرح نیروز کے دن کی تعظیم کرتے ہوئے یا مشرکین کو ہدیہ دینے کے لئے کوئی چیز خریدی، کہ کھانے پینے کیلئے جبکہ وہ چیز اس سے پہلے نہیں خریدی تھی اگرچہ وہ انڈہ ہی کیوں نہ ہو تو کفر ہوگا۔ (ت)

جامع الفصولین و منح الروض الازہر میں ہے:

قال ابوبکر بن طرخان من خرج الی السدة (قال القاری ای مجمع اهل الکفر) کفر اذفیه اعلان الکفر وکانه اعان علیه وعلی قیاس السدة الخروج الی النیروز والموافقة معهم فیما یفعلونه | شیخ ابوبکر بن طرخان کہتے ہیں جو سدہ کی طرف نکلا (ملا علی قاری نے اس کا معنی اہل کفر کا اجتماع کیا ہے) تو وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ اس میں کفر کا اعلان ہے گویا اس نے کفر پر مدد کی ہے۔ اسی پر قیاس ہے، نیروز میں نکلنا اور اس دن ان کے

---

[1] الاشباہ والنظائر کتاب السیر باب الردۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۲۹۵

[2] درمختار شرح تنویر الابصار باب مسائل شتی مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۵۰
ردالمحتار " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۸۱

[3] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب ان الالفاظ الکفر انواع مطبع داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۹۸

43
43

فی ذٰلک الیوم کفر[1] موافق عمل کرنا کہ یہ بھی کفر ہے (ت)

جے بولنا طریقۂ کفار ہے اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من تشبہ بقوم فھو منھم[2] جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کرلی وہ انہی میں سے ہے۔ (ت)

پھر اگر معبودانِ کفار کی جے ہے تو کفر ہے اور اگر کافروں کی ہے تو فقہائے کرام اسے بھی کفر فرماتے ہیں، فتاوائے ظہیریہ و اشباہ والنظائر و تنویر الابصار و درمختار میں ہے،

لوسلم علی الذمی تبجیلا یکفر لان تبجیل الکافر کفر ولوقال لمجوسی یا استاذ تبجیلا کفر[3] اگر کسی نے تعظیم کرتے ہوئے ذمی کو سلام دیا تو کافر ہوجائیگا کیونکہ کافر کی تعظیم کفر ہے۔ اگر کسی نے مجوسی کو بطور تعظیم "اے استاذ" کہا تو کفر ہے (ت)

بخاطر ہنود گائے کی قربانی بند کرنا حرام ہے والتفصیل فی انفس الفکر فی قربان البقر (اس کی تفصیل ہماری کتاب "انفس الفکر فی قربان البقر" میں ملاحظہ کیجئے۔ ت)، مرتکب کا حکم انھیں احکام سے ظاہر جو مرتکب حرام ہے مستحق عذابِ جہنم ہے، اور جو مرتکب کفر فقہی ہے جیسے دسہرے کی شرکت یا کافروں کی جے بولنا اس پر تجدیدِ اسلام لازم ہے اور اپنی عورت سے تجدیدِ نکاح کرے اور جو قطعاً کافر ہوگیا جیسے دسہرے میں بطور مذکور ہنود کے ساتھ ناقوس بجانے یا معبودانِ کفار پر پھول چڑھانے والا کافر مرتد ہوگیا اس کی عورت نکاح سے نکل گئی اگر تائب ہو اور اسلام لائے جب بھی عورت کو اختیار ہے بعدِ عدت جس سے چاہے نکاح کرلے، اور بے توبہ مرجائے تو اسے مسلمانوں کی طرح غسل وکفن دینا حرام اس کے جنازے کی شرکت حرام اسے مقابرِ مسلمین میں دفن کرنا حرام اس پر نماز پڑھنا حرام الی غیر ذٰلک من الاحکام (اس کے علاوہ دیگر احکام بھی۔ ت)، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۰۱ تا ۳۰۲: از میرٹھ لال کرتی بازار مسئولہ مولوی رحیم بخش صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ ۲۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ بتقریب اتفاق ہندو مسلمانان میرٹھ میں

---

[1] جامع الفصولین فصل فی مسائل کلمات الکفر اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۳
منح الروض الازہر فصل فی الکفر صریحا وکنایۃ مصطفٰی البابی مصر ص ۱۸۶
[2] مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ دارالفکر بیروت ۲/ ۵۰
[3] الاشباہ والنظائر کتاب السیر باب الردۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۲۸۸
درمختار کتاب الحظر فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۱

ایک جلوس مہاتما گاندھی جی کا نکالا گیا جس میں ہندو مسلمان سب شریک تھے، علاوہ دیگر واقعات کے ایک واقعہ مسلمانان میرٹھ کا یہ ہوا کہ ہندوؤں نے مسلمانوں کے عین جلوس میں قشقہ چندن وغیرہ مسلمانوں کے ماتھے پر لگایا ہے چندن لگوانے اور نہ لگوانے والے مسلمانوں سے معلوم ہوا ہے کہ اس چندن لگانے میں ہندوؤں کی طرف سے کوئی جبر نہ تھا چنانچہ جن مسلمانوں نے انکار کیا انھوں نے انکار کرنے والے مسلمانوں کے ماتھے پر نہیں لگایا، اب اس جلوس میں شریک ہونے والے مسلمانوں کی تین قسمیں تھیں جو بترتیب ذیل درج سوال ہیں، امید کہ ہر ایک کا حکم شرع شریف علمائے کرام "لا یخافون لومۃ لائم"[1] (وہ کسی ملامت کرنے والے کا خوف نہیں رکھتے۔ ت) کی شان پیش نظر فرماتے ہوئے تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں:

(۱) جو مسلمان اس جلسہ میں شریک ہوئے اور چندن وغیرہ لگوانے سے انکار کیا ان کی شرکت اس جلوس میں ازروئے شریعت کیسی تھی۔

(۲) جن مسلمانوں نے چندن لگوانے سے ہندوؤں کو روکا نہیں بلکہ لگوالیا پھر بعد کو اسی وقت یا تھوڑی دیر بعد اسی جلسہ میں اپنے ہاتھوں اور رومالوں سے صاف کرلیا ان کا کیا حکم ہے؟

(۳) جن مسلمانوں نے چندن لگوایا اور چندن لگائے ہوئے جلسہ میں شریک رہے بلکہ چندن لگائے ہوئے اپنے گھروں پر واپس آئے یا شام تک لگائے رہے، ان کی بابت حکم شرع شریف کیا ہے؟

الجواب

حرام حرام سخت حرام تھی بلکہ فقہائے کرام کے طور پر حکم سخت تر، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من جامع المشرك وسكن معه فانه مثله[2]، رواہ ابوداؤد بسند حسن وعلقه الترمذي عن سمرة بن جندب رضي الله تعالٰی عنه۔

جس نے کسی مشرک کے ساتھ اتفاق کیا اور اسی کے ساتھ ٹھہرا وہ اسی کے مثل ہوگا۔ اسے ابوداؤد نے حضرت جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سند حسن سے اور ترمذی نے تعلیقاً بیان کیا (ت)

دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] القرآن الکریم ٥/٥٤

[2] سنن ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی الاقامۃ بارض الشرک آفتاب عالم پریس لاہور ٢/٢٩

من سود مع قوم فھو منھم[1] رواہ الخطیب عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جس نے کسی قوم کی کثرت بڑھائی وہ انھی میں سے ہوگا۔ اسے خطیب نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

تیسری حدیث میں ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من کثر سواد قوم فھو منھم[2]، رواہ ابویعلٰی فی مسندہ وعلی بن معبد فی کتاب الطاعۃ والمعصیۃ عن عبد اللہ بن مسعود وابن المبارک فی الزھد عن ابی ذر من قولہ رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

جس نے کسی قوم کا جتھا بڑھایا پس وہ انھی میں سے ہوگا۔ اسے ابویعلٰی نے مسند میں اور علی بن معبد نے کتاب الطاعۃ والمعصیۃ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعًا اور ابن مبارک نے زہد میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ارشاد کے طور پر نقل کیا ہے۔ (ت)

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر و فتاوٰی ظہیریہ و اشباہ والنظائر و تنویر الابصار و درمختار وغیرہا میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

یکفر بتبجیل الکافر حتی لو سلم علی الذمی تبجیلا کفر وبقولہ للمجوسی یا استاذ تبجیلا[3]۔

کافر کی تعظیم کفر ہے حتی کہ اگر کسی نے ذمی کو تعظیمًا سلام کہا تو یہ کفر ہے، کسی نے مجوسی کو بطور تعظیم "یا استاذ" کہا تو یہ بھی کفر ہے۔ (ت)

(۲) قشقہ کہ ماتھے پر لگایا جاتا ہے صرف شعارِ کفار نہیں بلکہ خاص شعارِ کفر بلکہ اس سے بھی اخبث خاص طریقہ عبادت مہادیو وغیرہ اصنام سے ہے اس کے لگانے پر راضی ہونا کفر پر رضا ہے اور اپنے لئے ثبوت کفر پر رضا بالاجماع کفر ہے۔ منح الروض الازہر میں ہے:

من رضی بکفر نفسہ فقد کفر ای اجماعا وبکفر غیرہ اختلف المشائخ[4]۔

جو اپنی ذات کے کفر پر خوش ہوا وہ بالاتفاق کافر ہے اور جو کسی کے کفر پر خوش ہوا اس کے بارے میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ (ت)

---

[1] تاریخ بغداد حدیث نمبر ۵۱۶۷ عبد اللہ بن عتاب الشاہد العبدی دار الکتاب العربی بیروت ۱۰/۴۱
[2] نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ بحوالہ مسند ابی یعلٰی کتاب الطاعۃ والمعصیۃ الخ المکتبۃ الاسلامیہ ریاض ۴/۳۴۶
[3] الاشباہ والنظائر کتاب السیر والردۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۲۸۸
[4] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحا وکنایۃ مصطفی البابی الحلبی مصر ص ۱۸۰-۱۷۹

اور کفر پر رضا جیسی سو برس کے لئے ویسے ہی ایک لمحہ کے لئے، پونچھ ڈالنے سے کفر جو واقع ہو لیا مٹ نہ جائیگا جب تک از سرِ نو اسلام نہ لائے، جیسے جو مہادیو کے آگے دن بھر سجدہ میں پڑا رہے وہ بھی کافر اور جو سجدہ کرکے سر اٹھالے وُہ بھی کافر، والعیاذ باللہ تعالٰی۔

(۳) وُہ کافر تھے یہ اکفر ہُوئے، دونوں فریق اسلام سے نکل گئے اور ان کی عورتیں ان کے نکاح سے، ان پر ویسے ہی مجمع کثیر میں علی الاعلان توبہ کرنا از سرِ نو مسلمان ہونا فرض ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا عملت سیئة فاحدث عندھا توبة السر بالسر والعلانیة بالعلانیة۔[1] رواہ الامام احمد فی الزھد والطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جب کوئی برائی کا ارتکاب کرے تو توبہ بھی اسی طرح کی جائے مثلاً خفیہ گناہ پر خفیہ توبہ اور اعلانیہ گناہ پر اعلانیہ توبہ ضروری ہے۔ اسے امام احمد نے زہد میں اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں سندِ حسن کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نقل کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۳۰۳ تا ۳۰۵: از چھاؤنی میرٹھ صدر بازار مدرسہ امداد الاسلام معرفت مولوی عبدالمومن صاحب مدرس مسئولہ حافظ شیر محمد خاں امام مسجد و طالب علم مدرسہ ۲۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسائل ذیل میں:

(۱) اگر قوم ہنود کا کوئی جلسہ ہو اور اس میں بہت سے مسلمان برضا و رغبت شامل ہوں اور ہندو مثل اپنے مسلمانوں کی پیشانیوں پر بھی چندن لگائیں اور مسلمان بخوشی لگوائیں اور تا اختتام جلسہ اس کو اپنی پیشانیوں پر باقی رکھیں تو مسلمانوں کا اپنی پیشانیوں پر قشقہ یعنی چندن لگوانا ان کے اسلام یا نکاح کے متعلق کیا حکم رکھتا ہے؟

(۲) اسی جلسہ کے ہندو لیڈر کی مسلمانوں کو جے پکارنا جائز ہے یا ناجائز؟ اور اس کا کیا حکم ہے؟

(۳) اور اگر بعض مسلمانوں کے بلا ان کی رضا و رغبت کے چندن لگا دیا گیا ہو اور انھوں نے اس کو فوراً پونچھ دیا ہو تو ان کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب

(۱) بخوشی لگانے دینا اور خود لگانا ایک ہی حکم ہے، شراب یا پیشاب خود پیئے یا دوسرا پلائے اور یہ منہ

---

[1] کنز العمال بحوالہ احمد بن حنبل فی الزہد حدیث ۱۰۱۸۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۲۰۹

کھول دے دونوں ایک ہی ہیں، قشقہ زنار کی طرح شعار کفر بلکہ اس سے بدتر شعار بُت پرستی ہے، زنار بعض ملکوں کے یہود و نصارٰی میں بھی ہے اور قشقہ خاص علامت و شعار مذہب مشرکین وعبدۃ الاصنام، وہ لوگ اسلام سے خارج ہوگئے اور ان کی عورتیں ان کے نکاح سے۔ اشباہ والنظائر میں ہے:

عبادۃ الصنم کفر ولا اعتبار بما فی قلبہ وکذا لوتزنر بزنار الیہود والنصارٰی دخل کنیستہم اولم یدخل[1]

بُت کی عبادت کفر ہے جو دل میں تھا اس کا اعتبار نہیں، اسی طرح حکم ہے اگر یہود و نصارٰی کا زنار باندھا خواہ ان کے گرجا میں داخل ہو یا نہ ہو (ت)

خلاصہ و ظہیریہ و محیط و منح الروض الازہر وغیرہ کتب معتمدہ میں ہے:

واللفظ لھذا فی الخلاصۃ من تزنر بزنار الیہود والنصارٰی وان لم یدخل کنیستہم کفر، ومن شد علی وسطہ حبلا وقال ھذا زنار کفر، وفی الظہیریۃ وحرم الزوج وفی المحیط لان ھذا تصریح بما ھو کفر وفی الظہیریۃ من وضع قلنسوۃ المجوس علی رأسہ فقیل لہ فقال ینبغی ان یکون القلب سویا کفر[2]

خلاصہ میں الفاظ یہ ہیں اگر کسی نے یہود و نصارٰی کی طرح زنار باندھا تو کفر ہے اگرچہ ان کے گرجا میں داخل نہ ہوا اور جس نے کمر میں رسّی باندھی اور کہا یہ زنار ہے وہ کافر ہوجائے گا۔ ظہیریہ میں ہے اس پر بیوی حرام ہوجائے گی۔ محیط میں کیونکہ یہ صراحۃً کفر ہے۔ ظہیریہ میں ہے، جس نے مجوسی کی ٹوپی پہنی اس پر یہ اعتراض کیا گیا تو کہا دل درست ہونا چاہئے تو یہ کفر ہے۔ (ت)

فتاوٰی امام طاہر بخاری و بحر الرائق و تنویر الابصار و درمختار و عالمگیری وغیرہا میں ہے:

واللفظ للاول من اھدی بیضۃ الی المجوس یوم النیروز کفر[3]

یہ پہلی کتاب کے الفاظ ہیں جس نے نوروز کے دن کسی مجوسی کو انڈہ بھی تحفہ دیا تو یہ کفر ہے (ت)۔

شرح فقہ اکبر میں ہے:

ای لانہ اعانۃ علی کفرہ واغوائہ او تشبہ بھم فی اھدائہ[4]

کیونکہ یہ کفر و اغوا پر مدد ہے یا ان کے ساتھ ہدایا میں مشابہت ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

---

[1] الاشباہ والنظائر کتاب السیر والردۃ ادارۃ القرآن کراچی ۲۹۵/۱

[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحا وکنایۃ مصطفی البابی مصر ص ۱۸۵

[3] خلاصۃ الفتاوٰی الجنس السادس فی تشبیہ الکفار مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ پاکستان ۳۸۷/۴

[4] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحا وکنایۃ مصطفی البابی مصر ص ۱۸۶

شفاء شریف و اعلام بقواطع الاسلام میں ہے :

کذا (ای یکفر) من فعل فعلا اجمع المسلمون علی انہ لایصدر الامن کافر وان کان صاحبہ مصرحا بالاسلام مع فعلہ کالمشی الی الکنائس مع اھلہا بزیھم من الزنانیر وغیرھا۔[1]

اسی طرح وُہ بھی کافر ہے جس نے ایسا عمل کیا جس کے بارے میں تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ یہ صرف کافروں سے صادر ہو سکتا ہے اگرچہ وہ شخص اس فعل کے ساتھ اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرتا پھرے مثلاً اہلِ زنانیر کے ساتھ زنار پہن کران کے گرجوں میں جانا (ت)

(۲) حرام حرام سخت حرام، جے بولنا ہنود کا شعار ہے اور ہندو لیڈر کی جے پکارنا بحکم فقہائے کرام خود کفر ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اذا مدح الفاسق غضب الرب واھتز لذلک العرش۔[2] رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ وابویعلی فی مسندہ والبیھقی فی شعب الایمان عن انس بن مالک وابن عدی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے رب عزوجل غضب فرماتا اور عرش الٰہی ہل جاتا ہے (اسے امام ابن ابی الدنیا نے "ذم الغیبۃ" میں، ابویعلٰی نے اپنی مسند میں، بیہقی نے شعب الایمان میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور ابن عدی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

فاسق کا یہ حال ہے نہ کہ مشرک، فتاوٰی امام ظہیر الدین و اشباہ علامہ محقق بحر و متن شیخ الاسلام غزی تمرتاشی و شرح مدقق علائی دمشقی و مجمع الانہر علامہ شیخی زادہ رومی وغیرہا میں ہے :

تبجیل الکافر کفر فلو سلم علی الذمی تبجیلا کفر ولو قال للمجوسی یا استاذی تبجیلا کفر۔[3]

کافر کی تعظیم و توقیر کفر ہے اگر کسی نے ذمی کو بطور توقیر سلام کیا تو یہ کفر ہے، اگر کسی نے مجوسی کو تعظیماً "یا استاد" کہا تو یہ بھی کفر ہے (ت)

(۳) قشقہ کا کفران پر عائد نہیں مگر ایسی جگہ کیوں گئے کہ یہ نوبت پہنچی ایسے جلسے کی شرکت ہی حرام تھی،

---

[1] اعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ فصل آخر فی الخطار مکتبۃ الحقیقیہ استنبول ترکی ص ۳۷۸
[2] شعب الایمان حدیث ۴۸۸۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/۲۳۰
[3] الاشباہ والنظائر باب السیر والردۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۲۸۸

ہاں ایک دقیقہ اور ہے بلا رضا و رغبت ہونا اور، اور اس فعل شنیع کی انتہا درجہ تک کراہت و ناگواری اور، اگر اس کی رغبت نہ تھی اور جس نے لگایا اس کے ساتھ اس نے وہی برتاؤ کیا جو بلا وجہ منہ پر جوتا مارنے والے کے ساتھ کرتا جب تو جانئے کہ واقعی اس نے اس کفر کو مکروہ و ناگوار رکھا اور اگر ہنس کر چپ رہا اور پونچھ ڈالا یا بقدرِ ضرورت اس پر نہ بگڑا تو جانئے کہ کراہت بھی نہیں گو رغبت نہ ہو، ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۰۶ ازمیرٹھ صدر بازار مچھلی محلہ یتیم درزی کی مسجد مرسلہ حکیم عبدالرحمٰن صاحب ۲۴ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ شہر میرٹھ کے اندر مہاتما گاندھی تشریف لائے، مجمع کثیر تھا، اہلِ ہنود کے بچوں نے کھیل تماشے کے طور پر اکثر مسلمانوں کے چندن لگایا اس کی بابت قاری محمد صالح پیش امام جامع مسجد صدر نے فتوٰی دیا کہ جن مسلمانوں کے چندن لگایا ہے وہ اپنی عورتوں کے پاس نہ جائیں جب تک تجدید ایمان اور دوبارہ نکاح نہ کرلیں، بیّنوا توجروا۔

الجواب

مسلمانو! اللہ واحد قہار سے ڈرو، اسلام کو کھیل تماشا نہ بناؤ، ہنود کے بچے ان کے بالجبر لگالیتے، یہ ضرور ان کی خوشی سے ہوا یا کم از کم اسے قبول کیا، بہرحال تجدید ایمان فرض ہے اور بعد تجدید ایمان بے تجدید نکاح عورتوں کو ہاتھ نہیں لگا سکتے، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۰۷ ازموضع رجہت ضلع گیا مرسلہ سید محمد حبیب صاحب ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

ہولی دیوالی ہندوؤں کا پرب ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کس بنا پر جاری ہوا ہے؟ اس کی ابتداء کیسے ہوئی؟ مسلمان اگر اس کو کریں تو کیا ان پر کفر عائد ہوگا؟

الجواب

ہولی دیوالی ہندوؤں کے شیطانی تہوار ہیں، جب ایران خلافتِ فاروقی میں فتح ہوا بھاگے ہوئے آتش پرست کچھ ہندوستان میں آئے ان کے یہاں دو عیدیں تھیں، نوروز کہ تحویل حمل ہے اور مہرگان کہ تحویل میزان، وہ عیدیں اور ان میں آگ کی پرستش ہندوؤں نے ان سے سیکھیں اور یہ چاند سورج دونوں کو پوجتے ہیں لہذا ان کے وقتوں میں یہ ترمیم کی کہ میکھ سنکھرانت کی پورنماشی میں ہولی اور تلاسنکھرانت کی اماوس میں دیوالی یہ سب رسوم کفار ہیں، مسلمانوں کو ان میں شرکت حرام اور اگر پسند کریں تو صریح کفر۔ غمز العیون میں ہے:

اتفق مشایخنا ان من رأی امر الکفار | ہمارے مشائخ کا اتفاق ہے کہ اگر کسی نے کفار

حسنا فقد کفر حتی قالوا فی رجل قال ترك الکلام عند اکل الطعام حسن من المجوس او ترك المضاجعة عندھم حال الحیض حسن فھو کافر[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

کے کسی معاملہ کو اچھا کہا تو وہ کافر ہوجائے گا حتی کہ انھوں نے اس شخص کو کافر قرار دیا جو یہ کہے کہ کھانے کے وقت مجوس کے ہاں گفتگو نہ کرنا بہت اچھا عمل ہے یا ان کے ہاں حالت حیض میں ہمبستری نہ کرنا اچھا عمل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۰۸: از موضع امریا ضلع بریلی ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین حنفی رحمہم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں کہ ایک بارات موضع بچومی سے موضع امریا میں آئی، بعد نکاح لڑکی کے باپ اور لڑکے کے چچا مسمی حسین بخش سے کسی بات پر نزاع لفظی واقع ہوئی جس کی وجہ سے تمام برادری کے خلاف حسین بخش اور ان کے برادروں نے کھانا نہیں کھایا، دوسرے روز رخصت کے وقت رحیم بخش لڑکی کے باپ نے سامان جہیز وغیرہ دے کر کہا کہ یہ موجود ہے اس کو لے جاؤ اور لڑکی اس وقت رخصت کروں گا جس وقت حسین بخش وپوے کھانا کھائیں گے، جب سب برادری نے حسین بخش وپوے کو مجبور کیا تو ہر دو شخص کھانا کھانے پر رضامند ہوگئے پھر برادری والوں نے ان دونوں شخصوں سے کہا کہ جب تم کھانے کھانے پر رضامند ہو تو تم کو لازم ہے کہ باہم مل کر ایک دوسرے کا قصور معاف کردو، اس رائے کو سن کر رحیم بخش لڑکی کے باپ نے سب برادری کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ میں اپنے قصور پر نادم ہوں اور خدا اور رسول کے واسطے ان سے معافی چاہتا ہوں، یہ بات سن کر حیدر بخش نہایت غیظ وغضب میں یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ ہم خدا ورسول کو نہیں جانتے ہیں اور نہ ہم ملیں۔ ایسے الفاظ کہنے والے کی نسبت شرعًا کیا حکم ہے؟

www.alahazratnetwork.org

الجواب

اگر واقع میں اس نے یہ لفظ کہے ہیں کہ وہ خدا اور رسول کو نہیں جانتا تو کہنے والا اسلام سے گیا اور اس کی عورت اس کے نکاح سے نکل گئی، مسلمانوں پر فرض ہے کہ جب تک وہ توبہ کرکے از سر نو مسلمان نہ ہو اس کی موت وحیات کسی بات میں شریک نہ ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۰۹ تا ۳۱۰: از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفرپور ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین ان مسائل میں کہ:

---

[1] الاشباہ والنظائر بحوالہ غمز العیون کتاب السیر الردۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۲۹۵

(۱) ازروئے فرمانِ اللہ ورسول عزوجل وصلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم یزید بخشا جائے گا یا نہیں ؟

(۲) حضرت منصور وشمس تبریز وسرمد نے ایسا لفظ کہا جس سے خدائی ثابت ہوتی ہے تو دار پر آئے اور کھال کھینچی گئی لیکن وہ ولی اللہ گنے جاتے ہیں، اور فرعون، ہامان، شداد اور نمرود نے دعوی خدائی کیا تو کافر مخلد فی النار ہوئے اس کی کیا وجہ ہے ؟

الجواب

(۱) یزید پلید کے بارے میں ائمہ اہلسنت کے تین قول ہیں، امام احمد وغیرہ اکابر اسے کافر جانتے ہیں تو ہرگز بخشش نہ ہوگی، اور امام غزالی وغیرہ مسلمان، تو اس پر کتنا ہی عذاب ہو بالآخر بخشش ضرور ہوگی، اور ہمارے امام سکوت فرماتے ہیں کہ نہ ہم مسلمان کہیں نہ کافر، لہذا ہم بھی سکوت کریں گے۔

(۲) ان کافروں نے خود کہا ملعون ہوئے اور انھوں نے خود نہ کہا اس نے کہا جسے کہنا شایان ہے، آواز ان سے مسموع ہوئی جیسے موسٰی علیہ الصلوۃ والسلام نے درخت سے سُنا: انی انا اللہ رب العٰلمین[1] میں ہی ہوں اللہ سارے جہان کا، کیا درخت نے کہا تھا، حاشا بلکہ اللہ نے یونہی یہ حضرات اس وقت شجرہ موسٰی ہوتے ہیں۔

مسئلہ ۳۱۱: از ملک برہما مسجد اکیم پوسٹ، مرسلہ مولوی عبدالعزیز خاں قادری ۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

ایک عالم کو ایک شخص نے گالی دی اس کی بیوی کو طلاق ثلاثہ ہوں گے یا بعد توبہ رجعت کرسکتا ہے ؟

الجواب

کسی خاص عالم کو کسی دنیوی وجہ سے گالی دینے سے عورت نکاح سے نہیں نکلتی، ہاں مطلقاً علماء کو یا خاص کسی عالم کو بوجہ علم دین بُرا کہنے سے آدمی کافر ہوجاتا ہے، عورت فوراً نکاح سے نکل جاتی ہے مگر یہ فسخ نکاح ہوتا ہے طلاق نہیں، نہ ایک نہ تین، اسلام لانے کے بعد اگر عورت راضی ہو تو اس سے نکاح کرسکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۱۲: از بمبئی نشان پاڑہ کوالس روڈ طاہر ٹوپی بلڈنگ تیسرا مالا پوسٹ ۹ مرسلہ سید اسد اللہ حسین ۲۵ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جو خود کو عالم ظاہر کرتا ہے اپنے وعظ میں بیان کرتا ہے کہ زین المجالس جس میں کراماتِ قطب الاقطاب غوث الاعظم حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ مرقوم ہیں سراسر غلط اور اس کا مؤلف مردود ہے، کتاب مذکور کا پڑھنا سُننا حرام ہے ؟

---

[1] القرآن الکریم ۲۸/ ۳۰

جنابِ غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال مثل قدمی ھٰذہ الخ وغیرہ کے غلط ہیں یارسول اللہ اور یاغوث کہنا حرام ہے، قصائدخوانی میلاد شریف ناجائز ہے، اولیاء اللہ وغیرہم پر فاتحہ خوانی مثل گیارھویں شریف وغیرہ کے ناجائز ہے، ان اقوال کی تائید و تصدیق قرآن شریف کی قسم سے کرتا ہے، بس اس صورت میں شخص مذکور کس فرقہ کا آدمی ہے اس کا عقیدہ مطابق اہلسنّت و جماعت ہے یانہیں؟ اگر نہیں ہے تو ہم سُنیوں کو اس کی مجلسِ وعظ میں شریک ہونا کیسا اور اس کے اقوال پر یقین لاکر جو منکر کراماتِ اولیا ہوجائے اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب

ایسے اقوال کا قائل نہیں ہوتا مگر وہابی، مسلمانوں کو اس کے وعظ میں جانا جائز نہیں، صحیح حدیث میں ارشاد ہوا:

ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم[1]۔ ان سے بچو اور انھیں دُور رکھو، وہ تمھیں گمراہ نہ کریں اور نہ فتنہ میں ڈالیں (ت)

www.alahazratnetwork.org

کراماتِ اولیاء کا منکر گمراہ ہے، اہلسنّت کا عقیدہ ہے کہ کراماتِ اولیاء حق ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۱۱: از منڈوہ ضلع فتح پورہسوہ ڈاکخانہ خاص مرسلہ حافظ محی الدین صاحب ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید بلا عذر شرعی علی الاعلان روزہ رمضان المبارک کے ترک کرے اور اگر کسی نے نماز پڑھنے کے لئے کہا کہ اٹھو نماز پڑھو۔ تو جواب دیا کہ کون اُٹھک بیٹھک کرے آج جتنے نمازی حاجی و حافظ ہیں سب بے ایمان ہیں یا کسی نے روزہ رکھنے کو کہا تو جواب دیا کہ کون بھوکا مرے جس کے گھر میں کھانا نہ ہو وہ روزہ رکھے ہم سے تو بھوکا نہیں مرا جاتا، تمھیں روزہ رکھ کے بہشت میں چلے جانا اور ماہِ رمضان المبارک میں سرِ راہ دروازہ پر بیٹھ کر آپ نوشی وحقہ نوشی خود کرتا اور کراتا ہے اگر کوئی منع کرتا ہے کہ روزہ داروں کے سامنے مت کھاؤ پیو، تو جواب دیتا ہے کہ خدا سے چوری نہیں ہے تو بندے سے کون سی چوری ہے، سو یہ سب باتیں زید کی کیسی ہیں؟ زید ان باتوں سے مسلمان ہے یا نہیں؟ اور وہ لوگ کیسے ہیں جو زید کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے ہیں اور ہاں میں ہاں ملاتے ہیں اور زید کی ان باتوں سے خوش ہوتے ہیں، اس بیہودہ بکنے اور تمسخر کرنے سے زید کا نکاح اس کی عورت سے باطل

---

[1] صحیح مسلم النہی عن الروایۃ والضعفاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰

ہُوا یا قائم رہا ؟ اگر باطل ہُوا تو اولاد اس کی کیسی ہے ؟ زید اور اس کے ساتھی کبھی کبھی جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں ان کی نمازِ جمعہ وعیدین ہوتی ہے یا نہیں ؟

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں زید پر حکم کفر ہے اور وہ لوگ جو اس کی ان باتوں سے خوش ہوتے ہیں ان پر بھی یہی حکم ہے، ان کے جمعہ وعیدین باطل ہیں، ان کی عورتیں ان کے نکاح سے نکل گئیں، مسلمانوں کو ان سے میل جول حرام ہے، نہ اُن کے پاس بیٹھنا جائز،

قال اللّٰہ تعالٰی و امّا ینسینّك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین۔ۡ۱ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۱۴ تا ۳۱۷ ازکوہ کسولی ضلع انبالہ کوٹھی بارک ماسٹر صاحب مرسلہ جان محمد خانساماں ۳ جمادی الاولٰی ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین ان مسائل میں، قصبہ کسولی کے اندر ایک مسجد ہے اس میں مسلمانان کی طرف سے ایک پیش امام مقرر ہیں انھوں نے اپنے وعظ کے اندر بیان کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک ایلچی تھے اور حضور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اس نام سے یاد کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔

(۱) کیا نعوذ باللہ ایلچی کے نام سے حضور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یاد کرنے سے منقصت پائی جاتی ہے، تو ایسے قائل کے واسطے کیا حکم ہے ؟ اور انھوں نے یہ بھی بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم باحیات تو ہیں لیکن نماز نہیں پڑھتے اور نہ روضہ پاک سے باہر تشریف لاسکتے ہیں قیامت تک۔

(۲) کیا حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز نہیں پڑھتے اور کیا روضہ پاک سے باہر تشریف نہیں لاسکتے ؟ اور ایک مقام پر میلادِ سرورِ کائنات علیہ التسلیم والتحیۃ تھا وہاں ولادت کا ذکر میلاد خواں نے نہیں کیا، جلدی سے سلام پڑھ دیا اور پیش امام صاحب وعظ فرمانے بیٹھ گئے، اثنائے وعظ میں بیان کیا کہ جو شخص نماز نہیں پڑھتا اور میلاد شریف پڑھواتا ہے وہ جہنمی ہے۔

(۳) کیا تارک الصلوٰۃ کافر ہے ؟

۱؎ القرآن الکریم ۶/ ۶۸

(۴) کیا میلاد شریف پڑھوانے والا جہنمی ہے؟

الجواب

(۱) حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ عزوجل کے رسول اعظم و نائب اکبر و خلیفۂ اعظم ہیں، ایلچی وہ ہوتا ہے جس کو پیام یا خط پہنچانے کے سوا کوئی سرداری او حکومت نہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان اکرم میں اس لفظ کا استعمال کرنا بیشک تنقیص و توہین ہے اور اس کا وہی حکم ہے جو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کا۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور تمام انبیائے کرام حیات حقیقی دنیاوی روحانی جسمانی سے زندہ ہیں، اپنے مزارات طیبہ میں نمازیں پڑھتے ہیں، روزی دئے جاتے ہیں، جہاں چاہیں تشریف لے جاتے ہیں، زمین و آسمان کی سلطنت میں تصرف فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون[1]۔ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنے مزارات میں زندہ ہیں اور نماز ادا فرماتے ہیں (ت)

alahazratnetwork.org

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق[2]۔ بیشک اللہ تعالٰی نے حضرات انبیاء علیہم السلام کے اجسام مبارکہ کا زمین پر کھانا حرام فرما دیا ہے اللہ کے نبی زندہ ہیں اور رزق دئے جاتے ہیں (ت)

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اذن للانبیاء ان یخرجوا من قبورھم و یتصرفوا فی ملکوت السمٰوٰت و الارض[3]۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے مزارات سے باہر جانے اور آسمانوں اور زمین میں تصرف کی اجازت ہوتی ہے۔ (ت)

---

[1] شرح الصدور باب احوال الموتٰی فی قبورہم خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۸۰
مجمع الزوائد باب ذکر الانبیاء علیہم السلام دار الکتاب العربی بیروت ۸/ ۲۱۱
[2] سنن ابن ماجہ آخر کتاب الجنائز ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۹
[3] الحاوی للفتاوٰی رسالہ تنویر الحلک دار الفکر بیروت ۲/ ۲۶۳

(۳) نماز نہ پڑھنا سخت کبیرہ ہے مگر اس کے جہنمی ہونے پر یقین نہیں ہوسکتا کہ کفر کے سوا سب گناہ زیرِ مشیتِ الٰہی ہیں۔

(۴) اور میلادِ مبارک پڑھوانے پر اگر جہنمی کہے تو خود مستحق جہنم ہے۔

مسئلہ ۳۱۸ تا ۳۱۹ از سنبھل محلہ چمن سرائے متصل مزار جناب میرن شاہ صاحب مرسلہ احمد خاں ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) جو شخص یہ کہے کہ جناب سرورِ کائنات فخرِ موجودات میں نقصان تھا تو اتنا تھا کہ حضور خدا نہ تھے۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنی درست ہے یا نہیں؟

(۲) جو مسلمان یہ کہے کہ حضرت کا خیال نماز میں آجائے تو نماز نہ ہوگی اور گدھے خچر کا خیال آئے تو نماز ہوجائے گی، ایسا کہنے والا مسلمان ہے یا نہیں؟ اور یہ کہنا حقارتِ نبی ہے یا نہیں؟ اور حقارتِ نبی کفر ہے یا نہیں؟ خدا تعالٰی کو بُرا کہنے والا مسلمان ہے یا نہیں؟ بعض کہتے ہیں کہ حضور اقدس نے ستر دلیل کفر ہوں اور ایک مسلمان ہونے کی تو اس کو مسلمان فرمایا ہے اور آج کل ہزاروں مسلمانوں کو زبردستی کھینچ کر کافر بنایا جاتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

الجواب

(۱) اس نے اچھے لفظوں میں ادا نہ کیا مگر جو بات کہی حق ہے بیشک سوا الوہیت و مستلزمات الوہیت کے سب فضائل و کمالات حضور کے لئے ثابت ہیں، امام محمد بوصیری بُردہ شریف میں فرماتے ہیں: ؎

دع ما ادعته النصارٰی فی نبیھم ۔۔۔ واحکم بما شئت مدحا فیہ واحتکم[۱]

(جو کچھ نصارٰی نے اپنے نبی علیہ السلام کے بارے میں کہا تم وہ نہ کہو، اس کے علاوہ ہر مرتبہ و مقام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بیان کرسکتے ہو۔ ت)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ؎

مخواں اورا خدا از بہر حفظ شرع و پاس دیں ۔۔۔ دگر ہر وصف کش می خواہی اندر مدحش املا کن[۲]

(شریعت و دین کا پاس کرتے ہوئے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خدا نہ کہو اس کے علاوہ ہر وصف کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مدح کرا اور لکھ سکتے ہو۔ ت)

---

[۱] قصیدہ بُردہ شریف الفصل الثالث تاج کمپنی لاہور ص ۱۰

[۲] دیوان عبدالحق المحدث الدہلوی

(۲) یہ ملعون بات ضرور کلمۂ توہین ہے اور اس کے خبیث قائل پر بلاشبہہ کفر لازم، حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم یا کسی نبی یا فرشتہ کی توہین یا حضرت عزت جل جلالہ کو معاذ اللہ بُرا کہنا بلاشبہہ کفر ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ایسا کہیں نہیں فرمایا، یہ حضور پر محض افتراء ہے، نہ ہرگز علمائے محتاطین کسی مسلمان کو کھینچ کر کافر بنائیں، یہ ان پر افتراء ہے، اور اس کی تفصیل رسالہ تمہید الایمان میں ہے۔ واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ ۳۲۰ از بہرائچ محلہ قاضی پورہ مسجد کالے خاں مرسلہ نواب علی صاحب مؤذنِ مسجد

۲۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ ایک مدعیِ صوفیت نے ایک بزرگ کے عرس کی تقریب میں ہر طبقہ کے لوگوں کو بلایا یہاں تک کہ ہنود بھی بلائے گئے اور باوجود اطلاع عقائد باطلہ ایک لکچرار کو جلسہ میں تقریر کے واسطے کھڑا کیا اس شخص نے اس بڑے مجمع کے سامنے توحید پرستی کے پردہ میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور آپ کے مقربوں کی شان اقدس میں گستاخیاں کیں اور ان مقدس اور قدسی صفات حضرات کے صبر وتحمل کو نہایت شرمناک کمزوری اور نامردی سے تعبیر کیا مثلاً یہ کہ سرورِ عالم وعالمیاں کو جب جنگِ اُحد میں مجروح کیا گیا تو وہ کچھ بھی نہ کرسکے، حضرت علی شیرِ خدا ابن ملجم سے اپنی جان کی حفاظت نہ کرسکے وغیرہ وغیرہ، اور ایک حکیم حافظ عربی داں شخص نے ان بیانات کی تصدیق وتائید کی، جن لوگوں نے اس گستاخانہ مقرر کو بدعقیدہ کہا تھا ان کو تہدید کی اور اس مدعی تصوف کی شان میں چند اشعار پڑھے گئے جب ایک شخص نے چاہا کہ ان گستاخیوں اور بدزبانیوں کا جواب دے اور ان معزز اور مقدس حضرات کے مناقب بیان کرے تو اس مصدق ومؤید وبانی جلسہ میں سرگوشی ہوئی اور منتظموں نے حصہ تقسیم کیا کہ لوگوں کے مجمع کو درہم برہم کردیا اور خود اس بیان زہر آلود پر نہ تقریر کرنے والے کو روکا نہ کسی طرح اظہار ناخوشی کیا بلکہ ان لوگوں کو جو تردید پر آمادہ تھے ہر امکانی طریقہ سے باز رکھنا چاہا، تو اس بانیِ محفل ومؤید ومقرر سے عام مسلمانوں کو کس قسم کا برتاؤ کرنا چاہئے اور ان کی دین داری کے متعلق کیا خیال رکھنا چاہئے؟

الجواب

سوال میں جو وہ لفظ ہیں یعنی شرمناک کمزوری اور نامردی اگر بعینہٖ یہ الفاظ اس مقرر نے کہے یا اور الفاظِ ملعونہ جو ان کے ہم معنی ہوں تو اس کے کافر مرتد ہونے میں کوئی شبہہ نہیں ایسے کہ من شك فی کفرہ فقد کفر[1] جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے خود کافر ہے، اور اس تقدیر پر جتنے اس کے

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

مؤید تھے سب مرتد ہیں اور جنھوں نے اس کی حمایت وطرفداری کے لئے اس کے رَد سے روکا وہ سب بھی اسلام سے نکل گئے اس تقدیر پر مسلمانوں کو ان کے ساتھ وہی برتاؤ لازم ہے جو مرتدین کے ساتھ' ان سے میل جول حرام، سلام کلام حرام، موت وحیات میں کوئی معاملہ اسلامی ان سے برتنا حرام، اور اگر رَد سے روکنا اور مجمع منتشر کردینا اس کی طرفداری اور حمایت کے لئے نہ ہو نہ اس کے کلام ملعون کو کفر نہ جاننے کے باعث' تو دوصورتیں ہیں، ایک یہ کہ یہ انسداد نیچریانہ تہذیب خبیث کے باعث ہے تو مداہنت وشیطنت ہے اور اس کے مرتکب عذاب شدید کے مستوجب، اور اگر یہ بھی نہیں بلکہ رَد میں اندیشہ فتنہ تھا رد کرنے والے کو اس سے بچانے کے لئے یہ بندش کی تو بحال صحت اندیشہ اور غلبہ مفسدہ ان روکنے والوں پر الزام نہیں، انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرء مانوی[1] اعمال کا مدار نیات پر ہے اور ہر آدمی کا حکم اس کی نیت کے مطابق ہے (ت)

اور اگر وہ الفاظ ملعونہ کلام مقرر میں بعینہا تھے نہ ایسے الفاظ جوان معنی کو مؤدی ہوں بلکہ سائل نے اس کا مقصود ایسا سمجھ کر اسے ان الفاظ سے تعبیر کیا تو اگر دلائل وقرائن وسیاق وسباق سے ثابت ہو کہ اس کا یہی مقصود تھا تو اس پر یہی حکم کفر وارتداد ہے اور طرفداروں کے لئے بھی وہی احکام عود کرینگے جبکہ انھوں نے بھی یہی مقصود سمجھا یا، یہ مقصود ایسا واضح تھا جس کے سمجھنے میں کوئی اشتباہ نہ تھا، اور اگر دلائل وقرائن سے بھی مقصود ثابت نہ ہو تاہم اس میں شک نہیں کہ طرز ادب کے خلاف ہے، اس طور پر بیان دو ہی قوموں کا شیوہ ہے یا تو ملحدانِ بے دین یا وہابیان خوگر توہین، اور دونوں مردود وگمراہ ہیں باقی سیاق وسباق کلام وغیرہ متعلقات کی سائل نے تفصیل نہ کی کہ کوئی شق متعین کی جاتی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲: از کوچین ضلع ملیبار محلہ مٹانچیری مکان سیٹھ سلیمان قاسم میمن مرسلہ حاجی طاہر محمد مولانا۔ ۲۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خدا کو حاضر وناظر سمجھنا کیسا ہے اور رَد وہ کون ہے؟

الجواب

اللہ عزوجل شہید وبصیر ہے اسے حاضر وناظر نہ کہنا چاہئے یہاں تک کہ بعض علماء نے اس پر تکفیر کا خیال فرمایا اور اکابر کو اس کی نفی کی حاجت ہوئی، مجموعہ علامہ ابن وہبان میں ہے:

---

[1] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲

44 ویا حاضر ویا ناظر لیس بکفر¹ یا حاضر یا ناظر کہنا کفر نہیں۔(ت)

جو ایسا کہتا ہے خطا کرتا ہے بچنا چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۲ ۲۴ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک نام کے مسلمان نے ایک کتاب ضوء نور الحق المبین عربی زبان میں لکھی اور چھپوا کر اپنے ہم خیالوں میں بہ تعداد پانچ ہزار تقسیم کی اور اس کو مجالس عام میں بر سر منبر پڑھنے کا حکم دیا اور اس میں صفحہ ۳۴ پر یہ لکھا ہے:

فالمسلمون الذین یشہدون بکلمۃ الاخلاص وھم کافۃ اھل الجماعۃ والسنۃ وکلمۃ الاخلاص ھی التی قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ من قالہا مخلصا دخل الجنۃ وھی لاتقبل منھم وترد علیھم لانھم لم یقروا الا بالرسول وحدہ وانکروا مرتبۃ الوصی۔

مسلمان وُہ ہیں جو کلمۂ اخلاص کی گواہی دیں، وہ تمام اہل جماعت وسنت ہیں اور کلمۂ اخلاص کے بارے میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان ہے جس نے اخلاص کے ساتھ پڑھ لیا وہ جنتی ہے اور یہ کلمہ ان سے قبول نہیں کیا جائے گا اور ان پر رد کر دیا جائے گا کیونکہ انھوں نے صرف رسول کا اقرار کیا، مرتبہ وصی کا انکار کر دیا (ت)

اور صفحہ ۳۵ پر ہے:

وان امام زمانکم محل من الدین محل الرسول۔

تمہارے زمانے کے امام کا مقام دین میں وہی ہے جو رسول کا مقام ہے (ت)

اور صفحہ ۴۳ پر ہے:

وان وصیہ علیؓ امیر المؤمنین نظیرہ (ای نظیر الرسول) فی تمامہ وکمالہ۔

حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) امیر المؤمنین ہوتے ہیں ان کی نظیر ہیں یعنی تمام وکمال میں رسول اللہ کی نظیر ہیں (ت)

اور صفحہ ۴۶ پر ہے:

وکان من کان فی ایامہ (ای ایام الرسول) لا استطاعۃ لہم فی قبول کل الحکمۃ

گویا جو ان کے ایام میں تھا (یعنی حضور کے ایام میں) کہ بیک وقت تمام حکمت کا

---

¹ مجموعہ ابن وہبان

دفعۃ واحدۃ۔ — قبول کرنا طاقت میں نہ تھا (ت)

اور صفحہ ۱۶۳ پر حضرت جعفر رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی نسبت لکھا ہے جنھوں نے بارہ لاکھ شیعوں کو سُنّی بنا لیا تھا:

فمن وسواس خناس وسوس فی صدور الناس فضل واضل کثیرا من الناس یعنی جعفر النھروالی قرین ابلیس الواقع بہ عن رحمۃ اللہ الابلاس۔

وُہ خناس کے وساوس میں سے ہے اس نے لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالے تو خود بھی گمراہ اور بہت سے لوگوں کو بھی گمراہ کیا یعنی جعفر النہروالی، وُہ ابلیس کا سینگ ہے اس کی وجہ سے رحمتِ الٰہی سے مایوسی ہوئی (ت)

پھر انھیں حضرت جعفر کی نسبت صفحہ ۱۶۴ پر ذٰلک الشیطٰن (وہ شیطان ہے ۔ت) کا لفظ ہے، پس کیا حکم ہے شریعت کا ایسی کتاب کی نسبت جس میں اس قسم کے مذکورہ مضامین ہوں اور کیا فتوٰی ہے ایسی کتاب لکھنے اور چھپوا کر تقسیم کرنے اور منبروں پر حکماً پڑھوانے والے کی نسبت؟ اور کیا ارشاد ہے سُنّی مسلمانوں کو کہ وہ اس کتاب کی ضبطی اور مصنف کتاب کی تنبیہ کے لئے حاکم ملک سے چارہ جوئی قانونی کریں یا نہ کریں؟

www.alahazratnetwork.org

الجواب

یہ بات کیا سوال طلب ہے، رودلش ببیں حالش مپرس (اس کا چہرہ ہی دیکھ لے حال مت پُوچھ ۔ت) ظاہر ہے کہ ایسی ناپاک کتاب کسی رافضی غالی نجس القلب خبیث اللسان کی ہے، اس کی اشاعت اشاعتِ فاحشہ، اس کا لکھنا پڑھنا پڑھوانا سب اشد قطعی حرام، اس میں تمام اہلسنت بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین وکلماتِ کفریہ ہیں اس بارے میں قانونی چارہ جوئی اگر مفید ہو ممنوع نہیں مگر زمانہ وہ ہے کہ اس سے لاکھ لاکھ درجے بدتر کتابیں شائع ہو رہی ہیں جن میں وہ قطعی کفر ہیں کہ،

من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر۔[1] — جس نے اس کے کفر وعذاب میں شک کیا وہ بھی کافر ہے (ت)

جیسے حفظ الایمان وبراہین قاطعہ اور سب سے خبیث تر فلسفہ اجتماع جس میں سیدنا عیسٰی کلمۃ اللہ

---

[1] درمختار — باب المرتد — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۳۵۶

علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مجہول النسب بچہ لکھا ہے، رسولوں کا ماننا محض لغو بتایا ہے، رسول کی تعظیم باطل کہی ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو لکھا ہے کہ انھوں نے اپنے مقلدوں کی آزادی پامال کردی اپنے اوپر اعتراض سے ان کی دہن دوزی کی، اپنی سطوت برقرار رکھنے کے لئے اپنی اور اپنے اہل بیت کی تعظیم کی آیتیں قرآن میں بڑھا دیں، قرآن اپنے دعوٰی توحید میں سچا نہیں، نبی کی تعظیم بُت پرستی ہے وغیرہ وغیرہ اشد ملعون کفر، پھر وہ جو قوم کے لیڈر بنتے ہیں اس کے مصنف کے اسلام پر شہادت دیتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ ہم نے ہر طرح تحقیق کر لیا اس میں کوئی بات کفر نہیں، اور بعض دوسرے دفتر اس کی اشاعت کر رہے ہیں فالی اللہ المشتکی وانا للہ وانا الیہ راجعون ظھر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس وربنا الرحمٰن المستعان علی ما تصفون ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۲ از خیر پور ٹامی والے اسٹیشن ٹامی والے ریاست بہاولپور بر خانقاہ مبارک مرسلہ عبدالرحیم نائب معلم مدرسہ عربیہ خیر پور شرقیہ ۲۸ شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور خالد دونوں بھائی حقیقی ہیں، مسمی زید بقضائے الٰہی فوت ہوگیا ہے اور اس کا برادر خالد موجود ہے اور زید مرحوم کی دو بیویاں اور دو بیٹیاں موجود ہیں زید مرحوم کے داماد نے مسمی خالد کو کہا بموجب شریعت حبار کہ حصہ تقسیم ہونا چاہئے کیونکہ ہم تم اہل اسلام پابند شریعت کے ہیں شرع محمدی پر فیصلہ ہونا چاہئے خالد جو متروکہ زید پر قابض وجابر ہے صاف کہہ دیا کہ ہم کو شریعت نامنظور ہے بلکہ رواج منظور، اب فرمائیے کہ عندالشریعت خالد کا کیا حکم ہے، نکاح رہا یا فسخ ہوگیا؟

الجواب

اگر یہ بیان واقعی ہے تو خالد پر حکم کفر ہے اور یہ کہ اس کا نکاح فسخ ہوگیا اس پر توبہ فرض ہے، نئے سرے سے اسلام لائے، اس کے بعد اگر عورت راضی ہو اس سے دوبارہ نکاح کرے۔ عالمگیریہ میں ہے:

اذا قال الرجل لغیرہ حکم الشرع ھذہ الحادثۃ کذا فقال ذٰلک الغیر من برسم کار می کنم نہ بشرع یکفر عند بعض المشائخ[1]

جب کسی نے دوسرے سے کہا اس معاملہ میں شریعت کا حکم یہ ہے وہ دوسرا جواباً کہتا ہے میں تو رسم کے مطابق کروں گا نہ کہ شرع کے مطابق، تو بعض مشائخ

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۷۲

اقول وصورۃ النازلۃ اشد من ھذا بکثیر فان ھذا اخبار عن عملہ والرجل ربما یعمل بالمعصیۃ وھو لا یرضاھا فیکون عاصیا لا کافرا لعدم الاستحسان والاستحلال بخلاف ماثمہ فانہ صریح فی عدم قبول الشرع وترجیح الرسم علیہ فکان کالمسألۃ قبلھا رجل قال لخصمہ اذھب معی الی الشرع قال بیادہ بیار "تا بروم بے جبر نروم یکفر لانہ عاند الشرع اھ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

کے نزدیک یہ کافر ہوجائے گا اھ میں کہتا ہوں صورتِ نازلہ مذکورہ صورت سے بہت زیادہ شدید ہے کیونکہ اس میں عمل کی اطلاع ہے اور آدمی بہت دفعہ معصیت کا عمل کرتا ہے مگر اسے گناہ تصور کرتا ہے اور دلی طور پر اس پر خوش نہیں ہوتا تو اب عاصی ٹھہرا نہ کہ کافر، کیونکہ اس نے اسے حلال تصور نہیں کیا بخلاف سوالیہ صورت کے یہاں قبولِ شرع کا انکار ہے اور رسم کو اس پر ترجیح دے رہا ہے یہ اس قبل والے مسئلے جیسا ہے کسی نے مخالف سے کہا میرے ساتھ شریعت کی طرف چل تو وہ کہنے لگا پیغامِ شریعت لائے تاکہ میں چلوں، بغیر جبر کے میں نہیں جاؤں گا، تو وہ کافر ہوجائے گا کیونکہ اس نے شریعت سے عناد کو روا رکھا ہے اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۲۳: از قصبہ کسیر کلاں ڈاک خانہ خاص ضلع بلند شہر مرسلہ عبدالشکور صاحب ۵ رمضان ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طریقت شعار حقیقت آثار جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام ظلکم وفضلکم، بعد ابلاغ سلام مسنون الاسلام کے گزارش ہے کیا فرماتے ہیں علمائے دین سوالاتِ ذیل میں کہ بہشتی زیور کے چھٹے حصے میں لکھا ہے کہ "مُردوں کی روحیں اوقاتِ متبرکہ شب جمعہ وغیرہ میں اپنے گھروں کو نہیں آتیں اگر کسی ایسی ویسی کتاب میں لکھا دیکھو تو کبھی ایسا عقیدہ مت رکھنا" باوجود احادیث صحیحہ اور اکثر روایات کتب معتبرہ اہلسنت وجماعت سے ارواح کا آنا ثابت، اس باب میں ہر چند مولوی اشرف علی تھانوی سے ان سب کتابوں کے اسمائے طیبہ وحوالجات جن سے ارواح کا آنا ثابت، لکھ کر دریافت کیا کہ کیا یہ سب کتابیں ایسی ویسی ہیں؟ اگر ایسی ویسی نہیں تو ان کو ایسی ویسی کہنے والے کی نسبت شرع شریف میں کیا حکم ہے؟ اس پر مولوی صاحب نے جو جوابات جملہ خطوں کے بغیر دستخط اپنے تحریر فرمائے ہیں وہ قابل ملاحظہ حضور ہیں لہذا ہر ایک خط کی نقل مع جواب اس کے تحریر کی جاتی ہے

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۷۱

(عزیزی منظور مدعو کا پہلا خط بنام مولوی اشرف علی تھانوی) جناب مولوی صاحب بعد السلام علیکم عرض ہے کہ جناب کی بعض تصنیفات مثل بہشتی زیور وغیرہ میں جملہ رسوم مروجہ اہل اسلام مثلاً قیام میلاد شریف و اعراس بزرگانِ دین و تعین گیارھویں شریف و طرقِ نیاز ایصال ثواب میت اور دعا کے لئے بروقت فاتحہ ہاتھ اٹھانا اور میت کا تیجا، دسواں، بیسواں، چہلم، سہ ماہی، ششماہی، برسی، ساتِ جمعراتیں کرنا، اور بزرگوں سے استمداد چاہنا اور ان کے مزاروں پر چادریں چڑھانا اور عورتوں کو قبورِ اولیائے کرام پر بغرض زیارت کے جانا وغیرہ وغیرہ ناجائز و بدعت لکھا ہے، اور ان ایام میں ہماری طرف ایک رسالہ موسوم "مفید آخرت" حصہ اول و دوم چھپ کر شائع ہوئے ہیں بغرض ملاحظہ جناب ہمراہ تحریر ہذا ارسال ہیں ان دونوں حصوں میں امورِ متذکرہ بالا کو بدلائل احادیث و اقوالِ مشائخ کرام علمائے عظام و روایاتِ فقہ جائز و مستحسن ثابت کیا گیا ہے اور نیز جناب نے "بہشتی زیور" کے حصہ چھ کے اس بیان میں جس میں ان رسموں کا بیان ہے جو کسی کے مرنے میں برتی جاتی ہیں، لکھا ہے: "بعض یہ سمجھتے ہیں کہ ان تاریخوں اور جمعرات کے دن اور شبِ برات وغیرہ کے دنوں میں مُردوں کی رُوحیں گھروں میں آتی ہیں اس بات کی بھی شرع شریف میں کچھ اصل نہیں اور ان کے آنے کی ضرورت ہی کیا ہے کیونکہ جو کچھ ثواب مُردوں کو پہنچایا جاتا ہے اس کو خود اس کے ٹھکانے پہنچ جاتا ہے پھر اس کو کون ضرور ہے کہ مارا مارا پھرے، پھر یہ بھی ہے کہ اگر مُردہ نیک اور بہشتی ہے تو ایسی بہار کی جگہ چھوڑ کر کیوں آنے لگا اور اگر بد اور دوزخی تو اس کو فرشتے کیوں چھوڑیں گے کہ عذاب سے چھوٹ کر سیر کرتا پھرے، غرض یہ بات بالکل بے جوڑ معلوم ہوتی ہے، اگر کسی ایسی ویسی کتاب میں لکھا ہوا دیکھو تب بھی ایسا اعتقاد مت رکھنا جس کتاب کو عالم سند نہ رکھیں وہ بھروسہ کی نہیں ہے۔"

برخلاف اس کے جناب مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب رام پوری نے اپنی کتاب "عمدۃ الفاتحہ" میں ارواحِ موتیٰ کا اوقاتِ متبرکہ میں اپنے گھروں کو آنا احادیث و کتبِ فقہ اقوالِ مشائخ کرام و علمائے عظام سے ثابت کیا ہے، مشتِ نمونہ وہ روایات بھی یہاں لکھی جاتی ہیں، سنئے، اشعۃ اللمعات میں مولانا حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ لکھتے ہیں:

در بعضے روایات آمدہ است کہ روح میت می آید خانۂ خود را شبِ جمعہ پس نظر می کند کہ تصدق می کنند از وے یا نہ۔[1]

بعض روایات میں منقول ہے کہ جمعہ کی رات میت کی رُوح اپنے گھر آتی ہے اور دیکھتی ہے کہ اس کی طرف سے صدقہ کیا گیا ہے یا نہیں (ت)

---

[1] اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۱۴-۱۶

دقائق الاخبار مصنفہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ جس دن ہوتا ہے دن عید کا، یا دن جمعہ کا، یا روز عاشورہ کا، یا شبِ نصف شعبان، آتی ہیں روحیں مُردوں کی، اور کھڑی ہوتی ہیں اُوپر دروازوں اپنے گھروں کے، پس کہتی ہیں آیا ہے کوئی کہ یاد کرتا ہے مجھ کو، آیا ہے کوئی کہ رحم کرے اوپر ہمارے، آیا ہے کوئی کہ یاد کرے غربت ہماری کو، اے وہ لوگو! کہ رہتے ہو تم بیچ گھروں ہمارے کے، اے لوگو! اچھے ہوئے تم ساتھ اس کے اور بدبخت ہم ساتھ اس کے ہوئے، اور اے لوگو! کھڑے ہو تم بیچ کشادہ محلوں ہمارے کے، اور ہم درمیان قبروں تنگ کے، اور آیا ہے اے لوگو! ذلیل کیا تم نے یتیموں ہمارے کو، اے لوگو! نکاح کیا تم نے ساتھ عورتوں ہماری کے، آیا ہے کہ یاد کرے کوئی بیچ غربت اور فقر ہمارے کے، اعمال نامے تمہارے کشادہ ہیں اور اعمال نامے ہمارے لپیٹے گئے۔[1]

اور قریب قریب روایت اسی مضمون کی کتاب درر الحسان میں امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقل فرماتے ہیں،

www.alahazratnetwork.org

وعن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اذا کان یوم العید ویوم العشر ویوم الجمعۃ الاولی من شہر رجب ولیلۃ النصف من شعبان ولیلۃ الجمعۃ یخرج الاموات من قبورھم ویقفون علی ابواب بیوتھم ویقولون ترحموا علینا فی اللیلۃ بصدقۃ ولو بلقمۃ من خبز فانا محتاجون الیھا فان لم یجدوا شیئا یرجعون بالحسرۃ۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے جب عید کا دن، دسواں دن، ماہ رجب کا پہلا جمعہ، شب برات (شعبان کی نصف) اور جمعہ کی رات آتی ہے تو اموات اپنی قبور سے نکل کر اپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں ہماری طرف سے اس رات صدقہ کرو اگرچہ روٹی کا ایک لقمہ ہی دو کیونکہ ہم اس کے ضرورت مند ہیں، اگر وہ کچھ صدقہ نہ کریں تو بڑے افسوس سے لوٹتے ہیں (ت)

دستور القضاۃ مصنفہ صدر الدین رشید تبریزی میں فتاویٰ نسفیہ سے منقول ہے:

ان ارواح المؤمنین یأتون فی کل لیلۃ الجمعۃ ویوم الجمعۃ فیقومون بفناء بیوتھم

اہلِ ایمان کی ارواح ہر جمعہ کی رات اور دن کو اپنے گھروں کے صحن میں آکر غمناک آواز دیتی ہیں: اے

۱؎ دقائق الاخبار

۲؎ درر الحسان فی البعث ونعیم الجنان للسیوطی

ثم ینادی کل واحد منھم بصوت حزین یا اھلی ویا اولادی ویا اقربائی اعطفوا علینا بالصدقۃ واذکرونا ولاتنسونا وارحمونا فی غربتنا قد کان ھذا المال الذی فی اید یکم فی ایدینا فیرجعون منھم باکیا حزینا ثم ینادی کل واحد منھم بصوت حزین اللھم قنطھم من الرحمۃ کما قنطونا من الدعاء والصدقۃ۔[1]

میرے گھروالو، اے میری اولاد، اے میرے رشتہ دارو ہم پر صدقہ کرکے مہربانی کرو۔ ہمیں یاد رکھو ہمیں بھول نہ جاؤ، ہماری غربت پر رحم کرو، یہ مال جو تمھارے ہاتھوں میں ہے یہ کبھی ہمارے پاس بھی تھا، پھر وہ غمگین روتے ہوئے واپس جاتے ہیں، پھران میں سے ہر کوئی غمگین آواز سے کہتا ہے اے اللہ! ان کو رحمت سے اسی طرح دور فرما جس طرح انھوں نے ہمیں دعا و صدقہ سے مایوس کیا ہے۔ (ت)

اشباہ والنظائر احکام جمعہ میں مسطور ہے: وفیہ یجتمع الارواح یعنی جمعہ کے دن روحیں اکٹھی ہوتی ہیں۔ روضۃ الریاحین میں ہے:

مذھب اھل السنۃ ان ارواح الموتی فی بعض الاوقات من علیین و سجین یاتون الی اجسادھم فی قبورھم عند مایرید اللہ تعالٰی خصوصا فی لیلۃ الجمعۃ ویومھا ویجلسون ویتحدثون۔[3]

اہل السنت کا مذہب ہے اموات کی ارواح جب اللہ تعالٰی چاہتا ہے علیین اور سجین سے اپنے اجسام کی طرف آتی ہیں خصوصاً جمعہ کی رات، دن میں آپس میں بیٹھ کر گفتگو کرتی ہیں۔ (ت)

بخوف تطویل اسی قدر روایات پر بس، ورنہ اور بھی کتب معتبرہ خزانۃ الروایات اور عوارف المعارف اور تذکرۃ الموتٰی مصنفہ قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی سے ارواحِ موتٰی کا اوقاتِ متبرکہ میں اپنے گھروں کو آنا ثابت ہے، چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فتاوٰی عزیزی ترجمہ سرورِ عزیزی میں فرماتے ہیں:

"مُردے اوقاتِ متبرکہ میں مثلاً شبِ جمعہ اور شبِ قدر میں اپنے ان عزیزوں کے پاس گزرتے

---

[1] دستور القضاۃ صدر الدین رشید تبریزی
[2] الاشباہ والنظائر باب احکام الجمعہ ادارۃ القرآن کراچی ۲/۲۳۹
[3] روضۃ الریاحین

ہیں کہ وہ عزیزان اموات کو یاد کرتے ہیں قدرِ ضرورت ہے۔[1]

جناب آپ کی عبارت بالا دیکھنے اور ان سب روایات کے غور کرنے سے عوام الناس نہایت مبتلائے اوہام اور مشکوک ہیں، اب سوال یہ ہے کہ آپ کے اقوال قابلِ تسلیم یا یہ جملہ روایات منقولہ اور کتب حوالہ جات روایات منقولہ کو کیا تصور کیا جائے، آیا یہ سب کتابیں ایسی ویسی ہیں جن کی عالم سند نہیں رکھتے یا یہ کہ بھروسہ کی ہیں، اور مصنفین کتب مذکورہ کے اقوال قابل ماننے کے ہیں یا نہیں، "مفید آخرت" میں جو کچھ تحقیق کیا ہے وہ صحیح ہے یا نہیں، یا یہ کہ وہی درست ہے جو جناب کی کتاب بہشتی زیور وغیرہ میں لکھا ہے عند اللہ بواپسی ڈاک جواب باصواب بنظرِ انصاف مستفید فرمائیے تاکہ خاطر جمع ہوں اللہ آپ کو اس کی جزائے خیر دے گا، جواب کے واسطے ٹکٹ مرسل ہے۔ ۵ ربیع الثانی ۱۳۳۰ھ

(پہلے خط کا جواب از طرف تھانوی):

السلام علیکم اگر تقلید پر اکتفا ہے تو جو شخص آپ کے نزدیک قابلِ اعتماد ہو اس کا اتباع کیجئے اور اگر تحقیق کا شوق ہے تو یہ خط لے کر تشریف لے آئیے بشرطیکہ کچھ علوم دینیہ سے مناسبت بھی ہو۔

(دوسرا خط بنام تھانوی):

www.alahazratnetwork.org

جناب تھانوی صاحب! السلام علیکم، کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آنا اپنے گھروں کو ارواحِ موتٰی کا اوقاتِ متبرکہ مثل شبِ جمعہ وغیرہ میں احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے، جیسا کہ اشعۃ اللمعات میں ہے:

در بعضے روایات آوردہ است کہ ارواحِ میت می آید خانۂ خود را شبِ جمعہ پس نظر می کند کہ تصدق مے کنند از وے یا نہ۔[2]

بعض روایات میں منقول ہے کہ جمعہ کی رات میت کی رُوح اپنے گھر آتی ہے اور دیکھتی ہے کہ اس کی طرف سے صدقہ کیا گیا ہے یا نہ۔ (ت)

اور نیز اکثر کتب معتبرہ اہلِ سنّت وجماعت فقہ وحدیث وتفاسیر مثلاً دقائق الاخبار، درر الحسان، دستور القضاۃ، فتاوٰی نسفیہ، اشباہ والنظائر، روضۃ الریاحین، خزانۃ الروایات، عوارف المعارف، تذکرۃ الموتٰی، فتاوٰی عزیزی وتفسیر عزیزی میں ارواح کا آنا مسطور، لیکن جناب کی بہشتی زیور کے حصہ چھ میں ارواحِ موتی کا اوقاتِ متبرکہ میں اپنے گھروں میں نہ آنا" اس شد ومد کے ساتھ مذکور کہ اگر

---

[1] سرورِ عزیزی ترجمہ فتاوٰی عزیزی

[2] اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۷۱۷

ایسی ویسی کتاب میں لکھا ہُوا دیکھو تب بھی ایسا اعتقاد مت رکھنا" تو سوال یہ ہے کہ یہ لکھنا جناب کا کس صورت پر محمول کیا جاوے، آیا سب کتابیں مذکور الصدر جن سے ارواح کا آنا ثابت، ایسی ویسی ہیں اور اگر نہیں تو ان کتابوں کو ایسی ویسی سمجھنے والے کے حق میں شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ عند اللہ غور فرما کر جواب حق سے مع مُہر اور دستخط کے دریغ نہ کریئے گا۔ ۴ جمادی الاول ۱۳۳۷ھ

(دوسرے خط کا جواب از طرف تھانوی):

وعلیکم السلام، چونکہ اندازِ عبارت سے مقصود اعتراض معلوم ہوتا ہے اور جس پر اعتراض کرنا مقصود ہو اس سے استفسار کرنا نامناسب ہے اس لئے جواب نہیں دیا گیا کیونکہ مقصود استفسار سے دوسرا ہوتا ہے یعنی طلب حکم العمل اور ان دونوں غرضوں سے منافات معلوم۔

(تیسرا خط بنام تھانوی):

جنابِ السلام علیکم، افسوس مسئلہ حل طلب جناب کو دوبارہ لکھا لیکن جواب جواب باوجودیکہ فقیر کو نہ اعتراض مرغوب نہ کوئی مناظرہ محبوب بلکہ اظہارِ حق مطلوب، کتبِ معتبرہ اہلِ سنت وجماعت جن کے اسمائے طیبہ پچھلے خطوں میں بالتصریح مذکور جب یہ ایسی ویسی نہیں تو ان کو ایسی ویسی سمجھنے والے کی نسبت جو حکم شرع ہو اس کے لکھنے میں آپ کو کیا تامل ہے، ہاں البتہ آپ کے اس لفظ ایسی ویسی کے لکھنے میں شامل ضرور ہوتی ہیں شاید جس کی وجہ سے اظہارِ حق میں کچھ دریغ ہے، اگر بہ تقاضائے بشریت جناب سے کوئی سہو وخطا اس کلمۂ ایسی ویسی کے لکھنے میں مضمر ہے تو آگاہیت پر ان کلمات کی واپسی میں کیا عذر ہے اور اگر خاص کوئی تاویل ہے تو اس سے عند اللہ مع دستخط ومہر کے بواپسی ڈاک صاف طور سے عوام کو مطلع فرما دیجئے گا بلحاظ اس کے تاکہ ظن قائم کریں اگر آپ نے صاف صاف جواب جواب بھی نہ دیا تو پھر مجبوراً یہی متصور ہوگا کہ آپ کو کتبِ معلومہ سے انحراف ہے، اس پر پھر جو حکم شرعی ہوگا علمائے اہلِ سنت وجماعت سے استفتاء لے کر بذریعہ اشتہار مشتہر کر دیا جائے گا۔ ۹ فروری ۱۹۱۹ء

(تیسرے خط کا جواب از طرف تھانوی):

السلام علیکم، مجھ کو جو کچھ عرض کرنا تھا کر چکا، فقط۔

جنابِ من! تینوں خط مع جواب ان کے پیشِ خدمت ہیں بعد ملاحظہ مخفی نہ رہے گا کہ مولوی صاحب نے اصل جواب کے دینے میں کس قدر ایچ پیچ لگائے ہیں، اور جو مقصودِ سوال تھا ان کے جوابات میں وہ قطعی مفقود، اب سوال یہ ہے کہ اس عبارت زشتی زیور سے کہ جس میں لکھا ہے "ارواح موتیٰ کا اوقات متبرکہ میں اپنے گھروں کو آنا اگر کسی ایسی ویسی کتاب میں لکھا ہوا دیکھو تب بھی ایسا اعتقاد مت رکھنا"

اس سے اور نیز خطوط مذکورہ کے جوابات سے یہ امر ثابت ہے یا نہیں کہ مولوی صاحب کو جملہ احادیث و روایات، کتب معتبرہ اہل سنت وجماعت جن میں ارواح کا آنا ثابت ایسی ویسی تسلیم اور جو شخص ان سب احادیث و روایات کو ایسی ویسی کہے اس کی نسبت شرع شریف میں کیا حکم ہے؟

الجواب

تھانوی نے حفظ الایمان میں حضور اقدس سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صریح توہین کی اور شدید گالیاں دیں جس پر علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق اس پر حکم کفر دیا اور صاف فرما دیا کہ:

من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[1] جو اس کے اقوال پر مطلع ہو کر اس کے کافر ہونے میں شک بھی کرے وہ بھی کافر ہے۔

اس کے بعد اس کی ایسی ویسی باتوں پر کیا التفات اور کتب دینیہ کی توہین کی کیا شکایت، ما علی مثلہ یعد الخطاء (خطا کے بعد اس کی مثل مجھ پر نہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۵: از او، آر، ریلوے ٹیلیگراف ٹریننگ اسکول مرسلہ سید اعجاز احمد صاحب اسٹیشن ماسٹر ۲۰ رمضان ۱۳۳۷ھ

www.alahazratnetwork.org

میرے تاجدار آقا، حضور کے سایہ رحمت میں حق سبحانہ وتعالٰی اس کمینہ کو امان عطا فرمائے، ایک صاحب کہتے ہیں جس کا ماحصل یہ کہ اعمال صالحہ کرنے سے کبھی کبھی جنت میں جائے گا اگرچہ کسی نبی یا خود حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے، اس پر یہ آیت پیش کرتا ہے پارہ لایحب اللہ سورہ مائدہ رکوع ۱۴:

ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والصابئون والنصارٰی من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر وعمل صالحا فلاخوف علیھم ولا ھم یحزنون[2] اس میں کچھ شک نہیں جو کوئی مسلمان ہیں اور جو یہودی ہیں اور صابی اور نصارٰی ان میں سے جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لاوے اور نیک عمل بھی کرے تو قیامت کے دن ایسے لوگوں پر نہ کسی قسم کا خوف طاری ہوگا اور نہ وہ آزردہ خاطر رہیں گے۔

گویا کہ نصارٰی یہودی وغیرہ اگر اللہ و روز آخرت پر ایمان لاویں اور نیک عمل کریں اگرچہ حضور صلے اللہ

---

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

[2] القرآن الکریم ۵/۶۹

تعالٰی علیہ وسلم پر ایمان نہ لاویں تب بھی جنت کے مستحق ہیں، میں نے اس شخص کو آمنوا باللہ ورسلہ (اللہ تعالٰی اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ - ت) اور نیز بعد کی آیت پڑھ کر سمجھایا کہ اول ایمان وعقیدہ ہے بعد کو اعمال صالحہ، اگر عقائد ٹھیک نہیں اللہ تعالٰی کے محبوبوں کی عظمت دل میں نہیں لاکھ اعمال صالحہ کرے جنت کا مستحق نہیں، اس کے جواب میں وہ یہ آیت پیش کرتا ہے حضور سے گزارش ہے کہ فوراً ہی اس کا رد اور اس آیت کے واضح معنی نیز بغیر مسلمان ہوئے لاکھ اعمال صالحہ کرے کسی طرح جنت کا مستحق نہیں اس کا ثبوت کلام مجید کی آیات سے ہو، ہدایت دینا اللہ تعالٰی کے اختیار ہے، گویا اس شخص کا ماحصل یہ کہ جو شخص مشرک نہیں اگرچہ کسی نبی پر ایمان نہ لائے اس کو اعمالِ صالحہ اس کے کام آویں گے یعنی وہ جنت کا مستحق ہے ورنہ کلام سے ثبوت مانگتا ہے۔

الجواب

اللہ عزوجل اپنے غضب سے بچائے اور شیطان لعین کے دھوکوں سے پناہ دے۔ قرآن عظیم اول تا آخر انبیاء پر عموماً اور حضور پُرنور سیّد الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوۃ والثناء پر خصوصاً ایمان لانے کا حکم دے رہا ہے، ان کی تکذیب کرنے والوں پر لعنت وعذاب اتار رہا ہے، اور یہ کہ دین صرف دین اسلام ہے اور یہ کہ کافر کا کوئی عمل صالح نہیں سب باطل وناکام ہے، جسے دن کو آفتاب نظر نہ آئے وہ اپنی آنکھوں کو روئے، ہم صدہا آیاتِ کریمہ سے بعض کی تلاوت سے شرف لیں گے نہ اس لئے کہ جو دیدہ ودانستہ اندھا بنا ہو اس کی آنکھیں کھلیں اس کی تو قیامت کے دن بھی پٹ ہی ہوں گی،

ونحشرھم یوم القیمۃ علٰی وجوھھم عمیا وبکما وصما؎١ — اور ہم انہیں قیامت کے دن اُن کے منہ کے بل اٹھائیں گے اندھے اور گونگے اور بہرے۔ (ت)

بلکہ اس لئے کہ کوئی جاہل سا جاہل مسلمان کسی ملعون کے دھوکے میں نہ آجائے۔

آیت ١ سب سے پہلے یہی آیت جو اس کج فہم نے اپنے ثبوت میں پیش کی یہی اس کے زعم پر لعنت برسا رہی ہے، اس میں اللہ پر ایمان لانا تو شرطِ نجات فرمایا ہے، اس قدر تو وہ شخص بھی جانتا ہے مگر اللہ پر ایمان ہوتا تو اللہ پر ایمان کے معنی جانتا، اللہ پر ایمان یہ نہیں کہ لفظ اللہ مان لیا بلکہ ایمان تصدیق کا نام ہے، جو اللہ عزوجل کے ہر ہر کلام کی تصدیق قطعی سچے دل سے کرتا ہو وہ اللہ عزوجل پر ایمان رکھتا ہے اور جو اس کے کسی کلام میں شبہہ بھی لائے اسے ہرگز اللہ پر ایمان نہیں کہ اس کی سب باتوں کی تصدیق نہیں کرتا، اب کلام اللہ کو دیکھئے روشن تصریحوں سے انبیائے کرام وحضور سیّد الانام

www.alahazratnetwork.org

؎١ القرآن الکریم ١٧/ ٩٧

علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والسلام کی نبوت ورسالت کا بیان ہے، از انجملہ محمد رسول اللہ[1] محمد اللہ کے رسول ہیں، یٰسٓ ۰ والقراٰن الحکیم ۰ انک لمن المرسلین[2] اے سردار مجھے حکمت والے قرآن کی قسم بیشک تم رسولوں سے ہو، واللہ یعلم انک لرسولہ[3] اللہ خوب جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو۔ یوہیں نوح وابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ وہارون ولیعقوب وادریس والیاس ولوط ویونس و اسمٰعیل واسحٰق وداؤد وسلیمان وزکریا ویحییٰ وہود وشعیب وصالح وغیرہم انبیاء علیہم الصلوٰۃ و الثناء کی نسبت، توجو ان میں کسی کی نبوت میں شک کرے اللہ تعالیٰ کی تصدیق نہیں کرتا تو ہرگز اللہ ہی پر ایمان نہیں رکھتا کسی طرح اس آیت کے حکم میں نہیں آسکتا، اصل یہ ہے کہ ایمان باللہ میں جملہ ضروریاتِ دین پر ایمان داخل ہے کہ ان میں سے کسی بات کی تکذیب رب کی تکذیب ہے اور رب کی تکذیب رب کے ساتھ کفر ہے، پھر رب پر ایمان کہاں، یوم آخر بھی انھیں میں داخل ہے جسے مہتم بالشان ہونے کے سبب جُدا ذکر فرمایا، جس طرح آیۂ کریمہ:

والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاٰخرۃ ھم یوقنون[4]

اور وہ کہ ایمان لائیں اس پر جو اے محبوب تمھاری طرف اُترا اور جو تم سے پہلے اترا اور آخرت پر یقین رکھیں (ت)

میں اسے تین بار ذکر فرمایا کہ وہ جو قرآن عظیم پر ایمان لاتے ہیں اور اس سے پہلی کتابوں پر بھی اور آخرت کا یقین رکھتے ہیں، آخرت پر ایمان قرآن عظیم پر ایمان میں آگیا پھر اگلی کتابوں پر ایمان میں آیا کہ سب میں اس کا ذکر ہے، تیسری بار اسے پھر جُدا ذکر فرمایا یوہیں یہاں ولہٰذا جابجا صرف ایمان باللہ وعمل صالح پر ایسے وعدے فرمائے یوم آخر کا ذکر نہ فرمایا مثلاً سورۂ طلاق میں:

ومن یؤمن باللہ ویعمل صالحا یدخلہ جنّٰت تجری من تحتہا الانہٰر خٰلدین فیہا ابداً قد احسن اللہ لہ رزقا[5]

جو اللہ پر ایمان لائے اور نیک کام کرے اللہ انھیں جنتوں میں لے جائے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہیں ہمیشہ ان میں رہیں بیشک اللہ نے ان کے لئے اچھا رزق رکھا ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/ ۲۹
[2] القرآن الکریم ۳۶/ ۳-۲-۱
[3] القرآن الکریم ۶۳/ ۱
[4] القرآن الکریم ۲/ ۴
[5] القرآن الکریم ۶۵/ ۱۱

اسی طرح سورۂ تغابن میں بالجملہ ایمان باللہ میں سب ضروریات کتابوں، رسولوں، فرشتوں، قیامت وغیرہا پر ایمان لانا داخل ہے۔ تو آیت کریمہ کا حاصل یہ ہے کہ مسلمان یہود، نصرانی، صابی کوئی بھی ہو جو تمام ضروریات دین پر اسلام لائے (قرآن عظیم کو کلام اللہ، محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سچا رسول اللہ اور خاتم النبیین مانے کہ سب ضروریات دین اس میں آگئے جب تک وہ کوئی قول یا فعل منافی تصدیق نہ کرے) اور نیک کام کرے (یعنی شریعت مطہرہ محمدیہ کے مطابق کیونکہ ان کو خاتم النبیین مان چکا تو جو کام ان کی شریعت کے خلاف ہے منسوخ یا مردود ہے) اس پر کچھ خوف و غم نہیں، خلاصہ یہ کہ نعمت کچھ انھیں اشخاص مسلمین کے لئے خاص نہیں بلکہ کوئی بھی ہو کسی بھی مذہب وملت کا ہو جو اسلامی عقیدے مانے اور شریعت محمدی پر چلے اس پر کچھ خوف و غم نہیں تو آیہ کریمہ اس آیت کی نظیر ہے کہ:

فان اٰمنوا بمثل ما اٰمنتم به فقد اهتدوا[1]

اے مسلمانو! اگر یہود و نصارٰی بھی ان تمام باتوں پر ایمان لے آئیں جن پر تمھارا ایمان ہے تو وہ بھی راہ پا جائیں۔

یہی مطلب اس آیت کا ہے، منکر سوچے کہ اب اس کا باطل شبہہ کدھر گیا، مسلمان دیکھیں کہ جو آیت اس کا رد ہے اسی کو اپنی سند بنایا، یہ اگر تعصب نہیں تو ابلیس لعین کا کیسا سخت دھوکا ہے والعیاذ باللہ رب العالمین۔

آیت ۲ ایک سخت چالاکی بلکہ کلام اللہ میں تحریف کے قبیل سے ہے اس آیت کو دکھانا اور اس سے متصل اوپر کی آیت کا چھپانا جو مطلب صاف فرما رہی ہے وہ آیہ کریمہ یہ ہے:

قل یاهل الکتٰب لستم علٰی شیءٍ حتّٰی تقیموا التورٰىة والانجیل وما انزل الیکم من ربکم ولیزیدن کثیرا منهم ما انزل الیك من ربك طغیانا وکفرا فلا تاس علی القوم الکافرین[2]

اے محبوب! ان یہود و نصارٰی سے فرمادو کہ اے کتاب والو! تم نرے باطل پر ہو جب تک توریت و انجیل اور جو کچھ تمھارے رب سے تمھاری طرف اترا تھا اسے قائم نہ کرو، اور اے محبوب! بیشک ان میں بہتوں کو اس قرآن سے سرکشی اور کفر بڑھے گا تو تم ان کافروں کا غم نہ کھاؤ۔

قرآن عظیم فرماتا ہے کہ یہود و نصارٰی جب تک توریت و انجیل کو قائم نہ کریں نرے باطل پر ہیں، اور

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۳۷

[2] ؁ ؁ ۵/ ۶۸

قرآن سے سرکشی کرے کافر جو شخص محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ مانے اس کا قرآن عظیم سے سرکشی کرنا تو ظاہر و واضح، اور اس نے توریت و انجیل بھی قائم نہ کی کہ ان میں بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بشارتیں تھیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونه مکتوبا عندهم فی التورٰىة و الانجیل[1]

میں اپنی رحمت ان کیلئے لکھوں گا جو پیروی کریں گے رسول نبی اُمّی کی جسے اپنے پاس لکھا ہُوا پائیں گے توریت و انجیل میں۔

اور فرماتا ہے:

محمد رسول الله والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم (الٰی قوله تعالٰی) ذٰلك مثلهم فی التورٰىة و مثلهم فی الانجیل[2]

محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل (الیٰ قولہ تعالیٰ) ان کا یہ وصف توریت میں ہے اور ان کی ثنا ہے انجیل میں۔ (ت)

اور عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول ذکر فرماتا ہے:

www.alahazratnetwork.org

مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد[3]

میں بشارت دیتا آیا ہُوں ان رسول کی جن کا نام پاک احمد ہے۔

تو جس نے احمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ مانا اس نے توریت و انجیل قائم نہ کی بلکہ پھینک دی اور قرآن عظیم سے سرکش ہوا، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ کافر ہے پھر ایمان میں کیونکر شامل ہوسکتا ہے، انصاف والے کے لئے خود وہی آیت کہ منکر نے پڑھی اور برابر کی آیت کہ اس نے چھوڑ دی، کفایت کرتی ہیں صدہا میں سے تبرکاً دو چار اور سُن لیجئے۔

آیت ۳ آیۂ کریمہ الذین یتبعون الرسول النبی الامی[4] میں حضور کے اوصاف کریمہ ذکر کرکے فرماتا ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۵۷
[2] 〃 ۴۸/ ۲۹
[3] 〃 ۶۱/ ۶
[4] 〃 ۷/ ۱۵۷

فالذین اٰمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولئک ھم المفلحون[1]

تو جو اس نبی اُمّی پر ایمان لائے اور اس کی تعظیم مدد کی اور اس نور کے پیرو ہوئے جو اس کے ساتھ اتارا گیا وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

ثابت ہوا کہ جب تک محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے اور ان کی تعظیم نہ کرے ہرگز فلاح نہ پائے گا اگرچہ اپنے زعم میں کیسے ہی نیک عمل رکھتا ہو

آیت ۴، اس کے متصل فرماتا ہے:

قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا الذی لہ ملک السمٰوٰت والارض لا الٰہ الا ھو یحیی ویمیت فاٰمنوا باللہ ورسولہ النبی الامی الذی یؤمن باللہ وکلمٰتہ واتبعوہ لعلکم تھتدون[2]

اے محبوب! تم فرمادو کہ اے لوگو! میں تمام آدمیوں کی طرف اللہ کا رسول ہوں وہ کہ زمین و آسمان میں اسی کی بادشاہی ہے اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں وہی جلائے اور مارے، تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول نبی امّی پر کہ اللہ اور اس کے کلاموں پر ایمان لاتا ہے اور اس کی پیروی کرو کہ تمہیں ہدایت ہو۔

معلوم ہوا کہ ہدایت تو نبی امّی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ماننے پر موقوف ہے جو ان کو نہ مانے اسے ہدایت نہیں اور جب ہدایت نہیں ایمان کہاں، تو من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر (جو کوئی سچے دل سے اللہ اور قیامت پر ایمان لائے۔ ت) میں کیونکر آسکتا ہے۔

آیت ۵، ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذٰلک سبیلا اولئک ھم الکٰفرون حقا واعتدنا للکٰفرین عذابا مھینا ۰ والذین اٰمنوا باللہ و

بیشک جو انکار کرتے ہیں اور اللہ اس کے رسولوں کا اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں میں جُدائی ڈال دیں اور کہتے ہیں کہ ہم کسی پر ایمان لائیں گے اور کسی کے منکر ہوں گے اور چاہتے ہیں کہ سب پر ایمان اور سب سے کفر کے بیچ میں کوئی راستہ نکالیں وہی ہیں پکے کافر ہیں اور ہم نے کافروں

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۵۷

[2] " ۷/ ۱۵۸

[3] " ۵/ ۶۹

ورسلہ ولم یفرقوا بین احد منھم اولٰئك سوف یؤتیھم اجورھم وکان اللہ غفورا رحیما۝[1]

اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں کسی کے انکار اور باقی پر ایمان سے ان میں جدائی نہ ڈالی عنقریب اللہ ان کو ان کے ثواب دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔
کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے

اس آیۂ کریمہ نے صاف فرما دیا کہ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان میں جدائی ڈالنے والا پکا کافر ہے۔ اور یہ کہ جو ان سب کو مانے اور ایک ہی کا منکر ہو وہ اللہ اور سب رسولوں کا منکر اور ویسا ہی پکا کھلا کافر ہے، یہ نہیں کہ جو سب کو مانیں وہ مسلمان اور جو سب سے منکر وہ کافر، اور یہ جو بعض کو مانتے اور بعض کے منکر ہیں کچھ اور رہیں، نہیں نہیں یہ بھی کل کے منکر کی طرح پورے کافر ہیں بیچ میں کوئی اور راہ نکل ہی نہیں سکتی۔

آیت ۶: ان الدین عند اللہ الاسلام وما اختلف الذین اوتوا الکتٰب الا من بعد ماجاءھم العلم بغیا بینھم ومن یکفر بآیٰت اللہ فان اللہ سریع الحساب۝ فان حاجوك فقل اسلمت وجھی للہ ومن اتبعن وقل للذین اوتوا الکتٰب والامیین ءاسلمتم فان اسلموا فقد اھتدوا وان تولوا فانما علیك البلاغ واللہ بصیر بالعباد۝[2]

بیشک اللہ کے نزدیک دین یہی اسلام ہے یہود و نصارٰی نے دانستہ براہ سرکشی اس کا خلاف کیا اور جو اللہ کی آیتوں سے کافر ہوا بے غم نہ ہو اللہ جلد حساب لینے والا ہے، اگر وہ تم سے جھگڑیں تو فرما دو کہ میں اور میرے پیرو تو سب اللہ کے لئے اسلام لائے اور یہود و نصارٰی و مشرکین سب سے کہو کیا تم مسلمان ہوتے ہو، اگر اسلام لائیں تو راہ پاجائیں اور منہ پھیریں تو تم پر صرف پہنچا دینا ہے اور اللہ بندوں کو دیکھ رہا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

آیت ۷: ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه وھو فی الآخرۃ من الخاسرین۝[3]

جو اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے وہ ہرگز قبول نہ فرمایا جائے گا اور اسے آخرت میں خسارہ رہے گا۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۵۰ تا ۱۵۲
[2] " " ۳/ ۱۹-۲۰
[3] " " ۳/ ۸۵

45

آیت ۸ : الذین اٰتینهم الکتب یعرفونه کما یعرفون ابناءھم وان فریقا منھم لیکتمون الحق وھم یعلمون[1]	یہود ونصارٰی محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ایسا پہچانتے تھے جیسا اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور ان میں ایک گروہ دانستہ حق کو چھپاتا ہے۔
اور ساتویں پارہ میں اس کے بعد یُوں فرمایا : الذین خسروا انفسھم فھم لا یؤمنون[2]	وہ جنھوں نے اپنی جان خسارہ میں ڈالی وہ ان پہچانے ہُوئے نبی پر ایمان نہیں لاتے۔
اور پہلے پارے میں صاف تر ارشاد ہُوا : وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکفرین[3]	اس سے پہلے اس نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے جب وہ جانا پہچانا تشریف لایا اس سے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت کافروں پر۔

www.alahazratnetwork.org

آیت ۹ : وقدمنا الٰی ما عملوا من عمل فجعلنه ھباء منثورا[4]	اور جو کچھ انھوں نے کام کئے تھے ہم نے قصد فرما کر انھیں باریک باریک غبار کے بکھرے ہُوئے ذرّے کردیا۔ (ت)
اور فرماتا ہے : اذھبتم طیبتکم فی حیاتکم الدنیا[5]	ان سے فرمایا جائے گا کہ تم اپنے حصہ کی پاک چیزیں اپنی دنیا ہی کی زندگی میں فنا کرچکے (ت)
اور فرماتا ہے : مالہ فی الاٰخرۃ من خلاق[6]	جس نے یہ سودا لیا آخرت اس کا کچھ حصہ نہیں۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم	۲/ ۱۴۶	[2] القرآن الکریم	۶/ ۱۲
[3] "	۲/ ۸۹	[4] "	۲۵/ ۲۳
[5] "	۴۶/ ۲۰	[6] "	۲/ ۱۰۲

اور فرماتا ہے:

لایقدرون علی شیئ مما کسبوا ط واللہ لایھدی القوم الکفرین ؎۱

اپنی کمائی سے کسی چیز پر قابو نہ پائیں گے اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

ان اللہ حرمھما علی الکافرین ؎۲

بیشک اللہ نے ان دونوں کو کافروں پر حرام کیا ہے (ت)

اور فرماتا ہے:

قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبٰت من الرزق ط قل ھی للذین اٰمنوا فی الحیٰوۃ الدنیا خالصۃ یوم القیٰمۃ ط ؎۳

تم فرماؤ کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے نکالی اور پاک رزق، تم فرماؤ کہ وہ ایمان والوں کے لئے ہے دنیا میں اور قیامت میں تو خاص انہی کی ہے۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

www.alahazratnetwork.org

مثل الذین کفروا بربھم اعمالھم کرماد ن اشتدت بہ الریح فی یوم عاصف لایقدرون مما کسبوا علی شیئ ط ذٰلک ھو الضلٰل البعید ؎۴

اپنے رب سے منکروں کا حال ایسا ہے کہ ان کے کام ہیں جیسے راکھ کہ اس پر ہوا کا سخت جھونکا آیا آندھی کے دن میں ساری کمائی میں سے کچھ ہاتھ نہ لگا، یہی ہے دُور کی گمراہی۔ (ت)

ان ساتوں آیتوں کا حاصل ارشاد یہ ہے کہ کافر اگر کوئی بظاہر نیک کام مثل تصدق وغیرہ کرے بھی تو اس کا بدلہ اسے دنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے، آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں وہاں انہیں کچھ ہاتھ نہ آئے گا، جنّت کا کھانا پینا کافروں کے لئے حرام ہے، پاکیزہ رزق اور زینت کے سامان آخرت میں خاص مسلمانوں کے لئے ہیں، کافروں کے اعمال کو اللہ تعالٰی برباد کرکے ایسا کر دیتا ہے کہ جیسے روزن میں سے دُھوپ آئے تو اس کے اندر ریزے سے اُڑتے نظر آتے ہیں اور ہاتھ میں لو تو کچھ نہیں، کافروں کے اعمال کی یہ مثال ہے کہ سخت شدید آندھی کے دن میں کہیں کچھ راکھ پڑی ہو جسے آندھی کے جھونکے

؎۱ القرآن الکریم ۲/ ۲۶۴ ؎۲ القرآن الکریم ۷/ ۵۰
؎۳ " ۷/ ۳۲ ؎۴ " ۱۴/ ۱۸

اڑالے گئے کہ اب وہ ذرے بھی نہیں دکھائی دیتے کچھ ہاتھ آنا تو بڑی بات ہے،

نسأل الله العفو والعافية ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب[1]، وصلی اللہ تعالٰی علی خیر خلقه وسید رسله و اٰله وصحبه اجمعین اٰمین، واللہ تعالٰی اعلم۔

ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کا ہی سوال کرتے ہیں، اے ہمارے پروردگار! نہ ٹیڑھا فرما ہمارے دلوں کو بعد اس کے کہ تُو نے ہمیں ہدایت سے نوازا اور ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا فرما بلاشبہ تُو ہی عطا فرمانے والا ہے۔ اللہ تعالٰی کی رحمتوں کا نزول ہو تمام مخلوق سے افضل تمام رسولوں کے سربراہ اور ان کے آل واصحاب سبھی پر۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۲۶ تا ۳۳۱: ۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں،

(۱) اکثر دیہات میں جو قربانیاں ہوتی ہیں تو ان قربانیوں کے سر بہشتی کو دیتے ہیں اور کسی گاؤں میں یہ رسم ہے کہ حجام کو دیتے ہیں، ان لوگوں سے کہا گیا کہ علمائے دین نے کہیں حکم اس بات کا نہیں دیا اور نہ علماء کی زبان سے سُنا گیا کہ قربانی کا سر بہشتی کو یا حجام کو دیا جائے، تو وہ لوگ قربانی کنندہ کہنے لگے کہ اگر یہ حق بہشتی کا نہ ہوتا تو ہمارے باپ دادا کیوں دیتے، کیا ان کے زمانے میں عالم نہ تھے، ہم باپ دادا کی رسم نہ چھوڑیں گے چاہے ہماری قربانی مقبول ہو یا نہ ہو، اس کو خدا ہی جانتا ہے۔

(۲) یہ کہ بہشتی کہتا ہے کہ یہ حق ہمارا نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانے سے چلا آتا ہے اور عالم خود اب تک دیتے چلے آرہے ہیں، اگر نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نہ دیتے تو علماء کیوں قربانی کے سر پائے دیتے، بلکہ کہتا ہے کہ جو ہمارے حق کو میٹے وہ عالم نہیں ہے، معاذ اللہ اب علمائے دین فرماویں کہ یہ حق بہشتی وغیرہ کا ہے یا نہیں، یا علمائے دین اور نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر بہتان باندھا گیا ہے؟

(۳) یہ کہ جو لوگ قربانی کرتے ہیں یا کر چکے ہیں، اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ چاہے ہماری قربانی مقبول ہو یا نہ ہو ہم اپنے باپ دادا کا رسم نہیں چھوڑیں گے چاہے عالم کچھ بھی کہیں، تو اُن کا یہ کہنا کیسا ہے؟ اور

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۸

اُن لوگوں کی قربانیاں کیسی ہیں ؟

(۴) یہ کہ قربانی کا گوشت لا مذہب یعنی بھنگی وغیرہ کو دینا جائز ہے یا نہیں ؟

(۵) قربانی کی الائنت قربانی کے گوشت میں شامل کی جاوے یا کیا ؟

(۶) قربانی کا دل گردہ کلیجہ اہل قربانی پکوا کر اس پر فاتحہ دے کر کھاجاتے ہیں یہ درست ہے یا نہیں ؟ یا ان دل گردہ کلیجی کو بھی گوشتِ قربانی میں شامل کیا جاوے یا کیا ؟ بینوا توجروا ۔

الجواب

(۱) قربانی کرنے والے کو اختیار ہے سر یا جو چیز بہشتی، حجام یا جس کسی مسلمان کو چاہے دے کسی کے لئے کسی چیز کی ممانعت نہیں، ہاں بالتخصیص کسی کا کسی چیز میں کوئی حق شرع شریف میں وارد نہیں ہوا۔

(۲) اس بہشتی نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افترا کیا، اس پر توبہ فرض ہے ورنہ سخت جہنم کا سزاوار ہے۔ علمائے کرام جائز کام سے منع نہیں فرماتے جب کہ بہشتی کو بھی سر دینا جائز تھا، علماء نے سکوت فرمایا، اس سے یہ ثابت نہیں کہ شرع شریف میں ان کا کوئی حق مخصوص ہے۔

(۳) یہ اقوال ان کے مذموم وسخت ہیں، ان کی قربانیاں قابلِ قبول نہیں، انھوں نے قبولِ الٰہی کو ہلکا جانا اور عالموں کے ارشاد سے بے پروائی کی، از سرِ نو کلمہ طیبہ پڑھیں اور اپنی عورتوں سے نکاح جدید کریں۔

(۴) بھنگی وغیرہ کسی کافر کو قربانی یا اور کوئی صدقہ دینا جائز نہیں ہرگز نہ دے۔

(۵) اوجھڑی آنتیں جن کا کھانا مکروہ ہے تقسیم نہ کی جائیں بلکہ دفن کر دی جائیں اور اگر بھنگی اٹھا لے منع کی حاجت نہیں۔

(۶) قربانی کرنے والے کو اختیار ہے چاہے یہ چیزیں اپنے لئے نکال لے یا ان کو بھی تقسیم میں داخل کرلے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۳ از قصبہ کودرکوٹ ضلع اٹاوہ مسئولہ محی الدین احمد صاحب ۲۴ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مقام پر مسجد کے قریب اہل ہنود نے ایک نئی مورت قائم کی، مسلمانوں نے ان کے خلاف مورت اٹھوانے کا دعویٰ دائر کیا اس پر ایک مسلمان نے اہل ہنود سے سازباز کر کے جھوٹی شہادت دی کہ یہ مورت قدیم ہے اس بنا پر مسلمانوں نے شخص مذکور الصدر سے تعلقات منقطع کر لئے، معلوم کرنا اس امر کا ہے کہ از روئے شریعت اس شخص سے خطا کس حد تک پہنچی ہے اور اس جھوٹی شہادت سے اس کی زوجہ تو نکاح سے باہر نہیں ہوئی ؟ اب اگر اس شخص کو اسلام و برادری میں شامل کیا جائے تو اس کے واسطے کیا طریقہ اسلامی عمل میں لایا جاوے اور جب تک حسب

احکامِ شرعی اسکو شامل کیا جائے اسکا ان میں اور اگر کوئی دوسرا مسلمان اس سے تعلقات پیدا کرے تو اس کے واسطے کیا حکمِ شرعی ہے؟

الجواب

جبکہ اس نے ترویجِ پرستشِ بت میں سعی کی اس پر لزومِ کفر ہوا، اس کی عورت نکاح سے نکل گئی، اس پر فرض ہے کہ علانیہ مسلمانوں کے سامنے توبہ کرے اور نئے سرے سے کلمہ پڑھے، مسلمان ہو اس کے بعد اپنی عورت سے نکاحِ جدید کی ضرورت ہے، توبہ وتجدیدِ اسلام سے پہلے جو لوگ اس حال سے واقف ہو کر اس سے میل جول رکھیں مستحقِ سزا وعذاب ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۳۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ایک صاحب شریف ہیں اور ان کے برتاؤ برخلاف حکمِ خدا ورسول کے برتاؤ میں آتا ہے کہ داڑھی منڈواتے ہیں، اور لوگ اگر ان سے کچھ کہتے ہیں کہ آپ کو داڑھی منڈوانا غیر مناسب ہے تو لوگوں کو جواب فرماتے ہیں کہ میری طبیعت کا اختیار ہے اور میری طبیعت کا حکم ہے، ایسا شخص حلال کو حرام جانے اور حرام کو حلال جانے ان صاحب کے لئے شرع کا کیا حکم ہے؟ اس کا جواب باصواب مع حدیث وفقہ کے مرقوم فرمادیں اللہ آپ کو اجرِ عظیم عطا فرمادے گا۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

داڑھی منڈانا حرام ہے اور اس پر یہ جواب کہ میری طبیعت کا اختیار ہے گناہ پر اصرار اور سخت سزا کا سزاوار ہے، مگر اسے حرام کو حلال جاننا نہیں سمجھا جاتا اس کہنے میں کہ میری طبیعت کا اختیار ہے اور میری طبیعت کو اختیار ہے بہت فرق ہے، دوم بھی تحلیلِ حرام میں صریح نہیں نہ کہ اول۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳۴

از فتح گنج غربی مرسلہ حبیب شاہ دبینے شاہ ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ قصبہ فتح گنج غربی میں آج واقع بروز سہ شنبہ کو ایک پنچایت اسلامی قائم کی گئی اور اس میں یہ بات پیش کی گئی کہ جو شخص نماز نہ پڑھے اس سے علیک سلیک اور میل اسلامی طریقہ پر ترک کردیا جائے اور حقہ پانی اسلامی طریقہ پر بند کردیا جائے، جب یہ مجمع ہوا اور مسلمان سب جمع ہوگئے تو پیش امام کہ جو نماز جمعہ وعیدین و پنجگانہ کا ہے اس کو بلایا گیا تو اس کا اس نے جواب دیا کہ مجھ کو اس سے کچھ تعلق نہیں آج تو میں عادی اس کہ جو ہندوؤں کا تہوار ہے

وہاں پر مندر میں جاتا ہوں اور سنکھ دھو کر رکھ لیا ہے اسلامی پنچایت سے کیا مطلب، تو جو شخص ایسے الفاظ کہے اور اس گروہِ اسلام میں کہ جہاں پر سوائے نماز کی پابندی کے اور کوئی انتظام کی ضرورت نہ تھی اس کے پیچھے نماز پڑھنا شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟ اور شرع شریف کا ایسے شخص پر کیا حکم ہے؟ جمعہ عنقریب ہے جمعہ سے پیشتر یا جمعہ تک جواب مل جانا چاہئے۔

الجواب

اس شخص کے پیچھے نماز باطل محض ہے اس پر کفر لازم، اس کی عورت نکاح سے نکل گئی، جب تک نئے سرے سے مسلمان نہ ہو اس سے سلام کلام بھی حرام ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیا معنی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۵ تا ۳۲۹ از شہر لکھنؤ محلہ گڈھیا کمال جمال مسئولہ عابد حسین عباسی ۱۴ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہنود کی خوشی کرنے کی خاطر اور اتفاق پیدا کرنے کی خاطر سے گائے کی قربانی یا روزمرہ کے لئے گائے کا ذبیحہ بند کرنا کیسا ہے، ہندوستان کی حالت ملاحظہ فرماتے ہوئے حکم شرع سے مطلع فرمائیے۔

www.alahazratnetwork.org

(۲) قوم ہنود کی ہمدردی گزشتہ و آئندہ کے صلہ میں اور باہمی اتحاد رکھنے کی غرض سے گائے کی قربانی ترک کردینا شرعاً جائز ہے یا نہ؟

(۳) فی الواقع اگر مولوی عبدالباری صاحب وغیرہ اس کے متعلق فتوٰی دے چکے ہیں اس پر عمل کرنا چاہئے یا نہیں؟

(۴) اور ایسے محرکین کی کمیٹی میں شرکت کرنا چاہئے یا نہ؟ اور اس کے محرک اور مرتکب عند اللہ ماجور و گنہگار ہوں گے یا نہ؟

(۵) گائے، بھیڑ، بکری یا اونٹ وغیرہ میں منجانب شریعت مختار ہونا اس کے کیا معنی ہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ہندوستان میں گائے کی قربانی جاری رکھنا واجب ہے اور خوشنودیِ ہنود کے لئے اس کا بند کرنا حرام، مولوی عبدالباری کے باپ مولانا عبدالوہاب صاحب مرحوم اور استاد مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کے فتوے اس بارے میں ہوچکے ہیں اور ہمارے رسالہ انفس الفکر میں کافی و وافی بیان ہے، اور ہنود سے اتحاد حرام منجر بکفر ہے جس کے نتائج طشت ازبام ہیں، اس اتحاد کے ماننے والے خود

سے قرآن وحدیث کی تمام عزت پرستی پر نثار کردیتے ہیں خسر الدنیا والدین ذٰلک هو الخسران المبین والعیاذ باللہ رب العالمین (وہ دنیا ودین دونوں میں خسارے میں ہے اور یہی واضح گھاٹا ہے اور پناہ اللہ رب العالمین کی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

نوٹ

جلد چہاردہم ۱۴ ختم ہوئی، عنوان کتاب السیر جاری ہے

پندرھویں جلد بھی ان شاء اللہ سیر پر مشتمل ہوگی۔

---

www.alahazratnetwork.org

فتاوی رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

۱۵

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۸

پاکستان (۵۴۰۰۰)

فتاوٰی رضویّہ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۸
پاکستان (۵۴۰۰۰)

Marfat.com

مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ (الحدیث)

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

جلد پانزدہم

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ ——— ۱۳۴۰ھ

۱۸۵۶ء ——— ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور۔ پاکستان (۵۴۰۰۰)

فون نمبر: ۷۶۵۷۳۱۴

Marfat.com

نام کتاب	———	فتاوٰی رضویہ جلد پانزدہم
تصنیف	———	شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ
ترجمہ عربی عبارات	———	حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
پیش لفظ	———	〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
ترتیب فہرست	———	〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
تخریج و تصحیح	———	مولانا نذیر احمد سعیدی ، مولانا محمد اکرام اللہ بٹ
باہتمام وسرپرستی	———	حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظم اعلٰی تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان
کتابت	———	محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)
پیسٹنگ	———	مولانا محمد منشا تابش قصوری معلم شعبہ فارسی جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
صفحات	———	۷۴۴
اشاعت	———	محرم الحرام ۱۴۲۰ھ / اپریل ۱۹۹۹ء
مطبع	———	
ناشر	———	رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
قیمت	———	

○

ملنے کے پتے

- ○ مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
- ○ مکتبہ تنظیم المدارس، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
- ○ مکتبہ ضیائیہ، بوہڑ بازار، راولپنڈی
- ○ ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ! اعلیحضرت، امام المسلمین مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خزائنِ علمیہ اور ذخائرِ فقہیہ کو جدید انداز میں عصرِ حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظرِ عام پر لانے کے لئے دار العلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری سے مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا کی متعدد تصانیف شائع کر چکا ہے مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ المعروف بہ فتاوٰی رضویہ کی ترجمہ و تخریج کے ساتھ عمدہ و خوبصورت انداز میں اشاعت ہے۔ فتاوٰی مذکورہ کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ / مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا اور بفضلہٖ تعالٰی جل مجدہٗ و بعنایت رسولہ الکریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تقریباً نو سال کے مختصر عرصہ میں یہ پندرھویں جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس سے قبل کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الجنائز، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الایمان، کتاب الحدود و التعزیر اور کتاب السیر کے بعض حصے پر مشتمل چودہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں جن کی تفصیل سنین، مشمولات، مجموعی صفحات اور ان میں شامل رسائل کی تعداد کے اعتبار سے حسبِ ذیل ہے:

Marfat.com

جلد نمبر	عنوانات	جوابات اسئلہ	تعداد رسائل	سنینِ اشاعت	صفحات
۱	کتاب الطہارۃ	۲۲	۱۱	شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ — مارچ ۱۹۹۰ء	۸۳۸
۲	〃	۳۳	۷	ربیع الثانی ۱۴۱۲ — نومبر ۱۹۹۱	۷۱۰
۳	〃	۵۹	۶	شعبان المعظم ۱۴۱۲ — فروری ۱۹۹۲	۷۵۶
۴	〃	۱۳۲	۵	رجب المرجب ۱۴۱۳ — جنوری ۱۹۹۳	۷۶۰
۵	کتاب الصلوٰۃ	۱۴۰	۶	ربیع الاوّل ۱۴۱۴ — ستمبر ۱۹۹۳	۶۹۲
۶	〃	۴۵۷	۴	ربیع الاول ۱۴۱۵ — اگست ۱۹۹۴	۷۳۶
۷	〃	۲۶۹	۷	رجب المرجب ۱۴۱۵ — دسمبر ۱۹۹۴	۷۲۰
۸	〃	۳۳۷	۶	محرم الحرام ۱۴۱۶ — جون ۱۹۹۵	۶۶۴
۹	کتاب الجنائز	۲۷۳	۱۳	ذیقعدہ ۱۴۱۶ — اپریل ۱۹۹۶	۹۴۶
۱۰	کتاب الزکوٰۃ، صوم، حج	۳۱۶	۱۶	ربیع الاول ۱۴۱۷ — اگست ۱۹۹۶	۸۳۲
۱۱	کتاب النکاح	۴۵۹	۶	محرم الحرام ۱۴۱۸ — مئی ۱۹۹۷	۷۳۶
۱۲	کتاب النکاح، طلاق	۳۲۸	۳	رجب المرجب ۱۴۱۸ — نومبر ۱۹۹۷	۶۸۸
۱۳	کتاب الطلاق، ایمان، حدود و تعزیر	۲۹۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۱۸ — مارچ ۱۹۹۸	۶۸۸
۱۴	کتاب السیر (۱)	۳۳۹	۷	جمادی الاخری ۱۴۱۹ — ستمبر ۱۹۹۸	۷۱۲

پندرھویں جلد

یہ جلد فتاوی رضویہ قدیم جلد ششم مطبوعہ سُنّی دارالاشاعت مبارکپور اعظم گڑھ بھارت کے صفحہ ۱۶۹ سے ۳۱۴ تک ۸۱ سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے۔ نئے شامل کردہ رسائل کے علاوہ اس جلد کی عربی و فارسی عبارات کا ترجمہ فاضلِ شہیر مصنفِ کتبِ کثیرہ حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری مہتمم جامعہ اسلامیہ لاہور نے کیا ہے۔ اس سے قبل چھٹی، ساتویں، آٹھویں، دسویں اور چودھویں جلد بھی علامہ موصوف کے ترجمہ کے ساتھ شائع ہوچکی ہیں۔ پیش نظر جلد بنیادی طور پر کتاب السیر کے مباحثِ جلیلہ پر مشتمل ہے تاہم متعدد ابواب فقہیہ و کلامیہ وغیرہ کے مسائل ضمناً زیر بحث آئے ہیں، مسائل و رسائل کی مفصل فہرست کے علاوہ مسائل ضمنیہ کی الگ فہرست بھی قارئین کرام کی سہولت کیلئے تیار کردی گئی ہے۔ انتہائی دقیق اور گرانقدر تحقیقات و تدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل پندرہ رسائل بھی اِس جلد کی

Marfat.com

زینت ہیں:

(۱) الجبل الثانوی علیٰ کلیۃ التھانوی (۱۳۳۷ھ)

کلمۂ طیبہ اور درود شریف میں نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسم گرامی کی جگہ اشرفعلی کہنے والے کا حکم شرعی۔

(۲) سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح (۱۳۰۷ھ)

اس بات کا بیان کہ کذب باری تعالیٰ محال ہے اور اللہ تعالیٰ کو محال پر قادر ماننا اس کو عیب لگانا ہے بلکہ اس کی الوہیت کا انکار ہے۔

(۳) دامان باغ سبحٰن السبوح (۱۳۰۷ھ)

نظریۂ امکانِ کذب کا رَدِّ بلیغ

(۴) القمع المبین لآمال المکذبین (۱۳۲۹ھ)

مسائرہ، شرح مواقف اور حاشیہ عبدالحکیم سیالکوٹی کی عبارت سے قائلینِ امکانِ کذب کے استدلال کا رَد۔

(۵) السوء والعقاب علی المسیح الکذاب (۱۳۲۰ھ)

مرزا غلام احمد قادیانی کی عباراتِ کفریہ کا رَد۔

(۶) حجب العوارعن مخدوم بہار (۱۳۳۹ھ)

غیر مقلدوں کی طرف سے مخدوم بہار شرف الدین احمد یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ایک غلط بات منسوب کرنے کا رَد اور آپ کی ایک عبارت سے دفعِ شبہات۔

(۷) ابحاث اخیرہ (۱۳۲۸ھ)

علماءِ دیوبند اور مولوی اشرفعلی تھانوی پر اتمام حجت

(۸) الدلائل القاہرۃ علی الکفرۃ النیاشرۃ (۱۳۳۵ھ)

نیچری کافروں کے خلاف زبردست دلائل

(۹) قہر الدیان علی مرتد بقادیان (۱۳۲۳ھ)

قادیانی مرتد پر قہرِ خداوندی

(۱۰) الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی (۱۳۴۰ھ)

قادیانی مرتد پر اللہ تعالےٰ کی شمشیرِ براں

(۱۱) جزاء اللہ عدوہ باباۂ ختم النبوۃ (۱۳۱۶ھ)

ختمِ نبوت کا انکار کرنے کی وجہ سے دشمنِ خدا پر جزائے خداوندی

Marfat.com

(۱۲) الکوکبۃ الشہابیۃ فی کفریات ابی الوہابیۃ (۱۳۱۲ھ)

امام الوہابیہ کے کفریات کے بارے میں چمکدار ستارہ

(۱۳) سل السیوف الہندیۃ علی کفریات باباء النجدیۃ (۱۳۱۲ھ)

نجدی پیشواؤں کے کفریات پر لٹکتی ہوئی تلوار

(۱۴) تدبیر فلاح و نجات و اصلاح (۱۳۳۱ھ)

نزکی مسلمانوں کی حالتِ زار کا بیان اور مسلمانوں کی اصلاح ، کامیابی اور نجات کی عمدہ تدبیریں۔

(۱۵) باب العقائد والکلام (۱۳۳۵ھ)

اس بات کا بیان کہ کوئی کافر اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانتا

پندرہ رسائل مذکورہ میں سے مقدم الذکر چھ رسائل تو پہلے سے فتاوٰی رضویہ قدیم جلد ششم کتاب السیر میں موجود تھے ، اگرچہ ان میں سے رسالہ حجب العوار کو سابق جگہ سے تبدیل کر دیا گیا ہے تاکہ رَدِّ مرزائیت اور ردِ منکرین ختمِ نبوت سے متعلق رسائل یکجا ہو جائیں جبکہ آخر الذکر رسالہ یعنی "تدبیر فلاح و نجات و اصلاح" فتاوٰی رضویہ قدیم جلد دوازدہم میں شامل تھا ، مگر اس کے مباحث جلیلہ کتاب السیر سے زیادہ مطابقت رکھتے ہیں لہذا اس کو جلد ہذا میں شامل کر دیا گیا ، اور رسالہ باب العقائد والکلام فتاوٰی رضویہ قدیم جلد اول کتاب الطہارۃ باب التیمم میں تھا وہاں سے خارج کیا گیا تھا اور وعدہ تھا کہ کسی مناسب مقام پر شامل کیا جائے گا ، چنانچہ مضمون کے پیشِ نظر اسے بھی جلد ہذا میں شامل کر دیا ہے۔ باقی سات رسائل اِس سے قبل فتاوٰی رضویہ میں شامل نہ تھے ، موضوع کی مناسبت کے پیشِ نظر ان کو بھی اِس جلد کی زینت بنانے کا فیصلہ کیا گیا ہے ، جلد ہذا میں مسئلہ نمبر ۵۷ دراصل فتاوٰی رضویہ قدیم جلد نہم مطبوعہ کراچی کے صفحہ ۸۹ تا ۹۷ مسائل کلامیہ سے منتقل کیا گیا ہے کیونکہ اِس کا مضمون کتاب السیر سے مطابقت رکھتا ہے ، یاد رہے کہ کتاب السیر کے بعد فتاوٰی رضویہ قدیم جلد ششم میں کتاب المفقود تھی جس کو کتاب الطلاق کے ساتھ منسلک کر کے تیرھویں جلد (جدید) میں شامل کیا جا چکا ہے۔

لہذا اب اگلی جلد یعنی جلد ۱۶ کتاب المفقود کی بجائے کتاب الشرکۃ سے شروع ہوگی۔ مندرجہ ذیل رسائل دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے اِس جلد میں شامل ہونے سے رہ گئے ؛

(۱) المجل المسدد ان ساب المصطفٰی مرتد۔

(۲) البارقۃ اللمعا علی ساعد من نطق بالکفر طوعا۔

(۳) المقال الباہر منکر الفقہ کافر۔

حافظ محمد عبد الستار سعیدی

جامعہ نظامیہ رضویہ ، اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور

ذوالحجہ ۱۴۱۹ھ / اپریل ۱۹۹۹ء

Marfat.com

اجمالی فہرست

پیش لفظ ———— ۳
کتاب السیر (حصہ دوم) ———— ۷۳

فہرست رسائل

○ الجبل الثانوی ———— ۷۷
○ ابحاثِ اخیرہ ———— ۸۷
○ الدلائل القاہرہ ———— ۱۰۳
○ تدبیر فلاح ———— ۱۴۱
○ الکوکب الشہابیہ ———— ۱۶۷
○ سل السیوف ———— ۲۳۹
○ سبحان السبوح ———— ۳۱۱
○ دامانِ باغ ———— ۴۵۱
○ القمع المبین ———— ۴۶۵
○ باب العقائد والکلام ———— ۵۲۹
○ حجب العوار ———— ۵۵۵
○ السوء والعقاب ———— ۵۷۱
○ قہر الدیان ———— ۵۹۵
○ الجراز الدیانی ———— ۶۱۱
○ جزاء اللہ عدوہ ———— ۶۲۹

Marfat.com

فہرست مضامین

کتاب السیر (حصہ دوم)

تعزیے ناجائز ہیں لیکن ان کو بُت کہنا زیادتی ہے۔ ۷۳
"تعزیے کو بُت کہنے والا خود کافر ہے اگرچہ عالم ہو" یہ فقرہ نہایت بدتر اور شدید تر ہے، قائل پر تجدیدِ اسلام و نکاح ضروری ہے۔ ۷۳
تفضیلیہ گمراہ ہیں۔ ۷۳
علماء کی توہین کفر ہے۔ ۷۳
رافضی اہلسنت کو خارجی کہتے ہیں۔ ۷۳
حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اللہ پاک نے جمیع ماکان ومایکون کا تفصیلی علم عطا فرمایا۔ ۷۴
ساری مخلوقات کے علم کو علمِ الٰہی سے وہ نسبت بھی نہیں جو قطرے کے کروڑویں حصہ کو سمندر سے ہے۔ ۷۴
معراج جسمانی حق وصحیح ہے۔ ۷۴
نذر و نیاز کرنا جائز ہے۔ ۷۴
اولیاء سے طلبِ دعا مستحب ہے۔ ۷۴
مراسم اہلسنت سے انکار کرنا وہابیہ کا شعار ہے۔ ۷۴
کالج اور اس کی تعلیم میں جس قدر باتیں خلافِ شرع ہے اس سے بچنا ہمیشہ فرض ہے، اور جہاں مخالفت نہ ہو اس سے بچنا کبھی بھی ضروری نہیں۔ ۷۵
"شرع محمدی کا فیصلہ قبول نہیں، رواج و قانون منظور ہے" یہ فقرہ کفر ہے۔ ۷۵

○ رسالہ الجبل الثانوی علی کلیۃ التھانوی ۷۷
(کلمہ طیبہ اور درود شریف میں نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے اسم گرامی کی جگہ اشرفعلی کہنے والے کا حکم شرعی) ۷۷
کلمۂ کفر بولنے میں علماء نے زبان کی لغزش کا عذر قبول نہیں کیا۔ ۸۰
آدمی کے اعضاء ارادہ قلبی کے تابع ہیں۔ ۸۱
دن بھر اشرفعلی رسول اللہ پڑھنے والا کافر ہے۔ ۸۲
کفر کو اچھا سمجھنا کفر ہے، مولوی اشرفعلی کا عُجبِ نفس۔ ۸۳

Marfat.com

مولوی اشرفعلی نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے علم کو جانوروں، پاگلوں، بچوں کے علم سے تشبیہہ
دی جس پر علمائے حرمین شریفین نے انھیں کافر کہا۔ ۸۴

○ رسالہ ابحاث اخیرہ (اس مبارک رسالہ
نے ان وہابیوں، دیوبندیوں کی مناظرہ کی رٹ اور
تعلیوں کو خاک میں ملا دیا جو دعوتِ مناظرہ دے بیٹھے
تھے۔ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ نے یہ مضمون حقائق مشحون
بصیغۂ رجسٹری ارسال فرمایا جس کا تاریخی نام "ابحاثِ
اخیرہ" ہے، اس کے پہنچتے ہی تھانوی، اجودھیاباشی
اور چاندپوری وغیرہ کو سانپ سونگھ گیا، آج تک اس
کی تابشوں سے دیابنہ ملاعنہ کی آنکھیں خیرہ ہیں اور
قیامت تک اس کا جواب ان سے ممکن نہیں) ۸۷

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے مصنف
علیہ الرحمۃ کی ڈیوٹی۔ ۸۷

امردین کے علاوہ مصنف علیہ الرحمۃ پر جتنے ذاتی حملے
ہوتے رہے انھوں نے کبھی اس کی پرواہ نہیں کی۔ ۸۸

مولوی ثناء اللہ امرتسری ممکن و موجود میں فرق نہ جان سکے،
مقدوراتِ الٰہیہ کو موجودات میں منحصر ٹھہرایا اور
علمِ الٰہی کے نامحدود ہونے میں اپنے آپ کو
متامل بتایا۔ ۸۸

مصنف علیہ الرحمۃ کا فرمان کہ سرکار سے مجھے یہ خدمت
سپرد ہے کہ عزتِ سرکار کی حمایت کروں نہ کہ اپنی۔ ۸۸

مصنف علیہ الرحمۃ کا اس پر اظہارِ مسرت کہ گستاخانِ رسول
جتنی دیر مجھے گالیاں دیتے اور برا کہتے ہیں اتنی دیر
محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بدگوئی اور
منقصت جوئی سے غافل رہتے ہیں۔ ۸۸

تذکارات۔ ۸۹

جعلی اور وہابیوں کی طرف سے من گھڑت کتابوں کا
جدول جو انھوں نے اعلیٰحضرت اور ان کے والد ماجد در جد امجد
قدست اسرارہم اور سرکار غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کی طرف منسوب کیں۔ ۹۰

جدول میں مذکور کتابوں اور ان کے جعلی مطابع کا
جہان بھر میں کہیں وجود نہیں۔ ۹۱

تھانوی صاحب سے مصنف علیہ الرحمۃ کی طرف سے
دس استفسارات۔ ۹۳

کاش یہ بات اسی وقت طے ہو جاتی۔ ۹۷

اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کی طرف سے مولوی اشرفعلی تھانوی
کو ۱۳۲۹ھ میں تحریر کردہ تاریخی خط جس میں آپ نے
اتمامِ حجت کرتے ہوئے گستاخانہ عقائد و عبادات
پر مناظرہ کی آخری دعوت دی۔ ۹۷

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نامِ اقدس تعظیم
سے لینا فرض ہے۔ ۹۹

ترکِ تعظیم کے طور پر خالی رسول رسول کہنا کفر ہے
اور بلا ضرورت ہو تو برکات سے محرومی۔ ۹۹

جو جلوس کسی غیر مسلم کے استقبال کے لئے ترتیب
دیا جائے چند یا زیادہ مسلمانوں کی شرکت اس کو
جائز نہ کر دے گی۔ ۱۰۰

کفر کی محفلوں میں جو برضا و رغبت شریک ہو کافر
ہو گیا اور باکراہ شرعی ہو تو معذور ہے۔ ۱۰۰

تعظیمِ مشرک کا جلوس حرام، اور فعلِ حرام کا تماشہ دیکھنا

Marfat.com

بھی حرام۔ ۱۰۰

حرام کام میں چندہ دینا بھی حرام ہے۔ ۱۰۱

مشرک کو واعظِ مسلمین بنانا حرام ہے۔ ۱۰۱

مسلم و کافر کا فرق اٹھانے والا مولوی یا مولانا نہیں ہوسکتا۔ ۱۰۱

فاسق کو سید کہنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ ۱۰۱

○ رسالہ الدلائل القاہرۃ علی الکفرۃ النیاشرۃ (کاٹھیاوار میں "کاٹھیاوار مسلم ایجوکیشنل کانفرنس" کے نام سے بننے والی مجلس کے بارے میں سوال کہ اس مجلس کا ممبر بلارعایت سنی ہر کلمہ گو رافضی، وہابی، مرزائی، نیچری، چکڑالوی اور قادیانی وغیرہ ہوسکتا ہے اور بانیانِ مجلس کا کہنا ہے کہ یہ دینی کانفرنس نہیں بلکہ دنیوی ترقی کے لئے قائم کی گئی ہے، سنیوں کو ایسی کانفرنس کا قائم کرنا اور جان و مال سے اس کی مدد کرنا، اس کے جلسہ میں شریک ہونا، بدترین مرتدوں کو مسلمان سمجھنا، ان سے میل جول پیدا کرنا اور ان سے ترقی کی امید رکھنا شرع شریف میں کیا حکم رکھتا ہے) ۱۰۳

مجلس مذکور جیسی مجلس مقرر کرنا گمراہی، اس میں شرکت حرام، اور بدمذہبوں سے میل جول آگ ہے۔ ۱۰۴

ازروئے قرآن مجید مسلمانوں کو کسی کافر، بدمذہب اور فاسق کے پاس بیٹھنے کی اجازت نہیں۔ ۱۰۴

مسلمان کا ایمان ہے کہ اللہ و رسول سے زیادہ کوئی ہماری بھلائی چاہنے والا نہیں۔ ۱۰۵

جو مسلمان کی سی صورت میں ظاہر ہو کر اللہ و رسول کے حکم کے خلاف کی طرف بلائے وہ یقیناً ڈاکو ہے۔ ۱۰۵

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں کی جان سے بڑھ کر ان کے خیر خواہ اور ماں سے زیادہ ان پر مہربان ہیں۔ ۱۰۵

بدمذہبوں بے دینوں سے بائیکاٹ کا حکم۔ ۱۰۵

جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بے دینی ظاہر ہونے پر مہمان کے آگے سے کھانا اٹھوا کر اس کو نکال دیا۔ ۱۰۶

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بدمذہب کے سلام کا جواب نہ دیا۔ ۱۰۶

سعید ابن جبیر نے بدمذہب کی بات سننے سے انکار کردیا۔ ۱۰۶

امام محمد ابن سیرین نے بدمذہبوں سے قرآن و حدیث سننا گوارا نہ کیا۔ ۱۰۶

تصدیقات علمائے کرام و مفتیانِ عظام۔ ۱۰۹

تصدیقات علمائے کلکتہ۔ ۱۰۹

تصدیقات علمائے جبل پور۔ ۱۱۳

تصدیقات علمائے بہار۔ ۱۱۵

تصدیقات علمائے کانپور۔ ۱۱۷

تصدیقات علمائے سندھ حیدرآباد۔ ۱۱۸

تصدیقات علمائے محمود آباد ضلع سیتاپور۔ ۱۱۸

تصدیق حامیِ سنت ماحیِ بدعت جناب مولانا مولوی عبدالرحیم صاحب احمد آبادی زیدت مکارمہم۔ ۱۱۹

تصدیق ناصرِ سنت قامعِ بدعت مولانا مولوی ابوالمساکین محمد ضیاء الدین صاحب زیدمجدہم۔ ۱۱۹

Marfat.com

تصدیق عالم جلیل فاضل نبیل جناب مولانا مولوی سید دیدار علی صاحب الوری مفتی آگرہ ۔ ۱۲۰
تصدیقات علماء کاٹھیاوار ۔ ۱۲۴
تصدیق جناب مولانا مولوی غلام محی الدین عرف فقیر صاحب ساکن راندیر ضلع سورت ۔ ۱۲۸
تقریظ جناب مولانا مولوی غلام رسول صاحب ملتانی ۔ ۱۳۰
تقریظ علماء مراد آباد ۔ ۱۳۰
تصدیقات علماء پیلی بھیت ۔ ۱۳۱
تصدیقات علماء شاہجہانپور ۔ ۱۳۲
تصدیقات علماء رامپور ۔ ۱۳۵
تصدیق جناب مولانا مولوی محمد علیم صاحب میرٹھی زید مجدہ ۱۳۷
تصدیقات علماء پنجاب ۱۳۹
○ رسالہ تدبیر فلاح و نجات و اصلاح ۱۴۱
مسلمانوں کو فلاح و نجات اور تعمیر و ترقی کے لئے کیا کیا کرنا چاہیے اور ترکوں کی امداد کا کیا طریقہ ہو ۔ ۱۴۱
اللہ تعالیٰ کسی قوم کو گردش میں نہیں ڈالتا جب تک وہ اپنی حالت خود نہ بدل ڈالیں ۔ ۱۴۲
مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہیے ۔ ۱۴۲
اللہ واحد قہار اس دین کا حافظ و ناصر ہے ۔ ۱۴۲
آیت قرآنی میں "حتی یاتی امر اللہ" سے کیا مراد ہے ۔ ۱۴۲
غیب کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے پھر اس کی عطا سے اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ۔ ۱۴۳
اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے جان و مال جنت کے عوض خرید لئے ہیں ۔ ۱۴۳
مسلمانوں کو اپنی حالت سنبھالنے کے لئے چار مشورے ۔ ۱۴۴
مسلمانوں کے عمل کی حالت زار ۔ ۱۴۵
مرض کا علاج چاہنا اور سبب کا قائم رکھنا حماقت ہے ۔ ۱۴۶
"نماز پڑھنے والے پر لعنت بھیجتا ہوں" کلمۂ کفر ہے ۔ ۱۴۹
جو یہ کہے ایسی باتوں سے کفر عائد نہیں ہوتا اس پر بھی توبہ تجدید ایمان و نکاح ضروری ہے ۔ ۱۴۹
جھوٹی گواہی سے آدمی فاسق ہو جاتا ہے، اور قابل امامت نہیں رہتا ۔ ۱۴۹
جھوٹی گواہی پر حدیث شریف کی وعید شدید ۔ ۱۴۹
"جھوٹ بولا تو کیا برا کیا" کلمۂ کفر ہے ۔ ۱۵۰
نماز اور حکم خدا و رسول کی اہمیت کی ایک توضیح پر تشبیہ اور توہین کے شبہہ کا ازالہ ۔ ۱۵۰
تشبیہ اور تمثیل کا فرق ۔ ۱۵۲
چپراسی کو مؤذن سے کوئی نسبت نہیں ۔ ۱۵۳
اگر کوئی مؤذن کو چپراسی کہے تو یہ سوچ کر کہ احیاناً رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اذان دی ہے، لہذا آپ چپراسی ہوئے، اس میں آپ کی توہین ہے ۔ ۱۵۳
اولیاء سے استمداد جائز ہے ۔ ۱۵۴
مزامیر سننا حرام ہے ۔ ۱۵۴
سجدۂ تعظیمی حرام ہے ۔ ۱۵۴
سجدۂ تعظیمی ادا کرنے والا اگر عورت کو تین طلاق دے تو بغیر حلالہ دوبارہ نکاح نہیں کر سکتا ۔ ۱۵۴
مسلمان عورت کا نکاح کافر سے کسی طرح جائز نہیں ۱۵۴

Marfat.com

کلمہ سے بہتر ہے کہ مرتد کے جنازہ کے ساتھ ڈھولکی بجاتے جائیں، یہ کلمہ بہت شنیع ہے مگر کفر نہیں۔ ۱۵۴

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور تمام انبیاء احتلام سے پاک ہیں، یہ کہنا کہ انھیں احتلام ہوا کلمہ شنیعہ ہے۔ ۱۵۵

یاجوج ماجوج کے احتلام سیدنا آدم علیہ السلام سے بننے کی روایت صحیح نہیں۔ ۱۵۶

ثعلبی حاطب اللیل ہیں۔ ۱۵۶

حضرت کعب احبار صاحب اسرائیلیات ہیں۔ ۱۵۶

امام نووی اور ابن حجر نے احتلام جائز رکھا، مگر ائمۂ اعلام نے عموماً اس کو قولِ منکر قرار دیا۔ ۱۵۶

موجودہ ساری دنیا حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد سے ہے۔ ۱۵۶

حدیثِ یاجوج ماجوج کی تاویلات۔ ۱۵۷

یاجوج ماجوج کے اولادِ آدم ہونے کی بحث۔ ۱۵۸

خاص حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے احتلام کا ثبوت افتراء ہے۔ ۱۵۸

امام الحرمین اور امام محمد جوینی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر افتراء کو کفر قرار دیا ہے۔ ۱۵۸

جن لوگوں نے حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے احتلام ہونے کی بات کی اور اس پر اصرار کیا تجدیدِ ایمان و نکاح کریں۔ ۱۵۹

بعض ان افعال کا بیان جو فقہاء کے نزدیک کفر ہیں۔ ۱۶۰

ایک حدیث شریف کے الفاظ کی تحقیق اور طرق روایت کی تفصیل۔ ۱۶۰

کیا قرآن کی سب باتیں صحیح ہیں؟ یہ کلمہ ضرور کفر ہے۔ ۱۶۲

توہینِ عالمِ دین بوجہ علمِ دین کفر ہے ورنہ گناہِ کبیرہ ہے۔ ۱۶۳

داڑھی کا مذاق اڑانے والوں پر توبہ تجدیدِ نکاح ضروری۔ ۱۶۳

برادرانِ یوسف علیہ السلام کے بارے میں نبی ہونے نہ ہونے کے دونوں قول ہیں۔ اس لئے ان کی بے ادبی یا حرام ہے یا کفر۔ ۱۶۴

تقویۃ الایمان کفر و بے دینی کے کلمات پر مشتمل ہے اس کا پڑھنا حرام ہے۔ ۱۶۵

○ رسالہ الکوکبۃ الشہابیۃ فی کفریات ابی الوھابیۃ ۱۶۷

ہمارے فقہاء کرام اور پیشوایانِ مذہب کے نزدیک ان وہابیہ غیر مقلدین پر حکمِ کفر ہے یا نہیں جو تقلیدِ ائمہ کو شرک اور مسلمان مقلدین کو مشرک کہتے ہیں۔ اسمٰعیل دہلوی مصنف تقویۃ الایمان و صراطِ مستقیم وغیرہ کو اپنا امام و پیشوا بتاتے ہیں اس کے اقوال کو حق و ہدایت جانتے اور اس کے مطابق اعتقاد رکھتے ہیں۔ ۱۶۷

انتہائی فصیح و بلیغ اور اقتباسات آیاتِ قرآنیہ پر مشتمل خطبہ۔ ۱۶۸

وہ آیاتِ قرآنیہ اور ان کا اردو ترجمہ جن پر خطبہ مشتمل ہے۔ (حاشیہ) ۱۶۸

حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم شاہد ہیں اور شاہد کو مشاہدہ درکار۔ ۱۶۸

Marfat.com

نبی کریم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم تمام دنیا کو اپنی ہتھیلی کی طرح دیکھتے ہیں۔ ۱۶۸
اُمت کے تمام افعال واقوال واعمال حضور کے سامنے ہیں۔ ۱۶۸
دین وایمان محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کا نام ہے۔ ۱۶۸
روضۂ انور کے پاس اُونچی آواز سے بولنے والے کو فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی ڈانٹ۔ ۱۶۹
آٹھ آیاتِ کریمہ جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام اپنے نام سے ملایا۔ ۱۶۹
حضور انور صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کو نامِ پاک لے کر ندا کرنا حرام ہے۔ ۱۷۱
اگر کسی روایت میں مثلاً یا محمد آیا ہوا ہو تو وہاں یا رسول کہے۔ ۱۷۱
آیت کریمہ "اباللہ وایٰتہ ورسولہ کنتم تستھزءون" سے تین فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ ۱۷۲
کلمہ پڑھنے کے باوجود رسول کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہوجاتا ہے۔ ۱۷۲
یہ کہنا جاہلانہ بات ہے کہ کُفر کا تعلق صرف دل سے ہے زبان سے نہیں۔ ۱۷۲
کھلے ہوئے لفظوں میں عذرِ تاویل مسموع نہیں۔ ۱۷۲
بغیر اکراہ شرعی زبان سے گستاخی کرنے والا کافر ہوگا اگرچہ دل میں اس گستاخی کا معتقد نہ ہو۔ ۱۷۲
بے اعتقاد کچھ کہنا ہزل وسخریہ ہے۔ ۱۷۲
ایک اہم تنبیہ۔ ۱۷۲
نفاق دو قسم ہے: عقدی اور عملی۔ ۱۷۳
آیت کریمہ "قد بدت البغضاء من افواههم" سے دو فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ ۱۷۳
صحیح بخاری سے وہابیوں کو قرن الشیطان ہونا ثابت ہے۔ ۱۷۴
نبی کریم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کو دنیا ومافیہا سے بڑھ کر محبوب ماننے بغیر ایمان کامل نہیں ہوتا۔ ۱۷۴
ترجمہ خطبہ۔ ۱۷۵
وہابیہ مذکورین اور ان کے پیشوا برمسطور پر بوجوہ کثیر کفر لازم آتا ہے۔ ۱۷۶
جماہیر فقہاءِ کرام کی تصریحات کے مطابق وہابیہ پر حکم کفر ثابت ہوتا ہے۔ ۱۷۶
امام الوہابیہ کا خود اپنے اقرار سے کافر ہونا۔ ۱۷۶
سب وہابیہ کا اپنے امام کی تصریح سے کافر ہونا۔ ۱۷۷
علماءِ کرام اور فقہائے عظام کی صریح تصریح سے وہابیہ اور ان کے امام پر لزومِ کفر کی وجوہ۔ ۱۷۷
کفریہ نمبر ۱۔ ۱۷۷
اپنے کفر کا اقرار کفر ہے۔ ۱۷۷
کفریہ نمبر ۲۔ ۱۷۸
تمام امت کو کافر ماننا کفر ہے۔ ۱۷۸
کفریہ نمبر ۳۔ ۱۷۸
علم الٰہی کو لازم وضروری نہ جاننا اور اس کے جہل کو ممکن ماننا کفر ہے۔ ۱۷۸
کفریہ نمبر ۴، علمِ الٰہی کو قدیم نہ ماننا کفر ہے۔ ۱۷۹

Marfat.com

کفریہ نمبر۵: امام الوہابیہ کے نزدیک اللہ تعالٰے کو زمان ومکان وجہت سے پاک جاننا اور اس کا دیدار بلاکیف ماننا بدعت وضلالت ہے۔ ۱۷۹

اہل سنت وجماعت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالٰے کے لئے مکان اور فوق وتحت متصور نہیں۔ ۱۷۹

کفریہ نمبر۶: امام الوہابیہ کا کفری کلام کہ اللہ تعالٰے کا کلام واقع میں جھوٹا ہوسکتا ہے۔ ۱۸۰

اہل حق کے نزدیک تمام صفاتِ کمالیہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شریک وہمسر محال ہے۔ ۱۸۰

حضرات انبیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والثناء اور اللہ تعالٰے کا کذب ممکن ماننے والا بالاتفاق اور بالاجماع کافر ہے۔ ۱۸۱

کفریہ نمبر۷: امام الوہابیہ کا کفری قول کہ ھم اللہ تعالٰے کے لئے کذب کو محال نہیں مانتے۔ ۱۸۱

وہابیہ کے نزدیک جو کچھ آدمی اپنے لئے کرسکتا ہے وہ سب کچھ اللہ تعالٰے کی ذات پر بھی روا ہے۔ ۱۸۲

کفریہ نمبر۸: امام الوہابیہ کا اقرار کہ اللہ تعالٰے کا جھوٹ بولنا ممتنع بالغیر بلکہ محال عادی بھی نہیں۔ ۱۸۲

گونگے کا بولنا نہ محال بالذات، نہ ممتنع بالغیر، نہ محال عقلی، نہ محال شرعی بلکہ صرف محال عادی ہے۔ ۱۸۲

کفریہ نمبر۹: امام الوہابیہ نے صراحتًا مان لیا کہ اللہ تعالٰے میں عیب وآلائش کا آنا جائز ہے مگر مصلحتًا ترفع کے لئے اس سے بچنا ہے۔ ۱۸۲

کفریہ نمبر۱۰: جو چیز اختیاری ہو وہ ضرور حادث ہوگی۔ ۱۸۳

کفریہ نمبر۱۱ تا ۱۹: امام الوہابیہ کے نزدیک اللہ تعالٰے کے لئے سونا، اونگھنا، بھکنا اور بھولنا وغیرہ سب کچھ روا ہے۔ ۱۸۳

کفریہ نمبر۲۰ و ۲۱: جو اللہ تعالیٰ کی توحید و الوہیت کا تو قائل ہو مگر اس کے لئے جورو یا بچہ ٹھہرائے باجماع مسلمین کافر ہے۔ ۱۸۴

کفریہ نمبر۲۲ ۱۸۶

کفریہ نمبر۲۳: امام الوہابیہ کا انبیاء و ملائکہ، جنت ونار اور دیگر ایمانیات کو ماننے سے انکار۔ ۱۸۷

اردو زبان میں ایمان کا ترجمہ "ماننا" اور کفر کا ترجمہ "نہ ماننا" ہوتا ہے۔ ۱۸۷

کفریہ نمبر۲۴: امام الوہابیہ کا کفری کلام کہ بعض لوگوں کو احکام شرعیہ جزئیہ وکلیہ بے وساطت انبیاء اپنے نورِ قلب سے بھی پہنچتے ہیں، وہ علم میں انبیاء کے برابر ہوتے ہیں فرق صرف یہ ہے کہ انبیاء کو ظاہری وحی آتی ہے اور انھیں باطنی، وہ انبیاء کی طرح معصوم ہوتے ہیں اور اسی مرتبہ کا نام حکمت ہے۔ ۱۸۹

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو وحی الٰہی باطنی طور پر بھی آتی ہے جس کو نفث فی الروع کہتے ہیں۔ ۱۹۲

اگر کوئی اپنے پر وحی کے نزول کا دعویٰ کرے تو کافر ہے اگرچہ نبوت کا دعویٰ نہ کرے۔ ۱۹۲

Marfat.com

احکامِ شرعیہ کی معرفت انبیاء کی وساطت کے بغیر ممکن نہیں۔ ۱۹۳

یہ بات جھوٹ ہے کہ فاطمہ بنت اسد کو وحی آئی کہ تو خانہ کعبہ میں داخل ہوجا اور وہاں بچہ جن۔ ۱۹۴

اپنے پیرجی کا عیب چھپانے کے لئے امام الوہابیہ نے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ گستاخانہ تشبیہہ دی۔ ۱۹۵

نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا اُمّی ہونا حضور کے لئے معجزہ ہے۔ ۱۹۵

کفریہ نمبر ۲۵ : امام الوہابیہ کا رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر کھلا افتراء۔ ۱۹۶

زیادت جلیلہ۔ (حاشیہ) ۱۹۷

حجاج بن یوسف کی تکفیر کی ایک وجہ۔ ۱۹۸

کفریہ نمبر ۲۶ : امام الوہابیہ کے نزدیک انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ناکارے لوگ ہیں۔ ۱۹۹

کفریہ نمبر ۲۷ : وہابیہ کو انبیائے کرام سے کچھ کام نہیں اور انھیں پکارنا شرک ہے۔ ۲۰۰

کفریہ نمبر ۲۸ و ۲۹ : امام الوہابیہ کا قولِ خبیث کہ نماز میں اپنی توجہ کو رسالتمآب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طرف مبذول کرنا اپنے گائے اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے کئی گنا بدتر ہے۔ ۲۰۰

اسمٰعیل دہلوی نے جو کلمات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں کہے اس کی نظیر کھلے کافروں کی کتابوں میں بھی نہیں ملتی۔ ۲۰۱

جو لوگ اللہ و رسول کو ایذا دیں اُن پر دنیا و آخرت میں اللہ جبار و قہار کی لعنت، ان کے لئے سختی کا عذاب اور شدت کی عقوبت ہے۔ ۲۰۱

جو کلمات غلیظہ امام الوہابیہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے بارے میں بطور تشبیہ کہے کیا وہابیہ ایسے کلمات اپنے باپ دادا کے بارے میں برداشت کرینگے۔ ۲۰۲

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گستاخ وہابیوں کے دلوں میں عظمت و عزتِ رسول نہیں ہے۔ ۲۰۳

محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی عظمت تو رفیع الدرجات ذو العرش جل وعلا کی بنائی ہوئی ہے، کسی کافر یا کافر منش کے مٹائے سے نہ مٹے گی۔ ۲۰۵

شریعتِ ربّ العرش الکریم میں نماز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خیالِ باعظمت و جلال کے بغیر ناقص ہے۔ ۲۰۵

حضرت شیخ مجدد علیہ الرحمۃ کا قول کہ تصورِ صورتِ شیخ سے غافل نہ ہو۔ ۲۰۵

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خیال مسلمان کو جب بھی آئے گا عظمت و جلال کے ساتھ ہی آئیگا۔ ۲۰۶

حضور کی عظمت کا تصور ان کے پاک مبارک تصور کو لازم بین بالمعنی الاخص ہے۔ ۲۰۶

خاص نماز میں حضور انور صلے اللہ تعالےٰ علیہ کے ذکر و تکریم کا حکم صریح ہے۔ ۲۰۶

التحیات میں نمازی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو

اپنے دل میں حاضر جان کر سلام عرض کرے۔ ۲۰۶
نماز میں حضور کی بارگاہِ اقدس میں سلام کرنے کے حکم کی حکمت۔ ۲۰۶
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی اللہ تعالیٰ کے دربار سے جُدا نہیں ہوتے۔ ۲۰۶
نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کی شہادت۔ ۲۰۷
ہر نماز کے آخر میں درود شریف پڑھنا سنت بلکہ بعض ائمہ کے نزدیک فرض ہے۔ ۲۰۸
درود شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خیالِ با عظمت وجلال سے انفکاک ممکن نہیں۔ ۲۰۸
ہر رکعت میں الحمد شریف پڑھنا ہمارے نزدیک امام ومنفرد پر واجب ہے۔ ۲۰۸
غیر مقلدوں کے نزدیک تمام نمازوں پر سُورۃ فاتحہ ہر رکعت میں فرض ہے۔ ۲۰۸
سورۃ فاتحہ میں "الصراط المستقیم" سے مراد کیا ہے۔ ۲۰۹
دو ایک کے سوا کسی سُورت کا نماز میں پڑھنا وہابیہ کے وبائی شرک سے نہ بچے گا۔ ۲۰۹
ملا دہلوی کے نزدیک شریعتِ محمدیہ شرکیات کو واجب وسنت وجائز کرنے والی ہوئی۔ ۲۰۹
قرآن کی سُورتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت، ذکر، یاد اور تعظیم وتکریم سے گونج رہی ہیں۔ ۲۱۰
عبادت تلاوت بے تصور عظمت سیدِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم متصور نہیں۔ ۲۱۰
دہلوی مُلا کے یہاں کفریات کے ساٹھ کلیے۔ ۲۱۰
کفریہ نمبر ۳۰: اسمٰعیل دہلوی کے نزدیک قرآن سمجھنے کے لئے علم ہرگز درکار نہیں۔ ۲۱۱
کفریہ نمبر ۳۱ و ۳۲: ملا دہلوی کے نزدیک تمام دنیا میں کوئی مسلمان نہیں رہا۔ ۲۱۲
امام الوہابیہ کے قول کے مطابق انبیاء وملائکہ سے لے کر اللہ ورسول تک اور اس کے پیشواؤں سے لے کر خود اس ظلوم وجہول تک کوئی بھی حکمِ شرک سے نہیں بچا۔ ۲۱۳
کفریہ نمبر ۳۳ ۲۱۳
کفریہ نمبر ۳۴ تا ۳۸ ۲۱۳
شرک کسی شریعت میں حلال نہیں ہوسکتا۔ ۲۱۴
کبھی ممکن نہیں کہ اللہ تعالےٰ شرک کا حکم دے اگرچہ اسے پھر کبھی منسوخ بھی فرمادے۔ ۲۱۴
کفریہ نمبر ۳۹ و ۴۰ ۲۱۴
مکہ مکرمہ کو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اور مدینہ منورہ کو محمد مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حرم بنایا۔ ۲۱۵
سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مکہ ومدینہ کے گرد ونواح کے جنگل کا ادب کیا جائے مگر اسمٰعیل کہتا ہے یہ شرک ہے۔ ۲۱۵
کفریہ ۴۱ تا ۴۶۔ ۲۱۵
اولیاء کرام دنیا میں تصرف کرتے ہیں اور بعد وفات بھی۔ ۲۱۶
کمالِ وسعتِ علمِ اولیاء۔ ۲۱۶
اہلِ حاجات ومشکلات اولیاء اللہ سے حل طلب کرتے ہیں ۲۱۶

Marfat.com

کفریہ نمبر ۴۷ تا ۴۹	۲۱۶
حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور اہلبیت کرام سے تکوینی امور وابستہ ہیں۔	۲۱۶
کفریہ نمبر ۵۰ تا ۵۲	۲۱۷
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ اور ان کے بارہ اساتذہ حدیث "نادِعلی" کی سندیں لیتے، اجازتیں دیتے اور وظیفہ کرتے تھے۔	۲۱۷
نادعلی اور اُس کا ترجمہ	
کفریہ نمبر ۵۳ تا ۵۵	۲۱۸
حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا مکتوب نمبر ۳۰ اور اس کا ترجمہ۔	۲۱۸
تصورِ شیخ کی دولت سعادتمندوں کو ملتی ہے۔	۲۱۸
تمام احوال میں شیخ کو اپنا متوسط بنانا اور نماز وغیرہ ہر حال میں اس کی طرف متوجہ رہنا۔	۲۱۸
کفریہ نمبر ۵۶	۲۱۹
قعدۂ نماز میں شہادت کی انگلی اٹھانے کا جواز۔	۲۲۰
کفریہ ۵۷ تا ۶۱	۲۲۴
کفریہ ۶۲ تا ۶۸	۲۲۶
خود امام الوہابیہ کی طرف سے کشفِ اولیاء کا اقرار۔	۲۲۶
امام الوہابیہ نے جتنی وسعتِ علمی پیر کے لئے ثابت کی حضور کے لئے اتنی وسعت ماننے کو شرک ٹھہرایا۔	۲۲۸
وہابیہ نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہ کی جیسی چاہیئے تھی۔	۲۲۸
کفریہ نمبر ۶۹	۲۲۹
کلمۂ کفر بولنے والا اور اس پر راضی ہونے والا دونوں کو کافر کہا جائے گا۔	۲۲۹
کفریہ کلام بولنے والا واعظ اور اس کو قبول کرنیوالی قوم کافر ہیں۔	۲۲۹
بدمذہبوں کے کفری کلام کی تحسین کرنے والا کافر ہے۔	۲۲۹
کفریہ نمبر ۷۰: وہابیہ کی قدیمی عادت دائمی خصلت یہ ہے کہ جس مسلمان کو کسی امام کا مقلد پائیں مشرک بتائیں۔	۲۳۰
وہابیہ فرقہ ظاہریہ ہے جن کو ظاہر احادیث پر عمل کا بڑا دعویٰ ہے۔	۲۳۰
جو کسی کو کافر یا خدا کا دشمن کہے اور وہ حقیقت میں ایسا نہ ہو تو یہ کہنا خود قائل پر پلٹ آتا ہے۔	۲۳۰
مذہب مختار و مفتی بہ پر بھی وہابیہ پر صراحتاً کفر لازم۔	۲۳۱
مسلمانوں کو مشرک قرار دینے کی وجہ سے باتفاق مذاہب فقہاء کرام طائفہ وہابیہ کو لزوم کفر سے مفر نہیں۔	۲۳۲
تذییل جلیل	۲۳۳
ملحد تمام فرقِ کفر کو شامل ہے۔	۲۳۳
حاکم مکہ کے حکم سے علماء حرمین شریفین اور وہابی مولویوں کے درمیان مناظرہ کی کیفیت۔	۲۳۳
سب وہابیہ کا کفریہ عامہ قدیمہ	۲۳۴
وہابیہ فرقے کے معلمِ اوّل اور معلمِ ثانی نیز اس فرقے کی وجہ تسمیہ کا بیان۔	۲۳۴
وہابیہ کے بارے میں علامہ شامی علیہ الرحمۃ کا تبصرہ۔	۲۳۴

Marfat.com

وہابیہ خود کو حنبلی بتاتے ہیں مگر درحقیقت ان کا مذہب یہ ہے کہ صرف وہی مسلمان ہیں اور جو ان کے مذہب و اعتقاد کے مخالف ہیں وہ سب مشرک ہیں۔ ۲۳۵

وہابیوں نے اہلسنت اور ان کے علماء کا شہید کرنا حلال ٹھہرایا۔ ۲۳۵

وہابی خارجی ہیں اور خارجیوں کی تکفیر اس بناء پر لازم ہے کہ وہ تمام اُمت مسلمہ کو کافر کہتے ہیں۔ ۲۳۵

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ کرنے والے کا حکم۔ ۲۳۵

تنبیہ نبیہ۔ ۲۳۶

لزوم کفر اور التزام کفر میں فرق ہے۔ ۲۳۶

اقوال کا کلمہ کفر ہونا اور بات ہے، اور قائل کو کافر مان لینا اور بات۔ ۲۳۶

مصنف علیہ الرحمۃ کی احتیاط کہ مسئلہ امکانِ کذب میں وہابیہ پر اٹھتر وجہ سے لزومِ کفر کا ثبوت دینے کے باوجود کفر سے کفِ لسان کیا۔ ۲۳۶

امام الوہابیہ کا حال یزید پلید جیسا ہے۔ ۲۳۶

محتاط علماء نے یزید پلید علیہ ما علیہ کی تکفیر سے سکوت پسند فرمایا۔ ۲۳۶

یزید سے فسق وفجور متواتر ہے مگر کفر متواتر نہیں۔ ۲۳۶

امام الوہابیہ سے کلماتِ کفر اعلیٰ درجۂ تواتر پر ہیں۔ ۲۳۶

○ رسالہ سل السیوف الہندیۃ علیٰ کفریات بابا النجدیۃ۔ ۲۳۹

تقلیدِ ائمہ کو شرک اور مقلدین کو مشرک کہنے والے وہابیہ غیر مقلدین پر حکمِ کفر لازم ہے یا نہیں۔ ۲۳۹

تحریر رسالہ سے مقصود دو امر ہیں۔ ۲۴۰

امر اول: عامۂ مسلمین پر اظہارِ مبین کہ مذہب وہابیہ ضلالتوں پر مشتمل اور ان کا امام الطائفہ کیسی شناعتوں کا موجد وقائل ہے۔ ۲۴۰

امر ثانی: کبرائے وہابیہ پر عرض ہُدیٰ وخوفِ خدا کہ دیکھو کیسے کو امام بناتے ہو۔ ۲۴۰

بلاشبہ گروہ مذکور (وہابیہ غیر مقلدین) اور اس کے پیشوائے مسطور پر بوجوہِ کثیرہ قطعاً کفر لازم ہے۔ ۲۴۰

وہابیہ کے عقیدوں مکیدوں اور مذہبی رسالوں میں بکثرت کلمات کفریہ ہیں۔ ۲۴۰

وہ پچاس کتابیں جن سے مصنف علیہ الرحمۃ نے وہابیہ کے اقوال کا کلماتِ کفر ہونا ثابت کیا۔ ۲۴۱

وہابیہ اور ان کے پیشوا اسمٰعیل دہلوی کے سات کفریات۔ ۲۴۱

کفریۂ اول۔ ۲۴۱

"غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجئے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے۔" ۲۴۱

عبارت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف جہل کو منسوب کیا گیا، اس کے علم کو ازلی نہ ماننا اور اُس کی صفت کو اختیاری جاننا یہ تینوں باتیں کفر ہیں۔ ۲۴۱

کفریۂ دوم ۲۴۲

اسمٰعیل دہلوی کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی بات واقع میں جھوٹی ہو جائے تو کچھ حرج نہیں۔ ۲۴۳

Marfat.com

کفریہ سوم ۲۴۳

اسماعیل دہلوی کا اپنے پیر کو نبی بنانا۔ ۲۴۴

اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ملائکہ کے ساتھ مختص ہے۔ ۲۴۴

کفریہ چہارم ۲۴۵

ماننا ایمان کا ترجمہ ہے اور نہ ماننا کفر کا۔ ۲۴۵

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کفر کا حکم خود کفر ہے۔ ۲۴۵

اللہ و رسول پر انبیاء کے ساتھ کفر کے حکم کا افترا کفر ہے۔ ۲۴۵

صریح لفظ میں تاویل کا دعویٰ مقبول نہیں۔ ۲۴۶

کفریہ پنجم ۲۴۷

وہابیہ کے نزدیک بعض اولیاء کو احکامِ شریعت وحیِ باطن سے پہنچتے ہیں اور وہ احکامِ شریعت میں ایک وجہ سے خود محقق اور پیرویِ انبیاء سے مستغنی ہوتے ہیں، وہ مثل انبیاء معصوم ہوتے ہیں۔ ۲۴۸

غیر نبی کو نبی بنانا کفرِ صریح ہے۔ ۲۴۸

شرعی احکام کی معرفت انبیاء کی وساطت کے بغیر ممکن نہیں۔ ۲۴۸

یہ جو کہا جاتا ہے کہ فاطمہ بنت اسد کو وحی آتی یہ سب جھوٹ ہے۔ ۲۴۸

کوئی اسلامی یا غیر اسلامی فرقہ فاطمہ بنت اسد کی نبوت کا قائل نہیں۔ ۲۴۸

رافضیوں کے مذہب سے ختمِ نبوت کا انکار لازم آتا ہے۔ ۲۴۹

کفریہ ششم ۲۴۹

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ادنیٰ گستاخی کفر ہے۔ ۲۴۹

امام الوہابیہ نے نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کھلی دشنام دے کر مسلمانوں کے دلوں کو زخم پہنچایا ۲۴۹

اللہ و رسول کو ایذا دینے والوں پر دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت اور عذاب مہین ہے۔ ۲۴۹

اگر رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال نماز میں عظمت کے ساتھ آنے سے نوبت شرک تک پہنچے تو نماز میں التحیات اور قرآن کی متعدد سورتیں اور آیتیں پڑھنے سے شرک کی راہ ہموار ہوگی۔ ۲۵۰

جو شخص تمام اُمت کو گمراہ ٹھہرانے والی بات کہے وہ کافر ہے۔ ۲۵۰

کفریہ ہفتم ۲۵۲

اسمٰعیل دہلوی نے کھلم کھلا اپنے اور اپنے تمام پیروؤں کے کفر و شرک کا اقرار کیا۔ ۲۵۲

جو اپنے کفر کا اقرار کرے وہ کافر ہے۔ ۲۵۳

تمام اُمت کو کافر قرار دینا کفر ہے۔ ۲۵۳

گروہِ ناحق (وہابیہ) پر ہزاروں وجہ سے کفر لازم اور جماہیر فقہاء کرام کی تصریحات ان کے صریح کفر پر حاکم ہیں۔ ۲۵۳

تنبیہ نبیہ ۲۵۶

لزوم اور التزام میں فرق ہے۔ ۲۵۶

اقوال کا کفر ہونا اور بات ہے اور قائل کو کافر مان لینا اور بات۔ ۲۵۶

Marfat.com

محتاطین نے یزید علیہ ما علیہ کی تکفیر سے سکوت اختیار کیا۔ ۲۵۶

یزید خبیث سے ظلم وفسق وفجور متواتر مگر کفر متواتر نہیں۔ ۲۵۷

عالم کو جھوٹا اور لعنتی کہنے والا گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہے ۲۵۸

"انبیا کو بھی غم اور مرض لاحق ہوتا ہے" اس میں نہ انبیا پر الزام ہے نہ یہ کفر ہے۔ ۲۵۸

فاتحہ کو بدعت کہنا، زیارتِ مزار کو قبر پرستی، غوث پاک کی نیاز کو نام کی پوجا اور تعظیم آثارِ متبرکہ کو اطاعت رسول نہ ماننا وہابیت ہے۔ ۲۵۹

"غوث پاک کی روح کو ذلیل کیا" کہنا آپ کی روح کی توہین ہے۔ ۲۶۰

ملک الموت کے بارے میں بندر بن کر کاٹنے کا لفظ کفر ہے

منافق کو سردار کہنا حرام اور کافر کی تعظیم کفر ہے۔ ۲۶۰

فاسق کو سردار بنانا حرام ہے۔ ۲۶۰

امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ایک قول۔ ۲۶۱

جان بوجھ کر جس نے ظالم کی اعانت کی اس نے اسلام کی رسّی گردن سے نکالی۔ ۲۶۲

مرتد سے میل جول حرام ہے۔ ۲۶۲

جس اخبار میں گمراہی کی باتیں ہوں اس کو پسندیدگی سے خریدنا حرام ہے۔ ۲۶۲

تعزیہ بنانا حرام ہے مگر مسلمانوں پر اس کی پرستش کا الزام غلط ہے۔ ۲۶۳

منت عرفی ہو یا اختراعی شرعی نہیں۔ ۲۶۳

نذرِ شرعی کے عبادت ہونے میں اختلاف ہے۔ ۲۶۳

اسلام کی شکست پر خوش ہونا اور اہل اسلام کے قاتلوں کو سراہنا کفر ہے۔ ۲۶۴

خلافت کمیٹی والوں نے خلافت کی حمایت کے جو طریقے ایجاد کئے ہیں سب غلط اور مخالف قرآن ہیں ان سے جُدائی فرض ہے۔ ۲۶۴

اللہ ورسول کے دشمنوں سے دوستی کرنا مسلمانوں کا کام نہیں۔ ۲۶۴

کعبہ معظمہ کا استہزار کفر ہے، اور ایسے الفاظ بولے جن سے استہزار مترشح ہو تو توبہ فرض ہے۔ ۲۶۵

بادشاہِ اسلام کے احکام اس کی قلمرو تک ہوتے ہیں۔ ۲۶۵

بادشاہِ اسلام کی اعانت اس ملک والوں پر ہے وہ عاجز ہوں تو اس کے بعد والے ایسے ہی اخیر تک۔ ۲۶۵

بحالت موجودہ ہندوستانیوں کو جہاد کرنے کی اجازت نہیں۔ ۲۶۵

عناداً لفظ اجمیر کے ساتھ شریف نہ لکھنا گمراہی اور سُستی اور کوتاہ قلمی سے ہو تو محرومی ہے۔ ۲۶۵

ڈاڑھی منڈانے کو سنت کہنا کفر ہے۔ ۲۶۶

ڈاڑھی کے وجوب کے انکار کے طور پر یہ کہنا کہ یہ سنت ہے گمراہی ہے کفر نہیں ہے۔ ۲۶۶

نماز پڑھنے والے کو مادر ... کہنا کفر ہے۔ ۲۶۶

فعل گناہ پر کسی کے کفر کا فتویٰ دینا جائز نہیں۔ ۲۶۷

مشرک کو مہاتما کہنا کفر ہے، اور اس کے جلوس

Marfat.com

میں شرکت حرام۔ ۲۶۷

مسلمان کی جے بولنا بھی منع ہے۔ ۲۶۷

قرآن شریف کی ایک آیت کے مفہوم سے سوال اور اس میں تھوڑا تغیر ہوجانے کا حکم۔ ۲۶۷

حضور کے وصال کے بعد بعض نام کے صحابہ مرتد ہوگئے تھے۔ ۲۶۸

قرآن عظیم کا خطاب صحابہ کرام سے ہے، بعد کے مسلمان تبعاً اس خطاب میں داخل ہیں۔ ۲۶۸

قرآن عظیم میں کفر کو خطاب کم عام طور پر زجر و توبیخ ہے ۲۶۹

مصحف شریف کا اعاظم صحابہ سے افضل ہونا قطعی نہیں۔ ۲۷۰

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اکرم الاکرمین نہیں کہنا چاہیے۔ ۲۷۰

کلام الٰہی پر کسی کا احسان نہیں، جو یہ کہے اس کے لئے توبہ تجدید اسلام و نکاح ضروری ہے۔ ۲۷۰

مؤول کلمہ بولنے سے بھی احتیاط لازم ہے۔ ۲۷۰

کافر کی تعظیم کفر ہے ۲۷۱

مضامین باطلہ پر بنیت تحسین اللہ اکبر کا نعرہ لگانا بھی حرام ہے۔ ۲۷۱

مشرکین کو مسجد میں تعظیم اور اہتمام کے طور پر لے جانا حرام ہے اور یہ مسئلہ اجماعی ہے۔ ۲۷۱

گم شدہ چیز کا مسجد میں تلاش کرنا منع ہے۔ ۲۷۲

فرعون کو مومن کہنا اور اس کے ایمان کو مومنوں کے ایمان سے زیادہ بتانا کفر ہے۔ ۲۷۲

ترک موالات کو پانچ بنائے اسلام سے بڑھ کر بتانا بھی کفر ہے۔ ۲۷۳

موالات تمام کفار سے قطعاً حرام ہے۔ ۲۷۳

نصاریٰ سے ترک معاملات ممنوع نہیں۔ ۲۷۳

معروف ترک موالات کا شرعی حکم۔ ۲۷۳

ماکان ومایکون کی تشریح۔ ۲۷۴

حلول واتحاد سے متعلق ایک سوال۔ ۲۷۶

(۱) زید عمر بکر سب کو خدا کہنا (۲) خدا کو مفعول اور مخلوق کہنا (۳) بندہ کو خدا کہوں (۴) خدا کو خدا نہ کہوں۔ یہ سب کفر ہے۔ ۲۷۸

(۱) خدا کو بھول جا کہنا (۲) اپنے اللہ کہنا (۳) ہول کہنا (۴) قرآن کہنا (۵) شریعت کا انکار (۶) انا الحق کہنے پر اصرار (۷) بندہ بننے کی ممانعت (۸) بروجہ انکار نماز روزہ حج کی ممانعت (۹) خدا کی نفی (۱۰) شریعت کو فرضی اور ساختہ کہنا (۱۱) مومن کو اچھا نہ کہنا (۱۲) کافر کو برا نہ کہنا۔ یہ سب کفر صریح ہے۔ ۲۷۸

(۱) عذاب و ثواب کا انکار (۲) بھلے کو برا اور برے کو بھلا کہنا (۳) صریح عقائد کفریہ کی نسبت رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طرف کرنا (۴) کفر کو وصول الی اللہ بتانا، یہ سب کفر ہے۔ ۲۷۸

احکام مرتدین کی تفصیل ۲۷۸

تذکرہ غوثیہ نامی کتاب گمراہی اور کفر کی باتوں پر مشتمل ہے۔ ۲۷۹

کسی امتی کو آں سرور عالم کہنا، علیہ الصلوۃ، مسجود مخلوق کہنا، خیر الوریٰ کہنا، انتخاب اولین، شافع ہر دوسرا

Marfat.com

کہنا، سیدِ کونین کہنا حرام ہے۔ ۲۸۰

غلق عالم را سبب، قاب قوسین، مازاغ البصر، جائے تو رشک مدینہ، یہ کلمات موہم کفر ہیں۔ ۲۸۰

ذات تو احد، سالار رسل، مسند نشین، لم یزل کہنا کفر ہے۔ ۲۸۰

غیر خدا کو قیوم جہاں کہنے پر علماء نے تکفیر کی ہے۔ ۲۸۰

اتحاد و حلول سے متعلق ایک اور سوال۔ ۲۸۰

توحید ایمان ہے، وحدۃ الوجود حق ہے، اتحاد الحاد ہے اور شیخ اکبر کی طرف اس کی نسبت کذب ہے۔ ۲۸۲

وہابیہ کے ایک افتراء کا ذکر۔ ۲۸۳

ذاتِ الٰہی کے لئے لفظ دولھا دلھن کا استعمال شرعاً منع ہے۔ ۲۸۴

اسماعیل دہلوی کے نزدیک خدا جھوٹ بول سکتا ہے صرف مصلحۃً جھوٹ نہیں بولتا۔ ۲۸۴

قصیدہ معراجیہ کے ان اشعار کی تشریح جس میں دولھا یا دلھن کا لفظ آیا ہے۔ ۲۸۴

جنت کی مستی کو دلھن کی وجہ سے تشبیہ دینا حدیث شریف میں وارد ہے۔ ۲۸۴

کعبہ کو دلھن کہنا جائز ہے، مقامِ آراستہ کو دلھن کہنا حدیث سے ثابت ہے۔ ۲۸۴

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو عروس مملکۃ اللہ کہنے کا اقوالِ علماء سے ثبوت۔ ۲۸۵

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام ملک و ملکوت پر اللہ تعالےٰ کے نائب مطلق ہیں۔ ۲۸۷

سورۃ الرحمٰن کے لئے حدیث میں لفظ عروس (دلھن) آیا ہے۔ ۲۸۷

دولھا دلھن کا استعمال بیوی کے مفہوم میں خاص محاورہ ہے۔ ۲۸۷

حدیث شریف میں یوم جمعہ کو دلھن سے تشبیہ دی گئی۔ ۲۸۸

کعبہ مکرمہ کے لئے رخصت کی جانے والی دلھن سے تشبیہ۔ ۲۸۸

مولیٰ علی کی تشبیہ نئی دلھن سے جسے دولھا کی طرف رخصت کیا جائے۔ ۲۸۸

روزانہ ستر ہزار فرشتے صبح اور ستر ہزار شام کے وقت روضۂ اطہر کے گرد حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام عرض کرتے ہیں۔ ۲۹۰

حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ستر ہزار فرشتوں کے جھرمٹ میں نئی دلھن کی طرح رب کے حضور حاضر ہوں گے۔ ۲۹۰

اسمٰعیل دہلوی نے قرآن عظیم اور حدیث شریف کی صریح تکذیب کی۔ ۲۹۰

صرف لا الٰہ کہہ کر پورا کلمہ مراد لینے والے کی تکفیر کرنے والے کی تجہیل۔ ۲۹۲

کلمہ توحید لا الٰہ میں دو ٹکڑے (کفر و اسلام) نہیں۔

عزم کفر فی الحال کفر ہے۔ ۲۹۳

ٹوٹا نکاح خود بخود نہیں جڑتا دوبارہ عقد ضروری ہے ۲۹۳

لا الٰہ کے معنی غیر خدا کی الوہیت کی نفی ہے مطلقاً الوہیت کی نفی نہیں ہے۔ ۲۹۳

Marfat.com

رضی نحوی کی تصریح کی کلمہ طیبہ میں نفی عام نہیں ہے۔ ۲۹۳
کلمہ طیبہ میں نفی عام مراد لینے سے صاف تناقض لازم ۲۹۳
آئے گا کہ سالبہ کلیہ اور موجبہ جزئیہ باہم نقیض ہیں۔ ۲۹۳
کلمہ طیبہ میں دو حکم نہیں حکم صرف ایک ہے۔ ۲۹۵
لا و الا تعبیر ہے معبر مفرد کلی بمرتبہ لابشرط شئی
فارغ کردہ از مستثنیٰ بمرتبہ بشرط لاشئی ہے۔ ۲۹۵
مطلق بول کر مقید مراد لینے پر قرینہ کی ضرورت
پڑتی ہے۔ ۲۹۵
قرینہ حالیہ بھی صحیح و درست ہے۔ ۲۹۵
تنگی کلام کی وجہ سے اختصار درست ہے، جیسے
قلیا اور لن تنالوا۔ ۲۹۵
انبت الربیع البقل مسلمان قائل سے مجازی
معنی میں متعین ہے۔ ۲۹۵
ایک کا اثبات توحید ہے اور نفی عام تعطیل ہے۔ ۲۹۵
جس نے لا الٰہ الا اللہ کہنا چاہا اور صرف لا الہ کہہ سکا
کافر نہ ہوا۔ ۲۹۵
کلمہ توحید میں لا کا مد طویل مفرط نہ ہونا چاہئے۔ ۲۹۶
حب الوطن من الایمان حدیث نہیں ہے۔ ۲۹۶
قرآن عظیم میں وطن کی محبت کو چھوڑ کر اللہ و رسول
کی طرف ہجرت کرنے کی تعریف اور وطن کی محبت
دل میں لئے رہنے اور ہجرت نہ کرنے کی مذمت۔ ۲۹۶
ایک مصرعہ کے صحیح اور غلط معنی کی توضیح۔ ۲۹۸
یہ کہنا کہ "اللہ تعالیٰ میم کی چادر منہ پر ڈال کر احمد
بن کر آیا" کفر ہے۔ ۲۹۹
ایسے اقوال جن کا ظاہر گمرہی اور باطن صحیح ہو
ان سے بھی بچنا ضروری ہے۔ ۲۹۹
یہ کہنا کہ "اللہ تعالیٰ نے نبی سے کہا تو اور نہیں میں
اور نہیں" اللہ تعالیٰ پر افتراء ہے اور بظاہر
کفر ہے۔ ۳۰۰
یہ کہنا کہ "کہیں لیلیٰ بنا اور کہیں مجنوں بنا" بظاہر
کفر ہے۔ ۳۰۰
عوام سے مراد وہ ہوتے ہیں جو حقائق تک
نہ پہنچے ہوں چاہے عالم کہلاتے ہوں۔ ۳۰۰
جاہل مدعی حقائق شیطان کا مسخرہ ہے۔ ۳۰۰
اتحاد و حلول کا عقیدہ کفر ہے۔ ۳۰۰
ہم کو محکمات کے اتباع کا حکم ہے متشابہات
کی پیروی جائز نہیں۔ ۳۰۰
احادیث کریمہ میں جو آیا ہے کہ جاء اللہ من طور سینا،
یہ متشابہ ہے۔ ۳۰۰
کرنا بنانے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ ۳۰۰
محمد نے خدائی کی، کی ایک بعید تاویل مگر اس
کے بولنے کی سخت ممانعت۔ ۳۰۱
ایک باطل اور کفری روایت کا رد۔ ۳۰۱
چند غلط اشعار کے احکام۔ ۳۰۲
ایک کفری شعر کا حکم۔ ۳۰۳
نعت کے غلط شعر کا حکم۔ ۳۰۳
ایک پہیلی کی توضیح اور اطلاق کا حکم۔ ۳۰۴
نعت کا ایک شعر۔ ۳۰۴
انسان کا گوشت انسان پر حرام ہے عشق
پر نہیں۔ ۳۰۵

Marfat.com

اللہ تعالیٰ موٹے عالم کو پسند نہیں کرتا۔ ۳۰۵
نعت کے دو شعروں کا مطلب ۳۰۵
جاہل کو احکام شرع بالخصوص کفر و اسلام میں جرأت سخت حرام ہے۔ ۳۰۵
ہندی میں لفظ ہر معبود برحق کو بولتے ہیں، ازیں قبیل الفاظ بول کر رب جل وعلا سے کنایہ صوفیاء میں معروف ہے اور یہ کفر نہیں ہے۔ ۳۰۶
مجنوں بنی عامر اولیاء اللہ سے تھا، لیلیٰ کے جنون سے اس نے اپنے کو چھپا رکھا تھا۔ ۳۰۶
حضرت شبلی سے کسی نے پوچھا سلمیٰ کی خبر دینے والا کوئی ہے انھوں نے فرمایا دارین میں اس کی خبر دینے والا کوئی نہیں ہے۔ ۳۰۶
ہر اور ایشور ہندی میں معبود برحق کے اسماء میں سے ہیں اور ان کے معنی میں کوئی قباحت نہیں۔ ۳۰۷
رام کے معنی رمنے اور حلول کرنے کے آتے ہیں اور یہ غلط ہے۔ ۳۰۷
سیام کنھیا کا لقب ہے اس کا اسم نہیں، خدا کو سیام ہری کہنا گناہ اور خطا ہے۔ ۳۰۷
تجلی ذات کا رنگ سیاہ ہے۔ ۳۰۷
ایک کفری مضمون کا شعر ۳۰۷
ایک موافق شرع شعر ۳۰۷
رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روپ بدلنے والا کھیل کھیلنے والا اور بہروپیا کہنا ان کی توہین اور کفر ہے ۳۰۸
جو خدا میں ملا وہ خدا ہوگیا کہنا کفر ہے۔ ۳۰۸
اللہ اللہ گفتہ اللہ می شود کا صحیح مطلب۔ ۳۰۸
ذوق نعت کے ایک شعر کی تشریح۔ ۳۰۸
اللہ تعالیٰ کے افعال علت و غرض سے خالی ہیں۔ پر مصالح سے مملو ہیں۔ ۳۰۹
(۱۰) رسالہ سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح۔ ۳۱۱
سوال ۳۱۱
خطبہ جواب ۳۱۲
پوری کتاب کا اجمالی خاکہ ۳۱۳
مقدمہ اس امر کے بیان میں کہ اللہ تعالیٰ کو محال پر قادر ماننا اس پر عیب لگانا ہے بلکہ اس کی الوہیت کا انکار ہے۔ ۳۱۴
صفات الٰہی کے مختلف احاطوں کا بیان۔ ۳۱۴
اللہ خالق کل شئ میں شئے سے مراد حوادث ہیں۔ ۳۱۴
انہ بکل شئ بصیر مطلقاً موجودات کو شامل ہے۔ ۳۱۴
معدومات اس صفت سے خارج ہیں۔ ۳۱۵
سمع و بصر کے شامالات میں اختلاف علماء کا بیان۔ (حاشیہ) ۳۱۵
مسئلہ بالا میں مصنف کی تحقیق (حاشیہ) ۳۱۶
شرح فقہ اکبر، شرح سنوسی، حدیقہ ندیہ سے معدومات کے غیر مبصر ہونے پر نص۔ ۳۱۷
وھو علیٰ کل شئ قدیر یہ ممکنات موجودہ معدومہ سب کو شامل، واجب اور محال اس سے خارج ہیں۔ ۳۲۰
وھو بکل شئ علیم یہ کلیہ واجب، ممکن، قدیم، حادث، موجود، معدوم، مفروض، موہوم، ہر شئ اور ہر مفہوم کو قطعاً محیط ہے۔ ۳۲۰

Marfat.com

جو شئی کسی صفت کے احاطہ سے خارج ہے اس میں قصور خود اس شئی کا ہے، معاذ اللہ صفتِ باری کا کوئی نقصان نہیں۔ ۳۲۲

محال شئی ہے ہی نہیں کہ کہا جائے کہ ایک شئے عموم قدرت الٰہیہ سے رہ گئی۔ ۳۲۲

صفاتِ الٰہیہ صفتِ کمال ہیں معاذ اللہ صفاتِ عیب ونقصان نہیں۔ ۳۲۲

وہابیہ کے اس دروغ کا رد کہ اللہ جھوٹ پر قادر نہ ہو تو عاجز ٹھہرے گا۔ ۳۲۲

پہلی تنزیہہ اقوال علماء میں جن سے کذب باری محال ہونے پر اجماع ثابت ہے۔ ۳۲۳

استحالہ کذب باری کے اجماع پر شرح مقاصد کی چار نصوص۔ ۳۲۳

شرح عقائد نسفی اور طوالع الانوار کی نص۔ ۳۲۴

معتزلہ اور متکلمین کا اجماع کہ کذبِ الٰہی محال ہے۔ ۳۲۵

کذبِ الٰہی کا استحالہ صرف قبح عقلی کی وجہ سے نہیں یہ وجہ بھی ہے کہ کذب عیب ہے۔ ۳۲۵

مسایرہ کی نص کہ کذب وجہل جیسے عیب اللہ پر محال ہیں۔ ۳۲۵

مسایرہ کی نص کہ کذب عیب ہے۔ ۳۲۵

باتفاقِ اشاعرہ وغیر اشاعرہ نقص باری تعالےٰ پر محال ہے۔ ۳۲۶

اللہ تعالےٰ اپنے وعدہ اور وعید دونوں میں کذب سے پاک ہے (تفسیر کبیر) ۳۲۶

کذب باری کے استحالہ پر آیت مبارکہ وتمت

کلمۃ ربک صدقا وعدلا سے امام رازی کا استدلال۔ ۳۲۶

امام رازی کے دو مزید نصوص۔ ۳۲۷

امام تفتازانی کی تصریح کہ کذب باری ممتنع ہے۔ ۳۲۷

قاضی بیضاوی کی تشریح کہ کذب نقص اور یہ اللہ تعالےٰ پر محال ہے۔ ۳۲۷

امام نسفی کی نص کہ کذب باری تعالیٰ محال ہے۔ ۳۲۸

تفسیر ابوسعود کی نص کہ کذب اللہ تعالےٰ پر محال ہے۔ ۳۲۸

تفسیر روح البیان کی نص کہ کذب نقص اور نقص باری تعالےٰ پر محال ہے۔ ۳۲۹

کذب باری تعالےٰ پر محال ہے (شرح سنوسیہ) ۳۲۹

سیف الدین ابہری کی تصریح کہ کذب باری تعالےٰ محال ہے (شرح مواقف) ۳۲۹

شرح عقائد جلالی کی تصریح کہ کذب نقص ہے اور نقص باری تعالیٰ پر محال ہے۔ ۳۲۹

کنز الفوائد میں ہے کہ باری تعالےٰ کذب سے شرعاً اور عقلاً پاک ہے۔ ۳۳۰

کذب باری محال ہے (شرح فقہ اکبر للعلی القاری) ۳۳۰

مسلم الثبوت میں ہے کذب الوہیت کی ضد اور جو ضدِ الوہیت ہے باری تعالیٰ کیلئے عیب، اور عیب اس کی شان میں محال عقلی، خدائی اور دروغ گوئی ایک جگہ جمع نہ ہوگی (مولانا نظام سہالوی) ۳۳۰

اللہ تعالےٰ کے لئے کذب محال ہے (بحر العلوم فرنگی محلی) ۳۳۱

Marfat.com

کذب نقصان ہے، صفاتِ الٰہی میں اس کو راہ نہیں (شاہ عبدالعزیز دہلوی) ۳۳۱
تنزیہ دوم دلائل قاہرہ و حجج باہرہ میں۔ ۳۳۲
کذبِ باری محال ہونے کی پہلی دلیل۔ ۳۳۲
اللہ تعالےٰ کا عیوب سے پاک ہونا امر عقلی ہے۔ ۳۳۳
مذکورہ بالا اصل پر فلاسفہ کی چند غلط تفریعات۔ ۳۳۳
اللہ تعالےٰ کا کذب سے پاک ہونا ضروریاتِ دینیہ سے ہے۔ ۳۳۴
کذبِ باری محال ہونے پر دوسری دلیل۔ ۳۳۵
ہر ممکن مقدور ہے۔ ۳۳۵
ارادۂ الٰہیہ امر غیب ہے۔ ۳۳۵
کذبِ الٰہی اگر زیرِ قدرت ہو تو یہ کہنا غلط ہوگا کہ وہ بولے گا نہیں۔ ۳۳۵
ممکن کا اثبات ونفی بغیر دلیل سمعی جائز نہیں۔ ۳۳۶
اصول عقائد کی دو قسمیں ہیں عقلی اور شرعی۔ ۳۳۶
کذبِ الٰہی محال عقلی وشرعی نہ ہو تو اللہ تعالےٰ کا کلام زید وعمر کے کلام کی طرح ہوجائے گا۔ ۳۳۸
استحالہ کذب باری کی تیسری دلیل۔ ۳۳۸
اللہ تعالےٰ کے کلام میں کذب آئے تو بعض اوقات بندے خدا سے اکمل ہوجائیں۔ ۳۳۸
کذب باری محال ہونے کی چوتھی دلیل۔ ۳۳۹
اللہ تعالےٰ کا صدق ازلی اور ازلی ممتنع الزوال، تو کذب محال کہ اس سے ازلی کا زوال لازم آتا ہے۔ ۳۳۹
تکوین وغیرہ صفات الٰہیہ ازلی ہیں۔ ۳۴۰
استحالہ کذب باری پر پانچویں دلیل۔ ۳۴۱
اللہ تعالےٰ کی صفت کذب ہو تو وہ بھی قدیم ہوگی اور قدیم معدوم نہیں تو لازم کہ صدقِ الٰہی محال ہو۔ ۳۴۱
استحالہ کذب باری کی چھٹی دلیل۔ ۳۴۲
انفصال حقیقی کا ارتفاع، ارتفاع نقیضین کی طرح ہے۔ ۳۴۳
کذب وصدق حقیقۃً وصفِ معنی ہے عبارت کی صفت نہیں۔ ۳۴۴
کلام اللہ کا صدور اللہ تعالےٰ سے علیٰ وجہ الاختیار نہیں ہے۔ ۳۴۵
کذب باری کے استحالہ کی ساتویں دلیل۔ ۳۴۵
اگر کذب باری ممکن ہو تو ضروری بھی ہوگا۔ ۳۴۵
کلام لفظی میں کذب ممکن نہ ہو تو کلام نفسی میں بھی ممکن نہ ہوگا۔ ۳۴۵
باری تعالےٰ کے لئے کوئی حالتِ منتظرہ نہیں، تو اگر کذب ممکن ہو تو بالفعل ہوگا۔ ۳۴۶
کذب باری کے استحالہ کی آٹھویں دلیل۔ ۳۴۷
صدق صفت الٰہی قائم بذاتہ تعالیٰ ہے اور صفات مقتضائے ذات اور مقتضائے ذات میں تغیر محال۔ ۳۴۷
کذب باری محال ہونے کی نویں دلیل۔ ۳۴۷
کذبِ الٰہی ممکن ہو تو صفت ہو کر ہی ممکن ہوگا۔ ۳۴۷
صفاتِ الٰہی واجب ماننے پر دلیل نہم کے ضمن میں

Marfat.com

مزید چودہ دلیلیں۔ ۳۴۸

چوبیسویں دلیل۔ ۳۴۹

کذب الٰہی عیب نہ ہو تو کمال بھی نہیں اور باری تعالیٰ کے لئے ایسی چیز کا ثبوت جو کمال نہ ہو محال ہے۔ ۳۴۹

پچیسویں دلیل ۳۵۰

اگر باری تعالیٰ مطلقاً جھوٹ پر قادر ہو تو لازم آئے گا کہ قرآن مخلوق ہو۔ ۳۵۰

چھبیسویں دلیل ۳۵۰

ستائیسویں دلیل ۳۵۰

رسولِ خدا کا چہرہ دیکھ کر ایمان لانے والوں نے کہا یہ جھوٹے کا چہرہ نہیں تو باری تعالیٰ کے وجہ کریم پر امکان کذب کی تہمت بہتانِ عظیم ہے۔ ۳۵۱

اٹھائیسویں دلیل اور من اصدق من اللہ قیلا کی نفیس تقریر۔ ۳۵۱

اسم تفضیل اگرچہ نفی مزیت کے لئے ہوتی ہے لیکن حقیقۃً نفی برتر و ہمسر دونوں کے لئے ہوتی ہے۔ ۳۵۱

صدق قول کلی مشکک نہیں، ہاں دو بات میں تشکیک ہے وقعت و قبول اور احتمالِ کذب۔ ۳۵۲

انتیسویں دلیل آیہ مبارکہ ای شیئ اکبر شہادۃ سے استشہاد۔ ۳۵۵

تیسویں دلیل اور آیہ مبارکہ تمت کلمۃ ربک صدقا و عدلا۔ ۳۵۵

صدق میں قائل کے اعتبار سے تشکیک اور اس کے درجات ہفتگانہ کا بیان۔ ۳۵۶

استحالہ شرعی و عقلی کا فرق۔ ۳۵۹

اِنّ اثبات نہ لِم ثبوت۔ ۳۵۹

تنزیہ سوم قائلین امکانِ کذب کے ہذیانات کا رد ۳۵۹

کلمات نصیحت آمیز و خیر خواہی۔ ۳۵۹

ہذیانِ اوّل امام وہابیہ ۳۶۲

امکانِ کذب پر اسمٰعیل دہلوی کا استدلال۔ ۳۶۲

اگر خدا جھوٹ بولنے پر قادر نہ ہو تو آدمی کی قدرت اللہ کی قدرت سے بڑھ جائیگی۔ ۳۶۳

جواب یہ ہے کہ آدمی کی اپنی قدرت ہے ہی نہیں، وہ جو کچھ کرتا ہے اللہ تعالٰے کی قدرت سے کرتا ہے۔ ۳۶۳

اسمٰعیل دہلوی اپنی اس گمرہی میں ابن حزم ظاہری کا مقلد ہے۔ ۳۶۵

اسمٰعیل کے اس قول شنیع پر اللہ تعالی کے لئے بے شمار مفاسد لازم آئیں گے حتی کہ اپنی خدائی باطل اور مخلوق کو خدا بنا سکے گا بلکہ اپنے کو معدوم کر سکے گا الی غیر ذلک من القبائح۔ ۳۶۵

اسمٰعیل دہلوی کا دوسرا ہذیان اور اس کے بے شمار رد۔ ۳۶۹

عدم کذب کمالِ الٰہی ہے، اور کمال جب ہو گا کہ جھوٹ بول سکے اور نہ بولے الخ۔ ۳۶۹

اسمٰعیل کی بے لگامیوں پر پینتیس [۳۵] تازیانے۔ ۳۷۰

ملائے دہلوی کی تقریر کا خلاصہ یہ کہ اللہ تعالٰے مصلحۃً جھوٹ نہیں بولتا، مصلحت نہ ہو تو ہر عیب کر سکتا ہے۔ ۳۷۰

ملا کی یہ دلیل عقائد تنزیہی کی جڑ کاٹ دیتی ہے۔ ۳۷۰

صفات باری کی معرفت افعال باری سے ہوتی ہے۔ ۳۷۱

Marfat.com

افعالِ باری سے صرف انھیں صفات کمال پر استدلال
ممکن جن کو خلق و تکوین سے علاقہ ہے بقیہ صفات
ثبوتیہ اور سلبیہ پر استدلال نہیں۔ ۳۷۱
تمام صفاتِ الٰہی کا ثبوت دلیل سمعیہ سے نہیں۔ ۳۷۱
ان صفات کی وضاحت جو دلائل سمعیہ سے
ثابت نہیں۔ ۳۷۱
اللہ تعالیٰ کے عیب سے پاک ہونے پر اہل اسلام
کا اجماع ہے۔ اگر عیب سے ملوث مان لیا جائے
تو یہ اجماع مقدوح ہوگا۔ ۳۷۲
وہابیہ اللہ تعالیٰ کو حق سبحانہ بھی کہتے ہیں اور
اس میں دُنیا بھر کے عیب بھی مانتے ہیں۔ ۳۷۳
الوہیت اور عیوب میں تناقض ہے۔ ۳۷۳
اللہ تعالیٰ کے لئے ظلم ممکن ماننے کا مطلب ہے
اس کی خدائی کا زوال۔ ۳۷۴
یہ بات کوئی سمجھدار کافر بھی نہیں کہہ سکتا ہے کہ خدا
عیب تو کرسکتا ہے لیکن ترفعاً اور مصلحتاً اس سے
بچتا ہے۔ ۳۷۴
وہابیہ کا یہ خیال کہ اگر خدا جھوٹ نہ بولے تو عاجز
ہوگا احمقانہ ہے کیونکہ جب بقول تمھارے سارے
عیب اس میں ہوسکتے ہیں تو معاذ اللہ ایک یہ
عجز بھی سہی۔ ۳۷۴
مُلّائے دہلوی اللہ تعالیٰ کو بالفعل نقائص سے
ملوث مانتا ہے۔ ۳۷۵
تنبیہ نبیہ۔ ۳۷۶
اسمٰعیل دہلوی نے لکھا کہ "اللہ تعالیٰ کو زمان و مکان
سے پاک ماننا بدعتِ حقیقی ہے۔" ۳۷۶
اسمٰعیل دہلوی کے نزدیک اللہ تعالیٰ کو عیب سے
پاک اور منزہ ماننا، اور اس کو بے اختیار جاننا
دونوں ہی ایک قسم کی گمراہی ہے (معاذ اللہ) ۳۷۶
دہلوی صدق کو اللہ تعالیٰ کی صفتِ کمال بھی
مانتا ہے، اور اس کو اللہ کی قدرت و اختیار میں
بھی مانتا ہے جبکہ تمام کتبِ کلامیہ میں تشریح ہے
کہ تمام صفات کمالیہ بے توسط قدرت و اختیار ہیں۔ ۳۷۷
صفاتِ کمالیہ کا اختیاری نہ ہونا اجماعی مسئلہ ہے۔ ۳۷۷
تنبیہ نبیہ۔ ۳۷۸
دہلوی، علم الٰہی کو بھی اختیاری مانتا ہے۔ ۳۷۸
امام اعظم کا ارشاد کہ صفاتہ تعالیٰ فی الازل غیر محدثۃ۔
صدق کو اختیاری ماننے کا وبال یہ ہے کہ قرآن کو
مخلوق ماننا پڑے گا۔ ۳۷۹
قرآن عظیم کے غیر مخلوق ہونے پر ائمہ اسلام کے ۳۲
ارشادات۔ ۳۸۰
۹ صحابہ کا قول کہ قرآن کو مخلوق کہنے والا کافر ہے۔ ۳۸۰
امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کا قول کہ قرآن کو مخلوق
کہنے والا قتل کیا جائے۔ ۳۸۱
"قرآن کو مخلوق کہنے والا کافر ہے"۔ علی ابن مدینی و
امام مالک، یحییٰ ابن ابی طالب، امام احمد بن حنبل۔ ۳۸۲
"جو قرآن کو مخلوق کہے زندیق ہے" عبداللہ ابن ادریس ۳۸۲
"قرآن کو مخلوق کہنے والا کافر ہے"۔ وکیع ابن الجراح،
یحییٰ ابن معین، ابن ابی مریم، شبابہ ابن سواد و
عبدالعزیز ابن ابان۔ ۳۸۲

Marfat.com

"جو قرآن کو مخلوق کہے زندیق ہے" یزید ابن ہارون، امام اعظم، قاضی ابو یوسف۔ ۳۸۲

امام وہابیہ کے قول پر اگر کذب کی نفی پر قدرت ضروری ہوگی، تو اللہ نے اپنی ذات سے ظلم کی نفی کی تو ظلم پر قدرت ضروری ہوگی، اور ظلم کہتے ہیں مِلکِ غیر میں بیجا تصرف کو، تو کچھ اشیاء کو مِلکِ الٰہی خارج ماننا پڑے گا۔ ۳۸۵

اہلسنت وجماعت کا اجماع قطعی کہ اللہ تعالےٰ ظلم پر قادر نہیں۔ شرح فقہ اکبر، تفسیر بیضاوی، روح البیان وغیرہ کے نصوص۔ ۳۸۶

اللہ تعالےٰ اپنی ذات سے اولاد کی نفی کرتا ہے، ۳۸۸

ملّائے دہلوی کی دلیل پر لازم کہ اولاد ممکن ہو۔ ۳۸۸

اللہ تعالےٰ نے اپنی ذات سے نسیان کی نفی فرمائی، ۳۸۸

ملّائے دہلوی کی تقریر پر لازم کہ اللہ تعالیٰ سے بھول چوک بھی ممکن ہو۔ ۳۸۸

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے بہکنے کی نفی کی، ملّائے دہلوی کی تقریر پر لازم کہ بہکنا ممکن ہو۔ ۳۸۹

ملّائے دہلوی اپنی اس گمراہی میں معتزلہ کے مقلد ہیں۔ ۳۹۰

تفسیر امام رازی سے معتزلہ کے قول کی تضعیف۔ ۳۹۰

صفات کے درجاتِ مختلفہ۔ ۳۹۱

صفات تنزیہی اسی کے حق میں مدح ہوں گی جو مدائح اولیٰ نہیں رکھتا۔ ۳۹۱

صفات سلبیہ تنزیہیہ کا بیان اور نفس مسئلہ سے تطبیق۔ ۳۹۱

واجب اور ممکن میں صفات کمال کے تغایر کی ایک نفیس تقریر۔ ۳۹۲

کسی چیز کا سلب بنفسہٖ کمال نہیں۔ ۳۹۳

عیوب ونقائص کا سلب اس وقت مدح میں داخل ہے کہ کسی صفت کمال کے ثبوت پر مبنی ہو۔ ۳۹۳

صفت کمال حقیقۃً صدق ہے عدم کذب نہیں۔ ۳۹۳

گونگے اور پتھر کی اس لئے عدم کذب سے تعریف نہیں کرتے کہ وہ صدق کی بھی صلاحیت نہیں رکھتا۔ ۳۹۴

قضیہ منفصلہ کے مقدم اور تالی میں جو دو صفت مدح و ذم محمول ہوں، تو موضوع ہونے کی صلاحیت انھیں افراد میں ہوگی جن سے ایک وصف کی نفی دوسرے کے صدق کی مقتضی ہو، اور جو فرد اس کی صلاحیت نہ رکھے وہ موضوع میں مندرج ہی نہیں۔ ۳۹۴

تکمیل جلیل ۳۹۴

کافر کے لئے کہئے کہ جبری قدری رافضی نہیں تو مدح نہیں اور سُنّی مسلمان کو ایسا کہئے تو تعریف ہے۔ ۳۹۴

جو شخص کذب کے تکلم کا عزم کر چکا تکلم نہ کرے تب بھی کلام نفسی میں کاذب ہو چکا۔ ۳۹۴

بیسواں تازیانہ ۳۹۵

انسان مرتبہ عقل بالملکہ میں قضیہ کی ترکیب پر قادر ہے ۳۹۵

مرتبہ عقل ہیولانی میں تعقل قضایا غیر معقول۔ ۳۹۵

خبر میں صدق وکذب کا اعتبار حکایت سے ہوتا ہے۔ ۳۹۵

پاگل کا قول خبر نہیں۔ ۳۹۶

تنبیہ وا روسائرہ بہ تسفیہ جملہ نظارہ۔ ۳۹۶

معذوروں کو کذب پر قدرت نہ ہونا کمال کی بناء

Marfat.com

پر نہیں، عیب و نقصان کی بناء پر ہے۔ ۳۹۶
ملائے دہلوی باری تعالیٰ کے کذب پر قادر نہ ہونے
کو پتھروں پر قیاس کرتے ہیں۔ ۳۹۶
وہابی اپنا کہا نہیں سمجھتے۔ ۳۹۶
پتھر کا کذب پر قادر نہ ہونا عجز و نقص کی وجہ سے ہے
اور باری تعالیٰ کا ہنر و کمال کی وجہ سے تو ایک کا
دوسرے پر قیاس مع الفارق ہے۔ ۳۹۶
اٹھائیسواں تازیانہ ۳۹۶
وہابیہ روافض سے زیادہ تقیہ کرتے ہیں۔ ۳۹۶
دعویٰ کے خلاف نظیر۔ ۳۹۶
جس کا منہ بند کر لیں اس کا کذب ممتنع بالذات نہیں
ممتنع بالغیر ہے۔ ۳۹۸
اخرس و جماد کا امتناع کذب بھی محال بالذات نہیں ۳۹۸
احادیث سے پتھروں کا کلام ثابت ہے، اور قرب
قیامت میں پتھروں درختوں سے کلام واقع ہونے
کی خبر ثابت ہے۔ ۳۹۸
میدان قیامت میں کھال کا کلام قرآن سے ثابت ہے ۳۹۸
ممتنع بالغیر کا وقوع ممتنع بالذات کے وقوع کو
مستلزم ہے۔ ۳۹۸
اسمٰعیل دہلوی کے قول پر لازم کہ اللہ تعالیٰ کا کذب
ممتنع بالغیر بھی نہیں۔ ۳۹۸
لازم قول قول نہیں ہوتا۔ ۳۹۸
نجدیہ کفر و شرک کے فتویٰ پر بے حد جری ہیں۔ ۳۹۸
کلمہ پڑھنے والے کو حتی الامکان کفر سے بچاتے ہیں ۳۹۹
انتیسواں تازیانہ؛ ملائے دہلوی کا تناقض۔ ۳۹۹
کذب کا منافی ہونا وہابیہ کے نزدیک ممتنع بالغیر
نہیں۔ ۳۹۹
تیسواں تازیانہ ۳۹۹
اگر کذب تحت قدرت الٰہی ہو تو صدق بھی مقدور ہوگا ۳۹۹
ہر مقدور ممکن ہوتا ہے اور ممکن ازل میں معدوم تھا ۴۰۰
صدق و کذب میں انفصال حقیقی ہے، لہٰذا ملائے دہلوی
کے قول پر لازم کہ ازل میں اللہ تعالیٰ کروڑوں برس
جھوٹا رہ چکا ہے۔ ۴۰۰
اکتیسواں تازیانہ ۴۰۰
اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل ممکن ہو
تو کلام الٰہی کا کذب لازم آئے گا۔ ۴۰۰
ملائے دہلوی کے نزدیک خدائی بات واقع میں
جھوٹی ہونے میں حرج نہیں۔ حرج اس میں ہے
کہ بندوں کو اس کا پتا چل جائے۔ ۴۰۱
افعال الٰہی معلل نہیں ہیں۔ ۴۰۱
بتیسواں تازیانہ ۴۰۱
ملائے دہلوی نے مسئلہ شفاعت میں بھی اللہ کے لئے
بندوں سے ڈرنا تسلیم کیا ہے۔ ۴۰۱
تینتیسواں تازیانہ ۴۰۲
ملائے دہلوی قرآن کے سلب کو ممکن مانتا ہے حالانکہ
کلام الٰہی مقتضائے ذات ہے۔ ۴۰۲
چونتیسواں تازیانہ اور ایک غلط تاویل کا رد۔ ۴۰۲
ہر ممکن اور مقدور کی ذات کا سلب ممکن ہے۔ ۴۰۲
اعدام قرآن کی صورت میں بھی تکذیب لازم نہیں
کذب ضرور لازم ہے۔ ۴۰۲

Marfat.com

پینتیسواں تازیانہ ۴۰۲

بندوں کے کلام میں بھی عموماً ظہور کذب بعد اعلام ہوتا ہے۔ ۴۰۳

ایک لطیفہ علمیہ ۴۰۳

تنزیہہ چہارم علاج جہالات جدیدہ میں۔ ۴۰۴

خلف وعید امکان کذب کی فرع نہیں، جو خلف وعید کے قائل وہ امکان کذب سے تبری فرماتے ہیں۔ ۴۰۴

محققین خلف وعید کے بھی قائل نہیں۔ ۴۰۴

کذب باری کے محال ہونے پر اجماع قطعی ہے۔ ۴۰۴

خلف وعید کے اختلاف کے قائلوں نے نص کیا ہے کہ کذب الٰہی کے استحالہ پر اجماع ہے۔ ۴۰۴

جواز خلف وعید کے قائلوں کی نص کہ کذب الٰہی بالاجماع محال ہے۔ ۴۰۵

قائلین خلف وعید کے وجوہ استدلال۔ ۴۰۵

وعید میں انشائے تخویف ہے اخبار نہیں ہے۔ ۴۰۶

خلاف وعید عیب نہیں شمار ہوتا فضل قرار دیا جاتا ہے ۴۰۶

جب مجوزین خلف وعید کو خبر مانتے ہی نہیں تو کذب کے قول کی نسبت ان کی طرف کرنا بے شرمی ہے۔ ۴۰۶

آیات وعید آیات عفو سے مخصوص ہیں۔ ۴۰۷

تخصیص کی صورت میں امکان کذب کا سوال ہی نہیں ہے ۴۰۷

وعید میں جو لفظ اپنے لغوی معنی کے اعتبار سے عموم پر دلالت کرتا ہے اس کی تخصیص جائز ہے۔ ۴۰۷

آیات وعید بقرینہ کرم مخصوص ہیں، دونوں تخصیصوں کا فرق۔ ۴۰۷

علامہ خیالی کی تائید۔ ۴۰۸

آیات وعید کی طرح آیات عفو بھی مستقل اور ایک علیحدہ حکم ہے، ایک دوسرے کی تکذیب نہیں۔ ۴۰۸

ابوعمرو بن العلاء اور عمرو بن عبید کا مناظرہ اور اس سے اس امر پر استدلال کہ مدعیان خلف وعید امکان کذب کے قائل نہیں۔ ۴۱۰

امام امیر ابن الحاج کے نزدیک خلف وعید کا جواز صرف مسلمانوں کے حق میں ہے۔ ۴۱۱

خلف وعید کا یہ معنی نہیں کہ اللہ نے جس کو عذاب کی خبر دینی چاہی اس کا عذاب واقع نہ ہو۔

مجوزین خلف وعید کے نزدیک عفو مغفرت اور خلف وعید میں نسبت تساوی ہے۔ ۴۱۲

تبدیل قول و تکذیب خبر وعفو میں عام خاص من وجہ کی نسبت ہے۔ ۴۱۳

خلف کا اگر یہ معنی ہو کہ متکلم ایک بات کہہ کر پلٹ جائے تو بلاشبہہ یہ اقسام کذب سے ہے۔ ۴۱۳

مقسم کا وجود قسم کے وجود کے بغیر محال ہے۔ ۴۱۳

صاحب براہین نے خلف وعید کے معنی جو امکان کذب مراد لئے سارے علمائے اسلام اس کا رد کرتے ہیں۔ ۴۱۳

علماء جواز خلف وعید کے معنی تخصیص نصوص اور تقیید وعید بیان فرماتے ہیں۔ ۴۱۴

جواز خلف وعید کا قول جواز شرعی اور امکان وقوعی میں ہے اس مضمون پر چار دلیلیں۔ ۴۱۴

علامہ علائی کے اشتباہ پر تنبیہ۔ (حاشیہ) ۴۱۵

تمام علمائے اہلسنت اور معتزلہ کا ایک فرقہ، بے توبہ

Marfat.com

مرنے والے اہل کبائر کی مغفرت کے جواز عقلی پر متفق ہیں، اختلاف جواز شرعی میں ہے، اہلسنت قاطبۃً شرعاً جائز بتاتے ہیں، یہ فرقہ وعیدیہ ناجائز بتاتا ہے۔ ۴۱۶

محققین جواز خلف شرعی نہیں مانتے۔ ۴۱۷

امام واحدی نے آیۂ کریمہ انک لا تخلف المیعاد سے وعید کو خارج قرار دیا۔ ۴۱۷

قائلین جواز کے نزدیک خلف وعید صرف بحق مسلمین جائز ہے۔ ۴۱۸

خلف وعید کا جواز عقلی متفق علیہ جماہیر اہلسنت ہے ۴۱۹

قائلین خلف وعید جواز شرعی کے قائل۔ ۴۱۹

خلف وعید اگر کذب کی قسم ہو تو لازم آئے گا کہ کذب الٰہی شرعاً جائز ہو۔ ۴۱۹

حضرات انبیاء پر امور تبلیغی پر کذب جائز ماننے والا قطعاً کافر ہے۔ ۴۲۰

علماء خلف وعید کو جائز بلکہ واقع مانتے ہیں، اگر یہ کذب ہو تو لازم آئے گا کہ کذب الٰہی واقع ہے، اس مدعا پر چار دلیلیں۔ ۴۲۰

متساویین میں ایک کا صدق دوسرے کے صدق کو مستلزم ہے۔ ۴۲۰

عفو وخلف میں تساوی نہ ہو تو عام خاص مطلقاً ضرور ہوگا۔ ۴۲۱

مختصر العقائد کی تصریح کہ اللہ تعالےٰ وعید ترک فرمائے گا۔ ۴۲۱

علامہ ابن امیر الحاج کہ خلف وعید عفو کا دوسرا نام ہے۔ ۴۲۱

خلف وعید کے معنی عدم ایقاع وعید ہے۔ ۴۲۲

تبدیلی قول اور تکذیب خبر نہیں۔ ۴۲۲

امام رازی کی تصریح کہ اللہ تعالےٰ کی خبر میں جواز کذب کا قول قریب بکفر ہے۔ ۴۲۳

خلف وعید میں محل نزاع کی تحقیق۔ ۴۲۴

آیات وعید میں بنظر ظاہر عموم، عدم وقوع خلف وعید صوری ہے۔ ۴۲۴

قاضی عیاض کی ایک عبارت کی نفیس توضیح۔ ۴۲۴

خلف وعید صوری پر امام حلبی کی نص۔ ۴۲۵

حلبی کی عبارت سے منشاء نزاع کی تعیین۔ ۴۲۵

عام طور سے ائمۂ اہلسنت میں مسائل اصولی میں بھی اختلاف نزاع لفظی کی حد تک رہتا ہے۔ ۴۲۶

مسائل اختلافیہ میں علمائے اہل سنت میں فریقین کا الزام اپنے معنی مراد کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ ۴۲۶

دوسرے کا ذہن اس سے خالی ہوتا ہے۔ ۴۲۶

الزام ہمیشہ ایسے امر سے دیا جاتا ہے جو متفق علیہ بین الفریقین ہو۔ ۴۲۶

مسئلہ ایمان میں ائمہ کے اختلاف کا بیان اور محل نزاع کی تعیین سے تمثیل۔ ۴۲۶

امام رازی کی تصریح کہ ایمان کی زیادتی اور کمی کا مسئلہ خلف وعید کی نزاع کو بھی نزاع صوری پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ ۴۲۶

تسجیل جلیل وتکمیل جمیل۔ ۴۲۸

اس امر کا بیان کہ خلف وعید کا مسئلہ اسمٰعیل دہلوی

Marfat.com

کی جس بات کی تائید میں لایا گیا ہے وہ اب بھی نہ بنی۔ ۴۲۸
مسئلہ امکانِ کذب کا ایک بائیس رَد۔ ۴۲۹
خاتمہ تحقیق حکم قائل میں۔ ۴۲۹
امکانِ کذب کے قائل پر بے شمار وجہ سے لزومِ کفر۔ ۴۲۹
قائلینِ امکانِ کذب کو نصیحت ۴۳۰
جمیع ماجاء بہ النبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری ہے۔ ۴۳۱
کفر لزومی اور التزامی کا فرق۔ ۴۳۱
نیچریوں کا ملک جن وشیاطین وغیرہ کا ان معانی پر انکار کرنا جو رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے تواتر سے ثابت ہے کفر التزامی ہے۔ ۴۳۱
روافض کا انکارِ شیخین اور تفضیل جمیع صحابہ وغیرہ کفر لزومی ہے۔ ۴۳۱
کفر لزومی کے قائل کو ایک گروہِ علماء کافر کہتا ہے، مگر تحقیق یہ ہے کہ یہ گمراہی ہے کفر نہیں ہے۔ ۴۳۲
جو کچھ انسان کر سکے خدا اپنی ذات کیلئے کر سکتا ہے۔ ۴۳۳
اس اصل پر انیس۱۹ کفر لازم ہیں۔ ۴۳۳
"خدا کے لئے عیوب ونقائص محال نہیں" اس قول پر اکتیس۳۱ کفر کا لزوم۔ ۴۳۳
"جن باتوں کی نفی سے خدا کی مدح کی گئی ہے وہ سب خدا کے لئے ممکن ہیں" اس قول پر لازم آنیوالے بے شمار کفروں میں سے پانچ کا بیان۔ ۴۳۴
"صدق الٰہی اختیاری ہے" اس قول پر لازم ہونیوالے سات کفروں کا بیان۔ ۴۳۴
"علم الٰہی اختیاری ہے" اس قول پر لازم آنیوالے پانچ کفر۔ ۴۳۴
"کذبِ الٰہی ممکن ہے" اس قول پر لازم آنیوالے چار کفر۔ ۴۳۴
"اللہ تعالےٰ بندوں سے چھپا کر آیت قرآنی جھوٹی کر دے تو حرج نہیں" اس قول پر لازم آنے والے دو۲ کفر۔ ۴۳۴
اسمٰعیل دہلوی کے نزدیک کفر امورِ عامہ میں سے ہے۔ ۴۳۴
دیوبندیوں کا یہ قول کہ "خدا نہ جھوٹ بولا نہ بولے" جھوٹ ہے کیونکہ وہ اسمٰعیل دہلوی کی اتباع میں کذب کو ممکن بلکہ جائز وقوعی مانتے ہیں۔ ۴۳۶
بہشتیوں کو جہنم میں بھیجنا علماء ماتریدیہ کے نزدیک عقلاً محال مستلزم نقص علی اللہ ہے۔ ۴۳۶
امام نسفی عفو کافر کو بھی عقلاً ناممکن مانتے ہیں۔ ۴۳۷
جو شخص انبیاء علیہم السلام کا جہنم میں جانا، اور کافروں مشرکوں کا جنت میں آنا محال شرعی نہ مانے اس کے ایمان میں خلل ہے۔ ۴۳۷
دیوبندیوں کے قول سے کذب باری ممتنع بالذات ہونے پر استدلال۔ ۴۳۹
اللہ تعالیٰ سب جنتیوں کو دوزخ میں اور تمام جہنمیوں کو جنت میں بھیجنے پر قادر ہو تو کذب باری لازم آئے گا۔ ۴۳۹
اللہ تعالیٰ کا جاہل ہونا بھی لازم آئے گا۔ (حاشیہ) ۴۳۹
ہر ممتنع بالغیر ممتنع بالذات کو مستلزم لیکن خود ممکن بالذات

Marfat.com

ہی رہے گا اور محال بالذات کے امکان کو بھی مستلزم نہ ہوگا۔ ۴۳۹
شرح عقائد نسفی سے مذکورہ بالا دعویٰ پر استدلال۔
استحالہ لازم بالذات سے استحالہ لزوم بالذات کا حکم کرنیوالوں اور امکان ملزوم سے امکان لازم مستحیل بالذات کا حکم کرنے والوں کی تردید۔ ۴۴۰
اسمعیل دہلوی کو اقرار ہے کہ ملزوم ممکن ہو تب بھی لازم محال ہو سکتا ہے۔ ۴۴۲
رشید احمد گنگوہی پر لزومِ کفر کی تین وجہیں۔ ۴۴۲
عقیدۂ کفریہ کی تصویب کفر ہے۔ ۴۴۲
رشید احمد گنگوہی کے قول پر لازم کہ کچھ علمائے متقدمین وقوعِ کذب بالفعل کے قائل ہوں۔ ۴۴۳
یہود و نصاریٰ کی تکفیر نہ کرنے والا کافر ہے۔ ۴۴۳
قائلین امکان کذب کا حکم شرعی ۴۴۵
کافر عادت کے طور پر کلمۂ شہادت پڑھے، توبہ کے لئے یہ کافی نہیں۔ ۴۴۵
جیسا جرم ویسی ہی توبہ، نہاں کی نہاں اور عیاں کی عیاں۔ ۴۴۶
فاسق کی امامت مکروہِ تحریمی ہے۔ ۴۴۶
کلماتِ ارشاد و ہدایت ۴۴۷
تاریخ تصنیف رسالہ ۴۴۹
تصدیق جناب مولانا غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمۃ ۴۵۰
○ رسالہ دامان باغ سبحان السبوح ۴۵۱
امکان کذب کے قائل پر ہزاروں وجہ سے لزومِ کفر ۴۵۱
سبحان السبوح کے مضامین کا اجمالی تعارف ۴۵۲
کذب عیب ہے اور اللہ تعالیٰ کا عیب سے ملوث ہونا محال بالذات ہے۔ ۴۵۲
شرح مقاصد سے اس امر کا ثبوت کہ جہل و کذب باری ممکن نہیں۔ ۴۵۳
کذب و صدق میں منافات حقیقی ہے جس کا کذب ممکن ہوگا صدق ضروری نہ رہے گا۔ ۴۵۳
شرح مقاصد سے امکانِ کذب کے مفاسد کی تفصیل ۴۵۳
یہ کہنا کہ اللہ کذب پر قادر نہ ہو تو بندے کی قدرت خدا سے بڑھ جائے گی، اسمعیل دہلوی کی اپج ہے۔ ۴۵۴
مُلّائے دہلوی کی دلیل پر معارضے ۴۵۴
وہابیوں کے طریقے پر لازم کہ خدا کے ماں باپ ہوں ۴۵۴
مُلّائے دہلوی نے خدا کے کذب کو ممتنع بالغیر کہا ہے مگر اس کی دلیل پر لازم کہ کذب واقع ہو۔ ۴۵۵
وہابیہ کی غلطی یہ ہے کہ افعال انسانی کو خدا کی قدرت سے باہر تصور کرتے ہیں۔ ۴۵۵
دلیل مُلّائے دہلوی کا ایک اور رد۔ ۴۵۶
ایک اور رد۔ ۴۵۶
دیوبندی اور وہابی خود اللہ تبارک و تعالیٰ کو مقدوراتِ عبد پر قادر نہیں مانتے، اور یہ جبائیہ کا مسلک ہے۔ ۴۵۷
قدرت علی المثل کی ایک مثال۔ ۴۵۷
کلمۂ حق ارید بہ الباطل ۴۵۸
مقدور العبد مقدور اللہ کی تشریح ۴۵۸
خدا نے جس کو حق جانا وہ واقعۃً حق بجانب ہے ورنہ خدا پر جہل مرکب جائز ہو۔ ۴۵۹
جہل مرکب علی اللہ کے قبائح ۴۵۹

Marfat.com

ابن حزم ظاہری قائل ہے کہ خدا کے بیٹا ہو سکتا ہے۔ ۴۵۹

مقدور العبد مقدور اللہ کی تقریر وہابیہ پر معارضہ ۴۶۱

خصم الزامی دلیل قائم کرے تو فریق کو اپنے مسلمہ مقدمہ سے انکار کا یارا نہیں۔ ۴۶۲

○ رسالہ القمع المبین لآمال المکذبین ۴۶۵

مسائرہ اور شرح مواقف کی عبارت سے مخالفوں کے استدلال کا جواب۔ ۴۶۵

اللہ پاک جب کسی قوم سے دین لیتا ہے تو عقل سلیم چھین لیتا ہے چاہے دیگر دنیاوی علوم میں کتنی ہی عقل و دانش ہو۔ ۴۶۷

اغراض فاسدہ کے لئے کتب بینی کی ایک مثال۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے علاوہ ہر شخص کا اس کی باتوں پر مواخذہ ہوسکتا ہے۔ ۴۶۸

اعتقاد وہی رکھنا چاہیے جو جمہور اہل حق کا عقیدہ ہو شواذ کا بھروسا نہیں۔ ۴۶۸

اللہ کے کلام کی طرف کذب کرنے میں وہابیہ تمام گمراہوں سے آگے ہیں۔ ۴۶۸

ملا سیالکوٹی کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مطلقاً جھوٹ چاہے کسی کا ہو ممکن بالذات بلکہ واقع ہے ۴۶۸ مطلقاً اجتماع محال بالذات نہیں اور اجتماع نقیضین محال بالذات ہے۔ ۴۶۸

ملا عبد الحکیم سیالکوٹی کی ایک خطاء ۴۶۹

شرح مواقف کی عبارت سے استدلال پر ایک استحالہ۔ ۴۷۰

خیر القرون میں عقائد زبانی سن کر بے چون و چرا تسلیم کرلئے جاتے تھے اور سینوں میں محفوظ کر لیے جاتے ۴۷۰

مذاہب کی کثرت اور گمراہیوں کے شیوع نے موجودہ علم کلام کی بنا ڈالی۔ ۴۷۰

عقائد حقہ کے اثبات میں جو دلیلیں دی جاتی ہیں لم و لا نسلم کا اثر ان دلیلوں پر ہوتا ہے، اصل عقیدہ پر نہیں۔ ۴۷۰

متاخرین شارح و محققین جو کچھ بحث و تمحیص کرتے ہیں ان میں کچھ بے وجہ نکتہ چینیاں بھی ہوتی ہیں۔ ۴۷۱

علماء کی تصریح کہ اعتماد قواعد اہل حق پر ہے، بحث اور نکتہ چینیوں کی کوئی سند نہیں۔ ۴۷۱

علم کلام کی ان بیجا بحثوں کے نتیجہ میں ہی ائمہ نے کلام متاخرین کو سخت ذلیل اور بے قدر سمجھا۔ ۴۷۲

امکان کذب کے قائلین نے قرآن عظیم کی نصوص صریحہ متون و عقائد کو چھوڑ کر تراشیدہ بحثوں کا دامن پکڑا ہے۔ ۴۷۳

پہلی نظیر اور ملا عبد الحکیم کے اس خیال کا رد کہ اللہ تعالےٰ کو امور غیر متناہیہ حاصل نہیں۔ ۴۷۳

ملا عبد الحکیم نے عقیدہ یہی بتایا ہے کہ معلومات الٰہیہ فی انفسہا غیر متناہیہ لشمولہا الموجودات والمعدومات۔

مواقف، شرح مواقف، مقاصد اور شرح مقاصد اور دولت مکیہ وغیرہ سے اس عقیدہ کی تائیدات۔ ۴۷۵

دوسری نظیر ۴۷۸

مسائرہ کی یہ بحث کہ اللہ تعالےٰ کے خلق سے عزم و ارادہ کی تخصیص کی جائے۔ ۴۷۹

مسائرہ کی اس بحث کی تردید ۴۸۰

خلق الٰہی سے عزم و ارادہ کی تخصیص معتزلہ کے

Marfat.com

مذہب العباد خالقۃ لافعالہا کی طرح ہے۔ ۴۸۱
معتزلہ مجوسیوں سے بھی آگے بڑھ گئے۔ ۴۸۱
قولِ ابن ہمام کی تضعیف پانچ طرح سے۔ ۴۸۳
اول وہ آیتیں جو اللہ تعالیٰ کے خلق کے عموم پر دلالت کرتی ہیں باجماعِ ائمہ اپنے عموم پر باقی ہیں، ان میں کوئی تخصیص نہیں۔ ۴۸۳
دوم، ان آیات کی تخصیص کی ضرورت نہیں۔ ۴۸۴
امام ابوبکر باقلانی، صاحبِ مسلم وفواتح اور امام صدر الشریعۃ علامہ شمس الفناری اور علامہ قاسم کہتے ہیں کہ انسان کی قدرت کو خلق اور وجود میں تاثیر نہیں، حال میں ہے جو وجود پر زائد ہے۔ ۴۸۴
تخصیص عموم کی بات صرف محقق ابن ہمام کے کلام میں پائی جاتی ہے۔ ۴۸۵
حنفیوں کا مذہب محقق کی بحث کے خلاف ہے۔ ۴۸۵
امام محمد سنوسی کی تصریح کہ اللہ تعالیٰ خالق کل شیٔ پر سلف صالحین کا اجماع ہے، اور یہی کتاب و سنت سے ثابت ہے۔ ۴۸۶
اجماع کے خلاف بعد میں تین قول منقول ہیں؛
(۱) قاضی باقلانی کا، کہ بندوں کو حال میں تاثیر ہے۔
(۲) استاذ اسفرائنی کا، کہ بندوں کو اعتبار میں تاثیر ہے۔
(۳) امام الحرمین کا مشیتِ الٰہی کے موافق افعال میں۔ ۴۸۷
اقوال مذکورہ بالا کی نسبت ان تینوں اماموں کی طرف صحیح نہیں کسی جدل میں الزام خصم کے طور پر کہا ہو ۴۸۷

مصنف کی تطبیق انیق۔ ۴۸۷
شرح مقاصد کی عبارت میں لفظ والارادۃ بفعل الغیر میں ارادہ کے معنیٰ کی توضیح۔ (حاشیہ) ۴۸۸
مسائرہ کی عبارت پر مصنف کا مناقشہ ۴۸۸
معتزلہ بندوں کو افعال کا خالق قرار دیتے ہیں لیکن ان کے متقدمین لفظ خالق کے اطلاق سے احتراز کرتے ہیں۔ ۴۹۰
قدرتِ حادثہ کی تاثیر و عدم تاثیر میں مسامرہ کی بحث اور اس پر مصنف کا مناقشہ۔ (حاشیہ) ۴۹۰
اس مسئلہ میں ملا عبد العلی بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ کی لغزش۔ ۴۹۳
اہلِ حق اہل السنۃ ہیں، ان کے نزدیک بندوں کے لئے قدرت کاسبہ ہے قدرتِ خالقہ نہیں ہے ۴۹۴
ابن ہمام کے دو شاگردوں نے اشارہ کیا کہ ہمارے شیخ مسئلۂ تحقیق میں جمہور کے خلاف گئے۔ ۴۹۵
صاحبِ مسامرہ کے ایک خلافِ واقعہ فیصلہ کی تصحیح۔ ۴۹۵
قاضی باقلانی کے قول کی تائید۔ ۴۹۶
ملا علی قاری کی تقریر کی تصحیح۔ ۴۹۶
مسائرہ اور قاضی کی مرادوں میں فرق کی ایک اور تائید۔ ۴۹۷
ابن ہمام کی اپنے قول سے رجوع کے لئے مصنف کی امید۔ ۴۹۸
پھر رجوع کی تحریر کی دستیابی۔ ۴۹۹
امام باقلانی پر شیخ قزوینی کا اعتراض، اس کا

Marfat.com

ایک عامۃ الورود جواب ، پھر مصنف کی تحقیق۔	۴۹۹
امام باقلانی کی طرف سے دفاع۔	۵۰۰
مسئلہ خلق افعال میں ساداتِ حنفیہ کی بحث کا خلاصہ۔	۵۰۱
اس باب میں مصنف کا موقف۔	۵۰۲
تیسرا رد خلق کے لئے ارادہ ضروری ہے، اگر ارادہ بندوں کے خلق کے لئے ضروری ہو تو ارادہ کے لئے ارادہ لازم ہوگا، اور یہ ظاہراً اور بداہۃً غلط۔	۵۰۳
چوتھا رد، ارادہ کلیہ ہمارے خلق سے نہیں اور ارادہ جزئیہ تعلق اور امر اضافی ہے جو موجود فی الاعیان نہیں، لہذا یہ خلق نہ ہوگا۔	۵۰۴
ارادہ بندہ کی مخلوق ہو تو تسلسل لازم آئیگا۔	۵۰۵
دو مزید دلیلیں۔ (حاشیہ)	۵۰۵
وجوب بالاختیار اختیار کے منافی نہیں اور اختیار بالوجوب منافیِ اختیار ہے۔	۵۰۶
قائلینِ تاثیر فی الحال پر پڑنے والے اعتراضات کا بیان۔	۵۰۶
تسلسل اعتباریات میں مبدا میں محال ہے۔	۵۰۷
مسئلہ اختیار میں ترجیح بلا مرجح کی بحث۔	۵۰۷
بندے کے جبر سے بچنے کے لئے تخصیص وغیرہ کا قول کرنے والوں کا رد۔	۵۰۷
جبر و تفویض کے بیچ میں مذہب حق ہے۔	۵۰۹
علمِ تقدیر کے احکام۔	۵۱۰
خلاصۂ کلام کہ مسائل میں بحث کو عقیدہ نہیں قرار دیا جاسکتا۔ عقیدہ وہ ہوتا ہے جو مجمع علیہ ہو۔	۵۱۲
مسئلہ امکان کذب کے بارے میں مولوی محمود حسن دیوبندی کے رسالہ "جہد المقل" میں بطور حوالہ نقل کی گئی شرح مقاصد، شرح مواقف، شرح مطالع اور مسایرہ وغیرہ کتب کی عبارات کا جواب۔	۵۱۳
عقیدہ وہ ہوتا ہے جو علمائے کرام متون یا تراجم ابواب وفصول یا فہرست و فذلکہ عقائد میں لکھتے ہیں وہی اہلسنت کا معتقد ہوتا ہے وہ ہی خود ان علماء کا دین معتمد ہوتا ہے۔	۵۱۴
بوقتِ ذکر دلائل وابحاث ومناظرہ جو کچھ علماء ضمناً لکھ جاتے ہیں اس پر نہ اعتماد ہے نہ خود ان علماء کا اعتقاد ہے۔	۵۱۴
سب سے اعلیٰ واجلیٰ مسئلہ توحید کے دلائل پر علمِ کلام میں متعدد نقض وارد کئے گئے۔	۵۱۴
ائمۂ دین اور کبرائے ناصحین علمِ کلام میں اشتغال سے ممانعت فرماتے ہیں۔	۵۱۵
علمِ کلام کے بارے میں امام ابو یوسف کی رائے۔	۵۱۵
فقہائے کرام نے فرمایا جو وصیت علماء کے لئے کی جائے متکلمین اس سے کچھ حصہ نہ پائیں گے۔	۵۱۵
علامہ خیالی کا علمِ الٰہی کے بارے میں ناپاک خیال۔	۵۱۵
سید مبارک شاہ کی یہ بات درست نہیں کہ واجب صرف اپنے وجود میں محتاج غیر نہیں ہوتا، اپنے تعین و تشخص میں غیر کا محتاج ہو تو حرج نہیں۔	۵۱۵
ابحاث ومشاجرات میں جو کچھ لکھا جاتا ہے وہ قابلِ اعتماد و اعتقاد نہیں ہوتا۔	۵۱۵
مباحث کلام ومناظرہ کا کچھ اعتبار نہیں۔	۵۱۶

Marfat.com

عقیدہ وہ ہے جو مجمل بیان عقائد میں لکھا جاتا ہے جس بصراحۃً اجماعِ ملت بتایا جائے یا اسے تصریحاً عقیدۂ اہلِ سنت کہا جائے یا اس کے خلاف کو مذہب گمراہاں بتایا جائے۔ ۵۱۶

مختلف کتب اہلِ سنت میں بیان کردہ عقائدِ اہلسنت۔ ۵۱۶

عالم حادث ہے۔ ۵۱۷

صانع عالم قدیم ہے۔ ۵۱۷

صانع عالم ایسی صفاتِ قدیمہ سے متصف ہے جو نہ اس کا عین ہیں نہ غیر۔ ۵۱۷

صانع عالم واحد ہے اس کا کوئی مثل، مقابل اور شریک نہیں۔ ۵۱۷

صانع عالم کی کوئی انتہاء، صورت اور حد نہیں۔ ۵۱۷

صانع کسی شئی میں حلول نہیں کرتا، نہ ہی اس کے ساتھ کوئی حادث قائم ہوتا ہے۔ ۵۱۷

صانع پر حرکت، انتقال، جہالت، جھوٹ اور نقص صحیح نہیں۔ ۵۱۷

آخرت میں صانع عالم کو دیکھا جا سکے گا۔ ۵۱۷

کذب باری تعالیٰ کے محال ہونے پر تین دلائل۔ ۵۱۷

حدوث عالم، وجود باری تعالیٰ، اس کے سوا کسی خالق کے نہ ہونے اور اس کے قدیم ہونے پر اہلسنت کا اجماع ہے۔ ۵۱۸

اہلسنت والجماعت فرقۂ ناجیہ ہے۔ ۵۱۸

ایک گمراہ فرقہ مزداریہ کے باطل عقیدے یعنی اللہ تعالیٰ کے جھوٹ اور ظلم پر قادر ہونے کا رد۔ ۵۱۸

اللہ تعالیٰ پر نقص، جہل اور کذب کی علامات بھی محال ہیں۔ ۵۱۸

اس مسئلہ میں اشاعرہ اور ان کے غیر میں کوئی اختلاف نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر وصف نقص سے پاک ہے۔ ۵۱۸

گنگوہی صاحب کے نزدیک امکانِ کذب تو کیا اللہ تعالیٰ کے لئے وقوعِ کذب ثابت ہے۔ ۵۱۹

مصنف جہد المقل اللہ عزوجل کا نہ صرف کاذب ہونا ممکن جانتا ہے بلکہ اسے بالامکان ظالم، چور اور شرابی بھی جانتا ہے۔ ۵۱۹

علمِ شیطان کو علمِ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زائد ماننا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علمِ غیب کو پاگل، چوپایہ اور ہر جانور کا سا کہنا کفر و ارتداد ہے۔ ۵۲۰

ابن عبدالوہاب کے کفر عام آشکار ہیں، اکابرِ عرب وعجم نے اس کی تکفیر میں کتابیں لکھیں۔ ۵۲۰

شیخ نجدی نے روضۂ انور کو صنم اکبر کہا، چھ سو برس تک کے ائمہ و اکابر کو کافر کہا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسماءِ مقدسہ کو جہنم کی راہیں قرار دیا۔ ۵۲۰

گنگوہی صاحب کہتے ہیں محمد بن عبدالوہاب کے عقائد عمدہ تھے وہ اور اُن کے مقتدی اچھے ہیں۔ ۵۲۰

وہابیہ مقلدین و غیر مقلدین تمام عقائد کفر و ضلال میں متحد ہیں۔ ۵۲۱

ترکِ تقلید کا بیج ہندوستان میں اسمٰعیل دہلوی نے بویا۔ ۵۲۱

Marfat.com

گنگوہی صاحب کا ایمان تقویۃ الایمان پر قرآن سے زیادہ ہے۔ ۵۲۱

گنگوہی صاحب کے نزدیک تقویۃ الایمان کا رکھنا پڑھنا اور اس پر عمل کرنا عین اسلام ہے۔ ۵۲۱

عین کی نفی ضد کا ثبوت ہے۔ ۵۲۲

وصف کریم رحمۃ للعلمین مسلمانوں کے نزدیک حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاصہ ہے۔ ۵۲۲

امتی کا مثلِ نبی ہونا بداہۃً محال ہے۔ ۵۲۲

مجلس میلاد مبارک کی نسبت مبشرات۔ ۵۲۲

سالگرہ دو طرح ہوتی ہے ایک گنگوہی صاحب کے نزدیک ناجائز اور دوسری جائز۔ ۵۲۴

فیض شیطانی محبوبوں کے بغض سے حاصل ہوتا ہے۔ ۵۲۵

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے انقطاع سلسلہ بغض مشائخ سلسلہ سے حاصل ہوتا ہے۔ ۵۲۵

مومن کبھی اللہ ورسول کے مخالفوں سے دوستی نہیں کرتا اگرچہ وہ اس کے قریبی رشتہ دار ہوں۔ ۵۲۵

حضور انور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے بارے میں وہابیہ کے ظاہر و باطن میں منافقوں کی طرح تفاوت ہے ۵۲۶

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوا کھانے والے کو فاسق قرار دیا ہے۔ ۵۲۶

کوے کے حلال ہونے کے بارے میں گنگوہی کے قیاس واستدلال کا رد۔ ۵۲۷

○ رسالہ باب العقائد والکلام ۵۲۹

کوئی کافر اللہ تعالیٰ کو نہیں جانتا اس پر ناواقفوں کو ایک شبہہ گزرتا ہے اس کا جواب۔ ۵۳۰

تقریر شبہہ۔ ۵۳۰

تقریر جواب لعون الوہاب۔ ۵۳۱

ایجاب وسلب متناقض ہیں جمع نہیں ہو سکتے۔ ۵۳۱

وجود شئ اس کے لوازم کے وجود کا مقتضی اور ان کے نقائض ومنافیات کا نافی ہوتا ہے۔ ۵۳۱

لازم شئ کے منافی کی موجودگی میں لازم موجود نہیں ہوسکتا۔ ۵۳۱

شئ کا لازم موجود نہ ہو تو شئ موجود نہیں ہوسکتی۔ ۵۳۱

سلب شئ کے تین طریقے ہیں۔ ۵۳۱

اللہ عزوجل کو جمیع صفات کمال لازم ذات اور جمیع عیوب ونقائص اس پر محال بالذات کہ اس کے کمال ذاتی کے منافی ہیں۔ ۵۳۱

دہریے تو اللہ تعالےٰ کے نفس وجود کے ہی منکر ہیں جبکہ باقی کفار کسی کمال لازم ذات کے منکر یا کسی عیبِ منافی ذات کے مثبت ہیں۔ ۵۳۱

اس شبہہ کا ازالہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد "بل اکثرھم لا یعلمون" میں اکثر کفار سے نفیِ علم فرمائی سب سے نہیں۔ ۵۳۲

کفار کا اقرار باللہ ان کے جہل باللہ کے منافی نہیں۔ ۵۳۲

مفہوم لقب سے استدلال صحیح نہیں۔ ۵۳۲

سلب جزئی سلب کلی کو لازم ہے نہ کہ اس کے منافی ہے۔ ۵۳۲

متعدد آیاتِ کریمہ جن میں اکثر سے کل مراد ہے۔ ۵۳۲

فلاسفہ کے جھوٹے خدا۔ ۵۳۴

Marfat.com

آریہ کے جھوٹے خدا۔ ۵۳۵

مجوس کے جھوٹے خدا۔ ۵۳۷

یہود کے جھوٹے خدا۔ ۵۳۷

نصاریٰ کے جھوٹے خدا۔ ۵۳۸

نیچریوں کے جھوٹے خدا۔ ۵۳۹

چکڑالوی کے جھوٹے خدا۔ ۵۴۱

قادیانی کے جھوٹے خدا۔ ۵۴۱

رافضیوں کے جھوٹے خدا۔ ۵۴۳

وہابیوں کے جھوٹے خدا۔ ۵۴۵

دیوبندیوں کے جھوٹے خدا۔ ۵۴۷

غیر مقلدوں کے جھوٹے خدا۔ ۵۴۹

تنبیہ۔ ۵۵۲

کفر کیا ہے۔ ۵۵۲

جہل باللہ میں نرے دہریوں کے بعد سب سے بھاری حصہ وہابیوں، اسمٰعیلیوں خصوصاً دیوبندی کا ہے۔ ۵۵۳

تنبیہ۔ ۵۵۳

رسالہ حجب العوار عن مخدوم البہار ۵۵۵

مخدوم بہار کی ایک عبارت سے دفع وسواس ۵۵۵

کوئی کتاب یا رسالہ کسی بزرگ کے نام منسوب ہو جائے یہ اس بات کا قطعی ثبوت نہیں کہ یہ انھیں کے ہیں۔ ۵۵۵

شیخ اکبر کے کلام میں تو صریح کفر الحاق کر دیے گئے۔ ۵۵۶

مخدوم بہاری کے ترجمہ عمدۃ الکلام کی ایک الحاقی عبارت ۵۵۶

کسی مسلمان کی طرف بلا تحقیق نسبت کفر و فسق جائز نہیں۔ ۵۵۶

کتاب کا چھپنا اس کے تواتر کی دلیل نہیں۔ ۵۵۶

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول "ایسی کتاب جس میں ثقہ علماء کے بیان کے خلاف ہو پانی سے دھو ڈالنی چاہئے۔" ۵۵۷

جس کی سند متصل نہ ہو اس کا بیان کرنا حرام ہے۔ ۵۵۷

کسی کتاب کی صحت جانچنے کا ایک طریقہ۔ ۵۵۷

لکھنے کے بعد اصل سے مطابقت ضروری ہے۔ ۵۵۷

متاخرین کے نزدیک کسی کتاب کا علماء میں ایسا مشہور و متداول ہونا جس سے عدم تحریف کا اطمینان ہو۔ ۵۵۹

سند متصل کے حکم میں ہے۔ ۵۵۹

کتب ستہ مشہورہ معتبر و مستند ہیں۔ ۵۵۹

مخدوم صاحب کی طرف جو عبارت منسوب ہے نہ متواتر ہے نہ اس کی سند متصل ہے۔ ۵۵۹

غیر خدا کو "قیوم" کہنا کفر ہے، شرح فقہ اکبر میں الحاق۔ ۵۶۰

اسمٰعیل دہلوی کا چاروالا قول مخالف موافق سب کے نزدیک اسی کا قول ہے۔ ۵۶۰

مخدوم صاحب کی عبارت میں خلق کا لفظ جس موقع پر استعمال ہوا ہے ایسے موقع پر خلق سے مراد وہ ہوتے ہیں جو عظمت دینی نہ رکھتے ہوں۔ ۵۶۱

عظمت دینی رکھنے والوں کے مراتب۔ ۵۶۱

بوڑھے مسلمان کی تعظیم کرنا اللہ کی تعظیم ہے۔ ۵۶۱

قرآن عظیم میں رسول کے مبعوث کرنے کا مقصد رسول اللہ کی تعظیم بھی قرار دی گئی ہے۔ ۵۶۲

عظمت دینی نہ رکھنے والوں کے درجات کا فرق۔ ۵۶۳

Marfat.com

دنیا جو اللہ کے لئے نہ ہو ملعون ہے۔ ۵۶۳
اللہ و رسول کے مخالف ذلیل تر ہیں۔ ۵۶۴
محلِ تحقیر میں غیر اللہ اور خلق سے مراد وہ جنھیں خدا سے علاقہ نہ ہو۔ ۵۶۴
غیر اللہ کے لئے تواضع حرام۔ ۵۶۴
ماں، باپ، استاذ کی تواضع کا شریعت نے حکم دیا ہے۔ ۵۶۴
غیر اللہ کی تواضع حرام ہونے کا مقصد دنیا کے لئے غیر خدا کے سامنے اپنے کو ذلیل کرنا ہے۔ ۵۶۵
مہمان کے لئے جانور ذبح کرنا اللہ کے لئے ذبح کرنا ہے۔ ۵۶۵
مخدوم بہاری کی عبارت جس میں خلق کو مینگنی سے تشبیہ دی ہے اس میں خلق سے مراد انبیاء لینے والا ملعون ہے۔ ۵۶۶
اسماعیل دہلوی نے شرک کی چار قسمیں گھڑیں اور اس میں اولیاء، انبیاء اور بھوت پریت سب کو یکساں رکھا ۵۶۶
مخدوم بہار کی طرف جو کلام منسوب ہے اس میں دنیا کی چیزوں کو جنھیں خدا سے علاقہ نہیں مینگنی سے حقیر کہا اور اسمٰعیل دہلوی نے تمام اولیاء انبیاء کو۔ ۵۶۷
اسمٰعیل دہلوی کے نجس اقوال ایسے ہی ہیں کہ انھیں بنانے کے لئے انبیاء اور اولیاء کے لئے ایسی گندی مثالیں دینے کی ضرورت پڑتی ہے۔ ۵۶۸

رسالہ السوء والعقاب علی المسیح الکذاب۔ ۵۷۱

مرزائی کے متعلق سوال۔ ۵۷۱
خلاصہ جوابات امرتسر ۵۷۱
مرزا قادیانی مثل مسیح ہے، مگر مسیح کلمۃ کا نہیں مسیح دجال کا۔ ۵۷۲
مرزا کا کفرِ اول کہ "میں احمد ہوں" ۵۷۵
دوسرا کفر کہ "میں ایک معنی کو نبی ہوں" ۵۷۵
امت میں محدث ہونے کی حدیث حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں ہے۔ (حاشیہ) ۵۷۶
تیسرا کفر کہ اللہ نے قادیان میں اپنا نبی بھیجا۔ ۵۷۶
چوتھا کفر کہ میرا نام نبی بھی ہے۔ ۵۷۷
مرزا قادیانی پر فردِ جرم ۵۷۷
(۱) تحریف کلام اللہ ۵۷۷
(۲) عیسیٰ علیہ السلام پر افتراء ۵۷۷
(۳) اللہ تعالیٰ پر افتراء ۵۷۷
(۴) اپنی گھڑی ہوئی کتاب کو کلام اللہ ٹھہرانا۔ ۵۷۷
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی جدید نبی کی بعثت محال ہے۔ ۵۷۸
آپ کے بعد جدید نبی کا امکان ماننے والا قطعاً اجماعاً کافر ہے۔ ۵۷۸
صریح الفاظ میں تاویل قبول نہیں کی جاتی۔ ۵۷۸
جس نے بچھو کو رسول کہا اور تاویل کی کہ یہ بھی فرستادہ ہے تو وہ بھی کافر ہے۔ ۵۷۸
شفا، شرح شفا للقاری و خفاجی کے حوالے۔ ۵۷۹
محلِ مدح میں عام باتیں نہیں ذکر کی جاتیں۔ ۵۸۰
مرزا اپنے رسول ہونے کی جو تاویل کرتا ہے وہ معنی ٹڈی مینڈک سب میں پائے جاتے ہیں۔ ۵۸۰
آیات و احادیث میں ادنیٰ مخلوقات کے لئے بھی خبر دینے کا ذکر ہے۔ ۵۸۱

Marfat.com

کیا مرزا کی رسالت کے مدعی اسی معنی میں مرزا کو رسول مانتے ہیں۔	۵۸۲
معنی کے اقسام چہار گانہ۔	۵۸۲
باب رسالت میں عرف عام اور عرف شرعی ایک معنی پر متفق ہیں، لغوی معنی مراد ہو نہیں سکتا اور اصطلاحی مراد لینے کی قباحتیں۔	۵۸۲
مرزا کے کفر چہارم میں امتی اور نبی کا مقابلہ معنی شرعی کی تعیین کرتا ہے۔	۵۸۳
کفر اول میں اپنی نبوت کے لئے قرآن شریف کی آیت پڑھی جس میں یقیناً نبوت کے شرعی معنی مراد ہیں۔	۵۸۳
مرزا کا پانچواں کفر حضرت مسیح علیہ السلام پر دعویٰ برتری۔	۵۸۴
چھٹا کفر بھی یہی ہے۔	۵۸۴
ساتواں کفر مطلقاً بعض نبیوں سے اپنے کو افضل کہنا۔	۵۸۴
انبیاء کا علی الاطلاق افضل ہونا اجماعی مسئلہ ہے	۵۸۴
مرزا کا آٹھواں کفر عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو مسمریزم کہنا۔	۵۸۵
اللہ پاک نے عیسےٰ علیہ السلام کے معجزات پر ان کی مدح فرمائی۔	۵۸۵
معجزات عیسےٰ علیہ السلام کو مسمریزم کہہ کر مکروہ جاننا ایک مزید کفر ہے۔	۵۸۶
اس میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی تحقیر بھی کی جو مستقل کفر ہے۔	۵۸۷
دسواں کفر "چار سو نبیوں کی پیشگوئی غلط ہوئی"	۵۸۸
یہ انبیاء علیہم السلام کی تکذیب ہے۔	۵۸۸
ایک رسول کی تکذیب سب کی تکذیب ہے۔	۵۸۹
مرزا قطعاً یقیناً کافر ہے۔	۵۹۰
اہل ندوہ اگر مجرد کلمہ گوئی کو مدار اسلام ٹھہرائیں اور مرزا کی تکفیر نہ کریں وہ بھی کافر ہیں۔	۵۹۰
کافر کو کافر نہ کہنے والا خود کافر ہے۔	۵۹۰
شوہر کے کفر کرتے ہی عورت نکاح سے نکل جاتی ہے بے توبہ و نکاح جدید قربت زنائے خالص ہے۔	۵۹۱
مرتد کی عورت کا مہر معجل واجب الادا ہے اور مر جائے یا دار الحرب سے ملحق ہو جائے تو مہر موجل بھی واجب الادا ہو گیا۔	۵۹۱
بچہ خیر الابوین کے تابع ہوتا ہے، مرزائی کے چھوٹے بچے ضرور اس کے قبضہ سے باہر نکال لینے چاہئیں۔	۵۹۲
(۰) رسالہ قہر الدیان علیٰ مرتد بقادیان	۵۹۵
رسالہ ماہواری رد قادیانی کے اجراء کی وجہ۔	۵۹۶
قادیانیوں نے روہیل کھنڈ گزٹ میں اشتہار چھپوایا جس میں علمائے حق کو گالیاں دینے کے بعد مناظرہ کا چیلنج کیا گیا جس کے جواب میں رسالہ "ہدایت نوری بجواب اطلاع ضروری" کا اجرا ہوا۔ دو عددوں پر مشتمل ہے۔	۵۹۶
ہدایت نوری بجواب اطلاع ضروری۔	۵۹۸
عدد اول: ان گالیوں کا جواب متین جو اللہ تعالےٰ کے محبوبوں اور علمائے اہلسنت کو دی گئیں۔	۵۹۹

Marfat.com

قادیانی نے سب سے زیادہ اپنی گالیوں کا تختۂ مشق سیدنا عیسٰے علیہ السلام کو بنایا۔ ۵۹۹
حضرت مسیح علیہ السلام کو قادیانی نے گالیاں کیوں دیں۔ ۶۰۰
فصل اول ۶۰۰
عیسٰے علیہ السلام اور ان کی ماں علیہا السلام کو قادیانی ملعون کی گالیاں۔ ۶۰۰
قادیانی نے حضرت عیسٰے علیہ السلام کی تکفیر کر دی۔ ۶۰۳
معجزاتِ مسیح علیہ السلام کی تحقیر اور انکار۔ ۶۰۴
قادیانی کذاب کا کہنا کہ مسیح علیہ السلام خود اپنے معجزے کے منکر تھے، رسول اللہ پر افتراء اور قرآن عظیم کی تکذیب ہے۔ ۶۰۴
مرتد قادیانی جیسے مکذب قرآن اور دشمنِ انبیاء کو امامِ وقت، مہدی اور مسیح ماننے والے نیز اس کی تکفیر نہ کرنیوالے اندھے ہیں۔ ۶۰۸
تنبیہ: بعض مرزائیوں کے ایک جھوٹے عذر کا ازالہ۔ ۶۰۸
○ رسالہ الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی۔ ۶۱۱
قرآنی مجید کی دو آیاتِ کریمہ کی تفسیر اور بظاہر ان سے پیدا ہونے والے شبہات و اوہام سے متعلق استفسار۔ ۶۱۱
بے دینوں کی بڑی راہِ فرار یہ ہے کہ انکار کریں ضروریاتِ دین کا اور بحث چاہیں کسی ہلکے مسئلے میں جس میں کچھ گنجائش دست و پا زدن ہو۔ ۶۱۲
قادیانی صدہا وجہ سے منکرِ ضروریاتِ دین تھا۔ ۶۱۲
حیات و وفات سیدنا عیسٰے علیہ السلام کا مسئلہ ۶۱۲
فرعی اور مختلف فیہ ہے۔ ۶۱۲
نزولِ عیسٰے علیہ السلام اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے۔ ۶۱۳
وفات سے نزول کا ممتنع ہونا لازم نہیں آتا۔ ۶۱۳
انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی موت محض ایک آن کو تصدیق وعدۂ الٰہیہ کے لئے ہوتی ہے۔ ۶۱۳
انبیاء کرام اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔ ۶۱۳
بعض افراد کا موت کے بعد دنیا میں پھر آنا خود قرآن کریم سے ثابت ہے۔ ۶۱۳
حضرت عزیر علیہ السلام کو بعد موت اللہ تعالٰے نے زندہ فرمایا۔ ۶۱۳
چاروں طائرانِ خلیل علیہ السلام مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوئے۔ ۶۱۳
دربارۂ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام قادیانی اُس قادرِ مطلق عز جلالہ کو صراحتاً عاجز مانتا ہے۔ ۶۱۳
مشرک اور قادیانی کے نظریہ کا قرآن مجید سے رَد۔ ۶۱۳
استیفائے اجل سے پہلے اگر کسی وجہ خاص سے اماتت ہو تو مانع اعادت نہیں بلکہ استیفائے اجل کے لئے ضروری اور ہزاروں کے لئے ثابت ہے۔ ۶۱۴
حیات و وفات مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مسئلہ قدیم سے مختلف چلا آتا ہے مگر آخر زمانے میں ان کے تشریف لانے اور دجال لعین کو قتل فرمانے میں کسی کو

Marfat.com

کلام نہیں یہ بلاشبہ اہلسنّت کا اجماعی عقیدہ ہے۔ ۶۱۴
مسلمانوں کی راہ سے جُدا چلنے والے کی شامت۔ ۶۱۴
مسیح سے مثیلِ مسیح مراد لینا تحریفِ نصوص ہے۔ ۶۱۵
بے دینی کی بڑی ڈھال یہی ہے کہ نصوص کے معانی بدل دیں۔ ۶۱۵
تاویل مذکور کا گھڑنا نصوص شریعت کا استہزاء اور احکام و ارشادات کو درہم برہم کر دینا ہے۔ ۶۱۵
قادیانی مرتد نبیوں کی علانیہ تکذیب کرنے والا، رسولوں کو گالیاں دینے والا اور قرآن کو رَد کرنے والا ہے۔ ۶۱۵
مرتد قادیان کا تو مسلمان ہونا بھی محال ہے نہ کہ رسول اللہ کی مثال۔ ۶۱۵
قادیانیوں کی چالاکی۔ ۶۱۵
حضرت مسیح رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشہور اوصاف جو قرآن نے بیان کئے۔ ۶۱۵
حضرت عیسےٰ علیہ السلام بے باپ کے کنواری بتول کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ ۶۱۵
حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی کلام فرمایا اور انھوں نے گہوارے میں لوگوں کو ہدایت فرمائی۔ ۶۱۶
حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو شکمِ مادر میں کتاب عطا ہوئی، نبوت دی گئی اور وہ جہاں بھی تشریف لے جائیں برکتیں ان کے قدم کے ساتھ رکھی گئیں۔ ۶۱۶
قادیانی کی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے بارے میں دریدہ دہنی۔ ۶۱۶
حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے غیبوں پر مسلط کیا۔ ۶۱۶
اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو مادر زاد اندھے اور ابرص کو شفا دینے، مُردے جِلانے اور مٹی کی مورت میں پھونک مار کر جان ڈال دینے کی قدرت عطا فرمائی۔ ۶۱۷
قادیانی سخت جھوٹا، ملوم اور برکاتِ الٰہیہ سے پُورا محروم ہے۔ ۶۱۷
قادیانی مرتد نے معجزاتِ عیسےٰ علیہ السلام کو مسمریزم کے شعبدے کیوں قرار دیا۔ ۶۱۸
قادیانی مرتد خذلہ اللہ کے چند کفریات اور حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں ستّر بکواسات۔ ۶۱۸
قادیانیوں کا مسئلہ وفات و حیاتِ مسیح چھیڑنا ابلہی مکر اور اپنے صریح کفروں کی بحث سے جان چھڑانا ہے۔ ۶۲۰
استفتاء میں مذکور شبہات کا جواب۔ ۶۲۰
پہلا شبہہ ۶۲۰
آیتِ کریمہ "انکم وما تعبدون من دون اللہ الخ" کی تفسیر۔ ۶۲۰
"یدعون من دون اللہ" یقیناً مشرکین ہیں۔ ۶۲۱
قرآن کریم نے اہلِ کتاب کو مشرکین سے جدا کیا۔ ۶۲۱
اہلِ کتاب کی عورتوں سے مسلمانوں کا نکاح صحیح ہے۔ ۶۲۱
مشرکہ عورت سے مسلمان مرد کا نکاح باطل ہے۔ ۶۲۱

Marfat.com

اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے۔ ۶۲۱

مشرک کا ذبیحہ مردار ہے۔ ۶۲۱

کفار تمام مخلوق سے بدتر ہیں۔ ۶۲۱

مسلمانوں کے سخت ترین دشمن یہودی اور مشرک ہیں۔ ۶۲۲

یدعون من دون اللہ میں انبیاء کرام خصوصًا مسیح علیہم الصلوٰۃ والتسلیم داخل نہیں۔ ۶۲۲

آیۃ کریمہ "اموات غیر احیاء" کی تفسیر کہ یہ بتوں ہی پر صادق آتی ہے۔ ۶۲۳

یہ محال ہے کہ شہداء کو تو مردہ کہنا اور سمجھنا حرام ہو مگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مردہ کہا اور سمجھا جائے۔ ۶۲۳

انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات "احیاء غیر اموات" ہیں نہ کہ "اموات غیر احیاء"۔ ۶۲۴

جس وعدۂ الٰہیہ کی تصدیق کے لئے انبیاء کرام کو عروض موت ایک آن کے لئے لازم ہے قطعًا شہداء کو بھی لازم ہے۔ ۶۲۴

آیۃ کریمہ وھم قد خُلقوا بصیغہ ماضی کے بجائے وھم یُخلقون بصیغہ مضارع لانے کی حکمت۔ ۶۲۴

ایجاب جزئی نقیض سلب کلی ہے۔ ۶۲۴

"اموات" قضیہ دائمہ مطلقہ نہیں بلکہ مطلقہ عامہ ہے۔ ۶۲۴

ایک وقت آئیگا کہ عیسٰے علیہ السلام وفات پائیں گے۔ ۶۲۴

روز قیامت ملائکہ کو بھی موت ہے۔ ۶۲۴

شبہہ دوم ۶۲۵

حدیث بخاری "لعن اللہ الیہود والنصارٰی اتخذوا قبور انبیائھم مساجد" کی شرح۔ ۶۲۵

"انبیائھم" میں اضافت استغراق کیلئے نہیں۔ ۶۲۵

واقعہ یہ ہے کہ یہود اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد کرتے اور نصارٰی اپنے صالحین کی قبروں کو۔ ۶۲۶

قادیانی کی چالاکی۔ ۶۲۶

نبوت اور جھوٹ کا اجتماع محال ہے۔ ۶۲۶

قادیانی کذاب نے تمام انبیاء کو جھوٹا ثابت کرنے کی کوشش اس لئے کی تاکہ اس جھوٹے کی نبوت بن پڑے۔ ۶۲۶

قادیانی مرتد کے اکٹھے چار سو بلکہ کروڑوں کفر۔ ۶۲۶

ہر نبی کی تکذیب کفر ہے۔ ۶۲۶

ایک نبی کی تکذیب تمام انبیاء کی تکذیب ہے۔ ۶۲۶

یہ کہنا صریح سفید جھوٹ ہے کہ نصارٰی نے عیسٰے علیہ السلام کی قبر کو مسجد کر لیا۔ ۶۲۷

نصارٰی حضرت عیسٰے علیہ السلام کی قبر ہی نہیں مانتے اسے مسجد کر لینا دوسرا درجہ ہے۔ ۶۲۷

مرزائیوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر معاذ اللہ دروغ گوئی کا الزام لگانے کیلئے حدیث کے غلط معنے گھڑے۔ ۶۲۷

رسالہ جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ۔ ۶۲۹

حضرت علی، فاطمہ اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہم کو انبیاء کہنے والے شخص کے بارے میں استفتاء۔ ۶۲۹

Marfat.com

محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننا ان کے زمانے میں خواہ ان کے بعد کسی نبی جدید کی بعثت کو یقیناً محال و باطل جاننا فرض اجل جزءِ ایقان ہے۔ ۶۳۰
قرآن کی نص قطعی کا منکر اور اس میں شبہہ کرنے والا ملعون مخلد فی النیران ہے اور اس کے کفر میں توقف میں شک کرنے والا بھی کافر ہے۔ ۶۳۰
اسلام سے علیحدگی اختیار کرنے والے کی تکفیر پر اجماع ہے۔ ۶۳۱
قول بالمتنافیین کسی عاقل سے منقول نہیں۔
رسول کی تکذیب کفرِ ظاہر ہے۔ ۶۳۲
اہلبیت کرام خواہ کسی امتی کو نبی ماننے والا خود اپنے اقرار سے بھی کافر ہے۔ ۶۳۲
قرآن وحدیث دونوں ایمان مومن ہیں۔ ۶۳۲
احادیث کا تکرار دلوں میں ایمان کی جڑ جماتا ہے ۶۳۲
ذکرِ محبوب راحتِ قلوب ہے۔ ۶۳۳
بریتِ آدم علیہ السلام اور ختمِ نبوت۔ ۶۳۳
حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ختمِ نبوت۔ ۶۳۳
حضرت آدم علیہ السلام اور سرکارِ دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ۶۳۴
خاتم النبیین ۶۳۴
محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور دروازہ جنت۔ ۶۳۵
خاتم الانبیاء کی بشارت۔ ۶۳۵
یعقوب علیہ السلام اور خاتم الانبیاء۔ ۶۳۵
اشعیاء اور احمد مجتبےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ ۶۳۵
کتب سماوی اور اسمِ محمد (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) ۶۳۶
خاتم الانبیاء بشہادت جبرئیل علیہ السلام۔ ۶۳۶
آخر النبیین ۶۳۷
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت کو آخر میں لانے کی حکمت۔ ۶۳۷
رحمۃ للعالمین ۶۳۷
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فیصلہ کہ محمد رسول اللہ تمام نبیوں سے افضل ہیں۔ ۶۳۸
توراۃ میں حضورِ انور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا نام حبیب الرحمٰن ہے۔ ۶۳۸
ذکرِ خدا بلا ذکرِ مصطفےٰ نہیں۔ ۶۳۸
سرورِ عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم خلق میں اول الانبیاء اور بعثت میں آخر الانبیاء ہیں۔ ۶۳۸
ارشادات انبیاء وملائکہ اور اقوالِ علماء کتبِ سابقہ۔ ۶۳۹
حدیث شفاعت۔ ۶۳۹
انبیا کا التجاءِ شفاعت۔ ۶۳۹
حضرت آدم علیہ السلام اور اذانِ اول۔ ۶۴۰
انشراحِ صدر ۶۴۰
بشارتِ میلاد الرسول صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔ ۶۴۱
راہب کا استفسار۔ ۶۴۱
قبل از ولادت شہادتِ ایمان۔ ۶۴۲
سیدنا سعید بن زید عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ۶۴۲

Marfat.com

حضرت زید بن عمرو بن نفیل کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعائے رحمت اور جنتی ہونے کی خبر۔ ۶۴۳
انکارِ ختمِ نبوت کی وجوہات۔ ۶۴۳
مقوقس شاہِ مصر کی تصدیقِ ولادت۔ ۶۴۴
میلاد النبی پر خاص تارے کا طلوع۔ ۶۴۴
یہودی علماء کے ہاں ذکرِ ولادتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ ۶۴۵
احبار کی زبان پر نعتِ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۶۴۵
یوشع کی زبان پر نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔ ۶۴۶
تذییل ۶۴۶
ارشاداتِ حضور ختم الانبیاء علیہم الصلوات ۶۴۷
اسماء النبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ۶۴۷
انا محمد واحمد ۶۴۷
خصائصِ مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۶۴۸
حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی امت تمام امتوں سے شمار میں روزِ قیامت زائد ہوگی کہ اہلِ جنت کی ایک ۱۲۰ سو بیس صفوں میں سے اسی آپ کی امت کی اور چالیس صفیں باقی تمام امتوں کی ہوں گی۔ ۶۴۹
بابِ توبہ کا بند ہونا۔ ۶۵۳
فاتحِ بابِ توبہ۔ ۶۵۳
کعب کا خون۔ ۶۵۳
نبیِ توبہ۔ ۶۵۴
نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی روحِ اقدس ہر مسلمان کے گھر میں جلوہ فرما ہے۔ ۶۵۴
مقیض توبہ ۶۵۵
تمام چھوٹی بڑی نعمتیں، سرکارِ دوعالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر بٹتی ہیں۔ ۶۵۵
قولِ ام المومنین صدیقہ کہ میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف توبہ کرتی ہوں۔ ۶۵۵
چالیس صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے عرض کی کہ ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف توبہ کرتے ہیں۔ ۶۵۶
توبہ کا معنےٰ۔ ۶۵۶
جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ ۶۵۶
جس نے اللہ تعالےٰ کی اطاعت نہ کی اس نے رسول کی اطاعت نہیں کی۔ ۶۵۶
عکس نقیض فقیہ کو لازم ہوتا ہے۔ ۶۵۶
سب سے زیادہ راضی کرنے کے مستحق اللہ تعالےٰ اور اس کا رسول ہیں صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ۶۵۶
توبہ کرنیوالے نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔ ۶۵۷
مالک لوائے حمد۔ ۶۵۷
دس اسماء مبارکہ۔ ۶۵۸
تنبیہ۔ ۶۵۹
الحاشر والعاقب۔ ۶۵۹
رسولِ جہاد۔ ۶۵۹
نوعِ آخر۔ ۶۶۰
ھو الاول والآخر والظاہر والباطن۔ ۶۶۰

Marfat.com

آخر زمان اور اولین یوم قیامت۔ ٦٦١

فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے گستاخ رسول کو طمانچہ مارا۔ ٦٦١

حضور انور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے کوئی نبی اور آپ کی اُمت سے پہلے کوئی امت جنت میں نہیں جاسکتی۔ ٦٦١

دریائے رحمت۔ ٦٦١

آخرین بعثت۔ ٦٦١

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب نبیوں سے پہلے پیدا ہوئے اور سب کے بعد بھیجے گئے۔ ٦٦٢

تذییل ٦٦٢

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طریق ندا و خطاب بعد از وصال مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء۔ ٦٦٢

حضرت جبرئیل علیہ السلام کا بارگاہ رسالتماب میں سلام۔ ٦٦٣

اللہ تعالےٰ نے آفرینش آدم علیہ السلام سے دو ہزار برس قبل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام مبارک اپنے نام کے ساتھ ملا کر ساق عرش پر لکھا اور جبرئیل علیہ السلام کو درود بھیجنے کا حکم دیا۔ ٦٦٣

نوع آخر: خصوص نصوص ختم نبوت ٦٦٤

قائد المرسلین و خاتم النبیین ٦٦٥

لوح محفوظ پر شہادت ختم نبوت۔ ٦٦٥

عمارت نبوت کی آخری اینٹ۔ ٦٦٦

سوسمار کی گواہی۔ ٦٦٦

تذییل ٦٦٩

نوع آخر: نبوت منقطع ہوگئی۔ ٦٦٩

ولا نبی بعدی۔ ٦٦٩

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو حضرت عمر نبی ہوتے۔ ٦٧١

تذییل: حضرت ابراہیم صاحبزادۂ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال بچپن میں ہوا۔ ٦٧١

فائدہ۔ ٦٧٢

اگر ابراہیم ابن رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم زندہ رہتے تو نبی ہوتے (اس حدیث پر بحث) ٦٧٢

قضیہ شرطیہ کو وقوع لازم نہیں۔ ٦٧٢

نوع آخر: جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کسی کے لئے نبوت مانے دجال کذاب ہے۔ ٦٧٤

کذابوں اور دجالوں کی تعداد۔ ٦٧٤

جھوٹے مدعیان نبوت۔ ٦٧٤

تذییل ٦٧٥

نوع آخر: خاص امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ الکریم کے بارے میں متواتر حدیثیں ہیں کہ نبوت ختم ہوئی نبوت میں ان کا کچھ حصہ نہیں۔ ٦٧٥

مسیلمہ خبیث کے قاتل وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جنہوں نے زمانۂ کفر میں سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو شہید کیا وہ فرمایا کرتے قتلت خیر الناس وشر الناس میں نے بہتر شخص کو شہید کیا پھر سب سے بدتر کو مارا۔ ٦٧٥

حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی عبادت۔ ٦٧٧

تنبیہ: مرتبۂ صدیقیت کی وضاحت۔ ٦٧٨

ہر ولی کسی نبی کے قدم پر ہوتا ہے۔ ٦٧٨

Marfat.com

ایک حدیث سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلفاءِ ثلٰثہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی افضلیت پر وہم اور اس کا ازالہ۔ ۶۷۹

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ صدیق اکبر ہیں، اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ صدیق اصغر۔ ۶۸۰

تذییل: بعض احادیث علویہ مبطلۂ دعویٰ علویہ۔ ۶۸۱

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی رائے۔ ۶۸۲

حضرت علی مرتضےٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا فرمان کہ جو مجھے ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما پر فضیلت دے گا میں اُسے مفتری کی حد اسّی کوڑے لگاؤں گا۔ ۶۸۲

حضرات شیخین اوّلین جنتی ہیں۔ ۶۸۴

خیر الناس بعد رسول اللہ۔ ۶۸۴

افضل الناس بعد رسول اللہ۔ ۶۸۵

مولد ازکیٰ فی الاسلام۔ ۶۸۵

حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا فرمان کہ میں تو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہوں۔ ۶۸۶

سیدنا صدیق کی سبقت کی چہار وجوہات۔ ۶۸۶

حضرت صدیق کا تقدم ۶۸۶

حضرت علی کی مدح افراط و تفریط کا شکار ۶۸۶

افضل الایمان۔ ۶۸۷

شیخین کی افضلیت۔ ۶۸۸

رافضی اور خارجی نظریات۔ ۶۸۸

رافضی کی سزا۔ ۶۸۹

نصوصِ ختمِ نبوت۔ ۶۸۹

ارشاداتِ انبیاء و علماءِ کتبِ سابقہ۔ ۶۸۹

ذریب بن برثملا کی شہادت۔ ۶۹۱

شام کے نصرانی ختمِ نبوت کی شہادت دیتے ہیں۔ ۶۹۳

بادشاہِ روم کے دربار میں ذکرِ مصطفےٰ۔ ۶۹۳

تصرفِ اولیاء اور مظلومیت حسین۔ ۶۹۵

ہرقل کے پاس انبیاء کی تصاویر۔ ۶۹۵

مقوقس کے دربار میں فرمانِ نبوی۔ ۶۹۸

عبداللہ بن سلام کا واقعۂ ایمان۔ ۶۹۹

ہجرتِ حضرتِ عباس۔ ۷۰۰

سورۃ اذا جاء نصر اللہ کا نزول اور نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی مرضِ وصال میں وصیت۔ ۷۰۱

مدینہ طیبہ میں حضور کی تشریف آوری کا منظر۔ ۷۰۱

بنی نجار کی لڑکیوں کی نغمہ سرائی۔ ۷۰۲

حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو برس تبلیغ فرمائی اور پچاس افراد ایمان لائے۔ ۷۰۲

چارپائے کلام کرتے ہیں۔ ۷۰۳

میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ ۷۰۶

تیس کذاب۔ ۷۰۶

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے بمنزلہ ہارون ہیں۔ ۷۰۷

فرمانِ رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کہ میں آخری نبی اور میری اُمت آخری اُمت۔ ۷۰۹

Marfat.com

تسجیل جمیل۔	۱۰
گیارہ تابعی۔	۱۱
اکاون صحابہ۔	۱۱
نو صحابی۔	۱۲
ختم نبوت پر دیوبندی عقیدہ۔	۱۲
قاسم نانوتوی کا عقیدہ۔	۱۳
صحابہ کرام اور ختم نبوت۔	۱۴
دیوبندی اور شیعہ عقائد میں مماثلت۔	۱۷
منکران ختم نبوت پر علمائے اسلام کی گرفت۔	۱۷
علامہ تورپشتی۔	۱۷
امام ابن حجر مکی۔	۱۸
فتاوی ہندیہ۔	۱۹
اعلام بقواطع الاسلام۔	۱۹
طائفہ قاسمیہ۔	۲۰
فتاوی تاتارخانیہ۔	۲۱
شفا قاضی عیاض۔	۲۱
منکرانِ ختمِ نبوت کے فرقے۔	۲۲
مجمع الانہر۔	۲۳
علامہ یوسف اُردبیلی۔	۲۳
امام غزالی۔	۲۴
غنیۃ الطالبین۔	۲۴
تحفہ شرح منہاج۔	۲۵
شرح فرائد۔	۲۶
مواہب شریف۔	۲۶
امام نسفی۔	۲۷
تمہید ابو شکور سالمی۔	۲۷
مولانا عبد العلی۔	۲۸
امام احمد قسطلانی۔	۲۸
سید کفریہ عقیدہ نہیں رکھ سکتا۔	۳۰
منافق کو سید نہ کہو۔	۳۰
اہلبیت سے کوئی بھی جہنمی نہیں۔	۳۱
اہلبیت عذاب سے بری ہیں۔	۳۲
حضرت فاطمہ کی وجہ تسمیہ۔	۳۲
اہلبیت آگ میں نہیں جا سکتے۔	۳۲
شیخ اکبر اور اہلبیت۔	۳۶
بدعقیدہ سید۔	۳۷
رافضی سید۔	۳۷
دلیل اول۔	۳۸
دلیل دوم۔	۳۸
تقریظ جناب مولانا شیخ احمد مکی مدرس مکہ معظمہ دام مجدہٗ۔	۳۹

Marfat.com

فہرست ضمنی مسائل

فوائد تفسیریہ

آیت قرآنی میں "حتی یاتی امر اللہ" سے کیا مراد ہے۔ ۱۴۲

آیت کریمہ "اباللہ وآیٰتہ ورسولہ کنتم تستھزءون" سے تین فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ ۱۷۲

آیہ کریمہ "قد بدت البغضاء من افواھھم" سے دو فائدے حاصل ہوتے ہیں ۱۷۳

سورہ فاتحہ میں "الصراط المستقیم" سے مراد کیا ہے ۲۰۹

قرآن شریف کی ایک آیت کے مفہوم سے سوال اور اس میں تھوڑا تغیر ہوجانے کا حکم۔ ۲۶۷

اللہ خالق کل شئ میں شئے سے مراد حوادث ہیں۔ ۳۱۴

انہ بکل شئ بصیر مطلقاً موجودات کو شامل ہے ۳۱۴

معدومات اس صفت سے خارج ہیں۔ ۳۱۵

وھو علیٰ کل شئ قدیر یہ ممکنات موجودہ معدومہ سب کو شامل واجب اور محال اس سے خارج ہیں۔ ۳۲۰

انہ بکل شئ علیم یہ کلیہ واجب، ممکن، قدیم، حادث، موجود، معدوم، مفروض، موہوم، ہر شئی اور ہر مفہوم کو قطعاً محیط ہے۔ ۳۲۰

کذب باری کے استحالہ پر آیۃ مبارکہ "وتمت کلمت ربك صدقا وعدلا" سے امام رازی کا استدلال۔ ۳۲۶

"من اصدق من اللہ قیلا" کی نفیس تقریر۔ ۳۵۱

امام واحدی نے آیۃ کریمہ انك لا تخلف المیعاد سے وعید کو خارج قرار دیا۔ ۴۱۷

اس شبہہ کا ازالہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد "بل اکثرھم لا یعلمون" میں اکثر کفار سے نفیِ علم فرمائی سب سے نہیں۔ ۵۳۲

متعدد آیاتِ کریمہ جن میں اکثر سے کل مراد ہے۔ ۵۳۲

آیت کریمہ "انکم وما تعبدون من دون اللہ الخ" کی تفسیر۔ ۶۲۰

Marfat.com

"یدعون من دون اللہ" یقیناً مشرکین ہیں۔ ۶۲۱
قرآن کریم نے اہل کتاب کو مشرکین سے جدا کیا۔ ۶۲۱
"یدعون من دون اللہ" میں انبیاء کرام خصوصاً مسیح علیہم الصلوٰۃ والتسلیم داخل نہیں۔ ۶۲۲
آیۂ کریمہ "اموات غیر احیاء" کی تفسیر کہ یہ بتوں ہی پر صادق آتی ہے۔ ۶۲۳
آیۂ کریمہ "وھم قد خلقوا" بصیغہ ماضی کے بجائے "وھم یخلقون" بصیغہ مضارع لانے کی حکمت۔ ۶۲۴

فوائد حدیثیہ

امام نووی اور ابن حجر نے احتلام جائز رکھا مگر ائمہ اعلام نے عموماً اس کو قولِ منکر قرار دیا۔ ۱۵۶
حدیث یاجوج ماجوج کی تاویلات۔ ۱۵۷
یاجوج ماجوج کے اولادِ آدم ہونے کی بحث۔ ۱۵۸
ایک حدیث شریف کے الفاظ کی تحقیق اور طرقِ روایت کی تفصیل۔ ۱۶۰
جنت کی مستی کو دلھن کی وجہ سے تشبیہ دینا حدیث شریف میں وارد ہے۔ ۲۸۴
حب الوطن من الایمان حدیث نہیں ہے۔ ۲۹۶
احادیث کریمہ میں جو آیا ہے کہ جاء اللہ من طور سینا یہ متشابہ ہے۔ ۳۰۰
حدیث بخاری "لعن اللہ الیہود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائھم مساجد" کی شرح۔ ۶۲۵
حدیث شفاعت۔ ۶۳۹
اگر ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زندہ رہتے تو نبی ہوتے (اس حدیث پر بحث) ۶۷۲
ایک حدیث سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلفاء ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی افضلیت پر وہم اور اس کا ازالہ۔ ۶۷۹

سیرۃ النبی

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں کی جان سے بڑھ کر ان کے خیر خواہ اور ماں سے زیادہ ان پر مہربان ہیں۔ ۶۰۷
سورۃ اذا جاء نصر اللہ کا نزول اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مرضِ وصال میں وصیت۔ ۷۰۱
مدینہ طیبہ میں حضور کی تشریف آوری کا منظر۔ ۷۰۱

احکامِ مسجد

مشرکین کو مسجد میں تعظیم اور اہتمام کے طور پر لے جانا حرام ہے، اور یہ مسئلہ اجماعی ہے۔ ۲۷۱
گمشدہ چیز کا مسجد میں تلاش کرنا منع ہے۔ ۲۷۲

نماز

شریعت رب العرش الکریم میں نماز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خیالِ باعظمت وجلال کے بغیر ناقص ہے۔ ۲۰۵
التحیات میں نمازی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے دل میں حاضر جان کر سلام کرے۔ ۲۰۶
نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں سلام کرنے کے حکم کی حکمت ۲۰۶
ہر نماز کے آخر میں درود شریف پڑھنا سنت ہے بلکہ بعض ائمہ کے نزدیک فرض ہے۔ ۲۰۸
ہر رکعت میں الحمد پڑھنا ہمارے نزدیک امام و منفرد

Marfat.com

پر واجب ہے۔ ۲۰۸

غیر مقلدوں کے نزدیک تمام نمازیوں پر سورۂ فاتحہ ہر رکعت میں فرض ہے۔ ۲۰۸

قعدۂ نماز میں شہادت کی انگلی اٹھانے کا جواز۔ ۲۲۰

امامت

جھوٹی گواہی سے آدمی فاسق ہو جاتا ہے، اور قابلِ امامت نہیں رہتا۔ ۱۴۹

فاسق کی امامت مکروہِ تحریمی ہے۔ ۴۴۶

نکاح

مسلمان عورت کا نکاح کافر سے کسی طرح جائز نہیں۔ ۱۵۴

ٹوٹا نکاح خود بخود نہیں جڑتا دوبارہ عقد ضروری ہے۔ ۲۹۳

شوہر کے کفر کرتے ہی عورت نکاح سے نکل جاتی ہے بے توبہ و نکاحِ جدید قربت زنائے خالص ہے۔ ۵۹۱

اہلِ کتاب کی عورتوں سے مسلمانوں کا نکاح صحیح ہے۔ ۶۲۱

مشرکہ عورت سے مسلمان مرد کا نکاح باطل ہے۔ ۶۲۱

مہر

مرتد کی عورت کا مہر معجل واجب الادا ہے اور مرجائے یا دار الحرب سے ملحق ہو جائے تو مہر موجل بھی واجب الادا ہوگیا۔ ۵۹۱

طلاق

سجدۂ تعظیمی ادا کرنے والا اگر عورت کو تین طلاق دے تو بغیر حلالہ دوبارہ نکاح نہیں کر سکتا۔ ۱۵۴

حضانت

بچہ خیر الابوین کے تابع ہوتا ہے، مرزائی کے چھوٹے بچے ضرور اس کے قبضہ سے باہر نکال لینے چاہئیں۔ ۵۹۲

فوائد اصولیہ

کھلے ہوئے لفظوں میں عذرِ تاویل مسموع نہیں۔ ۱۷۲

بے اعتقاد کچھ کہنا ہزل و سخریہ ہے۔ ۱۷۲

اپنے کفر کا اقرار کفر ہے۔ ۱۷۷

لزومِ کفر اور التزامِ کفر میں فرق ہے۔ ۲۳۶

اقوال کا کلمہ کفر ہونا اور بات ہے، اور قائل کو کافر مان لینا اور بات۔ ۲۳۶

صریح لفظ میں تاویل کا دعویٰ مقبول نہیں۔ ۲۴۶

قرآن عظیم کا خطاب صحابہ کرام سے ہے بعد کے مسلمان تبعًا اس خطاب میں داخل ہیں۔ ۲۶۸

مطلق بول کر مقید مراد لینے پر قرینہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ ۲۹۵

قرینہ حالیہ بھی صحیح و درست ہے۔ ۲۹۵

انبت الربیع البقل مسلمان قائل سے مجازی معنی میں متعین ہے۔ ۲۹۵

ایک کا اثبات توحید ہے اور نفی عام تعطیل ہے۔ ۲۹۵

Marfat.com

ممکن کا اثبات ونفی بغیر دلیل سمعی جائز نہیں۔ ۳۳۶
اصول عقائد کی دو قسمیں ہیں: عقلی اور شرعی۔ ۳۳۶
اسم تفضیل اگرچہ نفی مزیت کے لئے ہوتی ہے لیکن حقیقۃً نفی برتر و ہمسر دونوں کے لئے ہوتی ہے۔ ۳۵۱
کسی چیز کا سلب بنفسہ کمال نہیں۔ ۳۹۳
عیوب ونقائص کا سلب اس وقت مدح میں داخل ہے کہ کسی صفت کمال کے ثبوت پر مبنی ہو۔ ۳۹۳
صفت کمال حقیقۃً صدق ہے عدم کذب نہیں۔ ۳۹۳
معذوروں کو کذب پر قدرت نہ ہونا کمال کی بناء پر نہیں، عیب ونقصان کی بناء پر ہے۔ ۳۹۶
پتھر کا کذب پر قادر نہ ہونا عجز ونقص کی وجہ سے ہے اور باری تعالیٰ کا ہنر وکمال کی وجہ سے، تو ایک کا دوسرے پر قیاس مع الفارق ہے۔ ۳۹۶
جس کا منہ بند کر لیں اس کا کذب ممتنع بالذات نہیں ممتنع بالغیر ہے ۳۹۸
ممتنع بالغیر کا وقوع ممتنع بالذات کے وقوع کو مستلزم ہے ۳۹۸
لازم قول قول نہیں ہوتا۔ ۳۹۸
ہر ممکن اور مقدور کی ذات کا سلب ممکن ہے۔ ۴۰۲
خلف وعید امکان کذب کی فرع نہیں۔ ۴۰۴
محققین خلف وعید کے بھی قائل نہیں۔ ۴۰۴
وعید میں انشائے تخویف ہے اخبار نہیں ہے۔ ۴۰۶
وعید میں جو لفظ اپنے لغوی معنی کے اعتبار سے عموم پر دلالت کرتا ہے اس کی تخصیص جائز ہے۔ ۴۰۷
آیات وعید بقرینۂ کرم مخصوص ہیں، دونوں تخصیصوں کا فرق۔ ۴۰۷
مقسم کا وجود قسم کے وجود کے بغیر محال ہے۔ ۴۱۳
جواز خلف وعید کا قول جواز شرعی اور امکان وقوعی میں ہے اس مضمون پر چار دلیلیں۔ ۴۱۴
خلف وعید کے معنی عدم ایقاع وعید ہے۔ ۴۲۲
تبدیلی قول اور تکذیب خبر نہیں۔ ۴۲۲
خلف وعید میں محل نزاع کی تحقیق۔ ۴۲۴
عام طور سے ائمۂ اہلسنت میں مسائل اصولی میں بھی اختلاف نزاع لفظی کی حد تک رہتا ہے۔ ۴۲۶
مسائل اختلافیہ میں علمائے اہل سنت میں فریقین کا الزام اپنے معنیٰ مراد کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ ۴۲۶
الزام ہمیشہ ایسے امر سے دیا جاتا ہے جو متفق علیہ بین الفریقین ہو۔ ۴۲۶
کفر لزومی اور التزامی کا فرق۔ ۴۳۱
رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے علاوہ ہر شخص کا اس کی باتوں پر مواخذہ ہوسکتا ہے۔ ۴۶۸
عقائد حقہ کے اثبات میں جو دلیلیں دی جاتی ہیں لم و لا نسلم کا اثر ان دلیلوں پر ہوتا ہے اصل عقیدہ پر نہیں۔ ۴۷۰
علماء کی تصریح کہ اعتماد قواعد اہل حق پر ہے، بحث اور نکتہ چینیوں کی کوئی سند نہیں۔ ۴۷۱
وجوب بالاختیار اختیار کے منافی نہیں اور اختیار بالوجوب منافی اختیار ہے۔ ۵۰۶
عین کی نفی ضد کا ثبوت ہے۔ ۵۲۲
وجود شئی اس کے لوازم کے وجود کا مقتضی اور ان کے نقائص ومنافیات کا نافی ہوتا ہے۔ ۵۳۱
لازم شئی کے منافی کی موجودگی میں لازم موجود نہیں ہوسکتا۔ ۵۳۱

Marfat.com

شئی کا لازم موجود نہ ہو تو شئے موجود نہیں ہو سکتی۔ ۵۳۱
سلب شئی کے تین طریقے ہیں۔ ۵۳۱
مفہوم لقب سے استدلال صحیح نہیں۔ ۵۳۲
جس کی سند متصل نہ ہو اس کا بیان کرنا حرام ہے ۵۵۷
سند متصل کے حکم میں ہے۔ ۵۵۹
کتب ستہ مشہورہ معتبر و مستند ہیں۔ ۵۵۹
صریح الفاظ میں تاویل قبول نہیں کی جاتی۔ ۵۷۸
محل مدح میں عام باتیں نہیں ذکر کی جاتیں۔ ۵۸۰

فوائد فقہیہ

بعض ان افعال کا بیان جو فقہاء کے نزدیک
کفر ہیں۔ ۱۰۷
نذر عرفی ہو یا اختراعی شرعی نہیں۔ ۲۶۳
نذر شرعی کے عبادت ہونے میں اختلاف ہے۔ ۲۶۳
حنفیوں کا مذہب محقق کی بحث کے خلاف ہے۔ ۴۸۵
نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کوا کھانے والے
کو فاسق قرار دیا ہے۔ ۵۲۶
کوے کے حلال ہونے کے بارے میں گنگوہی کے
قیاس واستدلال کا رد۔ ۵۲۷

رسم المفتی

محتاطین نے یزید علیہ ما علیہ کی تکفیر سے سکوت
اختیار کیا۔ ۲۵۶
فعل گناہ پر کسی کے کفر کا فتویٰ دینا
جائز نہیں۔ ۲۶۷

حدود

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کا قول کہ قرآن کو
مخلوق کہنے والا قتل کیا جائے۔ ۳۸۱
حضرت علی مرتضےٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا فرمان کہ جو
مجھے ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما پر فضیلت دے گا
میں اُسے مفتری کی حد اسّی کوڑے لگاؤں گا۔ ۶۸۲

مناظرہ

وہابیہ کا یہ خیال کہ اگر خدا جھوٹ نہ بولے تو عاجز
ہوگا احمقانہ ہے کیونکہ جب بقول تمہارے سب
عیب اس میں ہو سکتے ہیں تو معاذ اللہ ایک یہ عجز
بھی سہی۔ ۳۷۴
امام وہابیہ کے قول پر اگر کذب کی نفی پر
قدرت ضروری ہوگی تو اللہ نے اپنی ذات سے ظلم
کی نفی کی تو ظلم پر قدرت ضروری ہوگی، اور ظلم کہتے
ہیں ملک غیر میں بیجا تصرف کو، تو کچھ اشیاء کو
ملک الٰہی سے خارج ماننا پڑے گا۔ ۳۸۵
صدق و کذب میں انفصال حقیقی ہے، لہذا
ملائے دہلوی کے قول پر لازم کہ ازل میں اللہ
تعالےٰ کروڑوں برس جھوٹا رہ چکا ہے۔ ۴۰۰
اگر رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا مثل
ممکن ہو تو کلام الٰہی کا کذب لازم آئے گا۔ ۴۰۰
ابوعمر بن العلاء اور عمر بن عبید کا مناظرہ اور
اس سے اس امر پر استدلال کہ مدعیان

Marfat.com

خلفِ وعید امکانِ کذب کے قائل نہیں۔ ۴۱۰

ملّائے دہلوی کی دلیل پر معارضہ۔ ۴۵۴

مقدور العبد مقدور اللہ کی تقریر وہابیہ پر معارضہ۔ ۴۶۱

خصم الزامی دلیل قائم کرے تو فریق کو اپنے مسلمہ مقدمہ سے انکار کا یارا نہیں۔ ۴۶۲

بے دینوں کی بڑی راہِ فرار یہ ہے کہ انکار کریں ضروریاتِ دین کا اور بحث چاہیں کسی ہلکے مسئلے میں جس میں کچھ گنجائش دست و پا زدن ہو۔ ۶۱۲

ذبائح

اہلِ کتاب کا ذبیحہ حلال ہے۔ ۶۲۱

مشرک کا ذبیحہ مُردار ہے۔ ۶۲۱

تصوّف

حضرت شیخ مجدد علیہ الرحمۃ کا قول کہ تصورِ صورتِ شیخ سے غافل نہ ہو۔ ۲۰۵

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا مکتوب نمبر ۳۰ اور اس کا ترجمہ۔ ۲۱۸

تصورِ شیخ کی دولت سعادتمندوں کو ملتی ہے۔ ۲۱۸

تمام احوال میں شیخ کو اپنا متوسط بنانا اور نماز وغیرہ ہر حال میں اس کی طرف متوجہ رہنا۔ ۲۱۸

توحید ایمان ہے، وحدۃ الوجود حق ہے، اتحاد الحاد ہے اور شیخ اکبر کی طرف اس کی نسبت

کذب ہے۔ ۲۸۲

فیضِ شیطانی محبوبوں کے بغض سے حاصل ہوتا ہے۔ ۵۲۵

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے انقطاعِ سلسلہ بغضِ مشائخِ سلسلہ سے حاصل ہوتا ہے۔ ۵۲۵

اسماءُ الرجال

ثعلبی حاطب اللیل ہیں۔ ۱۵۶

حضرت کعب احبار صاحبِ اسرائیلیات ہیں۔ ۱۵۶

جرح و تعدیل

یاجوج ماجوج کے احتلام سیدنا آدم علیہ السلام سے بننے کی روایت صحیح نہیں۔ ۱۵۶

تاریخ و تذکرہ

حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طرف سے مصنف علیہ الرحمۃ کی ڈیوٹی۔ ۸۷

امرِ دین کے علاوہ مصنف علیہ الرحمۃ پر جتنے ذاتی حملے ہوتے رہے انھوں نے کبھی اس کی پروا نہیں کی۔ ۸۸

مصنف علیہ الرحمۃ کا فرمان کہ سرکار سے مجھے یہ خدمت سپرد ہے کہ عزتِ سرکار کی حمایت کروں نہ کہ اپنی۔ ۸۸

مصنف علیہ الرحمۃ کا اس پر اظہارِ مسرت کہ گستاخانِ رسول جتنی دیر مجھے گالیاں دیتے اور برا کہتے ہیں اتنی دیر محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی بدگوئی اور منقصت جوئی سے غافل رہتے ہیں۔ ۸۸

Marfat.com

- جعلی اور وہابیوں کی طرف سے من گھڑت کتابوں کا جدول جو انھوں نے اعلحضرت اور ان کے والد ماجد قدست اسرارہم اور سرکار غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کیں۔ ۹۰
- جدول میں مذکور کتابوں اور ان کے جعلی مطابع کا جہان بھر میں کہیں وجود نہیں۔ ۹۱
- اعلحضرت علیہ الرحمۃ کی طرف سے مولوی اشرفعلی تھانوی کو ۱۳۲۹ھ میں تحریر کردہ تاریخی خط جس میں آپ نے اتمامِ حجت کرتے ہوئے گستاخانہ عقائد و عبادات پر مناظرہ کی آخری دعوت دی۔ ۹۷
- موجودہ ساری دنیا حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد سے ہے۔ ۱۵۶
- روضۂ انور کے پاس اونچی آواز سے بولنے والے کو فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ڈانٹ۔ ۱۶۹
- یہ بات جھوٹ ہے کہ فاطمہ بنت اسد کو وحی آئی کر تو خانہ کعبہ میں داخل ہو جا اور وہاں بچہ جن۔ ۱۹۳
- شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اور اُن کے بارہ اساتذۂ حدیث "نادعلی" کی سندیں لینے اجازتیں دیتے اور وظیفہ کرتے تھے۔ ۲۱۷
- حاکمِ مکہ کے حکم سے علماءِ حرمین شریفین اور وہابی مولویوں کے درمیان مناظرہ کی کیفیت۔ ۲۳۳
- حضور کے وصال کے بعد بعض نام کے صحابہ مرتد ہوگئے تھے۔ ۲۶۸
- مذاہب کی کثرت اور گمراہیوں کے شیوع نے موجودہ علمِ کلام کی بنا ڈالی۔ ۲۷۰
- مجنوں بنی عامر اولیاء اللہ سے تھا، لیلیٰ کے جنون سے اس نے اپنے آپ کو چھپا رکھا تھا۔ ۳۰۶
- حضرت شبلی سے کسی نے پوچھا سلمیٰ کی خبر دینے والا کوئی ہے، انھوں نے فرمایا دارین میں اس کی خبر دینے والا کوئی نہیں ہے۔ ۳۰۶
- ترکِ تقلید کا بیج ہندوستان میں اسمٰعیل دہلوی نے بویا۔ ۵۲۱
- قادیانیوں نے روہیل کھنڈ گزٹ میں اشتہار چھپوایا جس میں علمائے حق کو گالیاں دینے کے بعد مناظرہ کا چیلنج کیا گیا جس کے جواب میں رسالہ "ہدایت نوری بجواب اطلاع ضروری" کا اجرا ہوا جو دو عددوں پر مشتمل ہے۔ ۵۹۲
- حضرت عزیر علیہ السلام کو بعد موت اللہ تعالیٰ نے زندہ فرمایا۔ ۶۱۳
- چاروں طائرانِ خلیل علیہ السلام مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوتے۔ ۶۱۳
- مقوقس شاہِ مصر کی تصدیقِ ولادت۔ ۶۴۴
- فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے گستاخِ رسول کو طمانچہ مارا۔ ۶۶۱
- حضرت ابراہیم صاحبزادۂ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال بچپن میں ہوا۔ ۶۷۱
- مسیلمہ خبیث کے قاتل وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جنھوں نے زمانۂ کفر میں سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، وہ فرمایا کرتے قتلت خیر الناس و شر الناس میں نے بہتر شخص کو شہید کیا پھر سب سے

Marfat.com

بدتر کو مارا۔ ٦٧٥

حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی عیادت۔ ٦٧٧

بادشاہِ روم کے دربار میں ذکرِ مصطفےٰ! ٦٩٣

ہرقل کے پاس انبیاء کی تصاویر۔ ٦٩٥

مقوقس کے دربار میں فرمانِ نبوی۔ ٦٩٨

عبداللہ بن سلام کا واقعۂ ایمان۔ ٦٩٩

ہجرتِ حضرتِ عباس۔ ٧٠٠

حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نوسو برس تبلیغ فرمائی اور پچاس افراد ایمان لائے۔ ٧٠٢

فضائل ومناقب

حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ پاک نے جمیع ماکان ومایکون کا تفصیلی علم عطا فرمایا۔ ٧٤

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور تمام انبیاء احتلام سے پاک ہیں، یہ کہنا کہ انھیں احتلام ہوا کلمۂ شنیعہ ہے۔ ١٥٥

حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم شاہد ہیں اور شاہد کو مشاہدہ درکار۔ ١٦٨

نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تمام دنیا کو اپنی ہتھیلی کی طرح دیکھتے ہیں۔ ١٦٨

دین وایمان محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کا نام ہے۔ ١٦٨

آٹھ آیاتِ کریمہ جن میں اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا نام اپنے نام سے ملایا۔ ١٦٩

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اُمّی ہونا حضور کے لئے معجزہ ہے۔ ١٩٥

محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی عظمت تو رفیع الدرجات ذوالعرش جل وعلا کی بنائی ہوئی ہے، کسی کافر یا کافر منش کے مٹائے سے نہ مٹے گی۔ ٢٠٥

خالص نماز میں حضور انور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر وتکریم کا حکمِ صریح ہے۔ ٢٠٦

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی اللہ تعالیٰ کے دربار سے جُدا نہیں ہوتے۔ ٢٠٦

درود شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خیالِ باعظمت وجلال سے انفکاک ممکن نہیں۔ ٢٠٨

قرآن کی سورتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت، ذکر، یاد اور تعظیم وتکریم سے گونج رہی ہیں۔ ٢١٠

عبادتِ تلاوت بے تصورِ عظمت سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم متصور نہیں۔ ٢١٠

مکہ مکرمہ کو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اور مدینہ منورہ کو محمد مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حرم بنایا۔ ٢١٥

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مکہ ومدینہ کے گرد ونواح کے جنگل کا ادب کیا جائے۔ ٢١٥

حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور اہلبیت کرام سے تکوینی امور وابستہ ہیں۔ ٢١٦

حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے جنگ

Marfat.com

کرنے والے کا حکم۔ ۲۳۵

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عروسِ مملکۂ اللہ کہنے کا اقوالِ علماء سے ثبوت۔ ۲۸۵

حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام ملک وملکوت پر اللہ تعالیٰ کے نائبِ مطلق ہیں۔ ۲۸۷

سورۃ الرحمٰن کے لئے حدیث میں لفظِ عروس (دُلھن) آیا ہے۔ ۲۸۷

روزانہ ستر ہزار فرشتے صبح اور ستر ہزار شام کے وقت روضۂ اطہر کے گرد حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام عرض کرتے ہیں۔ ۲۹۰

حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ستر ہزار فرشتوں کے جھرمٹ میں نئی دُلھن کی طرح رب کے حضور حاضر ہوں گے۔ ۲۹۰

رسولِ خدا کا چہرہ دیکھ کر ایمان لانے والوں نے کہا یہ جھوٹے کا چہرہ نہیں تو باری تعالیٰ کے وجہ کریم پر امکانِ کذب کی تہمت بہتانِ عظیم ہے۔ ۳۵۱

وصفِ کریم رحمۃ للعالمین مسلمانوں کے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاصہ ہے۔ ۵۲۲

مجلس میلاد مبارک کی نسبت مبشرات۔ ۵۲۲

عظمت دینی رکھنے والوں کے مراتب۔ ۵۶۱

بوڑھے مسلمان کی تعظیم کرنا اللہ کی تعظیم ہے۔ ۵۶۱

قرآن عظیم میں رسول کے مبعوث کرنے کا مقصد رسول اللہ کی تعظیم بھی قرار دی گئی ہے۔ ۵۶۲

انبیاء کا علی الاطلاق افضل ہونا اجماعی مسئلہ ہے ۵۸۴

اللہ پاک نے عیسٰے علیہ السلام کے معجزات پر ان کی مدح فرمائی۔ ۵۸۵

انبیاء کرام اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔ ۶۱۳

حضرت مسیح رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشہور اوصاف جو قرآن نے بیان کئے۔ ۶۱۵

انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات "احیاء غیر اموات" ہیں نہ کہ "اموات غیر احیاء"۔ ۶۲۴

قرآن وحدیث دونوں ایمانِ مومن ہیں۔ ۶۳۲

احادیث کا تکرار دلوں میں ایمان کی جڑ جماتا ہے۔ ۶۳۲

ذکرِ محبوب راحتِ قلوب ہے۔ ۶۳۳

محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دروازۂ جنت۔ ۶۳۴

خاتم الانبیاء کی بشارت۔ ۶۳۵

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فیصلہ کہ محمد رسول اللہ تمام نبیوں سے افضل ہیں۔ ۶۳۸

توراۃ میں حضور انور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام حبیب الرحمٰن ہے۔ ۶۳۸

سرورِ عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خلق میں اول الانبیاء اور بعثت میں آخر الانبیاء ہیں۔ ۶۳۸

بشارتِ میلاد الرسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ۶۴۱

سیدنا سعید بن زید عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ۶۴۲

حضرت زید بن عمرو بن نفیل کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دُعائے رحمت اور جنتی ہونے کی خبر۔ ۶۴۳

میلاد النبی پر خاص تارے کا طلوع۔ ۶۴۴

اسماء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ۶۴۷

خصائص مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۶۴۸

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت تمام امتوں سے شمار میں روزِ قیامت زائد ہوگی کہ اہلِ جنت

Marfat.com

کی ایک سو بیس صفوں میں سے اَسّی آپ کی اُمت کی اور چالیس صفیں باقی تمام امتوں کی ہوں گی۔ ۶۴۹
تمام چھوٹی بڑی نعمتیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے ہاتھوں پر بٹتی ہیں۔ ۶۵۵
ھوالاول والآخر والظاھر والباطن۔ ۶۶۰
حضور انور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے کوئی نبی اور آپ کی اُمت سے پہلے کوئی امت جنت میں نہیں جاسکتی۔ ۶۶۱
اللہ تعالٰے نے آفرینشِ آدم علیہ السلام سے دو ہزار برس قبل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نامِ مبارک اپنے نام کے ساتھ ملا کر ساقِ عرش پر لکھا اور جبرئیل علیہ السلام کو درود بھیجنے کا حکم دیا۔ ۶۶۳
اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو حضرت عمر نبی ہوتے۔ ۶۷۱
ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰے عنہ صدیقِ اکبر ہیں اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صدیقِ اصغر۔ ۶۸۰
حضرات شیخین اولین جنتی ہیں۔ ۶۸۴
سیدنا صدیق کی سبقت کی چار وجوہات۔ ۶۸۶
حضرت علی رضی اللہ تعالٰے عنہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے بمنزلہ ہارون ہیں۔ ۷۰۷
فرمانِ رسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ میں آخری نبی اور میری اُمت آخری اُمت۔ ۷۰۹
اہلبیت سے کوئی بھی جہنمی نہیں۔ ۷۳۱

شہادت

جھوٹی گواہی پر حدیث شریف کی وعید شدید۔ ۱۴۹

عقائد وکلام

علماء کی توہین کفر ہے۔ ۷۳
ساری مخلوقات کے علم کو علمِ الٰہی سے وہ نسبت بھی نہیں جو قطرے کے کروڑویں حصہ کو سمندر سے ہے۔ ۷۴
معراج جسمانی حق وصحیح ہے۔ ۷۴
"شرعِ محمدی کا فیصلہ قبول نہیں، رواج وقانون منظور ہے" یہ فقرہ کفر ہے۔ ۷۵
کلمۂ کفر بولنے میں علماء نے زبان کی لغزش کا عذر قبول نہیں کیا۔ ۸۰
کفر کو اچھا سمجھنا کفر ہے۔ ۸۳
رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا نامِ اقدس تعظیم سے لینا فرض ہے۔ ۹۹
ترکِ تعظیم کے طور پر خالی رسول رسول کہنا کفر ہے اور بلا ضرورت ہو تو برکات سے محرومی۔ ۹۹
کفر کی محفلوں میں جو برضا ورغبت شریک ہو کافر ہوگیا اور باکراہِ شرعی ہو تو معذور ہے۔ ۱۰۰
مسلمان کا ایمان ہے کہ اللہ ورسول سے زیادہ کوئی ہماری بھلائی چاہنے والا نہیں۔ ۱۰۵
اللہ واحد قہار اس دین کا حافظ وناصر ہے۔ ۱۴۲
غیب کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے پھر اس کی عطا سے اس کے حبیب صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو۔ ۱۴۳
اللہ تعالٰے نے مسلمانوں کے جان ومال جنت کے عوض خرید لئے ہیں۔ ۱۴۳

Marfat.com

نماز پڑھنے والے پر لعنت بھیجتا ہوں" کلمۂ کفر ہے ۱۴۹

"جھوٹ بولا تو کیا بُرا کیا" کلمۂ کفر ہے۔ ۱۵۰

اولیاء سے استمداد جائز ہے۔ ۱۵۴

امام الحرمین اور امام محمد جوینی نے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر افتراء کو کفر قرار دیا ہے۔ ۱۵۸

جن لوگوں نے حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے احتلام ہونے کی بات کی اور اس پر اصرار کیا تجدیدِ ایمان و نکاح کریں۔ ۱۵۹

توہینِ عالمِ دین بوجہ علمِ دین کفر ہے ورنہ گناہِ کبیرہ ہے ۱۶۳

ڈاڑھی کا مذاق اڑانے والوں پر توبہ تجدیدِ نکاح ضروری۔ ۱۶۳

برادرانِ یوسف علیہ السلام کے بارے میں نبی ہونے نہ ہونے کے دونوں قول ہیں اس لئے ان کی بے ادبی یا حرام ہے یا کفر۔ ۱۶۴

اُمت کے تمام افعال و اقوال و اعمال حضور کے سامنے ہیں۔ ۱۶۸

کلمہ پڑھنے کے باوجود رسول کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ ۱۷۲

بغیر اکراہِ شرعی زبان سے گستاخی کرنے والا کافر ہوگا اگرچہ دل میں اس گستاخی کا معتقد نہ ہو۔ ۱۷۲

نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو دنیا و مافیہا سے بڑھ کر محبوب ماننے بغیر ایمان کامل نہیں ہوتا۔ ۱۷۴

تمام اُمت کو کافر ماننا کفر ہے۔ ۱۷۸

علمِ الٰہی کو لازم و ضروری نہ جاننا اور اس کے جہل کو ممکن ماننا کفر ہے۔ ۱۷۸

اہلسنت وجماعت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے مکان اور فوق و تحت متصور نہیں۔ ۱۷۹

اہلِ حق کے نزدیک تمام صفاتِ کمالیہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شریک و ہمسر محال ہے۔ ۱۸۰

حضراتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء اور اللہ تعالیٰ کا کذب ممکن ماننے والا بالاتفاق اور بالاجماع کافر ہے۔ ۱۸۱

گونگے کا بولنا نہ محال بالذات، نہ ممتنع بالغیر، نہ محال عقلی، نہ محال شرعی بلکہ صرف محال عادی ہے۔ ۱۸۲

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو وحی الٰہی باطنی طور پر آتی ہے جس کو نفث فی الروع کہتے ہیں۔ ۱۹۲

اگر کوئی اپنے پر وحی کے نزول کا دعویٰ کرے تو کافر ہے اگرچہ نبوت کا دعویٰ نہ کرے۔ ۱۹۲

احکامِ شرعیہ کی معرفت انبیاء کی وساطت کے بغیر ممکن نہیں۔ ۱۹۳

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خیال مسلمان کو جب بھی آئے گا عظمت و جلال کے ساتھ ہی آئے گا۔ ۲۰۶

اولیاءِ کرام دنیا میں تصرف کرتے ہیں اور بعد وفات بھی۔ ۲۱۶

کمالِ وسعتِ علمِ اولیاء۔ ۲۱۶

کلمۂ کفر بولنے والا اور اس پر راضی ہونے والا دونوں کو کافر کہا جائے گا۔ ۲۲۹

ملحد تمام فرقِ کفر کو شامل ہے۔ ۲۳۳

Marfat.com

وہابی خارجی ہیں اور خارجیوں کی تکفیر اس بنا پر لازم ہے کہ وہ تمام اُمتِ مسلمہ کو کافر کہتے ہیں۔ ٢٣۵

اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ملائکہ کے ساتھ مختص ہے۔ ٢۴۴

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کفر کا حکم خود کفر ہے۔ ٢۴۵

غیر نبی کو نبی بنانا کفرِ صریح ہے۔ ٢۴٨

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ادنیٰ گستاخی کفر ہے۔ ٢۴٩

جو اپنے کفر کا اقرار کرے وہ کافر ہے۔ ٢۵٣

تمام اُمت کو کافر قرار دینا کفر ہے۔ ٢۵٣

ڈاڑھی منڈانے کو سنت کہنا کفر ہے۔ ٢٦٦

ڈاڑھی کے وجوب کے انکار کے طور پر یہ کہنا کہ "یہ سنت ہے" گمراہی ہے کفر نہیں ہے۔ ٢٦٦

مصحف شریف کا اعاظم صحابہ سے افضل ہونا قطعی نہیں۔ ٢٧٠

فرعون کو مومن کہنا اور اس کے ایمان کو مومنوں کے ایمان کے زیادہ بتانا کفر ہے۔ ٢٧٢

ماکان ومایکون کی تشریح۔ ٢٧۴

حلول واتحاد سے متعلق ایک سوال۔ ٢٨٠ ، ٢٧٦

عزمِ کفر فی الحال کفر ہے۔ ٢٩٣

لا الٰہ کے معنی غیر خدا کی الوہیت کی نفی ہے مطلقاً الوہیت کی نفی نہیں ہے۔ ٢٩٣

جس نے لا الٰہ الا اللہ کہنا چاہا اور صرف لا الٰہ کہہ سکا کافر نہ ہوا۔ ٢٩۵

اتحاد وحلول کا عقیدہ کفر ہے۔ ٣٠٠

اللہ تعالیٰ کے افعال علت وغرض سے خالی ہیں پر مصالح سے مملو ہیں۔ ٣٠٩

سمع وبصر کے شاملات میں اختلاف علماء کا بیان۔ (حاشیہ) ٣١۵

جو شئی کسی صفت کے احاطہ سے خارج ہے اس میں قصور خود اس شئی کا ہے، معاذ اللہ صفتِ باری کا کوئی نقصان نہیں۔ ٣٢٢

محال شئی ہے ہی نہیں کہ کہا جائے کہ ایک شئی عموم قدرت الٰہیہ سے رہ گئی۔ ٣٢٢

صفاتِ الٰہیہ صفتِ کمال ہیں معاذ اللہ صفات عیب ونقصان نہیں۔ ٣٢٢

معتزلہ اور متکلمین کا اجماع کہ کذبِ الٰہی محال ہے۔ ٣٢۵

باتفاقِ اشاعرہ وغیر اشاعرہ نقص باری تعالیٰ پر محال ہے۔ ٣٢٦

اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ اور وعید دونوں میں کذب سے پاک ہے۔ (تفسیر کبیر) ٣٢٦

اللہ تعالیٰ کا عیوب سے پاک ہونا امر عقلی ہے۔ ٣٣٣

مذکورہ بالا اصل پر فلاسفہ کی چند غلط تفریعات۔ ٣٣٣

اللہ تعالیٰ کا کذب سے پاک ہونا ضروریاتِ دینیہ سے ہے۔ ٣٣۴

ہر ممکن مقدور ہے۔ ٣٣۵

ارادۂ الٰہیہ امر غیب ہے۔ ٣٣۵

تکوین وغیرہ صفاتِ الٰہیہ ازلی ہیں۔ ٣۴٠

کلام اللہ کا صدور اللہ تعالیٰ سے علیٰ وجہ الاختیار

Marfat.com

نہیں ہے۔ ۳۴۵

باری تعالیٰ کے لئے کوئی حالتِ منتظرہ نہیں، تو اگر کذب ممکن ہو تو بالفعل ہوگا۔ ۳۴۶

صدق صفت الٰہی قائم بذاتہٖ تعالیٰ ہے اور صفات مقتضائے ذات اور مقتضائے ذات میں تغیر محال۔ ۳۴۷

کذبِ الٰہی عیب نہ ہو تو کمال بھی نہیں اور باری تعالیٰ کے لئے ایسی چیز کا ثبوت جو کمال نہ ہو محال ہے۔ ۳۴۹

صفاتِ باری کی معرفت افعالِ باری سے ہوتی ہے۔ ۳۷۱

افعالِ باری سے صرف انہی صفاتِ کمال پر استدلال ممکن جن کو خلق و تکوین سے علاقہ ہے باقی صفات ثبوتیہ اور سلبیہ پر استدلال نہیں۔ ۳۷۱

تمام صفاتِ الٰہیہ کا ثبوت دلیل سمعیہ سے نہیں۔ ۳۷۱

اللہ تعالیٰ کے عیب سے پاک ہونے پر اہلِ اسلام کا اجماع ہے، اگر عیب سے ملوث مان لیا جائے تو یہ اجماع مقدوح ہوگا۔ ۳۷۲

صفاتِ کمالیہ کا اختیاری نہ ہونا اجماعی مسئلہ ہے۔ ۳۷۷

قرآن عظیم کے غیر مخلوق ہونے پر ائمۂ اسلام کے بتیس ۳۲ ارشادات۔ ۳۸۰

اہلسنت وجماعت کا اجماع قطعی کہ اللہ تعالیٰ ظلم پر قادر نہیں۔ ۳۸۶

صفات کے درجاتِ مختلفہ۔ ۳۹۱

جو شخص کذب کے تکلم کا عزم کر چکا تکلم نہ کرے تب بھی کلام نفسی میں کاذب ہو چکا۔ ۳۹۴

اخس وجاد کا امتناعِ کذب بھی محال بالذات نہیں۔ ۳۹۸

افعالِ الٰہی معلل نہیں ہیں۔ ۴۰۱

کلامِ الٰہی مقتضائے ذات ہے۔ ۴۰۲

حضرات انبیاء پر امور تبلیغی پر کذب جائز ماننے والا قطعاً کافر ہے۔ ۴۲۰

مسئلہ ایمان میں ائمہ کے اختلاف کا بیان اور محل نزاع کی تعیین سے تمثیل۔ ۴۲۶

جمیع ماجاء بہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری ہے۔ ۴۳۱

بہشتیوں کو جہنم میں بھیجنا علماء ماتریدیہ کے نزدیک عقلاً محال مستلزم نقص علی اللہ ہے۔ ۴۳۶

عقیدۂ کفریہ کی تصویب کفر ہے۔ ۴۴۲

مقدور العبد مقدور اللہ کی تشریح۔ ۴۵۸

جہل مرکب علی اللہ کے قبائح۔ ۴۵۹

اعتقاد وہی رکھنا چاہئے جو جمہور اہل حق کا عقیدہ ہو۔ ۴۶۸

اہلِ حق اہل السنۃ ہیں، ان کے نزدیک بندوں کے لئے قدرت کاسبہ ہے قدرتِ خالقہ نہیں ہے۔ ۴۹۴

جبر و تفویض کے بیچ میں مذہب حق ہے۔ ۵۰۹

علمِ تقدیر کے احکام۔ ۵۱۰

علمِ شیطان کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زائد ماننا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علمِ غیب کو پاگل، چوپایہ اور ہر جانور سا کہنا کفر وارتداد ہے۔ ۵۲۰

امتی کا مثلِ نبی ہونا بداہۃً محال ہے۔ ۵۲۲

کفار کا اقرار باللہ ان کے جہل باللہ کے منافی نہیں۔ ۵۳۲

Marfat.com

مختلف بدمذہبوں کے خدا کے بارے میں
عقائد۔ ۵۳۴
رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے بعد کسی
جدید نبی کی بعثت محال ہے۔ ۵۷۸
ایک رسول کی تکذیب سب کی تکذیب ہے۔ ۵۸۹
حیات و وفاتِ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا مسئلہ
فرعی اور مختلف فیہ ہے۔ ۶۱۲
نزولِ عیسےٰ علیہ السلام اہلِ سنّت کا اجماعی عقیدہ ہے ۶۱۳
وفات سے نزول کا ممتنع ہونا لازم نہیں آتا۔ ۶۱۳
انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی موت محض ایک آن
کو تصدیقِ وعدۂ الٰہیہ کے لئے ہوتی ہے۔ ۶۱۳
بعض افراد کا موت کے بعد دنیا میں پھر آنا
خود قرآنِ کریم سے ثابت ہے۔ ۶۱۳
کفار تمام مخلوق سے بدتر ہیں۔ ۶۲۱
مسلمانوں کے سخت ترین دشمن یہودی اور مشرک ہیں۔ ۶۲۲
ایک وقت آئے گا کہ عیسےٰ علیہ السلام وفات پائینگے۔ ۶۲۴
روزِ قیامت ملائکہ کو بھی موت ہے۔ ۶۲۴
نبوت اور جھوٹ کا اجتماع محال ہے۔ ۶۲۶
ہر نبی کی تکذیب کفر ہے۔ ۶۲۶
محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو
خاتم النبیین ماننا ان کے زمانے میں خواہ ان کے
بعد کسی نبی جدید کی بعثت کو یقیناً محال و باطل
جاننا فرضِ اجل و جزءِ ایقان ہے۔ ۶۳۰
قرآن کی نصِ قطعی کا منکر اور اس میں شبہہ کرنیوالا
ملعون مخلد فی النیران ہے اور اس کے کفر میں
توقف میں شک کرنے والا بھی کافر ہے۔ ۶۳۰
نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی روحِ اقدس
ہر مسلمان کے گھر میں جلوہ فرما ہے۔ ۶۵۴
ہر ولی کسی نبی کے قدم پر ہوتا ہے۔ ۶۷۸

ردِّ بدمذہباں

تفضیلیہ گمراہ ہیں۔ ۷۳
رافضی اہلسنّت کو خارجی کہتے ہیں۔ ۷۳
مراسمِ اہلسنت سے انکار کرنا وہابیہ کا
شعار ہے۔ ۷۴
مولوی اشرفعلی کا عجبِ نفس۔ ۸۳
مولوی اشرفعلی نے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ
علیہ وسلم کے علم کو جانوروں، پاگلوں، بچوں کے
علم سے تشبیہ دی جس پر علمائے حرمین شریفین نے
انھیں کافر کہا۔ ۸۴
مولوی ثناء اللہ امرتسری ممکن و موجود میں فرق
نہ جان سکے، مقدوراتِ الٰہیہ کو موجودات میں
منحصر ٹھہرایا اور علمِ الٰہی کے نامحدود ہونے میں
اپنے آپ کو متامل بتایا۔ ۸۸
جنابِ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بے دینی
ظاہر ہونے پر مہمان کے آگے سے کھانا اٹھوا کر
اس کو نکال دیا۔ ۱۰۶
سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے
بدمذہب کے سلام کا جواب نہ دیا۔ ۱۰۶
سعید ابن جبیر نے بدمذہب کی بات سننے سے انکار کیا ۱۰۶

Marfat.com

امام محمد ابن سیرین نے بدمذہبوں سے قرآن و حدیث سننا گوارا نہ کیا۔ ١٠٦

تقویۃ الایمان کفر و بے دینی کے کلمات پر مشتمل ہے اس کا پڑھنا حرام ہے۔ ١٦٥

صحیح بخاری سے وہابیوں کو قرن الشیطان ہونا ثابت ہے۔ ١٧٤

جماہیر فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق وہابیہ پر حکم کفر ثابت ہوتا ہے۔ ١٧٦

امام الوہابیہ کا خود اپنے اقرار سے کافر ہونا۔ ١٧٦

سب وہابیہ کا اپنے امام کی تصریح سے کافر ہونا۔ ١٧٧

علمائے کرام اور فقہائے عظام کی صریح تصریح سے وہابیہ اور ان کے امام پر لزوم کفر کی وجوہ۔ ١٧٧

اپنے پیر جی کا عیب چھپانے کے لئے امام الوہابیہ نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ گستاخانہ تشبیہ دی۔ ١٩٥

اسمٰعیل دہلوی نے جو کلمات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں کہے اس کی نظیر کھلے کافروں کی کتابوں میں بھی نہیں ملتی۔ ٢٠١

دو ایک کے سوا کسی سورت کا نماز میں پڑھنا وہابیہ کے وبائی شرک سے نہ بچے گا۔ ٢٠٩

دہلوی ملا کے یہاں کفریات کے سات کلیے۔ ٢١٠

خود امام الوہابیہ کی طرف سے کشف اولیاء کا اقرار۔ ٢٢٦

وہابیہ فرقہ ظاہریہ ہے جن کو ظاہر احادیث پر عمل کا بڑا دعویٰ ہے۔ ٢٣٠

سب وہابیہ کا کفریہ عامہ قدیمہ۔ ٢٣٤

وہابیہ فرقے کے معلم اول اور معلم ثانی نیز اس فرقے کی وجہ تسمیہ کا بیان۔ ٢٣٤

وہابیہ کے بارے میں علامہ شامی علیہ الرحمۃ کا تبصرہ۔ ٢٣٤

امام الوہابیہ کا حال یزید پلید جیسا ہے۔ ٢٣٦

بلاشبہہ گروہ مذکور (وہابیہ غیر مقلدین) اور اس کے پیشوائے مسطور پر بوجوہ کثیرہ قطعاً کفر لازم ہے۔ ٢٤٠

رافضیوں کے مذہب سے ختم نبوت کا انکار لازم آتا ہے۔ ٢٤٩

وہابیہ کے اس دروغ کا رد کہ اللہ جھوٹ پر قادر نہ ہو تو عاجز ٹھہرے گا۔ ٣٢٢

امکان کذب پر اسمٰعیل دہلوی کا استدلال۔ ٣٦٢

اسمٰعیل کی بے لگامیوں پر پینتیس ٣٥ تازیانے۔ ٣٧٠

وہابیہ اللہ تعالےٰ کو حق سبحانہٗ بھی کہتے ہیں اور اس میں دنیا بھر کے عیب بھی مانتے ہیں۔ ٣٧٣

وہابی اپنا کہا نہیں سمجھتے۔ ٣٩٦

وہابیہ روافض سے زیادہ تقیہ کرتے ہیں۔ ٣٩٦

صاحب "براہین" نے خلف وعید کے معنی جو امکان کذب مراد لئے سارے علمائے اسلام اس کا رد کرتے ہیں۔ ٤١٣

رشید احمد گنگوہی پر لزوم کفر کی تین وجہیں۔ ٤٤٢

اللہ کے کلام کی طرف کذب کرنے میں وہابیہ تمام گمراہوں سے آگے ہیں۔ ٤٦٨

ابن عبدالوہاب کے کفر عام آشکار ہیں، اکابر عرب و عجم

Marfat.com

نے اس کی تکفیر میں کتابیں لکھیں۔ ۵۲۰

جہل باللہ میں نرے دہریوں کے بعد سب سے بھاری حصہ وہابیوں، اسمٰعیلیوں خصوصاً دیوبندی کا ہے۔ ۵۵۳

کفریاتِ مرزا۔ ۵۷۵

مرتد قادیانی جیسے مکذبِ قرآن اور دشمنِ انبیاء کو امامِ وقت، مہدی اور مسیح ماننے والے نیز اس کی تکفیر نہ کرنے والے اندھے ہیں۔ ۶۰۸

قادیانی صدہا وجہ سے منکرِ ضروریاتِ دین تھا۔ ۶۱۲

مشرک اور قادیانی کے نظریہ کا قرآن مجید سے رَد۔ ۶۱۳

قادیانی مرتد کے اکھٹے چار سو بلکہ کروڑوں کفر۔ ۶۲۶

رافضی اور خارجی نظریات۔ ۶۸۸

دیوبندی اور شیعہ عقائد میں مماثلت۔ ۷۱۷

منطق

حضور کی عظمت کا تصور ان کے پاک مبارک تصور کو لازم بین بالمعنی الاخص ہے۔ ۲۰۶

کلمہ طیبہ میں نفی عام مراد لینے سے صاف تناقض لازم آئے گا کہ سالبہ کلیہ اور موجبہ جزئیہ باہم نقیض ہیں ۲۹۳

کلمہ طیبہ میں دو حکم نہیں حکم صرف ایک ہے۔ ۲۹۵

لاو الا تعبیر ہے معبر مفرد کلی بمرتبہ لابشرط شئ فارغ کردہ از مستثنیٰ بمرتبہ بشرط لاشئ ہے۔ ۲۹۵

انفصال حقیقی کا ارتفاع، ارتفاع نقیضین کی طرح ہے۔ ۳۴۳

کذب وصدق حقیقۃً وصفِ معنی ہے عبارت کی صفت نہیں۔ ۳۴۴

صدق قول کلی مشکک نہیں، ہاں دو بات میں تشکیک ہے وقعت و قبول اور احتمالِ کذب۔ ۳۵۲

صدق میں قائل کے اعتبار سے تشکیک اور اس کے درجات ہفتگانہ کا بیان۔ ۳۵۶

اِنَّ اثبات نہ لِم ثبوت۔ ۳۵۹

الوہیت اور عیوب میں تناقض ہے۔ ۳۷۳

قضیہ منفصلہ کے مقدم اور تالی میں جو دو صفت مدح و ذم محمول ہوں تو موضوع ہونے کی صلاحیت انھیں افراد میں ہوگی جن سے ایک وصف کی نفی دوسرے کے صدق کی مقتضی ہو، اور جو فرد اس کی صلاحیت نہ رکھے وہ موضوع میں مندرج ہی نہیں۔ ۳۹۴

انسان مرتبہ عقل بالملکہ میں قضیہ کی ترکیب پر قادر ہے ۳۹۵

مرتبہ عقل ہیولانی میں تعقل قضایا غیر معقول۔ ۳۹۵

خبر میں صدق و کذب کا اعتبار حکایت سے ہوتا ہے، پاگل کا قول خبر نہیں۔ ۳۹۶

مجوزین خلف وعید کے نزدیک عفو مغفرت اور خلف وعید میں نسبت تساوی ہے۔ ۴۱۲

تبدیلِ قول و تکذیبِ خبر و عفو میں عام خاص من وجہ کی نسبت ہے۔ ۴۱۳

متساویین میں ایک کا صدق دوسرے کے صدق کو مستلزم ہے۔ ۴۲۰

عفو و خلف میں تساوی نہ ہو تو عام خاص مطلقاً ضرور ہوگا۔ ۴۲۱

ہر ممتنع بالغیر ممتنع بالذات کو مستلزم لیکن خود

Marfat.com

ممکن بالذات ہی رہے گا اور محال بالذات کے امکان کو بھی مستلزم نہ ہوگا۔ ۴۳۹
کذب وصدق میں منافات حقیقی ہے جس کا کذب ممکن ہوگا صدق ضروری نہ رہے گا۔ ۴۵۳
ایجاب وسلب متناقض ہیں جمع نہیں ہو سکتے۔ ۵۳۱
سلب جزئی سلب کلی کو لازم ہے نہ کہ اس کے منافی ہے۔ ۵۳۲
ایجاب جزئی نقیض سلب کلی ہے۔ ۶۲۴
"اموات" قضیہ دائمہ مطلقہ نہیں بلکہ مطلقہ عامہ ہے ۶۲۴
عکس نقیض فعقیبہ کو لازم ہوتا ہے۔ ۶۵۶
قضیہ شرطیہ کو وقوع لازم نہیں۔ ۶۷۲

فلسفہ

تسلسل اعتباریات میں مبدا میں محال ہے۔ ۵۰۷

نحو

رضی نحوی کی تصریح کہ کلمہ طیبہ میں نفی عام نہیں ہے۔ ۲۹۳

بلاغت

تشبیہ اور تمثیل کا فرق۔ ۱۵۲
معنی کے اقسام چہارگانہ۔ ۵۸۲

لغت

اردو زبان میں "ایمان" کا ترجمہ "ماننا" اور کفر کا ترجمہ "نہ ماننا" ہوتا ہے۔ ۱۸۷
کرنا بنانے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ ۳۰۰
ہندی میں لفظ "ہر" معبود برحق کو بولتے ہیں۔ ۳۰۶
"ہر" اور "ایشور" ہندی میں معبود برحق کے اسماء میں سے ہیں اور ان کے معنی میں کوئی قباحت نہیں۔ ۳۰۷
رام کے معنے رمنے اور حلول کرنے کے آتے ہیں، اور یہ غلط ہے۔ ۳۰۷
سیام کنہیا کا لقب ہے اس کا اسم نہیں۔ ۳۰۷

ترغیب وترہیب

قرآن عظیم میں وطن کی محبت کو چھوڑ کر اللہ ورسول کی طرف ہجرت کرنے کی تعریف اور وطن کی محبت دل میں لئے رہنے اور ہجرت نہ کرنے کی مذمت۔ ۲۹۶
کلمات نصیحت آمیز وخیر خواہی۔ ۳۵۹
دنیا جو اللہ کے لئے نہ ہو ملعون ہے۔ ۵۶۳
اللہ ورسول کے مخالف ذلیل تر ہیں۔ ۵۶۴
مہمان کے لئے جانور ذبح کرنا اللہ کے لئے ذبح کرنا ہے۔ ۵۶۵
مسلمانوں کی راہ سے جدا چلنے والے کی شامت۔ ۶۱۴

حظر واباحت

تعزیئے ناجائز ہیں لیکن ان کو بت کہنا زیادتی ہے ۷۳
نذر ونیاز کرنا جائز ہے۔ ۷۴
اولیائے سے طلب دعا مستحب ہے۔ ۷۴
کالج اور اس کی تعلیم میں جس قدر باتیں خلاف شرع ہے اس سے بچنا ہمیشہ فرض ہے، اور جہاں مخالفت

Marfat.com

نہ ہو اس سے بچنا کبھی بھی ضروری نہیں۔ ۷۵

تعظیم مشرک کا جلوس حرام، اور فعلِ حرام کا تماشہ دیکھنا بھی حرام۔ ۱۰۰

حرام کام میں چندہ دینا بھی حرام ہے۔ ۱۰۱

مشرک کو واعظِ مسلمین بنانا حرام ہے۔ ۱۰۱

مسلم و کافر کا فرق اٹھانے والا مولوی یا مولانا نہیں ہو سکتا۔ ۱۰۱

فاسق کو سید کہنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے ۱۰۱

از روئے قرآن مجید مسلمانوں کو کسی کافر، مبتدع اور فاسق کے پاس بیٹھنے کی اجازت نہیں۔ ۱۰۴

بدمذہبوں بے دینوں سے بائیکاٹ کا حکم۔ ۱۰۵

مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہئے۔ ۱۴۲

مزامیر سننا حرام ہے۔ ۱۵۴

سجدۂ تعظیمی حرام ہے۔ ۱۵۴

"کلمہ سے بہتر ہے کہ مرتد کے جنازہ کے ساتھ ڈھولکی بجاتے جائیں" یہ کلمہ بہت شنیع ہے مگر کفر نہیں۔ ۱۵۴

حضور انور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو نام پاک لے کر ندا کرنا حرام ہے۔ ۱۷۱

اگر کسی روایت میں مثلاً یا محمد آیا ہوا ہو تو وہاں یا رسول کہے۔ ۱۷۱

جو کسی کو کافر یا خدا کا دشمن کہے اور وہ حقیقت میں ایسا نہ ہو تو یہ کہنا خود قائل پر پلٹ آتا ہے۔ ۲۳۰

عالم کو جھوٹا اور لعنتی کہنے والا گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہے۔ ۲۵۸

فاسق کو سردار بنانا حرام ہے۔ ۲۶۰

جان بوجھ کر جس نے ظالم کی اعانت کی اس نے اسلام کی رسی گردن سے نکالی۔ ۲۶۲

مرتد سے میل جول حرام ہے۔ ۲۶۲

جس اخبار میں گمرہی کی باتیں ہوں اس کو پسندیدگی سے خریدنا حرام ہے۔ ۲۶۲

تعزیہ بنانا حرام ہے مگر مسلمانوں پر اس کی پرستش کا الزام غلط ہے۔ ۲۶۳

اللہ و رسول کے دشمنوں سے دوستی کرنا مسلمانوں کا کام نہیں۔ ۲۶۴

عناداً لفظ اجمیر کے ساتھ شریف نہ لکھنا گمرہی اور سستی اور کوتاہ قلمی سے ہو تو محرومی ہے۔ ۲۶۵

مشرک کو مہاتما کہنا کفر ہے، اور اس کے جلوس میں شرکت حرام۔ ۲۶۷

مسلمان کی جے بولنا بھی منع ہے۔ ۲۶۷

مضامین باطلہ پر بنیتِ تحسین اللہ اکبر کا نعرہ لگانا بھی حرام ہے۔ ۲۷۱

موالات تمام کفار سے قطعاً حرام ہے۔ ۲۷۳

ذاتِ الٰہی کے لئے لفظ "دولھا، دلھن" کا استعمال شرعاً منع ہے۔ ۲۸۴

کعبہ کو دلھن کہنا جائز ہے، مقامِ آراستہ کو دلھن کہنا حدیث سے ثابت ہے۔ ۲۸۴

تنگیٔ کلام کی وجہ سے اختصار درست ہے جیسے قلیا اور لن تنالوا۔ ۲۹۵

کلمۂ توحید میں لا کا مد طویل مفرط نہ ہونا چاہئے۔ ۲۹۶

یہ کہنا کہ "اللہ تعالےٰ امیم کی چادر منہ پر ڈال کر

Marfat.com

احمد بن کر آیا" کفر ہے۔ ۲۹۹

ایسے اقوال جن کا ظاہر گمراہی اور باطن صحیح ہو ان سے بھی بچنا ضروری ہے۔ ۲۹۹

یہ کہنا کہ "اللہ تعالیٰ نے نبی سے کہا تو اور نہیں میں اور نہیں" اللہ تعالیٰ پر افترا ہے اور بظاہر کفر ہے۔ ۳۰۰

یہ کہنا کہ "کہیں لیلیٰ بنا اور کہیں مجنوں بنا" بظاہر کفر ہے۔ ۳۰۰

ہم کو محکمات کے اتباع کا حکم ہے متشابہات کی پیروی جائز نہیں۔ ۳۰۰

"محمد نے خدائی کی" کی ایک بعید تاویل مگر اس کے بولنے کی سخت ممانعت۔ ۳۰۱

اللہ تعالیٰ موٹے عالم کو پسند نہیں کرتا۔ ۳۰۵

جاہل کو احکام شرع بالخصوص کفر و اسلام میں جرأت سخت حرام ہے۔ ۳۰۵

خدا کو "شیام ہری" کہنا گناہ اور خطا ہے۔ ۳۰۷

غیر اللہ کے لئے تواضع حرام۔ ۵۶۴

ماں، باپ، استاذ کی تواضع کا شریعت نے حکم دیا ہے۔ ۵۶۴

منافق کو سید نہ کہو۔ ۷۳۰

سیاست

مسلمانوں کو اپنی حالت سنبھالنے کے لئے چار مشورے۔ ۱۴۴

مسلمانوں کے عمل کی حالتِ زار۔ ۱۴۵

مرض کا علاج چاہنا اور سبب کا قائم رکھنا حماقت ہے ۱۴۶

خلافت کمیٹی والوں نے خلافت کی حمایت کے جو طریقے ایجاد کئے سب غلط اور مخالفِ قرآن ہیں، ان سے جدائی فرض ہے۔ ۲۶۴

بادشاہِ اسلام کے احکام اس کی قلمرو تک ہوتے ہیں۔ ۲۶۵

بادشاہِ اسلام کی اعانت اس ملک والوں پر ہے وہ عاجز ہوں تو اس کے بعد والے ایسے ہی اخیر تک۔ ۲۶۵

متفرقات

آدمی کے اعضاء ارادۂ قلبی کے تابع ہیں۔ ۱۰

نفاق دو قسم ہے: عقدی اور عملی۔ ۱۷۳

نادِ علی اور اس کا ترجمہ۔ ۲۱۸

تذکرہ غوثیہ نامی کتاب گمراہی اور کفر کی باتوں پر مشتمل ہے۔ ۲۷۹

ایک مصرعہ کے صحیح اور غلط معنی کی توضیح۔ ۲۹۸

عوام سے مراد وہ ہوتے ہیں جو حقائق تک نہ پہنچے ہوں چاہے عالم کہلاتے ہوں۔ ۳۰۰

جاہل مدعی حقائق شیطان کا مسخرہ ہے۔ ۳۰۰

ایک باطل اور کفری روایت کا رد۔ ۳۰۱

چند غلط اشعار کے احکام۔ ۳۰۲

ایک کفری شعر کا حکم۔ ۳۰۳

ایک پہیلی کی توضیح اور اطلاق کا حکم۔ ۳۰۴

Marfat.com

انسان کا گوشت انسان پر حرام ہے عشق پر نہیں۔ ۳۰۵

اللہ اللہ گفتہ اللہ می شود کا صحیح مطلب۔ ۳۰۸

ذوق نعت کے ایک شعر کی تشریح۔ ۳۰۸

استحالہ شرعی وعقلی کا فرق۔ ۳۵۹

قاضی عیاض کی ایک عبارت کی نفیس توضیح۔ ۴۲۴

قولِ ابن ہمام کی تضعیف پانچ طرح سے۔ ۴۸۳

مسائرہ کی عبارت پر مصنف کا مناقشہ۔ ۴۸۸

صاحبِ مسامرہ کے ایک خلافِ واقعہ فیصلہ کی تصحیح۔ ۴۹۵

مسائرہ اور قاضی کی مرادوں میں فرق کی ایک اور تائید۔ ۴۹۷

امام باقلانی پر شیخ قزوینی کا اعتراض، اس کا ایک عامۃ الورود جواب، پھر مصنف کی تحقیق۔ ۴۹۹

کسی کتاب کی صحت جانچنے کا ایک طریقہ۔ ۵۵۷

عظمتِ دینی نہ رکھنے والوں کے درجات کا فرق۔ ۵۶۳

قول بالمتنافیین کسی عاقل سے منقول نہیں۔ ۶۳۲

مرتبۂ صدیقیت کی وضاحت۔ ۶۷۸

٭ ٭ ٭

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب السِّیَر (حصّہ دوم)

مسئلہ ۱ از شہر مسئولہ محمد خلیل الدین احمد صاحب ۱۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے کہا کہ ایک ہندی مہاجر مدنی کی اہلیہ افغانی النسل مدنی بی بی صاحبہ ہندوستان تشریف لاتی ہیں وہ تعزیوں وغیرہ کے حالات سن کر فرماتی ہیں کہ ہندیوں نے یہ اسلامی بُت بنائے ہیں، اس کو سُن کر خالد نے نہایت غضبناک ہوکر کہا تعزیوں کو بُت کہنے والا خود کافر ہے اگرچہ عالم ہو۔

الجواب

تعزیئے ناجائز ضرور ہیں مگر ان کو بُت کہنا زیادت وغلو ہے، مسلمان ان کی پرستش نہیں کرتے، اور جس نے وہ کلمہ کہا کہ "بُت کہنے والا خود کافر ہے اگرچہ عالم ہو" اس نے اس سے بھی ہزار درجے بدتر بات کہی سخت سزا کا مستحق ہے بلکہ توہینِ علماء کے سبب اس پر تجدیدِ اسلام و نکاح لازم ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲ از شہر مسئولہ محمد خلیل الدین احمد صاحب ۱۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اسلام اس مسئلہ میں کہ عمرو نے کہا تفضیلیہ کے پیچھے ہم نماز نہیں پڑھیں گے، بکر یہ سُن طیش میں آگیا اور کہا ہم تو تفضیلیہ ہیں ہم کو دوسروں (غیر تفضیلیہ) سے کیا مطلب اگر وہ دو خدا کہیں تو ہم نہیں مانتے اگر وہ گوہ کھائیں تو ہم نہیں کھا سکتے، اس طرح عالمِ اہلِ سنّت وجماعت پر کنایۃً تبرا کہا اور یہ بھی کہا کہ ہم خارجی کو نماز نہیں پڑھانے دیں گے (مسجد کا امام ایک سیّد اہلسنت وجماعت ہے) اس طرح اہلسنت وجماعت کو خارجی کہا۔

الجواب

تفضیلیہ گمراہ ہیں اور علماء کی توہین راہِ جہنم ہے اور اہلسنت کو خارجی کہنا رافضیوں کا شعار ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳ تا از شہر کہنہ محلہ کوٹ مسئولہ عنایت اللہ خاں یکم صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ (۱) جو شخص کہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو علمِ غیب نہ تھا اور (۲) معراج جسمانی نہ ہوئی اور (۳) جملہ شہداء و اولیاء اللہ و بزرگانِ دین کی نیاز و نذر کرنا حرام

Marfat.com

اور ان[4] سے بذریعہ دُعا امداد طلب کرنا شرک ہے، پس[5] وہ شخص و نیز اس کے پیرو قابلِ امامت ہیں یا نہیں ؟ اور وہ کس فرقہ سے ہیں ؟ اور مسئلہ مندرجہ بالا میں کون سی بات جائز و ناجائز ہے ؟ اور حضرت کو علم غیب تھا یا نہ ؟ اور معراج جسمانی ہوئی یا نہ ؟

الجواب

اللہ[1] عزوجل نے روزِ ازل سے روزِ آخر تک جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے ایک ایک ذرہ کا تفصیلی علم اپنے حبیب اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمایا، ہزار تاریکیوں میں جو ذرہ یا ریگ کا دانہ پڑا ہے حضور کا علم اس کو محیط ہے، اور فقط علم ہی نہیں بلکہ تمام دنیا بھر اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسا دیکھ رہے ہیں جیسا اپنی اس ہتھیلی کو، آسمانوں اور زمینوں میں کوئی ذرہ اُن کی نگاہ سے مخفی نہیں بلکہ یہ جو کچھ مذکور رہے ان کے علم کے سمندروں میں سے ایک چھوٹی سی نہر ہے، اپنی تمام اُمت کو اس سے زیادہ پہچانتے ہیں جیسا آدمی اپنے پاس بیٹھنے والوں کو، اور فقط پہچانتے ہی نہیں بلکہ ان کے ایک ایک عمل ایک ایک حرکت کو دیکھ رہے ہیں، دلوں میں جو خطرہ گزرتا ہے اس سے آگاہ ہیں، اور پھر ان کے علم کے وہ تمام سمندر اور جمیع علوم اولین و آخرین مل کر علم الٰہی سے وہ نسبت نہیں رکھتے جو ایک ذرا سے قطرہ کو کرور سمندروں سے، وما قدروا اللہ حق قدرہ[2] ظالموں نے اللہ ہی کی قدر نہ پہچانی کہ جو کچھ ہو گزرا اور قیامت تک ہونے والا ہے اس کا علم اس کی عطا سے اس کے محبوب کے لئے مانا اور کہہ دیا کہ یہ تو خدا سے برابری ہو گئی مشرک ہو گیا، بے ادبو! کیا خدا کا علم اتنا ہی ذرا سا ہے کہ دو حدوں میں محدود ہے۔ یہ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صدقہ میں اپنے غلاموں کو عطا فرماتے ہیں، یہ سب آیات کریمہ و احادیث صحیحہ و اقوالِ ائمہ و علماء و اولیاء سے ثابت جن کی تفصیل ہماری کتابوں الدولۃ المکیہ و انباء المصطفیٰ و خالص الاعتقاد وغیرہ میں ہے۔

معراج[2] شریف یقیناً قطعاً اسی جسم مبارک کے ساتھ ہوا نہ کہ فقط روحانی جو ان کے عطا سے ان کے غلاموں کو بھی ہوتا ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے: سبحٰن الذی اسرٰی بعبدہ[1] پاکی ہے اسے جو رات میں لے گیا اپنے بندہ کو، یہ نہ فرمایا کہ لے گیا اپنے بندہ کی روح کو۔

نیاز[3] نذر کرنا جائز ہے،

اور[4] اولیاء سے طلبِ دعا مستحب ہے۔

اور[5] یہاں ان مسائل میں کلام کرنے والے نہیں مگر وہابی، اور وہابی مرتد ہیں اور مرتد کے پیچھے نماز باطل

---

[1] القرآن الکریم ۶/۹۱　[2] القرآن الکریم ۱۷/۱

محض، جیسے گنگا پرشاد کے پیچھے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از ایم ، اے ، او ، کالج علی گڈھ نمبر ۷ مارلیسن کورٹ مسئولہ مقصود علی صاحب ۲۰ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ۱۱ اکتوبر کو مولانا شوکت علی و محمد علی صاحب علی گڈھ تشریف لائے اور انھوں نے ہم طالب علموں کو یہ سمجھایا کہ گورنمنٹ مسلمانوں کی دشمن ہے اور چاہتی ہے کہ جزیرۃ العرب و مقاماتِ مقدسہ پر اگر اپنی حکومت نہیں تو کم سے کم اثر رکھیں، تو اس حالت میں ہم لوگوں کو کیا کرنا چاہیے ، انھوں نے یہ بتایا کہ خلافت کمیٹی نے یہ طریقہ بتایا ہے کہ اس وقت گورنمنٹ سے ہم مسلمانان قطع تعلق کرلیں اور کالج کے طالب علموں کو یہ بتایا کہ چونکہ کالج میں گورنمنٹ روپیہ دیتی ہے اور اس سے کالج کا تعلق ہے تو ہم طالب علم کالج چھوڑ دیں، تو کیا یہ اس وقت ہم لوگوں کا مذہبی فرض ہے کیا اس کی عدول حکمی سے کفر عائد ہوتا ہے یا نہیں ؟ بیّنوا توجروا ۔

الجواب

کالج اور اس کی تعلیم میں جس قدر بات خلافِ شریعت ہے اس سے بچنا ہمیشہ فرض تھا اور ہے جہاں تک مخالفتِ شرع نہ ہو اس سے بچنا کبھی بھی فرض نہیں ، واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ ۹ از خیرپور ٹامے والی ریاست بہاولپور مسئولہ مولوی عبدالرحیم خانقاہی ۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید بیانی ہے کہ مجھے فیصلہ شرع محمدی کا منظور و قبول نہیں ہے بلکہ رواج و قانون منظور ہے ، یہ سخن بلا دریغ عوام الناس میں کہہ دیا ہے عند الشریعۃ اس کے ساتھ یعنی زید کے ساتھ شریعت مبارک کا کیا ارشاد ہے ؟ صاف خوشخط استفتا پر جواب فرمادیں ، اُجرت جواب آنے پر دی جائے گی ۔

الجواب

یہاں فتویٰ پر کوئی اُجرت نہیں لی جاتی نہ پہلے نہ بعد، نہ اپنے لئے اسے روا رکھا جاتا ہے ، بیان مذکورہ سوال اگر واقعی ہے تو زید پر تجدیدِ اسلام واجب ہے توبہ کرے ، اور از سرِ نو کلمۂ اسلام پڑھے ، اس کے بعد اپنی عورت سے نکاح جدید کرے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

Marfat.com

رسالہ

الجبل الثانوی علیٰ کلیۃ التھانوی

(تھانوی کے گُرگے پر دُوسرا پہاڑ)

مسئلہ

ماقولکم دام طولکم فی رجل یسمی اشرف علی کتب

تمہاری (اللہ تعالیٰ تمہیں طویل عمر عطا فرمائے) اشرف علی نامی شخص کے بارے میں کیا رائے ہے

Marfat.com

اليه بعض محبيه انه رأى فى المنام انه
يقرأ الكلمة الطيبة لكن يذكر فيها
اسمكم (اى اسم اشرف على) مكان
محمد (صلى الله تعالىٰ عليه وسلم) ثم
تذكر انه اخطأ فاعاد فلم يخرج من
لسانه الا "اشرف على" رسول الله مكان محمد
رسول الله (صلى الله تعالىٰ عليه وسلم) هو
دار ان هذا غير صحيح لكن لاينطلق اللسان
الا بهذا من غير اختيار قال فلما تكرر
هذا رأيتكم تجاهى فخررت على الارض
وصحت صياحا شديدا وخلت ان لم يبق
فى باطنى قوة ثم استيقظت بيدان الغيبة
عن الحس واثر عدم الطاقت كما هو، لكن لم يكن
فى المنام ولا فى اليقظة الا تصوركم تأملت
فى اليقظة ما وقع من الغلط فى الكلمة الطيبة
فاردت ان ادفع هذا الخيال عن القلب
فجلست ثم اضطجعت على الجنب الأخر
لتدارك الغلط الواقع فى الكلمة الشريفة
اردت الصلوٰة على النبى صلى الله تعالىٰ
عليه وسلم فلا اقول الا اللهم صل على سيدنا
ونبينا ومولانا اشرف على، مع انى الأن
يقظان غير وسنان ولكن خارج عن
الاختيار ليس لى على اللسان اقتدار حتى
بقيت هكذا طول النهار وبكيت من
الغد بالاكثار وسوى هذه وجوه كثيرة

جس کی طرف اس کے کسی چاہنے والے نے لکھا کہ اس نے
خواب میں کلمہ طیبہ پڑھا لیکن حضور صلی اللہ تعالےٰ
علیہ وسلم کے اسم گرامی محمد کی جگہ تیرا نام (اشرف علی)
پڑھا اس کے بعد خیال آیا یہ تو غلط ہے دوبارہ کلمہ
پڑھا تو زبان سے محمد رسول اللہ (صلے اللہ تعالےٰ
علیہ وسلم) کی جگہ "اشرف علی رسول اللہ" نکلتا ہے
میں نے غور کیا یہ تو صحیح نہیں لیکن زبان سے بے اختیار
یہی نکلتا ہے، جب بار بار ایسا ہوا تو میں نے تمہیں
سامنے دیکھا میں زمین پر گر پڑا اور سخت چیخ و پکار
کی، اور مجھے خیال آتا ہے کہ میرے اندر باطنی قوت
ختم ہوگئی ہے پھر میں جاگا مگر حس کا غائب ہونا اور
ناطاقتی پہلے کی طرح ہی تھی مگر نیند اور بیداری میں
صرف تمہارا ہی تصور تھا، بیداری کی حالت میں میں نے غور
کیا کہ کلمہ طیبہ میں غلطی ہوگئی تو میں نے اس خیال کو
دل سے نکالنے کی کوشش کی میں بیٹھ گیا پھر میں
دوسری کروٹ لیٹ گیا، کلمہ طیبہ میں واقع غلطی کے
تدارک کے لئے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ
علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر درود شریف پڑھتا ہوں
لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں

"اللھم صل علی سیدنا و نبینا
و مولانا اشرف علی" حالانکہ میں اب بیداری
میں تھا نہ کہ حالتِ غفلت و نیند میں، لیکن یہ
معاملہ بے اختیاری میں تھا، زبان پر میرا کنٹرول
ختم ہو چکا تھا حتی کہ یہی عمل سارا دن رہا، دوسرے روز بہت
رویا ہوں ان وجوہ کے علاوہ دیگر کئی وجوہ سے بھی مجھے آپ

Marfat.com

اوجبت لی محبتکم (اھ ماکتب الرجل) فکتب الیہ اشرف علی ان فی ھذہ الواقعۃ تسلیۃ لکم ان الذی ترجعون الیہ ھومتبع السنۃ اھ ، وقد طبع ھذا کلہ و اشاعہ اشرف علی نفسہ فی جریدۃ شھریۃ تسمی الامداد مبتھجا بہ علی رؤس الاشھاد بل داعیا مریدیہ الی مثلہ من الغالات فی تعظیمہ وایثار فضلہ فان ھذا ھو مقصد الجریدۃ یحسبوھا فی ارشادھم رشیدۃ، فما حکم الشریعۃ الغراء فیھما واشرف علی ھذا ھوالذی کتب فی رسلیۃ لہ لا تزید علی ثلاث وریقات فی ابطال نسبۃ علم الغیب الی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، انہ ان ارید بہ کل العلوم بحیث لا یشذ منھا شئ فبطلانہ ظاھر عقلا ونقلا، وان ارید البعض فای خصوصیۃ فیہ لہ فان مثل ھذا حاصل لزید وعمرو بل لکل صبی و مجنون بل لکل بھیمۃ وحیوان وقد حکم علیہ بقولہ ھذا اکابر علماء الحرمین المکرمین انہ کفر وارتد ومن شک فی کفرہ فقد کفر[1] کما ھو مفصل فی حسام الحرمین افیدونا اجزل اللہ تعالیٰ ثوابکم آمین !

کی محبت عطا کی ہے کہاں تک عرض کروں، اس شخص کا مکتوب ختم ہوا ، اشرفعلی نے اسکے جواب میں لکھا اس واقعہ میں تمہارے لئے اس بات کی تسلی ہے کہ جس کی طرف تم رجوع کر رہے ہو وہ سنت کا متبع ہے اھ اور یہ تمام واقعہ اشرف علی نے خود اپنے ماہنامہ رسالہ الامداد میں اعلانیہ شائع کیا خوشیاں مناتے ہوئے بلکہ مریدین کو اپنی تعظیم اور بزرگی کی ترجیح میں غلو کی طرف بلاتے ہوئے، اس لئے کہ رسالہ کا مقصود ہی یہ ہے کہ مریدین اسے اپنی ہدایت میں راہِ راست پر جانیں تو شریعت مبارکہ کا ان دونوں اشخاص کے بارے میں کیا حکم ہے ؟ اور یہ وہی اشرف علی ہے جس نے اپنے ایک رسالہ (جو تین چھوٹے چھوٹے اوراق پر مشتمل ہے) میں نبی اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف علم غیب کی نسبت کو باطل قرار دیتے ہوئے کہا ہے اگر اس علمِ غیب سے مراد اس طرح کے تمام علوم ہیں کہ اس سے کوئی شئ خارج نہیں تو اس کا باطل ہونا عقلاً ونقلاً باطل ہے اور اگر مراد بعض علوم غیبیہ ہیں تو اس میں آپ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کیا خصوصیت ہے کیونکہ یہ تو زید، عمرو بلکہ ہر بچے، پاگل بلکہ ہر چوپائے اور حیوان کو حاصل ہے ۔ اس کی اس عبارت پر علماءِ حرمین شریفین نے یہ حکم جاری کیا کہ یہ شخص کافر مرتد ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے ، جیسا کہ حسام الحرمین میں تفصیلاً موجود ہے ہمیں اس کے جواب سے مطلع فرمائیں اللہ تعالےٰ آپ کو اجر جزیل عطا فرمائے، آمین !

[1] حسام الحرمین المقدمہ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور ص ۱۳

الجواب

اللھم لك الحمد صل علی نبیك نبی الحمد و اٰله وصحبه العمد، رب انی اعوذ بك من ھمزات الشیطن واعوذبك رب ان یحضرون، ائمة الدین لم یقبلوا زلل اللسان فی الکفر والا لاجتراء کل خبیث القلب ان یجاھر بسب اللہ وسب رسوله صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم و یقول زلت لسانی قال الامام القاضی عیاض فی الشفاء الشریف" لایعذر احد فی الکفر بدعوی زلل اللسان[1]" اھ، وفیه ایضا" عن ابی محمد بن ابی زید لایعذر احد بدعوی زلل اللسان فی مثل ھذا[2] اھ" وفیه ایضا" افتی ابوالحسن القابسی فیمن شتم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فی سکرہ یقتل لانه یظن به انه یعتقد ھذا ویفعله فی صحوہ[3]" اھ ثم الزلل ان کان انما یکون بحرف او حرفین

اے اللہ! حمد تیرے لئے ہے۔ اپنے نبی محمد پر، ان کی آل و اصحاب جو دین کے ستون ہیں پر رحمتوں کا نزول فرما۔ اے میرے رب! میں شیطان کے حملوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور میں تیری پناہ لیتا ہوں اس سے کہ مجھ پر وُہ حملہ آور ہو۔ ائمہ دین کسی کفر میں زبان کا پھسل جانا قبول نہیں کرتے، ورنہ یہ ہوتا کہ جو خبیث القلب ہو وُہ اعلانیہ اللہ تعالٰے اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب وشتم کرکے کہہ دے میری زبان پھسل گئی۔ امام قاضی عیاض شفاء شریف میں فرماتے ہیں کسی آدمی کے کفر کے ارتکاب پر اس کا یہ عذر مقبول نہ ہوگا کہ میری زبان پھسل گئی اھ اس میں یہ بھی ہے امام ابو محمد بن ابی زید نے فرمایا ایسی صورت میں کسی کا یہ عذر قبول نہیں کہ زبان قابو میں نہ رہی اھ اس میں یہ بھی ہے امام ابوالحسن القابسی نے اس شخص کے قتل کا فتوٰی جاری فرمایا جس نے نشہ کی حالت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کیا' کیونکہ اس سے متعلق خیال یہی ہے کہ وُہ یہ اعتقاد رکھتا ہے اور وہ حالتِ ہوش میں بھی ایسا کہا کرتا ہے اھ پھر زبان کا پھسلنا ہو تو ایک حرف یا دو حرفوں میں ہو، یہ

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ فصل قال القاضی تقدم الکلام المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ترکی ۲/۲۲۳

[2] " " " " " " " " "

[3] " " " " " " "

Marfat.com

لا ان تزل اللسان طول النهار وهذا
غیر مقبول ومعقول[1] قال فی جامع
الفصولین الفصل الثامن والثلثین "ابتلی
بمصیبات متنوعة فقال اخذت مالی
وولدی واخذت کذا وکذا فماذا تفعل
ایضا وماذا بقی لم تفعله وما اشبهه
من الالفاظ کفر، کذا حکی عن عبد الکریم
فقیل له ارأیت لو ان المریض
قاله وجری علی لسانه بلا قصد
لشدة مرضه، قال الحرف الواحد
یجری ونحوه قد یجری علی
اللسان بلا قصد اشار الی انه یحکم
بکفره ولا یصدق[1]" اھ فاذا
لم یصدق فی نصف سطر کیف یصدق
فیما کرره مناما ویقظة طول النهار
بل هو قطعا مسرف کذاب الم تر ان
اللہ تعالٰی جعل الجسد تحت ارادة
القلب قال نبینا الحق المبین
صلی اللہ تعالٰی علیه
وسلم "الا ان فی الجسد
مضغة اذا صلحت صلح الجسد
کله واذا فسدت فسد
الجسد کله الا وهی

تو نہیں ہوگا کہ سارا دن زبان کنٹرول میں نہ رہے
ایسا ہونا غیر مقبول وغیر معقول ہے، جامع الفصولین
کی اڑتیسویں (۳۸) فصل میں ہے ایک شخص مختلف مصائب
میں مبتلا ہوا اور وہ کہتا ہے (اے اللہ!) تُو نے
میرا مال، میری اولاد اور یہ یہ چھین لیا اس کے بعد
اور کیا کرے گا، اور باقی رہ ہی کیا گیا جو تُو نے
نہیں کیا، اور اس کی مثل دیگر الفاظ کہے تو یہ کفر
ہے۔ اسی طرح شیخ عبدالکریم سے منقول ہے کہ ان
سے سوال ہُوا کہ ایک مریض کی زبان سے شدتِ مرض
کی وجہ سے بلا قصد ایسا کوئی کلمہ جاری ہو جائے
تو اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا ایسا اگر کوئی حرف بھی
جاری ہو جائے خواہ بلا قصد ہو تو اس پر کفر کا
حکم ہی جاری کیا جائے گا اور زبان بہکنے کا عذر سچا
نہ سمجھا جائیگا اھ جب نصف سطر میں اس کی
بات نہیں مانی جائے گی تو وہاں کیسے تصدیق جائز
ہوگی جب خواب میں اور سارا دن بیداری میں ایسا
بکتا رہا، بلکہ یہ شخص تو یقیناً ظالم زیادتی کرنے والا
اور کذّاب وجھوٹا ہے، کیا تمہارے علم میں نہیں
اللہ تعالٰی نے جسم کو ارادۂ دل کے تابع بنا رکھا ہے،
حق واضح فرمانے والے ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: سنو جسم میں ایک
گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ درست رہے تو
تمام جسم درست رہتا ہے اگر وہ بگڑ جائے تو تمام

---

[1] جامع الفصولین فصل ۳۸ فی مسائل کلمات الکفر اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۰

Marfat.com

القلب[1]" فما فسد قوله ولسانه و الا
وقد فسد قبله قلبه وجنانه وهذا
يدعي ان لسانه في فيه حيوان مستقل
بارادته غير تابع للقلب كفرس جموح
شديدة الجموح تحت راكب ضعيف
قوي الضعف يريد اليمين و الفرس
لا تنعطف الا للشمال حتى كلما اراد
ردها لليمين لم تاخذ الا ذات الشمال
حتى تنازع القلب واللسان طول
النهار فلم يك الغلبة الا للسان هذا
غير معقول ولا مسموع فلا شك انه
محكوم عليه بالكفر حكما غير مدفوع
وهل سمعتم باحد يدعي الاسلام
ويقول طول النهار فلان رسول الله
مكان محمد رسول الله او يقول
لابيه يا كلب ابن الكلب يا خنزير
ابن الخنزير ويكرره من الصباح
الى المساء ثم يقول انما كنت
اقول يا ابت يا سيدي فينازعني
اللسان ويذهب من الاب والسيد
الى الكلب و الخنزير حاش لله
ما كان هذا ولا يكون و لن يقبله احد الا
مجنون، هذا حكم ذلك القائل

جسم بگڑ جاتا ہے سُن لو وہ دل ہے۔ زبان کا قول
اس وقت ہی فاسد ہوگا جب اس سے پہلے
دل فاسد ہوگا۔ مذکور شخص کا دعوی یہ ہے کہ اس
کے منہ میں زبان ایسا حیوان ہے جو اپنے ارادہ
میں مستقل ہے دل کے تابع نہیں جیسے کوئی سخت
سرکش گھوڑا نہایت ہی کمزور سوار کے تحت ہو وہ
اس گھوڑے کو دائیں طرف لے جانا چاہے مگر
وُہ بے پروا ہوکر بائیں طرف چل پڑے جب بھی
اسے وہ دائیں جانب لانے کی کوشش کرے
وہ بائیں ہی کو جائے، حتی کہ سارا دن دل اور زبان
میں جھگڑا رہا اور زبان کو غلبہ حاصل ہوگیا یہ بات و
دعوی نہایت غیر معقول ہے اور ہرگز قابلِ سماعت و
توجہ نہیں، اس پر بلا شبہہ کفر کا ایسا حکم
ہی صادر ہوگا جو ٹل نہیں سکتا، کیا تم نے کبھی سنا کوئی شخص اسلام
کا دعوی کرتا ہو اور سارا دن محمد رسول اللہ کی
بجائے فلاں رسول اللہ کہتا رہے یا اپنے والد
کو اے کُتے، کُتے کے بیٹے یا خنزیر بن خنزیر
کہتا رہے اور صبح تا شام اسکی زبان پر یہی جاری رہے پھر
کہے میں تو یہ کہنا چاہتا تھا اے میرے اباجان، اے میرے سردار، مجھ
سے میری زبان جھگڑ پڑی اور اس نے اب اور سردار
کی جگہ کلب اور خنزیر کہہ دیا۔ اللہ کی قسم یہ بات
ہی غلط ہے، ایسی بات کو دیوانے کے علاوہ
کوئی قبول نہیں کرے گا، یہ تو اس قائل کا

---

[1] صحیح البخاری کتاب الایمان باب فضل من استبرأ لدینہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۳

Marfat.com

اما ماكتب اليه اشرفعلى فى الجواب فاستحسان
منه لذلك الكفر واستحسان الكفر كفر
بلا ارتياب وماهو الا لما رأى فيه
من تعظيم نفسه ووصفه بانه رسول الله
ذى القوة والصلوٰة عليه استقلالا
بدل النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم
ومدحه بالنبوة فابتهج واجاز كل
ذلك وجعله تسلية لذلك الهالك
ارأيت لوسبه وامه واباه
احد طول النهار ثم قال انما كنت
اريد مدحك فلم يطع
اللسان فى الخطاب وبقيت
تسبك واباك وامك من
الصباح حتى توارت بالحجاب
هل كان اشرف على او
احد من ارذل الناس
ولو خصافا او زبالا او ارذل منهم
يقبل هذه المعاذير ويقول له
ان فى هذا تسلية لكم ان الذى
تحبونه وتسبونه انه لمن ضئضئ
الخنازير كلا بل يحرق غيظا ويموت
غنظا اويفعل به ماقدر عليه حتى
القتل ان وجد سبيلا اليه فالتسلية
ههنا ليس الا الاستخفاف بمحمد صلى الله
تعالىٰ عليه وسلم وبمرتبة النبوة والرسالة

حکم ہے، رہا معاملہ اشرف علی کا جو اس نے
جواب میں لکھا تو اس میں اس کے کفر کی تعریف کی
ہے اور بلاشبہہ کفر کو اچھا کہنا اور سمجھنا بھی کفر
ہوتا ہے کیونکہ مجیب نے اس میں اپنی ذات
کی تعظیم و وصف کو سمجھا ہے کہ وہ اللہ کا رسول
صاحب قوت ہے اور حضور صلے اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے بجائے اس پر درود و سلام اور
نبوت کے ساتھ مدح کی گئی ہے وہ اس پر خوش
ہوا ہے اور ہر ایک کو اس نے اس کی اجازت
دی ہے اور اس تباہ و برباد ہونے والے کے لئے
اسے تسلی قرار دیا، تم ہی بتاؤ اگر اس تھانوی کو یا
اس کی ماں کو یا اس کے والد کو سارا دن گالی
دیتا اور پھر کہتا میں تو تمھاری مدح و تعریف کرنا
چاہ رہا تھا لیکن زبان نہ مانی وہ صبح سے تجھے
تیرے والد اور تیری ماں کو گالی دیتی رہی تھی حتی کہ
شام ہوگئی، کیا اشرف علی یا کوئی سب سے کمینہ
اگرچہ وہ موچی، ماشکی یا کوئی اور گھٹیا آدمی ہو
ان عذروں کو قبول کرلے گا اور اسے کہے گا تمھارے
لئے اس میں تسلی ہے کہ جس سے تم محبت کرتے ہو اور تم
اسے گالی دیتے ہو وہ اصل خنزیر ہے وہ ہرگز نہیں
قبول کرے گا بلکہ وہ غیظ میں جل جائے گا غیرت
سے مرجائے گا یا وہ کچھ کر گزرے گا جو اس کے
بس میں ہو حتی کہ اگر اسے طاقت ہو تو وہ اسے قتل
کر دے گا تو یہاں تسلی دینا فقط رسول اللہ صلے اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین اور مرتبہ نبوت و رسالت

Marfat.com

وختم النبوة الاعظم واستحسان نسبتها الى نفسه الامارة بالسوء كثيرا لقد استكبروا فى انفسهم وعتوا عتوا كبيرا[1] فلا ريب ان اشرف على ومريده المذكور كلاهما كافر بالرب الغيور غرتهما الامانى وغرهما بالله الغرور بل اشرف على اشد كفرا واعظم وزرا فان المريد زعم ان مايقوله غلط صريح وباطل قبيح وهذا لم يقبح القول ولا وبخ قائله بل استحسنه وجعله تسلية له ولكن لاغرو فان من سب رسول الله محمدا صلى الله تعالى عليه وسلم بتلك السبة الفاحشة الماثورة فى السوال عنه المحكوم عليه لاجلها بالكفر والارتداد من اسيادنا علماء الحرمين الكريمين فباى كفر يتعجب منه واذ كان عنده مثل علم محمد صلى الله تعالى عليه وسلم بالغيب حاصل لكل صبى ومجنون وبهيمة، ولا شك انه اعلم عنده من هؤلاء الاخساء الذميمة فكان بزعمه اعلم واكرم من محمد

اور خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی اور تحقیر ہے اور اپنے نفس امارہ جو بکثرت اسے برائی کا حکم دیتا ہے کی طرف نبوت و رسالت کی نسبت کرنے کو پسند کیا ـــــ بیشک ان لوگوں نے تکبر کیا اور اللہ کے بہت بڑے باغی قرار پائے، بلا شبہ اشرف علی اور اس کا مذکور مرید دونوں رب غیور کے ساتھ کفر کرنیوالے ہیں انھیں ان کی خواہشات نے فریب دیا اور شیطان دھوکہ باز نے انھیں اللہ سے دھوکے میں ڈالا۔ بلکہ اشرف علی کفر اور جھوٹ کے اعتبار سے اشد و اعظم ہے کیونکہ مرید نے خیال کیا جو کچھ وہ کہہ رہا ہے وہ واضح طور پر غلط اور نہایت ہی قبیح و بدتر ہے لیکن یہ اشرف علی نہ تو اس قول کو برا کہہ رہا ہے اور نہ اس کے قائل کو جھڑک رہا ہے بلکہ اسے اچھا جان رہا ہے اور اس کو اس کے لئے تسلی قرار دے رہا ہے مگر اس پر کچھ تعجب نہیں جس نے واضح طور پر نبی اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وہ سب و شتم کیا ہے جس کا تذکرہ سوال میں ہے جس پر علماء حرمین کریمین نے اسے کافر اور مرتد قرار دیا تو اس سے کس کفر کا تعجب کیا جائے جبکہ اس کے نزدیک تو حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرح علم غیب ہر بچے، مجنون اور چارپائے کو حاصل ہے حالانکہ بلاشبہ اس کا اپنا علم ان برے خسیسوں سے زیادہ ہوا، تو گویا اس کا گمان یہ ہے کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

[1] القرآن الکریم ۲۵/۲۱

Marfat.com

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فحق لہ ان یدعی النبوۃ والرسالۃ لنفسہ لا لمحمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کذلک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار ولکن واللہ ان رب محمد لبالمرصاد ولمن شاقہ عذاب النار واللہ اعلم بما یوعون ٥ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون - واللہ تعالیٰ اعلم۔

سے اعلم واکرم ہے لہذا اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بجائے اپنے لئے نبوت ورسالت کا دعوی حق جانا، اللہ تعالی ایسے متکبر سرکش لوگوں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے، اللہ کی قسم ربِ محمد بھی ان کی گھات میں ہے اور جس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت کی اس کے لئے دوزخ کا عذاب ہے، اللہ تعالی جانتا ہے جو یہ ذہن میں رکھتے ہیں، عنقریب جان لیں گے ظالم یہ کہاں پہنچ جانے والے ہیں - واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

Marfat.com

ابحاثِ اخیرہ

۱۳ ھ ۲۸

(یہ مبارک رسالہ وہ ہے کہ جس نے وہابیوں، دیوبندیوں کی مناظرہ کی رٹ اور تعلیوں کو خاک میں ملا دیا ہے، خورجہ کے دیوبندیوں نے دعوتِ مناظرہ دی تھی، بیچارے اپنی طواغیت کی چالبازیوں سے ناواقف تھے دعوتِ مناظرہ دے بیٹھے، اعلیٰحضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ مضمون حقائق مشحون بصیغہ رجسٹری ارسال فرمادیا جس کا تاریخی نام "ابحاثِ اخیرہ" ہے، اس کے پہنچتے ہی تھانوی و اجودھیا باشی و چاندپوری وغیرہ کو سانپ سونگھ گیا اور آج تک اس کی تابشوں سے دیابنہ ملاعنہ کی آنکھیں خیرہ ہیں اور قیامت تک اس کا جواب ان سے ممکن نہیں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ہ

جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی!

الحمدُ للہ! اس فقیر بارگاہِ غالب قدیر عزجلالہ کے دل میں کسی شخص سے نہ ذاتی مخالفت نہ دُنیوی خصومت مجھے میرے سرکار ابد قرار حضور پُر نور سید الابرار صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے محض اپنے کرم سے اس خدمت پر مامور فرمایا ہے کہ اپنے مسلمان بھائیوں کو ایسوں کے حال سے خبردار رکھوں جو مسلمان کہلا کر اللہ واحد قہار جل جلالہ اور محمد رسول اللہ ماذون مختار صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس پر حملہ کریں تاکہ بھیڑ عوام بھائی مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھالی بھیڑیں ان "ذیاب فی ثیاب"

Marfat.com

کے جبّوں، عماموں، مولویت، مشیخیت کے مقدس ناموں قال اللہ وقال الرسول کے رنگین کلاموں سے دھوکے میں آکر شکار گرگاں خونخوار ہو کر معاذ اللہ سقر میں نہ گریں یہ مبارک کام بحمد المنعام اس عاجز کی طاقت سے بدرجہا خوب تر وفزوں تر ہُوا اور ہوتا ہے، اور جب تک وہ چاہے گا ہوگا، ذٰلک من فضل اللہ علینا وعلی الناس ، والحمد للہ رب العالمین (ہم پر اور لوگوں پر یہ اللہ تعالٰی کا فضل ہے، اور سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔ ت) اس سے زیادہ نہ کچھ مقصود نہ کسی کی سَبّ وشتم و بہتان وافترا کی پروا۔ میرے سرکار نے مجھے پہلے ہی سُنا دیا تھا:

ولتسمعن من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذًی کثیرا ط وان تصبروا وتتقوا فان ذٰلک من عزم الامور[1]

بے شک ضرور تم مخالفوں کی طرف سے بہت کچھ بُرا سنو گے اور اگر صبر و تقوٰی کرو تو وہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

الحمد للہ! یہ زبانی ادّعا نہیں، میری تمام کارروائیاں اس پر شاہد عدل ہیں، موافق اور مخالف سب دیکھ رہے ہیں کہ امرِدین کے علاوہ جتنے ذاتی حملے مجھ پر ہُوئے کسی کی اصلاً پروا نہ کی۔ اصحاب فقیر نے آپ کی طرف سے ہر قابلِ جواب اشتہار کے لاجواب جواب دئے جو بحمدہ تعالٰی لاجواب رہے مگر جناب کے مہذب عالم مقدس متکلم مولوی مرتضٰی حسن صاحب دیوبندی چاندپوری کے کمال شستہ وشائستہ دشنام نامے (بریلی چپ شاہ گرفتار) کی نسبت قطعی ممانعت کردی جس کا آج تک اُدھر والوں کو افتخار ہے کہ ہمارا گالی نامہ لاجواب رہا۔ گرامی منش مولانا ثناء اللہ امرتسری ممکن و موجود میں فرق نہ جان سکے، مقدوراتِ الٰہیہ کو موجودات میں منحصر ٹھہرایا، علمِ الٰہی کے نامحدود ہونے میں اپنے آپ کو متأمل بنایا اور جاتے ہی رمضان جیسے مبارک مہینہ میں برعکس چھاپ دیا، میں ہرا آیا، ادھر اس پر بھی التفات نہ ہُوا، عاقلاں نیکو میدانند پر اکتفا کیا، یہاں تک وقائع مکہ معظمہ میں کیسے کیسے معکوس اور مصنوع اکاذیب فاجرہ اخباروں میں کس آب وتاب سے چھپا کئے، ہر چند احباب کا اصرار ہُوا، فقیر اتنا ہی شائع کرتا ہے کہ "یہ جھُوٹ ہے" اتنا بھی نہ کیا، پھر جب چند ہی روز میں حضرات کے جھُوٹ کھُل گئے اور واحد قہار کے زبردست ہاتھوں نے اُن کے مُنہ میں پتھر دے دئے، اس پر بھی میں نے اتنا نہ کہا کہ "کیسا آپ صاحبوں کا جھُوٹ کھُلا"۔ ایسے وقائع بکثرت ہیں، اور اب جو صاحب چاہیں امتحان فرمالیں، ان شاء اللہ العزیز ذاتی حملوں پر کبھی التفات نہ ہوگا، سرکار سے مجھے یہ خدمت سپرد ہے کہ عزّتِ سرکار کی حمایت کروں نہ کہ اپنی۔

میں تو خوش ہُوں کہ جتنی دیر مجھے گالیاں دیتے، افترا کرتے، بُرا کہتے ہیں اُتنی دیر محمد رسول اللہ صلّے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بدگوئی، منقصت جوئی سے غافل رہتے ہیں، میں چھاپ چکا اور پھر لکھتا ہُوں میری آنکھ کی ٹھنڈک

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۸۶

Marfat.com

اِس میں ہے کہ میری اور میرے آباءِ کرام کی آبرو ئیں عزّتِ محمد رسول اللہ صلّے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لئے سپر رہیں،
اللّٰھمّ آمین!

تذکارات

(۱) آپ جانتے ہیں اور زمانہ پر روشن ہے کہ بفضلہٖ سالہاسال سے کس قدر رسائل کثیرہ وعزیزہ آپ اور آپ کے اکابر جناب مولوی گنگوہی صاحب وغیرہ کے رَد میں ادھر سے شائع ہُوئے اور بحمدہٖ تعالےٰ ہمیشہ لاجواب رہے۔

(۲) وُہ اور آپ صراحۃً مناظرہ سے استعفاء دے چکے۔

(۳) سوالات گئے جواب نہ ملے، رسائل بھیجے داخل دفتر ہُوئے، رجسٹریاں پہنچیں منکر ہوکر واپس فرما دیں۔

(۴) اخیر تدبیر کو دیو بند جلسہ میں ان رئیسوں کے ذریعہ سے جن کا جناب پر بار ہے تحریک کی، اس پر بھی آپ ساکت ہی رہے۔

(۵) رئیسوں کا دباؤ تھا، ناچار دفعہ وقتی کو وہی چاندپوری صاحب آپ کے وکیل بنے، فقیر نے اپنے خط وقلم سے جناب کو رجسٹری شدہ کارڈ بھیجا، پھر کیا آپ مناظرۂ معلومہ پر آمادہ ہُوئے، کیا آپ نے چاندپوری صاحب کو اپنا وکیلِ مطلق کیا؟ سات مہینے سے زائد گزر گئے آپ نے اس کا بھی جواب نہ دیا۔ ظاہر ہے کہ اگر آپ واقعی آمادہ ہوئے ہوتے، واقعی آپ نے وکیل کیا ہوتا تو "ہاں" لکھ دینا دشوار نہ ہوتا، مردانہ وار اقرار سے فرار نہ ہوتا۔ یہ ہے وہ فرضی، لایعنی، غیر واقع، بے بیہقی معاہدہ جس سے عدول کا ادھر الزام لگایا جاتا ہے سبحان اللہ! اپنے وکیل بالادّعا کی وکالت آپ نہ مانیں اور عدول جانب خصم سے جانیں۔ ہاں، جناب تو نہ بولے، سولہ دن بعد انھیں آپ کے مؤکل صاحب نے لب کھولے کہ ہم جو رؤسا کے سامنے اپنے منہ آپ ہی دعویٰ وکالت کر چکے ہیں، اب جناب تھانوی صاحب سے دریافت کرنا ذلّت اور رسوائی گردن کا طوق، ناپاک چالیں، بے شرمی کے حیلے ہیں (ملاحظہ ہو ان کا شریفانہ مہذب خط مورخہ ۳۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۸ھ) جو ان کی اعلیٰ تہذیبوں سے نمونۂ خروارے ہے، یہ خطاب محض اس جرم پر ہیں کہ تھانوی صاحب سے ہماری وکالت کا کیوں استفسار کیا، ان کے قبول وعدوں پر کیوں موقوف رکھا، ہمارا زبانی ادّعا کیوں نہ مان لیا، جناب تھانوی صاحب لاکھ نہ مانیں ہم جو ان کے وکیل بن بیٹھے ہیں، اب نہ ماننا بے شرمی کا حیلہ ہے، ناپاک چال ہے، ذلّت ہے، رسوائی ہے، طوقِ وبال ہے، جناب تھانوی صاحب! آپ اپنے مؤکل یعنی خود ساختہ وکیل صاحب کی بابت خود ہی فیصلہ فرما سکتے ہیں، آج تک ایسی وکالت کسی

Marfat.com

غیر مجنون کے نزدیک قابل قبول ہوئی یا کوئی عاقل ایسے حضرات سے خطاب روا رکھے گا؟

(۶) جلسۂ دیوبند کے بعد جناب مولوی گنگوہی صاحب کے ایک شاگردِ رشید مولوی علی رضا مودی نے آپ حضرات سے مناظرہ کرلینے کی تحریک کی، انھیں فوراً لکھا گیا، یہاں تو برسوں سے یہی درخواست ہے، جناب گنگوہی صاحب اپنی راہ گئے، جناب تھانوی صاحب بھی انھیں کی راہ پر مُہر بلب ہیں، آپ ہی ہمت کیجئے اور تھانوی صاحب سے جواب لا دیجئے۔ اس کے پہنچنے پر ان صاحب نے بھی ہمت ہار دی۔

(۷) اذناب جناب کے افترائے اعظم پر مسلمانوں نے پانچ سو روپے نقد کا اشتہار دیا اور آپ کو رجسٹری بھیجا، آپ نہ جواب دے سکے نہ ثبوت۔

(۸) دُوسرے اشد افترا نامہ پر تین ہزار روپے کا اشتہار آپ کو دیا اور رجسٹری بھیجا۔ اگر تمام جماعت سے کچھ بن پڑتی تو اپنے مدرسۂ دیوبند کے لئے اتنی بڑی رقم نہ چھوڑی جاتی، مگر نہ جواب ہی ممکن ہُوا نہ ثبوت، ناچار چارۂ کار وہی سکوت۔

(۹) یہ مانا کہ جب جواب بن ہی نہ پڑے تو کیا کیجئے، کہاں سے لائیے، کس گھر سے دیجئے؟ مگر جنابِ والا! ایسی صورتوں میں انصاف یہ تھا کہ اپنے اتباع کا مُنہ بند کرتے۔ معاملۂ دین میں ایسی ناگفتنی حرکات پر انھیں لجاتے شرماتے، اگر جناب کی طرف سے ترغیب نہ تھی تو کم از کم آپ کے سکوت نے انھیں شہہ دی یہاں تک کہ انھوں نے "سیف النقی" جیسی تحریر شائع کی جس کی نظیر آج تک کسی آریہ یا پادری سے بن نہ پڑی یعنی میرے رسائل قاہرہ کے قرض اتارنے کا یہ ذریعۂ شنیعہ ایجاد کیا کہ میرے والد ماجد و جدِّ امجد و پیرومرشد قُدِّسَتْ اَسْرَارُھُمْ و خود حضورِ پُرنور سیّدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسمائے طیّبہ سے کتابیں گھڑ لیں، ان کے نام نہاد مطبع تراش لئے، فرضی صفحوں کے نشان سے عبارتیں تصنیف کرلیں جس کی مختصر جدول یہ ہے:

نام کتاب	اسمائے طیبہ مفتری علیہم	مطبع تراشیدہ	صفحۂ تراشیدہ	خلاصۂ عبارت تراشیدہ	صفحۂ افترا
ہدایۃ البریّہ	والد ماجد قدس سرہٗ	لاہور	۱۳	مسئلۂ علم غیب	۱۱
تحفۃ المقلدین	"	"	۴۱	مسئلہ تبدیل گورستان بحمایت گنگوہی صاحب	۲۰
"	حضرت خاتم المحققین	صبح صادق سیتاپور	۱۵	تعریف جناب گنگوہی صاحب	۳
ہدایۃ الاسلام	حضرت قدوۃ السالکین جدِّ امجد قدس سرہٗ	"	۳۰	مسئلہ علم غیب خاص بحمایت تھانوی صاحب	۱۱

Marfat.com

تحفۃ المقلدین	جد امجد قدس سرہٗ	لکھنؤ	۱۲	تبدیل گورستان بحمایت گنگوہی صاحب	۲۰
خزینۃ الاولیاء	اعلحضرت سیدنا حمزہ قدس سرہٗ	کانپور	۱۵	مسئلہ علم غیب بحمایت تھانوی صاحب	۱۱
ملفوظات	" " " "	مصطفائی	۱۷	تبدیل گورستان بحمایت گنگوہی صاحب	۲۱
مراۃ الحقیقۃ	حضور پُرنور غوث اعظم رضی اللہ عنہ	مصر	۱۸	مسئلہ علم غیب	۱۴

اور بے دھڑک لکھ دیا کہ تم یہ کہتے ہو اور تمھارے اکابر اپنی ان کتابوں میں ان مطابع کی مطبوعات میں ان صفحوں پر یہ فرماتے ہیں، حالانکہ ان کتابوں کا جہان میں وجود، نہ ان مطابع کا کہ کسی مطبع میں چھپیں، نہ ان حضرات نے تصنیف فرمائیں، نہ حوالہ دہندہ کے فرض و تراشش کے باہر آئیں۔ جرأت پر جرأت یہ کہ صفحہ ۲۰ پر جو فرضی مطبع لاہور کی خیالی ہدایۃ البریۃ سے ایک فتویٰ گھڑا اس کے آخر میں حضرت خاتم المحققین قدس سرہٗ کی مُہر بھی دل سے تراش لی جس میں ۱۳۰۱ھ لکھے حالانکہ حضرتِ والا کا وصال شریف ۱۲۹۷ھ میں ہو چکا۔ حضرات کی حیا! یہ سخت گندہ افترائی رسالہ جناب کے مدرسہ دیوبند سے شائع ہُوا۔ صاحبِ مطبع کا بیان ہے کہ آپ کے ایک متکلم مصنف مولوی صغیر حسین صاحب دیوبندی نے چھپوایا، آپ کے وکیل مولوی مرتضیٰ حسن دیوبندی نے اپنے ایک خط میں اسے افتخاراً پیش کیا کہ تحریر میں بھی اب آپ کی حقیقت دیکھنی ہے سیف النقی طبع ہو چکا ہے ملاحظہ سے گزرا ہوگا (ملاحظہ ہو خط ۳۰ ربیع الآخر ۱۳۲۸ھ) جب حیاء و دین وغیرت و دیانت وعقل و انسانیت کی نوبت یہاں تک مشاہدہ ہُوئی ہر ذی فہم نے جان لیا کہ بحث کا خاتمہ ہو گیا، حضرات سے مخاطبہ کسی عاقل کا کام نہ رہا، الحمد للہ کتب و رسائلِ فقیر تو چھتیس سال سے لاجواب ہیں، اصحاب واحبابِ فقیر کے رسائل بھی بعونہٖ عزّ جلالہٗ لاجواب ہی رہے۔ ادھر کے تازہ رسائل ظفر الدین الطیب وکین کش پنجہ پیچ و بارشِ سنگی و پیکانِ جانگداز و العذاب البئس اور ضروری نوٹس و نیاز نامہ وکشف راز و اشتہار چہارم و پنجم و ہفتم و ہشتم ہی ملاحظہ فرمائیے، کس سے جواب ہو سکا؟ ان کے اعتراضوں مواخذوں اور مطالبوں کا کس نے قرض ادا کیا؟ بات بدل کر اِدھر اُدھر کی مہمل لچر اگر ایک آدھ پرچے میں کسی صاحب نے کچھ فرمائی اس کا جواب فوراً شائع ہُوا کہ پھر اُدھر مُہرِ سکوت لگ گئی والحمد للہ رب العلمین، مگر آپ کی یہ تدبیر حضرات کو ایسی سُوجھی جس کا جواب ایک میں اور میرے اصحاب کیا تمام جہان میں کسی عاقل سے نہ ہو سکے، غریب مسلمان اتنی حیاء وغیرت ایسی بے نکان جرأت اتنی بیباک طبیعت کہاں سے لائیں کہ کتابوں کی کتابیں دل سے گھڑ لیں، ان کے مطبع تراش لئے، ان کی عبارتیں ڈھال لیں اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سرِ بازار چھاپ دیں کہ فلاں چھاپے کی فلاں کتاب فلاں صفحہ پر جناب مولوی گنگوہی صاحب

Marfat.com

نے لکھا ہے کہ تھانوی صاحب کافر ہیں، فلاں مطبع کے فلاں رسالے فلاں سطر میں جناب مولوی تھانوی صاحب نے فرمایا ہے کہ گنگوہی صاحب مرتد ہیں، جو اتنا ہو لے وہ حضرات سے مخاطبہ کا نام لے اور واقعی سوا اس طریقے کے اور کرہی کیا سکتے تھے کہ حضرات چھتیس[۳۶] سال کے کتب و رسائل کے بارے سبکدوش ہوتے ؎

وقت ضرورت گر نماند گریز   دست بگیرد سر شمشیر تیز

(مصیبت کے وقت جب انسان کو بھاگنے کی بھی طاقت نہیں رہتی تو وہ لڑائی کے لئے کمربستہ ہوجاتا ہے۔ ت)

(۱۰) الحمدللہ! حق تمام جہان پر واضح ہولیا اور ہر عاقل اگرچہ مخالف ہو خوب سمجھ گیا کہ کس نے مناظرہ سے برسوں فرار کیا، کس نے ہر بار مقابلہ وجواب سے انکار کیا، کون اتنا عاجز آیا کہ حیا و انسانیت کا یکسر پردہ اٹھایا، اور مرتا کیا نہ کرتا کہ اس طرف چال بڑا یا آیا جو آج تک کسی منکرِ اسلام کو بھی اسلام کے مقابل نہ سوجھی۔ مسیلمہ ملعون نے جواب قرآن عظیم کے نام سے وہ کچھ ناپاک خباثتیں ہزل فحش لغو جہالتیں بکیں مگر یہ اسے بھی نہ بن پڑی تھی کہ کچھ آیتیں سورتیں گھڑ کر قرآن عظیم ہی کی طرف نسبت کر دیتا کہ مسلمانو! تم تو یوں کہتے ہو اور تمہارے قرآن میں یہ لکھا ہے۔ یہ خاتمہ کا بند اس اخیر دور میں "مدرسہ عالیہ دیوبند" اور اس کے ہوا خواہوں ہی کا حصہ تھا، بایں ہمہ آپ کے بعض بیچارے نافہم عوام یہ امید کئے جاتے ہیں کہ آپ مناظرہ فرمائیں گے۔ اسی کے متعلق اب تازہ شگوفہ نے خورجہ سے خروج کیا ہے جو آپ کے کسی خلیفہ کلن صاحب کا کھلایا ہوا ہے، اگرچہ یہاں صدہا بار کا تجربہ ہے کہ آپ نہ بولے نہ بولیں، محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو گالیاں لکھ کر چھاپی تھیں وہ چھاپ چکے اور بار بار چھاپی جارہی ہیں، اس پر مسلمانانِ عرب وعجم مطالبہ کریں' آپ کو کیا غرض پڑی ہے کہ جواب دیں۔ کتنی بار خود آپ سے مطالبے ہوئے' جواب غائب۔ جلسۂ دیوبند میں خط بھیجا' جواب غائب۔ تصدیقِ وکالت کے لئے رجسٹری گئی' جواب غائب۔ آپ کے یہاں کے شاگرد مودی بھکے، ان کو متوسط کیا، جواب غائب۔ جناب شیخ بشیر الدین وغیرہ رؤسائے میرٹھ کو متوسط کیا' جواب غائب۔ جب آپ کے آقایانِ نعمت کی وساطت پر بھی آپ نے جواب نہ دیا تو اب خورجہ والے آپ کو بلوالیں۔ یہ امید موہوم۔ بہت اچھا، ہزار بار گنا بھول گئے، ایک بار پھر سہی، آپ کے معتقدین خورجہ نے آپ حضرات کے اقوال سے ناتجربہ کاری یا اپنی سادگی سے لکھ دیا کہ جو صورت یہ فقیر بارگاہ مصطفوی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پسند کرے منظور ہے۔ بہت خوب ادھر سے کتنی بار اصول اور اہم شرائطِ مناظرہ کی تصریح ہوچکی اور تعیینِ مباحث کی گنتی ہی نہیں۔ فقیر نے جو خط جلسۂ دیوبند میں بھیجا اس میں بھی ان کی یاددہانی تھی۔ ظفر الدین الطیب وضروری نوٹس ملاحظہ ہوں اور ان سوالوں کا جواب صاف صاف

Marfat.com

خاص اپنے قلم و مُہر و دستخط سے عطا ہو۔ تمام اشتہاروں، تمام مطالبوں میں اگرچہ آپ کو کافی و وافی مہلتیں دیں اور ہمیشہ بیکار گئیں کہ آپ تو اپنے ارادوں جیتے جی تک مہلت لئے ہوئے ہیں، پھر بھی ربط ضبط کے لئے تعیینِ مدّت لازم ہے، یہ سوالات کچھ غور طلب نہیں، تھوڑی عقل والا بھی ان پر فوراً ہاں یا نہ کہہ سکتا ہے مگر بہ لحاظِ استعداد جناب شرعی مہلت کہ ابلاغِ اعذار کے لئے معیّن ہے پیشکش اور وصولِ خط سے تین دن کے اندر ہر سوال کا معقول جواب صاف صریح تحریری مُہری عنایت ہو۔ یہ آخری بار ہے، اس دفعہ بھی پہلو تہی فرمائی تو جن کو آپ نے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے علمِ اقدس میں ملایا انہی میں آپ کو ملا دینے کی ہمارے لئے اجازت ہو۔

استفسارات

(۱) توہین اور تکذیبِ خدا و رسول جل وعلا و صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے الزاماتِ قطعیہ جو مدّتوں سے آپ اور آپ کے اکابر جناب مولوی گنگوہی و نانوتوی صاحبان پر ہیں، کیا آپ ان میں اس فقیر سے مناظرہ پر آمادہ ہیں یا ہونا چاہتے ہیں؟

(۲) کیا آپ بحالتِ صحتِ نفس و ثباتِ عقل بطوع و رغبت بلا جبر و اکراہ اقرار فرماتے ہیں کہ حسام الحرمین و تمہید ایمان و بطشِ غیب وغیرہ کے سوالات و اعتراضات کا جواب بالمواجہ مُہری و دستخطی دیتے رہیں گے، یُونہی ان جوابات پر جو سوالات و رد پیدا ہوں اُن کا یہاں تک کہ مناظرہ انجام کو پہنچے اور بفضلہ تعالےٰ حق ظاہر ہو۔

(۳) کیا آپ اسی پر اکتفاء فرمائیں گے یا حسبِ ترتیب مذکور ظفر الدین الطیب اس کے بعد سبحان السبوح و کوکبۂ شہابیہ و سل السیوف وغیرہا میرے رسائل کے مطالبات سے اپنے اکابر گنگوہی صاحب و اسمٰعیل دہلوی صاحب کو سبکدوش کریں گے؟

(۴) اگر آپ اپنے ہی اقوال کے ذمہ دار ہوں اور اپنے اکابر جناب گنگوہی و نانوتوی و دہلوی صاحبان پر سے دفعِ کفر و ضلال کی ہمّت نہ فرمائیں، تو اتنا ارشاد ہو کہ یہاں دو فریق ہیں: اوّل مسلمانانِ اہلسنت عرب و عجم، دوم صاحبانِ مذکور گنگوہ و نانوتہ و دہلی مع الاتباع والاذناب و من بلی۔ جناب اگر فریقِ اوّل سے ہیں تو الحمد للہ ذٰلك ما كنا نبغ (الحمد للہ یہی ہم چاہتے ہیں۔ ت) تحریر فرمادیجئے کہ جناباں گنگوہی و نانوتوی و دہلوی سے بری ہوں وہ اپنے اقوال و کفر ضلال و توہین و تکذیبِ ذو الجلال و محبوبِ ذی الجمال صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے باعث ویسے ہی ہیں جیسا ان کو علمائے حرمین شریفین

Marfat.com

لکھتے آئے اور جیسا ان کی نسبت حسام الحرمین و فتاوی الحرمین وغیرہما میں لکھا ہے، اس وقت بلاشبہہ ان کے اقوال کا مطالبہ آپ سے نہیں ہو سکتا بلکہ آپ خود بھی ان کے اتباع واذناب سے مطالبہ و مواخذہ میں شریک ہوں گے، اور اگر جناب فریقِ دوم سے ہیں تو ان کے اقوال خود آپ کے اقوال ہیں پھر جوابِ مطالبات سے پہلو تہی کیا معنی؟ اور ظاہر اس کا مظنہ نہیں کہ جناب فریقین سے جدا ہو کر کسی تیسرے طائفہ مثلاً رافضی، خارجی، قادیانی، نیچری وغیرہ میں اپنے آپ کو گنیں اور بالفرض ایسا ہو تو اس کی تصریح فرما دیجئے، یوں بھی اس مطالبہ سے آپ کو برأت ہے۔

(۵) واقعی آپ نے اپنے یہاں کے متکلم اکبر چاندپوری صاحب کو جلسۂ دیوبند میں مناظرہ مذکورہ کے لئے اپنا وکیل مطلق و مختار عام کیا تھا یا انھوں نے محض جھوٹ مشہور کر دیا؟ بر تقدیر اوّل کیا سبب کہ اسی کی تصدیق کے لئے جو کارڈ رجسٹری شدہ گیا آج جناب کو آٹھواں مہینہ ہے کہ جواب نہ دیا۔

(۶) وہ آپ نے وکیل کیا یا چاندپوری خود بن بیٹھے؟ بہر حال آپ سے اس کی تصدیق چاہنا ویسا ہی جرم اور انھیں مہذب خطابوں کا مستحق ہے جو چاندپوری صاحب نے تحریر فرمائے یا ان کا وہ زعم محض ہذیان و مکابرہ و بے عقلی و جنون و زبان درازی و دریدہ دہنی ہے۔ بر تقدیر اوّل شرع، عقل، عرف، کس کا قانون ہے کہ زید جو محض اپنی زبان سے وکیلِ عمرو ہونے کا مدعی ہوا، اسی قدر سے اس کی وکالت ثابت ہو جائے اور تصرفات وہ جو عمرو کے مال و اہل میں کرے نافذ و تام قرار پائیں اگرچہ عمرو ہرگز اس کی توکیل کا اقرار نہ دے۔ بر تقدیر ثانی کیا ایسا شخص کسی عاقل کے نزدیک قابلِ خطاب علوم خصوصاً مسائلِ اصولِ دینیہ ہو سکتا ہے یا مردود و مطرود نالائق مخاطبہ ہے؟

(۷) سیف النقی کی نسبت بھی ارشاد ہو، آخر آپ بھی اللہ واحد قہار کا نام تو لیتے ہیں، اسی واحد قہار جبّار کی شہادت سے بتائیے کہ یہ حرکات جو آپ کے یہاں کے علماء، مناظرین کر رہے ہیں صاف و صریح ان کے عجز کامل اور نہایت گندی حملۂ بزدل کی دلیل روشن ہیں یا نہیں؟

(۸) جو حضرات ایسی حرکات اور اتنی بے تکلف اختیار کریں، جو ان کو چھپوائیں، بیچیں، بانٹیں، شائع اور آشکارا کریں، جو اُن کو پیش کریں، حوالہ دیں، ان پر افتخار کریں، جو امورِ مذکورہ کو روا رکھیں، ترکِ انسداد و انکار کریں، کسی عاقل کے نزدیک لائق خطاب ٹھہر سکتے ہیں؟ یا صاف ظاہر ہو گیا کہ مناظرہ آخر ہو گیا، مناظرہ مناظرہ کا جھوٹا نام لینے والے بے رُوح پھڑکتے بے جان سسکتے ہیں' لا یموتُ فیھا ولا یحییٰ[1] (اس میں نہ وہ مرے نہ زندہ رہے۔ ت)

(۹) اس واحد قہار جلیل و جبّار کی شہادت سے یہ بھی بتا دیجئے کہ وہ رسالہ ملعونہ جو خاص جناب کے

[1] القرآن الکریم ۸۷/ ۱۳

Marfat.com

مدرسہ دیوبند سے اشاعت ہو رہا ہے اور جس کے آخر میں آپ کے دیوبندی مولوی کا اعلان لکھا ہے کہ بندہ کی معرفت رسالہ "سیف النقی علیٰ راس الشقی" بھی مل سکتا ہے قیمت ۲۰ر آنہ ۔ اور مولٰنا محمد اشرف علی صاحب وغیرہ بزرگانِ دین کی جملہ تصانیف بھی مل سکتی ہیں، راقم بندہ سید اصغر حسین عفی عنہ مدرس مدرسۂ اسلامیہ دیوبند ضلع سہارنپور۔

اس اشاعت کی آپ کو اطلاع تو ظاہر مگر اس میں آپ کا شورٰی نہیں، آپ کی شرکت ہے یا نہیں؟ نہیں تو آپ کی رضا و رغبت ہے یا نہیں؟ نہیں تو آپ کو سکوت اور سکوت کا محصل اجازت ہے یا نہیں؟ نہیں تو آپ نے کیا انسداد کیا؟ اور اس میں اپنی پوری قدرت صرف کی یا بے پروائی برتی؟ برتقدیر اوّل اثر کیوں نہیں ہوتا؟ برتقدیر ثانی یہ بھی نیم اجازت ہے یا نہیں؟

(۱۰) اسی عزیز، مقتدر، منتقم، متکبر عزّ جلالہٗ کی شہادت سے بہ بھی حسبۃً للہ فرما دیجئے کہ حالات و مقالات جو ظفر الدین الجید تا اشتہار ششم از نامۂ حاضرہ مسمّٰی بہ ابحاثِ اخیرہ میں مذکور ہوئی سب حق و صواب ہیں یا ان میں سے کون سا خلاف واقع ہے؟ اور جب سب حق ہیں تو مناظرہ کا طالب کون رہا اور برابر فرار بر فرار، گریز برگریز کس نے قرار کیا؟ بَیِّنُوْا تُؤْجَرُوْا (بیان کیجئے اجر پائیے۔ ت)

رَبِّ احْکُمْ بِالْحَقِّ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ[۱] — اے میرے رب! حق فیصلہ فرما دے، اور ہمارے رب رحمان ہی کی مدد درکار ہے ان باتوں پر جو تم بناتے ہو (ت)

جناب مولوی تھانوی صاحب! یہ دس سوال ہیں صرف واقعات یا آپ کے ارادہ وہمت سے استفسار یا صاف واضحات جن کا جواب ہر ذی عقل پر آشکار، بایں ہمہ جواب میں جناب کو تین دن کی مہلت دی گئی اگر جناب کے نزدیک یہ بھی کم ہے تو بے تکلف فرما دیجئے آپ جس قدر چاہیں فقیر توسیع کرنے کو حاضر ہے مگر جواب خود دیجئے، اب وکالت کا زمانہ گیا، وکلاء کا حال کھل گیا، مدتوں جناب کو اختیارِ توکیل دیا کہ آپ گھبراتے ہیں تو جسے چاہیں اپنے مہر و دستخط سے اپنا وکیل بنائیے، بار بار رسائل و اشتہارات میں اس کی تکرار کی مگر آپ نے خاموشی ہی اختیار کی، اور بالآخر چاندپوری صاحب محض بزورِ زبان خود بخود آپ کے وکیل بنے جس کا انجام وہ ہوا، کیا آپ عالم نہیں؟ کیا آپ وضوحِ حق نہیں چاہتے؟ کیا آپ ان کلمات کے قائل نہیں؟ کیا آپ پر خود اپنا تبریہ لازم نہیں؟ آپ دوسروں کا سہارا چھوڑیئے اور اللہ کو مان کر تحقیقِ حق سے منہ نہ موڑیئے، حیرانی و پریشانی میں عوام معتقدین کا دم نہ توڑیئے۔ ہاں ہاں آپ سے مطالبہ ہے، آپ پر مواخذہ ہے، اور آپ جواب

---

[۱] القرآن الکریم ۲۱/۱۱۲

Marfat.com

دیجئے، اپنے قلم وخط سے دیجئے، اپنے مُہر و دستخط سے دیجئے، ورنہ صاف انکار کر دیجئے کہ عوام کی چقلش تو جائے۔ حق اہلِ فہم پر ظاہر ہو چکا ہے، آپ کے ان معتقدین پر بھی وضوح پائے پھر ان میں سے جسے توفیق ہو ضلالت چھوڑ کر ہُدیٰ پر آئے۔ واللہ یھدی من یشآء الیٰ صراط مستقیم، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل، ولاحول ولا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم، وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولٰینا وناصرنا وماوٰنا محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین، والحمد للہ رب العٰلمین ٥

دستخط

فقیر احمد رضا خاں قادری عفی عنہ

آج بستم ذی القعدہ ۱۳۲۸ھ روز چہارشنبہ کو فقیر نے خود لکھا اور میری مُہر و دستخط سے امضا ہوا۔

Marfat.com

کاش یہ بات اُسی وقت طے ہو جاتی!

ایک تاریخی خط

(بافاضہ حضرۃ علامہ مولنا حسنین رضا خاں بریلوی مدظلہ العالی)

علمائے دیوبند کی وُہ دین سوز عبارتیں جن پر سارا عرب و عجم چیخ اٹھا تھا، دنیا کے بڑے بڑے علماء کرام و مفتیانِ عظام و مشائخ ذوی الاحترام و عوام لرز گئے تھے، ہر درد مند مخلص تڑپ رہا تھا کہ کسی صورت یہ فتنہ ختم ہو اور ملتِ اسلامیہ سکون و اطمینان کا سانس لے۔

دین اور ملتِ اسلامیہ میں فتنہ اور افتراق کی یہ ہولناک آگ ایسی نہ تھی جس پر مجددِ اعظم امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ خاموش تماشائی رہتے۔ اسلام کا انتہائی درد، مسلمانوں کی دُنیا و آخرت کی تباہی کا خوف اور آپ کے منصب کی ذمہ داری نے آپ کو مضطر اور بے چین کر دیا۔ علماء دیوبند کو دعوت پر دعوت دی۔ بہت سے مطبوعہ غیر مطبوعہ خطوط لکھے، رجسٹریاں بھیجیں کہ اے اللہ کے بندو! تمھاری ان عبارتوں سے اسلام کی بنیادوں پر ضربیں لگی ہیں مسلمان سخت مشکلات میں پھنس گیا ہے، دُنیا کے ساتھ اس کی آخرت بھی برباد ہو رہی ہے، آؤ، ہم تم بیٹھ کر اس معاملہ کو صاف کر لیں اور اس راہ کو اختیار کریں جو اسلام کا عین منشاء اور مسلمانوں کے لئے صراطِ مستقیم ہو۔

مگر افسوس کہ اکابرِ دیوبند نے یا تو اس سے اجتناب کیا یا اگر وعدے بھی کئے تو ایفا نہ کر سکے، خجالت اور شرمندگی دامنگیر رہی۔

علمائے دیوبند کی اس روش کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس وقت کے اندیشوں کے مطابق یہ فتنہ آج اپنے عروج پر پہنچ گیا جس سے نہ صرف مسلمانوں کی دنیا کو شدید نقصان پہنچ رہا ہے بلکہ ایک بہت بڑی جماعت اور اس کی مختلف شاخوں کی آخرت بھی برباد ہو رہی ہے۔

Marfat.com

ہم ذیل میں مجددِ اعظم امام بریلوی قدس سرہٗ کے ایک تاریخی خط کی نقل پیش کر رہے ہیں جو آپ نے آج سے تقریباً ستاسٹھ[1] سال قبل ۱۳۲۹ھ میں مولوی اشرف علی تھانوی کو لکھا تھا اور جو رسالہ "دافع الفساد عن مراد آباد" میں چھپ چکا تھا۔

نقل

معاوضۂ عالیہ امام بریلوی قدس سرہٗ

بنام

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵ نحمدہ ۵ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۵

السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ، فقیر بارگاہِ عزیز قدیر عزّ جلالہٗ تو مدتوں سے آپ کو دعوت دے رہا ہے اب حسبِ معاہدہ قرار دادِ مراد آباد پھر محرک ہے کہ آپ کو سوالات و مواخذات حسام الحرمین کی جواب دہی کو آمادہ ہوں، میں اور آپ جو کچھ کہیں لکھ کر کہیں اور سنا دیں اور وہی دستخطی پرچہ اُسی وقت فریقین مقابل کو دیتے جائیں کہ فریقین میں سے کسی کو کہہ کے بدلنے کی گنجائش نہ رہے۔ معاہدہ میں ۲۷ صفر (۱۳۲۹ھ) مناظرہ کے لئے مقرر ہوئی ہے، آج پندرہ کو اس کی خبر مجھ کو ملی، گیارہ روز کی مہلت کافی ہے، وہاں بات ہی کتنی ہے، اسی قدر کہ یہ کلمات شانِ اقدس حضور پُر نور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں توہین ہیں یا نہیں؟ یہ بعونہٖ تعالےٰ ڈومنٹ میں اہلِ ایمان پر ظاہر ہو سکتا ہے، لہٰذا فقیر اس عظیم ذوالعرش کی قدرت و رحمت پر توکّل کر کے یہی ۲۷ صفر روز جان افروز دوشنبہ اس کے لئے مقرر کرتا ہے آپ فوراً قبول کی تحریر اپنی مُہری دستخطی روانہ کریں اور ۲۷ صفر کی صبح مراد آباد میں ہوں، اور آپ بالذات اس امر اہم و اعظم دین کو طے کر لیں اپنے دل کی آپ جیسی بتا سکیں گے وکیل کیا بتائے گا، عاقل بالغ مستطیع غیر مخذرہ کی توکیل کیوں منظور ہو؟ معہذا یہ معاملہ کفر و اسلام کا ہے، کفر و اسلام میں وکالت کیسی؟ اگر آپ خود کسی طرح سامنے نہیں آسکتے اور وکیل کا سہارا ڈھونڈیے تو یہی لکھ دیجئے۔ اتنا تو حسبِ معاہدہ آپ کو لکھنا ہی ہوگا کہ وُہ آپ کا وکیل مطلق ہے اس کا تمام ساختہ و پرداختہ، قبول، سکوت، نکول، عدول سب آپ کا ہے اور اس قدر اور بھی ضرور لکھنا ہوگا کہ اگر بعون العزیز المقتدر عزّ جلالہٗ آپ کا وکیل مغلوب یا معترف یا ساقط یا فار ہوا تو کفر سے توبہ علی الاعلان آپ کو کرنی اور چھاپنی ہوگی کہ توبہ میں وکالت نا ممکن ہے اور اعلانیہ کفر کی توبہ اعلانیہ لازم۔ میں عرض کرتا ہوں کہ آخر بار آپ ہی کے سر رہنا ہے کہ توبہ کرنی ہوئی تو آپ ہی پُوچھے جائینگے پھر آپ خود ہی دفعِ اختلاف کی ہمت کیوں نہ کریں؟ کیا محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں

---

[1] موجودہ ۱۴۱۹ھ کے مطابق اب سے تقریباً نوّے سال قبل۔

Marfat.com

گستاخی کرنے کو آپ تھے اور بات بنانے دُوسرا آئے، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ آپ بر سوں سے ساکت اور آپ کے حواری رفعِ خجلت کی سعیِ بے حاصل کرتے ہیں، ہر بار ایک ہی طرح کے جواب ہوتے ہیں آخر تابہ کے؟ یہ اخیر دعوت ہے اس پر بھی آپ سامنے نہ آئے تو الحمدُ للہ میں فرضِ ہدایت ادا کر چکا، آئندہ کسی کے غوغہ پر التفات نہ ہوگا، منوا دینا میرا کام نہیں اللہ عزوجل کی قدرت میں ہے واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا و مولانا محمد و آلہ وصحبہ اجمعین، والحمد للہ رب العٰلمین۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۱۵ صفر المظفر روز چہار شنبہ ۱۳۲۹ھ

(مآل یہی ہُوا کہ اکابر دیوبند گھبراتے رہے، خجالت و شرمندگی نبھاتے رہے۔ رجوع و اتحاد سے گریز کیا اور ایک بہت بڑا فتنہ باقی رہ گیا۔)

مسئلہ ۱۱ از لائن مین بکسرا اسٹیشن ڈاکخانہ گجادھر گنج مسئولہ حاجی عبداللہ خاں صاحب ۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رسول مقبول صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ذکر ہو تو صرف یہ کہنا کہ رسول نے ایسا کیا رسول نے ایسا کہا، کیا مناسب ہے؟

الجواب

نامِ اقدس تعظیم کے ساتھ لینا فرض ہے، خالی رسول رسول کہنا اگر بقصد ترک تعظیم ہے تو کفر ہے ورنہ بلا ضرورت ہو تو برکات سے محرومی۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۱۲ از شہر محلہ ملوکپور مسئولہ محمود الرحمٰن صاحب ۲ صفر ۱۳۳۹ھ

فتوٰی حضورِ والا کا در بارہ شرکت جلوس مسٹر شوکت علی وغیرہم فدویان نے مطالعہ کیا اور دوسرے لوگوں کو ہدایت کی مگر بعض آدمی جواب کے الفاظ پر یُوں شبہ پیش کرتے ہیں ایسے جلوس میں شریک مولانا شوکت علی و محمد علی صاحبان دو مسلمان ہیں اور مقاصد حال بھی مسلمانوں ہی کے ہیں پس تعظیم ہندو کے جلوس کی کیونکر ہُوئی نیز لفظ فھو منھم (پس وُہ انہی میں سے ہے۔ ت) بتلاتا ہے کہ شریک ہونے والے کافر ہوجائیں گے، کیا یہ الفاظ حقیقت پر محمول ہیں؟ مہربانی فرما کر ان دونوں شُبہوں کا اور جواب عنایت فرما دیجئے تاکہ حیلہ گروں کو حیلہ کا موقع نہ رہے۔

Marfat.com

الجواب

اس میں جو لوگ مسلمان کہلاتے ہیں گاندھی کے تابع ہوکر آرہے ہیں، اشتہار کی سُرخی میں صرف اسی کی آمد ہے اور اسی کی خدمات اور قربانیوں کا ذکر کرکے اس کے استقبال کو شاندار بنانے کا شدومد ہے، باقی مسلم یا نامسلم اس کے ساتھی یا تابع رکھے گئے ہیں اور پیغام بھی اسی کا سنانا لکھا ہے، پھر یہ جلوس دوسرے کا کیونکر ہوسکتا ہے، حدیث کے ارشاد پر نکتہ چینی مسلمان کا کام نہیں، فعل کفر میں جو دل سے شریک ہو وہ ظاہراً باطناً کافر ہے، اور جو اکراہ واضطرار ومجبوری محض سے بظاہر شریک ہو اسے معافی ہے، مگر اکراہ صحیح شرعی درکار ہے، کسی کی خاطر وغیرہ سے مجبور ہونا شرعی مجبوری نہیں اور بلا اکراہ شرعی شرکتِ کفر پر بھی شریعتِ مطہرہ لزومِ کفر وتجدیدِ اسلام وتجدیدِ نکاح کا حکم دے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳ ازشہر محلہ ملوکپور چھوٹا دروازہ، مسئولہ سید رونق علی صاحب ۳ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خلافتِ اسلامیہ عرب کی کمیٹی کا جلسہ بریلی میں ہوگا، مولانا محمد علی وشوکت علی اور مہاتما گاندھی وغیرہ آئیں گے، بازار سجایا گیا ہے، ان سب کا جلوس دھوم دھام سے نکلے گا اور جلسہ میں مسلمان، ہندو، نیچری، وہابی، شیعہ سب شریک ہوں گے، ایسی حالت میں مسلمان اہلسنّت وجماعت اس جلسہ میں شرکت کریں یا جلوس دیکھیں یا نہیں؟ اور اس جلسہ میں شرکت جائز ہے یا گناہ؟ کیسا گناہ؟ خدا کے واسطے حکم شریعت اس جلسہ میں چندہ دینے اور بیان سننے وغیرہ کا صاف صاف قرآن وحدیث سے بیان فرمایا جائے۔

الجواب

تعظیم مشرک کے جلوس میں شرکت حرام ہے، اور حرام فعل کا تماشہ دیکھنا بھی حرام ہے۔ طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے: التفرج علی المحرم حرام[1] (حرام پر خوشی بھی حرام ہے۔ ت) ایسے جلسوں میں شرکت گناہِ کبیرہ ہے،

قال اللہ تعالٰی فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[2] اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے: پس نصیحت ویاددہانی کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو (ت)

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: من سود مع قوم فھو منھم[3] (جس نے جس

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار مقدمۃ الکتاب دارالمعرفۃ بیروت ۱/۳۱
[2] القرآن الکریم ۶/۶۸
[3] تاریخ بغداد حدیث ۵۱۶۷ عبداللہ بن عتاب دارالکتاب العربی بیروت ۱۰/۴۱

Marfat.com

قوم کی کثرت بنائی وُہ انہی میں سے ہے۔ ت) حرام کام میں چندہ دینا بھی حرام ہے،

قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1]

اللہ تعالٰی کا فرمان مبارک ہے: گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو (ت)

اور نامسلم کو واعظِ مسلمین بناکر اس کا بیان سُننا اشد سے اشد کبیرہ و بدخواہیِ اسلام ہے،

قال اللہ تعالٰی یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا بہ ویرید الشیطن ان یضلھم ضلالا بعیدا[2]۔

اللہ تعالٰی کا مقدس فرمان ہے: پھر چاہتے ہیں کہ شیطان کو اپنا پنچ بنائیں اور ان کو تو حکم یہ تھا کہ اُسے اصلاً نہ مانیں اور ابلیس یہ چاہتا ہے کہ انھیں دُور بہکا دے (ت)

سائل نے مہاتما لکھا یہ حرام ہے، مہاتما بمعنی روحِ اعظم ہے کہ خالص لقب افضل الملائکہ ہے علیہ و علیہم الصلٰوۃ والسلام، یونہی جو لوگ ایسا مذہب نکالنا چاہیں کہ مسلم و کافر کا فرق اٹھادے، سنگم و پریاگ کو مقدس علامت ٹھہرادے، جو لوگ کہیں کہ آج تم نے اپنے ہندو بھائیوں کو راضی کرلیا تو اپنے خدا کو راضی کرلیا، جو لوگ کہیں کہ خدا کی رسّی مضبوط تھامنے سے اگرچہ دین ہاتھ سے جاتا رہے مگر دُنیا تو ضرور ملے گی ایسوں کو مولانا کہنا حرام ہے، حدیث میں فرمایا:

لا تقولوا للمنافق یا سیدنا فانہ ان یکن سیدکم فقد اسخطتم ربکم[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

منافق کو یاسیدنا (اے ہمارے سردار) نہ کہو کیونکہ اگر وُہ تمھارا سردار ہے تو تم نے اپنے رب کو یقیناً اپنے سے ناراض کرلیا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۲

[2] 〃 〃 ۴/ ۶۰

[3] مسند امام احمد بن حنبل حدیث بریدہ الاسلمی دارالفکر بیروت ۵/ ۴۷-۳۴۶

رسالہ

الدلائل القاہرۃ علی الکفرۃ النیاشرۃ

۱۳۳۵ھ

(نیچری کافروں کے خلاف دلائل قاہرہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵

مسئلہ ۱۴ کیا فرماتے ہیں علمائے دین پرور وفقہائے نامور (کثرہم اللہ تعالےٰ ونصرہم) اس سوال میں کہ اس ملک کاٹھیاوار میں ایک مجلس بنام "کاٹھیاوار مسلم ایجوکیشنل کانفرنس" اعنی کاٹھیاوار کے مسلمانوں کی تعلیمی مجلس قائم ہوئی ہے جن کے محرک ومختار متبعین ومتعلقین علیگڈھ کالج ہیں، ۲؍اکتوبر ۱۹۱۶ء کو ان کا پہلا جلسہ جوناگڈھ (کاٹھیاوار) مقام پر ہوا جن کا صدر ڈاکٹر ضیاء الدین احمد پروفیسر علیگڈھ کالج وسکرٹری منشی غلام محمد بیرلیسٹر ایٹ لاء کاٹھیاواری ایجنٹ علیگڈھ کالج ومؤید آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس اور واعظ مولوی سلیمان پھلواروی جان جانان ندوہ مخذولہ قرار پائے، اس کانفرنس کا مقصد بھی آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا ہے جن میں بلا رعایت سنی ہر کلمہ گو رافضی، وہابی، نیچری، قادیانی، چکڑالوی وغیرہم رکن (ممبر) ہوسکتا ہے، ایسی مجلس (کانفرنس) کو بعض مسلمان اپنی دینی ودنیوی ترقی کا سبب جان کر جان ومال سے امداد کرتے ہیں اور دینی مفسدہ ومضرت سے آگاہ نہیں اور بلا تفریق ورعایت اہل سنت تمام بے دینوں مرتدوں مدعیانِ اسلام کو مسلمان سمجھ کر رکن (ممبر) بنائیں بلکہ ان کے صدر اور سیکرٹری اور واعظ بنانے میں بھی خوفِ خدا نہ لائیں اور کوئی نصیحت کرے کہ ایسی پچرنگی مسلم کانفرنس خلافِ شرع شریف ہے تو یہ بہانا بتائیں

Marfat.com

کہ یہ دینی کانفرنس کہاں ہے یہ تو دُنیوی ترقی کے لئے قائم کی گئی ہے جو ہمارا ملک تعلیم میں سب سے پیچھے ہے، آیا سُنّیوں کو ایسی کانفرنس کا قائم کرنا اور جان و مال سے اُس کی مدد کرنا، اُس کے جلسہ میں شریک ہونا، بددین مرتدوں کو مسلمان سمجھنا اور اُن سے میل جول پیدا کرنا اور اُن سے ترقی کی امید رکھنا شرع شریف میں کیا حکم رکھتا ہے؟ یہ ہمارے ائمہ دین (رحمہم اللہ تعالٰی) وضاحت سے بیان کر کے ان سیدھے سادے مسلمانوں کو گمراہی کے گڑھے اور بددینوں کے ہتھکنڈوں سے بچا کر نعمائے دارین حاصل کریں۔ جواب آنے پر ان شاء اللہ تعالٰی اس استفتاء کو چھپوا کر اس ملک کاٹھیاوار و گجرات و برما وغیرہا جگہ پر بغرضِ اشاعت مسلمانوں میں عام طور سے تقسیم کیا جائے گا۔ فقط۔

تاریخ ۱۲ محرم الحرام ۱۳۳۵ ہجریہ مقدسہ پنجشنبہ

راقم آثم خادم قاسم میاں عفی عنہ
از مقام گونڈل علاقہ کاٹھیاوار

الجواب

(۱) ایسی مجلس مقرر کرنا گمراہی ہے اور اس میں شرکت حرام، اور بدمذہبوں سے میل جول آگ ہے اور اُس بڑی آگ کی طرف کھینچ کر لے جانے والا۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظٰلمین[۱]
اور اگر تجھے شیطان بُھلا دے تو یاد آئے پر پاس نہ بیٹھ ظالموں کے۔

تفسیراتِ احمدیہ میں ہے:

دخل فیه الکافر والمبتدع والفاسق والقعود مع کلهم ممتنع[۲]
اس آیت کے حکم میں ہر کافر و مبتدع اور فاسق داخل ہیں اُن میں سے کسی کے پاس بیٹھنے کی اجازت نہیں۔

اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[۳]
ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تمھیں آگ چھوئے گی۔

صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم وایاهم لا یضلونکم
اُن سے دُور رہو اور اُنھیں اپنے سے دُور کرو

---

[۱] القرآن الکریم ۶/ ۶۸
[۲] التفسیرات الاحمدیہ تحت آیۃ ۶/ ۶۸ مطبع کریمی بمبئی، انڈیا ص ۳۸۸
[۳] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

Marfat.com

ولا یفتنونکم[1] کہیں وُہ تمھیں گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

مسلمان کا ایمان ہے کہ اللہ و رسول سے زیادہ کوئی ہماری بھلائی چاہنے والا نہیں جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جس بات کی طرف بُلائیں یقیناً ہمارے دونوں جہان کا اس میں بھلا ہے اور جس بات سے منع فرمائیں بلاشُبہہ سراسر ضرر و بلا ہے، مسلمان صورت میں ظاہر ہو کر جو اُن کے حکم کے خلاف کی طرف بلائے یقین جان لو کہ یہ ڈاکو ہے اس کی تاویلوں پر ہرگز کان نہ رکھو رہزن جو جماعت سے باہر نکال کر کسی کو لیجانا چاہتا ہے ضرور چکنی چکنی باتیں کرے گا اور جب یہ دھوکے میں آیا اور ساتھ ہولیا تو گردن مارے گا مال لُوٹے گا شامت اُس بکری کی کہ اپنے راعی کا ارشاد نہ سُنے اور بھیڑیا جو کسی بھیڑ کی اُون پہن کر آیا اس کے ساتھ ہولے، ارے! مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمھیں منع فرماتے ہیں وُہ تمھاری جان سے بڑھ کر تمھارے خیر خواہ ہیں حریصٌ علیکم[2] تمھارا مشقت میں پڑنا اُن کے قلبِ اقدس پر گراں ہے عزیزٌ علیہ ما عنتم[3] واللہ وہ تم پر اس سے زیادہ مہربان ہیں جیسے نہایت چہیتی ماں اکلوتے بیٹے پر بالمؤمنین رؤف رحیم[4]۔ ارے! ان کی سُنو، اُن کا دامن تھام لو، اُن کے قدموں سے لپٹ جاؤ، وہ فرماتے ہیں:

ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم[5] اُن سے دُور رہو اور انھیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

ابن حبان وطبرانی وعقیلی کی حدیث میں ہے کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لا تؤاکلوھم ولا تشاربوھم ولا تجالسوھم ولا تناکحوھم واذا مرضوا فلا تعودوھم واذا ماتوا فلا تشھدوھم اُن کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ اُن کے ساتھ پانی نہ پیو، اُن کے پاس نہ بیٹھو، اُن سے رشتہ نہ کرو، وہ بیمار پڑیں تو پُوچھنے نہ جاؤ، مرجائیں تو جنازہ پر نہ جاؤ،

---

[1] صحیح مسلم باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰

[2] القرآن الکریم ۹/۱۲۸ [3] القرآن الکریم ۹/۱۲۸

[4] القرآن الکریم ۹/۱۲۸

[5] صحیح مسلم باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰

Marfat.com

ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم[1] نہ اُن کی نماز پڑھو نہ اُن کے ساتھ نماز پڑھو۔

امیرالمومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مسجد اقدس نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں نماز مغرب کے بعد کسی مسافر کو بھوکا پایا اپنے ساتھ کاشانۂ خلافت میں لے آئے اس کے لئے کھانا منگایا۔ جب وہ کھانے بیٹھا کوئی بات بدمذہبی کی اس سے ظاہر ہوئی فوراً حکم ہُوا کہ کھانا اٹھالیا جائے اور اسے نکال دیا جائے، سامنے سے کھانا اُٹھوالیا اور اُسے نکلوادیا۔ سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے کسی نے آکر عرض کی: فلاں شخص نے آپ کو سلام کہا ہے، فرمایا، لا تقرأہ منّی السلام فانی سمعت انہ احدث میری طرف سے اُسے سلام نہ کہنا کہ میں نے سُنا ہے کہ اس نے کچھ بدمذہبی نکالی۔

سیدنا سعید بن جبیر شاگرد عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم کو راستہ میں ایک بدمذہب ملا، کہا کچھ عرض کرنا چاہتا ہُوں، فرمایا میں سُننا نہیں چاہتا، عرض کی ایک کلمہ، اپنا انگوٹھا چھنگلیا کے سرے پر رکھ کر فرمایا ولا نصف کلمۃ آدھا لفظ بھی نہیں۔ لوگوں نے عرض کی اس کا کیا سبب ہے، فرمایا ازایشاں منہم ہے۔

امام محمد بن سیرین شاگرد انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس دو بدمذہب آئے عرض کی کچھ آیات کلام اللہ آپ کو سنائیں، فرمایا میں سُننا نہیں چاہتا، عرض کی کچھ احادیث نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سنائیں، فرمایا میں سُننا نہیں چاہتا، انھوں نے اصرار کیا، فرمایا تم دونوں اُٹھ جاؤ یا میں اُٹھا جاتا ہُوں، آخر وُہ خائب و خاسر چلے گئے، لوگوں نے عرض کی اے امام! آپ کا کیا حرج تھا اگر وُہ کچھ آیتیں یا حدیثیں سُناتے، فرمایا میں نے خوف کیا کہ وُہ آیات و احادیث کے ساتھ اپنی کچھ تاویل لگائیں اور وُہ میرے دل میں رہ جائے تو ہلاک ہو جاؤں۔

ائمہ کو یہ خوف تھا اور اب عوام کو یہ جرأت ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اور ایسی جگہ مالِ دُنیا وہی پسند کرے گا جو دین نہیں رکھتا جو عقل سے بہرہ نہیں، یکے نقصان مایہ دگر شماتت ہمسایہ (ایک تو مال کا نقصان اور دُوسرے ہمسایہ کی خوشی۔ ت) ہمسایہ کون؟ وہ بئس القرین شیطان لعین کیسا خوش ہو گا کہ ایک ہی کرشمے میں دونوں جہان کا نقصان پہنچایا، مال بھی گیا اور آخرت میں عذاب کا بھی مستحق ہوا،

خسر الدنیا والاٰخرۃ ذٰلک ھو الخسران المبین[2] دُنیا اور آخرت دونوں کا گھاٹا، یہی ہے صریح نقصان (ت)

---

[1] کنزالعمال حدیث ۳۲۴۶۸، ۳۲۵۲۸، ۳۲۵۲۹، ۳۲۵۴۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۵۲۹ و ۵۴۰ و ۵۴۲

الضعفاء الکبیر حدیث ۱۵۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۲۶

العلل المتناہیۃ حدیث ۲۶۰ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۱۶۲

[2] القرآن الکریم ۲۲/۱۱

Marfat.com

دیکھو امان کی راہ وہی ہے جو تمھیں تمھارے پیارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بتائی:

ایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم[۱] ان سے دور رہو اور انھیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

دیکھو نجات کی راہ وہی ہے جو تمھارے رب عزوجل نے بتائی:

فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظٰلمین[۲] یاد آئے پر پاس نہ بیٹھ ظالموں کے (ت)

بھولے سے ان میں سے کسی کے پاس بیٹھ گئے ہو تو یاد آنے پر فوراً کھڑے ہوجاؤ۔ ان مضامین کی تفصیل میں تمام اکابر علمائے حرمین شریفین کا فتوٰی مسمّی بہ فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین اور عامۂ علمائے ہند کا فتوٰی مسمّی بہ فتاوی السنۃ لالجام اھل الفتنۃ اور فتاوی القدوۃ اور النذیر الاحمد اور النذیر البین وغیرہا پچاس سے زائد کتابیں چھپ کر شائع ہوچکیں اور ہدایت اللہ عزوجل کے ہاتھ۔

واللہ یقول الحق ویھدی السبیل[۳]، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل[۴] اور اللہ حق فرماتا ہے اور وہی راہ دکھاتا ہے، اللہ ہم کو بس ہے اور کیا اچھا کارساز (ت)

وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد واٰلہ وصحبہ بالتبجیل، واللہ تعالٰی اعلم۔

فقیر احمد رضا قادری

(۲) صح الجواب واللہ تعالٰی اعلم بالصواب

کتبہ محمد حامد رضا القادری البریلوی

---

[۱] صحیح مسلم باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰

[۲] القرآن الکریم ۶/۶۸

[۳] " ۳۳/۴

[۴] " ۳/۱۷۳

Marfat.com

(۳) الجواب صحیح والمجیب نجیح

حررہ مصطفیٰ رضا القادری البریلوی

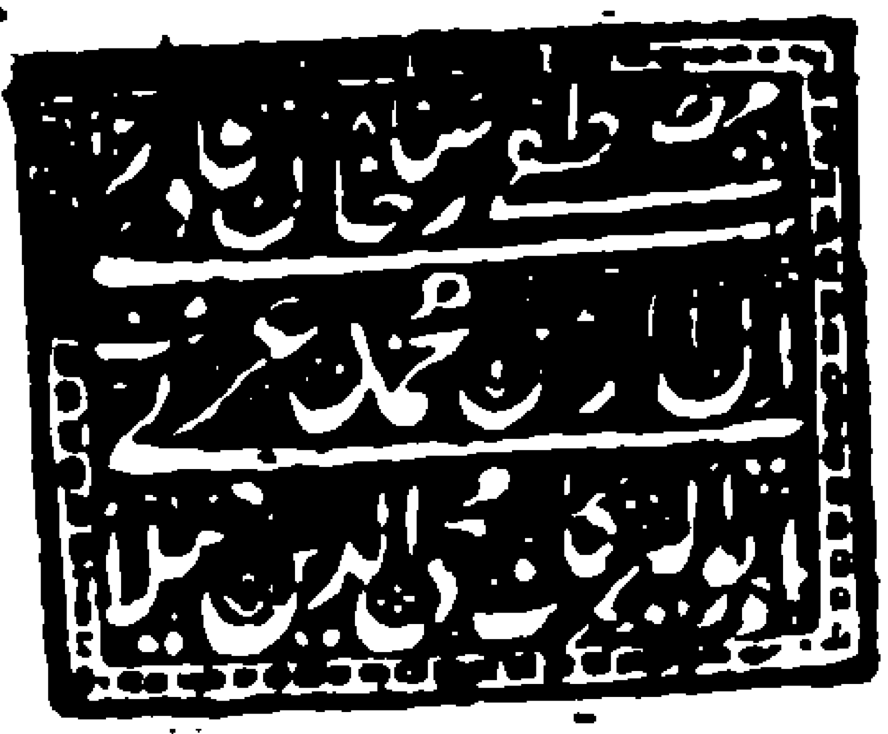

(۴) الجواب ھو الجواب، اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

ابو العلا امجد علی الاعظمی الرضوی عفا عنہ

(۵) الجواب صحیح

محمد ظہور الحسین الفاروقی الرامفوری

المدرس الاول المدرسۃ اہل السنۃ والجماعۃ

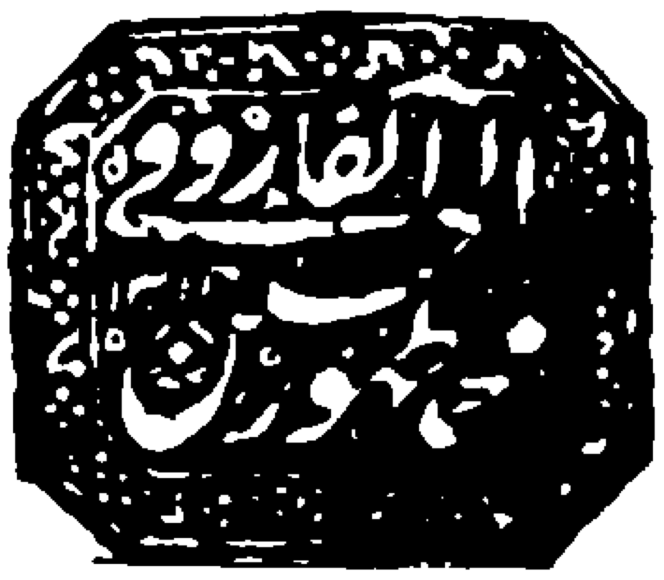

(۶)

(۷) الجواب صحیح

فقیر حمد اللہ کمال الدین القادری البشاوری عفی عنہ

(۸) الجواب صحیح

محمد نعیم الدین عفا عنہ المعاصی

(۹) الجواب صحیح

ابو نصر محمد یعقوب عفی عنہ حنفی قادری بلاسپوری

(۱۰) الجواب صحیح

محمد عبد الرشید مظفر پوری

(۱۱) الجواب صحیح

فقیر عزیز الحسن القادری الرضوی عفا اللہ

عن ذنبہ الخفی والجلی

(۱۲) الجواب صحیح

رحم الٰہی مدرس مدرسہ اہلسنت

(۱۳) الجواب صحیح

احمد حسین رامپوری عفی عنہ

(۱۴) الجواب صحیح والمخالف قبیح

محمد اکرام الدین بخاری واعظ الاسلام خطیب و امام

مسجد وزیر خاں مرحوم لاہور

(۱۵) الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم

عبد السلام غفرلہ قادری اعظم گڑھی

(۱۶) الجواب صحیح

محمد رحیم بخش مظفر پوری

(۱۷) الجواب صحیح

فقیر محمد حامد علی عفی عنہ فاروقی الہ آبادی

(۱۸) الجواب صحیح

سردار علی خان بریلی

Marfat.com

(۱۹) اصاب من اجاب
محمد حسنین رضا البریلوی مدرسہ منجم
مدرسہ اہل سنت و جماعت بریلی

(۲۰) اصاب من اجاب
فقیر ابوالمظفر محمد ایوب غفرلہ اللہ الذنوب
دربھنگوی

(۲۱) اصاب من اجاب وھو مرشدی
الفاضل البریلوی
محمد خلیل الرحمن بہاری صدیقی رضوی
مدرس منظر الاسلام

(۲۲) الجواب قد کتب الحق وھکذا مذھب اھلسنة والجماعة وانا اسلمه ایضا و من خالف ھذا فھو من الوھابیة۔
سید عبد اللہ الرضوی البہاری ثم البریلوی

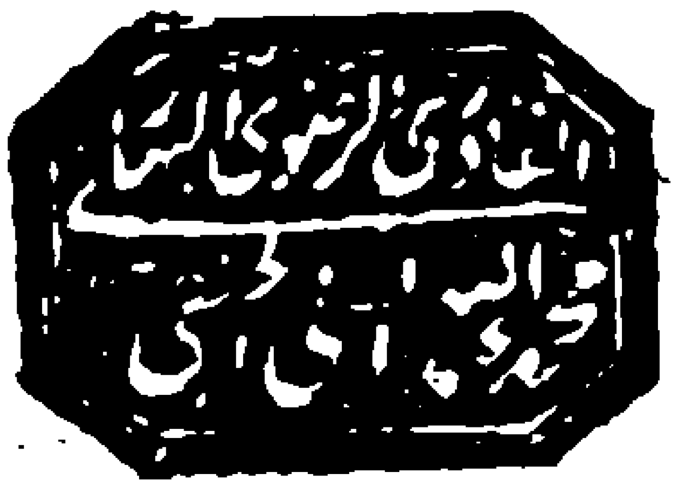

(۲۳) الجواب صحیح
عمر النعیمی المراد آبادی

تصدیقات علمائے کلکتہ

(۲۴) الحمد للہ موفق اھل السنة للاھتداء بھدی الائمة المجتھدین مصابیح الظلم وھداة الامة والصلوٰة والسلام علی خاتم النبیین، سیدنا محمد بن عبد اللہ قامع الکفرة والمبتدعین، وعلی اٰله الطیبین الطاھرین ، واصحابه البررة الکرام المتقین، امابعد فقد اطلعت علی ما تضمنه ھذا الجواب المستطاب من الادلة الواضحة والبراھین الساطعة التی لاعذر لاحد بجھلھا کیف لا والکتاب و السنة یحرمان صریحا وتلویحا الاشتراك مع اھل البدع فی امر ما دینیا کان اودنیویا ونقل ما ورد فی ھذا المعنی یطول شرحه والموفق یکفیه

سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کو جس نے اہلسنت کو توفیق بخشی کہ ائمہ مجتہدین کی پیروی کریں کہ وہ تاریکیوں کے چراغ اور امت کے راہنما ہیں اور درود وسلام سب نبیوں کے ختم کرنیوالے ہمارے سردار محمد بن عبد اللہ پر کہ کافروں اور بدمذہبوں کی بیخ کنی کرنے والے ہیں اور اُن کی آل طیب و طاہر اور اُن کے اصحاب نیک و بزرگ و پرہیزگاروں پر۔ بعد حمد و نعت میں مطلع ہوا اُن دلائل ظاہرہ اور براہین روشن پر جن پر یہ جواب مشتمل ہے کہ وُہ ایسے نہیں کہ کوئی ان کے نہ جاننے میں معذور رہ سکے کیوں نہ ہو قرآن و حدیث صراحۃً واشارۃً بدمذہب کی شرکت کو حرام بتاتے ہیں کسی معاملہ میں ہو دینی ہو خواہ دُنیوی اور جو اس بارہ میں وارد ہوا اس کا نقل کرنا طویل شرح چاہتا ہے اور جسے توفیق ملی اُسے وُہ کافی ہے

Marfat.com

مانقله مولانا الامام الهمام فی الجواب
وَ المخذول لایکفیه نقل الف کتاب
منزلة من رب الارباب، قال الجلال
فی تفسیر الاٰیة التی نقلها
مولانا حفظه الله وهی (ولا ترکنوا) تمیلوا
(الی الذین ظلموا) بموادة او مداهنة
اورضا باعمالهم (فتمسکم) تصیبکم (النار ومالکم
من دون الله) ای غیره (من) زائدة (اولیاء)
یحفظونکم منه (ثم لاتنصرون) تمنعون من
عذابه[1] انتهی قال العلامة الصاوی فی حاشیته
علی الجلالین (قوله الی الذین ظلموا) ای بالکفر
اوالمعاصی (قوله بموادة) مصدر وادد کقاتل
ای محبة (قوله اومداهنة) ای مصانعة فالمداهنة
بذل الدین لاصلاح الدنیا (قوله اورضا باعمالهم)
ای تزیینا لهم ولاعذر والاحتجاج بضرورة الدنیا
فان الله هو الرزاق ذو القوة المتین (قوله فتمسکم
النار) ای لان المرء یحشر مع من احب (قوله
یحفظونکم منه) ای من عذاب النار[2] انتهت عبارته
رضی الله عنه، اقول قد تبین جلیا ان الاٰیة الشریفة
صریحا فی النهی عن محبة المبتدعین ومعاونتهم
وتکثیر سوادهم ومشارکتهم فی امور الدین والدنیا

جسے ہمارے مولیٰ امام عالی ہمت نے نقل کیا اور جسے خدا نے
بے مدد چھوڑا اس کے لئے خدا کی اتاری ہوئی ہزار کتاب کا
نقل کردینا بھی کافی نہیں، جس آیت کو مولٰنا نے نقل فرمایا
اُس کی تفسیر میں امام جلال الدین فرماتے ہیں ظالموں کی
طرف نہ جھکو کہ اُن سے دوستی یا چکنی چپڑی بات کرو یا
اُن کے اعمال پر راضی ہو کہ تمھیں آگ پہنچے گی اور خدا کے
سوا تمھارا کوئی مددگار نہیں کہ اُس سے تمھیں بچائے
پھر تمھاری مدد نہ ہوگی کہ اُس کے عذاب سے روک دئے
جاؤ انتہی، علامہ صاوی جلالین کے حاشیہ میں لکھتے ہیں
کہ ظالم سے مراد عام ہے کافر ہوں یا فاسق، مداہنت
کے معنے کارستانی اور دین دے کر دنیا سنوارنی اُن کے
اعمال پر راضی ہونا یعنی اُن کی زینت بڑھانا اور ضرورت
دنیا کے ساتھ حجت لانا یہ عذر مسموع نہیں کہ اللہ ہی روزی
دینے والا مضبوط قوت والا ہے، تمھیں آگ چھوئے گی،
اس لئے کہ آدمی اُسی کے ساتھ ہے جس سے محبت
رکھے. میں کہتا ہوں کہ بدمذہبوں کی محبت اور انکی اعانت
اور اُن کی جماعت بڑھانے اور اُن کی دینی و دنیوی
شرکت سے ممانعت میں یہ آیت شریفہ صریح ہے خواہ
اُن کی بدمذہبی کفر کی حد کو پہنچی ہو یا معصیت کو، علاوہ
اس کے اُن میں وہ ہیں جن کی بدمذہبی کفر تک پہنچی
ہوئی ہے جیسے نیچری وغیرہم اور وہ ہیں جن کی

---

[1] تفسیر جلالین تحت آیة ۱۱/۱۱۳ مطبع مجتبائی دہلی نصف اول ص ۱۷۸

[2] حاشیة الصاوی علی الجلالین " " " المشهد الحسینی قم ایران ۲/۲۳۰

Marfat.com

معاسواء كانت بدعهم بدع كفر او عصيان على ان فيهم من بدعته مكفرة كالنيشرية ونحوهم ومن بدعته مفسقة كالوهابية فيما يتعلق بغير اصول الدين فالمسئول عنهم جامعون لبدع الكفر والفسق وعلى كل هم من الذين ظلموا انفسهم وقد قال صلى الله تعالٰى عليه وسلم من مشى مع ظالم فقد اجرم[1] رواه الديلمى وقال عليه الصلوٰة والسلام من مشى مع ظالم ليعينه وهو يعلم انه ظالم فقد خرج من الاسلام[2] رواه الطبرانى وبالجملة فالأيات والاحاديث واقوال ائمة الدين و فقهاء المذاهب الاربعة فى هذا المعنى يعسر حصرها وفيما اجاب به مولانا المجيب كفاية لمن القى السمع وهو شهيد والله وحده المستعان به على المبتدعة اولياء الشيطان۔

قاله بفمه ونقله بقلمه عبده المذنب احمد موسٰى مصرى المنوفى امام وخطيب المسجد الجامع بكلكته۔

بدمذہبی میں فسق ہے جیسے وہ وہابیہ[ع] جن کی وہابیت کا تعلق اصول دین کے ساتھ نہ ہو، تو جن کے بارے میں سوال ہے وہ جامع بدعت کفر و فسق ہیں اور بہر تقدیر وُہ اُن لوگوں میں ہیں جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور بیشک نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو ظالم کے ساتھ چلا اُس نے جُرم کیا اس حدیث کو دیلمی نے روایت کیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو ظالم کے ساتھ چلا کہ اس کی اعانت کرے اور جانتا ہو کہ وُہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے نکل گیا اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا، حاصل کلام آیات و احادیث اور ائمہ دین اور چاروں مذہبوں کے فقہاء کے اقوال اس بارے میں اتنے ہیں کہ اُن کا شمار مشکل ہے اور مولانا مجیب کے جواب میں کفایت ہے اس کیلئے جو کان لگائے اور دل سے حاضر ہو اور ایک اللہ سے مدد چاہی جاتی ہے بدمذہبوں پر کہ شیطان کے دوست ہیں۔

اسے اپنے منہ سے کہا اور اپنے قلم سے لکھا اس کے بندۂ گنہگار احمد موسٰی مصری منوفی نے کہ مسجد جامع کلکتہ کا امام و خطیب ہے۔

ع: رہے وہابیۂ زمانہ کہ ضروریاتِ دین کے منکر اور اللہ و رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جناب میں توہین کرنے والے ہیں وُہ قطعاً کافر ہیں جن کے بارے میں علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق فرمایا:

من شك فى كفره وعذابه فقد كفر[3] ۱۲ مصحح۔

جس نے اس کے کفر و عذاب میں شک بھی کیا وہ کافر ہے ۱۲ مصحح (ت)

---

[1] کنز العمال بحوالہ الدیلمی عن معاذ حدیث ۱۴۹۵۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۸۵

[2] المعجم الکبیر حدیث ۶۱۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/ ۲۲۷

[3] حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۳

Marfat.com

(۲۵) الجواب صحیح

محمد لعل خاں عفی عنہ

محمد لعل خاں منشی

نائب صدر انجمن اصلاح عقائد

و مدرسہ عثمانیہ اہلسنت و جماعت

نمبر ۲۲ زکریا اسٹریٹ کلکتہ

(۲۶) الجواب موافق بالصواب

ابو ابراہیم محمد اسمٰعیل بہاری مدرس اول مدرسہ فیض عام اہلسنت وجماعت سیالدہ کلکتہ

مدرسہ فیض عام اہلسنت وجماعت

(۲۷) اقول و باللہ التوفیق ما تقرر ھکذا المجالس بین یدی سید الانبیاء والمرسلین واصحابہ واولیائہ الکاملین والعلماء المحققین والمدققین فی حین من الاٰن والاوان الحسرۃ فیہ ان الرجال فھموا ان فیہ اتساع الاسلام والامر لیس ھکذا وکلہ من فتور عقلھم و نقص ایمانھم واللہ الموفق للصواب والیہ المرجع والمآب ۔

حررہ سید علی حسن بہاری غفر لہ الباری

میں کہتا ہوں اور خدا ہی سے توفیق ہے کہ ایسی مجلس کا تقرر نہ حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوا نہ صحابہ و اولیا ر علمائے محققین و مدققین کے زمانوں میں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ اسلام کی اس میں اشاعت ہے حالانکہ یہ بات نہیں، یہ سب ان کی عقلوں کا فتور اور ایمان کا نقصان ہے اور اللہ صواب کی توفیق دینے والا ہے اور اُسی کی طرف مرجع و بازگشت ہے۔

حررہ سید علی حسن بہاری غفر لہ الباری

(۲۸) الفتاوی التی صدرت من العلماء الکرام لا ریب فیہ الشرکۃ فی ھذا المجلس بون من طرق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لان لیس فیہ رائحۃ الاسلام و لو کان فی بادی النظر فارجو من اللہ تعالیٰ ان یبعدنا من الشین والفطن و یحفظنا من البلاء والمحن ویثبتنا و یمیتنا علی ملۃ رسولہ الکریم واٰلہ واصحابہ العظیم فقط۔

کتبہ الراجی لطریان فیضان الباری

حکیم سید محمد راحت حسین بہاری عفی عنہ مہتمم مدرسہ فیض عام اہلسنت وجماعت سیالدہ کلکتہ

جو فتوے علمائے کرام کی جانب سے صادر ہوئے ان میں کچھ شبہہ نہیں، اس مجلس میں شرکت رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے طریقہ سے دُوری ہے کہ اس میں اسلام کی بُو تک نہیں اگرچہ بظاہر ہو۔ میں اللہ تعالےٰ سے اُمید کرتا ہوں کہ ہم کو بُرائیوں اور فتنوں سے دُور رکھے اور بلا اور محنتوں سے محفوظ رکھے اور اپنے رسول کریم اور اُن کی آل و اصحاب بزرگ کی ملّت پر ہمیں ثابت رکھے اور اسی پر ہمیں موت دے۔

سید محمد راحت حسین عفی عنہ بہاری

Marfat.com

(۲۹) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ÷ حامدا و مصلیا ÷ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ[1] (اے محبوب! تم فرمادو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔ت)
خلاصۂ کلام اگر محبوب بننا ہو تو اتباعِ شریعت سے کام لو اور ایسے خلاف مجالس سے پرہیز کرو کہ جس میں شرکت بھی منع ہے تو کجا امداد مالی واللہ الہادی۔ ان لوگوں کی باتوں اور لسانی سے دام فریب میں مت آؤ، جیسا کہ فتوے میں تحریر ہے وہی درست ہے، مولیٰ تعالیٰ عمل کی توفیق دے، اس فتوے پر کچھ اور حوالہ دینا اپنی کم لیاقتی کا ثبوت ہے۔
ذٰلک کذٰلک انی مصدق لذٰلک۔

حررہ مورضعیف فخر الحسن قادری غفرلہ مدرس عربی مدرسہ عثمانیہ کلکتہ

(۳۰) التائید والشرکۃ فی مثل ھذہ المجالس بل المیلان الیھا مالیا کان او بدنیا بدلیل الکتاب والسنۃ وفقہ امام الامۃ ممتنع ۱۲۔
الراقم فقیر ابو نعیم محمد ابراھیم عفی عنہ سلہٹی مدرس اول مدرسہ عثمانیہ کلکتہ۔

ایسی مجلسوں کی تائید و شرکت بلکہ میلان خواہ مالی ہو یا بدنی بدلیل قرآن و حدیث و فقہ امام اعظم حرام ہے ۱۲
الراقم فقیر ابو نعیم محمد ابراھیم عفی عنہ سلہٹی
مدرس اول مدرسہ عثمانیہ کلکتہ

(۳۱) قد اصاب ما اجاب مولٰنا العلام مجدد مائۃ الحاضرۃ مصباح الدین احمد عفاعنہ،
مٹیا برج کلکتہ

(۳۲) الجواب صحیح والمجیب مصیب
محمد فضل الرحمٰن غفرلہ المنان، مٹیا برج کلکتہ

(۳۳) البتہ بدعقیدے کے لوگوں سے پرہیز واجب ہے۔
محمد اسمٰعیل عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ

تصدیقات علمائے جبل پور

(۳۴) بسمہٖ سبحٰنہ وتعالیٰ عزّ وجل، اعلیٰحضرت امام اہل سنّت مجدد مائۃ حاضرہ بحر العلوم علامہ محقق بریلوی سلّمہ اللہ القوی کا یہ مبارک فتویٰ جو گونڈل کاٹھیاوار سے ہمارے پاس بغرض تصدیق بھیجا گیا ہے اور اس وقت ہمارے پیشِ نظر ہے مسئلہ مستفسرہ میں یہ مقدس فتویٰ اعلیٰ نصوص شریعت و فصوص حقیقت کا جامع سراپا حجتِ قاہرہ، اس کا ہر جملہ ہر فقرہ روشن دلیل و بُرہان، حق و صداقت کا مہر درخشان، ہم ایسوں کی طرف مراجعات اور ہمارے مزید افادات سے مستغنی ہے، اس کے قبول و تسلیم میں وہی شخص تامل کرے گا

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۳۲

Marfat.com

جو دین و ایمان سے بے سروکار، حق و ہدایت و سبیلِ مومنین سے بیزار، ندوہ مخذولہ کا فضلہ خوار، وہابیت و نیچریت سے ہمکنار، اشرار اہل بدع و نار سے ہو۔ میرے نزدیک اس نورانی فتوے سے ہم ایسوں سے اضافہ چاہنا، یا بضمن تصدیق، تحریر کلمات توثیق و تائید کا خواستگار ہونا، نصف النہار کے چمکتے ہوئے آفتاب کے آگے چراغ رکھوانا ہے۔ ہم اس وقت اپنے بعض محبان حضرات اہل سنت کی مخلصانہ استدعا پر مجبور ہو کر تعمیلاً للحکم۔ اس محترم فتوے کی تصدیق میں صرف اس قدر عرض کر دینا کافی سمجھتے ہیں:

ان هذا الجواب هو الصراط المستقیم وسبیل الشرع القویم والحمد للہ الرب الرحیم وعلیٰ حبیبه ونبیه الکریم وآله وصحبه افضل الصلوٰۃ والتسلیم واللہ سبحٰنه وتعالیٰ اعلم وعلمه عز مجده اتم واحکم۔

کتبه

الفقیر عبد الباقی

محمد

برهان الحق الرضوی الجبلفوری غفر له

کہ یہ جواب ہی سیدھا راستہ اور شریعت کا مضبوط راستہ ہے۔ (ت)

محمد عبد الباقی

برہان الحق

(۳۵) ان هذا لهو الحق المبین، ومن اعتصم به فقد هدی الی الصراط المستقیم المستبین، قلما یوصل الیه، فضلا عن المزید علیه، فنسئل اللہ تعالیٰ ان یثبتنا علی الکتاب والسنة وان یمیتنا علی الایمان ویدخلنا به الجنة، اٰمین، والحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبه سید المرسلین محمد وآله واصحابه اجمعین۔

کتبه الراجی عفو ربه عبد السلام السنی الحنفی القادری الرضوی الجبلفوری غفر له

بیشک یہی حق مبین ہے اور جس نے اس کے ساتھ تمسک کیا اُسے سیدھے راستہ ظاہر کی طرف ہدایت ہُوئی اس تک پہنچنا ہی کم ہے اس پر زیادتی تو کجا، اللہ تعالٰی سے ہم سوال کرتے ہیں کہ کتاب و سنّت پر ہمیں ثابت قدم رکھے اور ایمان پر موت دے اور جنت میں داخل کرے آمین، سب خوبیاں خدا کیلئے جو پروردگارِ عالم ہے اور اللہ تعالٰی درود بھیجے اپنے حبیب رسولوں کے سردار محمد اور ان کی آل و اصحاب سب پر۔

Marfat.com

تصدیقات علمائے بہار

(۳۶) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اللہ رب محمد صلی علیہ وسلما، فقیر بارگاہ رضوی عبید المصطفیٰ محمد ظفر الدین بہاری میجروی غفرلہ وحقق اللہ مدرس اوّل مدرسہ عالیہ سہسرام ناصر الحکام اس مبارک سراپا ہدایت فتوے کی تائید و تصدیق کرتے ہوئے (نہ معاذ اللہ اس خیال سے کہ اپنی تصدیق سے اس فتوے کو زینت دُوں بلکہ حسب ارشاد احبا اس نیت سے کہ اپنی تصدیق کی اس فتوے سے عزت افزائی کروں) عرض گزار ہے کہ بلا شُبہہ اس قسم کی انجمنیں جس طرح دینی مضرتوں کی جالبِ گناہ کی موجب ہیں، یونہی دُنیوی حیثیت سے بھی اصلاً مفید نہیں سوا اس کے کہ غریب مسلمانوں کا بہت سا روپیہ صرف ہونے پر تین دن کی دل لگی رہے نئی نئی صورتیں دیکھنے میں آئیں، کچھ لکچر اور تقریر کا لطف رہے اللہ اللہ خیر صلا، بہت بڑا کارنمایاں اس قسم کی انجمنوں کا ریزولیوشن (RESOLUTION) پاس کرنا ہے، جب رو داد دیکھئے یہی لکھا ہے یہ پاس ہوا وہ پاس ہوا مگر ان عقلمندوں کو اس کی خبر نہیں کہ اس زمانہ میں آدمی پاس ہو کر تو کچھ کر نہیں سکتا ریزولیوشن پاس ہو کر کیا کرلے گا، کہنے سے کام نہیں چلتا کرنے کی ضرورت ہے۔ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں:

الطیور تصیح ولا تفعل، والبازی یفعل ولا یصیح[1] — چڑیاں چیں چیں کرتی ہیں اور کچھ کرتی نہیں، اور باز کرتا ہے چیں چیں نہیں کرتا ہے۔

اگر واقعی قومی ترقی مقصود ہے تو یہ تقریرات اور ریزولیوشن ہرگز کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتے کام کرنے کی ضرورت ہے، اور اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اس وقت زیادہ نہیں تو مسلمان صرف اُنھیں چار باتوں پر کاربند ہو جائیں جو رسالہ مبارکہ "تدبیر صلاح ونجات وفلاح" میں مذکور ہیں پھر دیکھئے قوم کی کیسی ترقی ہوتی ہے اور اُن کا آفتاب کس طرح بالائے اُفق ترقی بکمال اوج تاباں ہوتا ہے۔ اور اگر غور کیا جائے تو ان تمام ریزولیشنوں میں بیکار امور اور رونا دھونا 'فلاں کے مرنے پر رنج، فلاں کی موت پر سوگ' اور 'فلاں کے انتقال پر ملال' اور فلاں کے عطیہ پر واہ واہ، اور فلاں کو فلاں خطاب ملنے پر اظہار مسرت سے قطع نظر کرکے سب کا لُبِّ لباب شاہراہ پر چلنے والوں کے لئے دن میں چراغ جلانا اور روز روشن میں روشنی کرنے کی ہدایت کرنا ہوتا ہے یعنی قوم ترقی میں سب سے پیچھے ہے اس لئے آگے بڑھو یعنی انگریزی پڑھو حالانکہ زمانہ کی گردش سے انگریزی کی طرف لوگوں کا میلان طبعی و عملی اس حد تک پہنچا ہوا ہے کہ اگر اُن کو دھکے دے کر بھی باہر کیا جائے تو ہرگز ٹلنے والے نہیں، پڑھنے والوں کے لئے باوجودیکہ عربی مذہبی تعلیم

---

[1]

Marfat.com

میں ہر طرح کی آسانیاں اور کارآمد نتائج ہیں مگر پھر بھی سیکڑے میں پندرہ کو اس کی طرف توجہ نہیں اور باوجود سیکڑوں موانعات، ہزارہا دقت وزحمت کے انگریزی پر لوگ گرے پڑتے ہیں، پھر ایسی حالت میں خاص اس غرض کے لئے انجمن قائم کرنا دنیوی حیثیت سے بھی تحصیل حاصل اور تضییع اموال ومحاصل کے سوا اصلا مفید نہیں،

اللهم وفقنا لما تحب وترضى وصلى الله على المصطفى المرتضى وعلى آله وصحبه رضي الله تعالى عنهم باحمد رضا۔

یا اللہ احمد رضا کے طفیل ہمیں اپنی پسند و رضا والی چیز کی توفیق عطا فرما، اور درود ہو مصطفٰے مرتضٰی اور آپ کی آل واصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم سب پر۔ (ت)

کتبہ عبدہ العاصی ظفر الدین البہاری
عفی عنہ بمحمدن المصطفی النبی الامی

(مہر) سنی حنفی قادری رضوی
عبید المصطفٰے ظفر الدین احمد

(۳۷) لاریب فیه فلیتنافس المتنافسون وانا عبده محمد ابو الحسن السهسرامی۔

مدرس دوم مدرسہ عالیہ
المرقوم ۷ فروری ۱۹۱۷ء

(مہر) ابو الحسن ۱۳۰۹

اس میں شک نہیں کہ رغبت کرنیوالوں کو اس کی رغبت کرنا چاہئے۔ عبدہ محمد ابو الحسن سہسرامی

(۳۸) الجواب صحیح

ابو صالح ظہیر الدین احمد فریدی، مورخہ ۷ فروری ۱۹۱۷ء روز چہارشنبہ (انچارج مدرس دوم مدرسہ عالیہ)

(۳۹) المجیب مصیب

فرخندہ علی عفی عنہ
مدرس چہارم مدرسہ سہسرام

(۴۰) قد اصاب من اجاب

کمترین فہیم الدین عفی عنہ مدرس پنجم عربی

(۴۱) لقد اجاب المجیب واللہ اعلم بالصواب

محمد یحیٰی مدرس مدرسہ عالیہ سہسرام، المرقوم ۷ فروری ۱۹۱۷ء

(۴۲) الجواب صحیح

سید عبد الرشید مدرس مدرسہ شمس الہدٰی بانکے پور

(مہر) سنی حنفی قادری ۱۳۲۲
عبد الرشید عظیم آباد

(۴۳) قد اصاب فی ما اجاب مولی العلماء امام الفقهاء مجدد المائة الحاضرة الفاضل البریلوی متع الله المسلمین بطول بقائه فی هذه المسئلة بان التائید والشرکة و

عالموں کے پیشوا فقہاء کے امام اس صدی کے مجدد فاضل بریلوی نے اللہ تعالٰی ان کی بقائے دراز سے مسلمانوں کو بہرہ یاب کرے اس مسئلہ میں جو جواب دیا ٹھیک دیا کہ اس جیسی بری مجلس کی تائید اور شرکت اور اس میں

Marfat.com

الحضور فی مثل هذا المجلس القبیحة حرام والمعاونة فیها اثم والمقاربة فیها سم قاتل للایمان فلیتنافس المتنافسون وفقنا الله تعالیٰ ایانا وجمیع المؤمنین للمفارقة والاجتناب عن مثل هذا المجلس والتائید والشرکة فیه۔

حاضری حرام ہے اور اس کی اعانت گناہ، اور اس میں قریب ہونا ایمان کے لئے زہر قاتل، رغبت کرنے والوں کو چاہئے کہ اس کی رغبت کریں، اللہ تعالیٰ ہمیں اور سب مسلمانوں کو توفیق دے کہ اس سے جُدا رہیں اور ایسی مجلس سے اور اس کی تائید و شرکت سے بچیں۔

حررہ فقیر الی سید المرسلین ذی المنن المدعو بہ سید محمد غیاث الدین حسن الحنفی السنی الرجهتی البهاری عفی عنه الباری۔

کاشانہ ابوالذ سیدہ غیاث الدین حنفی سنی قادری رجہتی بہاری عفی عنہ بالنبی الامی

(۴۴) اصاب من اجاب۔ فقیر محمد رحیم بخش حنفی قادری رضوی مدرس اول مدرسہ فیض الغرباء آگرہ۔

تصدیقات علمائے کان پور

(۴۵) الجواب صحیح وصواب والمجیب نجیح ومثاب نمقه الفقیر الی الله تعالیٰ عبید الله عفاعنه ما جناه المدرس بالمدرسة فیض احمدی فی الکانفور۔

(۴۶) اصاب من اجاب والله سبحٰنه اعلم بالصواب حقیق بان یکتب بالذهب علی القرطاس۔

جواب دینے والے نے درست فرمایا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب، یہ جواب اس قابل ہے کہ اس کو کاغذ پر سونے سے لکھا جائے (ت)

نمقه محمد عبد الرزاق عفی عنه المدرس مدرسه امداد العلوم فی الکانفور۔

محمد عبد الرزاق

(۴۷) الجواب صحیح والمجیب نجیح، حررہ الفقیر الی الله المنان المدعو محمد سلیمان الحنفی السنی النقشبندی المجددی الافاقی فضل رحمانی المدرس بالمدرسة دار العلوم فی الکانفور غفرله ولمشائخه الغفور بحرمة صاحب التاج والمعراج واللواء العقود فی المقام المحمود علیه وآله واصحابه الصلوٰة والسلام من ملك المعبود۔

باران فضل رحمٰن باریدبر سلیمان

Marfat.com

تصدیقات علمائے سندھ حیدرآباد

(۴۹) فاضل مجیب نے جو تحریر فرمایا ہے وہ صحیح اور حق ہے واقعی اس قسم کی مجالس اور جو لوگ اہل بدعت وہوا سے ہیں اُن سے دُور رہنا ضرور چاہیئے اس واسطے کہ ان کی ملاقات اور ان کی مجالس میں جانا علامت ضعف ایمان اور آئندہ کو منجر طرف الحاد کے ہے نعوذ باللہ من ذلك اللھم احفظنا منھم بجاہ نبیك المصطفٰی ورسولك المرتضٰی، اٰمین یارب العٰلمین۔ احقر العباد نور محمد السندی الحیدرآبادی

(مہر: نور محمد ۱۳۳۷ — سنت جہان روشن ا)

تصدیقات علمائے محمود آباد ضلع سیتا پور

(۵۰) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ، اما بعد بیشک ایسی مجلس مقرر کرنا جہنم خریدنا اور سخت حرام و ناروا ہے، مسلمان کی ترقی ہرگز اس میں نہیں ایک صحیح واقعہ پیش کرتا ہوں وہ یہ کہ امیر المومنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور چٹائی پر آرام فرماتے ہیں کہ اس کے نشان بدن اقدس پر ظاہر ہو رہے ہیں امیر المومنین کو بے اختیار رونا آگیا عرض کی: یارسول اللہ! قیصر وکسرٰی کافران مجوس ونصارٰی اس ناز ونعمت میں اور حضور اللہ کے رسول اس تکلیف و محنت میں، فرمایا: اے عمر! کیا تو راضی نہیں کہ اُن کے لئے دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت۔ خود امیر المومنین فاروق اعظم باوصف فتوحات عظیم کے جب بیت المقدس تشریف لے گئے ہیں کہ وہاں کے پادریوں نے آپ کو دیکھنے کے لئے بلایا تھا، حالت یہ ہے کہ پیش دشمناں اونٹ پر غلام سوار، اور جناب کے دست اقدس میں اُونٹ کا مہار، بدن مبارک پر چمڑے کا کرتا جس میں متعدد دستہ پیوند۔ اگر ایسی مجلس کے لوگ جو درج سوال ہیں اور جان و مال سے انجمن ظلم میں شرکت کو تیار ہیں حضرات صحابہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھتے کس کس طرح ہنستے اور احمق سمجھتے بلکہ دل میں تو اب بھی کہتے ہوں گے کہ وہ ریگستانی جفاکش ناز ونعمت کے مزے کیا جانیں یہ لطف عجیب اور نظم و ترتیب و آراستگی و تہذیب کچھ دانایان یورپ ہی کو نصیب، ان خیالاتِ فاسدہ کے دل میں نہ آنے کے لئے تو ہمارے سلطان ہفت کشور شافع روز محشر صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے: لا تجالسوھم[۱] الخ اُن کے پاس نہ بیٹھو، اُن سے دُور بھاگو، اُنھیں اپنے سے دُور رکھو کہیں وہ تمھیں

---

[۱] کنز العمال حدیث ۳۲۴۶۸ و ۳۲۵۲۸ و ۳۲۵۲۹ و ۳۲۵۴۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۲۹، ۵۴۰، ۵۴۲

Marfat.com

فتنہ میں نہ ڈال دیں۔[1] معاذاللہ کہیں حضور کے خیالِ مقدس میں یہ بات نہ آئی تھی کہ ہمارے میل جول سے بد مذہب ہدایت پائیں گے راہِ راست پر آئیں گے نہیں، یہ منع فرمانا حضور کا ازراہِ شفقت تھا، جس طرح شفیق باپ ازراہِ مہربانی اپنی پیاری اولاد کو آوارہ مزاجوں اور بدمعاشوں کی صحبت و میل جول سے روکے۔ یہ چند حروف فقیر نے محض زبدۂ اربابِ سنّت و عمدۂ اصحاب جماعت اخی فی الدین قاسم میاں صاحب کے فرمانے سے لکھے ورنہ امام اہلسنّت مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملّت طاہرہ حماہ اللہ تعالٰی عن الشر والاعداء (اللہ تعالٰی ہر شر اور دشمنوں پر ان کی مدد فرمائے۔ ت) کے نورانی کلمات عوام تو عوام خواص کے لئے کافی ہیں، مسلمانوں کو اس پر عمل کرنا چاہئے اور فقیر ضعیف کو بھی دعائے خیر سے یاد کرنا چاہئے،

ختم اللہ لنا ولکم بالخیر والحسنٰی و وفقنا لما یحب ویرضٰی وحشرنا فی ظلال حمایات الاولیاء المقربین وتحت لواء سید المرسلین وصلی اللہ تعالٰی وسلامہ علٰی خاتم النبیین محمد واٰلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

اللہ تعالٰی ہمارا خاتمہ خیر اور بھلائی میں فرمائے اور ہمیں اپنی پسند و رضا کی توفیق دے اور حشر کے روز اولیاء مقربین کی حمایت اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جھنڈے کا سایہ عطا فرمائے۔ (ت)

محمد اسمٰعیل سُنّی حنفی قادری محمود آبادی الحال پیش امام رسالہ نمبر ۴ دہلی۔

(۵۱) ذٰلک کذٰلک۔ رجب علی مدرس مدرسہ اسلامیہ محمود آباد۔

(۵۲) ذٰلک کذٰلک۔ خادم طلبہ محمد عبداللطیف مدرس مدرسہ اسلامیہ محمود آباد و پیش امام جامع مسجد محمود آباد۔

تصدیق حامیِ سنّت ماحیِ بدعت جناب مولانا مولوی عبدالرحیم صاحب احمد آبادی زیدت مکارمہم

(۵۳) الجواب صحیح۔ کتبہ عبدالرحیم بن پیربخش السنی الحنفی القادری النقشبندی الاحمد آبادی المدرس الاول فی المدرسۃ القادریۃ۔

(مہر: عبدالرحیم ۱۳۱۵)

تصدیق ناصرِ سنّت قامعِ بدعت مولانا مولوی ابوالمساکین محمد ضیاء الدین صاحب زید مجدہم

(۵۴) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمدللہ العزیز الکریم والصلوٰۃ والسلام علٰی حبیبہ الرؤف الرحیم۔

---

[1] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰

Marfat.com

فتوائے مبارک فرستادۂ ناصر ملت حقہ، ناشر سنت سنیہ، قاطع اعناق بدعات شنیعہ، قامع بیخ محدثات قبیحہ، سرشکن فرقِ باطلہ من الندویۃ والوہابیۃ والنیاچرہ، ماحیِ کفر وطغیان، حامیِ دین وایمان جناب قاضی قاسم میاں امام جامع شہر گونڈل متعلق کاٹھیاوار صانہ المولی الستار عن شرور الاشرار (خدائے ستار انھیں اشرار کے شر سے محفوظ فرمائے۔ت) فقیر کی نظر سے گزرا خلعت صدق وثواب سے آراستہ، زیورِ رشد و ہدایت سے پیراستہ پایا ؎

جو کچھ لکھا ہے اس میں سراسر صواب ہے　　اثباتِ مدعا پہ حدیث وکتاب ہے
ہر لفظ اس کا گوہر کانِ رشاد ہے　　ہر سطر اس کی راہِ حصولِ مراد ہے

کیونکر نہ ہو یہ تحریر فرمایا ہوا اُس بے نظیر کا ہے جس کا مثیل آج دُنیا میں ملنا مشکل، جو فاضلوں کا فاضل، جس کا فتوٰی تمام رُوئے زمین پر جاری، جس کے فیوض وبرکات ہر گوشۂ عالم میں ساری، جو اُستاذوں کا استاذِ مسلّم، ہر عالم سے اعلم، مفتیوں کا سرتاجِ اکرم، سُنّیوں کا امام معظم، گلزارِ سنّت کو شاداب فرمانے والا، داغ بدمذہبی و بدعت کا مٹانے والا، درختِ کفر وشرک کا قاطع، شریعت وطریقت کا جامع جس کا تمام ہندوستان مدح خوان جس کی توصیف میں علمائے حرمین طیبین رطب اللسان، گمراہوں کا راہنما، ہمارا آقا، ہمارا مولٰی، ہمارا سردار، متقی پرہیزگار، حکیم اُمت، اعلحضرت مولوی مفتی احمد رضا خان صاحب ادام فیضہ اللہ الواہب، یہ مسئلہ کیا ہے بہت بڑی کسوٹی حق و باطل کے پرکھنے، سُنّی و بدعتی کے جانچنے کی ہے۔ جو صاحب اس کو پڑھ کر یا سُن کر بخندہ پیشانی تصدیق فرمائیں حق جانیں حق مانیں اُن کا ضرور اہل سنّت میں شمار، ورنہ اہل بدعت وکلاب اہل النار میں معدود ہوں گے۔ ہمارے سُنّی بھائیوں پر لازم کہ ایسی مجلس ایسی صحبت سے بچیں، ایسے لوگوں سے خلط ملط ہرگز پیدا نہ کریں، یہ بڑے شاطر وعیّار ہوتے ہیں، وہ سبز باغ دکھاتے ہیں کہ خواہ نخواہ آدمی اُن کا کلمہ پڑھنے لگتا ہے، جب اُس کا دل اپنی طرف لُبھا لیا اور اپنا مطیع ومسخر بنا لیا پھر اُس کا ایمان، دھن، دولت سب کچھ چھین لیا، دونوں جہان کے ٹوٹے میں ڈال دیا، وباللہ التوفیق وھو یھدی من یشاء الی صراط مستقیم والصلوۃ والسلام علی حبیبہ الکریم وعلی الہ وصحبہ اجمعین آمین!

حررہ محمد ضیاء الدین المکنی بابی المساکین عفی عنہ۔

تصدیق عالم جلیل فاضل نبیل جناب مولانا مولوی سید دیدار علی صاحب الوری مفتی آگرہ

(۵۵) بسم اللہ الرحمن الرحیم، بلاشبہہ اس نازک وقت میں بہت سے علماء درویش طلب دنیائے دنی میں اتباعِ سنت ترک کرکے اتنے دنیادار بن گئے ہیں کہ کوٹ پتلون والوں میں اُن کی سی کہہ کر اُن سے دنیا

Marfat.com

حاصل کرتے ہیں اہلِ سنت ہیں لباسِ سنت پہن کر بزرگانِ دین مثل حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ مولنٰا فضل الرحمٰن صاحب قدس سرہٗ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں' اُن میں مل کر اُن کو گمراہ کرتے ہیں جن کا سبق ہمہ تن دُنیا ہی دنیا ہے گو اہلِ دین اور بانیٔ شریعت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے مشابہ مسلمانوں کی صورت بھی نہ رہے سارے طریق سنت چھُوٹ جائیں فقط برائے نام مسلمان رہ جائیں مگر تحصیلِ دنیا میں غیر قوموں سے پیچھے نہ رہیں' ایسی اغراض سے جو انجمنیں قائم کی گئی ہیں ایسی انجمنوں کے جو ممبر و سرگروہ ہیں ضرور ان سے مسلمانوں کو بچنا فرض ہے' اُن کی میٹھی باتوں پر کبھی مسلمانوں کو فریفتہ نہ ہونا چاہیے خواہ وہ قرآن پڑھیں خواہ خوش لہجگی سے مثنوی شریف۔ اُن کی مجالس سے بچنا ہر مسلمان کا فرض ہے، مسلمانو! ان کے شہد میں زہر ملا ہوا ہے، مسلمانو! کبھی تم کو بذریعہ شہد ہلاک نہ کر دیں، ان احادیث صحیحہ سے اُن کی حالتوں کو مطابق کر کے دیکھ لو، اگر ان علامتوں مذکورہ احادیث سے اُن میں کچھ بھی شائبہ پاؤ اُن سے کوسوں جُدا رہو۔ منتخب کنز العمال میں ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ و اٰلہٖ وسلم قال یأتی علی الناس زمان وجوھھم وجوہ الادمیین وقلوبھم قلوب الشیاطین سفاکین للدماء لا یرعون عن قبیح ان تابعتھم واربوك وان ائتمنتھم خانوك صبیھم عارم و شابھم شاطر و شیخھم لا یامر بالمعروف و لا ینھی عن المنکر، السنة فیھم بدعة والبدعة فیھم سنة، و ذوالامر منھم غاو فعند ذلك یسلط اللہ علیھم شرارھم فیدعو خیارھم فلا یستجاب لھم۔ رواہ الخطیب[1]۔

ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہ ایسا زمانہ آئیگا کہ مُنہ تو اُس وقت کے آدمیوں کے سے مُنہ ہونگے اور رہیں گے دل اُن کے دل شیطانوں کے سے خونریز، لوگ نہ بچیں گے اور نہ بچائیں گے بُری بات سے' اگر پیروی کرے تو اُن کی' تباہ کر دیں وہ تجھ کو۔ اور اگر امانت رکھے تو اُن کے پاس، خیانت کریں' بچے ان کے شوخ ہوں اور جوان اُن کے چالاک اور بیباک، بُڈھے ان کے نہ بھلی بات کا حکم کریں نہ بُری بات سے منع کریں' سُنّت اُن میں بدعت ہو اور بدعت اُن میں سنت۔ اور جو اُن میں سے صاحبِ حکم ہوں خواہ وہ عالم ہوں یا حاکم گمراہ ہوں۔ پس ایسے وقت میں غلبہ دے گا اُن پر اللہ شریروں کو اور مقرر کرے گا اُن پر شریر حاکموں کو، پس نیک لوگ جو اُن میں ہونگے پکاریںگے مگر کوئی اُن کی نہ سُنے گا۔

---

[1] منتخب کنز العمال علی ہامش مسند احمد بن حنبل بحوالہ الخطیب عن ابن عباس، کتاب الفتن، الباب الثانی، دار الفکر بیروت ۵/۴۰۶

Marfat.com

عن[1] عابس الغفاری عن النبی صلی الله علیه و آله و سلم بادروا بالاعمال ستا امارة السفهاء وکثرة الشرط وبیع الحکم واستخفافا بالدم وقطیعة الرحم ونشوا یتخذون القرآن مزامیر یقدمون احدهم یغنیهم وان کان اقلهم فقها رواه الطبرانی فی الکبیر۔

عابس رضی اللہ تعالٰی عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ چھ باتوں کے ظہور سے پہلے عمل کر لو یعنی پھر نیک عمل کرنا دشوار ہو جائے گا، حکومت اور امارت بے عقلوں کی ہو، زیادتی چپراسیوں کی ہو، اور حکم حاکم بکے یعنی جس نے رشوت دے دی اپنے موافق حکم حاکم سے حاصل کر لیا' اور بیع الحکم بالکسر اگر پڑھا جائے یہ معنے ہوں گے کہ حکمت کی بات کو اہلِ حکمت بیچیں اور دین دُنیا کے عوض بکے، خُون کرنے کو ہلکی بات سمجھیں، خویش اور اقربا سے قطع اور جُدائی ہو، ایسی پیدائش پیدا ہو کہ قرآن کو بانسری کی آواز سمجھ کر ایسے شخص کو اپنا پیشوا بنائیں کہ وُہ گانے کے طور سے ان کو سنائے خواہ سمجھ قرآن کی یعنی اُسے نماز روزہ حج زکوٰۃ بیع وشراء حلال وحرام میراث وغیرہ مسائل کے بیان کرنے پر اُن سب میں سے بہت ہی کم سمجھ رکھتا ہو اُس سے سُنیں گے اور جاننے والے عالم سے پرہیز کریں گے۔

عن[2] عمر وعن النبی صلی الله علیه وسلم اتانی جبرئیل انفا فقال انا لله وانا الیه راجعون قلت اجل انا لله وانا الیه راجعون فمم ذاك یا جبرئیل فقال ان امتك مفتتنة بعدك بقلیل من الدهر غیر کثیر قلت فتنة کفر او فتنة ضلالة قال کل ذلك سیکون، قلت ومن این ذاك وانا تارك فیهم کتاب الله قال بکتاب الله یضلون واول ذلك من قبل قرائهم و

حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی میرے پاس جبریل علیہ السلام نے آکر کہا انا للہ وانا الیہ راجعون یعنی تحقیق ہم واسطے اللہ کے ہیں اور اسی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں یہ ایک کلمہ ہے جس کو تکلیف اور مصیبت کے وقت کہنا موجب دفع بلا اور ترقی حسنات ہے لہذا میں نے بھی کہا ہاں انا للہ وانا الیہ راجعون مگر اس وقت اس کے کہنے کی کیا وجہ ہے اے جبریل۔ کہا آپ کی اُمت آپ کے تھوڑے ہی زمانہ بعد فتنہ میں مبتلا ہو گی، میں نے کہا فتنہ کفر کا یا گمراہی کا، کہا سبھی کچھ ہو گا یعنی بعض مرتد بھی ہو جائیں گے اور بعض گمراہ بھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] منتخب کنز العمال علی ہامش مسند احمد بن حنبل بحوالہ طب عن عابس الغفاری، کتاب الفتن، الباب الثانی، دار الفکر بیروت ۵/ ۳۹۴، ۳۹۵

Marfat.com

امرائهم يمنع الامراء الناس حقوقهم فلا يعطونها فيقتتلوا ويتبع القراء اهواء الامراء فيمدون فى الغى ثم لا يقصرون قلت يا جبرئيل فبم سلم منهم قال بالكف و الصبران اعطوا الذى لهم اخذوه وان منعوا تركوه[1] رواه الحكيم۔

فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ یہ دونوں فتنے کیونکر ہونگے میں تو ان میں اللہ کے کلام کو چھوڑ جاؤں گا، کہا کلام اللہ ہی سے گمراہ ہوں گے یعنی اسکے معنے من گھڑے جوڑ کر جماعت اہل اسلام میں توڑ پھوڑ کرینگے اور اول یہ فتنہ قاریوں سے یعنی قرآن کے جاننے والوں دُنیادار مولویوں سے اور امیروں سے شروع ہو گا' امیر لوگوں کے حق نہ دیں گے اور بند کرینگے، مولوی بھی اُنھیں کی سی کہیں گے، حلال حرام کے بیان کرنے میں اُن سے ڈرینگے اور اُن کے پیچھے لگیں گے، پس گمراہی میں بڑھتے چلے جائیں گے پھر کمی نہیں کریں گے۔ میں نے کہا اے جبرئیل! اُس وقت اُن سے بچاؤ کی کیا صورت ہے۔ کہا صبر، جو کچھ وہ دیں لے لیں اور نہ دیں تو چُپ چاپ صبر کر بیٹھیں۔

اور اس سے زیادہ تصریح اس مضمون کی مشکوٰۃ شریف کی اس حدیث میں ہے؛

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان اناسا من امتى سيتفقهون فى الدين ويقرؤن القرأن ويقولون نأتى الامراء فنصيب من دنياهم ونعتزلهم بديننا ولا يكون ذلك كما لا يجتنى من القتاد الا الشوك كذلك لا يجتنى من قربهم الا يعنى الخطايا[2] رواه ابن ماجة۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلّے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے' بیشک بہت لوگ اُمّت میری سے سمجھ حاصل کرینگے دین کی اور پڑھیں گے قرآن کو' اور مولوی بن کر کہیں گے کہ امیروں کے پاس آکر اُن کی دُنیا سے کچھ لیں اور اپنے دین کو اُن سے بچالیں اور یہ ہو نہیں سکتا جس طرح کانٹے دار درخت سے نہیں چُنے جاتے مگر کانٹے، اُن کے قرب سے بھی نہیں حاصل ہو سکتا مگر یعنی خطائیں۔

عن على كرم الله وجهه عن النبى صلى الله عليه وسلم يأتى على الناس زمان همتهم بطونهم وشرفهم متاعهم

حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نبی صلّے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا آپ نے' ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگوں کی تمام ہمت اپنے پیٹ بھرنے کی ہو گی جس کے

---

[1] منتخب کنز العمال علی ہامش مسند احمد بن حنبل بحوالہ الحکیم عن عمرو، کتاب الفتن، الباب الثانی، دار الفکر بیروت ۵/۳۹۹
[2] " " " " " " ابن ماجہ عن ابن عباس، کتاب العلم، الباب الثانی، " " " ۴/۱۴۱

Marfat.com

قبلتهم نساءهم ودينهم دراهمهم ودينارهم اولئك شرار الخلق لاخلاق لهم عنداللہ۔ رواہ الدیلمی[1]

پاس مال ومتاع دنیا زیادہ وہی سب میں بزرگ ہے، جورویں اُن کا قبلہ ہوں اور درہم و دینار ان کا دین، یہ لوگ بُری مخلوقات کے ہیں، ان کے واسطے اللہ تعالےٰ کے پاس آخرت میں کوئی حصّہ نہیں ہے۔

اور اگر اس سے زیادہ تصریح منظور ہو میرا رسالہ مختصر المیزان جس میں تقریباً چالیس حدیثیں اس مضمون کی ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا بڑی جماعت کی پیروی کرنا اور جو بڑی جماعت سے جُدا ہو جہنم میں پڑے گا۔ اور چالیسؔ کے قریب اس مضمون کی حدیثیں ہیں کہ میری سنت اور میرے اصحاب کی سنت پر عمل کرنے والا ناجی فرقہ وہی ہوگا جو سوادِ اعظم مومنین کا پیرو ہوگا اور جو بڑی جماعت سے جُدا ہوا جہنمی ہوگا۔ اور چند حدیثیں اس مضمون کی ہیں کہ ہر اخیر زمانہ میں ایسے لوگ ہوں گے کہ نماز تمھاری نماز سے اچھی پڑھیں گے اور قرآن بہت پڑھیں گے مگر دین سے بالکل خارج ہوں گے۔ پھر حدیثیں بدمذہب مولویوں کی علامات میں نقل کی گئی ہیں جن کو اگر ملاحظہ فرمائیں اور لوگوں کو دکھلائیں اِن شاء اللہ تعالےٰ مفید ہوگا۔ حررہ العبد الراجی رحمۃ ربہ ابومحمد دیدار علی الرضوی الحنفی المفتی فی جامع الاکبرآباد۔

تصدیقات عُلمائے کاٹھیاوار

(۵۶) الجواب صحیح والمجیب مصیب للہ درہ حیث اجاب ما اجابہ الامن کتاب اللہ تعالیٰ عزوجل وحدیث الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم ولہ بذلک عند اللہ الجلیل الاجر الکثیر والثواب الجزیل۔ حررہ محمد اسمٰعیل عفی عنہ القریشی سنّی حنفی ثم الفشاوری حالا نزیل الجام جودھفور ملک کاتھیاوار۔

جواب صحیح، مجیب حق گو، اللہ تعالےٰ بھلا کرے جس نے یہ جواب دیا یہ جواب قرآن و حدیث سے ماخوذ ہے، اللہ تعالےٰ کے ہاں اس کیلئے اجر کثیر اور ثواب بھاری ہے۔
اسے سنّی حنفی محمد اسمٰعیل عفی عنہ نے لکھا۔

(۵۷) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلیٰ اٰلہ الکرام واصحابہ العظام، امّا بعد بے شبہ ایسی مجلس مقرر کرنا اور اس میں دامے درمے قدمے معاونت کرنا اپنے ہاتھوں دروازۂ دوزخ کھولنا اور عذابِ خدا کو اپنی طرف بُلانا ہے۔ پیارے سُنّی بھائیو!

---

[1] منتخب کنزالعمال علی ہامش مسند احمد بن حنبل بحوالہ الدیلمی کتاب الفتن، الباب الثانی، دار الفکر بیروت ۵/۴۰۷

Marfat.com

اگر آنکھوں میں نورِ ایمان ہے تو یہ محترم فتویٰ دیکھو مقدس و مقبول فتویٰ علامۂ دوران امام اہل ایمان جناب مولانا مفتی حاجی قاری حضرت شاہ احمد رضا خاں صاحب قبلہ بریلوی ادام اللہ تعالیٰ فیوضاتہ و متع المسلمین بطول حیاتہ کا تحریر شدہ ہے۔ یہ وہ رکن اعظم اسلام ہے کہ ہمیشہ نصرت و احیائے دین متین میں فرید او ر اماتت و ازالۂ بدعت و ضلالت کفر و شرک میں وحید ہے۔ آپ کے علم و فضل کی نہریں علاوہ ہندوستان کے اور ممالک میں بھی جاری ہیں، آپ کے فیوض جلیلہ کا آفتاب تمام عالم میں پھیلتا ہے۔ کشتیِ دین و اسلام کے آپ ناخدا ہیں، اہل سنت و جماعت کے پشت و پناہ ہیں، آپ نے اپنی عمر شریف کا اتنا حصہ حمایت مذہبی ہی میں صرف کیا، خدمت دینی کے سوا ایک ساعت بھی کسی اور کام کی طرف توجہ نہیں فرماتے، اسلام و مسلمین کو فائدہ کثیرہ پہنچاتے ہیں، ہر مہینے دُور دُور سے سیکڑوں استفتا آتے اور جواب باصواب سے مزین کرکے روانہ فرماتے ہیں، نامور علمائے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ آپ کے فتاوے سے موافقت کرتے اور آپ کی جلالت و تبحر علمی کو مانتے ہیں، علامۂ وحید فاضل فرید آپ کی جناب میں تحریر فرماتے اور موجودہ صدی کا مجدد مانتے ہیں، القاب جلیلہ سے ملقب کرتے، طرح طرح دعائیں دیتے۔ اور آپ کے مدائح سے جلیل القدر فضلائے عرب رطب اللسان رہتے ہیں، مولانا شیخ عبدالرحمٰن دہان مدرس حرم مکہ مکرمہ بعد بیان مدائح کثیرہ فرماتے ہیں،

الذی شہد لہ علماء البلد الحرام . بانہ السید الفرد الامام . سیدی و ملاذی الشیخ احمد رضا خان البریلوی[1]

جس کے لئے علمائے مکہ مکرمہ گواہی دے رہے ہیں کہ وہ سردار ہے بے نظیر ہے امام ہے میرے سردار اور میرے جائے پناہ حضرت احمد رضا خاں بریلوی (ت)

مولانا سید اسمٰعیل بن خلیل آفندی حافظ کتب حرم مکہ معظمہ بعد بہت سے مدائح و ذکر اسم گرامی اعلٰحضرت عظیم البرکت فرماتے ہیں،

وقد شہد لہ علماء مکۃ بذلک ولو لم یکن بالمحل الارفع لما وقع منہم ذلک بل اقول لو قیل فی حقہ انہ مجدد ھذا القرن لکان حقا وصدقا[2]

علمائے مکہ اس کے لئے ان فضائل کی گواہیاں دے رہے ہیں اور اگر وہ سب سے بلند مقام پر نہ ہوتا تو علمائے مکہ ان کی نسبت یہ گواہی نہ دیتے، بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر ان کے حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے تو البتہ حق و صحیح ہو۔ (ت)

---

[1] حسام الحرمین تصدیقات علماء مکہ مکرمہ مکتبہ نبویہ، لاہور ص ۸۳

[2] " " " " " " " ص ۵۱

Marfat.com

اسی طرح علمائے مدینہ منورہ بھی آپ کے مدّاح ہیں اور کئی جلیل القدر فاضلوں نے اہلِ حرمین سے کتنے ہی علوم میں آپ سے سندیں لیں اور کئی حضرات نے بیعت بھی فرمائی ذٰلك فضل الله یؤتیه من یشاء والله ذوالفضل العظیم ۔ یہ مسئلہ کیا ہے بڑا امتحانِ خدا ہے جو سُنّی ہوگا وہ اس فتوے پر عامل رہ کر قہرِ مولیٰ سے بچے گا اور اگر نفسِ امارہ کی شامت یا انجان پنے سے کانفرنس میں شامل ہوا ہو اور فتوے دیکھنے کے بعد کانفرنس کی شرکت سے تائب ہُوا تو ماشاء اللہ جیسا کہ اپنے ہاتھوں سے دروازۂ دوزخ کھولا تھا، لاجرم امید قوی ہے کہ اس کی توبہ کو مولیٰ تعالےٰ جل جلالہ مفتاحِ درِ جنّت بنا دے کہ حدیث شریف میں وارد ہے :

التائب من الذنب کمن لا ذنب له[1] گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں (ت)

بلکہ بمصداق اس آیت شریفہ کے :

الا من تاب وامن وعمل صالحا فاولٰئك یبدل الله سیاٰتهم حسنات وکان الله غفورا رحیما[2] مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے (ت)

خداوندا! تُو توفیق رفیق گردان غربائے امت خصوصًا اہلِ سنّت وجماعت کے تئیں اس طوفانِ بے پایاں سے بچا بجاہ سیّد الشافعین آمین یارب العالمین!

آج میری زہے قسمت کہ یہ مقدس فتویٰ شہر گونڈل کاٹھیاوار سے برادرِ دینی، محبِ یقینی، اخی فی اللہ حامیِ سنّت، ماحیِ فتن، نیچری فگن، ندوی شکن، دافع الفتن، مولانا مولوی محمد قاسم صاحب دام بالعز والرفعۃ والجاہ ومن کل سوء وشر حماہ ووقاہ نے لبغرضِ تصدیق وتصویب اس نامزا سگِ بارگاہِ احمد رضا کے پاس بھیجا اور اپنے نامۂ نامی وصحیفۂ سامی میں تحریر فرمایا کہ ما قل ودل، اور اپنے مہرودستخط کر کے سیدھا کلکتہ نزد محبِ سنّت، عدوِّ بدعت، سرتاجِ اہلِ سنّت، حامیِ دینِ متین، قاطع جیوش المبتدعین، جناب معلّی القاب حضرت منشی حاجی حکیم محمد لعل خاں صاحب کے رجسٹر کر کے بھیج دینا کہ وہاں طبع ہو جائے، واللہ فقیر اس پُرانوار خورشید سے مقبول وچمکدار فتوے کی تحسین وتصویب کے کب لائق وحقدار، مگر مکرمی قاضی صاحب والامناقب اعلیٰ مناصب دام بالمواہب کی تعمیل کے لئے اتنے پر کفایت کرتا ہوں :

---

[1] سنن ابن ماجہ کتاب الزہد باب ذکر التوبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۳
[2] القرآن الکریم ۲۵/ ۷۰

Marfat.com

ماأجاب المجيب المصيب العالم العلامة الدراكة الفهامة ذوالتحقيق الباهرة مجدد المائة الحاضرة مولانا احمد رضاخان فهوحق وصواب وذلك حكم السنة والكتاب جزاه الله تعالیٰ عنا وعن جميع المسلمين خيرالجزاء ونفعنا وجميع اهل السنة بعلومه الیٰ يوم الجزاء، والله تعالیٰ اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم۔

باصواب جواب دینے والے عالم نہایت فہم و درک والے علامہ وسیع تحقیق والے، موجودہ صدی کے مجدد مولانا احمد رضاخاں نے جو جواب دیا وہ حق و صواب ہے، کتاب وسنّت کا یہی حکم ہے، اللہ تعالیٰ ہماری اور تمام مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اور تمام ہم اہلسنت کو ان کے علم سے قیامت تک بہرہ ور فرمائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم اس کا علم اتم و احکم ہے۔ (ت)

عبدہ المذنب محمود جان سنی حنفی قادری البرکاتی
الرضوی البشاوری ثم الجام جودھپوری کاٹھیاواری عفی عنہ
بمحمدن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(۵۸) ماكتب العلماء المحققون والفضلاء المدققون فی هذا الاستفتاء قد اجابوا بالحجج القوية وبالدلائل الصحيحة من عبارات الكتاب والسنة فاثابهم الله تعالیٰ ثوابا كثيرًا واجرًا وفيرًا فی يوم القيمة وقلع الله تعالیٰ اساس المبتدعين ومحافل المنكرين المطرودين وسود الله وجوههم فی الدنيا والدين بحرمة سيدنا ومولانا سيد المرسلين صلى الله تعالیٰ عليه وسلم فالحق احق عند الحق۔

علمائے محققین اور فضلائے مدققین نے اس فتوے میں جو کچھ تحریر فرمایا وہ قوی حجتیں اور صحیح دلائل عباراتِ قرآن وحدیث سے جواب دیا اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت ثوابِ کثیر اور اجرِ وافر عطا فرمائے اور بدمذہبوں اور منکرین مردودوں کی محفل کی بنیاد قطع کرے اور اُن کے منہ دنیا و دین میں سیاہ کرے بحرمت ہمارے سردار و مولیٰ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے، تو حق خدا کے نزدیک زیادہ سزاوار ہے۔

حررہ الاثیم عبدالکریم ابن المولوی حامد صاحب مرحوم المغفور متوطن فی بلد دھوراجی۔

(۵۹) الحمد لله علی كل حال والشكر لله علی كل نواله والصلوة والسلام علی رسوله سيدنا ومولانا وسندنا محمد وعلی اله واصحابه اجمعين امين وبه نستعين، امّا بعد اقول کیا خوب جواب ان سوال کا عالم محقق و فاضلِ مدقق اعلحضرت مولانا مولوی حاجی الحرمین الشریفین احمد رضاخاں صاحب البریلوی نے

Marfat.com

دے ہیں جن کی تحریریں دیکھنے سے معلوم ہوا جو کچھ حق جواب کا تھا وہ لکھے، اللہ پاک ایسے علمائے دین کو قائم و ترقیِ درجات میں رکھے، آمین ثم آمین! چونکہ بمصداق لولا العلماء لهلك الجهلاء (اگر علماء نہ ہوتے تو جاہل ہلاک ہو جاتے۔ ت) سچ تو یہ ہے کہ آج کل بدمذہب والوں کا اظہار ہو رہا ہے، یہ چوہے ہیں دین اسلام کی کتر نی کر رہے ہیں، ایسے چوہوں کے سرکوب بلکہ نابود کرنے والے علمائے دین اہل سنت و جماعت جیسے یہ ہمارے اعلحضرت وغیرہم کہ ان کانفرنس کے توڑنے والے ہیں نے بدلائل قرآن شریف و باحادیث صحیح و باقوال فقہائے فصیح کے چندیا اُڑا دی، ہاں ذرا غور کرکے دیکھو صاف کلام پاک صاحب لولاک شافع محشر کا ہمیں راہِ راست بتلا رہا ہے۔ حدیث افضل الاعمال الحب فی اللہ والبغض فی اللہ[1] (بہترین عمل محبت اور بغض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہونا ہے۔ ت) اللہ پاک جمیع مسلمانوں کو نیک ہدایت بخشے اور راہِ سنت جماعت پر مستقیم رکھے، آمین ثم آمین!

کتبہ خادم العلماء والفقراء احقر العباد عبدالحکیم خلف مولوی عبدالکریم ساکن دھوراجی بآباء و اجداد۔

(۶۰) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ علی ماھدی والصلوٰۃ علیٰ رسولہ المصطفیٰ واٰلہ المجتبیٰ وعلمائہ الذین احکموا بنیان الحق والتقیٰ وقلعوا اساس البدع والھوی، اما بعد اس عاجز و احقر خادم العلماء نے تحقیق انیق مشفقان محبیان کی از ابتداء تا انتہاء دیکھی، خداوند کریم ان سب کو اجر عظیم نصیب کرے اور جناب قاضی و حاجی قاسم میاں کو جو خیر خواہ اور سچے عاشق اسلام اور اہل اسلام ہیں جنھوں نے بڑی جانفشانی کی ہے اور ان کے ہوا خواہوں کو بھی ثواب جمیل عطا کرے۔

المجیب مصیب ولہ فی الاٰخرۃ نصیب۔

حررہ احقر العباد محمد طاہر ولد مولوی ایوب عفی عنہما کاٹھیاوار دھوراجی۔

تصدیق جناب مولٰنا مولوی غلام محی الدین عرف فقیر صاحب ساکن راندیر ضلع سُورت

(۶۱) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ وکفیٰ والصلوٰۃ علیٰ سیدنا محمدؐ المصطفیٰ وعلیٰ اٰلہ واھل بیتہ واصحابہ الذین اجتبیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، اما بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ولائح کہ فقیر نے یہ تحقیق انیق محبان و مصحان شفیق کی ابتداء سے انتہاء تک دیکھی سو حق حقیق ہے اللہ جل شانہٗ و عم نوالہ ان سب کو اور خاص کرکے جناب برادر بلکہ از جان بہتر، دین کے عاشق، اہل اسلام کے خیر خواہ، محبّ صادق جناب قاضی و حاجی قاسم میاں اور اُن کے معاونوں سب کو جزائے خیر عطا فرمائے حالاً و مالاً بیشک اس زمانہ

---

[1] سنن ابوداؤد کتاب السنۃ باب مجانبۃ اھل الاھواء و بغضھم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۷۶

Marfat.com

پُرفتن میں اظہار کرنا اور حق کو حق کر دکھانا اور اپنے دینی برادروں کو بچانا یہ ہر مسلمان باایمان کا فرض ہے اور یہ قرآنی حکم محکم ہے جو اس کو نہ مانے اور اصرار کرے وُہ قابلِ جہنم ہے، دیکھو سُورۂ نسار پارہ پنجم :

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الھدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولّه ما تولّی و نصله جھنّم وساءت مصیرا[1]

اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کُھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جُدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کرینگے اور کیا ہی بُری جگہ ہے پلٹنے کی۔ (ت)

پس یہ ندوہ اور کانفرنس اور ایسی ویسی خلافِ شرع مجلسیں سمِ قاتل ہے، اس میں شریک ہونا مدد دینا گناہِ کبیرہ ہے، خدا سب مسلمانوں کو بچائے اور توفیقِ نیک رفیق عطا فرمائے، آمین !

الراقم الحروف خادم خلق اللہ فقیر صاحب سید غلام محی الدین

بن مولانا مولوی سید رحمت اللہ عفی عنہما بدست خود

(مہر: بندہ غفور رحیم امین رسول جہاں غلام محی الدین محمد ... نعمان)

(۶۲) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ العلیم العلام وعلی نبیه و اٰله وصحبه الصلوٰة والسلام،

امّا بعد میں ناچیز اس لائق نہیں ہُوں کہ ایسے علماء کے فتووں پر تصحیح لکھوں اور میری تحریر سے فتوٰی کچھ زیادہ معتبر ہو مگر دو باتوں نے مجھے لکھنے پر اُبھارا اور جرأت دلوائی ایک تو برادر ایمانی کے اصرار نے اور دوسرے اس امید نے کہ علمائے راسخین کی متابعت اور مشایعت سے مجھ گنہگار کا حشر بھی ان کے ساتھ ہو جائے اور ع

ان کے پیچھے پیچھے جنت الماوٰی کروں

لہذا لکھواتا ہُوں کہ :

ما افتی العلماء العظام والفقھاء الکرام فھو حق وصحیح وانا اضعف عباد اللہ الجلیل المحمود ابن الحافظ الاسمٰعیل المغفور المرحوم متابع لاقوالھم وفتوٰھم فی ھذا المرام والصلوٰة علی نبیه واٰله وصحبه والسلام وکان ذٰلك فی ۲۵ من شھر ذی القعدة الحرام من السنة الھجریة۔

علماء وفقہاء کرام نے جو فتوٰی دیا وُہ صریح حق ہے اور میں اللہ تعالٰی جلیل کا نہایت ضعیف بندہ محمود بن حافظ اسمٰعیل مرحوم، صلوٰۃ وسلام ہو اللہ تعالٰی کے نبی، ان کی آل و اصحاب پر۔ ۲۵ ذیقعدہ سن ہجری میں تحریر کیا گیا۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/۱۱۵

Marfat.com

تقریظ جناب مولٰنا مولوی غلام رسول صاحب ملتانی

(۶۳) قد اصاب ما اجاب مولانا العلام وحید العصر فرید الدھر امام الفقھا راس الاتقیاء مجدد المائۃ الحاضرۃ الفاضل البریلوی متع اللہ المسلمین والمؤمنین بطول بقائہ فی ھذہ المسئلۃ بان التائید والشرکۃ فی مثل ھذا المجالس الشنیعۃ ممنوع کما قال اللہ تعالٰے لایتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شیئ[1]، وفقنا اللہ تعالٰی ایانا ولسائر المسلمین والمؤمنین للمفارقۃ والشرکۃ من ھذہ المجالس و الیہ التوفیق وھو احسن رفیق۔

درست ہے جو اس مسئلہ میں جواب دیا مولٰنا علام یکتائے زمانہ تنہائے روزگار فقہا کے امام، پرہیزگاروں کے سردار، اس صدی کے مجدد فاضل بریلوی نے۔ اللہ تعالٰے مسلمین و مومنین کو اُن کی درازیٔ عمر سے متمتع کرے کہ اس جیسی بُری مجلس کی تائید و شرکت ممنوع ہے چنانچہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے کہ مسلمان مسلمانوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے وہ رحمتِ خدا سے کسی شیٔ میں نہیں۔ اللہ تعالٰے ہمیں اور تمام مسلمین و مومنین کو توفیق دے کہ ان مجلسوں کی شرکت سے جُدا رہیں اور اسی کی طرف توفیق ہے اور وُہ اچھا ساتھی۔

حررہ العبد الجانی ابو المقبول غلام رسول الملتانی عفی عنہ

تقریظ علمائے مراد آباد

(۶۴) الحمد للہ علی الخبیر سقطت و الی العلیم ظفرت بیشک بلا ارتیاب جواب صحیح وصواب، ایسے مجالس کا انعقاد بلا نزاع حرام، جو دُنیا کو دین پر ترجیح دیتے ہیں یہ ایسوں ہی کا کام، اس میں بذل جاہ و مال تو کجا نفس شرکت ہی ناروا۔ توہب، تنجر، تشیع کی معجون مرکب کہیں اپنے زہریلے اثر سے تجھے ہلاک نہ کر دے، اپنے ایمان کی خبر لے۔ فرقِ مبتدعہ وہابیہ، نیاچرہ، مرزائیہ وغیرہ ضالہ کے ساتھ مجالست و موانست ہرگز ہرگز جائز نہیں، جسے وُہ ترقی سمجھے وہ عین تنزل ہے، دارِ فانی کے عیش و تفاخر کو پیشِ نظر رکھ کر نعیم آخرت کو بھلادیں، بیشک مسلمانوں کے لئے دُنیا و آخرت میں وہی اصلح وانفع ہے جو اُن کے لئے اُن کے رب تبارک و تعالٰے اور حضور پُرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا جیسا کہ مجیب معظم و مفخم و مصیب مدظلہم الاقدس نے

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۲۸

Marfat.com

مبرہن فرمایا، مفتی صاحب موصوف الصدر کا علم وفضل ظاہر وآشکار، جس سے ہدایت کے چشمے اکنافِ عالم میں نمودار۔ اصل تو یہ ہے کہ حضرت والا کی ذاتِ بابرکت ہرگز کسی واصف کے وصف اور مادح کی مدح کی محتاج نہیں جبکہ اللہ و رسول جل وعلا و صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے مبارک شہر مدینہ مطیبہ اور مکہ مکرمہ کے علمائے عظام وفضلائے کرام نے ایسا گہرا احترام فرمایا کہ جس کا بیان حیطۂ تحریر سے باہر، میں یہ بھی کیوں کہوں یہ اکرام علمائے بلدامین نے فرمایا، نہیں نہیں بلکہ یقیناً یہ مجد وشرف اُسی آقائے نامدار سرکار ابد قرار فداہ روحی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے وقار سے ہے جن کے صدقہ میں ہر ذی عزت ذی عزت بنا، جس کو جو ملا ان سے ملا، وُہ وہی آفتابِ رسالت ہیں جنھوں نے بعضے مقربانِ درگاہ علیا متع اللہ المسلمین بطول بقاہم کو عالمِ رؤیا میں اپنے نور بار جلوہ کی جھلک دکھا کر زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ "احمد رضا کی خدمتیں قبول ہیں"۔ والحمد للہ علی ذٰلك۔ اربابِ سنّت پر لازم کہ حضرت ممدوح کے فتوے کے موافق عمل فرمائیں اور بدعقیدہ بدمذہبوں کی صحبت سے اجتناب رکھیں۔ اللہ تبارک وتعالےٰ ہم سب کو ہدایت پر قائم رکھے، آمین ثم آمین! واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصّلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان علی سید المرسلین شفیع المذنبین راحۃ العاشقین واٰلہ وصحبہ الطیبین الطاھرین کلھم اجمعین الیٰ یوم الدین۔

(مہر: محمد عماد الدین ۱۳۳۷)

حررہٗ العبد المذنب ابوالمکارم محمد عماد الدین عفی عنہ

(۶۵) الجواب صحیح وصواب والمجیب المعظم المکرم مصیب ومثاب۔

فقیر ابوالبرکات عبید المصطفےٰ سید احمد غفرلہ اللہ الصمد

(۶۶) الجواب صحیح۔ حقیر سید اولاد علی عفی عنہ

تصدیقات علمائے پیلی بھیت

(۶۷) جو کچھ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین عون الاحناف والدین، امام علمائے اہلِ سنّت، عالم کتاب وملّت، عارفِ باللہ، نائبِ رسول اللہ، مجدد مائۃ حاضرہ، صاحب حجۃ قاہرہ، مؤیدِ ملّتِ طاہرہ، سیدنا ومولانا الحاج اعلحضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب دامت برکاتہم ومتع اللہ المسلمین بطول بقائہ نے دربارۂ مسئلہ ہذا تحریر فرمایا ہے، وہ سب حق وصواب ہے اور احق بالاتباع ہے، مسلمانوں کو اس پر عمل لازمی ضروری، اور خلاف اس کا ضلالت وموجب ہلاکت، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وھو الھادی بحرمۃ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ فقیر قادری حکیم عبدالاحد الشہیر بسلطان الواعظین خادم و مدرس مدرسۃ الحدیث

Marfat.com

پیلی بھیت ابن علامۂ اوحد ارشد فقیہ امجد حضرت مولانا وصی احمد صاحب قبلہ محدث سُورتی قدس سرہ العلی۔

(۶۸) حضرت عظیم البرکت عالمِ اہلِ سنّت قامع بدعت ومحی سنّت مولانا دبالفضل المولوی احمد رضا خاں صاحب متع اللہ المسلمین ببقائہ کا جواب صحیح ہے۔

حررہ العبد الحقیر ابو سراج عبد الحق رضوی عفی عنہ۔

(۶۹) الجواب صحیح والمجیب الفاضل نجیح۔

فقیر قادری حبیب الرحمٰن مدرس مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت۔

تصدیقات علمائے شاہجہان پور

(۷۰) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ الاعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ المجتبیٰ وعلیٰ الہ واصحابہ الذین ھم اسانید الھدی، امّا بعد یہ فتوےٰ عالم اکمل فاضلِ اجل، حامی دین غرا حضرت مولٰنا مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا دیکھنے میں آیا، نہایت صحیح اور درست پایا۔ بلاشبہہ یہ مجلس منحوس، مکر اور فریب سے دین اور دنیا دونوں برباد کرنے والی۔ اگر مسلمان ان کی صحبت اور معاونت اور شرکت سے باز نہ آئیں گے تو بالیقین اپنے دین و دنیا دونوں خراب کریں گے، چنانچہ فرمایا حق سبحانہٗ وتعالےٰ نے:

لاتجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ[1]، قال فی تفسیر روح البیان تحت ھذہ الاٰیۃ الکریمۃ والمراد بمن حاد اللہ ورسولہ المنافقون والیھود والفساق والظلمۃ والمبتدعۃ والمراد بنفی الوجدان نفی الموادۃ علی معنی انہ لاینبغی ان یتحقق ذٰلک، وحقہ ان یمتنع ولایوجد بحال[2] انتھی، وایضا فیہ

تم ایسی قوم نہ پاؤ گے جو اللہ تعالےٰ اور آخرت پر ایمان لائے ہیں وہ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے مخالفوں سے محبت کریں، رُوح البیان میں اس آیۂ کریمہ کے تحت فرمایا: اللہ و رسول کے مخالف، منافق، یہود، فساق، ظالم، بدعتی لوگ ہیں۔ اور "نہ پائیں" سے مراد محبت وتعلق کی نفی ہے یعنی ایسا نہیں ہونا چاہئے اور اس سے بچنا لازم ہے، بہرحال اس سے باز رہے، ختم ہوا۔ اور اسی میں ہے

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲

[2] روح البیان (التفسیر) تحت آیۃ ۵۸/ ۲۲ المکتبۃ الاسلامیۃ لصاحبہا الحاج ریاض ۹/ ۴۱۲

Marfat.com

عن سهل بن عبد الله التستری قدس سرہ من صحح ایمانه واخلص توحیده فانه لایانس الی مبتدع ولایجالسه ولایواکله ولایشاربه ولایصاحبه ویظهر من نفسه العداوة والبغضاء انتھی۔

سہل بن عبداللہ تستری قدس سرہٗ سے منقول کہ صحیح الایمان والا اور خالص توحید والا شخص نہ بدعتی لوگوں کی رغبت رکھے، نہ ان کے پاس بیٹھے، نہ ان کے ساتھ کھائے پیئے، نہ ان کی صحبت میں جائے اور ان سے عداوت و بغض کا مظاہرہ کرے، انتھی۔ (ت)

اور یہ اُن کا کہنا کہ یہ دینی کانفرنس کہاں ہے یہ تو دنیوی ترقی کے لئے قائم کی ہے بالکل فریب اور دھوکا دہی اور رہزنی ہے، کیونکہ اگر عزت اور ترقی دنیا کی پیدا کرنے کے واسطے ہے تب بھی ان عہ سے اختلاط اور مداہنت ممنوع ہے، چنانچہ تفسیر روح البیان میں ہے:

ومن داهن مبتدعا سلبه الله حلاوة السنن[1] ومن تحبب الی مبتدع لطلب عز فی الدنیا او عرض منها اذله الله بتلك العزة وافقر الله بذلك الغنی[2] انتھی، وایضا قال سبحنه تعالٰی وتقدس ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[3]، قال فی جواهر التنزیل تحت هذه الاٰیة الکریمة وهی نار جهنم والرکون هو المیل

جو بدعتی کے معاملہ میں کمزوری دکھائے اللہ تعالٰی اس سے سنت کی حلاوت کو سلب فرماتا ہے اور جو شخص بدعتی کی دعوت کو دُنیاوی عزّت یا سامان کی خاطر قبول کرتا ہے تو اللہ تعالٰی اس کو اس غناء کے باوجود ذلیل و فقیر کردیتا ہے۔ اللہ تعالٰی نے یہ بھی فرمایا ہے ظالموں کی طرف میلان نہ کرو کہ آگ تمھیں چھوئے، جواہر التنزیل میں اس آیۂ کریمہ کے تحت فرمایا یہ جہنم کی آگ ہے اور "رکون" تھوڑی میل ہے تو جو ان کے ساتھ مکمل میلان رکھے اور ان کے

عہ یعنی فرقہ باطلہ سے ۱۲

---

[1] روح البیان للحقی (التفسیر) تحت آیۃ ۲۲/۵۸ المکتبۃ الاسلامیۃ لصاحبہا الحاج ریاض ۹/۴۱۲

[2] " " " " " " " " " " " " " " " " " "

[3] القرآن الکریم ۱۱/۱۱۳

Marfat.com

السیر فما ظنك بمن یمیل الیهم کل المیل ویتهالك
علی مصاحبتهم ویتعب قلبه وقالبه فی
ادخال السرور علیهم ویستنهض
الرجل والخیل فی جلب المنافع الیهم
ویبتهج بالتزئ بزیهم والمشارکة
فی غیهم ویمد عینیه الی ما تمتعوا
به من زهرة الدنیا الفانیة
ویغبطهم بما اوتوا من القطوف الدانیة
غافلا عن حقیقة ذلك ذاهلا عن
منتهی ما هنالك وینبغی ان یعد
مثل ذلك من الذین ظلموا[۱]
انتهی۔

ساتھی ہونے پر والہانہ انداز اپنائے اور ان میں شامل ہونے پر روحانی وجسمانی خوشی ظاہر کرے اور منافع حاصل کرنے کے لئے اس ٹولے کی طرف دوڑے اور ان کی شکل وصورت پر فخر کرے، ان کی گمراہی میں شرکت کرے اور دنیاوی امیرانہ سہولیات پر امید لگائے اور ان کے موج میلے پر رشک کرتے ہوئے اس کی حقیقت نہ سمجھے اور نتائج سے بے فکر ہو جائے تو ایسے لوگوں کو ظالموں میں شمار کرنا مناسب ہے (ت)

اس شاہجہان پور میں عرصہ چودہ[۱۴] پندرہ[۱۵] سال کا ہوا ہوگا کہ اس ندویہ نے مجلس قائم کی تھی مکر وفریب دے کر ساٹھ ہزار روپیہ نقد اور زیورات اور جائداد دیہات وغیرہ حاصل کیا کہ اتنا کسی شہر سے حاصل کرنے کا سنا نہیں گیا اور سب خورد برد کر ڈالا یہاں تک کہ طلاب جو مدرسہ ندویہ میں پڑھنے جاتے تھے تو ان سے خوراک کی تنخواہ لے لیتے تب داخل کرتے، اسی وجہ سے مولوی مسیح الزمان خاں صاحب اور اعزاز حسین صاحب وغیرہ ان سے علیحدہ ہوگئے اور فقیر سے اور اہل ندویہ سے کئی گھنٹے مباحثہ رہا انھوں نے تسلیم کیا اور وعدہ کیا کہ ہم غیر مقلدوں اور وہابیوں اور رافضیوں اور نیچریوں کو اپنا شریک نہ کرینگے اور پھر بھی انھوں نے شرکت ان فرقہ باطلہ کی قائم رکھی، اس سے بڑھ کر کیا فریب ہوگا اب ان شہروں میں ان کا داؤں چلتا نہیں انجان شہروں میں جا کر فریب دہی دنیا اور دین کی اختیار کی، ان شاء اللہ تعالٰی سچے مسلمان تو بعد علم کے ان کے فریب میں ہرگز نہ آئیں گے۔

محمد ریاست علیخان

حررہ الخاطی محمد ریاست علی شاہجہان پوری عفی عنہ

(۱۷) اصاب من اجاب۔ العبد نور احمد عفی عنہ

۱؎ جواہر التنزیل

Marfat.com

(۷۲) الجواب صحیح ۔ محمد فراست اللہ عفی عنہ

(۷۳) الجواب صحیح ۔ ظہور احمد شاہجہانپوری عفی عنہ

تصدیقات علمائے رامپور

(۷۴) الجواب صواب ۔ محمد نور الحسین الرامفوری المدرس الاول للمدرسۃ العثمانیہ الواقعۃ ببلدۃ کلکتہ ۔
۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ الہجریۃ المقدسۃ ۔

(۷۵) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، الحمد للہ علی الھدایۃ والرشاد ونعوذ باللہ من البغی و العناد ، والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیہ المصطفی و اٰلہ وصحبہ الذین اجتباھم واصطفی ۔
امّا بعد فقیر حقیر اعلحضرت مجدّدِ دین وملّت ، قامع شرک و بدعت ، مجدد مائۃ حاضرہ ، مؤیّد ملّتِ طاہرہ ، امام اہلسنّت حضرت فاضل بریلوی ادام اللہ والبقاہ کے حرف حرف سے متفق ہے ، نیچری ایجوکیشنل کانفرنسیں یا ان کے فضلے ندوۂ مخذولہ کی شرکت بدنی ہو یا مالی قطعی حرام ، اور اس کو حلال اور دینی خدمت سمجھنے والا کافر و بے دین ہے ۔ ملعون نیچریوں نے خوشنودیٔ نصاریٰ کے لئے حُبّ جاہ میں گرفتار ہو کر انگریزی تعلیم کا جال پھیلا رکھا ہے جس سے اس گروہ نابکار بندۂ کفار کی غرض فاسد یہ ہے کہ جوہر ایمان مسلمان نادان بچّوں کے سینے سے مٹ جائے مگر ان اشرار ناہنجار کو اس رہزنی کے صلے میں کوئی منصب یا جہنمی خطاب مل جائے ، ہنوز ایک ماہ نہیں گزرا کہ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس مدراس میں منعقد ہُوئی جس کے صدر آنریبل خان بہادر عزیز الدین احمد سی ، آئی ، اے ، کلکٹر آف ویلور نے خطبۂ صدارت فرماتے ہُوئے کہا کہ مسلمان بچّوں کو ابتداء میں قرآن خوانی سے جو نقصانات پیدا ہو جاتے ہیں آگے چل کر وہ انگریزی تعلیم میں جارج ہوتے ہیں ، آگے چل کر فرماتے ہیں کہ جو مادرِ وطن کے فرزند ایم ۔ اے یا بی ۔ اے کی ڈگریاں حاصل کرنے کے لئے کوشش کر رہے ہوں تو ان کو ایامِ رمضان میں روزہ بالکل نہ رکھنا چاہئے کیونکہ بوجہ صوم طالبعلموں کے قوائے عقلی وحسّی کمزور پڑ جاتے ہیں ، انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ (ملاحظہ ہو مزید کیفیت کے لئے اخبار وکیل)

جن خبیث کانفرنسوں و نیچری جلسوں میں ان کے معین و مددگار بیٹھ کر خلاف نصوص قرآنی و احادیث محبوب ربانی ریزولیوشن پاس کرتے ہوں اُن کانفرنسوں کی شرکت مسلمانوں کو قطعی حرام ہے ایسی کفریہ کانفرنسوں میں اس گروہ شقاوت پژدہ کی شرکت کرنا یا مالی مدد کرنا اسلامی بنیاد کو ڈھانا اور آتش کفر کا بھڑکانا ہے جس کا انجام جہنم ہے ۔ رب العزت ارشاد فرماتا ہے :

یایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا اٰباءکم — اے ایمان والو ! اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو

Marfat.com

واخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان ومن یتولھم منکم فاولٰئک ھم الظلمون۔[1]

دوست نہ سمجھو اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو وہی ظالم ہیں (ت)

(۲) ماکان اللہ لیذر المؤمنین علٰی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب۔[2]

اللہ مسلمانوں کو اس حال پر چھوڑنے کا نہیں جس پر تم ہو جب تک جُدا نہ کردے گندے کو ستھرے سے۔ (ت)

حدیث صحیح میں ارشاد ہوتا ہے: اباھریرۃ یقول:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یکون فی اٰخر الزمان دجّالون کذّابون یاتونکم من الاحادیث بمالم تسمعوا انتم واٰباؤکم ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم۔[3]

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ) رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں (ایک گروہ) فریب دینے والوں اور جھوٹ بولنے والوں کا ہوگا وہ تمھارے سامنے ایسی باتیں لائیں گے جن کو نہ تم نے کبھی سُنا ہوگا نہ تمھارے باپ دادا نے، تو ایسے لوگوں سے بچو اور انھیں اپنے قریب نہ آنے دو تاکہ وہ تمھیں گمراہ نہ کریں اور فتنہ میں نہ ڈالیں۔ (ت)

(۲) من اعرض عن صاحب بدعۃ بغضا لہ فی اللہ ملأ اللہ قلبہ امنا وایمانا۔[4]

جس نے بغض کی بنا پر بدمذہب سے اعراض کیا تو اللہ تعالٰے اس کا دل امن وایمان سے بھر دے گا۔ (ت)

(۳) من مشی الٰی صاحب بدعۃ لیوقرہ فقد اعان علٰی ھدم الاسلام۔[5]

جو کسی بدعتی کی تعظیم کے لئے گیا اس نے اسلام کے ڈھانے پر مدد کی۔ (ت)

غرض آیات واحادیث اس بارے میں مالا مال ہیں، خداوند کریم برادرانِ اہل سنّت کو ان خبیث جلسوں کی شرکت سے محفوظ رکھے اور گروہِ نیاچرہ سے ہم مسلمانانِ اہل سنت کو بچائے، آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیم۔ فقیر محمد شفاعت الرسول سنّی حنفی قادری رضوی برکاتی کان اللہ لہ رامپوری

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۲۳

[2] " ۳/ ۱۷۹

[3] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

[4] تاریخ بغداد ترجمہ ۵۳۰۸ عبدالرحمٰن بن نافع دارالکتاب العربی بیروت ۱۰/ ۲۶۴

[5] کنزالعمال حدیث ۱۱۲۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۲۲۲

Marfat.com

ابن شیر بیشۂ سنت عمدۃ المتکلمین سیف المسلول حضرت ابوالوقت مولٰنا شاہ محمد ہدایت الرسول مرحوم مغفور رامپوری

(۷۶) تصدیق جناب مولانا مولوی محمد علیم صاحب میرٹھی زید مجدہٗ

مبسملاً و حامداً محمداً (جل و علا) و مصلیاً و مسلماً محمداً (صلے اللہ علیہ وصلے) اما بعد کاٹھیاوار مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مسلمانان کاٹھیاوار کی ایک تعلیمی انجمن ہے۔ مسلمانوں میں علوم کی روشنی پھیلانا اور ان کو جہالت کے قعرِ مذلت سے نکالنا ایک ایسا ضروری و اہم امر ہے جس کے متعلق قرآن عظیم میں یوں وارد ہوتا ہے:

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر[۱] — اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بُری سے منع کریں (ت)

نیز ارشاد ہوتا ہے:

یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجٰت[۲] — اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔ (ت)

طلب علم کے متعلق فرمان حضور عالم ما کان و ما یکون صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہوتا ہے کہ:

طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ[۳]۔ علم طلب کرنا ہر مسلمان مرد و زن پر فرض ہے۔ (ت)

نیز: اطلبوا العلم ولو بالصین[۴] (علم حاصل کرو چاہے چین جانا پڑے۔ ت)

لیکن سب سے اہم سوال یہ ہے کہ یہاں علم سے مراد کون سا علم ہے کیونکہ مدینۃ العلم حضرت سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ:

العلوم خمسۃ الفقہ للادیان والطب للابدان والھندسۃ للبنیان والنحو للسان والنجوم للزمان[۵] کذا فی مدینۃ العلوم — علوم پانچ ہیں: فقہ، دین کے لئے۔ طب، بدن کے لئے۔ ہندسہ، عمارت کے لئے۔ نحو، زبان کے لئے۔ نجوم، زمانہ کے لئے۔ جیسا کہ مدینۃ العلوم

---

[۱] القرآن الکریم ۳/۱۰۴

[۲] " " ۵۸/۱۱

[۳] فواتح الرحموت بذیل المستصفی مسئلہ الواجب علی الکفایۃ واجب علی الکل منشورات الرضی قم ایران ۱/۶۳

[۴] کنز العمال حدیث ۲۸۶۹۷، ۲۸۶۹۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۱۳۸

[۵] مدینۃ العلوم

Marfat.com

العلوم، وقال الامام الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ العلم علمان علم الطب للابدان وعلم الفقۃ للادیان[۱] میں مذکور ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: علم دو ہیں: علم طب، بدن کے لئے۔ اور علم فقہ، دین کے لئے۔ (ت)

سوال مذکورۃ الصدر کا جواب آیاتِ کلام عظیم واحادیثِ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے مضامین کو ترتیب دینے سے بادنیٰ توجہ معلوم ہوجاتا ہے کہ یہاں اس علم سے مراد علمِ دین ہی ہے، چنانچہ اسی پر مفسرین ومحدثین کا اجماع۔ اور اگر جیسا کہ بعض ماؤلین معانی آیات واحادیث کہتے ہیں کہ علوم ابدان بھی اسی میں داخل ہیں تو بھی یہ امر یقینی ہے کہ علوم دینی کو بہرنوع علومِ ابدان پر اولیت اُن ماؤلین کے نزدیک بھی مسلّم ہوگی، اس لئے معاملات تعلیم وتعلم علوم پر غور کرنے والوں کے لئے منکم ہونا ہی نہیں بلکہ بفحوائے:

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون[۲] تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔ (ت)

اہلِ ذکر ہونا اور شانِ رفع کا مورد بننے کے لئے الذین اٰمنوا[۳] (جو ایمان لائے۔ ت) کا ہونا نیز طلب علم کی فرضیت کا حکم پانے والوں کے لئے مسلم ومسلمہ کا ہونا لابدّ ہے، پس جہاں مسائل تعلم وتعلیم پر غور کرنے کے لئے امتِ مرحومہ کے وُہ افراد جمع ہوں جو یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر[۴] اور اھل الذکر[۵] کے مصداق کہلائے جاسکیں اور تعلیمی مشورے میں یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم[۶] کی آیت کو ملحوظ رکھ کر تحفظِ ایمان واسلام واشاعتِ علوم دین کے فرضِ اہم واولین کو محسوس کرتے ہوئے ضمناً ضرورتِ زمانہ کے لئے تجارت وزراعت، صنعت وحرفت نیز السنہ وکتب کے تعلم وتعلیم کے متعلق بھی مشورہ کریں جن کے حصول سے دین میں نقصان آنے کا احتمالِ اضعف بھی نہ ہو تو اُن کی انجمن محمود اور اس انجمن کی شرکت مسعود کہی جائے گی، البتہ اگر ارکانِ انجمن معرّا عن الدّین والایمان ہوں اور مبحث مشورہ تعلیم وتعلم علوم مخربِ دین وایمان تو وہ انجمن یقیناً مردود اور اس کی شرکت سے اہلِ ایمان کیلئے بہرنوع گریز واجب، جیسا کہ اکابر علمائے کے فتاوےٰ سے بوضاحت ثابت ہوچکا، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اکمل واتم۔ فقیر محمد علیم رضا القادری غفرلہ

---

[۱]

[۲] القرآن الکریم ۱۶/ ۴۳ و ۲۱/ ۷ [۳] القرآن الکریم ۵۸/ ۱۱

[۴] " ۳/ ۱۰۴ [۵] " ۱۶/ ۴۳ و ۲۱/ ۷

[۶] " ۵۸/ ۱۸

Marfat.com

(۷۷) تصدیقات علمائے پنجاب

عنایت فرمائے من جناب قاسم میاں صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ یہاں پر استفسارات کے اجوبہ علمائے کرام مقیمان زیارت شریف لکھتے ہیں۔ آپ کا دعا گو عرصہ ممتدہ سے بوجہ کم فرصتی علیحدہ ہے، آپ کے استفسار کے متعلق جواباً گزارش ہے کہ اہل السنۃ کو اہل ہوا و بدعت کے لئے اشاعتِ امور ہوائیہ و بدعیہ میں امداد دینی نہ چاہیئے، میں چونکہ مفتی نہیں ہوں لہذا مُہر بھی نہیں رکھتا۔

العبد الملتجی والمشتکی الی اللہ المدعو

بہر علیشاہ بقلم خود از گولڑہ

(۷۸) الجواب صحیح والمجیب مصیب۔ حررہ الراجی الی لطف ربہ القوی عبدالنبی الامی السید حیدر شاہ القادری الحنفی المتوطن کچھ بھوج المعروف بہ پیر پھڑ والہ النزیل فی الکلکتۃ المرقوم ۲۷ جمادی الاول ۱۳۳۶ھ

(۷۹) فرمان ہادی السبل سید الانبیاء والملائکۃ والرسل رسول الکل عزیز از جان و دل حبیب لبیب پیارے نبی محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم بعدما ہوالمکتوب فی اللوح والقلم فی کل یوم ولیلۃ ولمحۃ و ساعۃ ونفس الف الف مائۃ الف مرۃ الی یوم العلم جز اہل السنت والجماعت کلہم فی النار ہو، پس ایسے مجمع میں شریک ہونا حرام ہے، ہاں ہاں جسے جہنمی رقعہ خرید کرنا ہو اُسے جائز ہے کہ اپنا حال رائیگاں کرکے دنیا میں ناموری پائے اور گروہ ما انا علیہ واصحابی وسواد اعظم سے خارج ہو کر گروہِ اہل البدعۃ والنار میں اپنا نام لکھوائے،

ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا[1] الآیۃ، ومن کان فی ھذہ اعمٰی وھو فی الاٰخرۃ اعمٰی[2]۔

جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وُہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو الآیۃ، اور جو اس زندگی میں اندھا ہو وہ آخرت میں بھی اندھا ہے (ت)

کتبہ خاکپائے سیدنا رسول الرب الغفور احقر عبدالشکور گیسو دراز ابن المرحوم المغفور مولوی دادا میاں محمدی سُنّی حنفی چشتی صابری اویسی دھوراجوی عفا اللہ عنہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/۷
[2] القرآن الکریم ۱۷/۷۲

Marfat.com

رسالہ

تدبیر فلاح و نجات و اصلاح

(نجات، اصلاحِ معاشرہ اور کامیابی کی بہترین تدبیریں)
١٣٣١ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ط

مسئلہ ١٥ از کلکتہ کولوٹولہ اسٹریٹ نمبر ٦٥ مسئولہ جناب حاجی منشی لعل خان صاحب ١٩ ربیع الاول ١٣٣١ھ

قبلہ وکعبہ حضرت مرشدی و مولائی دام ظلکم العالی، تمنائے قدمبوسی کے بعد مؤدبانہ گزارش، المؤید کے پرچے برائے ملاحظہ مرسل ہیں، ارشاد ہو کہ آج کل مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے اور امداد ترک کا کیا طریقہ ہو؟

الجواب

بملاحظہ مکرمی حامیِ سنّت ماحیِ بدعت برادرِ طریقت حاجی لعل خان صاحب دام مجدہم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، المؤید کے چھ پرچے آئے انھیں بالاستیعاب دیکھا گمان یہ تھا کہ شاید کوئی خبر خوشی کی ہو مگر اس کے برعکس اس میں رنج وملال کی خبریں تھیں، بے گناہ مسلمانوں پر جو مظالم گزر رہے ہیں اور سلطنت اُن کی حمایت نہیں کرسکتی صدمہ کے لئے کیا کم تھے کہ اس سے بھی بڑھ کر ترکوں کی اس تازہ تبدیل روش کا ذکر تھا جس نے میرے خیال کی تصدیق کردی،

Marfat.com

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم[1]۔
بیشک اللہ تعالیٰ کسی قوم کو گردش میں نہیں ڈالتا جب تک وُہ اپنی حالت خود نہ بدل ڈالیں۔

اللہ اکرم الاکرمین اپنے حبیب کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے طفیل سے ہماری اور ہمارے اسلامی بھائیوں کی آنکھیں کھولے، اصلاحِ قلوب و احوال فرمائے، خطاؤں سے درگزر کرے، غیب سے اپنی مدد اتارے، اسلام و مسلمین کو غلبۂ قاہرہ دے، آمین الٰہ الحق آمین، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مگر بے دلی نہ چاہیے،

لا تایئسوا من روح اللہ ط انہ لا یایئس من روح اللہ الا القوم الکفرون[2]۔
اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو، بیشک اللہ کی رحمت سے نا امید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ (ت)

اللہ واحد قہار غالب علیٰ کل غالب اس دین کا حافظ و ناصر ہے،

وکان حقا علینا نصر المؤمنین[3]○ وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین[4]○
اور ہمارے ذمّہ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا، تمھیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔ (ت)

حضور سیدنا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتزال طائفۃ من امتی ظاہرین علی الحق لا یضرہم من خذلہم ولا من خالفہم حتی یاتی امر اللہ وہم علیٰ ذٰلک غالبا[5]۔
میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر غالب رہے گا، ان کی مخالفت اور رسوائی کرنے والا ان کو ضرر نہ پہنچا سکے گا حتی کہ وہ گروہ اس کا حکم آنے تک اس پر غالب رہے گا۔ (ت)

یہاں امر اللہ وُہ وعدۂ صادقہ ہے جس میں سلطانِ اسلام شہید ہوں گے اور رُوئے زمین پر اسلامی

---

[1] القرآن الکریم ۱۳/۱۱
[2] " ۱۲/۸۷
[3] " ۳۰/۴۷
[4] " ۳/۱۳۹
[5] صحیح البخاری کتاب المناقب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۱۴
صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب قولہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم لاتزال امتی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۴۳
سنن ابو داؤد کتاب الفتن آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۲۸

Marfat.com

سلطنت کا نام نہ رہے گا، تمام دُنیا میں نصارٰی کی سلطنت ہوگی، اگر معاذ اللہ وُہ وقت آگیا ہے جب تو کوئی چارہ کار نہیں، شُدنی ہو کر رہے گی، مگر وُہ چند ہی روز کے واسطے ہے، اس کے متصل ہی حضرت امام کا ظہور ہوگا، پھر سیدنا رُوح اللہ عیسٰی مسیح علیہ الصلوۃ والسلام نزولِ اجلال فرمائیں گے اور کفر تمام دنیا سے کافور ہوگا، تمام رُوئے زمین پر ملت ایک ملتِ اسلام ہوگی اور مذہب ایک مذہب اہلسنّت۔ غیب کا علم اللہ عزوجل کو ہے پھر اس کی عطا سے اس کے حبیب صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو، مگر فقیر جہاں تک نظر کرتا ہے ابھی ان شاء اللہ وہ وقت نہیں آیا اگر ایسا ہے تو ضرور نصرتِ الٰہیہ نزول فرمائے گی اور کفار ملاعنہ اپنے کیفرِ کردار کو پہنچیں گے، بہرحال بندگی بیچارگی دُعا کے سوا کیا چارہ ہے، وہی جو ہمارا رب ہے ہماری حالتِ زار پر رحم فرمائے اور اپنی نصرت اتارے یعنی جھٹکے جو پہنچ گئے ہیں انھیں پر زلزلوا زلزالاً شدیداً[1] (خوب سختی سے جھنجھوڑے گئے۔ت) کو ختم فرمادے اور الا ان نصر اللہ قریب[2] (سُن لو بیشک اللہ کی مدد قریب ہے۔ت) کی بشارت سنا دے، حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

آپ پُوچھتے ہیں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے، اس کا جواب میں کیا دے سکتا ہُوں، اللہ عزوجل نے تو مسلمانوں کے جان و مال جنّت کے عوض خرید ے ہیں،

ان اللہ اشترٰی من المؤمنین انفسھم و اموالھم بانّ لھم الجنّۃ۔[3]

بیشک اللہ نے مسلمانوں کے جان اور مال خرید لئے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لئے جنّت ہے (ت)

مگر ہم ہیں کہ بیع دینے سے انکار اور ثمن کے خواستگار، ہندی مسلمانوں میں یہ طاقت کہاں کہ وطن و مال و اہل و عیال چھوڑ کر ہزاروں کوس دُور جائیں اور میدانِ جنگ میں مسلمانوں کا ساتھ دیں مگر مال تو دے سکتے ہیں، اس کی حالت بھی سب آنکھوں دیکھ رہے ہیں وہاں مسلمانوں پر یہ کچھ گزر رہی ہے یہاں وہی جلسے ہیں وہی رنگ، وہی تھیٹر وہی امنگ، وہی تماشے وہی بازیاں، وہی غفلتیں وہی فضول خرچیاں، ایک بات کی بھی کمی نہیں۔ ابھی ایک شخص نے ایک دنیاوی خوشی کے نام سے پچاس ہزار دیئے ایک عورت نے ایک چین وچنان جرگہ کو پچاس ہزار دیئے، ایک رئیس نے ایک کالج کو ڈیڑھ لاکھ دیئے، اور یونیورسٹی کے لئے تو تیس لاکھ سے زائد جمع ہوگیا، ایک رات میں ہمارے اس مفلس شہر سے اس کے لئے چھبیس ہزار کا چندہ ہُوا، بمبئی میں ایک کم دیج

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/۱۱

[2] " " ۲/۲۱۴

[3] " " ۹/۱۱۱

Marfat.com

کے شخص نے صرف ایک کوٹھری چھبیس۲۶ ہزار روپے کو خریدی فقط اس لئے کہ اُس کے وسیع مکانِ سکونت سے ملحق تھی، جسے میں بھی دیکھ آیا ہُوں، اور مظلوم اسلام کی مدد کے لئے جو کچھ جوش دکھائے جا رہے ہیں آسمان سے بھی اُونچے ہیں، اور جو اصلی کارروائی ہو رہی ہے زمین کی تہ میں ہے پھر کس بات کی امید کی جائے۔ بڑی ہمدردی یہ نکالی ہے کہ یورپ کے مال کا بائیکاٹ ہو، میں اسے پسند نہیں کرتا، نہ ہرگز مسلمانوں کے حق میں کچھ نافع پاتا ہوں، اوّل تو یہ بھی کہنے ہی کے الفاظ ہیں نہ اس پر اتفاق کریں گے نہ ہرگز اس کو نباہیں گے، اس عہد کے پہلے توڑنے والے جنٹلمین حضرات ہی ہوں گے جن کی گزر بغیر یورپین اشیاء کے نہیں، یہ تو سارا یورپ ہے پہلے صرف اٹلی کا بائیکاٹ ہُوا تھا اس پر کتنوں نے عمل کیا اور کتنے دن نباہا، پھر اس سے یورپ کو ضرر بھی کتنا، اور ہو بھی تو کیا فائدہ کہ وُہ سَو ترکیبوں سے اس سے دہ گنا ضرر پہنچا سکتے ہیں، لہذا ضرر رسانی کا ارادہ صرف وہی مثَل ہے کہ کمزور اور پِٹنے کی نشانی، بہتر ہے کہ مسلمان اپنی سلامت روی پر قائم رہیں، کسی شریر قوم کی چال نہ سیکھیں، اپنے او پر مفت کی بدگمانی کا موقع نہ دیں، ہاں اپنی حالت سنبھالنا چاہتے ہیں تو ان لڑائیوں ہی پر کیا موقوف تھا، ویسے ہی چاہیے تھا کہ:

اوّلاً باستثناء اُن معدود باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی ہو اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لیتے، اپنے سب مقدمات اپنے آپ فیصل کرتے، یہ کروڑوں روپے جو اسٹامپ و وکالت میں گھسے جاتے ہیں گھر کے گھر تباہ ہو گئے اور ہوئے جاتے ہیں محفوظ رہتے۔

ثانیاً اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہتا، اپنی حرفت و تجارت کو ترقی دیتے کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے، یہ نہ ہوتا کہ یورپ و امریکہ والے چھٹانک بھر تانبا کچھ صناعی کی گھڑنت کرکے گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں۔

ثالثاً بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدرآباد وغیرہ کے تونگر مسلمان اپنے بھائی مسلمانوں کے لئے بنک کھولتے، سُود شرع نے حرام قطعی فرمایا ہے، مگر اور سَو طریقے نفع لینے کے حلال فرمائے ہیں جن کا بیان کُتبِ فقہ میں مفصّل ہے اور اس کا ایک نہایت آسان طریقہ کتاب کفل الفقیہ الفاہم میں چھپ چکا ہے، اُن جائز طریقوں پر بھی نفع لیتے کہ اُنھیں بھی فائدہ پہنچتا اور اُن کے بھائیوں کی بھی حاجت بر آتی اور آئے دن جو مسلمانوں کی جائدادیں بنیوں کی نذر ہُوئی چلی جاتی ہیں اُن سے بھی محفوظ رہتے، اگر بنیوں کی جائداد ہی لی جاتی مسلمان ہی کے پاس رہتی یہ تو نہ ہوتا کہ مسلمان ننگے اور بنئے تنگے۔

رابعاً سب سے زیادہ اہم سب کی جان، سب کی اصل اعظم وُہ دینِ متین تھا جس کی رسّی مضبوط تھامنے نے اگلوں کو اُن مدارج عالیہ پر پہنچایا، چار دانگِ عالم میں اُن کی ہیبت کا سکّہ بٹھایا، نانِ شبینہ کے محتاجوں کو

Marfat.com

بلند تاجوں کا مالک بنایا، اور اسی کے چھوڑنے نے پھلوں کو یوں چاہِ ذلّت میں گرایا فانّا للہ وانّا الیہ راجعون، ولاحول ولا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔

دینِ متین علمِ دین کے دامن سے وابستہ ہے، علمِ دین سیکھنا پھر اس پر عمل کرنا اپنی دونوں جہان کی زندگی چاہتے وُہ انھیں بتا دیتا، اندھوا جسے ترقی سمجھ رہے ہو سخت تنزّل ہے، جسے عزّت جانتے ہو اشد ذلّت ہے، مسلمان اگر یہ چار باتیں اختیار کرلیں تو ان شاء اللہ العزیز آج ان کی حالت سنبھل جاتی ہے، آپ کے سوال کا جواب تو یہ ہے، مگر یہ تو فرمائے کہ سوال وجواب سے حاصل کیا جب کوئی اس پر عمل کرنے والا نہ ہو، عمل کی حالت ملاحظہ ہو:

اوّل پر یہ عمل ہے کہ گھر کے فیصلہ میں اپنے دعوے سے کچھ بھی کمی ہو تو منظور نہیں، اور کچہری جاکر اگرچہ گھر کی بھی جائے ٹھنڈے دل سے پسند گرہ گرہ بھر زمین پر طرفین سے دو دو ہزار بگڑ جاتے ہیں، کیا آپ ان حالتوں کو بدل سکتے ہیں، فھل انتم منتھون[1] (تو کیا تم باز آئے۔ت)

دوم کی یہ کیفیت کہ اول تو خاندانی لوگ حرفت وتجارت کو عیب سمجھتے ہیں اور ذلّت کی نوکریاں کرنے، ٹھوکریں کھانے، حرام کام کرنے، حرام مال کھانے کو فخر وعزّت۔ اور جو تجارت کریں بھی تو خریداروں کو اتنا حس نہیں کہ اپنی ہی قوم سے خریدیں اگرچہ پیسہ زائد سہی کہ نفع ہے تو اپنے ہی بھائی کا ہے، اہلِ یورپ کو دیکھا ہے کہ دیسی مال اگرچہ ولایتی کی مثل اور اس سے ارزاں بھی ہو ہرگز نہ لیں گے اور ولایتی گراں خرید لیں گے، اُدھر بیچنے والوں کی یہ حالت کہ ہندو آنہ روپیہ نفع لے مسلمان صاحب چونّی سے کم پر راضی نہیں اور پھر لطف یہ کہ مال بھی اس سے ہلکا بلکہ خراب۔ ہندو تجارت کے اصول جانتا ہے کہ جتنا تھوڑا نفع رکھے اتنا ہی زیادہ ملتا ہے اور مسلمان صاحب چاہتے ہیں کہ سارا نفع ایک ہی خریدار سے وصول کرلیں۔ ناچار خریدنے والے مجبور ہو کر ہندو سے خریدتے ہیں، کیا تم یہ عادتیں چھوڑ سکتے ہو فھل انتم منتھون[2] (تو کیا تم باز آئے۔ت)

سوم کی یہ حالت کہ اکثر امراء کو اپنے ناجائز عیش سے کام ہے، ناچ رنگ وغیرہ بے حیائی یا بیہودگی کے کاموں میں ہزاروں لاکھوں اُڑا دیں وہ ناموری ہے ریاست ہے اور مرتے بھائی کی جان بچانے کو ایک خفیف رقم دینا ناگوار، اور جنھوں نے بنیوں سے سیکھ کرلین دین شروع کیا وُہ جائز نفع کی طرف توجہ کیوں کریں، دین سے کیا کام، اللہ ورسول کے احکام سے کیا غرض، ختنہ نے انھیں مسلمان کیا اور گائے کے گوشت نے مسلمانی قائم رکھی اس سے زائد کیا ضرورت ہے، نہ انھیں مرنا ہے نہ اللہ وحدہٗ قہار کے حضور جانا، نہ اعمال کا

---

[1] و [2] القرآن الکریم ۵/۹۱

Marfat.com

حساب دینا، اناللہ و انا الیہ راجعون۔ پھر سُود بھی لیں تو بنیا اگر بارہ آنے مانگے یہ ڈیڑھ دو سے کم پر راضی نہ ہوں، ناچار حاجتمند بنیوں کے ہتھے چڑھتے ہیں اور جائدادیں اُن کی نذر کر بیٹھتے ہیں۔

چہارم کا حال ناگفتہ بہ ہے کہ انٹرپاس کو رزّاقِ مطلق سمجھا ہے وہاں نوکری میں عمر کی شرط، پاس کی شرط، پھر پڑھائی وُہ مفید کہ عمر بھر کام نہ آئے، نہ اس نوکری میں اس کی حاجت پڑے، اپنی ابتدائی عمر کہ وہی تعلیم کا زمانہ ہے یوں گنوائی، اب پاس ہونے میں جھگڑا ہے، تین تین بار فیل ہوتے ہیں اور پھر لیٹے چلے جاتے ہیں، اور قسمت کی خوبی کہ مسلمان ہی اکثر فیل کئے جاتے ہیں، پھر تقدیر سے پاس بھی مل گیا تو اب نوکری کا پتا نہیں اور ملی بھی تو صریح ذلت کی، اور رفتہ رفتہ دنیوی عزت کی بھی پائی تو وہ کہ عندالشرع ہزار ذلت، کیئے پھر علمِ دین سیکھنے اور دین حاصل کرنے اور نیک و بد میں تمیز کرنے کا کون سا وقت آئے گا، لاجرم نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دین کو مضحکہ سمجھتے ہیں اپنے باپ دادا کو جنگلی، وحشی، بے تمیز، گنوار، نالائق، بیہودہ، احمق، بے خرد جاننے لگتے ہیں۔ بغرضِ غلط اگر یہ ترقی بھی ہُوئی تو نہ ہونے سے کروڑ درجے بدتر ہُوئی، کیا تم علمِ دین کی برکتیں ترک کرو گے، فھل انتم منتھون[۱] (تو کیا تم باز آئے۔ ت)

یہ وجوہ ہیں یہ اسباب ہیں، مرض کا علاج چاہنا اور سبب کا قائم رکھنا حماقت نہیں تو کیا ہے، اس نے تمھیں ذلیل کردیا، اس نے غیر قوموں کو تم پر ہنسوایا، اس نے اِس نے اس نے جو کچھ کیا وہ اِس نے، اور آنکھوں کے اندھے اب تک اِس اوندھی ترقی کا رونا روئے جاتے ہیں، "ہائے قوم وائے قوم یعنی ہم تو اسلام کی رسّی گردن سے نکال کر آزاد ہوگئے تم کیوں قُلی بنے ہُوئے ہو" حالانکہ حقیقۃً یہ آزادی ہی سخت ذلت کی قید ہے جس کی زندہ مثال یہ ترکوں کا تازہ واقعہ ہے ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔

اہل الرائے ان وجوہ پر نظر فرمائیں، اگر میرا خیال صحیح ہو تو ہر شہر و قصبہ میں جلسے کریں اور مسلمانوں کو ان چار باتوں پر قائم کردیں پھر آپ کی حالت خُوبی کی طرف نہ بدلے تو شکایت کیجئے، یہ خیال نہ کیجئے کہ ایک ہمارے کئے کیا ہوتا ہے ہر ایک نے یونہی سمجھا تو کوئی کچھ نہ کرے گا، بلکہ ہر شخص یہی تصوّر کرے کہ مجھی کو کرنا ہے، یُوں اِن شاء اللہ تعالٰی سب کرلیں گے، چند جگہ جاری تو کیجئے پھر خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے، خدا نے چاہا تو عام بھی ہوجائے گا، اس وقت آپ کو اس کی برکات نظر آئیں گی، وہی آیہ کریمہ کہ ابتدائے سخن میں تلاوت ہُوئی ان اللہ لایغیّر[۲] الآیۃ جس طرح بُرے رویہ کی طرف اپنی حالت بدلنے پر تازیانہ ہے یُوں ہی نیک روش کی طرف

---

[۱] القرآن الکریم ۵/ ۹۱

[۲] " ۱۳/ ۱۱

Marfat.com

تبدیلی پر بشارت ہے کہ اپنے کرتب چھوڑو گے تو ہم تمہاری اس رَدی حالت کو بدل دیں گے ، ذلت کے بدلے عزت دینگے ،
اے رب ہمارے ! ہماری آنکھیں کھول اور اپنے پسندیدہ راستہ پر چلا صدقہ رسولوں کے سورج مدینہ کے چاند کا '
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وبارک وکرم آمین !

خیر ، یہ مرتبہ تو عمر بھر کا ہے ، مسلمان ان چار باتوں میں سے ایک کو بھی اختیار کرتے نہیں معلوم ہوتے ، مگر ضرورت امدادِ ترک کی نسبت کہیئے مرثیے ہزاروں پڑھے گئے مگر سوا ر بعض غرباء کے امراء و رؤسا بلکہ دنیا بھر کے والیانِ ملک نے بھی کوئی قابلِ قدر حصہ لیا وہ جو فوجی مدد دے سکتے تھے وہ جو لاکھوں پونڈ بھیج سکتے تھے وہ ہیں اور بے پروائی ، گویا اُنھوں نے کچھ سُنا ہی نہیں ، انھیں جانے دیجئے ، وہ جانیں اور ان کی مصلحت ، آپ بیتی کہیئے ، کتنا چندہ ہُوا ہے جس پر ہمدردیِ اسلام کا دعویٰ ہے ، مصارفِ جنگ کچھ ایسے ہلکے ہیں ، جتنا چندہ جا چکا ہے ایک دن کی لڑائی میں اس سے زیادہ اُڑ جاتا ہے ، اب بھی اگر تمام ہندوستان کے جملہ مسلمان امیر فقیر غریب رئیس اپنے سچے ایمان سے ہر شخص اپنے ایک مہینہ کی آمدنی دے دے تو گیارہ مہینہ کی آمدنی میں بارہ مہینے گزر کر لینا کچھ دشوار نہ ہو ، اور اللہ عزوجل چاہے تو لاکھوں پونڈ جمع ہو جائیں ، یونیورسٹی کے لئے غریبوں کے پیٹ کاٹ کر تیئس لاکھ سے زیادہ جوڑ لیا اور اس پر سود مل رہا ہے کہ اس کی مقدار بھی چالیس ہزار سے زائد ہو چکی ہے ، اور وہ بھی نہیں یہ روپے تو گھر سے دینا نہیں اسی کو اللہ وحدہٗ قہار کی راہ میں بھیج دیجئے ، اسلام باقی ہے تو یونیورسٹی نہ بننا ضرر نہ دے گا اور اسلام نہ رہا تو یونیورسٹی کیا بخشوا لے گی ، بلکہ ہم کہے دیتے ہیں کہ وہ اُس وقت ہرگز ہرگز بن بھی نہ سکے گی اُس وقت جو گت ہوگی اس کا بیان پیش از وقت ہے اور بالفرض تنگ دل او بخیل ہاتھ پرایا مال بھی یُوں دینے کو نہ ہو تو یہ تمام و کمال روپے سلطنتِ اسلام کو بقائے اسلام کے لئے بطور قرضِ حسن ہی دیجئے ، اور زیادہ کیا کہوں ، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم ۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدن النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مُہر دار الافتاء مدرسہ اہلسنت وجماعت بریلی
تصحیح کردہ اعجاز الرضوی

از کاظمی مقیم دربار داتا صاحب

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم
محمد رضا خان قادری عفی عنہ

الجواب صحیح
فقیر حسین احمد العاشقی النھواری عفی عنہ المولی القوی

Marfat.com

اصاب المجیب جزاہ اللہ جزاءً یثیب (مجیب نے جواب درست دیا ہے اللہ تعالیٰ مجیب کو جزاء ثواب عطا فرمائے۔ت)

فقیر مصطفےٰ رضا القادری النوری غفرلہ ولوالدیہ

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (جواب صحیح ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر جاننے والا ہے۔ت)

فقیر امجد علی الاعظمی الرضوی عفی عنہ

وانا علیٰ ذٰلک من الشاھدین (اور میں اس حوالے کے صحیح ہونے پر گواہ ہوں۔ت)

فقیر نواب مرزا رضوی بریلوی عفی عنہ المولی القوی

مسئلہ ۱۶ مسئولہ اختر حسین طالب علم مدرسہ منظر الاسلام محلہ سوداگران بریلی ۲۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص سامنے سے گزرا دوسرے سے کہا صلوٰۃ ہوگئی اور جماعت تیار ہے، اس نے کہا نماز پڑھنے والے پر لعنت بھیجتا ہوں، جب یہ ذکر ایک تیسرے شخص کے سامنے ہوا اور لوگوں نے کہا یہ کلمۂ کفر ہے، تو اس نے کہا کہ ایسی باتوں سے کفر نہیں عائد ہوا کرتا حالانکہ یہ شخص عاقل بالغ ہے اس شخص کا کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اس کہنے سے وہ شخص کافر ہوگیا، اس کی عورت نکاح سے نکل گئی، اور یہ تیسرا بھی نئے سرے سے کلمۂ اسلام پڑھے اور اپنی عورت سے اس کے بعد نکاح کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

Marfat.com

مسئلہ ۱۷: از شہر محلہ سوداگران مسئولہ سید عزیز احمد صاحب ۷ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وحامیٔ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک مکان درحقیقت دوسو روپیہ کو بیع کیا مگر بیعنامہ ڈھائی سو روپیہ کا لکھا اور رجسٹری کے وقت حاکم کے سامنے دوسو روپیہ وصول پائے باقی پچاس روپے اس سے قبل وصول پانے کا جھوٹا اقبال کیا اور اس بارے میں عمرو کی شہادت پیش کی، عمرو نے باوجود اس کے کہ اس کو اس امر کا اچھی طرح علم تھا کہ مکان حقیقت میں دوسو روپیہ کو بیع کیا گیا ہے اور کوئی رقم پچاس روپے کی اس سے قبل زید کو وصول نہیں ہوئی ہے اس امر کی شہادت دی کہ مکان واقعی ڈھائی سو روپے کو بیع کیا گیا ہے اور پچاس روپے زید کو اس سے قبل وصول ہوچکے ہیں، جب لوگوں نے عمرو سے کہا کہ تم نے جھوٹی شہادت دی، عمرو نے اس کا جواب دیا کہ کچہری میں کون سچ کہا کرتا ہے جتنے جاتے ہیں سب جھوٹ ہی کہا کرتے ہیں اگر میں نے جھوٹ کہا تو کیا بُرا کیا، اب سوال یہ ہے کہ عمرو اکثر اوقات نماز میں امامت بھی کرتا ہے تو ایسی حالت میں عمرو کی امامت نماز میں جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں اس کی امامت ناجائز ہے، ایک تو اس نے جھوٹی گواہی دی اور حدیث میں فرمایا:

"سُن لو سن لو جھوٹی گواہی بتوں کے پوجنے کے برابر رکھی گئی، سُن لو سُن لو جھوٹی گواہی بتوں کے پوجنے کے برابر رکھی گئی، سُن لو سُن لو جھوٹی گواہی بتوں کے پوجنے کے برابر رکھی گئی۔"[1]

دوسری حدیث میں فرمایا:

لن تزول قدما شاھد الزور حتی یوجب اللہ لہ النار[2]

جھوٹی گواہی دینے والا وہاں سے قدم ہٹانے نہیں پاتا کہ اللہ تعالٰی اس کے لئے جہنم واجب فرماتا ہے۔

---

[1] سنن ابو داؤد کتاب القضاء باب فی شہادت الزور آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۵۰
سنن ابن ماجہ ابواب الشہادات باب شہادت الزور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۳

[2] سنن ابن ماجہ ابواب الشہادات باب شہادۃ الزور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۳

Marfat.com

یہاں تک تو گناہ کبیرہ ہی تھا جو آدمی کی ہلاکت و بربادی کو بس ہے آگے اس کا کہنا کہ "میں نے جھوٹ بولا تو کیا بُرا کیا" صریح کلمۂ کفر ہے، اس پر لازم ہے کہ تجدیدِ اسلام کرے اور اگر عورت رکھتا ہو تو ازسرِ نو اسلام لانے کے بعد اس سے تجدیدِ نکاح ضرور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸ ازموضع شمس آباد ضلع کیمل پور پنجاب مسئولہ مولوی غلام ربانی صاحب ۱۰ جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ

ایک عالم سُنی حنفی المذہب نے اپنے وعظ میں کہا کہ اللہ جل جلالہ نے ایک سو چار (۱۰۴) کتاب نازل فرمائی، اس کی تفصیل یہ ہے کہ سب میں پروردگار نے فرمایا ہے: واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول[1] الخ (اور اطاعت کرو اللہ تعالٰی کی اور اطاعت کرو رسول کی۔ ت) اے مسلمانو! آپ لوگوں کو سمجھانے کے لئے ایک مثال دیتا ہوں اس کے بعد آپ لوگ خیال کریں کہ قوتِ ایمانی میں کہاں تک ضعف ہوگیا ہے، دیکھو کسی حاکم کا چپراسی سمن لے کر آتا ہے تو اس کا کس قدر خوف ہوتا ہے حالانکہ حاکم ایک بندہ مثل ما و شما، سمن پیسہ آدھے پیسہ کا کاغذ جس میں معمولی مضمون ہوتا ہے، چپراسی پانچ چھ روپے کا ملازم ہوتا ہے، مگر یہ حالت ہوتی ہے کہ اس کے خوف کے مارے لوگ رُوپوش ہوجاتے ہیں، لاچاری سے لینا ہی پڑتا ہے بعدہ وکیل کی تلاش اور روپے کا صرف کرنا وکذا وکذا، اور اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین کہ دم بھر میں تہ و بالا کرسکتا ہے اس کا حکمنامہ یعنی قرآن پاک ومقدس کہ جس کے ایک ایک حرف پر دس بیس تیس نیکی کا وعدہ ہے وہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم لائے کہ جن کی خاطر زمین وآسمان پیدا ہوا، اب بتاؤ کہ اس احکم الحاکمین اور اس قرآن مجید اور اس کے رسول پاک کا فرمان ہم مسلمان لوگ کہاں تک بجا لاتے ہیں ہمیشہ وعظ سُنتے ہیں عمل نہیں کرتے الخ، اس پر دوسرے ایک عالم نے کہا کہ حضرت صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو چپراسی کہنا دین کا' یا اس سے مثال دینا' یا اس سے تشبیہ، تینوں صورت میں کفر ہے اور کہنے والا سابی ہے اس کی توبہ قبول نہ ہوگی اب عرض ہے کہ یہ تشبیہ ہے یا تمثیل' اور مثال و تشبیہ کا فرق پورے طور سے بیان فرمائیے، یہ سوال اگرچہ کوتاہ ہے مگر بڑا اہم اور ضروری ہے جس کے سبب سے ایک بڑا فتنہ وفساد برپا ہورہا ہے' بیّنوا توجروا۔

الجواب

حاش للہ اس میں نہ تشبیہ ہے نہ تمثیل، نہ اصلاً معاذ اللہ توہین کی بُو، یہ تو لوگوں کی زجر و توبیخ ہے

---

[1] القرآن الکریم ۴/۵۹

Marfat.com

کہ ایک ذلیل حاکم کا ذلیل فرمان ذلیل چپراسی لائے اس پر تو تمھاری یہ حالت ہوتی ہے اور ملک الملوک واحد قہار جل وعلا کا عزیز وعظیم وجلیل وکریم فرمان أعز المسلمین اکرم المحبوبین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم لے کر تشریف لائے اس کی پروانہیں کرتے، اس سے اپنی قوتِ ایمانی کے حال کا اندازہ کر سکتے ہو، اس کی نظیر حضور بشیر و نذیر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ صحیح بخاری میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

والذی نفسی بیدہ لو یعلم احدھم انہ یجد عرقا سمینا او مرماتین حسنتین لشھد العشاء[1]

قسم اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر ان میں کسی کو یہ معلوم ہوتا کہ کوئی فربہ ہڈی جس پر گوشت کا خفیف حصّہ لپٹا رہ گیا ہو یا بکری کے اچھے دو کھر ملیں گے (جن کے شگاف میں گوشت کا لگاؤ ہوتا ہے) تو ضرور نمازِ عشا میں حاضر ہوتا۔

اور طبرانی نے معجم اوسط میں بسندِ صحیح انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لو ان رجلا دعا الناس الی عرق او مرماتین لاجابوہ وھم یدعون الی ھذہ الصلوٰۃ فی جماعۃ فلایاتونھا[2]

اگر کوئی شخص لوگوں کو پتلا گوشت لپٹی ہوئی ہڈی یا دو کھروں کی دعوت دے تو ضرور جائیں گے اور اس نماز کی جماعت کو بلائے جاتے ہیں تو نہیں آتے۔

کیا معاذ اللہ یہ ثواب ورضائے الٰہی کو دو کوڑی کی ہڈی یا دو کھروں سے تشبیہ ہے، حاشا بلکہ ان کے حال کی تقبیح اور ان پر زجر وتوبیخ وتنبیہ ہے کہ ایسی حقیر چیز کے لئے تو دوڑتے ہیں اور ایسی عظیم شے کی پروانہیں کرتے۔ امام بدرالدین محمود عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں اسی حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

المعنی لو علم انہ لو حضر صلوٰۃ العشاء لوجد نفعا دنیویا وان کان خسیسا حقیرا لحضرھا لقصور ھمتہ و لایحضرھا لمالھا من الاجور والمثوبات (ای العقبٰی ونعیمھا)[3]

مفہوم یہ ہے کہ اگر انھیں یہ علم ہو کہ نماز پر آنے سے دنیوی نفع ہو اگرچہ وہ حقیر وخسیس ہو وہ تب بھی آئیں کیونکہ ان کی منزل دنیا ہے اور اس کیلئے حاضر ہوں گے جس میں ان کے لئے عقبٰی اور اس کے انعامات ہیں (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاحکام باب اخراج الخصوم واہل الریب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۷۲

[2] المعجم الاوسط للطبرانی حدیث انس بن مالک ۲۷۸۴ مکتبۃ المعارف الریاض ۳/ ۳۶۶

[3] عمدۃ القاری شرح البخاری کتاب الاحکام باب اخراج الخصوم الخ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۲۴/ ۲۸۳

Marfat.com

اور اگر یوں ہوتا کہ خدا نا ترسو! اللہ و رسول سے اتنا تو ڈرو جتنا دنیوی حاکم اور اس کے سمن اور چپراسی سے ڈرتے ہو جب بھی اسے تمثیل و تشبیہ و توہین سے علاقہ نہیں ہوتا اب اس کی نظیر یہ حدیث ہوتی کہ ابن عدی نے ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

استحیی اللہ استحیاءک من رجلین من صالحی عشیرتک[1] — اللہ تعالیٰ سے ایسی شرم کر جیسی اپنے کنبے کے دو نیک مردوں سے کرتا ہے۔

یہاں معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ کو کنبے کے دو مردوں سے تشبیہ نہیں، نہ یہ کہ اللہ سے اتنی ہی حیا چاہیے جتنی دو مردوں سے بلکہ اس مقدار حیا کی طرف ہدایت ہے کہ اللہ سے کرے تو معاصی سے روکنے کو کافی ہو، یونہی یہاں معاذ اللہ دنیوی حاکم اور سمن اور چپراسی سے تشبیہ ہے نہ یہ کہ اللہ و رسول و قرآن سے اتنا ہی ڈرو جتنا ان سے بلکہ اس مقدار خوف کی طرف ہدایت ہے کہ اللہ و رسول و قرآن سے ہو تو اتقا و اجتناب معاصی کے لئے بس ہو، ہمارے ائمۂ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک ساب مرتد ہے اور اس کے سب احکام مثل مرتد، مرتد اگر توبہ کرے تقبل و لا یقتل (قبول کریں گے اور قتل نہ کریں گے) کما حققناہ بتوفیق اللہ تعالیٰ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق کی ہے۔ت) تشبیہ میں اگر وجہ شبہ امور متعددہ سے منتزع ہو تمثیل ہے جیسے کریمہ کمثل الحمار یحمل اسفارا[2] (گدھے کی مثال ہے جو پیٹھ پر کتابیں اٹھائے۔ت) ورنہ نہیں، اور کبھی تشبیہ مرکب کو تمثیل کہتے ہیں جس کے معنی میں مفرد کی مفرد سے تشبیہ ملحوظ نہیں بلکہ ہیأت مجموعی سے کریمہ وھی تجری بھم فی موج کالجبال[3] (اور وہی انھیں لئے جارہی ہے ایسی موجوں میں جیسے پہاڑ۔ت) میں تشبیہ ہے، اور کریمہ مثلھم کمثل الذی استوقد نارا[4] الآیۃ (ان کی کہاوت اس کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی، الآیۃ۔ت) میں تمثیل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹ — ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ

وقایۂ اہل السنہ میں مؤذن کو مثل چپراسی دربار حاکم کے کہا ہے، اور ترمذی میں ہے کہ

---

[1] الکامل فی ضعفاء الرجال ترجمہ جعفر بن زبیر الشامی دمشق دارالفکر بیروت ۲/۵۶۰
[2] القرآن الکریم ۶۲/۵
[3] القرآن الکریم ۱۱/۴۲
[4] " " ۲/۱۷

Marfat.com

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بھی مباشرت اذان فرمائی ہے غرض کہ حضور بھی علمی تقریر سے ثابت فرمائیں کہ تمثیلاً اس لفظ سے کوئی خرابی نہیں ہوتی۔

الجواب

وقایۂ اہل السنہ میں حاضری پکارنے کا ذکر ہے جو مسجد میں مؤذن کا کام ہے اور شاہی دربار میں چوبدار اور کچہریوں میں چپراسی کا۔ اس سے مؤذن چپراسی یا چوبدار کے مثل نہیں ہو سکتا، جس عالی شان کا دربار ویسا ہی اس کا خادم، نہ دربارِ عزت سے کسی دربار کو نسبت ہو سکتی ہے نہ مؤذن سے چوبدار و چپراسی کو، وقایہ میں مؤذن کو چپراسی نہ کہا اور کہا بھی جائے تو اسے یہاں سے علاقہ نہیں، اس خیال کو فوراً فوراً سر سے نکال دیجئے تعظیمِ شانِ اقدس کے تصور میں ڈوب جائیے آیۂ مبارکہ تحسبونہ هینا وهو عند الله عظیم[1] (تم اسے سہل سمجھتے تھے، اور وہ اللہ کے نزدیک بڑی بات ہے۔ ت) چپراسی تو اسی حاضری پکارنے پر نوکر ہوتا ہے، یونہی مؤذن اس پہ مقرر ہوتا ہے انفاقاً اگر کسی گواہ یا فریق کو ایک بار حاکم خود آواز دے لے چپراسی نہ ہو جائے گا اور اسے چپراسی کہنا ضرور اس کی توہین ہوگا ——— ولا یغرنکم باللہ الغرور[2] (اور ہرگز تمہیں اللہ کے حکم پر فریب نہ دے وہ بڑا فریبی۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰ از ڈاک خانہ جھنت لور، تحصیل مکودر، ضلع جالندھر مسئولہ مولوی چراغ علی شاہ صاحب قادری ۱۳ جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص بلا اعتقاد فاعلیۃ بالذات حضرات صوفیہ کرام و مشائخ عظام سے استمداد طلب کرتا ہے مثلاً یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ اور یا علی مدد، یا اغثنی یا رسول اللہ اور سماع بالمزامیر سنتا ہے اور پیر کو تعظیماً سجدہ کرتا ہے، ایسے شخص نے اپنی عورت کو تین طلاق دے دیں، ایک مولوی وہابی نجدی نے اس کا نکاح بغیر حلالہ درست کر کے نکاح کر دیا، کہتا ہے کہ وہ شخص کافر اور مرتد ہو گیا ہے تین طلاق اس پر نہیں پڑتیں، اب آیا اس کا نکاح بغیر حلالہ درست ہے یا نہیں اس کا کیا حکم ہے؟ اس کی امامت وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۵

[2] " " ۳۱/ ۳۳ و ۳۵/ ۵

Marfat.com

الجواب

انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء سے استمداد جائز ہے اور مزامیر سننا گناہ، اور سجدۂ تعظیمی حرام مگر کفر نہیں جب تک نیتِ عبادت نہ ہو۔ عالمگیری میں ہے:

من سجد للسلطان علیٰ وجہ التحیۃ لایکفر ولکن یأثم لارتکابہ الکبیرۃ، و ان سجد بنیۃ العبادۃ فقد کفر کذا فی جواھر الاخلاطی۔ ملخصًا۔[1]

جس نے کسی حاکم کو بطورِ تعظیم سجدہ کیا وہ کافر نہ ہوگا ہاں گناہ گار ہے کیونکہ اس نے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا ہے، اگر اس نے سجدہ بطورِ عبادت کیا تو کافر ہوگا، جیساکہ جواہر الاخلاطی میں ہے ملخصًا۔ (ت)

تین طلاقیں بیشک ہوگئیں اور بغیر حلالہ نکاح ہرگز نہیں کرسکتا اگر کرے گا زنا ہوگا، وہابی کا فتویٰ جنون ہے، اگر وہ شخص کافر نہیں، تو تین طلاقوں میں کیا شک اور بے حلالہ نکاح کیونکر حلال، اور اگر کافر ہے تو مسلمان عورت کا اس سے نکاح کیونکر جائز، نہ بے حلالہ ہوسکے گا نہ بعد حلالہ، مگر ہے یہ کہ وہ کافر نہیں، وہابیہ خود کفار ہیں، جیساکہ حسام الحرمین فتاوائے علمائے کرام حرمین شریفین سے ظاہر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱ از شہر محلہ ذخیرہ مسئولہ سید مشتاق علی صاحب ۱۹ جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک پرہیزگار متقی اہلسنت سے کہ اس کی وہابی سے مذہبًا کچھ حجت ہوئی وہابی نے کچھ اعتراض کیا اہلسنت نے جواب دیا کہ تمہارا میرے جنازہ کے ساتھ کلمہ پڑھتے جانا بہتر نہیں ہے اس سے تو ڈھولکی اگر ہو تو بہتر ہے، اس میں اہلسنت مرتکبِ گناہ تو نہیں؟

الجواب

بہت بُرا کیا، بہت بیجا کہا، توبہ لازم ہے، وہابی کا کلمہ پڑھنا اگرچہ بیکار ہے جب تک اسلام نہ لائے مگر ڈھولکی کلمہ سے بہتر نہیں ہوسکتی، پھر بھی یہ تاویل ہے کہ ڈھولکی بجانے والا فاسق ہے اور وہابی مرتد، اور مرتد موردِ لعنت، جنازہ کے ساتھ فاسق کے ہونے سے مرتد کا ہونا لاکھ درجے بدتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۶۸-۶۹

Marfat.com

مسئلہ ۲۲ از پوربندر کھاری مسجد مسئولہ محمد اسمٰعیل خاں ابن محمد اکبر خاں معرفت مولوی غلام محی الدین صاحب راندیری ۲۷ شعبان ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ حضرت سیدنا محمد المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو احتلام ہوا ہے اور عمرو کہتا ہے کہ یہ کلمہ کہنا بہت ہی بڑی بے ادبی ہے اور نہیں ہوا ہے تو اس بات کو چھوڑ دے لیکن زید ہر وعظ میں اور ہر جلسہ میں بیٹھ کر اس بات کو دُہراتا ہے اور اس میں فتنہ وفساد بڑھتا چلا جاتا ہے اس درمیان ایک دین دار سخی بہت ہی بھولا اور بہت عالم دوست لیکن بالکل ہی بے علم و بے عقل بلاخلل ایک نامی واعظ بکر کو اور جگہ سے بُلاتا ہے وہ آکر زید سے مل جاتا ہے اور رات کو وعظ میں سارے عوام کے آگے حضرت کے احتلام ہوا ہے ہاں ہوا ہے احتلام ہی ہُوا ہے حضرت کو احتلام ہوا ہے، اور زید کی تائید کرتا ہے اور صحیح مسلم شریف اور شرح نووی کو دکھلاتا ہے اور زید کو حق گو اور عمرو کو ناحق جتلاتا ہے لہٰذا اس مسئلہ کا جواب اللہ حق عزوجل و حق الرسول صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم حق حق لکھ جتاویں اور فریقین کے فساد کو مٹاویں اور عنداللہ اجرِ عظیم پاویں۔

الجواب

فی الواقع حضور پُر نور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام احتلام سے پاک ومنزّہ ہیں،

قال اللہ تعالٰی ان عبادی لیس لك علیهم سلطٰن وکفٰی بربك وکیلا[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیشک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں اور تیرا رب کافی ہے کام بنانے کو۔ (ت)

طبرانی معجم کبیر میں بطریق عکرمہ اور دینوری مجالس میں بطریق مجاہد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے راوی کہ فرمایا:

مااحتلم نبی قط وانما الاحتلام من الشیطان[2]

کبھی کسی نبی کو احتلام نہ ہوا، احتلام تو نہیں مگر شیطان کی طرف سے۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۶۵

[2] المعجم الکبیر حدیث ۱۱۵۶۴ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/ ۲۲۵

Marfat.com

کعب احبار رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے جو مروی ہُوا کہ یاجوج و ماجوج نطفۂ احتلام سیدنا آدم علیہ السلام سے بنے ہیں، اول کعب ہی سے اس کا ثبوت صحت کو نہ پہنچا اس کا ناقل ثعلبی حاطب لیل ہے کمافی عمدۃ القاری، نووی نے حسبِ عادت ان کا اتباع کیا، پھر کعب صاحبِ اسرائیلیات ہیں ان کی روایت کہ مقرراتِ دین کے خلاف ہو مقبول نہیں، ہاں امام نووی و حافظ عسقلانی نے شروح صحیح مسلم و صحیح بخاری میں اس کی یہ تاویل نقل کی کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر فیضان زیادت فضلہ بسبب ابتلائے ادعیہ منع نہیں اور اسے مقرر رکھا **اقول** مگر لفظ شنیع و مکروہ ہے اور حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حصر کے خلاف کہ احتلام نہیں مگر شیطان کی طرف سے، ولہذا عامۂ علمائے کرام نے اسے مقبول نہ رکھا، فتح الباری بدء الخلق میں ہے:

هو قول منكر جدا لا اصل له الا من بعض اهل الكتاب[1]

وہ سخت واجب الانکار بات ہے اس کی اصل نہیں مگر بعض اہل کتاب سے۔

امام علامہ بدرالدین محمود عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

حكاه الثعلبي عن كعب الاحبار وحكاه النووي ايضا في شرح مسلم وغيره ولكن العلماء ضعفوه وقال ابن كثير وهو جدير بذلك اذ لا دليل عليه بل هو مخالف لما ذكر من ان جميع الناس اليوم من ذرية نوح عليه الصلوٰة والسلام بنص القرأن (قلت) جاء في الحديث ايضا امتناع الاحتلام على الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام[2]

یعنی اسے ثعلبی نے کعب احبار سے حکایت کیا نیز نووی نے شرح مسلم وغیرہ میں، مگر علمائے نے اسے ضعیف بتایا، اور امام ابن کثیر نے کہا وُہ تضعیف ہی کے لائق ہے کہ بے دلیل محض ہے بلکہ اس ارشادِ علماء کے مخالف ہے کہ آج بنص قطعی قرآن مجید تمام آدمی ذریت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہیں۔ امام عینی نے فرمایا میں کہتا ہوں نیز حدیث وارد ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر احتلام محال ہے۔

قال الله تعالٰى وجعلنا ذريته

اللہ تعالٰی کا مبارک فرمان ہے: ہم نے نوح ہی

---

[1] فتح الباری شرح صحیح البخاری باب بدء الخلق مصطفی البابی مصر ۷/۱۹۵

[2] عمدۃ القاری " " " " ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۱۵/۲۳۲

Marfat.com

هم الباقین[1] کی اولاد باقی رکھی۔

فتح الباری کتاب الفتن میں ہے:

الاول المعتمد، والا فاین کانوا حین الطوفان[2] یاجوج و ماجوج کا ذریتِ نوح علیہ الصلٰوۃ و السلام ہی سے ہونا معتمد ہے ورنہ طوفان کے وقت وہ کہاں رہے۔

اقول وقد اجبنا عن ھذا بجوابین فی کتابنا الفیوضات الملکیۃ احدھما مایدرینا لعل اللہ خمرھا مددا متطاولۃ حتی خلقھم منھا بعد الطوفان[3] ہم نے اپنی کتاب "الفیوضات الملکیۃ" میں اس کے دو جواب دئے، ایک یہ ہے ہمیں کیا علم شاید اللہ تعالٰی نے اس نطفہ کو طویل مدت تک محفوظ رکھا ہو اور پھر اس سے ان کی تخلیق طوفان کے بعد فرمائی ہو (ت)

ارشاد الساری شرح صحیح بخاری دونوں محل میں ہے:

وھذا لفظہ فی بدء الخلق قال ابن کثیر وھذا القول غریب جدا ثم لا دلیل علیہ لامن عقل ولا من نقل، ولا یجوز الاعتماد ھٰھنا علی مایحکیہ بعض اھل الکتاب لما عندھم من الاحادیث المفتعلۃ[4] کتاب بدء الخلق میں ان کے الفاظ یہ ہیں امام عماد نے فرمایا یہ قول سخت غریب ہے، پھر اس پر نہ عقل سے دلیل نہ نقل سے، اور یہاں بعض اہل کتاب کی حکایت پر اعتماد حلال نہیں کہ ان کے پاس بہتیری باتیں گھڑی ہوئی ہیں۔

اما ماعزاہ الامام النووی فی فتاواہ لجماھیر العلماء، انھم من ماء آدم لا من حواء، فاقول لایثبت الاحتلام، فاولا قد تحصل النطفۃ بنحو التبطین امام نووی نے فتاوٰی میں جماہیر علماء کی طرف منسوب کیا کہ یہ نطفہ حضرت آدم کا تھا نہ کہ حضرت حوا کا، تو میں کہتا ہوں اس سے احتلام کہاں ثابت ہوتا ہے اوّلاً کبھی کبھی نطفہ حالت حیض میں شرمگاہ سے باہر

---

[1] القرآن الکریم ۳۷/ ۷۷

[2] فتح الباری شرح صحیح بخاری کتاب الفتن باب یاجوج وماجوج مصطفی البابی مصر ۱۶/ ۲۲۱

[3] الفیوضات الملکیۃ حاشیۃ الدولۃ المکیۃ مطبع اہل السنۃ والجماعۃ بریلی ص ۷۸

[4] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب بدء الخلق باب قصہ یاجوج ماجوج دار الکتاب العربی بیروت ۵/ ۳۳۶

Marfat.com

فی المحیض، وثانیا ماکل نطفۃ تقبلہا الرحم، وثالثا ماکل النطفۃ تقبلہا الرحم بل اذا قبلت ربما قبلت جزء منہا ورمت بالباقی وقد ثبت الجواب عن حدیث الطوفان، وقد یکون جوابا ایضا عن الذی ذکر ابن کثیر فان الکلام فی الموجودین اذ ذٰلک لان البقاء فرع الوجود علٰی ان الکلام فی ولد اٰدم قطعا وھم لیسوا من ولدہ علی الاطلاق وان کانوا من ولدہ لانہم من مائہ وذٰلک لان الولد ما عن صاحبتہ قال تعالٰی انّٰی یکون لہ ولد ولم تکن لہ صاحبۃ[1]

پیٹ وغیرہ پر استعمال سے حاصل ہوجاتا ہے ثانیاً ہر نطفہ کو رحم قبول نہیں کرتا ثالثاً رحم ہر نطفہ کے تمام کو قبول نہیں کرتا بلکہ جزء کو قبول کرکے بقیہ کو پھینک دیتا ہے، اور یہ تین جواب حدیث طوفان سے ہیں اور یہ اس کا جواب بھی ہے جو حافظ ابن کثیر نے نقل کیا کیونکہ کلام ان میں ہے جو وہاں موجود تھے کیونکہ بقا وجود کی فرع ہے، علاوہ ازیں گفتگو ان میں ہے جو یقینی طور پر حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہوں، اور یہ کامل طور پر ان کی اولاد نہیں اگرچہ ایک لحاظ سے اولاد ہیں کیونکہ ان کے نطفہ سے ہیں اور وہ اس لئے کہ ولد کے لئے بیوی کا ہونا ضروری ہے، اللہ تعالٰی کا فرمان ہے کہاں ہے اس کے لئے اولاد حالانکہ اس کے لئے بیوی ہی نہیں۔ (ت)

بالجملہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر احتلام منع ہے، اور خود حضور اقدس انور اطیب اطہر صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت اور اس پر جزم اور اس کی تکرار اور اس پر اصرار کہ ہاں ہوا ہاں ہوا، یقیناً حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر صریح افترار ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر افترار جہنم کا سیدھا راستہ، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی متواتر حدیث میں ہے:

من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار[2]

جو مجھ پر دانستہ جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

اہل سنت کسی کبیرہ کے ارتکاب کو کفر نہیں کہتے جب تک استحلال وغیرہ مکفرات کے ساتھ نہ ہو، مگر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر افترار کو امام ابو محمد جوینی والد امام الحرمین نے کفر بتایا ـــــــ

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۰۱

[2] صحیح مسلم باب تغلیظ الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷

Marfat.com

خصائص کبرٰی میں ہے :

قال النووی وغیرہ الکذب علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من الکبائر ولایکفر فاعلہ علی الصحیح وقول الجمھور وقال الجوینی ھو کفر[1]

امام نووی وغیرہ نے فرمایا : حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت جھُوٹ بولنا کبیرہ گناہ ہے البتہ کفر نہیں صحیح اور جمہور کے قول پر ، اور امام جوینی نے کہا کہ یہ کفر ہے ۔ (ت)

اور درمختار وغیرہ میں ہے :

مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا ومافیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ (ای تجدید الاسلام اھ شامی) وتجدید النکاح[2]

جہاں باتفاق کفر ہو وہاں عمل و نکاح باطل اور اولاد اولادِ زنا قرار پائے گی ، اور جس میں اختلاف ہو وہاں توبہ و استغفار کا حکم کیا جائے گا (یعنی تجدیدِ اسلام کرنا ہوگی اھ شامی) اور تجدیدِ نکاح بھی ۔ (ت)

زید و بکر پر فرض ہے کہ توبہ کریں مناسب ہے کہ تجدیدِ اسلام کریں پھر اپنی عورتوں سے نکاح تازہ کریں خصوصاً اس کلمۂ خبیث میں کہ معاذ اللہ پہلوئے توہین و تنقیصِ شان رکھتا ہے ، والعیاذ باللہ تعالٰی ، واللہ تعالٰی اعلم ۔

مسئلہ ۲۳ از کانپور فیل خانہ قدیم مکان مولوی سیّد محمد اشرف صاحب وکیل مسئولہ مولانا سید محمد آصف صاحب ۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

یا حبیب محبوب اللہ روحی فداک ، قبلۂ کونین و کعبۂ دارین محی الملۃ والدین دامت فیوضھم ، بعد تسلیمات فدویانہ و تمنائے حصول سعادت آستانہ بوسی التماس اینکہ بفضلہ تعالٰی فدوی بخریت ہے ملازمان سامی کی صحتوری مدام بارگاہِ احدیت سے مطلوب ، حضور نے جو کارڈ تحریر فرمایا تھا وہ بصد ادب ملازمان حضور کی خدمت میں حاضر کیا جاتا ہے اس صحیفہ میں تحریر ہے (کیا یہ مسلمان ہیں یا وہ ان میں کون مسلمان ہے) والسلام مع الاکرام ۔

---

[1] خصائص کبرٰی باب اختصاصہ بان الکذب علیہ لیس کالکذب علٰی غیرہ دارالکتب الحدیثیہ مصر ۲/ ۳۲۶

[2] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۹

ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۹۹

Marfat.com

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم،

والا حضرت مولانا المکرم ذوالمجد والکرم مولانا مولوی سید محمد آصف صاحب دامت فضائلہم،

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ، کارڈ میں بعض افعال گنا دھو یہ کہ فقہاً کفر ہیں جیسے قشقہ لگانا، کافر کی جے پکارنا، کافر کی تعظیم گنا کر ان کے فاعلوں کو کہا ہے کہ یہ مسلمان یا وہ ان میں کون مسلمان ہے بلاشبہ جس طرح کفر فقہی میں مبتلا ہوئے اور استحلال کریں تو کفر کلامی میں بعینہٖ یہی حالت فقہاً وکلاماً ان افعال واقوال کے مرتکبین کی ہے، والسلام

مسئلہ ۲۴ از شہر ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وبکر حدیث کی تکرار کر رہے تھے، تکرار کرتے ہوئے اس حدیث تک پہنچے جس میں یہ حکم دیا جو شخص لڑکے لڑکی بالغ کی شادی نہیں کرتا ہے اور لڑکے لڑکی سے کوئی فعل قبیح واقع ہو تو دونوں کے والدین ماخوذ گرفتار عذاب الیم ہوں گے لڑکی لڑکے نہیں، اتفاقاً اس حدیث کے بین السطور میں "زجر" کا لفظ لکھا ہوا تھا جس کے معنی جھڑکنے کے ہیں، زید نے بکر سے کہا کہ والدین ماخوذ نہیں ہوسکتے خود لڑکی لڑکا ہوں گے، دیکھو بین السطور میں زجر کا لفظ لکھا ہوا ہے جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ لڑکی لڑکا ماخوذ ہوگا والدین نہیں، بکر نے کہا کہ بین السطور حاشیہ ہے اس حدیث میں اور حدیث کا حاشیہ سب صحیح نہیں ہوتا ہے، زید نے بکر سے بطور سوال کے پوچھا کہ کیا قرآن کی سب باتیں صحیح ہیں، زید کہنا چاہتا تھا کہ کیا تفسیر کی سب باتیں صحیح ہیں مگر سہواً یہ الفاظ اثنائے تقریر میں نکل پڑے حالانکہ یہ نہ مقصود ہے زید کا، نہ زید اس بات کا مقر ہے کہ معاذ اللہ قرآن مجید فرقان حمید کی سب باتیں صحیح نہیں، ایک قابل مفتی صاحب نے زید پر فتویٰ دیا کہ زید کافر ہوگیا اور اس کو کافر سمجھ کر توبہ کرائی اور کلمہ شریف پڑھوایا، دونوں کے لئے شرع مطہر سے کیا حکم نافذ کیا جائے گا؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اوّل تو ذکرِ حدیث میں غلطیاں ہیں، یہ حدیث دو۲ طور پر آئی ایک کلامِ الٰہی اور دوسری کلامِ نبوی سے، کلامِ الٰہی میں تو والدین کا ذکر نہیں بلکہ صرف باپ کا اور ولدین کا ذکر نہیں بلکہ صرف دختر کا، اور بلوغ کا ذکر نہیں بلکہ بارہ برس کی عمر کا، اور لڑکی پر گناہ نہ ہونے کا ذکر نہیں بلکہ باپ پر ہونے کا، اور کلامِ نبوی میں بھی نہ ماں کا ذکر ہے نہ اولاد پر گناہ ہونے کا۔ حدیث اوّل کے لفظ یہ ہیں جسے بیہقی نے شعب الایمان میں امیر المومنین عمر وانس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ

Marfat.com

وسلّم نے فرمایا:

مکتوب فی التوراۃ من بلغت لہ ابنۃ اثنتی عشرۃ سنۃ فلم یزوجھا فاصابت اثما فاثم ذلک علیہ[1]

توراۃ میں مرقوم ہے کہ جس کی لڑکی بارہ برس کی عمر کو پہنچ جائے اور وہ اس کا نکاح نہ کرے اور لڑکی سے کچھ گناہ صادر ہو تو اس کا گناہ باپ پر ہے۔

حدیث کی سند صحیح ہے۔

اور حدیث دوم کے لفظ یہ ہیں جسے انھیں بیہقی نے شعب الایمان میں ابوسعید و ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

من ولد لہ ولد فلیحسن اسمہ وادبہ فاذا بلغ فلیزوجہ فان بلغ ولم یزوجہ فاصاب اثما فانما اثمہ علی ابیہ[2]

جس کے کوئی بچہ پیدا ہو وہ اس کا نام اچھا رکھے اور اسے اچھا ادب دے، پھر جب وہ بالغ ہو اس کا نکاح کردے، اور اگر وہ بالغ ہوا اور یہ اس کا نکاح نہ کرے اور اس سے کوئی گناہ صادر ہو تو بات یونہی ہے کہ اس کا گناہ اس کے باپ پر ہے۔

اور باپ پر گناہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اولاد پر نہ ہو جب کہ وہ مکلف ہو، خود حدیثوں میں موجود ہے: فاصابت اثما اور فاصاب اثما، اس کی نظیر دوسری حدیث صحیح ہے:

من سن فی الاسلام سنۃ سیئۃ فعلیہ وزرھا ووزر من عمل بھا الی یوم القیمۃ لا ینقص ذلک من اوزارھم شیئا[3]

جو اسلام میں کوئی بُری راہ نکالے اس پر اس کا وبال ہے اور قیامت تک جو اس راہ پر چلیں گے سب کا وبال ہے بغیر اس کے کہ ان کے وبالوں میں سے کچھ کم کرے۔

---

[1] شعب الایمان حدیث ۸۶۶۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۶/۴۰۲
کنز العمال ترجمہ ۴۵۴۱۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/۴۵۶-۵۷
[2] شعب الایمان حدیث ۸۶۶۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۶/۴۰۱
[3] صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب الحث علی الصدقۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۲۷
" کتاب العلم " ۲/۳۴۱
مسند امام احمد حدیث جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۴/۳۵۷ تا ۳۶۱

Marfat.com

زید کی زبان سے جو لفظ نکلا بلاشبہ کلمۂ کفر ہے اور اس پر تجدیدِ اسلام لازم، اور مفتی کا حکم صحیح ہے المفتی انما یفتی بالظاھر واللہ یعلم السرائر (فتوٰی دینے والا ظاہر کا پابند ہوتا ہے دلوں کے رازوں سے تو اللہ تعالٰی ہی آگاہ ہے۔ت) واقع میں اگر اس کی زبان بہکی تو عند اللہ کفر نہ ہوا، مگر مفتی بلادلیل اس دعوٰی کو قبول نہ کرے گا۔ شفا شریف میں ہے:

لایعذر بدعوی زلل اللسان[1] زبان کے بہکنے کا دعوٰی عذر نہیں قرار دیا جاتا۔

واللہ تعالٰی اعلم۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۵-۲۶ از ریاست فریدکوٹ مسئولہ علیم الدین فراش کوٹھی بلیسر گنج ۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:

(۱) حنفی نماز مدلل صٹ اور کواشی اور فتاوٰی بدیع الدین میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عالم باعمل سے بدزبانی اور فحش کلامی کرے تو کافر ہوجاتا ہے اور اس کی عورت نزدیک امام محمد کے مطلقہ بطلاق بائن ہوجاتی ہے، تو ایسے شخص کو پھر اپنی عورت سے کس طرح نکاح کرنا چاہیے؟

(۲) حدیث میں ہے کہ "بڑھاؤ داڑھی کو اور کترواؤ مونچھوں کو" روایت کیا اس کو بخاری نے۔ حضور نے صیغۂ امر سے دونوں حکم فرمائے، اور امر حقیقۃً وجوب کے لئے ہوتا ہے، پس معلوم ہوا کہ یہ دونوں حکم واجب ہیں، اور واجب کا ترک کرنا حرام، پس داڑھی کٹانا اور مونچھیں بڑھانا دونوں حرام فعل ہیں۔ اس سے زیادہ دوسری حدیث میں ہے کہ ارشاد فرمایا رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے: "جو شخص لبیں نہ لے وہ ہم سے نہیں۔" روایت کیا اس کو احمد و ترمذی ونسائی نے۔ جب اس کا گناہ ہونا ثابت ہوگیا تو جو لوگ اس پر اصرار کرتے ہیں اور اس کو پسند کرتے ہیں اور داڑھی بڑھانے کو عیب مانتے ہیں بلکہ داڑھی والوں پر ہنستے ہیں اور اس کی ہجو کرتے ہیں، ان سب مجموعہ امور سے ایمان کا سالم رہنا دشوار ہے، ان لوگوں کو واجب ہے کہ اپنی اس حرکت سے توبہ کریں اور ایمان ونکاح کی تجدید کریں اور اپنی صورت موافق حکم اللہ ورسول بنائیں۔ ایک کتاب میں یہ مضمون دیکھا گیا کہ یہ واقعی درست ہے کہ ایسے شخص کو دوبارہ تجدیدِ نکاح کا حکم دیا جائے۔ بیّنوا توجروا۔

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل قال القاضی تقدم الکلام المطبعۃ الشرکۃ الصحافیہ ترکی ۲/ ۲۲۳

Marfat.com

الجواب

(۱) عالم کی توہین اگر بوجہ علمِ دین ہے بلا شبہ کفر ہے کما فی مجمع الانھر (جیسا کہ مجمع الانہر میں ہے۔ ت) ورنہ اگر بے سبب ظاہر کے ہے تو اس پر خوفِ کفر ہے کما فی الخلاصۃ و منح الروض (جیسا کہ خلاصہ اور منح الروض میں ہے۔ ت) ورنہ اشد کبیرہ ہونے میں شک نہیں، حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ثلاثۃ لا یستخف بحقھم الامنافق بین النفاق ذوالشیبۃ فی الاسلام وذوالعلم والامام المقسط[1] رواہ ابوالشیخ فی کتاب التوبیخ عن جابر بن عبد اللہ والطبرانی فی الکبیر عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

تین آدمیوں کی توہین منافق ہی کرے گا: مسلمان بوڑھا، صاحبِ علم اور عادل حاکم۔ اسے امام ابوالشیخ نے کتاب التوبیخ میں جابر بن عبد اللہ سے اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے (ت)

جس سے صدورِ کفر ہو وہ توبہ کرے از سرِ نو اسلام لائے، اس کے بعد اگر عورت راضی ہو اس سے نکاح جدید بمہر جدید کرے۔

(۲) بلا شبہ داڑھی ایک قبضہ تک رکھنا ہے اور منڈانا حرام، اور لبیں اتنی ترشوانا کہ لب بالا سے آگے نہ بڑھیں یہ بھی خصالِ فطرت و سنن مؤکدہ سے ہے، اور داڑھی پر ہنسنا ضرور کفر ہے کہ توہینِ سنت متوارثہ جمیع انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہے وتفصیل المسئلۃ فی کتابنا لمعۃ الضحٰی فی اعفاء اللحی (اور اس مسئلہ کی تفصیل ہماری کتاب لمعۃ الضحٰی فی اعفاء اللحی میں ہے۔ ت) بلا شبہ استہزا کرنیوالے پر تجدیدِ اسلام لازم ہے اور اس کے بعد اگر عورت کو رکھنا چاہے تو تجدیدِ نکاح ضرور۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷: از فیروز پور محلہ پیراں والا مسئولہ عنایت اللہ شاہ دبیر انجمن تعلیم الدین والقرآن
۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی نبیوں میں شمار ہیں یا نہیں، بصورتِ اول کسی قسم کی توہین ان کی یا کلمہ بے ادبانہ ان کے حق میں کہنا ناجائز اور بصورتِ ثانیہ جب ان کی خطا معاف کی جاچکی ہے تو ان کی نسبت کلماتِ بے ادبانہ اور ناشائستہ زبان پر لانا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۷۸۱۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/۲۳۸

Marfat.com

الجواب

ان کی نسبت کلماتِ ناشائستہ لانا بہرحال حرام ہے، ایک قول ان کی نبوت کا ہے کما فی شرح الھمزیۃ للامام ابن حجر المکی رحمۃ اللہ تعالٰی (جیسا کہ امام ابن حجر مکی کی شرح ہمزیہ میں ہے۔ت)

اور ظاہر قرآن عظیم سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

قال تعالٰی قولوا اٰمنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الٰی ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسٰی وعیسٰی وما اوتی النبیون من ربھم لانفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون[1]

اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے: یُوں کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اُترا اور جو اتارا گیا ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب اور اُن کی اولاد پر، اور جو عطا کئے گئے موسٰی و عیسٰی اور جو عطا کئے گئے باقی انبیاء اپنے رب کے پاس سے ہم اُن میں کسی پر ایمان میں فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے حضور گردن رکھے ہیں۔ (ت)

اسباط یہی ابنائے یعقوب علیہ الصلٰوۃ والسلام ہیں، اس تقدیر پر تو ان کی توہین کفر ہوگی ورنہ اس قدر میں شک نہیں کہ وُہ اولیائے کرام سے ہیں اور جو کچھ ان سے واقع ہُوا اپنے باپ نبی اللہ کے ساتھ محبتِ شدیدہ کی غیرت سے تھا پھر وُہ بھی ربّ العزت نے معاف کردیا، اور یوسف علیہ الصلٰوۃ والسلام نے خود عفو فرمایا،

قال لاتثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الرٰحمین[2]

کہا آج تم پر کچھ ملامت نہیں اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔ (ت)

اور یعقوب علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا:

سوف استغفر لکم ربی انہ ھو الغفور الرحیم[3]

جلد میں تمہاری بخشش اپنے رب سے چاہوں گا بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔ (ت)

بہرحال ان کی توہین سخت حرام اور باعثِ غضب ذوالجلال والاکرام ہے، ربّ عزّوجل نے کوئی کلمہ ان کی مذمت کا نہ فرمایا دوسرے کو کیا حق ہے، مناسب ہے کہ توہین کرنے والا تجدیدِ اسلام و تجدیدِ نکاح

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۳۶

[2] " ۱۲/ ۹۲

[3] " ۱۲/ ۹۸

Marfat.com

کرے کہ جب ان کی نبوت میں اختلاف ہے اس کے کفر میں اختلاف ہوگا اور کفرِ اختلافی کا یہی حکم ہے، کما فی الدر المختار و رد المحتار وغیرہما (جیساکہ درمختار اور ردالمحتار وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۸ از بغداد شریف ۶ آرمرڈ کا ٹینک کور نمبر ۱۹۳۰ مسئولہ علی رضا خاں فٹر مستری ۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ "تقویۃ الایمان" کا پڑھنا بعض لوگ بُرا بتاتے ہیں اور بعض اچھے کہتے ہیں، بُرا بتانے والے حضور کا حوالہ دیتے ہیں، ہم مشکوک ہیں جواب سے مطلع فرمائیے۔ بینوا توجروا

الجواب

یہ ناپاک کتاب سخت ضلالت و بے دینی اور کلماتِ کفر پر مشتمل ہے اس کا پڑھنا زنا اور شراب خوری سے بدتر حرام ہے کہ ان سے ایمان نہیں جاتا، اور یہ ایمان زائل کرنے والی ہے والعیاذ باللہ تعالٰی، وہ جو اس کا پڑھنا اچھا بتاتے ہیں گمراہ بددین بلکہ کفار مرتدین ہیں، اس کی تفصیل دیکھنی ہو تو فقیر کی کتاب سل السیوف الھندیۃ اور الکوکبۃ الشھابیۃ اور الاستمداد علی اجیال الارتداد اور کشف ضلال دیوبندیہ وغیرہا انصاف و ایمان کی نگاہ سے دیکھی جائیں مسلمان کا ایمان خود گواہی دے گا کہ وہ مردود کتاب تقویۃ الایمان نہیں تفویت الایمان ہے یعنی ایمان فوت کرنے والی۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

Marfat.com

رسالہ

الکوکبۃ الشہابیۃ فی کفریات ابی الوہابیۃ

۱۲ ھ ۱۳

(امام الوہابیہ کے کفریات کے بارے میں چمکدار ستارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

مسئلہ ۲۹: از بدایوں مرسلہ مولٰنا مولوی محمد فضل المجید صاحب قادری فاروقی سلمہم اللہ تعالٰی ۲۲ جمادی الاول ۱۳۱۲ھ
بخدمت بابرکت مولٰنا مرجع الفتاوٰی والمفتین ملاذ العلماء المحققین جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب اللھم ادم افاضاتھم و افاداتھم (یااللہ! ان کے فیوض و افادات کو دائمی بنا۔ ت) السلامُ علیکم!

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہابیہ غیر مقلدین جو تقلید ائمہ اربعہ کو شرک کہتے ہیں، جس مسلمان کو مقلد دیکھیں اسے مشرک بتاتے ہیں، دہلی والے اسمٰعیل مصنف تقویۃ الایمان و صراط المستقیم و ایضاح الحق و یک روزی و تنویر العینین کو اپنا امام و پیشوا بناتے، اس کے اقوال کو حق و ہدایت جانتے اور اس کے مطابق اعتقاد رکھتے ہیں، ہمارے فقہائے کرام و پیشوایانِ مذہب کے نزدیک ان پر اور ان کے پیشوا پر حکمِ کفر لازم ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان کیجئے اجر پائیے۔ ت)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

الحمد للہ الذی ارسل[1] رسولہ شاھدا و مبشرا و نذیرا لتؤمنوا[2] باللہ

---

[1] یہ خطبہ قرآنی آیتوں اور ایمانی ہدایتوں پر مشتمل ہے، تعمیم فائدہ کے لئے اُن آیات اور زبان اردو میں اُن ہدایات کی طرف اشارہ مناسب،

آیت ۱: اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا[1]

بیشک ہم نے تمھیں بھیجا گواہ اور خوشی اور ڈر سنانا۔

کہ جو تمھاری تعظیم کرے اُسے فضلِ عظیم کی بشارت دو اور جو معاذ اللہ بے تعظیمی سے پیش آئے اسے عذابِ الیم کا ڈر سناؤ۔ اور جب وہ شاہد و گواہ ہوئے اور شاہد کو مشاہدہ درکار، تو بہت مناسب ہوا کہ امت کے تمام افعال و اقوال و اعمال و احوال اُن کے سامنے ہوں۔ طبرانی کی حدیث میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰے عنہما سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا و الٰی ماھو کائن فیھا الٰی یوم القیٰمۃ کانما انظر الٰی کفی ھٰذہٖ[2]

بیشک اللہ تعالٰی نے میرے سامنے دنیا اٹھالی تو میں دیکھ رہا ہوں اُسے اور جو اس میں قیامت تک ہونے والا ہے جیسے اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم ۱۲ منہ مدظلہ۔

[2] آیت ۲: لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ[ع] وَ تُوَقِّرُوْهُ[3]

(یہ رسول کا بھیجنا کس لئے ہے خود فرماتا ہے اس لئے کہ) تم اللہ و رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔

معلوم ہوا کہ دین و ایمان محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم کا نام ہے جو ان کی تعظیم میں کلام کرے اصل رسالت کو باطل و بیکار کیا چاہتا ہے والعیاذ باللہ تعالٰے ۱۲۔

ع قرئ تعززوہ بزائین معجمین ۱۲ منہ (م) آیہ کی تعزروہ دو زاء کے ساتھ بھی قراۃ ہے ۱۲ منہ (ت)

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۵ و ۴۸/ ۸

[2] کنز العمال بحوالہ طب عن ابن عمر حدیث ۳۱۹۸۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۲۰

[3] القرآن الکریم ۴۸/ ۹

Marfat.com

ورسوله وتعزروه وتوقروه بجنانكم ولسانكم ؛ فجعل تعظيمه وتوقيره وتعزيره هو الركن الركين لدينكم الحق وايمانكم ؛ وحرّم[1] عليكم ان ترفعوا اصواتكم فوق صوت النبي او تجهروا له بالقول كجهر بعضكم لبعض فتحبط اعمالكم وانتم لا تشعرون بخسرانكم ؛ وجعل[2] طاعته طاعته وبيعته[3] بيعته فان بايعتم نبيكم فانما فوق ايديكم يد رحمانكم ؛ وقرن[4] اسمه الكريم باسمه العظيم في الاغناء[5]

عہ[1] آیت ۳: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ[1]

اے ایمان والو! نہ بلند کرو اپنی آوازیں نبی کی آواز پر اور اس کے حضور چلّا کر نہ بولو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلّاتے ہو کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمھیں خبر نہ ہو۔

امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روضۂ انور کے پاس کسی کو اونچی آواز سے بولتے دیکھا، فرمایا کیا اپنی آواز نبی کی آواز پر بلند کرتا ہے۔ اور یہی آیت تلاوت کی ۱۲۔

عہ[2] آیت ۴: مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ[2]

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی ۱۲۔

عہ[3] آیت ۵: اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ[3]

بیشک جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کر رہے ہیں، اللہ کا ہاتھ ہے ان کے ہاتھوں پر ۱۲۔

عہ[4] اللہ عزّوجل نے بے شمار امور میں اپنے حبیب صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا نام پاک اپنے نام اقدس سے ملایا کہیں اصل شان اپنی تھی اس میں حبیب صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر بھی شامل فرمایا، کہیں اصل معاملہ حبیب صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا تھا ان کے ساتھ اپنے ذکر والا سے اعزاز بڑھایا، آئندہ کی آٹھ آیتیں اسی کے بیان میں ہیں ۱۲ منہ مدظلہ۔

عہ[5] آیت ۶: اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ[4]

انھیں دولتمند کر دیا اللہ اور اللہ کے رسول نے اپنے فضل سے ۱۲۔

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/۲ — [2] القرآن الکریم ۴/۸۰
[3] " ۴۸/۱۰ — [4] " ۹/۷۴

Marfat.com

والابتاء[1] و رجاء العطاء والتقدیم[2] والقضاء[3] والمحادة[4] والارضاء[5]

ع۱ آیت ۷: وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَیُؤْتِیْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗ۔[1]

اور کیا خوب تھا اگر وُہ راضی ہوتے اُس پر جو انھیں دیا اللہ اور اللہ کے رسول نے، اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے، اب دیتا ہے ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اس کا رسول ۱۲۔

ع۲ آیت ۸: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔[2]

اے ایمان والو! اللہ و رسول سے آگے نہ بڑھو ۱۲۔

ع۳ آیت ۹: مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ یَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا ۝[3]

نہیں پہنچتا کسی مسلمان مرد نہ عورت کو جب اللہ و رسول کوئی بات ان کے معاملہ میں ٹھہرا دیں تو انھیں اپنے کام کا کچھ اختیار باقی رہے اور جو حکم نہ مانے اللہ و رسول کا وُہ صریح گمراہ ہوا بہک کر ۱۲۔

ع۴ آیت ۱۰: لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ۔[4]

تو نہ پائے گا اُنھیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں اللہ و رسول کے مخالف سے چاہے وُہ اپنے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہی ہوں ۱۲۔

ع۵ آیت ۱۱: وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ ۝ اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ یُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِیْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْیُ الْعَظِیْمُ ۝[5]

اللہ و رسول زیادہ مستحق ہیں اس کے کہ یہ لوگ اُنھیں راضی کریں اگر ایمان رکھتے ہیں کیا انھیں خبر نہیں کہ جو مقابلہ کرے اللہ و رسول سے تو اس کیلئے دوزخ کی آگ ہے جس میں ہمیشہ رہے گا اور وہی بڑی رسوائی ہے ۱۲۔

ل۱ القرآن الکریم ۹/۵۹ — ل۲ القرآن الکریم ۴۹/۱

ل۳ " ۳۳/۳۶ — ل۴ " ۵۸/۲۲

ل۵ " ۹/۶۲ و ۶۳

Marfat.com

والنصح[1] والایذآء[2] فی قرانکم ؛ ورفع شانه وعظم مکانه فمیز امرہ عن امور من عداہ فماکان لیوزن بمیزانکم ؛ اتجعلون[3] الحصی کالدرر والدم کالمسک ام تجعلون العصف کریحانکم ؛ فقد ھداکم ربکم ان لاتجعلوا[4] دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا[5] من اب اومولی اوسلطانکم ؛ وقال الذین ارسلوا السنتھم فی شانه العظیم

عـ۱ آیت ۱۲ : اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ[1]۔ جب خلوص رکھیں اللہ و رسول کے ساتھ۔

عـ۲ آیت ۱۳ : اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا[3]۔ بیشک جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ و رسول کو اللہ نے ان پر لعنت کی دُنیا و آخرت میں، اور ان کے لئے تیار کر رکھی ذلت کی مار۔

یہ معاملہ خاص حبیب کا ہے، اللہ کو کون ایذا دے سکتا ہے، مگر وہاں تو جو معاملہ رسول کے ساتھ برتا جائے اپنے ہی ساتھ قرار پایا ہے۔

عـ۳ یعنی جب تم خود کنکر کو موتی، خون کو مُشک، بھُس کو پھُول کی طرح نہیں سمجھتے تو رسول کے معاملہ کا اوروں پر کیا قیاس کرتے ہو، یہاں تو کوئی نسبت ہی نہیں ہوسکتی جب ان کے ابنِ مکرّم حضور سیّدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں :

لاتقیسونی باحد ولاتقیسوا علیّ احدا[4]۔ مجھے کسی پر قیاس نہ کرو نہ کسی کو مجھ سے نسبت دو۔ تو خود حضورِ اقدس سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر کیا ہے واللہ اکبر ۱۲۔

عـ۴ یہ آیت ۱۴ ہے کہ رسول کا پکارنا اپنے میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو، اب ایک دوسرے میں باپ اور مولا اور بادشاہ سب آگئے، اسی لئے علماء فرماتے ہیں نام پاک لے کر ندا کرنا حرام ہے، اگر روایت میں مثلاً یا محمد آیا ہو تو اس کی جگہ بھی یارسول اللہ کہے، اس مسئلہ کا بیانِ عظیم الشان فقیر کے رسالہ تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین میں دیکھئے ۱۲ منہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۹۱

[2] " ۲۴/ ۶۳

[3] " ۳۳/ ۵۷

[4] بہجة الاسرار تلخیص بہجة الاسرار (اردو) مکتبہ نبویہ، لاہور ص ۷۷

Marfat.com

اَبِاللّٰہِ وَ اٰیٰتِہٖ وَ رَسُوْلِہٖ کُنْتُمْ تَسْتَھْزِءُوْنَ[1] ○ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ کَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ[2]؎

؏ یہ آیت ۱۵ ہے غزوہ تبوک کو جاتے وقت منافقوں نے تخلیہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلافِ شان کچھ کہا، جب سوال ہوا تو عذر کرنے لگے اور بولے ہم تو یونہی آپس میں ہنستے تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قل اباللہ و اٰیتہ و رسولہ الآیۃ[3] اے نبی! ان سے فرما دے کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول کے معاملہ میں ٹھٹھا کرتے تھے بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے ایمان لاکر۔

اقول اس آیت کے تین فائدے حاصل ہوئے:

اوّل یہ کہ جو رسول کی شان میں گستاخی کرے وہ کافر ہو جاتا ہے اگرچہ کیسا ہی کلمہ پڑھتا اور ایمان کا دعوٰی رکھتا ہو، کلمہ گوئی اسے ہرگز کفر سے نہ بچائے گی۔

دوم یہ جو بعض جاہل کہنے لگتے ہیں کہ کفر کا تو دل سے تعلق ہے نہ کہ زبان سے، جب وہ کلمہ پڑھتا ہے اور اس کے دل میں کفر ہونا معلوم نہیں تو ہم کسی بات کے سبب اسے کیونکر کافر کہیں، محض خبط اور نری جھوٹی بات ہے، جس طرح کفر دل سے متعلق ہے یونہی ایمان بھی۔ زبان سے کلمہ پڑھنے پر مسلمان کیسے کہا یونہی زبان سے گستاخی کرنے پر کافر کہا جائے گا، اور جب بغیر اکراہ شرعی کے ہے تو اللہ کے نزدیک بھی کافر ہو جائے گا اگرچہ دل میں اس گستاخی کا معتقد نہ ہو کہ بے اعتقاد کہنا ہزل و سخریہ ہے، اور اسی پر رب العزت فرما چکا کہ تم کافر ہو گئے اپنے ایمان کے بعد۔ اس کی تحقیق ہمارے رسالہ البارقۃ اللمعا علی سامد نطق بالکفر طوعا (۱۳۰۴ھ) میں ہے۔

سوم کھلے ہوئے لفظوں میں عذر تاویل مسموع نہیں، آیت فرما چکی کہ حیلہ نہ گھڑو تم کافر ہو گئے۔

تنبیہ: یہاں اللہ عزوجل نے انھیں کلماتِ گستاخی کو وجہِ کفر بتایا اور ان کے مقابل کلمہ گوئی و عذر جوئی کو مردود ٹھہرایا یہاں ان کے کفر سابق مخفی کی بحث نہیں کہ قد کفرتم بعد ایمانکم فرمایا ہے تم مسلمان ہو کر کافر ہو گئے، نہ کہ قد کنتم کافرین تم پہلے ہی سے کافر تھے۔ یہ فائدے خوب یاد رکھنے کے ہیں وباللہ التوفیق ۱۲ منہ مدظلہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۹/۶۵
[2] " " ۹/۶۶
[3] " " ۹/۶۵

Marfat.com

فیا ایھا المنافقون[ع۱] المرتدۃ الفاسقون الزاعم کبیرکم ان
مدح[ع۲] الرسول کمدح بعضکم بعضا بل اقل منہ فی حسبانکم
قد بدت البغضاء[ع۳] من افواھکم وما تخفی صدورکم اکبر واللہ مخرج اضغانکم ؏

ع۱ نفاق دو قسم ہے: عقدی[1] وعملی[2]۔ نفاق عملی کے بیان میں فقیر نے ایک رسالہ حافلہ مسمّی بہ ابناء الحذاق بمسالک النفاق (۱۳۰۹ھ) لکھا اور آیات واحادیث کثیرہ وغزیرہ سے اس کے وجوہ وصور کو ظاہر کیا جو اس رسالہ کے غیر میں مجموعًا نہ ملیں گی وہاں سے ان حضرات کے نفاق کا ثبوت لیجئے ۱۲ منہ۔

ع۲ اللہ تو فرمائے رسول کے حضور چلّا کر نہ بولو جیسے ایک دوسرے کے سامنے چلّاتے ہو، اللہ فرمائے رسول کا پکارنا ایک دوسرے کا سا پکارنا نہ ٹھہرالو، تقویۃ الایمان والا کہے رسول کی ایسی ہی تعریف کرو جیسی باھم ایک دوسرے کی کرتے ہو بلکہ اس میں بھی کمی کرو، انا للہ وانا الیہ راجعون ٥

ع۳ قال اللہ تعالٰی:

قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بیّنّا لکم الاٰیٰت ان کنتم تعقلون[1] ھا انتم اولاء تحبونھم ولا یحبونکم وتؤمنون بالکتٰب کلہ واذا لقوکم قالوا اٰمنّا واذا خلوا عضوا علیکم الانامل من الغیظ قل موتوا بغیظکم ان اللہ علیم بذات الصدور[2] ٥

ظاہر ہوچکی ہے دشمنی ان کی باتوں سے اور وہ جو ان کے دلوں میں دبی ہے اس سے بھی زیادہ ہے، ہم نے صاف بیان فرمادیں تمھارے لئے نشانیاں اگر تمھیں سمجھ ہو، دیکھو یہ جو تم ہو تم تو انھیں چاہتے ہو اور وہ تمھیں نہیں چاہتے اور تم پوری کتاب پر ایمان لاتے ہو اور جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور جب تنہا ہوتے ہیں تو تم پر غصے میں اپنی انگلیاں چباتے ہیں تو فرمادے مرجاؤ گھٹ گھٹ کر خدا خوب جانتا ہے دلوں کی بات۔

اقول اس آیت سے بھی دو[2] فائدے ملے:

ایک یہ کہ دل کے بخار کے ساتھ زبانی اقرار کلمہ گوئی کی پکار کوئی چیز نہیں۔

دوسرے یہ کہ دل کا بخار زبانی باتوں سے ظاہر ہوجاتا ہے ۱۲ منہ۔

---

۱ القرآن الکریم ۴/ ۱۱۸

۲ " ۴/ ۱۱۹

Marfat.com

استحوذ علیکم الشیطٰن[۱] فانساکم ذکر اللہ وتعظیم الرسول وقد نطق القراٰن بخذلانکم ؛ زاد فاءکم الشیطٰن نقطا من شینہ وتاءکم التدویر من دائرۃ نونہ فاراکم تقویۃ الایمان فی تفویت ایمانکم ؛ ماکان اللہ لیذر المؤمنین علٰی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب[۱] وما اللہ بغافل عن کفرانکم ؛ فلا ورب محمد لا تؤمنون[۲] حتی یکون احب الیکم من والدکم وولدکم والناس اجمعین والروح الذی بین جسمانکم ؛ صلّی اللہ تعالٰی وبارک وسلم علیہ واٰلہ الکرام وصحبہ العظام وخادمی سنۃ القیام برد زیغکم وطغیانکم ؛ ورزقنا حبہ الصادق فی غایۃ الاعظام وادامۃ ذکرہ الٰی یوم القیام وان کان فیہ رغم انوفکم واسخان اعیانکم ؛ اٰمین یا ارحم الراحمین ؛ والحمد للہ رب العٰلمین وصلّی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰینا محمد واٰلہ واصحابہ اجمعین۔

عہ قال اللہ تعالٰی:

استحوذ علیھم الشیطٰن فانساھم ذکر اللہ اولٰئک حزب الشیطٰن الا ان حزب الشیطٰن ھم الخٰسرون[۲]

غالب آگیا اُن پر شیطان سو بُھلادی اُن کو خدا کی یاد، وہ شیطان کے گروہ ہیں، سن لو شیطان ہی کے گروہ نقصان میں ہیں۔

علمائے مدینہ طیبہ نے وہابیہ کے حق میں یہی آیت لکھی اور خود حدیث صحیح بخاری سے ان کا قرن الشیطان ہونا ثابت ہے ۱۲ منہ۔

عہ۲ صحیح بخاری وصحیح مسلم ومسند امام احمد وسنن نسائی وابن ماجہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لایؤمن احدکم حتّٰی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین[۳]

تم میں کوئی مسلمان نہیں ہوتا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ اور سارے جہان سے زیادہ پیارا نہ ہوں۔

اللھم بحبہ لک وحبک اجعل حبہ احب الینا من حب الظمآن للماء البارد ومن حبنا انفسنا یا ارحم الراحمین، اٰمین ۱۲ منہ۔

---

[۱] القرآن الکریم ۳/۱۷۹ [۲] القرآن الکریم ۵۸/۱۹

[۳] صحیح البخاری کتاب الایمان باب من الایمان ان یحب لاخیہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۶

صحیح مسلم 〃 باب وجوب محبۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 〃 〃 ۱/۴۹

Marfat.com

ترجمۂ خطبہ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے اپنا رسول بھیجا گواہ اور خوشی اور ڈر سُناتا ہُوا، تاکہ تم ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر، اور تم اس کی تعظیم اور توقیر اپنے دل اور زبان سے بجالاؤ، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تعظیم وتوقیر اور اعزاز کو تمھارے ایمان اور دینِ حق کا مضبوط رکن بنایا، اور تم پر حرام کیا ہے کہ تم اپنی آوازوں کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز پر بلند کرو یا تم اُن کے حضور اس طرح چلّا کر بولو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلّاتے ہو، کہیں تمھارے اعمال اکارت نہ ہوجائیں اور تمھیں اپنے خسارے کی خبر نہ ہو، اور اللہ تعالیٰ نے ان کی طاعت کو اپنی طاعت اور اُن کی بیعت کو اپنی بیعت بنایا تو اگر تم اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیعت کرو تو تمھارے ہاتھ پر رحمان کا ہاتھ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اسمِ کریم کے ساتھ ان کا اسمِ پاک ملایا غنی کرنے، عطا کرنے، عطا کی اُمید کرنے، آگے ہونے، فیصلہ کرنے، مخالف ہونے، راضی ہونے اور خلوص و ایذا میں تمھارے قرآن پاک ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے ان کی شان بلند فرمائی اور ان کی عظمت مکانی فرمائی، تو یُوں اللہ تعالیٰ نے ان کے معاملے کو ان کے ماسوا سے ممتاز فرمایا، تو ان کی شان تمھارے ترازو سے ماوراء ہے، کیا تم کنکر کو موتی یا خُون کو مُشک یا بھُس کو پھُول قرار دوگے، تو بیشک تمھارے رب نے تمھیں راہنمائی دی ہے کہ تم رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پکارنا ایسا نہ ٹھہراؤ جیسا تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو خواہ تمھارا باپ ہو یا آقا ہو یا بادشاہ ہو، اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں جو زبان درازی ان کی شان میں کرتے ہیں، فرمایا کیا تم اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کے معاملہ میں ٹھٹھا کرتے ہو، بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے ہو اپنے ایمان کے بعد، اے سرکش منافقو، فاسقو! تمھارے بڑے نے خیال ظاہر کیا کہ رسول اللہ کی مدح تمھاری آپس میں ایک دوسرے کی مدح کے مساوی بلکہ اس سے بھی کم ہے یہ تمھارے خیال میں ہے جبکہ بغض تمھارے مُنہ سے ظاہر ہوگیا ہے اور جو تمھارے دلوں میں ہے وہ اس سے بھی خطرناک ہے اور اللہ تعالیٰ تمھارے حسد کو ظاہر فرمانے والا ہے، تم پر شیطان غالب آگیا ہے اس نے تم کو اللہ تعالیٰ کی یاد اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم بھلادی ہے اور بلاشک قرآن نے تمھاری رسوائی بیان فرمادی پس شیطان نے تمھاری فا، پر اپنے شین کے نقطوں میں ایک نقطہ بڑھا دیا اور تمھاری تا، کا دائرہ اپنے نون کے دائرہ سے بڑھادیا تو شیطان نے تمھیں ایمان کے ضائع کرنے میں ایمان کی تقویت دکھائی، مومنوں کو اللہ تعالیٰ اس حال پر نہ چھوڑے گا جس پر تم اب ہو جب تک خبیث کو طیب سے جُدا نہ کردے اور اللہ تعالیٰ تمھارے کفر سے غافل نہیں۔ محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رب کی قسم تم مومن نہیں ہوسکتے جب تک وُہ تمھارے والد، اولاد، تمام لوگوں اور تمھاری رُوحوں سے زیادہ تمھیں محبوب نہ ہوں، صلے اللہ تعالیٰ وبارک وسلم علیہ

Marfat.com

وعلیٰ آلہ الکرام وصحابتہ العظام اور ساتھ ہی تمہاری سرکشی اور غلط روی کے رُد کرنے کی سنّت پر قائم خدام پر سلام و برکات ہوں، اور اللہ تعالیٰ ہمیں انتہائی تعظیم کے ساتھ آپ کی سچی محبت اور قیامت تک آپ کا دائمی ذکر عطا فرمائے اگرچہ اس میں تمہاری ناکیں آلُود اور تمہاری آنکھیں بیمار ہوں، آمین یا ارحم الراحمین والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالےٰ علیٰ سیدنا و مولانا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین۔ [ترجمۂ خطبہ ختم ہوا، یہاں سے جواب شروع ہے]

بلاشُبہہ وہابیہ مذکورین اور ان کے پیشوائے مسطور پر بوجوہ کثیر قطعاً یقیناً کُفر لازم اور حسبِ تصریحات جماہیر فقہائے کرام اصحابِ فتاوٰی اکابر و اعلام رحمہم اللہ الملک المنعام ان پر حکمِ کفر ثابت و قائم اور بظاہر اُن کا کلمہ پڑھنا اس حکم کا نافی اور ان کو نافع نہیں ہوسکتا آدمی فقط زبان سے کلمہ پڑھنے یا اپنے آپ کو مسلمان کہنے سے مسلمان نہیں ہوتا جبکہ اس کا قول یا فعل اس کے دعوے کا مکذب ہوگیا، اگر کوئی شخص اپنے آپ کو مسلمان کہے کلمہ پڑھے بلکہ نماز روزہ حج زکوٰۃ بھی ادا کرے باینہمہ خدا اور رسول کی باتیں جھٹلائے یا خدا اور رسول و قرآن کی جناب میں گستاخیاں کرے یا زنار باندھے، بُت کے لئے سجدے میں گرے تو وہ مسلمان قرار پاسکتا یا عادت کے طور پر وُہ کلمہ پڑھنا اُس کے کام آسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہم ابھی حاشیۂ خطبہ میں یہ مضمون آیاتِ قرآنیہ سے ثابت کرچکے۔ درمختار مطبع ہاشمی ص ۳۱۸:

لواتی بھما علیٰ وجہ العادۃ لم ینفعہ مالم یتبرأ[1] — اگر عادت کے طور پر کلمہ پڑھا تو نفع نہ دے گا جب تک اپنی اس کُفری بات سے توبہ نہ کرے۔

اُن کے مذہبی عقیدوں اور اُن کے پیشوائے مذہب کی کتابوں میں بکثرت کلماتِ کفریہ ہیں جن کی تفصیل کو دفتر درکار، اور اُن کے پیشوا نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں (جسے یہ لوگ معاذ اللہ کتاب آسمانی کی مثل جانتے اور اپنے مذہب کی مقدس کتاب مانتے ہیں) اپنے اور اپنے سب پیرؤوں کے کھلم کھلا کافر ہونے کا صاف اقرار کیا ہے، میں پہلے ان کا وہ اقراری کفر نقل کروں پھر بطورِ نمونہ صرف ستّر کفریات ان کے اور لکھوں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ختمِ دُنیا کا حال ارشاد فرمایا ہے کہ زمانہ فنا نہ ہوگا جب تک لات وعزّٰی کی پھر پرستش نہ ہو اور وہ یُوں ہوگی کہ اللہ تعالےٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو ساری دُنیا سے مسلمانوں کو اُٹھالے گی جس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہوگا وُہ اٹھالیا جائے گا جب زمین میں نرے کافر رہ جائیں گے پھر بُتوں کی پُوجا بدستور جاری ہوجائے گی[2]

تقویۃ الایمان مطبع فاروقی دہلی ۱۲۹۳ھ ص ۴۴ پر یہ حدیث بحوالہ مشکوٰۃ نقل کی اور خود اس کا

ادا اور بظاہر توحید و اقرار اسلام کا فائدہ نہ

بزرگوں کے خلاف آپ کی تقریر کا فائدہ

---

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

[2] مشکوٰۃ المصابیح باب لاتقوم الساعۃ الاعلیٰ شرار الناس مطبع مجتبائی دہلی نصف ثانی ص ۴۸۱

Marfat.com

ترجمہ کیا کہ:

"پھر بھیجے گا اللہ ایک باؤ اچھی، سو جان نکال لے گی جس کے دل میں ہوگا ایک رائی کے دانہ بھر ایمان، سو رہ جائیں گے وہی لوگ کہ جن میں کچھ بھلائی نہیں، سو پھر جائیں گے اپنے باپ دادوں کے دین پر"[1]

حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے یہ بھی صراحۃً ارشاد فرمادیا تھا کہ "وہ ہوا خروج دجال لعین و نزول عیسےٰ مسیح علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بعد آئے گی"[2] تقویۃ الایمان میں حدیث کے یہ لفظ بھی خود ہی نقل کئے اور اس کا ترجمہ کیا ص۴۵:

"نکلے گا دجال، سو بھیجے گا اللہ عیسےٰ بیٹے مریم کو، سو وہ ڈھونڈے گا اس کو، پھر تباہ کر دے گا اس کو، پھر بھیجے گا اللہ ایک باؤ ٹھنڈی شام کی طرف سے، سو نہ باقی رہے گا زمین پر کوئی کہ اس کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہو مگر مار ڈالے گی اس کو"[3]

بایں ہمہ حدیث مذکور لکھ کر اسی صفحہ پر صاف لکھ دیا:

"سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا"[4]

اب نہ خروجِ دجال کی حاجت رہی نہ نزولِ مسیح کی ضرورت بلکہ ان کے نصیبوں کے لئے وہ ہوا بھی چل گئی، تمام مسلمانوں کے کافر مشرک بنانے کے لئے ختمِ دنیا کی حدیث صاف صاف اپنے زمانۂ موجودہ پر جما دی، اور کچھ پروا نہ کی کہ جب یہ وہی زمانہ ہے جس کی اس حدیث نے خبر دی اور وہ ہوا چل چکی اور جس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان تھا مرگیا اب تمام دنیا میں نرے کافر ہی کافر رہ گئے ہیں تو یہ شخص خود اور اس کے سارے پیرو کیا دنیا کے پردے سے کہیں الگ بستے ہیں، یہ خود اپنے اقرار سے ٹھیٹ کافر پکے بت پرست ہیں، یہ خود ان کا اقراری کفر تھا، اب گنئے کہ علمائے کرام فقہائے عظام کی صریح تصریحوں سے اُن پر کتنی وجہ سے کفر لازم:

کفریہ ۱: یہی اقرارِ کفر کہ جو اپنے کفر کا اقرار کرے وہ سچ کافر ہے۔ نوازل فقیہ ابو اللیث، پھر خلاصہ، پھر تکملۂ لسان الحکام مطبوعہ مصر ص۵۷: رجل قال انا ملحد یکفر[5] جو اپنے الحاد کا اقرار کرے وہ کافر ہے۔

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الرابع فی ذکر رد الاشراک فی العبادۃ مطبع علیمی لوہاری گیٹ لاہور ص ۳۰

[2] مشکوٰۃ المصابیح باب لا تقوم الساعۃ الا علی شرار الناس مطبع مجتبائی دہلی نصف ثانی ص ۴۸۱

[3] تقویۃ الایمان الفصل الرابع فی ذکر رد الاشراک فی العبادۃ مطبع علیمی لوہاری گیٹ لاہور ص ۳۱

[4] " " " " " ص ۳۰

[5] خلاصۃ الفتاویٰ کتاب الفاظ الکفر فصل ثانی جنس خامس مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/۳۸۷

Marfat.com

اشباہ فن ثانی کتاب السیر باب الردۃ :

قیل لها انت کافرۃ فقالت انا کافرۃ کفرت[1] — کسی نے کہا تُو کافرہ ہے، کہا مَیں کافرہ ہُوں، وُہ کافرہ ہوگئی۔

فتاویٰ عالمگیری مطبع مصر ۱۳۱۰ھ جلد ۲ ص ۲۷۹ :

مسلم قال انا ملحد یکفر ولو قال ماعلمت انہ کفر لایعذر بھذا[2] — ایک مسلمان اپنے ملحد ہونے کا اقرار کرے کافر ہوجائے گا اور اگر کہے کہ میں نہ جانتا تھا کہ اس میں مجھ پر کفر عائد ہوگا تو یہ عذر نہ سُنا جائے گا۔

کفریہ ۲ : اسی قول میں تمام اُمّت کو کافر ماننا، یہ خود کفر ہے۔ شفا شریف امام قاضی عیاض ص ۳۶۲ و ص ۳۶۳ :

نقطع بتکفیر کل قائل قال قولا یتوصل بہ الی تضلیل الامۃ[3] — جو کوئی ایسی بات کہے جس سے تمام اُمت کو گمراہ ٹھہرانے کی طرف راہ نکلے وُہ یقیناً کافر ہے۔

کفریہ ۳ : تقویۃ الایمان ص ۲۰ :

"غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجئے، یہ اللہ صاحب کی ہی شان ہے"[4]

یہاں اللہ سبحٰنہ کے علم کو لازم وضروری نہ جانا اور معاذ اللہ اس کا جہل ممکن مانا کہ غیب کا دریافت کرنا اس کے اختیار میں ہے چاہے دریافت کرلے چاہے جاہل رہے، یہ صریح کلمۂ کفر ہے۔ عالمگیری ج ۲ ص ۲۵۸ :

یکفر اذا وصف اللہ تعالیٰ بما لا یلیق بہ اونسبہ الی الجھل او العجز او النقص اھ[5] — جو شخص اللہ تعالیٰ کی ایسی شان بیان کرے جو اس کے لائق نہیں یا اسے جہل یا عجز یا کسی ناقص بات کی طرف نسبت کرے وُہ کافر ہے۔

بحرالرائق مطبع مصر ج ۵ ص ۱۲۹، بزازیہ مطبع مصر ج ۳ ص ۳۲۳، جامع الفصولین

---

[1] الاشباہ والنظائر — کتاب السیر — باب الردۃ — ادارۃ القرآن کراچی ۱/۲۴۹

[2] فتاویٰ ہندیہ — الباب التاسع فی احکام المرتدین — نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۷۹

[3] الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ — فصل فی بیان ماھو من المقالات — المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ فی البلاد العثمانیۃ ۲/۲۷۱

[4] تقویۃ الایمان — الفصل الثانی فی رد الاشراک فی العلم — مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۱۴

[5] فتاویٰ ہندیۃ — الباب التاسع فی احکام المرتدین — نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۵۸

Marfat.com

مطبع مصر ج ۲ ص ۲۹۸ ؛

لو وصف اللہ تعالیٰ بما لایلیق بہ کفر[1] — اگر اللہ تعالیٰ کی شان میں ایسی بات کہی جو اس کے لائق نہیں کافر ہوگیا۔

کفریہ ۴: "جب چاہے دریافت کرنے" کا صاف یہ مطلب کہ ابھی تک دریافت ہوا نہیں ہاں اختیار[عـہ] ہے کہ جب چاہے دریافت کرلے تو علمِ الٰہی قدیم نہ ہُوا اور یہ کُھلا کلمۂ کفر ہے۔ عالمگیری ج ۲ ص ۲۶۲ :

لو قال علم خدائے قدیم نیست یکفر کذا فی التتارخانیۃ[2] اھ ملخصًا۔ — جو علمِ خدا کو قدیم نہ مانے وہ کافر ہے ایسا ہی تاتارخانیہ میں ہے اھ ملخصًا۔

کفریہ ۵: ایضاح الحق مطبع فاروقی دہلی ۱۲۹۷ھ ص ۳۵ و ۳۶ ؛

تنزیہ او تعالیٰ از زمان و مکان و جہت و اثبات رؤیت بلاجہت و محاذات (الی قولہ) ہمہ از قبیل بدعات حقیقیہ است اگر صاحب آں اعتقادات مذکورہ را از جنس عقائد دینیہ مے شمارد[3] اھ ملخصًا۔ — اللہ تعالیٰ کو زمان و مکان اور جہت سے پاک قرار دینا اور اس کا دیدار بلاجہت وکیف ثابت کرنا (آگے یوں کہا) یہ تمام امور از قبیل بدعت حقیقیہ ہیں اگر کوئی شخص ان مذکورہ اعتقادات کو دینی اعتقاد شمار کرے اھ ملخصًا (ت)

اس میں صاف تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ کو زمان و مکان وجہت سے پاک جاننا اور اس کا دیدار بلاکیف ماننا بدعت و ضلالت ہے اس میں اس نے تمام ائمۂ کرام و پیشوایانِ مذہبِ اسلام کو بدعتی و گمراہ بتایا۔

شاہ عبدالعزیز صاحب تحفۂ اثنا عشریہ مطبوعہ کلکتہ ۱۲۴۳ھ ص ۲۵۵ میں فرماتے ہیں :

عقیدہ سیزدہم آنکہ حق تعالیٰ را مکان نیست و اُو را جہتے از فوق و تحت متصور نیست و ہمینست مذہب اہل سنّت وجماعت[4]۔ — تیرھواں عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے مکان اور فوق و تحت کی جہت متصور نہیں ہے اور یہی اہل سنّت وجماعت کا مذہب ہے (ت)

عـہ اس کے متعلق شرح عقائد و فقہ اکبر و شرح فقہ اکبر کی عبارات کفریہ ۱۰ کے رد میں دیکھئے ۱۲ منہ

---

[1] جامع الفصولین الفصل الثامن والثلاثون فی مسائل کلمات الکفر اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی ۲/۲۹۸

[2] فتاوٰی ہندیۃ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۶۲

[3] ایضاح الحق (مترجم اُردو) فائدہ اوّل پہلا مسئلہ قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۷۷ و ۷۸

[4] تحفہ اثنا عشریہ باب پنجم در الٰہیات سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۴۱

Marfat.com

بحر الرائق ج ۵ ص ۱۲۹، عالمگیری ج ۲ ص ۲۵۹ :

یکفر باثبات المکان للہ تعالیٰ[1]

اللہ تعالیٰ کے لئے مکان ثابت کرنے سے آدمی کافر ہوجاتا ہے۔

فتاوٰی قاضی خاں فخر المطابع ج ۴ ص ۴۳ :

رجل قال خدائے برآسمان میداند کہ من چیزے ندارم یکون کفرا لان اللہ تعالیٰ منزہ عن المکان[2]۔

کسی نے کہا کہ خدا آسمان پر جانتا ہے کہ میرے پاس کچھ نہیں، کافر ہوگیا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ مکان سے پاک ہے۔

خلاصہ کتاب الفاظ الکفر فصل ۲ جنس ۲ :

لو قال نردبان بنہ و برآسمان برآئے و باخدائے جنگ کن یکفر لانہ اثبت المکان للہ تعالیٰ[3]۔

اگر کوئی یوں کہے کہ سیڑھی لگاؤ اور آسمان پر جاکر خدا سے جنگ کرو، تو کافر ہوجائے گا اس لئے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے لئے مکان مانا۔ (ت)

کفریہ ۶ : رسالہ یکروزی مطبع فاروقی ص ۱۴۴ :

بعد اخبار ممکن ست کہ ایشاں را فراموش گردانیدہ شود پس قول بامکان وجود مثل اصلا منجر بتکذیب نصی از نصوص نگردد و سلب قرآن مجید بعد از انزال ممکن ست[4]

خبر دینے کے بعد ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے بھلادے پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہم مثل ثابت کرنا ہرگز نصوص میں سے کسی نص کی تکذیب نہیں، اور قرآن پاک کے نازل کرنے کے بعد اس کا سلب ہوجانا ممکن ہے (ت)

اہل حق نے کہا تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل یعنی تمام صفات کمالیہ میں حضور کا شریک وہمسر محال ہے، اور بعض علماء اس پر دلیل لائے تھے کہ اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلے اللہ

---

[1] بحر الرائق باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/۱۲۰
فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۵۹
[2] فتاوٰی قاضی خاں کتاب السیر باب مایکون کفرا من المسلم الخ نولکشور لکھنؤ ۴/۸۸۴
[3] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الفاظ الکفر فصل ۲ جنس ۲ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/۳۸۴
[4] رسالہ یکروزی (فارسی) فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷

Marfat.com

تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایا اگر حضور کا مثل بمعنی مذکور ممکن ہو تو معاذ اللہ کذبِ الٰہی لازم آئے، اس کے جواب میں شخص مذکور نے وہ کفری بول بولا کہ اگر اللہ تعالٰے قرآن مجید دلوں سے بھلا کر ایسا کرے تو کس نص کی تکذیب ہوگی، یہاں صاف اقرار کر دیا کہ اللہ عزوجل کی بات واقع میں جھوٹی ہو جانے میں تو حرج نہیں حرج اس میں ہے کہ بندے اُس کے جھوٹ پر مطلع ہوں اگر انھیں بھلا کر اپنی بات جھوٹی کر ڈے تو تکذیب کہاں سے آئیگی کہ اب کسی کو وہ نص یاد ہی نہیں جو جھوٹ ہو جانا بنائے غرض سارا ڈر بندوں کا ہے جب اُن کی مت ماردی پھر پروا کیا تعالی اللہ عما یقول الظلمون علوا کبیرا ظالموں کی باتوں سے اللہ تعالٰے بہت بلند ہے۔ت)

شفاء شریف ص ۳۶۱ :

من دان بالوحدانیۃ وصحۃ النبوۃ و نبوۃ نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولکن جوز علی الانبیاء الکذب فیما اتوا بہ ادعی فی ذلک المصلحۃ بزعمہ اولم یدعھا فھو کافر باجماع [۱]

جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت نبوت کی حقانیت ہمارے نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی نبوت کا اعتقاد رکھتا ہو باینہمہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر اُن باتوں میں کہ وُہ اپنے رب کے پاس سے لائے کذب جائز مانے خواہ بزعمِ خود اس میں کسی مصلحت کا ادعا کرے یا نہ کرے ہر طرح بالاتفاق کافر ہے۔

حضرات انبیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والثناء کا کذب جائز ماننے والا بالاتفاق کافر ہوا اللہ عزوجل کا کذب جائز ماننے والا کیونکر بالاجماع کافر مرتد نہ ہوگا، اس مسئلے میں شخص مذکور اور اس کے کاسہ لیسوں کے اقوال سخت ہولناک و بیباک و ناپاک ہیں جن کی تفصیل و تشریح اور اُن کے رَدِّ بلیغ کی تنقیح ہماری کتاب سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح (۱۳۰۷ھ) سے روشن۔

کفریہ ۷ : یکروزی ص ۱۴۵ :

لانسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد چہ مقدمہ قضیہ غیر مطابقہ للواقع والقائے آں بر ملٰئکہ و انبیاء خارج از قدرتِ الٰہیہ نیست و الّا لازم آید کہ قدرت انسانی ازید از قدرت ربانی باشد۔ [۲]

اللہ تعالیٰ کے لئے مذکور کذب کو ہم محال نہیں مانتے کیونکہ واقع کے خلاف کوئی قضیہ و خبر بنانا اور اس کو فرشتوں اور انبیاء پر القاء کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے خارج نہیں ورنہ لازم آئیگا کہ انسانی قدرت اللہ تعالیٰ کی قدرت سے زاید ہو جائے (ت)

---

[۱] الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ فصل فی بیان ما ھو من المقالات المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ فی البلاد العثمانیۃ ۲/۲۶۹

[۲] رسالہ یکروزی (فارسی) فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷

Marfat.com

اس میں صاف تصریح ہے کہ جو کچھ آدمی اپنے لئے کر سکتا ہے وہ سب خدائے پاک کی ذات پر بھی روا ہے جس میں کھانا پینا، سونا، پاخانہ پھرنا، پیشاب کرنا، چلنا، ڈوبنا، مرنا سب کچھ داخل۔ لہٰذا اس قولِ خبیث کے کفریات حد شمار سے خارج۔

کفریہ ۸ : یکروزی ص ۱۴۵ :

عدمِ کذب را از کمالات حضرت حق سبحٰنہ میشمارند و او راجل شانہ باں مدح می کنند برخلاف اخرس و جماد و صفت کمال ہمین ست کہ شخصے قدرت بر تکلم بکلام کاذب دارد و بنا بر رعایت مصلحت و مقتضائے حکمت بتنزہ از شوب کذب تکلم بکلام کاذب نماید ہماں شخص ممدوح می گردد بخلاف کسے کہ لسان او ماؤف شدہ یا ہرگاہ ارادۂ تکلم بکلام کاذب نماید آواز بند گردد یا کسے دہن او را بند نماید ایں اشخاص نزد عقلا قابلِ مدح نیستند' بالجملہ عدم تکلم کلام کاذب ترفعا عن عیب الکذب و تنزہا عن التلوث بہ از صفات مدح ست[۱] اھ ملخصًا۔

عدمِ کذب کو اللہ تعالیٰ کے لئے کمالات میں سے شمار کرتے ہیں اور عدمِ کذب کو گونگے اور جماد کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی مدح بتاتے ہیں، اور جبکہ صفتِ کمال یہ ہے کہ کسی شخص کو جھوٹ بولنے پر قدرت ہو تو وہ مصلحت اور حکمت کی بنا پر جھوٹی بات کہنے سے گریز کرے تو ایسا شخص مدح کا مستحق ہوتا ہے' اس کے برخلاف کوئی ایسا شخص کہ اس کی زبان ناکارہ ہو یا جب وہ جھوٹی بات کہنے کا ارادہ کرے تو اس کی آواز بند ہو جائے، یا دوسرا کوئی اس وقت اس کا منہ بند کردے تو ایسے لوگ عقلاء کے ہاں مدح کے قابل نہیں ہوتے، غرضیکہ جھوٹ کے عیب سے بچنا اور اپنے آپ کو جھوٹ میں ملوث نہ کرنا مدح کی صفات میں سے ہے اھ ملخصًا (ت)

اس میں صاف اقرار ہے کہ اللہ عزوجل کا جھوٹ بولنا ممتنع بالغیر بلکہ محال عادی بھی نہیں کہ گونگے کا بولنا ہرگز نہ محال بالذات' نہ ممتنع بالغیر' نہ ممتنع عقلی، نہ محال شرعی، صرف محال عادی ہے۔ اور وہ تصریح کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ایسا بھی نہیں جیسے گونگے کا بولنا کہ اللہ تعالیٰ کی تو اس سے مدح کرتے ہیں اور گونگے کی نہیں، تو ضرور ہوا کہ کذبِ الٰہی محال عادی بھی نہ ہو یہ صریح کفر ہے اور اس میں ایمان و دین و شرائع سب کا ابطال کہ جب خدا پر جھوٹ ہر طرح روا ہے تو اس کی کسی بات پر اطمینان کیا ہے۔

کفریہ ۹ : اسی قول میں صراحۃً مان لیا کہ اللہ تعالیٰ میں عیب و آلائش کا آنا جائز ہے مگر مصلحۃً ترفع کے لئے

---

[۱] رسالہ یکروزی (فارسی) فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۸-۱۷

Marfat.com

اس سے بچتا ہے یہ صراحۃً اللہ عزوجل کو قابل ہر گونہ نقص وعیب وآلودگی ماننا ہے کہ یہ بھی مثل کفریہ ہفتم ہزاروں کفریات کا خمیرہ ہے۔ عالمگیری قول مذکور در کفریہ ۳، اعلام بقواطع الاسلام مطبع مصر ۱۲۹۲ھ ص ۱۵:

من نفی او اثبت ما ھو صریح فی النقص کفر۔[1] جو اللہ تعالیٰ کی شان میں کوئی ایسی بات نہ یا ہاں کہے جس میں کھلی منقصت ہو کافر ہو جائے۔

کفریہ ۱۰: اسی قول میں صدق الٰہی بلکہ اس کی سب صفات کمال کو اختیاری مانا کہ مصلحت عیب و آلائش سے بچنے کو اختیار کیا ہے جس طرح کفریہ ۳ میں صفت علم غیب کو صراحۃً اختیاری کہا تھا اور جو چیز اختیاری ہو ضرور حادث و نوپیدا ہو گی۔ شرح عقائد النسفی طبع قدیم ص ۲۲:

الصادر عن الشیئ بالقصد والاختیار یکون حادثا بالضرورۃ۔[2] جو کسی سے اس کے قصد واختیار سے صادر ہو وہ بالبداہۃ حادث ہو گا۔

اور صفات الٰہی کو حادث ٹھہرانا کلمۂ کفر ہے۔

فقہ اکبر حضرت امام اعظم ابو حنیفہ وشرح فقہ اکبر ملا علی قاری مطبع حنفی ۱۲۶۹ھ ص ۲۹:

صفاتہ فی الازل غیر محدثۃ ولا مخلوقۃ فمن قال انھا مخلوقۃ او محدثۃ او وقف فیھا او شك فیھا فھو کافر باللہ تعالیٰ۔[3] اللہ تعالیٰ کی سب صفتیں ازلی ہیں، نہ وہ نوپیدا ہیں نہ مخلوق، تو جو انھیں مخلوق یا حادث بتائے یا اس میں توقف یا شک کرے وہ کافر ہے۔

کفر ۱۱ تا ۱۹: اسی قول میں صاف بتایا کہ جن چیزوں کی نفی سے اللہ تعالیٰ کی مدح کی جاتی ہے وہ سب باتیں اللہ عزوجل کے لئے ہو سکتی ہیں ورنہ تعریف نہ ہوتی، تو اللہ تعالیٰ کے لئے سونا[11]، اونگھنا[12]، بہکنا[13]، بھولنا[14]، جورو[15]، بیٹا[16]، بندوں سے ڈرنا[17]، کسی کو اپنی بادشاہی کا شریک کر لینا[18]، ذلت وخواری[19] کے باعث دوسرے کو اپنا بازو بنانا وغیرہ سب کچھ روا ٹھہرا کر ان سب باتوں کی نفی سے اللہ تعالیٰ کی مدح کی جاتی ہے۔

آیت لا تاخذہ سنۃ ولا نوم[4] نہ اسے اونگھ آتی ہے نہ نیند۔ **آیت** لا یضل ربی

---

[1] فتاوی ہندیۃ — الباب التاسع فی احکام المرتدین — نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۵۸
اعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ — مکتبۃ دار الشفقت استنبول ترکی ص ۳۵۱
[2] شرح العقائد النسفیہ — دار الاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ص ۲۳
[3] الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر — الباری جل شانہ موصوف فی الازل الخ — مصطفی البابی مصر ص ۲۵
[4] القرآن الکریم ۲/۲۵۵

Marfat.com

ولا ینسیٰ[1] نہ میرا رب بہکے نہ بھولے۔ آیت ما اتخذ صاحبۃ ولا ولدا[2] اللہ نے نہ کسی کو اپنی جورو بنایا نہ بیٹا۔ آیت ولا یخاف عقبٰھا[3] اللہ کو ثمود کے پیچھا کرنے کا خوف نہیں آیت لم یکن لہ شریک فی الملک ولم یکن لہ ولی من الذل[4] نہ کوئی بادشاہی میں اس کا ساجھی نہ کوئی دباؤ کے سبب اُس کا حمایتی۔ یہ سب صریح کفر ہیں۔

کفریہ ۲۰ و ۲۱ ؛ صراطِ مستقیم مطبع ضیائی ۱۲۸۵ھ ص ۱۷۵ :

نسبت پیر خود تا اینکہ روزے حضرت جل وعلا دست راست ایشاں را بدست قدرت خاص خود گرفتہ و چیزے را از امور قدسیہ کہ بس رفیع بدیع بود پیش روئے حضرت ایشاں کردہ فرمود کہ ترا ایں چنیں دادہ ام و چیزہائے دیگر خواہم داد[5]

اپنے پیر کی نسبت یہاں تک کہ ایک روز ان کا دایاں ہاتھ اللہ نے اپنے خاص دست قدرت میں پکڑا اور امورِ قدسیہ کی بلند و بالا چیز کو ان کے سامنے پیش کرکے فرمایا کہ تجھے میں نے یہ چیز دے دی اور مزید چیزیں دُوں گا۔ (ت)

ص ۱۲ :

مکالمہ و مسامرہ بدست مے آید[6] (مکالمہ اور گفتگو حاصل ہوگی۔ ت)

ص ۱۴۳ :

گاہے کلام حقیقی ہم مے شود[7] عـــہ (اور کبھی کلام حقیقی بھی ہوتی ہے۔ ت)

شفاء شریف ص ۳۶۰ :

من اعترف بالٰھیۃ اللہ تعالٰی و وحدانیتہ و لکنہ ادعی لہ ولدا او صاحبۃ فذٰلک کفر باجماع المسلمین وکذٰلک من ادعی مجالسۃ

جو اللہ تعالٰی کی الوہیت و توحید کا تو قائل ہو مگر اس کے لئے جورو یا بچہ ٹھہرائے وہ باجماع مسلمین کافر ہے اسی طرح جو اللہ تعالٰی کے ساتھ ہمنشینی

عـــہ یہ صراحۃً اپنے پیر وغیرہ کو نبی بتانا ہے ۱۲ سل السیوف

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/۵۲ [2] القرآن الکریم ۷۲/۳
[3] القرآن الکریم ۹۱/۱۵ [4] القرآن الکریم ۱۷/۱۱۱
[5] صراطِ مستقیم باب چہارم خاتمہ دربیان پارہ از واردات الخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۶۴
[6] صراطِ مستقیم ہدایت رابعہ دربیان ثمرات حب عشقی المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۲
[7] صراطِ مستقیم باب سوم فصل چہارم تکملہ دربیان سلوک المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۴۳

Marfat.com

اللہ تعالٰی والعروج الیہ ومکالمتہ[1] اھ ملخصاً۔

اس تک صعود اس سے باتیں کرنے کا مدعی ہو۔

ص ۳۶۲ :

وکذلك من ادعی منھم انه یوحی الیه وان لم یدع النبوة او انه یصعد الی السماء و یدخل الجنة ویاکل من ثمارھا ویعانق الحور العین فھؤلاء کلھم کفار مکذبون للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2]

اسی طرح جھوٹا متصوف دعوٰی کرے کہ اللہ تعالٰی اسے وحی کرتا ہے اگرچہ نبوت کا مدعی نہ ہو، یا یہ کہ وہ آسمان تک چڑھتا ہے جنت میں جاتا اس کے پھل کھاتا حوروں کو گلے لگاتا ہے یہ سب کافر ہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والے۔

حوروں سے اس معانقہ کے دعوے پر تو یہ حکم ہے خود رب العزت سے ہاتھ ملاکر مصافحہ پر کیا حکم ہوگا۔

تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۹۹ :

در حین بعثت بلکہ در حین مناجات ومکالمہ کہ اعلائے مراتب قرب بشری با جناب خداوندی ست[3]

نبی کی بعثت کے وقت بلکہ مکالمہ اور مناجات کے وقت جو کہ اللہ تعالٰے کے ہاں بشری قرب کا اعلٰی مرتبہ ہے۔ (ت)

اس ترقی سے صاف ظاہر کہ مکالمہ کا مرتبہ نفسِ نبوت سے خاص تر ہے تو دنیا میں کسی کے لئے اللہ عزوجل سے کلام حقیقی کا دعوٰی صراحۃً اس کی نبوت کا دعوٰی ہے۔ تفسیر عزیزی سورہ بقرہ مطبع کلکتہ ۱۲۴۹ھ ص ۴۲۳ زیر قولہ تعالٰے وقال الذین لایعلمون لولا یکلمنا اللہ :

منشائے ایں گفتگوے ایشاں جہل ست زیراکہ نمی فہمند کہ رتبہ ہمکلامی با خدائے عزوجل بس بلند ست ہنوز بہ پایہ اولیں آں کہ ایمان ست نرسیدہ اند وآں رتبہ مختص ست بملائکہ وانبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام وغیر ایشاں را ہرگز میسر نمی شود پس فرمائش ہمکلامی با خدا گویا فرمائش آنست کہ تا ہمہ را پیغمبراں

ان کی اس گفتگو کا منشاء جہالت ہے کیونکہ وہ یہ نہ سمجھے کہ اللہ تعالٰے کے ساتھ ہم کلامی کا رتبہ بہت بلند ہے یہ لوگ ابھی ایمان کی ابتداء کو نہیں پہنچے حالانکہ وہ رتبہ ہمکلامی فرشتوں اور انبیاء کو ہی حاصل ہے کسی دوسرے کو ہرگز میسر نہیں ہے، تو اللہ تعالٰی سے ہمکلامی کی فرمائش کرنا گویا کہ یہ فرمائش ہے کہ وہ

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی بیان ماھو من المقالات المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ فی البلاد العثمانیہ ۲/ ۲۶۸

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۲/ ۷۱-۲۷۰

[3] تحفہ اثنا عشریہ باب ششم در بحث نبوت سہیل اکیڈیمی لاہور ص ۱۶۴

Marfat.com

یا فرشتہا ساز د[1]

سب کو پیغمبر یا فرشتے بنا دے (ت)

شرح عقائد جلالی مطبع مصر ص ۱۰۶، اس مسئلہ کی دلیل میں کہ جو شخص دنیا میں اللہ عزوجل سے کلام حقیقی کا مدعی ہو کافر ہے، فرمایا:

المکالمۃ شفاھا منصب النبوۃ بل اعلیٰ مراتبھا وفیہ مخالفۃ لما ھو من ضروریات الدین وھو انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خاتم النبیین علیہ افضل صلوٰۃ المصلین[2]۔

اللہ عزوجل سے کلامِ حقیقی منصبِ نبوت بلکہ اُس کے مراتب میں اعلیٰ مرتبہ ہے تو اس کے دعوے کرنے میں بعض ضروریاتِ دین یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا انکار ہے۔

کفریہ ۲۲: صراطِ مستقیم ص ۱۲:

از جملہ آں شدت تعلق قلب ست بمرشد خود استقلالاً یعنی نہ باآں ملاحظہ کہ ایں شخص کہ ناودان فیض حضرت حق و واسطہ ہدایت اوست بلکہ بحیثیتیکہ متعلق عشق ہماں می گردد چنانکہ یکے از اکابر ایں طریق فرمود کہ اگر حق جل وعلا درغیر کسوت مرشد من تجلی فرماید ہر آئینہ مرا با او التفات درکار نیست[3]۔

ان میں سے ایک یہ کہ اپنے مرشد سے شدید قلبی مستقل تعلق یعنی یہ لحاظ نہ ہو کہ یہ مرشد اللہ تعالٰی کے فیض کا ذریعہ اور اس کی ہدایت کے لئے واسطہ ہے بلکہ اس حیثیت سے کہ عشق کا تعلق صرف اسی سے ہو چنانچہ اس طریقت کے ایک بڑے نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالٰی مجھ پر میرے مرشد کے لباس وشکل کے بغیر تجلی فرمائے تو مجھے اس کی طرف التفات درکار نہیں ہے (ت)

شخص مذکور کے پیروؤں سے استفسار ہے کہ اپنے اصول پر اس کلمہ کا حکم بتائیں یا خود اسی سے پوچھیں کہ وہ ہمیشہ ایک جگہ ایک بات کہنے دوسری جگہ آپ ہی اس کو کفر وضلالت بنا دینے کا عادی ہے۔

تقویۃ الایمان ص ۱۵۶:

"اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تو اس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے اتنی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بیحواس ہو گئے پھر کیا کہئے

---

[1] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) سورہ بقرہ، تحت آیۃ ۲/۱۱۸ مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۲۷
[2] الدوانی علی العقائد العضدیۃ بحث توبہ سے قبل " " " ص ۱۰۶
[3] صراط مستقیم ہدایت ثالثہ افادہ ۲ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۱

Marfat.com

ان لوگوں کو کہ اس مالک الملک سے ایک بھائی بندی کا رشتہ یا دوستی آشنائی کا سا علاقہ سمجھ کر کیا بڑھ بڑھ کر باتیں مارتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ اگر میرا رب میرے پیر کے سوا کسی اور صورت میں ظاہر ہو تو ہرگز اس کو نہ دیکھوں، اللہ پناہ میں رکھے ایسی ایسی باتوں سے ؏

بے ادب محروم گشت از فضلِ رب[1] " ملخصاً

میں کہتا ہوں ہاتھ میں ہاتھ ملا کر باتیں ہونا تو بھائی بندی یا آشنائی کا سا علاقہ نہیں ؏

بے ادب محروم ماند از فضل رب

کفریہ ۲۳ : تقویۃ الایمان ص ۱۴ :

" جتنے پیغمبر آئے سو وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو مانے اُس کے سوا کسی کو نہ مانے[2]"۔

ص ۱۶ و ۱۷ :

" اللہ صاحب نے فرمایا کسی کو میرے سوا نہ مانیو[3] "۔

ص ۱۸ : " اللہ کے سوا کسی کو نہ مان[4] "۔ ص ۷ : " اوروں کو ماننا محض خبط ہے[5] "۔

یہاں انبیاء و ملائکہ و قیامت و جنّت و نار وغیرہا تمام ایمانیات کے ماننے سے صاف انکار کیا اور اُس کا اقرار اللہ تعالٰی اور اُس کے رسولوں پر رکھ دیا، یہ کفریہ بھی صدہا کفریات کا مجموعہ ہے، مسلمانوں کے مذہب میں جس طرح اللہ عزوجل کا ماننا ضرور ہے یونہی ان سب کا ماننا جزء ایمان ہے ان میں جسے نہ مانے گا کافر ہے۔ ہر اردو زبان والا جانتا ہے کہ ماننا تسلیم و قبول و اعتقاد کو کہتے ہیں ولہذا اہلِ زبان ایمان کا ترجمہ " ماننا " اور کفر کا ترجمہ " نہ ماننا " کرتے ہیں۔

آیت (بقرۃ) : ۶ انذرتهم ام لم تنذرهم لا یؤمنون[6] — موضح القرآن ترجمہ شاہ عبدالقادر : تو ڈراوے یا نہ ڈراوے وے نہ مانیں گے[7]۔

---

[1] تقویۃ الایمان — الفصل الخامس فی رد الاشراک فی العادات — مطبع علمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۳۹

[2] " — الفصل الاول فی الاجتناب عن الاشراک — " " " ص ۱۰

[3] " — " — " " " ص ۱۲

[4] " — " — " " " ص ۱۲

[5] " — پہلا باب توحید و شرک کے بیان میں — " " " ص ۵

[6] القرآن الکریم ۲/۶

[7] موضح القرآن ترجمہ شاہ عبدالقادر — تاج کمپنی لاہور ص ۴

Marfat.com

آیت (یٰس) لقد حق القول علی اکثرھم فھم لا یؤمنون[۱]

موضح القرآن: ثابت ہو چکی بات اُن بہتوں پر سو وے نہ مانیں گے[۲]

آیت (نساء) یؤمنون بما انزل الیك[۳]

موضح القرآن: سو مانتے ہیں جو اُترا تجھ پر[۴]

آیت (اعراف) وقطعنا دابر الذین کذبوا بایٰتنا وما کانوا مؤمنین[۵]

موضح القرآن: اور پچھاڑی کاٹی اُن کی جو جھٹلاتے تھے ہماری آیتیں اور نہ تھے ماننے والے[۶]

آیت (انعام) و اذا جاءك الذین یؤمنون بایٰتنا فقل سلٰم علیکم[۷]

موضح القرآن: اور جب آویں تیرے پاس ہماری آیتیں ماننے والے تو کہہ سلام ہے تم پر[۸]

آیت (بقرہ) اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون کل اٰمن باللہ و ملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ[۹]

موضح القرآن: مانا رسول نے جو کچھ اُترا اس کے رب کی طرف سے اور مسلمانوں نے سب مانا اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور کتابوں کو اور رسولوں کو[۱۰]

دیکھو اللہ تعالےٰ تو یہ فرماتا ہے کہ ایمان والوں نے اللہ اور اس کے فرشتوں، کتابوں، رسولوں سب کو مانا، یہ شخص کہتا ہے اللہ نے فرمایا میرے سوا کسی کو نہ مانو۔

آیت (اعراف) قال الذین استکبروا انا بالذی اٰمنتم بہ کفرون[۱۱]

موضح القرآن: کہنے لگے بڑائی والے جو تم نے یقین کیا سو ہم نہیں مانتے[۱۲]

---

۱ القرآن الکریم ۳۶/۷

۲ موضح القرآن ترجمہ وتفسیر شاہ عبدالقادر تاج کمپنی لاہور ص ۵۲۰

۳ القرآن الکریم ۴/۱۶۲

۴ موضح القرآن ترجمہ وتفسیر شاہ عبدالقادر تاج کمپنی لاہور ص ۱۲۶

۵ القرآن الکریم ۷/۷۲

۶ موضح القرآن ترجمہ وتفسیر شاہ عبدالقادر تاج کمپنی لاہور ص ۱۹۳

۷ القرآن الکریم ۶/۵۴

۸ موضح القرآن ترجمہ وتفسیر شاہ عبدالقادر تاج کمپنی لاہور ص ۱۶۲

۹ القرآن الکریم ۲/۲۸۵

۱۰ موضح القرآن ترجمہ وتفسیر شاہ عبدالقادر تاج کمپنی لاہور ص ۶۱

۱۱ القرآن الکریم ۷/۷۶

۱۲ موضح القرآن ترجمہ وتفسیر شاہ عبدالقادر تاج کمپنی لاہور ص ۱۹۴

Marfat.com

تو اقوال مذکورہ کے صاف یہ معنٰی ہوئے کہ اللہ تعالٰی کے سوا انبیاء ملائکہ کسی پر ایمان نہ لائے سب کے ساتھ کفر کرے اس سے بڑھ کر اور کفر کیا ہوگا۔ لطف یہ ہے کہ اسی تقویۃ الایمان کے دوسرے حصے تذکیر الاخوان مترجمہ سلطان خاں مطبع فاروقی ص ۷۳ میں ہے:

"اصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم سے محبت رکھنا ایمان کی نشانی ہے جو اُن کو نہ مانے اُس کا ٹھکانا دوزخ ہے[1]۔"

سبحٰن اللہ! دُوسرے حصے والا کہتا ہے جو صحابہ کو نہ مانے وہ بدعتی جہنمی، پہلے والا کہتا ہے صحابہ تو صحابہ جو انبیاء کو مانے وُہ مشرک دوزخی، کفی اللہ المؤمنین القتال (مومنوں کو اللہ تعالٰی کافی ہے لڑائی میں۔ ت)

کفریہ ۲۴: صراط مستقیم ص ۳۸:

صدیق من وجہ مقلدِ انبیاء می باشد و من وجہ محقق در شرائع پس اگر صدیق زکی القلب ست رضا و کراہیت حضرتِ حق در افعال و

صدیق من وجہ انبیاء کا مقلد ہوتا ہے اور من وجہ احکام شریعت میں محقّق ہوتا ہے۔ اگر صدیق زکی القلب ہو تو اللہ تعالٰی کی رضا اور عدمِ رضا کو افعال و

؏ اگر اس کے کلام کے کچھ نئے معنے اپنے جی سے گھڑیئے بھی تو اوّلاً تو صریح لفظ میں تاویل کیا معنی، شفاء شریف صفحہ ۳۲۲:

والتاویل فی لفظ صراح لایقبل[2] — صریح لفظ میں تاویل کا دعوٰی مقبول نہیں۔

ثانیاً وہ آپ سب تاویلوں کا دروازہ بند کرچکا تو اس کے کلام میں بناوٹ نہ رہی گھڑت ہے جو اسے خود قبول نہیں۔ تقویۃ الایمان ص ۸۵:

"یہ بات محض بے جا ہے کہ ظاہر میں لفظ بے ادبی کا بولئے اور اس سے کچھ اور معنی مرادی لیجئے معمّا اور پہیلی بولنے کی اور جگہ ہیں کوئی شخص اپنے باپ یا بادشاہ سے جُگت نہیں بولتا اس کے واسطے دوست آشنا ہیں نہ کہ باپ اور بادشاہ۔"[3]

یہ نفیس فائدہ ہر جگہ ملحوظِ خاطر رہے کہ اکثر حرکاتِ مذبوحی کا جواب شافی ہے ۱۲ سل السیوف

---

[1] تذکیر الاخوان حصہ دوم تقویۃ الایمان الفصل الرابع فی ذکر الصحابہ علمی کتب خانہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۱۰۵

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی القسم الرابع الباب الاول المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ فی البلاد العثمانیہ ۲/ ۲۰۹-۱۰

[3] تقویۃ الایمان الفصل الخامس علمی کتب خانہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۳۹

Marfat.com

اقوال مخصوصہ وصحت وبطلان درعقائد خاصہ و محمودیت ومذمومیت در اخلاق وملکات شخصیہ بنور جبلی خود دریافت می نماید[1]

اقوال مخصوصہ میں اور صحت وبطلان کو عقائد خاصہ، پسندیدہ وناپسندیدہ کو اخلاق وعادات شخصیہ میں اپنے فطری نور سے جان لیتا ہے۔ (ت)

ص ۳۹ :

پس احکام ایں امور مذکورہ او را بدو وجہ معلوم میشود یکے بشہادتِ قلب خود خصوصًا و دیگر بسبب اندراج او در کلیات شرع عمومًا وعلم کہ بوجہ اول حاصل شدہ تحقیقی ست وثانی تقلیدی واگر ذکی العقل ست نور جبلی او بسوئے کلیات او راہنمونی میفرماید پس علوم کلیہ شرعیہ او را بدو واسطہ می رسد بوساطت نور جبلی و بوساطت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پس در کلیات شریعت و حکم واحکام ملت او راشاگرد انبیاء ہم میتواں گفت وہم استاذ انبیاء ہم ونیز طریق اخذ آنہم شعبہ ایست از شعب وحی کہ آنرا در عرف شرع بنفث فی الروع تعبیر میفرمایند وبعضے اہل کمال آں را بوحی باطنی مے نامند[2]

پس مذکورہ احکام اس کو دو طرح معلوم ہوتے ہیں، ایک خصوصی طور پر اپنے قلب کی گواہی سے، اور دوسرا عمومًا شرعی کلیات میں داخل ہونے کی وجہ سے، اور پہلے طریقہ سے حاصل شدہ علم تحقیقی ہے اور دوسرا تقلیدی ہے، اور اگر ذکی العقل ہو تو اس کا فطری نور کلیات کی طرف اس کی رہنمائی کرتا ہے، پس امور کلیہ شرعیہ اس کو دو طرح سے پہنچتے ہیں، ایک فطری نور کے ذریعہ سے، دوسرا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے واسطہ سے، پس شرعی کلیات اور حکم واحکامِ ملت میں اس کو انبیاء کا شاگرد کہہ سکتے ہیں اور ان کا ہم استاذ بھی کہہ سکتے ہیں، نیز ان کے اخذ کا طریقہ وحی کے اقسام میں سے ایک قسم ہے جس کو عرفِ شرع میں نفث فی الروع سے تعبیر کرتے ہیں، اور بعض اہلِ کمال اس کو باطنی وحی کا نام دیتے ہیں۔ (ت)

ص ۴۰ :

ہمیں معنی را بامامت و وصایت تعبیر می کنند وعلم ایشاں را کہ بعینہ علم انبیاست لیکن بوحی ظاہری متلقی نشدہ بہ حکمت مے نامند[3]

اسی معنی کو امامت اور وصایت سے تعبیر کرتے ہیں اور ان کے علم کو جو کہ بعینہ انبیاء کا علم ہے لیکن یہ ظاہری وحی سے حاصل نہیں ہوتا، اسکو حکمت کا نام دیتے ہیں (ت)

---

[1] صراط مستقیم ہدایت رابعہ دربیان ثمرات حب ایمانی المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۴۳ و ۴۴

[2] " " " " " " " " ص ۴۴

[3] " " " " " " " " ص ۴۵

Marfat.com

ص ۴۱:

لابد او را بمحافظتے مثل محافظت انبیا کہ مسمّٰی بہ عصمت ست فائز مے کنند[1]

ضروری ہے کہ اس کو محفوظ قرار دیا جائے جس طرح انبیاء کا محفوظ ہونا، جس کو عصمت کہتے ہیں (ت)

ص ۴۲:

ندانی کہ اثبات وحی باطن و حکمت و وجاہت و عصمت مر غیر انبیاء را مخالف سنّت و از جنس اختراع بدعت ست و ندانی کہ ارباب ایں کمال از عالم منقطع شدہ اند[2] اھ ملخصاً۔

یہ نہ سمجھنا کہ باطنی وحی، حکمت، وجاہت اور عصمت کو غیر انبیاء کے لئے ثابت کرنا خلافِ سنّت اور از قبیلِ اختراعِ بدعت ہے اور یہ بھی نہ سمجھنا کہ اس کمال کے لوگ دُنیا سے ختم ہو چکے ہیں اھ ملخصاً (ت)

اس قول ناپاک میں اس قائل بیباک نے بے پردہ و حجاب صاف صاف تصریحیں کیں کہ بعض[1] لوگوں کو احکام شرعیہ جزئیہ و کلیہ بوساطت انبیاء اپنے نورِ قلب سے بھی پہنچتے ہیں۔ خاص[2] احکام شرعیہ[3] میں انھیں وحی آتی ہے ایک طرح وہ انبیا کے مقلد ہیں اور ایک طرح تقلیدِ[4] انبیاء سے آزاد احکام شرعیہ میں خود محقق،[5] وہ انبیاء کے شاگرد بھی ہیں اور ہمسر استاد بھی، تحقیقی[5] علم وہی ہے جو انھیں بے توسط انبیاء خود اپنی قلبی وحی سے حاصل ہوتا ہے، انبیاء کے ذریعے سے جو ملتا ہے وُہ تقلیدی بات ہے،[6] وہ علم میں انبیاء کے برابر و ہمسر ہوتے ہیں فرق اتنا ہے کہ انبیاء کو ظاہری وحی آتی ہے انھیں باطنی، وہ[7] انبیاء کے مانند معصوم ہوتے ہیں اسی مرتبہ کا نام حکمت ہے یہ کھلم کھلا غیر نبی کو نبی[8] بنانا ہے جب ایک معصوم کو اعمال و عقائد وغیرہا امور شرعیہ میں احکام الٰہیہ

---

[1] اقول اور احکامِ شریعت میں بھی کلیہ کی تصریح کر دی کہ کوئی ناواقف یہ دھوکا نہ کھائے کہ یہ لوگ مجتہدینِ امت سے ہیں، اگر بے وساطت انبیا حکم پہنچنا ہی اختراج مجتہد کو بس تھا مگر زیادت فرق و کمال صراحت کے لئے احکام کلیہ کا اونچا طرہ چمکتا پھندنا لٹکا دیا کہ احکام کلیہ شرعیہ تو نبی ارشاد فرماتا ہے کہ مجتہد کی اتنی شان کہ ان سے احکام جزئیہ استنباط کرتا ہے، یہاں ایسا نہیں بلکہ انھیں خود احکام کلیۂ شریعت بے وساطت نبی بذریعہ وحی پہنچتے ہیں۔ مسلمانو! خدا کے واسطے اور نبی کسے کہتے ہیں ۱۲ سل السیوف

[2] اور نبی بھی کیسا صاحب شریعت ۱۲ سل السیوف

---

[1] صراط مستقیم ہدایت رابعہ دربیان ثمرات حب ایمانی المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۳۵

[2] " " " " " " " " ص ۳۶

Marfat.com

بے توسط انبیا خود بذریعہ وحی آئے پھر نبوت اور کس شے کا نام ہے فقط وحی باطنی ہونا کچھ منافی نبوت نہیں، بہت انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کو وحی الٰہی باطنی طور پر آتی، کہا جاتا ہے کہ سیدنا داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وحی اسی طرح کی تھی کما نقلہ الامام البدر محمود فی عمدۃ القاری (جیسا کہ امام بدر محمود نے عمدۃ القاری میں اسے نقل کیا۔ ت) خود حضور اقدس سید الانبیاء صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو بہت احکام اسی وحی باطنی سے آئے، جسے نفث فی الروع کہتے ہیں، علماء نے جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر وحی آنے کی سات صورتیں لکھیں ان میں یہ بھی ذکر فرمائی کما فی العمدۃ والارشاد وغیرہما، تو حقیقت نبوت مع لازم عصمت پوری پوری صادق آکر صرف وحی باطنی کی بناء پر نفی نبوت ممکن نہیں۔ مشکوٰۃ شریف مطبع انصاری ۱۳۰۲ھ ص ۴۴۴:

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (فذکر الحدیث الیٰ ان قال) وان روح القدس نفث فی روعی ان نفسا لن تموت حتی تستکمل رزقها[1] الحدیث۔ رواہ البغوی فی شرح السنۃ[2] قلت وبنحوہ رواہ الحاکم عنہ والبزار فی مسندہ عن حذیفۃ والطبرانی فی الکبیر عن الحسن بن علی غیرانہ لم یذکر جبرئیل کالبیھقی فی شعب الایمان عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک روح القدس نے میرے باطن میں وحی کی کہ کوئی جاندار نہ مرے گا جب تک اپنا رزق پورا نہ کرلے الحدیث۔ (اس کو بغوی نے شرح السنۃ میں روایت کیا قلت (میں کہتا ہوں) اور ایسی روایت امام حاکم نے ان سے کی اور بزار نے اپنی مسند میں حضرت حذیفہ سے اور طبرانی نے کبیر میں حسن بن علی سے لیکن انھوں نے جبریل کا ذکر نہ کیا جس طرح بیہقی نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے ذکر کیا ہے۔ ت)

شفا شریف سے زیر کفر ۲ گزرا کہ صرف وحی کا مدعی کافر ہے اگرچہ نبوت کا دعویٰ نہ کرے[3]۔ تفسیر عزیزی[ع]

ع زیادت جلیلہ علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ ص ۲۱۱ میں فرماتے ہیں:

ھذا القول کفر لامحالۃ بالاجماع من | یہ قول یقیناً باجماع امت بہت وجہ سے کفر ہے

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح باب التوکل والصبر الفصل الثانی مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۵۲

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[3] الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ فصل فی بیان ما ھو من المقالات المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ فی البلاد العثمانیہ ۲/۲۷۰

Marfat.com

ص ۴۴۲ :

معرفت احکام شرعیہ بدون توسیط نبی ممکن نیست[1]

شرعی احکام کی معرفت انبیاء کی وساطت کے بغیر ممکن نہیں (ت)

تحفہ اثنا عشریہ ص ۱۴۰ :

آنچہ گفتہ است کہ فاطمہ بنت اسد را وحی آمد کہ در خانہ کعبہ برو و وضع حمل نماید دروغیست پر بیہزہ زیرا کہ کسے از فرق اسلامیہ وغیر اسلامیہ قائل بہ نبوت فاطمہ بنت اسد نہ شدہ حجاج چہ قسم ایں را مسلم مے داشت[2]

جو کہا جاتا ہے کہ فاطمہ بنت اسد کو وحی آئی کہ تو خانہ کعبہ میں جا اور وہاں بچے کی پیدائش کر، یہ سب جھوٹ اور بے پر بات ہے کیونکہ کوئی بھی اسلامی اور غیر اسلامی فرقہ فاطمہ بنت اسد کی نبوت کا قائل نہیں ہے، حجاج اس کو کس طرح تسلیم کر سکتا ہے (ت)

غرض اس ناپاک کلمے کے کلمۂ کفر ہونے میں اصلاً شک نہیں اور اس میں اور جو خباثتیں ہیں مثلاً غیر نبی کو تقلیدِ انبیاء سے من وجہ آزاد اور احکام شرعیہ میں خود محقق اور علوم میں حضرت انبیاء کا ہمسر وہم استاد اور بتقلید روافض مثل انبیاء معصوم ماننا ان کی شناعتیں ہر سچے مسلمان پر ظاہر ہیں یہاں صرف ایک عبارت شاہ ولی اللہ پر اختصار کروں الدر الثمین شاہ صاحب مطبوع مطبع احمدی ص ۴ و ۵ :

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وجوہ منہا دعوی تلقی الاحکام الشرعیۃ من اللہ تعالٰی بلا واسطۃ نبی و ذٰلک دعوی نبوۃ[2] اھ مختصرًا۔

ازانجملہ یہ کہ اس میں اللہ تعالٰی سے بے وساطت نبی احکام شرعیہ لینے کا ادعا ہے اور یہ نبوت کا دعوی ہے اھ مختصرًا (ت)

امام الوہابیہ کے کفر اجماعی کا یہ خاص جزئیہ ہے والعیاذ باللہ رب العالمین ۱۲ منہ مدظلہ

---

[1] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) بیان افراط فرقۂ امامیہ پ الٓمٓ مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۴۹

[2] تحفہ اثنا عشریہ کید ہشتادو ہفتم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۷۹

[3] الحدیقۃ الندیۃ

Marfat.com

سألته صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوالا روحانیا عن الشیعة فاومی الی ان مذھبھم باطل و بطلان مذھبھم یعرف من لفظ الامام ولما افقت عرفت ان الامام عندھم ھو المعصوم المفترض طاعة الموحی الیہ وحیا باطنیا و ھذا ھو معنی النبی فمذھبھم یستلزم انکار ختم النبوة قبحھم اللہ تعالیٰ۔[1]

میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے رافضیوں کے بارے میں روحانی سوال کیا حضور نے اشارہ فرمایا کہ اُن کا مذہب باطل ہے اور اس کا بطلان لفظ امام سے ظاہر ہے جب مجھے ہوش آیا میں نے پہچانا کہ ان کے نزدیک امام وُہ ہے جو معصوم ہو اور اس کی اطاعت فرض اور اس کی طرف وحی باطنی آتی ہو، اور یہی معنی نبی کے ہیں تو اُن کے مذہب سے ختمِ نبوت کا انکار لازم آتا ہے، اللہ ان کا بُرا کرے۔ (ت)

دیکھو یہ وہی امامت وہی عصمت اور وہی وحی باطنی ہے جسے شاہ صاحب ختمِ نبوت کے انکار کو مستلزم بتاتے ہیں، کیوں صاحب اُن رافضیوں کو تو کہا گیا کہ اللہ ان کا بُرا کرے کیا اسے نہ کہا جائے گا کہ اُن کی طرح اس کا بھی بُرا کرے اور اسے ان کے ساتھ ایک زنجیر میں باندھے، آمین! غالباً اصل مقصود اپنے پیر رائے بریلی سید احمد کو کہ نواب امیر خاں کے یہاں سواروں میں نوکر اور بیچارے نرے جاہل سادہ لوح تھے نبی بنایا تھا اس کی یہ تمہیدیں اٹھائی گئی تھیں کہ بعض اولیاء اس طرح کے بھی ہوتے ہیں ادھر یہ وحی و عصمت وغیرہ سب کچھ بگھار نبوت کا پورا خاکہ اتارا آخر میں یہ بھی جما دی کہ اس مرتبہ کے لوگوں کو دنیا سے معدوم نہ جانیو قیامت تک ہوتے رہیں گے، پھر یہاں تو یہ بتا دیا کہ اس مرتبہ کو حکمت کہتے ہیں اُدھر ختم کتاب میں اپنے پیر کا خدا سے مکالمہ و مصافحہ اور بے تکلفی کی گفتگوئیں لکھ کر پچھلا نتیجہ دکھا دیا کہ:

امثال ایں وقائع واشباہ ایں معاملات صدہا پیش آمد تا اینکہ کمالات طریق نبوت بذروہ علیائے خود رسید و الہام وکشف لعلوم حکمت آنجا امید رسید۔[2]

ان واقعات جیسے اور ان معاملات کے مشابہ سینکڑوں پیش آئے تاکہ نبوت کے راستہ کے کمالات اپنے اعلیٰ مقام تک پہنچ جائے اور علمِ حکمت کا الہام و کشف انجام پذیر ہو۔ (ت)

بس کُھل گیا کہ اس زمانے کے وہ وحی والے معصوم انبیا کے ہم استاد تقلید انبیا سے آزاد بے واسطہ انبیا احکام شریعت خدا سے پانے والے یہ پیر جی ہیں میں تو اس عیاری کا قائل ہوں کہ ابتداءً یوں نہ کہہ دیا

---

[1] الدر الثمین شاہ ولی اللہ

[2] صراط مستقیم خاتمہ در بیان پارہ از واردات و معاملات المکتبة السلفیہ لاہور ص ۱۶۵

Marfat.com

پیرجی معصوم ہیں پیرجی پر وحی اترتی ہے بلکہ یوں پانی پاندھا کہ صدرکتاب میں بے غرضانہ بعض اولیاء کے لئے ان منصبوں کا ثبوت مانا اور بنام حکمت مسمّی کیا پھر جما دیا کہ خبردار یہ نہ جاننا کہ اس زمانے میں ایسے کہیں نہیں بلکہ ہمیشہ رہیں گے پھر آخر کتاب میں پیرجی کے لئے درجہ حکمت ثابت کر دیا یعنی بس سمجھ جاؤ یہ وہی منصب ہے جس کا ہم نام و حال سب کچھ اُوپر بتا آئے ہیں غرض نیو تو ساری جم گئی مگر تین کھٹکے رہ گئے تھے ایک سب سے بڑا یہ کہ آیۂ کریمہ خاتم النبیین کا کیا جواب ہوگا، اس کی فکر کو وہ مسئلہ گھڑا کہ اللہ تعالےٰ کا جھوٹ بولنا کچھ دشوار نہیں، ظاہر ہے کہ جب کلام الٰہی کا واجب الصدق ہونا قلوب عوام سے نکل جائے اس کی بات جھوٹی ہونی جائز و روا سمجھنے لگیں گے تو پھر آیت سے اعتراض کا محل نہ رہے گا، دوسرا خدشہ پیرجی الف کے نام بے نہیں جانتے اس پر کوئی طعن کر بیٹھا کہ نبی اور بے علم، یہ کیسا خبط بے ربط، تو اس کا یہ ساماں کر لیا کہ پیرجی رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے کمال مشابہت پر پیدا ہوئے ہیں اسی لئے نرے اُمّی رہے ص ۴ :

از بسکہ نفس عالی حضرت الشاں بر کمال مشابہت جناب رسالت مآب علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات در بدء فطرت مخلوق شدہ بناء علیہ لوح فطرت الشاں از نقوش علوم رسمیہ و راہ دانشمندان کلام و تحریر و تقریر مصفے ماندہ بود[1]

چنانچہ اُن حضرت کی عالی ذات کو جناب رسالتمآب علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کے ساتھ ابتداءِ فطرت میں کامل مشابہت دے کر پیدا کیا گیا اسی بناء پر اُن حضرت کی لوحِ فطرت رسمی علوم اور علماء کی راہِ کلام تحریر و تقریر سے مصفّٰی رہی تھی (ت)

افسوس پیرجی کا عیب چھپانے کو رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایسی تشبیہ، شفاء شریف میں ایسی تشبیہ دینے والے کی نسبت فرمایا ص ۲۳۶ :

ماوقر النبوۃ ولا عظم الرسالۃ ولا عزر حرمۃ المصطفیٰ (الی قولہ) فحق ھذا ان درئ عنہ القتل الادب والسجن[2] الخ۔

اس نے نہ نبوت کی توقیر کی نہ رسالت کی تعظیم نہ حرمتِ مصطفیٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت کی اگر اُس سے قتل دفع کریں تو اس کی سزا تعزیر و قید ہے الخ (ت)

ص ۲۳۷ :

کون النبی اُمیّاً آیۃ لہ وکون ھذا اُمیّاً نقیصۃ فیہ وجہالۃ[3]

نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا امی ہونا حضور کے لئے معجزہ ہے اور اس شخص کا امی ہونا اس میں عیب جہالت (ت)

---

[1] صراط مستقیم خطبۂ کتاب المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۴

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ فصل الوجہ الخامس المطبعۃ الشرکۃ الصحافیہ فی البلاد العثمانیہ ۲/ ۲۳۰

[3] " " " " " " ۲/ ۲۳۳

Marfat.com

تیسرا بڑا اندیشہ یہ تھا کہ جاہل لوگ یہ سب کچھ گوارا کر کے براہِ جہالت کوئی معجزہ مانگ بیٹھے یا کسی ذی علم ہی نے بقصد تفضیح و تعجیز فرمائش کر دی تو کیسی بنے گی اس کی یوں بھاری پیش بندی کر لی گئی۔ تقویۃ الایمان حصہ دوم ترجمہ سلطان خاں ص ۱۶ و ۱۷:

"جس شخص سے کوئی معجزہ نہ ہو اس کو پیغمبر نہ سمجھنا یہ عادتیں یہود اور نصاریٰ اور مجوس اور منافقوں اور مکہ والے اگلے مشرکوں کی ہیں پیغمبرِ خدا ایسی ہی باتوں کو مٹانے کے واسطے آئے پھر جو شخص ایسی عادتیں اختیار کرے اور مسلمانوں میں جاری کرے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغضوب ہے راندا گیا خدا کے غضب میں گرفتار اور خدا کے دشمنوں میں شمار[1] اھ ملخصاً۔"

ظاہر ہے کہ عوام بیچارے اتنے بھاری بھاری ڈراوے موٹے موٹے لعنت سُن کر کانپ جائیں گے پھر کوئی معجزہ طلبی کا نام بھی زبان پر نہ لائے گا پیش خویش ان سب کارستانیوں سے کام پورا کر لیا تھا پیر جی کی مُہر کا کندہ اسمہ احمد قرار پایا تھا خطبوں میں پیر جی کے نام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنا شروع ہو گیا تھا مگر قہرِ الٰہی سے مجبور ہیں غیبی کوڑے نے سب بنے کھیل بگاڑ دئے پٹھانوں کے خنجر موذی کش نے چُنے سُورما پچھاڑ دئے

؎ جی کی جی ہی میں رہی بات نہ ہونے پائی
وحی و عصمت کی کرامات نہ ہونے پائی

فقطع دابر القوم الذین ظلموا ط والحمد للہ رب العلمین[2] (تو ظالم لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی، اور سب خوبیوں سراہا اللہ رب سارے جہان کا۔ ت)

کفریہ ۲۵: تقویۃ الایمان ص ۶۰، حدیث تو یہ لکھی:

ارأیت لومررت بقبری اکنت تسجد لہ (بتاؤ اگر میری قبر پر گزر ہو تو تم اس کو سجدہ کرو گے۔ ت)

خود ہی اس کا ترجمہ یُوں کیا کہ:

"بھلا خیال تو کر جو تو گزرے میری قبر پر کیا سجدہ کرے تو اس کو۔"

آگے جو گستاخی کی رگ اُچھلے جھٹ آفت کی، (ف) لکھ کر فائدہ یہ جڑ دیا:

"یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں مرنے والا ہوں[3]۔"

اس کے حامی اور اس کے پیرو ایمان سے بتائیں یہ حدیث کے کس لفظ کا مطلب ہے، کہاں تو وہ

---

[1] تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان الفصل الاول مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۵۵
[2] القرآن الکریم ۶/ ۴۵
[3] تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان الفصل الخامس 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۲۲

Marfat.com

لفظ حدیث کہ اگر تو میری قبر سے گزرے، کہاں یہ فائدہ خبیث کہ مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں، کیوں یہ کیسا کھلا افترا ہے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم پر۔ رسول اللہ صلّے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں؛

من کذب علیّ متعمداً فلیتبوّأ مقعدہ من النار[1]

جو دانستہ مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔

وہابی صاحبو! ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ارشاد پر اپنے پیشوا کا ٹھکانا بناؤ، ہمارے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں؛

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء[2]

بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کیا ہے کہ پیغمبروں کے بدن کھائے۔

فائدہ: یہ حدیث ابوداؤد[1] و نسائی[2] و ابن ماجہ[3] و امام احمد[4] و ابن خزیمہ[5] و ابن حبان[6] و دارقطنی[7] و حاکم[8] و ابونعیم[9] وغیرہم ائمہ حدیث نے حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی امام الائمہ ابن خزیمہ[1] و ابن حبان[2] و دارقطنی[3] نے اس کی تصحیح اور امام عبدالغنی[4] و امام عبدالعظیم منذری[5] نے تحسین کی، حاکم نے کہا بر شرط بخاری صحیح ہے، ابن دحیہ نے کہا صحیح ہے محفوظ ہے ثقات عدول کے سلسلے سے آئی ہے۔

وہابی صاحبو! تمھارے پیشوا نے یہ ہمارے نبی صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب میں کیسی[5] صریح گستاخی کی

ع۵ **زیادت جلیلہ**؛ سبحان اللہ! رب العالمین جل مجدہٗ اُن کے غلاموں یعنی شہدائے کرام کی نسبت ارشاد فرمائے:

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون[3]

جو خدا کی راہ میں مارے جائیں اُنھیں مُردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمھیں خبر نہیں۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] صحیح البخاری	کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم	قدیمی کتب خانہ کراچی	۱/۲۱
صحیح مسلم	تغلیظ الکذب علیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم	" " "	۱/۷
[2] سنن ابوداوٗد	باب تفریع ابواب الجمعۃ	آفتاب عالم پریس لاہور	۱/۱۵۰
سنن النسائی	کتاب الجمعۃ	نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی	۱/۲۰۴
سنن ابن ماجہ	باب ماجاء فی فضل الجمعۃ	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	ص ۷۷
[3] القرآن الکریم	۲/۱۵۴		

Marfat.com

زرقانی شرح مواہب مطبع مصر جلد ۱ ص ۱۰۶:

فی الکامل للمبرد مما کفر به الفقهاء الحجاج انه رأی الناس یطوفون حول حجرته صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقال انما یطوفون باعواد ورمة قال الدمیری کفروه بهذا لانه تکذیب لقوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم

ابو العباس مبرد نے کامل میں لکھا کہ ان باتوں میں جن کے سبب علمائے کرام نے حجاج ظالم کو کافر کہا ایک یہ ہے کہ اس نے لوگوں کو روضۂ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طواف کرتے دیکھا بولا کچھ لکڑیوں اور گلے ہوئے جسم کا طواف کر رہے ہیں، علامہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اور فرمائے:

لاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله امواتا بل احیاء عند ربهم یرزقون فرحین[1]

خبردار شہیدوں کو مُردہ نہ جانو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی دئے جاتے ہیں شاد شاد۔

اور ایک سفیہ مغرور محبوبانِ خدا سے نفور خود حضور پُر نور اکرم المحبوبین صلوات اللہ تعالٰے وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین کی نسبت وُہ ناپاک لفظ کہے اور وُہ بھی یُوں کہ معاذ اللہ حضور ہی کی حدیث کا یہ مطلب ٹھہرائے یعنی میں بھی ایک دن مرکر مٹی میں ملنے والا ہُوں، قیامت میں ان شاء اللہ تعالیٰ مرکر مٹی میں ملنے کا مزہ الگ کھُلے گا اور یہ جُدا پوچھا جائے گا کہ حدیث کے کون سے لفظ ہیں اس ناپاک معنی کی بُو تھی جو تُو نے "یعنی" کہہ کر محبوبِ اعظم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم پر افترا کر دیا، حضور پر افتراء خدا پر افتراء ہے اور خدا پر افتراء جہنم کی راہ کا پرا سرا۔

ان الذین یفترون علی الله الکذب لایفلحون[2] متاع قلیل و لهم عذاب الیم[3]

بیشک جو لوگ اللہ پر جھُوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا، تھوڑا برتنا ہے اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے

(النهی الاکید عن الصلوٰة من وراء عدی التقلید من تصانیف المصنف العلامة قدس سرهٗ)

[1] القرآن الکریم ۳/۱۶۹
[2] " ۱۶/۱۱۶
[3] " ۱۶/۱۱۷

Marfat.com

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء[۱] رواہ ابوداؤد[۲] کمال الدین دمیری نے فرمایا علماء نے اس قول پر اس وجہ سے تکفیر کی کہ اس میں ارشادِ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب ہے کہ بیشک اللہ عزوجل نے زمین پر انبیاء کا جسم کھانا حرام کیا ہے۔ (اسے ابوداؤد نے روایت کیا۔)

فائدہ: یہ روضۂ اقدس کا طواف کرنے والے تابعین یا اقل درجہ تبع تابعین تو ضرور تھے۔

کفریہ ۲۶: تقویۃ الایمان کی ابتداء میں شرک کی کچھ قسمیں اور اُن کا اجمالی بیان گھڑا کہ یہ باتیں فلاں قسم سے شرک ہیں اس بیان کے بعد اسی اجمال کی تفصیل کی پانچ فصلیں مقرر کیں ان فصلوں میں جو کچھ ہے وہ اسی اجمالی بیان کی شرح ہے ص ۱۰ پر اسی بیان اجمالی میں لکھا:

"حاجتیں برلانی اللہ ہی کی شان ہے کسی انبیاء واولیاء کی یہ شان نہیں جو کسی کو مصیبت کے وقت پکارے وہ مشرک ہو جاتا ہے[۲]۔"

اسی میں لکھا ص ۱۲:

"جو کوئی انبیاء واولیاء کی اس قسم کی تعظیم کرے مشکل کے وقت اُن کو پکارے ان باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے، ان چاروں طرح کے شرک کا صریح قرآن وحدیث میں ذکر ہے اس لئے اس باب میں پانچ فصلیں کیں[۳] اھ ملخصاً۔

غرض یہ اجمالی بیان ایک دعوی ہے اور آگے ساری کتاب اس دعوے کا بیان وثبوت، اب یہ دعوی تو یاد رکھئے کہ "جو کوئی انبیاء اولیاء کو پکارے وہ مشرک ہے" آگے ثبوت کی فصلوں میں اس کا بیان سُنئے صفحہ ۲۹:

"اللہ سے زبردست کے ہوتے ایسے عاجز لوگوں کو پکارنا کہ کچھ فائدہ اور نقصان نہیں پہنچا سکتے محض بے انصافی ہے کہ ایسے شخص کا مرتبہ ایسے ناکارہ لوگوں کو ثابت کیجئے[۴]"

یہ حضرات اولیاء وانبیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والثناء کو "ناکارے لوگ" کہا، کیا یہ اُن کی جناب میں کھلی گستاخی نہیں، کیا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی کفر خالص نہیں جس کی تفصیل شفا شریف اور اسی کی

---

[۱] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد الاول قصۃ الفیل دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۹۰
[۲] تقویۃ الایمان مقدمۃ کتاب مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۷
[۳] " " " " " " ص ۹
[۴] " " الفصل الثالث " " " " ص ۲۰

Marfat.com

شروح وغیرہا کتبِ ائمہ میں ہے۔

کفریہ ۲۷: تقویۃ الایمان پہلی فصل میں اس دعوے کا کہ "انبیاء و اولیاء کو پکارنا شرک ہے" ثبوت سُنئے، ص ۱۹:

"ہمارا جب خالق اللہ ہے اور اس نے ہم کو پیدا کیا تو ہم کو بھی چاہئے کہ اپنے ہر کاموں پر اسی کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام، جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا اور کسی چوہڑے چمار کا تو کیا ذکر ہے[1]۔"

مسلمانو! ایمان سے کہنا حضرات انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ایسے ناپاک ملعون الفاظ کسی ایسے کی زبان سے نکل سکتے ہیں جس کے دل میں رائی برابر ایمان ہو، شاید اس شخص نے اور طائفے کی نسبت سچ ہی کہا تھا کہ پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہُوا کہ اُن میں کوئی ایسا بھی نہ رہا جس کے دل میں دانۂ خردل کے برابر ایمان ہو اور حضرات انبیاء سے اُسے کچھ کام نہ ہونا بہت ٹھیک ہے کہ جب اس کے میلے گندے مذہب میں اُن کا ماننا ہی روا نہیں بلکہ کفر ہے تو دین تو یُوں گیا اور دُنیا جو ایسوں کی غایت مرام و مبلغ علم ہے اس میں کسی نبی کی سرکار سے ٹکا مہینہ جمعہ کی روٹی ملنے کی بھی امید نہیں تو زالِ دنیا کے ایسے کمانے والے پوتوں کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے کام ہونے کا کیا باعث۔

کفریہ ۲۸ و ۲۹: یہ کفریہ اٹھائیسں سب سے بدتر خبیث، صراط نامستقیم ص ۹۵:

بمقتضائے ظلمت بعضہا فوق بعض از وسوسۂ زنا خیال مجامعت زوجۂ خود بہتر ست و صرف ہمت بسوئے شیخ و امثال آں از معظمین گو جناب رسالتمآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ خرِ خود ست کہ خیال آں با تعظیم و اجلال بسویدائے دل انسان مے چسپد بخلاف خیال گاؤ و خر کہ نہ آں قدر چسپیدگی میبود و نہ تعظیم بلکہ مہان و محقر میبود و ایں تعظیم و اجلال غیر کہ در نماز

ظلمات بعضها فوق بعض کی بنا پر زنا کے وسوسہ سے اپنی بیوی سے مجامعت کا خیال بہتر ہے اور اپنی ہمت کو شیخ اور ان جیسے معظم لوگوں خواہ جناب رسالتمآب ہی ہوں، کی طرف مبذول کرنا اپنے گائے اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے کئی گنا بدتر ہے کیونکہ ان کا خیال تعظیم اور اجلال کے ساتھ انسان کے دل کی گہرائی میں چپک جاتا ہے بخلاف گدھے اور گائے کے خیال میں نہ تو اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے اور

---

[1] تقویۃ الایمان   الفصل الاول   مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور   ص ۱۳

Marfat.com

ملحوظ و مقصود می شود بشرک میکشد [1]

نہ ہی تعظیم بلکہ اِن کا خیال بے تعظیم اور حقیر ہوتا ہے اور یہ غیر کی تعظیم و اجلال نماز میں ملحوظ و مقصود ہو تو شرک کی طرف کھینچ لیتی ہے۔

مسلمانو، مسلمانو! خدارا ان ناپاک ملعون شیطانی کلموں کو غور کرو محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی طرف نماز میں خیال لے جانا ظلمت بالائے ظلمت ہے کسی فاحشہ رنڈی کے تصور اور اس کے ساتھ زنا کا خیال کرنے سے بھی بُرا ہے، اپنے بیل یا گدھے کے تصور میں ہمہ تن ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے، ہاں واقعی رنڈی نے تو دل نہ دکھایا گدھے نے تو کوئی اندرونی صدمہ نہ پہنچایا، تیچا تو محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے دکھایا کہ قرآن عظیم میں وخاتم النبیین پڑھ کر تازی نبوتوں کا دربا جلایا اُن کا خیال آنا کیوں نہ قہر ہو اُن کی طرف سے دل میں کیوں نہ زہر ہو!

مسلمانو! اللہ انصاف، کیا ایسا کلمہ کسی اسلامی زبان و قلم سے نکلنے کا ہے! حاش للہ! یا دریوں پنڈتوں وغیرہم کھلے کافروں مشرکوں کی کتابیں دیکھو جو اُنھوں نے بزعم خود اسلام جیسے روشن چاند پر خاک ڈالنے کو لکھی ہیں شاید ان میں بھی اس کی نظیر نہ پاؤ گے کہ ایسے کھلے ناپاک لفظ تمھارے پیارے نبی تمھارے سچے رسول صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نسبت لکھے ہوں کہ انھیں مواخذۂ دنیا کا اندیشہ ہے مگر اس مدعی اسلام بلکہ مدعی امامت کا کلیجہ چیر کر دیکھئے کہ اس نے کس جگرے سے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نسبت بے دھڑک یہ صریح سب و دشنام کے لفظ لکھ دئے اور روز آخر اللہ عزیز غالب قہار کے غضب عظیم و عذاب الیم کا اصلاً اندیشہ نہ کیا۔ مسلمانو! کیا ان گالیوں کی محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع نہ ہوئی یا مطلع ہو کر ان سے انھیں ایذا نہ پہنچی، ہاں ہاں، واللہ واللہ انھیں اطلاع ہوئی، واللہ واللہ انھیں ایذا پہنچی، واللہ واللہ جو انھیں ایذا دے اُس پر دنیا و آخرت میں اللہ جبّار و قہار کی لعنت، اس کے لئے سختی کا عذاب شدّت کی عقوبت۔ آیت:

ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعد لھم	بیشک جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو اُن پر اللہ نے لعنت فرمائی دنیا و آخرت

عہ اور ان کی شان میں ادنیٰ گستاخی کفر جس کی مبارک مقدس منور تفصیل شفا شریف اور اس کی شرح میں ہے ۱۲ سل السیوف

---

[1] صراط مستقیم ہدایت ثانیہ در ذکر مخلات عبادات الخ افادہ عہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۸۶

Marfat.com

عذابا مهینا[1] — میں اوران کے لئے بنا رکھا ہے ذلت والا عذاب ۔

آیت : والذین یؤذون رسول اللّٰہ لھم عذاب الیم[2] — جو ایذا دیتے ہیں اللہ کے رسول کو ان کے لئے دُکھ کی مار ہے ۔

مسلمانو! پھران مقتدیوں کا ایمان دیکھئے، ایمان کی آنکھ پر ٹھیکری رکھ کر اسلام کے کان میں انگلیاں دے کر یہ کچھ دیکھتے یہ کچھ سُنتے ہیں اور پھر وہ ویسا ہی امام کا امام، یہ اُس کے چیلے بیدام کے غلام، سبحان اللہ! یہ حرکات اور اسلام کا نام ۔ مسلمان وُہ ہیں جنھیں قرآن عظیم فرماتا ہے،

آیت : لاتجد قوما یؤمنون باللّٰہ والیوم الاٰخر یوادّون من حاد اللّٰہ ورسولہ ولو کانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم اولٰئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ[3]

تو نہ پائے گا ان لوگوں کو جو مانتے ہیں اللہ اور پچھلے دن کو کہ محبت رکھیں اُس سے جس نے ضد باندھی اللہ اور اس کے رسول سے اگرچہ وُہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں یہ لوگ ہیں کہ نقش کردیا اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان اور مدد فرمائی اُن کی اپنی طرف کی رُوح سے ۔

وہابی صاحبو! مسلمان بننا چاہتے ہو تو حضور پُرنور محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی عظمت سویدائے دل کے اندر جماؤ جو اُن کی جناب عالم مآب میں گستاخی کرے اگر تمھارا باپ بھی ہو الگ ہو جاؤ، جگر کا ٹکڑا ہو دشمن بناؤ، بہزار زبان وصد ہزار دل اُس سے تبری کرو تحاشی کرو اس کے سایہ سے نفرت کرو اس کے نام محبت پر لعنت کرو، ورنہ اگر دُوسرا تمھیں اللہ ورسول سے زیادہ عزیز ہے تو اسلام کا نام لئے جاؤ حقیقت اور چیز ہے ۔ وائے بے انصافی اگر کوئی تمھارے باپ کو گالی دے تو اس کے خون کے پیاسے رہو صورت دیکھنے کے روادار نہ ہو، بس پاؤ تو کچا نگل جاؤ، وہاں نہ تاویلیں نکالو نہ سیدھی بات ہیر پھیر میں ڈالو اور محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نسبت وُہ کچھ سُنو اور آنکھ میلی نہ کرو، بلکہ اس کی امامت وپیشوائی کا دم بھرو، ولی جانو، امام مانو، جو اُسے بُرا کہے اُلٹی اُس سے دشمنی ٹھانو، بدلگام کی بات میں سو سو طرح کے پیچ نکالو، رنگ رنگ کی تاویلیں ڈھالو، جیسے بنے اس کی بگڑی سنبھالو، اس کی حمایت میں عظمت مصطفےٰ

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/۵۶
[2] ″ ۹/۶۱
[3] ″ ۵۸/۲۲

Marfat.com

صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو پسِ پشت ڈالو، یہ کیا ایمان ہے، کیسا اسلام ہے، کیا اسلام اسی کا نام ہے ع

اے راہ روپشت بمنزل ہشدار

(اے منزل کی طرف پشت کرکے چلنے والے! ہوش کر۔ ت)

مزہ یہ ہے کہ وُہ خود تمھاری ساری بناوٹوں کا دریا جلا گیا۔ تقویۃ الایمان:

"یہ بات محض بے جا ہے کہ ظاہر میں لفظ بے ادبی کا بولئے اور اس سے کچھ اور معنی مراد لیجئے معمّا اور پہیلی بولنے کی اور جگہ ہیں، کوئی شخص اپنے باپ یا بادشاہ سے جُگت نہیں بولتا، اس کے واسطے دوست آشنا ہیں نہ باپ اور بادشاہ[۱]۔"

اور انصاف کیجئے تو اس کھلی گستاخی میں کوئی تاویل کی جگہ بھی نہیں، میں جانتا ہُوں تم یُوں نہ سمجھو گے ذرا اپنے کلیجہ پر ہاتھ رکھ کر دیکھو اور آنکھیں بند کرکے بہ نگاہِ انصاف غور کرو، اگر کوئی وہابی اپنے باپ کی نسبت کہے کہ تیرے کان گدھے کے سے ہیں تیری ناک بجّو کی سی ہے، تو کیا اس نے اپنے باپ کو گالی نہ دی، یا کوئی سعادت مند نجدی اُٹھ کر اپنے بدلگام مصنوعی امام کی نسبت کہے کہ اُن کی آواز لطیف کُتے کے بھونکنے سے مشابہ تھی اُن کا دہن شریف سُور کی تھوتھنی سے ملتا تھا تو تم اُسے کیسا سمجھو گے، کیا اپنے طائفے میں رکھو گے یا بسبب گستاخی پیشوا ذات سے باہر کر دو گے۔ اب تمہیں ظاہر ہوگا کہ اس خبیث بددین نے جو ہمارے عزت والے رسولِ دوجہان بادشاہِ عرش عالم پناہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نسبت یہ لعنتی کلمات[۵] لکھے، انھوں نے ہمارے اسلامی دلوں پر تیر و خنجر سے زیادہ کام کیا، پھر ہم اسے

ع۵ یہاں اس کے پیروؤں کی غایت معذرت وسخن سازی جو کچھ ہے یہ ہے کہ یہ کلام اُس نے بقصدِ توہین نہ لکھا سوق سخن تاکید اخلاص کے لئے ہے مگر یہ بناوٹ اسی قبیل سے ہے کہ ع

لن یصلح العطاء ما فسدہ الدھر

(زمانہ کے فساد کو یہ عطیہ ہرگز درست نہیں کرسکتا۔ ت)

قصدِ قلب کلماتِ لسان سے ظاہر نہ ہوگا تو کیا وحی اُترے گی کہ فلاں کے دل کا یہ ارادہ تھا اور صریح لفظ شنیع و قبیح میں سوق کلام خاص بغرض توہین ہونا کس نے لازم کیا، کیا اللہ و رسول کو بُرا کہنا اُسی وقت کلمۂ کفر ہے جب بالخصوص اسی امر میں گفتگو ہو ورنہ باتوں باتوں میں جتنا چاہے بُرا کہہ جائے کفر و کلمۂ کفر نہیں علت وہی ہے کہ ان حضرات کے دلوں میں حضور پُرنور سیّدِ عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی عزت و عظمت نہیں اُن کی بدگوئی کو ہلکا جانتے ہیں اس میں طرح طرح کی شاخیں نکالتے ہیں جیسے بنے اپنے امام کے کفریات سنبھالتے ہیں، شفا شریف ص ۳۳۰؛

(باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

اپنے سچے پکے اسلامی گروہ میں کیونکر داخل کر سکتے ہیں، ذرا یہ فرق بھی دیکھتے جاؤ کہ ہم نے جو نظیریں دیں اُن میں صرف تشبیہ پر قناعت کی، تم جانو جب نری تشبیہ ایسی ہو تو بدرجہا بدتر بتانے میں مسلمانوں کا کیا حال ہُوا ہوگا الا لعنۃ اللہ علیٰ اعداء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیٰ رسولہٖ وآلہ وبارک وسلم۔

مسلمانو! اور ذرا اس ناپاک وجہ کو تو خیال کرو (خاکش بدہن) یہ "بدرجہا بدتر ہونا" اس لئے ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال آیا تو عظمت کے ساتھ آئیگا اور گدھے کا حقارت سے تو نماز میں[ع]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تقدم الکلام فی قتل القاصد لسبہ الوجہ الثانی لاحق بہ فی الجلاء ان یکون القائل غیر قاصد للسب والازراء ولا معتقد لہ ولکن تکلم فی جہتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بکلمۃ الکفر مما ھو فی حقہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نقیصۃ مثل ان یاتی بسفہ من القول اوقبیح من الکلام ونوع من السب فی جہتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وان ظہر بدلیل حالہ انہ لم یقصد سبہ اما لجہالۃ اوضجر اوسکر اوقلۃ ضبط لسانہ اوتہور فی کلامہ فحکم ھذا حکم الوجہ الاول القتل من دون تلعثم[۱] اھ مختصرا۔

یعنی اس کا حال تو اوپر معلوم ہو چکا جو بالقصد تنقیص شان اقدس کرے، دوسری صورت اسی کی طرح روشن وظاہر یہ ہے کہ قائل نہ تنقیص وتحقیر کا قصد کرے نہ اُس کا معتقد ہو مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معاملہ میں کلمۂ کفر بول اُٹھے جو حضور کے حق میں تنقیص شان ہو مثلاً کوئی بے ادبی کا لفظ یا بُری بات اور ایک طرح کی تنقیص بولے اگرچہ اُس کے حال سے ظاہر ہو کہ اُس نے مذمت وتوہین کا ارادہ نہ کیا بلکہ جہالت یا جھنجھلاہٹ یا نشہ میں بک دیا یا بات کہنے میں زبان روکنے کی کمی یا بیباکی سے صادر ہُوا، اِس صورت کا حکم بعینہٖ وہی پہلی صورت کا حکم ہے فوراً قتل کیا جائے بلا توقف ۱۲ منہ۔

ع مکتوبات شیخ مجدد صاحب مطبوعہ لکھنؤ جلد ۲ مکتوب ۳ صفحہ ۴۶ خواجہ محمد اشرف وروزش نسبت رابطہ نوشتہ بودند[۲] الخ (پوری عبارت زیر کفر ۵۳ ص ۲۱۸ میں آتی ہے) سبحان اللہ! کہاں تو اُس شخص کا وُہ کفری بول کہ نماز میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال آیا اور خاکش بدہن شرک نے منہ پھیلایا نہ فقط نماز برباد کہ ایمان ہی ابتر۔ تف بر روئے

(باقی اگلے صفحہ پر)

[۱] الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ فصل قال القاضی تقدم الکلام المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ فی البلاد العثمانیہ ۲/۲۲۲

[۲] مکتوبات امام ربانی مکتوب ۳۰ بخواجہ محمد اشرف وحاجی محمد نولکشور لکھنؤ ۲/۴۶

Marfat.com

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا تصور آنا اِس شرک پسند کے نزدیک شرک تک پہنچاتے گا۔

اقول الحمدللہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عظمت تو رفیع الدرجات ذوالعرش جل و علا کی بنائی ہوئی ہے، کسی کافر یا کافر مش کے مٹائے نہ مٹے گی، چودھویں رات کے چاند کا چمکتا نور کہیں کُتّوں کے بھونکنے سے کم ہوا ہے ؎

مہ فشاند نور و سگ عو عو کند هر کسے بر خلقت خود مے تند

(چاند نور پھیلا رہا ہے اور کتا عوعو کرتا ہے، ہر ایک اپنی اپنی فطرت ظاہر کرتا ہے۔ت)

اس شخص کے نزدیک نماز میں محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خیال آنا موجبِ شرک کہ جب وُہ آئے گا عظمت کے ساتھ آئے گا مگر واللہ العظیم کہ شریعتِ رب العرش الکریم میں نماز بے اُن کے خیال باعظمت وجلال کے ناقص ہے، اُس سے کہو کہ اپنے شریکوں کو جمع کرے اور قہر والے عرش کے مالک سے لڑائی لے کہ تُو نے کیوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کافروشی و کفر منشی اُن کے (بدگویوں) کی طرف خیال لے جانا اپنے بیل اور گدھے کے نہ صرف تصور بلکہ ہمہ تن اس میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر، اور کہاں شیخ طریقت و آقائے نعمت و خداوند دولت خاندان دہلی حضرت شیخ مجدد کا یہ واشگاف قول کہ تصورِ صورتِ شیخ سے غافل نہ ہو۔ نمازوں عبادتوں سب وقتوں حالتوں میں اُسی کی طرف متوجہ رہو اگرچہ عین نماز میں اُسی صورت کو سجدہ محسوس ہو وُہ قبلۂ عبادت ہے نہ مسجودلہ جو اِس قبلہ سے پھرا وہ بیدولت تباہ ہوا اُس کا کام برباد گیا، تصورِ شیخ کی ایسی دولت سعادت مندوں کو ملتی ہے طالبانِ خدا کو اِس کی بہت تمنا رہتی ہے، غرض وُہ بول یہ قول باہم لڑے ہیں کفر و شرک کے عقاب پَر تولے کھڑے ہیں، دیکھئے وہابی صاحب کدھر ڈھالتے ہیں اُدھر جھکاتے یا اِدھر ڈالتے ہیں ؎

یا دامن یار رفت از دست یا ایں دل زار رفت از دست

(یار کا دامن ہاتھ سے جائے گا یا یہ آزردہ دل ہاتھ سے جائیگا۔ت)

کذلک العذاب ولعذاب الاٰخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون[1]۔ ۱۲ سل السیوف الهندیۃ علی کفریات بابا النجدیۃ۔

مار ایسی ہوتی ہے اور بیشک آخرت کی مار سب سے بڑی، کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے۔ ۱۲ سل السیوف الهندیۃ علٰی کفریات بابا النجدیۃ۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۸/۳۳

Marfat.com

ایسی شریعت بھیجی جس نے نماز کی ہر دو رکعت پر التحیات واجب کی اور اُس میں السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته اشهد ان محمدًا عبدہٗ ورسولہٗ پڑھنا عرض کرنا لازم کیا۔

مسلمانو! کیا ان کے پڑھنے کا حکم محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی طرف خیال کرنے کا حکم نہ ہوا، بیشک ہُوا، اور واقعی اُن کا خیال مسلمان کے دل میں جب آئے گا عظمت وجلال ہی کے ساتھ آئے گا کہ اس کا تصوّر اُن کے پاک مبارک تصوّر کو لازم بین بالمعنی الاخص ہے اور عرض سلام تو خاص لغرض ذکر و اکرام ہی ہے تو یہاں نہ صرف اُن کے خیال بلکہ خاص نماز میں اُن کے ذکر و تکریم کا حکم صریح ہے ولکن المنٰفقین لایعلمون (لیکن منافقین نہیں جانتے۔ ت) احیاء العلوم مطبع لکھنؤ ج ا ص ۹۹:

احضر فی قلبك النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم وشخصه الکریم وقل سلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته۔[1]

التحیات میں نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو اپنے دل میں حاضر کر اور حضور کی صورت پاک کا تصوّر باندھ اور عرض کر السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته۔

میزان امام شعرانی مطبوعہ مصر جلد ا صفحہ ۱۳۹ و ۱۴۰:

سمعت سیدی علیا الخواص رحمه الله تعالٰی یقول انما امر الشارع المصلی بالصلٰوة والسلام علٰی رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی التشهد لینبه الغافلین فی جلوسهم بین یدی الله عزوجل علٰی شهود نبیهم فی تلك الحضرة فانه لایفارق حضرة الله تعالٰی ابدا فیخاطبونه بالسلام مشافهة۔[2]

میں نے اپنے سردار علی خواص رحمہ اللہ تعالٰے کو فرماتے سُنا کہ شارع نے نمازی کو تشہد میں نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر درود وسلام عرض کرنے کا اس لئے حکم دیا کہ جو لوگ اللہ عزوجل کے دربار میں غفلت کے ساتھ بیٹھتے ہیں اُنھیں آگاہ فرمائے کہ اِس حاضری میں اپنے نبی صلّے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو دیکھیں اس لئے کہ حضور کبھی اللہ تعالٰے کے دربار سے جُدا نہیں ہوتے پس بالمشافہہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر سلام عرض کریں۔

---

[1] احیاء العلوم کتاب اسرار الصلٰوۃ بیان تفصیل ماینبغی ان یحضر القلب الخ مطبعۃ المشھد الحسینی قاہرہ ۱/۱۶۹

[2] المیزان الکبرٰی للشعرانی باب صفۃ الصلٰوۃ مصطفی البابی مصر ۱/۱۶۷

Marfat.com

حجۃ اللہ البالغہ شاہ ولی اللہ صاحب صدیقی ص ۲۱۰ :

ثم اختار بعدہ السلام علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تنویہا بذکرہ واثباتا للاقرار برسالتہ واداء لبعض حقوقہ[1]

پھر اس کے بعد التحیات میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام اختیار کیا اُن کا ذکر پاک بلند کرنے کو اور اُن کی رسالت کا اقرار ثابت اور اُن کے حقوق سے ایک ذرہ ادا کرنے کے لئے۔

اولیائے عظام وعلمائے کرام نے اِس عرض سلام کی جو حکمت ارشاد فرمائی ہے میں اُسے مواہب لدنیہ وغیرہا ائمہ کی کتب سے نقل کروں اِس سے بہتر کہ ان غیر مقلدوں کے امام آخر الزمان نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کی کتاب سے سُناؤں کہ یہ اُن پر اشد وسخت تر ہے۔

مسک الختام نواب بھوپال مقام ص ۲۴۴ :

نیز آں حضرت ہمیشہ نصب العین مومنان وقرۃ العین عابدان ست در جمیع احوال واوقات خصوصاً در حالت عبادات ونورانیت وانکشاف دریں محل بیشتر و قوی تر ست وبعضے از عرفا قدس سرہم گفتہ اند ایں کہ خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ است علیہ الصلوٰۃ والسلام در ذرائر موجودات وافراد ممکنات پس آنحضرت در ذوات مصلیان موجود وحاضر ست پس مصلی باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد وازیں شہود غافل نبود تا بانوار قرب واسرار معرفت منور و فائز گردد آرے ؎

در راہِ عشق مرحلہ قرب وبعد نیست
می بینمت عیاں ودعا می فرستمت[2]

تمام احوال واوقات خصوصاً عبادات کی حالت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مومنین کا نصب العین اور عابدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتے ہیں، عبادات کے مواقع میں نورانیت اور انکشاف زیادہ اور قوی ہوتا ہے، بعض عارفین قدس اسرارہم نے فرمایا کہ نماز میں (السلام علیک کا) خطاب حقیقت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہوتا ہے جو موجودات کے تمام ذرات اور ممکنات کے تمام افراد میں سرایت کئے ہوئے ہے لہذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہوتے ہیں اس لئے نمازی کو اس حقیقت سے آگاہ رہنا چاہئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس موجودگی سے غافل نہ ہو تاکہ قرب کے انوار اور معرفت کے اسرار سے منور اور فائز ہو جائے، ہاں (شعر) عشق کی راہ میں قُرب وبُعد کا مرحلہ نہیں ہے، میں آپ کو واضح طور پر دیکھ رہا ہوں اور دعا پیش کرتا ہوں۔ (ت)

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ الامور التی لابد منہا فی الصلوٰۃ المکتبۃ السلفیہ لاہور ۲/۶

[2] مسک الختام شرح بلوغ المرام کتاب الصلوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ مطبع نظامی کانپور ۱/۲۴۴

Marfat.com

اس عبارت میں نواب بہادر فرمائشی شرکوں کے انبار لگا گئے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر عبادت میں مسلمانوں کے پیشِ نظر ہیں ایک شرک، نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر نمازی کی ذات بلکہ ہر ذرۂ ممکنات میں موجود و حاضر ہیں دو شرک، نمازی نماز میں نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے مشاہدہ سے ہرگز غافل نہ ہوتا کہ قربِ الٰہی پائے، تین شرک۔ مگر یہ کہ اگلی سلطنتوں میں بڑے لوگوں کو تین خون معاف ہوتے تھے گورنمنٹ وہابیت سے نواب بہادر کو تین شرک معاف ہیں ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اسی طرح وعلیٰ عباد اللہ الصّٰلحین کیا شرک سے بچ رہے گا کہ امثال آں از معظمین سب کو شامل۔

مسلمانو! کیا ہر نماز کے ختم پر درود شریف پڑھنا سنت نہیں، اور حضرت امام شافعی و امام احمد[۵] رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک تو فرض ہے، پھر درود محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی یاد و تکریم نہیں تو کیا ہے، درود کو محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے خیال باعظمت وجلال سے انفکاک کیونکر ممکن!

مسلمانو! ہر رکعت میں الحمد شریف پڑھنا ہمارے نزدیک امام ومنفرد پر واجب اور ان غیر مقلد وہابیوں کے یہاں سب پر فرض ہے ان سے کہو اس میں سے صراط الذین انعمت علیہم[۱] نکال ڈالیں یعنی راہ اُن کی جن پر تُو نے انعام کیا۔ جانتے ہو وُہ کون ہیں؟ ہاں قرآن سے پوچھو وُہ کون ہیں:

اولٰئك الذین انعم اللہ من النبیّٖن و الصدیقین و الشھدآء و الصّٰلحین[۲] — جن پر خدا نے انعام کیا وہ انبیاء اور صدیق اور شہداء اور نیک لوگ ہیں۔

جب صراط الذین انعمت علیہم[۳] پڑھ کر اُن کی راہ مانی جائے گی ضرور عظمت کے ساتھ اُن کا خیال آئے گا اور وُہ اُس کے نزدیک شرک ہے تو الحمد میں سے اِس شرک کے دُور کرنے کی کوشش کریں صرف غیر المغضوب علیھم ولا الضالین[۴] رکھیں کہ انبیاء و صدیقین کی جگہ نماز میں یہود و نصارٰی کی یادگاری رہے بلکہ اھدنا الصراط المستقیم[۵] بھی رکھنے کے قابل نہیں کہ حدیث میں اِس سے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم وصدیقِ اکبر و فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہما مراد لئے گئے ہیں۔ فتح الخبیر شاہ ولی اللہ دہلوی مطبوع مصر ۵ ۹ ھ ص ۳ ؛

عہ فی اشھر الروایتین ا ھ میزان الشعرانی ورحمۃ الامۃ ۱۲ امنہ۔ (م) — دونوں روایتوں میں سے مشہور روایت میں میزان الشعرانی و رحمۃ الامۃ ۱۲ امنہ (ت)

[۱] القرآن الکریم ۱/۶ [۲] القرآن الکریم ۴/۶۹ [۳] القرآن الکریم ۱/۶
[۴] ؍؍ ؍؍ ۱/۷ [۵] ؍؍ ؍؍ ۱/۵

Marfat.com

الصراط المستقیم کتاب اللہ وقیل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصاحباہ۔[ل]

الصراط المستقیم سے مراد قرآن ہے اور بعض نے کہا رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما مراد ہیں (ت)

مسلمانو! میں فقط الحمد کو کہتا ہوں، نہیں نہیں شاید دو ایک کے سوا قرآن عظیم کی کسی سورت کا نماز میں تلاوت کرنا اس وبائی شرک سے نہ بچے گا۔ جن سورتوں میں حضور پُرنور محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم یا دیگر انبیائے کرام یا ملائکہ عظام یا صحابۂ کبار یا مہاجرین وانصار یا متقین ومحسنین وعباد اللہ الصالحین کی صریح تعریفیں ہیں ان کا تو کہنا ہی کیا ہے، یونہی وُہ بھی جن میں حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کے قصص مذکور ہیں کہ اُن کا تصوّر جب آئے گا عظمت ہی سے آئے گا جس کا اس شخص کو خود اقرار ہے ان کے سوا گنتی ہی کی سورتیں حضور اقدس محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ذکر صریح سے خالی ہوں گی اور کچھ نہ ہو تو کم سے کم حضور سے خطاب ہوں گے جیسے چاروں قُل، تَبَّتْ میں کھلا ہُوا حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ذکر لگا ہُوا ہے کہ اس کی تلاوت میں ضرور خیال جائے گا کہ یہ بھاری انتقام اللہ عزوجل کس کی طرف سے لے رہا ہے یہ سخت غضبِ الٰہی کس کی جناب میں گستاخی کرنے پر اُتر رہا ہے لایلٰف شریف میں اگر حضور اقدس صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا صراحۃً ذکر نہیں تو کعبہ معظمہ کا ذکر ہے اور وُہ بھی کمال تعظیم کے ساتھ کہ اپنی ربوبیت کو اس کی طرف اضافت فرمایا اُس کا تصوّر کب بے عظمت آئے گا بنظرِ ظاہر صرف سورۂ تکاثر اس عالمگیر وبا سے بچے گی باقی تمام وکمال ہر سورۃ کی تلاوت شرک میں ڈالے گی پھر تکاثر بھی

ع۵ اور شریعت محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ عیاذاً باللہ ان شرکیات کی واجب وسنت وجائز کرنیوالی ہوئی، صحابہ سے آج تک تمام مسلمان کہ ان امور پر اجماع کئے ہوئے ہیں سب شرک میں گرفتار ٹھہرے، اس سے بڑھ کر اور کیا کلمۂ کفر ہوگا، شفاء شریف ص ۳۶۲ و ۳۶۳:

نقطع بتکفیر کل قائل قال قولا یتوسل بہ الی تضلیل الامۃ[ت]۔ ۱۲ سل السیوف الھندیۃ علی کفریات بابا النجدیۃ للمصنف العلامۃ مدظلہ۔

جو شخص ایسی بات کہے جس سے تمام امت کے گمراہ ٹھہرنے کی راہ نکلتی ہو ہم بالیقین اسے کافر کہتے ہیں ۱۲ سل السیوف الہندیۃ علی کفریات بابا النجدیۃ للمصنف العلامۃ مدظلہ۔

[ل] فتح الخبیر مع الفوز الکبیر الباب الخامس تکملہ الفوز الکبیر نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۸۷

[۵] الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ فصل فی بیان ما ھو من المقالات المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ فی البلاد العثمانیہ ۲/۲۷۱

Marfat.com

بچی تو صرف شرک معصیت یا کراہیت سے اسے بھی نجات نہیں کہ مقابر وجحیم واموال ونعیم کا خیال اُس میں بھی رکھا ہوا ہے یہ عظمت کے ساتھ نہ آکر خیال انبیاء و اولیاء کے شرک میں نہ ملا تو خیال گاؤ خر کی قباحت میں تو شریک ہوگا، تف ہزار تف ایسے ناپاک اختراع پر۔

مسلمانو! میں صرف نماز ہی میں گفتگو کرتا ہوں، نہیں نہیں، اس کے نزدیک بیرونِ نماز بھی قرآن عظیم کی تلاوت شرک ہے کیا فقط نماز ہی عبادت ہے نفس تلاوت عبادت نہیں کیا اس عبادت میں شرک روا ہے، حاشا کسی عبادت میں روا نہیں، اور قرآن کی سورتیں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نعت اُن کے ذکر اُن کی یاد، اُن کی تعظیم، اُن کی تکریم سے گونج رہی ہیں تو عبادتِ تلاوت بے تصوّر عظمت سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیونکر متصوّر، تو اس چوپائی شرک سے کدھر مفر۔ غرض اس دشنام صریح سے قطع نظر یہ وجہ قبیح خود اقبح القبائح ومجموعہ صدہا کفریات وفضائح ہے۔

مسلمانو! تم نے دیکھا کیسی خبیث وناپاک وجہ کے حیلے سے اس شخص نے تمہارے پیارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو گالی دی اور ہنوز دعوئ اسلام باقی ہے۔ سبحان اللہ! یہ مُنہ اور یہ دعوٰی!

رب اعوذبك من همزات الشیطٰن واعوذبك رب ان یحضرون[1]

اے میرے رب تیری پناہ شیاطین کے وسوسوں سے اور اے میرے رب تیری پناہ کہ وہ میرے پاس آئیں (ت)

تنبیہ: میں نے اس کفریہ ملعونہ کی تفضیح وتقبیح میں ذرا اپنے قلم کو وسعت دی کہ یہ مقام اس شخص کی اشد شقاوت کا تھا اور میں نے نہ دیکھا کہ ہمارے علماء نے یہاں کلام کو کامل رنگ تفصیل دیا ہو، اب اس قول خبیث اخبث الاقوال بلکہ ارجس الابوال کے بعد مجھے اس کے کفریات جزئیہ زیادہ گنانے کی حاجت نہیں کہ طول وجہ ملال ہے مگر اجمالاً اتنا اور سن لیجئے کہ اس کے حصہ میں جزئیاتِ کثیرہ کے علاوہ بعد د ابواب جہنم **سات کلیات کفریات** کے ہیں:

دیوبندی ملّا کے یہاں کفریات کے سات

(ا) جا بجا قرآن عظیم ایک بات فرمائے اور یہ صاف اُسے غلط و باطل کہہ جائے، شفاء شریف ص ۴۰۲، معین الحکام امام علاء الدین علی طرابلسی حنفی مطبع مصر ص۲۲۹:

الف من استخف بالقرأن او بشیئ منه او جحده او کذب بشیئ منه، او اثبت ما نفاه او نفی

جو شخص قرآن مجید یا اُس کے کسی حرف کی گستاخی یا اُس کا انکار یا اس کی کسی بات کی تکذیب یا جس

---

[1] القرآن الکریم ۲۳/ ۹۸

ما اثبته على علم منه بذٰلك او شك فى شئ من ذٰلك فهو كافر عند اهل العلم بالاجماع۔[1] (ملخصًا)

بات کی قرآن نے نفی فرمائی اس کا اثبات یا جس کا اثبات فرمایا اس کی نفی کرے دانستہ یا اس میں کسی طرح کا شک لائے وہ باجماع تمام علماء کے کافر ہے۔ (ملخصًا)

(۲) اس کے طور پر قرآن عظیم میں جا بجا شرک موجود۔
(۳) اس کے نزدیک انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ سے شرک صادر ہوئے۔
(۴) یونہی حضرات ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے۔
(۵) یہی خیال خبیث حضور پرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نسبت۔

(۶) جن باتوں کو یہ صاف صاف شرک بتاتا ہے وہ اس کے اکابر مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اور ان کے والد ماجد شاہ ولی اللہ اور ان کے والد شاہ عبدالرحیم اور ان سب کے پیرِ سلسلہ جناب شیخ مجدد صاحب کی تصنیفات و تحریرات میں اہلی گہلی پھر رہی ہیں تو اس کے نزدیک معاذ اللہ وہ سب مشرک تھے پھر یہ انھیں امام و پیشوا و ولی خدا کہتا ہے اور بڑی لمبی چوڑی تعریفوں سے یاد کرتا ہے اور جو مشرکوں کو ایسا جانے خود کافر ہے تو یہ اس کا نیم اقراری کفریہ ہوا۔

(۷) کھلے شرکوں کے بھاری تودے خود اس کے کلام میں برساتی حشرات الارض کی طرح پھیلے ہیں ایک بات اس کتاب میں کفر دوسری میں ایمان، یہاں شرک وہاں عرفان، تو یہ پورا اقراری کفریہ ہے۔ میں ان سب کی پوری تفصیل کروں تو بلا مبالغہ ایک مجلد ضخیم لکھوں دوسرے سے پانچویں تک چار کلیے کے لئے بکثرت جزئیات فقیر نے اپنے رسالہ اکمال الطامہ علیٰ شرك سوی بالامور العامہ (۱۳۱۱ھ) میں جمع کئے ثلثہ باقیہ کے جزئیات پر ہمارے بہت رسائل میں کلام ملے گا اور خود اسی رسالہ کی تقریرات سابقہ سے بعض کا پتا چلے گا یہاں بطور نمونہ ساتوں کلیے کی صرف ایک مثال لکھوں۔

کفریہ ۳۰: اللہ عزوجل فرماتا ہے:

تلك الامثال نضربها للناس وما يعقلها الا العالمون۔[2]

ہم یہ کہاوتیں بیان کرتے ہیں لوگوں کے لئے اور ان کی سمجھ نہیں مگر عالموں کو۔

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ فصل واعلم ان من استخف بالقرآن الخ المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ فی البلاد العثمانیہ ۲/ ۲۸۶-۲۸۸
[2] القرآن الکریم ۲۹/ ۴۳

یہ شخص غیر مقلدی اور دینِ الٰہی میں ہر گونہ آزادی کا پھاٹک کھولنے کے لئے کہتا ہے کہ یہ بالکل غلط ہے قرآن سمجھنے کو علم ہرگز درکار نہیں۔ تقویۃ الایمان ص ۳ :

"عوام الناس میں مشہور ہے کہ اللہ و رسول کا کلام سمجھنا بہت مشکل ہے اس کو بڑا علم چاہئیے سو یہ بات بہت غلط ہے[۱] اھ ملخصًا۔

لطف یہ کہ اپنے اِس گھڑے مطلب پر دلیل لایا آیۂ کریمہ :

هوالذی بعث فی الامیین رسولًا منهم یتلوا علیهم اٰیٰته و یزکیهم و یعلمهم الکتٰب والحکمة۔[۲]

سے ، اور خود ہی اس کا ترجمہ کیا کہ :

"وہ اللہ ایسا ہے کہ جس نے کھڑا کیا نادانوں میں ایک رسول ان میں سے کہ پڑھتا ہے اُن پر آیتیں اس کی اور پاک کرتا ہے اُن کو اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور عقل کی باتیں[۳]"

کیوں حضرت ! جب قرآن کے سمجھنے کو علم درکار نہیں ہر جاہل نادان سمجھ سکتا ہے تو نبی کے سکھانے کی کیا حاجت تھی ، سبحان اللہ ! ردوا سدوا تو خود سمجھ لیں اور صحابۂ کرام سکھانے کے محتاج ۔

کفریہ ۲۱ و ۲۲ و ۲۳ : تقویۃ الایمان ص ۱۰ :

"روزی کی کشائش اور تنگی کرنی اور تندرست اور بیمار کر دینا اقبال و ادبار دینا ، حاجتیں بر لانی ، بلائیں ٹالنی ، مشکل میں دستگیری کرنی یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیأ اولیأ ، بھوت پری کی یہ شان نہیں جو کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے اور اس سے مرادیں مانگے اور مصیبت کے وقت اُس کو پکارے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے پھر خواہ یُوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت اُن کو خود بخود ہے خواہ یُوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ہے[۴] اھ ملخصًا

کاش یہ ظالم صرف اِس قدر کہتا کہ جو کسی کو قادر بالذات و متصرف بالاستقلال سمجھے مشرک ہے تو بیشک حق تھا مگر یُوں مطلب کیا نکلتا کہ یہ معنی تو کسی کی نسبت کسی مسلمان کے خیال میں ہرگز نہیں تو تمام مسلمانوں کو

---

[۱] تقویۃ الایمان مقدمۂ کتاب مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۲
[۲] القرآن الکریم ۶۲/۲
[۳] تقویۃ الایمان مقدمۂ کتاب " " " " " ص ۳
[۴] " " پہلا باب " " " " " ص ۷

Marfat.com

مشرک کیونکر بنایا جاتا اور وُہ کیونکر صادق آتا کہ ص ۵ :

"شرک لوگوں میں بہت پھیل رہا ہے اور اصل توحید نایاب"[1]۔

صفحہ ۵۴ : "سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہُوا"[2] کہ تمام دنیا میں کوئی مسلمان نہ رہا لہٰذا یہ عام جبروتی حکم لگایا کہ "پھر خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ہے"[3]۔

اب غور کیجئے کہ اِس ناپاک و ملعون قول پر انبیاء و ملائکہ سے لے کر اللہ و رسول تک اور اس کے پیشواؤں سے لے کر خود اُس ظلوم و جہول تک کوئی بھی حکم شرک سے نہ بچا۔

آیت : اغنٰهم الله و رسوله من فضله[4]   انھیں دولتمند کر دیا اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے۔

آیت : و تبرئ الاكمه والابرص باذنى[5]   اے عیسٰی تُو تندرست کرتا ہے مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو میرے حکم سے۔

یہ معاذ اللہ قرآن عظیم کے شرک ہیں اور "میرے حکم سے" کا لفظ بڑھا دینا شرک سے نجات نہ دے گا کہ تندرست کر دینے کی قدرت اللہ ہی کے حکم سے سمجھے جب بھی تو اِس شرک پسند کے نزدیک شرک ہے۔

کفریہ ۳۳ : آیت : ابرئ الاكمه و الابرص و احى الموتٰى باذن الله[6]   (عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا) میں مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو تندرست کرتا ہوں اور میں مُردے جِلاتا ہوں اللہ کے حکم سے۔

یہ معاذ اللہ عیسٰے المسیح کلمۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شرک ہوا۔

کفریہ ۳۴ تا ۳۸ : واذ قلنا للملٰئكة اسجدوا لاٰدم فسجدوا الا ابليس[7]   اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا آدم کو سجدہ کرو سب سجدے میں گرے سوا ابلیس کے۔

---

[1] تقویۃ الایمان   پہلا باب   مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور   ص ۴

[2] " "   الفصل الرابع   " " " " " "   ص ۳۰

[3] " "   پہلا باب   " " " " " " "   ص ۷

[4] القرآن الکریم   ۹/۷۴   [5] القرآن الکریم   ۵/۱۱۰

[6] " "   ۳/۴۹

[7] " "   ۲/۳۴

Marfat.com

آیت: ورفع ابویه علی العرش وخرّوا لهٗ سُجّدا [1] یوسف نے اپنے ماں باپ کو تخت پر بلند کیا اور وہ سب یوسف کے لئے سجدے میں گرے۔

یہ (خاک بدہن گستاخان) اللہ تعالیٰ اور ملائکہ و آدم [32] و یعقوب [35] و یوسف [36] علیہم الصلوٰۃ والسلام سب کا [37] شرک ہوا، اللہ نے حکم دیا ملٰئکہ نے سجدہ کیا، آدم راضی ہوئے، یعقوب ساجد، یوسف رضا مند۔

تقویۃ الایمان ص ۱۱:

"جو کوئی کسی پیغمبر کو سجدہ کرے اس پر شرک ثابت ہے، خواہ یوں سمجھے کہ یہ آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہیں یا یوں سمجھے کہ ان کی اس طرح کی تعظیم کرنے سے اللہ خوش ہوتا ہے ہر طرح شرک ہے [2] اھ ملخصا"

صفحہ ۸:

"شرک جیسے سجدہ کرنا گو کہ پھر اس کو اللہ سے چھوٹا ہی سمجھے اور اسی کا مخلوق اور بندہ اور اس بات میں انبیاء اور شیطان اور بھوت میں کچھ فرق نہیں [3] اھ ملخصا"

یوں تو اس گمراہ کا استاد شفیق شیطان لعین ہی اچھا رہا کہ خود کو بہتر فرمایا کیا مگر وہ شرک کے پاس نہ گیا اور یہاں نسخ کا جھگڑا پیش کرنا محض جہالت، شرک کسی شریعت میں حلال نہیں ہو سکتا، کبھی ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ شرک کا حکم دے اگرچہ اسے پھر کبھی منسوخ بھی فرما دے۔

کفریہ ۳۹ و ۴۰: حدیث: حضور پُرنور سید المرسلین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انہ کان فقیرا فاغناہ اللہ ورسولہ [4] ابن جمیل فقیر تھا اسے اللہ اور اللہ کے رسول نے غنی کر دیا۔

یہ حدیث صحیح بخاری مطبع احمدی قدیم ج ۱ ص ۱۹۸ میں ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

حدیث: رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے رب جل وعلا سے عرض کرتے ہیں:

اللھم انی احرم مابین جبلیھا مثل ما حرم بہ ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام الٰہی! میں دونوں کوہ مدینہ کے درمیان کو حرم بناتا ہوں مثل اس کے جیسے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۱۰۰
[2] تقویۃ الایمان پہلا باب مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۸
[3] " " " " ص ۹
[4] صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ باب قول اللہ تعالیٰ وفی الرقاب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹۸

Marfat.com

مکۃ[1] نے مکہ کو حرم بنایا۔
صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۱، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۴۱؛ واللفظ لہ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حدیث کے یہ لفظ صحیح مسلم کے ہیں۔ت)

حدیث: حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم فرماتے ہیں:

ان ابراھیم حرم مکۃ و انی حرمت المدینۃ مابین لابتیھا لایقطع عظاھھا ولا یصاد صیدھا[2]
بیشک ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا اور میں نے مدینہ کو حرم کیا، نہ کاٹی جائیں اس کی ببولیں اور نہ پکڑا جائے اس کا شکار۔

صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۴۰ عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اس مطلب کی حدیثیں صحاح و سنن و مسانید وغیرہا میں بکثرت ہیں جن میں حضور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صاف و صریح حکم فرمادیا کہ مدینۂ طیبہ اور اس کے گردوپیش کے جنگل کا وہی ادب کیا جائے جو مکۂ معظمہ اور اس کے جنگل کا ہے، یہی مذہب ائمہ مالکیہ و شافعیہ و حنبلیہ اور بکثرت ائمہ صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا ہے، ائمہ حنفیہ اگرچہ اس باب میں اور احادیث پر عمل فرماتے ہیں جو شرح معانی الآثار امام طحاوی وغیرہ میں مع نظر مذکور مگر ترجیح یا تطبیق یا نسخ دوسری چیز ہے، کلام اس میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو صراحۃً مدینہ طیبہ کے جنگل کا ادب ارشاد فرمایا، اب اس شخص کی سُنئے، تقویۃ الایمان ص ۱۱:

"گردوپیش کے جنگل کا ادب کرنا یعنی وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا یہ کام اللہ نے اپنی عبادت کے لئے بتائے ہیں پھر جو کوئی کسی پیغمبر یا بھوت کے مکانوں کے گردوپیش کے جنگل کا ادب کرے اس پر شرک ثابت ہے پھر خواہ یُوں سمجھے کہ یہ آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہیں یا یُوں کہ اُن کی اس تعظیم سے اللہ خوش ہوتا ہے ہر طرح شرک[3] اھ ملخصًا

جانِ برادر! تُو نے دیکھا کہ اس شخص کی ساری کوشش اسی میں تھی کہ اللہ اور رسول کو بھی مشرک کہنے سے نہ چھوڑے، تف ہزار تف بروئے بے دیناں۔

کفریہ ۱۴ تا ۴۶: تفسیر عزیزی پارہ عم شاہ عبدالعزیز صاحب مطبوعہ بمبئی ص ۱۴۰:

---

[1] صحیح مسلم باب فضائل مدینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۴۱
[2] " " " ۱/۴۴۰
[3] تقویۃ الایمان پہلا باب مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۸

Marfat.com

"بعضے از اولیاء اللہ را کہ آلہ جارحہ تکمیل وارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اند دریں حالت ہم تصرف در دنیا دادہ اند واستغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمیگردد، و اویسیاں تحصیل کمالات باطنی از انہا می نمایند وارباب حاجات ومطالب حل مشکلات خود از انہا می طلبند و مے یابند و زبان حال آنہا در آں وقت ہم مترنم بایں مقال است ع

من آیم بجان گر تو آئی بہ تن"[1]

بعض اولیاء کرام جنھوں نے اپنے آپ کو بنی نوع انسان کی رہنمائی اور تکمیل کے لئے متصرف کر رکھا ہے وہ (وفات کے بعد کی) حالت میں بھی دنیا میں تصرف کرتے ہیں اور کمال وسعتِ ادراک کی بناء پر ان کا استغراق اس طرف توجہ سے مانع نہیں بنتا اور اویسی خاندان باطنی کمالات کی تحصیل انھی اولیاء سے کرتے ہیں اور اہلِ حاجات ومشکلات انہی سے اپنی حاجات کا حل طلب کرتے ہیں اور مراد پاتے ہیں اور یہ اولیاء کرام زبان حال سے اس وقت یہ فرماتے ہیں:
اگر تو جسمانی طور آیا ہے تو میں جان سے حاضر ہوں (ت)

یہ عبارت سراپا بشارت اس شخص کے مذہب ہمہ تن شرارت پر معاذ اللہ سرتاپا شرک جلی سے ملوث ہے، اولیائے کرام[1] دنیا میں تصرف، بعد[2] انتقال بھی ان کا تعلق باقی رہنا، ان[3] کے علوم کی وسعت کہ اُدھر بھی مستغرق ہیں اِدھر بھی خبر رکھیں، اولیاء[4] کا بعد وصال بھی فیض دینا، مریدوں[5] کو مناصب عالیہ تک پہنچانا، حاجتمندوں کا اپنی حاجتیں اُن کی پاک روحوں سے طلب کرنا ان[6] کا حلِ مشکل فرمانا۔ نواب بہادر کی عبارت میں تو تین[3] ہی شرک تھے حضرت شاہ صاحب کے کلام میں المضاعف ہیں، ہاں ہونا ہی چاہئے کہ وہ نواب تھے یہ شاہ ہیں کلام الملک ملک الکلام۔

کفریہ ۴۷ تا ۴۹: تحفہ اثناء عشریہ حضرت ممدوح ص ۳۹۶ و ۳۹۷:

حضرت امیر و ذریہ طاہرہ اورا تمام امت برمثال مریدان و مرشدان می پرستند و امور تکوینیہ را بایشاں وابستہ میدانند و فاتحہ و درود و صدقات و نذر بنام ایشاں رائج و معمول گردیدہ چنانچہ باجمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است[2]

تمام امت مریدوں کی طرح حضرت امیر (علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ) اور اُن کی اولادِ پاک کو مرشد تسلیم کرتی ہے اور تکوینی امور کو ان سے وابستہ مانتی ہے، اور فاتحہ، درود اور صدقات و نذر و نیاز ان کے نام رائج اور معمول ہے جس طرح کہ تمام اولیاء اللہ کے ساتھ یہ معاملہ رائج ہے (ت)

---

[1] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) پ عم س انشقاق مطبع مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ۳/۲۰۶
[2] تحفہ اثناء عشریہ باب ہفتم در امامت سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۱۴

Marfat.com

وہابی صاحبو! یہ بھی اکٹھے تین[3] شرک ہیں، ہر ایک ڈھائی من پختہ کا، شاہ صاحب کو دیکھئے کتنے بڑے شرک پسند، مشرک دوست، علی پرست، پیر پرست، اولیاء پرست ہیں کہ کارو بارِ عالم کو دامنِ ہمت حضرت مولیٰ مشکل کشا و اہلبیت کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے وابستہ مانتے اور پیروں کی طرح[2] اُن سب کی پرستش اور اُن[3] کے اور تمام اولیاء کے نام کی نذر منت جائز جانتے، اور نہ آپ ہی تنہا بلکہ تمام اُمت مرحومہ کو استغفر اللہ انھیں بلاؤں میں سانتے ہیں، اب تو عجب نہیں کہ روافض کی طرح اُمتِ مرحومہ کو معاذ اللہ اُمتِ ملعونہ لقب دیجئے،

تقویۃ الایمان ص ۸ :

"پیغمبرِ خدا کے وقت میں کافر بھی اپنے بُتوں کو اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے بلکہ اُسی کا مخلوق اور اُس کا بندہ سمجھتے تھے اور اُن کو اُس کے مقابل کی طاقت ثابت نہیں کرتے تھے مگر یہی پکارنا اور منتیں ماننی اور نذر و نیاز کرنی اور اُن کو اپنا وکیل و سفارشی سمجھنا یہی اُن کا کفر و شرک تھا سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو کہ اُس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے سو ابو جہل اور وہ شرک میں برابر ہے[1]"

وہیں فصل شرک فی العادۃ کی بُرائی کے بیان میں لکھا ص ۶۱ :

"پیر پرست اپنے تئیں کہلوانا محض بے جا ہے اور نہایت بے ادبی[2]"

کفریہ ۵۰ تا ۵۲ : شاہ ولی اللہ صاحب کی کتاب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ سے ظاہر کہ وُہ خود اور ان کے بارہ[12] اساتذہ حدیث و پیرانِ سلسلہ

نادعلیاً مظہر العجائب ٭ تجدہ عونالك فی النوائب ٭ کل ھم وغم سینجلی ٭ بولایتك یاعلی یاعلی یاعلی[3] ٭

پکار علی کو جن کی ذاتِ پاک سے وہ خوارق و فیوض ظاہر ہوتے ہیں جنھیں دیکھ کر عقلیں اچنبھے میں ہیں جب تُو انھیں ندا کرے گا تو انھیں مصائب و آفات میں اپنا مددگار پائیگا ہر پریشانی و رنج اب دُور ہوتا ہے آپ کی ولایت سے یا علی یا علی یا علی (ت)

کی سندیں لیتے، اجازتیں دیتے، وظیفہ کرتے۔

---

[1] تقویۃ الایمان   پہلا باب   مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور   ص ۶
[2] " "   الفصل الخامس فی رد الاشراک فی العادات " " " " " "   ص ۴۳
[3] الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ

Marfat.com

الحمدللہ، ان شاہ صاحب اور ان کے پیروں استادوں نے تو شرک کا پانی سر سے تیر کر دیا یہاں بھی مثل سابق تین پہاڑ شرک کے ہیں:

مصیبت میں مولا علی کے پکارنے کا حکم ایک شرک، انھیں مصیبتوں میں مددگار ماننا دو شرک۔ یا علی یا علی یا علی کی لے باندھنا تین شرک۔

جسے ان نفیس و جانفزا کلام کی تفصیل دیکھنی ہو فقیر کے رسائل انہار الانوار من یم صلوٰۃ الاسرار و حیات الموات فی بیان سماع الاموات و انوار الانتباہ فی حل نداء یا رسول اللہ و الامن والعلی لناعتی المصطفیٰ بدافع البلاء وغیرہا مطالعہ کرے۔

کفریہ ۵۳ تا ۵۵: تمام خاندان دہلی کے آقائے نعمت و خداوند دولت و مرجع و منتہی و مفزع و ملجا و سید و مولیٰ جناب شیخ مجدد صاحب کے مکتوبات مطبوعہ لکھنؤ جلد دوم مکتوب سیم ص ۴۶:

خواجہ محمد اشرف در زش نسبت رابطہ را نوشتہ بودند کہ بحدے استیلا یافتہ است کہ در صلوات آنرا مسجود خود می دانند و می بینند و اگر فرضا نفی کند منتفی نمیگردد محبت اطوار ایں دولت متمنائے طلاب ست از ہزاراں یکے را مگر بدہند صاحب ایں معاملہ مستعد تام المناسبۃ ست یحتمل کہ باندک صحبت شیخ مقتدا جمیع کمالات او را جذب نماید رابطہ را چرا نفی کنند کہ او مسجود الیہ است نہ مسجود لہ چرا محاریب و مساجد را نفی نہ کنند ظہور ایں قسم دولت سعادتمنداں را میسر است تا در جمیع احوال صاحب رابطہ را متوسط خود دانند و در جمیع اوقات متوجہ او باشند نہ در رنگ جماعۂ بیدولت کہ خود را مستغنی دانند و قبلہ توجہ را از شیخ خود منحرف سازند و معاملۂ خود را برہم زنند[۱]

خواجہ محمد اشرف درزش نے رابطہ (تصور شیخ) کی نسبت لکھا ہے کہ اس کا اس حد تک غلبہ ہے کہ نمازوں میں اپنا مسجود جانتے اور دیکھتے ہیں اگر اس رابطہ کو ختم کرنے کی کوشش کریں تو بھی ختم نہیں ہوتا (تو اس پر آپ نے فرمایا) اس دولت کے حصول کی خواہش ہزاروں طالبوں کی تمنا ہے مگر کسی ایک کو عطا ہوتی ہے اس کیفیت والا شیخ سے مکمل مناسبت کے لئے مستعد ہوتا ہے وہ امید کرتا ہے کہ اپنے مقتدا شیخ کی صحبت کی کمی اس کے تمام کمالات کو جذب کر دے گی، لوگ رابطہ (تصور شیخ) کی نفی کیوں کرتے ہیں حالانکہ وہ مسجود الیہ ہے مسجود لہ نہیں ہے یہ لوگ محرابوں اور مسجدوں کی نفی کیوں نہیں کرتے (حالانکہ وہ مسجود الیہ ہیں) اس قسم کی دولت کا ظہور سعادت مندوں کو نصیب ہوتا ہے حتیٰ کہ تمام احوال میں وہ صاحب رابطہ (شیخ) کو اپنا وسیلہ جانتے ہیں اور ہمہ وقت اس کی طرف متوجہ رہتے ہیں اس بے دولت جماعت کی طرح نہیں ہوتے

---

[۱] مکتوبات امام ربانی مکتوب ۳۰ بخواجہ محمد اشرف و حاجی محمد نولکشور لکھنؤ ۲/۴۶

Marfat.com

جو اپنے آپ کو شیخ سے مستغنی جانتے ہیں، اور اپنی توجہ کا قبلہ شیخ سے پھیر کر خود سر ہو جاتے ہیں۔ (ت)

یہاں بھی تین ڈبل شرک ہیں، ہر ایک اگلے باٹوں سے ہزار من کا۔ مرید نے لکھا کہ تصورِ شیخ اس قدر غالب ہے کہ نمازوں میں اس کو اپنا مسجود جانتا ہے، صورتِ شیخ ہی کو سجدہ نظر آتا ہے۔ جناب شیخ مجدد نے فرمایا کہ یہ دولت سعادتمندوں کو ملتی ہے طالبان حق کو اِس دولت کی تمنا ہوتی ہے، ایک شرک اور کتنا بھاری شرک، تمام احوال میں شیخ کو اپنا متوسط جانو دو شرک۔ نماز وغیرہ ہر حال و ہر وقت میں پیر کی طرف متوجہ ہو تین شرک۔ اب یاد کر اپنا وُہ کفری بول کہ نماز میں پیر وغیرہ یہاں تک کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طرف خیال لے جانا چنیں و چناں ہے اور منجر بشرک۔ ناظرین! آپ نے جانا کہ وُہ بے سعادت کون ہے جسے جناب مجدد صاحب بے دولت و تباہ کار بتا رہے ہیں، ہاں وہ یہی بے دولت ہے، صراطِ مستقیم میں کہتا ہے ص ۱۴۰:

از جملہ اشغال مبتدعہ شغل برزخ ست [1] | بدعت والے اشغال میں سے برزخ کا شغل بھی ہے (ت).

اُسی میں ہے ص ۱۱۱: "صاف صورت پرستی ست [2]" (یہ صاف صورت پرستی ہے۔ ت)

فقیر غفر اللہ تعالےٰ لہ نے خاص اِس مسئلہ میں ایک نفیس رسالہ مسمّی الیاقوتۃ الواسطۃ فی قلب عقد الرابطۃ ۱۳۰۹ھ لکھا، اس میں جناب شاہ عبدالعزیز صاحب و شاہ ولی اللہ صاحب و شاہ عبدالرحیم صاحب وغیرہم کے بہت کلمات اور ائمہ کرام و علمائے عظام کے تئیس ۲۳ ارشادات سے اِس شغل کا جواز ثابت کیا، اِس بیدولت کے نزدیک وُہ سب معاذ اللہ بدعتی تصویر پرست ہیں جب تو جناب شیخ مجدد نے تباہ کار و منحرف بتایا۔

کفریہ ۵۶: مکتوبات جناب موصوف ج ۱ مکتوب ۲۱۲ ص ۴۴۸:

مخدوما احادیث نبوی علی مصدرہا الصلوٰۃ والسلام | میرے مخدوم، نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی احادیث

ع۵ تقویۃ الایمان ص ۷: جو بات سچی ہے کہ اللہ بندہ کی طرف سب سے زیادہ نزدیک ہے سو اُس کو چھوڑ کر جھوٹی بات بنائی کہ اوروں کو حمایتی ٹھہرایا اور یہ جو اللہ کی نعمت تھی کہ وُہ محض اپنے فضل سے بغیر واسطے کسی کے سب مرادیں پُوری کرتا ہے سب بلائیں ٹال دیتا ہے سو اُس کا حق نہ پہچانا اور اس کا شکر ادا نہ کیا یہ بات اوروں سے چاہنے لگے پھر اس الٹی راہ میں اللہ کی نزدیکی ڈھونڈتے ہیں سو اللہ ہرگز اُن کو راہ نہیں دے گا [3] ۱۲ منہ

---

[1] صراطِ مستقیم باب سوم فصل سوم المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۱۸

[2] " " " " ص ۱۱۹

[3] تقویۃ الایمان پہلا باب مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۵

Marfat.com

در باب جواز اشارت بسبابہ بسیار وارد شدہ اند و بعضے از روایات فقہیہ حنفیہ نیز دریں باب آمدہ[1]

شہادت کی انگلی سے اشارہ کی بابت بہت وارد ہیں اور فقہ حنفی کی بعض روایات بھی اس سلسلہ میں آئی ہیں (ت)

صفحہ ۹۴۴ ،

وغیر ظاہر مذہب ست وآنچہ امام محمد شیبانی گفتہ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یشیر ویصنع کما یصنع النبی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام ثم قال ھذا قولی و قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما از روایات نوادر ست نہ روایات اصول وفی المحیط اختلف المشائخ فیہ منھم من قال لا یشیر ومنھم من قال یشیر وقد قیل سنۃ وقیل مستحب والصحیح حرام، ہرگاہ در روایات معتبر حرمت اشارت واقع شدہ باشد وبر کراہت اشارت فتویٰ دادہ باشند ما مقلدان را نمیرسد کہ بمقتضائے احادیث عمل نمودہ جرأت در اشارت نمائیم مرتکب ایں امر از حنفیہ یا علمائے مجتہدین را علم احادیث معروفہ جواز اشارت اثبات می نماید یا انگارد کہ اینہا بمقتضائے آرائے خود برخلاف احادیث حکم کردہ اند ہر دو شق فاسد ست تجویز نکند آنرا مگر سفیہ یا معاند ظاہر اصول اصحاب ما عدم اشارت ست سنت علمائے ما تقدم شدہ[2]

اور وہ ظاہر مذہب پر نہیں ہیں اور امام محمد شیبانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے جو منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اشارہ کیا کرتے تھے، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ بھی اسی طرح کرتے جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا کرتے تھے، اور پھر انھوں نے فرمایا یہی میرا اور امام ابو حنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کا قول ہے، یہ نقل نادر روایات میں سے ہے نہ کہ اصولی روایات میں سے اور محیط میں ہے کہ اس میں مشائخ کا اختلاف ہے، بعض نے فرمایا اشارہ نہ کرے، اور بعض نے فرمایا اشارہ کرے اور اسکو سنت بھی کہا ہے بعض نے مستحب کہا ہے، اور صحیح یہ ہے کہ حرام ہے، ہرگاہ کہ معتبر روایات میں اشارہ کی حرمت واقع ہوئی ہے اور اشارہ کی کراہت پر فتویٰ دیا گیا ہے ہم مقلدین حضرات کو یہ حق نہیں کہ احادیث کے مقتضے پر عمل کریں اور اشارہ کرنے کی جرأت کریں، اس چیز کے مرتکب کو چاہئے کہ احناف یا مجتہدین کو معروف احادیث سے اشارہ کے جواز کا اثبات کرے یا پھر واضح کرے کہ وہ اپنی رائے سے احادیث کے خلاف حکم کر رہے ہیں جبکہ دونوں شقیں فاسد ہیں ان کو بیوقوف یا معاند کے بغیر کوئی بھی جائز نہیں کریگا، ہمارے

---

[1] مکتوبات امام ربانی مکتوب ۳۱۲ بمیر محمد نعمان نولکشور لکھنؤ ۱/۴۲۸

[2] " " " " " " " ۱/[illegible]

اصحاب کا ظاہر اصول اشارہ نہ کرنا ہے پس عدمِ اشارہ ہی ہمارے متقدمین علماء کی سنّت ہے۔ (ت)

صفحہ ۴۵۰:

احادیث را ایں اکابر بیشتر از ما می شناختند البتہ وجہ موجہ داشتہ باشند در ترک عمل بمقتضائے ایں احادیث علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام[1]

احادیث کو ہماری نسبت یہ اکابر زیادہ بہتر سمجھتے ہیں، یقیناً وُہ ان احادیث کے مقتضاء کے ترک پر کوئی مؤثر وجہ پیشِ نظر رکھتے ہیں۔ (ت)

ص ۴۵۱:

اگر گویند کہ علمائے حنفیہ بر جواز اشارت نیز فتوٰی دادہ اند گویم ترجیح عدم جواز راست[2] اھ ملخصاً

اگر یُوں کہیں کہ علمائے احناف اشارہ کے جواز کا فتوٰی دیتے ہیں تو ہم جواب میں کہیں گے کہ ترجیح عدمِ جواز کو ہے اھ ملخصاً (ت)

اب ذرا حضرات غیر مقلدین کانوں سے ٹینٹ، آنکھوں سے جالے ہٹا کر یہ دھوم دھامی عبارت سُنیں اور اس کے تیور دیکھیں جناب شیخ سلسلہ کو صاف اقرار ہے کہ دربارۂ اشارہ احادیث حضور سیدِ عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بکثرت آئی ہیں اور وہ حدیثیں معروف مشہور ہیں، مگر ہمارے یہاں اصول مذہب میں اشارے کا ذکر نہیں اور ہمارے علماء کی سنّت عدمِ اشارہ ہے ہماری فقہ میں مکروہ ٹھہرا ہے لہذا ہمیں احادیث کے مطابق عمل کرنا جائز نہیں، معاذ اللہ اِس بھاری شرکِ تقلیدی کو کچھ کہئے کہ مذہب کے مقابل احادیثِ صحیحہ مشہورہ کو نہیں مانتے اور سنّتِ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جواب میں اپنے مولویوں کی سنّت پیش کرتے ہیں اور جو حنفی مذہب حنفی کے خلاف کسی حدیث پر عمل کرے اُسے بے عقل ہٹ دھرم بتاتے ہیں۔ مزہ یہ کہ یہ مسئلہ خود مذہب حنفی میں متفق علیہا نہیں، آپ ہی اقرار فرماتے ہیں کہ مشائخ کو اختلاف ہے جواز و استحباب و سنّیت اشارہ کے بھی قائل ہُوئے یہاں تک کہ ائمہ کا فتوٰی بھی حدیثوں کے موافق موجود، حتی کہ خود امامِ مذہب امام محمد نے تصریح فرمائی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اشارہ فرمایا کرتے اور ہم وہی کریں گے جو رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کرتے تھے، اور فرماتے ہیں یہی مذہب میرا اور امام ابوحنیفہ کا ہے مگر از انجا کہ یہ روایت نوادر کی ہے اس پر بھی نظر نہ ہوگی، نہ اختلافِ مشائخ و فتوٰی پر لحاظ ہوگا، صرف اس لئے کہ ظاہر روایۃ میں ذکر نہ آیا حرمت مرجح اور اس کے خلاف صحیح و مشہور حدیثوں پر ہمیں عمل نہیں پہنچتا۔ ایمان سے کہنا ایمان ترکِ تقلید کا

---

[1] مکتوباتِ امام ربانی مکتوب ۳۱۲ بمیر محمد نعمان نولکشور لکھنؤ ۱/۴۵۰

[2] " " " " " " " ۱/۴۵۱

Marfat.com

کہیں تسمہ بھی لگا رہا، اب شخص مذکور کے جبروتی احکام سُنیے کہ خاص اپنے پیر سلسلہ حضرت شیخ مجدد کو بمقابلہ مذہب احادیث چھوڑنے اور سنت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابل سنتِ علماء کی سند پکڑنے پر کیا کیا جلی کٹی بے نقط سُناتا ہے، تقویۃ الایمان ص ۲۴:

"جو کوئی کسی امام یا مجتہد کی بات کو رسول کے فرمانے سے مقدم سمجھے حدیث کے مقابل قول کی سند پکڑے، سو ایسی باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے[۱]"

ص ۲ و ۳:

"اِس زمانہ میں دین کی بات میں لوگ کتنی راہیں چلتے ہیں، کوئی پہلوں کی رسموں کو کوئی مولویوں کی باتوں کو جو اُنھوں نے اپنے ذہن کی تیزی سے نکالیں سند پکڑتے ہیں[۲]"

صفحہ ۴:

"رسول کو رسول سمجھنا اس طرح ہوتا ہے کہ اُس کے سوا کسی کی راہ نہ پکڑے[۳]"

صفحہ ۶:

"اسی طرح کی خرافاتیں بکتے ہیں سبب یہ کہ خدا و رسول کے کلام کو چھوڑ کر غلط سلط رسموں کی سند پکڑی، پیغمبرِ خدا کے سامنے بھی کافر لوگ ایسی ہی باتیں کرتے تھے[۴]"

تنویر العینین:

لیت شعری کیف یجوز التزام تقلید شخص معین مع تمکن الرجوع الی الروایات المنقولة عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الصریحة الدالة علیٰ خلاف قول امام المقلد فان لم یترك قول امامه ففیه شائبة من الشرك[۵]

میں کیسے جانوں کہ ایک شخص کی تقلید کو لئے رہنا کیونکر حلال ہوگا جبکہ اپنے امام کے خلاف مذہب پر صریح حدیثیں پاسکے اِس پر بھی امام کا قول نہ چھوڑے تو اس میں شرک کا مَیل ہے۔

---

[۱] تقویۃ الایمان الفصل الرابع فی ذکر رد الاشراک فی العبادۃ مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص۲۸ و ۲۹

[۲] " " مقدمۂ کتاب " " " " " " ص۲

[۳] " " " " " " " " " ص۳

[۴] " " پہلا باب توحید و شرک کے بیان میں " " " " " " ص۴

[۵] تنویر العینین

Marfat.com

تنویر العینین۱

اتباع شخص معین بحیث یتمسک بقوله و ان ثبت علی خلافه دلائل من السنۃ و الکتاب و یأول الی قوله شوب من النصرانیۃ وحظ من الشرک والعجب من القوم لا یخافون من مثل ھذا الاتباع بل یخیفون تارکہ فما احق ھذہ الاٰیۃ فی جوابھم وکیف اخاف ما اشرکتم ولا یخافون انکم اشرکتم باللہ۔

ایک امام کی پیروی کہ اس کی بات کی سند پکڑے اگرچہ اس کے خلاف حدیث وکتاب سے دلیلیں ثابت ہوں اور انھیں اس قول کی طرف پھیرے یہ نصرانی ہونے کا میل ہے اور شرک میں کا حصہ اور تعجب یہ کہ لوگ آپ تو اس تقلید سے ڈرتے نہیں بلکہ اس کے چھوڑنے والے کو ڈراتے ہیں تو کتنی ٹھیک ہے یہ آیت ان کے جواب میں کہ میں کیونکر ڈروں اس سے جسے تم نے اللہ کا شریک بنایا حالانکہ تم نہیں ڈرتے کہ تم نے اوروں کو اللہ کا شریک ٹھہرایا۔

افسوس حضرت شیخ مجدد صاحب کو کیا خبر تھی کہ ہمارے سلسلہ میں ایسے فرزند دلبند سعادت مند پیدا ہونے والے ہیں جو ہماری معرفت وولایت بالائے طاق ٗسرے سے اصل ایمان میں خلل بتائیں گے معاذ اللہ کافر مشرک نصرانی بتائیں گے شاہ ولی اللہ وشاہ عبدالعزیز صاحب کیا جانتے تھے کہ ہماری نسل میں وہ ہونہار سپوت اٹھنے کو ہیں جو ہماری پیری پدری استادی درکنار عیاذاً باللہ کفر وشرک سے قریب بتائیں گے ہمیں پیدا ہو کر ہماری ہی مسلمانی کی جڑ کاٹیں گے از ماست کہ بر ماست (ہم سے ہی ہمارے خلاف ہے۔ت) اللہ تعالٰی گندہ کرنے والی مچھلی سے بچائے ؎

بدنام کنندۂ نکو نامے چند

(بہت سے نیک ناموں کو تُو نے بدنام کیا۔ت)

زنان باردر گر مار زانید | بہ از طفلے کہ ناہنجار زانید

(حاملہ عورتیں اگر سانپ جنیں تو ناہنجار بچہ جننے سے وہ بہتر ہے۔ت)

غرض کہاں تک گنئے انبیاء ومرسلین وملائکہ وصحابہ وائمہ وسائر مسلمین وتمام جہان وخود رب العالمین تک جو شرک کے چھینٹے پہنچے تھے خاندان دہلی کا ایک ایک بزرگ عالم صوفی پیشوا بوڑھا سب اسی ہولی کی پچکاریوں میں رنگا ہوا ہے۔ حضرات وہابیہ سے استفسار کہ اپنے امام کا ساتھ دے کر شاہ عبدالعزیز صاحب شاہ ولی اللہ صاحب

۱؎ تنویر العینین

Marfat.com

جناب شیخ مجدد صاحب سب کو کھلم کھلا مشرک مان لوگے یا کچھ ایمان دھرم کا خیال کرکے اِس مصنوعی امام کو گمراہ بددین و مکفر مسلمین و مورد لزوم ہزاراں کفر جانوگے، میں عبث تشقیق کرتا ہوں بلکہ شق ثانی ہر طرح لازم، اگر اسی کو اختیار کیجئے اور خدا ایسا ہی کرے جب تو ظاہر ورنہ شق اول پر جب وہ حضرات معاذ اللہ سب مشرک ٹھہرے اور یہ اُن کا مداح، اُن کا معتقد، اُن کا مرید، اُن کا مقلد، انھیں امام سمجھے پیشوا مانے، ولی کے، مقبولِ خدا جانے تو آپ لزومِ کفر سے کب محفوظ رہ سکتا ہے کہ جو شخص مشرکین کو ایسا سمجھے خود کافر ہے، اس شخص پر کفر ہر طرح لازم رہا کہ کرد کہ نیافت یہ اس کی جزا ہے کہ مسلمانوں کو محض بے وجہ ناحق ناروا بات بات پر مشرک کہا تھا۔

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را　　چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

(شمع کے پروانے کا ناحق خون تُونے دیکھا، کچھ امن نہ دیا کہ شب کو سحر بنا دیتا۔ ت)

کفریہ ۵۷ تا ۶۱: صراطِ مستقیم ص ۳۶[1]:

ائمہ ایں طریق و اکابر ایں فریق در زمرۂ ملئکہ مدبرات الامر کہ در تدبیر امور از جانب ملاء اعلٰی ملہم شدہ در اجرائے آں می کوشند معدود ند پس احوال ایں کرام بر احوال ملائکہ عظام قیاس باید کرد۔

اس طریقہ کے ائمہ اور اس گروہ کے اکابر حضرات کا شمار مدبرات الامر فرشتوں کے گروہ میں ہوتا ہے یہ فرشتے ملأ اعلٰی کی طرف سے تدابیرِ امور کے لئے الہام پاتے ہیں اور پھر ان کے اجراء میں کوشاں ہوتے ہیں، پس ان بزرگوں کے احوال کو معظم فرشتوں کے احوال پر قیاس کرنا چاہئے (ت)

ص ۶۶[2]:

قطبیت و غوثیت و ابدالیت وغیرہا ہمہ از عہد کرامت مہد حضرت مرتضٰی تا انقراض دنیا ہمہ بواسطۂ ایشاں ست و در سلطنت سلاطین و امارت امراء ہمت ایشاں را دخلے ہست کہ بر سیاحین عالم ملکوت مخفی نیست۔[2]

قطبیت و غوثیت و ابدالیت وغیرہا یہ تمام مراتب حضرت علی مرتضٰی کے زمانہ باکرامت سے دنیا کے اختتام تک بواسطہ علی مرتضٰی حاصل ہوتے ہیں اور ان حضرات کو بادشاہوں کی سلطنت اور امراء کی امارت میں اہم دخل ہوتا ہے جو عالم ملکوت کی سیر کرنے والوں پر مخفی نہیں ہے۔ (ت)

---

[1] صراطِ مستقیم　باب اول　ہدایت رابعہ　افادہ ۱　المکتبۃ السلفیہ لاہور　ص ۳۲

[2] 〃　باب دوم　〃 ثانیہ　〃　〃　〃　〃　ص ۵۸

Marfat.com

صفحہ ۱۱۲[۳] :

ارباب ایں مناصب رفیعہ ماذون مطلق در تصرف عالم مثال وشہادت مے باشند و ایں کبار اولی الایدی والابصار را مے رسد کہ تمامی کلیات را بسوئے خود نسبت نمایند مثلاً ایشاں را می رسد کہ بگویند کہ از عرش تا فرش سلطنت ماست[۱]

ان بلند منصب والے حضرات عالم امثال وشہادت میں تصرف کرنے میں مجاز مطلق ہوتے ہیں ، ان طاقتور اور بصیرت والے اکابرین کو اختیار ہے کہ تمام امور کلیہ اپنی طرف منسوب کرلیں ، مثلاً ان کو اختیار ہے کہ وہ عرش تا فرش اپنی سلطنت ہونے کا دعویٰ کریں۔ (ت)

صفحہ ۵۴[۴] :

دریں مقام بعضے خلیفۃ اللہ مے باشند خلیفۃ اللہ آں کسے ست کہ برائے انصرام جمیع مہام او را مقرر کردہ مانند نائب سازند[۲]

اسی مقام پر بعض حضرات خلیفۃ اللہ ہوتے ہیں خلیفۃ اللہ وہ شخص ہوتا ہے جو تمام مہمات کے انتظام پر مقرر ہوتا ہے اور نائب کی طرح ہوتا ہے (ت)

صفحہ ۳۴[۵] :

او را در کنف ولایت خود گرفتہ و زیر سایۂ کفالت تربیت خود آوردہ جارحۂ تدبیر تکوینی و تشریعی خود مے سازد[۳]

اس کو اپنی ولایت کے پہلو میں لے کر اس کی تربیت کی کفالت خود کرتے ہیں اور تکوینی و تشریعی امور میں خود تصرف والا بناتے ہیں۔ (ت)

ان پانچ شرکیات میں صاف صاف تصریحیں ہیں کہ ملائکہ و اولیاء کاروبار عالم کے مدبر ہیں ، اولیاء عالم کے کام جاری کرتے ہیں ، اولیاء کو تمام عالم میں تصرف کا اختیار کلی دیا جاتا ہے ، تمام کام ان کے ہاتھ سے انصرام پاتے ہیں ، بادشاہوں کے بادشاہ بننے ، امیروں کی امیری پانے میں مولا علی کی ہمت کو دخل ہے۔

اب تقویۃ الایمان کی سنئے۔ اس کی ایک عبارت شروع کفریہ ۲۲ میں سن چکے بعض اور لیجئے ص ۷ :

"اللہ صاحب نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی[۴]"

---

[۱] صراط مستقیم   باب دوم   فصل چہارم   افادہ ۲   المکتبۃ السلفیہ لاہور   ص ۱۰۱

[۲] " "   باب سوم تکملہ در بیان سلوک   " " "   ص ۱۴۳

[۳] " "   باب اول   ہدایت رابعہ   افادہ ۱   " " "   ص ۲۹

[۴] تقویۃ الایمان   پہلا باب   مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور   ص ۵

Marfat.com

صفحہ ۴۲ :

"جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں"[1]

صفحہ ۲۹ :

"کسی کام میں نہ بالفعل اُن کو دخل ہے نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں"[2]

صفحہ ۲۸ :

"جو کوئی کسی مخلوق کو عالم میں تصرف ثابت کرے اور اپنا وکیل ہی سمجھ کر اُس کو مانے سو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے گو کہ اللہ کے برابر نہ سمجھے اور اس کے مقابلہ کی طاقت اس کو نہ ثابت کرے"[3]

کفریہ ۶۲ تا ۶۸ : صراط مستقیم ص ۱۲۱[6] :

دریں حالت اطلاع بر امکنہ افلاک وسیر بعضے مقامات زمین کہ دور و دراز از جائے وے بود بطور کشف حاصل مے آید و آں کشفش مطابق واقع می باشد[4]

اس حالت میں وہ آسمانوں کے مقامات اور اپنے سے دُور دراز تک زمین کے بعض مقامات کی سیر بطورِ کشف کرتے ہیں ، اور ان کا کشف واقع کے مطابق ہوتا ہے (ت)

صفحہ ۱۲۴[5] :

برائے انکشاف حالات سموٰت وملاقات ارواح و ملائکہ وسیر جنت ونار واطلاع بر حقائق آں مقام ودریافت امکنہ آنجا وانکشاف امرے از لوحِ محفوظ ذکر یاحیّ یاقیوم ست (الیٰ قولہٖ) و در سیر مختار ست بالائے عرش نماید یا زیر آں و در مواضع آسماں نماید یا بقاع زمین الخ[5]"

آسمانوں کے حالات پر آگاہی اور فرشتوں اور روحوں کی ملاقات ، جنت و دوزخ کی سیر اور ان مقامات کے حقائق پر اطلاع اور وہاں کے مقامات کی دریافت اور لوحِ محفوظ کے امور پر آگاہی کے لئے یا حیّ یا قیوم کا ذکر ہے (آگے یہاں تک) اور اس سیر میں وہ مختار ہے کہ عرش سے بالا یا زیرِ عرش یا آسمانوں میں کسی مقام پر یا زمین کے کسی خطے کو ملاحظہ کرے۔ (ت)

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الرابع مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۲۸

[2] " الفصل الثالث " " " ص ۲۰

[3] " " " " " ص ۱۹

[4] صراط مستقیم باب سوم فصل اول افادہ ۶ المکتبۃ السلفیۃ لاہور ص ۱۰۹-۱۱۰

[5] " " فصل دوم " ۱ " " " ص ۱۱۳

Marfat.com

صفحہ ۱۲۵[۸] :

برائے کشفِ قبور سبوح قدوس رب الملئکة والروح مقرر ست[۱]

کشفِ قبور کے لئے سُبّوحٌ قدّوسٌ ربّ الملٰئکة والرّوح مقرر ہے (ت)۔

صفحہ ۱۲۸[۹] :

برائے کشف ارواح و ملائکہ و مقامات آنہا و سیر امکنۂ زمین و آسمان و جنت و نار و اطلاع بر لوحِ محفوظ شغل دورہ کند و باستعانت ہمان شغل بہر مقامیکہ از زمین و آسمان و بہشت و دوزخ خواہد متوجہ شدہ سیر آن مقام و احوال آنجا دریافت کند و با اہل آن مقام ملاقات سازد[۲]

ارواح، ملائکہ اور ان کے مقامات اور زمین و آسمان، جنّت، دوزخ اور لوحِ محفوظ پر دورہ کا شغل کرے اور اس شغل کی مدد سے زمین و آسمان، بہشت و دوزخ جس مقام کی طرف چاہے متوجہ ہوتا ہے اور اس مقام کی سیر سے وہاں کے احوال دریافت کرتا ہے اور وہاں کے رہنے والوں سے ملاقات کرتا ہے (ت)

صفحہ ۱۲۹[۱۰] :

برائے کشف وقائع آئندہ اکابر ایں طریقہ طرق متعدد نوشتہ اند[۳]

مستقبل کے واقعات کے کشف کے لئے اس طریقہ کے اکابر نے متعدد طرق لکھے ہیں (ت)

صفحہ ۱۵۸[۱۱] :

آن عزیز باوجود وجاہت عند اللہ کامل النفس قوی التاثیر صاحب کشف صحیح باشد[۴]

وہ اللہ تعالٰی کے ہاں باوجاہت ہوتے ہوئے کامل النفس، قوی التاثیر اور صحیح کشف والا ہوتا ہے (ت)

صفحہ ۱۷۶[۱۲]، اپنے پیر کو لکھا:

کشف بعلوم حکمت آنجا میدانست[۵]

علومِ حکمت کے ذریعہ کشف ہوتا ہے۔ (ت)

ان سات شرکیات میں صاف صاف کشف کی صحت کا اقرار ہے، وہ بھی ایسا کہ اولیاء کو زمین کے دُور دراز

۱؎	صراط مستقیم	باب سوم	فصل دوم	ہدایت ثانیہ	افادہ ۲	المکتبۃ السلفیہ لاہور	ص ۱۱۳
۲؎	"	"	"	سوم	" ۱	" " "	ص ۱۱۷
۳؎	"	"	"	"	" ۲	" " "	ص ۱۱۷
۴؎	"	باب چہارم دربیان طریق سلوک راہ نبوت			" ۱	" " "	ص ۱۴۷
۵؎	"	خاتمہ دربیان پارہ از واردات و معاملات الخ				" " "	ص ۱۶۵

Marfat.com

مقامات ظاہر ہوتے ہیں بلکہ زمین کیا آسمانوں کے مکانات اور ملائکہ وارواح اور اُن کے مقامات اور جنت و دوزخ اور قبروں کے اندر کا حال اور آنے والے واقعات کُھل جاتے ہیں یہاں تک کہ عرش فرش سب میں ان کی رسائی ہوتی ہے حتی کہ لوحِ محفوظ پر اطلاع پاتے ہیں وہ اپنے اختیار سے زمین و آسمان میں جہاں کا حال چاہیں دریافت کرلیں اور ان سب باتوں کے حاصل کرنے کے طریقے خود ہی اس شخص نے بتائے کہ یوں کرو تو یہ رُتبے مل جائیں گے یہ کشف یہ اختیار ہاتھ آئیں گے۔ اب تقویۃ الایمان کی پوچھئے ص ۲۲:

"جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دُنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا۔"

صفحہ ۲۵:

"ان باتوں میں سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے یکساں بے خبر ہیں اور نادان۔"

صفحہ ۲۷ و ۲۸:

"جو کہ اللہ کی شان ہے اور اس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں سو اس میں اللہ کے ساتھ کسی کو نہ ملا دے مثلاً کوئی شخص کہے فلانے درخت میں کتنے پتے ہیں یا آسمان میں کتنے تارے ہیں تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے کہ اللہ و رسول جانے کیونکہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر۔"

سبحان اللہ۔ وہابی تو پیر جی کے ایک ایک مرید کو زمین و آسمان جنت و دوزخ حتی کہ قبروں کے حالات آئندہ کے واقعات لوحِ محفوظ و عرش غرض تمام [illegible] روشن کہتے عرش و فرش میں ہر جگہ کے حالات [illegible] سینے تنگ ہیں خود پیر جی کو وہ طریقے معلوم تھے کہ یوں کرو تو یہ سب باتیں حاصل ہو جائیں مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ لکھ دیا کہ آسمان کے تارے تو درکنار یہ بھی نہیں جانتے کہ ایک پیڑ کے پتے کتنے ہیں۔ اگر کوئی پوچھے کہ فلاں درخت کے پتوں کی گنتی ہوتی ہے تو یہ نہ کہے کہ اللہ و رسول جانیں۔ وہابی تو بندگی کی وسعت بھی یہاں تک تنگ ہو گئی کہ ایک پیڑ کے پتے جاننے پر [illegible] نہیں: وما قدروا اللہ حق قدرہٖ اللہ کی قدر نہ کی جیسی چاہیے تھی۔

ا؎ تقویۃ الایمان فصل ثانی مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۵
۲؎ " " " " " ص ۲۲
۳؎ " " فصل خامس " " " ص ۴۰
۴؎ القرآن الکریم ۶/ ۹۱ و ۲۲/۷۴

Marfat.com

تقویۃ الایمان صفحہ ۵۲ :

"شرک سب عبادت کا نور کھو دیتا ہے کشف کا دعوٰی کرنے والے اس میں داخل ہیں"۔[1]

یعنی جیسے یہ شخص اور اس کے پیر کہ وہ اپنے اور یہ اُن کے لئے کشف کا دعوٰی کرکے شرک میں ڈوبے،

كذالك العذاب ولعذاب الاٰخرة اكبر لوكانوا يعلمون۝[2] مار ایسی ہوتی ہے اور بیشک آخرت کی مار سب سے بڑی، کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے۔ (ت)

کفریہ ۶۹ : یہ نمونہ کفریات امام الطائفہ تھا، اتباع و اذناب کہ اس کے عقائد کو صحیح و حق جانتے اور اسے امام و پیشوا مانتے ہیں لزوم کفر سے کیونکر محفوظ رہ سکتے ہیں۔ شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۰۱ مجمع الفتاوٰی سے :

من تكلم بكلمة الكفر وضحك به غيره كفر ولو تكلم به مذكر وقبل القوم ذلك كفروا الخ۔[3] جو کلمۂ کفر کہے اور دوسرا اس پر ہنسے (یعنی راضی ہو اور انکار نہ کرے) دونوں کافر ہوجائیں اور اگر کوئی واعظ کلمۂ کفر بولے اور لوگ اسے قبول کریں تو سب کافر ہوں۔

اعلام میں ہمارے علمائے اعلام سے کفر متفق علیہ کی فصل میں منقول، ص ۳۱ :

من تلفظ بلفظ الكفر يكفر (الى قوله) وكذا كل من ضحك عليه او استحسنه او رضى به يكفر۔[4] جو کفر کا لفظ بولے کافر ہو اسی طرح جو اُس پر ہنسے یا اُسے اچھا سمجھے یا اس پر راضی ہو کافر ہو جائے۔

بحرالرائق ج ۵ ص ۱۲۴ :

من حسن كلام اهل الاهواء او قال معنوى اوكلام له معنى صحيح ان كان ذلك كفرا من القائل كفر المحسن۔[5] جو بدمذہبوں کے کلام کو اچھا جانے یا کہے بامعنی ہے یا یہ کلام کوئی معنی صحیح رکھتا ہے اگر وہ اُس قائل سے کلمۂ کفر تھا تو یہ اچھا بتانے والا کافر ہوگیا۔

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الخامس مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۳۶

[2] القرآن الکریم ۶۸/ ۳۳

[3] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر مطلب فی ایراد الفاظ المکفرۃ الخ مصطفی البابی مصر ص ۱۶۵

[4] الاعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ مکتبۃ دار الشفقۃ استنبول ترکی ص ۳۶۶

[5] بحرالرائق باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۱۲۵

Marfat.com

کفریہ ۷۰: ان صاحبوں کی قدیمی عادت دائمی خصلت کہ جس مسلمان کو کسی امام کا مقلد پائیں بے دھڑک اسے مشرک بتائیں بحکم ظواہر احادیث کثیرہ وصحیحہ و روایات فقہیہ مصححہ رجیحہ ان پر حکم کفر عائد ہونے کو بس ہے طرفہ یہ کہ اس فرقۂ ظاہریہ کو ظاہر احادیث ہی پر عمل کا بڑا دعویٰ ہے۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۰۱، صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۷ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت حضور پر نور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد:

ایما امریٔ قال لاخیہ کافر فقد باء بھا احدھما ان کان کما قال والا رجعت الیہ[1]

یعنی کسی کلمہ گو کو کافر کہے ان دونوں میں ایک پر یہ بلاضرور پڑے اگر جسے کہا وہ سچ کافر تھا جب تو خیر، ورنہ یہ لفظ اسی کہنے والے پر پلٹ آئے گا۔

صحیح بخاری ص ۸۹۳، صحیح مسلم ص ۵۷ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحدیث حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث:

لیس من دعا رجلا بالکفر او قال عدو اللہ ولیس کذٰلک الاحار علیہ[2]

جو کسی کو کفر پر پکارے یا خدا کا دشمن کہے اور وہ حقیقت میں ایسا نہ ہو تو اس کا یہ کہنا اُسی پر پلٹ آئے۔

حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مطبوعہ مصر ۱۲۷۶ھ ج ۲ ص ۱۵۶: کذٰلک یا مشرک ونحوہ[3] اسی طرح کسی کو مشرک یا اس کی مثل کوئی لفظ کہنا کہ وہ مشرک نہ تھا تو کہنے والا خود مشرک ہوگیا۔

میں کہتا ہوں یہ معنی خود انھیں حدیثوں سے ثابت کہ ہر مشرک دشمنِ خدا ہے۔ تقویۃ الایمان ص ۴۴: "مشرک میں اللہ سے پھرے ہوئے رسول کے دشمن ہے[4]" تو مشرک کہنا خدا کا دشمن کہنا ہوا اور اس کا پلٹنا خود حدیث میں فرمایا بلکہ اسی حدیث میں فرمایا کہ فاسق کہنا بھی پلٹتا ہے تو مشرک تو کہیں بدتر ہے۔ شرح الدرر والغرر للعلامۃ اسمٰعیل النابلسی پھر حدیقہ ندیہ ج ۲ ص ۱۴۰ و ۱۵۶:

لو قال للمسلم کافر کان الفقیہ ابوبکر الاعمش یقول کفر وقال غیرہ من مشائخ بلخ لایکفر

جو کسی مسلمان کو کافر کہے امام ابوبکر اعمش فرماتے تھے کافر ہوگیا، اور دیگر مشائخ بلخ فرماتے کافر نہ ہوا،

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان حال من قال لاخیہ المسلم یا کافر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۷

[2] " " " " " " " " " " " " "

[3] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ النوع العاشر مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۲۳۶

[4] تقویۃ الایمان الفصل الرابع مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۲۹

Marfat.com

واتفقت هذه المسئلة ببخارا فاجاب بعض ائمة بخارا انه يكفر فرجع الجواب الى بلخ انه يكفر فمن افتی بخلاف قول الفقیه ابی بکر رجع الى قوله[1] اھ ملخصا۔

پھر یہ مسئلہ بخارا میں واقع ہوا بعض ائمہ بخارا شریف نے حکم کفر دیا یہ جواب پلٹ کر بلخ میں آیا تو جو پہلے امام ابو بکر کے خلاف فتوے دیتے تھے اُنھوں نے بھی اسی طرف رجوع فرمائی۔

شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۲۰:

رجع الکل الی فتوی ابی بکر البلخی وقالوا کفر الشاتم[2]

سب ائمہ اسی فتویٰ ابوبکر کی طرف پلٹ آئے اور فرمایا مسلمان کو ایسی گالی دینے والا خود کافر ہے۔

عالمگیری ج ۲ ص ۲۷۸ ذخیرہ سے، برجندی شرح نقایہ مطبع لکھنؤ ج ۴ ص ۶۸ فصول عمادی سے، حدیقہ ندیہ ص ۴۰ و ۱۵۶ احکام حاشیہ درر سے، خزانۃ المفتین ج ۱ کتاب السیر آخر فصل الفاظ الکفر، جامع الفصولین ج ۲ ص ۳۱۱ قاضی خان سے، بزازیہ ج ۳ ص ۳۳۱، ردالمحتار مطبع استنبول ج ۳ ص ۲۸۳ نہر الفائق وغیرہ سے:

المختار للفتوی فی جنس هذه المسائل ان القائل بمثل هذه المقالات ان کان اراد الشتم ولا یعتقده کافرا لا یکفر و ان کان یعتقده کافرا فخاطبه بهذا بناء علی اعتقاده انه کافر یکفر[3]

اس قسم کے مسائل میں فتوے کے لئے مختار یہ ہے کہ مسلمان کو اس طرح کا کوئی لفظ کہنے والا اگر صرف دشنام ہی کا ارادہ کرے اور دل میں کافر نہ جانے تو کافر نہ ہوگا اور اگر اپنے مذہب کی رو سے اسے کافر سمجھتا ہے اس بنا پر یوں کہا تو کافر ہو جائیگا۔

۱؎ الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیۃ	النوع الرابع	مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد	۲/ ۲۱۲
" " " "	النوع العاشر	" "	۲/ ۲۳۷
۲؎ منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر	فصل فی الکفر صریحاً وکنایۃ	مصطفی البابی مصر	ص ۱۸۱
۳؎ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ	النوع الرابع	مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد	۲/ ۲۱۲
فتاوٰی ہندیۃ	الباب التاسع	نورانی کتب خانہ پشاور	۲/ ۲۷۸
شرح النقایۃ للبرجندی	کتاب الحدود	نولکشور لکھنؤ	۴/ ۶۸
رد المحتار	باب التعزیر	مطبع مجتبائی دہلی	۳/ ۱۸۳

Marfat.com

درمختار ص ۲۹۲ شرح وہبانیہ سے :

یکفر ان اعتقد المسلم کافرا بہ یفتی[1] — مسلمان کو کافر سمجھے تو خود کافر ہے، اسی پر فتویٰ ہے۔

جامع[1] الرموز مطبع کلکتہ ۱۲۷۴ھ ج ۴ ص ۶۵۱ :

المختار انہ لو اعتقد المخاطب کافرا کفر[2] — مختار یہ ہے کہ اسے اپنے مذہب میں کافر جان کر کافر کہا تو کافر ہوگیا۔

مجمع الانہر مطبع استنبول ج ۱ ص ۵۶۶ :

لو اعتقد المخاطب کافرا کفر[3] — اپنے عقدے میں ایسا سمجھ کر کہے تو کافر ہے۔

اس مذہب مختار و ماخوذ للفتویٰ ومفتیٰ بہ پر بھی اس طائفہ تالفہ پر صراحۃً کفر لازم کہ وہ قطعاً یقیناً اپنے اعتقاد سے مسلمانوں کو مشرک کہتے ہیں اُن کا یہ عقیدہ ان کی کتب[ع۲] مذہب میں صاف مصرح ہے تو باتفاق مذاہب مذکورۂ فقہائے کرام انھیں لزومِ کفر سے مفر نہیں[ع۳]۔

ع۱ فصول عمادی سے ۱۲ اسل السیوف

ع۲ مثل تقویۃ الایمان وتنویر العینین وتصانیف بھوپالی وغیرہا میں جا بجا مصرح ۱۲ اسل السیوف

ع۳ باقی تفصیل وتحقیق ہمارے رسائل النہی الاکید، الکوکبۃ الشہابیۃ حصہ اول مجلد ششم العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ میں ہے، لاجرم علمائے مکہ معظمہ کے سردار بقیۃ السلف عمدۃ الابرار خاتم المحققین شیخ الاسلام والمسلمین زبدۃ کبراء البلد الامین شیخنا و برکتنا و قدوتنا علامہ سید شریف احمد زینی دحلان مکی رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنابہ وقدسنا بسرہ الملکی نے کتاب مستطاب الدرر السنیہ فی الرد علی الوہابیہ میں کہ خاص اسی طائفے کے رد میں تالیف فرمائی اور مطبع بہیہ مصر میں طبع ہوئی ان گمراہوں کی نسبت تصریحاً ارشاد فرمایا صفحہ ۲۶:

ھٰؤلاء الملحدۃ المکفرۃ للمسلمین[4] یہ ملحد کافر بے دین لوگ مسلمانوں کو کافر کہنے والے۔

(باقی بر صفحہ آیندہ)

۱؎ درمختار	باب التعزیر		مطبع مجتبائی دہلی	۱/۳۲۷
۲؎ جامع الرموز	کتاب الحدود	فصل القذف	مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران	۴/۵۳۵
۳؎ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر	کتاب الحدود	فصل فی التعزیر	دار احیاء التراث العربی بیروت	۱/۶۱۰
۴؎ الدرر السنیۃ فی الرد علی الوہابیۃ			مکتبۃ دار الشفقۃ ترکی	ص ۴۸

Marfat.com

کذٰلك العذاب و لعذاب الاٰخرۃ اکبر لوکانوا یعلمون۵[1] مار ایسی ہوتی ہے اور بیشک آخرت کی مار سب سے بڑی، کیا اچھا تھا اگر وُہ جانتے۔ (ت)

تذییل جلیل: یہ بطور نمونہ طائفہ حائفہ اور اُس کے امام کے کفری اقوال اور اُن پر کُتبِ ائمہ دین سے احکام کفر و اشد الضلال تھے جن کا شمار بظاہر ستّر **کفریات** تک پہنچا اور حقیقۃً دیکھئے تو بے شمار ہیں کہ سات سے گیارہ تک پانچ کفریوں کے کلمات میں ہر کلمہ صد ہزار کفریہ کا خمیرہ ہے، یونہی کفریہ ۲۲ و ۲۹ بھی مجمع کفریات کثیرہ، یہ ستّر کیا اِن

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ظاہر ہے کہ ملحد ایک فرقۂ کفّار ہے بلکہ جمیع فرقِ کفر کو شامل۔ ردّالمحتار جلد ۳ صفحہ ۴۵۷ رسالہ علّامہ ابنِ کمال پاشا سے:

الملحد اوسع فرق الکفر حدًا[2] ملحد تمام فرقِ کفّار سے وسعتِ معنٰی میں زیادہ ہے۔

نیز علامہ سیّد شریف ممدوح نے فرمایا ص[3]:

امر الشریف مسعود ان یناظر علماء الحرمین العلماء الذین بعثوھم فناظروھم فوجدوھم ضحکة وسخرة کحمر مستنفرة فرت من قسورة ونظروا الی عقائدھم فاذا ھی مشتملة علی کثیر من الکفریات۔[3]

مکہ معظمہ کے حاکم حضرت مسعود رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے علمائے حرمین شریفین کو حکم دیا کہ وہابیوں کے مولویوں سے جو اُن کے امام شیخ نجدی نے بھیجے ہیں مناظرہ کریں، علمائے کرام نے اُن مُلّوں سے مناظرہ فرمایا تو انھیں پایا کہ نرے مسخرے ہنسنے کے قابل ہیں جیسے بھڑکے ہوئے گدھے کہ شیر سے بھاگے ہوں اور اُن کے عقائد کو غور فرمایا تو اُن میں بہت باتیں وُہ پائیں جن کا قائل کافر ہے۔

اسی رسالہ مبارکہ میں ص ۳۲ سے ۳۵ تک حدیثیں نقل فرمائیں جن میں اس فرقہ وہابیہ کے خروج کی خبر آئی ہے ان میں بھی جابجا اُن کے کافر اور دین اسلام سے یکسر خارج ہونے کی تصریح ہے اسی میں ان کے معلم اوّل شیخ نجدی کی نسبت فرمایا ص ۲۷: فبھت الذی کفر[4] مدہوش ہوگیا کافر ۱۲ اسل السیوف تصنیف العلامۃ المصنّف مدظلہ العالی۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۸/ ۳۳
[2] ردالمحتار باب المرتد داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۹۶
[3] الدرر السنیۃ فی الرد علی الوہابیۃ مکتبۃ دار الشفقۃ ترکی ص ۴۳ و ۴۴
[4] " " " " " " ص ۴۰

Marfat.com

میں سے جس ایک کو چاہئے نشتر کر دکھایئے تو اب کفریات کو خواہ نشتر کہئے خواہ نشتر ہزار کفریات ٹھہرایئے اور کیوں نہ ہو کہ وہاں عمر بھر یہی کمایا تھا پڑھا لکھا سب اسی میں گنوایا تھا مشقیں چڑھی تھیں مہارتیں بڑی تھیں ایک ایک قول میں ہزار ہزار کفریے بول جانا وہاں کیا بات تھی یہاں قصد استیعاب آب دریا پیمودن و دانہائے ریگ شمردن کے قبیل سے ہے لہٰذا اس طرف سے عطف عنان کیجئے اور ان کے اقوال خاصہ پر خاک ذلت ڈال کر بہت مشائخ کرام کے نزدیک اس سارے فرقہ متفرقہ اور اس کے تمام طوائف سابقہ ولاحقہ کا ایک کفریہ عامہ قدیمہ سُن لیجئے کہ انھیں کافر کہنا فقہاً واجب ہے، واضح ہو کہ وہابیہ منسوب بہ عبدالوہاب نجدی ہیں، ابن عبدالوہاب ان کا معلّم اوّل تھا، اس نے کتاب التوحید لکھی جس میں اپنے فرقہ خبیثہ کے سوا تمام اہلِ اسلام کو کُھلم کُھلا مشرک بنایا اور حرمین طیبین زادہما اللہ شرفاً وتکریماً پر چڑھائی کر کے کوئی دقیقہ گستاخی و بے ادبی وشرارت وظلم وقتل وغارت کا اٹھا نہ رکھا، تقویۃ الایمان اسی کتاب التوحید کا ترجمہ ہے، اس کا حال کتاب مستطاب سیف الجبار کے مطالعہ سے کُھلتا ہے۔ یہ فرقہ حادثہ گروہ خوارج کی ایک شاخ ہے جنھوں نے سب میں پہلے حضرت امیر المومنین مولی المسلمین سیّدنا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم پر خروج کیا اور اسد اللہ القہار کا فرشکار سے دار البوار کا رستہ لیا جن کی نسبت حدیث میں آیا کہ وہ قیامت تک منقطع نہ ہوں گے، جب اُن کا ایک گروہ ہلاک ہوگا دوسرا سر اٹھائے گا یہاں تک کہ اُن کا پچھلا طائفہ دجّال لعین کے ساتھ نکلے گا بموجب اِس وعدۂ صادقہ کے یہ قوم مغضوب ہمیشہ فتنے اٹھایا کی تیرہ صدی کے شروع میں اس نے دیارِ نجد سے خروج کیا اور بنام نجدیہ مشہور ہوئی جن کا پیشوا نجدی تھا اسی کا مذہب میاں اسمٰعیل دہلوی نے قبول کیا اور اُس کی کتاب کا ترجمہ بنام تقویۃ الایمان کہ حقیقۃً تفویت الایمان ہے ان دیار میں پھیلایا اور بلحاظ معلمِ اوّل وہابیہ وبنظر معلّم ثانی اسمٰعیلیہ لقب پایا اِس طائفہ طائفہ کا ہمیشہ سے یہی مذہب رہا ہے کہ دُنیا میں وہی موحد ومسلم ہیں باقی سب معاذاللہ کافر۔ رد المحتار جلد ۳ ص ۴۷۸:

ویکفرون اصحاب نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علمت ان ھذا غیر شرط فی مسمی الخوارج بل ھو بیان لمن خرجوا علیٰ سیّدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ والا فیکفی فیھم اعتقادھم کفر من خرجوا علیہ کما وقع فی زماننا فی اتباع عبد الوھاب الذین خرجوا من نجد وتغلبوا علی الحرمین وکانوا

اصحابِ رسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو معاذاللہ کافر کہنا کچھ خارجیوں کے لئے ضروری نہیں بلکہ خاص یہ ان خارجیوں کا بیان حال ہے جنھوں نے ہمارے آقا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم پر خروج کیا تھا خارجی ہونے کو اتنا کافی ہے کہ جن پر خروج کریں انہیں اپنے عقیدے میں کافر جانیں جیسا ہمارے زمانے میں عبدالوہاب کے پیروں سے واقع ہوا جنھوں نے نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر ظلماً قبضہ کیا اپنے آپ کو

Marfat.com

Marfat.com

پر جزماً قطعاً یقیناً اجماعاً بوجوہ کفر لازم، اور بلاشبہہ جماہیر فقہائے کرام واصحاب فتوٰی اکابر واعلام کی تصریحات واضحہ پر یہ سب کے سب مرتد کافر باجماع ائمہ ان سب پر اپنے تمام کفریات ملعونہ سے بالتصریح توبہ ورجوع اور از سر نو کلمۂ اسلام پڑھنا فرض وواجب اگرچہ ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار سے کف لسان ماخوذ ومختار ومرضی ومناسب، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تنبیہ نبیہ: یہ حکم فقہی متعلق بکلمات سفہی تھا مگر اللہ تعالٰی کی بے شمار رحمتیں بیحد برکتیں ہمارے علمائے کرام عظمائے اسلام معظمین کلمہ خیر الانام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام پر کہ یہ کچھ دیکھتے وہ کچھ سخت وشدید ایذائیں پاتے ہیں اس طائفہ تالفہ کے پیر وپیرو سے ناحق ناروا بات بات پر سچے مسلمانوں خالص سُنیوں کی نسبت حکم کفر وشرک سنتے ایسی ناپاک وغلیظ گالیاں کھاتے ہیں، باایں ہمہ نہ شدت غضب دامن احتیاط ان کے ہاتھ سے چھڑاتی، نہ ان نالائق ولا یعنی خباثتوں پر قوت انتقام حرکت میں آتی ہے، وہ اب تک یہی تحقیق فرما رہے ہیں کہ لزوم والتزام میں فرق ہے اقوال کا کلمۂ کفر ہونا اور بات، اور قائل کو کافر مان لینا اور بات۔ ہم احتیاط برتیں گے سکوت کریں گے، جب تک ضعیف سا ضعیف احتمال ملے گا حکم کفر جاری کرتے ڈریں گے۔ فقیر غفرلہ تعالٰی نے اس مبحث کا قدرے بیان آخر رسالہ سُبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح[۱۳] میں کیا اور وہاں بھی باآنکہ اس امام وطائفہ پر صرف ایک مسئلہ امکان کذب میں اٹھتّر وجہ سے لزوم کفر کا ثبوت دیا کفر سے کف لسان ہی کیا۔ بالجملہ اس طائفہ حائفہ خصوصاً ان کے پیشوا کا حال مثل یزید پلید علیہ ما علیہ ہے کہ محتاطین نے اس کی تکفیر سے سکوت پسند کیا، ہاں یزید مرید اور انکے امام عنید میں اتنا فرق ہے کہ اُس خبیث سے ظلم وفسق وفجور متواتر مگر کفر متواتر نہیں، اور ان حضرت سے یہ سب کلمات کفر اعلٰی درجۂ تواتر پر ہیں، پھر اگرچہ ہم براہِ احتیاط تکفیر سے زبان روکیں اُن کے خسار وبوار کو یہ کیا کم ہے کہ جماہیر ائمہ کرام فقہائے اسلام کے نزدیک ان پر بوجوہ کثیرہ کفر لازم والعیاذ باللہ القیوم الدائم۔ امام ابن حجر مکی قواطع میں فرماتے ہیں:

انہ یصیر مرتدا علی قول جماعۃ وکفی بھذا خسارا وتفریطا[۱]۔ ایک جماعت کے قول پر وہ کافر ہے اس کے خسارے وذلت کو یہی کافی ہے (ت)

اللہ عزوجل پناہ دے اور دین حق پر دنیا سے اٹھائے، آمین، والحمد للہ رب العٰلمین واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم ۱۲ سل السیوف تصنیف العلامۃ المصنف مدظلہ العالی۔

---

[۱] الاعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ مکتبۃ دار الشفقۃ استنبول ترکی ص ۳۶۲

Marfat.com

الحمدللہ کہ یہ اجمالی اجلالی جواب باصواب غرہ جمادی الآخرہ روز مبارک جمعہ فاخرہ ۱۳۱۲ھ ہجریہ طاہرہ کو بدرسمائے ختام اور بلحاظ تاریخ الکوکبۃ الشہابیۃ فی کفریات ابی الوہابیۃ نام ہو۔

نسأل الله تعالٰی ان یدیمنا علی الایمان و السنة ویختم لنا علی دینه الحق بعظیم المنة ویدخلنا بجاه حبیبه الکریم علیه افضل الصلٰوة والتسلیم فرادیس الجنة وصلی الله تعالٰی علی سیدنا و مولٰنا محمد سید الانس والجنة وعلٰی اٰله وصحبه واهله و حزبه اجمعین، والحمد لله رب العٰلمین۔

ہم اللہ تعالٰی سے دُعا کرتے ہیں کہ وُہ ہمیں ایمان و سنت پر دوام بخشے اور اپنے دین حق پر ہمارا خاتمہ فرمائے اپنے بڑے احسان سے اور حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام اپنے حبیب کریم کے وسیلہ سے ہمیں جنت الفردوس عطا فرمائے، وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولانا محمد سید الانس والجنۃ وعلٰی آلہ وصحبہ واہلہ وحزبہ اجمعین، والحمد للہ رب العالمین۔ (ت)

کتبــــــــه

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی النبی الامی

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱

عبدالمصطفٰی احمد رضا خاں

Marfat.com

رسالہ

سل السیوف الہندیۃ علٰی کفریات بابا النجدیۃ

۱۳۱۲ھ

(نجدی پیشواؤں کے کفریات پر لٹکتی ہوئی ہندی تلواریں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۳۰ ازبدایوں مرسلہ مولٰنا مولوی محمد فضل المجید صاحب قادری ۲۲ جمادی الاولٰی ۱۳۱۲ھ

بخدمت بابرکت مولٰنا مرجع الفتاوٰی والمفتین، ملاذ العلماء المحققین جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب!

اللھم ادم افاضاتھم وافاداتھم، السلام علیکم!

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہابیہ غیر مقلدین جو تقلید ائمۂ اربعہ کو شرک کہتے ہیں، اور جس مسلمان کو مقلد دیکھیں مشرک بتاتے ہیں، دہلی والے اسمٰعیل مصنفِ تقویۃ الایمان وصراط المستقیم وایضاح الحق ویکروزی و تنویر العینین کو اپنا امام وپیشوا بتلاتے اور اس کے اقوال کو حق وہدایت جانتے اور اس کے مطابق اعتقاد رکھتے ہیں، ہمارے فقہائے کرام پیشوایانِ مذہب کے نزدیک اُن پر اور اُن کے پیشوا پر حکم کفر لازم ہے یا نہیں؟ بَیِّنُوْا تُؤْجَرُوْا (بیان کرو اجر حاصل کرو۔ت)

الجواب

الحمد للہ علٰی دین الاسلام والسلام علٰی نبی السلام سلام المسلمین بعون السلام وعلٰی

Marfat.com

آلہ وصحبہ فی دار السلام ، ایہا المسلمون! پیش از جواب اتنا عرض کروں کہ اس تحریر سے مقصود دو امر محمود:
اولاً عام مسلمین و برادرانِ دین پر اظہارِ مبین کہ مذہبِ وہابیہ ایسی ضلالتوں پر مشتمل، اور اُن کا امام الطائفہ ایسی شناعتوں کا موجد و قائل۔

ثانیاً کبرائے وہابیہ پر عرضِ ہدٰی و خوفِ خدا کہ دیکھو کیسے کو امام بناتے ہو، اندھیری رات میں کس مضل مبین کے پیچھے جاتے ہو، تھوڑی دیر کا اندھیرا ہے، دم کے دم میں سویرا ہے ؎

بروزِ حشر شود ہمچو صبح معلومت — کہ باکہ باختہ عشق در شبِ دیجور

(صبح کی حشر میں تجھے معلوم ہو جائے گا کہ اندھیری رات میں کس سے لڑاتے رہے۔ت)

غصے سے کام نہیں چلتا، بگڑنے سے مذہب نہیں سنبھلتا انما اعظکم بواحدۃ[1] (میں صرف ایک نصیحت کرتا ہوں۔ت) ایک ذرا تعصب و نفسانیت و حمایتِ امام و حمیتِ جاہلیت سے جدا ہو کر للہ فی اللہ اس تحریر پر نظر کیجئے، سب کتابوں کے نشانِ صفحات بتا دئے ہیں جس میں شبہہ ہو تطبیق کر لیجئے، پھر اگر نگاہِ انصاف میں تمہارے مذہب و امامِ مذہب پر یہ الزامات قائم ہوں تو خدا سے ڈرو، کفریات و ضلالت پر اصرار نہ کرو، بددین کی پیروی کا دم نہ بھرو، اور اگر طاقتِ جواب ہے تو کیوں پیچ و تاب ہے، ہمیں گو ہمیں میداں، اظہارِ حق سے کیوں خائف و ترساں آدمی بن کر اور کی سُنی اپنی کہی، ایک مکابرہ عنادی نہیں سہی، یہ ایک نمونہ ہے اس سے فارغ ہو تو اور سُننا ہے اُس سے بھی سلامت نکلے تو اور آگے چلئے یہاں تک کہ حق ایک طرف کُھل جائے، جیّد و ردّی میزانِ عمل میں تُل جائے۔ اے رب میرے! ہدایت فرما انك انت السمیع القریب، وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب (تو قریب وسمیع ہے، مجھے صرف اللہ سے توفیق حاصل ہے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ت) بلاشبہہ گروہ مذکور اور اس کے پیشوائے مسطور پر بوجوہِ کثیر قطعاً یقیناً کفر لازم، اور حسبِ تصریحاتِ جماہیر فقہائے کرام اصحابِ فتاوٰی اکابر واعلام ان پر حکمِ کفر ثابت و قائم، اُن کے عقیدوں مکیدوں مذہبی رسالوں میں بکثرت کلماتِ کفریہ ہیں جن کی تفصیل کو ذخیرہ درکار، خود ان کے پیشوا نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں (جسے یہ لوگ معاذ اللہ کتاب آسمانی کی مثل جانتے اور اپنے مذہب کی مقدس معصوم کتاب مانتے ہیں) اپنے اور اپنے سب پیروؤں کے صریح کافر بُت پرست ہونے کا صاف اقرار کیا، ہم نے اس سوال کے ورود پر خاص اس باب میں ایک مفصل رسالہ مسمّٰی بنام تاریخی الکوکبۃ الشہابیۃ فی کفریات ابی الوہابیۃ[۱۳۱۲] لکھا اور اس میں بطورِ نمونہ ان کے ستر کفریات کا شمار کیا کہ بحوالہ کتاب و صفحہ ان کے پیشوا کی کتابوں سے اقوال نقل کئے، پھر ائمہ کرام و علمائے عظام کی تصانیف سے اُسی طرح بہ نشانِ صفحات اُن باتوں پر حکمِ کفر مع ترجمہ لکھے۔ بحمد اللہ تعالٰی اس رسالہ نے اپنے ناظر کو اس امر کی تحقیق میں کوئی دقت باقی نہ رکھی، صرف اتنا کام رہا کہ جو اپنی آنکھوں دیکھا چاہے اُس کی کتابوں سے صفحہ کے

[1] القرآن الکریم ۳۴ /۴۶

نشانوں سے وُہ عبارتیں نکالے پھر ایسے ہی نشان سے کتبِ ائمہ وعلماء میں ان کی نسبت حکمِ کفر دیکھے دکھالے۔ وُہ کتابیں جن سے ہم نے ان کے اقوال کا کلماتِ کفر ہونا ثابت کیا یہ ہیں:

(۱) قرآن عظیم (۲) صحیح بخاری شریف (۳) صحیح مسلم شریف (۴) فقہ اکبر تصنیف حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ (۵) درمختار (۶) عالمگیری (۷) فتاوٰی قاضیخان (۸) بحرالرائق (۹) نہرالفائق (۱۰) اشباہ والنظائر (۱۱) جامع الرموز (۱۲) برجندی شرح نقایہ (۱۳) مجمع الانہر (۱۴) شرح وہبانیہ (۱۵) ردالمحتار (۱۶) شرح الدرر والغرر للعلامۃ اسمٰعیل النابلسی (۱۷) حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ للعلامہ عبدالغنی النابلسی (۱۸) نوازل امام فقیہ ابواللیث (۱۹) فتاوٰی ذخیرہ امام برہان محمود (۲۰) فتاوٰی خلاصہ (۲۱) فتاوٰی بزازیہ (۲۲) فتاوٰی تاتارخانیہ (۲۳) مجمع الفتاوٰی (۲۴) معین الحکام علامہ طرابلسی (۲۵) فصول عمادی (۲۶) خزانۃ المفتین (۲۷) جامع الفصولین (۲۸) جواہر اخلاطی (۲۹) تکملہ لسان الحکام (۳۰) الاعلام بقواطع الاسلام للامام ابن حجر المکی الشافعی (۳۱) شفا شریف للامام القاضی عیاض المالکی (۳۲) شرح الشفا للاعلی قاری (۳۳) نسیم الریاض للعلامۃ الشہاب الخفاجی (۳۴) شرح المواہب للعلامۃ الزرقانی المالکی (۳۵) شرح فقہ اکبر للعلامۃ القاری (۳۶) شرح العقائد العضدیہ للمحقق الدوانی الشافعی (۳۷) الدررالسنیہ للعلامۃ السید الشریف مولانا احمد زینی دحلان المکی الشافعی (۳۸) الدرالثمین للشاہ ولی اللہ دہلوی (۳۹) تحفہ اثناعشریہ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی (۴۰) تفسیر عزیزی شاہ صاحب موصوف (۴۱) موضح القرآن شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی برادر شاہ صاحب ممدوح، یہاں تک کہ خود تقویۃ الایمان [۴۲] اور اس کا دوسرا حصہ تذکیرالاخوان [۴۳] وغیرہا، اور نیز اس میں مدد لی گئی احیاء العلوم [۴۴] امام حجۃ الاسلام غزالی و شرح عقائد النسفی [۴۵] علامہ سعد تفتازانی و میزان الشریعۃ الکبرٰی [۴۶] امام عبدالوہاب شعرانی و مکتوبات [۴۷] جناب شیخ مجدد الف ثانی و حجۃ اللہ البالغہ [۴۸] و انتباہ [۴۹] فی سلاسل اولیاء، ہر دو تصنیف شاہ ولی اللہ صاحب، یہاں تک کہ مسک الختام [۵۰] شرح بلوغ المرام تصنیف نواب صدیق حسن خاں بھوپالی ظاہری آنجہانی وغیرہا سے، یہاں صرف سات (کفریہ) قول پر اکتفا کروں:

کفریہ اوّل: تقویۃ الایمان مطبع فاروقی دہلی ص ۲۰:

"غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کرلیجئے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے"[۱]۔

اس کا صاف یہ مطلب کہ اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے جب چاہے غیب کی بات دریافت کرلے تو صراحۃً لازم کہ اُسے بالفعل علمِ غیب حاصل نہیں، ہاں حاصل کرلینے کا اختیار رکھتا ہے، یہاں صراحۃً اللہ تعالیٰ کی طرف

---

[۱] تقویۃ الایمان الفصل الثانی فی ردّ الاشراک فی العلم مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۴

Marfat.com

جہل نسبت کیا اور اس کے علم قدیم کو ازلی نہ مانا اور اُس کی صفت کو اختیاری جانا، یہ تینوں باتیں صریح کفر ہیں،
عالمگیری مطبع مصر جلد ۲ ص ۲۹۸، بحرالرائق مطبع مصر ج ۵ ص ۱۲۹، بزازیہ طبع مصر ج ۳ ص ۳۲۳
جامع الفصولین مطبوعہ مصر ج ۲ ص ۲۹۸:

یکفر اذا وصف اللہ تعالیٰ بما لایلیق بہ او نسبہ الی الجھل او العجز او النقص[1]

جو اللہ تعالیٰ کی شان میں ایسی بات کہے جو اُس کے لائق نہیں یا اُسے جہل یا عجز یا کسی ناقص بات کی طرف نسبت کرے وُہ کافر ہے۔

عالمگیری ج ۲ ص ۲۶۲:

لو قال علم خدائے قدیم نیست یکفر[2]۔

جو علم خدا کو قدیم نہ مانے وُہ کافر ہے۔

شرح عقائد نسفی طبع قدیم ص ۲۱:

الصادر عن الشیئ بالقصد والاختیار یکون حادثا بالضرورۃ[3]۔

جو کسی سے اُس کے قصد واختیار سے صادر ہو وہ ضرور حادث ونو پیدا ہوگا۔

فقہ اکبر امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وشرح فقہ اکبر مطبع حنفی ۱۲۹۶ھ ص ۲۹:

صفاتہ فی الازل غیر محدثۃ ولا مخلوقۃ فمن قال انھا محدثۃ اووقف فیھا اوشك فیھا فھو کافر باللہ تعالیٰ[4]

اللہ تعالیٰ کی سب صفتیں ازلی ہیں نہ وُہ نو پیدا ہیں نہ مخلوق، تو جو اُنھیں مخلوق یا حادث بتائے یا اُس میں توقف یا شک کرے وہ کافر ہے۔

کفریہ دوم: بعض علماء دلیل لائے تھے کہ سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا مثل یعنی تمام صفات کمالیہ میں شریک وہمسر اگر ممکن ہو تو معاذ اللہ آیۂ کریمہ وخاتم النبیین کی تکذیب لازم آئے۔ اس کے جواب میں شخص مذکور کا کلام سنئے، یکروزی مطبع فاروقی ص ۱۴۴:

بعد اخبار ممکن است کہ ایشاں را فراموش گردانیدہ شود، پس قول بامکان وجود مثل اصلا منجر

خبر دینے کے بعد ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان خبروں کو بھول جائے پس حضور علیہ السلام کی مثل کا وجود ممکن ہونا ہر کسی نص

---

[1] فتاوی ہندیۃ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۵۸
[2] " " " " " " " " ۲/۲۶۲
[3] شرح العقائد النسفیۃ دار الاشاعۃ العربیہ قندھار افغانستان ص ۲۳
[4] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر الباری جل شانہ موصوف فی الازل بصفات الخ مصطفی البابی مصر ص ۲۵

Marfat.com

تکذیب نصی از نصوص نگردد و سلب قرآن مجید بعد انزال ممکن است [1]

کی تکذیب کا سبب نہیں ہو سکتا جبکہ نزول کے بعد قرآن کا سلب ہو جانا ممکن ہے (ت)

یہاں صاف بے پردہ اقرار کر دیا کہ اللہ عزوجل کی بات واقع میں جھوٹی ہو جائے تو کچھ حرج نہیں حرج اس میں ہے کہ بندے اس کے جھوٹ پر مطلع ہوں اگر انھیں بھلا کر اپنی بات جھوٹی کر دے تو تکذیب کہاں سے آئے گی کہ اب کسی کو وہ نص یاد ہی نہیں جو جھوٹ پر اطلاع پائے۔

شفا شریف مطبع صدیقی ص ۳۶۱:

من دان بالوحدانیة وصحة النبوة ونبوة نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم ولکن جوز علی الانبیاء الکذب فیما اتوا بہ ادعی فی ذلک المصلحة بزعمہ او لم یدعہا فہو کافر باجماع [2]

جو اللہ تعالٰی کی وحدانیت، نبوت کی حقانیت، ہمارے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم کی نبوت کا اعتقاد رکھتا ہو بایں ہمہ انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام پر اُن باتوں میں کہ وُہ اپنے رب کے پاس سے لائے کذب جائز مانے خواہ بزعم خود اُس میں کسی مصلحت کا ادعاء کرے یا نہ کرے ہر طرح بالاتفاق کافر ہے۔ (ت)

حضرات انبیاء علیہم افضل الصلٰوۃ والثناء کا کذب جائز جاننے والا بالاتفاق کافر ہُوا تو اللہ عزّوجل کا کذب جائز ماننے والا کیونکر بالاجماع کافر و مرتد نہ ہوگا!

کفریہ سوم: صراطِ مستقیم مطبع ضیائی ۱۲۸۵ھ ص ۱۷۵ اپنے پیر کی نسبت لکھا:

روزے حضرت جل وعلا دستِ راست ایشاں را بدست قدرت خاص خود گرفتہ و چیزے را از امور قدسیہ کہ بس رفیع و بدیع بود پیش روئے حضرت ایشاں کردہ فرمود کہ ترا ایں چنیں دادہ ام و چیزہائے دیگر خواہم داد [3]

ایک روز اللہ تعالٰی نے اس حضرت کا دایاں ہاتھ اپنے دستِ قدرت میں پکڑا اور امورِ قدسیہ کی ایک بلند و بالا عجیب چیز حضرت کو پیش کر کے فرمایا تجھے یہ دیا اور اس کے علاوہ اور چیزیں بھی دیں گے۔ (ت)

ص ۱۳: مکالمہ و مسامرہ بدست می آید [4] (ہم کلامی اور باتیں حاصل ہوئیں۔ ت)

---

[1] رسالہ یک روزہ (فارسی) فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷
[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی بیان ما ہو من المقالات المطبعۃ الشرکۃ الصحافیہ ۲/۲۶۹
[3] صراط مستقیم خاتمہ در بیان پارہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۶۴
[4] " ہدایت اربعہ در بیان ثمرات حب " " " ص ۱۲

Marfat.com

ص ۱۵۴ : گاہے کلام حقیقی ہم می شود[1] (کبھی حقیقی گفتگو بھی حاصل ہوتی ہے۔ ت)

یہ صراحۃً اپنے پیر وغیرہ کو نبی بنانا ہے۔

تفسیر عزیزی سورہ بقرہ شاہ عبدالعزیز صاحب مطبع کلکتہ ۱۲۴۹ھ ص ۴۲۳ :

ہمکلامی باخدائے عزوجل مختص است بملائکہ وانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وغیر ایشاں را ہرگز میسر نمیشود، پس فرمائش ہمکلامی باخدا گویا فرمائش آن ست کہ ما ہمہ را پیغمبراں یا فرشتہا سازد[2]

اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی صرف انبیاء اور فرشتوں کے لئے خاص ہے، علیہم الصلوٰۃ والسلام، ان کے علاوہ کسی دوسرے کو ہرگز یہ میسر نہیں ہوتی، پس اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کی فرمائش کرنا گویا کہ اپنے کو پیغمبروں اور فرشتوں میں شمار کرنا ہے۔ (ت)

شرح عقائد جلالی طبع مصر ص ۱۰۶ 'اس مسئلہ کی دلیل میں کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا مدعی کافر ہے فرمایا :

المکالمۃ شفاھا منصب النبوۃ بل اعلیٰ مراتبھا وفیہ مخالفۃ لما ھو من ضروریات الدین وھو انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ اٰلہ وسلم خاتم النبیین علیہ افضل صلوٰۃ المصلین[3]

اللہ عزوجل سے کلام حقیقی منصب نبوت بلکہ اُس کے مراتب میں اعلیٰ مرتبہ ہے تو اس کے دعوے میں بعض ضروریات دین یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا انکار ہے۔

اسی طرح شفا شریف میں مدعیِ مکالمہ کو بالاجماع کافر بتایا ص ۳۶۰۔ اسی میں ہے ص ۳۶۲ :

وکذلک من ادعی منھم انہ یوحی الیہ وان لم یدع النبوۃ وانہ یصعد الی السماء ویدخل الجنۃ ویاکل من ثمارھا ویعانق الحور العین فھؤلاء کلھم کفار مکذبون للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ اٰلہ وسلم[4]

اسی طرح جو جھوٹا متصوف دعویٰ کرے کہ اللہ تعالیٰ اُسے وحی کرتا ہے اگرچہ مدعیِ نبوت نہ ہو یا یہ کہ وہ آسمان تک چڑھتا جنت میں جاتا اُس کے پھل کھاتا حوروں کو گلے لگاتا ہے یہ سب کافر ہیں اور حضرت رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی تکذیب کرنے والے۔

---

[1] صراط مستقیم باب سوم تکملہ دربیان سلوک ثانی المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۴۳

[2] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) آیۃ ۲/۱۱۸ کے تحت مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۲۷

[3] الدوانی علی العقائد العضدیۃ بحث توبہ سے قبل " " " ص ۱۰۹

[4] الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ فصل فی بیان ماھو من المقالات المطبعۃ الشرکۃ الصحافیہ ۲/۲۷۰-۷۱

Marfat.com

حُوروں سے اس معانقہ کے دعویٰ پر تو یہ حکم ہے رب العزّۃ سے ہاتھ ملاکر مصافحہ پر کیا حکم ہوگا !

کفریہ چہارم : تقویۃ الایمان ص ۱۴ :[1]

"جتنے پیغمبر آئے وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو ماننے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانئے"۔

ص ۱۶ و ۱۷ : "اللہ صاحب نے فرمایا میرے سوا کسی کو نہ مانیو"۔[2]

ص ۱۸ : "اللہ کے سوا کسی کو نہ مانے"۔[3]

ص ۷ : "اوروں کو ماننا محض خبط ہے"۔[4]

مسلمانوں کے مذہب میں جس طرح اللہ عزّ وجل کا ماننا رُکنِ ایمان ہے یُونہی اُس کے انبیاء، ملائکہ، کتابوں، جنّت، نار وغیرہا ایمانیات کا ماننا ان میں سے ہے جسے نہ مانے گا کافر ہوگا، ماننا ترجمہ ایمان کا ہے اور نہ ماننا کفر کا، تو یہ صراحۃً انبیاء وغیرہم کے ساتھ کفر کا حکم ہُوا کہ خود کفر ہے اور اللہ و رسول پر اُس کے حکم کا افتراء دُوسرا کفر۔ آیت بقرۃ :

ءانذرتھم ام لم تنذرھم لایؤمنون ۵[5]

موضح القرآن : تُو ڈراوے یا نہ ڈراوے وے نہ مانیں گے۔[6]

آیتِ اعراف :

قال الذین استکبروا انا بالذی اٰمنتم کٰفرون ۵[7]

موضح القرآن : کہنے لگے بڑائی والے جو تم نے یقین کیا سو ہم نہیں مانتے۔[8]

آیت آخر بقرۃ :

اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون کلٌّ اٰمن باللہ و ملٰئکتہ

موضح القرآن : مانا رسول نے جو کچھ اُترا اُس کو اس کے رب کی طرف سے اور مسلمانوں نے سب نے مانا اللہ کو

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الاول فی الاجتناب عن الاشراک مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۰

[2] و [3] " " " " " " " " " " ص ۱۲

[4] " " مقدمۂ کتاب " " " ص ۵

[5] القرآن الکریم ۲/۶

[6] موضح القرآن ترجمہ و تفسیر شاہ عبدالقادر تاج کمپنی لاہور ص ۴

[7] القرآن الکریم ۷/۷۶

[8] موضح القرآن ترجمہ و تفسیر شاہ عبدالقادر تاج کمپنی لاہور ص ۱۹۴

Marfat.com

وکتبہ ورسلہ[1] اور اس کے فرشتوں کو اور کتابوں کو اور رسولوں کو۔[2]

دیکھو اللہ عزوجل تو فرماتا ہے کہ ایمان والوں نے اللہ اور اس کے فرشتوں، کتابوں، نبیوں سب کو مانا' یہ کہتا ہے "اللہ نے فرمایا میرے سوا کسی کو نہ مانیو"، اگر اس کے کلام کے کچھ نئے معنے اپنے جی سے گھڑیے بھی تو اول تو صریح لفظ میں تاویل کیا معنیٰ!

شفاء شریف ص ۳۲۳ :

ادعاء التاویل فی لفظ صراح لایقبل[3] صریح لفظ میں تاویل کا دعویٰ مقبول نہیں۔

ثانیاً وہ آپ سب تاویلوں کا دروازہ بند کر چکا تو اُس کے کلام میں بناوٹ نری گھڑت ہے جو اُسے خود قبول نہیں۔ تقویۃ الایمان ص ۵۵ :

"یہ بات محض بے جا ہے کہ ظاہر میں لفظ بے ادبی کا بولئے اور اس سے کچھ اور معنی مراد لیجئے، معمّا اور پہیلی بولنے کی اور جگہ ہیں، کوئی شخص اپنے باپ یا بادشاہ سے جُگت نہیں بولتا اس کے واسطے دوست آشنا ہیں نہ باپ اور بادشاہ[4]۔"

یہ نفیس فائدہ ہے ہر جگہ ملحوظ خاطر رہے کہ اکثر حرکات مذبوحی کا جواب شافی رہے۔

تذکیر الاخوان حصہ دوم تقویۃ الایمان مترجمہ سلطان خان مطبع فاروقی ص ۳۰ :

"اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے محبت رکھنا ایمان کی نشانی ہے جو اُن کو نہ مانے اس کا ٹھکانا دوزخ ہے[5]۔"

سبحٰن اللہ! دوسرے حصے والا کہتا ہے جو صحابہ کو نہ مانے وہ بدعتی جہنمی، پہلے والا کہتا ہے صحابہ تو صحابہ جو انبیاء کو مانے وہ بھی کافر دوزخی کفی اللہ المؤمنین القتال[6] (اور اللہ نے مسلمانوں کو لڑائی کی کفایت فرمادی۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۸۵

[2] موضح القرآن ترجمہ وتفسیر شاہ عبدالقادر تاج کمپنی لاہور ص ۶۱

[3] الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ الباب الاول فی بیان ماھو حقہ صلی اللہ علیہ وسلم المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۲/۲۱۰

[4] تقویۃ الایمان الفصل الخامس مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۳۹

[5] تذکیر الاخوان حصہ دوم تقویۃ الایمان الفصل الرابع " " " " " " " ص ۱۰۵

[6] القرآن الکریم ۳۳/۲۵

Marfat.com

کفریہ پنجم: صراطِ مستقیم، بعض اولیاء کی نسبت لکھا، ص ۳۸:

صدیق من وجہ مقلد انبیاء می باشد و من وجہ محقق در شرائع[1]

صدیق من وجہ انبیاء کا مقلد ہوتا ہے اور من وجہ احکامِ شریعت میں محقق ہوتا ہے (ت)

ص ۳۹:

علوم کلیۂ شرعیہ او را بدو واسطہ می رسد بوساطت نور جبلی و بوساطت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پس در کلیات شریعت وحکم و احکام ملت او را شاگردِ انبیا ہم می تواں گفت و ہم استاذ انبیا ہم و نیز طریق اخذ آنہم شعبہ الیست از شعب وحی کہ آں را در عرف شرع بنفث فی الروع تعبیر می فرمایند و بعضے اہلِ کمال آں را بوحی باطنی می نامند[2]

امورِ کلیہ شرعیہ اس کو دو طرح سے پہنچتے ہیں، ایک فطری نور کے ذریعہ سے، دوسرا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے واسطہ سے، پس شرعی کلیات اور حکم و احکامِ ملت میں اس کو انبیاء کا شاگرد کہہ سکتے ہیں اور انبیاء کا استاذ بھی کہہ سکتے ہیں نیز ان کے اخذ کا طریقہ وحی کے اقسام میں سے ایک قسم ہے جس کو عرفِ شرع میں نفث فی الروع سے تعبیر کرتے ہیں، اور بعض اہلِ کمال اس کو باطنی وحی کا نام دیتے ہیں (ت)

ص ۴۰:

ہمیں معنی را بامامت و وصایت تعبیر میکنند[3]

اسی معنیٰ کو امامت اور وصی سے تعبیر کرتے ہیں (ت)

ص ۴۱:

لابد او را بمحافظتے مثل محافظت انبیاء کہ مسمّی بعصمت ست فائز مے کنند[4]

ضروری ہے کہ اس کو محفوظ قرار دیا جائے جس طرح انبیاء کا محفوظ ہونا جس کو عصمت کہتے ہیں (ت)

ص ۴۲:

ندانی کہ اثبات وحی باطن و عصمت مرغیر انبیاء را مخالف سنّت و از جنس اختراع بدعت

یہ نہ سمجھنا کہ باطنی وحی اور عصمت کو غیر انبیاء کے لئے ثابت کرنا خلافِ سنّت اور

---

[1] صراطِ مستقیم فصل ثانی المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۳۳
[2] " " " " " ص ۳۴
[3] " " " " " ص ۳۵
[4] " " " " " "

Marfat.com

است وندانی کہ اربابِ ایں کمال از عالم منقطع شدہ اند[1] — از قبیل اختراع بدعت ہے اور یہ بھی نہ سمجھنا کہ اس کمال کے لوگ دنیا سے ختم ہو چکے ہیں (ت)

یہاں صاف تصریحیں ہیں کہ ان کے بعض خیالی اولیاء کو احکامِ شریعت بے وساطت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وحی باطن سے پہنچتے ہیں وہ احکامِ شریعت میں ایک وجہ سے خود محقق اور پیرویِ انبیاء سے مستغنی ہوتے ہیں وہ مثل انبیاء معصوم ہوتے ہیں۔

اقول اور احکامِ شریعت میں بھی کلیہ کی تصریح کردی کہ کوئی ناواقف دھوکا نہ کھاتے کہ یہ لوگ مجتہدینِ امت سے ہیں اگرچہ بے وساطت انبیاء حکم پہنچنا ہی اخراجِ مجتہد کو بس تھا مگر زیادتِ فرق و کمال صراحت کے لئے احکام کلیہ کا اونچا طرہ چمکتا پھندنا لٹکا دیا کہ احکام کلیہ شرعیہ تو نبی ارشاد فرماتا ہے مجتہد کی اتنی شان کہ اُن سے احکام جزئیہ استنباط کرتا ہے، یہاں ایسا نہیں بلکہ انھیں خود احکام کلیہ شریعت بے وساطت نبی بذریعۂ وحی پہنچتے ہیں، مسلمانو! خدا کے واسطے اور نبی کسے کہتے ہیں یہ صراحۃً غیر نبی کو نبی بنایا کہ صریح کفر ہے، اور نبی بھی کیسا، صاحبِ شریعت۔

تفسیر عزیزی شاہ عبدالعزیز صاحب سورہ بقرہ ص ۴۴۳:

معرفتِ احکام شرعیہ بدون توسیط نبی ممکن نیست[2] — شرعی احکام کی معرفت انبیاء کی وساطت کے بغیر ممکن نہیں۔ (ت)

تحفہ اثنا عشریہ شاہ صاحب موصوف مطبع کلکتہ ۱۲۴۳ھ ص ۱۴۰:

انچہ گفتہ است کہ فاطمہ بنتِ اسد را وحی آمد کہ درخانہ کعبہ برو و وضع حمل نماید دروغیست پر بیہزہ زیرا کہ کسے از فرقِ اسلامیہ وغیر اسلامیہ قائل بہ نبوت فاطمہ بنت اسد نشدہ[3] — جو کہا جاتا ہے کہ فاطمہ بنتِ اسد کو وحی آئی کہ تُو خانہ کعبہ میں جا اور وہاں بچے کی پیدائش کر، یہ سب جھوٹ اور بے پر بات ہے کیونکہ کوئی بھی اسلامی اور غیر اسلامی فرقہ فاطمہ بنتِ اسد کی نبوت کا قائل نہیں ہے (ت)

الدرالثمین شاہ ولی اللہ صاحب مطبع احمدی ص ۵:

الامام عندھم ھو المعصوم المفترض — رافضیوں کے نزدیک امام وُہ ہے کہ معصوم اور اُس کی

---

[1] صراط مستقیم ہدایت رابعہ دربیان ثمرات حبِ ایمانی المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۳۶

[2] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) بیان افراط فرقۂ امامیہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۴۹

[3] تحفہ اثنا عشریہ کید ہشتاد و ہفتم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۷۹

Marfat.com

طاعته الموحی الیه وحیا باطنیا وهذا هو معنی النبی فمذهبهم یستلزم انکار ختم النبوة قبحهم الله تعالیٰ[۱]

اطاعت فرض اور اس کی طرف وحی باطنی آتی ہو اور یہی معنیٰ نبی کے ہیں تو اُن کے مذہب سے ختم نبوت کا انکار لازم آتا ہے اللہ ان کا بُرا کرے۔

دیکھو یہ وہی امامت، وہی عصمت، وہی وحیِ باطنی ہے جسے شاہ صاحب ختم نبوت کے انکار کو مستلزم بتاتے ہیں۔ شفاء شریف کا قول گزرا کہ صرف وحی کا دعویٰ کفر ہے اگرچہ نبوت کا مدعی نہ ہو۔

کفریہ ششم : صراطِ مستقیم ص ۹۵ ؛

صرف ہمت بسوئے شیخ و امثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ خر خود است کہ خیال آں با تعظیم و اجلال بسویدائے دل انسان می چسپد و ایں تعظیم و اجلال غیر کہ در نماز ملحوظ و مقصود می شود بشرک می کشد[۲]

اپنی ہمت کو شیخ اور ان جیسے معظم لوگوں خواہ جناب رسالتمآب ہوں کی طرف مبذول کرنا اپنے گائے اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے کئی گنا بدتر ہے کیونکہ ان کا خیال تعظیم اور اجلال کے ساتھ انسان کے دل کی گہرائی میں چپک جاتا ہے اور یہ غیر کی تعظیم و اجلال نماز میں ملحوظ و مقصود ہو تو شرک کی طرف کھینچ لیتی ہے۔ (ت)

یہ صراحۃً حضور اقدس سید المرسلین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو فحش گالی دینا ہے اور اُن کی شان میں ادنیٰ گستاخی کفر، جس کی مبارک مقدس منور تفصیل شفا شریف اور اس کی شرح میں ہے، للہ انصاف! بدرجہا بدتر کہنا درکنار اگر تمہارا بیٹا یا نوکر یا غلام تمہاری کسی شئے کو گدھے یا کُتّے سے صرف تشبیہ ہی دے کہ تمہاری فلاں بات گدھے کی سی ہے فلاں چیز کُتّے سے ملتی ہے تو کیا اس نے تمہیں گالی نہ دی؟ کیا تمہارے ساتھ شدید گستاخی نہ کی؟ ذرا اپنے کلیجہ پر ہاتھ رکھ دیکھو تو جانو کہ اس ملعون قول نے مسلمانوں کے سچّے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو کھُلی دشنام دے کر اُن کے دلوں پر کیسا زخم عظیم پہنچایا و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[۳] (اب جان جائیں گے ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ ت)

ان الذین یؤذون الله و رسوله لعنهم الله

بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو اُن پر

---

[۱] الدر الثمین شاہ ولی اللہ

[۲] صراطِ مستقیم باب دوم فصل سوم المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۸۶

[۳] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

Marfat.com

فی الدنیا والاٰخرۃ و اعد لھم عذابًا مھینًا[1] — اللہ کی لعنت ہے دُنیا اور آخرت میں، اور اللہ نے ان کے لئے ذلّت کا عذاب تیار کر رکھا ہے (ت)

اور یہ وجہ خبیث خود بھی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وعلٰی آلہٖ وسلم کا خیال آئے گا تو عظمت کے ساتھ اور اس کی نوبت شرک تک پہنچے گی اس قائل کو لزومِ کفر تک پہنچانے کے لئے بوجوہ کافی کہ اس بنا پر التحیات میں السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور اشھد ان محمدًا عبدہ ورسولہ، پچھلے قعدہ میں اللّٰھم صل علٰی محمد و اٰل محمد، ہر رکعت میں صراط الذین انعمت علیھم یوں ہی نمازوں میں وہ سُورۃ و آیت جس میں حضور پُرنور سیّد عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وعلٰی آلہٖ وسلّم یا کسی نبی یا مَلک یا کسی نیک بندے یا کعبہ وغیرہ معظمات دینیہ کا ذکر یا خطاب رہے، خلاصہ یہ کہ الھٰکم التکاثر کے سوا الحمد وغیرہ کسی سورت کا پڑھنا سب معاذ اللہ شرک کی راہ ہُوا اور شریعتِ محمدیہ علٰی صاحبہا افضل الصلٰوۃ والتحیۃ عیاذًا باللہ اُن شرکیات کی واجب و سنّت و جائز کرنے والی ہُوئی، صحابہ سے آج تک تمام مسلمان کہ ان امور پر اجماع کئے ہوئے ہیں سب شرک میں گرفتار ٹھہرے، اس سے بڑھ کر اور کیا کلمۂ کفر ہوگا۔ شفاء شریف ص ۳۶۲ و ۳۶۳ :

نقطع بتکفیر کل قائل قال قولا یتوصل بہ الی تضلیل الامۃ۔[2] — جو شخص ایسی بات کہے جس سے تمام امت کے گمراہ ٹھہرنے کی راہ نکلتی ہو ہم بالیقین اسے کافر کہتے ہیں۔

حجۃ اللہ البالغہ شاہ ولی اللہ دہلوی مطبع صدیقی ص ۲۱۰ :

ثم اختار بعدہ السلام علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ وسلم تنویھا بذکرہ و اثباتا للاقرار برسالتہ واداءً لبعض حقوقہ۔[3] — پھر اس کے بعد التحیات میں نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلّم پر سلام اختیار کیا اُن کا ذکر پاک بلند اور اُن کی رسالت کا اقرار ثابت اور اُن کے حقوق کا ایک پارہ ادا کرنے کے لئے۔

مکتوبات جناب شیخ مجدد صاحب مطبوعہ لکھنؤ ج ۲ مکتوب ۳۰ ص ۴۶ :

خواجہ محمد اشرف ورزش نسبت رابطہ نوشتہ بودند کہ بحدے استیلا یافتہ است کہ در صلٰوۃ آنرا — خواجہ محمد اشرف ورزش نے رابطہ (تصورِ شیخ) کی نسبت لکھا ہے کہ اس کا اس حد تک غلبہ ہے کہ نمازوں

---

[1] القرآن الکریم ۳۳ / ۵۷

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی بیان ما ھو من المقالات المطبعۃ الشرکۃ الصحافیہ ۲/۲۷۱

[3] حجۃ اللہ البالغہ الامور التی لابد منہا فی الصلٰوۃ المکتبۃ السلفیہ لاہور ۲/۶

Marfat.com

مسجود خود میدانند و بیند واگر فرضاً نفی کند منتفی نمیگردد محبت اطوار این دولت متمنائے طلاب ست از ہزاران یکے را مگر بدہند صاحب ایں معاملہ مستعد تام المناسبۃ ست یحتمل کہ باندک صحبت شیخ مقتدا جمیع کمالات او را جذب نماید رابطہ را چرا نفی کنند کہ او مسجود الیہ است نہ مسجود لہ چرا محاریب مساجد را نفی نہ کنند ظہور ایں قسم دولت سعادتمندان را میسر است تا در جمیع احوال صاحب رابطہ را متوسط خود دانند و در جمیع اوقات متوجہ او باشند نہ در رنگ جماعۂ بیدولت کہ خود را مستغنی دانند و قبلہ توجہ را از شیخ خود منحرف سازند و معاملۂ خود را برہم زنند[1]

میں اپنا مسجود جانتے اور دیکھتے ہیں اگر اس رابطہ کو ختم کرنے کی کوشش کریں تو بھی ختم نہیں ہوتا (تو اس پر آپ نے فرمایا) اس دولت کے حصول کی خواہش ہزاروں طالبوں کی تمنا ہے مگر کسی ایک کو عطا ہوتی ہے، اس کیفیت والا شیخ سے مکمل مناسبت کے لئے مستعد ہوتا ہے وہ امید کرتا ہے کہ اپنے مقتدا شیخ کی صحبت کی کمی اس کے تمام کمالات کو جذب کرے گی لوگ رابطہ (تصورِ شیخ) کی نفی کیوں کرتے حالانکہ وہ مسجود الیہ ہے مسجود لہ نہیں ہے یہ لوگ محرابوں اور مسجدوں کی نفی کیوں نہیں کرتے (حالانکہ وہ مسجود الیہ ہیں) اس قسم کی دولت کا ظہور سعادتمندوں کو نصیب ہوتا ہے حتیٰ کہ تمام احوال میں وہ صاحب رابطہ (شیخ) کو اپنا وسیلہ جانتے ہیں اور ہمہ وقت اس کی طرف متوجہ رہتے ہیں اُس بے دولت جماعت کی طرح نہیں ہوتے جو اپنے آپ کو شیخ سے مستغنی جانتے ہیں اور اپنی توجہ کا قبلہ شیخ سے پھیر کر خودسر ہو جاتے ہیں۔ (ت)

سبحان اللہ! کہاں تو اُس شخص کا وہ کفری بول کہ نماز میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ وسلّم کا خیال آیا اور خاکش بدہن شرک نے مُنہ پھیلایا، نہ فقط نماز برباد کہ ایمان ہی ابتر، تف بر روے کافرش و کفر اُن کے (بدگویوں کی) طرف خیال لے جانا اپنے بیل اور گدھے کے نہ صرف تصور بلکہ ہمہ تن اُس میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر اور کہاں شیخ طریقت و آقائے نعمت و خداوندِ دولت خاندانِ دہلی حضرت شیخ مجدّد کا یہ واشگاف قول کہ تصورِ صورتِ شیخ سے غافل نہ ہو نمازوں عبادتوں سب وقتوں حالتوں میں اُسی کی طرف متوجہ رہو اگرچہ عین نماز میں اُسی صورت کو سجدہ محسوس ہو کہ وہ قبلۂ عبادت ہے، نہ مسجود لہ، جو اس قبلہ سے پھرا وہ بے دولت تباہ ہُوا اُس کا کام برباد گیا تصورِ شیخ کی ایسی دولت سعادت مندوں کو ملتی ہے طالبانِ خدا کو اس کی بہت تمنّا رہتی ہے غرض وہ بول یہ قول باہم لڑے ہیں کفر و شرک کے عقاب پَہ تولے کھڑے ہیں، دیکھئے وہابی صاحب کدھر ڈھلتے ہیں اُدھر جھکاتے یا اِدھر ڈالتے ہیں ؎

---

[1] مکتوباتِ امام ربانی مکتوب ۳۰ خواجہ محمد اشرف و حاجی محمد نولکشور لکھنؤ ۲/۴۶

Marfat.com

یا دامن یار رفت از دست　　یا ایں دلِ زار رفت از دست

(یار کا دامن ہاتھ سے گیا یا یہ آزردہ دل سے ہاتھ گیا۔ ت)

کذٰلک العذاب ولعذاب الاٰخرۃ اکبر م لوکانوا یعلمون[1]　　مار ایسی ہوتی ہے اور بیشک آخرت کی مار سب سے بڑی، کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے (ت)

کفریہ ہفتم: رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وعلٰی آلہٖ وسلم نے ایک حدیث میں ختم دنیا کا حال ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالٰی ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو ساری دنیا سے مسلمانوں کو اٹھالے گی جس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہوگا وفات پائے گا زمین میں نرے کافر رہ جائیں گے پھر بُتوں کی پُوجا بدستور جاری ہوجائے گی۔ تقویۃ الایمان ص ۴۴ پر حدیث بحوالہ مشکوٰۃ نقل کی اور خود اُس کا ترجمہ کیا:

"پھر بھیجے گا اللہ ایک باد اچھی سوجان نکالے گی جس کے دل میں ہوگا ایک رائی کے دانے بھر ایمان سو رہ جائیں گے وہی لوگ جن میں کچھ بھلائی نہیں سو پھر جاویں گے اپنے دادوں کے دین پر۔"[2]

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ بھی صراحۃً ارشاد فرمادیا تھا کہ وُہ ہوا خروج دجال لعین و نزول حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد آئے گی۔ تقویۃ الایمان میں حدیث کے یہ لفظ بھی نقل کئے اور ان کا ترجمہ لکھا ص ۴۵:

"نکلے گا دجال سو بھیجے گا اللہ عیسٰے بیٹے مریم کو، سو وہ ڈھونڈھے گا اُس کو، پھر بھیجے گا اللہ ایک باد ٹھنڈی شام کی طرف سے، سو نہ باقی رہے گا زمین پر کوئی کہ اُس کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہو مگر کہ مار ڈالے گی اس کو۔"[3]

باایںہمہ حدیث مذکور لکھ کر اسی صفحہ پر صاف لکھ دیا:

"سو پیغمبرِ خدا کے فرمانے کے موافق ہوا۔"[4]

اب نہ خروجِ دجّال کا انتظار نہ نزولِ مسیح درکار، ان کے نصیبوں وُہ ہوا ابھی چل گئی تمام مسلمانوں کے کافر بُت پرست بنانے کو ختمِ دُنیا کی حدیث صاف صاف اپنے زمانہ موجودہ پر جما دی، یہ کھُلم کھُلا اپنے اور اپنے تمام پیروؤں کے کفرو شرک کا اقرار ہُوا کہ جب یہ وہی زمانہ ہے جس کی اس حدیث نے خبر دی تو دنیا کے پردے پر کوئی مسلمان نہیں سب

---

[1] القرآن الکریم ۶۸/ ۳۳

[2] تقویۃ الایمان　الفصل الرابع فی ذکر رد الاشراک فی العبادۃ　مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۳۰

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۳۱

[4] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۳۰

Marfat.com

کافر بت پرست ہیں جن میں یہ خود اور اس کے پیرو بھی داخل، اور جو کفر کا اقرار کرے آپ کافر ہے۔

خلاصہ وتکملہ لسان الحکام للعلامۃ ابراہیم الحلبی مطبوعہ مصر ۱۲۹۹ھ ص ۵۷:

فی النوازل رجل قال انا ملحد یکفر۔[1]

نوازل میں ہے جو اپنے کفر کا اقرار کرے کافر ہے۔

عالمگیری ج ۲ ص ۲۷۹:

مسلم قال انا ملحد یکفر ولو قال ما علمت انه کفر لا یعذر بهذا۔[2]

جو مسلمان اپنے ملحد ہونے کا اقرار کرے کافر ہو جائیگا اور اگر کہے میں نہ جانتا تھا کہ اس میں مجھ پر کفر عائد ہو گا تو یہ عذر نہ سُنا جائے گا۔

پھر اس میں تمام اُمت کو کافر بنایا، یہ دُوسرا کفر ہے۔ شفاء شریف کی عبارت ابھی سُن چکے، غرض اُس کی کتابوں میں ایسے کفریات بکثرت ہیں جن پر بلا مبالغہ صدہا نہیں ہزارہا وجہ سے کفر لازم، جسے یقین نہ آئے ہمارا رسالہ الکوکبۃ الشہابیہ یا دیگر تحریرات دافعۃ البارقۃ الشارقۃ علٰی مارقۃ المشارقۃ وغیرہا مطالعہ کرے۔ یہ طائفہ وہابیہ کہ اس کے پیرو، اس کے ہم مذہب اُس کے کلمات کی تصحیح وتحسین کرتے اُسے امام وپیشوا ومقتدا مانتے ہیں، وہ سب کفریات اِن پر بھی عائد۔ اعلام بقواطع الاسلام میں ہمارے علمائے کرام سے کفر متفق علیہ کی فصل میں منقول، مطبع مصر ص ۳۱:

من تلفظ بلفظ کفر یکفر وکذا کل من ضحك علیه او استحسنه اورضی به یکفر۔[3]

جو کفر کا لفظ بولے کافر ہوا اسی طرح جو اس پر ہنسے یا اچھا سمجھے یا راضی ہو کافر ہو جائے۔

بحر الرائق ج ۵ ص ۱۲۴:

من حسّن کلام اهل الاهواء وقال معنوی اوکلام له معنی صحیح ان کان ذٰلك کفرا من القائل کفر المحسّن۔[4]

جو بدمذہبوں کے کلام کو اچھا جانے یا کہے بامعنی ہے یا یہ کلام کوئی معنی صحیح رکھتا ہے اگر وہ اُس قائل سے کلمہ کفر تھا تو یہ اچھا بتانے والا کافر ہو گیا۔

پھر ان کی عادت دائمی کہ جس مسلمان کو مقلّد پائیں شرک بتائیں، بحکم احادیث صحیحہ و روایات مصححہ فقہیہ ان پر لزوم کفر کے لئے بس ہے۔ صحیح بخاری مطبع احمدی قدیم ج ۲ ص ۹۰۱، صحیح مسلم افضل المطابع ج ۱ ص ۵۷:

ایما رجل قال لاخیه کافر فقد باء بها احدهما

حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ

۱؎ خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الفاظ الکفر فصل ثانی جنس خامس مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۸۷

۲؎ فتاوٰی ہندیۃ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۷۹

۳؎ الاعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ مکتبہ دار الشفقۃ استنبول ترکی ص ۳۶۶

۴؎ بحر الرائق باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۱۲۴

Marfat.com

(زادمسلم) ان کان کما قال والا رجعت علیہ[1] | وسلم نے فرمایا جو شخص کسی کلمہ گو کو کافر کہے ان میں ایک پر یہ بلاضرور پڑے اگر جسے کہا سچ کافر تھا تو خیر ورنہ یہ لفظ کہنے والے پر پلٹ آئے گا۔

حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مطبع مصر ۱۲۷۶ھ ج ۲ ص ۱۵۶ :

کذٰلك یا مشرك ونحوہ[2] | اسی طرح کسی کو مشرک یا اس کے مثل کوئی لفظ کہنا کہ جسے کہا وہ مشرک نہ تھا تو کہنے والا خود مشرک ہوگیا۔

ہم نے الکوکبۃ الشہابیۃ اور نیز النہی الاکید عن الصلٰوۃ وراء عدی التقلید میں ثابت کیا کہ یہ معنی خود احادیث سے ثابت اور تقویۃ الایمان اس دعوٰی کی مؤید۔ عالمگیری[1] ج ۲ ص ۲۷۸، ذخیرہ[2] سے برجندی[3] شرح نقایہ مطبع لکھنؤ ج ۴ ص ۶۸، جامع[4] الرموز مطبع کلکتہ ۱۲۷۴ھ ج ۴ ص ۶۵۱ دونوں فصول[5] عمادی سے، حدیقہ[6] ندیہ ص ۱۴۰ و ۱۵۶ احکام[7] حاشیہ درر وغرر سے، جامع[8] الفصولین ج ۲ ص ۳۱۱ قاضی[9] خان سے ردالمحتار[10] مطبع استنبول ج ۳ ص ۲۸۳ نہر[11] الفائق سے درمختار[12] ص ۲۹۳، شرح[13] وہبانیہ سے خزانۃ[14] المفتین قلمی ج ۱ کتاب السیر آخر فصل الفاظ الکفر، بزازیہ[15] ج ۳ ص ۳۳۱ :

المختار للفتوٰی فی جنس ھذہ المسائل ان القائل بمثل ھٰذہ المقالات ان کان اراد الشتم ولا یعتقدہ کافرا لایکفر وان کان یعتقدہ کافرا فخاطبہ بھذا بناءً علٰی اعتقادہ انہ کافر یکفر[3] | اس قسم کے مسائل میں فتوے کے لئے مختار یہ ہے کہ مسلمان کو اس طرح کا کوئی لفظ کہنے والا اگر صرف دشنام دہی کا ارادہ کرے اور دل میں کافر نہ جانے تو کافر نہ ہوگا اور اگر اپنے مذہب کی رُو سے اُسے کافر سمجھتا ہے اس بناء پر یُوں کہا تو کافر ہوجائے گا۔

درمختار : بہ یفتی[4] اسی تفصیل پر فتوٰی ہے۔ پر ظاہر کہ یہ لوگ اپنے مذہب واعتقاد کی رُو سے مسلمانوں کو

---

[1] صحیح مسلم	کتاب الایمان	قدیمی کتب خانہ کراچی	۱/ ۵۷
[2] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ	النوع الرابع	مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد	۲/ ۲۳۶
[3] فتاوٰی ہندیۃ	الباب التاسع فی احکام المرتدین	نورانی کتب خانہ پشاور	۲/ ۲۷۸
الحدیقۃ الندیۃ	النوع الرابع من الانواع الستین السب الخ	مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد	۲/ ۲۳۶
شرح النقایۃ للبرجندی	کتاب الحدود	نولکشور لکھنؤ	۴/ ۶۸
ردالمحتار	باب التعزیر	داراحیاء التراث العربی بیروت	۳/ ۱۸۳
[4] درمختار		مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۳۲۷

Marfat.com

مشرک کہتے ہیں ان کا یہ عقیدہ ان کی کتب مثل تقویۃ الایمان و تنویر العینین و تصانیف بھوپالی وغیرہا میں جا بجا مصرح تو حسب تصریحات مذکورۂ فقہائے کرام ان پر لزومِ کفر میں اصلاً کلام نہیں، باقی تفصیل ہمارے رسائل النہی الاکید و الکوکبۃ الشہابیہ وحصۂ اول مجلد ششم العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ میں ہے۔ لاجرم علمائے مکہ معظمہ کے سردار بقیۃ السلف عمدۃ الابرار خاتمۃ المحققین شیخ الاسلام والمسلمین زبدۃ الکبرار البلد الامین شیخنا و برکتنا و سیدنا و قدوتنا علامہ سید شریف احمد زینی دحلان مکی رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنا بہ وقدسنا بسرہ الملکی نے کتاب مستطاب الدرر السنیہ فی الرد علی الوہابیہ میں کہ خاص اسی طائفہ کے رد میں تالیف فرمائی اور مطبع بہیتہ مصر میں طبع ہوئی، ان گمراہوں کی نسبت تصریحاً ارشاد فرمایا، ص ۲۶:

هٰؤلاء الملحدة المكفرة للمسلمين[1] — یہ ملحد کافر بے دین لوگ مسلمانوں کو کافر کہنے والے۔

ظاہر ہے کہ ملحد ایک فرقۂ کفار ہے بلکہ جمیع فرق کفر کو شامل۔ ردالمحتار ج ۳ ص ۴۵۷ رسالہ علامہ ابن کمال پاشا سے:

الملحد اوسع فرق الكفر حدًّا[2]۔ — ملحد تمام فرق کفار سے وسعتِ معنی میں زیادہ ہے۔

نیز علامہ سید شریف ممدوح نے فرمایا، ص ۳۰:

امر الشريف مسعود ان يناظر علماء الحرمين العلماء الذين بعثوهم فناظرهم فوجدوهم ضحكة ومسخرة كحمر مستنفرة فرت من قسورة ونظروا الى عقائدهم فاذا هي مشتملة على كثير من المكفرات[3] — مکہ معظمہ کے حاکم حضرت مسعود رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے علمائے حرمین شریفین کو حکم دیا کہ وہابیوں کے مولویوں سے جو ان کے امام شیخ نجدی نے بھیجے ہیں مناظرہ کریں، علمائے کرام نے اُن مُلّوں سے مناظرہ فرمایا تو انھیں پایا کہ نرے مسخرے ہنسنے کے قابل ہیں جیسے بھڑکے ہوئے گدھے کہ شیر سے بھاگے ہوں، اور اُن کے عقائد کو غور فرمایا تو اُن میں بہت باتیں وہ پائیں جن کا قائل کافر ہے۔

اسی رسالۂ مبارکہ میں ص ۳۲ سے ۵۳ تک بہت حدیثیں نقل فرمائیں جن میں اسی فرقۂ وہابیہ کے خروج کی خبر آئی ہے اُن میں بھی جا بجا اُن کے کفار دینِ اسلام سے یکسر خارج ہونے کی تصریح ہے اُس میں ان کے

---

[1] الدرر السنیۃ فی الرد علی الوہابیہ — مکتبہ دار الشفقت ترکی — ص ۲۸
[2] ردالمحتار — باب المرتد — دار احیاء التراث العربی بیروت — ۳/۲۹۶
[3] الدرر السنیہ فی الرد علی الوہابیہ — مکتبہ دار الشفقت ترکی — ص ۴۳ و ۴۴

Marfat.com

معلّم اوّل شیخ نجدی کی نسبت فرمایا صٓ۲۷ :

فبھت الذی کفر[1] مدہوش ہوگیا کافر۔

بالجملہ اس میں شک نہیں کہ اس گروہ ناحق پژدہ پر ہزاروں وجہ سے کفر لازم، اور جماہیر فقہائے کرام کی تصریحیں ان کے صریح کفر پر حاکم۔

نسأل اللہ تعالیٰ العفو والعافیۃ فی الدین والدنیا والاٰخرۃ۔ ہم اللہ تعالٰی سے دین، دُنیا اور آخرت میں عفو و عافیت کا سوال کرتے ہیں (ت)

تنبیہ نبیہ : یہ حکم فقہی متعلق بکلمات سفہی تھا مگر اللہ تعالٰی کی بے شمار رحمتیں بے حد برکتیں ہمارے علمائے کرام عظمائے اسلام معظمین کلمۂ خیر الانام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام پر کہ یہ کچھ دیکھتے وُہ کچھ سخت و شدید ایذائیں پاتے اس طائفہ تالفہ کے پیرو پیرو سے ناحق ناروا بات پر سچے مسلمانوں خالص سُنّیوں کی نسبت حکم کفر و شرک سُنتے ایسی ناپاک وغلیظ گالیاں کھاتے ہیں بااینہمہ نہ شدّتِ غضب دامنِ احتیاط اُن کے ہاتھ سے چھڑاتی، نہ اُن نالائق ولا یعنی خباثتوں پر قوّتِ انتقام حرکت میں آتی ہے، وہ اب تک یہی تحقیق فرمارہے ہیں کہ لزوم والتزام میں فرق ہے اقوال کا کلمۂ کفر ہونا اور بات' اور قائل کو کافر مان لینا اور بات، ہم احتیاط برتیں گے سکوت کریں گے جب تک ضعیف سا ضعیف احتمال ملے گا حکم کفر جاری کرتے ڈریں گے، فقیر غفر اللہ تعالٰی لہٗ نے اس بحث کا قدرے بیان آخر رسالہ سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح[13] میں کیا اور وہاں بھی باآنکہ اس امام و طائفہ پر صرف ایک مسئلہ امکانِ کذب میں اٹھتّر وجہ سے لزومِ کفر کا ثبوت دیا' حکمِ کفر سے کفِ لسان ہی لیا۔

بالجملہ اس طائفہ حائفہ خصوصًا ان کے پیشوا کا حال مثل یزید پلید علیہ ما علیہ ہے کہ محتاطین نے اُس کی تکفیر سے سکوت پسند کیا، ہاں یزید مُرید اور اُن کے امامِ عنید میں اتنا فرق ہے کہ اُس خبیث سے ظلم و فسق و فجور متواتر مگر کفر متواتر نہیں اور ان حضرت سے یہ سب کلماتِ کفر اعلٰے درجۂ تواتر پر پہنچے پھر اگرچہ ہم براہِ احتیاط تکفیر سے زبان روکیں اُن کے خسار و بوار کو یہ کیا کم ہے کہ جماہیر ائمۂ کرام فقہائے اسلام کے نزدیک ان پر بوجوہ کثیرہ کفر لازم، والعیاذ باللہ القیوم الدائم۔ امام ابن حجر مکی قواطع میں فرماتے ہیں :

انہ یصیر مرتدا علٰی قول جماعۃ وکفی بھٰذا خسارا وتفریطا[2] ۔ وُہ ایک جماعت کے قول پر مرتد ہوجائیگا اور یہ اس کے خسارہ اور سرکشی کو کافی ہے (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۵۸

[2] الاعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ مکتبۃ دار الشفقۃ استنبول ترکی ص ۳۶۲

Marfat.com

اللہ عزوجل پناہ دے اور دینِ حق پر دُنیا سے اُٹھائے، آمین! والحمد للہ رب العٰلمین، واللہ سبحٰنہ و تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

الحمدُ للہ جواب مفصّل سے یہ چند سطور کا التقاط مع بعض نفائس زیادات کہ غرہ جمادی الآخرہ روز جمعہ مبارکہ ۱۳۱۲ھ کو آغاز وانجام ہُوا، بجائے خود بھی اس باب میں کافی ووافی کلام ہوا، لہٰذا بلحاظ تاریخ ۱۲ سل السیوف الھندیۃ علیٰ کفریات بابا النجدیۃ ۱۳۱۲ھ نام ہُوا، صلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیّدنا و مولٰینا محمّد وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین والحمد للہ رب العٰلمین ؀

کتبہ عبدالمذنب احمد رضا بریلوی عفی عنہ بمحمّدن المصطفٰے النبی الامّی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم	حنفی قادری برکاتی بریلوی ۱۳۰۱ھ عبدالمصطفٰے احمد رضا خاں سُنّی

مسئلہ ۳۱ از جی آئی پی ریلوے اسٹیشن بھوساول مسئولہ عبدالباسط ۱۲ رمضان ۱۳۲۹ھ

مسلمانوں نے اتفاق کیا کہ جو مسلمان نماز نہ پڑھے گا وہ برادری سے خارج سمجھا جائے گا اس پر چند افراد جو نماز روزہ حج زکوٰۃ کے پابند نہ ہوں عالم کے سمجھانے پر بھی نہ مانیں اور کہیں کہ پہلے شرابیوں اور زانیوں کو برادری سے خارج کرنا یہ ضرور اور فرض ہے سو اس کے نصیحت کرنے والے عالم کو کہیں کہ تم جھوٹے ہو اور تم پر خدا کی لعنت ہے حالانکہ وہ عالم ان کا امام ہے تو ایسے بے نمازیوں کو اُبھارنے اور جرأت دینے والے اور باوجود تاکید عالم کو جھوٹا اور لعنتی بنانے والے مسلمان (بے نمازیوں) کو شرع شریف کے موافق کیا تنبیہ ہونی چاہیے؟ ایسا کہنے والے ایمان سے خارج ہوچکے اور انھیں تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح کرانا ضرور ہے یا نہیں؟ اگر ایسے اشخاص اپنی بات رکھنے کے لئے نادانی سے یا مغروری سے استغفار

عہ قال الصاحب جمال الدین بن مطروح ؎

ان کان بابا کم بذا راضیاء
فرب غش قدانی من تصیح

وقال غیرہ ؎

ورام باباھم ماموراً
فاخلفت ظنّہ المقادر

نقلھما فی حرف الباء من فوات الوفیات ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (م)

الصاحب (جمال الدین بن مطروح) نے کہا:
اگر تمھارا بابا اس پر راضی ہے تو بسا اوقات کھوٹا بھی کھری آواز دیتا ہے۔
اور کسی دوسرے نے کہا:
تمھارے بابا نے کسی مامور کا قصد کیا تو پیمانوں نے اس کا اندازہ غلط کر دیا۔
دونوں شعر فوات الوفیات کے حرف باء میں اس نے نقل کئے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

Marfat.com

نہ پڑھیں نہ تجدیدِ نکاح شرم سے کریں اور مرجائیں تو مسلمان ایسوں کی میت میں جائیں اور قبرستان میں دفن کریں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

وُہ لوگ سخت اشد کبیرہ کے مرتکب ہُوئے، موردِ غضبِ جبار ہیں، مستحقِ نار ہیں، مستحقِ لعنتِ پروردگار ہیں، مگر اتنی بات پر صاف حکمِ کفران پر نہیں ہوسکتا، اگر مرجائیں تو ان کے ساتھ اسلامی برتاؤ فرض ہوگا ہاں اگر کوئی خاص مکالمہ ایسا تھا جس پر یہ جواب دینا موجبِ کفر ہو تو اس کا ذکر سائل نے نہ کیا، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۲ ازدرنگرداپا مہسانہ گجرات، گاڑیکے دروازہ بنجارہ چاند رسول کے پاس والا مکان

مسئولہ عبدالرحیم احمد آبادی ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ سیدالاولین والآخرین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر الزام لگانا اور ان کو اپنے جیسا جاننا کفر ہے یا نہیں؟ تفصیل اس کی یہ ہے کہ جس وقت زید عمرو میں جھگڑا ہوا، عمرو نے زید کے پاس ایک رقعہ بھیجا جس کی نقل یہ ہے، قولك مجھ کو اس کا مطلق رنج نہیں، اقول یہ بات تو سراسر غلط ہے کیونکہ سب وشتم اور بُرا کہنے سے مانند مقناطیس کے جس طرح لوہے میں اثر پیدا کرتا ہے اسی طرح دل پر اثر ہوجاتا ہے، خواص ہوں یا عوام، نبی ہو یا ولی سب کے دل پر غم تو ضرور سرایت کرتا ہے۔ دیکھئے ہمارے پیشوا فخرِ عالم محمد مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کفارِ قریش کی ایذا دہی وطعن زنی کی وجہ سے دل پر غم وحُزن کا صدمہ ازحد پہنچا تھا ہر وقت غم کی تسلی کے لئے اللہ جل شانُہ نے وقتاً فوقتاً جبریل علیہ السلام کی معرفت نازل فرمایا، جیسے قرآن مجید میں فرماتا ہے:

واصبر وما صبرك الا باللہ ولا تحزن علیھم ولا تك فی ضیق مما یمکرون[1]

اور اے محبوب تم صبر کرو اور تمہارا صبر اللہ ہی کی توفیق سے ہے اور ان کا غم نہ کھاؤ اور ان کے فریبوں سے دل تنگ نہ ہو (ت)

اب فرمائیے یہ الفاظ کفریہ ہیں یا نہیں؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب

سوال کی جو تفصیل سائل نے تحریر کی اس کے دیکھنے سے یہ الزام ثابت نہیں ہوتے کہ اس نے معاذاللہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر الزام رکھنا چاہا، یا عیاذاً باللہ حضور کو اپنے جیسا جانا، واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۲۷

Marfat.com

مسئلہ ۳۳ از مدراس بتوسط جناب سید شاہ مخدوم محی الدین صاحب قادری نائب متولی مسجد والاجاہی ترملکھیڑی مسئولہ جناب شاہ محمد حسین صاحب قادری نائب قاضی اہلسنت مدراس

۲۲ رمضان ۱۳۳۹ھ

حضرت مولانا المحترم دام فیضکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی، ایک استفتاء بغرض جواب مرسل خدمت گرامی ہے، امید کہ جلد جواب باصواب مرحمت فرمائیں گے کیونکہ مدراس میں ایک شخص جو اپنے آپ کو قومی لیڈر کہلواتا ہے اور اپنے اخبار میں ہمیشہ بزرگانِ دین کی توہین کرتا ہے جس کے سبب قوم میں تفرقہ پڑ رہا ہے، اس کی تنبیہ اور خلق اللہ کی ہدایت کے لئے آپ کو تکلیف دی جاتی ہے امید کہ جواب سے سرفراز فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین کہ ایک مدراسی پرچہ نویس فاتحہ دلانے والوں پر شر انگیزی کرتا ہے جس کے خیالات یہ ہیں: "فاتحہ بدعت اور زیارت تربتہائے مطہرہ قبر پرستیاں اور اس کی تحریر سے حضرت غوث اعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے فاتحہ دلانے والوں اور متبرک طعام کھانے والوں کو نام کی پوجا قبر کی پرستش کرنے والوں، خلافت کا خون پینے والے اور حضرت غوث اعظم کی پاک ہڈیوں کو چبانے والے سنایا جا رہا ہے، ۱۱ ربیع الآخر کے اخبار میں لکھا ہے: "آج اسی کے مریدوں اور معتقدوں کا یہ حال ہے کہ نام کی پوجا اور قبر کی پرستش کر رہے ہیں مگر خلافت کا خون پی رہے ہیں، حضرت غوث الاعظم کی پاک ہڈیوں کو چبا رہے ہیں الخ" ۲ ربیع الاول کے پرچہ میں لکھا کہ: "ان بدمعاشوں کو اس پر رونا نہیں آتا کہ حضرت شاہِ بغداد کی روح کو کافروں نے ذلیل کیا ہے۔" اور ۱۴ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کے پرچے میں لکھا ہے جس کا عنوان یہ ہے: "جادو وہ جو سر پر چڑھ کے بولے کہ اجل کا فرشتہ بندر بن کر شاہِ یونان کو کاٹا"۔ ۱۵ ماہِ محرم ۱۳۳۷ھ کے پرچے میں لکھا ہے: "اذان میں محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) سُن کر انگوٹھے چوم لینا یا موئے مبارک کی زیارت کر لینا یا آثار خانہ کے روبرو سے گزرتے ہوئے گردن جھکا دینا یا جمعہ یا جمعرات کو فاتحہ کر لینا یہ باتیں رسول اللہ کی اطاعت نہیں۔" ایسے شخص کے لئے شرع شریف کیا حکم کرتی ہے، ایسے شخص کو مولانا، فخرِ قوم، فخرِ مسلمانان، لیڈرِ قوم کا لقب دینا دائرۂ اسلام میں کوئی خدمت عطا کرنا اس کی تائید و اعانت کرنا اس سے راہ و رسم رکھنا اس کا وعظ کرانا اس کا اخبار خریدنا کیا حکم رکھتا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

فاتحہ کو بدعت کہنا، زیاراتِ مزاراتِ طاہرہ کو قبر پرستی بتانا، نیازِ حضور پرنور سیدنا غوثِ اعظم

Marfat.com

رضی اللہ تعالٰی عنہ کو نام کی پوجا کہنا، تعظیم آثار شریفہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حضور کی اطاعت نہ ماننا یہ سب شعار وہابیت ہیں اور وہابیہ گمراہ بددین بلکہ کفار و مرتدین ہیں کما حققناہ فی غیر ماکتاب (جیسا کہ ہماری متعدد کتب میں اس کی تفصیل ہے۔ ت) روح اقدس حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت وُہ ناپاک کلمۂ تذلیل لکھنا کذب و قبیح و توہین صریح ہے ان کے غلامان غلام کی روح کو تمام جہان کے کفار و مشرکین و وہابیہ و مرتدین مل کر ذلیل نہیں کرسکتے۔

وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنافقین لایعلمون[1]

عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کیلئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں (ت)

حضرت ملک الموت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت بندر بن کر کاٹنے کا لفظ ملک مقرب رسول اللہ کی توہین ہے کہ کفر مبین ہے، ایسے شخص کو مولانا و فخر مسلمانان اور ہادی و رہبر قوم ماننا اگر اس کے اقوال پر اطلاع کے بعد ہے خود کفر و موجب غضب رب ہے،

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتقولوا للمنافق سیدنا فانہ ان یکن سیدکم فقد اسخطتم ربکم[2]

منافق کو "اے ہمارے سردار" نہ کہو کہ اگر وہ تمھارا سردار ہُوا تو تم نے اپنے رب کا غضب اپنے سر لیا۔

فتاوٰی ظہیریہ و اشباہ والنظائر و درمختار وغیرہا میں ہے: تبجیل الکافر کفر[3] (کافر کی توقیر کفر ہے۔ ت) انھیں میں ہے: لوقال لمجوسی یا استاذ تبجیلا کفر[4] (اگر مجوسی کو "اے استاد" توقیراً کہا تو کفر ہے۔ ت)، اس کا وعظ کرانا حرام ہے، تبیین الحقائق امام زیلعی میں ہے:

لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہم

کیونکہ اس کی تقدیم میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ

---

[1] القرآن الکریم ۶۳/ ۸

[2] مسند امام احمد بن حنبل حدیث بریدہ الاسلمی رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۵/ ۴۷ - ۳۴۶

سنن ابی داؤد کتاب الادب باب لایقول المملوک آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۲۴

[3] الاشباہ والنظائر کتاب السیر باب الردۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۲۸۸

درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۱

[4] الاشباہ والنظائر کتاب السیر باب الردۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۲۸۸

درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۱

Marfat.com

اھانتہ شرعا[1]	مسلمانوں پر شرعًا اس کی توہین لازم ہے (ت)

اسلام کی کوئی خدمت اسے سپرد کرنا جس میں وہ مسلمانوں کا رازدار یا بعض مسلمانوں کا سردار بنے سخت حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا بطانۃ من دونکم[2]	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ۔

ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جب ایک کافر کو اپنا محرر بنانا چاہا، امیرالمومنین عمرفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انھیں فرمان بھیجا:

لااکرمھم اذا اھانھم اللہ ولا اعزھم اذا اذلھم اللہ ولا ادنیھم اذا ابعدھم اللہ[3] وفی اخرٰی لیس لنا ان نأتمنھم وقد خونھم اللہ ولا ان نرفعھم وقد وضعھم اللہ[4]	میں کافر کو گرامی نہ کروں گا جب کہ انھیں اللہ نے خوار کیا، نہ انھیں عزّت دوں گا جب کہ انھیں اللہ نے ذلیل کیا، نہ ان کو قرب دوں گا جب کہ انھیں اللہ نے دُور کیا۔ دوسری روایت میں ہے ہمیں روا نہیں کہ کافروں کو امین بنائیں حالانکہ اللہ تعالٰی انھیں خائن بتاتا ہے، یا ہم انھیں رفعت دیں حالانکہ اللہ سبحانہٗ وتعالٰی نے انھیں پستی دی۔

درمختار میں ہے:

یمنع من استکتاب ومباشرۃ یکون بھا معظما عند المسلمین[5]	اسے کتابت اور ایسے کام سے روک دیا جائیگا جس کی وجہ سے وہ مسلمانوں کے ہاں معظم ٹھہرے (ت)

اس کی تائید واعانت حرام ہے،

قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[6]	اللہ تعالٰی نے فرمایا: گناہ اور حد سے بڑھنے پر مدد نہ دو۔

---

[1] تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق باب الامامۃ المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ بولاق مصر ۱/ ۱۳۴
[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸
[3] لباب التاویل (تفسیر الخازن) تحت آیۃ ۵/ ۵۱ مصطفی البابی مصر ۲/ ۶۲
[4]
[5] درمختار باب فصل فی الجزیۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۲
[6] القرآن الکریم ۵/ ۲

Marfat.com

حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من مشی مع ظالم لیعینه وهو یعلم انه ظالم فقد خلع من عنقه ربقة الاسلام[1]

جو دانستہ کسی ظالم کے ساتھ اسے مدد دینے چلے بیشک اس نے اسلام کی رسّی اپنی گردن سے نکال دی۔

اس سے راہ و رسم، میل جول رکھنا حرام ہے،

قال اللہ تعالیٰ و اما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظالمین[2]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ایاکم و ایاهم لا یضلونکم و لا یفتنونکم[3]

ان سے دُور رہو اور انھیں اپنے سے دُور کرو کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

اس کا اخبار بطور پسند خریدنا ہرگز جائز نہیں جب کہ وہ ایسی ناپاک و مخالف دین باتوں پر مشتمل ہوتا ہے

قال اللہ تعالیٰ ومن الناس من یشتری لهو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم و یتخذها هزوا اولٰئك لهم عذاب مهین[4]

اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے کچھ لوگ لغو باتیں خریدتے ہیں کہ ان کے سبب براہِ جہالت خدا کی راہ سے بہکا دیں اور اسے ہنسی بنالیں ان کے لئے ہے ذلت دینے والا عذاب۔

والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] المعجم الکبیر — حدیث ۶۱۹ — المکتبۃ الفیصلیہ بیروت — ۱/۲۲۷
شعب الایمان — حدیث ۷۶۷۵ — دارالکتب العلمیۃ بیروت — ۶/۱۲۲
کنزالعمال — حدیث ۱۹۵۵ — موسستہ الرسالۃ بیروت — ۶/۸۵
الفردوس بماثور الخطاب — " ۵۷۰۹ — دارالکتب العلمیۃ بیروت — ۳/۵۴۷

[2] القرآن الکریم ۶/۶۸

[3] صحیح مسلم — باب نہی عن الروایۃ عن الضعفاء — قدیمی کتب خانہ کراچی — ۱/۱۰

[4] القرآن الکریم ۳۱/۶

Marfat.com

مسئلہ ۳۴ ازپڑاوہ علاقہ ریاست ٹونک محلہ سلطان پورہ مسئولہ ابراہیم ۲۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنے ہاتھوں سے تعزیہ بناتا ہے اور پرستش جیسے افعال اس سے سرزد ہوتے ہیں یعنی منّت وغیرہ ماننا، اس شخص میں اور بُت پرست میں کیا فرق ہے؟ اس کی زوجہ اس کے نکاح میں رہی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

تعزیہ بنانا ناجائز ہے مگر ہرگز کوئی مسلمان اس کی پرستش نہیں کرتا، نہ اسے معبود جانتا ہے، یہ مسلمانوں پر شدید بدگمانی ہے اور بدگمانی حرام۔ اور وُہ منتیں کہ مانی جاتی ہیں عرفی یا اختراعی ہیں شرعی نہیں، بلکہ خود نذر شرعی کے عبادت ہونے میں کلام ہے۔ نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے صحیح حدیثوں میں نذر ماننے سے منع فرمایا اور عبادت سے منع نہیں کیا جاتا۔ صحیحین میں ابوہریرہ و عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰے عنہم سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتنذروا فان النذر لایغنی من القدر شیئا و انما یستخرج بہ من البخیل[1]
نذر نہ مانو تقدیر کے آگے نذر کچھ کام نہیں دیتی اس سے تو فقط اتنا ہوتا ہے کہ بخیل سے مال نکال لیا جاتا ہے۔

اولیاء کے لئے نذر عرفی[ف] صدہا سال سے مومنین و صالحین میں معمول ہے جس کا بیان ہماری کتاب "السنیۃ الانیقہ فی فتاوی افریقہ" میں ہے، غرض اس کی زوجہ کا اس کے نکاح میں نہ رہنا محض بلاوجہ خیال باطل ہے، واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ ۳۵ ازغازی پور یوپی مسئولہ قاضی محمود احمد صاحب ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایسے شخص کی امامت کے بارے میں جو خلافت اسلامیہ کی تباہی اور مقاماتِ مقدسہ پر قبضہ ہونے اعدائے دین اسلام کی مسرت میں شرکت کرتا ہو اور مصیبت زدہ مسلمان کوئی ایسی تدبیر کرتے ہوں جس سے خلافتِ اسلامیہ کا وقار قائم ہوجائے اور جزیرۃ العرب پر اسلامی حکومت قائم ہوجائے تو مسلمانوں کے خلاف قاتلانِ اسلام کی نہ صرف امداد کرتا ہو بلکہ ان کی

---

[1] صحیح مسلم کتاب النذر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۴۴

ف: نذر عرفی اور نذر فقہی کی وضاحت فتاوی رضویہ جلد ۱۳ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور کے صفحہ ۵۹۷ پر مسئلہ ۲۴۹ کے تحت فتاوی افریقہ سے نقل کردی گئی ہے اسے وہاں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے ۱۲

Marfat.com

تحسین و تبریک اور ایسی مجالس میں شرکت کرتا ہو جو خلافت کی تباہی و بربادی کے واسطے کی جاتی ہوں، اس سے تمام اہلِ اسلام کے قلوب متنفر ہوں کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر یہ باتیں واقعی ہیں کہ وہ معاذ اللہ شکستِ اسلام پر مسرت کرتا ہے اور قاتلان مسلمین کی تحسین، تو اس کی قابلیت امامت درکنار اس کے اسلام ہی میں کلام ہے، باقی وہ ناجائز طریقے جو مدعیان حمایت نے نکال رکھے ہیں اور جس میں مشرکین سے محبت و وداد بلکہ اتحاد بلکہ غلامی و انقیاد برت رہے ہیں، وہ سب مخالفِ قرآن عظیم ہیں، مسلمانوں کو ان سے جدائی فرض ہے،

قال اللہ تعالٰی لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولوکانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم[1]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم نہ پاؤ گے انھیں جو ایمان رکھتے ہیں اللہ و قیامت پر کہ اللہ و رسول کے مخالفوں سے دوستی کریں اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہوں۔

اور فرماتا ہے:

ولو کانوا یؤمنون باللہ والنبی وما انزل الیہ ما اتخذوھم اولیاء[2]۔

اور اگر انھیں اللہ اور نبی اور قرآن پر ایمان ہوتا تو کافروں کو اپنا دوست یا مددگار نہ بناتے۔

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۶ از سہسرام محلہ پرتلہ ضلع آرہ مسئولہ قدرت اللہ صاحب ۵ شوال ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اثنائے تقریر میں کہا کہ غلافِ کعبہ جلادیا گیا، دوسرے نے کہا کیا ہوا دوسرا غلاف آجائے گا۔ اس پر کہا گیا کہاں سے آئے گا، قسطنطنیہ سے تو نہیں آسکتا، تو اس نے جواب دیا کیا کعبہ کو جاڑا لگتا ہے، ایسا کہنے والے کے لئے عند الشرع کیا حکم ہے؟

(۲) خلیفۃ المسلمین کے لئے احکام کو ماننا یا ان کی مدد کرنا ان کے وقار کو قائم رکھنا اندر حدود والوں پر فرض ہے یا ہندوستانیوں پر بھی؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲
[2] " " ۵/ ۸۱

Marfat.com

Marfat.com

ما علی مثلہ بعد الخطاء

(خطاء کے بعد اس کی مثل مجھ پر نہیں ۔ ت)

اپنے نام سے لفظ غلام کا حذف اگر اس بنا پر ہے کہ حضور خواجۂ خواجگان رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم کا غلام بننے سے انکار و استکبار رکھتا ہے، تو بدستور گمراہ اور بحکم حدیث مذکورہ عدو اللہ ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم، قال اللہ تعالٰی الیس فی جہنم مثوی للمتکبرین[1] (اللہ تعالٰی کا ارشادِ گرامی ہے: کیا نہیں جہنم میں ٹھکانا متکبرین کا ۔ ت) اور اگر بربنائے وہابیت ہے کہ غلام اولیائے کرام بننے والوں کو مشرک اور غلام محی الدین و غلام معین الدین کو شرک جانتا ہے تو وہابیہ خود زندیق، بے دین، کفار و مرتدین ہیں وللکافرین عذاب مہین[2] (اور کفار کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے ۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۹: از رائی کھیت محکمہ ملٹری وائس مسؤلہ ثناء اللہ سب اوورسیر ۶ شوال ۱۳۳۹ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص سے کہا کہ تمہارا رکوع، سجود باشرع نہیں ہے، اس پر اس نے فوراً یہ کہا یہ آج سے القط ہے جو آج سے نماز پڑھے وہ مادر....... ہے اور اس سے کہا کہ تم نے داڑھی منڈائی تو کہا کہ سنّت ہے، ایسے شخص پر کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اس کا دوسرا لفظ کہ داڑھی منڈانے کے جواب میں کہا سنّت ہے، اگر داڑھی منڈانے کو سنت کہا تو ضرور کلمۂ کفر ہے، اور اگر یہ مطلب تھا کہ داڑھی رکھنا صرف سنّت ہے، فرض واجب نہیں کہ اس کے ترک سے میں نے گناہ کیا تو اگرچہ اس کا یہ جواب شیطانی ہے مگر کفر سے بچ جائے گا، لیکن وُہ گالی جو اس نے نماز پڑھنے والے کو دی ضرور کلمۂ کفر ہے اس پر فرض ہے کہ نئے سرے سے مسلمان ہو پھر عورت کو رکھنا چاہے تو اس سے دوبارہ نکاح کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۰: از قصبہ رچھا روڈ ضلع بریلی مسؤلہ حکیم محمد احسن صاحب ۹ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سید پر کسی فعل ناجائز کے سبب کفر کا فتوٰی دینا جائز ہے یا نہیں ہے؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۶۰

[2] ؍؍ ۵۸/ ۵

الجواب

فعلِ ناجائز کہ صرف گناہ ہو محض اس کی وجہ سے کفر کا فتویٰ دینا سید وغیر سید کسی پر بھی جائز نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۱ از جمشید پور ڈاک خانہ خاص ضلع سنگھ بھوم آفس کارکمپے مسئولہ حمید اللہ ۹ شوال ۱۳۳۹ھ

مسئلہ ۴۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں کہ:

(۱) مسلمان یا ہندو کسی مسلمان کا نام لے کر کہیں کہ فلاں شخص کی جے، جیسے شوکت علی محمد علی کی جے، یہ درست ہے یا نہیں؟

(۲) شوکت علی وغیرہ کے جلسوں میں جانا درست ہے یا نہیں؟ اور لفظ مہاتما کہنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) جے جو کافر بولتے ہیں جیسے گاندھی وغیرہ کی یا عام ہنود کی، یہ بحکم فقہائے کرام کفر ہے۔ درمختار وغیرہ میں ہے: تبجیل الکافر کفر[۱] (کافر کی تعظیم کفر ہے۔ ت)، یونہی جو نام کا مسلمان حدِ کفر تک پہنچ گیا ہو اس کی جے کا بھی یہی حکم ہے، اور مسلمان کی جے بولنا بھی منع ہے کہ کفار سے مشابہت ہے۔

(۲) مشرک کو مہاتما کہنا حرام بلکہ بحکم فقہائے کرام کفر ہے اور ان کے جلسوں میں جانا ناجائز۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۳ از محلہ سوداگران مسئولہ حضرت ننھّے میاں صاحب مدظلہم ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نے یہ رکوع یاایھا الذین اٰمنوا کونوا انصار اللہ[۲] (اے ایمان والو! ہوجاؤ اللہ تعالیٰ کے مددگار۔ ت) پڑھا پھر من بنی اسرائیل کی جگہ منکم کہہ گیا، زید نے بعد سلام کہا کہ قرآن عظیم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرماتا ہے: اللہ کے مددگار ہوجاؤ۔ پھر بنی اسرائیل کی حالت دکھائی جاتی ہے کہ ایک گروہ ان میں سے ہمارا فرماں بردار رہا اور ایک فرقہ نے کفر کیا منکم کی ضمیر گویا انصار اللہ کی طرف تم نے راجع کی تو معاذ اللہ صحابہ کے دو گروہ ہوگئے،

---

[۱] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۱

[۲] القرآن الکریم ۶۱/۱۴

Marfat.com

اس پر امام نے جواب دیا کہ قرآن عظیم عامۂ مسلمین سے بھی خطاب فرماتا ہے کفار سے بھی خطاب فرماتا ہے اگر ایسا نہیں یعنی مخاطبہ اس کا صرف صحابۂ کرام ہی سے ہو تو اوامر و نواہی سب اٹھ جائیں گے اور کوئی کافر کافر نہ رہے گا اور یہ کہہ دے گا کہ ہم کو کوئی حکم نہیں پہنچا، اس پر زید نے کہا کیا ہم کمینے اس قابل نہیں کہ قرآن عظیم ہم سے مخاطبہ فرمائے، صحابہ سے اس نے خطاب فرمایا ان کے صدقہ میں ہم کو ملا، عالمگیر دنیا کا بادشاہ ایک چمار سے بات کرنے میں اپنی تذلیل سمجھے گا، ہماری نسبت قرآن عظیم سے وہ نہیں جو چمار کو عالمگیر سے ہے، کافروں سے مخاطبہ نہیں بلکہ ان کو جھڑکیاں دینا ہے وامتازوا الیوم ایھا المجرمون[1] (اور جدا ہو جاؤ آج کے دن اے مجرمو۔ ت) یہ جھڑکی ہے یا مخاطبہ، شہنشاہ مجرم بدمعاش بدکار کو حکم سزا سنایا کرتا ہے اس کو کلام نہیں کہتے، صحابہ کرام کے پاک ذکر میں طغیان کلام میں یہ بھی زید کے منہ سے نکل گیا کہ اگر وہ ایسی جاں نثاری اور ایسی کوششیں نہ فرماتے تو مؤرخین تاریخ میں لکھ دیتے کہ ایک صاحب پیدا ہوئے اور انھوں نے یہ دعوٰی کیا، ان پر کتاب اتاری گئی، اس کے سوا اور کچھ پتا نہ چلتا، یہ انھیں کی جانبازیوں کا نتیجہ ہے جو ہم مسلمان ہیں ان کا احسان اسلام پر قرآن پر اور سب پر، اگر معاذ اللہ احسان سے قائل کی نیت اس وقت غصہ یا حماقت کے سبب منت نہادن ہو تو اس کی نسبت کیا حکم ہوگا حالانکہ زید کے اندر کے دل کا اعتقادیہ ہے کہ قرآن عظیم پر کسی کا احسان نہیں حتی کہ جس اکرم الاکرمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اس نے نزولِ اجلال فرمایا ان کا بھی کوئی احسان اس پر نہیں بلکہ اسی کے احسانات بے نہایت ہیں، وہ اپنے عقیدے میں روح ایمان کے طریقہ پر رکھتا ہے کہ اس کی ایک آیت کریمہ خود حضور پر نور سید المرسلین نبی الانبیاء اور جمیع مخلوقاتِ الٰہی سے افضل تر ہے کہ وہ باری عزجلالہ کی صفت کریمہ ہے اور یہ مخلوق وہ قدیم ہے اور یہ حادث، اور وہ نماز ہوئی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

نماز تو یقیناً ہوگئی، ضمیر منکم صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو پھرنی کچھ ضرور نہیں، التفات بھی ہو سکتا ہے، اور پھرے بھی تو حرج نہیں، بعض کہ اس وقت الذین اٰمنوا اور بظاہر صحابہ میں داخل تھے معاذ اللہ بعد کو مرتد ہوگئے جن سے صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے قتال فرمایا جس کا ذکر آیۂ کریمہ،

یایھا الذین اٰمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یأتی اللہ بقوم یحبھم

اے ایمان والو! تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ

---

[1] القرآن الکریم ۳۶/ ۵۹

Marfat.com

ویحبونه اذلة علی المؤمنین اعزة علی الکٰفرین یجٰھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومة لائم ذٰلك فضل اللہ یؤتیه من یشاء واللہ واسع علیم[1]

وہ اسے پیارے اور اللہ انھیں پیارا، مسلمانوں پر نرم دل کافروں پر سخت، اللہ کی راہ میں جہاد کرینگے اور کسی کی ملامت سے نہ ڈریں گے، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے، اور اللہ وسعت والا جاننے والا ہے۔

یہاں بھی یاایہا الذین اٰمنوا سے خطاب فرمایا اور انھیں میں سے بعض معاذ اللہ مرتد ہوئے، اور وہ اللہ کے پیارے صدیق اکبر اور ان کے پیرو ہوئے، زید کا یہ کہنا کہ خطاب الٰہی صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے ہے اور ہم بالتبع داخل ہیں بہت صحیح ہے اور واقعی قرآن کریم کفار سے زجر کے سوا خطاب کم فرماتا ہے، غالباً اپنے حبیب صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ ان سے یوں فرمادو: قل یاایہا الکٰفرون[2]، قل یاھل الکتٰب[3]، قل یاایہا الذین ھادوا[4]، قل للذین کفروا[5] وغیر ذالك پھر بھی بعض جگہ سوائے زجر بھی قرآن عظیم نے بنفس نفیس ان سے خطاب فرمایا ہے،

قال تعالٰی یاایہا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ واٰمنوا برسوله یؤتکم کفلین من رحمته ویجعل لکم نورا تمشون به ویغفر لکم واللہ غفور رحیم[6]

اللہ تعالٰی نے فرمایا، اے وہ لوگو جو موسٰی وعیسٰی پر ایمان کا نام لیتے ہو، یعنی یہود ونصاری اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایمان لاؤ تمھیں اپنی رحمت کا دوہرا حصّہ دے گا اور تمھارے لئے نور کردے گا جس سے صراط پر چلو اور تمھارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

معالم شریف میں ہے:

یاایہا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ، الخطاب لاھل الکتابین من الیھود والنصارٰی یقول یاایہا الذین اٰمنوا بموسٰی وعیسٰی

اے اہل ایمان! اللہ کا تقوٰی اختیار کرو، یہ یہود ونصارٰی اہل کتاب کو خطاب ہے فرمایا اے وہ لوگو! جو موسٰی وعیسٰی پر ایمان لائے

---

[1] القرآن الکریم ۵/۵۴
[2] القرآن الکریم ۱۰۹/۱
[3] ؍؍ ۳/۹۸
[4] ؍؍ ۶۲/۶
[5] ؍؍ ۳/۱۲
[6] ؍؍ ۵۷/۲۸

Marfat.com

اتقوا اللّٰہ فی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1] — تمہیں حضرت محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارے میں ڈرنا چاہئے۔ (ت)

زید نے جو کچھ مدح صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم میں کہا سب حق ہے اور سچی محبت صحابہ سے ناشئ ہے اور وُہ لفظ احسان کہ اس کی زبان سے نکلا اس کی توجیہ نہایت صاف و آسان ہے: قرآن مصحف کریم کو بھی کہتے ہیں، اس قرآن مجید کا ہدیہ کیا ہے، فلاں نے قرآن عظیم فلاں کو ہبہ کیا، یا فلاں مسجد پر وقف کیا، یا قرآن کریم کی جلد بندھواؤ، یا چولی چڑھادو، یا غلاف سی دو، ان تمام محاورات میں قرآن سے مصحف ہی مراد ہے، اور بلاشبہ یہ محاورۂ عام شائع متعارف ہے اور مصحف یعنی یہ اوراق اور ان پر یہ نقوش ساتی روشنائی ضرور حادث و جنس مخلوق ہے، اور اجلّہ صحابہ کا اس سے افضل ہونا ممکن نہ ہو یہ کسی دلیل قطعی سے ثابت نہیں بلکہ جب جنگ صفین میں امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ کے حضور قرآن عظیم بلند کیا گیا۔ فرمایا: ھذا مصحف صامت وانا مصحف ناطق[2] یہ خاموش قرآن ہے اور میں قرآن ناطق ہوں۔ اگر قرآن سے زید کی یہی مراد تھی تو اس پر کچھ الزام نہیں اور اس کا وُہ بیان کہ میں قرآن کو ایسا جانتا ہوں، استدراک و دفع وہم ہوگا، یعنی قرآن حقیقی کی نسبت تو میرا یہ اعتقاد ہے جو حرف بحرف ہے، مگر حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اکرم الاکرمین کہنے کی اجازت نہیں، یہ نام پاک عرف میں رب العزت کے لئے ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکرم الاولین و الآخرین ہیں، غرض زید کی نسبت حکم فتوٰی تو یہ تھا کہ اس کا کلام معنی صحیح رکھتا ہے، اور وہ کسی سخت الزام کا مورد نہیں ———— لیکن وہ اپنی نیت کو خوب جانتا ہے اور اس کا رب اس سے اعلم، اگر یہ کلمہ اس نے قرآن حقیقی قدیم ہی کی نسبت کہا ہو تو اس صورت میں ضرور حکم سخت ہوا، اس تقدیر پر تجدید اسلام لازم ہوگی پھر اس کے بعد تجدید نکاح و بیعت و حج کے احکام، قرآن عظیم غنی عن العٰلمین ہے، وہ اس سے پاک و منزہ ہے کہ تمام عالم میں کسی کا اس پر کچھ احسان ہو، اگر سارا جہان کفر کرتا اس کی عظمت میں ذرہ بھر فرق نہ آتا اور اگر سارا جہان ایمان لے آئے اس کی عظمت میں ذرّہ بھر اضافہ نہ ہو کہ اس کی عظمت نامحدود ہے اور نا محدود پر اضافہ محال، بالجملہ یہ معاملہ زید اور اس کے رب میں ہے شرعًا اس پر کوئی الزام نہیں کہ صاف تاویل موجود ہے، ہاں حفظِ زبان کی احتیاط لازم، واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] معالم التنزیل علی ہامش الخازن تحت آیہ یاایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ الخ مصطفی البابی الحلبی مصر ۷/ ۴۰
[2] ؟

Marfat.com

Marfat.com

یہاں تک کہ صحیح حدیثوں میں فرمایا: جو مسجد میں اپنی گمی چیز کو پوچھے اسے کہو لاردّ اللہ علیک ضالتک وان المساجد لم تبن لھٰذا[1] اللہ تیری گمی چیز کو تجھے نہ ملائے مسجدیں اس لئے نہ بنیں، نہ کہ کافروں کو لے جانے اور مشرکوں کی جے پکروانے کے لئے۔ مگر کیا کیجئے کہ ان لوگوں کے دل مسخ ہوگئے، انھوں نے مشرک کے غلام ہوکر اللہ ورسول کے سب احکام منسوخ کردئے، احمق بے عقل جاہلوں کی کیا گنتی ساری میٹ میں سب سے بڑے عالم کہلانے والے مولوی عبدالباری فرنگی محلی ہیں جنھوں نے جلسۂ مدراس میں اپنے منہ سے اپ آپ کو ۔۔۔ عالم بلکہ بہت بڑا مجتہد کہا وہ اقرار لکھ رہے ہیں کہ وہ بالکل بس روگاندھی کے ہیں اس کو اپنا رہنما بنایا ہے جو وہ کہتا ہے وہی مانتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون[2] (ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے۔ ت) اس کا نام دین ہے اس کا نام اسلام ہے حالانکہ رب عزوجل فرماتا ہے: اگر تم نے کافروں کا کہا مانا تو ضرور تم بھی مشرک ہو،

ولکن الظالمین بایٰت اللہ یجحدون[3] بلکہ ظالم اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[4] اور اب جان جائیں گے ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۵ از مانڈلے برہا روڈ ۲۹ زرباری مرسلہ حاجی حسین احمد صاحب مالا سورتی سوداگر آہن

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنے وعظ میں کہا کہ فرعون نے ایک نماز میں خداوندکریم سے پانی کی دعا مانگی اور کہا میں تجھ کو وحدہٗ لاشریک لہ جانتا ہوں میری دعا قبول فرما، پس اس کی دعا قبول ہوئی آج کل کے مسلمانوں کا ایمان اگر فرعون جتنا بھی ہوتا سب جنت میں چلے جاتے، دوسری بات یہ کہی کہ ترکِ موالات پانچ بنائے اسلام سے بڑھ کر ہے، پس ایسے واعظ کے لئے کیا حکم ہے ایسے ملعونہ کلمات سے کافر ہوا یا نہیں؟ اگر نہیں تو فاسق ہوا کہ نہیں؟ اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

اس کی دونوں باتیں کفر ہیں، فرعون بالاجماع وبنص قطعی قرآن کافر تھا،

قال اللہ تعالٰی کذبت قبلھم قوم نوح و اصحاب الرس وثمود ○ وعاد وفرعون و اخوان لوط ○ و اصحاب الایکۃ وقوم تبع[5] اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان کافروں سے پہلے رسولوں کو جھٹلایا نوح کی قوم اور رس والوں اور ثمود نے اور فرعون اور قوم لوط نے اور ایکہ والوں اور تبع

---

[1] جامع الترمذی ابواب البیوع باب النہی عن البیع فی المسجد امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۵۸

[2] القرآن الکریم ۲/۱۵۶ [3] القرآن الکریم ۶/۳۳ [4] القرآن الکریم ۲۶/۲۲۷

کل کذب الرسل فحق وعید[1]۔

کی قوم نے ان سب نے رسولوں کو جھٹلایا تو تکذیبِ رسل پر ہم نے جو وعید فرمائی تھی ان سب پر ثابت ہو گئی۔

مسلمانوں کے ایمان کو اس کافر اکفر کے ایمان سے کم کہنا صریح کفر ہے، یہ کفر کو ایمان پر تفضیل دینا ہے، کافر میں ایمان کہاں اور وُہ بھی مسلمانوں کے ایمان سے افضل، جس کا نام ان لوگوں نے ترکِ موالات رکھا ہے، اول تو وُہ ہرگز ترکِ موالات نہیں، مشرکوں سے صراحۃً موالات کر رہے ہیں بلکہ ان کے غلام بن رہے ہیں، ان میں جذب ہو چکے، ان میں فنا ہو رہے ہیں، مشرک کے پس رو ہوئے، اسے اپنا رہنما بنا لیا، جو وہ کہتا ہے وہی مانتے ہیں، ان کے سب سے بڑے عالم مولوی عبدالباری فرنگی محلی نے صاف صاف ان باتوں کا اقرار کیا اور صراحۃً لکھ دیا کہ میں نے قرآن و حدیث کی تمام عمر بُت پرستی پر نثار کر دی، قرآن عظیم نے بکثرت آیتوں میں تمام کفار سے موالات قطعاً حرام فرمائی، مجوس ہوں خواہ یہود و نصارٰی ہوں، خواہ ہنود اور سب سے بدتر مرتدانِ عنود، اور یہ مدعیان ترکِ موالات مشرکین مرتدین سے یہ کچھ موالات برت رہے ہیں، پھر ترکِ موالات کا دعوٰی، اس کی نظیر یہی ہو سکتی ہے کہ کوئی مشرک مہادیو کو پوجا جائے اور رکھے دیکھو شرک بہت بُری چیز ہے سوا خدا کے کسی کو نہ پُوجنا غیرِ خدا کو سجدہ نہ کرنا، نصارٰی سے ترکِ معاملت جائزۂ دنیویہ جس کا نام انھوں نے ترکِ موالات رکھا ہے اور اسے فرض بلکہ مدارِ ایمان بتاتے ہیں ہرگز شریعت نے اسے واجب نہ کیا، یہ ان کا شریعت پر افترا اور ان کا بلکہ ان کے رہنما گاندھی کا اختراع ہے، ان سب امور کی تفصیل ہماری کتاب المحجۃ المؤتمنہ میں ہے، اور بفرضِ غلط اگر یہ واجب بھی ہوتی تو اسے اسلام کی پانچوں بناؤں سے بڑھ کر کہنا صریح کفر تھا، اللہ عزوجل کو ایک اور نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اس کا رسول برحق ماننے کے برابر بھی کوئی فرض نہیں ہو سکتا، سب فرض اس کے نیچے ہیں اور اس کے سبب مقبول، یہ نہ ہو تو سب مردود،

قال اللہ تعالٰی وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلنٰہ ھباءً منثورا[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کچھ انھوں نے کام کئے تھے ہم نے قصد فرما کر انھیں باریک باریک غبار کے بکھرے ہُوئے ذرے کر دیا۔ (ت)

۱؎ القرآن الکریم ۵۰/ ۱۲ تا ۱۴

۲؎ " ۲۵/ ۲۳

Marfat.com

وقال تعالٰی ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه وھو فی الاٰخرۃ من الخسرین[1]۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا : اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وُہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائیگا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں سے ہے (ت)

بالجملہ واعظ مذکور کے کفر میں کوئی شک نہیں اور اس کے پیچھے نماز ایسی ہے جیسی گاندھی کے پیچھے، اس کی عورت نکاح سے نکل گئی، اسے واعظ بنانا یا اس کا وعظ سننا درکنار مسلمانوں کو اس سے میل جول اس کے پاس اٹھنا بیٹھنا، اس سے سلام کلام، اس کی موت وحیات میں کوئی معاملہ اہل اسلام سب یکسر حرام جب تک وُہ اپنے کلمات ملعونہ سے توبہ کرکے اسلام نہ لائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۶ مسئولہ حکیم عبدالرحمٰن محلہ جمالپورہ مقام سونی پت ضلع رہتک ۱۱ شوال المعظم ۱۳۳۴ھ

منبع الفضل وبرکات الزمان مولانا احمد رضا خان ادامہ اللہ تعالٰی بالفیض والاحسان،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالٰی، اما بعد واضح رائے عالی ہو کہ لبسط البنان کے رَد میں آنجناب کے دو رسالہ "ادخال السنان" اور "وقع اللسان" دیکھے جن کے مطالعے سے تمام شکوک رفع ہوگئے اور آپ کی اقصٰی مراتب کی تحقیق سے دل خوش ہوا، اما ایک یہ شبہ باقی رہ گیا ہے امید کہ اس معما کو عام فہم عبارت میں کارڈ منصقہ پر حل فرماکر تشفی فرمائیں گے، شبہ یہ ہے کہ چونکہ "ادخال السنان" کے تمام دلائل سے تو حضور سرور کائنات علیہ افضل التحیات کا عالم الغیب ہونا بما کان وبما یکون کا بیش از وفات ہی باحسن طریقہ ثابت ہوگیا، لیکن مشکوٰۃ شریف کے باب الشفاعت میں صحیحین کی حدیث میں یلھمنی محامد احمدہ بھا لاتحضرنی الاٰن[2] (مجھے ایسے محامد کا الہام ہوگا جن کا اس وقت مجھے علم نہیں۔ ت) سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ محامد وثنا مستثنٰی ہیں یعنی یہ محامد حضرت کو قیامت کے اس وقت خاص سے پیشتر نہیں عطا کئے گئے کیونکہ ترمذی شریف میں اسی باب میں لم یفتحہ علی احد قبلی[3] (مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں کی گئیں۔ ت) فرمایا ہے، اور شیخ دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کی شرح اشعۃ اللمعات میں اس طرح کی ہے:

ہم دراں وقت نورے خاص از مقام قرب ومعرفت در دل من افتد کہ علم آں محامد مقام قرب ومعرفت سے اس وقت میرے دل میں ایک نور خاص پیدا ہوگا جو ان

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۸۵

[2] مشکوٰۃ المصابیح باب الحوض والشفاعۃ مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۸۸

[3] جامع الترمذی باب ماجاء من الشفاعۃ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۶۶

Marfat.com

اثرآن باشد[1] | محامد کا اثر ہو گا۔ (ت)

اور اسی حدیث سے تیسری حدیث کے اس جملہ لم یفتحہ علی احد من قبلی کی شرح میں لکھتے ہیں:

نکشادہ الہام نکردہ برہیچ یکے پیش از من بلکہ برمن نیز پیش ازیں وقت چنانچہ از حدیث سابق لائح می شود[2]	مجھ سے پہلے ان کا کسی پر الہام نہ ہوگا بلکہ میں بھی اس سے پہلے ان کو نہ جانوں گا جیسا کہ سابقہ حدیث سے واضح ہے۔ (ت)

اور شیخ اکبر محی الدین ابن عربی فتوحات مکیہ میں گویا اسی حدیث کو بیان فرماتے ہیں:

فیاتی ویسجد و یحمد اللہ بمحامد یلھمہ اللہ تعالٰی ایاہ فی ذٰلک الوقت لم یکن یعلمھا قبل ذٰلک الوقت[3]	آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف لاکر سجدہ ریزی کرینگے اور اللہ تعالٰی کی ایسی محامد کریں گے جن سے اللہ تعالٰی آپ کو اس وقت نوازے گا اس سے پہلے وُہ آپ کے علم میں نہ ہوں گی۔ (ت)

پس ان عبارات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ محامد اسی وقت تعلیم ہوں گے، اور یہ محامد بھی منجملہ مایکون سے ہے، تو گویا ابھی تک اس کا علم حضور کو نہیں' اور گویا بعض اشیاء کا علم نہ ہوا جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہُوا، تو تمام اشیاء کا علم نہ ہُوا اور اس میں احتمالِ ذہول بھی نہیں رہتا کیونکہ خود اس سے انکار فرماتے ہیں کہ ہم کو اس کا علم عطا نہیں ہُوا، امید کہ مفصل جواب عطا فرمائیں گے' اطمینان کے لئے دریافت ہے، اور مرقاۃ میں اس کی کیا شرح کی گئی ہے؟

الجواب

مولانا المکرم اکرمکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'، کارڈ کے مطالعہ سے محظوظ ہوا، مولٰی تعالٰی آپ کو برکات دے، ایسی حق پسندی وحق جوئی نہایت قابلِ مسرت ہے، ماکان ومایکون جس کے ذرہ ذرہ کا احاطہ کلیہ قرآن عظیم واحادیث صحیحہ وارشاداتِ ائمہ سے آفتاب روشن کی طرح ثابت ہے، اس کے معنی ماکان من اوّل یوم ویکون الٰی اٰخرالایام یعنی روزِ اول آفرینش سے روزِ قیامت تک جو کچھ ہُوا اور ہونے والا ہے ایک ایک ذرّے کا علم تفصیلی حضور کو عطا ہوا شرق وغرب

---

[1] اشعۃ اللمعات ترجمہ مشکوٰۃ (فارسی) باب الحوض والشفاعۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۳۸۸

[2] " " " " " " " " " ۴/۳۸۹

[3] فتوحاتِ مکیہ الباب الخامس والعشرون وثلٰثمائۃ الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۰۸،۸۷ و ۳/۹۲و۹۳

Marfat.com

میں سمٰوات و ارض میں عرش و فرش میں کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہیں، ذات و صفات حضرت عزت احاطہ و تناہی سے بری ہیں، ممکن نہیں کہ جمیع مخلوقات کا علم مل کر اس کی ذاتِ عُلیہ یا کسی صفت کریمہ کو محیط ہو سکے کبھی کوئی اسے پورا نہ جان سکے گا، مومنین و اولیاء و انبیاء اور خود حضور سیدالانبیاء علیہ و علیہم افضل الصلوات و اکمل التسلیمات ابد الاباد تک اس کی معرفت میں ترقی فرمائیں گے، ہر روز اس کے وُہ محامد معلوم ہوں گے جو کل تک نہ معلوم تھے اور یہ سلسلہ ابد تک رہے گا کبھی ختم نہ ہوگا روزانہ بے شمار علوم متعلق ذات و صفات ان پر منکشف ہوں گے اور ہمیشہ ذات و صفات میں نامتناہی غیر معلوم رہے گا کہ وُہ محیط کُل ہے کسی کے احاطہ میں نہیں آسکتا، وُہ حدیث متعلق بہ محامد علوم ذات و صفات میں ہے اور بیشک حق ہے اور دعوٰی اہلِ حق کو کچھ مضر نہیں، ولہ الحمد وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۷ مسئولہ قاضی قاسم میاں از مقام گونڈل علاقہ کاٹھیاوار بروز چہارشنبہ ۴ ذی القعدہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مشائخ عظام اس معاملہ میں کہ زید کہتا ہے کہ سوائے خدا کے کچھ نہیں یعنی یہ بھی خدا وہ بھی خدا، زید بھی خدا بکر بھی خدا، علی ہذا القیاس یعنی خالق و مخلوق نہیں، فعل فاعل مفعول خدا میں صورت بے صورت ہے، بے صورت صورت ہے، نہ یہ ہے نہ وہ ہے، نہ زید ہے نہ عمرو ہے نہ بکر ہے، خدا ہی خدا ہے، جن کی تائید میں یہ چند اشعار جو اپنے بنائے ہوئے ہیں وہ پیش کرتا ہے، اور چند اشعار دیوان جام جم مصنفہ طالب حسین صاحب فرخ آبادی کے جو فرخ آباد کے مطبع مورس کمپنی بزریہ میں چھپی ہے پیش کرکے اپنا مسلک بتلاتا ہے جو بطور نمونہ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں، یہ اشعار بھی زید خود کے ہیں جن کا تخلص اطہر ہے:

بندے کو تو خدا کہوں اور اس کو کیا کہوں
بندے کو بندہ اور نہ خدا کو خدا کہوں

اطہر ہی خدا ہے غرض دو میں ایک سے
زیور کو زر کہوں نہیں تو اور کیا کہوں

اگر سب بھول بیٹھا تو خدا بھی بھول جا اطہر
کہ ہے یہ سب بڑا دھوکا خدا خود ہے خدا خود ہے

میں ہی مرسل میں ہی مرسل میں ہی اخبار اور قرآں
محمد اور میں ہی اللہ آہا ہا ہا، آہا ہا ہا

نہ مفتی ہے نہ خنجر ہے نہ حد ہے نہ شریعت ہے
خدا ہے تو اگر سچا انا الحق کہہ انا الحق کہہ

خدا ہوکر نہ بندہ بن زباں کو کھول دے پیارے
ہے یہ آزادی کا رستہ انا الحق کہہ انا الحق کہہ

نہ رکھ روزہ نہ کر سجدہ نہ جا کعبہ میں توجہ کو
نہ ہے روزہ نہ ہے سجدہ انا الحق کہہ انا الحق کہہ

خدا تھا کب محمد تھے شریعت تو ہے مفروضہ
نہیں ہے ماسوا حق کا انا الحق کہہ انا الحق کہہ

معبود تو خدا کو کہے حور پر مرے
شہوت پرست گر نہ کہوں اس کو کیا کہوں

Marfat.com

اللہ کے سوا نہیں پھر بولتا ہے کون — اطہر تجھے خدا نہ کہوں اور کیا کہوں
اطہر تو برائے نام ہوں میں حیرت نہیں ہے اللہ ہوں میں — عارف ہے اگر تو شک مت لاؤ اور نہیں میں وہ نہیں
آپ ہی عرش اور آپ ہی کرسی آپ ہی دوزخ اور جنت — آپ مکیں ہے آپ مکاں ہے کیا کیا شور مچایا ہے
کافر کو تو بُرا کہوں مومن کو کیا کہوں! — اچھا کہوں نہ اس کو نہ اس کو بُرا کہوں

مصنفہ طالب حسین فرخ آبادی:

بنا ایک وحدت کی تصویر میں ہوں — مرید آپ ہی، آپ ہی پیر میں ہوں
نہ دیکھا ہو جس نے اسے مجھ کو دیکھے — نہاں و عیاں اس کی تصویر میں ہوں
عذاب کس کا ثواب کیسا گناہ کہتے ہیں کس کو یارو — وہی ہے فاعل جو خیر و شر کا خطا عطا ہے عطا خطا ہے
عجب معمہ ہے یہ عزیزو خلا ملا ہے ملا خلا ہے — بُرا بھلا اب کہوں میں کس کو بھلا بُرا ہے برا بھلا ہے

(۱) مذکورہ بالا عقیدہ کو حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سینہ کا علم بتاتا ہے جو آج تک سینہ بہ سینہ مشائخ طریقت میں چلا آتا ہے اور اسی کا نام وصول الی اللہ ہے۔

(۲) اور یہی زید ظاہر میں نماز کے لئے اُٹھتا ہے تو اپنے مریدوں کے سامنے یہ بھی کہتا ہے کہ ذرا خدا کو دھوکا دے لوں، اسی طرح قولی اور فعلی کارروائی کر کے شریعتِ مطہرہ سے وہ وہ نفرتیں دلاتا ہے کہ مسلمان کے کلیجے پاش پاش ہو جاتے ہیں۔

(۳) اور یہی زید وعظ میں بھی پکار پکار کر کہتا ہے کہ شریعت تو تمہارے ماں باپ نے بھی سکھائی، شریعت تو تمہارے اُستادوں نے بھی سکھائی، شریعت تو تمہارے مولویوں نے بھی سکھائی مگر خدا کے ملنے کا تو رستہ کچھ اور ہے اور یہ تو منتر کچھ اور ہے اور اسی قسم کے دھوکے دے کر مسلمانوں کو اپنی مریدی کی طرف راغب کرتا ہے اور مرید کر کے مذکور عقیدہ اور یہی اللہ کی تعلیم کرتا ہے یعنی خالق مخلوق نہیں، اب التماس یہ ہے کہ اس زید کا عقیدہ کیسا ہے، مسلمان اس کے ساتھ کیا برتاؤ کریں، شرع شریف میں اس کے لئے تعزیر بھی ہے یا نہیں، مسلمانوں کو اس کی مریدی سے خارج ہو کر بعد تو بہ جدید نکاح کی ضرورت ہے یا نہیں، اگر جدید نکاح کی ضرورت ہے تو پہلا مہر کافی ہے یا نہیں، اگر اس جدید نکاح میں عورت قبول نہ کرے تو کیا صورت ہے؟ کتاب تذکرہ غوثیہ مسلمانوں کے پڑھنے اور عمل کرنے کے قابل ہے یا نہیں؟ براہِ مہربانی اوپر کے سوالاتوں کے جوابات مفصل طور سے ارقام فرما کر عنداللہ ماجور ہوں و عندالناس مشکور ہو جیئے گا، فقط۔

Marfat.com

الجواب

صورۃ مذکورہ میں زید یقیناً کافر مرتد ہے، اس کے کلام سرتاپا کفر سے بھرے ہوئے ہیں مثلاً (۱) زید و عمرو بکر نسب کو خدا کہنا (۲) خدا کو مخلوق اور مفعول کہنا (۳) بندہ کو خدا کہوں (۴) خدا کو خدا نہ کہوں۔ دوسرا عہ شعر لکھنے میں سائل سے کچھ رہ گیا ہے (۵) تیسرے شعر میں خدا کے بھول جانے کی فرمائش اور کہ یہ بھی بڑا دھوکا ہے (۶) چوتھے شعر میں اپنے آپ کو اللہ کہنا (۷) رسول کہنا (۸) قرآن کہنا (۹) پانچویں شعر میں شریعت کا انکار (۱۰) انا الحق کہنے پر اصرار (۱۱) چھٹے شعر میں بھی یہی (۱۲) بندہ بننے کی ممانعت (۱۳) ساتویں میں وہی (۱۴) بوجہ انکار نماز، روزے، حج کی ممانعت (۱۵) آٹھویں شعر میں خدا کی نفی (۱۶) شریعت کو فرضی و ساختہ بتانا کہ سیاق و سباق سے یہی مراد متعین ہے۔ (۱۷) وہی انا الحق (۱۸) دسویں شعر میں خدا بننا (۱۹) گیارھویں میں بھی یہی (۲۰) تیرھویں میں مومن کو اچھا نہ کہنا کافر کو بُرا نہ کہنا۔ یہ بیس ۲۰ کفر تو زید کے کلماتِ مذکورہ میں کھلے کھلے ہیں (۲۱) سولھویں شعر میں عذاب و ثواب کا انکار (۲۲) سترھویں شعر میں بھلے کو برا، برے کو بھلا کہنا (۲۳) ان صریح عقائد کفر ملعون کو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنا (۲۴) کفر کو وصول الی اللہ بتانا (۲۵) نماز کے لئے اس کا کہنا کہ خدا کو دھوکا دے لوں۔ اس کے کلماتِ سابقہ کے لحاظ سے لائقِ تاویل نہ رہا، معنی استہزاء میں متعین ہوگیا اور وہ کفر ہے (۲۶) شریعت سے نفرت دلانا (۲۷) شریعت کو راہِ خدا نہ ماننا۔

بالجملہ زید ان کافروں میں ہے جن کو فرمایا گیا ہے من شک فی عذابہ وکفرہ فقد کفر [۱] جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے خود کافر ہے۔ سلطنت اسلام ہوتی تو اس کی تعزیر یہ تھی کہ بادشاہ اسلام اسے قتل کرتا، اس کا اختیار غیر سلطان کو یہاں نہیں، مسلمانوں کو اس سے میل جول حرام، اس سے سلام کلام حرام، اس کے پاس بیٹھنا حرام، اس کا وعظ سننا حرام، وہ بیمار پڑے تو اسے پوچھنے جانا حرام، مرجائے تو اسے غسل دینا حرام، کفن دینا حرام، جنازہ اٹھانا حرام، جنازہ کے ساتھ چلنا حرام، اس پر نماز حرام، اسے مسلمانوں کے گورستان میں دفن کرنا حرام، اسے مسلمانوں کی طرح دفن کرنا حرام، اس کے لئے دعائے بخشش کرنا حرام، اسے کچھ ثواب پہنچانا حرام، اس کی قبر پر جانا حرام، جو ان باتوں میں سے کوئی بات اسے مسلمان جان کر کرے گا یا اس کی موت کے بعد اس کے لئے دعائے بخشش کرے گا یا اسے

عہ ظاہراً یوں ہے ع اظہر ہے یا خدا ہے الخ

---

[۱] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

Marfat.com

ثواب پہنچائے گا اگرچہ اسے کافر جان کر وہ خود کافر ہو جائے گا، جو لوگ مرید اس کے ہو چکے ہیں ان پر فرض ہے کہ اس سے جُدا ہوں دُور بھاگیں کہ وہ بیعت اس کے ہاتھ پر نہیں ابلیس کے ہاتھ پر ہوئی، پھر ان مریدوں میں جو اس کے ان کفروں سے آگاہ تھے اور اس کے بعد مرید ہوئے یا بعد مریدی کے آگاہ ہُوئے اور اس کی بیعت سے الگ نہ ہُوئے وُہ سب بھی اسلام سے خارج ہیں، ان پر بھی فرض کہ نئے سرے سے مسلمان ہوں توبہ کریں، توبہ و اسلام کے بعد ان کی عورتیں اگر ان سے دوبارہ نکاح پر راضی نہ ہوں تو ان پر جبر نہیں، عورتیں جس سے چاہیں اگر عدت گزر چکی ہے تو ابھی ورنہ بعد عدت اپنا نکاح کرلیں اور اگر انھیں سے دوبارہ نکاح کریں تو مہر جدید لازم آئیگا اور پہلا مہر بھی اگر باقی ہے دینا ہوگا، کتاب تذکرۂ غوثیہ جس میں غوث علی شاہ پانی پتی کا تذکرہ ہے ضلالتوں، گمراہیوں بلکہ صریح کفر کی باتوں پر مشتمل ہے، مثلاً غوث علی شاہ، جگن ناتھ کی چوکی پر اشنان کرتے ملے کسی نے پہچانا تو بولے کہ اس شخص کے دو باپ تھے، ایک مسلمان اس کی طرف سے حج کر آیا ہے، دُوسرا باپ ایک پنڈت تھا، اس کی طرف سے جگن ناتھ تیرتھ کرنے آیا ہے، ایسی ناپاک بے دینی کی کتاب کا دیکھنا حرام جس مسلمان کے پاس ہو جلا کر خاک کردے۔ واللہ الھادی الی صراط مستقیم (اللہ تعالٰی ہی صراط مستقیم کی ہدایت دینے والا ہے۔ت) واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۸ مسئولہ عبدالرحمٰن طالب علم مدرسہ چھیپوں احمد آباد گجرات ۷ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چند اشخاص کی موجودگی میں ایک مرید نے اپنے پیر کی شان میں یہ قصیدہ پڑھا اور پیر نے اس قصیدہ کو سُن کر پڑھنے والے کو کہا کہ تُو میرا حبیب ہے اور اس کے بعد یہ قصیدے منبر پر پڑھے جاتے ہیں اور اس کے جواز کا حکم پیر نے دیا آیا شرعاً یہ قصیدہ جائز ہیں یا نہیں؟ قصیدۂ مذکور یہ ہے:

مرحبا یا مرحبا یا شاہ لواری مرحبا	نور الھدٰی خیرالورٰی یا شاہ لواری مرحبا
یا امام العالمین وانتخاب اولیں	ختم ولایت مقتدا یا شاہ لواری مرحبا
پیشوائے اولیا تو برگزیدہ ذوالجلال	شافع ہر دوسرا یا شاہ لواری مرحبا
کن عطا فضل و کرم امروز فردا اے کریم	جامع بجز تو نیست کس یا شاہ لواری مرحبا
یا بشیر و یا نذیر و اے شہ اولوالعزم	ملجائے والاصفیا یا شاہ لواری مرحبا
منعم و مسجود قیوم و جہاں بہر کرم	طالب مطلوب و مقصد یا شاہ لواری مرحبا
ذات تو احد وے میم موجودات او	خلق عالم را سبب یا شاہ لواری مرحبا

Marfat.com

قاب قوسین تُوئی گفت مازاغ البصر — جائے تو رشکِ مدینہ یاشاہ لواری مرحبا
سیدِ کونین سالارِ رسل گنج نہاں — یا محمد الزماں یا شاہ لواری مرحبا
ہست مدعا مظہر ذات تو مسند نشیں — لایموت ولم یزل یا شاہ لواری مرحبا
مشکل کشا احمد زماں القاہ اللہ بہرما — آوارہ پرور حافظا یاشاہ لواری مرحبا

الجواب

یہ خالص کفر ہے اور اس کا قائل اس کا اجازت دہندہ، اس کا پسند کنندہ سب مرتد ہیں، کسی امتی کو آں سرور[1] عالم کہنا، علیہ الصلوٰۃ[2] کہنا، مسجود[3] مخلوق کہنا، خیر الورٰی[4] کہنا، انتخاب[5] اولیں کہنا، شافع[6] ہر دوسرا کہنا، سید[7] کونین کہنا تو حرام و جزاف تھا ہی یوہیں خلق[8] عالم راسبب اور قاب[9] قوسین اور ما[10] زاغ البصر اور جائے[11] تو رشک مدینہ کہنا' ان میں بہت کلمات موہم کفر یا منجر بکفر ہیں، مگر ذات[12] تو احد اور سالار[13] رسل اور مسند[14] نشین لم یزل کہنا قطعاً یقیناً کفر ہے، یوہیں فقہائے کرام نے قیوم[15] جہاں غیر خدا کو کہنے پر تکفیر فرمائی۔ مجمع الانہر میں ہے:

اذا اطلق علی المخلوق من الاسماء المختصۃ بالخالق (جل وعلا) نحو القدوس والقیوم والرحمٰن وغیرھا یکفر[1] اھ، واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر کوئی اللہ تعالٰی کی صفاتِ مختصہ میں سے کسی صفت کا اطلاق مخلوق پر کرے، مثلاً اسے قدوس کہے یا قیوم یا رحمٰن کہے تو وہ کافر ہو جائے گا اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۹ از کلکتہ محلہ دہی ہٹہ ۸۱ مولوی ولی اللہ خاں صاحب ۵ شعبان المعظم ۱۳۳۴ھ بروز چہار شنبہ

حضرات علمائے کرام کچھ عرصہ سے ایک ضخیم کتاب گلزارِ وحدت مصنفہ پیرجی نجم الدین متوطن جھنجون ضلع جے پور طبع ہوئی ہے جس میں جا بجا ملحدانہ مولات مندرج ہیں مشتے نمونہ از خروارعرض ہے:

وہی وہی کوئی اور نہ دوجا — اس بن کوئی اور نہ سوجا
ہر رنگ سے بے رنگی آیا — ہر ہر بھیس سے آپ دکھایا
آپ ہی دیکھے آپ دکھاوے — پھر وہ آپ کو آپ سراوے
کہیں محمد ہو کر آیا — ہادی مہدی نام دھرایا
کہیں عارف ہو اگیانی — اپنی اپنے قدر پہچانی

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب المرتد ثم ان الفاظ الکفر انواع دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۹۰

Marfat.com

کہیں عاشق ہو پھرے دیوانہ　　کہیں معشوق محبوب یگانہ
کہیں عابد ہو کرے عبادت　　کہیں زاہد ہو کرے ریاضت
کہیں مؤذن بانگ سناوے　　آپ ہی آپ کو سیس نواوے
کہیں برہمن سنکھ بجایا　　آپ ہی اپنا مرجس گایا
کہیں رند ہوا شرابی　　راگ رنگ جنگ ربابی
کون ہے آدم کون ہے ابلیس　　کون سلیماں اور بلقیس
یہ سب انچھر وہ ہے معنا　　پہن لیا ہے ایسا بانا
یہ سب روپ اسی نے دھارے　　ایک ایک سے بھی نیارے
ص۳ ایک نے اتنے نام دھرائے　　ایک ایک سے بھی نیارے
اوّل ہو کر آخر ہوا　　ظاہر ہو کر باطن بیا
کہیں واجب معبود کہلایا　　کہیں ممکن بندہ بن آیا
جیسے جل کی برف بنائی　　جل بن اس میں اور نہ کائی
جوں حباب دریا سے اُٹھے　　آخر اس کا اس میں میٹے
بیرنگی بہ رنگ لے آیا　　ہر ہر تھہ میں آپ پوجایا
مکھ پہ چادر میم کی رکھ کر آپ غفور　　احمد اپنا نام دھر جگ میں کیا ظہور
نجما دیکھ اس یار کی رمزوں کی دستور　　ہر رنگ میں بیرنگ رہا دور کا دور

ص۴ پھر جس شخص نے خلق اور خالق کو دو سمجھے اور ایک نہ جانا وہ مشرک ہے کہ مبتلا ہوا بیچ شرک خفی کے اور جس شخص نے کہا ذات کو ساتھ فردیت کے یعنی خلق اور خالق کو ایک سمجھا وہ موحد ہے۔

ص۵۹ اے عزیز چھٹا مرتبہ انسان کامل کا ہے وہ مشترک ہے مرتبوں ذاتی اور خلقی میں، یعنی اگر اس تعین بشریت کے خیال سے اس کو دیکھے تو آدمی ہے اور اگر اس کی کمالیت فقر کی طرف دیکھے تو اللہ تعالیٰ ہے بموجب اس قول کے، قول صوفیہ: اذا اتم الفقر فھو اللہ (جب فقر مکمل ہوا تو اللہ ہوا۔ ت)

ص۱۱۹ ص۱۲۰ نقل ہے کہ جب حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نے درسِ توحید شروع کیا اور مسئلہ وحدۃ الوجود کو ظاہر فرمانے لگے، چنانچہ یہ رباعی ان کی تصنیف ہے:

لا آدم فی الکون ولا ابلیس　　لا ملک سلیمان ولا بلقیس

فالکل عبارۃ وانت المعنی　　یا من ھو للقلوب مقناطیس

یعنی نہ تو آدم ہے نہ شیطان ہے جہان میں نہ ملک سلیمان علیہ السلام کا نہ بلقیس کا، پھر یہ سب عبارت ہیں اور تو اس عبارت کے معنی ہے اے وُہ کوئی جو واسطے دلوں کے لوہ چگا ہے۔

ف: یعنی جس طرح پتھر لوہ چگی کا لوہ کو اُٹھالیتا ہے، اسی طرح دلوں مخلوق کو اپنے تابع کر رکھتے ہیں، غرضکہ شیخ مذکور نعرہ ہمہ اوست کا مارنے لگے۔ علماؤں نے اس میں صلاح اور مشورہ کئے، کرے اور بتلائے کہ یہ فقیر تو شریعت میں رخنہ ڈالنے لگا، اوّل تو اس کو قائل کرو اگر نہ مانے گا تو اس کو ماریں گے، غرضکہ سب کی صلاح سے ایک شخص نے ان علماؤں سے آکر شیخ کے پاس عرض کیا کہ حضرت آپ کی دعوت ہے آپ نے قبول کری، اس شخص نے کئی قسم کے کھانے پکائے اور ایک خوان میں جُدا جُدا برتنوں میں دھر لایا اور ایک رکابی میں پلیتی بھی بھر کر اس خوان میں لایا، آپ نے وے تمام کھانے جو نفیس تھے کھالئے اور پاخانہ نہ کھایا، جب اس شخص نے کہا کہ حضرت اس کو بھی کھالو یہ بھی کوئی غیر نہیں ہے، وہ ہی ہے، شیخ نے فرمایا بہت اچھا اُن کے مکان کے صحن میں ایک حوض پانی کا تھا آپ نے پانی میں غوطہ مار کر خوک کی صورت ہو کر نکلے اور اس پاخانہ کو کھالیا، اور پھر حوض میں غوطہ مارا اور آدمی کی شکل ہو کر نکل آئے اور فرمایا اے عزیز وہ طعام بھی میں نے کھایا اور یہ پاخانہ بھی میں نے کھایا مگر طعام واسطے صورت انسانی کے تھی اور پاخانہ واسطے شکل خوک کے بنا کر آیا وُہ میں ہی تھا کہ آدمی تھا اور خوک ہو گیا۔ حضرات اسی طرح تمام کتاب جو ۴۲۵ صفحوں پر لکھی گئی ہے مضامین الحادیہ سے مملو ہے، بارہا پیرجی مذکور کے متبعین سے جو ایک جماعت جہلا کی ہے، کہا گیا کہ یہ کتاب سراسر عقائد کو خراب کرنے والی اور ناقابلِ عمل ہے مگر جواب یہی ملتا ہے کہ علمائے عظام حنفی المذہب سے اس کے متعلق استفسار کیا جائے جو ارشاد ہو گا اس کے مطابق عمل کیا جاوے گا، اس لئے یہ چند حوالجات معروضہ بالا مقامات مختلفہ سے نقل کر کے استدعا ہے کہ عند الشرع اس شخص کا معہ اس کے مریدین اور متبعین کے جو حکم ہو بوضاحت تحریر فرما کر مزین بمہر فرمائیں تاکہ جماعتِ جہلا جو ان کے دامِ تزویر میں ہے رہائی پا کر راہ یاب ہوں۔ واللہ تعالیٰ ھو الموفق۔

الجواب

یہ کلماتِ الحاد ہیں اور حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت جو وُہ ملعون حکایت نقل کی ہے محض کذب و افتراء و ساختۂ ابلیس لعین ہے، توحید ایمان ہے، اور وحدۃ

Marfat.com

وجودِ حق اور زعم اتحاد الحاد، صوفیہ کرام تو صاحبِ تحقیق ہیں اور ان کے ایسے مقلدین ملحد و زندیق ہیں، اس کتاب کا جس کے پاس ہو اس پر جلا دینا فرض ہے اور اسے دیکھنا حرام اور اس پر اعتقاد رکھنا کفر، یہیں سے اس شخص اور اس کے مریدین اور متبعین کا حال ظاہر، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۰ از گڑھی اختیار خاں تحصیل خان پور ریاست بہاولپور مرسلہ محمد یار صاحب واعظ ۹ شعبان المعظم ۱۳۳۴ھ

قبلۂ معتقدین دام ظلہٗ، از خاکسار محمد یار مشتاقِ دیدار بعد نیاز حسب اینکہ شبِ معراج آپ کا قصیدہ معراجیہ پڑھا گیا جس پر وہابیوں نے دولھا اور دلھن کے متعلق شور اٹھایا کہ اللہ جل جلالہ و حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں ان الفاظ کا استعمال کرنا موجبِ کفر ہے۔ شبِ برات یہاں گڑھی اختیار خاں میں ان الفاظوں کے متعلق وہابیوں کی طرف سے میرے ساتھ ایک طویل بحث ہونے والی ہے۔ اے مجدد دمن بے سروسامان مددے، قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے۔ ضرور مہربانی فرما کر دلائل قاطع سے اس تشبیہ کا ثبوت مدلل کر کے اسی ہفتہ میں بھیج کر مسلمانانِ اہلسنت وجماعت کو عزت بخشیں، حضور پر فرض بھی جاری ہے، یہ فی سبیل اللہ بصدقہ روضہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کام کو سب کاموں پر مقدم فرما کر وہ تحریر فرما دیں کہ موجبِ اطمینانِ اہلِ اسلام ہو۔

الجواب

اللہ عزوجل نے وہابیہ کی قسمت میں کفر لکھا ہے، انھیں ہر جگہ کفر ہی کفر سوجھتا ہے، قصیدہ مذکورہ میں دو جگہ دلھن کا لفظ ہے اور چار جگہ دولھا کا، وہ اشعار یہ ہیں:

۱ نئی دولھن کی پھبن میں کعبہ نکھر کے سنورا سنور کے نکھرا
حجر کے صدقے کمر کے اک تل میں رنگ لاکھوں بناؤ کے تھے

۲ نظر میں دولھا کے پیارے جلوے حیا سے محراب سر جھکائے
سیاہ پردے کے منہ پہ آنچل تجلی ذات بحت کے تھے

۳ دولھن کی خوشبو سے مست کپڑے نسیم گستاخ آنچلوں سے
غلافِ مشکیں جو اڑ رہا تھا غزال نافے بسا رہے تھے

۴ خدا ہی دے صبر جان پر غم دکھاؤں کیونکر تجھے وہ عالم
جب ان کو جھرمٹ میں لے کے قدسی جناں کا دولھا بنا رہے تھے

Marfat.com

۵ بچا جو تلووں کا اُن کے دھوون بنا وہ جنت کا رنگ و روغن
جنھوں نے دُولھا کی پائی اُترن وہ پھول گلزارِ نور کے تھے

۶ جھلک سی اِک قدسیوں پہ آئی ہوا بھی دامن کی پھر نہ پائی
سواری دُولھا کی دُور پہنچی برات میں ہوش ہی گئے تھے[1]

(ملتقطاً)

ان میں کون سی جگہ معاذ اللہ، اللہ عزوجل کو دولھا یا دولھن کہا گیا ہے ولکن الوھابیۃ قوم یفترون (لیکن قوم وہابیہ جھوٹ بولتی ہے۔ت) وہابیہ کی بنائے مذہب کذب و افترا پر ہے۔ اور کیونکر نہ ہو کہ ان کے پیشوا اسماعیل دہلوی نے اپنے معبود کے لئے جھوٹا ہونا روا رکھا ہے، ہاں مشیخت نبی رکھنے کے لئے جھوٹ سے بچتا ہے، اب اگر یہ بھی جھوٹ سے بچیں تو عابد و معبود برابر ہو جائیں گے، اس لئے ان کے دین میں نماز سے بھی بڑھ کر فرض ہُوا کہ جھوٹ بکا کریں کہ کسی طرح اپنے ساختہ معبود سے تو کم رہیں ضعف الطالب و المطلوب[2]، لبئس المولٰی ولبئس العشیر[3] (کتنا کمزور چاہنے والا اور وہ جس کو چاہا۔ بیشک کیا ہی بُرا مولٰی اور بیشک کیا ہی بُرا رفیق۔ت)

شعر اوّل میں تو دولھن کسی کو نہ کہا اپنے معنٰی حقیقی پر ہے، زینتِ کعبہ کو نئی دُولھن کی زیبائش سے تشبیہ دی ہے، جس طرح ان حدیثوں میں جنّت کی جنبش سرور کو دولھن کی نازش سے، خطیب نے تاریخ بغداد میں عقبہ بن عامر جہنی اور طبرانی نے معجم اوسط میں عقبہ اور انس دونوں اور رازی نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: جب جنت کو دونوں شہزادوں امام حسن اور امام حسین علٰی جدہما الکریم وعلیہما الصلوٰۃ والتسلیم کا اس میں تشریف رکھنا معلوم ہُوا ماست الجنۃ میسا کما تمیس العروس فی خدرھا[4] جنّت خوشی سے جھومنے لگی جیسے نئی دولھن فرحت سے جھومے۔

شعر سوم میں کعبہ معظمہ کو دولھن کہا اور مکان آراستہ کو دولھن کہنا محاورۂ صحیحہ شائعہ ہے، امام احمد

---

[1] حدائق بخشش   قصیدہ معراجیہ   مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی حصہ اول ص ۱۰۵ تا ۱۰۸
[2] القرآن الکریم ۲۲/ ۷۳
[3] " " ۲۲/ ۱۳
[4] المعجم الاوسط   حدیث ۱۷۱۶   مکتبۃ المعارف الریاض ۸/ ۵۹
اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ   مناقب اہلبیت بحوالہ الخطیب   دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۴۰۰

Marfat.com

مسند میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عسقلان احدی العروسین یبعث منھا یوم القیمۃ سبعون الفا لا حساب علیھم[1]

عسقلان دو دلہنوں میں کی ایک ہے روزِ قیامت اس میں سے ستر ہزار ایسے اٹھیں گے جن پر حساب نہیں۔

مسند الفردوس میں عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

طوبیٰ لمن اسکنہ اللہ تعالیٰ احدی العروسین عسقلان اوغزۃ[2]

شادمانی ہے اسے جسے اللہ تعالیٰ دو دلہنوں میں سے ایک میں بسائے عسقلان یا غزہ۔

باقی چار اشعار میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دولھا کہا ہے اور وہ بیشک تمام سلطنتِ الٰہی کے دولھا ہیں، امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں نقل فرماتے ہیں:

انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رای صورۃ ذاتہ المبارکۃ فی الملکوت فاذا ھو عروس المملکۃ[3]

نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے شبِ معراج عالمِ ملکوت میں اپنی ذات مبارکہ کی تصویر ملاحظہ فرمائی تو دیکھا کہ حضور تمام سلطنتِ الٰہی کے دولھا ہیں (صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم)

دلائل الخیرات شریف میں ہے:

اللّٰھم صل علی محمد وعلیٰ اٰلہ بحر انوارك ومعدن اسرارك ولسان حجتك وعروس مملکتك[4]

الٰہی درود بھیج محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی آل پر جو تیرے انوار کے دریا اور تیرے اسرار کے معدن اور تیری حجت کی زبان اور تیری سلطنت کے دولھا ہیں۔

علامہ محمد فاسی اس کی شرح مطالع المسرات میں فرماتے ہیں:

---

[1] مسند امام احمد — از حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ — دار الفکر بیروت — ۳/۲۲۵

[2] الفردوس بماثور الخطاب — حدیث ۲۹۴۰ — دار الکتب العلمیہ بیروت — ۲/۴۵۰

کنز العمال — حدیث ۳۵۰۷۷ — مؤسسۃ الرسالہ بیروت — ۱۲/۲۸۹

[3] المواہب اللدنیہ — المقصد الخامس — المکتب الاسلامی بیروت — ۳/۵۷

[4] دلائل الخیرات — منزل دوم — جامع مسجد ظفریہ مرید کے شیخوپورہ — ص ۱۰۵

Marfat.com

مملکتك هو موضع الملك شبه بمجتمع العرس ومافيه من الاحتفال والتناهى فى الصنيع والتانق فى محسناته وترتيب اموره وكونه جديدا ظريفا و اهله فى فرح وسرور ونعمة وحبور فرحين بعرسهم راضين به محبين مكرمين له مؤتمرين لامره متنعمين له بانواع المشتهيات بدليل اثبات اللازم الذى هو العروس، والمعهود تشبيه مجتمع العرس بالمملكة، وعكس التشبيه هنا لاقتضاء المقام ذلك ليفيد ان سر المملكة ونكتتها ومعناها الذى لاجله كانت هو المصطفى صلى الله تعالٰى عليه وسلم كما ان سر مجتمع العرس ونكتته ومعناه الذى لاجله كان هو العروس والمصطفىٰ صلى الله تعالٰى عليه وسلم هو الانسان الكبير الذى هو الخليفة على الاطلاق فى الملك والملكوت قد خلعت عليه اسرار الاسماء والصفات ومكن من التصرف فى البسائط والمركبات والعروس يحاكى شانه شان الملك والسلطان فى نفوذ الامر وخدمة الجميع له وتفرغهم لشانه ووجد انه ما يحب ويشتهى مع الراى واصحابه فى مؤنته وتحت اطعامه فتم التشبيه وتمكنت الاستعارة[1]

اس عبارت سراپا بشارت کا خلاصہ یہ ہے کہ امام محمد بن سلیمان جزولی قدس سرہ الشریف نے اس درود مبارک میں سلطنت کو برات کے مجمع سے تشبیہ دی کہ اس میں کیسا اجتماع ہوتا ہے اور اس کی آرائشیں انتہا کو پہنچائی جاتی ہیں، سب کام قرینے سے ہوتے ہیں، ہر چیز نئی اور خوش آئند لوگ اپنے دولھا پر شاداں و فرحاں اسے چاہنے والے اس کی تعظیم و اطاعت میں مصروف اس کے ساتھ قسم قسم کی من مانتی نعمتیں پاتے ہوئے، اور عادت یوں ہے کہ برات کے مجمع کو سلطنت اور دولھا کو بادشاہ سے تشبیہ دیتے ہیں، یہاں اس کا عکس کیا کہ سمجھا جائے کہ جس طرح برات کے مجمع کا مغز و سبب دولھا ہوتا ہے یونہیں تمام مملکتِ الٰہی کے وجود کا سبب اور اس کے اصلی راز و مغز و معنیٰ صرف مصطفیٰ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں ؏

دُولھا کے دم کے ساتھ یہ ساری برات ہے

[1] مطالع المسرات   باب ابتداء   اللہ تعالٰی   مکتبہ نوریہ رضویہ لائلپور   ص ۲۲۳

Marfat.com

اس لئے کہ حضور تمام ملک وملکوت پر اللہ عزوجل کے نائب مطلق ہیں جن کو رب عزوجل نے اپنے اسماء وصفات کے اسرار کا خلعت پہنایا اور ہر مفرد و مرکب میں تصرف کا اختیار دیا ہے، دولھا بادشاہ کی شان دکھاتا ہے، اس کا حکم برات میں نافذ ہوتا ہے، سب اس کی خدمت کرتے اور اپنے کام چھوڑ کر اس کے کام میں لگے ہوتے جس بات کو اس کا جی چاہے موجود کی جاتی ہے، چین میں ہوتا ہے، سب براتی اس کی خدمت میں اور اس کے طفیل میں کھانا پاتے ہیں، یونہی مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم عالم میں بادشاہ حقیقی عزوجل کی شان دکھاتے ہیں، تمام جہان میں ان کا حکم نافذ ہے، سب ان کے خدمت گار و زیرِ فرمان ہیں، جو وہ چاہتے ہیں اللہ عزوجل موجود کر دیتا ہے کہ ماارٰی ربك الّا یسارع فی هواك[۱] صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰے عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کرتی ہیں میں حضور کے رب کو دیکھتی ہوں کہ حضور کی خواہش میں شتابی فرماتا ہے۔ تمام جہان حضور کے صدقہ میں حضور کا دیا کھاتا ہے کہ انما انا قاسم واللہ المعطی[۲] صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ حضور پُر نور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ہر نعمت کا دینے والا اللہ ہے اور بانٹنے والا میں ہوں۔ یوں تشبیہ کامل ہوئی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سلطنتِ الٰہی کے دُولھا ٹھہرے، والحمد للہ رب العالمین۔

ان تقریرات سے واضح ہُوا کہ ان معانی پر دولھن، دولھا، زوج، زوجہ کی طرح باہم مفہوم متضائف نہیں۔ عسقلان وغیرہ کو حدیث نے دولھنیں فرمایا، دولھا کون ہے؟ بیہقی شعب الایمان میں امیر المومنین مولٰی علی رضی اللہ تعالٰے عنہ سے بسندِ حسن روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں، لکل شیئ عروس وعروس القراٰن الرحمٰن[۳] ہر شَے کی جنس میں ایک دولھن ہوتی ہے، اور قرآن عظیم میں سورۃ الرحمٰن دولھن ہے۔

یہاں کسے دُولھا ٹھہرائیے گا؟ تو قصیدہ سے وہ مہمل ملعون خیال پیدا کرنا کسی ایسے ہی کا کام ہوگا مگر حدیثیں تو اس سے بڑھ کر اوہامِ باطلہ والوں پر قہر ڈھائیں گی، حاکم صحیح مستدرک اور امام الائمہ ابن خزیمہ اپنی صحیح اور بیہقی سنن میں حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰے عنہ سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[۱] صحیح بخاری کتاب التفسیر باب قولہ ترجی من تشاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۰۶

[۲] صحیح بخاری کتاب الاعتصام قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۰۸۷

[۳] شعب الایمان حدیث ۲۴۹۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۴۹۰

Marfat.com

ان اللہ تعالٰی یبعث الایام یوم القیٰمۃ علٰی ھیأتھا و یبعث یوم الجمعۃ زھراء منیرۃ اھلھا یحفون بھا کالعروس تھدی الٰی کریمھا۔[1]

بیشک اللہ عزوجل قیامت کے دن سب دنوں کو ان کی شکل پر اُٹھائے گا، اور جمعہ کو چمکتا روشنی دیتا، جمعہ پڑھنے والے اس کے گرد جھرمٹ کئے ہُوئے جیسے نئی دولھن کو اس کے گرامی شوہر کے یہاں رخصت کرکے لے جاتے ہیں (ت)

امام اجل ابوطالب مکی قوت القلوب اور حجۃ الاسلام محمد غزالی احیاء میں فرماتے ہیں:

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان الکعبۃ تحشر کالعروس المزفوفۃ (قال الشارح الٰی بعلھا) وکل من حجھا یتعلق باستارھا یسعون حولھا حتی تدخل الجنۃ فیدخلون معھا۔[2]

یعنی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا بیشک کعبہ روزِ قیامت یُوں اٹھایا جائے گا جیسے شبِ زفاف دولھن کو دُولھا کی طرف لے جاتے ہیں، تمام اہلسنت جنھوں نے حج مقبول کیا اس کے پردوں سے لپٹے ہُوئے اس کے گرد دوڑتے ہونگے یہاں تک کہ کعبہ اور اس کے ساتھ یہ سب داخلِ جنت ہوں گے۔

نہایہ امام ابن الاثیر میں ہے:

منہ الحدیث "یزف علی بینی وبین ابراھیم علیہ الصلٰوۃ والسلام الی الجنۃ" ان کسرت الزای فمعناہ یسرع، من زف فی مشیہ وازف اذا اسرع وان فتحت فھو من زففت العروس ازفھا اذا اھدیتھا الٰی زوجھا۔[3]

یعنی اسی باب سے ہے یہ حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی مرتضٰی میرے اور ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلٰوۃ والسلام کے بیچ میں جنت کی طرف خوش خوش تیز چلیں گے، یا میرے اور ان کے بیچ میں جنت کی طرف انھیں یوں لیجائیں گے جیسے نئی دولھن کو دولھا کے یہاں لے جاتے ہیں۔

امام اجل ابن المبارک و ابن ابی الدنیا و ابوالشیخ اور ابن النجار کتاب الدر الثمینہ فی تاریخ المدینہ

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب الجمعہ باب سید الایام یوم الجمعہ دارالفکر بیروت ١/٢٧٧

[2] احیاء العلوم کتاب اسرار الحج باب فضیلۃ البیت مطبعۃ المشہور الحسینی القاہرہ مصر ١/٢٤١

اتحاف السادۃ المتقین " " " " دارالفکر بیروت ٤/٢٦٤

قوت القلوب کتاب الحج ذکر فضائل البیت الحرام دار صادر بیروت ٢/١٢١

[3] النہایہ لابن الاثیر باب الزاء مع الفاء المکتبۃ الاسلامیہ الریاض ٢/٣٠٥

Marfat.com

میں کعب احبار سے راوی کہ انھوں نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے سامنے بیان کیا اور کتاب التذکرہ میں امام ابوعبداللہ محمد قرطبی کے لفظ یہ ہیں کہ :

یروی ابن المبارک عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا انہا قالت ذکر وا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وکعب الاحبار حاضر فقال کعب الاحبار[1]

یعنی امام ابن المبارک نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر پاک تھا اور اس وقت کعب احبار حاضر تھے تو کعب احبار نے کہا ہر صبح ستر ہزار فرشتے اتر کر مزارِ اقدس حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا طواف[ع] کرتے اور اس کے گرد حاضر رہ کر صلٰوۃ وسلام عرض کرتے رہتے ہیں، جب شام ہوتی ہے وہ چلے جاتے ہیں اور ستر ہزار اور اتر کر یونہیں طواف کرتے اور صلٰوۃ وسلام عرض کرتے رہتے ہیں، یونہیں ستر ہزار رات میں حاضر رہتے ہیں اور ستر ہزار دن میں،

حتی اذا انشقت عنہ الارض خرج فی سبعین الفا من الملٰئکۃ یزفونہ[2] صلی اللہ تعالٰی

جب حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم مزار مبارک سے روزِ قیامت اٹھیں گے ستر ہزار ملائکہ کے ساتھ باہر

ع۱ فی المواھب الشریفۃ مامن فجر یطلع الا نزل سبعون الفا من الملٰئکۃ حتی یحفون[2] الحدیث فقال العلامۃ الزرقانی ای یطوفون[3] الخ۔

مواہب شریف میں ہے ہر صبح ستر ہزار فرشتے آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے ہیں، علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ یحفون کا معنی یطوفون (طواف کرتے ہیں) ہے الخ (ت)

ع۲ ھذا مافی المشکٰوۃ ومجمع بحار الانوار والمدارج الشریفۃ ولفظ التذکرۃ والمواھب یوقرونہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[4] من التوقیر بمعنی التعظیم والکل صحیح، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ

یہ مشکوٰۃ، مجمع بحار الانوار اور مدارج شریف کے الفاظ ہیں۔ تذکرہ اور مواہب میں ہے اس کا معنی یوقرون ہے کہ وہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کرتے ہیں۔ اور تمام معانی صحیح ہیں، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (ت)

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب بحوالہ الدر الثمینہ المقصد العاشر الفصل الثالث دار المعرفۃ بیروت ۸/ ۳۴۹
التذکرۃ فی احوال الموتٰی باب فی بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قبرہ دار الحدیث مصر ص ۱۶۳

[2] المواہب اللدنیۃ المقصد العاشر الفصل الثالث المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۶۲۵

[3] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد العاشر دار المعرفۃ بیروت ۸/ ۳۴۹

[4] التذکرۃ فی احوال الموتٰی والآخرۃ باب فی بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قبرہ دار الحدیث مصر ص ۱۶۳

Marfat.com

علیہ وسلم[۱] تشریف لائیں گے جو حضور کو بارگاہِ عزت میں یوں لے چلیں گے جیسے نئی دولھن کو کمال اعزاز و اکرام و فرحت و سرور و راحت و آرام و تزک و احتشام کے ساتھ دولھا کی طرف لے جاتے ہیں۔

مجمع بحار الانوار میں بعلامت ط علامہ طیبی شارح مشکوٰۃ سے بعد ذکر حدیث علی مثل عبارت مذکورۂ نہایہ ہے:

ومنہ فی الوجھین فی سبعین الفاً من ع الملٰئکۃ یزفونہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[۲] — ستر ہزار فرشتے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر آپ کا طواف کرتے ہیں (ت)

شیخ محقق محدث دہلوی قدس سرہ مدارج میں اسی حدیث کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

چوں مبعوث می گردد آنحضرت از قبر شریف بیرون می آید میان ایں فرشتگان زفاف می کنند او را وزفاف در اصل بمعنی بردن عروس بخانہ زوج و مراد ایں جا لازم معنی ست کہ بردن محبوب ست پیش محب یعنی بردن آں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بدرگاہِ عزت[۳] — جب آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مزار اقدس سے باہر تشریف لائیں گے تو فرشتوں نے دلہن کی طرح آپ کو گھیرا ہوگا، زفاف کا معنی دلہن کا خانۂ زوج سے باہر آنا ہوتا ہے، یہاں لازم معنی مراد ہے کہ محبوب کو محب کے پاس لے جانا یعنی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو رب اکرم کی بارگاہِ اقدس میں لے جانا (ت)

اب وہابیہ بولیں کس کس کو کافر کہیں گے مگر ان کو اس پر تنبیہ بیکار، ان کے مذہب کی بنا ہی اس پر ہے کہ اللہ و رسول تک کو مشرک بتاتے ہیں، پھر اور کسی کی کیا گنتی، ان کے امام نے تقویۃ الایمان میں صاف لکھ دیا: "جو کہے اللہ و رسول نے دولتمند کر دیا، وہ مشرک ہے[۴]"، حالانکہ بعینہٖ یہی کلمہ خود اللہ عزوجل

ع سقط لفظ الفا من نسخۃ الطبع فلیتنبہ ۱۲ منہ — باخبر رہیں کہ مطبوعہ نسخہ میں "الفًا" کا لفظ ساقط ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] التذکرۃ فی احوال الموتٰی باب فی بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قبرہ دار الحدیث مصر ص ۱۶۳
مشکوٰۃ المصابیح باب الکرامات فصل الثالث مطبع مجتبائی دہلی ص ۵۴۶
[۲] مجمع بحار الانوار تحت لفظ زفف مطبع نولکشور لکھنؤ ۲/ ۶۳
[۳] مدارج النبوت باب پنجم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۴۰
[۴] تقویۃ الایمان

Marfat.com

وسید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قرآن عظیم وحدیث صحیح میں فرمایا ہے۔

قال اللہ تعالٰی وما نقموا الا ان اغنٰھم اللہ ورسولہ من فضلہ[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور انھیں کیا بُرا لگا یہی نا کہ اللہ ورسول نے انھیں دولتمند کر دیا اپنے فضل سے۔

صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ماینقم ابن جمیل الا انہ ان کان فقیرا فاغناہ اللہ ورسولہ[2]

ابن جمیل کو کیا بُرا لگا آخر یہی کہ وہ محتاج تھا اللہ و رسول نے اس کو دولتمند کر دیا۔

مسلمان دیکھیں کہ وُہ بات جو اللہ جل جلالہ نے فرمائی اللہ کے رسول کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمائی، وہابیہ کا امام منہ بھر کر کہہ رہا ہے کہ جو ایسا کہے مشرک ہے، پھر بھلا جس مذہب میں اللہ و رسول تک معاذ اللہ مشرک ٹھہریں اس سے مسلمانوں کو کافر کہنے کی کیا شکایت!

ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی عظیم کی توفیق وتوانائی کے بغیر نہ برائی سے پھرنے کی قوت اور نہ نیکی بجا لانے کی طاقت۔ اب جاننا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۱: از بمبئی چھا چھ محلہ ۳ مرسلہ محمد ایوب ابن حاجی صدیق میمن صاحب ۳ شعبان المعظم ۱۳۳۵ھ

یہاں کے باشندے حضرت مولانا ممدوح کے بہت ہی معتقد ہیں اور ان کے فرمان کو بہت ہی عزّت اور قدر کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کے زورِ قلم کا ہر شخص لوہا مانے ہوئے ہے، مولانا کی تحریر ہی پر گویا سارا دارومدار ہے، مولانا صاحب میں خدا کی عنایت سے علاوہ عالم ہونے کے یہ بھی بڑا کمال ہے کہ آپ فنِ شعر اور نکاتِ شاعری سے بھی بخوبی واقف ہیں اور ماہر ہیں، یہ بات دوسرے عالم میں نہیں پائی جاتی آپ ہی سے فیصلہ اس کا اچھی طرح ہوسکتا ہے ثم التسلیم بالتکریم،

---

[1] القرآن الکریم ۹/۷۴

[2] صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب فی قول اللہ تعالٰی وفی الرقاب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹۸

[3] القرآن الکریم ۲۶/۲۲۷

Marfat.com

خیر طلب ہیچمدان حیدر علی خاں عفی عنہ حیدر فرخ آبادی

جواب فوراً مع فتویٰ دستخطی ومہری حضرت مولانا و مرشد آنا چاہیے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ خالد سنّی المذہب نے مندرجہ ذیل شعر میں کلمۂ شہادت کا ابتدائی ٹکڑا نظم کیا ہے جس سے پورا کلمۂ شہادت مراد ہے، لیکن زید جو مذہباً شیعہ ہے اس سے پورا کلمۂ شہادت مراد نہیں لیتا ہے بلکہ صرف اشھد ان لا الٰہ کے معنی سے خالد کو ملحد قرار دیتا ہے ؎

اشھد ان لا الٰہ نقش ہے اس لوح پر
نیر توحید کب عاشق کی پیشانی نہ تھی

مندرجہ بالا شعر کی نسبت زید نے مندرجہ ذیل الفاظ لکھے ہیں: شعر کا پہلا مصرعہ الحاد کا سائن بورڈ ہے کیونکہ اشھد ان لا الٰہ کے تو یہ معنی ہوئے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی خدا، پھر جس پیشانی پر یہ کفر کا کلمہ لکھا ہو اسے ہم الحاد کا سائن بورڈ نہ کہیں تو کیا کہیں، اسی طرح زید نے بکر سنّی المذہب کے اس نعتیہ شعر کی نسبت ؎

پھر روضۂ حضرت کی زیارت کو چل اخلاص
پھر چھوڑ دے تو بہر خدا حبِ وطن کو

مندرجہ ذیل الفاظ تحریر کئے ہیں: اخلاص صاحب! کبھی کبھی تو ہوش کی باتیں کیا کیجئے، آپ نے حب الوطن من الایمان[1] (وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے۔ ت) والی حدیث پڑھی نہیں تو کیا سُنی بھی نہیں، فلہذا زید کا خالد کو ملحد اور بکر کو بے ایمان قرار دینا جائز اور مندرجہ بالا الفاظ زبان سے کہنا جائز یا قلم سے لکھنا درست ہے یا نہیں، اگر نہیں ہے تو علمائے کرام و فضلائے عظام زید اور زید کے ان مؤیدین کی نسبت جو باوجود سُنّی ہونے کے زید کی تائید و تصدیق کر رہے ہیں از روئے شرع شریف کیا فتویٰ صادر فرماتے ہیں، بیّنوا توجروا۔

الجواب

حاشا شعر مذکور سے خالد سُنّی المذہب پر کسی طرح حکم کفر و الحاد ممکن نہیں، مگر اس کے نزدیک جو اس کلمۂ طیبہ کو کہ مدارِ ایمان ہے معاذ اللہ دو ٹکڑے کفر و اسلام پر منقسم کرے اور اس کا پہلا آدھا کفر خالص جانے اور یہ کس درجہ ناپاک و شنیع ہے،

اوّلاً یوں ہو تو ہر مسلمان جتنی بار لا الٰہ الا اللہ کہے ہر بار اس کا کافر ہونا اور بعد کفر اسلام لانا ٹھہرے کہ جب تک پہلا جز کہا تھا اس معترض کے طور پر مطلقاً ہر الٰہ کی نفی تھی اور یہ بیشک کفر ہے، جب الا اللہ کہا تو اب اللہ عزوجل کی الوہیت مان کر مسلمان ہوا۔

---

[1] الدرر المنتشرۃ فی الاحادیث المشتھرۃ حدیث ۱۸۹ حرف الحاء المکتب الاسلامی بیروت ص ۱۰۰

Marfat.com

ثانیاً بلکہ اب بھی مسلمان ہونا بخیر کہ اس وقت الا اللہ کہہ لیا تو کیا ہوا، اس کا پھر ارادہ ہے کہ یہی کلمہ سرے سے پڑھے اور پہلے جز سے خدا کی نفی مطلق کرکے کافر ہو تو کفر سے رجوع کب ہوئی جب کہ پھر عزم کفر موجود ہے اور عزم کفر فی الحال کفر ہے۔

ثالثاً قرآن عظیم میں کس قدر کثرت سے لا الٰہ الا اللہ و لا الٰہ الا ھو وارد ہے، اگر پہلے جز میں نفی عام الوہیت ہر الٰہ ہے جیسا کہ معترض کا خیال تباہ ہے، تو معاذ اللہ قرآن کریم نے صدہا بار الوہیت رب العزت کی نفی فرمائی اور ہر بار نفی کرکے اثبات فرما کر تناقضوں کی ٹھہرائی، تعالی اللہ عن ذٰلك علوا كبيرا (اللہ تعالٰی اس سے بہت بلند ہے۔ ت)

رابعاً معترض کے طور پر معاذ اللہ سب کلمہ گو جن میں بزعم معترض خود معترض بھی داخل فاسد النکاح ہوں اور ان کی اولاد اولاد الزنا کہ جب پہلا جز کہا کافر ہو گئے، نکاح ٹوٹ گئے، اور الا اللہ کہنے سے اگرچہ اسلام عود بھی کر آئے ٹوٹا نکاح تو نہیں جڑتا جب تک از سر نو نہ ہوا اور وہ نہ ہوا تو سب بے نکاحی رہیں اور اولاد ولد الحرام۔

خامساً معترض کے نزدیک نزع روح کے وقت کلمہ طیبہ کی تلقین سخت حرام و بدخواہی اہل اسلام ہوا پنے آپ تو کافر ہو کر الا اللہ سے مسلمان ہوئے اس پر کیا بھروسہ ہے کہ پہلے ہی جز پر روح پرواز کر جائے یا زبان بند ہو جائے تو معاذ اللہ کافر مرے۔

سادساً اس کے یہ معنی سمجھنا اسلام پر کیسا سخت الزام اور اللہ عزوجل پر عبارت صحیح بتانے سے معاذ اللہ عجز کا اتہام ہے کہ ایمان کا آغاز کفر سے رکھا لا الٰہ الا اللہ کی جگہ کلمہ طیبہ یوں کیوں نہ بتایا ان اللہ ھو الالٰہ وحدہ لاشریک لہ لیس غیرہ من الٰہ، یہ خالص اسلام ہوتا اور معترض کا کفر و الحاد راہ نہ پاتا۔

بالجملہ اس کے یہ معنی سمجھنا کہ نہیں ہے کوئی خدا، عاقل سے معقول نہیں بلکہ بلاشبہ اس کے معنی نفی الوہیت غیر خدا ہیں یقیناً قطعاً مسلمان جس وقت اس سے تلفظ کرتا ہے یہی مراد لیتا ہے تو بحمد اللہ تعالٰی اس کے دونوں جز عین ایمان ہیں، پہلا جز الوہیت غیر خدا کی نفی اور دوسرا جز الوہیت الٰہ حق کا اثبات اور دونوں ایمان ہیں۔ رضی نے کہ نحو و عربیت کا بڑا محقق اور مذہب کا شیعی تھا، اس کی تحقیق کی اور بتا دیا کہ یہاں ہرگز نفی عام نہیں ورنہ تناقض لازم آئے بلکہ ماورا مستثنٰی کی نفی ہوتی ہے۔ شرح کافیہ میں

---

[1] شرح المقاصد المبحث الثانی فی الوجود مفہوم واحد الخ   دار المعارف النعمانیہ لاہور   ۱/۴۷

Marfat.com

اس کی عبارت بالتلخیص یہ ہے:

ان قلنا انہ داخل فی القوم والا، لاخراج زید منھم بعد الدخول کان المعنی جاء زید مع القوم ولم یجیٔ زید وھذا تناقض ظاھر ینبغی ان یجنب کلام العقلاء عن مثلہ، وقد ورد فی الکتاب العزیز من الاستثناء شئ کثیر کقولہ تعالٰی "فلبث فیھم الف سنۃ الا خمسین عاما" فیکون المعنی لبث الخمسین فی جملۃ الالف ولم یلبث تلک الخمسین تعالی اللہ عن مثلہ علوا کبیرا (الی ان قال) فزبدۃ الکلام ان دخول المستثنی منہ ثم اخراجہ بالا واخواتھا انما کان قبل اسناد الفعل اوشبھہ الیہ فلا یلزم التناقض فی نحو جاء فی القوم الا زیدا لانہ بمنزلۃ قولک القوم المخرج منھم زید جاؤنی وذلک لان المنسوب الیہ وان تأخر عنہ لفظا لکن لابد لہ من التقدم وجودا علی النسبۃ التی یدل علیھا الفعل اذ المنسوب الیہ والمنسوب سابقان علی النسبۃ بینھما ضرورۃ ففی الاستثناء لما کان المنسوب الیہ ھو المستثنٰی منہ مع الا والمستثنی فلابد من وجود ھذہ الثلثۃ قبل النسبۃ فلابد اذن من حصول الدخول والاخراج قبل النسبۃ فلا تناقض[1] اھ

(اگر ہم یہ کہیں کہ جاء فی القوم الا زیدا میں زید قوم میں شامل ہے اور الّا اس کو قوم میں شامل ہونے کے بعد نکالنے کے لئے ہے تو معنیٰ یہ ہوگا، کہ، زید قوم کے ساتھ آیا اور نہ آیا، یہ واضح تناقض ہے لہذا ایسا تناقض کلام عقلاء سے متصور نہیں ہو سکتا حالانکہ قرآن پاک میں یہ استثناء کثیر موجود ہے جیسے اللہ تعالٰے کا ارشاد ہے کہ نوح علیہ السلام اپنی قوم میں ہزار برس بغیر پچاس کے ٹھہرے، تو معنی یہ ہُوئے کہ آپ پچاس سمیت مجموعہ ہزار ٹھہرے، اس واضح تناقض سے اللہ تعالٰی پاک ہے، آگے انھوں نے یہ تک کہا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مستثنٰی کا مستثنٰی منہ میں دخول اور الّا اور دیگر حروف کے ساتھ پھر اس کو خارج کرنا فعل یا شبہ فعل کے اسناد سے قبل ہوتا ہے تو اب جاء فی القوم الا زیدا جیسی مثالوں میں تناقض لازم نہ آئے گا، کیونکہ اب معنیٰ یُوں ہُوا "قوم جس سے زید

---

[1] شرح الکافیہ للرضی بحث المستثنٰی دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۲۲۶-۲۲۵

Marfat.com

خارج ہے میرے پاس آئی، اس لئے کہ منسوب الیہ اگرچہ لفظی طور پر فعل سے موخر ہے لیکن وجودی طور پر فعل سے مقدم ہے کیونکہ منسوب اور منسوب الیہ اس نسبت سے مقدم ہوتے ہیں جو دونوں میں پائی جاتی ہے اور یہ نسبت وہ ہے جس پر فعل دال ہے تو استثناء میں جب منسوب الیہ یعنی مستثنیٰ منہ اور الّا اور مستثنیٰ تین چیزیں ہیں تو لازمی طور پر یہ تینوں فعل والی نسبت سے پہلے ہوں گے لہذا اب دخول وخروج نسبت سے قبل ہوا تو تناقض نہ رہا۔ ت)

اقول حاصل یہ ہے کہ لفظ ما فی النفس سے تعبیر ہوتے ہیں یہاں اگر یوں ہو کہ متکلم نے اولاً نفی عام بلا استثناء کی اور جزء اول سے تعبیر کیا پھر اس عام میں سے مستثنیٰ کو جدا کیا اور اس پر جزء استثنا سے دلالت کی تو صریح تناقض ہے کہ یہ دو حکم متنافی ہوئے لا سالبہ کلیہ تھا اور یہ موجبہ جزئیہ، اور وہ دونوں نقیض ہیں، ایسا ہرگز نہیں بلکہ وہاں صرف حکم واحد ہے متکلم نے ایک مفرد کلی کو کہ مرتبہ لابشرط شے میں تھا مستثنیٰ سے فارغ کرکے مرتبہ بشرط لاشیئ میں لیا اور اس مقید پر حکم واحد کیا بے ادخال لا و الا سے معبر کیا لا حکم ہے اور الّا قید مسند الیہ کہ اس کے مرتبہ بشرط لا پر دال، تو یہ لا ہرگز نفی جمیع کے لئے نہیں بلکہ نفی ماورائے مستثنیٰ کے لئے تو ما فی الذہن یقیناً حق ہے، ہاں تقیید پر دلالت درکار، وہ اگر نفس کلام میں نہ ہوتی تو کلام کی ترکیب مشہور ومعروف کا مسلمان میں دائر وسائر، اور قائل کا مسلمان ہونا خود ہی دلالت کرتا کہ یہ تنگی شعر کے سبب بعض کلام پر اختصار ہے اور مراد یقیناً مجموع جیسے بے تنگی کلام قلیا اور لن تنا کہتے ہیں اور مراد سورۂ کافرون وپارۂ چہارم، مسلمان اگر انبت الربیع البقل (موسم بہار نے سبزہ اگایا۔ ت) کہے تو اس کا اسلام ہی تجوز پر قرینہ ہے، اس سے یہ گمان کہ اس نے خود فصل بہار کو سبزی کا خالق مانا ہے ہرگز مسلم عاقل کو نہیں ہوسکتا کما نصوا علیہ وصرح بہ فی الفتاوی الخیریۃ وغیرھا (جیسا کہ اس پر علمائے نے تصریح کی ہے اور فتاوٰی خیریہ وغیرہ میں یہ تصریح موجود ہے۔ ت) نہ کہ یہاں نفس کلام میں معنی صحیح کی صاف تصریح موجود کہ مصرع دوم میں صاف توحید بتائی اور یہی اوّل سے مراد ٹھہرائی، اگر معاذ اللہ نفی مطلق ہوتی توحید کب رہتی تعطیل ہوتی، توحید تو ایک کا اثبات ہے نہ کہ معاذ اللہ عام نفی تام، تو ثابت ہوا کہ اس پر حکم الحاد اگر از قبیل کل اناء یترشح بما فیہ (ہر برتن وہی کچھ باہر پھینکتا ہے جو اس میں ہو۔ ت) نہ ہو تو جنون خالص ہے۔

لاجرم جامع الفصولین فصل ۳۸ میں ہے:

من قال لا الٰہ و اراد ان یقول الا اللّٰہ

جس نے لا الٰہ کہا الا اللہ ارادہ کے باوجود نہ کہہ

Marfat.com

ولو یقل لایکفر لانہ عقد علی الایمان[1] سکا تو وہ کافر نہیں کیونکہ اس نے ایمان کے ارادے سے یہ کہا (ت)

اسی طرح خزانۃ المفتین میں ہے : آثرا عنہ الی لایکفر (اسی کے عدمِ کفر کو ترجیح حاصل ہے ت) اسی طرح فتاوٰی بزازیہ وشرح ملتقی الابحر میں ہے[2]، ہاں شاعر نے اسی اقتصار میں تقصیر ضرور کی علماء تو یہاں تک فرماتے کہ اس لا کا مد طویل نہ کرے کہ صورت نفی سے جلد جانب تصریح اثبات منتقل ہو جائے اس نے اتنی دیر کی کہ صورت نفی مصرع اول میں رکھی اور تصریح اثبات چھ لفظوں کے فاصلہ سے مصرع دوم میں اسے یوں کہنا تھا اشہد ان لاالٰہ غیرہ ہے اس پہ نقش۔

اسی طرح بکر سُنّی کے شعر مذکور پر اعتراض جہل فاضح یا عناد واضح ہے حب الوطن من الایمان[3] (وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے۔ت) نہ حدیث سے ثابت نہ ہرگز اس کے یہ معنی، امام بدرالدین زرکشی نے اپنے جزء، اور امام شمس الدین محمد سخاوی نے مقاصدِ حسنہ اور امام خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی نے الدرر المنتثرہ میں بالاتفاق اس روایت کو فرمایا : لم اقف علیہ[4] (میں اس سے آگاہ نہیں ہو سکا۔ت) امام سخاوی نے اس کی اصل ایک اعرابی بدوی اور حکیمانِ ہند کے کلام میں بتائی کما یظھر بالرجوع الیہ (جیسا کہ اس کی طرف رجوع سے ظاہر ہے۔ت) اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں اپنے بندوں کی کمال مدح فرمائی جو اللہ و رسول جل وعلا وصلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی محبت میں اپنا وطن چھوڑیں، یار و دیار سے منہ موڑیں، اور ان کی سخت مذمت فرمائی جو حبِ وطن لئے بیٹھے رہے اور اللہ و رسول کی طرف مہاجر نہ ہوئے،

قال اللہ تعالٰی ان الذین توفّٰھم الملٰئکۃ ظالمی انفسھم قالوا فیم کنتم قالوا کنّا مستضعفین فی الارض قالوا الم تکن

اللہ تعالٰی نے فرمایا : بیشک ملائکہ جن کی جان نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے فرشتے کہتے ہیں تم کاہے میں تھے، کہتے ہیں ہم اس بستی میں

ع وھکذا فی الاصل لعلہ "انہ"۔

---

[1] جامع الفصولین الفصل الثامن والثلاثون فی مسائل کلمات الکفر اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۲۹۸

[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب المرتد داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۸۹

[3] الدرر المنتثرۃ فی الاحادیث المشتھرۃ حرف الحاء حدیث ۱۸۹ المکتب الاسلامی بیروت ص ۱۰۰

[4] المقاصد الحسنۃ للسخاوی حدیث ۳۸۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۱۰۹

الدرر المنتثرۃ فی الاحادیث المشتھرۃ حرف الحاء حدیث ۱۸۹ المکتب الاسلامی " ص ۱۰۰

Marfat.com

ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا فاولٰئک ماوٰھم جھنم وساءت مصیرا ○ الا المستضعفین من الرجال والنساء والولدان لا یستطیعون حیلۃ ولا یھتدون سبیلا ○ فاولٰئک عسی اللہ ان یعفو عنھم وکان اللہ عفوا غفورا ○ ومن یھاجر فی سبیل اللہ یجد فی الارض مراغما کثیرا وسعۃ ومن یخرج من بیتہ مھاجرا الی اللہ ورسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ وکان اللہ غفورا رحیما ○[1]

کمزور دبائے ہوئے تھے، فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین (مدینہ طیبہ) گنجائش والی نہ تھی کہ تم وطن چھوڑ کر اس میں جا رہتے ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور کیا ہی بری پلٹنے کی جگہ مگر کمزور اور عورتیں بچے جنھیں کچھ بنائے نہ بنی نہ راہ ملی قریب ہے کہ اللہ تعالٰی ان کو معاف فرمائے، اللہ تعالٰی معاف فرمانے والا بخشنے والا ہے اور جو اللہ کی راہ میں وطن چھوڑ کر اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا ہوا اپنے گھر سے نکلے پھر اسے موت آجائے اس کا اجر اللہ کے ذمۂ کرم پر ثابت ہولیا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

جو مدینہ طیبہ کی حاضری پر حب وطن کو ترجیح دیں وہ ظالموں کی طرح ہیں اور جو حُبِ وطن کو خاک بوسی آستان عرش نشان پر تصدق کریں وہ ان مقبولوں میں ہیں،

قل کل یعمل علی شاکلتہ فربکم اعلم بمن ھو اھدی سبیلا[2]

تم فرماؤ سب اپنے کینڈے (طریقے) پر کام کرتے ہیں تو تمھارا رب خوب جانتا ہے کہ کون زیادہ راہ پر ہے۔ (ت)

وُہ وطن جس کی محبت ایمان سے ہے وطن اصلی ہے جہاں سے آمی آیا اور جہاں جانا ہے،

کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل[3]، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل[4] واللہ تعالٰی اعلم۔

دنیا میں اس طرح رہو جیسے اجنبی یا مسافر، اور ہمارے لئے اللہ تعالٰی کافی ہے اور وہی سب کا کارساز ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۹۷ تا ۱۰۰

[2] القرآن الکریم ۱۷/ ۸۴

[3] کنز العمال حدیث ۶۱۲۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳/ ۱۹۶

[4] القرآن الکریم ۳/ ۱۷۳

Marfat.com

مسئلہ ۵۲ تا ۵۸ از ریاست رامپور مرسلہ معشوق علی صاحب ۷ جمادی الاول ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر میلاد خوان مجلسِ میلاد شریف میں مفصلہ تحت مضامین کی نظم یا نثر پڑھتے ہیں :

(۱) میم کی چادر مُنھ پہ ڈالے احمد بن کر آیا

(۲) شبِ وصل خدا نے نبی سے کہا تُو اور نہیں مَیں اور نہیں
ہے میم کا پردہ کیا پردہ تُو اور نہیں میں اور نہیں

(۳) کہیں لیلیٰ بنا، کہیں مجنوں، کہیں شیریں بنا، کہیں فرہاد
ہے میم کا پردہ کیا پردہ تُو اور نہیں میں اور نہیں

(۴) کہتا ہے یہ تجھ سے خدا دل میں نہ رکھ اپنے خودی   تیرے نگینِ طبع پر میری حقیقت ہے کھُدی
جب عین وحدت کی صفتِ خاص اپنی میں نے تجھ کو دی   من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

(۵) تریسٹھ برس خدا مکہ اور مدینہ کی گلیوں میں پھرا کسی نے نہ پہچانا۔

(۶) محمد نے خدائی کی خدا نے مصطفائی کی
کوئی سمجھے تو کیا سمجھے کوئی جانے تو کیا جانے

(۷) ایک روز جبرئیل علیہ السلام حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتحیات کی خدمت میں حاضر ہوئے آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اخی! تم کو اپنے مقام سے یہاں تک آنے میں کتنا وقفہ ہوتا ہے؟ عرض کیا: حضور دستار مبارک کا پیچ تمام نہیں فرمانے پائیں گے کہ غلام اپنے مقام سے

Marfat.com

یہاں حاضر ہو جائے گا، آنحضرت صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاں سے تم کو حکم ملتا ہے وہاں پردہ پڑا ہے جاؤ اس کو اٹھا کر دیکھو، ادھر آں حضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دستار مبارک زیب سر فرمانا شروع کی، جبرئیل علیہ السلام نے مقامِ مذکور پر پردہ اٹھا کر دیکھا تو حضور پٹکا زیب سر فرما رہے ہیں، پھر زمین پر آکر اسی طرح پٹکا زیب سر فرماتے ہوئے دیکھا، اسی استعجاب میں چند مرتبہ آئے گئے، حیران ہو کر عرض کیا کہ حضور! پھر مجھے کیوں دوڑایا جاتا ہے جب یہاں بھی آپ اور وہاں بھی آپ، اور مثل ان کے، لہذا ایسے مضامین کا پڑھنا اور سننا شرع شریف میں کیا حکم رکھتا ہے؟ کسی سے اس بارے میں جھگڑا قصہ نہیں ہے، اپنا عقیدہ صاف کرنے کی غرض سے یہ تکلیف دی جاتی ہے۔

الجواب

(۱) اگر آیا کی ضمیر حضرت عزت عزجلالہ کی طرف ہے تو بیشک عوام کا ایسا بکنا صریح کلمۂ کفر ہے اور اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف ہے تو حضور بیشک احد و احمد ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، دونوں حضور کے اسمائے طیبہ سے ہیں اور معنی یہ کہ حضور مظہرِ شانِ احدیت ہیں تجلی احدیت حضور کی احمدیت میں جلوہ گر ہے، اگر میم کہ طوق و کمر پرستش ہے ساتر نہ ہو تو عالم میں کوئی دیکھنے کی تاب نہ لائے پھر بھی ایسے لفظ سے بچنے ہی کا حکم ہے کہ عوام کا ذہن ایسی دقیق توجیہ کی طرف نہ جائے گا اور ان کے فساد عقیدہ یا اس بات کا موہم ہو گا کہ وہ قائل کو گمراہ جانیں، حدیث میں ہے:

ایاك وما یعتذر منہ[1] فان الخیر لایعتذر منہ۔ ہر اس شئی سے بچو جس پر معذرت کرنی پڑے، اور خیر میں معذرت نہیں کرنا پڑتی (ت)

دوسری حدیث میں ہے: ایاك وما یسئو الاذن[2] (ہر اس شے سے بچو جسے کان برا جانیں۔ ت)
تیسری حدیث میں ہے: حدثوا الناس بما یعرفون[3] (لوگوں سے وہی بیان کرو جو ان کیلئے معروف ہے۔ ت) چوتھی حدیث میں ہے:

ما انت محدث قوما حدیثا لا تبلغہ عقولھم الاکان لبعضھم فتنۃ[4]۔ جب کوئی کسی قوم کو ایسی بات بیان کرے گا جہاں تک ان کی عقل کی رسائی نہیں تو وہ ان میں فتنہ کا سبب بنے گا۔ (ت)

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب الرقاق دار الفکر بیروت ۴/ ۳۲۷
[2] مسند امام احمد بن حنبل بقیہ حدیث ابو العادیۃ " ۴/ ۷۶
[3] کنز العمال حدیث ۲۹۳۱۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۲۴۷
[4] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۹
ف: اصل میں اسی طرح ہے مگر اعلحضرت کا خط نہیں اس لئے ناقل سے غالبًا سہو ہوا۔

Marfat.com

(۲) یہ اللہ عزوجل پر افترا ہے اور اس کا ظاہر کفر،

وقد قال اللہ تعالٰی انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون[1]

اللہ تعالٰی کا ارشادِ گرامی ہے: جھوٹ بہتان وہی باندھتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے (ت)

(۳) بظاہر کفر ہے۔ اور اس کا مقلد زندیق، عوام کو ایسا تفوہ[ف] کفر کا کھلا راستہ ہے، عوام سے مراد وہ ہیں کہ مقامِ حقائق تک نہ پہنچے اگرچہ علماء کہلاتے ہوں اور ان سے بدتر وہ مسخرگان شیطان کہ جاہل ہیں اور علمِ حقائق کے مدعی۔

(۴) فارسی شعر حضرت امیر خسرو قدس سرہ العزیز کا عاشقانہ غزل میں ہے اسے یوں نعت شریف میں لے جانا اور کلامِ الٰہی ٹھہرانا اور اللہ و رسول میں یوں اتحاد ماننا بلکہ حضور کو جان اور اللہ کو تن جاننا یہ صریح کفر و ارتداد ہے۔

(۵) اس کا ظاہر بھی کلمۂ کفر ہے،

ووقوع مثلہ فی کلام اللہ وکلام رسولہ کما یذکر عن التوراۃ جاء اللہ من طور سیناء واشرق من ساعیر واستعلن من فاران وحدیث یاموسٰی کنت مریضا فلم تعدنی کنت جائعا فلم تطعمنی[2] وامثال ذلک لایکون سند اللجواز فلیس للعبد ان یتعدی طورہ وعلیہ اتباع المحکمات دون ما تشابہ منہ۔

اس کا وقوع کلامِ الٰہی اور کلامِ رسول میں ہے جیسا کہ تورات سے ہے کہ اللہ تعالٰی طورِ سیناء سے آیا اور ساعیر اور فاران سے وہ چمکا، اور حدیث میں ہے: اے موسٰی! میں مریض تھا تم نے میری عیادت نہ کی، میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ اور اس کے دیگر امثال یہ جواز کی سند و دلیل نہیں بن سکتے، بندے کو اپنی حد سے آگے نہیں بڑھنا چاہئے بندے پر محکمات کی اتباع لازم اور متشابہات سے بچنا لازم ہے۔ (ت)

(۶) پچھلا مصرع تو صحیح ہے اور پہلے کا نصف اخیر بھی یوں صحیح ہے کہ کرنا بنانے پیدا کرنے کو کہتے ہیں: ؎

گفتم ایں جامِ جہاں بیں بتو کے داد حکیم ... گفت آں روز کہ ایں گنبدِ مینا می کرد

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۵

[2]

ف: اندازہ سے بنایا اصل میں بیاض ہے۔

Marfat.com

(میں نے اسے کہا کہ یہ جہان نما جام تجھے حکیم نے کب دیا؟ اس نے کہا کہ جس دن اس نے یہ گنبد (آسمان) بنایا۔ت)
یعنی اللہ عزوجل نے حضور کی مصطفائی پیدا کی حضور کو یہ مرتبہ بخشا البتہ نصف اول بہت سخت ہے اس میں تاویل بعیدیہ ہے کہ خدائی مخلوقات کو کہتے ہیں ع

ساری خدائی اک طرف فضلِ الٰہی اک طرف

اور خدائی کی پیدائش بطفیلِ حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے حضور نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا لولاك لما خلقت الدنیا[1] (اگر آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں دُنیا پیدا نہ فرماتا۔ت) حضور تخم وجود واصل جود ہیں صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم، تو نسبت مجاز ہے جیسے انبت الربیع البقل بہار نے سبزہ اگایا۔ وقال اللہ تعالیٰ مما تنبت الارض[2] (اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا: زمین کی اگائی ہوئی چیزیں۔ت) اگانے والا زمین کو فرمایا، مگر حق یہ ہے کہ ایسی تاویل نہ لفظ کو کلمۂ کفریہ ہونے سے بچائے نہ قائل کو اشد حرام کے ارتکاب سے، بہار و زمین غیر ذوی العقول پر قیاس نہ ہوگا، اور ردالمحتار میں ہے:

مجرد ایھام المعنی المحال کاف فی المنع[3]	منع کے لئے محض محال معنی کا ایہام ہی کافی ہوتا ہے (ت)

(۷) یہ روایت محض کذب و باطل و مردود و موضوع وافترار و اختراع ہے قاتل اللہ واضعھا (اللہ تعالےٰ ایسی روایت گھڑنے والے کو برباد کرے۔ت) اور اس کا ظاہر سخت کفر ملعون ہے، ایسے تمام مضامین کا پڑھنا سُننا سب حرام ہے۔ واللہ سبحٰنہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۹ از رام پور مرسلہ معشوق علی صاحب ۷ جمادی الاول ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر میلاد خواں میلاد شریف میں اس نظم کو پڑھتے ہیں،

۱	اٹھا کر میم کا پردہ سب الا اللہ کہتے ہیں	احد میں میم کو ضم کر کے صلی اللہ کہتے ہیں
۲	ظہور ہو کر کے دنیا میں یہ فرمانا کہ بندہ ہوں	تو سب ناسُوت میں حضرت رسول اللہ کہتے ہیں
۳	ہوئے ممکن سے جب واجب نبی ملکوت میں پہنچے	وہاں سب دیکھ احمد کو ظہور اللہ کہتے ہیں

---

[1] الفوائد المجموعۃ باب فضائل النبی حدیث ۱۸ دارالکتب العلمیۃ بیروت ص ۳۲۶
الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ حدیث ۷۵۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۱۹۴
[2] القرآن الکریم ۲/ ۶۱
[3] ردالمحتار کتاب الحظروالاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۵۳

Marfat.com

۴	جو پہنچا مرتبہ جبروت میں مسجود عالی کا	تو اس جسم مطہر کو وہ نوراللہ کہتے ہیں
۵	الست مرتبہ لاہوت سمجھو ذات احمد کا	سب اس رتبہ میں آنحضرت کو علیؔن اللہ کہتے ہیں
۶	خدا فرمائے گا محشر میں بخشا لو تم اب احمد	گنہ گاران امت کو شفیع اللہ کہتے ہیں
۷	نزول از نا عروج حضرت کا لکھا ہے حقیقت سے	خدا پہچان لو سب سے حسن ﷲ کہتے ہیں

الجواب

ان اشعار کا پڑھنا حرام حرام سخت حرام ہے، ان میں بعض کلمہ کفریہ ہیں اگرچہ تاویل کے سبب قائل کو کافر نہ کہیں اور بعض موہم کفر ہیں، اور یہ بھی حرام ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

مجرد ایھام المعنی المحال کاف فی المنع[1]۔ منع کے لئے محض محال معنیٰ کا ایہام ہی کافی ہوتا ہے۔ (ت)

ہاں بعض جیسے شعر چہارم و ششم ایہام کفر سے خالی ہیں پھر بھی ششم میں مصرعہ دوم "گنہ گاران امت الخ" کو حضرت عزت کی طرف نسبت کرنا صحیح نہیں، اور چہارم میں مسجود کا لفظ مناسب نہیں، ہاں شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں:

ہزاران ہزار عاشق بر آستانہ او (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) سجدات می کنند وایں مرتبہ ہیچکس را نداده اند، مگر بطفیل ایں محبوب (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) برخے از اولیائے امت را شمہ محبوبیت آں نصیب شده و مسجود خلائق و محبوب لہا گشتہ اند مثل حضرت غوث الاعظم و سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رضی اللہ تعالٰی عنہما[2] (ملخصاً)

لاکھوں عشاق ان (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کے مبارک آستاں پر سجدہ کرتے ہیں اور یہ مرتبہ جس کو بھی عطا کیا گیا ہے وہ اس محبوب (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی طفیل ہے، اولیائے اُمت میں سے جس کو اس محبوبیت سے حصہ ملا ہے وہ مخلوق کے مسجود محبوب ہو گئے مثلاً حضرت غوث اعظم، سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رضی اللہ تعالٰی عنہما (ملخصاً)

واللہ تعالٰی اعلم۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶۱: از ناگور مارواڑ دکان سید محمد صدیق، سید لعل محمد سوداگران مرسلہ حضرات مذکورین ۸ جمادی الاولٰی ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۵۳

[2] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) پ عم س الم نشرح مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۳۲۲

Marfat.com

ہمارے سرورِ عالم کا رُتبہ کوئی کیا جانے
خدا سے ملنا چاہے تو محمد کو خدا جانے

یہ شعر عام طور پہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی محفلِ میلاد میں پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

اس شعر کا ظاہر صریح کفر ہے اور اس کا پڑھنا حرام ہے اور جو اس کے ظاہر مضمون کا معتقد ہو یقیناً کافر ہے، ہاں اگر بقرینۂ مصرعہ اولٰی یہ تاویل کرے کہ خدا سے ملنا چاہے تو یوں سمجھے کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مرتبہ کو اللہ ہی جانتا ہے تو یہ معنی صحیح ہیں، مگر ایسا موہم لفظ بولنا جائز نہیں، ردالمحتار میں ہے:

مجرد ایھام المعنی المحال کاف فی المنع[1] واللہ تعالٰی اعلم
منع کے لئے محض محال معنی کا ایہام ہی کافی ہوتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۶۱ ازجودھپور مارواڑ مرسلہ قاضی محمد عبدالرحمٰن صاحب متخلص بہ طالب مدرس درجۂ اول سردار اسکول ۱۸ جمادی الآخر ۱۳۳۷ھ

حضرتم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بتاریخ ۱۶ مارچ سنہ رواں بروز یک شنبہ جودھپور میں مشاعرہ تھا، مصرع طرح ھو ہذا: "شب عاشق سحر نہ ہوجائے" نمبر ۲ پہ ایک غزل نعتیہ پڑھی گئی جس کا مطلع یہ ہے: ؎

نعت خیر البشر نہ ہوجائے
دل حقیقت نگر نہ ہوجائے

کیا حضور! یہ مطلع نعت میں ٹھیک ہے؟ اس کا قائل کہتا ہے کہ آپ کے دیوان میں بھی اس قسم کا کوئی شعر ہے مگر وہ شعر دیوان میں دکھاتا نہیں، اور خاکسار کے پاس دیوان ہے نہیں، لہذا متکلف ہوں کہ اس میں جو کچھ امر حق ہو جواب سے سرفراز فرمادیں۔

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، یہ مطلع سخت باطل وناجائز ہے کہ اس میں نعتِ اقدس سے ممانعت ہے اور نعت اقدس اعظم فرائض ایمان سے ہے، اس سے ممانعت کس حد تک پہنچتی ہے، اگر

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۵۳

Marfat.com

تاویل کی جگہ نہ ہوتی تو حکم بہت سخت تھا، فقیر کے دیوان میں اصلاً کوئی شعر اس مضمون کا نہیں، ولہ الحمد وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۲ از شہر دہلی پہاڑ گنج مسجد غریب شاہ مرسلہ محمد عبدالکریم صاحب ۹ شعبان ۱۳۳۷ھ

حضور! مندرجہ ذیل اشعار کے متعلق یہاں کے مولویوں نے یوں کہا ہے کہ اس کا جواب کوئی اہل اللہ دے گا، لہٰذا اس کا جواب حضور ہی دیں گے، **اشعار:**

۱ چہ خوش گفت بہلول فرخندہ فال که من از خدا پیش بودم دو سال

۲ من آں وقت کردم خدا را سجود که ذات و صفات خدا ہم نہ بود

الجواب

دوسرا شعر ایسا مشکل نہیں، نبود سے نہ نفی مطلق مقصود نہ مفہوم بلکہ نفی مقید بوقت سجدہ یعنی جس وقت میں نے سجدہ کیا اس وقت میں ذات و صفات نہیں اور یہ حق ہے کہ ذات و صفاتِ الٰہی وقت و زمانہ سے متعالی ہیں وہ کسی وقت میں نہیں وقت سے پاک ہیں، جیسے کسی مکان میں نہیں مکان سے پاک ہیں، زمان و مکان سب حادث ہیں اور ذات و صفاتِ الٰہی قدیم، جب زمان و مکان نہ تھے ذات و صفات ان سے جدا تھیں، ایسے ہی اب بھی ہیں اور ہمیشہ رہیں گی،

پہلے شعر میں از خدا لفظ پیش سے متعلق نہیں بلکہ بودم سے، اور پیش کا متعلق ازیں محذوف ہے، جیسے عربی میں کنا قبل فی اھلنا مشفقین[1] یعنی قبل ہذا اردو میں پہلے کہہ چکا یعنی اس سے پہلے، یوہیں پیش بودم یعنی پیش ازیں، اس کا اشارہ حالت موجودہ کی طرف ہے یعنی عالم اجساد میں ہونا، اور سال سے مراد زمانہ ممتد کہ یہاں ہزار سال ہے، تو مطلب یہ ہوا کہ میں اس عالمِ اجساد میں آنے سے دو ہزار برس پہلے خدا کی طرف سے وجود رکھتا تھا، موجود تھا، اور یہ حق ہے۔ حدیث میں ہے:

ان اللہ تعالیٰ خلق الارواح قبل الاجسام بالفی عام[2] ۔ اللہ تعالیٰ نے روحیں جسموں سے دو ہزار برس پہلے بنائیں۔

باایں ہمہ دونوں شعر موہم معنی کفر ہیں اور ان کا اطلاق سخت اشد حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۳ تا ۶۵ از شہر بریلی محلہ سہسوانی ٹولہ متصل مسجد چپ شاہ مسئولہ لیاقت حسین طالب علم ۹ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے شرع درباب اس شعر کے نعت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو ہذا:

---

[1] القرآن الکریم ۵۲/۲۶

[2] الفوائد المجموعہ مناقب الخلفاء الاربعۃ الخ حدیث ۹۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۳۸۲
الموضوعات لابن جوزی حدیث ۵۷ دارالفکر بیروت ۱/۴۰۱

Marfat.com

ے کردن مہمانیِ عشقِ محمد
جگر کے کوفتے دل کے پسندے

(جگر کے کوفتے اور دل کے کباب بنا کر عشقِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مہمانی کرنا۔ت)

(۱) آیا قابلیت نعت اور مولود خوانی کی رکھتا ہے یا نہیں؟

(۲) انسان کا گوشت حلال ہے یا حرام؟

(۳) کسی مقدس شخص کی مہمانی میں یا اس کے عشق کی مہمانی میں انسان کا گوشت پیش کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

انسان کا گوشت انسان پر حرام ہے عشق پر حرام نہیں وہ ایک آگ ہے کہ ما سوائے محبوب کو جلا دیتی ہے، گوشت گلانا اس کا پہلا فعل ہے، ولہذا حدیث میں فرمایا:

ان اللہ یبغض الحبر السمین[1] اللہ دشمن رکھتا ہے موٹے عالم کو۔

شعر میں "مہمانیِ عشق" ہی کہا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں پڑھ سکتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۶ از شہر کہنہ بریلی مسئولہ قاسم حسین رضوی مصطفائی ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مندرجہ ذیل اشعار آیا کفر میں داخل ہیں اور ان کا لکھنے والا کافر ہے یا نہیں؟ دلاور حسین میلاد خواں نے میرے سامنے بیان کیا کہ ایک عالم مجدد نے ایسے شاعر کو کافر فرمایا ہے اور تحریری فتوٰی میرے پاس موجود ہے اگر اس نے جھوٹ بولا اور ایک مسلمان پر کفر ثابت کرنے کے لئے ایک بزرگ پر اتہام رکھ کر ایسے غلط لفظ کہے تو کیا وہ کافر ہونے سے بری ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اشعار یہ ہیں:

۱ جوشِ کرم پہ بحر ہے دیکھو یہ اُلٹی لہر ہے — ہم بھولے بیٹھے ہیں انھیں ان کو ہماری یاد ہے

۲ ہے ہم سے غلاموں کا کعبہ تو درِ آقا — اللہ مبارک کرے سجدے کا ادا کرنا

الجواب

حاشا ان میں کوئی بات کفر تو کفر گمراہی کی بھی نہیں، ممکن کہ اور اشعار کی نسبت فتوٰی ہوا ہو اور دلاور حسین نے بے علمی کے سبب ان کے مضمون کو ویسا ہی گمان کر کے یہ کہہ دیا ہو، بہرحال جاہل کو احکام

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین باب بیان فضیلۃ الجوع دار الفکر بیروت ۷/۳۸۸

Marfat.com

شرع خصوصاً کفر و اسلام میں جرأت سخت حرام اشد حرام ہے کوئی ہو کسے باشد، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۷ از مراد آباد محلہ شیدی سرائے مرسلہ صابر حسین صاحب ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا یہ شعر ہے: ؎

سکھی باپ کی گٹھری تو سیس دھری کہیں رون نہ جاویں سام ہری

کتے جا کے بروں کہاں ڈوب مروں سیاں سے حیا شرماوت ہے

اس میں سام ہری جو خدا کا نام رکھا ہے سو یہ عمرو کے نزدیک کفر ہے آیا یہ قول عمرو کا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب

جاہل احمق نادان شاعر نے جو ہندی زبان کی نظم کہی اس میں معبود برحق عزجلالہ کی طرف انھیں لفظوں سے کنایہ کیا جو ہندی میں مستعمل ہے ایسے کلام اس قبیل سے ہوتے ہیں، جیسے حضرت مولوی قدس سرہ المعنوی فرماتے ہیں: ؎

خوشتر آں باشد کہ سرّ دلبراں گفتہ آید در حدیث دیگراں[1]

(وہ خوش بخت ہے جو دلبروں کے راز دوسروں کی زبان سے کہتا ہے۔ت)

اولیاء اشعار میں لیلیٰ و سلمیٰ باندھتے ہیں اور مطلب سعدی دیگر ست، نہ کہ معاذ اللہ رب عزوجل کو ان ناموں سے تعبیر کیا بلکہ وہی، گفتہ آید در حدیث دیگراں۔ سیّد الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ان مجنون بنی عامر کان من احباء اللہ تعالیٰ ستر شأنہ بجنونہ بلیلیٰ[2] نقلہ الزرقانی فی شرح المواہب الشریفۃ عن روضۃ العاشق لابن القیم واستغربہ۔

حضرت مجنون بنی عامر اولیاء سے تھے عشق لیلیٰ کو پردہ کر رکھا تھا (امام زرقانی نے شرح مواہب الشریفہ میں روضۃ العاشق لابن قیم سے اسے نقل کرکے غریب کہا۔ت)

سیدی ابوبکر شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی کو یہ شعر پڑھتے سنا: ؎

اسأل عن سلمی فھل من مخبر یکون لہ علم بھا این تنزل

میں سلمیٰ کو پوچھتا ہوں ہے کوئی بتانے والا کہ وہ کہاں اُترے گی، فرمایا واللہ ما فی الدارین

---

[1] مثنوی مولوی معنوی دفتر اول بردن بادشاہ طبیب غیب را بر سر بیمار نورانی کتب خانہ پشاور ص ۸

[2] ع

Marfat.com

عنہا مخبر[۱] خدا کی قسم دونوں جہان میں کوئی اس کی خبر دینے والا نہیں۔ سیدی ابوسعید خراز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوتے سوتے گھبرا کر روتے ہوئے اٹھے اور فرمایا کہ ابھی مجھ سے رب عزوجل نے خواب میں فرمایا: ابوسعید تو لیلیٰ و سلمیٰ کے اشعار سنتا اور ان کے مضامین کو مجھ پر محمول کرتا ہے، اگر میں نہ جانتا کہ تو مجھ کو دوست رکھتا ہے تو وہ عذاب کرتا کہ نہ کیا ہوتا۔[۲]

ھَر زبان ہندی میں معبود برحق کے اسماء سے ہے، جیسے النشور، اور بظاہر اس میں کوئی معنیٰ محال نہیں جیسے سرام میں ہیں کہ ہر چیز پر رما ہونے اور سرایت و حلول پر دلیل ہے، اور سیام کنھیا کا نام نہیں اس کا وصف اس سے کرتے ہیں کہ وہ سیہ فام تھا اور سیام سیاہ کو کہتے ہیں، اور صوفیہ کرام فرماتے ہیں: تجلی ذات بحت کا رنگ خالص سیاہ ہوتا ہے۔ شاعر نے بڑی خطا کی بہت برا کیا اس پر توبہ لازم ہے، مگر حکم کفر غلو و غلط ہے،

لا یخرج العبد من الایمان الا جحود ما ادخلہ فیہ سواء صرح بہ او جحد و جحد الجحود وھذا اخبث و اعند العنود، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	بندہ ایمان سے خارج نہیں ہوتا مگر جب کہ وہ ایسی چیز کا انکار کرے جس کے ذریعہ سے وہ ایمان میں داخل ہوا تھا خواہ وہ تصریح کرے یا انکار، اور انکار کا انکار یہ زیادہ خبیث اور سبب عناد ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۶۸ - ۶۹ از موضع خورد مئو ڈاک خانہ بدوسرائے ضلع بارہ بنکی مسئولہ سید صفدر علی صاحب
۲ صفر ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اس شعر کا شاعر اور قائل شرعاً کیسا ہے وھو ہذا:

نہ مر بھوکا نہ رکھ روزہ نہ جا مسجد نہ کر سجدہ
وضو کا توڑ کر کوزہ شرابِ شوق پیتا جا

(۲) بے نمازی کو نہ جانو دیندار پیر ہو یا ہو مرید با بکار

الجواب

(۱) یہ شعر کفر ہے۔ (۲) یہ شعر ٹھیک ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[۱]

[۲]

Marfat.com

مسئلہ انتظام علی خاں صاحب چھتہ شیخ بنگلور زیر جامع مسجد دہلی ۱۸ جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ

شعر اندرون غزل نعتیہ مصنفہ اکبر خاں مرحوم: ؎

عجب کھیل کھیلے عجب روپ بدلے   زمانہ میں بہروپیا بن کے آیا

اس قسم کے شعر حضور کی شان کے خلاف ہیں کہ نہیں؟ اور ایسے شعر محافلِ میلاد شریف حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں پڑھنا چاہئے کہ نہیں "اللہ اللہ گفتہ اللہ می شوی" اس سے مراد لی ہے کہ نمک میں ملی شئے نمک ہوگئی، جو خدا میں ملا وہ خدا ہوگیا، یہ شعر قابلِ اعتراض ہے کہ نہیں؟ اور مصرعہ بالا "اللہ اللہ گفتہ اللہ می شوی" سے مراد اور مطلب کیا حاصل ہونا چاہیے؟

الجواب

بہروپیے والا شعر رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی صریح توہینوں پر مشتمل ہے، کھیل کھیلنا رُوپ بدلنا کہنا ہی توہین تھا، مصرع دوم نے کفر پر رجسٹری کر دی والعیاذ باللہ تعالےٰ، یہ کہنا کہ جو خُدا میں ملا وہ خدا ہوگیا کفر ہے، اس مصرع سے احتراز لازم ہے، مراد یہ ہے کہ فنا فی اللہ می شوی"، واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ازمارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ خانقاہ برکاتیہ مسئولہ والاحضرت عظیم البرکت مولانا مولوی سیّد محمد میاں صاحب قادری دامت برکاتہم   ۳۰ رجب ۱۳۳۹ھ

حضرت مولانا المعظم والمکرم والمحترم دامت برکاتہم العالیہ، پس از تسلیم مع التعظیم والتکریم معروض خدمت، جناب مولوی حسن رضا خاں صاحب مرحوم کے نگارستانِ لطافت میں ان کی ایک غزل میں ان کا ایک شعر یہ ہے: ؎

شبِ اسریٰ کے دُولھا پر نچھاور ہونے والی تھی
نہیں تو کیا غرض تھی اتنی جانوں کے بنانے سے

یہ شعر ان کے دیوان "ذوقِ نعت" میں بھی موجود ہے جس سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ اتنی جانوں کے بنانے سے غرض یہ تھی کہ شبِ اسریٰ کے دُولھا پر ان کی نچھاور کی جائے حالانکہ افعالِ مولیٰ عزوجل معلل بالاغراض نہیں ہُوا کرتے اس کا حل مجھے مطلوب ہے۔

الجواب

والاحضرت عظیم البرکت دامت برکاتہم العالیہ، تسلیم مع التعظیم، یہاں طرز ادا دو ہیں: اول ہم نے یہ کام زید کے لئے کیا ورنہ ہمیں کیا غرض تھی۔ دوم اور کیا غرض تھی، اول میں اپنی غرض کی نفی مطلق ہے

اور ثانی میں اس غرض کا اثبات اور غرض دیگر کی نفی، شعر میں طرزِ اوّل ہے نہ کہ دوم، تو اس میں مطلقاً نفیِ غرض ہے۔ بیان اس کا یہ ہے کہ فعل اختیاری کے لئے مصلحت یا غرض ضرور ہے ورنہ عبث ہوگا، اور مولٰی تعالٰی عبث سے پاک ہے، اس کے افعال مصالح سے مملو ہیں اور اغراض سے منزہ، وہ مصالح بھی راجع بعباد ہیں، مولٰی تعالٰی مصلحت و مفسدت سے پاک، مداح مرحوم مصلحت کا اس میں حصر کرتا ہے،

لحدیث خلقت الخلق لاعرفهم کرامتك و منزلتك عندی ولولاك ما خلقت الدنیا[1] رواہ ابن عساکر عن سلمان فارسی۔

اس حدیث کی وجہ سے کہ میں نے مخلوق اس لئے پیدا فرمائی تاکہ میرے ہاں جو آپ کا مقام و شرف ہے اسے وہ جان لے، اور اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا پیدا نہ فرماتا۔ اسے ابن عساکر نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا (ت)

تو عرض کرتا ہے کہ مصلحت یہ تھی ورنہ کیا کوئی غرض تھی کہ اگر غرض و مصلحت دونوں نہ ہوں تو عبث لازم آئے، اور وہ محال ہے، لیکن مولٰی تعالٰی غرض سے پاک ہے، لاجرم یہی مصلحت تھی، وہو تعالٰی اعلم۔

---

[1] مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر ذکر ما خص بہ وشرف بہ من بین الانبیاء دار الفکر بیروت ۲/ ۱۳۷

Marfat.com

رسالہ

سُبحٰن السُبُوح عن کذب عیب مقبوح

(کذب جیسے بدترین عیب سے اللہ تعالٰی کی ذات پاک و منزہ ہے)[۱۳]

مسئلہ[۲] از ابو محمد صادق علی مداح عفی عنہ گڑھ مکٹیسری از میرٹھ بالائے کوٹ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین در بارۂ مسئلۂ امکانِ کذب باری تعالٰی جس کا اعلان ۱
تحریری و تقریری علمائے گنگوہ و دیوبند اور ان کے اُتباع آج کل بڑے زور شور سے کر رہے ہیں، تحریراً
کتاب "براہینِ قاطعہ" میں کہ مولوی خلیل انبیٹھی کے نام سے شائع کی گئی، جس کی لوح پر لکھا ہے: "بامر
حضرت چنین وچناں مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی" اور خاتمہ پر ان کی تقریظ بایں الفاظ ہے؛
"احقر الناس رشید احمد گنگوہی نے اس کتاب براہین قاطعہ کو اوّل سے آخر تک بغور دیکھا، الحق کہ یہ جواب
کافی اور حجت وافی ہے اور مصنف کی وسعت نورِ علم اور فسحتِ ذکاء وفہم پر دلیل واضح، حق تعالٰی اس تالیف نفیس
میں کرامت قبولیت عطا فرمائے اور مقبول مقبولین و معمول عاملین فرمائے[۱]" (ملخصاً) جس سے ثابت کہ گویا کتاب
ہی تالیف ان کی ہے، صفحہ ۳ پر یوں مکتوب ہے: "امکانِ کذب کا مسئلہ اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدماء
میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے۔ ردالمحتار میں ہے: ھل یجوز الخلف فی الوعید فظاھر

---

[۱] براہین قاطعہ خاتمہ کتاب مطبع لے بلاساواقع ڈھور ص ۲۷۰

Marfat.com

ما فی المواقف و المقاصد ان الاشاعرۃ قائلون بجوازہ (کیا خلف وعید جائز ہے، مواقف اور مقاصد سے یہی واضح ہوتا ہے کہ اشاعرہ اس کے جواز کے قائل ہیں۔ ت) پس اس پر طعن کرنا پہلے مشائخ پر طعن کرنا ہے اور اس پر تعجب کرنا محض لاعلمی اور امکان کذب خلف وعید کی فرع ہے[1]" انتہی ملخصاً۔ تقریراً مولوی ناظر حسن دیوبندی مدرس اوّل مدرسہ عربی میرٹھ نے مسجد کوٹ پر بلند آواز سے چند مسلمان میں کہا کہ ہمارا تو اعتقاد یہ ہے کہ خدا نے کبھی جھوٹ بولا نہ بولے مگر بول سکتا ہے، بہشتیوں کو دوزخ اور دوزخیوں کو بہشت میں بھیج دے تو کسی کا اجارہ نہیں، اور یہی امکانِ کذب ہے، انتہی

پس ایسا اعتقاد کیسا ہے اور اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں جس کا عقیدہ ایسا ہے، سچی بات بتاؤ اچھا اجر پاؤ۔

الجواب

سبحٰن ربّك رب العزۃ عما یصفون، وسلام علی المرسلین، والحمد للہ رب العٰلمین، الحمد للہ المتعال شانہ عن الکذب والجھل والسفہ والھزل والعجز والبخل، وکل مالیس من صفات الکمال المنزہ عظیم قدرتہ بکمال قدوسیتہ وجمال سبوحیتہ عن وصمہ خروج ممکن اوولوج محال، قولہ الحق ووعدہ الصدق، ومن اصدق من اللہ قیلا، وکلامہ الفصل وما ھو بالھزل فسبحٰن اللہ بکرۃ واصیلا، لذاتہ القدم ولنعتہ القدم، فلا حادث

آپ کا رب رب العزت ہر اس عیب سے پاک ہے جو یہ مخالفین بیان کرتے ہیں، تمام رسولوں پر سلام ہو، تمام حمد اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، تمام حمد اللہ کے لئے جس کی شان اقدس ہر قسم کے کذب، جہل، بے عقلی، غیر سنجیدگی، بخل اور ہر اس وصف سے پاک ہے جو اس کے کمال منزہ کے خلاف ہے کمال قدوسیت اور جمال سبوحیت کی وجہ سے اس کی قدرت خروج ممکن اور دخول محال کے عیب سے پاک ومبرا ہے، اس کا فرمان حق اور اس کا وعدہ سچا اور قول کے اعتبار سے اس سے بڑھ کر کون سچا ہو سکتا ہے، اس کا مقدس کلام حق و باطل میں فیصلہ کن ہے اور وہ مذاق و ٹھٹھا نہیں ہے پس اللہ تعالٰی کی تسبیح ہے صبح و شام، اس کی ذات بھی قدیم اور صفات

---

[1] براہینِ قاطعہ مسئلہ خلف وعید قدماء میں مختلف فیہ ہے مطبع لے بلاسا واقع ڈھور ص ۲

Marfat.com

يقوم ولا قائم يحول، وكلامه ازلى وصدقه
ازلى، فلا الكذب يحدث ولا الصدق
يزول، والصلاة والسلام على الصادق
المصدوق سيد المخلوق النبى الرسول
الأتى بالحق من عند الحق لدين الحق
على وجه الحق والحق يقول فهو الحق و
كتابه الحق بالحق انزل وبالحق نزل وعلى
الحق النزول، واشهد ان لا اله الا الله وحدہٗ
لاشريك له حقاحقا، واشهد ان محمدا عبدہٗ
ورسوله بالحق ارسله صدقا صدقا، صلوات
الله وسلامه عليه وعلى اٰله وصحبه وكل من
ينتمى اليه، وعلينا معهم وبهم ولهم
يا ارحم الراحمين، اٰمين اٰمين، اله الحق
اٰمين، قال المصدق لربه بتوفيقه العظيم
المسبح لمولاه عن كل وصف ذميم،
عبد المصطفى احمد رضا المحمدى ۱
السنى الحنفى القادرى البركاتى البريلوى
صدق الله تعالٰى قوله فى الدنيا والاٰخرة
وصدق فيه ظنه بالعفو والمغفرة، اٰمين،
اللّٰهم هداية الحق والصواب۔

بھی قدیم تو حادث قائم نہیں رہتا اور قائم متغیر نہیں ہوتا اور اس کا
کلام ازلی ہے اور اس کا صدق ازلی ہے تو اسکے کلام میں کذب کا حدوث
نہیں اور اسکے صدق کو زوال نہیں، صلوٰۃ وسلام ہو اس ذات اقدس پر جو
صادق ومصدوق، تمام مخلوق کے سردار، نبی، رسول، حق کی طرف بلانیوالے
بطریق حق، دین حق کے لئے حق لانے والے،
حق کا فرمان ہے کہ وہ حق ہیں، ان کی کتاب حق جو
حق کے ساتھ نازل کی اور نازل ہوئی اور اس کا نزول حق پر
ہوا، میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے
اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ سراپا حق ہے،
میں شہادت دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم اس کے خاص بندے اور رسول ہیں
اور ان کو حق وصدق دے کر بھیجا، ان پر اللہ تعالٰی
کی طرف سے صلوٰۃ وسلام ہو، ان کی آل واصحاب
اور ان کی طرف ہر منسوب پر، ساتھ ہم پر بھی
ان کی وجہ سے ان کی خاطر ہو یا ارحم الراحمین آمین
آمین الٰہ الحق آمین، اپنے رب کی تصدیق کرنیوالا
اس کی عظیم توفیق سے، ہر بُرے وصف سے اپنے
رب کی پاکیزگی بیان کرنے والا غلام مصطفٰے احمد رضا
محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی کہتا ہے
اللہ تعالٰے اس کے قول کو دنیا وآخرت میں سچا
فرمائے، اور اس کا اپنے بارے میں اللہ تعالٰی سے عفو ومغفرت کے حسنِ ظن کو سچا فرمائے آمین
اے اللہ! تو ہی حق وصواب کی رہنمائی فرمانے والا ہے۔ (ت)

فقیر غفر اللہ تعالٰے لہ بحول وقوت رب الارباب، اس مختصر جواب موضح صواب ومزیح ارتیاب میں اپنے مولٰی جل وعلا کی تسبیح وتقدیس اور اس جناب رفیع وجلال منیع پر جرأت وجسارت والوں کی تقبیح وتفلیس کے لئے کلام کو چار تنزیہوں پر منقسم اور ایک خاتمہ پر مختتم اور بنظر ہدایت عوام وازاحت اوہام،

Marfat.com

ایک ضروری مقدمہ ان پر متقدم کرنا ہے۔

تنزیہ اول میں ائمہ دین وعلمائے معتمدین کے ارشادات متین جن سے بحمداللہ شمس وامس کی طرح روشن مبین کہ کذبِ الٰہی بالاجماع محال اور اسے قدیم سے ائمہ سنت میں مختلف فیہ ماننا عناد ومکابرہ یا جاہلانہ خیال۔

تنزیہ دوم میں بفضل ربانی دعوی اہل حق پر دلائل نورانی جن سے واضح ہو کہ کذب الٰہی قطعاً مستحیل اور ادعائے امکان باطل وبے دلیل۔

تنزیہ سوم میں امام وہابیہ ومعلم ثانی طائفہ نجدیہ مصنف رسالہ یکروزی کی خدمت گزاری اور ان حضرات کے اوہام باطلہ وہذیانات عاطلہ کی نازبرداری کہ یہی صاحب ان حضرات نو کے امام کہن اور ان کے مرجع وملجا وماخذ ومنتہی، انھیں کے سخن۔

تنزیہ چہارم میں جہالات جدیدہ کا علاج کافی اور اس امر حق کا ثبوت وافی کہ مسئلہ قدیمہ خلف وعید، اس مزلہ حادثہ سے منزلوں بعید۔

خاتمہ میں جواب مسائل وحکم قائل والحمد للہ مجیب السائل۔

مقدمہ، اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق، مسلمان کا ایمان ہے کہ مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ کے سب صفات، صفات کمال وبروجہ کمال ہیں، جس طرح کسی صفت کمال کا سلب اس سے ممکن نہیں یونہیں معاذاللہ کسی صفت نقص کا ثبوت بھی امکان نہیں رکھتا اور صفت کا بروجہ کمال ہونا یہ معنی کہ جس قدر چیزیں اس کے تعلق کی قابلیت رکھتی ہیں ان کا کوئی ذرہ اس کے احاطۂ دائرہ سے خارج نہ ہو نہ یہ کہ موجود ومعدوم وباطل وموہوم میں کوئی شئ ومفہوم بے اس کے تعلق کے نہ رہے اگرچہ وہ اصلاً صلاحیت تعلق نہ رکھتی ہو اور اس صفت کے دائرہ سے محض اجنبی ہو۔

اب احاطہ دوائر کا تفرقہ دیکھئے:

(۱) خلاق کبیر جل وعلا فرماتا ہے: خالق کل شئ فاعبدوہ[1] وہ ہر چیز کا بنانے والا ہے تو اسے پوجو۔ یہاں صرف حوادث مراد ہیں کہ قدیم یعنی ذات وصفات باری تعالیٰ عزمجدہ مخلوقیت سے پاک۔

(۲) سمیع وبصیر جل مجدہ فرماتا ہے: انہ بکل شئ بصیر[2] وہ ہر چیز کو دیکھتا ہے، یہ

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۰۲

[2] " " ۶۷/ ۱۹

Marfat.com

تمام موجوداتؔ قدیمہ و حادثہ سب کو شامل مگر معدومات خارج یعنی مطلقاً یا جس چیز نے ازل سے اب تک

عہ فائدہ: اعلم انہ ربما یلمح کلام القاری فی منح الروض الیٰ تخصیص بصارہ تعالیٰ بالاشکال والالوان وسمعہ بالاصوات والکلام وقد صرح العلامۃ اللاقانی فی شرح جوھرۃ التوحید بعمومھما کل موجود وتبعہ سیدی عبد الغنی فی الحدیقۃ و ھذا کلام اللاقانی قال لیس سمعہ تعالیٰ خاصًا بالاصوات بل یعم سائر الموجوداتؔ ذواتٍ کانت اوصفات فیسمع ذاتہ العلیۃ وجمیع صفاتہ الازلیۃ کما یسمع ذواتنا وما قام بنا من صفاتنا کعلومنا والواننا وھکذا بصرہ سبحانہ و تعالیٰ لایختص بالالوان ولا بالاشکال والاکوان فحکمہ حکم السمع سواء بسواء فمتعلقھما واحد[۱] انتھی، اما ماقال اللاقانی قبل ذٰلک حیث عرف السمع بانہ صفۃ ازلیۃ قائمۃ بذاتہ تعالیٰ تتعلق بالمسموعات او بالموجوداتؔ[۲] الخ

فائدہ: واضح ہو کہ "منح الروض" میں ملا علی قاری کے کلام سے اللہ تعالیٰ کی بصارت کا اشکال والوان اور اس کی سمع کا اصوات وکلام کے ساتھ اختصاص کا اشارہ معلوم ہوتا ہے حالانکہ علامہ لاقانی نے "جوہرۃ التوحید" کی شرح میں اللہ تعالیٰ کی مذکورہ دونوں صفات کو تمام موجودات میں عام ہونے کی تصریح کی ہے اور علامہ عبد الغنی نابلسی نے حدیقہ میں ان کی اتباع کی ہے، اور علامہ لاقانی کا کلام یہ ہے، انھوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی سمع صرف اصوات کے ساتھ مختص نہیں کی بلکہ تمام موجودات کو عام ہے خواہ ذواتؔ ہوں یا صفات، تو باری تعالیٰ اپنی ذات وصفات کا سامع ہے جس طرح وہ ہماری ذوات اور ہماری صفاتؔ مثلاً ہمارے علوم اور الوان کا سامع ہے یونہی سبحانہ وتعالیٰ کی بصر کا معاملہ ہے کہ وہ بھی اکوان والوان و اشکال کے ساتھ مختص نہیں اس کا معاملہ بھی سمع جیسا ہے اور دونوں صفات برابر ہیں تو دونوں کے متعلقات بھی ایک جیسے ہیں انتہیٰ، (اور اس پر علامہ نابلسی کا کلام یہ ہے) لیکن علامہ لاقانی نے جو اس سے قبل فرمایا جہاں سمع کی تعریف یوں کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ازلی صفت ہے جو اسکی

(باقی برصفحہ آئندہ)

[۱] الحدیقۃ الندیۃ بحوالہ اللاقانی ھی ای الصفاتؔ یعنی صفات المعانی الحیاۃ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۲۵۵

[۲] " " " " " " " " " " " "

کسوت وجود نہ پہنی نہ ابد تک پہنے کہ ابصار کی صلاحیت موجود ہی میں ہے جو اصلاً ہے ہی نہیں، وہ نظر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

والبصر بانہ صفۃ ازلیۃ تتعلق بالمبصرات او بالموجودات[1] الخ فاقول لایجب ان یکون اشارۃ الی الخلاف بل اتی اولاً بالمبصرات معتمدا علی بداھۃ تصورہ ثم اردف بالموجودات فرارا عن صورۃ الدور، ولیس فی التعبیرین تناف اصلاً فان المبصر مایتعلق بہ الابصار ولیس فیہ دلالۃ علی خصوصیۃ شیئ دون شیئ فاذا کان الابصار یتعلق بکل شیئ کان المبصر والموجود متساویین نعم لما کان ابصارنا الدنیوی العادی مختصا باللون ونحوہ ربما یسبق الذھن الی ھذا الخصوص فازال الوھم بقولہ او بالموجودات آتیا بکلمۃ او للتخییر فی التعبیر، وھذہ نکتۃ اخری للارداف وانما لم یکتف بہ لان ذکر المبصرات ادخل فی التمییز.

ثم اقول، تحقیق المقام ان الابصار لاشک انہ لیس کالارادۃ

ذات سے قائم ہے اور تمام مسموعات یا موجودات سے متعلق ہے الخ اور اللہ تعالٰی کی بصر کی تعریف یوں کی ہے کہ وُہ اس کی ازلی صفت ہے جو تمام مبصرات یا موجودات سے متعلق ہے الخ اقول اس سے متعلق میں کہتا ہوں او یعنی 'یا' سے تعبیر میں ضروری نہیں کہ یہ اختلاف کا اشارہ ہو بلکہ مبصرات کو پہلے ذکر کرکے اس کے تصور کی بداہت کو ظاہر کیا پھر موجودات کو ساتھ ذکر کیا تاکہ دَور لازم نہ آئے جبکہ مبصرات وموجودات دونوں تعبیرات میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ مبصر وُہ چیز ہے جس سے ابصار کا تعلق ہو سکے جبکہ کسی شَی سے خصوصیت پر کوئی دلالت نہیں ہے تو جب ابصار کا تعلق ہر چیز سے ہے تو مبصر اور موجود دونوں مساوی ہوئے، ہاں ہماری دنیاوی عادی ابصار چونکہ الوان وغیرہ سے مختص ہیں اس لئے ہوسکتا ہے کہ ذہن اس خصوصیت کو اپنائے اس لئے انہوں نے مذکورہ وہم کے ازالہ کے لئے "او بالموجودات" کلمہ "او" کو تعبیر میں اختیار دینے کے لئے لائے، تو مبصرات کے بعد موجودات کو ذکر کرنے کا دوسرا نکتہ ہوا، اور صرف موجودات پر اکتفا اس لئے نہ کیا کیونکہ مبصرات کو امتیاز میں زیادہ دخل ہے۔ پھر میں کہتا ہوں مقام کی

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ بحوالہ اللاقانی ھی ای الصفات یعنی صفات المعانی الحیاۃ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۲۵۵

Marfat.com

کیا آئے گا تو نقصان جانبِ قابل ہے نہ کہ جانبِ فاعل، شرح فقہ اکبر میں ہے :

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

والقدرة والتكوين التي لا يجب فعلية جميع التعلقات الممكنة لها بل هو من الصفات التي يجب ان تتعلق بالفعل بكل ما يصلح لتعلقها كالعلم فعدم ابصار بعض ما يصح ان يبصره نقص فيجب تنزيهه تعالیٰ عنه كعدم العلم ببعض ما يصح ان يعلم، وهذا مما لا يجوز ان يتناطح فيه عنزان انما الشان في تعبير ما يصح تعلق الابصار به فان ثبت القصر على الاشكال والالوان والاكوان فذاك، وان ثبت عموم الصحة بكل موجود وجب القول بتحقق عموم الابصار ازلاً وابداً لجميع الكائنات القديمة والحادثة الموجودة في ازمنتها المحققة او المقدرة لما عرف من انه لا يجوز ههنا شئ منتظر لكن الاول باطل للاجماع على رؤية المؤمنين ربهم تبارك وتعالیٰ في الدار الآخرة فكان اجماعا على ان صحة الابصار لا تختص بما ذكر وقد صرح اصحابنا في هذا البحث ان مصحح

تحقیق یہ ہے کہ ابصار بیشک ارادہ قدرت اور تکوین صفات جیسی نہیں، جن کا تمام ممکنہ تعلقات سے بالفعل متعلق ہونا واجب نہیں بلکہ ابصار ان صفات میں سے ہے جن کا ممکن التعلق سے بالفعل متعلق ہونا واجب ہے جیسا کہ علم کا معاملہ ہے تو بعض وہ چیزیں جن کا ابصار ممکن اور صحیح ہوسکتا ہے ان کا عدم ابصار نقص ہوگا لہٰذا اللہ تعالیٰ کا اس نقص سے پاک ہونا ضروری ہے جیسے علم سے متعلق بعض اشیاء کا علم نہ ہونا نقص ہے جس سے وہ پاک منزہ ہے یہ وہ معاملہ ہے جس میں دو آراء نہیں ہوسکتیں، اب صرف یہ بحث ہے کہ ابصار کا تعلق کن چیزوں سے ہوسکتا ہے، اگر یہ ثابت ہوجائے کہ ابصار صرف اشکال والوان و اکوان سے ہی متعلق ہوسکتی ہے تو یہی ہوگا، اور اگر ثابت ہوجائے کہ اس کا تعلق تمام موجودات سے صحیح ہوسکتا ہے تو پھر ازلاً و ابداً تمام کائنات وحادثہ خواہ وہ اپنے زمانوں میں محقق ہوں یا مقدر ہوں سب سے ابصار کا تعلق ماننا اور بیان کرنا واجب ہوگا جیسا کہ واضح ہے کہ اب کوئی چیز انتظار کے مرحلہ میں نہ ہوگی، لیکن پہلی شق باطل ہے کیونکہ آخرت میں مومنین کے لئے اللہ تعالیٰ کی رؤیت پر اجماع ہے (حالانکہ اللہ تعالیٰ اشکال والوان سے پاک ہے) تو ثابت ہوا کہ ابصار کا تعلق اشکال و الوان سے مختص نہیں ہے جبکہ ہمارے اصحاب نے اس بحث میں تصریح

(باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

قد افتی ائمۃ سمرقند وبخارا علی انہ (یعنی المعدوم) غیر مرئی، وقد ذکر الامام الزاھد الصفار فی اٰخر کتاب التلخیص ان المعدوم مستحیل الرؤیۃ، وکذا المفسرون ذکروا ان المعدوم لایصلح ان یکون مرئی اللہ تعالٰی، وکذا قول السلف من الاشعریۃ والماتریدیۃ ان الوجود علۃ جواز الرؤیۃ مع الاتفاق علی ان المعدوم الذی یستحیل وجودہ لایتعلق بہ رؤیتہ سبحٰنہ[1] اھ

ائمۂ سمرقند و بخارا نے یہ فتوٰی دیا کہ (معدوم) دکھائی نہیں دیتا، امام زاہد صفار نے کتاب التلخیص کے آخر میں لکھا معدوم کی رؤیت محال ہوتی ہے، اسی طرح مفسرین نے کہا معدوم اللہ تعالٰی کے دکھائی دینے کے قابل ہی نہیں، اسلاف اشعریہ اور ماتریدیہ کا بھی قول یہی ہے کہ جواز رؤیت کی علت وجود ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ ایسا معدوم جس کا وجود محال ہے اس کے ساتھ رؤیت باری کا تعلق نہیں ہوسکتا اھ (ت)

شرح السنوسی للجزائریہ میں ہے:

انھما (یعنی سمعہ تعالٰی وبصرہ) لایتعلقان

ان دونوں (اللہ تعالٰی کے سمع و بصر) کا تعلق

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الرؤیۃ ھو الوجود وقد اجمعوا کما فی المواقف انہ تعالٰی یرٰی نفسہ فتبین ان الحق ھو التعمیم وان قولہ تعالٰی انہ بکل شیئ بصیر[2] جار علی صرافۃ عمومہ من دون تطرق تخصیص الیہ اصلا ھکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق ومن اتقن ھذا تیسر لہ اجراؤہ فی السمع بدلیل کلام اللہ سبحانہ وتعالٰی فافھم واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ۔

کردی ہے کہ آخرت میں اللہ تعالٰی کی رؤیت کا مدار صرف وجود ہے جبکہ ان کا اجماع ہے کہ اللہ تعالٰی اپنی ذات کو دیکھتا ہے جیسا کہ مواقف میں ہے، تو ابصار میں تعمیم ہی حق ہے اور اللہ تعالٰی کے ارشاد "انہ بکل شیئ بصیر" کا اجراء اپنے خالص عموم پر ہوگا جس میں کسی قسم کی تخصیص کا شائبہ نہ ہوگا، یُوں تحقیق ہونی چاہیے جبکہ اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے، جو بھی اس تحقیق پر یقین رکھے گا اس کے لئے صفت سمع میں بھی عموم کا اجراء آسان ہوگا جس کی دلیل اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے، پس سمجھو، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ (ت)

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر باب یری اللہ تعالٰی فی الآخرۃ بلاکیف مصطفی البابی مصر ص ۸۴

[2] القرآن الکریم ۶۷/ ۱۹

Marfat.com

الا بالموجود والعلم یتعلق بالموجود والمعدوم والمطلق والمقید[1] اھ۔

موجود سے ہوتا ہے اور علم کا تعلق موجود ومعدوم اور مطلق ومقید سے ہوتا ہے اھ (ت)

حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے:

المعدومات التی ما ارادھا اللہ تعالٰی ولا تعلقت القدرۃ بایجادھا فی ازمنتھا المقدرۃ لھا، ولا کشف عنھا العلم موجودۃ فی تلک الازمنۃ فلا یتعلق بھا السمع والبصر، وکذلک المستحیلات بخلاف العلم فانہ یتعلق بالموجود والمعدوم[2]

وہ معدومات جن کا اللہ تعالٰی نے ارادہ نہیں فرمایا اور ازمنہ مقررہ میں ان کی ایجاد کے لئے قدرت متعلق نہیں ہوتی اور نہ مقدرہ زمانہ میں موجود ہوکر تحت علم آتی ہیں تو ایسی معدومات سے اللہ تعالٰی کی سمع وبصر متعلق نہیں ہوتی اور محالات کا معاملہ بھی ایسا ہے بخلاف علم کہ اس کا تعلق موجود اور معدوم دونوں سے ہے (ت)

عــہ اقول قولہ ما اراد ولا تعلقت ولا کشف عبارات شتی عن معبر واحد وھو دوام العدم المناقض للوجود بالفعل فان کل ما اراد اللہ تعالٰی فقد تعلقت القدرۃ بایجادہ بالفعل وبالعکس، وما کان کذلک فقد کشف العلم عنہ موجودا بالاطلاق العام وبالعکس وذلک لان العلم موجودا تابع للوجود ولا وجود للمخلوق الابتعلق القدرۃ ولا تعلق للقدرۃ الابترجیح الارادۃ، کما تقرر کل ذلک فی مقرہ، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ۔

اقول، حدیقہ کا قول "ارادہ نہ فرمایا" قدرت کا تعلق نہ ہو، علم کا کشف نہ ہو، یہ مختلف عبارات ہیں جن کی مراد ایک ہے اور وہ یہ کہ دائمی عدم جو بالفعل وجود کے مناقض ہے کیونکہ اللہ تعالٰی جس چیز کا ارادہ فرماتا ہے اس کے ایجاد سے بالفعل قدرت کا تعلق بھی ہوتا ہے اور اس کا عکس بھی ہوتا ہے جو چیز اس شان میں ہوگی اسی کے بالفعل موجود ہونے کا مطلقاً علم بالکشف ہوتا ہے اور عکس بھی، کیونکہ کسی موجود کا علم اس چیز کے وجود سے ہوتا ہے جبکہ مخلوق کا وجود قدرت کے تعلق کے بغیر نہیں ہوسکتا اور قدرت کا تعلق ارادہ سے ترجیح پائے بغیر نہیں ہوسکتا جیسا کہ یہ تمام امور اپنے مقام میں ثابت شدہ ہیں، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (ت)

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ بحوالہ شرح السنوسی للجزائریۃ حی الصفات یعنی صفات المعانی الحیاۃ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۲۵۵

[2] ” ” ” ” ” ” ” ” ” ” ” ”

Marfat.com

(۳) قوی قدیر تبارک وتعالٰی فرماتا ہے: وھو علٰی کل شیئ قدیر[1] وہ ہر چیز پر قدرت والا ہے۔ یہ موجود و معدوم سب کو شامل، بشرط حدوث و امکان کہ واجب و محال اصلاً لائق مقدوریت نہیں۔ مواقف میں ہے: القدیم لا یستند الی القادر[2] (قدیم کو قادر کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ ت) شرح مقاصد میں ہے: لاشیئ من الممتنع بمقدور[3] (کوئی ممتنع مقدور نہیں ہوتا۔ ت) امام یافعی فرماتے ہیں:

جمیع المستحیلات العقلیۃ لایتعلق للقدرۃ بھا[4]۔

تمام محالات عقلیہ کے ساتھ قدرت کا تعلق نہیں ہوتا۔ (ت)

کنز الفوائد میں ہے:

خرج الواجب والمستحیل فلا یتعلقان ای القدرۃ والارادۃ بھما[5]۔

واجب اور محال خارج ہوں گے ان کے ساتھ قدرت اور ارادہ کا تعلق نہیں ہوسکتا۔ (ت)

شرح فقہ اکبر میں ہے:

اقصاھا ان یمتنع بنفس مفھومہ کجمع الضدین وقلب الحقائق واعدام القدیم، وھذا لایدخل تحت القدرۃ القدیمۃ[6]۔

آخری مرتبہ وہ ہے جو نفس مفہوم کے اعتبار سے ممنوع ہو مثلاً ضدین کا جمع ہونا، حقائق میں قلب، قدیم کا معدوم ہونا یہ قدرت قدیمہ کے تحت داخل ہی نہیں (ت)

(۴) علیم خبیر عزشانہ فرماتا ہے: وھو بکل شیئ علیم[7] وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ یہ کلیہ واجب و ممکن و قدیم و حادث و موجود و معدوم و مفروض و موہوم غرض ہر شیئ و مفہوم کو قطعاً محیط جس کے دائرے سے اصلاً کچھ خارج نہیں، یہ ان عمومات سے ہے جو عموم قضیہ ما من عام الا وقد خص منہ البعض

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۲۰ و ۱۱/ ۴

[2] مواقف مع شرح المواقف المقصد الخامس منشورات الرضی قم ایران ۳/ ۱۷۸

[3] شرح المقاصد المبحث الثانی القدرۃ الحادثۃ علی الفعل دار المعارف نعمانیہ لاہور ۱/ ۲۴۰

[4]

[5] کنز الفوائد

[6] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر افعال العباد بعلمہ تعالٰی الخ مصطفی البابی مصر ص ۵۶

[7] القرآن الکریم ۲/ ۲۹ ، ۶/ ۱۰۱

Marfat.com

(ہر عام سے کچھ افراد مخصوص ہوتے ہیں۔ت) سے مخصوص ہیں، شرح مواقف میں فرمایا:

علمه تعالٰی یعم المفهومات کلها الممکنة والواجبة والممتنعة فهو اعم من القدرة لانها تختص بالممکنات دون الواجبات والممتنعات[1]

اللہ تعالٰی کا علم تمام مفہومات کو شامل ہے خواہ وہ ممکن ہیں یا واجب یا ممتنع، اور وہ قدرت سے عام ہے کیونکہ قدرت کا تعلق فقط ممکنات سے ہے واجبات اور ممتنعات کے ساتھ وہ متعلق نہیں ہوتی۔ (ت)

اب دیکھئے لفظ چاروں جگہ ایک ہے یعنی کل شیئ، مگر ہر صفت نے اپنے ہی دائرے کی چیزوں کو احاطہ[عہ] فرمایا جو اس کے قابل اور اس کے احاطہ میں داخل تھیں، تو جس طرح ذات وصفات خالق کا دائرۂ خلق میں نہ آنا معاذ اللہ عموم خالقیت میں نقصان نہ لایا، نقصان جب تھا کہ کوئی مخلوق احاطہ سے باہر رہتا، یا معدومات کا دائرۂ ابصار سے مہجور رہنا عیاذًا باللہ، احاطہ بصر الٰہی میں باعثِ فتور نہ ہوا، فتور جب ہوتا کہ کوئی مبصر خارج رہ جاتا، اسی طرح صفت قدرت کا کمال یہ ہے کہ جو شے اپنی

عہ ای شملت ما فی دائرتها وان لم یشمله اللفظ کما فی العلم ولم تشمل مالیس فیها وان شمله اللفظ کما فی الخلق وذلك ان الشیئ عندنا یختص بالموجود قال تعالٰی اولا یذکر الانسان انا خلقنٰه من قبل ولم یك شیئا[2] ویعم الواجب، قال تعالٰی قل ای شیئ اکبر شهادة قل اللہ[3]، فافهم ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ۔

یعنی اپنے دائرہ کی ہر شیئ کو شامل ہے اگرچہ اس کو لفظ شامل نہ ہو جیسے علم میں، اور جو دائرہ میں نہ ہو اس کو شامل نہیں اگرچہ لفظ اس کو شامل ہو جیسے خلق میں، یہ اس لئے کہ ہمارے نزدیک صرف موجود ہی شیئ کہلاتی ہے، اللہ تعالٰی نے فرمایا: کیا انسان کو یاد نہیں کہ ہم نے اُسے پیدا کیا جبکہ اس سے قبل کوئی شیئ نہ تھا، اور شے واجب کو بھی شامل ہے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: فرما دیجئے کون سی شیئ شہادت میں بڑی ہے؟ فرمادو اللہ۔ اسے سمجھو ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ (ت)

---

[1] شرح المواقف المرصد الرابع المقصد الثالث منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/۷۰

[2] القرآن الکریم ۱۹/۶۷

[3] " " ۶/۱۹

Marfat.com

حدِ ذات[1] میں ہونے کے قابل ہے، اس سب پر قادر ہو، کوئی ممکن احاطہ قدرت سے جُدا نہ رہے، نہ یہ کہ واجبات و محالات عقلیہ کو بھی شامل ہو جو اصلاً تعلقِ قدرت کی صلاحیت نہیں رکھتے، سبحان اللہ محال کے معنی ہی یہ ہیں کہ کسی طرح موجود نہ ہو سکے، اور مقدور وہ کہ قادر چاہے تو موجود ہو جائے، پھر دونوں کیونکر جمع ہو سکتے ہیں، اور اس کے سبب یہ سمجھنا کہ کوئی شے دائرۂ قدرت سے خارج رہ گئی محض جہالت۔ کہ محالات مصداق ذات سے بہرہ ہی نہیں رکھتے، حتی کہ فرض و تجویز[2] عقلی میں بھی تو اصلاً یہاں کوئی شے تھی ہی نہیں جسے قدرت شامل نہ ہوئی یا ان اللہ علی کل شیئ قدیر[1] کے عموم سے رہ گئی۔

یہاں سے ظاہر ہو گیا کہ مغویانِ تازہ جو اسی مسئلۂ کذب و دیگر نقائص وغیرہا کی بحث میں بے علموں کو بہکاتے ہیں کہ مثلاً کذب یا فلاں عیب یا فلاں بات پر اللہ عزوجل کو قادر نہ ماننا تو معاذ اللہ عاجز ٹھہرا اور ان اللہ علی کل شیئ قدیر[2] کا انکار ہوا، یہ اُن ہوشیاروں کی محض عیاری و تزویر اور بیچارے عوام کو بھڑکانے کی تدبیر ہے، ایہا المسلمون! قدرتِ الٰہی صفتِ کمال ہو کر ثابت ہوئی ہے نہ معاذ اللہ صفتِ نقص و عیب، اور اگر محالات پر قدرت مانیے تو ابھی انقلاب ہوا جاتا ہے، وجہ سنئے، جب کسی محال پر قدرت مانی اور محال محال سب ایک سے معہذا تمہارے جاہلانہ خیال پر جس محال کو مقدور نہ کہئے اتنا ہی عجز و قصور سمجھے تو واجب کہ سب محالات زیرِ قدرت ہوں، اور منجملہ محالات سلب قدرت الٰہیہ بھی ہے تو لازم کہ اللہ تعالٰی اپنی قدرت کھو دینے اور اپنے آپ کو عاجز محض بنا لینے پر بھی قادر ہو، اچھا عموم قدرت مانا کہ اصل قدرت ہی ہاتھ سے گئی، یونہی منجملہ محالات عدم باری عزوجل ہے تو اس پر بھی قدرت لازم، اب باری جل و علا عیاذاً باللہ واجب الوجود نہ ٹھہرا، تعمیمِ قدرت کی بدولت الوہیت ہی پر ایمان گیا تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا (ظالم جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالٰی اس سے کہیں بلند ہے۔ ت)

پس بحمد اللہ ثابت ہُوا کہ محال پر قدرت ماننا قطع نظر اس سے کہ خود قول بالمحال ہے، جناب

عــہ۱ یشیر الی ان مصحح المقدوریۃ نفس الامکان الذاتی ۱۲ منہ۔

اشارہ کیا کہ مقدوریت کی صحت کا مدار نفسِ امکان ذاتی پر ہے ۱۲ منہ (ت)

عــہ۲ اورد ہ تفسیر اللمراد بالفرض ۱۲ منہ

فرض سے مراد کی تفسیر کے لئے ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۰

[2] " " ۲/ ۲۰

Marfat.com

باری عزاسمہ کو سخت عیب لگانا اور تعمیم قدرت کے پردے میں اصل قدرت بلکہ نفس الوہیت سے منکر ہو جانا ہے،
للہ انصاف! حضرات کے یہ تو حالات اور اہلِ سنّت پر معاذ اللہ عجزِ باری عزّوجل ماننے کے الزامات، ہمارے دینی
بھائی اس مسئلہ کو خوب سمجھ لیں کہ حضرات کے مغالطہ و تلبیس سے امان میں رہیں، واللہ الموفق۔

تنزیہ اوّل ارشاداتِ علماء میں

اقول وباللہ التوفیق میں یہاں ازالۂ اوہام حضرات مخالفین کو اکثر عبارات ایسی نقل کروں گا کہ امتناعِ کذب الٰہی پر تمام اشعریہ و ماتریدیہ کا اجماع ثابت کریں جس کے باعث اس وہم عاطل کا علاج قاتل ہو کہ معاذ اللہ یہ مسئلہ قدیم سے مختلف فیہا ہے حاش للہ! بلکہ بطلانِ امکان پر اجماعِ اہلِ حق ہے جس میں اہلِ سنّت کے ساتھ معتزلہ وغیرہ فرقِ باطلہ بھی متفق، ناظر ماہر دیکھے گا کہ میرا یہ مدّعا ان عبارتوں سے کن کن طور پر رنگِ ثبوت پائے گا:

اوّل ظاہر و جلی یعنی وہ نصوص جن میں امتناعِ کذب پر صراحۃً اجماع منصوص۔

دوم اکثر عبارتیں علمائے اشعریہ کی ہوں گی تاکہ معلوم ہو کہ مسئلہ خلافی نہیں۔

سوم وہ عبارات جن میں بنائے کلام حُسن و قبح عقلی کے انکار پر ہو کہ یہ اصول اشاعرہ سے ہے، تو لاجرم مسئلہ اشاعرہ و ماتریدیہ کا اجماعی ہُوا اگرچہ عند التحقیق صرف حُسن و قبح بمعنی استحقاق مدح و ثواب و ذم و عقاب کی شرعیت و عقلیت میں تجاذب آرا ہے، نہ بمعنی صفت کمال و صفت نقصان کہ بایں معنی باجماع عقلاً عقلی ہیں،

کما نصوا علیہ جمیعا ونبہ علیہ ھٰھنا المولٰی سعد الدین التفتازانی فی شرح المقاصد والمولی المحقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الھمام وغیرھما من الجھابذۃ الکرام۔	جیسا کہ اس پر تمام نے تصریح کی ہے اور اس پر علامہ سعد الدین تفتازانی نے شرح المقاصد میں اور محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن ہمام اور دیگر کبار ماہرین علماء نے تنبیہ کی ہے۔ (ت)

اب بتوفیق اللہ تعالٰی نصوص ائمہ و کلمات علماء نقل کرتا ہوں:

نص ۱: شرح مقاصد کے مبحث کلام میں ہے:

الکذب محال باجماع العلماء لان الکذب نقص باتفاق العقلاء وھو علی اللہ تعالٰی محال[1] اھ ملخصًا۔	جھوٹ باجماعِ علماء محال ہے کہ وہ باتفاقِ عقلاء عیب ہے اور عیب اللہ تعالٰی پر محال اھ ملخصًا۔

نص ۲: اسی کی بحث حسن و قبح میں ہے:

---

[1] شرح المقاصد المبحث السادس فی انہ تعالٰی متکلم دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۱۰۴

Marfat.com

قد بیّنا فی بحث الکلام امتناع الکذب علی الشارع تعالٰی[1]

ہم بحث کلام میں ثابت کر آئے کہ اللہ عزوجل پر کذب محال ہے۔

نص ۳: اسی کی بحث تکلیف بالمحال میں ہے،

محال ہو جہلہ او کذبہ تعالٰی عن ذٰلک[2]

اللہ تبارک وتعالٰی کا جہل یا کذب دونوں محال ہیں، برتری ہے اسے ان سے۔

نص ۴: اسی میں ہے:

الکذب فی اخبار اللہ تعالٰی فیہ مفاسد لاتحصٰی ومطاعن فی الاسلام لاتخفی منہا مقال الفلاسفۃ فی المعاد ومجال الملاحدۃ فی العناد وھٰھنا بطلان ماعلیہ الاجماع من القطع بخلود الکفار فی النار، فمع صریح اخبار اللہ تعالٰی بہ فجواز الخلف وعدم وقوع مضمون ھٰذا الخبر محتمل، ولما کان ھٰذا باطلا قطعا علم ان القول بجواز الکذب فی اخبار اللہ تعالٰی باطل قطعًا[3] اھ ملتقطًا۔

یعنی خبر الٰہی میں کذب پر بے شمار خرابیاں اور اسلام میں آشکارا طعن لازم آئیں گے فلاسفہ حشر میں گفتگو لائیں گے، ملحدین اپنے مکابروں کی جگہ پائیں گے، کفار کا ہمیشہ آگ میں رہنا کہ بالاجماع یقینی ہے، اس پر سے یقین اٹھ جائیں گے کہ اگرچہ خدا نے صریح خبریں دیں مگر ممکن ہے کہ واقع نہ ہوں، اور جب یہ امور یقینًا باطل ہیں تو ثابت ہُوا کہ خبر الٰہی میں کذب کو ممکن کہنا باطل ہے اھ ملتقطًا۔

نص ۵: شرح عقائد نسفی میں ہے:

کذب کلام اللہ تعالٰی محال[4] اھ ملخصا

کلام الٰہی کا کذب محال ہے اھ ملخصًا۔

نص ۶: طوالع الانوار کی فرع متعلق بمبحث کلام میں ہے،

الکذب نقص والنقص علی اللہ تعالٰی محال[5] اھ

جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالٰی پر محال۔

---

[1] شرح المقاصد قال وتمسکوا بوجوہ الاول ان حسن الاحسان وقبح العدوان دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۱۵۲

[2] ؍؍ ؍؍ المبحث الخامس التکلیف مالایطاق ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/ ۱۵۵

[3] ؍؍ ؍؍ المبحث الثانی عشر اتفقت الامۃ علی العفو عن الصغار ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/ ۲۳۸

[4] شرح العقائد النسفیہ دار الاشاعت العربیہ قندھار، افغانستان ص ۷۱

[5] طوالع الانوار للبیضاوی

Marfat.com

نص ۷ : مواقف کی بحث کلام میں ہے:

انه تعالیٰ یمتنع علیه الکذب اتفاقا اما عند المعتزلة فلان الکذب قبیح وهو سبحانه لا یفعل القبیح واما عندنا فلانه نقص و النقص علی الله محال اجماعا[1] (ملخصًا)

یعنی اہلسنت و معتزلہ سب کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کذب محال ہے، معتزلہ تو اس لئے محال کہتے ہیں کہ کذب بُرا ہے اور اللہ تعالیٰ بُرا فعل نہیں کرتا اور ہم اہلسنت کے نزدیک اس دلیل سے ناممکن ہے کہ کذب عیب ہے اور ہر عیب اللہ تعالیٰ پر بالاجماع محال ہے۔

نص ۸ : مواقف و شرح مواقف کی بحث حسن و قبح میں ہے،

مدرك امتناع الکذب منه تعالیٰ عندنا لیس هو قبحه العقلی حتی یلزم من انتفاء قبحه ان لا یعلم امتناعه منه اذله مدرك اُخرو قد تقدم[2] اھ ملخصًا۔

یعنی ہم اشاعرہ کے نزدیک کذب الٰہی محال ہونے کی دلیل قبح عقلی نہیں ہے کہ اس کے عدم سے لازم آئے کہ کذب الٰہی محال نہ جانا جائے بلکہ اس کے لئے دوسری دلیل ہے کہ اوپر گزری، یعنی وہی کہ جھوٹ عیب ہے اور اللہ تعالےٰ میں عیب محال۔

نص ۹ : انھیں کی بحث معجزات میں ہے،

قدم فی مسئلة الکلام من موقف الالٰهیات امتناع الکذب علیه سبحانه وتعالیٰ[3]

یعنی ہم موقف الٰہیات سے مسئلہ کلام میں بیان کر آئے کہ اللہ تعالیٰ کا کذب زنہار ممکن نہیں۔

نص ۱۰ : امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد مسایرہ میں فرماتے ہیں:

یستحیل علیه تعالیٰ سمات النقص کالجهل والکذب[4]

جتنی نشانیاں عیب کی ہیں، جیسے جہل و کذب سب اللہ تعالےٰ پر محال ہیں۔

نص ۱۱ : علامہ کمال الدین محمد بن محمد ابن ابی شریف قدس سرہٗ اس کی شرح مسامرہ میں فرماتے ہیں:

لاخلاف بین الاشعریة وغیرهم فی ان کل

یعنی اشاعرہ وغیرہ اشاعرہ کسی کو اس میں خلاف نہیں

---

[1] مواقف مع شرح المواقف المقصد السابع بحث انه تعالیٰ متکلم منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/۱۰۰، ۱۰۱

[2] " " " " المرصد السادس المقصد الخامس " " " " " " " " ۸/۱۹۳

[3] " " " " الموقف السادس فی السمعیات " " " " " " " ۸/۲۴۰

[4] المسایرة متن المسامرة ختم المصنف کتابه ببیان عقیدہ اہلسنت اجمالاً المکتبة التجاریة الکبریٰ مصر ص ۳۹۳

Marfat.com

ماکان وصف نقص فالباری تعالیٰ منزہ عنہ وھومحال علیہ تعالیٰ والکذب وصف نقص اھ ملخصاً[1]

کہ جو کچھ صفت عیب ہے باری تعالیٰ اس سے پاک ہے اور وہ اللہ تعالیٰ پر ممکن نہیں اور کذب صفت عیب ہے۔ (ملخصاً)

نص ۱۲: امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

قولہ تعالیٰ فلن یخلف اللہ عہدہ یدل علی انہ سبحانہ وتعالیٰ منزہ عن الکذب وعدہ ووعیدہ، قال اصحابنا لان الکذب صفۃ نقص والنقص علی اللہ تعالیٰ محال، وقالت المعتزلۃ لان الکذب قبیح لانہ کذب فیستحیل ان یفعلہ فدل علی ان الکذب منہ محال اھ[2] ملخصاً۔

اللہ عزوجل کا فرمانا کہ اللہ ہرگز اپنا عہد جھوٹا نہ کریگا دلالت کرتا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ سبحانہ اپنے ہر وعدہ وعید میں جھوٹ سے منزہ ہے، ہمارے اصحاب اہل سنت وجماعت اس دلیل سے کذب الٰہی کو نا ممکن جانتے ہیں کہ وہ صفت نقص ہے اور اللہ عزوجل پر نقص محال، اور معتزلہ اس دلیل سے ممتنع مانتے ہیں کہ کذب قبیح لذاتہ ہے تو باری عزوجل سے صادر ہونا محال، غرض ثابت ہوا کہ کذبِ الٰہی اصلاً امکان نہیں رکھتا۔ اھ (ملخصاً)

نص ۱۳: اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا ط لا مبدل لکلمتہ ج وھو السمیع العلیم ٥[3]

پوری ہے بات تیرے رب کی سچ اور انصاف میں کوئی بدلنے والا نہیں اس کی باتوں کا، اور وہی ہے سنتا جانتا ہے۔

امام ممدوح اس آیت کے تحت میں لکھتے ہیں:

اعلم ان ھذہ الآیۃ تدل علی ان کلمۃ اللہ موصوفۃ بصفات کثیرۃ (الی ان قال) الصفۃ الثانیۃ من صفات کلمۃ اللہ کونہا صدقا والدلیل علیہ ان الکذب نقص والنقص علی اللہ تعالیٰ محال[4]۔

یہ آیت ارشاد فرماتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بات بہت صفتوں سے موصوف ہے، ازانجملہ اس کا سچا ہونا ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال۔

---

[1] المسامرۃ شرح المسایرۃ　اتفقوا علی ان ذلک غیر واقع　المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ　ص ۲۹۳
[2] مفاتیح الغیب　تحت آیت فلن یخلف اللہ عہدہ　المکتبۃ البہیۃ مصر　۳/۱۵۹
[3] القرآن الکریم ۶/۱۱۵
[4] مفاتیح الغیب　تحت آیۃ وتمت کلمت ربک صدقاً وعدلاً　المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۱۳/۱۶۰-۱۶۱

Marfat.com

نص ۱۴ : یہیں فرماتے ہیں :

صحۃ الدلائل السمعیۃ موقوفۃ علی ان الکذب علی اللہ تعالٰی محال[1]

دلائل قرآن وحدیث کا صحیح ہونا اس پر موقوف ہے کہ کذب الٰہی محال مانا جائے ۔

نص ۱۵ : زیرِ قولہ تعالٰی :

ماکان للہ ان یتخذ من ولد سبحٰنہ[2]

اللہ تعالٰی کی شان نہیں کہ وہ بیٹا بنائے وہ پاک ہے (ت)

بعض تمسکات معتزلہ کے رَد میں فرماتے ہیں :

اجاب اصحابنا عنہ بان الکذب محال علی اللہ تعالٰی[3]

اہلسنت نے جواب دیا کہ کذبِ الٰہی محال ہے ۔

نص ۱۶ : علامہ سعد تفتازانی شرح مقاصد میں انھیں امام ہمام سے ناقل :

صدق کلامہ تعالٰی لماکان عندنا ازلیا امتنع کذبہ لان ماثبت قدمہ امتنع عدمہ[4]

کلامِ خدا کا صدق جب کہ ہم اہلسنت کے نزدیک ازلی ہے تو اس کا کذب محال ہوا کہ جس چیز کا قدم ثابت ہے اس کا عدم محال ہے ۔

تنبیہ : انھیں امام علام کا ارشاد کہ " کذبِ الٰہی کا جواز ماننا قریب بکفر ہے ، ان شاء اللہ تعالٰی تنزیہ چہارم میں آئے گا ۔

نص ۱۷ : تفسیر بیضاوی شریف میں ہے :

ومن اصدق من اللہ حدیثا ۝ انکار ان یکون احد اکثر صدقا منہ فانہ لایتطرق الکذب الی خبرہ بوجہ لانہ نقص وھو علی اللہ تعالٰی محال[5]

اللہ تعالٰی اس آیت میں انکار فرماتا ہے اس سے کہ کوئی شخص اللہ سے زیادہ سچا ہو کہ اس کی خبر تک تو کذب کو کسی طرح راہ ہی نہیں کہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ تعالٰی پر محال ۔

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ وتمت کلمت ربک الخ المطبعۃ البہیۃ العربیۃ مصر ۱۳/ ۱۶۱

[2] القرآن الکریم ۱۹/ ۳۵

[3] مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) تحت آیت ماکان اللہ ان یتخذ من ولد سبحٰنہ المطبعۃ البہیۃ المصر ۲۱/ ۲۱۷

[4] شرح المقاصد المبحث الثانی العشر اتفقت الامۃ علی العفو الخ دارالمعارف نعمانیہ لاہور ۲/ ۲۳۷

[5] انوار التنزیل واسرار التاویل (بیضاوی مع القرآن الکریم) تحت آیۃ ومن اصدق الخ مصطفی البابی مصر ص ۹۲

Marfat.com

نص ۱۸: تفسیر مدارک شریف میں ہے:

ومن اصدق من الله حدیثا ○ تمییز و ھو استفھام بمعنی النفی ای لا احد اصدق منه فی اخبارہ ووعدہ ووعیدہ لاستحالۃ الکذب علیه تعالیٰ لقبحه عـــه لکونه اخبارا عن الشیٔ بخلاف ما ھو علیه[1]

آیت میں استفہام انکاری ہے یعنی خبر و وعد و وعید کسی بات میں کوئی شخص اللہ سے زیادہ سچا نہیں کہ اس کا کذب تو محال بالذات ہے کہ خود اپنے معنی ہی کے رُو سے قبیح ہے کہ خلافِ واقع خبر دینے کا نام ہے۔

نص ۱۹: تفسیر علامۃ الوجود سیدی ابی السعود عمادی میں ہے:

ومن اصدق من الله حدیثا ○ انکار لان یکون احد اصدق منه تعالیٰ فی وعدہ وسائر اخبارہ وبیان لاستحالته کیف لا والکذب محال علیه سبحٰنه دون غیرہ[2]

آیت میں انکار ہے اس کا کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا ہو وعدہ میں یا کسی اور خبر میں، اور بیان ہے اس زیادت کے محال ہونے کا، اور کیوں نہ محال ہو کہ اللہ تعالیٰ کا کذب تو ممکن ہی نہیں بخلاف اوروں کے۔

عـــه اقول استدل قدس سرہ بالقبح اما فی نظر الظاھر فلانه رحمه الله تعالیٰ من ائمتنا الماتریدیۃ ولذا عدلت عنه الاشاعرۃ کصاحب المواقف وصاحب المفاتیح کما سمعت نصھما واما عند التحقیق فلان عقلیۃ القبح بھذا المعنی من المجمع علیه بین العقلاء وھؤلاء الاشاعرۃ رحمھم الله تعالیٰ انفسھم ناصون بذلك فلا علیك من ذھول من ذھل کما اومأنا الیه فی صدر البحث والله تعالیٰ اعلم ۱۲ منه رضی الله تعالیٰ عنه۔

اقول، علامہ قدس سرہٗ نے قبح سے استدلال کیا ظاہر نظر میں تو اس لئے کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ ہمارے ائمہ ماتریدیہ میں سے ہیں اسی لئے اشاعرہ نے قبح سے استدلال نہ کیا جیسا کہ آپ نے صاحبِ مواقف اور صاحبِ مفاتیح کی نصوص سُنیں، اور عند التحقیق اس لئے کہ اس معنی میں قبح عقلی ہونا عقلاء اور اشاعرہ میں متفقہ چیز ہے جس کو خود اشاعرہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا جیسا کہ ہم نے بحث کی ابتداء میں اشارہ کیا ہے کسی کے ذہول سے تجھ پر کوئی اعتراض نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (ت)

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت آیۃ ومن اصدق من الله الخ دار الکتاب العربی بیروت ۱/۲۴۱

[2] ارشاد العقل السلیم " " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۱۲-۲۱۱

Marfat.com

نص ۲۰: تفسیر روح البیان میں ہے:

ومن اصدق من اللہ حدیثا ۵ انکار لان یکون احد اکثر صدقا منہ فان الکذب نقص وھو علی اللہ محال دون غیرہ[1] اھ ملخصًا۔

آیت اس امر کا انکار فرماتی ہے کہ کوئی شخص صدق میں اللہ سے زائد ہو کہ کذب عیب ہے اور وہ خدا پر محال ہے، نہ اس کے غیر پر، اھ ملخصا۔

نص ۲۱: شرح السنوسیہ میں ہے:

الکذب علی اللہ تعالٰی محال لانہ دناءۃ[2]

اللہ تعالٰی پر کذب محال ہے کہ وہ کمینہ پن ہے۔

نص ۲۲: فاضل سیف الدین ابہری کی شرح مواقف میں ہے:

ممتنع علیہ الکذب اتفاقا لانہ نقص والنقص علی اللہ تعالٰی محال اجماعا[3]

کذب الٰہی بالاتفاق محال ہے کہ وہ عیب ہے اور ہر عیب اللہ تعالٰی پر بالاجماع محال ہے۔

نص ۲۳: شرح عقائد جلالی میں ہے:

الکذب نقص والنقص علیہ محال فلا یکون من الممکنات ولا تشملہ القدرۃ کسائر وجوہ النقص علیہ تعالٰی کالجھل والعجز[4]

جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالٰی پر محال، تو کذب الٰہی ممکنات سے نہیں، نہ اللہ تعالٰی کی قدرت اسے شامل، جیسے تمام اسباب عیب مثل جہل و عجز الٰہی، کہ سب محال ہیں اور صلاحیت قدرت سے خارج۔

نص ۲۴: اسی میں ہے:

لایصح علیہ تعالٰی الحرکۃ والانتقال ولا الجھل ولا الکذب لانھما نقص والنقص علی اللہ تعالٰی محال[5]

اللہ تعالٰی پر حرکت و انتقال و جہل و کذب کچھ ممکن نہیں کہ یہ سب عیب ہیں، اور عیب اللہ تعالٰی پر محال۔

---

[1] تفسیر روح البیان تحت ومن اصدق من اللہ حدیثا المکتبۃ الاسلامیہ الریاض ۲/ ۲۵۵

[2] شرح السنوسیہ

[3] شرح المواقف سیف الدین ابہری (تلمیذ مصنف)

[4] الدوانی علی العقائد العضدیۃ بحث "علی" مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۳

[5] " " " " بحث "لیس" " " " " ص ۶۶ و ۶۷

Marfat.com

نص ۲۵ : کنز الفوائد میں ہے :

قدس تعالیٰ شانہ عن الکذب شرعًا وعقلاً اذ هو قبیح یدرك العقل قبحه من غیر توقف علی شرع فیکون محالا فی حقه تعالیٰ عقلا و شرعا کما حققه ابن الهمام وغیره۔[1]

اللہ عزوجل بحکم شرع وبحکم عقل ہر طرح کذب سے پاک مانا گیا، اس لئے کہ کذب قبیح عقلی ہے کہ عقل خود بھی اس کے قبح کو مانتی ہے، بغیر اس کے کہ اس کا پہچاننا شرع پر موقوف ہو تو جھوٹ بولنا اللہ تعالیٰ کے حق میں عقلاً وشرعاً ہر طرح محال ہے، جیسے کہ امام ابن الہمام وغیرہ نے اس کی تحقیق افادہ فرمائی۔

نص ۲۶ : مولانا علی قاری شرح فقہ اکبر امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

الکذب علیه تعالیٰ محال۔[2]

اللہ تعالےٰ پر کذب محال ہے۔

نص ۲۷ : مسلم الثبوت میں ہے :

المعتزلة قالوا لولا کون الحکم عقلیا لم یمتنع الکذب منه تعالیٰ عقلا، والجواب انه نقص فیجب تنزیهه تعالیٰ عنه کیف وقد مر انه عقلی باتفاق العقلاء لان ماینافی الوجوب الذاتی من جملة النقص فی حق الباری تعالیٰ ومن الاستحالات العقلیة علیه سبحٰنه[3] اھ ملخصًا مع الشرح۔

حاصل یہ کہ معتزلہ نے اہلسنت سے کہا اگر حکم عقلی نہ ہو تو اللہ تعالےٰ کا کذب محال نہ رہے حالانکہ اسے ہم تم بالاتفاق محال عقلی مانتے ہیں، اہلسنت نے جواب دیا کہ کذب اس لئے محال عقلی ہوا کہ وہ عیب ہے تو واجب ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اس سے منزہ مانیں اس کے عقلی ہونے پر تمام عقلاء کا اجماع ہے وجہ یہ ہے کہ کذب الوہیت کی ضد ہے اور جو کچھ الوہیت کی ضد ہے وہ سب اللہ تعالےٰ کے حق میں عیب ہے اور اس کی شان میں محال عقلی ہے اھ ملخصًا مع الشرح۔

نص ۲۸ : مولانا نظام الدین سہالی اس کی شرح میں لکھتے ہیں :

الکذب نقص لان ماینافی الوجوب الذاتی من الاستحالات العقلیة بذالك اثبت الحکماء الذین هم غیر متشرعین بشریعة

جھوٹ بولنا عیب ہے کہ جو کچھ خدا ہونے کے منافی ہے وہ سب محال عقلی ہے، اسی دلیل سے وہ حکماء اسے محال جانتے ہیں جو کسی شریعت پر ایمان

---

[1] کنز الفوائد

[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر الصفات الفعلیة مصطفی البابی مصر ص ۲۳

[3] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفیٰ المقالة الثانیة الخ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/۲۶
مسلم الثبوت المطبع الانصاری دہلی ص ۱۰

Marfat.com

الاستحالة المذکورة فان الوجوب والکذب لایجتمعان کما بین فی الکلام[1] اھ ملخصًا۔

نہیں رکھتے کہ خدائی و دروغگوئی جمع نہ ہوں گی جیسا کہ علم کلام میں ثابت ہوچکا ہے اھ ملخصًا۔

نص ۲۹: مولانا بحرالعلوم عبدالعلی ملک العلماء فواتح الرحموت میں فرماتے ہیں:

اللہ تعالٰی صادق قطعًا لاستحالة الکذب ھناك[2] (ملخصًا)

اللہ تعالٰی یقینًا سچا ہے کہ وہاں کذب کا امکان ہی نہیں۔

نص ۳۰: افسوس کہ امام الوہابیہ کے نسبًا چچا اور علمًا باپ اور طریقةً دادا یعنی شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے بھی اس پسر نامور کی رعایت نہ فرمائی کہ تفسیر عزیزی میں زیر قولہ تعالٰی فلن یخلف اللہ عھدہ[3] (اللہ تعالٰی ہرگز اپنے عہد کے خلاف نہیں فرماتا۔ ت) یوں تصریح کی ٹھہرائی:

خبر او تعالٰی کلام ازلی اوست و کذب در کلام نقصانے ست عظیم کہ ہرگز بصفات او راہ نمی یابد در حق او تعالٰی کہ مبرا از جمیع عیوب و نقائص ست خلاف خبر مطلقًا نقصان ست[4] اھ ملخصًا۔

اللہ تعالٰی کی خبر ازلی ہے، کلام میں جھوٹ کا ہونا عظیم نقص ہے لہذا وہ اللہ تعالٰی کی صفات میں ہرگز راہ نہیں پاسکتا اللہ تعالٰی کہ تمام نقائص و عیوب سے پاک ہے اس کے حق میں خبر کے خلاف ہونا سراپا نقص ہے اھ ملخصًا (ت)

مدعیانِ جدید سے پوچھا جائے جناب باری میں کہاں تک نقصان مانتے ہیں ولاحول ولاقوة الا باللہ العلی العظیم اللہ تعالٰی سچا ایمان سچا ادب نصیب فرمائے، آمین!

یہاں نصوصِ ائمہ و تصریحاتِ علماء میں نہایت کثرت اور جس قدر فقیر نے ذکر کئے، عاقل منصف کے لئے ان میں کفایت بلکہ ایسے مسائل میں ہنگام تنبہ یا ادنٰی تنبیہ پر سلامت عقل و نور ایمان دو شاہد عدل کی گواہی معتبر،

واذ وعیت ما القی علیك الیراع وتبین الاجماع وبان ان لیس لاحد نزاع فلا علیك من اضطراب مضطرب والحمد للہ المنزہ عن الکذب۔

مذکورہ قیمتی گفتگو اگر قارئین نے محفوظ کرلی ہے تو واضح ہوگیا کہ یہ بات اجماعی ہے اور اس میں کسی کو اختلاف نہیں لہذا اضطراب ختم ہوجانا چاہئے، تمام تعریف اللہ تعالٰی کی جو کذب سے مبرا ہے۔ (ت)

---

[1] شرح مسلم الثبوت نظام الدین سہالی

[2] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفٰی الباب الثانی فی الحکم منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/۶۲

[3] القرآن الکریم ۲/۸۰

[4] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تحت آیة فلن یخلف اللہ عھدہ مسلم دارالکتب لال کنواں دہلی ص ۳۰۷

Marfat.com

تنزیہ دوم دلائل قاہرہ وحجج باہرہ میں

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ بتوفیق مولٰی سبحانہ، وتعالٰی ان مختصر سطور میں بلحاظ ایجاز کذب باری عزاسمہ، کے محال صریح اور توہم امکان کے باطل قبیح ہونے پر صرف تیس[۳۰] دلیلیں ذکر کرتا ہے، جن میں خمسہ اولٰی کلمات طیبات ائمہ کرام وعلمائے عظام علیہم رحمۃ الملک المنعام میں ارشاد وانعام ہوئیں، اور باقی پچیس ہادی اجل عزوجل کے فیض ازل سے عبد اذل کے قلب پر القا کی گئیں والحمد للہ رب العٰلمین۔

دلیل اوّل کہ نصوص سابقہ میں مکرر گزری جس پر طوالع[۱] وشرح[۲] مقاصد ومسایرہ[۳] ومسامرہ[۴] ومفاتیح[۵] الغیب ومدارک[۶] وبیضاوی[۷] وارشاد[۸] العقل وروح[۹] البیان وشرح[۱۰] سنوسیہ وشرح[۱۱] ابہری وشرح[۱۲] عقائد جلالی وکنز[۱۳] الفوائد ومسلم[۱۴] الثبوت وشرح[۱۵] نظامی وفواتح[۱۶] الرحموت وغیرہا کتب کلام وتفسیر واصول میں تاویل فرمائی کہ کذب عیب ہے اور ہر عیب باری عزوجل کے حق میں محال، اور فی الواقع یہ کلیہ اصول اسلام وقواعد علم کلام سے ایک اصل عظیم وقاعدہ جلیلہ ہے جس پر تمام عقائد تنزیہ بلکہ مسائل صفات ثبوتیہ بھی متفرع کما لا یخفی علی من طالع کلمات القوم (جیسا کہ ہر اس شخص پر مخفی نہیں جو قوم کے کلمات سے آگاہ ہے۔ت) شرح عقائد نسفی میں ہے:

الحی القادر العلیم السمیع البصیر الشائی المرید، لان اضدادھا نقائص یجب تنزیہ اللہ تعالٰی عنہا[۱] (ملخصًا)

زندہ، قادر، جاننے والا، سمیع، بصیر، مشیت والا ارادے والا ہے کیونکہ ان کے اضداد نقائص ہیں جن سے اللہ تعالٰی کا بری ہونا لازم ہے۔ (ت)

شرح سنوسیہ میں ہے:

اما برھان وجوب السمع والبصر والکلام للہ تعالٰی فالکتاب والسنۃ والاجماع وایضا لولم یتصف بھا لزم ان یتصف باضدادھا وھی نقائص والنقص علیہ تعالٰی محال[۲]۔

اللہ تعالٰی کے لئے سمع، بصر اور کلام کا ہونا لازم ہے اس پر دلیل کتاب، سنّت اور اجماع ہے، اور یہ بھی اگر وہ ان سے متصف نہ ہو تو ان کی ضد سے متصف ہوگا اور وہ نقائص ہیں اور نقص اللہ تعالٰی کے لئے محال ہے۔ (ت)

شرح مواقف میں ہے:

---

[۱] شرح عقائد نسفی صفات باری تعالٰی دار الاشاعۃ العربیہ قندھار افغانستان ص ۳۰

[۲] شرح السنوسیہ

لاطریق لنا الٰی معرفة[1] الصفات سوی الاستدلال بالافعال والتنزیه عن النقائص۔[1]

ہمارے لئے معرفتِ صفات پر افعال اور نقائص سے تنزیہ کے ساتھ استدلال کے سوا کوئی چارہ نہیں (ت)

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ت) بداہتِ عقل شاہد ہے کہ الله عزمجدہٗ جمیع عیوب ونقائص سے منزّہ اور اس کا ادراک شرع[2] پر موقوف نہیں ولہذا بہت عقلائے غیر اہلِ ملّت بھی تنزیہ باری جل مجدہ ہمارے موافق ہوئے،

وان یثبتوا بجھلھم مایستلزم النقص غیر دارکین انه کذٰلك بل زاعمین[3] انه ھوالکمال ولا عبرة بسخافات الحمقاء الذین لاعقل لھم ولادین اعاذنا اللہ تعالٰی من شرھم اجمعین۔

اگرانھوں نے اپنی جہالت کے سبب ایسی باتیں ثابت کیں جونقص کومستلزم تھیں، ہاں ان کا ارادہ نقص ثابت کرنے کا نہ تھا بلکہ ان کے گمان میں یہ کمال تھا لیکن ایسے بے وقوفوں کی لایعنی باتوں کا کیا اعتبار جن کے پاس عقل نہ دین، اللہ تعالٰی ان کے شر سے محفوظ رکھے(ت)

یہاں تک کہ فلاسفہ نے بھی بزعمِ خود اس اصل اصیل پر مسائل متفرع کئے،

منھا مافی المواقف وشرحھا قال جمھور الفلاسفة لایعلم الجزئیات المتغیرة والا فاذا علم مثلا

ان میں سے ایک وُہ ہے جو مواقف اور اس کی شرح میں ہے جمہور فلاسفہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالٰی تبدیل

عـه۱ ای عقلا اذفیه الکلام بدلیل الحصر فافادان التنزہ عن النقائص واجب لذات الواجب عقلا فالاتصاف بشیئ منھا محال عقلا ۱۲ منه۔

عـه۱ یعنی عقلی طور پر کیونکہ کلام اسی میں ہے اس کی دلیل حصر ہے اس سے واجب تعالٰی کی ذات کا نقائص سے وجوبًا پاک ہونے کا عقلًا فائدہ حاصل ہوا، تو نقائص سے متصف ہونا عقلًا محال ہوگا ۱۲ منہ (ت)

عـه۲ وقدصرح به فی الکنز وشرح المواقف اما الکنز فقد سمعت نصه واما السید فلما عرفت اٰنفا ۱۲ منه۔

عـه۲ اس پر کنز الفوائد اور شرح مواقف میں تصریح کی ہے کنز کی نص آپ نے سُن لی اور سید کی بات ابھی آپ نے معلوم کرلی ہے ۱۲ منہ (ت)

عـه۳ کما قالوا فی صدورالعالم بالایجاب کما سیأتی ۱۲ منه۔

عـه۳ جیسا کہ فلاسفہ نے عالم کے صدور کو واجب کہا ہے جیسے عنقریب آئے گا ۱۲ منہ (ت)

---

[1] شرح المواقف المقصد الثامن فی صفات اختلف فیھا منشورات الشریف الرضی قم ایران ۴/ ۱۰۵

Marfat.com

ان زیدا فی الدار الاٰن ثم خرج زید عنها فاما ان یزول ذٰلك ویعلم انه لیس فی الدار او یبقی ذٰلك العلم بحاله والاول یوجب التغیر فی ذاته من صفة الی اُخری، والثانی یوجب الجهل وکلاهما نقص یجب تنزیهه تعالٰی عنه[1] اھ ومنها مافیه ایضا اما الفلاسفة فانکروا القدرة بالمعنی المذکور لاعتقادهم انه نقصان واثبتوا له الایجاب زعما منهم انه الکمال التام[2]

ہونے والی جزئیات کا علم نہیں رکھتا ورنہ اگر وہ جانتا ہو مثلاً زید اس وقت دار میں ہے پھر وہ وہاں سے نکل گیا تو یا تو سابقہ علم زائل ہوجائے گا اور جان لے گا کہ وُہ دار میں نہیں یا پہلا علم ہی بحال رہے گا، پہلی صورت میں اس کی ذات اقدس میں ایک صفت سے دُوسری صفت کی طرف تغیر اور دوسری صورت میں جہل لازم آئے گا، اور یہ دونوں باتیں نقص ہیں جن سے اللہ تعالٰی کا منزّہ ہونا ضروری ہے۔ اور ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ فلاسفہ نے معنی مذکورہ کے ساتھ قدرت کا انکار کیا ہے کیونکہ ان کے اعتقاد میں یہ نقص ہے اور انھوں نے اس کی ذات اقدس کے لئے یہ زعم کرتے ہُوئے ایجاب کا ثبوت کیا ہے کہ یہ کمال تام ہے۔ (ت)

پھر شرع مطہر کی طرف رجوع کیجئے تو مسئلہ اعلٰی ضروریاتِ دین سے ہے، جس طرح قرآن وحدیث نے باری جل مجدہٗ کی توحید ثابت فرمائی یونہی ہر عیب ومنقصت سے اس کی تنزیہ وتقدیس اور خود کلمہ طیبہ سبحان اللہ واسمائے حسنٰی سبوح وقدوس کے معنی ہی یہ ہیں ولہذا تسبیحات حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں وارد سبحان الذی لاینبغی التسبیح الا له (پاک ہے وہ ذات کہ پاکیزگی فقط اسی کے لئے ہے۔ ت) جس کے باعث توقروہ پر وقف اور تسبیحوہ کو اس سے فصل کیا گیا، پھر مرتبہ اجماع میں اس پر اجماعِ اہل اسلام منعقد، کوئی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کہنے والا اپنے رب عزوجل پر عیوب ونقائص روا نہ رکھے گا،

فالاجماع فی الدرجة الثالثة من الادلة لانه العمدة فی اثبات المسئلة کما وقع عن بعض الاجلة فاعرف۔

دلائل شرعیہ میں اجماع کا تیسرا درجہ ہے یہ نہیں کہ اجماع اثبات مسئلہ کے لئے بہتر صورت ہے جیسا کہ بعض بزرگوں سے ہے، اسے اچھی طرح سمجھ لیجئے۔ (ت)

---

[1] شرح المواقف المقصد الثالث فی علمه تعالٰی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/۷۴

[2] " " المقصد الثانی فی قدرته تعالٰی " " " " " " ۸/۴۹

Marfat.com

دلیل دوم، العظمۃ للہ اگر کذبِ الٰہی ممکن ہو تو اسلام پر وُہ طعن لازم آئیں کہ اُٹھائے نہ اُٹھیں، کافروں ملحدوں کو اعتراض ومقال وعناد وجدال کی وہ مجالیں ملیں کہ مٹائے نہ مٹیں، دلائل قرآن عظیم و وحی حکیم یک دست ہاتھ سے جائیں حشر ونشر وحساب وکتاب وجنت ونار وثواب وعذاب کسی پر یقین کی کوئی راہ نہ پائیں کہ آخر ان امور پر ایمان صرف اخبارِ الٰہی سے ہے جب معاذ اللہ کذبِ الٰہی ممکن ہو تو عقل کو ہر خبرِ الٰہی میں احتمال رہے گا، شاید یونہی فرمادی ہو، شاید ٹھیک نہ پڑے سبحٰنہ وتعالٰی عما یصفون، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (پاک اور بلند ہے اللہ تعالٰی کی ذات اس سے جو وُہ بیان کرتے ہیں ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ت)

یہ دلیل شرح مقاصد میں افادہ فرمائی جس کی عبارت نص چہارم میں گزری، اور امام رازی نے بھی تفسیر کبیر میں زیر قولہ تعالٰی وتمت کلمت ربك صدقا وعدلا (پوری ہے بات تیرے رب کی سچ اور انصاف میں۔ ت) اس کی طرف اشعار کیا کذب الٰہی کے محال ہونے پر دلیل عقلی قائم کرکے فرماتے ہیں:

ولا یجوز اثبات ان الکذب علی اللہ محال بالدلائل السمعیۃ لان صحۃ الدلائل السمعیۃ موقوفۃ علی ان الکذب علی اللہ محال فلو اثبتنا امتناع الکذب علی اللہ تعالٰی بالدلائل السمعیۃ لزم الدور وھو باطل[1]

اللہ تعالٰی سے کذب کے محال ہونے کو دلائل سمعیہ سے ثابت کرنا جائز ہی نہیں کیونکہ خود ان دلائل سمعیہ کی صحت اس پر موقوف ہے کہ کذب اللہ تعالٰی سے محال ہے اگر ہم اللہ تعالٰی سے امتناعِ کذب کو دلائل سمعیہ سے ثابت کریں گے تو دور لازم آجائے گا جو باطل ہے۔ (ت)

اقول وباللہ التوفیق، تنویر دلیل یہ ہے کہ عقل جس امر کو ممکن جانے گی اور ممکن وہی جسے وجود و عدم دونوں سے یکساں نسبت ہو تو چاہے وُہ امر کیسا ہی مستبعد ہو مگر عقل از پیش خویش اس کے ازلاً ابداً عدم وقوع پر جزم نہیں کرسکتی کہ ہر ممکن مقدور اور ہر مقدور صالح تعلق ارادہ اور ارادہ الٰہیہ امرِ غیب ہے جس تک عقل کی اصلاً رسائی نہیں پھر وُہ بطور خود کیونکر کہہ سکتی ہے کہ اگرچہ کذبِ الٰہی زیرِ قدرت ہے مگر مجھے اس کے ارادہ پر خبر ہے کہ ازل سے ابد تک بولا نہ بولے ارادہ پر حکم وہیں کرسکتے ہیں جہاں خود صاحبِ ارادہ جل مجدہٗ خبر دے کہ فلاں امر ہم کبھی صادر نہ فرمائیں گے، کقولہ تعالٰی:

لایکلف اللہ نفسًا الّا وسعھا[2]۔

اللہ تعالٰی کسی نفس کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔ (ت)

---

[1] مفاتیح الغیب تحت آیۃ وتمت کلمت ربک المطبعۃ البہیۃ مصر ۱۴/ ۱۶۱

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۶

Marfat.com

وقولہ تعالیٰ:

یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[1] اللہ تعالیٰ تمھارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتا ہے تم پر تنگی کا ارادہ نہیں فرماتا۔ (ت)

امام فخرالدین رازی تفسیر سورۃ بقرمیں زیرِ آیۂ کریمہ ام تقولون علی اللہ مالا تعلمون (یا تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسی بات کہتے ہو جس کا تمھیں علم نہیں۔ت) فرماتے ہیں:

الآیۃ تدل علیٰ فوائد (الی ان قال) ثانیھا ان کل ماجاز وجودہ وعدمہ عقلا لم یجز المصیر الی الاثبات او الی النفی الا بدلیل سمعی[2] یہ آیت مبارکہ ان فوائد پر دال ہے (آگے چل کر کہا) دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جس شیئ کا وجود وعدم عقلاً جائز ہو اس کے اثبات ونفی کے لئے دلیل سمعی کی طرف رجوع ضروری ہے۔ (ت)

اور تفسیر سورۃ انعام میں زیرِ قولہ تعالیٰ: قل اللہ شھید بینی وبینکم (فرمادیجئے اللہ تعالیٰ میرے اور تمھارے درمیان گواہ ہے۔ت) فرماتے ہیں:

المطالب علی اقسام ثلثۃ منھا مایمتنع اثباتہ بالدلائل السمعیۃ، فان کل مایتوقف صحۃ السمع علی صحتہ امتنع اثباتہ بالسمع والالزم الدور، ومنھا مایمتنع اثباتہ بالعقل وھو کل شیئ یصح وجودہ ویصح عدمہ عقلا فلا امتناع فی احد الطرفین اصلا فالقطع علی احد الطرفین بعینہ لایمکن الا بالدلیل السمعی[3] الخ۔ مطالب کی تین اقسام ہیں: ایک جن کا اثبات دلائل سمعیہ سے ممتنع ہے کیونکہ ہر وہ چیز جس کا اثبات صحت سمع پر موقوف ہے اس کا اثبات سمع سے نہیں ہوسکتا ورنہ دور لازم آئے گا، دوسرا جن کا اثبات عقل سے ممتنع ہے اور وہ ہر وہ شیئ ہے جس کا وجود وعدم عقلاً صحیح ہو دونوں میں سے کوئی ممتنع نہ ہو تو اب ایک جانب میں یقین دلیل سمعی کے بغیر ممکن نہیں الخ (ت)

امام الحرمین قدس سرہ کتاب الارشاد میں ارشاد کرتے ہیں:

اعلموا وفقکم اللہ تعالیٰ ان اصول العقائد جان لو (اللہ تعالیٰ تمھیں توفیق دے) اصول عقائد

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۸۵

[2] مفاتیح الغیب تحت آیت ام تقولون علی اللہ مالا تعلمون المطبعۃ البہیہ مصر ۳/۱۶۰

[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ قل ای شیئ اکبر شھادۃ الخ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱۲/۱۶۶

Marfat.com

تنقسم الی مایدرك عقلا ولا یسوغ تقدیر ادراکه سمعا والی مایدرك سمعا ولا یتقدر ادراکه عقلا والی مایجوز ادراکه سمعا وعقلا فاما مالایدرك الا عقلا فکل قاعدۃ فی الدین یتقدم علی العلم بکلام اللّٰه تعالٰی ووجوب اتصافه بکونه صدقا اذ السمعیات تستند الی کلام اللّٰه تعالٰی وماسبق ثبوته فی المرتبۃ علی ثبوت الکلام وجوبا فیستحیل ان یکون مدرکه السمع، واما مالایدرك الا سمعا فهو القضاء بوقوع مایجوز فی العقل فلایتقدر الحکم بثبوت الجائز ثبوته فیمایتقدر الحکم بثبوت الجائز ثبوته فیما غاب عنا الابسمع[1] الخ۔

کی تقسیم یوں ہے کچھ چیزیں وُہ ہیں جن کا ادراک عقلی ہے ان کا ادراک سمعی جائز ہی نہیں، کچھ ایسی چیزیں ہیں جن کا ادراک سمعی ہے ان کا ادراک عقلی نہیں ہوسکتا، کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کا ادراک عقلاً اور سمعاً دونوں طرح جائز ہوتا ہے، وُہ چیزیں جن کا ادراک فقط عقلاً ہے تو دین کا ہر وہ قاعدہ جو اللہ تعالٰی کے کلام اور صدق سے اس کے وجوبِ اتصاف سے پہلے ہے کیونکہ دلائل سمعیہ کا اعتماد و اثبات کلامِ الٰہی سے ہوتا ہے، توجس کے مرتبہ کا ثبوت کلام کے ثبوت سے پہلے ہونا لازم ہے تو اب محال ہے کہ اس کا سبب ادراک سمع ہو اور جن چیزوں کا ادراک فقط سمع سے ہے تو وہ عقلی طور پر جائز الوجود چیز کے وقوع کا فیصلہ ہے تو سمع کے بغیر کسی جائز الوجود چیز جو ہم سے غائب ہے کے ثبوت کا حکم جائز الوجود چیز سے نہیں ہوسکتا الخ (ت)۔

شرح عقائد نسفی میں ہے:

القضایا منها ماهی ممکنات لاطریق الی الجزم باحد جانبیها فکان من فضل اللّٰه ورحمته ارسال الرسل لبیان ذٰلك[2] اھ ملخصًا۔

کچھ چیزیں ان میں سے ممکن ہیں ان کی کسی ایک جانب کا جزم نہیں ہوسکتا تو اسکے بیان کیلئے رسولوں کا بھیجنا اللہ تعالٰی کا فضل و رحمت ہے اھ ملخصًا (ت)

میں کہتا ہوں اب آدمیوں ہی میں دیکھ لیجئے کہ جو کام زید کی قدرت میں ہے دوسرا ہرگز اس پر جزم نہیں کرسکتا کہ وُہ کبھی اسے نہ کرے گا، پھر یہاں بعد اخبار زید بھی جزم و تیقن کی راہ نہیں، مثلاً زید کہے بلکہ قسم بھی کھائے کہ میں اس سال ہرگز سفر نہ کروں گا تاہم دوسرا اگرچہ صدقِ زید کا کیسا ہی معتقد ہو قسم نہیں کھا سکتا کہ زید اس سال یقیناً سفر نہ کرے گا، اور کھائے تو سخت جری و بیباک اور نگاہِ عقلاء میں ہلکا ٹھہرے گا تو وجہ کیا، وہی کہ غیب کا حال

---

[1] الارشاد فی الکلام

[2] شرح العقائد النسفیہ بیان ارسال رسل دارالاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ص ۹۸

Marfat.com

معلوم نہیں اور زید کی بات سچی ہی ہوئی کیا ضرور ممکن کہ فرق پڑ جائے، جب یہ مقدمہ ذہن نشین ہو لیا اور اب تم نے کذب الٰہی کو زیرِ قدرت مانا تو عقلاً تو ہر خبر میں احتمالِ کذب ہوا ہی رہا یہ کہ خبر الٰہی یقین دلائے کہ اللہ عزوجل اگرچہ جھوٹ بولنے پر قادر ہے مگر کبھی بولا، نہ بولے، ہیہات اس یقین کی طرف بھی کوئی راہ نہیں کہ آخر یہ خبر کلامِ الٰہی سے خود ایک کلام ہوگی تو عقلاً ممکن کہ یہی بروجہ کذب صادر ہوئی ہو پھر وہ کون سا ذریعہ وثوق رہا جس کے سبب عقل یقین کرسکے کہ یہ ممکن جو قدرتِ الٰہی میں تھا واقع نہ ہوا۔

خلاصہ یہ کہ جب کذب عقلاً ممکن تو استحالہ عقلی تو تم خود نہیں مانتے، رہا استحالہ شرعی وہ دلیل شرع سے مستفاد ہوتا ہے اور دلائل شرعا سب کلام الٰہی کی طرف منتہی، کما مر من ارشاد امام الحرمین (جیسا کہ امام الحرمین کے ارشاد سے گزرا۔ت)، تو جس کلامِ الٰہی سے کذب الٰہی کا استحالہ ثابت کیجئے پہلے خود اسی کلام الٰہی کا وجوب صدق شرعا ثابت کرلیجئے۔ لاجرم دور یا تسلسل سے چارہ نہیں، اب عقلی و شرعی دونوں استحالے اُٹھ گئے اور اللہ تعالٰی کی بات معاذ اللہ زید و عمرو کی سی بات ہو کر رہ گئی تعالی اللہ عما یقولون علوا کبیرا (یہ جو کہتے ہیں اللہ تعالٰی اس سے نہایت ہی بلند ہے۔ت) پھر حشر و نشر و جنت و نار وغیرہا تمام سمعیات پر ایمان لانے کا کیا ذریعہ ہے، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العظیم، ھذا ما عندی فی تقریر دلیل ھؤلاء الاعلام و فی المقام ابحاث طوال تعرف بالغوص فی لجج الکلام (میرے نزدیک ان علماءِ اعلام کی دلیل کی وضاحت و تفصیل یہی ہے اس مقام پر بڑے تفصیلی مباحث ہیں جو کلام کے سمندر میں غوطہ زن ہونے سے معلوم ہوتے ہیں۔ت)

دلیل سوم مواقف و شرح مواقف میں ہے:

اما امتناع الکذب علیہ تعالٰی عندنا فثلثۃ اوجہ (الٰی ان قال) وایضاً فیلزم علی تقدیر ان یقع الکذب فی کلامہ سبحانہ ان نکون نحن اکمل منہ فی بعض الاوقات اعنی وقت صدقنا فی کلامنا[1]

یعنی کذبِ الٰہی کا محال ہونا ہم اہلسنت کے نزدیک تین دلیل سے ہے ایک یہ کہ اس کے کلام میں کذب آئے تو بعض وقت ہم اس سے اکمل ہوجائیں یعنی جس وقت ہم اپنے کلام میں سچے ہوں۔

اقول تقریر دلیل یہ ہے کہ ہر محکی عنہ میں امکان عقلی کہ انسان اسے بروجہ صحیح حکایت کرے اور شک نہیں کہ جس حکایت میں جو سچا ہو وہ اس میں جھوٹے پر خاص اس وجہ کی رُو سے فضل رکھتا ہے اگرچہ اور کروڑوں وجہ سے مفضول ہو، اب اگر کذبِ الٰہی ممکن ہو تو معاذ اللہ جس وقت وہ جھوٹ بولے اور انسان اسی بات کو

---

[1] شرح المواقف المقصد السابع فی انہ تعالٰی متکلم منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/۱۰۱

Marfat.com

مطابق واقع ادا کرے تو لازم کہ آدمی اس وجہ سے افضل ہو جائے اور باری عزوجل پر کسی جہت سے کسی مخلوق کو کسی طرح کا فضل جزئی بھی اگرچہ نہایت ضعیف و مضمحل ہو ملنا محال۔ تو ثابت ہوا کہ امکان کذب باطل خیال ہے فافھم والعزۃ للہ ذی الجلال (پس غور کیجئے اور عزت اللہ ذوالجلال کے لئے ہے۔ ت)

ثم اقول اس دلیل کی ایک مختصر تقریر یُوں ممکن کہ اگر کذبِ خالق ممکن ہو تو کتنی بڑی شناعت ہے کہ خلق سچی اور خالق جھوٹا، العیاذ باللہ رب العلمین، لیکن صدقِ خلق محال نہیں تو کذبِ خالق ممکن نہیں۔

دلیل چہارم جس کی طرف امام فخر الدین رازی نے نص ۱۶ میں اشارہ فرمایا کہ جب اہلسنت کے نزدیک اللہ عزوجل کا صدق ازلی تو کذب محال کہ ہر ازلی ممتنع الزوال۔ **اقول** وباللہ التوفیق تصویر دلیل یہ ہے کہ اللہ عزوجل پر اسم صادق کا اطلاق قطع نظر اس سے کہ قرآن[ع] وحدیث و اجماع سے ثابت، مخالفان عنید یعنی طائفہ جدیدہ کو بھی مقبول کہ وُہ بھی اللہ عزوجل کو صادق بالفعل تو مانتے ہیں اگرچہ صادق بالضرورۃ ہونے سے صاف انکار کرتے ہیں کہ

ع اما القرآن فقولہ تعالٰی ذٰلک جزینٰھم ببغیھم وانا لصٰدقون[1] و قولہ تعالٰی ومن اصدق من اللہ قیلا[2] فان المعنی ان اللہ تعالٰی اصدق قائل وحمل الاصدق حمل الصادق مع زیادۃ واما الحدیث فقد عد الصادق من الاسماء الحسنٰی فی حدیث ابن ماجۃ[3] وحدیث الحاکم فی المستدرک وابی الشیخ و ابن مردویۃ فی تفسیرھما وابی نعیم فی کتاب الاسماء الحسنٰی کلھم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واما الاجماع فظاھر لاینکر ۱۲ منہ۔

ع قرآن میں اللہ تعالٰی کا فرمان ہے یہ ہم نے ان کی بغاوت کی سزا دی اور ہم یقیناً سچے ہیں، دوسرے مقام پر فرمایا: اللہ تعالٰی سے بڑھ کر کون زیادہ سچا ہے۔ معنی یہ ہے کہ اللہ تعالٰی سب سے بڑھ کر صادق ہے اور اصدق کا حمل صادق مع زیادۃ کا حمل ہے، رہی حدیث تو حدیث میں اسماء حسنٰی میں صادق کو شمار و شامل کیا گیا ہے، اور یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی ہے اور اسے ابن ماجہ، حاکم نے مستدرک میں، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے اپنی تفاسیر اور امام ابونعیم نے "کتاب الاسماء الحسنٰی" میں ذکر کیا، رہا اجماع تو واضح ہے، اس کا انکار کیا ہی نہیں جاسکتا ۱۲ منہ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶/۱۴۶ [2] القرآن الکریم ۴/۱۲۲
[3] سنن ابن ماجہ ابواب الدعاء باب اسماء اللہ عزوجل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۸۳

Marfat.com

جب کذب ممکن جانا اور امکان نہیں مگر جانب مخالف سے سلب ضرورت تو لاجرم باری تعالٰی کے صادق ہونے کو ضروری نہ مانا، مگر جاہل کہ صادق بالفعل ماننا ہی ان کے مذہب نامہذب کا استیصال کر گیا کہ جب وہ صادق ہے اور صدق مشتق قیام مبدء کو مستلزم، تو واجب کہ صدق اس کی ذات پاک سے قائم اور ذاتِ الٰہی سے قیام حوادث محال، تو ثابت کہ صدق الٰہی ازلی ہے بعینہٖ اسی طریقہ سے ہمارے ائمہ کرام نے تکوین وغیرہ کا صفات ازلیہ سے ہونا ثابت فرمایا، شرح عقائد نسفی میں ہے:

(التکوین صفۃ) للّٰہ تعالٰی لاطباق العقل و النقل علی انہ تعالٰی خالق للعالم مکون لہ و امتناع اطلاق الاسم المشتق علی الشیئ من غیر ان یکون ماخذ الاشتقاق وصفا لہ قائما بہ (ازلیۃ) بوجوہ الاول انہ یمتنع قیام الحوادث بذاتہ تعالٰی لمامر[1] اھ ملخصًا۔

(تکوین صفت ہے) اللہ تعالٰی کی، کیونکہ عقل و نقل اس پر شاہد ہیں کہ اللہ تعالٰی جہان کا خالق اور بنانے والا ہے اور کسی شَی پر اسم مشتق کا اطلاق اس وقت تک ممتنع ہوتا ہے جب تک مادہ اشتقاق اس کا وصف اور اس کے ساتھ قائم نہ ہو (ازلی ہے) اس پر متعدد دلائل ہیں، اوّل یہ کہ اللہ تعالٰی کی ذات اقدس کے ساتھ حوادث کا قیام ممتنع ہے جیسا کہ گزر چکا ہے اھ ملخصًا (ت)

اسی میں ہے:

اللّٰہ تعالٰی متکلم بکلام ھو صفۃ لہ ضرورۃ امتناع اثبات المشتق لشیئ من غیر قیام ماخذ الاشتقاق بہ[2]۔

اللہ تعالٰی متکلم بکلام ہے اور یہ اس کی صفت ہے کیونکہ یہ بدیہی بات ہے کہ کسی شَی کے لئے مشتق کا اثبات اس کے ساتھ ماخذ اشتقاق کے قیام کے بغیر ممتنع ہوتا ہے (ت)

منح الروض میں مسامرہ سے ہے:

الایمان من صفات اللّٰہ تعالٰی من اسمائہ الحسنٰی "المؤمن" کما نطق بہ الکتاب العزیز، و ایمانہ ھو تصدیقہ

ایمان، اللہ تعالٰی کی صفات میں سے ہے کیونکہ اس کے اسماءِ حسنٰی میں "المؤمن" بھی ہے جیسا کہ قرآن عزیز اس پر ناطق ہے اور اس کا ایمان ازل

---

[1] شرح العقائد النسفیہ بیان صفات باری تعالٰی دار الاشاعۃ العربیہ قندھار افغانستان ص ۵۰
[2] " " " " " " " " " " ص ۴۴

Marfat.com

فی الازل بکلامه القدیم ولایقال ان تصدیقه محدث ولامخلوق تعالی الله ان یقوم به الحادث[1] اھ ملخصًا۔

میں کلامِ قدیم کی تصدیق ہے، یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کی تصدیق محدث و مخلوق ہے کیونکہ وہ اس سے بلند ہے کہ اس کے ساتھ کوئی حادث قائم ہو اھ ملخصًا۔ (ت)

اور جب صدقِ الٰہی ازلی ہُوا تو امکانِ کذب کا محل نہ رہا کہ اس کا وقوع بے انعدام صدق ممکن نہیں تحقیقاً لمعنی التضاد (کیونکہ ان میں تضاد پایا جاتا ہے۔ ت) اور انعدامِ صدق محال ہے کہ علمِ کلام میں مبین ہوچکا کہ قدیم اصلاً قابلِ عدم نہیں فتبصر۔

دلیل پنجم اگر باری عزوجل کذب سے متصف ہوسکے تو اس کا کذب اگر ہوگا تو قدیم ہی ہوگا کہ اس کی کوئی صفت حادثہ نہیں، اور جو قدیم ہے معدوم نہیں ہوسکتا، تو لازم کہ صدقِ الٰہی محال ہوجائے حالانکہ یہ بالبداہۃ باطل، تو کذب سے اتصاف ناممکن، یہ دلیل تفسیر کبیر و مواقف و شرح مقاصد میں افادہ فرمائی، امام کی عبارت یہ ہے زیرِ قولہ تعالٰی و من اصدق من الله حدیثا[2] (اللہ تعالٰی سے بڑھ کر کون سے سچی بات فرمانے والا۔ ت) امتناعِ کذبِ الٰہی پر اہلِ سنّت کی دلیل بیان کرتے ہیں:

اما اصحابنا فدلیلهم انه لوکان کاذبا لکان کذبه قدیما، ولوکان کذبه قدیما لامتنع زوال کذبه لامتناع العدم علی القدیم، ولو امتنع زوال کذبه قدیما لامتنع کونه صادقا، لان وجود احد الضدین یمنع وجود الضد الاخر فلوکان کاذبا لامتنع ان یصدق لکنه غیر ممتنع، لانا نعلم بالضرورۃ ان کل من علم شیئا فانه لایمتنع علیه ان یحکم علیه بحکم مطابق للمحکوم علیه، والعلم بهذه الصحة ضروری، فاذا کان امکان الصدق قائما کان امتناع الکذب

ہمارے علماء کی دلیل یہ ہے کہ اگر وہ کاذب ہے تو اس کا کذب قدیم ہوگا، اور اس کا کذب قدیم ہے، تو اس کے کذب کا زوال ممتنع ہوگا کیونکہ قدیم پر عدم، ممتنع ہوتا ہے، اور اگر اس کے کذب کا زوال قدیمًا ممتنع ہے تو اس کا صادق ہونا ممتنع ہوگا کیونکہ ضدین میں سے ایک کا وجود دوسرے کے وجود کے لئے امتناع کا سبب ہوتا ہے، تو اگر وہ کاذب ہے تو اس کا صادق ہونا ممتنع ہوگا لیکن یہ تو ممتنع نہیں کیونکہ ہم بداہۃً جانتے ہیں کہ جو شخص کسی شئی کے بارے میں علم رکھتا ہو اس کے لئے اس شئے پر محکوم علیہ کے مطابق حکم لگانے

---

[1] منح الروض الازہر شرح فقہ الاکبر باب الایمان مخلوق اولاً مصطفی البابی مصر ص ۱۴۳

[2] القرآن الکریم ۴/ ۸۷

حاصلا لا محالۃ[1] میں کوئی امتناع نہیں اور اس ضابطہ کی صحت کا علم یقینی ضروری ہے جب امکانِ صدق قائم ہے تو کذب کا حصول ہر صورت میں ممتنع ہوگا (ت)

اقول وباللہ التوفیق تحریر دلیل یہ ہے کہ تم نے باری عزوجل کا تکلّم بکلام کذب تو ممکن مانا اس کا کاذب ومتصف بالکذب ہونا بھی ممکن مانتے ہو یا نہیں؟ اگر کہئے نہ، تو قول بالمتناقضین اور بداہت عقل سے خروج ہے کہ کاذب ومتصف بالکذب نہیں مگر وہی جو تکلم بکلام[عہ] کذب کرے اسے ممکن کہہ کر اسے محال ماننا نرا جنون ہے، اور اگر کہئے ہاں، تو اب ہم پوچھتے ہیں یہ اتصاف صرف لم یزل میں ممکن یا ازل میں بھی شق اول باطل کہ امکان قیامِ حوادث کو مستلزم اور شق ثانی پر جب ازلیتِ کذب ممکن ہوئی تو اس کا ممتنع الزوال ہونا ممکن ہُوا کہ ہر ازلی واجب الابدیۃ اور کذب کا امتناع زوال استحالہ صدق کو مستلزم کہ کذب وصدق کا اجتماع محال، جب اُس کا زوال محال ہوگا اِس کا ثبوت ممتنع ہوگا، اور امکانِ وجود ملزوم امکان وجود لازم کو مستلزم، تحقیقا لمعنی اللزوم حیث کان ذاتیا لا لعارض کما ھٰھنا (معنی لزوم کے ثبوت کی وجہ سے کہ ذاتی ہے نہ کہ کسی عارض کی وجہ سے، جیسا کہ یہاں ہے۔ ت) تو لازم آیا کہ صدق الٰہی کا محال ہونا ممکن ہو اور استحالہ اسی شئے کا ممکن ہوگا جو فی الواقع محال ہو بھی کہ ممکن کا محال ہوجانا ہرگز ممکن نہیں ورنہ انقلاب لازم آئے اور وہ قطعاً باطل، تو ثابت ہُوا کہ اگر باری تعالٰی کا امکان کذب مانا تو اس کا صدق محال ہوگا لیکن وہ بالبداہۃ محال نہیں تو امکان کذب یقیناً باطل، اور استحالہ کذب قطعاً حاصل،

والحمدللہ اصدق قائل الدلائل الفائضۃ علی قلب الفقیر بعون القدیر عز جدہ وجل مجدہ۔

تمام تعریف اللہ تعالٰی کی ان سچے دلائل پر جو قدیر عزجدہ وجل مجدہ کی مدد سے فقیر کے دل پر وارد ہوئے۔ (ت)

دلیل ششم اقول وبحول اللہ اصول (میں کہتا ہوں اور اللہ تعالٰی کی توفیق سے بیان کرتا ہوں) کلام الٰہی

عہ ای انشاء لاحکایۃ اذلا کلام فیہا کما لایخفی ففی القراٰن العظیم جمل عن الکفار من اراجیفھم الباطلۃ ۱۲ منہ۔

یعنی بطور انشاء نہ کہ بطور حکایت کیونکہ اس میں کلام ہی نہیں جیسا کہ واضح ہے تو قرآن میں ایسے جملے موجود ہیں جن میں کفار کی باطل ادا کا تذکرہ ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) تحت آیۃ ومن اصدق من اللہ حدیثاً المطبعۃ البہیۃ مصر ۱۰/ ۲۱۷، ۲۱۸

Marfat.com

ازل میں بایجاب کلی حق تھا، معاذ اللہ اس کا بعض باطل یا نہ حق نہ باطل، شق ثانی تو کفر صریح[۱] اور ثالث میں مطابقت و لا مطابقت دونوں کا ارتفاع اور وہ قطعاً محال، اوّلاً[۲] بالبداہۃ،

فان ارتفاع محمولی الانفصال الحقیقی عن الموضوع کارتفاع النقیضین۔

کیونکہ انفصال حقیقی کے دونوں محمول کا موضوع سے ارتفاع نقیضین کے ارتفاع کی طرح ہوتا ہے۔ (ت)

ثانیاً باجماع عقلاً،

حتی الجاحظ المعتزلی وانما نزاعه[۳] فی مجرد التسمیة۔

حتی کہ جاحظ معتزلی بھی قائل ہے نزاع محض نام میں ہے۔ (ت)

ع۱ ای فلا یرضی به المخالف ایضا فلا ینافی عقلیة البرھان وانما اکتفی به قصرا للمسافة والا فله طریق قد عرفت وھو وجوب الکذب وامتناع الصدق الباطل ببداھة العقل ۱۲ منه۔

ع۱ یعنی اس پر مخالف بھی راضی نہ ہوگا اور یہ عقلی برہان کے منافی نہیں اختصاراً اسی پر اکتفار کرلیا گیا ورنہ اس کیلئے وہ طریق جو جان چکا کہ وہ کذب کا وجوب اور صدق کا امتناع ہے جو بداہۃً عقل سے باطل ہے ۱۲ منہ (ت)

ع۲ فیه المقنع وحدیث الاجماع والنص تبرعی ۱۲ منه۔

ع۲ یہی کافی ہے اجماع اور نص کی بات بطور تبرع و نفل ہے ۱۲ منہ (ت)

ع۳ الخبر عند الجمھور اما صادق او کاذب لانه اما مطابق للواقع الذی ھو المخبر عنه وھو الصادق، او لا مطابق وھو الکاذب وھذه المنفصلة حقیقیة دائرة بین النفی والاثبات، ونزاع من نازع لیس الا فی اطلاق لفظ الصدق والکذب لغة ھل ھما لھذین المعنیین لا فی صدق ھذه المنفصلة[۱] اھ مسلم الثبوت مع شرح فواتح الرحموت لمولانا بحر العلوم قدس سرہ ۱۲ منه۔

ع۳ جمہور کے نزدیک خبر صادق ہے یا کاذب، کیونکہ اگر وہ واقع کے مطابق ہے تو صادق، اگر مطابق نہیں تو کاذب، اور یہ منفصلہ حقیقیہ ہے جو نفی و اثبات کے درمیان دائر ہے اور جس نے بھی اس میں نزاع کیا ہے وہ صرف لغۃً لفظ صدق و کذب کے اطلاق میں کیا ہے کہ کیا وہ ان دونوں معنی کے لئے ہیں منفصلہ حقیقیہ جس کے دونوں محمول مرتفع ہوں، کے صدق میں نہیں، اھ، مسلم الثبوت مع شرح فواتح الرحموت لمولانا بحر العلوم قدس سرہ ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفٰی الاصل الثانی السنۃ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/۱۰۷

Marfat.com

ثالثاً خود قرآن عظیم نفی واسطہ پر ناطق۔

قال مولٰنا ذوالجلال فماذا بعد الحق الا الضلٰل[1] — ہمارے مالک صاحبِ جلال کا فرمان ہے: پھر حق کے بعد کیا ہے مگر گمراہی۔ (ت)

تو لاجرم شقِ اوّل متعین اور شاید مخالف بھی اس سے انکار نہ رکھتا ہو اب ہم پوچھتے ہیں کذب ممکن علی فرض الوقوع صرف کسی کلام لفظی کو عارض ہو گا یا نفسی کو بھی، اول محض بے معنی کہ صدق و کذب حقیقۃً وصفِ معنی ہے نہ صفت عبارت۔ ولہذا شرح مقاصد میں فرمایا:

طریق اطرادھذا الوجه فی کلامه المنتظم من الحروف المسموعة انه عبارة عن کلامه الازلی ومرجع الصدق والکذب الی المعنی[2] — یہ تو ایسی کلام میں جاری ہو رہا ہے جو حروف مسموعہ سے بنی ہے اور یہ کلام ازلی سے عبارت ہے اور صدق و کذب کا مرجع معنی ہے (ت)

برتقدیر ثانی یہ کلام نفسی وہی کلام قدیم یا علی تقدیر التجزی اس کا بعض ہو گا جو ازل میں ایجاباً کلیاً صادق تھا یا اس کا غیر، شق ثانی پر قیام حوادث لازم اور اوّل میں انقلاب صدق بکذب کہ کلام بشر میں بھی محال، سچی بات کبھی جھوٹی

ع یہاں بعض اذہان میں یہ شبہہ گزرتا ہے کہ زید آج قائم ہے تو قضیۂ زید قائم حق ہے، کل قائم نہ رہا تو زید لیس بقائم حق ہو گیا اور اس کی حقیت اس کے کذب کو مستلزم، **اقول** ان صاحبوں نے فعلیہ و دائمہ میں فرق نہ کیا یا نہ جانا کہ دو مطلقہ عامہ میں تناقض نہیں۔ مسلم الثبوت میں ہے:

الخبر الصادق صادق دائما والکاذب کاذب دائما[3] — خبر صادق ہمیشہ صادق اور خبر کاذب ہمیشہ کاذب ہوتی ہے (ت)

مولانا قدس سرہ فواتح میں فرماتے ہیں:

ولا یمکن ان یدخلا فی شیئ من الاخبار، و فرق بین تحقق مصداق الخبر وصدقه فان الاول قد یختلف بحسب الاوقات و اما — دونوں کا کسی خبر میں جمع ہونا ممکن نہیں، اور خبر کے مصداق کے تحقق اور اس کے صدق میں فرق ہے کیونکہ پہلا اوقات کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے،

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/۳۲
[2] شرح المقاصد المبحث السادس فی انہ تعالٰی متکلم دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/۱۰۴
[3] مسلم الثبوت الاصل الثانی السنۃ مطبع انصاری دہلی ص ۱۰۶

Marfat.com

نہیں ہوسکتی نہ جھوٹی کبھی سچی، ورنہ مطابقت و لا مطابقت میں تصادم لازم آئے اور نقیضین باہم نقیضین نہ رہیں، بالجملہ کلام صادق کے لئے ثبوتِ صدق ضروری، تو سلب ضرورت ضرورۃً مسلوب ، وھو المطلوب۔

وانت تعلم ان صدور الکلام القدیم منہ سبحانہ وتعالٰی لیس علی وجہ الاختیار فان القدیم لایستند الی المختار من حیث ھو مختار والقراٰن کلام اللہ غیر مخلوق ولا فی اقتدار فلا یستزلك الشیطان ان الاستحالۃ انما جاءت من قبل ان المولٰی سبحانہ وتعالٰی لو یصدر فی الازل الا کلامًا صادقًا وھو لایقدر ان یخلق لنفسہ صفۃ حادثۃ فبقی الامکان فی بدو الامر علی ماکان۔

اور تم جانتے ہو اللہ تعالٰی سبحانہ سے کلام قدیم کا صدور اختیاری نہیں کیونکہ قدیم کسی مختار من حیث مختار کی طرف منسوب نہیں ہوسکتا، قرآن اللہ تعالٰی کا کلام ہے جو مخلوق نہیں اور تحت قدرت نہیں —— تمھیں شیطان اس بات سے نہ پھسلا دے کہ استحالہ یہاں سے لازم آیا کہ اللہ تعالٰی سے ازل میں کلام صادق ہی صادر ہوا ، اور وہ اس بات پر قادر نہیں کہ اپنی ذات کے لئے صفت حادثہ پیدا کرے تو ابتدائی امر میں امکان باقی رہا جیسا کہ تھا۔ (ت)

دلیل ہفتم وھو اخصر واظھر **اقول** وباللہ التوفیق (جو نہایت مختصر اور بہت ہی واضح ہے، میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ سے ہے۔ ت) امکان کذب اس کی فعلیت بلکہ دوام بلکہ ضرورت کو مستلزم کہ اگر کلام نفسی ازلی ابدی واجب للذات مستحیل التجدد کذب پر مشتمل نہ ہو تو کلام لفظی کا کذب ممکن نہیں ورنہ وجود دال بلامدلول[ع]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

صدق الخبر فدائم فان صدق المطلقۃ دائم فالصادق صادق دائمًا، فلا یدخلہ الکذب اصلًا الا اجتمعا، والکاذب کاذب دائمًا فلا یدخلہ الصدق اھ ملخصًا ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی۔

رہا صدقِ خبر تو وہ دائمی ہے کیونکہ مطلقہ کا صدق دائمی ہوتا ہے لہذا صادق ہمیشہ صادق ہی ہوگا اور اس میں کبھی بھی کذب داخل نہیں ہوسکتا ورنہ دونوں کا اجتماع ہوجائے گا اور کاذب ہمیشہ کاذب ہی رہے گا اس میں صدق داخل نہیں ہوسکتا اھ ملخصًا ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی (ت)

ع المدلول ھو المعنی فلا نقض بالمعدوم ۱۲ منہ۔

ع مدلول وہ معنی ہی ہے لہذا معدوم کے ساتھ کوئی اعتراض نہیں ہوگا ۱۲ منہ (ت)

---

[1] فواتح الرحموت بذیل المستصفٰی الاصل الثانی السنۃ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/۱۰۲

Marfat.com

یا کذب دال مع صدق المدلول لازم آئے اور یہ دونوں بالبداہۃ محال، اور جب کلام لفظی میں کذب ممکن نہ ہو تو نفسی میں بھی ممکن نہیں، ورنہ باری عزّ وجل کا عجز عن التعبیر لازم آئے تو لاجرم امکان کذب ماننے والا اپنے رب کو واقعی کاذب مانتا اور اس کے کلام نفسی میں کذب موجود بالفعل جانتا ہے اور وہاں فعل و دوام و وجوب متلازم و بوجہ آخر اوضح و ازہر۔

اقول و باللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) تمہارے دعوٰی کا حاصل یہ کہ بعض ما ھو کلام اللہ تعالٰی فھو ممکن الکذب بالضرورۃ (اللہ تعالٰی کے کلام کا بعض ضرور ممکن الکذب ہے۔ ت) اور شک نہیں کہ کل ما ھو ممکن الکذب کاذب بالضرورۃ (اور جو ممکن الکذب ہو وہ ضرور کاذب ہوتا ہے۔ ت) کہ کلام واحد میں امکانِ کذب بے فعلیت کذب متصور نہیں اور فعلیت کذب امتناع صدق اور امتناعِ صدق ضرورت کذب ہے، نتیجہ نکلا بعض ما ھو کلام اللہ تعالٰی کاذب بالضرورۃ (اللہ تعالٰی کے کلام کا بعض ضرور کاذب ہے۔ ت) اب اس میں وصف عنوانی کا صدق خواہ بالفعل لو کما ھو المشہور (جیسا کہ یہ مشہور ہے۔ ت) خواہ بالامکان لو کما ھو عند الفارابی (جیسا کہ فارابی کے ہاں ہے۔ ت) ہر طرح باری عزّ وجل کا معاذ اللہ کاذب بالفعل ہونا لازم۔ بر تقدیر اوّل تو لزوم بدیہی، اور بر تقدیر ثانی اس قضیہ یعنی بعض ما ھو کلام اللہ بالامکان العام کاذب بالضرورۃ (جو اللہ تعالٰی کا کلام بامکان العام ہے وہ ضرور کاذب ہے۔ ت) کو کبرٰی کیجئے اور قضیہ کل ما ھو کلام اللہ بالامکان العام فھو کلام اللہ بالفعل (ہر کلام جو کلام اللہ بامکان العام ہے وُہ بالفعل کلام اللہ ہے۔ ت) کو صغرٰی، ثبوت صغرٰی یہ کہ باری تعالٰی کے لئے کوئی حالت منتظرہ نہیں، شکل ثالث کی ضرب خامس پھر وہی نتیجہ دے گی کہ بعض ما ھو کلام اللہ بالفعل کاذب بالضرورۃ (بعض کلام اللہ بالفعل ضرور کاذب ہے۔ ت) والعیاذ باللہ تعالٰی، بلکہ حقیقۃً یہ وجہ دلیل مستقل ہونے کے قابل، کما لا یخفی علی المتأمل

ع۵ حاصل الوجہ الاول ان علی قول الامکان لابد من فعلیۃ فی الکلام النفسی و الا لامتنع فی اللفظی لانہ لایکون الا تعبیرا عن نفسی ولا امکان ھھنا لنفسی اٰخر غیر ھٰذا الموجود المفروض ان لا کذب فیہ

ع۵ پہلی وجہ کا حاصل یہ ہے کہ قول امکان پر کلام نفسی میں فعلیت ضروری ہے ورنہ کلام لفظی میں امتناع ہوگا، جب لفظی میں امتناع ہوگا تو نفسی میں امتناع ضرور ہوگا کیونکہ لفظی صرف نفسی کی تعبیر ہے جبکہ اس موجود نفسی جس میں کذب نہ ہونا مفروض ہے کے علاوہ کسی اور نفسی کا امکان نہیں اور صادق کی کاذب

(باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

واللہ الموفق لابطال الباطل (جیسا کہ کسی صاحبِ فکر پر مخفی نہیں، اور اللہ تعالٰی ہی ابطالِ باطل کی توفیق دینے والا ہے۔ ت)

دلیل ہشتم اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہُوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) صدقِ الٰہی صفتِ قائمہ بذاتِ کریم ہے ورنہ مخلوق ہوگا کہ ذات وصفات کے سوا سب مخلوق اور ہر مخلوق عدم سے مسبوق تو لازم کہ غیر متناہی دور ازل میں اللہ تعالٰی سچّا نہ ہو، تعالٰی عن ذٰلک علوا کبیرا (اللہ تعالٰی اس سے بہت بلند ہے۔ ت) اور جب صدق صفت قائمہ بالذات ہے اور صفات مقتضائے ذات اور مقتضائے ذات میں تغیر محال کہ تغیّر مقتضی تغیر مقتضٰی کو مقتضی اور تغیر ذات عموماً محال خصوصاً جناب عزّت میں جہاں تغیر صفت بھی مستحیل، تو لاجرم کذب منافی ذات ہُوا اور منافی ذات کا وقوع نافیِ ذات اس سے بڑھ کر اور کیا استحالہ متصوّر۔

دلیل نہم اقول وباللہ التوفیق ہم زیرِ دلیل چہارم و ہشتم بدلائل ثابت کر آئے کہ صدق صفت قائمہ بالذات ہے تو کذب بھی اگر ممکن ہو صفت ہی ہو کر ممکن ہوگا، فانھما ضدان والتضاد مایکون

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

والتعبیر عن الصادق بالکاذب محال و اذا امتنع فی اللفظی امتنع فی النفسی و الالزم العجز عن التعبیر فلو لم یوجد فی النفسی بالفعل لامتنع اصلا لکنه ممکن عندك فیجب ان یوجد فیدوم فیجب وحاصل الثانی ان لو امکن فی کلام له لوجد ذٰلك الکلام لعدم الانتظار فیکون بعض ما ھو کلامه بالفعل ممکن الکذب ولایمکن کذب کلام الا اذا کان کاذبًا و الکاذب کاذب بالضرورة فبعض کلامه بالفعل کاذب بالضرورة وظاھر ان بین الوجھین بونًا بینا فھما دلیلان مستقلان حقیقة والحمد للّٰه وبه التوفیق ۱۲ منه سلمه اللّٰه تعالٰی۔

کے ساتھ تعبیر محال ہے اور جب لفظی میں امتناع ہے تو نفسی میں بھی ہوگا ورنہ تعبیر سے عجز لازم آئے گا، اور اگر وہ نفسی میں عملاً موجود نہیں تو وہ اصلاً موجود نہ ہوگا لیکن وہ تمہارے نزدیک ممکن ہے تو اس کا موجود ہونا ضروری ہوگا پس وہ دائمی اور واجب ہوگا اور ثانی وجہ کا حاصل یہ ہے کہ اگر یہ کلام میں ممکن ہُوا تو عدمِ انتظار کی وجہ سے وہ کلام موجود ہوگا تو بعض کلام عملاً ممکن الکذب ہوگا اور کذب کلام اس وقت ممکن ہوگا جب وہ کاذب ہو، اور کاذب بالضرورۃ کاذب ہی ہوگا، تو بعض کلام عملاً بالضرورۃ کاذب ہوگا تو دو دلیلوں کے درمیان واضح بُعد ہے لہذا یہ دونوں حقیقۃً مستقل دلیلیں ہیں، تمام تعریف اللہ تعالٰی کے لئے اور توفیق اسی سے ہے ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی (ت)

Marfat.com

بحسب الورود علی محل واحد (یہ دونوں ضدیں ہیں اور تضاد جو ایک محل پر ورود کی صورت میں ہو ہے۔ ت) **اب مخالف متعسف وفور استحالات دیکھئے:**

اوّلاً لازم کہ کذبِ الٰہی موجود بالفعل ہو کہ صفاتِ باری میں کوئی صفت منتظرہ غیر واقعہ ماننا باطل ورنہ تاثر[1] بالغیر یا تخلف[2] مقتضٰی یا تاخر[3] اقتضا یا حدوث[4] مقتضٰی لازم آئے۔ تعالی اللہ عنہ علوا کبیرا (اللہ تعالٰی اس سے بہت بلند ہے۔ ت)

ثانیاً واجب کہ کذب واجب ہو کہ صفاتِ الٰہیہ سب واجب للذات ہیں۔

ثالثاً صدق[5] الٰہی محال ٹھہرے کہ وجوب کذب امتناع صدق ہے۔

رابعاً کذب صفتِ کمال ہو کہ صفاتِ باری سب صفاتِ کمال۔

---

[1] ان کان الاتصاف لا من الذات اقول ولو لتعلق الارادۃ فان التعلق حادث والحادث غیر فافھم فانہ علم فی نصف سطر ۱۲ منہ۔

[1] اگر اتصاف ذات کے اعتبار سے نہ ہو، اقول اگرچہ تعلق ارادہ کے اعتبار سے ہو کیونکہ تعلق حادث ہے اور حادث غیر ہے، اسے اچھی طرح جان لو کیونکہ اس نصف سطر میں سارا علم ہے ۱۲ منہ (ت)

[2] ان اقتضی الذات ازلا ولم یتحقق ۱۲ منہ مد ظلہ وزید فیضہ القوی

[2] اگر ذات ازلاً تقاضا کرے اور وہ متحقق نہ ہو ۱۲ منہ مدظلہ وزید فیضہ القوی (ت)

[3] ان اقتضی فیما لایزال لا فی الازل ۱۲ منہ

[3] اگر وہ تقاضا کرے مگر ازل میں نہ ہو ۱۲ منہ (ت)

[4] ان فرعن الکل والتزم تصاحب المقتضٰی والمقتضی ۱۲ منہ۔

[4] اگر سب سے فرار کرے اور مقتضٰی اور مقتضی کے ساتھ رہنے کا التزام کرے ۱۲ منہ (ت)

[5] فرق بین بناء الکلام علی قدم الصفۃ وان ما ثبت قدمہ استحال عدمہ وھی مقدمۃ عویصۃ الاثبات وبین بنائہ علی وجوبھا وامتناع ضدھا للذات وھو من اجلی الواضحات والحمد للہ رب البرایات ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی۔

[5] کلام کی بنا، صفت کے قدیم ہونے پر اور واجب ہونے پر اس میں فرق ہے، اول کا مقدمہ کہ جس کا قدم ثابت ہو اس کا عدم محال ہے، اس کا اثبات پیچیدہ ہے۔ دوسرے کا مقدمہ کہ جو واجب ہو اس کی ضد ذات کے لئے ممتنع ہوتی ہے، یہ بہت واضح ہے، تمام تعریفیں کائنات کے رب کے لئے ہیں ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی (ت)

Marfat.com

خامسًا صدق صفت نقصان ہو کہ وُہ عدم کذب کو مستلزم، اور راب عدمِ کذب عدمِ کمال، اور عدمِ کمال عین نقصان۔

سادسًا، سابعًا، ثامنًا صدق[5] کلی و کذب[6] جزئی، جب دونوں صفت[7] اور دونوں ممکن[8] تو دونوں واجب[9] تو دونوں محال[10] تو اجتماعِ[11] نقیضین و ارتفاع نقیضین و اجتماعِ اجتماع و ارتفاع سب حاصل، تاسع، عاشر، حادی عشر، بعینہٖ اسی طریقہ سے دونوں کمال تو دونوں نقصان، تو دونوں مجمع کمال و نقصان، ثانی عشر، ثالث عشر، رابع عشر، جب دونوں صفت تو دونوں مقتضیٰ، تو دونوں منافی، تو دونوں جامع اقتضا و تنافی، خامس عشر جب دونوں مقتضیٰ تو وجودِ ذات مستلزم اجتماعِ نقیضین، اور جس کا وجود مستلزم محال ہو تو خود محال، تو بر تقدیر امکان کذب، وجودِ باری معاذ اللہ محال ٹھہرتا ہے، مدعی معاند دیکھے کہ اس کی سُلگائی آگ نے بھڑک کر کہاں تک پھونکا، یہ سر دست پندرہ[15] استحالے ہیں اور ہر استحالہ بجائے خود ایک دلیل مستقل، تو اب تک آٹھ اور پندرہ تیئس[۲۳] دلیلیں ہوئیں۔

دلیل بست و چہارم اقول وباللہ التوفیق، بالفرض اگر کذب کو عیب و منقصت نہ مانئے تو اتنا تو بالضرورۃ ضرور کہ کوئی کمال نہیں ورنہ مولیٰ تعالیٰ کے لئے واجب الثبوت ہوتا اور عقلِ سلیم شاہد کہ باری عزوجل کے لئے ایسی شئی کا ثبوت بھی محال جو کمال سے خالی ہو اگرچہ نقص نہ ہو۔ علامہ سعد الدین

ع۵ یعنی ہر خبر میں صادق ہونا کہ بالفعل موجود ۱۲ منہ۔

ع۶ یعنی بعض اخبار میں صادق نہ ہونا کہ مخالف ممکن مانتا ہے ۱۲ منہ۔

ع۷ الاول لما فی الدلیل الرابع والثامن والثانی لما مر آنفا ۱۲ منہ۔

ع اول جیسا کہ چوتھی، آٹھویں اور دوسری میں ابھی گزرا ۱۲ منہ (ت)

ع۸ ای بالامکان العام اما الاول فللوجود اما الثانی فبالفرض ۱۲ منہ۔

یعنی امکان عام کے ساتھ پہلا وجود کی وجہ سے اور دوسرا بالفرض ۱۲ منہ (ت)

ع۹ وان کل صفۃ تجب للذات ۱۲ منہ۔

کیونکہ ہر صفت ذات کے لئے لازم ہے ۱۲ منہ (ت)

ع۱۰ فان وجوب کل یستلزم استحالۃ الاخر کما مر مرارا ۱۲ منہ۔

کیونکہ ہر ایک کا وجوب دوسرے کے محال ہونے سے مستلزم ہے جیسا کہ کئی دفعہ گزرا ۱۲ منہ (ت)

ع۱۱ فان الصدق الکلی یستلزم عدم الکذب والکذب الجزئی عدم الصدق الکلی ۱۲ منہ

کیونکہ صدق کلی عدم کذب کو اور کذب جزئی عدم صدق کلی کو مستلزم ہے ۱۲ منہ (ت)

Marfat.com

تفتازانی مبحث رابع فصل تنزیہات شرح مقاصد میں فرماتے ہیں :

ان لم یکن من صفات الکمال امتنع اتصاف الواجب بہ للاتفاق علی ان کل ما یتصف ھو بہ یلزم ان یکون صفۃ کمال[1]

اگر وہ صفات کمالیہ میں سے نہیں تو اس کے ساتھ واجب کا اتصاف ممتنع ہے کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ واجب جس کے ساتھ متصف ہوگا اس کا صفتِ کمال ہونا ضروری ہے (ت)

علامہ ابن ابی شریف مسایرہ میں فرماتے ہیں :

یستحیل علیہ تعالٰی کل صفۃ لاکمال فیھا ولا نقص لان کلامن صفات الالٰہ صفۃ کمال[2]

اللہ تعالٰی کے لئے ہر وہ صفت محال ہے جس میں نہ کمال ہو اور نہ نقص ہو کیونکہ اللہ تعالٰی کی ہر صفت، صفت کمال ہے۔ (ت)

دلیل بست و پنجم اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) بداہت عقل شاہد عدل کہ جو مطلق کذب پر قادر ہوگا کذب مطلق پر بھی قدرت رکھے گا کہ بعض کلام میں کذب پر قادر اور بعض میں اس سے عاجز ہونے کے کوئی معنی نہیں، اور قرآن کلام اللہ قطعاً حق جس کے بعض قضایا مثل قولہ تعالٰی لا الٰہ الا اللہ وقولہ تعالٰی محمد رسول اللہ وغیرہما کے صدق پر عقل صرف بے توقف شرع و توقیف سمع خود حکم کرتی ہے، تو واجب کہ قرآن عظیم مقتضائے ذات نہ ہو، ورنہ کذب مطلق مقدور نہ رہے گا کہ کلام ہرگز کاذب نہیں ہوسکتا اور جو کچھ ذات نہ مقتضائے ذات وہ قطعاً حادث و مخلوق تو کذب الٰہی کا ممکن ماننا قرآن عظیم کلام اللہ کے حادث و مخلوق ماننے کو مستلزم، اب بعد تنبیہ بھی اصرار کرو تو اپنے معتزلی کرامی گمراہ ہونے سے کیوں انکار کرو۔

دلیل بست و ششم اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) جب برتقدیر امکان کذب، بوجہ بطلان ترجیح بلامرجح و نیز بحکم بداہت غیر مکذوبہ، ہر فرد کذب قدرت الٰہی میں ہوا تو ہر فرد صدق مقدور ہوگا ورنہ صدق فی البعض واجب یا محال ہوگا، تو کذب فی البعض محال یا واجب حالانکہ ہر فرد کذب مقدور مانا تھا، ہذا خلف۔ پس صدق و کذب کا ہر ہر فرد مقدور ہوا اور ہر مقدور حادث تو کلام الٰہی سے مطابقت ولا مطابقت دونوں مرتفع اور یہ بداہۃً محال۔

دلیل بست و ہفتم اقول وباللہ التوفیق کتبِ حدیث و سیر مطالعہ کیجئے بہت خوش نصیب ذی عقل

---

[1] شرح المقاصد المبحث الرابع فی امتناع اتصافہ بالحادث دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۷۱

[2] المسامرۃ شرح المسایرۃ ختم المصنف کتابہ ببیان عقیدۃ اہل السنۃ اجمالاً المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ص ۳۹۳

Marfat.com

لبیب صرف جمال جہاں آرائے حضور پُر نور سیدِ عالم سرورِ اکرم مولائے اعظم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم دیکھ کر ایمان لائے کہ لیس ھذا وجہ الکذابین یہ منہ جھوٹ بولنے والے کا نہیں، اے شخص! یہ اس کے حبیب کا پیارا مُنہ تھا جس پر خوبی و بہارِ دو عالم نثار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اور پاکی و قدوسی ہے اس کے وجہ کریم کے لئے، واللہ! اگر آج حجاب اٹھاویں تو ابھی کھلتا ہے کہ اس وجہ کریم پر امکانِ کذب کی تہمت کس قدر جھوٹی تھی، مخالف اسے دلیل خطابی کہے مگر میں اسے حجت الیقانی لقب دیتا اور مسلمانوں کی بداہت ایمانی سے انصاف لیتا اور اپنے رب کے پاس اس دن کے لئے ودیعت رکھتا ہوں،

یوم ینفع الصدقین صدقھم[۱]، یوم لا ینفع مال و بنون[۲]، الامن اتی اللہ بقلب سلیم[۳]۔ وہ دن جس میں سچّوں کو ان کا سچ کام آئے گا، جس دن نہ مال کام آئے گا نہ بیٹے، مگر وہ جو اللہ کے حضور حاضر ہُوا سلامت دل لے کر۔ (ت)

بااین ہمہ اگر مجال باز نہ آئے تو دلیل ہفتم میں وجہ دوم کہ بجائے خود دلیل مستقل تھی، اس کے عوض معدود جانے بہر حال نیس کا عدد کامل مانے۔

دلیل بست و ہشتم قال عزّوجل: ومن اصدق من اللہ قیلا[۴] (اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے) **اقول** وباللہ التوفیق آیۂ کریمہ نص جلی کہ کذبِ الٰہی محال عقلی ہے، وجہ دلالت سُنئے خادمِ تفسیر و حدیث و واقف کلمات فقہاء پر روشن کہ امثال عبارات اگرچہ بظاہر نفی مزیت غیر کرتی ہیں مگر حقیقۃً تفضیل مطلق و نفی برتر و ہمسر کے لئے مسوق ہوتی ہیں، سیدِ عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے افضل کوئی نہیں یعنی سید عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم سب سے افضل ہیں ومن احسن من اللہ صبغۃ[۵] یعنی صبغۃ اللہ سب سے احسن ہے، ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ[۶] ای ھو احسن قولا من کل من عداہ (اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے، یعنی وہ دوسرے تمام سے قول میں خوبصورت ہے۔ ت) علامۃ الوجود سیدی ابوالسعود علیہ الرحمۃ الودود تفسیر ارشاد میں زیرِ قولہ تعالٰی عزوجل ومن اظلم ممن افترٰی

---

[۱] القرآن الکریم ۵/ ۱۱۹

[۲] " " ۲۶/ ۸۸

[۳] " " ۲۶/ ۸۹

[۴] " " ۴/ ۱۲۲

[۵] " " ۲/ ۱۳۸

[۶] " " ۴۱/ ۳۳

Marfat.com

علی اللہ کذبا[1] (اللہ تعالٰی پر جھوٹ افترا بولنے والے سے کون بڑا ظالم ہے۔ ت) فرماتے ہیں،

ھو انکار واستبعاد لان یکون احد اظلم ممن فعل ذٰلك او مساویا له وان کان سبك التركیب غیر متعرض لانکار المساواۃ و نفیها یشهد به العرف الفاشی والاستعمال المطرد، فانه اذا قیل من اکرم من فلان اولا افضل من فلان فالمراد به حتما انه اکرم من کل کریم وافضل من کل فاضل، الا یری الی قوله عزوجل لاجرم انهم فی الاٰخرۃ هم الاخسرون ○ بعد قوله تعالٰی ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا الخ والسر فی ذٰلك ان النسبة بین الشیئین انما تتصور غالبا لاسیما فی باب المغالبة بالتفاوت زیادۃ ونقصانا فاذا لم یکن احدهما ازید یتحقق النقصان لا محالة۔[2]

یہ انکار واستبعاد ہے کہ اس سے بڑھ کر یا اس کے مساوی کوئی ظالم نہیں ہوسکتا اگرچہ بظاہر ترکیب انکارِ نفی مساوات پر ضرب نہیں لیکن اس پر مشہور عرف اور مسلمہ استعمال شاہد ہے مثلاً جب یہ کہا جاتا ہے فلاں فلاں سے زیادہ بزرگ ہے یا فلاں سے کوئی افضل نہیں، تو اس سے یقیناً مراد یہ ہے کہ ہر کریم سے اکرم اور ہر فاضل سے افضل ہے، کیا رائے ہے اللہ تعالٰی کے اس فرمان مبارک میں "وہ یقیناً آخرت میں خسارے میں ہیں" جس کے بعد فرمایا ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا، اور اس میں راز یہ ہے کہ نسبت غالباً دو چیزوں کے درمیان خصوصاً غلبہ میں تفاوت کے باب میں زیادتی اور نقصان میں متصور ہوتی ہے جب ان میں سے کوئی ایک زیادہ نہ ہو تو بہرحال نقصان کا ہی تحقق ہوگا۔ (ت)

تو لاجرم معنیٔ آیت یہ ہیں کہ مولٰی عزوجل کی بات سب کی باتوں سے زیادہ صادق ہے جس کے صدق کو کسی کلام کا صدق نہیں پہنچتا اور پُر ظاہر کہ صدق کلام فی نفسہٖ اصلاً قابلِ تشکیک نہیں کہ باعتبار ذوات قضایا خواہ اختلاف قدم وحدوث کلام یا بقا وفنائے سخن یا کمال ونقصان متکلم خواہ کسی وجہ سے اس میں تفاوت مان سکیں، سچی سچی باتیں مطابقت واقع میں سب یکساں، اگر ذرا بھی فرق ہوا تو سرے سے

عہ الصدق تارۃ ینسب الی القول واخری الی القائل والکلام ھھنا فی المعنی الاول فلا یذھبن ھذا عنك ۱۲ منه۔

صدق کبھی قول کی طرف منسوب ہوتا ہے اور کبھی قائل کی طرف، واضح رہے یہاں گفتگو معنی اول میں ہے، یہ بات ذہن نشین رہے ۱۲ منہ (ت)

[1] القرآن الکریم ۶/ ۲۱

[2] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) تحت آیۃ ۶/ ۲۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۱۹

Marfat.com

سچ ہی نہ رہا، اصدق و صادق کہاں سے صادق آئے گا، یہ معنی اگرچہ فی نفسہٖ بدیہی ہیں مگر کلام واحد میں لحاظ کرنے سے ان اغبیاء پر بھی انکشاف تام پائیں گے جنھیں بدیہیات میں بھی حاجت شانہ جنبانی تنبیہ ہوتی ہے قرآن عظیم نے فرمایا محمد رسول اللہ کہ ہم بھی کہتے ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، کیا وُہ جملہ محمد رسول اللہ کہ قرآن میں آیا زیادہ مطابق واقع ہے اور ہم نے جو محمد رسول اللہ کہا کم مطابق ہے، حاشا کوئی مجنون بھی اس میں تفاوت گمان نہ کرے گا یا متعدد باتوں میں دیکھئے تو یُوں نظر کیجئے، فرقان عزیز نے فرمایا: وحملہ وفصالہ ثلٰثون شھرا[1] ط (اور اسے اٹھائے پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینہ میں ہے۔ ت) ہم کہتے ہیں لا الٰہ الا اللہ الملک الحق المبین (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہی مالک، حق واضح ہے۔ ت) کیا وہ ارشاد کہ بچّے کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھوٹنا تیس۳۰ مہینے میں ہے، زیادہ سچا ہے، اور اس قول کے صدق میں کہ اللہ کے سوا کوئی سچّا معبود نہیں معاذ اللہ کچھ کمی ہے، تو ثابت ہوا کہ اصدقیت بمعنی اشد مطابقۃً للواقع غیر معقول ہے، ہاں نظر سامع میں ایک تفاوت متصور اور اس تشکیک اصدق و صادق میں وہی مقصود و معتبر جسے دو عبارتوں سے تعبیر کرسکتے ہیں، ایک یہ کہ وقعت و قبول میں زائد ہے مثلاً رسول کی بات ولی کی بات سے زیادہ سچّی ہے یعنی ایک کلام کہ ولی سے منقول اگر وہی بعینہٖ رسول سے ثابت ہوجائے قلوب میں وقعت اور قبول کی قوت اور دلوں میں سکون و طمانیت ہی اور پیدا کرے گا کہ ولی سے ثبوت تک اس کا عشر نہ تھا اگرچہ بات حرف بحرف ایک ہے، دوسرے احتمال کذب سے ابعد ہونا مثلاً مستور کی بات سے عادل کی بات صادق تر ہے یعنی بہ نسبت اس کے احتمال کذب سے زیادہ دُور ہے اور حقیقۃً تعبیر اوّل اسی تعبیر دوم کی طرف راجع کہ سامع کے نزدیک جس قدر احتمال کذب سے دُوری ہوگی اسی درجہ وقعت و مقبولیت پُوری ہوگی جب یہ امر ممہد ہوگیا تو آیہ کریمہ کا مفاد یہ قرار پایا کہ اللہ عزوجل کی بات ہر بات سے زیادہ احتمال کذب سے پاک و منزّہ ہے، کوئی خبر اور کسی کی خبر اس امر میں اس کے مساوی نہیں ہوسکتی اور شاید حضرات مخالفین بھی اس سے انکار کرتے کچھ خوفِ خدا دل میں لائیں، اب جو ہم خبر اہل تواتر کو دیکھتے ہیں تو وُہ بالبداہۃ بروجہ عادت دائمہ ابدیہ غیر متخلفہ علم قطعی یقینی جازم ثابت غیر محتمل النقیض کو مفید ہوتی ہے جس میں عقل کسی طرح تجویز خلاف روا نہیں رکھتی اگرچہ بنظر نفس ذات خبر و مخبر امکان ذاتی باقی ہے کہ ان کا جمع علی الکذب قدرتِ الٰہیہ سے خارج نہیں۔ تلویح میں ہے:

المتواتر یوجب علم الیقین بمعنی ان العقل ... متواتر سے علم یقین حاصل ہونے کا معنی یہ ہے کہ عقل یہ حکم

---

[1] القرآن الکریم ۴۶/ ۱۵

Marfat.com

یحکم حکما قطعیا بانھم لم یتواطؤا علی الکذب وان ما اتفقوا علیہ حق ثابت فی نفس الامر غیر محتمل للنقیض لا بمعنی سلب الامکان العقلی عن تواطئھم علی الکذب[1] اھ ملخصًا۔

لگاتی ہے کہ ایسے لوگوں کا اتفاق کذب پر یقینًا نہیں ہو سکتا، جس پر ان کا اتفاق ہُوا ہے وہ حق اور نفس الامر میں ثابت ہے اس میں نقیض کا احتمال نہیں ہے اس کا یہ معنی نہیں کہ ان کے جھوٹ پر جمع ہونے کے امکان عقلی کا سلب ہو گیا ہے۔ (ت)

مگر ایسا امکان منافی قطع بالمعنی الاخص بھی نہیں ہوتا کما حققہ فی المواقف وشرحھا واشار الیہ فی شرح المقاصد وشرح العقائد وغیرھما (جیسا کہ مواقف اور اس کی شرح میں ہے اور اس کی طرف شرح مقاصد اور شرح عقائد وغیرہ میں اشارہ ہے۔ ت) اسے پیشِ نظر رکھ کر کلامِ باری تعالٰی کی طرف چلئے، امکانِ کذب ماننے کے بعد مباحث مذکورہ دلیل دوم وفرق امور عادیہ وارادۂ غیبیہ سے قطع نظر بھی ہو تو غایت درجہ اس قدر کہ کلام ربانی وخبر اہل تواتر کانٹے کی تول ہم پلّہ ہوں گے جیسا کہ احتمالِ کذب یقینًا نافی قطع ومنافی جزم اس کلام پاک میں نہیں اس سے خبر تواتر کا بھی دامن پاک اور بنظرِ امکان ذاتی جو احتمالِ عقلی خبرِ تواتر میں ناشی وہ بعینہٖ کلامِ الٰہی میں بھی باقی، پھر کلامِ الٰہی کا سب کلاموں سے اصدق ہونا اور کسی کی بات اس سے صدقًا بھی ہمسری نہ کر سکنا کہ مفاد آیۂ کریمہ تھا معاذ اللہ کب درست آیا بخلاف عقیدہ مجیدہ اہلسنت وقایۃ اللہ لھم دامت (ان کو اللہ تعالٰی کی حفاظت دائمی ہو۔ ت) یعنی امتناع عقلی کذب الٰہی کہ اس تقریر پر کلام مولٰی جل وعلا میں کسی طرح احتمالِ کذب کا امکان نہیں بخلاف خبر تواتر کہ احتمال امکانی رکھتی ہے اور یہ بات قطعًا صرف اسی کے کلام پاک سے خاص، محال ہے کہ کوئی شخص ایسی صورت نکال سکے کہ کسی غیر خدا پر کذب محال عقلی ہو جائے عصمت اگر بمعنی امتناع صدور وعدم قدرت ہی لیجئے تاہم امتناع ذاتی نہیں کہ سلب عصمت خود زیر قدرت، اب بحمد اللہ شمس تابندہ کی طرح روشن ودرخشندہ صادق آیا کہ من اصدق من اللہ قیلا[2] (اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔ ت) اور العزۃ للہ کیوں نہ صادق آئے کہ آخر من اصدق من اللہ حدیثا[3] (اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔ ت) یہ دیکھو یہ منشا تھا علماء کے اس ارشاد کا کہ زیر آیت کریمہ استدلال میں فرمایا کہ کوئی اس سے کیونکر اصدق ہو سکے کہ اس پر تو کذب محال اوروں پر ممکن والحمد للہ رب العٰلمین۔

---

[1] التلویح والتوضیح لمتن التنقیح الرکن الثانی فی السنۃ مصطفی البابی مصر ۲/۳

[2] القرآن الکریم ۴/۱۲۲

[3] " " ۴/۸۷

Marfat.com

دلیل بست ونہم قال المولیٰ سبحانہٗ وتعالیٰ: قل ای شیئ اکبر شہادۃ ط قل اللّٰہ[1] (اے نبی! تو کافروں سے پُوچھ کون ہے جس کی گواہی سب سے بڑی ہے، تو خود ہی فرما کہ اللہ)

اقول اللہ کے لئے حمد و منت کہ یہ آیۂ کریمہ آیۂ سابقہ سے بھی جلی و اظہر، اور افادۂ مراد میں اجلیٰ واز ہر، وہاں ظاہر نظم نفی اصدقیتِ غیر تھا اور اثبات اصدقیتِ کلام اللہ بحوالۂ عرف یہاں صراحۃً ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل کی گواہی سب گواہیوں سے اکبر و اعظم و اعلیٰ ہے، اب اگر معاذ اللہ امکانِ کذب کو دخل دیجئے تو ہرگز شہادتِ الٰہی کو شہادت اہل تواتر پر تفوق نہیں کہ جو یقین اس سے ملے گا اس سے بھی مہیا اور جو احتمال اس میں باقی اس میں بھی پیدا تو قرآن پر ایمان لانے والے کو یہی چارہ کہ مذہب مہذب اہل سنت کی طرف رجوع کرے اور جناب عزت کے امکان کذب سے براءت پر ایمان لائے، باقی تقریر دلیل مثل دلیل سابق ہے، فافہم واعلم واللہ اعلم۔

دلیل سیم قال ربنا عز من قائل،

وتمت کلمت ربك صدقا وعدلا لامبدل لکلمتہٖ ج وھو السمیع العلیم[2] اور پُورا ہے تیرے رب کا کلام صدق وانصاف میں، کوئی بدلنے والا نہیں اس کی باتوں کا، اور وہی ہے سننے والا جاننے والا۔

علماء فرماتے ہیں یعنی باری عزوجل کا کلام انتہا درجہ صدق و عدل پر ہے، جس کا مثل ان امور میں متصور نہیں۔

بیضاوی میں ہے:

بلغت الغایۃ اخبارہ واحکامہ ومواعیدہ صدقا فی الاخبار والمواعید وعدلا فی الاقضیۃ والاحکام[3] اللہ تعالیٰ کی اخبار، احکام اور مواعید انتہائی کامل ہیں، اخبار و مواعید صدق کے اعتبار سے اور قضایا و احکام عدل کے اعتبار سے۔ (ت)

ارشاد العقل السلیم میں ہے:

المعنی انہا بلغت الغایۃ القاصیۃ صدقا فی الاخبار والمواعید وعدلا فی الاقضیۃ مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلمات اخبار و مواعید میں صدق کے اعتبار سے اور قضایا و احکام میں

---

[1] القرآن الکریم ۶/۱۹

[2] " " ۶/۱۱۵

[3] انوار التنزیل (تفسیر بیضاوی) مع القرآن الکریم تحت ۶/۱۱۵ النصف الاول مصطفی البابی مصر ص ۱۴۳

Marfat.com

والاحکام لا احد یبدل شیئا من ذلك بما هو اصدق و اعدل و لا بما هو مثله[1]

عدل کے اعتبار سے انتہائی درجہ پر ہیں اس سے بڑھ کر کوئی اصدق و اعدل نہیں جو ان میں سے کسی حکم کو بدل ڈالے بلکہ ان کے مماثل بھی کوئی نہیں (ت)

اقول و باللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) صدق قائل کے لئے درجات ہیں:

درجہ ۱: روایات و شہادات میں قطعاً کذب سے محترز ہو اور مخاطبات میں بھی زنہار ایسا جھوٹ روا نہ رکھے جس میں کسی کا اضرار ہو اگرچہ اسی قدر کہ غلط بات کا باور کرانا مگر مزاحاً یا عبثاً ایسے کذب کا استعمال کرے جو نہ کسی کو نقصان دے نہ سُننے والا الیقین لاسکے مثلاً آج زید نے منوں کھانا کھایا، آج مسجد میں لاکھوں آدمی تھے، ایسا شخص کاذب نہ گنا جائے گا یا آثم و مردود الروایت نہ ہوگا تاہم بات خلافِ واقع ہے اور محض فضول وغیر نافع، اگرچہ نفس کلام میں حکایت واقع، مراد نہ ہونے پر دلیل قاطع، ولہذا حدیث میں ارشاد فرمایا:

قال بعض اصحابه فانك تداعبنا یا رسول اللہ

آپ کے بعض صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ

ع[2] قال الامام حجۃ الاسلام محمد الغزالی قدس سرہ العالی فی منکرات الضیافۃ من کتاب الامر بالمعروف من احیاء العلوم کل کذب لا یخفی انہ کذب و لا یقصد بہ التلبیس فلیس من جملۃ المنکرات کقول الانسان مثلاً طلبتك الیوم مائۃ مرۃ، واعدت علیك الکلام الف مرۃ، وما یجری مجراہ مما یعلم انہ لیس یقصد بہ التحقیق فذلك لا یقدح فی العدالۃ و لا ترد الشہادۃ بہ[2]۔ ۱۲ منہ

حجۃ الاسلام امام محمد الغزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم کی کتاب الامر بالمعروف میں منکرات ضیافت پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں ہر وہ کذب جس کا کذب ہونا مخفی نہ ہو اور اس سے کوئی فریب و دھوکا مقصود نہ ہو تو وہ منکرات میں سے نہیں ہوگا مثلاً انسان کہتا ہے میں نے آج تجھے سو دفعہ تلاش کیا، میں نے آج تجھے ہزار دفعہ کہا ہے یا ان کے قائم مقام الفاظ جن سے معلوم ہو کہ مقصود تحقیق نہیں تو یہ چیز عدالت پر قادح نہ ہوگی اور نہ ہی اس سے ایسے شخص کی شہادت مردود ہوگی ۱۲ منہ (ت)

---

[1] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) تحت ۶/۱۱۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۱۷۶

[2] احیاء العلوم کتاب الامر بالمعروف الباب الثالث مطبعۃ المشہد الحسینی القاہرہ ۲/۳۴۱

Marfat.com

فقال انی لا اقول الاحقا[1] اخرجه احمد والترمذی باسناد حسن عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

(صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم)! آپ ہم سے مزاح فرماتے ہیں، آپ نے فرمایا: میں صرف حق ہی کہتا ہوں۔ امام احمد اور ترمذی نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت ابوہریرہ نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے روایت کیا۔(ت)

درجہ ۲: ان لغو وعبث جھوٹوں سے بھی بچے مگر نثر یا نظم میں خیالات شاعرانہ ظاہر کرنا ہو، جس طرح قصائد کی تشبیبیں ع

بانت سعاد فقلبی الیوم متبول

(سعاد کی جدائی پر آج میرا دل مضطرب ہے۔ ت)

سب جانتے ہیں کہ وہاں نہ کوئی عورت سعاد نامی تھی نہ حضرت کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ اس پر مفتون، نہ وہ ان سے جدا ہوئی نہ یہ اس کے فراق میں مجروح، محض خیالات شاعرانہ ہیں، مگر نہ فضول بحث کہ تشحید خاطر و تشویق سامع و ترقیق قلب و تزیین سخن کا فائدہ رکھتے ہیں تاہم ازانجا کہ حکایت بے محکی عنہ ہے، ارشاد فرمایا گیا: وما علمنٰہ الشعر وماینبغی لہ[2] نہ ہم نے اسے شعر سکھایا نہ وہ اس کی شان کے لائق، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

درجہ ۳: ان سے بھی تحرز کرے مگر مواعظ و امثال میں ان امور کا استعمال کرنا ہو جن کے لئے حقیقت واقعہ نہیں جیسے کلیلہ دمنہ کی حکایتیں، منطق الطیر کی روایتیں، اگرچہ کلامِ قائل بظاہر حکایت واقع ہے مگر تغلیط سامع نہیں کہ سب جانتے ہیں وعظ و نصیحت کے لئے یہ تمثیلی باتیں بیان کی گئی ہیں جن سے دینی منفعت مقصود، پھر بھی انعدام مصداق موجود، ولہذا قرآن عظیم کو اساطیر الاولین[3] (پہلوں کے قصے۔ت) کہنا کفر ہوا جیسے آج کل کے بعض کفار لئام مدعیان اسلام، نئی روشنی کے پرانے غلام دعوٰی کرتے ہیں کہ کلام عزیز میں آدم و حوا کے قصے شیطان وملک کے افسانے سب تمثیلی کہانیاں ہیں جن کی حقیقت مقصود نہیں،

---

[1] جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی المزاح امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ، دہلی ۲/ ۲۰
مسند امام احمد ازمسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۲/ ۳۴۰
[2] القرآن الکریم ۳۶/ ۶۹
[3] " " ۶/ ۲۵

Marfat.com

تعالی اللہ عما یقول الظّٰلمون علوا کبیرا (ظالم جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالٰی کی ذات گرامی اس سے کہیں بلند ہے۔ ت)

درجہ ۴: ہر قسم حکایت بے محکی عنہ کے تعمد سے اجتناب کلی کرے اگرچہ برائے سہو وخطا حکایت خلافِ واقع کا وقوع ہوتا ہو یہ درجہ خاص اولیاء اللہ کا ہے۔

درجہ ۵: اللہ عزوجل سہواً و خطأً بھی صدور کذب سے محفوظ رکھے مگر امکان وقوعی باقی ہو یہ مرتبہ اعاظم صدیقین کا ہے کہ:

ان اللہ تعالٰی یکرہ فوق سمائہ ان یخطأ ابوبکر الصدیق فی الارض[1]، رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر والحارث فی مسندہ و ابن شاہین فی السنۃ عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اللہ تعالٰی آسمان کے اوپر اس بات کو ناپسند فرماتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ زمین پر غلطی کریں۔ اسے طبرانی نے معجم الکبیر میں، شیخ حارث نے مسند میں اور ابن شاہین نے السنۃ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ (ت)

درجہ ۶: معصوم من اللہ و مؤید بالمعجزات ہو کہ کذب کا امکان وقوعی بھی نہ رہے مگر بنظر نفس ذات امکان ذاتی ہو یہ رتبہ حضرات انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام اجمعین کا ہے۔

درجہ ۷: کذب کا امکان ذاتی بھی نہ ہو بلکہ اس کی عظمت جلیلہ وجلالت عظیمہ بالذات کذب وغلط کی نافی ومنافی ہو اور اس کی ساحتِ عزت کے گرد اس گرد لوث کا گزر محال عقلی یہ نہایت درجات صدق ہے جس سے مافوق متصور نہیں، اب آیہ کریمہ ارشاد فرمارہی ہے کہ تیرے رب کا صدق وعدل اعلٰی درجہ منتہٰی پر ہے تو واجب کہ جس طرح اس سے صدور ظلم وخلاف عدل باجماعِ اہلسنت محال عقلی ہے یونہی صدورِ کذب و خلافِ صدق بھی عقلاً ممتنع ہو، ورنہ صدق الٰہی غایت ونہایت تک نہ پہنچا ہوگا کہ اس کے مافوق ایک درجہ اور بھی پیدا ہوگا یہ خود بھی محال اور قرآن عظیم کے خلاف، فثبت المقصود والحمد للہ العلی الودود (مقصود ثابت ہوگیا اور حمد اللہ بلند اور محبت فرمانے والے کے لئے ہے۔ ت)

---

[1] کنز العمال بحوالہ الحارث عن معاذ بن جبل حدیث ۳۲۶۳۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۵۸
المعجم الکبیر " " " " ۱۲۴ المکتبۃ الفیصلیۃ البیروت ۲۰/ ۶۸

Marfat.com

تنبیہ: اقول فرق ہے دلیل سمعی کے مناط استحالہ و مظہر استحالہ ہونے میں اوّل کے یہ معنی کہ استحالہ صدقِ آیت پر موقوف ہے یعنی ورودِ دلیل نے محال کردیا، اگر سمع میں نہ آتا عقلاً ممکن تھا یہ استحالہ شرعی ہوگا اور ثانی کا یہ حاصل کہ صدق آیت منشا استحالہ پر موقوف یعنی اگر محال عقلی نہ مانئے تو مفادِ آیت صادق نہیں آتا یہ استحالہ عقلی ہوگا، فقیر نے ان تینوں دلیل آخرین میں یہی طریقہ برتا ہے، غایت یہ کہ کلام مقدمات مسلمہ پر مبنی ہوگا اس قدر دلیل کو عقلیت سے خارج نہیں کرتا کما لایخفی (جیساکہ پوشیدہ نہیں۔ ت) خلاصہ یہ کہ آیات انّ اثبات ہیں نہ لِمّ ثبوت، والحمد للہ مالک الملکوت (تمام حمد ملکوت کے مالک کی ہے۔ ت) یہ بحمداللہ تیس[۳۰] دلیلیں ہیں کہ عجالۃً حاضر کی گئیں، اور اگر غور و استقصا کی فرصت ہوتی تو باری عزوجل سے امید زیادت تھی پھر بھی ع

در خانہ اگر کس ست یک حرف بس ست

(اگر خانہ میں کچھ ہے تو ایک حرف ہی کافی ہے۔ ت)

واللہ الھادی الی الحق المبین والحمد للہ رب العالمین۔ — اللہ تعالٰی ہی واضح حق کی طرف رہنمائی فرمانے والا ہے اور سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں (ت)

تنزیہ سوم[عہ۵]: رَد ہذیانات امام وہابیہ میں

یامعشر المسلمین! ان ہمارے عنایت فرما مخالفین ھداھم اللہ تعالٰی الی الحق المبین (اللہ تعالٰی حق مبین کی طرف ان کی رہنمائی فرمائے۔ ت) کا معاملہ سخت نازک مجملہ براہ سادگی ایک شخص کو امام بنالیا

عہ۵ **تنبیہ ضروری:** قطع نظر اس سے کہ ان کے امام کا رُد ان کے رُد کا امام ہے، بنظرِ نفس واقعہ فتنۂ براہین بھی جس کے باعث یہ استفتا میرٹھ سے آیا اور حضرت مولانا دام ظلہ العالی نے یہ جواب ہادی صواب رقم فرمایا اس تنزیہ کا لکھنا نہایت ضروری تھا کہ اس براہین قاطعہ ما امر اللہ بہ ان یوصل (جس کی مطلوب تک رسائی نہیں۔ ت) کا یہ قول اسی امام الوہابیہ کی حمایت میں ہے، انوار ساطعہ نے اسی شخص کی طرف اشارہ کیا تھا کہ "کوئی جناب باری عزاسمہ کو امکانِ کذب کا دھبا لگاتا ہے"[۱] اور براہین قاطعہ نے اسی کے رد حمایت وحمیت جاہلیت میں لکھا "امکانِ کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا[۲] الٰی آخر الجہالۃ الفاحشۃ"، تو اوّلاً بپاسِ امامت، ثانیاً بشرم حمایت، ہر طرح ملّا گنگوہی صاحب پر (بشرطیکہ یہ رسالہ قدسیہ دیکھ کر ہدایت نہ پائیں اور بعلت

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[۱] البراہین القاطعۃ مسئلہ خلف وعید قدماء میں مختلف فیہ ہے مطبع لے بلاساڈھور ص ۲

[۲] الانوار الساطعۃ مع البراہین القاطعۃ مسئلہ خلف وعید قدماء میں مختلف فیہ ہے مطبع لے بلاساڈھور ص ۲، ۳

Marfat.com

اور پیش خویش آسمان بریں پر اٹھا کر رکھ دیا، اب اس کے خلاف کسی کی بات قبول ہونی تو بڑی بات، کان تک آئی اور طبیعت نے آگ لی، آہٹ ہوئی اور غصہ نے باگ لی، سُننے سے پہلے ہی ٹھہرایا کہ ہرگز نہ سنیں گے، بگڑنے کی قسم بنائے نہ بنیں گے، ان ہٹوں کا پاس ہدایت سے یاس دلا رہا ہے، مگر پھر بھی اظہارِ حق کے بغیر چارہ کیا ہے ؎

من آنچہ شرط بلاغ ست با تو می گویم تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال

(بات کا پہنچانا ضروری ہے میں نے وہ کر دیا اب تُو میری بات سے نصیحت حاصل کرلے یا غصہ کرلے۔ ت)

کاش خدا اتنی توفیق دے کہ اک ذرا دیر کے لئے تعصب و نفسانیت کو پان رخصت ملے قائل امام طریق ہے، معترض خصم فریق، ان حیثیتوں کے لحاظ سے نظر ۓ کر چلے، پھر گوشِ ہوش کو اجازت شنیدن ہو، پھر میزان خرد کو حکم سنجیدن، اب اگر قولِ خصم قابلِ قبول ہو تو اتباعِ حق سے کیوں ناحق عدول ہو، ورنہ پھر وہی تم وہی تمہارے امام جو بادہ آج بکام ہے کل بھی در جام، اس چند ساعت میں نہ کچھ بنے بگڑے نہ رنگِ امامت جما ہُوا اکھڑے، ہاں اے وُہ سوراخو جو سر کے دونوں جانب گوہرِ سماعت کے کان بنے ہو، جن پر ہوا کی موجیں نیسانِ سخن سے بار وَر ہو کر مہین مہین پھوہار سے آوازوں کا جھالا برساتی اور ان قدرتی سیپیوں میں ان ننھی ننھی بوندیوں سے سننے کے موتی بناتی ہیں، کیا کوئی تم میں القی السمع وھو شھید[1] (کان لگائے اور متوجہ ہو۔ ت) کے قابل نہیں، ہاں اے گوشت کے وُہ صنوبری ٹکڑو جو سینوں کے بائیں پہلوؤں میں ملک بدن کے تخت نشیں ہو جن کی سرکار میں آنکھوں کے عرض بیگی کانوں کے جاسوس بیرونی اخبار کے پرچے سنانے اور خرد کے وزیر فہم کے مشیر اپنی روشن تدبیر سے نظم ونسق کے بیڑے اٹھاتے ہیں، کیا تم میں کوئی یستمعون القول فیتبعون احسنہ[2] (کان لگا کر بات سُنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں۔ ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

نجدیت نجدت وتہمت مکابرہ پر آئیں) اس تنزیہ کا جواب دینا بھی (اگر نفخ صور سے پہلے دے سکیں) نہایت ضروری ولازم ہے یہ تو کوئی مقتضائے غیرت نہیں کہ گھر بیٹھے حمایتِ امام کا بیڑا اٹھائیے اور جب شیر شرزہ کا نعرہ جانگداز سُنئے امام کو چھوڑ کر حمایت سے منہ موڑئیے اور انی بری منك انی اخاف[3] (میں تجھ سے بری ہوں مجھے ڈر ہے۔ ت) کی ٹھہرائیے، والسلام ۱۲ منہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۵۰/۳۷ [2] القرآن الکریم ۳۹/۱۸
[3] 〃 〃 ۵۹/۱۶

Marfat.com

کا قائل نہیں، جانِ برادر بالیقین جان تعصب باطل و اصرار عاطل کا وبال شدید ہے، آج نہ کھلا تو کل کیا بعید ہے، شب درمیان فردا لوکنا نسمع او نعقل[1] (اگر ہم سنتے یا سمجھتے۔ت) کا، ھٰذا یوم عصیب[2] (یہ بڑی سختی کا دن ہے۔ت) الا ان موعدھم الصبح ط الیس الصبح بقریب[3] (بیشک ان کا وعدہ صبح کے وقت ہے، کیا صبح قریب نہیں۔ت) اس دن رب ارجعون ؕ لعلی اعمل صالحا[4] (اے میرے رب مجھے واپس پھیر دیجئے شاید اب میں کچھ بھلائی کماؤں۔ت) کا جواب کلا[5] (ہرگز نہیں۔ت) ہوگا اور طعن بے امان الم یاتکم نذیر[6] (کیا تمہارے پاس کوئی ڈر سنانے والا نہ آیا تھا۔ت) کے جگر دوز تیر میں بلا کا پلا، ابھی سویرا ہے ہوش سنبھالو، آنکھیں مل ڈالو، راستہ سوجھنے کی راہ نکالو، چل تو دئے، یہ بھی دیکھتے ہو کہ اس جھکی اندھیری میں کس کے پیچھے ہو، جس نے نہ صرف ایک مسئلہ کذب باری بلکہ خوارج، روافض، معتزلہ، مرجیہ، ظاہریہ، کرامیہ وغیرہم طوائف ضالہ کی بدعات شنیعہ اور ان کے علاوہ صدہا ضلالات قبیحہ قطعیہ کی خندقیں جھنکائیں، اور تمھیں ان قہر ٹھوکروں ستم لغزشوں کی خبر تک نہ ہوئی، چشم فہم میں وہ بلا کی نیندیں جھک آئیں اور پھر گمان یہ کہ اس بیہڑ راہ کا ہدایت مآل، ہیہات ہیہات کہاں ہدایت اور کہاں یہ چال،

؎ اذا کان الغراب دلیل قوم سیہدیھم طریق الھالکینا

(جب کوا کسی قوم کا رہبر ہو تو وہ انھیں ہلاکت کی راہ پر ہی لے جائیگا۔ت)

للہ اپنی حالت پر رحم کرو قبل اس کے کہ پھر معذرت ربنا ھٰؤلاء اضلونا[7] (اے ہمارے رب! انھوں نے ہم کو بہکایا تھا۔ت) کام نہ آئے اور لا تختصموا لدی[8] (میرے پاس نہ جھگڑو۔ت) کی غضب جھنجھلاہٹ اذ تبرأ الذین اتبعوا[9] (جب بیزار ہوں گے پیشوا اپنے پیروؤں سے۔ت) کا رنگ دکھائے ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین[10] (اے ہمارے رب! ہم میں اور ہماری قوم میں حق فیصلہ کر اور تیرا فیصلہ سب سے بہتر ہے۔ت) فقیر اس تمہید حمید و تہدید رشید کو اپنا شفیع بنا کر مجالِ مقال میں قدم دھرتا اور دوڑتے دوڑتے نازک طبعوں گراں سمعوں، چین بجبینوں، ناتواں بینوں سے کچھ

---

[1] القرآن الکریم ٦٧/١٠
[2] القرآن الکریم ١١/٧٧
[3] " " ١١/٨١
[4] " " ٢٣/٩٩ و ١٠٠
[5] " " ٢٣/١٠٠
[6] " " ٦٧/٨
[7] " " ٧/٣٨
[8] " "
[9] " " ٢/١٦٦
[10] " "

Marfat.com

عرض کرتا ہے ؎

کہنے کو ان سے کہتا ہوں احوالِ دل مگر
ڈر ہے کہ شانِ ناز پہ شکوہ گراں نہ ہو

یاایہا القوم! ان حضرت امام اول وہابیت ہندیہ معلم ثانی طوائف نجدیہ کو اپنی اُپج کا مزہ مقدم تھا بیباک روی میں اہلے کا عالم تھا، زبان کے آگے بارہ ہل چلتے، جب اُبلتے پھر کیا کسی کے سنبھالے سنبھلے، جدھر جا نکلے مسجد ہو یا دَیر لگی رکھنے سے پورا بیر ؎

گہ بُت شکنی گاہ بمسجد زنی آتش — از مذہب تو کافر مسلماں گلہ دارد

(کبھی تو بُت توڑتا ہے اور کبھی مسجد جلاتا ہے، تیرے مذہب سے کافر و مسلمان دونوں کو گلہ ہے)

اسی لئے حضرت کی ایک کتاب میں جو کفر ہے دُوسری میں ایمان، آج جو ولی ہے کل پکّا شیطان، ایک آنکھ سے راضی دوسری سے خفا، ایک پر میں زہر دوسرے میں شفا، دُور کیوں جائیے ایک ہاتھ پہ صراط ایک پر تقویت رکھ لیجئے، ایک دوسری کا رَد کر دے تو سہی اب ایک بڑی مصلحت سے جس کے لئے حضرت نے اپنی تصانیف میں بڑے بڑے پانی باندھے، اور پیش خویش آہستہ آہستہ سب سامان کر لئے جسے فقیر نے اپنے مجموعہ مبارکہ "البارقۃ الشارقۃ علی المارقۃ المشارقۃ" مجلد[1] سوم فتاویٰ فقیر مسمّٰی بہ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ میں مفصل و مدلّل بیان کیا، یہ سُوجھی کہ وُہ مطلب نہ نکلے گا جب تک اللہ تعالیٰ کا وجوب صدق باطل نہ ہو لہٰذا رسالہ "یکروزی" میں امکانِ کذب کے قائل ہُوئے اور اس بیہودہ دعوے کے ثبوت کو ہزار جان کنی دو ہذیان بین البطلان ظاہر کئے:

ہذیان اول امام وہابیہ: اگر کذب[2] الٰہی محال ہو اور محال پر قدرت نہیں تو اللہ تعالیٰ جھوٹ

[1] اب الحمدللہ وہ بارھواں ہے ۱۲

[2] علمائے دین نے جو ارشاد فرمایا کہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ عزوجل پر محال، حضرت اس کے رَد میں یُوں اپنا خبثِ نفس ظاہر کرتے ہیں:

قولہ وھو محال لانہ نقص و النقص علیہ تعالیٰ محال، اقول اگر مراد از محال ممتنع لذاتہ است کہ تحت قدرتِ الٰہیہ داخل نیست پس لانسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد	قولہ یہ محال ہے کیونکہ نقص ہے اور اللہ تعالیٰ پر نقص محال ہے اقول اگر محال سے مراد ممتنع لذاتہ ہے جو قدرتِ الٰہیہ کے تحت داخل نہیں تو ہم نہیں مانتے کہ کذبِ مذکور محال بمعنی مسطور ہوگا کیونکہ

(باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

بولنے پر قادر نہ ہوگا حالانکہ اکثر آدمی اس پر قادر ہیں، تو آدمی کی قدرت اللہ سے بڑھ گئی، یہ محال ہے تو واجب کہ اس کا جھوٹ بولنا ممکن ہو،

ایھا المسلمون! حماکم اللہ شر المجون (اے اہل اسلام، اللہ تعالٰی تمھیں اس خطرناک شر سے محفوظ فرمائے۔ت) للہ! بنظرِ انصاف اس اغوائے عوام وطغوائے تمام کو غور کرو کہ اس لبس کی گانٹھ میں کیا کیا زہر کی پڑیاں بندھی ہیں،

اولاً دھوکا دیا کہ آدمی تو جھوٹ بولتے ہیں خدا نہ بول سکے تو قدرتِ انسانی اس کی قدرت سے زائد ہو حالانکہ اہل سنت کے ایمان میں انسان اور اس کے تمام اعمال واقوال واوصاف واحوال سب جناب باری عزوجل کے مخلوق ہیں، قال المولٰی سبحانہٗ وتعالٰی:

واللہ خلقکم وما تعملون [1] تم اور جو کچھ تم کرتے ہو سب اللہ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے۔

انسان کو فقط کسب پر ایک گونہ اختیار ملا ہے، اس کے سارے افعال مولٰی عزوجل ہی کی سچی قدرت سے واقع ہوتے ہیں، آدمی کی کیا طاقت کہ بے اس کے ارادہ وتکوین کے پلک مار سکے، انسان کا صدق وکذب کفر ایمان طاعت عصیان جو کچھ ہے سب اسی قدیر مقتدر جل وعلا نے پیدا کیا، اور اسی کی عمیم قدرت عظیم ارادت سے واقع ہوتا ہے،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

چہ عقد قضیہ غیر مطابقہ للواقع والقائے آں بر ملائکہ وانبیاء خارج از قدرتِ الٰہیہ نیست والا لازم آید کہ قدرت انسانی ازید از قدرت ربانی باشد چہ عقد قضیہ غیر مطابقہ للواقع والقائے آں بر مخاطبین در قدرت اکثر افراد انسانی ست، کذب مذکور را رے منافیِ حکمت اوست پس ممتنع بالغیر ست، ولہذا عدم کذب را از کمالات حضرت حق سبحانہٗ بیشمارند [2] الخ

یہ قضیہ غیر مطابق للواقع ہے اور اس کا القاء ملائکہ اور انبیاء پر قدرتِ الٰہیہ سے خارج نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ قدرت انسانی، قدرت ربانی سے زائد ہو جائے کیونکہ قضیہ غیر مطابق للواقع، اور اس کا القاء مخاطبین پر اکثر افراد انسانی کی قوت میں ہے ہاں کذب مذکور اس کی حکمت کے منافی ہے لہذا یہ ممتنع بالغیر ہے اور اسی لئے عدم کذب کو اللہ تعالٰی کے کمالات سے شمار کرتے ہیں الخ (ت)

بقیہ عبارت سراپا شرارت زیر ہذیان دوم آئے گی ۱۲ عفا اللہ تعالٰی عنہ۔

[1] القرآن الکریم ۳۷/۹۶

[2] رسالہ یکروزی (فارسی) شاہ محمد اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷

Marfat.com

وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ رب العلمین ۝[1] تم نہ چاہو گے مگر یہ کہ اللہ چاہے جو پروردگار سارے جہان کا۔

ع اس کا چاہا ہوا ہمارا نہ ہوا

؎ ماشئت کان وما تشاء یکون لا ما یشاء الدھر والافلاک

(جو تو نے چاہا ہوگیا جو آپ چاہیں گے وہ ہوجائے گا، نہیں ہوگا جو دہر اور افلاک چاہیں گے۔ت)

پھر کتنا بڑا فریب دیا ہے کہ آدمی کا فعل قدرتِ الٰہی سے جُدا ہے یہ خاص اشقیائے معتزلہ کا مذہب نامہذب ہے قرآن عظیم کا مردود و مکذب۔

ثانیاً اقول اس ذی ہوش سے پُوچھو انسان کو اپنا بڑا جُھوٹ بولنے پر قدرت ہے یا معاذ اللہ اللہ عزوجل سے بلوانے پر، پھر قدرت بڑھنا[3] تو جب ہوتا کہ اللہ تعالٰے آدمی سے جھوٹ بلوانے پر قابو نہ رکھتا اپنے کذب پر قادر نہ ہو تو انسان کو اس عزیز جلیل کے کذب پر کب قدرت تھی کہ قدرت الٰہی سے اس کی قدرت زائد ہوگئی ولکن "من لم یجعل لہ نورا فما لہ من نور"[2] (لیکن "جسے اللہ نور نہ دے اس کے لئے کہیں نور نہیں"۔ت)

؎ فائدہ عائدہ ضروری الملاحظہ: ایہا المسلمون پر ظاہر کہ قدرت بڑھنے کے یہ معنی کہ ایک شے پر اسے قدرت ہے اُسے نہیں، نہ یہ کہ اِسے جس شے پر قدرت ہے وہ تو اُس کی قدرت میں بھی داخل، مگر ایک اور چیز اس کی قدرت سے خارج جو ہرگز اس کی قدرت میں بھی داخل نہ تھی اسے قدرت بڑھنا کوئی مجنون ہی سمجھے گا، یہاں بھی دو چیزیں ہیں: ایک کذب انسانی، وہ قدرت انسانی میں مجازاً ہے اور قدرت ربانی میں حقیقۃً۔ دوم کذب ربانی، اس پر قدرت انسانی نہ قدرت ربانی، تو انسان کی قدرت کس بات میں معاذ اللہ مولٰی سبحانہ، وتعالٰی کی قدرت سے بڑھ گئی، ہُوا یہ کہ ملاجی نے بغایت سفاہت وغباوت کہ تمغائے عامۂ اہل بدعت ہے، یوں خیال کیا کہ انسان کو اپنے کذب پر قدرت ہے، اور بعینہٖ یہی لفظ جناب عزت میں بول کر دیکھا کہ اسے بھی اپنے کذب پر قدرت چاہیئے ورنہ جو چیز مقدورِ انسان تھی مقدورِ رحمٰن نہ ہُوئی، ختم الٰہی کا ثمرہ کہ دونوں جگہ اپنے اپنے کا لفظ دیکھ لیا اور فرقِ معنی اصلاً نہ جانا، ایک جگہ اپنے سے مراد ذاتِ انسان ہے، دُوسری جگہ ذاتِ رحمٰن جل وعلا، پھر جو شے قدرتِ انسانی میں تھی قدرتِ ربانی سے کب خارج ہوئی، کذٰلک یطبع اللہ علٰی کل قلب متکبر جبار[3] ۱۲ منہ

---

[1] القرآن الکریم ۸۱/۲۹
[2] القرآن الکریم ۲۴/۴۰
[3] ؍؍ ؍؍ ۴۰/۳۵

Marfat.com

ثالثاً حضرت کو اسی "یکروزی" میں یہ تسلیم روزی کہ کذب عیب و منقصت ہے اور بیشک باری عزوجل میں عیب و نقصان آنا محال عقلی، اور ہم اسی رسالہ کے مقدمے میں روشن کر چکے کہ محال پر قدرت ماننا اللہ عزوجل کو سخت عیب لگانا بلکہ اس کی خدائی سے منکر ہو جانا ہے۔ حضرات مبتدعین کے معلم شفیق ابلیس خبیث علیہ اللعن نے یہ عجز و قدرت کا نیا شگوفہ ان دہلوی بہادر سے پہلے ان کے مقتدا ابن حزم فاسد العزم فاقد الجزم ظاہری المذہب ردی المشرب کو بھی سکھایا تھا کہ اپنے رب کا ادب و اجلال یکسر پس پشت ڈال کتاب الملل والنحل میں بک گیا کہ انہ تعالیٰ قادر ان یتخذ ولدا اذ لو لم یقدر لکان عاجزا[1] یعنی اللہ تعالیٰ اپنے لئے بیٹا بنانے پر قادر ہے کہ قدرت نہ مانو تو عاجز ہوگا۔

تعالی اللہ عما یقولون الظالمون علوا کبیرا لقد جئتم شیئا ادا ○ تکاد السمٰوٰت یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ھدا ○ ان دعوا للرحمٰن ولدا ○ وما ینبغی للرحمٰن ان یتخذ ولدا ○[2]

ظالم جو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے کہیں بلند ہے۔ بیشک تم حد کی بھاری بات لائے، قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ پڑیں، اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر جائیں ڈھے کر اس پر کہ انھوں نے رحمٰن کے لئے اولاد بتائی اور رحمٰن کے لائق نہیں کہ اولاد اختیار کرے۔ (ت)

سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی مطالب الوفیہ میں ابن حزم کا یہ قول نقل کر کے فرماتے ہیں:

انظر اختلال ھذا المبتدع کیف غفل عما یلزم علی ھذہ المقالۃ الشنیعۃ من لوازم التی لا تدخل تحت وھم وکیف فاتہ ان العجز انما یکون لو کان القصور جاء من ناحیۃ القدرۃ اما اذا کان لعدم قبول المستحیل تعلق القدرۃ فلا یتوھم عاقل ان ھذا عجز[3]

یعنی اس بدعتی کی بدحواسی دیکھنا کیونکر غافل ہوا کہ اس قول شنیع پر کیا کیا قباحتیں لازم آتی ہیں جو کسی وہم میں نہ سمائیں اور کیونکر اس کے فہم سے گیا کہ عجز تو جب ہو کہ قصور قدرت کی طرف سے آئے اور جب وجہ یہ ہے کہ محال خود ہی تعلق قدرت کی قابلیت نہیں رکھتا تو اس سے کسی عاقل کو عجز کا وہم نہ گزرے گا۔

---

[1] الملل والنحل لابن حزم

[2] القرآن الکریم ۱۹/ ۸۹ تا ۹۲

[3] المطالب الوفیۃ لعبدالغنی النابلسی

Marfat.com

اسی میں فرمایا :

وبالجملة فذٰلك التقدير الفاسد يؤدی الی تخليط عظيم لا يبقی معه شئ من الايمان ولا من المعقولات اصلاً[1]۔

یعنی یہ تقدیر فاسد (کہ باری عزوجل محالات پر قادر ہے) وہ سخت درہمی و برہمی کا باعث ہوگی جس کے ساتھ نہ ایمان کا نام رہے نہ اصلاً احکام عقل کا نشان۔

اسی میں فرمایا :

وقع ههنا لابن حزم هذيان بين البطلان ليس له قدوة ورئيس الا شيخ الضلالة ابليس[2]۔

یعنی مسئلہ قدرت میں ابن حزم سے وہ بہکی بہکی بات کھلی باطل واقع ہوئی جس میں اس کا کوئی پیشوا نہ رئیس مگر سردار گمراہی ابلیس۔

کنز الفوائد میں ہے :

القدرة والارادة صفتان مؤثرتان و المستحيل لا يمكن ان يتأثربهما اذ يلزم ان يجوز تعلقهما باعدام نفسهما واعدام الذات العالية و اثبات الالوهية لما لا يقبلها من الحوادث و سلبها عن مستحقها جل وعلا فای قصور و فساد ونقص اعظم من هذا وهذا التقدير يؤدی الی تخليط عظيم و تخريب جسيم لا يبقی معه عقل ولا نقل ولا ايمان ولا كفر ولعماء ة بعض الاشقياء من المبتدعة من هذا اصرح بنقيضه فانظر عماء هذا المبتدع كيف عمی يلزم علی هذا القول

یعنی قدرت اور ارادہ دونوں صفتیں مؤثر ہیں، اور محال کا ان سے متاثر ہونا ممکن نہیں ورنہ لازم آئے کہ قدرت وارادہ اپنے نفس کے عدم اور خود اللہ تعالٰی کے عدم اور مخلوق کو خدا کر دینے اور خالق سے خدائی چھین لینے ان سب باتوں سے متعلق ہو سکے اس سے بڑھ کر کون سا قصور و فساد و نقصان ہوگا، اس تقدیر پر وہ سخت درہمی اور عظیم خرابی لازم آئے گی، جس کے ساتھ نہ عقل رہے نہ نقل، نہ ایمان نہ کفر، اور بعض اشقیائے بدمذہب کو جو یہ امر نہ سوجھا تو صاف لکھ گیا کہ ایسی بات پر خدا قادر ہے اب اس بدعتی کا اندھا پن دیکھو کیونکر اسے نہ سوجھیں وہ شناعتیں جو اس برے قول پر لازم آئیں گی جن کی طرف

---

[1] المطالب الوفیۃ لعبد الغنی النابلسی

[2] " " " " " " "

Marfat.com

الشنیع من اللوازم التی لا یتطرق الیھا الوھم۔[1] وہم کو بھی راستہ نہیں۔

مسلمان انصاف کرے کہ یہ تشنیعیں جو علماء نے اس بدمذہب ابن حزم پر کیں، اس بدمشرب عدیم الحزم سے کتنی بچ رہیں،

کذٰلک قال الذین من قبلھم مثل قولھم تشابھت قلوبھم[2] وان اللہ لا یھدی کید الخائنین[3]

ان سے اگلوں نے بھی ایسی ہی کہی ان کی سی بات، ان کے اُن کے دل ایک سے ہیں۔ اور اللہ دغابازوں کا مکر نہیں چلنے دیتا۔ (ت)

رابعًا اقول العزۃ للہ، اگر دہلوی مُلّا کی یہ دلیل سچّی ہو تو دو خدا، دس خدا، ہزار خدا، بیشمار خدا ممکن ہوجائیں، وجہ سُنئے جب یہ قرار پایا کہ آدمی جو کچھ کرسکے خدا بھی اپنی ذات کے لئے کرسکتا ہے، اور معلوم کہ نکاح کرنا، عورت سے ہم بستر ہونا، اس کے رحم میں نطفہ پہنچانا قدرتِ انسانی میں ہے تو واجب کہ ملاجی کا موہوم خدا بھی یہ باتیں کرسکے ورنہ آدمی کی قدرت تو اس سے بھی بڑھ جائے گی، اور جب اتنا ہوچکا تو وہ آفتیں جن کے سبب اہلِ اسلام اتخاذ ولد کو محال جانتے تھے۔ امام وہابیہ نے قطعاً جائز مان لیں، آگے نطفہ ٹھہرنے اور بچّہ ہونے میں کیا زہر گھل گیا ہے، وہ کون سی ذلت وخواری باقی رہی ہے جس کے باعث انھیں ماننے جھجکنا ہوگا بلکہ یہاں آکر خدا کا عاجز رہ جانا تو سخت تعجب ہے کہ یہ تو خاص اپنے ہاتھ کے کام ہیں جب دنیا بھر میں بزعم ملاجی سب کے لئے اس کی قدرت سے واقع ہوتے ہیں تو کیا اپنی زوجہ کے بارے میں تھک جائیگا آخر بچّہ نہ ہونا یوں ہوتا ہے کہ نطفہ استقرار نہ کرے اور خدا استقرار پر قادر ہے، یا یوں کہ منی ناقابل عقد و انعقاد یا مزاج رحم میں کوئی فساد یا خلل آسیب مانع اولاد تو جب خدائی ہے کیا ان موانع کا ازالہ نہ کرسکے گا بہرحال جب امور سابقہ ممکن ٹھہرے تو بچّہ ہونا قطعاً ممکن، اور خدا کا بچّہ خدا ہی ہوگا، قال اللہ تعالٰی:

قل ان[ع] کان للرحمٰن ولد فانا اول

تو فرما اگر رحمان کے لئے کوئی بچہ ہے تو میں سب سے پہلے

ع: حملہ السدی علی الظاہر وعلیہ ھول فی تکملۃ المفاتیح والبیضاوی والمدارک وارشاد العقل وغیرھا ولا شک انہ صحیح صاف لاغبار علیہ فای حاجۃ الی ارتکاب تاویلات بعیدۃ ۱۲ منہ۔

ع: سدی نے اسے ظاہر پر محمول کیا اور اسی پر اعتماد ہے تکملۃ المفاتیح، بیضاوی، مدارک اور ارشاد العقل وغیرہا میں، اور بیشک یہ صحیح صاف ہے اس پر کچھ غبار نہیں تو پھر تاویلاتِ بعیدہ کے ارتکاب کی کیا حاجت ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] کنز الفوائد
[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۸
[3] القرآن الکریم ۱۲/ ۵۲

Marfat.com

العابدین [1]　　　　پوجنے والا ہوں۔

تو قطعاً دو [2] خدا کا امکان ہُوا اگرچہ منافیِ غیرت ہو کر امتناع بالغیر ٹھہرے اور جب ایک ممکن تو کروڑوں ممکن کہ قدرتِ خدا کو انتہا نہیں ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔

خامساً مُلّائے دہلی کا خدائے موہوم کہاں کہاں آدمی کی حرص کرے گا، آدمی کھانا کھاتا ہے، پانی پیتا ہے، پاخانہ پھرتا ہے، پیشاب کرتا ہے۔ آدمی قادر ہے کہ جس چیز کو دیکھنا نہ چاہے آنکھیں بند کرلے، سُننا نہ چاہے کانوں میں انگلیاں دے لے۔ آدمی قادر ہے کہ اپنے آپ کو دریا میں ڈبو دے، آگ سے جلالے، خاک پر لیٹے، کانٹوں پر لوٹے، رافضی ہوجائے، وہابی بن جائے۔ مگر مُلّائے ملوم کا مولائے موہوم یہ سب باتیں اپنے لئے کرسکتا ہوگا ورنہ عاجز ٹھہرے گا اور کمال قدرت میں آدمی سے گھٹ رہے گا،

اقول غرض خدائی سے ہر طرح ہاتھ دھو بیٹھنا ہے نہ کرسکا تو حضرت کے زعم میں عاجز ہوا اور عاجز خدا نہیں، کرسکا تو ناقص ہوا ناقص خدا نہیں، محتاج ہُوا محتاج خدا نہیں، ملوث ہوا ملوث خدا نہیں، تو شمس و امس کی طرح اظہر و ازہر کہ دہلوی بہادر کا یہ قولِ ابتر حقیقۃً انکارِ خدا کی طرف منجر،

ما قدروا اللہ حق قدرہٖ [2]، والعیاذ باللہ من اضلال الشیطٰن۔　　　　انھوں نے اللہ تعالیٰ کی صحیح قدر نہیں کی۔ اور شیطان کی گمراہی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ (ت)

مگر "سبحان ربنا" ہمارا سچا خدا سب عیبوں سے پاک اور قدرت علی المحال کی تہمت سراپا ضلال سے کمال منزہ عالم اور عالم کے اعیان، اعراض، ذوات، صفات، اعمال، اقوال، خیر، شر، صدق، کذب، حسن، قبیح سب اسی کی قدرت کاملہ وارادۂ ازلیہ سے ہوتے ہیں نہ کوئی ممکن اس کی قدرت سے باہر نہ کسی کی قدرت اس کی قدرت کے ہمسر نہ اپنے لئے کسی عیب ومنفعت پر قادر ہونا اس کی شانِ قدوسی کے لائق و درخور،

تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا ○ وسبحٰن اللہ بکرۃ واصیلا، والحمد للہ حمدا کثیرا۔　　　　اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے جو یہ ظالم کہتے ہیں، صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تقدیس وپاکیزگی ہے اور تمام اور کثیر حمد اللہ تعالیٰ کے لئے ہے (ت)

ثمّ **اقول** ذہنِ فقیر میں ان پانچ کے علاوہ ہذیان مذکور پر اور ابحاثِ دقیقہ کلامیہ ہیں جن کے ذکر کے لئے مخاطب قابلِ فہم دقائق درکار، نہ وہ حضرات جن میں اجلّہ و اکابر کا مبلغ علم سیدھی

---

[1] القرآن الکریم　۴۳/ ۸۱
[2] 〃　〃　۲۲/ ۷۴

Marfat.com

نفس عبارت مشکوٰۃ وغیرہ سن سنا کر اجازت وسند کی داد وستد تا بہ ادلّہ واصاغر چہ رسد، امرنا ان نکلم الناس علی قدر عقولھم و اللّٰہ الھادی وولی الایادی (ہمیں یہی حکم ہے کہ ہم لوگوں کی عقل کے مطابق کلام کریں، اللہ تعالٰی ہی ہادی اور مدد کا مالک ہے۔ ت)

ہذیان دوم مولائے نجدیہ:

عدم کذب را از کمالات حضرت حق سبحانہ می شمارند واو را جل شانہ بآں مدح می کنند بخلاف اخرس و جماد کہ ایشاں را کسے بعدم کذب مدح نمی کند وظاہر ست کہ صفت کمال ہمین ست کہ شخصے قدرت بر تکلم بکلام کاذب میدارد و بنابر رعایت مصلحت ومقتضی حکمت بتنزہ از شوب کذب تکلم بکلام کاذب نمی نماید ہماں شخص ممدوح می گردد بسلب عیب کذب واتصاف بکمال صدق بخلاف کسے کہ لسان او ماؤف شدہ باشد وتکلم بکلام کاذب نمی تواند کرد یا قوت متفکرہ او فاسد شدہ باشد کہ عقد قضیہ غیر مطابقہ للواقع نمی تواند کرد یا شخصے کہ ہرگاہ کلام صادق مے گوید کلام مذکور ازو صادر مے گردد وہرگاہ کہ ارادۂ تکلم بکلام کاذب ۱
می نماید آواز او بند مے گردد یا زبان او ماؤف می شود یا کسے دیگر دہن او را بند می نماید یا حلقوم او را خفہ می کنند یا کسے کہ چند قضایا صادقہ را یاد گرفتہ است واصلاً بر ترکیب قضایائے دیگر قدرت نمی دارد و بنائے علیہ کلام کاذب ازو صادر نمے گردد ایں اشخاص مذکورین نزد عقلا قابل مدح نمی نشیند بالجملہ عدم تکلم کلام کاذب ترفعاً عن عیب الکذب وتنزھاً عن التلوث بہ از صفات مدح ست وبنا بر عجز از تکلم بکلام کاذب ہیچ گونہ از صفات مدائح نیست یا مدح آں بسیار

عدم کذب کو اللہ تعالٰی کے کمالات سے شمار کرتے ہیں اور اس جل شانہ کی اس کے ساتھ مدح کرتے ہیں بخلاف گونگے اور جماد کے، ان کی کوئی عدم کذب سے مدح نہیں کرتا اور یہ بات نہایت ظاہر ہے کہ کمال یہی ہے کہ ایک شخص جھوٹے کلام پر قادر تو ہو لیکن بنا بر مصلحت اور بتقاضائے حکمت تقدس جھوٹے کلام کا ارتکاب اور اظہار نہ کرے ایسا شخص ہی سلب عیب کذب سے ممدوح اور کمال صدق سے متصف ہوگا بخلاف اس کے جس کی زباں ہی ماؤف ہو اور جھوٹا کلام کر ہی نہیں سکتا یا اس کی سوچ وفکر کی قوت فاسد ہو کہ قضیہ غیر مطابق للواقع کا انعقاد نہیں کرسکتا یا ایسا شخص ہے جو کسی جگہ سچا کلام کرتا ہے اس سے وُہ صادر ہوتی ہے اور جس جگہ جھُوٹا کلام کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی آواز بند ہوجاتی ہے یا اس کی زباں ماؤف ہوجاتی ہے یا کوئی اس کا منہ بند کردیتا ہے یا اس کا کوئی گلا دبا دیتا ہے یا کسی نے چند سچے جملے رٹ لئے ہیں اور وہ دیگر جملوں پر کوئی قدرت ہی نہیں رکھتا اور اس بنا پر اس سے جھوٹ صادر ہی نہیں ہوتا، یہ مذکور لوگ عقلاء کے نزدیک قابلِ مدح نہیں ہیں بالجملہ عیبِ کذب سے بچنے اور اس میں ملوث ہونے سے محفوظ رہنے کےلئے جھوٹے کلام کا عدم تکلم صفاتِ مدح میں سے ہے اور

Marfat.com

ادون ست از مدح اوّل انتہٰی بلفظ الرکیک المختل۔ عاجز ہونے کی وجہ سے کلام کاذب سے بچنا کوئی صفات مدح میں سے نہیں یا اس کی مدح ہو بھی تو پہلے سے کم ہو گی (رکیک خلل پذیر عبارت ختم ہوئی)۔ (ت)

اس تلمیع باطل وطویل لاطائل کا یہ حاصل بے حاصل کہ عدم کذب اللہ تعالٰی کے کمالات و صفات مدائح سے ہے اور صفتِ کمال وقابلِ مدح یہی ہے کہ متکلم باوجودِ قدرت بلحاظِ مصلحت عیب و آلائش سے بچنے کو کذب سے باز رہے، نہ کہ کذب پر قدرت ہی نہ رکھے، گونگے یا پتھر کی کوئی تعریف نہ کرے گا کہ جھوٹ نہیں بولتا تو لازم کہ کذبِ الٰہی مقدور و ممکن ہو۔

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) اس ہذیان شدید الطغیان کے شنائع و مفاسد حدِ شمار سے زائد مگران تو سنیوں بدلگامیوں پر جو تازیانے بنگاہِ اوّلین ذہنِ فقیر میں حاضر ہوئے پیش کرتا ہوں وباللہ العصمۃ فی کل حرف وکلمۃ (ہر حرف اور کلمہ میں اللہ کی عصمت ہے۔ ت)

تازیانہ ۱: اقول العزۃ للہ والعظمۃ للہ واللہ الذی لا الٰہ الا ھو (عزت اللہ تعالٰی کے لئے اور عظمت اللہ تعالٰی کے لئے ہے، اللہ تعالٰی کی ذات وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ت) کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ط ان یقولون الا کذبا[2] (کتنا بڑا بول ہے کہ ان کے منہ سے نکلتا ہے نرا جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ ت) للہ! یہ ظلم شدید و ضلال بعید تماشا کردنی کہ جابجا خود اپنی زبان سے کذب کو عیب و لوث کہتا جاتا ہے پھر اسے باری عزوجل کے لئے ممکن بتاتا اور اللہ کے جھوٹ نہ بولنے کی وجہ یہ ٹھہراتا ہے کہ حکیم ہے اور مصلحت کی رعایت کرتا ہے لہذا ترفعاً عن عیب الکذب وتنزھاً عن التلوث بہ یعنی اس لحاظ سے کہ کہیں عیب ولوث سے آلودہ نہ ہو جاؤں کذب سے بچتا ہے، دیکھو صاف صریح مان لیا کہ باری عزوجل کا عیب دار و ملوث ہونا ممکن، وہ چاہے تو ابھی عیبی و ملوث بن جائے، مگر یہ امر حکمت و مصلحت کے خلاف ہے اس لئے قصداً پرہیز کرتا ہے تعالی اللہ عما یقولون علوا کبیرا (اللہ تعالٰی اس سے کہیں بلند ہے جو یہ کہتے ہیں۔ ت) اور خود سرے سے اصل مبنائے خود سری دیکھئے، مُلّائے مقبوح کا یہ املائے مقدوح اس کلام ائمہ کے رد میں ہے کہ کذب نقص ہے اور نقص باری تعالٰی پر محال، اس کے جواب میں فرماتے ہیں، محال بالذات ہونا ہمیں تسلیم نہیں بلکہ ان دلیلوں (یعنی دونوں ہذیانوں) سے ممکن ہے تو کیسی صاف روشن تصریح ہے کہ نہ صرف کذب بلکہ ہر عیب و آلائش کا خدا میں آنا ممکن، واہ بہادر! کیا نیم گردشِ چشم میں تمام عقائد تنزیہ و تقدیس کی جڑ کاٹ گیا۔ عاجز، جاہل،

---

[1] رسالہ یکروزی (فارسی) شاہ محمد اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷، ۱۸
[2] القرآن الکریم ۱۸/ ۵

Marfat.com

احمق، کاہل، اندھا، بہرا، ہکلا، گونگا سب کچھ ہونا ممکن ٹھہرا، کھانا، پینا، پاخانہ پھرنا، پیشاب کرنا، بیمار پڑنا، بچہ جننا، اونگھنا، سونا بلکہ مرجانا، مرکے پھر پیدا ہونا سب جائز ہوگیا، غرض اصول اسلام کے ہزاروں عقیدے جن پر مسلمانوں کے ہاتھ میں یہی دلیل تھی کہ مولیٰ عزوجل پر نقص وعیب محال بالذات ہیں، [illegible] سب باطل وبے دلیل ہو کر رہ گئے۔ فقیر تنزیہ دوم میں زیر دلیل اول ذکر کر آیا کہ یہ مسئلہ کیسی عظمت والا اصل دینی تھا جس پر ہزارہا مسئلہ ذات وصفات باری عزوجل متفرع ومبنی، اس ایک کے انکار کرتے ہی وہ سب [illegible] کے [illegible] وہیں شرح مواقف سے گزرا کہ ہمارے لئے معرفت صفات باری کی طرف کوئی راستہ نہیں مگر افعال الٰہی [illegible] استدلال یا یہ کہ اس پر عیوب ونقائص محال اب یہ دوسرا راستہ تو تم نے خود بند کردیا، رہا پہلا یعنی افعال سے دلیل لانا کہ اس نے ایسی عظیم چیزیں پیدا کریں اور ان میں یہ حکمتیں ودیعت رکھیں، تو لازم ان کا خالق [illegible] قدیر وحکیم ومرید ہے۔

اقول اولاً یہ استدلال صرف انھیں صفات کمال میں جاری جن سے خلق [illegible] باقی ہزارہا مسائل صفات ثبوتیہ وسلبیہ پر دلیل کہاں سے آسکی۔ مثلاً مصنوعات [illegible] دلالت نہیں کرتا کہ ان کا صانع صفت کلام یا صفت صدق سے بھی متصف [illegible]

ثانیاً جن صفات پر دلالت افعال وہاں بھی صرف ان کے حصول پر [illegible] زوال محال [illegible] وقت [illegible]

قول [illegible] بعض صفات [illegible] ثابت [illegible]

ثالثاً [illegible] مثلاً نصوص شرعیہ [illegible] ثبوت [illegible] ہوگا۔

ثالثاً نصوص بھی [illegible] مثلاً [illegible] ثابت کہ اس [illegible]

[illegible] القرآن الکریم [illegible]

[illegible]

Marfat.com

سے محال، یونہی وھو یطعم ولا یطعم[1] (اور وُہ کھلاتا ہے اور کھانے سے پاک ہے۔ت) اور لا تأخذہ سنۃ ولا نوم[2] (اسے نہ اونگھ آئے نہ نیند۔ت) کا اتنا حاصل کہ کھاتا پیتا سوتا اونگھتا نہیں، نہ یہ کہ یہ باتیں اس پر ممتنع، ہاں ہاں ان سب امور پر دلالت قطعی کرنے والا ان تمام دعوائے ازلیت و ابدیت و وجوب و امتناع پر بوجہ کامل ٹھیک اُترنے والا ہزاروں ہزار مسائل صفات ثبوتیہ و سلبیہ کے اثبات کا یکبارگی سچا ذمہ لینے والا، مخالف ذی ہوش غیر مجنون و مدہوش کے منہ میں دفعۃً بھاری پتھر دے دینے والا نہ تھا مگر وہی دینی یقینی عقلی بدیہی اجماعی ایمانی مسئلہ کہ باری تعالٰی پر عیب و منقصت محال بالذات، جب یہی ہاتھ سے گیا سب کچھ جاتا رہا، اب نہ دین ہے نہ نقل نہ ایمان نہ عقل،

انا للہ وانا الیہ راجعون[3] ۰ کذٰلک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار[4] ۰

ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے، اللہ یوں ہی مُہر کر دیتا ہے متکبر سرکش کے سارے دل پر۔(ت)

ہاں وہابیہ نجدیہ کو دعوتِ عام ہے اپنے مولائے مسلم و امام مقدم کا یہ ہذیان امکان ثابت مان کر ذرا بتائیں تو کہ ان کا معبود بول و براز سے بھی پاک ہے یا نہیں، حاش للہ! امتناع تو امتناع عدم وقوع کے بھی لالے پڑیں گے، آخر قرآن و حدیث میں تو کہیں اس کا ذکر نہیں، نہ افعال الٰہی اس نفی پر دلیل، اگر اجماعِ مسلمین کی طرف رجوع لائیں اور بیشک اجماع ہے مگر جانِ برادر! یہ بیشک ہم نے یونہی کہا کہ یہ عیب ہیں اور عیب سے تنزیہ ہر مسلمان کا ایمان، تو قطعاً کوئی مسلم ان امور کو روا نہ رکھے گا، جب عیب سے تلوث ممکن ٹھہرا تو اب ثبوتِ اجماع کا کیا ذریعہ رہا، کیا نقل و روایت سے ثابت کروگے، حاش نقلِ اجماع درکنار سلفاً و خلفاً کتابوں میں اس مسئلے کا ذکر ہی نہیں، اگر کہئے بول و براز کا وقوع ایسے آلاتِ جسمانیہ پر موقوف جن سے جناب باری منزہ، تو اوّلاً ان آلات کے بطورِ آلات نہ اجزائے ذات ہونے کے استحالہ پر سوا اس وجوب تنزہ کے کیا دلیل جسے تمہارا امام و مولٰی رو بیٹھا۔

ثانیاً توقف ممنوع آخر بے آلات زبان و مردمک و پردۂ گوش کلام و بصر و سمع ثابت، یونہی بے آلات

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۴
[2] 〃 〃 ۲/ ۲۵۵
[3] 〃 〃 ۲/ ۱۵۶
[4] 〃 〃 ۴۰/ ۳۵

Marfat.com

بول وبراز سے کون مانع ، اسی طرح لاکھوں کفریات لازم آئیں گے کہ تمھارے امام کا وُہ بہتان امکان تسلیم ہوکر قیامت تک ان سے مفر نہ ملے گی،

کذٰلک، لیحق الحق ویبطل الباطل ولوکرہ المجرمون[1] — اسی طرح کہ سچ کو سچ کرے اور جھوٹ کو جھوٹا اگرچہ بُرا مانیں مجرم ۔ (ت)

مسلمانوں نے دیکھا کہ اس طائفہ تالفہ کے سردار و امام مدعیِ اسلام نے کیا بِس بویا اور کیا کچھ کھویا اور لاکھوں عقائدِ اسلام کو کیسے ڈبویا ، ہزاروں کفر شنیع وضلال قطیع کا دروازہ کیسا کھولا کہ اس کا مذہب مان کر کبھی بند نہ ہوگا ، پھر دعوٰی یہ ہے کہ دنیا بھر میں ہمیں موحد ہیں باقی سب مشرک ، سبحان اللّٰہ یہ منہ اور یہ دعوٰی ، او ناقص وعیبی وملوث خدا کے پوجنے والے ! کس مُنہ سے اپنے تراشیدہ موہوم کو حضرت حق سبحانہ کہتا ہے ، سبحان اللّٰہ وہی تو سبحانہ کے قابل جس میں دنیا بھر کے عیبوں آلائشوں کا امکان حاصل ، العزۃ للّٰہ میں اپنے رب ملک سبوح قدوس عزیز مجید عظیم جلیل کی طرف بہزار جان وصد ہزار جان برامت کرتا ہوں تیرے اس عیبی آلائشی تراشیدہ معبود اور اس کے سب پوجنے والوں سے ۔ مسلمانو ! تمھارے رب کی عزت وجلال کی قسم کہ تمھارا سچا معبود جل وعلا ، وہ پاک ومنزہ وسبوح وقدوس ہے جس کے لئے تمام صفات کمالیہ ازلاً ابداً واجب للذات اور اصلاً کسی عیب ولوث سے ملوث ہونا جزماً قطعاً محال بالذات اُس کی پاک قدرت اس ناپاک شناعت سے بری ومنزہ کہ معاذ اللہ اپنے عیبی وناقص بنانے پر حاصل ہو ، نعم المولٰی ونعم النصیر[2] (کیا ہی اچھا مولا اور کیا ہی اچھا مددگار ۔ ت)

یہ مُلّائے ملوم کا مولائے موہوم تھا جو اپنے لئے عیوب وفواحش پر قدرت تو رکھتا ہے مگر لوگوں کے شرم و لحاظ یا ہمارے سچے خدا کے قہر وغضب سے ڈر کر باز رہتا ہے ،

ضعف الطالب والمطلوب[3] لبئس المولٰی ولبئس العشیر[4] — کتنا کمزور چاہنے والا اور جس کو چاہا ، بیشک کیا ہی بُرا مولٰی اور بیشک کیا ہی بُرا رفیق ۔ (ت)

او سفیہ ملوم کذوب ظلوم الوہیت ومنقصت باہم اعلٰی درجۂ تنافی پر ہیں ، الٰہ وہی ہے جس کے لئے جمیع صفات

---

[1] القرآن الکریم ۸/۸

[2] " " ۲۲/۷۸

[3] " " ۲۲/۷۳

[4] " " ۲۲/۱۳

Marfat.com

کمال واجب لذاتہ ہوں توکسی عیب سے اتصاف ممکن ماننا زوال الوہیت کو ممکن جاننا ہے پھر خدا کب رہا، ولکن الظالمین بآیات اللہ یجحدون[1] (بلکہ ظالم اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں۔ت) عنقریب ان شاء اللہ تعالیٰ تفسیر کبیر سے منقول ہوگا کہ باری تعالیٰ کے لئے امکانِ ظلم ماننے کا یہی مطلب کہ اس کی خدائی ممکن الزوال ہے، میں گمان نہیں کرتا کہ اس بیباک کی طرح (مسلمانوں کی توخدا امان کرے) کسی سمجھ وال کا فرنے بھی بے دھڑک تصریح کردی ہو کہ عیب ولوث خدا میں تو آسکتے ہیں مگر بطور ترفع یعنی مشیخت بنی رکھنے کے لئے ان سے دور رہتا ہے ــــــ صدق اللہ (اللہ تعالٰی نے سچ فرمایا۔ت):

ومن اصدق من اللہ قیلا[2] فانھا لاتعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور[3] والعیاذ باللہ سبحانہ وتعالٰی۔

اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔ بیشک آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔(ت)

ثم اقول طرفہ تماشا ہے کہ خدا کی شان معلم طائفہ کا تو وہ ایمان کہ خدا کے لئے ہر عیب کا امکان اور اربابِ طائفہ یوں بے وقت کی چھیڑ کر ناحق ہلکان کہ "تمام امت[4] کے خلاف حق تعالیٰ کے عجز پر عقیدہ ٹھہرانا تو مؤلف کے پیشوایانِ دین کا ہے مؤلف اس پر اظہارِ افسوس نہیں کرتا" حضرت! ذرا گھر کی خبر لیجئے وہاں مولائے طائفہ عجز وجہل وظلم وبخل وسفہ وہزل وغیرہا دنیا بھر کے عیب ونقائص کے امکان کا ٹھیکا لے چکے ہیں، پھر بفرض غلط

ع۵ یہ عبارت براہین کے اسی صفحہ ۳ کی ہے جس کا خلاصہ صدر استفتاء میں گزرا یہاں ملا گنگوہی صاحب جناب مؤلف یعنی مکرمنا مولوی عبدالسمیع صاحب مؤلف انوارِ ساطعہ پر یوں منہ آتے ہیں کہ تم لوگ اللہ کا عجز مانتے ہو جو محال پر اسے قادر نہیں جانتے ہو اور ہم تو اس کے لئے جھوٹ وغیرہ سب کچھ جائز رکھتے ہیں تو عجز تو نہ ہو اگرچہ خدائی گئی، ہزار تف اس بھونڈی سمجھ پر، رہا اس مغالطہ عجز کا دنداں شکن حل، وہ اس رسالہ مبارکہ میں جابجا گزرا، سبحان اللہ! محال پر قدرت نہ ہونے کو عجز جاننا الٰہی کیسے نامشخص کی تشخیص ہے، واللہ الہادی ۱۲ عفی عنہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۳۳

[2] 〃 〃 ۴/ ۱۲۲

[3] 〃 〃 ۲۲/ ۴۶

[4] البراہین القاطعہ مسئلہ خلفِ وعید قدماء میں مختلف فیہ ہے مطبع لے بلا ساڈھور ص ۳

Marfat.com

اگر کسی نے ایک جگہ عجز مان بھی لیا تو تمھارے امام کے ایمانؑ پر کیا بے جا کیا ایک امر کہ خدا کے لئے اس سے کروڑ درجہ بدتر ممکن تھا، اس نے اس خرمن سے ایک خوشہ تسلیم کرلیا پھر کیا قہر کیا مگر تمھارا امام جو خدا کے ناقص عیبی ملوث آلائشی ہو سکنے پر ایمان لایا نہ یہ قابلِ افسوس نہ خلاف اُمت ہے، یہ تو تمھارے پیشوایانِ دین کی مَت ہے، معاذ اللہ اس امام کی بدولت طائفہ بیچارے کی کیا بُری گت ہے۔

ثم اقول اس سے بڑھ کر مظلہ حائقہ تناقض صریح امام الطائفہ اسی مُنہ سے خدا کے لئے عیب و تلوث ممکن مانتا ہے اسی منہ سے کہتا ہے جُھوٹ نہ بول سکے تو قدرت جو گھٹ جائے گی، جی گھٹ جائے گی تو کیا آفت آئے گی، آخر جہاں ہزار عیب ممکن تھے انہم برعلم بسؑ ہے یہ کہ رب کریم رؤف رحیم عزمجدہ اپنے اضلال سے پناہ میں رکھے آمین آمین بجاہ سید الھادین محمدؐ الصادق الحق المبین، صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

تازیانہ ۲: اقول وباللہ التوفیق، ایہا المسلمون! حاشایہ نہ جاننا کہ باری عزوجل کا عیوب و نقائص سے ملوث ہونا اس شخص کے نزدیک صرف ممکن ہی ہے، نہیں نہیں بلکہ یقیناً اسے بالفعل ناقص جانتا اور کمالِ حقیقی سے دور مانتا ہے۔ اے مسلمان! کمالِ حقیقی یہ ہے کہ اس صاحبِ کمال کی نفس ذات مقتضی جملہ کمالات و منافی تلوثات ہو اور قطعاً جو ایسا ہوگا اس پر ہر عیب و نقصان محالِ ذاتی ہوگا کہ ذات سے مقتضائے ذات کا ارتفاع یا ذات یا منافیِ ذات کا اجتماع دونوں قطعاً بدیہی الامتناع، اور بیشک ہم اہلسنت اپنے رب کو ایسا ہی مانتے ہیں، اور بیشک وہ سچے کمال والا ایسا ہی ہے، اس شخص نے کہ اس عزیز جلیل پر عیب و نقصان کا امکان مانا تو قطعاً کمالات کو اس کا مقتضائے ذات نہ جانا تو کمالِ حقیقی سے بالفعل خالی اور حقیقۃً ناقص و فاقد مرتبۂ عالی ہوا، آج وجہ معلوم ہوئی کہ یہ طائفہ تالفہ اپنے آپ کو موحد اور اہلسنت کو مشرک کیوں کہتا ہے، اس کے زعم میں اللہ عزوجل کے لئے اثبات کمالات واجبہ للذات شرک ہے کہ لفظ وجوب جو مشترک ہو جائے گا اگرچہ وجوب بالذات و وجوب للذات کا فرق اس طفل مکتب پر بھی مخفی نہیں جو اربعہ و زوجیت کی حالت جانتا ہے، ولہذا اس فرقۂ ضالہ نے باتباع کرامیہ کمالاتِ الٰہیہ کو مقتضائے

عـ۱ وانتظر ما سنلقی علیك ان السفیہ قائل بالامکان الوقوعی بالوقوع لابمجرد الامکان الذاتی ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

ہماری آیندہ گفتگو کا انتظار کرو یہ بیوقوف امکان وقوعی بلکہ وقوع کا قائل ہے نہ کہ محض امکان ذاتی کا، ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالیٰ۔ (ت)

عـ۲ ولاتنس ما اشرناك الیہ ۱۲ منہ۔

جس کی طرف ہم نے تمھیں متوجہ کیا ہے اسے مت بھولنا ۱۲ منہ (ت)

Marfat.com

ذات نہ ٹھہرایا تو جیسے معتزلہ نے تعددِ قدماء سے بچنے کو نفیِ صفات کی اور اپنا نام اصحاب التوحید رکھا، یُونہی اس طائفہ جدیدہ نے اشتراک لفظ وجوب سے بھاگنے کو نفی اقتضائے ذات کی اور اپنا نام موحد تراشا،

وفی ذٰلک **اقول** ؎

خَسِرَ الَّذِیْنَ بِالْاِعْتِزَا ... لِ وَ بِالتَّوَهُّبِ جَاءُوْا
ذَا اَهْلُ تَوْحِیْدٍ وَ ذَا ... کَ مُوَحِّدٌ غَوَاءُ
نعم القلوب تشابهت ... فتناسب الاسماءُ[1]

(خسارے میں مبتلا ہیں جو معتزلی اور وہابی بنے، معتزلی اہلِ توحید اور وہابی موحد گمراہ، ان کے دل ایک جیسے ہیں اور ناموں میں بھی مناسبت ہے۔ ت)

تنبیہ نبیہ: جہول سفیہ کو جب کہ اس کے استاذ قدیم ابلیس رجیم علیہ اللعن نے یہ نقصان وتلوث باری عزوجل کا مہلکہ سکھایا، تو دوسری کتاب افصاح الباطل مسمّٰی بہ ایضاح الحق میں ترقیِ ضلال و شدتِ نکال کا رستہ دکھایا، یعنی اس میں نہایت دریدہ دہنی مسائل تنزیہ و تقدیس باری تعالیٰ عزوجل کو جن پر تمام اہلسنت کا اجماع قطعی ہے صاف بدعت حقیقیہ بتایا، جری بیباک کی وہ عبارتِ ناپاک یہ ہے:

تنزیہ او تعالیٰ از زمان و مکان و جہت و اثبات رؤیت بلاجہت و محاذات و قول بصدور عالم برسبیل ایجاب و اثبات قدم عالم و امثال آں ہمہ از قبیل بدعات حقیقیہ است اگر صاحب آں اعتقادات مذکورہ را از جنس عقائد دینیہ می شمارد[2] اھ ملخصاً۔

زمان، مکان، جہت اور رؤیت بلاجہت و محاذات سے اللہ تعالےٰ کو پاک کہنا اور جہان کا صدور بطور ایجاب و عالَم کا قدم ثابت کرنا اور ایسے دیگر امور یہ تمام حقیقی بدعات ہیں جبکہ مذکور اعتقاد والے لوگ ان مذکورہ امور کو دینی عقائد میں شمار کرتے ہیں اھ ملخصاً (ت)

دیکھو کیسا بے دھڑک لکھ دیا کہ اللہ عزوجل کی یہ تنزیہیں تقدیسیں کہ اسے زمانہ و مکان و جہت سے پاک جاننا اور اس کا دیدار بلاکیف حق ماننا سب بدعتِ حقیقیہ ہیں، سچ ہے جب اللہ تعالےٰ کے لئے ہر عیب و آلائش کو ممکن ماننا سنّتِ ملعونہ امامِ نجدیہ ہے تو اس عزیزِ مجید جل مجدہ کی تنزیہ و تقدیس آپ ہی بدعت حقیقیہ شریعت

---

[1] الدیوان العربی بساتین الغفران رضا دار الاشاعت لاہور ص ۱۴۷
[2] ایضاح الحق الصریح (مترجم اردو) فائدہ اول ان امور کا بیان جو بدعت حقیقیہ میں داخل ہیں قدیمی کتبخانہ کراچی ص ۷۸

Marfat.com

وہابیہ ہوگی، وہی حساب ہے ؎

کہ تو ہم درمیان ماتلخی

(کہ تو بھی مصیبت میں مبتلا ہے۔ت)

مشرکین بھی تو دینِ اسلام کو بدعت بتاتے تھے،

ماسمعنا بھذا فی الملۃ الاٰخرۃ ج ان ھذا الا اختلاق[1] یہ تو ہم نے سب سے پچھلے دین نصرانیت میں بھی نہ سُنی یہ تو نری نئی گھڑت ہے (ت)

خیر یہاں تک تو نری بدعت ہی بدعت تھی، آگے شرابِ ضلالت تیز و تند ہو کر اونچی چڑھی اور نشے کی ترنگ کیف کی امنگ دون پر آکر کفر تک بڑھی کہ اللہ عزوجل کو پاک و منزہ اور دیدارِ الٰہی کو بے جہت و مقابلہ ماننے کو مخلوقات کے قدیم جاننے اور خالق تعالٰی کو بے اختیار ماننے کے ساتھ گنا اور اسے ان ناپاک مسئلوں کے ساتھ کہ باجماعِ مسلمین کفرِ محض ہیں، ایک حکم میں شریک کیا، اب کیا کہا جائے سوا اس کے کہ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[2] (اب جاننا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ت) ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اچھے امام اور اچھے ماموم ؎

مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم

تازیانہ ۳: **اقول** وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ت) سفیہ سحیق کی اور جہالت و ضلالت دیکھئے خود مانتا جاتا ہے کہ صدق اللہ عزوجل کی صفاتِ کمالیہ سے ہے، حیث قال صفت کمال ہمین ست[3] الخ (جہاں اس نے یہ کہا صفتِ کمال یہی ہے الخ۔ت) پھر اسے امر اختیاری جانتا ہے کہ باری تعالٰی نے باوجود قدرت عدم برعایت مصلحت بطور ترفع اختیار فرمایا، اہلِ سنت کے مذہب میں اللہ عزوجل کے کمالات اس کے یا کسی کے قدرت و اختیار سے نہیں بلکہ باقتضائے نفسِ ذات بے توسط قدرت وارادہ و اختیار اس کی ذات پاک کے لئے واجب و لازم ہیں نہ کہ معاذ اللہ وہ اس کی صنعت یا ان کا عدم اسکے زیر قدرت، تمام کتبِ کلامیہ اس کی تصریح سے مالامال، وہ احادیث و آثار تمہارے کان تک بھی پہنچے ہوں گے جن میں کلامِ الٰہی کو باختیارِ الٰہی ماننے والا کافر ٹھہرا ہے، اور عجب نہیں کہ بعض ان میں سے بھی ذکر کروں، مجھے یہاں حیرت ہے کہ اس بیباک بدعتی کو کیونکر الزام دوں، اگر یہ کہتا ہوں کہ صفات کمالیہ الٰہی کا اختیاری اور ان کے عدم کا زیرِ قدرت

---

[1] القرآن الکریم ۳۸/ ۷ [2] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

[3] رسالہ یکروزی (فارسی) فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷

Marfat.com

باری نہ ہونا ائمۂ اہلسنت کا مسئلہ اجماعی ہے تو اس نے جیسے اور مسائل اجماعیہ تنزیہ و تقدیس کو بدعت حقیقیہ لکھ دیا یہاں کہتے کون اس کی زبان پکڑتا ہے کہ ائمۂ اہلِ سنت سب بدعتی تھے، اور اگر یوں دلیل قائم کرتا ہوں کہ صفت کمال کا اختیاری اور اس کے عدم کا زیر قدرت ہونا مستلزم عیب و منقصت ہے کہ جب کمال اختیاری ہُوا کہ چاہے حاصل کیا یا نہ کیا تو عیب و نقصان بھی روا ٹھہرا اور مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ کا موصوف بصفات کمالیہ ہونا کچھ ضروری نہ ہوا تو یہ اس بدمشرب کا عین مذہب ہے وہ صاف لکھ چکا کہ باری عز وجل میں عیب و آلائش کا ہونا ممکن، مگر ہاں ان کے پیروؤں سے اتنا کہوں گا کہ آنکھ کھول کر دیکھتے جاؤ کس معتزلی کرامی کو امام جانتے ہو جو صراحۃً عقائد اجماعیہ اہل سنت و جماعت کو رَد کرتا جاتا ہے، پھر نہ کہنا کہ ہم سُنّی ہیں۔

تنبیہ نبیہ : حضرت نے صفات کمالیہ باری جل وعلا کا اختیاری ہونا کچھ فقط صفت صدق ہی میں نہ لکھا بلکہ مسئلہ علمِ الٰہی میں بھی اس کی تصریح کی، کتاب تقویۃ الایمان مسمّی بہ تفویت الایمان، ع

برعکس نہند نام زنگی کافور

(سیاہ حبشی کا نام الٹ کر کافور رکھتے ہیں۔ت)

میں صاف لکھ دیا:

"غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہئے کر لیجئے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے[1]۔"

حاشا للہ! اللہ عزوجل پر صریح بہتان ہے، دیکھو یہاں کھلم کھلا اقرار کر گیا کہ اللہ تعالےٰ چاہے تو علم حاصل کرلے چاہے جاہل رہے، شاباش بہادر! اچھا ایمان رکھتا ہے خدا پر، اہل سنت کے مذہب میں ازلًا ابدًا ہر بات کو جاننا ذات پاک کو لازم ہے کہ نہ وُہ کسی کے ارادہ و اختیار سے نہ اُس کا حاصل ہونا یا زائل ہو جانا کسی کے قابُو و اقتدار میں، پیرو صاحبو! ذرا پیر طائفہ کی بدمذہبیاں گنتے جاؤ اور اپنے امام معظم کے لئے ہم اہلسنت کے امام اعظم ہمام اقدام امام الائمہ سراج الامہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد واجب الانقیاد کا تحفہ لو فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

صفاتہ تعالٰی فی الازل غیر محدثۃ ولا مخلوقۃ فمن قال انھا مخلوقۃ او محدثۃ او وقف فیھا او شک فیھا فھو کافر باللہ تعالٰی[2]۔	صفات الٰہی ازلی ہیں، نہ حادث نہ کسی کے مخلوق تو جو انھیں مخلوق یا حادث بتائے یا ان میں تردد کرے یا شک لائے وُہ کافر ہے اور اللہ تعالیٰ کا منکر۔

---

[1] تقویت الایمان الفصل الثانی فی رد الاشراک فی العلم مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۱۴

[2] الفقہ الاکبر مطبوعہ ملک سراج الدین اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور ص ۴

Marfat.com

اقول وجہ اس کی وہی ہے کہ صفات مقتضائے ذات تو ان کا حادث و قابل فنا ہونا ذات کے حدوث و قابلیت فنا کو مستلزم، اور یہ عین انکارِ ذات ہے، والعیاذ باللہ رب العالمین۔

تازیانہ ۴: اقول و باللہ التوفیق جب صدق الٰہی اختیاری ہوا اور قرآن عظیم قطعاً اس کا کلام صادق تو واجب کہ قرآن مجید اللہ تعالٰی کا مقتضائے ذات نہ ہو، ورنہ قرآن لازم ذات ہوگا اور صدق لازم قرآن اور لازم لازم لازم، اور لازم کا اختیاری ہونا بداہۃً باطل اور باجماع مسلمین جو کچھ ذات و مقتضائے ذات کے سوا ہے، سب حادث و مخلوق تو دلیل قطعی سے ثابت ہوا کہ مولائے وہابیہ پر قرآن عظیم کو مخلوق ماننا لازم، اس بارے میں اگرچہ حضرت عبداللہ[۱] بن مسعود و عبداللہ[۲] بن عباس، و جابر[۳] بن عبداللہ و ابو[۴] درداء، و حذیفہ[۵] بن الیمان، و عمران[۶] بن حصین، و رافع[۷] بن خدیج، و ابوحکیم[۸] شامی، و انس[۹] بن مالک، و ابوہریرہ[۱۰] دس صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کی حدیثوں سے مروی ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قرآن مجید

ع۱ الشیرازی فی الالقاب والخطیب و من طریقہ ابن الجوزی بوجہ آخر ۱۲ منہ۔
شیرازی نے القاب میں، خطیب نے اور ابن جوزی نے ایک اور سند سے روایت کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

ع۲ ابو نصر السجری فی الابانۃ عن اصول الدیانۃ ۱۲ منہ۔
ابو نصر السجری نے الابانۃ عن اصول الدیانۃ میں ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

ع۳ اخرج عنہ الخطیب ۱۲ منہ۔
ان سے خطیب نے نقل کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

ع۴ الدیلمی فی مسند الفردوس ۱۲ منہ۔
دیلمی نے مسند الفردوس میں ذکر کیا ۱۲ منہ (ت)

ع۵ الشیرازی فی الالقاب والدیلمی فی مسند الفردوس بوجہ آخر ۱۲ منہ۔
شیرازی نے القاب میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں ایک اور سند سے روایت کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

ع۶ الدیلمی من طریق الامام الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ۔
دیلمی نے امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند سے نقل کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

ع۷ کالذی قبلہ ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی۔
یہ پہلے کی ہی مثل ہے ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی (ت)

ع۸ روی عنہ الخطیب ۱۲ منہ۔
خطیب نے ان سے نقل کیا ۱۲ منہ (ت)

ع۹ الدیلمی وھو عند الخطیب بوجہ آخر ۱۲ منہ۔
دیلمی میں ہے اور خطیب نے اسے ایک اور سند سے بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

ع۱۰ ابن عدی فی الکامل ۱۲ منہ۔
ابن عدی نے الکامل میں ذکر کیا ۱۲ منہ (ت)

Marfat.com

کے مخلوق کہنے والے کو کافر بتایا ہے مگر از انجا کہ ائمہ محدثین کو ان[۵] احادیث میں کلام شدید ہے، لہذا آثار و اقوال صحابہ کرام و تابعین عظام و ائمہ اعلام علیہم رضا المنعام استماع کیجئے:

(ارشادات ۱۰) امام لالکائی کتاب السنہ میں بسند صحیح روایت کرتے ہیں:

انبأنا الشیخ ابو حامد بن ابی طاهر الفقیه انبأنا عمر بن احمد الواعظ حدثنا محمد بن هارون الحضرمی حدثنا القاسم بن العباس الشیبانی حدثنا سفیان بن عیینة عن عمرو بن دینار قال ادرکت تسعة من اصحاب رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم یقولون من قال القرآن مخلوق فهو کافر[۱]

ہمیں خبر دی شیخ ابو حامد بن ابی طاہر الفقیہ نے انھیں خبر دی عمر بن احمد الواعظ نے انھیں خبر دی محمد بن ہارون الحضرمی نے انھیں خبر دی قاسم بن عباس الشیبانی نے ان سے بیان کیا سفیان بن عیینہ نے کہ حضرت عمرو بن دینار فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نو صحابہ کو پایا کہ فرماتے تھے جو قرآن کو مخلوق بتائے وہ کافر ہے۔

ع[۵] البیهقی فی الاسماء والصفات اسانیدها مظلمة لاینبغی ان یحتج بشئ منها ولا ان یستشهد بها[۲] ابن الجوزی فی الموضوعات[۳] موضوع الذهبی فی المیزان والحافظ فی اللسان والسخاوی فی المقاصد باطل[۴] القاری فی المنح لا اصل له[۵] السیوطی فی اللألی فما رأیت لهذا الحدیث من طرق[۶] ۱۲ منه سلمه ربه۔

بیہقی نے "الاسماء والصفات" میں کہا ان میں سے کسی کے ساتھ بھی استدلال واستشہاد درست نہیں، ابن جوزی نے موضوعات میں موضوع قرار دیا، ذہبی نے میزان میں اور حافظ نے لسان میں اور سخاوی نے مقاصد میں باطل کہا، علی قاری نے المنح میں کہا اس کی کوئی اصل نہیں، سیوطی نے اللآلی میں کہا میں نے اس حدیث کی کوئی صحت نہ پائی ۱۲ منہ سلمہ ربہ (ت)

---

[۱] اللآلی المصنوعۃ بحوالہ اللالکائی فی السنۃ کتاب التوحید دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۸
[۲] المقاصد الحسنۃ بحوالہ الاسماء والصفات تحت حدیث ۷۶۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۰۴
[۳] موضوعات ابن الجوزی کتاب التوحید دار الفکر بیروت ۱/ ۱۰۸
[۴] المقاصد الحسنۃ حدیث ۷۶۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۰۴
[۵] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر القرآن غیر مخلوق الخ مصطفی البابی مصر ص ۴۹
[۶] اللآلی المصنوعۃ کتاب التوحید دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۶

Marfat.com

(۱۱) بیہقی کتاب الاسماء والصفات میں امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن آبائہ الکرام سے راوی کہ مخلوقیتِ قرآن ماننے والے کی نسبت فرماتے : انہ یقتل ولا یستتاب[۱] اسے قتل کیا جائے اور اس سے توبہ نہ لیں۔

(۱۲) اسی میں امام علی بن مدینی سے منقول انہ کافر[۲] (وہ کافر ہے۔ ت)

(۱۳) اسی میں امام مالک سے مروی کافر فاقتلوہ[۳] کافر ہے اسے قتل کرو۔

(۱۴) جزء الفیل میں یحییٰ بن ابی طالب سے روایت :

من زعم ان القرآن مخلوق فھو کافر[۴] ذکر ھذہ الاربع امام السخاوی فی المقاصد الحسنۃ۔ | جو قرآن کو مخلوق کہے کافر ہے (ان چاروں کا ذکر امام سخاوی نے "المقاصد الحسنہ" میں کیا ہے۔ ت)

(۱۵) ابن امام احمد کتاب السنہ میں فرماتے ہیں :

من قال القرآن مخلوق فھو عندنا کافر لان القرآن من صفۃ اللہ[۵] | قرآن کو مخلوق کہنے والا ہمارے نزدیک کافر ہے کہ قرآن خدا کی صفتوں سے ہے۔

(۱۶) امام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں :

من قال القرآن مخلوق فھو زندیق[۶] | جو قرآن کو مخلوق کہے وہ بے دین ہے۔

(۱۷) امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں :

القرآن کلام اللہ من قال مخلوق فھو کافر[۷] | قرآن کلامِ الٰہی ہے جو اسے مخلوق کہے کافر ہے۔

(۱۸) عبداللہ بن ادریس کے سامنے خلقِ قرآن ماننے والوں کا ذکر ہوا کہ اپنے آپ کو موحد کہتے ہیں،

---

[۱] المقاصد الحسنہ بحوالہ البیہقی فی الاسماء والصفات تحت حدیث ۷۶۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۰۵
[۲] المقاصد الحسنہ بحوالہ علی ابن مدینی " " " ص ۳۰۵
[۳] " " بحوالہ الامام مالک " " " "
[۴] " " بحوالہ جزء الفیل عن یحییٰ بن ابی طالب " " " "
[۵] الحدیقۃ الندیۃ بحوالہ کتاب السنۃ القرآن العظیم کلام اللہ تعالیٰ غیر مخلوق مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۲۵۷
[۶] " " " عبداللہ ابن مبارک " " " " " " " "
[۷] " " " سفیان بن عیینہ " " " " " " " "

Marfat.com

فرمایا:

كذبوا ليس هؤلاء بموحدين هؤلاء زنادقة من زعم ان القرآن مخلوق فقد زعم ان الله مخلوق ومن زعم ان الله مخلوق فقد كفر هؤلاء زنادقة[1]

جھوٹے ہیں وہ موحد نہیں زندیق ہیں جس نے قرآن کو مخلوق کہا اس نے خدا کو مخلوق کہا اور جس نے خدا کو مخلوق کہا کافر ہوا، یہ بے دین ہیں۔

(۱۹ تا ۲۱) وکیع بن الجراح و معاذ بن معاذ و یحیٰی بن معین فرماتے ہیں: من قال القرآن مخلوق فهو كافر[2] (جس نے قرآن کو مخلوق کہا وہ کافر ہے۔ ت)

(۲۲) ابن ابی مریم نے فرمایا: من زعم ان القرآن مخلوق فهو كافر[3] (جو قرآن کو مخلوق مانے وہ کافر ہے۔ ت)

(۲۳ و ۲۴) شبابہ بن سوار و عبد العزیز بن ابان قرشی فرماتے ہیں:

القرآن كلام الله ومن زعم انه مخلوق فهو كافر[4]

قرآن کلام اللہ ہے جو اسے مخلوق مانے کافر ہے۔

(۲۵) امام یزید بن ہارون نے فرمایا:

والله الذي لا اله الا هو الرحمٰن الرحيم عالم الغيب والشهادة من قال القرآن مخلوق فهو زنديق[5] اور دھذہ الاواخر فی

قسم اللہ کی جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں بڑا مہربان رحمت والا حاضر غائب سب سے خبردار کہ جو کوئی قرآن کو مخلوق کہے زندیق ہے (ان آخری اقوال کا

ع اقول وجہ ملازمت ظاہر ہے کہ ہر مخلوق حادث اور قرآن لازم ذات اور حدوث لازم حدوث ملزوم کو مستلزم اور ہر حادث مخلوق تو خلق صفت ماننے کو خلق ذات ماننا لازم، حضرات نجدیہ غور کریں کہ یہ لازم شنیع یعنی معاذ اللہ ذات باری کا حادث و مخلوق ہونا ان کے امام پر بھی لازم آیا یا نہیں، غنیمت جانیں کہ لازم قول قول نہیں ہوتا ۱۲ منہ دام فیضہ

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ بحوالہ عبد اللہ بن ادریس القرآن کلام اللہ تعالٰی غیر مخلوق مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۲۵۷

[2] ؍؍ ؍؍ بحوالہ وکیع بن الجراح و معاذ بن معاذ و یحیٰی بن معین ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/ ۵۸-۲۵۷

[3] ؍؍ ؍؍ بحوالہ ابن ابی مریم القرآن کلام اللہ غیر مخلوق ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/ ۲۵۸

[4] ؍؍ ؍؍ بحوالہ شبابہ بن سوار و عبد العزیز بن ابان القرشی ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍

[5] ؍؍ ؍؍ بحوالہ یزید بن ہارون ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/ ۵۸-۲۵۷

Marfat.com

الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ للعلامۃ النابلسی۔ تذکرہ علامہ نابلسی نے الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ میں کیا۔ ت)

(۲۶) سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ وصایا میں فرماتے ہیں:

من قال ان کلام اللہ مخلوق فھو کافر باللہ العظیم[1]

جو قرآن کو مخلوق کہے اس نے عظمت والے خدا کے ساتھ کفر کیا۔

(۲۷) امام فخر الاسلام فرماتے ہیں:

قد صح عن ابی یوسف انہ قال ناظرت اباحنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی فی مسئلۃ خلق القراٰن فاتفق رأیی ورأیہ علی ان من قال بخلق القراٰن فھو کافر[2]

امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے بروایت صحیحہ ثابت ہوا کہ انھوں نے فرمایا میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مسئلہ خلق قرآن میں مناظرہ کیا بالآخر میری اور ان کی رائے متفق ہوئی کہ خلق قرآن ماننے والا کافر ہے۔

(۲۸) مولانا علی قاری شرح فقہ اکبر میں اسے نقل کرکے فرماتے ہیں:

صح ھذا القول ایضًا عن محمد[3]

یہ قول امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے بھی بسند صحیح مروی ہوا۔

(۲۹ و ۳۰) فصول عمادی پھر فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

من قال بخلق القراٰن فھو کافر[4] الخ۔

جس نے قرآن کے مخلوق ہونے کا قول کیا وہ کافر ہے۔ (ت)

(۳۱) خلاصہ میں ہے:

اگر قال تا قرآن آفریدہ شدہ است پنج شنبہی زادہ شدہ است یکفر[5] الخ۔

اگر معلم نے کہا جب سے قرآن پیدا کیا گیا جمعرات بنائی گئی، تو کافر ہوجائے گا الخ۔ (ت)

---

[1] وصیت نامہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ملک سراج الدین اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور ص ۲۹ و ۳۰

[2] منح الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر بحوالہ فخر الاسلام القرآن کلام اللہ غیر مخلوق مصطفی البابی مصر ص ۲۶

[3] " " " " " " " " " " " " " " " " "

[4] فتاوٰی ہندیۃ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۶۶

[5] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الفاظ الکفر الجنس التاسع فی القرآن مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/۳۸۸

Marfat.com

(۳۲) خزانۃ المفتین میں ہے،

من قال بخلق القراٰن فھو کافر، سئل نجم الدین النسفی عن معلمۃ قالت تاقرآن آفریدہ شدہ است سیم پنج شنبیٔ استاد نھادہ شدہ است، ھل یقع فی نکاحھا شبھۃ قال نعم لانھا قالت بخلق القراٰن[1]

جس نے خلقِ قرآن کا قول کیا تو وہ کافر ہے، امام نجم الدین نسفی سے ایک معلمہ کے بارے میں پوچھا گیا جس نے کہا جب قرآن پیدا کیا گیا تیسویں جمعرات استاد رکھا گیا اس معلمہ کے نکاح میں کوئی شبہہ واقع ہوگا؟ تو انھوں نے فرمایا: ہاں، کیونکہ اس نے خلقِ قرآن کا قول کیا ہے۔ (ت)

ایھا المسلمون! امام وہابیہ کے صرف ایک قول کے متعلق صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین و علمائے دین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کے یہ تینتیس ۳۳ فتوے ہیں جن کی رُو سے اس پر کفر لازم[ع]، اور اس کے بہت سے اقوال کہ اس کے مثل یا اس سے بھی شنیع تر ہیں، ان کا کہنا ہی کیا ہے ؏

قیاس کن ز گلستان او بہارش را

(باغ پر اس کی بہار کو قیاس کرو۔ ت)

اللھم انا نسئلک الختام علی الایمان و السنۃ، اٰمین اٰمین یا عظیم المنۃ۔

اے اللہ! ہم تجھ سے ایمان اور سنت پر خاتمہ مانگتے ہیں، اے عظیم احسان فرمانے والے! قبول فرما، قبول فرما! (ت)

یہ چار تازیانے خاص اس امر کے اظہار میں تھے کہ مولائے نجدیہ نے اس ایک قول میں کتنی کتنی بدمذہبیاں کیں، معتزلیت کرامیت وغیرہما کس کس طرح کی ضلالتیں لیں، کیسا کیسا عقائد اجماعیہ اہل سنت کو جھٹلایا، اللہ عزوجل کی جناب میں گستاخی و بے ادبی کو کس نہایت تک پہنچایا، جب بحمداللہ تفضیل مستدل سے فراغت پائی

ع لیحمد وان المحققین فرقوا بین اللزوم والالتزام ثم الایکفیہ ما فی ھذا من خسار کامل وبوار تام والعیاذ باللہ ذی الجلال والاکرام ۱۲ منہ۔

محققین نے لزوم اور التزام کے درمیان فرق کیا ہے یہ غنیمت جانیں پھر کیا اسی میں کامل خسارہ اور مکمل ہلاکت کافی نہیں صاحبِ جلال و اکرام ہی کی پناہ ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] خزانۃ المفتین فصل فی الفاظ الکفر قلمی نسخہ ۱/۱۹۷

ب بتوفیقہ تعالیٰ تذلیل دلیل کی طرف چلئے یعنی اس ہذیان دوم میں جو اس نے امکان کذب باری پر ایک فریبی مغالطہ دیا، اس کا ردِّ بلیغ سُنئے، ذرا اس کی تقریر مغالطہ پر پھر ایک نظر ڈال لیجئے کہ تازہ ہو جائے، حاصل سس کلام پریشاں کا یہ تھا کہ عدم کذب باری تعالیٰ کہ صفات کمال سے ہے، جس سے اس کی مدح کی جاتی ہے ورصفتِ[1] کمال وقابلِ مدح یہی ہے کہ کذب پر قادر ہو کر اس سے بچے، سرے سے قدرت ہی نہ ہوئی، تو عدمِ کذب میں کیا خوبی ہے، پتھر کی کوئی تعریف نہ کرے گا کہ جھوٹ نہیں بولتا، یونہیں جو کذب کا ارادہ کرے مگر کسی مانع کے سبب بول نہ سکے عقلاً اس کی بھی مدح نہ کریں گے۔ اب بتوفیق اللہ تعالےٰ پہلے نقوض اجمالی لیجئے، پھر حل مغالطہ کا مژدہ دیجئے، واللہ الهادی وولی الایادی (اللہ تعالیٰ ہی ہادی ہے اور وہی مدد کا مالک ہے۔ ت)

تازیانہ ۵ : رب عزوجل فرماتا ہے: وما انا بظلام للعبید[1] میں بندوں کے حق میں ستمگر نہیں۔ اور فرماتا ہے: لا یظلم ربك احدا[2] تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ اور فرماتا ہے: ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ[3] بیشک اللہ تعالےٰ ایک ذرّے برابر ظلم نہیں فرماتا۔

اقول ان آیات میں مولیٰ عزوجل نے عدم ظلم سے اپنی مدح فرمائی، کیوں ملّا جی[ع2]! بھلا جو ظلم پر

ع۱ اقول اس احمق کا سارا ہذیان دفع کرنے کو صرف اتنا جملہ کافی جو تنزیہ دوم میں زیرِ دلیل بست وچہارم گزرا کہ اللہ عزوجل پر ہر وہ شی بھی محال جو کمال سے خالی ہو اگرچہ نقص نہ رکھتی ہو ظاہر ہے کہ نفی کمال سے مدح ہونے سے رہی مدح اس کی نفی سے ہوگی جو کمال نہیں، اور جو کچھ کمال نہیں وہ باری عزوجل کے لئے محال ایمان ٹھیک ہو تو یہی دو حرف بس ہیں ۱۲ منہ۔

ع۲ بحمد اللہ یہ نقض رفیع بدیع ملّائے شنیع کی ساری تقریر فظیع کو سراپا حاوی جس سے اس کے ہذیانوں کا ایک حرف نہ بچ سکے، اس تقریر پریشاں کو پیش نظر رکھ لیجئے اور یوں کہہ چلئے ظلم الٰہی محال نہیں ورنہ لازم آئے کہ قدرت انسانی قدرت ربانی سے زائد ہو کہ ظلم وستم اکثر آدمیوں کی قدرت میں ہے، ہاں ظلم خلاف حکمت ہے تو ممتنع بالغیر ہوا، اسی لئے عدمِ ظلم کو کمالات حضرت حق سبحانہ سے گنتے اور اس سے اس کی تعریف کرتے ہیں بخلاف شجر وحجر کہ انھیں کوئی عدم ظلم سے ستائش نہیں کرتا اور ظاہر ہے کہ صفت کمال یہی ہے کہ ظلم پر قدرت تو ہو مگر برعایت مصلحت ومقتضائے حکمت آلائش ستمگاری سے بچنے کو ظلم نہ کرے، ایسا ہی (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] القرآن الکریم ۵۰/ ۲۹

[2] القرآن الکریم ۱۸/ ۴۹

[3] ؍؍ ؍؍ ۴/ ۴۰

Marfat.com

قدرت ہی نہ رکھے اس کی بے ظلمی کی کیا تعریف، یُوں تو پتھر کی بھی ثنا کیجئے کہ ظلم نہیں کرتا۔ اسی طرح جو صوبہ ظلم چاہے مگر حاکم بالا کا خوف مانع آئے عقلاً اس کی بھی مدح نہ کریں گے، تولاجرم باری عزوجل کو ظلم پر قادر رکھئے گا، سبحان اللہ! تم سے کیا دور جب کذب وغیرہ ہر عیب و آلائش پر قدرت مان چکے تو ظلم میں کیا ستم رکھا ہے مگر اتنا سمجھ لیجئے کہ ظلم کہتے ہیں ملکِ غیر میں تصرفِ بے جا کو، جب باری سبحانہٗ وتعالیٰ کو اس پر قادر مانئے گا تو پہلے بعض اشیاء کو اس کی ملک سے خارج اور غیر کی ملک مستقل مان لیجئے، مسلمانوں کو تو بزورِ زبان زور و بہتان مشرک کہتے ہو خود سچے پکے کافر مشرک بن جائیے، قال تعالیٰ: للہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض[1] اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں۔ وقال تعالیٰ: قل لمن ما فی السمٰوٰت والارض قل للہ[2] تو فرماؤ کس کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے تو فرماؤ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ وقال تعالیٰ: ام لھم شرک فی السمٰوٰت[3] کیا ان کا ساجھا ہے آسمانوں میں۔ ولہذا اہل سنت وجماعت کا اجماع قطعی قائم کہ باری جل مجدہٗ سے ظلم ممکن ہی نہیں، شرح فقہ اکبر میں ہے:

لا یوصف اللہ تعالیٰ بالقدرۃ علی الظلم لان المحال لایدخل تحت القدرۃ وعند	باری تعالیٰ کو ظلم پر قادر نہ کہا جائے گا کہ محال زیرِ قدرت نہیں آتا، اور معتزلہ کے نزدیک قادر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) شخص سلب عیب ظلم وانصاف کمال عدل سے ممدوح ہوگا بخلاف اس کے جس کے اعضاء وجوارح بیکار ہوگئے ہوں کہ ظلم کر ہی نہیں سکتا یا قوتِ متفکرہ فاسد ہوگئی ہے کہ معنی ظلم سمجھنے اور اس کا قصد کرنے ہی سے عاجز ہے یا وُہ شخص کہ جب عدل وانصاف کا حکم دے تو یہ حکم اس سے صادر ہو اور جب ظلم کا حکم چاہے آواز بند ہو جائے یا زبان نہ چلے یا کوئی منہ بند کرلے یا گلا دبا دے یا ایک شخص کسی سے سیکھ کر حکم کرتا ہے آپ حکم دینا جانتا ہی نہیں اور وُہ بتانے والا اسے احکام عدل وانصاف ہی بتاتا ہے اس وجہ سے ظلم صادر نہیں ہوتا، یہ لوگ عقلاء کے نزدیک قابلِ مدح نہیں بالجملہ عیب ظلم سے ترفع اور اس کی آلائش سے تنزہ کے لئے ظلم نہ کرنا ہی صفت مدح ہے اور عجز ہو تو کچھ مدح نہیں، یا اس کی مدح پہلے کی مدح سے بہت کم ہے انتہی ملاحظہ کیجئے نقص اسے کہتے ہیں کہ نام کو لگی نہ رکھے واللہ الموفق ۱۲ منہ سلمہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۴ و ۴/ ۱۲۶
[2] " " ۶/ ۱۲
[3] " " ۳۵/ ۴۰ و ۴۶/ ۴

Marfat.com

المعتزلة انه یقدر ولا یفعل[1] — ہے اور کرتا نہیں۔

بیضاوی وعمادی وغیرہما تفاسیر میں ہے :

الظلم یستحیل صدورہ عنہ تعالیٰ اھ[2] ملخصاً۔ — اللہ تعالیٰ سے ظلم صادر ہونا محال ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے : الظلم محال منہ تعالیٰ[3] اللہ تعالیٰ سے ظلم محال ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے :

الذی یدل علی ان الظلم محال من اللہ تعالیٰ ان الظلم عبارۃ عن التصرف فی ملک الغیر، والحق سبحانہ لا یتصرف الا فی ملک نفسہ فیمتنع کونہ ظالماً وایضاً الظالم لایکون الٰھاً والشیئ لا یصح الا اذا کانت لوازمہ صحیحۃ فلوصح منہ الظلم لکان زوال الٰھیتہ صحیحاً وذٰلک محال اھ[4] ملخصاً۔

ظلمِ الٰہی محال ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ظلم مِلکِ غیر میں تصرف[ع۱] سے ہوتا ہے اور حق سبحانہٗ تعالیٰ جو تصرف کرے اپنی ہی مِلک میں کرتا ہے تو اس کا ظالم ہونا محال اور نیز ظالم[ع۲] خدا نہیں ہوتا اور شے جبھی ممکن ہوتی ہے کہ اس کے سب لوازم ذاتیہ ممکن ہوں، تو اگر ظلمِ الٰہی ممکن ہو تو لازمِ ظلم یعنی زوالِ الوہیت بھی ممکن ہو یہ محال ہے اھ ملخصاً۔

اسی میں زیر قولہ تعالیٰ ونضع الموازین القسط لیوم القیٰمۃ[5] الآیۃ لکھتے ہیں :

الظالم سفیہ خارج عن الالٰھیۃ فلوصح — ظالم بے وقوف ہے خدائی سے خارج تو اگر خدا سے

ع۱ لایخفی علی الفطن الفاھم فرق بین تعبیر الاصل وعبارۃ العبد المترجم ۱۲ منہ۔ — صاحبِ ذہن وفہم کے لئے اصل اور مترجم کی عبارت میں فرق واضح ہے ۱۲ منہ (ت)

ع۲ یعنی ظلم والوہیت کا جمع ہونا ناممکن کہ ظلم عیب ہے اور الوہیت ہر عیب کو منافی تو صدورِ ظلم کو عدمِ الوہیت لازم ۱۲ منہ۔

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر باب لایوصف اللہ تعالیٰ بالقدرۃ علی الظلم مصطفی البابی مصر ص ۱۳۸

[2] انوار التنزیل (بیضاوی) آل عمران آیۃ وما اللہ یرید ظلما للعٰلمین (نصف اول) " " " ص ۶۹

[3] روح البیان تحت آیۃ وما انا بظلام للعبید المکتبۃ الاسلامیہ لصاحبہا الریاض جزء ۲۶ ص ۱۲۶

[4] مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) آیۃ ان اللہ لایظلم مثقال ذرۃ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۱۰/ ۱۰۲

[5] القرآن الکریم ۲۱/ ۴۷

Marfat.com

منه الظلم لصح خروجه عن الالٰهیۃ[1] ظلم ممکن ہو تو اس کا خدائی سے نکل جانا ممکن ہو۔

تفسیر کبیر کی وہی عبارت ہے جس کا ہم تازیانہ اول میں وعدہ کر آئے تھے۔

تازیانہ ۶ : قال ربنا تبارک وتعالٰی :

وقل الحمد للّٰہ الذی لم یتخذ ولدا[2] تو کہہ سب تعریفیں اس خدا کو جس نے اپنے لئے بیٹا نہ بنایا۔

وقال تعالٰی حاکیا عن الجن :

وانہ تعالٰی جد ربنا ما اتخذ صاحبۃ ولا ولدا[3] بے شک بڑی شان ہے ہمارے رب کی جس نے اپنے لئے نہ عورت اختیار کی نہ بچہ۔

اقول ان آیات میں سبوح قدوس جل جلالہ نے یوں اپنی تعریف فرمائی، اب بھلا میاں جی کہیں اپنی دلیل سے چوکتے ہیں ضرور کہیں گے کہ ان کا خدائے موہوم چاہے تو بیاہ کرے، بچے بنائے، مگر عیب ولوث سے بچنے کو فرد رہتا ہے، جب تو صفت مدح ٹھہری ورنہ سرے سے قدرت ہی نہ ہو تو خوبی ہی کیا ہے، یحیٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام کو فرمایا گیا : سیدا وحصورا[4] سردار اور عورتوں سے پرہیز رکھنے والا۔ احیز نامرد کی کون تعریف کرے گا کہ عورتوں سے بچتا ہے۔"

تازیانہ ۷ : قال المولٰی سبحانہ وتعالٰی : وما کان ربک نسیا[5] تیرا رب بھولنے والا نہیں، **اقول** اب دہلوی ملّا اپنی ہذیانی دلیل کو آیۂ کریمہ میں جاری کر دیکھے "رب تعالٰی ذکرہ نے عدم نسیان سے اپنی مدح فرمائی اور صفت کمال وقابل مدح یہی ہے کہ باوجود امکان نسیان عیب ولوث سے بچنے کو اپنے علوم حاضر رکھے، پتھر کی کوئی تعریف نہ کرے گا کہ یہ بات نہیں بھولتا حالانکہ عدم نسیان قطعًا اسے بھی حاصل، یونہیں اگر ایک شخص بالقصد کسی مسئلہ کو بھلا دینا چاہتا اور عمدًا اپنے دل کو اس کی یاد سے پھیرتا ہے، مگر جب بھولنے پر آتا ہے کوئی یاد دلاتا ہے یوں بھلانے پر قدرت نہیں پاتا عقلاً ایسے شخص کو بھی عدم نسیان سے مدح نہ کریں گے تو لاجرم

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) آیہ نضع الموازین القسط یوم القیٰمۃ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۲۱/۱۷۷

[2] القرآن الکریم ۱۷/۱۱۱

[3] " " ۷۲/۳

[4] " " ۳/۳۹

[5] " " ۱۹/۶۴

Marfat.com

واجب کہ باری سبحانہ کا نسیان ممکن ہو اور وُہ اپنے علوم بُھلا دینے پر قادر" تعالٰی اللہ عن ذٰلك علوا کبیرا (اللہ تعالٰی اس سے بہت بلند ہے۔ ت)

تازیانہ ۸ : آیہ کریمہ لا یضل ربی ولا ینسٰی[1] میرا رب نہ بہکے نہ بھولے۔ **اقول** موسٰی کلیم علی سیدہ وعلیہ الصلٰوۃ والتسلیم نے عدم ضلال سے اپنے رب کی ثنا کی"، اگر دہلوی میاں جی کی دلیل سچی ہو تو لازم کہ باری عزوجل کا بہکنا ممکن ہو کہ مدح اسی میں ہے کہ باوصف امکان عیب ولوث سے بچنے کو ضلال میں نہ پڑے، اگر ضلالت پر قدرت ہی نہ پائی تو مجبوری کی بات میں تعریف کا ہے کی، پتھر کو کوئی نہ کہے گا کہ یہ راہ نہیں بھولتا یا جب پھینکتے ہیں تو سیدھا زمین ہی پر آتا ہے، کبھی بہک کر آسمان کو نہیں چلا جاتا، اسی طرح جب کوئی شخص بہکنے کو ہو تو راہ بتا دی جائے' یوں بہکنے نہ پائے، اس میں بھی کوئی تعریف نہیں"، یہ چار تازیانے نقض کے لئے بس ہیں، اور جو شخص طرزِ تقریر سمجھ گیا اس پر اور نقوض کثیرہ کا استخراج آسان، مگر انصاف یہ ہے کہ جو گستاخ دہن دریدہ حیا پریدہ اپنے رب کے لئے دنیا بھر کے عیب و آلائش روا کر چکا، اس سے ان استحالوں کا ذکر بے حاصل کہ وُہ سہو و ضلالت و جماع و ولادت سب کچھ گوارا کرلے گا ؎

تیر برجاہ انبیا انداز — طعن در حضرت الٰہی کن
بے ادبی و آنچہ دانی گوئے — بیحیا باش و ہرچہ خواہی کن

(انبیاء علیہم السلام کے رتبہ پر تیر برسا، بارگاہِ الٰہی میں طعن کر، بے ادب ہوجا پھر جو چاہے کہہ، بیحیا ہوجا پھر جو چاہے کر۔ ت)

تازیانہ ۹ : اقولع

عیب مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگوئے

(اس کے تمام عیوب بیان کئے اب اس کے ہنر بھی بیان کر۔ ت)

ع مثلًا قال اللہ تعالٰی، وما اللہ بغافل عما تعملون[2] اللہ غافل نہیں تمھارے کاموں سے۔ تو ملّاجی کے مسلک پر لازم کہ اس کی غفلت ممکن ہو۔ وقال اللہ تعالٰی،

اولم یروا ان اللہ الذی خلق السمٰوٰت والارض ولم یعی بخلقھن[3] الاٰیۃ — کیا انھوں نے نہ دیکھا کہ وُہ اللہ جس نے آسمان اور زمین بنائے اور نہ تھکا ان کے بنانے سے۔

اب ملّاجی کہیں گے کہ خدا کا تھکنا بھی ممکن، وعلٰی ہذا القیاس ۱۲ منہ۔

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۵۲ [2] القرآن الکریم ۲/ ۸۵ و ۱۴۰ و ۱۴۹ و ۳/ ۹۹
[3] " " ۴۶/ ۳۳

Marfat.com

جامعیت اوصاف عجب چیز ہے اور مجموعہ کا فضل آحاد پر ظاہر، دہلوی مُلّا کو بھی اللہ عزوجل نے جامعیت اصناف بدعت عطا فرمائی تھی، دنیا بھر میں کم کوئی طائفہ اربابِ ضلالت نکلے گا جس سے ان حضرت نے کچھ تعلیم نہ لی ہو، پھر ایجاد بندہ اس پر علاوہ، تو اس نئے فتنہ کو چاہے عطر فتنہ کہئے یا ضلالت کی گھانیوں کا عطر مجموعہ، اب یہ نفیس دلیل جو حضرت نے امکانِ کذب باری عزوجل پر قائم کی، حاشا ان کی اپنی تراشی نہیں کہ وُہ دین میں نئی بات نکالنے کو بہت بُرا جانتے تھے بلکہ اپنے اساتذۂ کاملہ حضرات معتزلہ خذلہم اللہ تعالٰی سے سیکھ کر لکھی ہے، ان خبیثوں نے بعینہٖ حرف بحرف اسی دلیل سے مولٰی تعالٰی کا امکان ظلم نکالا تھا اور جو نقض فقیر نے ان حضرت پر کئے بعینہٖ ایسے ہی نقضوں سے ائمۂ اہل سنّت نے ان ناپاکوں کا رَد فرمایا۔ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں زیر قولہٖ عزوجل ان اللّٰہ لایظلم مثقال ذرّۃ فرماتے ہیں:

قالت المعتزلۃ الاٰیۃ تدل علی انہ قادر علی الظلم لانہ تمدح بترکہ ومن تمدح بترك فعل قبیح لم یصح منہ ذٰلك التمدح الا اذا کان ھو قادرًا علیہ الا تری ان الزمن لایصح منہ ان یتمدح بانہ لایذھب فی اللیالی الی السرقۃ والجواب انہ تعالٰی تمدح بانہ لاتأخذہ سنۃ ولانوم ولم یلزم ان یصح ذٰلك علیہ وتمدح بانہ لاتدرکہ الابصار ولم یدل ذٰلك عند المعتزلۃ[ع] علی انہ یصح ان تدرکہ الابصار[۱]

یعنی معتزلہ نے کہا آیت مذکورہ دلالت فرماتی ہے کہ اللہ تعالٰے ظلم پر قادر ہے، اس لئے کہ رب عزوجل نے اس میں ترک ظلم سے اپنی مدح فرمائی اور کسی فعل قبیح کے ترک پر مدح جب ہی صحیح ہوگی کہ اسے اس کے کرنے پر قدرت ہو آخر نہ دیکھا کہ لنجھا اپنی تعریف نہیں کرسکتا کہ میں راتوں کو چوری کے لئے نہیں جاتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے اپنی مدح میں فرمایا کہ اسے نیند آئے نہ غنودگی، حالانکہ معتزلہ کے ہاں بھی اللہ تعالٰے کیلئے یہ ممکن نہیں۔ اور اپنی مدح میں یہ بھی فرمایا کہ ابصار اس کا احاطہ نہ کرسکیں، حالانکہ یہ بھی ان کے ہاں ممکن نہیں (ت)

مسلمان دیکھیں کہ معتزلی ذلیل کی یہ بیہودہ دلیل بعینہٖ وہی ہذیان مُلّائے ضلیل ہے یا نہیں، فرق یہ ہے کہ انھوں نے اس قدیم العدل پر تہمت ظلم رکھی، انھوں نے اس واجب الصدق پر افترائے کذب اٹھایا۔

ع اقول بل وعندنا ایضا اذا کان الادراك بمعنی الاحاطۃ ۱۲ منہ

میں کہتا ہوں بلکہ ہمارے نزدیک بھی جب ادراک بمعنی احاطہ ہو ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] مفاتیح الغیب (التفسیر کبیر) آیۃ ان اللّٰہ لایظلم مثقال ذرۃ الخ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۵/ ۱۰۲

Marfat.com

انھوں نے بر تقدیر تنزّہ اپنے رب کو لنجھے سے تشبیہ دی، انھوں نے گونگے اور پتھر سے ملادیا، وفی ذلك **اقول** (اسی میں میں نے کہا۔ت) ؎

ھم امنوا ظلما بظام ملیکھم ۔۔۔۔ ذا قائل کذابا بکذب الٰھہ

لاغرو فیہ اذ القلوب تشابہت ۔۔۔۔ فالشبہ نزاع الیٰ اشباھہ[1]

(وہ ظالم اپنے مالک کے بارے میں ظلم پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ اپنے الٰہ کو کذاب کہتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں ان کے دل ایک جیسے ہیں اور وجہ شبہ اپنے مشابہات کی طرف کھینچنے والا ہوتا ہے۔ت)

اب ائمہ اہل سنت کا جواب سُنئے، امام ممدوح فرماتے ہیں اس دلیل سے جواب یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے اپنی تعریف فرمائی کہ اسے غنودگی و خواب نہیں آتی اس سے یہ لازم نہ آیا کہ معاذ اللہ یہ چیزیں اس کے لئے ممکن بھی ہوں اور اس نے اپنی تعریف فرمائی کہ نگاہیں اسے نہیں پاتیں اس سے معتزلہ کے نزدیک اس پر نظر پہنچنے کا امکان نہ نکلا (انتہی) کیوں ہم نہ کہتے تھے ع

آنچہ خوباں ہمہ دارند تُو تنہا داری

(تمام جو اوصاف رکھتے ہیں تو تنہا ان سے جامع ہے۔ت)

تازیانہ ۱۰: وھو الحل **اقول** وباللہ التوفیق

صفات مدائح کے درجات متفاوت ہیں بعض مدائح اولی ہوتے ہیں یعنی اعلٰی درجہ کمال، اور بعض تنزلی یعنی فائت الکمال کے مبلغ کمال، پھر یہ اسی کے حق میں مدح ہوں گے جو مدائح اولی نہیں رکھتا، صاحب کمال تام کا اس پر قیاس جہل و وسواس، مثلاً عبادت و تذلّل و خشوع و خضوع و انکسار و تواضع انسان کے مدائح جلیلہ سے ہیں اور باری جل شانہ پر محال کہ ان کا مدح ہونا فوت کمال حقیقی یعنی معبودیت پر مبنی تھا، معبود عالم عزجلالہ کے حق میں عیب و منقصت ہیں بلکہ اس کے لئے مدح تعالے و تکبر ہے جل وعلا و سبحانہ و تعالٰی، یونہیں ترک نقائص و معائب میں مخلوق کی مدح بالقصد باز رہنے پر مبتنی ہونا بھی اس کے نقصان ذاتی پر مبنی کہ وُہ اپنی ذات میں سبوح و قدوس و واجب الکمال و مستحیل النقصان نہیں بلکہ جائز العیوب والقبوح ہے اور بنظر نفس ذات کے عیوب و نقائص سے

؎ قدمران القول بالامکان قول بالوقوع بل بالوجوب ۱۲ منہ۔

؎ گزر چکا ہے کہ امکان کذب کا قول کذب کے وقوع بلکہ اس کے وجوب کو مستلزم ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] الدیوان العربی الموسوم بساتین الغفران فی الرد علی القائل بامکان کذب اللہ تعالٰی دار الاشاعت لاہور، مجمع بحوث الامام احمد رضا کراچی ص ۲۰۴

Marfat.com

منافات نہیں رکھتا تو غایت مدح اس کے لئے یہ ہے کہ جہاں تک بنے اس ممکن سے بچے اور تلوث سے بھاگے، ولہذا جہاں بوجہ فقدانِ اسباب و آلات بعض معائب و فواحش کی استطاعت نہ رہے وہاں مدح بھی نہ ہوگی جیسے نامرد لنجھے اپاہج گونگے کا زنانہ کرنا، چوری کو نہ جانا، جھوٹ نہ بولنا کہ مناط مدح کہ دُور بھاگنا اور اپنے نفس کو باز رکھنا تھا یہاں مفقود، اور جب امکان ہے تو کیا معلوم کہ عصمت بی بی از بے چادری نہیں شاید اسباب سالم ہوتے تو مرتکب ہوتا، سفیہ جاہل نے اپنے رب جل وعلا کو بھی انھیں گونگوں لنجھوں بلکہ اینٹوں پتھروں پر قیاس کیا اور جب تک عیب و نقصان سے متصف نہ ہو سکے عدمِ عیب کو مدح نہ سمجھا حالانکہ یہ مدح اولٰی و کمال حقیقی تھا کہ وہ اپنے نفس ذات میں متعالی و قدوس و سبوح و واجب الکمالات و مستحیل القبوح ہے تعالٰی و تقدس، تو یہاں عیب ممکن سے باز رہنے اور بطور ترفع بالقصد بچنے کی صورت ہی متصور نہیں، نہ حاشﷲ یہ اس کے حق میں مدح بلکہ کمال مذمت و قدح ہے، وللہ العزۃ جمیعا (تمام عزت اللہ تعالٰی کے لئے ہے۔ ت) ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

تنبیہ نفیس: ایھا المسلمون! ایک عام فہم بات عرض کروں، سفیہ جاہل کا سارا مبلغ سعی یہ ہے کہ کذب پر قدرت پا کر ہی اس سے بچنا صفت کمال ہے نہ کہ کذب ممکن ہی نہ ہوا، **اقول** جب کذب ممکن ہُوا تو صدق ضروری نہ رہا، اور جو ضروری نہیں وہ ممکن الزوال، تو حاصل یہ ہوا کہ کمال وہی ہے جسے زوال ہو سکے، اور جو ایسا کمال ہو جس کا زوال محال تو کمال ہی کیا ہے، سُبحان اللہ! یہ بھی ایک ہی ہُوئی، او احمق! کمالِ حقیقی وہی ہے جس کا زوال امکان ہی نہ رکھے، ہر کمال قابلِ زوال عارضی کمال ہے نہ ذاتی کمال، مسلمانو! ﷲ انصاف! باری عزوجل کا صدق یُوں ماننا کہ ہے تو سچا مگر جھُوٹا بھی ہو سکتا ہے، یہ کمال ہُوا یا یُوں کہ وہ سبوح قدوس تبارک و تعالٰی ایسا سچا ہے جس کا جھُوٹا ہونا قطعاً محال، اہلِ اسلام ان دونوں باتوں کو میزانِ ایمان میں تول کر دیکھیں کہ کون گستاخ بے ادب اپنے رب کی تنزیہہ کو بدعت و ضلالت جاننے والا اجیلہ مدح اس کی مذمت و تنقیص پر اترتا ہے اور کون سچا مسلمان صحیح الایمان اپنے مولٰی کی تقدیس کو اصل دین ماننے والا اس کے صدق و نزاہت وجملہ کمالات کو علٰی وجہ الکمال ثابت کرتا ہے والحمدللہ رب العٰلمین وقیل بعدا للقوم الظٰلمین۔

ﷲ الحمد اس عشرۂ کاملہ نے ہذیان ناپاک گستاخ بیباک کی دھجیاں اُڑا دیں مگر ہنوز ان کی نزاکتوں کو تو بس نہیں ع

صدہا سال می تواں سخن از زلفِ یار گفت
(زلفِ محبوب کے بارے میں سَو سال بھی گفتگو کی جا سکتی ہے۔ ت)

Marfat.com

ابھی حضرت کی اس چار سطری چار دیواری میں شواہد و زوائد وغیرہا مفاسد سے بہت ابکار افکار ستم کیش عیار، آہوانِ مردم شکار کی چھلبل نظر آتی ہے، جنھیں بے خدمت کامل و تسکین بالغ ناشاد نامراد ہے سکتا بلکتا چھوڑ جانا خلافِ مروت و فتوت ذاتی ہے، لہذا اپنے سمندِ رہوار غضنفر خونخوار، صاعقۂ برق بار کی دوبارہ عنان لیتا اور خامۂ پختہ کار، شہزور شہسوار، شیر گیر ضیغم شکار کو از سرِ نو رخصتِ جولان دیتا ہوں و باللہ التوفیق۔

تازیانہ ۱۱ : قولہ عدم کذب را از کمالات حضرت حق سبحانہ، می شمارند[۱] (عدم کذب کو اللہ سبحانہ و تعالےٰ کے کمالات سے شمار کرتے ہیں۔ ت) **اقول** اس ہوشیار عیار کی چالاکی دیدنی، صدق کو چھوڑا عدمِ کذب پر مباحثہ چھیڑا تاکہ جماد وغیرہ کی نظریں جما سکے، ظاہر ہے کہ پتھر کو سچا نہیں کہہ سکتے مگر یہ بھی ٹھیک ہے کہ جھوٹا نہیں حالانکہ قلب حاضر اور عقل ناظر ہو تو فقیر ایک نکتۂ بدیعہ القاء کرے سلب کسی شئی کا بنفسہٖ ہرگز صفتِ کمال نہیں ورنہ لازم آئے کہ معدومات کروڑوں اوصاف کمال سے موصوف اور اعلیٰ درجہ مدح کے مستحق بلکہ باری تعالےٰ کی تنزیہ و تقدیس میں اس کے شریک ہوں کہ بحالت عدم موضوع سب سالبے سچ ہیں جو سرے سے موجود ہی نہیں، وُہ جسم بھی نہیں، جہت میں بھی نہیں، زمان میں بھی نہیں، مکان میں بھی نہیں، مصوّر بھی نہیں، محدود بھی نہیں، مرکب بھی نہیں، متجزی بھی نہیں، حادث بھی نہیں، متناہی بھی نہیں، کاذب بھی نہیں، ظالم بھی نہیں، مخلوق بھی نہیں، فانی بھی نہیں، ذی زوجہ بھی نہیں، ذی ولد بھی نہیں، اُسے خواب بھی نہیں، اونگھ بھی نہیں، بہکنا بھی نہیں، بھُول بھی نہیں۔ بس یہ اور ان جیسے صدہا اور سب صادق ہیں، مگر کوئی مجنون ہی ان سلوب کو اس مسلوب کے لئے صفت مدح و کمال جانے گا، ہاں عیوب و نقائص کا سلب اس وقت معرضِ مدح و بیان کمال میں آتا ہے جب کسی صفت کمال کے ثبوت پر مبنی اور صفتِ مدح سے منبئ ہو، ولہذا قضایائے مذکورہ باری عزوجل کے مدائح سے ہیں کہ ان چیزوں کا سلب اعظم صفات کمال یعنی وجوب وجود کے ثبوت سے ناشئ اور ان کے بیان سے اس کا سبوح و غنی و قدوس و متعالی ہونا ظاہر، باری عزوجل کو کہنا کہ متجزی نہیں، بیشک مدح ہے کہ اس سے اس کا غنا سمجھا گیا اور نکتہ کو کہنے میں کچھ تعریف نہیں کہ اس کے لئے خوبی نہ نکلی کہ وہاں غنا درکنار متجزی محتاج کے محتاج المحتاج کی محتاجی ہے وعلیٰ ہذا القیاس، جب یہ امر ممہد ہولیا تو ظاہر ہوگیا کہ حقیقتاً صدق صفت کمال ہے نہ مجرد عدم کذب جو معدومات بلکہ محالات کے بارے میں بھی صادق، البتہ سلب کذب وہاں مفید مدح جہاں اس کا سلب ثبوت صدق کو مستلزم مثلاً زید عاقل ناطق کی تعریف کیجئے کہ جھوٹا نہیں، بیشک تعریف ہوئی کہ جھوٹا نہیں تو آپ ہی سچا ہوگا اور سچا ہونا صفت کمال، تو اس سلب نے ایک صفتِ کمال کا ثبوت بتایا، لہذا محلِ مدح میں آیا، جہاں ایسا نہ ہو وہاں زنہار نہ مفید مدح نہ مظہر کمال، یہ نکتۂ بدیعہ ملحوظ رکھئے پھر دیکھئے کہ عیار بہادر کی مٹی بھولی نظریں کیا کیا کیسے کو پہنچتی ہیں، واللہ الموفق۔

---

[۱] رسالہ یکروزی (فارسی) شاہ محمد اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷

Marfat.com

تازیانہ ۱۲ و ۱۳: قولہ اخرس وجماد کہ کسے ایشاں را بعدم کذب مدح نمی کند[1] (گونگے اور جماد کی مدد عدمِ کذب سے کوئی نہیں کرتا۔ ت) **اقول** دونوں نظیروں پر پتھر پڑے ہیں، گنگ و سنگ کی کیوں مدح کریں کہ وہاں سلب کذب ثبوت صدق سے ناشی نہیں، گونگا یا پتھر اگر جھوٹا نہ ہُوا تو کیا خوبی کہ سچا بھی تو نہیں، تو وُہ استلزام صفت کمال جو مبنائے مدح تھا یہاں منتفی، سر یہ ہے کہ منفصلہ حقیقیہ کے مقدم و تالی میں جب دو صفت مدح و ذم محمول ہوں تو جس فرد موضوع سے ذمیہ کو سلب کیجئے مدحیہ ثابت ہوگی کہ یہاں ہر ایک کا رفع دوسری کے وضع کو ملتج بخلاف ان چیزوں کے جو زیرِ موضوع مندرج ہی نہیں کہ ان سے دونوں محمول کا ارتفاع معقول، پھر سلب ذم ثبوتِ مدح پر کیونکر محمول، یہاں قضیہ کل متکلم مخبر اما صادق واما کاذب (ہر متکلم خبر دینے والا یا وہ صادق ہوگا یا کاذب۔ ت) تھا اخرس و جماد پر سرے سے وصف عنوانی ہی صادق نہیں، پھر عدم کذب ان کے لئے کیا باعثِ مدح ہو، دیکھا او ذی ہوش! یہ فارق ہے نہ وہ کہ جب تک عیب ممکن نہ ہو کمال حاصل ہی نہیں ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

تکمیل جمیل: اقول او جھوٹی نظیروں سے بیچارے عوام کو چھلنے والے! اس تفرقہ کی سچی نظیر دیکھ مسلمان کو اہل بدعت کے بہتر فرقے پُورا گنا کر کہئے رافضی، وہابی، خارجی، معتزلی، جبری، قادری، ناصبی وغیرہ نہیں تو بیشک اس کی بڑی تعریف ہُوئی، اور بعینہٖ یہی کلمات کسی کافر کے حق میں کہئے تو کچھ تعریف نہیں حالانکہ یہ سالبہ قضیے دونوں جگہ قطعاً صادق، تو کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مسلمان باوجود قدرت رافضی وہابی ہونے سے بچا لہذا محمود ہُوا اور اس کافر کو رافضی وہابی ہونے پر قدرت ہی نہ تھی لہذا مدح نہ ٹھہرا، کوئی جاہل سے جاہل یہ فرق نہ سمجھے گا بلکہ تفرقہ وہی ہے کہ جب یہ فرقے اہلِ قبلہ کے ہیں تو مسلمان کے حق میں ان بہتر کی نفی سنی ہونے کا اثبات کرے گی لہذا اعظم مدائح سے ہُوا اور کافر سرے سے مقسم یعنی کلمہ گو ہی سے خارج، تو ان کی نفی سے کسی وصف محمود کا اس کے لئے اثبات نہ نکلا، ولہذا مفید مدح نہ ٹھہرا، والحمدللہ علٰی اتمام الحجۃ ووضوح المحجۃ (اتمامِ حجت اور غلبۂ دلیل پر اللہ تعالٰی کی حمد ہے۔ ت)

تازیانہ ۱۴: قولہ بخلاف کسے کہ لسان او ماؤف شدہ باشد و تکلم بکلام کاذب نمی تواند کرد[2] (بخلاف اس کے جس کی زبان ہی ماؤف ہو اور وہ جھوٹا کلام کر ہی نہ سکے۔ ت) **اقول** اچھا ہوتا کہ تم بھی اسی کس کے مثل ہوتے کہ ایسے کاذب کلاموں کے بس تو نہ بوتے، اے عقلمند! وہ ماؤف اللسان تکلم بکلام صادق بھی نہ کرسکے تو عدم مدح کی وہی وجہ کہ سلب کذب سے ثبوتِ صدق نہیں۔

تازیانہ ۱۵: قولہ یا قوت متفکرہ او فاسد شدہ باشد کہ عقد قضیہ غیر مطابق للواقع نمی تواند کرد[3] (یا اس کی سوچ وفکر کی قوت فاسد ہو کہ قضیہ غیر مطابق للواقع کا انعقاد نہ کرسکے۔ ت) **اقول** تم سے بڑھ کر

---

[1] و [2] و [3] رسالہ یک روزہ (فارسی) شاہ اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷ و ۱۸

Marfat.com

فاسد المتفکرہ کون ہوگا، پھر کتنے قضایائے باطلہ کا عقد کررہے ہو، بھلا حضرت کیا فساد متفکرہ صرف قضایائے کاذبہ ہی کے لئے ہوگا اور جب مطلقاً ہے تو عقد قضیہ مطابقہ پر بھی قدرت نہ ہوگی تو صراحۃً وہی فارق صادق اور وہم زاہق، ہاں جس تام العقل سالم النطق کو لطفِ الٰہی صدق محض کی استطاعت دے کہ وجہ مانع غیبی اصدار کذب سے ممنوع و مصروف ہو تو یہ عدمِ کذب بیشک مدحِ عظیم ہوگا اسی وجہ سے کہ اب ثبوت صادقیت کبریٰ سے مبنیٰ اور کمال جلیل یعنی عصمت من اللہ پر مبنی، خلاصہ یہ کہ شخص مذکور اس طور پر زیرِ موضوع مندرج اور بطور فساد تفکر خارج، فظھر التفرقۃ وذھب الوسوسۃ (فرق ظاہر اور وسوسہ ختم ہوا۔ت)

تازیانہ ۱۶ تا ۱۹: قولہ یا شخصے کہ کلام صادق ازو صادر می گردد وہر گاہ ارادہ کلام کاذب نماید آواز او بند میگردد یا زبان او ماؤف میشود یا کسے دہن او بند یا حلقوم خفہ کند [1] (یا ایسا شخص ہے جو کسی جگہ سچا کلام کرتا ہے وہ اس سے صادر ہوتا ہے اور جب جھوٹا کلام کرتا ہے تو آواز بند ہوجاتی ہے یا زبان ماؤف ہوجاتی ہے یا کوئی اس کا منہ بند کردیتا ہے یا گلا دبا دیتا ہے۔ت) **اقول** ایسا تو کیا کہوں جو آپ کی طبع نازک کو بالکل خفہ کند، ہاں اتنا کہوں گا کہ اب کی تو اچھل کر تارے ہی توڑ لائیے، یہ چار نظیریں عجب بے نظیر دی ہیں کہ باید و شاید، او عقل کی پڑیا! جب وہ عزمِ تکلم بکذب کرچکا تو کلام نفسی میں کاذب ہوچکا اگرچہ بوجہ مانع صادر نہ ہوسکا تو اس کے عدم سے حکم کذب کیونکر رُکا، کذب حقیقۃً صفت معانی ہے نہ وصف الفاظ، پھر اس کی مدح کیا معنی قطعاً مذموم ہوگا بھلا لے، دیکر اگلی نظیروں میں عدم کذب کی صورت تو تھی یہاں اللہ کی عنایت سے وہ بھی نہ رہی، صریح کذب متحقق و موجود اور عدم کذب کی نظیروں میں معدود، جبھی تو کہتے ہیں کہ اللہ تعالٰی جب گمراہ کرتا ہے عقل پہلے لے لیتا ہے والعیاذ باللہ رب العالمین۔

تازیانہ ۲۰: قولہ یا کسے کہ چند قضایائے صادقہ یاد گرفتہ واصلاً بر ترکیب قضایائے دیگر قدرت ندارد بنا برآں علیہ تکلم بکاذب ازو صادر نہ گردد [2] (یا کسی نے چند سچے جملے رٹ لئے ہیں دیگر جملوں پر وہ قدرت نہیں رکھتا ہے اس بناء پر اس سے جھوٹ صادر نہیں ہوتا ہے۔ت)

اقول یہ صورت بھی وہی فساد عقل کی ہے جس سے فقط حفظ صوادق کا شعبہ بڑھایا، مگر کام نہ آیا قطع نظر اس سے کہ یہ تصویر کیسی اور ایسے شخص سے حفظ قضایا معقول بھی ہے یا نہیں۔

اولاً انسان مرتبۂ عقل بالملکہ میں بالبداہۃ ترکیب قضایا پر قادر، تو سرے سے تصویر ہی باطل، اور عقل ہیولانی میں کہ تعقل انطباعی نہیں ہوتا، اگر تعقل نسبت خبریہ معقول بھی ہو تاہم حکایت وقصد افادہ قطعاً غیر معقول اور صدق وکذب باعتبار حکایت ہی ہیں، نہ باعتبار مجرد علم، ورنہ معاذ اللہ عالم کو اذب کاذب ٹھہرے تو یہاں بھی سلب کذب سے ثبوتِ لازم نہ ہوا اور وہی فارق پیش آیا۔

---

[1] و [2] رسالہ یک روزہ شاہ اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۸

Marfat.com

ثانیاً جو اصلاً کسی قضیہ حتی قضایائے وہمیہ و احکام شخصیہ بدیہیہ حسیہ پر بھی قادر نہ ہو قطعاً مجانین بلکہ حیوانات سے بھی بدتر اور جماد سے ملحق تو اس کا کلام کلام نہ ہوگا، صوت بے صورت ہوگا اور صدق وکذب اوّلاً بالذات صفت معانی ہے، نہ وصف عبارات، تو بات اگرچہ باین معنی سچی ہو کہ سامع اس سے ادراک معنی مطلق للواقع کرے مگر اس سے اس جمادی آواز کرنے والے کا صدق لازم نہیں کہ معنی متصف بالصدق اس کے نفس سے قائم نہیں حتی کہ علماء نے کلام مجنون کو بھی خبریت سے خارج کیا، اور پُرظاہر کہ صدق وکذب اوصافِ خبر ہیں، نہ شامل مطلق آواز، مولانا بحر العلوم قدس سرہ فواتح میں فرماتے ہیں:

الکلام الصادر عن المجنون لایکون مقصودا بالافادۃ فلا یکون حکایۃ عن امر حتی یکون خبراً[1]

پاگل سے صادر ہونے والا کلام مقصود کے لئے مفید نہیں ہوتا لہذا کسی امر (واقع) سے حکایت ہی نہیں حتی کہ اسے خبر قرار دیا جائے (ت)

تنبیہ دائرو سائر بہ تسفیہ جملہ نظائر : اقول ایھا المسلمون! سفیہ جاہل نے حق الامکان اپنے رب میں راہِ کذب نکالنے کو نو نظیریں دیں، مگر بحمداللہ سب بے معنی، ہم نے اس وقت تک ان کے رد میں اس امر پر بنائے کار رکھی کہ عدم کذب بنفسہ کمال نہیں جب تک ثبوت کمال پر مبنی نہ ہو، اور یہاں ایسا نہیں، اس کی سزا کو اسی قدر بس تھا، مگر غور کیجئے تو معاملہ اور بھی بالکل معکوس اور عقل مستشہد کا کاسہ منکوس اور تمام نظائر رُو بہ قفا ہیں یعنی یہاں عدم قدرت علی الکذب کا بربنائے کمال ہونا بالائے طاق، الٹا بربنائے عیوب نقائص ہے، کہیں عدم عقل، کہیں عجز آلات، کہیں لحوق مغلوبی، کہیں عروض آفات، پھر ایسا عدم کذب اگر ہوگا تو مورث ذم ہوگا نہ باعثِ مدح، یہ وجہ ہے کہ ان صورتوں میں سلب کذب سے تعریف نہیں کرتے، نہ وہ جاہلانہ و سفیہانہ خیال کہ عیب پر قدرت نہ ہونا مانع کمال، اب ختم الٰہی کا ثمرہ کہ سفیہ جاہل کو خدا و جماد میں فرق نہ سوجھا، اس کا عدم کذب اس کے کمال عالی یعنی سبوحیت و قدوسیت بلکہ نفس الوہیت سے ناشی کہ الوہیت اپنی حد ذات میں ہر کمال کی مقتضی اور ہر نقص کی منافی اور ان کا عدم کذب عیوب و نقائص پر مبنی، پھر کیسی پرلے سرے کی کوری یا سینہ زوری کہ عین کمال کو کمال نقص پر قیاس کرے اور اینٹوں پتھروں کے عیوب و نقائص باری جل مجدہ کے ذمے دھرے، جاہل پر ایسی نظیر دینی لازم تھی جس میں عدم کذب باآنکہ کمال سے ناشی ہوتا پھر بھی بحالت عدم امکان مدح نہ سمجھا جاتا "وانّٰی لہ ذٰلک"، اب جو اس کا حامی بنے سب کو دعوتِ عام دیجئے کہ ایسی نظیر ڈھونڈ کر لاؤ، فان لم تفعلوا ولن تفعلوا[2] الآیۃ (پھر اگر نہ کر سکو گے اور ہرگز نہ کر سکو گے۔ ت)

---

[1] فواتح الرحموت بذیل المستصفیٰ الاصل الثانی السنۃ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/ ۱۰۸

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۴

Marfat.com

تنبیہ دوم: اقول اس سے زائد قہر یہ ہے کہ اپنا لکھا خود نہیں سمجھتا، نظیریں دے کر بالجملہ کہہ کر آپ ہی خلاصہ مطلب یہ نکلتا ہے کہ عدمِ کذب اگر بربنائے عجز ہو تو مورث مدح نہیں، معلوم ہوا کہ ان نظائر میں تحقیق عجز وقصور پر مطلع ہے، پھر باری عزوجل کے عدمِ کذب کو ان سے ملاتا ہے حالانکہ وہاں عیب ومنقصت پر عدمِ قدرت زنہار عجز نہیں بلکہ عین کمال ومدحت اور معاذاللہ داخلِ قدرت ماننا ہی صریح نقص و مذمت، یہ تقریر کافی ووافی طور پر مقدمۂ رسالہ و نیز رَدِّ ثالث ہذیانِ اول میں گزری اور وہیں یہ بھی بیان ہُوا کہ عجز جب ہے کہ جانبِ فاعل قصور وکمی ہو جیسے اے سفیہ! ان تیری نظروں میں کہ گنگ وسنگ اپنے نقصان کے باعث جھوٹ سچ کچھ نہیں بول سکتے تنزیہ کہ جانبِ قابل نالائق ہو کہ تعلقِ قدرت کی قابلیت نہیں رکھتا، جس طرح جناب باری عزوجل کا کذب وغیرہ تمام عیوب سے منزّہ ہونا اسے ہرگز کوئی مسلم عاقل عجز گمان نہ کرے گا، یارب مگر ابن حزم سا کوئی ضال اجہل یا ان حضرت سا جاہل اضل، وباللہ العصمۃ عن مواقع الزلل والحمد للہ الاعز الاجل (پھسلنے کے مواقع سے اللہ ہی کی طرف سے حفاظت ہوتی ہے اور تمام حمد اللہ غالب و بزرگ تر کے لئے ہے۔ ت)

بحمداللہ یہ صرف نظائر پر تازیانوں کا دوسرا عشرۂ کاملہ تھا، بلکہ خیال کیجئے تو یہاں تک اسی مسئلہ کے متعلق سفاہاتِ شریفیہ پر سات تازیانے اور گزرے۔ تازیانہ اوّل[۱] میں دوسرا۔ ثم اقول (میں پھر کہتا ہوں۔ت) جس نے حضرت کا تناقض بتایا، اور دوم[۲] وسوم[۳] و دہم[۴] کے بعد کی تنبیہات اور ششم[۵] کا ثانیاً اور اس کے بعد کی دو[۶] تنبیہیں، یہ ساتوں جداگانہ تازیانے تھے تو حقیقۃً عشرۂ اولٰی میں چودہ[۱۴] اور ثانیہ میں تیرہ[۱۳] کل ستائیس[۲۷] تازیانے یہاں تک ہوئے، چلتے وقت کے تین[۳] اور لیتے جایئے کہ تیس[۳۰] کا عدد جو دونوں تنزیہ سابق میں بھی ملحوظ رہا ہے پورا ہوجائے، خصوصاً ان میں ایک تو ایسا شدید کامل جس سے جان بچانی مشکل جو آپ کا خلاصہ مطلب کھولے اصل مذہب سر چڑھ کر بولے وباللہ التوفیق وافاضۃ التحقیق (توفیق اور حصولِ تحقیق اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ت)

تازیانہ ۲۸: اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ت) شاطرعیار نے اگرچہ بظاہر اغوائے جہال کہ عوام اہلِ اسلام اپنے رب ذوالجلال والاکرام کے حق میں صریح دشنام سُن کر بھڑک نہ جائیں، مطلب دلی کے روئے زشت پر پردہ ڈالنے کو براہِ تقیہ کہ روافض سے بڑھ کر اصل اصیل مذہب نجدیہ ہے، یہ کلمات بڑھا دئے کہ "کذب مذکور آرے منافی حکمت اوست پس ممتنع بالغیر ست[۱]" (ہاں کذب مذکور اس کی حکمت کے منافی ہے لہٰذا یہ کذب ممتنع بالغیر ہے۔ ت) مگر اس کے ساتھ ہی جو مذہب خفیہ جوش پر آیا اور نظیریں دینے کا شوق گرمایا تو کُھلے بندوں علانیہ بتایا کہ کذبِ الٰہی ہرگز اصلاً ممتنع بالغیر کی بُو بھی نہیں قطعاً جزماً جائز وقوعی ہے جس کے وقوع میں استحالۂ عقلی وشرعی درکنار استبعاد عادی کا بھی

---

[۱] رسالہ یک روزہ شاہ محمد اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ...

Marfat.com

نام ونشان نہیں، ثبوت لیجئے اگر اس کے مذہب میں کذبِ الٰہی ممکن بالذات و ممتنع بالغیر ہوتا تو نظیریں وہ دیتا جن میں ممتنع بالذات ہو کہ دیکھو جہاں امتناع ذاتی ہوتا ہے عدمِ کذب باعثِ مدح نہیں ہوتا اور باری عزوجل کے لئے مدح ہے تو اس کے حق میں امتناع ذاتی نہیں، مگر برخلاف اس کے مثالیں وہ دیں جن میں امتناع ذاتی کا پتہ نہیں، مثلاً جس کا منہ بند کرلیں یا گلا گھونٹ دیں اور اس وجہ سے وہ جھوٹ نہ بول سکے تو پُر ظاہر کہ بولنے پر یقیناً قادر، اگر بالفرض امتناع ہے تو اس عارض کی وجہ سے تو نہ ہوا مگر امتناع بالغیر امام نجدیہ اسے بھی مانع مدح جان کر باری عزوجل سے صراحۃً سلب کرتا ہے، پھر کیوں منافقانہ کہا تھا "ممتنع بالغیرست" (کذب باری تعالیٰ ممتنع بالغیر ہے۔ ت) صاف کہا ہوتا "اصلاً از امتناع بالغیر ہم بہرہ ندارد" (امتناع بالغیر سے بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ت) اے حضرت اِدُور کیوں جایئے پہلی بسم اللہ اخرس وجماد ہی کی نظیر لیجئے بھلا اخرس تو انسان ہے، جماد کے لئے بھی کلام محال شرعی تک نہیں صرف محال عادی ہے کتبِ حدیث دیکھئے بطور خرقِ عادت ہزار بار پتھروں جمادوں سے کلام واقع ہوا اور ہزار ہا بار ہوگا قریب قیامت آدمی سے اس کوڑا باتیں کرے گا، جب اہلِ اسلام یہود عنود کو قتل کریں گے اور وہ پتھروں درختوں کی آڑ لیں گے شجر وحجر مسلمان سے کہیں گے اے مسلمان آ، یہ میرے پیچھے یہودی ہے۔ اسی طرح سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گونگے کا کلام کرنا احادیث میں وارد، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وقالوا لجلودھم لِمَ شھدتم علینا قالوا انطقنا اللّٰہ الذی انطق کل شیئ[1]

کافر اپنی کھالوں سے بولیں گے تم نے کیوں ہم پر گواہی دی، وہ بولیں گی ہمیں اس اللہ نے بلوایا جس نے ہر چیز کو گویائی بخشی۔

اگر کلام جماد و اخرس ممتنع بالغیر یا محال شرعی ہوتا، زنہار وقوع کا نام نہ پاتا کہ ہر ممتنع بالغیر کا وقوع اس غیر یعنی ممتنع بالذات کے وقوع کو مستلزم، تو وقوع نے ظاہر کر دیا کہ صرف خلافِ عادت ہے، جب وقوعِ کلام ثابت اور ان کے استحالہ کذب پر ہرگز کوئی دلیل عقلی نہ شرعی، تو یقیناً اس کے لئے بھی جواز وقوعی جو امتناع بالغیر کا منافی قطعی، اب جیوٹ بہادر استدلال کرتا ہے کہ ایسا عدمِ کذب مفیدِ مدح نہیں ہوتا، اور باری عزوجل میں مدح ہے، تو لاجرم وہاں ایسا عدم بھی نہ ہوگا، اتنا تو اس کے کلام کا منطوق صریح ہے، آگے خود دیکھ لیجئے کہ اخرس وجماد میں کیسا عدم تھا جس کو باری عزوجل میں نہیں مانتا، زنہار نہ امتناع عقلی تھا نہ استحالہ شرعی بلکہ صرف استبعاد عادی تو بالضرور مُلّا ئے بیباک اپنے رب میں کذب کو مستبعد بھی نہیں جانتا، العظمۃ للہ! اگر لازمِ قول قول ٹھہرے تو اس سے بڑھ کر کفر جلی اور کیا ہے، مگر یہ حسن احتیاط اللہ عزوجل نے ہم اہلسنت ہی کو عطا فرمایا، اہلِ بدعت خصوصاً نجدیہ کہ

---

[1] القرآن الکریم ۴۱/۲۱

Marfat.com

یہ شخص جن کا معلم و امام ہے کفر و شرک کو ٹکے سیر کئے ہُوئے ہیں، بات پیچھے اور کفر و شرک پہلے، اگرجزؤ سیئۃ سیئۃ مثلہا[1] (اور برائی کا بدلہ اسی کی برابر برائی ہے۔ت) کی ٹھہرے تو کیا ہم ان کے ایسے صریح کفریات پربھی فتوٰی کفر نہ دیتے، مگر الحمدللہ یہاں ادفع بالتی ھی احسن[2] (برائی کو بھلائی سے ٹال۔ت) پر عمل اور کلمۂ طیبہ کا ادب پیشِ نظر ہے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہنے والے کو حتی الامکان کفر سے بچاتے ہیں، والحمدللہ رب العالمین۔

تازیانہ ۲۹: اقول منافات حکمت کے سبب کذب کو زبانی ممتنع بالغیر کہنا اس سفیہ کا صریح تناقض ہے شے ممتنع بالغیر جب ہوسکتی ہے کہ کسی محال بالذات کی طرف منجر ہو ورنہ لزومِ ممکن کا ممکن کو ناممکن کرنا لازم آئے اور انتفائے حکمت اگرچہ اہلسنت کے نزدیک ممتنع بالذات مگر ان حضرت کے دین میں بالیقین ممکن کہ آخر سلب حکمت ایک عیب و منقصت ہے اور وہ تمام عیوب و نقائص کو ممکن مان چکا پھر کس منہ سے کہتا ہے کہ منافات حکمت باعث امتناع بالغیر ہُوئی، الحمدللہ اہلِ بدعت کے بارے میں اس طرح سنتِ باری تعالٰی ہے کہ انھیں کے کلام سے انھیں کے کلام پر حجت و الزام قائم فرماتا ہے ع

ومنھا علی بطلانھا لشواھد

(ان میں سے ان کے بطلان پر شواہد موجود ہیں۔ت)

سچ کہا ہے:

دروغ گو را حافظہ نباشد

(جھُوٹے شخص کا حافظہ نہیں ہوتا۔ت)

تازیانہ ۳۰: اقول سبحان اللہ! ہم یہ ثابت کررہے ہیں کہ امام الطائفہ نے امتناع بالغیر محض تقیۃً مانا حقیقۃً اس کا مذہب جواز وقوعی ہے، مگر غور کیجئے تو وہاں کچھ اور ہی گُل کھلا ہے، امام و ماموم، خادم و مخدوم سارا طائفہ ملوم کذبِ الٰہی کو واقع اور موجود گارہا ہے، صراحۃً کہتے ہیں کہ کذب مقدور اور بلاشبہہ مقدوریت کذب مقدوریت صدق کو مستلزم، کما دللنا علیہ فی الدلیل السادس والعشرین (جیسا کہ اس پر ہم نے چھبیسویں[26] دلیل میں اشارہ کیا ہے۔ت)، اور امام الطائفہ نے توصاف بتادیا کہ برعایت مصلحت صدق اختیار فرمایا، اب کتب عقائد ملاحظہ کیجئے، ہزار در ہزار قاہر تصریحیں

---

[1] القرآن الکریم ۴۲/۴۰

[2] 〃 〃 ۴۱/۳۴

Marfat.com

ملیں گی کہ جو کچھ باختیار صادر ہو قدیم نہیں تولاجرم صدق الٰہی حادث ٹھہرا اور ہر حادث ازل میں معدوم اور ازل کیلئے نہایت نہیں، تو بالیقین لازم کہ ازل غیر متناہی میں مولیٰ تعالےٰ سچا نہ رہا ہو اور جب سچا نہ تھا تو معاذ اللہ ضرور جھوٹا تھا للانفصال الحقیقی بینہما (کیونکہ ان دونوں کے درمیان انفصال حقیقی ہے۔ ت) پھر ضلال پلشت کا چہرۂ زشت چھپانے کو کیوں کہتے ہو کہ کذبِ الٰہی ممکن ہے، کیوں نہیں کہتے کہ خدائے موہوم طائفہ ملوم کروڑوں برس تک جھوٹا رہ چکا ہے، پھر اب بھی اپنی پرانی آن پر آئے تو کیا ہے، تعالی اللہ عما یقولون علواً کبیراً (اللہ تعالیٰ اس سے بہت بالا ہے جو یہ ظالم کہتے ہیں۔ ت)

تازیانہ ۳۱: میں نے بارہا قصد کیا کہ تازیانوں میں دس بیس تیس پر بس کروں مگر جب ان حضرت کی شوخیاں بھی مانیں، وہاں تو ؎

زفرق تابقدم ہر کجا کہ مے بنگرم کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جاست

(سر کی مانگ سے لے کر قدم تک ہر جگہ پر نظر ڈالو دامنِ دل ہر جگہ کے بارے میں کہے گا جگہ یہی ہے۔ ت)

اسی رسالہ یکروزی میں عبارت مذکورہ سے دو سطر اوپر جو نظر کروں تو وہاں تو خوب ہی سانچے میں ڈھلے ہیں یہاں عروس مذہب کے جمال مطلب پر پردۂ تقیہ تھا وہاں حضرت بے نقاب چلے ہیں، اعتراض تھا کہ اگر حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل یعنی تمام اوصافِ کمالیہ میں حضور کا شریک من حیث ہو شریک ممکن ہو تو خبر الٰہی کا کذب لازم آئے کہ وہ فرماتا ہے:

ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین [1] لیکن اللہ کے رسول اور انبیاء کے آخری ہیں (ت)

اور وصفِ خاتمیت میں شرکت ناممکن، حضرت اس کا ایک جواب یوں دیتے ہیں:

بعد اختیار ممکن ست کہ ایشاں را فراموش گردانیدہ شود پس قول بامکان وجود مثل اصلاً منتج بتکذیب نص از نصوص نگردد و سلب قرآن مجید بوصف انزال ممکن ست داخل تحت قدرت الٰہیہ، کما قال اللہ تعالےٰ ولئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیک ثم لا تجدلك

اختیار کے بعد یہ ممکن ہے کہ اس آیہ کریمہ کی بھول ہوجائے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثل کے وجود کے امکان والی بات نصوص میں سے کسی نص کی تکذیب بالکل نہ ہوگی جبکہ نازل شدہ قرآن کا سلب ممکن ہے جو اللہ تعالےٰ کی قدرت کے تحت داخل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر ہم چاہیں تو آپ کی طرف کی ہوئی وحی کو اٹھالیں پھر آپ ہمارے

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰

Marfat.com

بہ علینا وکیلا[1] پاس کوئی وکالت کرنے والا نہ پاتے۔ (ت)

حاصل یہ کہ امکانِ کذب ماننا تکذیبِ قرآن کو اسی صورت میں مستلزم کہ آیاتِ قرآن بھی محفوظ رہیں حالانکہ ممکن کہ اللہ تعالیٰ قرآن ہی کو فنا کر دے، پھر تکذیب کاہے کی لازم آئے۔

اقول ایّھا المؤمنون! دیکھو صاف صریح مان لیا کہ خدا کی بات واقع میں جھوٹی ہو جائے تو ہو جائے اس میں کچھ حرج نہیں، حرج تو اس میں ہے کہ بندے اسے جھوٹا جانیں، یہ اسی تقدیر پر ہوگا کہ آیات باقی رہیں جن کے ذریعہ سے ہم جان لیں کہ خدا کی فلانی بات جھوٹی ہوئی اور جب قرآن ہی محو ہو گیا پھر جھوٹی پڑی تو کسی کو جھوٹ کی خبر بھی نہ ہوگی تکذیب کون کرے گا، غرض سارا ڈر اس کا ہے کہ بندوں کے سامنے کہیں جھوٹا نہ پڑے واقع میں جھوٹا ہو جائے تو کیا پروا، انا للہ وانا الیہ راجعون (ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے۔ ت)، اے سفیہ ملوم! یہ تیرا خدائے موہوم ہوگا جو بندوں کے طعنوں سے ڈر کر جھوٹ سے بچے اور ان سے چُرا چھپا بہلا بھلا کر خوب پیٹ بھر کر بولے ہمارا سچا خدا بالذات ہر عیب و منقصت سے پاک ہے کہ کذب وغیرہ کسی نقصان کو اس کے سراپردہ عزت تک بار ممکن نہیں، اور جو افعال اس کے ہیں حاشا وہ ان میں کسی سے نہیں ڈرتا، یفعل اللہ ما یشاء[2] (اللہ جو چاہے کرے۔ ت)، یحکم ما یرید[3] (حکم فرماتا ہے جو چاہے۔ ت) اس کی شان ہے، اور لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون[4] (اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سب سے سوال ہوگا۔ ت)۔ اس کے جلال عظیم کا بیان لہ الکبریاء فی السمٰوٰت والارض[5]، سبحانہ وتعالٰی عما یصفون[6] (اور اسی کے لئے بڑائی ہے آسمانوں اور زمین میں، پاکی اور برتری ہے اس کو ان کی باتوں سے۔ ت)

تازیانہ ۳۲: رب جلیل کو خلق کا خوف ماننا حضرت کا قدیمی مسلک ہے، تقویۃ الایمان میں بھی بحثِ شفاعت میں فرما گئے: "آئین بادشاہت کا خیال کرکے بے سبب درگزر نہیں کرتا کہ کہیں لوگوں کے

---

[1] رسالہ یکروزہ (فارسی) شاہ محمد اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷

[2] " ۱۴/ ۲۷

[3] " ۵/ ۱

[4] " ۲۱/ ۲۳

[5] " ۴۵/ ۳۷

[6] " ۶/ ۱۰۰

Marfat.com

دلوں میں اس آئین کی قدر گھٹ نہ جاوے[1]"۔ العظمۃ للہ! سفیہ جہول نے خدا کو بھی دارا و سکندر یا ہمایوں و اکبر سمجھا ہے کہ اپنی مرضی پوری کرنے کو لوگوں کے لحاظ سے حیلے ڈھونڈتا ہے، الا بعدا للقوم الظلمین[2] (دور ہوں بے انصاف لوگ۔ ت)

تازیانہ ۳۳: قولہ "سلب قرآن مجید بعد انزال ممکن ست[3]" (نزول کے بعد قرآن مجید کا سلب ممکن ہے۔ ت)

اقول اے طرفہ معجون جملہ بدعات قرآن مجید اللہ عزوجل کی صفت قدیمہ ازلیہ ابدیہ ممتنع الزوال ہے، نہ اس کا وجود اللہ عزوعلا کے ارادہ و اختیار و خلق ایجاد سے، نہ اس کا سلب و اعدام اللہ تعالٰی کی قدرت میں ورنہ اپنی ذات کریم کو بھی سلب کرسکے مقتضائے ذات بے انتفائے ذات منتفی نہیں ہوسکتا۔

تازیانہ ۳۴: قولہ کما قال اللہ تعالٰی[3] (اس کا قول: جیساکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے۔ ت)

اقول کیا خوب، کہاں ذاہب کہاں مسلوب، مگر آپ کو تحریف معنوی مرغوب۔

تنبیہ: ہیہات یہ گمان نہ کرنا کہ سلب سے مراد قلب سے زوال ہے، اوّلاً جس ضرورت سے اس طرف جائیے وُہ حضرت کے بالکل خلاف مذہب کہ یہ شخص صفات باری کو علانیہ مخلوق و اختیاری مانتا ہے، جیساکہ علم الٰہی و صدق ربانی کے بارے میں اس کی تصریحیں ہم نے اُوپر نقل کیں اور بیشک وُہ چیز جو مخلوق و مقدور ہے اس کی ذات کا سلب بھی ممکن، تو برخلاف مسلک قائل تاویل قول غلط و باطل۔

ثانیاً ہم نے تنزیہ دوم میں بدلائل ثابت کر دیا کہ صدق کو اختیاری ماننے والا قطعاً قرآن عظیم کو حادث مانتا ہے اور بیشک ہر حادث قابل فنا، پھر اس کے نزدیک فنائے قرآن یقیناً جائز۔

ثالثاً خاص یہاں بھی حضرت کا مطلب ان کی جاہلانہ نظر میں جبھی نکلے گا کہ قرآن مجید فی نفسہٖ معدوم ہوسکے کہ جب خبر ہی نہ رہی تو کاذب کیا ہوگی ورنہ مجرد سہو ہوجانا ہرگز منافی کذب نہیں ہوسکتا، کما لایخفی فاعرف (جیساکہ مخفی نہیں پس اسے اچھی طرح جان لو۔ ت)

تازیانہ ۳۵: اقول بفرض محال اگر سلب قرآن ممکن بھی ہو تاہم جناب سفاہت مآب کا جواب عجاب قطعاً ناصواب۔ معترض نے لزوم کذب سے استحالہ قائم کیا تھا، نہ لزوم تکذیب سے، اور بیشک اس تقدیر پر لزوم کذب سے اصلاً مفر نہیں کہ خبر جب خلاف واقع ہو تو اس کا صفحۂ عالم سے انعدام مانع کذب قائل نہ ہوگا، مانا کہ خبر معدوم ہوگئی، اس کے بعد اس کا خلاف واقع ہوا تو غایت یہ کہ ظہور کذب کا وقت تھا

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثالث فی ذکر رد الاشراک فی التصرف مطبع علیمی لوہاری دروازہ لاہور ص ۲۲

[2] القرآن الکریم ۱۱/ ۴۴

[3] رسالہ یک روزہ (فارسی) شاہ محمد اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷

Marfat.com

کہ کذب اس وقت اسے عارض ہوتا جس کے لئے وجود معروض درکار تھا، وُہ جس وقت موجود تھی اسی وقت بوجہ مخالفت واقع کاذب تھی گو ظہورِ کذب بعد کو ہو یا کبھی نہ ہو، اب انسان ہی میں دیکھئے اس کا کلام کہ عرض ہے اور عرض علمائے متکلمین کے نزدیک صالح بقا نہیں، فوراً موجود ہوتے ہی معدوم ہوجاتا ہے، بااین ہمہ جب اس کا خلاف واقع ہوتا ہے، کہتے ہیں فلاں کی بات جھوٹی تھی، غرض اس نفیس جواب مُلّائے عجاب اور ان دو[۲] ہذیان تباہ وخراب کی قدر ان کے مثل مجانین ہی جانتے ہوں گے یا معاذ اللہ عفوالٰہی بشرطِ صلاحیت کام نہ فرمائے تو اس کی سچی قدر اس دن کھلے گی یوم یقوم الناس لرب العالمین[۱] (جس دن سب لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔ ت)

الحمدللہ ! یہ حضرت کی چند سطری تحریر پر بالفعل پینتیس[۳۵] کوڑے ہیں اور پانچ ہذیان اوّل پر گزرے تو پُورے چالیس تازیانے ہُوئے، واقعی معلم طائفہ نے بغلامی معلم الملکوت ہمارے مولٰی پر کذب وعیوب کا افترائے ممقوت کیا، اور شرع میں افترا کی سزا اسّی کوڑے مگر غلام کے حق میں آدھی حد فعلیھن نصف ماعلی المحصنٰت من العذاب[۲] (تو ان پر اس سزا کی آدھی ہے جو آزاد عورتوں پر ہے۔ ت) تو چالیس[۴] کوڑے نہایت بجا واقع ہُوئے، اللہ عزوجل سے آرزو کہ قبول فرمائے اور ان تازیانوں کو متبوع کے حق میں نکال وعقوبت تابع کے لئے ہدایت وعبرت، اہل سنت کے واسطے قوت واستقامت بنائے، آمین یاارحم الراحمین ! بیشک ہماری طرف کے علماء "شکراللہ مساعیھم الجمیلۃ" نے حضرت کے ہذیان دوم کی بھی ضرور دھجّیاں لی ہوں گی مگر اس وقت تک فقیر کی نظر سے اس بارے میں کوئی تحریر نہ گزری، جو کچھ حاضر کیا بحمداللہ سب القائے ربانی ہے کہ عبدِ ضعیف پر فیضِ لطیف سے فائض ہوا، امید کرتا ہُوں کہ ان شاء اللہ العزیز اس بسطِ جلیل ووجہ جمیل پر نقد جزیل حصہ خاص فقیر ذیل ہے،

ع۵ بلکہ مذہب بقا پر بھی مدعا حاصل، لفظی غیر قار کا انعدام تو ظاہر اور نفسی نسبت مخلوطہ بالارادہ ملحوظ بالقصد الافادہ کا نام ہے، پُر ظاہر کہ ارادۂ افادہ دائم نہیں، اور جو کچھ بعد کو محفوظ رہے صورت علمیہ ہے نہ کلامِ نفسی، معہذا بحالتِ نسیان وُہ بھی زائل، علاوہ بریں روحِ انسانی اگرچہ اہل سنّت کے نزدیک فنا نہ ہوگی، مگر قطعاً ممکن الانعدام اس کے ساتھ اس کے سب صفات معدوم ہوسکتے ہیں ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

۱؎ القرآن الکریم ۸۳ /۶

۲؎ " " ۴ /۲۵

Marfat.com

فللّٰہ المنۃ فی کل اٰن وحین والحمد للّٰہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علٰی سید المرسلین محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین۔ اٰمین!

ہر وقت و ہر گھڑی اللہ تعالٰی کی ہی حمد ہے اور حمد ہے تمام جہانوں کے پروردگار کی، صلٰوۃ وسلام رسولوں کے سردار محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اور آپ کے آل واصحاب تمام پر، آمین! (ت)

تنزیہ چہارم علاج جہالات جدیدہ میں

اقول وبحول اللّٰہ اصول ایھا المسلمون (میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں اے اہلِ اسلام! ۔ت) امکانِ کذبِ الٰہی کو خلفِ وعید کی فرع جاننا اور اس میں اختلافِ ائمہ کی وجہ سے امکانِ کذب کو مختلف فیہ ماننا ایک تو افترا، دوسرے کتنا بے مزہ، بیشک مسئلہ خلف وعید میں بعض علماء جانبِ جواز گئے، اور محققین نے منع وانکار فرمایا، مگر حاشا نہ اس سے امکانِ کذب ثابت، نہ یہ علمائے مجوزین کا مسلک بلکہ وہ اس سے بہزار زبان تبری وتحاشی کرتے ہیں، پھر ان کی طرف امکانِ کذب کی نسبت سخت کذب وستم جسارت جس کے بہتان واضح البطلان ہونے پر حجج قاہرہ قائم۔

حجتِ اولٰی، یہی نصوص قاطعہ کہ تنزیہ اول میں گزرے جن سے واضح کہ کذبِ باری محال ہونے پر اجماع قطعی منعقد تمام کتبِ کلامیہ میں جہاں اس مسئلے کا ذکر آیا ہے صاف تصریح فرمادی کہ اس پر اجماع و اتفاقِ علماء ہے یا بے حکایت خلاف اس پر جزم فرمایا ہے۔

حجتِ ثانیہ، **اقول** طرفہ یہ کہ جو علماء مسئلہ خلف وعید میں خلاف بتاتے ہیں وہی استحالہ کذب پر اجماع نقل فرماتے ہیں، جس شرح مقاصد میں ہے:

ان المتاخرین منھم یجوزون الخلف فی الوعید[1]

ان میں کے متاخرین خلفِ وعید جائز مانتے ہیں۔

اسی شرح مقاصد میں ہے:

ع تنبیہ ضروری: خوب یاد رہے کہ اس ساری تنزیہ اور اس کے مناسب تمام مواضع رسالہ میں ہمارا روئے سخن ان ناقصوں خاسروں کی طرف نہیں جنھیں عروسان منصہ امامت طائفہ نے اپنے بھولے چہروں کا نقاب بنایا ہو بلکہ صرف مخاطبہ ان نئے متبوعوں، تازہ مقتداؤں سے ہے جو کتاب پر تقریظ لکھیں اور اس کے حرف بحرف صحیح ومسلم ہونے کی تصریح کریں، والسلام ۱۲ منہ۔

---

[1] شرح المقاصد المبحث الثانی اتفقت الائمۃ علی العفو عن الصغار دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۲۳۷

Marfat.com

الکذب وھو محال باجماع العلماء لان الکذب نقص باتفاق العقلاء وھو علی اللہ تعالیٰ محال[1]۔

کذبِ الٰہی باجماع علماء محال ہے کہ وہ باتفاق عقلاء عیب ہے اور عیب اس پاک بے عیب پر قطعاً محال۔

مگر علماء کو خبر نہ تھی کہ امکانِ کذب جواز خلف وعید پر متفرع، تو ہم اسے مختلف فیہ لکھ کر کیونکر اجماعی بتاتے دیتے ہیں، اب چودھویں صدی میں آکر ان حضرات کو اس تفریع کی خبر ہوئی۔

حجتِ ثالثہ، اقول طرفہ تر یہ کہ جو علماء خلف وعید کا جواز مانتے ہیں، خود ہی کذبِ الٰہی کو محال و اجماعی جانتے ہیں، جس مواقف میں ہے:

لایعد الخلف فی الوعید نقصا[2]

خلف وعید نقص نہیں گنا جاتا۔

اسی مواقف میں ہے:

انہ تعالیٰ یمتنع علیہ الکذب اتفاقا[3]۔

کذبِ باری بالاتفاق محال ہے۔

جس شرح طوالع میں ہے:

الخلف فی الوعید حسن[4]۔

وعید میں خلف حسن ہے

اسی میں ہے:

الکذب علی اللہ تعالیٰ محال[5]۔

اللہ تعالےٰ کا کذب محال ہے۔

جن علامہ جلال دوانی نے شرح عقائد میں لکھا:

ذھب بعض العلماء الی ان الخلف فی الوعید جائز علی اللہ تعالیٰ لا فی الوعد وبھذا وردت السنۃ[6]۔

بعض علماء اس طرف گئے کہ وعید میں خلف اللہ تعالیٰ پر جائز ہے نہ وعدہ میں اور یہی مضمون حدیث میں آیا۔

---

[1] شرح المقاصد المبحث السادس فی انہ تعالےٰ متکلم دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/۱۰۴

[2] شرح المواقف المقصد السادس فی تقریر اصحابنا منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/۳۰۷

[3] " " المقصد السابع فی انہ تعالےٰ متکلم " " " " " ۸/۱۰۰

[4] شرح طوالع الانوار

[5] " " "

[6] الدوانی علی العضدیہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۷

Marfat.com

پھر بعد ذکر حدیث اسے عرف وکلام عرب سے مؤید کیا کما نقلہ افندی اسماعیل حقی فی روح البیان (جیسا کہ امام اسماعیل حقی آفندی نے روح البیان میں اسے نقل کیا ہے۔ت) وہی علامہ جلال فرما چکے:

الکذب علیہ تعالٰی محال لا تشملہ القدرۃ۔[1] اللہ تعالٰی کا کذب محال ہے قدرت الٰہی میں داخل نہیں۔

مگر یہ علماء خود اپنا لکھا نہ سمجھتے تھے کہ باہم متلازم چیزوں میں ایک کا جواز دوسرے کا استحالہ کیونکر مان لیتے اور اپنے کلام سے آپ ہی تناقض کرتے ہیں، اب صدہا سال کے بعد ان حضرات کو کشف ہُوا کہ مذہب کے معنی وُہ تھے جو خود اہلِ مذہب کی فہم میں نہ تھے۔

حجّتِ رابعہ، **اقول** افسوس ان ذی ہوشوں نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ علماء مسلک جواز کا محصل و مبنٰی کیا ٹھہراتے، اور اس تفریع شنیع یعنی امکانِ کذب کو کیوں کر طرح طرح سے دفع فرماتے ہیں، یہاں ان سے بعض وجوہ نقل کرتا ہُوں:

وجہ ۱: وعید سے مقصود انشائے تخویف وتہدید ہے، نہ اخبار، تو سرے سے احتمالِ کذب کا محل ہی نہ رہا۔ مسلم الثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت میں ہے:

الخلف فی الوعید جائز فان اھل العقول السلیمۃ یعدونہ فضلا لا نقصادون الوعد فان الخلف فیہ نقص مستحیل علیہ سبحانہ ورد بان ایعاد اللہ تعالٰی خبر فھو صادق قطعا لاستحالۃ الکذب ھناك، و اعتذر بان کونہ خبرا ممنوع بل ھو انشاء للتخویف فلا باس فی الخلف[2] (ملخصًا)

یعنی وعید میں خلف جائز ہے کہ سلیم عقلیں اسے خوبی گنتی ہیں، نہ عیب، اور وعدہ میں جائز نہیں کہ اس میں خلف عیب ہے اور عیب اللہ عزوجل پر محال۔ اس پر اعتراض ہُوا کہ اللہ تعالٰی کی وعید بھی ایک خبر ہے تو یقینًا سچّی کہ باری جل وعلا کا کذب محال، اور عذر کیا گیا کہ ہم اسے خبر نہیں مانتے بلکہ انشائے تخویف ہے تو اب خلف میں حرج نہیں۔ (ملخصًا)

دیکھو! خلف وعید جائز ماننے والوں سے استحالۂ کذبِ الٰہی کا صراحۃً اقرار اور اس کے امکان سے بہزار زبان اجتناب وانکار کیا اور اپنے مذہب کی وُہ توجیہ فرمائی جس نے اس احتمال باطل کی گنجائش ہی نہ رکھی، پھر معاذ اللہ امکان کذب ماننے کو ان کے سر باندھنا کیسی وقاحت وشوخ چشمی ہے۔

---

[1] الدوانی علی العضدیۃ — مطبع مجتبائی دہلی — ص ۴۳

[2] فواتح الرحموت بذیل المستصفٰی — الباب الثانی فی الحکم — منشورات الشریف قم ایران — ۱/۶۲

Marfat.com

وجہ ۲: فرماتے ہیں آیاتِ وعید آیاتِ عفو سے مخصوص ومقید ہیں، یعنی عفو و وعید دونوں میں وارد، تو ان کے ملانے سے آیاتِ وعید کے یہ معنی ٹھہرے کہ جنھیں معاف نہ فرمائے گا وہ سزا پائیں گے، جب یہ معنی خود قرآن عظیم ہی نے ارشاد فرمائے تو جوازِ خلف کو معاذ اللہ امکانِ کذب سے کیا علاقہ رہا، امکانِ کذب تو جب نکلتا کہ جزماً حتماً وعید فرمائی جاتی، اور جب خود متکلم جل وعلا نے اسے مقید بعدم عفو فرما دیا ہے تو چاہیے وعید واقع ہو یا نہ ہو ہر طرح اس کا کلام یقیناً صادق جس میں احتمال کذب کو اصلاً دخل نہیں، یہ وجہ اکثر کتبِ علماء مثل تفسیر بیضاوی انوار التنزیل و تفسیر عمادی ارشاد العقل السلیم و تفسیر حقی روح البیان و شرح مقاصد وغیرہا میں اختیار فرمائی، لطف یہ ہے کہ خود وہی ردالمحتار جس سے مدعی جدید غیر مہتدی و رشید نے مسئلہ خلف میں خلاف نقل کیا، اسی ردالمحتار میں اسی جگہ اسی قول جواز کے بیان میں فرمایا:

حاصل ھذا القول جواز التخصیص لما دل علیہ اللفظ بوضعہ اللغوی من العموم فی نصوص الوعید[1]

اس قول کا حاصل یہ ہے کہ نصوص وعید میں جو ظاہر لفظ اپنے معنی لغوی کی رُو سے عموم پر دلالت کرتا ہے کہ جو شخص ایسا کرے گا یہ سزا پائے گا، اس میں تخصیص جائز ہے۔

یعنی عام مراد نہ ہو بلکہ ان لوگوں کے ساتھ خاص ہو جنھیں مولیٰ تعالیٰ عذاب فرمانا چاہے، ایمان سے کہنا اسی ردالمحتار میں یہیں یہ تصریح صریح تو نہ تھی جس نے اس تفریع خبیث و قبیح کی صاف بیخ کنی کردی آج تک کسی عاقل نے بھی عام مخصوص منہ البعض کو کذب کہا ہے، ایسے عام تو قرآن عظیم میں اس وقت بکثرت موجود، پھر امکانِ کذب کیوں مانو، صاف نہ کہہ دو کہ قرآن مجید میں (خاک بدہن گستاخان) جابجا کذب موجود ہے، واہ شاباش! ردالمحتار کی عبارت سے اچھا استناد کیا کہ آدھی نقل اور آدھی نُقل، پھر بھی دعویٰ رشد و دیانت باقی ہے، ذرا آدمی خدا سے تو حیا کرے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

وجہ ۳: اگر بالفرض کوئی نص مفید تخصیص و تقیید وعید نہ بھی آتا تاہم کریم کی شان یہی ہے کہ غیر متمرد غلاموں کے حق میں وعید بنظر تہدید فرمائے اور اس سے یہی مراد لے کہ اگر ہم معاف نہ فرمائیں تو یہ سزا ہے، خلاصہ یہ کہ قرینہ کرم تخصیص و تقیید وعید کے لئے بس ہے اگرچہ مخصص قولی نہ ہو۔

اقول وبہ یحصل قران المخصص بالمخصص بخلاف ماسبق فھو خاص بمذھب

میں کہتا ہوں اس سے مخصص کا قرینہ حاصل ہوگیا بخلاف ماسبق کے، وہ صرف اس شخص کے مذہب کے

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ مطلب فی خلف الوعید وحکم الدعاء بالمغفرۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۵۱

Marfat.com

من یجیز التراخی والانفصال وھذا جار علی مذھب الکل۔

موافق ہے جس نے تراخی وانفصال کو جائز رکھا ہے اور یہ تمام مذہب پر جاری ہے (ت)

یہ وجہ وجیہ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہٗ کے خیال میں آئی تھی یہاں تک کہ علامہ خیالی رحمہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا کہ حاشیۂ شرح عقائد میں اس کی تصریح فرمائی،

حیث قال لعل مرادھم ان الکریم اذا اخبر بالوعید فاللائق بشانہ ان یبنی اخبارہ علی المشیۃ وان لم یصرح بذلك بخلاف الوعد فلا کذب ولا تبدیل[1]

یعنی امید ہے کہ خلف وعید جائز ماننے والے یہ مراد لیتے ہیں کہ کریم جب وعید کی خبر دے تو اس کی شان کے لائق یہی ہے کہ اپنی خبر کو مشیت پر مبنی رکھے اگرچہ کلام میں اس کی تصریح نہ فرمائے بخلاف وعدہ کے، تو خلفِ وعید میں نہ کذب ہے نہ بات بدلنا۔

مسلمانو! دیکھا کہ خلفِ وعید جائز ماننے والے اس تفریع ناپاک سے جو مدعی بیباک نے گھڑی کس قدر دُور بھاگتے اور کس کس وجہ سے اسے علانیہ رَد کرتے ہیں، پھر اپنی جھوٹی بات بنانے کے لئے ناکردہ گناہ ان کے سر ایسا الزام شدید باندھنا کس درجہ جرأت و بے حیائی ہے، قال اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ:

ومن یکسب خطیئۃ او اثما ثم یرم بہ بریًا فقد احتمل بھتانا واثما مبینا[2]

اور جو کوئی خطا یا گناہ کمائے پھر اسے کسی بے گناہ پر تھوپ دے اس نے ضرور بہتان اور کھلا گناہ اٹھایا۔ (ت)

حجت خامسہ، اقول مجوزین خلف وعید اپنے مذہب پر بڑی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ باری عز اسمہٗ نے فرمایا:

ان اللہ لایغفر ان یشرك بہ ویغفر مادون ذلك لمن یشاء[3]

بیشک اللہ تعالیٰ کفر کو معاف نہیں فرماتا اور کفر سے نیچے جتنے گناہ ہیں جسے چاہے گا بخش دے گا۔

اسی ردالمحتار میں اسی مقام پر اسی مسئلہ کے بیان میں آپ کی منقولہ عبارت سے چار ہی سطر بعد فرمایا،

ادلۃ المثبتین التی من انصھا قولہ تعالیٰ

اثبات کرنیوالوں کی مضبوط ترین دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے

---

[1] حاشیۃ الخیالی علی شرح العقائد النسفیہ مطبع اصح المطابع بمبئی (انڈیا) ص ۱۲۱

[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۲

[3] " " ۴/ ۱۱۶

Marfat.com

ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذٰلک [1] | بیشک اللہ تعالٰی کفر کو معاف نہیں فرماتا اور کفر سے نیچے جتنے گناہ ہیں جسے چاہے گا بخش دے گا (ت)

یُوں ہی اس کی ماخذ حلیہ شرح منیہ امام محقق ابن امیر الحاج میں ہے اور پُر ظاہر کہ دعوٰی دلیل پر متفرع اور اس کے مفاد کا تابع ہوتا ہے، سبحان اللہ! جب جوازِ خلف خود ارشادِ متکلم بالوعید جل مجدہ کی طرف مستند کہ اس نے فرمادیا "ہم جسے چاہیں گے بخش دیں گے" تو دلیل امکانِ کذب کو اصلاً راہ نہیں دیتی مگر مدلول میں زبردستی خدا واسطے کو مان لیا جائے گا اس جہالت کی کوئی حد ہے آپ کے نزدیک یہ علماء اپنے دعوٰی و دلیل کی بھی سمجھ نہ رکھتے تھے کہ خلف تو اس معنی پر جائز مانیں جسے امکانِ کذب لازم، اور دلیل وُہ پیش کریں جو اس معنی کی بالکل قاطع و حاسم، خدارا اپنی جہالتیں، سفاہتیں علماء کے سر کیوں باندھتے ہو، ع

اس آنکھ سے ڈریئے جو خدا سے نہ ڈرے آنکھ

للہ! انصاف! اگر بادشاہ حکم نافذ کرے کہ جو یہ جُرم کرے گا یہ سزا پائے گا اور ساتھ ہی اسی فرمان میں یہ بھی ارشاد فرمائے کہ ہم جسے چاہیں گے معاف فرمادیں گے، تو کیا اگر وُہ بعض مجرموں سے درگزر کرے تو اپنے پہلے حکم میں جھُوٹا پڑے گا یا اس آئین کی قدر لوگوں کے دلوں سے گھٹ جائے گی، جیسا کہ وُہ احمق جاہل دعوٰی کرتا ہے، یا اگر کوئی شخص بدلیل اس دوسرے ارشاد کے ثابت کرے کہ بادشاہ نے جو سزا مقرر فرمائی ہے کچھ ضرور نہیں کہ ہو ہی کر رہے بلکہ ٹل بھی سکتی ہے تو کیا اس کے قول کا حاصل یہ ہوگا کہ وُہ بادشاہ کا کذب محتمل مانتا ہے، ذرا آدمی سمجھ سوچ کر تو بات منہ سے نکالے، سبحٰن اللہ! جس ردّ المحتار سے سند لائے اسی میں وہیں اسی بیان میں اسی صفحہ میں وُہ صاف و روشن تصریحیں موجود جن سے اس تفریع ناپاک کی پُوری قلعی کھلتی ہے۔ حضرت ایک ذرا سا ٹکڑا نقل کر لائیں اور باقی بالکل ہضم، گویا دیکھا ہی نہیں، اسی کا نام دین و دیانت ہے، اسی پر دعوٰی رُشد و ہدایت ہے، مگر حضرات وہابیہ عادت سے مجبور ہیں، نقلِ عبارت میں قطع و برید اب صاحبوں کا داب قدیم رہا ہے، یہاں تک کہ ان کے متکلمین نے رسالے کے رسالے جی سے گھڑ کر علمائے سابقین کی طرف نسبت کر دیئے، انتہا یہ کہ عالم و امام دل سے تراشے کہ باوجود تکرارِ مطالبہ تمام عالم میں ان کے وجود کا پتا نہ دے سکے، فقیر کے بعض احباب سلّمہم اللہ تعالٰی نے رسالہ "سیف المصطفٰی علٰی ادیان الافتراء" اسی باب میں لکھا اور اس میں ان حضرات کے عمائد و اکابر کی ڈیڑھ سو سے زیادہ ایسی ہی عبارتوں، بددیانتیوں کا ثبوت دیا۔ واقعی حضرات نجدیہ نے ایک حدیث صحیح عمر بھر کے عمل کو بس سمجھی ہے کہ حضور پُر نور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ مطلب فی خلف الوعید وحکم الدعاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۵۱

Marfat.com

اذالم تستحیی فاصنع ما شئت[1] (جب کوئی بے حیا ہو جائے تو وہ جو چاہے کرے ۔ ت) ؏
بے حیا باش وانچہ خواہی کن
(بے حیا ہو جا پھر جو چاہے کرتا رہ ۔ ت)

حجت سادسہ، **اقول** امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

قال ابوعمرو بن العلاء لعمرو بن عبید، ماتقول فی اصحاب الکبائر؟ قال اقول ان اللّٰہ منجز ایعادہ کما ھو منجز وعدہ، قال ابوعمرو انك رجل اعجم، لا اقول اعجم اللسان و لکن اعجم القلب، ان العرب تعد الرجوع عن الوعد لؤما وعن الایعاد کرما، و المعتزلۃ حکوا ان اباعمرو بن العلاء لما قال ھذا الکلام قال لہ عمرو بن عبید یا اباعمرو فھل یسمی اللّٰہ مکذب نفسہ؟ فقال لا، فقال عمرو بن عبید فقد سقطت حجتك، قالوا فانقطع ابوعمرو بن العلاء، وعندی انہ کان لابی عمرو ان یجیب عن ھذا السؤال ان ھذا انما یلزم لوکان الوعید ثابتا جزما من غیر شرط، و عندی جمیع الوعیدات مشروطۃ بعدم العفو، فلا یلزم من ترکہ دخول الکذب فی کلام اللّٰہ تعالٰی اھ[2] ملخصًا۔

یعنی امام ابوعمرو بن العلاء رحمہ اللہ تعالٰی نے عمرو بن عبید پیشوائے معتزلہ سے فرمایا اہل کبائر کے بارے میں تیرا کیا عقیدہ ہے؟ کہا میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی اپنی وعید ضرور پوری کرے گا جیسا کہ اپنا وعدہ بیشک پورا فرمائے گا۔ امام نے فرمایا تو عجمی ہے میں نہیں کہتا کہ زبان کا عجمی بلکہ دل کا عجمی ہے، عرب وعدہ سے رجوع کو نالائقی جانتے ہیں اور وعید سے درگزر کو کرم، معتزلہ حکایت کرتے ہیں۔ اس پر عمرو نے جواب دیا کیا خدا کو اپنی ذات کا جھٹلانے والا ٹھہرایئے گا، امام نے فرمایا نہ، عمرو نے کہا تو آپ کی حجت ساقط ہوئی، اس پر امام بند ہو گئے، امام رازی فرماتے ہیں میرے نزدیک امام یہ جواب دے سکتے تھے کہ اعتراض تو جب لازم آئے کہ وعید یقینی بلاشرط ہو اور میرے مذہب میں تو سب وعیدیں عدمِ عفو سے مشروط ہیں تو خلف وعید سے معاذاللہ کلامِ الٰہی میں کذب کہاں سے لازم آیا۔

اب عاقل بنظرِ انصاف غور کرے، اوّلاً اگر تجویز خلف امکان کذب ماننا ہوتی تو برتقدیر صدق حکایت امام کا بند ہونا کیا معنی انھیں صاف کہنا تھا میں جوازِ خلف مانتا ہوں تو امکانِ کذب میرا عین مذہب اور

---

[1] المعجم الکبیر مروی از عبداللہ بن مسعود حدیث ۶۵۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/ ۲۳۷
[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ اللہ لایخلف المیعاد المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۷/ ۱۹۷

Marfat.com

برتقدیرِ کذب معتزلہ علمائے اہلسنّت کیوں نہیں فرماتے کہ تم نے وہ حکایت گھڑی جو آپ ہی اپنے کذب کی دلیل ہے مجوزینِ خلف تو امکانِ کذب مانتے ہی ہیں، پھر امام اس الزام پر بند کیوں ہو جاتے۔

ثانیاً آگے چل کر امام رازی امام ابن العلاء کی طرف سے اچھا جواب دیتے ہیں کہ میرے مذہب میں سب وعیدیں مقید ہیں، سبحان اللہ! جب وعیدیں مقید ہوں گی تو امکانِ کذب کدھر جائے گا، کیوں نہیں کہتے کہ میرے مذہب میں کذب ممکن تو الزام ساقط، غرض بے شمار وجوہ سے ثابت کہ مدعی جدید غیر مہتدی ورشید نے علماءِ کرام پر جیتا طوفان باندھا۔

حجتِ سابعہ، اقول آپ کی یہی رد المحتار جس سے آدھا فقرہ نقل کرکے ائمۂ دین پر پُوری تہمت کردی، اس مبحث میں حلیہ امام علامہ ابن امیر الحاج سے ناقل ہے شروع عبارت یُوں ہے:

وافقه على الاول صاحب الحلية المحقق ابن امير الحاج وخالفه فى الثانى وحقق ذٰلك بانه مبنى على مسئلة شهيرة وهى انه هل يجوز الخلف فى الوعيد فظاهر مافى المواقف[1] الخ.

صاحبِ حلیہ محقق ابن امیر الحاج نے اول میں اس کی موافقت کی ہے اور ثانی میں مخالفت، اور ثابت کیا کہ اس کا مدار ایک مشہور مسئلہ پر ہے اور وُہ یہ ہے کہ کیا خلف وعید جائز ہے، تو مواقف میں جو کچھ ہے تو وہ ظاہر ہے الخ (ت)

اور ختم یوں هذا خلاصة ما اطال به فى الحلية[2] (یہ حلیہ میں ان کی طویل گفت گو کا خلاصہ ہے۔ ت) اور یہ صاحبِ حلیہ خود مسلمانوں کے حق میں جوازِ خلف کو ترجیح دیتے ہیں، اسی رد المحتار میں ان سے منقول:

الاشبه ترجح جواز الخلف فى الوعيد فى حق المسلمين خاصة دون الكفار[3]

اشبہ و مختار یہ ہے کہ خلف وعید کا جواز خاص مسلمانوں کے حق میں ہے نہ کہ کفار کے حق میں۔ (ت)

اب ملاحظہ ہو کہ یہی امام علام قائل جواز خود آپ کی اس تفریع شنیع یعنی امکانِ کذب سے کیسی سخت تحاشی کرتے ہیں، اسی حلیہ میں بعد ختم بحث کے فرمایا:

وحاش لله ان يراد بجواز الخلف فى الوعيد ان لا يقع عذاب من اراد الله الاخبار

یعنی حاشا للہ خلف وعید جائز ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اللہ عزوجل نے جس کے عذاب کی خبر دینی چاہی

---

[1] رد المحتار کتاب الصلوٰۃ مطلب فی خلف الوعید وحکم الدعاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۵۱
[2] ایضاً
[3] ایضاً

Marfat.com

بعذابه فانه محال علی اللہ تعالیٰ قطعًا، کما ان عدم وقوع نعیم من اراد اللہ الاخبار عنه بالنعیم محال علیه قطعًا کیف لا وقد قال تعالیٰ ومن اصدق من اللہ قیلا ○ ومن اصدق من اللہ حدیثا ○ وتمت کلمت ربك صدقا وعدلا لا مبدل لکلمته[1]

اس کا عذاب واقع نہ ہو یہ اللہ تعالیٰ پر قطعًا محال ہے، جس طرح یہ بالیقین ممکن نہیں کہ اس نے جس کیلئے نعیم کی خبر دی ہو اس کے لئے نعیم واقع نہ ہو اور کیوں کر نہ ہو اسکی خبر کا کذب محال ہے، حالانکہ وُہ خود فرماتا ہے اللہ سے زیادہ کس کا قول سچا ہے، اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے، تیرے رب کی باتیں سچ اور عدل میں کامل ہیں، کوئی اس کی باتوں کو بدلنے والا نہیں۔

کیوں ایمان سے کہنا یہ وہی علماء ہیں جن پر تم امکانِ کذب ماننے کا بہتان کرتے ہو؟ اللہ حیا دے۔

حجتِ ثامنہ بقطع عرق ضلالت ضامنہ، اقول وباللہ التوفیق وبه الوصول الی ذری التحقیق (میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں اور اسی کی توفیق سے تحقیقی بات کو پایا جا سکتا ہے ت) علمائے مجوزین کے طریق استدلال و مناظرہ وجدال شاہد عدل ہیں کہ ان کے نزدیک خلف وعید و عفو و مغفرت میں نسبت تساوی اور دونوں جانب سے ترافق کلی ہے، ثبوت سنئے: قریب گزرا کہ انھوں نے اپنے دعوے پر آیۂ کریمہ ویغفر ما دون ذٰلك لمن یشاء[2] (اور کفر سے نیچے جتنے گناہ ہیں جسے چاہے بخش دے گا۔ ت) سے استدلال کیا، اور حلیہ پھر ردالمحتار میں جس سے آپ ہمیشہ کے لئے اپنے پیچھے ایک آفت لگانے کو ذرا سا ٹکڑا نقل کر لائے، اس دلیل کو انص واظہر دلائل مجوزین کہا اور پُر ظاہر کہ آیت صرف جواز مغفرت ارشاد فرماتی ہے اسی کو انھوں نے جواز خلف پر دلیل ٹھہرایا تو ان کا استدلال برہان قاطع کہ وہ مغفرت کو خلف سے عام نہیں مانتے کہ جواز اعم ہرگز جواز اخص کا مثبت نہیں ہو سکتا، اور عنقریب آتا ہے کہ معتزلہ نے امتناعِ عفو پر آیاتِ وعید سے تمسک کیا، اس پر ان علماء نے جواب دیا کہ خلف جائز ہے تو لاجرم جواز خلف کو امتناع عفو کا رَد مانا اور زنہار جواز اعم امتناع اخص کا نافی نہیں ہو سکتا، تو ان کا یہ جواب دلیل ساطع کہ وہ خلف کو مغفرت سے عام نہیں مانتے، رہا تباین وہ بالبداہۃ اور خود اسی رَد و اثبات سے بیّن البطلان پس تساوی متعین اور مراد متبیّن، یعنی ظاہر ہو گیا کہ وہ صرف عدم وقوع وعید بوجہ عفو کو خلف سے تعبیر فرماتے اور جائز

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] القرآن الکریم ۴/۱۱۶

Marfat.com

ٹھہراتے ہیں کہ یہی مغفرت سے مساوی ہے نہ کہ معاذاللہ تبدیل قول وتکذیب خبر کہ عفو سے عموم وخصوص دونوں رکھتی ہے، مثلاً درگزر بربنائے تخصیص نصوص وتقیید وعید واقع ہوئی تو عفو موجود اور تبدیل مفقود، اور کسی جرم پر ایک سزائے شدید کی وعید حتمی اور ایقاع کے وقت اس میں کمی کی تو عفو مفقود اور تبدیل موجود، اور اگر عفو تخفیف کو شامل کیجئے تو عام مطلقاً سہی بہرحال خلف کہ اس کا مساوی ہے کذب سے قطعاً عام مطلقاً یا من وجہ اب تو اپنی جہالت فاحشہ پر متنبہ ہوئے کہ جواز اعم امکان اخص کا مستلزم مان رہے ہو فالحمد للہ علی اتمام الحجۃ و ایضاح المحجۃ۔

حجت تاسعہ قاہرہ قالعہ قاتلہ قارعۃ بارغۃ التبیین دامغۃ الکذابین، اقول

وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) ایہا المسلمون! ذرا قلب حاضر درکار، اس مدعی جدید غیر مہتدی ورشید نے کذب باری عزوجل کا صرف امکان عقلی ہی ائمہ دین کی طرف نسبت نہ کیا، بلکہ معاذاللہ انھیں کفر صریح کا قائل قرار دیا، پھر الحمد للہ ان کا دامن سنت مامن تو کفر وضلالت کے ناپاک دھبوں سے پاک و منزہ مگر حضرت خود ہی اپنے ایمان کی خیر منائیں، یُوں نہ مانیں تو مفصل جانیں، اصل مراد یہ ہے کہ خلف بایں معنی کہ متکلم ایک بات کہہ کر پلٹ جائے اور جو خبر دی تھی اس کے خلاف عمل میں لائے، بلاشبہہ اقسامِ کذب سے ہے کہ کذب نہیں مگر خلافِ واقع خبر دینا تو اس معنٰی پر خلف کو ممکن یا سائغ یا واقع یا واجب جو کچھ مانئے بعینہٖ وہی حکم کذب کے لئے ثابت ہوگا کہ یہ جانب وجود ہے اور جانب وجود میں قسمِ مقسم کو مستلزم اور عقل احکامِ قسم سے مقسم پر حاکم کہ اس کا وجود بے اس کے محال و ناممکن، تو لاجرم اس کا امکان اس کے جواز اور اس کا وجود
١ اس کے وقوع اور اس کا وجوب اس کی ضرورت کو لازم، حضرت مدعی جدید نے اپنی جہالت وضلالت سے کلام علما میں خلف کے یہی معنے سمجھے کہ باری تعالٰی عیاذاً باللہ بات کہہ کر پلٹ جائے خبر دے کر غلط کر دے لہذا جوازِ خلف پر امکانِ کذب کو متفرع کیا حالانکہ حاش للہ عالم میں کوئی عالم اس کا قائل نہیں بلکہ وہ صراحۃً اس معنی مردود مخترع عنود کا رَدِّ بلیغ فرماتے اور جواز خلف کو تخصیص نصوص وتقیید وعید وغیرہما ایسے امور پر بنا کرتے ہیں جن کے بعد نہ معاذاللہ کہہ کر پلٹنا نہ بات کا بدلنا ہوا اس امر پر دلائل قاہرہ وتصریحاتِ باہرہ سُن ہی چکے مگر ان حضرت کو

ع المغفرۃ وقایۃ شر الذنوب بالکلیۃ [1] اھ ۱۲ رضی اللہ عنہ۔

مغفرت گناہوں کے شر سے کلیۃً محفوظ رہنا ہے اھ ۱۲ رضی اللہ عنہ (ت)

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

Marfat.com

یہ مسلم نہیں خواہی نخواہی خلف اسی معنی پر ڈھالتے ہیں جو ایک قسم کذب ہے تاکہ اس کے جواز سے امکان کذب کی راہ نکالیں بہت اچھا اگر یہی معنی مراد ہوں تو اب نظر کیجئے کہ جواز خلف کے کیا معنی ہیں اور وہ اپنے کس معنی پر ائمہ میں مختلف فیہ، حاش جواز صرف بمعنی امکان عقلی محل خلاف نہیں بلکہ قطعاً جواز شرعی وامکان وقوعی میں نزاع

ع۱ اقول هل عسیت ان تتفطن مما القینا ونلقی علیك من الابحاث ونقلنا و ننقل لك من کلمات العلماء ان الکلام فی مطلق الخلف فی حق العصاة لا الخلف المطلق فیهم ولا الخلف فی الکفار لوفاق اهل السنة الوعیدیة علی استحالته شرعًا اما الثانی فظاهر واضح وقد نص علیه القراٰن العزیز واجمعت علیه الامة جمیعًا واما الاول فنقل علیه ایضا غیر واحد الاجماع وهو الصواب من حیث النظر وان نقل العلامة فی حاشیة العلائی خلافه ففی هٰذین ان کان الخلاف فلا یکون الا فی الامکان العقلی ولذا احمل علیه العلامة ش بید انی لا اعلم خلافا بین اهل السنة فی جواز الاول عقلا والثانی وان وقع فیه خلاف ولکن المحققین ههنا علی الجواز ولم یخالف فیه الا اقل قلیل کما سیأتی فالذی[۲] وقع عن العلامة ش

اقول (میں کہتا ہوں) آپ نے ہماری اس گفتگو سے جو کی اور کریں گے اور علماء کے منقولہ کلمات سے سمجھ لیں گے کہ کلام گنہ گاروں کے حق میں مطلق خلف میں ہے، نہ خلف مطلق میں اور نہ ہی حق کفار میں خلف ہے کیونکہ وعیدی اہلسنت کا اتفاق ہے کہ ایسی خلف وعید شرعاً محال ہے، دوسری بات (حق کفار میں) تو ظاہر واضح ہے اس پر قرآن عزیز کی تصریح ہے اور تمام امت کا اس پر اتفاق ہے، رہی پہلی بات تو اس پر بھی متعدد اہل علم نے اجماع نقل کیا ہے۔ دلیل کے اعتبار سے یہی صواب ہے، اگرچہ علامہ نے حاشیہ علائی میں اس کے خلاف نقل کیا ہے، ان دونوں میں اگر اختلاف ہو بھی تو محض بطور امکان عقلی ہی ہوگا اس لئے علامہ ش نے اسے اس پر محمول کیا مگر میں اول کے جواز عقلی میں اہلسنت کا اختلاف نہیں جانتا، اور دوسری میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن محققین یہاں بھی جواز پر ہیں اور اس کی مخالفت بہت ہی کم لوگوں نے کی ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے

(باقی برصفحہ آئندہ)

ع۲ قوله فالذی وقع حیث نقل النزاع المشهور وکون المحققین علی المنع

قوله والذی وقع، کیونکہ انھوں نے یہاں نزاع مشہور نقل کیا ہے اور محققین کا اس کے کلام میں دونوں مخلوط

(باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

ہے جس کے بعد امتناع بالغیر بھی نہیں رہتا، دلائل سنئے :

(بقیہ حاشیہ ۱ صفحہ گزشتہ)

اشتباہ یجب التنبیہ لہ وقد اوضحناہ علی ہامشہ ولولا ان عرضنا فی المقام لایتعلق بنقد ذلك لاتینا بالتحقیق فیما ھنالك ثم من البدیھی ان امکان عدم التعذیب عقلاً مع استحالتہ شرعاادخل فی الرد علی ھؤلاء الجھلۃ کما لایخفی علی عاقل فضلا عن فاضل و سنلقی علیك تحقیقہ فیما سیأتی فی رد الوھابیۃ الدیوبندیۃ فانتظر واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم ۱۲ منہ قدس سرہ۔

علامہ زرکشی سے جو واقع ہوا یہ اشتباہ ہے جس پر تنبیہ ضروری ہے اور ہم نے اس کے حاشیہ پر اس کی وضاحت کردی ہے اگر ہماری غرض اس مقام پر تنقید کرنا ہوتی تو ہم اس تحقیق کو یہاں کردیتے، پھر یہ بات بدیہی ہے کہ عقلاً عدم عذاب کا محض امکان جو شرعاً محال ہے ان جہال کے رد کا ذریعہ بنتا ہے جیسا کہ کسی عاقل پر مخفی نہیں چہ جائیکہ کسی فاضل پر مخفی ہو، عنقریب اس کی تفصیل و تحقیق وہابیہ دیوبندیہ کے رَد میں آرہی ہے تھوڑا سا انتظار کرو۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم ۱۲ منہ قدس سرہٗ (ت)

(بقیہ حاشیہ ۲ صفحہ گزشتہ)

فی کلامہ علی ھٰذین الخلفین وزعم تبعا للحلیۃ ان الاشبہ ترجح جواز الاول عقلا فاوھم ان جوازہ العقلی مختلف فیہ واوھم ایھامًا اشد واعظم ان المحققین علی انکارہ وان کان الاشبہ عندہ ترجح الجواز مع انا لانعلم فیہ نزاعًا اصلا ولا نظنہ محل نزاع وان کان فلا شك ان عامۃ الائمۃ علی الجواز ثم اوھم بل صرح اٰخرا ان الصحیح عند المحققین منع الثانی عقلا مع ان الامر بالعکس

پر منع مذکور ہوا اور حلیہ کی اتباع میں اس نے عقلاً جواز اول کی ترجیح کو مختار محسوس کرلیا تو اسے یہ وہم ہوگیا کہ اس کے جواز عقلی میں اختلاف ہے یہ وہم شدید ہے محققین تو اس کا انکار کررہے ہیں اگرچہ اس کے ہاں مختار جواز کو ترجیح دینا ہے حالانکہ ہم تو اس میں نزاع کا علم نہیں رکھتے اور نہ ہی محل نزاع کا گمان کرتے ہیں اور اگر ہے تو بلاشبہہ اکثر ائمہ جواز پر ہیں پھر وہم میں پڑتے ہوئے آخر تصریح کی کہ محققین کے ہاں صحیح یہ ہے کہ دوسری صورت عقلاً منع ہے حالانکہ معاملہ برعکس

(باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

اولاً اہلسنت بالاجماع اور معتزلہ کا ایک فرقہ مغفرت عاصیان کبائر کردگان و بے توبہ مردگان کے امکان عقلی پر متفق ہیں یعنی کچھ عقل محال نہیں جانتی کہ اللہ تعالیٰ ان سے مواخذہ نہ فرمائے مگر امکانِ شرعی میں اختلاف پڑا اہلسنت بالاجماع شرعاً بھی جائز بلکہ واقع اور یہ فرقہ وعیدیہ سمعاً ناجائز اور عذاب واجب مانتے ہیں، انھوں نے آیاتِ وعید سے استناد کیا اس کے جواب میں جوازِ خلف کا مسئلہ پیش ہُوا یعنی اے معتزلہ! تمھارا استدلال توجب تمام ہو کہ ہم وقوعِ وعید شرعاً واجب مانیں وہ خود ہمارے نزدیک جائز الخلف ہے تو عفو پھر جائز کا جائز ہی رہا اور شرعاً وجوبِ عذاب کہ تمھارا دعوٰی تھا ثابت نہ ہُوا۔ امام علامہ تفتازانی شرح مقاصد میں فرماتے ہیں:

البحث الثانی عشر اتفقت الامۃ و نطق الکتاب والسنۃ بان اللہ تعالٰی عفو غفور یعفو عن الصغائر مطلقاً وعن الکبائر بعد التوبۃ ولایعفو عن الکفر قطعاً، واختلفوا فی العفو عن الکبائر بدون التوبۃ فجوزہ الاصحاب بل اثبتوہ خلافاً للمعتزلۃ، تمسک القائلون بجواز العفو عقلاً وامتناعہ سمعاً وھم البصریون من المعتزلۃ وبعض البغدادیۃ بالنصوص الواردۃ فی وعید الفساق واصحاب الکبائر، واجیب بانھم داخلون فی عمومات الوعد بالثواب ودخول الجنۃ علی ما مر والخلف فی الوعد لؤم لایلیق بالکریم وفاقاً بخلاف الخلف فی الوعید فانہ

بارھویں بحث: اُمت کا اتفاق اور کتاب و سنت اس پر ناطق ہیں کہ اللہ تعالٰی معاف فرمانے والا غفور ہے، وہ صغائر تو ہر حال میں معاف فرما دیتا ہے اور کبائر کو توبہ کے بعد، کفر کو قطعاً معاف نہیں فرماتا، بغیر توبہ کبائر کی بخشش میں اختلاف ہے، ہمارے اصحاب (اہلِ سنّت) اس کے جواز کے قائل بلکہ اس کو دلائل سے ثابت کرنے والے ہیں اس میں معتزلہ کا اختلاف ہے، ان میں سے کچھ نے کہا عقلاً عفو کا جواز ہے مگر شرعاً ممتنع ہے، یہ بصری معتزلہ کی رائے ہے، بغدادی معتزلہ ان نصوص سے استدلال کرتے ہیں جو فساق اور اصحابِ کبائر کے بارے میں وعیدیں آئی ہیں، ان کو جواب یہ دیا گیا ہے کہ وہ وعدہ ثواب و دخولِ جنت کی عمومی نصوص میں داخل ہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فالحق ان محل النزاع المشھور ھو الجواز الشرعی وکلامھم انما ھو فی مطلق الخلف و تحقیق الحق فی محصلہ ماسنلقی علیک واللہ الھادی ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ۔

ہے، تو حق یہ ہے کہ نزاع مشہور کا محل جوازِ شرعی ہے علماء کا کلام مطلق خلف میں ہے، حق کی تحقیق ہم آپ پر عنقریب بیان کریں گے، واللہ الہادی ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ (ت)

Marfat.com

س بمایعد کس ما اھ[1] ملتقطا۔ جیسا کہ گزر چکا ہے، اور وعدہ میں خلف ایسا قابلِ ملامت عمل ہے جو بالاتفاق کریم کے مناسب و لائق نہیں بخلاف خلافِ وعید کے کہ اسے اکثر کرم ہی شمار کیا جاتا ہے اھ ملتقطا۔ (ت)

دیکھو علماء اس جوازِ خلف سے عذاب کے وجوب شرعی کو دفع فرماتے ہیں اور وجوب شرعی کا مقابل نہیں مگر جواز شرعی اگر صرف امکان عقلی مراد ہو تو وہ ان معتزلہ کے مذہب سے کیا منافی اور ان کی دلیل کا کیونکر نافی ہوگا، وہ کب کہتے تھے کہ واجب عقلی ہے جو تم امکان عقلی کا قصہ پیش کرو تو ثابت ہوا کہ یہ علماء بالیقین خلفِ وعید کو شرعاً جائز مانتے ہیں۔

ثانیاً محققین کہ جوازِ خلف نہیں مانتے، آیۂ کریمہ مایبدل القول لدیّ[2] (میرے ہاں قول میں تبدیلی نہیں کی جائے گی۔ت) سے استدلال کرتے ہیں کما فی شرح عقائد النسفی وشرح الفقہ الاکبر وغیرھما (جیسا کہ شرح عقائد نسفی، شرح فقہ اکبر اور دیگر کتب میں ہے۔ت)، اور پُر ظاہر کہ آیت میں نفی وقوع صرف استحالہ شرعی پر دلیل ہوگی نہ کہ امتناع عقلی پر، تو لازم کہ وہ علماء جواز شرعی مانتے ہوں ورنہ محققین کی دلیل محلِ نزاع سے محض اجنبی اور امر نزاعی کی نافہمی پر مبتنی ہوگی وہ نہ کہہ دیں گے کہ اس سے صرف استحالۂ شرعی ثابت ہوا وہ امکان عقلی کے کب خلاف ہے جس کے ہم قائل ہیں۔

ثالثاً واحدی نے بسیط میں آیۂ کریمہ انک لا تخلف المیعاد[3] (بیشک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ت) سے صرف وعدہ مراد لیا اور وعید پر حمل کرنے سے انکار کیا کہ اس میں تو خلف جائز ہے۔ تفسیر کبیر میں فرمایا:

احتج الجبائی بھذہ الاٰیۃ علی القطع بوعید الفساق (ثم ذکر احتجاجہ والاجوبۃ عنہ الٰی ان قال) وذکر الواحدی فی البسیط طریقۃ اخرٰی، فقال لم لایجوز ان یحمل ھٰذا علٰی میعاد الاولیاء دون وعید الاعداء

جبائی نے وعید فساق کی قطعیت پر اسی آیہ مبارکہ سے استدلال کیا (پھر اس کا استدلال اور اس کے جوابات ذکر کئے پھر کہا) اور واحدی نے بسیط میں ایک اور طریقہ ذکر کرتے ہُوئے کہا یہ کیوں جائز نہیں کہ اسے وعدۂ اولیاء پر محمول کرلیا جائے نہ کہ وعید اعداء پر

---

[1] شرح المقاصد المبحث الثانی عشر دارالمعارف النعمانیۃ، لاہور ۲/ ۲۳۵ تا ۲۳۷
[2] القرآن الکریم ۵۰/ ۲۹
[3] ” ” ۳/ ۱۹۴

Marfat.com

لان خلف الوعید کرم عند العرب[1] الخ۔ کیونکہ خلفِ وعید عربوں کے ہاں سراپا کرم ہوتا ہے۔ (ت)

ظاہر ہے کہ علمائے مجوزین اگر صرف امکان عقلی مانتے تو آیت میں اس حمل کی انھیں کیا حاجت تھی کہ انتفائے شرعی جوازِ عقلی کے کچھ منافی نہیں۔

۳ رابعًا قائلانِ جواز کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ خلف وعید صرف بحقِ مسلمین جائز ہے نہ بحقِ کفار، عبارتِ حلیہ: الاشبہ ترجح القول بجواز الخلف فی الوعید فی حق المسلمین خاصۃ دون الکفار[2] مختار یہ ہے کہ خلف وعید کا قول مسلمانوں کے ساتھ خاص ہے نہ کہ کفار کے لئے۔ (ت)

ابھی بحوالہ ردالمحتار گزری، مگر میں اس کی جگہ اور تحفہ پیش کروں، مختصر العقائد میں ہے:

الملك لله والناس عبیدہ ولہ ان یفعل بھم مایرید ولکن وعدان لایعذب احدا بغیر ذنب وان لایخلد المؤمن المذنب فی النار ویستحیل ان یخلف فی میعادہ وکذا اوعد ان یعذب المؤمن المذنب زمانًا والکافر مؤبدا ولکن قد یعفو عن المؤمن المذنب ولایعذبہ لانہ تکرم وتفضل فیترك الوعید، اما فی حق الکفار فلا یکون العفو وان کان تکرما وتفضلا قال الله تعالٰی ولو شئنا لاٰتینا کل نفس ھداھا، ولکن حق القول منی الاٰیۃ، اخبرانہ لایفعل مع الکفار الابطریق العدل[3] ملک اللہ کا ہے، تمام لوگ اس کے غلام ہیں، اللہ تعالٰی ان کے بارے میں جو اپنے ارادہ کے مطابق کرسکتا ہے لیکن اس نے وعدہ فرمایا وہ کسی کو گناہ کے بغیر عذاب نہیں دے گا، کسی مومن گنہگار کو ہمیشہ دوزخ میں نہیں ڈالے گا اور اس سے وعدہ کی خلاف ورزی محال ہے اس طرح اس نے مومن گنہگار کو کچھ وقت کے لئے اور کافر کو ہمیشہ کے لئے عذاب دینے کی وعید فرمائی ہے لیکن اگر وہ کسی مومن کو معاف فرمادیتا ہے اور اسے عذاب نہیں دیتا تو یہ اس کا سراپا کرم وفضل ہے، تو وعید کو ترک فرماتا ہے رہا کفار کا معاملہ تو اس میں عفو نہیں اگرچہ عفو کرم وفضل ہی ہوتا ہے، اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: اگر ہم چاہیں تو ہر نفس کو ہدایت دیں لیکن میرا قول حق ہے الآیہ، اس میں اللہ تعالٰی نے خبر دی ہے کہ کفار کے ساتھ صرف عدل کا معاملہ فرمائے گا۔ (ت)

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ان اللّٰہ لایخلف المیعاد المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۷/ ۱۹۶

[2] ردالمحتار بحوالہ الحلیۃ مطلب فی خلف الوعید وحکم الدعاء بالمغفرۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۵۱

[3] مختصر العقائد

Marfat.com

روح البیان میں ہے :

اللہ تعالٰی لایغفر ان یشرك بہ فینجز وعیدہ فی حق المشرکین ویغفر مادون ذٰلك لمن یشاء فیجوزان یخلف وعیدہ فی حق المؤمنین[1]

اللہ تعالٰی شرک کو معاف نہیں فرماتا تو مشرکین کے حق میں وعید جاری وساری رہے گی اور اس سے نیچے کو معاف فرمادیتا ہے جس کو چاہے، تو اہل ایمان کے حق میں خلفِ وعید جائز ہوگی۔ (ت)

سبحان اللہ! اگر صرف امکان عقلی میں کلام ہوتا تو وُہ باجماع اشاعرہ بلکہ جماہیر اہلسنت حق کفار میں بھی حاصل، وھو التحقیق یفعل اللہ مایشاء ویحکم مایرید (اور یہی تحقیق ہے اللہ تعالٰی جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہتا ہے فیصلہ فرماتا ہے۔ ت) شرح مقاصد الطالبین فی علم اصول الدین میں ہے :

اتفقت الامۃ ان اللہ تعالٰی لایعفوعن الکفر قطعًا وان جاز عقلا ومنع بعضھم الجواز العقلی ایضًا لانہ مخالف لحکمۃ التفرقۃ بین من احسن غایۃ الاحسان ومن اساء غایۃ الاساءۃ وضعفہ ظاہر[2] اھ ملخصًا۔

اُمت کا اتفاق ہے کہ کفر کو قطعًا معاف نہیں کیا جائیگا اگرچہ اس کا عقلی جواز ہے اور بعض نے تو جواز عقلی کا بھی انکار کیا ہے کہ انتہائی نیکی کرنیوالے اور انتہائی بُرائی کرنے والے کے درمیان فرق کرنے کی حکمت کے خلاف ہے اور اس کا ضُعف ظاہر ہے اھ ملخصًا (ت)

اسی میں ہے :

عند شرذمۃ لایجوزون العفوعنھم فی الحکمۃ[3]

ایک گروہ کے ہاں یہ ہے کہ وہ حکمت کے طور پر کفار سے معافی کو جائز نہیں کہتے۔ (ت)

لاجرم بدلائل قاطعہ ثابت ہُوا کہ قائلینِ جواز جوازِ شرعی لیتے اور خلف کے امتناع بالغیر سے بھی انکار رکھتے ہیں، اب تم نے خلف کے وُہ معنی لئے جو ایک قسم کذب ہے تو قطعًا لازم کہ تمھارے زعم باطل میں ان علماء کے نزدیک کذبِ الٰہی نہ صرف عقلًا بلکہ شرعًا بھی جائز ہو جسے امتناع بالغیر سے بھی بہرہ نہیں یہ صریح کفر ہے والعیاذ باللہ رب العالمین۔ امام علامہ قاضی عیاض قدس سرہ شفا شریف میں فرماتے ہیں :

من دان بالوحدانیۃ وصحۃ النبوۃ و

جو اللہ تعالٰی کی وحدانیت اور نبوت کی حقانیت اور

---

[1] روح البیان الجزء السادس والعشرون سورۃ ق مایبدل القول کے تحت المکتبۃ الاسلامیہ ریاض ۹/۱۲۵
[2] شرح المقاصد المبحث الثانی عشر دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۲/۲۳۵
[3] " " " " " " " ۲/۲۳۸

Marfat.com

نبوۃ بنبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولکن جوز علی الانبیاء الکذب فیما اتوا بہ ادعی فی ذٰلک المصلحۃ بزعمہ ام لم یدعھا فھو کافر باجماع[1]

ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نبوت کا اعتقاد رکھتا ہو باایں ہمہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ان باتوں میں کہ وُہ اپنے رب کے پاس سے لائے کذب جائز مانے خواہ بزعم خود اس میں کسی مصلحت کا ادعا کرے یا نہ کرے ہر طرح بالاجماع کافر ہے (ت)

سبحان اللہ! حضرات انبیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والثناء پر کذب جائز ماننے والا بالاتفاق کافر ہُوا، جناب باری عزوجل کا جوازِ کذب ماننے والا کیونکر بالاجماع کافر و مرتد نہ ہوگا، اب تو جانا کہ تم نے اپنی جہالت و وقاحت سے کفر و اسلام میں تمیز نہ کی اور کفر خالص پر معاذ اللہ ائمہ دین میں نزاع ٹھہرادی، سبحان اللہ! یہ فہم و فقاہت یہ دین و دیانت اور اس پر عالم رشید بلکہ شیخ مرید بننے کی ہمت ع

آدمیاں گم شدند ملک خدا خر گرفت

(آدم ختم ہوگئے اللہ تعالٰی کے ملک پر گدھے نے قبضہ کرلیا۔ت)

ذرا یہ مقام یاد رکھئے کہ آپ کو خاتمہ میں اس سے کام پڑنا ہے، واللہ المستعان علی ما تصفون، لاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم

حجت عاشرہ ظاہرہ باہرہ زاہرہ قاہرہ امر و ادھی من قرینتھا الاولٰی،

اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہُوں۔ت) ہنوز بس نہیں اگرچہ علماء مسئلہ خلف میں بلفظ جواز تعبیر کررہے ہیں، مگر عقل صافی و نظر وافی نصیب ہو تو کھل جائے کہ وہ جس معنی پر خلف جائز کہتے ہیں اس معنی پر نہ صرف جائز بلکہ بالیقین واقع مانتے ہیں تو تمہارے زعم خبیث پر قطعاً لازم کہ ائمہ دین کذب الٰہی کو یقیناً واقع و موجود بالفعل جانتے ہیں، اس سے بڑھ کر کفر جلی اور کیا ہوگا، ولائل لیجئے:

اولاً ہم ثابت کر آئے کہ خلف و عفوان کے نزدیک متساوی ہیں، اور ایک مساوی کا وقوع وقوع مساوی دیگر کو قطعاً مستلزم خواہ تساوی فی التحقق ہو یا فی الصدق کہ اول کا تو عین منطوق تلازم فی الوجود اور ثانی اس سے بھی زیادہ ادخل فی المقصود، فان الانفکاک فی الوجود انفکاک فی الصدق مع شیئ زائد (کیونکہ وجود میں انفکاک، صدق میں انفکاک ہی ہے بلکہ شئی زائد کے ساتھ ہے۔ت) لیکن عفو بالیقین واقع، ابھی شرح مقاصد

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی بیان ماھو من المقالات المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۲/ ۲۶۹

Marfat.com

سے گزرا "جونرہ الاصحاب بل اثبتوہ"[1] (اصحاب اسے جائز بلکہ اسے ثابت کرتے ہیں۔ت) تو ثابت ہوا کہ وہ علماء جسے خلف وعید کہتے ہیں یقیناً واقع، اب تم خلف کو اس معنی ناپاک پر حمل کرتے ہو تو معاذاللہ کذب الٰہی کے بالیقین واقع وموجود ہونے میں کیا کلام رہا، صدق اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے سچ فرمایا۔ت):

فانھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور[2]	بیشک آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

والعیاذ باللہ سبحانہ وتعالٰی (اللہ سبحانہ وتعالٰی کی پناہ۔ت)

ثانیاً تعیین تساوی سے قطع نظر بھی کیجئے تاہم آیہ کریمہ ویغفر مادون ذٰلک[3] (شرک سے نیچے معاف فرما دے گا۔ت) سے ان کا استدلال دلیل قاطع کہ خلف عفو سے خاص یا مباین نہیں لاجرم مساوی نہ سہی تو عام ہوگا بہرحال وقوع مغفرت وقوع خلف اور تمہارے طور پر وقوع خلف وقوع کذب کو مستلزم ہوکر کذب الٰہی یقینی الوقوع ٹھہرے گا اور کیا گمراہوں کے سر پر سینگ ہوتے ہیں۔

ثالثاً مختصر العقاید کی عبارت گزری کچھ دیر نہ ہوئی جس میں خلف وعد کو محال لکھ کر وعید مسلمین کے بارے میں دیکھ لیجئے کیا لفظ لکھا یجوز ان یترك الوعید (وعید کا ترک کرنا جائز ہے۔ت) نہ کہا بلکہ صاف صاف یترك الوعید[4] (وعید کو ترک کردیا۔ت) مرقوم کیا، پھر ثبوتِ مدعا میں کیا کلام رہا۔

رابعاً ان دلائل قاطعہ عقلیہ کے بعد تمہاری سمجھ کے لائق قاطع نزاع و واقع شغب یہ ہے کہ امام محمد محمد ابن امیر الحاج حلبی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اسی حلیہ میں جو اسی ردالمحتار کی جس سے آپ ناقل (اس مقام میں) ماخذ ہے صاف بتا دیا کہ خلف وعید صرف عفو سے عبارت ہے، اب آپ ہی بولئے آپ کے مذہب میں عفو بالیقین واقع ہے یا نہیں، اگر ہے تو وہی خلف ہے اور تم خلف کو اصل کذب سمجھے تو اپنے خدا کو یقیناً کاذب کہہ چکے یا نہیں، حلیہ کی عبارت یہ ہے:

الدعاء المذکور یستلزم انہ یجوز الخلف فی الوعید وظاھر المواقف والمقاصد	دعا مذکور اس بات کو مستلزم ہے کہ خلف وعید جائز ہے، مواقف اور مقاصد کے ظاہر سے ہی

---

[1] شرح المقاصد المبحث الثانی عشر دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۲/۲۳۵
[2] القرآن الکریم ۲۲/۴۶
[3] " ۴/۱۱۶
[4] مختصر العقائد

Marfat.com

ان الاشاعرة قائلة به لانه لایعد نقصًا بل جود اوکرمًا ولهذا امدح به کعب بن زهیر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم حیث قال ؎

نبئت ان رسول اللّٰہ اوعدنی
والعفو عند رسول اللّٰہ مأمول[1]

معلوم ہوتا ہے کہ اشاعرہ اس کے قائل ہیں کیونکہ اسے نقص نہیں بلکہ جُود وکرم شمار کیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اس کے ساتھ مدح کرتے ہوئے کہا مجھے بتایا گیا ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وعید سنا رکھی ہے مگر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عفو کی ہی امید ہے۔ (ت)

دیکھو صراحۃً مدح بالعفو کو مدح بخلف وعید قرار دیا، اسی طرح ختم بحث میں قول ابن نباتہ مصری:

الحمد للّٰہ الذی اذا وعد وفا واذا اوعد عفا۔[2]

تمام حمد اللہ کی جو وعدہ کرکے وفا فرماتا ہے اور جب وعید سناتا ہے تو معاف فرمادیتا ہے (ت)

کو اسی باب سے ٹھہرایا اب بھی وضوحِ حق میں کچھ باقی رہا، یہ دوسرا مقام یاد رکھنے کا ہے کہ تم نے صراحۃً وقوع و وجود کذب الٰہی کو ائمہ اہلسنت کا مذہب جانا اور ایسے کفر شنیع وارتداد فظیع کو اہل حق کا ایک اختلافی مسئلہ مانا۔

کذٰلک یطبع اللّٰہ علٰی کل قلب متکبر جبار، ولاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ الواحد القھار۔

یوں ہی اللہ تعالٰی ہر متکبر اور جابر دل پر مُہر ثبت فرماتا ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ الواحد القھار (ت)

بالجملہ بحمد اللہ بحجج قاہرہ وبینات باہرہ شمس واَمس سے زیادہ روشن وابین ہوگیا کہ علماء جس معنی پر خلف جائز مانتے ہیں، حاش للہ! اسے امکانِ کذب سے اصلاً علاقہ نہیں ان کے نزدیک خلف بمعنی عدم ایقاع وعید بوجہ تجاوز وکرم ہے کہ عین عفو یا عفو کا مساوی وملازم، اور یہ معنی نہ صرف جائز بلکہ باجماع اہلسنت بلاشبہہ واقع رہا، خلف بمعنی تبدیل قول وتکذیب خبر جس کے جواز پر امکانِ کذب متفرع ہوسکے، ہرگز ان علماء کی مراد نہ عالم میں کوئی عالم اس کا قائل بلکہ وہ بالاتفاق یک زبان ویک دل اس سے تبری وتحاشی کامل کرتے اور کذبِ الٰہی کے استحالۂ قطعی وامتناعِ عقلی پر اجماعِ تام رکھتے ہیں، اول سے آخر تک ان کے تمام کلمات ومحاورات وجوہِ مناظرہ وطرقِ رَدّ واثبات ہزار در ہزار طور سے اس امر پر شاہد عدل وناطق فصل وقد ظھر علٰی کل

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
[2] " " " " " "

ذی عقل (اور یہ ہر عقلمند پر ظاہر ہے۔ت) اور امام ابن امیر الحاج نے تو بحمد اللہ یہ امر باتم وجوہ منجلی کر دیا کہ خود جواز خلف کو راجح مان کر اس معنی ناپاک تراشیدۂ مدعی بیباک کی وہ بیخ کنی فرمائی جس کی غرب سے شرق تک خبر آئی، یونہی امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں باآنکہ کلام امام ابو عمرو ابن العلاء قائل جواز خلف کی وہ کچھ تائید کی جو اوپر گزر چکی، جب معنی تبدیل کی نوبت آئی جس پر ان حضرات نے تفریع کی ٹھہرائی اس پر وہ شدید و عظیم نکیر فرمائی کہ کج فہمی جاہل پر قیامت ڈھائی، اسی تفسیر[1] میں فرماتے ہیں:

الخبر اذا جوز علی اللہ الخلف فیہ فقد جوز الکذب علی اللہ تعالٰی وھذا خطاء عظیم بل یقرب من ان یکون کفرا فان العقلاء اجمعوا علی انہ تعالٰی منزہ عن الکذب ومعلوم ان فتح ھذا الباب یفضی الی الطعن فی القرآن وکل الشریعۃ اھ ملخصاً۔

یعنی جب خبر میں خلف اللہ تعالٰی پر جائز رکھا جائے تو بیشک کذب الٰہی کو جائز ماننا ہوگا، اور یہ سخت خطا ہے بلکہ قریب ہے کہ کفر ہو جائے اس لئے کہ تمام عقلاء (یعنی نہ صرف اہل اسلام بلکہ سمجھ والے کافر بھی) اتفاق کئے ہوئے ہیں کہ باری تعالٰی کذب سے منزہ ہے، اور معلوم ہے کہ اس دروازے کا کھولنا قرآن مجید اور تمام شریعت میں طعن تک لے جائیگا اھ ملخصاً

بس خدا کی شان ہی شان نظر آتی ہے کہ واضح روشن، ایمانی اجماعی مسائل میں مدعیان علم و دیانت و رشد و مشیخت اغوائے عوام و تلبیس مرام کو یوں دیدہ و دانستہ کور مغز بن جاتے اور خوف خالق و شرم خلائق سب کو یک دست سلام کرکے ائمہ دین پر یوں کھلے بہتان جیتے طوفان اٹھاتے ہیں ؎

چشم باز و گوش باز و ایں ذکا　　　خیرہ ام در چشم بندے خدا

(آنکھیں کھولو، کان کھولو، اے بندۂ خدا! اس سے آنکھیں خیرہ ہیں۔ت)

فان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ　　　وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

(اگر تم نہیں جانتے تو یہ مصیبت و پریشانی ہے اور اگر جانتے ہو تو اس سے بڑھ کر آزمائش ہے۔)

بس زیادہ کہوں سوا اس کے کہ اللہ ہدایت دے، آمین!

تنبیہ نبیہ: الحمد للہ تحقیق ذروۂ علیا کو پہنچی اور عیاروں طراروں کی افترا بندی اپنی سزا کو اب صرف یہ امر قابل تنقیح رہا کہ جب خلف بمعنی تبدیل کے استحالہ پر اجماع قطعی قائم اور بمعنی مساوی عفو بالاجماع جائز بلکہ واقع تو علمائے مجوزین و محققین مانعین میں نزاع کس امر پر ہے، **اقول** وباللہ التوفیق وبہ العروج علی

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)

Marfat.com

اوج التحقیق علی الخبیر سقطت (میں کہتا ہوں اللہ کی توفیق سے، اور اس توفیق سے باخبر کو تحقیق کی بلندیوں پر عروج حاصل ہوتا ہے۔ ت) ہاں منشاءِ نزاع اس اطلاق خلف کی تجویز ہے مجوزین نے خیال کیا کہ خلف وعید معاذ اللہ کسی عیب ومنقصت کا نشان نہیں دیتا بلکہ عفو وکرم پر دلیل ہوتا اور محل مدح وستائش میں بولا جاتا ہے ولہٰذا جا بجا عرف عرب سے اس پر استناد کرتے ہیں، قائل قائلھم (ان میں سے کسی کا قول ہے۔ ت) ؎

وانی وان اوعدته او وعدته لمخلف ایعادی ومنجز موعدی

(اگر میں نے اسے وعید سنائی یا اس سے وعدہ کیا تو اپنے وعید کا خلاف اور وعدہ کو پورا کرنے والا ہوں۔ ت)

وقال اٰخر (اور دوسرے نے کہا۔ ت)؛ ؎

اذا وعد السراء انجز وعده وان اوعد ا فالعفو مانعه

(جب خوشحال لوگوں سے وعدہ کیا تو وعدہ پورا کر دیا اور جب فقراء کو وعید سنائی تو عفو اس کے مانع ہوگیا۔ ت)

بنابرآں خلف وعید کی تجویز کی، محققین نے دیکھا کہ لفظ معنی محال یعنی تبدیل مقال کا موہم اور یہاں ایہام محال بھی منع میں کافی، کما نصوا علیہ فی مسئلة معقد العز (جیسا کہ انھوں نے مسئلہ معقد العز میں اس پر تصریح کی ہے۔ ت) اور اس کے ساتھ وقوع تمدح صرف مخلوق میں ہے خالق عزوجل کا ان پر قیاس صحیح نہیں لاجرم اس تجویز سے تحاشی کی۔

خلاصہ یہ کہ آیاتِ وعید میں بنظر ظاہر عموم عدم وقوع ایک صورت خلف میں ہے اگرچہ بنظرِ تخصیص وتقیید حقیقت خلف سے قطعاً منزہ، مجوزین اسی خلف صوری کو خلف وعید سے تعبیر کرتے اور اسے جائز رکھتے ہیں کہ مفید مدح ہے اور محققین منع فرماتے ہیں کہ موہم نقص وقدح ہے ورنہ اگر خیال معنی کیجئے تو بلاشبہہ وہ جس امر کو خلف کہتے ہیں قطعی بالاجماع جائز وواقع، ولہٰذا علامہ شہاب الدین خفاجی مصری نے نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں مسئلہ خلف کو اہلسنت کا اتفاقی قرار دیا اور اس میں خلاف صرف معتزلہ کی نسبت کیا،

حیث قال الوعید لایجوز تخلفه عند المعتزلة لقولھم بانه یجب علی اللہ تعالٰی تعذیب العاصی[1]

جہاں کہا کہ وعید کا تخلف معتزلہ کے ہاں جائز نہیں کیونکہ ان کا یہ مذہب ہے کہ عاصی کو عذاب دینا اللہ تعالٰی پر لازم ہے۔ (ت)

---

[1] نسیم الریاض شرح الشفاء للقاضی عیاض فصل فی بیان ما ھو من المقالات کفر الخ دار الفکر بیروت ۴/ ۵۳۱

Marfat.com

پُرظاہر کہ اس نسبت کا منشاء وہی نظرِ معنی ہے کہ معنی مقصود و مجوزین کے جواز میں واقعی اشقیائے معتزلہ ہی کو خلاف ہے اہلسنت میں کوئی اس کا منکر نہیں، جس طرح معنی کذب و تبدیل کے بطلان و امتناع پر اہلسنت بلکہ اہل ملل بلکہ اہل عقل کا اجماع ہے جس میں کسی فرقہ کا خلاف معلوم و ظاہر نہیں۔ یہ ہے بحمد اللہ محلِ نزاع کی تحریر انیق و تقریر رشیق، والحمد للہ ولی التوفیق علی الھام التحقیق وارشاد الطریق (حمد ہے اللہ تعالٰی کے لئے جو عطاءِ تحقیق اور رہنما طریق کی توفیق کا مالک ہے۔ ت)، امام محقق مدقق علامہ حلبی نے اسی حلیہ میں جواز خلف مان کر معنی کذب و تبدیل سے وہ تحاشی عظیم فرمائی جس کی نقل حجت سابعہ میں گزری پھر تصریح مراد کی یوں ارشاد کی:

المراد بالوعید صورۃ العموم بالوعید من امر یدا بالخطاب[1] — مسئلہ جواز خلف میں وعید سے صورت عموم مراد ہے کہ بظاہر حکم سب مخاطبوں کو شامل نظر آتا ہے۔

یعنی تنہا الفاظِ وعید پر نظر کیجئے تو صاف یہی حکم معلوم ہوتا ہے کہ جو ایسا کریں گے سب سزا پائیں گے پھر جبکہ بدلائل قاطعہ ثابت ہُوا کہ بعض کو نہ ہوگی تو بظاہر وعید متخلف ہُوئی حالانکہ وہ عموم صرف صوری تھا، نہ حقیقی کہ حقیقت میں عمومات وعید آیاتِ مشیّت سے مکتسب تقیید، جن کا حاصل یہ کہ ہم معاف نہ فرمائیں تو سزا ہوگی بس اس قدر محصل خلف ہے، جسے معاذ اللہ کذب و تبدیل سے کچھ علاقہ نہیں، پھر اس مراد و مقصود کی تحقیق فرما کر ارشاد کرتے ہیں:

ثم حیث کان المراد ھذا فالوجہ ترک اطلاق جواز الخلف فی الوعد والوعید دفعا لایھام ان یکون المراد منہ ھذا المحال[2] — یعنی جب معلوم ہوگیا کہ جواز خلف سے صرف اس قدر مراد ہے نہ وہ کہ معاذ اللہ امکانِ کذب کو راہ دے کہ کذب و تبدیل تو یقیناً اللہ تعالٰی پر مستحیل، تو مناسب یہی ہے کہ وعدہ یا وعید کسی میں جواز خلف کا لفظ نہ بولیں کہ اس سے کسی کو اس معنی محال کا وہم نہ گزرے۔

واقعی امام ممدوح کا گمان بجا تھا، آخر دیکھئے نا کہ اس چودھویں صدی میں جہال سفہاء کو وُہ وہم آڑے ہی آیا، والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالٰی۔ پھر فرماتے ہیں:

وانما وافقناھم علی الاطلاق لشھرۃ المسئلۃ بینھم بھذہ الترجمۃ و — ہم نے جو اس لفظ کے اطلاق میں علمائے سابقین کا ساتھ دیا اس پر باعث یہ تھا کہ مسئلہ ان میں اسی

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] ” ” ”

Marfat.com

نستغفر اللہ العظیم من کل مالیس فیہ رضاہ[1] نام سے شہرت رکھتا ہے اور ہم اللہ عزوجل سے مغفرت چاہتے ہیں ہر اس بات کی جو اسے پسندیدہ نہیں۔

سفیہ جاہل دیکھے کہ اس کے امکانِ کذب کے شوشے کدھر گئے،

قل جاء الحق و زھق الباطل ط ان الباطل کان زھوقا[2] فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا۔ (ت)

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے بتوفیق المولٰی سبحانہ و تعالٰی اس مقام کی زیادہ تحقیق حواشی شرح عقائد و شرح مواقف پر ذکر کی اگر مخافت تطویل نہ ہوتی تو ان نفائس جلیلہ کو زیور گوش سامعین کرتا، وفیما ذکرنا کفایۃ و الحمد للہ ولی الھدایۃ (جو کچھ ہم نے ذکر کر دیا وہی کافی ہے، حمد ہے اللہ تعالٰی کی جو ہدایت کا مالک ہے۔ت) غرض اس مقدار سے زائد کسی امر کو محل نزاع ٹھہرانا خود ان کے مقتضائے کلام و مقال و تمسک و استدلال سے جدا پڑنا اور توجیہ القول بمالا یرضی بہ قائلہ کرنا اور ان کے اجماعیات قاطعہ سے منکر ہونا اور ان مہالک شنیعہ و نتائج فظیعہ کا ان کے ذمے باندھنا ہے جن سے وہ ہزار جگہ بتصریح صریح تبری کرتے ہیں، اور واقعی بحمد اللہ بارہا دیکھا ہے کہ ائمہ اہل سنت میں جو مسئلہ اصول مختلف فیہ رہا ہے، اگرچہ بعض ناظرین ظواہر الفاظ سے دھوکا کھائیں مگر عند التحقیق اس کا حاصل نزاع لفظی یا ایسی ہی کسی ہلکی بات کی طرف راجع ہوا ہے، پھر ایک فریق کے دوسرے پر الزامات حقیقۃً اپنے معنی مراد پر الزام ہیں جس سے دوسرے کا ذہن خالی، نہ اس کی مراد سے انھیں تعلق نہ اسے دیکھ کر کوئی عاقل یہ وہم کر سکتا ہے کہ وہ امر جس کا الزام دیا گیا فریقین میں مختلف فیہ ہے بلکہ یہ تو عامہ نزاعات حقیقیہ معنویہ میں بھی نہیں ہوتا چہ جائے صوریہ و لفظیہ میں الزام اسی امر سے دیتے ہیں جس کا بطلان متفق علیہ ہو، مختلف فیہ سے مختلف فیہ پر احتجاج لغو چہ، خصوصاً جب کہ ایک امر میں اختلاف دوسرے میں تنازع کی فرع ہو کہ اس تقدیر پر فرع سے الزام مصادرہ علی المطلوب ہے، یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل کہ طرف مقابل سخت ابلہ و جاہل، خیر بات دور پہنچی، نظائر لیجئے، مثلاً ایمان مخلوق ہے یا غیر مخلوق، امام عارف باللہ حارث محاسبی و جعفر بن حرب و عبداللہ بن کلاب و امام المتکلمین عبدالعزیز مکی و ائمہ سمرقند اول کے قائل اور اسی طرف امام ہمام ابو الحسن اشعری قدس سرہ مائل، بلکہ اسی پر امام الائمہ سراج الامہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نص شریف دلیل کامل، اور امام عماد السنہ احمد بن حنبل وغیرہ جماعت محدثین سے قول ثانی منقول اور یہی ائمہ بخارا

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] القرآن الکریم ۱۷/۸۱

Marfat.com

"ومن وافقہم" کے نزدیک مختار ومنصور ومعتمد ومقبول، اس پر ائمہ سمرقند وبخارا میں نزاع کو جو طول ہوا مخفی نہیں انھوں نے ان پر مخلوقیتِ قرآن کا الزام رکھا انھوں نے ان پر نامخلوقیت افعال عباد کا طعن کیا، اور حقیقت دیکھئے تو بات کچھ بھی نہیں، اپنی اپنی مراد پر دونوں سچ فرماتے ہیں، ایمان مخلوق بیشک مخلوق کہ مخلوق وصفاتِ مخلوق سب مخلوق اور ایمان کہ صفتِ خالق عزوجل ہے جس پر اسمائے حسنیٰ سے پاک مؤمن دلیل یعنی اس ملک جلیل جل جلالہ کا ازل میں اپنے کلام کی تصدیق فرمانا وہ قطعاً غیر مخلوق کہ خالق وصفاتِ خالق مخلوقیت سے منزّہ،

هكذا اقرّرة الفاضل العلامة كمال الدين بن ابى شريف القدسى فى المسامرة شرح المسايرة۔

اسی طرح اس کی تفصیل فاضل علامہ کمال الدین بن ابی شریف القدسی نے المسامرۃ شرح المسایرہ میں کی ہے (ت)

اب کیا کوئی احمق جاہل اس نزاع کو دیکھ کر یہ گمان کرے گا کہ بعض صفات خالق کا مخلوق یا بعض افعال مخلوق کا نامخلوق ہونا ائمہ اہل سنت میں مختلف فیہ ہے، حاشا وکلّا یوں ہی مسئلہ زیادت ونقصان ایمان کہ قدیم سے مختلف فیہا ہے امام رازی وغیرہ بہت محققین اسے بھی نزاعِ لفظی پر اتارتے ہیں، منح الروض میں ہے:

ذهب الامام الرازى وكثير من المتكلمين الى ان هذا الخلاف لفظى راجع الى تفسير الايمان[1]

امام رازی اور بہت سے متکلمین اس طرف گئے ہیں یہ اختلاف لفظی ہے جو ایمان کی تفسیر کی طرف لوٹتا ہے (ت)

پھر کہا:

هذا هو التحقيق الذى يجب ان يعول عليه[2]

یہ وہ تحقیق ہے جس پر اعتماد لازم ہے (ت)

اسی طرح اور مسائل پائیے گا، اگر اس پر حمل کیجئے جب تو امر نہایت ایسر مجوزین بمعنی مساوی عفو لیتے ہیں اور مانعین بمعنی تبدیل قول دونوں سچ کہتے ہیں اور دونوں اجماعی باتیں ہیں مگر فقیر نے بحمد اللہ جو تنقیح مناط کر دی اس پر نزاع بھی معنوی رہی اور قول مانعین کا محقق وراجح ہونا بھی کھل گیا اور جہالت جاہلین کا علاج بھی بحمد اللہ بروجہ کافی ہولیا،

ذٰلك من فضل الله علينا وعلى الناس

یہ اللہ کا فضل ہے ہم پر اور لوگوں پر لیکن اکثر لوگ

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر ومنہا ان الایمان لا یزید وینقص مصطفی البابی مصر ص ۱۲۵

[2] " " " " " " " " " " " " " " " "

Marfat.com

ولکن اکثر الناس لایشکرون ○ اللھم لك الشکر الابدی والمن السرمدی، والحمد للہ رب العلمین

شکر نہیں بجالاتے، اے اللہ! شکرِ ابدی اور احسان دائمی تیرے لئے ہے اور سب تعریفیں اللہ رب العلمین کے لئے ہیں (ت)

تسجیل جلیل و تکمیل جمیل: اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ت) مدعی جدید بیچارے کی حالت نہایت قابلِ رحم غریب نے امام الطائفہ کی بات بنانے کو عقل و دیانت کو پان رخصت دیا۔ اپنے رب کو جیسے بنے لائقِ کذب کردینے کا ذمہ لیا، ائمہ اُمت و ساداتِ ملّت پر کھلی آنکھوں جیتا بہتان کیا، غرض لاکھ جتن کر چھوڑے مگر کال نہ کٹا یعنی امام کی پیشانی سے داغِ ضلالت مٹنا تھا نہ مٹا، آپ کو یاد ہو کہ اصل بات کاہے پر چھڑی تھی، ذکر یہ تھا کہ حضور پُرنور سید المرسلین خاتم النبیین اکرم الاولین والآخرین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مثل و ہمسر حضور کی جملہ صفات کمالیہ میں شریک برابر محال ہے کہ اللہ تعالٰی حضور کو خاتم النبیین فرماتا ہے، اور ختمِ نبوت ناقابلِ شرکت تو امکانِ مثل مستلزمِ کذبِ الٰہی اور کذبِ الٰہی محالِ عقلی ؎

منزہ عن شریك فی محاسنه ۔۔۔ فجوهر الحسن فیه غیر منقسم

(اپنے محاسن میں آپ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کسی شریک سے بالا ہیں تو آپ کا جوہرِ حسن تقسیم نہیں کیا گیا۔ت)

اس پر اس سفیہ نے جواب دیا کہ کذبِ الٰہی محال نہیں، ممکن ہے کہ خدا کی بات جُھوٹی ہوجائے اور اس پر جو ہذیانات بکے ان کی خدمت گزاری تو آپ سُن ہی چکے اب یہ حضرت اس کی حمایت میں خلفِ وعید کا مسئلہ پیش کرتے ہیں یعنی ان کے امام نے نئی نہ کہی بلکہ اس کا قول ایک گروہِ ائمہ کے موافق ہے، اے سبحان اللہ! ؎

امام چنیں مقتدے چناں ۔۔۔ جہاں چوں نہ بیند بدے چناں

(ایسے امام اور ایسے مقتدی، جہاں نے ایسے بد نہ دیکھے ہوں گے۔ت)

اے حضرت! سب کچھ جانے دیجئے مگر یہ آیہ کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین[1] (ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔ت) بھی معاذ اللہ کوئی وعید ہے جس کے امکان کذب کو جواز خلف پر متفرع کیجئے گا، یہ تو وعدہ ہے یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو بشارتِ عظیمہ کہ تمھیں اس فضل جلیل سے مشرف کیا گیا تمھاری شریعتِ مطہرہ کو شرفِ افضلیت بخشا تم ناسخِ ادیان ہوئے تمھارے دین متین کا ناسخ کوئی نہ آئے گا تم سب سے بلند و برتر رہے تم سے بالا کوئی ہوا نہ ہوگا، اس میں خلف تو

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰

Marfat.com

ہر طرح بالاجماع محال ہے پھر تمھارے امام کا کیا کام نکلا اور مخالف اجماع مسلمین و احداث بدعت ضالہ فی الدین کا داغ کیونکر مٹا، ہاں یہ کہ اس کی اور ساتھ لگے تمھاری عقل و دیانت کا کام تمام ہُوا، اسے کام نکلنا سمجھ لیجئے چاہے کام ہو جانا قسمت کا بدا کہ دین و دیانت سے یوں کٹی چھٹی اور امام بیچارے کی بات بھی نہ بنی ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم　　　حبك الشیٔ یعمی ویصم

(تجھے شیئ کی محبت اندھا اور بہرہ کر دے گی۔ ت)

؎ ذلیل و خوار و خراب و خستہ نہ اس سے ملتے نہ ایسے ہوتے

بہک گئے دینِ حق کا رستہ نہ اس سے ملتے نہ ایسے ہوتے

صدق القائل (کہنے والے نے سچ کہا۔ ت) ؎

اذا کان الغراب دلیل قوم　　　سیھدیھم طریق الھالکینا

(جب قوم کا رہنما کوّا ہو تو اس کو ہلاکت والے راستہ ہی کی رہنمائی کرے گا۔ ت)

الحمدللہ! یہ بظاہر دس حجج باہرہ اور حقیقۃً اکیس دلائل قاہرہ ہیں کہ حجتِ رابعہ میں وجہ ۲ [11] و وجہ ۳ [12]، حجت سادسہ میں ثانیاً [13]، حجتِ تاسعہ و عاشرہ دونوں میں ثانیاً [14] ثالثاً [15] رابعاً [16]، [17] [18] [19] بالجملہ کے بعد عبارت امام رازی [20] تنبیہ نبیہ میں کلام امام حلبی [21]، یہ گیارہ مستقل حجتیں تھیں، انھیں مدعی جدید پر اکیس کوڑے سمجھئے تو بائیسواں [22] تازیانہ تسجیل جلیل کا ہُوا، اُوپر کے سَو ملا کر ایک سَو بائیس [122] کوڑے، انھیں جمع رکھئے اور آگے چلئے کہ سائل کے بقیہ سوال کو اظہار جواب و تحقیق صواب کا انتظار کرتے دیر گزری، اب وقت وُہ آیا کہ ادھر عطف عنان کروں اور بیان حکم قائل کے لئے میدان بدیع تحقیق رفیع میں قدم دھروں،

واللہ الھادی وولی الایادی والصلوٰۃ علی حبیبه سراج النادی.

رہنمائی فرمانے والا اللہ ہے اور وہی مدد کا مالک ہے اس کے محبوب پر صلوٰۃ و سلام ہو جو مجلسِ کائنات کے چراغ ہیں۔ (ت)

خاتمہ تحقیق حکمِ قائل میں

اقول وباللہ التوفیق اللھم اغفر وقنا الضلال والکفر (میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہُوں اے اللہ! ہمیں معاف فرما دے اور ہمیں گمراہی اور کفر سے محفوظ فرما۔ ت) جانِ برادر! یہ پُوچھتا ہے کہ ان کا یہ عقیدہ کیسا ہے اور ان کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے، یہ پُوچھ کہ امام و ماموم پر ایک جماعتِ ائمہ کے نزدیک

کتنی وجہ سے کفر آتا ہے، حاش للہ حاش للہ ہزار ہزار بار حاش للہ میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا ان مقتدیوں یعنی مدعیان جدید کو تو ابھی تک مسلمان ہی جانتا ہوں اگرچہ ان کی بدعت وضلالت میں شک نہیں اور امام الطائفہ کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں ہمارے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل لا الٰہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن وجلی نہ ہوجائے اور حکم اسلام کے لئے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی نہ رہے فان الاسلام یعلو ولا یعلی (اسلام غالب ہے مغلوب نہیں۔ ت) مگر یہ کہتا ہوں اور بیشک کہتا ہوں کہ بلاریب ان تابع ومتبوع سب پر ایک گروہ علماء کے مذہب میں بوجوہ کثیرہ کفر لازم، والعیاذ باللہ ذی الفضل الدائم (دائمی فضل والے اللہ کی پناہ۔ ت)
میرا مقصود اس بیان سے یہ ہے کہ ان عزیزوں کو خواب غفلت سے جگاؤں اور ان کے اقوال باطلہ کی شناعت باتلہ انھیں جتاؤں کہ او بے پروا بکریو! کس نیند سو رہی ہو، گلا دور پہنچا، سورج ڈھلنے پر آیا، گرگ خونخوار بظاہر دوست بن کر تمھارے کان پر تھپک رہا ہے کہ ذرا جھپٹا اور اپنا کام کرے چوپایوں میں تمھاری بیجا ہٹ کے باعث اختلاف پڑ چکا ہے بہت حکم لگا چکے کہ یہ بکریاں ہمارے گلّے سے خارج ہیں بھیڑیا کھائے شیر لے جائے ہمیں کچھ کام نہیں اور جنھیں ابھی تک تم پر ترس باقی ہے وہ بھی تمھاری ناشائستہ حرکتوں سے ناراض ہو کر اپنے خاص گلّے میں تمھارا آنا نہیں چاہتے ہیہات ہیہات اس بیہوشی کی نیند اندھیری رات میں جسے چوپان سمجھ رہے ہو واللہ وہ چوپان نہیں خود بھیڑیا ہے کہ ذیاب فی ثیاب کے کپڑے پہن کر تمھیں دھوکا دے رہا ہے، پہلے وہ[1] بھی تمھاری طرح اس گلّے کی بکری تھا، حقیقی بھیڑیے[2] نے جب سے اسے شکار کیا اپنے مطلب کا دیکھ کر دھوکے کی ٹٹی بنا لیا اب وہ بھی اکّے دکّے کی خیر مناتا اور بھولی بھیڑوں کو لگا کر لے جاتا ہے، للہ اپنی حالت پر رحم کرو، اور جہاں تک دم رکھتے ہو ان گرگ ونائب گرگ سے بھاگو جیسے بنے اس مبارک گلّے میں جس پر خدا کا ہاتھ ہے کہ ید اللہ علی الجماعۃ (جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ ت) اور اس کے سچے راعی محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں آکر ملو کہ امن چین کا رستہ چلو اور مرغزار جنت میں بے خوف چرو، اے رب میرے ہدایت فرما، آمین!

عـ۱ یعنی امام الوہابیہ ۱۲
عـ۲ یعنی شیطان ۱۲

Marfat.com

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ سید العالمین محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو کچھ اپنے رب کے پاس سے لائے ان سب میں ان کی تصدیق کرنا اور سچے دل سے ان کی ایک ایک بات پر یقین لانا ایمان ہے،

ادامه الله لنا حتی نلقاه به یوم القیام وندخل به بفضل رحمته دار السلام اٰمین! اللہ تعالیٰ اس پر ہمیں دوام عطا فرمائے حتی کہ ہماری روزِ قیامت آپ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات ہو اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دار السلام میں آپ کے ساتھ داخلہ عطا فرمائے۔ (ت)

اور معاذ اللہ ان میں کسی بات کا جھٹلانا اور اس میں ادنیٰ شک لانا کفر،

اعاذنا الله منه بحفظه العظیم ورحم عجزنا وضعفنا بلطفه الفخیم، انه هو الغفور الرحیم اٰمین، اٰمین اله الحق اٰمین! اپنے حفظِ عظیم سے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پناہ عطا فرمائے اور ہمارے عجز اور کمزوری پر لطف عظیم سے رحم فرمائے، وہی غفور رحیم ہے، آمین، آمین اے معبودِ برحق آمین! (ت)

پھر یہ انکار جس سے خدا مجھے اور سب مسلمانوں کو پناہ دے دو طرح ہوتا ہے: لزومی و التزامی۔ التزامی یہ کہ ضروریاتِ دین سے کسی شئی کا تصریحاً خلاف کرے یہ قطعاً اجماعاً کفر ہے اگرچہ نامِ کُفر سے چڑے اور کمال اسلام کا دعوٰی کرے۔ کفر التزامی کے یہی معنی نہیں بلکہ صاف صاف اپنے کافر ہونے کا اقرار کرتا ہو جیسا کہ بعض جُہّال سمجھتے ہیں، یہ اقرار تو بہت طوائف کفّار میں بھی نہ پایا جائے گا ہم نے دیکھا ہے بہتیرے ہندو کافر کہنے سے چڑتے ہیں، بلکہ اس کے یہ معنیٰ کہ جو انکار اس سے صادر ہُوا یا جس بات کا اس نے دعوٰی کیا وُہ بعینہٖ کفر و مخالف ضروریاتِ دین ہو جیسے طائفہ تالفہ نیا چرہ کا وجود ملک و جن و شیطان و آسمان و نار و جنان و معجزاتِ انبیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والسلام سے ان معانی پر کہ اہلِ اسلام کے نزدیک حضور ہادی برحق صلوات اللہ وسلامہ علیہ سے متواتر ہیں انکار کرنا اور اپنی تاویلات باطلہ و توہمات عاطلہ کو لے مرنا نہ ہرگز ہرگز ان تاویلوں کے شوشے انھیں کُفر سے بچائیں گے نہ محبتِ اسلام و ہمدردیِ قوام کے جھُوٹے دعوے کام آئیں گے، قاتلهم الله انی یؤفکون[1] (اللہ انھیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ ت)۔ اور لزومی یہ کہ جو بات اس نے کہی عین کفر نہیں مگر منجر بکفر ہوتی ہے یعنی مآل سخن و لازم حکم کو ترتیب مقدمات و تتمیم تقریبات کرتے لے چلئے تو انجام کار اس سے کسی ضروری دین کا انکار لازم آئے جیسے روافض کا خلافتِ حقہ راشدہ خلیفۂ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت جناب صدیقِ اکبر و امیر المومنین حضرت جناب فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے انکار کرنا کہ تفضیلی

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۳۰ و ۶۳/ ۴

Marfat.com

جمیع صحابہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کی طرف مؤدی، اور وہ قطعاً کفر، مگر انھوں نے صراحۃً اس لازم کا اقرار نہ کیا تھا بلکہ اس سے صاف تحاشی کرتے اور بعض صحابہ یعنی حضرات اہلبیت عظام وغیرہم چند اکابر کرام علی مولاہم وعلیہم الصلٰوۃ والسلام کو زبانی دعووں سے اپنا پیشوا بناتے اور خلافتِ صدیقی و فاروقی پر ان کے توافق باطنی سے انکار رکھتے ہیں اس قسم کے کفر میں علمائے اہل سنت مختلف ہوگئے جنھوں نے مآل مقال و لازم سخن کی طرف نظر کی حکمِ کفر فرمایا، اور تحقیق یہ ہے کہ کفر نہیں بدعت و بدمذہبی وضلالت وگمراہی ہے، والعیاذ باللہ رب العلمین (اللہ رب العالمین کی پناہ۔ ت)، امام علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالٰی شفاء شریف میں فرماتے ہیں:

من قال بالمآل یؤدی الیہ قولہ ویسوقہ الیہ مذھبہ، کفّرہ، فکانھم صرحوا عندہ بما ادی الیہ قولھم، ومن لم یر اخذھم بمآل قولھم ولا الزمھم موجب مذھبھم لم یر اکفارھم قال لانھم اذا وقفوا علی ھذا، قالوا لانقول بالمآل الذی الزمتموہ لنا، ونعتقد نحن وانتم انہ کفر، بل نقول ان قولنا لایؤول الیہ علی ما اصلنا، فعلی ھذین المأخذین اختلف الناس فی اکفار اھل التاویل، والصواب ترک اکفارھم[1] اھ ملخصًا۔

جس نے اس مآل کی طرف دیکھا جس کی طرف اس کا قول مؤدی تھا، جس کی طرف اس کا مذہب چلا جاتا ہے تو اس نے اس کی تکفیر کی، گویا اس نے ان کے مؤدی قول کو سمجھا ہے، اور جنھوں نے ان کے مآل کو نہ دیکھا اور نہ ان کے تقاضا مذہب کا لزوم دیکھا انھوں نے تکفیر نہیں کی اس لئے کہ جب وہ اس سے آگاہ ہوگئے تو انھوں نے کہا ہم اس مآل کا قول نہیں کرتے جو تم نے ہم پر لازم کردیا ہے اور ہم اور تم دونوں اسے کفر تصور کرتے ہیں بلکہ ہم کہتے ہیں کہ ہمارے اصل کے مطابق ہمارے قول کا وہ مآل ہی نہیں، ان دونوں ماخذوں کی وجہ سے اہل تاویل کے کفر میں لوگوں کا اختلاف ہوا اور درست رائے یہی ہے کہ ان کے کفر کا قول نہ کیا جائے اھ ملخصاً (ت)

جب یہ امر ممہد ہولیا تو اب ان امام و ماموم کے کفریات لزومیہ گنئے، امام کے کفروں کا تو شمار ہی نہیں اس نے تو صرف انھیں چند سطروں میں جو تنزیہ سوم میں اس سے منقول ہوئیں کفری لزومی کی سات اصلیں تیار کیں جن میں ہر اصل صدہا کفر کی طرف منجر اور اس کا مذہب مان کر ہرگز ہرگز ان سے نجات نہ مفر، والعیاذ باللہ العلی الاکبر۔

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی بیان ما ھو من المقالات المطبعۃ الشرکۃ الصحافیہ بیروت ۲/ ۲۷۰

Marfat.com

اصل اوّل جو کچھ انسان کر سکے خدا اپنی ذات کریم کے لئے کر سکتا ہے ورنہ قدرتِ انسانی بڑھ جائیگی (دیکھو ہذیانِ اول) اس اصل کے کفروں کی گنتی نہیں مگر میں اسی قدر شمار کروں جو اُوپر گن آیا ہوں یقیناً قطعاً لازم کہ اس سفیہ کے مذہب پر (۱) اس کا معبود کھانا کھا سکتا ہے (۲) پانی پی سکتا ہے (۳) پاخانہ پھر سکتا ہے (۴) پیشاب کر سکتا ہے (۵) اپنا سمع روک سکتا ہے (۶) بصر روک سکتا ہے (۷) دریا میں ڈوب سکتا ہے (۸) آگ میں جل سکتا ہے (۹) خاک پر لیٹ سکتا ہے (۱۰) کانٹوں پر لوٹ سکتا ہے (۱۱) وہابی ہو سکتا ہے (۱۲) رافضی بن سکتا ہے (۱۳) اپنا نکاح کر سکتا ہے (۱۴) جماع کر سکتا ہے (۱۵) عورت کے رحم میں اپنا نطفہ پہنچا سکتا ہے (۱۶) اپنا بچہ جنا سکتا ہے (۱۷) نیز اس اصل پر لازم کہ خدا خدا نہیں (۱۸) ہزاروں کروڑوں خدا ممکن ہیں (۱۹) آیۂ کریمہ واللہ خلقکم وما تعملون[1] (اور اللہ نے تمھیں پیدا کیا اور تمھارے اعمال کو۔ت) حق نہیں ان سب امور کا ثبوت ہذیان مذکور کے ردوں میں ہدیۂ ناظرین ہوا۔

اصل دوم، خدا کے لئے عیوب و نقائص محال نہیں بلکہ مصلحت کے لئے ان سے قصداً بچتا ہے (ہذیان دوم) اس اصل کے کفر اصل اول سے صدہا درجے فزوں جس سے لازم کہ اس بیباک کے مذہب ناپاک پر (۲۰) اہلِ اسلام کے عامۂ عقائد تنزیہ و تقدیس کہ ان کے نزدیک ضروریاتِ دین سے ہیں سب باطل و بے دلیل (۲۱) اس نامسعود کا وہمی معبود عاجز (۲۲) جاہل (۲۳) احمق (۲۴) کاہل (۲۵) اندھا (۲۶) بہرا (۲۷) ہکلا (۲۸) گونگا، سب کچھ ہو سکتا ہے (۲۹) کھانا کھائے (۳۰) پانی پیئے (۳۱) پاخانہ پھرے (۳۲) پیشاب کرے (۳۳) بیمار پڑے (۳۴) بچہ جنے (۳۵) اونگھے (۳۶) سوئے (۳۷) مرجائے (۳۸) مرکر پھر پیدا ہو، سب کچھ روا ہے (۳۹) اللہ کے علم (۴۰) قدرت (۴۱) سمع (۴۲) بصر (۴۳) کلام (۴۴) مشیت وغیرہا صفات کمال کے (ازلی) ہونے کا کچھ ثبوت نہیں (۴۵ تا ۵۰) ان کے ابدی ہونے کا کچھ ثبوت نہیں (۵۱) اس کی الوہیت قابلِ زوال، ان سب لزوموں کا بیان تازیانۂ اول میں گزرا بلکہ (۵۲) خود اس اصل کا ماننا درحقیقت بالفعل اللہ عزوجل کو ناقص جاننا ہے (دیکھو تازیانہ ۲) اور بیشک جو اللہ عزوجل کی طرف نقص کی نسبت کرے قطعاً کافر اعلام بقواطع الاسلام میں ہے:

من نفی او اثبت ماھو صریح فی النقص کفر[2] الخ۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۷/ ۹۶

[2] الاعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ فصل اول مکتبہ حقیقیہ استنبول ترکی ص

Marfat.com

اصل سوم، جن باتوں کی نفی سے خدا کی مدح کی گئی وُہ سب خدا کے لئے ممکن ہیں (ہذیان ۲) اس کے کفر بھی بکثرت ہیں قطعاً لازم کہ اس سفیہ کے طور پر (۵۳) اس کے معبود کی جورو ہو سکتی ہے (۵۴) بیٹا ہو سکتا ہے (۵۵) بھول سکتا ہے (۵۶) بہک سکتا ہے (۵۷) بعض اشیاء اس کی ملک سے خارج ہیں الیٰ غیر ذٰلك من الکفریات (اس کے علاوہ دیگر کفریات ۔ ت) (دیکھو ت ۵ تا ۸)

اصل چہارم، صدق الٰہی اختیاری ہے (ط) اس سے لازم کہ سفیہ کے مذہب پر (۵۸) قرآن مجید مخلوق ہے جس کے کفر پر ۳۲ فتوے گزرے (۵۹) اس کا معبود ازل میں کاذب تھا (۶۰) اب بھی کاذب ہے (۶۱) کبھی صادق نہیں ہو سکتا (۶۲) قرآن مجید کا جملہ جملہ غلط ہے (۶۳) اللہ مخلوق ہے (۶۴) بلکہ محال ہے الیٰ غیر ذلک وہ کفریات کثیرہ کہ مواضع متعددہ میں جن کا الزام گزرا۔

اصل پنجم، علمِ الٰہی اختیاری ہے (تنبیہ بعدت ۳) اس پر لازم کہ جاہل کے نزدیک (۶۵) علمِ الٰہی مخلوق وحادث ہے جس کے کفر پر فتوٰی امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ گزرا (۶۶) اللہ تعالےٰ ازل میں جاہل تھا (۶۷) جب چاہے جاہل بن جائے (۶۸) اللہ حادث ہے (۶۹) قابلِ فنا ہے الیٰ غیر ذالک۔

اصل ششم، کذب الٰہی ممکن ہے اور ثابت کر آئے کہ اس کا کلام نہ صرف امکان عقلی بلکہ امکان وقوعی بلکہ عدم استبعاد عادی میں نص صریح ہے اور (۷۰) یہ خود کفر ہے، پھر اس تقدیر پر قطعاً یقیناً (۷۱) شریعت سے یکسر امان مرتفع (۷۲) خدا کی خبر سے یقین مندفع (۷۳) اسلام پر وُہ مطاعن جن سے جواب ناممکن۔

اصل ہفتم، (۷۴) اللہ تعالےٰ بندوں سے چرا چھپا کر، بھلا بھلا کر آیاتِ قرآنیہ جھوٹی کر دے تو کچھ حرج نہیں (ت ۳۱) بیہات یہ تو اس نے صاف صریح کہا تھا میں متحیر ہوں اسے لزوم میں داخل کروں یا التزام میں، پھر اس پر (۷۵) حشر نشر، حساب کتاب، جنت، نار، عذاب، ثواب کسی چیز پر ایمان نہ رہا کہ ہر چیز میں صاف صریح احتمال نقص باقی تو یقین کیسا تو ایمان کہاں، والعیاذ باللہ رب العٰلمین، ہماری تقریرات سابقہ وتقریراتِ لاحقہ دیکھنے والا اس امام نجدیہ کے کفریاتِ لزومیہ کو صدہا تک پہنچا سکتا ہے، بلکہ جس قدر اوپر مذکور ہوئے وہ بھی یہاں پُورے نہ گنے گئے پھر بھی معاذ اللہ پچھتر کفر کیا کم ہیں، پھر یہ تو صرف ایک ہی قول پر ہیں باقی کفریات، تفویت الایمان وصراط نامستقیم کی گنتی ہی کیا ہے پھر وُہ اقبالی کفر علاوہ رہے جو ایمان تفویۃ الایمان پر صراط نامستقیم میں اہلے گہلے پھر رہے ہیں، غرض حضرت کے کفریات لزومیہ اقبالیہ کی تفصیل کرتے فی کفر ایک نقطہ ان کی قبر پر دیتے جایئے تو غالباً دم بھر میں ساری قبر کا مُنہ کالا ہو جائے، یہ اس کی سزا ہے کہ کفر وشرک دھڑی دھڑی کر کے بیجا محض بلاوجہ سچے مسلمانوں کو کافر مشرک کہا یہاں تک کہ ان کے طور پر صحابہ وتابعین سے لے کر شاہ ولی اللہ وشاہ عبدالعزیز صاحب تک کوئی کفر وشرک سے نہ بچا گویا حضرت کے نزدیک کفر امورِ عامہ

Marfat.com

سے تھا، پھر یہ خود اس سے بچ کر کہاں جاتے کہ کرد کہ نیافت کما تدین تدان[1] (جو کیا تھا نہ پایا، جو کرے گا اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ ت) ؎

دیدی کہ خونِ ناحق پروانہ شمع را چنداں اماں نداد کہ شب راسحر کند

(تم نے دیکھا نہیں کہ پروانہ کا خونِ ناحق شمع کو اس طرح امان نہیں دیتا کہ رات کو سحری کردے۔ ت)

کذٰلک العذاب ولعذاب الاٰخرۃ لو کانوا یعلمون[2]۔ اللھم احفظ لنا الایمان واعصمنا من شر الشیطان بجاہ حبیبک سیدنا محمد سید الانس والجان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی اٰلہ وصحبہ شرف وکرم اٰمین والحمد للہ رب العٰلمین۔

اسی طرح عذاب ہے، اور آخرت کا عذاب سب سے بڑا ہے، کاش یہ اسے جانیں، اے اللہ! ہمارے ایمان کی حفاظت فرما، شرِ شیطان سے ہمیں محفوظ فرما بوسیلہ اپنے حبیب محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جو انس وجن کے سردار ہیں آپ پر اور آپ کی آل واصحاب پر شرف وکرم ہو آمین والحمد للہ رب العالمین۔ (ت)

ان امام صاحب پر چالیس بلکہ سَو تازیانے اوپر گزرے تھے پچھتّر یہ ہُوئے کہ ایک جماعتِ ائمہ کے نزدیک تم پچھتّر وجہ سے کافر ہو، امام الطائفہ پر ایک ہی قول میں پونے دو سو کوڑے یاد رکھئے، اب مقتدی صاحبوں کی طرف چلئے ان میں دیوبندی[ع] تقلید نے تو دیو بندگی یعنی اس عوام مغوی امام کی پیروی سے قدم آگے نہ بڑھایا

ع تنبیہ ضروری: واقف منصبِ افتاء جانتا ہے کہ مفتی سے جس کلام باطل وضلال کی نسبت سوال سائل ہو اس پر اس کلام کی شناعتوں کا اظہار، قباحتوں کا ایضاح واجب اگرچہ قائل محض عامی وجاہل ہو کہ اتمامِ جواب و احکامِ صواب اس پر موقوف، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قابلِ مخاطبہ ٹھہرا، پس اگر حضرت دیوبندی مثل مدعیان جدید کوئی اکابر ومتبوعین طائفہ سے ہیں جب تو اس رَدِّ بلیغ کا ہدیہ مبارک یا اگر مثل صاحب نسبت براہینِ قاطعہ نقاب عارض امامت کا منہ ہیں تو خطاب متعدد اور مخاطب واحد، ورنہ کلامِ فقیر بضرورت افتا محض جانب کلام من حیث ہو کلام معطوف اور خصوص متکلم سے نظر مصروف ۱۲ منہ۔

---

[1] کنز العمال بحوالہ عد عن ابن عمر حدیث ۴۳۰۳۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/۷۷۲

[2] القرآن الکریم ۶۸/۳۳

Marfat.com

یعنی کوئی ایسی نئی بات پیش نہ کی جس پر الزامِ کفر سے جدید حصہ پاتا صرف انھیں احکام امام کا ترکہ پایا اور اس کی باقی خرافات بشدت اہمال قابل التفات اہل علم نہیں، تاہم معرض بیان میں سکوت نامحمود لہذا بطور اجمال تعرض مقصود،

قولہ ہمارا اعتقاد ہے کہ خدا نے کبھی جھوٹ بولا نہ بولے، **اقول** یہ زبانی اظہار محض بے بنیاد و ناپائدار کہ جب کذب ممکن بلکہ جائز و وقوعی ہوا جیسا کہ تمھارے امام کا مشرب، تو ہرگز اس اعتقاد کی طرف کوئی راہ نہیں بلکہ صراحۃً ام تقولون علی اللہ مالا تعلمون[1] (یا خدا پر وہ بات کہتے ہو جس کا تمھیں علم نہیں۔ ت) میں داخل ہونا ہے، وہ تقریریں کہ فقیر نے دلیل دوم تنزیہ دوم میں حاضر کیں یہاں بنہایت وضوح و انجلا جاری جنھیں بحمد اللہ اس اظہار باطل کی ذلت و خواری کی پوری ذمہ داری، سچا ہے تو کذب الٰہی جائز رکھ کر اپنے اعتقاد پر دلیل تو قائم کرے اور جب نہ قائم کر سکے تو واضح ہو جائے گا کہ یہ زبانی استمالت بھی صرف خاطر داری عوام کے لئے تھی آخر اس کا امام صراحۃً لکھ ہی چکا کہ چرا چھپا کر خدا جھوٹ بول لے تو کچھ حرج نہیں،

اللھم انی اعوذبك من اضلال الشیاطین، والعیاذ باللہ رب العلمین۔

اے اللہ! میں شیطان کی گمراہی سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اللہ رب العالمین کی پناہ ہے (ت)

قولہ مگر بول سکتا ہے، **اقول** انظر کیف یفترون علی اللہ الکذب وکفی بہ اثما مبینا[2] (دیکھو کیسا اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہیں اور یہ کافی ہے صریح گناہ۔ ت)

قولہ بہشتیوں کو دوزخ اور دوزخیوں کو بہشت میں بھیج دے، **اقول** قطع نظر اس سے کہ مومن مطیع کی تعذیب ہمارے ائمہ کرام ماتریدیہ اعلام قدست اسرارہم کے نزدیک محال عقلی مسلم الثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت میں ہے:

امتناع تعذیب الطائع مذھبنا معشر الماتریدیۃ فانہ نقص مستحیل علیہ سبحانہ وتعالٰی عقلا[3] اھ ملخصا۔

مومن مطیع کے عذاب کا ممتنع ہونا ہم ماتریدیہ کا مذہب ہے کیونکہ یہ نقص ہے جو اللہ تعالٰی پر محال عقلی ہے، اھ، ملخصاً۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۸۰

[2] ؍؍ ۴/ ۵۰

[3] فواتح الرحموت بذیل المستصفی الباب الاول فی الحاکم منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/ ۴۶

Marfat.com

اور امام نسفی وغیرہ[1] بعض علماء نے عفو کافر کو بھی عقلاً ناممکن جانا، امام ابن الہمام مسایرہ میں فرماتے ہیں :

صاحب العمدة اختار ان العفو عن الکفر لایجوز عقلاً[1]

صاحبِ عُمدہ کا مختار یہ ہے کہ کفر سے عفو عقلاً جائز نہیں۔ (ت)

اس قائل سے پُوچھئے انبیاء و اولیاء علیہم الصّلوٰۃ والسلام کا جنھوں نے کبھی اطاعت کے سوا کچھ گناہ نہ کیا معاذ اللہ دوزخ میں جانا اور کافروں مشرکوں کا جنت میں آنا محال شرعی بھی مانتا ہے یا نہیں، اگر نہیں تو اپنے ایمان کی فکر کرے اور علماء سے اپنا حکم پُوچھ دیکھئے اور اگر ہاں تو ممتنع بالغیر ہوا اور ممتنع بالغیر وہی جس کا وقوع ماننا کسی ممتنع بالذات کی طرف منجر ہو ورنہ لزومِ ممکن سے استحالۂ ممکن محض ناممکن، اب وُہ غیر کیا ہے، یہی لزوم کذب باری عزوجل، تو آپ ہی کی دلیل[2] سے ثابت ہُوا کہ کذب باری محال ذاتی ہے، اے ذی ہوش !

ع[1] طرفہ یہ کہ وُہ ردالمحتار جس سے مدعیانِ جدید اس مسئلہ میں جہلاً متمسک اس میں بھی یہی قول اختیار کیا اور اسی کو صحیح و معتمد قرار دیا،

حیث قال لکنه مبنی علیٰ جواز العفو عن الشرك عقلا وعلیه یبتنی القول بجواز الخلف فی الوعید، وقد علمت ان الصحیح خلافه فالادعاء به کفر لعدم جوازہ عقلاً و شرعاً[2]

انھوں نے کہا یہ اس پر مبنی ہے کہ شرک کا عفو عقلاً جائز ہے اور خلف وعید کا قول بھی اسی پر مبنی ہے اور آپ جان چکے صحیح قول اس کے خلاف ہے لہذا اس کا دعوٰی کفر ہے کیونکہ اس کا جواز نہ عقلاً ہے نہ شرعاً۔ (ت)

اور اسی طرف اس کے ماخذ حلیہ کا کلام ناظرہ،

کما لایخفی علیٰ من طالعه بامعان النظر واللہ الموفق ۱۲ منه رضی اللہ تعالیٰ عنه۔

جیسا کہ مخفی نہیں ہر اس شخص پر جس نے گہری نظر سے مطالعہ کیا ہو اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (ت)

ع[2] فان قلت لم لا یجوز ان یکون هذا ایضًا

اگر یہ اعتراض کریں یہ کیوں نہیں ہوسکتا کہ یہ بھی محال لغیرہٖ

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] المسایرہ مع المسامرۃ الرکن الرابع فی السمعیات المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ص ۲۵۵

[2] ردالمحتار مطلب فی خلف الوعید الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۵۱

Marfat.com

ورودِ نص کے سبب خلافِ منصوص کو محالِ شرعی اسی لئے کہتے ہیں کہ اس کا وقوع محالِ عقلی یعنی کذبِ الٰہی کو مستلزم، شرح عقائد میں ہے:

لو وقع لزم کذب کلام اللہ تعالٰی وھو محال[1]

اگر وقوع ہو جائے تو اللہ تعالٰی کے کلام کا کذب لازم آتا ہے جو محال ہے (ت)

شرح فقہ اکبر میں ہے:

قال اللہ تعالٰی: لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا، وعن ھذا النص ذھب المحققون ممن جوزہ عقلا من الاشاعرۃ الٰی امتناعہ سمعًا وان جاز عقلا ای و الالزم وقوع خلاف خبرہ سبحانہ[2]

اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے: اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر، اسی نص کی بنا پر ان اشاعرہ میں سے محققین اس طرف گئے ہیں جو اسے عقلاً جائز سمجھتے تھے کہ شرعًا محال ہے اگرچہ عقلاً جائز ہے یعنی ورنہ اللہ تعالٰی کی خبر کے خلاف وقوع لازم آئے گا۔ (ت)

سبحان اللہ! یہ تو عقل و فہم اور الٰہیات میں بحث کا وہم، قولہ توکسی کا اجارہ نہیں اقول یوں تو تم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

محالا لغیرہ وذٰلک الغیر المستحیل بالذات شیئا اٰخر قلت لم لا یجوز ان یکون ھذا ھو ذٰلک الغیر المحال بالذات ولاجلہ صار ملزومہ محالا بالغیر فان تشبثت باحتمال تشبثنا باٰخر وکنا مصیبین وکنت من الخاطئین لانک مستدل بھذا الدلیل علی امکان الکذب اما مدعیا واما غاصبًا فکیف یکفیک عسٰی ولعل ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ہو اور یہ غیر جو محال بالذات ہو دوسری شئی ہے میں کہوں گا یہ کیوں جائز نہیں کہ یہ غیر محال بالذات یہی ہو اور اس کی وجہ سے اس کا ملزوم محال بالغیر ہو اور اگر تم کسی اور احتمال سے استدلال کرو تو ہم مصیب اور تم خاطی ٹھہرو گے کیونکہ تم نے اس دلیل سے امکان کذب پر استدلال کیا تو تم یا تو مدعی ہو یا غاصب اب تمہارے لئے شاید یہ ہو امید ہے کہ ہو، کیسے کام آسکتا ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

---

[1] شرح العقائد النسفیہ دار الاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ص ۷۱

[2] منح الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر معنی قرب الباری من مخلوقاتہ وبعدہ عنہم مصطفی البابی مصر ص ۱۰۷

Marfat.com

اپنے امام کی طرف سے یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ اگر باری تعالیٰ اپنے آپ کو ناقص وملوث وعیبی بنالے تو کسی کا اجارہ نہیں، اپنی ذات یا قدرت یا علم یا الوہیت کو فنا کردے تو کسی کا اجارہ نہیں، ظاہر ہے کہ ان محالات کے فرض پر بھی اس پر کسی کا اجارہ ثابت نہ ہوگا کہ بے علاقہ ملازمت معقول نہیں پھر اسی نفی اجارہ سے ثبوتِ امکان کیونکر ہو، اور اگر یہ مقصود کہ ایسا کرے تو کچھ حرج نہیں، اور بیشک عرف میں یہ کلام اسی معنی کو مفید ہوتا ہے تو محض غلط و باطل، اور اجماعِ اُمت ونصوصِ قاطعہ کے خلاف بیشک کتنا بڑا حرج ہے کہ سارے جہان کا سچا مالک معاذ اللہ جھوٹا ٹھہرے جس کے استحالہ پر نصوص بے شمار سُنتے آئے اور حلیہ کا کلام تازہ گزرا اور شرح عقائد وشرح فقہ اکبر کی آوازیں تو ابھی تمھارے کان میں گونجتی ہوں گی مگر ہاں تمھارے نزدیک اللہ عزوجل کے جھوٹے ہونے میں کیا حرج ہوتا تھا، امام توصاف کہہ چکا کہ اس پاک بے عیب میں دنیا بھر کے عیب آسکتے ہیں پھر انہیں بر علم اللہ ایمان وحیا بخشے۔ **قولہ** یہی امکانِ کذب ہے، **اقول**[ع۱] محض تمھارا کذب ہے ہر ممتنع بالغیر محال بالذات کو مستلزم، اور باوجود اس کے خود ممکن بالذات ہوتا ہے، اس کا امکان ذاتی اس محال بالذات کے امکان ذاتی کو مستلزم ہونا محال بالذات اور لِم یہ کہ ان میں استلزام ہی عارضی تھا نہ کہ ذاتی ورنہ محال بالذات ہوتا نہ کہ بالغیر، یُوں تو لازم کہ باری تعالیٰ وتقدس واجب الوجود نہ رہے یا تمام موجودات واجب بالذات ہوجائیں، وجہِ ملازمت سُنئے زید آج موجود ہوا اس کا اس وقت وجود علم الٰہی سبحانہ وتعالیٰ میں تھا یا نہیں، اگر نہیں تو علم محیط باری جل وعلا منتفی ہوا اور انتفائے علم کہ مقتضائے ذات ہے انتفائے مقتضی کو مقتضی تو باری عزوجل معاذ اللہ معدوم ہُوا اور اگر تھا تو اس وقت اس کا عدم بھی ممکن ذاتی تھا یا نہیں، اگر نہیں تو زید واجب بالذات ہُوا اور وہاں تو اس کا اس وقت عدم کہ ممکن بالذات ہے، عدم علم اور عدم عالم کو مستلزم تو تمھارے طور پر عدم ذات ممکن تو باری جل جلالہ واجب الوجود نہ ہوا، اب تو آپ کو اپنی جہالت پر یقین آیا، واقعی تم بیچارے معذور ہو کہ حقائقِ علوم ودقائق فہوم میں بیچاری گنگوہی تعلیم کا حصہ رکھا ہی نہ گیا، ذرا کلماتِ علماء پر

[ع۱] **اقول** ایضاً بلکہ او جاہل! اگر یہ تیری دلیل جہالت تام ہو تو باری عزوجل کا معاذ اللہ جہل بھی ممکن ٹھہرے کہ اس نے بہشتیوں کے بہشت، دوزخیوں کے دوزخ جانے کی صرف ہم کو خبر ہی نہ دی بلکہ اس کے علم میں بھی ایسا ہی ہے باایںہمہ وہ خلاف پر قادر، اس تقدیر پر اس کا علم غلط پڑے گا اور یہی امکان جہل ہے تعالیٰ عن ذٰلك علوا کبیرا (اللہ تعالیٰ اس سے بڑھ کر بلند ہے۔ ت) ہاں اے جاہل! اب تو یا تو امکانِ جہل بھی مان یا امکانِ کذب پر ان جھوٹے شوشوں سے درگزر، اللہ تعالیٰ ہدایت بخشے آمین! ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

نظر کیجئے تو آپ کو اپنی دانشمندی پر یقین کامل آئے۔ علامہ سعد الدین تفتازانی شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالیٰ لما اوجد العالم بقدرتہ واختیارہ فعدمہ ممکن فی نفسہ مع انہ یلزم من فرض وقوعہ تخلف المعلول عن علتہ التامۃ وھو محال والحاصل ان الممکن لایلزم من فرض وقوعہ محال بالنظر الیٰ ذاتہ واما بالنظر الیٰ امر زائد علیٰ نفسہ فلا نسلم انہ لایستلزم المحال[1]

اللہ تعالیٰ نے جہان کو اپنی قدرت واختیار سے تخلیق فرمایا اس کا فی ذاتہ عدم ممکن ہے باوجودیکہ اس کے وقوع کے فرض سے معلول کا اپنی علت تامہ سے تخلف لازم آتا ہے اور یہ محال ہے، حاصل یہ ہے کہ ممکن وہ ہوتا ہے فی ذاتہ جس کے وقوع کے فرض کرنے سے محال لازم نہ آئے لیکن کسی امر زائد کی بنسبت ہم نہیں مانتے کہ محال کو مستلزم نہیں (ت)

شرح مقاصد میں فرماتے ہیں:

ان قیل ما علم اللہ او اخبر بعدم بوقوعہ یلزم من فرض وقوعہ محال ھو جھلہ او کذبہ تعالیٰ عن ذٰلک وکل مایلزم من فرض وقوعہ محال فھو محال ضرورۃ امتناع وجود الملزوم بدون اللازم، فجوابہ منع الکبریٰ وانما یصدق لوکان لزوم المحال لذاتہ اما لوکان لعارض کالعلم او الخبر فیما نحن فیہ فلا لجواز ان یکون ھو ممکناً فی نفسہ ومنشاء لزوم المحال ھو ذٰلک العارض[2]

اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کے عدم وقوع کو جانا یا اس کی خبر دی ہو تو اس کے وقوع کے فرض سے محال لازم آئے گا وہ جہالت یا اس کا کذب ہے تو جب اس فرض وقوع سے محال لازم آئے گا تو یہ بہرحال محال ہوگا کیونکہ لازم کے بغیر ملزوم کا وجود ممتنع ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ کبریٰ نہیں مانتے، یہ تب سچا ہے کہ اگر لزوم محال لذاتہ ہو اور اگر کسی عارضہ کی وجہ سے ہو مثلاً وہ زیر بحث علم یا خبر ہو تو اس میں محال نہیں کیونکہ یہ فی نفسہ ہوسکتا ہے ممکن ہے اور لزوم محال کی علت وہ عارض بن رہا ہو۔ (ت)

غرض استحالۂ ناشیہ عن نفس الذات وعن خارج میں فرق نہ کرکے بعض نے استلزام عارضی میں بھی استحالہ لازم بالذات سے استحالۂ ملزوم بالذات کا حکم کیا جس کا محققین نے یوں حل کردیا مگر ایسی جگہ امکان لزوم سے

---

[1] شرح العقائد النسفیہ — دار الاشاعۃ العربیہ قندھار افغانستان — ص ۷۱ و ۷۲

[2] شرح المقاصد — المبحث الرابع لا قبیح من اللہ تعالیٰ — دار المعارف النعمانیہ لاہور — ۲/۱۵۵

Marfat.com

امکان لازم مستحیل بالذات کا حکم آپ ہی کی عقل شریف کا حصہ خاصہ تھا کہ اس کے رد میں علماء کا وہ حل کافی و وافی ہوا، سبحان اللہ! میں اپنے علماء سے کیوں استناد کروں، آپ اپنے ہی امام کا قول نہ سنئے، اسی مبحث کذب والی یکروزی میں کیا کہتا ہے:

اگر مقصود این ست کہ وقوع مذکور بالفعل (جیسے یہاں اپنی بحث میں وقوع تعذیب مطیع و مغفرت کافر فرض کیجئے) مستلزم کذب ست پس آں مسلم ست و کسے دعوی وقوع مذکور بالفعل نکردہ اگر مقصود این ست کہ امکان وقوع مذکور مستلزم کذب نصی ست از نصوص قرآنیہ پس آں نص را تلاوت باید کرد تا واضح گردد کہ کدام نص بر نفی امکان وجود مذکور دلالت میکند و اگر مقصود این ست کہ امکان وجود مذکور مستلزم امکان کذب ست پس ملازمت ممنوع ست زیرا کہ عدم وجود مذکور معلول صدق نص ست پس تحقق عدم مذکور البتہ مستلزم تحقق امکان صدق نص مذکور ست و زوال عدم مذکور بالفعل مستلزم کذب ست و اما امکان زوال عدم مذکور پس مستلزم امکان زوال صدق نیست یعنی امکان وجود مثل مذکور مستلزم امکان کذب نیست چہ امکان زوال معلول مستلزم امکان زوال علت نیست والا لازم آید کہ امکان زوال عقل اول مستلزم امکان زوال واجب باشد پس امکان زوال عقل اول ممتنع باشد پس عقل اول واجب لذاتہ باشد، حاصلش آنکہ تلازم درمیان علت و معلول در فعلیت وجود و عدم ست نہ در امکان ذاتی والا لازم آید کہ واجب لذاتہ ممکن لذاتہ گردد، چہ معلولات او

اگر مقصود یہ ہے کہ وقوع مذکور بالفعل ہے (جیسے یہاں اپنی بحث میں وقوع تعذیب مطیع و مغفرت کافر فرض کیجئے) تو یہ کذب کو مستلزم ہے پس یہ تسلیم شدہ ہے اور کسی نے وقوع مذکورہ بالفعل کا دعوی نہیں کیا اور اگر مقصود یہ ہے کہ وقوع مذکور کا امکان قرآنی نص کے کذب کو مستلزم ہے تو اس نص کی تلاوت کی جائے تاکہ واضح ہو جائے کہ کون سی نص وجود مذکور کے نفی امکان پر دلالت کر رہی ہے، اور اگر مقصود یہ ہے کہ وجود مذکور کا امکان امکانِ کذب کو مستلزم ہے تو یہ لزوم ممنوع ہے کیونکہ وجود مذکور کا عدم صدق نص کا معلول ہے تو عدم مذکور کا تحقق یقیناً صدق نص مذکور کے امکان کے تحقق کو مستلزم ہے، عدم مذکور کا بالفعل زوال، کذب کو مستلزم ہے لیکن زوال عدم مذکور کا امکان، زوال صدق کے امکان کو مستلزم نہیں یعنی امکان وجود مذکور، امکان کذب کو مستلزم نہیں کیونکہ زوال معلول کا امکان، امکان زوال علت کو مستلزم نہیں ورنہ لازم آئے گا زوال عقل اول کا امکان، زوال واجب کے امکان کو مستلزم ہو تو زوال عقل اول کا امکان ممتنع ہو تو عقل اول واجب لذاتہ ہو گی، اس کا حاصل یہ ہے کہ علت و معلول کے درمیان تلازم فعلیت وجود و عدم میں ہے نہ کہ امکان ذاتی میں، ورنہ لازم آئے گا کہ واجب لذاتہ، ممکن

Marfat.com

ہمہ ممکنات اند[1] اھ ملخصاً۔

لذاتہ ہوجائے کیونکہ اس کے تمام معلولات ممکن ہیں اھ ملخصاً (ت)

اگر اس کی یہ تقریر پریشان طویل الذیل جس میں اس نے خواہی نخواہی ذرا سی بات کو بیگھوں میں پھیلایا ہے تمہاری مقدس سمجھ میں نہ آئے تو اسی کا دوسرا بیان مختصر سنو، اسی یکروزی میں لکھتا ہے:

اگر مقصود این ست کہ از وقوع ممکن ہیچگونہ محال ناشی نمی گردد لا بالنظر الی ذاتہ ولا بالنظر الی الامور الخارجیۃ پس ایں مقدمہ ممنوع ست چہ بریں تقدیر لازم می آید کہ وجود ہر معدوم وعدم ہر موجود محال باشد زیرا کہ مستلزم محال ست یعنی کذب علم ازلی[2]

اگر مقصود یہ ہے کہ وقوع ممکن سے کوئی محال لازم نہیں آتا، نہ اس کی ذات کے اعتبار سے اور نہ امور خارجی کے اعتبار سے، تو یہ مقدمہ ممنوع ہے کیونکہ اس صورت میں لازم آئے گا کہ ہر معدوم کا وجود اور ہر موجود کا عدم محال ہو کیونکہ یہ محال کو مستلزم ہے یعنی علم ازلی میں کذب۔ (ت)

دیکھو باوجود امکان ملزوم لازم کو محال مانتا ہے، پھر تمہاری جہالت کہ تعذیب مطیع وعفو کافر کے امکان سے امکانِ کذب پر استدلال کرتے ہو، غرض حق یہ ہے کہ یہ نفیس استدلال کسی ایسے ہی مقدس آدمی کا کام ہے جسے دیوجہالت کی بند وقید میں کبھی علم وفہم کی ہوا نہ لگی ہو، واللہ الہادی، خیر یہ تو وہ تھے جنھوں نے تقلید امام سے تجاوز نہ کیا تھا، رہے امام عنید کے مرید رشید، انھوں نے بیشک ہمت فرما کر وہ طرفہ ابکار افکار ہدیۂ انظار فحول نظار کیں یعنی یہی جواز خلف کی تقریر نازنین جس کے باعث اُن پر لزومِ کفر کی تین وجہیں اور بڑھیں:

اوّلاً وہ وجہ ہائل کہ تمام مقلدینِ امام طائفہ کو عموماً شامل یعنی یہ اس کے قول مذکور وجمیع اقوال کفریہ میں مقلد اور بیشک جو کفریات میں تقلید کرے قطعاً لزوم کفر سے حصّہ پائے۔

ثانیاً ان حضرت نے جواز خلف بمعنی کذب ائمۂ دین کی طرف نسبت کیا اور ہم بدلائل قاطعہ مبرہن کر آئے کہ وُہ جس معنی پر خلف جائز فرماتے ہیں اسے قطعاً جائز وقوعی بلکہ واقع ٹھہراتے ہیں، تو ان حضرت نے مولٰی سبحانہ وتعالٰی کا کاذب بالفعل ہونا کہ قطعاً اجماعاً کفر خالص ہے، ایک جماعت ائمۂ دین کا مذہب جانا اور اسے اس قدر ہلکا سمجھا کہ ائمۂ اہل سنت کا اختلافی مسئلہ مانا اور اس پر طعن کو بیجا بتایا اور اس سے تعجب کار جہلا ٹھہرایا اور بیشک جو شخص کسی عقیدۂ کفر کو ایسا سمجھے خود کافر ہے، اعلام بقواطع الاسلام میں ہمارے علمائے اعلام

---

[1] رسالہ یک روزی (فارسی) مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۵ و ۱۶
[2] " " " " " " ص ۱۶

Marfat.com

سے کفر متفق علیہ کی فصل میں منقول[1]

اوصدق کلام اھل الاھواء اوقال عندی کلامھم کلام معنوی اومعناہ صحیح الخ۔

یا وُہ تصدیق کرے کلامِ اہلِ بدعت کی، یا کہے میرے ہاں ان کا کلام بامقصد ہے، یا کہے اس کا معنی درست ہے الخ (ت)

فقیر نے اس مسئلہ کی قدرے تفصیل اپنے رسالہ مبارکہ مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید میں ذکر کی واللہ الموفق۔

ثالثاً الحمدللہ کہ علمائے اہلسنت ان نئے جہلا کی جہالت فاحشہ سے پاک نرالے اور ان کے بہتانی خیالوں، شیطانی ضلالوں پر سب سے پہلے تبرا کرنے والے مگر ان کی قوتِ واہمہ نے جو انھیں امام الطائفہ کے ترکہ میں ملی، ائمہ متقدمین میں کچھ علماء ایسے تراشے جو کذب الٰہی کے جواز و وقوعی بلکہ وقوع بالفعل کے قائل ہوئے تو وہ تراشیدہ علما ساختہ ائمہ (جن کا ان جہال کے وہم وخیال کے سوا کہیں وجود نہیں) قطعاً اجماعاً کافر مرتد تھے، اب انھوں نے ان وہمی موجودوں یقینی مرتدوں کو کافر نہ جانا بلکہ مشائخ دین و علمائے معتمدین مانا تو خود ان پر کفر و ارتداد لازم آنے میں کیا کلام رہا کہ جو کسی منکرِ ضروریاتِ دین کو کافر نہ کہے آپ کافر ہے۔ امام علامہ قاضی عیاض قدس سرہٗ شفا شریف میں فرماتے ہیں:

الاجماع علی کفر من لم یکفر احدا من النصاری والیھود وکل من فارق دین المسلمین اووقف فی تکفیرھم اوشك، قال القاضی

یعنی اجماع ہے اس کے کفر پر جو یہود و نصارٰی یا مسلمانوں کے دین سے جدا ہونیوالے کافر نہ کہے یا اس کے کافر کہنے میں توقف کرے یا شک لائے، امام قاضی

ع؎ حمل العلامۃ ابن حجر اھل الاھواء علی الذین نکفرھم ببدعتھم قلت وھو کما افاد ولایستقیم التخریج علی قول من اطلق الاکفار بکل بدعۃ فان الکلام فی الکفر المتفق علیہ فلیتنبہ ۱۲۔

علامہ ابن حجر اہلِ ہوا سے مراد وہ لوگ لیتے ہیں جنھیں ان کی بدعت کی وجہ سے کافر کہا گیا ہے، میں کہتا ہوں بات وہی ہے جو انھوں نے کہی اسے یہ حوالہ اس قول پر صحیح نہیں جو مطلقاً ہر بدعت کو کفر کہتے ہیں کیونکہ گفتگو اس کفر میں ہورہی ہے جس پر اتفاق ہو اسے یاد رکھ ۱۲ (ت)

---

[1] اعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ فصل کفر متفق علیہ مکتبہ حقیقیہ استنبول ترکی ص ۳۷۱

Marfat.com

ابوبکر لان التوقیف والاجماع اتفقا علی کفرھم فمن وقف فی ذٰلک فقد کذب النص و التوقیف او شک فیه، والتکذیب والشک فیه لایقع الامن کافر[1]

ابوبکر باقلانی نے اس کی وجہ یہ فرمائی کہ نصوص شرعیہ اجماعِ امت ان لوگوں کے کفر پر متفق ہیں تو جو ان کے کفر میں توقف کرتا ہے وہ نص وشریعت کی تکذیب کرتا یا اس میں شک رکھتا ہے اور یہ امر کافر ہی سے صادر ہوتا ہے۔

اسی میں ہے:

یکفر من لم یکفر من دان بغیر ملة الاسلام او وقف فیھم او شک او صحح مذھبھم وان اظھر الاسلام واعتقد ابطال کل مذھب سواہ فھو کافر باظھار ما اظھر من خلاف ذٰلک[2] اھ ملخصًا۔

یعنی کافر ہے جو کافر نہ کہے ان لوگوں کو کہ غیر ملت اسلام کا اعتقاد رکھتے ہیں یا ان کے کفر میں شک لائے یا ان کے مذہب کو ٹھیک بتائے اگرچہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا اور مذہب اسلام کی حقانیت اور اس کے سوا سب مذہبوں کے بطلان کا اعتقاد ظاہر کرتا ہو کہ اس نے بعض منکر ضروریات دین کو جب کہ کافر نہ جانا تو اپنے اس اظہار کے خلاف اظہار کرچکا اھ ملخصًا۔

آپ کو یاد ہو کہ ان مدعیان جدید نامہتدی ورشید پر ایک سو بائیس ۱۲۲ کوڑے اوپر جوڑے اور ان کے امام کا وبال انھیں کب چھوڑے کہ یہ آخر اسی کے مقلد اور اس کے اقوال کے پورے معتقد، معہذا جب ضرب الغلام اھانة المولیٰ (غلام کی ضرب مولیٰ کی اہانت ہے۔ ت) تو ضرب المولیٰ اھانة الغلام (مولیٰ کی ضرب غلام کی اہانت۔ ت) بدرجۂ اولیٰ بہر حال یہ پچھتر ۷۵ کوڑے جو امام الطائفہ پر تازے پڑے، ان کے حصے میں بھی یقیناً جڑے، کُل ایک سو ستانوے ۱۹۷ ہوئے اور تین خاص ان کے دم پر سوار تو اس مختصر رسالے موجز عجالے میں مدعیان جدید پر پُورے دوسو ۲۰۰ کوڑوں کی کامل بوچھار،

کذٰلک العذاب ولعذاب الاٰخرة اکبر لو کانوا یعلمون[3]

مار ایسی ہوتی ہے اور بیشک آخرت کی مار سب سے بڑی، کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے۔ (ت)

میں نے جس طرح اس رسالہ کا تاریخی نام "سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح" رکھا یونہی

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ فصل فی تحقیق القول فی اکفار المتاولین المطبعة الشرکة الصحافیہ ۲/ ۲۹۷

[2] " " " " " فصل فی بیان ماھو من المقالات کفر " " ۲/ ۲۷۱

[3] القرآن الکریم ۶۸/ ۳۳

Marfat.com

ان تازیانوں کا عدد درخواست کرتا ہے کہ اس کا تاریخی لقب "دوصد تازیانہ برفرق جہول زمانہ" رکھوں، بالجملہ آفتاب روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ ایک مذہب علمائے دین پر یہ امام و مقتدی سب کے سب نہ ایک دو کفر بلکہ صدہا کفر سراپا کفر میں ڈوبے ہوئے ہیں وفی ذٰلک اقول (اس میں میں نے کہا۔ت) ؎

فکفر فوق کفر فوق کفر ۔۔۔ کان الکفر من کثر و فر

کما اسن فی نتن دفر ۔۔۔ تتابع قطرۃ من تعب کفر[1]

(کفر پر کفر سے بڑھ کر کفر، ہر کثیر سے بڑھ کر کثیر، جیسا کہ کھڑا پانی بدبودار پانی ملنے سے خوب بدبودار ہوجاتا ہے۔ت)

معاذاللہ! اس قدر ان کے خسار و بوار کو کیا کم ہے اگرچہ ائمہ محققین و علمائے محتاطین انھیں کافر نہ کہیں اور یہی صواب ہے،

وھو الجواب وبہ یفتی وعلیہ الفتوی وھو المذھب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامۃ وفیہ السداد۔

جواب یہی ہے، اس کے ساتھ فتوی دیا جاتا ہے اور اسی پر فتوٰی ہے، یہی مذہب اور اسی پر اعتماد ہے، اسی میں سلامتی اور یہی درست ہے۔ (ت)

امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالٰی اعلام میں فرماتے ہیں:

انہ یصیر مرتدا علی قول جماعۃ وکفی بھذا خسارا[2]

وہ ایک جماعت علماء کے قول پر مرتد ہوگیا اور اس قدر خسران و زیان میں بس ہیں۔

والعیاذ باللہ خیر الحافظین (اور بہتر حفاظت کرنے والے کی پناہ۔ت)

پھر جب کہ ائمہ دین ان کے کفر میں مختلف ہوگئے تو راہ یہ ہے کہ اگر اپنا بھلا چاہیں جلد از سر نو کلمۂ اسلام پڑھیں اور اپنے مذہب نامہذب کی تکذیب صریح اور اس کے رد و تقبیح کی صاف تصریح کریں ورنہ بطور عادت کلمۂ شہادت کافی نہیں کہ یہ تو وہ اب بھی پڑھتے ہیں اور اسے اپنے مذہب کا رد نہیں سمجھتے۔ بحرالرائق میں بزازیہ و جامع الفصولین سے ہے:

لواتی بالشہادتین علی وجہ العادۃ لم ینفعہ مالم یرجع عما قال[3]

اگر معمول کے مطابق وہ کلمہ شہادت پڑھے تو اسکو وہ نافع نہیں جب تک وہ اپنے قول سے رجوع نہ کرے (ت)

---

[1] الدیوان العربی الموسوم بساتین الغفران فی الرد علی القائلین بامکان کذب اللہ الخ رضا دارالاشاعۃ لاہور ص ۱۹۲

[2] الاعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ ۔۔۔ مکتبہ حقیقیہ استنبول ترکی ۔۔۔ ص ۳۶۲

[3] بحرالرائق ۔۔۔ باب احکام المرتدین ۔۔۔ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۔۔۔ ۵/۱۲۸

Marfat.com

اور جس طرح اس مذہب خبیث کا اعلان کیا ہے ویسے ہی توبہ و رجوع کا صاف اعلان کریں کہ توبہ نہاں کی نہاں ہے اور عیاں کی عیاں۔ حضور پرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا عملت سیئة فاحدث عندھا توبة السر بالسر والعلانية بالعلانية[1] رواہ الامام احمد فی کتاب الزھد والطبرانی فی المعجم الکبیر بسند حسن علی اصولنا عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنه۔

جب تُو کوئی گناہ کرے تو فوراً توبہ کر، پوشیدہ کی پوشیدہ اور ظاہر کی ظاہر۔ (اسے امام احمد نے کتاب الزہد میں، طبرانی نے المعجم الکبیر میں سند صحیح سے ہمارے اصولوں کے مطابق حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

اس سب کے بعد اپنی عورتوں سے تجدید نکاح کریں کہ کفر خلافی کا حکم یہی ہے، علامہ حسن شرنبلالی شرح وہبانیہ پھر علامہ علائی شرح تنویر میں فرماتے ہیں:

مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنی ومافیه خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبة وتجدید النکاح[2]

جو بالاتفاق کفر ہو اس سے اعمال، نکاح باطل ہوجاتے ہیں تمام اولاد، اولادِ زنا قرار پاجاتی ہے اور جس میں اختلاف ہو وہاں استغفار، توبہ اور تجدید نکاح کروایا جائے گا۔ (ت)

پس اگر مولٰی سبحانہ وتعالٰی ہدایت فرمائے اور اس کے کرم سے کچھ دُور نہیں، یعنی یہ حضرات اپنے مذہب مردود سے باز آئیں اور علانیہ رب العالمین کی طرف توبہ لائیں فاخوانکم فی الدین[3] تمہارے دینی بھائی ہیں، ورنہ اہل سنت پر لازم کہ ان سے الگ ہوجائیں، ان کی صحبت کو آگ سمجھیں، ان کے پیچھے نماز ہرگز نہ پڑھیں، اگر نادانستہ پڑھ لی ہو اعادہ کرلیں کہ نماز اعظم عباداتِ ربّ بے نیاز ہے اور تقدیم وامامت ایک اعلٰی اعزاز اور فاسق مجاہر واجب التوہین، نہ کہ بدعتی گمراہ فاسق فی الدین، والعیاذ باللہ رب العالمین۔

فقیر غفراللہ تعالٰی لہ، نے ان مسائل کی قدرے تحقیق وتفصیل اپنے رسالہ النھی الاکید عن الصلٰوۃ وراء عدی التقلید میں ذکر کی۔ علامہ ابراہیم حلبی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

یکرہ تقدیم الفاسق کراھة تحریم وکذا

یعنی فاسق و بدمذہب کی امامت مکروہ تحریمی

---

[1] المعجم الکبیر حدیث معاذ بن جبل حدیث ۳۳۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۰/ ۱۵۹
الزہد الکبیر حدیث ۹۵۴ دارالقلم کویت ص ۳۶۴
[2] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی ۱/ ۳۵۹
[3] القرآن الکریم ۵/ ۳۳

Marfat.com

المبتدع[1] اھ ملخصًا۔ قریب بحرام ہے اھ ملخصًا

جس کے سبب نماز کا پھیرنا واجب، یہ ہے حکم، وللّٰہ الحکم والیہ ترجعون ○ والحمد للّٰہ رب العٰلمین (اور اللہ ہی کے لئے حکم ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے، اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو دونوں جہانوں کا پالنے والا ہے۔ت)

التماس ہدایت اساس: میں جانتا ہوں کہ فقیر کے اس رسالے پر حسب معمول سخن پروری وبحکم دستور تعصب خودسری اگر بعض سلیم خاطرین شرمائیں گی، قبول وانصاف کو کام فرمائیں گی تو بہت عنادی طبیعتیں گرمائیں گی، جبلی نزاکتیں غصہ لائیں گی، جاہلی حمیتیں جوش دکھائیں گی، تعصبی حمائتیں ہمت پر آئیں گی وحسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل، نعم المولٰی ونعم الکفیل (ہمارے لئے اللہ کافی اور وہ سب سے بڑا کارساز، سب سے بہتر آقا اور سب سے بہتر کفالت فرمانے والا ہے۔ت) یہ سب کچھ قبول، کھسیانا عاجزوں کا قدیمی معمول، مگر انما اعظکم بواحدۃ[2] (میں تمھیں ایک نصیحت کرتا ہوں۔ت) حق اسلام یاد دلاکر اتنا مامول کہ چند ساعت کے لئے تعصب ونفسانیت کو راہ بتائیں، مثنٰی وفرادٰی، تنہا یا دو دو صاحب بیٹھ کر غور فرمائیں اگر کلام خصم حق و صواب ہو تو للہ احق سے کیوں اجتناب ہو، کیا قرآن نے نہ سنا یا کہ تمھارے رب نے کیا فرمایا سیذکر من یخشٰی ○ ویتجنبھا الاشقی[3] (عنقریب نصیحت مانے گا جو ڈرتا ہے اور اس سے وہ بڑا بدبخت دور رہے گا۔ت) اے میرے پیارے بھائیو! کلمۂ اسلام کے ہمراہیو! اگرچہ نفس امارہ رہزن عیارہ اور شیطان لعین اس کا معین، ولہذا خطا کا اقرار آدمی کو ناگوار، مگر واللہ! واذا قیل لہ اتق اللّٰہ اخذتہ العزۃ بالاثم[4] (اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر تو اسے اور ضد چڑھے گناہ کی۔ت) کی آفت سخت شدید، الیس منکم رجل رشید[5] (کیا تم میں ایک آدمی بھی نیک چلن نہیں۔ت) خدارا ذرا انصاف کو کام فرماؤ، خلق کا کیا پاس خالق سے شرماؤ، کچھ دیکھا بھی کس پر امکانِ کذب کی تہمت دھرتے ہو، کس پاک بےعیب میں عیب آنے کا احتمال کرتے ہو، العظمۃ للہ! ارے وہ خدا ہے سب خوبیوں والا ہر عیب ونقصان سے پاک نرالا، ذرا تو گریبان میں منہ ڈالو جس نے زبان عطا فرمائی اس کے بارے میں تو زبان سنبھالو، والے

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۴-۵۱۳

[2] القرآن الکریم ۳۴/۴۶

[3] القرآن الکریم ۸۷/۱۰ و ۱۱

[4] ” ” ۲/۲۰۶

[5] ” ” ۱۱/۷۸

Marfat.com

بے انصافی! تمھیں کوئی جھوٹا کہے تو آپے میں نہ رہو اور ملک جبار واحد قہار کا جھوٹا ہونا یوں ممکن کہو، یہ کون سی دیانت ہے، کیا انصاف ہے، اس پر یہ قہر اصرار یہ بلا اعتساف ہے، اے طائفہ حائفہ اے قوم مفتون! مانو تو ایک تدبیر تمھیں بتاؤں، میرا رسالہ تنہائی میں بیٹھ کر بغور دیکھو، ان دو سو دلائل واعتراضات کو ایک ایک کرکے انصاف سے پرکھو، فرض کردم کہ دو سو میں استحالۂ کذبِ الٰہی پر صرف ایک دلیل اور تمھارے خیال اور تمھارے امام کے ہذیانی اقوال پر فقط ایک ایک اعتراض قاطع ہر قال وقیل باقی رہ گیا، باقی سب تم نے جواب دے لیا، تو جانِ برادر! احقاقِ حق کو ایک دلیل کافی، ابطالِ باطل کو ایک اعتراض وافی، نہ کہ دلائل باہرہ اعتراضات قاہرہ صدہا سنو اور ایک نہ گنو، دل میں جانتے جاؤ کہ دلائل باصواب اور اعتراض لاجواب مگر ماننے کی قسم، توبہ کی آن بلکہ اُلٹے تائید باطل کی فکر سامان، یہ تو حق پرستی نہ ہوئی بادبدستی ہوئی، نشۂ تعصب میں سیاہ مستی ہوئی، پھر قیامت تو نہ آئے گی حساب تو نہ ہوگا، خدا کے حضور سوال وجواب تو نہ ہوگا، اے رب میرے! ہدایت فرما اور ان لجیلی آنکھوں کو کچھ تو شرما ؎

می توانی کہ دہی اشک مرا حسن قبول ۔۔۔ اے کہ دُر ساختۂ قطرۂ بارانی را

(اے اللہ! تو میرے آنسوؤں کو حسنِ قبول دے سکتا ہے جیسا کہ تو بارش کے قطرہ کو موتی بنادیتا ہے۔ ت)

اور یہیں سے ظاہر کہ جو صاحب قصد جواب کی ہمت رکھیں ایک ایک دلیل ایک ایک اعتراض کا تفصیلی جواب سمجھ کر لکھیں، یہ نہ ہو کہ ابقائے مشیخت، رفعِ ندامت، فریب عوام جواب کے نام کو کہیں، کچھ اعتراض باقی سے اعراض، یہ کلام خصم کا رَد نہ کہے گا، الٹا تمھیں پر صاعقہ بن کر گرے گا کہ جب حجت خصم مٹا نہ سکے مذہب سے اعتراض ہٹا نہ سکے تو ناحق تکلیف خامہ اٹھائی، مصیبت سیاہی نامہ اٹھائی، اپنے ہی عجز کا اظہار کیا، بطلانِ مذہب کا اقرار کیا، للہ کچھ دیر تو حق وانصاف کی قدر سمجھو، زنجیر تعصب کی قید سے سلجھو، خارزار زکیر میں اتنا نہ اُلجھو، افسوس کہ حق کا چاند جلوہ نما اور تمھارے نصیب کی وہی کالی گھٹا، ہمارے ہمایوں سایہ فگن اور تمھارا تاج وہی بالِ زغن،

اے سچے خدا سچ سے موصوف جھوٹ سے نرالے، سچے رسول پر سچی کتاب اتارنے والے! اپنے سچے حبیب کی سچی وجاہت کا صدقہ اُمتِ مصطفٰے کو سچی ہدایت نصیب فرما،

صلی اللہ تعالٰی علی الحبیب وسلّم وعلٰی اٰلہ وصحبہ وشرف کرمہ ما نجی الصادق وھلك الکاذب ونھی الصدق عن تعاطی الکواذب قولك الحق و

اے اللہ! رحمتیں نازل فرما اور آپ کے شرف و بزرگی میں مزید اضافہ فرما جو حبیب ہیں جب تک صادق نجات پاتے رہیں، کاذب ہلاک ہوتے رہیں، جنھوں نے تمام کوازب سے منع فرمایا، تیرا قول حق

Marfat.com

وعدك الصدق ولك الحمد واليك المصير انك علیٰ کل شیٔ قدیر وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ سیّد الصادقین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین اٰمین اٰمین الٰہ الحق اٰمین !

تیرا وعدہ سچا، حمد تیرے لئے، تمام کا لوٹنا تیری طرف اور تو ہر شئی پر قادر ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو سید الصادقین حضرت محمد، آپ کی آل اور اصحاب سب پر، آمین آمین الٰہ الحق آمین ! (ت)

الحمد للہ کہ یہ مبارک رسالہ موجز عجالہ باوجود کثرت اشغال تحریر مسائل وترتیب رسائل تیرہ ۱۳ دن کے متفرق جلسوں میں مسودہ اور تیئیس ۲۳ دن میں صاف ومبیضہ ہوکر دوازدہم ماہ مبارک وفاخر شہر ربیع الآخر روز ہمایوں جمعہ ۱۳۰۷ھ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کو بہمہ وجوہ بدر سمای تمام و شمع بزم ہدایت انام ہوا۔

للہ الحمد والمنہ کہ آج اس مبارک رسالے سنّت کے قبالے، رنگِ صدق جمانے والے، زنگِ کذب گمانے والے سے علومِ دینیہ میں تصانیفِ فقیر نے سو ۱۰۰ کا عدد کامل پایا،

والحمد للہ وھّاب العطایا، ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم ٥ والحمد للہ رب العٰلمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین، سبحٰن ربك رب العزۃ عمّا یصفون ٥ وسلام علی المرسلین، والحمد للہ رب العٰلمین، تمّت وبالخیر عمّت ۱
بعون من قال وقولہ الحق تمت کلمت ربك صدقا وعدلا ط لا مبدل لکلمٰتہ ج وھو السمیع العلیم ٥ الحمد للہ الذی بنعمہ وجلالہ تتم الصالحات ٥ والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا ومولانا محمد سیّد الکائنات واٰلہ وصحبہ وامتہ وحزبہ اجمعین ٥ والحمد للہ رب العٰلمین۔

تمام حمد اللہ تعالیٰ کی ہے جو تمام انعامات کا عطا کرنیوالا ہے، اے ہمارے رب! ہماری طرف سے قبول فرما بلاشبہہ تُو سننے والا جاننے والا ہے، تمام حمد اللہ کی جو جہانوں کا پروردگار ہے، صلوٰۃ وسلام نازل ہو تمام رسولوں کے سردار حضرت محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر آپ کی آل واصحاب تمام پر، سلام علی المرسلین والحمد للہ رب العٰلمین۔ رسالہ تمام ہوا اور خیر کے ساتھ وسیع ہوا اس ذات کی مدد سے جس نے فرمایا جبکہ اس کا فرمان برحق ہے "تیرے رب کے کلمات صدق وعدل میں تمام ہیں کوئی ان کو تبدیل کرنے والا نہیں وہی سننے جاننے والا ہے"، تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کی جس کی نعمت وجلال سے خوبیاں تمام ہوتی ہیں اور صلوٰۃ وسلام ہمارے آقا ومولیٰ سید کائنات محمد صلے اللہ علیہ وسلم ان کی آل واصحاب وامت اور ان کی سب جماعت پر، والحمد للہ رب العالمین (ت)

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

Marfat.com

تحریر جناب مولانا غلام دستگیر علیہ الرحمۃ من ربنا القدیر بر رسالہ مبارکہ "سبحٰن السبوح عن عیب کذب المقبوح"

فقیر غلام دستگیر قصوری کان اللہ لہ جمادی الاولی ۱۳۰۸ھ میں بریلی میں وارد ہوا اور اس مبارک رسالہ کے دیکھنے کا اتفاق پڑا، چونکہ مدتِ دراز کے بعد یہاں آنے کا اتفاق ہوا ہے اور ملاقات احباب اور نیز مشورہ امر دینی کے سبب جو کلام سے کرنا تھا اس قدر کم فرصتی ہوئی کہ معمولی وظائف جو کبھی سفر و حضر میں ترک نہیں ہوئے تھے ان چار روز میں وہ بھی پورے نہ ہو سکے، اس کشاکش میں اس رسالہ سلالہ کو فقیر بالاستیعاب کیا کچھ حصّہ معتد بہا بھی نہ دیکھ سکا مگر ابتدا اور درمیان اور انتہا سے جو دیکھا تو مسئلہ امکان کذب باری تعالٰی کا رَد پایا اور اس کو آنکھوں سے لگایا الحمد للہ حمدا کثیرا کہ اس کے مؤلف علامہ فہامہ نے جو ایک علم اور فضل کے خاندان سے عمدۃ الخلف وبقیۃ السلف ہیں اس بارے میں بھی اپنے عزیز و اقارب کو جو ہمیشہ کارِ خیر اشاعت علوم دینیہ میں مصروف ہیں صرف فرمایا جزاہ اللّٰہ الشکور عنی وعن جمیع المسلمین خیر الجزاء واوصلہ الی غایۃ ما یحب ویرضی، اللھم تقبل منا انک انت السمیع العلیم، وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ ومظہر لطفہ واحسانہ سیدنا محمد وعترتہ اجمعین اللھم ارحمنا معھم برحمتك یا ارحم الراحمین!

۱۵ جمادی الاولی روز روانگی وطن یہ چند حروف لکھے گئے واللّٰہ ھو المیسر للصعاب۔

Marfat.com

رسالہ

دامان باغ سبحٰن السبوح

(سبحٰن السبوح کے باغ کا دامن)

مسئلہ ۱۴۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ دیوبند کا پڑھا ہُوا ایک مولوی کہتا ہے کہ اللہ تعالٰی جھُوٹا ہو سکتا ہے اور اس پر دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ آدمی جھُوٹ بول سکتا ہے تو اگر اللہ تعالٰی نہ بول سکے تو آدمی کی قدرت خدا کی قدرت سے بڑھ جائے گی کہ ایک کام ایسا نکلا کہ آدمی تو کر سکتا ہے اور خدا نہیں کر سکتا، یہ ظاہر بات ہے کہ خدا کی قدرت بے انتہا ہے آدمی جس جس بات پر قادر ہے خدا ضرور ان سب باتوں پر قادر ہے اور ان کے سوا بے انتہا چیزوں پر قدرت رکھتا ہے جن پر آدمی کو قدرت نہیں، انسان کو اپنے کذب پر قدرت اور خدا کو اپنے کذب پر قدرت نہ ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے، اور اس دلیل کو کہتا ہے کہ یہ ایسی قاطع دلیل ہے کہ جس کا جواب نہیں ہو سکتا ہے امید کہ اس بارہ میں جو حق ہو تحریر فرمائیں اور مسلمانوں کو گمراہ ہونے سے بچائیں۔ بیّنوا توجروا (بیان کیجئے اجر حاصل کیجئے۔ ت)

الجواب

سبحٰن اللہ رب العرش عما یصفون (پاکی ہے عرش کے رب کو ان باتوں سے جو یہ بناتے ہیں۔ ت) اللہ عزوجل مسلمانوں کو شیطانوں کے وسوسوں سے بچائے، دیوبندی نہ دیوبندی کہ دیوبندیوں نہ دیوبندیوں کہ ان کے امام اسمٰعیل دہلوی کا یہ قول صریح ضلالت و گمراہی و بددینی ہے جس میں بلا مبالغہ ہزار باوجہ سے کفر لزومی ہے، جمہور فقہائے کرام کے طور پر ایسی ضلالت کا قائل صریح کافر ہو جاتا ہے اگرچہ ہم باتباع

Marfat.com

جمہور متکلمین کرام صرف لزوم پر بے التزام کافر کہنا نہیں چاہتے اور ضال مضل بددین کہنے پر قناعت کرتے ہیں۔

اس مسئلہ میں فقیر کا ایک کافی وافی رسالہ مسمّٰی بہ سبحٰن السبوح عن کذب مقبوح مدت ہوئی چھپ کر شائع ہوچکا اور گنگوہیوں دیوبندیوں وغیرہم وہابیوں کسی سے اس کا جواب نہ ہوسکا نہ ان شاء اللہ العزیز قیامت تک ہوسکے،

حقت علیھم کلمۃ العذاب بما کذبوا ربھم وبما کانوا یفسقون اولٰئك اصمھم اللہ واعمٰی ابصارھم فھم فی طغیانھم یعمھون ○

عذاب کا قول ان پر ٹھیک اترا بسبب اس کے کہ انھوں نے اپنے رب کی طرف جھوٹ کو منسوب کیا اور اس سبب سے کہ وہ حکم عدولی کرتے تھے یہی لوگ ہیں جنھیں اللہ تعالٰی نے بہرہ کردیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کردیا پس وہ اپنی سرکشی میں سرگرداں رہتے ہیں (ت)

میں نے اس رسالے میں تیس نصوص اور تیس دلائل قطعیہ سے ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالٰی کا کذب محال بالذات ہے اور یہ کہ اس کے محال بالذات ہونے پر تمام ائمۂ امت کا اجماع ہے، مسلمان جس کے دل میں اس کے رب کی عظمت اور اس کے کلام کی تصدیق ہو اگر کچھ بھی سمجھ رکھتا ہے تو اس کے لئے یہی دو حرف کافی ہیں، اور کذب ایسا گندا ناپاک عیب ہے جس سے ہر تھوڑی ظاہری عزت والا بھی بچنا چاہتا ہے اور ہر بھنگی چمار بھی اپنی طرف اس کی نسبت سے عار رکھتا ہے اگر وہ اللہ عزوجل جلالہ کے لئے ممکن ہوا تو وہ عیبی ناقص ملوث گندی گھناؤنی نجاست سے آلودہ ہوسکے گا، کیا کوئی مسلمان اپنے رب پر ایسا گمان کرسکتا ہے، مسلمان تو مسلمان کہ اس کے لئے اس کے رب کی امان، ادنٰی سمجھ والا یہودی نصرانی بھی ایسی بات اپنے رب کی نسبت گوارا نہ کرے گا، پاکی ہے اسے جس کے سراپردۂ عزت وجلال کے گرد کسی عیب ونقص کا گزر قطعًا محال بالذات ہے، جس کی عظمت وقدوسیت کو ہر لوث وآلودگی سے بالذات منافات ہے۔ شرح مقاصد میں ہے،

الکذب محال باجماع العلماء لان الکذب نقص باتفاق العقلاء وھو علی اللہ تعالٰی محال۔[1]

یعنی جھوٹ باجماعِ علماء محال ہے کہ وہ بالاتفاق عقلاً عیب ہے اور عیب اللہ تعالٰی پر محال۔

نیز مقصد سادس فصل ثالث مبحث سابع جملہ اہلسنت کے عقائد اجماعیہ میں فرماتے ہیں،

طریقۃ اھل السنۃ ان العالم حادث و

اہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ تمام جہان حادث و

---

[1] شرح المقاصد المبحث السادس فی انہ تعالٰی متکلم دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۱۰۴

Marfat.com

الصانع قدیم متصف بصفات قدیمۃ و لایصح علیہ الجھل ولا الکذب ولا النقص۔[1]

تو پیدا ہے اور اس کا بنانے والا قدیم اور صفاتِ قدیمہ سے موصوف ہے، نہ اس کا جہل ممکن ہے نہ کذب ممکن ہے نہ اس میں کسی طرح کے عیب و نقص کا امکان ہے۔

دوم یہ کہ جب اس کا کذب ممکن ہوا تو اس کا صدق ضروری نہ رہا، اور جب اس کا صدق ضروری نہ رہا تو اس کی کون سی بات پر اطمینان ہو سکے گا، ہر بات میں احتمال رہے گا کہ شاید جھوٹ کہہ دی ہو، جب وہ جھوٹ بول سکتا ہے تو اس یقین کا کیا ذریعہ ہے کہ اس نے کبھی نہ بولا، کیا اسے کسی کا ڈر ہے یا اس پر کوئی حاکم و افسر ہے جو اسے دبائے گا اور جو بات وہ کر سکتا ہے نہ کرنے دے گا، ہاں ذریعہ صرف یہی ہو سکتا تھا کہ خود اس کا وعدہ ہو کہ ہمیشہ سچ بولوں گا یا اس نے فرما دیا ہے کہ میری سب باتیں سچی ہیں مگر جب اس کا جھوٹ ممکن ٹھہرا تو سرے سے اس وعدہ و فرمان ہی کے صدق پر کیا اطمینان رہا، ہو سکتا ہے کہ پہلا جھوٹ یہی بولا ہو، غرض معاذ اللہ اس کا کذب ممکن مان کر دین و شریعت و اسلام و ملت کسی کا اصلاً پتا نہیں لگا رہتا، جزا و سزا و جنت و نار و حساب و کتاب و حشر و نشر کسی پر ایمان کا کوئی ذریعہ نہیں رہتا،

تعالی اللہ عما یقولون الظلمون علوا کبیرا۔

اللہ تعالٰی بہت بلند ہے اس سے جو ظالم کہتے ہیں۔ (ت)

علامہ سعد الدین تفتازانی شرح مقاصد میں فرماتے ہیں:

الکذب فی اخبار اللہ تعالٰی فیہ مفاسد لا تحصی و مطاعن فی الاسلام لا تخفی، منھا مقال الفلاسفۃ فی المعاد، ومجال الملاحدۃ فی العناد، وبطلان ما علیہ الاجماع من القطع بخلود الکفار فی النار فمع صریح اخبار اللہ تعالٰی بہ، فجواز عدم وقوع مضمون ھذا الخبر محتمل ولما کان ھذا باطلاً قطعاً

اخبارِ الٰہیہ میں امکانِ کذب ماننے سے بے شمار خرابیاں اور اسلام میں ایسے طعنے سر اٹھائیں گے جو پوشیدہ نہیں منجملہ ان کے معاد کے بارے میں فلاسفہ کا کلام، عناد پر مبنی بے دینوں کی جسارت اور کفار کے ہمیشہ جہنم میں رہنے جیسے اجماعی نظریات کا بطلان ہے باوجودیکہ اس بارے میں اللہ تعالٰی کی تصریح وارد ہے، چنانچہ اس خبر کے مضمون کے عدم وقوع کا جائز ہونا محتمل ہوا، اور جب یہ قطعاً

---

[1] شرح المقاصد فصل ثالث مبحث ثامن دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۲۷۰

Marfat.com

علوان القول بجواز الكذب فى اخبار الله تعالىٰ باطل قطعاً[1] (ملتقطاً)۔ باطل ہے تو معلوم ہُوا کہ اخبار الٰہیہ میں امکان کذب کا قول قطعاً باطل ہے (ملتقطاً)۔ (ت)

رہی دیوبندی کی دلیل ذلیل وہ اس کی اپنی ایجاد نہیں، امام الوہابیہ کی اختراع خبیث ہے، سبحٰن السبوح میں اس کے ہذیانوں کی پُوری خدمت گزاری کر دی ہے یہاں چند حرف کافی گزارش،

اوّلاً جب یہ ٹھہرا کہ انسان جو کچھ اپنے لئے کر سکتا ہے وہابیہ کا خدا بھی خود اپنے واسطے کر سکتا ہے، تو جائز ہُوا کہ اُن کا خدا زنا کرے، شراب پئے، چوری کرے، بُتوں کو پُوجے، پیشاب کرے، پاخانہ پھرے، اپنے آپ کو آگ میں جلائے، دریا میں ڈبائے، سرِ بازار بدمعاشوں کے ساتھ ڈھول چھکا لڑے، جوتیاں کھائے وغیرہ وغیرہ وہ کون سی ناپاکی، کون سی ذلت، کون سی خواری ہے جو ان کے خدا سے اُٹھ رہے گی۔

ثانیاً بے دین اس گھمنڈ میں ہیں کہ انھوں نے خدا کا عیبی ہونا فقط ممکن کہا ہے کوئی عیب بالفعل تو اسے نہ لگایا حالانکہ اوّل تو یہی ان کا گدھا پن ہے اُس جلیل جمیل سبوح قدوس کی شان جلال کے لئے فقط امکان عیب ہی خود بڑا بھاری ہے کما بیّناہ فی سبحٰن السبوح واوضحناہ للغواۃ مع مالہ من الوضوح (جیسا کہ ہم نے اس کو سبحٰن السبوح میں بیان کیا اور گمراہوں کے لئے اس کی خوب وضاحت کی۔ ت) خیر یہ تو ایمان والے جانتے ہیں، میں وُہ بتاؤں جسے یہ عیب لگانے والے بھی سمجھ جائیں کہ بیشک انھوں نے خدا کو بالفعل عیبی مانا اور کتنا سخت عیبی جانا بلکہ اس کے حق میں کچھ لگی نہ رکھی صاف صاف اس کی الوہیت ہی باطل کر دی، وجہ سُنئے جب ٹھہری کہ آدمی جو کچھ کرتا ہے خدا بھی اپنے لئے کر سکتا ہے، اور ظاہر ہے کہ آدمی قادر ہے کہ اپنی ماں کی تواضع وخدمت کے لئے اس کے تلووں پر اپنی آنکھیں ملے، اپنے باپ کی تعظیم وغلامی کے لئے اس کے جُوتے اپنے سر پر رکھ کر چلے تو ضرور ہے کہ وہابیہ کا خدا بھی اپنے ماں باپ کے ساتھ ایسی تعظیم و تواضع و خدمت و غلامی پر قادر ہو ورنہ انسان کی قدرت جو اس کی قدرت سے بڑھ جائے گی کہ ایک کام وہ نکلا جو انسان کر سکا اور خدا سے نہیں ہو سکتا، اگر کہئے اسے اس کام پر اس وجہ سے قدرت نہ ہوئی کہ اس کے ماں باپ ہی نہیں تو اس میں اس زخم کا کیا علاج ہُوا، مطلب تو اتنا تھا کہ ایک کام ایسا نکلا جسے بعض انسان کر رہے ہیں اور خدا سے نہیں ہو سکتا خواہ نہ ہو سکنے کی کوئی وجہ ہو، لاجرم تمھارے طور پر ضرور ہے کہ خدا کے ماں باپ ہوں تاکہ وُہ بھی ایسی سعادت مندی کر سکے جیسی انسان کر رہا ہے اور ظاہر کہ جو ماں باپ سے پیدا ہو وہ حادث ہوگا اور حادث خدا نہیں ہو سکتا، اس کا کوئی خالق ہو گا اور مخلوق خدا نہیں ہو سکتا، اب تو تم سمجھے کہ تم خدا کو

---

[1] شرح المقاصد المبحث الثانی عشر دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/۲۳۸

Marfat.com

بالفعل عیبی مانتے اور سرے سے اس کی الوہیت ہی باطل کر رہے ہو۔

ہاں ایک صورت نکل سکتی ہے کہ بالفعل خدا کے ماں باپ نہ ہوں اور پھر بھی اسے ان سعادتمندیوں پر قدرت ہو، کہو تو بتا دیں، وہ یہ کہ وہابیہ کا خدا کسی دن اپنے آپ کو موت دے اور آواگون کے ہاتھوں کسی پرش کے بھوگ سے کسی استری کے گربھ میں دوسرا جنم لے اپنے ان آئندہ ماں باپوں کی غلامی کرے، مگر الوہیت تو یوں بھی گئی کہ جو مر سکا وہ خدا کہاں!

ثالثاً احمق بددین نے اگرچہ مسلمانوں کا دل رکھنے کو اپنے رسالہ یکروزی میں جہاں یہ ناپاک دلیل ذلیل لکھی ہے یہ اظہار کیا کہ خدا کا کذب ممکن بالذات ہونے پر بھی ممتنع بالغیر ضرور ہے مگر دلیل وہ پیش کی جس نے امتناع بالغیر کو بھی صاف اڑا دیا، ظاہر ہے کہ انسان کا کذب نہ ممتنع بالذات نہ ممتنع بالغیر، بلکہ ہر روز و شب ہزاروں بار واقع تو کذب پر اس کی قدرت آزاد ہوئی جس پر کوئی روک نہیں اور برابر کام دے رہی ہے، مگر خدا کی قدرت بستہ مسدود ہے کہ واقع کرنے کی مجال نہیں اور شک نہیں کہ آزاد قدرت مسدود قدرت پر صریح فوقیت رکھتی ہے تو یوں کیا انسانی قدرت اس کی قدرت سے فائق نہ رہی باعتبار مقدورات کماً نہ سہی تو باعتبار نفاذ کیفاً سہی، ناچار تمہیں ضرور ہے کہ امتناع بالغیر بھی نہ مانو کہ انسانی قدرت سے شرمانا تو نہ پڑے۔

رابعاً اس قول خبیث کی خباثتیں کہاں تک گنیں کہ وہ تو بلا مبالغہ کروڑوں کفریات کا خمیرہ ہے، ہاں وہ پوچ بے حقیقت گرہ کھولیں جو اس نے اپنا جادو پھونک کر لگائی اور اپنی حماقت سے بہت کڑی گتھی جانی، یہ چار طور پر ہے بعضہا قریب من بعض:

اوّل: ساری بات یہ ہے کہ احمق نے افعال انسانی کو خدا کی قدرت سے علٰحدہ سمجھا ہے کہ آدمی اپنے کام اپنی قدرت سے کرتا ہے یہ رافضیوں معتزلیوں فلسفیوں کا مذہب ہے، اہلسنت کے نزدیک انسانی حیوانی تمام جہان کے افعال اقوال اعمال احوال سب اللہ عزوجل ہی کی قدرت سے واقع ہوتے ہیں، اوروں کی قدرت ایک ظاہری قدرت ہے جسے تاثیر و ایجاد میں کچھ دخل نہیں تمام کائنات و ممکنات پر قدرت مؤثرہ خاص اللہ عزوجل کے لئے ہے تو کذب ہو یا صدق، کفر ہو یا ایمان، حسن ہو یا قبح، طاعت ہو یا عصیان، انسان سے جو کچھ واقع ہوگا وہ اللہ ہی کا مقدور اللہ ہی کا مخلوق ہوگا اسی کی قدرت اسی کی ایجاد سے پیدا ہوگا، پھر کیونکر ممکن کہ انسان کوئی فعل قدرتِ الٰہی سے جُدا کر سکے جس کے لئے وزن برابر کرنے کو خدا کو خود اپنے لئے بھی کر سکنا پڑے، اس ضلالت و بددینی کی کوئی حد ہے۔ مقاصد میں ہے:

فعل العبد واقع بقدرۃ اللہ تعالٰی وانما للعبد الکسب والمعتزلۃ بقدرۃ

یعنی بندے کا ہر فعل اللہ تعالٰی ہی کی قدرت سے واقع ہوتا ہے بندہ کا فقط کسب ہے اور معتزلہ و فلاسفہ

العبد صحۃ والحکماء ایجاباً[1]۔ کہتے ہیں کہ بندے کا فعل خود بندے کی قدرت سے ہوتا ہے، معتزلہ کے نزدیک امکانی طور پر کہ قدرت بندہ سے وقوعِ فعل ممکن ہے واجب نہیں اور فلاسفہ کے نزدیک وجوبی طور پر کہ تخلف ممکن نہیں۔

دوم: اندھے سے پوچھو انسان کو کس کے کذب پر قدرت ہے اپنے یا خدا کے۔ ظاہر ہے کہ انسان قادر ہے تو صرف کذبِ انسانی پر' نہ کہ معاذ اللہ کذبِ ربانی پر۔ اور شک نہیں کہ کذب انسانی ضرور قدرت ربانی میں ہے پھر اگر کذب ربانی قدرت ربانی میں نہ ہُوا تو قدرت انسانی کیونکر بڑھ گئی، وہ کذب ربانی پر کب تھی اور جس پر تھی یعنی کذب انسانی اُسے ضرور قدرت ربانی محیط ہے، مگر خدا جب دین لیتا ہے عقل پہلے چھین لیتا ہے، دل کے اندھے نے یہ خیال کیا کہ انسان اپنے کذب پر قادر ہے، اور یہی لفظ بارگاہِ عزت میں بول کر دیکھا کہ اسے بھی اپنے کذب پر قدرت چاہئے اور نہ سُوجھا کہ وہاں اپنے سے انسان مراد تھا اور اب خدا مراد ہوگیا، اس کی نظیر یہی ہوسکتی ہے کہ اسی کی طرح کا کوئی کور باطن خیال کرے کہ انسان اپنے خدا کی تسبیح کرسکتا ہے تو چاہئے کہ خدا بھی اپنے خدا کی تسبیح کرسکے ورنہ قدرت انسانی بڑھ جائے گی، تو خدا کے لئے اور خدا درکار ہُوا،

وھلم جرا الیٰ غیر نھایۃ وغیر قرار، کذٰلک یطبع اللہ علیٰ کل قلب متکبر جبار۔ اور کھینچتا چل مالانہایہ تک، یونہی اللہ تعالٰے ہر متکبر سرکش کے دل پر مُہر لگا دیتا ہے (ت)

سوم: ہم پُوچھتے ہیں قدرتِ انسانی بڑھ جانے سے کیا مراد ہے، آیا یہ کہ انسان کے مقدورات گنتی میں خدا کے مقدورات سے زائد ہوجائیں گے، یہ تو بداہۃً استحالۂ کذب کو لازم نہیں کہ کذب وجملہ نقائص سرکارِ عزت کے لئے سرکارِ عزت کی قدرت میں نہ ہونے پر بھی اس کے مقدورات غیر متناہی ہیں اور انسان کتنی ہی ناپاکیوں پر قادر ہو آخر اس کے مقدورات محدود ہی رہیں گے اور متناہی کو نامتناہی سے کوئی نسبت نہیں ہوسکتی، ہاں یہ کہئے کہ ایک چیز بھی ایسی نکلنا جو انسان کے زیر قدرت ہو اور رحمٰن کے زیر قدرت نہ ہو محال ہے (اور بیشک ایسا ہی ہے) اسی کو زیادت قدرت سے تعبیر کیا ہے تو اب ہم دریافت کرتے ہیں یہ خاص کذب کہ انسان سے واقع ہوا قدرتِ خدا سے ہوا یا قدرتِ خدا سے جدا، برتقدیر اول وہ کون سی چیز نکلی جو انسان کے زیر قدرت تھی اور رحمٰن کے زیر قدرت نہ تھی کہ یہ جو قدرت انسان سے ہوا خود مانتے ہو کہ قدرت رحمٰن سے ہوا پھر زیادت کہاں، برتقدیر دوم رحمٰن اگرچہ معاذ اللہ اپنے کروڑ کذبوں پر قادر ہو وہ کذب اس کذب کے عین نہ ہوں گے جو انسان سے

---

[1] المقاصد مع شرح المقاصد   الفصل الخامس   دارالمعارف النعمانیہ لاہور   ۲/ ۱۲۰

Marfat.com

واقع ہُوا بلکہ کذب ہونے میں اس کے مثل ہوں گے اور مثل پر قدرت شَے پر قدرت نہیں، وُہ خاص کذب انسانی جو قدرت انسانی سے واقع ہوا اسے صراحۃً قدرتِ خدا سے جدا کہہ رہے ہو تو خدا کا کذب ممکن بلکہ اب تازہ ایمان گنگوہی پر معاذ اللہ واقع مان کر بھی وہ کال تو نہ کٹا کہ ایک شَے جو زیر قدرت انسانی تھی زیر قدرت رحمانی نہ ہوئی اس کی نوع مقدورِ خدا ہُوئی نہ کہ خود وہ فرد، تو تو نے خدا و انسان کو دربارۂ کذب برابر کے دو عاجز مانا کہ نوع کذب کے افراد سے جس فرد پر انسان قادر ہے خدا قادر نہیں اور جس فرد پر خدا قادر ہے انسان قادر نہیں۔

دہلوی کے بندو! اسی پر اس مسئلہ میں ان اللہ علی کل شیئ قدیر[1] (بیشک اللہ تعالٰی ہر شَے پر قادر ہے۔ت) پڑھتے اور کذب الٰہی محال جاننے والے مسلمانوں پر عجز ماننے کی تہمت رکھتے ہو، حالانکہ تم خود ہی وُہ ہو کہ خدا کو افراد مقدورۂ عبد پر قادر نہیں مانتے جب تو وزن برابر کرنے کو امثال مقدورات عبد خود اس کے نفس کریم میں گھڑنا چاہتے ہو قاتلکم اللہ (اللہ تعالٰی تمھیں ہلاک کرے۔ت) کسی مذہب خبیث کی بھی تقلید چھوڑو گے یا سب میں سے ایک ایک حصّہ لو گے، یہ طوائف معتزلہ سے طائفہ جبائیہ کا مذہب ہے کہ اللہ تعالٰی نفس مقدورات عبد پر قادر نہیں۔ مواقف میں ہے:

الجبائیۃ قالوا لایقدر علی عین فعل العبد[2] الخ۔	جبائیہ نے کہا کہ اللہ تعالٰی عین فعل عبد پر قدرت نہیں رکھتا الخ (ت)

ہم اہلسنّت کے نزدیک اللہ تعالٰی عین مقدوراتِ عبد پر بھی قادر ہے کہ وہ اسی کی قدرت کاملہ سے واقع ہوتے ہیں اور ان کے امثال پر بھی کہ امثال عبد سے امثال فعل صادر کراسکتا ہے مگر ایسے امثال پر قدرت کہ خود اپنے نفس کریم سے ویسی ناپاکیاں صادر کر دکھائے اس سے وُہ پاک و متعالی ہے، سبحٰن اللہ رب العرش عما یصفون (پاکی ہے عرش کے رب کو ان باتوں سے جو یہ بناتے ہیں۔ت)

اس کی مثال یُوں سمجھو کہ زید و عمرو دونوں اپنی اپنی زوجہ کو طلاق دینے پر قادر ہیں مگر ایک دوسرے کی

ع۱ یہ فہم امام الوہابیہ کے قابل واضح تغایر لکھا ہے ورنہ مخلوق میں کسی فعل بعینہٖ پر دوسرے کو قدرت نہیں ہوسکتی کہ فعل فاعل سے تعین پاتا ہے تو وہ فعل مثلاً روٹی کھانا، پانی پینا یا اٹھنا بیٹھنا وغیرہ وغیرہ جو زید سے صادر ہوا عمرو سے صادر نہیں ہوسکتا اس کی نظیر اس سے صادر ہوگی ۱۲ منہ مدظلہ

ع۲ یعنی ایسی طلاق جس میں اصیل خود مختار ہو ۱۲ منہ

۱؎ القرآن الکریم ۱۶/ ۷۷

۲؎ المواقف مع شرح المواقف المرصد الرابع فی الصفات الوجودیۃ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/ ۶۴

Marfat.com

زوجہ کو طلاق نہیں دے سکتا تو ہر ایک دوسرے کے مقدور پر قادر نہیں بلکہ اس کی نظیر پر قادر ہے، لیکن حق جل مجدہٗ دونوں پر قادر ہے کہ ان میں جو اپنی زوجہ کو طلاق دے گا وُہ طلاق اللہ ہی کی قدرت سے واقع وموجود ومخلوق ہوگی تو اللہ تعالٰی زید وعمرو ہر ایک کے عین فعل پر بھی قادر ہے اور مثل فعل پر بھی کہ ایک کا فعل دوسرے کا مثل تھا، مگر امام الوہابیہ کی ضلالت نے اسے خدا کی قدرت نہ جانا بلکہ قدرت کے لئے یہ لازم سمجھا کہ جیسے وہ اپنی اپنی جورو کو طلاق دے سکتے ہیں خدا خود بھی اپنی جورو مقدسہ کو طلاق دے سکے، اس گدھے پن کی حد ہے؟ اس بے ایمانی کا ٹھکانہ ہے؟ ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔

چہارم: یہ قضیہ بیشک حق تھا کہ جس پر انسان قادر ہے اس سب اور اس کے علاوہ نامتناہی اشیاء پر مولٰی عزوجل قادر ہے وہ بقدرت ظاہریہ عطائیہ اور حق بقدرت حقیقیہ ذاتیہ، مگر اس حق کو یہ ناحق کوش کس طرح باطل محض کی طرف لے گیا انسان کا کسی فعل کو کرنا کسب کہلاتا ہے انسان کی قدرت ظاہریہ صرف اسی قدر ہے، قدرت حقیقیہ خلق وایجاد میں اس کا حصہ نہیں وہ خاص مولٰی عزوجل کی قدرت ہے تو اس کلمۂ حق کا حاصل یہ تھا کہ انسان جس چیز کے کسب پر قادر ہے اللہ عزوجل اس کے خلق اور پیدا کرنے پر قادر ہے کہ وہ کسب نہ ہوگا مگر بقدرت خدا اس دل کے اندھے نے یہ بنالیا کہ انسان جس چیز کے کسب پر قادر ہے، رحمٰن بھی خود اپنے لئے اس کے کسب پر قادر ہے سبحٰن اللہ رب العرش عما یصفون (پاکی ہے عرش کے رب کو ان باتوں سے جو یہ بناتے ہیں۔ت) اندھے نے نہ جانا کہ کسی کا کسی شے پر قادر ہونا "صحۃ الشیئ منہ" ہے نہ کہ "صحۃ الشیئ علیہ"، اور صاف گھڑلیا کہ "مایصح علی العبد یصح علی اللہ" جو بندے پر جاری ہوسکے خدا پر بھی جاری ہوسکتا ہے، اس سے بڑھ کر اور کیا ضلالت وشیطنت بے انتہا ہے،

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون [1] — اور عنقریب ظالم جان لیں گے کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے (ت)

دیوبندی اسے قطعی دلیل کہتا ہے، ہم ایک فائدہ عجیبہ بتائیں، میں کہتا ہوں ہاں وہ ضرور قطعی دلیل ہے مگر کاہے پر، وہابیہ وامام الوہابیہ کے ایک ایک قول ایک ایک فقرے ایک ایک حرف وہابیت کے ابطال صریح پر، اس حجت عامۃ الظہور لامعۃ النور کی تقریر ایک مقدمۂ واضحہ کے بیان سے روشن ومنیر،

ع۵ بمعنی مذکور ۱۲ منہ

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

Marfat.com

وُہ مقدمہ یہ کہ جس بات کا حق جاننا خدا پر جائز و روا ہے وُہ ضرور فی الواقع حق و بجا ہے ورنہ خدا پر جہل مرکب جائز ہو کہ اپنی غلط فہمی سے ناحق کو حق جان لے باطل کو صحیح مان لے، امام وہابیہ نے اگرچہ اس کا کذب ممکن کہا مگر وُہ یُوں تھا کہ اس کے علم میں ٹھیک بات ہے اور دوسروں سے اس کے خلاف کہے نہ یہ کہ خود اس کا علم ہی باطل و خلافِ حق ہو اس کے امکان کی اس نے تصریح نہ کی، دیو بندیوں نے اگرچہ امکان جہل صراحۃً اوڑھ لیا مگر وہ جہل بسیط تھا کہ ایک بات معلوم نہ ہونا نہ کہ جہلِ مرکب کہ باطل کو حق اعتقاد کرنا' اس کا امکان ان سے بھی مسموع نہیں، رہے ہم اہلِ اسلام، ہمارے نزدیک تو بحمد اللہ تعالیٰ یہ مقدمہ اجلی بدیہیات واعلیٰ ضروریاتِ دین سے ہے، اگر خدا کا علم جائز الخطا ہو تو قیامت وحشر ونشر وجنت ونار وغیرہا جملہ سمعیات باطل محض ہو جائیں کہ ان کی طرف عقل کو آپ تو راہ ہی نہیں کہ کسی دلیل کسی تعلیل کسی استقرا کسی تمثیل سے ان پر اعتقاد کر سکے ان کا اعتقاد محض بربنائے کلامِ الٰہی تھا اب اس کی جانچ واجب ٹھہری کہ ایک جائز الخطاء کی بات ہے جانچ کا ہے سے ہو گی عقل سے، عقل وہاں چل سکتی ہی نہیں تو محض مہمل وبے ثبوت جاننا اور ان سب کا چھوڑ دینا لازم ہُوا کذب نے تو بات ہی میں شبہہ ڈالا تھا جہل مرکب نے جڑ سے لگی نہ رکھی بلکہ نظر بمذہب وہابیہ اس تقدیر پر نہ صرف ایمانیات معاد بلکہ خود اصل ایمان یعنی توحید الٰہی پر بھی ایمان ہاتھ سے جائے گا، وجہ سُنیئے وہابیہ کے طور پر خدا کے لئے بیٹا ہونا عقلاً محال نہیں ان کا امام صاف مان رہا ہے کہ جو کچھ انسان کر سکتا ہے خدا بھی اپنے لئے کر سکتا ہے تو واجب ہُوا کہ خدا عورت سے نکاح بعدہٗ جماع بعدہٗ اس کے رحم میں اپنے نطفے کا ایقاع کر سکے ورنہ قدرت میں انسان سے گھٹ جو رہے گا، اور جب یہاں تک ہو لیا تو اب نطفہ ٹھہرانے اور بچہ بنانے اور پیدا کر لانے میں کیا زہر گھُل گیا کہ ان سے عاجز رہے گا دنیا بھر کی ماؤں کے ساتھ یہ افعال کر رہا ہے، اپنی زوجہ کے بارے میں کیوں تھک رہے گا، آخر وہابیہ کا ایک پُرانا امام ابن حزم غیر مقلد ظاہری المذہب مدعی عمل بالحدیث منہ بھر کر

عہ مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری مرحوم مصنف تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل وغیرہ نے جو اس ہذیان امام الوہابیہ پر لزوم امکان جہل وغیرہ شناعات سے نقض کیا تھا، مولوی محمود حسن دیوبندی وغیرہ پارٹی دیوبند نے عقائد گنگوہی کے بیان وحمایت میں اس کا جواب اخبار نظام الملک پرچہ ۲۵ اگست ۱۸۸۹ء میں یہ چھاپا "چوری، شراب خوری، جہل، ظلم سے معارضہ کم فہمی معلوم ہوتا ہے، غلام دستگیر کے نزدیک خدا کی قدرت بندہ سے زائد ہونا ضروری نہیں حالانکہ یہ کلیہ ہے جو مقدور العبد ہے مقدور اللہ ہے۔" دیکھو کیسا صاف اقرار ہے کہ وہابیہ کا معبود چوریاں کرے شرابیں پیئے، جاہل بنے، ظلم میں سے سب کچھ روا ہے، اعوذ باللہ من الخذلان اس پرچہ کی خرافات ملعونہ کا رد آخر کتاب مستطاب سبحٰن السبوح میں چھپا ہے وہاں ملاحظہ ہو ۱۲ منہ۔

Marfat.com

بک گیا کہ خدا کے بیٹا ہو سکتا ہے ، ملل ونحل میں کہتا ہے :

انہ تعالیٰ قادر ان یتخذ ولدا اذ لو لم یقدر لکان عاجزا[1] — بیشک اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ اولاد رکھے کیونکہ اگر اس پر قادر نہ ہوا تو عاجز ہوگا (ت)

اس کا رد سبحٰن السبوح صفحہ ۴۳ و ۵۳ میں ملاحظہ ہو ، اور شک نہیں کہ خدا کا بیٹا ہوگا تو ضرور وہ بھی مستحق عبادت ہوگا ، قال اللہ تعالےٰ :

قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین[2] — تم فرمادو کہ اگر رحمٰن کے کوئی بچہ ہے تو سب سے پہلے اس کا پُوجنے والا میں ہوں ۔

تو ثابت ہُوا کہ وہابیہ کے نزدیک ہزاروں خدا مستحق عبادت ممکن ہیں ، عقلی استحالہ تو یُوں گیا ، رہا شرعی اس کے کھونے کو امکان کذب کیا تھوڑا تھا کہ اب خدا کی بات سچی ہونی ضرور نہیں جہل مرکب ممکن مانا گیا ' تو پوری رجسٹری ہوجائے گی کہ ممکن کہ ادعائے توحید و مذمتِ شرک سے جو تمام قرآن گونج رہا ہے سب بربنائے جہل مرکب و غلط فہمی ہو ، اب لاالٰہ الا اللہ بھی ہاتھ سے گیا والعیاذ باللہ سبحٰنہ و تعالیٰ ، بالجملہ اللہ عزوجل پر جہل مرکب محال بالذات ہونے میں وہابیہ کو بھی اہل اسلام کا ساتھ دینے سے چارہ نہیں تو یہ مقدمہ کہ "جس بات کا حق جاننا خدا پر روا ہے وُہ ضرور حق و بجا ہے ۔" برہانی ایقانی ایمانی بھی ہے اور مخالف کا تسلیمی اذعانی بھی ، اس کا نام مقدمۂ ایمانیہ رکھئے ۔

اب خلاف وہابیہ و وہابیت جو بات چاہئے فرض کرلیجئے خواہ وہ ہمارے موافق ہو یا ہمارے احکام سے بھی زائد مثلاً :

(۱) اسمٰعیل دہلوی نرا کافر تھا ۔

(۲) گنگوہی ، دیوبندی ، نانوتوی ، انبٹھی ، تھانوی وغیرہم وہابی سب کھُلے مرتد ہیں ۔

(۳) جو کذبِ الٰہی ممکن کہے ملحد ہے ۔

(۴) تقویۃ الایمان ، تنویر العینین ، ایضاح الحق ، صراطِ مستقیم تصانیف اسمٰعیل دہلوی ، معیار الحق تصنیف نذیر حسین دہلوی ، تحذیر الناس تصنیف نانوتوی ، براہین قاطعہ تصنیف گنگوہی وغیرہا جملہ نباحات انہوں سب کفری بول نجس تر از بول ہیں ، جو ایسا نہ جانے زندیق ہے ۔

---

[1] الملل والنحل لابن حزم

[2] القرآن الکریم ۴۳/۸۱

Marfat.com

(۵) جو باوصف اطلاع اقوال ان میں سے کسی کا معتقد ہو ابلیس کا بندہ جہنم کا کندہ ہے۔

(۶) ان سفہا اور اُن کے نظرا تمام خبثا جنھوں نے شانِ اقدس وارفع رب العالمین وحضور پُرنور سید المرسلین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تنقیص کی جو شخص رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ورب العزت جل جلالہٗ کے مقابل ان ملحدوں کی حمایت مروت رعایت کرے ان کی باتوں کی تحسین توجیہ تاویل کرے وہ عدوِ خدا و دشمنِ مصطفےٰ ہے جل جلالہ وصلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔

(۷) غیر مقلدین سب بے دین پکے شیاطین پورے ملاعین ہیں۔

سات یہ اور سات ہزار اور، جو بات لو کیا انسان اس کا اعتقاد نہیں کرسکتا، ہر شخص بداہۃً جانتا ہے کہ آدمی ضرور ان میں سے ہر بات کے اعتقاد[عہ] پر قادر ہے، یہ مقدمہ بدیہیہ عامۃ الورود محفوظ رکھئے کہ" اس امر کا اعتقاد انسان کرسکتا ہے"۔ مسلمانو! (اس) میں آپ کو اختیار رہا، ردّ وہابیہ کی جس بات کو چاہئے اس کا مشار الیہ بنائیے، اب اس مقدمۂ بدیہیہ کو صغریٰ کیجئے اور مقدمۂ وہابیہ یعنی دہلوی ضلیل کا وہ دعوی ذلیل کہ "جو کچھ انسان کرسکتا ہے خدا کرسکتا ہے" اسے کبریٰ بنائیے، شکل اول بدیہی الانتاج سے نتیجہ نکلا کہ" اس امر کا اعتقاد خدا کرسکتا ہے" اب اس نتیجہ کو صغریٰ کیجئے اور مقدمۂ ایمانیہ کو کبریٰ کہ" ہر وہ امر جس کا اعتقاد خدا کرسکتا ہے قطعاً یقیناً حق ہے، شکل اول کا نتیجہ بدیہیہ ہوگا کہ یہ امر قطعاً یقیناً حق ہے، وہابیہ کو یہاں معارضہ بالقلب کی گنجائش نہیں کہ اپنے عقائد باطلہ کو کہیں انسان ان کا بھی اعتقاد کرسکتا ہے تو خدا بھی کرسکتا ہے تو یہ بھی حق ہیں کہ بنائے دلیل مقدمۂ وہابیہ ہے اور وہ ان پر حجت کہ ان کا اور ان کے امام کا ایمان ہے، ہمارے نزدیک وُہ باطل محض ہے تو کبریٰ قیاسِ اول مردود ہوکر پہلا ہی نتیجہ باطل ہوگا، اب کہئے مفر کدھر، تین ہی احتمال ہیں:

اول مقدمۂ ایمانیہ کا انکار کرو اور اپنے خدا کا جہل مرکب میں گرفتار ہونا بھی جائز جانو، جب تو قیامت و حشر ونشر وجنت ونار جملہ سمعیات اور خود اصل اصول دین لا الٰہ الا اللہ پر ایمان کو استعفاء دو اور کھلے کافر بنو۔

دوم اقرار کرو کہ مقدمۂ وہابیہ یعنی دہلوی ضلیل کی دلیل ذلیل کا وہ شیطانی کلیہ مردود وملعون ومطرود تھا

عہ ظاہر ہے کہ کوئی خبر بھی ہو حق ہوگی یا باطل، اور سب جانتے کہتے مانتے ہیں کہ حق کا اعتقاد فرض یا کم ازکم جائز اور باطل کا اعتقاد حرام وممنوع، اور فرض وحرام وجائز وممنوع وہی شے ہوگی جس پر انسان کو قدرت ہو، یہی یہاں ملحوظ ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ

Marfat.com

ہیہات اول تو اسے تمہارا دل کب گوارا کرے ؎

انی لکم الی الھدی تحویل — قد اشرب فی القلوب اسمٰعیل

(تمہیں ہدایت کی طرف پلٹنا کہاں نصیب ہوگا، تحقیق تمہارے دلوں میں اسمٰعیل (کی محبت) رچ گئی ہے۔ ت)

اور خدا کا دھرا سر پر براہ ناچاری اس کے انکار پر آؤ بھی تو تمہارا خصم کب مانے وہ کہے گا میرا استدلال اسی مقدمہ کی بنا پر الزامی تھا، اور خصم جب دلیل الزامی قائم کرے تو فریق کو اپنے مقدمہ مسلمہ سے پلٹ جانے کی گنجائش نہیں کما صرح بہ العلماء الکرام ع (جیسا کہ علماء کرام نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ ت) ورنہ کوئی دلیل الزامی قائم ہی نہ ہوسکے، ہمیشہ مغلوب کے لئے یہ بھاگنے کا رستہ کھلا رہے کہ دلیل جس مقدمہ مسلمہ پر مبنی ہو اس سے انحراف کرجائے اور بالفرض وہ بھی درگزر کرے تو کیا یہ اقرار نرے قول کی ضلالت پر اقتصار ہوگا، نہیں نہیں صاف صاف کہنا پڑے گا کہ امام الوہابیہ باری سبوح قدوس عزوجل کو ایسی شنیع ناپاک گالی کہ کروڑوں گالیوں پر مشتمل ہے دے کر صریح ضال مضل بے دین ہوا اور تم اور فلاں وفلانی اس کے سارے معتقدین بھی اسی کی طرح گمراہ بددین ہوں

سوم اگر ان دونوں سے فرار کرو تو اب نہ رہا مگر یہ تیسرا کہ ان سب نتائج کو جو تمہارے امام ہی کے

ع فی مسلم الثبوت وشرحه فواتح الرحموت للمولٰی بحر العلوم لو تم هذا لم یکن الدلیل الجدلی مفیدا للالزام اصلا، اذ یمکن اعترافه بالخطأ فی تسلیم احدی المسلمات ولم تکن القضایا المسلمة من مقاطع البحث والکل باطل علی ما تقرر فی محله والحق ان المسلم کالمفروض فی حکم الضروری لایصح انکاره فانکاره اشد من الالزام اھ[1] باختصار ۱۲ منه رضی الله تعالٰی عنه.

مسلم الثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت تصنیف مولانا بحر العلوم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ میں ہے کہ اگر یہ تام ہوجائے تو پھر دلیل جدلی بالکل مفید الزام نہ رہے گی کیونکہ ممکن ہوگا کہ خصم قضایائے مسلمہ میں سے کسی کو خطا مانے اور مسلمات بحث کے خاتمہ کا ذریعہ نہ رہیں گے اور یہ سب باطل ہے جیسا کہ ہم اس کو اپنے محل میں ثابت کرچکے ہیں، اور حق یہ ہے کہ مسلّم، حکم ضرورۃ و بداہۃ میں مفروض سمجھا جاتا ہے جس کا انکار صحیح نہیں، پس اس کا انکار الزام سے شدید تر ہے اھ باختصار رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مع بذیل المستصفٰی

Marfat.com

گھر سے پیدا ہوئے حق جانو اور دہلوی[1] اول و دہلوی[2] آخر و گنگوہی و نانوتی و انبٹھی و تھانوی و دیوبندی اور خود اپنے آپ اور جملہ وہابیہ اور سارے غیر مقلدین سب کو کافر مرتد اور تقویۃ الایمان و براہین قاطعہ و تحذیر الناس و معیار الحق وغیرہا تمام تصانیف وہابیہ کو کفری قول اور پیشاب سے زیادہ نجس و بدما نو، فرمائیے ان میں کون سا آپ کو پسند ہے جسے اختیار کیجئے اپنے اور اپنے امام سب کے کفرونی یا کم از کم گمراہی و بددینی کا اقرار کیجئے، کہو کچھ جواب فرماؤ گے یا آج ہی سے مالکم لاتناصرون ۵ بل ھم الیوم مستسلمون[3] (تمھیں کیا ہوا آپس میں ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے بلکہ وہ آج گردن ڈالے ہیں۔ ت) کا رنگ دکھاؤ گے کیوں،

هل ثوب الفجار ما کانوا یفعلون والحمد للّٰه رب العٰلمین وصلی اللّٰه تعالٰی علٰی سیدنا و مولانا محمد و اٰله وصحبه اجمعین واللّٰه تعالٰی اعلم و علمه جل مجده اتم و احکم۔

کیا کچھ بدلہ فاجروں کو اس کا ملا جو وہ جھوٹ بولتے تھے، اور تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے اور اللہ تعالٰی ہمارے آقا و مولٰی محمد مصطفٰی اور ان کے تمام آل و اصحاب پر درود نازل فرمائے، اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے اور اس کا علم اتم و احکم ہے (ت)

---

[1] اسمٰعیل ۱۲

[2] نذیر حسین ۱۲

---

[3] القرآن الکریم ۳۷/ ۲۵ و ۲۶

Marfat.com

رسالہ

القمع المبین لآمال المکذبین

۱۳۲۹ھ

(مسایرہ وشرح مواقف وسیالکوٹی کی عبارات میں مکذبوں کی سرشکنی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۴۲: از نگلہ اروہ ڈاکخانہ اچھنیرہ ضلع اکبرآباد، مرسلہ محمد صادق خاں صاحب، شوال ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں:

قلت الکذب نقص والنقص علیہ تعالٰی محال، فلایکون من الممکنات الخ قولہ والنقص علیہ الخ لایخفی انہ موقوف علٰی کونہ ممتنعا بالذات ولانسلم ذٰلک اذ لوکان ممتنعا لما وقع الکذب من احد فھو ممتنع بواسطۃ انہ مناف لکمالہ تعالٰی فیکون ممتنعا بالغیر والامتناع بالغیر

میں کہتا ہوں، جھوٹ نقص ہے، اور نقص اللہ تعالٰی کے لئے محال، لہٰذا یہ ممکنات میں سے نہیں ہے الخ اس کا قول، کہ، نقص اللہ تعالٰی کے لئے محال الخ، مخفی نہ رہے کہ یہ بات کذب کے ممتنع بالذات ہونے پر موقوف ہے، جبکہ یہ ہم تسلیم نہیں کرتے کیونکہ اگر یہ محال بالذات ہوتا تو پھر کسی سے بھی کذب صادر نہ ہوتا، لہٰذا یہ اللہ تعالٰی کے کمال کے منافی ہونے کے واسطہ سے ممتنع ہے تو ممتنع بالغیر ہوا جو امکان

Marfat.com

لاینافی الامکان الذاتی ۔ حاشیہ عبدالحکیم سیالکوٹی

ذاتی کے منافی نہ ہوا۔ (ت) حاشیہ عبدالحکیم سیالکوٹی

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، الحمد للہ الواجب الصدق المستحیل الکذب المحال علیہ بذاتہ لذاتہ کل نقص و شین، فمن تقول علیہ بامکان کذبہ وتطرق الیہ بخلف وعیدہ فقد استوجب لعنۃ اللہ علیہ فی الدارین، قل صدق اللہ[1] ومن اصدق من اللہ قیلا[2] ومن کان فی ھذہ اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی واضل سبیلا[3] ویلکم لاتفتروا علی اللہ کذبا فیسحتکم بعذاب[4] ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون[5] متاع قلیل ولھم عذاب الیم[6] ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا، او کذب بایٰتہ[7] اولٰئک یعرضون علٰی ربھم ویقول الاشھاد ھٰؤلاء الذین کذبوا علٰی ربھم الا لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین[8] ھو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، سب تعریفیں اس اللہ تعالٰی کے لئے جو واجب، صادق، کذب جس کے لئے محال بذاتہ ہے، جس کی ذات کے لئے ہر نقص اور عیب محال بذاتہ ہے، اور جو شخص اس کے لئے امکانِ کذب کا قول کرے اور خلفِ وعید کے ذریعہ اس کا راستہ بنائے تو بیشک وہ دونوں جہانوں میں اللہ تعالٰی کی لعنت کا مستحق ہوا، فرمادیجئے اللہ تعالٰی نے سچ فرمایا، اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی، جو یہاں اندھا ہو آخرت میں اندھا اور زیادہ گمراہ ہے، تمھاری خرابی اللہ پر کذب کی تہمت نہ باندھو کہ تمھیں عذاب سے پیس ڈالے گا، بیشک جو اللہ پر کذب کی تہمت رکھتے ہیں انھیں چھٹکارا نہ ملے گا دنیا میں تھوڑا برتنا ہے اور آخرت میں ان کے لئے دردناک عذاب، اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر کذب کی تہمت رکھے یا اس کی آیتیں جھٹلائے یہ لوگ اپنے رب کے حضور پیش کئے جائیں گے اور اور گواہ کہیں گے کہ یہ ہیں جنھوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا سنتا ہے اللہ کی لعنت ان ظالموں

ع[a] آیۃ ہذا سے جناب گنگوہی کا فوٹو ملاحظہ کیجئے ۱۲ اس عفاعنہ

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۹۵ — [2] القرآن الکریم ۴/ ۲۱
[3] ؍؍ ۱۷/ ۷۲ — [4] ؍؍ ۲۰/ ۶۱
[5] ؍؍ ۱۶/ ۱۱۶ — [6] ؍؍ ۱۶/ ۱۱۷
[7] ؍؍ ۶/ ۲۱ — [8] ؍؍ ۱۱/ ۸

Marfat.com

الذی ارسل رسولہ بالھدٰی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولوکرہ المشرکون[1] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی اٰلہٖ و صحبہ وبارك وکرم کلما ذکرہ الذاکرون و کلما غفل عن ذکرہ الغافلون، والحمد للہ رب العٰلمین۔

پر، اور اللہ تعالٰی وہ ذات ہے جس نے اپنا رسول ہدایت کے ساتھ اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو تمام ادیان پر غالب کردے اگرچہ مشرک لوگ ناپسند کریں۔ اللہ تعالٰی اپنی رحمت فرمائے اس رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اور ان کے صحابہ پر، اور ان پر برکتیں اور کرامتیں نازل فرمائے جب تک اس کو یاد کرنے والے یاد کرتے رہیں اور جب تک اس کے ذکر سے غافل لوگ غفلت کرتے رہیں، اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی سب جہانوں کے پالنے والے کے لئے۔ (ت)

اللہ عزوجل کے غضب سے اسی کی پناہ، پھر اس کے حبیب اکرم رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پناہ، جب غضب الٰہی کسی قوم سے دین لیتا ہے عقل پہلے چھین لیتا ہے کہ عقل سلیم بفضل کریم باطل کو قبول نہیں کرتی، اور اگر کبھی شیطان نے کچھ دھوکا دینا چاہا تذکروا فاذا ھم مبصرون[2] (یاد دلاؤ تو جلد ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں) مگر جب عقل نہ رہی (یعنی دین متین کی سمجھ اگرچہ دنیا و دیگر علوم و فنون کی کتنی ہی دانش ہو) لایعقلون شیئا ولا یھتدون[3] (نہ کسی چیز کو سمجھتے ہیں اور نہ ہدایت پاتے ہیں۔ ت) اس وقت انسان شیطان کا مسخرہ ہوجاتا ہے کہ صورت میں آدمی اور باطن میں گدھا ہے کمثل الحمار یحمل اسفارا[4] کانھم حمر مستنفرۃ[5] (گدھے کی مثل کتابوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں گویا بھاگتے ہوئے گدھے ہیں۔ ت) اپنی اغراض فاسدہ کے لئے اس کی کتاب بینی کی مثال بالکل سوئر اور سیرِ باغ کی ہوتی ہے، پھول مہکیں، کلیاں چٹکیں، تختے لہکیں، فوارے چھلکیں، بلبلیں چہکیں، اسے کسی لطف و سرور سے کام نہیں وہ اس تلاش میں پھرتا ہے کہ کہیں نجاست پڑی ہو تو نوش جان کرے بعینہٖ یہی حالت گمراہ بددین کی ہوتی ہے ہزار ورق کی کتاب میں لاکھ باتیں نفیس و جلیل فوائد کی ہوں ان سے اسے بحث نہ ہوگی، کتاب بھر میں اگر کوئی غلط و باطل و خطا جملہ اپنے مطلب کا سمجھے گا اسی کو پکڑلے گا اگرچہ واقع میں وہ اس کے مطلب کا بھی نہ ہو اتنی بات اس میں خنزیر سے بھی بڑھ کر ہوئی کہ وہ نجاست لے گا تو اپنے مطلب کی اور اسے اس کی بھی تمیز نہیں، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کے سوا کوئی بشر معصوم نہیں اور غیر معصوم سے کوئی نہ کوئی کلمہ غلط یا بیجا صادر ہونا کچھ نادر کالعدم نہیں پھر سلف صالحین

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۳۳
[2] القرآن الکریم ۷/ ۲۰۱
[3] " " ۲/ ۱۷۰
[4] " " ۶۲/ ۵
[5] " " ۷۴/ ۵۰

Marfat.com

ائمۂ دین سے آج تک اہلِ حق کا یہ معمول رہا ہے،

کل ماخوذ من قولہ ومردود علیہ الاصاحب هذا القبر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اس روضہ پاک والے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سوا ہر ایک کا قول لیا جاسکتا ہے اور اس پر رد بھی کیا جاسکتا ہے۔ (ت)

جس کی جو بات خلاف اہلِ حق وجمہور دیکھی وہ اسی پر چھوڑی اور اعتقاد وہی رکھا جو جماعت کا ہے کہ ید اللہ علی الجماعة اتبعوا السواد الاعظم (اللہ تعالٰی کی حمایت جماعت کو حاصل ہے سوادِ اعظم کی پیروی کرو۔ت) نہ کہ اجماعِ امت کے خلاف کسی نے محض بطور بحث منطقی کوئی شگوفہ چھوڑ دیا اور دل کی پیچ کر اس کے پیچھے ہولئے یا اندھے ملاعین کا طریقہ ہوتا ہے یا اوندھے شیاطین کا کہ رب عزوجل فرماتا ہے:

وان یروا سبیل الرشد لا یتخذوہ سبیلا وان یروا سبیل الغی یتخذوہ سبیلا ذلک بانھم کذبوا بایٰتنا وکانوا عنھا غٰفلین[1]

اگر ہدایت کی راہ دیکھیں تو اس میں چلنا پسند نہ کریں اور گمراہی کا رستہ نظر پڑے تو اس میں چلنے کو موجود ہوجائیں یہ اس لئے کہ وہ ہمارے کلام کی طرف کذب کی نسبت کرتے اور ہماری آیتوں میں غافل ہیں۔

اس وصف میں تمام طوائف گمراہان میں طائفہ وہابیہ اور طوائف وہابیہ میں خاص طائفہ دیوبندیہ سب سے ممتاز ہیں، اور ہوا ہی چاہیں کہ قرآن عظیم فرماتا ہے یہ اس کذب کی شامت ہے جو وہ ہمارے کلام کی طرف نسبت کرتے ہیں اور اللہ کی طرف نسبتِ کذب میں وہابیہ سب سے پیش قدم ہیں کہ ان کے پیشوا اسمٰعیل دہلوی صاحب نے یکروزی میں اس کی چنائی چنی اور وہابیوں میں دیوبندی اس میں اگوا ہیں کہ ان کے پیر گنگوہی صاحب نے براہین میں اس پر استرکاری کی، نیز جناب موصوف کی تقلید سے ماشاء اللہ اندھے ہونے میں بھی اس طائفہ کو دنیا بھر کے دلی اندھوں پر ترجیح ہے اگر ایک آدھ آنکھ آدھی چوتھائی بھی کھلی ہوتی تو یہ نہ سوجھتا کہ سیالکوٹی ملا تو جس کذب کو یہاں ممکن بالذات کہہ رہے ہیں اسے نہ صرف ممکن بلکہ واقع بتا رہے ہیں یعنی نفس کذب کسی کا ہو جنگلی کا یا کوہی کا، دہلوی کا یا گنگوہی کا، اور اس کے ممکن بلکہ روزانہ لاکھوں کروڑوں بار واقع ہونے میں کیا کلام ہے ان کے لفظ دیکھئے کہ لوکان ممتنعا لما وقع الکذب من احد یعنی جس طرح اجتماع نقیضین وارتفاع نقیضین اپنی ذات میں محال ہیں یوں ہی اگر مطلق جھوٹ خود اپنی ذات میں محال ہوتا تو کبھی کوئی شخص جھوٹ نہ بول سکتا مگر کروڑوں لوگ جھوٹ بول رہے ہیں، تو معلوم ہوا کہ جھوٹ خود اپنی حد ذات میں محال نہیں، ہاں

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۴۶

Marfat.com

جب اسے اللہ عزوجل کی طرف نسبت کرو تو ضرور محال ہے کہ ذاتِ الٰہی بالذات مقتضی جملہ کمالات و منافی جملہ نقائص ہے تو اس پر کذب محال بالذات ہے یہ استحالہ جانبِ باری سے بالذات ہوا کہ اس کی ذاتِ کریمہ ہر عیب کے منافی ہے مگر مطلق کذب جو کلی عام شامل ہر کذب اور ہر شخص کے کذب کو تھا اس فرد کے استحالہ سے اسے بھی ایک استحالہ عارض ہوا کہ ہر فرد کا حکم طبیعت من حیث کی طرف ساری ہوتا ہے یہ استحالہ مطلق کذب کے حق میں ذاتی نہ ہوا کہ خود مطلق کذب کی ذات سے پیدا نہ ہوا بلکہ اللہ عزوجل کی ذات سے، بعینہٖ اس کی مثال وہی اجتماعِ نقیضین ہے۔ مطلق اجتماع کسی کا ہو اپنی حدِ ذات میں محال نہیں ورنہ کبھی کوئی دو چیزیں جمع نہ ہوسکتیں ہاں نقیضین کا اجتماع محال بالذات ہے کہ ذاتِ نقیضین منافی اجتماع ہے، مگر مطلق اجتماع کہ ہر دو شے کے جمع ہونے کو عام شامل تھا وہ جو اس مادۂ خاصہ میں آکر محال ہوا تو یہ استحالہ اس کے لئے ذاتی نہیں بلکہ خصوصِ نقیضین کے باعث ہے تو مطلق اجتماع کہ ماہیتِ مطلقہ ہے ضرور ممکن بالذات بلکہ لاکھوں جگہ موجود اور اس کے سبب اجتماعِ نقیضین ممکن نہیں ہوسکتا وہ قطعاً محال بالذات ہے یونہی مطلق کذب کہ طبیعتِ مرسلہ ہے ضرور ممکن بالذات بلکہ ہزاروں جگہ موجود اور اس کے سبب معاذ اللہ کذبِ باری ممکن نہیں ہوسکتا وہ یقیناً محال بالذات ہے۔ یہ ہے اس عبارت کی تقریر جس سے اعتراض ملا سیالکوٹی صاحب کی تشریح بھی ہوگئی اور اس سے جواب کی خوب توضیح بھی کہ یہاں کلام کذبِ خاص میں ہے نہ کہ مطلق طبیعت کذب میں، اور کلی کا امکان اس کے ہر فرد کے امکان کو مستلزم نہیں۔ یہاں ملا سیالکوٹی کی تو اتنی ہی خطا تھی کہ محلِ نزاع میں فرق نہ کیا امکانِ فرد میں بحث تھی اور لے کر چلے امکانِ طبیعت، مگر دیوبندی اپنے کفر سے کب باز آتے ہیں وہ اسی کو معاذ اللہ امکانِ باری پر دلیل بتاتے اور اپنے کفریات ان کے سر منڈھا چاہتے ہیں، بہت خوب اب دیوبندی سنبھل کر بتائیں کہ یہ سیالکوٹی تقریر جس طرح تم بتاتے ہو تمہارے نزدیک حق ہے یا باطل۔ اگر باطل ہے تو کیوں دانستہ اوندھے چلتے اور ناواقف مسلمانوں کو چھلتے ہو، اور حق ہے تو تمہارے ہی منہ ثابت ہوا کہ تم مشرک ہی نہیں بلکہ نرے بت پرست ہو کہ اللہ عزوجل کو مانتے ہی نہیں صرف اپنے ساختہ ٹھاکر کو پوجتے ہو۔ یوں نہ مانو ہم ثابت کردیں تو سہی، جس تقریر سے اس کا کذب معاذ اللہ ممکن ٹھہرایا بعینہٖ بلا تفاوت اسی تقریر سے اس کا شریک بھی ممکن ہے کہ شریک اگر محال ہوتا تو کوئی کسی کا شریک نہ ہوسکتا تو شریکِ باری اس واسطے سے محال ہوگا کہ اس کے کمال کے منافی ہے تو ممتنع بالغیر ہوا اور امتناع بالغیر امکانِ ذاتی کا منافی نہیں۔ بعینہٖ بلا تفاوت اسی تقریر سے اس کی موت و فنا بھی ممکن ہے کہ موت محال ہوتی تو کوئی کبھی نہ مرتا تو موتِ باری اس واسطے محال ہوئی کہ منافی کمال ہوئی تو امتناع بالغیر رہا تو اس کا مرنا فنا ہوجانا ممکن بالذات ہوا تو وہ واجب الوجود نہ ہوا تو الٰہ نہ ہوا بلکہ کوئی تمہارا ساختہ ٹھاکر ہوا، الا لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین[1] (خبردار ظالموں پر

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۸

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ت)

اس عبارت کے جواب کو تو اسی قدر بس ہے مگر فقیر بعون القدیر چاہتا ہے کہ اس بحث کو اعلیٰ درجۂ کمال پر پہنچائے اور گنگوہی و دیوبندی مکذبانِ الٰہی نے مسایرہ و شرح مواقف کی دو عبارتوں سے جو مسلمانوں کو دھوکا دینا چاہا ہے ایک ضربتِ حیدری و صولتِ فاروقی سے اس کی بھی پردہ دری ہو جائے وباللہ التوفیق ان عبارتوں سے استناد اس سے زیادہ پوچ و لچر ہے، جیسا اس عبارت سیالکوٹی سے تھا مگر اللہ کے مکذبوں کا مقصود مردود تو صرف عوام کو دھوکے دینا اور یہود کے تلبسوا الحق بالباطل و تکتموا الحق (حق کو باطل سے ملاتے ہو اور حق کو چھپاتے ہو۔ت) سے پورا ترکہ لینا ہے۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1] ظالم لوگ عنقریب معلوم کرلیں گے کہ وہ کس کروٹ پلٹتے ہیں (ت)

فاقول وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ت) مسلمانو! عقائد وہ سنت ہیں جو حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ وتابعین وسلف صالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ثابت ہیں انھیں کے بیان کے لئے کتب عقائد کے متون موضوع ہوتے ہیں، زمانۂ خیر میں یہ عقائد صدور و السنہ ائمہ سے تلقی کئے جاتے تھے، اور مسلمان اپنی سلامت صدر سے ان پر ایمان لاتے تھے انھیں چون وچرا و لِمَ ولانسلم کی علت نہ تھی، جب بدمذہبوں کا شیوع ہوا اور گمراہ متکلموں نے عوام مسلمین کو بہکانے کے لئے اپنے عقائد باطلہ پر عقلی ونقلی مغالطے پیش کرنے شروع کئے تو علمائے سنت وجماعت کو حاجت ہوئی کہ ان کے دلائل باطلہ کا رد کریں اپنے عقائد حقہ پر دلائل قائم فرمائیں، یہاں سے کلام متاخرین کی بنا پڑی اب کہ استدلال وبحث و مناظرہ کا پھاٹک کھلا خود اپنے دلائل وجوابات کی جانچ پرکھ کی بھی حاجت ہوئی، اذہان مختلف ہوتے ہیں اور بحث واستخراج میں خطا و اصابت آدمی کے ساتھ لگے ہوئے ہیں ایک نے مذہب پر ایک دلیل قائم فرمائی یا مخالفت کی یا کسی اعتراض کا جواب دیا دوسرے نے اس پر بحث کردی کہ اپنے مذہب پر یہ دلیل کمزور ہے مخالف کی طرف سے اس کا رد یہ ہوسکتا ہے یا اعتراض کا یہ جواب کافی نہیں مخالف اس میں یوں کہہ سکتا ہے اس رد وبحث کا اثر فقط اسی دلیل وجواب تک ہوتا ہے عام ازیں کہ اس دلیل وجواب ہی میں قصور ہو جیسا کہ بحث کرنے والے کا بیان ہے یا خود اس باحث کی نظر نے خطا کی دلیل وجواب صحیح وصواب ہو، بہرحال معاذاللہ اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اپنا اصل مذہب باطل یا مخالف کا ضلال حق ہے ہر عاقل جانتا ہے کہ

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/۲۲۷

Marfat.com

کسی کی قائم کی ہُوئی ایک دلیل، یا دیا ہُوا جواب بگڑ جانے سے اصل مسئلہ باطل نہیں ہوسکتا نہ معاذاللہ یہ بحث کرنے والا اپنا عقیدہ بدلتا اور مذہب اہلسنت کو باطل جان کر اس سے باہر نکلتا ہے یہ ایک ایسی بات ہے جسے نہ فقط اہلسنت بلکہ ہر مذہب وملّت والا اپنے یہاں دیکھتا جانتا ہے، پھر بھی جب تک زمانۂ خیر کا قرب تھا اس رَدوکد میں ایک اعتدال باقی تھا جب فن کلام فلسفہ دان متأخرین کے ہاتھ پڑا اب تو بات بات میں وجہ بے وجہ نکتہ چینی کی لَے بڑھی جس سے مقصود صرف بردوماتِ وَرَدّ و اثبات ومنع ونقض واخذ میں ذہن آزمائی اور اپنی طاقت سخن کی رونمائی ہوتی ہے وبس، نہ کہ معاذاللہ مذہب سے پھریں دین وعقائد کو باطل کریں حاش للہ یہاں سے ہر ذی انصاف پر ظاہر کہ یہ متأخر شارح محشی جو کچھ بحث میں لکھ جایا کرتے ہیں وہ مطلقاً خود ان کا اپنا بھی اعتقاد نہیں ہوتا نہ کہ تمام اہلسنت وجماعت کا عقیدہ، عقیدہ وُہ ہوتا ہے جو متون ومسائل میں بیان کر دیا بالائی تقریریں اس کے موافق ہیں تو حق ہیں، مخالف ہیں تو وہی ان کی بحث بازیاں اور ذہن آزمائیاں اور قلم کی جولانیاں ہیں جن کا خود انھیں اقرار ہے کہ ان میں قواعدِ اہل حق کی پابندی نہیں کی جاتی اور معرفتِ سامع پر چھوڑا جاتا ہے کہ عقیدۂ اہلِ حق اسے معلوم ہے اس کی مراعات کرلے گا، مواقف میں ہے :

انت تعرف مذهب اهل الحق وانما لانتعرض لامثاله للاعتماد علی معرفتك بها فی مواضعها۔[1]

تم اہلِ حق کا مذہب جانتے ہو اور تمھاری اس معرفت کی بنا پر ہی ہم ایسے مقامات میں اس سے تعرض نہیں کرتے۔(ت)

شرح میں ہے :

فعلیك برعایة قواعد اهل الحق فی جمیع المباحث وان لم نصرح بها۔[2]

تو تجھ پر لازم ہے کہ تمام مباحث میں اہلِ حق کے قواعد کا پاس کرے اگرچہ ہم وہاں یہ تصریح نہ کریں۔(ت)

شرح مقاصد میں ہے :

کثیرا ما تورد الاراء الباطلة للفلاسفة من غیر تعرض لبیان البطلان الا فیما یحتاج الی زیادة بیان۔[3]

عام طور پر فلاسفہ کی باطل آراء کو ان کا بطلان ذکر کئے بغیر وارد کردیا جاتا ہے ہاں جہاں کسی زائد بیان کی ضرورت ہو تو وہاں ان کا بطلان واضح کردیا جاتا ہے۔(ت)

---

[1] المواقف شرح المواقف القسم الاول المقصد الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/۲۴۴

[2] " " " " " " " "

[3] شرح المقاصد المقصد الثالث الفصل الثالث القسم الاول النوع الثالث المسموعات دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱/۲۱۶

Marfat.com

بعینہٖ اسی طرح حسن چلپی علی السید میں ہے تو عقائد ان کے وہی ہیں جو متون خود اور ان کے کلام میں جا بجا مصرح ہیں اگرچہ بحث مباحث میں کچھ کہیں، خصوصًا وہ جن پر فلسفہ کا رنگ چڑھا اُن کو تو لم و لانسلم کا وہ لپکا بڑھا جس کے آگے کھائی، خندق، دریا، پہاڑ سب یکساں ہیں مطارحات میں وہ باتیں کہہ جاتے ہیں کہ خدا کی پناہ، شرح فقہ اکبر میں ہے سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

لقد اطلعت من اھل الکلام علی شیئ ماظننت مسلما یقولہ[1] — میں نے اہل کلام سے بعض باتیں وہ سنیں کہ مجھے گمان نہ تھا کہ کوئی مسلمان ایسا کہتا۔

وُہ تو سمجھ لئے کہ بحث مذہب پر حاکم نہیں ہمارے عقائد معلوم و معروف ہیں لم و لانسلم میں جو بات اس کے خلاف ہوگی ناظرین خود ہی سمجھ لیں گے اور ان کے متعدد اکابر نے اس پر تنبیہ بھی کردی، مگر مضل مغوی کا کیا علاج وُہ تو ایسے ہی موقع کی تاک میں رہتا ہے ادھر عامی بیچارہ مارا پڑا یا وادی حیرت میں سرگرداں رہا اسے ہر بات میں قاعدہ اہلِ حق کہاں معلوم کہ اس کی مراعات کرلے گا، یہی وُہ باتیں ہیں جنھوں نے اس قسم کے کلام متاخرین کو ائمہ دین کی نگاہ میں سخت ذلیل و بے قدر بنا دیا، یہاں تک کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا:

من طلب العلم بالکلام تزندق[2] — جس نے علم کلام کے ذریعہ علم حاصل کرنے کی کوشش کی تو وہ زندیق بنا۔ (ت)

فقہائے کرام نے فرمایا جو مال علماء کے لئے وصیت کیا گیا ہو متکلمین کا اس میں حصہ نہیں، نہ کتب کلام کتبِ علم میں داخل، ہندیہ میں محیط سے ہے:

لایدخل فی ھذہ الوصیۃ المتکلمون[3] — اس وصیت میں متکلمون (علم کلام والے) داخل نہ ہوں گے۔ (ت)

انھیں میں امام ابو القاسم صفار رحمہ اللہ تعالٰی سے ہے: کتب الکلام لیست کتب العلم[4] (کلام کی کتب علم کی کتب نہیں۔ ت) منح الروض الازہر میں فتاوی ظہیریہ سے ہے:

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر　خطبۃ الکتاب　مصطفٰی البابی مصر　ص ۴
[2] 〃　〃　〃　〃　〃　〃　〃
[3] فتاوی ہندیۃ　الباب السادس　نورانی کتب خانہ پشاور　۶/۱۲۱
[4] 〃　〃　〃　〃　〃　〃　〃

Marfat.com

اوصی لعلماء بلدہ لایدخل المتکلمون۔ ولو اوصی انسان ان یوقف من کتبہ کتب العلم فافتی السلف انہ یباع ما فیھا من کتب الکلام[1]

کسی نے علاقہ کے علماء کے لئے کچھ وصیت کی تو اس میں متکلمون (علم کلام والے) داخل نہ ہوں گے، اور اگر کسی نے وصیت کی کہ میری کتب میں سے علم کی کتب کو وقف کیا جائے تو اسلاف کا فتوٰی ہے کہ علم کلام کی کتب کو ان میں سے فروخت کیا جائے (یعنی یہ علم کی کتب نہیں ہیں)۔ (ت)

طریقہ محمدیہ میں بحوالہ تاتارخانیہ امام حافظ ابو اللیث سمرقندی سے ہے:

من اشتغل بالکلام محی اسمہ علی العلماء[2]

جو شخص کلام میں مشغول ہوا تو اس کا نام علماء کی فہرست سے خارج قرار دیا جائے گا۔ (ت)

حدیقہ ندیہ میں ہے: فلا یقال لہ عالم[3] (اس کو عالم نہ کہا جائے گا۔ ت)

اس کے نظائر نظرِ فقیر میں کثیر و وافر، سردست انھیں تین کتابوں سے نظائر لیجئے کہ مکذبانِ خدا نے قرآن عظیم و نصوص صریحہ متون وعقائد واجماع قطعی ائمہ سلف وخلف کو یکسر چھوڑ کر ابحاث زائدہ میں ان کی تراشیدہ تقریروں کا دامن پکڑا ہے یعنی مسایرہ و شرح مواقف جن کی دو عبارتیں دیوبندیوں کی پرانی دست مال ہیں، اور تیسری حاشیہ سیالکوٹی کی یہ عبارت کہ سوال میں گزری، ان کے بعد بحمد اللہ تعالٰی مکذبوں کا ہاتھ بالکل خالی رہ جائیگا اور وسوسہ ابلیس مردود و مطرود ہو کر ویل یومئذ للمکذبین[4] (اس روز جھٹلانے والوں کے لئے ہلاکت ہے۔ ت) کا نقشہ ان پر یہیں سے نظر آئے گا و باللہ التوفیق۔

نظیر اوّل: مُلّا عبدالحکیم سیالکوٹی کی سُنئے، منہیہ خیالی سے منقول ہُوا کہ اس میں باری عزوجل کے علم کا امور متناہیہ سے تفصیلاً متعلق ہونا ممنوع کہہ دیا، ملّا نے خیالی کا خیالِ خبالی نقل کرکے اس پر رجسٹری کردی:

حیث قال قولہ فتامل نقل عنہ وجہ التامل ان علمہ تعالٰی الشامل انما یشتمل ما لا یمتنع

جہاں انھوں نے کہا قولہ فتامل (اس کا قول کہ تأمل کرو) وہاں انھوں نے وجہ تأمل ان سے نقل کرتے ہُوئے کہا کہ اللہ تعالٰی کا شامل علم ان چیزوں کو

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر خطبۃ الکتاب مصطفی البابی مصر ص ۴
[2] طریقہ محمدیہ النوع الثانی فی المنہی عنہا مطبع اسلامیہ سٹیم پریس لاہور ۱/ ۹۳ و ۹۴
[3] الحدیقۃ الندیۃ بحوالہ تاتارخانیہ النوع الثانی فی العلوم المنہی عنہا فیصل آباد ۱/ ۳۳۰
[4] القرآن الکریم ۷۷/ ۳۷

Marfat.com

وجوده و امکان تعلق العلم بالمراتب الغیر المتناھیۃ مفصلۃ ممنوع انتھی فان قیل فیلزم الجھل علی اللہ قلت الجھل عدم العلم بما یصح تعلق العلم بہ کما ان العجز عدم تعلق القدرۃ بما یصح ان تتعلق بہ فتامل[1] اھ۔

مشتمل ہو گا جن کا وجود ممتنع نہ ہو گا جس طرح اس کی شامل قدرت ان چیزوں کو مشتمل ہے جن کا وجود ممتنع نہ ہو، اور مفصل طور پر غیر متناہی مراتب میں علم کے تعلق کا امکان ممنوع ہے انتہی، اگر اعتراض کیا جائے کہ اس سے اللہ تعالٰی کا جہل لازم آئے گا، تو میں کہتا ہوں جن چیزوں سے علم کا تعلق صحیح ہو ان کو نہ جاننا جہل ہے، جس طرح جن چیزوں سے قدرت کا تعلق صحیح ہو ان چیزوں کی قدرت نہ ہونا عجز کہلاتا ہے، غور کرو اھ۔ (ت)

ممنوع کہتے تو کہہ گئے لیکن اگر نظر کرتے کہ یہ وسوسۂ باطلہ جو عدو مبین اعاذنا اللہ تعالٰی من شرہ المہین نے القا کیا، اس کی تہ میں کیا کیا آفات قاہرہ ہیں، تو ہرگز خامہ و نامہ کو اس سے آلودہ کرنا روا نہ رکھتے،

فاقول اولاً دونوں ملّا صاحب فرمائیں تو کہ سلسلۂ اعداد سے کس قدر پر مولٰی عزوجل کا علم جاکر رُک گیا کہ اس سے آگے کا عدد خدا کو معلوم نہیں، سلسلۂ ایام آخرت سے کتنے دن خدا کو معلوم ہیں، آگے مجہول، نعیم جنان و عذاب نیران سے کتنی مقدار علم الٰہی میں ہے زیادہ کی اسے خبر نہیں، کیا کوئی عاقل مسلم سوچ سمجھ کر ایسی بات کہہ سکتا ہے، حاشا وکلا، دیکھو کیسی صریح تصدیق ہے امام شافعی کے اس ارشاد کی کہ ماظننت مسلماً یقولہ[2] (مجھے گمان نہ تھا کہ کوئی مسلمان یہ بات کہے گا۔ ت)، ہاں انھوں نے اطلعت علٰی شیئ[3] (میں نے کسی چیز پر اطلاع پائی۔ ت) فرمایا،

وقد اطلعنا علٰی اشیاء اذفسد الزمان والی اللہ المشتکی وعلیہ التکلان۔

جبکہ ہم نے فساد زمان کی وجہ سے بہت سی چیزوں پر اطلاع پائی، جبکہ شکایت اللہ تعالٰی کے دربار میں ہے اور اسی پر توکل ہے (ت)

ثانیاً جو حد مقرر کیجئے وہاں فارق بتائیے کہ حد بندی کرے، کیا سبب کہ یہاں تک کا علم ہوا بعد کا نہیں، علم کے لئے معلوم کا وجود خارجی درکار ہو تو آخرت درکنار معاذ اللہ کل آئندہ کا علم نہ ہو بلکہ ازل میں جملہ ماوراء سے عیاذاً باللہ جہل مطلق ہو پھر خلق کیونکر ہو اور جب وجود ضرور نہیں تو معدوم معدوم سب یکساں، کسی حد خاص پر رُکنا ترجیح بلا مرجح ہے بخلاف علوم عالم کہ وہاں مرجح ارادۂ الٰہیہ ہے، جسے جتنا دیا اُتنا ملا لایحیطون بشیئ من علمہ الا بما شاء[4] (اللہ تعالٰی کے علم کا احاطہ نہیں کرسکتے مگر صرف جتنا اللہ تعالٰی

[1] حاشیہ عبدالحکیم سیالکوٹی علی الخیالی مطبع مجتبائی دہلی ص ۶۵

[2] و [3] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر خطبۃ الکتاب مصطفی البابی مصر ص ۴

[4] القرآن الکریم ۲/ ۲۵۵

Marfat.com

چاہے۔ت)

ثالثاً جو حد مقرر کیجئے یقیناً معلوم کہ ایام وایلام وانعام اس سے آگے بڑھیں گے کہ لاتقف عند حد ہیں، اب جو بعد کو آئے ان کا علم باری عزوجل کو ہوگا یا نہیں، اگر نہیں تو جہل موجود، اور جو عذر کیا تھا زاہق و مردود، کہ اب تو وہ خود عباد کو معلوم ومشہود، معہذا انھیں پیدا کون کرے گا، وہی خبیر شہید، تو نہ جاننا کیا معنی!

الایعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر[1] ○ کیا وہ نہ جانے جس نے پیدا کیا اور وہی ہے ہر باریکی جانتا خبردار۔ (ت)

اور اگر ہاں تم نے اور مانا کہ ان کا علم پہلے نہ تھا تو اس کا علم معاذ اللہ حادث ہُوا، متجدد ہوا، کیا یہ عقیدہ اہلسنت کا ہے جو ہمارے رب عزوجل نے فرمایا وکان اللہ بکل شیئ علیما[2] (اللہ تعالٰی ہر شیئ کا عالم ہے۔ت)

عقیدہ وُہ ہے جو خود سیالکوٹی نے حاشیہ شرح عقاید جلالی میں لکھا:

المعلومات فی انفسھا غیر متناھیۃ لشمولھا الموجودات والمعدومات[3] معلوماتِ باری تعالٰی اپنی ذات میں غیر متناہی ہیں کیونکہ موجودات اور معدومات سب کو شامل ہیں۔ (ت)

خود شرح میں ہے:

اعلم ان المتکلمین ینفون الوجود الذھنی ویثبتون علم اللہ تعالٰی بالحوادث الغیر المتناھیۃ[4] واضح رہے علم کلام والے ذہنی وجود کی نفی کرتے ہیں اور اللہ تعالٰی کے لئے غیر متناہی حوادث کا علم ثابت کرتے ہیں (ت)

بلکہ خود اسی حاشیہ سیالکوٹی علی الخیالی میں ہے:

ھذہ التعلقات قدیمۃ غیر متناھیۃ بالفعل ضرورۃ عدم تناھی متعلقاتھا اعنی جمیع ما یمکن ان یعلم من الامور الکلیۃ والجزئیۃ الازلیۃ والمتجددۃ لشمولہ یہ تعلقات تفصیلی طور پر غیر متناہی قدیم ہیں یہ اس وجہ سے ضروری ہے کہ ان کے متعلقات غیر متناہی ہیں یعنی تمام وُہ امور جن کو جانا جاسکتا ہے کلیات، جزئیات، ازلیہ ہوں یا حادثہ، کیونکہ یہ علم ممکنات،

---

[1] القرآن الکریم ۶۷/ ۱۴

[2] " " ۴۸/ ۲۶

[3] حاشیہ شرح عقاید جلالی مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۱

[4] شرح الدوانی علی العقاید العضدیۃ " " " ص ۲۱

Marfat.com

الممکن والممتنع والواجب[1]

محالات اور واجبات سب کو شامل ہے (ت)

عقیدہ وہ ہے جو مقاصد و شرح میں فرمایا:

(علمہ تعالٰی لایتناھی ومحیط بما لایتناھی کالاعداد والاشکال) ونعیم الجنان و شامل لجمیع الموجودات والمعدومات الممکنۃ والممتنعۃ وجمیع الکلیات و الجزئیات سمعًا وعقلًا[2]

اللہ تعالٰی کا علم غیر متناہی ہے اور اعداد و اشکال اور جنّت کی نعمتوں جیسی غیر متناہی اشیاء کو محیط اور تمام موجودات و معدومات وممکنات و ممتنعات کو اور تمام کلیات و جزئیات کو نقلاً و عقلاً شامل ہے۔ (ت)

عقیدہ وہ ہے جو مواقف و شرح میں بیان فرمایا:

علمہ تعالٰی یعم المفھومات کلھا الممکنۃ والواجبۃ والممتنعۃ والمخالف فی ھذا الفصل فِرَقٌ الاولٰی من قال لایعلم نفسہ (الٰی ان قال) الرابعۃ من قال لایعقل غیر المتناھی[3]

اللہ تعالٰی کا علم تمام ممکنہ، واجبہ اور محال مفہومات کو شامل ہے، اس بحث میں کچھ مخالف فرقے ہیں، پہلا وُہ جو کہتا ہے کہ اللہ تعالٰی کو اپنی ذات کا بھی عالم نہیں ہے، اور یہاں تک کہا کہ چوتھا فرقہ وُہ ہے جو کہتا ہے کہ اللہ تعالٰی کو غیر متناہی امور کا علم نہیں ہے۔ (ت)

عقیدہ وُہ ہے جو حدیقہ ندیہ میں فرمایا:

المعلومات موجودۃ او معدومۃ محالۃ او ممکنۃ قدیمۃ او حادثۃ متناھیۃ او غیر متناھیۃ جزئیۃ او کلیۃ و بالجملۃ جمیع ما یمکن ان یتعلق بہ العلم فھو معلوم للہ تعالٰی[4]

موجود اور معدوم محال یا ممکن ہوں، قدیم و حادث، متناہی، غیر متناہی، جزئی یا کُلّی غرضیکہ جس چیز سے بھی علم کا تعلق ہو سکتا ہے وہ سب اللہ تعالٰی کو معلوم ہے۔ (ت)

عقیدہ وُہ ہے جو اس فقیرِ ربِّ قدیر نے الدولۃ المکیہ میں لکھا اور علمائے کرام حرمین طیبین نے

---

[1] حاشیہ عبدالحکیم سیالکوٹی علی الخیالی — مطبع مجتبائی دہلی — ص ۸۲

[2] مقاصد و شرح المقاصد — خاتمہ علمہ لایتناہی الخ — دار المعارف النعمانیہ لاہور — ۲/۹۰

[3] مواقف و شرح المواقف — المقصد الثالث فی علمہ تعالٰی — منشورات الشریف الرضی قم ایران — ۸/۷۰

[4] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ — مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد — ۱/۲۵۴

Marfat.com

مزین بتصدیقات جلیلہ کیا :

ان ربنا تبارك وتعالیٰ یعلم ذاته الکریمة و
وصفاته الغیر المتناهیة والحوادث التی
وجدت والتی توجد غیر متناهیة الی ابد
الابد والممکنات التی لم توجد ولن توجد بل
والمحالات باسرها فلیس شئ من المفاهیم خارجا
عن علمه سبحٰنه وتعالیٰ یعلمها جمیعًا تفصیلاً
تاماً ازلاً ابداً وذاته سبحٰنه وتعالیٰ غیر متناهیة
وصفاته غیر متناهیات وکل صفة منها
غیر متناهیة وسلاسل الاعداد غیر متناهیة
وکذا ایام الابد وساعاته واٰناته وکل نعیم
من نعم الجنة وکل عذاب من عقوبات جهنم و
انفاس اهل الجنة واهل النار ولمحاتهم وحرکاتهم
وغیر ذٰلك کلها غیر متناه والکل معلوم للّٰه تعالیٰ
ازلاً وابداً باحاطة تامة تفصیلیة ففی علمه
سبحٰنه وتعالیٰ سلاسل غیر المتناهیات بمرات
غیر متناهیة بل له سبحٰنه وتعالیٰ فی کل ذرة
علوم لامتناهی لان لکل ذرة مع کل ذرة کانت
اوتکون اویمکن ان تکون نسبة بالقرب والبعد
والجهة مختلفة فی الازمنة باختلاف الامکنة
الواقعة والممکنة من اول یوم الیٰ مالا اٰخر
له والکل معلوم له سبحٰنه وتعالیٰ بالفعل
فعلمه عزجلاله غیر متناه غیر متناه فی غیر متناه
کانه معکب غیر المتناهی علی اصطلاح الحساب
وهذا جمیعًا واضح عند من له مس بالاسلام

ہمارے رب تعالیٰ اپنی ذات کریمہ وصفات غیر متناہیہ
اور حوادث جو موجود ہیں یا ہو سکیں خواہ ابد الاباد تک
غیر متناہی ہوں اور ممکنات غیر موجودہ اور جو موجود نہ ہو سکیں
اور محالات تمام ان مفہومات میں سے کوئی بھی اللہ تعالےٰ
کے علم سے خارج نہیں، ان تمام کو تفصیلاً کاملاً ازلاً
ابد سے جانتا ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات پاک لامحدود
اور اس کی صفات غیر متناہی ہیں اور پھر اس کی
ہر صفت غیر متناہی ہے، اعداد کا سلسلہ اور یونہی ابد
تک ایام، ان کے گھنٹے، ان کی آنات اور جنت کی
نعمتیں، اور پھر ہر نعمت، یونہی جہنم کی سزاؤں کے
عذاب، اور جنتی اور جہنمی لوگوں کے سانس، ان کے
لمحات، حرکات وغیرہا یہ تمام غیر متناہی ہیں اور اللہ
تعالیٰ کا علم ازلاً وابداً ان سب کو محیط تام ہے اور
تفصیلاً ہے، تو اللہ تعالےٰ کے علم میں غیر متناہی سلسلے
غیر متناہی طور پر داخل ہیں بلکہ ہر ذرہ کے متعلق اللہ تعالےٰ
کے معلومات ہیں کیونکہ ہر ذرہ کو ذرہ کے ساتھ خواہ وہ
موجود ہو یا ہو سکتا ہو یا اس کی نسبت قُرب وبُعد
اور زمانہ کی مختلف جہات سے باعتبار اختلاف
مکانات وزمانات اول تا غیر منتہیٰ، ضرور نسبت
حاصل ہے، اور تمام کا اللہ تعالےٰ کو بالفعل علم ہے
تو اللہ تعالےٰ کا علم غیر متناہی، غیر متناہی میں غیر متناہی
ہے، گویا کہ حساب والوں کی اصطلاح میں
غیر متناہی معکب ہے اور تمام بیان کردہ
اس شخص کے ہاں واضح ہے جس کو اسلام

Marfat.com

نصیب ہے۔[1]

نصیب ہے۔ (ت)

عقیدہ وہ ہے جو فقیر نے اس کی تعلیقات الفیوضات الملکیہ میں نقل کیا:

حیث کتبت علیٰ قولی بل لہ سبحٰنہ فی کل ذرۃ علوم لامتناھی ما نصہ الحمد للہ ھذا الذی کتبتہ من عندی ایمانا بربی ثم رأیت التصریح بہ فی التفسیر الکبیر اذ یقول تحت کریمۃ وکذٰلک نری ابراھیم، سمعت الشیخ الامام الوالد عمر ضیاء الدین رحمہ اللہ تعالیٰ قال سمعت الشیخ ابا القاسم الانصاری یقول سمعت امام الحرمین یقول معلومات اللہ تعالیٰ غیر متناھیۃ ومعلوماتہ فی کل واحد من تلک المعلومات ایضاً غیر متناھیۃ وذٰلک لان الجوھر الفرد یمکن وقوعہ فی احیاز لانھایۃ لھا علی البدل ویمکن اتصافہ بصفات لانھایۃ لھا علی البدل الخ۔[2]

جہاں میں نے اپنے مذکور قول "بلکہ اللہ تعالیٰ سبحٰنہ کے ہر ذرّہ میں علوم غیر متناہی ہیں" پر یہ عبارت لکھی ہے، الحمد للہ یہ جو کچھ میں نے لکھا ہے یہ میں نے اپنی طرف سے اپنے رب پر اپنے ایمان کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے، اس کے بعد میں نے تفسیر کبیر میں اس کی تصریح پائی، جہاں آیہ کریمہ "وکذٰلک نری ابراھیم" کے تحت فرمایا کہ میں نے اپنے والد شیخ امام عمر ضیاء الدین رحمہ اللہ تعالیٰ سے سُنا اُنھوں نے فرمایا میں نے شیخ ابو القاسم انصاری سے انھوں نے فرمایا میں نے امام الحرمین سے سُنا کہ فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے معلومات غیر متناہی اور ان معلومات میں سے ہر ایک کے معلومات بھی غیر متناہی ہیں یہ اس لئے کہ جوہر فرد کا غیر متناہی احیاز میں علی سبیل البدل پایا جانا ممکن ہے اور یُونہی اس کا بدل کے طور پر غیر متناہی صفات سے متصف ہونا ممکن ہے الخ۔ (ت)

نظیر دوم: مسایرہ میں اصل عقیدہ تو وہی لکھا جو ائمۂ اہلسنّت وجماعت کا ہے کہ اللہ کے سوا اصلاً کسی شَے کا کوئی خالق نہیں، بندوں کے افعال اختیاریہ بھی تمام وکمال اسی کے مخلوق ہیں، بندہ صرف کاسب ہے اور اسے دلائل عقلیہ ونقلیہ سے روشن کیا:

حیث قال الاصل الاول العلم بانہ تعالیٰ لاخالق سواہ فھو سبحٰنہ الخالق لکل حادث جوھر او عرض کحرکۃ

جہاں اُنھوں نے فرمایا کہ پہلا ضابطہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ علم ہے کہ وُہ خالق ہے اور اس کے بغیر کوئی بھی خالق نہیں، تو اللہ تعالیٰ ہر حادث

---

[1] الدولۃ المکیۃ القسم الاول مطبعہ اہل السنۃ والجماعت بریلی ص ۷

[2] الفیوضات الملکیۃ تعلیقات الدولۃ المکیۃ " " " " " " ص ۹

Marfat.com

کل شعرة وکل قدرة وفعل اضطراری کحرکة المرتعش والنبض واختیاری کافعال الحیوانات المقصودة لها واصله من النقل قوله تعالٰی الله خالق کل شیئ وقوله تعالٰی والله خلقکم وما تعملون ومن العقل ان قدرته تعالٰی صالحة للکل لا قصور لها عن شیئ منه فوجب اضافتها الیه بالخلق[1] اھ مختصراً۔

خواہ وہ جوہر ہو یا عرض جیسے ہر بال کی حرکت، ہر طاقت قدرت اور ہر فعل خواہ اضطراری ہو جیسے رعشہ والے اور نبض کی حرکت۔ یا فعل اختیاری ہو جیسا کہ اپنے مقصد کے لئے ہر حیوان کی حرکت، کا خالق ہے۔ اور یہ ضابطہ، اللہ تعالٰی کے قول خالق کل شیئ اور اس کے قول واللہ خلقکم وما تعملون سے ماخوذ ہے اور یہ عقل تقاضا ہے کہ اللہ تعالٰی کی قدرت کاملہ ہے وہ کسی چیز کے متعلق ناقص نہیں ہے لہذا ہر چیز اللہ تعالٰی کی صفت خلق کی طرف منسوب ہے اھ مختصراً (ت)

پھر حسبِ عادت متاخرین اہل کلام بحث کے طور پر ایک بات لکھ گئے اگر مسلّم ہو تو اس بحرِ عمیق مسئلہ قدر میں شناوری اور سرِ الٰہی کی جلوہ گری چاہے جس میں بحث سے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما کو ممانعت فرمائی اور آخر نتیجہ وہی ہوا جو ہونا چاہئے کہ گوہر کی جگہ خزف پر ہاتھ پڑے اور وہ بھی محض لا یسمن ولا یغنی من جوع[2] (نہ فربہ کرے اور نہ بھوک کو ختم کرے۔ ت) وہ بحث یہ کہ عموم کو نصوص سے مخصوص مان لیجئے اس کا آغاز لقائل ان یقول سے کیا یعنی کوئی کہنے والا یوں کہہ سکتا ہے اور وہی شبہات جو معتزلہ پیش کرتے ہیں اس کی تقریر میں بیان کرکے کہا:

فلنفی الجبر المحض وتصحیح التکلیف وجب التخصیص وهو لا یتوقف علی نسبة جمیع افعال العباد الیهم بالایجاد (ای کما فعلت المعتزلة) بل یکفی ان یقال جمیع ما یتوقف علیه افعال الجوارح من الحرکات وکذا التروک التی هی افعال النفس من المیل والداعیة والاختیار بخلق الله تعالٰی

بندے کے مجبور محض ہونے کی نفی اور اس کی تکلیف کی صحت کے لئے تخصیص واجب ہے اور یہ اس بات پر موقوف نہیں کہ بندوں کے تمام افعال کا ایجاد بندوں کی طرف منسوب ہو۔ یعنی جیسا کہ معتزلہ نے کیا ہے، بلکہ اس کے لئے اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ وہ چیز جس پر بندہ کے افعال جوارح حرکات اور تروک وغیرہ نفس کے افعال مثلاً میلان، دواعی اور اختیارات وغیرہ ہیں یہ سب کے سب اللہ تعالٰی کی تخلیق سے ہیں

---

[1] المسایرۃ متن المسامرۃ الاصل الاول المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ص ۹۶ تا ۱۰۵
[2] القرآن الکریم ۸۸/۷

Marfat.com

لاتاثیر لقدرة العبد فیه وانما محل قدرته عزمه عقیب خلق اللہ تعالٰی ھذہ الامور فی باطنہ عزما مصمما بلا تردد وتوجھہ توجھا صادقا للفعل طالبا ایاہ فاذا اوجد العبد ذٰلك العزم خلق اللہ لہ الفعل فیکون منسوبا الیہ تعالٰی من حیث ھو حرکة والی العبد من حیث ھو زنا ونحوہ (الی ان قال) وکفی فی التخصیص لتصحیح التکلیف ھذا الامر الواحد اعنی العزم المصمم وما سواہ مما لایحصی من الافعال الجزئیة والتروك کلھا مخلوقة للہ تعالٰی متأثرة عن قدرتہ ابتداء بلا واسطة القدرة الحادثة المتأثرة عن قدرتہ تعالٰی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم[۱] (ملخصًا)

اور ان امور میں بندے کی قدرت کی کوئی تاثیر نہیں ہے اور بندے کی قدرت صرف اس کے عزم میں ہے جو اللہ تعالٰی کی طرف سے ان امور کی تحقیق کے بعد اس کے باطن میں عزم صمیم بلا تردد پیدا ہوتا ہے اور اس کی توجہ صادق اور طلب برائے فعل سے حاصل ہوتا ہے، توجب بندہ اپنے اس عزم کو بروئے کار لاتا ہے تو اللہ تعالٰی اس کے لئے فعل کو پیدا فرمادیتا ہے تو یہ فعل اللہ تعالٰی کی طرف حرکت ہونے کے لحاظ سے منسوب ہوتا ہے اور بندے کی طرف مثلاً زنا وغیرہ ہونے کے لحاظ سے منسوب ہوتا ہے، آگے یہاں تک فرمایا، اور بندے کی تکلیف کی صحت کے لئے یہی ایک امر یعنی عزم مصمم کافی ہے، اس کے علاوہ باقی تمام افعال جزئیہ اور تروک وغیرہ اللہ تعالٰی کی مخلوق ہیں اور براہِ راست اللہ تعالٰی کی قدرت سے متاثر ہیں جبکہ اس تاثیر کے لئے اور جدید تاثیر کی ضرورت نہیں ہے واللہ سبحانہ وتعالٰی (ملخصًا)۔ (ت)

مسایرہ کے بیان سے کسی نافہم کو دھوکا نہ ہو کہ یہ حنفیہ کا مذہب ہے، حاشا بلکہ ان کا مذہب وہ ہے جو ان کے امام امام الائمۃ الانام سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فقہ اکبر و وصایائے شریفہ میں تصریح فرمائی کہ افعال عباد جمیع وتمام وکمال بلا تخصیص و بلا استثناء مخلوقِ الٰہی ہیں، خود مسایرہ کے لفظ صاف بتارہے ہیں کہ یہ ایک طبع زاد بحث ہے نہ کہ مذہب منقول، بلکہ فی الواقع یہ صاحبِ مسایرہ کا بھی عقیدہ نہیں، بحث عقیدہ نہیں ہوتی، عقیدہ یوں نہیں کہا جاتا کہ کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے، ان کا عقیدہ وہی ہے جو اصل مسئلہ یہاں بیان کیا اور آخر کتاب میں عقیدۂ اہلسنّت وجماعت کی فہرست میں لکھا، یہ عبارات عنقریب ان شاء اللہ مذکور ہوتی ہیں، یہاں مجھے اس بحث کا ناموجہ و بیحاصل ہونا بتانا ہے، جو ضرورت اس بحث کی بیان کی' اس کا باذنہٖ تعالٰی شافی وکافی جواب فقیر کے رسالہ ثلج الصدر لایمان القدر[۱۳۰۳] سے کہ تحفہ حنفیہ میں طبع ہوا ملے گا اور اس

---

[۱] المسایرة متن المسامرة الاصل الاول العلم بانہ تعالٰی الخ المکتبة التجاریة الکبرٰی مصر ص ۱۱۹ تا ۱۲۳

Marfat.com

بحث کا نامفید و بے ثمر ہونا اس حاشیہ سے واضح جو فقیر نے یہاں ہامشِ مسایرہ پر لکھا وہ یہ ہے:

قوله فاذا اوجد العبد ذلك العزم **اقول** معاذ الله ان نقول بان العبد یخلق شیئا واحدا ولا عشر عشیر معشار شیئ الا له الخلق والامر تبارك الله رب العلمین افمن یخلق کمن لا یخلق ما کان لهم الخیرة هل من خالق غیر الله وکون هذا قلیلا بالنسبة الی مقدورات الله تعالی لا یجدی نفعا فانه کثیر بثیر فی نفسه جدا فان الانسان لا یحصی ماله من العزمات فی یوم واحد فکیف فی عمره فکیف عزائم الاولین والاٰخرین من الانس والجن والملك وغیرهم فتخرج هذه الکثرة التی تفنی دون عد بعضها الاعمار عن مخلوقات العزیز الغفار بلا واسطة وتدخل فی مخلوقات العبید فیکون جواب هل من خالق غیر الله بالایجاب والعیاذ بالله ای بلٰی هناك الوف مؤلفة خالقون غیر الله ولم تثبت المعتزلة اکثر من هذا اذ شنع علیهم ائمتنا من مشائخ ماوراء النهر وغیرهم رحمهم الله تعالٰی قائلین انهم اقبح من المجوس حیث ان المجوس لم یقولوا الا بخالقین اثنین

قوله اذا اوجد العبد ذلك العزم (جب بندہ اس عزم کو ایجاد کرتا ہے) **اقول** (میں کہتا ہوں) معاذ اللہ کہ ہم یہ کہیں کہ بندہ کسی ایک چیز کو پیدا کرتا ہے جبکہ کسی بھی چیز کا عشر عشیر صرف اللہ تعالٰی کی تخلیق اور حکم سے ہوتا ہے اللہ تبارک وتعالٰی ہی رب العالمین ہے، کیا خالق غیر خالق کی طرح ہے جو کوئی اختیار نہیں رکھتے، کیا اللہ تعالٰی کے سوا کوئی خالق ہوسکتا ہے، اس عزم کا اللہ تعالٰی کی مقدورات کی نسبت قلیل ہونا کسی طرح مفید نہیں کیونکہ یہ فی نفسہٖ کثیر و وسیع ہے کیونکہ انسان ایک دن کے اپنے عزمات کا شمار نہیں کرسکتا تو اپنی عمر بھر کے عزمات کا احاطہ کیسے کرسکتا ہے تو اولین وآخرین انسانوں، جنات اور فرشتوں وغیرہم کے عزمات کا کیا اندازہ ہوسکتا ہے، تو اس عظیم کثرت جس کے کچھ حصّہ کو شمار کرنے میں عمریں ختم ہوجائیں، کو تم اللہ تعالٰی عزیز غفار کی مخلوقات سے براہِ راست خارج کردو اور اس کو بندے کی مخلوقات بنادو تو لازم آئیگا کہ "ھل خالق من غیر اللہ" (کیا اللہ کے ماسوا کوئی خالق ہے) کا جواب ایجاب میں ہوگا (کہ ہاں اور خالق ہے) والعیاذ باللہ تعالٰی (پھر یوں کہنا ہوگا) ہاں یہاں ہزاروں ہزار ماسوا اللہ خالق ہیں، معتزلہ بھی تو اتنا ہی کہتے ہیں جبکہ ماوراء النہر کے ہمارے ائمہ وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی نے ان پر زبردست تشنیع کی ہے اور انھوں نے ان کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ معتزلہ لوگ مجوس سے بدتر ہیں کیونکہ مجوس نے دو خالقوں

Marfat.com

فما اثبتوا لا شریکا واحدا والمعتزلة اثبتوا شرکاء لا تحصی وذٰلك انها انما قالت بخلق العبد فعله الاختیاری وکل فعل اختیاری لابد له من عزم فعدد العزمات والافعال سواء بل ربما تکون العزمات اکثر اذ قد یعزم العبد علی فعل ثم یصرف عنه فلا یقع قال سیدنا علی کرم الله تعالیٰ وجهه عرفت ربی بفسخ العزائم فان کانت العزمات یشملها اسم واحد وهو العزم فکذٰلك الافعال ینتظمها اسم واحد وهو الفعل، فلا طائل تحت ما قدم الشارح ویأتی اٰنفاً للمصنف انه یکفی اسناد جزئی واحد الی العبد وهو العزم، بل لو فرضنا انه واحد بالشخص فالله تعالیٰ متعال عن ان یشارکه احد فی خلق شئ ولو جزئیا واحدا اما اعتذار المصنف بان البراهین ای الاٰیات الناصة باختصاص الخلق به تعالیٰ عمومات تحتمل التخصیص وقد اوجبه العقل اذ ارادة العموم فیها تستلزم الجبر المحض المستلزم لضیاع التکلیف وبطلان الامر والنهی وتعلق القدرة بلا تاثیر ای کما تقوله الاشاعرة لا یدفعه لان موجب الجبر لیس

کا قول کیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک اور شریک بنایا ہے جبکہ معتزلہ نے اللہ تعالیٰ کے بے شمار شریک بنا دئے یہ اس طرح کہ انھوں نے کہا کہ بندہ اپنے افعال اختیاریہ کا خود خالق ہے جبکہ ہر اختیاری فعل کیلئے عزم ضروری ہے تو اس طرح افعال اور عزمات کی تعداد مساوی ہوئی بلکہ عزمات کی تعداد بڑھ جاتی ہے کیونکہ بندہ کبھی ایک فعل کا عزم کرکے اس فعل کو ترک کر دیتا ہے، جس سے فعل وجود میں نہیں آتا جیسا کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب کو عزائم کے ناکام ہونے سے پہچانا ہے، اگر تمام عزائم کو ایک عزم کے نام سے تعبیر کیا جا سکتا ہے اسی طرح تو تمام افعال کو بھی ایک فعل کے نام سے تعبیر کیا جا سکتا ہے کہ یہ ایک سب کو شامل ہے، تو یہ بات شارح کی گزشتہ اور مصنّف کی آئندہ گفتگو کہ بندہ کی طرف ایک جزئی چیز یعنی عزم کی نسبت اس کے مکلّف ہونے کے لئے کافی ہے، کو مفید نہیں، بلکہ اگر ہم فرض بھی کرلیں کہ یہ واحد شخصی ہے تب بھی اللہ تعالےٰ اپنی تخلیق میں اس ایک شریک سے بھی پاک ہے اگرچہ یہ ایک جزئی ہو، مصنّف کا یہ عذر کہ وہ آیات جن میں تخلیق کو اللہ تعالیٰ کا خاصہ بیان کیا گیا ہے وہ ایسے عمومات ہیں جن میں تخصیص کا احتمال ہے اور اس تخصیص کو عقل نے لازم کیا ہے کیونکہ ان آیات کا عموم انسان کے مجبور محض ہونے کو مستلزم ہے جس سے مکلف ہونے اور امر و نہی کا بطلان اور انسانی قدرت کا غیر مؤثر ہونا لازم آتا ہے اور اشاعرہ کا اس کے متعلق موقف اس جبر محض کو ختم

Marfat.com

سوی ان لا تاثیر لقدرة العبد فی ایجاد فعلہ[1] اھ ملخصا، فاعترضه القاری فی منح الروض بان ذٰلك العزم المصمم داخل تحت الحكم المعمم[2] اھ۔

اقول هذا من اعجب ما تسمع من الرد فابن الهمام متی انکر دخوله تحت العام ولو انکره فما کان یحوجه الی التخصیص بل النظر فیه بما ستسمع بتوفیق الله تعالٰی،

فاقول اولاً بل الاٰیات عمومات لا تحتمل التخصیص لاجماع ائمة السنة علی اجرائها علی سننها وان الخلق مختص بالله تعالٰی لاحظ فیه للعبد فماذا ینفع کون اللفظ فی ذاته محتملا للخصوص مع الاجماع علی ان لاخصوص ومن کان فی ریب مما قلنا فلیأتنا بنقل من الصحابة والتابعین او من بعدهم من ائمة السنة المتقدمین

نہیں کرتا کیونکہ جبر کا موجب صرف یہی ہے کہ اس کے فعل کے ایجاد میں انسان کی اپنی قدرت کی تاثیر نہیں ہے اھ ملخصاً، تو اس عذر پر ملا علی قاری نے منح الروض میں اعتراض کیا ہے کہ انسان کا یہ عزم صمیم خود ان آیات کے عموم میں داخل ہے اور وہ اللہ تعالٰی کا مخلوق ہے اھ۔

اقول (میں کہتا ہوں) تیری شنید میں یہ پسندیدہ رد ہے، تو علامہ ابن ہمام نے عزم کو کب آیات کے عموم میں داخل ہونے سے انکار کیا ہے، اگر انکار کیا ہوتا تو پھر تخصیص کی ان کو ضرورت پیش نہ آتی، بلکہ اس میں قابلِ غور وہ بات ہے جو آپ ابھی اللہ تعالٰی کی توفیق سے سُنیں گے،

فاقول (تو میں کہتا ہوں) **اولاً** کہ یہ آیات اپنے عموم پر ہیں ان میں کسی تخصیص کا احتمال نہیں کہ اہلسنّت کے ائمہ کا اجماع ہے کہ یہ آیات اپنے عمومی اقتضاء پر جاری ہیں اور یہ کہ خلق کی صفت صرف اللہ تعالٰی سے خاص ہے اس میں بندے کا کوئی دخل نہیں ہے، تو لفظ کا فی نفسہٖ محتمل تخصیص ہونا کیا مفید ہو سکتا ہے جبکہ اجماع یہ ہے کہ یہاں تخصیص نہیں ہے، اور اگر ہمارے اس بیان میں کسی کو شک ہو تو اسے چاہئے کہ وہ صحابہ کرام، تابعین اور ان کے بعد والے متقدمین ائمہ اہلسنّت میں سے کوئی نقل پیش کرے،

---

[1] المسایرة مع المسامرة العلم بانہ تعالٰی لاخالق سواہ المکتبة التجاریة الکبرٰی مصر ص ۱۱۶ و ۱۱۷

[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر افعال العبد کسبہم الخ مصطفی البابی مصر ص ۵۲

Marfat.com

قبل حدوث هؤلاء المتأخرين يكون فيه
ان للعبد ايضا قسطا من الخلق والايجاد
ولن ياتي به حتى يوب القارظان ويمكن
التكلف بارجاع مالقاري الى هذا اى
الاجماع قائم على عدم التخصيص فذلك
العزم ايضا غير مخرج من الحكم۔

ثانياً لاحاجة بنا الى تخصيص النصوص و
اثبات منصب افاضة الوجود لمن لا وجود
له فى حد ذاته بل تندفع الحاجة على وزان
ما تزعمون اندفاعها ههنا باثبات تاثير
القدرة الحادثة فى شئ دون الوجود
كما هو مذهب الامام ابى بكر الباقلانى
ان للانسان قدرة مؤثرة لكن لا فى
الوجود بل فى حال زائدة على الوجود
وقد ارتضاه جمع من المحققين
ذاهبين الى ان تاثيرها فى القصد
والقصد حال لا موجود ولا معدوم
اى هو من الامور الاعتبارية التى
وجودها بمناشيها والخلف فى الحال
لفظى كما فى الفصول البدائع
وغيرها فليس افاضتها خلقا
فانه افاضة الوجود بل هو
احداث والاحداث اهون
من الخلق كما فى المسلم
والفواتح وعليه تدور كلمات الامام

جس میں یہ ہو کہ بندے کے لئے بھی خلق و
ایجاد میں دخل ہے ان سے قبل کسی امام سے کوئی
نقل پیش نہیں کی جاسکتی حتی کہ قارظان واپس لوٹ
آئیں، اور علامہ قاری کی کلام کو تکلف سے اسی
عدم تخصیص کے اجماع کی طرف راجع کیا جائے گا کہ یہ
عزم تعمیم بھی ان آیات کے عموم سے خارج نہیں ہے۔

ثانیاً ہمیں ان نصوص کے عموم میں تخصیص کرنے اور
ایجاد کا منصب ایسی ذات کیلئے ثابت کرنے کی حاجت نہیں
جس کا اپنا وجود ذاتی نہیں ہے بلکہ بندے کے مجبور
محض کو دفع کرنے کی حاجت ان کے اس اندفاع سے
پوری ہو جاتی ہے جس کو انھوں نے اپنے خیال میں
اندفاع قرار دیتے ہوئے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت
کی تاثیر کے بعد بندے کی نئی تاثیر کا تعلق وجود میں نہیں
بلکہ اور چیز میں ہے جیسا کہ امام ابوبکر باقلانی کا مذہب ہے
کہ انسان کی قدرت مؤثر ہے لیکن وجود میں نہیں بلکہ
وجود سے زائد ایک حال میں ہے جس کو بہت سے
محققین نے پسند کرتے ہوئے کہا کہ انسان کی تاثیر کا تعلق قصد سے
ہے اور یہ قصد ایک حال ہے جو نہ موجود ہے اور
نہ معدوم ہے یعنی وہ ایک ایسی اعتباری چیز ہے جس کا
وجود صرف اس کے منشار کے تابع ہے اور اس
حال میں اختلاف صرف لفظی ہے جیسا کہ الفصول البدائع
وغیرہ میں ہے تو اس قصد کو بروئے کار لانا بطور خلق
نہیں ہوتا بلکہ خلق اور وجود کا فیضان ہے جس کو احداث
کہا جاتا ہے اور احداث کی شان خلق سے کمزور ہے
جیسا کہ مسلم الثبوت اور فواتح میں ہے اور امام محقق

Marfat.com

المحقق صدر الشریعة فی التوضیح والعلامة
الشمس الفناری فی الفصول البدائع وتبعه
العلامة قاسم تلمیذ المحقق ابن الهمام فی
تعلیقاته علی المسایرة وغیرهم رحمهم الله تعالٰی
وهم مع تنوع منازعهم یرجعون الی ذٰلك
الحرف الواحد ولم ار احد منهم یرضی
بتخصیص العمومات اللهم الا ما حکی عن
الامام ابی المعالی علی الاضطراب فیه فتارة
یثبته وتارة ینفیه کما فی الیواقیت عن الشیخ
ابی طاهر القزوینی بل الکلام فی ثبوته عنه
کما سیأتی، والمنقول عن الحنفیة فی
کتب المتأخرین هو هذا القدر اعنی ان
للقدرة الحادثة اثرا فی القصد اما انه خلق
وایجاد او النصوص مخصصة فکلا لا یوجد
هذا الا للمحقق وقد قال الامام صدر الشریعة
فی التوضیح بعد ما استفرغ وسعه فی التوضیح
والتنقیح فالحاصل ان مشایخنا رحمهم
الله تعالٰی ینفون عن العبد قدرة الایجاد
والتکوین فلا خالق ولا مکون الا الله تعالٰی
لکن یقولون ان للعبد قدرة ما علی وجه
لا یلزم منه وجود امر حقیقی لم یکن بل
انما یختلف بقدرته النسب والاضافات فقط
کتعیین احد المتساویین و
ترجیحه اھ فهذا نص

صدر الشریعۃ کا توضیح اور علامہ شمس فناری کا الفصول البدائع
میں کلام اسی پر دائر ہے، اور علامہ قاسم شاگرد رشید
محقق ابن ہمام نے مسایرہ پر اپنی تعلیقات میں اسی کی
اتباع کی ہے اور مذکور حضرات کے غیر رحمہم اللہ تعالٰی
باوجودیکہ وہ اپنے اپنے بیان میں مختلف ہیں وہ سب
اس ایک بات پر متفق ہیں، میں نے ان میں سے کسی
کو بھی عمومات میں تخصیص پر راضی نہیں پایا، صرف
امام ابوالمعالی سے اس میں اضطراب منقول ہے کہ
کبھی وہ تخصیص کو ثابت اور کبھی اس کی نفی کرتے ہیں
جیسا کہ یواقیت میں شیخ ابوطاہر قزوینی سے منقول ہے
بلکہ ان سے ثبوت میں کلام ہے جیسا کہ آرہا ہے
اور متأخرین کی کتب میں جو کچھ احناف سے منقول ہے
وہ صرف یہ ہے کہ انسان کی قدرت حادثہ کا اثر قصد
میں ہے لیکن یہ کہ وہ خلق وایجاد ہے یا آیات میں تخصیص
ہے اس کا ہرگز کہیں وجود نہیں، ہاں صرف محقق مذکور
نے ذکر کیا ہے جبکہ امام صدر الشریعۃ نے توضیح میں مکمل توضیح
وتنقیح سے فراغت کے بعد فرمایا، کہ، حاصل یہ ہے کہ
ہمارے مشائخ رحمہم اللہ تعالٰی بندے کی قدرت خلق و
ایجاد اور تکوین کی نفی کرتے ہیں لہذا اللہ تعالٰی کے
ماسوا کوئی خالق اور مکوّن نہیں ہے لیکن اس کے باوجود
وہ بندے کی قدرت کے اس طرح قائل ہیں کہ اس سے
کسی معدوم چیز کے حقیقی وجود کا قول لازم نہ آئے بلکہ انسانی
قدرت سے صرف نسبت واضافت تبدیل ہوتی ہے
مثلاً دو مساوی چیزوں میں سے ایک کا تعین اور ترجیح

ے التوضیح مع التلویح فصل فی مسائل الجبر والقدر المطبعۃ الخیریۃ مصر ۲/۱۵۵

Marfat.com

صريح فی ان مذهب الحنفية علی خلاف
ما بحث المحقق ولولا نسحب الكلام علی
منوال الالتزام لقلت انه ابداه نقضا علی
القدرية اللئام بانه لو سلم ان الحاجة
الی تصحيح التكليف والجزاء تؤدی الی
ذلك ولا بد فهی تندفع بشیٔ واحد
وهو القصد فلم قلتم فی جميع الافعال
بخالقية العبد ولعمری هذا
قاطع لهم لا يمكنهم الخروج
عنه - هذا وقال الامام محمد السنوسی
رحمه الله تعالی فی شرح
ام البراهين مقدمته فی التوحيد
وبالجملة فليعلم ان الكائنات كلها
يستحيل منها الاختراع لاثرما بل جميعها
مخلوق لمولانا جل وعز ومفتقر اليه
اشد الافتقار ابتداء ودواما بلا واسطة
فبهذا اشهد البرهان العقلی ودل عليه
الكتاب والسنة واجماع السلف الصالح قبل
ظهور البدع ولا تصغ باذنيك لما ينقله
بعض من اولع بنقل الغث والسمين عن مذهب
بعض اهل السنة مما يخالف ما ذكرناه لك فشد يدك
علی ما ذكرناه فهو الحق الذی لا شك فيه
ولا يصح غيره واقطع تشرفك
الی سماع الباطل تعش
سعيدا وتمت ان شاء الله تعالی

ہوجائے اھ تو یہ صریح نص ہے کہ احناف کا مسلک
محقق مذکور کی بحث کے خلاف ہے، اگر محقق مذکور کے
کلام کو ان کے التزام پر محمول نہ کریں تو میں کہوں گا کہ
انھوں نے یہ گفتگو قدریہ ملعون فرقے پر بطور نقض ذکر
کی ہے کہ اگر بقول قدریہ یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ انسان
کے مکلف ہونے اور عمل کی جزا دیے جانے کی بنا پر اس چیز
کی حاجت ہے تو بھی یہ حاجت صرف ایک قصد کے
ایجاد سے پوری ہو جاتی ہے تو پھر تم تمام افعال کیلئے
بندے کی خالقیت کا قول کیوں کرتے ہو تو یقیناً محقق مذکور
کا یہ موقف قدریہ کے موقف کا قاطع ہے جس سے ان
کو فرار ممکن نہیں ہے، اس کو محفوظ کرو۔ امام سنوسی
رحمہ اللہ تعالیٰ نے ام البراہین کے مقدمہ فی التوحید
میں فرمایا خلاصہ یہ کہ معلوم ہونا چاہیے کہ تمام کائنات
میں کسی اثر سے اختراع محال ہے بلکہ پوری کائنات
اللہ تعالیٰ مولیٰ عز وجل کی مخلوق ہے اور ابتداءً و
دوام میں بلا واسطہ اسی کی سخت محتاج ہے عقلی دلیل کی
یہی شہادت ہے اور کتاب وسنت اور اجماع سلف
الصالحین کا یہی مدلول ہے اور بدعات کے ظہور
سے قبل یہ مسلّم ہے، لہذا بعض ایسے لوگوں کی بات مت
سنو جو مذہب اہل سنت وجماعت کے متعلق ضعیف و
قوی ہر قسم کی بات ہمارے ذکر کردہ کے خلاف نقل
کر دیتے ہیں، لہذا ہمارے ذکر کردہ پر ہاتھ کو مضبوط
کر، یہی حق ہے جس میں شک کی گنجائش نہیں ہے
اور اس کے علاوہ سب نادرست ہے اس لئے
باطل کی طرف اپنی توجہ کو مبذول مت کر، ان شاء اللہ

Marfat.com

طیبا رشیدا واللّٰه المستعان[1] اھ،

قال محشیه الفاضل محمد الدسوقی اشار بهذا الی ثلثة اقوال نقلت عن اهل السنة قول القاضی بتاثیر قدرة العبد فی حال الفعل و قول الاستاذ الاسفرائنی توثر فی اعتبار لان الاستاذ لایقول بالاحوال و قول امام الحرمین فی ذات الفعل علی وفق مشیئة الرب وهذه الاقوال غیر صحیحة لمخالفتها لاجماع السلف الصالح فان قلت کیف یصح من هؤلاء الائمة مخالفة الاجماع قلت قال فی شرح الکبری لایصح نسبتها لهم بل هی مکذوبة عنهم ولئن صحت فانما قالوه فی مناظرة مع المعتزلة جر الیها الجدل[2] اھ ملخصا۔

اقول اما مخالفة ما نقل عن ابی المعالی للاجماع فظاهر وقد صح خلافه

سعادت مند زندگی پائے گا اور پاکیزہ کامیاب موت پائے گا جبکہ اللہ تعالٰی ہی مستعان و مددگار ہے اھ

اس کے محشی فاضل محمد دسوقی نے یہاں کہا کہ انھوں نے بعض ناقلین کہہ کر تین اقوال کی طرف اشارہ کیا ہے جو اہلسنت و جماعت کی طرف منسوب ہیں جن میں ایک قاضی کا قول ہے کہ بندے کی قدرت فعل کے حال میں تاثیر کرتی ہے اور دوسرا قول استاذ اسفرائنی کا ہے کہ بندے کی قدرت اعتبار میں مؤثر ہے، کیونکہ یہ استاذ احوال کے قائل نہیں، اور تیسرا قول امام الحرمین کا ہے کہ بندے کی قدرت کی تاثیر نفس فعل میں اللہ تعالٰی کی مشیت کے مطابق ہوتی ہے، یہ تینوں اقوال نادرست ہیں کیونکہ یہ سلف الصالحین کے اجماع کے خلاف ہیں۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ ان ائمہ کرام کے اقوال اجماع کے خلاف کیونکر صادر ہوئے، تو اس کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ شرح کبرٰی میں فرمایا کہ ان اقوال کی نسبت ان ائمہ کی طرف درست نہیں ہے بلکہ یہ ان پر جھوٹ کہا گیا ہے اور اگر یہ نسبت درست بھی ہو تو انھوں نے یہ بات معتزلہ کے ساتھ مناظرہ میں بطور ارخاء عنان کہی ہے اھ ملخصاً۔

اقول (میں کہتا ہوں) ابو المعالی سے جو منقول ہے اس کا اجماع کے مخالف ہونا ظاہر ہے حالانکہ ان سے اس کا خلاف صحیح ثابت ہے جیسا کہ

---

[1] شرح ام البراہین للامام محمد السنوسی۔
[2] حاشیہ شرح ام البراہین للفاضل الدسوقی۔

Marfat.com

كما ستسمع اما قول امام اهل السنة
الباقلانی والاستاذ الامام ابی اسحٰق علی
ما نقل هٰهنا فليس فيه رائحة خلاف
ما اتفق عليه الاجماع والاتفاق لما علمت
انه ليس فی شیئ من الايجاد والتكوين
علی الاطلاق وقال العلامة فی شرح
المقاصد المشهور فيما بين القوم والمذكور
فی كتبهم ان مذهب امام الحرمين ان فعل
العبد واقع بقدرته وارادته كما هو رأی
الحكماء وهذا خلاف ما صرح به الامام فيما
وقع الينا من كتبه قال فی الارشاد اتفق
ائمة السلف قبل ظهور البدع والاهواء
علی ان الخالق هو الله ولا خالق سواه
وان الحوادث كلها حدثت بقدرة الله
تعالٰی من غير فرق بين ما يتعلق
قدرة العباد به وبين ما لا يتعلق
فان تعلق الصفة بشیئ لا يستلزم
تاثيرها فيه كالعلم بالمعلوم
والارادة[ع] بفعل الغير فالقدرة

عنقریب آپ سنیں گے، لیکن امام اہلسنت باقلانی
اور استاذ امام ابواسحٰق اسفرائنی سے جو یہاں ان کے
اقوال نقل کئے گئے ہیں اس میں اجماع اور اتفاق
کے خلاف بُو تک بھی نہیں ہے کیونکہ ان کے کلام میں
ایجاد وتکوین کے متعلق علی الاطلاق کوئی بات نہیں ہے
اور شرح مقاصد میں علّامہ نے فرمایا کہ قوم میں مشہور
اور ان کی کتب میں مذکور ہے کہ امام الحرمین کا مذہب
یہ ہے کہ بندے کا فعل اس کی اپنی قدرت اور ارادہ
سے واقع ہوتا ہے جیسا کہ حکماء کی رائے ہے، حالانکہ
یہ بات امام کی اس تصریح کے خلاف ہے جو انھوں
نے اپنی ان کتب میں کی ہے جو ہمارے پاس پہنچی ہیں
انھوں نے ارشاد میں فرمایا کہ بدعات وگمراہی کے
ظہور سے قبل ائمہ سلف کا اتفاق ہے کہ خالق صرف
اللہ تعالٰی ہے اس کے سوا کوئی خالق نہیں ہے اور
تمام حوادث کا وجود اللہ تعالٰی کی قدرت سے ہوتا ہے
خواہ ان کے ساتھ بندوں کی قدرت کا تعلق ہو یا نہ ہو ان
میں کوئی فرق نہیں، کیونکہ کسی چیز کے ساتھ صفت کے تعلق
سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس صفت کی تاثیر اس چیز میں
پائی جائے جیسا کہ علم کا تعلق معلوم سے اور ارادہ کا تعلق

ع **اقول** ارادة فعل الغير وان
لم تكن من الارادة المبحوث عنها
اعنی صفة من شانها تخصيص احد المقدورين
كما لا يخفی بل بمعنی المحبة والهوی لكنه

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) غیر کے فعل کا ارادہ وہ
ارادہ نہیں جو زیر بحث ہے یعنی وہ صفت جو مقدورین
میں سے ایک کو خاص کرے یہ مراد نہیں کما لا یخفی بلکہ یہاں
بمعنی محبت اور خواہش کے ہے، دوسری صفات کے ذکر سے
(باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

الحادثة لا تؤثر فی مقدورها　　　غیر کے فعل سے ہوتا ہے تو قدرت حادثہ اپنی مقدورات میں ہرگز

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

یرید الاستیضاح بصفات اخری الا تری انه ذکر العلم ثم التقیید الفعل الغیر لیکون اوضح واظهر والارادة فعل نفسه ایضا غیر مؤثرة فی الفعل انما شانها التخصیص والتاثیر شان القدرة کما نص علیه فی المسایرة غیر انه یتجه لهم الجواب بان الکلام فی القدرة ولیس من شانها الا التاثیر عند تعلق الارادة اما العلم والارادة فبمعزل عن التاثیر وکانه لهذا اعدل عنه الامام حجة الاسلام فی قواعد العقائد فاستند بنفس القدرة اذ یقول ولیس من ضرورة تعلق القدرة بالمقدور ان یکون بالاختراع فقط، اذ قدرة الله تعالیٰ فی الازل قد کانت متعلقة بالعالم ولم یکن الاختراع حاصلا بها وهی عند الاختراع متعلقة به نوعا اخر من التعلق فیه فبطل ان القدرة تختص بایجاد المقدور اھ[1]

ان کا مقصد صرف وضاحت کرنا ہے، آپ غور نہیں کرتے کہ انھوں نے صفتِ علم ذکر کی اور پھر ارادہ کو غیر کے فعل سے مقید کیا تاکہ زیادہ وضاحت و اظہار ہو سکے، ورنہ تو اپنے فعل کا ارادہ بھی غیر مؤثر ہوتا ہے جس کی شان صرف تخصیص کرنا ہے جبکہ تاثیر صرف قدرت کی شان ہوتی ہے جیسا کہ اس پر مسایرہ میں نص کی گئی ہے، علاوہ ازیں وہ معتزلہ کو جواب دے رہے ہیں کہ بحث قدرت میں ہو رہی ہے جو صرف اس وقت تاثیر کرتی ہے جب ارادہ کا تعلق ہو، لیکن محض علم اور ارادہ کا تاثیر میں کوئی دخل نہیں ہے، گویا کہ اسی لئے امام حجۃ الاسلام نے اس انداز کو تبدیل کرتے ہوئے قواعد العقائد میں نفس قدرت کو دلیل میں اختیار کیا جب انھوں نے فرمایا کہ مقدور کے ساتھ قدرت کے تعلق کو یہ لازم نہیں ہے کہ وہ تعلق صرف ایجاد و اختراع کے لئے ہو کیونکہ ازل میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا تعلق تمام عالم سے ہوا حالانکہ اس وقت اختراع و ایجاد اس تعلق سے نہ ہوا جبکہ اختراع کے وقت ایک اور تعلق ہوا تو اس سے یہ کہنا باطل ٹھہرا کہ قدرت صرف ایجادِ مقدور سے مختص ہے اھ[1] (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] احیاء العلوم کتاب قواعد العقائد الفصل الثالث مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۱/ ۱۱۱

Marfat.com

اصلا واتفقت المعتزلة ومن تابعهم من اهل الزیغ

مؤثر نہیں ہوتی جبکہ معتزلہ اور ان کے متبعین گمراہ حضرات

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وانت تعلم ان القدرة انما تؤثر علی وفق الارادة وانما تعلقت الارادة فی الازل ان توجد الکائنات فی اوقاتها المخصوصة فیما لایزال فلا نسلم ان القدرة تعلقت مع العراء عن الاختراع بل اثرت و اخترعت علی وفق الارادة اما ههنا فتعلق بلا تاثیر اصلا فلم تکن الا اسما بلا مسمی و لفظا بلا معنی وهذا محصل ما ناقشه به فی المسایرة۔

اقول ولا اری هذه العقدة تنفك الا باحد امرین الاول لیست القدرة ماتؤثر حتما ولو مع الارادة ولا محید عنه للمعتزلة ایضا الا تری ان الکفرة بذلوا جهدهم فی ایذاء النبی صلی الله تعالی علیه وسلم وهموا بما لم ینالوا ورد الله الذین کفروا بغیظهم فانما القدرة صفة من شانها التاثیر وتؤثر مع الارادة لولا مانع وقد قال فی المسامرة شرح المسایرة اعلم ان الاشعریة لاینفون ان القدرة الحادثة

آپ جانتے ہیں کہ قدرت کی تاثیر ارادہ کے موافق ہوتی ہے تو ازل میں اس ارادہ کا تعلق ہوا کہ کائنات اپنے مخصوص اوقات میں یعنی لایزال میں موجود ہو، اس لئے ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ قدرت کا تعلق اختراع سے خالی ہوسکتا ہے بلکہ قدرت ارادہ کے موافق تاثیر کرتی ہے اور اختراع کرتی ہے، لیکن یہاں بندے کے معاملہ میں قدرت کا تعلق ہرگز تاثیر کے لئے نہیں ہے یہاں تو نام ہے مسمّٰی نہیں اور لفظ ہے معنیٰ نہیں، مسایرہ میں جو مناقشہ بیان کیا ہے یہ اس کا ماحصل ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں) اور یہ عقدہ میری رائے میں صرف دو امور میں سے ایک کے ساتھ حل ہوگا، اوّل یہ کہ کوئی بھی قدرت اگرچہ ارادہ کے ساتھ بھی ہو حتمی طور پر موثر نہیں ہے اور معتزلہ کو بھی اس سے فرار نہیں ہے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ کفار نے حضور نبی پاک صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو ایذا رسانی میں مکمل جد وجہد کی اور پورا عزم کیا جو حاصل نہ کرپائے اور اللہ تعالےٰ نے کفار کے غیظ وغضب کو مردود کردیا، لہذا قدرت ایک ایسی صفت ہے جس کی شان صرف تاثیر کرنا ہے اور وہ ارادہ کے ساتھ تاثیر کرتی ہے بشرطیکہ کوئی مانع نہ ہو چنانچہ مسامرہ شرح مسایرہ میں کہا ہے کہ اشعری حضرات قدرت حادثہ کی تاثیر بالفعل کی نفی کرتے ہیں اس کی

(باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

على ان العباد موجدون لافعالهم — اس پر متفق ہیں کہ بندے اپنے افعال کے موجد ہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الا التاثير بالفعل لا بالقوة لان القدرة الحادثة عندهم صفة شانها التأثير والايجاد ولكن تخلف اثرها فى افعال العباد لمانع هو تعلق قدرة الله تعالى بايجادها كما حقق فى شرح المقاصد وغيره اھ قلت وصرح به الامدى ثم رأيت فى شرح المقاصد من بحث القدرة الحادثة من مقصد الاعراض نسبه له ولم يأت بتحقيق على ما مر، اقول وفيه حزازة والقلب لا يطمئن به ولا يسكن اليه والا لكان كل حيوان ولو اخس ما يكون واضعفه قادرا على الخلق والايجاد وان لم يتفق له ذلك لعروض مانع وهو سبقة الخلق الالهى وماذا تفعل الاشاعرة الاقدمون حينئذ بدليلهم ان لو قدر العبد على فعله لقدر على خلق الاجسام والجواهر

بالقوۃ تاثیر کی نفی نہیں کرتے، کیونکہ ان کے ہاں حادث قدرت ایسی صفت ہے جس کی شان تاثیر کرنا ہے لیکن بندوں کے افعال میں اس کا اثر اس لئے نہیں ہوتا کہ وہاں مانع موجود ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا تعلق جو ان افعال کے ایجاد میں موثر ہے، کا موجود ہونا، جیسا کہ شرح مقاصد وغیرہ میں اس کی تحقیق ہے اھ قلت (میں کہتا ہوں) اس بیان کی تصریح آمدی نے کی ہے پھر میں نے شرح مقاصد کی بحث قدرت حادثہ جو اعراض کے مقصد میں ہے، اس بحث کو ان کی طرف منسوب پایا جس میں گزشتہ تحقیق سے کچھ زائد نہیں ہے، اقول (میں کہتا ہوں) اس میں خلش ہے اور دل کو اطمینان وسکون اس سے حاصل نہ ہوسکا، ورنہ تو اس سے لازم آتا ہے کہ ہر انسان بلکہ خسیس ترین اور ضعیف ترین حیوان بھی خلق وایجاد پر قادر ہو جائے اگرچہ اس کو مانع کی وجہ سے یہ اتفاق نہ ہو سکے اور وہ مانع اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا پہلے موجود ہونا ہے، اور اشاعرہ متقدمین اس وقت اپنی اس دلیل کو کیسے بیان کریں گے کہ اگر بندہ اپنے فعل پر قادر ہو تو پھر وہ اجسام وجواہر کے خلق پر بھی قادر ہوگا کیونکہ فعل اور اجسام دونوں

(باقی اگلے صفحہ پر)

لہ المسامرۃ شرح المسایرۃ العلم بانہ تعالیٰ لا خالق سواہ المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ مصر ص ۱۱۲

Marfat.com

مخترعون لها بقدرتهم ثم المتقدمون | اور اپنی قدرت سے ان کو سرزد کرتے ہیں، پھر معتزلہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اذ لا مصحح سوی الحدوث والامکان وهما مشترکان افتراهم قائلین ان کل انسان وحیوان حتی الخناس والدیدان یقدر علیٰ خلق السمٰوٰت والارض وان لم یقع لهم لسبقة خلق الله تعالیٰ، و قد نص الاشعریة ان لیس للعبد من الفعل الا المحلیة فتدبروا نصفا، والثانی ان الحادثة تحدث ولا تخلق وکفیٰ به تاثیرا وهذا هو الذی حمل الحنفیة والقاضی والاستاذ وجمعا من المحققین علی القول بان للحادثة تاثیرا فیما دون الوجود والحق ان العقل لا یستقل بادراك تلك الحقائق فنؤمن بما اتی به القراٰن وشهدت به الضرورة وادی الیه البرهان ان الفرق بین الانسان والحجر وبین حرکتی البطش والارتعاش والصعود والهبوط والوثبة والسقوط بدیهی وان لیس للانسان الا ما سعیٰ وان لا خالق لشئ الا العلی الاعلیٰ وان لا مشیئة للانسان الا بمشیئة الله تعالیٰ ولا نزید علیٰ هذا ولا نقتحم

حدوث و امکان میں مساوی طور پر مشترک ہیں اور یہی حدوث و امکان ہی خلق و ایجاد کی صحت کا معیار ہیں تو کیا اشعریہ کو اس بات کا قائل تصور کرو گے کہ ہر انسان اور حیوان حتی کہ کیڑے مکوڑے زمین و آسمان کی تخلیق پر قادر ہیں اگرچہ اس تخلیق کا ان کو اتفاق نہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا خلق پہلے موجود ہے حالانکہ اشعریہ کی صریح نص ہے کہ فعل میں بندے کا دخل صرف محلیۃ کا ہے، تو غور اور انصاف کرو۔ دوسرا یہ کہ قدرت حادثہ صرف حدوث کر سکتی ہے خلق نہیں کر سکتی اس کے لئے اتنی تاثیر ہی کافی ہے، یہی وہ حقیقت ہے جس نے احناف قاضی، استاذ اور محققین کی جماعت کو اس قول پر مجبور کیا کہ حادث قدرت کی تاثیر ہے لیکن وجود کے لئے مؤثر نہیں ہے، حق تو یہ ہے کہ ان حقائق کے ادراک میں عقل کو استقلال نہیں ہے لہذا قرآن کے بیان کردہ اور بداہت کی شہادت اور جہاں تک دلائل کی رسائی ہے کہ انسان اور پتھر، ارادی اور رعشہ کی حرکتوں، اٹھنے اور کودنے، گرنے اور اترنے میں بدیہی فرق پر ہم ایمان رکھیں اور انسان کے بس میں صرف سعی کرنا ہے اور اللہ تعالےٰ کے بغیر کسی چیز کا کوئی خالق نہیں اور انسان کی مشیئت اللہ تعالیٰ کی مشیئت کے تابع

(باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

منهم كانوا يمنعون من تسمية العبد خالقا لقرب عهدهم باجماع السلف على انه لا خالق الا الله تعالٰى و اجترأ المتأخرون فسموا العبد خالقا على الحقيقة هذا كلامه ثم اورد ادلة الاصحاب واجاب عن شبه المعتزلة وبالغ فى الرد عليهم وعلى الجبرية واثبت للعبد كسبا وقدرة مقارنة للفعل غير مؤثر فيه[1] اھ فهذا اصرح نص على ان معتقده رحمه الله تعالٰى هو اهل السنة سواء بسواء فلم يبق احد تسايره المسايرة، اقول ولكن العجب كل العجب من العلامة بحر العلوم اللكنوى عفا الله تعالٰى عنا وعنه جنح فى الفواتح الى ما فى المسايرة مع تصريحه فيها قبله باسطر بما نصه (وما فهموا) اى المعتزلة بل هؤلاء الجهلة ايضًا (ان الامكان ليس من شانه افاضة الوجود)

کے متقدمین حضرات اجماع السلف سے قریب زمانہ کی بنا پر بندے پر خالق کا اطلاق نہ کرتے تھے اور لاخالق الا اللہ پر اجماع کے خلاف قول نہ کرتے اور انکے متاخرین نے جرأت کرتے ہوئے بندے پر حقیقی خالق کا اطلاق شروع کر دیا، امام نے اپنے اس کلام کے بعد معتزلہ کے دلائل کا رد اور ان کے شبہات کا جواب دیا انھوں نے ان کا اور جبریہ کا خوب رد فرمایا اور یہ ثابت کیا کہ بندے کا صرف کسب ہوتا ہے اور فعل کے مقارن اس کو ایک قسم کی قدرت حاصل ہوتی ہے جو کہ غیر مؤثر ہوتی ہے اھ، تو ان کی طرف سے یہ واضح نص ہے کہ ان کا عقیدہ وہی ہے جو اہلسنت کا عقیدہ ہے اور کوئی فرق نہیں ہے تو مسایرہ کی راہ چلنے والا کوئی بھی نہ ہوا، اقول (میں کہتا ہوں) لیکن تعجب ہے کہ علامہ بحر العلوم لکھنوی (ہمیں اور انھیں اللہ تعالٰی معاف فرمائے) نے فواتح میں مسایرہ میں مذکور کی طرف میلان فرمایا، حالانکہ انھوں نے خود فواتح میں چند سطر قبل ازیں تصریح کی ہے جس کی عبارت یوں ہے کہ "(وما فهموا) یعنی معتزلہ اور ان جاہلوں نے بھی نہ سمجھا کہ (ممکن کی یہ شان نہیں کہ وہ وجود عطا کرے)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بحر لا نقدر على سباحته و الله الهادى ١٢ منه۔

ہے، پر پختہ یقین کریں اور اس پر مزید کوئی بات نہ کریں، اور ایسے سمندر میں چھلانگ نہ لگائیں جس میں تیرنے کی ہمیں قدرت نہیں ہے اور اللہ تعالٰی ہی ہدایت دینے والا ہے ١٢ منہ (ت)

[1] شرح المقاصد الفصل الخامس فى افعال البحث الاول فعل العبد الخ دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/۱۲۶

Marfat.com

فان من ھو فی نفسہ باطل الذات محتاج فی الواقعیۃ الی الغیر وکل[عہ] علی مولاہ کیف یقدر علی ایجاد الافعال من غیر اختلال بالنظام الاجود، و ھذا ظاھر لمن لہ ادنی حدس من اصحاب العنایۃ الالٰھیۃ، لکن من لم یجعل اللہ لہ نورا فمالہ من نور (وعند اھل الحق) اصحاب العنایۃ الذین ھم اھل السنۃ الباذلون انفسھم فی سبیل اللہ بالجہاد الاکبر (لہ قدرۃ کاسبۃ فقط لا خالقۃ[1] الخ فکیف رضی مع ھذا بان جعل الممکن الباطل الذات خالقا لعزائمہ مع ان قول التاثیر فی امر اعتباری کان بمرأی عینیہ وقد کان بینہ ھو بنفسہ علی وجہ کاف و لم یتعقبہ فان کان مختارا ولا بد فکان اختیار ما علیہ جمع من المحققین ولیس

کیونکہ جو چیز فی نفسہٖ اپنی ذات میں باطل اور اپنے وجود میں غیر کی محتاج ہو اور اپنے مالک پر بوجھ قرار پائے، وُہ بہترین نظامِ عالم میں خلل انداز ہو کر افعال کو کیسے ایجاد کر سکتی ہے اور یہ حقیقت ہر اس شخص پر عیاں ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عنایت پر معمولی سی سمجھ ہے، لیکن جس کو اللہ تعالیٰ نورِ علم نہ عطا فرمائے اس کو نور کیسے نصیب ہو سکتا ہے (اور اہلِ حق کے ہاں) یعنی اللہ تعالیٰ کی عنایت والے لوگ وُہ اہلِ سنت وجماعت ہیں جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہادِ اکبر کرتے ہُوئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے ہیں (بندہ کو صرف قدرت کاسبہ حاصل ہے) نہ کہ قدرت خالقہ الخ، تو اس تصریح کے باوجود انھوں نے ممکن باطل الذات کو کیسے اپنے عزائم کا خالق کہہ دیا حالانکہ ان کا مطمحِ نظر یہ ہے کہ بندے کی تاثیر صرف اعتباری چیز میں ہوتی ہے اس کو انھوں نے خود کافی تفصیل سے بیان کیا اور پھر اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا، اگر یہی ان کا مختار ہے اور ہونا بھی ضروری ہے تو یہ تمام محققین کا اجماعی مختار ہے اور اس میں کسی نص کی

عہ استعملہ بمعنی المحتاج وانما ھو بمعنی الثقیل واللہ متعال ان یکون احد کلا علیہ ۱۲ منہ۔

"کَلّ" کا لفظ انھوں نے یہاں محتاج کے معنی میں استعمال کیا ہے اور اس کا معنی بوجھ ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ کوئی اس پر بوجھ بنے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] فواتح الرحموت بذیل المستصفٰی فائدہ فی تحقیق صدور الافعال الخ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/۴۲-۴۱

Marfat.com

فیہ مخالفة نص ولا اجماع وھو اولٰی واحری ولکن اللہ یفعل ما یرید ھذا و تلمیذ المحقق العلامة الکمال بن ابی شریف وان سایرھٰھنا شیخه رحمهما اللہ تعالٰی لکنه اشار بعده الٰی ان ھذا خلاف ما علیه اھل السنة حیث قال فی المسامرة عند قول المصنف قدمنا ان للمکلف اختیارا اوعزما یصمم مانصه (اختیارا) علٰی ما علیه اھل السنة (اوعزما) علٰی ما اختارہ المصنف[1] اھ وتلمیذہ الاٰخر العلامة الزین بن قطلوبغا فی تعلیقه علی المسایرة لم یرض به من اول الامر وقال للطریق الذی سلکه المصنف انه المرضی عندہ الرفع للجبر فلم یندفع به سانبه علیه ثم اورد طریقا اختارہ العلامة الفناری فی الفصول واقرہ ومحصله ھو التاثیر فی الاعتباری ولولا غرابة المقام لاوردته مع ما یرد علیه **اقول** وبما ذکرنا ظھر الفرق بین ما سارہ فی المسایرة

مخالفت ہے نہ اجماع کی، یہی مناسب اور اولٰے ہے ،لیکن اللہ تعالٰی جو چاہتا ہے کرتا ہے ، اسے محفوظ کرو ، اور محقق مذکور کے شاگرد علامہ کمال بن ابی شریف اگرچہ یہاں انھوں نے اپنے شیخ کی موافقت کی ہے لیکن اس کے بعد انھوں نے اشارہ دیا کہ یہ بات اہلسنت کے مسلک کے خلاف ہے جہاں انھوں نے مسامرہ میں مصنف کے قول (کہ ہم نے پہلے ذکر کیا کہ مکلف کو اختیار یا عزم صمیم حاصل ہے) پر کہا جس کی عبارت یوں ہے (اختیار حاصل ہے) جیسا کہ اہلسنت کا موقف ہے (یا عزم صمیم حاصل ہے) جیسا کہ مصنف نے خود پسند کیا اھ ، اور محقق مذکور کے دوسرے شاگرد علامہ زین بن قطلوبغا مسایرہ پر اپنی تعلیقات میں ابتداءً ہی اپنے استاذ کے موقف پر راضی نہ ہوئے ا ۔ یوں کہا جس راستہ پر مصنف چلے وہ ان کا اپنا پسندیدہ ہے اور وہ جبر کو ختم کرنے کے لئے کہا جبکہ اس سے جبر مندفع نہ ہوا میں اس پر عنقریب تنبیہ لاؤں گا ، اس کے بعد انھوں نے علامہ فناری کا راستہ اپنایا جس کو انھوں نے فصول میں بیان کرکے اس پر ثابت قدم رہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بندے کی تاثیر اعتباری چیز میں ہوتی ہے ، اگر یہ مقام غرابت کا حامل نہ ہوتا تو میں اس کو اور اس پر اعتراض کو ذکر کرتا **اقول** (میں کہتا ہوں) ہمارے ذکر کردہ سے مسایرہ کی روشن

---

[1] المسامرة شرح المسایرة فعل العبد الخ المکتبة التجاریة الکبرٰی مصر ص ۱۴۳

Marfat.com

وما قضیٰ بہ القاضی کالفرق بین الغرب
والشرق فما قال فی المسامرۃ[1] ان
حاصل کلام المصنف رحمہ اللہ تعالیٰ
تعویل علیٰ مذھب القاضی الباقلانی الخ
وتبعہ علی القاری فی منح الروض الازھر
فقال ما اختارہ ھو قول الباقلانی
من ائمۃ اھل السنۃ[2] الخ فھما الاوجہ
لہ نعم انما وافقہ فی لفظ وھو انہ
یکون منسوبًا الیہ تعالیٰ من حیث
ھو حرکۃ والی العبد من حیث
ھو زنا ونحوہ وقال القاضی قدرۃ
اللہ تعالیٰ تتعلق باصل الفعل، و
قدرۃ العبد بوصفہ من کونہ
طاعۃ او معصیۃ فمتعلق تاثیر القدرتین
مختلف کما فی لطم الیتیم
تادیبا و ایذاء فان ذات اللطم
واقعۃ بقدرۃ اللہ تعالیٰ
وتاثیرہ وکونہ طاعۃ
علی الاول ومعصیۃ علی
الثانی بقدرۃ العبد وتاثیرہ
لتعلق ذلک بعزمہ المصمم[3]
اھ فانما الاشتراک فی نسبۃ

اور قاضی باقلانی کے فیصلہ میں فرق واضح ہوگیا یہ
مغرب ومشرق جیسا فرق ہے، مسامرہ میں جو کہا
کہ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام کا ماحصل قاضی
باقلانی کے مذہب پر اظہارِ اعتماد ہے الخ، اور
ملا علی قاری نے منح الروض الازہر میں اس کی اتباع
کرتے ہوئے کہا کہ مصنف نے جسے اختیار کیا وہ
اہلسنت کے ایک امام قاضی باقلانی کا قول ہے الخ
حالانکہ ان دونوں کی بات میں کوئی وزن نہیں ہے،
ہاں اتنا ضرور ہے کہ فعل سے[2] دو قسم کی تاثیروں کے
تعلق میں دونوں کا لفظی اشتراک ہے، مصنف نے
کہا کہ فعل حرکت ہونے کے اعتبار سے اللہ تعالےٰ
کی طرف منسوب ہے اور مثلاً زنا وغیرہ ہونے کے
اعتبار سے بندے کی طرف منسوب ہے اور قاضی
نے فرمایا اللہ تعالےٰ کی قدرت کا تعلق اصل فعل سے
ہے اور بندے کی قدرت کا تعلق فعل کی صفت
کہ طاعت یا معصیت ہونے سے ہے، تو دونوں
قدرتوں کی تاثیر کا تعلق مختلف ہے، جیسا کہ یتیم بچے
کو تھپڑ مارنا تربیت اور ایذا بھی ہوتا ہے تو تھپڑ کا لگنا
اللہ تعالیٰ کی قدرت اور تاثیر سے ہوتا ہے اور طاعت کے
لحاظ سے نیکی اور اذیت کے لحاظ سے گناہ ہونا یہ
بندے کی قدرت اور تاثیر سے ہے جو اس کے
عزمِ مصمم کے تعلق کی وجہ سے ہوئی اھ، تو یہاں

---

[1] المسامرۃ العلم بانہ تعالےٰ لاخالق سواہ المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ مصر ص ۱۴۳
[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر افعال العباد کسبہم الخ مصطفےٰ البابی مصر ص ۵۲
[3] " " " " " " " " "

Marfat.com

صفة الفعل الى تاثير قدرة العبد
واين ما ادعى المحقق من خلقه
عزمه۔

اقول ما ذكر من ان الصفة
اثر قدرة العبد حق بلا مرية لكن لا على
الوجه الذى قرر المصنف بل الامر ان
المولى تعالى اجرى سنته بان العبد
اذا اراد فعلا يخلقه الله تعالى فيه فالارادة
بخلق الله تعالى والفعل بخلق الله
تعالى وليس للعبد من الخلق شئ لكن
كون الفعل اراديا يتوقف على ارادة
العبد توقفا عقليا قطعيا اذ لو خلق
الله فيه الفعل من دون ان
يخلق فيه ارادة له لكان كحركة الحجر
بالتحريك فلم يكن اراديا والفعل
لايكون طاعة ولا معصية الا اذا كان
اراديا فهذه الصفة للفعل لا تحصل
الا بارادتنا اى لكونه مصحوبا لارادة
خلقها الله تعالى فينا ولولا ذلك لم يكن
طاعة ولا معصية قطعا، ثم انى
رأيت المحقق ذكر فى التحرير
اما الحنفية فالكسب صرف القدرة
المخلوقة الى القصد المصمم
فاثرها فى القصد ويخلق سبحنه
الفعل عنده بالعادة

اشتراک صرف فعل کی صفت کو بندے کی قدرت کی
طرف منسوب کرنے میں ہے جبکہ محقق مذکور کا یہ دعوٰی کہ
بندہ اپنے عزم کا خالق ہے، وہ کہاں ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں) قاضی کا یہ کہنا کہ فعل
کی صفت بندے کی قدرت کا اثر ہے بلاشک یہ حق
ہے لیکن اس طور پر نہیں جس طرح مصنف نے اس کی
تقریر کی بلکہ معاملہ یوں ہے کہ اللہ تعالٰی کی یہ سنت جاریہ
ہے کہ بندہ جب کسی فعل کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالٰی
اس کے ارادہ پر فعل کی تخلیق فرماتا ہے لہذا ارادہ اور
فعل دونوں اللہ تعالٰی کی مخلوق ہوئے اور بندے کا خلق
میں کسی قسم کا کوئی دخل نہیں ہوتا لیکن کسی فعل کے ارادی
ہونے کا دارومدار بندے کے ارادے پر ہے یہ
دارومدار عقلی اور قطعی ہے کیونکہ اگر اللہ تعالٰی بندے
کے ارادہ کے بغیر فعل کی اس میں تخلیق کر دے تو پھر یوں
ہوا جیسے پتھر کو حرکت دی جائے تو وہ حرکت کرتا ہے، تو
اس طرح فعل نہ ارادی ہوگا نہ طاعت و معصیت ہوگا،
یہ جبھی ممکن ہے کہ وہ فعل ارادی ہو تو فعل کی یہ صفت
ہمارے ارادے سے حاصل ہوئی، یعنی یہ صفت
اللہ تعالٰی کی طرف سے ارادہ کی تخلیق کے ساتھ حاصل
ہوئی، اگر یہ نہ ہو تو وہ فعل قطعاً طاعت و معصیت
نہ بنے گا۔ پھر میں نے محقق ابن ہمام کو تحریر میں یہ ذکر
کرتے ہوئے پایا کہ حنفی حضرات کے ہاں کسب یہ
ہے کہ مخلوق قدرت کو مصمم قصد کے لئے صرف کرنا ہے اس
مخلوق قدرت کا اثر قصد میں ہوتا ہے تو اللہ تعالٰی اس
وقت اپنی عادت کریمہ کے مطابق فعل کو پیدا فرماتا ہے

Marfat.com

فان کان القصد حالا غیر موجود و لا معدوم فلیس بخلق وعلیه جمع من المحققین وعلی نفیه فکذلک (ای لیس الکسب بخلق ایضا) علی ما قیل (ای قول صدر الشریعة) الخلق یقع به المقدور لا محل فی القدرة ویصح انفراد القادر بایجاد المقدور والکسب یقع به فی محلها ولا یصح انفراده بایجاده ولو بطلت هذه التفرقة (بین الخلق و الکسب) علی تعذره (ای بطلانها) وجب تخصیص القصد المصمم من عموم الخلق بالعقل[1] اھ باختصار، مزید اما بینت الهلالین من شرحه التقریر والتحبیر لتلمیذه المحقق ابن امیر حاج رحمهما الله تعالیٰ فقد ابان البون البین بین ما بحثه فی المسایرة وبین ما ذهب الیه الامام القاضی وظهرت بحمد الله تعالیٰ منه علیّ فائدة نفیسة وهو انی کنت کتبت علی المسایرة قبل هذا بنحو اربع سنین ما نصه نرجوان المصنف رحمه الله تعالیٰ رجع عنه اذ لم یذکره فی فکذلک مایعتقده الا ما علیه اهل السنة کما سیأتی ونرجوان المولیٰ سبحٰنه وتعالیٰ

تو اگر قصد صرف ایسا حال ہو جو نہ معدوم اور نہ موجود ہو تو مخلوق نہ بنے گا۔ قصد کے مخلوق نہ ہونے اور اس کے حال ہونے کی نفی محققین کی ایک جماعت کا موقف ہے اور یوں ہی کسب بھی مخلوق نہیں ہے ایک قول کے مطابق یعنی صدر الشریعہ کے قول پر کہ خلق سے مقدور کا وجود محل قدرت کے بغیر ہوتا ہے اور اس میں قادر کا مقدور کے ایجاد میں منفرد ہونا صحیح ہوتا ہے اور کسب سے مقدور کا وجود محل قدرت (قصد) کے ذریعہ ہوتا ہے اور اس کے بغیر ایجاد میں منفرد ہونا صحیح نہیں ہوتا، اور اگر (خلق اور کسب کا یہ فرق) باطل ہو جائے جبکہ یہ فرق متعذر ہے یعنی یہ فرق باطل ہے، تو پھر عموم خلق میں سے قصد مصمم کی تخصیص ضروری ہوگی اھ اختصارًا، اور ہلالین میں اس کی شرح التقریر والتحبیر سے اضافہ ہے، یہ شرح ان کے شاگرد محقق ابن امیر الحاج (رحمہما اللہ تعالیٰ) کی ہے، تو انھوں نے اپنی مسایرہ کی بحث اور امام قاضی کے مذہب میں واضح فرق کر دیا ہے اور میرے لئے بحمد اللہ تعالےٰ یہاں ایک نفیس فائدہ ظاہر ہوا، وہ یہ کہ میں نے مسایرہ پر چار سال قبل حاشیہ لکھا تھا جس کی عبارت یہ ہے، ہمیں امید ہے کہ مصنف رحمہ اللہ تعالےٰ نے اسی سے رجوع کر لیا ہوگا کیونکہ انھوں نے تشبیہ (فکذلک) میں اپنا عقیدہ ذکر کئے بغیر صرف اہلسنت کا موقف ذکر فرمایا ہے کما سیأتی اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالےٰ

---

[1] التحریر فی اصول الفقہ الباب الاول الفصل الثانی فی الحکم مصطفےٰ البابی مصر ص ۲۲۸

Marfat.com

جعل هذه الزلة الواحدة وان عظمت مغمورة فيما اولاه من بحار الحسنات الجميلة ونسأل الله الثبات على الحق وهداية الصواب فى كل باب وصلى الله تعالىٰ على سيدنا محمد واٰله وسلم ابداً اٰمين[1] اهـ، فبحمد الله تعالىٰ قد حقق الله رجائى و ظهر رجوع المحقق عن اختيار ما بحثه اذ علقه ههنا على تعذر التفرقة بين الخلق والكسب وصرح ببطلان التعذر فاذا بطل المبنى وجب تهدم البناء و لله الحمد و تصنيف التحرير متأخر عن تاليف المسايرة كمالا يخفى على من طالعه وذلك قوله تعالىٰ يثبت الله الذين اٰمنوا بالقول الثابت فى الحيوٰة الدنيا و الاٰخرة[2] والحمد لله رب العلمين، امّا ما اورد الشيخ القزوينى على الامام ابى بكر الباقلانى كما نقله فى اليواقيت لامام الشعرانى مقرا عليه انه يقال له هذه الحال مقدورة لله تعالىٰ ام لا على الثانى لامحالة تكون مقدورة للعبد وهو مذهب المعتزلة بعينه وعلى الاول لم يكن للعبد شئ البتة و ذلك هو مذهب الجبرية بعينه

ان کی اس ایک خطا کو (اگرچہ یہ گراں ہے) ان کو عطا کردہ نیکیوں کے دریاؤں میں غوطہ زن کردے گا اور ہم اللہ تعالیٰ سے ثابت قدمی کے سائل ہیں کہ وہ ہمیں ہر معاملہ میں حق اور صواب کی رہنمائی فرمائے وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ محمد وآلہ وسلم ابداً، آمین، اھ۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے میری امید کو پورا فرمادیا اور محقق مذکور نے اپنی بحث کو مختار قرار دینے سے رجوع فرمالیا جب انھوں نے خلق اور کسب میں فرق کے متعذر ہونے پر حاشیہ لکھ کر اس تعذر کو باطل قرار دیا، تو جب مبنیٰ باطل ہو گیا تو اس پر بنی ہوئی عمارت بھی گر گئی، وللہ الحمد، اور ان کی کتاب التحریر مسایرہ سے بعد کی تصنیف ہے جیسا کہ مطالعہ کرنے والے پر مخفی نہیں ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کہ "اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دُنیا و آخرت میں حق پر ثابت قدمی عطا فرماتا ہے" کا مظہر ہے الحمد للہ رب العالمین، لیکن شیخ قزوینی کا امام ابوبکر باقلانی پر وہ اعتراض جس کو امام شعرانی نے یواقیت میں نقل کرکے ثابت رکھا یعنی اس حال (قصد) کے متعلق ان سے سوال کیا گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا مقدور ہے یا نہیں، اور اگر نہیں، تو پھر لامحالہ یہ بندے کا مقدور ہو گا جبکہ معتزلہ کا بعینہ یہی مذہب ہے اور اوّل صورت یعنی اگر اللہ تعالےٰ کا مقدور ہے تو پھر بندے کے لئے کچھ مقدور نہ ہوا جبکہ یہ بعینہ جبریہ کا

---

[1] حاشیۃ اعلحضرت علی المسایرۃ
[2] القرآن الکریم ۱۴/۲۷

Marfat.com

فلا فائدة للتمسك بالمحال[1] اھ باختصار۔

اقول وتلك شكاة ظاهر عنك عارها،

ولما يتراأى ظاهرا ان هذا السوال عام الورود

لا محيص عنه لشئ من الاقوال فشان

من اثبت للقدرة الحادثة تاثيرا ما فى

شئ من عين او حال فيقال له كما قلتم

فان قال ان ذلك الشئ ليس مقدور

الله تعالٰى فهو الاعتزال او قال مقدور

له فلم يبق للعبد شئ وهو الجبر ومن لم

يثبت كسادتنا الاشعرية فقد افصح

بالشق الاخير من الاول فيقال اذن

لا شئ للعبد البتة فهو الجبر بعينه

وذلك لانه انما يريد انكم لجأتم الى

هذا نفيا للجبر فاذا اعترفتم انه واقع

بقدرة الله تعالٰى لا بقدرة العبد

لاستحالة اجتماع مؤثرين على

اثر فقد انتفى الملجأ ولزم الفرار

على ما منه الفرار فالمعنى هو

الجبر بعينه عندكم بل

لما **اقول** يختار انه مقدور

الله تعالٰى بل ومراده ايضا

لكن اراد ان يريد العبد

فيكون فلا جبر ولا اعتزال

مذہب ہے، لہٰذا حال کا سہارا لینا بیکار ہوا اھ اختصاراً

اقول (میں کہتا ہوں) یہ ایسی شکایت ہے جس

کی عار آپ کی طرف سے ظاہر ہے، اور ظاہراً نظر

آرہا ہے کہ یہ سوال عام الورود ہے اس سے کسی قول کو

بھی چھٹکارا نہیں ہے، تو جو بھی حادث قدرت کیلئے

کسی قسم کی تاثیر کسی عین چیز یا حال میں ثابت کرے گا

تو اس پر تمہارا یہی اعتراض وارد ہوگا کہ اگر یہ چیز اللہ

تعالٰے کا مقدور نہیں تو اعتزال لازم آئے گا، اور اگر

اللہ تعالٰی کا مقدور ہو تو پھر بندے کا کچھ دخل نہ رہا،

تو یہ جبر ہے، اور جو لوگ اس قدرت کے لئے کوئی تاثیر

ثابت نہ مانیں جیسا کہ ہمارے سادات اشعریہ کا موقف

ہے تو ان پر پہلی دو شقوں میں سے دوسری شق والا

اعتراض ہوگا کہ بندے کی کوئی تاثیر نہیں تو یہ بعینہٖ جبر

ہے، بندے کے لئے تاثیر نہ ماننے والوں کی مراد

یہ ہے کہ بندے کی تاثیر ماننے والوں کو اس بات پر

جبر کی نفی کرنے کے لئے مجبور ہونا پڑا، تو ان سے

کہا جائے گا کہ تم نے بندے کی تاثیر ماننے کے باوجود

جب یہ اعتراف کرلیا کہ اللہ تعالٰی کی قدرت سے

بندے کا فعل ہوتا ہے اور بندے کی قدرت سے

نہیں کیونکہ ایک اثر کے لئے دو موثر محال ہیں تو اس سے

تمہارا مقصد (یعنی جبر کی نفی) فوت ہوگیا اور جس سے

فرار تھا اسی پر قرار ہوا، یہی فعل کا اللہ تعالٰے کی

قدرت سے ہونا تمہارے ہاں بعینہٖ جبر ہے، تو

---

[1] الیواقیت والجواہر المبحث الرابع والعشرون الخ مصطفٰی البابی مصر ۱/۱۴۰

Marfat.com

والى منحى هذا ينحو ما في
المسايرة غاية ما فيه انه
تعالى قدره على بعض مقدوراته
تعالى كما انه اعلمنا بعض
معلوماته سبحنه تفضلا الخ
وبالجملة لا تنافي بين
كونه مقدور الله تعالى
ومقدور العبد باقداره حتى
يقال لم يكن للعبد شئ
وايضا لا يلزم من كونها
مقدورة للعبد الاعتزال
لانهم يقولون بخالقية
العبد والخلق افاضة
الوجود والحال غير موجود
هذا وليعلم اني لا اريد
بالدفاع عن هذا لقول
ان اقول به انما اقول
اني لا اعلم ما يرده
من نص او اجماع
وقد رأوا ان ههنا
ثلثة اشياء حال بين
عينين ارادة العبد و
فعله و تعلقها به فان

کوئی قول بھی مذکورہ اعتراض سے نہ بچ سکے گا بلکہ یہ اعتراض ختم ہوگا تو میرے اس قول سے ہوگا کہ بندے کا فعل اللہ تعالے کا مقدور ہے بلکہ اسکی مراد بھی ہے لیکن اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ بندہ اس فعل کا ارادہ کرے تو پایا جائے، تو اس طرح نہ جبر لازم آیا اور نہ ہی اعتزال ہُوا میرے کلام کے انداز پر ہی مسایرہ کا یہ بیان ہے، اس میں انتہائی قابلِ اعتراض بات یہ ہوگی کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے بعض مقدورات پر بندے کو قادر بنا دیا (جبکہ واقع میں ایسا ہے) جیسے اللہ تعالیٰ اپنے بعض معلومات کا ہمیں علم دیتا ہے اور یہ اس کا فضل ہے الخ، خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے مقدور اور اللہ تعالیٰ کے قادر بننے پر بندے کے مقدور میں کوئی منافات نہیں تاکہ یہ کہا جائے کہ بندے کی کوئی قدرت نہیں، نیز فعل کا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بندے کا مقدور ہو جانے سے اعتزال بھی لازم نہ آئے گا، کیونکہ معتزلہ بندے کی خالقیت کا قول کرتے ہیں، جبکہ خلق وجود عطا کرنے کا نام ہے حالانکہ حال (قصد) موجود نہیں ہوتا، اسے محفوظ کرو۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ حال (قصد) میں بندے کی تاثیر والے قول کے دفاع سے میرا مقصد یہ نہیں کہ میں اس کا قائل ہُوں، میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ اس قول کے رَد میں کوئی نص یا اجماع میرے علم میں نہیں ہے، جبکہ ان کے خیال میں یہاں تین

۱؎ المسایرۃ متن المسامرۃ العلم بانہ تعالیٰ لاخالق سواہ المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ مصر ص ۱۱۸-۱۱۷

Marfat.com

لم يكن للعبد مدخل في شئ
من ذلك خرج من البين
قطعاً وهو الجبر حقا كما الزم
به الحنفية الاشعرية بل قد نصت
الاشاعرة انفسهم في بحث عقلية الحسن
والقبح ان فعل العبد اضطراري
غير اختياري فوجب ان لا يوصف
بحسن ولا قبح عقلاً ونص الامام ابو الحسن
الاشعري ان العبد محل الفعل فحسب
وصرح كبراء الاشاعرة كالامام الفخر والعلامة
سعد الدين في آخرين ان المآل هو الجبر و
ان العبد مجبور في صورة مختار وتبعهم
القاري في منح الروض فجعله الانصاف، و
من المعلوم قطعاً اجماعاً وسمعاً ان ليس
للعبد شئ من الايجاد فارادته كقوله ليست
الا خلق ربه تبارك وتعالى فلم يبق الا التعلق
المسمّى بالقصد فقالوا هذا
ما اقدره عليه ربه وليس من
الخلق في شئ كما عرفت، فهذا
نزاع ساداتنا الحنفية في
هذا الباب اما انا فكما ذكرت
في الفيوض الملكية تعليقات
كتابي الدولة المكية لست ممن
يخوض في هذا وانما ايماني و
لله الحمد ما ثبت بالقرآن

امور ہیں، بندے کے فعل اور اس کے ارادے کے درمیان
ایک حال اور بندے کے ارادے کا اس سے تعلق، ان تینوں
امور میں اگر بندے کا کوئی دخل نہیں تو بندہ بالکل الگ
تھلگ رہا تو یہ قطعاً جبر ہے جس کا اشعری حنفی لوگ الزام دیتے
ہیں، بلکہ اشاعرہ نے حُسن وقبح کے عقلی ہونے کی بحث میں
خود تصریح کی ہے کہ بندے کا فعل اضطراری غیر ارادی
ہے تو وہ کیسے حسن وقبح سے عقلاً موصوف ہوسکتا ہے،
امام ابو الحسن اشعری نے یہ تصریح کی ہے کہ بندہ تو
صرف فعل کا محل ہے اور بس، اور امام فخر الدین اور علامہ
سعد الدین جیسے بڑے اشاعرہ نے آخر،، میں تصریح کی ہے
کہ نتیجۃً جبر لازم ہے اور بندہ مختار کی صورت میں مجبور ہے،
اور ملا علی قاری نے منح الروض میں ان کی اتباع کرتے
ہوئے اسی کو انصاف قرار دیا ہے، اور یہ بات
قطعاً اجماعی اور سماعی طور پر معلوم ہے کہ بندے کو ایجاد
میں کوئی دخل نہیں ہے تو اس کا ارادہ اس کے قول
کی طرح صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اب
صرف ارادے کا فعل سے تعلق باقی ہے جس کو قصد
کا نام دیا جاتا ہے تو اس کے لئے انھوں نے کہا ہے
کہ اس پر اللہ تعالیٰ نے بندے کو قادر فرمایا ہے اور
یہ قصد کسی شئے کے خلق میں دخیل نہیں ہے جیسا کہ
تو معلوم کر چکا ہے تو اس باب میں ہمارے سادات
احناف کا یہ نزاع ہے لیکن میرا معاملہ تو وہ ہے جو
میں نے اپنی کتاب الدولۃ المکیہ کے حاشیہ الفیوض الملکیہ
میں ذکر کر دیا ہے کہ میں اس گہرائی میں نہیں پڑتا، میرا
تو صرف وہ ایمان ہے (وللہ الحمد) جس کو قرآن نے

Marfat.com

واجمع علیه الفریقان، وشهدت به البداهة وادی الیه البرهان، ان لاجبر ولاتفویض ولکن امر بین امرین (وسرت اسرد فیه الکلام الٰی ان قلت) فالتکلیف حق، والجزاء حق، والحکم عدل، والاعتراض کفر، والاستبداد ضلال، والتحجر جنون، والجنون فنون، ولاحجة لاحد علی الله تعالٰی مهما فعل، ولله الحجة البالغة، لایسئل عمّا یفعل وهم یسئلون، فهٰذا ایماننا ولانزید علیه وان سئلنا عمّا وراءه قلنا لاندری ولاکلفنا به ولانخوض بحرا لانقدر علی سباحته نسأل الله الثبات علی دین الحق وسذاجته، والحمد لله رب العٰلمین[1] اھ۔

وثالثًا، الخلق لغة وعرفا وشرعا هو الایجاد بالاختیار، قال تعالٰی الایعلم من خلق[2] فافاد ان العلم لازم للخلق وذٰلك هو الایجاد بالقصد فان الموجِب لایجب ان یعلم الموجَب من جهة کونه موجِبا

ثابت کیا جس پر دونوں فریق متفق ہیں، جس پر بداہت شاہد ہے اور جس پر دلیل و برہان نے آگاہی دی ہے کہ نہ جبر ہے نہ تفویض ہے بلکہ ان دونوں چیزوں کے بین بین ایک امر ہے، میں نے اپنا کلام جاری رکھتے ہُوئے آخر میں یہ کہا کہ تکلیف حق ہے، جزاء حق ہے اور حکم عدل ہے اور انکار کفر ہے، بندہ کو مستقل بنانا گمراہی ہے اور اس کو پتھر بنانا جنون ہے اور جنون کئی قسم ہے، اور اللہ تعالٰی جو کرتا ہے اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہے، کامل حجت اللہ تعالٰی کی ہے وُہ جو کرے اس پر اعتراض نہیں، لوگ جو کریں ان سے پُوچھ ہوگی، پس ہمارا تو یہ ایمان ہے اور بس اس سے زائد کوئی ہم سے سوال کرے تو کہہ دیں گے کہ ہم نہیں جانتے اور نہ ہم اس کے مکلّف ہیں ہم اس سمندر میں غوطہ زن نہ ہونگے جس میں تیراکی نہیں کرسکتے، ہم تو اللہ تعالٰی سے اس کے دین پر ثابت قدمی اور سادہ فہمی کی دُعا کرتے ہیں والحمد للہ رب العالمین اھ۔

ثالثًا، لغت، عرف اور شرع میں خلق کا معنٰی "اختیار سے کسی چیز کو ایجاد کرنا" ہے، اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے الایعلم من خلق یعنی کیا تخلیق کرنے والا علم نہیں رکھتا، تو اس آیہ کریمہ نے یہ فائدہ دیا کہ خلق کو علم لازم ہے جبکہ یہی ایجاد بالقصد ہے، اس کے برخلاف موجِب کے لئے ضروری نہیں کہ وُہ موجِب ہونے کی حیثیت سے موجَب کو جانے

---

[1] الفیوضات الملکیة تعلیقات الدولة المکیة مطبعة اہل السنة والجماعت بریلی ص ۲۲
[2] القرآن الکریم ۶۷/۱۴

Marfat.com

وان علم علمه من جهة اخرى واما ما نوزع فيه بان الدلالة بالتتمة وهو اللطيف الخبير[1]، فاقول كونه لطيفا خبيرا كاف فلو لم يكف للخالقية لكان اقحام من خلق مستدركا على انه قد تواتر من القراء الوقف على من خلق فهی جملة مستقلة ولا توقف لها على ما بعدها والحق ان الكل دليل مستقل، فلو كان قصدنا بخلقنا لكان بقصدنا وكل احد يعلم من وجدانه انما يريد الفعل لا انه يريد ان يريد ثم يريد۔

اگر وُہ اسے جانے گا تو دُوسری جہت سے جانے گا اور یہ نزاع کہ علم پر اس آیہ کریمہ کا تتمہ دلالت کرتا ہے تو میں کہتا ہُوں کہ اللہ تعالٰی کا لطیف وخبیر ہونا خالقیت کے لئے کافی ہے اور اگر یہ خالقیت کیلئے کافی نہ ہو تو پھر اس آیہ کریمہ کے درمیان میں "من خلق" کا ذکر زائد قرار پائے گا، اس کے علاوہ قرا حضرات کا "من خلق" پر وقف تواتر سے منقول ہے لہذا یہ مستقل جملہ ہے جس کا معنٰی مابعد پر موقوف نہیں ہے اور حق تو یہ ہے کہ یہ دونوں جُملے خالق کے عالم ہونے پر مستقل دلیل ہیں، تو اگر ہمارا قصد ہمارے خلق سے ہو تو وہ بھی ہمارے قصد سے ہوگا اور ہر ایک اپنے وجدان سے جانتا ہے کہ یہ فعل کا قصد و ارادہ ہے نہ کہ یہ ارادے کا ارادہ ہے اور پھر اس ارادے کے لئے ارادہ کرنا ہوگا (تو اگر یہ قصد و ارادہ فعل کیلئے نہ ہو بلکہ ارادے کے لئے ہو تو یوں ارادہ در ارادہ سے تسلسل لازم آئے گا)

ورابعًا، لا يخالف ملاً حتى المعتزلی ان الارادة الكلية فينا ليس بخلقنا بل خلق ربنا خالق القول والقدر، فلا يكون لنا ان كان الا القصد الجزئی۔

اقول وليست كلية الارادة المخلوقة فی عبد انها نوع تحته افراد بل هی صفة شخصية قائمة بشخص وانما كليتها بمعنی الاطلاق

رابعًا، کوئی گروہ حتی کہ معتزلہ حضرات بھی اس بات سے انکاری نہیں ہیں کہ ہمارا کلی ارادہ ہمارا خلق نہیں ہے بلکہ یہ ارادہ کلیہ ہم میں اللہ تعالٰی کا خلق ہے، اور ہمارا رب خالقِ قول اور خالقِ قدر ہے، تو یہ ارادہ کلیہ ہمارا خلق نہیں، اگر ہمارا ہے تو صرف جزئی ارادہ ہے۔

اقول (میں کہتا ہُوں) بندے میں پیدا شدہ ارادہ اس معنٰی میں کلیہ نہیں کہ اس کے تحت کئی افراد ہوں بلکہ یہ ایک صفت ہے جو شخصی ہے اور ایک شخص سے قائم ہے اس ارادے کی کلیت اسی معنٰی میں ہے کہ یہ ارادہ تمام

[1] القرآن الکریم ۶۷/ ۱۴

Marfat.com

عن التعلقات فكلما تعلقت بمقدور معين سميت جزئية فما القصد الجزئي الا خصوص تعلق تلك الصفة الشخصية بفعل شخصي والتعلق امر اضافي لا وجود له في الاعيان فان اسند الى العبد لم يكن في شئ من الخلق فلم عدلتم عن قول الحنيفة و ملتم الى تخصيص النصوص۔

تعلقات سے خالی ہے تو جب اس کا تعلق کسی جزئی اور معین مقدور سے ہوتا ہے تو وہی ارادہ جزئی کہلاتا ہے لہٰذا جزئی قصد وارادہ صرف اسی معنیٰ میں ہے کہ اس شخصی صفت کا شخصی فعل سے خصوصی تعلق ہوتا ہے جبکہ یہ تعلق ایک نسبت و اضافت ہے جس کا خارج میں کوئی وجود نہیں ہے، لہٰذا اگر اس قصد جزئی کو بندے کی طرف منسوب کیا جائے تو کسی بھی چیز کا خلق نہ ہوگا (کیونکہ یہ خاص تعلق ہے جس کا کوئی وجود نہیں ہے) تو آپ حضرات نے کس خاطر احناف رضی اللہ تعالٰی عنہم کے قول سے اعراض کیا اور کیوں نصوص میں تخصیص کا تکلف کیا۔

وخامسًا، ع هب ان القصد بالقصد

خامسًا، تسلیم کرلیں کہ قصد و ارادہ کے لئے

ع **اقول** وھنا دلیلان اخران یمکن له الجواب عنهما۔

سادسًا وما تشاؤن الا ان یشاء الله[1] فمشیتنا لیست بمشیتنا بل بمشیة ربنا۔

سابعًا ورد مرفوعا وانعقد اجماع المسلمین علی قولهم ماشاء الله

اقول (میں کہتا ہوں) یہاں دو دلیلیں اور ہیں ان کا جواب ممکن ہے، پہلی سادسًا اور دوسری سابعًا ہے۔

سادسًا، اللہ تعالٰی کے ارشاد "تم نہیں چاہوگے سوائے اس کے کہ اللہ تعالٰی چاہے" کی رُو سے ہماری کوئی مشیت نہیں ہے۔ اگر ہے تو اللہ تعالٰی کی مشیت سے ہے (تو بندے کا مجبور ہونا ثابت ہے)

سابعًا، مرفوع حدیث اور اجماعِ مسلمین سے ثابت ہے کہ یہ مسلم قول ہے جو اللہ تعالٰی چاہے گا وہ

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] القرآن الکریم ۷۶/ ۳۰

Marfat.com

فلابد من الانتهاء الى قصد ليس بالقصد و الا تسلسل فى الاعيان لانه وجودی عندکم و اذا انتهى الامر الى الايجاب انتهى الاختيار لزم الفرار على ماكان منه الفرار اما قولهم الوجوب بالاختيار لا ينافى الاختيار بل يحققه،

اقول ليس هذا وجوبا بالاختيار بل اختيار بالوجوب اى لا يستطيع ان لا يختار و هو ينافى الاختيار بمعنى التمكن من الترك قطعاً فيعود المحذور وارداً على القائلين بالتاثير فى الحال ايضا و لا محيص بما قالوا

بھی قصد ضروری ہے تو لازماً آخر میں ایسا قصد ہوگا ورنہ تو خارج میں تسلسل کا وجود لازم آئے گا کیونکہ تمہارے ہاں قصد وجودی چیز ہے، توجب آخر میں قصد خود بخود بلغیر قصد پایا گیا تو یہ بطور ایجاب ہوگا اور اختیاری نہ ہوگا، یہی وہ جبر ہے، تونے جس سے فرار اختیار کیا وہی پیش آیا، لیکن یہاں ان کا یہ کہنا کہ یہ وجوب بالاختیار ہے جو اختیار کے منافی نہیں بلکہ اس سے بندے کا اختیار ثابت ہوتا ہے، **اقول** (میں کہتا ہوں) یہ وجوب بالاختیار نہیں بلکہ اختیار بالوجوب ہے یعنی بندہ کو اس کے اختیار نہ کرنے کی استطاعت نہ ہوگی، تو یہ قطعاً اختیار بمعنی قدرتِ ترک کے منافی ہے تو خرابی کا عود لازم آیا جو بندے کے لئے حال میں تاثیر کے قائل ہیں ان پر بھی یہ اعتراض وارد ہوگا، اوران کا یہ کہنا کہ قصد اعتباری چیز ہے جس میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

كان و مالم يشاء لم يكن فلولم يشاء مشيتنا لما كانت لكن كانت فقد شاءها والجواب عنهما مشيتنا بمشيتنا لمشيته ان تكون بمشيتنا و يحض الاول ان المعنى لا تشاؤن شيئا من افعالكم الا ما شاء الله ان يخلقه عند مشيتكم ۱۲ منه۔

ہوگا اور جو نہ چاہے گا نہ ہوگا، تو اگر اللہ تعالیٰ ہماری مشیئت کو نہ چاہے تو نہ ہوگی، لیکن ہماری مشیئت پائی جاتی ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس کی مشیئت فرمائی ہے (تو بندے کے لئے جبر ثابت ہے) دونوں دلیلوں کا جواب یہ ہے کہ ہماری مشیئت کا وجود ہماری مشیئت سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیئت ہے کہ بندے کی مشیئت پائی جائے اور پہلی دلیل میں آیہ کریمہ میں تخصیص یوں ہوگی تم اپنے افعال میں سے کچھ نہ چاہو گے مگر جب اللہ تعالیٰ تمہاری مشیئت سے اس کو پیدا کرنا چاہے گا ۱۲ منہ (ت)

Marfat.com

ان القصد اعتباری فلیتسلسل وذلك لانه
فی المبدء محال ولو فی الاعتباریات
اقول لان سر تجویزه هو انقطاعه
بانقطاع الاعتبار وههنا حیث
انقطع انقطع ما تحته لانعدام
العلة فینعدم الفعل، ولا بان
قصد القصد عین القصد
فان المحتاج کیف یکون
عین المحتاج الیه ولا بانه
عدمی فلا یحتاج الی
مؤثر فان کل متجدد لاغناء
له عن مؤثر ولو عدمیا
کالعمی ولا بان اختیار
المختار لا یعلل کایجاب
الموجب **اقول** نعم لا یسأل
لم خصص هذا لا ذاك کما
حققته فی رسالة "الافهام
المصحح للترجیح بدون
مرجح" التی الفتها
بعد ورود هذا الاستفتاء اما
نفس التخصیص فمتجدد ولیس
له عن المؤثر محیص، فان قال
الکل لا نرید بالاختیاری الا
ما یقع بالاختیار او عند الاختیار
وان لم یکن الاختیار بالاختیار

تسلسل ہوسکتا ہے (یہ قول بھی اس اعتراض سے
ان کو نجات نہیں دے سکتا) کیونکہ اس تسلسل کے
مبدء میں (بلا قصد ہونا) ایک محال چیز ہے اگرچہ یہ
اعتباری چیزوں کا تسلسل بھی ہو، **اقول** (میں
کہتا ہوں) اعتباریات میں تسلسل کے جواز کا قول
اس بنیاد پر تھا کہ یہ اعتبار کے انقطاع سے منقطع
ہوجاتا ہے تو یہاں جب اعتباری قصد منقطع ہوگیا تو
تسلسل بھی ختم ہوگیا کیونکہ علت (قصد) جب ختم ہوگئی تو
فعل ختم ہوجائے گا، اس تسلسل کے جواز کی بنیاد یہ
نہیں کہ قصد کا قصد عین وہی قصد ہوتا ہے کیونکہ یہ غلط
ہے اس لئے دوسرا قصد پہلے کی طرف محتاج ہے
اور پہلا محتاج الیہ ہے تو محتاج کا عین محتاج الیہ ہونا
کیونکر ہوسکتا ہے، اور اس کے جواز کی بنیاد یہ بھی
نہیں، کہ قصد عدمی ہے تو عدمی کسی مؤثر کا محتاج
نہیں ہوتا، یہ اس لئے غلط ہے کہ قصد متجدد ہوتا ہے
تو متجدد چیز مؤثر سے مستغنی نہیں ہوسکتی اگرچہ وہ متجدد
عدمی ہو، جیسا کہ بینا نہ ہونا، اور اس کے جواز کی وجہ
یہ بھی نہیں کہ مختار کے اختیار کے لئے کسی اور علت کی
ضرورت نہیں، جیسا کہ موجب کے ایجاب کے لئے
ضرورت نہیں، اقول یہ اس لئے غلط ہے کہ مختار کے اختیار
سے تخصیص ہوتی ہے تو اس تخصیص کے متعلق وجہ نہیں
پوچھی جاسکتی کہ اس کو کیوں خاص کیا یا اسکو کیوں خاص نہ کیا
مختار کا اختیار تخصیص کی تحقیق میں نے اپنے رسالہ

الافہام المصحح للترجیح بدون المرجح میں کی ہے
جس کو میں نے اس استفتاء کے بعد تالیف کیا ہے لیکن

Marfat.com

قلنا ان دفع قول الاشعری ان فعل العبد اضطراری ولکن این المحیص من ثبوت الحجة للعبد فی المعاصی فانه یقول ما خلقت وانما قصدت و ما کان قصدی ایضًا باختیاری فما ذنبی ، واعلم ان الکلام ههنا ینجر الی عویصة اخری امر وادهی لاتنحل بانامل الافکار الابتوفیق العزیز الغفار ولصعوبة هذا سکت عنه مثل السید الشریف فی موضعین من شرح المواقف والتزم مصیبته البحر فی الفواتح و العیاذ باللہ تعالیٰ وتتبعت کلمات المتکلمین والاصولیین من جمیع مظان هذا البحث الیها فاجتمعت لی منها ثمانیة اجوبة لاغناء فی شیٔ منها ثم المولیٰ سبحٰنه وتعالیٰ فتح بفضله وهدانی للجواب الحق کما اوردت کل ذٰلک فی رسالتی "تجبیر[۲۹] الحبر بقصم الجبر"[۱۳] التی الفتها بعد ورود هذا الاستفتاء قبل ان انهی الجواب عنه فننقل هذا البحث الیها ونفیض فیما کنا فیه فنقول لهم تبین ان

نفسِ تخصیص تو متجدد ہے جس کو مؤثر سے غنیٰ نہیں، اگر تمام مذکور حضرات یہ کہیں کہ اختیاری سے ہماری مراد یہ ہے کہ وہ مختار سے یا اختیار پر صادر ہوا اگرچہ وہ اختیار اختیاری نہ ہو، تو ہم کہیں گے کہ یہ بات اگرچہ اشعری کے اس قول کے لئے دافع ہوجائیگی کہ بندے کا فعل اضطراری ہے، لیکن قیامت کے روز گناہوں پر جواب طلبی کے وقت بندے کی اس حجت، کہ میں نے گناہ کے فعل کی تخلیق نہ کی صرف قصد کیا، اور میرا قصد اختیاری بھی نہ تھا تو گناہ میرا کیسے ہوگیا، کا جواب کیسے بنے گا تو خلاصی نہ ہوئی اور معلوم ہونا چاہئے کہ یہاں کلام ایک نئی مشکل میں پڑ گیا ہے جو مشکل ترین ہے اور اللہ تعالیٰ العزیز الغفار کی توفیق کے بغیر افکار کے ذریعہ حل نہیں ہوسکتی بحث کی اس صعوبت کی بنا پر سید شریف نے شرح المواقف کے دو مقام پر خاموشی اختیار کرلی، اور بحر العلوم نے فواتح میں اس کو مصیبت تسلیم کیا ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ، اس معاملہ میں متکلمین اور اصولیین کے مواقعِ بحث کی میں نے چھان بین کی تو مجھے وہاں سے آٹھ جواب ملے جن سے کوئی تسلی بخش اطمینان نہ ملا، پھر مولیٰ تعالیٰ نے اپنے فضل اور رہنمائی سے حق جواب کا راستہ کھول دیا، جیسا کہ میں اس تمام بحث کو اپنے رسالہ "تجبیر الحبر بقصم الجبر" میں لایا ہوں، اس رسالہ کو میں نے اس استفتا کے ورود کے بعد اور اس کے جواب کو مکمل کرنے سے قبل تالیف کیا ہے، تو میں اس بحث کو اس کے سپرد کرتا ہوں اور اپنی جاری کلام میں چل رہا ہوں، تو ہم ان سے

Marfat.com

مازعمتم ان الحاجة تندفع به فما حملكم على تخصيص النصوص، وانت تعلمان هذا كما يكفى للرد على المحقق رحمه الله تعالى كذلك لرد كل ما يدعى العبد خالقاله من فعل او عزم او غير ذلك للخلاص من هذه الورطة الظلماء، فان الكلام يجرى فى الكل ولا يزال يتسلسل الا بالانتهاء الى الالجاء، وهذا مانقل فى شرح المقاصد وغيره عن المحققين ان المال هو الجبر فثبت بالبرهان اسناد خلق شئ ما الى العبد مع كونه مخالفا للقرآن العظيم والاجماع القديم والدين القويم لا يسمن ولا يغنى من جوع، فوجب حمل كلام الله تعالى على عمومه والايمان بان لا خالق الا الله تعالى، ثم البداهة شاهدة بالفرق بين البشر والحجر فلا جبر ولا تفويض ولكن امر بين امرين، ولا يلزم للعلم بحقية شئ العلم بحقيقته كما بينته فى "ثلج الصدر لايمان القدر" وهذا هو العلم الموروث عن رسول الله صلى الله تعالى

گزارش کررہے ہیں کہ واضح ہوچکا ہے کہ تمھاری مجبوری والی حاجت اس سے ختم ہوگئی ہے تو پھر کس لئے تم نصوص کی تخصیص کررہے ہو۔ آپ جانتے ہیں کہ جس طرح یہ بیان محقق رحمہ اللہ تعالیٰ کے رَد کے لئے کافی ہے اسی طرح ان تمام لوگوں کے رَد کے لئے کافی ہے جو بندے کو فعل یا عزم وغیرہ کیلئے خالق ہونے کا دعوٰی کرتے ہیں اور اس اندھیر نگری سے خلاصی دینے کے لئے کافی ہے کیونکہ یہ کلام تمام لوگوں کے موقف پر جاری ہوتا ہے اور یہ سلسلہ کلام جاری رہے گا تاوقتیکہ جبر تک انتہا نہ ہوجائے اور یہی کچھ ہے جو شرح المقاصد وغیرہ میں محققین سے منقول ہے کہ بالآخر معاملہ جبر پر ختم ہوتا ہے تو برہان سے ثابت ہوگیا ہے کہ بندے کی طرف کسی چیز کے خلق کو منسوب کرنا باوجودیکہ یہ قرآن قدیم، اجماع اور دین قویم کے مخالف ہے نہ کسی طرح مفید ہے اور نہ ہی کسی حاجت میں کارآمد ہے، تو ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو اس کے عموم پر محمول کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے خالق نہ ہونے پر ایمان رکھا جائے، پھر بداہت اس بات پر شاہد ہے کہ بشر اور حجر میں فرق ہے لہذا جبر کا قول نہ کیا جائے اور نہ ہی تفویض کی بات کی جائے بلکہ ان دونوں کے درمیان معاملہ ہے، اور کسی چیز کے حق ہونے کے علم سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کی حقیقت کا علم ہوجائے جیسا کہ میں نے اپنے رسالہ "ثلج الصدر لایمان بالقدر" میں بیان کیا ہے یہی وہ علم ہے

Marfat.com

علیه وسلم ومن رام فوقه فانما یروم خرط القتاد۔

اقول ومن الدلیل القاطع علی بطلان کل کلام ارید به حل هذه العقدة ما تواتر عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من نهیه الامة حتی اجلة صحابة الکرام الذین کانوا اعقل واعلم وافهم من کل من بعدهم عن الخوض فیه وقد اخرج الطبرانی فی المعجم الکبیر عن ثوبان رضی الله تعالیٰ عنه مولیٰ رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال اجتمع اربعون من الصحابة رضی الله تعالیٰ عنهم ینظرون فی القدر والجبر فیهم ابوبکر وعمر رضی الله تعالیٰ عنهما، فنزل الروح الامین جبرئیل علیه الصلوٰة والسلام فقال یا محمد اخرج علی امتك فقد احدثوا، فخرج صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ملتمعا لونه متوردة وجنتاه کانما تفقأ بحب الرمان الحامض، فنهضوا الی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم حاسرین اذرعهم ترعد اکفهم واذرعهم، فقالوا

جو رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے وراثت میں ملا ہے اور جو شخص اس سے زائد کا متلاشی ہے وُہ ناممکن کا متلاشی ہے۔

اقول (میں کہتا ہُوں) اس پیچیدہ بحث میں ہر کلام کے بطلان پر ایک قاطع دلیل وُہ ہے جو تواتر کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے منقول ہے کہ آپ نے اپنی اُمّت حتّٰی کہ اجلّہ صحابہ کرام جو کہ اپنے بعد والے تمام لوگوں سے ہر طرح زیادہ عقل، زیادہ علم اور زیادہ فہم والے تھے کو اس خطرناک بحث سے منع فرمایا چنانچہ امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ثوبان رضی اللہ تعالےٰ عنہ جو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے آزاد کردہ تھے، سے روایت کیا کہ چالیس صحابہ کرام جن میں ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے جمع ہو کر جبر و قدر میں بحث کرنے لگے تو روح الامین جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسّلام حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے دربار میں حاضر ہُوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک! آپ باہر اپنی اُمّت کے پاس تشریف لے جائیں انھوں نے ایک نیا کام شروع کر دیا ہے، تو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام باہر اس حال میں تشریف لائے کہ غصّہ سے آپ کا چہرہ مبارک سُرخی میں اس طرح نمایاں تھا جیسے سُرخ انار کا دانہ آپ کے رخسار مبارک پر نچوڑا گیا ہو، تو صحابہ کرام حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی اس کیفیت کو دیکھ کر کُھلے بازو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے استقبال

Marfat.com

تبنا الی اللہ ورسولہ فقال اولی لکم ان کدتم لتوجبون، اتانی الروح الامین فقال اخرج الی امتک یا محمد فقد احدثت[1] اھ افتری ان ھذا الغضب الشدید والنھی الاکید کان لان ابابکر وعمر وسائر الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم لم یکونوا اھلا لان یعرفوا کلمۃ سھلۃ خفیفۃ ان العزم لکم والباقی لربکم او غیر ذٰلک مما یزعمہ زاعم کلا بل ھو دلیل قاطع علی ان الامر سر لا تبلغہ العقول ولا یحیط بہ البیان وان لاخیر للامۃ فی کشفہ علیھم والا لما ضن اللہ بہ ورسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فالحق الناصع ما علیہ ائمۃ السلف ان الامر بین لا ولا ولا مصدر لنا الان فوق ذٰلک وما نحن من المتکلفین الحمد للہ رب العٰلمین۔

کے لئے آگے بڑھے درانحالیکہ ان کے ہاتھ اور بازو کانپ رہے تھے اور عرض کی ہم نے اللہ تعالٰی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دربار میں توبہ پیش کی تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا قریب تھا کہ تم اپنے پر جہنم کو واجب کرلیتے، میرے پاس جبرائیل امین تشریف لائے اور کہا کہ آپ باہر امت کے پاس جائیں انھوں نے حادثہ کردیا ہے، الخ، آپ نے یہ شدید غضب اور پُرتاکید نہی دیکھ لی اور کیا یہ اس وجہ سے تھی کہ ابوبکر اور عمر فاروق و دیگر صحابہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین معمولی سی اس بات کو سمجھنے کے اہل نہ تھے کہ عزم بندے کا خلق ہے اور باقی سب اللہ تعالٰی کی مخلوق ہے یا جیساکہ گمان کرنے والوں نے یہ گمان کیا ہرگز ہرگز یہ بات نہ تھی بلکہ یہ اس بات پر قطعی دلیل تھی کہ جبر و قدر کا معاملہ ایک راز ہے جس تک عقلوں کی رسائی نہیں اور جس کو احاطہ بیان میں نہیں لایا جاسکتا اور اس راز کو عیاں کرنے میں اُمت کے لئے بھلائی نہیں ورنہ اللہ تعالٰی اور اس کا رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کے بیان پر بخیل نہ تھے، تو خالص حق وہی ہے جس پر ائمۂ سلف قائم رہے کہ یہ معاملہ نہ جبر ہے نہ قدر ہے بلکہ دونوں کے درمیان ایک امر ہے جس کو اب تک ہم پر اس سے زائد واضح نہیں کیا گیا اور نہ ہی ہم تکلف میں مبتلا ہوں گے، الحمد للہ رب العٰلمین (ت)

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۴۲۳ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/۹۵ و ۹۶

Marfat.com

بالجملہ یہ بحث کہ نصوص کے خلاف، اجماع کے خلاف، اشعریہ کے خلاف، حنفیہ کے خلاف، وجدان کے خلاف، برہان کے خلاف ہے، کیا عقیدۂ اہلسنت ہو سکتی ہے، یا امام ابن الہمام کا یہ عقیدہ ہے حاش للہ، **عقیدہ** وہی ہے جو خود ہمارے رب عزوجل نے فرمایا: ھل من خالق غیر اللہ[1] (کیا اللہ تعالٰی کے بغیر کوئی خالق ہے۔ ت) اور فرمایا: الالہ الخلق والامر[2] (صرف اسی کے لئے خلق اور امر ہے۔ ت)، اور فرمایا: افمن یخلق کمن لا یخلق[3] (تو کیا پیدا کرنے والا اس کی طرح ہے جو پیدا نہیں کرتا۔ ت) اور فرمایا: لایخلقون شیئا وھم یخلقون[4] (وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے جبکہ وہ خود مخلوق ہیں۔ ت)

عقیدہ وہی ہے جو خود امام ابن الہمام نے اسی اصل کے آغاز میں لکھا کہ ان اللہ لاخالق سواہ[5] (بیشک اللہ تعالٰی کے سوا کوئی خالق نہیں۔ ت)

عقیدہ وہی ہے جو خود امام ممدوح نے اسی کتاب مسایرہ کے آخر میں لکھا، جہاں عقائد اہلسنت کی فہرست دی اور تادم مرگ اس پر اپنے ثابت قدم رہنے کی دعا کی کہ فرماتے ہیں:

ولنختم الکتاب بایضاح عقیدۃ اھل السنۃ والجماعۃ، وھی انہ تعالٰی واحد لاشریک لہ، منفرد بخلق الذوات وافعالھا[6] (الٰی ان قال علیہ رحمۃ ذی الجلال) واللہ سبحٰنہ نسألہ من عظیم جودہ وکرمہ ان یتوفانا علٰی یقین ذٰلک مسلمین انہ ذوالفضل العظیم، وھو

ہم اپنی کتاب کو اہلسنت وجماعت کے عقیدہ کی وضاحت پر ختم کرتے ہیں، اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالٰی واحد لاشریک ہے وہ ذوات اور افعال کے پیدا کرنے میں منفرد ہے، اور ان رحمہ اللہ تعالٰی نے آخر میں یوں فرمایا، اور اللہ سبحانہ وتعالٰی کے جود وکرم اور اس کی کبریائی سے ہم سوالی ہیں کہ وہ ہمیں اس پختہ یقین حالت اسلام میں وفات نصیب فرمائے، وہ بڑے فضل والا ہے، اور وہی

---

[1] القرآن الکریم ۳۵/۳

[2] ؍؍ ۷/۵۴

[3] ؍؍ ۱۶/۱۷

[4] ؍؍ ۱۶/۲۰

[5] المسایرۃ متن المسامرۃ العلم بانہ تعالٰی لاخالق سواہ المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ص ۹۶

[6] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ختم المصنف کتابہ ببیان عقیدہ اہلسنت ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ص ۳۹۰

Marfat.com

حسبنا ونعم الوکیل ، ولاحول ولاقوۃ الاّ باللہ العلی العظیم[1]۔ ہمیں کافی ہے اور بہترین وکیل ہے ، ولاحول و قوۃ الاّ باللہ العلی العظیم ۔ (ت)

عقیدہ وُہ ہے جو امام صدر الشریعۃ کی توضیح سے گزرا ، (یہ رسالہ ناقص ملا)

مسئلہ ۷۵ از ڈیرہ غازی خاں ، بلاک ۱۲ ، مرسلہ مولوی احمد بخش صاحب ۲۱ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

حضرت ملک العلماء والفضلاء ثقتی رجائی ادام اللہ تعالٰی ظلہ علی رؤس المستفیضین ! نیاز بے انداز و شوقِ زیارت کے بعد جن کا کوئی حد و انداز نہیں ، گزارش ، میں دیوبندیوں کو امکانِ کذب کے متعلق سخت مبغوض اور ملحد جانتا تھا ان ایام میں جو جہد المقل مؤلفہ محمود حسن دیوبندی کا اتفاقِ مطالعہ ہُوا تو عقلی دلائل کی پروا نہ کرکے کتبِ معتبرہ کی نقول و روایات جو اس میں موجود ہیں سخت مخالف عقیدۂ خود ثابت ہُوئی ہے سوا اس کے کوئی چارہ نہ ملا کہ حضور کی خدمت میں دریافت کرنے سے یہ مشکل حل ہو ، اگر کوئی جہد المقل کا جواب مفصل یا کوئی اور تسلی بخش رسالہ یا کتاب چھپی ہو تو کسی خادم کے نام حکم فرماکر وی پی بھیج دیں ممنون فرمائیں ورنہ مجھے مطمئن فرمادیں کہ شرح مقاصد و شرح مواقف و شرح طوالع و مسایرہ وغیرہ کتبِ کثیرہ کی عبارات کا کیا جواب ہے جن میں صاف طور پر موجود ہے کہ خدائے پاک جل شانہ سے صدورِ قبائح ممکن ہے ، فقط۔

الجواب

بملاحظہ مولٰینا المکرم ذی المجد الاتم والفضل والکرم دامت معالیہ و بورکت ایامہ ولیالہ ، السلام علیکم و رحمۃ اللہ وبرکاتہ ، نامی نامہ بریلی سے واپس ہوکر یہاں آیا ، فقیر ۱۲ ربیع الاول شریف کی مجلس مبارک پڑھ کر شام سے سخت علیل ہوا کہ ایسا مرض کبھی نہ ہوا تھا ، میں نے وصیت نامہ لکھوا دیا ، بارے بحمدہ تعالٰی مولٰی عزوجل نے شفا بخشی ولہ الحمد۔ اسی دوران میں آپ کا قصیدہ حمیدہ نعتیہ آیا تھا مجھ میں دیکھنے کی قوت کہاں مخفی وہ کاغذات میں مل گیا اور مہینوں گم رہا ، مجھے زیادہ ندامت اس کی تھی کہ جناب نے تحریر فرمایا تھا کہ اس کا مثنٰی یہاں نہیں ، اب الحمدللہ مہینوں کے بعد مل گیا ، زوالِ مرض کو مہینے گزرے مگر جو ضعف شدید اُس سے پیدا ہوا تھا اب تک بدستور ہے ۔ فرض و وتر اور صبح کی سُنتیں بدقت کھڑے ہوکر پڑھتا ہوں باقی سُنّتیں بیٹھ کر ۔ مسجد میرے دروازے سے دس بارہ قدم ہے وہاں تک چار آدمی کرسی پر بٹھا کر لے جاتے اور لاتے ، اور باقی امراض کہ کئی برس سے کا للازم ہیں بدستور ہیں ، کبھی ترقی کبھی تنزل ،

والحمدللہ علٰی کل حال واعوذ باللہ من حال اھل النار۔ تمام تعریفیں ہر حال میں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں اور دوزخیوں کے حال سے میں اللہ تعالٰی کی پناہ مانگتا ہوں (ت)

[1] المسایرۃ متن المسامرۃ ختم المصنف کتابہ ببیان عقیدۃ اہلسنت اجمالاً المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ص ۳۹۵

Marfat.com

حاش للہ استغفر اللہ معاذ اللہ یہ بطورِ شکایت نہیں بلکہ صرف معذرت کیلئے اظہارِ واقعیت، اس کی وجہِ کریم کو حمدِ ابدی ہے بعزتہ وجلالہ سر سے پاؤں تک ایک ایک رونگٹے پر کروڑوں بے شمار نعمتیں ہیں لاکھوں بے حساب عافیتیں ہیں۔

ولہ الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ کما یحب ربنا ویرضی ملأ السمٰوٰت وملأ الارض وملأ ما شاء من شیئ بعد والحمد للہ رب العالمین۔

حمد اسی کے لئے ہے ایسی حمد جو بہت زیادہ پاک، برکت والی ہے جیسے ہمارا رب چاہے آسمان بھر، زمین بھر اور ہر وُہ شئی بھر جو وُہ چاہے، اور تمام تعریفیں اس معبود کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے (ت)

ان حالات میں شدتِ گرما سے گھبرا کر رمضان شریف کرنے اور گرمیاں گزارنے ۲۹ شعبان سے یہاں پہاڑ پر آیا، طالبِ دُعا ہوں، یہ کمزوری یہ قوتِ ضعف یہ علالتیں پھر میری تنہائی اور اس پر اعدائے دین کا چاروں طرف سے نرغہ، اُسی کی پھر اس کے حبیب صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی مدد ہے کہ برابر دفعِ اعدار دین و دشمنانِ اسلام میں وقت صرف ہوتا ہے،

تقبل المولٰی بکرمہ ولہ الحمد علی نعمہ۔

مولا تعالٰے اپنے کرم سے قبول فرمائے اور اس کی نعمتوں پر اسی کے لئے حمد ہے (ت)

یہاں آکر بھی پانچ رسالے رَدِّ خبثاء میں تصنیف ہو چکے ہیں اور چھٹا زیرِ تصنیف ہے۔ یہ سوال کہ جناب نے فرمایا مدت ہُوئی اس کے جواب میں بھی ایک مستقل رسالہ القمع المبین لآمال المکذبین تصنیف کر چکا ہُوں جو میرے رسالہ سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح کے آخر میں طبع ہونا شروع ہُوا تھا مگر افسوس کہ اب تک پُورا نہ چھپا، میں مطبع کو لکھتا ہُوں کہ وُہ جس قدر بھی چھپا ہے حاضرِ خدمت کرے۔ اجمالاً یہاں بھی دو حرف گزارش کروں کہ جناب جیسے فاضل کامل کے لئے بعونہٖ عزوجل کافی ووافی ہوں گے۔ ان عبارتوں کے جواب کو اربابِ دین وانصاف کے لئے بحمدہٖ تعالٰی ایک نکتہ بس ہے۔ عقیدہ وُہ ہوتا ہے جو متون یا تراجم ابواب فصول یا فہرست و فذلکہ عقائد میں لکھتے ہیں وہی اہلسنت کا معتقد ہوتا ہے وہ ہی خود ان علماء کا دین معتمد ہوتا ہے۔ ہنگام ذکر دلائل وابحاث ومناظرہ جو کچھ ضمناً لکھ جاتے ہیں اس پر نہ اعتماد ہے نہ خود ان کا اعتقاد ہے، اور تو اور خود سب سے اعلٰی واجلٰی مسئلہ توحید میں ملاحظہ فرمائیے۔ اس کلام محدث میں اس کے دلائل پر کیا کیا نقض وارد کئے ہیں۔ دلائل عقلیہ بالائے طاق رکھئے خود برہان قطعی یقینی ایمانی قرآنی،

لوکان فیھما اٰلھۃ الا اللہ لفسدتا[1]۔

اگر زمین وآسمان میں اللہ تعالٰی کے سوا اور خدا ہوتے تو ضرور تباہ ہو جاتے (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/۲۲

Marfat.com

پر کیا کچھ شور و شغب نہ ہُوا حتی کہ علامہ سعدالدین تفتازانی نے اسے محض اقناعی لکھ دیا جس پر نوبت کہاں تک پہنچی، کیا معاذ اللہ اس کے یہ معنی ہیں کہ ان کو توحید پر ایمان نہیں یا اس میں کچھ شک ہے، نہیں یہ صرف طبع آزمائیاں اور بحث و مباحثہ کی خامہ فرسائیاں ہیں جو گمراہوں کے لئے باعثِ ضلال و دستاویزِ اضلال ہو جاتی ہیں، اور اہلِ متانت و استقامت جانتے ہیں کہ:

ماضربوہ لك الا جدلا ط بل ھم قوم خصمون[1] — انھوں نے تم سے یہ نہ کہی مگر ناحق جھگڑنے کو بلکہ وہ ہیں جھگڑالو لوگ (ت)

ولہذا ائمہ دین و کبرائے ناصحین ہمیشہ سے اس کلام محدث کی مذمت اور اس میں اشتغال سے ممانعت فرماتے آئے یہاں تک کہ سیدنا امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا:

من طلب العلم بالکلام تزندق[2] — جس نے علم کلام حاصل کیا وُہ زندیق ہو گیا (ت)

فقہائے کرام نے فرمایا جو وصیت علماء کے لئے کی جائے متکلمین اُس سے کچھ حصّہ نہ پائیں گے، میں نے القمع المبین میں متعدد نظائر اس کے ذکر کئے ہیں کہ ایمان و عقیدہ کچھ ہے اور بحث و مباحثہ میں کچھ کا کچھ، حتی کہ کفر صریح تک لکھتے ہیں، مولوی نے حاشیہ خیالی میں خود خیالی سے کیسا ناپاک خیال نقل کیا اور خود اُسے مسلّم و مقرر رکھا کہ باری عزوجل کا علم متناہی ہے انا للہ وانا الیہ راجعون[3] (ہم اللہ کے مال ہیں ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے۔ ت) یہ صریح مناقض ایمان ہے۔ علامہ سید شریف قدس سرہ کے استاد سید مبارک شاہ نے شرح حکمۃ العین میں لکھ دیا کہ واجب صرف اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہیں ہوتا اپنے تعین و تشخص میں دوسرے کا محتاج ہو تو کیا حرج ہے، کیا یہ دین ہے، کیا یہ اسلام ہے، کلا واللہ، اور اتنا بھی خیال نہ کیا کہ اس کے تعین و وجود تو ایک ہی ہیں کہ اُس کے ذات کریم کے عین ہیں معاذ اللہ تعین میں محتاج ہُوا تو نفس وجود میں محتاج غیر ہوا پھر واجب الوجود کیسے رہا ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، یہ حضرات خود بھی تصریح کر گئے ہیں کہ عقائد معلوم و متعین ہو چکے ابحاث و مشاجرات وغیرہا میں جو کچھ ہم لکھیں اس پر اعتماد نہ کرو۔ عقیدہ سے مطابقت و مخالفت دیکھ لو پھر بھی اگر الذین فی قلوبھم زیغ[4] (وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے) بگڑیں فیتبعون

---

[1] القرآن الکریم ۴۳/۵۸

[2] منح الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر عن ابی یوسف مصطفی البابی مصر ص ۴

[3] القرآن الکریم ۲/۱۵۶

[4] " " ۳/۷

Marfat.com

ماتشابه منه ابتغاء الفتنة[1] (وہ تو اشتباہ والی آیتوں کے پیچھے پڑتے ہیں گمراہی چاہنے کو۔ ت) پرائیں تو یہ اُن کی بدنصیبی و بے ایمانی۔ شرح مقاصد میں فرمایا:

کثیرا ما تورد الاٰراء الباطلة للفلاسفة من غیر تعرض لبیان البطلان الا فیما یحتاج الی زیادة بیان[2]

بسا اوقات فلاسفہ کی آراء باطلہ ذکر کردی جاتی ہیں اور ان کے بطلان کے بیان سے تعرض نہیں کیا جاتا سوائے اس کے جس کے بیان کی زیادتی اور تفصیل کی محتاجی ہو۔ (ت)

اسی طرح حسن چلپی علی شرح المواقف میں ہے ــــــ خود مواقف میں فرمایا:

انما لانتعرض لامثاله للاعتماد علی معرفتك بها فی موضعها[3]

ہم اس جیسی مباحث کا تعرض نہیں کرتے اس اعتماد پر کہ تو ان کو ان کی جگہوں پر پہچان چکا ہے (ت)

شرح مواقف میں فرمایا:

علیك برعایة قواعد اهل الحق فی جمیع المباحث وان لم یصرح بها[4]

تجھ پر تمام مباحث میں اہل حق کے قواعد کی رعایت لازم ہے اگرچہ ان کی تصریح نہ کی گئی ہو (ت)

فتح القدیر و نہر الفائق و درمختار کتاب النکاح میں ہے:

الحق عدم تکفیر اهل القبلة وان وقع الزاما لهم فی المباحث[5]

حق اہل قبلہ کی عدم تکفیر ہے اگرچہ مباحث میں الزامی طور پر تکفیر واقع ہوئی ہے (ت)

شاہ عبدالعزیز صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ میں تصریح کی کہ جو کچھ میں اس میں کہوں میرا مذہب نہ سمجھا جائے میری باگ ایک قوم بے ادب کے ہاتھ میں ہے جدھر لیجاتے ہیں جانا پڑتا ہے، بالجملہ مباحث کلام و مناظرہ کا کچھ اعتبار نہیں، محل بیان عقائد میں جو لکھا ہے وہ عقیدہ ہے یا جس پر صراحۃً اجماعِ ملت بتایا جائے، یا اُسے تصریحاً عقیدہ اہلسنت کہا جائے، یا اُس کے خلاف کو مذہبِ گمراہان بتایا جائے ایسے مواقع پر ملاحظہ فرمائے کتبِ مذکورہ میں کیا لکھا ہے، شرح مقاصد میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۷

[2] شرح المقاصد المقصد ثالث النوع الثالث المسموعات دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱/ ۲۴۲

[3] المواقف مع شرح المواقف القسم الاول فی الالوان المقصد الثانی منشورات الشریف الرضی ۵/ ۲۴۲

[4] شرح المواقف " " " " "

[5] درمختار کتاب النکاح فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۹

Marfat.com

طریقة اھل السنة ان العالم حادث و الصانع قدیم متصف بصفات قدیمة لیست عینه ولا غیرہ، وواحد لا شبة له ولا ضدّ ولا ندّ ولا نھایة له ولا صورة ولا حد ولا یحل فی شئ ولا یقوم به حادث و لا یصح علیه الحرکة والانتقال ولا الجھل ولا الکذب ولا النقص وانه یری فی الاٰخرة۔[1]

اہلِ سنّت وجماعت کا راستہ یہ ہے کہ بے شک عالم حادث ہے اور صانعِ عالم قدیم ایسی صفات قدیمہ سے متصف ہے جو نہ اس کا عین ہیں نہ غیر۔ وہ واحد ہے، نہ اس کی کوئی مثل ہے، نہ مقابل، نہ شریک، نہ انتہا، نہ صورت، نہ حد، نہ وہ کسی میں حلول کرتا ہے، نہ اس کے ساتھ کوئی حادث قائم ہوتا ہے، نہ اس پر حرکت صحیح، نہ انتقال، نہ جہالت، نہ جھوٹ اور نہ نقص۔ اور بیشک آخرت میں اس کو دیکھا جائے گا۔ (ت)

اُسی میں ہے:

الکذب محال اما اولا فباجماع العلماء و اما ثانیاً فبما تواتر من اخبار الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام واما ثالثا فلان الکذب نقص باتفاق العقلاء وھو علی اللہ تعالٰی محال[2] الخ۔

اللہ تعالٰی کے لئے جھوٹ محال ہے، اوّلاً اس لئے کہ اس پر علماء کا اجماع ہے، اور ثانیاً اس لئے کہ اس میں پہلے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے متواتر خبریں منقول ہیں، اور ثالثاً اس لئے کہ جھوٹ نقص ہے جس پر تمام عقلمندوں کا اتفاق ہے اور نقص کا اللہ تعالٰی میں ہونا محال الخ (ت)

مواقف و شرح مواقف میں ہے:

(تفریع علی) ثبوت (الکلام) للہ تعالٰی و ھو انه (یمتنع علیه الکذب اتفاقا، اما عندنا فثلثة اوجه الاول انه نقص و النقص علی اللہ تعالٰی محال) اجماعا۔[3]

یہ اللہ تعالٰی کے لئے ثبوتِ کلام پر متفرع ہے اور وہ یہ کہ بیشک بالاتفاق اللہ تعالٰی کے لئے جھوٹ ممتنع ہے، ہمارے نزدیک اس کی تین وجوہ ہیں، پہلی وجہ یہ کہ جھوٹ نقص ہے اور نقص اللہ تعالٰی پر بالاجماع محال ہے۔ (ت)

---

[1] شرح المقاصد المبحث الثامن حکم المؤمن الخ دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۲۷۰

[2] " " المبحث السادس فی انه متکلم " " " ۲/ ۱۰۴

[3] شرح المواقف المرصد الرابع المقصد السابع منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/ ۱۰۱-۱۰۰

Marfat.com

انھیں میں آخر کتاب فذلکۂ عقائد اہلسنت میں ہے :

الفرق الناجیۃ اھل السنۃ والجماعۃ فقد اجمعوا علیٰ حدوث العالم و وجود الباری تعالیٰ وانہ لاخالق سواہ وانہ قدیم لیس فی حیز ولا جھۃ ولا یصح علیہ الحرکۃ والانتقال ولا الجھل ولا الکذب ولا شیئ من صفات النقص[1] (ملخصاً)

ناجی فرقے یعنی اہلسنت وجماعت کا اس پر اجماع ہے کہ عالم حادث ہے اور باری تعالٰی موجود ہے اور یہ کہ اس کے بغیر کوئی خالق نہیں اور یہ کہ وہ قدیم ہے، نہ وہ کسی جہت میں ہے نہ حیز میں، اس پر حرکت وانتقال اور جہل وکذب صحیح نہیں، اور نہ ہی کوئی صفت نقص اس کے لئے صحیح ہے (ت)

انھیں میں بیان فرق ضالہ میں ہے :

(المزداریۃ ھو ابو موسٰی عیسٰی بن صبیح المزدار تلمیذ بشر) اخذ العلم عنہ وتزھد حتی سمی راھب المعتزلۃ (قال اللہ قادر علی ان یکذب ویظلم) ولو فعل لکان الٰھا کاذبا ظالماً تعالی اللہ عما قالہ علواکبیرا[2]۔

(مزداریہ، وہ ابو موسٰی عیسٰی بن صبیح مزدار شاگرد ہے بشر کا) اس سے علم حاصل کیا اور زہد اختیار کیا حتی کہ اس کا نام راہب معتزلہ پڑگیا (اس نے کہا کہ اللہ تعالٰی جھوٹ اور ظلم پر قادر ہے) اگر وہ ایسا کرلے تو وہ جھوٹا ظالم معبود ہوگا، حالانکہ اللہ تعالٰی بہت بلند ہے اس سے جو کچھ اس نے کہا۔ (ت)

مسایرۂ امام ابن الہمام میں ہے :

یستحیل علیہ تعالیٰ سمات النقص والجھل والکذب[3]

اللہ تعالٰی پر نقص، جہل اور جھوٹ کی علامات محال ہیں۔ (ت)

اس کی شرح مسامرہ میں ہے :

لاخلاف بین الاشعریۃ وغیرھم فی ان کل ماکان وصف نقص فالباری تعالیٰ عنہ منزہ، وھو محال علیہ تعالیٰ والکذب وصف

اشاعرہ اور ان کے غیر میں اس بات پر کوئی اختلاف نہیں جو بھی وصف نقص ہے باری تعالٰی اس سے پاک ہے اور ایسا وصف اس پر محال ہے اور جھوٹ

---

[1] شرح المواقف المرصد الرابع فی الامامۃ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/۴۰۰

[2] " " " " " " " ۸/۳۸۱

[3] المسایرۃ مع المسامرۃ ختم المصنف کتابہ ببیان عقیدہ اہلسنۃ اجمالاً المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ص ۲۹۲

Marfat.com

نقص [۱] وصف نقص ہے۔ (ت)

یُونہی مسایرہ میں تلخیص عقائد اہلسنت میں اس کی تصریح فرمائی۔ مسایرہ کی یہ عبارت میرے پاس منقول نکل آئی، کتاب وطن میں ہے۔ یُونہی شرح طوالع یہاں پاس نہیں ورنہ اور عبارتیں بھی حاضر کرتا اور انصافاً کسی مسلم صحیح الاعتقاد کو یہاں عبارات کی کیا حاجت، اگر بالفرض غلط علماء تصریح نہ بھی فرماتے تو اپنا ایمان بھی کوئی چیز ہے جس میں معاذ اللہ نقص کی گنجائش، وہ سبّوح و قدوس کیونکر ہُوا اور اس کی تسبیح کیسی، تعالی اللہ عما یقول الظلمون علوا کبیرا (جو کچھ ظالم کہتے ہیں اللہ تعالٰے اس سے بہت بلند ہے۔ ت) اور دیوبندیوں سے تو اب امکان کذب کی بحث ہی فضول ہے ان کے پیشوا گنگوہی نے صراحۃً وقوعِ کذب مان لیا اور تصریح کر دی کہ جو "اللہ تعالٰے کو معاذ اللہ کاذب بالفعل کہے اُسے کافر یا گمراہ یا فاسق کہنا کیا معنی، کوئی سخت لفظ نہ کہنا چاہیے، اُس کا اختلاف حنفی شافعی کا سا ہے"، اس بیان کے لئے میرے قصیدہ الاستمداد صفحہ ۲۴ کے پہلے تین شعر، پھر ص ۲۵ پر اُن کا حاشیہ نمبری ۱۶۱ تا ۱۶۸، پھر اُس کی تکمیلات میں ص ۹۱ سے ص ۹۴ تک تکمیل ۵۹ ملاحظہ فرمائیے۔ جہد المقل کا مصنف اللہ عزوجل کا نہ صرف کاذب ہونا ممکن جانتا تھا بلکہ اسے بالامکان ظالم، چور، شرابی بھی جانتا تھا۔ یُوں کروڑوں خُدا موجود بالفعل مانتا تھا اس کے بیان کے لئے قصیدہ الاستمداد صفحہ ۲۲ پر مصرع چور شرابی ظالم جاہل، یہاں سے چار شعر تک، اور اسی صفحہ پر اس کا حاشیہ نمبری ۱۵۴ تا ۱۵۷ و ۱۵۸ و ۱۵۹ و ۱۶۰۔ اور تکمیلات آخر صفحہ ۸۱ سے ص ۸۲ تک تکمیل ۵۰ و ۵۱، اور اس کے متعلق رسالہ اڈیٹر شکن کہ ص ۸۲ سے ص ۹۰ تک نوٹ میں ملاحظہ ہو، میں مطبع کو لکھ دُوں گا کہ یہ اور سبحٰن السبوح ہدیۃً خدمت میں بنظرِ احتیاط بیرنگ حاضر کرے والسلام مع الاکرام۔

تحریر فہرست عقائد دیوبندیان مرتبہ مولوی رکن الدین صاحب الوری پیش کردہ مولوی حاکم علی صاحب پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور غرہ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ [عـــہ]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی لاسیما علی جبیبہ المصطفٰی ۵

فہرست نظر سے گزری جزی اللہ من حررہ وصف بہ وقدرہ حضرات کفر سمات گنگوہ ونانوتہ وانبٹھہ وتھانہ بھون

عـــہ اصل میں

---

[۱] المسامرۃ شرح المسایرۃ اتفقوا علی ان ذٰلک غیر واقع المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ص ۲۰۶

Marfat.com

و سائرہ وہابیہ (اخذہم اللہ تعالیٰ اخذۃ الرابیہ) کے کفر و ضلال حد شمار سے خارج ہیں جسے انموذج وافر و وافی پر اطلاع منظور ہو فقیر کا قصیدہ الاستمداد علیٰ اجیال الارتداد اور اس کی شرح کشف ضلال دیوبند مطالعہ فرمائے جس میں بحوالہ کتب وصفحات ان کے دو سو تئیس[۲۳] اقوال کفر و ضلال ہیں یہ پندرہ سولہ کہ یہاں شمار ہوئے بلکہ ان میں سے صرف دو[۲] ایک "علم شیطان کا علم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زائد ہونا[۱]" کہ براہین قاطعہ گنگوہی میں ہے، دوسرا "حضور کا سا علم غیب ہر پاگل ہر چوپایہ ہر جانور کو حاصل ہونا[۲]" کہ حفظ الایمان تھانوی میں ہے۔" ہر مسلمان کے سمجھنے کو یہی بس ہیں۔ یہ دونوں کفر قطعی وارتداد یقینی ہیں، ان پر علمائے حرمین شریفین نے بحوالہ شفا شریف وبزازیہ ومجمع الانہر ودرمختار وغیرہا حکم فرمایا کہ:

من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[۳] ان قائلوں کے کافر ہونے میں جو شک کرے وہ بھی کافر۔

(۱) ابن عبدالوہاب نجدی کے کفر عام آشکار ہیں اکابر عرب وعجم نے دفتر کے دفتر اس کی تکفیر وتضلیل میں تصنیف فرمائے۔ وہ روضہ انور کو صنم اکبر کہتا اور چھ سو برس کے تمام ائمہ واکابر کو کافر کہتا۔ اور کچھ نہ ہوتا تو یہی اس کے کفر کو کیا کم تھا کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وامیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ وسیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خالی اسماء طیبہ بلا تعظیم لکھ کر کہا کہ یہ سب جہنم کی راہیں ہیں۔

الا لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین (خبردار ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ ت) گنگوہی صاحب اسے اچھا اور اس کے عقائد کو عمدہ کیوں نہ بتائیں کہ وہ ان کے دشمن محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سخت گالیاں دینے والا تھا۔ طرفہ یہ کہ گنگوہی صاحب کو اس پر ایمان بالغیب ہے، ان کے فتاویٰ حصہ اول ص ۶۴ میں ہے:

"محمد بن عبدالوہاب کے عقائد کا حال مجھ کو معلوم نہیں[۴]"۔

پھر بھی ص ۸ پر لکھتے ہیں:

"محمد بن عبدالوہاب کے عقائد عمدہ تھے وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں[۵]"۔

یعنی اتنا اجمالاً معلوم تھا کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سخت گالیاں دیتا، بس اتنا ہی اس کے اچھے

۱؎ براہین قاطعہ	بحث علم غیب	مطبع لے بلاسا واقع ڈھور	ص ۵۱
۲؎ حفظ الایمان مع بسط البنان		کتب خانہ اعزازیہ دیوبند سہارنپور	ص ۸
۳؎ حسام الحرمین		مکتبہ نبویہ، لاہور	ص ۱۳
۴؎ فتاویٰ رشیدیہ	کتاب الایمان والکفر	قرآن محل کراچی	ص ۴۴
۵؎ " "	مسائل مشورہ	" " " "	ص ۲۳۵

Marfat.com

اور اُس کے عقائد عمدہ ہونے کے لئے کافی ہے، زیادہ تحقیقات کی کیا حاجت ہے دیگ سے ایک ہی چاول دیکھ لینا بس ہے۔

(۲) قول دوم میں وہابیہ غیر مقلدین کے ساتھ عقائد میں اپنا اتحاد اور اعمال میں خلاف بتایا پہلا جملہ ضرور صحیح ہے بیشک وہابیہ مقلدین وغیر مقلدین یقیناً تمام عقائد کفر و ضلال میں متحد ہیں اور اگر کچھ اختلاف ہوتا تو نہ ہوتا کہ الکفر ملة واحدة، عجب کہ گنگوہی صاحب جو اپنے رب کو کاذب مانتے ہیں، خود یہاں سچ بول گئے مگر الکذاب قد یصدق (بہت بڑا جھوٹا کبھی کبھار سچ بول دیتا ہے۔ت) دوسرا جملہ کہ اعمال میں اختلاف ہے جھوٹ ہے صوری اختلاف ہو معنوی کچھ نہیں کہ براہین قاطعہ ص ۱۳۷ میں صاف لکھا ہے کہ:

"مختلف فیہ مسئلہ تو یُوں بھی بلا ضرورت جائز ہو جاتا ہے[1]۔"

اور فتاوٰی حصہ اول ص ۵ میں ہے:

"حدیث پر عمل کرنا لوجہ اللہ تعالٰی اچھا ہے[2]۔"

ص ۶ پر رفع یدین و آمین بالجہر کرنے والے کو کہا: "تعصب اچھا نہیں وہ بھی عامل بحدیث ہے[3]۔" بلکہ کہا: "اگرچہ نفسانیت سے کرتا ہے مگر فعل تو فی حد ذاتہ درست ہے[4]۔" صفحہ ۵ پر تھا: "سب حدیث پر ہی عامل ہیں مقلد ہو یا غیر مقلد[5]۔"

(۳) ترکِ تقلید کا بیج ہندوستان میں اسمٰعیل دہلوی نے بویا جیسا کہ اس کی تقویۃ الایمان اور تنویر العینین سے ظاہر ہے۔ گنگوہی صاحب کا اس پر ایمان قرآن عظیم پر ایمان سے بہت زائد ہے۔ فتاوٰی حصہ اول ص ۱۲۲ میں کہتے ہیں:

"اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے[6]۔"

---

[1] البراہین القاطعۃ	تحقیق مسئلہ اجرۃ تعلیم القرآن الخ	مطبع لے بلاسا واقع	ڈھورہ	ص ۱۳۷
[2] فتاوٰی رشیدیہ	کتاب التقلید والجہاد	قرآن محل کراچی		ص ۱۷۹
[3] " "	" " "	" " "		" ۱۸۰
[4] " "	" " "	" " "		" ۱۸۰
[5] " "	" " "	" " "		" ۱۷۹
[6] " "	کتاب الایمان والکفر	" " "		" ۴۱

Marfat.com

ہر شخص جانتا ہے کہ عین کی نفی ضد کا ثبوت ہے، جب تقویۃ الایمان کا پڑھنا عین اسلام ہے تو نہ پڑھنا قطعاً کفر ہے، حالانکہ کروڑوں مسلمان ہیں جو قرآن عظیم پڑھے ہوئے نہیں کافر نہ ہوئے جب تقویۃ الایمان کا رکھنا عین اسلام ہے تو نہ رکھنا کفر ہے، حالانکہ کروڑوں مسلمانوں کے پاس قرآن نہیں ہوتا وہ کافر نہ ہوئے لیکن تقویۃ الایمان وہابیہ ضرور پاخانہ میں لیجاتے ہوں گے کہ جس وقت نہ رکھی عین اسلام سے چھٹے اور کافر ہوئے غالباً گنگوہی صاحب کی قبر میں بھی رکھ دی گئی ہوگی کہ مرکر تو کافر نہ ہوں، مگر مصیبت یہ ہے کہ اُنھیں مٹی میں ملے پندرہ سال سے زائد ہوئے کتاب بھی گل گئی ہوگی، جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمن ان کے نزدیک مرکر مٹی میں مل گئے تو وہ ناپاک کتاب کیا رہی ہوگی، بہرحال گنگوہی صاحب اب تو اپنے حکم سے بھی کافر ہوئے ہونگے خیر، کہنا یہ ہے کہ جب ایک ایسی کتاب نے غیر مقلدی بوئی تو گنگوہی صاحب اس کی اجازت کیوں نہ دیں، ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک مقلدین ائمہ معاذ اللہ کفار تھے اور ہیں کہ تقلید کرکے تقویۃ الایمان کا خلاف کیا اور اس پر عمل عین اسلام تھا تو ضرور کافر ہوئے، اور اگر کہئے کہ یوں تو گنگوہی و نانوتوی و تھانوی و دیوبندی صاحبان سب کفار ٹھہرینگے کہ ظاہراً ان سب کا عمل تقلید پر ہے تو گنگوہی صاحب تقیہ کا حکم دے کر اس کا علاج کر گئے ہیں وہ کہہ دیں گے کہ ہمارا اور ان کا تقلید پر عمل تقیۃً ہے تو صورۃً کافر ہوئے دل میں تو کفر نہیں کہ غیر مقلدی بھری ہے۔

(۴) امکانِ کذب کا اب ذکر فضول ہے گنگوہی اور ان کے اتباع صراحۃً وقوعِ کذب لکھ چکے اس کی تفصیل کشفِ ضلالِ دیوبند میں ص ۹۱ سے ص ۹۴ تک دیکھئے۔

(۵) وصف کریم رحمۃ للعالمین مسلمانوں کے نزدیک تو ضرور خاصۂ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے، مگر گنگوہی صاحب اسے کیونکر مانتے کہ اس سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل محال ہوجاتا کہ آیۂ کریمہ وما ارسلنٰك الا رحمۃ للعٰلمین (اور ہم نے تمھیں نہ بھیجا مگر رحمت تمام جہانوں کیلئے۔ ت) تمام ماسوا اللہ کو حضور کی رسالت عام کررہی ہے سب ماسوا اللہ حضور کے اُمتی ہیں اور امتی کا مثل نبی ہونا بداہۃً محال، لہذا عالمین کے عموم قطعی کو رَد کرکے اُس وصف کریم کو گلی گلی کے ملوں میں متبذل کردیا۔

(۶) اس کی نسبت اُوپر گزرا کہ کفر قطعی ہے مگر گنگوہی صاحب سے اس کی شکایت نہ چاہئے ہر شخص اپنے بڑے کی بڑائی چاہتا ہے۔

(۷) مجلس میلاد مبارک کی نسبت جو مبشرات علمائے کرام و صلحائے عظام نے دیکھے کہ حضور اقدس

لہ القرآن الکریم ۱۲/۱۰۷

Marfat.com

صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اس عمل مبارک سے شاد ہیں اور فرماتے ہیں صلّی اللہ تعالٰے علیہ وسلم ؛ من فرح بنا فی حنایہ[1] جو ہماری خوشی کرتا ہے ہم اس سے خوش ہوتے ہیں ۔ یُونہی شاہ ولی اللہ صاحب کے والد شاہ عبدالرحیم صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو اپنی نیاز سالانہ پر شاد و فرحاں دیکھا اُن خوابوں کے جواب میں ان کے متکلمین کہتے ہیں کہ خواب کا کیا اعتبار ، یہاں تک کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما کی خواب مروی صحیح بخاری شریف کہ شادی ولادتِ اقدس پر ابُولہب ملعون پر روزِ دوشنبہ قدرے تخفیف ہوتی ہے ، اسے بھی مہمل بتاتے اور یہ شعر گاتے ہیں ؎

چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم نہ شبنم نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم[2]

(جب میں آفتاب کا غلام ہُوں تو میں یہ کہتا ہُوں کہ سب کچھ آفتاب سے ہے ، میں شبنم و شب پرست نہیں کہ خواب کی بات کروں ۔ ت)

سبحان اللہ ! غلام محمد و غلام نبی شرک ، اور غلامِ آفتاب ہونے کا خود اقرار ، اس کا ترجمہ عربی میں عبدشمس اور ہندی میں سُورج داس ہی ہُوا یا کچھ اور ، وہاں تو خوابوں کی یہ کیفیت اور اپنے سے استاذی نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا فخر ثابت کرنے کے لئے ایک جعلی خواب سے تمسک ، مگر ہونا ضرور تھا لترکبن طبقا عن طبق[3] (ضرور تم منزل بمنزل چڑھو گے ۔ ت) ، ان کے اگلوں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو کیا کہا تھا قالوا معلم مجنون[4] پڑھایا ہوا دیوانہ ، انھوں نے پڑھانے کی تصدیق اس خواب سے کی اور دیوانہ کی تکمیل تھانوی صاحب نے حفظ الایمان کہ " اُن کا سا علم غیب ہر مجنون کو ہے[5] " وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[6] (عنقریب جان لیں گے ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے ۔ ت)

(۸) وہ مجلس مبارک جنم کنھیا سے تشبیہ کیوں نہ دیں جو قرآن عظیم کو ویدا شلوک سے تشبیہ دے چکے ہیں دیکھو براہینِ قاطعہ ص ۷۹ ۔

(۹ و ۱۰) نفسِ میلاد و عرس سے انکار کا کیا گلہ جب کہ انھیں نفسِ انبیاء و اولیاء اور خود حضور سیدالانبیا

---

[1]

[2]

[3] القرآن الکریم ۸۴ / ۱۹

[4] " " ۴۴ / ۱۴

[5] حفظ الایمان مع بسط البنان کتب خانہ اعزازیہ دیوبند ضلع سہارن پور ص ۸

[6] القرآن الکریم ۲۶ / ۲۲۷

Marfat.com

علیہم الصلوٰۃ والسلام سے صاف انکار ہے اور اُن کا ماننا نرا خبط ٹھہراتے ہیں۔ ان کے قرآن بلکہ اُن کے نزدیک قرآن سے اعظم تقویت الایمان مطبع صدیقی دہلی ۱۲۷۰ھ ص ۲۱ میں ہے: "اللہ کے سوا کسی کو نہ مان[1]۔"

ص ۸: "اوروں کا ماننا محض خبط ہے[2]۔"

ص ۱۹: "اللہ صاحب نے فرمایا میرے سوا نہ مانیو[3]۔"

ص ۱۷: "جتنے پیغمبر آئے سو اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو مانے اور اُس کے سوا کسی کو نہ مانے[4]۔"

(۱۱) ایصالِ ثواب کے طریقوں کو بدعت سیئہ و حرام کیوں نہ کہیں ؎

جگ بیتی سے کیا مطلب ہے — اپنی بیتی سناتے یہ ہیں

اُن کی میّت کو ثواب پہنچنا محال کہ ماله فی الاٰخرة من خلاق[5] (آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔ ت)، اُن کے قاری کو ثواب ملنا محال کہ وقدمنا الیٰ ما عملوا من عمل فجعلنٰه هباءً منثورا[6] ○ (جو کچھ اُنھوں نے کام کئے تھے ہم نے قصد فرما کر انھیں باریک باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذرّے کر دیا یعنی برباد کر دیا۔ ت)

(۱۲) سالگرہ دو طرح ہوتی ہے، ایک میں کچھ قرآن مجید و درود شریف پڑھ کر حضور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم و سیدنا غوث اعظم وغیرہ اولیائے کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی نیاز اور احباب و فقراء کو کچھ تقسیم، گنگوہی صاحب اسے ہرگز جائز نہیں کہہ سکتے کہ اس میں تو دن کی تعیین بھی ہے اور ہر سال کا التزام بھی، اور اُن کے دشمنوں کی نیاز بھی، اسے جائز کہہ کر وہابیت میں کس دین کے رہتے۔ دوسری وہ جو کفار و فجار کرتے ہیں کہ جس میں لہو لعب ناچ رنگ وغیرہا شیطنتیں ہوتی ہیں، گنگوہی صاحب اسے جائز فرماتے ہیں

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الاول فی الاجتناب عن الاشراک مطبع علیمی لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۲
[2] " " مقدمۂ کتاب " " ص ۵
[3] " " الفصل الاول فی الاجتناب عن الاشراک " " ص ۱۲
[4] " " " " " " ص ۱۰
[5] القرآن الکریم ۲/ ۲۰۰
[6] " ۲۵/ ۲۳

Marfat.com

توان پر اعتراض بیجا ہے، رہا یہ کہ اس میں بھی تعیین والتزام ہے، ہُوا کرے، تعیین تو التزام ہی کے لئے ہوتی ہے اور اُن کے یہاں حسنات ہی کا التزام حرام ہے نہ کہ سیئات، بلکہ لیسا اوقات سیئات کا التزام ان کے یہاں فرض قطعی بلکہ مدارِ ایمان ہے، جیسا ان کے قرآن تقویۃ الایمان سے عیاں ہے۔ ص ۱۲ میں ہے:

"اُس کے گھر دُور دُور سے قصد کر کے سفر کرنا اور راستے میں نامعقول باتیں کرنے سے بچنا یہ کام عبادت کے ہیں جو کسی پیغمبر یا بھوت کو کرے اس پر شرک ثابت ہے[1]۔" (ملخصاً)

تو ثابت ہُوا کہ مدینہ طیبہ کے راستے میں نامعقول باتیں کرنا فرض بلکہ مدارِ ایمان ہیں اگر نہ کرے گا مشرک ہو جائیگا' اور نہ ایک مدینہ طیبہ بلکہ سفرِ حج کے سوا گنگوہ یا دیوبند یا تھانہ بھون جہاں کہیں جاتے ہُوئے بھی نامعقول باتیں اور جنگ و جدال بلکہ فسق و فجور بھی نہ کرے گا مشرک ہو جائے گا کہ آیت نے سب کو ایک نسق میں بیان فرمایا ہے کہ:

فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج[2] تو نہ عورتوں کے سامنے صحبت کا تذکرہ ہو، نہ کوئی گناہ، نہ کسی سے جھگڑا حج کے وقت (ت)

(۱۳) دادا پیر سے بغض کی کیا شکایت جب خود رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے شدید بغض رکھتے ہیں جن کی تفصیل کتب کثیرہ میں ہو چکی اور پھر آپس میں اپنا اصطلاحی فیض بانٹ رہے ہیں، الحق یہ فیض شیطانی ہے اور محبوبوں کے بغض ہی سے ملتا ہے، تو نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے انقطاع سلسلہ جو بغض مشائخ سلسلہ سے حاصل ہوگا، مضر نہیں بلکہ ضرور ہے۔

(۱۴) اُوپر گزرا کہ یہ ملعون اخبث قول کفر قطعی و ارتداد یقینی ہے لعن اللہ قائلہ و قابلہ (اللہ تعالےٰ لعنت کرے اس کے قائل اور اس کو قبول کرنے والے پر۔ت) ان مرتدین سے کیا شکایت، عجب اُن سے جو مسلمان کہلاتے اور رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ایسی شدید ناپاک گالیاں سُنتے اور پھر اُن کی تاویل کرتے یا قائل کو کافر کہتے ہچکچاتے ہیں لا و اللہ وُہ خود اپنا ایمان اُس دشنام دہندہ پر لٹاتے ہیں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اٰباءھم وابناءھم او اخوانھم

تو نہ پائے گا اُن لوگوں کو جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں کہ دوستی کریں اُن سے جنھوں نے اللہ ورسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے

---

[1] تقویۃ الایمان مقدمۂ کتاب مطبع علیمی لوہاری دروازہ، لاہور ص ۷، ۸

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۷

Marfat.com

او عشیرتھم[1] یا بھائی یا عزیز ہوں۔

(۱۵) تقیہ کی اجازت بلکہ حکم دینے کی کیا شکایت کہ آخر اُن بڑوں کی وراثت ہے جو بارگاہِ اقدس میں حاضر آکر شدید غلیظ قسمیں کھاکر کہا کرتے: نشھد انک لرسول اللہ[2] ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک حضور یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔ رب العزت نے اس پر ارشاد فرمایا کہ اللہ خوب جانتا ہے بیشک تم اُس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ خبیث جھوٹے ہیں، زبانی ادعا یہ تھا اور دل کی خباثت وہ کہ لئن رجعنا الی المدینۃ[3] الآیۃ (کہ اگر ہم لوٹ کر مدینہ گئے الآیۃ۔ ت)، یہی حال ان صاحبوں کا ہے مسلمانوں کے دکھاوے کو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعریفیں کرینگے بات بات پر "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کہیں گے اور دلی خباثتیں وہ کہ چوڑھا چمار ہر ذرّہ ناچیز سے کمتر، اُن کی سرداری ایسی جیسے گاؤں کا چودھری، عاجز ناکارے، مرکر مٹی میں مل گئے وغیرہ وغیرہ۔

الا لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین[4]۔ ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا و الاٰخرۃ واعدّلھم عذابا مھینا[5]○

خبردار ظالموں پر اللہ تعالٰی کی لعنت۔ بیشک وہ لوگ جو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالٰی اور اس کے رسول کو ان پر دنیا وآخرت میں اللہ تعالٰی کی لعنت اور اللہ تعالٰی نے ان کیلئے ذلّت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (ت)

(۱۶) سبحان اللہ وہ جو اللہ ورسول کو شدید گالیاں دے چکے اُن سے کوا کھانے بلکہ اسے ثواب بتانے کی کیا شکایت۔ سنن ابن ماجہ شریف میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے کہ فرمایا:

من یاکل الغراب وقد سماہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاسقا واللہ ماھو من الطیبات[6]۔

کوا کون کھائے گا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تو اس کا نام فاسق رکھا ہے خدا کی قسم وہ پاک چیزوں سے نہیں۔

یہی مجانست وجہ موانست ہوئی، شاعر کا قول ؎

پرد ہم جنس با ہم جنس در زاغ ۔۔۔ کبوتر با کبوتر زاغ با زاغ

(ہر جنس اپنی جنس کے ساتھ پرواز کرتی ہے۔ کبوتر کبوتر کے ساتھ، کوا کوے کے ساتھ۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲ [2] القرآن الکریم ۶۳/ ۱ [3] القرآن الکریم ۶۳/ ۸
[4] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۸ [5] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۷
[6] سنن ابن ماجہ ابواب الصید باب الغراب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۴۱

Marfat.com

اگر نہ مانے تو کیا اللہ عزوجل کا ارشاد بھی نہ مانیں گے کہ الخبیث للخبیثین والخبیثون للخبیثٰت[۱] (گندیاں گندوں کے لئے اور گندے گندیوں کے لئے ہیں۔ ت) تمام کتب مذہب متون وشروح وفتاوی مملو ہیں کہ غراب ابقع یعنی دورنگا کوا حرام ہے۔ گنگوہی صاحب اگر آب آنکھوں سے معذور ہو گئے تھے تو مادرزاد اندھے تو نہ تھے کہ دیسی کوّے میں دو رنگ نظر نہ آئے بڑی دلیل یہ لاتے ہیں کہ وہ صرف نجاست نہیں بلکہ دانہ بھی کھاتا ہے تو مرغی کی طرح ہُوا۔ یُوں تو پہاڑی کوا بھی حلال کرلیں وہ بھی بکثرت دانہ کھاتا ہے کھیتوں پر کثرت سے گرتا ہے اور کُتا تو روٹی اور گوشت سب کھاتا ہے یہ مرغی کے دانہ کھانے پر گئے اور نہ دیکھا کہ وُہ فاسق نہیں جیفہ خوار نہیں اور کوّا فاسق وجیفہ خوار ہے، بہرحال ان باتوں میں ان سے بحث بیکار ہے کہ ان کو نفسِ اسلام ہی سے انکار ہے،

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ وسیعلم الذین اجرموا ای منقلب ینقلبون۔ نسأل اللہ العافیۃ، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا و مولٰنا محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین وبارک وسلم ومجد وکرم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اور عنقریب جان لیں گے کہ ظالم کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ اور عنقریب جان لیں گے مجرم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ اور ہم اللہ تعالٰی سے عافیت مانگتے ہیں۔ گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی قوت نہیں سوائے اللہ تعالٰی کی مدد کے۔ اللہ تعالٰی ہمارے آقا ومولٰی محمد مصطفٰے، آپ کی آل اور آپ کے تمام اصحاب پر درود، برکت اور سلام نازل فرمائے اور انھیں بزرگی وکرم سے نوازے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[۱] القرآن الکریم ۲۴/ ۲۶

Marfat.com

رسالہ

باب العقائد والکلام [۱۳۳۵ھ]

(عقائد و کلام کا باب)

مسئلہ ۷۶: کفار اللہ تعالٰی کو جانتے ہیں یا نہیں؟

رسالہ باب العقائد والکلام جس کا رسالہ حسن التعمم میں وعدہ تھا[عہ]، یہ بیان اگرچہ مسائل تیمم و طہارت ظاہری سے جدا ہے مگر باذنہٖ تعالٰی طہارت باطن کا اعلٰی ذریعہ ہے، جس طرح قرآن عظیم نے مسائل طلاق کے وسط میں تاکید نماز کا ذکر فرمایا کہ،

حافظوا علی الصلوٰت والصلوٰۃ الوسطٰی و قوموا للہ قانتین[1] ۔ نگاہداشت کرو نمازوں اور خصوصاً نماز اوسط کی اور اللہ کے حضور ادب سے کھڑے ہو۔

اُسی سنتِ کریمہ کے اتباع سے یہ مسائل تیمم کے وسط میں عقائد اسلام کی یاد دہانی ہے، مولٰی تعالٰی قبول فرمائے۔

[عہ] مصنف علیہ الرحمۃ کی طرف سے یہ نوٹ اس صورت میں ہے جبکہ یہ رسالہ جلد اول قدیم، کتاب الطہارت، باب التیمم (از صفحہ ۳۵۵ تا صفحہ ۷۴۹) پر تھا، اب اسے باقی رکھتے ہوئے وہاں سے خارج کر کے مضمون کی مناسبت سے یہاں شامل کیا جارہا ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۸

Marfat.com

اور مسلمانوں کے لئے ذریعہ ثبات ایمان بنائے، اور اُس کے کرم پر دشوار نہیں کہ بعض مخالفین کو بھی اس سے راہ ہدایت دکھائے وباللہ التوفیق۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للذی ھدانا للایمان ؛ واٰتانا القراٰن والفرقان ؛ والصلوۃ والسلام الاتمان الاکملان ؛ علی من اعطانا العلم بربنا فصح لنا الایمان ؛ وعلیٰ اٰلہ وصحبہ و تابعیھم باحسان ؛

جانا جس نے جانا اور جس نے نہ جانا وہ اب جانے کہ اللہ عزوجل کو جاننا بحمدہ تعالیٰ مسلمانوں کے ساتھ خاص ہے، کوئی کافر کسی قسم کا ہو ہرگز اسے نہیں جانتا، کفر کہتے ہی جہل باللہ کو ہیں، یہاں ناواقفوں کو ایک شبہہ گزرتا ہے جس کا جواب کاشف صواب و رافع حجاب والتوفیق من اللہ الوھاب۔

تقریر شبہہ: کافروں کے صدہا فرقے اللہ تعالیٰ کو جانتے بلکہ مانتے بھی ہیں۔

فلاسفہ تو اُس کی توحید پر دلائل قائم کرتے ہیں، یہود و نصاریٰ توراۃ و انجیل، اور مجوس اپنے زعم میں ژند و استا کو اُسی کا کلام جان کر اعتقاد رکھتے ہیں، آریہ اگرچہ وید کو اُس کا کلام نہیں جانتے مگر بزعم خود اُسی کا الہام مانتے اور اُسی کو مالک و خالق کل اعتقاد کرتے اور توحید کا محض جھوٹا دم بھرتے ہیں، ہنود وغیرہم بُت پرست تک کہتے ہیں کہ سارے جہان کا مالک سب خداؤں کا خدا ایک ہی ہے، عرب کے مشرک کہا کرتے

مانعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ[1] — یعنی وہ تو ان بُتوں کو صرف اس لئے پُوجتے ہیں کہ بُت انھیں اللہ سے قریب کر دیں۔

اور لبیک میں کہا کرتے :

لبیك لاشریك لك الاشریکا ھولك تملکہ وما ملك[2] — ہم تیری خدمت کو حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ شریک کہ تیرا ہی مملوک ہے تو اُس کا بھی مالک اور اس کی مِلک کا بھی مالک۔

جب وہ لاشریك لك تک پہنچتے کہ تیرا کوئی شریک نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے، ویلکم قد قد[3] تمھیں خرابی ہو بس بس، یعنی آگے نہ بڑھو استثناء نہ گھڑو، رب عزوجل فرماتا ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۳/۳۹

[2] صحیح مسلم — باب التلبیۃ وصفتہا ووقتہا — قدیمی کتب خانہ کراچی — ۱/۳۷۶

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

Marfat.com

ولئن سألتهم من خلق السمٰوٰت والارض لیقولن اللّٰہ[1] اور اگر تم اُن سے پوچھو کہ آسمان وزمین کس نے بنائے ضرور کہیں گے اللہ نے۔

اور کلمہ گو فرقوں میں جو مرتد ہیں وُہ تو نبی و قرآن سبھی کو جانتے قال اللّٰہ و قال الرسول سے سند لاتے نمازیں پڑھتے روزے رکھتے ہیں جیسے قادیانی، نیچری، چکڑالوی، وہابی، رافضی، دیوبندی، غیر مقلد خذلہم اللہ تعالٰی اجمعین، پھر کیونکر کہا جائے کہ یہ اللہ عزوجل کو جانتے ہی نہیں، ہاں نرے دہریوں کی نسبت یہ کہنا ٹھیک ہے جو اللہ تعالٰی کو مانتے ہی نہیں۔

تقریر جواب بعون الوھاب **اقول** وباللہ التوفیق ایجاب وسلب متناقض ہیں جمع نہیں ہوسکتے وجود شئی اُس کے لوازم کے وجود کا مقتضی اور ان کے نقائض و منافیات کا نافی ہے کہ لازم کا منافی موجود ہو تو لازم نہ ہو اور لازم نہ ہو تو شئی نہ ہو، تو ظاہر ہوا کہ سلب شئے کے تین طریقے ہیں:

اوّل خود اس کی نفی مثلاً کوئی کہے انسان ہے ہی نہیں۔

دوم اُس کے لوازم سے کسی شئے کی نفی مثلاً کہے انسان تو ہے لیکن وُہ ایک ایسی شئی کا نام ہے جو حیوان یا ناطق نہیں۔

سوم اُن کے منافیات سے کسی شئے کا اثبات مثلاً کہے انسان حیوان ناہق یا صاہل سے عبارت ہے، ظاہر ہے کہ ان دونوں پچھلوں نے اگرچہ زبان سے انسان کو موجود کہا مگر حقیقۃً انسان کو نہ جانا وہ اپنے زعم باطل میں کسی ایسی چیز کو انسان سمجھے ہُوئے ہیں جو ہرگز انسان نہیں، تو انسان کی نفی اور اُس سے جہل میں یہ دونوں اور وُہ پہلا جس نے سرے سے انسان کا انکار کیا سب برابر ہیں فقط لفظ میں فرق ہے۔

مولٰی عزوجل کو جمیع صفات کمال لازم ذات اور جمیع عیوب و نقائص اس پر محال بالذات کہ اس کے کمال ذاتی کے منافی ہیں، کفار میں ہرگز کوئی نہ ملے گا جو اُس کی کسی صفت کمالیہ کا منکر یا معاذ اللہ اس کے عیوب و نقص کا مثبت نہ ہو تو دہریے اگر قسم اوّل کے منکر ہیں کہ نفسِ وجود سے انکار رکھتے ہیں، باقی سب کفار دو قسم اخیر کے منکر ہیں کہ کسی کمالِ لازم ذات کے نافی یا کسی عیب منافی ذات کے مثبت ہیں بہرحال اللہ عزوجل کو نہ جانتے ہیں وُہ اور دہریے برابر ہوئے وہی لفظ، طرزِ ادا کا فرق ہے دہریوں نے سرے سے انکار کیا اور ان قہریوں نے اپنے اوہام تراشیدہ کا نام خدا رکھ کر لفظ کا اقرار کیا، مولٰی سبحٰنہ وتعالٰی فرماتا ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۳۱/ ۲۵

Marfat.com

افرءیت من اتخذ الٰھہ ھوٰہ [1] دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو خدا بنالیا۔

ولہذا کریمہ لیقولن اللہ کے تتمہ میں ارشاد ہوا قل الحمد للہ بل اکثرھم لا یعلمون [2]

اگر ان سے پوچھو کہ آسمان و زمین کا خالق کون ہے، کہیں گے اللہ، قل الحمد للہ تم کہو حمد اللہ کو کہ اُس کے منکر بھی ان صفات میں اُسی کا نام لیتے ہیں اپنے معبودانِ باطل کو اس لائق نہیں جانتے، مگر کیا اس سے کوئی یہ سمجھے کہ وہ اللہ کو جانتے ہیں نہیں نہیں بل اکثرھم لا یعلمون ۝ بلکہ اکثر اُسے جانتے ہی نہیں، ان ھم الا یخرصون [3] ۝ وہ تو یونہی اپنی سی اٹکلیں دوڑاتے ہیں جیسے اور بہتیرے معبود گھڑ لئے کہ:

ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم و اٰباؤکم ماانزل اللہ بھا من سلطٰن [4] وہ تو نرے نام ہیں کہ تم نے اور تمھارے باپ دادوں نے دھر لئے اللہ نے اُن کی کوئی سند نہ اتاری۔

یونہی اپنی اندھی اٹکل سے ایک سب سے بڑی ہستی خیال کرکے اُس کا نام اللہ رکھ لیا ہے حالانکہ وہ اللہ نہیں کہ جس صفات کی اسے بتاتے ہیں اللہ عزوجل اُن سے بہت بلند و بالا ہے تعالی اللہ عما یقول الظلمون علوا کبیرا ۝ سبحٰن رب العرش عما یصفون ۝

رہا یہ کہ یہاں اکثر سے نفی علم فرمائی **اقول اولاً** دفع شبہہ کو اتنا ہی کافی کہ آخر یہ اُن کے اکثر سے نفی ہے جو اقرار کرتے تھے کہ آسمان و زمین کا خالق اللہ ہی ہے معلوم ہُوا کہ اُن کا اقرار باللہ منافیِ جہل باللہ نہیں اور ہمارے سالبہ کلیہ کی نفی نہ فرمائے گا کہ یہ مفہوم لقب سے استدلال ہُوا اور وہ صحیح نہیں اکثر سے نفی سلب جزئی ہُوئی اور سلب جزئی کلی کو لازم ہے نہ کہ اُس کا منافی۔

ثانیاً ایسی جگہ اکثر پر حکم فرمانا قرآن عظیم کی سنت کریمہ ہے حالانکہ وہ احکام یقیناً سب کفار پر ہیں اوکلما عٰھدوا عھدا نبذہ فریق منھم بل اکثرھم لا یؤمنون [5] ۝ فان اکثرکم فسقون [6] ۝ ولکن الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذب و اکثرھم لا یعقلون [7] ۝ ولکن اکثرھم یجھلون [8] ۝ یرضونکم بافواھھم و تابٰی قلوبھم و اکثرھم فسقون [9] ۝ یعرفون نعمۃ اللہ ثم ینکرونھا و اکثرھم الکفرون [10] ۝ کافروں کو فرمایا اُن میں اکثر ایمان نہیں رکھتے، اُن کے اکثر فاسق ہیں، اُن کے

---

[1] القرآن الکریم ۴۵/۲۳
[2] القرآن الکریم ۳۱/۲۵
[3] " " ۴۳/۲۰
[4] " " ۵۳/۲۳
[5] " " ۲/۱۰۰
[6] " " ۵/۵۹
[7] " " ۵/۱۰۳
[8] " " ۶/۳۷
[9] " " ۹/۸
[10] " " ۱۶/۸۳

Marfat.com

اکثر بے عقل ہیں، اُن کے اکثر جاہل ہیں، اُن کے اکثر کافر ہیں حالانکہ وُہ سب ایسے ہی ہیں۔ یُونہی یہاں فرمایا کہ اُن کے اکثر نہیں جانتے حالانکہ اُن میں کوئی بھی نہیں جانتا یہاں تک کہ شیاطین کے بارے میں فرمایا یلقون السمع واکثرھم کٰذبون[1] اُن میں اکثر جھوٹے ہیں حالانکہ یقیناً وُہ سب جھوٹے ہیں اور ان کے سوا اور آیاتِ کثیرہ، اَب یا تو یہ کہ اکثر سے کُل مراد ہے جیسے کبھی کُل سے اکثر مراد ہوتا ہے کریمہ وما یتبع اکثرھم الا ظنا کے تحت میں مدارک التنزیل میں ہے: المراد بالاکثر الجمیع[2] (اکثر سے مراد کُل ہے۔ت) معالم التنزیل میں ہے:

المراد بالاکثر جمیع من یقول ذٰلک[3]۔ — اکثر سے مراد وہ سب جو یہ کہتے ہیں (ت)

شہاب علی البیضاوی میں ہے:

یعنی ان الاکثر یستعمل بمعنی الجمیع کما یرد القلیل بمعنی العدم، وحمل النقیض علی النقیض حسن وطریقۃ مسلوکۃ[4] اھ اقول لکن لا شك ان منھم من لا یتبع ظنا ولا وھما ولا ادنی شبھۃ انما یتبع ھوی نفسه عنادا واستکبارا یعرفونه کما یعرفون ابناءھم[5]، فلما جاءھم ما عرفوا کفروا به فلعنۃ اللہ علی الکٰفرین[6] جحدوا بھا واستیقنتھا

یعنی اکثر بمعنی کُل ہے جیسے قلیل بمعنی معدوم استعمال ہوتا ہے اور ایک نقیض کی مراد پر دوسری نقیض کو مراد لینا اچھا اور مروج طریقہ ہے اھ میں کہتا ہوں، لیکن اس میں شک نہیں کہ ان کے بعض ظن اور وہم اور کسی ادنٰی شُبہ میں مبتلا نہیں وہ تو قطعاً عناد اور تکبر کی بنا پر نفسانی خواہش کے پیروکار ہیں (جس کو قرآن میں ہم نے یوں بیان فرمایا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ خوب جانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں (اور فرمایا) جب انکی پہچان کے مطابق وہ تشریف لائے تو انھوں نے اس کا انکار کر دیا تو

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۳
[2] مدارک التنزیل سورۃ یونس آیۃ وما یتبع اکثرھم الا ظنا کے تحت دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۱۶۳
[3] معالم التنزیل علی ہامش الخازن " " " " " " " " مصطفی البابی مصر ۳/ ۱۸۹
[4] حاشیۃ الشہاب علی البیضاوی " " " " " " " دار صادر بیروت ۵/ ۲۸
[5] القرآن الکریم ۲/ ۱۴۶ و ۶/ ۲۰
[6] " " ۲/ ۸۹

Marfat.com

انفسهم ظلما وعلوا[1]، وقد سلفت الاٰیۃ یعرفون نعمۃ اللّٰہ ثم ینکرونھا۔ نعمۃ اللّٰہ محمد صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم[2] قال ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما۔

کافروں پر اللہ تعالٰی کی لعنت ہے (نیز فرمایا) انھوں نے ان کا انکار کردیا باوجودیکہ دلی طور پر وہ یقین سمجھتے تھے یہ انکار ظلم اور تکبر کی بناء پر کیا۔ پہلے آیہ کریمہ گزری کہ اللہ تعالٰی کی نعمت کو پہچانتے ہیں اور پھر اس کا انکار کرتے ہیں، ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے قول کے مطابق نعمۃ اللہ سے مراد محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں (ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) یا یہ کہ اُن میں سے جو علمِ الٰہی میں ایمان لانے والے ہیں اُن کا استثنار فرمایا جاتا ہے۔

وھو مسلک حسن نفیس ذھب الیہ خاطری بحمد اللّٰہ تعالٰی اول وھلۃ ثم رأیت العلامۃ ابا السعود اشار الیہ فی "ارشاد العقل السلیم" حیث قال تخصیص اکثرھم للتلویح بما سیکون من بعضھم من اتباع الحق والتوبۃ[3]

یہ نفیس اور خوب مسلک ہے، ابتداءً ہی میرا دل اس کی طرف مائل ہُوا، پھر میں نے علامہ ابوالسعود کو "ارشاد العقل السلیم" میں اس کی طرف اشارہ کرتے ہُوئے پایا جہاں انھوں نے فرمایا کہ خصوصیت سے اکثر کفار کا ذکر اس لئے کہ ان میں سے بعض حق کی اتباع اور توبہ کو پالیں گے (ت)

مشرکین کا جہل باللہ تو اُسی کریمہ سے ثابت جس سے اُن کے جاننے پر شبہہ میں استدلال تھا مدعیانِ توحید پر کلام کیجئے جن میں نصارٰی بھی باوصف تثلیث اپنے آپ کو شریک کرتے ہیں اور شرع مطہر نے بھی اُن کے احکام کو احکامِ مشرکین سے جُدا فرمایا۔

فاقول وباللّٰہ التوفیق (پس میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت):

(۱) فلاسفہ کے جھُوٹے خدا فلاسفہ ایسے کو خدا کہتے ہیں جو صرف ایک عقل اول کا خالق ہے، دوسری چیز بنا ہی نہیں سکتا، تمام جزئیاتِ عالم سے جاہل ہے

---

[1] القرآن الکریم ۲۷/ ۱۴

[2] الجامع لاحکام القرآن بحوالہ السدی دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۰/ ۱۶۱

[3] ارشاد العقل السلیم سورۂ یونس آیۃ وما یتبع اکثرھم الا ظنا دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۴۵

Marfat.com

اپنے افعال میں مختار نہیں، اجسام کو معدوم کر کے پھر نہیں بنا سکتا، ولہذا حشر اجساد کے منکر ہیں، آسمان اس نے نہ بنائے بلکہ عقلوں نے، اور ایسے مضبوط گھڑے کہ فلسفی خدا اُنھیں شق نہیں کر سکتا، ولہذا قیامت کے منکر ہیں وغیرہ وغیرہ خرافاتِ ملعونہ، کیا انھوں نے خدا کو جانا، حاشَ للہ سبحٰن ربّ العرش عما یصفون۔

(۲) آریہ کے جھوٹے خدا آریہ ایسے کو ایشر کہتے ہیں جس کے برابر کے ہم عمر دو واجب الوجود اور ہیں روح و مادہ۔ ایشر نہ ان کا خالق نہ ان کا مالک اور ناحق ناروا انھیں دبا بیٹھا ان پر ظالمانہ حکم چلا رہا ہے۔ ایسے کو جس کا اصلاً کوئی ثبوت ہی نہیں آریہ نے زبردستی مان رکھا ہے۔ جب رُوح و مادّہ بے کسی کے بنائے آپ ہی ازل سے موجود ہیں تو کیا آپ ہی اپنا میل نہیں کر سکتے تو جونون کے بننے میں بھی اُس کے وجود پر دلیل نہیں، رہا جونون کا بدلنا وہ کرم کے ہاتھ ہے ایشور کی کیا حاجت اور اُس کے ہونے پر کیا دلیل، ایسے کو جو[1] مان رکھتا ہے اور وہ اس کی جان کی حفاظت کرتی ہے تو باپ بھی ضرور ہوگا کہ خود آریہ ولادتِ مسیح علیہ الصّلوٰۃ والسلام پر کہتے ہیں کہ بے باپ ولادت نرا مضحکہ ہے، جب ایشور کے ہوتے ہوئے بے باپ ولادت نہیں ہو سکتی تو جب ایشور بھی نہ تھے اُن کی ماتا آپ سے آپ کیسے گربھ کر لاتی۔ اور خاکی انڈا ہو بھی تو گندا۔ ایسے کو جو بستر[2] پر بیمار پڑا اور اپنی ماں کو دوا کے لئے پکار رہا ہے وید آتے اور اس کا تنگ حال دیکھ کر سخت کڑھتے اور سر ہلاتے ہیں، ایسے کو جس سے زیادہ علم و عقل والے موجود ہیں یہ اپنی بیماری میں جن کی دوہائی دیتا اور چیخ رہا ہے کہ او سیکڑوں طرح کے عقل و علم والو! تمھاری ہزاروں بوٹیاں[3] ہیں اُن سے میرے شریر کو نروگ کرو، اے اماں جان! تو بھی ایسا ہی کر، ایسے کو جو گونگا ہے اصلاً بول نہیں سکتا (اور یہ دوا کے لئے دوہائی تہائی کون مچا رہا تھا) بات تو یُوں نہیں کرتا کہ انسان کی مشابہت نہ پیدا ہو مگر وید اتارنے کے لئے رشیوں کو بینڈ باجے کی طرح بجاتا اور کٹھ پتلیوں کی مانند نچاتا ہے فضیلت انسانی میں مشابہت گوارا نہ ہُوئی اور بجانے نچانے کے رذیل

---

[1] دیکھو یجر وید ۱۲

[2] یجر وید ادھیا ۱۲ و ۱۴

[3] یہ سمجھ میں آنے کی بات نہیں کہ بوٹی بواؤ معروف اور ان کے پاس ہو ایشر جی کے پاس نہ ہو، دیکھنا کہیں یہ بوٹی بواؤ مجہول تو نہیں، یہ ضرور ایشر جی کے یہاں کہاں کہ ان کے ہوم کرنے والے ماس سے بہت برا مانتے ہیں عجب نہیں کہ بیماری میں طاقت آنے کے لئے مسلمانوں سے گوشت کی بوٹیاں مانگتے ہوں ۱۲ اعجب العقاب تصنیف مولوی نواب مرزا صاحب قادری برکاتی رضوی۔

Marfat.com

کاموں میں شرکت کی ع

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست
(ہر شخص کی فکر اس کی ہمت بھر ہوتی ہے۔ ت)

اس بجنے ناچنے میں جو کچھ رشیوں کے سُر بولے وہ اس کی الہامی کتاب وید ہے، ایسے کو جس نے نیوگ جیسی بیحیائی کو ذریعہ نجات کیا ہے[1] ایسے کو جس کے ہزار سر ہیں دو مُوہنے سانپ سے پانسو حصے سوا ہزار آنکھ ہیں ہر سر میں ایک ہر منہ سے کانا، یا بعض چہروں میں کئی کئی باقی چہروں سے اندھا ہزار پاؤں ہیں کنکھجورا تو نہیں جسے ہزار پا کہتے ہیں۔ ایسے کو جو زمین پر ہر جگہ ہے اُلٹا سیدھا، نٹ کی کلا کو بھی مات کیا اور کلام حرام کہ انسان سے مشابہت نہ ہو پھر جگہ پاخانہ بھی ہے سیدھا ہوتا تو پاؤں ہی بھرتے اُلٹا بھی ہے تو سر بھی سنا تب بھی دس انگل کے فاصلے پر ہر آدمی کے آگے بیٹھا ہے تو ہر جگہ کب ہُوا پھر دو آدمی آمنے سامنے دس انگل کے فاصلے سے ہوں تو ان میں ہر ایک ایشور کا جگہ میں شریک ہُوا اور دو انگل کے فاصلے پر ہوں تو ایشور آٹھ آٹھ انگل ہر ایک کے پیٹ میں گھسا ٹھہرا۔ ایسے کہ جو سروبیاپک ہے ہر چیز میں حلول کئے ہوئے ہے ہر مادہ کی فرج ہر شخص کی مقعد ہر پاخانے کی ڈھیری میں نجاست کا کیڑا بھی اتنا گھناؤنا تو نہیں ہوتا۔ پھر یہ سب جگہ رما ہُوا ایک ہی ایشور ہے یا ہر جگہ نیا، برتقدیر دوم ایشوروں کی گنتی تمام مخلوقات کے شمار سے بڑھ نہ گئی تو برابر ضرور رہی اسی پر توحید کا دم بھرتے ہیں، برتقدیر اول ایشور کے سنکھوں مہا سنکھوں ٹکڑے ہُوئے کہ ذرّے ذرّے بھر جگہ میں اس کا نیا ٹکڑا ہے تو ایشور مرکب ہُوا اور ہر مرکب محتاج ہے کہ جب تک اس کے سب اجزا اکٹھے نہ ہوں نہیں ہوسکتا، تو ایشور محتاج ہوا، پھر جب ہر جگہ رما ہوا ہے فرض کرو ایک شخص نے دوسرے کے جُوتا مارا تو یہ فضا جس میں جُوتا چل کر اُس کے بدن تک گیا اس میں بھی ایشور تھا یا نہیں، نہ کیونکر ہوگا وہ سب جگہ ہے اور جب یہاں بھی تھا تو جُوتا آتے ہُوئے دیکھ کر ہٹ گیا یا جُوتا اس کے اندر ہوتا ہُوا گزر گیا ہٹ تو سکتا نہیں ورنہ ہر جگہ کب رہا یہ جگہ خالی ہوجائے گی ضرور جُوتا اُس میں ہو کر گزرا عجب ایشور کے جُوتے سے پھٹ گیا، پھر اُس شخص کے جس حصہ بدن پر جوتا پڑا وہاں بھی ایشور تھا یا نہیں، نہ کیسے ہوگا ورنہ ہر جگہ نہ رہے گا اور جب وہاں بھی تھا تو اب بتاؤ کہ یہ جُوتا کس پر پڑا، کاش نرا اُلٹا ہوتا تو پاؤں پر لگتا، سیدھا بھی ہے تو سر پر پڑا، یہ ہیں آریہ اور اُن کا ایشور، کیا اُنھوں نے خدا کو جانا، حاش للہ سبحٰن رب العرش عما یصفون ○

---

[1] یہاں سے اُن الفاظ تک کہ ہر آدمی کے آگے بیٹھا ہے جس جس عبارت پر خط ہے یہ مضمون یجروید ادھیا ۳۱ منتر اول کا ہے ۱۲۔

Marfat.com

(۳) مجوس کے جھوٹے خدا

ایسے کو خدا کہتے ہیں جس کے برابر کی چوٹ کا دوسرا خالق شیطان ہے، پھر بعض کے نزدیک تو شیطان اُس کا مخلوق ہی نہیں اُسی کی طرح واجب الوجود ہے خود بخود موجود ہے جب تو شیطان اُس کا ہمسر ہونا ظاہر، اور جن کے نزدیک وُہ بھی اسی سے پیدا ہوا وہ اور سخت اعجوبہ ہے یزدان سے کوئی جزئی شر تو اس لئے نہ بن سکا کہ وہ خیر محض ہے اُس سے شر کیونکر پیدا ہو، مگر اہرمن کی ہر شر کی جڑ اور کلی شر ہے اس سے پیدا ہوگیا اور جب سب شر اہرمن سے پیدا ہیں اور اہرمن یزدان سے تو جملہ شرور کا ٹھیکا یزدان ہی کے ماتھے رہا، ایسے کو جسے بیٹھے بٹھائے ایک دن فکر ہوئی کہ اگر کوئی میرا مخالف ہو تو کیسا ہو اس خیال فاسد سے ایک دُھواں اُٹھا جو شیطان بنا اور اس نے قوت پکڑی یہاں تک کہ لشکر جوڑ کر یزدان کے مقابل ہوا مجوس کا یزدان اُس کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر بھاگا اور جنت میں قلعہ بند ہوا، اہرمن تین ہزار برس جنت کا محاصرہ کئے رہا، یزدان اُس کا کچھ نہ بگاڑ سکا، آخر فرشتوں نے بیچ بچاؤ کر کے تصفیہ کرا دیا کہ سات ہزار برس دنیا میں شیطان سلطنت کرے پھر ملک یزدان کو سونپ دے مجوس کا یزدان طول محاصرہ سے عاجز آچکا تھا جبراً وقہراً قبول کیا اور اب اس سے دعا نقول کی کہ وُہ دنیا کی سلطنت سے معزول، ایسے کو جس نے بیٹے کے لئے ماں باپ کے لئے بیٹی جیسی بیٹیاں حلال کی ہیں، کیا انھوں نے خدا کو جانا حاش للہ سبحٰن رب العرش عما یصفون ٥

(۴) یہود کے جھوٹے خدا

یہود ایسے کو خدا کہتے ہیں جو آسمان و زمین بنا کر اتنا تھکا کہ عرش پر جا کر پاؤں پر پاؤں رکھ کر چت لیٹ گیا، ایسے کو جو اُن میں بعض کے نزدیک عزیر کا باپ ہے، ایسے کو جو ایک حکم دے کر اس کا پابند ہو جاتا ہے زمانہ و مصالح کتنے ہی بدلیں اس کے بدلے دوسرا حکم نہیں بھیج سکتا و لہذا نسخ کے منکر ہیں اور شریعت موسوی کو ابدی کہتے اور اس صریح کذب کا افترا اپنے معبود کے سر دھرتے ہیں، ایسے کو جس نے آپ ہی قوم نوح پر طوفان بھیجا پھر اپنی اس حرکت پر ایسا نادم ہوا اتنا رویا کہ آنکھیں دُکھ آئیں نسخ تو پچھتانا ٹھہر کر محال حالانکہ اُسے پچھتانے سے کوئی تعلق نہیں، رات کو دن کرتا ہے پھر دن کو رات کر دیتا ہے، کوئی مجنون ہی اسے پچھتانا کہے گا جب احکام تکوینیہ میں یہ ہے احکام تشریعیہ میں کون مانع ہے، خیر وُہ تو پچھتانے کے خوف سے نہ بدل سکے مگر آدم کو بنا کر پچھتایا اور طوفان بھیج کر تو پچھتانے کا وُہ طوفان آیا جس نے رُلا رُلا کر آنکھوں کا یہ دن کر دکھایا، ایسے کو جس نے یہودی کے لئے اسکی سگی بہن حلال کی اور توراۃ میں اسکی حرمت غلط لکھ دی اس لئے کہ شریعت آدم میں یقیناً حلت تھی اب حرام کرے تو منسوخی حکم سے پچھتانا ٹھہرے ایسے کو جس نے خلیل و سمٰعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کی دعا قبول کی اور ان سے کہا کہ میں نے سمٰعیل و اولاد سمٰعیل کو برکت دی اور تمام خیر و خوبی اُن میں رکھی عنقریب تمام اُمتوں پر اُنھیں غالب کروں گا اور اُن میں اُنھیں میں سے اپنا رسول اپنے کلام کے ساتھ بھیجوں گا، پھر کیا کچھ نہیں بلکہ ان کا عکس کیا جیسا یہود بکتے ہیں۔ ایسے کو کہ نہ توریت اُس کی کتاب

Marfat.com

نہ موسیٰ سے اُس کا کلام یہ سارے کرشمے ایک فرشتے کے ہیں۔ کیا انھوں نے خدا کو جانا، حاشَ للہ سبحٰن رب العرش عما یصفون ۝

(۵) نصاریٰ کے جھوٹے خدا

نصاریٰ ایسے کو خدا کہتے ہیں جو مسیح کا باپ ہے اور مزہ یہ کہ اُس کے بھائیوں[1] کا بھی باپ ہے۔ اُس[2] کے شاگردوں کا باپ ہے، اُس[3] کے چھوٹے جھنڈ کا باپ ہے، ہر عیسائی[4] کا باپ ہے، پھر[5] ہر مصلح کا باپ ہے، خود[6] آدمیوں کے باپ آدم کا باپ ہے، تو ہر بشر کا باپ ہے یہاں تک کہ حکم[7] ہے کہ زمین پر کسی کو اپنا باپ مت کہو کیونکہ تمھارا ایک ہی باپ ہے جو آسمان پر ہے، یہ کچھ تونات پودھ پھیلی ہوئی ہے اور پھر اکیلا مسیح اُس کا اکلوتا، ایسے کو جو اپنے اکلوتے کو سُولی سے نہ بچا سکا، ایسے کو کہ جب اس کا بیگناہ اکلوتا یہاں کی مصیبت جھیل کر ہاں ہاں عیسائیوں کا خدا مخلوق کے مارے سے دم گنوا کر باپ کے پاس گیا اُس نے اکلوتے کی یہ عزت کی اُس کی مظلومی و بیگناہی کی یہ داد دی کہ اُسے[8] دوزخ میں جھونک دیا اوروں کے بدلے اسے تین دن جہنم میں بھونا، ایسے کو جو[9] روٹی اور گوشت کھاتا ہے اور سفر سے آکر اپنے پاؤں دُھلوا کر درخت کے نیچے آرام کرتا ہے درخت اونچا اور وہ نیچا ہے ایسے کو جو فقط زندوں[10] کا خدا ہے مُردوں کا نہیں جو جو مرتے جاتے ہیں اُس کی خدائی سے نکلتے جاتے ہیں۔ ایسے کو جو اپنے ایک بندے[11] سے رات کو صبح ہونے تک کشتی لڑا اور اُسے گرا نہ سکا جب دیکھا کہ میں اس پر غالب نہیں آتا اُس کے پاؤں کی نس چڑھا کر کمزور کیا، ایسے کو جس کا بیٹا[12] اُسے جلال بخشتا ہے آریوں کے الیشور کی تو ماں اس کی جان کی حفاظت کرتی تھی عیسائیوں کے خدا کا بیٹا اُسے عزت بخشتا ہے کیوں نہ ہو سپوت ایسے ہی ہوتے ہیں اس پر پھر اسے بے خطا جہنم میں جھونکنا کیسی محسن کشی نا انصافی ہے۔ ایسے کو جو یقیناً[13] دغاباز ہے پچتاتا[14] بھی ہے

ع۱ انجیل یوحنا باب ۲۰ درس ۱۷

ع۲ انجیل متی باب ۵ درس ۴۵ و ۴۸ و باب ۶ درس ۲ و ۴ و ۱۵ و ۱۸ و ۲۶ و ۳۲ و باب ۷ درس ۱۱ - و انجیل لوقا باب ۱۱ درس ۲ و باب ۱۲ درس ۳۰ -

ع۳ انجیل لوقا باب ۱۲ درس ۳۲ -

ع۴ پولس کا خط گلیتیوں کو باب ۳ درس ۲۶

ع۵ انجیل متی باب ۵ درس ۹ -

ع۶ انجیل لوقا باب ۳ درس ۳۸

ع۷ انجیل متی باب ۲۳ درس ۹ -

ع۸ مسئلہ کفارہ ۱۲

ع۹ پیدائش باب ۱۸ درس ۴ تا ۸ -

ع۱۰ انجیل متی باب ۲۲ درس ۳۲

ع۱۱ موسیٰ کی پہلی کتاب باب ۳۲ درس ۲۵ و ۲۴

ع۱۲ انجیل یوحنا باب ۱۷ درس اول

ع۱۳ کتاب یرمیاہ نبی باب ۴ درس ۱۰

ع۱۴ کتاب یرمیاہ باب ۱۵ درس ۶

Marfat.com

تھک جاتا بھی ہے، ایسے کو جس کی دو جورویں ہیں دونوں پکی زناکار حد بھر کی فاحشہ، ایسے کو جس کے لئے زنا کی کمائی فاحشہ کی خرچی کمال مقدس پاک کمائی ہے، ایسے کو جس نے باندی غلام بنانا جائز رکھ کر نصاریٰ کے دھرم میں حد درجے کی ناپاک ظالمانہ وحشیانہ حرکت کی، اور پھر خالی کام خدمت ہی کے لئے نہیں بلکہ موسیٰ کو حکم دیا کہ مخالفوں کی عورتیں پکڑ کر حرم بناؤ اُن سے ہم بستری کرو، ایسے کو جس کی شریعت محض باطل ہے اُس سے راستبازی نہیں آتی اُسے ایمان سے کچھ علاقہ نہیں جو اس کی شریعت پر عمل کرے ملعون ہے بلکہ اس کا اکلوتا بیٹا خود ہی ملعون ہے پھر بھی ایسی لعنتی شریعت پر عمل کا حکم دیتا بندوں سے اس کا التزام مانگتا اُسکے ترک پر عذاب کرتا ہے، ایسے کو جو اتنا جاہل کہ نہایت سیدھا سا حساب نہ کر سکا بیٹے کو باپ سے عمر میں بڑا بتایا گیا، ایسے کو جو اتنا بھلکڑ کہ اپنے اکلوتے کے باپوں کی صحیح گنتی نہ گنا سکا کہیں داؤد تک اس کے ستائیس باپ کہیں پندرہ بڑھا کر بیالیس باپ وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ، کیا انھوں نے خدا کو جانا۔ حاش للّٰہ سبحٰن رب العرش عما یصفون ۝

(۶) نیچریوں کے جھوٹے خدا نیچری ایسے کو خدا کہتا ہے جو نیچر کی زنجیروں میں جکڑا ہے اس کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا اور نیچر بھی اُتنا جو نیچری کی سمجھ میں آئے جو اس کی ناقص عقل سے ورا ہے معجزہ ہو یا قدرت سب باد رہوا ہے، ایسے کو جس نے (خاک بدہن ملعونان) جھوٹا دین اسلام بھیجا کہ اس میں باندی غلام حلال کیا (اگرچہ پیر نیچر کے نزدیک ابتدا ہی میں) اور وہ دین جس

ع۱ کتاب حزقیل نبی باب ۲۳ ورس ۱ تا ۲۳ — ع۲ کتاب یسعیاہ نبی باب ۲۳ ورس ۱۸

ع۳ خروج باب ۲۱ ورس ۱ و ۴ تا ۶ و پیدائش باب ۱۶ ورس ۱ تا ۶ وغیرہ۔

ع۴ استثنا باب ۷ ورس ۲ و باب ۲۱ ورس ۱۰ و ۱۱ — ع۵ پولس کا خط گلتیون کو باب ۳ ورس ۱۱۔

ع۶ ایضاً ورس ۱۲ — ع۷ ایضاً ورس ۱۰ و ۱۳

ع۸ ایضاً ورس ۱۳ — ع۹ انجیل متی باب ۲۳ ورس ۲۲

ع۱۰ کتاب یرمیاہ باب ۹ ورس ۱۲ تا ۱۶ — ع۱۱ تواریخ کی دوسری کتاب باب ۲۲ ورس ۱ و ۲ مع باب ۲۱ ورس ۲۰

ع۱۲ انجیل لوقا ورس ۲۳ تا ۳۱ مع انجیل متی ورس ۶ تا ۱۷۔

ع۱۳ رسالہ سید احمد خاں پیر نیچر ابطال غلامی صفحہ ۳ ایسی حالت صانع کی مرضی نہیں ہو سکتی صاف عیاں ہے کہ غلامی اس قادر مطلق کی مرضی اور قانون قدرت دونوں کے برخلاف ہے صفحہ ۲۰ غلامی خدا کی مرضی کے مطابق نہیں ہو سکتی کیا پاک پروردگار ہی ناپاک چیز کو انسان کے حق میں جائز کرتا اصلی ظلم اور ٹھیٹ ناانصافی ہے

(باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

میں باندی غلام بنانا حلال ہوا ہو نیچری کے نزدیک خدا کی طرف سے ہرگز نہیں ہوسکتا، ایسے کو جس نے مدتوں
اسلام میں اپنی خلاف مرضی باتیں ناپاک چیزیں، اصلی ظلم، ٹھیٹ ناانصافی روا رکھی۔ ایسی باتیں بہائم
کی حرکتیں کہ ایک لمحہ کے لئے بھی یہ بات مانی نہیں جاسکتی کہ سچا مذہب جو خدا کی طرف سے اترا ہو اُس میں
ایسے امور جائز ہوں۔ ایسے کو جوان سخت ظالموں، ٹھیٹ ناانصافوں جانور سے بدتر وحشیوں کو جن کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

خدا ایسے قصور کا تقصیروار نہیں ہوسکتا صفحہ ۲۴ جو امور لونڈیوں اور قیدی عورتوں کے ساتھ جائز سمجھے جاتے ہیں
کیا از کات بہائم سے کچھ زیادہ رتبہ رکھتے ہیں، کیا وہ کسی مذہب کے سچے اور خدا کے دئے ہوئے دلیل ہوسکتے ہیں۔
حاش وکلا ایک لمحہ کے لئے بھی یہ بات مانی نہیں جاسکتی کہ سچا مذہب جو خدا کی طرف سے اترا ہو اس میں ایسے امور
جائز ہوں، صفحہ ۲۵ یہودی مذہب نے غلامی کے قانون کو جائز سمجھا اور عیسے مسیح نے اس کی نسبت کچھ نہ کہا مگر
محمد صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے جو کچھ کہا اس کو کسی نے نہ سمجھا۔ صفحہ ۲۹ زمانۂ اسلام میں بھی غلامی کی رسم پر
جب تک آیتِ حریت نازل نہ ہوئی کچھ تھوڑا سا عملدرآمد ہوا، اس میں کچھ شک نہیں کہ قبل نزول آیت حریت
جو غلام موجود تھے ان کو اسلام نے دفعۃً آزاد نہ کیا نہ ان کے تعلقات کو توڑا۔ ملخصہ ہو موسوی، عیسوی، محمدی
تینوں دین باطل کردئے، موسوی تو یوں کہ اس نے غلامی کے قانون کو جائز رکھا۔ اور عیسوی یوں کہ عیسی مسیح
نے ایسی شدید بیجا ٹھیٹ ظلم پر کچھ نہ کہا نبی کا کسی بات پر سکوت بھی اسے جائز کرتا ہے۔ اور محمدی یوں کہ مدتوں
میں غلامی کی رسم پر عملدرآمد رہا پھر جب اس مرتبہ کے زعم میں آیت آزادی اتری اس نے اگلے ظلموں کو برقرار
رکھا۔ ان بے حیائیوں کو معدوم نہ کیا۔ سود منع فرمایا جب تو یہ حکم دیا کہ پیسے کا جو باقی رہا ہو وہ بھی چھوڑ دو ورنہ
خدا و رسول سے لڑائی کو تیار ہو جاؤ۔ اور یہاں موجودہ ظلموں بے حیائیوں کو قائم رکھا جائز رکھا [illegible]
[illegible] زعم معدوم میں منع کیا۔ بہر حال تینوں دینوں میں ہمیشہ ایک زمانہ دراز تک رسم غلامی
جائز رہی۔ اور خود کہہ چکا کہ ایک لمحہ کے لئے یہ بات نہیں مانی جاسکتی کہ سچا مذہب جو خدا کی طرف سے اترا ہو
اس میں ایسے امور جائز ہوں۔ لہٰذا صاف صریح کہہ دیا کہ موسوی، عیسوی، محمدی تینوں دین باطل ہوئے
پھر عجب ہے کہ ان کے پیرو اپنے کو مسلمان بلکہ اسلام کا [illegible] بتاتے ہیں کلا و حاشا بلکہ
وہ [illegible] وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون [illegible]
[illegible] عنقریب جانتے ہیں کہ کس کروٹ پر پلٹا کھاتے ہیں [illegible]

---

۱ قرآن کریم ۲/۲۷۸ ۲ قرآن کریم ۲۶/۲۲۷

Marfat.com

چھوٹا بڑا اول سے آج تک اُن ناپاکیوں پر اجماع کئے ہوئے ہے خیر الامم کا خطاب دیتا اور اپنے چُنے ہوئے بندے کہتا ہے۔ ایسے کو جس نے کہا تو یہ کہ روشن آیتیں بھیجتا ہوں تمھیں اندھیریوں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہوں اور کیا یہ کہ جو کہی کہہ مکرنی کہی تمثیلی داستاں پہیلیاں چیستاں لفظ کچھ مراد کچھ جو لغۃً عرفاً کسی طرح اُس کا مفہوم نہ ہو۔ فرشتے، آسمان، جن، شیطان، بہشت، دوزخ، حشر اجساد، معراج، معجزات سب باتیں بتائیں اور بتائیں بھی کیسی ایمانیات ٹھہرائیں اور من میں یہ کہ درحقیقت یہ کچھ نہیں یوہیں طوطا مینا کی سی کہانیاں کہہ سُنائیں وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ۔ کیا انھوں نے خدا کو جانا۔ حاش للہ سبحٰن رب العرش عمّا یصفون ہ

(۷) چکڑالوی کے جھوٹے خدا

چکڑالوی ایسے کو خدا کہتا ہے جس کے رسول کی قدر ایک ڈاکئے سے زیادہ نہیں جس نے اپنے نبی کا اتباع کچھ نہ رکھا ایسے کو جس نے کہا تو یہ کہ میری کتاب میں ہر شئی کا روشن بیان ہے ہر چیز کی پوری تفصیل ہے ہم نے اس میں کوئی بات اٹھا نہ رکھی اور حالت یہ کہ نماز فرض کی اور یہ بھی نہ بتایا کہ کے وقت کی، یہ بھی نہ بتایا کہ ہر وقت میں کے رکعتیں، یہ بھی نہ بتایا کہ اس کے پڑھنے کی ترکیب کیا ہے اس کے ارکان کیا ہیں، اگر رکوع سجود قیام قرأت اُس کے رکن مانے بھی جائیں اگرچہ اس نے کہیں اس کا اظہار نہ کیا، تو ان میں آگے کیا ہو پیچھے کیا اس کے مفسدات کیا کیا ہیں، کیونکر جاتی ہے کیونکر ہوتی ہے سب سے بڑا فرض ایمان اُس میں تو یہ گول مجمل بے سود بیان جس سے کچھ پتا ہی نہ چلے اور دعوے وہ ہے کہ جملہ اشیاء کا روشن بیان، مزہ یہ کہ متواترات کی جڑ کاٹ دی کہ سوا میری کتاب کے کچھ حجت نہیں، اپنی کتاب کیا وہ خود ہمارے ہاتھ میں دے گیا یہ بھی تو ہم کو تواتر ہی سے ملی جب تواتر حجت نہیں یہ بھی حجت نہیں غرض ایمان اسلام سب برباد و ناکام وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ۔ کیا اس نے خدا کو جانا۔ حاش للہ سبحٰن رب العرش عما یصفون ہ

(۸) قادیانی کے جھوٹے خدا

ایسے کو خدا کہتا ہے جس[۱] نے چار سو جھوٹوں کو اپنا نبی کیا اُن سے جھوٹی پیشین گوئیاں کہلوائیں جس نے ایسے[۲] کو ایک عظیم الشان رسول بنایا جس کی نبوت پر اصلاً دلیل نہیں بلکہ اُس کی نفیِ نبوت پر دلائل قائم جو (خاک بدہن ملعونان) ولد الزنا[۳] تھا جس کی تین دادیاں نانیاں زناکار کسبیاں تھیں۔ ایسے کو جس[۴] نے ایک بڑھئی کے

---

[۱] ازالہ ص ۶۲۹
[۲] اعجاز احمدی ص ۱۳
[۳] ضمیمہ انجام آتھم ص ۷
[۴] رسالہ کشتی نوح ص ۱۶ مع نوٹ۔

Marfat.com

بیٹے کو محض جھوٹ کہہ دیا کہ ہم نے بن باپ کے بنایا اور اس پر یہ فخر کی جھوٹی ڈینگ ماری کہ یہ ہماری قدرت کی کیسی کھلی نشانی ہے۔ ایسے کو جس[1] نے ایک بدچلن عیاش کو اپنا نبی کیا جس نے ایک[2] یہودی فتنہ گر کو اپنا رسول کر کے بھیجا جس کے پہلے ہی فتنہ نے دنیا کو تباہ کر دیا۔ ایسے کو جو اسے[3] ایک بار دنیا میں لا کر دوبارہ لانے سے عاجز ہے وہ جس نے ایک[4] شعبدہ باز کی مسمریزم والی مکروہ حرکات قابلِ نفرت حرکات جھوٹی بے ثبات کو اپنی آیات بینات بتایا، ایسے کو جس کی آیات بینات لہو ولعب ہیں اتنی بے اصل کہ عام لوگ ویسے عجائب کر لیتے تھے اور اب بھی کر دکھاتے ہیں بلکہ آجکل کے کرشمے اُن سے زیادہ بے لاگ ہیں اہلِ کمال کو ایسی باتوں سے پرہیز رہا ہے۔ ایسے کو جس نے اپنا[5] سب سے پیارا بروزی خاتم النبیین دوبارہ قادیان میں بھیجا مگر اپنی جھوٹ فریب تمسخر ٹھٹول کی چالوں سے اُس کے ساتھ بھی نہ چوکا اُس سے کہہ دیا کہ تیری جورو کے اس عمل سے بیٹا ہوگا جو انبیاء کا چاند ہوگا بادشاہ اُس کے کپڑوں سے برکت لیں گے، بروزی بیچارہ اس کے دھوکے میں آ کر اُسے اشتہاروں میں چھاپ بیٹھا اسے تو یوں ملک بھر میں جھوٹا بننے کی ذلت و رسوائی اوڑھنے کے لئے یہ جُل دیا اور جھٹ پٹ میں اُلٹی کل پھرا دی بیٹی بنا دی بروزی بیچارہ کو اپنی غلط فہمی کا اقرار چھاپنا پڑا اور اب دوسرے پیٹ کا منتظر رہا ابکی یہ مسخرگی کی کہ بیٹا دے کر امید دلائی اور ڈھائی برس کے بچے ہی کا دم نکال دیا نہ نبیوں کا چاند بننے دیا نہ بادشاہوں کو اُس کے کپڑوں سے برکت لینے دی، غرضکہ اپنے چہیتے بروزی کا جھوٹا کذاب ہونا خوب اُچھالا اور اس پر مزہ یہ کہ عرش[6] پر بیٹھا اُس کی تعریفیں گا رہا ہے، اس پر بھی صبر نہ آیا بروزی کے چلتے وقت کمال بے حیائی کی ذلت و رسوائی تمام ملک میں طشت از بام ہونے کے لئے اُسے یوں چاؤ دلایا کہ اپنی بہن احمدی کی بیٹی محمدی کا پیام دے بروزی بیچارے کے مُنہ میں پانی بھر آیا پیام پر پیام لالچ پر لالچ دھمکی پر دھمکی اُدھر احمدی کے دل میں ڈال دیا کہ ہرگز نہ پسیج، یوں لڑائی ٹھنوا کر اپنے امدادی وعدوں سے بروزی کی امید وار بڑھائی کہ دیکھ احمدی کا باپ اگر دوسری جگہ اس کا

ع۱ ضمیمہ مذکورہ صفحہ ۷

ع۲ مواہب الرحمٰن صفحہ ۷

ع۳ دافع البلاء صفحہ ۱۵

ع۴ ایضاً عبارت مذکورہ

ع۵ ازالہ آخر صفحہ ۱۵۱ تا آخر صفحہ ۱۶۲۔

ع۶ دافع البلاء صفحہ ۲ و صفحہ ۹ وغیرہ۔

ع۷ اعجاز احمدی ص ۶۹

Marfat.com

نکاح کر دے گا تو ڈھائی برس میں وہ مرے گا اور تین برس میں وُہ شوہر، یا بالعکس، بروزی جی تو ہمیشہ اُس کی چالوں
میں آجاتے تھے اسے بھی چھاپ بیٹھے یہاں تک تو وہی جھوٹی پیشین گوئیاں رہتیں جو سدا کی تھیں۔ اب اُس
قادیانی کے ساختہ خدا کو اور شرارت سوجھی جھٹ بروزی کو وحی پھنٹا دی کہ "نہ وجنا کہا محمدی سے ہم نے تیرا نکاح
کر دیا۔ اب کیا تھا بروزی جی ایمان لے آئے کہ اب محمدی کہاں جا سکتی ہے یوں جُل دے کر بروزی کے منہ سے
اُسے اپنی منکوحہ چھپوا دیا تاکہ وُہ حد بھر کی ذلت جو ایک چمار بھی گوارا نہ کرے کہ اُس کی جورو اور اُس کے جیتے جی دوسر
کی بغل میں یہ مرتے وقت بروزی کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکا ہو، اور رہتی دنیا تک بیچارے کی فضیحت و خواری و
بے عزتی و کذابی کا ملک میں ڈنکا ہو ادھر تو عابد و معبود کی یہ وحی بازی ہوئی اُدھر سلطان محمد آیا اور نہ عابد کی
چلنے دی نہ معبود کی بروزی جی کی آسمانی جورو سے بیاہ کر ساتھ لے یہ جا وُہ جا چلتا بنا ڈھائی تین برس پر موت دینے
کا وعدہ تھا وہ بھی جھوٹا گیا اُلٹے بروزی جی زمین کے نیچے چل بسے وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ۔ یہ ہے قادیانی اور
اُس کا ساختہ خدا۔ کیا وُہ خدا کو جانتا تھا یا اب اس کے پیرو جانتے ہیں حاش للہ سبحٰن رب العرش
عما یصفون ○

(۹) رافضیوں کے جھوٹے خدا

ایسے کو خدا کہتا ہے جو حکم کر کے پچھتاتا ہے جو مصلحت سے جاہل رہ کر ایک حکم کرتا ہے جب مصلحت کا علم آیا اُسے بدل دیتا ہے،
اس سے تو یہودی خدا غنیمت تھا کہ پچھتانے کے عیب سے بچنے کو نسخ تک نہ کر سکا، ایسے کو جو وعدے کا جھوٹا یا
بندوں سے عاجز ہے کہ اپنا کلام اتارا اور اُس کی حفاظت کا ذمہ دار بنا مگر عثمان غنی وغیرہ صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم
و اہلسنت نے اس کی آیتیں اُلٹ پلٹ کر دیں سورتوں کی سورتیں کتر لیں اور وُہ یا تو وعدہ خلافی سے چپکا دیکھا کیا
اور کچھ نہ کہا یا گھٹانے والوں کے آگے کچھ نہ چل سکی دُم سادھ گیا۔ ایسے کو جس نے کہا تو یہ کہ میں یہ دین سب پر
غالب کرتا ہوں اور کیا یہ کہ خود ہی اُسے ملیامیٹ کر دیا اپنی کتاب ہی کا آپ ہی تھل بیڑا نہ رکھا فاسقوں کی روایت
بے تحقیق ماننے سے منع کیا اور اپنی کتاب کی روایت کا سلسلہ (خاک بدہن ملعونان) کافروں سے رکھا اور
کافر بھی وُہ جن کا ایک گروہ ایک جتھا خیانت میں طاق اور عداوت اہلبیت میں تحریف و اخفائے آیات پر سب کا
اتفاق، کیا معلوم کہ اُنھوں نے کتنا بدلا، کیا کچھ چھپایا، آیتوں کی ترتیب بدل کر کہاں کا حکم کہاں لگایا، ایسے کو
جو بندوں سے عاجز تر ہے وہ بندے سے نیکی چاہے اور بندہ بدی چاہے تو بندہ ہی کا چاہا ہوتا ہے اُس
کی ایک نہیں چلتی۔ ایسے کو کہ ہر چمار ہر کافر ہر کتا ہر سوئر خالقیت میں اُس کا شریک ہے وہ اعیان گھڑتا ہے یہ اپنی

؎۱ فتوائے مجتہد لکھنؤ مجموعہ تکملہ ردّ روافض ۱۷۔

Marfat.com

قدرت سے اپنے افعال اور پھر اس پر یہ دعویٰ کہ ہے میرے سوا کوئی خالق۔ ایسے کو جس نے بہتیرا چاہا کہ میرے نائب کے بعد میرا شیر مسند پر بیٹھے مگر امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک نہ چلنے دی، آیت[1] اتاری وہ کتر لی اور سب نے اُس کے کترنے پر اتفاق کیا آج تک ویسی ہی کتری ہوئی چلی آتی ہے اس کے رسول نے تمام صحابہ کے مجمع میں اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ کر دکھایا اور عمامہ باندھ کر اپنا ولیعہد بنایا مگر رسول کی آنکھیں بند ہوتے ہی بالاتفاق تمام صحابہ نے وہ عہد و پیمان پاؤں کے نیچے مل ڈالا اور نکھٹو کر کے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسند نشین کر دیا اور شیر مُنہ دیکھتا رہ گیا نہ اُس کی چلی نہ رافضی صاحبوں کے ساختہ خدا کی۔ ایسوں کے ہاتھ میں قرآن رکھا اچھا حفاظت کا وعدہ نباہا۔ ایسا بے اعتبار قرآن شائع کیا اچھا دین کو غلبہ دیا اپنے نبی کی صحبت اور اُس کے دین کی روایت کو چھانٹ چھانٹ کر ایسے چنے لطف و عدل و اصلح کا واجب خوب ادا کیا، ایسے کو جس کا شیر اور شیہ بھی کیسا غالب شیر ہمیشہ دشمنوں کا مطیع و فرمانبردار رہا (خاک بدہن ملعونان) کافروں کے پیچھے نماز پڑھا کیا، کافروں کے جھنڈے کے نیچے لڑا کیا، بزدلی سے دو رویہ و منافق ہو کر دشمنوں کی بڑی بڑی تعریفیں گاتا رہا، اہلبیت رسالت پر کرتے کرتے گھنونے گھنونے ظلم دیکھتا اور ڈر کے مارے دم نہ مارتا بلکہ اپنی مدح و ستائش سے اور مدد کرتا یہاں تک کہ کافر لوگ اُس کی سگی بیٹی چھین کر لے گئے اور بی بی بنایا اور وہ تیوری پر میل نہ لایا، ویسا ہی اُن کا خادم و ہمدم بنا رہا، اور وہ کیا کرے رافضی دھرم میں رسول ہی کو یہ توفیق تھی کہ بیٹیاں لے تو کافروں منافقوں سے اور بیٹیاں دے تو کافروں منافقوں کو، اور اپنا یار و انیس و وزیر و جلیس بنائے تو کافروں منافقوں کو، اور وہ بھی کیا کرے روافض کا خدا ہی اُن ظالموں کافروں کے بڑے بڑے مناقب اپنے کلام میں اتارتا رہا، جسے لاکھ کے مجمع میں مقبول تو فقط چار چھ، باقی سب دشمن اور وہ اُس بھری جماعت میں بلاتعیین عام صیغوں سے عام وصفوں سے مہاجرین و انصار و صحابہ کہہ کر تعریفیں کرتا بندوں کو دھوکے دیتا دوٹوک بات نہ کہنی تھی نہ کہہ سکا، ایسے کو جس نے اُن موجود حاضروں میں اپنے نیک بندوں کو مخاطب کر کے وعدہ دیا کہ ضرور ضرور تمھیں اس زمین کی خلافت دوں گا اور تمھارا دین تمھارے لئے جما دوں گا اور تمھارا خوف امن سے بدل دوں گا کاش وہ کسی کے لئے ان میں سے کچھ نہ کرتا تو نرا وعدہ خلاف ہی رہتا۔ نہیں اُس نے کی اور اُلٹی کی اپنے نیک بندوں کے بدلے (خاک بدہن ملعونان) کافروں کو زمین عرب کی خلافت دی اور اُنھیں کا دین خوب جما دیا اور انھیں کے خوف کو امن سے بدل دیا۔ رہے

---

[1] یا ایہا النبی بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا ولی المؤمنین قرآن عظیم میں اتنا ٹکڑا روافض زیادہ مانتے ہیں اور یہ کہ صحابہ نے اسے گھٹا دیا ۱۲۔

Marfat.com

چار چھ نیک بندے بےبس بیچارے ترساں ہراساں خوف کے مارے انھوں نے ان کی خدمتگاری فرمانبرداری کرتے دن گزارے جس نے روشن کردیا کہ کافر ہی اُس کے نیک بندے ہیں تو وعدہ خلاف دغاباز حق کا چھپانے والا باطل کا چمکانے والا بندوں کو دھوکے دے کر اُلٹی سمجھانے والا سب کچھ ہُوا، ایسے کو جو خود مختار نہیں بلکہ اُس پر واجب ہے کہ یہ کرے اور یہ نہ کرے اور مزہ یہ کہ اس پر واجب تھا بندوں کے حق میں بہتر کرنا یہ بندوں کے حق میں بہتر تھا کہ اُن کی ہدایت کو جو کتاب اُتری ظالموں کے پنجے میں رکھی جائے کہ وہ اسے کتریں بدلیں اور اصل ہدایت پہاڑ کی کھوہ میں چھپادی جائے جس کی وُہ ہوا نہ پائیں، یہ بندوں کے حق میں اصلح تھا کہ اعدا غالب محبوب مغلوب، باطل غالب حق مغلوب، اچھا واجب ادا کیا وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ، یہ ہے رافضیوں کا خدا، کیا خدا ایسا ہوتا ہے تعالیٰ اللہ کیا وہ خدا کو جانتے ہیں، حاش للہ سبحٰن رب العرش عما یصفون ○

(۱۰) وہابیوں کے جھوٹے خدا

وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے جسے[عل] مکان، زمان، جہت، ماہیت، ترکیب عقلی سے پاک کہنا بدعت حقیقیہ کے قبیل سے اور صریح کفروں کے ساتھ گننے کے قابل ہے جس کا سچا ہونا کچھ ضرور نہیں جھوٹا بھی ہوسکتا ہے، ایسے کہ جس[ع۲] کی بات پر اعتبار نہیں نہ اُس کی کتاب قابلِ استناد نہ اُس کا دین لائق اعتماد، ایسے کو جس[ع۳] میں ہر عیب ونقص کی گنجائش ہے جو اپنی مشیخت بنی رکھنے کو قصداً عیبی بننے سے بچتا ہے چاہے تو ہر گندگی میں آلودہ ہوجائے، ایسے کو جس[ع۴] کا علم حاصل کئے حاصل ہوتا ہے اس کا علم اس کے اختیار میں ہے چاہے تو جاہل رہے، ایسے کو جس[ع۵] کا بہکنا، بھولنا، سونا، اونگھنا، غافل رہنا، ظالم ہونا حتی کہ مرجانا سب کچھ ممکن ہے کھانا، پینا، پیشاب کرنا، پاخانہ پھرنا، ناچنا، تھرکنا، نٹ کی طرح کلا کھیلنا، عورتوں سے جماع کرنا، لواطت جیسی خبیث بیحیائی کا مرتکب ہونا حتی کہ مخنث کی طرح خود مفعول بننا، کوئی خباثت کوئی فضیحت اُس کی شان[ع۶]

عل ایضاح الحق اسمٰعیل دہلوی مطبع فاروقی ۱۲۹۷ھ دہلی مع ترجمہ صفحہ ۳۵ و ۳۶۔

ع۲ دیکھو سبحٰن السبوح تنزیہ دوم دلیل دوم۔

ع۳ رسالہ یکروزی اسمٰعیل دہلوی ص ۱۴۵۔

ع۴ تقویۃ الایمان اسمٰعیل دہلوی مطبع فاروقی دہلی ۱۲۹۳ھ ص ۲۰۔

ع۵ دیکھو یکروزی ص ۱۴۵ مع کوکبۂ شہابیہ ۱۵ و سبحٰن السبوح طبع بار سوم ص ۶۴ تا ۶۷ و دامان باغ سبحٰن السبوح ص ۱۵۴ تا ۱۵۶ و پیکان جانگداز ص ۱۶۱ وغیرہ۔

ع۶ یکروزی مردود مع مذکورہ ردود۔

Marfat.com

کے خلاف نہیں، وُہ کھانے کا مُنہ اور بھرنے کا پیٹ اور مردی اور زنی کی دونوں علامتیں بالفعل رکھتا ہے[1] صمد نہیں جوف دار کھگل ہے سبوح قدوس نہیں خنثیٰ مشکل ہے یا کم از کم اپنے آپ کو ایسا بنا سکتا ہے اور یہی نہیں بلکہ اپنے آپ کو جلا بھی سکتا ہے ڈبو بھی سکتا ہے زہر کھا کر یا اپنا گلا گھونٹ کر بندوق مار کر خودکشی بھی کر سکتا ہے[2] اُس کے ماں باپ جورو بیٹا سب[3] ممکن ہیں بلکہ ماں باپ ہی سے پیدا ہوا ہے[4] ربڑ کی طرح پھیلتا سمٹتا ہے برھما کی طرح چو مکھا[5] ہے، ایسے کو جس کا کلام فنا ہو سکتا ہے جو بندوں کے خوف کے باعث جھوٹ[6] سے بچتا ہے کہ کہیں وُہ مجھے جھوٹا نہ سمجھ لیں، بندوں سے پُرا چھپا کر پیٹ بھر کر جھوٹ بک سکتا ہے، ایسے کو جس کی خبر کچھ[9] ہے اور علم کچھ، خبر سچی ہے تو علم جھوٹا، علم سچا ہے تو خبر جھوٹی۔ ایسے کو جو سزا[10] دینے پر مجبور ہے نہ دے تو بے غیرت ہے، معاف کرنا چاہے تو حیلے ڈھونڈھتا ہے، خلق کی آڑ لیتا ہے، ایسے کو جس کی خدائی کی اتنی حقیقت کہ جو شخص ایک پیڑ کے پتے گن دے اُس کا شریک ہو جائے جس نے اپنا سب سے بڑھ کر

عہ[1] دیکھو مضمون محمود حسن دیوبندی مطبوع پرچہ نظام الملک ۲۵ اگست ۸۹ء مع رسالہ الہیبۃ الجباریہ علی جہالۃ الاخباریہ و پیکان جانگداز وغیرہ۔

عہ[2] یکروزی مردود مع مذکورہ ردود۔

عہ[3] ایضاً یکروزی و مضمون محمود حسن دیوبندی مع سبحٰن السبوح صفحہ ۴۷ و ۴۸ و ۶۶ و دامان باغ صفحہ ۱۵۸ وغیرہا، اور جورو بیٹے کا امکان ایک دیوبندی اپنے رسالہ ادلہ واہیہ صفحہ ۱۴۲ میں صراحۃً مان گیا دیکھو پیکان جانگداز صفحہ ۱۷۶۔

عہ[4] یکروزی و مضمون محمود حسن دیوبندی مع دامان باغ سبحٰن السبوح ص ۱۵۷۔

عہ[5] یکروزی و محمود حسن مع پیکان جانگداز ص ۱۷۵۔

عہ[6] یکروزی و محمود حسن مع پیکان جانگداز ۱۷۶۔

عہ[7] یکروزی مع سبحٰن السبوح ص ۸۳۔

عہ[8] ایضاً ص ۸۲

عہ[9] رسالہ تقدیس دیوبندی ص ۳۶۔

عہ[10] یہاں سے شروع بیان دیوبندیاں تک سب اقوال تقویۃ الایمان اسمٰعیل دہلوی کے ہیں جو بارہا دکھا کر رد کر دئے گئے ۱۲

Marfat.com

مقرب ایسوں کو بنایا جو اس کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہیں جو چوڑھوں چماروں سے لائق تمثیل ہیں، ایسے کو جس نے اپنے کلام میں خود شرک بولے اور جا بجا بندوں کو شرک کا حکم دیا۔ قرآن عظیم تو فرمائے اغنٰھم اللہ ورسولہ من فضلہ [1] انھیں اللہ و رسول نے اپنے فضل سے دولتمند کر دیا اور مسلمانوں کو اس کہنے کی ترغیب دے کہ حسبنا اللہ سیؤتینا اللہ من فضلہ ورسولہ [2] ہمیں اللہ کافی ہے اب دیتے ہیں اللہ و رسول ہمیں اپنے فضل سے۔ اور وہابیہ کا خدا اسمٰعیل دہلوی کے کان میں پھونک جائے کہ ایسا کہنے والا مشرک ہے قرآن عظیم تو جبریل امین کو بیٹا دینے والا فرمائے کہ اُنھوں نے حضرت مریم سے کہا: انما انا رسول ربك لاھب لك غلٰما زکیا ○ [3] میں تو تیرے رب کا رسول ہوں اس لئے کہ میں تجھے ستھرا بیٹا دوں۔ یعنی مسیح علیہ الصلوٰۃ و التسلیم رسول بخش ہیں اور وہابیہ کا خدا اُن کے کان میں ڈال جائے کہ رسول بخش کہنا شرک ہے۔ قرآن عظیم تو اس گستاخ پر جس نے کہا تھا رسول غیب کیا جانے حکم کفر فرمائے کہ:

لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم [4] بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد۔

اور وہابیہ کا خدا اسمٰعیل دہلوی کو یہی ایمان سُجھائے کہ رسول غیب کیا جانے اور وہ بھی اس تصریح کے ساتھ کہ اللہ کے دیئے سے مانے جب بھی شرک ہے۔ اب کہئے اگر رسول کو غیب کی خبر مانے تو وہابی خدا کے حکم سے مشرک، نہ مانے تو قرآن عظیم کے حکم سے کافر، پھر مفر کدھر، یہی ماننے بنے گی کہ یہ مسلمانوں کے خدا کے احکام ہیں جس نے قرآن کریم محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر اتارا اور وہ وہابیہ کے خدا کے جس نے تقویۃ الایمان اسمٰعیل دہلوی اتاری، ہاں وہابیہ کا خدا وہ ہے جس کے سب سے اعلیٰ رسول کی شان اتنی ہے جیسے قوم کا چودھری یا گاؤں کا پدھان جس نے حکم دیا ہے کہ رسولوں کو ہرگز نہ ماننا رسولوں کا ماننا نرا خبط ہے وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ۔ یہ ہے وہابیوں کا خدا، کیا خدا ایسا ہوتا ہے لا الٰہ الا اللہ کیا وُہ خدا کو جانتے ہیں، حاشا للہ سبحٰن رب العرش عما یصفون ○

(۱۱) دیوبندیوں کے جھوٹے خدا

دیوبندی ایسے کو خدا کہتے ہیں جو وہابیہ کا خدا ہے جس کا بیان ابھی گزر چکا ہے اور اتنے وصف اور رکھتا ہے کہ

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۷۴

[2] " " ۹/ ۵۹

[3] " " ۱۹/ ۱۹

[4] " " ۹/ ۶۶

Marfat.com

علم ذاتی میں اس کی توحید یقینی' دوسرے کو اپنی ذات سے بے عطائے خدا عالم بالذات کہنا قطعاً کفر نہیں، ہاں وہ جو بالفعل جھوٹا ہے جس کے لئے وقوعِ کذب کے معنے درست ہو گئے جو اسے جُہلائے مسلمان سُنّی صالح ہے اسے کوئی سخت کلمہ نہ کہنا چاہیے' دیوبندی خدا چوری بھی کر سکتا ہے وہ تمام جہان کا تنہا مالک نہیں اُس کے سوا اور بھی مالک مستقل ہیں جن کی ملک میں وہ چیزیں ہیں جو دیوبندی خدا کی ملک میں نہیں اُن پر للچائے تو چاہے ٹھگوں لٹیروں کی طرح جبراً غصب کر بیٹھے کیونکہ وہ ظالم بھی ہو سکتا ہے اُچکّوں چوروں کی طرح مالکوں کی آنکھ بچا کر لے بھاگے کیونکہ وہ چوری کر سکتا ہے، ہاں وہ جس کی توحید باطل ہے کہ ایک وہی خدا ہوتا تو دوسرا مالک مستقل نہ ہو سکتا اور دوسرا مالک مستقل نہ ہوتا تو دیوبندی خدا چوری کیسے کر سکتا کہ اپنی ملک لینے کو چوری نہیں کہہ سکتے اور اگر وہ چوری نہ کر سکتا تو دیوبندی بلکہ عام وہابی دھرم میں علیٰ کل شئ قدیر نہ رہتا انسان اُس سے قدرت میں بڑھ جاتا کہ آدمی تو چوری کر سکتا ہے اور وہ کر نہ سکا اور یہ محال ہے، لاجرم ضرور ہے کہ دیوبندی خدا چوری کر سکے تو ضرور ہے کہ اس کے سوا اور بھی مالک مستقل ہوں تو لازم ہے کہ دیوبندی خدا کم از کم مجوسی خداؤں کی طرح دو ہوں، نہیں نہیں بلکہ قطعاً لازم کہ کروروں ہوں کہ آدمی کروڑوں اشخاص کی چوری کر سکتا ہے دیوبندی خدا نہ کر سکے تو آدمی سے قدرت میں گھٹ رہے، لاجرم ضرور ہے کہ کروڑوں خدا ہوں جن کی چوری دیوبندی خدا کر سکے، رہا یہ کہ وہ سب کے سب اسی کی طرح چوٹے بدمعاش ہیں یا صرف یہ، اس کا فیصلہ تھانوی صاحب کے سر ہے۔ ہاں دیوبندی خدا وہ ہے کہ علم میں شیطان اس کا شریک ہے سب سے بدتر

ع۱ یہ قول رشید احمد گنگوہی کا ہے، فتاویٰ گنگوہی جلد اول ص ۸۳ "جو یہ عقیدہ ہو کہ خود بخود آپ کو علم تھا بدون اطلاع حق تعالیٰ کے تو اندیشہ کفر کا ہے امام نہ بنانا چاہیے اگرچہ کافر کہنے سے بھی زبان روکے" تھانوی صاحب وغیرہ علمائے وہابیہ سے استفتا ہے کہ علم ذاتی بے عطائے الٰہی کسی مخلوق کے لئے ماننا ضروریاتِ دین کا انکار ہے یا نہیں، ہے تو ایسے کے کفر میں شک کرنا بلکہ کفر نہ ماننا صرف اندیشۂ کفر جاننا کفر ہے یا نہیں، ہے تو جناب گنگوہی صاحب کافر ہوئے یا نہیں، نہیں تو کیوں ۱۲۔

ع۲ فتوائے گنگوہی ۱۲

ع۳ فتوائے گنگوہی ۱۲

ع۴ مضمون محمود حسن دیوبندی پرچہ مذکورہ نظام الملک ۱۲

ع۵ دیکھو مضمون مذکور دیوبندی مع پیکان جانگداز ص ۱۷۲

ع۶ مضمون مذکور

ع۷ براہین قاطعہ ایمان گنگوہی صاحب ص ۴۷۔

Marfat.com

مخلوق[1] شیطان کا علم اُس کے سب سے اعلیٰ رسول کے علم سے وسیع تر ہے اور ہونا ہی چاہیئے کہ رسول اس کے برابر کیسے ہوسکے جو خدا کا شریک ہے، اُس نے جیسا علم[2] اپنے حبیب کو دیا اور اُسے اپنا بڑا فضل کہا اور اس پر اعلیٰ درجہ کا احسان جتایا اُس کی حقیقت اتنی کہ ایسا تو ہر پاگل ہر چوپائے کو ہوتا ہے، ہاں دیوبندی خدا وہ ہے جسے قادر مطلق کہنا اسی دلیل سے باطل ہے کہ جمیع اشیاء پر قدرت تو عقلاً و نقلاً باطل ورنہ خود وہ بھی مقدور ہو تو ممکن ہو تو خدا نہ رہے اور اگر بعض مراد تو اس میں اُس کی کیا تخصیص، ایسی قدرت تو ہر پاگل چوپائے کو ہے۔ دیوبندی خدا وہ ہے جس[3] نے ایسے کو اپنا سب سے اعلیٰ رسول چُنا جو اُس کا کلام سمجھنے کی لیاقت نہ رکھتا خیالات عوام کے لائق اُس کی سمجھ تھی جس کی خطا اہل فہم پر روشن تھی، پھر یہ دیوبندی خدا اُسے اس فاحش غلطی پر بھی نہ روکتا یا شاید خود بھی اپنا کلام نہ سمجھتا کیونکہ وہ[4] جاہل بھی ہوسکتا ہے، دیوبندی خدا وہ ہے کہ جس دلیل سے اس کے خاتم النبیین کے سوا چھ[5] خاتم النبیین اور ماننا خاتم کی شان بڑھانا ہے یوہیں اُسے تنہا خدا کہنا اُس کی شان گھٹانا ہے اُس کی بڑی بڑائی یہ ہے کہ بہت سے خداؤں کا خدا ہے کیا خدا ایسا ہوتا ہے، حاش للہ سبحٰن رب العرش عما یصفون ٥

(۱۲) غیر مقلدوں کے جھوٹے خدا غیر مقلد کا خدا یہ سب کچھ ہے جو دیوبندی و وہابی کا، قال اللہ تعالیٰ بعضهم من بعض[1] اور وہ بعض نزاکتیں اور زیادہ رکھتا ہے ایسا کہ جس[6] کے دین میں کُتّا حلال، سوئر کی چربی حلال، سوئر کے گُردے حلال، سوئر کی تلی حلال، سوئر کی کلیجی حلال، سوئر کی اوجھڑی حلال، سوئر کی کھال کا ڈول بنا کر اس سے پانی پینا حلال وضو کرنا

---

[1] براہین قاطعہ ایمان گنگوہی صاحب ص ۴۷۔

[2] حفظ الایمان تھانوی صاحب ص ۷۔

[3] تحذیر الناس قاسم نانوتوی صاحب ص ۲ مع حدیث متواتر انا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔

[4] تقویۃ الایمان ص ۲۰ و تصریح صریح مضمون مذکور محمود حسن دیوبندی۔

[5] تحذیر الناس نانوتوی ص ۷، ۳۳ و ۳۴۔

[6] آیہ کریمہ قل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمه[2] میں کھانے کی صرف چار چیزوں میں حرمت کا حصر ہے جن میں کُتّا نہیں، اور سوئر کا گوشت ہے چربی گردے تلی کلیجی کھال نہیں اور ان کی حرمت میں کوئی صحیح صریح حدیث بھی نہیں اور ہو تو آیت کا رد نہیں کرسکتی لہٰذا غیر مقلدی دھرم میں یہ سب چیزیں حلال و شیر مادر ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶۷ [2] القرآن الکریم ۶/ ۱۴۵

Marfat.com

حلال، گندی خبیث[1] شراب سے نہا کر سارے کپڑے اس میں رنگ کر نماز پڑھنا حلال ایک وقت میں ایک عورت[2] متعدد مردوں پر حلال، وُہ جس نے آپ ہی تو حکم[3] دیا کر خود نہ جانو تو جاننے والوں سے پوچھو اپنے علماء کی اطاعت کرو اپنے نیکوں کی پیروی کرو جب پوچھا اور اطاعت و پیروی کی تو شرک کی جڑ دی۔ وہ جس نے ائمہ دین کی تقلید حرام و شرک ٹھہرائی اور پُوربی[4] بنگالی پنجابی بھوپالی کی فرض۔ وہ جس نے اپنے اور رسولوں کے سوا کسی کی بات حجت نہ رکھی اور بیچ میں چند محدثوں[5] اور جارحوں معدلوں کو کھڑا کر کے اُن کے قول کو کتاب و سنت کے برابر ٹھہرا کر حجیت دی یعنی یہ شریکِ الوہیت نہیں تو شریکِ رسالت ضرور ہیں، نہیں نہیں بلکہ شریکِ الوہیت ہی ہیں کہ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ[1] (انھوں نے اپنے پادریوں اور جوگیوں کو اللہ

عـه روضۂ ندیہ صدیق حسن بھوپالی ص ۱۲۔

عـه۲ دیکھو ضمیمہ النیر الشہابی ص ۳۴ تا ۳۶۔

عـه۳ قال اللہ تعالیٰ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون[2] — اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تم کو علم نہیں (ت)

وقال تعالیٰ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم[3] — اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور حکم والوں کی جو تم میں سے ہوں (ت)

وقال تعالیٰ واتبع سبیل من اناب الیّ[4]۔۱۲ — اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا (ت)

عـه۴ کہ جو کچھ یہ کہہ دیں کہ قرآن حدیث سے ثابت ہے ان کے جاہلوں پر اس کا ماننا فرض ۱۲

عـه۵ بخاری و مسلم فلاں فلاں نے حدیث روایت کر دی صحیح ہو گئی، یحیٰی، نسائی، دارقطنی فلاں فلاں نے راوی کو ثقہ کہہ دیا ثقہ ہے، ضعیف کہہ دیا ضعیف ہے۔ اگرچہ یحیٰی وغیرہ تک سند خود مقطوع ہو، ذہبی و ابن حجر نے فال کہہ دیا سند صحیح ہے راوی کہا ضعیف ہے، یہ سب نری تقلید جامد ہے جس پر اللہ نے کوئی سند نہ اتاری، قرآن و حدیث سے اس کا کہیں ثبوت نہیں ۱۲

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۳۱

[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۴۳

[3] 〃 〃 ۴/ ۵۹

[4] 〃 〃 ۳۱/ ۱۵

Marfat.com

کے سوا خدا بنالیا۔ت) نہ کہ رسلا من دون النبی (نبی کے سوا رسول۔ت) ہاں وہ جس نے آپ ہی تو اتباع ظن حرام اور افادۂ حق میں محض ناکام کیا[1] پھر ان چند کی ظنی روایات ظنی جرح و تعدیلات کا اتباع عین دین کردیا، تو بات کیا وہی کہ یہ مثل انبیا، معصوم ہیں، نہیں نہیں بلکہ دین غیر مقلدی کے اربابا من دون اللہ جھوٹے خدا ہیں، وہ جس نے چند جاہلان عالم نما کے سوا جو ابوحنیفہ و شافعی پر منہ آتے اور ان کے احکام پرکھنے کی اپنے میں طاقت بتاتے ہیں تمام عالم کو بے نتھا بیل کیا ہے کیونکہ وہ آپ دلیل نہیں سمجھ سکتے اور دوسرے کی کہی ہوئی اگرچہ بنگالی بھوپالی دہلوی امرتسری کی مان لیں کہ دلیل سے یہ ثابت ہے، یہ تو وہی تقلید ہوئی جو شرک ہے لہذا ضرور بے نتھے بیل ہیں، وہ کہ عام جہان پر جس کے لئے کوئی حجت قائم نہیں ہوسکتی کہ حجت قائم ہو دلیل سے۔دلیل وہ خود سمجھ نہیں سکتے اور دوسرے کی سمجھ پر اعتماد شرک۔وہ جس نے (خاک بدہن خبثا) کھلے مشرکوں کو خیر امۃ کہا اور ان کے تین قرنوں کو خیر القرون کہلوایا جن کا روزِ اول سے آج تک یہی معمول کہ عامی کو جو مسئلہ پوچھنا ہوا عالم سے پوچھا، عالم نے حکم بتادیا سائل نے مانا اور کاربند ہوا صحابہ سے آج تک کبھی دلیل بتانے اور اسے عامی کے اس قدر ذہن نشین کرنے کا کہ وہ خود سمجھ لے کہ واقعی یہ حکم قرآن و حدیث سے ثابت بروجہ صحیح غیر معارض وغیر منسوخ ہے ہرگز نہ دستور تھا نہ ہوا نہ ہے تو پوچھنے والے بے علم دلیل تفصیلی ان کا فتوٰی مانا کئے اور یہی تقلید ہے، اور تقلید شرک تو عہدِ صحابہ سے آج تک سب عامی مشرک ہوئے اور وہ مفتی بے القائے دلیل اسی لئے فتوے دیتے رہے کہ یہ مانیں اور عمل کریں، تو صحابہ سے آج تک سب

---

[1] قال اللہ تعالٰی وما یتبع اکثرھم الا ظنا ان الظن لا یغنی من الحق شیئا[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا اور ان میں اکثر تو نہیں چلتے مگر گمان پر، بیشک گمان حق کا کچھ کام نہیں دیتا (ت)

قال تعالٰی ان یتبعون الا الظن وان الظن لا یغنی من الحق شیئا[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: وہ تو نرے گمان کے پیچھے ہیں اور بیشک گمان یقین کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا (ت)

وقال تعالٰی لا تقف مالیس لک بہ علم[3] ۱۲۔

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۳۶
[2] " " ۵۳/ ۲۸
[3] " " ۱۷/ ۳۶

Marfat.com

مفتیان وعلماء مشرک گر و مشرک دوست ہوئے اور ہر مشرک گر خود مشرک اور اور مشرکوں سے بدتر تو غیر مقلد کے دھرم میں صحابہ سے اب تک تمام اُمت مشرک، لیکن غیر مقلد کا خدا انھیں کو خیر الامۃ اور خیر القرون کہتا کہلواتا ہے، پھر اس کی کیا شکایت کہ ایسوں کو کہا جو غیر مقلدی دھرم میں فرقوا دینھم وکانوا شیعاً[1] تھے جنھوں نے اپنا دین ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور جُدا جُدا گروہ ہو گئے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما کے اتباع اُن سے فتوٰی لیتے اور اس پر چلتے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے اتباع اُن کی طرف تھے، عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے اتباع اُن کے ساتھ تھے اور وہ اختلاف آج تک برابر قائم رہے، سب فریق مشورہ کرکے ایک بات پر عامل نہ ہونے تھے نہ ہوئے، قرآن عظیم میں ہمیشہ پڑھا کئے:

فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ و الرسول[2] جب تم میں کسی بات میں اختلاف ہو تو اُسے اللہ ورسول کی طرف رجوع کرو۔

اس پر نہ عمل کرنا تھا نہ کیا، اس پر عمل کرتے تو سب ایک نہ ہو جاتے کہ اللہ ورسول کا حکم ایک ہی تھا، مگر وہ اپنے ہی عالموں کے قول پر اڑے رہے مسعودی عمری عباسی نام نہ کہلانا کوئی چیز نہیں کام وہی رہا جو حنفی شافعی مالکی حنبلی نے کیا کام کام سے ہے نہ کہ نام سے۔ دین کے ایسے ٹکڑے کرنے والوں کو خیر امۃ و خیر القرون ٹھہرایا وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ، کیا انھوں نے خدا کو جانا، حاش للہ مالھم بذلك من علم ان ھم الا یخرصون[3] ○ سبحٰن رب العرش عما یصفون[4] (انھیں اس کی حقیقت کچھ معلوم نہیں یونہی اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔ پاکی ہے عرش کے رب کو ان باتوں سے جو یہ بناتے ہیں۔ ت)

تنبیہ: مسلمانو! تم نے دیکھا یہ ہیں گمراہ فرقے، اور یہ ہیں ان کے ساختہ خدا ما قدروا اللہ حق قدرہ[5] (اور یہود نے اللہ کی قدر نہ جانی جیسی چاہیے تھی۔ ت) اور ایک عام بات یہ ہے کہ کفر کیا ہے اُس بات کی تکذیب جو بالقطع والیقین ارشادِ الٰہی عزوجل ہے اب یہ تکذیب کرنے والا اگر اُسے ارشادِ الٰہی عزوجل نہیں مانتا تو ایسے کو خدا سمجھا ہے جس کا یہ ارشاد نہیں حالانکہ خدا وہ ہے جس کا یہ ارشاد ہے تو اُس نے خدا کو کہاں جانا اور اگر اس کا ارشاد مان کر تکذیب کرتا ہے تو ایسے کو خدا سمجھا ہے جس کی بات

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۵۹
[2] " " ۴/ ۵۹
[3] " " ۴۳/ ۲۰
[4] " " ۴۳/ ۸۲
[5] " " ۶/ ۹۱

Marfat.com

جھٹلانا روا ہے اور خدا اس سے پاک و وراء و بلند و بالا ہے تو اس نے خدا کو کب جانا، حاصل وہی ہوا کہ اتخذ الٰھہ ھواہ[1] (اپنی خواہش کو اپنا خدا ٹھہرالیا۔ ت) اور یہاں سے ظاہر ہوا کہ اس جہل باللہ میں نرے دہریوں کے بعد جو سرے سے وجودِ خدا کے منکر ہیں سب سے بھاری حصہ ان وہابیوں اسمٰعیلیوں خصوصًا دیوبندیوں کا ہے کہ اور کافر تو اس سے کافر ہوئے کہ اُنھوں نے خدا کو جھٹلایا خدا کو عیب لگایا مگر اُن میں ایسا کُھلا بیباک مشکل سے نکلے گا جو اپنی زبان سے خود ہی کہے کہ ہاں ہاں اُس کا خُدا جھوٹا ہونے اور نہ صرف جھُوٹ بلکہ ہر بڑے سے بڑے عیب ہر ناپاک سی ناپاک گندگی میں سننے کے قابل ہے یہودی نصرانی بھی شاید اسے کہتے جھجکیں گے یہ دھوئی دھائی دیدے کی صفائی اُنھی صاحبوں کے حصہ میں آئی کہ اپنے معبود کے کذاب عیبی آلودہ ہونے کو دھڑتے سے جائز کریں اور اُس پر تحریریں لکھیں چھاپیں اسی پر کمالِ اسلام کا مدار جانیں وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[2] (اور اب جان جائیں گے ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ ت)

تنبیہ: ان چند اوراق میں جو کچھ بیان ہوا کتب و رسائلِ فقیر و اصحابِ فقیر میں بحمدہٖ تعالٰی مبسوط و مبرہن ہیں مسلمان انھیں حروف کو یاد رکھیں تو ضرور ضرور ان تمام بے دینوں کے سائے سے بچیں، ان کی پرچھائیں سے دُور بھاگیں ان کے نام سے گھن کریں، ان کے قال اللہ و قال الرسول کے مکر کے جال میں نہ پھنسیں، یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیٰوۃ الدنیا تو بعونہ تعالٰی یہیں روشن ہوا اور ان شاء اللہ الکریم، اِن شاء اللہ الکریم، اِن شاء اللہ الکریم و فی الاٰخرۃ کل کے دن پر وہ براٖفگن ہو یعنی ثابت رکھے اللہ ایمان والوں کو حق دین پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں،[3] واللہ قدیرٌ واللہ غفور رحیم ٥ و للہ الحمد ۂ والیہ الصمد ۂ وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ محمد و اٰلہٖ وصحبہٖ وابنہٖ وحزبہٖ اجمعین ۂ اٰمین والحمد للہ ربّ العٰلمین ٥

---

[1] القرآن الکریم ۴۵ /۲۳
[2] القرآن الکریم ۲۶ /۲۲۷
[3] القرآن الکریم ۱۴ /۲۷

Marfat.com

رسالہ

حجب العوار عن مخدوم بہار

۱۳ ھ ۳۹

(مخدوم بہار سے عیب کو روکنا)

مسئلہ از دانا پور مرسلہ محمد حنیف خاں ۸ شعبان ۱۳۳۹ھ

بخدمت فیضدرجت جناب اعلحضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی، گزارش یہ ہے کہ اسمٰعیل نے چمار کے لفظ سے مثال دی۔ یہاں کے غیر مقلد کہتے ہیں کہ مخدوم صاحب نے مینگنی سے مثال دی ہے اس کا کیا جواب ہے، حضور کا کوئی رسالہ یا فتوٰی ہے اس بارے میں یا نہیں؟

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

اولاً کوئی کتاب یا رسالہ کسی بزرگ کے نام سے منسوب ہونا اس سے ثبوت قطعی کو مستلزم نہیں، بہت رسالے خصوصاً اکابر چشت کے نام منسوب ہیں جس کا اصلاً ثبوت نہیں۔

ثانیاً کسی کتاب کا ثابت ہونا اس کے ہر فقرے کا ثابت ہونا نہیں، بہت اکابر کی کتابوں میں الحاقات ہیں جن کا مفصل بیان کتاب الیواقیت والجواھر امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی

Marfat.com

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں ہے خصوصًا حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے کلام میں تو الحاقات کی گنتی نہیں، کھلے ہوئے صریح کفر بھر دئے ہیں، جس پر درمختار میں علامہ مفتی ابو السعود سے نقل کیا،

تیقنا ان بعض الیھود افتراھا علی الشیخ قدس اللہ سرہ [۱]

ہم کو یقین ہے کہ شیخ قدس اللہ سرہ پر یہ عبارتیں بعض یہودیوں نے گھڑ دی ہیں۔

حضرت مخدوم صاحب ہی کی کتاب عقائد ترجمہ عمدۃ الکلام میں ہے:

قریش اعلیٰ جد مصطفےٰ بود و او دو پسر داشت یکے را نام ہاشم بود و دوم را نام تیم پیغامبر از نسل ہاشم است و ابوبکر از نسل تیم است [۲]

ہاشم کے باپ کا نام قریش تھا اور ان کے دو بیٹے تھے، ایک ہاشم دوسرا تیم، پیغامبر ہاشم کی نسل سے اور ابوبکر تیم کی نسل سے ہیں۔

کوئی جاہل سے جاہل ایسی بات کہہ سکتا ہے کہ ہاشم کے باپ کا نام قریش تھا، اور انکے دو بیٹے تھے، ایک ہاشم دوسرا تیم۔ ہم ہرگز ایسی نسبت بھی مخدوم صاحب کی طرف نہیں مان سکتے ضرور کسی جاہل کا الحاق ہے نہ کہ معاذ اللہ توہینِ شانِ رسالت، یہ وہابیہ ہی میں سے کسی کا الحاق ہے۔

ثالثًا امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

لا تجوز نسبۃ مسلم الی کبیرۃ من غیر تحقیق نعم یجوز ان یقال قتل ابن ملجم علیا وقتل ابو لؤلؤ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فان ذلک ثبت متواترًا، فلا یجوز ان یری المسلم بفسق او کفر من غیر تحقیق۔ [۳]

یعنی کسی مسلمان کی طرف کسی کبیرہ کی نسبت بلا تحقیق حرام ہے، ہاں یہ کہنا جائز ہے کہ ابن ملجم نے مولا علی اور ابو لؤلؤ نے امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کو شہید کیا کہ یہ تواتر سے ثابت ہے، تو کسی مسلمان کی طرف بلا تحقیق کفر یا فسق کی نسبت اصلًا جائز نہیں۔

اس کے بعد وہ احادیث ذکر فرمائیں جن سے ثابت ہے کہ کسی کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے اگر وہ کافر نہ تھا۔ یوں ہی فسق کی طرف نسبت کرنے والا فاسق ہو جاتا ہے اگر وہ فاسق نہ تھا۔ کتاب کا چھپ جانا اسے متواتر نہیں کر دیتا کہ چھاپے کی اصل وہ نسخہ ہے جو کسی الماری میں ملا اس سے نقل کر کے کاپی ہوئی سیدھی صاف باتوں میں کسی کتاب سے کہ ظنی طور پر کسی بزرگ کی طرف منسوب ہو۔ اسناد اور بات ہے۔ اور ایسے

---

[۱] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۸

[۲] کتاب عقائد ترجمہ عمدۃ الکلام

[۳] احیاء العلوم والدین کتاب آفات اللسان الآفۃ الثامنۃ اللعن مطبعۃ المشہد الحسینی القاہرۃ ۳/۱۲۵

Marfat.com

امر میں جسے مسند کلمۂ کفر بنایا اور اس سے توہینِ شانِ رسالت کے جواز پر سند لانا ہے، اس پر اعتماد اور بات علماء کے نزدیک ادنیٰ درجہ ثبوت یہ تھا کہ ناقل کے لئے مصنف تک سند مسلسل متصل بذریعۂ ثقات ہو۔

خطیب بغدادی بطریق عبد الرحمان سلمی امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ فرمایا:

اذا وجد احدکم کتابا فیہ علم لم یسمعہ عن عالم فلیدع باناء وماء فلینقعہ فیہ حتی یختلط سوادہ فی بیاضہ[1]

جب تم میں کوئی ایک کتاب پائے جس میں علم کی بات ہے اور اسے کسی عالم سے نہ سُنا تو برتن میں پانی منگا کر وہ کتاب اس میں ڈبو دے کہ سیاہی سپیدی سب ایک ہو جائے۔

فتاوی حدیثیہ امام زین الدین عراقی سے ہے:

نقل الانسان مالیس لہ بہ روایۃ غیر سائغ بالاجماع عند اھل الدرایۃ[2]

یعنی علمائے کرام کا اجماع ہے کہ آدمی جس بات کی سند متصل نہ رکھتا ہو اس کا نقل اسے حلال نہیں۔

ہاں اگر اس کے پاس نسخۂ صحیحہ معتمدہ ہو کہ خود اس نے یا کسی ثقۂ معتمد نے خود اصل نسخۂ مصنف سے مقابلہ کیا یا اس نسخۂ صحیحہ معتمدہ سے جس کا مقابلہ اصل نسخۂ مصنف یا اور ثقہ نے کیا و سائط زیادہ ہوں تو سب کا اسی طرح کے معتمدات ہونا معلوم ہو تو یہ بھی ایک طریقۂ روایت ہے، اور ایسے نسخہ کی عبارت کو مصنف کا قول بتانا جائز۔ فتاوی حدیثیہ میں ہے:

قالوا ماوجد فی نسخۃ من تصنیف فان وثق بصحۃ النسخۃ بان قابلھا المصنف اوثقۃ غیرہ بالاصل اوبفرع مقابل بالاصل وھکذا جاز الجزم بنسبتھا الی صاحب ذلک الکتاب وان لم یوثق لم یجزم[3]

یعنی علماء نے فرمایا جو عبارت کسی تصنیف کے کسی نسخہ میں ملے اگر صحتِ نسخہ پر اعتماد ہے یوں کہ اس نسخہ کو خود مصنف یا کسی اور ثقہ نے خاص اصل مصنف سے مقابلہ کیا ہے یا اس نسخہ سے جسے اصل پر مقابلہ کیا تھا، یوں ہی اس ناقل تک، جب تو یہ کہنا جائز ہے کہ مصنف نے فلاں کتاب میں یہ لکھا ورنہ جائز نہیں۔

---

[1] الفتاوی الحدیثیہ بحوالہ الخطیب مطلب فی ان الانسان لایصح لہ الخ المطبعۃ الجمالیہ مصر ص ۶۵
[2] " " " " " " " " " " " " ص ۶۴
[3] " " " " " " " " " " " " ص ۶۵

Marfat.com

مقدمہ امام ابو عمرو بن الصلاح میں عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے ہے کہ انھوں نے اپنے صاحبزادے ہشام سے فرمایا تم نے لکھ لیا؟ کہا: ہاں۔ فرمایا، مقابلہ کرلیا؟ کہا: نہ۔ فرمایا: لم تکتب[1] تم نے لکھا ہی نہیں۔ اسی میں امام شافعی و یحییٰ بن ابی کثیر سے ہے کہ دونوں صاحبوں نے فرمایا:

من کتب ولم یعارض کمن دخل الخلاء ولم یستنج[2]۔

جس نے لکھا اور مقابلہ نہ کیا وہ ایسا ہے کہ پاخانہ میں داخل ہے اور استنجا نہ کیا۔

اسی میں ہے:

اذا اراد ان ینقل من کتاب منسوب الی مصنف فلا یقل "قال فلان کذا وکذا" الا اذا وثق بصحة النسخة بان قابلها هو او ثقة غیره باصول متعددة[3]۔

جب کسی کتاب سے کہ کسی مصنف کی طرف منسوب ہے کچھ نقل کرنا چاہے تو یوں نہ کہے کہ مصنف نے ایسا کہا جب تک کہ صحتِ نسخہ پر اعتماد نہ ہو یوں کہ اس نے خواہ اور ثقہ نے اسے متعدد صحیح نسخوں سے مقابلہ کیا ہو۔

اسی میں ہے:

یطالع احدهم کتابا منسوبا الیٰ مصنف معین وینقل منه عنه من غیر ان یثق بصحة النسخة قائلا "قال فلان کذا وکذا او ذکر فلان کذا وکذا" والصواب ما قدمناه اھ[4] ولفظ الفتاوی الحدیثیة عنه والصواب ان ذلك لا یجوز[5]۔

کسی معین مصنف کی طرف منسوب کتاب میں ایک عبارت دیکھ کر آدمی نقل کردیتا ہے کہ مصنف نے ایسا کہا حالانکہ صحتِ نسخہ پر وثوق (بروجہ مذکور کہ اصل نسخہ مصنف سے بلاواسطہ یا بوساطت ثقات اس نے یا اور ثقہ نے مقابلہ کیا ہو) حاصل نہیں مثلاً یوں کہے کہ فلاں نے یوں یوں کہا یا فلاں نے یوں یوں ذکر کیا، حق یہ ہے کہ یہ ناجائز ہے۔

---

1. مقدمہ ابن الصلاح — النوع الخامس والعشرون — فاروقی کتب خانہ ملتان — ص ۹۲
2. " " " " " " " "
3. " " النوع الرابع والعشرون " " ص ۸۸
4. " " " " " " " "
5. الفتاوی الحدیثیة — مطلب ان الانسان لا یصح له ان یقول الخ — المطبعة الجمالیة مصر

Marfat.com

امام نووی نے تقریب میں فرمایا :

فان قابلها باصل محقق معتمد اجزأه[1] — اگر ایک اصل تحقیقی معتمد سے اس نے مقابلہ کیا ہے تو یہ بھی کافی ہے۔

یعنی اصولِ معتمدہ متعددہ سے مقابلہ زیادت احتیاط ہے، یہ اتصال سند اصل وہ شئی ہے جس پر اعتماد کر کے مصنف کی طرف نسبت جائز ہو سکے، اور متاخرین نے کتاب کا علماء میں ایسا مشہور و متداول ہونا جس سے اطمینان کہ اس میں تغییر و تحریف نہ ہوئی، اسے بھی مثل اتصالِ سند جانا اور وہ ایسا ہی ہے، مقدمہ امام ابوعمرو نوع اول میں ہے :

آل الامر ان الاعتماد علی ما نص علیه فی تصانیفهم المعتمدة المشهورة التی یؤمن فیها لشهرتها من التغییر والتحریف[2] (ملخصًا) — یعنی آخر قرارداد اس پر ہُوا کہ اعتماد اس پر ہے جو ایسی مشہور و معتمد کتابوں میں ہو جن کی شہرت کے سبب ان میں تغییر و تحریف سے امان ہو۔ (ملخصًا)

فتح القدیر و بحر الرائق و نہر الفائق و منح الغفار میں فرمایا :

علی هذا لو وجدنا بعض نسخ النوادر فی زماننا لا یحل عزو ما فیها الی محمد ولا الی ابی یوسف لانها لم تشتهر فی دیارنا ولم تتداول[3] — یعنی اگر کتب ستہ کے سوا اور کتب تلامذۂ امام کے بعض نسخے پائیں تو حلال نہیں کہ ان کے اقوال کو امام محمد یا امام ابو یوسف کی طرف نسبت کریں کہ وہ کتابیں ہمارے دیار میں مشہور و متداول نہ ہوئیں۔

تداول کے یہ معنے کہ کتاب جب سے اب تک علماء کے درس و تدریس یا نقل و تمسک یا ان کی مطمحِ نظر رہی ہو جس سے روشن ہو کہ اس کے مقامات و مقالات علماء کے زیرِ نظر آچکے اور وہ بحالتِ موجودہ اسے مصنف کا کلام مانا کئے، زبانِ علماء میں صرف وجودِ کتاب کافی نہیں کہ وجود و تداول میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ پُرظاہر کہ یہاں دونوں باتیں مفقود، تداول درکنار کوئی سندِ متصل بھی نہیں، نہ کہ تواتر جو ایسی نسبت کے لئے لازم ہے۔ رہا وجودِ نسخ، اتفاقاً متعدد بلکہ کثیر و وافر قلمی نسخے موجود ہونا بھی ثبوتِ تواتر کو بس نہیں، جب تک ثابت نہ ہو کہ یہ سب نسخے جُدا جُدا اصل مصنف سے نقل کئے گئے یا ان نسخوں سے جو اصل سے نقل ہوتے، ورنہ ممکن کہ بعض نسخ محرفہ ان کی اصل ہوں، ان میں الحاق ہُوا اور یہ اُن سے نقل و نقل در نقل ہو کر کثیر ہو گئے، جیسے آج کل کی

---

[1] تقریب النواوی مع تدریب الراوی — النوع الاول الصحیح — دار الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۱۵۰

[2] مقدمہ ابن الصلاح — " — فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۹

[3] فتح القدیر — کتاب الحوالہ — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/۳۶۰

Marfat.com

محرف بائبل کے ہزار در ہزار نسخے، فتوحاتِ مکیہ کے تمام مصری نسخے نسخہ محرفہ سے منقول ہُوئے اور اسی کی نقلیں مصر میں چھپیں اور اب وُہ گھر گھر موجود ہیں، حالانکہ تواتر درکنار ایک سلسلۂ صحیحہ آحاد سے بھی ثبوت نہیں، واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل[1] (اور اللہ حق فرماتا ہے اور وہی راہ دکھاتا ہے۔ت) علامہ شامی کا ظن پر اکتفا صاف باتوں کے لئے وجہ ہے مگر ایسے امور میں اس پر قناعت قطعاً حرام ہے، ورنہ معاذ اللہ اکابر ائمہ و اعاظم علماء کی طرف نسبتِ کفر ماننی پڑے، ہماری نظر میں ہیں وُہ کلمات جو اکابر اولیاء سے گزر کر اکابر علماء معتمدین مثل امام ابن حجر مکی و ملا علی قاری وغیرہما کی کتبِ مطبوعہ میں پائے جاتے ہیں، اور ہم یقین کرتے ہیں کہ وُہ الحاق ہیں، ایک ہلکی نظیر علی قاری کی شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۹ پر ہے:

ماسمی به الرب نفسه و سمی به مخلوقاته مثل الحی والقیوم والعلیم والقدیر[2]

نام کہ رب تعالیٰ نے اپنے لئے اور مخلوق کے لئے مقرر فرمائے وہ مثل حی، قیوم، علیم، قدیر ہیں۔(ت)

اس میں مخلوقات پر قیّوم کے اطلاق کا جواز ہے، حالانکہ ائمہ فرماتے ہیں کہ غیر خدا کو قیّوم کہنا کفر ہے۔ مجمع الانہر میں ہے:

اذا اطلق علی المخلوق من الاسماء المختصة بالخالق نحو القدوس والقیوم والرحمٰن وغیرھا یکفر[3]

جو اللہ تعالےٰ کے مخصوص ناموں میں سے کسی نام کا اطلاق مخلوق پر کرے، جیسے قدوس، قیوم اور رحمٰن وغیرہ، تو وُہ کافر ہوجائے گا۔(ت)

اسی طرح اور کتابوں میں ہے، حتی کہ خود اسی شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۴۵ میں ہے:

من قال لمخلوق یا قدوس او القیوم او الرحمٰن کفر[4]

جو کسی مخلوق کو قدوس یا قیوم یا رحمٰن کہے کافر ہوجائے۔

پھر کیونکر مان سکتے ہیں کہ وہ صفحہ ۲۹ کی عبارت علی قاری کی ہے ضرور الحاق ہے اگرچہ کتاب اجمالاً مشہور و معروف ہے، بخلاف کلماتِ اسمٰعیل کہ موافق و مخالف کے نزدیک اس سے متواتر ہیں، مخالفین رَد کرتے ہیں،

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/۴

[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر اللہ سبحانہ اوجد المخلوقات مصطفی البابی مصر ص ۲۹

[3] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر ثم ان الفاظ الکفر انواع دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۹۰

[4] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحاً و کنایةً مصطفی البابی مصر ص ۱۹۳

Marfat.com

موافقین تاویلیں کرتے ہیں، اب یہیں دیکھئے اس چار والے کلام پر سے دفع ایراد کو یہ عبارت پیش کی، خود اسمٰعیل کی زندگی میں اس پر مواخذے ہُوئے، جامع مسجد دہلی میں شاہ عبدالعزیز صاحب کے اعزّہ واخص تلامذہ مثل مفتی رشیدالدین خاں صاحب و شاہ موسیٰ صاحب نے مناظرے کئے، الزام دئے، نہ اس نے کہا کہ یہ کلمات میرے نہیں، نہ اس کے ہواخواہوں نے، جب سے آج تک، تو اس سے ثبوت یقینی ہے اور وہابیہ کہ بحالتِ موجودہ اسے مثل قرآن وعین ایمان مان رہے ہیں ان پر رد میں تو کسی ثبوت کی بھی حاجت نہیں کما لایخفٰی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت)۔

رابعًا ایسی جگہ خلق سے مراد وُہ ہوتے ہیں جو عظمتِ دینی سے اصلاً حصّہ نہیں رکھتے۔ شیخ سعدی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

نگہدار داں شوخ در کیسہ در ... کہ داند ہمہ خلق را کیسہ بر[1]

(موتیوں کی بابت ایسے شوخ سے ہوشیار رہو جو تمام لوگوں کو جیب کترا سمجھتا ہے۔ت)

ابلیس ہوگا وُہ جو کہے کہ اس سے عام مراد ہے کہ انبیاء واولیاء علیہم الصّلوٰۃ والسلام کو بھی معاذاللہ گرہ کاٹ جانے۔ حقیقت امر یہ ہے کہ مخلوق دو قسم ہے:

اوّل وُہ کہ عظمتِ دینی رکھتے ہیں جن کے سرو سرور مطلق حضور سید المرسلین ہیں صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وبارک وسلم، پھر باقی حضرات انبیاء وملائکہ واولیاء واہلبیت وصحابہ، پھر دیگر علماء وصلحاء واتقیاء، پھر سلاطینِ اسلام، پھر عام مومنین۔ نیز صحائف دینیہ مثل مصحف شریف وکتبِ فقہ وحدیث، صفاتِ جمیلہ مثل ایمان وعلم، اعمالِ صالحہ مثل نماز وحج، اخلاقِ فاضلہ مثل زہد وتواضع۔ اماکن مقدسہ مثل کعبۂ مکرمہ وروضۂ منوّرہ، غرض جملہ اشخاص واشیاء جن کو مولیٰ عزّوجل سے علاقۂ قرب ہے، اس علاقہ کے سبب ان کی تعظیم اللہ عزّوجل ہی کی تعظیم ہے اور ان کی عزّت اسی کی عزّت ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم فرماتے ہیں:

ان من اجلال اللہ اکرام ذی الشیبۃ المسلم وحامل القراٰن غیر الغالی فیہ والجافی عنہ واکرام ذا السلطان المقسط[2]

بیشک اللہ کی تعظیم سے ہے بُوڑھے مسلمان کی عزّت کرنی، اور حافظِ قرآن کی کہ نہ اس میں حد سے بڑھے نہ اس سے دُوری کرے، اور حاکم عادل کی۔

---

[1] بوستانِ سعدی باب اول منشی گلاب سنگھ لکھنؤ ص ۱۲۸

[2] سُنن ابوداوٗد کتاب الادب باب فی تنزیل الناس منازلہم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۰۹

Marfat.com

رواہ ابوداؤد بسند حسن عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (اسے ابوداؤد نے سندِ حسن کے ساتھ ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

مولٰی عزوجل فرماتا ہے: فان العزۃ للہ جمیعا[1] عزت ساری اللہ ہی کے لئے ہے۔ اور خود فرماتا ہے:

وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنٰفقین لایعلمون[2] عزت اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کیلئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

رسول اور مسلمانوں کی عزت اگر عزتِ الٰہی سے جُدا ہوتی تو عزت کے حصّے ہو جاتے، ایک حصہ اللہ کے لئے، ایک رسول کا، ایک مومنین کا۔ حالانکہ رب عزوجل فرما چکا کہ عزت ساری اللہ ہی کے لئے ہے، تو قطعاً ان کی عزت اللہ ہی کی عزت سے ہے اور ان کی تعظیم اللہ ہی کی تعظیم۔ اللہ اور اس کے رسولوں میں تفرقہ کرنے والوں کو قرآن عظیم کافر فرماتا ہے، ایک قوم کا حال ارشاد فرمایا:

یریدون ان یفرقوا بین اللہ و رسلہ[3] اللہ اور اس کے رسولوں میں جُدائی ڈالنی چاہتے ہیں۔

پھر فرمایا: اولٰئک ھم الکٰفرون حقا[4] یہی پکّے کافر ہیں۔ رسولوں کی عزت رسولوں کی عظمت اللہ عزوجل کی عزت و عظمت سے جدا ماننی اللہ اور اس کے رسولوں میں جُدائی ڈالنی ہے ؎

خاصانِ خدا خدا نباشند لیکن ز خدا جدا نباشند

اللہ تعالٰی کے خاص بندے خدا نہیں لیکن خدا سے جُدا بھی نہیں۔ (ت)

ولہذا ان کی تعظیم مدارِ ایمان ہوئی، اور اُن کی ادنٰی توہین کفر۔ ارسالِ رسول کا ایک مقصدِ اعلٰی تعظیم و توقیرِ رسول ہے،

قال اللہ تعالٰی انا ارسلنٰک شاھدا و مبشرا ونذیرا ○ لتؤمنوا باللہ و رسولہ وتعزروہ وتوقروہ[5] اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے نبی! ہم نے تمھیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور رسول پر ایمان لاؤ، اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۳۹
[2] القرآن الکریم ۶۳/ ۸
[3] القرآن الکریم ۴/ ۱۵۰
[4] القرآن الکریم ۴/ ۱۵۱
[5] القرآن الکریم ۴۸/ ۸و۹

Marfat.com

دوم[۲] وہ کہ عظمتِ دینی سے اصلاً بہرہ نہیں رکھتے کہ اللہ عزوجل سے انھیں کوئی علاقہ قرب نہیں، یہ توبعد ہی ہے، ان کے بدتر و ذلیل تر کفار و مشرکین و مرتدین مثل وہابیہ دیوبندیہ وغیر مقلدین ہیں، پھر باقی ضالین، نیز صفاتِ رذیلہ مثل کفر و ضلال، اعمالِ خبیثہ مثل زنا و شرب خمر، اخلاقِ رذیلہ مثل تکبر و عجب۔ اماکن نجسہ مثل معابدِ کفار غرض دنیا و مافیہا جس کو اللہ عزوجل سے علاقہ قرب نہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الدنیا ملعونۃ ملعون مافیہا الاما کان منہا للہ عزوجل[۱] رواہ ابونعیم فی الحلیۃ و الضیاء فی المختارۃ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند حسن۔

دُنیا ملعون ہے اور دُنیا جو کچھ ہے ملعون ہے مگر وُہ جو اس میں سے اللہ عزوجل کے لئے ہو (اسے ابونعیم نے حلیہ میں اور ضیاء نے مختارہ میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا۔ت)

اور فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الدنیا ملعونۃ ملعون مافیہا الا ذکر اللہ وما والاہ وعالماً او متعلماً[۲] رواہ ابن ماجۃ عن ابی ہریرۃ والطبرانی فی الاوسط عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

دُنیا پر لعنت ہے اور دُنیا میں جو کچھ ہے سب پر لعنت ہے مگر اللہ کا ذکر اور جسے اس سے علاقہ قرب ہے اور عالم یا طالب علم دین (اس کو ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے اور طبرانی نے اوسط میں ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الدنیا ملعونۃ و ملعون ما فیہا الاما ابتغی بہ وجہ اللہ تعالٰی[۳] رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

دُنیا لعینہ ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے سب لعین ہے مگر جس سے رضائے الٰہی مطلوب ہو (اس کو طبرانی نے کبیر میں ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

رب عزوجل فرماتا ہے:

---

[۱] حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۲۳۰ محمد بن المنکدر دارالکتاب العربی بیروت ۳/ ۱۵۷

[۲] سنن ابن ماجہ ابواب الزہد باب مثل الدنیا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۱۲ - ۳۱۳

[۳] مجمع الزوائد بحوالہ المعجم الکبیر کتاب الزہد باب ماجاء فی الریاء دارالکتاب بیروت ۱۰/ ۲۲۲

Marfat.com

ان الذین یحادّون اللّٰہ و رسولہ اولٰئک فی الاذلّین[1] ۝

بیشک اللہ و رسول کے مخالف وہی سب ذلیلوں سے ذلیل تروں میں ہیں۔

اور فرماتا ہے تبارک و تعالیٰ:

ان الذین کفروا من اھل الکتٰب والمشرکین فی نار جھنّم خٰلدین فیھا اولٰئک ھم شرّ البریّۃ ۝ ان الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت اولٰئک ھم خیر البریّۃ[2] ۝

بیشک تمام کافر کتابی و مشرک جہنم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے وہ تمام مخلوقِ الٰہی سے بدتر ہیں (اونٹ کی مینگنی سے بدتر، کتّے سؤر کے غلیظ سے بدتر) بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہ تمام مخلوقِ الٰہی سے بہتر ہیں (کعبہ و عرش سے بہتر، ملائکہ سے بہتر)

جب یہ دونوں قسمیں معلوم ہوگئیں اور واضح ہوا کہ قسمِ اول کی تعظیم تعظیمِ الٰہی سے جُدا نہیں بلکہ بعینہٖ اسی کی تعظیم، تو محلِ تحقیر میں غیر اللہ یا خلق سے یقیناً وہی مراد ہوتا ہے جسے مولیٰ عزّ وجل سے علاقہ قرب نہیں، علاقہ قرب والے تو جانبِ خالق میں ہیں نہ کہ جانبِ غیر میں۔ دیکھو علماء فرماتے ہیں غیر خدا کے لئے تواضع حرام ہے، ملتقط پھر درمختار میں قبیل فصل فی البیع نیز فتاوٰی عالمگیریہ باب ۲۸ میں ہے:

التواضع لغیر اللّٰہ حرام[3] (غیر اللہ کے لئے تواضع حرام ہے۔ ت)

حالانکہ ماں باپ کے لئے تواضع کا قرآن عظیم میں حکم ہے:

واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ[4] — ماں باپ کے لئے نرم دلی سے ذلّت کا بازو بچھا۔

اپنے استاد بلکہ شاگردوں کے لئے بھی تواضع کا حدیث میں حکم ہے:

تواضعوا لمن تعلمون منہ وتواضعوا لمن تعلمونہ ولا تکونوا جبابرۃ العلماء[5] ۔ م و ا لا

جس سے علم سیکھتے ہو اس کے لئے تواضع کرو اور جسے سکھاتے ہو اس کے لئے تواضع کرو اور گردن کش عالم

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۰
[2] القرآن الکریم ۹۸/ ۶ و ۷
[3] الدر المختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۵
[4] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۴
[5] الجامع لاخلاق الراوی عن عمر باب ذکر ما ینبغی للراوی والسامع دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۱۹
اتحاف السادہ عن ابی ہریرہ فضیلۃ الحلم دار الفکر بیروت ۸/ ۲۷

Marfat.com

الخطیب عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ — نہ ہو (اسے خطیب نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

بلکہ خود حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو رب عزوجل نے صحابہ کی تواضع فرمانے کا حکم دیا ہے:

واخفض جناحك للمؤمنین[1] مومنوں کے لئے اپنا پہلو جھکائیے۔

اور فرمایا:

واخفض جناحك لمن اتبعك من المومنین[2]۔ — اپنے پیرو ایمان والوں کے لئے اپنا بازو نرم فرمائیے۔

بات وہی ہے کہ ایسی جگہ غیر اللہ سے وہی مراد جسے اللہ سے علاقہ نہ ہو، ولہذا ردالمحتار[3] میں اس عبارت درمختار کی شرح کی: ای اذلال النفس لنیل الدنیا یعنی تواضع لغیر اللہ کا یہ مطلب ہے کہ دنیا ملنے کے لئے اپنے آپ کو کسی کے سامنے ذلیل کرنا۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا:

لعن اللہ من ذبح لغیر اللہ[4]۔ رواہ احمد و مسلم والنسائی عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ۔ — اللہ کی لعنت اس پر جو غیر خدا کے لئے ذبح کرے (اسے احمد اور مسلم اور نسائی نے امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے روایت کیا۔ ت)

حالانکہ خود حدیث کا ارشاد ہے:

من ذبح لضیفہ ذبیحۃ کانت فداءہ من النار[5]۔ رواہ الحاکم فی تاریخہ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ — جو اپنے مہمان کے لئے جانور ذبح کرے وہ دوزخ سے اس کا فدیہ ہو جائے (اسے حاکم نے اپنی تاریخ میں جابر رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا۔ ت)

تو وجہ وہی ہے کہ اکرامِ مہمان مکارمِ اخلاق سے تھا اور مکارمِ اخلاق سے رضائے الٰہی مطلوب، مہمان کے لئے ذبح کرنا غیر اللہ کے لئے ذبح نہ ہوا بلکہ اللہ عزوجل ہی کے لئے۔ صوفی کہ غیر خدا کی تحقیر کرے اور اسے اونٹ کی

---

[1] القرآن الکریم ۱۵/ ۸۸

[2] ؍؍ ۲۶/ ۲۱۵

[3] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۴۶

[4] صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب تحریم الذبح لغیر اللہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۶۰

[5] السیاق فی ذیل التاریخ نیشاپور

Marfat.com

مینگنی سے حقیر تر جانے قطعاً اسی کی تحقیر کرتا ہے جس کی تعظیم تعظیم الٰہی نہیں، جسے مولیٰ عزوجل سے علاقہ نہیں ورنہ جانب خالق کی تحقیر کرے تو خود رب عزوجل کی تحقیر کرے گا، یہ صوفی کا کام ہوگا یا ابلیس لعین کا، ملعون ملعون ملعون ہے وہ کہ اس سے یہ سمجھے کہ مصحف شریف وانبیاء کرام کو مینگنی سے حقیر تر بتایا ہے، کیا ایسا بتانے والا قرآن عظیم کی تکذیب نہیں کرتا، کیا خود اللہ عزوجل کو گالی نہیں دیتا، کیا تمام دین وشریعت واسلام پامال نہیں کرتا، قرآن وحدیث وشریعت ودین واسلام وایمان جن کی تعظیم کے حکم سے مملو ہیں، جن کی ادنیٰ توہین کو کفر بتا رہے ہیں، کیا ان کی ایسی تحقیر کرنیوالا جہنم[ع]، اس مردود کو مسلمان جاننے والا مسلمان رہ سکتا ہے،

کلا واللہ بل لعنھم اللہ بکفرھم فقلیلا مایؤمنون[1]	بلکہ اللہ نے ان پر لعنت کی ان کے کفر کے سبب تو ان میں تھوڑے ایمان لاتے ہیں (ت)

حضرت مخدوم صاحب تو معاذ اللہ اس معنی ملعون کے وہم سے بھی پاک ہیں، ہاں یہی کافر وملعون ومرتد وشیطان وابلیس ہیں جو ان کے کلام کو (اگر ان کا کلام ہے) ایسے گندے کفر پر ڈھالتے ہیں وما کفر سلیمٰن ولٰکن الشیٰطین کفروا[2] (سلیمان نے تو کفر نہ کیا ہاں یہ شیطان ہی کافر ہوئے، قاتلھم اللہ انّٰی یؤفکون[3] (اللہ انھیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ ت) بخلاف ذلیل ضلیل دہلوی اسمٰعیل علیہ اللوم والتذلیل کہ اس نے چوڑھے چمار اور چمار سے بھی ذلیل اور ناکارے لوگ اور ذرہ ناچیز سے کمتر یہ ناپاک الفاظ صراحۃً تمام انبیاء کرام واولیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو کہے، اس نے شرک کی چار قسمیں گھڑیں اور ان میں صراحۃً انبیاء واولیاء و بھوت پری سب کو یکساں رکھا۔ تقویۃ الایمان مطبع صدیقی دہلی سنہ ۱۲۷۰ھ ص ۹ مشکل کے وقت پکارنا شرک ہے، اس بات میں اولیاء، انبیاء، شیطان، بھوت میں کچھ فرق نہیں جس سے معاملہ کرے گا مشرک ہوجائے گا خواہ انبیاء واولیاء سے کرے خواہ بھوت سے[4]۔

صفحہ ۱۲ جو کوئی کسی پیر پیغمبر بھوت کو ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو یا دور سے قصد کرکے جاوے یا وہاں روشنی

ع کذا فی الاصل لعلہ "بجہنم نہیں"۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/۸۸
[2] " ۲/۱۰۲
[3] " ۹/۳۰
[4] تقویۃ الایمان باب اول توحید وشرک کے بیان میں مطبع علیمی لوہاری گیٹ لاہور ص ۶

Marfat.com

کرے، ان کی قبر پر شامیانہ کھڑا کرے، وہاں کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرے اس پر شرک ثابت ہے[۱]۔
صفحہ ۲۵ "جو کوئی کسی نبی ولی بھوت پری کو ایسا جانے وہ مشرک ہے[۲]"
صفحہ ۱۵ کسی مخلوق کے نام کا کر دیجئے ولی نبی بھوت پری کا سب حرام ہے اور ناپاک اور کرنیوالے پر شرک ثابت[۳]
وغیر ذلک مقامات، تو اس کا کلام قطعاً ما سوی اللہ کو عام اور خود حضرات انبیاء و اولیاء کے بالخصوص نام انھیں بیانات ص ۹، ۱۱، ۱۲ کے ثبوت میں اس نے پانچ فصلیں باندھیں جن میں سے فصل اول ص ۲۲ میں کہا: "ہمارا خالق جب اللہ ہے تو ہم کو بھی چاہئے اپنے ہر کاموں پر اسی کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام، جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا اور کسی چوڑھے چمار کا کیا ذکر[۴]"۔
ص ۱۶ میں کہا: "جس نے اللہ کا حق مخلوق کو دیا تو بڑے سے بڑے کا حق ذلیل سے ذلیل کو دیا، جیسے بادشاہ کا تاج چمار کے سر پر، اور یہ یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے[۵]"۔
فصل سوم ص ۳۵ پر کہا: "ایسے عاجز لوگوں کو پکارنا کہ کچھ فائدہ اور نقصان نہیں پہنچا سکتے، محض بے انصافی ہے کہ ایسے بڑے شخص کا مرتبہ ایسے ناکارے لوگوں کو ثابت کیجئے[۶]"۔
فصل پنجم ص ۴۷ پر کہا: "سب انبیاء و اولیاء اس کے رُوبرو ایک ذرّہ ناچیز سے کمتر ہیں[۷]"۔
ان صریح ملعون کلاموں کی سند میں وہ عبارت پیش کرنی کیسی شدید کھلی بے ایمانی ہے۔ مخدوم صاحب نے اگر کہا تو دنیا اور دنیا کی چیزوں کو کہا، جن کو اللہ سے علاقہ نہیں بیشک وہ مینگنی سے حقیر تر ہیں، اور اس گمراہ نے صاف صاف یہ چوہڑے چمار سے ذلیل ناکارے لوگ ذرہ ناچیز سے کمتر حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء اور خود سید الانبیاء صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو کہا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[۸] (اب جان جائینگے ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھاتے ہیں۔ ت)

---

۱ تقویۃ الایمان	باب اول توحید و شرک کے بیان میں		مطبع علیمی لوہاری گیٹ لاہور	ص ۸
۲ "	الفصل ثانی فی رد الاشراک فی العلم	"	"	ص ۱۵
۳ "	الفصل الرابع فی ذکر رد الاشراک فی العبادت	"	"	ص ۲۸
۴ "	الفصل الاول فی الاجتناب عن الاشراک	"	"	ص ۱۳
۵ "	" " " "	"	"	ص ۱۰
۶ "	الفصل الثالث فی ذکر رد الاشراک فی التصرف	"	"	ص ۲۰
۷ "	الفصل الخامس فی رد الاشراک فی العادات	"	"	ص ۳۸

۸ القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

Marfat.com

خامسًا وہابیہ ان میں سے کچھ نہیں مانتے خواہی نخواہی مدعی ہیں کہ حضرت مخدوم نے ایسا فرمایا اور یہ کہ تمام انبیاء و اولیاء حضور سید الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والثناء سب کو کہا والعیاذ باللہ تعالٰی، اب ان سے پوچھئے کہ یہ کہنا تمہارے نزدیک حق ہے یا باطل، اگر باطل ہے تو باطل سے سند لانیوالا مکار عیار اور اس سے توہین شانِ رسالت کا ملکا پن چاہنے والا کافر بے دین فی النار ہے یا نہیں، اور اگر کہیں کہ ہاں وہ حق ہے، اور حضرات انبیاء و سید الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم معاذ اللہ اس ناپاک مثال کے لائق ہیں تو پردہ کھل گیا، ہر بچہ ہر بے علم ہر ناخواندہ بشرطیکہ مسلمان ہو اور محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی عظمت پر ایمان سے اس کا دل کچھ بھی حصہ رکھتا ہو وہ تین باتوں پر فورًا یقین کرلے گا:

(۱) یہ جو انبیاء کرام و اولیاء عظام و خود حضور اقدس سید الانام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کو اس ناپاک گندی مثال کے لائق بتا رہے ہیں قطعًا کافر ہیں، اور اللہ و رسول کے کھلے دشمن، کیا اسلام نے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی یہی عظمت سکھائی ہے، الا لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین[1] (ارے ظالموں پر خدا کی لعنت۔ ت)

(۲) اُسے صاف روشن ہوجائے گا کہ ہرگز حضرت مخدوم صاحب نے ایسی ملعون بات نہ فرمائی نہ وہ یا کوئی مسلمان ایسا کہہ سکتا ہے۔ جن کے غلامان غلام کے غلامانِ غلاموں کی عمر بھر کفش برداری سے حضرت مخدوم صاحب حضرت مخدوم صاحب ہوئے اگر انھیں کو ایسا بتاتے تو خود کہاں رہتے، اور اپنے آپ اس سے کتنے لاکھ درجے بدتر گندی گھناؤنی ذلیل ناپاک مثال کے قابل ہوتے نہ کہ سند لانے کے لائق، مگر حاشا اللہ بات وہی ہے کہ وما کفر سلیمٰن ولکن الشیٰطین کفروا[2] (اور سلیمان نے کفر نہ کیا ہاں شیطان کافر ہوئے۔ ت) حضرت مخدوم صاحب نے تو کفر نہ کیا یہ شیاطین ہی کفر رہے ہیں۔

(۳) کھل جائیگا کہ اسمٰعیل دہلوی کے نجس اقوال ایسے ہی خبیث و ناپاک ہیں کہ ان کے بنانے کے لئے انبیاء و اولیاء و خود محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وعلیہم وسلم کو ایسی گندی مثال ایسی سڑی دُشنامیں دینے کی حاجت ہوتی ہے، پھر وہ گالیاں اللہ و رسول پر تو چسپاں ہو نہیں سکتیں، وہ پاک و منزّہ ہیں، انھیں اسمٰعیل پرستوں کے کفرِ خبیث پر اور رجسٹری ہوتی ہے کہ ان کے دل میں اتنی قدر ہے،

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۸

[2] ؍؍ ؍؍ ۲/ ۱۰۲

Marfat.com

اللہ واحد قہار کے حبیب اکرم و خلیفۂ اعظم محمد رسول اللہ کی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)۔

واخذ اعداءہ باشد النقم اٰمین ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم ، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اللہ تعالٰی آپ کے دشمنوں سے سخت انتقام لے، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ، واللہ تعالٰی اعلم ، اس جل مجدہ کا علم اتم و اکمل ہے (ت)

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

رسالہ

السوء والعقاب علی المسیح الکذاب

۱۳۲۰ھ

(جھوٹے مسیح پر وبال اور عذاب)

مسئلہ از امرتسر کٹڑہ گربا سنگھ، کوچہ ٹنڈا شاہ، مرسلہ جناب مولانا مولوی محمد عبد الغنی صاحب واعظ ۲۱ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

باسمہٖ سبحانہٗ، مستفتی نے ظاہر کیا کہ ایک شخص نے درانحالیکہ مسلمان تھا ایک مسلمہ سے نکاح کیا، زوجین ایک عرصہ تک باہم معاشرت کرتے رہے، اولاد بھی ہوئی، اب کسی قدر عرصہ سے شخص مذکور مرزا قادیانی کے مریدوں میں منسلک ہو کر صبغِ عقاید کفریہ مرزائیہ سے مصطبغ ہو کر علٰی رؤس الاشہاد ضروریاتِ دین سے انکار کرتا رہتا ہے، سو مطلوب عن الاظہار یہ ہے کہ شخص مذکور شرعًا مرتد ہوچکا اور اس کی منکوحہ اس کی زوجیت سے علیحدہ ہوچکی اور منکوحہ مذکورہ کا کُل مہر معجل مؤجل مرتد مذکور کے ذمہ ہے اولادِ صغار اپنے والد مرتد کی ولایت سے نکل چکی یا نہ؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا (بیان کرکے اجر حاصل کیجئے۔ ت)

خلاصہ جواباتِ امرتسر

(۱) شخص مذکور بباعث آنکہ بہم عقیدہ مرزا کا ہے جو باتفاقِ علمائے دین کافر ہے، مرتد ہوچکا، منکوحہ

Marfat.com

زوجیت سے علیحدہ ہوچکی، کل مہر بذمہ مرتد واجب الادا ہوچکا، مرتد کو اپنی اولادِ صغار پر ولایت نہیں، ابو محمد زبیر غلام رسول الحنفی القاسمی عفی عنہ۔

(۲) شک نہیں کہ مرزا قادیانی اپنے آپ کو رسول اللہ، نبی اللہ کہتا ہے اور اس کے مرید اس کو نبی مرسل جانتے ہیں، اور دعویٰ نبوت کا بعد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بالاجماع کفر ہے، جب اس طائفے کا ارتداد ثابت ہُوا، پس مسلمہ ایسے شخص کے نکاح سے خارج ہوگئی ہے، عورت کو مہر ملنا ضروری ہے، اور اولاد کی ولایت بھی ماں کا حق ہے۔ عبد الجبار بن عبد اللہ الغزنوی

(۳) لایشك فی ارتداد من نسب المسمریزم الذی ھو من اقسام السحر الی الانبیاء علیھم السلام واھان روح اللہ عیسیٰ بن مریم علیھما السلام وادعی النبوۃ وغیرھا من الکفریات کالمرزا فنکاح المسلمۃ لاشك فی فسخہ لکن لھا المھر والاولاد الصغائر۔ ابو الحسن غلام مصطفیٰ عفی عنہ

بیشک جو شخص جادو کی قسم مسمریزم کو انبیاء علیہم السلام کی طرف منسوب کرے اور حضرت روح اللہ عیسےٰ بن مریم علیہما السلام کی توہین کرے اور نبوت کا دعویٰ وغیرہ کفریات کا ارتکاب کرے جیسے مرزا قادیانی، تو اس کے مرتد ہونے میں کیا شک ہے تو مسلمان عورت کا اس سے نکاح بلا شک فسخ ہو جائے گا لیکن اس مسلمان عورت کو مہر و اولاد کا استحقاق ہے۔ ابو الحسن غلام مصطفٰے عفی عنہ (ت)

(۴) شک نہیں کہ مرزا کے معتقدات کا معتقد مرتد ہے، نکاح منفسخ ہُوا، اولاد عورت کو دی جائے گی، عورت کامل مہر لے سکتی ہے۔ ابو محمد یوسف غلام محی الدین عفی عنہ

(۵) آنچہ علمائے کرام از عرب وہند و پنجاب در تکفیر مرزا قادیانی ومعتقدان وے فتویٰ دادہ اند ثابت وصحیح ست قادیانی خود را نبی ومرسل یزدانی قرار میدہد و توہین وتحقیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وانکار معجزات شیوۂ اوست کہ از تحریراتش پرظاہر ست (نقل عبارات ازالہ رسائل مرزاست)۔ احقر عباد اللہ العلی واعظ محمد عبد الغنی

علماءِ عرب وہند وپنجاب نے مرزا قادیانی اور اس کے معتقدین کی تکفیر کا جو فتویٰ دیا ہے وُہ صحیح وثابت ہے، مرزا قادیانی اپنے کو نبی ورسول یزدانی قرار دیتا ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین و تحقیر کرنا اور معجزات کا انکار کرنا اس کا شیوہ ہے جیسا کہ اس کی تحریروں سے ظاہر ہے (یہ عبارات ازالہ اوہام میں منقول ہیں جو کہ مرزا کے رسائل میں سے ایک رسالہ ہے) احقر عباد اللہ العلی واعظ محمد عبد الغنی۔ (ت)

Marfat.com

(۶) احقر العباد خدا بخش امام مسجد شیخ خیر الدین۔

(۷) شک نہیں کہ مرزا قادیانی مدعی نبوت و رسالت ہے (نقل عبارات کثیرہ ازالہ وغیرہا تحریرات مرزا) پس ایسا شخص کافر تو کیا میرا وجدان یہی کہتا ہے کہ اس کو خدا پر بھی ایمان نہیں۔ ابو الوفاء ثناء اللہ کفاہ اللہ مصنف تفسیر ثنائی امرتسری۔

(۸) قادیانی کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو ضروریات دین سے انکار ہے نیز دعوٰی رسالت کا بھی، چنانچہ (ایک غلطی کا ازالہ) میں اس نے صراحۃً لکھا ہے کہ میں رسول ہوں، لہٰذا غلام احمد اور اس کے معتقدین بھی کافر بلکہ اکفر ہوئے، مرتد کا نکاح فسخ ہوجاتا ہے، اولادِ صغار والد کے حق سے نکل جاتی ہے پس مرزائی مرتد سے اولاد لے لینی چاہیے اور مہر معجل اور مؤجل لے کر عورت کو اس سے علیحدہ کرنا چاہیے۔ ابو تراب محمد عبد الحق بازار صابونیاں۔

(۹) مرزائی مرتد ہیں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے منکر معجزات کو مسمریزم تحریر کیا ہے، مرزا کافر ہے، مرزا سے جو دوست ہو یا اس کے دوست سے دوستی وہ بھی کافر مرتد ہے۔ صاحبزادہ صاحب سید ظہور الحسن قادری فاضلی سجادہ نشین حضرات سادات جیلانی بٹالہ شریف۔

(۱۰) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد نبوت و رسالت کا دعوٰی اور ضروریاتِ دین کا انکار بیشک کفر وارتداد ہے ایسے شخص پر قادیانی ہو یا غیر، مرتدوں کے احکام جاری ہوں گے۔ نور احمد عفی عنہ

از جناب مولانا مولوی محمد عبد الغنی صاحب امرتسری بنام سامی حضرت عالم اہلسنت دام ظلہم العالی

بخدمت شریف جناب فیض مآب قامع فساد و بدعات دافع جہالت وضلالات مفخر العلماء الحنفیہ قاطع اصول الفرقۃ الضالۃ النجدیہ مولانا مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب متعنا اللہ بعلمہ تحفہ تحیات و تسلیمات مسنونہ رسانیدہ مکشوف ضمیر مہر انجلا آنکہ چوں دریں بلاد از مدت مدیدہ بہ ظہور دجال کذاب قادیانی فتور و فساد برخاستہ است بموجب حکم آزادگی بہ ہیچ صورتے در چنگ علما آں دہری رہزن دین اسلام نمی آید اکنوں ایں واقعہ در خانہ

بخدمت شریف جناب فیض مآب، قامع فساد و بدعات، جہالت و گمراہی کو دفع کرنے والے، حنفی علماء کا فخر، گمراہ نجدی فرقہ کے اصول کو مٹانے والے مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے علوم سے بہرہ ور فرمائے سلام و تحیت مسنونہ پیش ہوں، دلی مراد واضح ہو کہ جب سے اس علاقہ میں قادیانی فتور و فساد برپا ہوا ہے قانونی آزادی کی وجہ سے اس بے دین اسلام کے ڈاکو پر علماء کی گرفت نہ ہو سکی ابھی ایک واقعہ حنفی شخص کے ہاں ہوا ہے کہ اس کے نکاح میں مسلمان عورت

Marfat.com

یک شخص حنفی شد کہ زنے مسلمہ در عقد شخصے بودہ آں
مرد مرزائی گردید زن مذکورہ از وے ایں کفریات
شنیدہ گریز نمودہ بخانۂ پدر رسید لہذا برائے آں و
برائے سد آیندہ و تنبیہ مرزائیاں فتوی ہذا طبع کردہ آید
امید کہ آں حضرت ہم بمہر و دستخط شریف خود مزین فرمایند
کہ باعثِ افتخار باشد سفیر از ندوہ کدام مولوی غلام محمد
ہوشیارپوری وارد امرتسر از مدت دوماہ شدہ است
فتوائے ہذا نزد وے فرستادم مشار الیہ دستخط
ننمود و گفت اگر دریں فتوی دستخط کنم ندوہ از من
بیزار شود خاکش بدہن ازیں جہت مردمان بلدہ را
بسیار بدظنی در حق ندوہ می شود زیادہ چہ نوشتہ
آید جزاکم اللہ عن الاسلام والمسلمین۔
الملتمس بندہ کثیر المعاصی واعظ محمد عبد الغنی
از امرتسر کٹرہ گربا سنگھ کوچہ ٹنڈا شاہ۔

تھی وہ شخص مرزائی ہوگیا اس کی مذکورہ عورت نے
اس کے کفریات سُن کر اس سے علیحدگی اختیار کرکے
اپنے والد کے گھر چلی گئی، لہذا اس واقعہ اور
آئندہ سدِ باب اور مرزائیوں کی تنبیہ کے لئے یہ فتوٰی
طبع کرایا ہے امید ہے کہ آپ بھی اپنی مہر اور دستخط
سے اس کو مزین فرمائیں گے جو کہ باعثِ افتخار ہوگا۔
ندوہ کا ایک نمائندہ مولوی غلام محمد ہوشیارپوری دو ماہ
سے امرتسر میں آیا ہُوا ہے میں نے یہ فتوٰی اس کے
پاس بھیجا تاکہ وُہ دستخط کردے تو اس نے کہا اگر میں نے
اس فتوٰی پر دستخط کئے تو ندوہ والے مجھ سے ناراض
ہوجائیں گے اس کے منہ میں خاک ہو، اس کی اس
بات کی وجہ سے شہر کے لوگ ندوہ والوں سے نہایت
بدظن ہوگئے ہیں، مزید کیا لکھوں، اللہ تعالٰی آپ کو
اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے جزا عطا فرمائے۔
الملتمس گناہ گار بندہ واعظ محمد عبد الغنی از امرتسر
کٹرہ گربا سنگھ کوچہ ٹنڈا شاہ۔ (ت)

الجواب

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام
علٰی من لا نبی بعدہٗ وعلٰی اٰلہ و
صحبہ المکرمین عندہ رب انی
اعوذبک من ھمزات الشیطٰن واعوذبک
رب ان یحضرون۔

تمام تعریفیں اللہ وحدہٗ لاشریک کے لئے ہیں، اور
صلوٰۃ وسلام اس ذات پر جس کے بعد نبی نہیں ہے
اور اس کی آل واصحاب پر جو عزت وکرامت والے
ہیں، اے رب! میں تیری پناہ چاہتا ہوں شیطان
کی کھلی بدگوئیوں سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں انکے حاضر ہونے سے۔ (ت)

اللہ عزوجل دینِ حق پر استقامت عطا فرمائے اور ہر ضلال و وبال و نکال سے بچائے، قادیانی مرزا کا اپنے آپ کو
مسیح و مثلِ مسیح کہنا تو شہرۂ آفاق ہے اور بحکم آنکہ ع

Marfat.com

عیب می جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو
(شراب کے تمام عیب بیان کئے اب اس کے ہنر بھی بیان کر۔ت)

فقیر کو بھی اس دعوٰی سے اتفاق ہے مرزا کے مسیح و مثیل مسیح ہونے میں اصلاً شک نہیں مگر لا واللہ نہ مسیح کلمۃ اللہ علیہ صلوٰۃ اللہ بلکہ مسیح دجال علیہ اللعن والنکال، پہلے اس ادعائے کاذب کی نسبت سہارن پور سے سوال آیا تھا جس کا ایک مبسوط جواب ولد اعز فاضل نوجوان مولوی حامد رضا خاں محمد حفظہ اللہ تعالٰی نے لکھا اور بنام تاریخی الصارم الربانی علٰی اسراف القادیانی مسمّٰی کیا، یہ رسالہ حامیِ سُنن، ماحیِ فتن، ندوہ شکن، ندوی فگن، مکرمنا قاضی عبدالوحید صاحب حنفی فردوسی صین عن الفتن نے اپنے رسالہ مبارکہ تحفۂ حنفیہ میں کہ عظیم آباد سے ماہوار شائع ہوتا ہے طبع فرمادیا، بحمداللہ تعالٰے اس شہر میں مرزا کا فتنہ نہ آیا، اور اللہ عزّوجل قادر ہے کہ کبھی نہ لائے، اس کی تحریرات یہاں نہیں ملتیں، مجیب ہفتم نے جو اقوالِ ملعونہ اس کی کتابوں سے بہ نشان صفحات نقل کئے مثیلِ مسیح ہونے کے ادعا کو شناعت و نجاست میں ان سے کچھ نسبت نہیں ان میں صاف صاف انکارِ ضروریاتِ دین اور بوجوہ کثیرہ کفر و ارتداد مبین ہے فقیر ان میں سے بعض کی اجمالی تفصیل کرے:

کفر اوّل: مرزا کا ایک رسالہ ہے جس کا نام "ایک غلطی کا ازالہ" ہے، اس کے صفحہ ۶۷۳ پر لکھتا ہے: "میں احمد ہوں جو آیت مبشرًا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں مراد ہے"[1]۔ آیۂ کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ سیدنا مسیح ربانی عیسٰی بن مریم رُوح اللہ علیہما الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ مجھے اللہ عزّوجل نے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے توریت کی تصدیق کرتا اور اس رسول کی خوشخبری سُناتا جو میرے بعد تشریف لانے والا ہے جس کا نامِ پاک احمد ہے صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم۔ ازالہ کے قولِ ملعون مذکور میں صراحۃً ادعا ہُوا کہ وُہ رسول پاک جن کی جلوہ افروزی کا مژدہ حضرت مسیح لائے معاذ اللہ مرزا قادیانی ہے۔

کفر دوم: توضیح مرام طبع ثانی صفحہ ۹ پر لکھتا ہے کہ "میں محدث ہوں اور محدث[ع] بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے"[2]

ع لا الٰہ الا اللہ لقد کذب عدو اللہ ایہا المسلمون (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، دشمن خدا نے جھوٹ بولا اے مسلمانو! ۔ت) سیّد المحدثین امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں کہ اُنھیں کے

(باقی اگلے صفحہ پر)

[1] مطبوعہ ریاض الہند امرتسر

[2] توضیح المرام ص ۱۶

کفر سوم: دافع البلاء مطبوعہ ریاض ہند صفحہ ۹ پر لکھتا ہے: "سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔"[1]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

واسطے حدیث محدثین آئی انھیں کے صدقے میں ہم نے اس پر اطلاع پائی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

قد کان فیما مضی قبلکم من الامم اناس محدثون فان یکن فی امتی منھم احد فانہ عمر بن الخطاب[2]۔ رواہ احمد والبخاری عن ابی ھریرۃ واحمد ومسلم والترمذی والنسائی عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

اگلی امتوں میں کچھ لوگ محدث ہوتے تھے یعنی فراستِ صادقہ والہام حق والے۔ اگر میری امت میں ان میں کوئی ہوگا تو وہ ضرور عمر بن خطاب ہے رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (اسے احمد اور بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور احمد، مسلم، ترمذی اور نسائی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔ ت)

فاروق اعظم نے نبوت کے کوئی معنی نہ پائے صرف ارشاد فرمایا:

لوکان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب[3]۔ رواہ احمد والترمذی والحاکم عن عقبۃ بن عامر والطبرانی فی الکبیر عن عصمۃ بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اگر میرے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو عمر ہوتا۔ (اسے احمد وترمذی اور حاکم نے عقبہ بن عامر سے اور طبرانی نے کبیر میں عصمۃ بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

مگر پنجاب کا محدث حادث کہ حقیقۃً نہ محدث ہے نہ محدث، یہ ضرور ایک معنی پر نبی ہوگیا الا لعنۃ اللہ علی الکٰذبین (خبردار، جھوٹوں پر خدا کی لعنت۔ ت) والعیاذ باللہ رب العلمین۔

---

[1] دافع البلاء	مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان		ص ۲۶
[2] صحیح البخاری	مناقب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ	قدیمی کتب خانہ کراچی	۱/۵۲۱
جامع الترمذی	" " " "	امین کمپنی مکتبہ رشیدیہ دہلی	۲/۲۱۰
[3] صحیح البخاری	" " " "	قدیمی کتب خانہ کراچی	۱/۵۲۰
المستدرک للحاکم	معرفۃ الصحابۃ	دار الفکر بیروت	۳/۸۵
جامع الترمذی	مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ	امین کمپنی دہلی	۲/۲۰۹

Marfat.com

کفرچہارم: مجیب نجم نے نقل کیا "نیز میگوید کہ خدائے تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام اُمتی بھی رکھا ہے اور نبی بھی۔" ان اقوالِ خبیثہ میں اوّلاً کلامِ الٰہی کے معنی میں صریح تحریف کی کہ معاذ اللہ آیۂ کریمہ میں یہ شخص مراد ہے نہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ثانیاً نبی اللہ و رسول اللہ و کلمۃ اللہ عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر افترا کیا وہ اس کی بشارت دینے کو اپنا تشریف لانا بیان فرماتے تھے۔

ثالثاً اللہ عزوجل پر افترا کیا کہ اس نے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس شخص کی بشارت دینے کے لئے بھیجا، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون[1]. بیشک جو لوگ اللہ عزوجل پر جھوٹ بہتان اُٹھاتے ہیں فلاح نہ پائیں گے۔

اور فرماتا ہے:

انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون[2] ایسے افترا وہی باندھتے ہیں جو بے ایمان کافر ہیں۔

رابعاً اپنی گھڑی ہوئی کتاب براہین غلامیہ کو اللہ عزوجل کا کلام ٹھہرایا کہ خدائے تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں یوں فرمایا ہے۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

فویل للذین یکتبون الکتٰب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمناً قلیلا، فویل لھم مما کتبت ایدیھم و ویل لھم مما یکسبون[3]. خرابی ہے ان کے لئے جو اپنے ہاتھوں کتاب لکھیں پھر کہہ دیں یہ اللہ کے پاس سے ہے تاکہ اس کے بدلے کچھ ذلیل قیمت حاصل کریں، سو خرابی ہے ان کے لئے ان کے لکھے ہاتھوں سے اور خرابی ہے ان کے لئے اس کمائی سے۔

ان سب سے قطع نظر ان کلمات ملعونہ میں صراحۃً اپنے لئے نبوت و رسالت کا ادعائے قبیحہ ہے اور وہ باجماعِ قطعی کفر صریح ہے، فقیر نے رسالہ جزاء اللہ عدوہ باباۂ ختم النبوۃ خاص اسی مسئلے میں لکھا اور اس میں آیت قرآن عظیم اور ایک سو دس حدیثوں اور تیس نصوں کو جلوہ دیا، اور ثابت کیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/۱۱۶

[2] " " ۱۶/۱۰۵

[3] " " ۲/۷۹

Marfat.com

تعالٰی علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننا اُن کے زمانہ میں خواہ ان کے بعد کسی نبی جدید کی بعثت کو یقیناً قطعاً محال و باطل جاننا فرضِ اجل و جزءِ ایقان ہے ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین[۱] (ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔ت) نص قطعی قرآن ہے اس کا منکر، نہ منکر بلکہ شک کرنے والا، نہ شاک کہ ادنیٰ ضعیف احتمال خفیف سے توہم خلاف رکھنے والا قطعاً اجماعاً کافر ملعون مخلد فی النیران ہے، نہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو اس کے اس عقیدۂ ملعونہ پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ جانے وُہ بھی، کافر ہونے میں شک و تردد کو راہ دے وہ بھی کافر بین الکفر جلی الکفران ہے۔ قول دوم وسوم میں شاید وہ یا اس کے اذناب آج کل کے بعض شیاطین سے سیکھ کر تاویل کی آڑ لیں کہ یہاں نبی و رسول سے معنی لغوی مراد ہیں یعنی خبردار یا خبر دہندہ اور فرستادہ مگر یہ محض ہوس ہے۔

اولاً صریح لفظ میں تاویل نہیں سُنی جاتی، فتاوٰی خلاصہ وفصول عمادیہ وجامع الفصولین وفتاوٰی ہندیہ وغیرہا میں ہے:

والالفظ للعمادی لو قال انا رسول اللہ او قال بالفارسیة من پیغمبرم یرید بہ من پیغام می برم یکفر[۲]

یعنی اگر کوئی اپنے آپ کو اللہ کا رسول کہے یا بزبانِ فارسی کہے میں پیغمبر ہُوں اور مراد یہ لے کہ میں کسی کا پیغام پہنچانے والا ایلچی ہُوں کافر ہو جائے گا۔

امام قاضی عیاض کتاب الشفاء فی تعریف حقوق المصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں فرماتے ہیں:

قال احمد بن ابی سلیمٰن صاحب سحنون رحمہما اللہ تعالٰی فی رجل قیل لہ لا وحق رسول اللہ فقال فعل اللہ برسول اللہ کذا وذکر کلاما قبیحا، فقیل لہ ماتقول یا عدو اللہ فی حق رسول اللہ فقال لہ اشد من کلامہ الاول ثم قال انما اردت برسول اللہ العقرب فقال ابن ابی سلیمٰن للذی سألہ اشھد علیہ وانا شریکك یرید فی

یعنی امام احمد بن ابی سلیمان تلمیذ و رفیق امام سحنون رحمہما اللہ تعالٰی سے ایک مرد کی نسبت کسی نے پوچھا کہ اس سے کہا گیا تمہارسول کے حق کی قسم اس نے کہا اللہ رسول اللہ کے ساتھ ایسا ایسا کرے اور ایک بدکلام ذکر کیا کہا گیا اے دشمنِ خدا! تو رسول اللہ کے بارے میں کیا بکتا ہے تو اس سے بھی سخت تر لفظ بکا پھر بولا میں نے تو رسول اللہ سے بچھو مراد لیا تھا۔ امام احمد بن ابی سلیمان نے مستفتی سے فرمایا تم اس پر گواہ ہو جاؤ اور اسے سزائے موت دلانے اور

---

[۱] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰

[۲] فتاوٰی ہندیۃ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۶۳

Marfat.com

قتلہ و ثواب ذٰلک' قال حبیب بن الربیع لان ادعاء التاویل فی لفظ صراح لا یقبل[1]

اس پر جو ثواب ملے گا اس میں میں تمھارا شریک ہُوں' (یعنی تم حاکم شرع کے حضور اس پر شہادت دو اور میں بھی سعی کروں گا کہ ہم تم دونوں بحکم حاکم اسے سزائے موت دلانے کا ثواب عظیم پائیں) امام حبیب بن ربیع نے فرمایا یہ اس لئے کہ کھلے لفظ میں تاویل کا دعوٰی مسموع نہیں ہوتا۔

مولانا علی قاری شرح شفاء میں فرماتے ہیں :

ثم قال انما اردت برسول اللہ العقرب فانہ ارسل من عند الحق و سلط علی الخلق تاویلا للرسالۃ العرفیۃ بالارادۃ اللغویۃ و ھو مردود عند القواعد الشرعیۃ۔[2]

یعنی وہ جو اس مردک نے کہا کہ میں نے بچھو مراد لیا' اس طرح اس نے رسالت عرفی کو معنی لغوی کی طرف ڈھالا کہ بچھو کو بھی خدا ہی نے بھیجا اور خلق پر مسلط کیا ہے' اور ایسی تاویل قواعدِ شرع کے نزدیک مردود ہے۔

علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں :

ھذا حقیقۃ معنی الارسال و ھذا مما لا شک فی معناہ وانکارہ مکابرۃ لکنہ لا یقبل من قائلہ ادعاؤہ انہ مرادہ لبعدہ غایۃ البعد' وصرف اللفظ عن ظاھرہ لا یقبل کما لو قال انت طالق قال اردت محلولۃ غیر مربوطۃ لا یلتفت لمثلہ و یعد ھذیانا اھ[3] ملتقطا۔

یعنی یہ لغوی معنی جن کی طرف اس نے ڈھالا ضرور بلاشک حقیقی معنی ہیں اس کا انکار ہٹ دھرمی ہے بایں ہمہ قائل کا ادعا مقبول نہیں کہ اس نے یہ معنی لغوی مراد لئے تھے' اس لئے کہ یہ تاویل نہایت دُور از کار ہے اور لفظ کا اس کے معنی ظاہر سے پھیرنا مسموع نہیں ہوتا جیسے کوئی اپنی عورت کو کہے تو طالق ہے اور کہے میں نے تو یہ مراد لیا تھا کہ تو کھلی ہُوئی ہے بندھی نہیں ہے (کہ لغت میں طالق "کشادہ" کو کہتے ہیں) تو ایسی تاویل کی طرف التفات نہ ہوگا اور اسے ہذیان سمجھا جائے گا۔

ثانیاً وہ بالیقین ان الفاظ کو اپنے لئے مدح و فضل جانتا ہے، نہ ایک ایسی بات کہ ؎

دندان تو جملہ در دہانند ۔۔۔ چشمان تو زیر ابروانند

(تیرے تمام دانت منہ میں ہیں، تیری آنکھیں ابرو کے نیچے ہیں۔ت)

---

[1] الشفاء فی تعریف حقوق المصطفٰی القسم الرابع الباب الاول مطبع شرکۃ صحافیۃ فی البلاد العثمانیہ ۲/ ۲۰۹

[2] شرح الشفاء لملا علی قاری مع نسیم الریاض " دار الفکر بیروت ۴/ ۳۴۳

[3] نسیم الریاض شرح الشفاء للقاضی عیاض " " "

Marfat.com

کوئی عاقل بلکہ نیم پاگل بھی ایسی بات کو جو ہر انسان بلکہ بھنگی چمار بلکہ ہر جانور بلکہ ہر کافر مرتد میں موجود ہو محلِ مدح میں ذکر نہ کریگا نہ اس میں اپنے لئے فضل و شرف جانے گا بھلا کہیں براہینِ غلامیہ میں یہ بھی لکھا کہ سچا خدا وہی ہے جس نے مرزا کی ناک میں دو نتھنے رکھے مرزا کے کان میں دو گھونگے بنائے یا خدا نے براہینِ احمدیہ میں لکھا ہے کہ اس عاجز کی ناک ہونٹوں سے اوپر اور بھووں کے نیچے ہے۔ کیا ایسی بات کہنے والا پورا مجنون پکا پاگل نہ کہلایا جائیگا اور شک نہیں کہ وہ معنی لغوی یعنی کسی چیز کی خبر رکھنا یا دینا یا بھیجا ہوا ہونا اُن مثالوں سے بھی زیادہ عام ہیں بہت جانوروں کے ناک کان بھویں اصلاً نہیں ہوتیں مگر خدا کے بھیجے ہوئے وہ بھی ہیں اللہ نے انہیں عدم سے جو نر کی پیٹھ سے مادہ کے پیٹ سے دنیا کے میدان میں بھیجا جس طرح اس مردک خبیث نے بچھو کو رسول بمعنی لغوی بنایا مولوی معنوی قدس سرہ العزیز مثنوی شریف میں فرماتے ہیں :[1]

۱	کل یوم ھو فی شان بخواں	مر ورا بیکار و بے فعلے مداں
۲	کمتریں کارش کہ ہر روز ست آں	کو سہ لشکر روانہ میکند
۳	لشکرے ز اصلاب سوئے امہات	بہرآں تا در رحم روید نبات
۴	لشکرے ز ارحام سوئے خاکداں	تا ز نر و مادہ پر گردد جہاں
۵	لشکرے از خاکداں سوئے اجل	تا بہ بیند ہر کسے حسن عمل[1]

(۱) روزانہ اللہ تعالیٰ اپنی شان میں ہے پڑھ۔ اس کو بیکار اور بے عمل ذات نہ جان (۲) اس کا معمولی کام ہر روز یہ ہوتا ہے کہ روزانہ تین لشکر روانہ فرماتا ہے (۳) ایک لشکر پشتوں سے امہات کی طرف تاکہ عورتوں کے رحموں میں پیدائش ظاہر فرمائے (۴) ایک لشکر ماؤں کے رحموں سے زمین کی طرف تاکہ نر و مادہ سے جہان کو پر فرمائے (۵) ایک لشکر دنیا سے موت کی جانب تاکہ ہر ایک اپنے عمل کی جزا کو دیکھے۔ ت

حق عز و جل فرماتا ہے :

فارسلنا علیھم الطوفان والجراد والقمل والضفادع والدم[2] — ہم نے فرعونیوں پر بھیجے طوفان اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈکیں اور خون۔

کیا مرزا ایسی ہی رسالت پر فخر رکھتا ہے جسے ٹڈی اور مینڈک اور جوں اور کتے اور سور سب کو شامل مانے گا، ہر جانور بلکہ ہر حجر و شجر بہت سے علوم سے خبر دار ہے اور ایک دوسرے کو خبر دینا بھی صحاح احادیث سے ثابت۔

---

[1] المثنوی المعنوی قصہ آنکس کہ در یارے بکوفت گفت الخ نورانی کتب خانہ پشاور دفتر اول ص ۵۹

[2] القرآن الکریم ۷/ ۱۳۳

حضرت مولوی قدس سرہ المعنوی ان کی طرف سے فرماتے ہیں: ؎

ما سمیعیم و بصیریم و خوشیم　　با شما نامحرماں ما خامشیم[1]

(ہم آپس میں سننے، دیکھنے والے اور خوش ہیں، تم نامحرموں کے سامنے ہم خاموش ہیں۔ ت)

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وان من شیئ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم[2]۔

کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کرتی ہو مگر ان کی تسبیح تمہاری سمجھ میں نہیں آتی۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما من شیئ الا یعلم انی رسول اللہ الا کفرۃ او فسقۃ الجن والانس۔[3] رواہ الطبرانی فی الکبیر عن یعلی بن مرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وصححہ خاتم الحفاظ۔

کوئی چیز ایسی نہیں جو مجھے اللہ کا رسول نہ جانتی ہو سوا کافر جن اور آدمیوں کے۔ (طبرانی نے کبیر میں یعلی بن مرہ سے روایت کیا اور خاتم الحفاظ نے اسے صحیح کہا۔ ت)

حق سبحانہ تعالٰی فرماتا ہے:

فمکث غیر بعید فقال احطت بما لم تحط بہ وجئتك من سبا بنبا یقین[4]۔

کچھ دیر ٹھہر کر ہُد ہُد بارگاہِ سلیمانی میں حاضر ہوا اور عرض کی مجھے ایک بات وہ معلوم ہوئی ہے جس پر حضور کو اطلاع نہیں اور میں خدمتِ عالی میں ملکِ سبا سے ایک یقینی خبر لے کر حاضر ہوا ہوں۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما من صباح ولا رواح الا وبقاع الارض ینادی بعضھا بعضا، یا جارۃ ھل مربك الیوم عبد صالح صلی علیك او ذکر اللہ؟

کوئی صبح اور شام ایسی نہیں ہوتی کہ زمین کے ٹکڑے ایک دوسرے کو پکار کر نہ کہتے ہوں کہ اے ہمسائے! آج تجھ پر کوئی نیک بندہ گزرا جس نے تجھ پر

---

[1] المثنوی المعنوی　حکایت مارگیرے کہ اژدہائے افسردہ الخ　نورانی کتب خانہ پشاور　دفتر سوم ص ۲۷

[2] القرآن الکریم ۱۷/ ۴۴

[3] المعجم الکبیر　حدیث ۶۷۲　المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت　۲۲/ ۲۶۲
الجامع الصغیر　〃 ۸۰۴۸　دار الکتب العلمیۃ بیروت　الجزء الثانی ص ۴۹۲

[4] القرآن الکریم ۲۷/ ۲۲

Marfat.com

فان قالت نعم رأت ان لها بذلك فضلا[1] رواہ الطبرانی فی الاوسط وابونعیم فی الحلیة عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

نماز پڑھی یا ذکرِ الٰہی کیا، اگر وہ ٹکڑا جواب دیتا ہے کہ ہاں تو وہ پُوچھنے والا ٹکڑا اعتقاد کرتا ہے کہ اسے مجھ پر فضیلت ہے (اسے طبرانی نے اوسط میں اور ابونعیم نے حلیہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

تو خبر رکھنا خبر دینا سب کچھ ثابت ہے۔ کیا مرزا ہر اینٹ پتھر، ہر بُت پرست کافر، ہر ریچھ بندر، ہر کُتّے سور کو بھی اپنی طرح نبی و رسول کہے گا؟ ہرگز نہیں۔ تو صاف روشن ہُوا کہ معنی لغوی ہرگز مراد نہیں بلکہ یقیناً وہی شرعی و عُرفی رسالت و نبوت مقصود اور کفر و ارتداد یقینی قطعی موجود۔

وبعبارۃ اخری معنی کے چار ہی قسم ہیں، لغوی، شرعی، عُرفی عام یا خاص۔ یہاں عرفِ عام تو بعینہٖ وہی معنی شرعی ہے جس پر کفر قطعاً حاصل، اور ارادۂ لغوی کا ادعا یقیناً باطل، اب یہی رہا کہ فریب دہِ عوام کو یُوں کہہ دے کہ میں نے اپنی خاص اصطلاح میں نبی و رسول کے معنی اور رکھے ہیں جن میں مُجھے سگ و خوک سے امتیاز بھی ہے اور حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وصفِ نبوت میں اشتراک بھی نہیں، مگر حاش للہ! ایسا باطل ادعا اصلاً شرعاً عقلاً عرفاً کسی طرح باد شتر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا، ایسی جگہ لغت و شرع و عرفِ عام سب سے الگ اپنی نئی اصطلاح کا مدعی ہونا قابلِ قبول ہو تو کبھی کسی کافر کی کسی سخت سے سخت بات پر گرفت نہ ہو سکے کوئی مجرم کسی معظم کی کیسی ہی شدید توہین کرکے مجرم نہ ٹھہر سکے کہ ہر ایک کو اختیار ہے اپنی کسی اصطلاح خاص کا دعوٰی کر دے جس میں کفر و توہین کچھ نہ ہو، کیا زید کہہ سکتا ہے خدا دو ہیں جب اس پر اعتراض ہو کہہ دے میری اصطلاح میں ایک کو دو کہتے ہیں، کیا عمرو جنگل میں سور کو بھاگتا دیکھ کر کہہ سکتا ہے وُہ قادیانی بھاگا جاتا ہے، جب کوئی مرزائی گرفت چاہے کہہ دے میری مراد وہ نہیں جو آپ سمجھے میری اصطلاح میں ہر بھگوڑے یا جنگلی کو قادیانی کہتے ہیں، اگر کہئے کوئی مناسبت بھی ہے تو جواب دے کہ اصطلاح میں مناسبت شرط نہیں لامشاحۃ فی الاصطلاح (اصطلاح میں کوئی اعتراض نہیں) آخر سب جگہ منقول ہی ہونا کیا ضرور، لفظ مرتجل بھی ہوتا ہے جس میں معنی اوّل سے مناسبت اصلاً منظور نہیں معہذا قادی بمعنی جلدی کنندہ ہے یا جنگل سے آنے والا۔ قاموس میں ہے:

قدت قادیة جاء قوم قد اقحموا — قوم جلدی میں آئی، قدت قادیة کا ایک معنٰی

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۵٦٦ مکتبۃ المعارف الریاض ۱/۳۳٦

Marfat.com

من البادیۃ والفرس قدیانا اسرع[1] قدت من البادیۃ یا قدت الفرس جنگل سے آیا یا گھوڑے کو تیز کیا۔ (ت)

قادیان اس کی جمع اور قادیانی اس کی طرف منسوب یعنی جلدی کرنے والوں یا جنگل سے آنے والوں کا ایک، اس مناسبت سے میری اصطلاح میں ہر بھگوڑے جنگلی کا نام قادیانی ہوا، کیا زید کی وُہ تقریر کسی مسلمان یا عمرو کی یہ توجیہ کسی مرزائی کو مقبول ہوسکتی ہے: حاشا وکلا کوئی عاقل ایسی بناوٹوں کو نہ مانے گا بلکہ اسی پر کیا موقوف، یُوں اصطلاح خاص کا ادعا مسموع ہوجائے تو دین و دُنیا کے تمام کارخانے درہم برہم ہوں، عورتیں شوہروں کے پاس سے نکل کرجس سے چاہیں نکاح کرلیں کہ ہم نے تو ایجاب وقبول نہ کیا تھا اجازت لیتے وقت ہاں کہا تھا، ہماری اصطلاح (ہاں) بمعنی (ہوں) یعنی کلمۂ جزر و انکار ہے۔ لوگ بیعنامے لکھ کر رجسٹری کراکر جائداد چھین لیں کہ ہم نے تو بیع نہ کی تھی بیچنا لکھا تھا، ہماری اصطلاح میں عاریت یا اجارے کو بیچنا کہتے ہیں الٰی غیر ذٰلك من فسادات لاتحصٰی (ایسے بہت سے فسادات ہوں گے۔ ت) تو ایسی جھوٹی تاویل والا خود اپنے معاملات میں اُسے نہ ملنے گا کیا مسلمانوں کو زن و مال اللہ ورسول (جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) سے زیادہ پیارے ہیں کہ جورو اور جائداد کے باب میں تاویل سُنیں اور اللہ و رسول کے معاملے میں ایسی ناپاک بناوٹیں قبول کرلیں لا الٰہ الا اللہ مسلمان ہرگز ایسے مردود بہانوں پر التفات بھی نہ کریں گے انھیں اللہ ورسول اپنی جان اور تمام جہان سے زیادہ عزیز ہیں وللہ الحمد جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خود ان کا رب جل وعلا قرآن عظیم میں ایسے بیہودہ عذروں کا دربار جلا چکا ہے، فرماتا ہے:

قل لاتعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم[2] ان سے کہہ دو بہانے نہ بناؤ بیشک تم کافر ہوچکے ایمان کے بعد۔

والعیاذ باللہ تعالٰی رب العالمین۔

ثالثًا کفر چہارم میں اُمتی و نبی کا مقابلہ صاف اسی معنی شرعی وعرفی کی تعیین کررہا ہے۔

رابعًا کفرِ اول میں تو کسی جھوٹے ادعائے تاویل کی بھی گنجائش نہیں، آیت میں قطعًا معنی شرعی ہی مرادہیں نہ کہ لغوی، نہ اس شخص کی کوئی اصطلاح خاص، اور اسی کو اس نے اپنے نفس کے لئے مانا تو قطعًا یقینًا بمعنی شرعی ہی اپنے نبی اللہ ورسول اللہ ہونے کا مدعی اور ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین[3]

---

[1] القاموس المحیط باب الواو فصل القاف مصطفی البابی مصر ۴/ ۳۷۹

[2] القرآن الکریم ۹/ ۶۶

[3] ؍؍ ۳۳/ ۴۰

(ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔ت) کا منکر اور باجماع قطعی جمیع امت مرحومہ مرتد و کافر ہُوا۔ سچ فرمایا سچّے خدا کے سچّے رسول سچّے خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کہ عنقریب میرے بعد آئیں گے ثلٰثون دجّالون کذّابون کلھم یزعم انہ نبی تیس ۳۰ دجال کذاب کہ ہر ایک اپنے کو نبی کہے گا وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی[1] حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اٰمنت اٰمنت صلی اللہ تعالٰی علیک وسلم (میں ایمان لایا میں ایمان لایا اللہ تعالٰی آپ پر صلوٰۃ وسلام نازل فرمائے۔ت) اسی لئے فقیر نے عرض کیا تھا کہ مرزا ضرور مثیلِ مسیح ہے صدق بلکہ مسیح دجّال کا کہ ایسے مدعیوں کو یہ لقب خود بارگاہِ رسالت سے عطا ہوا والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔

کفر پنجم: دافع البلاء ص ۱۰ پر حضرت مسیح علیہ السلام سے اپنی برتری کا اظہار کیا ہے[2]۔

کفر ششم: اسی رسالہ کے صفحہ ۲۰ پر لکھا ہے: ؎

ابنِ مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے[3]

کفر ہفتم: اشتہار معیار الاخیار میں لکھا ہے "میں بعض نبیوں سے بھی افضل ہوں"۔ یہ ادعا بھی باجماعِ قطعی کفر وارتداد یقینی ہیں، فقیر نے اپنے فتوٰی مسمّٰی بہ رادّ الرفضۃ میں شفاء شریف امام قاضی عیاض و روضۃ امام نووی وارشاد الساری امام قسطلانی و شرح عقائد نسفی و شرح مقاصد امام تفتازانی و اعلام امام ابن حجر مکی و منح الروض علامہ قاری و طریقہ محمدیہ علامہ برکوی و حدیقہ ندیہ مولٰی نابلسی وغیرہا کتب کثیرہ کے نصوص سے ثابت کیا ہے کہ باجماعِ مسلمین کوئی ولی کوئی غوث کوئی صدّیق بھی کسی نبی سے افضل نہیں ہوسکتا، جو ایسا کہے قطعاً اجماعاً کافر ملحد ہے، ازاں جملہ شرح صحیح بخاری شریف میں ہے:

النبی افضل من الولی وھو امر مقطوع بہ والقائل بخلافہ کافر لانہ معلوم من — یعنی ہر نبی ہر ولی سے افضل ہے اور یہ امر یقینی ہے اور اس کے خلاف کہنے والا کافر ہے کہ

---

[1] جامع الترمذی ابواب الفتن باب لاتقوم الساعۃ الخ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۴۵
مسند احمد بن حنبل دار الفکر بیروت ۵/ ۳۹۶
[2] دافع البلاء ضیاء الاسلام قادیان ص ۳۰
[3] " " " " "

الشرع بالضرورۃ۔[1] یہ ضروریاتِ دین سے ہے۔

کفر ہفتم: میں ایسے ایک لطیف تاویل کی گنجائش تھی کہ یہ لفظ (نبیوں) بتقدیم نون نہیں بلکہ (بنیوں) بہ تقدیم با ہے یعنی بھنگی درکنار کہ خود ان کے تو لال گرو کا بھائی ہوں ان سے تو افضل ہوا ہی چاہوں میں تو بعض بنیوں سے بھی افضل ہوں کہ انھوں نے سرف آٹے دال میں ڈنڈی ماری اور یہاں وہ ہتھ پھیری کی بیسیوں کا دین ہی اڑ گیا، مگر افسوس کہ دیگر تصریحات نے اس تاویل کی جگہ نہ رکھی۔

کفر ہشتم: ازالہ صفحہ ۳۰۹ پر حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات کو جن کا ذکر خداوند تعالیٰ بطور احسان فرماتا ہے مسمریزم لکھ کر کہتا ہے: "اگر میں اس قسم کے معجزات کو مکروہ نہ جانتا تو ابنِ مریم سے کم نہ رہتا"[2] یہ کفر متعدد کفروں کا خمیرہ ہے معجزات کو مسمریزم کہنا ایک کفر کہ اس تقدیر پر وہ معجزہ نہ ہوئے بلکہ معاذ اللہ ایک کسبی کرشمے ٹھہرے۔ اگلے کافروں نے بھی ایسا ہی کہا تھا،

اذ قال اللّٰہ یٰعیسی بن مریم اذکر نعمتی علیك وعلٰی والدتك، اذ ایدتك بروح القدس قف تکلم الناس فی المھد وکھلاج واذ علمتك الکتٰب والحکمۃ والتورٰىۃ والانجیل ج واذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیرا باذنی وتبرئ الاکمہ والابرص باذنی ج واذ تخرج الموتٰی باذنی ج واذ کففت بنی اسرائیل عنك اذ جئتھم بالبینٰت فقال الذین کفروا منھم ان ھٰذا الا سحر مبین ۵[3]

جب فرمایا اللہ سبحانہٗ نے اے مریم کے بیٹے! یاد کر میری نعمتیں اپنے اوپر اور اپنی ماں پر جب میں نے پاک روح سے تجھے قوت بخشی لوگوں سے باتیں کرتا پالنے میں اور پکی عمر کا ہو کر اور جب میں نے تجھے سکھایا لکھنا اور علم کی تحقیقی باتیں اور توریت اور انجیل اور جب تو بناتا مٹی سے پرند کی سی شکل میری پروانگی سے پھر تو اس میں پھونکتا تو وہ پرند ہو جاتی میرے حکم سے اور تو چنگا کرتا مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو میری اجازت سے، اور جب تو قبروں سے جیتا نکالتا مُردوں کو میرے اذن سے، اور جب میں نے یہود کو تجھ سے روکا جب تو ان کے پاس یہ روشن معجزے لے کر آیا تو ان میں کے کافر بولے یہ تو نہیں مگر کھلا جادو۔

مسمریزم بتایا یا جادو کہا، بات ایک ہی ہوئی یعنی الٰہی معجزے نہیں کسبی ڈھکوسلے ہیں، ایسے ہی

---

[1] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب العلم باب ما یستحب للعالم الخ دار الکتاب العربی بیروت ۱/۲۱۴

[2] ازالہ اوہام ریاض الہند امرتسر بھارت ص ۱۱۶

[3] القرآن الکریم ۵/۱۱۰

Marfat.com

منکروں کے خیالِ ضلال کو حضرت مسیح کلمۃ اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیٰ سیّدہ و علیہ وسلم نے بار بار بتاکید رد فرمادیا تھا اپنے معجزات مذکورہ ارشاد کرنے سے پہلے فرمایا:

انی قد جئتکم باٰیۃ من ربکم انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر[1] الاٰیۃ۔ میں تمھارے پاس رب کی طرف سے معجزے لایا کہ میں مٹی سے پرند بناتا اور پھونک مار کر اُسے جلاتا اور اندھے اور بدن بگڑے کو شفا دیتا اور خدا کے حکم سے مُردے جلاتا اور جو کچھ گھر سے کھا کر آؤ اور جو کچھ گھر میں اٹھا رکھو وُہ سب تمھیں بتاتا ہُوں۔

اور اس کے بعد فرمایا:

ان فی ذٰلک لاٰیۃ لکم ان کنتم مؤمنین[2] بیشک ان میں تمھارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان لاؤ۔

پھر مکرر فرمایا:

جئتکم باٰیۃ من ربکم فاتقوا اللہ و اطیعون[3] میں تمھارے رب کے پاس سے معجزہ لایا ہُوں تو خدا سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔

مگر جو عیسٰے کے رب کی نہ مانے وُہ عیسٰے کی کیوں ماننے لگا، یہاں تو اُسے صاف گنجائش ہے کہ اپنی بڑائی سبھی کرتے ہیں ؏

کس نہ گوید کہ دروغ من ترش ست

(کوئی نہیں کہتا کہ میرا جھُوٹ ترش ہے۔ت)

پھر ان معجزات کو مکروہ جاننا دُوسرا کفر یہ کہ کراہت اگر اس بنا پر ہے کہ وُہ فی نفسہٖ مذموم کام تھے جب تو کفر ظاہر ہے قال اللہ تعالیٰ:

تلک الرسل فضلنا بعضھم علیٰ بعض[4] یہ رسول ہیں کہ ھم نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/۴۹

[2] ؍؍ ۳۱/۴۹

[3] ؍؍ ۳۱/۵۰

[4] ؍؍ ۲/۲۵۳

Marfat.com

اور اسی فضیلت کے بیان میں ارشاد ہُوا :

و اٰتینا عیسی ابن مریم البینٰت و ایدنٰہ بروح القدس[1] — اور ہم نے عیسٰے بن مریم کو معجزے دِئے اور جبرئیل سے اس کی تائید فرمائی۔

اور اگر اس بنا پر ہے کہ وُہ کام اگرچہ فضیلت کے تھے مگر میرے منصبِ اعلیٰ کے لائق نہیں تو یہ وہی نبی پر اپنی تفضیل ہے ہرطرح کفر وارتداد قطعی سے مفر نہیں پھر ان کلمات شیطانیہ میں مسیح کلمۃ اللہ صلے اللہ تعالیٰ علٰی سیدہ وعلیہ وسلم کی تحقیر تیسرا کفر ہے اور ایسی ہی تحقیر اس کلام ملعون کفر ششم میں تھی اور سب سے بڑھ کر اس کفر نہم میں ہے کہ ازالہ صفحہ ۱۶۱ پر حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت لکھا " بوجہ مسمریزم کے عمل کرنے کے تنویر باطن اور توحید اور دینی استقامت میں کم درجے پر بلکہ قریب ناکام رہے "[2]

انا للہ و انا الیہ راجعون ، الا لعنۃ اللہ علٰی اعداء انبیاء اللہ وصلی اللہ تعالٰی علٰی انبیائہ و بارك وسلم۔ — ہم اللہ کی ملکیت اور ہم اس کی طرف ہی لوٹنے والے ہیں، انبیاء اللہ کے دشمنوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت، اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اس کے انبیاء علیہم السلام پر اور برکتیں اور سلام (ت)

ہر نبی کی تحقیر مطلقاً کفر قطعی ہے جس کی تفصیل سے شفاء شریف وشروحِ شفاء و سیف مسلول امام تقی الملۃ والدین سبکی و روضہ امام نووی و وجیز امام کردری و اعلام امام حجر مکی وغیرہا تصانیف ائمہ کرام کے دفتر گونج رہے ہیں، نہ کہ نبی بھی کون نبی مرسل نہ کہ مرسل بھی کیسا مرسل اولوالعزم نہ کہ تحقیر بھی کتنی کہ مسمریزم کے سبب نور باطن نہ نور باطن بلکہ دینی استقامت نہ دینی استقامت بلکہ نفس توحید میں نہ کم درجہ بلکہ ناکام رہے اس ملعون قول لعن اللہ قائلہ و قابلہ (اسے کہنے والے اور قبول کرنے والے پر اللہ کی لعنت) نے اولوالعزمی و رسالت ونبوت درکنار اس عبداللہ و کلمۃ اللہ و روح اللہ علیہ وصلوٰۃ اللہ وسلام وتحیات اللہ کے نفس ایمان میں کلام کر دیا اس کا جواب ہمارے ہاتھ میں کیا ہے سوا اس کے کہ :

انّ الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ و اعدّ لھم عذابا مھینا[3] — بیشک جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ نے لعنت کی دنیا و آخرت میں اور ان کے لئے تیار کر رکھا ہے ذلّت کا عذاب۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۵۳
[2] ازالہ اوہام ریاض الہند امرتسر بھارت ص ۱۱۶
[3] القرآن الکریم ۳۳/۵۷

Marfat.com

کفر دہم: ازالہ صفحہ ۶۲۹ پر لکھتا ہے "ایک زمانے میں چار سو نبیوں کی پیشگوئی غلط ہوئی اور وہ جھوٹے"[1]۔ یہ صراحۃً انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب ہے عام اقوامِ کفار لعنہم اللہ کا کفر حضرت عزت عزجلالہٗ نے یوں ہی تو بیان فرمایا:

کذبت قوم نوحٍ المرسلین[2] ہ کذبت عادٌ المرسلین[3] ہ کذبت ثمود المرسلین[4] ہ کذبت قوم لوطٍ المرسلین[5] ہ کذب اصحٰبِ الایکۃ المرسلین[6]

نوح کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا، عاد نے رسولوں کو جھٹلایا، ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا، لوط کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا، بَن والوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔ (ت)

ائمہ کرام فرماتے ہیں، جو نبی پر اس کی لائی ہوئی بات میں کذب جائز ہی مانے اگرچہ وقوع نہ جانے باجماع کفر ہے نہ کہ معاذ اللہ چار سو انبیاء کا اپنے اخبار بالغیب میں کہ وہ ضرور اللہ ہی کی طرف سے ہوتا ہے واقع میں جھوٹا ہو جانا، شفا شریف میں ہے:

من دان بالوحدانیۃ وصحۃ النبوۃ و نبوۃ نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولکن جوز علی الانبیاء الکذب فیما اتوا بہ ادعی فی ذٰلک المصلحۃ بزعمہ اولم یدعھا فھو کافر باجماع[7]۔

یعنی جو اللہ تعالٰی کی وحدانیت نبوت کی حقانیت ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نبوت کا اعتقاد رکھتا ہو باینہمہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ان کی باتوں میں کذب جائز مانے خواہ بزعم خود اس میں کسی مصلحت کا ادعا کرے یا نہ کرے ہر طرح بالاتفاق کافر ہے۔

ع: یہ اس کی پیش بندی ہے کہ یہ کذاب اپنی بڑ میں ہمیشہ پیشگوئیاں ہانکتا رہتا ہے اور بعنایت الٰہی وہ آئے دن جھوٹی پڑا کرتی ہیں تو یہاں یہ بتانا چاہتا ہے کہ پیشگوئی غلط پڑی کچھ شانِ نبوت کے خلاف نہیں معاذ اللہ اگلے انبیاء میں بھی ایسا ہوتا ہے۔ ایتھم برعلم۔

---

[1] ازالۂ اوہام ریاض الہند امرتسر بھارت ص ۲۳۴

[2] القرآن الکریم ۲۶/۱۰۵ [3] القرآن الکریم ۲۶/۱۲۳

[4] ؍؍ ۲۶/۱۴۱ [5] ؍؍ ۲۶/۱۶۰

[6] ؍؍ ۲۶/۱۷۶

[7] الشفا بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی بیان ماھو من المقالات مکتبہ شرکۃ صحافیہ فی بلاد العثمانیہ ۲/۲۶۹

Marfat.com

ظالم نے چار سو کہہ کر گمان کیا کہ اس نے باقی انبیاء کو تکذیب سے بچا لیا حالانکہ یہی آیتیں جو ابھی تلاوت کی گئی ہیں شہادت دے رہی ہیں کہ اس نے آدم نبی اللہ سے محمد رسول اللہ تک تمام انبیائے کرام علیہم افضل الصلوٰۃ والسلام کو کاذب کہہ دیا کہ ایک رسول کی تکذیب تمام مرسلین کی تکذیب ہے ——

دیکھو قوم نوح و ہود و صالح و لوط و شعیب علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ایک ہی نبی کی تکذیب کی تھی مگر قرآن نے فرمایا: قوم نوح نے سب رسولوں کی تکذیب کی، عاد نے کل پیغمبروں کو جھٹلایا، ثمود نے جمیع انبیاء کو کاذب کہا، قوم لوط نے تمام رسل کو جھوٹا بنایا، ایکہ والوں نے سارے نبیوں کو دروغ گو کہا، یونہی واللہ اس قائل نے نہ صرف چار سو بلکہ جملہ انبیاء و مرسلین کو کذاب مانا،

فلعن اللہ من کذب احدا من انبیائه وصلی اللہ تعالٰی علی انبیائه و رسله والمؤمنین بهم اجمعین وجعلنا منهم وحشرنا فیهم وادخلنا معهم دار النعیم بجاههم عندہ و برحمته بهم و رحمتهم بنا انه ارحم الراحمین والحمد للہ رب العلمین۔

اللہ تعالٰی کے کسی نبی کو جھوٹا کہنے والے پر اللہ تعالٰی کی لعنت، اور اللہ تعالٰی اپنے انبیاء و رسولوں پر اور ان کے وسیلہ سے تمام مومنین پر رحمت فرمائے اور ہمیں ان میں بنائے، ان کے ساتھ حشر اور ان کے ساتھ جنت میں داخل فرمائے، ان کی اپنے ہاں وجاہت اور ان پر اپنی رحمت اور انکی ہم پر رحمت کے سبب وہ برحق بڑا رحیم و رحمٰن ہے سب حمد یں اللہ تعالٰی کیلئے جو سب جہانوں کا رب ہے (ت)

طبرانی معجم کبیر میں وبر حنفی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انی اشهد عدد تراب الدنیا ان مسیلمة کذاب[1]

بیشک میں ذرہ ہائے خاک تمام دنیا کے برابر گواہیاں دیتا ہوں کہ مسیلمہ (جس نے زمانۂ اقدس میں ادعائے نبوت کیا تھا) کذاب ہے۔

وانا اشهد معك یا رسول اللہ (یا رسول اللہ! میں بھی آپ کے ساتھ گواہی دیتا ہوں) اور محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ عالم پناہ کا یہ ادنٰی کتا بعدد دانہائے ریگ وستارہائے آسمان گواہی دیتا ہے اور میرے ساتھ تمام ملائکۂ سمٰوات وارض وحاملانِ عرش گواہ ہیں اور خود عرشِ عظیم کا مالک گواہ ہے وکفٰی باللہ شہیدا[2] (اور اللہ کافی ہے گواہ۔ت) کہ ان اقوال مذکورہ کا قائلِ بیباک کافر مرتد ناپاک ہے ——

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۴۱۲ از وبر بن مشهر الحنفی المکتبة الفیصلیة بیروت ۲۲/ ۱۵۴
[2] القرآن الکریم ۴۸/ ۲۸

Marfat.com

اگر یہ عہ اقوال مرزا کی تحریروں میں اسی طرح ہیں تو واللہ واللہ وُہ یقیناً کافر اور جو اس کے اُن اقوال یا ان کے امثال پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ کہے وُہ بھی کافر، ندوہ مخذولہ اور اس کے اراکین کہ صرف طوطے کی طرح کلمہ گوئی پر مدارِ اسلام رکھتے اور تمام بددینوں گمراہوں کو حق پر جانتے خدا کو سب سے یکساں راضی مانتے سب مسلمانوں پر مذہب سے لادعوے دینا لازم کرتے ہیں جیسا کہ ندوہ کی روداد اوّل و دوم و رسالہ اتفاق وغیرہا میں مصرح ہے ان اقوال پر بھی اپنا وہی قاعدہ ملعونہ مجرد کلمہ گوئی نیچریت کا اعلیٰ نمونہ جاری رکھیں اس کی تکفیر میں چُون وچرا کریں تو وہ بھی کافر، وُہ اراکین بھی کفارِ مرزا کے پیرو اگرچہ خود ان اقوال اخبث الابوال کے معتقد نہ بھی ہوں مگر جب کہ صریح کفر و کھلے ارتداد دیکھتے سُنتے پھر مرزا کو امام و پیشوا و مقبولِ خدا کہتے ہیں قطعاً یقیناً سب مُرتد ہیں سب مستحقِ نار۔

شفاء شریف میں ہے :

نکفر من لم یکفر من دان بغیر ملۃ المسلمین من الملل اووقف فیھم اوشک[1] — یعنی ہم ہر اس شخص کو کافر کہتے ہیں جو کافر کو کافر نہ کہے یا اس کی تکفیر میں توقف کرے یا شک رکھے۔

شفاء شریف نیز فتاوٰی بزازیہ و درر و غرر و فتاوٰی خیریہ و درمختار و مجمع الانہر وغیرہا میں ہے :

من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[2] — جو اس کے کفر و عذاب میں شک کرے یقیناً خود کافر ہے۔

اور جو شخص باوصف کلمہ گوئی وادعائے اسلام کفر کرے وُہ کافروں کی سب سے بدتر قسم مرتد کے حکم میں ہے، ہدایہ و درمختار و عالمگیری و غرر و ملتقی الابحر و مجمع الانہر وغیرہا میں ہے :

صاحب الھوٰی ان کان یکفر فھو بمنزلۃ المرتد[3] — بدعتی اگر کفر کرے تو وہ مرتد کے حکم میں ہے۔ (ت)

فتاوٰی ظہیریہ و طریقہ محمدیہ و حدیقہ ندیہ و برجندی شرح نقایہ و فتاوٰی ہندیہ میں ہے :

عہ یہ اقوال دوسرے کے منقول تھے اس فتوے کے بعد مرزا کی بعض نئی تحریریں خود نظر سے گزریں جن میں قطعی کفر بھرے ہیں بلاشبہہ وُہ یقیناً کافر مرتد ہے ۱۲۔

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی بیان ماھو من المقالات مکتبہ شرکۃ صحافیہ فی البلاد العثمانیہ ۲/ ۲۷۱

[2] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

[3] " فصل فی وصایا الذمی وغیرہ " " " ۲/ ۳۳۳

Marfat.com

هٰؤلاء القوم خارجون عن ملّة الاسلام واحکامھم احکام المرتدین[1] — یہ لوگ دینِ اسلام سے خارج ہیں اور ان کے احکام بعینہٖ مرتدین کے احکام ہیں۔

اور شوہر کے کفر کرتے ہی عورت نکاح سے فوراً نکل جاتی ہے، اب اگر بے اسلام لائے اپنے اس قول و مذہب سے بغیر توبہ کئے یا بعد اسلام و توبہ عورت سے بغیر نکاح جدید کئے اس سے قربت کرے زنائے محض ہو جو اولاد ہو یقیناً ولد الزنا ہو، یہ احکام سب ظاہر اور تمام کتب میں دائر و سائر ہیں،

فی الدرالمختار عن غنیۃ ذوی الاحکام مایکون کفرًا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا[2] — درمختار میں غنیۃ ذوالاحکام سے منقول ہے جو بالاتفاق کفر ہو وہ عمل، نکاح کو باطل کردیتا ہے اس کی اولاد ولد الزنا ہے (ت)

اور عورت کا کُل مہر اس کے ذمہ عائد ہونے میں بھی شک نہیں جب کہ خلوتِ صحیحہ ہوچکی ہو کہ ارتداد کسی دَین کو ساقط نہیں کرتا،

فی التنویر وارث کسب اسلامہ وارثہ المسلم بعد قضاء دین اسلامہ وکسب ردتہ فیئ بعد قضاء دین ردتہ[3] — تنویر میں ہے قرضہ کی ادائیگی کے بعد اس کے اسلامی وقت کی کمائی کا وارث مسلمان ہے اور اس کے ارتدادی دَور کی کمائی بیت المال میں جمع ہوگی۔ (ت)

اور معجل تو فی الحال آپ ہی واجب الادا ہے، رہا مؤجل وُہ ہنوز اپنی اجل پر رہے گا، مگر یہ کہ مرتد بحالِ ارتداد ہی مرجائے یا دارالحرب کو چلا جائے اور حاکمِ شرع حکم فرمادے کہ وُہ دارالحرب سے ملحق ہوگیا اس وقت مؤجل بھی فی الحال واجب الادا ہوجائے گا اگرچہ اجل موعود میں دس بیس برس باقی ہوں۔

فی الدران حکم القاضی بلحاقہ حل دینہ[4] فی ردالمحتار لانہ باللحاق صار من اھل الحرب وھم اموات فی حق احکام الاسلام فصار کالموت، الا — درمختار میں ہے کہ اگر قاضی نے مرتد کو دارالحرب سے ملحق ہونے کا فیصلہ دے دیا تو اس کا دَین لوگوں کو حلال ہے، ردالمحتار میں ہے کیونکہ دارالحرب سے لاحق ہونے پر حربی ہوگیا اور حربی اسلام کے احکام میں مُردوں

---

[1] فتاوٰی ہندیہ — الباب التاسع فی احکام المرتدین — نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۶۴
[2] درمختار — باب المرتد — مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۹
[3] " — " — " — "
[4] " — " — " — "

Marfat.com

انہ لایستقر لحاقہ الا بالقضاء لاحتمال العود، واذا تقرر موتہ تثبت الاحکام المتعلقۃ بہ کما ذکرنا ھنا[1]۔

کی طرح ہوتے ہیں مگر اس کا لحوق قاضی کے فیصلہ پر دائمی قرار پائے گا کیونکہ قبل ازیں اس کے واپس دارالاسلام آنے کا احتمال ہے، تو جب اس کی موت ثابت ہوگئی تو موت سے متعلقہ تمام احکام نافذ ہوجائیں گے جیسا کہ یہاں ذکر کیا۔ (ت)

اولادِ صغار ضرور اس کے قبضے سے نکال لی جائے گی،

حذرا علی دینھم الا تری انھم صرحوا بنزع الولد من الام الشفیقۃ المسلمۃ ان کانت فاسقۃ والولد یعقل یخشی علیہ التخلق بسیرھا الذمیمۃ فما ظنک بالاب المرتد والعیاذ باللہ تعالٰی، قال فی ردالمحتار الفاجرۃ بمنزلۃ الکتابیۃ فان الولد یبقی عندھا الی ان یعقل الادیان کما سیأتی خوفا علیہ من تعلمہ منھا ما تفعلہ فکذا الفاجرۃ الخ[2] وانت تعلم الولد لایحضنہ الاب الا بعد ما بلغ سبعا او تسعا وذلک عمر العقل قطعا فیحرم الدفع الیہ ویجب النزع منہ وانما احوجنا الی ھذا لان الملک لیس بید الاسلام والا[ع] فالسلطان این یبقی

نابالغ بچوں کے دین کے خطرہ کی وجہ سے، کیا آپ نے نہ دیکھا کہ فقہائے نے مسلمان شفیق ماں اگر فاسقہ ہو تو اس سے بچے کو الگ کرنے کی تصریح کی ہے بچے کے سمجھدار ہونے پر اس کی ماں کے بُرے اخلاق سے متاثر ہونے کے خوف کی وجہ سے، تو مرتد باپ کے بارے میں تیرا کیا گمان ہوگا، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ ردالمحتار میں فرمایا کہ فاجر عورت اہل کتاب عورت کے حکم میں ہے کہ اس کے پاس بچہ صرف اس وقت تک رہے گا جب تک دین سمجھنے نہ پائے جیسا کہ بیان ہوگا، اس خوف سے کہ کہیں بچہ اس کے اعمال سے متاثر نہ ہوجائے، تو فاجرہ عورت کا بھی یہی حکم ہے الخ، اور تجھے علم ہے کہ والد بچے کو سات یا نو سال کے بعد ہی اپنی پرورش میں لیتا ہے اور یہ سمجھ کی عمر ہے لہذا بچے کو اسکے سپرد کرنا حرام ہے اور اس سے الگ کرلینا ضروری ہے، اور

ع: فان سلطان الاسلام مامور بقتلہ لایجوز لہ ابقاؤہ بعد ثلثۃ ایام ۱۲ منہ۔

ع: کیونکہ اسلامی حکمران کو مرتد کے قتل کا حکم ہے تو اسے جائز نہیں کہ مرتد کو تین دن کے بعد باقی رکھے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب المرتد داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۰۰

[2] ردالمحتار باب الحضانۃ " " " ۲/۶۳۴

Marfat.com

المرتد حتی یبحث عن حضانته الاترى الیٰ قولهم لاحضانة لمرتدة لانها تضرب و تحبس کالیوم فانی تتفرغ للحضانة فاذا کان هذا فی المحبوس فماظنك بالمقتول ولكن انا لله و انا الیه راجعون ولاحول ولا قوة الا بالله العلی العظیم۔

ہم نے یہ ضرورت اس لئے محسوس کی کہ یہ مُلک مسلمان کے اختیار میں نہیں ورنہ اسلامی حکمران مرتد کو کب چھوڑے گا کہ مرتد کی پرورش کا مسئلہ زیرِ بحث آئے آپ نے غور نہیں کیا کہ فقہاء کا ارشاد ہے کہ مرتدہ کو حقِ پرورش نہیں ہے کیونکہ وہ قید میں سزا یافتہ ہوگی جیسا کہ آج ہے لہذا وُہ پرورش کرنے کی فرصت کہاں پا سکتی ہے تو یہ حکم قیدی کے متعلق ہے تو مقتول مرتد کے متعلق تیرا کیا گمان ہو سکتا ہے، لیکن ہم اللہ تعالیٰ کا مال اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ (ت)

مگر ان کے نفس یا مال میں بدعوے ولایت اس کے تصرفات موقوف رہیں گے اگر پھر اسلام لے آیا اور اس مذہب ملعون سے توبہ کی تو وُہ تصرف سب صحیح ہو جائیں گے اور اگر مرتد ہی مرگیا یا دارالحرب کو چلا گیا تو باطل ہو جائیں گے،

فی الدرالمختار یبطل منه اتفاقا مایعتمد الملة وھی خمس النکاح والذبیحة والصید والشھادة والارث ویتوقف منه اتفاقا مایعتمد المساواة وھو المفاوضة، اوولایة متعدیة وھو التصرف علی ولده الصغیر، ان اسلم نفذ وان ھلك اولحق بدارالحرب وحکم بلحاقه بطل[1] اھ مختصرا، نسأل الله الثبات علی الایمان وحسبنا الله ونعم الوکیل وعلیه التکلان ولاحول ولاقوة الا بالله العلی العظیم وصلی الله تعالیٰ علی سیدنا و مولانا و اٰله وصحبه اجمعین، اٰمین

درمختار میں ہے مرتد کے وُہ تمام امور بالاتفاق باطل ہیں جن کا تعلق دین سے ہو اور وہ پانچ امور ہیں: نکاح، ذبیحہ، شکار، گواہی اور وراثت، اور وُہ امور بالاتفاق موقوف قرار پائیں گے جو مساوات عمل مثلاً لین دین اور کسی پر ولایت اور یہ نابالغ اولاد کے بارے میں تصرفات ہیں، اگر وہ دوبارہ مسلمان ہوگیا تو موقوف امور نافذ ہو جائیں گے، اور اگر وہ ارتداد میں مرگیا یا دارالحرب پہنچ گیا اور قاضی نے اس کے طوق کا فیصلہ دے دیا تو وہ امور باطل ہو جائیں گے اھ مختصراً، ہم اللہ تعالیٰ سے ایمان پر ثابت قدمی کیلئے دعاگو ہیں، ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ اچھا وکیل ہے اور اس پر ہی بھروسا ہے، لاحول

---

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۹

Marfat.com

واللہ تعالیٰ اعلم۔

ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا وآلہ وصحبہ اجمعین، آمین۔
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

محمد وصی احمد ناصر دین	عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	محمدی سنی حنفی قادری عبدالمصطفیٰ احمد رضا خاں

Marfat.com

رسالہ

قہر الدیّان علیٰ مرتدٍّ بقادیان

۲۳ ھ ۱۲

(قادیانی مُرتد پر قہرِ خداوندی)

الحمد للہ وکفیٰ ، سمع اللہ لمن دعا ، لیس وراء اللہ منتھیٰ ، انّ ربی لطیف لمایشاء ، صلٰوات العلی الاعلیٰ ، و تسلیماتہ المنزھۃ عن الانتھاء ، وبرکاتہ التی تنمی وتنمٰی ، علیٰ خاتم النبیین جمیعا ، فمن تنبّأ بعدہ تامّا او ناقصا ، فقد کفر وغوٰی ، اللہ اکبر علیٰ من عاث وعتا ، وتمرد وعصٰی ، وفی ھوۃ ھواہ ھوٰی ، اللّٰھم اجرنا من ان نذل ونخزٰی ، او نزلّ ونشقٰی ، ربنا وانصرنا بنصرک علیٰ من طغٰی وبغٰی ،

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ، دعا کرنے والے کیلئے کفایت فرماتا اور سنتا ہے ، اللہ تعالیٰ کے بغیر کو منتہیٰ نہیں بیشک میرا رب جس پر چاہے لطف فرماتا ہے ، اللہ تعالےٰ کی صلوٰتیں ، تسلیمات اور برکتیں جو بڑھتی ہیں اور انتہا سے پاک ہیں تمام انبیاء کے خاتم پر ، تو جو آپ کے بعد تام یا ناقص نبوت کا مدعی ہُوا تو وُہ کافر ہُوا اور گمراہ ۔ اللہ تعالیٰ ہر سرکش باغی ، کھلے نافرمان اور اپنی خواہش کے گڑھے میں گرنے والے پر غالب و بلند ہے ۔ اے باری تعالےٰ ! ہمیں ذلّت ، رسوائی ، پھسلنے اور بدبختی سے محفوظ فرما ۔ یا اللہ ! ہماری اپنی خاص مدد فرما ہر باغی اور سرکش اور

Marfat.com

وضل واضل عن سبیل الاھتداء ، صلّ علی المولٰی و اٰلہ وصحبہ ابدا ابدا ، واشھد ان لا الٰہ الّا اللہ وحدہ لاشریك لہ احدا صمدا ، وان محمدا عبدہ ورسولہ بالحق ودین الھدٰی ، صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ دائما سرمدا ۔

جو بھی گمراہ ہوا اور گمراہ کرتا ہو سیدھے طریقے سے ان سب کے خلاف اور رحمت نازل فرما ہمارے آقا پر اور ان کی آل و اصحاب پر ہمیشہ ہمیشہ ، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی برحق معبود نہیں ، وہ وحدہٗ لاشریک احد صمد ہے اور یہ کہ محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کے خاص بندے اور برحق رسول ہیں اور اس کا دین ہدایت ہے ۔ اللہ تعالٰے کی رحمت نازل ہو آپ پر اور ان کے آل و اصحاب پر دائمی (ت)

اللہ اکبر علٰی من عتا وتکبر

(اللہ تعالٰے ہر سرکش اور متکبر پر غالب و بلند ہے۔ت)

مدتے ایں مثنوی تاخیر شد مہلتے بایست تا خوں شیر شد

(اس مثنوی کو ایک مدت تاخیر ہوئی ، خون کے دودھ بننے کے لئے مدت چاہیے۔ت)

اللہ عزوجل اپنے دین کا ناصر ، اپنے بندوں کا کفیل ، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ، رسالہ ماہواری رَدِّ قادیانی کی ابتداء حکمتِ الٰہیہ نے اس وقت پر رکھی تھی کہ یہاں دو چار جاہلان محض اس کے مرید ہو آئے ، مسلمانوں نے حسب حکم شرع شریف اُن سے میل جول ، ارتباط ، سلام کلام یک لخت ترک کر دیا ، دین میں فساد ، مسلمانوں میں فتنہ پیدا کرنے والوں نے یہ العذاب الادنٰی دون العذاب الاکبر[1] (بڑے عذاب سے قبل دنیاوی چھوٹا عذاب) چکھا ، مسلمانوں پر حملے میں اپنی چلتی میں کوئی نہ کی ، بس نہ چلا تو متواتر عرضیاں دیں کہ ہمارا پانی بند ہے ، ہم پر زندگی تلخ ہے ، بیدار مغز حکومت ایسی لغویات کو کب سنتی ، ہر بار جواب ملا کہ مذہبی امور میں دست اندازی نہ ہوگی ، سائلان آپ اپنا انتظام کریں ، آخر بحکم آنکہ ع

وست بگیرد سرِ شمشیر تیز

(تیز تلوار کا سرا ہاتھ میں پکڑا ۔ت)

ایک بے قید پرچے روہیل کھنڈ گزٹ میں اشتہار چھاپا کہ عمائدِ شہر اگر علمائے طرفین سے مناظرہ کرائیں اور وہ

---

[1] القرآن الکریم ۳۲ / ۲۱

Marfat.com

بھی اس شرط پر کہ دونوں طرف سے خود وہی منتظم رہیں تو ہمیں اطلاع دیں کہ ہم بھی مرزائی ملانوں کو بلالیں اور اس میں علمائے اہلسنت کی شان میں کوئی دقیقہ بدزبانی واکاذیبِ بہتانی وکلماتِ شیطانی کا اُٹھا نہ رکھا، یہ حرکت نہ فقط ان بے علم بے فہم مرزائیوں بلکہ بعونہٖ تعالٰی خود مرزا کے حق میں کالباحث عن حتفه بظلفه (اس کی طرح جو اپنی موت اپنے کُھر سے کرید کر نکالے) سے کم نہ تھی ؎

ستِ بازو بجہل میفگند پنجہ بامردِ آہنیں چنگال

(ہر فاہم وجاہل کو چھیڑا، آہنی پنجے والے مرد سے پنجہ آزمائی کی۔ت)

مگر ازانجا کہ عسٰی ان تکرھوا شیئا وھو خیرلکم[1] (قریب ہے کہ تم ناگوار سمجھو گے بعض چیزیں اور وہ تمہارے لئے بہتر ہوں گی) ع

خدا شرّے برانگیزد کہ خیرِ ما دراں باشد

(اللہ تعالٰی ایسا شر لاتا ہے جس میں ہماری خیر ہو۔ت)

یہ ایک غیبی تحریکِ خیر ہوگئی جس نے اُس ارادۂ رسالہ کی سلسلہ جنبانی فرمادی، اشتہار کا جواب اشتہار سے دیا گیا۔ مناظرہ کے لئے ابکارِ افکار مرزا قادیانی کو پیام دیا، اس کے ہولناک اقوال ادّعائے رسالت و نبوّت وافضلیت من الانبیاء وغیرہا کفر وضلال کا خاکہ اڑایا، گالیوں کے جواب میں گالی سے قطعی احتراز کیا، صرف اتنا دکھا دیا کہ تمہاری آج کی گالی نرالی نہیں، قادیانی تو ہمیشہ سے اللہ ورسول وانبیائے سابقین وائمۂ دین سب کو گالیاں سُناتا رہا ہے، ہر عبارت اس کی کتابوں سے بحوالۂ صفحہ مذکور ہوئی، مضمون کثیر تھا، متعدد پرچوں میں اشاعت منظور ہوئی، "ہدایت نوری بجواب اطلاعِ ضروری" نام رکھا گیا، اس میں دعوتِ مناظرہ، شرائطِ مناظرہ، طریقِ مناظرہ، مبادیٔ مناظرہ سب کچھ موجود ہے۔

اِس مختصر تحریر نے اپنی سلکِ منیر میں متعدد سلاسل لئے، سلسلۂ ۱ دشنام ہائے قادیانی بر حضرتِ ربّانی و رسولانِ رحمانی ومحبوبانِ یزدانی، سلسلۂ ۲ کفریات وضلالاتِ قادیانی، سلسلۂ ۳ تناقضات وتہافتاتِ قادیانی، سلسلۂ ۴ دجالی وتلبیساتِ قادیانی، سلسلۂ ۵ جہالات وبطالاتِ قادیانی، سلسلۂ ۶ تاصیلات، سلسلۂ ۷ سوالات۔ اور واقعی وقتی ضرورات مختلف مضامین پر کلام کی مقتضی ہوتی ہیں اور اس کے اکثر رسائل اُلٹ پھیر کر انھیں ڈھاک کے تین پات کے حامل، لہٰذا ہر رسالے کے جداگانہ رُو سے انھیں سلاسل کا انتظام احسن واولٰی۔

اب بعونہٖ تعالٰی اسی ہدایتِ نوری سے ابتدائے رسالہ ہے اور مولٰی تعالٰی مدد فرمانے والا ہے، اس کے

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۱۶

Marfat.com

بعد وقتاً فوقتاً رسائل ومضامین حسبِ حاجت اندراج گزین مناسب کہ جو کلام جس سلسلے کے متعلق آتا جائے بہ شمار سلسلہ اسی کی سلک میں انسلاک پائے جو نیا کلام ان سلاسل سے جدا شروع ہو اس کے لئے تازہ سلسلہ موضوع ہو۔ اعتراضات کے تازیانے جن کا شمار خدا جانے اوّل تا آخر ایک سلسلے میں منضود اور ہر اعتراض حاشیہ پر تازیانہ یا اس کی علامت ت لکھ کر جدا معدود۔

مسلمانوں سے تو بفضلہ تعالےٰ یقینی امیدِ مدد وموافقت ہے، مرزائی بھی اگر تعصب چھوڑ کر خوفِ خدا اور روزِ جزا سامنے رکھ کر دیکھیں تو بعونہٖ تعالےٰ امیدِ ہدایت ہے وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد وآلہٖ وصحبہ انہ ھو القریب المجیب۔

ہدایت نوری بجواب اطلاع ضروری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم خاتم النبیین وآلہ وصحبہ اجمعین ط

اِس میں قادیانی کو دعوتِ مناظرہ اور اس کے بعض سخت ہولناک اقوال کا تذکرہ ہے

اللہ عزّوجل مسلمانوں کو دینِ حق پر استقامت اور اعدائے دین پر فتح ونصرت بخشے، آمین!

روہیلکھنڈ گزٹ مطبوعہ یکم جولائی ۵ئہ میں تصور حسین نیچہ بند کے نام سے ایک مضمون بعنوان "اطلاع ضروری" نظر سے گزرا جس میں اولاً علمائے اہلِ سنت نصرھم اللہ تعالیٰ پر سخت زبان درازی و افترا پردازی کی ہے، کوئی دقیقہ توہین کا باقی نہ رکھا اور آخر میں عمائدِ شہر کو ترغیب دی ہے کہ علمائے طرفین میں مناظرہ کرادیں کہ حق جس طرف ہو ظاہر ہو جائے۔

ہر ذی عقل جانتا ہے کہ نیچہ بند صاحب جیسے بے علم فاضل کیا کلام وخطاب کے قابل، بلکہ فوج کی اگاڑی آندھی کی پچھاڑی مشہور ہے، جس فوج کی یہ اگاڑی یہ ہراول، اُس کی پچھاڑی معلوم از اوّل مگر اپنے دینی بھائیوں سے دفعِ فتنہ لازم، لہٰذا دونوں باتوں کے جواب کو یہ ہدایتِ نوری دو عدد پر منقسم، آئندہ حسبِ حاجت اس کے شمار کا اللہ عالم (پہلے عدد میں) اُن گالیوں کا جوابِ متین جو علمائے اہلِ سُنّت کو دی گئیں۔

پیارے بھائیو! عزیز مسلمانو! کیا یہ خیال کرتے ہو کہ ہم گالیوں کا جواب گالیاں دیں؟ حاشا للہ ہرگز نہیں بلکہ اُن دل کے مریضوں اور اُن کے ساختہ مسیح مرزا قادیانی کو گالی کے جواب میں یہ دکھائیں گے' اُن کی آنکھیں صرف اتنا دکھا کر کھولیں گے کہ شُستہ دہنو! تمھاری گندی گالی تو آج کی نئی نرالی نہیں، قادیانی بہادر

Marfat.com

ہمیشہ سے علماء و ائمہ کو ستھری گالیاں دینے کا دھنی ہے، استغفر اللہ! علماء و ائمہ کی کیا گنتی، وہ کون سی شدید خبیث ناپاک گالی ہے جو اُس نے اللہ کے محبوبوں، اللہ کے رسولوں بلکہ خود اللہ واحد قہار کی شان میں اٹھا رکھی ہے، یہ اطلاع ضروری کی پہلی بات کا جواب ہُوا۔

(دوسرے عدد) میں بعونہ تعالٰی قادیانی مرزا کو دعوتِ مناظرہ ہے، اس میں شرائطِ مناظرہ مندرج ہیں اور نیز اس کا طریق مذکور ہے جو نہایت متین و مہذب اور احتمالِ فتنہ سے یکسر دُور ہے، اس میں قادیانی کی طرح فریقِ مقابل پر شرائط میں کوئی سختی نہ رکھی گئی بلکہ قادیانی کی باگ ڈھیلی کی اور اُس کی تنگی کھول دی گئی ہے، اِس میں بحولہٖ تعالٰی شرائط کے ساتھ مبادی بھی ہیں جو کمال تہذیب و متانت سے ضلالتِ ضال کے کاشف اور مناظرۂ حسنہ کے بادی بھی ہیں۔

ایک مُدعیِ وحی کو لازم کہ اپنے وحی کنندوں کو جو رات دن اس پر اُترتے رہتے ہیں جمع کر رکھے اور اپنی حال کی اور پچھلی قُوّت سب حق کا وار سہارنے کے لئے بلالے۔ ہاں ہاں قادیانی کو تیار ہو رہنا چاہیے اُس سخت وقت کے لئے جب واحدِ قہار اپنی مدد مسلمانوں کے لئے نازل فرمائے گا اور جھوٹی مسیحی جھوٹی وحی کا سب جال پیچ بعونہٖ کُھل جائے گا،

وما ذٰلک علی اللہ بعزیز لقد عز نصر من قال وقولہ الحق ان جندنا لھم الغلبون ولن یجعل اللہ للکفرین علی المؤمنین سبیلا والحمد للہ رب العلمین۔

اور یہ اللہ تعالٰی پر گراں نہیں، اس ذات کی مدد غالب جس نے فرمایا اور اس کا فرمان برحق ہے کہ ہمارا تیار کردہ لشکر ہی ان پر غالب رہے گا، اور اللہ تعالٰی کافروں کو مومنوں پر ہرگز راہ نہ دے گا، الحمد للہ رب العالمین (ت)

یہ دوسرا عدد بحولہٖ تعالٰی اِس کے متصل ہی آتا ہے، اب بعونہٖ تعالٰی پہلے عدد کا آغاز ہوتا ہے ——

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

اور مجھے صرف اللہ تعالٰی سے توفیق ہے اور اسی پر بھروسا ہے اور اسی کی طرف میرا لوٹنا ہے (ت)

عددِ اوّل

اللہ کے محبوبوں، اللہ کے رسولوں حتی کہ خود اللہ عزّوجلّ پر قادیانی کی لچھے دار گالیاں

مسلمانو! اللہ تعالٰی تمہارا مالک و مولٰی تمہیں کفر و کافرین کے شر سے بچائے، قادیانی نے سب سے زیادہ اپنی گالیوں کا تختۂ مشق رسول اللہ و کلمۃ اللہ و رُوح اللہ سیدنا عیسٰی بن مریم علیہما الصلٰوۃ والسلام کو

Marfat.com

بنایا ہے اور واقعی اُسے اِس کی ضرورت بھی تھی، وُہ مثیلِ عیسیٰ بلکہ نزولِ عیسیٰ یا دُوسرے لفظوں میں عیسیٰ کا اوتار بنا ہے، عیسیٰ کے تمام اوصاف اپنے میں بتاتا ہے اور حقیقت دیکھئے تو مسیح صادق کی جمیع اوصاف حمیدہ سے اپنے آپ کو خالی اور اپنے تمام شنائع ذمیمہ سے اس پاک مبارک رسول کو منزّہ پاتا ہے لہٰذا ضرور ہوا کہ اُن کے معجزات، اُن کے کمالات سے یک لخت انکار اور اپنی تمام شنیع خصلتوں، ذمیم حالتوں کی اُن پر بوچھاڑ کرے جب تو اوتار بننا ٹھیک اُترے۔ میں یہاں اُس کی گالیاں جمع کروں تو دفتر ہو لہٰذا اُس کی خروار سے مُشتِ نمونہ پیشِ نظر ہو۔

فصلِ اوّل

رسول اللہ عیسیٰ بن مریم اور اُن کی ماں علیہما الصلوٰۃ والسلام پر قادیانی کی گالیاں

تازیانہ ۱ (۱) اعجازِ احمدی ص ۱۳ پر صاف لکھ دیا کہ: "یہود عیسیٰ کے بارے میں ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں

ت ۲ کہ ہم بھی جواب میں حیران ہیں بغیر اس کے کہ یہ کہہ دیں کہ ضرور عیسیٰ نبی ہے کیونکہ قرآن نے اس کو نبی

ت ۳ قرار دیا ہے اور کوئی دلیل ان کی نبوت پر قائم نہیں ہو سکتی بلکہ ابطالِ نبوت پر کئی دلائل قائم ہیں۔"

یہاں عیسیٰ کے ساتھ قرآنِ عظیم پر بھی جڑ دی کہ وُہ ایسی باطل بات بتا رہا ہے جس کے اِبطال پر متعدد دلائل قائم ہیں۔

ت ۴ و ۵ (۲) ایضاً ص ۲۴ "کبھی آپ علیہ کو شیطانی الہام بھی ہوتے تھے۔"

ت ۶ (۳) ایضاً ص ۲۴: "اُن کی اکثر پیشگوئیاں غلطی سے پُر ہیں"۔ یہ بھی صراحۃً نبوتِ عیسیٰ سے انکار ہے کیونکہ قادیانی خود اپنی ساختہ کشتی ص ۵ پر کہتا ہے: "ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیشین گوئیاں ٹل جائیں۔"

ت ۷ نیز پیشگوئی لیکھرام آخر دافع الوساوس ص۷ پر کہتا ہے: "کسی انسان کا اپنی پیشگوئی میں جھوٹا نکلنا تمام رُسوائیوں سے بڑھ کر رسوائی ہے۔"

ت ۸ ضمیمہ انجام آتھم ص۲۷ پر کہا: کیا اس کے سوا کسی اور چیز کا نام ذلت ہے کہ جو کچھ اس نے کہا وُہ پُورا نہ ہُوا۔"

ت ۹ اور کشتی ساختہ میں اپنی نسبت یُوں لکھتا ہے ص ۶: "اگر کوئی تلاش کرتا کرتا مر بھی جائے تو ایسی کوئی

عہ یہ خود ان کا اپنا عقیدہ ہے بظاہر انجیل کے سر تھوپا ہے، خود اسے اپنے یہاں حدیث سے ثابت مانتا ہے، اس کا بیان اِن شاء اللہ آگے آتا ہے۔

Marfat.com

پیشگوئی جو میرے مُنہ سے نکلی ہو اسے نہیں ملے گی جس کی نسبت وُہ کہہ سکتا ہو کہ خالی گئی"۔ تو مطلب یہ ہُوا کہ اس کے لئے تو ہماری عزّت ہے اور سیّدنا عیسٰی علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے لئے وُہ خواری و ذلّت ہے جس سے بڑھ کر کوئی رسوائی نہیں، الا لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین۔

(۴) دافع البلاء، ٹائیٹل پیج ص ۳: "ہم مسیح کو بیشک راستباز آدمی جانتے ہیں کہ اپنے زمانہ کے
اکثر لوگوں سے البتہ اچھا تھا، واللہ اعلم، مگر وہ حقیقی منجی نہ تھا۔" رسول اللہ اور وُہ بھی ان پانچ مرسلین
اولوالعزم سے کہ تمام رسولوں سے افضل ہیں یعنی ابراہیم و نوح و موسٰی و عیسٰے و محمد صلے اللہ علیہ وعلیہم وسلم اس
ت ۱۰ کی صرف اتنی قدر ہے کہ ایک راستباز آدمی تھا جو اُن کی خاکِ پا کے ادنیٰ غلاموں کا بھی پُورا وصف
ت ۱۱ نہیں تو بات کیا، وہی کہ عیسٰے کی نبوّت باطل ہے فقط ایک نیک شخص تھا وُہ بھی نہ ایسا کہ دوسرے کو نجات
ملنے کا واقعی سبب ہو سکے بلکہ حقیقی نجات دہندہ نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم تھے' اور اب قادیانی ہے
ت ۱۲ کہ اسی کے متصل کہتا ہے کہ "حقیقی منجی وُہ ہے جو حجاز میں پیدا ہُوا تھا اور اب بھی آیا مگر بروز کے طور پر،
خاکسار غلام احمد از قادیان"۔

(۵) پھر یہاں تک تو عیسٰے کا ایک راستباز آدمی اور اپنے بہت اہلِ زمانہ سے اچھا ہونا یقینی تھا
ت ۱۳ کہ بیشک اور البتّہ کے ساتھ کہا، نوٹ میں چل کر وُہ یقین بھی زائل ہوگیا، اسی صفحہ پہ کہا: "یہ ہمارا بیان محض
نیک ظنّی کے طور پر ہے ورنہ ممکن ہے کہ عیسٰی کے وقت میں بعض راستباز اپنی راستبازی میں عیسٰے سے
بھی اعلیٰ ہوں"، اے سبحٰن اللہ! ؎

ایمان یقین شعار باید　　حسنِ ظن تو چکار آید

(پختہ ایمان انسان کا شعار ہونا چاہیئے صرف اچھا گمان تیرے کیا کام آئے گا۔ ت)

ت ۱۴ (۶) پھر ساتھ لگے خدا کی شریعت بھی ناقص، وہ تمام ہوگئی، اسی کے ص۴ پہ کہا: "عیسٰے کوئی کامل
شریعت نہ لائے تھے۔"

(۷) عیسٰی کی راستباری پر شراب خوری اور انواع انواع بد اطواری کے داغ بھی لگ گئے، ایضاً ص۴:
ت ۱۵ "مسیح کی راستبازی اپنے زمانے میں دوسرے راستبازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی بلکہ یحیٰے کو اُس
ت ۱۶ پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وُہ (یعنی یحیٰے) شراب نہ پیتا تھا اور کبھی نہ سُنا کہ کسی فاحشہ عورت نے
ت ۱۷ اپنی کمائی کے مال سے اُس کے سر پہ عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چُھوا
تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اُس کی خدمت کرتی تھی، اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحیٰی کا نام حصور
رکھا مگر مسیح کا نہ رکھا کیونکہ ایسے قصّے اِس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔

Marfat.com

ت ۱۸ (۸) اسی ملعون قصے کو اپنے رسالہ ضمیمہ انجام آتھم ص۷ میں یُوں لکھا: "آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت
بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدّی مناسبت درمیان ہے (یعنی عیسےٰ بھی ایسوں ہی کی اولاد تھے) ورنہ
ت ۱۹ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وُہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ
ت ۲۰ لگاوے اور زناکاری کی کمائی کا پلید عطر اُس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اُس کے پیروں پر ملے، سمجھنے
والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے"۔

ت ۲۱ تا ۳۶ اسی رسالہ میں ص۴ سے ص۸ تک مناظرہ کی آڑ لے کر خُوب ہی جلے دل کے پھپھولے پھوڑے
ہیں۔ اللہ عزّوجلّ کے سچّے مسیح عیسےٰ بن مریم کو نادان[9] اسرائیلی، شریر[10]، مکّار[11]، بدعقل[12]، زنانے[13] خیال والا،
فحش گو[14]، بدزبان[15]، کٹیل[16]، جھوٹا[17]، چور[18]، علمی[19] عملی[20] قوت میں بہت کچا، خلل[21] دماغ والا، گندی[22] گالیاں دینے والا،
بدقسمت[23]، نِرا فریبی[24]، پیرو[25] شیطان وغیرہ وغیرہ خطاب اِس قادیانی دجّال نے دیے۔

ت ۳۷ (۲۶) صاف لکھ دیا ص۶ "حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہ ہوا۔"

ت ۳۸ (۲۷) "اُس زمانے میں ایک تالاب سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے، آپ سے کوئی معجزہ ہُوا بھی ہو
تو وُہ آپ کا نہیں اس تالاب کا ہے، آپ کے ہاتھ میں سوا مکر و فریب کے کچھ نہ تھا۔"

ت ۳۹ (۲۸) اِنتہا یہ کہ ص۷ پر لکھا: "آپ کا خاندان بھی نہایت پاک و مطہر ہے، تین دادیاں اور نانیاں آپ
ت ۴۰ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خُون سے آپ کا وجود ہُوا۔" انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خدائے قہار کا
حلم کہ رسول اللہ کو بحیلہ[1] و بے حیلہ یہ ناپاک گالیاں دی جاتی ہیں اور آسمان نہیں پھٹتا۔ ان شدید ملعون
گالیوں کے آگے ان لچھے دار شرافتوں کا کیا ذکر جو نیچہ بند صاحب نے علمائے اہلسنّت کو دیں ان کا پیر تو
نانی دادی تک کی دے چکا الا لعنۃ اللہ علی الظّلمین۔

(۲۹) وُہ پاک کنواری مریم صدیقہ کا بیٹا کلمۃ اللہ جسے اللہ نے بے باپ کے پیدا کیا نشان سارے جہان
کے لئے۔ قادیانی نے اس کے لئے دادیاں بھی گنا دیں اور ایک جگہ اس کا دادا بھی لکھا ہے اور اس
ت ۴۱ تا ۴۴ کے حقیقی بھائی سگی بہنیں بھی لکھی ہیں۔ ظاہر ہے کہ دادا، دادی، حقیقی بہنیں، سگے بھائی اُسی کے
ہو سکتے ہیں جس کے لئے باپ ہو، جس کے نُطفے سے وُہ بنا ہو، پھر بے باپ کے پیدا ہونا کہاں رہا؟
یہ قرآنِ عظیم کی تکذیب اور طیبہ طاہرہ مریم کو سخت گالی ہے۔

ت ۴۵ کشتی ساختہ ص ۱۶ پر لکھا: "مسیح تو مسیح ہیں اس کے چاروں بھائیوں کی بھی عزت کرتا ہوں، مسیح کی

---

[1] خبیث حیلہ مناظرہ کا ہے، اس کا رد عنقریب آتا ہے۔

Marfat.com

دونوں ہمشیروں کو بھی مقدسہ سمجھتا ہوں" اور خود ہی اس کے نوٹ میں لکھا: "یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں، یہ سب یسوع مسیح کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں یعنی یوسف اور مریم کی اولاد تھے۔

ت ۴۶ دیکھو کیسے کھلے لفظوں میں یوسف بڑھئی کو سیدنا عیسیٰ کلمۃ اللہ کا باپ بنا دیا اور اس صریح کفر میں صرف ایک پادری کے لکھ جانے پر اعتماد کیا۔ ہاں ہاں یقین جانو سمانی قہر سے واحد قہار سے سخت لعنت پائے گا وہ جو ایک پادری کی بے معنیٰ زٹل سے قرآن کو رد کرتا ہے۔

ت ۴۷ (۳۰) نیز اسی دافع البلاء کے صفحہ ۱۵ پر لکھا: "خدا ایسے شخص (یعنی عیسیٰ) کو کسی طرح دوبارہ دُنیا میں نہیں لا سکتا جس کے پہلے فتنے نے ہی دُنیا کو تباہ کر دیا ہے۔" یہ ان گالیوں کے لحاظ سے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو ایک ہلکی سی گالی ہے کہ اس کے فتنے نے دنیا تباہ کر دی مگر اس میں دو شدید گالیاں اور ہیں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ فصل سوم میں مذکور ہوں گی۔

ت ۴۸ (۳۱) اربعین نمبر ۲ صفحہ ۱۳ پر لکھا: "کامل مہدی نہ موسیٰ تھا نہ عیسیٰ"۔ ان مرسلین اولوالعزم کا کامل ہادی ہونا بالائے طاق، پورے مہدی بھی نہ ہوئے، اور کامل کون ہیں، جناب قادیانی۔ دیکھو اسی کا صفحہ ۱۲ و ۱۳۔

ت ۴۹ و ۵۰ (۳۲) مواہب الرحمٰن پر صاف لکھ دیا کہ عیسیٰ یہودی تھا لو قدر اللہ رجوع عیسی الذی ھو من الیھود لرجع العزۃ الی تلک الیوم (اگر اللہ تعالیٰ نے یہودی عیسیٰ کا دوبارہ آنا مقدر کیا تو عزت

ت ۵۱ اس دن لوٹ آئے گی۔ ت) ظاہر ہے کہ یہودی مذہب کا نام ہے نہ کہ نسب کا، کیا مرزا کہ پارسیوں کی اولاد ہے مجوسی ہے۔

ت ۵۲ (۳۳) غدریہ کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکفیر کر دی۔ مسلمانو! وہ اتنا احمق نہیں کہ صاف حرفوں میں لکھ دے عیسیٰ کافر تھا بلکہ اس کے مقدمات متفرق کر کے لکھے، یہ تو دشنام سوم میں سن چکے کہ عیسیٰ کی سخت رسوائیاں ہوئیں، اور کشتی ساختہ صفحہ ۱۸ پر کہتا ہے "جو اپنے دلوں کو صاف کرتے ہیں ممکن نہیں کہ خدا ان کو رسوا کرے، کون خدا پر ایمان لایا صرف وہی جو ایسے ہیں۔" دیکھو کیسا صاف بتا دیا کہ جسے خدا پر ایمان ہے ممکن نہیں کہ اسے خدا رسوا کرے لیکن عیسیٰ کو رسوا کیا تو ضرور اسے خدا پر ایمان نہ تھا اور کیا کافر کے سر پر سینگ ہوتے ہیں، الا لعنۃ اللہ علی الکٰفرین۔

قادیانی نے حضرت عیسیٰ کی تکفیر کر دی

قصد تھا کہ فصل اول یہیں ختم کی جائے کہ اتنے میں قادیانی کی ازالۃ الاوہام ملی، اس کی برہنہ گوئیاں بہت بے لاگ اور قابل تماشا ہیں۔

معجزات مسیح کا انکار

(۳۴) یہ جو مثیل مسیح بنا اور اس پر لوگوں نے مسیح کے معجزے مثلاً مُردے جلانا اس سے طلب کئے تو صاف جواب دیتا ہے صفحہ ۳ "احیاء جسمانی کچھ چیز نہیں، احیاء روحانی کے لئے یہ عاجز آیا ہے۔" دیکھو

Marfat.com

وہ ظاہر باہر قاہر معجزہ جسے قرآنِ عظیم نے جابجا کمال تعظیم کے ساتھ بیان فرمایا اور آیۃ اللہ ٹھہرایا ، قادیانی کیسے کُھلے لفظوں میں اس کی تحقیر کرتا ہے کہ وہ کچھ نہیں، پھر اس کے متصل کہتا ہے ص۲ "ماسوائے
اس کے اگر مسیح کے اصلی کاموں کو ان حواشی سے الگ کر کے دیکھا جائے جو محض افتراء یا غلط فہمی سے ۵۳تا۵۰
گھڑے ہیں تو کوئی اعجوبہ نظر نہیں آتا بلکہ مسیح کے معجزات پر جس قدر اعتراض ہیں میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق پر ایسے شبہات ہوں، کیا تالاب کا قصہ مسیحی معجزات کی رونق دُور نہیں کرتا"۔

دیکھو "کوئی اعجوبہ نظر نہیں آتا" کہہ کر ان کے تمام معجزات سے کیسا صاف انکار کیا اور تالاب کے قصے سے اور بھی پانی پھیر دیا اور آخر میں لکھا ص۵۴ و ۵۵: "زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ حضرت مسیح معجزہ نمائی سے صاف انکار کر کے کہتے ہیں کہ میں ہرگز کوئی معجزہ دکھا نہیں سکتا مگر پھر بھی عوام الناس ایک انبار معجزات کا ان کی طرف منسوب کر رہے ہیں"۔

غرض اپنی مسیحیت قائم رکھنے کو نہایت کُھلے طور پر تمام معجزاتِ مسیح و تصریحاتِ قرآنِ عظیم سے صاف منکر ہے اور پھر مہدی و رسول و نبی ہونے کا ادعاء، مسلمان تو مکذبِ قرآن کو مسلمان بھی نہیں کہہ سکتے، قطعاً کافر مرتد زندیق بے دین ہے نہ کہ نبی و رسول بن کر اور کفر پر کفر چڑھے الا لعنۃ اللہ علی الکفرین (خبردار! کافروں پر اللہ کی لعنت ہے۔ ت) اور اس کذّاب کا کہنا کہ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام خود اپنے معجزے سے منکر تھے، رسول اللہ پر محض افتراء اور قرآنِ عظیم کی صاف تکذیب ہے، قرآنِ عظیم تو مسیحِ صادق سے یہ نقل فرماتا ہے کہ:

انی قد جئتکم بایۃ من ربکم انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ وابرئ الاکمہ والابرص واحی الموتٰی باذن اللہ وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم ان فی ذلک لاٰیۃ لکم ان کنتم مؤمنین[1]

بیشک میں تمھارے پاس تمھارے رب سے یہ معجزے لے کر آیا ہوں کہ میں تمھارے لئے مٹی سے پرند کی سی صورت بنا کر اس میں پھونک مارتا ہوں، وہ خدا کے حکم سے پرند ہو جاتی ہے اور میں بحکم خدا مادرزاد اندھے اور بدن بگڑے کو اچھا کرتا اور مُردے زندہ کرتا ہوں، اور تمھیں خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے اور جو گھروں میں اٹھا رکھتے ہو، بیشک اس میں تمھارے لئے بڑا معجزہ ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۴۹

Marfat.com

پھر مکرر فرمایا:

وجئتکم بایٰۃ من ربکم فاتقوا اللہ واطیعون [1] میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بڑے معجزات لے کر آیا تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔

اور یہ قرآن کا جھٹلانے والا ہے کہ انھیں اپنے معجزات سے انکار تھا۔

کیوں مسلمانو! قرآن سچا یا قادیانی؟ ضرور قرآن سچا ہے اور قادیانی کذّاب جھوٹا۔ کیوں مسلمانو! جو قرآن کی تکذیب کرے وہ مسلمان ہے یا کافر؟ ضرور کافر ہے، ضرور کافر بخدا۔

(۳۵) اسی بجز فکر قادیانی کے ازالہ شیطانی میں آخر ص۱۶۱ سے آخر ص۱۶۲ تک تو نوٹ میں پیٹ
ت ۵۸ بھر کر رسول اللہ وکلمۃ اللہ کو وہ گالیاں دیں اور آیات اللہ وکلام اللہ سے وہ مسخرگیاں کیں جن کی حد ونہایت نہیں،
ت ۵۹ صاف لکھ دیا کہ جیسے عجائب انھوں نے دکھائے عام لوگ کر لیتے تھے، اب بھی لوگ ویسی باتیں کر دکھاتے ہیں۔
ت ۶۰ (۳۶) بلکہ آجکل کے کرشمے ان سے زیادہ بے لاگ ہیں۔
ت ۶۱و۶۲ (۳۷) وہ معجزے نہ تھے، کل کا دور تھا عیسٰی نے اپنے باپ بڑھئی کے ساتھ بڑھئی کا کام کیا تھا، اس سے یہ کلیں بنانی آگئی تھیں۔
ت ۶۳ (۳۸) عیسٰی کے سب کرشمے مسمریزم سے تھے۔
(۳۹) وہ جھوٹی جھلک تھی۔
(۴۰) سب کھیل تھا، لہو ولعب تھا۔
ت ۶۴ (۴۱) سامری جادوگر کے گوسالے کے مانند تھا۔
ت ۶۵ (۴۲) بہت مکروہ وقابلِ نفرت کام تھے۔
ت ۶۶ (۴۳) اہلِ کمال کو ایسی باتوں سے پرہیز رہا ہے۔
ت ۶۷ (۴۴) عیسٰی روحانی علاج میں بہت ضعیف اور نکما تھا۔
ت ۶۸ وہ ناپاک عبارات بروجہِ التقاط یہ ہیں ص۱۵۱: انبیاء کے معجزات دو قسم ہیں ایک محض سماوی جس میں انسان (ص۱۵۲) کی تدبیر وعقل کو کچھ دخل نہیں جیسے شق القمر، دوسرے عقلی جو خارقِ عادت عقل کے ذریعہ سے ہوتے ہیں جو الہام سے ملتی ہے جیسے سلیمان کا معجزہ صرح ممرد من قواریر [2] (شیشے جڑا صحن ہے۔ ت) بظاہر مسیح کا معجزہ سلیمان کی طرح عقلی تھا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دنوں میں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوئے تھے جو شعبدہ بازی اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے، وہ لوگ جو سانپ بنا کر دکھلا دیتے اور کئی قسم کے جانور تیار کر کے

---

[1] القرآن الکریم ۳/۵۰ [2] القرآن الکریم ۲۷/۴۴

Marfat.com

زندہ جانوروں کی طرح چلا دیتے، مسیح کے وقت میں عام طور پر ملکوں میں تھے سو کچھ تعجب نہیں کہ خدائے تعالیٰ نے مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دے دی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے یا پھونک مارنے پر ایسا پرواز کرتا ہو جیسے پرندہ یا پیروں سے چلتا ہو کیونکہ مسیح اپنے باپ[1] یوسف کے ساتھ بائیس[2] برس تک نجاری کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایسا ہے جس میں کلوں کے ایجاد[3] میں عقل تیز ہو جاتی ہے پس کچھ تعجب نہیں کہ مسیح نے اپنے دادا[2] سلیمان کی طرح یہ عقلی معجزہ دکھلایا ہو ایسا معجزہ عقل سے بعید بھی نہیں، حال کے زمانہ میں اکثر صناع ایسی چڑیاں بنا لیتے ہیں کہ بولتی بھی ہیں، ہلتی بھی ہیں، دُم بھی ہلاتی ہیں، اور میں نے سُنا ہے کہ بعض چڑیاں کل کے ذریعہ سے پرواز بھی کرتی ہیں، بمبئی اور کلکتے میں ایسے کھلونے بہت بنتے ہیں اور ہر سال نئے نئے نکلتے آتے ہیں، ماسوا[3] اس کے یہ قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز عمل الترب یعنی مسمریزی طریق سے بطور لہو ولعب نہ بطور حقیقت ظہور میں آسکیں کیونکہ مسمریزم میں ایسے ایسے عجائبات ہیں[4]، سو یقینی طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ اِس فن میں مشق والا مٹی کا پرند بنا کر پرواز کرتا دکھا دے تو کچھ بعید نہیں کیونکہ کچھ اندازہ کیا گیا کہ اِس فن کی کہاں تک انتہا ہے، سلب[4] امراض عمل الترب (مسمریزم) کی شاخ ہے، ہر زمانے میں ایسے لوگ ہوتے رہے ہیں اور اب بھی ہیں جو اس عمل سے سلب امراض کرتے ہیں اور مفلوج مبروص ان کی توجہ سے اچھے ہوتے ہیں، بعض نقشبندی وغیرہ نے بھی ان کی طرف بہت توجہ کی تھی، محی الدین ابن عربی کو بھی اس میں خاص مشق تھی۔ کاملین ایسے عملوں سے پرہیز کرتے رہے ہیں، اور یقینی طور پر ثابت ہے کہ مسیح بحکم الٰہی اِس عمل (مسمریزم) میں کمال رکھتے تھے مگر یاد رکھنا چاہئے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اِس کو خیال کرتے ہیں، اگر یہ عاجز اِس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو اِن عجوبہ نمائیوں میں ابنِ مریم سے کم نہ رہتا، اِس عمل کا ایک نہایت بُرا خاصہ یہ ہے کہ جو اپنے تئیں اِس مشغولی میں ڈالے وہ روحانی تاثیروں میں جو روحانی بیماریوں کو دُور کرتی ہیں، بہت ضعیف اور نکما ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ گو مسیح جسمانی بیماریوں کو اُس عمل (مسمریزم) کے ذریعہ سے اچھا کرتے رہے مگر ہدایت و توحید اور دینی استقامتوں کے دلوں میں قائم

ع[1] اس کا باپ، دیکھئے مسیح و مریم دونوں کو سخت گالی ہے۔

ع[2] اس کا دادا، دیکھئے وہی مسیح و مریم کو گالی ہے۔

ع[3] یہاں تک تو مسیح کا معجزہ کل دبانے سے تھا، اب دوسرا پہلو بدلتا ہے کہ مسمریزم تھا۔

ع[4] یہاں تک مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرند بنانے پر استہزاء تھے، اب اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرنے پر مسخرگی کرتا ہے۔

Marfat.com

کرنے میں ان کا نمبر ایسا کم رہا کہ قریب قریب ناکام رہے، جب یہ اعتقاد رکھا جائے کہ ان پرندوں میں صرف جھوٹی حیات جھوٹی جھلک نمودار ہو جاتی تھی تو ہم اس کو تسلیم کر چکے ہیں، ممکن ہے کہ عمل الترب (مسمریزم) کے ذریعہ سے پھونک میں وہی قوت ہو جائے جو اس دخان میں ہوتی ہے جس سے غبارہ اُوپر کو چڑھتا ہے۔ مسیح جو جو کام اپنی قوم کو دکھلاتا تھا وہ دُعا کے ذریعہ سے ہرگز نہ تھے بلکہ وہ ایسے کام اقتداری طور پر دکھاتا تھا۔ خدائے تعالیٰ نے صاف فرما دیا ہے کہ وہ ایک فطری طاقت تھی جو ہر فردِ بشر میں ہے، مسیح کی کچھ خصوصیت نہیں، چنانچہ اس کا تجربہ اس زمانے میں ہو رہا ہے۔ مسیح کے معجزات تو اس تالاب کی وجہ سے بے رونق و بے قدر تھے جو مسیح کی ولادت سے پہلے مظہرِ عجائبات تھا جس میں ہر قسم کے بیمار اور تمام مجذوم مفلوج مبروص ایک ہی غوطہ مار کر اچھے ہو جاتے تھے لیکن بعض بعد کے زمانوں میں جو لوگوں نے اس قسم کے خوارق دکھلائے، اُس وقت تو کوئی تالاب بھی نہ تھا، یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کے لئے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا جس میں رُوح القدس کی تاثیر تھی، بہرحال یہ معجزہ صرف ایک کھیل تھا جیسے سامری کا گوسالہ۔

مسلمانو! دیکھا کہ اس دشمنِ اسلام نے اللہ عزّ وجل کے سچّے رسول کو کیسی مغلّظ گالیاں دیں، کون سی ناگفتنی اس ناشدنی نے ان کے حق میں اٹھا رکھی، ان کے معجزوں کو کیسا صاف صاف کھیل اور لہو ولعب و شعبدۂ وسحر ٹھہرایا، ابرائے اکمہ وابرص کو مسمریزم پر ڈھالا اور معجزۂ پرند میں تین احتمال پیدا کیے، بڑھئی کی کل یا مسمریزم یا کراماتی تالاب کا اثر، اور اسے صاف سامری کا بچھڑا بتا دیا بلکہ اس سے بدتر کہ سامری نے جو اسپِ جبریل کی خاکِ سُم اٹھائی وہ اسی کو نظر آئی دوسرے نے اطلاع نہ پائی، قال اللہ تعالیٰ:

قال بصرت بما لم یبصروا بہ فقبضت قبضۃ من اثر الرسول فنبذتہا وکذلک سوّلت لی نفسی[1]

سامری نے کہا میں نے وہ دیکھا جو انھیں نظر نہ آیا تو میں نے اسپِ رسول کی خاکِ قدم سے ایک مٹھی لے کر گوسالے میں ڈال دی کہ وہ بولنے لگا نفسِ امّارہ کی تعلیم سے مجھے یونہی بھلا معلوم ہُوا۔

مگر مسیح کا کرتب ایک دست مال تھا جس سے دُنیا جہان کو خبر تھی، مسیح پیدا بھی نہ ہُوئے تھے جب تالاب کی کرامات شہرۂ آفاق تھیں، تو اللہ کا رسول یقیناً اس کا فرجادوگر سے بہت کم رہا، اور مزہ یہ ہے کہ مسیح کے وقت میں بھی ایسے شعبدے تماشے بہت ہوتے تھے پھر معجزہ کدھر سے ہُوا۔ اللہ اللہ رسولوں کو گالیاں، معجزات کے انکار

ع۵ یہ تیسرا پہلو ہے کہ حضرت مسیح اس مٹی کے پرند میں تالاب کی مٹی ڈال دیتے جس میں روح القدس کا اثر تھا، اس کے زور سے حرکت کرتا جیسے سامری نے اسپِ روح القدس کے پاؤں تلے کی خاک بچھڑے میں ڈال دی بولنے لگا۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۹۶

Marfat.com

قرآن کی تکذیبیں اور پھر اسلام باقی ہے ع

چوں وضوئے محکم بی بی تمیزہ

(جیسے تمیزہ بی بی کا وضوئے محکم ہو۔ت)

اس سے تعجب نہیں کہ ہر مرتد جو اتنے بڑے دعوے کرکے اُٹھے اُسے ایسے کفروں سے چارہ نہیں، اندھے تو وُہ ہیں جو یہ کچھ دیکھتے ہیں پھر اتنے بڑے مکذبِ قرآن و دشمنِ انبیاء و عدو الرحمٰن کو امام وقت و مسیح و مہدی مان رہے ہیں ع

گر مسیح این ست لعنت بر مسیح

(اگر یہی مسیحیت ہے ایسی مسیحیت پر لعنت۔ت)

اور ان سے بڑھ کر اندھا وُہ ہے جو شُد بُد پڑھ لکھ کر اس کے ان صریح کفروں کو دیکھ بھال کر کہے میں جنابؐ مرزا صاحب کو کافر نہیں کہتا خطا پر جانتا ہُوں۔ ہاں شاید الیسوں کے نزدیک کافر وُہ ہوگا جو انبیاء اللہ کی تعظیم کرے، کلام اللہ کی تصدیق و تکریم کرے ولا حول ولا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔

کذٰلک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار[1] اللہ یُوں ہی مُہر کر دیتا ہے متکبر سرکش کے سارے دل پر (ت)

تنبیہ: اِن عباراتِ ازالہ سے بحمد اللہ تعالٰی اس جھوٹے عذر معمولی کا ازالہ بھی ہوگیا جو عبارات ضمیمہ انجام آتھم کی نسبت بعض مرزائی پیش کرتے ہیں کہ یہ تو عیسائیوں کے مقابلہ میں حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ و السلام کو گالیاں دی ہیں۔

ع۵ الیسوں کو شاید اتنی بھی خبر نہیں کہ جو مخالفِ ضروریاتِ دین کو کافر نہ جانے خود کافر ہے،

من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[2] جس نے اس کے کفر اور عذاب میں شک کیا وہ خود کافر ہے (ت)

جب تکذیبِ قرآن وسبّ وشتمِ انبیاء کرام بھی کفر نہ ٹھہرے تو خدا جانے آریہ وہنود ونصارٰی نے اس سے بڑھ کر کیا جرم کیا ہے کہ وُہ کفار ٹھہرائے جائیں یا شاید الیسوں کے دھرم میں تمام دُنیا مسلمان ہے کافر کوئی تھا نہ ہے نہ ہو، یہ بھی معجزاتِ مسیح کی طرح قرآن کے بے اصل کہ فلانا مسلم فلانا کافر، ولا حول ولا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔

---

[1] القرآن الکریم ۴۰/ ۳۵ [2] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

Marfat.com

اوّلاً ان عبارات کے علاوہ جو گالیاں اس کے اور رسائل مثل اعجازِ احمدی و دافع البلاء و کشتی نوح و اربعین و مواہب الرحمٰن وغیرہ میں اہلی وگہلی پھر رہی ہیں، وہ کس عیسائی کے مقابلہ میں ہیں، مثل مشہور ہے: دلہن کا منہ کالا، مشاطہ کب تک ہاتھ دئے رہے گی۔

ثانیاً کس شریعت نے اجازت دی ہے کہ کسی بدمذہب کے مقابل اللہ کے رسولوں کو گالیاں دی جائیں؟

ثالثاً مرزا کو ادّعا ہے کہ اگرچہ اس پر وحی آتی ہے مگر کوئی نیا حکم جو شریعتِ محمدیہ سے باہر ہو، نہیں آسکتا، ہم تو قرآنِ عظیم میں یہ حکم پاتے ہیں کہ:

لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم[1]	کافروں کے جھوٹے معبودوں کو گالی نہ دو کہ وہ اس کے جواب میں بے جانے بُوجھے دشمنی کی راہ سے اللہ عزوجل کی جناب میں گستاخی کرینگے۔

مرزا اپنی وہ وحی بتائے جس نے قرآن کے اس حکم کو منسوخ کردیا۔

رابعاً مرزا کو ادّعا ہے کہ وہ مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے قدم بقدم چل رہا ہے، التبلیغ ص۴۸ پر لکھتا ہے:

من اٰیات صدقی انہ تعالیٰ وفقنی باتباع رسولہ واقتداء نبیہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فما رأیت اثرا من اٰثار النبی الاقفوتہ۔	میری سچائی کی نشانی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے رسول کی اتباع اور نبی کی اقتداء پر توفیق دی میں نے نبی کا جو بھی نشان دیکھا اس پر قدم رکھا (ت)

بتائے تو کہ مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کس دن عیسائیوں کے مقابل معاذ اللہ عیسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی والدہ ماجدہ کو گالیاں دی ہیں۔

خامساً مرزا کے ازالہ نے مرزائیوں کی اس بکر فکر کا کامل ازالہ کردیا، ازالہ کی یہ عبارتیں تو کسی عیسائی کے مقابل نہیں، ان میں وہ کون سی گالی ہے جو ضمیمہ انجام آتھم سے کم ہے حتی کہ چور اور ولد الزنا کا بھی اثبات ہے وہاں چوری کسی مال کی نہ بتائی تھی بلکہ علم کی۔ ضمیمہ انجام ص۶ "نہایت شرم کی یہ بات ہے کہ آپ نے پہاڑی تعلیم کو یہودیوں کی کتاب طالمود سے چُرا کر لکھا ہے اور پھر ایسا ظاہر کیا کہ گویا یہ میری

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۰۸

Marfat.com

تعلیم ہے۔

ازالہ میں اِس سے بدتر چوری معجزہ کی چوری مانی کہ تالاب کی مٹی لاکر بے پر کی اُڑاتے اور اپنا معجزہ ٹھہراتے، رہی ولادتِ زنا وہ اس نے اس بائبل محرف کے بھروسے پر لکھی' برائے نام کہہ سکتا تھا کہ عیسائیوں پر الزاماً پیش کی اگرچہ مرزا کی عملی کارروائی صراحۃً اس کی مکذب تھی کہ وہ اپنے رسائل میں بکثرت مسلمانوں کے مقابل اسی بائبل محرف کو نزول ایلیاس وغیرہ کے مسئلہ میں پیش کرتا ہے مگر ازالہ میں تو صاف تصریح کر دی کہ قرآن عظیم اسی بائبل محرف کی طرف رجوع کرنے اور اس سے علم سیکھنے کا حکم دیتا ہے، ازالہ ص۶۱۶ "آیت ہے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون یعنی تمھیں علم نہ ہو تو اہلِ کتاب کی طرف رجوع کرو، ان کی کتابوں پر نظر ڈالو، اصل حقیقت منکشف ہو، ہم نے موافق حکم اس آیت کے یہود و نصارٰی کی کتابوں کی طرف رجوع کیا تو معلوم ہوا کہ مسیح کے فیصلے کا ہمارے ساتھ اتفاق ہے دیکھو کتاب سلاطین و کتاب ملاکی نبی اور انجیل۔" تو ثابت ہوا کہ یہ توریت و انجیل بلکہ تمام بائبل موجودہ اس کے نزدیک سب بحکم قرآن مستند ہیں تو جو کچھ اس سے لکھا ہرگز الزاماً نہ تھا بلکہ اس کے طور پر قرآن سے ثابت، اور خود اس کا عقیدہ تھا' اور اللہ تعالٰے دجالوں کا پردہ یونہی کھولتا ہے والحمد للہ رب العلمین۔

Marfat.com

رسالہ

الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی

۱۳۴۰ھ

(قادیانی مرتد پر خدائی خنجر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

مسئلہ ۷۹، ۸۰ از پیلی بھیت مسئولہ شاہ میر خاں قادری رضوی ۳ محرم الحرام ۱۳۴۰ھ

اعلیٰ حضرت مدظلکم العالی، السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ، اس میں شک نہیں آپ کی خدمت میں بہت سے جواب طلب خطوط موجود ہوں گے لیکن عریضہ ہذا بحالتِ اشد ضرورت ارسالِ خدمت ہے امید کہ بواپسی جواب سے شرف بخشا جائے۔

(۱) کریمہ:

والذین یدعون من دون اللہ لایخلقون شیئا وھم یخلقون ○ اموات غیر احیاء ط ومایشعرون ایان یبعثون ○[1]

اور اللہ کے سوا جن کی عبادت کرتے ہیں وہ کچھ بھی نہیں بناتے اور وہ خود بنائے ہوئے ہیں، مُردے ہیں زندہ نہیں، اور انھیں خبر نہیں لوگ کب اٹھائے جائیں گے۔ (ت)

یہ ظاہر کرتی ہے کہ ماسوا اللہ تعالٰی کے جس کسی کو خدا کہا جاتا ہے وہ خالق نہ ہونے اور مخلوق ہونے کے علاوہ

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۲۰ و ۲۱

Marfat.com

مردہ ہے زندہ نہیں۔

بنابریں عیسٰے علیہ السلام کو بھی جبکہ نصارٰی خدا کہتے ہیں تو کیوں نہ اُن کو مُردہ تسلیم کیا جائے اور کیوں اُن کو آسمان پر زندہ مانا جائے؟

(۲) صاحب بخاری بروایتِ عائشہ رضی اللہ عنہا ارقام فرماتے ہیں (منقول از مشارق الانوار، حدیث ۱۱۱۸):

لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَآئِھِمْ مَسٰجِدَ[1] — اللہ تعالٰی یہود و نصارٰی پر لعنت فرمائے انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنالیا۔ (ت)

اس سے ظاہر ہے کہ نبیِ یہود حضرتِ موسٰی و نبیِ نصارٰی حضرت عیسٰے علٰی نبینا وعلیہما الصلٰوۃ والسلام کی قبریں پُوجی جاتی تھیں۔

حسبِ ارشادِ باری تعالٰی عزّ اسمہٗ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ[2] (پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اُٹھے تو اُسے اللہ و رسول کے حضور رجوع کرو۔ ت) آیاتِ الٰہیہ، احادیثِ نبویہ ثبوتِ مماتِ عیسٰے علیہ السلام میں موجود ہوتے ہُوئے کیونکر اُن کو زندہ مان لیا جائے؟

میں ہُوں حضور کا ادنٰی خادم

۳ محرم الحرام ۱۳۴۰ھ — شاہ میر خاں قادری رضوی غفرلہ ربہٗ ساکن پیلی بھیت

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ط

الجواب

(۱) قبلِ جواب ایک امرِ ضروری کہ اِس سوال وجواب سے ہزار درجہ اہم ہے، معلوم کرنا لازم، بے دینوں کی بڑی راہِ فرار یہ ہے کہ انکار کریں ضروریاتِ دین کا، اور بحث چاہیں کسی ہلکے مسئلے میں جس میں کچھ گنجائشِ دست و پا زدن ہو۔

قادیانی صدہا وجہ سے منکرِ ضروریاتِ دین تھا اور اُس کے پس ماندے حیات و وفاتِ سیّدنا عیسٰے رسول اللہ علٰی نبینا الکریم وعلیہ صلوات اللہ وتسلیمات اللہ کی بحث چھیڑتے ہیں جو ایک فرعی مسئلہ خود مسلمانوں میں ایک نوع کا اختلافی مسئلہ ہے جس کا اقرار یا انکار کفر تو درکنار ضلال بھی نہیں (فائدہ نمبر ۴ میں آئے گا کہ

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب مایکرہ من اتخاذ المسجد علی القبور قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۷
[2] القرآن الکریم ۴/۵۹

Marfat.com

نزولِ حضرتِ عیسٰے علیہ السلام اہلِ سنّت کا اجماعی عقیدہ ہے) نہ ہرگز وفاتِ مسیح ان مرتدین کو مفید، فرض کردم کہ ربّ عزّوجل نے اُن کو اُس وقت وفات ہی دی، پھر اس سے اُن کا نزول کیونکر ممتنع ہوگیا؟ انبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام کی موت محض ایک آن کو تصدیقِ وعدۂ الٰہیّہ کے لئے ہوتی ہے، پھر وُہ ویسے ہی حیاتِ حقیقی دنیاوی وجسمانی سے زندہ ہوتے ہیں جیسے اُس سے پہلے تھے، زندہ کا دوبارہ تشریف لانا کیا دشوار؟ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِہِمْ یُصَلُّوْنَ[1] — انبیاء زندہ ہیں اپنی قبروں میں، نماز پڑھتے ہیں (ت)

(۲) معاذاللہ کوئی گمراہ بددین یہی مانے کہ اُن کی وفات اوروں کی طرح ہے جب بھی ان کا دوبارہ تشریف لانا کیوں محال ہوگیا؟ وعدہ وَحَرَامٌ عَلٰی قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنٰھَا اَنَّھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ[2] (اور حرام ہے اس بستی پر جسے ہم نے ہلاک کردیا کہ پھر لوٹ کر آئیں۔ت) ایک شہر کے لئے ہے، بعض افراد کا بعدموت دنیا میں پھر آنا خود قرآن کریم سے ثابت ہے جیسے سیدنا عُزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ قال اللہ تعالےٰ:

فَاَمَاتَہُ اللّٰہُ مِائَۃَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَہٗ[3] — تو اللہ نے اسے مردہ رکھا سو برس، پھر زندہ کردیا (ت)

چاروں طائرانِ خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام، قال اللہ تعالےٰ:

ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی کُلِّ جَبَلٍ مِّنْھُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُھُنَّ یَاْتِیْنَکَ سَعْیًا[4] — پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دے، پھر انھیں بُلا، وہ تیرے پاس چلے آئیں گے دوڑتے ہوئے۔ (ت)

ہاں مشرکین ملاعنہ منکرینِ بعث اسے محال جانتے ہیں اور دربارہ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام قادیانی بھی اُس قادرِ مطلق عزّجلالہ کو معاذاللہ صراحۃً عاجز مانتا اور دافع البلاء کے صفحہ ۳۴ پر یُوں کفر بکتا ہے:

"خدا ایسے شخص کو پھر دُنیا میں نہیں لاسکتا جس کے پہلے فتنے ہی نے دنیا کو تباہ کردیا ہے۔"[5]

مشرک وقادیانی دونوں کے رَد میں اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

اَفَعَیِیْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ بَلْ ھُمْ فِیْ لَبْسٍ مِّنْ — تو کیا ہم پہلی بار بنا کر تھک گئے بلکہ وہ نئے بننے سے

---

[1] مسندابویعلیٰ مروی از انس رضی اللہ عنہ حدیث ۳۴۱۲ موسسہ علوم القرآن بیروت ۳/۳۷۹

[2] القرآن الکریم ۲۱/۹۵ [3] القرآن الکریم ۲/۲۵۹

[4] " " ۲/۲۶۰

[5] دافع البلاء مطبوعہ ربوہ ص ۳۴

Marfat.com

خَلْقٍ جَدِيْدٍ[۱] شُبہہ میں ہیں۔ (ت)

جب صادق و مصدوق صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اُن کے نزول کی خبر دی اور وُہ اپنی حقیقت پر ممکن و داخل زیرِ قدرت وجائز، تو انکار نہ کرے گا مگر گمراہ۔

(۳) اگر وُہ حکم افراد کو بھی عام مانا جائے تو موت بعدِ استیفائے اجل کے لئے ہے، اُس سے پہلے اگر کسی وجہ خاص سے اماتت ہو تو مانع اعادت نہیں بلکہ استیفائے اجل کے لئے ضرور اور ہزاروں کے لئے ثابت ہے، قال اللہ تعالٰے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ[۲]

اے محبوب! کیا تم نے نہ دیکھا انھیں جو اپنے گھروں سے نکلے اور وُہ ہزاروں تھے موت کے ڈر سے، تو اللہ نے اُن سے فرمایا مرجاؤ، پھر انھیں زندہ فرمادیا۔ (ت)

قتادہ نے کہا:

اَمَاتَهُمْ عُقُوْبَةً ثُمَّ بُعِثُوْا لِيَسْتَوْفُوْا مُدَّةَ اٰجَالِهِمْ وَلَوْ جَاءَتْ اٰجَالُهُمْ مَا بُعِثُوْا[۳] (معناً)

اللہ تعالٰے نے ان کو سزا کے طور پر موت دی پھر زندہ کردیئے گئے تاکہ اپنی مقررہ عمر کو پورا کریں، اگر ان کی مقررہ عمر پوری ہوجاتی تو دوبارہ نہ اٹھائے جاتے (ت)

(۴) اُس وقت حیات ووفاتِ حضرتِ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مسئلہ قدیم سے مختلف چلا آتا ہے مگر آخر زمانے میں ان کے تشریف لانے اور دجال لعین کو قتل فرمانے میں کسی کو کلام نہیں، یہ بلاشبہہ اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے تو وفاتِ مسیح نے قادیانی کو کیا فائدہ دیا اور مغل بچہ، عیسٰی رسول اللہ بے باپ سے پیدا ابن مریم کیونکر ہوسکا؟ قادیانی اُس اختلاف کو پیش کرتے ہیں، کہیں اِس کا بھی ثبوت رکھتے ہیں کہ اِس پنجابی کے ابتداع فی الدین سے پہلے مسلمانوں کا یہ اعتقاد تھا کہ عیسٰے آپ تو نہ اُتریں گے کوئی ان کا مثیل پیدا ہوگا، اسے نزولِ عیسٰے فرمایا گیا اور اس کو ابن مریم کہا گیا؟ اور جب یہ عام مسلمانوں کے عقیدے کے خلاف ہے تو آیہ:

يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا[۴]

مسلمانوں کی راہ سے جُدا راہ چلے ہم اُسے اُس کے حال پر چھوڑدیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کرینگے اور کیا ہی بُری جگہ پلٹنے کی۔ (ت)

---

[۱] القرآن الکریم ۵۰/۱۵ [۲] القرآن الکریم ۲/۲۴۳

[۳] جامع البیان (تفسیر ابن جریر طبری) القول فی تاویل قولہ تعالٰی الم تر الی الذین الخ المطبعۃ المیمنۃ مصر ۲/۳۴۷

[۴] القرآن الکریم ۴/۱۱۵

Marfat.com

کا حکم صاف ہے۔

(۵) مسیح سے مثیلِ مسیح مراد لینا تحریفِ نصوص ہے کہ عادتِ یہود ہے، بے دینی کی بڑی ڈھال یہی ہے کہ نصوص کے معنیٰ بدل دیں یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ[1] (اللہ کی باتوں کو ان کے ٹھکانوں سے بدل دیتے ہیں۔ ت) ایسی تاویل گھڑنی نصوصِ شریعت سے استہزاء اور احکام و ارشادات کو درہم برہم کر دینا ہے، جس جگہ جس شئی کا ذکر آیا، کہہ سکتے ہیں وہ شئی خود مراد نہیں اس کا مثیل مقصود ہے، کیا یہ اس کی نظیر نہیں جو اباحیۂ ملاعنہ کہا کرتے ہیں کہ نماز و روزہ فرض ہے نہ شراب و زنا حرام بلکہ وُہ کچھ اچھے لوگوں کے نام ہیں جن سے محبت کا ہمیں حکم دیا گیا اور یہ کچھ بدوں کے جن سے عداوت کا۔

(۶) بفرضِ باطل ایہم برعلم، پھر اس سے قادیان کا مرتد، رسول اللہ کا مثیل کیونکر بن بیٹھا؛ کیا اس کے کفر اُس کے کذب، اس کی وقاحتیں، اس کی فضیحتیں، اس کی خباثتیں، اس کی ناپاکیاں، اس کی بیباکیاں کہ عالم آشکار ہیں، چھُپ سکیں گی؛ اور جہان میں کوئی عقل و دین والا ابلیس کو جبریل کا مثیل مان لے گا؛ اس کے خرواروں ہزارہا کفریات سے مُشتے نمونہ، رسائل السوء والعقاب علی المسیح الکذاب و قہر الدیان علی مرتد بقادیان و نور الفرقان و باب العقائد والکلام وغیرہا میں ملاحظہ ہوں کہ یہ نبیوں کی علانیہ تکذیب کرنے والا۔ یہ رسولوں کو فحش گالیاں دینے والا، یہ قرآن مجید کو طرح طرح رَد کرنے والا، مسلمان بھی ہونا محال نہ کہ رسول اللہ کی مثال قادیانیوں کی چالاکی کہ اپنے مسیلمہ کے نامسلم ہونے سے یُوں گریز کرتے اور اس کے اُن صریح ملعون کفروں کی بحث چھوڑ کر حیات و وفاتِ مسیح کا مسئلہ چھیڑتے ہیں۔

(۷) مسیح رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشہور اوصافِ جلیلہ اور رُودلہ قرآن عظیم نے بیان کئے، یہ تھے کہ اللہ عزوجل نے اُن کو بے باپ کے کنواری بتول کے پیٹ سے پیدا کیا نشانی سارے جہان کے لئے:

قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ۝ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ۝[2]

بولی میرے لڑکا کہاں سے ہوگا، مجھے تو کسی آدمی نے ہاتھ نہ لگایا، نہ میں بدکار ہُوں، کہا یونہی ہے تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ مجھے آسان ہے اور اس لئے کہ ہم اسے لوگوں کے واسطے نشانی کریں اور اپنی طرف سے ایک رحمت، اور یہ امر ٹھہر چکا ہے (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۳

[2] القرآن الکریم ۱۹/ ۲۰ و ۲۱

Marfat.com

انھوں نے پیدا ہوتے ہی کلام فرمایا،

فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا[1] الآیۃ۔

تو اس کے نیچے والے نے اسے آواز دی کہ تُو غم نہ کر، تیرے رب نے تیرے نیچے نہر بہا دی ہے۔ (ت)

علی قراءۃ من تَحتَہا بالفتح فیہما وتفسیرہ بالمسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام[2] (معنًا)

اس قرات پر جس میں مَن کی میم مفتوح اور تَحتَہا کی دوسری تاء مفتوح ہے اور اس کی تفسیر حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کی گئی ہے۔

انھوں نے گہوارے میں لوگوں کو ہدایت فرمائی،

یکلم الناس فی المھد وکھلا[3]

لوگوں سے باتیں کرے گا پالنے میں اور پکی عمر میں (ت)

انھیں ماں کے پیٹ یا گود میں کتاب عطا ہوئی، نبوت دی گئی،

قال انی عبد اللہ اٰتٰنی الکتٰب وجعلنی نبیا[4]

بچہ نے فرمایا میں ہُوں اللہ کا بندہ، اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا (نبی) کیا۔ (ت)

وُہ جہاں تشریف لے جائیں برکتیں ان کے قدم کے ساتھ رکھی گئیں،

وجعلنی مبٰرکا اینما کنت[5]

اس نے مجھے مبارک کیا میں کہیں ہوں۔ (ت)

برخلاف کفرِ طاغیۂ قادیان کہ کہتا ہے جس کے پہلے فتنے ہی نے دُنیا کو تباہ کردیا۔

اُنھیں اپنے غیبوں پر مسلط کیا،

علم الغیب فلا یظھر علٰی غیبہ احدا ۰ الا من ارتضٰی من رسول[6]

غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ (ت)

جس کا ایک نمونہ یہ تھا کہ لوگ جو کچھ کھاتے اگرچہ سات کوٹھڑیوں میں چھُپ کر، اور جو کچھ گھروں میں ذخیرہ

---

[1] القرآن الکریم ۱۹/ ۲۴

[2] جامع البیان (تفسیر ابن جریر طبری) القول فی تاویل قولہ تعالٰی فناداہا من تحتہا الخ مطبعہ میمنہ مصر ۱۶/ ۴۵

[3] القرآن الکریم ۳/ ۴۶ — [4] القرآن الکریم ۱۹/ ۳۰

[5] " ۱۹/ ۳۱ — [6] " ۷۲/ ۲۶، ۲۷

Marfat.com

رکھتے اگرچہ سات تہ خانوں کے اندر، وہ سب اُن پر آئینہ تھا،

وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم[1]
اورتمھیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو۔ (ت)

انھیں توراتِ مقدس کے بعض احکام کا ناسخ کیا،

ومصدقا لما بین یدی من التورٰىۃ ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم[2]
اور تصدیق کرتا آیا ہُوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی اور اس لئے کہ حلال کروں تمھارے لئے کچھ وُہ چیزیں جو تم پر حرام تھیں۔ (ت)

انھیں قدرت دی کہ مادرزاد اندھے اور لاعلاج برص کو شفا دیتے،

وتبرئ الاکمہ والابرص باذنی[3]
اور تُو مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو میرے حکم سے شفا دیتا۔ (ت)

انھیں قدرت دی کہ مُردے زندہ کرتے،

واذ تخرج الموتٰی باذنی[4]
اور جب تُو مُردوں کو میرے حکم سے زندہ نکالتا۔ (ت)

واحی الموتٰی باذن اللہ[5]
اور میں مُردے جِلاتا ہُوں اللہ کے حکم سے (ت)

اُن پر اپنے وصفِ خالقیت کا پرتو ڈالا کہ مٹّی سے پرند کی صورت خَلق فرماتے اور اپنی پھونک سے اس میں جان ڈالتے کہ اُڑتا چلا جاتا،

واذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیرا باذنی[6]
اور جب تُو مٹّی سے پرند کی سی مُورت میرے حکم سے بناتا پھر اس میں پھُونک مارتا تو وہ میرے حکم سے اڑنے لگتا۔ (ت)

ظاہر ہے کہ قادیانی میں اِن میں سے کُچھ نہ تھا پھر وُہ کیونکر مثیلِ مسیح ہوگیا؟

اخیر کی چار یعنی مادرزاد اندھے اور ابرص کو شفاء دینا، مُردے جِلانا، مٹّی کی مورت میں پھُونک سے جان ڈال دینا یہ قادیانی کے دل میں بھی کھٹکے کہ اگر کوئی پُوچھ بیٹھا کہ تُو مثیلِ مسیح بنتا ہے اِن میں سے

---

[1] القرآن الکریم ۳/۴۹
[2] القرآن الکریم ۳/۵۰
[3] " ۵/۱۱۰
[4] " ۵/۱۱۰
[5] " ۳/۴۹
[6] " ۵/۱۱۰

Marfat.com

کچھ کر دکھاؤ اور وہ اپنا حال خوب جانتا تھا کہ سخت جھوٹا ملوم ہے اور الٰہی برکات سے پورا محروم، لہٰذا اس کی یوں پیش بندی کی کہ قرآن عظیم کو پس پشت پھینک کر رسول اللہ کے روشن معجزوں کو پاؤں تلے مل کر صاف کہہ دیا کہ معجزے نہ تھے مسمریزم کے شعبدے تھے، میں ایسی باتیں مکروہ نہ جانتا تو کر دکھاتا۔ وہی ملاعنہ مشرکین کا طریقہ اپنے عجز پر یوں پردہ ڈالنا کہ لو نشاء لقلنا مثل ھذا[1] (اگر ہم چاہتے تو ایسا کلام کہتے) ہم چاہتے تو اس قرآن کا مثل تصنیف کر دیتے، ہم خود ہی ایسا نہیں کرتے۔ الا لعنۃ اللہ علی الکفرین۔

قادیانی خذلہ اللہ کے ازالہ اوہام ص ۳، ۴، ۵ و نوٹ آخر میں ۱۵۱ تا آخر صفحہ ۱۶۲ ملاحظہ ہوں جہاں اس نے پیٹ بھر کر یہ کفر بکے ہیں، یا ان کی تلخیص رسالہ قہر الدیان ص ۱۰ تا ۱۵ مطالعہ ہوں، یہاں دو چار صرف بطور نمونہ منقول؛

ملعون ازالہ ص ۳: احیاء[1] جسمانی کچھ چیز نہیں۔

" ص ۴: کیا تالاب کا قصہ مسیحی معجزات کی رونق دور نہیں کرتا۔

" ص ۱۵۱[2]: شعبدہ[3] بازی اور در[4] اصل بے سود، عوام[5] کو فریفتہ کرنے والے مسیح[6] اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس[7] برس تک نجاری کرتے رہے، بڑھئی[8] کا کام درحقیقت ایسا ہے جس میں کلوں کے ایجاد میں عقل تیز ہو جاتی ہے، بعض چڑیاں[9] کل کے ذریعہ سے پرواز بھی کرتی ہیں، بمبئی[10] کلکتہ میں ایسے[11] کھلونے بہت بنتے ہیں۔ یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے اعجاز مسمریزمی[11] بطور[12] لہو و لعب نہ بطور[13] حقیقت ظہور میں آسکیں سلب[14] امراض مسمریزم کی شاخ ہے ایسے لوگ ہوتے رہے ہیں جو اس سے سلب امراض کرتے ہیں، مبروص ان کی توجہ سے اچھے ہوتے ہیں، مسیح[15] مسمریزم میں کمال رکھتے تھے۔ یہ قدر[16] کے لائق نہیں، یہ[17] عاجز اس کو مکروہ قابل نفرت نہ سمجھتا تو ان عجوبہ نمائیوں میں ابن[18] مریم سے کم نہ رہتا، اس عمل کا ایک نہایت برا خاصہ ہے جو اپنے تئیں اس میں ڈالے روحانی تاثیروں میں بہت ضعیف[22] اور نکما[23] ہو جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ مسیح جسمانی بیماریوں کو اس عمل[24] (مسمریزم) سے اچھا کرتے مگر ہدایت[25] توحید اور دینی استقامتوں کے دلوں میں قائم کرنے میں ان کا نمبر ایسا کم رہا کہ قریب[26] قریب ناکام رہے، ان پرندوں میں صرف جھوٹی[27] حیات،

عہ ازالہ اوہام مطبع ریاض الہند ص ۱۲۱-۱۱۳

---

۱ القرآن الکریم ۸/۳۱

Marfat.com

جھوٹی[28] جھلک نمودار ہوجاتی تھی، مسیح[29] کے معجزات اُس تالاب کی وجہ سے بے[30] رونق بے[31] قدر تھے جو مسیح کی ولادت سے پہلے مظہرِ عجائبات تھا، بہرحال یہ معجزہ صرف ایک کھیل[32] تھا جیسے سامری[33] کا گوسالہ۔

مسلمانو! دیکھا اِن ملعون کلمات میں وہ کون سی گالی ہے جو رسول اللہ کو نہ دی اور وہ کونسی تکذیب ہے جو آیاتِ قرآن کی نہ کی، اتنے ہی جملوں میں تینتیس[33] کفر ہیں۔

بہرحال یہ تو ثابت ہُوا کہ یہ مرتد مثیلِ مسیح نہیں، مسلمانوں کے نزدیک یُوں کہ وُہ نبی مرسل اولوا العزم صاحبِ معجزات و آیاتِ بیّنات اور یہ مردود و مطرود و مرتد و موردِ آفات، اور خود اُس کے نزدیک یوں کہ معاذ اللہ وہ شعبدہ باز بھانمتی مسمریزمی تھے، رُوحانی تاثیروں میں ضعیف نکمے اور یہ ڈال کا ٹوٹا مقدس مہذب برگزیدہ ہادی، الا لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین (خبردار! ظالموں پر خدا کی لعنت)

ہاں ایک صورت ہے، اس نے اپنے زعمِ ملعون میں مسیح کے یہ اوصاف گنے، دافع البلاء ص ۴: مسیح کی راستبازی اپنے زمانے میں دوسروں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی بلکہ یحیٰی کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وُہ (یحیٰی) شراب[34] نہ پیتا تھا، کبھی نہ سُنا کہ کسی فاحشہ[35] نے اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھُوا یا کوئی بے تعلق[37] جوان عورت اس کی خدمت کرتی، اسی وجہ سے خدا نے یحیٰی کا نام حصور رکھا مسیح نہ رکھا کہ ایسے[38] قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے[1]

ضمیمہ انجام آتھم ص ۷: آپ (یعنی عیسٰی) کا کنجریوں[39] سے میلان اور صحبت[40] بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت[41] درمیان ہے (یعنی عیسٰی بھی ایسوں ہی کی اولاد تھے) ورنہ کوئی پرہیزگار[42] ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وُہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگائے، زناکاری[43] کی کمائی کا پلید عطر اُس کے سر پر ملے، اپنے[44] بال اس کے پیروں پر ملے، سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان[45] کس چلن کا آدمی ہوسکتا ہے۔

ص ۶: حق یہ[46] ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہ ہُوا۔

ص ۷: آپ کے ہاتھ میں سوا مکر و فریب[47][48] کے کچھ نہ تھا، آپ کا خاندان[49] بھی نہایت ناپاک ہے، تین دادیاں[50] اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خُون سے آپ کا وجود ہوا ______ یہ پچاس[50] کفر ہُوئے۔

نیز اسی رسالۂ ملعونہ میں ص ۴ سے ۸ تک بحیلۂ باطلۂ مناظرہ خود ہی جلے دل کے پھپھولے پھوڑے، اللہ عزوجل کے سچے رسول مسیح عیسٰی بن مریم کو نادان[51]، شریر[52]، مکار[53]، بدعقل[54]، زنانے[55] خیال والا، فحش گو[56]، بدزبان[57]، کٹیل[58]، جھوٹا[59]،

---

[1] دافع البلاء مطبع ضیاء الاسلام، قادیان ص ۶-۵

Marfat.com

چور[٦٠]، علمی عملی[٦١] قوت میں بہت کچا[٦٢]، خلل دماغ والا[٦٣]، گندی گالیاں دینے والا[٦٤]، بد قسمت[٦٥]، زرافریبی[٦٦]، پیرو شیطان[٦٧] وغیرہ وغیرہ خطاب اس قادیانی دجال نے دیئے اور اس کے تین کفر اور گزرے کہ اللہ مسیح[٦٨] کو دوبارہ نہیں لاسکتا، مسیح فتنہ تھا[٦٩]، مسیح کے فتنے نے تباہ کر دیا —— یہ سب ستر کفر ہوئے اور ہزاروں ستر کی گنتی کیا' غرض تینتس سے اوپر اوصاف اس دجال مرتد نے اپنے مزعوم مسیح میں بتائے، اگر قادیانی خود اپنے لئے ان میں سے دس وصف بھی قبول کرلے کہ یہ شخص یعنی یہی قادیانی بدچلن[١]، بدمعاش[٢]، فریبی[٣]، مکار[٤]، زنا نے خیال والا[٥]، کذیل بھی جھوٹا[٦]، چور[٧]، گندی گالیوں والا[٨]، ابلیس کا چیلہ[٩]، کنجریوں کی اولاد، کسبیوں کا جنا ہے، زنا کے خون سے بنا ہے، تو ہم بھی اس کی مان لیں گے کہ یہ ضرور مثیل مسیح ہے مگر کون سے مسیح کا؟ اسی مسیح قبیح کا جو اس کا موہوم مزعوم ہے، الالعنۃ اللہ علی الظٰلمین۔

مسلمانو! یہ سات فائدے محفوظ رکھئے، کیسا آفتاب سے زیادہ روشن ہوا کہ قادیانیوں کا مسئلہ وفات وحیات مسیح چھیڑنا کیسا ابلیسی مکر، کیسی عبث بحث، کیسی تضییع وقت، کیسا قادیانی کے صریح کفروں کی بحث سے جان چھڑانا اور فضول زق زق میں وقت گنوانا ہے!

اس کے بعد ہمیں حق تھا کہ ان ناپاک و بے اصل و پا در ہوا شبہوں کی طرف التفات بھی نہ کرتے جو انہوں نے حیات رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پیش کئے۔ ایسی مہمل عیاریوں کیا دیوں کا بہتر جواب یہی تھا کہ ہشت پہلے قادیانی کے کفر اٹھاؤ یا اُسے کافر مان کر توبہ کرو، اسلام لاؤ، اس کے بعد یہ فرعی مسئلہ بھی پوچھ لینا مگر ہم ان مرتدین سے قطع نظر کر کے اپنے دوست سائل سنی المذہب سے جواب شبہات گزارش کرتے ہیں، وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ۔

پہلا شبہہ: کریمہ والذین یدعون من دون اللہ الأیۃ۔

اقول اولاً یہ شبہہ مرتدانِ حال نے کافرانِ ماضی سے ترکہ میں پایا ہے، جب آیہ کریمہ:

انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم انتم لہا واردون[١]

نازل ہوئی کہ بیشک تم اور جو کچھ تم اللہ کے سوا پوجتے ہو سب دوزخ کے ایندھن ہو تمہیں اس میں جانا ہے۔ مشرکین نے کہا کہ ملائکہ اور عیسیٰ اور عزیر بھی تو اللہ کے سوا پوجے جاتے ہیں، اس پر رب عزوجل نے ان جھگڑالو کافروں کو قرآن کریم کی مراد بتائی کہ آیت بتوں کے حق میں ہے۔

---

[١] القرآن الکریم ٢١/٩٨

Marfat.com

اِنّ الذین سبقت لھم منّا الحسنیٰ اولٰئك عنہا مُبعدون ○ لا یسمعون حسیسہا[1]

بیشک وُہ جن کے لئے ہمارا بھلائی کا وعدہ ہوچکا وہ جہنم سے دُور رکھے گئے ہیں وُہ اس کی بھنک تک نہ سُنیں گے۔

قرآن کریم نے خود اپنا محاورہ بتایا جب بھی مرتدوں نے وہی راگ گایا۔

ابوداوٗد کتاب الناسخ والمنسوخ میں اور فریابی عبد بن حمید و ابن جریر و ابن ابی حاتم و طبرانی و ابن مردویہ اور حاکم مع تصحیح مستدرک میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی :

لمّا نزلت انکم و ماتعبدون من دون اللہ حصب جھنم انتم لھا واردون فقال المشرکون الملٰئکۃ وعیسٰی وعزیرٌ یُعبدون من دون اللہ فنزلت ان الذین سبقت لھم منا الحسنٰی اولٰئك عنہا مُبعدون[2]

جب یہ آیت نازل ہوئی اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ الاٰیۃ تو مشرکین نے کہا ملائکہ، حضرت عیسٰے اور حضرت عزیر کو بھی اللہ تعالٰے کے سوا پُوجا جاتا ہے تو یہ آیت نازل ہُوئی ان الذین سبقت الاٰیۃ بیشک وُہ جن کے لئے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہوچکا وُہ جہنم سے دُور رکھے گئے ہیں۔

ثانیًا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللہِ یقینًا مشرکین ہیں اور قرآن عظیم نے اہلِ کتاب کو مشرکین سے جُدا کیا، اُن کے احکام اُن سے جُدا رکھے، اُن کی عورتوں سے نکاح صحیح ہے مشرکہ سے باطل اِن کا ذبیحہ حلال ہوجائیگا اُن کا مردار۔ قال اللہ تعالٰے :

لم یکن الذین کفروا من اھل الکتٰب و المشرکین منفکّین حتی تاتیھم البیّنۃ[3]

کتابی کافر اور مشرک اپنا دین چھوڑنے کو نہ تھے جب تک ان کے پاس دلیل نہ آئے۔ (ت)

وقال تعالٰے :

ان الذین کفروا من اھل الکتٰب و المشرکین فی نار جھنّم خٰلدین فیھا اولٰئك ھم شرّ البریّۃ[4]

بیشک جتنے کافر ہیں کتابی اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے، وہی تمام مخلوق سے بدتر ہیں۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/۱۰۱ و ۱۰۲
[2] المستدرک کتاب التفسیر تفسیر سُورۂ انبیاء دارالفکر بیروت ۲/۳۸۵
[3] القرآن الکریم ۹۸/۱
[4] 〃 ۹۸/۶

Marfat.com

وقال تعالٰے :

ما یودّ الذین کفروا من اھل الکتٰب ولا المشرکین ان ینزل علیکم من خیر من ربکم[1]

وہ جو کافر ہیں کتابی یا مشرک، وہ نہیں چاہتے کہ تم پر کوئی بھلائی اترے تمہارے رب کے پاس سے۔ (ت)

وقال تعالٰے :

لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین اٰمنوا الیھود والذین اشرکوا و لتجدن اقربھم مودۃ للذین اٰمنوا الذین قالوا انا نصارٰی[2]

ضرور تم مسلمانوں کا سب سے بڑھ کر دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے اور ضرور تم مسلمانوں کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان کو پاؤ گے جنہوں نے کہا کہ بیشک ہم نصارٰی ہیں۔

وقال تعالٰی :

الیوم احل لکم الطیبٰت وطعام الذین اوتوا الکتٰب حل لکم وطعامکم حل لھم والمحصنٰت من المؤمنٰت والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم[3]

ولا تنکحوا المشرکٰت حتی یؤمن[4]

آج تمہارے لئے پاک چیزیں حلال ہوئیں اور کتابیوں کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے اور پارسا عورتیں مسلمان اور پارسا عورتیں ان میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب ملی۔ (ت)

اور شرک والی عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک مسلمان نہ ہو جائیں (ت)

جب قرآن عظیم یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ میں نصارٰی کو داخل نہیں فرماتا اس اَلَّذِیْنَ میں مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کیونکر داخل ہو سکیں گے؟

ثالثاً سورت مکیہ ہے اور سوائے عاصم، قُرّاء سبعہ کی قراءت تَدْعُوْنَ بہ تائے خطاب، تو بُت پرست ہی مراد ہیں اور اَلَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ اَصْنَامٌ (جنھیں وُہ پوجتے ہیں وہ بُت ہیں۔ ت)

رابعاً خود آیہ کریمہ طرح طرح دلیل ناطق کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء عموماً اور حضرت مسیح

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۰۵
[2] " ۵/ ۸۲
[3] " ۵/ ۵
[4] " ۲/ ۲۲۱

Marfat.com

علیہ الصلوٰۃ والتسلیم خصوصاً مراد نہیں، جہاں فرمایا اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ[1] (مُردے ہیں زندہ نہیں۔ ت) اموات سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ پہلے زندہ تھے پھر موت لاحق ہوئی لہذا ارشاد ہوا غَیْرُ اَحْیَآءٍ یہ وُہ مُردے ہیں کہ نہ اب تک زندہ ہیں نہ کبھی تھے نِرے جماد ہیں، یہ بُتوں ہی پر صادق ہے۔ تفسیر ارشاد العقل السلیم میں ہے:

حیث کان بعض الاموات مما یعتریہ الحیاۃ سابقا اولاحقا کاجساد الحیوان والنطف التی ینشئھا اللہ تعالٰی حیوانا احترز عن ذلك فقیل غیر احیآءٍ ای لایعتریھا الحیٰوۃ اصلا فھی اموات علی الاطلاق[2]

بعض اموات وُہ تھے جنھیں زندگی حاصل تھی جیسے مُردہ حیوان کا جسم، اور بعض وُہ ہیں جنھیں زندگی ملنے والی ہے مثلاً نطفہ جسے اللہ تعالٰی مستقبل میں حیوان بنائے گا اس لئے ایسے اموات سے احتراز کیا اور فرمایا غیر احیاء یعنی یہ وُہ اموات ہیں جنھیں زندگانی (ماضی یا مستقبل میں) بالکل حاصل نہیں لہذا یہ علی الاطلاق اموات ہیں۔

خامساً ربّ عزّوجل فرماتا ہے:

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاط بل احیاء عند ربھم یرزقون ہ فرحین بما اٰتٰھم اللہ من فضلہ[3]

خبردار! شہیدوں کو ہرگز مردہ نہ جانیو بلکہ وُہ اپنے رب کے یہاں زندہ ہیں، روزی پاتے ہیں، اللہ نے جو اپنے فضل سے دیا اس پر خوش ہیں۔

اور فرماتا ہے:

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ امواتط بل احیاءٌ ولکن لاتشعرون ہ[4]

جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انھیں مردہ نہ کہو بلکہ وُہ زندہ ہیں تمھیں خبر نہیں۔

محال ہے کہ شہید کو تو مُردہ کہنا حرام، مردہ سمجھنا حرام، اور انبیاء معاذ اللہ مُردے کہے سمجھے جائیں، یقیناً قطعاً ایماناً وہ اَحْیَآءٌ غَیْرُ اَمْوَاتٍ (زندہ ہیں مُردے نہیں۔ ت) ہیں نہ کہ عیاذاً باللہ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ (مُردے ہیں زندہ نہیں۔ ت)، جس وعدۂ الٰہیہ کی تصدیق کے لئے اُن کو عروضِ موت ایک آن کے لئے لازم ہے قطعاً شہداء کو بھی لازم ہے کُلُّ نفسٍ ذائقۃ الموت[5] (ہر جان کو موت کا

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۲۱
[2] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) آیۃ ۱۶/ ۲۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۰۶
[3] القرآن الکریم ۳/ ۱۶۹
[4] القرآن الکریم ۲/ ۱۵۴
[5] " " ۲۱/ ۳۵

Marfat.com

مزہ چکھتا ہے۔ ت) پھر جب یہ اَحْيَآءٌ غَيْرُ اَمْوَاتٍ ہیں وُہ یقیناً ان سے لاکھوں درجے زائد اَحْيَاءٌ غَيْرُ امواتٍ ہیں نہ کہ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ۔

سادسًا آیہ کریمہ میں وَهُمْ قَدْ خُلِقُوْا بصیغۂ ماضی نہیں بلکہ وَهُمْ يُخْلَقُوْنَ[1] بصیغۂ مضارع ہے کہ دلیلِ تجدد واستمرار ہو یعنی بنائے گھڑے جاتے ہیں اور نئے نئے بنائے گھڑے جائیں گے، یہ یقیناً بُت ہیں۔

سابعًا آیہ کریمہ میں اُن سے کسی چیز کی خلق کا سلبِ کلّی فرمایا کہ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا[2] (وہ کوئی چیز نہیں بناتے۔ ت) اور قرآنِ عظیم نے عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے بعض اشیاء کی خلق ثابت فرمائی، وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ[3] (اور جب تُو مٹی سے پرند کی مُورت بناتا۔ ت) اور ایجابِ جزئی نقیضِ سلبِ کُلّی ہے تو عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صادق نہیں، نا مناسب سے قطع نظر ہو تو اَمْوَاتٌ قضیۂ مطلقۂ عامہ ہے یا دائمہ، برتقدیرِ ثانی یقیناً انس وجن وملک سے کوئی مراد نہیں ہوسکتا کہ ان کے لئے حیات بالفعل ثابت ہے نہ کہ ازل سے ابد تک دائم موت، برتقدیرِ اوّل قضیہ کا اتنا مفاد کہ کسی نہ کسی زمانے میں ان کو موت عارض ہو، یہ ضرور عیسٰے و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام سب کے لئے ثابت، بیشک ایک وقت وُہ آئے گا کہ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام وفات پائیں گے اور روزِ قیامت ملائکہ کو بھی موت ہے، اس سے یہ کب ثابت ہُوا کہ موت ہوچکی ورنہ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ میں ملائکہ بھی داخل ہیں، لازم کہ وُہ بھی مرچکے ہوں، اور یہ باطل ہے۔ تفسیر انوار التنزیل میں ہے:

(اَمْوَاتٌ) حالاً اومالاً غیرُ احیاءٍ بالذّاتِ لیتناول کُلّ معبودٍ[4]۔ مُردے حال میں یا آئندہ غیر زندے بالذات تاکہ ہر معبود کو شامل ہو (ت)

تفسیر عنایۃ القاضی میں ہے:

فالمراد مالاحیٰوۃ لہ سواءٌ کان لہ حیٰوۃ ثم مات کعزیر او سیموت کعیسٰی والملٰئکۃ علیہم السلام اولیس من شانہ الحیٰوۃ کالاصنام[5]۔ یعنی ان اموات سے عام مراد ہے خواہ اس میں حیات کی قابلیّت ہی نہ ہو جیسے بُت، یا حیات تھی اور موت عارض ہُوئی جیسے عزیر، یا آئندہ عارض ہونے والی ہے جیسے عیسٰی و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

منکرین دیکھیں کہ اُن کا شُبہہ ہر پہلو پر مردود ہے، وللہ الحمد۔

---

[1] و [2] القرآن الکریم ۱۶ / ۲۰ [3] القرآن الکریم ۵ / ۱۱۰

[4] انوار التنزیل (تفسیر بیضاوی) آیۃ ۱۶ / ۲۱ مصطفی البابی مصر ۱ / ۲۷۰

[5] عنایۃ القاضی حاشیۃ الشہاب علی تفسیر البیضاوی " دار صادر بیروت ۵ / ۳۲۲

Marfat.com

شبہہ دوم: لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی[1] (اللہ تعالٰی یہود و نصارٰی پر لعنت فرمائے۔ت)

اقول وَالمرزئیۃ لَعَنَہُم لَعْنًا کَبِیْرًا (میں کہتا ہوں کہ مرزائیوں پر بھی بڑی لعنت ہو)

اولاً اَنْبِیَآئِہِمْ[2] میں اضافت استغراق کے لئے نہیں کہ موسٰی سے یحیٰی علیہما الصلٰوۃ والسلام تک ہر نبی کی قبر کو یہود و نصارٰی سب نے مسجد کرلیا ہو، یہ یقیناً غلط ہے، جس طرح وَقَتْلِہِمُ الْاَنْبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ[3] (انھوں نے انبیاء کو ناحق شہید کیا۔ت) میں اضافت و لام کوئی استغراق کا نہیں کہ نہ سب قاتل اور نہ سب انبیاء شہید کئے، قال تعالٰی:

ففریقا کذبتم وفریقا تقتلون[4]۔ انبیاء کے ایک گروہ کو تم نے جھٹلایا اور ایک گروہ کو قتل کرتے ہو۔ (ت)

اور جب استغراق نہیں تو بعض میں مسیح علیہ الصلٰوۃ والسلام کا داخل کرلینا ادعائے باطل و مردود ہے، یہود کے سب انبیاء نصارٰی کے بھی انبیاء تھے، یہود و نصارٰی کا اُن میں بعض قبور کریمہ کو (مسجد بنالینا) صدقِ حدیث کے لئے بس اور اس سے زیادہ مرتدین کی ہوس۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں یہ اشکال ذکر کرکے کہ نصارٰی کے انبیاء کہاں ہیں، اُن کے تو صرف ایک عیسٰی نبی تھے اُن کی قبر نہیں، ایک جواب یہی دیا جو بتوفیقہ تعالٰی ہم نے ذکر کیا کہ:

او المراد بالاتخاذ اعم من ان یکون ابتداعا او اتباعا فالیھود ابتدعت والنصارٰی اتبعت، ولاریب ان النصارٰی تعظم قبور کثیر من الانبیاء الذین تعظمھم الیھود[5]۔

انبیاء کی قبروں کو مسجد بنانا عام ہے کہ ابتداءً ہو یا کسی کی پیروی میں، یہودیوں نے ابتداء کی اور عیسائیوں نے پیروی کی، اور اس میں شک نہیں کہ نصارٰی بہت سے ان انبیاء کی قبروں کی تعظیم کرتے ہیں جن کی یہودی تعظیم کرتے ہیں۔

ثانیاً امام حافظ الشان (ابن حجر) نے دوسرا جواب یہ دیا کہ اس روایت میں اقتصار واقع ہوا، واقع یہ ہے کہ یہود اپنے انبیاء کی قبور کو مساجد کرتے اور نصارٰی اپنے صالحین کی قبروں کو، ولہذا صحیح بخاری حدیثِ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ میں دربارۂ قبورِ انبیاء تنہا یہود کا نام ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال قاتل اللہ الیھود اتخذوا قبور

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اللہ تعالٰی یہودیوں کو ہلاک فرمائے انھوں نے اپنے

---

[1] و [2] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب مایکرہ من اتخاذ المسجد علی القبور قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۷
[3] القرآن الکریم ۴/۱۵۵ [4] القرآن الکریم ۲/۸۷
[5] فتح الباری شرح صحیح بخاری کتاب الصلٰوۃ دار المعرفہ بیروت ۱/۴۴۴

Marfat.com

انبیائھم مساجد[1]   انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنا لیا۔

اور صحیح بخاری حدیثِ اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں جہاں تنہا نصارٰی کا ذکر تھا صرف صالحین کا ذکر فرمایا، انبیاء کا نام نہ لیا کہ:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اولٰئك قوم اذا مات فیھم العبد الصالح او الرجل الصالح بنوا علیٰ قبرہ مسجدًا او صوّروا فیہ تلك الصُّوَر[2]

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا نصارٰی وُہ قوم ہے کہ جب ان میں کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا تو اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے اور اس میں تصویریں بناتے۔

اور صحیح مسلم حدیثِ جندب رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں یہود و نصارٰی دونوں کو عام تھا انبیاء و صالحین کو جمع فرمایا کہ:

سمعت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال الا وان من کان قبلکم کانوا یتخذون قبور انبیائھم وصالحیھم مساجد[3]

میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا خبردار! تم سے پہلے لوگ اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنا لیتے تھے۔

ہمیشہ جمع طرق سے معنیٔ حدیث کا ایضاح ہوتا ہے۔

ثالثًا اقول چالاکی بھی سمجھئے! یہ فقط قبرِ عیسٰے ثابت کرنا نہیں بلکہ اس میں بہت اہم راز مضمر ہے قادیانی مدعیٔ نبوت تھا اور سخت جھوٹا کذّاب جس کے سفید چمکتے ہوئے جھوٹ وہ محمدی والے نکاح اور انبیاء کے چاند والے بیٹے قادیان و قادیانیہ کے محفوظ از طاعون رہنے کی پیشین گوئیاں وغیرہا ہیں اور ہر عاقل جانتا ہے کہ نبوت اور جھُوٹ کا اجتماع محال، اس سے قادیانی کا سارا گھر ہر عاقل کے نزدیک گھروندا ہو گیا اس لئے فکر ہُوئی کہ انبیائے کرام علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کو معاذ اللہ جھوٹا ثابت کریں کہ قادیانی کذّاب کی نبوت بھی بن پڑے، اس کا علاج خود قادیانی نے اپنے ازالۂ اوہام ص ۶۲۹ پر یہ کیا کہ ایک زمانے میں چار سو نبیوں کی پیشگوئی غلط ہُوئی اور وہ جھوٹے، یہ اُس مرتد کے اکٹھے چار سو کفر کہ ہر نبی کی تکذیب کفر ہے بلکہ کروڑوں کفر ہیں کہ ایک نبی کی تکذیب تمام انبیاء اللہ کی تکذیب ہے، قال اللہ تعالےٰ: کذبت قوم نوحٍ المرسلین[4] (نوح کی قوم نے پیغمبروں کو

---

[1] صحیح البخاری   کتاب الصلوٰۃ   قدیمی کتب خانہ کراچی   ۱/ ۶۲
[2] "   "   "   "
[3] صحیح مسلم   کتاب المساجد   باب النہی عن بناء المسجد علی القبور   "   "   ۱/ ۲۰۱
[4] القرآن الکریم   ۲۶/ ۱۰۵

Marfat.com

جھٹلایا۔ت) تو اس نے چار سو ہر نبی کی تکذیب کی، اگر انبیاء ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں[1] تو قادیانی کے چار کروڑ چھیانوے لاکھ کفر، اور اگر دو[عہ2] لاکھ چوبیس ہزار ہیں[2] تو یہ اس کے آٹھ کروڑ چھیانوے لاکھ کفر ہیں، اور اب ان مرزائیوں نے خود یا اسی سے سیکھ کر اندراج کفر میں اور ترقی معکوس کرکے اسفل سافلین میں پہنچنا چاہا کہ معاذ اللہ معاذ اللہ سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلیہم اجمعین کا جھوٹ ثابت کریں، اس حدیث کے یہ معنی گھڑے کہ نصارٰی نے عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر کو مسجد کرلیا، یہ صریح سپید جھوٹ ہے، نصارٰی ہرگز مسیح کی قبر ہی نہیں مانتے اُسے مسجد کرلینا تو دوسرا درجہ ہے، تو مطلب یہ ہوا کہ دیکھو مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (کے دشمنوں) نے (خاک بدہن ملعونان) کیسی صریح جھوٹی خبر دی پھر اگر ہمارا قادیانی نبی جھوٹ کے پھنکے اڑاتا تھا تو کیا ہوا قادیانی مرتدین کا اگر یہ مطلب نہیں تو جلد بتائیں کہ نصارٰی مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر کب مانتے ہیں، کہاں بتاتے ہیں، کس کس نصرانی نے اس قبر کو مسجد کرلیا جس کا مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ذکر کیا، اس مسجد کا روئے زمین پر کہیں پتا ہے؟ ان نصرانیوں کا دنیا کے پردے پر کہیں نشان ہے؟ اور جب یہ نہ بتا سکو اور ہرگز نہ بتا سکو گے تو اقرار کرو کہ تم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذمے معاذ اللہ دروغ گوئی کا الزام لگانے کو حدیث کے یہ معنی گھڑے اور،

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنهم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعد لهم

بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو اُن پر اللہ کی لعنت دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے

عہ1 کما رواہ احمد وابن حبان والحاکم والبیہقی وغیرھم عن ابی ذر وھٰؤلاء وابن ابی حاتم والطبرانی وابن مردویہ عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما ۱۲ منہ غفرلہ (م)

جیسا کہ احمد، ابن حبان، حاکم، بیہقی وغیرہم نے ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نیز انہوں نے اور ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن مردویہ نے ابی امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عہ2 کما فی روایۃ علی ما فی شرح عقائد النسفی للتفتازانی قال خاتم الحفاظ لم اقف علیها ۱۲ منہ غفرلہ (م)

جیسا کہ دوسری روایت میں ہے جس کو علامہ تفتازانی نے شرح عقائد نسفی میں ذکر فرمایا، خاتم الحفاظ نے فرمایا میں اس پر واقف نہیں ہوا ۱۲ منہ (ت)

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث ابوامامۃ الباہلی دار الفکر بیروت ۵/۲۶۶

[2] شرح عقائد النسفی دار اشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ص ۱۰۱

Marfat.com

عذاباً مهینا[1] ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (ت)

کی گہرائی میں پڑے الا لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین، کیوں، حدیث سے موتِ عیسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام پر استدلال کا مزا چکھا؟

کذٰلک العذاب ولعذاب الاٰخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون[2] مار ایسی ہوتی ہے اور بیشک آخرت کی مار سب سے بڑی، کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

کتبہ العبد المذنب

احمد رضا البریلوی عفی عنہ

بمحمدن المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۷

[2] ” ۶۸/ ۳۳

Marfat.com

رسالہ

جزاء اللّٰہ عدوّہ بابائہ ختم النبوّة

۱۶ ۱۳

(دشمنِ خدا کے ختمِ نبوت کا انکار کرنے پر خدائی جزاء)

مسئلہ ۸۱ از شیخ خدابخش اہل سنت والجماعت محلہ سوئی گری کی پول ۹ ار رجب ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ولید ساکن مشہد کہ اپنے آپ کو سیّد کہلواتا، اپنا عقیدہ بایں طور رکھتا ہے کہ حضرت علی وفاطمہ وحسنین رضی اللہ تعالٰی عنہم کو انبیاء ورسول کہنا ثابت ہے اور اپنے زعم میں اس کا ثبوت حدیثوں سے بتاتا ہے، ایسا عقیدہ رکھنے والا مسلمان سنت وجماعت اولیائے کاملین سے ہے یا غالی رافضی کافر اولیائے شیاطین سے ہے؟ اور جو شخص عقیدہ کفریہ رکھے وُہ سیّد ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور اسے سیّد کہنا روا ہے یا نہیں؟ بَیِّنُوْا تُؤجَرُوْا (بیان کیجئے اجر حاصل کیجئے۔ ت)

الجواب

الحمد للّٰہ رب العٰلمین و سلام علی المرسلین، ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیین وکان اللّٰہ بکلّ شیئ علیما،

تمام خوبیاں اللہ تعالٰی رب العالمین کو اور سلام تمام رسولوں پر، محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تم میں سے کسی ایک مرد کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول اور نبیوں کے پچھلے، اور اللہ تعالٰی ہر شئے کا عالم ہے

Marfat.com

یامن یصلی علیہ ھو وملٰئکتہ صل علیہ وعلیٰ اٰلہ وصحبہ وبارك وسلم تسلیما اٰمین، رب انی اعوذبك من ھمزات الشیٰطن واعوذبك رب ان یحضرون وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خاتم المرسلین اول الانبیاء خلقاً و اٰخرھم بعثاً واٰلہ وصحبہ والتابعین ولعن وقتل واخزی وخذل مردۃ الجن وشیٰطین الانس واعاذنا ابدا من شرھم اجمعین اٰمین۔

اے وُہ ذات جس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کے درود اور اس کے آل واصحاب پر اور سلام کامل، آمین، اے میرے رب میں تیری پناہ مانگتا ہوں شیاطین کے وسوسوں سے، اور اے میرے رب تیری پناہ مانگتا ہُوں کہ وُہ میرے پاس آئیں، اور صلوٰۃ اللہ خاتم المرسلین پر جو تمام انبیاء سے پیدائش میں اول اور بعثت میں ان سے آخر اور اس کی آل واصحاب اور تابعین پر، اور لعنت اور ہلاکت، رسوائی اور ذلت ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سرکش جنّوں اور انسانی شیطانوں پر اور ان سب کے شر سے ہمیشہ ہمیں پناہ دے، آمین (ت)

اللہ عزوجل سچّا اور اس کا کلام سچّا، مسلمان پر جس طرح لا الٰہ الا اللہ ماننا اللہ سبحنہ وتعالےٰ کو احد صمد لاشریك لہ جاننا فرضِ اوّل ومناطِ ایمان ہے یُونہی محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننا ان کے زمانے میں خواہ اُن کے بعد کسی نبی جدید کی بعثت کو یقیناً محال وباطل جاننا فرض اجل وجزءِ ایقان ہے ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین[1] (ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔ت) نص قطعی قرآن ہے، اس کا منکر نہ منکر بلکہ شُبہ کرنے والا نہ شاک کہ ادنیٰ ضعیف احتمال خفیف سے توہّم خلاف رکھنے والا قطعاً اجماعاً کافر ملعون مخلد فی النیران ہے، نہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو اس کے عقیدہ ملعونہ پر مطلع ہو کر اُسے کافر نہ جانے وہ بھی کافر، جو اس کے کافر ہونے میں شک وتردّد کو راہ دے وہ بھی کافر بین الکافر جلی الکفران ہے، ولید پلید جس کا قول نجس تر از بول، سوال میں مذکور ضرور ولی ہے بیشک ضرور مگر حاشا نہ ولی الرحمٰن بلکہ عدو الرحمٰن ولی الشیطان ہے، یہ جو میں کہہ رہا ہُوں میرا فتویٰ نہیں اللہ واحد قہار کا فتویٰ ہے، خاتم الانبیاء الاخیار کا فتویٰ ہے، علی مرتضٰے وبتول زہرا وحسن مجتبےٰ وشہید کربلا تمام ائمہ اطہار کا فتویٰ ہے صلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدھم ومولاھم وعلیھم وسلم۔

شفاء شریف واعلام بقواطع الاسلام میں ہے:

یکفر ایضا من کذب بشیئ مماصرح

نیز تکفیر کی جائیگی جس نے قرآن کے صریح حکم یا خبر

---

[1] القرآن ۳۳/۴۰

Marfat.com

فی القراٰن من حکم اوخبرا، او اثبت مانفاہ اونفی ما اثبتہ علی علومنہ بذٰلک اوشک فی شیئ من ذٰلک[1]

کی تکذیب کی، یا جس نے علم کے باوجود اس کی نفی کردہ کا اثبات کیا یا اس کے ثابت کردہ کی نفی کی، یا جس نے اس میں شک کیا۔ (ت)

فتاوٰی حدیثیہ امام ابن حجر مکی میں ہے:

التردد فی المعلوم من الدین بالضرورۃ کالانکار[2]

بدیہی ضروری دینی معلوم چیز میں تردد کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ اس کا انکار کرنا ہے (ت)

شفاء میں ہے:

وقع الاجماع علی تکفیر کل من دافع نص الکتاب او خص حدیثا مجمعا علی نقلہ مقطوعا بہ مجمعا علی حملہ علی ظاھرہ و لھذا نکفر من لم یکفر من دان بغیر ملۃ الاسلام او وقف فیھم اوشک (فی کفرھم) اوصحح مذھبھم، وان اظھر الاسلام واعتقدہ واعتقد ابطال کل مذھب سواہ فھو کافر باظھار ما اظھر من خلاف ذٰلک[3] اھ مختصرا مزیدا من نسیم الریاض مابین الھلالین۔

ایسے شخص کے کفر پر امتِ مسلمہ کا اجماع ہے جو کتاب اللہ کی نص کا انکار کرے یا ایسی حدیث جس کے نقل پر یقین ہے اس کی تخصیص کرے حالانکہ اجماع کے مطابق اپنے ظاہری معنیٰ پر محمول ہے اسی لئے ہم ایسے شخص کی تکفیر کرتے ہیں جو اسلام کے غیر کسی دین والے کی تکفیر نہ کرے یا توقف یا شک کرے (ان کے کفر میں) یا ان کے مذہب کو صحیح سمجھے، اگرچہ ایسا شخص اسلام کا اظہار کرے اور عقیدہ رکھے اور اسلام کے سوا ہر مذہب کے بطلان کا عقیدہ رکھے اس سبب سے کہ وہ اپنے ظاہر کئے کا خلاف ظاہر کرتا ہے لہٰذا وہ کافر ہے اھ مختصراً، ہلالین کے درمیان نسیم الریاض کی طرف سے زائد ہے (ت)

اسی میں ہے:

اجماع علی کفر من لم یکفر کل من

اسلام سے علیحدگی اختیار کرنے والے کی تکفیر نہ کرنیوالے

---

[1] اعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ فصل آخر فی الخطاء مکتبۃ الحقیقیۃ استنبول ص ۳۸۱

[2] فتاوٰی حدیثیہ باب اصول الدین مطبعہ جمالیہ مصر ص ۱۴۶

[3] الشفاء للقاضی عیاض فصل فی بیان ماھو من المقالات مطبعۃ شرکۃ صحافیۃ فی البلاد العثمانیۃ ۲/ ۲۷۱
نسیم الریاض شرح الشفاء " " " " " " " دار الفکر بیروت ۴/ ۱۰-۵۰۹

Marfat.com

فارق دین المسلمین او وقف فی تکفیرھم او شك[1] مختصراً۔

یا ان کی تکفیر میں توقف یا شک کرنے والے کی تکفیر نہ کرنے والے کے کفر پر اجماع ہے، مختصراً (ت)

بزازیہ و درمختار وغیرہما میں ہے:

من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[2]

جس نے اس کے کفر اور عذاب میں شک کیا وہ کافر ہے۔ (ت)

بلکہ شخص مذکور پر لازم وضرور ہے کہ اپنے آپ ہی اپنے کفر و الحاد و زندقہ و ارتداد کا فتوٰی لکھے، آخر یہ تو بداہۃً ضرورۃً موافقین ومخالفین حتی کہ کفار ومشرکین سب کو معلوم ومسلّم کہ حضرات حسنین اور ان کے والدین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہم مسلمان تھے، قرآنِ عظیم پر ایمان رکھتے اور بلاشبہہ اسے کلام اللہ جانتے، اس کے ایک ایک حرف کو حق مانتے، اور اسی قرآن کا ارشاد ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم خاتم النّبیین ہیں تو قطعاً وہ بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خاتم النّبیین اعتقاد کرتے تو قطعاً یقیناً اپنے آپ کو نبی ورسول نہ جانتے اور اس ادعائے ملعون کو باطل وملعون ہی مانتے کہ قول بالمتنافیین کسی عاقل سے معقول نہیں، اب یہ شخص کہ انھیں نبی ورسول مانتا ہے خود اپنے ہی ساختہ رسولوں کو کاذب ومبطل جانتا ہے اور رسولوں کی تکذیب کفرِ ظاہر ہے تو خود ہی اپنے عقیدے کی رُو سے کافر ہے، غرض انھیں رسول کہہ کر اعتقادِ ختمِ نبوت میں سچا جانا تو اس ایمانی عقیدے کا منکر ہو کر کافر ہوا اور جھوٹا مانا تو اپنے ہی رسولوں کی آپ تکذیب کرکے کافر ہوا مفر کدھر، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العزیز الاکبر۔

ولید کے مقابل ذکرِ احادیث ونصوص علمائے قدیم وحدیث کا کیا موقع کہ جو نصِ قطعی قرآن کو نہ مانے حدیث وعلماء کی کیا قدر جانے مگر بحمد اللہ تعالٰے مسلمانوں کے لئے متعدد منافع ظاہر وبیّن ہیں، قرآن وحدیث دونوں ایمانِ مومن ہیں، احادیث کا بار بار تکرار اظہار دلوں میں ایمان کی جڑ جمائے گا، آیہ کریمہ میں وساوسِ ملعونہ

ف: اہل بیت کرام خواہ کسی اُمّتی کو نبی ماننے والا خود اپنے اقرار سے بھی کافر ہے۔

---

[1] الشفاء للقاضی فصل فی تحقیق القول فی اکفار المتأولین مطبعۃ شرکۃ صحافیۃ فی البلاد العثمانیۃ ۲/۲۶۷
[2] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

Marfat.com

بعض شیاطین نجدیہ کا استیصال فرمائے گا، ختم نبوت و خاتم النبیین کے صحیح و نجیح معنے بتائے گا، بعض قاسمان کفر و مجون کے اختراع جنون کو مردود و ملعون بنائے گا۔

ولید پلید کے ادعائے خبیث ثبوت بالحدیث کا بطلان دکھائے گا، نصوصِ ائمہ سے اہلِ ایمان کو صحت فتویٰ پر زیادہ تر اعتبار و اعتماد آئے گا معہذا ذکر محبوب راحتِ قلوب ہے، اُن کی یاد سے مسلمانوں کا دل چین پائے گا۔

فاقول وبحول اللہ احول (ارشاداتِ الٰہیہ)

بریّتِ آدم اور ختمِ نبوّت

طبرانی معجم کبیر میں اور حاکم بافادہ تصحیح اور بیہقی دلائل النبوۃ میں امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لغزش واقع ہوئی عرض کی: یارب اسئلك بحق محمد ان غفرت لی الٰہی! میں تجھے محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرما۔ ارشاد ہوا: اے آدم! تُو نے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو کیونکر پہچانا حالانکہ میں نے ابھی اسے پیدا نہ کیا؟ عرض کی: الٰہی! جب تُو نے مجھے اپنی قدرت سے بنایا اور مجھ میں اپنی رُوح پھونکی میں نے سر اُٹھا کر دیکھا تو عرش کے پایوں پر لکھا پایا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو میں نے جانا تُو نے اسی کا نام اپنے نام پاک کے ساتھ ملایا ہوگا جو تجھے تمام جہان سے زیادہ پیارا ہے۔ فرمایا:

صدقت یا اٰدم انہ لاحب الخلق الیّ و اذ سألتنی بحقہ فقد غفرت لك ولولا محمد ما خلقتك[1]۔ زاد الطبرانی وھو اٰخر الانبیاء من ذریتك[2]۔

اے آدم! تُو نے سچ کہا بیشک وُہ مجھے تمام جہان سے زیادہ پیارا ہے اور جب تُو نے مجھے اس کا واسطہ دے کر سوال کیا تو میں نے تیرے لئے مغفرت فرمائی، اگر محمد نہ ہوتا تو میں تجھے نہ بناتا۔ طبرانی نے یہ اضافہ کیا: وہ تیری اولاد میں سب سے پچھلا نبی ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حضرت موسیٰ اور ختمِ نبوت

ابونعیم ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان موسٰی لما نزلت علیہ التوراۃ وقرأھا

جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر توریت اتری اُسے

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب التاریخ استغفار آدم علیہ السلام بحق محمد صلے اللہ علیہ وسلم دار الفکر بیروت ۶۱۵/۲
دلائل النبوۃ للبیہقی باب ماجاء فی تحدث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دار الکتب العلمیہ بیروت ۴۸۹/۵

[2] المعجم الاوسط للطبرانی حدیث ۶۴۹۸ مکتبۃ المعارف ریاض ۲۵۹/۷

Marfat.com

وجد فیھا ذکر ھذہ الامۃ فقال یا رب انی اجد فی الالواح امۃ ھم الاٰخرون السابقون فاجعلھا امتی قال تلک امۃ احمد[1]

پڑھا تو اس میں اس امت کا ذکر پایا عرض کی: اے رب میرے! میں ان لوحوں میں ایک اُمت پاتا ہوں کہ وہ زمانے میں سب سے پچھلی اور مرتبے میں سب سے اگلی، تو یہ میری امت کر، فرمایا: یہ امت احمد کی ہے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

حضرت آدم اور سرکارِ دوعالم

ابن عساکر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم فرماتے ہیں:

لما خلق اللہ اٰدم اخبرہ ببنیہ فجعل یری فضائل بعضھم علٰی بعض فرأی نورا ساطعا فی اسفلھم فقال یا رب من ھذا قال ھذا ابنک احمد ھو الاول و ھو الاٰخر وھو اول شافع واول مشفع[2]

جب اللہ تعالٰی نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کیا اُنھیں ان کے بیٹوں پر مطلع فرمایا، وہ اُن میں ایک کی دوسرے پر فضیلتیں دیکھا کئے تو ان سب کے آخر میں بلند و روشن نور دیکھا، عرض کی، الٰہی! یہ کون ہے؟ فرمایا: یہ تیرا بیٹا احمد ہے یہی اوّل ہے اور یہی آخر ہے اور یہی سب سے پہلا شفیع اور یہی سب سے پہلا شفاعت مانا گیا صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلّم۔

خاتم النبیین

نیز بطریق ابی الزبیر حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، فرمایا:

بین کتفی اٰدم مکتوب محمد رسول اللہ خاتم النبیین[3] صلّی اللہ علیہ وسلّم۔

آدم علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے دونوں شانوں کے وسط میں قلمِ قدرت سے لکھا ہوا ہے محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلّم۔

محمّد اور دروازۂ جنّت

ابن ابی شیبہ مصنف میں بطریق مصعب بن سعد حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

---

[1] دلائل النبوۃ لابی نعیم — ذکر الفضیلۃ الرابعۃ — عالم الکتب بیروت — ۱/۱۴

[2] مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر — باب ما ورد فی اصطفائہ علی العالمین الخ — دار الفکر بیروت — ۲/۱۱۱
کنز العمال — حدیث ۳۲۰۵۲ — موسسۃ الرسالۃ بیروت — ۱۱/۴۳۷

[3] مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر باب ذکر ما خص بہ و شرف بہ الخ — عالم الکتب بیروت — ۲/۱۳۷

Marfat.com

انہ قال اول من یاخذ بحلقۃ باب الجنۃ فیفتح لہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثم قرأ اٰیۃ من التوراۃ اضرابا قدمایا نحن الاخرون الاولون۔[1]

یعنی انھوں نے کہا سب سے پہلے جو دروازۂ جنّت کی زنجیر پر ہاتھ رکھے گا پس اس کے لئے دروازہ کھولا جائیگا وہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، پھر توریت مقدس کی آیت پڑھی کہ سب سے پہلے مرتبے میں سابق زمانے میں لاحق، یعنی اُمّتِ محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔

خاتم الانبیاء کی بشارت

ابن سعد عامر شعبی سے راوی، سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صحیفوں میں ارشاد ہوا:

انہ کائن من ولدك شعوب وشعوب حتی یاتی النبی الامی الذی یکون خاتم الانبیاء۔[2]

بیشک تیری اولاد میں قبائل در قبائل ہوں گے یہاں تک کہ نبی امی خاتم الانبیاء جلوفرما ہو صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔

یعقوب علیہ السلام وخاتم الانبیاء

محمد بن کعب قرظی سے راوی:

اوحی اللہ تعالیٰ الیٰ یعقوب انی ابعث من ذریتك ملوکا وانبیاء حتی ابعث النبی الحرمی الذی تبنی امتہ ھیکل بیت المقدس، وھو خاتم الانبیاء، واسمہ احمد۔[3]

اللہ عزّ وجل نے یعقوب علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو وحی بھیجی میں تیری اولاد سے سلاطین وانبیاء بھیجتا رہا کروں گا یہاں تک کہ ارسال فرماؤں اس حرم محترم والے نبی کو جس کی اُمّت بیت المقدس کی بلند تعمیر بنائے گی اور اس کا نام احمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہے۔

اشعیا اور احمد مجتبیٰ

ابن ابی حاتم وہب بن منبہ سے راوی:

قال اوحی اللہ تعالیٰ الیٰ اشعیاء انی باعث

اللہ عزوجل نے اشعیاء علیہ الصّلوٰۃ والسلام پر وحی بھیجی

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الفضائل ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۱/۴۳۴

[2] الطبقات الکبریٰ لابن سعد ذکر من تسمی فی الجاہلیہ بمحمد صلے اللہ علیہ وسلم دار صادر بیروت ۱/۱۶۳

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

Marfat.com

نبیا امیا افتح بہ آذانا صما وقلوبا غلفا واعینا عمیا مولدہ بمکۃ ومہاجرہ بطیبۃ وملکہ بالشام (وساق الحدیث فیہ الکثیر الطیب من فضائلہ وشمائلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الیٰ ان قال) ولاجعلن امتہ خیرامۃ اخرجت للناس (وذکر صفاتھم الیٰ ان قال) اختم بکتابھم الکتب وبشریعتھم الشرائع وبدینھم الادیان[1] الحدیث الجلیل الجمیل۔

میں نبی اُمّی کو بھیجنے والا ہوں، اس کے سبب بہرے کان اور غافل دل اور اندھی آنکھیں کھول دوں گا اس کی پیدائش مکے میں ہے اور ہجرت گاہ مدینہ اور اس کا تخت گاہ ملک شام میں ضرور اس کی اُمّت کو سب اُمتوں سے جو لوگوں کے لئے ظاہر کی گئیں بہتر و افضل کروں گا، میں اُن کی کتاب پر کتابوں کو ختم فرماؤں گا اور اُن کی شریعت پر شریعتوں اور اُن کے دین پر سب دینوں کو تمام کروں گا۔

کتبِ سماوی میں اسمِ محمد

ابن عساکر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یسمّی فی الکتب القدیمۃ احمد ومحمد والماحی والمقفی ونبی الملاحم وحمطایا وفارقلیطا وماذ ماذ[2]

نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگلی کتابوں میں میرے یہ نام تھے، احمد، محمد، ماحی (کفر و شرک کو مٹانے والے)، مقفی (سب پیغمبروں سے پیچھے تشریف لانے والے)، نبی الملاحم (جہادوں کے پیغمبر)، حمطایا (حرمِ الٰہی کے حمایتی)، فارقلیطا (حق کو باطل سے جدا کرنے والے)، ماذ ماذ (ستھرے، پاکیزہ) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

خاتم الانبیاء

سلمان فارسی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی:

ھبط جبریل فقال ان ربک یقول قد ختمت بک الانبیاء وما خلقت خلقا اکرم علی منک وقرنت اسمک مع اسمی

جبریلِ امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حاضر ہو کر حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی حضور کا رب فرماتا ہے بیشک میں نے تم پر انبیاء کو ختم کیا اور

---

[1] الخصائص الکبریٰ، بحوالہ ابن ابی حاتم وابونعیم باب ذکرہ فی التوراۃ والانجیل الخ دار الکتب الحدیثۃ ۱/۳۳،۳۴
الدر المنثور ، ″ ″ ″ ″ ″ آیۃ الذی یجدونہ مکتوبا فی التوراۃ الخ منشورات مکتبۃ آیۃ اللہ العظمیٰ قم ایران ۳/۳۴

[2] الخصائص الکبریٰ، بحوالہ ابی نعیم عن ابن عباس باب اختصاصہ صلے اللہ علیہ وسلم الخ دار الکتب الحدیثۃ شارع الجمہوریہ بعابدین ۱/۱۹۳

Marfat.com

فلا اذکرنی موضع حتی تذکر معی، ولقد خلقت الدنیا و اھلھا لاعرفھم کرامتك علیّ و منزلتك عندی، ولولاك ما خلقت السمٰوٰت و الارض وما بینھما لولاك ما خلقت الدنیا ھذا مختصر۔[1]

کوئی ایسا نہ بنایا جو تم سے زیادہ میرے نزدیک عزت والا ہو، تمھارا نام میں نے اپنے نام سے ملایا کہ کہیں میرا ذکر نہ ہو جب تک میرے ساتھ یاد نہ کئے جاؤ، بیشک میں نے دنیا و اہلِ دُنیا سب کو اس لئے بنایا کہ تمھاری عزت اور اپنی بارگاہ میں تمھارا مرتبہ ان پر ظاہر کروں، اور اگر تم نہ ہوتے تو میں آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے اصلاً نہ بناتا، صلی اللہ تعالےٰ علیک وسلم۔

آخر النبیین

خطیب بغدادی حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لما اسری بی الی السماء قربنی حتی کان بینی و بینہ کقاب قوسین او ادنی، وقال لی یا محمد ھل غمك ان جعلتك اٰخر النبیین، قلت لا، قال فھل غم امتك ان جعلتھم اٰخرالامم قلت لا، قال اخبر امتك انی جعلتھم اٰخر الامم لافضح الامم عندھم ولا افضحھم عند الامم۔[2]

شبِ اسرٰی مجھے میرے رب عزوجل نے نزدیک کیا یہاں تک کہ مجھ میں اور اس میں دو کمان بلکہ اس سے کم کا فاصلہ رہا اور مجھ سے فرمایا: اے محمد! کیا تجھے اس کا غم ہُوا کہ میں نے تجھے سب پیغمبروں کے پیچھے بھیجا، میں نے عرض کی: نہ۔ فرمایا: کیا تیری امت کو اس کا رنج ہُوا کہ میں نے انھیں سب امتوں کے پیچھے رکھا، میں نے عرض کی: نہ۔ فرمایا: اپنی امت کو خبر دے دے کہ میں نے انھیں سب سے پیچھے اس لئے کیا کہ اور امتوں کو ان کے سامنے رُسوا کروں اور انھیں اوروں کے سامنے رسوائی سے محفوظ رکھوں، والحمدللہ رب العالمین!

رحمۃ للعلمین

ابن جریر وابن ابی حاتم وابن مردویہ و بزار و ابویعلیٰ وبیہقی بطریق ابوالعالیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے حدیث طویل اسرا میں راوی:

ثم لقی ارواح الانبیاء، فاثنوا علی

یعنی پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

[1] مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر ذکر ما خص بہ و شرف بہ من بین الانبیاء دار الفکر بیروت ۲/۳۷-۱۳۶

[2] تاریخ البغداد ترجمہ ۲۵۵۷ ابوعبداللہ احمد بن محمد النزلی دار الکتاب العربی بیروت ۵/۱۳۰

Marfat.com

ربهم فقال ابراهیم ثم موسیٰ ثم داؤد ثم سلیمٰن ثم عیسیٰ ثم ان محمدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اثنیٰ علی ربہ فقال کلکم اثنی علی ربہ و انی مُثنٍ علی ربی الحمد للہ الذی ارسلنی رحمۃ للعٰلمین وکافۃ للناس بشیرا ونذیرا وانزل علی الفرقان فیہ تبیان لکل شیٔ وجعل امتی خیرامۃ اخرجت للناس وجعل امۃ وسطا وجعل امتی ھم الاولون وھم الاٰخرون ورفع لی ذکری وجعلنی فاتحا وخاتما فقال ابراھیم بھذا افضلکم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثم انتھی الی السدرۃ فکلمہ تعالیٰ عند ذٰلک فقال لہ قد اتخذتک خلیلا وھو مکتوب فی التوراۃ حبیب الرحمٰن و رفعت لک ذکرک فلا اذکر الا ان ذکرت معی وجعلت امتک ھم الاولون والاٰخرون وجعلتک اوّل النبیین خلقا و اٰخرھم بعثا و جعلتک فاتحا وخاتما[1] ھذا مختصر ملتقط۔

ارواحِ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ملے، پیغمبروں نے اپنے رب عزوجل کی حمد کی، ابراہیم پھر موسیٰ پھر داؤد پھر سلیمان پھر عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ بہ ترتیب حمدِ الٰہی بجالائے اور اس کے ضمن میں اپنے فضائل و خصائص بیان فرمائے سب کے بعد محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اپنے رب جل جلالہٗ کی ثنا کی اور فرمایا تم سب اپنے رب کی تعریف کر چکے اور اب میں اپنے رب کی حمد کرتا ہوں سب خوبیاں اللہ کو جس نے مجھے سارے جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا اور تمام آدمیوں کی طرف بشارت دیتا اور ڈر سناتا مبعوث کیا اور مجھ پر قرآن اتارا جس میں ہر شئی کا روشن بیان ہے اور میری امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی اور انھیں عدل و عدالتؒ اعتدال والی اُمت کیا اور انھیں کو اوّل اور انھیں کو آخر رکھا اور میرے واسطے میرا ذکر بلند فرمایا اور مجھے فاتحِ دیوان نبوت وخاتمہ دفتر رسالت بنایا، ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا ان وجوہ سے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم سے افضل ہوئے پھر حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سدرہ تک پہنچے، اس وقت رب عزجلالہ نے ان سے کلام کیا اور فرمایا میں نے تجھے اپنا خالص پیارا بنایا اور تیرا نام توریت میں حبیب الرحمٰن لکھا ہے، میں نے تیرے لئے تیرا ذکر اونچا کیا کہ میرا ذکر نہ ہو جب تک میرے ساتھ تیری یاد نہ آئے اور میں نے تیری امت کو یہ فضل دیا کہ وہی سب سے اگلے اور وہی سب سے پچھلے اور میں نے تجھے سب پیغمبروں سے پہلے پیدا کیا اور سب کے بعد بھیجا اور تجھے فاتح وخاتم کیا صلی اللہ علیک وسلم۔

---

[1] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ سبحان الذی اسرٰی الخ المطبعۃ المیمنۃ مصر ۱۵/۶تا۹

Marfat.com

ارشاداتِ انبیاء و ملائکہ و اقوال علماءِ کتب سابقہ

حدیثِ شفاعت

امام احمد و ابوداؤد طیالسی مطولاً اور ابن ماجہ مختصراً اور ابویعلیٰ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم حدیث طویل شفاعت کبریٰ میں فرماتے ہیں:

فیاتون عیسٰی فیقولون اشفع لنا الی ربک فلیقض بیننا فیقول انی لست ھناکم انی اتخذت الٰھاً من دون اللہ، و انہ لایھمنی الیوم الانفسی ولکن ان کل متاع فی وعاء مختوم علیہ اکان یقدر علی ما فی جوفہ حتی یفض الخاتم، فیقولون لافیقول ان محمداً صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیاتونی فاقول انا لھا فاذا اراد اللہ ان یقضی بین خلقہ نادی مناد این احمد و امتہ فنحن الاخرون الاولون نحن اٰخر الامم و اول من یحاسب، فتفرج لنا الامم عن طریقنا۔ الحدیث ھذا مختصر۔

یعنی جب لوگ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حضور سے مایوس ہو کر پھریں گے تو سیدنا عیسٰے علیہ الصلوٰۃ و السلام کے پاس حاضر ہو کر شفاعت چاہیں گے، مسیح فرمائیں گے میں اس منصب کا نہیں مجھے لوگوں نے اللہ کے سوا خدا بنایا تھا مجھے آج اپنی ہی فکر ہے مگر یہ کہ جو چیز کسی سر مہر برتن میں رکھی ہو کیا بے مہر اٹھائے اُسے پا سکتے ہیں، لوگ کہیں گے نہ، فرمائیں گے تو محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور یہاں تشریف فرما ہیں، لوگ میرے حضور حاضر ہو کر شفاعت چاہیں گے میں فرماؤں گا میں ہوں شفاعت کے لئے، پھر جب اللہ عزوجل اپنی مخلوق میں فیصلہ کرنا چاہے گا ایک منادی پکارے گا کہاں ہیں احمد اور ان کی امت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، تو ہمیں پچھلے ہیں اور ہمیں اگلی سب اُمتوں سے پیچھے آئے اور سب سے پہلے ہمارا حساب ہو گا اور سب اُمتیں عرصاتِ محشر میں ہمارے لئے راستہ دیں گی۔

انبیاء کا التجائے شفاعت

احمد و بخاری و مسلم و ترمذی حدیث طویل شفاعت میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فیاتون محمداً فیقولون یا محمد — اولین و آخرین حضور خاتم النبیین افضل المرسلین

---

[1] مسند ابویعلیٰ حدیث ۲۳۲۴ عبداللہ ابن عباس مؤسستہ علوم القرآن بیروت ۶/۳

Marfat.com

انت رسول اللہ و خاتم الانبیاء[1] — حضور اللہ تعالٰی کے رسول اور تمام انبیاء کے خاتم ہیں ہماری شفاعت فرمائیں۔

صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے حضور آکر عرض کرینگے

حضرت آدم اور اذان اول

ابونعیم حلیۃ الاولیا اور ابن عساکر دونوں بطریق عطار حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

نزل اٰدم بالھند واستوحش فنزل جبریل فنادی بالاذان اللہ اکبر اللہ اکبر، اشھد ان لا الٰہ الا اللہ، اشھد ان لا الٰہ الا اللہ، اشھد ان محمدا رسول اللہ، اشھد ان محمدا رسول اللہ، قال اٰدم من محمد، قال اٰخر ولدک من الانبیاء[2]۔

جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام بہشت سے ہند میں اُترے تو گھبرائے، جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اُتر کر اذان دی، جب نام پاک آیا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پُوچھا: محمد کون ہیں، کہا: آپ کی اولاد میں سب سے پچھلے نبی (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)

انشراحِ صدر

ابونعیم دلائل میں یونس بن میسرہ بن حلبس سے مرسلاً اور دارمی و ابن عساکر بطریق یونس ھذا عن ابی ادریس الخولانی عبدالرحمٰن بن غنم اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے موصولاً راوی وھذا لفظ المرسل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فرشتہ سونے کا طشت لے کر آیا اور میرا شکم مبارک چیر کر دل مقدس نکالا اور اُسے دھو کر کچھ اس پر چھڑک دیا، پھر کہا:

انت محمد رسول اللہ المقفی الحاشر[3]۔ (الحدیث ھذا مختصر)

حضور محمد رسول اللہ ہیں سب انبیاء کے بعد تشریف لانے والے تمام عالم کو حشر دینے والے، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

حدیث متصل میں یُوں ہے: جبریل نے اُتر کر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا شکم چاک کیا، پھر کہا:

قلب وکیع فیہ اذنان سمیعتان و عینان بصیرتان محمد رسول اللہ

مضبوط و محکم دل ہے اس میں دو کان ہیں شنوا اور دو آنکھیں ہیں بینا، محمد اللہ کے رسول ہیں

---

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۂ بنی اسرائیل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۸۵

[2] حلیۃ الاولیاء ترجمہ عمرو بن قیس الملائی دار الکتاب العربی بیروت ۵/ ۱۰۷

[3] الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابی نعیم عن یونس باب ما جاء فی قلبہ الشریف دار الکتب الحدیثہ ۱/ ۱۶۲

Marfat.com

المقفی الحاشر[1]، الحدیث۔ انبیاء کے خاتم اور خلائق کو حشر دینے والے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

بشارت میلاد الرسول

ابونعیم بطریق شہر بن حوشب اور ابن عساکر بطریق مسیّب بن رافع وغیرہ حضرت کعب احبار سے راوی، انھوں نے فرمایا: میرے باپ اعلم علمائے توراۃ تھے، اللہ عزوجل نے جو کچھ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اتارا اس کا علم ان کے برابر کسی کو نہ تھا، وہ اپنے علم سے کوئی شے مجھ سے نہ چھپاتے، جب مرنے لگے مجھے بلا کر کہا: اے میرے بیٹے! تجھے معلوم ہے کہ میں نے اپنے علم سے کوئی چیز تجھ سے نہ چھپائی مگر ہاں دو ورق رکھے ہیں ان میں ایک نبی کا بیان ہے جس کی بعثت کا زمانہ قریب آپہنچا میں نے اس اندیشے سے تجھے ان دو ورقوں کی خبر نہ دی کہ شاید کوئی جھوٹا مدعی نکل کھڑا ہو تو اس کی پیروی کرلے یہ طاق تیرے سامنے ہے میں نے اس میں وہ اوراق رکھ کر اوپر سے مٹی لگادی ہے ابھی ان سے تعرض نہ کرنا، نہ انھیں دیکھنا جب وہ نبی جلوہ فرما ہو اگر اللہ تعالیٰ تیرا بھلا چاہے گا تو تو آپ ہی اس کا پیرو ہو جائے گا۔ یہ کہہ کر وہ مرگئے ہم ان کے دفن سے فارغ ہوئے مجھے ان دونوں ورقوں کے دیکھنے کا شوق ہر چیز سے زیادہ تھا، میں نے طاق کھولا ورق نکالے تو کیا دیکھتا ہوں کہ ان میں لکھا ہے:

محمد رسول اللہ خاتم النبیین لا نبی بعدہ مولدہ بمکۃ و مہاجرہ بطیبۃ[2]، الحدیث۔ محمد اللہ کے رسول ہیں سب انبیاء کے خاتم، ان کے بعد کوئی نبی نہیں، ان کی پیدائش مکے میں اور ہجرت مدینے کو، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

راہب کا استفسار

بیہقی و طبرانی و ابونعیم اور خرائطی کتاب الہواتف میں خلیفہ بن عبدہ سے راوی، میں نے محمد بن عدی بن ربیعہ سے پوچھا جاہلیت میں کہ ابھی اسلام نہ آیا تھا تمھارے باپ نے تمھارا نام محمد کیونکر رکھا، کہا میں نے اپنے باپ سے اس کا سبب پوچھا، جواب دیا کہ بنی تمیم سے ہم چار آدمی سفر کو گئے تھے ایک میں اور سفیان[3] بن مجاشع بن دارم اور عمر بن ربیعہ اور اسامہ بن مالک، جب ملک شام میں پہنچے ایک تالاب پر اترے جس کے کنارے پیڑ تھے، ایک راہب نے

---

[1] الخصائص الکبریٰ باب ماجاء فی قلبہ الشریف صلی اللہ علیہ وسلم دار الحدیث شارع الجمہوریۃ بعابدین ۱/ ۱۶۲

[2] " " " " " " " " " " " " " " " "

تھذیب تاریخ دمشق باب تطہیر قلبہ من الغل الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۴۹

[3] الخصائص الکبریٰ بحوالہ ابی نعیم باب ذکرہ فی التوراۃ والانجیل دار الحدیث شارع الجمہوریۃ بعابدین ۱/ ۳۶

Marfat.com

اپنے ڈیرے سے ہمیں جھانکا اور کہا تم کون ہو؟ ہم نے کہا اولادِ مضر سے کچھ لوگ ہیں۔ کہا:

اما انه سوف یبعث منکم وشیکا نبی فسارعوا الیه وخذوا بحظکم منه ترشدوا فانه خاتم النبیین۔

سُنتے ہو عنقریب بہت جلد تم میں سے ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے تم اس کی طرف دوڑنا اور اس کی خدمت و اطاعت سے بہرہ یاب ہونا کہ وہ سب میں پچھلا نبی ہے۔

ہم نے کہا اس کا نام پاک کیا ہوگا؟ کہا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ جب ہم اپنے گھروں کو واپس آئے سب کے ایک ایک لڑکا ہوا اس کا نام محمد رکھا۔[1] انتہی، واللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔

قبل از ولادت شہادتِ ایمان

زید بن عمرو بن نفیل کہ احد العشرۃ المبشرۃ سیدنا سعید بن زید کے والد ماجد ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعنہ موحدان و مومنانِ عہدِ جاہلیت سے تھے طلوعِ آفتاب عالمتاب اسلام سے پہلے انتقال کیا مگر اُسی زمانے میں توحیدِ الٰہی و رسالت حضرت ختم پناہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شہادت دیتے ابن سعد و ابو نعیم حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، میں زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا مکہ معظمہ سے کوہِ حرا کو جاتے تھے، انھوں نے قریش کی مخالفت اور ان کے معبودانِ باطل سے جُدائی کی تھی، اس پر آج اُن سے اور قریش سے کچھ لڑائی رنجش ہو چکی تھی، مجھے دیکھ کر بولے اے عامر! میں اپنی قوم کا مخالف اور ملتِ ابراہیم کا پیرو ہوا اُسی کو معبود مانتا ہوں جسے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پوجتے تھے، میں ایک نبی کا منتظر ہوں جو بنی اسمٰعیل اور اولادِ عبد المطلب سے ہوں گے ان کا نام پاک احمد ہے میرے خیال میں میں ان کا زمانہ پاؤں گا میں ابھی ان پر ایمان لاتا اور اُن کی تصدیق کرتا اُن کی نبوت کی گواہی دیتا ہوں تمھیں اگر اتنی عمر ملے کہ انھیں پاؤ تو میرا اسلام انھیں پہنچانا، اے عامر! میں تم سے ان کی نعت وصفت بیان کئے دیتا ہوں کہ تم خوب پہچان لو، درمیانہ قد ہیں، سر کے بال کثرت وقلت میں معتدل، اُن کی آنکھوں میں ہمیشہ سُرخ ڈورے رہیں گے، [illegible] شانوں [illegible] میں مہرِ نبوت ہے، ان کا نام احمد، اور یہ شہر اُن کا مولد ہے، یہیں ان کی رسالت [illegible] ہوگی، اُن کی قوم انھیں مکّے میں نہ رہنے دے گی کہ ان کا دین اسے ناگوار ہوگا، وہ ہجرت فرما کر مدینے جائیں گے، وہاں سے اُن کا دین ظاہر و غالب ہوگا، دیکھو تم کسی دھوکے فریب میں آکر اُن کی اطاعت سے محروم نہ رہنا۔

فانی بلغت البلاد کلھا اطلب دین ابراھیم، کہ میں دین ابراہیمی کی تلاش میں شہروں شہروں پھرا

---

[1] الخصائص الکبریٰ بحوالہ البیہقی والطبرانی والخرائطی باب اخبار الاحبار الخ دار الکتب الحدیثہ شارع الجمہوریہ بعابدین ۱/۵۸-۵۷

Marfat.com

وكل من اسائل من اليهود والنصارى و المجوس يقول هذا الدين وراءك، وينعتونه مثل ما نعتّه لك، ويقولون لم يبق نبي غيره۔

یہود ونصاریٰ مجوس جس سے پوچھا سب نے یہی جواب دیا کہ یہ دین تمہارے پیچھے آتا ہے اور اس نبی کی وہی صفت بیان کی جو میں تم سے کہہ چکا اور سب کہتے تھے کہ اُن کے سوا کوئی نبی باقی نہ رہا۔

عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں جب حضور خاتم الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت ظاہر ہُوئی میں نے زید رضی اللہ تعالٰی عنہ کی یہ باتیں حضور سے عرض کیں، حضور نے ان کے حق میں دعائے رحمت فرمائی اور ارشاد کیا قد رأیتہ فی الجنۃ یسحب ذیلہ[1] میں نے اُسے جنت میں دامن کشاں دیکھا۔

انکارِ ختم نبوت کے وجوہات

اللہ اللہ اس زمانے کے یہود ونصاریٰ ومجوس نے تو بالاتفاق حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر نبوت ختم ہوجانے کی شہادتیں دیں اور آج کل کے کذاب بدلگام مدعیانِ اسلام یہ شاخسانے نکالیں مگر ہے یہ کہ اُس وقت تک ان فرقوں کو نہ حضور پرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بغض وحسد تھا، نہ اپنے کسی پیشوا مردود کا سخن مطرود بنا نامراد ومقصود، نہ اپنے کسی سگے بھائی کی بات رکھنی نہ بعد ظہور نور خاتمیت اپنے باپ دادا کی نبوت گھڑنی، وہ کیوں جھُوٹ بولتے جو کچھ علومِ انبیاء واخبار احبار ورہبان وعلماء سے پہنچا تھا صاف کہتے تھے، بعد ظہورِ اسلام ان ملاعنہ کے دل میں حسد وعناد کا پھوڑا پھُوٹا اور ان مدعیانِ اسلام پر قہر ٹوٹا کہ کسی خبیث کا پیشوا خبیث معاذ اللہ آیہ کریمہ وخاتم النبیین میں خدا کا جھُوٹ ممکن لکھ گیا، اب یہ جب تک اپنی سینہ زوری سے کچھ خاتم الانبیاء گھڑ کر نہ دکھائیں اگرچہ زمین کے اسفل السافلین طبقے میں تو گروجی پیشوا کی خدمت ہی کیا ہُوئی، ہونہار سپوتوں کی سعادت ہی کیا ہُوئی، کسی قاسم کفر وضلالت قسیم ومباین حق وہدایت کا کوئی بھائی لگتا ان نئے مرتدوں کے ہاتھ بک گیا، سات خاتم النبیین کا فتوٰی لکھ گیا، اب اگر تازی نبوتوں کا ٹھیکہ نہ لیں ختم نبوت کے معنی متواتر کو مہمل نہ کہیں تو اکلوتے بھیّا کی حمایت ہی کیا ہُوئی، اختراعی طبیعت کی جودت ہی کیا ہُوئی، کسی مردک کو یہ دھن سمائی کہ سیّد بنے تو کیا بنے، کوئی گنے تو نبی کا نواسا ہی گنے، پانچے کا رشتہ کوئی بات نہیں، پیرجی پوتے نہ بن بیٹھے تو کچھ کرامات نہیں وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[2] (اور اب جان جائیں گے ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ ت) ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

۱؎ الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابن سعد وابی نعیم عن عامر بن ربیعہ، باب اخبار الاحبار الخ، دار الکتب الحدیثہ شارع الجمہوریہ بعابدین ۱/۶۲-۶۱

۲؎ القرآن الکریم ۲۶/۲۲۷

Marfat.com

مقوقس شاہِ مصر کی تصدیقِ ولادت

امام واقدی و ابونعیم حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے حدیث طویل ملاقات مقوقس بادشاہِ مصر میں راوی، جب ہم نے اس نصرانی بادشاہ سے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح و تصدیق سنی اس کے پاس سے وُہ کلام سُن کر اُٹھے جس نے ہمیں محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لئے ذلیل و خاضع کر دیا ہم نے کہا سلاطینِ عجم اُن کی تصدیق کرتے اور ان سے ڈرتے ہیں حالانکہ اُن سے کچھ رشتہ علاقہ نہیں اور ہم تو ان کے رشتہ دار اُن کے ہمسائے ہیں وُہ ہمارے گھر ہمیں دین کی طرف بُلانے آئے اور ہم ابھی ان کے پیرو نہ ہُوئے۔ پھر میں اسکندریہ میں ٹھہرا کوئی گرجا کوئی پادری قبطی خواہ رومی نہ چھوڑا جہاں جا کر محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی صفت جو وُہ اپنی کتاب میں پاتے ہیں نہ پوچھی ہو، ان میں ایک پادری قبطی سب سے بڑا مجتہد تھا اُس سے پوچھا: ھل بقی احد من الانبیاء آیا پیغمبروں میں سے کوئی باقی رہا؟ وہ بولا:

نعم وھو اٰخر الانبیاء لیس بینہ وبین عیسٰی نبی قد امر عیسٰی باتباعہ وھو النبی الامی العربی اسمہ احمد۔

ہاں ایک نبی باقی ہیں وُہ سب انبیاء سے پچھلے ہیں ان کے اور عیسٰے کے بیچ میں کوئی نبی نہیں، عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اُن کی پیروی کا حکم ہوا ہے وہ نبی اُمّی عربی ہیں ان کا نام پاک احمد ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

پھر اس نے حلیہ شریفہ و دیگر فضائل لطیفہ ذکر کئے، مغیرہ نے فرمایا: اور بیان کر۔ اس نے اور بتائے۔ از انجملہ کہا:

یخص بما لم یخص بہ الانبیاء قبلہ کان النبی یبعث الی قومہ وبعث الی الناس کافۃ۔

انھیں وہ خصائص عطا ہوں گے جو کسی نبی کو نہ ملے ہر نبی اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا وُہ تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہوئے۔

مغیرہ فرماتے ہیں میں نے یہ سب باتیں خُوب یاد رکھیں اور وہاں سے واپس آکر اسلام لایا۔[۱]

میلاد النبی پر خاص تارے کا طلوع

ابونعیم حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، میں سات برس کا تھا ایک دن پچھلی رات کو وہ سخت آواز آئی کہ ایسی جلد پہنچتی آواز میں نے کبھی نہ سُنی تھی کیا دیکھتا ہُوں کہ مدینے کے ایک بلند ٹیلے پر ایک یہودی ہاتھ میں آگ کا شعلہ لئے چیخ رہا ہے لوگ اس کی آواز پر جمع ہوئے وہ بولا:

ھذا کوکب احمد قد طلع ھذا الکوکب — یہ احمد کے ستارے نے طلوع کیا، یہ ستارہ کسی

---

[۱] دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الخامس عالم الکتب بیروت ص ۲۱ و ۲۲

لا یطلع الا بالنبوۃ و لم یبق من الانبیاء الا احمد[1]

نبی ہی کی پیدائش پر طلوع کرتا ہے اور اب انبیاء میں سوائے احمد کے کوئی باقی نہیں صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

یہودی علماء کے ہاں ذکرِ ولادت

امام واقدی و ابونعیم حضرت حویصر بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی:

قال کنا و یہود فینا کانوا یذکرون نبیا یبعث بمکۃ اسمہ احمد و لم یبق من الانبیاء غیرہ و ھو فی کتبنا[2] الحدیث۔

یعنی میرے بچپن میں یہود ہم میں ایک نبی کا ذکر کرتے جو مکے میں مبعوث ہوں گے ان کا نام پاک احمد ہے اب ان کے سوا کوئی نبی باقی نہیں وہ ہماری کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں۔

احبار کی زبان پر نعتِ نبی

ابونعیم سعد بن ثابت سے راوی:

قال کان احبار یہود بنی قریظۃ و النضیر یذکرون صفۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فلما طلع الکوکب الاحمر اخبروا انہ نبی و انہ لا نبی بعدہ اسمہ احمد و مہاجرہ الی یثرب فلما قدم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المدینۃ و نزلھا انکروا وحسدوا و بغوا[3]

یہود بنی قریظہ و بنی نضیر کے علماء حضور سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی صفت بیان کرتے جب سرخ ستارہ چمکا تو انھوں نے خبر دی کہ وہ نبی ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں ان کا نام پاک احمد ہے، ان کی ہجرت گاہ مدینہ، صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم، جب حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لاکر رونق افروز ہوئے یہود براہِ حسد و بغاوت منکر ہو گئے۔

فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ

تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا اس کے

---

[1] دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الخامس عالم الکتب بیروت ص ۱۷
الخصائص الکبریٰ بحوالہ ابی نعیم باب اخبار الاحبار الخ دار الکتب الحدیثۃ شارع الجمہوریۃ بعابدین ۱/۶۴

[2] " " " " " " " " " " " " " " " " " "

[3] دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الخامس عالم الکتب بیروت ص ۱۷
الخصائص الکبریٰ بحوالہ ابی نعیم باب اخبار الاحبار الخ دار الکتب الحدیثۃ شارع الجمہوریہ بعابدین ۱/۶۷

Marfat.com

علی الکفرین[1]

منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت منکروں پر۔ (ت)

اہلِ یثرب کو بشارتِ میلادالنبی

زیاد بن لبید سے راوی، میں مدینہ طیبہ میں ایک ٹیلے پر تھا ناگاہ ایک آواز سنی کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے:

یا اھل یثرب قد ذھبت واللہ نبوۃ بنی اسرائیل، ھذا نجم قد طلع بمولد احمد وھو نبی اٰخرالانبیاء ومھاجرہ الی یثرب[2]

اے اہلِ مدینہ! خدا کی قسم بنی اسرائیل کی نبوت گئی، ولادتِ احمد کا تارا چمکا، وہ سب سے پچھلے نبی ہیں، مدینے کی طرف ہجرت فرمائیں گے، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

یوشع کی زبان پر نعتِ رسول

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی میں نے مالک بن سنان رضی اللہ تعالٰی عنہ کو کہتے سُنا کہ میں ایک روز بنی عبدالاشہل میں بات چیت کرنے گیا، یوشع یہودی بولا اب وقت آلگا ہے ایک نبی کے ظہور کا جس کا نام احمد ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حرم سے تشریف لائیں گے اُن کا حلیہ و وصف یہ ہوگا، میں اس کی باتوں سے تعجب کرتا اپنی قوم میں آیا وہاں بھی ایک شخص کو ایسا ہی بیان کرتے پایا، میں بنی قریظہ میں گیا وہاں بھی ایک مجمع میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر پاک ہو رہا تھا اُن میں سے زبیر بن باطا نے کہا:

قد طلع الکوکب الاحمر الذی لم یطلع الا لخروج نبی وظھورہ ولم یبق احد الا احمد وھذہ مھاجرہ[3]

بیشک سُرخ ستارہ طلوع ہو کر آیا یہ تارا کسی نبی ہی کی ولادت وظہور پر چمکتا ہے اور اب میں کوئی نبی نہیں پاتا سوا احمد کے، اور یہ شہر ان کی ہجرت گاہ ہے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم۔

تذییل

ابن سعد و حاکم و بیہقی و ابونعیم حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰے عنہا سے راوی مکہ معظمہ میں ایک یہودی بغرضِ تجارت رہتا جس رات حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پیدا ہُوئے قریش کی مجلس میں گیا اور پوچھا کیا آج تم میں کوئی لڑکا پیدا ہوا انھوں نے کہا ہمیں نہیں

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۸۹

[2] الخصائص الکبرٰی باب اخبار الاحبار برجولا بی نعیم دارالکتب الحدیثۃ شارع الجمہوریۃ بعابدین ۱/ ۶۸

[3] دلائل النبوۃ الفصل الخامس عالم الکتب بیروت ص ۸ ، ۱/ ۶۶-۶۵

Marfat.com

معلوم، کہا:

احفظوا ما اقول لکم، ولد ھذہ اللیلۃ نبی ھذہ الامۃ الاخیرۃ بین کتفیہ علامۃ[1] الحدیث۔

جو تم سے کہہ رہا ہوں اسے حفظ کر رکھو آج کی رات اس پچھلی اُمت کا نبی پیدا ہوا اس کے شانوں کے درمیان علامت ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ارشادات حضور ختم الانبیاء علیہم افضل الصلوۃ والثناء

و فیہا انواع نوع فی اسماء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

اسماءُ النبی اجلہ ائمہ بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی و امام مالک و امام احمد و ابوداؤد طیالسی و ابن سعد و طبرانی و حاکم و بیہقی و ابونعیم وغیرہم حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان لی اسماء انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یمحو اللہ بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علٰی قدمی وانا العاقب الذی لیس بعدہ نبی[2]

بیشک میرے متعدد نام ہیں، میں محمد ہوں میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں کہ اللہ تعالٰی میرے سبب سے کفر مٹاتا ہے، میں حاشر ہوں میرے قدموں پر لوگوں کا حشر ہوگا، میں عاقب ہوں اور عاقب وہ جس کے بعد کوئی نبی نہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

بیہقی کی ایک روایت میں والخاتم زائد ہے یعنی اور میں خاتم ہوں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

انا محمد و احمد امام احمد مسند اور مسلم صحیح اور طبرانی معجم کبیر میں حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا محمد واحمد والمقفی والحاشر

میں محمد ہوں اور احمد اور سب انبیاء کے بعد

---

[1] الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابن سعد والحاکم والبیہقی وابی نعیم، باب ما ظہر فی لیلۃ مولدہ الخ، دارالکتب الحدیثہ، بعابدین ۱/ ۱۲۳

[2] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فی اسمائہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۶۱

[3] شعب الایمان للبیہقی فصل فی اسماء رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حدیث ۱۳۹۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۱۴۱

" " " " " " ۱۳۹۸ " " " ۱/ ۱۴۱

الطبقات الکبرٰی ذکر اسماء الرسول صلے اللہ علیہ وسلم دارصادر بیروت ۲/ ۱۰۴

Marfat.com

ونبی التوبة ونبی الرحمة[1]

آنے والا اور خلائق کو حشر دینے والا اور رحمت کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

نام مبارک نبی التوبۃ عجب جامع وکثیر المنافع نام پاک ہے، اس کی تیرہ[13] توجیہیں فقیر غفرلہ المولی القدیر نے شرح صحیح مسلم للامام النووی وشرح الشفا للقاری والخفاجی ومرقاۃ واشعۃ اللمعات شروح مشکوۃ وتیسیر وسراج المنیر وحفنی شروح جامع صغیر وجمع الوسائل شرح شمائل ومطالع المسرات ومواھب وشرح زرقانی ومجمع البحار سے التقاط کیں اور چار بتوفیق اللہ تعالےٰ اپنی طرف سے بڑھائیں سب سترہ ہوئیں، بعضھا املح من بعض و احلی (ان میں ہر ایک دوسری سے لذیذ اور میٹھی ہے۔ت)

خصائص مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(۱) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہدایت سے عالم نے توبہ ورجوع الی اللہ کی دولتیں پائیں حضور کی آواز پر متفرق جماعتیں، مختلف امتیں اللہ عزوجل کی طرف پلٹ آئیں[2]،

ذکرہ فی مطالع المسرات وقاری فی شرح الشفاء والشیخ المحقق فی اشعۃ اللمعات وعلیہ اقتصر فی المواھب اللدنیۃ شرح الاسماء العلیۃ وقبلہ شارحھا الزرقانی عند سردھا۔	اس کو مطالع المسرات میں اور ملا علی قاری نے شرح شفاء میں، شیخ محقق نے اشعۃ اللمعات میں ذکر کیا۔ اور اسی پر مواھب لدنیہ کے شرح اسماء مبارکہ میں اور اس سے قبل اپنے بیان میں شارح زرقانی نے انحصار کیا۔ (ت)

(۲) ان کی برکت سے خلائق کو توبہ نصیب ہوئی[3]۔ الشیخ فی اللمعات والاشعۃ۔ اقول ولیس بالاول فان الھدایۃ دعوۃ وارائۃ وبالبرکۃ توفیق الوصول (اقول یہ چیز اول یعنی ہدایت سے حاصل نہیں ہوتی کیونکہ ہدایت دعوت، راستہ دکھانے اور برکت سے وصول مقصود کی توفیق کا

---

[1] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فی اسمائہ صلے اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۶۱

[2] مطالع المسرات ذکر اسماء النبی صلے اللہ علیہ وسلم مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۱۰۱
شرح الشفا لعلی قاری علی ہامش نسیم الریاض فصل فی اسمائہ صلے اللہ علیہ وسلم دار الفکر بیروت ۲/۳۹۳
شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الثانی الفصل الاول حرف ن دار المعرفۃ بیروت ۳/۱۴۹
اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ باب اسماء النبی وصفاتہ صلے اللہ علیہ وسلم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۴۸۲

Marfat.com

نام ہے۔ت)

(۳) ان کے ہاتھ پر جس قدر بندوں نے توبہ کی اور انبیائے کرام کے ہاتھوں پر نہ ہوئی الشیخ فی اللمعات واشار الیہ فی الاشعۃ حیث قال بعد ذکر الاولین (شیخ نے لمعات میں اسے ذکر کیا اور اشعہ میں اس کی طرف اشارہ فرمایا جہاں انھوں نے پہلے دونوں کا ذکر کیا وہاں یہ ہے۔ت)

ایں صفت در جمیع انبیاء مشترک ست و در ذات شریف آں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم از ہمہ بیشتر و وافر و کامل تر ست[1]	تمام انبیاء میں یہ صفت مشترک ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات میں یہ سب سے زیادہ اور وافر اور کامل تر ہے (ت)

صحیح حدیثوں سے ثابت کہ روزِ قیامت یہ امت سب اُمتوں سے شمار میں زیادہ ہوگی نہ فقط ہر ایک امت جداگانہ بلکہ مجموع جمیع امم سے، اہلِ جنت کی ایک سو بیس[۱۲۰] صفیں ہوں ہوں گی جن میں بحمد اللہ تعالٰی اسّی[۸۰] ہماری اور چالیس[۴۰] میں باقی سب اُمتیں، والحمدللہ رب العالمین۔

(۴) وُہ توبہ کا حکم لے کر آئے[2] الامام النووی فی شرح صحیح مسلم والقاری فی جمع الوسائل والزرقانی فی شرح المواھب (اسے امام نووی نے شرح مسلم، ملا علی قاری نے جمع الوسائل اور زرقانی نے شرح مواہب میں ذکر کیا۔ت)

(۵) اللہ عزوجل کے حضور سے قبولِ توبہ کی بشارت لائے[3] شرح المواھب والمناوی فی التیسیر۔

(۶) اقول بلکہ وُہ توبہ عام لائے ہر نبی صرف اپنی قوم کے لئے توبہ لاتا ہے وُہ تمام جہان سے توبہ لینے آئے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

(۷) بلکہ توبہ کا حکم وہی لے کر آئے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء سب ان کے نائب ہیں تو روزِ اول سے آج تک اور آج سے قیامت تک جو توبہ خلق سے طلب کی گئی یا کی جائے گی، واقع ہوئی یا وقوع پائیگی، سب کے نبی ہمارے نبی توبہ ہیں[4] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، الفاسی فی مطالع المسرات فجزاہ اللہ معانی المبرات وعوالی المسرات (یہ علامہ فاسی نے مطالع المسرات میں ذکر کیا، اللہ تعالٰی ان کو نیکیوں کا ذخیرہ اور بلند خوشیاں جزا میں عطا فرمائے۔ت)

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ باب اسماء النبی وصفاتہ الخ فصل ۱ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۴۸۲

[2] شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الفضائل باب فی اسمائہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۶۱

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث انا محمد واحمد الخ مکتبہ امام الشافعی ریاض ۱/۳۷۶

[4] مطالع المسرات ذکر اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۱۰۲ - ۱۰۱

Marfat.com

(۸) توبہ سے مراد اہلِ توبہ ہیں[1] ای علی وزان قولہ تعالیٰ واسئل القریۃ (اللہ تعالےٰ کے قول واسئل القریۃ کے انداز پر۔ ت) یعنی توابین کے نبی مطالع المسرات مع زیادۃ منی (مطالع المسرات اور جو کچھ زیادہ ہے وہ میری طرف سے) اقول اب اوفق یہ ہے کہ توبہ سے مراد ایمان ہے[2] کماسوغہ المناوی ثم العزیزی فی شروح الجامع الصغیر (جیسا کہ علامہ مناوی نے پھر عزیزی نے الجامع الصغیر کی شرحوں میں ذکر فرمایا۔ ت) حاصل یہ کہ تمام اہلِ ایمان کے نبی۔

(۹) ان کی اُمت توابین ہیں، وصفِ توبہ میں سب امتوں سے ممتاز ہیں، قرآن ان کی صفت میں التائبون[3] فرماتا ہے، جمع الوسائل، جب گناہ کرتے ہیں توبہ لاتے ہیں یہ امت کا فضل ہے اور اُمت کا ہر فضل اس کے نبی کی طرف راجع[4]، مطالع۔ اقول و بہ فارق ماقبلہ فلیس فیہ حذف ولایجوز (میں کہتا ہوں، اس سبب سے وُہ پہلے سے جُدا ہوا تو اس میں نہ حذف ہے اور نہ یہ جائز ہے۔ ت)

(۱۰) ان کی امت کی توبہ سب اُمتوں سے زائد مقبول ہوئی[5]، حنفی علی الجامع الصغیر، کہ اُن کی توبہ میں مجرد ندامت وترک فی الحال وعزم امتناع پر کفایت کی گئی، نبی الرحمۃ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اُن کے بوجھ اتار لئے اگلی اُمتوں کے سخت وشدید بار ان پر نہ آنے دیئے اگلوں کی توبہ سخت سخت شرائط سے مشروط کی جاتی تھی گوسالہ پرستی سے بنی اسرائیل کی توبہ اپنی جانوں کے قتل سے رکھی گئی کما نطق بہ القرآن العزیز (جیسا کہ قرآن نے اس کو بیان فرمایا۔ ت) جب ستّر ہزار آپس میں کٹ چکے اس وقت توبہ قبول ہوئی، شرح الشفا للقاری والمرقاۃ ونسیم الریاض والفاسی ومجمع البحار برمز (ن)

ع[5] اقتصر الحنفی فی تقریر ھذا الوجہ علی ذکر الاستغفار فقط فقال لانہ | حنفی نے اپنی تقریر میں اس وجہ پر استغفار کے ذکر کا اقتصار کیا تو فرمایا آپ کی امت

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] مطالع المسرات ذکر اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۱۰۱ و ۱۰۲
[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث انا محمد واحمد مکتبہ امام الشافعی ریاض ۱/۳۷۶
[3] جمع الوسائل فی شرح الشمائل باب ماجاء فی اسماء رسول اللہ الخ دار المعرفۃ بیروت ۲/۱۸۳
[4] مطالع المسرات ذکر اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۱۰۱
[5] حاشیۃ الحفنی علی الجامع الصغیر علی ہامش السراج المنیر المطبعۃ الازہریۃ المصریۃ مصر ۲/۶۳

Marfat.com

للامام النووی والذی رأیتہ فی منہاجہ ما قدمت فحسب (ن کی رمز امام نووی کی طرف ہے اور جو میں نے ان کی کتاب منہاج میں دیکھا وہ میں نے پہلے بیان کردیا ہے اور بس۔ ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

قبل من امتہ التوبۃ بمجرد الاستغفار زاد میرك بخلاف الامم السابقۃ واستدل بقولہ تعالٰی فاستغفروا اللّٰہ واستغفر لھم الرسول الاٰیۃ، وقد اقرہ العلامۃ القاری فی المرقاۃ وفی شرح الشفا وشدد النکیر علیہ فی جمع الوسائل شرح الشمائل فقال ھذا قول لم یقل بہ احد من العلماء فھو خلاف الامۃ وقد قال وارکان التوبۃ علی ما قالہ العلماء ثلثۃ الندم والقلع والعزم علی ان لایعود ولا احد جعل الاستغفار اللسانی شرطا للتوبۃ[2] الخ اقول رحم اللّٰہ مولانا القاری این فی کلام الحنفی ومیرك ان التوبۃ لاتقبل الا بالاستغفار فضلا عن اشتراط الاستغفار باللسان انما ذکر ان مجرد الاستغفار کاف فی توبۃ ھذہ الامۃ من دون التزام امور اخر شاقۃ جدا کقتل الانفس وغیرہ مما التزمت بہ

سے صرف استغفار پر توبہ قبول فرمائی، اس پر میرک نے "بخلاف الامم السابقہ" کا اضافہ کیا انھوں نے دلیل میں اللہ تعالٰی کا قول "اللہ تعالٰی سے استغفار کرو اور رسول ان کے لئے استغفار فرمائیں الاٰیۃ" ذکر کیا، علامہ قاری نے مرقات اور شرح شفاء میں اس کو ثابت رکھا جبکہ جمع الوسائل میں اس پر سخت اعتراض کیا اور کہا کہ یہ بات علماء میں سے کسی نے نہ کی تو یہ امت کے خلاف ہے اور فرمایا کہ توبہ کے ارکان علماء کے بیان کے مطابق تین ہیں، ندامت اور چھوڑنا، اور آئندہ نہ کرنے کا عزم، اور کسی نے بھی زبانی استغفار کو توبہ کی شرط نہ کہا الخ، اقول (میں کہتا ہوں) اللہ تعالٰی ملا علی قاری پر رحم فرمائے حنفی اور میرک کے کلام میں استغفار کے بغیر توبہ کا قبول نہ ہونا کہاں ہے، چہ جائیکہ زبانی استغفار کی شرط ہو، انھوں نے تو یوں کہا ہے کہ اس امت کی توبہ میں صرف استغفار کافی ہے دوسرے شاق امور لازم نہیں مثلاً جانوروں کو قتل کرنا وغیرہ، جو کچھ پہلی امتوں پر لازم کیا گیا

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] مرقات المفاتیح کتاب الفضائل باب اسماء النبی وصفاتہ الخ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱۰/ ۵۰
جمع الوسائل فی شرح الشمائل باب ماجاء اسماء رسول صلی اللہ علیہ وسلم دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۱۸۳
[2] " " " " " " " " " " " " " " " "

Marfat.com

(۱۱) وہ خود کثیر التوبہ ہیں، صحیح بخاری میں ہے: میں روز اللہ سبحنہ سے سو بار استغفار کرتا ہوں[۱]
شرح الشفا والمرقاۃ واللمعات والمجمع برمز (ط) للطیبی والزرقانی ہر ایک کی توبہ اس کے لائق ہے حسنات الابرار سیات المقربین (نیکوں کی خوبیاں مقربین کے گناہ ہیں۔ ت) حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر آن ترقی مقامات قرب و مشاہدہ میں ہیں وللاٰخرۃ خیرلک من الاولٰی[۲] (آپ کیلئے ہر پہلی ساعت سے دوسری افضل ہے۔ ت) جب ایک مقام اجل و اعلٰی پر ترقی فرماتے گزشتہ مقام کو بہ نسبت اس کے ایک نوع تقصیر تصور فرما کر اپنے رب کے حضور توبہ و استغفار لاتے تو وہ ہمیشہ ترقی اور ہمیشہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الامم السابقۃ فلاتشم منہ رائحۃ اشتراط الاستغفار لمطلق التوبۃ وان امعنت النظر لم تجد فیہ خلافا لحدیث الارکان ایضا فان الاستغفار الصادق لاینشؤ الا عن ندم صحیح والندم الصحیح یلزمہ الاقلاع وعزم الترک ولذا صح عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قولہ الندم توبۃ علا ان المقصود الحصر بالنسبۃ الی ماکان علی الامم السابقۃ من الامر ثم ھذا کلہ لامساغ لہ فی تقریر الوجہ بما قررنا کما تری فاعرف ۱۲ منہ۔

اس سے مطلق توبہ کے لئے استغفار کی شرط کی بُو تک محسوس نہیں ہوتی، اگر آپ گہری نظر سے دیکھیں تو اس میں آپ کوئی خلاف نہ پائیں گے کہ سچی استغفار کا وجود سچی ندامت کے بغیر نہیں ہوسکتا کیونکہ صحیح ندامت کو گناہ کا ختم کرنا اور اس کے ترک کا عزم لازم ہے اسی معنی میں حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے صحیح منقول ہے کہ ندامت توبہ ہے اس کے علاوہ ان کا مقصد پہلی اُمتوں پر لازم امور کی نسبت سے حصر کرنا ہے، پھر اس وجہ کی تقریر میں اس تمام بیان کا کوئی دخل نہیں ہے جس کی ہم نے تقریر کی جیسا کہ آپ اسے دیکھ رہے ہیں، غور کرو ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] شرح الشفاء لعلی قاری علی ہامش نسیم الریاض فصل فی اسمائہ صلے اللہ علیہ وسلم دار الفکر بیروت ۲/۲۹۳
مرقات المفاتیح کتاب الفضائل باب اسماء النبی وصفاتہ الخ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱۰/۴۹-۵۰
[۲] القرآن الکریم ۹۳/۴

Marfat.com

توبہ بے تقصیر میں ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطالع[1] مع بعض زیادات منی۔

(۱۲) **باب توبہ**: انھیں کے اُمت کے آخر عہد میں باب توبہ بند ہوگا[2] شرح الشفا للقاری، اگلی نبوتوں میں اگر کوئی ایک نبی کے ہاتھ پر تائب نہ ہوتا کہ دوسرا نبی آئے اس کے ہاتھ پر توبہ لائے یہاں باب نبوت مسدود اور ختم ملت پر توبہ مفقود، تو جو اُن کے دستِ اقدس پہ توبہ نہ لائے اس کے لئے کہیں توبہ نہیں[3]، افادہ الفاسی وبہ استقام کونہ من وجود التسمی بھذا الاسم العلی السمی (یہ فائدہ علامہ فاسی نے بیان کیا اور اسی معنیٰ کی بناء پر آپ کی ذات مبارکہ کا اس نام سے مسمّٰی ہونا درست ہے۔ت)

(۱۳) **فاتح باب توبہ**: وہ فاتح باب توبہ ہیں سب میں پہلے سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے توبہ کی وہ انھیں کے توسل سے تھی تو وہی اصل توبہ ہیں اور وہی وسیلۂ توبہ، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم[4]، مطالع۔

(۱۴) **کعب کا خون**: وہ توبہ قبول کرنے والے ہیں ان کا دروازۂ کرم توبہ ومعذرت کرنے والوں کے لئے ہمیشہ مفتوح ہے جب سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خون اُن کے زمانۂ نصرانیت میں مباح فرمادیا ہے اُن کے بھائی بجیر بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں لکھا فطرالیہ فانہ لایرد من جاء تائبا ان کے حضور اُڑکر آؤ جو ان کے سامنے توبہ کرتا حاضر ہو یہ اُسے کبھی رد نہیں فرماتے[5] مطالع المسرات، اسی بناء پر کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حاضر ہوئے راہ میں قصیدہ نعتیہ بانت سعاد نظم کیا جس میں عرض رسا ہیں: ؎

انبئت ان رسول اللہ اوعدنی　　والعفو عند رسول اللہ مامول

انی اتیت رسول اللہ معتذرا　　والعذر عند رسول اللہ مقبول[6]

مجھے خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے لئے سزا کا حکم فرمایا ہے اور رسول کے ہاں معافی کی امید کی جاتی ہے اور رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور معذرت کرتا حاضر ہوا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی

---

[1] مطالع المسرات　ذکر اسماء النبی صلے اللہ علیہ وسلم　مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد　ص ۱۰۲

[2] شرح الشفا للعلی قاری علی ہامش نسیم الریاض　فصل فی اسمائہ صلے اللہ علیہ وسلم　دارالفکر بیروت　۲/ ۳۹۳

[3] مطالع المسرات　ذکر اسماء النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم　مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد　ص ۱۰۱

[4] 〃　〃　〃　〃　〃　〃　〃　〃

[5] 〃　〃　〃　〃　〃　〃　〃　〃　ص ۱۰۲

[6] المجموعۃ النبہانیۃ فی المدائح النبویۃ　قصیدہ بانت سعاد لکعب بن زہیر رضی اللہ عنہ　دارالمعرفۃ بیروت　۳/ ۶

Marfat.com

بارگاہ میں عذر دولت قبول پاتا ہے۔

توراۃ مقدس میں ہے: لایجزئ بالسیئۃ السیئۃ ولکن یعفو ویغفر[1] احمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدی کا بدلہ بدی نہ دیں گے بلکہ بخش دیں گے اور مغفرت فرمائیں گے۔ رواہ البخاری عن عبد اللہ بن عمرو والدارمی وابن سعد وعساکر عن ابن عباس والاخیرین عبد اللہ بن سلام و ابن ابی حاتم عن وھب بن منبہ و ابو نعیم عن کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ (اس کو بخاری نے عبد اللہ بن عمرو اور دارمی، ابن سعد اور ابن عساکر نے ابن عباس سے اور آخری نے عبد اللہ بن سلام سے، ابن ابی حاتم نے وہب بن منبہ سے اور ابونعیم نے کعب الاحبار رضی اللہ عنہم اجمعین سے روایت کیا۔ ت) ولہذا حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے اسمائے طیبہ ہیں عفو غفور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔

(۱۵) نبی توبہ: اقول وہ نبی توبہ ہیں، بندوں کو حکم ہے کہ ان کی بارگاہ میں حاضر ہو کر توبہ و استغفار کریں اللہ تو ہر جگہ سنتا ہے، اس کا علم اس کا سمع اس کا شہود سب جگہ ایک سا ہے مگر حکم یہی فرمایا کہ میری طرف توبہ چاہو تو میرے محبوب کے حضور حاضر ہو۔ قال تعالیٰ:

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما[2]	اگر وہ جو اپنی جانوں پر ظلم کریں تیرے پاس حاضر ہو کر خدا سے بخشش چاہیں اور رسول اُن کی مغفرت مانگے تو ضرور خدا کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

حضور کے عالم حیات ظاہری میں حضور ظاہر تھا اب حضور مزار پُرانوار ہے اور جہاں یہ بھی میسر نہ ہو تو دل سے حضور پُرنور کی طرف توجہ حضور سے توسل فریاد، استغاثہ، طلب شفاعت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اب بھی ہر مسلمان کے گھر میں جلوہ فرما ہیں، مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں:

روح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضرۃ فی بیوت اھل الاسلام[3]	نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہر مسلمان کے گھر میں جلوہ فرما ہیں۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب البیوع باب کراہیۃ الصخب فی السوق قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۸۵
سنن الدارمی باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم دار المحاسن بیروت ۱/۱۵
[2] القرآن الکریم ۴/۶۴
[3] شرح شفا للقاری علی ہامش نسیم الریاض الباب الرابع من القسم الثانی مطبعۃ الازہریۃ المصریۃ مصر ۳/۴۶۴

Marfat.com

(۱۶) وہ مفیض توبہ ہیں توبہ لیتے بھی یہی ہیں اور دیتے بھی یہی، یہ توبہ نہ دیں تو کوئی توبہ نہ کرسکے، توبہ ایک نعمتِ عظمیٰ بلکہ اجل نعم ہے اور نصوص متواترہ اولیائے کرام وعلمائے اعلام سے مبرہن ہوچکا کہ ہر نعمت قلیل یا کثیر، صغیر یا کبیر، جسمانی یا روحانی، دینی یا دنیوی، ظاہری یا باطنی، روزِ اول سے اب تک، اب سے قیامت تک، قیامت سے آخرت، آخرت سے ابد تک، مومن یا کافر، مطیع یا فاجر، ملک یا انسان، جن یا حیوان بلکہ تمام ماسوا اللہ میں جسے جو کچھ ملی یا ملتی ہے یا ملے گی اس کی کلی انھیں کے صبائے کرم سے کھلی اور کھلتی ہے اور کھلے گی، انھیں کے ہاتھوں پر بٹی اور بٹتی ہے یہ سر الوجود واصل الوجود وخلیفۃ اللہ الاعظم وولی نعمت عالم ہیں صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، یہ خود فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

انا ابو القاسم اللہ یعطی وانا اقسم[1] — میں ابو القاسم ہوں اللہ دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔

رواہ الحاکم فی المستدرک وصححہ واقرہ الناقدون۔ — (اسے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا اور اس کی تصحیح کی اور تحقیق کرنیوالوں نے اسے ثابت رکھا ہے۔ت)

ان کا رب اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین[2] — ہم نے نہ بھیجا تمھیں مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

فقیر غفرلہ اللہ تعالیٰ لہ نے اس جانفزا وایمان افروز ودشمن گزا وشیطان سوز بحث کی تفصیل جلیل اور اس پر نصوص قاہرہ کثیرہ وافرہ کی تکثیر جمیل اپنے رسالہ مبارکہ سلطنت المصطفیٰ فی ملکوت الورٰی[97][14] میں ذکر کی والحمد للہ رب العلمین۔

(۱۷) **اقول** وہ نبی توبہ ہیں کہ گناہوں سے ان کی طرف توبہ کی جاتی ہے توبہ میں ان کا نام پاک نام جلالت حضرت عزت جلالہ کے ساتھ لیا جاتا ہے کہ میں اللہ ورسول کی طرف توبہ کرتا ہوں جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ صحیح بخاری وصحیح مسلم شریف میں ہے اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی:

یارسول اللہ اتوب الی اللہ والی رسولہ ماذا اذنبت[3] — یارسول اللہ! میں اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف توبہ کرتی ہوں مجھ سے کیا خطا ہوئی۔

ف: ہر نعمت ہر شخص کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملی اور ملتی ہے اور ملے گی۔

[1] المستدرک للحاکم کتاب التاریخ ذکر اسماء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دار الفکر بیروت ۲/ ۶۰۴

[2] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۷

[3] صحیح البخاری کتاب النکاح باب ھل یرجع اذا رأی منکرًا فی الدعوۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۷۸

Marfat.com

معجم کبیر میں حضرت ثوبان رضی اللہ تعالٰے عنہ سے ہے ابوبکر صدیق و عمر فاروق وغیرہما چالیس اجلۂ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰے عنہم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف کھڑے ہو کر ہاتھ پھیلا کر لرزتے کانپتے حضور سے عرض کی :

تبنا الی اللہ و الی رسولہ [1] — ہم اللہ اور اس کے رسول کی طرف توبہ کرتے ہیں۔

فقیر نے یہ حدیثیں مع جلیل و نفیس بحثیں اپنے رسالہ مبارکہ الامن والعلیٰ لناعتی المصطفٰی بدافع البلا میں ذکر کیں۔

اقول توبہ کے معنی ہیں نافرمانی سے باز آنا، جس کی معصیت کی ہے اس سے عہد اطاعت کی تجدید کرکے اُسے راضی کرنا، اور نص قطعی قرآن سے ثابت کہ اللہ عزّ وجل کا ہر گنہگار حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا گنہ گار ہے۔ قال اللہ تعالٰے :

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ [2] — جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

وبلزمہ عکس النقیض من لم یطع اللہ لم یطع الرسول وھو معنی قولنا من عصی اللہ فقد عصی الرسول۔ — اس کو عکس نقیض، من لم یطع اللہ لم یطع الرسول، لازم ہے اور ہمارے قول "من عصی اللہ فقد عصی الرسول" کا یہی معنی ہے (ت)

اور قرآن عظیم حکم دیتا ہے کہ اللہ و رسول کو راضی کرو۔ قال اللہ تعالٰے :

واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مؤمنین [3] — سب سے زیادہ راضی کرنے کے مستحق اللہ و رسول ہیں اگر یہ لوگ ایمان رکھتے ہیں۔

نسأل اللہ الایمان والامن والامان و رضاہ ورضی رسولہ الکریم علیہ و علٰی اٰلہ الصلوٰۃ والتسلیم۔ — ہم اللہ تعالٰی سے ایمان، امن و امان، اس کی رضا، اس کے رسول کریم کی رضا چاہتے ہیں، صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ الصلوٰۃ والتسلیم (ت)

یہ نفیس فوائد کہ استطراداً زبان پر آ گئے قابلِ حفظ ہیں کہ اس رسالے کے غیر میں نہ ملیں گے یوں توع

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۴۲۳ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۹۵ و ۹۶
[2] القرآن الکریم ۴/ ۸۰
[3] " " ۹/ ۶۲

Marfat.com

ہر گُلے را رنگ و بُوئے دیگر ست

(ہر پھول کا رنگ وخوشبو علیحدہ ہے۔ ت)

مگر میں امید کرتا ہُوں کہ فقیر کی یہ تین توجیہیں اخیر بحمداللہ تعالٰی چیزے دیگر ہیں و باللہ التوفیق۔

توبہ قبول کرنے والے نبی

امام احمد وابن سعد وابن ابی شیبہ اورامام بخاری تاریخ اور ترمذی شمائل میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، مدینہ طیبہ کے ایک راستے میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مجھے ملے ارشاد فرمایا:

انا محمد وانا احمد وانا نبی الرحمۃ ونبی التوبۃ وانا المقفی وانا الحاشر ونبی الملاحم۔[1]

میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں رحمت کا نبی ہوں، میں توبہ کا نبی ہوں، میں سب میں آخر نبی ہوں، میں حشر دینے والا ہُوں، میں جہادوں کا نبی ہوں، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

مالک لوائے حمد

طبرانی معجم کبیر اور سعید بن منصور سنن میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا محمد وانا احمد وانا الحاشر الذی احشر الناس علٰی قدمی، وانا الماحی الذی یمحو اللہ بی الکفر، فاذاکان یوم القیٰمۃ کان لواء الحمد معی، وکنت امام المرسلین وصاحب شفاعتھم۔[2]

میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں حاشر ہُوں کہ لوگوں کو اپنے قدموں پر میں حشر دُوں گا، میں ماحی ہُوں کہ اللہ تعالٰی میرے سبب سے کفر کو محو فرماتا ہے، قیامت کے دن لواء الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا، میں سب پیغمبروں کا امام اوران کی شفاعتوں کا مالک ہوں گا صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اسمائے طیبہ خاتم وعاقب ومقفی تو معنی ختم نبوت میں نص صریح ہیں۔ علماء فرماتے ہیں اسم پاک حاشر بھی اسی طرف ناظر۔ امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں:

قال العلماء معناھما (ای معنی روایتی قدمی بالتثنیۃ والافراد) یحشرون علٰی

علماء نے فرمایا ان دونوں یعنی قدمی مفرد اور قدمیّ تثنیہ کا معنی یہ ہے کہ لوگوں کا حشر میرے پیچھے

---

[1] شمائل الترمذی مع جامع الترمذی باب ماجاء فی اسماء رسول اللہ الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۵۹۶
مسند احمد بن حنبل حدیث حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۵/۴۰۵

[2] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۱۷۵۰ باب من اسمہ جابر بن عبداللہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۲/۱۸۴

Marfat.com

اثری زمان نبوتی ورسالتی ولیس بعدی نبی[1] — میری رسالت ونبوت کے زمانہ میں ہوگا، اور میرے بعد کوئی نبی نہیں (ت)

تیسیر میں ہے:

ای علی اثر نبوتی ای زمنها ای لیس بعدہ نبی[2] — یعنی میری نبوت کے زمانہ کے بعد یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں (ت)

جمع الوسائل میں ہے:

قال الجزری ای یحشر الناس علٰی اثر زمان نبوتی لیس بعدی نبی[3] — جزری نے فرمایا یعنی لوگوں کا حشر میری نبوت کے زمانہ کے بعد ہوگا میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا (ت)

دس اسمائے مبارکہ[10]

ابن مردویہ تفسیر اور ابونعیم دلائل میں اور ابن عدی و ابن عساکر و دیلمی حضرت ابو الطفیل رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان لی عشرۃ اسماء عند ربی انا محمد و احمد والفاتح والخاتم وابو القاسم والحاشر والعاقب والماحی و یٰس وطٰہٰ[4] — میرے رب کے یہاں میرے دس نام ہیں: محمد و احمد و فاتح عالم ایجاد و خاتم نبوت و ابو القاسم و حاشر و آخر الانبیاء و ماحی کفر و یٰس و طٰہٰ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ابن عدی کامل میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ان لی عند ربی عشرۃ اسماء میرے رب کے پاس میرے لئے دس نام ہیں از انجملہ محمد و احمد و ماحی و حاشر و عاقب یعنی خاتم الانبیاء و رسول الرحمۃ و رسول التوبہ و رسول الملاحم ذکر کرکے فرمایا: وانا المقفی قفیت النبیین عامۃ وانا

---

[1] شرح صحیح مسلم للنووی مع صحیح مسلم باب فی اسمائہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۶۱

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ان لی اسماء مکتبہ امام شافعی الریاض ۱/ ۳۴۳

[3] جمع الوسائل فی شرح الشمائل باب ماجاء فی اسماء رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۱۸۲

[4] الکامل فی ضعفاء ترجمہ سیف بن وہب دار الفکر بیروت ۳/ ۱۲۷۳
دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الثالث عالم الکتب بیروت ص ۱۲
تہذیب تاریخ ابن عساکر باب معرفۃ اسمائہ الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۷۵

Marfat.com

قثم[1] میں مقفی ہوں کہ تمام پیغمبروں کے بعد آیا اور میں کامل جامع ہوں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

تنبیہ: یہ حدیث ابن عدی نے مولیٰ علی و ام المومنین صدیقہ واسامہ بن زید وعبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایت کی،

کمافی مطالع المسرات فان کان کلھا عاقب اومقفی ونحوھما کانت خمسۃ احادیث۔

جیسا کہ مطالع المسرات میں ہے تو اگر تمام میں عاقب یا مقفی وغیرہما ہوں تو پانچ احادیث ہوئیں (ت)

الحاشر والعاقب

حاکم مستدرک میں بافادۂ تصحیح حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کنیسہ یہود میں تشریف لے گئے، میں ہمرکاب تھا، فرمایا: اے گروہ یہود! مجھے بارہ آدمی دکھاؤ جو گواہی دینے والے ہوں کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم، اللہ عزوجل سب یہود سے اپنا غضب (یعنی جس میں وہ زمانۂ موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام سے گرفتار ہیں کہ وباؤا بغضب من اللہ فباؤا بغضب علی غضب[2] (اور خدا کے غضب میں لوٹے تو غضب پر غضب کے سزاوار ہوئے۔ ت) اٹھالے گا، یہود سن کر چپ رہے کسی نے جواب نہ دیا۔ حضور نے فرمایا:

ابیتم فواللہ لانا الحاشر وانا العاقب وانا النبی المصطفی اٰمنتم اوکذبتم[3]

تم نے نہ مانا خدا کی قسم بیشک میں حاشر ہوں اور میں خاتم الانبیاء ہوں اور میں نبی مصطفی ہوں خواہ تم مانو یا نہ مانو۔

رسولِ جہاد

ابن سعد مجاہد مکی سے مرسلاً راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا محمد واحمد انا رسول الرحمۃ انا رسول الملحمۃ انا المقفی والحاشر[4]

میں محمد و احمد ہوں، میں رسولِ رحمت ہوں، میں رسولِ جہاد ہوں، میں خاتم الانبیا ہوں، میں لوگوں کو حشر دینے والا ہوں صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔

---

[1] الکامل فی ضعفاء الرجال ترجمہ وھب بن وھب بن خیر بن عبداللہ بن زہیر دارالفکر بیروت ۷/ ۲۵۲۷

[2] القرآن الکریم ۲/ ۶۱ و ۹۰

[3] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ مطبع دارالفکر بیروت ۳/ ۴۱۵

[4] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر اسماء الرسول صلی اللہ علیہ وسلم دار صادر بیروت ۱/ ۱۰۵

Marfat.com

نوعِ اٰخر: ھوالاوّل والاٰخر والظاھر والباطن[1]

وہی ہیں اوّل وہی ہیں آخر وہی ہیں باطن وہی ہیں ظاھر
اُنھیں سے عالم کی ابتدا ہے وہی رسولوں کی انتہا ہیں

صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:
نحن الاٰخرون السابقون یوم القیٰمۃ[2] ہم زمانے میں سب سے پچھلے اور قیامت میں سب سے اگلے ہیں۔

مسلم وابن ماجہ ابوہریرہ وحذیفہ رضی اللہ تعالٰے عنہما سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

نحن الاٰخرون من اھل الدنیا والاولون یوم القیٰمۃ المقضی لھم قبل الخلائق[3] ہم دنیا میں سب کے بعد اور آخرت میں سب پر سابق ہیں، تمام جہان سے پہلے ہمارے لئے حکم ہوگا۔

دارمی ابن مکتوم رضی اللہ تعالٰے عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:
ان اللہ ادرک بی الاجل المرحوم واختیار فی اختیارا فنحن الاٰخرون ونحن السابقون یوم القیٰمۃ[4] بیشک اللہ نے مجھے مدت اخیرو زمانۂ انتظار پر پہنچایا اور مجھے چُن کر پسند فرمایا تو ہمیں سب سے پچھلے اور ہمیں روزِ قیامت سب سے اگلے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اس حدیث میں نُسخ مختلف ہیں بعض میں یُوں ہے:
ان اللہ ادرک بی الاجل المرحوم، و مجھے اللہ عزوجل نے محض رحمت کے وقت پہنچایا اور

---

[1] القرآن الکریم ۵۷/ ۳
[2] صحیح البخاری کتاب الجمعہ باب فرض الجمعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۰
صحیح مسلم ″ باب فضیلۃ یوم الجمعۃ ″ ″ ″ ۱/ ۲۸۲
[3] ″ ″ ″ ″ ″ ″
[4] کنز العمال بحوالہ الدارمی حدیث ۳۲۰۸۰ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۱/ ۴۴۲

Marfat.com

اختصولی اختصاراً[1] — میرے لئے کمال اختصار فرمایا۔

اس اختصار کی شرح وتفسیر پانچ وجہ منیر پر فقیر نے اپنے رسالہ تجلّی الیقین بان نبینا سید المرسلین[5] میں بیان کی۔

آخرِ زمان اور اولین یومِ قیامت

اسحٰق بن راہویہ مسند اور ابوبکر بن ابی شیبہ استاذ بخاری و مسلم مصنف میں مکحول سے راوی، امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ایک یہودی پر کچھ آتا تھا لینے کے لئے تشریف لے گئے اور فرمایا:

لاوالذی اصطفٰی محمدا علی البشر لا افارقك۔ — قسم اس کی جس نے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تمام آدمیوں سے برگزیدہ کیا میں تجھے نہ چھوڑوں گا۔

یہودی بولا: واللہ! خدا نے انھیں تمام بشر سے افضل نہ کیا، امیر المومنین نے اسے تپانچہ مارا، وہ بارگاہِ رسالت میں نالشی آیا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: عمر! تم اس تپانچہ کے بدلے اسے راضی کردو (یعنی ذمی ہے) اور وہاں اے یہودی! آدم صفی اللہ، ابراہیم خلیل اللہ، نوح نجی اللہ، موسٰی کلیم اللہ، عیسٰی روح اللہ ہیں وانا حبیب اللہ اور میں اللہ کا پیارا ہوں، ہاں اے یہودی! اللہ نے اپنے دو[2] ناموں پر میری امت کے نام رکھے اللہ سلام ہے اور میری امت کا نام مسلمین رکھا اور اللہ مومن ہے اور میری امت کو مومنین کا لقب دیا، ہاں اے یہودی! تم زمانے میں پہلے ہو نحن الاٰخرون السابقون یوم القیٰمۃ اور ہم زمانے میں بعد اور روزِ قیامت میں سب سے پہلے ہیں، ہاں ہاں جنت حرام ہے انبیاء پر جب تک میں اس میں جلوہ افروز نہ ہوں اور حرام ہے امتوں پر جب تک میری اُمت نہ داخل ہو،[2] صلی اللہ تعالٰی علیک و علیہم وسلم۔

دریائے رحمت

بیہقی شعب الایمان میں ابو قلابہ سے مرسلاً راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں: انما بعثت فاتحا وخاتما[3] میں بھیجا گیا دریائے رحمت کھولتا اور نبوت ورسالت ختم کرتا ہُوا۔

آخرین بعثت

ابن ابی حاتم وبغوی وثعلبی تفاسیر اور ابو اسحٰق جوزجانی تاریخ اور ابو نعیم دلائل میں بطرقِ عدیدہ عن قتادۃ عن الحسن عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ مسنداً اور

---

[1] سنن الدارمی باب ۸ ما اعطی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الفضل دار المحاسن للطباعۃ مصر ۱/ ۳۲

[2] المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الفضائل حدیث ۱۱۸۵۱ ادارۃ القرآن والعلوم اسلامیہ کراچی ۱۱/ ۵۱۱

[3] بیہقی شعب الایمان حدیث ۵۲۰۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۳۰۸

Marfat.com

ابن سعد طبقات اور ابن لال مکارم الاخلاق میں قتادہ سے مرسلاً راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے آیۂ کریمہ واذ اخذنا من النبیین میثاقھم ومنک ومن نوح وابراھیم وموسٰی وعیسٰی بن مریم کی تفسیر میں فرمایا:

کنت اول النبیین فی الخلق و اٰخرھم فی البعث[1] — میں سب نبیوں سے پہلے پیدا ہوا اور سب کے بعد بھیجا گیا۔

قتادہ نے کہا: فبدا بی قبلھم ——— اسی لئے رب العزت تبارک وتعالے نے آیۂ کریمہ میں انبیائے سابقین سے پہلے حضور پُرنور کا نام پاک لیا، صلے اللہ تعالے علیہ وسلم۔

تذییل: ابو سہل قطان اپنے امالی میں سہل بن صالح ہمدانی سے راوی، میں نے حضرت سیدنا امام باقر رضی اللہ تعالے عنہ سے پُوچھا، نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم توسب انبیاء کے بعد مبعوث ہوئے حضور کوسب پر تقدم کیونکر ہُوا، فرمایا:

ان اللہ تعالٰی لما اخذ من بنی اٰدم من ظھورھم ذریاتھم واشھدھم علٰی انفسھم الست بربکم کان محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اول من قال بلٰی ولذلک صار یتقدم الانبیاء وھو اٰخر یبعث[2] — جب اللہ تعالٰی نے آدمیوں کی پیٹھوں سے ان کی اولادیں روزِ میثاق نکالیں اور انھیں خود ان پر گواہ بنانے کو فرمایا کیا میں تمھارا رب نہیں، توسب سے پہلے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کلمۂ بلٰی عرض کیا کہ ہاں کیوں نہیں، اس وجہ سے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کوسب انبیاء پر تقدم ہُوا حالانکہ حضور سب کے بعد مبعوث ہوئے، صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔

حضرت فاروق کا طریقِ نداوخطاب بعد از وصال

شفا شریف امام قاضی عیاض و احیاء العلوم امام حجۃ الاسلام و مدخل امام ابن الحاج واقتباس الانوار علامہ ابوعبداللہ محمد بن علی رشاطی وشرح البردہ ابو العباس قصار ومواہب لدنیہ امام قسطلانی وغیرہا کتب معتمدین میں ہے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بعد وفاتِ حضور

---

[1] تفسیر ابن ابی حاتم تحت آیۃ واذ اخذنا من النبیین الخ حدیث ۱۷۵۹۴ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکۃ المکرمۃ ۹/ ۳۱۱۶
تفسیر بغوی المعروف معالم التنزیل علی ہامش الخازن تحت آیۃ واذ اخذنا من النبیین الخ مصطفی البابی الحلبی مصر ۵/ ۲۳۲

[2] الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابی سہل باب خصوصیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بکونہ اول النبیین فی الخلق دار الکتب الحدیثہ بعابدین ۱/ ۹

Marfat.com

سیدالکائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیات جو فضائل عالیہ حضور پُرنور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم حضور کو ندا و خطاب کرکے عرض کئے ہیں انھیں میں گزارش کرتے ہیں :

بابی انت و امی یا رسول الله لقد بلغ من فضیلتك عند الله ان بعثك اٰخر الانبیاء وذکرك فی اولهم، فقال الله تعالٰی واذ اخذنا من النبیین میثاقهم و منك و من نوح الاٰیة۔

یارسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان حضور کی فضیلت اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اس حد کو پہنچی کہ حضور کو تمام انبیاء کے بعد بھیجا اور ان سب سے پہلے ذکر فرمایا کہ فرماتا ہے اور یاد کر جب ہم نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا اور تجھ سے اے محبوب اور نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسےٰ بن مریم سے علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

حضرت جبرائیل سلام کہتے ہیں

علامہ محمد بن احمد بن محمد بن محمد بن ابی بکر بن مرزوق تلمسانی شرح شفا شریف میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں : جبریل نے حاضر ہوکر مجھے یوں سلام کیا: السلام علیك یا ظاهر، السلام علیك یا باطن۔ میں نے فرمایا : اے جبریل! یہ صفات تو اللہ عزوجل کی ہیں کہ اُسی کو لائق ہیں مجھ سی مخلوق کی کیونکر ہوسکتی ہیں، جبریل نے عرض کی : اللہ تبارک وتعالےٰ نے حضور کو ان صفات سے فضیلت دی اور تمام انبیاء و مرسلین پر ان سے خصوصیت بخشی اپنے نام و وصف سے حضور کے نام و وصف مشتق فرمائے،

وسماك بالاول لانك اول الانبیاء خلقا وسماك بالاٰخر لانك اٰخر الانبیاء فی العصور خاتم الانبیاء الی اٰخر الامم۔

حضور کا اول نام رکھا کہ حضور سب انبیاء سے آفرینش میں مقدم ہیں اور حضور کا آخر نام رکھا کہ حضور سب پیغمبروں سے زمانے میں مؤخر و خاتم الانبیاء و نبی امت آخرین ہیں۔

باطن نام رکھا کہ اس نے اپنے نام پاک کے ساتھ حضور کا نام نامی سنہرے نور سے ساقِ عرش پر آفرینشِ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دو ہزار برس پہلے ابد تک لکھا پھر مجھے حضور پر درود بھیجنے کا حکم دیا میں نے حضور پر ہزار سال درود بھیجی اور ہزار سال بھیجی یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے حضور کو مبعوث کیا یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے حضور کو مبعوث کیا خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور جگمگاتا سورج۔

---

[1] المواہب اللدنیہ باب وفاتہ صلے اللہ علیہ وسلم مکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۵۵۵

Marfat.com

حضور کو ظاہر نام عطا فرمایا کہ اس نے حضور کو تمام دینوں پر ظہور و غلبہ دیا اور حضور کی شریعت و فضیلت کو تمام اہل سماوات و ارض پر ظاہر و آشکارا کیا تو کوئی ایسا نہ رہا جس نے حضور پُرنور پر درود نہ بھیجی ہو، اللہ حضور پر درود بھیجے،

فربك محمود وانت محمد وربك الاول و الأخر والظاهر والباطن وانت الاول والأخر والظاهر والباطن۔

پس حضور کا رب محمود ہے اور حضور محمد، حضور کا رب اول و آخر و ظاہر و باطن ہے اور حضور اول و آخر و ظاہر و باطن ہیں۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

الحمد للہ الذی فضلنی علی جمیع النبیین حتی فی اسمی وصفتی۔

سب خوبیاں اللہ عزوجل کو جس نے مجھے تمام انبیاء پر فضیلت دی یہاں تک کہ میرے نام و صفت میں۔

ذکرہ القاری فی شرح الشفاء فقال قد روی التلمسانی عن ابن عباس[1] الخ۔

علی قاری نے شرح شفاء میں اس کا ذکر کیا اور فرمایا کہ تلمسانی نے ابن عباس سے روایت کیا الخ

اقول ظاهره انه اخرجه بسنده فان الاسناد ماخوذ فی مفهوم الروایة کما قاله الزرقانی فی شرح المواهب ولعل الظاهر ان فیه تجرید او المراد اورد وذکر واللہ تعالیٰ اعلم۔

اقول (میں کہتا ہوں) اس کا ظاہر یہ ہے کہ اس کو انھوں نے اپنی سند کے ساتھ تخریج کیا ہے کہ اسناد روایت کے مفہوم میں ماخوذ ہے جیسا کہ زرقانی نے شرح مواہب میں فرمایا ہو سکتا ہے کہ ظاہر اس میں تجرید ہو (اسناد ماخوذ نہ ہو) اور صرف وارد کرنا اور ذکر کرنا مراد ہو۔

نوعِ آخر خصوص نصوص ختمِ نبوت

صحیح مسلم شریف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے،

فضلت علی الانبیاء بست اعطیت جوامع الکلم ونصرت بالرعب واحلت لی الغنائم وجعلت لی الارض مسجدا وطهورا وارسلت الی

میں تمام انبیاء پر چھ وجہ سے فضیلت دیا گیا، مجھے جامع باتیں عطا ہوئیں اور مخالفوں کے دل میں میرا رعب ڈالنے سے میری مدد کی گئی اور میرے لئے غنیمتیں حلال ہوئیں اور میرے لئے زمین پاک

---

[1] شرح الشفاء لعلی قاری علی ہامش نسیم الریاض فصل فی اسماء رسول اللہ الخ دار الفکر بیروت ۲/۴۲۵

Marfat.com

الخلق كافة وختم بي النبيون[1] کرنے والی اور نماز کی جگہ قرار دی گئی اور میں تمام جہان سب ماسوی اللہ کا رسول ہوا اور مجھ سے انبیاء ختم کیے گئے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم۔

خاتم النبیین

دارمی اپنی سنن میں بسند صحیح اور بخاری تاریخ اور طبرانی اوسط اور بیہقی سنن میں اور ابونعیم حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰے عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا قائد المرسلين ولا فخر، وانا خاتم النبيين ولا فخر، وانا شافع ومشفع ولا فخر[2]

میں تمام پیغمبروں کا خاتم ہوں اور بطورِ فخر نہیں کہتا اور میں سب سے پہلا شفاعت کرنے والا اور سب سے پہلا شفاعت قبول کیا گیا ہوں اور بروجہ فخر ارشاد نہیں کرتا صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم۔

احمد وحاکم وبیہقی وابن حبان عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انی مكتوب عند الله في ام الكتاب لخاتم النبيين وان ادم لمنجدل في طينته[3]

بیشک بالیقین میں اللہ کے حضور لوحِ محفوظ میں خاتم النبیین لکھا تھا اور ہنوز آدم اپنی مٹی میں پڑے تھے۔

آدم سر و تن بآب و گل داشت
کو حکم بملکِ جان و دل داشت

(حضرت آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں ہی تھے جبکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم بحکم خداوندی جان و دل سے سرفراز تھے۔ت)

لوح محفوظ پر شہادتِ ختمِ نبوت

مواہب لدنیہ ومطالع المسرات میں ہے:

اخرج مسلم في صحيحه من حديث عبد الله بن عمرو بن العاص عن النبي صلی

یعنی صحیح مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساجد باب مواضع الصلوٰۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹۹

[2] سنن الدارمی حدیث ۵۰ باب ما اعطی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الفضل دار المحاسن قاہرہ مصر ۱/۳۱

[3] المستدرک کتاب التاریخ ذکر اخبار سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم دار الفکر بیروت ۲/۶۰۰
کنز العمال حدیث ۳۲۱۱۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۴۴۹

Marfat.com

اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ قال ان اللہ عزوجل کتب مقادیر الخلق قبل ان یخلق السمٰوٰت والارض بخمسین الف سنۃ فکان عرشہ علی الماء ، ومن جملۃ ماکتب فی الذکر وھو ام الکتاب ان محمدا خاتم النبیین۔

وسلم فرماتے ہیں اللہ عزوجل نے زمین و آسمان کی آفرینش سے پچاس ہزار برس پہلے خلق کی تقدیر لکھی اور اس کا عرش پانی پر تھا منجملہ ان تحریرات کے لوحِ محفوظ میں لکھا بیشک محمد خاتم النبیین ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۔

ثم قال بعد ھذا فی المواھب وعن العرباض بن ساریۃ[1] فذکر الحدیث المذکور اٰنفا و قال بعدہ فی المطالع وغیرذٰلک من الاحادیث[2] اھ وقال الزرقانی بعد قولہ ان محمدا خاتم النبیین فان قیل الحدیث یفید سبق العرش علی التقدیر وعلٰی کتابۃ محمد خاتم النبیین[3] الخ فافادوا جمیعا انہ بتمامہ حدیث واحد مخرج ھٰکذا فی صحیح مسلم والعبد لضعیف راجع الصحیح من کتاب القدر فلم یجد فیہ الا الٰی قولہ وکان عرشہ علی الماء وبھٰذا القدر عزاہ لہ فی المشکوٰۃ والجامع الصغیر والکبیر وغیرھا فاللہ اعلم۔

پھر اس کے بعد مواہب میں فرمایا اور عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے ابھی مذکور حدیث کو ذکر کیا اور اس کے بعد مطالع المسرات میں فرمایا اس کے علاوہ احادیث میں ہے اھ ، اور علامہ زرقانی نے اپنے قول " تحقیق محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں " کے بعد فرمایا اگر اعتراض ہو کہ حدیث سے عرش کی تخلیق ، تقدیر اور محمد خاتم النبیین لکھنے سے قبل کا فائدہ دے رہی ہے الخ ، تو ان سب نے افادہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ سب ایک حدیث ہے جس کو صحیح مسلم میں تخریج کیا ہے جبکہ اس عبد ضعیف نے صحیح مسلم کی کتاب القدر کو دیکھا تو اس میں صرف ان کا قول یہ پایا " وکان عرشہ علی الماء " اس کا عرش پانی پر تھا ، اور اسی قدر کو مشکوٰۃ میں صحیح مسلم وجامع صغیر وکبیر وغیرہما کی طرف منسوب کیا ہے ، تو اللہ تعالٰی زیادہ علم والا ہے ۔ (ت)

---

[1] المواہب اللدنیۃ باب سبق نبوتہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۵۷
مطالع المسرات مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۹۸

[2] " " " " " " " "

[3] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۳۱

Marfat.com

عمارت نبوت کی آخری اینٹ

احمد و بخاری و مسلم و ترمذی حضرت جابر بن عبداللہ اور احمد و شیخین حضرت ابوہریرہ اور احمد و مسلم حضرت ابوسعید خدری اور احمد و ترمذی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بالفاظِ متناسبہ و معانی متقاربہ راوی، حضور خاتم المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مثلی ومثل الانبیاء کمثل قصر احسن بنیانه ترك منه موضع لبنة فطاف به النظار یتعجبون من حسن بنیانه الا موضع تلك اللبنة فکنت انا سددت موضع اللبنة ختم بی البنیان وختم بی الرسل[1] وفی لفظ للشیخین فانا اللبنة وانا خاتم النبیین[2]

میری اور تمام انبیاء کی کہاوت ایسی ہے جیسے ایک محل نہایت عمدہ بنایا گیا اور اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی رہی، دیکھنے والے اس کے آس پاس پھرتے اور اس کی خوبیِ تعمیر سے تعجب کرتے مگر وہی ایک اینٹ کی جگہ کہ نگاہوں میں کھٹکتی، میں نے تشریف لاکر وہ جگہ بند کی، مجھ سے یہ عمارت پوری کی گئی، مجھ سے رسولوں کی انتہا ہوئی، میں عمارتِ نبوت کی وہ پچھلی اینٹ ہوں، میں تمام انبیاء کا خاتم ہوں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

امام ترمذی حکیم عارف باللہ محمد بن علی نوادر الاصول میں سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اول الرسل اٰدم واٰخرهم محمد[3] سب رسولوں میں پہلے آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام ہیں اور سب میں پچھلے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

سوسمار کی گواہی

طبرانی معجم اوسط و معجم صغیر اور ابن عدی کامل اور حاکم کتاب المعجزات اور بیہقی و ابونعیم کتاب دلائل النبوۃ اور ابن عساکر تاریخ میں امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مجمعِ اصحاب میں تشریف فرما تھے کہ ایک بادیہ نشین قبیلۂ بنی سلیم کا آیا سوسمار شکار کرکے لایا تھا وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ متفق علیہ باب فضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مطبع مجتبائی دہلی ص ۵۱۱

[2] صحیح البخاری باب خاتم النبیین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۰۱
صحیح مسلم باب ذکر کونہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین " " " ۲/ ۲۴۸

[3] نوادر الاصول حکیم ترمذی

Marfat.com

ڈال دیا اور بولا قسم ہے لات وعزّٰی کی وہ شخص آپ پر ایمان نہ لائے گا جب تک یہ سوسمار ایمان نہ لائے، حضور پُرنور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اس جانور کو پکارا وہ فصیح زبان روشن بیان عربی میں بولا جسے سب حاضرین نے خوب سُنا اور سمجھا:

لبیك وسعدیك یازین من وافی یوم القیٰمة۔

میں خدمت و بندگی میں حاضر ہوں اے تمام حاضرین مجمع محشر کی زینت۔

حضور نے فرمایا: من تعبد تیرا معبود کون ہے؟ عرض کی:

الذی فی السماء عرشه وفی الارض سلطانه وفی البحر سبیله وفی الجنة رحمته وفی النار عذابه۔

وہ جس کا عرش آسمان میں اور سلطنت زمین میں اور راہ سمندر میں اور رحمت جنت میں اور عذاب نار میں۔

فرمایا: من انا بھلا میں کون ہوں؟ عرض کی:

انت رسول رب العلمین وخاتم النبیین قد افلح من صدقك وقد خاب من کذبك۔

حضور پروردگارِ عالم کے رسول ہیں اور رسولوں کے خاتم، جس نے حضور کی تصدیق کی وُہ مراد کو پہنچا اور جس نے نہ مانا نامراد رہا۔

اعرابی نے کہا: اب آنکھوں دیکھے کے بعد کیا شُبہہ ہے، خدا کی قسم میں جس وقت حاضر ہوا حضور سے زیادہ اس شخص کو دشمن کوئی نہ تھا اور اب حضور مجھے اپنے باپ اور اپنی جان سے زیادہ محبوب ہیں اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وانك رسول اللہ[1] (میں گواہی دیتا ہُوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ، اللہ کے رسول ہیں۔ ت) یہ مختصر ہے اور حدیث میں اس سے زیادہ کلام اطیب واکثر۔

یہ حدیث امیرالمؤمنین مولٰی علی و ام المومنین عائشہ صدیقہ وحضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی روایات سے بھی آئی۔

کما فی الجامع الکبیر والخصائص الکبرٰی ولم اقف علی الفاظھم فان اشتملت جمیعا علی لفظ خاتم النبیین کانت اربعۃ احادیث۔

جیسا کہ جامع کبیر اور خصائص کبرٰی میں ہے میں نے ان کے الفاظ نہ پائے اگر ان سب کے الفاظ خاتم النبیین کے لفظ پر مشتمل ہوں تو یہ چار احادیث ہوئیں (ت)

---

[1] دلائل النبوۃ لابی نعیم ذکر الظبی والضب عالم الکتب بیروت ۲/۱۳۴

Marfat.com

تذییل: ترمذی حدیث طویل حلیہ اقدس میں امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی کہ انھوں نے فرمایا: بین کتفیہ خاتم النبوۃ وھو خاتم النبیین[1] حضور کے دونوں شانوں کے بیچ میں مُہرِ نبوت ہے اور حضور خاتم النبیین ہیں صلے اللہ تعالےٰ علیہ وعلیہم وسلم۔

تذییل: طبرانی معجم اور ابو نعیم عوالی سعید بن منصور میں امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے درود شریف کا ایک صیغہ بلیغہ راوی جس میں فرماتے ہیں:

اجعل شرائف صلوٰتك ونوامی برکاتك وسأفة تحننك علی محمد عبدك ورسولك الخاتم لما سبق والفاتح لما اغلق[2]

الٰہی! اپنی بزرگ درودیں اور بڑھتی برکتیں اور رحمت کی مُہر نازل کر محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر کہ تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں، گزروں کے خاتم اور مشکلوں کے کھولنے والے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

نوع آخر نبوت گئی، نبوت منقطع ہوئی، جب سے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو نبوت ملی کسی دوسرے کو نہیں مل سکتی۔

ولا نبی بعدی صحیح بخاری شریف میں مروی رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلك نبی خلفہ نبی ولا نبی بعدی[3]

انبیاء بنی اسرائیل کی سیاست فرماتے، جب ایک نبی تشریف لے جاتا دوسرا اس کے بعد آتا، میرے بعد کوئی نبی نہیں، صلی اللہ علیہ وسلم۔

احمد و ترمذی و حاکم بسند صحیح برشرط صحیح مسلم کما قالہ الحاکم واقرہ النافدون (جیسے حاکم نے کہا ہے اور محققین نے اسے ثابت رکھا ہے) حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت ـــــ بیشک رسالت و نبوت ختم ہوگئی اب میرے بعد

---

[1] جامع ترمذی ابواب المناقب باب ما جاء فی صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم امین کمپنی کتبخانہ رشیدیہ دہلی ۲/۲۰۵

[2] المعجم الاوسط حدیث ۹۰۸۵ مکتبۃ المعارف الریاض ۱۰/۳۶

[3] صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب ما ذکر عن بنی اسرائیل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۹۱

* نسخ جہاد: نبوت منقطع ہوئی اب کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

فلا رسول بعدی ولا نبی [1] نہ کوئی رسول نہ نبی، صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لم یبق من النبوۃ الا المبشرات الرؤیا الصالحۃ [2] نبوت سے کچھ باقی نہ رہا صرف بشارتیں باقی ہیں اچھی خوابیں۔

طبرانی معجم کبیر میں حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند صحیح راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ذهبت النبوۃ فلا نبوۃ بعدی الا المبشرات الرؤیا الصالحۃ یراھا الرجل او تری لہ [3] نبوت گئی اب میرے بعد نبوت نہیں مگر بشارتیں ہیں اچھا خواب کہ انسان آپ دیکھے یا اس کے لئے دیکھا جائے۔

احمد و ابنائے ماجہ و خزیمہ و حبان حضرت ام کرز رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے بسند حسن راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ذهبت النبوۃ وبقیت المبشرات [4] نبوت ہوگئی اور بشارتیں باقی ہیں۔

صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن ابن ماجہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اپنے مرضِ مبارک میں جس میں وصالِ اقدس واقع ہوا پردہ اٹھایا سرِ انور پر پٹی بندھی تھی لوگ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے صف بستہ تھے حضور نے ارشاد فرمایا :

یا ایھا الناس انہ لم یبق من مبشرات النبوۃ الا الرؤیا الصالحۃ یراھا المسلم او تری لہ [5] اے لوگو! نبوت کی بشارتوں سے کچھ نہ رہا مگر اچھا خواب کہ مسلمان دیکھے یا اس کے لئے دوسرے کو دکھایا جائے۔

---

[1] جامع الترمذی ابواب الرؤیا باب ذھبت النبوۃ الخ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۵۱
[2] صحیح البخاری کتاب التعبیر باب مبشرات قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۰۳۵
[3] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۳۰۵۱ مکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۳/۱۷۹
[4] سنن ابن ماجہ ابواب تعبیر الرؤیا باب الرؤیا الصالحۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۸۶
[5] " " " " " " " ص ۸۷-۲۸۶

Marfat.com

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو حضرت عمر ہوتے

احمد و ترمذی و حاکم بتصحیح و رویانی و طبرانی و ابویعلی حضرت عقبہ بن عامر اور طبرانی و ابن عساکر اور خطیب کتاب رواۃ مالک میں حضرت عبداللہ بن عمر اور طبرانی حضرت عصمہ بن مالک و حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لوکان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب[1]

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

تذییل: صحیح بخاری شریف میں اسمٰعیل بن ابی خالد سے ہے:

قلت لعبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالٰی عنہما ارأیت ابراہیم ابن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال مات صغیرا ولو قضی ان یکون بعد محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نبی عاش ابنہ ولکن لا نبی بعدہ[2]

میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالٰے عنہما سے پوچھا آپ نے حضرت ابراہیم صاحبزادۂ رسول صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا تھا، فرمایا اُن کا بچپن میں انتقال ہُوا اور اگر مقدر ہوتا کہ محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہو تو حضور کے صاحبزادے ابراہیم زندہ رہتے مگر حضور کے بعد نبی نہیں۔

امام احمد کی روایت انھیں سے یوں ہے میں نے حضرت ابن ابی اوفی کو فرماتے سنا:

لوکان بعد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نبی مامات ابنہ ابراہیم[3]

اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہوتا حضور کے صاحبزادے انتقال نہ فرماتے۔

تذییل: امام ابوعمر ابن عبدالبر بطریق اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن سدی حضرت انس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے راوی انھوں نے فرمایا:

کان ابراہیم قد ملأ المھد ولو عاش لکان نبیا لکن لم یکن لیبقی فان نبیکم اٰخر الانبیاء[4]

حضرت ابراہیم اتنے ہوگئے تھے کہ ان کا جسم مبارک گہوارے کو بھر دیتا اگر زندہ رہتے نبی ہوتے مگر زندہ نہ رہ سکتے تھے کہ تمھارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم آخر الانبیاء ہیں۔

---

[1] جامع الترمذی مناقب ابی حفص عمر بن الخطاب امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۲۰۹

[2] صحیح البخاری کتاب الآداب باب من سمی باسماء الانبیاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۱۴

[3] مسند امام احمد بن حنبل بقیہ حدیث حضرت عبداللہ ابن اوفی دار الفکر بیروت ۴/ ۳۵۳

[4] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ بحوالہ اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن عن انس، المقصد الثانی، دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۲۱۵-۲۱۶

Marfat.com

فائدہ: اس کی اصل متعدد احادیث مرفوعہ سے ہے، ماوردی حضرت انس اور ابن عساکر حضرات جابر بن عبداللہ وعبداللہ بن عباس وعبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لوعاش ابراھیم لکان صدیقا نبیا[1]

اگر ابراہیم زندہ رہتا تو صدیق پیغمبر ہوتا۔

وبه انجلی ما اشتبه علی الامام النووی مع جلالة شانه، وسعة عرفانه، اما ماقال الامام ابوعمر بن عبد البر لا ادری ماھذا فقد کان ابن نوح غیر نبی ولو لم یلد النبی الانبیا کان کل احد نبیا لانهم من ولد نوح قال الله تعالٰی وجعلنا ذریته هم الباقین[2] فاجابوا عنه بان الشرطیة لایلزمها الوقوع اقول نعم لکنها لاشك تفید الملازمة فان کانت مبینة علی ان ابن نبی لایکون الانبیا لزم ما الزم ابوعمر ولا مفر فالحق فی الجواب ما اقول من عدم صحة قیاس الانبیاء السابقین وبنیهم علی نبینا سید المرسلین وبنیه صلی الله تعالٰی علیه وعلیهم وسلم فلو استحق ابنه بعده النبوة لایلزم منه استحقاق

اس سے امام نووی کو درپیش ہونے والا اشتباہ ختم ہوگیا باوجودیکہ ان کی شان اجل ہے اور ان کا عرفان وسیع ہے لیکن امام ابوعمر ابن عبدالبر نے جو یہ فرمایا کہ مجھے یہ معلوم نہ ہوسکا حالانکہ نوح علیہ السلام کے بیٹے نبی نہ ہوئے، اور اگر یہ ہوتا کہ نبی سے نبی ہی پیدا ہو تو ہر ایک نبی ہوتا کیونکہ وہ بھی تو نوح علیہ السلام کی اولاد تھے، کیونکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہم نے اس کی ذریت کو ہی باقی رکھا، اس کا جواب انھوں نے یہ دیا کہ کسی شرطیہ قضیہ کو وقوع لازم نہیں ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) ہاں درست ہے لیکن بے شک شرطیہ، ملازمہ کا فائدہ ضرور دیتا ہے اگر یہ قضیہ شرطیہ اس معنی پر مبنی ہو کہ نبی کا بیٹا ضرور نبی ہی ہوتا ہے تو ابوعمر کا الزام لازم آئے گا جس سے مفر نہیں ہے تو جواب میں حق وہ ہے جو میں کہہ رہا ہوں کہ انبیاء سابقین اور ان کے بیٹوں کا قیاس ہمارے نبی سید المرسلین اور ان کے صاحبزادوں پر درست نہیں، اللہ تعالٰی ہمارے نبی اور سب انبیاء پر درود وسلام

ف: حدیث ولوعاش ابراھیم لکان نبیا[3] والبحث علیه۔

حدیث "اگر ابراہیم زندہ رہتے تو نبی ہوتے" کی تحقیق اور اس پر بحث سے متعلق یہ فائدہ ہے (ت)

---

[1] کنزالعمال بحوالہ الباوردی عن انس وابن عساکر حدیث ۳۲۲۰۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۴۶۹

[2] الاسرار المرفوعہ بحوالہ ابن عبدالبر فی التمہید حدیث ۳۷۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۱۹۱

[3] تہذیب تاریخ ابن عساکر باب ذکر بنیہ وبناتہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۹۵

Marfat.com

ابناء الانبياء جميعا هكذا رأيتني
كتبت على هامش نسختي التيسير
ثم رأيت العلامة على القاري
ذكر مثله في الموضوعات الكبير فلله
الحمد وقد اخرج الديلمي عن انس
بن مالك رضي الله تعالى عنه قال
قال رسول الله صلى الله تعالى عليه
وسلم نحن اهل بيت لا يقاس بنا
احد[1] على اني اقول لا نسلم ان
الحديث يحكم بالنبوة بل انبأ عما
تكامل في جوهر ابراهيم من خصائل
الانبياء وخلال المرسلين بحيث لو لم
ينسدّ باب النبوة لنا لكان نبيا تفضلا من الله
لا استحقاقا منه فان النبوة لا يستحقها
احد من قبل ذات لكن الله تعالى
يصطفي من عباده من تم وكمل
صورة ومعنى ونسبا وحسبا وبلغ
الغاية القصوى من كل خير،
الله اعلم حيث يجعل رسالته
فاذن الحديث على وزان ما مر
لو كان بعدي نبي لكان عمر[2]، والله تعالى
اعلم۔

فرمائے پھر اگر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد آپ
صلے اللہ علیہ وسلم کا بیٹا نبوت کا مستحق ٹھہرے تو اس سے
یہ لازم نہیں آتا کہ باقی تمام انبیا کے بیٹے بھی نبوت کے
مستحق ہوں، میں نے اپنی تیسیر کے نسخے پر یونہی حاشیہ
لکھا بعد ازاں میں نے علامہ ملا علی قاری کو موضوعات کبیر
میں اسی طرح ذکر کرتے ہوئے پایا فللّٰہ الحمد۔ دیلمی نے
حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے تخریج کی ہے انہوں
نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا
ہم اہلبیت پر کسی کو قیاس نہ کیا جائے۔ علاوہ ازیں
میں کہتا ہوں کہ مذکورہ حدیث نبوت کا حکم بیان کر رہی
ہے، یہ بات ہمیں تسلیم نہیں، بلکہ حدیث مذکور حضرت
کے صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے متعلق
یہ خبر دے رہی ہے کہ ان میں انبیاء علیہم السلام جیسے
خصائل واوصاف تھے کہ اگر ہمارے لئے نبوت ختم
نہ ہوتی تو وہ اللہ تعالٰی کے فضل محض سے نبی ہوتے
نہ کہ بطور استحقاق نبی بنتے، کیونکہ کوئی بھی اپنی ذات
میں نبوت کا استحقاق نہیں رکھتا لیکن اللہ تعالٰی
نبوت کے لئے اپنے بندوں میں سے ایسے کو منتخب
فرماتا ہے جو صورۃً، معنیً، نسبًا، حسبًا ہر اعتبار سے
تام وکامل ہو اور ہر خیر میں انتہائی مرتبہ کو پہنچا ہو، اللہ تعالٰی
بہتر جانتا ہے کہ کہاں رسالت بنائے تو حدیث مذکور کی
دلالت وہی ہے جو "لو کان بعدی نبیا لکان عمر" الحدیث
کی دلالت ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

[1] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ٦٨٣٨ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴/۲۸۳
[2] جامع الترمذی مناقب ابی حفص عمر بن الخطاب امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۲۰۹

Marfat.com

نوعِ آخر بعد طلوعِ آفتاب عالمتاب خاتمیت صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ الکرام جو کسی کے لئے ادعائے نبوت کرے دجال کذاب مستحقِ لعنت وعذاب ہے۔

امام بخاری حضرت ابوہریرہ اور احمد ومسلم وابوداؤد وترمذی وابن ماجہ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے راوی وھذا حدیث ثوبان، رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انہ سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی[1]، ولفظ البخاری دجالون کذابون قریبا من ثلثین[2]

عنقریب اس اُمّت میں قریب تیس کے دجال کذاب نکلیں گے ہر ایک ادعا کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم (اور بخاری کے الفاظ ہیں دجال کذاب تقریباً تیس ہوں گے۔ ت)

کذّاب اور دجّال

امام احمد وطبرانی وضیاء حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فی امتی کذابون ودجالون سبعۃ وعشرون منھم اربع نسوۃ وانی خاتم النبیین لانبی بعدی[3]

میری امتِ دعوت میں (کہ مومن وکافر سب کو شامل ہے) ستائیس کذاب دجال ہوں گے اُن میں چار عورتیں ہیں حالانکہ میں خاتم الانبیاء ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔

جھوٹے مدعیانِ نبوت

ابن عساکر علاء بن زیاد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مرسلاً راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتقوم الساعۃ حتی یخرج ثلثون دجالون کذابون کلھم یزعم انہ نبی[4] الحدیث۔

قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تیس دجال کذاب مدعی نبوت نکلیں گے۔

ف: نوع پنجم حضور کے بعد جو کسی کو نبوت ملنی مانے دجال کذاب ہے۔

[1] سنن ابو داؤد کتاب الفتن ذکر الفتن ودلائلہا آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۲۸
[2] صحیح البخاری کتاب الفتن قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۰۵۴
[3] مسند امام احمد حدیث حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۵/۳۹۶
[4] تہذیب تاریخ ابن عساکر ترجمہ الحارث بن سعید الکذاب دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۴۴۵

Marfat.com

تذییل ابویعلیٰ مسند میں بسند حسن حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تقوم الساعۃ حتی یخرج ثلثون کذابا منھم مسیلمۃ والعنسی والمختار[1]

قیامت نہ آئے گی جب تک کہ تیس کذاب نکلیں اُن میں سے مسیلمہ اور اسود عنسی و مختار ثقفی ہے، اخذہم اللہ تعالٰی۔

الحمدللہ بفضلہٖ تعالیٰ یہ تینوں خبیث کُتّے شیرانِ اسلام کے ہاتھ سے مارے گئے، اسود مردود خود زمانہ اقدس اور مسیلمہ ملعون زمانہ خلافت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں، وللہ الحمد۔

حضرت علی اور ختم نبوت

نوع آخر خاص امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے بارے میں متواتر حدیثیں ہیں کہ نبوت ختم ہوئی نبوت میں ان کا کچھ حصہ نہیں۔

امام احمد مسند اور بخاری ومسلم وترمذی ونسائی وابن ماجہ صحاح، ابن ابی شیبہ سنن، ابن جریر تہذیب الآثار میں بطرق عدیدہ کثیرہ سیدنا سعد بن ابی وقاص، اور حاکم بتصحیح اسناد مستدرک، اور طبرانی معجم کبیر و اوسط، اور ابوبکر عاقولی فوائد میں اور ابن مردویہ مطولاً اور بزار بطریق عبداللہ بن ابی بکر عن حکیم بن جبیر عن الحسن بن سعد مولیٰ علی، اور ابن عساکر بطریق عبداللہ بن محمد بن عقیل عن ابیہ عن جدہ عقیل امیر المومنین مولیٰ علی اور احمد وحاکم وطبرانی وعقیلی حضرت عبداللہ بن عباس، اور احمد حضرت امیر معاویہ، اور احمد وبزار وابوجعفر بن محمد طبری وابوبکر مطیری حضرت ابوسعید خدری، اور ترمذی بافادہ تحسین حضرت جابر بن عبداللہ سے مسنداً اور حضرت ابوہریرہ سے تعلیقاً، اور طبرانی کبیر اور خطیب کتاب المتفق والمتفرق میں حضرت عبداللہ بن عمر، اور ابونعیم فضائل الصحابہ میں حضرت سعید بن زید، اور طبرانی کبیر میں حضرات براء بن عازب و زید بن ارقم و حبیش

ف: نوع ششم خاص مولیٰ علی کے باب میں متواتر حدیثیں کہ نبوت ختم ہوگئی نبوت میں ان کا حصہ نہیں۔

ع: مسیلمہ خبیث کے قاتل وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جنھوں نے زمانہ کفر میں سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا وہ فرمایا کرتے قتلت خیر الناس وشر الناس[2] میں نے بہتر شخص کو شہید کیا پھر سب سے بدتر کو مارا۔

---

[1] مسند ابویعلیٰ مروی از عبداللہ بن زبیر حدیث ۶۷۸۶ موسستہ علوم القرآن بیروت ۶/ ۱۹۹

[2] الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب علی ہامش الاصابۃ باب الافراد فی الواو دار صادر بیروت ۳/ ۶۴۵

Marfat.com

بن جنادہ و جابر بن سمرہ و مالک بن حویرث و حضرت ام المومنین ام سلمہ زوجہ امیر المومنین علی حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے راوی، حضور پُرنور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کو تشریف لیجاتے وقت امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مدینے میں چھوڑا امیر المومنین نے عرض کی: یا رسول اللہ! حضور مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جاتے ہیں، فرمایا،

اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ غیر انہ لا نبی بعدی [1]

یعنی کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم یہاں میری نیابت میں ایسے رہو جیسے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اپنے رب سے کلام کے لئے حاضر ہوئے ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی نیابت میں چھوڑ گئے تھے ہاں یہ فرق ہے کہ ہارون نبی تھے میں جب سے نبی ہوا دُوسرے کے لئے نبوت نہیں۔

مسند و مستدرک میں حدیث ابن عباس یُوں ہے:

الا ترضی ان تکون بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انک لست بنبی [2]

کیا تم راضی نہیں کہ بمنزلہ ہارون کے ہو موسیٰ سے مگر یہ کہ تم نبی نہیں۔

حضرت اسماء کی حدیث اس طرح ہے:

قالت ھبط جبریل علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال یا محمد ان ربک یقرأک السلام ویقول لک علی منک بمنزلۃ ھارون من موسیٰ لکن لا نبی بعدک [3]

جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حاضر ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے عرض کی حضور کا رب حضور کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے علی (رضی اللہ عنہ) تمھاری نیابت میں ایسا ہے جیسا موسیٰ کے لئے ہارون، مگر تمھارے بعد کوئی نبی نہیں، صلی اللہ علیک وبارک وسلم۔

---

[1] صحیح البخاری مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۲۶
جامع الترمذی " " " " " " ایمن کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۱۴
صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضائل " " " " " قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۷۸
مسند احمد بن حنبل حدیث حضرت سعد ابن ابی وقاص دار الفکر بیروت ۱/۱۸۲
[2] المجمع الزوائد بحوالہ احمد وغیرہ عن ابن عباس باب جامع مناقب علی رضی اللہ عنہ دار الکتاب بیروت ۹/۱۲۰
المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابہ دار الفکر بیروت ۳/۱۰۹
[3] المعجم الکبیر حدیث ۳۸۴ تا ۳۸۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۴/۱۴۶ و ۱۴۷

Marfat.com

فضائل صحابہ امام احمد میں حدیث امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ یوں ہے کسی نے اُن سے ایک مسئلہ پوچھا فرمایا، سل عنہا علی ابن ابی طالب فھو اعلم مولا علی سے پُوچھو وہ اعلم ہیں۔ سائل نے کہا: یا امیر المومنین! مجھے آپ کا جواب اُن کے جواب سے زیادہ محبوب ہے، فرمایا:

بئسما قلت لقد کرھت رجلا کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یغرہ بالعلم غرا ولقد قال لہ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسی الا انہ لانبی بعدی وکان عمر اذا اشکل علیہ شیئ یاخذ منہ[۱]

تُو نے سخت بُری بات کہی ایسے کو ناپسند کیا جس کے علم کی نبی صلے اللہ علیہ وسلم عزت فرماتے تھے اور بیشک حضور نے ان سے کہا تجھے مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسٰی علیہما الصلوۃ سے مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰے عنہ کو جب کسی بات میں شُبہہ پڑتا اُن سے حاصل کرتے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰے عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

یا علی أخصمك بالنبوۃ ولا نبوۃ بعدی[۲]

اے علی! میں مناصب جلیلہ و خصائص کثیرہ جزیلہ نبوت میں تجھ پر غالب ہوں اور میرے بعد نبوت اصلاً نہیں۔

حضرت علی کی عیادت

ابن ابی عاصم اور ابن جریر بافادہ تصحیح اور طبرانی اوسط اور ابن شاہین کتاب السنہ میں امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰے وجہہ الکریم سے راوی، میں بیمار تھا خدمتِ اقدس حضور سرورِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوا حضور نے مجھے اپنی جگہ کھڑا کیا اور خود نماز میں مشغول ہُوئے، ردائے مبارک کا آنچل مجھ پر ڈال لیا، پھر بعد نماز فرمایا:

برئت یا ابن ابی طالب فلا بأس علیك ما سألت اللہ لی شیئا الا سألت لك مثلہ ولا سألت اللہ شیئا

اے ابن ابی طالب! تم اچھے ہوگئے تم پر کچھ تکلیف نہیں، میں نے اللہ عزوجل سے جو کچھ اپنے لئے مانگا تمہارے لئے بھی اس کی مانند سوال کیا

۱؎ فضائل الصحابۃ لامام احمد بن حنبل حدیث ۱۱۵۳ فضائل علی علیہ السلام موسسۃ الرسالہ بیروت ۲/۶۷۵
۲؎ حلیۃ الاولیاء المسندۃ فی مناقبہم و فضائلہم ۴ علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ دار الکتاب العربی بیروت ۱/۶۵

Marfat.com

الا اعطانیہ غیر انہ قیل لی انہ لا نبی بعدک۔ اور میں نے جو کچھ چاہا رب عز وجل نے مجھے عطا فرمایا مگر مجھ سے یہ فرمایا گیا کہ تمہارے بعد کوئی نبی نہیں۔

مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں میں اُسی وقت ایسا تندرست ہوگیا گویا بیمار ہی نہ تھا۔[1]

تنبیہ : اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) یہ حدیث حضرت امیر المومنین کے لئے مرتبۂ صدیقیت کا حصول بتاتی ہے، صدیقیت ایک مرتبہ تلو نبوت ہے کہ اس کے اور نبوت کے بیچ میں کوئی مرتبہ نہیں مگر ایک مقام ادق واخفی کہ نصیبۂ حضرت صدیق اکبر اکرم واتقی رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے تو اجناس وانواع واصناف فضائل وکمالات وبلندی درجات میں خصائص ملزومات نبوت کے سوا صدیقین ہر عطیۂ بہیہ کے لائق واہل ہیں اگرچہ باہم ان میں تفاوت و تفاضل کثیر و وافر ہو۔

آخر نہ دیکھا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ابن جمیل ونائب جلیل حضور پر نور سید الاسیاد فرد الافراد غوث اعظم غیث اکرم غیاث عالم محبوب سبحانی مطلوب ربانی سیدنا و مولانا ابو محمد محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

کل ولی علٰی قدم نبی وانا علٰی قدم جدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وما رفع المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدما الا وضعت انا قدمی فی الموضع الذی رفع قدمہ منہ الا ان یکون قدما من اقدام النبوۃ فانہ لا سبیل ان ینالہ غیر نبی[2] رواہ الامام الاجل ابو الحسن علی الشطنوفی قدس سرہٗ فی بہجۃ الاسرار فقال اخبرنا ابو محمد سالم بن علی بن عبداللہ بن سنان الدمیاطی المصری

ہر ولی ایک نبی کے قدم پر ہوتا ہے اور میں اپنے جد اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قدم پاک پر ہوں مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جہاں سے قدم اٹھایا میں نے اسی جگہ قدم رکھا مگر نبوت کے قدم کہ ان کی طرف غیر نبی کو اصلاً راہ نہیں۔ (اس کو امام ابو الحسن علی شطنوفی قدس سرہ نے بہجۃ الاسرار میں روایت کیا، تو کہا ابو محمد سالم بن علی بن عبداللہ بن ستان الدمیاطی المصری جو قاہرہ میں ۶۷۱ھ میں پیدا ہوئے، انھوں نے کہا مجھے شیخ شہاب الدین ابو حفص عمر بن عبداللہ سہروردی

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن ابی عاصم وابن جریر، وطس وابن شاہین فی السنۃ حدیث ۳۶۵۱۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۱۷۰
[2] بہجۃ الاسرار ذکر کلمات اخبر بہا عن نفسہ الخ مطبع مصطفٰی البابی الحلبی مصر ص ۲۲

Marfat.com

المولد بالقاهرة سنة ۶۷۱ احدی و سبعین و ستمائة، قال اخبرنا الشیخ القدوة شهاب الدین ابو حفص عمر بن عبد الله السهروردی ببغداد سنة ۶۲۴ اربع و عشرین و ستمائة، قال سمعت الشیخ محی الدین عبد القادر رضی الله تعالٰی عنه یقول علی الکرسی بمدرسته[1] (فذکرہ)۔

نے ۶۲۴ھ کو بغداد میں بیان کیا کہ میں نے شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو مدرسہ میں کرسی پر تشریف فرما، کہتے ہوئے سُنا تو وہ ذکر فرمایا جو گزرا۔ ت)

بالجملہ مادون نبوت پر فائز ہونا نہ تفرد کی دلیل نہ حجت تفضیل کہ وُہ صدہا میں مشترک اور فی نفسہ مشکک، ہر غوث و صدیق اس میں شریک اور اُن پر بشدت مقول بالتشکیک، بلکہ خود حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اتاہ ملك الموت وھو یطلب العلم کان بینه و بین الانبیاء درجة واحدة درجة النبوة[2] رواہ ابن النجار عن انس رضی الله تعالٰی عنه۔

جس کے پاس ملک الموت آئیں اور وہ طلبِ علم میں ہو اس میں اور انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسلام میں صرف ایک درجے کا فرق ہے کہ درجۂ نبوت ہے (اسے ابن النجار نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

دُوسری حدیث میں ہے:

کاد حملة القراٰن ان یکونوا انبیاء الا انه لا یوحٰی الیھم[3] رواہ الدیلمی فی حدیث عن عبدالله بن عمر رضی الله تعالٰی عنهما۔

قریب ہے حاملانِ قرآن انبیاء ہوں مگر یہ کہ اُن کی طرف وحی نہیں آتی۔ (اسے دیلمی نے ایک حدیث میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

تو اس کے امثال سے حضرات خلفائے ثلٰثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم پر امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی تفضیل کا وہم نہیں ہوسکتا۔

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر کلماتِ اخبر بہا عن نفسہ الخ مطبع مصطفی البابی الحلبی مصر ص ۲۲

[2] کنز العمال بحوالہ ابن النجار عن انس حدیث ۲۸۸۲۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۱۶۰

[3] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۲۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۸۵

Marfat.com

ابوبکر صدیق صدیقِ اکبر ہیں

علماء فرماتے ہیں: ابوبکر صدیق صدیقِ اکبر ہیں اور علی مرتضیٰ صدیقِ اصغر، صدیقِ اکبر کا مقام اعلیٰ صدیقیت سے بلند و بالا ہے۔ نسیم الریاض

شرح شفائے امام قاضی عیاض میں ہے:

اما تخصیص ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فلانہ الصدیق الاکبر الذی سبق الناس کلھم لتصدیقہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولم یصدر منہ غیرہ قط وکذا علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ فانہ یسمی الصدیق الاصغر الذی لم یتلبس بکفر قط ولم یسجد لغیر اللہ مع صغرہ وکون ابیہ علیٰ غیر الملۃ ولذا اخص بقول علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ[۱]۔

لیکن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تخصیص اس لئے کہ وہ صدیق اکبر ہیں جو تمام لوگوں میں آگے ہیں کیونکہ انھوں نے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کی وہ کسی کو حاصل نہیں اور یونہی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا نام صدیقِ اصغر ہے جو ہرگز کفر سے ملتبس نہ ہوئے اور نہ ہی انھوں نے غیر اللہ کو سجدہ کیا باوجودیکہ وہ نابالغ تھے اور ان کے والد ملتِ اسلامیہ پر نہ تھے، اسی وجہ سے انھوں نے علی کرم اللہ وجہہ کے قول کو خاص طور پر لیا (ت)

حضرت خاتم الولایۃ المحمدیۃ فی زمانہ بحر الحقائق ولسان القوم بجنانہ وبیانہ سیدی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نفعنا اللہ فی الدارین بفیضانہ فتوحاتِ مکیہ شریفہ میں فرماتے ہیں:

فلو فقد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی ذلك الوطن وحضرہ ابوبکر لقام فی ذلك المقام الذی اقیم فیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لانہ لیس ثم اعلیٰ منہ یحجبہ عن ذلك فھو صادق ذلك الوقت وحکمہ وما سواہ تحت حکمہ (ثم قال) وھذا المقام الذی اثبتناہ بین الصدیقیۃ ونبوۃ التشریع الذی ھو مقام القربۃ وھو للافراد ھو دون نبوۃ التشریع۔

یعنی اگر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس موطن میں تشریف نہ رکھتے ہوں اور صدیق اکبر حاضر ہوں تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقام پر صدیق قیام کریں گے کہ وہاں صدیق سے اعلیٰ کوئی نہیں جو انھیں اس سے روکے وہ اُس وقت کے صادق و حکیم ہیں اور جو ان کے سوا ہیں سب ان کے زیر حکم، یہ مقام جو ہم نے ثابت کیا صدیقیت اور نبوت شریعت کے بیچ میں ہے، یہ مقام قربت فردون کے لئے ہے، اللہ کے نزدیک

---

[۱] نسیم الریاض شرح شفاء امام عیاض الباب الاول الفصل الاول دار الفکر بیروت ۱/۱۴۲

Marfat.com

وفوق الصدیقیة فی المنزلة عند اللہ والمشار الیہ بالسر الذی وقر فی صدر ابی بکر ففضل بہ الصدیقین اذ حصل لہ مالیس فی شرط الصدیقیة ولا من لوازمہا فلیس بین ابی بکر وبین رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رجل لانہ صاحب الصدیقیة وصاحب سر[1]۔

نبوت شریعت سے نیچا اور صدیقیت سے مرتبے میں بالا ہے اسی کی طرف اس راز سے اشارہ ہے جو سینۂ صدیق میں متمکن ہُوا جس کے باعث وہ تمام صدیقوں سے افضل قرار پائے کہ اُن کے قلوب میں وُہ رازِ الٰہی حاصل ہُوا جو نہ صدیقیت کی شرط ہے نہ اس کے لوازم سے، تو ابوبکر صدیق اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے درمیان کوئی شخص نہیں کہ وُہ تو صدیقیت والے بھی ہیں اور صاحبِ راز بھی، رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

تذییل: بعض احادیث علویہ مبطلہ دعوٰے غلویہ۔

مولا علی کی نگاہ میں مقام صدیق اکبر

صحیح بخاری شریف میں امام محمد بن حنفیہ صاحبزادۂ امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے ہے:

قال قلت لابی ای الناس خیر بعد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ابوبکر قال قلت ثم من، قال ثم عمر ثم خشیت ان اقول ثم من فیقول عثمان فقلت ثم انت یا ابت، فقال ما انا الا رجل من المسلمین[2]۔ رواہ ایضا ابن ابی عاصم وخشیش وابونعیم فی الحلیة الاولیاء۔

میں نے اپنے والد ماجد مولٰی علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عرض کی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد سب آدمیوں سے بہتر کون ہے؟ فرمایا: ابوبکر۔ میں نے کہا پھر کون؟ فرمایا: پھر عمر۔ پھر مجھے خوف ہُوا کہ کہیں میں کہوں پھر کون تو فرمادیں عثمان، اس لئے میں نے سبقت کرکے کہا اے باپ میرے! پھر آپ؟ فرمایا: میں تو نہیں مگر ایک مرد مسلمانوں میں سے۔ (اسے ابن ابی عاصم اور خشیش اور ابو نعیم نے بھی حلیۃ الاولیاء میں بیان کیا ہے۔ ت)

---

[1] الفتوحات المکیة الباب الثالث والسبعون دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۵

[2] صحیح بخاری کتاب المناقب فضائل ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۱۸

جامع الاحادیث بحوالہ خ و د وابن ابی عاصم وخشیش وغیرہ حدیث ۱۴۷۷۰ دار الفکر بیروت ۱۶/ ۲۱۷

کنز العمال " " " " " " " " ۳۶۰۹۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۷

Marfat.com

طبرانی معجم اوسط میں صلہ بن زفر سے راوی جب امیر المومنین مولیٰ علی کے سامنے لوگ ابوبکر صدیق کا ذکر کرتے، امیر المومنین فرماتے:

السباق یذکرون السابق یذکرون والذی نفسی بیدہ ما استبقنا الیٰ خیر قط الا سبقنا الیہ ابوبکر[1]

ابوبکر کا بڑی سبقت والے ذکر کر رہے ہیں کمال پیشی لے جانے والے کا تذکرہ کرتے ہیں قسم اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جب ہم نے کسی خیر میں پیشی چاہی ہے ابوبکر ہم سب پر سبقت لے گئے ہیں۔

حضرت صدیق کے بارے میں حضرت علی کی رائے

ابوالقاسم طلحی و ابن ابی عاصم و ابن شاہین واللالکائی سب اپنی اپنی کتاب السنہ میں اور عشاری فضائل صدیق اور اصبہانی کتاب الحجہ اور ابن عساکر تاریخ دمشق میں راوی امیر المومنین کو خبر پہنچی کچھ لوگ انھیں ابوبکر و عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے افضل بتاتے ہیں منبر شریف پر تشریف لے گئے حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا:

ایھا الناس بلغنی ان اقواما یفضلونی علی ابی بکر و عمر ولو کنت تقدمت فیہ لعاقبت فیہ، فمن سمعتہ بعد ھذا الیوم یقول ھذا فھو مفتر علیہ حد المفتری خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابوبکر ثم عمر (زاد غیر الطلحی) ثم احدثنا بعدھم احداثا یقضی اللہ فیھا ما یشاء[2]

اے لوگو! مجھے خبر پہنچی کہ کچھ لوگ مجھے ابوبکر و عمر پر فضیلت دیتے ہیں اگر میں پہلے متنبہ کر چکا ہوتا تو اب سزا دیتا، آج کے بعد جسے ایسا کہتا سنوں گا وہ مفتری ہے، اس پر مفتری کی حد آئے گی، رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے بعد سب آدمیوں سے بہتر ابوبکر ہیں پھر عمر، پھر ان کے بعد ہم سے کچھ نئے امور واقع ہوئے کہ خدا ان میں جو چاہے گا حکم فرمائے گا۔

امام ابو عمر ان عبد البر استیعاب میں حکم بن حجل سے اور امام ابوالحسن دارقطنی سنن میں روایت کرتے ہیں امیر المومنین مولا علی فرماتے ہیں:

---

[1] المعجم الاوسط　حدیث ۷۱۶۴　مکتبۃ المعارف الریاض　۸/ ۸۲
جامع الاحادیث بحوالہ طس　حدیث ۷۰۸۰　دار الفکر بیروت　۱۶/ ۲۰۹

[2] کنز العمال بحوالہ ابن ابی عاصم و ابن شاہین و اللالکائی و العشاری حدیث ۳۶۱۴۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۲۱
جامع الاحادیث 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۷۷۳۵ دار الفکر بیروت ۱۶/ ۲۲۲

Marfat.com

لا اجد احدا فضلنی علی ابی بکر و عمر الا جلدتہ حد المفتری[1]

میں جسے پاؤں گا کہ ابوبکر وعمر پر مجھے تفضیل دیتا ہے اسے مفتری کی حد اسی کوڑے لگاؤں گا۔

ابن عساکر بطریق الزہری عن عبداللہ بن کثیر راوی، امیرالمومنین فرماتے ہیں:

لا یفضلنی احد علی ابی بکر و عمر الا جلدتہ جلدا وجیعا۔[2]

جو مجھے ابوبکر وعمر سے افضل کہے گا اسے دردناک کوڑے لگاؤں گا۔

امام احمد ومسدد و مسند اور عدنی مائتین اور ابوعبید کتاب الغریب اور نعیم بن حماد فتن اور خثیمہ بن سلیمان طرابلسی فضائل الصحابہ اور حاکم مستدرک اور خطیب تلخیص المتشابہ میں راوی، امیرالمومنین فرماتے ہیں:

سبق رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصلی ابوبکر وثلث عمر ثم خبطتنا فتنۃ و یعفو اللہ عمن یشاء[3]، و للخطیب وغیرہ فہو ماشاء اللہ زاد ہو فمن فضلنی علی ابی بکر و عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما فعلیہ حد المفتری من الجلد و اسقاط الشہادۃ[4]۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سبقت لے گئے اور ان کے دوسرے ابوبکر اور تیسرے عمر ہوئے، پھر ہمیں فتنے نے مضطرب کیا اور خدا جسے چاہے معاف فرمائے گا یا فرمایا جو خدا نے چاہا وہ ہوا تو جو مجھے ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالٰے عنہما پر فضیلت دے اس پر مفتری کی حد واجب ہے اسی کوڑے لگائے جائیں اور گواہی کبھی نہ سنی جائے۔

ابوطالب عشاری بطریق الحسن بن کثیر عن ابیہ راوی، ایک شخص نے امیرالمومنین مرتضٰے کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی: آپ خیر الناس ہیں۔ فرمایا: تُو نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا ہے؟ کہا: نہ۔ فرمایا: ابوبکر کو دیکھا؟ کہا: نہ۔ فرمایا: عمر کو دیکھا؟ کہا: نہ۔ فرمایا:

اما انک لو قلت انک رأیت النبی

سن لے اگر تُو نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے دیکھنے

---

[1] جامع الاحادیث عن الحکم بن جحل عن علی حدیث ۷۷۴۷ دار الفکر بیروت ۱۶/ ۲۲۵
مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر ترجمہ ۲۲ عبداللہ ابن ابی قحافہ " " ۱۳/ ۱۱۰
[2] جامع الاحادیث بحوالہ ابن عساکر عن علی حدیث ۷۷۲۳ " " ۱۶/ ۲۱۹
کنز العمال " " " ۳۶۱۰۳ موسستہ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۹
[3] المستدرک علی الصحیحین کتاب معرفۃ الصحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم، مناقب ابی بکر، دار الفکر بیروت ۳/ ۶۷-۶۸
[4] کنز العمال بحوالہ خط فی تلخیص المتشابہ حدیث ۳۶۱۰۲ موسستہ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۹
جامع الاحادیث " " " " ۷۷۲۲ دار الفکر بیروت ۱۶/ ۲۱۹

Marfat.com

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لقتلتك، ولو قلت رأیت ابابکر وعمر لجلدتك[1]

خیرالناس بعد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اقرار کرتا اور پھر مجھے خیر الناس کہتا تو میں تجھے قتل کرتا اور اگر تو ابوبکر و عمر کو دیکھے ہوتا اور مجھے افضل بتاتا تو تجھے حد لگاتا۔

ابن عساکر سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے راوی، امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا:

لا یفضلنی احد علی ابی بکر وعمر الا وقد انکر حقی وحق اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم[2]

جو مجھے ابوبکر و عمر پر تفضیل دے گا وہ میرے اور تمام اصحاب رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق کا منکر ہوگا۔

حضرات شیخین اوّلین جنتی ہیں

ابو طالب عشاری اور اصبہانی کتاب الحجہ میں عبد خیر سے راوی، میں نے امیر المومنین مولیٰ علی سے عرض کی: رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے جنت میں کون جائے گا؟ فرمایا: ابوبکر و عمر۔ میں نے عرض کی: یا امیر المومنین! کیا وہ دونوں آپ سے پہلے جنت میں جائیں گے؟ فرمایا:

ای والذی فلق الحبۃ وبرأ النسمۃ انھما لیاکلان من ثمارھا ویرویان من مائھا ویتکئان علی فرشھا وانا موقوف بالحساب[3]

ہاں قسم اس کی جس نے بیج کو چیر کر پیڑ اگایا اور آدمی کو اپنی قدرت سے تصویر فرمایا بیشک وہ دونوں جنت کے پھل کھائیں گے، اس کے پانی سے سیراب ہوں گے، اس کی مسندوں پر آرام کریں گے اور میں ابھی حساب میں کھڑا ہوں گا۔

خیر الناس بعد رسول اللہ

ابو ذر ہروی و دارقطنی وغیرہما حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی، میں نے امیر المومنین سے عرض کی:

یا خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فقال مھلا یا ابا جحیفۃ

یا خیر الناس بعد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ فرمایا ٹھہر و اے ابو جحیفہ! کیا میں تمہیں نہ بتادوں کہ

---

[1] جامع الاحادیث بحوالہ العشاری حدیث ۷۷۴۳ دار الفکر بیروت ۱۶/۲۲۵
کنز العمال " " ۳۶۱۵۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/۲۶
[2] جامع الاحادیث بحوالہ ابن عساکر " ۷۷۴۳ دار الفکر بیروت ۱۶/۲۲۰-۲۲۱
[3] " " " ابو طالب العشاری والاصفہانی الحدیث ۷۷۰۲ " " ۱۶/۲۱۹

Marfat.com

الا اخبرك بخير الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابوبکر و عمر[1]

کون ہے؟ فرمایا: اے ابوجحیفہ! خیر الناس بعد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ابوبکر و عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) ہیں۔

افضل الناس بعد رسول اللہ

ابونعیم حلیہ اور ابن شاہین کتاب السنہ اور ابن عساکر تاریخ میں عمرو بن حریث سے راوی، میں نے امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو منبر پر فرماتے سنا:

ان افضل الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ابوبکر و عمر و عثمان و فی لفظ ثم عمر ثم عثمان[2]

بیشک رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سب آدمیوں سے افضل ابوبکر و عمر و عثمان ہیں، اور بالفاظ دیگر پھر عمر پھر عثمان۔

مولود ازکی فی الاسلام

ابن عساکر بطریق سعد ابن طریف اصبغ بن نباتہ سے راوی، فرمایا:

قلت لعلی یا امیر المؤمنین من خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم؟ قال ابوبکر، قلت ثم من؟ قال ثم عمر، قلت ثم من؟ قال ثم عثمان، قلت ثم من؟ قال انا، رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعینی ھاتین والا فعمیتا، و باذنی ھاتین والا فصمتا، یقول ما ولد فی الاسلام مولود ازکی ولا اطھر ولا افضل من ابی بکر ثم عمر[3]

میں نے مولیٰ علی سے عرض کی یا امیر المومنین! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون ہے؟ فرمایا: ابوبکر۔ میں نے کہا: پھر کون؟ فرمایا: عمر، کہا: پھر کون؟ فرمایا: عثمان، کہا: پھر کون؟ فرمایا: میں، میں نے ان آنکھوں سے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو دیکھا ورنہ یہ آنکھیں پھوٹ جائیں اور ان کانوں سے فرماتے سنا ورنہ بہرے ہو جائیں حضور فرماتے تھے اسلام میں کوئی شخص ایسا پیدا نہ ہوا جو ابوبکر پھر عمر سے زیادہ پاکیزہ زیادہ فضیلت والا ہو۔

---

[1] جامع الاحادیث بحوالہ الصابونی فی المائتین حدیث ۷۷۳۴ دار الفکر بیروت ۱۶/۲۲۲
کنز العمال " " " وطس وکر حدیث ۳۶۱۴۱ موسستہ الرسالہ بیروت ۱۳/۲۱
[2] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر وحل وابن شاہین فی السنہ حدیث ۸۰۰۶ دار الفکر بیروت ۱۶/۲۹۰
[3] جامع الاحادیث " " " حدیث ۸۰۲۳ دار الفکر بیروت ۱۶/۲۹۴

Marfat.com

ابوطالب عشاری فضائل الصدیق میں راوی، امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

وھل انا الاحسنۃ من حسنات ابی بکر[1] میں کون ہوں مگر ابوبکر کی نیکیوں سے ایک نیکی۔

سیدنا صدیق کی سبقت کی چہار وجوہات

خیثمہ طرابلسی و ابن عساکر ابوالزناد سے راوی، ایک شخص نے مولیٰ علی سے عرض کی: یا امیر المومنین! کیا بات ہوئی کہ مہاجرین و انصار نے ابوبکر کو تقدیم دی حالانکہ آپ کے مناقب بیشتر اور اسلام و سوابق پیشتر، فرمایا: اگر مسلمان کے لئے خدا کی پناہ نہ ہوتی تو میں تجھے قتل کر دیتا، افسوس تجھ پر، ابوبکر چار وجہ سے مجھ پر سبقت لے گئے، افشائے اسلام میں مجھ سے پہلے، ہجرت میں مجھ سے سابق، صحبت غار میں انھیں کا حصہ، نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے امامت کے لئے انھیں کو مقدم فرمایا ویحك ان اللہ ذم الناس کلھم و مدح ابابکر فقال الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ الاٰیۃ[2] افسوس تجھ پر بیشک اللہ تعالےٰ نے سب کی مذمت کی اور ابوبکر کی مدح فرمائی کہ ارشاد فرماتا ہے: اگر تم اس نبی کی مدد نہ کرو تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مدد فرمائی جب کافروں نے اسے مکے سے باہر کیا دوسرا اُن دو کا جب وُہ غار میں تھے جب اپنے یار سے فرماتا تھا غم نہ کھا اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

حضرت صدیق کا تقدم

خطیب بغدادی و ابن عساکر اور دیلمی مسند الفردوس اور عشاری فضائل الصدیق میں امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سألت اللہ ثلثا ان یقدمك فابی علی الا تقدیم ابی بکر[3] اے علی! میں نے اللہ عزوجل سے تین بار سوال کیا کہ تجھے تقدیم دے اللہ تعالیٰ نے نہ مانا مگر ابوبکر کو مقدم رکھنا۔

حضرت علی کی مدح افراط و تفریط کا شکار

عبداللہ بن احمد زوائد مسند میں، اور ابویعلیٰ و دورقی وحاکم و ابن ابی عاصم

---

[1] جامع الاحادیث بحوالہ ابی طالب العشاری حدیث ۷۶۸۴ دار الفکر بیروت ۱۶/۲۰۸

[2] 〃 〃 خیثمہ و ابن عساکر 〃 ۷۶۸۹ 〃 〃 ۱۶/۲۰۹

[3] تاریخ بغداد حدیث ۵۹۲۱ دار الکتاب العربی بیروت ۱۱/۲۱۳

کنز العمال بحوالہ ابی طالب العشاری وغیرہ حدیث ۳۵۶۸۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۵۱۵

Marfat.com

وابن شاہین امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے راوی کہ انھوں نے فرمایا:

دعانی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال یا علی ان فیك من عیسٰی مثلا ابغضته الیھود حتی بھتوا امه واحبته النصارٰی حتی انزلوہ بالمنزلة التی لیس بھا وقال علی الا وانه یھلك فی رجلان محب مطری یفرطنی بما لیس فی و مبغض مفتر یحمله شنانی علی ان یبھتنی الا وانی لست بنبی و لا یوحی الی ولکنی اعمل بکتاب اللہ وسنة نبیه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ما استطعت فما امرتکم به من طاعة اللہ فحق علیکم طاعتی فیما احببتم اوکرھتم وما امرتکم بمعصیة انا وغیری فلا طاعة لاحد فی معصیة اللہ انما الطاعة فی المعروف[1]

مجھے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے بلا کر ارشاد فرمایا: اے علی! تجھ میں ایک کہاوت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح ہے، یہود نے ان سے دشمنی کی یہاں تک کہ ان کی ماں پر بہتان باندھا اور نصارٰی ان کے دوست بنے یہاں تک کہ جو مرتبہ ان کا نہ تھا وہاں جا اتارا، مولا علی فرماتے ہیں: سُن لو میرے معاملے میں دو شخص ہلاک ہوں گے' ایک دوست میری تعریف میں حد سے بڑھنے والا جو میرا وُہ مرتبہ بتائے گا جو مجھ میں نہیں' اور ایک دشمن مفتری جسے میری عداوت اس پر باعث ہوگی کہ مجھ پر تہمت اٹھائے، سُن لو میں نہ تو نبی ہُوں نہ مجھ پر وحی آتی ہے تو جہاں تک ہو سکے اللہ عزوجل کی کتاب اور اس کے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنّت پر عمل کرتا ہُوں' تو میں جب تمھیں اطاعتِ الٰہی کا حکم دوں تو میری فرمانبرداری تم پر لازم ہے چاہے تمھیں پسند ہو خواہ ناگوار، اور اگر معصیت کا حکم دوں میں یا کوئی، تو اللہ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں' اطاعت تو مشروع بات میں ہے۔

افضل الایمان

ابن عساکر سالم بن ابی الجعد سے راوی' فرمایا:

قلت لمحمد بن الحنفیة ھل کان ابوبکر اول القوم اسلاما قال لا قلت فیما علا ابوبکر و سبق حتی لا یذکر احد غیر ابی بکر قال لانه کان افضلھم

میں نے امام محمد بن حنفیہ صاحبزادۂ مولا علی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے دریافت کیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ سب سے پہلے اسلام لائے تھے، فرمایا: نہ۔ میں نے کہا پھر کس وجہ سے ابوبکر سب پر بلند و سابق ہوئے

---

[1] المستدرک للحاکم | کتاب معرفة الصحابہ | دار الفکر بیروت | ۳/ ۱۲۳
مسند احمد بن حنبل | مروی از علی رضی اللہ تعالٰی عنہ | " | ۱/ ۱۶۰

Marfat.com

اسلاما حین اسلم حتی لحق بربہ[1] کہ اُن کے سوا کوئی دوسرے کا ذکر ہی نہیں کرتا، فرمایا: اس لئے کہ وہ جب سے مسلمان ہُوئے اور جب تک اپنے رب عزوجل کے پاس گئے ان کا ایمان سب سے افضل رہا۔

شیخین کی افضلیت

امام دارقطنی جندب اسدی سے راوی:

ان محمد بن عبد اللہ بن الحسن اتاہ قوم من اھل الکوفۃ و الجزیرۃ فسألوہ عن ابی بکر و عمر فالتفت الی فقال انظر الی اھل بلادك یسألونی عن ابی بکر و عمر لھما افضل عندی من علی[2]

یعنی امام نفس زکیہ محمد بن عبد اللہ محض ابن امام حسن مثنیٰ ابن امام حسن مجتبیٰ ابن مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجوہہم کے پاس اہل کوفہ و جزیرہ سے کچھ لوگوں نے حاضر ہو کر ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں سوال کیا امام نے میری طرف التفات کر کے فرمایا اپنے وطن والوں کو دیکھو مجھ سے ابوبکر و عمر کے باب میں سوال کرتے ہیں بیشک وُہ دونوں میرے نزدیک علی سے افضل ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

رافضی اور خارجی نظریات

حافظ عمر بن شبہ سیدنا امام زید شہید ابن امام زین العابدین ابن امام حسین شہید کربلا ابن مولا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی، انھوں نے رافضیوں سے فرمایا:

انطلقت الخوارج فبرئت ممن دون ابی بکر و عمر ولم یستطیعوا ان یقولوا فیھما شیئا و انطلقتم انتم فطفرتم فوق ذٰلك فبرئتم منھما فمن بقی فو اللہ ما بقی احد الا برئتم منہ[3]

خارجیوں نے چل کر تو انھیں سے برأت کی جو ابوبکر و عمر سے نیچے ہیں یعنی عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم مگر ابوبکر و عمر کی شان میں کچھ نہ کہہ سکے، اور اے رافضیو! تم نے اُن سے اُوپر جست کی کہ خود ابوبکر و عمر سے برأت کر بیٹھے تو اب کون رہ گیا خدا کی قسم کوئی باقی نہ رہا جس سے تم نے تبرّا نہ کیا۔

---

[1] الصواعق المحرقۃ بحوالہ ابن عساکر الباب الثانی مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۵۳
[2] 〃 〃 بحوالہ الدارقطنی عن جندب الاسدی 〃 〃 〃 〃 ص ۵۵
[3] 〃 〃 بحوالہ الحافظ عمر بن شعبہ 〃 〃 〃 ص ۵۳

Marfat.com

رافضی کی سزا دارقطنی فضیل بن مرزوق سے راوی، فرمایا:

قلت لعمر بن علی بن الحسین بن علی رضی اللہ تعالٰی عنھم افیکم امام تفترض طاعتہ تعرفون ذٰلک لہ من لم یعرف ذٰلک لہ فمات مات میتۃ جاھلیۃ فقال لا واللہ ماذٰلک فینا من قال ھذا فھو کاذب فقلت انھم یقولون ان ھذہ المنزلۃ کانت لعلی ثم للحسن ثم للحسین قال قاتلھم اللہ ویلھم ماھذا من الدین واللہ ماھٰؤلاء الا متاٰکلین بناھذا مختصرا[1]

میں نے امام زین العابدین کے صاحبزادے امام باقر کے بھائی امام عمر بن علی سے پوچھا آپ میں کوئی ایسا امام ہے جس کی طاعت فرض ہو آپ اس کا یہ حق پہچانتے ہیں جو اسے بے پہچانے مرجائے جاہلیت کی موت مرے، فرمایا خدا کی قسم ہم میں کوئی ایسا نہیں جو ایسا کہے جھوٹا ہے، میں نے کہا رافضی تو کہتے ہیں یہ مرتبہ مولا علی کا تھا، پھر امام حسن پھر امام حسین کو ملا۔ فرمایا: اللہ رافضیوں کو قتل کرے خرابی ہو ان کے لئے یہ کیا دین ہے خدا کی قسم یہ لوگ نہیں مگر ہمارا نام لے کر دنیا کمانے والے والعیاذ باللہ عزوجل۔

نصوص ختم نبوت یہاں تک سو احادیث فقیر نے لکھیں اور چاہا کہ اسی پر بس کرے، پھر خیال آیا کہ ذکر پاک امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ ہے، دس حدیثیں اور شامل ہوں کہ نام مبارک مولٰی علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے عدد حاصل ہوں، نظر کروں تو فیضان روح مبارک امیر المومنین سے تذییلات میں دس حدیثیں خود ہی گزر چکی ہیں تذییل بعد حدیث ۲۵ یک وبعد ۳۹ سہ ولبعد ۴۲ یک وبعد ۴۸ و ۵۸ دو دو وبعد ۶۲ یک یہ مقصود تو یوں حاصل تھا مگر از انجا کہ وضع رسالہ نصوص ختم نبوت میں ہے اور ۸۱ سے ۱۰۰ تک بیس[20] حدیثیں اس مطلب کو دوسرے طرز سے ادا کرتی تھیں لہٰذا خاص مقصود کی بیس حدیثوں کا اضافہ ہی مناسب نظر آیا کہ خود اصل مرام پر سو حدیثوں کا عدد کامل اور اصل مرویات ایک سو بیس[120] ہو کر تین چہل حدیث کا فضل حاصل ہو۔

ارشاداتِ انبیاء و علمائے کُتبِ سابقہ حاکم صحیح مستدرک میں وہب بن منبہ سے وہ حضرت عبد اللہ بن عباس اور سات دیگر صحابۂ کرام

---

[1] الصواعق المحرقۃ بحوالہ الدارقطنی عن فضیل بن مرزوق الباب الثالث مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۵۶

Marfat.com

سے کہ سب اہلِ بدر تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں بیشک اللہ عزّ وجل روزِ قیامت اوروں سے پہلے نوح علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اور ان کی قوم کو بُلا کر فرمائے گا تم نے نوح کو کیا جواب دیا وُہ کہیں گے نوح نے نہ ہمیں تیری طرف بلایا نہ تیرا کوئی حکم پہنچایا نہ کچھ نصیحت کی نہ ہاں یا نہ کا کوئی حکم سُنایا، نوح علیہ الصّلوٰۃ والسلام عرض کریں گے :

دعوتھم یا رب دعاءً فاشیا فی الاولین والآخرین امۃ حتی انتھی الی خاتم النبیین احمد فانتسخہ وقرأہ وامن بہ وصدقہ۔

الٰہی! میں نے انھیں ایسی دعوت کی جس کی خبر یکے بعد دیگرے سب اگلوں پچھلوں میں پھیل گئی یہاں تک کہ سب سے پچھلے نبی احمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تک پہنچی انھوں نے اسے لکھا اور پڑھا اور اس پر ایمان لائے اور اس کی تصدیق فرمائی، حق سبحانہٗ وتعالےٰ فرمائے گا احمد و امتِ احمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم کو بلاؤ۔

فیأتی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وامتہ یسعی نورھم بین ایدیھم[1]

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور حضور کی امت حاضر آئینگے یُوں کہ اُن کے نور اُن کے آگے جولان کرتے ہوں گے۔

نوح علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے لئے شہادت ادا کریں گے الحدیث وقد اختصرناہ (ہم نے حدیث کو اختصاراً نقل کیا ہے)

دارقطنی غرائب امام مالک اور بیہقی دلائل اور خطیب رواۃ مالک میں بطریق عدیدہ عن مالک بن انس عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما، اور ابن ابی الدنیا، اور بیہقی و ابونعیم دلائل میں بطریق ابن لہیعہ عن مالک بن الازہر عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، اور ابونعیم دلائل میں من طریق یحییٰ بن ابراھیم بن ابی قتیلۃ عن بن اسلم عن ابیہ اسلم مولیٰ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور معاذ بن المثنیٰ زوائد مسند مسدد میں بطریق منتصر بن دینار عن عبد اللہ بن ابی الھذیل راوی ہیں، اور بروجہ آخر واقدی مغازی میں عن عبد العزیز بن عمر بن جعونۃ بن نضلۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور ابن جریر تاریخ، اور باوردی کتاب الصحابہ میں بطریق ابی معروف عبد اللہ بن معروف عن ابی عبد الرحمٰن الانصاری عن محمد بن حسین بن علی بن ابی طالب، اور ابن ابی الدنیا امام محمد باقر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی:

وھذا حدیث معاذ و فیہ صریح النص

یہ حدیث معاذ کی ہے اور اس میں صریح نص ہے

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب التواریخ المتقدمین من الانبیاء دار الفکر بیروت ۲/ ۵۴۸-۵۴۷

Marfat.com

علی مرادنا وما زدنا من الطریق الاول ادرنا حوله هلالین۔

ہماری مراد پر، اور پہلے طریقہ سے ہم جو زیادتی کریں گے وہ ہلالین میں ہے (ت)

ذریب بن برثملا کی شہادت

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ نے نضلہ بن عمرو انصاری کو تین سو مہاجرین وانصار کے ساتھ تاراج حلوان عراق کے لئے بھیجا، یہ قیدی اور غنیمتیں لے آتے تھے، ایک پہاڑ کے دامن میں شام ہوئی، نضلہ نے اذان کہی، جب کہا اللہ اکبر اللہ اکبر پہاڑ سے آواز آئی اور صورت نہ دکھائی دی کہ کوئی کہتا ہے کبرت کبیرا یا نضلۃ تم نے کبیر کی بڑائی کی اے نضلہ!، جب کہا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ جواب آیا اخلصت یا نضلۃ اخلاصًا نضلہ! تم نے خالص توحید کی، جب کہا اشہد ان محمدا رسول اللہ آواز آئی نبی بعث لا نبی بعدہ ھو النذیر وھو الذی بشرنا بہ عیسٰی بن مریم وعلٰی راس امتہ تقوم الساعۃ یہ نبی ہیں کہ مبعوث ہوئے ان کے بعد کوئی نبی نہیں یہی ڈر سنانے والے ہیں یہی ہیں جن کی بشارت ہمیں عیسٰی بن مریم علیہم الصلٰوۃ والسلام نے دی تھی انھیں کی امت کے سر پر قیامت قائم ہوگی۔ جب کہا حی علی الصلٰوۃ جواب آیا فریضۃ فرضت[1] (طوبٰی لمن مشی الیها وواظب علیها) نماز ایک فرض ہے کہ بندوں پر رکھا گیا خوبی وشادمانی اس کے لئے جو اس کی طرف چلے اور اس کی پابندی رکھے، جب کہا حی علی الفلاح آواز آئی افلح من اتاها وواظب علیها (افلح من[2] اجاب محمدا

---

[1] ھکذا فی السابع و فی الطریق الثانی عند البیهقی فی الصلٰوۃ قال کلمۃ مقبولۃ و فی الفلاح قال البقاء لامۃ احمد صلی اللہ علیہ وسلم، وعکس ابن ابی الدنیا فذکر فی الصلٰوۃ البقاء لامۃ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و فی الفلاح کلمۃ مقبولۃ ۱۲ منه۔ (م)

ساتویں طریقہ میں یوں ہے اور دوسرے طریقہ میں بیہقی کے ہاں یوں ہے، حی علی الصلٰوۃ پر کہا 'یہ مقبول کلمہ ہے'، اور حی علی الفلاح پر کہا اس میں امتِ محمدیہ کے لئے بقا ہے، اور ابن ابی الدنیا نے اس کا عکس بیان کیا کہ پہلے میں امتِ محمدیہ کی بقاء اور دوسرے میں، مقبول کلمہ، کہا ۱۲ منه (ت)

[2] زاد الخطیب وھو البقاء لامتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منه (م)

خطیب نے یوں زیادہ کہا 'یہ امتِ محمدیہ کی بقا ہے' صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ۱۲ منه (ت)

Marfat.com

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مراد کو پہنچا جو نماز کے لئے آیا اور اس پر مداومت کی، مراد کو پہنچا جس نے محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کی، جب کہا قد قامت الصلوٰۃ جواب آیا البقاء لامۃ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلی رؤسھا تقوم الساعۃ بقا ہے امتِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے اور انھیں کے سروں پر قیامت ہوگی (جب کہا اللہ اکبر اللہ اکبر لاالٰہ الا اللہ آواز آئی اخلصت الاخلاص کلہ یا نضلۃ فحرم اللہ بھا جسدك علی النار اے نضلہ ! تم نے پورا اخلاص کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے سبب تمھارا بدن دوزخ پر حرام فرمادیا) نماز کے بعد نضلہ کھڑے ہوئے اور کہا اے اچھے پاکیزہ خوب کلام والے ! ہم نے تمھاری بات سنی تم فرشتے ہو یا کوئی سیاح یا جن، ظاہر ہو کر ہم سے بات کرو کہ ہم اللہ عزوجل اور اس کے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (اور امیر المومنین عمر) کے سفیر ہیں، اس کہنے پر پہاڑ سے ایک بوڑھے شخص نمودار ہوئے، سپید مو، دراز ریش، سرایک چکی کے برابر، سپید اون کی ایک چادر اوڑھے ایک باندھے، اور کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ، حاضرین نے جواب دیا اور نضلہ نے پوچھا اللہ تم پر رحم کرے تم کون ہو ؟ میں ذریب بن برثملا ہوں بندۂ صالح عیسٰے بن مریم علیہم الصلوٰۃ والسلام کا وصی ہوں انھوں نے میرے لئے دعا فرمائی تھی کہ میں ان کے نزول تک باقی رہوں (زاد فی الطریق الثانی (دوسرے طریقہ میں یہ زائد ہے - ت) پھر ان سے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہاں ہیں ؟ کہا انتقال فرمایا - اس پر وہ پیر بزرگ بشدت روئے، پھر کہا ان کے بعد کون ہوا ؟ کہا ابوبکر - وہ کہاں ہیں ؟ کہا انتقال ہوا - کہا پھر کون بیٹھا ؟ کہا عمر - کہا امیر المومنین عمر سے میرا اسلام کہو، اور کہا کہ ثبات وسداد وآسانی پر عمل رکھئے کہ وقت قریب آلگا ہے- پھر علاماتِ قربِ قیامت اور بہت کلماتِ وعظ وحکمت کہے اور غائب ہوگئے - جب امیر المومنین کو خبر پہنچی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام فرمان جاری فرمایا کہ خود اس پہاڑ کے نیچے جائیے (اور وہ ملیں تو انھیں میرا اسلام کہئے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی تھی کہ عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک وصی عراق کے اس پہاڑ میں منزل گزین ہے) سعد رضی اللہ تعالےٰ عنہ (چار ھزار مہاجرین وانصار کے ساتھ) اس پہاڑ کو گئے چالیس دن ٹھہرے پنجگانہ اذانیں کہیں مگر جواب نہ ملا، آخر واپس آئے[1]

---

[1] دلائل النبوۃ ابونعیم عالم الکتب بیروت الجزء الاول ص ۲۸ - ۲۷

دلائل النبوۃ للبیہقی باب ماجاء فی قصۃ وصیّ عیسٰے ابن مریم علیہما السلام المکتبۃ الاثریۃ لاہور ۵/۴۲۵ تا ۴۲۷

Marfat.com

شام کے نصرانی ختم نبوت کی شہادت دیتے ہیں

طبرانی معجم کبیر میں سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ، ہیں
زمانہ جاہلیت میں ملک شام کو تجارت کے لئے گیا تھا ملک کے اسی کنارے پر اہل کتاب سے ایک شخص مجھے ملا پُوچھا کیا تمھارے یہاں کسی شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے ؟ ہم نے کہا ہاں، کہا تم ان کی صورت دیکھو تو پہچان لوگے ؟ میں نے کہا ہاں ۔ وہ ہمیں ایک مکان میں لے گیا جس میں تصاویر تھیں ، وہاں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت کریمہ مجھے نظر نہ آئی ، اتنے میں ایک اور کتابی آکر بولا کس شغل میں ہو ؟ ہم نے حال کہا ، وہ ہمیں اپنے گھر لے گیا وہاں جاتے ہی حضور پُر نور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصویر منیر مجھے نظر آئی اور دیکھا اور دیکھا کہ ایک شخص حضور کے پیچھے حضور کے قدم مبارک کو پکڑے ہُوئے ہے ، میں نے کہا یہ دوسرا کون ہے ؟ وہ کتابی بولا :

انه لم یکن نبی الا کان بعدہ نبی الا ھذا فانه لانبی بعدہ وھذا الخلیفة بعدہ ۔

بیشک کوئی نبی ایسا نہ ہُوا جس کے بعد نبی نہ ہو سوا اس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں اور یہ دوسرا ان کے بعد خلیفہ ہے ۔

اُسے جو میں دیکھوں تو ابوبکر صدیق کی تصویر تھی۔[۱]

بادشاہِ روم کے دربار میں ذکرِ مصطفےٰ

تذییل اوّل : ابن عساکر بطریق قاضی معافی بن زکریا حضرت عبادہ بن صامت ، اور بیہقی و ابونعیم بطریق حضرت ابوامامہ باہلی حضرت ہشام بن عاص سے راوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ، جب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں بادشاہِ روم ہرقل کے پاس بھیجا اور ہم اس کے شہ نشین کے نزدیک پہنچے وہاں سواریاں بٹھائیں اور کہا لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ جانتا ہے یہ کہتے ہی اس کا شہ نشین ایسا ہلنے لگا جیسے ہوا کے جھونکے میں کھجور ، اس نے کہلا بھیجا یہ تمھیں حق نہیں پہنچتا کہ شہروں میں اپنے دین کا اعلان کرو ، پھر ہمیں بلایا ہم گئے وُہ سُرخ کپڑے پہنے سرخ مسند پر بیٹھا تھا آس پاس ہر چیز سرخ تھی اس کے ارکین دربار اس کے ساتھ تھے ہم نے سلام نہ کیا اور ایک گوشے میں بیٹھ گئے وہ ہنس کر بولا تم آپس میں جیسا ایک دوسرے کو سلام کرتے ہو مجھے کیوں نہ کیا ؟ ہم نے کہا ہم تجھے اس سلام کے قابل نہیں سمجھتے اور جس مجرے پر تو راضی ہوتا ہے وہ ہمیں روا نہیں کہ کسی کے لئے بجالائیں ، پھر اس نے پوچھا سب سے بڑا کلمہ تمھارے یہاں کیا ہے ؟ ہم نے

---

[۱] المعجم الکبیر حدیث ۱۵۳۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۱۲۵
دلائل النبوۃ ابونعیم عالم الکتب بیروت ۱/ ۹

Marfat.com

کہا لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر، خدا گواہ ہے یہ کہتے ہی بادشاہ کے بدن پر لرزہ پڑ گیا پھر آنکھیں کھول کر غور سے ہمیں دیکھا اور کہا یہی وُہ کلمہ ہے جو تم نے میرے شہ نشین کے نیچے اترتے وقت کہا تھا؟ ہم نے کہا ہاں، کہا جب اپنے گھروں میں اسے کہتے ہو تو کیا تمھاری چھتیں بھی اس طرح کانپنے لگتی ہیں؟ ہم نے کہا خدا کی قسم یہ تو ہم نے نہیں دیکھا اور اس میں خدا کی کوئی حکمت ہے، بولا سچی بات خوب ہوتی ہے سُن لو خدا کی قسم مجھے آرزو تھی کہ کاش میرا آدھا ملک نکل جاتا اور تم یہ کلمہ جس چیز کے پاس کہتے وہ لرزنے لگتی۔ ہم نے کہا یہ کیوں؟ کہا یُوں ہوتا تو کام آسان تھا اور اس وقت لائق تھا کہ یہ زلزلہ شانِ نبوت سے نہ ہو بلکہ کوئی انسانی شعبدہ ہو[1] (یعنی اللہ تعالیٰ ایسے معجزات ہر وقت ظاہر نہیں فرماتا بلکہ عالمِ اسباب میں شانِ نبوت کو بھی غالباً مجرائے عادت کے مطابق رکھتا ہے)

ولو جعلنٰه ملکا لجعلنٰه رجلا و للبسنا علیهم ما یلبسون[2] اگر ہم فرشتے کو نبی بناتے تو مرد ہی بناتے اور اس کو وہی لباس پہناتے جو مرد لوگ پہنتے ہیں (ت)

ولہذا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جہادوں میں بھی جنگ دو سرداروں کا مضمون رہتا ہے،

الحرب بیننا و بینه سجال ینال منا و ننال منه[3]۔ رواه الشیخان عن ابی سفیان رضی اللہ تعالٰی عنه۔ ہمارے اور ان کے درمیان جنگ کبھی وہ کامیاب اور کبھی ہم کامیاب ہوتے ہیں۔ اس کو شیخین نے ابوسفیان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

لہذا جب ابوسفیان رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ہرقل کو خبر دی کہ لڑائی میں کبھی ہم بھی ان پر غالب آتے ہیں ہرقل نے کہا هذه اٰیة النبوة[4] یہ نبوت کی نشانی ہے رواه البزار و ابو نعیم عن دحیة الکلبی رضی اللہ تعالٰی عنه (اسے بزار اور ابونعیم نے دحیہ کلبی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

---

[1] دلائل النبوۃ للبیہقی باب ما وجد من صورۃ نبینا محمد دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۳۸۶-۸۷
جامع الاحادیث بحوالہ ابن عساکر عن المعافی عن عبادۃ بن الصامت حدیث ۱۵۶۴۱ دار الفکر بیروت ۲۰/۶۲
[2] القرآن الکریم ۶/۹
[3] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴
[4] کشف الاستار عن زوائد البزار باب فیما کان عند اہل الکتاب من علامات نبوتہ موسسۃ الرسالہ بیروت ۳/۱۱۷

Marfat.com

تصرفِ اولیا اور مظلومیتِ حسین

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ بعض جہال ضعیف الایمان اس پر شک کرنے لگتے ہیں' اور اسی قبیل سے ہے جاہل وہابیوں کا اعتراض کہ اولیاء اگر اللہ تعالٰی کی طرف سے کچھ قدرت رکھتے تو امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کیوں ایسی مظلومی کے ساتھ شہید ہوجاتے، ایک اشارے میں یزید پلید کے لشکر کو کیوں نہ غارت فرمادیا۔ مگر یہ سفہاء نہیں جانتے کہ اُن کی قدرت جو انھیں اُن کے رب نے عطا فرمائی رضا و تسلیم و عبدیت کے ساتھ ہے نہ کہ معاذ اللہ جباری و سرکشی و خودسری کے ساتھ مقوقس بادشاہِ مصر نے حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے امتحاناً پوچھا کہ جب تم انھیں نبی کہتے ہو تو انھوں نے دعا کرکے اپنی قوم کو کیوں نہ ہلاک فرمادیا جب اُنھوں نے اُن کا شہر مکّہ چھڑایا تھا' حاطب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: کیا تو عیسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام کو رسول اللہ نہیں مانتا انھوں نے دعا کرکے اپنی قوم کو کیوں نہ ہلاک کردیا جب اُنھوں نے انھیں پکڑا اور سُولی دینے کا ارادہ کیا تھا؟ مقوقس بولا: انت حکیمٌ جاء من عند حکیم[1]، تم حکیم ہو کہ حکیم کامل صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس سے آئے' رواہ البیھقی عن حاطب رضی اللہ تعالٰی عنہ (اس کو بیہقی نے حاطب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

خیر یہ تو فائدہ زائدہ تھا، حدیث سابق کی طرف عود کریں۔

ہرقل کے پاس انبیاء کی تصاویر

پھر ہرقل نے ہمیں باعزاز و اکرام ایک مکان میں اتارا، دونوں وقت عزت کی مہمانیاں بھیجتا، ایک رات ہمیں پھر بُلا بھیجا، ہم گئے اس وقت اکیلا بالکل تنہا بیٹھا تھا، ایک بڑا صندوقچہ زرنگار منگا کر کھولا اس میں چھوٹے چھوٹے خانے تھے ہر خانے پر دروازہ لگا تھا، اُس نے ایک خانہ کھول کر سیاہ ریشم کا کپڑا تہہ کیا ہُوا نکالا اُسے کھولا تو اس میں ایک سُرخ تصویر تھی، مرد فراخ چشم بزرگ سرین کہ ایسے خوبصورت بدن میں ایسی لمبی گردن کبھی نہ دیکھی تھی سر کے بال نہایت کثیر (بے ریش و گیسو غایت حسن و جمال میں) ہرقل بولا: انھیں پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا: نہ۔ کہا: یہ آدم ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ پھر وُہ تصویر رکھ کر دُوسرا خانہ کھولا، اُس میں سے ایک سیاہ ریشم کا کپڑا نکالا، اس میں خوب گورے رنگ کی تصویر تھی، مرد بسیار موئے سر مانند موئے قبطیاں، فراخ چشم، کشادہ سینہ، بزرگ سر (آنکھیں سُرخ، داڑھی خوبصورت) پُوچھا: انھیں جانتے ہو؟ ہم نے کہا: نہ۔ کہا: یہ نوح ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ پھر اسے رکھ کر اور خانہ کھولا، اس میں سے حریر سبز کا ٹکڑا نکالا اس میں نہایت گورے رنگ

---

[1] دلائل النبوۃ للبیہقی باب ماجاء الی کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی المقوقس دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/۳۹۶

Marfat.com

کی ایک تصویر تھی، مرد خوب چہرہ، خوش چشم، دراز بینی (کشادہ پیشانی)، رخسارے سُتے ہوئے، سر پرنشانِ پیری، ریش مبارک سپید نورانی، تصویر کی یہ حالت ہے کہ گویا جان رکھتی ہے، سانس لے رہی ہے (مُسکرا رہی ہے) کہا، ان سے واقف ہو؟ ہم نے کہا: نہ۔ کہا: یہ ابراہیم ہیں صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔ پھر اسے رکھ کر ایک اور خانہ کھولا، اس میں سے سبز ریشم کا پارچہ نکالا، اسے جو ہم نظر کریں تو محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصویر منیر تھی، بولا: انھیں پہچانتے ہو؟ ہم رونے لگے اور کہا: یہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، وُہ بولا: تمھیں اپنے دین کی قسم یہ محمد ہیں؟ ہم نے کہا: ہاں ہمیں اپنے دین کی قسم یہ حضور اکرم کی تصویر پاک ہے گویا ہم حضور کو حالتِ حیاتِ دُنیوی میں دیکھ رہے ہیں۔ اسے سنتے ہی وہ اچھل پڑا بے حواس ہوگیا سیدھا کھڑا ہُوا پھر بیٹھ گیا دیر تک دم بخود رہا پھر ہماری طرف نظر اٹھا کر بولا: اما انه اٰخر البیوت ولکنی عجلته لانظر ماعندکم[1] سُنئے ہو یہ خانہ سب خانوں کے بعد تھا مگر میں نے جلدی کرکے دکھایا کہ دیکھوں تمھارے پاس اس باب میں کیا ہے، یعنی اگر ترتیب وار دکھاتا آتا تو احتمال تھا کہ تصویر حضرت مسیح کے بعد دکھانے پر تم خواہ مخواہ کہہ دو کہ یہ ہمارے نبی کی تصویر ہے اس لئے میں نے ترتیب قطع کرکے اسے پیش کیا کہ اگر یہ وہی نبی موعود ہیں تو ضرور پہچان لوگے، بحمد اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہُوا، اور یہی دیکھ کر اس حرماں نصیب کے دل میں درد اُٹھا کہ حواس جاتے رہے اُٹھا بیٹھا دم بخود رہا،

واللہ متم نورہ ولو کرہ الکفرون[2] اللہ تعالےٰ اپنے نور کو تام فرمائیگا اگرچہ کافر ناپسند کریں، والحمد للہ رب العلمین[3] والحمد للہ رب العلمین۔ (ت)

ہمارا مطلب تو بحمد اللہ یہیں پُورا ہوگیا کہ یہ خانہ سب خانوں کے بعد ہے، اس کے بعد حدیث میں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تصاویر کریمہ کا ذکر ہے، حلیہ ہائے منورہ پر اطلاعِ مسلمین کے لئے اس کا خلاصہ بھی مناسب، یہاں تک کہ دونوں حدیثیں متفق تھیں، ترجمہ مختصراً حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا جو لفظ حدیث ہشام رضی اللہ عنہ سے بڑھائے خطوط ہلالی میں تھے، اب حدیثِ ہشام اتم و ازید ہے کہ اس میں پانچ انبیاء لوط و اسحٰق و یعقوب و اسمٰعیل و یوسف علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر شریف زائد ہے لہذا اسی سے

---

[1] جامع الاحادیث بحوالہ ابن عساکر عن المعافی عن عبادہ بن الصامت حدیث ۱۵۶۴۱ دار الفکر بیروت ۲۰/ ۶۳
دلائل النبوۃ للبیہقی باب ما وجد من صورۃ نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۳۸۶-۳۸۷
[2] القرآن الکریم ۶۱/ ۸
[3] ؍؍ ؍؍ ۱/ ۱

Marfat.com

اخذ کریں، اور جو مضمون حدیثِ عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں زائد ہو اُسے خطوطِ ہلالی میں بڑھائیں،

فرماتے ہیں پھر اس نے ایک اور خانہ کھولا، حریرِ سیاہ پر ایک تصویر گندمی رنگ سانولی نکالی (مگر حدیثِ عبادہ میں گورا رنگ ہے) مرد[عـه] مرغول موسخت گھونگر والے بال، آنکھیں جانب باطن مائل، تیز نظر، ترش رو دانت، باہم چڑھے ہونٹ، سمٹا جیسے کوئی حالتِ غضب میں ہو۔ ہم سے کہا: انھیں پہچانتے ہو؟ یہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، اور ان کے پہلو میں ایک اور تصویر تھی، صورت ان سے ملتی مگر سر میں خُوب تیل پڑا ہُوا، پیشانی کشادہ، پتلیاں جانب بینی مائل (سر مبارک مدوّر گول)، کہا: انھیں جانتے ہو؟ یہ ہارون علیہ السلام ہیں۔ پھر اور خانہ کھول کر حریرِ سپید پر ایک تصویر نکالی، مرد گندم گوں، سر کے بال سیدھے، قد میانہ، چہرے سے آثارِ غضب نمایاں، کہا: یہ لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، پھر حریرِ سپید پر ایک تصویر نکالی، گورا رنگ جس میں سُرخی جھلکتی، ناک اونچی رخسارے ہلکے چہرہ خوبصورت، کہا: یہ اسحٰق علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، پھر حریرِ سپید پر ایک تصویر نکالی، صورت صورتِ اسحٰق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مشابہ تھی مگر لبِ زیریں پر ایک تل تھا، کہا: یہ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ پھر حریرِ سیاہ پر ایک تصویر نکالی، رنگ گورا، چہرہ حسین، ناک بلند، قامت خوبصورت، چہرے پر نور درخشاں اور اس میں آثارِ خشوع نمایاں، رنگ میں سرخی کی جھلک تاباں، کہا: یہ تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جدِ کریم اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، پھر حریرِ سپید پر ایک تصویر نکالی کہ صورتِ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مشابہ تھی، چہرہ گویا آفتاب تھا، کہا: یہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ پھر حریرِ سپید پر ایک تصویر نکالی سرخ رنگ، باریک ساقیں، آنکھیں کم کھلی ہوئیں[عـه۲] جیسے کسی کو روشنی میں چوندھ لگے، پیٹ ابھرا ہُوا، قد میانہ، تلوار حمائل کئے، مگر حدیثِ عبادہ میں اس کے عوض

عـه الحمد للہ حدیثیں ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں ابو یعلیٰ و ابن عساکر نے بطریق یحییٰ بن ابی عمر والشیبانی عن ابی صالح عن ام ھانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیثِ معراج میں موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہی حلیہ روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

واما موسٰی فضخم آدم طوال، کانہ من رجال شنوأۃ کثیر الشعر، غائر العینین، متراکب الاسنان مقلص الشفۃ خارج اللثۃ، عابس[1]۔

لیکن موسیٰ علیہ السلام بھاری بدن، گندم گوں، طویل، گویا شنوہ قبیلہ کے لوگ، آنکھیں جانب باطن مائل، باہم چڑھے ہوئے دانت، باہم ملے ہوئے ہونٹ، لٹکی ڈاڑھی، سمٹا جیسے حالتِ غضب (ت)۔

اور یہیں سے ترجیح حدیثِ صحیح ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظاہر ہوئی کہ گندمی رنگ بتایا تھا ۱۲ منہ۔

عـه۲ یہ اس سالہا سال کے گریۂ خوفِ الٰہی کا اثر تھا جس کے باعث رخسارۂ انور پر دو خطِ سیاہ بن گئے تھے۔

---

[1] درمنثور بحوالہ ابی یعلیٰ و ابن عساکر تحت آیہ سبحٰن الذی منشورات مکتبۃ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۴/ ۱۴۸
المطالب العالیۃ بحوالہ ابی یعلیٰ حدیث ۴۲۸۷ دار الباز مکۃ المکرمۃ ۴/ ۲۰۲

Marfat.com

یوں ہے حریر سبز پر گوری تصویر جس کے عضو عضو سے نزاکت و دلکشی ٹپکتی، ساق و سرین خوب گول، کہا: یہ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ پھر حریر سپید پر ایک تصویر نکالی، فربہ سرین، پاؤں میں طول گھوڑے پر سوار (جس کے ہر طرف پر لگے تھے گردن دبی ہوئی، پشت کوتاہ، گورا رنگ) کہا: یہ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں (اور یہ پردار گھوڑا جس کے ہر جانب پر ہیں ہوا ہے کہ انھیں اٹھائے ہوئے ہے)۔ پھر حریر سیاہ پر ایک گوری تصویر نکالی، مرد جوان، داڑھی نہایت سیاہ، سر کے بال کثیر، چہرہ خوبصورت (آنکھیں حسین، اعضاء متناسب) کہا: یہ عیسٰی بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ ہم نے کہا: یہ تصویریں تیرے پاس کہاں سے آئیں، ہمیں یقین ہے کہ یہ ضرور سچی تصاویر ہیں کہ ہم نے اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تصویر کریم کے مطابق پائی۔ کہا: آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب عزوجل سے عرض کی تھی کہ میری اولاد کے انبیاء مجھے دکھادے حق سبحانہ تعالٰی نے ان پر تصاویر انبیاء اتاریں کہ مغرب شمس کے پاس خزانۂ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں تھیں، ذوالقرنین نے وہاں سے نکال کر دانیال علیہ السلام کو دیں (انھوں نے پارچہ ہائے حریر پر اتاریں کہ یہ بعینہا وہی چلی آتی ہیں) سُن لو خدا کی قسم مجھے آرزو تھی کاش میرا نفس ترک سلطنت کو گوارا کرتا اور میں مرتے دم تک تم میں کسی ایسے کا بندہ بنتا جو غلاموں کے ساتھ نہایت سخت برتاؤ رکھتا (مگر کیا کروں نفس راضی نہیں ہوتا) پھر ہمیں عمدہ جائزے دے کر رخصت کیا (اور ہمارے ساتھ آدمی کر کے سرحد اسلام تک پہنچادیا) ہم نے آکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حال عرض کیا، صدیق روئے اور فرمایا: مسکین اگر اللہ اس کا بھلا چاہتا وہ ایسا ہی کرتا، ہمیں رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے خبر دی کہ یہ اور یہودی اپنے یہاں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نعت پاتے ہیں۔[1]

تذییل دوم: مقوقس کے دربار میں فرمانِ نبوی

امام واقدی اور ابو القاسم بن عبد الحکم فتوح مصر میں بطریق ابان بن صالح راوی جب حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرمانِ اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم لے کر مقوقس نصرانی بادشاہ

ع۱ حدیث مذکور ام ہانی رضی اللہ تعالٰی عنہا میں حلیۂ سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہے قد میانہ سے زائد دراز سے کم، سینہ چوڑا، خون کی سرخی بدن پر جھلکتی، بال عمدہ ان کی سیاہی سرخی مائل ۱۲ منہ

ع۲ فائدہ: یہ نفیس جلیل حدیث طویل جس کا خلاصہ اختصار کے ساتھ تین ورق میں بیان ہوا بحمد اللہ صحیح ہے امام حافظ عماد الدین بن کثیر پھر امام خاتم الحفاظ سیوطی نے فرمایا: ھذا حدیث جید الاسناد ورجالہ ثقات ۱۲ منہ

---

[1] دلائل النبوۃ للبیہقی باب ما وجد من صورۃ نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مکتبۃ الاثریہ لاہور ۱/ ۳۸۸ تا ۳۹۰
جامع الاحادیث بحوالہ ابن عساکر عن المعافی عن عبادہ بن الصامت حدیث ۱۵۶۴۱ دار الفکر بیروت ۲۰/ ۶۳ و ۶۴
۵۲

مصر و اسکندریہ کے پاس تشریف لے گئے، اس نے اُن سے دریافت کیا کہ محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس بات کی طرف بُلاتے ہیں؟ اُنھوں نے فرمایا: توحید و نماز پنجگانہ و روزۂ رمضان و حج و وفائے عہد۔ پھر اس نے حضور کا حلیہ پوچھا اُنھوں نے باختصار بیان کیا، وہ بولا:

قد بقیت اشیاء لم تذکرها فی عینیه حمرة قلّت ما تفارقه وبین کتفیه خاتم النبوة الخ

ابھی اور باتیں باقی رہیں کہ تم نے نہ بیان کیں ان کی آنکھوں میں سُرخ ڈورے ہیں کہ کم کسی وقت جُدا ہوتے ہوں اور ان کے دونوں شانوں کے بیچ میں مُہرِ نبوت ہے۔

پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اور صفاتِ کریمہ بیان کرکے بولا:

قد کنت اعلم ان نبیا قد بقی وقد کنت اظن مخرجه بالشام، وهناك کانت تخرج الانبیاء قبله فاراه قد خرج فی ارض العرب فی ارض جهد و بؤس والقبط لا تطاوعنی علی اتباعه وسیظهر علی البلاد[1]

مجھے یقیناً معلوم تھا کہ ایک نبی باقی ہے اور مجھے گمان تھا کہ وہ شام میں ظاہر ہوگا کہ اگلے انبیاء نے وہاں ظہور کیا اب میں دیکھتا ہوں کہ انھوں نے عرب میں ظہور فرمایا، محنت میں مشقت کی زمین میں، اور قبطی ان کی پیروی میں میری نہ مانیں گے عنقریب وہ ان شہروں پر غلبہ پائیں گے۔

تتمہ حدیث: ابوالقاسم نے بطریق ہشام بن اسحٰق وغیرہ اور ابن سعد نے طبقات میں بطریق محمد بن عمر بن واقد اُن کے شیوخ سے روایت کیا کہ مقوقس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسی مضمون کی عرضی لکھی کہ:

قد علمت ان نبیا بقی وکنت اظن انه یخرج بالشام وقد اکرمت رسولك و بعثت الیك بهدیة[2]

مجھے یقین تھا کہ ایک نبی باقی ہے اور میرے گمان میں وہ شام سے ظہور کرتا اور میں نے حضور کے قاصد کا اعزاز کیا اور حضور کے لئے نذر حاضر کرتا ہوں۔

عبداللہ بن سلام کا واقعۂ ایمان

تذییل سوم: بیہقی دلائل میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی، جب میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا چرچا سُنا اور حضور کے صفت و نام و ہیئات اور جن جن باتوں کی ہم حضور

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب بحوالہ واقدی و ابن عبدالحکیم المقصد الثانی، الفصل الثالث، دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۳۵۰

[2] الطبقات الکبرٰی ذکر بعثۃ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ دار صادر بیروت ۱/ ۲۶۰

Marfat.com

توقع کررہے تھے سب پہچان لیں تو میں نے خاموشی کے ساتھ اسے دل میں رکھا یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے مجھے خبرِ رونق افروزی پہنچی میں نے تکبیر کہی میری پھوپھی بولی اگر تم موسٰی بن عمران علیہ الصلٰوۃ والسلام کا آنا سُنتے تو اس سے زیادہ کیا کرتے؟ میں نے کہا: اے پھوپھی! خدا کی قسم وہ موسٰی بن عمران کے بھائی ہیں جس بات پر موسٰی بھیجے گئے تھے اسی پر یہ بھی مبعوث ہُوئے ہیں، وُہ بولی:

یا ابن اخی اھو النبی الذی کنا نخبر به انه یبعث مع بعث الساعة، قلت لها نعم[1]

اے میرے بھتیجے! کیا یہ وُہ نبی ہیں جن کی ہم خبر دیے جاتے تھے کہ وہ قیامت کے ساتھ مبعوث ہوں گے؟ میں نے کہا: نعم ہاں، الحدیث۔

خطیب وابن عساکر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا احمد و محمد والحاشر والمقفی والخاتم[2]

میں احمد ہوں اور محمد، اور تمام جہان کو حشر دینے والا، اور سب انبیاء کے پیچھے آنے والا، اور نبوت ختم فرمانے والا، صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ہجرتِ حضرت عباس

ابو یعلٰی و طبرانی و شاشی و ابو نعیم فضائل الصحابہ میں اور ابن عساکر و ابن النجار حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے موصولًا اور رویانی و ابنِ عساکر محمد بن شہاب زہری سے مرسلًا راوی حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما عمِ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ میں (مکہ معظمہ سے) عرضی حاضر کی کہ مجھے اذن عطا ہو تو ہجرت کرکے (مدینہ طیبہ) حاضر ہوں۔ اس کے جواب میں حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ فرمان نافذ فرمایا:

یا عم اقم مکانك الذی انت فیه، فان اللّٰه یختم بك الهجرة کما ختم بی النبوة[3]

اے چچا! اطمینان سے رہو کہ تم ہجرت میں خاتم المہاجرین ہونے والے ہو جس طرح میں نبوت میں خاتم النبیین ہوں، صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

---

[1] دلائل النبوۃ للبیہقی باب ماجاء فی دخول عبد اللہ بن سلام علٰی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۵۳۰

[2] تاریخ بغدادی للخطیب ترجمہ ۲۵۰۱ احمد بن محمد السوطی دار الکتاب العربی بیروت ۵/ ۹۹

[3] تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ذکر من اسمہ عباس دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/ ۲۳۵

Marfat.com

امام اجل فقیہ محدث ابواللیث سمرقندی تنبیہ الغافلین میں فرماتے ہیں:

حدثنا ابوبکر محمد بن احمد ثنا ابوعمران ثنا عبدالرحمٰن ثنا داؤد ثنا عباد بن الکثیر عن عبد خیر عن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ.

ہمیں ابوبکر محمد بن احمد ان کو ابوعمران ان کو عبدالرحمٰن ان کو داؤد ان کو عباد بن کثیر ان کو عبد خیر سے انھوں نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا۔ (ت)

جب سورۃ اذا جاء نصر اللہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے مرض وصال شریف میں نازل ہوئی حضور فوراً برآمد ہوئے، پنجشنبہ کا دن تھا، منبر پر جلوس فرمایا، بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ مدینے میں ندا کردو "لوگو! رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی وصیت سننے چلو" یہ آواز سنتے ہی سب چھوٹے بڑے جمع ہوئے، گھروں کے دروازے ویسے ہی کھلے چھوڑ دیے یہاں تک کہ کنواریاں پردوں سے باہر نکل آئیں، حدیہ کہ مسجد شریف حاضرین پر تنگ ہوئی، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرمارہے ہیں اپنے پچھلوں کے لئے جگہ وسیع کرو، اپنے پچھلوں کے لئے جگہ وسیع کرو۔ پھر حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم منبر پر قیام فرما کر حمد و ثنائے الٰہی بجالائے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجی، پھر ارشاد ہوا:

انا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم العربی الحرمی المکی لانبی بعدی[1] الحدیث، ھذا المختصر۔

میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم عربی صاحب حرم محترم ومکہ معظمہ ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں، الحدیث۔ ہذا مختصر۔

مدینہ طیبہ میں حضور کی تشریف آوری

اللہ اللہ ایک وہ دن تھا کہ مدینہ طیبہ میں حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی دھوم ہے۔ زمین و آسمان میں خیر مقدم کی صدائیں گونج رہی ہیں، خوشی و شادمانی ہے کہ در و دیوار سے ٹپکی پڑتی ہے، مدینے کے ایک ایک بچے کا دمکتا چہرہ انا دانہ ہو رہا ہے، باچھیں کھلی جاتی ہیں، دل ہیں کہ سینوں میں نہیں سماتے، سینوں پر جامے تنگ، جاموں میں قبائے گل کا رنگ، نور ہے کہ جھما جھم برس رہا ہے، فرش سے عرش تک نور کا بقعہ بنا ہے، پردہ نشین کنواریاں شوق دیدار محبوب کردگار میں گاتی ہوئی باہر آتی ہیں کہ: ؎

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع[2]

(ہم پر چاند نکل آیا وداع کی گھاٹیوں سے، ہم پر خدا کا شکر واجب ہے جب تک دعا مانگنے والا دعا مانگے۔)

---

[1] تنبیہ الغافلین باب الرفق دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۴۳۷

[2] المواہب اللدنیۃ الہجرۃ الی المدینۃ متی انشد طلع البدر المکتب الاسلامی ۱/ ۳۱۳

Marfat.com

بنی النجار کی لڑکیاں کوچے کوچے محوِ نغمہ سرائی ہیں کہ ؎

نحن جوار من بنی النجار   یا حبذا محمد من جار[1]

ہم بنو نجار کی لڑکیاں ہیں، اے نجاریو! محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کیسا اچھا ہمسایہ ہے۔ ت)

ایک دن آج ہے کہ اس محبوب کی رخصت ہے، مجلسِ آخری وصیت ہے، مجمع تو آج بھی وہی ہے، بچوں سے بوڑھوں تک، مردوں سے پردہ نشینوں تک سب کا ہجوم ہے، ندائے بلال سنتے ہی چھوٹے بڑے سینوں سے دل کی طرح بے تابانہ نکلے ہیں، شہر بھر نے مکانوں کے دروازے کھلے چھوڑ دیے ہیں، دل کملائے، چہرے مرجھائے، دن کی روشنی دھیمی پڑ گئی کہ آفتاب جہاں تاب کی وداع نزدیک ہے۔ آسمان پژمردہ، زمین افسردہ، جدھر دیکھو سناٹے کا عالم، اتنا ازدحام اور ہُو کا مقام، آخری نگاہیں اس محبوب کے رُوئے حق نما تک کس حسرت و یاس کے ساتھ جاتی اور ضعفِ نومیدی سے ہلکان ہوکر بیخودانہ قدموں پر گر جاتی ہیں، فرطِ ادب سے لب بند مگر دل کے دھوئیں سے یہ صدا بلند ؎

کنت السواد لناظری   فعمی علیك الناظر

من شاء بعدك فلیمت   فعلیك کنت احاذر[2]

(میں اپنے دیکھنے والوں کے لئے سیاہ تھا پس اندھا کیا گیا آپ کو دیکھنے والے کو، پس جو چاہے آپ کے بعد مار ڈے، پس آپ پر ہی بھروسا تھا کہ مجھے بچالیں گے۔ ت)

اللہ کا محبوب، امت کا راعی کس پیار کی نظر سے اپنی پالی ہوئی بکریوں کو دیکھتا اور محبت بھرے دل سے انھیں حافظِ حقیقی کے سپرد کررہا ہے، شانِ رحمت کو ان کی جدائی کا غم بھی ہے اور فوج فوج امنڈتے ہوئے آنے کی خوشی بھی کہ محنت ٹھکانے لگی، جس خدمت کو ملک العرش نے بھیجا تھا باحسن الوجوہ انجام کو پہنچی۔

نوح کی ساڑھے نوسو برس وہ سخت مشقت اور صرف پچاس شخصوں کو ہدایت۔ یہاں تئیس[3] ہی سال میں بحمداللہ یہ روز افزوں کثرت۔ کنیز و غلام جوق جوق آرہے ہیں، جگہ بار بار تنگ ہوجاتی ہے، دفعہ دفعہ ارشاد ہوتا ہے: آنے والوں کو جگہ دو، آنے والوں کو جگہ دو۔ اس عام دعوت پر جب یہ مجمع ہولیا ہے سلطانِ عالم نے منبر اکرم پر قیام کیا ہے، بعد حمد و صلوٰۃ اپنے نسب و نام و قوم و مقام و فضائل عظام کا بیان ارشاد ہوا ہے۔ مسلمانو! خدارا پھر مجلسِ میلاد اور کیا ہے، وہی دعوتِ عام، وہی مجمع تام، وہی منبر و قیام، وہی بیان فضائل سید الانام علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام مجلسِ میلاد اور کس شے کا نام، مگر نجدی صاحبوں کو ذکرِ محبوب

---

[1] المواہب اللدنیۃ   الہجرۃ الی المدینۃ منی انشد طلع البدر   المکتب الاسلامی بیروت   ۱/ ۳۱۲

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍   المقصد العاشر   الفصل الاول (وفاتہ)   ؍؍ ؍؍ ؍؍   ۴/ ۵۴۴

Marfat.com

مٹانے سے کام و ربنا الرحمٰن المستعان وبہ الاعتصام وعلیہ التکلان (ہمارا رب رحمٰن مددگار ہے اور اسی ذات سے مضبوطی اور اسی پر اعتماد۔ ت)

چارپائے کلام کرتے ہیں

ابن حبان و ابن عساکر حضرت ابو منظور اور ابو نعیم بروجہ آخر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، جب خیبر فتح ہوا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک دراز گوش سیاہ رنگ دیکھا اس سے کلام فرمایا، وہ جانور بھی کلم میں آیا، ارشاد ہوا: تیرا کیا نام ہے؟ عرض کی: یزید بیٹا شہاب کا، اللہ تعالٰے نے میرے دادا کی نسل سے ساٹھ دراز گوش پیدا کئے کلھم لایرکبہ الا نبی اُن سب پر انبیاء سوار ہوا کئے وقد کنت اتوقعك ان ترکبنی، لم یبق من نسل جدی غیری ولا من الانبیاء غیرك مجھے یقینی توقع تھی کہ حضور مجھے اپنی سواری سے مشرف فرمائیں گے کہ اب اُس نسل میں سوا میرے اور انبیاء میں سوا حضور کے کوئی باقی نہیں، میں پہلے ایک یہودی کے پاس تھا اُسے قصدًا گرا دیا کرتا وہ مجھے بھوکا رکھتا اور مارتا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اس کا نام یعفور رکھا، جسے بُلانا چاہتے اسے بھیج دیتے چوکھٹ پر سر مارتا جب صاحبِ خانہ باہر آتا اُسے اشارے سے بتاتا کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم یاد فرماتے ہیں، جب حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے انتقال فرمایا وہ مفارقت کی تاب نہ لایا ابو الہیثم بن التیہان رضی اللہ تعالٰے عنہ کے کُنویں میں گر کر مرگیا۔[1]

هذا حديث ابی منظور ونحوه عن معاذ باختصار غيرانه ذكر مكان الاباء ثلثة اخوة واسمه مكان يزيد عمر وقال كلنا ركبنا الانبياء انا اصغرهم وكنت لك[2] الحديث قلت ولا عليك من دندنة العلامة ابن الجوزی كعادته عليه ولا من تحامل ابن دحية على حديث الضب المار سابقا فليس فيهما ما ينكر شرعا ولا فی

یہ ابو منظور کی حدیث ہے اور اسی کی مثل حضرت معاذ سے بطریق اختصار مروی ہے مگر انھوں نے آباء کی جگہ تین بھائیوں کا اور یزید کی جگہ نام عمر ذکر کیا اور اس نے کہا ہم سب پر انبیاء علیہم السلام سوار ہوئے جبکہ میں سب سے چھوٹا ہوں اور میں آپ کے لئے ہوں، الحدیث۔ قلت (میں کہتا ہوں) علامہ ابن جوزی کا اعتراض جیسا کہ اس کی عادت ہے تجھے مضر نہیں، اور نہ ہی ابن دحیہ کی سوسمار سے متعلق گزشتہ حدیث پر جسارت تجھے مضر ہے ان دونوں حدیثوں میں شرعی طور پر کوئی قابلِ انکار چیز نہیں

---

[1] المواہب اللدنیۃ بحوالہ ابن عساکر عن ابی منظور، مقصد رابع، فصل اول المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۵۵۲
[2] دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الثانی والعشرون عالم الکتب بیروت ص ۱۳۸

Marfat.com

سندهما كذاب ولا وضاع ولا متهم به فاني يأتيهما الوضع وهذا امام الشان العسقلاني قد اقتصر في حديث ابي منظور على تضعيفه وله شاهد من حديث معاذ كما ترى لاجرم ان قال الزرقاني نهايته الضعف لا الوضع[1] وقال هو والقسطلاني في حديث الضب (معجزاته صلى الله تعالٰى عليه وسلم فيها ما هو ابلغ من هذا وليس فيه ما ينكر شرعا خصوصا وقد رواه الائمة) الحافظ الكبار كابن عدي وتلميذه الحاكم وتلميذه البيهقي وهو لا يروي موضوعا والدارقطني وناهيك به (فنهايته الضعف لا الوضع) كما زعم كيف ولحديث ابن عمر طريق اٰخر ليس فيه السلمي رواه ابونعيم وورد مثله من حديث عائشة وابي هريرة عند غيرهما[2] اهـ قلت وقد اورد كلا الحديثين الامام خاتم الحفاظ في الخصائص الكبرى وقد قال في خطبتها نزهته عن الاخبار الموضوعة وما يرد[3] اهـ قلت وعزو الزرقاني

اور نہ ہی ان کی سندوں میں کوئی کذّاب اور وضاع اور متہم راوی ہے تو ان حدیثوں کا موضوع ہونا کہاں سے ہوا جبکہ امام عسقلانی نے ابو منظور کی حدیث کو ضعیف کہنے پر اقتصار کیا حالانکہ اس حدیث کا شاہد حضرت معاذ کی حدیث ہے جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں اسی بنا پر علامہ زرقانی نے فرمایا زیادہ سے زیادہ یہ ضعیف ہے موضوع نہیں ہے، اور انھوں نے اور امام قسطلانی نے بھی سوسمار والی حدیث کے متعلق فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات میں تو اس سے بڑھ کر واقعات ہیں جبکہ اس حدیث میں شرعی طور پر قابل انکار چیز بھی نہیں، خصوصاً جبکہ اس کو بڑے ائمہ حفاظ جیسے ابن عدی، ان کے شاگرد امام حاکم اور ان کے شاگرد امام بیہقی نے روایت کیا ہو، امام بیہقی تو موضوع روایت ذکر نہیں کرتے، اس کو دارقطنی نے روایت کیا ان کی سند تو تجھے کافی ہے تو زیادہ سے زیادہ یہ حدیث ضعیف ہو سکتی ہے موضوع نہیں ہے جیسا کہ بعض نے خیال کیا، موضوع کیسے کہا جائے جبکہ ابن عمر کی حدیث دوسرے طریقہ سے بھی مروی ہے جس میں سلمی مذکور نہیں اس طریق کو ابو نعیم نے روایت کیا اور حضرت عائشہ صدیقہ اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کی مثل دونوں کے غیر سے وارد ہے اھ قلت (میں کہتا ہوں) ان دونوں حدیثوں کو امام جلال الدین سیوطی

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ مقصد رابع، فصل اول، حدیث الضب، دار المعرفہ بیروت ۵/۱۴۸

[2] المواہب اللدنیہ " " " " المکتب الاسلامی بیروت ۲/۵۵۵

شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ " " " " دار المعرفہ بیروت ۵/۱۴۹-۵۰

[3] الخصائص الکبرٰی مقدمۃ المؤلف دار الکتب الحدیثہ بیروت ۱/۸

Marfat.com

حدیث الضب لابن عمر تبع فیه الماتن اعنی الامام القسطلانی صاحب المواھب وسبقھما الدمیری فی حیوۃ الحیوان الکبری لکن الذی رأیت فی الخصائص الکبرٰی والجامع الکبیر للامام الجلیل الجلال السیوطی ھو عزوہ لامیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنه کما قدمت وقد اوردہ فی الجامع فی مسند عمر فزیادۃ لفظ الابن اما وقع سھوا اویکون الحدیث من طریق ابن عمر عن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما فیصح العزو الی کل وان کان الاولی ذکرا لمنتھی ویحتمل علی بُعد عن کل منھما فاذن یکون مرویا عن ستۃ من الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم، واللہ تعالٰی اعلم۔

نے خصائص الکبرٰی میں ذکر فرمایا حالانکہ انھوں نے اس کتاب کے خطبہ میں فرمایا ہے میں نے اس کتاب کو موضوع اور مردود روایات سے دُور رکھا ہے اھ قلت (میں کہتا ہُوں) زرقانی کا سوسمار والی حدیث کو ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما کی طرف منسوب کرنا ماتن یعنی مصنف مواہب امام قسطلانی کی پیروی ہے جبکہ ان دونوں سے قبل علامہ دمیری نے حیوۃ الحیوان میں اس کو ذکر کیا لیکن میں نے امام جلال الدین سیوطی کی خصائص الکبرٰی اور جامع کبیر میں دیکھا انھوں نے اس کو امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف منسوب کیا ہے جیسا کہ میں پہلے ذکر کرچکا ہُوں، انھوں نے اسے اپنی جامع میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مسند میں ذکر فرمایا، تو "ابن" کا لفظ سہواً لکھا گیا ہے یا پھر ابن عمر کے ذریعے حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما سے مروی ہے لہذا دونوں حضرات کی طرف نسبت درست ہے اگرچہ منتہی راوی یعنی عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف منسوب کرنا اولٰی ہے اور بعید احتمال کے طور پر دونوں حضرات سے مستقل روایت بھی ہوسکتی ہے تو یوں چھ صحابہ سے یہ حدیث مروی ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

میرے بعد کوئی نبی نہیں

سعید بن ابی منصور وامام احمد وابن مردویہ حضرت ابو الطفیل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا نبوۃ بعدی الا المبشرات الرؤیا الصالحۃ۔[1]

میرے بعد نبوت نہیں مگر بشارتیں ہیں اچھے خواب۔

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابی الطفیل رضی اللہ تعالٰی عنہ دار الفکر بیروت ۵/ ۴۵۴
مجمع الزوائد کتاب التعبیر دار الکتاب بیروت ۷/ ۱۷۳

Marfat.com

احمد وخطیب اور بیہقی شعب الایمان میں اس کے قریب اُمّ المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا یبقی بعدی من النبوۃ شئ الا المبشرات الرؤیا الصالحۃ یراھا العبد او تری لہ[1]

میرے بعد نبوت سے کچھ باقی نہ رہے گا مگر بشارتیں اچھا خواب کہ بندہ آپ دیکھے یا اس کے لئے دوسرے کو دکھایا جائے۔

تیس کذاب ۳۰

ابوبکر ابن ابی شیبہ مصنف میں عبید بن عمرو لیثی اور طبرانی کبیر میں نعیم بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تقوم الساعۃ حتی یخرج ثلثون کذابا کلھم یزعم انہ نبی زاد[2] عبید قبل یوم القیٰمۃ۔

قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ اس سے پہلے تیس کذاب نکلیں ہر ایک اپنے آپ کو نبی کہتا ہو۔ عبید نے اس پر "قبل یوم القیمۃ" کو زائد کیا۔

اقول وانما اخرنا ھما الی التذییل بخلاف عین اللفظ المتقدم فی الحدیث الثانی والستین لان فی تتمتہ ان من قال فافعلوا بہ کذا وکذا وھذا العموم انما تم لاجل ختم النبوۃ اذ لو جاز ان یکون بعدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی صادق لما ساغ الامر المذکور بالعموم وان کان یاتی ایضا ثلثون او الوف من الکذابین بل کان یجب اقامۃ امارۃ تمیز الصادق من الکاذب والامر بالایقاع بمن ھو کاذب

اقول (میں کہتا ہوں) ان دونوں حدیثوں کو ہم نے تذییل کے آخر میں ذکر کیا برخلاف اسکے جو باسٹھویں حدیث میں پہلے گزرا عین لفظ اس کے کیونکہ اس کے آخر میں یوں ہے کہ جو بھی نبوت کا دعوٰی کرے اسے یہ یہ کرو۔ اور "جو بھی ایسا دعوٰی کرے اس سے یوں کرو" یہ عموم ختم نبوت کے لئے ہی تام ہو سکتا ہے کیونکہ اگر آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا جائز ہوتا تو پھر یہ عام حکم ایسے لوگ تیس ہوں یا ہزاروں ہوں سب کو شامل نہ ہوتا بلکہ پھر سچے اور جھوٹے نبی کی تمیز میں کوئی امتیازی علامت بیان کرکے "یہ یہ کرنے" کا حکم ان میں سے صرف کاذبین کے لئے ہوتا

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل حدیث سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دار الفکر بیروت ۶/ ۱۲۹
تاریخ بغداد للخطیب ترجمہ ۵۸۳۶ عبد الغالب بن جعفر دار الکتاب العربی بیروت ۱۱/ ۱۴۰

[2] مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الفتن حدیث ۱۹۴۱۱ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۵/ ۱۷۰

Marfat.com

منهم لا غير کما لا یخفی والی الله المشتکی من ضعفنا فی هذہ الزمان الکثیر فجارہ القلیل انصارہ الغالب کفارہ البین عوارہ وقد ظهر الآن بعض هؤلاء الدجالین الکذابین فلو اراد الله باحدهم شیئاً یطیروا بالسلم والمسلم انما حدث فانا لله وانا الیه راجعون لکن الاحتراس کان اسلم للمسلم وانفی للفساد فاجبنا الاقتصار علی القدر المراد والله المستعان وعلیه التکلان ولاحول ولاقوۃ الا بالله العلی العظیم۔

ہر ایک کے لئے نہ ہوتا، جیسا کہ ظاہر ہے، اور اللہ تعالیٰ سے ہی اس زمانہ میں ہمیں اپنے کمزور ہونے کی شکایت ہے یہ زمانہ جس میں فجار کی کثرت، مددگاروں کی قلت، کافروں کا غلبہ اور کج روی عام ہے جبکہ اب بعض ایسے کذاب دجال لوگ ظاہر ہوئے ہیں، اگر ایسے دجالوں کو اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے کچھ ہوگیا تو اس کو مسلمانوں کی طرف منسوب کیا جائے گا کہ انھوں نے ایسی حدیث بیان کی جس پر یہ کچھ ہوا ہم اللہ تعالیٰ کی ملک ہیں اور اس کی طرف ہمارا لوٹنا ہے تاہم مسلمانوں کو اپنی حفاظت مناسب ہے اور فساد کو دفع کرنا زیادہ بہتر ہے تو اس لئے صرف مراد کو بیان کرنا ہی پسند کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی سے مدد اور اسی پر توکل ہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ (ت)

علی بمنزلہ ہارون ہیں

خطیب حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

انما علی منی بمنزلۃ ھارون من موسٰی الا انہ لا نبی بعدی[1]

علی مجھ سے ایسا ہے جیسا موسٰی سے ہارون (کہ بھائی بھی اور نائب بھی) مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

امام احمد مناقب امیر المومنین علی میں مختصراً، اور بغوی وطبرانی اپنی معاجیم، باوردی معرفت، ابن عدی کامل، ابو احمد حاکم کنی میں بطریق امام بخاری، ابن عساکر تاریخ میں نسب زید بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث طویل میں راوی وھذا حدیث احمد (یہ حدیث احمد ہے۔ ت) جب حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باہم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں بھائی چارہ کیا امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے عرض کی: میری جان نکل گئی اور پیٹھ ٹوٹ گئی، یہ دیکھ کر حضور نے اصحاب کے ساتھ کیا جو میرے ساتھ نہ کیا یہ اگر مجھ سے کسی ناراضی کے سبب ہے تو حضور ہی کے لئے منانا اور عزت ہے

---

[1] تاریخ بغداد للخطیب ترجمہ ۴۰۲۳ الحسن بن یزید دار الکتاب العربی بیروت ۷/۴۵۳

Marfat.com

رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا :

والذی بعثنی بالحق ما اخرتك الا لنفسی وانت منی بمنزلۃ ھارون من موسٰی غیر انہ لا نبی بعدی[1]

قسم اُس کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا میں نے تمھیں خاص اپنے لئے رکھ چھوڑا ہے تم مجھ سے ایسے ہو جیسے ہارون موسٰی سے مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں تم میرے بھائی اور وارث ہو۔

امیر المومنین نے عرض کی : مجھے حضور سے کیا میراث ملے گی ؟ فرمایا : جو اگلے انبیاء کو ملی۔ عرض کی : اُنھیں کیا ملی تھی ؟ فرمایا : خدا کی کتاب اور نبی کی سنّت، اور تم میرے ساتھ جنت میں میری صاحبزادی کے ساتھ میرے محل میں ہوگے اور تم میرے بھائی اور رفیق ہو۔

ابن عساکر بطریق عبد اللہ بن محمد بن عقیل عن ابیہ عن جدہٖ عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ راوی، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت عقیل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا : خدا کی قسم میں تمھیں دو جہت سے دوست رکھتا ہوں، ایک تو قرابت، دوسرے یہ کہ ابوطالب کو تم سے محبت تھی، اے جعفر ! تمھارے اخلاق میرے اخلاقِ کریمہ سے مشابہ ہیں،

ع في نسخة كنز العمال المطبوعة عن عبد الله بن عقيل عن ابيه عن جده عقيل وهو خطاء و صوابه عبد الله بن محمد بن عقيل، عبد الله تابعي صدوق من رجال الاربعة ماخلا النسائي قال الذهبي حديثه في مرتبة الحسن وابوه تابعي مقبول رجال ابن ماجة ۱۲ منه (م)

ع کنز العمال کے مطبوعہ نسخہ میں عبد اللہ بن عقیل اپنے والد ماجد اور ان کے دادا عقیل سے راوی جبکہ یہ خطا ہے اور صحیح یہ ہے عبد اللہ بن محمد بن عقیل، یہ عبد اللہ تابعی ہیں نہایت صادق، نسائی کے ماسوا سنن صحاح کے راویوں میں شمار ہیں، امام ذہبی نے فرمایا ان کی روایت حسن کے مرتبہ میں ہے اور ان کے والد بھی تابعی اور مقبول ابن ماجہ کے راویوں میں شمار ہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] تاریخ دمشق لابن عساکر ذکر من اسمہ سلمان ترجمہ سلمان بن الاسلام الفارسی دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/ ۲۰۳
فضائل الصحابۃ لاحمد بن حنبل حدیث ۱۰۸۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۲/ ۶۳۸ - ۳۹

Marfat.com

واما انت یا علی فانت منی بمنزلۃ ھارون من موسٰی غیر انی لا نبی بعدی۔[1] تم اے علی! مجھ سے ایسے ہو جیسے موسٰی سے ہارون مگر یہ کہ میرے بعد نبی نہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم، آمین!

الحمد للہ تین چہل حدیث کا عدد تو کامل ہوا جن میں چوراسی حدیثیں مرفوع تھیں اور سترہ تذییلات علاوہ پہلے گزری تھیں سات اس تکمیل میں بڑھیں، ان سترہ میں بھی پانچ مرفوع تھیں تو جملہ مرفوعات یعنی وہ حدیثیں جو خود حضور پرنور خاتم النبیین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی حضور کے ارشاد وتقریر کی طرف منتہی ہیں نواسی ہوئیں لہٰذا چاہا کہ ایک حدیث مرفوع اور شامل ہو کہ نوّے احادیث مرفوعہ کا عدد کامل ہو نیز ان اللہ وتر یحب الوتر (اللہ واحد ہے اور واحد کو پسند کرتا ہے۔ ت) کا فضل حاصل ہو۔

میں آخری نبی اور میری امت آخری امت ہے

بیہقی سنن میں حضرت ابن زمل جہنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث طویل رؤیا میں راوی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد نماز صبح پاؤں بدلنے سے پہلے ستر بار سبحان اللہ وبحمدہٖ واستغفر اللہ ان اللہ کان توابا پڑھتے پھر فرماتے یہ ستّر سات سَو کے برابر ہیں نرا بے خیر ہے جو ایک دن میں سات سَو سے زیادہ گناہ کرے (یعنی ہر نیکی کم از کم دس ہے من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا، تو یہ ستّر کلمے سات سو نیکیاں ہوئے اور ہر نیکی کم از کم ایک بدی کو محو کرتی ہے ان الحسنات یذھبن السیاٰت، تو اس کے پڑھنے والے کے لئے نیکیاں ہی غالب رہیں گی مگر وہ کہ دن میں سات سو گناہ سے زیادہ کرے اور ایسا سخت ہی بے خیر ہوگا وحسبنا اللہ ونعم الوکیل)

پھر لوگوں کی طرف مُنہ کرکے تشریف رکھتے اور اچھا خواب حضور کو خوش آتا دریافت فرماتے: کسی نے کچھ دیکھا ہے؟ ابن زمل نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ فرمایا: بھلائی پاؤ اور برائی سے بچو ہمیں اچھا اور ہمارے دشمنوں پر بُرا، رب العالمین کے لئے ساری خوبیاں ہیں خواب بیان کرو۔ انھوں نے عرض کی: میں نے دیکھا کہ سب لوگ ایک وسیع نرم بے نہایت راستے پر ہیچ شارع عام میں

ع بعد حدیث ۱۰ تذییل اول دو حدیث عبادہ بن صامت وہشام بن عاص، وتذییل دوم دو حدیث حاطب وشیوخ واقدی، وتذییل سوم حدیث ابن سلام وبعد حدیث ۱۷ دو حدیث عبید ونعیم رضی اللہ تعالٰی عنہم ۱۲ منہ (م)

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن عبداللہ بن عقیل حدیث ۳۳۶۱۶ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۱/ ۶۳۹

Marfat.com

چل رہے ہیں ناگہاں اس راہ کے لبوں پر خوبصورت سبزہ زار نظر آیا کہ ایسا کبھی نہ دیکھا تھا اس کا لہلہاتا سبزہ چمک رہا ہے شادابی کا پانی ٹپک رہا ہے، اس میں ہر قسم کی گھاس ہے، پہلا ہجوم آیا، جب اس سبزہ زار پر پہنچے تکبیر کہی اور سواریاں سیدھے راستے پر ڈالے چلے گئے اِدھر اُدھر اصلاً نہ پھرے، پھر اس مرغزار کی طرف کچھ التفات نہ کیا، پھر دوسرا ہلہ آیا کہ پہلوں سے کئی گنا زائد تھا، جب سبزہ زار پر پہنچے تکبیر کہی راہ پر چلے مگر کوئی کوئی اس چراگاہ میں چرانے بھی لگا اور کسی نے چلتے میں ایک مُٹھا لے لیا پھر روانہ ہوئے، پھر عام ازدحام آیا، جب یہ سبزہ زار پر پہنچے تکبیر کہی اور بولے یہ منزل سب سے اچھی ہے یہ اِدھر اُدھر پڑ گئے میں ماجرا دیکھ کر سیدھا راہ پڑ لیا، جب سبزہ زار سے گزر گیا تو دیکھا کہ سات زینے کا ایک منبر ہے اور حضور اس کے سب سے اونچے درجے پر جلوہ فرما ہیں، حضور کے آگے ایک سال خوردہ لاغر ناقہ ہے حضور اس کے پیچھے تشریف لیے جاتے ہیں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ راہ نرم و وسیع وہ ہدایت ہے جس پر میں تمہیں لایا اور تم اس پر قائم ہو اور وہ سبزہ زار دنیا اور اس کے عیش کی تازگی ہے میں اور میرے صحابہ تو چلے گئے کہ دنیا سے اصلاً علاقہ نہ رکھا نہ اسے ہم سے تعلق ہوا نہ ہم نے اسے چاہا نہ اس نے ہمیں چاہا پھر دوسرا ہجوم ہمارے بعد آیا وہ ہم سے کئی گنا زیادہ ہے، ان میں سے کسی نے چرایا کسی نے گھاس کا مُٹھا لیا اور نجات پا گئے، پھر بڑا ہجوم آیا وہ سبزہ زار میں دہنے بائیں پڑ گئے تو انا للہ وانا الیہ راجعون اور اے ابن زمل تم اچھی راہ پر چلتے رہو گے یہاں تک کہ مجھ سے ملو اور وہ سات زینے کا منبر جس کے درجۂ اعلیٰ پر مجھے دیکھا یہ جہان ہے اس کی عمر سات ہزار برس کی ہے اور میں اخیر ہزار میں ہوں، واما الناقة التی رأیت ورأیتنی اتبعها فهی الساعة علینا تقوم لا نبی بعدی ولا امة بعد امتی اور وہ ناقہ جس کے پیچھے مجھے جاتا دیکھا قیامت ہے ہمارے ہی زمانے میں آئے گی، نہ میرے بعد کوئی نبی نہ میری اُمت کے بعد کوئی امت۔ صلی اللہ تعالیٰ علیک وعلی آلک اجمعین وبارک وسلم، وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

تسجیل جمیل: بحمد اللہ بیس احادیث علیہ کے علاوہ خاص مقصود محمود ختم نبوت پر یہ ایک سو ایک حدیثیں ہیں دس تذییلات ایک سو اکیس شمارہ جن میں نوتے مرفوع ہیں اور ان کے رواۃ دو صحابہ کرام

ے کنز العمال بحوالہ البیہقی حدیث ۳۲۰۱۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۵۱۰ تا ۵۲۱
المعجم الکبیر حدیث ۸۱۴۶ عن ابن زمل الجہنی المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/۳۶۲ و ۳۶۷

Marfat.com

گیارہ تابعی

صحابہ و تابعین جن میں صرف گیارہ تابعی :

۱- امام اجل محمد باقر
۲- سعد بن ثابت
۳- ابن شہاب زہری
۴- عامر شعبی
۵- عبداللہ بن ابی الھذیل
۶- علاء بن زیاد
۷- ابوقلابہ
۸- کعب احبار
۹- مجاھد مکی
۱۰- محمد بن کعب قرظی
۱۱- وہب بن منبہ

اکاون صحابہ

باقی ساٹھ[۶۰] صحابی ازاں جملہ اکاون[۵۱] صحابہ خاص اصول مرویات میں :

۱۲- ابی بن کعب
۱۳- ابو امامہ باہلی
۱۴- انس بن مالک
۱۵- اسماء بنت عمیس
۱۶- براء بن عازب
۱۷- بلال مؤذن
۱۸- ثوبان مولی رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
۱۹- جابر بن سمرہ
۲۰- جابر بن عبداللہ
۲۱- جبیر بن مطعم
۲۲- حبیش بن جنادہ
۲۳- حذیفہ بن اُسید
۲۴- حذیفہ بن الیمان
۲۵- حسان بن ثابت
۲۶- حویصہ بن مسعود
۲۷- ابوذر
۲۸- ابن زمل
۲۹- زیاد بن لبید
۳۰- زید بن ارقم
۳۱- زید بن ابی اوفی
۳۲- سعد بن ابی وقاص
۳۳- سعید بن زید
۳۴- ابوسعید خدری
۳۵- سلمان فارسی
۳۶- سہل بن سعد
۳۷- ام المومنین ام سلمہ
۳۸- ابوالطفیل عامر بن ربیعہ
۳۹- عامر بن ربیعہ
۴۰- عبداللہ بن عباس
۴۱- عبداللہ بن عمر

Marfat.com

۴۲- عبدالرحمٰن بن غنم
۴۳- عدی بن ربیعہ
۴۴- عرباض بن ساریہ
۴۵- عصمہ بن مالک
۴۶- عقبہ بن عامر
۴۷- عقیل بن ابی طالب
۴۸- امیرالمومنین علی
۴۹- امیرالمومنین عمر
۵۰- عوف بن مالک اشجعی
۵۱- ام المومنین صدیقہ
۵۲- ام کرز
۵۳- مالک بن حویرث
۵۴- مالک بن سنان والد ابی سعید خدری
۵۵- محمد بن عدی بن ربیعہ
۵۶- معاذ بن جبل
۵۷- امیر معاویہ
۵۸- مغیرہ بن شعبہ
۵۹- ابن اُم مکتوم
۶۰- ابو منظور
۶۱- ابو موسیٰ اشعری
۶۲- ابو ہریرہ

اور **نو صحابی** تذییلات میں:

۶۳- حاطب بن ابی بلتعہ
۶۴- عبداللہ ابن ابی اوفیٰ
۶۵- عبداللہ بن زبیر
۶۶- عبداللہ بن سلام
۶۷- عبداللہ بن عمرو بن عاص
۶۸- عبادہ بن صامت
۶۹- عبید بن عمرو لیثی
۷۰- نعیم بن مسعود
۷۱- ہشام بن عاص رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین۔

ختم نبوت پر دیوبندی عقیدہ

ان احادیث کثیرہ وافرہ شہیرہ متواترہ میں صرف گیارہ حدیثیں وہ ہیں جن میں فقط نبوت کا انھیں الفاظ موجودہ قرآن عظیم سے ذکر ہے جن میں آج کل کے بعض ضُلّال قاسمانِ کُفر و ضلال نے تحریف معنوی کی اور معاذ اللہ حضور کے بعد اور نبوتوں کی نیو جمانے کو خاتمیت بمعنی نبوت بالذات لی یعنی معنی خاتم النبیین صرف اس قدر ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نبی بالذات ہیں اور انبیاء نبی بالعرض، باقی زمانے میں تمام انبیاء کے بعد ہونا حضور کے بعد اور کسی کو نبوت ملنی ممتنع ہونا یہ معنی ختم نبوت نہیں اور صاف لکھ دیا کہ حضور کے بعد بھی کسی کو نبوت مل جائے تو ختم نبوت کے اصلاً منافی نہیں اُس کے رسالہ ضلالت مقالہ کا خلاصہ

Marfat.com

عبارت یہ ہے :

قاسم نانوتوی کا عقیدہ

" عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنیٰ ہے کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہلِ فہم پر روشن کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقامِ مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا کیونکر صحیح ہوسکتا بلکہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہوجاتا ہے ، اسی طور پر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی خاتمیت کو تصور فرمایئے آپ موصوف بوصفِ نبوت بالذات ہیں اور نبی موصوف بالعرض ایں معنی جو میں نے عرض کیا آپ کا خاتم ہونا انبیائے گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے[1] اھ ملتقطاً ۔

مسلمانو ! دیکھا اس ملعون ناپاک شیطانی قول نے ختم نبوت کی کیسی جڑ کاٹ دی ، خاتمیتِ محمدیہ علٰی صاحبہا الصلٰوۃ والتحیۃ کہ وہ تاویل گھڑی کہ خاتمیت خود ہی ختم کردی صاف لکھ دیا کہ اگر حضور خاتم الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلٰوۃ والثنا کے زمانے میں بلکہ حضور کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو تو ختمِ نبوت کے کچھ منافی نہیں اللہ اللہ جس کفر ملعون کے موجد کو خود قرآنِ عظیم کا وخاتم النبیین فرمانا نافع نہ ہُوا کما قال تعالٰے (جیسا کہ اللہ تعالٰے نے فرمایا ۔ ت) :

وننزّل من القراٰن ما ھو شفاء ورحمۃ للمؤمنین ولا یزید الظّٰلمین الّا خسارا[2] ۝	اتارتے ہیں ہم اس قرآن سے وُہ چیز کہ مسلمانوں کے لئے شفاء و رحمت ہے اور ظالموں کو اس سے کچھ نہیں بڑھتا سوا زیان کے ۔

اُسے احادیث میں خاتم النبیین فرمانا کیا کام دے سکتا ہے فبای حدیث بعدہ یؤمنون[3] قرآن کے بعد اور کون سی حدیث پر ایمان لائیں گے ۔

---

[1] تحذیر الناس — مطبوعہ دار الاشاعت کراچی — ص ۱۸ و ۲۴

[2] القرآن الکریم ۱۷/۸۲

[3] " " ۷/۱۸۵

Marfat.com

صحابۂ کرام اور ختمِ نبوت

فقیر غفرلہ المولی القدیر نے ان احادیث کثیرہ میں صرف گیارہ حدیثیں ایسی لکھیں جن میں تنہا ختمِ نبوت کا ذکر ہے باقی نوّے ۹۰ احادیث اور اکثر تذییلات، اُن پر علاوہ سَو سے زائد حدیثیں وہی جمع کیں کہ بالتصریح حضور کا اسی معنے پر خاتم ہونا بتا رہی ہیں جسے وُہ گمراہ ضال عوام کا خیال جانتا ہے اور اس میں نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے کوئی تعریف نہیں مانتا، صحابہ کرام و تابعین عظام کے ارشادات کہ تذییلوں میں گزرے، مثلاً:

۱ - امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عرض کی کہ اللہ تعالےٰ نے حضور کو سب انبیاء کے بعد بھیجا۔

۲ - انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول تمہارے نبی آخر الانبیاء ہیں۔

۳ - عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ارشاد کہ اُن کے بعد کوئی نبی نہیں۔

۴ - امام باقر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا قول کہ وُہ سب انبیاء کے بعد بھیجے گئے۔

انھیں تو یہ گمراہ کب سُنے گا کہ وہ اسی وسوسۃ الخناس میں صاف یہ خود بھی بتا یا گیا ہے کہ وہ سلف صالح کے خلاف چلا ہے اور اس کا عذر یوں پیش کیا کہ:

"اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو اُن کی شان میں کیا نقصان آگیا اور کسی طفل ناداں نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا وہ عظیم الشان ہوگیا۔"

مگر آنکھیں کھول کر خود محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی متواتر حدیثیں دیکھئے کہ:

۱ - میں عاقب ہُوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔

۲ - میں سب انبیاء میں آخر نبی ہوں۔

۳ - میں تمام انبیاء کے بعد آیا۔

۴ - ہمیں پچھلے ہیں۔

۵ - میں سب پیغمبروں کے بعد بھیجا گیا۔

۶ - قصرِ نبوت میں جو ایک اینٹ کی جگہ تھی مجھ سے کامل کی گئی۔

۷ - میں آخر الانبیاء ہُوں۔

۸ - میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

۹ - رسالت و نبوت منقطع ہوگئی اب نہ کوئی رسول ہوگا نہ نبی۔

۱۰ - نبوت میں سے اب کچھ نہ رہا سوا اچھے خواب کے۔

۱۱ - میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔

Marfat.com

۱۲۔ میرے بعد دجّال کذّاب ادعائے نبوت کریں گے۔

۱۳۔ میں خاتم النبیین ہُوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

۱۴۔ نہ میری اُمّت کے بعد کوئی اُمت۔

ادھر علمائے کُتبِ سابقہ اللہ و رسل جل جلالہٗ و صلے اللہ تعالےٰ علیہم وسلم کے ارشادات سُن سُن کر شہادات ادا کریں گے کہ:

۱۔ احمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم خاتم النبیین ہوں گے اُن کے بعد کوئی نبی نہیں۔

۲۔ ان کے سوا کوئی نبی باقی نہیں۔

۳۔ وُہ آخر الانبیاء ہیں۔

ادھر ملائکہ و انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کی صدائیں آرہی ہیں کہ:

۴۔ وہ پسینِ پیغمبراں ہیں۔

۵۔ وہ آخرِ مرسلاں ہیں۔

خود حضرت عزّت عزّتہٗ سے ارشادات جانفزا و دلنواز آرہے ہیں کہ:

۶۔ محمّد ہی اوّل و آخر ہے۔

۷۔ اس کی اُمت مرتبے میں سب سے اگلی اور زمانے میں سب سے پچھلی۔

۸۔ وُہ سب انبیاء کے پیچھے آیا۔

۹۔ اے محبوب! میں نے تجھے آخر النبیین کیا۔

۱۰۔ اے محبوب! میں نے تجھے سب انبیاء سے پہلے بنایا اور سب کے بعد بھیجا۔

۱۱۔ محمّد آخر الانبیاء ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

مگر یہ ضالِ مضل محرفِ قرآن مغیرِ ایمان ہے کہ نہ ملائکہ کی سُنے نہ انبیاء کی، نہ مصطفےٰ کی مانے نہ اُن کے خدا کی۔ سب کی طرف سے ایک کان گونگا ایک بہرا، ایک دیدہ اندھا ایک پھوٹا۔ اپنی ہی ہانک لگائے جاتا ہے کہ یہ سب نافہمی کے اوہام، خیالاتِ عوام ہیں۔ آخر الانبیاء ہونے میں فضیلت ہی کیا ہے انّا للہ

؎۱ نیز تذییلات میں مقوقس کی دو حدیثیں گزریں کہ ایک نبی باقی تھے وہ عرب میں ظاہر ہُوئے، ہرقل کی دو حدیثیں کہ یہ خانہ آخر البیوت تھا، عبداللہ بن سلام کی حدیث کہ وُہ قیامت کے ساتھ مبعوث ہوئے، ایک حبر کا قول کہ وہ امت آخرہ کے نبی ہیں بلکہ جبریل علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی عرض کہ حضور سب پیغمبروں سے زمانے میں متاخر ہیں۔ (م)

Marfat.com

وانا الیہ راجعون ○

كذلك يطبع الله على كل متكبر جبار[1] ○ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب[2] ○

اللہ یونہی مُہر کر دیتا ہے متکبر سرکش کے دل پر۔ اے رب ہمارے! ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اس کے کہ تُو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر بیشک تُو ہی بڑا دینے والا۔

ہاں ان نوّے[90] حدیثوں میں تین حدیثیں صرف بلفظ خاتمیت بھی ہیں، دو[12] حدیث سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ اے چچا! جس طرح اللہ تعالٰی نے مجھ پر نبوت ختم کی تم پر ہجرت کو ختم فرمائے گا، جیسے میں خاتم النبیین ہُوں تم خاتم المہاجرین ہوگے۔

شاید وہ گمراہ یہاں بھی کہہ دے کہ تمام مہاجرین کرام مہاجر بالعرض تھے حضرت عباس مہاجر بالذات ہوئے۔

ایک اور حدیث الٰہی جل وعلا کہ میں ان کی کتاب پر کتابوں کو ختم کروں گا اور ان کے دین وشریعت پر ادیان شرائع کو۔

او گمراہ! اب یہاں بھی کہہ دے کہ اور دین دین بالعرض تھے یہ دین دین بالذات ہے، توریت وانجیل وزبور اللہ تعالٰی کے کلام بالعرض تھے قرآن کلام بالذات ہے مگر ہے یہ کہ:

من لم يجعل الله له نورا فما له من نور[3] ○ نسأل الله العفو والعافية ونعوذ به من الحور بعد الكور والكفر بعد الايمان والضلال بعد الهدى ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم وصلى الله تعالى على سيدنا ومولانا محمد اخر المرسلين وخاتم النبيين وأله و

جس کے لئے اللہ تعالٰی نور نہ بنائے تو اس کے لئے کوئی نور نہیں، ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کے طلبگار ہیں، اور ہم سنورنے کے بعد بگڑنے اور ایمان کے بعد کفر اور ہدایت کے بعد گمراہی سے اس کی پناہ کے طالب ہیں، حرکت اور طاقت نہیں مگر صرف اللہ تعالٰی سے جو بلند وعظیم ہے، اللہ تعالٰی کی صلواتیں ہمارے آقا و مولٰی محمد صلے اللہ

---

[1] القرآن الکریم ۴۰/ ۳۵

[2] " " ۳/ ۸

[3] " " ۲۴/ ۴۰

Marfat.com

صحبہ اجمعین ، والحمد للہ رب العٰلمین ۔

علیہ وسلم پر جو رسولوں کے آخری اور نبیوں کے آخری ہیں اور آپکی سب آل و اصحاب پر، والحمد للہ رب العالمین (ت)

دیوبندی اور شیعہ عقائد میں مماثلت

الحمد للہ کہ بیان اپنے منتہیٰ کو پہنچا اور حق کا وضوح ذروۂ اعلیٰ کو۔ احادیث متواترہ سے اصل مقصد یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتم النبیین اور اہلبیت کرام کا نبوت و رسالت سے بے علاقہ ہونا تو بوجہ تواتر قطعی خود ہی روشن و آشکارا ہوا اور اس کے ساتھ طائفہ تالفہ وہابیہ قاسمیہ کو خاتم النبیین کو بمعنی آخر النبیین نہ ماننا، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اور نبی ہونے سے ختم نبوت میں نقصان نہ جاننا اس کے کفر خفی و نفاق جلی کا بھی بفضلہ تعالیٰ خوب اظہار ہُوا اور ساتھ لگے رافضیوں کے چھوٹے بھائی حضرات تفضیلیہ کی بھی شامت آئی ، اسد الغالب کی بارگاہ سے اسّی کوڑوں کی سزا پائی ، ان چھوٹے مبتدعوں کا رد یہاں محض تبعاً و استطراداً مذکور، ورنہ ان کے ابطال مشرب ضلال سے قرآن عظیم و احادیث مرفوعہ و اقوال اہلبیت و صحابہ و ارشادات امیر المومنین علی مرتضیٰ و اولیائے کرام و علمائے اعلام و دلائل شرعیہ اصلیہ و فرعیہ کے دفتر معمور، جس کی تفصیل جلیل و تحقیق جزیل فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کی کتاب مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین ۱۲ھ۹۷ میں مسطور ہے۔

منکرانِ ختم نبوت پر علمائے اسلام کی گرفت

اب بتوفیقہ تعالیٰ تکفیر منکران ختم نبوت میں بعض نصوص ائمہ کرام لکھ کر بقیہ سوال کی طرف عنان گردانی منظور۔

علامہ تورپشتی

(نص ۱) امام علامہ شہاب الدین فضل اللہ بن حسین تورپشتی حنفی معتمد فی المعتقد میں فرماتے ہیں :

بحمد اللہ ایں مسئلہ در اسلامیان روشن تر ازان ست کہ آنرا بکشف و بیان حاجت نہ افتد اما ایں مقدار از قرآن از ترس آں یاد کردیم کہ مبادا زندیقے جاہلے را در شبہتے اندازد و بسیار باشد کہ ظاہر نیارد کردن و بدیں طریقہا پائے در نہند کہ خدائے تعالیٰ بر ہمہ چیز قادر ست کسے قدرت او را منکر نیست اما چوں خدائے تعالیٰ

بحمد اللہ تعالیٰ یہ مسئلہ مسلمانوں میں روشن تر ہے کہ اسے بیان و وضاحت کی حاجت کیا ہے لیکن قرآن سے کچھ اس لئے بیان کر رہے ہیں کہ کسی زندیق کے لئے کسی جاہل کو شبہ میں مبتلا کرنے کا خطرہ نہ رہے لبسا اوقات کھُلی بات کی بجائے یُوں فریب دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے کوئی اس کی قدرت کا انکار نہیں کر سکتا لیکن جب اللہ تعالیٰ

Marfat.com

از چیزے خبر دہد کہ چنیں خواھد بودن یا نخواہد بودن[۱۸] جز چناں نباشد کہ خدائے تعالٰی ازاں خبر دہد و خدائے تعالٰی خبر داد کہ بعد از وے نبی دیگر نباشد و منکر ایں مسئلہ کسے تواند بود کہ اصلا در نبوت او معتقد نباشد کہ اگر برسالت او معترف بودے وے را در ہرچہ ازاں خبر دادے صادق دانستے و بہماں حجت ہا کہ از طریق تواتر رسالت او پیش ما بداں درست شدہ است ایں نیز درست شد کہ وے باز پسیں پیغمبران ست در زمان او و تا قیامت بعد از وے ہیچ نبی نباشد و ہر کہ دریں بہ شک ست در آں نیز بہ شک ست و آنکس کہ گوید کہ بعد از وے نبی دیگر بود یا ہست یا خواہد بود و آنکس کہ گوید کہ امکان دارد کہ باشد کافر ست اینست شرط درستی ایمان بخاتم انبیاء محمد مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم[۱]	کسی چیز کے متعلق خبر دے دے کہ ایسے ہو گی یا نہ ہو گی، تو اس کا خلاف نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالٰی اسی سے خبر دیتا ہے اور اللہ تعالٰی خبر دیتا ہے کہ اس کے بعد دوسرا نبی نہ ہو گا، اس بات کا منکر وہی ہو سکتا ہے جو سرے سے نبوت کا منکر ہو گا جو شخص آپ کی رسالت کا معترف ہو گا وہ آپ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی بیان کردہ ہر خبر کو سچ جانے گا جن دلائل سے آپ کی رسالت کا ثبوت بطریق تواتر ہمارے لئے درست ہے اسی طرح یہ بھی درست ثابت ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد آپ کے زمانہ میں اور قیامت تک آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہو گا جو آپ کی اس بات میں شک کرے گا وہ آپ کی رسالت میں شک کرے گا جو شخص کہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دوسرا نبی تھا یا ہے یا ہو گا اور جو شخص کہے کسی نبی کے آنے کا امکان ہے وہ

کافر ہے یہی خاتم الانبیاء محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر صحیح ایمان کی شرط ہے (ت)

امام ابن حجر مکی

(نص ۲، ۳) امام ابن حجر مکی شافعی خیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان میں فرماتے ہیں:

تنبأ فی زمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ رجل قال امھلونی حتی اتی بعلامۃ فقال من طلب منہ علامۃ کفر لانہ بطلبہ ذٰلک مکذب لقول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا نبی بعدی[۲]	امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے زمانے میں ایک مدعی نبوت نے کہا مجھے مہلت دو کہ کوئی نشانی دکھاؤں، امام ہمام نے فرمایا جو اس سے نشانی مانگے گا کافر ہو جائے گا کہ وہ اس مانگنے کے سبب مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد قطعی و متواتر ضروردینی کی تکذیب کرتا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

---

[۱] معتمد فی المعتقد (فارسی)

[۲] خیرات الحسان فی مناقب الامام الفصل الحادی والعشرون فی فراستہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۹

Marfat.com

فتاوٰی ہندیہ (نص ۴ تا ۷) فتاوٰی خلاصہ[۴] و فصول عمادیہ[۵] و جامع الفصولین[۶] و فتاوٰی ہندیہ[۷] وغیرہا میں ہے:

و اللفظ للعمادی قال انا رسول اللہ او قال بالفارسیۃ من پیغمبرم یرید بہ من پیغام می برم یکفر ولوانہ حین قال ھٰذہ المقالۃ طلب غیرہ منہ المعجزۃ قیل یکفر الطالب و المتاخرون من المشائخ قالوا ان کان غرض الطالب تعجیزہ و افتضاحہ لایکفر[۱]

یعنی اگر کوئی شخص کہے میں اللہ کا رسول ہوں یا فارسی میں کہے میں پیغمبر ہوں کافر ہوجائے گا اگرچہ مراد یہ لے کہ میں کسی کا پیغام پہنچانے والا ایلچی ہوں، اور اگر اس کہنے والے سے کوئی معجزہ مانگے تو کہا گیا یہ بھی مطلقاً کافر ہے، اور مشائخ متاخرین نے فرمایا اگر اسے عاجز و رُسوا کرنے کی غرض سے معجزہ طلب کیا تو کافر نہ ہوگا ورنہ ختم نبوۃ میں شک لانے کے سبب یہ بھی کافر ہوجائے گا۔

اعلام بقواطع الاسلام (نص ۸) اعلام بقواطع الاسلام میں ہے:

واضح تکفیر مدعی النبوۃ و یظھر کفر من طلب منہ معجزۃ لانہ بطلبہ لہا منہ مجوز لصدقہ مع استحالتہ المعلومۃ من الدین بالضرورۃ نعم ان اراد بذٰلک تسفیہہ وبیان کذبہ فلاکفر[۲]

مدعی نبوت کی تکفیر تو خود ہی روشن ہے اور جو اس سے معجزہ مانگے اس کا بھی کفر ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس مانگنے میں اس مدعی کا صدق محتمل مان رہا ہے حالانکہ دین متین سے بالضرورۃ معلوم ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد دوسرا نبی ممکن نہیں۔ ہاں اگر اس طلب سے اُسے احمق بنانا اس کا جھوٹ ظاہر کرنا مقصود ہو تو کفر نہیں۔

(نص ۹، ۱۰) اُسی میں ہے:

ومن ذٰلک (ای المکفرات) ایضا تکذیب نبی اونسبۃ تعمد کذب الیہ

انھیں باتوں میں جو معاذ اللہ آدمی کو کافر کردیتی ہیں کسی نبی کو جھٹلانا یا اس کی طرف قصداً جھوٹ بولنے

---

[۱] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ الفصول العمادیۃ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۶۳

[۲] الاعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ مکتبۃ الحقیقۃ استنبول ترکی ص ۳۰۶

Marfat.com

او محاربته اوسبه او الاستخفاف ومثل ذٰلك كما قال الحليمي مالو تمنى فى زمن نبينا او بعده ان لو كان نبيا فيكفر فى جميع ذٰلك والظاهر انه لا فرق بين تمنى ذٰلك باللسان او القلب[۱] اھ مختصرًا۔

کی نسبت کرنا یا نبی سے لڑنا یا اُسے بُرا کہنا اُس کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہونا اور بتصریح امام حلیمی انھیں کفریات کی مثل ہے ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں یا حضور کے بعد کسی شخص کا تمنا کرنا کہ کسی طرح سے نبی ہو جاتا، ان صورتوں میں کافر ہو جائے گا اور ظاہر یہ ہے کہ اس میں کچھ فرق نہیں وہ تمنا زبان سے یا صرف دل میں کرے اھ مختصراً۔

سبحان اللہ! جب مجرد تمنا پر کافر ہوتا ہے تو کسی کی نسبت ادعائے نبوت کس درجہ کا کفر خبیث ہوگا والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔

(نص ۱۱ تا ۱۴) یتیمۃ الدہر پھر ہندیہ میں بعض ائمہ حنفیہ سے اور اشباہ والنظائر وغیرہا میں ہے:

واللفظ لها اذا لم يعرف ان محمدا صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اٰخر الانبياء فليس بمسلم لانه من الضروريات[۲]

جب نہ پہچانے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے پچھلے نبی ہیں تو مسلمان نہیں کہ یہ ضروریاتِ دین سے ہے۔

طائفہ قاسمیہ

مولیٰ سبحٰنہ وتعالیٰ ہزاراں ہزار جزا ہائے خیر وکرم ورضوان اتم کرامت فرمائے ہمارے علمائے کرام کو اُن سے کس نے کہہ دیا تھا کہ صدہا برس بعد وہابیہ میں ایک طائفہ طائفہ قاسمیہ ہونے والا ہے کہ اگرچہ براہِ نفاق وفریب کہ عوام مسلمین بھڑک نہ جائیں بظاہر لفظ خاتم النبیین کا اقرار کرے گا مگر اس کے بمعنے آخر الانبیاء ہونے سے صاف انکار کرے گا اس معنی کو خیالِ عوام وناقابلِ مدح قرار دے گا، اسی دن کے لئے اُن اجلہ کرام نے لفظ اشہر واعرف ومکتوب فی المصحف اعنی خاتم النبیین کے عوض مسئلہ بلفظ آخر الانبیاء تحریر فرمایا کہ جو حضور کو سب سے پچھلا نبی نہ مانے مسلمان نہیں یعنی ختم نبوت اسی معنی پر داخلِ ضروریاتِ دین ہے، یہی مراد رب العالمین ہے، اسی ضروری دین وارشاد الٰہ العالمین کو یہ گمراہ معاذ اللہ عامی خیال بتاتے ہیں

---

[۱] الاعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ مکتبۃ الحقیقۃ استنبول ترکی ص ۳۵۲

[۲] الاشباہ والنظائر کتاب السیر باب الردۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۲۹۶

Marfat.com

مہمل و مختل ٹھہراتے ہیں قاتلھم اللّٰہ انّٰی یؤفکون[۱] (اللہ انھیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ ت)
بحمد اللہ یہ کرامت علمائے کرام امت ہے فجزاھم اللّٰہ المثوبات الفاخرۃ ونفعنا ببرکاتھم فی الدنیا و الاٰخرۃ اٰمین (اللہ تعالیٰ ان کو قابلِ فخر ثواب کی جزا دے اور ہمیں انکی برکات سے دنیا و آخرت میں نفع عطا فرمائے۔ ت)

فتاوٰی تاتارخانیہ

تاتارخانیہ پھر عالمگیریہ میں ہے:

رجل قال لاٰخر من فرشتہ توام فی موضع کذا اعینك علی امرك فقد قیل انہ لایکفر وکذا اذا قال مطلقا انا ملك بخلاف ما اذا قال انا نبی۔[۲]

یعنی ایک نے دوسرے سے کہا میں تیرا فرشتہ ہوں فلاں جگہ تیرے کام میں مدد کروں گا اس پر تو بعض نے بیشک کہا کافر نہ ہوگا یوں ہی اگر مطلقاً کہا میں فرشتہ ہوں بخلاف دعوٰئ نبوت کہ بالاجماع کفر ہے۔

یہ حکم عام ہے کہ مدعی زمانہ اقدس میں ہو مثل ابن صیاد و اسود خواہ بعد کما تقدم وسیاتی (جیسا کہ گزرا اور آگے آئے گا۔ ت)

شفاء قاضی عیاض

شفاء شریف امام قاضی عیاض مالکی اور اس کی شرح نسیم الریاض للعلامۃ الشہاب الخفاجی میں ہے:

(وکذلك یکفر من ادعی نبوۃ احد مع نبینا صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم) ای فی زمنہ کمسیلمۃ الکذاب و (الاسود العنسی (او) ادعی (نبوۃ احد بعدہ) فانہ خاتم النبیین بنص القراٰن والحدیث فھذا تکذیب اللّٰہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم (کالعیسویۃ) وھم طائفۃ (من الیھود) نسبوا لعیسٰی بن اسحٰق الیھودی ادعی النبوۃ فی زمن

یعنی اسی طرح وہ بھی کافر ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانے میں کسی کی نبوت کا ادعا کرے جیسے مسیلمہ کذّاب و اسود عنسی یا حضور کے بعد کسی کی نبوت مانے اس لئے کہ قرآن و حدیث میں حضور کے خاتم النبیین ہونے کی تصریح ہے تو یہ شخص اللہ و رسول کو جھٹلاتا ہے جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، جیسے یہود کا ایک طائفہ عیسویہ کہ عیسٰی بن اسحٰق یہودی کی طرف منسوب ہے، اس نے مروان الحمار کے زمانے میں ادعائے نبوت کیا تھا اور بہت یہود

---

[۱] القرآن الکریم ۹/۳۰
[۲] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۶۶

Marfat.com

مروان الحمار وتبعہ کثیر من الیہود وکان من مذہبہ تجویز حدوث النبوۃ بعد نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (وکاکثر الرافضۃ القائلین بمشارکۃ علی فی الرسالۃ للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وبعدہ کالبزیغیۃ والبیانیۃ منہم) وھم اکفر من النصاری واشد ضررا منہم لانہم بحسب الصورۃ مسلمون ویلتبس امرھم علی العوام (فھؤلاء) کلھم (کفار مکذبون للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اخبر انہ خاتم النبیین وانہ ارسل کافۃ للناس واجمعت الامۃ علی ان ھذا الکلام علی ظاھرہ وان مفہومہ المراد منہ دون تاویل ولا تخصیص فلا شک فی کفر ھؤلاء الطوائف کلھا قطعاً اجماعاً وسمعاً)[1] اھ مختصراً۔

اس کے تابع ہو گئے، اس کا مذہب تھا کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد نئی نبوت ممکن ہے اور جیسے بہت رافضی کہ مولا علی کو رسالت میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شریک اور حضور کے بعد انھیں نبی کہتے ہیں اور جیسے رافضیوں کے دو فرقے بزیغیہ و بیانیہ، ان لوگوں کا کفر نصاریٰ سے بڑھ کر ہے اور ان سے زائد ان کا ضرر کہ یہ صورت میں مسلمان ہیں ان سے عوام دھوکے میں پڑ جاتے ہیں یہ سب کے سب کفار ہیں نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والے اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی کہ حضور خاتم النبیین ہیں اور خبر دی کہ حضور کے بعد کوئی نبی نہیں اور اپنے رب عزوجل سے خبر دی کہ وہ حضور کو خاتم النبیین اور تمام جہان کی طرف رسول بتاتا ہے اور اُمت نے اجماع کیا کہ یہ آیات و احادیث اپنے معنیٰ ظاہر پر ہیں جو کچھ ان سے مفہوم ہوتا ہے خدا اور رسول کی یہی مراد ہے نہ ان میں کچھ تاویل ہے نہ تخصیص، تو کچھ شک نہیں کہ یہ سب طائفے بحکم اجماعِ اُمت و بحکم حدیث و آیت بالیقین کافر ہیں۔

منکرانِ ختمِ نبوت کے فرقے

الحمد للہ اس کلامِ رشید نے ولید پلید و روافض بلید و قاسمیہ جدید و امیریہ[ع] طرید کسی مردود و عنید کا تسمہ نہ لگا و للہ الحجۃ السامیہ۔

ع اسی طرح طائفہ مرزائیہ متبعان غلام احمد قادیانی کہ سب سے تازہ ہے یہ بھی مرزا کو مرسل من اللہ کہتا ہے اور خود مرزا اپنے اوپر وحی اُترنے کا مدعی ہے اپنے کلام کو کلامِ الٰہی و منزل من اللہ (باقی برصفحہ آئندہ)

۱؎ کتاب الشفاء للقاضی عیاض فصل فی بیان ما ھو من المقالات مطبعۃ شرکۃ صحافیہ ۲/ ۲۷۱-۲۷۰
نسیم الریاض شرح شفاء للقاضی عیاض " " " " " " دار الفکر بیروت ۴/ ۵۰۶ تا ۵۰۹

Marfat.com

یہ فقرے آبِ زر سے لکھنے کے ہیں کہ ان خبیثوں کا کفر یہود و نصارٰی سے بدتر اور کھلے کافروں سے انکار زائد ضرر، والعیاذ باللہ العزیز الاکبر۔

مجمع الانہر وجیز امام کردری و مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے:

اما الایمان بسیدنا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیجب بانہ رسولنا فی الحال وخاتم الانبیاء والرسل فاذا اٰمن بانہ رسول ولم یؤمن بانہ خاتم الانبیاء لایکون مؤمنا[1]

ہمارے مولا ہمارے سردار محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر یوں ایمان لانا فرض ہے کہ حضور اب بھی ہمارے رسول ہیں (نہ یہ کہ معاذ اللہ بعد وصال شریف حضور رسول نہ رہے یا حضور کے بعد اب اور کوئی ہمارا رسول ہوگیا) اور ایمان لانا فرض ہے کہ حضور تمام انبیاء و مرسلین کے خاتم ہیں، اگر حضور کے رسول ہونے پر ایمان لایا اور خاتم الانبیاء ہونے پر ایمان نہ لایا تو مسلمان نہ ہوگا۔

یہاں رسالت پر ایمان مجازاً بنظر صورت بحسب ادعائے قائل بولا گیا ورنہ جو ختم نبوت پر ایمان نہ لایا قطعاً حضور کی رسالت ہی پر ایمان نہ لایا کہ رسول جاننا تو حضور جو کچھ اپنے رب جل جلالہ کے پاس سے لائے سب پر ایمان لانا۔ کما تقدم فی کلام الامام التورپشتی رحمہ اللہ تعالٰی (جیسا کہ امام تورپشتی کے کلام میں پہلے گزر چکا ہے۔ ت)

علامہ یوسف اردبیلی امام علامہ یوسف اردبیلی شافعی کتاب الانوار میں فرماتے ہیں:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بتاتا ہے اور اس کے رسالہ "ایک غلطی کا ازالہ" سے منقول کہ اس میں صراحۃً اپنے آپ کو نبی بلکہ بہت انبیاء سے افضل لکھا ہے اس بارے میں ابھی چند روز ہوئے امرتسر سے سوال آیا تھا جس پر حضرت مصنف علامہ مدظلہ نے مدلل و مفصل فتوٰی تحریر فرمایا جس کا حُسنِ بیان دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے جس کا نام السوء والعقاب ہے، وللہ الحمد، عفی عنہ مصحح (م)

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب المرتد، ثم ان الفاظ الکفر انواع دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۹۱

Marfat.com

من ادعی النبوۃ فی زماننا او صدق مدعیا لہا او اعتقد نبیا فی زمانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او قبلہ من لم یکن نبیا کفر[1] اھ ملخصًا۔

جو ہمارے زمانے میں نبوت کا مدعی ہو یا دوسرے کسی مدعی کی تصدیق کرے یا حضور کے زمانے میں کسی کو نبی مانے یا حضور سے پہلے کسی غیر کو نبی جانے کافر ہو جائے اھ ملخصًا۔

امام غزالی

امام حجۃ الاسلام محمد محمد محمد غزالی کتاب الاقتصاد میں فرماتے ہیں:

ان الامت فہمت من ھذا اللفظ انہ افہم عدم نبی بعدہ ابدا و عدم رسول بعدہ ابدا وانہ لیس فیہ تاویل ولا تخصیص ومن اولہ بتخصیص فکلامہ من انواع الہذیان لا یمنع الحکم بتکفیرہ لانہ مکذب لہذا النص الذی اجمعت الامۃ علی انہ غیر مؤول ولا مخصوص[2]

یعنی تمام اُمت محمدیہ صاحبہا وعلیہا الصلوٰۃ والتحیۃ نے لفظ خاتم النبیین سے یہی سمجھا کہ وہ بتاتا ہے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کبھی کوئی نبی نہ ہوگا حضور کے بعد کبھی کوئی رسول نہ ہوگا اور تمام امت نے یہی مانا کہ اس لفظ میں نہ کوئی تاویل ہے کہ آخر النبیین کے سوا خاتم النبیین کے کچھ اور معنی گھڑیئے نہ اس عموم میں کچھ تخصیص ہے کہ حضور کے ختم نبوت کو کسی زمانے یا زمین کے کسی طبقے سے خاص کیجئے اور جو اس میں تاویل و تخصیص کو راہ دے اس کی بات جنون یا نشے یا سرسام میں بہکنے بڑانے بکنے کے قبیل سے ہے اسے کافر کہنے سے کچھ ممانعت نہیں کہ وُہ آیتِ قرآن کی تکذیب کر رہا ہے جس میں اصلاً تاویل و تخصیص نہ ہونے پر اُمتِ مرحومہ کا اجماع ہو چکا ہے۔

بحمد اللہ یہ عبارت بھی مثل عبارت شفاء و نسیم تمام طوائف جدیدہ قاسمیہ و امیریہ خذلہم اللہ تعالےٰ کے ہذیانات کا رد جلیل و جلی ہے آٹھ آٹھ سو برس بعد آنے والے کافروں کا رد فرما گئے، یہ ائمہ دین کی کرامت منجلی ہے۔

غنیۃ الطالبین

غنیۃ الطالبین شریف میں عقائد ملعونہ غلاۃ روافض کے بیان میں فرمایا:

ادعت ایضا ان علیا نبی (الی قولہ رضی اللہ

یعنی غالی رافضیوں کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ مولا علی نبی

---

[1] الانوار لاعمال الابرار

[2] الاقتصاد فی الاعتقاد

Marfat.com

تعالیٰ عنہ) لعنھم اللہ وملٰئکتہ وسائر خلقہ الیٰ یوم الدین وقلع آثارھم واباد خضراءھم ولاجعل منھم فی الارض دیارا فانھم بالغوا فی غلوھم ومرضوا علی الکفر وترکوا الاسلام وفارقوا الایمان وجحدوا الالٰہ والرسل والتنزیل فنعوذ باللہ ممن ذھب الیٰ ھٰذہ المقالۃ [1]

ہیں اللہ اور اس کے فرشتے اور تمام مخلوق قیامت تک ان رافضیوں پر لعنت کریں اللہ ان کے درخت کی جڑ اکھاڑ کر پھینک دے تباہ کردے زمین پر ان میں کوئی بسنے والا نہ رکھے کہ انھوں نے اپنا غلو حد سے گزار دیا کفر پر جم گئے اسلام چھوڑ بیٹھے ایمان سے جدا ہوئے اللہ ورسول وقرآن سب کے منکر ہوگئے، ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اس سے جو ایسا مذہب رکھے۔

الحمدللہ، اللہ عزوجل نے یہ دعائے کریم مستجاب فرمائی غرابیہ وغیرہا ملعون طوائف کا نشان نہ رہا اب جو اس دارالفتن ہند پُرمحن کی زمین میں فتنوں کی بوچھار کی گندہ بہار میں دو ایک حشرات الارض کہیں کہیں تازہ نکل پڑے وُہ بھی بحمداللہ تعالیٰ جلد جلد اپنے مقر سقر کو پہنچ گئے ایک آدھ کہیں باقی ہو تو وہ بھی قہرِ الٰہی سے الم نھلک الاولین ۵ ثم نتبعھم الاٰخرین ۵ کذٰلک نفعل بالمجرمین [2] (کیا ہم نے اگلوں کو ہلاک نہ فرمایا پھر پچھلوں کو ان کے پیچھے پہنچائیں گے مجرموں کے ساتھ ہم ایسا ہی کرتے ہیں۔ت) کا منتظر ہے۔

تحفہ شرح منہاج

تحفہ شرح منہاج میں ہے:

اوکذب رسولا او نبیا او نقصہ بای منقص کان صغر اسمہ مریدا تحقیرہ اوجوز نبوۃ احد بعد وجود نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی قبل فلا یرد [3]

یعنی کافر ہے جو کسی نبی کی تکذیب کرے یا کسی طرح اس کی شان گھٹائے، مثلاً بہ نیتِ توہین اس کا نام چھوٹا کرکے لے یا ہمارے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد کسی کی نبوت ممکن مانے اور عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام تو حضور کی تشریف آوری سے پہلے نبی ہوچکے اُن سے اعتراض وارد نہ ہوگا۔

---

[1] غنیۃ الطالبین فصل علامات اہل بدعت کے بیان میں مصطفی البابی مصر ۱/۸۸

[2] القرآن الکریم ۷۷/۱۶ تا ۱۸

[3] المعتقد المنتقد بحوالہ التحفہ شرح المنہاج مع المستند المعتمد مکتبہ حامدیہ لاہور ص ۲۸-۱۲۷

Marfat.com

شرح فرائد عارف باللہ علامہ عبدالغنی نابلسی شرح الفرائد میں فرماتے ہیں :

فساد مذھبھم غنی عن البیان بشھادۃ العیان، کیف وھو یؤدی الی تجویز مع نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او بعدہ، و ذٰلک یستلزم تکذیب القراٰن اذ قد نص علی انہ خاتم النبیین و اٰخر المرسلین، وفی السنۃ انا العاقب لا نبی بعدی، و اجمعت الامۃ علی ابقاء ھذا الکلام علٰی ظاھرہ و ھٰذا احدی المسائل المشھورۃ التی کفرنا بھا الفلاسفۃ لعنھم اللہ تعالٰی[1]

فلاسفہ نے کہا تھا کہ نبوت کسب سے مل سکتی ہے آدمی ریاضتیں مجاہدے کرنے سے پا سکتا ہے، اس کے رد میں فرماتے ہیں کہ اُن کے مذہب کا بطلان محتاجِ بیان نہیں آنکھوں دیکھا باطل ہے اور کیوں نہ ہو کہ اس کے نتیجے میں ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانے میں یا حضور کے بعد کسی نبی کا امکان نکلے گا اور یہ تکذیبِ قرآن کو مستلزم ہے قرآن عظیم نص فرما چکا کہ حضور خاتم النبیین و آخر المرسلین ہیں اور حدیث میں ہے میں پچھلا نبی ہُوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، اور اُمّت کا اجماع ہے کہ یہ کلام اسی معنے پر ہے جو اس کے ظاہر سے سمجھ میں آتے ہیں، یہ ان مشہور مسئلوں میں سے ہے جن کے سبب ہم اہلِ اسلام نے فلاسفہ کو کافر کہا اللہ تعالٰی ان پر لعنت کرے۔

نقل ھٰذین خاتم المحققین معین الحق المبین السیف المسلول مولانا فضل الرسول قدس سرہ فی المعتقد المنتقد۔

یہ مذکورہ دونوں عبارتیں خاتم المحققین، حق مبین کے معاون ننگی تلوار مولانا فضل رسول قدس سرہ نے اپنی کتاب المعتقد المنتقد میں نقل کی ہیں (ت)

مواہب شریف مواہب شریف آخر نوع ثالث، مقصد سادس میں امام ابن حبان صاحبِ صحیح مسمّی بالتقاسیم والانواع سے نقل فرمایا :

من ذھب الی ان النبوۃ مکتسبۃ لا تنقطع او الی ان الولی افضل من النبی فھو زندیق[2] الی آخرہ۔

جو اس طرف جائے کہ نبوت کسب سے مل سکتی ہے ختم نہ ہوگی، یا کسی ولی کو کسی نبی سے افضل بتائے وُہ زندیق بے دین ملحد دہریہ ہے۔

---

[1] المعتقد المنتقد بحوالہ شرح الفرائد للنابلسی مع المستند المعتمد مکتبہ حامدیہ لاہور ص ۱۱۴-۱۱۵

[2] المواہب اللدنیہ المقصد السادس النوع الثالث المکتب الاسلامی بیروت ۲/۱۸۳

Marfat.com

علامہ زرقانی نے اس کی دلیل میں فرمایا: لتکذیب القراٰن وخاتم النبیین[1] یہ شخص اس وجہ سے کافر ہوا کہ قرآنِ عظیم وختمِ نبوت کی تکذیب کرتا ہے۔

امام نسفی

بحر الکلام امام نسفی پھر تفسیر رُوح البیان میں ہے:

صنف من الروافض قالوا بان الارض لاتخلوعن النبی والنبوة صارت میراثا لعلی واولادہ وقال اھل السنة والجماعة لانبی بعد نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال اللہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لانبی بعدی ومن قال بعد نبینا نبی یکفر لانہ انکر النص وکذٰلك لوشك فیہ[2] ببعض اختصار۔

رافضیوں کا ایک طائفہ کہتا ہے زمین نبی سے خالی نہیں ہوتی اور نبوت مولا علی اور ان کی اولاد کیلئے میراث ہوگئی ہے، اور اہل سنّت وجماعت نے فرمایا ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے ہاں خدا کے رسول ہیں اور سب انبیاء میں پچھلے، اور حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں میرے بعد کوئی نبی نہیں، تو جو حضور کے بعد کسی کو نبی مانے کافر ہے کہ قرآن عظیم ونصِ صریح کا منکر ہے یوں ہی جسے ختمِ نبوت میں کچھ شک ہو وہ بھی کافر ہے۔

تمہید ابو شکور سالمی

تمہید ابو شکور سالمی میں ہے:

قالت الروافض ان العالم لایکون خالیا عن النبی قط وھذا کفر لان اللہ تعالٰی قال وخاتم النبیین ومن ادعی النبوة فی زماننا فانہ یصیر کافرا ومن طلب منہ المعجزات فانہ یصیر کافرا لانہ شك فی النص ویجب الاعتقاد بانہ ما کان لاحد شرکة فی النبوة لمحمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بخلاف ماقالت الروافض

رافضی کہتے ہیں دنیا نبی سے خالی نہ ہوگی اور یہ کفر ہے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے وخاتم النبیین اب جو دعوٰی نبوت کرے کافر ہے اور جو اس سے معجزہ مانگے وُہ بھی کافر کہ اسے ارشادِ الٰہی میں شک پیدا ہوا جب تو معجزہ مانگا اور اس کا اعتقاد فرض ہے کہ کوئی شخص نبوتِ محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا شریک نہ تھا بخلاف روافض کے کہ مولٰی علی کو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلّم کے

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد السادس النوع الثالث دار المعرفہ بیروت ۶/ ۱۸۸

[2] روح البیان آیۃ ماکان محمد ابا احد من رجالکم الخ المکتبۃ الاسلامیہ ریاض الشیخ ۷/ ۱۸۸

Marfat.com

ان علیا کان شریکا لمحمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی النبوۃ وھذا منھم کفر۔[1]

شریکِ نبوت مانتے ہیں اور یہ ان کا کفر ہے۔

مولانا عبدالعلی

بحر العلوم ملک العلماء مولانا عبدالعلی محمد شرح سلم میں فرماتے ہیں :

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین وابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ افضل الاصحاب والاولیاء وھاتان القضیتان مما یطلب بالبرھان فی علم الکلام والیقین المتعلق بھما یقین ثابت ضروری باق الی الابد ولیس الحکم فیھما علی امر کلی یجوز العقل تناول ھذا الحکم لغیر ھذین الشخصین وانکار ھذا مکابرۃ وکفر۔[2]

محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ تمام اولیاء سے افضل ہیں اور ان دونوں باتوں پر دلیل قطعی علم عقائد میں مذکور ہے اور ان پر یقین وہ جما ہوا ضروری یقین ہے جو ابدالآباد تک باقی رہے گا اور یہ خاتم النبیین اور افضل الانبیاء ہونا کسی امرِ کُلی کے لئے ثابت نہیں کیا ہے کہ عقل ان دونوں ذاتِ پاک کے سوا کسی اور کے لئے اس کا ثبوت ممکن مانے اور اس کا انکار ہٹ دھرمی اور کفر ہے۔

فیہ لف ونشر بالقلب یعنی صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے افضل الاولیاء ہونے سے انکار قرآن و سنت واجماعِ اُمت کے ساتھ مکابرہ ہے اور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے سے انکار کفر، والعیاذ باللہ رب العالمین۔

امام احمد قسطلانی

امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ مقصد سابع فصل اول پھر علامہ عبدالغنی نابلسی حدیقہ ندیہ باب اول فصل ثانی میں فرماتے ہیں :

العلم اللدنی نوعان لدنی رحمانی و لدنی شیطانی والمحك ھو الوحی و لا وحی بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، واما قصۃ موسیٰ مع الخضر

یعنی علم لدنی دو قسم ہے رحمانی اور شیطانی، اور ان کے پہچاننے کا معیار وحی ہے کہ جو اس کے مطابق ہے رحمانی ہے، اور جو اس کے خلاف ہے شیطانی ہے، اور رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد وحی نہیں کہ کوئی کہے میرا یہ علم وحی جدید کے

---

[1] التمہید فی بیان التوحید الباب السابع فی المعرفۃ والایمان دار العلوم حزب الاحناف لاہور ص ۱۱۳

[2] شرح سلم لعبد العلی بحث التصدیقات آخر کتاب مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۶۰

Marfat.com

عليهما الصلٰوة والسلام فالتعلق بها في تجويز الاستغناء عن الوحي بالعلم اللدني الحاد وكفر يخرج عن الاسلام موجب لاراقة الدم والفرق ان موسٰى عليه الصلٰوة والسلام لم يكن مبعوثا الى الخضر، ولم يكن الخضر مامورا بمتابعته ومحمد صلى الله تعالٰى عليه وسلم الى جميع الثقلين فرسالته عامة للجن والانس في كل زمان، فمن ادعى انه مع محمد صلى الله تعالٰى عليه وسلم كالخضر مع موسٰى عليهما الصلٰوة والسلام او جوز ذٰلك لاحد من الامة فليجدد اسلامه (لكفره بهٰذه الدعوى) وليشهد شهادة الحق (ليعود الى الاسلام) فانه مفارق لدين الاسلام بالكلية فضلا عن ان يكون من خاصة اولياء الله تعالٰى وانما هو من اولياء الشيطٰن وخلفائه ونوابه (في الضلال والاضلال) والعلم اللدني الرحماني هو ثمرة العبودية والمتابعة لهٰذا النبي الكريم عليه ازكى الصلٰوة واتم التسليم وبه يحصل الفهم في الكتاب والسنة بامر يختص به صاحبه كما قال علي (امير المومنين) وقد سئل

مطابق ہے) رہا خضر و موسٰی علیہما الصلٰوۃ والسلام کا قصہ (کہ خضر کے پاس وہ علم لدنی تھا جو موسٰی علیہما الصلٰوۃ والسلام کو معلوم نہ تھا) اسے یہاں دستاویز بنا کر علم لدنی کے سبب وحی کی پروا نہ رکھنا نری بے دینی کفر ہے، اسلام سے نکال دینے والی بات ہے جس کے قائل کا قتل واجب، اور فرق یہ ہے کہ موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام حضرت خضر کی طرف مبعوث نہ تھے نہ خضر کو ان کی پیروی کا حکم (کہ وہ تو خاص بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے تھے کان النبی یبعث الی قومہ خاصۃ) اور محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم تمام جن و انس (بلکہ تمام ماسوائے اللہ) کی طرف مبعوث ہیں (وارسلت الی الخلق کافۃ) تو حضور کی رسالت ہر زمانے میں سب جن و انس کو شامل ہے تو جو مدعی ہو کہ وہ محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ ایسے تھے جیسے موسٰی کے ساتھ خضر، یا اُمت میں کسی کے لئے یہ مرتبہ ممکن مانے وہ نئے سرے سے مسلمان ہو کہ اس قول کے باعث کافر ہوگیا مسلمان ہونے کے لئے کلمۂ شہادت پڑھے کہ وہ دین اسلام سے یک لخت جُدا ہوگیا چہ جائے کہ اللہ عزو جل کے خاص اولیاء سے ہو وہ تو شیطان کا ولی اور گمراہی و گمراہ گری میں ابلیس کا خلیفہ و نائب ہے علم لدنی رحمانی بندگیِ خدا و پیروی محمد صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا پھل ہے جس سے قرآن و حدیث میں ایک خاص سمجھ حاصل ہو جاتی ہے جس طرح صحیح بخاری و سنن نسائی میں ہے کہ امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے سوال ہوا کہ تم اہلبیت کو نبی صلی اللہ

Marfat.com

(کما فی الصحیح وسنن النسائی) ھل خصکم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بشیئ دون الناس (کما تزعم الشیعۃ) فقال لا الا فہما یؤتیہ اللہ عبدا فی کتابہ[1] اھ مختصرا مزیدا ما بین الھلالین من شرح العلامۃ الزرقانی۔

رزقنا اللہ تعالٰی بمنہ و اٰلائہ بفضل رحمتہ باولیائہ وصل وسلم علٰی خاتم انبیائہ محمد و اٰلہ وصحبہ واحبائہ اٰمین۔

تعالٰی علیہ وسلم نے کوئی خاص شیئ ایسی عطا فرمائی ہے جو اور لوگوں کو نہ دی جیسا کہ رافضی گمان کرتے ہیں؟ فرمایا: نہ، مگر وہ سمجھ جو اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کو قرآن عزیز میں عطا فرمائی اھ مختصراً ہلالین والی عبارت شرح علامہ زرقانی کی ہے۔ مختصراً ہلالین میں شرح زرقانی کی عبارت زائد لائی گئی ہے۔

اللہ تعالٰی اپنی رحمت و فضل، احسان و نعمت ہمیں عطا فرمائے بوسیلہ اولیاء اللہ، صلوٰۃ وسلام نازل فرمائے خاتم الانبیاء محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی آل و اصحاب سب پر۔ آمین! (ت)

سیّد کفریہ عقیدہ نہیں رکھ سکتا

ولید بلید خواہ کوئی پلید ختم نبوت کا ہر منکر عنید صراحۃً جاحد ہو یا تاویل کا مرید مطلقاً نفی کرے یا تخصیص لعبید امیری قاسمی مشہدی مرید رافضی غالی وہابی شدید، سب صریح کافر مرتد طرید علیہم لعنۃ العزیز الحمید (ان پر اللہ عزوجل کی لعنت ہو۔ ت) اور جو کافر ہو وہ قطعاً سیّد نہیں، اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح[2]

وہ تیرے گھر والوں میں نہیں بیشک اس کے کام بڑے نالائق ہیں۔ (ت)

نہ اسے سیّد کہنا جائز۔

منافق کو سیّد نہ کہو

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تقولوا للمنافق سید فانہ ان یکن سیدا فقد استخطتم ربکم عزوجل[3] رواہ

منافق کو سیّد نہ کہو کہ اگر وہ تمہارا سیّد ہو تو بیشک تم پر تمہارے رب عزوجل کا غضب ہو (اس کو

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد السابع الفصل الاول علامات محبۃ الرسول المکتب الاسلامی بیروت ۲/۹۷-۲۹۶
شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ " " " " دار الفکر بیروت ۶/۱۱-۳۱۰
[2] القرآن الکریم ۱۱/۴۶
[3] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب لا یقول المملوک ربی و ربتی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۲۴

Marfat.com

ابوداؤد والنسائی بسند صحیح عن بریدة رضی الله تعالیٰ عنه۔

ابوداؤد اور نسائی نے بسندِ صحیح حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

روایت حاکم کے لفظ یہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا قال الرجل للمنافق یا سیّد فقد اغضب ربه عزّ وجل[1]

جو کسی منافق کو "اے سیّد" کہے اس نے اپنے رب کا غضب اپنے اوپر لیا۔ والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔

پھر یہی نہیں کہ یہاں صرف اطلاق لفظ سے ممانعت شرعی اور نسب سیادت کا انتفائے حکمی ہو حاشا بلکہ واقع میں کافر اس نسل طیب وطاہر سے تھا ہی نہیں اگرچہ سیّد بنتا اور لوگوں میں براہِ غلط سید کہلاتا ہو ائمۂ دین اولیائے کاملین علمائے عاملین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تصریح فرماتے ہیں کہ ساداتِ کرام مجد اللہ تعالیٰ خباثتِ کفر سے محفوظ ومصئون ہیں جو واقعی سیّد ہے اس سے کبھی کفر واقع نہ ہوگا، قال اللہ تعالیٰ:

انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا[2]

اللہ یہی چاہتا ہے کہ تم سے نجاست دور رکھے اے نبی کے گھر والو! اور تمہیں خوب پاک کردے ستھرا کرکے۔

تمام فوائد اور بزار وابویعلٰی مسند اور طبرانی کبیر اور حاکم بافادہ تصحیح مستدرک میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان فاطمة احصنت فرجها فحرمها الله و ذریتها علی النار[3]

بیشک فاطمہ نے اپنی حرمت پر نگاہ رکھی تو اللہ عزوجل نے اُسے اور اُس کی ساری نسل کو آگ پر حرام کردیا۔

اہلبیت سے کوئی بھی جہنمی نہیں

ابوالقاسم بن بشران اپنے امالی میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سألت ربی ان لایدخل احدا من اهل بیتی النار فاعطانیها[4]

میں نے اپنے رب عزّوجل سے سوال کیا کہ میرے اہلبیت سے کسی کو دوزخ میں نہ ڈالے اس نے میری یہ مراد عطا فرمائی۔

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب الرقاق دار الفکر بیروت ۴/ ۳۱۱

[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۳۳

[3] المستدرک للحاکم کتاب معرفة الصحابة دار الفکر بیروت ۳/ ۱۵۲

[4] کنز العمال بحوالہ ابن بشران فی امالیہ عن عمران بن حصین حدیث ۳۴۱۴۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۹۵

Marfat.com

اہلبیت عذاب سے بری ہیں طبرانی بسند صحیح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت بتول رضی اللہ تعالٰی عنہا سے فرمایا:

ان اللہ تعالٰی غیر معذبك و لا ولدك[1] — بیشک اللہ تعالٰی نہ تجھے عذاب فرمائے گا نہ تیری اولاد کو۔

حضرت فاطمہ کی وجہ تسمیہ ابن عساکر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما سمیت فاطمۃ لان اللہ فطمہا و ذریتہا عن النار یوم القیمۃ[2] — فاطمہ اس لئے نام ہوا کہ اللہ عزوجل نے اُسے اور اس کی نسل کو روزِ قیامت آگ سے محفوظ فرمادیا۔

اہلبیت آگ میں نہیں جاسکتے قرطبی آیہ کریمہ ولسوف یعطیك ربك فترضٰی کی تفسیر میں حضرت ترجمان القرآن رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ناقل کہ انھوں نے فرمایا:

رضا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان لایدخل احد من اھل بیتہ النار[3] — یعنی اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے راضی کردینے کا وعدہ فرمایا اور محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رضا اس میں ہے کہ اُن کے اہل بیت سے کوئی دوزخ میں نہ جائے۔

نار دو قسم کی ہے، نارِ تطہیر کہ مومن عاصی جس کا مستحق ہو، اور نارِ خلود کافر کے لئے ہے۔ اہلبیت کرام

عــہ افادہ الھیثمی فی الصواعق حیث قال جاء بسند رواتہ ثقات انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لفاطمۃ فذکرہ۔ ۱۲ منہ (م)

عــہ ہیثمی نے صواعق میں اس کا افادہ کیا جہاں انھوں نے کہا سند کے ساتھ مروی جس کے تمام راوی ثقہ ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا تو پھر اس حدیث کو ذکر کیا ۱۲ منہ (ت)

---

[1] المعجم الکبیر عن ابن عباس حدیث ۱۱۶۸۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/۲۶۳

[2] المواہب اللدنیہ بحوالہ ابن عساکر المقصد الثانی الفصل الثانی المکتب الاسلامی بیروت ۲/۶۴

تنزیہ الشریعۃ بحوالہ ابن عساکر باب مناقب السبطین الخ الفصل الاول دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۴۱۳

[3] الجامع لاحکام القرآن (تفسیر القرطبی) تحت آیۃ ولسوف یعطیک ربک داراحیاء التراث العربی بیروت ۲۰/۹۵

Marfat.com

میں حضرت امیر المومنین مرتضےٰ و حضرت بتول زہرا و حضرت سید مجتبےٰ و حضرت شہیدِ کربلا صلے اللہ تعالےٰ علیٰ سیدہم علیہم و بارک وسلم تو بالقطع والیقین ہر قسم سے ہمیشہ ہمیشہ محفوظ ہیں اس پر تو اجماع قائم اور نصوص متواترہ حاکم باقی نسل کریم تا قیامِ قیامت کے حق میں اگر بفضلہٖ تعالےٰ مطلق دخول سے محفوظی لیجئے اور یہی ظاہر لفظ سے متبادر، اور اسی طرف کلماتِ اہلِ تحقیق ناظر، جب تو مراد بہت ظاہر، اور منع خلود مقصود جب بھی نفیِ کفر پر دلالت موجود۔

شرح المواہب للعلامۃ الزرقانی میں زیرِ حدیث مذکور :

انما سمیت فاطمۃ ھی فاما ھی وابناھا فالمنع مطلق واما من عداھم فالممنوع عنھم نار الخلود،

بیشک فاطمہ رضی اللہ عنہا کا یہ نام ہے لیکن فاطمہ اور انکے بیٹے تو ان پر مطلقاً جہنم کی آگ ممنوع ہے لیکن انکے ماسوا کیلئے جہنم کا خلود ممنوع ہے۔ آپ پر اور ان پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہو۔ اور لیکن جو ابو نعیم اور خطیب نے روایت کیا ہے کہ علی رضا بن موسیٰ کاظم ابن جعفر الصادق سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا گیا کہ فاطمہ نے اپنے حرم گاہ کو محفوظ رکھا تو انھوں نے جواب میں فرمایا یہ حسن اور حسین کے لئے خاص ہے، اور وہ جو مورخین نے ان سے یہ نقل کیا کہ انھوں نے اپنے بھائی زید کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا جب اس نے مامون پر خروج کیا اور کہا کیا تجھے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اس فرمان نے غرور میں مبتلا کیا ہے کہ فاطمہ نے اپنی حرم گاہ کو محفوظ رکھا ہے الحدیث، اس پر انھوں نے فرمایا یہ میرے اور تیرے لئے خاص نہیں بلکہ جو آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے بطن سے پیدا ہوا ہے ان سب کے لئے ہے، تو یہ تواضع اور مناقب کثیرہ کے باوجود غرور نہ کرنے کے باب سے ہے جیسے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے جنت قطعی ہے اس کے باوجود وہ خوف و مراقبہ میں مبتلا تھے، ورنہ تو ذریت کا لفظ عربی

واما مارواہ ابونعیم والخطیب ان علیا الرضا بن موسیٰ الکاظم ابن جعفر الصادق سئل عن حدیث ان فاطمۃ احصنت فقال خاص بالحسن والحسین وما نقلہ الاخباریون عنہ من توبیخہ لاخیہ زید حین خرج علی المامون وقولہ اغرک قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان فاطمۃ احصنت الحدیث ان ھذا لمن خرج من بطنھا لالی ولا لک فھذا من باب التواضع وعدم الاغترار بالمناقب وان کثرت کما کان الصحابۃ المقطوع لھم بالجنۃ علی غایۃ من الخوف والمراقبۃ والا فلفظ ذریۃ لایخص بمن خرج من بطنھا فی لسان العرب ومن ذریتہ

Marfat.com

داوٗد و سلیمٰن الاٰیة و بینھم و بینه قرون کثیرة فلا یرید ذٰلك مثل علی الرضا مع فصاحته و معرفته لغة العرب علی ان التقلید بالطائع یبطل خصوصیة ذریتھا و مجیھا الا ان یقال ﷲ تعذیب الطائع فالخصوصیة ان لا یعذب به اکراما لھا واللّٰہ اعلم اھ مختصرا و رأیتنی کتبت علی ھامش قوله الا ان یقال ما نصه اقول ولا یجدی فان الوقوع ممنوع باجماع اھل السنة و اما الامکان فثابت عند من یقول به الی خلاف ائمتنا الماتریدیة رضی اللّٰہ تعالٰی عنھم فانھم یحیلونه و قد تکلمت فی مسئلة علی ھامش فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت لبحر العلوم بما یکفی و یشفی فانی اجدنی فیھا ارکن و امیل الی قول ساداتنا الاشعریة رحمھم اللّٰہ تعالٰی و رحمنا بھم جمیعا واللّٰہ اعلم بالصواب فی کل باب۔

زبان میں ایک پیٹ کی اولاد کے لئے خاص نہیں، جیسے آیۂ کریمہ ومن ذریته داوٗد و سلیمٰن ہے، حالانکہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور داوٗد و سلیمٰن علیہما السلام کے درمیان کئی قرون کا فیصلہ ہے، لہذا علی رضا اپنی فصاحت اور عربی لغت کی معرفت کے باوجود یہ خاص مراد نہیں لے سکتے، علاوہ ازیں نافرمان کی تقلید حضرت زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کی اولاد کی خصوصیت کو باطل کر دیتی ہے، مگر یوں کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالٰی کو نافرمان کی تعذیب کا اختیار ہے لیکن حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کے اکرام کے لئے ایسے عذاب نہیں دیتا، واللہ تعالٰی اعلم اھ مختصراً۔ میں نے زرقانی کے قول "الا ان یقال" پر حاشیہ لکھا ہے جس کی عبارت یہ ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) ان کا یہ بیان مفید نہیں ہے عذاب کا وقوع تو باجماعِ اہلسنت ممنوع ہے، باقی رہا امکان تو یہ اس قائل کے ہاں ثابت ہے جو ہمارے ائمہ ماتریدیہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے خلاف ہے کیونکہ یہ ائمہ محال سمجھتے ہیں، میں نے اس مسئلہ پر کتاب مسلم الثبوت کی شرح بحر العلوم فواتح الرحموت پر حاشیہ میں کافی اور شافی بحث کی ہے میں نے وہاں اپنے کو سادات اشعریہ رحمہم اللہ کے قول کی طرف مائل پایا، اللہ تعالٰی ہم سب پر رحم فرمائے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

فتاوٰی حدیثیہ امام ابنِ حجر مکی میں ہے:

اذا تقرر ذٰلك فمن علمت نسبته الی ال

توجب یہ ثابت ہُوا تو جس کی نسبت اہلبیت نبی اور

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل الثانی دار المعرفۃ بیروت ۳/۲۰۳

Marfat.com

البیت النبوی والسر العلوی لا یخرجه عن ذلك عظیم جنایته ولا عدم دیانته وصیانته ومن ثم قال بعض المحققین ما مثال الشریف الزانی او الشارب او السارق مثلًا اذا اقمنا علیه الحد الا کامیر او سلطان تلطخت رجلاه بقذر فغسله عنهما بعض خدمه ولقد بر فی هذا المثال وحقق ولیتامل قول الناس فی امثالهم الولد العاق لا یحرم المیراث نعم الکفران فرض وقوعه لاحد من اهل البیت والعیاذ باللّٰه تعالیٰ هو الذی یقطع النسبة بین من وقع منه وبین شرفه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم انما قلت ان فرض لانی اکاد ان اجزم ان حقیقة الکفر لا تقع ممن علم اتصال نسبه الصحیح بتلك البضعة الکریمة حاشاهم اللّٰه من ذلك و قد احال بعضهم وقوع نحو الزنا و اللواط ممن علم شرفه فما ظنك بالکفر[1]

علوی حضرات کی طرف معلوم ہے تو اس کی بڑی جنایت اور عدمِ دیانت وصیانت اس کو اس نسبت سے خارج نہ کرے گی، اس بات کی بناء پر بعض محققین نے فرمایا زانی یا شرابی یا چور سیّد پر حد قائم کرنے کی مثال صرف یہی ہے جیسے امیر یا سلطان کا کوئی خادم اس کے پاؤں پر لگی نجاست کو صاف کرے، اس مثال کو غور سے سمجھا جائے اور لوگوں کی اس بات پر بھی غور کیا جائے کہ نافرمان اولاد وراثت سے محروم نہیں ہوتی، ہاں اگر ان حضرات سے کفر کا وقوع فرض کیا جائے، والعیاذ باللہ، تو اس سے وہ نسبت منقطع ہوجائیگی، میں نے صرف فرض کرنے کی بات اس لئے کی ہے کیونکہ مجھے جزم کی حد تک یقین ہے کہ جو صحیح النسب سیّد ہو اس سے حقیقی کفر کا وقوع نہیں ہوسکتا اللہ تعالیٰ ان کو اس سے بلند رکھے، بعض نے تو ان سے زنا اور لواطت جیسے افعال کو بھی محال کہا ہے بشرطیکہ ان کی نسبی شرافت یقینی ہو تو پھر کفر کے متعلق تیرا کیا خیال ہے۔ (ت)

---

[1] فتاویٰ حدیثیہ مطلب ما الحکمۃ فی خصوص اولادِ فاطمہ بالشرف المطبعۃ الجمالیہ مصر ص ۱۲۲

Marfat.com

شیخ اکبر اور اہلبیت

امام الطریقۃ لسان الحقیقۃ شیخ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ فتوحات مکیہ باب ۲۹ میں فرماتے ہیں:

لما کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عبدا محضا قد طہرہ اللہ و اھل بیتہ تطھیرا و اذھب عنھم الرجس وھو کل مایشینھم فھم المطھرون بل ھم عین الطھارۃ فھذہ الاٰیۃ تدل علی ان اللہ تعالٰی قد شرک اھل البیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی قولہ تعالٰی لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تأخر، و ای وسخ و قذر من الذنوب فطھر اللہ سبحانہ نبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالمغفرۃ مما ھو ذنب بالنسبۃ الینا فدخل الشرفاء اولاد فاطمۃ کلھم رضی اللہ تعالٰی عنہ الی یوم القیمۃ فی حکم ھذہ الاٰیۃ من الغفران الی اٰخر ما افادوا جاد وثمہ کلام طویل نفیس جلیل فعلیک بہ رزقنا اللہ العمل بما یحبہ ویرضاہ اٰمین!

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالٰی کے خاص عبد ہیں کہ ان کو اور ان کے اہل بیت کو کامل طور پر پاک کردیا ہے اور ناپاکی کو ان سے دور کردیا ہے اور رجس ہر السیئی ہے جو ان حضرات کو داغدار کرے تو وہ پاکیزہ لوگ بلکہ وہ عین طہارت ہیں، تو اللہ تعالٰی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اہلبیت کو طہارت میں شریک فرمایا ہے جس پر آیۂ کریمہ "لیغفر لک اللہ" اللہ تعالٰی نے آپ کے لئے پہلے اور پچھلے آپ کے خطایا معاف کردئے یعنی گناہوں کی مَیل وقذر سے آپ کو پاک رکھا ہے جو ہماری نسبت سے گناہ ہو سکتے ہیں تو تمام سادات حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی اولاد اس حکم میں داخل ہے الخ، تک جو حضرت شیخ نے بہترین فائدہ مند کلام فرمایا یہاں آپ کا جلیل نفیس طویل کلام ہے تو آپ پر لازم ہے کہ اس کی طرف راجع ہوں اللہ تعالٰی ہمیں اپنے پسندیدہ عمل کا حصہ عطا فرمائے، آمین! (ت)

لہ الفتوحات المکیۃ الباب التاسع والعشرون دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۹۶

Marfat.com

بدعقیدہ سیّد اگر کہیے بعض کٹر نیچری بیشمار اشد غالی رافضی بہت سچے ملحد جھوٹے صُوفی کچھ ہفت خاتم ششش مثل والے وہابی غرض بکثرت کفار کہ صراحۃً منکرینِ ضروریاتِ دین ہیں سیّد کہلاتے میر فلاں لکھے جاتے ہیں۔

اقول کہلانے سے واقعیت تک ہزاروں منزل ہیں نسب میں اگرچہ شہرت پر قناعت والناس امناء علیٰ انسابھم (لوگ اپنے نسبوں میں امین ہیں۔ ت) مگر جب خلاف پر دلیل قائم ہو تو شہرت بے دلیل نامقبول وعلیل اور خود اس کے کفر سے بڑھ کر نفی سیادت پر اور کیا دلیل درکار؟ کافر نجس ہے قال تعالیٰ انما المشرکون نجس[1] (اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بیشک مشرک نرے ناپاک ہیں۔ ت) اور ساداتِ کرام طیّب وطاہر قال اللہ تعالیٰ ویطھرکم تطھیرا[2] (اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور تمھیں پاک کرکے خوب ستھرا کردے۔ ت) اور نجس و طاہر باہم متباین ہیں کہ ایک شیئ پر معًا ان کا صدق محال، جب علمائے کرام تصریح فرما چکے کہ سیّد صحیح النسب سے کفر واقع نہ ہوگا اور یہ شخص صراحۃً کافر تو اس کا سیّد صحیح النسب نہ ہونا ضرورۃً ظاہر، اب اگر اس نسب کریم سے انتساب پر کوئی سند معتمد نہ رکھتا ہو تو امر آسان ہے ہزاروں اپنی اغراض فاسدہ سے براہ دعوٰی سیّد بن بیٹھے ع

غلہ تا ارزاں شود امسال سیّد می شوم

(اس سال سیّد بنوں گا تاکہ خوراک میں آسانی ہو۔ ت)

رافضی سیّد رافضی صاحبوں کے یہاں تو یہ بائیں ہاتھ کا کھیل ہے، آج ایک رذیل سارذیل دوسرے شہر میں جاکر رفض اختیار کرے کل میر صاحب کا تمغا پائے تو فلاں کا فر سے کیا دُور ہے کہ خود بن بیٹھا ہو یا اس کے باپ دادا میں کسی نے ادعائے سیادت کیا اور جب سے یُونہی مشہور چلا آتا ہو، اور اگر بالفرض کوئی سند بھی ہو تو اس پر کیا دلیل ہے کہ یہ اسی خاندان کا ہے جس کی نسبت یہ شہادت تامہ ہے، علامہ محمد بن علی صبان مصری اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفٰے وفضائل اہل بیت الطاہرین میں فرماتے ہیں:

ومن این تحقق ذٰلک لقیام احتمال نزول بعض النساء وکذب بعض الاصول فی الانتساب[3]

یہ کیسے ثابت ہُوا جبکہ بعض عورتوں کی غلط کاری اور نسب بنانے میں بعض مردوں کے جھوٹ کا احتمال ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۲۸

[2] " ۳۳/ ۳۳

[3] اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفٰے وفضائل اہل البیت الطاہرین محمد بن علی صبان مصری

Marfat.com

یہ وجوہ ہیں ورنہ حاشا للہ ہزار ہزار حاشا للہ نہ بطن پاک حضرت بتول زہرا میں معاذ اللہ کفر و کافری کی گنجائش، نہ جسم اطہر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی پارہ کٹنے ہی بعد پر عیاذا باللہ دخول نار کے لائق۔ الحمدللہ یہ دو دلیل جلیل واجب التعویل ہیں کہ کوئی عقیدہ کفریہ رکھنے والا رافضی وہابی متصوف نیچری ہرگز سید صحیح النسب نہیں۔

دلیل اول

تین قیاس پر مشتمل:

(۱) یہ شخص کافر ہے اور ہر کافر نجس۔ نتیجہ: یہ شخص نجس ہے۔

(۲) ہر سید صحیح النسب طاہر ہے اور کوئی طاہر نجس نہیں۔ نتیجہ: کوئی سید صحیح النسب نجس نہیں۔

(۳) اب یہ دونوں نتیجے ضم کیجئے یہ شخص نجس ہے اور کوئی سید صحیح النسب نجس نہیں۔

نتیجہ: یہ شخص سید صحیح النسب نہیں۔

قیاس اول کا صغریٰ مفروض اور کبریٰ منصوص، اور دوم کا صغریٰ منصوص اور کبریٰ بدیہی تو نتیجہ قطعی۔

دلیل دوم

قیاس مرکب، یہ بھی تین قیاسوں کو متضمن، یہ شخص کافر ہے اور ہر کافر مستحق نار۔

نتیجہ: یہ شخص مستحق نار ہے اور نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے جسم اقدس کا کوئی پارہ مستحق نار نہیں۔

نتیجہ: یہ شخص نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے جسم اقدس کا پارہ نہیں اور ہر سید صحیح النسب نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے جسم اقدس کا پارہ ہے۔

نتیجہ: یہ شخص سید صحیح النسب نہیں۔

پہلا کبریٰ منصوص قرآن، اور دوسرے کا شاہد ہر مومن کا ایمان، اور تیسرا عقلاً و فقہاً واضح البیان۔

والحمد للہ الکریم المنان والصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان علیٰ سیدنا و مولانا سید الانس والجان خاتم النبیین بنص الفرقان وعلیٰ اٰلہ وصحبہ وتابعیھم باحسان وعلینا معھم یا اللہ یا رحمٰن اٰمین اٰمین یا رؤف یا حنان سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک واللہ سبحانہ وتعالیٰ

تمام تعریفیں احسان فرمانے والے اللہ کریم کے لئے تام و کامل صلوٰۃ و سلام ہمارے آقا و مولےٰ، انسان و جن کے سردار، قرآنی نص سے خاتم النبیین اور آپ کی آل و اصحاب اور تابعین اور ان کے ساتھ ہم پر، یا اللہ یا رحمان، آمین آمین، اے شفقت و مہربانی فرمانے والے! تو پاک ہے اے اللہ! اور تیری ہی تعریفیں، گواہی دیتا ہوں کہ تیرے بغیر کوئی معبود برحق نہیں، تجھ سے بخشش کا طالب ہوں اور تیری طرف ہی رجوع، اللہ سبحانہ وتعالےٰ

Marfat.com

اعلم و علمه جل مجده اتم و احکم۔

بڑے علم والا اور اسی جل مجدہ کا علم نہایت تام اور نہایت قطعی ہے (ت)

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱ھ
عبد المصطفٰی احمد رضا خان

تقریظ جناب مولانا شیخ احمد مکی مدرس مکہ معظمہ دام مجدہ

الحمد للہ الذی جعلنا من ذوی العقول ومنحنا بالرضا والقبول نسألہ الصلٰوۃ والسلام کما ینبغی لجلال عظمۃ قدر نبینا وسیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء و سید کل رسول اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ المنزہ عن الکذب و الاقول والصلٰوۃ والسلام علٰی سیدنا محمد خاتم انبیائہ واشرف رسلہ المبعوث الٰی کافۃ الخلق والی الاسود والاحمر ھو الشافع المشفع فی المحشر صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ واصحابہ المصابیح الغرر وعلی الائمۃ المجتھدین الٰی یوم الیقین امابعد فقد نورت جفنی باثمد ھٰذا الجواب فیاطرب من جواب اصاب لایاتیہ الباطل من بین

تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے جس نے ہمیں ذوالعقول بنایا اور رضا و قبول کا تحفہ دیا، اس سے ہم اپنے نبی و سردار محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو انبیاء کے پچھلے اور تمام رسولوں کے سردار کی پُرجلال عظمتِ قدر کے مناسب پر صلٰوۃ و سلام کا سوال کرتے ہیں، میں گواہی دیتا ہُوں کہ اللہ وحدہٗ لاشریک کے بغیر کوئی معبود برحق نہیں جو کذب اور بے جا بات سے پاک ہے' ہمارے سردار، اللہ تعالٰی کے انبیاء و رسولوں کے خاتم و اشرف، جو تمام مخلوق کی طرف مبعوث' وہ محشر کے روز شفاعت کرنے والے جن کی شفاعت مقبول ہے سیدنا محمد پر صلٰوۃ و سلام اور ان کی آل و اصحاب پر جو قابل قدر چراغ ہیں اور ائمہ مجتہدین پر قیامت تک، امابعد میں نے اس جواب کے سُرمۂ اثمد سے اپنی پلکوں کو منور کیا، کیا ہی خوشی ہے ایسے جواب باصواب سے کہ باطل اس کے قریب نہیں پھٹک سکتا، بلکہ یہ نری ہدایت ہے جو حق وصواب تک پہنچانے

Marfat.com

يديه ولا من خلفه بل هداية مهداة
الى الحق والصواب وكيف لا وهو
للبحر الطمطام والحبر الفهام قدوة
الفقهاء والمحدثين وزبدة الكملاء والمفسرين
رياض البلغاء المتكلمين ومركز الفصحاء
الماهرين جامع المتون وشارح الفنون
التقي النقي نعمان الزمان مولانا الحاج
الحافظ القارى الشيخ احمد رضا خان
لازالت شموس افاضته على العلمين مشرقة
وصمصام اجوبته لاعناق الملحدين
قاطعة جزاه الله عنا وعن المسلمين خير الجزاء
وجمع الله شمله مع الاوتاد والنجباء فلعمري
ان هذا الجواب لا يقبله الا ذو قلب سليم
ولا يخوض فيه بالباطل الا الملحد الزنديق
الرجيم كما قيل ؎

الحمد لله ان الحق قد ظهرا
الا على اكمه لا يعرف القمرا
من فاضل نال من ابائه الشرفا
اروى سحاب نداه الجن والبشرا

والحق ان من يضلل الله فلا هادى له
ومن يهده فلا مضل له اللهم اجعلنا
متصفين بالافعال كما جعلتنا واصفين
بالاقوال وارضنا وارض عنا بجاه سيدنا
محمد والآل واحفظنا عن زائغ الزائغين
ومن همزات الشياطين و اخر دعوانا

والی ہے کیوں نہ ہو کہ ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر،
انتہائی فہم والے ماہر، فقہاء اور محدثین کے مقتدار،
کاملین و مفسرین کے نشان، بلیغ کلام والوں کے باغ،
فصیح ماہرین کے مرکز، متون کے جامع، فنون
کے شارح، پاکیزہ، متقی، نعمانِ وقت
مولانا الحاج حافظ قاری الشیخ احمد رضا خاں
کا یہ جواب ہے، ان کے فیض کا سورج تمام جہانوں
پر چمکتا رہے اور ان کے جوابات کی تلوار ملحدین کی
گردن کو کاٹتی رہے، اللہ ان کو ہماری اور تمام
مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اور
اللہ تعالیٰ ان کی مقبول خدمات کو اوتاد و
نجباء کے ساتھ شمار فرمائے، مجھے اپنی
عمر کی قسم اس جواب کو صرف سلیم قلب والے لوگ ہی
قبول کریں گے اور اس میں باطل کی تلاش صرف ملحد و
زندیق مردود کو ہی ہوگی، جیسے کسی نے کہا:

الحمد للہ بیشک حق ظاہر ہوا مگر اندھوں کے لئے
نہیں جو چاند کو نہیں پہچانتے، یہ ظہور ایسے
فاضل سے ہوا جس نے اپنے آباء و اجداد
سے شرف پایا، اس کی مجلس کے بادل نے جن و
بشر کو سیراب کیا۔

یہ حق ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرے اس کا کوئی ہادی
نہیں اور جس کو وہ ہدایت دے اس کو گمراہ کرنے والا
کوئی نہیں، اے اللہ! ہمیں افعال میں ایسے متصف
فرما جیسے تو نے ہمیں اقوال میں واصف بنایا، حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اُن کی آل پاک کے وسیلہ سے

Marfat.com

ان الحمد لله رب العلمين نمقه بنانه الراجي عفو ربه الحفي الباري احمد المكي الچشتي الصابري الامدادي المدرس بالمدرسة الاحمدية الواقعة في مكة المحمية سنة ۱۳۱۷ھ۔

ہمیں راضی بنا اور ہم سے راضی رہ، اور ہمیں گمراہوں کی گمراہی اور شیطانوں کی شیطنت سے محفوظ فرما، ہماری آخری التجا اللہ رب العالمین کی حمد ہے، احمد مکی چشتی صابری امدادی مدرس مدرسہ احمدیہ نے ۱۳۱۷ھ میں اپنے دستخطوں سے مکہ مکرمہ میں جاری کیا۔ (ت)

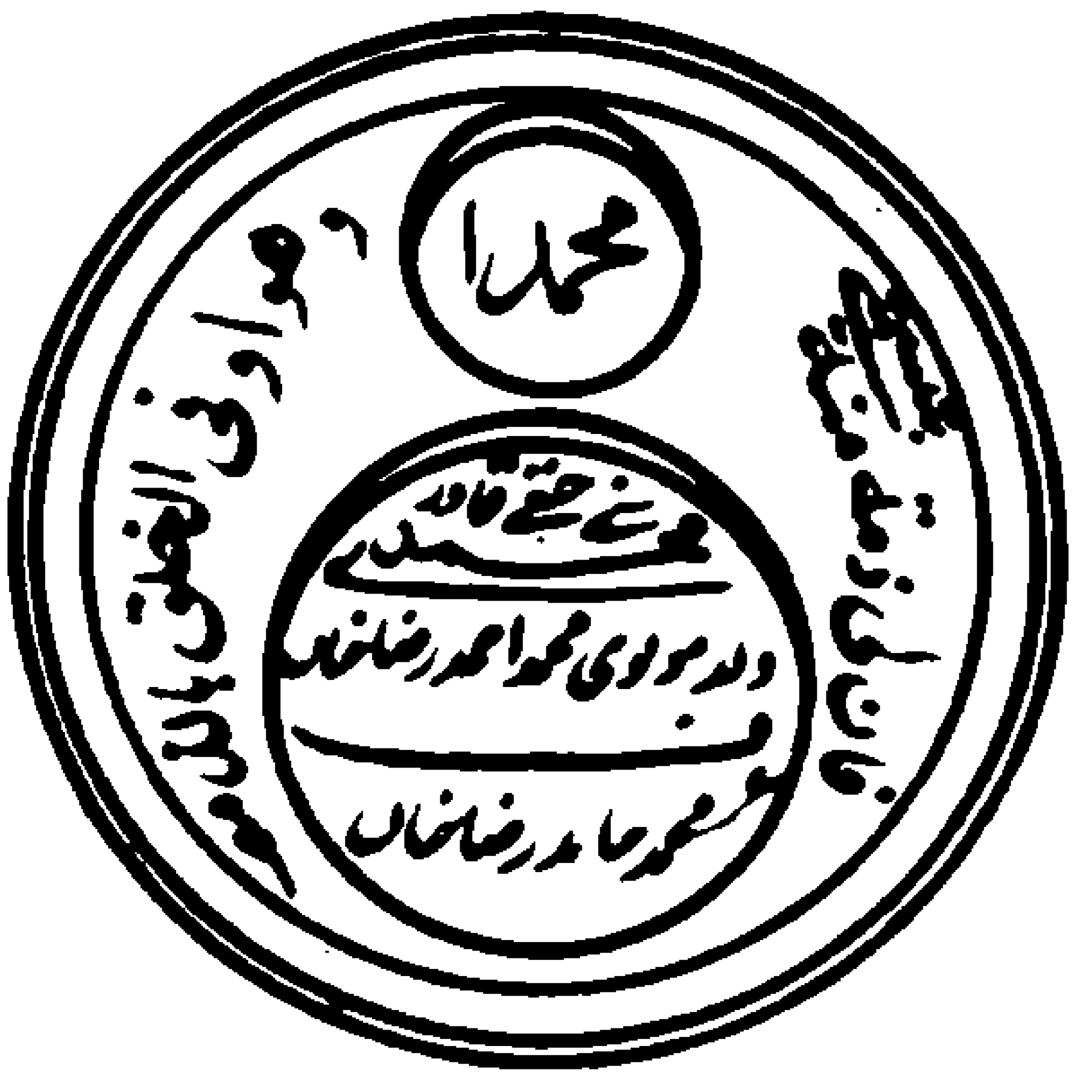

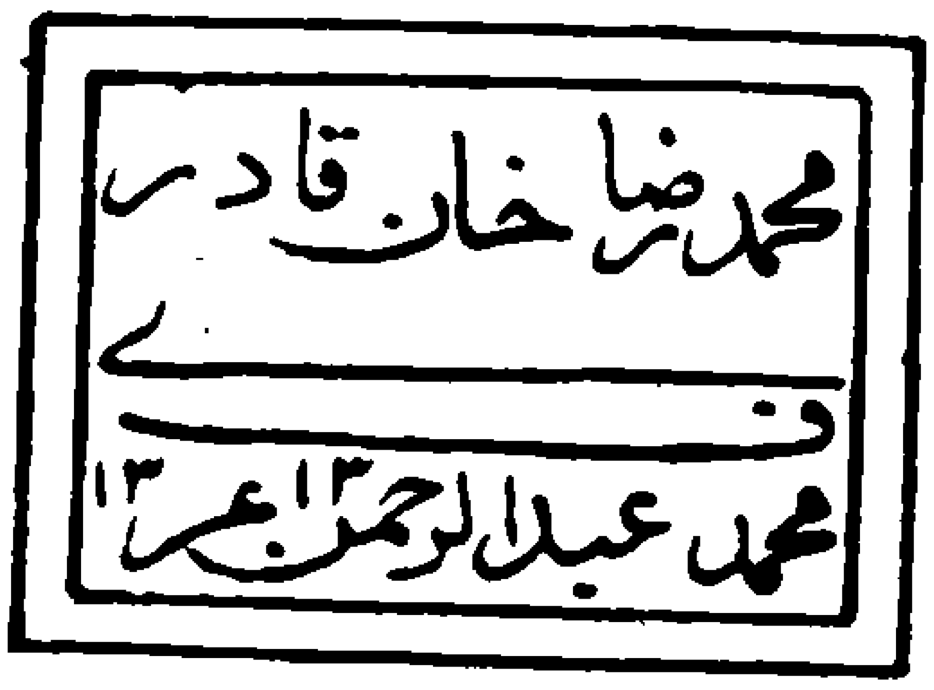

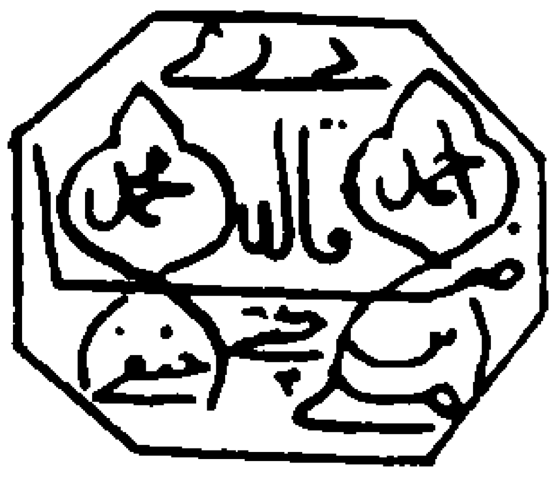

نوٹ

جلد پانزدہم کتاب السیر (حصہ دوم) ختم ہوئی
جلد شانزدہم کا آغاز کتاب الشرکۃ سے ہوگا۔

Marfat.com

AN-NAWAWI'S

FORTY HADITH

AN ANTHOLOGY OF THE SAYINGS OF THE PROPHET MUHAMMAD

الأربعين النووية

TRANSLATED BY

EZZEDDIN IBRAHIM
B. A. (Cairo); Ph. D. (Lond.)

DENYS JOHNSON - DAVIES
(ABDUL WADOUD)
M. A. (Cantab.)

Published by

JAMIA NIZAMIA RIZVIA

LAHORE. SHEIKHUPURA

PAKISTAN

Marfat.com

تیرھویں، چودھویں صدی ہجری میں ترتیب پانے والے اسلامی ادب کا آئینہ
پاک و ہند کے ۸۷۰ اہل قلم کی ۵۸۱۸ تصانیف کا اجمالی تعارف

مراۃ التصانیف

جلد اوّل

اضافہ شدہ ایڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے شعبہ تصنیف و تالیف کی طرف سے
پندرھویں صدی کے اہل تحقیق کیلئے علمی پیشکش

مرتبہ

مولانا حافظ محمد عبدالستار قادری سعیدی

مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ لاہور

Marfat.com

اہلِ علم حضرات کے لئے خوشخبری

فتاویٰ رضویہ

حصہ
طہارت
تا سیر
مکمّل
۱۵ جلدیں

خصوصیات جدید ایڈیشن

- عربی فارسی عبارات کے مقابل سلیس اُردو ترجمہ
- نادر اور قیمتی حوالہ جات کی تخریج، بقیدِ جلد، صفحہ اور مطبع کتاب
- عبارات کی پیرا بندی قامہ و ڈیش کے ساتھ
- کتابت اعلیٰ، کاغذ بہترین، آفسٹ طباعت، جلد مضبوط ڈائی دار
- ہر جلد کے ساتھ مآخذ و مراجع کے عنوان سے سینکڑوں کُتب اور اُن کے مصنفین بمع سِن وفات
- سائز ۲۰×۳۰/۸، صفحات ہر جلد اوسطاً ۷۵۰

باقی جلدوں پر تیز رفتاری سے کام جاری ہے

○

ملنے کے پتے

رضا فاؤنڈیشن ○ مکتبہ تنظیم المدارس ○ مکتبہ قادریہ

جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری گیٹ، لاہور

Marfat.com

Marfat.com

فتاوی رضویہ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

۱۶

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۸

پاکستان (۵۴۰۰۰)

فتاوٰی رضویّہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور۔
پاکستان (۵۴۰۰۰)

Marfat.com

مَن یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیرًا یُّفَقِّہْہُ فِی الدِّیْن

العطایا النبویۃ
فی
الفتاوی الرضویۃ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

جلد شانزدہم ۱۶

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ ـــــ ۱۳۴۰ھ

۱۸۵۶ء ـــــ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن ۰ جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور۔ پاکستان (۵۴۰۰۰)
فون نمبر ۷۶۵۷۳۱۴

Marfat.com

نام کتاب ——— فتاویٰ رضویہ جلد شانزدہم ۱۶

تصنیف ——— شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ترجمہ عربی عبارات ——— حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

پیش لفظ ——— 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

ترتیب فہرست ——— 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

تخریج و تصحیح ——— مولانا نذیر احمد سعیدی و مولانا محمد اکرام اللہ بٹ

باہتمام و سرپرستی ——— حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان

کتابت ——— محمد شریف گل، کرپال کلاں (گوجرانوالا)

پیسٹنگ ——— مولانا محمد منشا تابش قصوری معلم شعبۂ فارسی جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

صفحات ——— ۶۳۲

اشاعت ——— جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ / ستمبر ۱۹۹۹ء

مطبع ———

ناشر ——— رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

قیمت ———

○

ملنے کے پتے

- مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
- مکتبہ تنظیم المدارس، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
- مکتبہ ضیائیہ، بوہڑ بازار، راولپنڈی
- ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمدُ للہ ! اعلیحضرت امام المسلمین مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خزائن علمیہ اور ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں عہدِ حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظرِ عام پر لانے کے لئے دار العلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ ماہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری سے مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے، اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا کی متعدد تصانیف شائع کر چکا ہے مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویہ المعروف بہ فتاوٰی رضویہ کی ترجمہ و تخریج کے ساتھ عمدہ و خوبصورت انداز میں اشاعت ہے۔ فتاوٰی مذکورہ کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ/ مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا اور بفضلہ تعالٰی جل مجدہ و بعنایت رسولہ الکریم تقریباً نو ۹ سال کے مختصر عرصہ میں یہ سولھویں جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس سے قبل کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الجنائز، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الایمان، کتاب الحدود والتعزیر اور کتاب السیر پر مشتمل پندرہ ۱۵ جلدیں شائع ہو چکی ہیں جن کی تفصیل سنین، مشمولات، مجموعی صفحات اور ان میں شامل رسائل کی تعداد کے اعتبار سے حسب ذیل ہے؛

Marfat.com

جلد نمبر	عنوانات	جوابات مسئلہ	تعداد رسائل	سنین اشاعت	صفحات
۱	کتاب الطہارۃ	۲۲	۱۱	شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ — مارچ ۱۹۹۰ء	۸۳۸
۲	〃	۳۳	۷	ربیع الثانی ۱۴۱۲ — نومبر ۱۹۹۱	۷۱۰
۳	〃	۵۹	۶	شعبان المعظم ۱۴۱۲ — فروری ۱۹۹۲	۷۵۶
۴	〃	۱۳۲	۵	رجب المرجب ۱۴۱۳ — جنوری ۱۹۹۳	۷۶۰
۵	کتاب الصلوٰۃ	۱۴۰	۶	ربیع الاول ۱۴۱۴ — ستمبر ۱۹۹۳	۶۹۲
۶	〃	۴۵۷	۴	ربیع الاول ۱۴۱۵ — اگست ۱۹۹۴	۷۳۶
۷	〃	۲۶۹	۷	رجب المرجب ۱۴۱۵ — دسمبر ۱۹۹۴	۷۲۰
۸	〃	۳۳۷	۶	محرم الحرام ۱۴۱۶ — جون ۱۹۹۵	۶۶۴
۹	کتاب الجنائز	۲۷۳	۱۳	ذیقعدہ ۱۴۱۶ — اپریل ۱۹۹۶	۹۴۶
۱۰	کتاب الزکوٰۃ، صوم، حج	۳۱۶	۱۶	ربیع الاول ۱۴۱۷ — اگست ۱۹۹۶	۸۳۲
۱۱	کتاب النکاح	۴۵۹	۶	محرم الحرام ۱۴۱۸ — مئی ۱۹۹۷	۷۳۶
۱۲	کتاب النکاح، طلاق	۳۲۸	۳	رجب المرجب ۱۴۱۸ — نومبر ۱۹۹۷	۶۸۸
۱۳	کتاب الطلاق، ایمان، حدود وتعزیر	۲۹۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۱۸ — مارچ ۱۹۹۸	۶۸۸
۱۴	کتاب السیر (ا)	۳۲۹	۷	جمادی الاخریٰ ۱۴۱۹ — ستمبر ۱۹۹۸	۷۱۲
۱۵	〃 (ب)	۸۱	۱۵	محرم الحرام ۱۴۲۰ — اپریل ۱۹۹۹	۷۴۴

سولھویں جلد

یہ جلد فتاوٰی رضویہ قدیم جلد ششم مطبوعہ سُنّی دارالاشاعت مبارکپور اعظم گڈھ بھارت کے صفحہ ۳۲۰ سے آخر تک ۲۳۴ سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے۔ نئے شامل کردہ رسائل کے علاوہ اس جلد کی عربی و فارسی عبارات کا ترجمہ راقم الحروف نے کیا ہے۔ اس سے قبل گیارھویں، بارھویں اور تیرھویں جلد بھی راقم کے ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکی ہیں۔ پیش نظر جلد بنیادی طور پر کتاب الشرکۃ اور کتاب الوقف کے مباحثِ جلیلہ پر مشتمل ہے تاہم متعدد ابواب فقہیہ وکلامیہ وغیرہ کے مسائل ضمناً زیر بحث آئے ہیں، مسائل و رسائل کی مفصل فہرست کے علاوہ مسائلِ ضمنیہ کی الگ فہرست بھی قارئین کرام کی سہولت کے لئے تیار کر دی گئی ہے، انتہائی وقیع اور گرانقدر

Marfat.com

تحقیقات و تدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل تین رسائل بھی اس جلد کی زینت ہیں :

(۱) جوال العلو لتبیین الخلو (۱۳۳۶ھ)

خلو کی تعریف اور اس کے شرعی حکم کا بیان

(۲) التحریر الجید فی حق المسجد (۱۳۱۵ھ)

اشیاءِ مسجد کو فروخت کرنے اور انھیں اپنے تصرف میں لانے کا حکم

(۳) ابانۃ المتواری فی مصالحۃ عبد الباری (۱۳۳۱ھ)

مسجد کانپور کے متعلق ایک نہایت ضروری فتویٰ اور مولانا عبد الباری فرنگی محلی کے اس مسجد کے بارے میں فیصلے کا ردِ بلیغ۔

رسائل مذکورہ میں سے اول الذکر رسالہ تو پہلے سے ہی فتاوی رضویہ قدیم جلد ششم کتاب الوقف میں موجود تھا جبکہ باقی دونوں رسالے اس سے قبل فتاوی رضویہ میں شامل نہ تھے موضوع کی مناسبت سے ان کو جلد ہذا میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے نیز رسالہ التحریر الجید کے بعد مسئلہ ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸ فتاوی افریقہ سے ماخوذ ہیں ، یاد رہے کہ پندرھویں جلد میں کتاب السیر مکمل ہو چکی ہے اس کے بعد فتاوی رضویہ قدیم جلد ششم میں کتاب المفقود تھی جس کو کتاب الطلاق کے ساتھ منسلک کرکے تیرھویں جلد (جدید) میں شامل کیا جا چکا ہے لہذا پیشِ نظر جلد (شانزدہم) کا آغاز کتاب الشرکۃ سے ہو رہا ہے۔

حافظ محمد عبد الستار سعیدی

ناظمِ تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

جمادی الاولی ۱۴۲۰ھ

ستمبر ۱۹۹۹ء

Marfat.com

رموز

محقق : علامہ کمال الدین ابن ہمام صاحبِ فتح القدیر

ح : علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبی صاحبِ غنیۃ المستملی

ش : علامہ محمد امین ابن عابدین الشامی صاحبِ رد المحتار

ط : علامہ سید احمد الطحطاوی صاحبِ حاشیۃ الدر المختار و حاشیہ مراقی الفلاح

الدر : الدر المختار ، علامہ محمد علاء الدین الحصکفی

الدرر : الدرر شرح الغرر ، ملا خسرو علامہ محمد بن فراموز

بحر : البحر الرائق ، علامہ زین الدین ابن نجیم

ہندیہ : فتاوی عالمگیری ، جماعت علمائے احناف

نہر : النہر الفائق ، سراج الدین عمر بن نجیم

فتح : فتح القدیر ، علامہ کمال الدین ابن ہمام

غنیہ : غنیۃ المستملی ، علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبی

حلیہ : حلیۃ المحلی ، ابن امیر الحاج

Marfat.com

اجمالی فہرست

پیش لفظ ———— ۳
فہرست مضامین مفصل ———— ۹
فہرست مسائل ضمنیہ ———— ۵۷
کتاب الشرکۃ ———— ۸۹
کتاب الوقف ———— ۱۱۳
مصارفِ وقف ———— ۲۰۵
باب المسجد ———— ۲۵۵

فہرست رسائل

○ جوال العلو لتبیین الخلو ———— ۱۷۵
○ التحریر الجید فی حق المسجد ———— ۲۶۱
○ ابانۃ المتواری فی مصالحۃ عبد الباری ———— ۳۶۵

Marfat.com

حمد باری تعالیٰ

اَلْحَمْدُ لِلْمُتَوَحِّدِ
بِجَلَالِهِ الْمُتَفَرِّدِ
وَصَلٰوتُهٗ دَوْمًا عَلٰی
خَیْرِ الْاَنَامِ مُحَمَّدِ

حضرت رضا بریلوی

اُس خُدائے یکتا کی حمد و ثنا
جو اپنے جلال میں یکتا و یگانہ ہے
تمام مخلوق میں سب سے اعلیٰ انسان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
پر خُدا کی رحمت ہمیشہ ہمیشہ نازل ہوتی رہے!

Marfat.com

فہرست مضامین مفصّل

کتاب الشرکۃ

جن لوگوں کا مال اس طرح مل گیا کہ تمیز مشکل ہے اور کچھ لوگ عدم امتیاز کی وجہ سے اپنا حصہ لینے سے انکار کریں تو بقیہ شرکاء اپنا حصہ لے کر بقیہ فقیروں کو دے دیں۔ ۸۹

مال شرکت سے متعلق ایک سوال۔ ۸۹

مشترک دکان کی آمدنی میں شرکاء بحصہ مساوی شریک ہوں گے۔ ۸۹

مشترکہ ملک میں سے ایک شریک دوسرے شریک کی اجازت سے کچھ رقم لے گیا تو اگر کچھ باقی واپس ہوا تو دونوں شرکاء بحصہ مساوی مالک ہونگے۔ ۹۰

قرض، ہبہ اور اباحت کا فرق۔ ۹۰

اباحت بعد موتِ مبیح باطل ہو جاتی ہے۔ ۹۰

مشترک مال میں ہر فریق کے لئے جو مباح کر دیا گیا اس کا تاوان نہیں۔ ۹۱

عرف ظاہر پر عمل واجب ہے۔ ۹۱

عرف اعظم دلائل شرعیہ سے ہے۔ ۹۱

جو عرف میں معروف ہو وہ مشروط شرعی کی طرح ہوتا ہے۔ ۹۱

زید نے عمر کو کچھ روپیہ دیا اور کہا کہ اس کو خرچ کر، یا اپنی حاجت میں اٹھا، یا جہاد کر، تو قرض قرار دیا جائیگا۔ ۹۲

عورت نے شوہر کو دیا کہ کپڑا بنا کر پہن، تو ہبہ قرار دیا جائے گا۔ ۹۲

طالبعلم کو لکڑیاں وغیرہ دیں کہ اپنی کتابوں میں صرف کیجئے، ہبہ قرار پائے گا۔ ۹۲

جس عاریۃ کو ہلاک کر کے انتفاع حاصل کیا قرض قرار دیا جائے گا۔ ۹۲

مدار عرف پر ہے۔ ۹۲

جس معاملہ میں قرض معروف ہو قرض قرار دیا جائے اور جس میں ہبہ وہ ہبہ ہے۔ ۹۳

Marfat.com

جو چند بھائی یکجا رہتے ہیں ان میں عرفاً ہر ایک کو اپنے مصارف میں صرف کرنے کی اجازت رہتی ہے اور کمی بیشی کا کوئی حساب نہیں ہوتا، یہ اباحت ہے۔ ۹۳

شرکت ملک کا ایک سوال۔ ۹۳

مشترک زمین پر گورنمنٹ نے قبضہ کیا، بعد میں تقسیم ہو کر وہ ایک فریق کے حصہ میں پڑی، اور گورنمنٹ نے قبضہ کا معاوضہ دیا تو زمانہ شرکت کے معاوضہ میں سب شرکاء شریک ہوں گے، یہ حکم اس صورت میں ہے کہ وہ زمین معد لاستغلال ہو اور کسی ایک نے اپنے لئے اعداد نہ کیا ہو۔ ۹۴

کسی ایک کے اپنے لئے اعداد کرنے کی صورت میں زمانہ شرکت کی آمدنی بقدر حصص شرکاء مابعد کے لئے ملک خبیث ہے، جس کا صدقہ کرنا یا شرکاء کو دینا واجب ہے۔ ۹۴

اگر زمین معد لاستغلال نہ ہو تو گورنمنٹ نے جس کو دیا وہی مستحق ہے کہ یہ ہبہ ہے جبکہ شرکاء میں کوئی یتیم نہ ہو۔ ۹۴

سات سوالات پر مشتمل ایک استفتاء۔ ۹۵

جواب سوال اول۔ ۹۶

دینے والا دیتے وقت جو جہت متعین کردے وہی متعین ہے۔ ۹۶

معطی نے دیتے وقت کچھ کہا تو اسی کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے جبکہ ظاہر اور عرف کے خلاف نہ ہو۔ ۹۶

لڑکوں نے باپ کو روپیہ دیا مگر صراحۃً ثابت ہو کہ بطور قرض دیا تھا روپیہ واپس لیں گے۔ ۹۹

صراحت نہ ہو اور معمول یہ رہا کہ بطور امداد بے قصد واپسی دیتے رہے ہوں تو بقیہ ورثاء کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔ ۹۹

یمین علی فعل الغیر میں قسم علم پر کھائی جاتی ہے۔ ۹۹

جواب سوال دوم ۱۰۰

مکان میں تعمیر مزید سب شرکاء کی رائے سے ہوئی تو اپنا حصہ نکال کر بقیہ شرکاء سے باقی کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ ۱۰۰

ایک شریک نے اپنے مال سے بقیہ شرکاء کیلئے مشترکہ ملک میں کچھ بنایا اگر یہ ہبہ ہو تو ناجائز ہے کہ یہ ہبہ مشاع ہے۔ ۱۰۰

جواب سوال سوم ۱۰۱

مشترکہ جائداد میں کسی شریک نے اپنے صرفہ سے اپنے لئے مکان بنایا تو وہ اسی کا ہوگا۔ ۱۰۱

کسی نے دوسرے کی زمین میں مکان بنایا تو مکان والا اس سے معاملہ بھی کر سکتا ہے اور وہ مکان اپنی زمین سے اکھڑوا بھی سکتا ہے اور زمین بیکار ہونے کا اندیشہ ہو تو اس مکان کی قیمت لگا کر اس پر قبضہ بھی کر سکتا ہے۔ ۱۰۱

دوسرے کی زمین میں بنے ہوئے مکان کی قیمت لگانے کا طریقہ۔ ۱۰۲

مختلف کتب فقہ سے مسئلہ دائرہ کے نصوص۔ ۱۰۲

جواب سوال چہارم ۱۰۵

Marfat.com

لڑکیاں مکان قدیم سے ترکہ پدری پائیں گی۔
ہبہ بلا قبضہ باطل ہوتا ہے۔
جواب سوال پنجم
قیم پر حساب واجب ہے اس کا تحریر میں رکھنا
واجب نہیں۔
شرکاء کی یہ قرارداد کہ ایک شریک مال بیچے حساب
لکھے اور اکنی روپیہ دستوری لے، ناجائز و
حرام ہے۔
جواب سوال ششم
بھائیوں نے مرحوم بھائی کی بیوی کو کچھ دیا تو یہ بطور
مواسات و غمخواری ہے اور واپس نہ ہوگا اور
استحقاق شوہر کے بدلہ کے طور پر تو جو حق سے زائد
دیا واپس لے سکتا ہے۔
تصدق میں اصلاً رجوع نہیں۔
جواب سوال ہفتم
مشترکہ دکان کے شریک نگراں نے دکان پر
قرض بتایا اگر کسی سے نقد روپیہ لیا تھا تو خاص
نگراں ذمہ دار ہونگے اور مال ہی بطور قرض
مول لیا اور ادا نہ ہو تو سب شرکاء ذمہ دار
ہوں گے۔
تحقیق مسئلہ
مورث کے مرنے کے بعد شرکاء ترکہ میں مشترکہ
طور پر تصرف کرتے ہیں یا ان میں سے ایک کو
نگراں بنا دیتے ہیں، یہ شرکت ملک ہے۔
شرکت ملک میں ہر شریک دوسرے کے حصہ میں

۱۰۵ اجنبی ہوتا ہے۔ ۱۰۷
۱۰۵ شرکت ملک میں ہر شریک کو تصرف کی اجازت ہو
۱۰۵ تو اپنے حصہ میں اصیل اور شریک کے حصہ
میں وکیل ہوگا۔ ۱۰۷
۱۰۵ شریک کو مال مشترک میں تصرف کے لئے اجیر
کرنا جائز نہیں۔ ۱۰۸
وکالت شروط فاسدہ سے فاسد نہیں ہوتی۔ ۱۰۹
۱۰۵ وکیل بالشراء قرض کے طور پر خرید سکتا ہے۔ ۱۰۹
۱۰۵ وکیل تجارت کو موافق معمول تجار قرضوں بیچنے کا اختیار ہے ۱۱۰
وکیل بالشراء روپیہ قرض نہیں لے سکتا۔ ۱۱۰

کتاب الوقف

۱۰۶ مہر میں جائداد دینا ہبہ بالعوض ہے، اور
۱۰۶ یہ بیع ہے۔ ۱۱۲
۱۰۶ جائداد مہر میں دے کر بعد موت واپسی کی شرط
لگانا شرط فاسد ہے اور ایسی جائداد کے
اوپر بیوی کی ملک فاسد ہے۔ ۱۱۳
ایسی جائداد کے وقف میں علماء کو اختلاف ہے
یعنی اس میں بیع شروط فاسدہ سے فاسد و
۱۰۷ حرام ہو جاتی ہے۔ ۱۱۳
۱۰۷ بیع فاسد کو فسخ کرنا بائع اور مشتری دونوں
پر فرض ہے۔ ۱۱۳
بیع فاسد کو فسخ نہ کرنا گناہ ہے۔ ۱۱۳
۱۰۷ عقد فاسد سے خریدی ہوئی جائداد پر قبضہ کے
بعد مشتری اس کا مالک ہو جاتا ہے۔ ۱۱۳

Marfat.com

ایک قول صحت کا ہے اور دوسرا بطلان کا۔

مسئلۃ الظفر بخلاف جنس الحق۔ ۱۱۴

وقف کسی خاص وقتِ خاص تک مقید نہیں ہوسکتا۔ ۱۱۴

جائداد پر قرض ہونے کے دو معنی۔ ۱۱۴

جائداد کا قرضہ میں مکفول کرنا جائز نہیں لیکن ایسی جائداد کا وقف صحیح ہے۔ ۱۱۴

جائداد مرہونہ کا وقف اس صورت میں صحیح ہے کہ راہن کے پاس مال قابل ادائے قرض موجود ہو۔ ۱۱۵

مسجد کی تعمیر کی اور اس کے چاروں طرف دکان بنائی، دکان وقف نہ کی تب بھی مسجد کا وقف صحیح ہے، اور اگر اب کوئی شخص وارثوں سے خرید کر وہ دکان مدرسہ اسلامیہ کے لئے وقف کرے، تو یہ وقف بھی صحیح ہے۔ ۱۱۶

وہابیہ، روافض، غیر مقلدین اور نیچری ضالین ہیں۔ ۱۱۶

تین عملوں کا ثواب موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ ۱۱۶

ایک شخص نے نفعِ عوام کے لئے تالاب بنایا، کہ لوگ نہائیں اور شکار کریں، اس کی موت کے بعد دوسرے نے زمیندار سے مل کر اس پر قبضہ کرلیا، یہ قبضہ باطل ہے، لیکن اس تالاب کے وقف ہونے میں کلام ہے۔ ۱۱۷

حوضِ مساجد کا حکم ۱۱۷

موقوفہ جائداد کی آمدنی سے جو زمین خریدی گئی وہ وقف کا حکم نہیں رکھتی، اس کی بیع و شراء جائز ہے، مگر اس کی بیع قابل اطمینان ذرائع سے ہونی چاہیے۔ ۱۱۷

حرام کی کمائی کے مصارف خیر میں صرف کرنے کا طریقہ۔ ۱۱۸

وقف صحیح ہونے کے بعد اس میں کوئی تبدیلی یا ترمیم نہیں ہوسکتی۔ ۱۱۹

واقف کو متولی کو معزول کرنے کا حق ہے۔ ۱۱۹

موقوفہ جائداد کے بارے میں واقف کو بھی کوئی وصیت کرنے کا حق نہیں، نہ کوئی اس کو بیع سکتا ہے۔ ۱۲۰

امام باڑہ وقف نہیں ہوسکتا جس نے بنایا اس کی ملک ہے وہ نہ ہو تو اس کے وارثوں کی ملک ہے۔ ۱۲۱

تعزیہ داری ناجائز ہے۔ ۱۲۱

اسلام کی شرکت سے انکار کرنے والا کافر ہے۔ ۱۲۱

زنا اور غنا میں حاصل کیا ہوا روپیہ مثل غصب حرام مطلق ہے۔ ۱۲۱

جو جائداد آشناؤں نے زانیہ عورتوں کو ہبہ کی، ہبہ باطل، اور جائداد آشناؤں کی ملکیت پر باقی ہے۔ ۱۲۱

اگر عقد و نقد دونوں حرام پر جمع نہ ہوں تو ملک صحیح اور حلال ہوگی۔ ۱۲۱

Marfat.com

نقد میں مال حرام دیا تو بائع کو اس کا لینا حرام لیکن جائداد ملک مشتری ہوگی۔ ۱۲۲

ناچنے گانے والوں کو اجرت کے علاوہ "بیل" کے طور پر جو دیا جاتا ہے وہ حرام نہیں۔ ۱۲۲

مالِ حرام کے مصرفِ خیر میں لانے کا حیلہ۔ ۱۲۲

جنازہ پر ڈالنے کے لئے چادر وقف کر سکتے ہیں۔ ۱۲۲

جنازہ پر بقصدِ زینت بیش قیمت چادر ڈالنا مکروہ ہے ۱۲۲

مسجد کے لئے ہندوؤں کا وقف باطل ہے۔ ۱۲۳

نماز اور جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں۔ ۱۲۳

تاڑ و کھجور کے باغ میں زمین کا وقف صحیح ہے اور تاڑ و کھجور تاڑی اور سیندھی نکالنے کے لئے اجارہ پر دینا حرام و باطل ہے۔ ۱۲۳

صدہا سال سے مسلمان جس زمین پر چاہ و قبور و مساجد بناتے آئے ہیں وہ وقف عام ہے۔ ۱۲۴

وقف خاص میں ہر متولی خلاف اغراض وقف تصرف کرنے سے ہر شخص کو روک سکتا ہے۔ ۱۲۴

خلافِ اغراض وقف اجازت باطل ہے۔ ۱۲۴

خائن متولی کو معزول کر دینا لازم ہے۔ ۱۲۴

ایک بیعنامہ کی نقل۔ ۱۲۵

ہبہ بالعوض بیع ہے۔ ۱۲۶

جتنے لوگوں کے نام بیع ہوئی مبیع کے سب مالک ہو گئے اگرچہ قیمت ایک شخص نے ادا کی ہو۔ ۱۲۶

چندہ چندہ دہندگان کی ملک پر ہوتا ہے۔ ۱۲۶

جو جائداد چندہ کے پیسہ سے چندہ دہندگان کی اجازت سے فراہم ہوئی تو اس میں سبھی شریک ہوں گے، اور جب سب لوگوں نے مل کر اس کو مدرسہ دینیہ کے لئے کر دیا تو وقف ہو گیا۔ ۱۲۶

مشترکہ جائداد میں چندہ کی کمی بیشی کا کوئی اثر نہ ہوگا بلکہ سب کو یکساں حق حاصل ہے۔ ۱۲۶

حقوق غیر متجزی میں تمام شریک علی وجہ الکمال مالک ہوتے ہیں۔ ۱۲۶

جو چیز ایک بار وقف ہو گئی دوبارہ وقف نہیں ہو سکتی۔ ۱۲۷

کسی منصب والے کو بلا عذر شرعی معزول کرنا جائز نہیں۔ ۱۲۷

مسئلہ شرعی میں قلت و کثرت رائے کا اعتبار نہیں۔ ۱۲۸

انتظامی امور جن میں شرع کی طرف سے کوئی تحدید نہ ہو کثرت رائے کا لحاظ ہوتا ہے اور اس میں علم و جہالت کا بھی لحاظ نہ ہوگا بلکہ تجربہ کاری کا اعتبار ہوتا ہے۔ ۱۲۸

وقف کی صحت کے لئے واقف کا جائداد موقوفہ کا مالک ہونا ضروری ہے۔ ۱۲۸

صحت وقف کے لئے وقف نامہ لکھنا ضروری نہیں، زبانی وقف بھی کافی ہے۔ ۱۲۹

واقف اپنے یا اپنے خاندان کی تولیت کی شرط لگا سکتا ہے۔ ۱۲۹

متولی سے ولایت کب لے لینا ضروری ہے۔ ۱۲۹

اوقاف مطلقاً چاہے واقف غیر مسلم ہو اور وقف ہمارے مذہبی اعمال کے لئے ہوں یا

Marfat.com

غریبوں کی مدد تعلیم یا طبی امداد کے لئے ہوں سب علی العموم مذہبی ہیں۔ ۱۴۰
صحتِ وقف کی دو ضروری شرطیں۔ ۱۴۰
مالداروں کے لئے ہوٹل بناکر وقف کیا وقف نہ ہوگا ۱۴۰
کافر نے مسجد کے لئے وقف کیا وقف نہ ہوگا۔ ۱۴۰
کافر نے مندر یا شوالہ کے لئے وقف کیا وقف نہ ہوگا۔ ۱۴۰
اگر یہ شرط لگادی کہ شوالہ نہ رہے تو فقیروں کیلئے کردیا جائے وقف صحیح ہوگیا۔ ۱۴۰
مسلمان وقف کرکے مرتد ہوجائے تو وقف باطل ہوجاتا ہے۔ ۱۴۱
مسائل مذکورہ بالا کے جزئیے کتبِ فقہ سے۔ ۱۴۱
چندہ کا جو روپیہ فاضل بچے وہ چندہ دہندگان کا ہے کسی دوسرے مصرف میں صرف کرنے کے لئے ان کی رضامندی ضروری ہے۔ ۱۴۴
چندہ دہندگان نہ ہوں تو ان کے بالغ وارثوں سے استصواب کیا جائے۔ ۱۴۴
صبی و مجنون کا حصہ واپس کرنا ہوگا۔ ۱۴۴
اگر چندہ دہندگان معلوم نہ ہوں تو مصرف سے جو زائد ہو اس کو اس کام میں صرف کریں جس کے لئے وصول کیا گیا، وہ نہ بن پڑے تو فقراء کو دیں۔ ۱۴۴
قبرستان کی بیع ناجائز ہے۔ ۱۴۶
قبروں کو ہموار کرکے ان پر چلنا بھی حرام ہے۔ ۱۴۶
موقوفہ قبرستان میں کچھ زمین دفن سے رہ گئی اور کسی وجہ سے مزید مُردوں کا دفن کرنا ممکن نہ رہا تو وہ خالی زمین واقف کی ملکیت میں لوٹ آئی۔ ۱۴۶
مسجد کے روپوں اور اس کی زمین و عمارت میں ناجائز تصرف کے بارے میں سوال اور اس کا شرعی حکم۔ ۱۴۷
مسجد کا متولی تعمیرِ مسجد وغیرہ امور میں قاضی پر مقدم ہے۔ ۱۴۷
واقف نے صاف مطلق اور بے تقیید وقف دائمی کیا وقف صحیح و تام ہوگیا۔ ۱۴۸
خود واقف نے وقف میں غلط تصرف کیا اس کو وقف کے انتظام سے الگ کردیا جائے۔ ۱۴۸
واقف اگر شرائطِ وقف کی پابندی نہ کرے تو گنہگار ہے مگر وقف باطل نہ ہوگا۔ ۱۴۸
واقف و متولی کی خیانت ظاہر ہوجائے تو وقف اس سے نکال کر دوسرے کے سپرد کردیا جائے۔ ۱۴۸
وقف کے بعد واقف صرف ایک متولی کی حیثیت میں رہتا ہے۔ ۱۴۸
واقف نے تولیت کے تبدیل کا ذکر وقف نامہ میں نہ کیا پھر بھی اس کو متولی بدلنے کا حق ہے۔ ۱۴۸
عام اور معتبر شرطوں کا اختیار شرع نے واقف کو صرف انشاءِ وقف کے وقت دیا ہے۔ ۱۴۹
شرائطِ معتبرہ کا بیان۔ ۱۴۹
وقف تام ہونے کے بعد شرط بدلنے کا اختیار نہیں، ہاں اگر تبدیلِ شرائط کی شرط لگائی ہو تو اختیار رہے گا۔ ۱۴۹

Marfat.com

وقف میں عام فقراء پر خرچ کرنے کی شرط لگائی،
بعد میں خاص کے لئے کہا تو یہ باطل ہے ۔ ۱۴۰
وقف میں تبدیل شرط لگائی تو صرف ایک بار تبدیل
کر سکتا ہے دوبارہ نہیں ۔ ۱۴۰
ہاں دائمی تبدیلی کی شرط کی تو ہر بار بدل سکتا ہے ۔ ۱۴۰
وقف مطلق غیر مشروط التبدیل کی بیع، اس کو
دوسری جائداد سے بدلنا، اسے دائمی اجارہ پہ
دینا، یا چالیس سال کے پٹہ پر دینا جائز نہیں ۔ ۱۴۲
وقف مطلق کو ذی عقل وعلم وعمل قاضی صرف اس
وقت بدل سکتا ہے کہ وہ بالکل قابلِ انتفاع
نہ رہ جائے ۔ ۱۴۲
کسی مملوک کا بھی دائمی اجارہ ہو یہ جائز نہیں ۔ ۱۴۳
مدتِ بقاء مجہول ہے ۔ ۱۴۳
جہالت مدت سے اجارہ فاسد ہوتا ہے ۔ ۱۴۳
عقد فاسد حرام ہے ۔ ۱۴۳
تعیینِ مدت کے بغیر اجارہ جائز نہیں ۔ ۱۴۳
تعیینِ مدت سے مقدارِ منفعت معلوم ہوتی ہے ۔ ۱۴۳
وقفی پیڑ کاٹنے کی اجازت نہیں ۔ ۱۴۴
واقف نے اجازت نہ دی اور وقف کو ضرورت
نہ ہو تو زمین موقوف کو تین سال سے زیادہ کے
اجارہ پر دینا جائز نہیں ۔ ۱۴۴
اجمیر معلی کے احاطہ کی زمین واردین وصادرین
کے لئے وقف ہے جو شخص ان میں تعمیر کرکے اسی
مقصد کے لئے وقف کرے وقف صحیح ہوا ۔ ۱۴۵
ایامِ حاضریِ بارگاہ میں خود بانی بھی اس میں مقیم
ہو سکتا ہے ۔ ۱۴۶
مسجد، مقبرہ، پل، حوض وسقایہ سے حسب شرط
وقف بانی اور غیر بانی سب فائدہ اٹھا سکتے ہیں ۔
جو عمارتیں زائروں کے لئے ہیں ان میں کسی کو
دوامی قیام درست نہیں ۔ ۱۴۶
مجاوروں کو درگاہ کی عمارتوں میں قیام کا بالکل
حق نہیں کہ وہ مسافروں زائروں کے لئے
بنائی گئیں ۔ ۱۴۶
تعمیر وقف کے وقت واقف نے کوئی نیت کی
اور شرط نہ لگائی، تو نیت کا اعتبار نہیں ۔ ۱۴۷
ارضِ موقوفہ میں جس نے مقصدِ وقف کے لئے
کوئی عمارت بنا کر وقف کی اس کو کوئی ترجیحی
حق حاصل نہیں ۔ ۱۴۷
واقف کی جو شرط مخالفِ شرعِ مطہر ہو نامقبول
نامعتبر ہے ۔ ۱۴۸
عدمِ ترجیح پر مسجد میں رومال رکھ کر جگہ گھیرنے
سے شبہ اور اس کا جواب ۔ ۱۴۸
مالِ وقف پر ملکیت کے دعویٰ کا کسی کو حق
نہیں، تصرف کا حق متولی اور وہ نہ ہو تو اہلِ محلہ
کو ہے ۔ ۱۵۰
تکیہ موقوفہ میں ذاتی مکان بنانا، مسجد بنانا،
اس کا بیچنا جائز نہیں ۔ ۱۵۰
الوقف لا یوقف ۔ ۱۵۰
الوقف لا یملک ۔ ۱۵۰
وقفی قبرستان میں مدرسہ مسجد یا کچھ اور علاوہ قبر کے

Marfat.com

بنانا جائز نہیں۔ ۱۵۰

جس زمین کے وقف ہونے کا کوئی ثبوت نہیں وہ مالک کی ہے۔ ۱۵۱

سلاطین اسلام نے جوار صادات کئے ان کیلئے وقف کا حکم ہے، بند معانی میں لفظ وقف کا ہونا کچھ ضروری نہیں۔ ۱۵۲

متولی کا کسی مقدمہ میں اپنے کو مالک کہنا یا گورنمنٹ کا اس کو مالک تسلیم کرنا اس کو وقف ہونے سے نہیں نکالے گا۔ ۱۵۳

موقوف علیہ کا فقیر، غیر ہاشمی ہونا ضروری نہیں اوقاف رفاہ عامہ میں سب داخل ہو سکتے ہیں اور واقف نے استثنار کر دیا ہو تو بھی مالدار اور سادات منتفع ہو سکتے ہیں۔ ۱۵۳

وقف کی صحت کے لئے قربت موبد ہونا ضروری ہے لیکن وقف کی پوری جائداد اسی مقصد کے لئے ہونا ضروری نہیں ہے۔ ۱۵۳

اقرباء اور خاندان پر صرف کرنے کی شرط کی تفصیل۔ ۱۵۴

اقرب رشتہ دار ابعد کو محجوب کرتا ہے۔ ۱۵۴

میراث میں فقر وغنار کا لحاظ نہیں ہوتا۔ ۱۵۴

مصارف وقف میں جہاں وقف نامہ خاموش ہو معمول قدیم کے موافق عملدرآمد ہوگا۔ ۱۵۵

واقف نے وقف میں قوالی اور تعزیہ کی شرط لگادی تو ان پر صرف حرام ہے مگر دیگر مصارف خیر کی وجہ سے یہ وقف جائز ہے۔ ۱۵۵

استطاعت کا معیار ملک نصاب زائد از حاجت اصلیہ ہے۔ ۱۵۵

تعزیہ و مزامیر معصیت ہیں۔ ۱۵۵

معصیت میں مال وقف کا صرف حرام ہے۔ ۱۵۵

مال وقف پر تعدی حرام ہے۔ ۱۵۵

حرام امور میں مال وقف کو صرف کرنیوالے متولی پر تاوان لازم ہوگا۔ ۱۵۵

متولی امین ہوتا ہے۔ ۱۵۵

ہر امین تعدی کے سبب سے ضامن ہوتا ہے۔ ۱۵۵

ذمی نے بیعہ پر وقف کیا اور کہا کہ جب یہ ویران ہو جائے تو وقف فقراء کے لئے ہوگا تو اس صورت میں یہ وقف ابتداءً ہی فقراء کے لئے ہوگا۔ ۱۵۵

اوقاف میں شرط واقف نص شارع کی طرح ہے۔ ۱۵۷

مدرسہ کے مال سے مسجد کا قرضہ ادا نہیں کیا جاسکتا اور جو ادا کرے تاوان دے، مسجد سے نہیں لے سکتا۔ ۱۵۷

مسجد پر جو جائداد وقف ہے اگر واقف نے اس کی آمدنی سے بنائے مدرسہ و مصارف مدرسہ کی اجازت دی تھی تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ ۱۵۷

جائداد موقوفہ کو کوئی ظالم لینا چاہے تو مسلمان ہر جائز کوشش سے اس کا دفاع کریں۔ ۱۵۷

قبرستان کے درخت لگانے والے کی ملک ہیں۔ ۱۵۷

لفظ ارصادات کی تحقیق۔ ۱۵۸

جو زمین مسجد کے لئے وقف کی گئی اس کو مسجد میں اسی وقت شامل کر سکتے ہیں کہ مسجد میں جگہ

Marfat.com

کی قلت ہو اور اس جگہ کی ضرورت ہو۔ ۱۵۹

مسجد کی زمین میں کوئی تعمیر حسب شرائط وقف جائز ہے۔ ۱۵۹

ارصادات اور عطایا کا فرق۔ ۱۶۰

سلاطینِ اسلام جو مواضع مصارفِ خیر کیلئے متعین کردیں ان کا حکم وقف کا ہوگا، اس میں سے جو بچے کل یا جز کسی شیخ کی اولاد کے لئے کرنا منافیِ وقف ہے۔ ۱۶۰

اوقافِ قدیمہ کے لئے سند پیش کرنا اور وقف کا نام معلوم ہونا ضروری نہیں۔ ۱۶۰

جاگیر میں مصارف خیر میں صرف کرنے کی قید نہیں ہوتی یہ قید واقف کی علامت ہے۔ ۱۶۱

بندوبست حال میں کسی وقف کو ملکیت ظاہر کرنے سے وقف ثابت کسی کی ملک نہ ہوگا۔ ۱۶۱

محاصلِ وقف میں اجراء وراثت تصرف بیجا ہے۔ ۱۶۱

جائداد وقف میں تصرف بیجا ظلم اور باطل ہے۔ ۱۶۱

ملک بدل کر وقف ہوسکتی ہے لیکن وقف بدل کر ملک نہیں ہوسکتی۔ ۱۶۱

مولوی مرتضیٰ حسین دربھنگی کے بھائی مولوی مجتبیٰ حسن کے وقف پر قبضہ غاصبانہ سے متعلق ایک سوال۔ ۱۶۱

وقف میں تصرف مالکانہ حرام ہے۔ ۱۶۲

جو متولی وقف میں تصرف بیجا کرے اس کو معزول کردیا جائے۔ ۱۶۲

وقف کا مدعی ہر مسلمان ہوسکتا ہے۔ ۱۶۲

دیوبندیوں کے اقوالِ کفریہ پر مطلع ہوکر انھیں عالمِ دین سمجھنا کفر ہے۔ ۱۶۲

عالمِ دین بھی وقف میں ظالمانہ تصرف کرے اس کو معزول کیا جائے۔ ۱۶۳

ایک غلط عذر کا مسکت جواب۔

حالتِ صحت میں مالک نے وقف کردیا تو کسی رشتہ دار کا اس میں مزاحمت کرنا ظلم ہے۔ ۱۶۳

ہندوستان میں خلافِ شرع حرکتوں کی تعزیر یہ ہے کہ مسلمان ایسے شخصوں سے مقاطعہ کریں۔ ۱۶۳

مصاحف کثیر تعداد میں مساجد میں جمع ہوگئے بیکار ضائع ہونے کا خطرہ ہے بھیجنے والا اسے لے کر جو چاہے کرے اگر وقف نہ کیا ہو، وقف کیا ہو تو دوسری مساجد وغیرہ میں تقسیم کرسکتے ہیں۔ ۱۶۴

ان کو بیچ کر رقم مسجد میں جمع کرنا جائز نہیں۔ ۱۶۴

مشاع کا ہبہ بلاتقسیم ناجائز ہے۔ ۱۶۴

لاولد بھائیوں کا مشترکہ باغ ایک کی موت کے بعد دوسرے نے وقف کردیا وقف صحیح ہوگیا۔ ۱۶۴

وقف کی بیع و رہن جائز نہیں۔ ۱۶۵

موقوفہ تکیہ میں دوسری تعمیر ناجائز ہے۔ ۱۶۵

باڑے میں منفعت وقف کے لئے تعمیر کی گئی اور شرائط وقف میں اسکے خلاف نہیں تو جائز ہے ۱۶۵

وقف نامہ کا مسودہ وقف نامہ نہیں قرار دیا جاسکتا ۱۶۶

خط خط کے مشابہ ہوتا ہے اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ ۱۶۶

Marfat.com

ایک کتب خانہ سے متعلق سوال اور ملک وہبہ اور وقف ہونے کی صورتیں اور ان کے احکام۔ ۱۶۷
کتب خانہ جو دارالقضاء پر وقف ہو اس میں کسی قاضی کی وراثت نہیں چل سکتی۔ ۱۶۸
وقف کا ثبوت تعامل سے بھی ہوتا ہے۔ ۱۶۸
زرِ چندہ چندہ دہندوں کی ملکیت پر رہتا ہے۔ ۱۶۸
نفاذ شراء علی المشتری کا حکم۔ ۱۶۸
وکیل نے موکل کے پیسے سے چیز اپنے لئے خریدی تو زر کا وکیل ضامن ہے۔ ۱۶۸
چندہ دہندگان کے علاوہ کسی نے اس رقم سے کچھ خریدا تو مبیع کے مشتری کی ملک ہونے کی صورتیں۔ ۱۶۸
موانع نفاذ علی المشتری۔ ۱۷۰
بیع میں مشتری کی طرف سے صراحۃً یا دلالۃً اضافت ضروری ہے۔ ۱۷۰
اضافت الی المشتری کی صحیح اور غلط صورتیں۔ ۱۷۰
لفظ واسطہ کے معانی مختلفہ۔ ۱۷۱
بعض صورتوں میں وقف کا لفظ بولنا ضروری نہیں دلالۃً بھی وقف ہوجاتا ہے۔ ۱۷۲
جس نے یہ سمجھ کر کہ اس کا دینا مجھ پر واجب ہے کوئی چیز دی بعد کو کھلا کہ واجب نہ تھی تو لوٹا سکتا ہے۔ ۱۷۳

○ رسالہ جوال العلو لتبیین الخلو ۱۷۵
مستاجر نے اجارہ کو دائمی بنانے کے لئے اجارہ پر لی گئی دکان یا مکان میں اپنے مال سے اضافہ کیا، اس معاملہ کے شرعی احکام۔ ۱۷۵
معاملہ خلو بے اصل و باطل ہے۔ ۱۷۶
دسویں صدی میں امام ناصر الدین مالکی نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا، علمائے احناف رحمہم اللہ نے اسے رَد فرمایا۔ ۱۷۶
خلو کی تعریف۔ ۱۷۹
دوامی پٹہ کی ایک صحیح صورت (مشد المسکہ) ۱۸۰
خلو عین نہیں بلکہ وصف ہے۔ ۱۸۱
سکنی اور خلو کا فرق۔ ۱۸۱
معنیٰ خلو میں مختلف علماء کی تصریحات اور مصنف کی تحقیق۔ ۱۸۶
ابن بلال اور ان پر رَد کرنے والوں کے کلام میں مصنف کی تطبیق۔ ۱۸۸
علامہ منقح پر مصنف کا اظہارِ تعجب۔ ۱۸۹
کرداری اور اس کا حکم۔ ۱۹۰
قرضدار نے قرض دینے والے کو رہنے کے لئے گھر دیا تو اس کی اجرت مثل واجب ہے۔ ۱۹۱
شامی پر تنقید۔ ۱۹۲
وقف کے خلو کی شرائط۔ ۱۹۳
احناف کے یہاں وقف کا نگران امین ہی ہونا چاہیے۔ ۱۹۴
ناظر امین کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا، اگر ظاہر اس کی تکذیب نہ کرے۔ ۱۹۵
وقف کا رہن باطل ہے۔ ۱۹۶
رہن دخلی تو ملک کا بھی حرام ہے۔ ۱۹۶

Marfat.com

وقف سے جو منافع اٹھائے اس کو تاوان دینا ہوگا۔ ۱۹۶

وقف ثبوت کے بعد کسی ناجائز کاروائی سے باطل نہیں ہو سکتا۔ ۱۹۶

دیہات کا ٹھیکہ جیسا ہندوستان میں رائج ہے حرام ہے۔ ۱۹۷

اعیان کے اتلاف کا اجارہ باطل ہے۔ ۱۹۷

مورث نے وقف کی خیانت کی تو وارث پر الزام نہیں، نہ اس کی اہلیت میں فرق پڑتا ہے۔ ۲۰۱

اعلیٰحضرت کے معاصر علمائے اہلسنت کے القاب۔ ۲۰۲

بعض صورتوں میں عدم علم عذر ہے۔ ۲۰۳

مسجد کے لئے ہندو کا وقف جائز نہیں۔ ۲۰۴

مصارفِ وقف ۲۰۵

مصارفِ وقف کو کسی دوسری غرض میں صرف کرنا حرام ہے۔ ۲۰۵

وقف مسجد کی آمدنی مدرسہ یا دوسری مسجد میں صرف نہیں ہو سکتی۔ ۲۰۵

ایک مدرسہ کی آمدنی دوسرے مدرسہ یا مسجد میں صرف نہیں ہو سکتی۔ ۲۰۵

چندہ کا جو روپیہ کام ختم ہونے کے بعد بچے چندہ دہندوں کو واپس کر دیا جائے یا جس کام کے لئے اجازت دیں اس میں صرف ہو۔ ۲۰۶

چندہ دینے والوں کا پتہ نہ چلے تو اسی قسم کے دوسرے کام میں لگائیں ورنہ فقیروں کو تقسیم کر دیں۔ ۲۰۶

وقف میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ ۲۰۷

وقف کی زائد آمدنی امانۃً جمع رہے گی اور بوقتِ ضرورت وقف پر خرچ کی جائے۔ ۲۰۷

واقف نے اپنے ورثاء کے لئے تولیت کی شرط لگائی تو یہ شرط فیدِ اہلیت کے ساتھ مقید ہوگی۔ ۲۰۷

اجیرِ خاص کا کام پر حاضر رہنا ضروری ہے غیر حاضری کے دن کی اُجرت کا حقدار نہیں، قلیل رخصت جو اس صیغہ میں مروج ہو وہ عادۃً معاف ہے۔ ۲۰۸

صیغہ تعلیم میں جمعہ، کہیں منگل اور جمعہ اور رمضان المبارک کی تعطیل جائز ہے۔ ۲۰۹

خدمت گار کو رمضان کی تعطیل نہ ملے گی۔ ۲۰۹

مدرس کو حج فرض کی ادائیگی کی رخصت نہیں۔ ۲۰۹

صیغہ تعلیم میں بضرورت تین مہینہ کی غیر حاضری معاف ہے لیکن بلا تنخواہ۔ ۲۰۹

انتظام مسجد کا مہتمم سال میں ایک آدھ ہفتہ کی رخصت تو پا سکتا ہے طویل رخصت کے لئے عوضی دینا ہوگا۔ ۲۰۹

صاحبِ وظیفہ کی غیبت مسقطہ اور غیر مسقطہ کی بحث۔ ۲۰۹

وقف رجسٹرڈ کرانے کی فیس اگر متولی نے شرط نہ لگائی تو مال وقف سے نہ ادا کی جائے گی۔ ۲۱۲

اوقاف کے رجسٹرڈ کرانے کی قباحتیں۔ ۲۱۴

مال وقف سے حاجتمند متولی دستور کے موافق کھا سکتا ہے۔ ۲۱۵

حرص و آز کی مذمت اور قناعت کے فضائل۔ ۲۱۵

Marfat.com

وقف سے رجوع ناممکن ہے۔ ۲۱۶

متولی کا وظیفہ اجیر مثل کے موافق دیا جائے گا عدم کفایت کی صورت میں فاضلات سے اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ ۲۱۶

اضافہ اعلم علمائے بلد یا متعدد معززین دیندار اصحاب رائے کریں گے۔ ۲۱۶

قرض خواہ اس آمدنی پر جو وقف سے متولی کو ملتی ہے ڈگری جاری کرا سکتا ہے جائداد موقوفہ پر نہیں۔ ۲۱۷

اشعار صحیحہ حمد و نعت جو ممنوعات سے پاک ہوں انھیں سن کر انعام و اکرام دینا جائز ہے۔ ۲۱۸

حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت کعب ابن زہیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے قصیدہ نعتیہ سن کر ردائے مبارک عطا فرمائی۔ ۲۱۸

اور جائداد موقوفہ سے اس کا رواج ہو تو اس سے بھی ادا کیا جاسکتا ہے۔ ۲۱۸

قدیم اوقاف میں نئے مصارف مثلاً ٹیلیفون، برقی پنکھا اور برقی روشنی وغیرہ لگانا جائز نہیں۔ ۲۱۹

اسراف کی مذمت۔ ۲۲۰

مالِ وقف مالِ یتیم کا حکم رکھتا ہے۔ ۲۲۰

جو کہے کہ عالموں کے منہ میں پیشاب کرتا ہوں' یا کہے کہ خدا اوپر ہے یہاں آئے تو اس کو ہم درست کردینگے' مرتد ہے، اس کے احکام مرتدین کے ہیں۔ ۲۲۰

شرائط وقف کی تعمیل ضروری ہے۔ ۲۲۲

شرائط وقف کے اتباع کی چند صورتیں۔ ۲۲۲

اوقاف کے مصارف متولی و منتظمین کے اختیارات وغیرہ سے متعلق استفسار جو دس سوالات پر مشتمل ہے۔ ۲۲۳

جو مصارف شرائط وقف کے موافق اور شرائط نہ معلوم ہونے کی صورت میں قدیم عملدرآمد کے موافق ہو جائز ہے ورنہ ناجائز ہے۔ ۲۲۵

وقف کی کاروائی پوشیدہ رکھنا جرم نہیں، مطالبہ حساب کا البتہ سب کو اختیار ہے ہر متولی و منتظم خیانت ظاہر ہونے کے بعد معزول کیا جاسکتا ہے۔ ۲۲۶

وقف کے بارے میں شرع کی مخالفت کرنے والے اور حساب کی جانچ سے روکنے والے ممبران جرم کے مرتکب ہوئے۔ ۲۲۶

اوقاف کے لئے شرط واقف اور احکام شرع سے ہٹ کر قواعد وضع کرنے کا کسی کو اختیار نہیں۔ ۲۲۶

وقف کا سامان کسی دوسرے کو عاریۃً دینا بھی ناجائز ہے۔ ۲۲۶

وقف کا مال غیر مسلم کو دینا حرام ہے۔ ۲۲۶

مال وقف سے مذہبی تقریبات کی شیرینی غیر حاضر کو بھیجنے کی شرط ہو یا معمول قدیم ہو تو جائز و روا ہے۔ ۲۲۶

یہی حال دعوت وغیرہ کا ہے۔ ۲۲۶

متولی وقف امین وقف ہے۔ ۲۲۶

سامان وقف میں کچھ تلف ہو جائے تو متولی اور ملازموں پر تاوان نہیں اتلاف پر تاوان ہے۔ ۲۲۷

Marfat.com

کتابیں ذوات القیم میں ذوات الامثال نہیں۔ ۲۲۷
چھاپے اور کاغذ کی وحدت مستلزم مثلیت نہیں۔ ۲۲۷
ایک مسجد کی چیز دوسری مسجد کو عاریۃً دینا جائز نہیں۔ ۲۲۷
احکامِ شرعیہ کے خلاف نہ کثرت رائے دیکھی جاسکتی ہے نہ اتفاق رائے۔ ۲۲۷
حکم صرف اللہ تعالےٰ کا ہے۔ ۲۲۷
دربارۂ وقف واقف کی تصریح شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نص کی طرح واجب العمل ہے۔ ۲۲۸
احکامِ شرع کے خلاف کوئی قانون اور شرط نہ مانی جائے گی۔ ۲۲۸
اغراض وقف سے زائد امور کے لئے مالِ وقف سے نہ تو کسی جائداد کا خریدنا نہ کرایہ پہ لینا جائز ہے۔ ۲۲۹
ولی کے ایسے تصرفات جس سے وقف کو نقصان پہنچے تو وہ تصرفات ناجائز ہیں۔ ۲۲۹
ان الولایۃ مشروطۃ بالنظر و لا نظر فی الضرر۔ ۲۲۹
شرح سود کے حساب سے کرایہ مقرر کیا تو یہ معاملہ گندہ ہے کرایہ جائز ہوگا۔ ۲۲۹
وقف سے متولی کو بضرورت سواری اور ایام کارگزاری کی تنخواہ اور ضرورت ہو تو سپاہی کی تنخواہ بھی ملے گی۔ ۲۲۹
مقدارِ تنخواہ وغیرہ کا تعین عرف پر ہے۔ ۲۲۹
پٹہ اور قبولیت کا نذرانہ جائز نہیں ہے۔ ۲۲۹
وقف کی وصیت کا نفاذ بعد موت ہوگا۔ زندگی میں حسب منشاء تصرفات کا اختیار ہے۔ ۲۳۰
مسجد کی وقفی زمین میں ناجائز تصرفات کے متعلق سوال۔ ۲۳۰
ایک وقف جس غرض کے لئے کیا جائے اسی پر رکھا جائے۔ ۲۳۱
وقف دکان کو رباط یا رباط کو دکان کر دینا حرام ہے۔ ۲۳۱
وقف جائداد کی ہیئت میں تبدیلی کرنا جائز نہیں ہے۔ ۲۳۱
موقوف علیہ کو بدل دینا حرام ہے۔ ۲۳۲
مسجد کی موقوفہ زمین کو مدرسہ میں شامل کرنا حرام ہے ۲۳۲
مسجد کا پشتہ کھود کر پاخانہ بنانا حرام ہے اور وقف میں غصب ہے۔ ۲۳۲
صحیح حدیث کا ارشاد ہے کہ جو ایک بالشت زمین غصب کرے گا زمین کے ساتوں طبقوں تک اتنا حصہ توڑ کر روزِ قیامت اس کے گلے میں طوق ڈالا جائے گا۔ ۲۳۲
وقف کی جائداد میں بے جا دست برد اور ظلم پہ سکوت حرام ہے اور چارہ جوئی فرض ہے۔ ۲۳۲
مسلمانوں کو وقف کے بدلنے کا کوئی اختیار نہیں۔ ۲۳۲
آدمی اپنی ملک میں تصرف کر سکتا ہے۔ ۲۳۲
واقف مالک حقیقی کی ملک خاص ہے۔ ۲۳۲
مسجد کو بو سے بچانا واجب ہے۔ ۲۳۲
مسجد میں مٹی کا تیل جلانا، سلائی سلگانا، کچا گوشت

Marfat.com

لے جانا حرام ہے۔ ۲۳۲

مسجد کے قریب پائخانہ بنانا جس سے مسجد میں بُو پہنچے حرام ہے۔ ۲۳۲

مسجد عام جماعت کے لئے بنائی جاتی ہے۔

جماعت ہر مسلمان پر واجب ہے۔ ۲۳۲

ترکِ جماعت پر وعیداتِ شدیدہ۔ ۲۳۲

کچا پیاز یا کچا لہسن کھا کر مسجد میں جانا ناجائز ہے۔ ۲۳۳

مسجد خالی ہو تب بھی اس میں بدبو داخل کرنا ناجائز۔ ۲۳۳

جس سے انسان ایذا پاتا ہے اُس چیز سے ملائکہ بھی ایذا پاتے ہیں۔ ۲۳۳

مسجد میں مالِ وقف سے بلا ضرورت برقی پنکھے اور الیکٹرک روشنی لگانے سے متعلق سوال۔ ۲۳۴

جن مصارف کی عرفاً یا نصاً اجازت نہ ہو مالِ وقف سے اس کا ادا کرنا حرام ہے۔ ۲۳۵

بے شرطِ واقف مالِ وقف سے صبح تک چراغ جلانا منع ہے۔ ۲۳۵

واقف نے مسجد میں کنگرے نہیں بنوائے تھے متولی نے مالِ وقف سے بنوایا تاوان دے۔ ۲۳۵

مصلیوں کو اذان کی آواز بے منارہ پہنچ جاتی ہے تو مالِ مسجد سے منارہ بنانا درست نہیں۔ ۲۳۵

واقف نے فراش کا وظیفہ نہ رکھا تو متولی یا حاکم یہ وظیفہ جاری کرنے کے مجاز نہیں۔ ۲۳۵

مسجد مستحکم ہو تو اس کو توڑ کر نئی بنانا جائز نہیں ۲۳۵

گیاس کی روشنی ہے تو برقی قمقمے لگانا منع ہے لگائیں تو تاوان دینا ہوگا۔ ۲۳۵

مسائل مذکورہ بالا سے متعلق نصوص۔

مسجد میں فرشی پنکھا لگانا مطلقاً ناپسندیدہ ہے۔ ۲۳۸

بجلی کے پنکھے کی ہوا طبعاً مضر ہو تو اپنے گھر میں بھی لگانا نہ چاہیے۔ ۲۳۹

مسجد میں ایسی چیز لگانا جس سے مصلیوں کا دل بٹے منع ہے۔ ۲۳۹

مسجد میں نجس چیز لے جانا حرام ہے۔ ۲۳۹

برقی روشنی اور پنکھے سے حادثات کا ظن غالب ہو تو ان کا استعمال منع ہے۔ ۲۴۰

طبعاً جس چیز کا مضر ہونا ثابت ہو اس کا استعمال حرام ہے۔ ۲۴۰

ایک مسجد کے وقف کی آمدنی دوسری مسجد میں نہیں لگائی جاسکتی۔ ۲۴۱

وقف کے کرایہ دار نے عذرِ صحیح سے درمیان مدت میں مکان چھوڑ دیا تو باقیماندہ کا کرایہ چھوڑا جاسکتا ہے ۲۴۱

بالغ ہوجانے والے یتیموں کو اگر کسب کے لائق ہونے تک یتیم خانہ سے خورونوش دینے کا معمول ہو تو دیا جائے۔ ۲۴۲

معمول نہ ہو تو چندہ دہندگان سے اجازت لینی ضروری ہے۔ ۲۴۲

معمول نہ ہونے اور اجازت نہ لینے کی صورت میں جو بالغوں پر صرف ہو مہتمموں کو اس کا تاوان دینا ہوگا۔ ۲۴۲

Marfat.com

مسجد کے چندہ میں چیک دیا متولی کی غفلت سے بھن نہ سکا تو کیا حکم ہے۔ ۲۴۳
روپیہ جو کوئی شخص بنک میں جمع کرتا ہے وہ بنک پر دین ہوتا ہے۔ ۲۴۴
وکیل بقبض الدین اور ہبہ باطلہ کی ایک صورت۔ ۲۴۴
معدوم کے لئے ہبہ باطل ہے۔ ۲۴۴
ہبہ بے قبضہ تام مفید ملک نہیں۔ ۲۴۵
قبضہ سے پہلے موہوب ہلاک ہو جائے تو ہبہ باطل ہوتا ہے۔ ۲۴۶
تسلیم سے پہلے واہب مر جائے تو بھی ہبہ باطل ہے۔ ۲۴۶
کسی ادارے کے چند متولی ہوں تو ذمہ داری سب کی برابر ہے۔ ۲۴۶
چندہ کی رقم جو کام سے فاضل بچ گئی چندہ دہندوں کی ملک ہے یا تو انھیں حصہ رسدی واپس دیا جائے یا دوسرے جس کارِ خیر میں وہ بتائیں لگائی جائے۔ ۲۴۷
خیرات خالصاً للہ کے لئے وقف صحیح ہے۔ ۲۴۷
نیاز فاتحہ حضرت امام عالیمقام و اولیاء کے لئے وقف صحیح ہے۔ ۲۴۷
زائرین کے آرام کے لئے جو مکان بنایا گیا اس کی مرمت کے لئے وقف جائز ہے۔ ۲۴۷
قبر کی مرمت کے لئے وقف صحیح نہیں۔ ۲۴۸
مزاراتِ اولیاء کی حفظ و نگہداشت کے لئے وقف بنیتِ خیر صحیح ہے۔ ۲۴۸
ہر مباح بنیتِ محمودہ محمود و قربت ہو جاتا ہے۔ ۲۴۹
وقف علی الاولاد اور وقف علی النفس کی وضاحت اور اس کے جواز کا حکم۔ ۲۵۰
اپنی صحت میں اپنی پوری جائداد کے وقف کا اختیار ہے مگر یہ نیت مذموم و شنیع ہے کہ دیگر وارثوں کو اپنے ترکہ سے محروم کرے۔ ۲۵۱
صحتِ مورث میں کسی وارث کا کوئی حق مورث کے مال سے متعلق نہیں ہوتا۔ ۲۵۱
جو بلا وجہ شرعی اپنے وارث کی میراث سے بھاگے اللہ تعالےٰ جنت سے اس کا حصہ قطع کر دیتا ہے۔ ۲۵۱
بہنوں کا مالدار ہونا انھیں میراث سے محروم کرنے کی وجہ شرعی نہیں۔ ۲۵۱
وقف اہلی کا بیان۔ ۲۵۱
وقف علی الاولاد کی ایک جائز صورت۔ ۲۵۲
غیر مرضِ موت میں جو وقف کیا جائے اس پر کسی وارث کو حق اعتراض نہیں۔ ۲۵۲
وقف علی الاولاد میں واقف جیسی شرط لگائے اسی کے موافق عملدرآمد ہوگا۔ ۲۵۳
نیاز بزرگانِ دین اور میلاد کے لئے وقف جائز ہے۔ ۲۵۳
ثلث مال کارِ خیر میں صرف کرنا بقیہ دو ثلث سے زکوٰۃ کو ساقط نہیں کرتا جبکہ اس کے پاس حاجاتِ اصلیہ سے فارغ بقدر نصاب بچے اور سال گزرے۔ ۲۵۳

Marfat.com

باب المسجد

مسجد کے لئے چھت، منارہ، دیواریں ضروری نہیں۔ ٢٥٥
جو زمین نماز کے لئے وقف ہوئی مسجد ہو گئی۔ ٢٥٥
شملہ کی چند مسجدوں کے بارے میں سوال۔ ٢٥٦
مسجد قیامت تک اصل بانی کے نام سے رہے گی۔ ٢٥٧
اعادہ وصف کرنے والا احداث اصل کرنیوالے کی مثل نہیں۔ ٢٥٧
حساب کتاب کی کتابوں پر بھی اصل بانی کا نام لکھنا بہتر ہے۔ ٢٥٧
بانی کے خاندان میں جب تک اس کے اہل پائے جائیں وہی متولی ہوں گے۔ ٢٥٧
متولی کا دیانتدار ہونا ضروری ہے مالدار ہونا ضروری نہیں۔ ٢٥٨
حاکم اسلام وہ نہ ہو تو متولی مسجد اہل محلہ مسجد سے نکلی ہوئی چھپر مناسب دام پر کسی مسلمان کے ہاتھ بیچ سکتے ہیں۔ ٢٥٨
مسجد کا سامان خریدنے والے کو چاہئے کہ کسی قسم کی بے حرمتی کی جگہ اس کو نہ ڈالے۔ ٢٥٨
○ رسالہ التحریر الجید فی حق المسجد ٢٦١
(اس رسالہ میں اس امر کی تحقیق انیق ہے کہ مسجد کی چیزیں فروخت کر کے اپنے صرف میں لانا اور مسجد کی چھت خرید کر اس پر پائخانہ وغیرہ بنانا جائز ہے یا نہیں) ٢٦١
مسجد کی چیزیں اس کے اجزاء ہیں یا آلات یا اوقاف یا زوائد۔ ٢٦١
اجزاء مسجد یعنی زمین و عمارت قائمہ کی بیع کا حکم شرعی۔ ٢٦١
مسئلہ مذکورہ کی تحقیق کے لئے کتب فقہ کی عبارات۔ ٢٦١
مصنف علیہ الرحمۃ کی نہایت شاندار تحقیق کہ امام ابو یوسف کی روایت نادرہ ان کے مفتی بہ قول پر متفرع ہے۔ ٢٦٣
امام ابو یوسف کی روایت کا حاصل۔ ٢٦٣
مسجد منہدم ہو جائے اور اس کے اجزاء ضرورت مسجد سے زائد ہوں جن کے ضائع ہونے کا خدشہ ہو تو قاضی کے اذن سے فروخت کرنا اور قیمت کو محفوظ رکھنا جائز ہے۔ ٢٦٤
تعمیر شدہ مسجد کو گرا کر پہلے سے مضبوط تر بنانا کب جائز اور کب ناجائز ہے۔ ٢٦٤
آلات مسجد یعنی مسجد کے اسباب جیسے بوریا، مصلی، فرش، قندیل اور جاڑوں میں بچھائی جانے والی گھاس وغیرہ کو فروخت کرنے کا شرعی حکم۔ ٢٦٥
مسئلہ مذکورہ کی تحقیق کے لئے کتب فقہ کی عبارات۔ ٢٦٥
رباط کے جانور بہت زیادہ ہو جائیں اور ان کا خرچہ بڑھ جائے تو کیا متولی ان میں سے

Marfat.com

بعض کو فروخت کر کے قیمت کو جانوروں کے چارہ اور رباط کی مرمت پر صرف کر سکتا ہے یا نہیں۔ ۲۶۵
مسئلہ مذکورہ کی دو صورتیں۔ ۲۶۵
مسجد کے تابوت اور چارپائی کی بیع کا حکم۔ ۲۶۶
مسجد میں کسی نے چٹائی بچھائی پھر مسجد ویران ہو گئی تو چٹائی کا کیا کیا جائے۔ ۲۶۶
کسی نے مسجد کے لئے گھاس یا قندیل خریدی پھر اس کی ضرورت نہ رہی تو کیا حکم ہے۔ ۲۶۶
آلاتِ مسجد کے بارے میں امام محمد اور تابیدِ مسجد کے بارے میں امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہے۔ ۲۶۷
اوقافِ مسجد کی بیع کب جائز ہے۔ ۲۶۷
چار صورتوں کے علاوہ آباد وقف کو تبدیل کرنا جائز نہیں۔ ۲۶۷
وقف کی تبدیلی میں بے شمار خرابیاں ہیں۔ ۲۶۸
استبدالِ وقف کا موجب یا تو شرطِ استبدال ہے یا ضرورتِ استبدال۔ ۲۶۸
بحالتِ شرطِ استبدال' تبدیلِ وقف کا جواز چند شرطوں سے مشروط ہے۔ ۲۷۰
تبدیلِ وقف کی شرائط سبعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مخالفتِ شرط اور مظنہ مخالفتِ نفعِ وقف سے بچے۔ ۲۷۰
جو وقف ویران وخراب ہو جائے تو قاضیِ شرع حاکمِ اسلام عالم عادل متدین خدا ترس کو
بلا شرطِ واقف بلکہ باوصف منعِ واقف بھی اُسے بیچ کر دوسری جائداد اُسی غرض سے اُس کے قائم مقام کر دینے کی اجازت ہے بچند شروط۔ ۲۷۱
مسئلہ مذکورہ کی وضاحت کے لئے کلام و عباراتِ علماءِ کرام۔ ۲۷۱
استبدال تین وجہوں پر ہے۔ ۲۷۱
قاضیِ بہشت صاحبِ علم و عمل کو کہتے ہیں۔ ۲۷۲
مصنف علیہ الرحمہ کا شامی پر ایک حاشیہ۔ ۲۷۴
اشجارِ موقوفہ کی بیع کا حکم۔ ۲۷۷
زوائد کی بیع کا شرعی حکم۔ ۲۷۸
زوائد سے مراد کیا چیزیں ہیں۔ ۲۷۸
وہ تمام اشیاء جو متولی بطورِ خود مسجد کے مال سے آمدنی بڑھانے کے لئے خریدے ان کی بیع کا بشرطِ مصلحت وہ ہر وقت اختیار رکھتا ہے۔ ۲۷۹
مسئلہ مذکورہ کی تائید میں کتبِ فقہ کی عبارات۔ ۲۷۹
ایک مسجد کی ملکیت دوسری مسجد میں خرچ کرنا یا مسجد کا پیسہ مدرسہ میں دینا حرام ہے۔ ۲۸۰
مسجد کی بیکار چیز خرید کر صرف میں لانا۔ ۲۸۰
علماء نے اس کوڑے کی بھی تعظیم کا حکم دیا ہے جو مسجد سے جھاڑ کر پھینکا جاتا ہے۔ ۲۸۱
جو مکان ہمیشہ نمازِ مسلمین کے لئے بنایا مسجد ہو گیا اگرچہ اسے مسجد نہ کہا، نہ محراب بنائی۔ ۲۸۱
اگر کہا میں نے یہ زمین نماز کے لئے وقف

Marfat.com

کی مگر اسے کوئی مسجد نہ سمجھے جب بھی مسجد ہو گئی۔ ۲۸۲

مسجد ہونے کے لئے زمین میں پانچ صورتوں سے ایک صورت چاہیئے ورنہ مسجد نہ ہوگی ۲۸۳

صحن مسجد بھی مسجد ہے۔ ۲۸۴

مسجد کے فرش پر وضو حرام ہے۔ ۲۸۴

غیر معتکف کو اس کی بھی اجازت نہیں کہ مسجد میں بیٹھ کر کسی برتن میں وضو کرے اس طرح کہ پانی مسجد میں نہ گرے۔ ۲۸۴

معتکف کو مسجد میں اس صورت میں وضو کرنے کی رخصت ہے کہ کوئی بوند مستعمل پانی کی مسجد میں نہ گرے۔ ۲۸۴

غیر معتکف شدید بارش میں مجبوری اس طرح وضو کر سکتا ہے کہ مینہ کا پانی سب کو بہالیجائے ۲۸۶

الضرورات تبیح المحظورات۔ ۲۸۷

کثیر بارش ترک جماعت کے لئے عذر ہے۔ ۲۸۷

جماعت نماز واجب ہے۔ ۲۸۷

کثیر بارش ترک جمعہ کے لئے عذر ہے۔ ۲۸۷

غیر معتکف کو مسجد میں اخراج ریح مکروہ ہے۔ ۲۸۸

طالب علم مسجد میں اس طرح کتاب دیکھ سکتا ہے کہ نمازیوں کو حرج نہ ہو۔ ۲۸۸

اگر ریح میں بدبو ہو تو ایسے شخص کا ایسے وقت میں مسجد میں بیٹھنا جائز نہیں۔ ۲۸۸

مسجد کو بدبو سے بچانا واجب ہے۔ ۲۸۸

جس بات سے آدمیوں کو اذیت پہنچتی ہے فرشتے بھی اس سے اذیت پاتے ہیں (حدیث) ۲۸۸

متولی مسجد کی واجبی تعمیر میں محلہ والوں کی مزاحمت نہیں کر سکتا۔ ۲۸۹

اہل محلہ نے متولی کی اجازت کے بغیر جو تعمیر کی جائز ہے اور جواب کریں گے جائز ہوگی۔ ۲۸۹

تعمیر مسجد کے فضائل قرآن و حدیث سے۔ ۲۸۹

ویرانی مسجد کے خواستگار کے لئے وعید شدید ۲۸۹

متولی کو حق نہیں پہنچتا کہ وعدہ موہومہ پر اہل محلہ کو تعمیر سے روکے، ایسا شخص عملاً مسجد کو ویران کرنے والا ہے۔ ۲۹۰

امام کے نصب میں تنازع ہو تو اہل محلہ کا امام افضل ہے تو اسی کو ترجیح ہے۔ ۲۹۱

اہل محلہ کا مسجد کی تعمیر کرنا متولی کی توہین نہیں ہے۔ ۲۹۲

حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مسجدوں میں مینار اور کنگورے نہیں تھے، بعد میں قلوب عوام میں عظمت ڈالنے کے لئے علماء اور عوام مسلمین نے اس کو مستحسن سمجھا۔ ۲۹۳

قرآن شریف پر سونا چڑھانا، مسجد میں گچکاری وغیرہ اسی قبیل سے ہے۔ ۲۹۳

آج کل یہ طرز تعمیر مسجد کی حفاظت اور اس کے امتیاز کا بھی ذریعہ ہے۔ ۲۹۴

مسجد بنانے کی نیت سے ہندو نے مسلمان کو روپیہ دیا، مسلمان نے اس روپیہ سے مسجد بنا دی مسجد ہو گئی۔ ۲۹۵

کافر نے پرانی مسجد کی مرمت کرا دی مسجد ہی

Marfat.com

رہے گی البتہ مسلمانوں کو کافر کی ایسی مدد قبول
نہ کرنی چاہیئے۔ ۲۹۶
کافر نے اپنی زمین مسلمانوں کو ہبہ کی اور انھوں
نے مسجد بنالی تو جائز ہے اور خود مسجد بنوادی
تو وہ مسجد ہوئی ہی نہیں۔ ۲۹۶
مخلوط مال کسی کو میراث سے پہنچا جس میں حلال
حرام کی تمیز نہیں، تو وارث پر کوئی مطالبہ نہیں
ایسے مال سے مسجد بنائی مسجد ہوگی۔ ۲۹۷
حرام مال میں بھی جب تک عقد و نقد دونوں حرام
مال پر جمع نہ ہوں خریدی ہوئی چیز میں حرمت
سرایت نہ کرے گی۔ ۲۹۸
امام کرخی کا مذہب مفتیٰ بہ ہے۔ ۲۹۸
طاق عدد اللہ تعالےٰ کو محبوب ہے۔ ۲۹۹
مسجد میں دروں کی طاق عدد کا مسلمانوں میں
رواج ہے، حتی الامکان اس روش کے
خلاف نہ کیا جائے بمجبوری جفت رکھنے میں
بھی حرج نہیں۔ ۲۹۹
مسجد بنانا باعث اجر عظیم ہے۔ ۳۰۰
اگر بہ یقین معلوم ہو کہ نئی مسجد کی تعمیر سے
پرانی مسجد ویران ہوگی تو نئی کی تعمیر نہ کیجائے۔ ۳۰۰
آباد مسجد کی اینٹ دوسری میں لگانا
حرام ہے۔ ۳۰۰
مسجد کے احاطہ اور اس کے صحن میں دکان
بنانا جائز نہیں، حجرہ بنا سکتے ہیں جبکہ اس
سے مسجد میں کسی طرح کی تنگی نہ پڑے۔ ۳۰۰
مصالح مسجد توابع مسجد ہیں۔ ۳۰۱
دروازہ قدیم مسجد کی چھت پاٹ کر مسجد میں شامل
کرنا ہے بے اہل محلہ کی اجازت کے جائز نہیں۔ ۳۰۱
آباد قبرستان کو پاٹ کر مسجد میں شامل کرنا
حرام ہے۔ ۳۰۲
جس قبرستان میں دفن کرنا بند ہو وہاں قبر سے باہر
ستون قائم کر کے بلندی پر چھت پاٹ کر چھت کو
شامل مسجد کرنے میں حرج نہیں۔ ۳۰۳
مطلقاً حقوق عبد کا تعلق مانع مسجدیت نہیں۔ ۳۰۵
مقبرہ کے لئے بھی حقوق عبد سے فارغ ہونا
شرط ہے۔ ۳۰۶
نہر خاص کو پاٹ کر اس کی چھت پر مسجد بنانا
جائز ہے۔ ۳۰۶
غیر کی ایسی زمین پر جس پر اس غیر کو حق مزاحمت
نہ رہا، مسجد بنائی تو فتویٰ اسی پر ہے کہ وہ عمارت
مسجد ہوگئی۔ ۳۰۶
حجرہ مسجد پر اپنی دیوار بنانا حرام ہے اور جو
نقصان پہنچا اس کا تاوان دینا ہوگا۔ ۳۰۷
مسجد کی دیوار میں اپنی عمارت کے لئے کڑی ڈالنا
حرام ہے۔ ۳۰۸
مسجد کی دیوار سے ملا کر بلا استحقاق پرنالہ گرانا
حرام ہے۔ ۳۰۸
مسجد میں لکڑی رکھنا بھی حرام ہے۔ ۳۰۸
دوسرے کا کبوتر پکڑنا حرام اور ایسا کرنے والا
فاسق ہے۔ ۳۰۹

Marfat.com

خالی کبوتر اڑانا جس میں چھت پر چڑھتے ہیں دوسروں کا مالی یا جسمانی ضرر ہو حرام ہے۔ ۳۰۹

ایسے شخص کو منع کیا جائیگا، اور نہ مانے تو اس کا کبوتر ذبح کر دیا جائیگا۔ ۳۰۹

مطلقاً کبوتر بازی جس میں مفاسد بالا نہ ہوں لیکن عبث و بے فائدہ اور حرام ہے اور پرندوں پر ظلم ہے۔ ۳۰۹

کبوتر بازوں کو نصیحت و ہدایت۔ ۳۱۰

بے گناہ بے زباں جانور پر ظلم آدمیوں کی ضرر رسانی سے شدید تر ہے۔ ۳۱۰

دنیا گزشتنی ہے ایک دن انصاف کا آنیوالا ہے۔ ۳۱۰

ثواب و عذاب اور جنت و جہنم مکلفین کے لئے تیار کئے گئے ہیں۔ ۳۱۰

ایک عورت بلی کو قید کرنے کی وجہ سے جہنم میں گئی۔ ۳۱۰

مسجد میں کبوتر بازی اشد حرام ہے۔ ۳۱۰

مسجد میں بات نیکیوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جیسے جانور گھاس کو۔ ۳۱۱

مباح باتیں بھی مسجد میں بلا ضرورت حرام ہیں۔ ۳۱۲

مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے والوں، غیبت کرنے والوں کے منہ سے بدبو نکلتی ہے۔ ۳۱۲

بشروط معتکف کو مسجد میں بیع و شراء اور اکل و شرب جائز ہے۔ ۳۱۳

تجارت کے لئے بیع و شراء معتکف کو بھی ناجائز ہے۔ ۳۱۳

مسجد میں بچوں اور پاگلوں کو لانا، بیع و شراء، جھگڑے اور آواز بلند کرنا منع ہے۔ ۳۱۳

مسجد میں آواز سے گمشدہ چیز تلاش کرنا منع ہے۔ ۳۱۴

بٹیر بازی کبوتر بازی سے بھی زیادہ سخت قبیح اور شنیع ہے۔ ۳۱۴

مسلمانوں پر ظلم کرنے سے زیادہ برا ذمی پر ظلم کرنا ہے، اور اس سے بھی زیادہ سخت جانوروں پر ظلم کرنا ہے۔ ۳۱۵

عام مسلمانوں پر واجب ہے کہ ایسے افعال شنیعہ سے روکیں۔ ۳۱۵

گناہ کو اچھا جاننا کفر ہے۔ ۳۱۵

جو لوگ گناہ میں شریک نہ ہوں مگر گناہ کرنیوالوں کو باوصف قدرت منع نہ کریں وہ بھی ماخوذ و گرفتار ہیں۔ ۳۱۵

مسئلہ مذکورہ کی تائید احادیث کریمہ سے۔

جو زمین کبھی دار الاسلام نہ ہوئی اس میں مسجد بنانے کی اجازت نہیں، اور بنائی تو مسجد کا حکم نہیں۔ ۳۱۶

دار الاسلام میں بنی ہوئی مسجد کی آبادی بھی جب متعذر ہو جائے اور تغلب کفار کا خطرہ ہو تو اسباب تعمیر اکھاڑ کر دوسری جگہ لے جاسکتے ہیں۔ ۳۱۷

جو زمین متعلق مسجد ہو مسلمانوں کے مشورہ سے جب وہ جگہ مسجد ہو گئی تو اس کے لئے مسجد کا حکم ہے۔ ۳۱۷

جس زمین کو مسجد سے متعلق وقف کیا اس میں

Marfat.com

باغ و پھل ہوں تو انھیں بیچ کر مسجد کی تعمیر میں صرف کرسکتے ہیں۔ ۳۱۹

جس زمین کو مسجد کیا اس میں باغ اور پھلدار درخت ہیں انھیں کاٹ کر اپنے صرفہ میں لائے اور زمین شاملِ مسجد کرے۔ ۳۱۹

جو مسجدیں عام طور سے مسجد مشہور ہوں اور ان میں نماز پنجگانہ ہوتی ہو وہ مسجد ہی ہے اس کو مسجد البیت قرار دے کر ملکیت جتانا ظلم و حرام ہے۔ ۳۲۰

ایسی مسجد کو کسی قسم کے ذاتی تصرف میں لانا حرام ہے۔ ۳۲۰

وقف کا ثبوت شہرت کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ ۳۲۰

سچے دل سے توبہ اللہ قبول کرتا ہے۔ ۳۲۲

فنائے مسجد میں اپنا ذاتی مکان بنانا بھی حرام ہے ۳۲۲

حوالیِ مسجد کا حکم بھی مثلِ مسجد ہونا ہے۔ ۳۲۲

مسجد کی بے ادبی اور بے حرمتی حرام ہے۔ ۳۲۳

فنائے مسجد تابع مسجد ہے۔ ۳۲۳

مساجد میں امام اور مؤذن کی سکونت کے لئے بنائے جانیوالے مکانات کا حکم۔ ۳۲۳

اختلاف کی بنیاد پر بننے والی دو مسجدوں کے بارے میں سوال اور دلی و بریلی کے فتاوے۔ ۳۲۳

نقل فتویٰ بریلی۔ ۳۲۴

نقل فتویٰ دہلی۔ ۳۲۶

نقل فتویٰ ایرانی۔ ۳۲۷

فریقین کے بیان سننا قاضی پر لازم ہے

نہ کہ مفتی پر۔ ۳۲۹

مفتی بہر صورت سوال کا جواب دیتا ہے، ۳۲۹

واقعہ سے بحث اس کے فرائض سے نہیں۔ ۳۲۹

سوال ظاہر البطلان ہو تو مفتی اس کا جواب نہ دے یا سوال کی غلطی ظاہر کرے۔ ۳۲۹

نیت کا علم اللہ کو ہے مسلمان پر بدگمانی حرام ہے۔ ۳۳۰

جو اپنے زمانہ والوں کی معرفت نہ رکھے جاہل ہے۔ ۳۳۰

مریض نے اپنی بیماری الٹی سمجھ کر دوا مانگی طبیب کو غلطی جاننے کے بعد الٹی دوا دینا حرام ہے۔ ۳۳۱

چند فتووں کی اصلاح۔ ۳۳۱

جو مسجد فساد کے لئے بنائی گئی مسجد ضرار کے حکم میں ہے۔ ۳۳۱

اتفاق و اتحاد کی ہدایت۔ ۳۳۱

حالتِ نماز میں پنکھا کروانے کا حکم۔ ۳۳۲

جس مسجد کی آبادی ناممکن ہو اس کے اسباب دوسری مساجد میں منتقل کئے جاسکتے ہیں۔ ۳۳۳

شروط باطلہ سے مسجد باطل نہ ہوگی شرطیں ہی باطل قرار دی جائیں گی۔ ۳۳۴

مسجد بنا کر شرط لگائی میں اسے بیچ سکوں گا' مسجد ہوگئی شرط باطل۔ ۳۳۴

مسجد بنا کر شرط لگائی کہ صرف فلاں قوم کے لئے، مسجد سب کے لئے ہوگی تخصیص باطل ہے۔ ۳۳۴

Marfat.com

مسجد کی دیوار پر خود بانی کو بھی کڑیاں رکھنا حرام ہے۔ ۲۳۴

مسجد قائم ہونے کے بعد مسجد کی چھت پر امام کے لئے بھی حجرہ بنانا جائز نہیں۔ ۲۳۵

مسجد کی دیوار پر کرایہ دے کر بھی کڑی رکھنی جائز نہیں۔ ۲۳۵

مسجد میں درخت لگانا جائز نہیں الا یہ کہ زمین نمناک ہو تو رطوبت ختم کرنے کے لئے درخت لگا سکتے ہیں۔ ۲۳۶

درخت پہلے سے موجود ہوں مسجد بعد میں بنائی یہ جائز ہے۔ ۲۳۶

بونے والا ہی بانی و واقف ہے تو درخت مسجد پر وقف ہوں گے، اور بونے والا دوسرا ہو تو یا تو اپنا درخت کاٹ لے جائے یا مسجد کو دے دے۔ ۲۳۶

مسجد میں درخت لگانے کی مختلف صورتوں کا حکم۔ ۲۳۷

خانیہ، بحر، حاوی، درمختار کی عبارتوں کا صحیح محمل۔ ۲۴۰

حرام کی کمائی سے خریدی ہوئی جائداد کے وقف کرنے کی صورت۔ ۲۴۱

دیہات میں عید گاہ کے لئے وقف صحیح نہیں۔ ۲۴۲

جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ خاص یہ روپیہ حرام ہے اس کو لے کر مسجد میں صرف کر سکتے ہیں۔ ۲۴۳

نیابت امامت سے متعلق ایک تفصیلی سوال۔ ۲۴۴

امام دوسرے کو اپنا نائب مقرر کر سکتا ہے، اصل وظائف کا مالک امام ہوگا، نائب کو اتنا ہی ملے گا جتنا باہم تراضی سے مقرر ہوا ہو۔ ۲۴۴

امام نے اپنے نائب کے لئے کوئی مدت متعین نہ کی تو اجارہ فاسد ہے۔ ۲۴۵

اجارہ فاسدہ کا فسخ کرنا فریقین پر واجب ہے وہ نہ کریں تو حاکم فسخ کر دے۔ ۲۴۶

اجارہ میں طریقہ رائج الوقت کے لحاظ سے اجارہ صرف پہلے مہینہ کے لئے ہوتا ہے۔ ۲۴۶

اسپرٹ شراب ہے۔ ۲۴۷

اسپرٹ مسجد میں لے جانا منع ہے۔ ۲۴۷

ناپاک تیل سے چراغ جلانا مسجد میں جائز نہیں ۲۴۷

مسجد کی چھت پر وطی کرنا جائز نہیں۔ ۲۴۷

مسجد کی چھت پر پیشاب و پاخانہ کرنا ناجائز ہے ۲۴۷

مسجد میں کافر کا جانا بے ادبی ہے۔ ۲۴۷

مسجد زیر تعمیر کو جب تک وقف نہ کرے بانی کی ملک ہے۔ ۲۴۸

مسجد کر دیا ہے جب بھی بانی تعمیر کی حقدار ہے، خود نہ بنا سکتا ہو تو مسلمانوں کو تعمیر کی اجازت دے۔ ۲۴۸

صحن مسجد مسقف کر دینے سے اس میں نماز پڑھنے میں خلل نہیں آتا۔ ۲۴۸

مسجد کی چھت پر بلا ضرورت نماز نہیں پڑھی جائیگی

Marfat.com

نیچے جگہ بھر جائے تو اوپر پڑھ سکتے ہیں۔	۳۴۹
مسجد دو منزلہ بنائی مگر مسجد صرف بالائی منزل کو کیا، وہی مسجد ہوگی، منزل زیریں ضروریاتِ مسجد کے لئے ہوگی۔	۳۴۹
مسجد کی نچلی منزل میں بھراؤ ڈال کر پاٹنا جائز نہیں۔	۳۵۰
اعدامِ مسجد پر وعیدِ شدید۔	۳۵۰
بلا شرطِ واقف، وقف کی ہیئت میں تغیر و تبدل کرنا ناجائز ہے۔	۳۵۰
دارِ وقف کو باغ اور سرائے کو حمام وغیرہ بنانا جائز نہیں۔	۳۵۰
مسجد کی وقفی زمین توڑ کر شاہراہ میں شامل کرنا حرام ہے۔	۳۵۱
حقوقِ مسجد پر تعدّی اور وقفِ مسجد میں ناحق دخل اندازی منع ہے۔	۳۵۱
مقصدِ وقف باطل کرکے وقف کو دوسرے کام کے لئے کر دینا ناجائز ہے۔	۳۵۱
فنائے مسجد کی حرمت مسجد کی طرح ہے۔	۳۵۲
مسجد کو راستہ بنانے کا جزیہ اور اس کا صحیح مطلب۔	۳۵۲
جنب، حائض اور نفساء کو مسجد سے گزرنے کی بالکل اجازت نہیں۔	۳۵۲
مسجد سے گھوڑے یا بیل گاڑی کو گزارنا منع ہے۔	۳۵۲
مسجد کو شارعِ عام بنانے کی اجازت نہیں۔	۳۵۲
مسجد میں مصارفِ خیر کے لئے چندہ وصول کر سکتے ہیں جبکہ آدابِ مسجد کی مخالفت نہ ہو۔	۳۵۴
مسجد کو اس لئے شہید کرنا کہ اس کو چھوڑ کر دوسری جگہ بنائیں گے، حرام ہے۔	۳۵۴
بے ضرورت مسجد کی تعمیر جدید عبث و لغو ہے۔	۳۵۵
تضییعِ مال ناجائز ہے۔	۳۵۵
قیل و قال، کثرتِ سوال اور اضاعتِ مال اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔	۳۵۵
فضول خرچی کرنیوالے شیطان کے بھائی ہیں۔	۳۵۵
عبث حرام ہے۔	۳۵۵
توسیع اور بوسیدگی کی حالت میں تعمیر جدید کی اجازت ہے۔	۳۵۵
اشباہ نظائر کے مصنف امام ابراہیم نہیں ہیں	۳۵۶
اشباہ نظائر کی طرف منسوب ایک غلط عبارت کی تصحیح	۳۵۶
اشباہ کی دوسری عبارت کی تشریح۔	۳۵۷
مسجد میں راستہ بنانا جائز نہیں، ہاں بوقتِ ضرورت اس میں سے گزر سکتے ہیں۔	۳۵۷
جنبی، حائض یا نفاس والی، اور جانوروں کو گزرنے سے روکا جائے۔	۳۵۸
ایک مسجد کے ہوتے ہوئے دوسری مسجد بنانے کا سوال۔	۳۵۹
تفریق بین المسلمین کی نیت سے جدید مسجد تعمیر کرنیوالے گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہیں اور مسجد مسجدِ ضرار کے حکم میں ہے۔	۳۶۰

Marfat.com

فساق مرتکب کبیرہ کا ذبیحہ جائز ہے، ان سے ابتداءِ سلام ناجائز، زجر و تنبیہ کی نیت سے ان سے ترکِ راہ و رسم بہتر ہے۔ ۳۶۰

فاسق نکاح پڑھائے تو نکاح درست ہے لیکن فاسق سے نکاح پڑھوانا منع ہے۔ ۳۶۰

ظن و تخمین سے کسی مسجد کے ضرار ہونے کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ ۳۶۰

جس مسجد کا مسجد ضرار ہونا یقیناً ثابت ہو اس کو ڈھایا جا سکتا ہے۔ ۳۶۰

اختلاف و فتنہ سے بچنے کے لئے الگ مسجد بنائی تو مسجد ضرار نہیں۔ ۳۶۱

فاسق اور بانی شر و فساد کی امامت ناجائز ہے ۳۶۱

جو مسجد ضرار کے حکم میں ہو اس کی تعمیر میں مدد دینا ناجائز ہے۔ ۳۶۱

ذبح کی اُجرت لینے والا امام ہو سکتا ہے۔ ۳۶۱

قیامِ جمعہ کی شرائط کا بیان۔ ۳۶

کسی کے مقابلہ میں بھی شر پیدا کرنا جائز نہیں ۳۶۱

مسجد میں وعظ اور چندہ کے جائز و ناجائز ہونے کی صورتیں اور ان کا حکم۔ ۳۶۱

کسی زمین کے مسجد ہونے کی صورتیں۔ ۳۶۱

مسجد کے لئے عمارت ضروری نہ ہونے کا بیان۔ ۳۶۲

مسجد مچھلی بازار کانپور کے لئے جمع ہونیوالے چندہ کے مصارف کا بیان اور مولوی عبدالباری صاحب کے فیصلہ کی غلطی کا اظہار۔ ۳۶۳

⑩ رسالہ ابانۃ المتواری فی مصالحۃ عبد الباری (مسجد کانپور کے متعلق ایک نہایت ضروری فتویٰ جس کا سوال لکھنؤ فرنگی محل سے آیا اور دار الافتاء بریلی سے جواب دیا گیا اور بکمالِ وضوح ثابت کیا گیا کہ مولوی عبدالباری صاحب فرنگی محلی نے جو فیصلہ مسجد مچھلی بازار کانپور کے متعلق کیا وہ سراسر مخالف احکام اسلام ہے اس پر مسلمانوں کو مطمئن ہونا سخت گناہ و حرام ہے ہر طبقہ کے مسلمانوں پر فرض ہے کہ دربارۂ حفظ حقوق مذہبی گورنمنٹ کی نامبدل پالیسی سے نفع لیں اور اپنے اپنے منصب کے لائق جائز چارہ جوئی میں پوری کوشش کریں مولوی صاحب کی یہ شخصی کارروائی اگر مقبول ٹھہرگئی تو ہمیشہ کے لئے مساجدِ ہند پر اس کا بُرا اثر پڑے گا اور ہر مسلمان کہ جائز کوشش کر سکتا تھا اور نہ کی اس کے وبال میں ماخوذ رہے گا۔ "مسجد کانپور کے فیصلہ پر ایک نظر" کا بھی رَدِّ بلیغ اس رسالہ میں ہے) ۳۶۵

مسئلہ از لکھنؤ فرنگی محل مرسلہ مولوی محمد سلامت اللہ صاحب نائب منصرم مجلس مؤید الاسلام۔ ۳۶۵

جواب از دار الافتاء بریلی۔ ۳۶۶

سات امور مستفسرہ۔ ۳۶۶

فتنہ پردازی اور امن عام میں خلل اندازی اور مسلمانوں کو بلا اور اسلام کو توہین کے لئے

Marfat.com

پیش کرنا ہرگز نہ شرعاً جائز ہے نہ عقلاً ٹھیک۔ ۳۶۷
فتنہ قتل سے شدید تر ہے۔ ۳۶۷
مخالفِ شرع حکم کو بلا جبر و اکراہ خود ایک امر
طے شدہ قرار دے کر جائز چارہ جوئی کا دروازہ
بند کرنا یا اس میں دشواری ڈالنا اور آئندہ کیلئے
بھی اسے نظیر بنا دینا روا نہیں۔ ۳۶۷
مسئلہ بار دوم از لکھنؤ فرنگی محل مرسلہ مولوی
صاحب موصوف۔ ۳۶۸
امورِ مستفسرہ مع تصریح۔ ۳۶۸
جواب از دار الافتاء بریلی۔ ۳۷۱
ہر مسلمان لاسیما اہلِ علم کو انکشافِ حق کے لئے
مستعد رہنا چاہئے۔ ۳۷۱
منصبِ افتاء کی ذمہ داری یہ ہے کہ بر تقدیر
صدقِ مستفتی صورتِ مستفسرہ کے مطابق
جواب دے دیا جائے۔ ۳۷۱
اظہارِ حق کے سلسلہ میں مفتی پر لازم ہے کہ وہ
کسی کے ساتھ مراسمِ قدیم کو حفظ حرمت اسلام
اور رفعِ غلط فہمی عوام پر غالب نہ آنے دے۔ ۳۷۱
حقیقتاً حق دوستی یہی ہے کہ غلطی پر متنبہ کیا جائے۔ ۳۷۱
جواب استفسار اول پر نظر۔ ۳۷۲
قبضۂ زمین کی بحث۔ ۳۷۲
چھت اور زمین دو مترادف الفاظ نہیں ہیں۔ ۳۷۲
مصالحت رفعِ نزاع کا نام ہے نہ کہ
القائے نزاع کا۔ ۳۷۳
اصل مبناء و منشاء کو مہمل و معطل اور دور آئندہ
کی امید موہوم پر محمول کرنا القائے نزاع ہے
نہ کہ رفع و قطع نزاع۔ ۳۷۳
احکامِ اسلامیہ کے خلاف پر مصالحت روا نہیں۔ ۳۷۳
جرمِ بغاوت کو تمام دنیوی سلطنتیں سنگین ترین بلکہ
ناقابلِ معافی قرار دیتی ہیں۔ ۳۷۴
مولوی صاحب کے اغماض نے اصل معاملہ میں
پیچیدگیاں اور دشواریاں پیدا کر دی ہیں۔ ۳۷۴
روایت امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مخالفِ
مذہبِ جمہور نہیں۔ ۳۷۶
مسجد کے کسی حصّہ کو سڑک میں ڈال لینا تمام ائمہ
کے اجماع سے حرام اور مناقضِ ارشادِ خداوندی ہے ۳۷۶
فقاہت کے کیا معنی ہیں۔ ۳۷۶
مولوی صاحب نے جو مصالحت مسجد کے بارے
میں کی ہے کوئی ہندو اس کو شوالہ کے بارے
میں قبول نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی خود مولوی صاحب
اس کو اپنے مکان سکونت کے بارے میں گوارا
کریں گے۔ ۳۷۷
مولوی صاحب کی مصالحت کا حاصل۔ ۳۷۸
جواب استفسار دوم پر نظر۔ ۳۸۰
"فیصلہ کانپور پر ایک نظر" کا رد بلیغ ۳۸۰
عالم مصالح کی تدبیر اوّل نامنظور و شنیع ہونے
کا بیان۔ ۳۸۰
مسئلہ ممر فی المسجد کی تحقیق جلیل۔ ۳۸۰
کافر ذمی بلکہ مستامن بھی تابع مسلم ہے۔ ۳۸۱
کم من شئی یثبت ضمناً ولا یثبت قصداً۔ ۳۸۱

Marfat.com

ایک صحیح مسئلہ کو موقع سے متعلق سمجھنے میں مولوی صاحب سے بکثرت خطائیں ہوئیں۔ ۳۸۱
صحیح یہ ہے کہ کفار بھی مکلف بالفروع ہیں۔ ۳۸۲
جنابت وحیض کی حالت میں مسجد میں جانا بیت اللہ کی بے حرمتی ہے۔ ۳۸۲
جانور بالاجماع مکلف نہیں۔ ۳۸۲
کتے، خنزیر بلکہ ناسمجھ بچے اور مجنون کو مسجد میں چلتا دیکھ کر خاموش بیٹھے رہنا مسلمان کو روا نہیں ۳۸۲
احتمالِ بے ادبی پر غیر مکلفوں کو مسجد سے نہ روکنا خلافِ حکمِ حدیث ہے۔ ۳۸۲
مساجد کو یقینی بے حرمتی کے لئے پیش کرنا جرم شنیع وخبیث ہے۔ ۳۸۲
مسئلہ ممر فی المسجد صرف اسلامی سلطنت کے ساتھ خاص ہے۔ ۳۸۳
اسلامی سلطنت میں کفار تابع مسلمین ہوتے ہیں ۳۸۳
نکتہ جلیلہ دقیقہ۔ ۳۸۳
مسجد میں کسی امر کا جواز اور بات ہے، اور اس کا استحقاق اور۔ ۳۸۳
مساجد جمیع حقوق عباد سے ہمیشہ کے لئے منزہ ہیں۔ ۳۸۳
مسئلہ ممر فی المسجد کو سلطنت غیر اسلامیہ کیلئے قرار دینا صریح جہل اور ظلم عظیم ہے۔ ۳۸۳
مَن، الیٰ، فی، علیٰ کا ترجمہ جان لینا فقاہت نہیں، فقاہت چیزے دیگر است۔ ۳۸۳
ضرورت کی بحث۔ ۳۸۴
ضرورت اکراہِ شرعی سے جوازِ شَیٔ فی نفسہٖ نہیں ہوتا بلکہ مکرَہ سے رفعِ اثم ہوتا ہے۔ ۳۸۴
تجویز دوم کی شناعتیں۔ ۳۸۴
حرام شرعی کو حسبِ دلخواہ، نہایت مسرت خیز، موجبِ اطمینان و دلجمعی مسلمانان قرار دینا اور اس کے دن کو اسلامی تاریخ کا زریں دن کہنا اشد ظلم ہے۔ ۳۸۶
ایک عذرِ گناہ بدتر از گناہ کا رد۔ ۳۸۷
مومن ایک ہی سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا۔ ۳۸۸
متعلق جواب استفسارِ سوم۔ ۳۸۹
مسجد کی مسجدیت کا ابطال شعارِ اسلام کا ہتک وابتذال ہے۔ ۳۹۰
عرف وشرع کا قاعدہ ہے کہ ضررِ عام سے بچنے کے لئے ضررِ خاص کا تحمل کیا جائے۔ ۳۹۰
بعض اشخاص کو قید سے چھڑانے کیلئے مسجدوں کی حرمتیں پامال کرنا حلال نہیں۔ ۳۹۰
بھائی کا زکام کھونے کے لئے باپ کو قتل کر دینا عقلمندی اور روا نہیں۔ ۳۹۰
متعلق جواب استفسارِ چہارم۔ ۳۹۱
ذکرِ نفی قبضہ کو نفی ذکرِ قبضہ پر حمل کرنا صریح مغالطہ ہے۔ ۳۹۲
متعلق جواب استفسارِ پنجم۔ ۳۹۳
ملک کا اطلاق دو معنی پر آتا ہے، اول اختصاص مانع، دوم قدرت تصرف شرعی۔ ۳۹۳

Marfat.com

متولی کو مالکِ اوقاف بمعنی قادر تصرف شرعی کہہ سکتے ہیں۔ ۳۹۴
ہر قوم اپنی اصطلاح پر کلام کرتی اور سمجھتی ہے۔ ۳۹۴
قانون اور اہلِ قانون کی اصطلاح میں زمینِ مسجد یا وقفِ مسجد کو ملکِ مسجد کہتے ہیں۔ ۳۹۴
اصطلاحِ مذکور کا پتہ شرعِ مطہر میں بھی ہے۔ ۳۹۴
متعلق جواب استفسارِ ششم۔ ۳۹۵
مولوی صاحب کی مصالحت سے لازم آیا کہ مسجد، مسجد تو درکنار، سرے سے وقف ہی نہ ٹھہری۔ ۳۹۵
متعلق جواب استفسار ہفتم۔ ۳۹۵
الزام کی تین صورتیں۔ ۳۹۵
اس امر کے روشن ثبوت کہ مصالحت مذکورہ کی کاروائی ایک شخصی کاروائی ہے نہ کہ مسلمانوں کی۔ ۳۹۶
سبیلِ نجات۔ ۳۹۸
گناہِ کبیرہ پر توبہ لازم ہے۔ ۳۹۸
جیسا گناہ ہو ویسی ہی توبہ چاہیے۔ ۳۹۸
مسجد حقیقۃً زمین کا نام ہے چھت اس کا بدل نہیں ہو سکتی۔ ۳۹۸
مسجد کی بے حرمتی میں مداہنت کرنے والوں کے لئے وعید شدید ۳۹۹
مسجد کی بے حرمتی پر مصالحت کرنیوالوں کو نصیحت ۳۹۹
ہر طبقہ کے مسلمانوں پر فرض ہے کہ اپنے اپنے منصب کے لائق مساجد کو بے حرمتی سے بچا کر دنیا میں سرخرو اور آخرت میں مثاب ہوں۔ ۴۰۰
مسجد کا ویران کرنا سخت حرام ہے۔ ۴۰۱
مسجد تنگ ہو اور پڑوسی زمین نہ دے تو بحکم سلطانِ اسلام پڑوسی کی مرضی کے بغیر واجبی قیمت پر وہ زمین مسجد میں شامل کی جائے۔ ۴۰۱
سوال میں ذکر کی ہوئی ایک خرابی پر تنبیہ۔ ۴۰۱
ایک مجمل سوال پر تنبیہ۔ ۴۰۲
مسجد تنگ ہو تو درگاہ کی زمین جبراً مسجد میں شامل کرنا ناجائز ہے۔ ۴۰۲
مسجد تنگ ہو اور اس کے متعلق زمین نہ ہو، درگاہ کی زمین وقف شرعی نہ ہو یا زمین شامل مسجد کرنے سے درگاہ کو ضرر نہ ہو تو اس کو شاملِ مسجد کر سکتے ہیں۔ ۴۰۲
سنی کی بنوائی ہوئی مسجد بلا شبہ مسجد ہے۔ ۴۰۳
اس زمانہ کے روافض مرتد ہیں ان کی بنوائی مسجد مسجد نہ ہوگی۔ ۴۰۳
مرتد کی بنوائی ہوئی مسجد کو سنی نے خرید کر مسجد کر دیا تو اس کے مسجد ہونے نہ ہونے کی صورتوں کا بیان۔ ۴۰۴
مسجد میں بالغ طلبہ کا پڑھنا اس شرط پر جائز ہے کہ اوقاتِ نماز میں جگہ نہ گھیریں اور ان کے پڑھنے سے نمازیوں کو تشویش نہ ہو۔ ۴۰۴
مرتد کے حالت اسلام کا کسب اس کے مسلمان وارثوں کا ہے اور زمانہ ارتداد کا کسب فئے ہے۔ ۴۰۴
زمین کے کسی حصہ کے مسجد ہونے کے بعد اس

Marfat.com

میں کسی قسم کی دوسری تعمیر جائز نہیں ۔ ۴۰۵

مسجد کا کنواں مشترکہ بنانا کہ اس میں مشرکین بھی پانی لے سکیں، منع ہے ۔ ۴۰۶

مسجد کو باقی اور آباد رکھنا ضروری ہے، مسجد کسی دوسرے کام میں صرف نہیں کی جا سکتی ۔ ۴۰۶

مسجد کا فرش جو استعمال کے قابل نہ رہے دینے والے کی ملک ہوتا ہے اور مسجد کے مال سے بنایا گیا ہو تو اس کو بیچ کر مسجد کے ہی کسی کام میں صرف کیا جائے ۔ ۴۰۶

مسجد کا ملبہ ناقابلِ استعمال ہو تو اسے مسلمان کے ہاتھ بیچا جائے کہ وہ بے ادبی کی جگہ استعمال نہ کرے اور وہ رقم مسجد کی مرمت میں ہی صرف کی جائے ۔ ۴۰۷

کسی ایک وارث نے میراث کی مشترکہ زمین پر زبردستی مسجد قائم کر دی تو مسجد نہ ہوگی تاوقتیکہ تمام ورثہ بالغ ہو کر اس کی اجازت نہ دے دیں ۔ ۴۰۷

مسجد کی زمین غصب کرنا ظلمِ شدید اور گناہِ کبیرہ ہے ۔ ۴۰۸

جو کسی کی بالشت بھر زمین دبائے گا قیامت کے دن ساتوں طبق توڑ کر اتنا حصہ زمین اس کے گلے میں ڈالا جائے گا ۔ ۴۰۹

مسجد کی کسی زمین پر زبردستی قبضہ کرنیوالے سے اس کو واگذار کرانا ہر مسلمان پر بقدر استطاعت ضروری ہے ۔ ۴۰۹

معاوضہ لے کر اسے دے دینا ہرگز جائز نہیں ۴۰۹

مسجد پر قبضہ کرنیوالے ربٰوخوار فسادی سے قطع تعلق کا حکم ہے ۔ ۴۰۹

چندہ کا روپیہ جمع ہو تو اس میں اضافہ کی جائز صورتوں کے لئے بھی چندہ دہندوں کی اجازت درکار ہے ۔ ۴۱۰

پورے قصبہ کی مساجد کو مختلف فرقوں میں تقسیم کرنے کا حکم ۔ ۴۱۱

سنیوں کی بنائی مسجد کو رفعِ فساد کیلئے غیر مقلدوں کو دینا حرام ہے ۔ ۴۱۱

مسئلہ کی تفہیم کے لئے ایک دلنشین مثال ۔ ۴۱۱

مسجد میں داخلہ سے کن کن لوگوں کو روکا جا سکتا ہے بطورِ خود روکنے میں فساد کا اندیشہ ہو تو حکومت سے چارہ جوئی کی جائے ۔ ۴۱۲

مسجد کو حتی الامکان آباد کرنا ضروری، اور اس کی ویرانی منع ہے ۔ ۴۱۳

نئی مسجد تعمیر کرنے سے بہتر پرانی مسجد کا آباد کرنا ہے ۔ ۴۱۳

مسجد سے متعلق ایک مسئلہ کی تنقیح ۔ ۴۱۵

مسجد کا سامان جو ضرورتِ مسجد سے فارغ ہو اس کے فروخت کرنے کا شرعی طریقہ اور اس کے مصارف کا بیان ۔ ۴۱۵

مسجد کی دکانوں کی چھت فرش میں شامل تھی، اس میں کوئی ایسا تصرف کرنا جس سے وہ صحنِ مسجد سے علیحدہ ہو، اس کا کرایہ پر دینا، اس کے پرنالہ کے لئے مسجد کا ایک حصہ

Marfat.com

توڑنا، اس میں وضو کرنا وغیرہ ناجائز تصرفات کا حکم۔ ۴۱۶

مسجد میں اپنے لئے سوال منع ہے، اور کسی دوسرے ضرورتمند یا قومی ضرورت کے لئے نہ صرف جائز بلکہ سنتِ رسول ہے۔ ۴۱۸

استبدال کی شرط نہ ہو تو فی الجملہ نقصان یا احتمالِ نقصان کی وجہ سے وقف کی بیع ناجائز ہے۔ ۴۱۸

مسجد کی دریاں، چٹائیاں اور لوٹے وغیرہ جب تک قابلِ استعمال ہوں بیچے نہ جائیں، اور جب ناقابلِ استعمال ہو جائیں دینے والوں کو واپس کر دئے جائیں۔ ۴۱۸

بغیر امتیاز ہر شخص کو مسجد میں وعظ کی اجازت دینا منع ہے اور روکنا واجب ہے۔ ۴۱۸

انتظامِ مسجد صحیح اور مطابق شرع ہو تو دوسروں کو دست اندازی کا حق نہیں، اور خلافِ شرع ہوں تو ہر مسلمان دست اندازی کر سکتا ہے۔ ۴۱۸

امامِ مسجد کے صفات کا بیان۔ ۴۱۸

مسجد کا گھڑا کسی کو بھی اپنی ضرورت کے لئے فروخت کرنا حرام ہے۔ ۴۱۸

مسجد کا تیل کب اپنی ضرورت پر خرچ ہو سکتا ہے اور کب نہیں۔ ۴۱۸

امام کو جو روٹیاں دی گئیں اس کے حکم کی تفصیل۔ ۴۱۹

استاد طالب علم سے روٹی منگانے کے لئے کب جبر کر سکتا ہے اور کب نہیں۔ ۴۱۹

طالب علم کی شرعی حدِ تعزیر۔ ۴۱۹

مسجد میں وضو کے لئے رکھے ہوئے پانی کو اپنے گھر لے جانا جائز نہیں۔ ۴۱۹

گاؤں میں قیامِ جمعہ جائز نہیں۔ ۴۲۰

مسجدوں کو برباد کر کے ایک جامع مسجد بنانا حرام ہے۔ ۴۲۰

ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد میں لگانا منع ہے۔ ۴۲۰

جو حصۂ زمین ایک بار مسجد ہو گیا قیامت تک مسجد ہی رہے گا، اس کو اپنے کسی تصرف میں لانا حرام ہے۔ ۴۲۰

شہر میں متعدد جگہ جمعہ پڑھا جا سکتا ہے، جو کسی وجہ سے معذور ہوں انھیں ایک جگہ جمع ہونے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ ۴۲۰

مالِ وقف کو واقف کی شرط کے بغیر تجارت میں لگانا جائز نہیں۔ ۴۲۱

پنجوقتی نماز اور جمعہ وعیدین کے لئے مسجد کی شرط نہیں۔ ۴۲۱

کسی مکان میں نماز پڑھنے کی عام اجازت دینے سے کب مکان مسجد ہوگا اور کب نہیں۔ ۴۲۱

مصلحتِ شرعی ہو تو اپنا عالم ہونا ظاہر کیا جا سکتا ہے اور خود ستائی کے لئے ہو تو حرام ہے۔ ۴۲۱

مسجد کے لئے زمین خریدی، جز حصہ میں مسجد

Marfat.com

تعمیر ہوئی، بقیہ حصہ کے متعلق احکامِ شرعیہ کی تفصیل۔ ۴۲۲

خبر کے رد کے شرعی اسباب اور آدمی کے مردود الشہادۃ ہونے کی صورتیں۔ ۴۲۳

مسجد میں قبر نکلی تو مسجد باقی رہے گی، قبر پر اور اس کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنا منع ہوگا۔ ۴۲۴

قبر کسی مقبول بندے کی ہے تو اس کے قرب میں نماز پڑھنا باعثِ برکت ہے۔ ۴۲۴

کسی مسجد کا شرعی شہادتوں سے مقبرہ ہونا ثابت ہو جائے تو مسجد کی عمارت منہدم کر دی جائے۔ ۴۲۴

پختہ مسجد بنانے کا ثواب۔ ۴۲۵

مسجد نبوی کی تاریخ۔ ۴۲۵

مسجد کے موقوفہ مکان کو بضرورت مسجد میں شامل کر سکتے ہیں۔ ۴۲۵

مسجد کے دروازے عام حالت میں بند کرنا منع ہے۔ ۴۲۵

ایک حدیث شریف کا مضمون کہ قیامت کے دن مسجد کی ساری زمین جنت میں داخل کی جائے گی۔ ۴۲۶

فضیلتِ مسجد سے متعلق دو حدیثوں کے مؤول اور معلل ہونے کا بیان۔ ۴۲۶

مسجد کے اردگرد کی زمین کا داخلِ جنت ہونا ثابت نہیں۔ ۴۲۶

مسجد کا وہ عملہ جو مسجد کے کام کا نہ رہ گیا ہو وہ بیچا جا سکتا ہے اور جو جلانے کے لائق ہی رہ گیا ہو جلایا بھی جا سکتا ہے لیکن اُپلوں کی معیت سے بچایا جائے۔ ۴۲۷

بعینہٖ حرام مال کو مسجد کی ضروریات مثلاً وضو خانہ وسقایہ کے لئے بھی لینا حرام ہے۔ ۴۲۷

خاص جس مال کے لئے معلوم نہ ہو کہ حرام ہے اس کو لینے میں مضائقہ نہیں۔ ۴۲۷

مسجد کی موقوفہ زمین بیچنے کا کسی کو حق نہیں۔ ۴۲۸

جو جائداد وقف کی آمدنی سے خریدی گئی وہ ضرورت وقف کے لئے بیچی جا سکتی ہے بشرطیکہ متولی، اہل محلہ، سنی دیندار عالم اور ہوشیار مسلمانوں کا مشورہ شامل ہو۔ ۴۲۸

جو وقف صرف مسجد کے لئے ہو اس کی فاضل آمدنی سے بھی مدرسہ نہیں کھول سکتے۔ ۴۲۸

مسجد کا جو عملہ مسجد میں لگانے کے لائق نہیں رہا اس کی بیع متولی اور معتدین اہل محلہ کی رائے سے جائز ہے، خریدنے والا اپنے کام میں بھی لا سکتا ہے، بے ادبی کی جگہ سے بچائے۔ ۴۲۸

امام مسجد کا مقتدیوں سے کج خلقی سے پیش آنا ناجائز ہے گناہ ہے۔ ۴۳۰

امام مسجد جو نہ خود اذان دے نہ دوسروں کو اذان دینے دے فاسق ہے۔ ۴۳۰

جو امام مسجد کی صفائی سے دوسروں کو روکے

Marfat.com

اور خود بھی نہ کرے مسجد کا بدخواہ ہے۔ ۴۳۰
مسجد میں درخت لگانا ممنوع، اور دوسروں کے بوئے ہوئے ہوں تو ان کو اس کی اجازت کے بغیر گھر لے جانا جائز نہیں۔ ۴۳۱
مسجد کی اشیاء پر مالکانہ قبضہ حرام ہے۔ ۴۳۱
فنائے مسجد میں لگے ہوئے وضو کے پائپ کو بے وجہ شرعی اکھڑوانا شرعاً ممنوع ہے۔ ۴۳۱
پائپ عین مسجد میں قبل تمام مسجدیت لگا ہو تو اکھڑوانا منع اور تمام مسجدیت کے بعد لگا تو اکھڑوانا واجب ہے۔ ۴۳۱
مسجد میں مٹی کا تیل جلانا مسجد کی بے حرمتی اور حرام ہے۔ ۴۳۱
جو منتظم مسجد کی چٹائی کوٹھری میں بند کر دے اور اپنی چٹائی بچھا کر نماز پڑھنے نہ دے ظالم ہے۔ ۴۳۱
مسجد پر قبضہ غاصبانہ کرنیوالے اور مذکورہ بالا صفات کے مالک شخص کی امامت کا حکم۔ ۴۳۱
دستور اور عرف کے موافق مال وقف سے مسجد میں روشنی کی جائے۔ ۴۳۱
عام حالت میں نصف شب تک روشنی ہو۔ ۴۳۱
محراب اور دیوارِ قبلہ میں نقش و نگار زبالِ وقف سے مکروہ ہے، ہاں واقف نے ایسا ہی کیا ہو تو بعد میں ویسا ہی کیا جائے اور نیت تعظیم مسجد ہو۔ ۴۳۱
قبل تمام مسجدیت مسجد کے نیچے تہ خانہ یا اوپر امام کے لئے بالاخانہ بنانا جائز ہے، اور تمام مسجدیت کے بعد ناجائز۔ ۴۳۲
بوقتِ ضرورت مسجد میں راستہ کو شامل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ حصہ بالکلیہ مسجد کر لیا جائے۔ ۴۳۲
لیکن ضرورۃً مسجد کو راہ بنانے کا مطلب یہ نہیں کہ اس کو راستہ میں شامل کر لیا جائے، بلکہ یہ مطلب ہے کہ بضرورت مسجد کے ایک دروازہ سے داخل ہو کر دوسرے سے گزر سکتے ہیں۔ ۴۳۳
معتکف کے علاوہ کسی کو مسجد میں سونے کی اجازت نہیں۔ ۴۳۴
مسجد میں ناسمجھ بچوں کو لے جانے کی ممانعت ہے۔ ۴۳۴
جو شخص اُجرت لے کر طلبہ کو پڑھائے اس کو مسجد میں تعلیم دینا سخت ناجائز ہے۔ ۴۳۴
مسجد کی تعمیر کے لئے بانی کا شریف النسب ہونا ضروری نہیں۔ ۴۳۵
کسی مال کا حرام ہونا جب تک معلوم نہ ہو وہم کو دخل دینا منع ہے۔ ۴۳۵
مسجد کی شکل پر عمارت بنا کر عام نمازیوں کو اجازت دے دی مسجد ہو گئی، اور یہ کہنا کہ بانی نے وقف ہمیں کیا قابلِ قبول نہیں۔ ۴۳۶
گواہان دل سے ثابت ہو کہ مسجد بنا کر بانی نے کہا میں اس کو صرف اپنے لئے بناتا ہوں، یا مسجد کا راستہ اپنی ملک سے الگ نہ کیا تو مسجد نہ ہوئی۔ ۴۳۶
دیگر املاک جو مسجد سے متصل ہوں بے ثبوت شرعی وقف نہیں قرار دیئے جا سکتے۔ ۴۳۷

Marfat.com

جس کی وجہ سے مسجد میں فتنہ اٹھتا ہو اس کو مسجد میں آنے سے منع کرنا جائز ہے۔ ۴۳۷

مالِ وقف پر اپنا قبضہ جمانے والا، نمازیوں کو مسجد کی اشیاء سے روکنے والا موذی اور قابلِ اخراج ہے۔ ۴۳۷

بلاوجہ شرعی مسجد کے کنویں سے پانی بھرنے سے روکنا فساد و حرام ہے۔ ۴۳۷

مسجد کی موقوفہ دکانوں کی چھت مصلیوں نے شاملِ مسجد کر لی تو وہ چھت بھی مسجد ہو گئی، معتکف ان دکانوں کی چھت پر جا سکتا ہے۔ ۴۳۸

محراب وسطِ مسجد میں نہ ہو تو صف پوری مسجد میں لگائی جائے اور امام محراب چھوڑ کر وسطِ مسجد میں کھڑا ہو۔ ۴۳۹

مسجد کے نچلے حصہ میں تنگی ہو تو بالائی حصہ پر جا سکتے ہیں، بلاضرورت بالائی درجہ میں جانا بلکہ نماز پڑھنا منع ہے۔ ۴۳۹

مسجد اول کی تقلیل جماعت و اضرار کی غرض سے دوسری مسجد بنانا مسجد ضرار کے حکم میں ہے۔ ۴۴۰

بضرورت قدیم جامع مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں جمعہ قائم کرنا جائز ہے، پرانی مسجد کی آبادی بقدرِ مقدرت ضروری ہے۔ ۴۴۰

کسی مسجد کے شہید ہونے کا خطرہ ہو اور مسلمانوں کو اس کی تعمیر کی طاقت نہ ہو تو غیر مسلموں سے مدد لے سکتے ہیں۔ ۴۴۰

کسی غیر کی ملک میں ظلماً مسجد قائم نہیں کی جا سکتی، قبضہ ظالمانہ کی وجہ سے کسی نے مسجد کی تعمیر میں رکاوٹ کی تو کچھ الزام نہیں، بلاوجہ شرعی روکنا تو ظلم و گناہ ہے۔ ۴۴۱

بلاضرورت مسجد کو توڑنا اور اس کو بدلنا حرام ہے۔ ۴۴۲

مسجد کی لکڑی اپنی ضرورت میں نہیں لائی جا سکتی۔ ۴۴۲

جس شخص نے پہلی مسجد کے بدلہ میں دوسری مسجد بنائی، اگر اپنی ملک میں بنائی اور مسجد کر دی تو یہ بھی مسجد ہو گئی اور پہلی کا باقی رکھنا بھی فرض ہے۔ ۴۴۳

مسجد کے احاطہ کے درخت اگر مسجد پر وقف ہوں تو ان کے پھل بے قیمت کھانا حرام ہے اور دوسرے کے ہوں تو اس کی اجازت درکار ہے، یہ بھی اجازت ہے کہ اس غرض سے بوئے کہ جو اس میں رہے وہ کھائے۔ ۴۴۳

زمیندار سے خریدی ہوئی زمین پر مسجد بنائی تو مسجد ہو گئی۔ ۴۴۳

موقوفہ زمین میں اجیر نے مسجد بنائی تو وہ کس کی طرف سے ہو گی، اقوالِ مختلفہ کا بیان۔ ۴۴۴

مسجد کے پانی بہنے کی نالی، سنڈاس کمانے کا راستہ سرکاری گلی میں تھا، میونسپل بورڈ گلی ختم کر کے سڑک بنائے اور نالی اور سنڈاس کے لئے دوسری جانب جگہ دے تو اس پر راضی ہونے میں کوئی قباحت نہیں، ہاں اس کے بنانے کے لئے مسجد کا روپیہ نہ صرف کیا جائے۔ ۴۴۵

پولیس کے خوف سے مسجد کے مصلیوں نے دوسری

Marfat.com

پرانی مسجد آباد کی اس کو مسجد ضرار کہنا غلط ہے۔ ۴۴۶

جس شخص نے بنام مسجد کوئی عمارت تیار کی جس سے تقرب الی اللہ مقصود نہ ہو بلکہ محض ریا و تفاخر کی نیت ہو وہ بیشک مسجد نہ ہوگی۔ ۴۴۶

امام نسفی اور صاحبِ بیان القرآن کے اقوال میں تطبیق۔ ۴۴۶

مسجد کا شش جہات میں جمیع حقوق عباد سے خالی ہونا ضروری ہے۔ ۴۴۷

جس مسجد کی دیوار مشترک رکھی وہ مسجد ہی نہ ہوگی، اور غیر مشترک دیوار کو متولی نے مشترک بنایا تو اس کو تولیت سے الگ کر دیں، اور اشتراک کی جو علامتیں بنائی ہوں اسے مٹا دیں۔ ۴۴۸

جس نے مسجد کی دیوار پر شہتیر رکھا ہٹا دیں اور جتنے دن رکھا اس کا کرایہ وصول کریں۔ ۴۴۸

جو پتھر مسجد کی ضرورت سے زائد ہوں اور ان کے ضائع ہونے کا ڈر ہو انھیں بیچ کر مسجد کی تعمیر میں صرف کر سکتے ہیں۔ ۴۴۹

جو سامان کسی خاص مسجد کے لئے خریدا گیا ہے کسی دوسرے کا اپنے مصرف میں لانا حرام ہے۔ ۴۵۱

مسجد کی بتی کا کرایہ پر دینا حرام ہے۔ ۴۵۱

لیمپ، فرش، دری وغیرہ اگر مسجد کی آمدنی کیلئے کرایہ پر دینے کے لئے خریدے گئے ان کا کرایہ پر دینا جائز ہے، اور خاص مسجد کی ضرورت کے لئے خریدے گئے تو کرایہ پر دینا حرام ہے۔ ۴۵۱

مجبوری کی صورت میں مجبوری دور ہونے تک

خاص مسجد کے صرفہ کے سامان کرایہ پر دئے جا سکتے ہیں۔ ۴۵۲

ایک مسجد کی چیز دوسری مسجد میں عاریۃً دینا جائز نہیں، عیدگاہ میں دینا اور منع ہے۔ ۴۵۲

مسجد کی زمین میں اپنے لئے درخت لگانا حرام ہے۔ ۴۵۳

مسجد میں درخت لگایا گیا تو کب مسجد کا ہوگا اور کب لگانے والے کا، اور مسجد میں لگے ہوئے درخت کے اکھڑنے اور نہ اکھڑنے کی تفصیل۔ ۴۵۳

وقف کی زمین میں بنائی ہوئی عمارت کی تفصیل۔ ۴۵۴

جو امام لائق امامت نہ رہ گیا ہو معزول کر دیا جائے۔ ۴۵۷

غیر حاضری کے ایام کی تنخواہ لینے والے سے واپس لی جائے گی، اور جس متولی نے ایسی تنخواہ دی اسے بھی معزول کیا جائے۔ ۴۵۷

نابالغ بچوں کے تعلیم کے لئے مسجد میں جانے کا حکم۔ ۴۵۸

مصارف مسجد سے کچھ بچا کر اپنے صرفہ میں لایا تو اس کے کفارہ کی تدبیر۔ ۴۶۱

حلال و حرام کے بارے میں صاحبِ مال کا قول بلا دلیل معتبر ہے۔ ۴۶۱

عقد و نقد حرام پر جمع ہوں تو مبیع حرام ہوگا ورنہ نہیں۔ ۴۶۲

اللہ کے لئے جتنی مسجد بنائیں سب مسجد

Marfat.com

ہوگئیں اور سب کی آبادی مسلمانوں پر لازم ہے۔ ۴۶۲

مشترک روپیہ مسجد میں لگانے کا مسئلہ۔ ۴۶۲

عام کنوؤں میں غیر مسلم کا روپیہ عدم استحقاق کی شرط کے ساتھ لگایا جا سکتا ہے۔ ۴۶۳

مسجد اور مدرسہ میں افضل مسجد کی تعمیر ہے، علم دین کی تعلیم البتہ فرض ہے۔ ۴۶۳

مدرسہ بنانا بدعت مستحبہ ہے۔ ۴۶۴

ہندو کے حکم سے بنائی ہوئی مسجد کا حکم۔ ۴۶۵

نماز مطلقاً ہر جگہ ہو سکتی ہے۔ ۴۶۵

جو عمارت سیکڑوں برس سے بطور مسجد مسلمانوں کے تصرف میں ہے وہ مسجد ہی ہے۔ ۴۶۵

نزول کی زمین اللہ تبارک وتعالیٰ کی ملک ہے ۴۶۵

مرتد کا مال اس کے مرنے کے بعد فے مسلمین ہے ۴۶۶

کافر غیر ذمی، غیر مستامن کا مال نقض عہد کے بغیر حاصل ہو تو مسلمان کے لئے حلال ہے۔ ۴۶۶

مسجد کو انہدام کے بعد کافر بنائے مسجد ہی رہے گی۔ ۴۶۶

مرتد کا وقف موقوف رہتا ہے، مسلمان ہو جائے تو صحیح ہو جاتا ہے، مرتد مر جائے تو فے مسلمین ہو کر صحیح ہو جاتا ہے۔ ۴۶۶

اسلامی کام میں غیر مسلم کا عطیہ نہ لینا چاہئے۔ ۴۶۷

خزانہ والی ملک کا ذاتی سرمایہ نہیں ہوتا۔ ۴۶۸

امور خیر کے لئے چندہ کرنا حدیث شریف سے ثابت ہے۔ ۴۶۸

مسجد کی آمدنی دوسرے امور میں صرف کرنا حرام ہے اور جس نے صرف کیا اس سے تاوان لیا جائے۔ ۴۶۹

جمعہ جماعت کے قیام کے لئے مسجد ہونا ضروری نہیں۔ ۴۷۰

مسجد کی تعمیر میں واقعی عذر ہو تو کسی بھی مناسب جگہ جماعت قائم کی جائے۔ ۴۷۰

ضرورۃً مسجد کو دو منزلہ کیا جا سکتا ہے۔ ۴۷۰

مسجد کو ضرورۃِ مسجد کے لئے بھی دکان بنانا حرام ہے۔ ۴۷۰

مولوی عبد الکافی صاحب الہ آبادی کا ایک فتویٰ۔ ۴۷۰

وقف نامہ میں درج کی ہوئی شرائط کے موافق مصارف جائز ہیں۔ ۴۷۰

وقف نامہ نہ ہو تو متولیان سابق کے تعامل کے موافق اخراجات کئے جائیں اور تعامل بھی معلوم نہ ہو تو مسجد کے ضروری اخراجات جو شرعاً ثابت ہوں انھیں پر بس کیا جائے۔ ۴۷۲

تعامل قدیم کی تحقیق۔ ۴۷۳

بہتان کی اشاعت فاحشہ اور حرام ہے۔ ۴۷۳

غیبت کی تعریف اور احکام۔ ۴۷۳

ایک لامعلوم الجہۃ زمین کے متعلق استفتاء۔ ۴۷۴

وقف کا ثبوت شہرت سے ہوتا ہے اور اس کی گواہی بھی شہرت کی بناء پر دی جا سکتی ہے ۴۷۵

جس زمین کے موروثی ہونے کا ثبوت گواہان عادل سے ہو وہ تکیہ قرار دی جائے گی۔ ۴۷۵

Marfat.com

جو لا معلوم الجہت زمین کسی وقف کے خادموں کے قبضہ میں عہد قدیم سے ہو بلا ثبوت شرعی اس کی ملک کا دعویٰ یا جدید تصرف جائز نہیں۔ ۴۷۵

مسلمانوں کا کام حتی الامکان صلاح پر محمول کرنا واجب ہے۔ ۴۷۵

امامت میں میراث جاری نہیں ہوتی۔ ۴۷۶

جو امامت کے لائق نہ ہو اس کا معزول کرنا واجب ہے ۴۷۷

حکم شرعی نافذ کرنے کے لئے عوام سے مشورہ لینا ضروری نہیں۔ ۴۷۷

بلا عذر شرعی کسی عہدیدار کو اس کے عہدہ سے معزول کرنا جائز نہیں۔ ۴۷۸

اس شرط پر کسی کی ممبری کے لئے کوشش کرنا کہ مسجد میں دو ہزار روپیہ دے، معاملہ کی تصحیح کی مختلف صورتیں اور مصنف کی ژرف نگاہی۔ ۴۷۸

مسجد کے کسی حصہ کو دکان یا تہ خانہ بنانا جائز نہیں۔ ۴۸۲

مسجد کے وضوخانہ کو دکان بنانا حرام ہے،

وقف کو اس کی ہیئت سے بدلنا جائز نہیں۔ ۴۸۳

اینٹوں کا جو ڈھیر ڈھائی ہزار مان کر نیلام ہوا شمار کے بعد اینٹیں زائد نکلیں تو مالک کو دی جائیں۔ ۴۸۳

جو املاک قرق کرا کے نیلام کرائیں ان کو مسجد کی طرف سے خریدنا اور مسجد میں لگانا جائز نہیں۔ ۴۸۳

اوقاف میں واقف کی شرط کے موافق صرف کرنا ضروری ہے۔ ۴۸۵

واقف نے روزہ کشائی اور ختم قرآن کی شیرینی کے لئے وقف کیا تو تعمیر مدرسہ میں صرف کرنا حرام ہے۔ ۴۸۵

مسجد کی تعمیر اور مرمت کی شرط لگائی تو لوٹے اور چٹائی میں صرف نہیں کر سکتے۔ ۴۸۶

جس وقف کے شرائط تحریری نہ ہوں تو تعامل قدیم پر عملدرآمد ہوگا۔ ۴۸۶

وقف میں تعامل قدیم کی حد وقت اور زمانہ سے نہیں ہے۔ ۴۸۶

زمانہ حدوث کا نہ معلوم ہونا قدامت کی دلیل ہے۔ ۴۸۶

جس وقت میں افطاری کے لئے مد مقرر ہو اگر افطار کے وقت بے روزہ دار بھی شریک ہوں متولیوں پر کچھ الزام نہیں۔ ۴۸۷

لاعلمی میں مالدار کو زکوٰۃ دے دی ادا ہوگئی کہ حکم ظاہر پر ہے۔ ۴۸۷

اوقاف کے مصارف عمومی میں مالدار اور غریب سب برابر ہیں جیسے افطار یا وضو کا پانی۔ ۴۸۷

بازاری عورت روزہ کشائی یا مسجد میں چٹائی وغیرہ کے لئے کچھ بھیجے تو اس کا شرعی حکم۔ ۴۸۷

جس خریداری میں خبث ہونا بعینہٖ معلوم نہ ہو اس کے حرام ہونے کا حکم نہیں لگایا جائیگا۔ ۴۸۷

بازاری عورت کے عطیات سے بچنا ہی

Marfat.com

اولیٰ ہے۔ ۴۸۸

جو چیزیں مسجد کے لئے وقف کیں اور مہتموں کے سپرد کر دیں انھیں واپس نہیں لے سکتا۔ ۴۸۸

جو سامان مسجد کے کام کا نہ رہا ہو اس کو بیچنے کی اجازت ہے اور اس کا خریدنا ہر مسلمان کو جائز ہے۔ ۴۸۹

مسجد کے بے کار اسباب خرید کر بے تعظیمی کی جگہ نہ لگائے جائیں۔ ۴۸۹

امانت کا اپنے صرفہ میں لانا حرام ہے، توبہ استغفار لازم اور تاوان واجب ہے۔ ۴۸۹

دکان کو مسجد بنا دیا مسجد ہو گئی، اس میں دوبارہ دکان کرنا، مسجد کا زینہ بنانا یا حکومت کا اس پر قبضہ کرنا حرام ہے۔ ۴۸۹

وقف کا ثبوت شہرت کی بناء پر ہوتا ہے۔ ۴۹۰

سرکاری ریکارڈ میں وقف درج ہو تو مزید شہادت کی ضرورت نہیں وقف ثابت ہے۔ ۴۹۱

مسجد کو اجرت پر دینا یا سامان رکھنے کا گودام بنانا یا اس میں سکونت اختیار کرنا حرام ہے۔ ۴۹۱

مسجد میں سوال حرام ہے، اور معتکف کے علاوہ دوسرے کو عقد و معاملہ اور مباح بات چیت بھی حرام ہے۔ ۴۹۱

مسجد ہو جانے کے بعد باقی کو بھی اس میں غلط تصرف کا حق نہیں۔ ۴۹۲

جہاں وقف کے شرائط معلوم نہ ہوں قدیم عملدرآمد کا اعتبار ہے، اور قدیم عملدرآمد کی حد کا بیان۔ ۴۹۴

قدیم وقف کی تعمیر جدید کرانے والوں کو وقف میں نئے صیغے قائم کرنے کا اختیار نہیں۔ ۴۹۴

چندہ دہندگان نے روپیہ ابھی متولی کے سپرد نہیں کیا الگ جمع کر دیا، تو اس میں سب لوگوں کی رائے سے تصرفات جائز ہیں۔ ۴۹۴

ادھار کے دام کچھ زائد رکھیں اس میں کچھ حرج نہیں۔ ۴۹۴

مسجد کی زمین میں جو درخت ہوں ان کو مناسب قیمت پر خرید کر اپنے تصرف میں لایا جا سکتا ہے ۴۹۵

مسجد کا بیکار پیال اور چٹائی جو پھینک دی جائے اس کو اٹھا کر اپنے صرف میں لا سکتا ہے۔ ۴۹۵

مسجد کی فصیل بعض باتوں میں مسجد کے حکم میں ہے اور بعض مسائل میں خارج مسجد۔ ۴۹۵

وقف کو اس کے حال پر باقی رکھنا ضروری ہے، بلا ضرورت اضافہ ضروری نہیں۔ ۴۹۶

اتنی قریب دوسری مسجد بنانا کہ اس سے پہلی مسجد کی آبادی میں خلل آئے، نہیں چاہیے، لیکن بن جائے تو مسجد ہی رہے گی۔ ۴۹۶

ایک مسجد کی صف دوسری مسجد میں لے جانا ناجائز و ممنوع ہے۔ ۴۹۷

مسجد کی پشت پر مسجد کی زمین ہو تو اس میں کسی کو کسی قسم کی تعمیر کرنا جائز نہیں۔ ۴۹۷

مسجد کی زمین نہ تھی صرف پرنالہ گرنے کا حق تھا

Marfat.com

تو تعمیر ہو سکتی ہے بشرطیکہ پرنالہ کے بہاؤ میں فرق نہ آئے۔ ۴۹۷

مسجد میں کسی کارکن کی کوتاہیوں کا اس کے نام کے ساتھ پتھر لگانے سے متعلق ایک تفصیلی فتویٰ۔ ۴۹۷

قبلہ کی دیوار میں حدِ نظر سے اوپر کوئی کتبہ یا نقش ونگار منع نہیں ہے۔ ۴۹۸

جو لوگ نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے ہیں اپنی حرکت سے باز نہ آئے تو ان کی نگاہ اُچک لی جائے گی۔ ۴۹۹

جدارِ قبلہ میں کوئی چیز نماز میں مشغولیت ڈالنے والی ہو تو اس کو ڈھک دیا جائے۔ ۴۹۹

ریاکاری حرام ہے اور بلاوجہ کسی پر ریاکاری کا الزام لگانا بھی حرام ہے۔ ۴۹۹

میراث کا ایک سوال۔ ۵۰۰

ترکہ میں قبل تقسیم کسی ایک وارث نے مسجد قائم کی تو مسجد صحیح ہوگی یا نہیں، اس سے متعلق احکام۔ ۵۰۰

جو زمین وقف کی آمدنی سے خریدی گئی وہ وقف کے حکم میں نہیں ہے بوقتِ ضرورت اس کی بیع جائز ہے۔ ۵۰۲

مسلمانوں کی قبر کھود ڈالنا حرام ہے، قبروں پر نماز جائز نہیں۔ ۵۰۳

پرانا درخت جو مسجد میں ہو کاٹنا ضروری نہیں۔ ۵۰۳

قدیم دروازہ جس سے نمازیوں کو آرام ہو اور بند کرنے سے تکلیف، اس کا بند کرنا ناجائز ہے۔ ۵۰۳

کنویں پر کھینچی دیوار کو اپنا آلۂ تناسل بتانا کفر نہیں ہے بیہودگی ہے۔ ۵۰۳

مسجد قدیم کو جدید مسجد کا صحن (فرش) کیا اس میں حرج نہیں۔ ۵۰۳

مسجد کے نیچے تہ خانہ بنانا، اس کو کرایہ پر دینا حرام ہے۔ ۵۰۳

تبرائی کا وقف جائز نہیں، اس کے مرنے کے بعد مسلمان اس میں جو تصرف چاہیں کر سکتے ہیں ۵۰۴

جو مسجد غیر آباد جگہ بنائی گئی مسجد نہ ہوگی ۵۰۵

مسجدوں میں کافروں اور مرتدوں کا مال نہ لیا جائے۔ ۵۰۶

مرتد رافضی نے مسجد بنائی مرگیا تو اس کا عملہ بیچ کر دوسری مسجد میں لگا سکتے ہیں جبکہ فساد کا اندیشہ نہ ہو۔ ۵۰۶

جو دکان کسی مسجد پر وقف ہو نہ بیچی جا سکتی ہے نہ بدلی جا سکتی ہے، ہاں بالکل قابلِ انتفاع نہ رہے تو بشروط تبادلہ ممکن ہے۔ ۵۰۶

خانقاہ متعلقہ مزار شریف میں قبور اور شرائط وقف کی رعایت کے ساتھ بالغوں کی تعلیم بطور عاریت جائز ہے۔ ۵۰۷

مسجدوں کو بچوں اور پاگلوں سے دُور رکھو۔ ۵۰۷

چنگاری پر پیر رکھنا قبر روندنے سے آسان ہے۔ ۵۰۸

قبر کی چھت حقِ میت ہے۔ ۵۰۸

قبرستان میں نیا راستہ نکالنا حرام ہے۔ ۵۰۸

جائداد موقوفہ میں متولی وہی ترمیم کر سکتا ہے

Marfat.com

جو شرائطِ وقف کے موافق ہو۔ ۵۰۹
مسجد اور متعلقاتِ مسجد خالص اللہ تعالےٰ کی ملک ہے۔ ۵۰۹
اوقاف کا انتظام متولی کے سپرد ہے، امام مؤذن کا عزل و نصب اسی کے ذمہ ہے۔ ۵۰۹
جب تک خیانت کا مظنۂ صحیحہ نہ ہو متولی کو حساب سمجھانے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ ۵۰۹
مسلمان عورتوں نے جو جبراً کسی ہندو راجہ کے تصرف میں رہیں اور ان راجاؤں سے مال لے کر نئی یا پرانی مسجدوں کی تعمیر کی ایسی مسجدوں کیلئے مسجد کا ہی حکم ہے اور ان میں نماز کو روکنا ظلم ہے۔ ۵۱۱
اجارہ کے لئے بیع کی ایسی طرح ایجاب و قبول اور تراضی طرفین ضروری ہے۔ ۵۱۱
مال معصوم کا بلا وجہ لینا حرام ہے، حربی کا مال اس کی رضا سے لینے میں کوئی حرج نہیں۔ ۵۱۲
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کفارِ مکہ سے تصرف مسلمین پر شرط بدل کر مال لیا۔ ۵۱۲
راجہ اور نواب جن عورتوں کو اپنے حرم میں رکھتے ہیں انھیں جو کچھ دیتے ہیں بطورِ اجرتِ زنا نہیں بلکہ بطور نفقہ ماہوار، اس لئے ان کے حرام ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ ۵۱۳
عاشق معشوق مسلمان ہوں تو آپس میں ایک دوسرے کو جو دیں رشوت ہے۔ ۵۱۴
حرام مال میں جب تک عقد و نقد جمع نہ ہوں مبیع حرام نہیں ہوتا۔ ۵۱۴
زمین عقد فاسد سے حاصل کر کے مسجد بنائی وقف صحیح ہو گیا دیگر مصارف خیر کے لئے وقف کرنے کا بھی یہی حکم ہے۔ ۵۱۵
مسجد کا حجرہ واقف نے مؤذن کے لئے بنایا تو اس میں مؤذن کا رہنا اور ان کے اوپر دوسری تعمیر بھی جائز ہے اور دیگر مصارف کے لئے وقف کیا تو مؤذن کا اس میں رہنا جائز نہیں۔ ۵۱۷
کتابیں جامع مسجد کے لئے وقف کیں تو کسی دوسری مسجد یا مدرسہ کی طرف ان کا انتقال جائز نہیں۔ ۵۱۸
مسئلہ بالا میں اختلاف علماء اور اقوال راجح کی ترجیح۔ ۵۱۸
واقف ناظر کو معزول کر کے خود متولی بنے اس مسئلہ میں صاحبین کے اختلاف اور قول مفتیٰ بہ کی تحریر۔ ۵۱۹
رافضی کو وقف مسلمین کا متولی بنانا حرام ہے۔ ۵۲۰
کافر اپنی زمین کو اپنی رکھ کر مسلمانوں کو مسجد بنانے کے لئے اجازت دے تو وہ مسجد نہ ہوگی۔ ۵۲۰
کافر اپنی زمین مسلمانوں کو ہبہ کر دے تو اس پر مسجد بنانا جائز ہے۔ ۵۲۰
کافر سامان دے تو اس کا بعینہ مسجد میں لگانا منع ہے۔ ۵۲۰
کافر اس طور پر رقم دے کہ مسلمانوں پر احسان

Marfat.com

رکھتے تو لینا جائز نہیں ہے، نیاز مندانہ دے تو لے لیں۔ ۵۲۰

مسجد کو منہدم کر کے دوسری جگہ اس کے ملبے سے مسجد بنانا حرام ہے۔ ۵۲۱

دو مسجدیں ملی ہوئی ہوں تو ان کے بیچ کی دیوار ہٹا کر ایک کرنا جائز ہے۔ ۵۲۱

مسجد کے فاضل اسباب کو اپنے تصرف یا کسی دوسری مسجد میں لگانا حرام ہے، اسے بیچ کر قیمت اسی مسجد میں تعمیر و مرمت کے لئے باقی رکھیں۔ ۵۲۱

مسجد کو دوسری جگہ منتقل کرنا اور مسجد کی جگہ راستہ یا مکان بنانا حرام ہے۔ ۵۲۲

مسجد کے کنویں سے مشرکین کو پانی بھرنے سے منع کرنا چاہیے۔ ۵۲۲

مسجد کا ملبہ دوسری مسجد میں لگانا حرام ہے، فاضل ملبہ ہو تو اسے بیچ کر اس کی قیمت اس مسجد کی تعمیر میں لگائی جائے۔ ۵۲۳

مسجد کی دکانوں کی چھت کو مسجد میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ ۵۲۴

روافض زمانہ علی العموم کفار و مرتد ہیں۔ ۵۲۴

مرتدوں کا مسجد میں کوئی حق نہیں۔ ۵۲۴

ارتداد کے بعد تمام علائق ختم ہو جاتے ہیں۔ ۵۲۴

ایک جائداد کے اقرار نامہ سے متعلق سوال۔ ۵۲۵

کسی جائداد کا وقف اشارۃ النص سے ثابت ہو سکتا ہے جبکہ عبارۃ النص اس کے خلاف نہ ہو۔ ۵۲۷

وقف کسی شرط پر معلق کرنے سے باطل ہو جاتا ہے۔ ۵۲۸

کسی کلام کو مہمل قرار دینے سے بہتر ہے کہ اس کی تصحیح کی جائے۔ ۵۲۹

جائداد وقف کر کے کسی کو کچھ دینے کی شرط کی اور اس کو کسی شرط پر معلق کیا اس میں حرج نہیں۔ ۵۲۹

وعدے کا ایفاء واجب نہیں۔ ۵۲۹

مسجد ویران ہو گئی اور اب اس کی آبادی کا امکان نہیں تو اس کے سامان کو دوسری مسجد میں شامل کر سکتے ہیں۔ ۵۳۰

مقبرہ میں ہر مسلمان کو دفن کرنے کا حق ہے متولی کی اجازت کی بالکل ضرورت نہیں۔ ۵۳۰

جذامی، ابرص، گندہ دہن، جس کے لباس میں بدبو ہو، بدزبان، فتنہ پرور جیسے وہابی غیر مقلد، رافضی کو مسجد سے روکا جائے گا۔ ۵۳۱

مقبرہ میں کسی بھی سنی مسلمان کو دفن ہونے سے روکا نہیں جائے گا۔ ۵۳۲

جس مقبرہ کی زمین وقف نہ ہو اس کی چھت کو مسجد کے لئے وقف کیا صحیح نہ ہو گا، زمین کے ساتھ وقف صحیح ہو گا۔ ۵۳۲

زمین مقبرہ کے لئے وقف ہے اور عمارت مقبرہ قبل از وقت بنی ہو تو چھت نماز کے لئے وقف ہو سکتی ہے۔ ۵۳۲

Marfat.com

مقبرہ کی عمارت زمین قبرستان کے لئے وقف
کرنے کے بعد بنی تو یہ عمارت ہی ناجائز ہے۔ ۵۳۲
عام مقابر میں تعمیر و تصرف کی اجازت نہیں۔ ۵۳۳
قبریں اگر مملوکہ زمین میں ہیں تو کسی قسم کے تعمیر و
تصرف کے لئے مالک کی اجازت ضروری ہے۔ ۵۳۳
قبریں خود اس کی زمین میں ہوں تو اس طرح
تعمیر کرسکتا ہے کہ ستون اور بنیاد عین قبر پر نہ ہو۔ ۵۳۳
قبریں اگر غصباً بنی ہوں تو زمین کا مالک چاہے
تو زمین خالی کر کے تعمیر کرے یا انتظار کرے
تا آنکہ میت بالکل راکھ ہو جائے تب اس
پر تعمیر کرے۔ ۵۳۴
جو زمین ہندو راجا نے مسلمانوں کو قبرستان
کے لئے دی اور انھوں نے اس کو قبرستان کیلئے
وقف کیا اس میں کسی بھی ہندو یا مسلمان زمیندار
کو حقِ ملکیت قائم کرنے یا تصرف کرنے کا
حق نہیں۔ ۵۳۵
قبرستان میں کسی نے درخت بویا، درخت
بونے والے کی ملک ہے۔ ۵۳۷
قبرستان میں جو گھاس اگتی ہے جب تک سبز
ہے اس کے کاٹنے کا حکم نہیں، سوکھ جائے
تو کاٹ سکتے ہیں۔ ۵۳۷
قبرستان میں جانور چرانا جائز نہیں۔ ۵۳۷
ناجائز معاہدہ خود ہی باطل ہے۔ ۵۳۷
قبر کے لئے زمین وقف کرنے سے پہلے اس زمین
میں جو مسجد بنائی وہ ابدالآباد کے لئے مسجد
ہوگئی، اس میں کسی قسم کا غلط تصرف ناجائز ہے،
اور ویران ہو جائے تو آبادی لازم ہے، اور
مقبرہ قرار دینے کے بعد بنائی تو وہ مسجد ہی نہیں
لیکن ذاتی مکان بنانا یا زراعت اس میں اب
بھی ناجائز ہے۔ ۵۳۸
مسجد قبرستان کی ملک نہیں ہوسکتی۔ ۵۳۹
میت دفن کرنے والے اگر کچھ رقم دفن کرتے
وقت دیتے ہوں اور یہ معلوم ہو کہ یہ مسجد میں
صرف ہوتی ہے، اسی طرح قبرستان کے دو
درخت جن کا لگانے والا معلوم نہ ہو سوکھ جائے
تو وہ لکڑی مسجد میں صرف ہو سکتی ہے۔ ۵۳۹
موقوفہ قبرستان میں کوئی دوسرا کام مثلاً بازار
لگانا، کھیت بنانا حرام ہے۔ ۵۳۹
مسلمانوں کی قبر کھودنا شدید جرم ہے۔ ۵۴۰
جان بوجھ کر ظالم کی مدد کرنا اسلام کی رسی گلے
سے نکالنا ہے۔ ۵۴۰
گورنمنٹ نے قبرستان کے جز حصہ پر قبضہ کر کے
معاوضہ دیا تو اس سے ویسی ہی جائداد خرید کر
قبرستان میں شامل کی جائے۔ ۵۴۱
آباد وقف کے بدلنے کی چار صورتوں
کا بیان۔ ۵۴۱
وقف کی مصلحت شرط واقف کے خلاف میں ہو
تو واقف اس میں مصلحت وقف کے موافق
تغیر کرسکتا ہے۔ ۵۴۲
واقف نے وقف نامہ میں شرط لگائی اور شرائط

Marfat.com

کی پابندی میں اغراضِ وقف کے خلاف لازم آتا ہے تو واقف کو تبدیل کی اجازت ہے۔ ۵۴۳

وقف کو اس کی ہیئت سے بدلنا جائز نہیں، جیسے دکان کو حمام اور حمام کو دکان بنا دیا جائے۔ ۵۴۴

مسجد کی زمین کو باغ بنانا منع ہے۔ ۵۴۵

مسجد کو غیر معمولی آراستہ کرنے کی ممانعت ہے ۵۴۵

جو متولی اراضیِ وقف میں غیر مشروع تصرف کریں انھیں معزول کر دیا جائے۔ ۵۴۵

جو زمین متعلق مسجد ہے اسے مسجد کے کام میں لایا جائے۔ ۵۴۶

واقف نے اگر اس زمین پر عام مدرسہ قائم کرنے کی شرط لگائی تو خاص قوم کا مدرسہ قائم نہیں ہو سکتا۔ ۵۴۶

کسی زمین کے متعلق دل میں وقف کی نیت کی وقف نہ ہوا، زبان سے کہہ دیا ہو گیا، تحریری ضروری نہیں۔ ۵۴۷

استبدال کی شرط اگر وقف کے وقت لگائی تو بدل سکے گا ورنہ نہیں۔ ۵۴۷

واقف کے استبدال کی شرط کے بغیر تبادلہ وقف جائز نہیں الا یہ کہ جائداد قابلِ انتفاع نہ رہ جائے۔ ۵۴۷

تولیت کا بیان۔ ۵۴۸

تولیت کوئی ترکہ نہیں کہ ہر وارث کو اس میں حق پہنچے۔ ۵۴۸

واقف کو تولیت کے بدلنے کا اختیار ہے۔ ۵۴۸

انگریزی سوال و جواب۔ ۵۴۹

امام کو علیحدہ کرنے کا متولی کو حق ہے جبکہ وہ شرعاً قابلِ عزل ہو، عزل کے لئے متولی کو کسی قاضی یا سلطان سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ ۵۵۳

چھ مہینہ کی مسلسل غیر حاضری قائم مقام کے بغیر اور ایک روایت میں ایک مہینہ کی غیر حاضری، بدعقیدگی، احکامِ شرع کی برملا خلاف ورزی، امام کی وجہ سے تقلیلِ جماعت واقع ہونا، مسجد سے متعلق کمیٹی کے احکام کی خلاف ورزی اسبابِ عزل میں سے ہیں۔ ۵۵۴

نسلاً بعد نسلٍ اور بطناً بعد بطنٍ کی توضیح۔ ۵۵۵

نسلاً بعد نسلٍ کہا تو طبقۂ اعلیٰ کے ہوتے ہوئے طبقۂ ثانیہ کا کوئی متولی نہ ہوگا۔ ۵۵۵

نسلاً بعد نسلٍ میں نواسے شامل نہیں۔ ۵۵۵

لائقِ تولیت کی تشریح۔ ۵۵۶

بددیانت، بے پروا، لالچی، مصروفِ لہو لعب، بدعقل، عاجز، کاہل جن سے وقف کو ضرر پہنچنے کا خطرہ ہو، فاسق تولیت کے اہل نہیں ہیں۔ ۵۵۷

سود کا مرتکب اگرچہ ایک بار ہی ہو فاسق ہے۔ ۵۵۸

بلا عذرِ صحیح شرعی تارکِ جماعت فاسق ہے۔ ۵۵۸

بلا عذرِ صحیح شرعی تین سال تک زکوٰۃ نہ دے تو فاسق ہے۔ ۵۵۹

Marfat.com

مسلسل تین سال تک عشر نہ ادا کرے تو فاسق ہے۔ ۵۶۰

شطرنج جو مفضی ترک جماعت ہو بالاتفاق حرام ہے۔ ۵۶۰

تاش، گنجفہ، چوسر بلاشرط ناجائز و ممنوع ہے۔ ۵۶۰

جو شخص طمع و نفسانیت سے تولیت کی کوشش کرے اسے متولی بنانا حرام ہے۔ ۵۶۱

جس کے لئے تولیت ثابت ہو وہ نفاذ کے لئے کوشش کرے تو یہ ناجائز ہے۔ ۵۶۱

وکالت کا پیشہ جس میں سودی ڈگریاں دلوانا پڑے خلافِ حق مقدمات میں کوشش کرنا پڑے فسق ہے۔ ۵۶۲

کفری عقائد کی تائید کفر ہے۔ ۵۶۲

ایسے اشخاص مسلمانوں کے کسی ذمہ دار عہدہ پر مقرر نہیں کئے جاسکتے۔ ۵۶۲

لامعلوم اوقات میں قدیم عملدرآمد کے موافق کارروائی ہوگی۔ ۵۶۳

واقف کے رشتہ داروں میں تولیت کے لائق افراد موجود ہوں تو کسی بیگانہ کو متولی نہ کیا جائے۔ ۵۶۴

کافر کو متولی کیا جائے تو ہو جائے گا مگر اس کو متولی کرنا حرام ہے۔ ۵۶۵

غیر مسلم سے دینی کاموں میں مدد نہ لی جائے۔ ۵۶۵

جس متولی کی خیانت ثابت ہو اس کو معزول کرنا واجب ہے ۵۶۷

وقف کی آمدنی اپنے ذاتی صرف میں لانا جائز نہیں ہے، ہاں متولی معروف طریقہ پر اُجرت مثل لے سکتا ہے۔ ۵۶۷

متولی پر امامت ضروری نہیں۔ ۵۶۷

ہوا و ہوس تا حدِ فسق ہو تو مانع تولیت ہے۔ ۵۶۷

جو متولی وقف کی ضروری خدمات انجام نہ دے اسے معزول کیا جائے۔ ۵۶۷

مفضول افضل کی امامت کر سکتا ہے۔ ۵۶۷

جس نے مفضول کو افضل کا حاکم بنایا اس نے اللہ و رسول سے خیانت کی۔ ۵۶۸

قبر پر استنجا حرام، اُگال یا ہانڈی کا دھوون ڈالنا توہین، اور بلا ضرورت شرعی پاؤں رکھنا ناجائز ہے۔ ۵۶۸

مسجد پر ہوئی ڈگری کا مطالبہ اگر متولی نے اپنے مال سے ادا کر دیا تو مسجد سے مطالبہ نہیں کر سکتا۔ ۵۶۹

مسجد کی رقم ہضم کرنے والا غاصب ہے۔ ۵۶۹

متولی کے قبضہ سے مال چوری گیا، متولی کی بے احتیاطی کو دخل نہ ہو تو کوئی تاوان نہیں۔ ۵۷۰

وقف کی آمدنی سے ملازمین کو پیشگی تنخواہ دینا روا نہیں، ہاں قدیم سے ایسا تعامل ہو تو حرج نہیں۔ ۵۷۰

متولی قرض کے طور پر بھی مالِ وقف اپنے صرف میں نہیں لا سکتا، نہ دوسرے کو قرض دے سکتا ہے۔ ۵۷۰

واقف نے وقف نامہ میں یہ شرط لگائی ہو تو

Marfat.com

ایک وقف کی کتابیں دوسری جگہ منتقل ہو سکتی ہیں ورنہ نہیں۔ ۵۷۰

ایک وقف کا مال دوسرے میں بطور قرض بھی صرف نہیں کیا جا سکتا۔ ۵۷۰

شریک مال مشترک سے اپنے حق بھر صرف کر سکتا ہے۔ ۵۷۱

متولی وقف قرض امر ضروری لابدی کیلئے قاضی کی اجازت سے لے سکتا ہے بشرطیکہ قرض کے سوا اجارہ کار نہ ہو۔ ۵۷۱

چٹائی اور تیل کا مصالح مسجد میں شمار ہے۔ ۵۷۱

واقف نے متولی کو اختیار نہ دیا ہو تو متولی اپنی جگہ کسی دوسرے کو متولی نہیں کر سکتا۔ ۵۷۲

بددیانت واقف بھی تولیت سے علیحدہ کر دیا جائے دوسرے کی کیا بات ہے۔ ۵۷۳

مسجد کی رقم جو اپنے صرفہ میں لایا یا مجبوری کے بغیر رشوت میں دیا اس کا تاوان دینے والے پر لازم ہے۔ ۵۷۴

ہندوستان میں تعزیر کی صورت صرف مقاطعہ ہے ۵۷۴

قادر متدین مسجد کا متولی کیا جائے۔ ۵۷۴

متولی مال وقف کو قرض کے طور پر بھی نہ اپنے صرفہ میں لا سکتا ہے نہ دوسرے کو دے سکتا ہے۔ ۵۷۴

نذر و فتوح جو جس کو دے اسی کی ہے۔

سجادہ نشین نے نذر و فتوح یا لتنصیف دینے کا وعدہ کیا اس کا ایفاء اس پر واجب نہیں ہے ۵۷۵

جائداد موقوفہ کا ہبہ باطل ہے۔ ۵۷۵

حق تولیت قابل ہبہ نہیں، واقف نے متولی کو اختیار نہ دیا ہو تو وہ کسی کو اپنے بدلے متولی نہیں کر سکتا۔ ۵۷۵

سجادہ نشین نے اپنے قائم مقام اور متولی کسی کو کیا اسے جو نذر و فتوح اسی کے لئے ملی وہ اس کی ہے اور جو بحیثیت سجادگی ملی وہ اصل سجادہ نشین کی ہوگی۔ ۵۷۶

جو لوگ بحکم واقف یا بحسب عمل درآمد قدیم کسی وقف میں حق شرعی رکھتے ہوں وہ بلاوجہ شرعی کسی کے منع کئے منع نہ ہوں گے۔ ۵۷۶

مستحق صرف اپنے حق کا مختار ہے، وقف میں اصل ور اس متولی ہے۔ ۵۷۷

واقف پر جس قدر مطالبہ واجبی ثابت ہو اگر اس سے کم ادا ہوا ہے اور منتظم مر گیا تو باقی منتظم کے ترکہ سے وصول کیا جا سکتا ہے اور زائد ادا ہوا تو اس کو واپس کیا جائے۔ ۵۷۷

کئی ایک متولیوں میں ایک فاسق ہو تو اسکو علیحدہ کرنا ضروری ہے ۵۷۸

اپنے صرفہ سے متولی کا عام مسلمانوں کو برف پلانا معیوب نہیں ۵۷۹

برف کا پانی پینے کے لئے مسجد میں مجمع نہ ہو۔ ۵۷۹

مسجد میں شور و غل ناجائز ہے اور غیر معتکف کو کھانا پینا ناجائز ہے۔ ۵۷۹

جس شخص نے وقف کے خلاف کوشش کی وہ متولی نہیں بنایا جا سکتا۔ ۵۷۹

وقف کی حمایت میں بولنے کے وقت خاموش

Marfat.com

رہنے والی متولیہ مجبور ہو تو معاف ہے ورنہ اسے بھی تولیت سے خارج کیا جائے۔ ٥٨٠

فتنہ گر، شریر، مفرق جماعت ہرگز تولیت مسجد کے لائق نہیں۔ ٥٨١

اہل محلہ اور بانی میں سے جس کے مقررکردہ امام افضل ہوں وہی رکھے جائیں، مساوات کی صورت میں بانی کے مقررکردہ راجح ہیں۔ ٥٨١

مؤذن اور امام تنخواہ دار ہوں تو تنخواہ دینے والے کو حق ترجیح ہے۔ ٥٨١

فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی ہے۔ ٥٨١

کوئی شخص امامت کا اہل تو ہے مگر جماعت میں اس سے افضل لوگوں کی موجودگی کی وجہ سے لوگ اس کی امامت مکروہ سمجھتے ہوں تو اس کو امامت کے لئے بڑھنا نہ چاہیے۔ ٥٨١

خائن متولی نہیں ہو سکتا۔ ٥٨٢

جس گواہی کو لوگ جھوٹا سمجھیں اس میں کئی احتمال ہیں۔ ٥٨٢

وقف کی تولیت میں وراثت نہیں چلتی، بھائی اور بیٹے میں جو اہل ہو اسی کو متولی کیا جائے۔ ٥٨٣

جس نے دینی مدرسہ کو اپنے اغراض کا آلہ کار بنایا اور غلط الزام سے مسلمانوں کو بدنام کیا اور ادارہ کے دستور کی بلا وجہ خلاف ورزی کی درجہ ہمام کا لالچی ہے، اور بہ ہوائے نفس اس کے لئے کوشاں ہرگز تولیت کے لائق نہیں۔ ٥٨٤

تقدیر کا منکر رافضی معتزلی ہے اور محبوبانِ خدا سے توسل کا منکر نجدی وہابی، ایسے شخص کو سُنی حنفی مسلمانوں کے مدرسہ کا مہتمم نہیں رکھا جا سکتا۔ ٥٨٥

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل۔ ٥٨٥

امام کو عذر شرعی کے بغیر امامت سے خارج کرنے کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔ ٥٨٦

تنخواہ دار امام نوکر ضرور ہے لیکن خدمتگار نہیں مخدوم ہے۔ ٥٨٦

امام مسائل شرعیہ سے واقف ہو تو اوقات صوم وصلوٰۃ میں اس کی اتباع لازم ہے البتہ خود امام پر تکثیرِ جماعت کی رعایت بھی ضروری ہے۔ ٥٨٧

وقف کے معاملات میں اگر گورنمنٹ خلافِ شرع مداخلت کرے تو تاحدِ امکان اس کی مزاحمت کی جائے۔ ٥٨٧

جو کہے میں مسائل شرعیہ نہیں جانتا وہ اسلام سے خارج ہوگیا۔ ٥٨٧

سود خوار آمدنی کے باوجود مسجد کے ضروری اخراجات نہ دینے والا متولی واجب الاخراج ہے۔ ٥٨٧

ناتوانی اور بیماری رفع صحت وقف نہیں۔ ٥٨٨

بدخواہی کا دعویٰ شاہدان شرعی کے بغیر نامقبول ہے۔ ٥٨٨

Marfat.com

واقف نے کسی کو رضا کے حال میں متولی کیا ہو یا غصہ کی حالت میں بہر حال وہ دوسرا متولی بدل سکتا ہے۔ ۵۸۹

کند ذہن کے تصرفات نافذ ہیں۔ ۵۸۹

وقف صحیح سے واقف رجوع نہیں کر سکتا۔ ۵۸۹

سجادہ نشینی خلافت خاصہ ہے، اور سجادہ نشین کے فرائض میں اجرائے سلسلہ تولیت اور جملہ نظم ونسق عزل ونصب اور صاحب سجادگی کی نیابت مطلقہ داخل ہے۔ ۵۹۲

معروف شرعاً مشروط کی طرح ہے۔ ۵۹۲

سجادگی میں معروف یہی ہے کہ وہ سجادہ نشین ہوسکتا ہے جو اس سلسلہ میں ماذون و مجاز ہو۔ ۵۹۲

شیخ بے سجادہ نشین مقرر کئے مر گیا، بعد میں لوگوں نے کسی کو اس کا گدی نشیں کر دیا، یہ جائز نہیں۔ ۵۹۳

متولی نے مرض الموت میں کسی کو اپنا جانشین مقرر کیا تو وہ متولی ہو گیا۔ ۵۹۳

طالب تولیت کو متولی نہ کیا جائے۔ ۵۹۴

رضاعت بغیر شہادت عادلہ کے ثابت نہیں ہوتی۔ ۵۹۴

مقام بیان میں منہ پھیر لینا انکار ہے۔ ۵۹۴

جماعت اولیٰ امام وجماعت متعینہ کا حق ہے۔ ۵۹۵

امام راتب کے علاوہ کچھ لوگوں نے اگر پہلے ہی جماعت کر لی، اگر بے ضرورت شرعی کیا غلط کیا، اور ضرورت ہو تو مضائقہ نہیں، امام راتب کو اعادۂ جماعت کا حق ہے۔ ۵۹۵

موقع تہدید میں "ہماری مسجد" کہنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ ۵۹۵

"ہماری مسجد" میں اضافت ملک مراد نہیں ہے۔ ۵۹۶

عشاء اور ظہر میں دوبارہ جماعت میں شریک ہوسکتے ہیں، پچھلی نفل ہو گی۔ ۵۹۶

کسی امام کی بکراہت اقتداء کرنے سے اقتداء صحیح ہو گی اور نماز میں فرق نہیں آتا ہے۔ ۵۹۶

جس امام کو وجہ شرعی کی بنیاد پر لوگ ناپسند کریں اس کی نماز مقبول نہیں ہوتی۔ ۵۹۷

وقف کے اجارہ میں متولیوں کو وقف کا فائدہ مدنظر ہونا چاہئے، جو زیادہ دے اسی کو دیا جائے۔ ۵۹۸

جو متولی اس کے خلاف کرے قابل عزل ہے ہاں زائد والے کو دینے میں بباطن وقف کا نقصان ہو تو اس سے احتراز کیا جائے۔ ۵۹۸

تولیت کے لئے مرد ہونا شرط نہیں عورت بھی متولی ہوسکتی ہے۔ ۵۹۹

فاسق اور غیر مامون کو متولی اور عہدیدار نہیں کیا جا سکتا۔ ۵۹۹

سنی، ذی علم، پرہیزگار، دیانتدار، ہوشیار، کارگذار کو متولی مہتمم وعہدیدار ہونا چاہئے۔ ۶۰۰

مسجد کو مال وقف سے غلط زیب و زینت

Marfat.com

دینے والا مسجد کی بیحرمتی کرنے والا متولی
ذمہ دار اور امین نہیں ہوسکتا۔ ٦٠٠
فاسق کی تعظیم سے خدا کا عرش کانپتا ہے
اور غیر مسلموں کو مسجد میں احترام کے ساتھ
لے جانا اس سے بُرا ہے۔ ٦٠٠
تولیت کے بارے میں وراثت جاری نہیں
ہوتی، متولی حال نے جس کے بارے میں
وصیت کی وہ متولی ہوگیا۔ ٦٠١
متولی نے حالتِ صحت میں بھی اگر کسی کو جانشین
اور متولی بنایا اور اس وقف کے متولیوں کا قدیم
سے یہی دستور رہا ہے تو جس کو متولی بنایا
بشرط اہلیت شرعی متولی ہوگیا۔ ٦٠١
جہاں معمول قدیم نہ ہو وہاں متولی خود اپنا نائب
نہیں مقرر کرسکتا۔ ٦٠٢
تولیت میں وراثت نہیں چلتی، وقف نامہ میں
دربارۂ تولیت کوئی تصریح ہو تو اس کی اتباع
کی جائے، تصریح نہ ہو تو واقف کے وارثوں سے
جو اہل ہو اس کو متولی قرار دیا جائے۔ ٦٠٣
وارثوں میں کوئی اہل نہ ہو تو مسلمانوں کی رائے
سے کوئی دیندار، ہوشیار، کارگزار متولی کیا جائے۔ ٦٠٣
خائن اور خدمتِ وقف کا نااہل اور تولیت کا
خواستگار متولی نہیں ہوسکتا۔ ٦٠٤
متولی و منتظم وقف پر وقف کے شرائط اور شرع
کی پابندی ضروری ہے۔ ٦٠٥
جس پر خیانت کا ظن بھی ہو مسلمان حساب فہمی کا
مطالبہ کرسکتے ہیں اور خیانت ثابت ہو تو اس
کو نکال دیں۔ ٦٠٥
جتنے لوگوں نے مل کر مسجد بنائی سب واقفین
میں شامل ہوگئے، ان میں سے کچھ لوگ نئی مسجد
بنالیں تو پہلی مسجد کے واقف ہونے سے
نہ نکلیں گے۔ ٦٠٦
مسجد کے لئے متولی ضروری نہیں وقف کے لئے
ضروری ہے۔ ٦٠٦
متولی کئی ایک مقرر کرسکتے ہیں لیکن ان میں کوئی
مستقل نہ ہوگا سب کو اتفاق رائے سے کام
کرنا ہوگا۔ ٦٠٦
واقفین میں کچھ لوگوں نے ایک آدمی کو متولی مقرر
کیا اور کچھ لوگوں نے دوسرے کو، دونوں متولی
ہوگئے اور مل کر کام کریں گے۔ ٦٠٧
مسجد کی زمین اصل مسجد ہے۔ ٦٠٧
جس نے زمین دی وہ مسجد کا واقف ہوا، اور جس
نے عمارت بنائی وہ تعمیر کا۔ ٦٠٧
تعمیر کرنے والا بھی وقف میں شریک ہے۔ ٦٠٧
بدعتی، رافضی، جہمی، قدری، مشبہہ اور قرآن
کو مخلوق ماننے والوں کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ ٦٠٨
جس کی بدمذہبی حدِ کفر کو پہنچی ہو اس کے پیچھے
نماز باطل ہے اور جس کی حدِ کفر کو نہ پہنچے اس کے
پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ ٦٠٨
جو رافضی شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو گالی
دے کافر ہے۔ ٦٠٩

Marfat.com

اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو صرف افضل ماننے تو گمراہ ہے کافر نہیں۔ ۶۰۹

رافضی صحابہ کرام کو کافر کہتے ہیں تو ہم انھیں کافر کہیں گے۔ ۶۰۹

رافضیوں کا قول کہ آواگون ہوتا ہے، اور امام غائب خروج کریں گے کفر ہے۔ ۶۰۹

اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ضروریاتِ دین پر متفق ہوں۔ ۶۰۹

زندگی بھر طاعت وعبادت کرنے والا بھی کسی کفر کے صدور سے کافر ہوسکتا ہے۔ ۶۰۹

اہل قبلہ سے مراد قبلہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے والے نہیں، کیونکہ روافض ایسے ہی ہیں لیکن کافر نہیں۔ ۶۱۰

فاسق کی اہانت شرعاً واجب ہے اور کافر کی تعظیم کفر ہے اور ایسوں کو مسلمانوں پر افسری دینا حرام ہے۔ ۶۱۰

متولی بنانا تو بڑی بات ہے مرتدین سے دینی کاموں میں مدد لینا بھی حرام ہے۔ ۶۱۱

روافض کے بارے میں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشگوئی۔ ۶۱۱

کافر کو مسلمانوں کے عظیم کام میں دخیل اور رازدار بنانا حرام ہے۔ ۶۱۱

امیرالمومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے نصرانی کو کاتب بنانے سے منع کیا۔ ۶۱۲

واقف امین نہ ہو تو اس کو بھی وقف سے علیحدہ کیا جائے۔ ۶۱۳

متولی کو وقف کی خیرخواہی ضروری ہے اور غیر مسلم ہرگز کسی معاملہ میں مسلمان کا خیرخواہ نہ ہوگا۔ ۶۱۳

عُشر وصول کرنے والا آزاد اور مسلمان ہونا چاہیئے۔

چُنگی کے محرر اور چوکی کے پولیس کا درجہ بھی غیروں کو نہ دیا جائے۔ ۶۱۳

یہودی کو مسلمانوں کے اعمال پر مقرر کرنا حرام ہے ۶۱۴

ذمی کافر کا حکم اکثر معاملات میں مسلمانوں جیسا ہے ۶۱۵

حربی سے مطلقاً قطع تعلق کا حکم ہے مرتدان سب میں اخبث ہے۔ ۶۱۵

مرتد کو بادشاہِ اسلام غور وفکر کے لئے جیل میں تین دن کی مہلت دے گا۔ ۶۱۵

صرف ذمی کے لئے یہ حکم ہے کہ اس کی ولایت صحیح ہے ۶۱۶

شامی کی عبارت کا مطلب۔ ۶۱۶

خلاصہ حکم مسئلہ۔ ۶۱۷

روافض کو اپنے ساتھ نماز میں شریک کرنا جائز نہیں۔ ۶۱۷

رافضیوں کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو نہ ان کے ساتھ پڑھو۔ ۶۱۸

رافضیوں کو متولی بنانے والے تعزیر کے مستحق ہیں۔

مرتدین کے احکام۔ ۶۱۸

اوقاف کے اجارہ کا بیان۔ ۶۱۹

دیہات کا ٹھیکہ جیسا کہ ہندوستان میں رائج ہے حرام ہے اس کو رَد کرنا ضروری ہے۔ ۶۲۰

اجارہ منافع پر ہے عین کے استہلاک پر نہیں ۶۲۰

Marfat.com

مذکورہ کلیہ سے حدیث میں جس کا استثناء ہے اس کا اتباع کیا جائے۔ ۶۲۰

وفائے وعدہ پر جبر نہیں۔ وعدہ میں ان شاء اللہ کا لفظ حلف کے اثر کو باطل کر دیتا ہے۔ ۶۲۰

اراکین و منتظمین وقف کے نقصان کا وعدہ بھی نہیں کر سکتے، ٹھیکیداری کو حدود شرع میں کرنے کی تدبیریں۔ ۶۲۰

مسجد پر موقوفہ زمین کو مسجد ہونے سے قبل مسجد کی ضروریات کے واسطے اجارہ پر دیا جا سکتا ہے ۶۲۲

وقف کا اجارہ زیادہ سے زیادہ تین سال تک ہوگا۔ ۶۲۲

بیچنے اور خریدنے کی شرط لگانے سے وقف باطل ہو جاتا ہے البتہ تبادلہ کی شرط صحیح ہے۔ ۶۲۴

مجہول چیز کا وقف باطل ہے۔ ۶۲۵

غلط خیال کی بنا پر جو لفظ کہے جائیں وہ کچھ اثر نہیں رکھتے۔ ۶۲۶

اس گمان پر کہ عورت کو طلاق ہو گئی طلاق کا اقرار کیا طلاق نہ پڑے گی۔ ۶۲۶

کہاں وقف افضل ہے اور کہاں تصدق افضل ہے، اس امر کی تفصیل۔ ۶۲۷

ایک دستاویز کے تملیک نامہ یا وقف نامہ ہونے کا فیصلہ۔ ۶۲۸

متولی کو حالت صحت میں اپنا جانشین مقرر کرنے کا حق نہیں۔ ۶۲۹

شرائط وقف کے خلاف تولیت جائز نہیں۔ ۶۲۹

واقف کے رشتہ داروں میں تولیت کے اہل ہوں تو اجنبیوں سے متولی نہ کیا جائے۔ ۶۳۰

٭ ٭ ٭

Marfat.com

فہرست ضمنی مسائل

نماز

نماز اور جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں۔ ۱۲۳

جماعت نماز میں پنکھا کروانے کا حکم۔ ۳۳۲

مسجد کی چھت پر بلا ضرورت نماز نہیں پڑھی جائیگی، نیچے جگہ بھر جائے تو اوپر پڑھ سکتے ہیں۔ ۳۴۹

پنجوقتی نماز اور جمعہ وعیدین کے لئے مسجد کی شرط نہیں۔ ۴۲۱

مسجد میں قبر نکلی تو مسجد باقی رہے گی، قبر پر اور اس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنا منع ہوگا۔ ۴۲۴

قبر کسی مقبول بندے کی ہے تو اس کے قرب میں نماز پڑھنا باعثِ برکت ہے۔ ۴۲۴

مسجد کے نچلے حصہ میں تنگی ہو تو بالائی حصہ پر جا سکتے ہیں، بلا ضرورت بالائی درجہ میں جانا بلکہ نماز پڑھنا منع ہے۔ ۴۳۹

نماز مطلقاً ہر جگہ ہو سکتی ہے۔ ۴۶۵

جمعہ جماعت کے قیام کے لئے مسجد ہونا ضروری نہیں۔ ۴۷۰

مسجد کی تعمیر میں واقعی عذر ہو تو کسی بھی مناسب جگہ جماعت قائم کی جائے۔ ۴۷۰

جو لوگ نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے ہیں اپنی حرکت سے باز نہ آئے تو ان کی نگاہ اُچک لی جائے گی۔ ۴۹۹

جدارِ قبلہ میں کوئی چیز نماز میں مشغولیت ڈالنے والی ہو تو اس کو ڈھک دیا جائے۔ ۴۹۹

قبروں پر نماز جائز نہیں۔ ۵۰۳

زمین مقبرہ کے لئے وقف ہے اور عمارتِ مقبرہ

Marfat.com

قبل از وقت بنی ہو تو چھت نماز کے لئے وقف ہو سکتی ہے۔ ٥٢٢
روافض کو اپنے ساتھ نماز میں شریک کرنا جائز نہیں۔ ٦١٧

جماعت

مسجد عام جماعت کے لئے بنائی جاتی ہے۔ ٢٣٢
جماعت ہر مسلمان پر واجب ہے۔ ٢٣٢
ترکِ جماعت پر وعیداتِ شدیدہ۔ ٢٣٢
کثیر بارش ترکِ جماعت کے لئے عذر ہے۔ ٢٨٦
جماعتِ نماز واجب ہے۔ ٢٨٧
محراب وسط مسجد میں نہ ہو تو صف پوری مسجد میں لگائی جائے اور امام محراب چھوڑ کر وسطِ مسجد میں کھڑا ہو۔ ٤٣٩
جماعت اولیٰ امام و جماعت متعینہ کا حق ہے۔ ٥٩٥
امام راتب کے علاوہ کچھ لوگوں نے اگر پہلے ہی جماعت کر لی، اگر بے ضرورتِ شرعی کیا غلط کیا، اور ضرورت ہو تو مضائقہ نہیں، امام راتب کو اعادہ جماعت کا حق ہے۔ ٥٩٥
عشاء اور ظہر میں دوبارہ جماعت میں شریک ہو سکتے ہیں پچھلی نفل ہوگی۔ ٥٩٦

امامت

امام کے نصب میں تنازع ہو تو اہلِ محلہ کا امام افضل ہے تو اسی کو ترجیح ہے۔ ٢٩١
فاسق اور بانیٔ شر و فساد کی امامت ناجائز ہے۔ ٣٦١
ذبح کی اجرت لینے والا امام ہو سکتا ہے۔ ٣٦١
امام مسجد کے صفات کا بیان۔ ٤١٨
مسجد پر قبضہ غاصبانہ کرنے والے اور مذکورہ بالا صفات کے مالک شخص کی امامت کا حکم۔ ٤٢١
امامت میں میراث جاری نہیں ہوتی۔ ٤٧٦
جو امامت کے لائق نہ ہو اس کا معزول کرنا واجب ہے۔ ٤٧٧
چھ مہینے کی مسلسل غیر حاضری قائم مقام کے بغیر اور ایک روایت میں ایک مہینہ کی غیر حاضری بدعقیدگی، احکامِ شرع کی برملا خلاف ورزی، امام کی وجہ سے تقلیل جماعت واقع ہونا، مسجد سے متعلق کمیٹی کے احکام کی خلاف ورزی اسبابِ عزل میں سے ہیں۔ ٥٥٤
امام کو عذرِ شرعی کے بغیر امامت سے خارج کرنے کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔ ٥٨٦
تنخواہ دار امام نوکر ضرور ہے لیکن خدمت گار نہیں مخدوم ہے۔ ٥٨٦
امام مسائلِ شرعیہ سے واقف ہو تو اوقاتِ صوم و صلوٰۃ میں اس کی اتباع لازم ہے البتہ خود امام پر تکثیر جماعت کی رعایت بھی ضروری ہے۔ ٥٨٧

Marfat.com

کسی امام کی بکراہت اقتداء کرنے سے اقتداء
صحیح ہوگی اور نماز میں فرق نہیں آتا ہے۔ ۵۹۶
جس امام کو وجہ شرعی کی بنیاد پر لوگ ناپسند
کریں اس کی نماز مقبول نہیں ہوتی۔ ۵۹۷
بدعتی، رافضی، جہمی، قدری، مشبہہ اور
قرآن کو مخلوق ماننے والوں کے پیچھے نماز جائز نہیں ۶۰۸
جس کی بد مذہبی حدِ کفر کو پہنچی ہو اس کے پیچھے
نماز باطل ہے اور جس کی حدِ کفر کو نہ پہنچے
اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ ۶۰۸
متولی پر امامت ضروری نہیں۔ ۵۶۷
مفضول افضل کی امامت کرسکتا ہے۔ ۵۶۷
اہلِ محلہ اور بانی میں سے جس کے مقرر کردہ امام
افضل ہوں وہی رکھے جائیں مساوات کی
صورت میں بانی کے مقرر کردہ راجح ہیں۔ ۵۸۱
مؤذن اور امام تنخواہ دار ہیں تو تنخواہ دینے والے کو حق ترجیح ہے ۵۸۱
فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔
کوئی شخص امامت کا اہل تو ہے مگر جماعت
میں اس سے افضل لوگوں کی موجودگی کی وجہ
سے لوگ اس کی امامت مکروہ سمجھتے ہوں تو
اس کو امامت کے لئے بڑھنا نہ چاہیے۔ ۵۸۱

جمعہ

کثیر بارش ترکِ جمعہ کے لئے عذر ہے۔ ۲۸۷
قیامِ جمعہ کی شرائط کا بیان۔ ۳۶۱
گاؤں میں قیامِ جمعہ جائز نہیں۔ ۴۲۰
شہر میں متعدد جگہ جمعہ پڑھا جاسکتا ہے، جو
کسی وجہ سے معذور ہوں انھیں ایک جگہ
جمع ہونے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ ۴۲۰
بضرورت قدیم جامع مسجد کو چھوڑ کر دوسری
مسجد میں جمعہ قائم کرنا جائز ہے، پرانی مسجد
کی آبادی بھی بقدرِ مقدرت ضروری ہے۔ ۴۴۰

جنائز

رافضیوں کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو نہ ان کے
ساتھ پڑھو۔ ۶۱۸

زکوٰۃ

ثلث مال کارِ خیر میں صرف کرنا بقیہ دو ثلث
سے زکوٰۃ کو ساقط نہیں کرتا جبکہ اس کے
پاس حاجاتِ اصلیہ سے فارغ بقدر نصاب
بچے اور سال گزرے۔ ۲۵۳
لاعلمی میں مالدار کو زکوٰۃ دے دی ادا ہوگئی
کہ حکم ظاہر پر ہے۔ ۴۸۷

اعتکاف

معتکف کو مسجد میں اس صورت میں وضو
کرنے کی رخصت ہے کہ کوئی بوند مستعمل پانی
کی مسجد میں نہ گرے۔ ۲۸۴
بشروط معتکف کو مسجد میں بیع و شراء اور
اکل و شرب جائز ہے۔ ۳۱۳
تجارت کے لئے بیع و شراء معتکف کو بھی

Marfat.com

ناجائز ہے۔ ۳۱۲
مسجد کی موقوفہ دکانوں کی چھت مصلیوں نے
شامل مسجد کرلی تو وہ چھت بھی مسجد ہوگئی معتکف
ان دکانوں کی چھت پر جاسکتا ہے۔ ۴۳۸

نکاح

فاسق نکاح پڑھائے تو نکاح درست ہے
لیکن فاسق سے نکاح پڑھوانا منع ہے۔ ۳۶۰

طلاق

اس گمان پر کہ عورت کو طلاق ہوگئی طلاق کا
اقرار کیا طلاق نہ پڑے گی۔ ۶۲۶

مہر

جائداد مہر میں دے کر بعد موت واپسی کی شرط
لگانا شرط فاسد ہے، اور ایسی جائداد کے
اوپر بیوی کی ملک فاسد ہے۔ ۱۱۳

رضاعت

رضاعت بغیر شہادت عادلہ کے ثابت نہیں ہوتی۔ ۵۹۴

نفقہ

راجہ اور نواب جن عورتوں کو اپنے حرم میں
رکھتے ہیں انھیں جو کچھ دیتے ہیں بطور اجرت
زنا نہیں بلکہ بطور نفقہ ماہوار، اس لئے ان کے
حرام ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ ۵۱۳

فوائد اصولیہ

اباحت بعد موت مبیح باطل ہوجاتی ہے۔ ۹۰
عرف اعظم دلائل شرعیہ سے ہے۔ ۹۱
جو عرف میں معروف ہو وہ مشروط شرعی کی طرح
ہوتا ہے۔ ۹۱
عرف ظاہر پر عمل واجب ہے۔ ۹۱
مدار عرف پر ہے۔ ۹۲
دینے والا دیتے وقت جو جہت متعین کردے
وہی متعین ہے۔ ۹۶
معطی نے دیتے وقت کچھ نہ کہا تو اسی کا قول
قسم کے ساتھ معتبر ہے، جبکہ ظاہر اور عرف
کے خلاف نہ ہو۔ ۹۶
لڑکوں نے باپ کو روپیہ دیا، اگر صراحۃً ثابت
ہو کہ بطور قرض دیا تھا روپیہ واپس لیں گے۔ ۹۹
صراحت نہ ہو اور معمول یہ رہا کہ بطور امداد
بے قصد واپسی دیتے رہے ہوں تو بقیہ
ورثہ کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔ ۹۹
عام اور معتبر شرطوں کا اختیار شرع نے واقف
کو صرف انشاء وقف کے وقت دیا ہے۔ ۱۳۹
عقد فاسد حرام ہے۔ ۱۴۲
ملک بدل کر وقف ہوسکتی ہے لیکن وقف
بدل کر ملک نہیں ہوسکتی۔ ۱۶۱
وقف کا مدعی ہر مسلمان ہوسکتا ہے۔ ۱۶۲

Marfat.com

متولی وقف امین وقف ہے۔ ۲۲۶

احکام شرعیہ کے خلاف نہ کثرت رائے دیکھی جاسکتی ہے نہ اتفاق رائے۔ ۲۲۷

ہر مباح بنیت محمودہ محمود و قربت ہو جاتا ہے۔ ۲۴۹

اعادۂ وصف کرنے والا احداث اصل کرنیوالے کی مثل نہیں۔ ۲۵۷

الضرورات تبیح المحظورات۔ ۲۸۶

شروطِ باطلہ سے مسجد باطل نہ ہوگی، شرطیں ہی باطل قرار دی جائیں گی۔ ۳۳۴

مسجد بناکر شرط لگائی میں اسے بیچ سکوں گا' مسجد ہوگئی شرط باطل۔ ۳۳۴

مسجد بناکر شرط لگائی کہ صرف فلاں قوم کے لئے' مسجد سب کے لئے ہوگی تخصیص باطل ہے۔ ۳۳۴

مصالحت رفعِ نزاع کا نام ہے نہ کہ ابقائے نزاع کا۔ ۳۷۳

اصل بنار ومنشار نزاع کو مہمل ومعطل اور دور آئندہ کی امید موہوم پر محمول کرنا ابقائے نزاع ہے نہ کہ رفع وقطع نزاع۔ ۳۷۳

احکام اسلامیہ کے خلاف پر مصالحت روا نہیں۔ ۳۷۳

کم من شیٔ یثبت ضمناً ولا یثبت قصداً۔ ۳۸۱

صحیح یہ ہے کہ کفار بھی مکلف بالفروع ہیں۔ ۳۸۲

جانور بالاجماع مکلف نہیں۔ ۳۸۲

مسجد میں کسی امر کا جواز اور بات ہے اور اس کا استحقاق اور۔ ۳۸۳

مساجد جمیع حقوق عباد سے ہمیشہ کے لئے منزہ ہیں۔ ۳۸۳

ضرورت اکراہ شرعی سے جواز شئی فی نفسہ نہیں ہوتا بلکہ مکرہ سے رفع اثم ہوتا ہے۔ ۳۸۴

عرف وشرع کا قاعدہ ہے کہ ضرر عام سے بچنے کے لئے ضرر خاص کا تحمل کیا جائے۔ ۳۹۰

ذکر نفی قبضہ کو نفی ذکر قبضہ پر حمل کرنا صریح مغالطہ ہے۔ ۳۹۲

ہر قوم اپنی اصطلاح پر کلام کرتی اور سمجھتی ہے ۳۹۴

حلال وحرام کے بارے میں صاحب مال کا قول بلا دلیل معتبر ہے۔ ۴۶۱

زمانہ حدوث کا نہ معلوم قدامت کی دلیل ہے ۴۸۶

کسی جائداد کا وقف کا اشارۃ النص سے ثابت ہوسکتا ہے جبکہ عبارۃ النص اس کے خلاف نہ ہو۔ ۵۲۷

وقف کسی شرط پر معلق کرنے سے باطل ہوجاتا ہے۔ ۵۲۸

کسی کلام کو مہمل قرار دینے سے بہتر ہے کہ اس کی تصحیح کی جائے۔ ۵۲۹

معروف شرعاً مشروط کی طرح ہے۔ ۵۹۲

افتار ورسم المفتی

آلات مسجد کے بارے میں امام محمد اور تابید مسجد کے بارے میں امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہے ۲۶۷

Marfat.com

اختلاف کی بنیاد پہ بننے والی دو مسجدوں کے بارے میں سوال اور دلی و بریلی کے فتاوی۔ ۳۲۳

فریقین کے بیان سُننا قاضی پر لازم ہے نہ کہ مفتی پر۔ ۳۲۹

مفتی بہرصورت سوال کا جواب دیتا ہے، واقعہ سے بحث اس کے فرائض سے نہیں۔ ۳۲۹

سوال ظاہر البطلان ہو تو مفتی اس کا جواب نہ دے یا سوال کی غلطی ظاہر کرے۔ ۳۲۹

جو اپنے زمانہ والوں کی معرفت نہ رکھے جاہل ہے ۳۳۰

منصب افتاء کی ذمہ داری یہ ہے کہ بر تقدیر صدق مستفتی صورت مستفسرہ کے مطابق جواب دے دیا جائے۔ ۳۷۱

اظہار حق کے سلسلہ میں مفتی پر لازم ہے کہ وہ کسی کے ساتھ مراسم قدیم کو حفظ حرمت اسلام اور رفع غلط فہمی عوام پر غالب نہ آنے دے۔ ۳۷۱

مسئلہ ممر فی المسجد کو سلطنت غیر اسلامیہ کے لئے قرار دینا صریح جہل اور ظلم عظیم ہے۔ ۳۸۳

سوال میں ذکر کی ہوئی ایک خرابی پر تنبیہ۔ ۴۰۱

ایک مجمل سوال پر تنبیہ۔ ۴۰۲

مولوی عبد الکافی صاحب الہ آبادی کا ایک فتوی۔ ۴۷۰

فوائد فقہیہ

قرض، ہبہ اور اباحت کا فرق۔ ۹۰

دوسرے کی زمین میں بنے ہوئے مکان کا

قیمت لگانے کا طریقہ۔ ۱۰۲

تصدق میں اصلاً رجوع نہیں۔ ۱۰۶

شرکت ملک میں ہر شریک دوسرے کے حصہ میں اجنبی ہوتا ہے۔ ۱۰۷

وقف کسی وقت خاص تک مقید نہیں ہوسکتا۔ ۱۱۴

اگر عقد و نقد دونوں حرام پر جمع نہ ہوں تو ملک صحیح اور حلال ہوگی۔ ۱۲۱

چندہ چندہ دہندگان کی ملک پر ہوتا ہے۔ ۱۲۶

حقوق غیر متجزی میں تمام شریک علی وجہ الکمال مالک ہوتے ہیں۔ ۱۲۶

مسئلہ شرعی میں قلت و کثرت رائے کا اعتبار نہیں ۱۲۸

انتظامی امور جن میں شرع کی طرف سے کوئی تحدید نہ ہو کثرت رائے کا لحاظ ہوتا ہے اور اس میں علم و جہالت کا بھی لحاظ نہ ہوگا بلکہ تجربہ کاری کا اعتبار ہوتا ہے۔ ۱۲۸

وقف کی صحت کے لئے واقف کا جائداد موقوفہ کا مالک ہونا ضروری ہے۔ ۱۲۸

مالداروں کے لئے ہوٹل بنا کر وقف کیا وقف نہ ہوگا۔ ۱۳۰

کافر نے مسجد کے لئے وقف کیا وقف نہ ہوگا۔ ۱۳۰

مسجد کا متولی تعمیر مسجد وغیرہ امور میں قاضی پر مقدم ہے۔ ۱۳۷

مدت بقاء مجہول ہے۔ ۱۴۳

تعیین مدت سے مقدار منفعت معلوم ہوتی ہے۔ ۱۴۳

Marfat.com

الوقف لا یوقف۔ ۱۵۰

الوقف لا یملک۔ ۱۵۰

استطاعت کا معیار ملک نصاب زائد از حاجت اصلیہ ہے۔ ۱۵۵

متولی امین ہوتا ہے۔ ۱۵۵

اوقاف میں شرط واقف نص شارع کی طرح ہے ۱۵۷

قبرستان کے درخت لگانے والے کی ملک ہیں ۱۵۷

لفظ ارصادات کی تحقیق۔ ۱۵۸

مسجد کی زمین میں کوئی تعمیر حسب شرائط واقف جائز ہے۔ ۱۵۹

ارصادات اور عطایا کا فرق۔ ۱۶۰

خط خط کے مشابہ ہوتا ہے اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ ۱۶۶

وقف کا ثبوت تعامل سے بھی ہوتا ہے۔ ۱۶۸

زر چندہ چندہ دہندوں کی ملکیت پر رہتا ہے ۱۶۸

لفظ واسطہ کے معانی مختلفہ۔ ۱۷۱

جس نے یہ سمجھ کر کہ اس کا دینا مجھ پر واجب ہے، کوئی چیز دی، بعد کو کھلا کہ واجب نہ تھی تو لوٹا سکتا ہے۔ ۱۷۳

معاملہ خلو بے اصل و باطل ہے۔ ۱۷۶

خلو کی تعریف۔ ۱۷۹

دوامی پٹہ کی ایک صحیح صورت ۱۸۰

خلو عین نہیں بلکہ وصف ہے۔ ۱۸۱

تسکنی اور خلو کا فرق۔ ۱۸۱

متعلق خلو میں مختلف علماء کی تصریحات اور

مصنف کی تحقیق۔ ۱۸۶

ابن بلال اور ان پر رد کرنے والوں کے کلام میں مصنف کی تطبیق۔ ۱۸۸

احناف کے یہاں وقف کا نگران امین ہی ہونا چاہیے

ناظر امین کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اگر ظاہر اس کی تکذیب نہ کرے۔ ۱۹۵

بعض صورتوں میں عدم علم عذر ہے۔ ۲۰۳

وقف سے رجوع ناممکن ہے۔ ۲۱۶

کتابیں ذوات القیم ہیں ذوات الامثال نہیں۔ ۲۲۷

چھاپے اور کاغذ کی وحدت مستلزم مثلیت نہیں۔ ۲۲۷

ان الولایۃ مشروطۃ بالنظر و لا نظر فی الضرر۔ ۲۲۹

صحت موروث میں کسی وارث کا کوئی حق موروث کے مال سے متعلق نہیں ہوتا۔ ۲۵۱

مسجد کی چیزیں اس کے اجزا ہیں یا آلات یا اوقاف یا زوائد۔ ۲۶۱

چار صورتوں کے علاوہ آباد وقف کو تبدیل کرنا جائز نہیں۔ ۲۶۷

وقف کی تبدیلی میں بے شمار خرابیاں ہیں۔ ۲۶۸

استبدال وقف کا موجب یا تو شرط استبدال ہے یا ضرورت استبدال۔ ۲۶۸

بحالت شرط استبدال، تبدیلی وقف کا جواز چند شرطوں سے مشروط ہے۔ ۲۷۰

تبدیل وقف کی شرائط سبعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مخالفت شرط اور مظنہ مخالفت نفع وقف سے بچے۔ ۲۷۰

Marfat.com

استبدال تین وجہوں پر ہے۔ ٢٧١
قاضی بہشت صاحب علم وعمل کو کہتے ہیں۔ ٢٧٢
زوائد سے مراد کیا چیزیں ہیں۔ ٢٧٨
صحن مسجد بھی مسجد ہے۔ ٢٨٤
مصالح مسجد توابع مسجد ہیں۔ ٣٠١
مطلقاً حقوق عبد کا تعلق مانع مسجدیت نہیں۔ ٣٠٥
مقبرہ کے لئے بھی حقوق عبد سے فارغ ہونا
شرط ہے۔ ٣٠٦
ایسی مسجد کو کسی قسم کے ذاتی تصرف میں لانا حرام ہے ٣٢٠
وقف کا ثبوت شہرت کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ ٣٢٠
خوالی مسجد کا حکم بھی مثل مسجد ہوتا ہے۔ ٣٢٢
فنائے مسجد تابع مسجد ہے۔ ٣٢٣
فنائے مسجد کی حرمت مسجد کی طرح ہے۔ ٣٥٢
مسجد کو راستہ بنانے کا جزیہ اور اس کا صحیح مطلب ٣٥٢
قبضہ زمین کی بحث۔ ٣٧٢
فقاہت کے کیا معنی ہیں۔ ٣٧٦
مسئلہ مرفی المسجد کی تحقیق جلیل۔ ٣٨٠
مسئلہ مرفی المسجد صرف اسلامی سلطنت کے
ساتھ خاص ہے۔ ٣٨٣
من، الیٰ، فی، علیٰ کا ترجمہ جان لینا فقاہت
نہیں، فقاہت چیزے دیگر است۔ ٣٨٣
ضرورت کی بحث۔ ٣٨٤
ملک کا اطلاق دو معنی پر آتا ہے اول اختصاص
مانع، دوم قدرت تصرف شرعی۔ ٣٩٣
متولی کو مالک اوقاف بمعنی قادر تصرف شرعی
کہہ سکتے ہیں۔ ٣٩٤
قانون اور اہل قانون کی اصطلاح میں زمین
مسجد یا وقف مسجد کو ملک مسجد کہتے ہیں۔ ٣٩٤
اصطلاح مذکور کا پتہ شرع مطہر میں
بھی ہے۔ ٣٩٤
مسجد حقیقۃً زمین کا نام ہے چھت اس کا بدل
نہیں ہو سکتی۔ ٣٩٨
مسجد کا شش جہات میں جمیع حقوق عباد سے
خالی ہونا ضروری ہے۔ ٤٤٧
نزول کی زمین اللہ تبارک تعالیٰ کی ملک ہے۔ ٤٦٥
تعامل قدیم کی تحقیق۔ ٤٧٣
غیبت کی تعریف اور احکام۔ ٤٧٣
مسلمانوں کا کام حتی الامکان صلاح پر محمول کرنا واجب ہے ٤٧٥
جس وقف کے شرائط تحریری نہ ہوں تو تعامل
قدیم پر عملدرآمد ہوگا۔ ٤٨٦
وقف میں تعامل قدیم کی حد وقت اور زمانہ سے
نہیں ہے۔ ٤٨٦
اوقاف کے مصارف عمومی میں مالدار اور غریب
سب برابر ہیں جیسے افطار یا وضو کا پانی۔ ٤٨٧
وقف کا ثبوت شہرت کی بناء پر ہوتا ہے۔ ٤٩٠
جہاں وقف کے شرائط معلوم نہ ہوں قدیم عملدرآمد
کا اعتبار ہے، اور قدیم عملدرآمد کی حد کا
بیان۔ ٤٩٤
مسجد کی فصیل بعض باتوں میں مسجد کے حکم میں
ہے اور بعض مسائل میں خارج مسجد۔ ٤٩٥

Marfat.com

قبر کی چھت حقِ میت ہے۔ ۵۰۸

مسجد اور متعلقاتِ مسجد خالص اللہ تعالیٰ کی ملک ہے۔ ۵۰۹

ناجائز معاہدہ خود ہی باطل ہے۔ ۵۳۷

آباد وقف کے بدلنے کی چار صورتوں کا بیان۔ ۵۴۱

چٹائی اور تیل کا مصالح مسجد میں شمار ہے۔ ۵۷۱

ناتوانی اور بیماری رفعِ صحت وقف نہیں۔ ۵۸۸

کند ذہن کے تصرفات نافذ ہیں۔ ۵۸۹

ہماری مسجد میں اضافت ملک مراد نہیں ہے ۵۹۶

مسجد کی زمین اصل مسجد ہے۔ ۶۰۷

جس نے زمین دی وہ مسجد کا واقف ہوا اور جس نے عمارت بنائی وہ تعمیر کا۔ ۶۰۷

تعمیر کرنے والا بھی وقف میں شریک ہے۔ ۶۰۷

غلط خیالی کی بناء پر جو لفظ کہے جائیں وہ کچھ اثر نہیں رکھتے۔ ۶۲۶

یمین

یمین علیٰ فعل الغیر میں قسم علم پر کھائی جاتی ہے ۹۹

وعدہ میں اِن شاء اللہ کا لفظ حلف کے اثر کو باطل کرتا ہے۔ ۶۲۰

نذر و فتوح

نذر و فتوح جو جس کو دے اسی کی ہے۔

سجادہ نشین نے نذر و فتوح بالتنصیف دینے کا وعدہ کیا اس کا ایفاء اس پر واجب نہیں ہے ۵۷۵

سجادہ نشین نے اپنا قائم مقام اور متولی کسی کو کیا اسے جو نذر و فتوح اسی کے لئے ملی وہ اس کی ہے، اور جو بحیثیت سجادگی ملی وہ اصل سجادہ نشین کی ہوگی۔ ۵۷۶

بیوع

مہر میں جائداد دینا ہبہ بالعوض ہے اور یہ بیع ہے۔ ۱۱۳

بیع شروطِ فاسدہ سے فاسد و حرام ہو جاتی ہے۔ ۱۱۳

بیع فاسد کو فسخ کرنا بائع اور مشتری دونوں پر فرض ہے۔ ۱۱۳

بیع فاسد کو فسخ نہ کرنا گناہ ہے۔ ۱۱۳

عقدِ فاسد سے خریدی ہوئی جائداد پر قبضہ کے بعد مشتری اس کا مالک ہو جاتا ہے۔ ۱۱۳

موقوفہ جائداد کی آمدنی سے جو زمین خریدی گئی وہ وقف کا حکم نہیں رکھتی۔ اس کی بیع و شراء جائز ہے۔ مگر اس کی بیع قابلِ اطمینان ذرائع سے ہونی چاہئے۔ ۱۱۷

نقد میں مال حرام دیا تو بائع کو اس کا لینا حرام لیکن جائداد ملکِ مشتری ہوگی۔ ۱۲۲

ہبہ بالعوض بیع ہے۔ ۱۲۶

جتنے لوگوں کے نام بیع ہوئی مبیع کے سب مالک ہوگئے اگرچہ قیمت ایک شخص نے ادا کی ہو۔ ۱۲۶

Marfat.com

وقف کی بیع و رہن جائز نہیں۔ ۱۶۵

نفاذ شراء علی المشتری کا حکم۔ ۱۶۸

موانع نفاذ علی المشتری۔ ۱۷۰

بیع میں مشتری کی طرف سے صراحۃً یا دلالۃً اضافت ضروری ہے۔ ۱۷۰

اضافت الی المشتری کی صحیح اور غلط صورتیں۔ ۱۷۰

حاکم اسلام وہ نہ ہو تو متولی مسجد اور اہل محلہ مسجد سے نکلی ہوئی چھپر مناسب دام پر کسی مسلمان کے ہاتھ بیچ سکتے ہیں۔ ۲۵۸

اجزاء مسجد یعنی زمین و عمارتِ قائمہ کی بیع کا حکم شرعی۔ ۲۶۱

آلاتِ مسجد یعنی مسجد کے اسباب جیسے بوریا، مصلی، فرش، قندیل اور جاڑوں میں بچھائی جانے والی گھاس وغیرہ کو فروخت کرنے کا شرعی حکم۔ ۲۶۵

مسجد کے تابوت اور چارپائی کی بیع کا حکم ۲۶۶

اوقافِ مسجد کی بیع کب جائز ہے۔ ۲۶۷

جو وقف ویران و خراب ہوجائے تو قاضی شرع حاکم اسلام عالم عادل متدین خدا ترس کو بلاشرط واقف بلکہ باوصف منع واقف بھی اسے بیچ کر دوسری جائداد اسی غرض سے اس کے قائمقام کر دینے کی اجازت ہے بچند شروط۔ ۲۷۱

اشجارِ موقوفہ کی بیع کا حکم۔ ۲۷۷

زوائد کی بیع کا شرعی حکم۔ ۲۷۸

وہ تمام اشیاء جو متولی بطور خود مسجد کے مال سے آمدنی بڑھانے کے لئے خریدے ان کی بیع کا بشرطِ مصلحت وہ ہر وقت اختیار رکھتا ہے۔ ۲۷۹

حرام مال میں بھی جب تک عقد و نقد دونوں حرام مال پر جمع نہ ہوں خریدی ہوئی چیز میں حرمت سرایت نہ کرے گی۔ ۲۹۸

عقد و نقد حرام پر جمع ہوں تو مبیع حرام ہوگا ورنہ نہیں۔ ۴۶۲

اینٹوں کا جو ڈھیر ڈھائی ہزار مان کر نیلام ہوا شمار کے بعد زائد نکلیں تو مالک کو دی جائیں۔ ۴۸۳

جو املاک قرق کر کے نیلام کرائیں ان کو مسجد کی طرف سے خریدنا اور مسجد میں لگانا جائز نہیں۔ ۴۸۳

جس خریداری میں خبث ہونا بعینہ معلوم نہ ہو اس کے حرام ہونے کا حکم نہیں لگایا جائیگا۔ ۴۸۷

جو سامان مسجد کے کام کا نہ رہا ہو اس کو بیچنے کی اجازت ہے اور اس کا خریدنا ہر مسلمان کو جائز ہے۔ ۴۸۹

ادھار کے دام کچھ زائد رکھیں اس میں کچھ حرج نہیں۔ ۴۹۴

مسجد کی زمین میں جو درخت ہوں ان کو مناسب قیمت پر خرید کر اپنے تصرف میں لایا جا سکتا ہے ۴۹۵

جو زمین وقف کی آمدنی سے خریدی گئی وہ وقف کے حکم میں نہیں ہے بوقتِ ضرورت اس کی بیع جائز ہے۔ ۵۰۲

Marfat.com

حرام مال میں جب تک عقد و نقد جمع نہ ہوں مبیع حرام نہیں ہوتا۔ ۵۱۴

مداینات

زید نے عمر کو کچھ روپیہ دیا اور کہا کہ اس کو خرچ کر یا اپنی حاجت میں اٹھا یا جہاد کر تو قرض قرار دیا جائے گا۔ ۹۲

جنس عاریۃ کو ہلاک کر کے انتفاع حاصل کیا، قرض قرار دیا جائے گا۔ ۹۲

مکان میں تعمیر مزید سب شرکاء کی رائے سے ہوئی تو اپنا حصہ نکال بقیہ شرکاء سے باقی کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ ۱۰۰

مشترکہ دکان کے شریک نگراں نے دکان پر قرض بتایا اگر کسی سے نقد روپیہ لیا تھا تو خاص نگراں ذمہ دار ہوں گے اور مال ہی بطور قرض مول لیا اور ادا نہ ہو تو سب شرکاء ذمہ دار ہونگے۔ ۱۰۷

مسئلۃ الظفر بخلاف جنس الحق۔ ۱۱۴

جائداد پر قرض ہونے کے دو معنی۔ ۱۱۴

قرضدار نے قرض دینے والے کو رہنے کیلئے گھر دیا تو اس کی اجرت مثل واجب ہے۔ ۱۹۱

قرض خواہ اس آمدنی پر جو وقف سے متولی کو ملتی ہے ڈگری جاری کرا سکتا ہے، جائداد موقوفہ پر نہیں۔ ۲۱۷

روپیہ جو کوئی شخص بنک میں جمع کرتا ہے وہ بنک پر دین ہوتا ہے۔ ۲۴۴

متولی قرض کے طور پر بھی مالِ وقف اپنے صرف میں نہیں لا سکتا نہ دوسرے کو قرض دے سکتا ہے۔ ۵۷۰

ایک وقف کا مال دوسرے میں بطور قرض بھی صرف نہیں کیا جا سکتا۔ ۵۷۰

متولی وقف قرض امر ضروری لابدی کے لئے قاضی کی اجازت سے لے سکتا ہے بشرطیکہ قرض کے سوا چارہ کار نہ ہو۔ ۵۷۱

ہبہ

عورت نے شوہر کو دیا کہ کپڑا بنا کر پہن، تو ہبہ قرار دیا جائے گا۔ ۹۲

طالب علم کو لکڑیاں وغیرہ دیں کہ اپنی کتابوں میں صرف کیجئے ہبہ قرار دیا جائے گا۔ ۹۲

اگر زمین معد الاستغلال نہ ہو تو گورنمنٹ نے جس کو دیا وہی مستحق ہے کہ یہ ہبہ ہے جبکہ شرکاء میں کوئی یتیم نہ ہو۔ ۹۴

ایک شریک نے اپنے مال سے بقیہ شرکاء کے لئے مشترکہ ملک میں کچھ بنایا اگر یہ ہبہ ہو تو ناجائز ہے کہ یہ ہبہ مشاع ہے۔ ۱۰۰

ہبہ بلا قبضہ باطل ہوتا ہے۔ ۱۰۵

بھائیوں نے مرحوم بھائی کی بیوی کو کچھ دیا تو یہ بطور مواسات و غمخواری ہے، اور واپس نہ ہوگا، اور استحقاق شوہر کے بدلہ کے طور پر ہو تو جو حق سے زائد دیا واپس لے سکتا ہے۔ ۱۰۶

Marfat.com

جو جائداد آشناؤں نے زانیہ عورتوں کو ہبہ کی ہبہ باطل اور جائداد آشناؤں کی ملکیت پر باقی ہے۔ ۱۲۱
مشاع کا ہبہ بلا تقسیم ناجائز ہے۔ ۱۶۴
اشعار صحیحہ حمد و نعت جو ممنوعات سے پاک ہوں انھیں سُن کر انعام و اکرام دینا جائز ہے ۲۱۸
وکیل بقبض الدین اور ہبہ باطلہ کی ایک صورت۔ ۲۴۴
معدوم کے لئے ہبہ باطل ہے۔ ۲۴۵
ہبہ بے قبضہ تام مفید ملک نہیں۔ ۲۴۵
قبضہ سے پہلے موہوب ہلاک ہو جائے تو ہبہ باطل ہوتا ہے۔ ۲۴۶
تسلیم سے پہلے واہب مرجائے تو بھی ہبہ باطل ہے۔ ۲۴۶
کافر نے اپنی زمین مسلمانوں کو ہبہ کی اور انھوں نے مسجد بنالی تو جائز ہے اور خود مسجد بنوادی تو وہ مسجد ہوئی ہی نہیں۔ ۲۹۶
جائداد موقوفہ کا ہبہ باطل ہے۔ ۵۷۵
حقِ تولیت قابلِ ہبہ نہیں، واقف نے متولی کو اختیار نہ دیا ہو تو وہ کسی کو اپنے بدلہ متوفی نہیں کرسکتا۔ ۵۷۵

میراث

لڑکیاں مکان قدیم سے ترکہ پدری پائیں گی۔ ۱۰۵
اقرب رشتہ دار ابعد کو مجحوب کرتا ہے۔ ۱۵۴
میراث میں فقر و غنا کا لحاظ نہیں ہوتا۔ ۱۵۴
محاصل وقف میں اجراء وراثت تصرف بیجا ہے ۱۶۱
کتب خانہ جو دار القضاء پر وقف ہو اس میں کسی قاضی کی وراثت نہیں چل سکتی۔ ۱۶۸
وقف میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ ۲۰۷
جو بلا وجہ شرعی اپنے وارث کی میراث سے بھاگے اللہ تعالےٰ جنت سے اس کا حصہ قطع کر دیتا ہے۔ ۲۵۱
بہنوں کا مالدار ہونا انھیں میراث سے محروم کرنے کی وجہ شرعی نہیں۔ ۲۵۱
جس زمین کے موروثی ہونے کا ثبوت گواہان عادل سے ہو وہ ترکہ قرار دی جائے گی۔ ۴۷۵
میراث کا ایک سوال۔ ۵۰۰
ترکہ میں قبل تقسیم کسی ایک وارث نے مسجد قائم کی تو مسجد صحیح ہوگی یا نہیں، اس سے متعلق احکام۔ ۵۰۰
تولیت کوئی ترکہ نہیں کہ ہر وارث کو اس میں حق پہنچے۔ ۵۴۸
واقف کی تولیت میں وراثت نہیں چلتی، بھائی اور بیٹے میں جو اہل ہو اسی کو متولی کیا جائے۔ ۵۸۳

وصیت

وقف کی وصیت کا نفاذ بعد موت ہوگا، زندگی میں حسب منشاء تصرفات کا اختیار ہے ۲۳۰

Marfat.com

تولیت کے بارے میں وراثت جاری نہیں ہوتی متولی مال نے جس کے بارے میں وصیت کی وہ متولی ہوگیا۔ ۹۰۱

وقف

قیم پر حساب واجب ہے، اس کا تحریر میں رکھنا واجب نہیں۔ ۱۰۵

اجارہ

شرکاء کی یہ قرارداد کہ ایک شریک مال حساب لکھے اور الگ روپیہ دستوری لے، ناجائز و حرام ہے۔ ۱۰۵

شریک کو مال مشترک میں تصرف کے لئے اجیر کرنا جائز نہیں۔ ۱۰۸

کسی مملوک کا بھی دائمی اجارہ ہو یہ جائز نہیں۔ ۱۴۳

جہالت مدت سے اجارہ فاسد ہوتا ہے۔ ۱۴۳

تعیین مدت کے بغیر اجارہ جائز نہیں۔ ۱۴۳

واقف نے اجازت نہ دی اور وقف کو ضرورت نہ ہو تو زمین موقوف کو تین سال سے زیادہ کے اجارہ پر دینا جائز نہیں۔ ۱۴۴

مستاجر نے اجارہ کو دائمی بنانے کیلئے اجارہ پر لی گئی دکان یا مکان میں اپنے مال سے اضافہ کیا اس معاملہ کے شرعی احکام۔ ۱۷۵

دیہات کا ٹھیکہ جیسا ہندوستان میں رائج ہے حرام ہے۔ ۱۹۷

اعیان کے اتلاف کا اجارہ باطل ہے۔ ۱۹۷

اجیر خاص کا کام پر حاضر رہنا ضروری ہے، غیر حاضری کے دن کی اجرت کا حقدار نہیں قلیل رخصت جو اس صیغہ میں مروج ہو وہ عادۃً معاف ہے۔ ۲۰۸

صیغۂ تعلیم میں جمعہ، کہیں منگل اور جمعہ اور رمضان المبارک کی تعطیل جائز ہے۔ ۲۰۹

خدمت گار کو رمضان کی تعطیل نہ ملے گی۔ ۲۰۹

مدرس کو حج فرض کی ادائیگی کی رخصت نہیں۔ ۲۰۹

صیغۂ تعلیم میں بضرورت تین مہینہ کی غیر حاضری معاف ہے لیکن بلا تنخواہ۔ ۲۰۹

انتظام مسجد کا مہتمم سال میں ایک آدھ ہفتہ کی رخصت تو پا سکتا ہے طویل رخصت کے لئے عرضی دینا ہوگا۔ ۲۰۹

متولی کا وظیفہ اجیر مثل کے موافق دیا جائے گا۔ عدم کفایت کی صورت میں فاضلات سے اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ ۲۱۶

شرح سود کے حساب سے کرایہ مقرر کیا تو یہ معاملہ گندہ ہے، کرایہ جائز ہوگا۔ ۲۲۹

وقف سے متولی کو بضرورت سواری اور ایام کارگزاری کی تنخواہ اور ضرورت ہو تو سپاہی کی تنخواہ بھی ملے گی۔ ۲۲۹

مقدار تنخواہ وغیرہ کا تعین عرف پر ہے۔ ۲۲۹

وقف کے کرایہ دار نے عذر صحیح سے، درمیان مدت میں مکان چھوڑ دیا، تو باقیماندہ کا کرایہ چھوڑا جا سکتا ہے۔ ۲۴۱

نیابت امامت سے متعلق ایک تفصیلی سوال۔ ۳۴۳

Marfat.com

امام دوسرے کو اپنا نائب مقرر کر سکتا ہے اصل وظائف کا مالک امام ہوگا، غائب کو اتنا ہی ملے گا جتنا باہم تراضی سے مقرر ہوا ہو۔ ۳۴۴
امام نے اپنے نائب کے لئے کوئی مدت متعین نہ کی تو اجارہ فاسد ہے۔ ۳۴۵
اجارہ فاسدہ کا فسخ کرنا فریقین پر واجب ہے وہ نہ کریں تو حاکم فسخ کر دے۔ ۳۴۶
اجارہ میں طریقہ رائج الوقت کے لحاظ سے اجارہ صرف پہلے مہینہ کے لئے ہوتا ہے۔ ۳۴۶
امام کو جو روٹیاں دی گئیں اس کے حکم کی تفصیل۔ ۴۱۹
استاد طالبعلم سے روٹی منگانے کے لئے کب جبر کر سکتا ہے اور کب نہیں۔ ۴۱۹
جس نے مسجد کی دیوار پر شہتیر رکھا ہٹا دیں اور جتنے دن رکھا اس کا کرایہ وصول کریں۔ ۴۴۸
مسجد کی بتی کا کرایہ پر دینا حرام ہے۔ ۴۵۱
لیمپ، فرش، دری وغیرہ اگر مسجد کی آمدنی کے لئے کرایہ پر دینے کے لئے خریدے گئے ان کا کرایہ پر دینا جائز ہے اور خاص مسجد کی ضرورت کے لئے خریدے گئے تو کرایہ پر دینا حرام ہے۔ ۴۵۱
مجبوری کی صورت میں مجبوری دور ہونے تک خاص مسجد کے صرفہ کے سامان کرایہ پر دئے جا سکتے ہیں۔ ۴۵۲
جو امام لائق امامت نہ رہ گیا ہو معزول کر دیا جائے۔ ۴۵۷
غیر حاضری کے ایام کی تنخواہ لینے والے سے واپس لی جائے گی اور جس متولی نے ایسی تنخواہ دی اسے بھی معزول کیا جائے۔ ۴۵۷
مسجد کے نیچے تہ خانہ بنانا، اس کو کرایہ پر دینا حرام ہے۔ ۵۰۳
اجارہ کے لئے بیع کی ایسی طرح ایجاب و قبول اور قاضی طرفین ضروری ہے۔ ۵۱۱
وقف کی آمدنی اپنے ذاتی صرف میں لانا جائز نہیں ہے، ہاں متولی معروف طریقہ پر اجرت مثل لے سکتا ہے۔ ۵۶۷
وقف کی آمدنی سے ملازمین کو پیشگی تنخواہ دینا روا نہیں، ہاں قدیم سے ایسا تعامل ہو تو حرج نہیں۔ ۵۷۰
وقف کے اجارہ میں متولیوں کو وقف کا فائدہ مد نظر ہونا چاہئے، جو زیادہ دے اسی کو دیا جائے۔ ۵۹۸
جو متولی اس کے خلاف کرے قابل عزل ہے ہاں زائد والے کو دینے میں بباطن وقف کا نقصان ہو تو اس سے احتراز کیا جائے۔ ۵۹۸
اوقاف کے اجارہ کا بیان۔ ۶۱۹
دیہات کا ٹھیکہ جیسا ہندوستان میں رائج ہے حرام ہے اس کو رد کرنا ضروری ہے۔ ۶۲۰
اجارہ منافع پر ہے عین کے استہلاک پر نہیں۔ ۶۲۲
مسجد پر موقوفہ زمین کو مسجد ہونے سے قبل مسجد کی ضروریات کے واسطے اجارہ پر دیا جا سکتا ہے
وقف کا اجارہ زیادہ سے زیادہ تین سال

Marfat.com

تک ہوگا۔ ۶۲۲

وکالت

شرکت ملک میں ہر شریک کو تصرف کی اجازت ہو تو اپنے حصہ میں اصیل اور شریک کے حصہ میں وکیل ہوگا۔ ۱۰۷

وکالت شروطِ فاسدہ سے فاسد نہیں ہوتی۔ ۱۰۹

وکیل بالشراء قرض کے طور پر خرید سکتا ہے۔ ۱۰۹

وکیل تجارت کو موافق معمول تجار قرضوں بیچنے کا اختیار ہے۔ ۱۱۰

وکیل بالشراء روپیہ قرض نہیں لے سکتا۔ ۱۱۰

وکیل نے موکل کے پیسے سے چیز اپنے لئے خریدی تو زر کا وکیل ضامن ہے۔ ۱۶۸

وکالت کا پیشہ جس میں سودی ڈگریاں دلوانا پڑے خلافِ حق مقدمات میں کوشش کرنا پڑے فسق ہے ۵۶۲

کفالہ

جائداد کا قرضہ میں مکفول کرنا جائز نہیں لیکن ایسی جائداد کا وقف صحیح ہے۔ ۱۱۴

راہن

جائداد مرہونہ کا وقف اس صورت میں صحیح ہے کہ راہن کے پاس مال قابل ادائے قرض موجود ہو۔ ۱۱۵

عاریت

ایک مسجد کی چیز دوسری مسجد کو عاریتاً دینا جائز نہیں۔ ۲۲۷

غصب

کسی نے دوسرے کی زمین میں مکان بنایا تو مکان والا اس سے معاملہ بھی کر سکتا ہے اور وہ مکان اپنی زمین سے اکھڑوا بھی سکتا ہے اور زمین بیکار ہونے کا اندیشہ ہو تو اس مکان کی قیمت لگا کر اس پر قبضہ بھی کر سکتا ہے۔ ۱۰۱

مسجد کی زمین غصب کرنا ظلم شدید اور گناہ کبیرہ ہے ۴۰۸

جو کسی کی بالشت بھر زمین دبائے گا قیامت کے دن ساتوں طبق توڑ کر اتنا حصۂ زمین اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔ ۴۰۹

مصارف مسجد سے کچھ بچا کر اپنے صرفہ میں لایا تو اس کے کفارہ کی تدبیر۔ ۴۶۱

مالِ معصوم کا بلاوجہ لینا حرام ہے، حربی کا مال اس کی رضا سے لینے میں کوئی حرج نہیں۔ ۵۱۲

قبریں اگر غصباً بنی ہوں، تو زمین کا مالک چاہے تو زمین خالی کر کے تعمیر کرے یا انتظار کرے تا آنکہ میّت بالکل راکھ ہو جائے تب اس پر تعمیر کرے۔ ۵۳۳

مسجد کی رقم ہضم کرنے والا غاصب ہے۔ ۵۶۹

Marfat.com

شہادت

خبر کے رد کے شرعی اسباب اور آدمی کے
مردود الشہادۃ ہونے کی صورتیں۔ ۲۲۳
وقف کا ثبوت شہرت سے ہوتا ہے اور اس
کی گواہی بھی شہرت کی بناء پر دی جاسکتی ہے۔ ۴۷۵
جس گواہی کو لوگ جھوٹا سمجھیں اس میں کئی
احتمال ہیں۔ ۵۸۲

دعویٰ

جو لا معلوم الجہت زمین کسی وقف کے خادموں
کے قبضہ میں عہد قدیم سے ہو بلا ثبوت شرعی
اس کی ملک کا دعویٰ یا جدید تصرف جائز نہیں۔ ۴۷۵
بدحواسی کا دعویٰ شاہدان شرعی کے بغیر
نامقبول ہے۔ ۵۸۸
مقام بیان میں منہ پھیر لینا انکار ہے۔

شرکت

شریک مال مشترک سے اپنے حق بھر صرف
کرسکتا ہے۔ ۵۷۱

ضمان

حرام امور میں مال وقف کو صرف کرنیوالے
متولی پر تاوان لازم ہوگا۔ ۱۵۵
ہر امین تعدی کے سبب سے ضامن ہوتا ہے۔ ۱۵۵

مدرسہ کے مال سے مسجد کا قرضہ ادا نہیں کیا جاسکتا
اور جو ادا کرے تاوان دے مسجد سے نہیں
لے سکتا۔ ۱۵۷
وقف سے جو منافع اٹھائے اس کو تاوان
دینا ہوگا۔ ۱۹۶
سامان وقف میں کچھ تلف ہو جائے تو متولی
اور ملازموں پر تاوان نہیں اتلاف پر
تاوان ہے۔ ۲۲۷
واقف نے مسجد میں کنگرے نہیں بنوائے تھے
متولی نے مال وقف سے بنوائے، تاوان دے ۲۳۵
گیا اس کی روشنی ہے تو برقی قمقمے لگانا منع
ہے، لگائیں تو تاوان دینا ہوگا۔ ۲۳۵
حجرۂ مسجد پر اپنی دیوار بنانا حرام ہے اور جو
نقصان پہنچا اس کا تاوان دینا ہوگا۔ ۳۰۷
مسجد کی آمدنی دوسرے امور میں صرف کرنا
حرام ہے اور جس نے صرف کیا اس سے
تاوان لیا جائے۔ ۴۶۹
متولی کے قبضہ سے مال چوری گیا، متولی
کی بے احتیاطی کو دخل نہ ہو تو کوئی تاوان
نہیں۔ ۵۷۰
مسجد کی رقم جو اپنے صرفہ میں لایا، یا مجبوری
کے بغیر رشوت میں دیا، اس کا تاوان دینے
والے پر لازم ہے۔ ۵۷۴

Marfat.com

عقائد وکلام

وہابیہ، روافض، غیر مقلدین اور نیچری ضالین ہیں۔ ۱۱۶
دیوبندیوں کے اقوالِ کفر پر مطلع ہوکر انھیں عالمِ دین سمجھنا کفر ہے۔ ۱۶۲
حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔ ۲۲۷
گناہ کو اچھا جاننا کفر ہے۔ ۳۱۵
اہلِ قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ضروریاتِ دین پر متفق ہیں۔ ۶۰۹
زندگی بھر طاعت وعبادت کرنے والا بھی کسی کفر کے صدور سے کافر ہوسکتا ہے۔ ۶۰۹
اہلِ قبلہ سے مراد قبلہ کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھنے والے نہیں کیونکہ روافض ایسے ہی ہیں لیکن کافر نہیں۔ ۶۱۰
فاسق کی اہانت شرعاً واجب ہے اور کافر کی تعظیم کفر ہے، اور ایسوں کو مسلمانوں پر افسری دینا حرام ہے۔ ۶۱۰

حظر واباحت

تعزیہ داری ناجائز ہے۔ ۱۲۱
زنا اور غنا میں حاصل کیا ہوا روپیہ مثلِ غصب حرام مطلق ہے۔ ۱۲۱
ناچنے گانے والوں کو اجرت کے علاوہ "بیل" کے طور پر جو دیا جاتا ہے وہ حرام نہیں۔ ۱۲۲
جنازہ پر ڈالنے کے لئے چادر وقف کرسکتے ہیں ۱۲۲
جنازہ پر بقصدِ زینت بیش قیمت چادر ڈالنا مکروہ ہے۔ ۱۲۲
وقف خاص میں ہر متولی خلاف اغراض وقف تصرف کرنے سے ہر شخص کو روک سکتا ہے۔ ۱۲۴
خائن متولی کو معزول کردینا لازم ہے۔ ۱۲۴
کسی منصب والے کو بلا عذر شرعی معزول کرنا جائز نہیں۔ ۱۲۷
چندہ کا جو روپیہ فاضل بچے وہ چندہ دہندگان کا ہے کسی دوسرے مصرف میں صرف کرنے کے لئے ان کی رضامندی ضروری ہے۔ ۱۳۴
چندہ دہندگان نہ ہوں تو ان کے بالغ وارثوں سے استصواب کیا جائے۔ ۱۳۴
صبی ومجنون کا حصہ واپس کرنا ہوگا۔ ۱۳۴
اگر چندہ دہندگان معلوم نہ ہوں تو مصرف سے جو زائد ہو اس کو اس کام میں صرف کریں جس کے لئے وصول کیا گیا، وہ نہ بن پڑے تو فقراء کو دیں۔ ۱۳۴
قبرستان کی بیع ناجائز ہے۔ ۱۳۶
قبروں کو ہموار کرکے ان پر چلنا بھی حرام ہے ۱۳۶
مسجد کے روپوں اور اس کی زمین وعمارت میں ناجائز تصرف کے بارے میں سوال اور اس کا شرعی حکم۔ ۱۳۷
وقف مطلق غیر مشروط التبدیل کی بیع، اس کو دوسری جائداد سے بدلنا، اسے

Marfat.com

دائمی اجارہ پر دینا یا چالیس سال کے پٹہ پر دینا جائز نہیں۔ ۱۴۲
وقفی پیڑ کاٹنے کی اجازت نہیں۔ ۱۴۴
مسجد، مقبرہ، پل، حوض اور سقایہ سے حسب شرط وقف بانی اور غیر بانی سب فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ۱۴۶
جو عمارتیں زائروں کے لئے ہیں ان میں کسی کو دوامی قیام درست نہیں۔ ۱۴۷
مجاوروں کو درگاہ کی عمارتوں میں قیام کا بالکل حق نہیں کہ وہ مسافروں زائروں کیلئے بنائی گئیں۔ ۱۴۷
تکیہ موقوفہ میں ذاتی مکان بنانا، مسجد بنانا، اس کا بیچنا جائز نہیں۔ ۱۵۰
وقفی قبرستان میں مدرسہ، مسجد یا کچھ اور علاوہ قبر کے بنانا جائز نہیں۔ ۱۵۰
تعزیہ و مزامیر معصیت ہیں۔ ۱۵۵
معصیت میں مال وقف کا صرف حرام ہے۔ ۱۵۵
مال وقف پر تعدی حرام ہے۔ ۱۵۵
مسجد پر جو جائداد وقف ہے اگر واقف نے اس کی آمدنی سے بنائے مدرسہ و مصارف مدرسہ کی اجازت دی تھی تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ ۱۵۷
جائداد موقوفہ کو کوئی ظالم لینا چاہے تو مسلمان ہر جائز کوشش سے اس کا دفاع کریں۔ ۱۵۷
جائداد وقف میں تصرف بے جا ظلم اور باطل ہے۔ ۱۶۱
وقف میں تصرف مالکانہ حرام ہے۔ ۱۶۲
مصاحف کثیر تعداد میں مساجد میں جمع ہوگئے بیکار ضائع ہونے کا خطرہ ہے، بھیجنے والا اسے لے کر جو چاہے کرے اگر وقف نہ کیا ہو، وقف کیا ہو تو دوسری مساجد وغیرہ میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ ۱۶۴
موقوفہ تکیہ میں دوسری تعمیر ناجائز ہے۔ ۱۶۵
وقف مسجد کی آمدنی مدرسہ یا دوسری مسجد میں صرف نہیں ہو سکتی۔ ۲۰۵
ایک مدرسہ کی آمدنی دوسرے مدرسہ یا مسجد میں صرف نہیں ہو سکتی۔ ۲۰۵
مال وقف سے حاجتمند متولی دستور کے موافق کھا سکتا ہے۔ ۲۱۵
مال وقف سے مذہبی تقریبات کی شیرینی غیر حاضر کو بھیجنے کی شرط ہو یا معمول قدیم ہو تو جائز و روا ہے۔ ۲۲۶
یہی حال دعوت وغیرہ کا ہے۔ ۲۲۶
پٹہ اور قبولیت کا نذرانہ جائز نہیں ہے۔ ۲۲۹
آدمی اپنی ملک میں تصرف کر سکتا ہے۔ ۲۳۲
مسجد کے قریب پاخانہ بنانا جس سے مسجد میں بو پہنچے حرام ہے۔ ۲۳۲
کچا پیاز یا کچا لہسن کھا کر مسجد میں جانا ناجائز ہے۔ ۲۳۳
مسجد خالی ہو تب بھی اس میں بدبو داخل کرنا

Marfat.com

ناجائز۔ ۲۳۳

مصلیوں کو اذان کی آواز بے منارہ پہنچ جاتی ہے تو مالِ مسجد سے منارہ بنانا درست نہیں۔ ۲۳۵

مسجد مستحکم ہو تو اس کو توڑ کر نئی بنانا جائز نہیں۔ ۲۳۵

بجلی کے پنکھے کی ہوا طبعاً مضر ہو تو اپنے گھر میں بھی لگانا نہ چاہیئے۔ ۲۳۹

مسجد میں ایسی چیز لگانا جس سے مصلیوں کا دل بٹے منع ہے۔ ۲۳۹

مسجد میں نجس چیز لے جانا حرام ہے۔ ۲۳۹

برقی روشنی اور پنکھے سے حادثات کا ظن غالب ہو تو ان کا استعمال منع ہے۔ ۲۳۹

طبعاً جس چیز کا مضر ہونا ثابت ہو اس کا استعمال حرام ہے۔ ۲۳۹

نیاز بزرگانِ دین اور میلاد کے لئے وقف جائز ہے۔ ۲۵۳

مسجد کا سامان خریدنے والے کو چاہیئے کہ کسی قسم کی بیحرمتی کی جگہ اس کو نہ ڈالے۔ ۲۵۸

مسجد منہدم ہو جائے اور اس کے اجزاء ضرورت مسجد سے زائد ہوں جن کے ضائع ہونے کا خدشہ ہو تو قاضی کے اذن سے فروخت کرنا اور قیمت کو محفوظ رکھنا جائز ہے۔ ۲۶۳

تعمیر شدہ مسجد کو گرا کر پہلے سے مضبوط تر بنانا کب جائز اور کب ناجائز ہے۔ ۲۶۴

رباط کے جانور بہت زیادہ ہو جائیں اور ان کا خرچہ بڑھ جائے تو کیا متولی ان میں سے بعض کو فروخت کرکے قیمت کو جانوروں کے چارہ اور رباط کی مرمت پر صرف کر سکتا ہے یا نہیں۔ ۲۶۵

مسجد کے فرش پر وضو حرام ہے۔ ۲۸۴

غیر معتکف کو اس کی بھی اجازت نہیں کہ مسجد میں بیٹھ کر کسی برتن میں وضو کرے اس طرح کہ پانی مسجد میں نہ گرے۔ ۲۸۴

غیر معتکف شدید بارش میں مجبوری اس طرح وضو کر سکتا ہے کہ مینہ کا پانی سب کو بہالے جائے۔ ۲۸۶

غیر معتکف کو مسجد میں اخراجِ ریح مکروہ ہے۔ ۲۸۸

طالب علم مسجد میں اس طرح کتاب دیکھ سکتا ہے کہ نمازیوں کو حرج نہ ہو۔ ۲۸۸

اگر ریح میں بدبو ہو تو ایسے شخص کا ایسے وقت میں مسجد میں بیٹھنا جائز نہیں۔ ۲۸۸

مسجد کو بدبو سے بچانا واجب ہے۔ ۲۸۸

متولی مسجد کی واجبی تعمیر میں محلہ والوں کی مزاحمت نہیں کر سکتا۔ ۲۸۹

مسجد بنانے کی نیت سے ہندو نے مسلمانوں کو روپیہ دیا مسلمان نے اس روپیہ سے مسجد بنادی مسجد ہوگئی۔ ۲۹۵

کافر نے پرانی مسجد کی مرمت کرادی مسجد ہی رہے گی البتہ مسلمانوں کو کافر کی ایسی مدد قبول نہ کرنی چاہیئے۔ ۲۹۵

مخلوط مال کسی کو میراث سے پہنچا جس میں حلال

Marfat.com

حرام کی تمیز نہیں، تو وارث پر کوئی مطالبہ نہیں،
ایسے مال سے مسجد بنائی مسجد ہوگئی۔ ٢٩٧
مسجد میں دروں کے طاق عدد کا مسلمانوں میں
رواج ہے حتی الامکان اس روش کے خلاف
نہ کیا جائے، بمجبوری جفت رکھنے میں بھی
حرج نہیں۔ ٢٩٩
اگر یہ یقین معلوم ہو کہ نئی مسجد کی تعمیر سے پرانی
مسجد ویران ہوگی تو نئی کی تعمیر نہ کی جائے۔ ٣٠٠
آباد مسجد کی اینٹ دوسری میں لگانا حرام ہے ٣٠٠
مسجد کے احاطہ اور اس کے صحن میں دکان بنانا
جائز نہیں حجرہ بنا سکتے ہیں جبکہ اس سے مسجد
میں کسی طرح کی تنگی نہ پڑے۔ ٣٠٠
دروازہ قدیم مسجد کی چھت پاٹ کر مسجد میں
شامل کرنا ہے بے اہلِ محلہ کی اجازت کے
جائز نہیں۔ ٣٠١
آباد قبرستان کو پاٹ کر مسجد میں شامل کرنا
حرام ہے۔ ٣٠٢
جس قبرستان میں دفن کرنا بند ہو وہاں قبر
سے باہر ستون قائم کرکے بلندی پر چھت پاٹ کر
چھت کو شامل مسجد کرنے میں حرج نہیں۔ ٣٠٣
نہر خاص کو پاٹ کر اس کی چھت پر مسجد
بنانا جائز ہے۔ ٣٠٦
غیر کی ایسی زمین پر جس پر اس غیر کو حقِ مزاحمت
نہ رہا، مسجد بنائی تو فتویٰ اسی پر ہے کہ وہ
عمارت مسجد ہوگئی۔ ٣٠٦

مسجد کی دیوار میں اپنی عمارت کے لئے کڑی
ڈالنا حرام ہے۔ ٣٠٨
مسجد کی دیوار سے ملا کر بلا استحقاق پرنالہ گرانا
حرام ہے۔ ٣٠٨
مسجد میں کھڑکی رکھنا بھی حرام ہے۔ ٣٠٨
دوسرے کا کبوتر پکڑنا حرام اور ایسا کرنے والا
فاسق ہے۔ ٣٠٩
خالی کبوتر اڑانا جس میں چھت پر چڑھتے ہیں
دوسروں کا مالی یا جسمانی ضرر ہو حرام ہے۔ ٣٠٩
ایسے شخص کو منع کیا جائیگا اور نہ مانے تو اس کا
کبوتر ذبح کر دیا جائیگا۔ ٣٠٩
مطلقاً کبوتر بازی جس میں مفاسد بالا نہ ہوں
لیکن عبث و بے فائدہ اور حرام ہے، اور
پرندوں پر ظلم ہے۔ ٣٠٩
کبوتر بازوں کو نصیحت و ہدایت۔ ٣١٠
مسجد میں کبوتر بازی اشد حرام ہے۔ ٣١٠
مباح باتیں بھی مسجد میں بلا ضرورت حرام ہیں۔ ٣١٢
مسجد میں بچوں اور پاگلوں کو لانا، بیع وشراء،
جھگڑے اور آواز بلند کرنا منع ہے۔ ٣١٣
مسجد میں آواز سے گم شدہ چیز تلاش کرنا
منع ہے۔ ٣١٣
دار الاسلام میں بنی ہوئی مسجد کی آبادی بھی
جب متعذر ہو جائے اور تغلبِ کفار کا خطرہ
ہو تو اسبابِ تعمیر اکھاڑ کر دوسری جگہ
لے جا سکتے ہیں۔ ٣١٧

Marfat.com

جس زمین کو مسجد سے متعلق وقف کیا اس میں باغ و پھل ہوں تو انھیں بیچ کر مسجد کی تعمیر میں صرف کرسکتے ہیں۔ ۳۱۹

فنائے مسجد میں اپنا ذاتی مکان بنانا بھی حرام ہے۔ ۳۲۲

مسجد کی بے ادبی اور بے حرمتی حرام ہے۔ ۳۲۳

نیت کا علم اللہ کو ہے، مسلمان پر بدگمانی حرام ہے۔ ۳۳۰

مریض نے اپنی بیماری الٹی سمجھ کر دوا مانگی طبیب کو غلطی جاننے کے بعد الٹی دوا دینا حرام ہے ۳۳۱

جو مسجد فساد کے لئے بنائی گئی مسجدِ ضرار کے حکم میں ہے۔ ۳۳۱

جس مسجد کی آبادی ناممکن ہو اس کے اسباب دوسری مسجد میں منتقل کئے جاسکتے ہیں۔ ۳۳۳

مسجد کی دیوار پر خود بانی کو بھی کڑیاں رکھنا حرام ہے۔ ۳۳۴

مسجد قائم ہونے کے بعد مسجد کی چھت پر امام کے لئے بھی حجرہ بنانا جائز نہیں۔ ۳۳۵

مسجد کی دیوار پر کرایہ دے کر بھی کڑی رکھنی جائز نہیں۔ ۳۳۵

مسجد میں درخت لگانا جائز نہیں اِلّا یہ کہ زمین نمناک ہو تو رطوبت ختم کرنے کے لئے درخت لگا سکتے ہیں۔ ۳۳۶

درخت پہلے سے موجود ہوں مسجد بعد میں بنائی یہ جائز ہے۔ ۳۳۶

اسپرٹ مسجد میں لے جانا منع ہے۔ ۳۴۷

ناپاک تیل سے چراغ جلانا مسجد میں جائز نہیں۔ ۳۴۷

مسجد کی چھت پر وطی کرنا جائز نہیں۔ ۳۴۷

مسجد کی چھت پر پیشاب و پاخانہ کرنا ناجائز ہے۔ ۳۴۷

مسجد میں کافر کا جانا بے ادبی ہے۔ ۳۴۷

بلا شرطِ واقف وقف کی ہیئت میں تغیر و تبدل کرنا ناجائز ہے۔ ۳۵۰

جنب، حائض اور نفساء کو مسجد سے گزرنے کی بالکل اجازت نہیں۔ ۳۵۲

مسجد سے گھوڑے یا بیل گاڑی کو گزارنا منع ہے۔ ۳۵۲

مسجد کو شارع عام بنانے کی اجازت نہیں۔ ۳۵۲

مسجد میں مصارفِ خیر کے لئے چندہ وصول کرسکتے ہیں جبکہ آدابِ مسجد کی مخالفت نہ ہو۔ ۳۵۴

بے ضرورت مسجد کی تعمیر جدید عبث ولغو ہے۔ ۳۵۵

تضییع مال ناجائز ہے۔ ۳۵۵

عبث حرام ہے۔ ۳۵۵

توسیع اور بوسیدگی کی حالت میں تعمیر جدید کی اجازت ہے۔ ۳۵۵

تفریق بین المسلمین کی نیت سے جدید مسجد تعمیر کرنے والے گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہیں اور مسجد مسجدِ ضرار کے حکم میں ہے۔ ۳۶۰

فساق مرتکب کبیرہ کا ذبیحہ جائز ہے، ان سے

Marfat.com

ابتداءِ اسلام ناجائز، زجر وتنبیہ کی نیت سے ان سے ترکِ راہ ورسم بہتر ہے۔ ۳۶۰

ظن وتخمین سے کسی مسجد کے ضرار ہونے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا، جس مسجد کا مسجد ضرار ہونا یقیناً ثابت ہو اس کو ڈھایا جاسکتا ہے۔ ۳۶۰

کسی کے مقابلہ میں بھی شر پیدا کرنا جائز نہیں۔ ۳۶۱

فتنہ پردازی اور امن عام میں خلل اندازی اور مسلمانوں کو بلا اور اسلام کی توہین کیلئے پیش کرنا ہرگز نہ شرعاً جائز ہے نہ عقلاً ٹھیک۔ ۳۶۷

مخالفِ شرع حکم کو بلا جبر واکراہ خود ایک امر طے شدہ قرار دے کر جائز چارہ جوئی کا دروازہ بند کرنا یا اس میں دشواری ڈالنا اور آئندہ کے لئے بھی اسے نظیر بنا دینا روا نہیں۔ ۳۶۷

حقیقتاً حق دوستی یہی ہے کہ غلطی پر متنبہ کیا جائے۔ ۳۷۱

مسجد کے کسی حصہ کو سڑک میں ڈال لینا تمام ائمہ کے اجماع سے حرام اور مناقض ارشادِ خداوندی ہے۔ ۳۷۶

جنابت وحیض کی حالت میں مسجد میں جانا بیت اللہ کی بے حرمتی ہے۔ ۳۸۲

کتے، خنزیر بلکہ ناسمجھ بچے اور مجنون کو مسجد میں چلتا دیکھ کر خاموش بیٹھے رہنا مسلمان کو روا نہیں۔ ۳۸۲

احتمالِ بے ادبی پر غیر مکلفوں کو مسجد سے نہ روکنا خلافِ حکمِ حدیث ہے۔ ۳۸۲

مساجد کو یقینی بے حرمتی کے لئے پیش کرنا شنیع وخبیث ہے۔ ۳۸۲

مومن ایک ہی سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا۔ ۳۸۸

بعض اشخاص کو قید سے چھڑانے کے لئے مسجدوں کی حرمتیں پامال کرنا حلال نہیں۔ ۳۹۰

بھائی کا زکام کھونے کے لئے باپ کو قتل کر دینا عقلمندی اور روا نہیں۔ ۳۹۰

مسجد تنگ ہو تو درگاہ کی زمین جبراً مسجد میں شامل کرنا ناجائز ہے۔ ۴۰۲

مسجد میں بالغ طلبہ کا پڑھنا اس شرط پر جائز ہے کہ اوقاتِ نماز میں جگہ نہ گھیریں اور ان کے پڑھنے سے نمازیوں کو تشویش نہ ہو۔ ۴۰۴

مسجد کا کنواں مشترکہ بنانا کہ اس میں مشرکین بھی پانی لے سکیں منع ہے۔ ۴۰۶

مسجد کو باقی اور آباد رکھنا ضروری ہے، مسجد کسی دوسرے کام میں صرف نہیں کی جاسکتی۔ ۴۰۶

مسجد کا ملبہ ناقابلِ استعمال ہو تو اسے مسلمان کے ہاتھ بیچا جائے کہ وہ بے ادبی کی جگہ استعمال نہ کرے اور وہ رقم مسجد کی مرمت میں صرف کی جائے۔ ۴۰۷

پورے قصبہ کی مساجد کو مختلف فرقوں میں تقسیم کرنے کا حکم۔ ۴۱۱

سُنّیوں کی بنائی مسجد کو رفعِ فساد کے لئے غیر مقلدوں کو دینا حرام ہے۔ ۴۱۱

Marfat.com

مسجد میں اپنے لئے سوال منع ہے اور کسی دوسرے ضرورتمند یا قومی ضرورت کے لئے نہ صرف جائز بلکہ سنتِ رسول ہے۔ ۴۱۸

بغیر امتیاز ہر شخص کو مسجد میں وعظ کی اجازت دینا منع ہے اور روکنا واجب ہے۔ ۴۱۸

مسجد کو برباد کرکے ایک جامع مسجد بنانا حرام ہے۔ ۴۲۰

ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد میں لگانا منع ہے۔ ۴۲۰

مصلحت شرعی ہو تو اپنا عالم ہونا ظاھر کیا جا سکتا ہے اور خودستائی کے لئے ہو تو حرام ہے۔ ۴۲۱

کسی مسجد کی شرعی شہادتوں سے مقبرہ ہونا ثابت ہو جائے تو مسجد کی عمارت منہدم کر دی جائے۔ ۴۲۴

بعینہٖ حرام مال کو مسجد کی ضروریات مثلاً وضوخانہ وسقایہ کے لئے بھی لینا حرام ہے ۴۲۷

خاص جس مال کے لئے معلوم نہ ہو کہ حرام ہے اس کو لینے میں مضائقہ نہیں۔ ۴۲۷

امام مسجد کا مقتدیوں سے کج خلقی سے پیش آنا ناجائز ہے گناہ ہے۔ ۴۳۰

امام مسجد جو نہ خود اذان دے نہ دوسروں کو اذان دینے دے فاسق ہے۔ ۴۳۰

جو امام مسجد کی صفائی سے دوسروں کو روکے اور خود بھی نہ کرے مسجد کا بدخواہ ہے ۴۳۰

مسجد میں درخت لگانا ممنوع اور دوسروں کے بوئے ہوئے ہوں تو ان کو اس کی اجازت کے بغیر گھر لے جانا جائز نہیں۔ ۴۳۱

مسجد کی اشیاء پر مالکانہ قبضہ حرام ہے۔ ۴۳۱

مسجد میں مٹی کا تیل جلانا مسجد کی بے حرمتی اور حرام ہے۔ ۴۳۱

دستور اور عرف کے موافق مال وقف سے مسجد میں روشنی کی جائے۔ ۴۳۱

محراب اور دیوارِ قبلہ میں نقش ونگار مال وقف سے مکروہ ہے۔ ۴۳۱

معتکف کے علاوہ کسی کو مسجد میں سونے کی اجازت نہیں۔ ۴۳۴

مسجد میں ناسمجھ بچوں کو لے جانے کی ممانعت ہے ۴۳۴

جو شخص اجرت لے کر طلبہ کو پڑھائے اس کو مسجد میں تعلیم دینا سخت ناجائز ہے۔ ۴۳۴

مسجد کی تعمیر کے لئے بانی کا شریف النسب ہونا ضروری نہیں۔ ۴۳۵

جس کی وجہ سے مسجد میں فتنہ اٹھتا ہو اس کو مسجد میں آنے سے منع کرنا جائز ہے۔ ۴۳۷

بلاوجہ شرعی مسجد کے کنویں سے پانی بھرنے سے روکنا فساد وحرام ہے۔ ۴۳۷

کسی مسجد کے شہید ہونے کا خطرہ ہو اور مسلمانوں کو اس کی تعمیر کی طاقت نہ ہو تو غیر مسلموں سے مدد لے سکتے ہیں۔ ۴۴۰

بلاضرورت مسجد کو توڑنا اور اس کو بدلنا

Marfat.com

حرام ہے۔ ۴۴۲

مسجد کی لکڑی اپنی ضرورت میں نہیں لائی جاسکتی ۴۴۴

مسجد کے احاطہ کے درخت اگر مسجد پر وقف ہوں تو ان کے پھل بے قیمت کھانا حرام ہے، اور دوسرے کے ہوں تو اس کی اجازت درکار ہے، یہ بھی اجازت ہے کہ اس غرض سے بوئے کہ جو اس میں رہے وہ کھائے۔ ۴۴۳

جو سامان کسی خاص مسجد کے لئے خرید اگیا ہے کسی دوسرے کا اپنے مصرف میں لانا حرام ہے۔ ۴۵۱

مسجد کی زمین میں اپنے لئے درخت لگانا حرام ہے۔ ۴۵۳

نابالغ بچوں کی تعلیم کے لئے مسجد میں جانے کا حکم۔ ۴۵۸

عام کنوؤں میں غیر مسلم کا روپیہ عدم استحقاق کی شرط کے ساتھ لگایا جاسکتا ہے۔ ۴۶۳

اسلامی کام میں غیر مسلم کا عطیہ نہ لینا چاہئے۔ ۴۶۷

خزانہ والیِ ملک کا ذاتی سرمایہ نہیں ہوتا۔ ۴۶۷

بہتان کی اشاعت فاحشہ اور حرام ہے۔ ۴۷۳

حکم شرعی نافذ کرنے کے لئے عوام سے مشورہ لینا ضروری نہیں۔ ۴۷۷

بلا عذر شرعی کسی عہدیدار کو اس کے عہدہ سے معزول کرنا جائز نہیں۔ ۴۷۸

مسجد کے کسی حصہ کو دکان یا تہ خانہ بنانا جائز نہیں۔ ۴۸۲

مسجد کے وضو خانہ کو دکان بنانا حرام ہے، وقف کو اس کی ہیئت سے بدلنا جائز نہیں۔ ۴۸۳

جس وقف میں افطاری کے لئے مد مفرز ہو اگر افطار کے وقت بے روزہ دار بھی شریک ہوں متولیوں پر کچھ الزام نہیں۔ ۴۸۶

بازاری عورت روزہ کشائی یا مسجد میں چٹائی وغیرہ کے لئے کچھ بھیجے تو اس کا شرعی حکم۔ ۴۸۷

بازاری عورت کے عطیات سے بچنا ہی اولیٰ ہے۔ ۴۸۸

مسجد کے بیکار اسباب خرید کر بے تعظیمی کی جگہ نہ لگائے جائیں۔ ۴۸۹

مسجد میں سوال حرام ہے، اور معتکف کے علاوہ دوسرے کا عقد و معاملہ اور مباح بات چیت بھی حرام ہے۔ ۴۹۱

مسجد کا بیکار پیال اور چٹائی جو پھینک دی جائے اس کو اٹھا کر اپنے صرف میں لا سکتا ہے۔ ۴۹۵

قبلہ کی دیوار میں حدِ نظر سے اوپر کوئی کتبہ یا نقش و نگار منع نہیں ہے۔ ۴۹۸

ریا کاری حرام ہے اور بلا وجہ کسی پر ریا کاری کا الزام لگانا بھی حرام ہے۔ ۵۰۰

پرانا درخت جو مسجد میں ہو کاٹنا ضروری نہیں۔ ۵۰۳

مسجدوں میں کافروں اور مرتدوں کا مال نہ لیا جائے۔ ۵۰۶

Marfat.com

مرتد رافضی نے مسجد بنائی مرگیا تو اس کا
عملہ بیچ کر دوسری مسجد میں لگا سکتے ہیں جبکہ
فساد کا اندیشہ نہ ہو۔ ۵۰۶
مسجدوں کو بچوں اور پاگلوں سے دور رکھو ۵۰۷
قبرستان میں نیا راستہ نکالنا حرام ہے ۵۰۸
عاشق معشوق مسلمان ہوں تو آپس میں
ایک دوسرے کو جو دیں رشوت ہے۔ ۵۱۴
کتابیں جامع مسجد کے لئے وقف کیں تو
کسی دوسری مسجد یا مدرسہ کی طرف ان کا
انتقال جائز نہیں۔ ۵۱۸
رافضی کو وقفِ مسلمین کا متولی بنانا حرام ہے
کافر سامان دے تو اس کا بعینہٖ مسجد میں
لگانا منع ہے۔ ۵۲۰
کافر اس طور پر رقم دے کہ مسلمانوں پر
احسان رکھے تو لینا جائز نہیں ہے نیازمندانہ آ
دے تو لے لیں۔ ۵۲۰
مسجد کو منہدم کر کے دوسری جگہ اس کے
ملبہ سے مسجد بنانا حرام ہے۔ ۵۲۱
دو مسجدیں ملی ہوئی ہیں تو ان کے بیچ کی دیوار
ہٹا کر ایک کرنا جائز ہے۔ ۵۲۱
مسجد کے کنویں سے مشرکین کو پانی بھرنے سے
منع کرنا چاہیئے۔ ۵۲۲
وعدے کا ایفاء واجب نہیں۔ ۵۲۹
جذامی، ابرص، گندہ دہن، جس کے لباس
میں بدبو ہو۔ بدزبان، فتنہ پرور جیسے وہابی

غیر مقلد، رافضی کو مسجد سے روکا جائے گا۔ ۵۳۱
مقبرہ میں کسی بھی سُنّی مسلمان کو دفن ہونے سے
روکا نہیں جائے گا۔ ۵۳۲
عام مقابر میں تعمیر و تصرف کی اجازت نہیں۔ ۵۳۳
قبرستان میں جو گھاس اگتی ہے جب تک سبز
ہے اس کے کاٹنے کا حکم نہیں، سوکھ جائے
تو کاٹ سکتے ہیں۔ ۵۳۷
قبرستان میں جانور چرانا جائز نہیں۔ ۵۳۷
مسلمانوں کی قبر کھودنا شدید جرم ہے۔ ۵۴۰
جان بوجھ کر ظالم کی مدد کرنا اسلام کی رسی
گلے سے نکالنا ہے۔ ۵۴۰
مسجد کو غیر معمولی آراستہ کرنے کی ممانعت ہے۔ ۵۴۵
سود کا مرتکب اگرچہ ایک بار ہی ہو فاسق ہے ۵۵۸
بلا عذر صحیح شرعی تارکِ جماعت فاسق ہے۔ ۵۵۸
بلا عذر صحیح شرعی تین سال تک زکوٰۃ نہ دے
تو فاسق ہے۔ ۵۵۹
مسلسل تین سال تک عشر نہ ادا کرے تو فاسق ہے ۵۵۹
شطرنج جو مفضی ترکِ جماعت ہو بالاتفاق حرام ہے ۵۶۰
تاش، گنجفہ، چوسر بلا شرط ناجائز و ممنوع ہے ۵۶۰
غیر مسلم سے دینی کاموں میں مدد نہ لی جائے۔ ۵۶۵
جس متولی کی خیانت ثابت ہو اس کو معزول
کرنا واجب ہے۔ ۵۶۷
جس نے مفضول کو افضل کا حاکم بنایا اس نے
اللہ و رسول سے خیانت کی۔ ۵۶۸
قبر پر استنجا حرام، اگال یا ہانڈی کا دھوون

Marfat.com

ڈالنا توہین، اور بلا ضرورت شرعی پاؤں رکھنا
ناجائز ہے۔ ۵۶۸
اپنے صرفہ سے متولی کا عام مسلمانوں کو برف
پلانا معیوب نہیں۔ ۵۷۹
برف کا پانی پینے کے لئے مسجد میں مجمع نہ ہو۔ ۵۷۹
مسجد میں شور وغل ناجائز ہے اور غیر معتکف
کو کھانا پینا ناجائز ہے۔ ۵۷۹
طالب تولیت کو متولی نہ کیا جائے۔ ۵۹۴
فاسق کی تعظیم سے خدا کا عرش کانپتا ہے
اور غیر مسلموں کو مسجد میں احترام کے ساتھ
لے جانا اس سے برا ہے۔ ۶۰۰
متولی بنانا تو بڑی بات ہے مرتدین سے
دینی کاموں میں مدد لینا بھی حرام ہے۔ ۶۱۱
کافر کو مسلمانوں کے عظیم کام میں دخیل اور
رازدار بنانا حرام ہے۔ ۶۱۱
عشر وصول کرنے والا آزاد اور مسلمان
ہونا چاہیے۔ ۶۱۴
چنگی کے محرر اور چوکی کے پولیس کا درجہ بھی
غیروں کو نہ دیا جائے۔ ۶۱۴
یہودی کو مسلمانوں کے اعمال پر مقدم کرنا
حرام ہے۔ ۶۱۴
وفائے وعدہ پر جبر نہیں۔ ۶۲۰

حیل

حرام کی کمائی کے مصارف خیر میں صرف کرنے
کا طریقہ۔ ۱۱۸
مال حرام کے مصرف خیر میں لانے کا حیلہ۔ ۱۲۲
ٹھیکہ داری کو حدود شرع میں کرنے کی تدبیریں۔

سیر

اسلام کی شرکت سے انکار کرنے والا کافر ہے۔ ۱۲۱
مسلمان وقف کر کے مرتد ہو جائے تو وقف
باطل ہو جاتا ہے۔ ۱۳۱
جو کہے کہ عالموں کے منہ میں پیشاب کرتا ہوں
یا کہے کہ خدا اوپر ہے یہاں آئے تو اس کو ہم
درست کر دیں گے، مرتد ہے، اس کے احکام
مرتدین کے ہیں۔ ۲۲۰
کافر ذمی بلکہ مستامن بھی تابع مسلم ہے۔ ۳۸۱
اسلامی سلطنت میں کفار تابع مسلمین ہوتے ہیں ۳۸۳
اس زمانہ کے روافض مرتد ہیں ان کی بنوائی
مسجد مسجد نہ ہوگی۔ ۴۰۳
مرتد کی بنوائی ہوئی مسجد کو سنی نے خرید کر مسجد
کر دیا تو اس کے مسجد ہونے نہ ہونے کی
صورتوں کا بیان۔ ۴۰۴
مرتد کے حالت اسلام کا کسب، اس کے
مسلمان وارثوں کا ہے اور زمانہ ارتداد کا
کسب فے ہے۔ ۴۰۴
مرتد کا مال اس کے مرنے کے بعد فے
مسلمین ہے۔ ۴۶۶
کافر غیر ذمی، غیر مستامن کا مال نقض عہد کے

Marfat.com

بغیر حاصل ہو تو مسلمان کے لئے حلال ہے۔

مسجد کو انہدام کے بعد کافر بنائے مسجد ہی رہے گی۔ ۴۶۶

مرتد کا وقف موقوف رہتا ہے، مسلمان ہو جائے تو صحیح ہو جاتا ہے، مرتد مر جائے تو فنے ہو کر صحیح ہو جاتا ہے۔ ۴۶۶

تبرائی کا وقف جائز نہیں، اس کے مرنے کے بعد مسلمان اس میں جو تصرف چاہیں کر سکتے ہیں ۵۰۴

روافض زمانہ علی العموم کفار و مرتد ہیں۔ ۵۲۴

مرتدوں کا مسجد میں کوئی حق نہیں۔ ۵۲۴

ارتداد کے بعد تمام علائق ختم ہو جاتے ہیں۔ ۵۲۴

کفری عقائد کی تائید کفر ہے۔ ۵۶۲

تقدیر کا منکر رافضی معتزلی ہے اور محبوبانِ خدا سے توسل کا منکر نجدی وہابی، ایسے شخص کو سُنّی حنفی مسلمانوں کے مدرسہ کا مہتمم نہیں رکھا جا سکتا۔ ۵۸۵

جو کہے میں مسائل شرعیہ نہیں جانتا وہ اسلام سے خارج ہو گیا۔ ۵۸۷

جو رافضی شیخین رضی اللہ تعالے عنہم کو گالی دے کافر ہے۔ ۶۰۹

اگر حضرت علی کو صرف افضل مانے تو گمراہ ہے کافر نہیں۔ ۶۰۹

رافضی صحابہ کرام کو کافر کہتے ہیں تو ہم انھیں کافر کہیں گے۔ ۶۰۹

رافضیوں کا قول کہ آواگون ہوتا ہے' اور امام غائب خروج کریں گے، کفر ہے۔ ۶۰۹

ذمی کافر کا حکم اکثر معاملات میں مسلمانوں جیسا ہے۔ ۶۱۵

حربی سے مطلقاً قطع تعلق کا حکم ہے مرتدان سب میں اخبث ہے۔ ۶۱۵

مرتد کو پادشاہِ اسلام غور فکر کے لئے جیل میں تین دن کی مہلت دے گا۔ ۶۱۵

صرف ذمی کے لئے یہ حکم ہے کہ اس کی ولایت صحیح ہے۔ ۶۱۶

مرتدین کے احکام۔ ۶۱۸

ترغیب و ترہیب

تین عملوں کا ثواب موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ ۱۱۶

حرص و آز کی مذمت اور قناعت کے فضائل ۲۱۵

اسراف کی مذمت۔ ۲۲۰

صحیح حدیث کا ارشاد ہے کہ جو ایک بالشت زمین غصب کرے گا زمین کے ساتوں طبقوں تک اتنا حصہ توڑ کر روزِ قیامت اس کے گلے میں طوق ڈالا جائے گا۔ ۲۳۲

ویرانیِ مسجد کے خواستگار کے لئے وعید شدید ۲۸۹

بے گناہ بے زبان جانور پر ظلم آدمیوں کی ضرر رسانی سے شدید تر ہے۔ ۳۱۰

دنیا گزشتنی ہے ایک دن انصاف کا آنے والا ہے۔ ۳۱۰

Marfat.com

ثواب وعذاب اور جنت وجہنم مکلفین کے لئے تیار کئے گئے ہیں۔ ۳۱۰
مسجد میں بات نیکیوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جیسے جانور گھاس کو۔ ۳۱۱
مسجد میں دنیا کی بات کرنے والوں کے منہ سے بدبو نکلتی ہے۔ ۳۱۲
بٹیر بازی کبوتر بازی سے بھی زیادہ سخت قبیح اور شنیع ہے، مسلمانوں پر ظلم کرنے سے زیادہ سخت جانوروں پر ظلم کرنا ہے، عام مسلمانوں پر واجب ہے کہ ایسے افعال شنیعہ سے روکیں۔ ۳۱۵
جو لوگ گناہ میں شریک نہ ہوں مگر گناہ کرنے والوں کو باوصف قدرت منع نہ کریں وہ بھی ماخوذ وگرفتار ہیں۔ ۳۱۵
سچے دل سے توبہ اللہ قبول کرتا ہے۔ ۳۲۲
اتفاق و اتحاد کی ہدایت۔ ۳۳۱
اعدام مسجد پر وعید شدید۔ ۳۵۰
قیل و قال، کثرت سوال اور اضاعت مال اللہ تعالے کو ناپسند ہیں۔ ۳۵۵
فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ ۳۵۵
فتنہ قتل سے شدید تر ہے۔ ۳۶۷
ہر مسلمان لاسیما اہل علم کو انکشاف حق کے لئے مستعد رہنا چاہئے۔ ۳۷۱
حرام شرعی کو حسب دلخواہ نہایت مسرت خیز، موجب اطمینان و دلجمعی مسلمانان قرار دینا اور اس کے دن کو اسلامی تاریخ کا زریں دن کہنا اشد ظلم ہے۔ ۳۸۶
مسجد کی مسجدیت کا ابطال شعار اسلام کا ہتک وابتذال ہے۔ ۳۹۰
سبیل نجات ۳۹۸
گناہ کبیرہ پر توبہ لازم ہے۔ ۳۹۸
جیسا گناہ ویسی ہی توبہ چاہئے۔ ۳۹۸
مسجد کی بےحرمتی میں مداہنت کرنیوالوں کیلئے وعید شدید۔ ۳۹۹
مسجد کی بےحرمتی پر مصالحت کرنیوالوں کو نصیحت ۳۹۹
ہر طبقہ کے مسلمانوں پر فرض ہے کہ اپنے منصب کے لائق مساجد کو بےحرمتی سے بچاکر دنیا میں سرخرو اور آخرت میں مثاب ہوں ۴۰۰
پختہ مسجد بنانے کا ثواب۔ ۴۲۵
جو منتظم مسجد کی چٹائی کوٹھری میں بند کردے اور اپنی چٹائی بچھاکر نماز پڑھنے نہ دے ظالم ہے ۴۳۱
مال وقف پر اپنا قبضہ جمانے والا، نمازیوں کو مسجد کی اشیاء سے روکنے والا موذی اور قابل اخراج ہے۔ ۴۳۷
چنگاری پر پیر رکھنا قبر روندے سے آسان ہے ۵۰۸

حدود وتعزیر

ہندوستان میں خلاف شرع حرکتوں کی بڑی تعزیر یہ ہے کہ مسلمان ایسے شخصوں سے مقاطعہ کریں۔ ۱۶۳

Marfat.com

ہر متولی و منتظم خیانت ظاہر ہونے کے بعد معزول کیا جا سکتا ہے۔ ۲۲۶

مسجد پر قبضہ کرنیوالے رذٗو خوار فسادی سے قطع تعلق کا حکم ہے۔ ۴۰۹

طالب علم کی شرعی حدِ تعزیر۔ ۴۱۹

کنوئیں پر کھینچی ہوئی دیوار کو اپنا آلہ تناسل بتانا کفر نہیں بیہودگی ہے۔ ۵۰۳

ہندوستان میں تعزیہ کی صورت صرف مقاطعہ ہے۔ ۵۷۴

رافضیوں کو متولی بنانے والے تعزیہ کے مستحق ہیں۔ ۶۱۸

فضائل و مناقب

اعلحضرت کے معاصر علمائے اہلسنت کے القاب۔ ۲۰۲

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے حضرت کعب ابن زہیر رضی اللہ تعالٰے عنہ سے قصیدہ نعتیہ سن کر ردائے مبارک عطا فرمائی۔ ۲۱۸

علماء نے اس کوڑے کی بھی تعظیم کا حکم دیا ہے جو مسجد سے جھاڑ کر پھینکا جاتا ہے۔ ۲۷۹

تعمیر مسجد کے فضائل قرآن وحدیث سے۔ ۲۸۹

طاق عدد اللہ تعالٰے کو محبوب ہے۔ ۲۹۹

مسجد بنانا باعثِ اجرِ عظیم ہے۔ ۳۰۰

نئی مسجد تعمیر کرنے سے بہتر پرانی مسجد کا آباد کرنا ہے۔ ۴۱۳

ایک حدیث شریف کا مضمون کہ قیامت کے دن مسجد کی ساری زمین جنت میں داخل کی جائے گی۔ ۴۲۶

مسجد اور مدرسہ میں افضل مسجد کی تعمیر ہے' علم دین کی تعلیم البتہ فرض ہے۔ ۴۶۳

مدرسہ بنانا بدعتِ مستحبہ ہے۔ ۴۶۳

امورِ خیر کے لئے چندہ کرنا حدیث شریف سے ثابت ہے۔ ۴۶۸

کہاں وقف افضل ہے اور کہاں تصدق افضل ہے، اس امر کی تفصیل۔ ۶۲۷

مناظرہ

جوابِ استفسار اول پر نظر۔ ۳۷۲

مولوی صاحب کے اغماض نے اصل معاملہ میں پیچیدگیاں اور دشواریاں پیدا کردی ہیں۔ ۳۷۴

روایت امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخالفِ مذہب جمہور نہیں۔ ۳۷۶

مولوی صاحب نے جو مصالحت مسجد کے بارے میں کی ہے کوئی ہندو اس کو شوالہ کے بارے میں قبول نہیں کرسکتا، اور نہ ہی خود مولوی صاحب اس کو اپنے مکان سکونت کے بارے میں گوارا کریں گے۔ ۳۷۷

مولوی صاحب کی مصالحت کا حاصل۔ ۳۷۸

Marfat.com

جواب استفسار دوم پر نظر۔ ۳۸۰

"فیصلہ کانپور پر ایک نظر" کا ردِّ بلیغ۔ ۳۸۰

عالم مصالح کی تدبیر اول نامنظور و شنیع ہونے کا بیان۔ ۳۸۰

ایک صحیح مسئلہ کو موقع سے متعلق سمجھنے میں مولوی صاحب سے بکثرت خطائیں ہوئیں۔ ۳۸۱

تجویز دوم کی شناعتیں۔ ۳۸۴

ایک عذر گناہ بدتر از گناہ کا رد۔ ۳۸۷

متعلق جواب استفسار سوم۔ ۳۸۹

متعلق جواب استفسار چہارم۔ ۳۹۱

متعلق جواب استفسار پنجم۔ ۳۹۳

متعلق جواب استفسار ششم۔ ۳۹۵

مولوی صاحب کی مصالحت سے لازم آیا کہ مسجد، مسجد تو درکنار سرے سے وقف ہی نہ ٹھہرایا۔ ۳۹۵

متعلق جواب استفسار ہفتم۔ ۳۹۵

الزام کی تین صورتیں۔ ۳۹۵

اس امر کے روشن ثبوت کہ مصالحت مذکورہ کی کاروائی ایک شخصی کاروائی ہے نہ کہ مسلمانوں کی۔ ۳۹۶

سیاست

جرم بغاوت کو تمام دنیوی سلطنتیں سنگین ترین بلکہ ناقابلِ معافی قرار دیتی ہیں۔ ۳۷۴

تاریخ و تذکرہ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مسجدوں میں مینار اور کنگورے نہیں تھے بعد میں قلوب عوام میں عظمت ڈالنے کے لئے علماء اور عوام مسلمین نے اس کو مستحسن سمجھا۔ ۲۹۱

ایک عورت بلی کو قید کرنے کی وجہ سے جہنم میں گئی۔ ۳۱۰

مسجد نبوی کی تاریخ۔ ۴۲۵

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کفار مکہ سے تصرف مسلمین پر شرط بدل کر مال لیا۔ ۵۱۲

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عمل۔ ۵۸۵

موقع تہدید میں ہماری مسجد کہنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ ۵۹۵

روافض کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی۔ ۶۱۱

امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نصرانی کو کاتب بنانے سے منع کیا۔ ۶۱۲

اسماء الرجال

اشباہ نظائر کے مصنف امام ابراہیم نہیں ہیں ۴۵۶

تصوف و طریقت

سجادگی میں معروف یہی ہے کہ وہ سجادہ نشین

Marfat.com

ہوسکتا ہے جو اس سلسلہ میں ماذون و مجاز ہو۔ ۵۹۲
شیخ بے سجادہ نشین مقرر کئے مرگیا، بعد میں لوگوں نے کسی کو اس کا گدی نشین کر دیا، یہ جائز نہیں۔ ۵۹۳

جرح و تعدیل

فضیلتِ مسجد سے متعلق دو حدیثوں کے مؤول اور معلل ہونے کا بیان۔ ۴۲۶
مسجد کے اردگرد کی زمین کا داخلِ جنت ہونا ثابت نہیں۔ ۴۲۶

امانت

امانت کا اپنے صرفہ میں لانا حرام ہے، توبہ استغفار لازم اور تاوان واجب ہے۔ ۴۸۹

متفرقات

شامی پر تنقید۔ ۱۹۲
جس سے انسان ایذا پاتا ہے اس چیز سے ملائکہ بھی ایذا پاتے ہیں۔ ۲۳۳
مصنف علیہ الرحمۃ کی نہایت شاندار تحقیق کہ امام ابویوسف کی روایت نادرہ ان کے مفتی بہ قول پر متفرع ہے۔ ۲۶۳
امام ابویوسف کی روایت کا حاصل۔ ۲۶۳
مصنف علیہ الرحمۃ کا شامی پر ایک حاشیہ۔ ۲۷۴
جس بات سے آدمیوں کو اذیت پہنچتی ہے فرشتے بھی اس سے اذیت پاتے ہیں۔ (حدیث) ۲۸۸
آج کل یہ طرز تعمیر مسجد کی حفاظت اور اس کے امتیاز کا بھی ذریعہ ہے۔ ۲۹۴
چند فتووں کی اصلاح۔ ۳۳۱
مسجد میں درخت لگانے کی مختلف صورتوں کا حکم۔ ۳۳۷
خانیہ، بحر، حاوی، درمختار کی عبارتوں کا صحیح محمل۔ ۳۴۰
اشباہ نظائر کی طرف منسوب ایک غلط عبارت کی تصحیح۔ ۳۵۶
اشباہ کی دوسری عبارت کی تشریح۔ ۳۵۷
چھت اور زمین دو مترادف الفاظ نہیں ہیں۔ ۳۷۲
مسئلہ کی تفہیم کے لئے ایک دلنشیں مثال۔ ۴۱۱
امام نسفی اور صاحب بیان القرآن کے اقوال میں تطبیق۔ ۴۴۶
مسجد میں درخت لگایا گیا تو کب مسجد کا ہو گا اور کب لگانے والے کا، اور مسجد میں لگے ہوئے درخت کے اکھاڑنے اور نہ اکھاڑنے کی تفصیل۔ ۴۵۳
مشترک روپیہ مسجد میں لگانے کا مسئلہ۔ ۴۶۲
ایک لا معلوم الجہۃ زمین کے متعلق استفسار ۴۷۴
اس شرط پر کسی کی ممبری کے لئے کوشش کرنا کہ مسجد میں دو ہزار روپیہ دے، معاملہ کی تصحیح کی مختلف صورتیں اور مصنف کی ژرف نگاہی۔ ۴۷۸

Marfat.com

واقف ناظر کو معزول کر کے خود متولی بنے اس مسئلہ میں صاحبین کے اختلاف اور قول مفتیٰ بہ کی تحریر۔ ۵۱۹

نسلاً بعد نسلٍ اور بطناً بعد بطنٍ کی توضیح۔ ۵۵۵

سجادہ نشینی خلافتِ خاصہ ہے اور سجادہ نشین کے فرائض میں اجرائے سلسلہ تولیت اور جملہ نظم و نسق عزل و نصب اور صاحبِ سجادہ کی نیابتِ مطلقہ داخل ہے۔ ۵۹۲

شامی کی عبارت کا مطلب۔ ۶۱۶

٭ ٭ ٭

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الشرکۃ
(احکامِ شرکت کا بیان)

مسئلہ ۱ ۱۶ جمادی الآخر ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے دیار میں دستور ہے کہ پاٹ سن کی ڈھیر علیحدہ علیحدہ پانی میں بھگوتے ہیں، امسال کنوار کے مہینہ میں بہت سخت طوفان اور بارش کے سبب سے سب کے ڈھیر کو اکٹھا کر ڈالا، بعدہٗ اکثر نے نہیں لیا بعض نے اس مال کو قبض کیا اور انتظام دے کر طیار کیا اب قبض کرنے والے بعض ان اکثر کو کہتے ہیں تمہارا جتنا ہو لے لو، وہ لوگ کہتے ہیں جب ہمارا مال کا کوئی شناخت نہیں ہم نہیں لیتے، اب قبض کرنے والے لوگ خود خرچ کریں یا فقراء اور مساکین کو تقسیم کر دیں اور قبض کرنے والے پر حلال ہو تو فقراء اور غنا ہونے میں برابر ہے یا تفاوت ہے؟

الجواب

جب وُہ لوگ نہیں لیتے تو قابضین صرف اپنا حصّہ لے لیں باقی فقراء پر تصدق کر دیں، ان میں اگر کوئی فقیر ہے تو اسے بھی دے سکتے ہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲ از کوہ نینی تال ۱۲ جمادی الاول ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محمود بیگ و عبدالغفور بیگ دو بھائیوں کی دُکان کوہِ نینی تال پر تھی، دونوں نے مال و اسباب دُکان اپنے باپ کے ترکہ سے پایا اور دونوں یکجا کارکن رہے اور یکجا ان کا

Marfat.com

خورد ونوش تھا، کوئی غیریت کسی بات میں نہ تھی، محمود بیگ مع اپنی والدہ ولایتی بیگم کے آمدنی دکان سے چھ سو روپے حج کو گیا اور سب سامانِ دکان عبدالغفور بیگ کے سپرد کرگیا، بعد اُن کی واپسی کے پھر عبدالغفور بیگ اسی آمدنی سے تین سو روپے لے کر حج کو گیا اور اپنی زوجہ امراؤ بیگم اور ایک لڑکا یکماہہ عبدالشکور اپنی والدہ اور بھائی کے پاس چھوڑ گیا، راستہ میں مقام احمد آباد میں اس کی طبیعت بگڑی، کل اسباب اسٹیشن پولیس میں داخل کرکے محمود بیگ کو تار دیا، وہ فوراً روانہ ہوا وہاں پہنچ کر معلوم ہُوا کہ عبدالغفور بیگ نے انتقال کیا وُہ روپیہ اور اسباب جو اسٹیشن میں تھا محمود بیگ واپس لایا، اس صورت میں اس روپے کی نسبت کیا حکم ہے؟ یہ صرف محمود بیگ کو ملے گا یا وارثانِ عبدالغفور بیگ بھی اس سے حصہ پائیں گے اور کیونکر پائیں گے؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا (بیان کیجئے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

جبکہ وُہ تین سو روپیہ اسی دُکانِ مشترک کی آمدنی تھا جس کے دونوں بھائی بحصہ مساوی مالک تھے تو وُہ روپیہ بھی نصف نصف ان دونوں کی ملک تھا، سائل مظہر کہ روپیہ عبدالغفور بیگ اپنے بھائی کی اجازت سے لے گیا تھا اب یہ اجازت قرض تھی خواہ ہبہ خواہ اباحت، بہرحال کُل یا بعض جس قدر باقی تھا جسے محمود بیگ احمد آباد سے لے آیا اس کے مقدار نصف میں محمود بیگ کا حق ہے اور نصف عبدالغفور بیگ کا کہ برتقدیر عدمِ موانع و وارث آخر و تقدیم ماتقدم چوبیس ۲۴ سہام ہوکر اس کے وارثوں پر یُوں تقسیم ہوگا:

امراؤ بیگم —— ۳

ولایتی بیگم —— ۴

عبدالشکور —— ۱۷

بحالت قرض تو ظاہر کہ نصف مضمون تھا تو ما ف ۵ کا مطالبہ محمود بیگ کا ترکہ عبدالغفور پر رہا خواہ اسی روپے سے ادا کریں یا اس کے غیر سے لان الدیون تقضی بامثالھا (کیونکہ قرض اپنی مثل سے ادا کیا جاتا ہے۔ ت) اور بحالت اباحت بھی ظاہر کہ اباحت بعد موت باطل ہوجاتی ہے،

لانھا لیست تملیکا حتی تجری فیھا الارث بل تحلیل تصرف للمباح لہ فاذا مات اومات المبیح بطلت اما فی الثانی فلا نتقال الملک کما علل بہ فی الخیریۃ واما فی الاول فلعدم الملک لینتقل کما اشرنا الیہ۔

کیونکہ یہ تملیک نہیں ہے تاکہ اس میں وراثت جاری ہو بلکہ اس کے لئے ایک مباح چیز میں تصرف کو حلال قرار دینا ہے تو جب وُہ یا مباح کرنے والا فوت ہوجائے گا تو باطل ہوگی، لیکن ثانی میں تو ملکیت کے انتقال کی وجہ سے جیسا کہ فتاوٰی خیریہ میں اس کو وجہ بتایا ہے مگر پہلی میں ملکیت نہیں تاکہ منتقل کیا جائے جیسا کہ ہم نے اس کا اشارہ دیا ہے۔ (ت)

Marfat.com

اور بحالت ہبہ تین سو میں سے ڈیڑھ سو کا ہبہ قابل قسمت میں ہبہ مشاع ہے کما نص علیہ علماؤنا فی غیر ما کتاب (جیسا کہ اس پر ہمارے علمائے متعدد کتب میں نص فرمائی ہے۔ ت) اور ایسا ہبہ مذہب صحیح پر محض بے اثر کہ بعض قبض بھی مورث ملک نہیں ہوتا جب تک جدا کرکے واہب کی طرف سے تسلیم نہ واقع ہو کما حققہ فی الخیریۃ والعقود الدریۃ ورد المحتار وغیرہا (جیسا کہ خیریہ، عقود دریہ اور رد المحتار وغیرہ میں اس کی تحقیق فرمائی ہے۔ ت) تو وہ ڈیڑھ سو بدستور ملک محمود بیگ پر رہے، ان دونوں صورتوں میں بعینہٖ انھیں روپوں کا نصف محمود بیگ کو ملنا چاہئے، غرض باقی کی نصف مقدار میں ہر طرح محمود بیگ کا استحقاق ثابت، ہاں جس قدر عبدالغفور بیگ صرف کرچکا تھا اس کا نصف بھی محمود بیگ کو ملے یا نہیں، یہ محل نظر ہے، اگر ثابت ہو کہ وہ روپے اس نے قرضاً یا ہبۃً دئے تھے تو بیشک ملنا چاہئے لضمان القرض وبطلان الھبۃ فانقلبت مضمونۃ بالاستھلاک (قرض کے ضمان اور ہبہ کے بطلان کے سبب لہذا ہلاک کرنے پر ضمان ہوگا۔ ت) اور اگر اباحۃً دئے تھے یعنی مجرا لینا منظور نہ تھا نہ ان ڈیڑھ سو کا عبدالغفور بیگ کو مالک کیا تھا بلکہ جیسے بحالتِ اتحاد و یکجہتی ایک مال دوسرے کے خرچ میں آجاتا ہے اور اس کا معاوضہ مقصود نہیں ہوتا یوں دئے تھے تو جو صرف ہوگئے ہوگئے ان کا بدل محمود بیگ کو نہیں مل سکتا لان الاباحۃ تصح فی المشاع ولا تضمن (کیونکہ اباحت حصص والی چیز میں صحیح ہوتی ہے اور اس پر ضمان نہیں آتا۔ ت) اور بیشک عرف ناس پر لحاظ سے یہاں ظاہر یہی صورت ہے اور ظاہر پر عمل واجب جب تک دلیل سے اس کا خلاف نہ ثابت ہو، کہ عرفِ اعظم دلائل شرعیہ سے ہے۔ خیریہ میں ہے:

ان کان العرف قاضیا بانھم ید فعونہ علٰی وجہ البدل یلزم الوفاء بہ، وان کان العرف بخلاف ذٰلک بان کانوا لاینظرون فی ذٰلک الٰی اعطاء البدل فلا رجوع فیہ بعد الھلاک والاستھلاک والاصل فیہ ان المعروف عرفا کالمشروط شرعا[1] اھ ملخصًا۔

اگر عرف بتائے کہ لوگ اس کو بدلہ کے طور پر دیتے ہیں تو پھر بدلہ پورا کرنا لازم ہے، اور اگر عرف اس کے خلاف ہو کہ لوگ اس میں عوض کے منتظر نہیں ہوتے تو پھر ہلاک کرنے یا ہلاک ہوجانے پر رجوع نہیں کیا جائے گا، اور اس کا قاعدہ یہ ہے کہ عرف میں مشہور معاملہ شرعاً مشروط کی طرح ہوتا ہے اھ ملخصاً (ت)

ظہیریہ میں امام فقیہ ابواللیث رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے منقول:

التعویل علی العرف حتی یوجد وجہ یستدل بہ علی غیر ما قلنا[2]۔

عرف پر اعتماد ہوگا اگر موجود ہو تو یہ قابلِ استدلال وجہ بن سکے گا، جیسا کہ بہت دفعہ ہم ذکر کرچکے ہیں (ت)

---

[1] الفتاوی الخیریۃ کتاب الھبۃ دارالمعرفۃ بیروت ۲ / ۱۱۱

[2] فتاوٰی ظہیریۃ

Marfat.com

ولہذا با آنکہ اگر زید عمرو کو کچھ روپے دے کہ خرچ کرے، یا اپنی حاجتوں میں اٹھا، یا ان سے راہِ خدا میں جہاد کر، تو قرض ٹھہرتا ہے اگر شوہر عورت کو دے کہ کپڑے بنا کر میرے پاس پہن ہبہ ٹھہرے گا، یونہی طالب علم کو لکڑیاں وغیرہ دیں کہ اپنی کتابوں میں صرف کیجئے ہبہ قرار پائے گا کہ یہاں عرف قاضی تملیک ہے۔ عقود الدریہ میں ہے:

دفع الیہ دراھم فقال لہ انفقھا ففعل فھو قرض کما لو قال اصرفھا الی حوائجک[1]

ایک نے دوسرے کو کچھ دراہم دئے کہ خرچ کرو تو اس سے لے کر خرچ کرلئے تو یہ قرض قرار پائے گا جیسے کوئی یوں کہے کہ یہ اپنی ضروریات میں صرف کرو (ت)

عالمگیریہ میں ہے:

رجل قال لاٰخر خذ ھٰذا المال واغز فی سبیل اللہ عزوعلا فھو قرض کذا فی الظھیریۃ[2]

اگر یوں کہا یہ مال لو اور فی سبیل اللہ جہاد کرو، تو یہ قرض شمار ہوگا، ظہیریہ میں یونہی ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

اعطی لزوجتہ دنانیر لتتخذ بھا ثیابا وتلبسھا عندہ فدفعتھا معاملۃ فھی لھا قنیۃ[3]

خاوند نے بیوی کو کچھ دینار دئے کہ وہ کپڑا لے کر گھر میں لباس کے طور پہنے تو بیوی نے وہ دینار آگے معاملہ کے طور پر کسی کو دے دئے تو بیوی کو اختیار ہے، قنیہ (ت)

ہندیہ میں ہے:

قال لمتفقہ اصرف ھذہ الخشبۃ الی کتبك فھوھبۃ والصرف الی الکتب مشورۃ کذا فی القنیۃ[4]

کسی نے طالبعلم کو کہا کہ یہ لکڑی لے جاکر اپنی کتب کے لئے استعمال کرو، تو یہ ہبہ ہوگا، اور کتب کے لئے استعمال صرف مشورہ ہوگا، جیسا کہ قنیہ میں ہے (ت)

اسی طرح اگر کسی کو مثلاً قاب پلاؤ یا اور کوئی عاریت کا نام کرکے دیا تو قرض ٹھہرے گا لان عاریۃ مالا ینتفع بہ الا بالاستھلاك قرض (کیونکہ ایسی چیز کو عاریۃً دینا جس کو صرف کرکے ہی نفع لیا جاسکتا ہے تو وہ قرض ہوتا ہے۔ ت) اور ان میں باہم دوستی واتحاد ہے تو اباحت لمکان العرف (اباحت ہے کیونکہ یہی عُرف ہے۔ ت) درمختار

---

[1] العقود الدریۃ تنقیح الفتاوی الحامدیۃ کتاب الھبۃ تاجرانِ کتب ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۹۱
[2] الفتاوی الھندیۃ " الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۳۷۵
[3] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۵۰۹
[4] الفتاوی الھندیۃ کتاب الھبۃ الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۳۷۶

Marfat.com

میں ہے :

لو اعارہ قصعۃ ثرید فقرض ولو بینھما مباسطۃ فاباحۃ[1] — اگر ثرید کا پیالہ عاریۃً دیا تو قرض ہوگا اور لین دین والوں میں بے تکلفی ہو تو یہ اباحت ہے (ت)

بالجملہ مدار عُرف پر ہے اور یہاں عرف قاضی اباحت کہ جو بھائی باہم یکجا رہتے اور اتفاق رکھتے اور خورد و نوش وغیرہا مصارف میں غیریت نہیں برتتے، ان کی سب آمدنی یکجا رہتی ہے، اور جسے جو حاجت پڑے بے تکلف خرچ کرتا اور دوسرا اس پر راضی ہوتا اور واپسی کا ارادہ نہیں رکھتا، نہ وہ آپس میں یہ حساب کرتے ہیں کہ اس دفعہ تیرے خرچ میں زائد آیا اتنا مجرا دے، نہ صرف کے وقت ایک دُوسرے سے کہتا ہے میں نے اس روپے سے اپنے حصے کا تجھے مالک کردیا بلکہ یہی خیال کرتے ہیں کہ باہم ہمارا ایک معاملہ ہے جس کا مال جس کے خرچ میں آجائے کچھ پروا نہیں، اور یہ عین معنی اباحت وتحلیل ہے تو جب تک اس کا خلاف دلیل سے ثابت نہ ہوگا اباحت ہی قرار دیں گے اور زرِصرف شدہ کا نصف محمود بیگ کو نہ ملے گا، واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۳: از ریاست رام پور بلاسپور دروازہ مرسلہ شہزادہ میاں معرفت حضرت مولوی سیّد خواجہ احمد صاحب ۱۴ صفر ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک اراضی تعدادی ۳ عـــہ لعہ پختہ کے چند اشخاص بذریعہ میراث بطور اشتراک مالک تھے اور اسی طرح چند روز تک مالک رہے، منجملہ اراضی مذکورہ کے للعہ بسوہ عـــہ پختہ اراضی پر منجانب سرکار قبضہ ۱۳۰۶ف میں ہوگیا، یہ مقبوضہ اراضی سرکار وہ ہے کہ جس میں اشخاص مذکورہ بالا کے مورث نے بازار پینٹھ لگایا تھا، بعد ازاں اراضی مذکورہ مع اس اراضی پینٹھ والے کے ۱۳۱۴ فصلی میں باہم تقسیم ہوگئی اور عملدرآمد سرکار میں بھی اس تقسیم کا ہوگیا اور حصص ہر ایک کے مشخص اور ممتاز ہوگئے مثلاً زید کے حصے میں یہ اراضی مقبوضہ سرکار پینٹھ والی مع کچھ دیگر اراضی کے جملہ لعہ عکہ پختہ آئی اور سب شرکاء رضامند اس تقسیم ہوگئے اور زید نے اور ایک بسوہ بسگہ اراضی دیگر شرکاء سے منجملہ ۳ بگہ پختہ کے خرید بھی لی بعدان معاملات کے زید نے سرکار میں چارہ جوئی کی اور چاہا کہ سرکار اپنا قبضہ اراضی پینٹھ مذکور پر سے اٹھالے، سرکار نے قبضہ تو نہیں اٹھایا لیکن معاوضہ میں بجائے قبضہ اٹھانے کے دیگر اراضی دے دینے کا حکم دے دیا اور سرکار کے قبضہ کو اس اراضی پر ۱۸ اٹھارہ سال ہوئے، ۱۷ سترہ سال کے منافع کے بابت اندازہ ظاہر کرکے صرف مبلغ اعـــہ لعہ للعہ نقدی دے دینے کا بھی حکم صادر فرمادیا۔ اب دیگر شرکاء زید جو اس کے سابق میں شریک تھے وُہ چاہتے ہیں کہ اس زرِ نقد سرکار کے عطیہ میں سے ہم کو بھی ملنا چاہیے، جس حاکم کے قبضہ میں وُہ روپیہ ہے اُن کی رائے ہے کہ روپیہ مذکورہ ۱۷ سترہ سال پر

---

[1] درمختار کتاب العاریۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۵۶

Marfat.com

بانٹا جائے۔ جب سے کہ تقسیم ہوگئی ہے یعنی ۱۳۱۴ف لغایت ۱۳۲۵ فصلی، تو زید کو تنہا جائے، اور جتنے زمانہ تک اراضی مشترک یعنی از ابتدار لغایت ۱۳۱۳ف بلحاظ حصص شرکاء روپیہ تقسیم کیا جائے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اراضی پینڈ والی اب سرکار میں خالص حق و ملک زید کی قرار پائی ہے اور زید ہی نے کوشش کرکے معاوضہ کا حکم کرایا، اور سرکار سے روپیہ بھی تنہا زید ہی کو دے دینے کا حکم ہوا، ایسی صورت میں کیا زمانہ اشتراک کا عذر کرکے دیگر شرکاء بھی رقم مذکورہ میں لینے کے مستحق ہیں یا کیا؟ امید کہ جواب صاف صاف بلا رُو رعایت تحریر فرمایا جائے، بینوا توجروا۔

الجواب

حق کے سوا کسی کی رو رعایت خادمانِ شرع کا کام نہیں، اگر وہاں کچھ فتوٰی نویس اس کے عادی سمجھے ہوں تو سب کو ان پر قیاس نہ کیا جائے، وُہ زمین اگر سب شرکاء کی طرف سے معد للاستغلال تھی اور ریاست کو اس کا علم تھا کما فی الدر عن الخیر الرملی (جیسا کہ درمختار میں خیر الدین رملی سے منقول ہے۔ ت) یا اس کا ایسا ہونا عام طور پر معروف تھا کمافی رد المحتار ویؤیدہ مسألۃ الخان والحمام فی الاشباہ والدر (جیسا کہ ردالمحتار میں ہے جس کی تائید خانوت اور حمام والا مسئلہ کر رہا ہے جو اشباہ اور دُرمختار میں مذکور ہے۔ ت) تو بلاشبہہ یہ معاوضہ تا زمانہ شرکت حسبِ حصص سب شرکاء کا ہے،

لان الاعداد قائم مقام الایجاب والاخذ مقام القبول فکانوا کلھم عاقدین فوجب الاجرلھم جمیعا۔

کیونکہ تیار کرنا ایجاب اور لینا قبول کے قائم مقام ہوتا ہے، تو یہ تمام لوگ عقد کرنے والے قرار پائینگے تو سب کے لئے معاوضہ واجب ہوگا۔ (ت)

اسی میں ہے یہ صورت کہ متصرف زید تھا اور وہ سب شرکاء کا کارکن، اور اس نے سب کے لئے اعداد کیا،

فانہ اذن منھم جمیعا بحکم الاذن ولوفی ضمن العموم۔

کیونکہ وُہ ان سب کی طرف سے اجازت ہوگی اگرچہ اذن عموم کے ضمن میں پایا گیا۔ (ت)

اور اگر اعداد سب کی طرف سے تھا زید نے تنہا اپنے لئے کیا اور اس حالت میں ریاست نے اُسے لیا اور اب یہ معاوضہ دیا تو اس کا مالک تنہا زید ہے،

لانہ ھو العاقد والمنافع لاتتقوم الابالعقد فلاتکون الالہ کمافی الھندیۃ والخیریۃ والعقود الدریۃ۔

کیونکہ وہ اکیلا ہی عاقد ہے جبکہ منافع صرف عقد سے قیمتی بنتے ہیں لہذا یہ صرف اسی کے لئے ہونگے جیسا کہ ہندیہ، خیریہ اور دُرر میں ہے (ت)

مگر تا زمانہ شرکت بقدر حصص شرکاء زید کے لئے ملک خبیث ہے لتصرف فی ملک غیرہ (غیر کی ملکیت میں تصرف کی وجہ سے) اس پر لازم ہے کہ اس قدر تصدق کرے یا شرکاء کو دے اور یہی اولٰی ہے کمافی الخیریۃ

Marfat.com

وغیرھا (جیساکہ خیریہ وغیرہ میں ہے۔ت) اور ان کے لئے طیب ہوگا لانہ نماء ملکھم (کیونکہ یہ ان کی ملکیت میں اضافہ ہوا ہے۔ت) اور اگر معد للاستغلال نہ تھی تو کسی شریک کے لئے کوئی معاوضہ ریاست کے ذمے نہ آیا لعدم الاجارۃ صراحۃ ولا دلالۃ (اس لئے کہ اجارہ نہ صراحۃً ہے نہ دلالۃً۔ت) جو کچھ دیا وہ محض ہبہ و عطیہ ہے جسے دیا تنہا اسی کا کام ہے اور تمام و کمال اس کے لئے طیب و حلال ہے،

لانہ لیس عوضا من مشترك حتی یحتمل اشتراك الشرکاء فیہ۔ (یہ مشترکہ چیز کا معاوضہ نہیں تاکہ اس میں شرکاء حضرات کی شرکت کا احتمال ہو۔(ت)

مگر یہ کہ شرکاء میں کوئی یتیم ہو تو البتہ اس کے حصے کے قابل بعد اخذ ریاست تا انتہائے شرکت جتنے دنوں وہ نابالغ رہا ہو اس قدر کا حصہ اس یتیم کو دینا واجب ہے،

لان منافع مالہ کمنافع الوقف مضمونۃ بالاستھلاك بلاشرط الاعداد کما فی الدر وغیرہ من الاسفار الغر۔ (کیونکہ یتیم کے مال کے منافع وقف کے منافع کی طرح ہلاک کرنے پر مضمون ہوجاتے ہیں اگرچہ یہ شرط نہ کی گئی ہو جیساکہ درمختار وغیرہ مشہور کتب میں ہے(ت)

یہ استثناء صورت ثانیہ میں بھی جاری ہوگا اور قدر حصہ یتیم میں زید تصدق کا اختیار نہ رکھے گا بلکہ یتیم ہی کو دینا واجب، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴ تا ۱۰ ازبنارس مسجد چوک کہنہ مرسلہ محمد سلیمان و محمد صاحبان ۲۲ جمادی الاولٰی ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس میں کہ خالد کے پانچ پسر زید، بکر، عمرو، حامد، جعفر اور تین دختر ہیں۔ خالد نے مکان مسکونہ بنوایا۔ زید، بکر، عمرو جن کی شادی ہوگئی تھی اور بالغ تھے کچھ روپے سے اس کی تعمیر میں خالد کے شریک ہوتے۔ چند سال بعد خالد نے اپنی جائداد منقولہ و غیر منقولہ، مکانات و اسباب دکانداری وغیرہ اپنی زوجہ ہندہ کے نام ہبہ کیا اور یہ مکان مسکونہ بھی اس ہبہ نامہ میں درج ہوا، ہبہ نامہ کی تحریر کے بعد تین سال تک خالد زندہ رہا مگر جائداد منقولہ و غیر منقولہ پر جس کو وہ ہندہ کے نام ہبہ کرچکا تھا خود قابض رہا۔ خالد کی حیات میں زید، بکر، عمرو، حامد واسطے خورد و نوش کے فی کس پانچ روپے دیتا تھا اور سبھوں کا کھانا یکجائی پکتا۔ جعفر صغیر سن تھا اسی وجہ سے شریک نہ تھا۔ ہر پسر اپنی اپنی آمدنی علیحدہ اپنے پاس رکھتا تھا اور امور خانگی میں خود خرچ کرتا تھا، صرف کھانا یکجائی تھا، بعد انتقال خالد ہندہ کے زمانہ میں بھی خورد و نوش کا ایسا ہی انتظام رہا، اور دکان بلا فہرست اسباب عمرو کے سپرد ہوئی اس شرط پر کہ وہ ایک آنہ ار فی روپیہ دستوری لے لیا کرے جب مال فروخت ہو، اور وہ حساب کتاب بھی لکھتا رہے۔

تھوڑے دنوں تک عمرو نے حساب کتاب لکھا مگر پھر خود ہی بند کردیا۔ بعد وفات خالد ہندہ کے حیات میں

Marfat.com

مکان مسکونہ میں تعمیر مزید کی ضرورت ہوئی اور حامد نے کام شروع ہونے میں روپیہ دیا روپے کی کمی عمرو پوری کرتا تھا جن کے تعلق دکان بھی اور اپنی انگریزی پہری بھی پہرتا تھا مگر آمدنی دونوں کی یکجا رکھتا تھا اس اثناء میں خاص اپنا روپیہ لگا کر زید نے اپنے لئے بنگلہ اس مکان مسکونہ میں اپنے روپے سے بنوایا جواب تک قائم ہے ہندہ کے انتقال کے بعد حامد نے ایک بنگلہ اپنے واسطے اس مکان مسکونہ میں اپنے روپے سے بنوایا، اور یہ اس روپے کے علاوہ ہے جو کہ حامد نے تعمیر مزید کے شروع کرنے میں دیا تھا، دیگر یہ کہ زید کی وفات کے بعد اس کی بیوہ کو دو آنہ فی یوم اب تک دکان سے جو عمرو کے متعلق ہے ملتا ہے۔ اور عمرو کا بیان ہے کہ دکان کے ذمہ قرض بھی ہے مگر خالد و ہندہ نے کوئی قرضہ نہیں لیا تھا اب وارثانِ خالد و ہندہ میں نزاع درپیش ہے مکان مسکونہ کس طور پر تقسیم ہوگا ؟

(۱) آیا زید و بکر و عمرو کا روپیہ جو حیات خالد و ہندہ میں لگا ہے مجرا ہوگا یا نہیں ؛

(۲) حامد کا روپیہ اور زید کا بنگلہ جس کا وقوع بعد انتقالِ خالد مگر ہندہ کی حیات میں ہوا ہے مجرا ہوگا یا نہیں ؛

(۳) حامد کا بنگلہ جو بعد وفات خالدہ و ہندہ کے تعمیر ہوا مجرا ہوگا یا نہیں ؛

(۴) دختروں کو مکان مسکونہ میں کس قدر حصہ پہنچ سکتا ہے صرف اس قدر مکان میں جو خالد کے انتقال کے وقت تھا یا نئی تعمیر سے لے کر ؟

(۵) عمرو کی دکان کا حساب نہ لکھنے پر کوئی الزام اس پر آسکتا ہے یا نہیں ؛

(۶) زید کے بیوہ کو دو آنہ فی یوم جو دکان سے ملتا ہے واپس ہوگا یا نہیں ؛

(۷) عمرو کو جو قرضہ دکان مجرا ہوگا یا نہیں ؟ فقط بیّنوا توجروا۔

الجواب

جواب سوال اوّل : ان مسائل میں اصلِ کلّی یہ ہے کہ جو شخص اپنے مال سے کسی کو کچھ دے اگر دیتے وقت تصریح ہو کہ یہ دینا فلاں وجہ پر ہے مثلاً ہبہ یا قرض یا ادائے دین ہے جب تو آپ ہی وہی وجہ متعین ہوگی اور اگر یہ کچھ ظاہر نہ کیا جائے تو دینے والے کا قول معتبر ہے کہ وہ اپنی نیت سے خوب آگاہ ہے اگر اپنی نافع نیت بتائے گا مثلاً کہے میں نے قرضاً دیا قرض میں دیا ہبہ مقصود نہ تھا تو اس کا قول قسم کے ساتھ مان لیا جائے گا اور جو اس کے خلاف کا مدعی ہو وہ محتاج اقامت بیّنہ ہوگا مگر جبکہ قرائن و دلائل عرف سے اس کا یہ قول خلاف ظاہر ہو تو نہ مانیں گے اور اسی کو اقامتِ بیّنہ کی تکلیف دیں گے بکثرت مسائل اسی اصل پر متفرع ہیں، مداینات العقود الدریۃ میں بزازیہ سے ہے :

القول قول الدافع لانہ اعلم بجھۃ الدفع[1] دینے والے کی بات معتبر ہوگی کیونکہ دینے کی وجہ کو وہ بہتر جانتا ہے (ت)

[1] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ کتاب المداینات القول قول الدافع الخ ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۲۴۲

Marfat.com

فتاوٰی قاضی خاں کتاب النکاح میں ہے:

دفع الٰی غیرہ دراھم فانفقھا وقال صاحب الدراھم اقرضتکھا وقال القابض لابل وھبتنی کان القول قول صاحب الدراھم۔[1]

ایک نے دوسرے کو کچھ درہم دئے تو اس نے لے کر خرچ کرلئے، دراہم دینے والے نے کہا میں نے تجھے قرض دئے تھے اور لینے والا کہتا ہے نہیں بلکہ تُو نے مجھے ہبہ دیا ہے، تو دینے والے کی بات معتبر ہوگی (ت)

جامع الفصولین فصل رابع وثلثین میں ہے:

صدق الدافع بیمینہ لانہ مملک۔[2]

دینے والے کی بات قسم کے ساتھ مصدق قرار پائے گی کیونکہ وُہ دینے والا ہے (ت)

وہیں ہے:

دفع الٰی ابنہ مالا فاراد اخذہ صدق انہ دفعہ قرضا لانہ مملک۔[3]

بیٹے کو کچھ مال دیا اب واپس لینا چاہتا ہے تو قرض کے طور پر دینا مانا جائے گا کیونکہ وہ دینے والا ہے (ت)

وہیں ہے:

یصدق المملک لانہ اعرف فقول العالم اولٰی بان یقبل من قول الجاھل الا فیما یکذب عرفا۔[4]

مالک بنانے والے کی تصدیق کی جائے گی کیونکہ وُہ بہتر جانتا ہے تو جاننے والے کی بات کو ماننا اولٰی ہے بجائے اس کے کہ جاہل کی بات مانی جائے الّا یہ کہ عرف اس کو جھوٹا قرار دے (ت)

ہدایہ میں ہے:

(من بعث الٰی امرأتہ شیئا فقالت ھو ھدیۃ وقال الزوج ھو من المھر فالقول قولہ) لانہ ھو المملک فکان اعرف بجھۃ التملیک کیف وان الظاھر انہ

جس نے بیوی کو کوئی چیز بھیجی تو بیوی نے کہا یہ ہدیہ ہے اور خاوند نے کہا یہ مہر میں شمار ہے، تو خاوند کی بات معتبر ہے کیونکہ وہ مالک بنانے والا ہے تو وہی تملیک کی وجہ کو بہتر جانتا ہے اس کے خلاف کیسے

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب النکاح فصل فی حبس المرأۃ نفسہا بالمہر نولکشور لکھنؤ ۱/۱۶۸
[2] و [3] و [4] جامع الفصولین فصل ۳۴ اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۲۱۶

Marfat.com

یسعی فی اسقاط الواجب (الی فی الطعام الذی یؤکل) فان القول قولها والمراد منه مایکون مهیأ للاکل لانه یتعارف هدیۃ الخ۔[1]

ہوسکتا ہے جبکہ ظاہر یہ ہے کہ خاوند اپنے ذمہ واجب کی ادائیگی میں کوشاں ہے ہاں کھائی جانیوالی چیز میں یہ بات ظاہر نہیں کیونکہ اس میں بیوی کی بات معتبر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وُہ چیز کھانے کے لئے مہیا کی گئی ہو کیونکہ عرفاً ایسی چیز ہدیہ قرار پاتی ہے الخ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

والذی یجب اعتبارہ فی دیارنا ان جمیع ماذکر من الحنطۃ واللوز والدقیق والسکر والشاۃ الحیۃ وباقیها یکون القول فیها قول المرأۃ لان المتعارف فی ذٰلك کله ارساله هدیۃ فالظاهر مع المرأۃ لامعه ولایکون القول له الا فی نحو الثیاب والجاریۃ۔[2]

ہمارے دیار میں گندم، بادام، آٹا، شکر، زندہ بکری اس کا گوشت وغیرہ مذکورہ تمام اشیاء میں بیوی کی بات معتبر ہوگی کیونکہ عرف میں ان تمام چیزوں کو ہدیہ کے طور پر ارسال کیا جاتا ہے اس لئے ظاہر عورت کی تائید کرتا ہے نہ کہ مرد کی، خاوند کی بات صرف کپڑوں اور لونڈی وغیرہ جیسی چیزوں میں معتبر ہوتی ہے (ت)

نہرالفائق میں ہے:

وینبغی ان لایقبل قوله ایضا فی الثیاب المحمولۃ مع السکر ونحوہ للعرف۔[3]

مناسب ہے کہ خاوند کی بات شکر وغیرہ کے ساتھ ارسال کئے گئے کپڑوں میں معتبر نہ ہو کیونکہ عرف یہی ہے۔ (ت)

حاشیہ ابی السعود الازہری علی الکنز میں ہے:

ینبغی ان یکون القول لها فی غیر النقود للعرف المستمر۔[4]

مناسب ہے کہ نقود کے غیر میں بیوی کی بات معتبر ہو کیونکہ عرف میں یہی جاری ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

کذا مایعطیها من ذٰلك او من دراهم

یُونہی شبِ زفاف کی صبح کو جو درہم یا دینار دئے جاتے ہیں

---

[1] الہدایۃ کتاب النکاح باب المہر المکتبۃ العربیۃ کراچی ٢/ ٣١٧
[2] فتح القدیر باب المہر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ٣/ ٢٥٦
[3] ردالمحتار بحوالہ النہر الفائق کتاب النکاح باب المہر داراحیاء التراث العربی بیروت ٢/ ٣٦٤
[4] فتح المعین علی شرح الکنز لمنلا مسکین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ٢/ ٧٠

Marfat.com

اودنانير صبيحة ليلة العرس ويسمى فى العرف صبحة فان كل ذٰلك تعورف فى زماننا كونه هدية[1]

ان کو عرف میں صبحہ کہا جاتا ہے کیونکہ ہمارے زمانہ میں یہ ہدیہ ہونے پر عرف بن چکا ہے۔ (ت)

پس صورت مستفسرہ میں اگر صراحۃً ثابت ہے کہ زید وعمرو وبکر نے یہ روپیہ اپنے باپ کو قرضاً دیا تھا تو ضرور واپس ہوگا، یا صراحۃً ثابت ہو کہ بطور حسنِ سلوک وخدمت پدر ہبۃً دیا تھا تو ہرگز واپس نہیں ہوسکتا لتحقق موانع عدیدۃ للرجوع (رجوع کرنے میں متعدد موانع پائے جانے کی وجہ سے۔ ت) یا ان کے یہاں معمول قدیم رہا ہو کہ جب کبھی ایسے صرف کی باپ کو ضرورت ہوئی ہے بیٹے اس کے شریک ہوئے ہیں اور وہ شرکت ہمیشہ بے قصد واپسی رہی ہے تو قول بقیہ ورثہ کا معتبر ہوگا کہ یہ دینا بھی اسی طرح تھا قرض نہ تھا دینے والے اگر مدعی ہوں کہ اس بار ہم نے قرضاً دیا تھا تو ازانجا کہ ان کا وہ عرف باہمی اس دعوے کے خلاف ہے بارِ ثبوت ان کے ذمہ ہے۔ فتاوٰی خیریہ میں ہے:

قد قال العلامة فى الاسرار امر رجلا بان يعمل له عمل كذا ولم ينطقا شيئا فى الاجر وعلمه ان كان العامل من قبل ممن يعمل له او للناس مثل هذا العمل بغير اجر كان متبرعا[2]

علامہ نے اسرار میں فرمایا ایک شخص نے دوسرے کو کوئی کام کرنے کو کہا اور اس پر انھوں نے معاوضہ ہونے نہ ہونے کا کوئی ذکر نہ کیا تو اگر کام کرنے والا قبل ازیں اس شخص کا کام بغیر اُجرت کرتا رہتا ہے یا دوسرے لوگوں کا کام بلا اجرت کرتا رہتا ہے تو مفت شمار ہوگا۔ (ت)

اور اگر سب کچھ نہ ہو تو عمرو بکر خود اور زید کے وارثوں کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا کہ یہ دینا بطور ہبہ نہ تھا مگر عمرو بکر کہ زندہ ہیں قطعی قسم کھائیں گے اور وارثانِ زید اپنے علم پر یعنی واللہ ہمیں نہیں معلوم کہ ہمارے مورث زید نے یہ روپیہ اپنے باپ خالد کو ہبۃً دیا تھا'

كما عرف من الحكم فى اليمين على فعل الغير فانها انما تكون على العلم لا مع البتات۔

جیسا کہ کسی دوسرے شخص کے کام کرنے کے متعلق قسم میں معلوم ہوچکا ہے کہ وہ حکم علم پر مبنی ہوتا ہے مطلقاً قطعی نہیں ہوتا۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح باب المہر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۶۴

[2] الفتاوی الخیریۃ کتاب الاجارہ دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۱۳۳

Marfat.com

جامع الفصولین میں ہے:

الوارث یصدق ان الاب اعطاہ بجھة الدین لقیامه مقام مورثه فیصدق فی جھة التملیك[1]

وارث کی یہ بات تسلیم کرلی جائے گی کہ والد نے فلاں کو چیز بطور قرض دی تھی کیونکہ وارث اپنے مورث کے قائم مقام ہوجاتا ہے اس لئے تملیک کی وجہ میں اس کی تصدیق کی جائے گی۔ (ت)

اس صورت میں اگر بقیہ ورثہ خالد مدعی ہبہ ہوں گواہ دیں واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

جوابِ سوال دوم: تقریر سوال سے ظاہر کہ وہ تعمیر مزید سب شرکاء کی رائے سے سب کے لئے ہوئی تو حامد اپنا حصہ نکال کر باقی روپے کا مطالبہ مطلقاً کرسکتا ہے کہ اگر یہ دینا قرضاً تھا جب تو ظاہر، اور اگر بطور ہبہ ہی تھا تاہم دو طرح کا شیوع رکھتا ہے:

اوّلاً چند شخصوں کو روپے ہبہ کرنا۔

ثانیاً اپنے حصے کے ماورا کا ہبہ کرنا کہ اگر بالفرض سب شرکاء نہیں ایک ہی شریک کو باقیوں کے لئے ہبہ کرنا ہوتا جب بھی اپنا حصہ ہبہ سے جدا رہنے کے باعث محتمل قسمت میں مشاع تھا اور اس قسم کا شیوع صدقہ میں بھی جائز نہیں اگرچہ قسم اول یعنی چند شخصوں پر تصدق جائز ہے بخلاف ہبہ کہ اس میں دونوں قسم کا مشاع مفسد مبطل ہے جبکہ وہ شیئ صالح تقسیم ہو۔ درمختار میں ہے:

تصدق بعشرۃ دراھم او وھبھا لفقیرین صح لان الھبة للفقیر صدقة والصدقة یراد بھا وجه اللہ تعالٰی وھو واحد فلا شیوع لا لغنیین لان الصدقة علی الغنی ھبة فلا تصح للشیوع ای لاتملك حتی لوقسمھا وسلمھا صح[2]

دو فقیروں کو دس درہم بطور صدقہ یا ہبہ اکٹھے دے دیئے تو صحیح ہے کیونکہ فقیر کو ہبہ بھی صدقہ ہوتا ہے اور صدقہ میں اللہ تعالٰی کی رضا مقصود ہوتی ہے اور وہ واحد ہے اس لئے اس میں شیوع یعنی قابلِ تقسیم ہونا" نہ پایا گیا، لیکن یہ صورت دو غنی حضرات کو صدقہ کرنے میں صحیح نہیں کیونکہ غنی کے لئے صدقہ بھی ہبہ ہوتا ہے جبکہ ہبہ میں شیوع درست نہیں یعنی دونوں غنیوں میں سے کوئی بھی غیر منقسم کا تقسیم اور قبضہ سے قبل مالک نہ بنے گا (ت)

تنویر میں ہے:

الصدقة کالھبة لاتصح غیر مقبوضة

صدقہ ہبہ کی طرح ہے لہذا بغیر قبضہ اور غیر منقسم کو

---

[1] جامع الفصولین فصل ۳۴ اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۱۷

[2] درمختار باب الھبة مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۱

Marfat.com

ولا فی مشاع یقسم[1] | تقسیم کئے بغیر درست نہ ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فان قلت قدم ان الصدقۃ لفقیرین جائزۃ فیما یحتمل القسمۃ بقولہ وصح تصدق عشرۃ لفقیرین قلت المراد ھنا من المشاع ان یھب بعضہ لواحد فقط[ع] فحینئذ ھو مشاع یحتمل القسمۃ بخلاف الفقیرین فانہ لاشیوع کما تقدم بحر[2] اھ، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم

اگر تیرا اعتراض ہو کہ قبل ازیں کہا ہے کہ دو فقیروں کو تقسیم سے قبل قابلِ تقسیم چیز کا صدقہ جائز ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہاں کے معاملہ میں مشاع سے مراد یہ ہے کہ فقط اس کا کچھ ایک کو دیا ہو تو یہ مشاع (غیر منقسم جو قابلِ تقسیم تھا) ہوا، بخلاف فقیروں کے کیونکہ ان میں شیوع نہ پایا گیا، جیسا کہ پہلے گزرا، بحر، اھ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

جوابِ سوال سوم و بقیہ دوم: زید و حامد نے زمینِ مکانِ مشترک میں جو بنگلے اپنے لئے اپنے روپے سے بنائے وہ خاص انھیں کے ہیں دیگر شرکاء کا ان میں کوئی حق نہیں، اگر باقی شرکاء اب قائم رہنا نہیں چاہتے تو مکان زمین موروث مشترک تقسیم کریں، اگر بنگلے کی کل زمین بنگلے ہی کے حصہ میں آکر پڑی جب تو نزاع ہی قطع ہوئی اور اگر وہ کل زمین یا اس کا بعض کسی دوسرے شریک کے حصے میں پڑے تو یا باہمی رضامندی سے زمین والا اپنی زمین بنگلے والے کے ہاتھ بیع کردے یا بنگلے والا اپنا بنگلہ کل یا بعض زمین والے کے ہاتھ۔ اور کسی طرح تراضی نہ ہو تو زمین والے کو اختیار ہوگا کہ بنگلہ کل یا بعض جس قدر اس کی زمین میں واقع ہوا اُکھڑوادے اور اس کے سبب اگر زمین کو کچھ نقصان قلیل پہنچے اس کا تاوان بنگلہ والے سے لے لے اور اگر نقصان سخت کثیر پہنچے کہ زمین کو خراب و بیکار کردے تو اسے اختیار ہے کہ اس قدر عمارت بنگلہ جو اس کی زمین میں ہے اپنی ملک ٹھہرا لے اگرچہ صاحب بنگلہ راضی نہ ہو اور اسے

ع قولہ فقط ناظر الی بعضہ لاالی واحد حتی لو وھب بعضہ فقط لجماعۃ لم تجز ایضا ولو وھب کلہ لغیر واحد جاز فی الصدقۃ کما لایخفی ۱۲ منہ (م)

قولہ، فقط، کا تعلق لفظ "بعض" سے ہے نہ کہ "واحد" سے، حتی کہ بعض حصہ اگر پوری جماعت کو بھی دیا تو جائز نہ ہوگا اور اگر سارا متعدد کو دے دیا تو صدقہ میں جائز ہے، جیسا کہ مخفی نہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الہبہ فصل فی مسائل متفرقہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۵

[2] ردالمحتار " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۵۲۲

Marfat.com

اس تعمیر کی وُہ قیمت دے دے جو روز واپسی زمین ایسی عمارت کا اس حال میں نرخ ہو جبکہ اس کے گرا دینے کا حکم ہولیا ہو، اور اس کی معرفت کا طریقہ یہ ہے کہ اگر یہ عمارت گرادی جائے تو جس قدر عملہ ٹوٹ پھوٹ کر بعد گرانے کے نکلے اس کا بھاؤ روز واپسی کیا ہوگا اور گروانے میں کیا مزدوری جائے گی یہ مزدوری اس عملہ کے بھاؤ سے گھٹا کر جو بچے وہ اس دن اس عمارت کی قیمت ہے جس کے گرانے کا حکم ہولیا۔ درمختار کتاب القسمۃ میں ہے:

بنی احد الشریکین بغیر اذن الاٰخر (وکذا لوباذنہ لنفسہ لانہ مستعیر لحصۃ الاٰخر وللمعیر الرجوع متی شاء رملی علی الاشباہ اھ ش) فی عقار مشترک بینہما فطلب شریکہ رفع بنائہ قسم العقار فان وقع البناء فی نصیب البانی فبہا ونعمت والاھدم البناء (اوارضاہ بدفع قیمتہ طعن الھندیۃ) وحکم الغرس کذٰلک بزازیۃ اھ[1] مزیدا من الشامی۔

مشترکہ جگہ پر ایک شریک نے دوسرے کی اجازت کے بغیر تعمیر کی دوسرے نے وہاں سے عمارت ہٹانے کا مطالبہ کیا تو زمین کو تقسیم کیا جائے۔ اگر عمارت بنانے والے کے حصہ میں وہ عمارت آئی تو بہتر ورنہ عمارت کو گرایا جائے گا (اس پر علامہ شامی نے یہ اضافہ فرمایا یونہی اگر شریک کی اجازت سے اپنی ذات کے لئے بنائی تو حکم یہی ہے کیونکہ اس نے گویا وہ زمین عاریۃً عمارت کے لئے اپنے شریک سے حاصل کی اور عاریت دینے والے کو یہ حق ہوتا ہے کہ وُہ جب چاہے واپس لے لے اھ رملی علی الاشباہ اور طحطاوی میں ہندیہ سے یوں ہے، یا شریک کو قیمت دے کر راضی کرلے) ——— اور پودے لگانے کا حکم بھی یہی ہے، بزازیہ، اھ۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

اقول وفی فتاوٰی قاری الھدایۃ وان وقع البناء فی نصیب الشریک قلع وضمن ما نقصت الارض بذٰلک اھ وقد تقدم فی کتاب الغصب متنا ان من بنی او غرس فی ارض غیرہ امر بالقلع وللمالک ان یضمن لہ قیمۃ بناء او غرس امر بقلعہ ان نقصت الارض بہ

میں کہتا ہوں اور فتاوٰی قاری الہدایہ میں ہے اور اگر عمارت شریک کے حصہ میں بنائی تو ہٹائے اور بنانے والے سے زمین کے نقصان کا ضمان لے اھ، متن کے کتاب الغصب میں پہلے گزر چکا ہے کہ جس نے عمارت یا پودے غیر کی زمین میں لگائے تو اسے ہٹانے کا حکم دیا جائے گا اور مالک کو اختیار ہوگا کہ اگر عمارت گرانے یا پودے اکھاڑنے سے زمین کا جو نقصان ہوا ہو تو اس کا

[1] درمختار | کتاب القسمۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/۲۲۱
ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۵/۱۸۰

Marfat.com

والظاهر جريان التفصيل هنا كذلك
تأمل[1] اهـ اقول وكذلك تقدم في كتاب
العارية متنا وشرحا حيث قال لو اعار
ارضا للبناء والغرس صح وله ان يرجع
متى شاء ويكلفه قلعهما الا اذا كان
فيه مضرة بالارض فيتركان بالقيمة
مقلوعين لئلا تتلف ارضه[2] اهـ و
هذا اعني بناء احد الشريكين
لا يخلو عن احدهما اذ لو بنى
بغير اذن شريكه كان غاصبا
او به لنفسه كان مستعيرا فلا شك
في جريان الحكم المذكور فيهما
هنا ثم ما ذكره قارئ الهداية
محله ما اذا كان النقصان قليلا
غير بالغ حد افساد الارض والتملك
محمول على النقصان الفاحش
كما يفيده تعليل الدر بقوله لئلا
تتلف ارضه وقد نقل المحشي
عن السائحاني عن المقدسي
في الغصب تحت قول الدر
من بنى او غرس في ارض
غير بغير اذنه امر بالقلع

ضمان لے، اور ظاہر ہے کہ یہاں وہی تفصیل ہوگی، غور کرو اھ
اقول (میں کہتا ہوں) اور یونہی متن اور شرح کی کتاب
العاریۃ میں گزرا ہے جہاں فرمایا کہ اگر زمین عمارت یا
پودے لگانے کے لئے عاریۃً دی تو جائز ہے اور اس کو
اختیار ہوگا کہ جب چاہے واپس لے لے اور بنانے والے
کو ہٹانے پر مجبور کرے، ہاں اگر عمارت گرانے اور پودے
اکھاڑنے سے زمین کو نقصان ہو تو دونوں چیزوں کو
ان کی اکھاڑی ہوئی صورت کی قیمت کے بدلے بحال
رکھا جائے تاکہ مالک کی زمین تلف نہ ہو اھ، اور
شریکین میں سے ایک کا تعمیر کرنا دو حال سے خالی نہیں
کہ بغیر اجازت تعمیر کرے گا تو غاصب ہوگا یا اجازت سے
اپنی ذات کے لئے تعمیر کرے گا تو عاریۃً حاصل کرنیوالا
قرار پائے گا تو بلاشک دونوں صورتوں میں وہاں مذکور
حکم ہی جاری ہوگا، پھر قاری الہدایہ نے جو ذکر فرمایا تو
اس کا محل وہ صورت ہے جب اکھاڑنے میں نقصان
کم ہو جس سے زمین میں فساد پیدا نہ ہو، اور قیمت
دے کر مالک بننے کی صورت وہ ہے جب زمین کا نقصان
زیادہ ہو جیسا کہ درمختار کا یہ علت بیان کرنا "تاکہ زمین
تلف نہ ہو" سے بطور فائدہ معلوم ہو رہا ہے، اور غصب
کے باب میں محشی نے سائحانی اس نے مقدسی سے درمختار
کے قول "جس نے غیر کی زمین میں بغیر اجازت عمارت
بنائی یا پودے لگائے تو اسے وہاں سے اکھاڑنے

---

[1] ردالمحتار — کتاب القسمۃ — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۵/ ۱۷۰
[2] درمختار — کتاب العاریۃ — مطبع مجتبائی دہلی — ۲/ ۱۵۶

Marfat.com

والى دو للمالك ان يضمن له قيمة بناء او شجر امر بقلعه اى مستحق القلع ان نقصت الارض به[1] اھ ما نصہ ای نقصانا فاحشا بحیث یفسدها اما لو نقصها قلیلا فیأخذ ارضه ویقلع الاشجار ویضمن النقصان[2] اھ فبذا التوفیق یتضح المرام وتزول الاوھام و الحمد لله ولی الانعام۔

اور زمین واپس کرنے کا حکم دیا جائے گا اور مالک کو اختیار ہوگا کہ وہ اکھاڑے ہوئے مکان یا درختوں کی قیمت کا ضامن بن جائے اگر زمین کو نقصان کا خطرہ ہو یعنی اگر نقصان ہو تو اکھاڑنے کا استحقاق ہوگا اھ محشی کی عبارت یہ ہے یعنی ایسا فحش نقصان جو زمین کے فساد کا باعث ہو، لیکن اگر نقصان قلیل ہو تو مالک اپنی زمین واپس لے اور درخت وغیرہ اکھاڑ دے اور نقصان کا ضمان لے اھ تو اس بیان سے مذکورہ عبارات میں موافقت ہوگئی، مقصود واضح ہوگیا اور اوہام ختم ہوگئے اور بزرگی نعمت کے مالک کے لئے ہے۔ (ت)

نیز شامی میں ہے:

ای قیمة بناء او شجر امر بقلعه اقل من قیمته مقلوعا مقدار اجرة القلع فان کانت قیمة المقلوع عشرة واجرة القلع درهم بقیت تسعة[3] (ملخصًا)

یعنی مکان یا درخت جن کو اکھاڑنے کا حق ہے ان اکھاڑے ہوئے کی قیمت سے اکھاڑنے کی مزدوری برابر منہا کرکے بقیہ قیمت دی جائے، مثلاً اگر اکھاڑے ہوئے کی قیمت دس درہم ہو اور مزدوری ایک درہم ہو تو نو درہم قیمت دے گا (ملخصًا)۔ (ت)

خیریہ میں ہے:

ان وقع بعضه فی حصته وبعضه فی حصة الأخر فما وقع فی حصته فامره الیه وما وقع فی حصة الأخر فله ان یکلفه قلعه[4]

اگر مکان کا کچھ حصہ اپنی زمین اور کچھ حصہ دوسرے کی زمین میں ہو تو اپنی زمین والا حصہ اس کی صوابدید پر ہے، اور جو حصہ دوسرے کی زمین پر واقع ہے تو دوسرے کو حق ہے کہ وہ اسے گرانے پر مجبور کرے (ت)

---

[1] درمختار | کتاب الغصب | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/۲۰۷
[2] ردالمحتار | ؍؍ | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۵/۱۲۴
[3] ؍؍
[4] الفتاوی الخیریة | کتاب القسمة | دارالمعرفة بیروت | ۲/۱۶۱

Marfat.com

یہ سب اس صورت میں ہے جبکہ مکان صالح تقسیم، اور شرکا تقسیم پر راضی ہوں ورنہ اگر بقیہ شرکاء اس عمارت کو رکھنا نہ چاہیں تو ڈھا دینے سے چارہ نہیں۔ خیریہ میں ہے :

لایخفی انہ اذا لم یمکن القسمۃ او لم یرضیا بہا تعین الھدم[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

یہ مخفی نہیں کہ جب زمین قابلِ تقسیم نہ ہو یا فریقین تقسیم پر راضی نہ ہوں تو گرائے بغیر چارہ نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

جوابِ سوال چہارم : دختریں مکان قدیم سے کہ وقتِ مرگ خالد موجود تھا ترکہ پدری پائیں گی کہ ہبہ جو خالد نے ہندہ کے نام کیا تھا بوجہ قبضہ نہ دینے کے موت خالد سے باطل ہوگیا اور ترکہ ترکۂ خالد ہی ٹھہرا اور اس میں سے جو حصہ ہندہ نے پایا اور نیز تعمیر مزید سے کہ زمانۂ ہندہ میں سب شرکاء کے لئے ہوئی جس قدر حق ہندہ تھا ان دونوں میں سے ترکۂ مادری لیں گی اور اگر زید کے ورثہ میں بہنوں کا کوئی حاجب مثلاً بیٹا یا پوتا نہیں تو جو کچھ زید کو ترکۂ پدری و ہر دو ترکۂ مادری سے پہنچا اور اس کا اپنا خاص بنگلہ ان تینوں میں سے میراث برادری کی مستحق ہوں گی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جوابِ سوال پنجم : حسابِ دکان لکھنا عمرو پر واجب نہ تھا اگر نہ لکھا اس پر کوئی الزام نہ ہوا۔

فی العقود الدریۃ عن البحر الرائق من تصرفات القیم یجوز الاخذ علی نفس الکتابۃ ولایجوز الاخذ علی نفس المحاسبۃ لان الحساب واجب علیہ[2] اھ فافاد ان الکتابۃ لاتجب علیہ حتی جازلہ اخذ الاجرۃ علیہا فعلم ان الامین فی معاملۃ لایجب علیہ کتابۃ حسابہ وان کان نفس الحساب واجبا علیہ۔

عقود دریہ میں بحرالرائق سے منقول ہے کہ قیمی تصرفات میں لکھائی پر معاوضہ لینا جائز ہے اور محض حساب پر معاوضہ لینا جائز نہیں کیونکہ حساب اس پر واجب ہے، اھ، اس سے یہ فائدہ حاصل ہُوا کہ وہاں لکھائی واجب نہ ہوگی جہاں اُجرت لینا جائز ہوگا تو اس سے معلوم ہوا کسی معاملہ میں منتظم پر حساب کی لکھائی واجب نہیں اگرچہ نفس حساب اس پر واجب ہے۔ (ت)

بلکہ یہ قرارداد ہی کہ عمرو و بقیہ شرکاء میں ہو کر عمرو مال بیچے حساب لکھے اور اکنی روپیہ دستوری لے محض ناجائز و حرام ہے کما لایخفی علی الفقیہ (جیسا کہ فقہ جاننے والے پر مخفی نہیں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] الفتاوی الخیریۃ کتاب القسمۃ دارالمعرفۃ بیروت ۲/۱۶۰
[2] العقود الدریۃ تنقیح الفتاوی الحامدیۃ کتاب الوقف الباب الثالث ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/۲۱۵

Marfat.com

جواب سوال ششم : خاص ہندہ کے لئے اس کے بیوہ ہونے پر شریکوں کا یہ یومیہ مقرر کرنا ظاہراً بہ نیت ثواب و مواسات بیوہ برادر ہے اگر ایسا ہی ہے تو ہرگز واپس نہیں ہو سکتا کہ وہ اس حال میں تصدق ہے اور تصدق میں اصلاً رجوع نہیں، درمختار میں ہے :

لا رجوع فیھا ولو علی غنی لان المقصود فیھا الثواب لا العوض[1]

اس میں رجوع نہیں اگرچہ غنی پر کیا ہو کیونکہ اس سے مقصود ثواب ہے معاوضہ نہیں ہے (ت)

اور اگر دکان میں جو اس کا استحقاق بذریعہ ترکہ شوہری ہے اسے حق میں سمجھ کر دیتے ہیں تو اگر اس کا حق اسی قدر یا اس سے زائد ہے جب بھی رجوع کے کوئی معنی نہیں، اور اگر ظاہر ہو کہ حق سے زائد پہنچا تو البتہ بقدر زیادت واپس لیا جائے گا،

فی شرکۃ العقود الدریۃ سئل فیما اذا کان لکل من زید وعمرو عقار جار فی ملکہ بمفردہ فتوافقا علی ان ما یحصل من ریع العقارین بینھما نصفین واستمر علی ذٰلک تسع سنوات، والحال ان ریع عقار زید اکثر ویرید زید مطالبۃ عمرو بالقدر الزائد الذی دفعہ لعمرو بناء علی انہ واجب علیہ بسبب الشرکۃ المزبورۃ فھل یسوغ لزید ذٰلک (الجواب) الشرکۃ المزبورۃ غیر معتبرۃ فحیث کان ریع عقار زید اکثر تبین ان ما دفعہ لعمرو من ذٰلک بناء علی ظن انہ واجب علیہ ومن دفع شیئا لیس بواجب علیہ فلہ استردادہ الا اذا دفعہ علی وجہ الھبۃ واستھلکہ القابض کما فی شرح النظم الوھبانی وغیرہ من المعتبرات[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

عقود دریہ کی کتاب الشرکۃ میں ہے کہ زید اور عمرو ہر ایک انفرادی طور پر اپنی زمین کا مالک ہے تو دونوں نے باتفاق طے کیا کہ دونوں زمینوں سے جو پیداوار حاصل ہو وہ دونوں میں نصف نصف ہوگی، اسی معاہدہ پر نو سال معاملہ چلتا رہا حالانکہ زید کی زمین زیادہ تھی، اب زید اپنے زائد حصہ کا عمرو سے مطالبہ کرنا چاہتا ہے اس مبنٰی پر کہ عمرو کو ادا شدہ حصہ معاہدہ مذکورہ کی وجہ سے واجب تھا تو کیا زید کو اس زائد ادا شدہ کو واپس لینے کا اختیار ہے؟ (الجواب) مذکورہ شراکت معتبر نہیں تو جب زید کی زمین کا رقبہ زیادہ ہے تو پیداوار کا زیادہ ہونا واضح ہوگیا تو معلوم ہوا کہ اس نے عمرو کو جو زائد مقدار دی وہ اس خیال سے دی کہ اس کی ادائیگی واجب تھی جبکہ کوئی شخص غیر واجب چیز کو ادا کردے تو اس کی واپسی مطالبہ کا حق ہوتا ہے، ہاں اگر ہبہ کے طور پر دیا اور قابض نے اس کو ہلاک کر دیا ہو تو واپسی کا حق نہیں جیسا کہ

---

[1] درمختار کتاب الھبہ فصل فی مسائل متفرقہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۶

[2] العقود الدریۃ تنقیح الفتاوٰی الحامدیۃ کتاب الشرکۃ ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/ ۹۱

Marfat.com

النظم الوہبانی کی شرح وغیرہ معتبر کتب میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

جواب سوال ہفتم: یہ قرضہ کہ عمرو دکان کے ذمے بتاتا ہے اگر یُوں ہے کہ اس نے حسبِ عادت تجار کچھ مال قرضوں مول لیا اور ہنوز زرِ ثمن ادا نہ کیا یا دکان میں خسارہ واقع ہونے کے سبب ادا نہ ہوسکا تو یہ قرض سب شرکاء کے ذمّے حصہ رسد ہوگا اور عمرو کا قول اس بارے میں قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور اگر یُوں ہے کہ عمرو نے سرمایۂ دکان بڑھانے کے لئے کچھ روپیہ قرض لے کر اور مال خریدا تو یہ قرض خاص ذمّۂ عمرو ہوگا باقی کو اس سے کچھ تعلق نہیں۔

تحقیق مسئلہ یہ ہے کہ یہ طریقہ جو اکثر ورثاء میں معمول ہوتا ہے کہ مورث مرگیا اس کے اموال دیہات دکانات یُوں ہی شرکت پر بلاتقسیم رہتے ہیں اور منجملۂ ورثہ بعض وارث باقیوں کے اجازت و رضامندی سے ان میں تصرف کرتے ہیں شرکت عقد نہیں شرکت ملک ہی ہے،

کما حققه فی العقود الدریة، وقال فی رد المحتار هی شرکة ملك کما حررته فی تنقیح الحامدیة ثم رأیت التصریح به بعینه فی فتاوی الحانوتی۔[1]

جیسا کہ عقود الدریۃ میں اس کی تحقیق کی ہے اور ردالمحتار میں فرمایا یہ شرکتِ ملک ہے جیسا کہ میں نے تنقیح الحامدیہ میں اس کو واضح کیا ہے اور پھر میں نے فتاوٰی حانوتی میں اس کی تصریح دیکھی (ت)

اور شرکتِ ملک میں ہر شریک دوسرے کے حصّے سے اجنبی ہوتا ہے،

کما صرحوا به قاطبة، وفی الدر المختار کل من شرکاء الملك اجنبی فی مال صاحبه لعدم تضمنها الوکالة۔[2]

جیسا کہ اس کا جواب مکمل طور پر گزرا، اور درمختار میں ہے کہ شرکتِ ملک کے تمام فریق دوسرے کے مال سے اجنبی ہوتے ہیں کیونکہ یہ شرکت وکالت کو متضمن نہیں ہوتی۔ (ت)

مگر یہاں کہ تصرف باجازت و رضائے باقی شرکاء ہے یہ تصرف کرنے والا اپنے حصّہ میں اصیل اور باقیوں کی طرف سے وکیل ہوتا ہے،

قال فی رد المحتار یقع کثیرا فی الفلاحین ونحوهم ان احدهم یموت فتقوم اولاده علی ترکته بلا قسمة

ردالمحتار میں فرمایا کاشتکار لوگوں میں جیسے یہ معاملہ عام ہے کہ جب ان شرکاء میں سے کوئی فوت ہوجاتا ہے تو اس کی اولاد تقسیم کے بغیر ہی اپنے والد کے ترکہ

---

[1] ردالمحتار کتاب الشرکۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۳۸

[2] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷۰

Marfat.com

ویعملون فیہا من حرث و زراعۃ و بیع و شراء واستدانۃ و نحو ذٰلک و تارۃ یکون کبیرھم ھوالذی یتولّٰی مھماتھم ویعملون عندہ بامرہ وکل ذٰلک علی وجہ الاطلاق والتفویض[1] الخ فلاشک فی تحقق معنی التوکیل۔

پر قائم مقام بن جاتی ہے اور کھیتی باڑی اور خرید و فروخت اور لین دین جیسے امور سرانجام دیتی رہتی ہے اور کبھی ان میں بڑا وہ خود ہی ضروری امور کا متولی بن جاتا ہے اور چھوٹے اس کے کہنے پر عمل کرتے رہتے ہیں جبکہ یہ تمام کارروائی بطورِ اجازت اور تفویض ہوتی ہے الخ۔ تو اس میں وکالت کے معنی پائے جانے میں شک نہیں ہے (ت)

خصوصاً صورتِ مستفسرہ میں تو صراحۃً بقیہ شرکاء کی طرف سے عمرو کو تفویض دکان و اجازت اعمال تجارت ہوئی یہی معنے وکالت ہیں اور اس میں یہ شرط قرار پانا کہ جو مال بکے عمرو آنہ روپیہ دستوری لے اگرچہ شرط فاسد ہے کہ شریک کو مال مشترک میں تصرف کرنے کے لئے اجیر کرنا اصلاً جائز نہیں،

وھذا باجماع من ائمتنا خلافا للامام الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنھم ثم ھل ھو باطل ام فاسد ذکرناہ فیما علقناہ علی ردالمحتار، قال فی الدرالمختار لو استأجرہ لحمل طعام مشترک بینھما فلا اجرلہ لایعمل شیئا لشریکہ الا ویقع بعضہ لنفسہ فلایستحق الاجر[2] اھ وقال الامام الاتقانی فی غایۃ البیان قال الکرخی قال محمد وکل شیئ استأجر احدھما من صاحبہ مما یکون عملا فانہ لایجوز وان عملہ فلا اجرلہ و کل شیئ لیس یکون عملا استأجرہ احدھما من صاحبہ فھو جائز وقال شمس الائمۃ البیھقی

اس پر ہمارے ائمہ کرام کا اجماع ہے بخلاف امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہم، پھر یہ بحث کہ کیا وہ باطل ہے یا فاسد ہے۔ تو میں نے اس کو ردالمحتار پر اپنے حاشیہ میں ذکر کیا ہے، درمختار میں فرمایا کہ اگر ایک شریک مشترکہ سامان کو اٹھانے کے لئے اجیر بنا تو اس کو اجرت نہ ملے گی کیونکہ جو کچھ اس نے اٹھایا اس میں شریک کے ساتھ اس کا اپنا حصہ بھی تھا لہٰذا اس اشتراک کی بنا پر وہ اُجرت کا مستحق نہ ہوا اھ اور امام اتقانی نے غایۃ البیان میں فرمایا کہ امام کرخی نے کہا کہ امام محمد نے فرمایا کہ شریکین میں سے اگر ایک مشترکہ چیز کے کسی عمل میں اجیر بنا تو یہ جائز نہیں، اگر اس نے ایسا کیا تو کوئی اجرت نہ پائے گا، اور ایسی مشترکہ چیز جو عمل نہ بنے اس کو اگر شریک اُجرت پر لینا ہے تو جائز ہے، اور شمس الائمہ بیہقی

---

[1] ردالمحتار کتاب الشرکۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۴۸

[2] درمختار کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۶۹

Marfat.com

فی الکفایۃ والاصل ان فی کل موضع لایستحق الاجر الا بایقاع عمل فی العین المشترك لا یجوز لانہ لایمکن کما فی نقل الطعام المشترك بنفسہ او واجبتہ او غلامہ وکل ما یستحق بدون ایقاع عمل فی المشترك یجوز فانہ تجب الاجرۃ بوضع العین فی الدار والسفینۃ والرحی لا بایقاع عمل اھ[1]۔

کفایہ میں فرمایا کہ قاعدہ یہ ہے کہ ایسا مقام جہاں صرف عمل کرنے پر ہی اُجرت کا مستحق بنے تو وہاں کسی شریک کا اجیر بننا جائز نہیں کیونکہ مشترکہ چیز میں یہ ممکن نہیں جیسا کہ مشترکہ طعام کو خود شریک یا اس کا قریبی یا اس کا غلام منتقل کرنے کا اجیر بنے تو ناجائز ہے اور ایسا مقام جہاں مشترک چیز میں بغیر عمل اجرت کا مستحق بنے وہاں جائز ہے کیونکہ عین چیز کو گھر میں یا کشتی یا چکی کے مکان میں کرایہ پر رکھ چھوڑنے پر اُجرت واجب ہوتی ہے عمل پر واجب نہیں ہوتی۔ (ت)

مگر وکالت شروطِ فاسدہ سے فاسد نہیں ہوتی، بزازیہ میں ہے:

الوکالۃ لا تبطل بالشروط الفاسدۃ ای شرط کان[2]۔

وکالت فاسد شرطوں سے فاسد نہیں ہوتی جو بھی شرط ہو۔ (ت)

درمختار میں ہے:

مایصح ولا یبطل بالشرط الفاسد الوکالۃ اھ[3]۔

جو چیز صحیح قرار پائے اور فاسد شرطوں سے فاسد نہ ہو وہ وکالت ہے۔ (ت)

تو وہ شرط ہی فاسد و باطل قرار پائی اور وکالتِ عمرو صحیح و تام رہی، عالمگیریہ میں ہے:

لوقال اشتر جاریۃ بالف درھم لك علی شرائك درھم فخینئذ یصیر وکیلا ویکون الوکیل اجر مثلہ ولا یزاد علی درھم[4]۔

اگر کہا کہ ہزار درہم سے لونڈی خرید لاؤ اور خریداری پر تجھے ایک درہم دُوں گا تو ایسی صورت میں وہ شخص وکیل قرار پائے گا اور وکیل عمل پر اُجرتِ مثل کا مستحق ہوگا جو ایک درہم سے زائد نہ ہوگی (ت)

اور وکیل بالشراء قرضوں خرید سکتا ہے، کما نصوا علیہ فی غیر ما مسئلۃ، و

جیسا کہ بہت سے مسائل میں فقہاءِ کرام نے نص

---

[1] غایۃ البیان للاتقانی

[2] الفتاوی البزازیۃ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الوکالۃ الفصل الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۴۶۱

[3] درمختار کتاب البیوع باب المتفرقات مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۷ و ۳۸

[4] الفتاوی الہندیۃ کتاب الوکالۃ الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۵۶۶

Marfat.com

فی الخانیۃ الوکیل بالشراء اذا اشتری بالنسیئۃ فمات الوکیل حل علیہ الثمن ویبقی الاجل فی حق المؤکل[1]

فرمائی ہے، اور خانیہ میں ہے کہ خریداری کے وکیل نے اگر ادھار خرید کی ہو تو وکیل کے فوت ہونے کی صورت میں موکل پر رقم کی ادائیگی آئے گی اور مدتِ ادھار اس کے حق میں منتقل ہو جائے گی۔ (ت)

بلکہ وکیلِ تجارت کو موافق معمول تجار قرضوں بیچنے کا بھی اختیار،

فی الدر المختار صح بالنسیئۃ ان التوکیل بالبیع للتجارۃ وان کان للحاجۃ لایجوز[2]

درمختار میں ہے اگر تجارت کے طور پر ادھار فروخت کرے تو جائز ہے اگر اپنی حاجت کی وجہ سے ادھار کیا تو ناجائز ہے۔ (ت)

مگر وکیل کو روپیہ قرض لینے کا اختیار نہیں، نہ قرض لینے پر توکیل روا، اگر لے گا خود وکیل ہی پر قرض ہوگا،

فی جامع الفصولین التوکیل بالاقراض جائز لا بالاستقراض[3] الخ۔

جامع الفصولین میں ہے قرض دینے کے لئے وکیل بنانا جائز ہے اور قرض حاصل کرنے کے لئے وکیل بنانا جائز نہیں الخ (ت)

وفی رد المحتار قالوا انما لم یصح التوکیل بالاستقراض لانہ توکیل بالتکدی وھو لایصح[4] الخ۔

اور ردالمحتار میں ہے کہ فقہاء کرام نے فرمایا: قرض لینے کے لئے وکیل بنانا صحیح نہیں کیونکہ یہ حاجتمندی پر توکیل ہے جو کہ صحیح نہیں ہے الخ (ت)

ہاں اگر صورت یہ ہوتی کہ بقیہ شرکاء عمرو سے کہتے ہم سب شریکوں کے لئے اتنا روپیہ قرض لے کر سرمایۂ تجارت بڑھاؤ، اور عمرو قرض دینے والے سے کہتا کہ ہم شرکاء کو قرض دے تو البتہ وہ قرض سب پر ہوتا اور اگر کہتا کہ مجھے ہم سب شرکاء کے لئے قرض دے تو اب بھی خاص عمرو ہی پر ہوتا،

الرسالۃ بالاستقراض تجوز ولو اخرج وکیل الاستقراض کلامہ مخرج الرسالۃ یقع القرض للآمر ولو مخرج الولایۃ

قرض لینے کے لئے قاصد بنانا جائز ہے اور اگر قرض لینے کے لئے بنائے وکیل نے قاصد ہونے کا اظہار کرتے ہوئے قرض لیا تو یہ قرض وکیل بنانے پر ہوگا

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الوکالۃ نولکشور لکھنؤ ۲/۵۷۶
[2] درمختار کتاب الشہادات باب الوکالۃ بالبیع والشراء مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۰۷
[3] جامع الفصولین الفصل الثلاثون فی التصرفات الفاسدہ الخ اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۷۷
[4] ردالمحتار فصل فی الشرکۃ الفاسدۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۵۳

Marfat.com

بان اضافة الٰی نفسه یقع للوکیل[1]۔ واللّٰه سبحانه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم۔

اور اگر وکیل نے وکالت کا اظہار کرتے ہوئے کہ قرض لیا کہ اپنی طرف منسوب کیا تو قرض وکیل کے ذمّہ آئے گا' واللّٰہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

---

[1] جامع الفصولین الفصل الثلاثون فی التصرفات الفاسدة اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۰۰

Marfat.com

کتاب الوقف

(احکامِ وقف کا بیان)

مسئلہ ازمقام کول مانک چوک مسئولہ زوجہ عبدالرشید خاں ۲۲ شعبان ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کسبی تائبہ کو کچھ جائداد پاک بعوض دین مہر کے ملی ہے یہ اس کے تئیں وقف کیا چاہتی ہے، اور متولی خود اپنی حیات میں آپ ہونا چاہتی ہے اور بعد کو دوسرے کو کیا چاہتی ہے، آیا یہ وقف کرسکتی ہے یا نہیں؟ مگر اس جائداد میں ایک قید یہ لگی ہے کہ حینِ حیات اس نے پائی ہے بعد کو جس سے ملی ہے اسی پر عود کرے گی تو اس صورت سے وقفِ دوامی کرسکتی ہے یا نہیں؟ اگر دوامی نہ کرسکے تو حینِ حیات اپنی وقف کرسکتی ہے یا نہیں؟ اور حینِ حیات وقف کرکے کسی دوسرے کو متولی کرسکتی ہے یا نہیں؟ بَیِّنُوْا تُؤْجَرُوْا (بیان کیجئے اجر پائیے۔ ت) ۔

الجواب

جائداد مہر میں دینا ہبہ بالعوض ہے اور ہبہ بالعوض ابتداءً وانتہاءً ہر طرح بیع ہے، اور بعد وفات شرط واپسی شرط فاسد ہے، اور بیع شروطِ فاسدہ سے فاسد و حرام ہوجاتی ہے، اُس کا فسخ کرنا بائع و مشتری دونوں پر فرض ہوتا ہے، اور ان میں کسی کے مرنے سے یہ حکمِ فسخ زائل نہیں ہوتا، اگر نہ فسخ کریں تو گنہگار رہتے ہیں اور عقد فاسد سے جو جائداد خریدی جائے مشتری اگرچہ بعد قبضہ اُس کا مالک ہوجاتا ہے مگر وہ ملک خبیث ہوتی ہے اس کا ازالہ واجب ہوتا ہے، علماء کو اختلاف ہے کہ اسی حالت پر اگر مشتری اُسے وقف کردے تو وقف صحیح و لازم ہوجائے گا صرف واقف کے ذمہ اس عقدِ فاسد کو فسخ نہ کرنے کا گناہ رہے گا جو بے توبہ نہ جائے گا یا وقف ہی مسلّم نہ رہے گا بلکہ توڑ دیا جائے گا اور وہ شَے بائع یا اس کے ورثہ کو واپس دی جائے گی جب تک واقف نے اس میں تعمیر وغیرہ

Marfat.com

زیادت سے حقِ فسخ کو زائل نہ کردیا ہو۔ درمختار و ردالمحتار و منح الغفار وغیرہ میں قولِ اوّل اختیار کیا اور اصح اور ظاہر الروایۃ قول ثانی ہے،

کما حققنا کل ذٰلک فیما علقنا علی ردّ المحتار من اوّل کتاب الوقف فراجعہ فانہ مھم۔ جیسا کہ ردالمحتار کی کتاب الوقف کے ابتداء میں حاشیہ پر ہم نے اس کی تحقیق کی ہے، لہذا اسے دیکھا جائے کیونکہ ضروری بحث ہے (ت)

بہرحال اس وقف میں عورت کے لئے خیر نہیں بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ عقد یعنی معاوضۂ مہر میں جائداد کا لینا فسخ کرے اور از سرِ نو وارثانِ شوہر سے مہر کا مطالبہ کرے اگر ادا کردیں فبہا ورنہ اس جائداد سے وصول کرے، اور اگر سمجھے کہ یوں نہ ملے گا اور مقدار مہر قیمت جائداد سے زائد یا مساوی ہوں تو مذہب مفتٰی بہ بطور خود اس جائداد کو اپنے مہر میں لے لے

وھی مسئلۃ الظفر بخلاف جنس الحق و قد حققھا فی ردالمحتار وان الفتوی الاٰن علی جواز الاخذ۔ یہ کسی کے پاس اپنے حق پر خلاف جنس کے ذریعہ کامیابی کی بحث ہے، اس کی تحقیق ردالمحتار میں کی ہے اور موجودہ دور میں جبراً لے لینے کے جواز پر فتوٰی ہے (ت)

یوں مالک ہو کر وقف تام ابدی کرے وقف کسی وقت خاص تک مقید نہیں ہوسکتا لان من شرطہ التابید (کیونکہ اس کی شرائط میں سے دائمی قرار دینا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲ ازمارہرہ مطہرہ مرسلہ حضور میاں صاحب قبلہ ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۲۲ھ

زید اپنی جائداد مقبوضہ مملوکہ کو وقف کیا چاہتا ہے مگر جائداد پر قرضہ ہے تو بغیر ادائے قرضہ وقف ہوسکتی ہے یا نہیں، اور اگر وقف میں یہ قید لگادیں کہ وقف بالفعل صحیح ہوجائے اور نفاذ اس کا بعد ادائے قرض کے سمجھا جائے تو صحیح ہوجائے گا یا بعد ادائے قرضہ ہی صحیح ہوگا؟

الجواب

عرفِ عوام میں جائداد پر قرضہ کے دو معنی ہیں، ایک یہ کہ جائداد رہن ہو مرتہن کے قبضہ میں دے دی گئی ہو، دوسرے جسے وہ مکفول و مستغرق کہتے ہیں کہ جائداد قبضۂ مالک ہی میں رہے مگر وہ دائن کو لکھ دے کہ یہ تیرے دین میں مکفول ہے تا ادائے دین کہیں بیع ہبہ وغیرہ انتقالات نہ کئے جائیں گے، یہ صورتِ ثانیہ تو شرعاً محض باطل و بے اثر ہے کہ مال کو کسی کے حق میں اس کے استیفا کے لئے محبوس کردینا رہن ہے اور رہن بے قبضہ تمام نہیں ہوسکتا، قال اللہ تعالٰی، فرھٰن مقبوضۃ[1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا، تو گروی قبضہ میں دیا ہوا۔ ت) اگر

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۸۳

Marfat.com

یہی صورت ہے جب تو وقف بلا شبہہ صحیح و تام نافذ ہے اگرچہ قرضہ ادا نہ کرے نہ آئندہ ادائے قرض کے لئے اُس کے پاس کچھ مال بچے اگرچہ اُس نے وقف میں یہ نیت بھی رکھی ہو کہ دائن کا دین مارا جائے اگرچہ وہ اس نیتِ فاسدہ سے سخت گنہگار ہوگا مگر وقف میں کچھ خلل نہیں کہ جب وُہ جائداد رہن نہیں تو قرض اس کی ذات پر ہے نہ کہ جائداد پر۔ جائداد میں اس کے تصرفات مالکانہ بلامانع نافذ ہیں، اور اگر صورتِ اولٰی ہے یعنی جائداد قبضۂ مرتہن میں سپرد کردی تو اب دو صورتیں ہیں، اگر اس کے پاس اور مال قابل ادائے قرض موجود ہے تو اب بھی وقف قبل ادائے قرض صحیح و تام نافذ ہے حاکم اس پر جبر کرے گا کہ اپنے دوسرے مال سے قرض ادا کرے مگر وقف کو ہاتھ نہیں لگا سکتا، اور اگر مال نہیں تو اس صورت میں البتہ وہ وقف برقرار نہ رہے گا حاکم اسے باطل کرکے جائداد قرض میں بیع کردے گا، یُونہی اگر مدیون مذکور مرجائے تو انھیں دونوں صورتوں پر لحاظ ہوگا اور جائداد موجود ہے تو اس سے ادائے قرض کریں گے اور وقف صحیح رہے گا ورنہ توڑ دیا جائے گا۔ ردالمحتار میں ہے:

فی الاسعاف وغیرہ لووقف المرھون بعد تسلیمہ صح واجبرہ القاضی علی دفع ماعلیہ ان کان موسرا وان کان معسرا ابطل الوقف وباعہ فیما علیہ اھ وکذا لومات فان عن وفاء عاد الی الجھۃ والا بیع وبطل الوقف کما فی الفتح بخلاف وقف مدیون صحیح فانہ یصح ولو قصد بہ المماطلۃ لانہ صادف ملکہ کما فی انفع الوسائل عن الذخیرۃ قال فی الفتح وھو لازم لاینقضہ ارباب الدیون[1] اھ ملخصًا، واللہ تعالٰی اعلم۔

اسعاف وغیرہ میں ہے مرہون چیز کو قبضہ دے دینے کے بعد اگر وقف کیا جائے تو صحیح ہے جبکہ اس کو رہن کے بدلے قرض کو ادا کرنے کے لئے قاضی مجبور کریگا بشرطیکہ مالدار ہو ورنہ تنگ دست ہونے کی صورت میں قاضی وقف کو باطل کرکے اس کے ذمہ قرض کی ادائیگی میں فروخت کردے گا اھ، اور یُونہی اگر مرہون کو وقف کرنے پر فوت ہوجائے تو اگر قرض کی ادائیگی کے لئے مال ترکہ چھوڑا ہو تو وقف معینہ جہت پر برقرار رہے گا ورنہ فروخت کردیا جائے گا اور وقف باطل قرار پائیگا جیسا کہ فتح القدیر میں ہے، اس کے برخلاف مقروض شخص کا وقف کردہ بہرصورت صحیح ہے بشرطیکہ وہ تندرست ہو اگرچہ وُہ ادائیگی میں تاخیر کے لئے ایسا کرے کیونکہ یہ کارروائی اس کی اپنی ملکیت میں ہُوئی ہے جیسا کہ انفع الوسائل میں ذخیرہ سے منقول ہے، فتح القدیر میں کہا ہے کہ مقروض کا یہ وقف لازم ہوگا قرض خواہ حضرات اس کو باطل نہیں کرسکیں گے اھ ملخصًا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف مطلب فی وقف الراھن الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۹۵

Marfat.com

مسئلہ ۱۳ از قصبہ ٹانڈہ ضلع فیض آباد محلہ چھجہ پور، مرسلہ حافظ یار محمد صاحب ۲۶ ربیع الآخر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک زمانہ گزرا کہ زید نے ایک عالیشان پختہ مسجد چوک کے بیچ میں تیار کرائی اور گرد اس کے چوطرفہ دکانیں بنوائیں اور دکانوں کے محاصل کو ہمیشہ اپنے ذاتی تصرف میں رکھا، بعد انتقال زید کے یہ دکانیں بھی مثل اور جائداد کے ارثاً اس کے اولاد کو ملیں اور ایک مدت تک یہ سلسلہ قبضے کا اُس کے خاندان میں جاری رہا یعنی دکانوں کی آمدنی اور کرایہ سے خاندانِ زید کی اوقات بسر ہوتی رہی اور مسجد کے متعلق وُہ آمدنی نہ تھی بعد ایک مدت دراز کے اُن دکانوں کا وارث یعنی خالد نے بسبب افلاس کے اُن دکانوں کو عمرو بکر کے ہاتھ فروخت کرڈالا اب عمرو بکر چاہتے ہیں کہ ان دکانوں کو واسطے اجرائے مدرسہ اسلامی کے مسلمانوں کے نام وقف کردیں کہ دینی مدرسہ جاری ہو اور مسجد کی ترمیم وقتاً فوقتاً ہوتی رہی، دریافت طلب یہ امر ہے کہ وقف جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جبکہ صورت واقعہ یہ ہے اور اُن دکانوں کا وقف مسجد ہونا ثابت نہیں بلکہ ملک (میراث زید ہونا ثابت ہے تو عمرو بکر کہ وارث شرعی سے بروجہ شرعی مشتری ہُوئے اگر وُہ مسجد و مدرسہ دینیہ اسلام کے نام انھیں وقف کریں گے جس میں تعلیم دینِ متین مطابق مذہب اہل سنّت وجماعت ہو اور اُس کے مدرسین واراکین وہابیہ یا روافض یا غیر مقلد نیچری وغیرہم ضالین نہ ہوں) تو اُن کے لئے اجرِ عظیم وصدقہ جاریہ ہے سالہا سال گزر گئے ہوں قبر میں اُن کی ہڈیاں بھی نہ رہی ہوں اُن کو بعونہٖ تعالٰی تا بقائے مسجد و مدرسہ و جائداد برابر ثواب پہنچتا رہے گا، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الامن ثلث صدقة جارية اوعلم ينتفع به او ولد صالح يدعوله[1] رواه مسلم فی صحيحه والبخاری فی الادب المفرد وابوداؤد والترمذی والنسائی عن ابی هريرة رضی الله تعالٰی عنه و فی الباب احاديث كثيرة شهيرة۔ والله تعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم۔

جب انسان فوت ہوجائے تو اس کے عمل منقطع ہوجاتے ہیں مگر تین وجہ سے جاری رہتے ہیں: صدقہ جاریہ یا نافع علم یا صالح اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔ اس کو مسلم نے اپنی صحیح میں اور بخاری نے ادب مفرد میں، اور ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور اس باب میں کثیر احادیث مشہورہ ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الوصیۃ باب مایلحق للانسان من الثواب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۴۱

Marfat.com

مسئلہ ۱۴ مسئولہ احمد حسن طالب علم بنگالی بروز دوشنبہ ۲۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے برائے منفعت عوام ایک تالاب بنوایا اور اسے وقف کردیا اور اس کے زمانہ حیات میں لوگ عام طور سے تاریخ معینہ پر شکار کرتے اور ہمیشہ غسل وغیرہ کرتے جیساکہ تمام تالابوں سے نفع حاصل کیا کرتے ہیں بعد اُس کی موت کے بھی عرصہ تک یہی طریقہ جاری رہا پھر ایک مدت کے بعد ایک غیر شخص نے جو اس کے خاندان سے بھی نہیں ہے اپنے زمیندار کے بندوبست میں اپنی جانب منسوب کرلیا اب اس نے اپنے واسطے اس تالاب کو مخصوص کرلیا اب دوسرا شخص کسی قسم کا فائدہ نہیں اٹھا سکتا تو اس بارے میں کیا حکم ہے، آیا اس کا قبضہ صحیح ہے یا نہیں اور کیا ہونا چاہیئے ؟

الجواب

اگر حالت یہ ہے جو سوال میں مذکور ہوئی تو اس کا قبضہ باطل ہے، شکار کرنا کوئی قربت نہیں نہ تفریح کا نہانا، تو اس تالاب کے وقف ہونے میں کلام ہے بخلاف حوضِ مساجد کہ وضو کے لئے وقف ہے، ظاہراً وُہ وارثان بانی کی ملک ہے جیسا وُہ ہونا چاہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵ مسئولہ حاجی سیٹھ محمد اعظم صاحب از راندیر متصل سورت مہتمم مدرسہ بر باولی ۱۶ شعبان ۱۳۳۴ھ

جناب مولانا صاحب! آپ نے جو جواب روانہ فرمایا بندہ کو بتاریخ ۲۵ مئی بروز جمعرات کوملا بہت خوب ہے، مگر دریافت طلب یہ ہے کہ مسجد کی آمد سے جو ملکیت خرید کی گئی ہو وہ بھی در وقف گنی جائے کہ نہیں اور جب وہ وقف گنی جائے اس کے بیع کرنے کو حاکم کی منظوری کی ضرورت ہے کہ نہیں کیونکہ جو خریدنے والا ہو وہ کیا جانتا ہے کہ یہ وقف شدہ ملکیت کی آمد سے خرید کرکے وقف کی ہوئی ہے لہذا جو حاکم کی منظوری ہو تو کسی طور کا خوف نہ رہے نہ خریدنے والے کو نہ بیچنے والے کو، اور نہ غبن و تلف کا کوئی اندیشہ باقی رہے اور بعد میں کوئی مہتمم کو کسی طرح کا کوئی الزام نہ دے سکے اور نہ کوئی رائے لے تو بالکل خراب ہوتا ہے وُہ تو مسجد کے روپوں سے مدرسہ کھولنا جواز بتاتے ہیں اور دبانے کے خیال سے ان کو یعنی اہل دول کے رائے بموجب فتوٰی دیتے ہیں۔

الجواب الملفوظ

متولی نے زرِ وقف سے جو زمین یا جائداد وقف کے لئے خریدی وُہ وقف نہیں ہوجاتی اس کی بیع جائز ہے کتابوں میں جزئیہ کی تصریح ہے ہاں بیع کے لئے ایسا ذریعہ اطمینان ضرور ہے جس میں کسی کے تغلب کا احتمال نہ رہے قاضی شرع تو یہاں کوئی نہیں اہل محلہ و عالم دیندار و مسلمانان متدین کی دینداری سے یہ کام ہو، درمختار میں ہے :

اشتری المتولی بمال الوقف دار اللوقف لاتلحق بالمنازل الموقوفة و	متولی نے وقف مال سے کوئی مکان وقف طور پر خریدا تو یہ مکان وقف شدہ جائداد شمار نہ ہوگا اصح قول میں

Marfat.com

یجوز بیعھا فی الاصح[1] - واللہ تعالیٰ اعلم۔ اس کو فروخت کرنا جائز ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۶ بحضور عظیم البرکت اعلحضرت مدظلہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آج غریب اللہ صاحب تشریف لائے ہیں فرماتے ہیں کہ مسماۃ سمی طوائف جس کی عمر اس وقت تخمیناً ۵۰ برس کی ہے ۱۶ برس ہوئے میاں ناصر صاحب کی مرید ہوکر تائب ہوئی، کرایہ دکانات سے گزر کرتی ہے، خواہش اس کی یہ ہے کہ جائداد تیس چالیس روپیہ ماہانہ کے وقف کرنا چاہتی ہے اور حج کو جانا چاہتی ہے، جس جائداد کا تاحیات خود اور بعد کو مدرسہ مالک ہے اس میں حضور کیا فرماتے ہیں؟ کمترین قادر علی محرر مدرسہ ۴ جمادی الآخر ۱۳۳۸ھ

الجواب

وہ جائداد اگر اس کی اس حرام کمائی کی ہے تو اس کا طریقہ صرف یہی ہوسکتا ہے کہ وہ کسی محتاج پر تصدق کرے اور وہ محتاج بعد قبضہ اپنی طرف سے یوں وقف کرے کہ تاحیات سمی اس سے مستفید ہو اُس کے بعد مدرسہ اور اس کے لئے دفع اعتراض مخالفین کے واسطے ضرور ہے کہ پہلے وہ ایک ہبہ نامہ اُس محتاج کے نام تصدیق کرائے جس کا یہ مضمون ہو کہ یہ جائداد وجہ حرام سے ہے اور اب میں نے توبہ کی ہے اور شرع مطہر اس کے تصدق کا حکم فرماتی ہے لہذا میں نے فلاں کو بطور تصدق اس کا مالک مستقل کیا اور پورا قبضہ اسے دے دیا اس کے بعد وہ محتاج وقف نامہ تصدیق کرائے کہ از انجا کہ مسماۃ فلانہ نے امتثال حکم شرع کے لئے یہ جائداد بطور تصدق میری مِلک کردی اور میں نے قبضہ کرلیا اور اب یہ مال شرعاً طیب ہوگیا، میں چاہتا ہوں کہ اسے کارِ خیر میں صرف کرکے ثواب حاصل کروں اور مسماۃ کو بھی فائدہ پہنچاؤں لہذا میں نے اسے تاحیات مسماۃ اس پر اور اُس کے بعد مسجد مدرسہ پر وقف صحیح شرعی کی، باقی عبارتیں کاغذ میں حسبِ دستور رہوں۔

مسئلہ ۱۷ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ۲۹ جنوری ۱۹۱۷ء کو اپنی کل جائداد جس پر بارِ کفالت بھی تھا باظہار بارِ کفالت وقف عند اللہ کی اور وقف نامہ تحریر کرکے اُس میں متولی اپنی زوجہ کو لکھا بعدہٗ ۳۱ جنوری ۱۹۱۷ء کو ایک تتمہ متعلق وقف نامہ مذکور بخیال اس کے کہ زمینداری جو وقف نامہ میں وقف تھی اُس کی نمبرداری کے لئے خواستگار دوسرا شریک ہو کیونکہ عورت بموجب قانون انگریزی بمقابلہ مرد کے نمبردار نہیں ہوسکتی ہے تتمہ مذکور لکھا اور اس میں عبارت حسب ذیل درج کی،

چونکہ میں نے بذریعہ دستاویز وقف نامہ مورخہ ۲۹ جنوری ۱۹۱۷ء کو اس کل جائداد منقولہ وغیر منقولہ دس بارہ روپیہ کو وقف کرکے تکمیل دستاویز مذکور کے بذریعہ تحریر و رجسٹری کے کرادی ہے اُس دستاویز میں سہواً مل

---

[1] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۹

Marfat.com

سے کسی سبب یہ بات لکھنے سے باقی رہ گئی ہے کہ تمام جائداد مندرجہ وقف نامہ متذکرہ بالا کی بابت میں شرائط کی پابندی اُس میں درج ہے اُس کا عمل درآمد اور پابندی شرائط میرے مرنے کے بعد عمل پذیر ہوگی جب تک میں مقر بقید حیات زندہ ہُوں اُس وقت تک میں مقر مالکانہ قابض اور متصرف رہوں گا مع تتمہ دستاویز وقف نامہ مورخہ ۲۹ جنوری ۱۹۱۷ء کی بابت لکھ دیا کہ سند ہو، بعدۂ وہ ۱۸ دسمبر ۱۹۱۹ء کو ایک تتمہ دوسرا اور لکھا اور اس میں حسب ذیل عبارت تحریر کی کہ تتمہ دستاویز مورخہ ۳۱ جنوری ۱۹۱۷ء جو بابت دستاویز مورخہ ۲۹ جنوری ۱۹۱۷ء کے لکھایا تھا اُس تتمہ دستاویز کے سطر ج کے آخر میں لفظ مقر کے بعد بوجہ سہو کتابت کے عبارتِ ذیل تحریر ہونے سے رہ گئی ہے وہ عبارت ذیل مذکور تتمہ مذکور یعنی دستاویز تتمہ مذکور مورخہ ۳۱ جنوری ۱۹۱۷ء مذکور کا جزو متصور ہو کر پڑھی جاوے:

"واقف منتظم بشرائط مندرجہ وقف نامہ بحیثیت متولی ۲۹ جنوری ۱۹۱۷ء"

لہذا یہ تتمہ بطور دستاویز تتمہ ۳۱ جنوری ۱۹۱۷ء متصور ہو، اس کے بعد پسر واقف نے کل جائداد واقف پر ۱۹۱۹ء میں قبضہ متولی سابق کو دے دیا۔ اب سوال[1] یہ ہے کہ وقف نامہ جائز ہے یا نہیں اور وقف اگر جائز ہے تو وہ ۱۹۱۹ء کے تتمہ سے مانا جائے گا یا ۱۹۱۷ء کے وقف نامہ سے اور تتموں سے تو کوئی اثر وقف پر نہیں پڑتا۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ درمیانی امور کے بابت واقف بحیثیت متولی مانا جائے گا یا مالک کی حیثیت اس کی ہوگی۔ تیسرا سوال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص وقف کردے اور متولی کو قبضہ نہ دے اور خود ہی واقف اپنا قبضہ رکھے تو اُس حالت میں کیا وقف ناجائز ہے یا جائز؟

الجواب

وقف صحیح ہوگیا اور پہلا تتمہ جس کا حاصل یہ ہے کہ وقف کا عملدرآمد اُس کے مرنے کے بعد ہوگی زندگی بھر وُہ مالکانہ قابض رہے مردود ہے وقف صحیح ہوجانے کے بعد اس میں کسی تبدیلی کا اصلاً اختیار نہیں اور دوسرا تتمہ جس کا حاصل یہ ہے کہ وقف نامہ میں جسے متولی کیا تھا اس کی جگہ خود متولی رہنا چاہتا ہے یہ اس کے اختیار کی بات ہے اُسے معزول کرکے آپ متولی ہوسکتا ہے۔ درمختار میں ہے:

للواقف عزل الناظر مطلقا بہ یفتی[1]

مطلقاً واقف کو یہ جائز ہے کہ وہ نگران کو معزول کردے، اسی پر فتوٰی ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای سواء کان بجنحۃ اولا وسواء کان

یعنی نگران کا جرم ہو یا نہ ہو اور معزولی کی شرط

---

[1] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۹

Marfat.com

شرط لہ العزل اولاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہو یا نہ ہو برابر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۸ از مقام چندوسی ضلع مراد آباد محلہ سنبھل دروازہ مسئولہ عبداللہ لوہار

کیا فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ، زید نے ایک منزل دکان واقع چندوسی پرگنہ بلاری میں ۱۹۰۴ء میں فی سبیل اللہ وقف کی، اور یہ وقف نامہ رجسٹری شدہ تحریر کردیا ہے، اس کے دو ماہ بعد ایک وصیت نامہ زید نے اور تحریر کردیا کہ میرا ارادہ بیت اللہ شریف جانے کا ہے اگر میں زندہ واپس آگیا تو میں مالک ہوں اور بعد انتقال میرے کے میری عورت مسماۃ عدیا اور میرا پوتا علی حسین مالک ہے۔ زید کا انتقال بیت اللہ شریف جاتے وقت راستہ میں ہوگیا اور اس کے بعد پوتا علی حسین بھی مرگیا تو اس کی بیوی عدی باقی رہی اس نے یہ جائداد کفالت کردی، کفالت کے ایک سال بعد عدی عورت کا بھی انتقال ہوگیا تو اس کے پوتے علی حسین کے والد امر نے یہ جائداد بیع کردی اور اس کا روپیہ اسی نے صرف کرلیا، اور چودھری محلہ ہے انھوں نے بیع نامہ پر دستخط کردئے اور اس کے بعد خریدار نے اس کو تعمیر کرلیا، خریدار کو وقت بیع اور وقت تعمیر کے یہ معلوم ہوا تھا کہ یہ جائداد فی سبیل اللہ وقف ہے، اہل محلہ کو جب معلوم ہوا کہ اس میں کا ایک شخص کہ جس کی وقف نامہ پر گواہی نہیں ملا اور اسی نے کہا کہ تو کوشش کرکے عدالت سے اس کی نقولیں حاصل کریں گے تو معلوم ہوگا اور مالک خریدار کا یہ بیان ہے کہ میرا روپیہ بیع و تعمیر کا دلوایا جائے تو میں قبضہ چھوڑ دوں گا، اور اب امر جس نے فروخت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں مالک تھا فروخت کردیا۔ اب ہماری شریعت مطہرہ کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب

جب وہ دکان وقف ہوچکی تھی تو اس کی نسبت زید کو وصیت کرنے کا کوئی اختیار نہ تھا، نہ عورت کو مکفول کرنے کا نہ عمرو کو اس کے بیچنے کا، یہ سب باطل محض۔ مشتری پر فرض ہے کہ اُسے فوراً چھوڑ دے اپنا روپیہ عمرو سے لے لے، روپے نہ ملنے تک قبضہ رکھنے کا مشتری کو کوئی اختیار نہیں، ایک منٹ کے لئے قابض رہنا اس پر حرام ہے اس نے جدید کرلی ہے تو اسے اکھیڑ لے، اور اگر مسلمان اسے عملے کی قیمت ادا کرے، عملہ وقف کے لئے کرلیں تو بہتر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹ از بریلی موضع بلیا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص موضع بلیا میں امام باڑے کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ میرا مکان ہے، اور اس میں بیل باندھنے لگا، اور زمیندار خود کہتے ہیں کہ تم لوگ اپنا

ل ردالمحتار کتاب الوقف داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۱۲

تو ہار کرو، لیکن ان لوگوں نے زمیندار کو ۵، روپیہ دے کر اس کو اپنے بس میں کرلیا اور وہ کہتے ہیں کہ ہم دینداری کے شریک نہیں۔ ان کا کیا انتظام کیا جائے؟

الجواب

امام باڑہ وقف نہیں ہوسکتا وہ جس نے بنایا اُسی کی ملک ہے اُسے اختیار ہے اُس میں جو چاہے کرے، وُہ نہ رہا تو اُس کے وارثوں کی ملک ہے انھیں اختیار ہے، اور تعزیہ داری کو اگر کسی نے دینداری کہا اور اس نے اس کی شرکت سے انکار کیا تو کچھ بیجا نہ کیا کہ تعزیہ داری ناجائز ہے اس میں شرکت جائز نہیں۔ یہی اس سوال سے ظاہر ہے اور وُہ معنی کہ میں اسلام کے شریک نہیں مسلمان ہرگز مراد نہ لے گا' ہاں اگر ثابت ہوجائے کہ کسی کلمہ گو نے اسلام کی شرکت سے انکار کیا تو وہ ضرور کافر ہوجائے گا مگر یہ معنی یہاں سے مفہوم نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰ مسئولہ عزیز الحسن قادری رضوی از قصبہ پھپھوند ضلع اٹاوہ محلہ اونچا ٹیلہ ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

ہندہ سُنی حنفی پابند صوم وصلوٰۃ جو پندرہ بیس برس ہوئے کہ اپنے مادری پیشہ کسب سے توبہ کرچکی، اپنی مقبوضہ کل جائداد و املاک جو اس کی ماں اور نانی کی متروکہ اور اُن کو اُن کے آشناؤں کی ہبہ کی ہوئی ہے مدرسہ دینیہ کی تعلیم میں یا اس کے یتیم و مفلس طلبہ کی خورد و نوش کی صرف میں لانے کی غرض سے وقف کرنا چاہتی ہے، پس سوال حضرات مفتیانِ شرع شریف سے یہ ہے کہ منتظمین مدرسہ کو یہ جائداد اپنے قبضہ میں لاکر اس کے محاصل کو ہندہ کی خواہش کے موافق صرف میں لانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جو روپیہ بعوض زنا وغنا حاصل کیا مثل غصب حرام مطلق ہے کہ کسی طرح اس کی ملک نہیں ہوسکتا اور وہ جائدادیں جو آشناؤں نے زانیات کو ہبہ کیں وُہ ہبہ بھی محض باطل ہے وہ اصل دینے والوں کی ملک پر رہیں ان کی ملک میں نہیں آسکتیں، قنیہ و درمختار میں ہے:

مایدفعہ المتعاشقان فھو رشوۃ۔[1] عشق بازی کرنیوالے ایک دوسرے کو جو دیں وہ رشوت ہے (ت)

ہاں جو جائداد زانیہ نے خریدی ہو اور اس کے شرا میں عقد و نقد دونوں زرِ حرام پر جمع نہ ہوئے ہوں مثلاً روپیہ پیشگی دے کر کہا کہ اس روپے کے عوض جائداد دے دے بائع نے اس کے عوض بیع کردی یہ تو حرام پر عقد ہوا' اور وہی روپیہ زرِ ثمن میں دیا گیا یہ حرام کا نقد ہوا دونوں جمع ہوگئے اس صورت میں بھی وُہ جائداد اُن کی ملک نہ ہوگی ہاں اگر زرِ حرام پر عقد و نقد دونوں جمع نہ ہوئے ہوں مثلاً جائداد خریدی اس وقت ثمن کی تعیین خاص مالِ حرام سے نہ تھی نہ وہ

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ القنیۃ کتاب الہبۃ الباب الحادی عشر فی المتفرقات ۴/ ۴۰۳

Marfat.com

دکھایا گیا نہ پیشگی دیا گیا مطلق روپے کے بدلے خریدی تو یہ جائداد اس خریدنے والے کی ملک صحیح وحلال ہوجائے گی اب زرِ ثمن اس حرام مال سے ادا کیا گیا تو یہ گناہ ہُوا اور بائع کو اس کا لینا حرام تھا مگر جائداد اس کی ملک میں آگئی اسی طرح جو کچھ ان کو اجرت ورشوت کے علاوہ ناچ گانے میں بطورِ انعام دیا جاتا ہے جسے "بیل" کہتے ہیں وہ ان پر حرام نہیں کما نص علیہ فی الھندیۃ (جیسا کہ فتاوٰی ہندیہ میں اس پر نص کی گئی ہے۔ ت) غرض جن صورتوں میں جائداد اس کی ملک ہے اسے وقف کرسکتی ہے اور مہتممانِ مدرسہ اُسے لے سکتے ہیں اور جس صورت میں جائداد اس کی ملک نہیں وہ اسے وقف نہیں کرسکتی نہ اس کے وقف کئے وقف ہو، اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ جائداد کسی فقیر محتاج مسلمان کو ہبہ کرکے قبضہ کرادے اگرچہ اپنے کسی عزیز قریب مثل ماں بہن وغیرہ کو، اور وہ وقف کردے یا یہ اس سے خرید کر اگرچہ ایک پیسے کو یا اس سے اپنے نام ہبہ کرا کے قبضہ میں کرکے خود وقف کردے اب یہ وقف صحیح ہوگا اور مدرسہ میں اُس کا صَرف حلال۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱ از نگینہ ضلع بجنور متصل مسجد کھجور والی، مکان حکیم مبارک حسین صاحب مرسلہ صوفی حاجی محمد ابراہیم صاحب ۴ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

جنازہ کے اوپر جو چادر نئی ڈالی جاتی ہے اگر پُرانی ڈالی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ اگر کل برادری کے مُردوں کے اُوپر ایک ہی چادر بنا کر ڈالتے رہا کریں تو جائز ہے یا نہیں؟ اس کی قیمت مُردہ کے گھر سے یعنی قلیل قیمت لے کر مقبرہ قبرستان یا مدرسہ میں لگانی جائز ہے یا نہیں؟ اور چادر مذکور اُونی یا سُوتی بیش قیمت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

نئی ہو یا پُرانی یکساں ہے، ہاں مسکین پر تصدق کی نیت ہو تو نئی اَولٰی، اور اگر ایک ہی چادر معین رکھیں کہ ہر جنازے پر وہی ڈالی جائے پھر رکھ چھوڑی جائے اس میں بھی حرج نہیں بلکہ اس کے لئے کپڑا وقف کرسکتے ہیں، درمختار میں ہے:

صح وقف قدر وجنازۃ وثیابھا[1]

ہنڈیا، جنازہ اور اس کے کپڑے کا وقف صحیح ہے (ت)

طحطاوی وردالمحتار میں ہے:

جنازۃ بالکسر النعش وثیابھا مایغطی بہ المیت وھو فی النعش[2]

جِنازہ کسرہ کے ساتھ چارپائی اور اس کے کپڑے جن سے میت کو ڈھانپا جائے۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۰

[2] ردالمحتار 〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۷۵

Marfat.com

اور بیش قیمت بنظرِ زینت مکروہ ہے کہ میت محلِ تزئین نہیں اور خالص بہ نیت تصدق میں حرج نہیں کجلال الھدی (جیساکہ ہدی (قربانی) کے جانور کے جُھل۔ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲ مسئولہ آفتاب الدین از مدرسہ منظرِ اسلام

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندو زمیندار اپنی زمین مسجد کے لئے وقف کرے تو یہ وقف ہماری شریعت میں معتبر ہے یا نہیں؟ اور اس مسجد میں نماز جمعہ اور نماز پنجگانہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

مسجد کے لئے ہندو کا وقف باطل ہے لانہ لیس قربۃ فی دینہ الباطل (کیونکہ اس کے باطل دین میں کوئی قربت نہیں۔ت) اگر یونہی مسجد بنالیں گے اس میں نماز ہوجائے گی اور جمعہ بھی ہوجائے گا اگر شہر یا فنائے شہر میں ہو اذ لایشترط لہا المسجد (کیونکہ نمازوں کے لئے مسجد شرط نہیں۔ت) مگر مسجد میں پڑھنے کا ثواب نہ ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۳ از موضع ڈیلاہی ڈاک خانہ لہریا سرائے ضلع دربھنگہ مرسلہ محمد عبدالجلیل خاں صاحب ۱۳ رجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی کچھ زمین مملوکہ کو وقف کرنا چاہتا ہے اس زمین کی آمدنی دو قسم کی ہے کچھ نقدی تحصیل ہے اور زیادہ حصہ آمدنی کا بذریعہ تاڑ و کھجور ہے یعنی جس قدر تاڑ و کھجور اس زمین میں ہیں سال بسال رعایا کے ساتھ بندوبست کئے جاتے ہیں رعایا مدت معینہ تک فائدہ اس سے اٹھاتے ہیں اور اس مدت تک کے لئے مالک نے جو کچھ زر مقرر کیا ہے اس کو ادا کرتے ہیں، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ زمین مذکورہ موصوفہ بصفت مسطورہ کو زید وقف شرعاً کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

زمین وقف کرسکتا ہے کہ اس میں کوئی معصیت نہیں اور تاڑ و کھجور تاڑی اور سیندھی نکالنے کے لئے اجارہ پر دیں حرام و باطل ہے وہ نہ بعد وقف جائز ہو نہ اب جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۴ تا ۲۸ از علی گڑھ بازار موتی مسجد مرسلہ علی الدین سوداگر پارچہ ۲۹ رجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) اگر کوئی قطعہ کسی خاص شخص یا قوم کی پرورش کے لئے وقف خاص ہو لیکن اس میں کچھ آمدنی ہو اور اس پر صدہا برس سے عام اہل اسلام اپنے مُردے دفن کرتے ہوں جن کی ہزارہا قبور و بکثرت خطیرہ وتعویذ متعدد مساجد و چاہات موجود ہوں اور ہنوز یہ عمل جاری ہو تو وہ اراضی وقف عام مانی جائیگی یا نہیں؟

(۲) کیا اراضی موقوفہ مذکورہ کے کسی متولی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی مسلمان کو مردہ دفن کرنے و مسجد و چاہ و خطیرہ

Marfat.com

بنانے سے روک دے۔

(۳) اگر منجملہ تین متولیوں کے جوکسی موقوفہ قبرستان کے ہوں دو مرد متولی زید کو مردہ دفن کرنے و مسجد و چاہ تعمیر کرنے کی اجازت دے دیں اور وُہ اس پر عمل کرکے مردہ دفن کرا دے اور مسجد و چاہ بھی تعمیر کرا دی مگر تیسری عورت متولیہ اس پر رضامند نہ ہو تو کیا دو مرد متولیوں کی اجازت کافی مانی جائے گی؟

(۴) کیا تیسری متولیہ کو جو اجازت میں شامل نہیں ہے شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ وہ مقبرہ و مسجد و چاہ تعمیر شدہ کو تُڑوا دے۔

(۵) کیا موقوفہ قبرستان میں کوئی شخص بہ اجازت متولیوں کے منجملہ تین کے مردہ دفن کرنے و مسجد و چاہ تعمیر کرنے کے لئے کوئی خاص حصّہ مخصوص کر سکتا ہے اور تیسری متولیہ جو اجازت میں شامل نہیں ہے وہ مخصوص کرنے کی مانع ہو سکتی ہے؟

الجواب

جبکہ صدہا سال سے عام مسلمان بلانکیر اس زمین میں مساجد و چاہ و قبور بناتے آئے ہیں تو وہ ضرور وقف عام ہے، کس دلیل سے کہا جاتا ہے کہ کسی قوم خاص پر وقف تھا، ایسی حالت میں کسی متولی کو اختیار نہیں کہ سُنّی مسلمان کو اس میں دفن کرنے یا مسجد یا کنواں بنانے سے روکے خواہ یہ روکنے والا مرد ہو یا عورت ہو، اور اگر دلیل شرعی سے ثابت ہو کہ حقیقۃً وُہ زمین کسی قوم خاص پر وقف ہے اور عام لوگوں نے صدہا سال سے اُس میں ظالمانہ و غاصبانہ تصرفات کر رکھے ہیں جس کی امید ہرگز کسی طرح نہیں تو البتہ ہر متولی اُس میں خلاف اغراض وقف تصرف کرنے سے ہر شخص کو روک سکتا ہے اگرچہ یہ متولی عورت ہو اگر دس مرد متولی اس کی اجازت دے چکے ہوں کہ خلاف اغراض وقف اجازت باطل ہے اور اجازت دینے والا خائن ہے جسے معزول کرنا لازم، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۹ تا ۳۳ از اودے پور میواڑ راجپوتانہ مرسلہ سید احمد علی صاحب مہتمم مدرسہ نظامیہ عربیہ اسلامیہ ۶ شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین ایسی صورت میں کہ خالد نے ایک مدرسہ عربیہ دینیہ قائم کیا چندہ سے۔ اور شہر کے لوگوں سے خالد کا چندہ بھی زائد ہے اور نقل بعینامہ جو ہمسلک ہذا ہے اس میں خالد نے علاوہ اپنے چھ نام دیگر برائے قائمی مدرسہ درج کرائے یعنی خالد، مولوی شمس الدین صاحب چودھری رحیم بخش صاحب، حاجی محمد فاضل صاحب، رسالدار حسن خاں صاحب، مہاوت موتی خاں صاحب، الٰہ بخش صاحب، منجملہ ان کے رسالدار حسن خاں صاحب اور حاجی محمد فاضل صاحب مر چکے۔ محمد فاضل صاحب کا جزوی روپیہ تھا

Marfat.com

اور رسالدار حسن خاں صاحب اور مہاوت موتی خاں صاحب کا چندہ کچھ نہیں صرف احتیاطاً نام درج بطور اطمینان کر دئے گئے کہ کوئی مدرسہ کو ذاتی ملکیت نہ بنا لیوے۔ الہ بخش جی کا بھی تھوڑا روپیہ تھا وہ اور رحیم بخش جی اور فاضل جی کا تعلیم میں صرف ہو گیا زمین جو برائے مدرسہ خریدی گئی وہ سب باہر کے چندہ آوردہ خالد اور خالد کے ذاتی چندہ سے خرید کی گئی، جو عمارت مدرسہ اس وقت موجود ہے وہ باہر کے چندہ آوردہ خالد اور احباب خالد سے تعمیر ہوئی ہے تو خالد کا حق دوسروں کے مقابلہ میں اس مدرسہ پر کس قدر ہے فتویٰ عطا ہو۔

(۲) صورت مسطورۂ بالا میں واقف کل کون ہوا اور اگر وقف مشترکہ مانا جاوے تو واقف اعظم کون ہوا صاف حکم فرمایا جائے، خالد حدیث شریف الدال علی الخیر کفاعلہ[۱] (نیکی بتانے والا نیکی کرنے والے کی مانند ہے۔ ت) سے بھی فائدہ پائے گا یا نہیں؟

(۳) ایسے چندہ مسطورہ بالا سے جو ہر سال آمد ہو کر تعمیر اور تعلیم میں صرف ہوتا رہا کیا وقف ہو سکتا ہے جو کل آمد سالانہ ہو وہ صرف ہو جائے یعنی مدرسہ وقف مانا جائے گا یا کیا۔

(۴) اگر خالد وقف بھی کرنا چاہے تو وقف مانا جائے یا کوئی صورت عارض ہوگی حالانکہ خالد نے چندہ شہر اور باہر سے خدا واسطے مانگ کر لایا اور لگایا اور اپنا وقت سفر اور حضر بلا معاوضہ صرف کیا خالد جو کہ اول سے بانی اور متولی مدرسہ ہے بلاوجہ شرعیہ گروہ جہال جنھوں نے چندہ دیا یا نہ دیا ہو الگ کر سکتے ہیں ذاتی عداوت سے۔

(۵) سواد اعظم میں گروہ جہال مانے جائیں گے یا پڑھے لکھے پابند اسلام؟

نقل بیعنامہ

تحریر از طرف پٹھان حسن خاں و حاجی محمد خاں پسران خواجو خاں سکنہ شہر بنام جملہ انجمن والان مسمی رحیم بخش جی[۱] چڑوہ رنگریز، مولوی سید شمس الدین جی[۲]، مہاوت موتی خاں جی[۳]، الہ بخش جی[۴]، رسالدار حسن خاں جی[۵]، قاضی احمد علی[۶]، حاجی محمد فاضل جی[۷] شہر والوں کے روپیہ ۱۶۲ اودے پوری دینا جس کے بدلہ میرے باپو نیکی جگہ نیم سیم سمیت مع چبوترہ وجملہ حقوق بخشش کر دئے اور قابض و متصرف بھی کرا دیا روپیہ اس طرح پر لئے ۶۰ تو پٹھان عمر خاں نیاز محمد خاں کو رہن کے آپ نے چکائے و تحریرات رہن آپ نے لے لی اور مبلغ ۲۷۵ چوڑی گر محمد علی کو بابت دعوٰی دیوانی کے آپ چکا کم دو یا زیادہ اور مبلغ ۲۸۹ ہم نے نقد آپ سے وصول کر لئے غرضکہ ۶۲۴ کل بھر پائے فیس نقشہ و رجسٹری وغیرہ سب آپ کے ذمہ ہے اس جگہ

---

[۱] جامع الترمذی باب ما جاء ان الدال علی الخیر کفاعلہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۹

Marfat.com

بابت ہمارے بھائی گرایہ وغیرہ کوئی دعوٰی جھگڑا کریں گے نہیں، اگر کریں گے تو ان کا مَن میں مناوٗں گا لہذا یہ تحریر بیعنامہ سنداً لکھ دی کہ وقت ضرورت کام دے۔ دستخط حسن خاں و حاجی محمد خاں مع گواہان

مکرر یہ کہ زمین زیادہ قیمت کی تھی مگر مسطورہ بالا روپیہ میں آپ کو فروخت کرکے بخشش کر دی کہ پھر کوئی دعویدار نہ ہوسکے سمت ۱۹۶۳ بکرمی کے بیسا کھ بدی ۷۔

الجواب

ہبہ بالعوض بیع ہے بیع جتنے اشخاص کے نام ہوئی سب مالک ہوئے اگرچہ روپیہ ایک ہی دیتا وہ اوروں کے حصے کا زرِثمن ادا کردینے میں متبرع ہے جبکہ اُن سے واپسی قرار نہ پائی ہو جیسا یہاں ہے، ہم نے اپنے فتاوٰی کتاب الوقف میں ثابت کیا ہے کہ زرِچندہ چندہ دہندوں کی ملک پر رہتا ہے اور محصل کا اُن کے اذن عرفی سے خلط کرلینا اُسے مالک نہ کردے گا اور جبکہ انھوں نے مدرسہ بنانے کے لئے خالد کو چندہ دیا تو اُسے شراء زمین و تعمیر کا ماذون کیا اور اُن کا روپیہ ان کے اذن سے اس نے شراء و تعمیر میں صرف کیا تو وُہ زمین و عمارت تمام مشتریوں اور چندہ دہندوں کی ہوئی جس کا ایک پیسہ چندہ ہو اور جس کا ہزار روپے سب شریک ہیں، اور جبکہ دینی مدرسہ نفع عام مسلمین کے لئے بنانا مقصود تھا اس میں کسی کی نیت یہ نہیں ہوتی کہ میں کسی جز کا مالک رہوں اور اس سے انتفاع ایک مدت محدود تک ہو پھر میری ملک میں واپس آئے جبکہ اپنی ملک سے خارج کرکے ہمیشہ کے لئے نفعِ مسلمین کے واسطے کردینا مقصود ہوتا ہے اور یہی حاصلِ وقف ہے تو اگرچہ نصاً وُہ سب لفظ وقف نہیں کہتے عرفاً دلالۃً وقف کرتے اور وقف ہی سمجھتے ہیں، ذخیرہ و خانیہ و عالمگیریہ میں ہے:

رجل له ساحة لابناء فیها امر قوما ان یصلوا فیها بجماعة فان امرھم بالصلٰوة فیها ابدا نصا بان قال صلوا فیها ابدا او امرھم بالصلٰوة مطلقا ونوی الابد صارت الساحة مسجدا وان وقت بالشھر او السنة لا تصیر مسجدا[1]

ایک شخص نے اپنے خالی میدان میں لوگوں کو باجماعت نماز پڑھنے کی صراحۃً ابدی اجازت دی یا مطلقاً کہہ دیا کہ اس میں نماز پڑھو اور نیت ابدی کرلی تو وہ میدان مسجد قرار پائے گا، اور اگر مہینے یا سال کے لئے نماز پڑھنے کو کہا تو وہ مسجد نہ قرار پائے گا۔ (ت)

تو وُہ ایک مکان ہے جس کی زمین و عمارت سب ان سب کی ملک مشترک ہوکر اُن سب کی طرف سے وقف ہوئی اور حق کہ واقف کو وقف پر ہوتا ہے سب کو بروجہ کمال یکساں حاصل ہُوا اس میں کمی وبیشی چندہ پر لحاظ نہ ہوگا کہ یہ حق متجزی نہیں اور حق غیر متجزی ہر شریک کے لئے کاملاً حاصل ہوتا ہے۔ اشباہ والنظائر میں ہے:

---

[1] الفتاوٰی الہندیۃ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۳۵۵

Marfat.com

ماثبت بجماعة فھو بینھم علی سبیل الاشتراك الافی مسائل' الاولی ولایة الانکاح للصغیر و الصغیرة ثابتة للاولیاء علی سبیل الکمال لکل (الی ان قال) والضابط ان الحق اذاکان مما لایتجزی فانه یثبت لکل علی الکمال فالاستخدام فی المملوك مما لایتجزی۔[1]

جو چیز پوری جماعت کے نام ہو تو وہ ان سب میں مشترک ہوگی ماسوائے چند مسائل کے، جن میں سے ایک نکاح دینے کی ولایت جو تمام اولیاء کو نابالغ لڑکے اور لڑکی پر حاصل ہے اور یہ ہر ایک کو مستقل حاصل ہے (آگے یہاں تک فرمایا) اس کا ضابطہ یہ ہے کہ اگر حق غیر متجزی ہو تو یہ ہر ایک کو مستقل ہوگا، تو مشترکہ غلام سے خدمت لینا ہر ایک کو مستقل حق ہے کیونکہ یہ بھی غیر متجزی ہے (ت)

خالد بشرط حسن نیت وقبول حضرت عزت الدال علی الخیر کفاعلہ[2] (نیکی بتانے والا نیکی کرنے والے کی مانند ہے۔ ت) کا فائدہ روز جزا پائے گا خالد اب اُسے جدید وقف کرکے واقف کل نہیں بن سکتا وقف دوبارہ وقف نہیں ہوسکتا نہ خالد مالک کل ہے اور وقف کی شرط ملک ہے، خالد کو مدرسہ سے جدا کرنے کی اگر کوئی وجہ شرعی نہ ہو تو جاہل ہوں یا علماء بلاوجہ محض نفسانیت سے جو کریں مسموع نہیں ہوسکتا جبکہ خود حاکم قاضی کو کسی صاحب وظیفہ تک کا بے گناہ معزول کرنا نہیں پہنچتا۔ بحرالرائق پھر ردالمحتار میں ہے:

استفید من عدم صحة عزل الناظر بلاجنحة عدمها لصاحب وظیفة فی وقف بغیر جنحة وعدم اھلیة۔[3]

بغیر جرم نگران کی معزولی کی عدم صحت سے یہ فائدہ حاصل ہُوا کہ وقف کا کوئی نگران باوظیفہ ہو تو بھی بغیر جرم اور نااہلیت کے بغیر معزول نہیں کیا جاسکتا (ت)

اور اگر وجہ شرعی ہو تو بلاشبہہ معزول کیا جائے گا اگرچہ خاص اپنی تنہا ملک سے وقف کیا ہوتا۔ درمختار میں ہے:

ینزع وجوبا بزازیة لو الواقف درر فغیرہ بالاولی غیر مامون اوعاجزا اوظھر به فسق کشرب الخمر ونحوہ' فتح۔[4]

لازمی طور پر معزول کیا جائے، بزازیہ۔ اگرچہ واقف ہی کیوں نہ ہو، درر۔ تو غیر بطریق اولٰی جب وہ ناقابل اعتماد' نااہل' یا اس کا فسق ظاہر ہوچکا ہو مثلاً شرابی ہونا وغیرہ، فتح۔ (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر کتاب النکاح ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۴۵-۲۴۴

[2] جامع الترمذی باب ماجاء ان الدال علی الخیر کفاعلہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۹۱

[3] بحرالرائق کتاب الوقف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/۲۲۷

[4] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۳

Marfat.com

سوادِ اعظم اہلسنت ہیں فرعیات میں حکمِ شرع کے خلاف کثرت وقلت جماعت پر نظر نہیں امور انتظامی جن میں شرع مطہر کی جانب سے کوئی تحدید نہ ہو ان میں کثرت رائے کا لحاظ ہوتا ہے اس میں ہر ذی رائے مسلمان سُنّی کی رائے ملحوظ ہوگی اگرچہ عالم نہ ہو کہ معاملہ شرعیات سے نہیں بلکہ بارہا تجربہ کار کم علموں کی رائے کسی انتظامی امر میں ناتجربہ کار ذی علم کی رائے سے صائب تر ہو سکتی ہے انتم اعلم باموردنیاکم[1] (تم اپنے دنیاوی امور کو بہتر جانتے ہو۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۴: مسئولہ مولوی ظہور حسین صاحب ساکن بریلی محلہ کنگھی ٹولہ ۲۴ رجب المرجب ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنی حیات میں ایک جزو زمینداری معہ ایک قطعہ مکان موسوم امام باڑہ بغرض امورات مذہبی بشرائط ذیل بنام خدائے برتر وقف کرکے وقف نامہ رجسٹری لکھ دیا اور قبضہ اور دخل جزواً وکلاً اٹھا کر خدا کی ملک میں دے دیا اور کوئی تعلق اپنا کسی قسم کا نہ رکھا اور متولی مقرر کرکے عمل درآمد باضابطہ کرادیا اغراض وقف کے شرائط مجوزہ ہندہ واقفہ یہ ہیں:

اول یہ کہ جو منافع خالص رہے اس میں سے محفل میلاد شریف حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وحضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ ونذر ونیاز وغیرہا سید الشہداء امام حسن وامام حسین علیہما السلام وفاتحہ برسی اموات ومرمت شکست وریخت امام باڑہ باہتمام متولیان ہو۔

دوسرے یہ کہ اگر متولیان مذکور بلا کسی کو متولی یا قائم مقام اپنا کئے فوت ہوجائیں تو اولاد ذکور لائق متولیان ہندہ سے متولی ہوگی کوئی شخص مستحق تولیت کا نہ ہوگا بلکہ یہ سلسلہ خاندانی تاقیام زمانہ نسلاً قائم رہے گا کوئی کمیٹی وانجمن جائداد موقوفہ میں دست انداز نہیں ہوسکتی کیونکہ محاصل اس وقف کا بنا براجرائے کارِ خیر ونذرونیاز رکھا گیا ہے تاکہ نام میرا دنیا وآخرت میں ہمیشہ کو رہے اور ثواب ملتا رہے۔ ایسا وقف اور یہ اصراف اوقاف شرعی یعنی بموجب شرع محمدی کے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جبکہ وُہ جائداد اور یہ مکان اس وقت وقف کرنے کے وقت ہندہ کی ملک تھی اور اب اس نے مصارف خیر مذکورہ کے لئے وقف کردئے وقف جائز وصحیح ولازم ہوگیا اور مصارف مذکورہ شرعاً جائز ہیں، ہدایہ میں ہے:

ووقف المشاع جائز[2] قال فی الدرر — غیر منقسم جائداد کا وقف جائز ہے، درر میں ہے کہ

---

[1] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب امتثال ما قالہ شرعاً الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۶۴

[2] الہدایۃ کتاب الوقف المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/ ۶۱۸

Marfat.com

وبہ یفتی[1] — اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

اور وقتِ وقف اس کا مالک ہونا ضروری ہے، شامی ج ۳ ص ۵۵۵ میں ہے:

شرطہ شرط سائر التبرعات افادان الواقف لابد ان یکون مالکا لہ وقت الوقف ملکا تاما[2]۔

اس کی شرط وہی ہے جو تمام تبرعات کی شرط ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ واقف کا بوقتِ وقف کامل مالک ہونا ضروری ہے (ت)

وقف کے لئے کتابت ضروری نہیں زبانی الفاظ کافی ہیں، خیریہ میں ہے:

اما اشتراط کونہ یکتب فی حجۃ ویقید فی سجلات فلیس بلازم شرعا ومخالف للموضوع الشرعی فان اللفظ بانفرادہ کاف فی صحۃ ذلک شرعا والزیادۃ لایحتاج الیہا[3] اھ ملتقطا

یہ کہ حجت وقف لکھی جائے اور دفتری کتب میں لکھائی تو یہ شرط شرعاً لازم نہیں بلکہ شرعی طریقہ کے مخالف ہے کیونکہ صرف لفظی طور پر کہہ دینا کافی ہے اور اس سے زائد شرعاً کوئی ضروری نہیں اھ (ت)

اور ولایت کو اپنے خاندان میں شرط کر دینا بھی صحیح ہے اور وہ اس کا متولی رہے گا جب تک کہ اس کی خیانت یا عجز یا فسق ظاہر نہ ہو ورنہ اس سے ولایت لے لی جائے گی اگر متولی خود واقف ہی ہو، درمختار صفحہ ۵۹۴ میں ہے:

وینزع وجوبا لوکان المتولی غیر مامون او عاجزا وظہر بہ فسق وان شرط عدم نزعہ او ان لاینزعہ قاض ولا سلطان لمخالفتہ لحکم الشرعی فیبطل کالوصی[4] اھ ملخصا و مختصرا۔

اور متولی غیر معتمد علیہ ہو، یا نالائق ہو، یا اس کا فسق ظاہر ہو چکا ہو تو اس کو معزول کرنا ضروری ہے اگرچہ معزول نہ کرنے کی شرط کی ہو، یا یہ کہ قاضی اور سلطان بھی نہ معزول کرے گا تو شرع کے مخالف ہونے کی وجہ سے یہ شرط باطل ہے جیسا کہ وصی کے متعلق حکم ہے اھ ملخصاً مختصراً (ت)

واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

---

[1] الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام کتاب الوقف مطبعہ احمد کامل الکائنہ ۲/۱۳۴

[2] ردالمحتار کتاب الوقف داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۵۹

[3] فتاوٰی خیریۃ کتاب الوقف دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۱۶

[4] درمختار 〃 مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۳

Marfat.com

مسئلہ ۳۵ از سورت عیدروس منزل خانقاہ عیدروسیہ مرسلہ حضرت سید علی بن زید بن حسن عیدروس سجادہ نشین خانقاہ مذکور ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین حسب ذیل مسئلہ میں کہ مسلمانوں کے اوقاف جو ثواب کی نیت سے بترغیب حکم رب العالمین وقف کئے جاتے ہیں وہ اوقاف کل کے کل مذہبی ہیں یا مذہب کے غیر یا بعض مذہبی اور غیر مذہبی؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اوقاف جائزہ مطلقاً اگرچہ بے نیت ثواب کئے جائیں اگرچہ وقف کرنیوالے مسلمان بھی نہ ہوں خواہ ہمارے مذہبی تعلیم اعمالِ عبادات کے لئے ہوں یا غریبوں کی مدد، تعلیم، طبی امداد وغیرہا کے لئے علی العموم سب مذہبی ہیں اور اُن میں دست اندازی مذہبی دست اندازی، نیت و عدم نیت یا اسلام و کفرِ واقف سے یہ فرق پڑتا ہے کہ واقف اگر مسلمان ہو اور ثواب کی نیت سے کرے (جیسا کہ عام اوقاف میں مسلمانوں کی یہی نیت ہوتی ہے) تو وہ اُس کے لئے قربت و عمل صالح و باعثِ ثواب و قربِ رب الارباب بلکہ اطلاق عام میں عبادتِ الٰہی ہے اور ایسا نہ ہو تو واقف کو ثواب نہ ملے گا مگر وقف فی نفسہ ضرور ہمارا دینی مذہبی کام ہی رہے گا و لہذا اس میں دو شرطیں مطلقاً لازم ہیں؛

ایک یہ کہ وُہ کام جس کے لئے یہ وقف ابتداءً ہُوا یا آخر میں اُس کے لئے قرار پائے گا واقف کے نزدیک کارِ ثواب ہو وہ اس ثواب کی نیت کرے یا نہ کرے یہ اُس کا فعل ہے کام مذہبی حیثیت سے ثواب کا ہونا چاہیئے، جیسے غربا کی امداد اگرچہ دوا وغیرہ سے ہو۔

دوسرے یہ کہ وُہ کام خود ہمارے مذہب اسلام کی رُو سے کارِ ثواب ہو اگرچہ وقف کرنے والا مسلمان نہ ہو۔

(۱) اسی لئے اگر اغنیا کے چائے پانی کے لئے ہوٹل بنا کر وقف کیا وقف نہ ہوگا کہ یہ کوئی ثواب کا کام نہیں۔

(۲) کافر نے مسجد کے لئے وقف کیا وقف نہ ہوگا کہ یہ اس کے خیال میں کارِ ثواب نہیں۔

(۳) کافر نے ایک مندر یا شوالے کے لئے وقف کیا وقف نہ ہوگا کہ یہ واقع میں کارِ ثواب نہیں۔

(۴) کافر نے ایک شوالے پر وقف کیا اس شرط پر کہ جب تک یہ باقی ہے وقف کی آمدنی اس میں خرچ ہو اور جب شوالہ ٹوٹ کر ویران ہو جائے تو اس کے بعد یہ آمدنی محتاجوں پر صرف ہُوا کرے وقف صحیح ہو جائے گا کہ اُس کا آخر ایک ایسے کام کے لئے رکھا جو کارِ ثواب ہے یعنی امداد مساکین، اور آج ہی سے اس کی ساری آمدنی

Marfat.com

امدادِ مساکین میں صرف ہوگی شوالہ کو ایک پیسہ نہ دیا جائے گا، اور اس قسم کے بکثرت مسائل کتبِ معتمدہ میں مذکور رہیں، تو ثابت ہُوا کہ وقف جائز کیسا ہی ہو کسی نے کیا ہو کسی طرح کیا ہو مطلقاً ہم مسلمانوں کا دینی مذہبی ہے، کام دوہی قسم ہیں، دینی یا دُنیوی۔ ہر شخص جانتا ہے کہ دُنیوی کام میں اُن دونوں شرطوں سے کوئی شرط نہیں، نہ یہی ضرور کہ فاعل کے نزدیک وہ کارِ ثواب ہو، نہ یہی لازم کہ مذہبِ اسلام نے اُسے کارِ ثواب مانا ہو اور وقف میں مطلقاً یہ دونوں شرطیں لازم ہیں، تو ظاہر ہُوا کہ وُہ ہرگز دُنیوی کام نہیں بلکہ خاص دینی و مذہبی ہے، اور یہی ہمیں ثابت کرنا تھا، اور اس پر ایک صریح دلیل یہ بھی ہے کہ مسلمان اگر کیسا ہی وقف کسی غرض کا کرے اور پھر معاذ اللہ اسلام سے پھر جائے تو فوراً اس کا ہر وقف باطل ہوجاتا ہے وہ اس کے وارثوں پر مالکانہ تقسیم کردیے جاتے ہیں یہاں تک کہ اگر مرتد ہو کر پھر اسلام لے آئے وقف عود نہ کرے گا جب تک بعد اسلام پھر از سرِ نو وقف نہ کرے اور یہ حکم عام ہے جس میں کسی وقف کی تخصیص نہیں تو کوئی وقف اگر ایسا بھی ہوتا جو مذہبی نہ ہو تو مذہب بدل جانے سے وہ کیوں باطل ہوجاتا تو معلوم ہُوا کہ وقف کیسا ہی ہو مطلقاً مذہبی ہے، اب ان تمام مسائل پر عباراتِ کتب ملاحظہ کیجئے،

ردالمحتار مطبع قسطنطنیہ جلد دوم ص ۴۲۳:

العتق والوقف والاضحیۃ ایضا عبادات[1]

وقف، عتق اور قربانی بھی عبادات ہیں۔ (ت)

ہدایہ مع فتح القدیر مطبع مصر جلد پنجم ص ۵۷:

الوقف ازالۃ الملك الی اللہ تعالٰی علٰی وجہ القربۃ[2]

اپنی ملکیت کو عبادت کے طور پر زائل کرنا اللہ تعالٰی کے لئے، اس کو وقف کہتے ہیں (ت)

فتح القدیر جلد مذکور ص ۵۷:

محاسن الوقف ظاہرۃ لما فیہ من ادامۃ العمل الصالح کما فی الحدیث المعروف اذامات ابن اٰدم انقطع عملہ الامن ثلث صدقۃ جاریۃ[3]، الحدیث۔

وقف کے محاسن ظاہر ہیں کہ اس میں نیک عمل کا دوام ہے جیسا کہ معروف حدیث میں ہے کہ انسان کے فوت ہونے پر اس کے عمل تین کے ماسوا سب منقطع ہوجاتے ہیں، ان میں ایک صدقہ جاریہ ہے، الحدیث (ت)

درمختار مع شامی مطبع استنبول جلد سوم ص ۵۵۴:

---

[1] ردالمحتار | کتاب النکاح | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/ ۲۵۸

[2] الہدایۃ | کتاب الوقف | المکتبۃ العربیۃ کراچی | ۲/ ۶۲۳

[3] فتح القدیر | " | مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر | ۵/ ۴۱۶

Marfat.com

سببہ ارادۃ محبوب النفس فی الدنیا ببر الاحباب وفی الاٰخرۃ بالثواب یعنی بالنیۃ من اھلھا لانہ مباح بدلیل صحتہ من الکافر[1]

دنیا میں احباب سے بھلائی اور آخرت میں ثواب کیلئے نفس کو خوش کرنا اس کا سبب ہے، یعنی ثواب کی نیت اہل نیت سے، ورنہ مباح ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ وقف کرنا کافر کو بھی جائز ہے (ت)

ایضاً صفحہ ۴۵۶ :

شرطہ ان یکون قربۃ فی ذاتہ۔[2]

شرط یہ ہے کہ وُہ اپنی ذات میں قربت ہو۔ (ت)

فتاوٰی عالمگیری مطبع احمدی جلد سوم ص ۱۱۴ :

بیان شرائط وقف منھا ان یکون قربۃ فی ذاتہ وعند المتصرف۔[3]

وقف کے شرائط کا بیان، ایک شرط یہ ہے کہ فی نفسہٖ قربت ہو اور تصرف کرنے والے کے ہاں بھی قربت ہو (ت)

رد المحتار جلد سوم ص ۵۵۲ :

فی النھر عن المحیط لو وقف علی الاغنیاء وحدھم لم یجز لانہ لیس بقربۃ اما لو جعل اٰخرہ للفقراء فانہ یکون قربۃ فی الجملۃ۔[4]

نہر میں محیط سے منقول ہے اگر صرف اغنیاء کے لئے وقف ہو تو صحیح نہیں کیونکہ یہ قربت نہیں، اگر آخر میں فقراء کے لئے کر دیا تو فی الجملہ قربت ہو جائے گا۔ (ت)

فتاوٰی ہندیہ جلد سوم ص ۱۱۵ :

لو جعل ذمی دارہ مسجد اللمسلمین ثم مات یصیر میراثا لورثتہ وھذا قول الکل کذا فی جواھر الاخلاطی ولو جعل ذمی دارہ بیعۃ اوکنیسۃ اوبیت نار فی صحتہ ثم مات یصیر میراثا

اگر ذمی نے اپنے گھر کو مسلمانوں کیلئے مسجد بنایا پھر فوت ہوگیا تو وہ اس کے وارثوں کے لئے میراث ہوگی اور یہ سب کا قول ہے یونہی جواہر اخلاطی میں ہے، اور اگر ذمی نے اپنا گھر بیعہ یا کنیسہ، یا آتشکدہ اپنی تندرستی میں بنا دیا پھر فوت ہوا تو میراث قرار پائے گا،

---

[1] و [2] درمختار	کتاب الوقف	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۳۷۷
[3] فتاوٰی ہندیۃ	الباب الاول	نورانی کتب خانہ پشاور	۲/۳۵۳
[4] رد المحتار	کتاب الوقف	داراحیاء التراث العربی بیروت	۳/۳۵۷

Marfat.com

هکذا ذکر الخصاف فی وقفہ وھکذا ذکر محمد من الزیادات کذا فی المحیط[1] (ملتقطاً)۔

یُوں خصاف نے اپنے وقف میں اور امام محمد نے زیادات میں بیان کیا، محیط میں ایسے ہی ہے (ملتقطاً)(ت)

فتح القدیر جلد پنجم ص ۳۸ و ردالمحتار جلد سوم ص ۵۵۷:

لو وقف الذمی علی بیعۃ مثلا فاذا خربت یکون للفقراء، کان للفقراء ابتداء ولو لم یجعل اٰخرہ للفقراء کان میراثا عنہ، نص علیہ الخصاف فی وقفہ ولم یحک خلافا۔[2]

اگر ذمی نے بیعہ (یہودی عبادت گاہ) کے لئے وقف کیا مثلاً خرابہ ہوجانے پر فقراء کے لئے کہا تو وہ ابتداء سے فقراء کے لئے ہوگا، اور اگر آخر میں (خرابہ کے وقت) فقراء کے لئے نہ کہتا تو پھر ورثاء کے لئے میراث بن جاتا، اس کو خصاف نے اپنے اوقاف میں بیان کیا اور اس میں خلافِ قول ذکر نہ کیا۔ (ت)

عالمگیری جلد سوم ص ۱۱۴ و اسعاف ص ۱۱۹:

لوقال تجری غلتہا علی بیعۃ کذا فان خربت ھذہ البیعۃ کانت الغلۃ للفقراء والمساکین فانہ تجری غلتہا علی الفقراء والمساکین ولاینفق علی البیعۃ شیئ کذا فی المحیط۔[3]

اگر ذمی نے کہا کہ اس زمین کی آمدن فلاں بیعہ پر وقف ہے اور جب یہ بیعہ خرابہ بن جائے تو زمین کی آمدن فقراء و مساکین کے لئے جاری رہے گی، تو یہ آمدن شروع سے ہی فقراء و مساکین پر صرف ہوگی اور بیعہ پر کچھ بھی صرف نہ ہوگا، محیط میں یونہی ہے (ت)

درمختار صفحہ ۵۵۷:

ارتد المسلم بطل وقفہ[4] (وقف کنندہ مسلمان مرتد ہوجائے تو اس کا وقف باطل ہوجائیگا۔ ت)

ردالمحتار صفحہ مذکورہ:

ویصیر میراثا سواء قتل علی ردتہ اومات اوعاد الی الاسلام الا ان اعاد الوقف بعد عودہ الی الاسلام۔[5] واللہ تعالٰی اعلم۔

اور وُہ وقف میراث قرار پائے گا خواہ ارتداد پر قتل ہوجائے یا طبعی موت مرجائے، یا دوبارہ مسلمان ہوجائے، مگر دوبارہ اسلام کی صورت میں اس وقف کو دوبارہ وقف کرے تو وقف رہے گا، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۳۵۳

[2] ردالمحتار کتاب الوقف داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۶۱

[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۳۵۳

[4] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۷۷

[5] ردالمحتار 〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۶۰

Marfat.com

مسئلہ ۳۶: از بنارس کچی باغ مرسلہ مولوی محمد ابراہیم صاحب خلف منشی لعل محمد تاجر پارچہ بنارس ۴ جمادی الاخری ۱۳۲۰ھ

ماقول العلماء ورثۃ الانبیاء جزاکم اللہ تعالٰی یوم الجزاء اس مسئلہ میں کہ یہاں رواج ہے کہ ماہ ربیع الاول میں لوگوں سے محض بغرض ایصالِ ثواب رُوح پُرفتوح حضرت نبی مکرم نورِ مجسم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چندہ لیا جاتا ہے لوگ حسبِ استطاعت دیتے ہیں اس کا کھانا وغیرہ پکا کر مساکین وفقراء کو کھلایا جاتا ہے، اب اُس چندہ سے کچھ روپیہ کھانے وغیرہ کے بچت سے فاضل بچ گیا تو افسران ومہتمین کی صلاح ہوتی ہے کہ اس روپے فاضل سے دیگ آجانا چاہئے۔ کیونکہ ہر سال ۱۲ تاریخ ربیع الاول کو ضرورت پڑتی ہے اور بڑی تردد سے ملتی ہے کبھی مستعار کبھی کرائے پر، اور اس روپے سے آجائے گی تو ہمیشہ کے واسطے آرام ہوگا، معہذا یہ رائے بھی ہے کہ جس کو ضرورت دیگ کی پڑے گی اس کو کرائے پر دی جائے گی اور وُہ کرایہ کی آمدنی مدرسہ میں طالب علم کی حاجتوں میں صرف کی جائے لیکن افسران مختلف ہیں جواز وعدمِ جواز میں، لہذا علماء سے مستفسر ہیں کہ اس طرح جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ایسے چندوں سے جو روپیہ فاضل بچے وُہ چندہ دہندان کا ہے اُنھیں کی طرف رجوع لازم ہے وہ دیگ وغیرہ جس امر کی اجازت دیں وہی کیا جائے، اُن میں جو نہ رہے اُس کے عاقل بالغ وارثوں کی طرف رجوع کی جائے اگر اُن میں کوئی مجنون یا نابالغ ہے تو باقیوں کی اجازت صرف اپنے حصص کے قدر میں معتبر ہوگی صبی ومجنون کا حصہ خواہی نخواہی واپس دینا ہوگا، اور اگر وارث بھی نہ معلوم ہوں تو جس کام کے لئے چندہ دہندوں نے دیا تھا اُسی میں صرف کریں، وُہ بھی نہ بن پڑے تو فقراء پر تصدق کر دیں، غرض بے اجازت مالکان دیگ لینے کی اجازت نہیں۔ درمختار میں ہے:

ان لم یکن بیت المال معمورا او منتظما فعلی المسلمین تکفینہ فان لم یقدر وا سألوا الناس لہ ثوبا فان فضل شیئ رد للمتصدق ان علم والا کفن بہ مثلہ والا تصدق بہ مجتبٰی[۱]

اگر بیت المال میں مال نہ ہو یا کوئی منتظم نہ ہو تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کو کفن پہنائیں اور اگر کوئی قادر نہ ہو تو لوگوں سے چندہ لیا جائے اور کفن کے چندہ سے کچھ بچ جائے تو یہ چندہ دینے والا معلوم ہو تو اسے لوٹا دیا جائے ورنہ اس سے ایسے ہی کسی فقیر کو کفن پہنا دیا جائے، یہ بھی نہ ہو سکے تو کسی فقیر کو صدقہ کر دیا جائے، مجتبٰی۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

(قولہ والا کفن بہ مثلہ) ھذا لم یذکرہ

ماتن کا قول کہ اسی جیسے فقیر کو کفن پہنا دیا جائے، یہ

---

[۱] درمختار باب صلوٰۃ الجنازہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۱

Marfat.com

فی المجتبی بل زادہ علیہ فی البحر عن التجنیس والواقعات قلت وفی مختارات النوازل لصاحب الھدایۃ فقیر مات فجمع من الناس الدراھم وکفنوہ وفضل شیئ ان عرف صاحبہ یرد علیہ والا یصرف الی کفن فقیر اٰخر او یتصدق بہ[1]

عبارت مجتبٰی میں مذکور نہیں بلکہ یہ زائد بحر میں تجنیس اور واقعات کے حوالے سے مذکور ہے۔ میں کہتا ہوں اور صاحبِ ہدایہ کی کتاب مختارات النوازل میں ہے کہ فقیر فوت ہوا تو لوگوں نے چندہ جمع کرکے اس کو کفن دیا اور چندہ بچ گیا اگر اس زائد چندہ والا شخص معلوم ہو تو اسے واپس کیا جائے ورنہ اس کو کسی دوسرے فقیر کے کفن میں خرچ کیا جائے یا پھر صدقہ کردیا جائے (ت)

اسی طرح اور کتب میں ہے،

قلت واشار فی ردالمحتار بنقل عبارت المختارات الی انہ لم یذکر الترتیب بین التکفین والتصدق علی ما فی الشرح **اقول** لکن فی الخانیۃ ثم الھندیۃ ان عرف صاحب الفضل ردہ علیہ وان لم یعرف کفن بہ محتاجا اٰخر وان لم یقدر علی صرفہ الی الکفن یتصدق بہ علی الفقراء[2] اھ فھذا نص فی الترتیب ولا شک ان باختیارہ یخرج عن العھدۃ بیقین ثم ھذا وان لم یکن وقفا فلہ شبہ بہ ولا شک ان مراعاۃ غرض المالک املک واحکم فلذا اعولنا علیہ، واللہ تعالٰی اعلم۔

قلت (میں کہتا ہوں) ردالمحتار میں مختارات کی عبارت نقل کرنے میں یہ اشارہ ہے کہ کسی فقیر کو کفن پہنانے یا صدقہ کرنے میں ترتیب مذکور نہیں ہے جیسا کہ شرح میں ہے، **اقول** (میں کہتا ہوں) لیکن خانیہ پھر ہندیہ میں ہے کہ اگر زائد چندے والا معلوم ہو تو اسے واپس کیا جائے اور اگر معلوم نہ ہو تو پھر کسی اور محتاج کو کفن دیا جائے، اور اگر کسی کفن میں صرف کرنا مقدور نہ ہو تو پھر فقراء پر صدقہ کیا جائے اھ، تو یہ عبارت ترتیب کے لئے نص ہے، اس میں شک نہیں کہ اس ترتیب کو اپنانے سے یقیناً عہدہ برآ ہوسکتا ہے، پھر یہ اگرچہ وقف نہیں تو اس کے مشابہ ہے اور اس میں شک نہیں کہ چندہ دینے والے مالک کی غرض کو پورا کرنا زیادہ محکم ہے اسی لئے ہم نے اس ترتیب کو قابلِ اعتماد قرار دیا ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنازہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۸۱

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الصلوٰۃ الفصل الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۶۱

Marfat.com

مسئلہ ۳۷ ازبریلی محلہ بہاری پور مسئولہ محمد علی جان خاں صاحب ۸ رجب المرجب ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ مسمی کرامت علی ونیاز علی واقع تکیہ ملوکپور کے خادم تھے جنھوں نے کچھ اراضی مسمی قادر بخش کے پاس بمیعاد تیس ۳۰ سال کے بیع بالوفاء کر دی جو بعد انقضاء میعاد مذکورہ بالا کے شیخ مذکور کے قبضہ میں اُس بیعنامہ کے ذریعہ سے آگئی، چنانچہ شیخ مذکور کی قبر اور اُن کے بزرگان کی قبریں بھی اُس میں بنیں، بعدہٗ تخمیناً عرصہ سینتالیس ۴۷ سال کا ہُوا کہ ازجانب سرکار انگریزی تکیہ ہذا میں مُردوں کے دفن کرنے کی ممانعت ہوگئی اب وُہ اراضی بیکار پڑی ہے اور اس کی صفائی کا کچھ انتظام نہ تھا اس واسطے جملہ مسلمانانِ محلہ نے شیخ یادعلی وارث قادر بخش سے اُس اراضی کا بیعنامہ مسجد کے نام جو اُسی کے محاذ میں واقع ہے صرف سڑک انگریزی درمیان میں واقع ہے لکھالیا اور بعد لکھانے بیعنامہ کے باجازت سرکار انگریزی اُس اراضی کو پختہ منڈیروں سے محدود کرکے اُس کے اُوپر کرایہ دار کو بٹھا دیا اور اُس سے جو کرایہ حاصل ہُوا اُس کو مسجد کی مرمت وغیرہ میں صرف کیا اور وقت محدود کرنے اراضی کے اُس کو ہموار کردیا تھا اب اُس کے محاصل کا مسجد میں صرف کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگروُہ زمین اُن تکیہ داروں کی ملک نہ تھی بلکہ قبرستان عام مسلمین کی وقفی زمین تھی تو وہ بیعیں سب ناجائز ہوئیں اور بذریعہ بیع یہ صورت جو اُسے متعلق مسجد کرلینے کی ہے یہ بھی ناجائز ہُوئی اُس میں جو قبور تھیں اُنھیں منہدم وہموار کرکے اُن پر چلنا پھرنا سب ناجائز، البتہ جو زمین اُس میں قبور سے جُدا تھی وُہ ازانجا کہ اب وہاں دفن ممکن نہ رہا ملک اصل واقف کی طرف عود کرگئی اُس کے ورثہ کو اختیار ہے اُن کی اجازت سے اُس قدر کو متعلق مسجد کرسکتے ہیں اور واقف نہ معلوم ہو یا ورثہ کا پتا نہیں تو مسلمانوں کا یہ فعل باستثناء مواضع قبور ممنوع نہیں، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۳۸ تا ۴۱ مسئولہ حافظ قاضی تلن خاں عرف میزان اللہ شاہ اشرفی امام ومدرس مسجد مولوی ٹولہ شہر کہنہ ۵ شوال ۱۳۳۳ھ

ایک شخص کے پاس دوسوروپے امانت مسجد کا تھا کہ جس کو بلااجازت متولی اُس نے عدالت سے وصول کرلیا تھا اور بوجہ اُس کے سربرآوردہ ہونے کے متولی نے طلب اُس سے نہیں کیا اور جب طلب کیا تو جواب دیا کہ جس کام میں میری رائے ہوگی صرف کردوں گا، چنانچہ اب اُس شخص نے متصل اُسی مسجد کے حجرہ کے اراضی افتادہ میں اپنا ذاتی ایک چبوترہ تعمیر کرلیا اور یہ خیال کیا کہ اس چبوترہ کی آڑ دیوار حجرہ سے ہے اور اس چبوترہ کے آگے بھی اراضی افتادہ ہے جس میں تین پرنالہ مسجد کے قدیم سے جاری ہیں اُس اراضی کی بھی آڑ مسجد سے ہوجائے پس ایک پاکھا فصیلِ مسجد پر بنانے کا ارادہ کیا چونکہ وہ تعمیر بلاضرورت دیوارِ مسجد پر تھی لہذا یہ ظاہر کیا کہ مرمت مسجد کرائی جاوے،

Marfat.com

چنانچہ اُسی مرمت میں یہ تجویز خود کیا کہ پیشِ حجرہ ٹین ڈالا جاوے جس کے واسطے پاکھوں کی ضرورت ہے چنانچہ دونوں طرف حجروں کے فصیل پر پاکھے بنوائے گئے اور اُن کو بغرضِ حفاظت اراضی افتادہ بند کرنا چاہا تاکہ کوئی وضو فصیل پر نہ کر سکے جس کے مسلمان حارج ہُوئے مگر کچھ نہ مانا ایک بہت اونچی جگہ پر کسی قدر اُن پاکھوں کو کھولا اور ٹین پیش ہر دو حجرہ ڈلوایا اور دو سو روپیہ اس تعمیر میں صرف کر دئے۔ مسلمانوں کی رائے تھی کہ اور کچھ چندہ فراہم کر کے ایک مکان تعمیر ہو جاتا کہ جس کی آمدنی خرچ وصرف مسجد کو کافی ہوتی یہ رقم دو سو پچاس کی تھی جس میں اب صرف پچاس روپیہ انھیں کی تحویل میں باقی رہے ہیں لہذا تعمیرِ مکان اب دشوار ہو گئی۔

(۱) ایسی حالت میں یہ روپیہ بجا صرف ہُوا یا بے جا؟

(۲) اور مواخذہ دار اس کا عنداللہ وہ رہا یا نہیں؟

(۳) اور متولیِ مسجد سے رسید اس روپے کی طلب کرتا ہے تو رسید دینا چاہئے یا نہیں جبکہ بلا مشورہ و رائے یہ روپیہ صرف ہوا مرمتِ مسجد میں، اگر صرف بہ انتظام ہوتا تو ۵۰ سے زائد نہ صرف ہوتا، اب ڈیڑھ سو روپیہ صرف دونوں طرف کے پاکھے اور ٹین اور فضولیات میں صرف ہو گیا جس کی اس وقت مسجد کو کوئی ضرورت نہ تھی اور ۸ سال تک یہ روپیہ اُس نے اپنے قبضہ میں رکھا،

(۴) اور دونوں جانب کے در فصیل کھُلوا دینے چاہئیں یا نہیں کیونکہ ہوا بالکل مسدود ہے اور آرام نمازیوں اور وضو کا جاتا رہا، جو حکمِ شرع ہو وہ کیا جاوے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) شخص مذکور کے یہ تصرفات محض ناجائز و باطل ہیں۔

(۲) روپے کا تاوان اس پر لازم ہے۔

(۳) متولیِ مسجد کو حرام ہے کہ اسے رسید دے۔

(۴) دونوں طرف کے در بدستور کھول دئے جائیں کہ ہوا اور وضو کا آرام ہو،

فی الدر المختار والبحر الرائق والاشباہ والنظائر وغیرھا التصریح بان المتولی مقدم علی القاضی وان کان منصوبہ فکیف بالاجنبی فکیف فی اضاعۃ المال وسد المرافق[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار، بحرالرائق، الاشباہ والنظائر وغیرہا میں تصریح ہے کہ متولی، قاضی پر مقدم ہے اگرچہ متولی اسی قاضی کا بنایا ہوا ہو تو اجنبی کا کیا مقام ہے تو مال کا ضیاع اور مفادات پر پابندی کا کیا سوال ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

---

[1] بحرالرائق کتاب الوقف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/۲۳۵

Marfat.com

مسئلہ ۴۲ کریم الدین واقف نے بحیثیت متولی کام نہیں کیا بلکہ مالکانہ جب سے وقف کیا جس کو عرصہ پندرہ سال کا ہُوا کرتے رہے سیر اس میں کی ۔ ۔ بیگھہ زمین خود کاشت میں رکھی جو اعلیٰ درجہ کی ہے اور کبھی اس کا لگان درج نہیں ہوا ، اخراجات جو لکھے ہیں چند نشان میں کبھی نہیں کی متولی بدلنے کی کہیں شرط نہیں ، جس صورت میں خود واقف جو متولی ہُوا وہ حسبِ شرائط کار بند نہ ہوا پھر وقف کب ہُوا ، مکرر یہ کہ اس نے اندراج وقف کا کاغذات پٹواری میں نہیں کرایا یہ ایک شرط اس نے اپنے ذمّہ لازم رکھی تھی ۔

الجواب

وقف میں کریم الدین کے لفظ صاف و بے تقیید مطلق ہیں کہ وقف دائمی کیا میں نے اور خود اپنے آپ کو متولی کیا وقف صحیح و تام و لازم ہو گیا جس کی تبدیل ناممکن ہے بعد کو اگر اس نے قبضہ مالکانہ کیا ہو اور جتنی باتیں سائل نے ظاہر کیں سب سچ ہوں بلکہ بالفرض اس نے صراحۃً دعویٰ دائر کر دیا ہو کہ میں مالک ہوں یہ وقف نہیں ہے جب بھی وقف کو آنچ نہیں پہنچ سکتی بلکہ خود اس کی خیانت ظاہر ہوتی اور واجب ہوتا کہ وقف اس سے نکال کر دوسرے کے سپرد کیا جائے نہ یہ کہ اس سے وقف باطل ہو جائے یہ نری جہالت و ضلالت ہے ۔ درمختار میں ہے :

ینزع وجوبا بزازیۃ لوالواقف درر فغیرہ بالاولٰی غیر مامون[1]	جبراً معزول کرنا واجب ہے ، بزازیہ ، اگرچہ واقف ہی ہو ، درر ۔ تو غیر شخص جو قابلِ اعتماد نہ ہو اس کو بطریق اولیٰ معزول کیا جائے گا ۔ (ت)

شرائط کی پابندی اس پر لازم تھی کہ اگر نہ کی گنہگار ہوا نہ کہ وقف ہی جاتا رہا وقف کے بعد واقف صرف ایک متولی کی حیثیت میں رہتا ہے نہ کہ مالک یا ابطال وقف پر قادر ۔ کیا متولی اگر خلافِ شرائط کرے تو شئے وقف سے نکل جائے گی ، ایسا خیال نرے احمق بے ادراک کا خیال ہے ، درباره متولی واقف کو ایسی صورت میں ضرور تبدیل کا اختیار ہوتا ہے اگرچہ وقت وقف یا وقف نامہ میں بدلنے کی کوئی شرط نہ کی ہو ۔ بحرالرائق میں ہے :

التولیۃ من الواقف خارجۃ عن حکم سائر الشرائط لان لہ فیہا التغییر والتبدیل کلما بدالہ من غیر شرط[2]	متولی بنانا واقف کی تمام شرائط سے الگ معاملہ ہے کیونکہ واقف جب چاہے بغیر شرط بیان کئے بھی متولی کو تبدیل کر سکتا ہے ۔ (ت)

[1] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۳

[2] بحرالرائق ؍ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/۲۳۱

Marfat.com

توبعد کو جو اقرار نامہ اُس نے دربارہ تولیت لکھا اسی پر عمل درآمد واجب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۳ تا ۴۵ از بہار شریف ضلع پٹنہ ڈاکخانہ سوہ سرائے محلہ مغل کنواں مکان شیخ بہادر مہتو مرسلہ مولوی امیر حسن صاحب ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت وجماعت اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنی وفات سے تیرہ برس پہلے اپنی جائداد کو وقف کرکے بشہادت معززین شہر ایک وثیقہ لکھوا کر حاکم وقت کی کچہری میں باضابطہ تعمیل کرادیا، بعد تیرہ سال کے مرض موت میں دوسرا وثیقہ مخالف شروط وثیقہ اول کے لکھوایا اور دو چار پہر کے بعد قضا کرگئی چونکہ ہندہ سُنیّہ حنفیہ تھی لہٰذا فقہ حنفیہ کی معتبر ومشہور کتابوں سے قول مفتی بہ وصحیح کے ساتھ میرے سوالات مفصلہ ذیل کا جواب مرحمت ہو:

(۱) وثیقہ اوّل کی ترمیم وشروط بدلنے کا ہندہ کو اختیار تھا یا نہیں؟

(۲) مرض موت کے وقف کا کیا حکم ہے؟

(۳) وثیقہ ثانی صحیح ہے یا باطل؟ بیّنوا توجروا۔ المستفتی عبداللہ

الجواب

عامہ[1] شرائط معتبرہ[2] کا اختیار شرع مطہر نے واقف کو صرف انشائے وقف کے وقت دیا ہے مثلاً جسے چاہے اس کا مصرف بنائے، جسے چاہے اُس سے جُدا رکھے، جسے جتنا چاہے دینا بتائے، جس وقت یا حالت یا صفت کے ساتھ چاہے مقید کردے، جو ترتیب چاہے مقرر کرے، جب تک اس انشاء میں ہے مختار ہے، وقف تمام ہوتے ہی وہ تمام شروط مثل وقف لازم ہوجاتی ہیں کہ جس طرح وقف سے پھرنے یا اُس کے بدلنے کا اُسے اختیار نہیں رہتا یونہی اُن میں سے کسی شرط سے رجوع یا اس کی تبدیل یا اس میں کمی بیشی نہیں کرسکتا ہاں اگر انشا ہی کے وقت شرط لگادی تھی کہ مجھے ان تمام شروط یا خاص فلاں شرط میں تبدیل کا اختیار رہوگا تو جس شرط کے لئے بالتصریح یہ شرط کرلی تھی

---

[1] انما قال عامۃ لان التولیۃ خارجۃ عن ھذا الحکم فلہ التغییر فیھا کلما شاء ولو لم یشترط شیئا کما فی البحر وقد تقدم فی فتاوٰنا غیر مرۃ ۱۲ منہ (م)

"عامہ" کا لفظ اس لئے کہا کیونکہ تولیت کا معاملہ اس حکم سے خارج ہے لہٰذا واقف کو جب چاہے متولی میں تبدیلی کا حق ہے اگرچہ اس کی شرط نہ لگائی ہو جیسا کہ بحر میں ہے اور متعدد بار ہمارے فتاوٰی میں گزرچکا ہے ۱۲ منہ (ت)

[2] قید بالمعتبرۃ لان الشرط الباطل باطل مطلقا لا تقبل حین الانشاء ولا بعدہ ۱۲ منہ۔

معتبر شرائط سے کہا، کیونکہ باطل شرط ہو تو مطلقاً باطل ہے وقف کرتے وقت لگائی گئی ہو یا بعد میں لگائی گئی ہو ۱۲ منہ (ت)

Marfat.com

اُسی کو بدل سکے گا پھر اُسے بھی ایک ہی بار بدل سکتا ہے، جب تبدیل ہولی اب دوبارہ تغیر کا اختیار نہ ہوگا کہ اُسی قدر شرط کا مفاد تھا وُہ پُورا ہوگیا اب دوبارہ تبدیل شرط شے زائد ہے لہذا مقبول نہ ہوگی البتہ اگر کسی شرط پر انشائے وقف میں یہ شرط لگادی کہ میں اسے جب کبھی چاہوں ہر بار بدل سکوں گا تو اس شرط کی نسبت اختیار مستمر رہے گا کہ اب اس کا استمرار ہی مقتضائے شرط ہے غرض واقف خود اُس کا قطعی پابند ہوتا ہے جو اُن شرائط میں وقف کرتے وقت زبان یا قلم سے نکال چکا اُس سے باہر اُن میں کوئی تصرف نہیں کرسکتا، امام طرابلسی اسعاف میں فرماتے ہیں ؛

لا یجوز له ان یفعل الا ما شرط وقت العقد[1]۔

یعنی واقف کو اُسی قدر کرنے کی اجازت ہے جتنا وقف کرتے وقت شرط کرچکا تھا۔

اُسی میں ہے ؛

لو شرط فی وقفه ان یزید فی وظیفة من یری زیادته او ینقص من وظیفة من یری نقصانه او یدخل معهم من یری ادخاله او یخرج من یری اخراجه جاز، ثم اذا فعل ذٰلك لیس له ان یغیرہ لان شرطه وقع علی فعل یراہ فاذا راٰہ و امضاہ فقد انتهی ما راٰہ[2]۔

یعنی اگر واقف نے وقف میں شرط کرلی کہ میری رائے میں جس کا وظیفہ بڑھانا مناسب ہوگا بڑھادوں گا یا جس کا کم کرنا مناسب ہوگا کردوں گا جسے داخل کرنا آئے گا داخل کروں گا جسے خارج کردینا منظور ہوگا خارج کردوں گا تو یہ شرط جائز ہے پھر جب ایک بار کرچکا اب اسے نہیں بدل سکتا کہ شرط جتنی تھی ختم ہوچکی۔

علامہ سیّد احمد حموی غمز العیون والبصائر شرح الاشباہ والنظائر میں فرماتے ہیں ؛

الوقف اذا لزم لزم ما فی ضمنه من الشروط[3]۔

وقف جہاں لازم ہُوا ساتھ ہی اس کے ضمن میں جتنی شرطیں ہیں سب لازم ہوجاتی ہیں۔

فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے ؛

وقف ضیعة فی صحته علی الفقراء و اخرجها من یدہ الی المتولی ثم قال لوصیه عند الموت اعط من غلتها لفلان کذا و لفلان کذا

یعنی ایک جائداد اپنی صحت میں فقیروں پر وقف کرکے متولی کو سپرد کردی پھر مرتے وقت وصی سے کہا اس کی آمدنی سے اتنا فلاں کو دینا اتنا فلاں کو تو اس کا

---

[1] ردالمحتار بحوالہ الاسعاف — کتاب الوقف — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۳/۴۳۱

[2] " " " " " " " "

[3] غمز العیون البصائر مع الاشباہ والنظائر — " — ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی — ۱/۳۰۹

Marfat.com

فجعله لاولئك باطل لانها صارت للفقراء اولا فلا یملك ابطال حقهم الا اذا شرط فی الوقف ان یصرف غلتها الی من شاء۔[1]

یہ کہنا باطل ہے کہ وقف ابتداءً فقراء کے لئے ہوچکا تو ان کا حق مٹانے کا اختیار نہیں رکھتا مگر یہ کہ وقف ہی میں شرط کرلی ہو کہ اس کی آمدنی سے جسے چاہوں گا دوں گا۔

درمختار میں ہے:

جاز شرط الاستبدال به ثم لایستبدلها ثانية لانه حکم ثبت بالشرط والشرط وجد فی الاولی لاالثانیة اھ[2] مختصرا۔

یعنی تبدیل وقف کی شرط جائز ہے پھر جب ایک بار تبدیل کرچکا دوبارہ نہیں کرسکتا کہ یہ اجازت تو اس شرط لگانے سے حاصل ہوئی تھی اور شرط پہلی میں پائی گئی نہ کہ دوسری میں اھ مختصراً۔

ردالمحتار میں فتح القدیر سے ہے:

الا ان یذکر عبارة تفید له ذلك دائما۔[3]

یعنی ہاں اگر ہمیشہ اختیار تبدیل کی شرط کرلی تو ہمیشہ مختار رہے گا۔

اس قدر سے سوال اول وسوم کا جواب واضح ہوگیا کہ شروط لازمہ کی ترمیم کا ہندہ کو کوئی اختیار نہ تھا اور دوسرا وثیقہ جہاں تک ان کی تبدیل کرتا ہو محض لغو ومہمل کہ وقف اس کی ملک سے خارج ہوچکا اور شرائط لازمہ لازم ہولیں اب ان کے متعلق نیا وثیقہ ایسا ہے جیسا ایک اجنبی راہ چلتا کچھ لکھ جائے۔ سوالِ دوم کو اس مسئلہ سے کچھ تعلق نہیں اور اس کا جواب یہ کہ مرض الموت میں وقف مثل وصیت بے اجازت ورثہ صرف ثلث مال میں نافذ ہوتا ہے کما فی التنویر وغیرہ عامة کتب المذهب (جیسا کہ تنویر وغیرہ عام کتب المذہب میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۶ تا ۴۸: ازبدایوں مرسلہ جناب نبی بخش صاحب مہتمم مدرسہ محمدیہ ۲ محرم الحرام ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں کہ علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک جائداد مسجد ومدرسہ دینی پر وقف ہے (۱) آیا متولی کو اختیار ہے کہ اس کا کوئی جز بیع کردے یا کسی[2] کی حاجت وکار کے لئے وہ جائداد یا جزوِ جائداد اسے دے دے کہ وہ اپنے تصرف میں لائے اور اس کے عوض اس سے دوسری جائداد ویسی ہی یا اس سے بہتر بدل لے یا اس[3] جائداد کا کوئی ہمیشہ کے لئے کسی کو اجارہ دے دے یا چالیس سال کا پٹہ لکھدے حالانکہ وقف آباد ہے

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں — کتاب الوقف — نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۱۵

[2] درمختار — " — مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۳

[3] ردالمحتار — " — داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۸۸

Marfat.com

اور اُسے حاجت نہیں، نہ واقف نے وقفنامہ میں اس کی اجازت دی بلکہ صرف اتنا لکھا ہے کہ ضرورت اتفاقیہ تعمیر درصورت وقوع خرابی مسجد و مدرسہ اختیار اجارہ دینے جزو جائداد کا چندروز عارضی تا ادائے قرضہ ہوگا۔ بیّنوا توجروا۔ نیز یہ بھی واضح رہے کہ وُہ جائداد جسے لوگ اپنی ضرورت کے لئے مانگتے ہیں باغ ہے وُہ اس کے پیڑ کاٹ کر عمارت بنانا چاہتے ہیں فقط۔

الجواب

یہ چاروں صورتیں حرام قطعی ہیں متولی خواہ غیر کسی کو اصلاً ان کا اختیار نہیں متولی اگر ان میں سے کوئی صورت کرے گا تو خائن ہوگا اور واجب ہوگا کہ فوراً نکال دیا جائے اور وقف اس کے قبضہ سے نکال کر کسی متدین خداترس کو حسبِ شرائط واقفہ سپرد کیا جائے دوسرے جو اس باغ کو لے کر اس کے پیڑ کاٹ کر کوئی عمارت بنائیں گے وقف کے غاصب ہوں گے فرض ہوگا کہ فوراً وقف ان کے قبضہ ظالمانہ سے خلاص کیا جائے اور ان کی عمارت مسمار کر دی جائے اور ان سے پیڑوں کا تاوان بسختی تمام بلارعایت وصول کر لیا جائے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس لعرق ظالم حق[1] ظالم کو دخل کا حق نہیں۔ (ت)

پہلی صورت کی حرمت تو ظاہر، ہر شخص جانتا ہے کہ:

الوقف لایملك لایباع ولا یورث۔ وقف ملکیت نہیں بن سکتا، نہ فروخت ہو اور نہ وراثت بن سکتا ہے۔ (ت)

دوسری صورت یُوں حرام ہے کہ واقفہ نے استبدال کی اجازت نہ دی بلکہ صراحۃً لکھ دیا کہ کسی متولی خواہ مہتمم خواہ اصحاب انجمن اسلامیہ کو اختیار انتقال دائمی جائداد کا نہ ہوگا اور وقف جب تک کچھ بھی انتفاع کے قابل رہے حاکمِ اسلام کو بھی اس کی تبدیل حرام و باطل و مردود محض ہے، درمختار میں ہے:

شرط فی البحر خروجه عن الانتفاع بالکلیة و کون البدل عقارا والمستبدل قاضی الجنة المفسر بذی العلم والعمل[2] بحر میں شرط ہے کہ وُہ وقف کلیۃً انتفاع کے قابل نہ رہے اور اس کا بدل زمین ہو اور بدلنے والا قاضی محکمانہ ہو جس کا مطلب ہے کہ عالم باعمل ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

---

[1] جامع الترمذی ابواب الاحکام باب ماذکر فی احیاء الموات امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۶۶

[2] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۳

Marfat.com

يجوز للقاضي بشرط ان يخرج عن الانتفاع بالكلية وان لايكون هناك ريع للوقف يعمر به[1] الخ۔

قاضی کو تبدیلی جائز ہے بشرطیکہ وقف کلیۃً ناقابلِ انتفاع ہوجائے اور وقف کو آباد کرنے کے لئے آمدن بھی نہ ہو الخ (ت)

اور بدلے کی چیز کا اس سے بہتر ہونا وجہِ جواز نہیں ہوسکتا۔ فتح القدیر میں ہے:

الواجب ابقاء الوقف على ما كان دون زيادة اخرى ولانه لا موجب لتجويزه لان الموجب في الاول الشرط وفي الثاني الضرورة ولاضرورة في هذا اذ لاتجب الزيادة فيه بل تبقيه كما كان[2]۔

وقف کو اپنی اصلی حالت میں بحال رکھنا ضروری ہے اس میں کوئی زیادتی نہ کی جائے کیونکہ اس کے جواز کا کوئی موجب نہیں ہے موجب اول میں شرط ہے اور ثانی میں ضرورت ہے جبکہ یہاں کوئی ضرورت نہیں، اس لئے اس میں زیادتی ضروری نہیں بلکہ جیسے تھا ویسے باقی رکھے۔ (ت)

شرح الاشباہ للمحقق البیری میں یہ کلام فتح سے نقل کرکے فرمایا:

ماقاله هذا المحقق هو الحق والصواب[3] — جو اس محقق نے فرمایا وہ حق وصواب ہے (ت)

تیسری صورت کی حرمت یہ کہ ہمیشہ کے لئے اجارہ میں دُنیا کسی مملوک شے کا بھی جائز نہیں، نہ کہ وقف، ظاہر ہے کہ ہمیشگی کسی شئی کو نہیں تو معنی یہ ہوں گے کہ جب تک باقی ہے اور مدت بقا مجہول ہے اور جہالت مدت سے اجارہ فاسد ہوتا ہے اور عقد فاسد حرام ہے، لہذا علمائے نے تصریح فرمائی کہ جب تک مدت معین نہ کی جائے اجارہ جائز نہیں کہ تعیین مدت سے مقدارِ منفعت معلوم ہوتی ہے، پر ظاہر ہے کہ ہمیشہ کے لئے کہنا نہ کوئی تعیین مدت ہے نہ اس سے مقدارِ منفعت معلوم ہوسکے۔ ہدایہ میں ہے:

المنافع تارة تصير معلومة بالمدة كاستيجار الدور للسكنى والارضين للزراعة فيصح العقد على مدة معلومة اىّ مدة كانت لان المدة اذا كانت معلومة

کبھی منافع کا تعین مدت کے تعین سے ہوتا ہے جیسے مکانات اور زرعی زمینوں کا اجارہ، تو معینہ مدت جو بھی ہو اس کے مطابق عقد اجارہ جائز ہے کیونکہ مدت معلوم ہوجانے سے منافع معلوم

---

[1] ردالمحتار — کتاب الوقف — داراحیاء التراث العربی بیروت ۳۸۸/۳
[2] فتح القدیر — " — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴۴۰/۵
[3] شرح الاشباہ للعلامۃ البیری

Marfat.com

کان قدر المنفعة فیہا معلوما اذا کانت المنفعة لا تتفاوت [1]۔

ہوجاتے ہیں جب منافع میں تفاوت نہ ہو (ت)

عنایہ میں ہے :

الظن عدم البقاء الی تلك المدة والظن مثل الیقین فی حق الاحکام فصارت الاجارة مؤبدة معنی والتابید یبطلها [2]۔

اس مدت تک باقی نہ رہنے کا ظن ہے جبکہ احکام میں ظن مثل یقین ہے تو معناً یہ اجارہ دائمی ہوگا اور دائمی اجارہ عقد کو باطل کردیتا ہے (ت)

چوتھی یُوں حرام ہے کہ جب نہ واقف نے اجازت دی ہو نہ وقف کی اپنی کوئی ضرورت و مجبوری ہو تو زمین موقوف کو تین برس سے زیادہ پر اجارہ دینا جائز نہیں۔ ہدایہ میں ہے :

فی الاوقاف لا تجوز الاجارة الطویلة کی لا یدعی المستاجر ملکھا وھی ما زاد علی ثلث سنین ھو المختار [3]۔

اوقاف کا طویل اجارہ جائز نہیں تاکہ مستاجر کو دعوٰی ملکیت کے لئے گنجائش پیدا نہ ہو، اور طویل مدت تین سال سے زائد کا نام ہے اور یہی مختار ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے :

فلو اجرھا المتولی اکثر لم تصح الاجارة وتفسخ فی کل المدة لان العقد اذا فسد فی بعضه فسد فی کله فتاوٰی قاری الھدایة [4]۔

اگر متولی نے وقفی چیز کو زیادہ مدت کیلئے اجارہ پر دیا تو صحیح نہیں، اور یوں تمام مدت میں اسے فسخ قرار دیا جائیگا کیونکہ جب عقد کا بعض حصہ فاسد ہوا تو تمام مدت فسخ ہوجائیگا، فتاوٰی قاری الہدایۃ (ت)

پھر یہ حکم تو اجارہ کے تھے اور وُہ جس کے لئے اس باغ کو طلب کر رہے ہیں اجارہ نہیں اغارہ ہوگا یعنی وقف کا غارت کرنا، وقفی پیڑ کاٹ ڈالنے کی اجازت کیونکر ہوگی تو یہ اجارہ تین برس درکنار ایک گھڑی کے لئے حلال نہیں ہوسکتا۔

[1] الہدایۃ	کتاب الاجارات	مطبع یوسفی لکھنؤ	۲۹۱/۳
[2] العنایۃ مع فتح القدیر	"	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	۸/۸
[3] الہدایۃ	"	مطبع یوسفی لکھنؤ	۲۹۱/۳
[4] درمختار	"	مطبع مجتبائی دہلی	۱۹۸/۲

Marfat.com

مسئلہ ۴۹ از ریاست رامپور مرسلہ حاجی محمد علی خاں صاحب جج ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۲۹ھ

زید کی طرف سے وکیل نے جو خدام درگاہ غریب نواز سے ہے کمیٹی درگاہ شریف سے اجازت حاصل کرکے زید کے لئے احاطہ درگاہ معلی میں مسجد شاہجہانی کے جانب جنوب ایک حجرہ مع دو دالان کے اپنے صرف سے تیار کرائے بعد تیاری زید نے اُس تعمیر پر قبضہ کرنے یا اس کے مصارف وکیل کو ادا کرنے سے قطعی انکار کیا اس پر عمرو نے وہ لاگت تعمیر دے کر حجرہ اور ہر دو دالان پر قبضہ کرلیا اور ایک حجرہ اور زمین وکیل خادم درگاہ کی معرفت اپنے ذاتی مصارف سے تیار کرواکر کل لاگت خادم موصوف کو باخذ رسید دے دیا اور بعد تیاری ان دو حجروں اور ہر دو دالان کو اس نیت سے وقف کردیا کہ جب کبھی بزمانہ عرس شریف یا غیر اوقات میں عمرو یا اس کی اولاد یا متعلقین یا احباب حاضرِ آستانہ ہوا کریں تو ان میں قیام کیا کریں باقی زمانہ اور اوقات میں زائران صادر و وارد یا فقراء میں سے جو چاہے مقیم ہوکر شرف سعادت حاصل کیا کریں چنانچہ عمرو نے اپنی تعمیر کا کندہ تاریخی پتھر برپیشانی حجرہ میں نصب کردیا اور سالہا سال یوم تعمیر سے اب تک عمرو اور اس کے متعلقین وغیرہ زمانہ عرس شریف وغیرہ میں وہاں قیام کیا کرتے ہیں اگر کوئی فقیر وغیرہ اُن میں رہتا ہے تو اُن کے آنے پر وہ فوراً خالی کردیتا ہے اب وہی خادم درگاہ عمرو کے ان حجروں میں مقیم ہونے کے مانع ہیں اس عذر پر کہ یہ مال وقف ہے عمرو کی ملکیت نہیں، فقیر جو ان حجروں میں رہتے ہیں اُن سے یہ حجرے خالی نہیں ہوسکتے، عمرو یا اس کے متعلقین یہاں ٹھہرنے کے مجاز نہیں ہیں، علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین سے دریافت کیا جاتا ہے کہ عمرو کا ایسا وقف کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں، اور عمرو یا اس کے متعلقین بصورت متذکرہ بالا ان حجروں میں مقیم ہوسکتے ہیں یا نہیں اور منع کرنے والے کو خواہ وُہ خدام درگاہ شریف میں سے ہو یا اور کوئی فقیر یا دیگر شخص جس نے حجروں میں سکونت اختیار کی ہو اُس کو حق ممانعت حاصل ہے یا نہیں اور شخص مانع ان حجروں میں متصرف اور قابض رہ سکتا ہے یا نہیں اور وہ اس کے متعلق معاملات میں دخیل ہوسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

زمین احاطۂ درگاہِ معلّٰی عامۂ زائرین واردین صادرین کے لئے وقف یا ارصاد کالوقف بہرحال محکوم باحکام الوقف ہے کما حققہ المحقق الشامی فی ردالمحتار (جیسا کہ محقق شامی نے ردالمحتار میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) عمرو نے جو حجرہ اپنے زرخاص سے تعمیر کرایا اور جو حجرہ و دالان وکیل سے خریدے اور اُن کو اسی مقصد کے لئے وقف کیا یہ وقف صحیح ہوا خادم بائع اُس عمارت سے بے تعلق ہوگیا، نہ اُس کو ان معاملات میں مداخلت کا کوئی حق خاص رہا،

فی الدرالمختار بنی علی ارض ثم وقف البناء قصدا بدونہا ان الارض | درمختار میں ہے کہ کسی نے زمین پر عمارت بنائی پھر صرف عمارت بغیر اراضی وقف کردی اگر یہ زمین

Marfat.com

مملوکة لایصح وان موقوفة علی ما عین البناء له جاز تبعا اجماعا وان الارض لجهة اخری فمختلف فیه والصحیح الصحة کما فی المنظومة المحبیة۔[1]

مملوکہ ہے تو وقف صحیح نہیں، اگر زمین عمارت کے مقاصد کے لئے وقف ہو تو عمارت بھی تبعاً وقف ہوجائیگی اور اگر زمین کسی اور مقصد کیلئے وقف ہو تو پھر مختلف فیہ ہے اور صحیح یہی ہے کہ درست ہے جیسا کہ آئندہ منظوم میں ہے۔ (ت)

عمرو اور اس کے متعلقین بھی ضرور ایام حاضری بارگاہ عالی میں اُن میں مقیم ہوسکتے ہیں کوئی شخص اُن کو بلاوجہ شرعی اس سے منع نہیں کرسکتا کہ یہ از قبیل مسجد و مقبرہ و رباط و قنطرہ و حوض و سقایہ ہے جن سے غنی و فقیر و واقف وغیرہ واقف سب حسبِ شرط وقف متمتع ہوسکتے ہیں۔ ہندیہ میں ہے:

لافرق فی الانتفاع فی مثل هذه الاشیاء بین الغنی والفقیر حتی جاز للکل النزول فی الخان والرباط والشرب من السقایة والدفن فی المقبرة کذا فی التبیین۔[2]

ان چیزوں سے انتفاع میں امیر غریب کا کوئی فرق نہیں، لہذا سرائے، رباط، سقایہ (سبیل)، تدفین (مقبرہ) میں ہر ایک کو مساوی حق ہے۔

اسی میں ہے:

ولاباس بان یشرب (ای البانی) من البئر والحوض ویسقی دابته وبعیره ویتوضأ منه کما فی الظهیریة۔[3]

بطورِ وقف تعمیر کرنیوالے کو کنویں، حوض سے پانی پینے، اپنے جانوروں کو پلانے، وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں، جیسا کہ ظہیریہ میں ہے۔ (ت)

ہاں ان کو مسکن و موطن دوام بنانے کا نہ عمرو کو اختیار ہے نہ کسی فقیر وغیرہ کو کہ یہ زمین و عمارت دونوں کے مقصد کے خلاف ہے اور خدامِ درگاہ کو تو اُن میں اقامت چند روزہ کی بھی صحیح نہیں کہ وُہ باہر سے حاضر ہونے والوں کے لئے بنے ہیں نہ کہ مجاوروں کے لئے۔ ہندیہ میں ہے:

قال الخصاف فی وقفه اذا جعل داره

امام خصاف نے وقف کے بیان میں فرمایا

---

[1] درمختار — کتاب الوقف — مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۴
[2] فتاوٰی ہندیہ — " الباب الثانی عشر — نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۶۶
[3] " " — " " " — " " ۲/۴۶۵

Marfat.com

سکنی للحاج فلیس للمجاورین ان یسکنوھا کذا فی الظھیریۃ۔[1]

جب کسی نے اپنا گھر حجاج کی رہائش کیلئے وقف کیا تو اس میں مجاورین کو رہائش کا حق نہیں ظہیریہ میں یونہی ہے (ت)

سوالاتِ سائل کا جواب تو ہوگیا مگر یہاں ایک ضروری امر غور طلب باقی رہا جس سے اگرچہ سائل نے تصریحًا سوال نہ کیا مگر بیانِ صورت میں اُس سے تعرض موجود اور اس کی حاجت ضرور ہے وہ یہ کہ جس طرح غیر عمرو کو ممانعت عمرو متعلقین عمرو کا اختیار نہیں اس طرح آیا عمرو کو بھی دوسرے کے ممانعت کا اختیار ہے یا نہیں جبکہ وُہ دوسرا نہ بطور سکونت بلکہ حسبِ شرط معلوم ایام موسم خواہ ان کے غیر میں پہلے سے مقیم ہو اور اب عمرو یا اس کے متعلقین آجائیں تو آیا بدعوی عمارت اس سے خالی کراسکتے ہیں یا نہیں، ظاہرًا اس کا جواب نفی ہے، عمرو نے اگر یہ شرط وقف میں نہ لگائی ہوجب تو ظاہر، مجرد نیت نہ مفید شرط ہے نہ اس کا دعوٰی مسلّم۔ درمختار میں ہے:

لوقال عنیت ذٰلک لم یصدق تاتارخانیۃ فاذا کان ھذا فی الواقف فکیف بغیرہ[2] اھ۔

اگر کہے میں نے یہ نیت کی تھی تو اس کی تصدیق نہ ہوگی تاتارخانیہ، جب وقف میں یہ معاملہ ہے تو غیر وقف میں کیسے تصدیق نہ ہوگی اھ (ت)

اور اگر شرط لگائی ہو اور شرط واقف واجب الاتباع ہے اور اس کے خلاف تصرف ناجائز، اور جب تاحیات صرف اپنے نفس پر وقف جائز ہے تو اوقاتِ خاصہ میں اپنی تقدیم کی شرط بدرجۂ اولٰی، مگر یہ سب اُس صورت میں ہوتا کہ زمین بھی ملک عمرو ہوتی، یہاں کہ زمین اوّل سے عام پر وقف ہے اسے کسی وقت اپنے نفس کے لئے اسے خاص کر لینے کا اختیار نہیں عمارت اس نے وقف کی اُسے اپنے لئے خاص کرسکتا اگر یہ خصوص عمارت ہی تک محدود رہتا مگر ایسا نہیں بلکہ زمین بھی اُن اوقات میں اس کے لئے محصور اور عام اہلِ حق سے ممنوع و محجور رہے گی بلکہ زمین ہی قیام میں اصل ہے اور عمارت تابع۔ اور زمین پر اس کو اپنی تقدیم و ترجیح کا کوئی حق نہیں، نہ دوامًا نہ کسی وقت خاص کے لئے، مثلًا موقف عرفات میں کوئی شخص ایک حجرہ بنائے کہ جس سال یہ حج کو جائے دوسرا وہاں وقوف نہ کرسکے اس کی ہرگز اجازت نہیں ہوسکتی۔ امام طحاوی شرح معانی الآثار پھر علامہ اتقانی غایۃ البیان شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:

المسجد الحرام لایجوز لاحد ان یبتنی فیہ بناء ولا ان یحتجر فیہ موضعا و

مسجد حرام میں کسی کو اپنے لئے تعمیر کی اجازت ہے نہ ہی اپنے لئے جگہ مخصوص کرنے کا حق ہے، اور یہی حکم ان تمام

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الوقف الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۶۷

[2] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷۹

Marfat.com

كذلك حكم جميع المواضع التي لا يقع لاحد فيها ملك وجميع الناس فيها سواء الا ترى ان عرفات لو اراد رجل ان يبني في المكان الذي يقف فيه الناس بناء لم يكن له ذلك وكذلك منى لو اراد ان يبني فيها دارا كان من ذلك ممنوعا، وكذلك جاء الاثر عن رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم وحدث باسناده الى عائشة رضي الله تعالٰى عنها قال قلت يا رسول الله الا نتخذ لك بمنى شيئا تستظل فيه فقال يا عائشة انها مناخ لمن سبق فهذا حكم المواضع التي فيها الناس سواء ولا ملك لاحد عليها[1]۔

مواضع کا ہے جن میں کسی کو ملکیت کا حق نہیں اور ان میں تمام لوگ مساوی حق رکھتے ہیں کیا آپ دیکھتے نہیں کہ عرفات میں کوئی شخص مکان بنانا چاہے جو کہ لوگوں کے ٹھہرنے کے لئے ہے تو اس کو یہ حق نہیں ہے، اور یونہی منٰی میں کوئی مکان حویلی بنانا چاہے تو ممنوع ہے، یہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ماثور ہے جس کی نسبت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت ہے انھوں نے عرض کی یارسول اللہ! کیا ہم آپ کے لئے منٰی میں کوئی سایہ دار جگہ بنادیں، تو آپ نے فرمایا اے عائشہ! منٰی تمام لوگوں کے لئے ڈیرہ ہے جو بھی پہلے وہاں اُتر جائے تو یہ ان مواضع کا حکم ہے جس میں تمام لوگوں کو برابر حق ہے اور کسی کی ملکیت نہیں ہے (ت)

تو یہ شرط خلافِ شرع ہُوئی اور واقف کی جو شرط مخالفِ شرع مطہر ہو نامقبول و نامعتبر ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

شرائط الواقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع[2]۔

جب شرع کے مخالف نہ ہو تو وقف کی شرائط معتبر ہیں (ت)

اور یہ خیال بھی نہیں ہوسکتا کہ ایسی زمینیں اس کے لئے ہیں جس کا قبضہ پہلے ہوجائے اور یہاں عمرو کا قبضہ سابق ہے کہ اس کی عمارت موجود ہے جیسے کوئی شخص مسجد میں آیا ایک جگہ بیٹھا پھر وضو کے لئے گیا اور اپنا کپڑا وہاں چھوڑ گیا دوسرا شخص اس کپڑے کو ہٹا کر وہاں نہ بیٹھے کہ کپڑے والے کا قبضہ سابق ہولیا ہے، یہاں اس کا محل نہیں، جب عمارت وقف ہوچکی عمارت کا ہونا اس کا قبضہ سابقہ نہیں ٹھہر سکتا کہ نفس عمارت میں بھی یہ اور سب مسلمان برابر ہوگئے معہذا ایسا قبضہ تھوڑی دیر کے لئے مسلّم ہوتا ہے جیسا کپڑا رکھ کر وضو کو جانے میں، نہ یہ کہ مسجد میں اپنی کوئی چیز رکھ دیجئے اور وہ جگہ ہمیشہ آپ کے لئے مخصوص ہوجائے کہ جب آیئے دوسروں پر تقدیم پایئے، یہ ہرگز نہ جائز نہ مقبول۔

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب البیوع باب بیع ارض مکۃ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۴۶
[2] ردالمحتار کتاب الوقف مطلب شرائط الوقف معتبرۃ الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۶۱

Marfat.com

فی الدر المختار فی مایمنع فی المسجد تخصیص مکان لنفسه ولیس له ازعاج غیرہ منه ولو مدرسا[1]

درمختار، مسجد میں ممنوعات' کے بیان میں ہے کہ اپنے لئے جگہ کو مخصوص کرنا اور وہاں سے کسی کو ہٹانا اگرچہ مدرس ہو منع ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فی القنیة له فی المسجد موضع معین یواظب علیه وقد شغله غیرہ قال الاوزاعی له ان یزعجه ولیس له ذٰلك عندنا اھ ای لان المسجد لیس ملکا لاحد بحر عن النھایة قلت وینبغی تقییدہ بما اذا لم یقم عنه علی نیة العود بلا مھلة کما لو قام للوضوء مثلا ولاسیما اذا وضع فیه ثوبه لتحقق سبق یدہ تأمل وفی شرح السیر الکبیر للسرخسی وکذا کل مایکون المسلمون فیه سواء کالنزول فی الرباطات والجلوس فی المساجد للصلٰوة، والنزول بمنٰی او عرفات للحج حتی لوضرب فسطاطه فی مکان کان ینزل فیه غیرہ فھو احق ولیس للاٰخران یحوّله[2] الخ۔

قنیہ میں ہے کہ مسجد میں کسی کی مخصوص جگہ جہاں وہ روزانہ بیٹھتا ہو وہاں کوئی دوسرا شخص مشغول ہو جائے، تو امام اوزاعی نے فرمایا اگر وہ اس کو وہاں سے ہٹانا چاہے تو جائز اور اس کو ایسا کرنے کا حق نہیں ہے ہمارے نزدیک اھ لیعنی کیونکہ مسجد کسی کی ملکیت نہیں، بحر میں نہایہ سے منقول، قلت (میں کہتا ہوں) اس بیان کو اس بات سے مقید کرنا مناسب ہے کہ جب پہلا شخص وہاں پر فوراً واپس آنیکی نیت سے نہ اٹھا ہو جیسا کہ کوئی وضو کے لئے مثلاً اٹھے خصوصاً جب وہاں اپنا کپڑا رکھ جائے یہ اس لئے کہ وہ پہلے قبضہ کر چکا ہے، غور کرو۔ اور امام سرخسی کی سیر کبیر میں ہے اور ایسے ہی ہر وہ مقام جس میں تمام مسلمان مساوی حق رکھتے ہوں، جیسا کہ سراؤں میں ٹھہرنا، نماز کے لئے مساجد میں بیٹھنا اور منٰی اور عرفات میں حج کے لئے اترنا، حتی کہ اگر کسی نے ایک جگہ وہاں خیمہ لگایا اور دوسرا شخص وہاں پہلے ٹھہر گیا تو پہلے کو یہ حق نہیں کہ اسے وہاں سے منتقل کرے الخ (ت)

اور یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ جس نے سبقت کی اور عمرو کے لئے اپنی حاجت جائزہ کے وقت خالی نہیں کرتا اس پر یہ اعتراض بھی نہیں ہو سکتا کہ حق غیر میں تصرف کر رہا ہے یعنی عام حق تو زمین میں تھا اور یہ حجروں دالانوں میں ٹھہر کر عمارت کو بھی اپنے تصرف میں لایا اور وہ عمارت اصل مالک نے اُس کے لئے جائز کی تھی جو خود اس کی حاجت کے سوا دوسرے وقت میں آئے اس کا جواب وہی ہے کہ عمارت اس کی ملک نہ رہی اور

[1] درمختار کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۴
[2] ردالمحتار ″ مطلب فیمن سبقت یدہ الی مباح داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۴۵

Marfat.com

وہ شرط کہ اس نے کی تھی خلافِ شرع ہو کر نامعتبر ہوئی تو اب جس کا ہاتھ سبقت کرے وہی مقدم ہے ھذا ما ظھر لی والعلم بالحق عند ربی (مجھے یہ معلوم ہوا جبکہ حقیقی علم میرے رب کو ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۰ از نجیب آباد ضلع بجنور متصل تحصیل مرسلہ جناب محمد ظفر اللہ صاحب ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مال وقف مسجد پر جن کے نام سے موسوم ہے شرعاً کسی کا دعوٰی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر اس کا کوئی شخص یا چند شخص مل کر اپنے آپ کو ولی قرار دیتے ہوں تو وہ مالک ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مالِ وقف پر دعوٰی مِلک تو کسی کو نہیں ہو سکتا، ہاں دعوٰی تصرف متولی کو ہے، اگر متولی نہ ہو تو اہلِ محلہ کو اختیار ہے، اگر انھوں نے اس شخص یا اشخاص کو متولی کر دیا ہے تو اس کو اختیار مل سکتا ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۱ از مقام خاص مرزاپور محلہ جیت گنج مرسلہ حکیم احمد علی صاحب یکم ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

ایک قطعہ زمین سرکاری جو کہ جنازہ مسلمانان کے لئے وقف ہے اس میں باجازت تکیہ دار کے ایک مکان ایک دوسرے فقیر نے بنایا اور اسی میں بود و باش اختیار کرنے کے بعد چندے اس مکان کو راہ خدا وقف کر دیا وہ وقف شدہ مکان بقیمت مبلغ بیس روپیہ کو وارثِ تکیہ نے خرید کیا مکان وقف شدہ کا روپیہ ایک مسجد جو کہ مکان سے علٰحدہ اُسی زمین میں تعمیر کی گئی ہے وُہ روپیہ اُسی مسجد میں خرچ کیا گیا اب وہ مکان تکیہ دار کے قبضہ میں ہے پھر دوبارہ وہی فقیر جس نے مکان تعمیر کیا تھا خریدنا چاہتا ہے شرع شریف سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر وُہ تکیہ وقف ہے جیسا کہ سائل بیان کرتا ہے تو نہ اُس میں اُس فقیر کو اپنا مکانِ سکونت بنانے کی اجازت تھی نہ اُس میں مسجد بنانا جائز ہے لان الوقف لا یوقف (کیونکہ وقف شدہ دوبارہ وقف نہیں ہوتا) نہ اس مکان کی زمین کا بیچنا صحیح تھا نہ اب اُس کے یا کسی اور کے ہاتھ بیع ہو سکتی ہے لان الوقف لا یملك (کیونکہ وقف کسی کا مملوک نہیں ہو سکتا) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۲ و ۵۳ بتاریخ یکم صفر روز پنجشنبہ ۱۳۳۴ھ

(۱) قبرستان میں مدرسہ یا کوئی مکان یا مسجد بنانا جائز یا نہ؟

(۲) ایک بزرگ نے ایک جگہ چند بزرگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا وہاں ایک چبوترہ بطور مسجد بنایا اور ایک مدت تک وہاں نماز پڑھی گئی اب ایک عرصہ سے وُہ جگہ خراب پڑی ہے، وقف کی یا نہیں کی اس کا کچھ حال معلوم نہیں،

Marfat.com

اب وُہ جگہ کسی کو دے دی جائے کہ مکان بنائے یا مسجد بنا دی جائے۔

الجواب

(۱) قبرستان وقف میں کوئی تصرف خلافِ وقف جائز نہیں، مدرسہ ہو خواہ مسجد یا کچھ اور۔ اور اگر کسی کی ملک ہے تو قبور سے الگ وُہ جو چاہے بنا سکتا ہے۔

(۲) اگر تصریحاً یا دلالۃً کسی طرح وقف کرنا ثابت نہیں تو وُہ زمین مالک یا اس کے ورثہ کی ملک ہے وہ جو چاہیں کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۴ از ضلع سیتاپور مدرسہ اسلامیہ مرسلہ مولوی ابو محمد محمد یوسف حسن صاحب طالب علم مدرسہ مذکور ۴ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ان مسائل کے جواب میں کہ زید نے اپنی اور اپنے شریک دار کے کہ جس کی جانب سے وہ کارکُن اور خود بھی حصہ دار تھا اپنے مقبوضہ مواضعات معافی کی نسبت انگریزی ہونے پر محکمہ بندوبست میں درخواست دی کہ ہمارے مواضعات حسب عمل درآمد قدیم اب بھی معاف رہیں اور اس میں حسب ذیل الفاظ سے اقرار کیا:

یہ مواضعات صدہا سال سے واسطے مصارف عرس سید شاہ فلاں واقع مقام فلاں ومصارف واردین وصادرین وغربا ومساکین ومجالس محرم سلاطین ماضیہ نے بطور وقف مقرر ومعاف ومرفوع القلم کیا ہے۔ دُوسرے مقام پر اپنی درخواست میں یہ الفاظ تحریر کئے ہیں امیدوار ہوں کہ دیہات معافی بدستور بصیغہ وقف معاف ومرفوع القلم رہیں، اور اسی مقدمہ میں اجلاس پر حاکم کے روبرو بسوال حاکم بدیں الفاظ جواب تحریر کردیا۔

سوال حاکم: تمہاری معافی بعہد نواب سعادت علی خاں والیٔ لکھنؤ کے کس سبب سے ضبط ہوئی؟

جواب: یہ معافی وقف اس واسطے ضبط نہیں ہوئی اور اسی مقدمہ تحقیقات معافی میں ایک حساب داخل کیا جس میں عبارت مسلم وقف حسب ذیل ہے، اس میں مصارف میرے اور میرے عزیزوں کے مناط قوت اُن کا بھی یہی ہے اور یہ سب لوگ خدمت گزار درگاہ ہیں اور یہ معافی وقف ہے اس کارروائی پر حاکم ضلع نے مصارف کی تحقیقات کرکے سفارش معافی کی کردی اور اُس سفارش پر حاکم اعلٰی صاحب کمشنر نے یہ الفاظ تحریر کئے قابض اور اُن کے مورو ثان سب مشہور لوگ ہیں اور مزار پیشتر بہت مشہور تھا یہ مجھ کو مذہبی وقف معلوم ہوتا ہے قبضہ سالہا سال سے ہے، مسجد وامام باڑہ وخانقاہ ومسافر خانہ سب بمقام فلاں ہے اس کو سرکار سے سندِ معافی عطا ہوئی جس میں لفظ وقف کا نہیں تحریر ہے اور سند مطبوعہ حسب نمونہ مقررہ ہے اور تمام ایسی معافیات میں اسی طور کے اسناد اس نواح میں سرکار نے دئے ہیں اس کے بعد بندوبست پختہ میں

Marfat.com

حسب قاعدہ مقررہ سرکار دعویٰ حقیت اعلیٰ مواضعات مذکور کا زید ہی نے دائر کیا اور اس درخواست میں بربنائے قبضہ سابقہ ڈگری چاہی مگر اُس مقدمہ کے بیان میں بعد درخواست مذکور مالک کا لفظ استعمال کیا اور ڈگری میں بھی لفظ مالکانہ تحریر ہو گیا اس کے بعد بمقدمہ حصہ داری و تعین حصہ ہر شریک دار میں پھر یہ ظاہر کیا کہ یہ جائداد واسطے مصارف درگاہ ہے کسی حصہ دار کو اختیار انتقال کسی قسم کا نہیں بعد مصارف عرس و فواتح واردین وصادرین کے جو بچتا ہے بحصہ مساوی تقسیم ہو جاتا ہے اور آئندہ ہم لوگوں نے اقرار کنندگان کے ورثہ پر اسی طور پر ہمارے حصہ سے تقسیم ہوتا رہے گا بعدہٗ واجب العرض میں بھی جو بعد کارروائی حصہ داری کے مرتب ہوئی اس میں یہ تحریر کر دیا کہ یہ موضع وقف ہے، ان حالات پر از روئے شرع شریف اس جائداد پر اطلاق وقف کا ہو گا یا نہیں ؛ اور زید کے وارثوں کو اختیار انتقال اس جائداد سے ہے یا نہیں، واضح رہے مقدمہ تعین حصہ داری و دیگر کاغذات سرکاری میں کل حصہ داران شریک دار آمدنی نے اس کو وقف تسلیم کیا ہے اور یہ اقرار کیا ہے کہ کسی کو اختیار انتقال حاصل نہیں ہے صرف درمیانی کارروائی ڈگری حقیت اعلیٰ میں لفظ مالک کا استعمال ہوا ہے اس سے قبل و بعد کی کل کارروائیوں میں اقرار عدم اختیار انتقال وقف کا سب کی جانب سے ہے اور یہ خاندان اولاد حضرت پیران پیر دستگیر سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے اپنے کو منسوب کرتا ہے اور ایسے ہی بعض ملفوظات خاندانی و شجرہ جات خاندانی سے مانا گیا ہے اس خاندان کے لوگ بلا لحاظ مستطیع وغیر مستطیع حسب قرارداد بندوبست جو باتفاق خود تعین حصص کر چکے ہیں اس اعتبار سے مستحق گزارہ ہیں یا مورث اعلیٰ کی نسل پر از روئے فرائض از برو تعین گزارہ کا حق رکھتے ہیں اگر مستطیع کو استحقاق گزارہ بوجہ اس کی استطاعت نہ ہو تو کسی وقت بحالت نہ رہنے استطاعت کے پھر کسی سبب سے گزارہ پا سکتے ہیں اور استطاعت کا معیار کیا ہے اور کسی اولاد پر بالخصوص سادات کے کسی خاندان پر جو وقف ہو اس میں جب لوگ مستطیع ہوتے جائیں گے وہ خارج از گزارہ ہوتے جائیں گے اور پھر جب غیر مستطیع ہو جائینگے داخل ہوتے جائیں گے، اور اس کا سلسلہ کس طور سے جاری رہے گا تعین گزارہ کی نسبت کیا ہوا کرے گا۔ امید کہ جملہ امور کا جواب از روئے فقہ حنفیہ مرحمت فرمایا جائے اور یہ اراضی عشری ہیں اور عشر اُن پر واجب ہے یا نہیں' اور فی الحال یہ مواضعات کاشت کاروں کے پاس نقدی جمع سر ہیں، جن مصارف کا ذکر اوپر تحریر کیا گیا ہے جیسے فواتح و اعراس و میلاد شریف و محرم و خرچ واردین وصادرین تو جہاں تک مجالس و اعراس و فواتح کو ذکر و تذکرہ قرآن خوانی و تقسیم طعام وغیرہ سے تعلق ہے وہ تو ظاہر ہی ہے صرف تعزیہ داری کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے ایک رواجی مقامی طریقہ ہے تو اس قدر مصرف ناجائز کے شمول سے نفس وقف پر کیا اثر ہے اور یہ فعل قابل ترک ہے' اسی طور سے اعراس میں ایک صورت بعض وقت سماع کی ہے جو بسب طریقہ موسیقی و راگ و مزامیر بذ و احناف حرام ہیں اور یہی سوادِ اعظم ہے البتہ محض قصیدہ خوانی یا نعت خوش الحانی سے سُننا اور سُنانے والے کو کچھ دینا جیسا کہ حضور انور سرور عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اپنی ردائے مبارک حضرت حسان کو مرحمت فرمائی تھی اس کی بابت

Marfat.com

کیا حکم ہے یہ بھی قابلِ ترک ایسے اوقاف سے ہے یا نہیں؟

الجواب

ارصادات سلاطین حکمِ وقف میں ہیں نہ وہ موروث ہوں نہ کسی کو ان کے بیع و انتقال کا کوئی حق ہو کما حققہ فی ردالمحتار بما لامزید علیہ (جیسا کہ اس کی تحقیق ردالمحتار میں کی ہے جس پر مزید اضافہ نہیں ہوسکتا۔ ت) سند معافی میں لفظ وقف نہ ہونا کچھ مضر نہیں، نہ کسی مقدمہ میں اپنے آپ کو مالک تعبیر کرنا یا گورنمنٹ ڈگری میں لفظ مالکانہ لکھا جانا کچھ اثر رکھتا ہے کہ متولی کی طرف نسبت ملک بوجہ ملک تصرف و اختیار شائع ہے۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

لو ادعی المحدود لنفسہ ثم ادعی انہ وقف الصحیح فی الجواب ان کانت دعوی الوقفیۃ بسبب التولیۃ یحتمل التوفیق لان فی العادۃ یضاف الیہ باعتبار ولایۃ التصرف والخصومۃ۔[1]

اگر حدود دار لعبہ کو اپنے لئے قرار دیا پھر یہ دعوٰی کیا کہ وقف ہے، تو جواب صحیح یہ ہے اگر وقف ہونے کا دعوٰی تولیت کی وجہ سے ہو تو دونوں باتوں میں موافقت ممکن ہے کیونکہ وقف کو متولی متصرف اور فریقِ بحث ہونے کے اعتبار سے عادتاً اپنی طرف منسوب کرلیتا ہے (ت)

موقوف علیہ کا فقیر یا غیر ہاشمی ہونا ضرور نہیں اغنیاء و سادات بھی اوقاف عامہ رفاہ عام میں داخل ہوسکتے ہیں جیسے مسجد، مقبرہ، حوض، کنواں، سقایہ، سرائے، پل وغیرہا، اور وہ ہر وقف میں بشرطِ واقف مثل استثناء فی المصرف بھی شامل ہوسکتے ہیں جس طرح خود اپنا نفس اور اپنی اولاد بالجملہ وقف کا قربت مؤبد کے لئے ہونا ضرور ہے مگر تمام آمدنی قربت ہی کے لئے معین ہونا ضرور نہیں استثناء بعض علی الدوام واستثناء کل الی زمان منقطع دونوں کی گنجائش ہے اور اس کا اختیار واقف کو ہے جیسی شرط کرے گا اتباع کی جائے گی تحت قول درمختار والتصدق بالمنفعۃ ولو فی الجملۃ[2] (منفعت کو صدقہ قرار دینا اگرچہ کسی طرح ہو۔ ت) ردالمحتار میں ہے، فرمایا:

فیدخل فیہ الوقف علی نفسہ ثم علی الفقراء وکذا الوقف علی الاغنیاء ثم الفقراء لما فی النھر عن المحیط لو وقف علی الاغنیاء وحدھم لم یجز لانہ لیس بقربۃ، اما لو جعل اٰخرہ للفقراء فانہ یکون

اس میں اپنی ذات کے لئے وقف اور بعد میں فقراء کیلئے داخل ہوگا، اسی طرح اغنیاء کیلئے پھر فقراء کیلئے وقف کی صورت بھی داخل رہے گی جیسا کہ نہر میں محیط سے منقول ہے کہ اگر صرف اغنیاء کے لئے وقف ہو تو ناجائز ہوگا کیونکہ یہ قربت نہیں ہے لیکن اگر آخر میں فقراء

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الوقف الباب السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۳۱

[2] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷۷

Marfat.com

قربۃ فی الجملۃ اھ[1]۔

کیلئے وقف کیا تو جائز ہوجائیگا کیونکہ یہ قربت ہے اگرچہ فی الجملہ ہے اھ (ت)

اُسی میں ہے:

اذا جعل اولہ علی معینین صار کانہ استثنی ذٰلک من الدفع الی الفقراء کما صرحوا بہ (الی ان قال) فعلم انہ صدقۃ ابتداء ولا یخرجہ عن ذٰلک اشتراط صرفہ لمعین[2]۔

جب اوّلاً دو معین شخصوں کے لئے کیا تو گویا یہ فقراء کو دینے سے استثناء ہوجائے گا جیسا کہ فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے (ان کا یہ بیان یہاں تک کہ فرمایا) تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ ابتداءً صدقہ ہے تو معین کے لئے صرف کرنے کی شرط اس کو اس سے خارج نہ کرے گی (ت)

اُسی میں فتاوٰی امام قاضی خاں سے ہے:

لوقال ارضی صدقۃ موقوفۃ علی من یحدث لی من الولد ولیس لہ ولد یصح لان قولہ صدقۃ موقوفۃ وقف علی الفقراء وذکر الولد الحادث للاستثناء کانہ قال الا ان حدث لی ولد فغلتہا لہ ما بقی[3]۔

اگر یُوں کہا میری زمین بعد میں پیدا ہونے والے میرے بچے کیلئے صدقہ ہے جبکہ اسکی اولاد نہ ہو تو وقف صحیح ہوگا کیونکہ وقف شدہ صدقہ کہنے سے فقراء کیلئے وقف ہوگیا اور بیٹے کے ذکر سے اس میں استثناء ہوگیا، گویا یُوں کہا یہ صدقہ ہے مگر اگر میرا بچہ پیدا ہو تو اس کی موجودگی تک اس کے لئے وقف کرتا ہوں۔ (ت)

سلطان واقف کی شرط اگر معلوم ہے کہ بعد مصارف خیر مذکورہ جو بچے اولاد شیخ فلاں تقسیم کرلیں تو اُن کے فقراء و اغنیاء سب اُسے بحصہ مساوی لیں گے اور اگر شرط کردی ہے کہ مابقی نسل شیخ پر حسب فرائض تقسیم ہو تو حسب فرائض ہی تقسیم ہوگی اقرب ابعد کو محجوب کرے گا اور لحاظ فقر و غنا نہ ہوگا، اور اگر شرط یہ کی کہ باقیماندہ خاندان شیخ کے فقراء پر تقسیم ہو تو اب اُن کے اغنیاء کو کچھ نہ ملے گا اور جو غنی فقیر ہوجائے اب سے وُہ بھی مستحق ہوگا سنینِ ماضیہ کا حصہ نہ طلب کرے گا اور جو فقیر غنی ہوجائے اب سے وہ مستحق نہ رہے گا اور سالہائے گزشتہ کا لیا ہُوا واپس نہ دے گا لان العبرۃ الحال دون الماضی والاستقبال (کیونکہ اعتبار حال کا ہے ماضی یا مستقبل کا نہیں۔ ت) اور اگر

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۵۷

[2] " " " " " ۳/۳۵۷-۵۸

[3] " " " " " ۳/۴۱۴

Marfat.com

شرائطِ اصل واقف پر اطلاع نہ ہو تو عملدر آمد قدیم پر نظر ہوگی زید نے جو واجب العرض میں لکھا یا اگر اس کے مطابق ہے فبہا ورنہ اس پر اصلاً لحاظ نہ ہوگا اور قدیم پر عمل رہے گا لانہ لیس بواقف ولا الیہ تغییرہ (کیونکہ وہ نہ واقف ہے نہ اس کو تبدیلی کا حق ہے۔ ت) فتاوٰی خیریہ میں ہے:

اذا علم حالہ فیما سبق من الزمان من ان قوامہ کیف یعملون فیہ والی من یصرفونہ فیبنی علی ذٰلک، لان الظاھر انھم کانوا یفعلون ذٰلک علی موافقۃ شرط الواقف وھو المظنون بحال المسلمین فیعمل علی ذٰلک، وفی انفع الوسائل ذکر فی الذخیرۃ قال سئل شیخ الاسلام عن وقف مشھور اشتبھت مصارفہ وقدر ما یصرف الی مستحقیہ قال ینظر الی المعھود من حالہ فیما سبق من الزمان من ان قوامہ کیف یعملون[1]

جب ماضی میں اس کا حال معلوم ہے کہ منتظم اس میں کیا کرتے رہے اور کہاں خرچ کرتے ہیں تو اسی حال کو وقف کی بنیاد قرار دیا جائے گا کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ منتظم یہ عمل واقف کی شرط کے مطابق کرتے رہے ہیں مسلمانوں کے متعلق یہی گمان کیا جا سکتا ہے تو اسی عمل کو جاری رکھا جائے گا، انفع الوسائل میں ذکر ہے کہ ذخیرہ میں ہے کہ شیخ الاسلام سے ایک مشہور وقف جس کے مصارف اور مقدار کے متعلق اشتباہ ہے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے جواب میں فرمایا کہ گزشتہ زمانہ کا حال معلوم کیا جائے گا کہ اس کے منتظم کیسے عمل کرتے رہے ہیں۔ (ت)

استطاعت کی معیار ملک نصاب زائد از حاجت اصلیہ ہے تعزیہ ومزامیر دونوں معصیت ہیں اور معصیت میں مال وقف کا صَرف دوہرا حرام ہے بلکہ تین حراموں کا مجموعہ، ایک وہ معصیت دوسرے مال وقف پر تعدی تیسرے مستحق کی محرومی مگر ان امور حادثہ سے نفسِ وقف پر کوئی ضرر نہیں، جو متولی ان میں صرف کرے گا اس قدر کا تاوان اس پر لازم ہوگا لانہ امین وکل امین بالتعدی ضمین (کیونکہ وُہ امین ہے اور ہر امین ناجائز تصرف پر ضامن بنتا ہے۔ ت) بلکہ اگر خود سلطان واقف منجملہ مصارف مذکورہ تصریحاً تعزیہ ومزامیر کو بھی ایک مصرف مقرر کرتا کہ وقف پر جب بھی ضرر نہ تھا یہ مصرف باطل رد وساقط کرکے وُہ حصّہ بھی مصارف خیر ہی کی طرف مصروف ہوتا، فتح القدیر پھر ردالمحتار میں ہے:

لو وقف الذمی علی بیعۃ فاذا خربت یکون للفقراء کان للفقراء

اگر ذمّی نے مثلاً بیعہ (یہودی عبادت گاہ) کیلئے وقف کیا اور کہا جب یہ خرابہ ہو جائے تو یہ فقراء کیلئے ہی

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۱۶۱

Marfat.com

ابتداءً[1] - واللہ تعالیٰ اعلم۔ | ہوگا تو ابتداءً ہی یہ فقراء کے لئے وقف قرار پائے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۵۵ ۵۶ از قصبہ گوپامؤ ضلع ہردوئی اودھ محلہ قنوجی مسئولہ یاور حسین صاحب یوم سہ شنبہ ۷ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ حاجی نواب ناظر حسین خاں صاحب رئیس قصبہ گوپامؤ نے تقریباً دس بارہ سال سے ایک مسجد کے متعلق جو کہ اُن کے مکان کے قریب محلہ قنوجی میں واقع ہے، یہ انتظام کیا کہ زیرِ مسجد کی دُکانیں جن کو مسجد کے منتظموں نے رہن بھی کرلیا تھا اور جو رہن سے بچی ہوئی تھیں وہ بالکل مسمار ہوگئی تھیں، غرضکہ وُہ دکاناتِ مسجد مذکور جو کہ ایک دینی مدرسہ عربی کو بحیثیت وقف شامل تھیں اُن کو فک رہن کرالیا اور مسمار شدہ کی تعمیر کرادی، ایک مدرسہ اسلامیہ کی آمدنی سے جس کے وہ صدر انجمن ہے سب ادا کر دیا دکانوں کو تعمیر کرایا پھر رفتہ رفتہ انھیں دُکانوں کی آمدنی سے وہ کل روپیہ بھی ادا کر یا جب انجمن کا روپیہ ادا ہوگیا تو اُن دکانوں کو مع تحویل باقی کے اپنے چھوٹے بھائی کو جو کہ اسی مسجد میں طلبہ کو عربی پڑھاتے ہیں بطور انتظام جائداد وقف کے حوالہ کر دیا حتی کہ اُس آمدنی سے وقتاً فوقتاً مسجد کی درستی ہوتی رہتی ہے، اور اسی احاطہ مسجد میں بیرونی طلبہ کے لئے حجرے بھی حسبِ ضرورت تیار ہوتے رہے، سال گزشتہ میں ایک مولوی صاحب کو باہر سے عربی تعلیم کے لئے بلایا گیا تھا اُن کی نصف تنخواہ چندہ سے اور نصف اسی آمدنی مسجد سے سال بھر تک دی جایا کی، نیز اب تک چونکہ درس وتدریس کے لئے سوائے مسجد کے اور کوئی جگہ نہ تھی، اور جو کتابیں طلباء کو حسبِ دستور دی جاتی ہیں اُن کے رکھنے کے لئے بھی مکان کی ضرورت ہوئی تو ایک مکان جانب مسجد میں اس سال بھی تعمیر کرایا گیا جو ان شاء اللہ مختصراً مدرسہ وکتب خانہ دونوں کا کام دے گا علاوہ ان دکان کے کچھ خانہائے رعایا خالی کرائے اُس کی زمین مسجد کو وقف کردی اور دو ایک دُکانیں جدید بھی بنوادیں ایک دکان منشی بقاء اللہ صاحب وکیل سرائے میران نے بھی وقف کیا،

(۱) اب سوال یہ ہے کہ ایسی صورت میں جبکہ علاوہ نیت کے عملدر آمد حسب مذکورہ بالا رہا ہے تو آیا اس آمدنی سے مسجد اور طلباء کے لئے حجرے نیز مدرس کی تنخواہ وغیرہ میں صرف کرنا شرعاً جائز ہوگا یا نہیں؟

(۲) یہ کہ انھیں نواب صاحب موصوف نے جو اپنی ذاتی دکان اور تین خانہائے رعایا کو صحن بازار مسجد کی ضرورت سے برابر کرا کے نیز گردوپیش کے اپنی افتادہ زمین کو اسی مد میں مدت سے وقف کردیا ہے چنانچہ گھاس، بھوسہ، لکڑی، کنڈا اور دیگر پلہ داروں سے جو اس زمین کا محصول آتا ہے وُہ بھی برابر مسجد میں ایک بنئے کے ذریعہ سے یکمشت جمع ہوتا رہتا ہے اور جو مدات مذکور میں صرف ہوتا ہے اس کے متعلق (ایک ہندو رئیس جس کا نام لالہ لشمبر ناتھ

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۹۱

Marfat.com

ہے اور وہ گویا موٴ سے قریب ایک موضع تھمروان میں رہتے ہیں) کا یہ بیان سنا جاتا ہے کہ جنگی قبضہ میں ہمارے ہے لہذا یہ متفرق آمدنی ہماری ہے اس کو ہم لیں گے حالانکہ وہ اس بازار میں کسی جزءِ اراضی کے بھی مالک نہیں ہیں اور چنگی ان کی ہونا قاعدہ کے بھی بالکل خلاف ہے کیونکہ چنگی حقِ گورنمنٹ ہے کاغذات سرکاری میں بھی چنگی کا کوئی وجود نہیں، دوسرے مالک زمین یعنی واقف کی طرف سے یہ زمین دراصل مسجد کی ہے، ایسی حالت میں آیا ہم مسلمانوں کا فرض ہے کہ ھسم دامے درمے، قلمے، سخنے غرض ہر مدافعانہ حیثیت سے ان کی اس ناجائز دست برد سے اگر وہ کریں اس کو بچائیں یا نہیں؛ نیز اس معاملہ میں جو شدائد ہمیں در پیش ہوں گے بصیغہ حفظ جائداد وقف عنداللہ ہمیں اُس کا اجر ملے گا یا نہیں؛ اور اگر مسلمان کثرت رائے سے اس کی کل یا جزء آمدنی بطور فیصلہ باہمی کے لالہ صاحب کو دینا منظور کریں تو آیا ان کا یہ فعل شرعاً صحیح اور قابلِ تسلیم ہوگا یا نہیں؛ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) اوقاف میں شرطِ واقف مثل نص شارع واجب الاتباع ہوتی ہے اور اس میں بلاشرطِ واقف یا اجازت خاصہ شرعیہ کوئی تغیر تبدل جائز نہیں، مدرسہ کے مال سے مسجد کا قرض ادا نہیں کیا جاسکتا جو ادا کرے گا تاوان اس پر ہے مسجد کے مال سے نہیں لے سکتا مسجد پر جو جائداد واقف نے وقف کی اگر اس سے بنائے مدرسہ و مصارف مدرسہ کی اجازت دی تھی تو جائز ہے ورنہ ناجائز۔

(۲) صورتِ مذکورہ میں ضرور مسلمانوں پر فرض ہے کہ حتی المقدور ہر جائز کوشش حفظ مال وقف و دفع ظلم ظالم میں صرف کریں اور اُس میں جتنا وقت یا مال ان کا خرچ ہوگا یا جو کچھ محنت کرینگے مستحق اجر ہوں گے، قال تعالیٰ: لا یصیبهم نصب ولا مخمصة (الیٰ قولہ تعالیٰ) الا کتب لهم به عمل صالح[1] ان کو مشقت اور مشکل نہ پہنچے گی (الیٰ قولہ تعالیٰ) مگر ان کے لئے نیک عمل لکھے جائیں گے (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۷: از ضلع گیا، موضع پردہ چک، ڈاکخانہ شمشیر نگر، مسئولہ ابوالبرکات یوم شنبہ ۷ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ
عام قبرستان میں اگر کسی نے درخت لگائے تو اس کی مِلک ہے یا نہیں؛ دوسروں کو بدون اجازت استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؛ فقط۔

الجواب

قبرستان اگرچہ وقف ہو مگر درخت جو اس میں لگائے جائیں اگر لگانے والا تصریحاً یہ کہہ بھی دے کہ میں نے

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۲۰

Marfat.com

ان کو قبرستان پر وقف کیا جب بھی وقف نہ ہوں گے اور لگانے والے ہی کی ملک رہیں گے اُس کی اجازت کے بغیر دوسروں کو اُن میں تصرف جائز نہیں، اور اُس کو اختیار ہے کہ اُس کی لکڑی کاٹے یا جو چاہے کرے بلکہ اگر اُن کے سبب مقابر پر زمین تنگ کرے تو اُسے مجبور کیا جائے گا کہ درخت کاٹ کر زمین خالی کردے والمسئلۃ فی الھندیۃ وغیرھا (فتاوٰی ہندیہ وغیرہ میں یہ مسئلہ موجود ہے۔ ت) وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۸ از ضلع سیتاپور قصبہ لہرپور مدرسہ اسلامیہ قاضی ابومحمد یوسف حسین صاحب بروز چہار شنبہ ۲۱ صفر ۱۳۳۴ھ

وقف والے استفتاء میں ایک لفظ "ارصادات" کا تحریر ہے جس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے، اگر آپ کو معلوم ہوں تحریر فرمائیے، غیاث میں "رصد" کے معنی نگاہ رکھنا نکلے اور لفظ "ارصادات" نہیں نکلا، "رصد" کی اگر جمع "ارصادات" لے جائیں تو بھی اس موقع پر کام نہیں دیتے شاید لفظ تحریرات سلطانی میں کسی قسم کی تحریر کا نام ہو جیسے "سجل" یا "فرمان" وغیرہ اگر ایسا ہے تو یہ تحریر فرمائیے کہ یہ لفظ کس قسم کے اسناد کے واسطے مستعمل ہوتا ہے اصل موقع اس لفظ کا شاید آپ کے خیال میں نہ باقی ہو اس لئے میں ابتدائے مضمون استفتاء کا نقل کئے دیتا ہوں ارصادات سلاطین حکم وقف میں ہیں نہ وہ موروث ہوں نہ اُن کے بیع و انتقال کا کسی کو حق ہو۔

الجواب

مولٰنا اکرمکم اللہ تعالٰی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، "ارصاد" کے معنی نگہداشتن ہی ہیں یعنی محفوظ کردینا، سلاطین اسلام مواضع سلطنت سے جو دیہات مصارف خیر کے لئے وقف کرتے ہیں انھیں ارصاد کہتے ہیں یعنی سلطان نے انھیں محفوظ و ممنوع التملیک کردیا اُن کا حکم بعینہٖ مثل وقف ہے،

وانما سمیت ارصادات لان الوقف شرطہ الملك والسلاطین لایملکون مافی ولایتھم ان الملك الا للہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ان کو ارصادات اس لئے کہتے ہیں کہ وقف کی شرط ہے کہ پہلے کسی کی ملک میں ہو جبکہ سلاطین اپنی ولایت کے مالک نہیں ہوتے، ملک تو صرف اللہ تعالٰی کی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۹ از کانپور محلہ لکھنیا بازار متصل مدرسہ فیض عام مسئولہ شمس الدین محمود عرف میاں ۲۲ صفر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے وقت وفات اپنے چند قطعات زمین وقف کئے اپنی ملکیت و متروکہ سے چھوڑے سند وقف میں یہ تحریر ہے کہ خرچ مساکین و مسافرین و مسجد کے واسطے یہ وقف کیا جاتا ہے پس مورثان متوفی جو متولی جائداد موقوفہ بھی ہیں،

(۱) اگر منجملہ قطعات زمین متذکرہ صدر کے کوئی جزو جو خراب و بیکار پڑا ہوا اور اس سے کسی قسم کی آمدنی بھی نہ ہو

Marfat.com

مسجد میں شامل کردیں۔

(۲) یا کسی جز قطعات مذکورہ بالا میں کچھ عمارت اس غرض سے تعمیر کردیں کہ اس کی آمدنی واسطے اخراجات مسجد کے کام آئے یا کسی خاص کام متعلق مسجد کے مثلاً فرش و فروش وغیرہ متعلقہ و مملوکہ مسجد کے رکھنے یا پیش امام و مؤذن وغیرہ کسی خادم مسجد کی سکونت کے بکار ہو تو جائز ہے یا نہیں اور متولی پر کوئی مواخذہ شرعی تو نہ ہوگا؟

الجواب

اگر مسجد تنگ ہو جماعت کی دقت ہوتی ہے جگہ کی حاجت ہے تو یہ زمین مسجد میں شامل کردی جائے ورنہ نہیں کہ وہ مسجد کے لئے وقف ہے نہ کہ مسجد کرلینے کے لئے۔ عالمگیری میں ہے:

لایجوز تغییر الوقف عن ہیأتہ[1] وقف کی ہیئت کو بدلنا جائز نہیں (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فی الفتح ضاق المسجد وبجنبہ ارض وقف علیہ او حانوت جاز ان یوخذ و یدخل فیہ[2] فتح میں ہے کہ مسجد تنگ ہو جائے حالانکہ اس کے پہلو میں وقف شدہ زمین یا دکان ہے جو اسی مسجد کے نام وقف ہے تو اس کو مسجد میں شامل کرنا جائز ہے (ت)

صورت ثانیہ حسب پابندی شرائط واقف جائز ہے مثلاً اس کی آمدنی مسجد میں صرف کرنے کے لئے وقف کی ہو تو اس غرض کے لئے اس میں عمارت بنانی جائز اور سکونت امام وغیرہ کے لئے ناجائز لان شرط الواقف کنص الشارع (کیونکہ واقف کی شرط، شارع کی نص کی طرح ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۱: از خیرآباد ضلع سیتاپور اودھ محلہ میاں سرائے درگاہ حضرت حاجی حافظ سید محمد علی صاحب ۲۴ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چند مواضعات کو شاہان دہلی نے واسطے مصارف امور مذہبی و مدد معاش ایک خاندان کے معاف کیا تا زمان سلطنت انگلشیہ موافق نیت عطا کنندہ اس پر عملدرآمد رہا عہد سلطنت انگلشیہ زمانہ بندوبست اول میں اُس معافی کی نسبت تحقیقات ہو کر معافی قدیم ثابت ہوئی اس تحقیقات میں ورثا معافی داران اول نے یہ بیان کیا ہے کہ یہ مواضع قدیم سے وقف ہے لیکن اب بھی وقف نامہ یا ایسی تحریر یا حکم شاہان دہلی عطا کنندہ کی معافی کا کہ جس سے واقف کا نام یا مضمون وقف اس سے

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۹۰

[2] ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۸۴

Marfat.com

ثابت ہو سکے پیش نہیں ہُوا بلکہ جو کچھ ثبوت تحریری زبانی پیش ہُوا اس سے صرف اسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ یہ مواضع شاہان دہلی نے بغرض مذکور بالا معافی عطا کئے تھے، اسی بنیاد پر جو سند سرکار انگلشیہ سے عطا ہُوئی وہ معافی مشروط کی عطا ہوئی اور منجملہ شرائط سند عطائے سرکار انگلشیہ ایک یہ بھی شرط ہے کہ درصورت عدم پابندی شرائط سند یہ معافی ضبط کرلی جائیگی اور مواضع مذکورہ کے متعلق سرکار انگلشیہ سے ڈگری حق اعلیٰ بمقابلہ سرکار بحق معافی داران صادر ہو چکی ہے اور سرکار انگلشیہ اپنے حقوق مثل رقم سوائی و فیس سرکانہ و شفاخانہ وغیرہ مثل دیگر زمینداران کے سالانہ معافی دار سے لیتی ہے اس کے بعد سے تا حال ورثاء معافی داران شرائط مندرجہ عطیہ سرکار انگلشیہ پابندرہ کر بطور مناسب اغراض معافی میں محاصل مواضع میں سے خرچ کر کے بقیہ محاصل کو اپنے مدد معاش میں صرف کرتے رہے بندو بست اوّل سے اس خاندان معافی داران میں حصص قائم ہُوئے اور برابر وراثت جاری رہے اور ہر معافی دار کا نام کھیوٹ و کاغذات میں بطور مالک درج ہوتا رہا۔ اب تھوڑا عرصہ ہُوا کہ شرکا ء معافی میں سے چند شرکاء نے حسب ذیل انقلاب کئے ایک معافی دار نے منجملہ اپنے حصہ کے ایک جُزکا وقف نامہ بنام اللہ میاں رجسٹری شدہ تحریر کیا ایک حصہ دار نے اپنا حصہ اپنے حقیقی بھائی کے نام ہبہ کر دیا، ایک نے وقف علی الاولاد کیا، اس کے بعد واقف علی الاولاد نے عدالت مجاز میں ایک دعویٰ دائر کیا کہ ہبہ مواضع موقوفہ میں اُن میں کاروائی منتقلات جائز نہیں ہے اور اپنے عرضی دعویٰ میں اپنے انتقال وقف علی الاولاد کو پوشیدہ رکھا اور ہر دو انتقالات کو ظاہر کیا اور عدم جواز کی حجت کی لہذا استصواب ہے کہ مواضع عطیہ شاہی و سرکار انگلشیہ وقف سمجھے جائیں گے یا از قبیل عطیات و معاقبات وارصادات وغیرہ متصور ہوں گے اور کارروائی انتقالات متذکرہ یا لا باطل و کالعدم سمجھی جائیں گی یا جائز متصور ہو کر آئندہ کے لئے ایسی کارروائیاں جائز رہیں گی اور اُس بیان معافیداران سے جو بندوبست میں نسبت وقف ہونے جائداد کے ہوا ہے جائداد مذکورہ وقف ہو گئے یا ان کا بیان بمقابلہ نیت عطا کنندہ کے باطل و ہیچ ہے اور ہبہ جائداد بصورت عطیہ و معافی وارصاد کے قائم رہیں گے اور عطیہ و ارصاد کے کیا معنی ہیں اور اُن پر کیا کیا احکام جاری ہو سکتے ہیں اور کیا کیا احکام جاری نہیں ہو سکتے ہیں فقط۔

الجواب

ارصادات وعطایا سلاطین میں زمین و آسمان کا فرق ہے جو مواضع سلاطین اپنی رعیت میں سے کسی کو جاگیر بخش دیں اُسے اُس کا مالک کر دیں وہ عطا ہے عربی میں اُسے اقطاع کہتے ہیں اور ہماری زبان میں معافی و جاگیر اور جو مواضع سلاطین اسلام مصارفِ خیر کے لئے تعین کر دیں وہ ارصاد ہیں ان کا حکم بعینہٖ حکم وقف ہے اور بعد مصارفِ خیر جو کچھ بچے اس میں سے کسی قوم یا کسی شیخ کی اولاد یا کسی مزار کے خدام کی مدد معاش کرنا منافیِ وقف وارصاد نہیں اوقاف قدیمہ کے لئے واقف کا نام معلوم ہونا ضرور، نہ کوئی سند پیش کرنا لازم، ورنہ لاکھوں وقف خصوصًا مساجد باطل ہو جائیں، خود سائل کا بیان ہے کہ یہ مواضع سلاطین دہلی نے مصارف امور مذہبی اور ایک خاندان کی مدد معاش کے لئے

Marfat.com

معاف کئے اور یہ کہ تا زمان سلطنت انگلشیہ موافق نیت عطا کنندہ اس پر عملدر آمد رہا اور یہ کہ اس کے بعد سے تا حال ورثاء معافی داران اغراض معافی میں محاصل مواضع میں سے خرچ کرکے بقیہ محاصل کو اپنی مددِ معاش میں صرف کرتے رہے، یہ شان وقف ہی کی ہوتی ہے، اور اگر کسی خاص شخص کو جاگیر دینی ہوتی ہے تو مصارفِ خیر کی قید نہ لگائی جاتی، نہ یہ کہ اُن سے جو بچے وہ مددِ معاش میں صرف ہو، نہ اس کے موافق قدیم سے اب تک عملدر آمد رہتا ہے تو ضرور یہ مواضع وقف ہی ہیں اور بندوبست حال میں اسمائے متولیان بخانہ ملکیت رکھنا وقفِ ثابت کو زائل نہ کرے گا اور یہ انتقالات جو ان بعض متولیوں نے کئے اگر اس سے مقصود وہ محاصل ہیں جو بعد مصارفِ خیر ان کے حصہ میں آئیں جب تو ظاہر ہے کہ اس سے اصل وقف پر کوئی حملہ نہ ہُوا اگرچہ محاصل کا وقف یا قبل وصول ہبہ کرنا باطل ہے، اور اگر ان سے نفس رقبہ جائداد کا انتقال مقصود تھا تو غایت یہ کہ ان کا ظلم باطل ومردود تھا، اس سے وقف پر کیوں حرف آنے لگا، گورنمنٹ کا رقوم سوائی وغیرہ لینا بھی منافیِ وقف نہیں، یُوں ہی بندوبست اول سے اجرائے وراثت اگر محاصل میں ہے کیا بجا ہے اور رقبہ میں ہے تو متولیوں کا ظلم ہے بلکہ بیان سائل کہ اب تک بعد مصارفِ خیر جو بچتا ہے تقسیم کرتے ہیں رقبہ میں اجرائے وراثت کی خود نفی کر رہا ہے، اور نہ بھی سہی تو ان کے مورثوں کا سب سے پہلا بیان کہ یہ جائداد وقف ہے، ان کے ان تصرفات کے ابطال کو کافی ہے، جائداد ملک ہو کر وقف ہو سکتی ہے مگر وقف ٹھہر کر کبھی ملک نہیں ہو سکتی اور ان کے اس بیان اوّل میں نیت عطا کنندہ کا کچھ خلاف نہیں بلکہ عین موافقت ہے جیسا کہ اوپر ظاہر ہُوا بالجملہ شک نہیں کہ مواضع مذکورہ وقف ہیں اور ان میں کسی کو تصرفات مالکانہ یا انتقالات کا کچھ حق نہیں واتقوا اللہ الذی الیہ تحشرون[1] (اور ڈرو اللہ تعالٰی سے جس کی طرف تم اٹھائے جاؤ گے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۲ از ضلع بجنور موضع چاندپور مسئولہ محمد قطب الدین ۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

مخدوم مکرم ومعظم دام ظلکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آبادی قصبہ چاندپور میں موازی ۶ بسوائے یعنی للعہ‌ گز کل اراضی نمبری خسرہ ۲۴۸۲ واقع محلہ کوٹلہ موقوفہ تھی اس پر ایک دکان بنی ہوئی تھی اس کی آمدنی صرف مسجد میں آتی تھی چنانچہ بندوبست دہم یعنی ۱۸۶۷ء یا ۱۲۷۴ ف میں دکان مذکورہ بخانہ مالک زمین و مالک مکان (موقوفہ) تحریر ہے اس کے کیفیت میں (دکان تصرف مسجد) تحریر ہے اُس کے منتظم مولوی مجتبٰی حسن صاحب دیوبندی ساکن چاندپور تھے دکان منہدم ہوگئی اس پر ایک سہ دری بنائی گئی جو قیام مسافران اور درس گاہ کے کام آتی رہی اور مہتمم بدستور مولوی صاحب موصوف رہے اب اس سال سے مولوی صاحب مذکور نے اس کے اوپر ایک بالاخانہ تعمیر کرلیا اس کو زنانہ مکان کرلیا نیچ کا سابقہ حصہ یعنی سہ دری اپنی نشست گاہ خاص بنالی، اللہ اللہ خیر صلا۔

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۹۶

Marfat.com

مولوی صاحب کہتے ہیں ہم مکان کے مالک ہیں ہمارا تعمیر کردہ ہے تمادی بارہ سال عارضی ہے وغیرہ وغیرہ، اور سب چیزیں خدا کی ملکیت میں اور ہم اُس کے بندے ہیں، رضامندی سے وُہ چھوڑنے پر رضامند نہیں ہوتے، مجبورًا عدالتانہ کارروائی کرنا ہوگی چونکہ مولوی صاحب موصوف اور اُن کے بھائی مولوی مرتضٰی حسن صاحب سب مولوی ہیں (مولوی عالم فاضل ہیں) سب لوگ ان کا ادب کرتے ہیں بچتے ہیں کوئی دعوٰی کرنے یا مدعی بننے پر رضامند نہیں ہوتا، یہاں ہم صرف دو آدمی حق کی حمایت کرسکتے ہیں۔ البتہ واقعات کے بابت شہادت دے سکتے ہیں، اگر ان کو مدعی بنالیا جائے تو گواہ کون رہے سوائے اس کے نالش ہونے پر لوگوں سے توقع ہوسکتی ہے، بالفعل یہ خیال ہے کہ مولوی پر ہاتھ ڈالنا گناہِ کبیرہ ہے، حتی کہ مولوی عبدالواسع صاحب و میر سجاد حسین صاحب وکلا بجنور وکیل بننے سے گریز کرتے ہیں اس قحط الرجال میں آپ پر نظر دوڑتی ہے اور گزارش کیا جاتا ہے کہ ہم کو کیا کارروائی کرنا چاہئے اور اس صورت میں شرع شریف کا کیا حکم ہے اور اگر آپ کا نام نامی بھی زمرۂ مدعیان میں شامل کردیا جائے تو نامناسب تو نہیں ہے؟ یا کسی اور شخص کا لکھا جائے؟ جیسی رائے عالی ہو کیا جائے، جواب بوالپسی ڈاک مرحمت ہو، فقط۔

الجواب

بحمداللہ تعالٰی مَیں حکمِ شرعی جانتا ہوں اور وہی بتا سکتا ہوں، قانون سے نہ مجھے واقفیت نہ اس کا مشورہ دے سکتا ہوں، وقف میں تصرف مالکانہ حرام ہے اور متولی جب ایسا کرے تو فرض ہے کہ اُسے نکال دیں اگرچہ خود واقف ہو چہ جائے دیگر۔ درمختار میں ہے:

وینزع وجوبا ولو الواقف درر، فغیرہ اولٰی لوغیر مامون[1] بزازیہ۔ — لازماً معزول کیا جائے اگرچہ واقف ہی ہو، درر۔ تو بطریق اولٰی غیر کو اگر وہ معتمد علیہ نہیں، بزازیہ۔ (ت)

اور وقف کا مدعی ہر مسلمان ہوسکتا ہے اور جو مدعی ہو وہی شاہد ہوسکتا ہے لانہ لایحتاج الی الدعوی (کیونکہ دعوٰی کی ضرورت نہیں۔ ت) وہاں کے مسلمانوں پر فرض ہے کہ وقف کو ظلم سے نجات دلائیں۔ دیوبندی عالمِ دین نہیں اُن کے اقوال پر مطلع ہوکر انھیں عالمِ دین سمجھنا خود کفر ہے، علمائے حرمین شریفین نے انہی لوگوں کے لئے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ:

من شک فی عذابہ وکفرہ فقد کفر[2] — جو اس کے عذاب اور کفر میں شک کرے تو وہ کافر ہوا۔ (ت)

---

[1] درمختار — کتاب الوقف — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۳۸۳

[2] حسام الحرمین — مکتبہ نبویہ لاہور — ص ۱۳

Marfat.com

اور بالفرض کوئی عالم بھی ہو تو اس کا ادب اس کا مقتضی نہیں ہو سکتا ہے کہ وقف اس کے دستبرد ظالمانہ میں چھوڑ دیا جائے اگرچہ عالم ہے مگر وقف پر ظالم ہے اور اس کی تخلیص فرض۔ یہ بہت اچھا عذر ہے کہ سب ملک خدا ہے اور ہم اس کے بندہ، کیا ایسا کہنے والا اپنے املاک اور اپنے ابل میں بھی اُن کے لئے یہی گمان کرے گا کہ یہ سب ملک خدا ہیں اور وہ خدا کے بندے، یہ خاصہ اباحیہ کا مذہب ہے، فقیر کچہری کی لیاقت نہیں رکھتا اس سے معاف فرمایا جائے اور ہزاروں مسلمان مدعی ہو سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۳ مسئولہ مردمان عامہ موضع باجری تحصیل کھرڑ واڑ ضلع انبالہ بتوسط الٰہ بخش درزی ساکن باجری ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت بیوہ نے اپنی تمام اشیاء جس میں منجملہ دیگر اشیاء کے ایک سکنی مکان بھی ہے مسجد کے نام پر خدا کے واسطے وقف کر دیا اور سند کے لئے ایک کاغذ پر چند معزز برادران رشتہ کے دستخط کروا کر ایک کاغذ بنا لیا اور یہ کام کر کے وہ عورت ایک دوسرے موضع میں اپنی لڑکی کے گھر پر جا رہی اور اس کے چلے جانے کے بعد میں اس عورت کے قریبی رشتہ والوں نے اس وقف شدہ مکان کی بابت فساد شروع کر دیا کہ ہم یہ مکان مسجد کے نام نہیں دیں گے حالانکہ بیوہ کے کوئی اولاد ذکور میں سے صاحبِ حق نہیں ہے اور وہ اپنے مال وجائداد کی بلا اشتراک غیرے خاوند کے مرنے کے بعد خود مختار مالک تھی، لہٰذا اب دریافت امر خاص یہ ہے کہ آیا کوئی شخص بیوہ کی مرضی کے خلاف کچھ کارروائی کر سکتا ہے؟ اور اگر کر سکتا ہے تو کس صورت سے؟ ورنہ ایسے بددیانت اشخاص کی کیا شرعی تعزیر ہے؟ فقط

الجواب

جو شے اللہ عزوجل کے لئے وقف ہو گئی اس میں کسی کو دعویٰ نہیں پہنچتا، یہاں سوال سے ظاہر یہ ہے کہ عورت نے اپنی حالتِ صحت میں یہ وقف کیا تو اب کسی رشتہ دار کا اس میں مزاحمت کرنا محض ظلم و نامسموع ہے اور یہاں کوئی کسی کو تعزیر نہیں دے سکتا، بڑی تعزیر یہ ہے کہ جس سے بات واقع ہو مسلمان اسے چھوڑ دیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۴ از شہر جیت پور ملک کاٹھیاوار چھوٹی چوک مسئولہ حاجی امداد احمد حامد متولی جمعہ مسجد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں کا طریقہ ہے کہ جب کوئی شخص بیمار ہوتا ہے یا فوت ہوتا ہے تو اس کی جانب سے اس کے عزیز ایک یا چند قرآن پاک مسجد میں بھیجتے ہیں اس نیت سے کہ لوگ پڑھیں تاکہ ہم کو ثواب ملے، اب چونکہ جامع مسجد میں وہ بکثرت جمع ہو گئے اور بیکار رکھے ہیں جن کا انجام سوائے گلنے اور بوسیدہ ہونے کے کچھ نہیں ہے کیونکہ پڑھنے والے چند اور قرآن بکثرت جمع، تو ان کو ہدیہ کر کے وہ پیسہ مسجد کے صرف میں لا سکتے ہیں یا نہیں، مسجد سے ملحق ایک مدرسہ قرآن ہے اور نیز شہر میں بھی قرآن کے مدرسے ہیں ان میں

ان قرآنوں کو متولی بھیج سکتا ہے یا نہیں نیز اگر اس شہر کے مدارس سے بچ رہیں تو دوسرے شہر کے مدارس میں بھیجے جا سکتے ہیں یا نہیں ؟

الجواب

اگر اُس بھیجنے سے مصحف شریف اُس مسجد پر وقف کرنا مقصود نہیں ہوتا جب تو بھیجنے والوں کو اختیار ہے وہ مصاحف ان کی ملک میں باقی ہیں جو وہ چاہیں کریں اور اگر مسجد پر وقف مقصود ہے تو اس میں اختلاف ہے کہ ایسی صورت میں اُسے دوسری مسجد کو بھیج سکتے ہیں یا نہیں، جب حالت وہ ہو جو سوال مذکور میں ہے اور تقسیم کی ضرورت سمجھی جائے تو قولِ جواز پر عمل کرکے دوسری مساجد و مدارس پر تقسیم کر سکتے ہیں اُس شہر کی حاجت سے زائد ہو تو دوسرے شہر کو بھی بھیج سکتے ہیں مگر انھیں ہدیہ کرکے اُن کی قیمت مسجد میں نہیں صَرف کر سکتے۔ درمختار میں ہے،

وقف مصحفا علی المسجد جاز ویقرأ فیہ و لایکون محصورا علی ھذا المسجد[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

مسجد کے نام قرآن کا وقف جائز ہے وہاں اس کی تلاوت کی جائے لیکن وہ اس مسجد کے لئے پابند نہیں ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶۵ مسئولہ عبداللہ لوہار مقام چندوسی ضلع مراد آباد محلہ سنبھل دروازہ ۱۹ جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ، ایک باغ اعگہ کے دو بھائی مسمیان خواجہ بخش و عظیم بخش مالک تھے اور دونوں کی کوئی اولاد نہیں تھی، عظیم بخش نے ایک بھتیجا لے لیا تھا مسمی حسین، اور اُس نے نصف باغ کا داخل خارج کاغذات سرکاری میں کرادیا عرصہ تیس سال کا ہوا اور اب تک اُسی کے نام داخل خارج چلا آتا ہے اب دوسرے بھائی خواجہ بخش نے بھی باغ بیت اللہ شریف کے جاتے وقت فی سبیل اللہ وقف کردیا تھا جبکہ عظیم بخش کا انتقال ہوگیا تھا ایسی صورت میں حصہ بھتیجا حسین کو پہنچ سکتا ہے یا بھائی مالک ہے ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بیانِ سائل سے معلوم ہوا کہ وہ نصف باغ بلا تقسیم عظیم بخش نے بھتیجے کے نام ہبہ کردیا تھا اور عظیم بخش نے اپنے انتقال کے بعد بھائی کے سوا کوئی وارث نہ چھوڑا تو وہ ہبہ جو بھتیجے کے نام تھا عظیم بخش کی موت سے باطل ہوگیا درمختار موانع رجوع میں ہے،

المیم موت احد المتعاقدین بعد التسلیم فلو قبلہ بطل[2]

قبضہ دے دینے کے بعد عاقدین میں سے کسی کا فوت ہوجانا، تو اگر قبضہ دینے سے پہلے فوت ہو تو عقد باطل ہوگا۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۱-۳۸۰

[2] ؍؍ کتاب الھبہ باب الرجوع عن الھبہ ؍؍ ؍؍ ۲/ ۱۶۱

Marfat.com

تو کُل باغ کا مالک خواجہ بخش ہوا جب اُس نے وقف کردیا وقف ہوگیا اب نہ اُس کا ہے نہ بھتیجے کا، خالص مِلکِ الٰہی ہے عزوجل۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۶ از علیگڑھ محلہ دہلی دروازہ تکیہ بخشی کریم اللہ صاحب مسئولہ عبدالکریم وعبدالعزیز وغیرہ ۲۱ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں عالمانِ دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک تکیہ اور کچھ اراضی باڑہ کے نام سے کہ جو قدیم الایام سے واسطے فاتحہ حضرت فیض اللہ شاہ صاحب اور حضرت بانام شاہ صاحب کے وقف چلی آتی ہے اور اُس کے متولی اور متصرف ہمارے اجداد سے تھے اور اس کی آمدنی سے فاتحہ اور عرس ہمیشہ ہوتا رہتا ہے اُس میں پہلے یہ تصرف ہُوا کہ اس زمین میں کچھ دُکانیں بنوا دی گئیں اور پھر تکیہ کی زمین سے کچھ حصّہ چند اشخاص کے ہاتھ بیع کردیا گیا اور باڑہ کی زمین میں ایک گنج آباد کراکے اُس کو رہن کردیا اب استفسار طلب یہ امر ہے کہ آیا یہ بیع اور رہن اس اراضی موقوفہ کا شرعًا جائز ہے یا نہیں؛ اور یہ تصرف کیا حکم رکھتا ہے؛ اس کا جواب بحوالہ کتب بیان فرمایا جائے۔ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا (بیان کیجئے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

وقف کے رہن وبیع ناجائز ہیں، درمختار میں ہے:

فاذا تم ولزم لایملك ولایملك ولایعار ولایرھن[1] جب وقف تام اور لازم ہوجائے تو کوئی نہ اس کا مالک بنے نہ کسی کو مالک بنا سکے، نہ عاریۃً دیا جائے اور نہ رہن رکھا جاسکے گا (ت)

دکانیں اگر تکیہ میں بنائی گئیں تو قطعًا ناجائز ہیں اور باڑے میں متولی نے منفعت وقف کے لئے بنوائیں اور ان میں کوئی مخالفت شرط واقف وتغییر ہیأت وقف نہ تھی تو حرج نہیں ورنہ وُہ بھی ناجائز ہیں کما نص علیہ فی فتح القدیر والفتاوی الھندیۃ وغیرھما (جیسا کہ اس پر فتح القدیر اور فتاوٰی ہندیہ وغیرہما میں تصریح کردی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۷ مرسلہ چودھری محمد رشید الدین صاحب اشرف صاحب تعلقدار وآنریری مجسٹریٹ ازبیار ضلع بارہ بنکی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ قاضی امیر اشرف صاحب مرحوم نے وفات پائی ان کے کاغذات سے ایک تحریر برآمد ہوئی جس کی نقل مطابق اصل شاملِ استفسار ہذا ہے جو اُن کے ہاتھ کی لکھی ہُوئی نہیں ہے مگر جابجا اس کے حواشی وغیرہ پر عبارت اُن کے قلم کی لکھی ہوئی ہے آیا اس تحریر پر عملدرآمد شرعًا

---

[1] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷۹

Marfat.com

ہوسکتا ہے یا نہیں ؛ یہ وقف سمجھا جائے گا یا وصیت ؛ اور اس کی پابندی بہردوطریق سے کسی طریقہ پر ورثار کے ذمّہ لازم ہے یا نہیں ؛ بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہ نہ وقف ہے نہ وصیت ، نہ کوئی شَے ، نہ اس کی پابندی اصلاً کسی طرح وارث خواہ غیر پر کچھ لازم ، یہ ایک وقفنامہ نامکمل کا خاکہ ہے جو نہ قلم مورث سے ہے نہ دستاویزوں کے عنوان معروف (میں کہ فلاں بن فلاں الخ) سے اس کی ابتدا ، نہ اس پر کوئی شہادت ، ایسا کاغذ ایک ردّی پرچے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا ، خصوصاً اس کا ختم اس پر ہے کہ لہٰذا وقفنامہ ہٰذا کو تکمیل و رجسٹری کرائے دیتا ہوں تاکہ سند رہے اور وقت پر کام آئے ، فقط ۔ زیادہ سے زیادہ یہ گمان ہوسکتا ہے کہ مورث نے وقف کا قصد کیا اور کسی شخص سے اس کا مسوّدہ کرایا اور اس میں خود ترمیم کی پھر رائے نہ ہوئی اور اُسے موقوف رکھا و لہٰذا تکمیل نہ کی ، نہ رجسٹری کرائی ۔ یہ اگر ہو بھی تو اس قدر سے کچھ نہیں ہوتا کہ ایک ارادہ تھا جو ہو کر رہ گیا ، یہ بھی بلفرض تسلیم ہے ورنہ ثابت اس قدر بھی نہیں کہ یہ کاغذ مورث نے لکھوایا یا مورث کی رائے سے لکھا گیا ، حواشی پر قلم مورث سے کچھ لکھا معلوم ہونا کوئی دلیل نہیں خط خط کے مشابہ ہوتا ہے ، بہرحال وہ ایک مہمل کاغذ ہے جس کا کچھ اثر نہیں ، اشباہ والنظائر میں ہے :

لایعتمد علی الخط ولا یعمل بمکتوب الوقف الذی علیہ خطوط القضاۃ الماضین[1]

خط پر اعتماد نہ کیا جائے گا اور وقف نامہ میں جو گزشتہ قاضی حضرات کے اس پر خطوط لکھے ہوئے ہیں ان پر عمل نہ کیا جائے گا ۔ (ت)

عقود الدریہ میں ہے :

کتاب الوقف انما ھو کاغذ بہ خط وھو لایعتمد علیہ ولا یعمل بہ کما صرح بہ کثیر من علمائنا[2]

وقف کی کتاب ، وُہ ایک کاغذ ہے اس پر خط ہے جو قابلِ اعتماد نہیں اور نہ اس پر عمل جائز ہے ، جیسا کہ ہمارے اکثر علماء نے اس پر تصریح کی ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے :

اذا کان مصدرا معنونا فکالنطق اذا اعترف ان الخط خطہ بخلاف ما اذا

جب ابتدا میں عنوان قائم کیا گیا ہو تو پھر زبانی گفتگو کی طرح ہوگا جب یہ اعتراف بھی ہو کہ یہ میرا خط ہے

---

[1] الاشباہ والنظائر کتاب القضاء والشہادات الخ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۳۳۸
[2] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ ، کتاب الوقف ۱/۱۱۰ وکتاب الدعوٰی ارگ بازار قندھار ۲/۲۰

Marfat.com

لم یکن مصدرا معنونا وھذا ذکرہ فی الاخرس وذکر فی الکفایۃ اٰخر الکتاب عن الشافعی ان الصحیح مثل الاخرس فاذا کان مستبینا مرسوما وثبت ذٰلک باقرارہ او ببینۃ فھو کالخطاب اھ والمعنون لحاضر اذا کتب علی وجہ الصکوک یقول فلان الفلانی الٰی اٰخرہ اھ ملتقطا واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

بخلاف اس کے کہ وہ عنوان سے شروع نہ کیا ہو، اس کو انھوں نے گونگے کے متعلق ذکر کیا ہے، اور کفایہ میں کتاب الوقف کے آخر میں علامہ شافعی سے نقل کرتے ہوئے ذکر کیا کہ صحیح بھی گونگے کی طرح ہے کہ جب اس کی تحریر واضح ہو اور معنون لکھی گئی ہو اور اس کے اقرار یا گواہی سے ثابت ہو تو وہ خطاب کی طرح ہے اھ معنون کسی مخاطب کے نام ہو اور چیک کی لکھائی ہو اور یوں لکھے فلاں جو فلاں ہے، الخ اھ ملتقطاً، واللہ سبحٰنہ وتعالٰے اعلم (ت)

مسئلہ ۶۸ از بمبئی مرسلہ قاضی شریف عبداللطیف صاحب قاضی بمبئی ۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵ حامدا و مصلیا

ما قولکم ایھا العلماء الکرام (اے علمائے کرام! آپ کا کیا فرمان ہے کہ۔ ت) قاضی شریف عبداللطیف صاحب مرحوم مغفور ۱۸۵۵ء میں بمقام شولاپور منجانب حکومت مفتی مقرر کئے گئے ۱۸۵۶ء میں بمقام رتناگری اسی عہدہ پر منتقل ہوگئے اُسی عرصہ میں محکمہ افتا کے لئے کتابوں کا ذخیرہ جماعت المسلمین کی جانب سے مہیا کردیا گیا من بعد ۱۸۶۴ء میں گورنمنٹ نے عہدہ مفتی موقوف کرکے صاحب موصوف کی پنشن مقرر کردی جو ان کے حین حیات تک جاری رہی ۱۸۶۶ء میں بمبئی کے جماعت المسلمین کے اہلِ حل وعقد و رؤسا نے بالاتفاق ان ذات ستودہ صفات کو عہدہ قضا سپرد کیا، کتبخانہ محکمہ افتاء رتناگری بھی وہاں کے اکابر و اصاغر مسلمین کی اجازت سے بمبئی منتقل ہوگیا بلکہ یہاں کے بزرگان اسلام نے اس کی مزید تکمیل فرمائی، آج تک وہ کتب خانہ عطیہ قوم دار القضا کے متعلق سمجھا جاتا ہے اس صورت سے کہ جو شخص مسند قضا پر متمکن ہوتا ہے اُس کے قبض وتصرف اور نگرانی میں بطور امانت رہتا ہے، قاضی کو اس میں کسی قسم کی کمی کرنے یا کسی کتاب کے فروخت کرنے کا اختیار نہیں ہے، البتہ حسبِ ضرورت قومی پیسہ سے یا محکمہ قضاء کی آمد سے اضافہ کرسکتے بلکہ کرتے رہتے ہیں، قاضی شریف عبداللطیف مرحوم ومغفور کے رحلت فرمانے کے بعد اُن کا تمام ترکہ ورثہ میں تقسیم ہوا مگر کتب خانہ منجملہ عطایائے قوم مخصوص برائے مسند قضا ناقابل التقسیم قرار دیا گیا قاضی صاحب مرحوم کے بعد اُن کے چھوٹے صاحبزادے جناب شریف محمد صالح صاحب حسب استرضائے ارباب حل وعقد جماعت المسلمین بمبئی قضاء پر متمکن ہوئے اور کتب خانہ اُن کی نگرانی میں رہا، ۱۳۳۶ھ میں انھوں نے بھی رحلت

---

[1] رد المحتار باب کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۵۳

فرمائی اور بجائے ان کے جناب شریف عبداللطیف صاحب (ان کے فرزند اکبر) کے سپرد محکمہ قضا اور اُس کے متعلق کتب خانہ کیا گیا، پس دریافت طلب صرف یہ امر ہے کہ یہ کتب خانہ جو دار القضا کے متعلق ہے اور عطیہ قوم وُہ بھی مثل دیگر مال متروکہ کے ورثہ میں تقسیم ہوگا یا حسب دستور سابق محفوظ و مامون ان قاضی صاحب کے پاس رہے گا جو فی الحال خدمتِ قضا انجام دے رہے ہیں۔

الجواب

جبکہ وُہ کتابیں جماعت مسلمین نے محکمۂ افتاء یا دار القضا کے لئے جمع کیں قاضی کو ان کا مالک نہ کیا جیسا کہ تعامل مذکور سوال سے واضح ہے تو ورثۂ قاضی کا اُن میں کوئی حقِ وراثت نہیں اگر جماعت نے وقف کیں تو ظاہر اور نہ کیں تو ملکِ جماعت ہیں یا نفاذ شراء علی المشتری کی صورت میں ملک مشتری اور وہ زرِ جماعت کا ضامن ہے بہرحال ملکِ قاضی نہیں، غیر قاضی نے جو کتابیں جماعت کے لئے خریدیں اُن میں نفاذ علی المشتری کی صورت یہاں نادر ہے ہم نے اپنے فتاوٰی کتاب الوقف میں مبین کیا ہے کہ زرِ چندہ چندہ دہندوں کی ملک پر رہتا ہے اور اُن کی اجازت سے صرف ہوتا ہے خریداری کتب اگر اہل جماعت نے خود نہ کی تو معہود یہ ہے کہ دُوسرا ان کے امر سے کرتا ہے ثمن اُن کے رُوپے سے ادا کیا جاتا ہے جو انھوں نے خریداری کے لئے پہلے دے دیا بعد خریداری ادا کیا اس صورت میں اُس مشتری کے مالکِ کُتب ہونے کے لئے یہ درکار کہ:

اولاً جماعت نے اُسے کسی کتاب معین مشخص کے شرا کا وکیل نہ کیا ہو، یعنی کسی جلد خاص کی نسبت کہ بعینہٖ یہ جلد خرید دے (یہ کہنا کہ ہدایہ یا فلاں مطبع کی ہدایہ یا فلاں دکان سے مصری چھاپے کی ہدایہ یہ شے معین کے لئے توکیل نہیں جبکہ اس دکان پر مصری طبع کے متعدد نسخے ہدایہ ہوں) کہ اس صورت میں وہ غیبت جماعت میں اسے اپنے لئے خرید ہی نہیں سکتا،

حیث لم یکن مخالفا دفعا للغرر[1] درمختار، وبین المخالفۃ فی البحر، ولان فیہ عزل نفسہ فلا یملکہ علی ماقیل الابمحضر من الموکل[2] ردالمحتار عن الباقانی عن الھدایۃ۔

جب مخالف نہ ہو، تاکہ دھوکا کا احتمال نہ ہو، درمختار، اور مخالفت کو بحر میں بیان کیا، اور اس لئے کہ اس میں اپنے آپ کا معزول ہونا ہے جس کا وُہ اپنے موکل کی حاضری کے بغیر مالک نہیں، ردالمحتار نے باقانی سے بحوالہ ہدایہ نقل کیا۔

ثانیاً عقد ایجاب میں جماعت کی طرف مضاف نہ ہو مثلاً اس نے بائع سے کہا یہ کتاب میں نے تجھ سے جماعت

---

[1] درمختار	باب الوکالۃ بالبیع والشراء	مطبع مجتبائی دہلی	۲/۱۰۵
[2] ردالمحتار	" " "	داراحیاء التراث العربی بیروت	۴/۴۰۴

Marfat.com

کی طرف سے خریدی اس نے کہا میں نے بیچی یا اُس نے کہا میں نے یہ کتاب جماعت کے ہاتھ بیع کی اس نے کہا میں نے خریدی کہ اس صورت میں نفسِ عقد جماعت ہی کے لئے ہوگا اور مشتری پر نافذ نہیں ہو سکتا۔

علی ماحققنا صورۃ بتفاصیلہا فی کتاب البیوع من فتاونا فی تحریر حافل کامل سمیناہ عطیۃ النبی فی الاشتراء للاجنبی بما لایوجد فی غیرہ وباللہ التوفیق۔

جو ہم نے اپنے فتاوٰی کی کتاب البیوع میں اس کی تفصیلی صورتوں کی تحقیق کی ہے وہ جامع کامل تحریر ہے ہم نے اس کا نام "عطیۃ النبی فی الاشتراء للاجنبی" رکھا ہے، یہ تحقیق اس کے غیر میں نہیں ملے گی، اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے (ت)

ثالثاً عقد کو مال جماعت کی طرف بھی مضاف نہ کرے فقط جماعت کا روپیہ دکھا کر کہا اس روپے کی فلاں فلاں کتاب تجھ سے خریدی۔

رابعاً خریداری میں جماعت کے لئے خریدنے کی نیت نہ کرے ورنہ وہ دیانۃً علی الاطلاق جماعت ہی کے لئے ہے۔

خامساً قیمت میں مال جماعت نہ دے ورنہ وُہ جماعت ہی کے لئے ٹھہریں گی اگرچہ اپنے لئے خریداری کی نیت بتائے،

وتفصیل ذٰلک فی البحر ولخصناہ فی جد الممتار بقولی وبالجملۃ اذا کان وکیلا بشراء شیئ لابعینہ فالاضافۃ قاضیۃ فان لم توجد فالنیۃ فان لم توجد فللعاقد عند محمد ان سلم الاٰمر ایضاعدم النیۃ وان قابل بل نوی لی حکم النقد کما لو تخالفا فیہا وعند ابی یوسف یحکم النقد فی الوجہین وھو الراجح قدمہ قاضیخان و اخردلیلہ فی الھدایۃ فتحصل ان الحکم للاضافۃ فان لم توجد فللنیۃ فان لم توجد او تکاذبا فیہا فللنقد[1] واللہ تعالٰی اعلم

اس کی تفصیل بحر میں ہے، ہم نے جد الممتار میں اپنے اس قول کے ساتھ اس کی تلخیص کی ہے کہ خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی غیر معین چیز کی خریداری کا وکیل ہو تو وہاں نسبت فیصل بنے گی اگر نسبت نہ ہو تو پھر نیت پر فیصلہ ہوگا اگر نیت بھی نہ ہو تو پھر خریدار کی نیت معتبر ہے جب آمر تسلیم کرلے کہ میرے لئے نیت نہ تھی اور اگر کہے خریدار وکیل نے میرے لئے نیت کرکے خریدا ہے تو صرف ایسی صورت میں امام محمد کے ہاں مروج سکّے پر فیصلہ ہوگا اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالٰی کے ہاں دونوں صورتوں میں سکّے کو فیصل قرار دیا جائے گا اور یہی راجح ہے، قاضی خاں نے اسے پہلے ذکر کیا اور ہدایہ میں اس کی دلیل کو بعد میں ذکر فرمایا۔ تو حاصل یہ ہُوا کہ اضافت پر حکم ہوگا ورنہ نیت پر، اگر نیت نہ ہو یا

---

[1] جد الممتار حاشیہ رد المحتار

Marfat.com

دونوں اختلاف کریں تو پھر نقد پر فیصلہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

یہاں اگرچہ نفاذ علی المشتری سے تین مانع اول کثیر الوقوع نہیں مگر خامس ہی غالب ہے اور کتابیں لاکر سپرد جماعت یا داخل کتبخانۂ افتاء و قضاء کرنا رابع پر شاہد۔ یونہی وہ کتابیں کہ قاضی نے قومی پیسے یا آمدنی دار القضاء سے خریدیں، یہاں بھی ظاہر عبارتِ سوال یہ ہے کہ قاضی نے اپنے مال سے نہ خریدیں اگرچہ اس کی تنخواہ بھی اُسی پیسے یا آمدنی سے ہوتی ہو مگر عبارت اس سے ساکت ہے کہ قاضی کا شراء بھی بامر جماعت تھا یا بطور خود۔ اگر صورت اُولٰی ہے کہ قاضی نے اُس مال سے کتابیں بامر جماعت خرید کر داخل کتب خانۂ مذکورہ کیں تو اُن کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ وقف یا ملک جماعت ہوئیں کہ اب قاضی وہ مشتری ہے جس میں وجہ رابع و خامس مانع تملک ہیں، اور اگر صورت ثانیہ ہے تو اب مانع نفاذ صرف وقت ایجاب بیع میں اضافت بجماعت ہونا ہے وبس۔ اگر یہ اضافت نہ ہو تو ایجاب میں مشتری کی طرف اضافت صراحۃً یا دلالۃً سے چارہ نہیں ورنہ بیع ہی نہ ہوگی، تجنیس ناصری و تاتارخانیہ و ہندیہ میں ہے:

لوقال من فروختم ایں بندہ بہزار درم تو خریدی فقال مجیبا لہ خریدم تم البیع، اما لوقال من فروختم ایں بندہ را بہزار درم فقال المشتری خریدم ولم یزد علی ھذا لایکون بیعا لعدم الاضافۃ[1] اھ اقول ای اذا لم تجر بینھما المساومۃ والاکفی بھا دلالۃ کقولہ ھھنا تو خریدی فانہ ایضا لیس باضافۃ فی الایجاب انما فیہ دلالۃ علیھا وذلک اعنی الاکتفاء بدلالۃ الاستیام کما فی تجنیس الامام صاحب الھدایۃ ثم الفتح لوقال لاٰخر بعد ما جری بینھما مقدمات البیع بعت ھذا بالف ولم یقل

اگر کہا میں یہ غلام ہزار درم میں فروخت کرتا ہُوں تو خریدیگا تو دوسرے نے جواب میں کہا میں نے خریدا تو بیع تام ہوجائے گی۔ لیکن اگر یُوں کہا میں یہ غلام ہزار درم میں فروخت کرتا ہُوں تو دوسرے نے کہا میں نے خریدا، اور اس پر کوئی زائد بات نہ کی تو بیع نہ ہوگی کیونکہ اس صورت میں خریدنے کی نسبت اس غلام کی طرف نہ ہُوئی اھ اقول (میں کہتا ہُوں) یہ اس صُورت میں ہے کہ جب پہلے اس غلام کے متعلق سودے کا ذکر نہ ہو، ورنہ یہی نسبت کافی ہے جو دلالۃً موجود ہے جیسا کہ یہاں بھی ایجاب یعنی "تو خریدی" میں میں نسبت مذکور نہیں اس میں صرف دلالۃً نسبت ہے، اور یہ یعنی بھاؤ لگانا نسبت کے لئے کافی ہے جیسا کہ صاحبِ ہدایہ سے تجنیس میں پھر فتح میں ہے کہ ایک نے دوسرے کو کہا میں نے یہ ہزار میں فروخت کیا

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب البیوع الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۵

Marfat.com

منك وقال الاٰخر اشتریت صح ولزم اھ[1]

اور "تجھ سے" نہ کہا، اور دوسرے نے کہا میں نے خریدا، جبکہ دونوں میں پہلے بیع کے مقدمات (بھاؤ وغیرہ) ہو چکے ہوں تو بیع صحیح اور لازم ہوجائے گی اھ (ت)

اور جب ایجاب میں مشتری غیر مامور کی طرف اضافت ہے اگرچہ اسی قدر کہ اول قول اسی نے کیا تو بیع اسی کے حق میں نافذ ہوگئی لان الشراء متی وجد نفاذا علی المشتری نفذ (کیونکہ جب خریداری شیئ پر نافذ کرتے پائی جائے تو وہ مشتری پر نافذ ہوجاتی ہے۔ ت) عام ازیں کہ قبول میں بھی اسی مشتری کی طرف اضافت ہو مثلاً بائع کہے میں نے تیرے ہاتھ بیع کیں یا یہ کہے میں نے اپنے لئے خریدیں یا پہلے یہ کہے پھر وہ خواہ قبول میں کسی طرف اضافت نہ ہو، مثلاً بائع کہے میں نے تیرے ہاتھ بیچیں یہ کہے میں نے لیں یا قبول کیں، یا کہے میں نے اپنے لئے خریدیں وہ کہے میں نے دیں یا بیچیں خواہ قبول میں جماعت کی طرف اضافت محتملہ قابلِ تاویل ہو جو عقد کو جماعت کے حق میں متعین نہ کردے کہ اس صورت میں بوجہ اختلاف ایجاب وقبول بیع ہی باطل ہوگی جیسے وہ کہے میں نے تیرے ہاتھ بیع کیں یہ کہے میں نے جماعت کی طرف سے قبول کیں، خانیہ میں ہے،

لوقال الفضولی اشتریت ھذا لفلان بکذا وقال البائع بعت منك الصحیح انه باطل[2]

اگر فضولی نے کہا یہ میں نے فلاں کے لئے خریدا، اور بائع نے کہا میں نے تجھے فروخت کیا، تو صحیح یہ ہے کہ بیع باطل ہوگی۔ (ت)

بلکہ صورت یہ ہو کہ مثلاً وہ کہے میں نے تیرے ہاتھ بیچیں، یہ اس نے ایجاباً کہا، اب یہ قبول میں کہے میں نے جماعت کے واسطے خریدیں کہ واسطہ لحاظ وخاطر وتمتع بہت معانی کو محتمل ہے۔ عنایہ وفتح میں ہے،

ان قال اشتریت منك ھذا العین لاجل فلان فقال بعت او قال المالك بعت منك ھذا العین لاجل فلان فقال اشتریت لایتوقف علی اجازۃ فلان لانه وجد نفاذا علی المشتری حیث اضیف الیه ظاھرا فلاحاجۃ الی الایقاف علی رضا الغیر وقوله لاجل فلان یحتمل لاجل رضاہ وشفاعته وغیر ذٰلك[3]

اگر فضولی کہے میں نے تجھ سے یہ چیز فلاں کے لئے خریدی اور بائع نے کہا میں نے فروخت کی، یا یُوں کہ مالک کہے میں نے یہ چیز تجھے فلاں کے لئے فروخت کی تو یہ جواب میں کہے میں نے خریدی، تو بیع موقوف نہ ہوگی' کیونکہ جب صراحتاً خریدار پر بیع کا نفاذ کیا جارہا ہے تو اب اس کی اجازت اور رضا پر موقوف رکھنے کی ضرورت نہیں، اور بیع میں، فلاں کے لئے، کو فلاں کی سفارش پر محمول کیا جائیگا۔ (ت)

---

[1] فتح القدیر کتاب البیوع مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۵۹-۴

[2] فتاوٰی قاضی خاں کتاب البیوع فصل فی البیع الموقوف نولکشور لکھنؤ ۲/۳۵۱

[3] العنایۃ مع فتح القدیر " فصل فی بیع الفضولی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/۱۹۱
فتح القدیر " " " ۶/۱۹۰

Marfat.com

اس مسئلہ کی تحقیق بازغ وتنقیح بالغ ہمارے اسی رسالہ عطیۃ النبی فی الاشتراء للاجنبی[۱۳] میں ہے اس تقدیر پر قاضی کے دل میں وقت شراء جماعت کے لئے خریدنے کی نیت ہوئی یا قیمت مال جماعت سے ادا کرنی کچھ مانع نفاذ علی المشتری نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے:

لواشتری لغیرہ نفذ علیہ اذا لم یضفہ الی غیرہ[۱]۔

اگر غیر کے لئے خریدی تو اس پر نافذ ہوجائیگی جب بائع نے فروخت کرنے کی غیر کی طرف نسبت نہ کی ہو۔(ت)

فتاوٰی امام قاضیخاں وخزانۃ المفتین ووجیز امام کردری میں ہے:

یقول المالک بعت ھذا منک بکذا فقال الفضولی قبلت اواشتریت ونوی الشراء لفلان فان الشراء ینفذ علیہ ولایتوقف[۲]۔

مالک کہے میں نے تجھے یہ چیز فلاں رقم پر فروخت کی اور جواب میں فضولی کہے میں نے قبول کی یا خریدی اور نیت فلاں غیر شخص کے لئے خریداری کی، تو یہ خریداری اس فلاں کیلئے نافذ ہوجائیگی اور موقوف نہ ہوگی۔(ت)

فتاوٰی خیریہ میں ہے:

لایلزم من الشراء من مال الاب ان یکون المبیع للاب[۳]۔

والد کے مال سے خریداری ہو تو یہ لازم نہیں کہ خریدی ہوئی چیز والد کی ہوگی۔(ت)

اس صورت میں اگر کتب خانہ وقف ہے تو قاضی کا کتاب خرید کر اس میں داخل کردینا وقف کرنا ہی سمجھا جائیگا کہ اس کے لئے دلالت کافی ہے تصریحاً زبان سے لفظ وقف کہنا ضرور نہیں جس طرح لوگ مسجد میں لوٹے چٹائیاں رکھ جاتے ہیں اور اگر وقف نہیں اور یہ کتابیں قاضی نے خرید کر جماعت کو دے دیں تو اب ملک جماعت ہوگئیں کہ یہ دینا نہ عاریۃً تھا، نہ بالمعاوضہ، تو ہبہ قرار پائے گا اور بعد قبضہ مفید ملک ہوگا،

قال فی ردالمحتار نفذ علی المشتری فان دفع المشتری الیہ واخذ الثمن کان بیعا بالتعاطی بینھما[۴] اھ وکتبت علیہ **اقول** یعنی اذا

ردالمحتار میں فرمایا خریدار پر بیع نافذ ہوجائے گی تو اگر خریدار نے اس کو دے کر قیمت وصول کرلی تو یہ دونوں میں بیع بالتعاطی (علی لین دین) ہوگی اھ **اقول** (میں

---

[۱] درمختار کتاب البیوع فصل فی الفضولی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۱

[۲] فتاوٰی قاضی خان کتاب البیوع فصل فی البیع الموقوف نولکشور لکھنؤ ۲/ ۳۵۱

[۳] فتاوٰی خیریہ کتاب البیوع دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۱۹

[۴] ردالمحتار کتاب البیوع فصل فی الفضولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۳۷

Marfat.com

كان الدفع على جهة البيع كما قيد به في الهداية والدر المختار من الوكالة اما اذا دفعه اليه مجانا يكون هبة كمن اشترى ثوبا وقطعه قميصا لتلميذه وسلمه اليه ملكه التلميذ كما سيأتي في الهبة۔[1]

کہتا ہوں) یہ جب ہے کہ دینا بیع کے طور پر ہو جیسا کہ اس قید کا ذکر، ہدایہ اور درمختار کے وکالت کے باب میں ہے، لیکن اگر یہ دستی دینا بطور مفت ہو تو ہبہ قرار پائے گا جیسا کہ کوئی کپڑا خرید کر شاگرد کے لئے قمیص بنائے اور پھر شاگرد کے ہاتھ سونپ دے تو شاگرد مالک ہوجائیگا جیسا کہ ہبہ کے باب میں آئے گا۔ (ت)

اقول مگر یہ اس وقت ہے کہ قاضی جانے کہ یہ شرا مجھ پر نافذ اور کتاب کا مالک میں ہوا ہوں ورنہ غلط فہمی کی حالت میں اس کا اپنی ملک سے اخراج کا قصد متحقق نہیں ہوسکتا کہ اپنے آپ کو مالک ہی نہ سمجھا تھا،

ولاعبرة بالظن البين خطؤه[2] اشباه، ومن دفع شيئا ظانا انه عليه ثم بان انه لم يكن عليه يسترده[3] كما افاده في الخيرية والعقود الدرية۔

گمان کا غلط ہونا واضح ہو تو اس کا اعتبار نہیں، اشباہ، اور کسی نے کوئی چیز اس گمان سے دی کہ اس کے ذمہ ادائیگی ضروری تھی، پھر معلوم ہوا کہ ایسا نہیں تھا تو اس کو واپس لینے کا حق ہے جیسا کہ خیریہ اور عقود دریہ نے یہ فائدہ بیان کیا۔ (ت)

قنیہ و ہندیہ میں ہے:

ينبغي ان يحفظ هذا فقد ابتلى به العامة والخاصة يستعينون بالناس في الاحتطاب والاحتشاش فيثبت الملك للاعوان فيها ولايعلم الكل بها فينفقونها قبل الاستيهاب بطريقه او الاذن فيجب عليهم مثلها او قيمتها وهم لايشعرون[4] اھ وعدم الاذن فيما ذكروان كان لنا فيه

اس فائدہ کو یاد رکھنا چاہئے۔ لوگ تو عام و خاص اس میں مبتلا ہیں کہ لوگوں سے لکڑی اور گھاس وغیرہ کاٹنے میں مدد لیتے ہیں حالانکہ مدد کرنے والوں کی ان چیزوں میں ملکیت ثابت ہوجاتی ہے اور لوگوں کو علم نہ ہونے کی بنا پر وہ مددگار کی ان چیزوں کا ہبہ اور اجازت حاصل کئے بغیر صرف کرلیتے ہیں تو ان پر ان چیزوں یا ان کی قیمت کا واپس کرنا لازم ہوتا ہے حالانکہ ان کو اس کا علم تک نہیں ہوتا اھ، متذکرہ صورت میں اجازت نہ ہونا، اگرچہ ہمیں اس

---

[1] جد الممتار حاشیۃ رد المحتار
[2] الاشباہ والنظائر الفن الاول ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۹۳
[3] العقود الدریۃ کتاب الشرکۃ ۱/ ۹۱ و کتاب المداینات ۲/ ۳۴۹
[4] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الاجارۃ الباب السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۴۵۱

Marfat.com

کلام بیناہ فی رسالتنا "عطاء النبی لافاضۃ احکام ماء الصبی" ۱۳۳۴ھ لکنہ لا یجدی ھھنا لان الاذن یطلق التصرف ویسقط الضمان لکن لا یسقط ملک المالک وفیہ الکلام ھنا۔

میں کلام ہے جس کو ہم نے اپنے رسالہ "عطاء النبی لافاضۃ احکام ماء الصبی" میں بیان کیا ہے لیکن یہاں اس کا فائدہ نہیں، کیونکہ اجازت تصرف کو جائز اور ضمان کو ساقط کرتا ہے لیکن مالک کی ملکیت کو ختم نہیں کرتی جبکہ یہاں کلام اسی میں ہے (ت)

اسی طرح اگر قاضی نے جماعت کو نہ دیں بلکہ کتب خانہ غیر وقفی میں آپ داخل کر دیں اگرچہ اپنی ملک بھی جانتا ہو جب بھی اُس کی مِلک سے خارج نہ ہوں گی کہ پرائے مال میں اپنا مال رکھ دینا مِلک زائل نہیں کرتا۔ بالجملہ صرف یہ دو صورتیں ایسی نکلیں گی جن میں بعض کُتب خریدۂ قاضی ملک قاضی میں رہیں مگر از انجا کہ ثمن دوسرے کے مال سے دیا ہے اس کا تاوان ذمۂ قاضی رہا جن کتابوں کی نسبت یہ صورت ثابت ہو وارثانِ قاضی انھیں لیں اور جو قیمت ان کی قاضی نے قومی پیسے یا دار القضا کی آمد سے ادا کی وہ واپس دیں ھذا ما ظھر لی والعلم بالحق عند ربی (مجھے یہ معلوم ہوا ہے جبکہ حقیقی علم میرے رب کے ہاں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

Marfat.com

رسالہ

جوّالُ العلو لتبیّن الخلو
۱۳۳۶ھ

(مسئلہ خلو کی وضاحت کے لئے بلندی کی گردش)

مسئلہ ۶۹ تا ۷۳ : از قصبہ لاہر پور ضلع سیتاپور بمکان سید شاہ ولایت احمد صاحب مرسلہ وجد الحسن صاحب
۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

(۱) اوقاف میں کسی شخص کو کچھ اراضی بطور خلو جس کا ذکر شامی ج ۴ کتاب البیوع بحث خلو الحوانیت میں ہے زرپیشگی لے کر اس شرط پر دینا کہ وُہ اجرِ مثل سال بسال اپنے زرپیشگی میں محسوب کرتا رہے جائز ہے یا ناجائز، اور واضح رہے کہ اس حصہ اراضی موقوفہ کا لگان سالانہ جس موقوف علیہ کے واسطے مخصوص ہے اُس نے اپنی ضرورت کے واسطے زرپیشگی لیا ہے اور اُسی نے زرپیشگی لینے والے سے معاملت خلو کی ہے اور اُس موقوف علیہ کو اس حصہ موقوفہ پر حقِ متولیانہ بھی حاصل ہے۔

(۲) صاحبِ خلو کو یعنی جس کو ایسی اراضی دی گئی ہو اراضی کا لگان یعنی اجرِ مثل ادا کرکے جو منافع اُس اجرِ مثل سے زائد ہو، لینا درست ہے یا نہیں؟

(۳) اگر صاحبِ خلو خود اپنی کاشت کرکے یا اپنی کوشش سے اجرِ مثل کی آمدنی سے زائد آمدنی اراضی مذکور کے

Marfat.com

اپنے مقابضت خلو کے زمانہ میں بڑھادے تو اُس اضافہ کا صاحب خلو مستحق ہے یا نہیں؟

(۴) نمبر ۲ و نمبر ۳ کی صورت بظاہر رہن دخلی کی سی ہے اور رہن دخلی کا منافع سود ہے، پس خلو اور رہن دخلی میں کیا فرق ہوا اور جواز خلو کی کیا صورت ہے اور نفس خلو کون سا معاملہ ہے اور اس کی کیا تعریف ہے؟

(۵) ایک وقف قدیم مشہورہ خاندانی میں اہلِ خاندان موقوف علیہم و متولیان نے ضرورت مصارف ضروریہ وقفی پر آمدنی وقف موجود نہ ہونے کی حالت میں اور مہاجنان سے بوجہ وقف قرضہ نہ ملنے کی وجہ سے اکثر اوقات یہ کیا کہ بعض حصص اراضیات وقف کو زرِ پیشگی لے کر زرِ مذکور دینے والے کے قبضہ میں دے دی اور دستاویز ٹھیکہ نامہ لکھ دی کہ اس قدر سالانہ لگان اس اراضی کا ٹھیکہ دار اپنے زرِ پیشگی میں مجرا کرتا رہے اور بعد وصول کل زرِ پیشگی مذکور ایک حصہ میعاد پر وہ اراضی صاحبِ خلو سے واپس ہو کر متولیان و موقوف علیہم کے قبضہ میں آگئی، اس کارروائی سے منکرین وقف عدمِ وقف کا استدلال کرتے ہیں، یہ استدلال صحیح ہے یا نہیں اور معاملت ٹھیکہ داری مذکور معاملت خلو سے سمجھی جائے گی یا اس کے علاوہ ناجائز سمجھی جائیگی اور ان واقعات و ارتکاب سے وقف کالعدم ہو جائیگا یا باقی رہے گا اور ایسے فعل کا مرتکب قابل تولیت رہے گا یا نہیں، اگر کسی کے مورث نے یہ فعل کیا ہو تو اس کا وارث تولیت پائے گا یا نہیں؟

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ الذی لاخلو لشیئ من کرمہ والصلوٰۃ والسلام علی من وقف علی الکون موائد کرمہ وعلٰی اٰلہ واصحابہ المتولین اجراء حکمہ وحکمہ۔

اولاً خلو خود باطل و بے اصل ہے، مذہب حنفی بلکہ نو سو ۹۰۰ برس تک مذاہبِ اربعہ میں کہیں اس کا پتا نہیں، دسویں صدی میں ایک عالم مالکی المذہب امام ناصر الدین لقانی قدس سرہٗ نے اسے جائز کیا، اسی صدی کے نصف آخر میں صاحبِ اشباہ رحمہ اللہ تعالٰی نے اُسے برخلاف مذہب اعتبار عرفِ خاص پر مبنی قرار دیا، اسی صدی اور اس کے بعد کے محققین مثل شیخ الاسلام علی مقدسی و علامہ حسن شرنبلالی و علامہ محمد آفندی زیرک زادہ و علامہ خیر الملۃ والدین رملی و علامہ سید احمد حموی وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی نے اسے رَد فرمادیا۔ حاشیۃ الرملی علی الاشباہ میں ہے:

قولہ ویصیر الخلو فی الحانوت حقالہ الخ اقول والفتوٰی علی خلاف ذٰلک، مقدسی[1]

اس کا قول کہ اور دکانوں میں خلو اس کا حق بن جاتا ہے الخ اقول (میں کہتا ہوں) فتوٰی اس کے خلاف ہے، مقدسی۔ (ت)

---

[1] نزہۃ النواظر علی الاشباہ والنظائر مع الاشباہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۱۴

Marfat.com

اسی میں ہے:

قد علمت ان الصحیح خلافہ بقولہ ان المذھب عدم اعتبار العرف الخاص[1]۔

تو معلوم کرچکا ہے کہ صحیح اس کے خلاف ہے اس کے قول سے کہ عرف خاص کا اعتبار نہ ہونا مذہب ہے (ت)

شرح الاشباہ لزیرک زادہ میں ہے:

العرف لایجوز ماکان محظورا فی الشرع و اما بیع الخلو اذا لم یکن ملاصقا بالحانوت فجائز شرعا فانہ حق لمالکہ و اما وضعہ فی الحانوت بالاجارۃ مشروع لکن الحانوت اذا کان ملکا یملک صاحبہا خراجہ منہ اذا انقضی مدتہ المعروف و ان لم تکن لہ مدۃ معلومۃ تکون الاجارۃ فاسدۃ وکذا اذا کان الحانوت وقفا فقد نص الفقہاء علی انہ لا تجوز الاجارۃ فیہ فوق ثلاث سنین کما فی الوقایۃ فلا اعتبار للعرف سواء کان خاصا او عاما حین وجد النص فی الشرع علی خلافہ وقد مرمنا تحقیقہ فتذکر[2]۔

عرف جب شرعًا ممنوع ہو تو معتبر نہیں، لیکن خلو کی بیع اگر دکانوں سے متعلق نہ ہو تو شرعًا جائز ہے کیونکہ یہ خلو مالک کا حق ہے لیکن یہ دُکانوں کے اجارہ میں مشروع ہے مگر دکان اگر کسی کی ملکیت ہو تو معینہ مدت ختم ہوجانے پر مالک ہی آمدن کا حقدار ہوگا اور اگر مدت معین نہ ہو تو یہ اجارہ فاسد ہوگا اور یونہی اگر دکان وقف ہو تو بھی وہ اجارہ فاسد ہوگا کیونکہ فقہاءِ کرام نے تصریح کی ہے کہ وقف کا اجارہ تین سال سے زائد جائز نہیں جیسا کہ وقایہ میں ہے، لہذا جب کوئی عرف شرعی نص کے خلاف ہو خواہ عرف عام ہو یا خاص تو اس کا اعتبار نہ ہوگا۔ اس میں ہماری تحقیق گزرچکی ہے، اسے یاد کرو۔ (ت)

اسی میں اس سے ایک ورق قبل ہے:

انما یعتبر العرف والعادۃ فیما لم یرد نص الشرع علی خلافہ وسینقل فی السطر الثالث بعدھا ان الودیعۃ والعین المؤجرۃ غیر مضمونتین بحال فلا یعتبر فیہ العرف بعد النص علی خلافہ من الفقہاء[3] اھ

وہی عرف اور عادت معتبر ہے جس کے خلاف شرعی نص نہ ہو، اس کے بعد تیسری سطر میں نقل کرینگے کہ امانت اور کرایہ پر دی ہُوئی عین چیز کسی حال میں مضمون نہیں ہوتی لہذا اس کے ضمان پر عرف ہو تو اس کے خلاف فقہاء کی نص ہونے کی وجہ سے یہ عرف معتبر نہیں ہوگا اھ (ت)

[1] نزہۃ النواظر علی الاشباہ والنظائر مع الاشباہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی (۲) ۱۵/۲

[2] شرح الاشباہ لزیرک زادہ

[3] " " " " " "

Marfat.com

وھذا اماا شار الیه بقوله وقد مرمنا تحقیقه۔

یہ وُہ عبارت ہے جس کے متعلق انھوں نے اشارہ کرتے ہوئے کہا "اور ہماری تحقیق اس میں گزری ہے۔ (ت)

غمز العیون میں ہے :

(قوله علی اعتبارہ (ای العرف الخاص) ینبغی ان یفتی بان ما یقع فی بعض اسواق القاھرۃ من خلو الحوانیت لازما ویصیر الخلو حقا له قیل علیه کیف ینبغی ان یفتی به مع کونه مخالفا لقواعد الشرع الشریفة انتھی وقال شیخنا یرید العلامة الشرنبلالی رحمھما اللہ تعالٰی) فی رسالته "مفیدۃ الحسنی" بعد نقل کلام المصنف رحمه اللہ تعالٰی قوله ینبغی الخ مما لا ینبغی فانه لا مماثلة بین ما اعتبر من المسائل المبینة علی العرف الخاص وبین الخلو لان اعتبار العرف الخاص علی ما قیل به فی جمیع تلك المسائل ضررھا التزم به فاعلھا مختار النفسه او مقتصرا فی استیفاء شرط یمنع عنه الضرر واما الوقف فناظرہ لا یملك اتلافه ولا تعطیله وقد ثبت ان المذھب عدم اعتبار العرف الخاص[1]۔

قولہ علی اعتبارہ یعنی عرفِ خاص کے اعتبار پر، یہ فتوٰی مناسب ہوگا کہ قاہرہ کے بازاروں میں جو دکانوں کا خلو ہے وہ لازم ہو اور خلو اس کا حق بن جائے، اس پر اعتراض ہے کہ یہ فتوٰی کیسے مناسب ہوگا جبکہ یہ شرع شریف کے قواعد کے خلاف ہے اھ، اور ہمارے شیخ (ان سے مراد علامہ شرنبلالی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ہیں) نے اپنے رسالہ مفیدۃ الحسنٰی میں مصنف رحمہ اللہ تعالٰی کا کلام نقل کرنے کے بعد فرمایا قولہ ینبغی مناسب ہے الخ، یہ غیر مناسب ہے کیونکہ عرف خاص میں معتبر مسائل جو بیان ہُوئے ان میں اور خلو میں کوئی مماثلت نہیں ہے کیونکہ عرف خاص والے تمام مسائل میں یہ اعتبار ہے کہ ان میں ضرر والی چیز کو خود فاعل نے اپنے لئے پسند کیا ہے یا ضرر سے مانع شرط کو پورا کرنے میں اقتصار کیا ہے لیکن وقف کا ناظر تو اس میں کسی چیز کے تلف یا معطل کرنے کا مالک نہیں ہے اور جبکہ یہ ثابت ہوچکا ہے کہ عرفِ خاص کا اعتبار نہ کرنا مذہب ہے۔ (ت)

اسی میں ہے :

قد اشتھر نسبة مسئلة الخلو الی مذھب

مسئلہ خلو کی نسبت عالم مدینہ حضرت مالک بن انس

[1] غمز العیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر مع الاشباہ الفن الاول ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۳۵

عالم المدينة مالك بن انس رضی اللہ تعالٰی عنه والحال ان ليس فيها نص عنه ولا عن احد من اصحابه، حتی قال البدر العراقی (المالکی) انه لم يقع فی کلام الفقهاء التعرض بمسئلة الخلو فيما اعلم وانما فيها فتياً للعلامة ناصر الدين اللقانی بناها علی العرف[1] الخ۔

رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف مشہور ہے حالانکہ ان کی اور ان کے کسی شاگرد کی اس میں تصریح نہیں ہے، بدر العراقی مالکی نے فرمایا ہے کہ میرے علم کے مطابق خلو کا مسئلہ فقہاء کے کلام میں مذکور نہیں، اس میں صرف علامہ ناصر الدین لقانی کا فتوٰی ہے جس کو انھوں نے عرف پر مبنی قرار دیا ہے الخ (ت)

رد المحتار میں ہے:

للعلامة الشرنبلالی رسالة رد فيها علی الاشباه بان الخلو لم يقل به الا متأخر من المالکية (حتی افتی بصحة وقفه ولزم منه ان اوقاف المسلمين صارت للکافرين بسبب وقف خلوها علی کنائسهم وبان عدم اخراج صاحب الحانوت لصاحب الخلو يلزم منه حجر الحر المکلف عن ملکه واتلاف ماله بل لا يجوز هذا فی الوقف وفی منع الناظر من اخراجه تفويت نفع الوقف وتعطيل ما شرطه الواقف اھ ملخصا قلت وما ذکره حق خصوصا فی زماننا هذا[2]۔

علامہ شرنبلالی کا ایک رسالہ ہے جس میں الاشباہ کا رد کیا ہے اور کہا ہے کہ خلو کا قول ایک مالکی متأخر عالم کے سوا کسی نے نہیں کیا اس نے یہ فتوٰی تک دے دیا کہ اس کا وقف صحیح ہے حالانکہ اس فتوٰی سے لازم آتا ہے کہ مسلمانوں کے وقف کافروں کو منتقل ہو جائیں اس سبب سے کہ وہ خلو کو اپنے گرجوں کے لئے وقف کردینگے اور دکان کا مالک جب خلو والے کو اپنی دکان سے بیدخل نہ کرسکے گا تو لازم آئے گا کہ آزاد مکلف شخص اپنی ملکیت سے ممنوع ہوجائے اور اس کا مال تلف ہو کر رہ جائے بلکہ یہ سب کچھ وقف میں جائز نہیں ہے اور وقف کے نگران کو خلو والے کی بے دخلی سے منع کرنا وقف کے منافع کو ضائع کرنا اور واقف کی لگائی ہوئی شرط کو معطل کرنا ہے اھ ملخصا، اقول (میں کہتا ہوں) انھوں نے جو فرمایا ہے وہ حق ہے خصوصاً ہمارے زمانے میں۔ (ت)

ثانیاً صورتِ سوال کو خلو سے بھی کچھ علاقہ نہیں۔ خلو اُس تحقیق و تنقیح پر جو بتوفیق اللہ تعالٰی ہم نے اپنی تعلیقات رد المحتار میں کی یہ ہے کہ مکان یا دکان یا زمین کا مستاجر اپنا اجارہ ہمیشہ باقی رکھنے کو اُس میں اپنے

---

[1] غمز العیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر مع الاشباہ الفن الاول ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۳۷

[2] رد المحتار کتاب البیوع داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۶

Marfat.com

مال سے نہ اپنے لئے بلکہ اُسی شئی مستاجر سے الحاق اور اس کی حیثیت بڑھاتے اُس کے فوائد کی تکمیل کے واسطے کچھ زیادت کرے خواہ متصل باتصال قرار، یا بے اس کے جیسے عمارت یا کنواں یا روشنی کا سامان یا پانی کے نل، وامثال ذلک، یا خود نہ کرے مؤاجر کو اس کے روپے دے دے جو اُجرت کے علاوہ ہوں اس مال کے مقابل جو اسے ابقائے اجارہ کا حق مناسب اس کا نام خلو ہے۔ رسالہ تحریر العبارۃ للعلامۃ الشامی میں ہے:

قال العلامة الشامی فی رسالته "تحریر العبارة فیمن هو احق بالاجارة" (تنبیه) قد یثبت حق القرار بغیر البناء والغرس بان تکون الارض معطلة فیستاجرها من المتکلم علیها لیصلحها للزرعة ویحرثها ویکسبها وهو المسمی بمشد المسکة فلا تنزع من یده مادام یدفع ما علیها من القسم المتعارف کالعشر ونحوه واذا مات عن ابن توجه لابنه فیقوم مقامه فیها، وقد رأیت بخط شیخ مشائخنا خاتمة الفقهاء الشیخ ابراهیم السائحانی الغزی المسکة عبارة من استحقاق الحراثة فی ارض الغیر وذکر فی الحامدیة انها لا تورث وانما توجه للابن القادر علیها دون البنت اهـ[1]، ثم افاض فی بیان الکردار والسکنی والجدك وانها اعیان قائمة فی الارض الی ان قال وهذا غیر

علامہ شامی نے اپنے رسالہ "تحریر العبارۃ فیمن ھو احق بالاجارۃ" میں فرمایا (تنبیہ) کبھی تعمیر اور پودے لگائے بغیر حقِ استقرار ثابت ہوتا ہے مثلاً یوں کہ کوئی زمین خالی پڑی ہو تو کسی خواہشمند کو اجارہ پر دی جائے تاکہ وہ اس کو زراعت کے لئے تیار کرے اور اس کو کاشت کرکے آباد کرے جس کو مشد المسکہ کہا جاتا ہے تو یہ زمین اس کاشتکار سے اس وقت تک واپس نہ لی جائے گی جب تک وہ اس کا متعارف محصول مثلاً عشر وغیرہ دیتا رہے اور اگر وہ کاشت کار کوئی بیٹا چھوڑ کر فوت ہوجائے تو یہ کاشتکاری کا حق اس کو منتقل ہوجائے گا اور وہ بیٹا اپنے باپ کے قائم مقام قرار پائے گا، میں نے اپنے شیخ المشائخ خاتمۃ الفقہاء الشیخ ابراہیم السائحانی الغزی کا لکھا ہوا دیکھا ہے کہ "مسکہ" غیر کی زمین میں کاشتکاری کے استحقاق کا نام ہے اور حامدیہ میں ذکر کیا ہے کہ اس استحقاق میں وراثت نافذ نہ ہوگی بلکہ صرف کاشت کاری پر قادر بیٹے کو یہ حق منتقل ہوگا اور بیٹی کو استحقاق نہ ہوگا، اھ، پھر انھوں نے کرایہ داری، سکنیٰ اور جدک کی وضاحت میں فرمایا کہ یہ زمین میں باقی رہنے والے امور ہیں، آگے

---

[1] تحریر العبارۃ فیمن ھو احق بالاجارۃ رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۵۲ - ۵۳

Marfat.com

الخلو الذی ذکرہ فی الاشباہ فانہ بمنزلۃ مشد المسکۃ المار وھو وصف لا عین قائمۃ فلا یجوز بیعہ ولا یورث وانما ینتقل الی الولد بطریق الاحقیۃ کما مر وما ذکرہ فی الاشباہ من جواز بیع الخلو ردوہ علیہ، وقد الف فی ردہ العلامۃ الشرنبلالی رسالۃ خاصۃ[1] اھ کلام الشامی ملتقطا۔

یہاں تک فرمایا کہ یہ امور اس خلو کا غیر ہیں جس کا ذکر الاشباہ میں کیا ہے کیونکہ یہ مشد المسکہ کی طرح ہے جس کا بیان پہلے گزرا ہے اور وہ خلو ایک وصف ہے جو باقی رہنے والی عین چیز نہیں ہے تو مشد المسکہ کی بیع ناجائز ہے اور وہ قابلِ وراثت نہیں ہے اور صرف وہ بیٹے کو حقدار ہونے کی وجہ سے منتقل ہوتا ہے جیسا کہ گزر چکا ہے اور الاشباہ میں خلو کی بیع کا جو جواز مذکور ہوا فقہاء کرام نے اس کو رَد کیا ہے اور علامہ شرنبلالی نے ایک خاص رسالہ اس کے رَد میں تالیف کیا ہے۔ علامہ شامی کا کلام ملتقطاً ختم ہوا۔

اقول ومن الدلیل القاطع علی کون الخلو معنی لا عینا انہ لما استدل محمد بن ھلال الحنفی علی جواز الخلو بما فی جامع الفصولین وغیرہ عن الذخیرۃ والکبری والخانیۃ والخلاصۃ وواقعات الضریری اشتری سکنی وقف فقال المتولی ما اذنت لہ بالسکنی فامرہ بالرفع فلو اشتراہ بشرط القرار فلہ الرجوع علی بائعہ والا فلا یرجع علیہ بثمنہ ولا بنقصانہ[2] اھ رموہ عن قوس واحدۃ انہ لم یفہم معنی السکنی لان المراد بہا عین مرکبۃ

اقول (میں کہتا ہوں) خلو کے ایک معنوی چیز ہونے اور عینِ شئی نہ ہونے پر قاطع دلیل یہ ہے کہ جامع الفصولین وغیرہ میں ذخیرہ، کبری، خانیہ، خلاصہ اور واقعات ضریری سے منقول ہے اس بیان سے، کہ کسی نے وقف سکنیٰ خریدا تو متولی نے کہا کہ میں اس سکنیٰ کی اجازت نہیں دیتا اور وہاں سے سکنیٰ ختم کرنے کا اس نے حکم دیا تو اگر اس خریدار نے وہ سکنیٰ برقرار رہنے کی شرط پر خریدا تھا تو (متولی کے اس اقدام پر) وہ فروخت کرنے والے پر اپنے نقصان میں رجوع کرسکتا ہے ورنہ وہ اپنی لاگت اور نقصان میں بائع پر رجوع نہیں کرسکتا اھ، جب محمد بن ہلال حنفی نے خلو کے جواز پر استدلال کیا، تو سب نے

[1] تحریر العبارۃ فیمن ھو احق بالاجارۃ رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۵۵

[2] جامع الفصولین الفصل السادس عشر اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۲-۲۲۱

نزہۃ النواظر علی الاشباہ والنظائر مع الاشباہ ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۵۱-۵۰

Marfat.com

فی الحانوت وھی غیر الخلو ففی الخلاصۃ اشتری سکنی حانوت فی حانوت رجل مرکبا[1] الخ کما فی رد المحتار عن العلامۃ الشرنبلالی قال ثم نقل عن عدۃ کتب ما یدل علی ان السکنی عین قائمۃ فی الحانوت[2]

ایک ہی انداز سے اس کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ محمد بن ہلال کو سکنی کا معنی سمجھ نہیں آیا، کیونکہ سکنی سے مراد دکان میں لگائی ہوئی عین موجود چیز ہے اور وہ خلو کا مغایر ہے، تو خلاصہ میں یوں ہے کہ ایک شخص کی دکان میں مرکب سکنی حانوت ہو الخ، جیسا کہ رد المحتار میں علامہ شرنبلالی سے نقل کرتے ہوئے کہا، انھوں نے پھر متعدد کتب سے نقل کیا کہ سکنی، دکان میں قائم رہنے والی ایک موجود عین چیز ہوتی ہے۔

قلت وقد نقلہ فی العقود الدریۃ وفی رسالتہ المذکورۃ عن التجنیس ثم نفس العبارۃ المستدل بھا منادیۃ بذلک اعلی نداء کما اوضحہ السید الحموی مع غناہ عن الایضاح اذ قال بعد نقل کلام العمادی اذا ادعی سکنی دار او حانوت وبین حدودہ لایصح لان السکنی نقلیا فلا یحد وذکر رشید الدین فی فتاواہ وان کان السکنی نقلیا لکن لما اتصل بالارض اتصال تابید کان تعریفہ بما بہ تعریف الارض لان السکنی مرکب فی البناء ترکیب قرار فالتحق بما لا یمکن نقلہ اصلا اھ

قلت (میں کہتا ہوں) انھوں نے اس کو عقود دریہ میں اور اپنے مذکورہ رسالہ میں تجنیس سے نقل کیا، پھر استدلال کرنے والے کی نفسِ عبارت بھی واضح طور پر اس کا اعلان کر رہی ہے جیسا کہ اس کو سید حموی نے واضح کیا حالانکہ وضاحت کی ضرورت نہ تھی، جہاں انھوں نے عمادی کا کلام نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ اگر کوئی شخص گھر یا دکان کا سکنی دعوٰی کرکے اس کی حدود کو بیان کرے تو اس کا یہ دعوٰی درست نہ ہوگا کیونکہ سکنی ایک منتقل ہونے والی چیز ہے اس لئے اس کی حد بندی نہیں ہوسکتی، رشید الدین نے اپنے فتاوٰی میں ذکر کیا ہے کہ اگرچہ سکنی منتقل ہونے والی چیز ہے لیکن جب وہ کسی خطۂ زمین سے بجنۃ اتصال کرے تو پھر اس کی تعریف زمین کی تعریف کی طرح ہوگی کیونکہ سکنی عمارت کے ساتھ استقرار والی ترکیب حاصل

---

[1] رد المحتار کتاب البیوع داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۶

[2] رد المحتار 〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۶

Marfat.com

مانصه فظهر لك بهذا ان السكنی هو مایکون مرکبا فی الحانوت متصلا به فهو اسم عین لا اسم معنی کما فهمه البعض ولیس فی کلامهم مایفید ما توهمه هذا البعض ، الاتری تمام العبارۃ الذی نص فیها علی حقیقۃ السکنی انه شئ مرکب یرفع فهل یستفاد من هذا المعنی المعبر عنه بالخلو ایظن ان الخلو یرفع ثم یرد علی بائعه و یقال لو اشتراہ بشرط القرار یرجع علی بائعه بثمنه و یرد علیه والا فلا یرجع علیه بثمنه ولا نقصانه الحاصل بالقلع من الدکان ، سبحٰنك هذا بهتان عظیم[1] اھ کلام الحموی فتبین ان الخلو وصف معنوی لاعین تقلع او ترفع وتنقل۔

کرلیتا ہے تو اس کا شمار بھی ان چیزوں میں ہوجاتا ہے جو بالکل قابل انتقال نہیں ہوتیں ، اس کی عبارت ختم ہوئی ، تو اس بیان سے آپ پر واضح ہوگیا کہ سکنٰی کا دکان کے ساتھ ترکیبی اتصال ہوتا ہے لہٰذا وہ ایک موجود عین چیز ہے نہ کوئی معنوی وصف ہے جیسا کہ بعض نے خیال کیا ہے جبکہ اس کے اس خیال کے لئے کسی کا کلام مفید نہیں ہے ، سکنٰی کی حقیقت بیان کرنے والے کی پوری عبارت آپ دیکھ نہیں رہے کہ انھوں نے کہا ہے سکنٰی ایک ایسی چیز ہے جو مرکب ہوتی ہے جسے ختم کیا جاسکتا ہے کیا اس سے یہ خلو کا معنی سمجھا جاسکتا ہے جس سے یہ گمان کیا جاسکے کہ خلو کو ختم کیا جائے پھر وہ بائع پر واپس لوٹا دیا جائے اور یہ کہا جائے کہ اگر خلو کو استقرار کی شرط پر خریدا ہو تو بائع سے رجوع کرکے رقم واپس لی جائے اور خلو کو واپس کردے ورنہ رقم واپس نہ لے اور دکان کو اکھاڑنے سے جو نقصان ہوا وہ واپس نہ لے ، سبحان اللہ ! یہ تو بہتانِ عظیم ہے ۔ حموی کا کلام ختم ہوا ، تو واضح ہوگیا کہ خلو ایک معنوی وصف ہے اور سکنٰی کی طرح باقی رہنے والی مستقل چیز نہیں جس کو اکھاڑا یا ہٹایا یا ختم کیا جاسکے۔

اقول لکن فی حاشیۃ السیدین العلامتین ط وش علی الدر عن حواشی الاشباہ للعلامۃ السید ابی السعود رحمهم اللہ تعالٰی ان الخلو

اقول (میں کہتا ہوں) لیکن علامہ طحطاوی اور علامہ شامی دونوں قابلِ احترام حضرات نے در پر اپنے حواشی میں علامہ سید ابو سعود (رحمہم اللہ تعالٰی) سے نقل کرتے ہوئے فرمایا ، کہ ، خلو کا اطلاق متصل

---

[1] غمز العیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الاول ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۳۷-۱۳۶

Marfat.com

يصدق بالعين المتصل اتصال قرار و
بغيره والمراد بالمتصل اتصال قرار ماوضع
لا ليفصل كالبناء ، وبالمتصل لا على وجه
القرار كالخشب الذى يركب بالحانوت لوضع
عدة الحلاق مثلا فان الاتصال وجد
لكن لا على وجه القرار و كذا يصدق ان
بمجرد المنفعة المقابلة بالدراهم اھ[1] و
زاد ط عنه قبل هذا اعلم ان الخلو
يصدق بما اتصال بالعين قرار اتصال كالبناء
بالارض المحتكرة و يصدق بالدراهم
التى تدفع بمقابلة التمكن من استيفاء
المنفعة اذ ما ذكره المصنف يعنى صاحب
الاشباه من ان السلطان الغورى
لما بنى حوانيت الجملون اسكنها للتجار
بالخلو وجعل لكل حانوت قدرا اخذه
منهم الخ صريح فى ان الخلو فى حادثة
السلطان الغورى عبارة عن المنفعة
المقابلة للقدر الماخوذ من التجار فيرجع
الى ما ذكره العلامة الاجهورى من ان
الخلو اسم لما يملكه دافع الدراهم
من المنفعة التى دفع الدراهم بمقابلتها
وعلى هذا فلا يكون الخلو خاصا
بالمتصل بالعين اتصال قرار بل

استقراری عین چیز اور غیر استقراری دونوں پر ہوتا ہے
اور متصل استقراری سے مراد وہ چیز ہے جو عمارت
میں باقی رکھنے کیلئے لگائی ہو اور متصل غیر استقراری سے
مراد مثلاً لکڑی جیسی کوئی چیز جس کو دکان میں لگا کر حجام کے سامان
رکھنے کیلئے خانے بنائے جائیں یہ بھی اتصال ہے لیکن یہ علیٰ وجہ
الاستقرار نہیں ہوگا اور یوں ہی قراری اور غیر قراری
کا مصداق وہ منفعت بھی بنتی ہے جو دراہم کے عوض
حاصل کی جاتی ہے اھ ، اور علامہ طحطاوی نے اس سے
قبل علامہ ابو سعود سے یہ زائد نقل کیا ہے کہ واضح رہے
کہ خلو کا اطلاق کسی عین چیز کے ساتھ متصل ہونے والی
چیز پر ہوتا ہے جیسے عمارت کسی کرایہ کی زمین پر ہو، اور
کسی منفعت کو دراہم کے بدلے حاصل کرنے کی قدرت
پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے، اور مصنف یعنی صاحب
اشباہ نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ سلطان غوری نے جب
جملون کی دکانیں تعمیر کرائیں تو انھوں نے وہاں تجار کو
خلو کے طور پر سکنیٰ دیا اور ہر دکان کا کچھ بدل مقرر کر کے
ان سے وصول کیا الخ، سلطان غوری کا یہ واقعہ صریح
ہے کہ خلو اس منفعت کا نام ہے جو تجار حضرات سے
وصول کردہ کا بدل ہے تو یہ علامہ الاجہوری کے اس
بیان کی طرف راجع ہے کہ خلو اس منفعت کا نام ہے
جس کا دراہم دینے والا دراہم کے بدلے مالک بنتا ہے
اور اس بناء پر خلو، استقراری اتصال والی عین چیز سے
خاص نہیں ہے بلکہ اس پر اور غیر استقراری پر بھی

---

[1] رد المحتار کتاب البیوع دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۷

Marfat.com

يصدق به وبغيره[1] الخ فهذا يفيد ان من الخلو ماهو عين قائمة كالبناء والخشب المركب الا ان نقول السيد الازهرى لم يقل الخلو يصدق على العين المتصل وانما قال يصدق بالعين وذلك ان يدفع صاحب الخلو دراهم للواقف مثلا ليبني في الوقف للوقف ويكون له بازائه منفعة استبقاء الاجارة فالخلو هو هذا المعنى لا العين، نعم صدقه بسبب العين وبهذا يفسر ما فسربه الاجهوري الخلو فالمنفعة هى حق الاستبقاء كما افاده السيد ابو السعود بقوله تدفع بمقابلة التمكن من استيفاء المنفعة فهذا التمكن هو المراد بالمنفعة في تفسير الاجهوري لكن نقل السيد الحموى في الغمز عن فاضل متأخر مالكي انه قال بعد كلام العلامة نور الدين على الاجهوري المذكور ظاهره سواء كانت تلك المنفعة عمارة كأن يكون في الوقف اماكن آئلة الى الخراب فيكريها ناظر الوقف لمن يعمرها، ويكون ما صرفه

صادق آتا ہے الخ، تو یہ بیان اس بات کو مفید ہے کہ خلو، قائم رہنے والی عین چیز مثلاً عمارت اور عمارت پر لگی ہوئی لکڑی دونوں کا نام ہے، الا یہ کہ ہم سید ازہری کے متعلق یہ کہیں کہ انھوں نے خلو کا صدق متصل عین پر نہیں کیا بلکہ عین چیز کے عوض پر کیا ہے، یہ یوں کہ خلو والا شخص واقف کو کچھ دراہم دے کر کہے کہ ان سے وقف میں وقف کے اضافہ کے لئے کچھ تعمیر کرے اور اس کے عوض اس کے لئے اجارہ کی منفعت کو باقی رکھنا ہوگا تو خلو اس معنی کا نام ہوگا خاص عین چیز کا نام نہ ہوگا، ہاں اس معنیٰ پر اس کا صدق عین چیز کے سبب سے ہوا، خلو کی جو تفسیر علامہ اجہوری نے کی اس کو اسی تفسیر پر محمول کیا جائیگا تو منفعت سے مراد وہاں یہی اجارہ کے حق کی بقاء کا مطالبہ ہے جیساکہ علامہ ابوسعود نے اپنے قول" دراہم، منفعت کو پورا کرنے کی قدرت کے مقابلہ میں دئے جائیں" سے افادہ فرمایا، علامہ اجہوری کی تفسیر میں منفعت سے یہی تمکن مراد ہے، لیکن سید حموی نے غمز میں ایک مالکی متاخر فاضل سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ انھوں نے علامہ اجہوری کے مذکور کلام پر علامہ نور الدین کے حاشیہ کو نقل کرنے کے بعد فرمایا اجہوری کے کلام سے ظاہر ہے کہ منفعت عمارت ہو کہ وقف کی عمارت کا کوئی حصہ خراب ہو رہا ہو تو اسے وقف کا ناظم کسی ایسے شخص کو کرایہ پر دے دے جو اس کی تعمیر کر کے خرچہ

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب البیوع دار المعرفت بیروت ۳/۱۰

Marfat.com

خلواله ويصير شريكا للواقف بما زادته عمارته او كانت المنفعة غير عمارة كوقيد مصباح مثلا ولوازمه لاخصوص العمارة خلافا لمن خص المنفعة بها دون غيرها اذ المعتبر انما هو عود الدراهم لمنفعته في الوقف عمارة كانت او غيرها اھ[1]

کے بدلے اپنے لئے خلو بنا لے اور زائد عمارت یعنی وہ حصہ دار بن جائے یا وہ منفعت غیر عمارت ہو مثلاً چراغ کے لئے کوئی خانہ اور اس کے لوازمات بنا لے جو عمارت سے متعلق ہونا کہ خاص وہ عمارت، یہ عام معنی اس شخص کے برخلاف ہے جو خلو کو صرف منفعت سے مختص کرتا ہے، یہ اس لئے کہ خلو دراہم کا بدل ہے خواہ وہ عمارت ہو یا کوئی اور چیز ہو۔

اقول فهذا نص فى ان نفس العمارة خلو ولا يمكن تاويله بما ذكرنا فى كلام السيد الازهرى ان المراد ان يعمرها للوقف لا لنفسه كيف وانه فسر به المنفعة الواقعة فى تفسير العلامة الاجهورى وهو يقول اسم لما يملكه دافع الدراهم من المنفعة الخ[2] الا ان يجعل من هذه للتعليل والمنفعة المنفعة الآئلة الى الوقف و تنقسم الى عمارة وغيرها فيكون ما يملكه هو التمكن من استبقاء الاجارة لاجل تلك المنفعة التى اوصلها الى الوقف لكن يكدر قول الاجهورى فى مقابلتها فان دفعه الدراهم انما هو بمقابلة ذلك التمكن

اقول (میں کہتا ہوں) یہ مذکورہ کلام اس بات میں صریح نص ہے کہ خلو صرف عمارت کا نام ہے، اس کی وُہ تاویل جو ہم نے سید ازہری کے کلام میں کی ہے ممکن نہیں کہ وُہ وقف کا اضافہ ہو، ذاتی ملکیت نہ ہو، یہ تاویل کیونکر ممکن ہوگی جبکہ وہ یہ بات علامہ اجہوری کی اس کلام کی تفسیر میں کہہ رہے ہیں جس میں اس نے کہا ہے کہ خلو اس منفعت کا نام ہے جس کا وہ دراہم کے عوض میں مالک بنتا ہے الخ الا یہ کہ ہم "من المنفعۃ" کے مِن کو تعلیل کے لئے قرار دیں اور منفعت سے مراد وہ منفعت ہو جو وقف کے حق میں ہو، تو خلو عمارت اور غیر عمارت دونوں پر منقسم ہو جائے تو اجارہ کی بقا کے حق کا وہ مالک اس منفعت کے عوض ہوگا جس کو اس نے وقف میں شامل کیا ہے، لیکن اجہوری کا یہ قول کہ "دراہم منفعت کے مقابل ہیں" رَد ہو جائیگا کیونکہ اس کے دراہم اجارہ کے دوام کے

---

[1] غمز العیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الاول ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۳۷

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب البیوع دار المعرفۃ بیروت ۳/۱۰

Marfat.com

لابدل تلك المنفعة الآئلة الى الوقف و انما هى حاصلة للوقف لا له بتلك الدراهم فلا مخلص الا ان يقال ان هذا كلام متأخر من المالكية فيكون الخلو عندهم شاملا للعين والمعنى وعندنا ليس الا المعنى والعين يسمى باسم اٰخر كالسكنى كيف وقد قال هذا المالكى بعده اما كونه اجارة لازمة فهذا لانزاع فيه (اى عندهم) ووجهه ان الواقف لما يريد ان يبنى محلا للوقف فيأتى له اناس يدفعون له دراهم على ان يكون لكل شخص محل من تلك المواضع التى يريد الواقف بناءها فاذا قبل منهم تلك الدراهم فكانه باعهم تلك الحصة بما دفعوه له وكانه لم يقف جزء من تلك الحصة التى لكل، وغايته انه وظف عليهم كل شهر كذا فليس للواقف فيه بعد ذلك تصرف الا بقبض الحصة الموظفة فقط وليس له ان يوجهه لغيره وكان رب الخلو صار شريكا للواقف فى تلك الحصة اھ[1]

مقابل ہیں نہ کہ وقف کے لئے منافع کے مقابل ہونگے وقف کے منافع تو صرف وقف کے لئے ہیں، دراہم دینے والے کے لئے دراہم کا بدل نہیں تو اس عبارت کا کوئی مخلص نہیں سوائے اس کے کہ یہ کہا جائے کہ یہ مالکی حضرات کا آخری کلام ہے تو ان کے ہاں خلو، عین اور معنیٰ دونوں کو شامل ہے اور ہمارے ہاں خلو صرف معنیٰ کا نام ہے اور عین چیز کا ہمارے ہاں کوئی اور نام ہے مثلاً اسے سکنیٰ کہا جائے گا اس حقیقت کا انکار کیسے ہوسکتا ہے جبکہ خود اس مالکی فاضل نے اس کے بعد کہا اس خلو کا اجارہ لازمہ ہونے میں نزاع نہیں (یعنی مالکیوں کے ہاں) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب واقف نے کوئی تعمیر وقف میں کرنے کا ارادہ کیا تو اس کے پاس لوگ آکر دراہم پیش کریں اور کہیں کہ ہم اس حصہ میں اپنے لئے مخصوص خطہ تعمیر کرینگے تو جب واقف ان سے دراہم اس شرط پر قبول کرلے گا تو گویا اس نے یہ حصہ ان لوگوں کو معاوضہ پر فروخت کردیا اور گویا اس نے ہر ایک کا مخصوص خطہ وقف سے مستثنیٰ کردیا اور نتیجتاً اس نے ہر ایک پر ماہانہ شرح سے کچھ وظیفہ مقرر کردیا تو اس کے بعد اب واقف کو اس حصہ میں کسی تصرف کا حق نہ رہا سوائے اس کے کہ وہ فقط مقررہ وظیفہ وصول کرتا رہے اور اب وہ حصہ کسی دوسرے کو دینے کا مجاز نہ ہوگا گویا کہ خلو والا ہر شخص اس حصہ میں واقف کے ساتھ شریک قرار پائے گا اھ،

---

[1] غمز العیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الاول ادارۃ القرآن کراچی ۱/۳۸-۱۳۷

Marfat.com

فقد جعل الخلو عقارا او جزءً من تلك الارض مبيعا من هٰؤلاء مستثنی من الوقف، ولذا قال وفائدۃ الخلو انه کالملك فتجری علیه احکامه من بیع واجارۃ وهبة ورهن ووفاء دین وارث ووقف[1] الخ۔

تو یُوں اس فاضل نے خلو کو مکانیت سے تعبیر کیا اور وقف شدہ زمین کا ایک حصہ ان لوگوں کے ہاتھ فروخت کرکے وقف سے خارج قرار دیا اور اسی لئے اس نے کہا کہ خلو کا فائدہ یہ ہوگا کہ وُہ مملوکہ جگہ کی طرح ہوگا اور اس میں ملکیت کے احکام، بیع، اجارہ، ہبہ، رہن، قرض میں منہا کرنا، وراثت اور وقف جاری ہوں گے الخ۔

اقول ثم فی کلام ذٰلك الفاضل المالکی خدشة اخری فانه جعل العمارۃ خلوا وقال فی بیانه یکون ماصرفه خلواله وانما المصروف الدراهم هذا و **بقی** مااسلفناه عن افندی زیرك زادہ من بیع الخلو اذا لم یکن ملاصقا بالحانوت وان وضعه فی الحانوت بالاجارۃ مشروع[2]۔

اقول (میں کہتا ہوں) اس مالکی فاضل کے کلام میں ایک اور خرابی ہے کہ یہاں اس نے عمارت کو خلو کہا ہے جبکہ پہلے وُہ اپنے بیان میں کہہ چکا ہے کہ جو مال صرف کیا ہے وہ خلو ہوگا، حالانکہ جو صرف کیا ہے وہ دراہم ہیں عمارت نہیں ہے، یہ قابلِ توجہ ہے۔ زیرک زادہ آفندی سے جو ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں اس میں ایک امر باقی ہے کہ انھوں نے کہا ہے جب خلو دکان سے ملصق نہ ہو اور ویسے کرایہ کی دکان میں رکھا ہو تو اس کی بیع جائز ہے۔

اقول احسن ما یعتذر عنه انه اطلق علیه اسم الخلو تجوزا او ان الخلو یطلق علیهما وان ماکان منه عینا مملوکة لصاحب الخلو فلا کلام فی جواز بیعه بل ووقفه ان تعورف وکانت الارض موقوفة او محتکرۃ والذی حدث وانکرہ المحققون هو الخلو بمعنی المعنی واللّٰه

اقول (میں کہتا ہوں) ان کی طرف سے بہترین تاویل یہ ہوگی کہ انھوں نے اس علیحدہ چیز کو مجازاً خلو کہا ہے یا یہ کہ خلو کا اطلاق دونوں صورتوں پر کیا ہے، اور اس میں شک نہیں کہ خلو والے کی کوئی مملوک عین چیز ہو تو اس کے فروخت کرنے بلکہ عرف میں وقف کی صورت ہو تو وقف کرنے کے جواز میں کوئی کلام نہیں ہے جبکہ زمین وقف یا کرایہ کی رہے گی وہ چیز جو نئی ہے اور محققین نے اس کا انکار کیا ہے وُہ

---

[1] غمز العیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الاول ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۳۸

تعالیٰ اعلم و به یحصل التوفیق بین کلامی
ابن بلال و الرادین علیه بان کلامه
فی العین القائمة و لا شك ان
الاستشهاد علیه بفرع السکنی صحیح
اذن لا یرد علیه شیٔ مما ذکروا و
کلامهم فی المعنی المعروف فلا خلف ان
ساعده کلام ابن بلال فی رسالته
والعلم بالحق عند علام الغیوب
ثم من العجب قول العلامة المنقح
فی العقود الدریة الخلو عبارة عن
القدیمة ووضع الید[1] اھ **اقول** سبحن الله
مجرد کونه واضع یده منذ زمان
وھو المعبر عنه فی المبتدعات قانون
النصاری بحق موروثی کیف یصیر حقا
و کیف یسوغ ان یقول به و بجواز
بیعه احد وقد قدم المنقح نفسه
قبیل ھذا مانصه، واما ما فی القنیة
یثبت حق القرار فی ثلاثین سنة
فی الارض السلطانیة والملك، و فی
الوقف فی ثلاث سنین و لو باع حق قراره
فیها جاز، وفی الھبة اختلاف، ولو ترکھا
بالاختیار تسقط قدمیته، حاوی
الزاھدی اھ فالمراد به الاعیان

خلو معنوی ہے، اس تاویل سے ابن بلال اور اس
کا رد کرنے والوں کے کلاموں میں موافقت ہو جائیگی
کہ ابن بلال کی گفتگو قائم رہنے والی عین چیز کے متعلق
ہے اور اب اس پر سکنیٰ کے طور پر تفریع بلا شک درست
ہو گی اور کوئی اعتراض نہ رہے گا، اور معترضین کا
کلام خلو کے معروف معنی کے متعلق ہے لہذا کوئی مخالفت
نہ رہی بشرطیکہ ابن بلال کی اپنے رسالہ میں گفتگو اس
تاویل کا ساتھ دے، حقیقت کا علم تو اللہ تعالےٰ
علام الغیوب کے ہاں ہے۔ پھر عقود الدریہ میں تنقیح کرنے
والے علامہ کا یہ قول عجیب ہے کہ خلو قدیم دخل اور
قبضے کا نام ہے اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) سبحٰن اللہ
کچھ زمانہ سے محض قابض ہونے جس کو نصاریٰ کے
قانون میں موروثی حق کہتے ہیں جو کہ ایک نئی بدعت ہے
سے کیسے حق ثابت ہو سکتا ہے، اس حق کے ثبوت اور
اس کے بیع کے جواز کی بات کوئی کیسے کر سکتا ہے جبکہ خود
یہ صاحبِ تنقیح اس بیان سے تھوڑا پہلے کہہ چکے ہیں، وُہ
یہ عبارت ہے، کہ، لیکن قنیہ میں جو یہ کہا ہے کہ سلطانی
زمین پر تیس سالہ قبضہ سے حق القرار اور ملکیت ثابت
ہو جاتی ہے اور اگر قابض اس زمین کے حقِ قرار کو
فروخت کرنا چاہے تو جائز ہے جبکہ ہبہ کرنے میں اختلاف
ہے، اور اگر قابض خود اس حق سے دستبردار ہو جائے
تو قدیمی حق (حق القرار) ساقط ہو جائے گا، حاوی
الزاہدی، اھ، تو اس حق سے اعیان قیمتی مراد ہیں

---

[1] العقود الدریة فی تنقیح الفتاوی الحامدیة باب مشد المسکة ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۱۱

Marfat.com

المتقومة لا مجرد الامر المعنوي لما علمت
من عدم صحة بيعه ويدل على ذلك قوله
في البزازية ولا شفعة في الكردار اي
البناء ويسمى بخوارزم حق القرار لانه
نقلي اھ[1] ثم ستسمع الآن نصه الصريح
على انكاره فسبحٰن من لا ينسى هذا
وقال في رد المحتار قد يقال ان الدراهم
التي دفعها صاحب الخلو للواقف و
استعان (اي الواقف) بها على بناء
الوقف شبيهة بكبس الارض بالتراب
فيصير له حق القرار فلا يخرج من
يده اذا كان يدفع اجر المثل و
مثله ما لو كان يرمم دكان الوقف
ويقوم بلوازمها من ماله باذن
الناظر، اما مجرد وضع اليد
على الدكان ونحوها وكونه يستاجرها
عدة سنين بدون شيء مما ذكر فهو
غير معتبر (الى ان قال) ومن
افتى بلزوم الخلو الذي يكون
بمقابلة دراهم يدفعها للمتولي او
المالك العلامة المحقق عبد الرحمٰن
افندي العمادي صاحب هدية ابن
العماد وقال فلا يملك صاحب الحانوت

نہ کہ صرف معنوی امر ہے کیونکہ تو معلوم کر چکا ہے کہ امر معنوی
کی بیع جائز نہیں ہے اس پر بزازیہ کا قول، کہ کردار یعنی
عمارت جس کو خوارزم میں حق القرار کہتے ہیں میں شفعہ کا
حق نہیں ہے، کیونکہ یہ حق منتقل ہونے والی چیز ہے اھ،
اس کے اس بیان کے باوجود اب تم ان سے صریح طور
پر اس بیان کا انکار سُن رہے ہو، پس وہی ذات
پاک ہے جو بھولتی نہیں ہے، یہ قابل غور ہے۔
رد المحتار میں فرمایا، خلو والا جو دراہم واقف کو دیتا ہے
اور واقف بطور امداد ان دراہم کو وقف کی تعمیر پر خرچ
کرتا ہے اس کے متعلق کہا جائے گا کہ یہ زمین میں مٹی
ڈالنے کے مشابہ ہے جس کے ذریعہ اس کو حقِ استقرار
حاصل ہو جاتا ہے تو جب تک مثلی اجرت دیتا رہے گا
اس کے قبضہ کو ختم نہیں کیا جا سکے گا، اسی کی مثل ہے
جب وقف دکان بوسیدہ ہو جائے تو وقف کے نگران
کی اجازت سے کوئی شخص اس کو اپنے مال سے مرمت
کرلے تو مروج کرایہ ادا کرنے کی شرط پر استقرار حق
ہو جائے گا، لیکن دُکان وغیرہ پر محض قبضہ ہونا کہ چند
سالوں سے کرایہ دار ہے اور دراہم دینے کی مذکورہ
صورت نہ ہو تو استقرار حق معتبر نہ ہوگا (آگے یہاں
تک فرمایا) متولی یا مالک کو دئے گئے دراہم کے عوض
خلو کے لزوم کا فتوٰی دینے والوں میں علامہ محقق
عبد الرحمٰن آفندی عمادی صاحبِ ہدیہ ابن عماد ہیں
اور انھوں نے کہا ہے کہ دکان کا مالک خلو والے کا

---

[1] العقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامدية باب مشد المسكة ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۲۱۸

Marfat.com

اخراجه ولا اجارتها لغيره مالم يدفع
له المبلغ المرقوم فيفتى بجواز ذلك
للضرورة قياسا على بيع الوفاء الذى
تعارفه المتأخرون احتيالا على الربا الخ،
قلت وهو مقيد ايضا بما قلنا بما اذا كان
يدفع اجر المثل والا كانت سكناه
بمقابلة مادفعه من الدراهم عين
الربا كما قالوا فيمن دفع للمقرض دارا
ليسكنها اوحمارا ليركبه الى ان
يستوفى قرضه انه يلزمه اجرة مثل
الدار او الحمار على ان مايأخذه
المتولى من الدراهم ينتفع به لنفسه
فلو لم يلزم صاحب الخلو اجرة المثل
للمستحقين يلزم ضياع حقهم، اللهم
الا ان يكون ماقبضه المتولى صرفه [۱]
فى عمارة الوقف حيث تعين ذلك
طريقا الى عمارته ولم يوجد من
يستأجره باجرة المثل مع دفع ذلك
المبلغ اللازم للعمارة، فحينئذ قد يقال
بجواز سكناه بدون اجرة المثل
للضرورة ومثل ذلك
يسمى فى زماننا مرصدا
كما قدمناه فى الوقف
والله سبحانه وتعالى اعلم.

قبضہ ختم نہ کر سکے گا اور نہ کسی اور کو کرایہ پر دے سکے گا
جب تک خرچ شدہ رقم اس کو واپس نہ کر دے، تو اس
خلو کے جواز کا ضرورت کی بنا پر فتویٰ دیا جائے گا، یہ
قیاس ہوگا اس بیع وفا پر جس کو متاخرین نے سود سے
بچنے کے لئے متعارف کرایا ہے الخ قلت (میں کہتا
ہوں یہ جواز بھی ہمارے مذکورہ بیان کہ جب تک
مروج کرایہ دیتا رہے گا' کی قید سے مقید ہے، ورنہ
یہ سکنیٰ ان دراہم کے مقابلہ میں قرار پائے گا جو اس نے
مالک کو دئے ہیں جو کہ عینِ سود ہے جیسا کہ فقہائ نے
فرمایا کہ کسی نے قرض دینے والے کو رہائش کے لئے
مکان دیا یا سواری کے لئے گدھا دیا تاکہ جب تک
قرض واپس نہ ہو اس کے استعمال میں رہے، تو
اس صورت میں قرض دینے والے پر مکان یا گدھے کا
مروج کرایہ ادا کرنا لازم ہوگا (ورنہ سود ہوگا) علاوہ
ازیں متولی نے جو دراہم وصول کئے وہ ان کو ذاتی مفاد
میں صرف کرے گا تو خلو والے پر اگر مروج کرایہ لازم
نہ کیا جائے تو مستحقینِ وقف کا حق ضائع ہوگا، ہاں
اگر متولی وصول کردہ دراہم کو وقف کی عمارت میں خرچ
کرے جہاں وقف عمارت میں خرچ کرنے کی ضرورت
واضح ہو، اور اس مرمت شدہ عمارت کو مروج کرایہ
مع صرف شدہ رقم، دینے والا کوئی نہیں تو ایسی صورت
میں کہا جاسکتا ہے کہ متولی کو رقم دینے والا اس میں
ضرورت کے پیشِ نظر بغیر کرایہ رہائش کرسکتا ہے،
ایسی صورت کو ہمارے زمانہ میں "مرصد" کہا جاتا ہے

[۱] رد المحتار کتاب البیوع داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۶و۱۷

Marfat.com

اقول قد قدم الكلام على الوقف وانه
لابد ان يدفع اجر المثل
فعوده اليه ثانيا وقوله وهو مقيد
ايضا بما قلنا ان اراد به مسألة
الواقف كما حط عليه آخر كلامه
كان تكرارا ولم يكن محل لايضاد
وان اراد به مسألة الملك لان
كلام العمادي كان فيهما
فلا حامل على ايجاب اجر المثل
الا ان يكون مال اليتيم بل لو نقص
من اجر المثل في الوقف لم يجز
من جهة النقص لا لانه عين
الربا لان تلك الدراهم لا تدفع
قرضا بل اعانة للوقف والصرف
في ما يؤل نفعه اليه ولا تسترد ابدا
الا ان يخرجه الناظر فحم يستردها كما
ذكر المحقق العمادي وعن هذا
كانت كبيع الوفاء فالدراهم فيه ليست
قرضا عند مجوزيه والا كان
الانتفاع به عين الربا كما هو
المعتمد فيه اما الدفع
ليصرفه المتولي الى نفسه
فحاش لله ليس من الخلو
في شئ بل عين رشوة و
ليس لاحد من المسلمين

جیساکہ ہم نے وقف کے بیان میں اس کو
بیان کردیا ہے، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم اقول (میں
کہتا ہوں) ردالمحتار میں انھوں نے پہلے وقف کی بحث میں
کلام کیا اور فرمایا کہ مثلی اجرت اور کرایہ ضروری ہے، پھر
ان کا دوبارہ اس کو بیان کرنا اور یہ کہنا کہ عمادی کا یہ بیان
بھی ہمارے سابقہ قول کے ساتھ مقید ہے، اگر اس سے
وقف کا مسئلہ مراد ہے جیساکہ انھوں نے اس پر بات ختم
کی ہے، تو یہ تکرار ہے، اور عمادی کی مخالفت کا محل
نہ ہوا اگرچہ ذاتی ملکیت کا مسئلہ مراد ہو کیونکہ عمادی کا
کلام دونوں صورتوں کے بیان میں ہے بہرحال مثلی اجرت
کے بیان کی ضرورت نہیں، ہاں اگر وہ ملکیت
کسی یتیم کی ہو تو مثلی اور مروّج اُجرت ضروری ہوگی بلکہ وقف
والی صورت میں تو مروج کرایہ سے کم بھی ہو تو کمی کی وجہ سے
ناجائز ہوگا نہ کہ سُود ہونے کی وجہ سے، کیونکہ یہ دی گئی
رقم بطور قرض نہیں بلکہ وقف کے لئے اعانت کے طور پر
دی گئی ہے جس کے منافع بالآخر وقف کی طرف راجع ہیں اور
یہ رقم بیدخلی کے بغیر ناقابلِ واپسی ہے صرف بےدخلی پر
واپس ہوگی جیساکہ علامہ عمادی نے ذکر کیا، اسی وجہ سے
یہ صورت بیع الوفاء کی مانند قرار پاتی ہے کیونکہ اس کے
مجوزین حضرات کے ہاں وہ دراہم بطور قرض نہیں ہیں،
ورنہ تو مکان دکان سے انتفاع عین سُود ہے جیساکہ
یہی معتمد علیہ بات ہے، لیکن یہ صورت کہ وقف کا متولی
اپنی ذات کے لئے دراہم کو صرف کرے، اس غرض سے
دینا تو ہرگز خلو نہیں بلکہ یہ تو رشوت ہے جس کے جواز کے
متعلق کوئی بھی مسلمان قول نہیں کرسکتا چہ جائیکہ اس

Marfat.com

ان يقول بجواز مثله فضلا عن لزومه - والله تعالٰی اعلم.

رشوت کو لازم قرار دیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

پھر اگر خلو وقف میں ہو تو شرط[1] ہے کہ یہ عقد خود واقف یا متولی کرے دوسرے کو اختیار نہیں، نیز[2] لازم کہ وُہ روپیہ خاص وقف کی منفعت صحیحہ میں صرف ہو نہ کہ واقف یا متولی یا کسی اور کے کام میں، نیز[3] ضروری کہ وقف کو اس امداد مالی کی حاجت ہو اگر وقف خود اپنی منفعت کو پُورا کرسکتا ہے تو خلو باطل ہے۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

الموقوف عليه الغلة او السكنى لايملك الاجارة الابتولية او اذن قاض لان حقه فى الغلة لا فى العين[1]

کسی کے لئے غلہ یا سکنٰی وقف ہو تو وہ زمین کو اجارہ پر دینے کا مالک صرف تولیت یا قاضی کی اجازت سے ہوسکتا ہے ورنہ نہیں کیونکہ اس کا حق صرف غلہ ہے عین چیز یعنی زمین نہیں ہے۔ (ت)

غمز العیون میں ہے:

شروط صحة الخلوان يكون مابذل من الدراهم عائدا على جهة الوقف بان ينتفع بها فيه فما يفعل الأن من اخذ الناظر الدراهم ممن يدالخلو ويصرفها فى مصالح نفسه هو فهذا الخلو غير صحيح ويرجع الدافع بدراهمه على الناظر وان لا يكون للوقف ريع يعمر منه فان كان يفى لعمارته ومصاريفه فلا يصح فيه حينئذ خلو، فلووقع كان باطلا وللمستأجر الرجوع على الناظر بمادفعه من الدراهم وان يثبت ذٰلك الصرف على منافع

خلو کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے ہے کہ دراہم کے خرچ کرنے سے وقف کو فائدہ ہو کر ان کا نفع وقف میں شامل ہو، اور آج کل جو کچھ کیا جارہا ہے وہ یہ کہ وقف کا نگران خلو والے سے دراہم لے کر اپنے ذاتی مفاد میں خرچ کرتا ہے تو یہ باطل ہے لہذا دراہم دینے والے کو حق ہے کہ وہ نگران سے واپس وصول کرے اگرچہ وقف کی اتنی آمدن نہ ہو جس سے اس کی تعمیر ہوسکے، اور اگر اتنی آمدن ہو جس سے وقف کی عمارت وغیرہ مصارف پورے ہوسکتے ہوں تو اب اس میں خلو صحیح نہ ہوگا اگر اگر خلو کیا تو باطل ہوگا اور مستاجر کو دئے ہوئے اپنے دراہم واپس لینے کا حق ہوگا، اور اگر واقعی دراہم کے فوائد وقف کے لئے ہوں تو بھی محض نگران کی تصدیق ثبوت

---

[1] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۷

الوقف بالوجه الشرعی فلوصدقه الناظر علی التصرف من غیر ثبوت ولا ظہور عمارۃ ان کانت ھی المنفعۃ فلا عبرۃ بھذا التصدیق لان الناظر لایقبل قولہ فی مصرف الوقف حیث کان لذلک الوقف شاھد[1] اھ نقلہ عن ذلک الفاضل المالکی مقرا بل معتمدا حیث قال ھذا خلاصۃ ما حررہ بعض فضلاء المالکیۃ فی تالیف مستقل فی ذٰلک واللہ الھادی الی قوام المسالک، وانما اطنبنا الکلام فی ھذا المقام لکثرۃ دوران الخلو بین الانام واحتیاج کثیر من القضاۃ الیھا وابتناء کثیر من الاحکام علیھا خصوصا قضاۃ الاوھام الذین لیس لھم شعور ولا الھام[2] اھ اقول ماذکر من عدم تصدیق الناظر مسلم ان کان مسرفا مفسدا اوکذبہ الظاھر کان یدعی صرفھا الی العمارۃ ولا عمارۃ والا فلعلہ عند المالکیۃ اما عندنا فالناظر امین والقول قول الامین مالم یکذبہ الظاھر قال فی الدر المختار لو ادعی المتولی الدفع قبل قولہ[3] الخ وفی ردالمحتار عن الاسعاف وعن شرح الملتقی عن شروط

اور موقعہ پر عمارت کے وجود کے بغیر قابل تقسیم نہیں ہے جبکہ منافع کا تعلق عمارت سے ہو، کیونکہ جب وقف کے منافع قابل مشاہدہ ہوں تو مصرف کے متعلق محض نگران کا قول قابل قبول نہیں ہوتا اھ، اس کو غمز العیون نے اس مالکی فاضل سے ثابت بلکہ معتمد قرار دیتے ہوئے نقل کیا جہاں انھوں نے کہا کہ بعض مالکی فضلاء نے اس بحث میں اپنے مستقل رسالہ میں جو تحریر کیا ہے یہ اس کا خلاصہ ہے، اللہ تعالٰی ہی مضبوط راستہ کی راہنمائی فرمانے والا ہے۔ ہم نے اس بحث کو اس لئے طول دیا کہ لوگوں میں خلو کا رواج کثیر ہے اور بہت سے قاضی حضرات کو اس کی ضرورت درپیش ہے اور اس پر بہت سے احکام مبنی ہیں خصوصًا وہم پرست قاضیوں کے لئے جن کو فہم وشعور نہیں ہے اھ۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) اس کا یہ ذکر کرنا کہ نگران کی تصدیق کافی نہیں ہے یہ وہاں درست ہے جہاں نگران مفسد اور چور ہو یا ظاہر حال نگران کو جھوٹا قرار دے مثلًا یہ کہ وہ عمارت پر صرف کرنے کا دعوی کرتا ہو حالانکہ موقعہ پر عمارت کا وجود ہی نہیں ہے، ورنہ ہوسکتا ہے کہ یہ مالکی حضرات کا موقف ہو، لیکن ہمارے ہاں جب تک ظاہر حال نگران کو نہ جھٹلائے اس وقت تک نگران کو امین قرار دیا جائیگا اور اس کی بات ہی معتبر ہوگی، درمختار میں فرمایا ہے کہ اگر متولی اداکرنے کا دعوٰی کرتا ہو تو اس کی بات قابل تسلیم

---

[1] و [2] غمز العیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الاول ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۳۹ - ۱۳۸

[3] درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۹۲

Marfat.com

الظهيرية وعن البحر عن وقف الناصحی اذا آجر الواقف او قيمه او وصيه او امينه ثم قال قبضت الغلة فضاعت اوفرقتها على الموقوف عليهم وانكروا فالقول له مع يمينه [1] اھ وفيه عن الحامدية عن بيری زاده عن احكام الاوصياء القول فی الامانة قول الامين مع يمينه الاان يدعی امرا يكذبه الظاهر فحينئذ تزول الامانة وتظهر الخيانة فلا يصدق [2] اھ وفيه عنها عن المفتی ابی السعود انه ان كان مفسدا مبذرا لا يقبل قوله بصرف مال الوقف بيمينه [3] اھ بل استظهر السيد الحموی نفسه فی امانات الغمز قبول قوله ولو بعد عزله مستندا بمسائل منها ان الوصی لوادعی بعد موت اليتيم انه انفق عليه كذا يقبل

ہو گی الخ اور ردالمحتار میں اسعاف اور شرح ملتقی سے ظہیریہ کی شروط اور بحر کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے ناصحی کے وقف کے حوالہ سے کہا ہے کہ جب واقف یا ناظم یا وصی یا امین نے وقف زمین کرایہ پر دی اور پھر کہا میں نے غلہ (اُجرت) وصول کر لی ہے جو ضائع ہو گئی ہے یا موقوف علیہ لوگوں میں تقسیم کر دی ہے اور وہ لوگ انکار کریں تو قسم لے کر متولی وغیرہ کی بات تسلیم کرلیجائیگی اھ ، اور اسی ردالمحتار میں حامدیہ سے بیری زادہ کے حوالہ سے منقول ہے کہ وصی حضرات کے احکام کی بحث میں فرمایا کہ دیانت کے معاملہ میں قسم کے ساتھ ناظم کی بات تسلیم کرلی جائے گی ماسوائے ایسے معاملہ کے جس میں ظاہراً جھوٹ کا مدعی ہو تو ایسی صورت میں اس کی دیانت ختم اور خیانت واضح ہونے کی بنا پر تصدیق نہ کی جائے گی اھ اسی میں حامدیہ سے منقول ہے کہ انھوں نے مفتی ابوسعود سے نقل کیا ہے کہ اگر متولی وغیرہ مفسد اور فضول خرچ ہو تو وقف کے مال کو صرف کرنے کے متعلق اس کی قسم کے باوجود بات قبول نہ کیجائیگی اھ ، بلکہ سید حموی نے ظاہر قرار دیتے ہوئے غمز کی امانات کی بحث میں فرمایا کہ اس کی بات قبول ہو گی اگرچہ اس کے معزول ہونے کے بعد اس کا قول ہو ۔ اس بات کو حموی نے کئی مسائل سے ثابت کیا ہے ، ان میں سے ایک یہ ہے

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۴۲۵

[2] " " " " " " " " " ۳/۴۲۵

[3] " " " " " " " " " " "

قولہ وعلوہ بانہ اسندہ الیٰ حالۃ منافیۃ للضمان[1] اھ فکانہ سکت ھٰھنا معتمدا ظہورہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کہ وصی شخص یتیم کی موت کے بعد دعوٰی کرے کہ میں نے یتیم پر اتنا مال صرف کیا ہے تو اس کی بات قبول کی جائے گی، اور اس کی وجہ انھوں نے یہ بیان کی ہے کہ وصی کا یہ بیان ایسی حالت کی طرف منسوب ہے جو ضمان کے منافی ہے، اس پر ان کا سکوت ظاہر پر اعتماد کی دلیل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

ظاہر ہے کہ زرِ مذکور فی السوال نہ ضرورت وقف کے لئے لیا گیا نہ وقف میں صرف ہوا بلکہ ایک شخص کی اپنی ذاتی غرض میں اگرچہ وہ متولی بھی ہے نہ وہ روپیہ حقِ استیفائے اجارہ کے بدلے ہے، نہ اجرت مثل اس سے جُدا ہے بلکہ اُسی میں محسوب ہوا کرے گا تو کسی طرح خلوسے کچھ علاقہ نہیں رکھتا بلکہ یقیناً وہ ایک قرض ہے کہ اس موقوف علیہ نے لیا اور اس کے بدلے وقف کو رہن کیا اور منافع حرام کو مقرض پر مباح کردیا وقف کا رہن خود ہی باطل ہے، تنویر الابصار میں ہے:

فاذا تم ولزم لایملک ولایملّک ولا یعار ولا یرھن[2]۔

جب وقف لازم و تام ہوجائے تو وہ کسی کا مملوک نہ کسی کو تملیک نہ عاریۃً اور نہ ہی بطور رہن دیا جاسکتا ہے۔ (ت)

نہ کہ رہن دخلی کہ ملک کا بھی حرام ہے، تو یہ عقد حرام در حرام، ظلم در ظلم، ظلمات بر ظلمات ہے، واجب الرد ہے گیرندہ پر جب تک نہ چھوڑے وقف کے لئے اجر مثل تو خود ہی لازم ہوگا فان منافع الوقف مضمونۃ مطلقا (کیونکہ وقف کے منافع مطلقاً قابلِ ضمان ہوتے ہیں۔ ت) اور جو کچھ اس سے زائد حاصل کرے گا وہ بھی اُسے حلال نہیں وقف کردے یا تصدق کرے، اور اول اولیٰ ہے کما فی الخیریۃ والعقود الدریۃ وغیرھما (جیسا کہ خیریہ اور عقود الدریہ وغیرہ میں ہے۔ ت) یہاں تک چار سوالوں کا جواب شافی ہوگیا اور پنجم کا بھی کہ اس معاملہ کو خلو سے علاقہ نہیں اگرچہ روپیہ ضروریاتِ وقف ہی کے لئے لیا اور انھیں میں صرف کیا کہ یہ روپیہ بمقابلہ استیفائے اجارہ علاوہ اجر مثل نہیں بلکہ اتنا زرِ اجر پیشگی لیا ہے وقتاً فوقتاً اجرت میں محسوب ہوگا اس سے عدم وقف خواہ ابِ انعدام وقف پر استدلال صریح جہل وضلال، وقف ثابت کسی کی ناجائز کارروائی سے نہ غیر ثابت ہوسکتا ہے نہ زائل، ورنہ ابطال اوقاف ظالموں کے اختیار میں ہوجائے جب چاہیں کوئی ناجائز کام کردیں اور وقف باطل و زائل ہوجائے۔ ہاں تفتیش طلب اس کارروائی کا جواز و عدمِ جواز ہے اس میں مسئلہ شرعیہ یہ ہے کہ

---

[1] غمز العیون البصائر مع الاشباہ والنظائر کتاب الامانات ادارۃ القرآن کراچی ۲/۸۳

[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۷۹

Marfat.com

دیہات کا ٹھیکہ جس طرح ہندوستان میں رائج ہے کہ زمین مزارعوں کے اجارہ میں رہے اور توفیر ٹھیکے میں دی جائے بلاشبہہ حرام و مردود و باطل ہے کما حققناہ بما لامزید علیہ فی کتاب الاجارۃ من فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اس کی آخری تحقیق اپنے فتاوٰی کی کتاب الاجارہ میں کردی ہے۔ت) فتاوٰی خیریہ لنفع البریہ میں ہے:

قریۃ وقف آجر المتکلم علیہا ثلثہا لرجل سنۃ بمال لیتناول مایتحصل من الثلث المذکور من الغلال صیفیہا وشتویہا ھذہ الاجارۃ باطلۃ غیر منعقدۃ لما صرح بہ علماؤنا قاطبۃ من ان الاجارۃ اذا وقعت علی اتلاف الاعیان قصدا لاتنعقد ولا تفید شیئا من احکام الاجارۃ فلیس للمستأجر ان یتناول شیئا من الغلال بل ذٰلک للوقف یصرف فی وجوھہ المعینۃ۔[1] (ملتقطاً)

وقف گاؤں ہو اور موقوف علیہ شخص گاؤں کے تہائی حصہ کی آمدنی کو ایک سال کے لئے کسی مال کے بدلے اجارہ پر دے دے تاکہ اجارہ پر لینے والا شخص اس مال کے بدلے موسم گرما اور سرما کی آمدن کا تہائی حصہ حاصل کرلیا کرے تو یہ اجارہ باطل ہوگا اور منعقد ہی نہ ہوگا کیونکہ تمام علماء نے تصریح کی ہے کہ وہ اجارہ جو جو عین چیز کو قصداً تلف کرنے پر ہو وہ منعقد نہ ہوگا اور اجارہ کے احکام کے لئے مفید نہ ہوگا، اس لئے مذکورہ صورت میں اجارہ پر لینے والے کو اس آمدن کو لینے کا حق نہ ہوگا بلکہ یہ تمام آمدن وقف کے معینہ مصارف پر خرچ ہوگی (ملتقطاً)۔(ت)

اسی میں ہے:

الاجارۃ اذا وقعت علی اتلاف الاعیان قصدا کانت باطلۃ فلایملک المستأجر ماوجد من تلک الاعیان بل ھی علی ماکانت علیہ قبل الاجارۃ فتؤخذ من یدہ اذا تناولہا ویضمنہا بالاستہلاک لان الباطل لایؤثر شیئا فیحرم علیہ التصرف فیہا لعدم ملکہ وذٰلک کاستئجار بقرۃ لیشرب

جب اعیان کو تلف کرنے پر قصداً اجارہ کیا جائے تو باطل ہوگا لہذا اجارہ پر لینے والے کو ان اعیان کو حاصل کرنے کا حق نہ ہوگا بلکہ یہ اعیان یعنی غلہ وغیرہ وہیں خرچ ہوگا جہاں وہ اجارہ سے قبل خرچ ہوتے تھے اس لئے مستاجر (اجارہ پر لینے والے) کے قبضہ سے واپس لے لئے جائیں گے اگر اس نے وصول کرکے خرچ کرلئے تو اس سے ضمان وصول کیا جائے گا کیونکہ باطل معاملہ کوئی اثر نہیں رکھتا لہذا ان میں اس کا

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الاجارۃ دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۱۱۷

Marfat.com

لبنها وبستان ليأكل ثمرته ومثله استئجار ما في يد المزارعين لاكل خراجه[2]

تصرف حرام ہوگا اس لئے کہ وہ اس چیز کا مالک نہ تھا اس کی مثال جیسے کہ گائے و بھینس کو دودھ پینے کے لئے اجارہ پر لے اور مثلاً باغ کو پھل کھانے کیلئے اور وقف کے مزارعین کے زیرِ قبضہ زمین کو غلہ حاصل کرنے کے لئے اجارہ پر لے۔ (ت)

اسی میں ہے :

الالتزام والمقاطعة على ما يتحصل من قرية الوقف من خراج بمال معلوم من احد النقدين يدفعه الملتزم ويكون له ما يتحصل منها قليلا كان او كثيرا لا تجوز اذ لا وجه لها شرعا لكونها لا تتصور شرعا ان تكون بيعا اذ بعض المقاطع عليه معدوم وبعضه مجهول ولا ان تكون اجارة لانها بيع المنافع والواقع عليه في المقاطعة المشروحة اعيان لا منافع فهي باطلة بالاجماع[2] (ملتقطا)۔

کسی گاؤں کی آمدنی (حصہ بٹائی) حاصل کرنے کے لئے مقررہ نقد مال پر اجارہ کا فیصلہ اور التزام کرنا کہ جو قلیل یا کثیر حصہ بٹائی گاؤں سے حاصل ہو اس کو متاجر حاصل کرے گا، تو یہ جائز نہیں، کیونکہ شرعاً اس کے جواز کی کوئی صورت نہیں، بیع اس لئے متصور نہیں ہوسکتی کہ معقود علیہ ابھی معدوم ہے اور کچھ حصہ مجہول ہے، اور اجارہ اس لئے متصور نہیں ہوسکتا کہ اجارہ منافع کی بیع کا نام ہے جبکہ مذکورہ صورت میں منافع کی بجائے اعیان (غلہ) پر سودا ہُوا ہے، لہذا یہ بالاجماع باطل ہے۔ (ملتقطاً)۔ (ت)

اسی میں ہے :

اذا استأجر القرى والمزارع لتناول خراج القاسمة او خراج الوظيفة فالاجارة باطلة باجماع علمائنا[3] (ملتقطا)۔

جب گاؤں یا زراعت جن پر سرکاری وظیفہ یا حصہ بٹائی حاصل ہوتا ہے کو اجارہ پر لینا تاکہ ان سے حاصل وظیفہ یا حصہ کو بدلے میں وصول کیا کرے تو ہمارے علماء کے ہاں بالاجماع یہ اجارہ باطل ہے (ملتقطاً) (ت)

---

[1] فتاوٰی خیریہ	کتاب الاجارۃ	دارالمعرفۃ بیروت	۲/ ۱۱۹
[2] " "	"	"	۲/ ۱۲۶
[3] " "	"	"	۲/ ۱۲۷

Marfat.com

اسی میں ہے :

قرية ضمنها من له ولايتها الرجل بمال معلوم ليكون له خراجها فالتضمين باطل اذ لا يصح اجارة لوقوعه على اتلاف الاعيان قصدا ولا بيعا لانه معدوم[1] (ملتقطا)۔

کوئی شخص مقررہ مال کے بدلے گاؤں کی آمدن کو کسی شخص کیلئے حاصل کرے تاکہ آمدن اس کے لئے ہو جائے تو یہ باطل ہے کیونکہ یہ اجارہ اس لئے نہیں ہو سکتا کہ یہ سودا منافع پر نہیں بلکہ اعیان (غلہ) کے تلف کرنے پر قصدًا ہوا ہے اور بیع بھی نہیں کیونکہ یہ معدوم چیز پر سودا ہے (ملتقطا)۔ (ت)

اسی میں ہے :

تیماری آجر المتحصل من تیمارہ لاٰخر بمبلغ معلوم لا تصح وعلٰی کل منهما رد ما تناوله[2]

کھجور کے باغ والا اپنے باغ سے حاصل ہونیوالے پھل کو مقررہ نقد پر کسی دوسرے کو اجارہ پر دے دے تو صحیح نہیں ہے اور دونوں پر لازم ہے کہ ایک دوسرے کو واپس کر دیں (ت)

اسی میں ہے :

قد اتفقت علماؤنا على ان الاجارة اذا وقعت على تناول الاعيان اواتلافها فهی باطلة فاجارة القرى لتناول الخراج مقاسمة كان اووظيفة باطل وقد افتيت بذلك مرارا[3] (ملتقطا)

ہمارے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جب اجارہ اعیان چیزوں کے حصول یا ان کے تلف کرنے پر کیا جائے تو باطل ہوگا لہذا وظیفہ یا حصہ بٹائی والا گاؤں اجارہ پر اس لئے دینا کہ مستاجر اس کا وظیفہ اور حصہ عوض میں وصول کر لیا کرے تو یہ باطل ہے جبکہ میں نے بارہا یہ فتوٰی دیا ہے (ملتقطا)۔ (ت)

اسی میں ہے :

المقرر فی کلام مشایخنا باجمعهم ان الاجارة على استهلاك الاعيان باطلة

ہمارے مشائخ نے بالاتفاق یہ طے کیا ہے کہ اعیان چیزوں کو بطور ہلاکت قبضہ میں لینے پر اجارہ باطل ہے اور

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الاجارۃ دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۱۲۷
[2] " " " " " ۲/ ۱۲۸
[3] " " " " " ۲/ ۱۲۹

Marfat.com

وجعل العين منفعة غير متصور فالاجارة حيث لم يقع على الانتفاع بالارض بالزرع ونحوہ بل على اخذ الخراج والدراھم المضروبة فھو باطل باجماع ائمتنا[1] (ملتقط)

عین چیز کو نفع قرار دینا متصور نہیں ہوسکتا، تو جہاں زمین کا اجارہ زراعت وغیرہ سے انتفاع کے لئے نہ ہو بلکہ اس سے حاصل ہونے والے خراج اور وظیفہ مقررہ کو حاصل کرنے کے لئے ہو تو یہ بالاجماع باطل ہے (ملتقط)۔ (ت)

اسی کی کتاب الوقف میں ہے:

لاقائل من فقھاء الاسلام بصحة الالتزام فی اوقاف الانام لانك مھما اعتبرته کان باطلا، وکیف ماقومته کان مائلا فان قدرته بیعا فھو بیع المعدوم او المجھول، وان قدرته اجارة فھی واقعة علی استھلاك الاعیان المعدومة الاٰتیة فیما یؤول، وھی فی الموجودة لاتجوز فکیف یستاجر منھا ماسیجوز وان اعتبرته واھبا لما سیصرف ومتھبا لما سیقبض فالھبة فی مال الوقف لاتجوز ولو بعوض[2] اھ اقول خص الکلام بالوقف لان السوال عنه فاستدل بدلیل یخصه والا فھبة المعدوم بطلانه معلوم ولو فی الملك، قال فی الخیریة من الھبة وبھذا علم عدم صحة ھبة ماسیتحصل من محصول القریتین بالاولی لان الواھب نفسه لم یقبضه بعد فکیف یملکه[3] اھ۔

فقہاء اسلام میں کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں کہ سرکاری اوقاف کے وظائف کو حاصل کرنے کی ذمہ داری مقررہ نقد کے عوض حاصل کرلے کیونکہ آپ اسے جس معنی میں اعتبار کریں غلط ہوگا، اگر آپ بیع فرض کریں تو یہ مجہول یا معدوم چیز کی بیع قرار پائے گی اور اگر اجارہ فرض کریں تو یہ معدوم آئندہ پائے جانے والے اعیان کو حاصل کرنے پر اجارہ ہوگا جبکہ یہ موجودہ اعیان میں بھی جائز نہیں تو معدوم میں کیسے جائز ہوگا، اور اگر آئندہ موجود ہونے اور مہیا ہونے والی چیز کا ہبہ فرض کرو تو یہ وقف چیز کا ہبہ قرار پائے گا جبکہ وقف چیز کا ہبہ معاوضہ کے طور پر بھی جائز نہیں، **اقول** (میں کہتا ہوں) انہوں نے خاص وقف کے متعلق بات کی ہے کیونکہ سوال یہی تھا اس لئے انھوں نے وقف سے متعلق دلیل ذکر کی ہے ورنہ تو معدوم چیز کا ہبہ معلوم البطلان ہے اگرچہ ذاتی ملکیت ہو، خیریہ میں ہبہ کی بحث میں فرمایا کہ مذکورہ بحث میں معلوم ہوا کہ گاؤں کے بعد میں حاصل ہونیوالے محصول کا ہبہ بطریق اولٰی صحیح نہیں کیونکہ ابھی خود مالک کو ان پر قبضہ نہیں ہے تو وہ آگے کسی کو کیا قبضہ دے گا اھ (ت)

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الاجارۃ دارالمعرفۃ بیروت ۲/۱۳۵
[2] " " کتاب الوقف " " ۱/۱۸۵
[3] " " کتاب الہبۃ " " ۲/۱۱۱

Marfat.com

فتاوٰی علامہ تاجی بعلی تلمیذ صاحبِ درمختار میں ہے :

ھذا اذا لم تکن الاجارۃ واردۃ علی استھلاك الاعیان قصدا ، اما اذا کانت کذٰلك بان کانت اراضی القریۃ فی ایدی مزارعین وانما استأجرھا المستأجر الی قوم لیأخذ مایخصھا من خراج فھی باطلۃ کما صرح بذٰلك علماؤنا قاطبۃ۔[1]

یہ وہ صورت ہے جبکہ اعیان کو بطورِ ملکیت ہلاک کرنے پر اجارہ قصداً وارد نہ ہُوا ، اور اگر ایسا ہو کہ کسی گاؤں کی زمین مزارعین کے پاس ہو تو ان سے مقررہ محاصل وصول کرنے پر اجارہ کیا کہ مستاجر وصول کرلیا کرے تو یہ باطل ہے جیسا کہ ہمارے تمام علماء نے تصریح کی ہے ۔ (ت)

عقود الدریہ میں ہے :

وانظر ما فی فتاوی الشیخ خیر الدین من الاجارات فقد افتی مرارا ببطلان ھذہ الاجارۃ المسماۃ بالمقاطعۃ والالتزام۔[2]

ہمارے شیخ خیر الدین کے اجارات کی بابت فتاوٰی پر غور کرو انھوں نے بار ہا یہ فتوٰی دیا ہے کہ مقاطعہ اور التزام (ذمہ داری اور فیصلہ) کے عنوان سے جو اجارے کئے جاتے ہیں وہ باطل ہیں (ت)

ردالمحتار کتاب السیر میں قبیل فصل جزیہ ہے :

الواقع فی زماننا ان المستاجر یستاجرھا لاجل اخذ خراجھا لا للزراعۃ ویسمی ذٰلك التزاما وھو غیر صحیح۔[3]

ہمارے زمانہ میں مستاجر حضرات خراج اور وظیفہ وصول کرنے کے لئے جو اجارہ طے کرتے ہیں وہ مزارعت کیلئے نہیں ہے اس لئے وہ باطل ہیں جس کا نام انھوں نے التزام بنا رکھا ہے (ت)

تو یہ کارروائی قطعاً اجماعاً حرام و باطل واقع ہوئی جس کے مورث نے یہ فعل کیا اُس کے وارث پر تو کوئی الزام نہیں آتا ، نہ وہ اس وجہ سے قابلیت تولیت سے عاری ہو جبکہ فی نفسہ و برعایت شرائط واقف لائق تولیت ہو ، قال تعالٰی لاتزر وازرۃ وزر اخری۔[4] اللہ تعالٰی نے فرمایا ، کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی ۔ (ت)

---

[1] العقود الدریۃ بحوالہ فتاوی علامۃ التاجی البعلی کتاب الاجارہ ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۱۲۱

[2] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ " " " "

[3] ردالمحتار کتاب الجہاد باب العشر والخراج داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۶۶

[4] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴

Marfat.com

محلِ نظر خود وُہ متولی ہیں جو اس حرام کے مرتکب ہُوئے یہاں ضرور فقیر اُن وقائع کا اظہار کرے جو ۳۴ برس سے آج تک کسی تحریر میں ذکر نہ کئے یہ مسئلہ کہ دیہات کا رائج ٹھیکہ حرام قطعی ہے جو کچھ محاصل ہو سب مالک قریہ کا ہے اگر گاؤں مملوک ہو یا وقف کا، اگر موقوف ہو ٹھیکیدار کو اس میں سے ایک حبہ لینا حرام ہے اور جس سال نشست کم ہو تو ٹھیکیدار کو جتنا وصول ہوا اسی قدر مالک یا متولی کو لینا حلال ہے پُوری رقم قرار یافتہ لینا حرام ہے مثلاً ہزار روپے سال کو ٹھیکہ تھا اور بارہ سو تحصیل ہُوئے تو یہ دو سو ٹھیکیدار کو حرام ہیں مالک یا واقف کا حق ہیں اور آٹھ سو ملے تو مالک و وقف کو اسی قدر حلال، دو سو زیادہ حرام ہیں، باوصف کمال وضاحت اس دار الفتن ہندوستان میں ایسا خفی مسئلہ ہے جس سے یہاں کے اکابر علماء غافل محض، اور خود اس میں اور اس کی تحلیل میں مبتلا ہیں چودھویں صدی کے علماء میں باعتبار حمایت دین و نصرت سنّت؛ نیز بلحاظ تفقہ حضرت مولانا مولوی محمد عبد القادر صاحب بدایونی رحمہ اللہ تعالےٰ کا پایہ اکثر معاصرین سے ارفع تھا ایامِ ندوہ میں اور اُس کے بعد جب فقیر نے سرگرم حامیانِ دین کے خطاب تجویز کئے ہیں حضرت مولانا مولوی محمد وصی احمد صاحب کو الاسد الاسد الاشد، مولوی قاضی عبد الوحید صاحب فردوسی کو ندوہ شکن ندوی فگن، مولانا ہدایت رسول صاحب لکھنوی کو شیر بیشۂ سنّت رحمہم اللہ تعالیٰ، حاجی محمد لعل خاں صاحب قادری برکاتی مدراسی سلمہ اللہ تعالیٰ کو حامیِ سنّت ماحیِ بدعت، اُسی زمانے میں حضرت فاضل بدایونی قدس سرہ کو تاج الفحول سے تعبیر کیا جو آج تک اُن کے اخلاف میں مقول و مقبول ہے اور وُہ بیشک باعتبارات مذکورہ اس کے اہل تھے رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ رحمۃ واسعۃ، ایسے فاضل جلیل کے پاس ۱۳۰۲ھ میں جب فقیر کا فتویٰ اس ٹھیکے کی حرمت میں گیا جس میں اس وجہ سے کہ فقیر اس وقت اپنے دیہات میں تھا اور سوا خیریہ و ردالمحتار کے کوئی کتاب ساتھ نہ لے گیا تھا فقط فتاویٰ خیریہ کی بعض عبارات تھیں، حضرت موصوف نے بعد تامل بسیار اُس پر صرف اس مضمون سے تصدیق تحریر فرمائی کہ نظر حاضر میں ان عبارات سے عدم جواز ہی معلوم ہوتا ہے، جب فقیر شہر کو واپس آیا مفصل فتویٰ عبارات کثیرہ کتب عدیدہ پر مشتمل لکھ کر بھیجا، اب حضرت نے پورے وثوق سے تسلیم کیا اور یہ فرما بھیجا کہ اس کے جواز کے حیلہ سے اطلاع دو، یہی حال اور علمائے اطراف کا ہے بعد سماع دلائل و وضوح تحریم یہی فرماتے پایا کہ حیلۂ جواز نکالو یعنی عادتیں مستحکم ہوگئیں خود بھی ابتلا ہوچکا اور اس میں آرام بھی ہے لہذا حیلۂ جواز کی تلاش ضرور ہُوئی۔ مبارک ہیں وُہ بندے کہ حکم پر مطلع ہو کر حق کی طرف رجوع لائیں اور اذانیان زمان کی طرح اپنے اور اپنے آباء و اساتذہ کی عادت کو شرع مطہر کے رَد کے لئے حجت نہ بنائیں۔ ردالمحتار کتاب الاجارہ میں ہے:

اذا تکلم احد بین الناس بذٰلک یعدون کلامہ منکرا من القول وھذہ بلیۃ قدیمۃ فقد ذکر العلامۃ قنالی زادہ

لوگوں میں جب یہ بات کی جاتی ہے تو اس کی بات کو لوگ غلط قول قرار دیتے ہیں، حالانکہ یہ مصیبت قدیم سے چلی آرہی ہے، چنانچہ علامہ قنالی زادہ نے ذکر کیا ہے

Marfat.com

ان المسائل كثيرة الوقوع فى البلدان واذا طلب رفع اجارتها يتظلم المستأجرون ويزعمون انه ظلم وهم ظالمون، وبعض الصدور والاكابر يعاونونهم ويزعمون ان هذا تحرك فتنة على الناس وان الصواب ابقاء الامور على ماهى عليه وان شر الامور محدثاتها ولايعلمون ان الشر فى اغضاء العين عن الشرع وان احياء السنة عند فساد الامة من افضل الجهاد واجزل القرب[1] (ملتقطاً)

کہ بہت سے علاقوں میں یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے اور جب ایسے اجارہ کو ختم کرنے کی بات کی جاتی ہے تو مستاجر حضرات اپنے آپ کو مظلوم قرار دیتے ہیں اور اس کارروائی کو ظلم کہتے ہیں حالانکہ وُہ خود ظالم ہیں، اور بعض معتبر حضرات اور اکابرین ان کی مدد کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ یہ کارروائی فتنہ کو ہوا دینا ہے حالانکہ صحیح بات یہ ہے کہ امور کو اپنی اصلی حالت پر رکھا جائے اور نئی بدعات کو شر قرار دیا جائے، وُہ لوگ نہیں جانتے کہ شرع سے چشم پوشی میں شر ہے اور امت کے فساد کے وقت کسی سنّت کو زندہ کرنا بہترین جہاد اور بڑی عبادت ہے۔ (ت)

ردالمحتار وعقود الدریہ میں ہے: وھذا علم فی ورق[2] (یہ ایک ورق میں عظیم علم ہے۔ ت)

تحریر العبارۃ للعلامۃ الشامی میں ہے:

فعلم بھذا ان ھذہ علۃ قدیمۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم[3]

تو معلوم ہُوا کہ یہ پُرانی بیماری ہے، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ (ت)

ایسا غامض مسئلہ کہ یہاں کے فحول علماء پر مخفی ہو اور عوام کی دوڑ انھیں تک ہے اگر عوام قبل اطلاع حکم اس میں مبتلا ہوں تو یہ نہ کہنا چاہیے کہ انھوں نے قصداً ارتکاب حرام یا وقف کی بدخواہی کی جس سے قابلِ تولیت نہ رہیں واللہ یعلم المفسد من المصلح واللہ غفور رحیم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۷۵: مرسلہ محمد ابراہیم کنکشیر ہائی اسکول ضلع فرید پور رجب ۱۳۳۴ھ

(۱) اگر کسی ہندو نے چند جگہ مسلمان کو فقط نمازِ جمعہ کے واسطے وقف کر دے کہ تم لوگ اس میں قربانی مت کرنا۔ اگر قربانی کے واسطے اجازت بھی دیوے تو ہندو کی وقف کردہ زمین میں مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اگر ہندو کی وقف کردہ زمین میں ۲۰ یا ۲۵ برس تک نمازِ جمعہ پڑھی، بعد میں معلوم کیا، تو

---

[1] ردالمحتار کتاب الاجارۃ باب مایجوز من الاجارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۰

[2] " " " " " " " " " "

[3] تحریر العبارۃ فیمن ھو احق بالاجارۃ رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۵۷

Marfat.com

اس مسجد کو دوسری جگہ مسلمان کے لئے جا کر بنا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) مسجد کے لئے ہندو کا وقف نا ممکن نا مقبول ہے، وہ مسجد نہ ہوگی۔ واللہ تعالے اعلم

(۲) وہ مسجد ہی نہیں، مسلمان دوسری جگہ اپنی مسجد بنائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

Marfat.com

مصارفِ وقف

(وقف کے مصارف کا بیان)

مسئلہ ۷۶ از احمد آباد گجرات محلہ کالوپور بنج پولی دھنکوٹ مرسلہ شیخ محمد زین الحق عرف چھوٹو میاں
۴ محرم ۱۳۲۳ھ

١ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مبین و مفتیانِ شرع متین اس بارہ میں کہ زید کے پاس ایک رقم زرِ نقد وقف یا للہ کسی کارِ خیر کے لئے موجود ہے مثلاً مسجد کی تعمیر وغیرہ مصارف کی یا کسی بزرگ کے روضہ یا مقبرہ یا عرس وغیرہ کی آمدنی اس کے مصارف پورے طور سے ہو کر اضافہ جمع رہتی ہے، یا مسجد یا مدرسہ یا یتیم خانہ تعمیر کرنے کو وہ چندہ جمع کیا گیا ہے اور اس کا خرچ پورے طور سے تمام ہو کر باقی رقم اضافہ رہی ہے وغیرہ وغیرہ، اس قسم کا پیسہ نقد یا مِلک مانند مکان و زمین وغیرہ کے ایک کارِ خیر کے لئے فراہم ہوا ہے یا کیا گیا ہے اس کو دوسرے کارِ خیر میں للہ یعنی مسجد کا چندہ کیا ہوا یا اس کی آمدنی میں سے بچتا رہا ہوا مقبرہ یا مدرسہ یا یتیم خانہ کے کام میں یا مقبرہ و مدرسہ و یتیم خانہ کا پیسہ مسجد کے کام میں لے سکتے ہیں یا نہیں وہ از روئے شرع شریف مع حوالہ کتب مذہب اہل سنت و جماعت کے خلاصہ بیان فرما کے اپنی مُہر و دستخط فرمادیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

وقف جس غرض کے لئے ہے اُس کی آمدنی اگرچہ اس کے صرف سے فاضل ہو دوسری غرض میں صرف کرنا حرام ہے وقفِ مسجد کی آمدنی مدرسہ میں صرف ہونی درکنار، دوسری مسجد میں بھی صرف نہیں ہو سکتی، نہ ایک

Marfat.com

مدرسہ کی آمدنی مسجد یا دوسرے مدرسہ میں۔ درمختار میں ہے:

اتحد الواقف والجھۃ وقل مرسوم بعض الموقوف علیہ، جاز للحاکم ان یصرف من فاضل الوقف الاٰخر الیہ لانھما حینئذ کشیئ واحد وان اختلف احدھما بان بنی رجلان مسجدین او رجل مسجدا ومدرسۃ ووقف علیھما اوقافا لایجوز لہ ذٰلک[1]

جب واقف ایک ہو اور جہتِ وقف بھی ایک ہو اور آمدن کی تقسیم بعض موقوف علیہ حضرات پر کم پڑجائے تو حاکم کو اختیار ہے کہ وہ دوسرے فاضل وقف سے ان پر خرچ کرے کیونکہ یہ دونوں وقف ایک جیسے ہیں، اور اگر واقف یا جہت وقف دونوں کی مختلف ہو مثلاً دو حضرات نے علیحدہ علیحدہ مسجد بنائی یا ایک نے مسجد اور دوسرے نے مدرسہ بنایا اور ہر ایک نے ان کے لئے علیحدہ وقف مقرر کئے تو پھر ایک کی آمدن سے دوسرے کے مصارف کے لئے خرچ کرنا جائز نہیں۔ (ت)

چندہ کا جو روپیہ کام ختم ہو کر بچے لازم ہے کہ چندہ دینے والوں کو حصہ رسد واپس دیا جائے یا وہ جس کام کے لئے اب اجازت دیں اس میں صرف ہو، بے ان کی اجازت کے صرف کرنا حرام ہے، ہاں جب ان کا پتا نہ چل سکے تو اب یہ چاہئے کہ جس طرح کے کام کے لئے چندہ لیا تھا اسی طرح کے دوسرے کام میں اٹھائیں مثلاً تعمیرِ مسجد کا چندہ تھا مسجد تعمیر ہوچکی تو باقی بھی کسی مسجد کی تعمیر میں اٹھائیں، غیر کام مثلاً تعمیر مدرسہ میں صرف نہ کریں، اور اگر اس طرح کا دوسرا کام نہ پائیں تو وہ باقی روپیہ فقیروں کو تقسیم کردیں۔ درمختار میں ہے:

ان فضل شیئ رد للمتصدق ان علم والا کفن بہ مثلہ والا تصدق بہ[2]

اگر چندہ سے کچھ بچ جائے تو دینے والا اگر معلوم ہو تو اُسے واپس کیا جائے گا ورنہ اس جیسے فقیر کے کفن پر صرف کیا جائے یا صدقہ کردیا جائے (ت)

اسی طرح فتاوٰی قاضی خاں وعالمگیری وغیرہما میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ مسئولہ ظہور حسین ساکن بریلی محلہ کٹلھے نالہ ۲۴ شعبان المعظم ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے ایک وقف نامہ غیر مستقل آمدنی کا بنام خدائے برتر لکھا اور وقف نامہ مذکور میں نسلاً بعد نسلٍ تولیت کا تذکرہ نسبت ورثا متولیان کے اور کسی

---

[1] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۰

[2] ؍؍ ؍؍ باب صلٰوۃ الجنائز ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۱۲۹

Marfat.com

کمیٹی یا انجمن کا دست اندازنہ ہونا تحریر ہے آمدنی مذکور بہ تعیین تعداد واسطے نذر و نیاز و کارِ خیر جاریہ کی مقرر کر دی مگر جائداد موقوفہ کی آمدنی اخراجات معینہ واقف سے زائد ہو تو وُہ زائد آمدنی کیا ہو گی اور وقف پر کیا اثر ہوگا اور اس پر وراثت جاری ہو سکتی ہے یا نہیں ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

وقف پر وراثت جاری نہیں ہو سکتی زائد آمدنی امانۃً جمع رہے گی جیسے زیادت ممکن ہے اور برسوں میں کمی بھی محتمل ہے وُہ کمی اس سرمایۂ جمع شدہ سے وقتاً فوقتاً پوری کی جائے گی، متولیان و ورثہ بحال تولیت اگر صالح تولیت رہے تو بہتر، ورنہ بحال جُرم و خیانت و عدم لیاقت ضرور مسلمانوں کو دست اندازی پہنچے گی اور واقفہ کی اس شرط پر کچھ نظر نہ کی جائے گی نص علیہ فی الدر المختار وغیرہ من معتمدات الاسفار (درمختار وغیرہ معتمد کتب میں اس پر نص کی گئی ہے۔ ت) درمختار جلد ۳ صفحہ ۵۵۴ پر ہے:

فیلزم فلا یجوز لہ ابطالہ ولا یورث عنہ و علیہ الفتوٰی ابن الکمال وابن الشحنہ[1]

تو وُہ لازم ہو جائے گا اب اس کا ابطال یا وراثت بنانا جائز نہیں، اسی پر فتوٰی ہے، ابن کمال و ابن شحنہ۔ (ت)

وعلیہ الفتوٰی کے تحت میں علامہ شامی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ای علی قولھما بلزومہ قال فی الفتح والحق ترجح قول عامۃ العلماء بلزومہ لان الاحادیث والاٰثار متظافرۃ علٰی ذلک واستمر عمل الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم علٰی ذلک فلذا ترجح علٰی خلاف قولہ[2] اھ ملخصا۔

یعنی صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی کے لزوم والے قول پر فتوٰی ہے، فتح میں فرمایا حق یہی ہے کہ عام علماء کے لازم ہو جانے والے قول کو ترجیح ہو گی کیونکہ احادیث و آثار اس پر وارد ہیں، اور صحابہ، تابعین اور ان کے بعد والوں کا اس پر عمل چلا آرہا ہے اس لئے امام صاحب کے قول کے خلاف کو یہاں ترجیح ہے، اھ ملخصاً (ت)

اشباہ والنظائر ص ۱۹۲ میں ہے:

وسئل ابوبکر عن رجل وقف دارا علٰی مسجد علٰی ان ما فضل من عمارتہ

ابوبکر سے ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے مسجد کے نام ایک حویلی وقف کی اور قرار دیا کہ اس حویلی کی

---

[1] درمختار | کتاب الوقف | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۳۷۷
[2] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۳/۳۵۸

Marfat.com

فهو للفقراء فاجتمعت الغلة والمسجد لایحتاج الی العمارة هل تصرف الی الفقراء قال لا تصرف الی الفقراء وان اجتمعت غلة کثیرة لانه یجوز ان یحدث للمسجد حدث والدار بحال لا تغل[1]

آمدن اگر مسجد کے تعمیری اخراجات سے زائد ہو تو فقراء پر خرچ کی جائے گی، اب آمدن جمع ہو گئی اور مسجد کی عمارت کو ضرورت نہیں تو کیا وہ جمع شدہ آمدن فقراء پر صرف کر دی جائے، تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ فقراء پر خرچ نہیں ہو گی اگرچہ کثیر آمدن جمع ہو چکی ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ بعد میں مسجد کی عمارت میں ضرورت پیش آئے اور حویلی کی آمدن باقی نہ رہے۔ (ت)

درمختار صفحہ ۵۹۴ میں فرمایا :

وینزع وجوبا ولو کان المتولی غیر مامون او عاجزا او ظهر به فسق وان شرط عدم نزعه وان لا ینزعه قاضی ولا سلطان لمخالفته لحکم الشرع فیبطل کالموصی[2] اھ ملخصا ومختصرا۔

لازمی علیحدہ کر دیا جائے اگر متولی قابلِ اعتماد نہ ہو یا عاجز ہو یا اس میں فسق واضح ہو جائے اگرچہ واقف نے معزول نہ کرنے کی شرط لگا رکھی ہو اور یہ کہ قاضی اور سلطان بھی معزول نہ کر سکے گا کیونکہ ایسی شرط شرع کے مخالف ہونے کی وجہ سے باطل قرار پائے گی جیسا کہ وصیت کرنیوالے کی ایسی شرائط باطل ہو جاتی ہیں اھ ملخصاً ومختصراً۔ (ت)

مسئلہ از پیلی بھیت مرسلہ مولٰنا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی ۲۸ جمادی الآخرہ ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ جو شخص مسجد میں عرصہ پانچ سال سے واسطے حفاظت مسجد اور کل انتظام مسجد کے مقرر ہے اور مسجد کے وقف مال سے وظیفہ پاتا ہے اگر یہ شخص ایک سال یا کم و بیش کی رخصت لے کر اپنے مکان کو چلا جائے تو اس مدت میں وظیفہ لینے کا مستحق ہے یا نہیں، اگر بعلت بیماری جا دے تو بھی مستحق ہے یا نہیں؟ فقط

الجواب

اصل کلی شرعی یہ ہے کہ اجیر خاص پر حاضر رہنا اور اپنے نفس کو کار مقرر کے لئے سپرد کرنا لازم ہے جس دن غیر حاضر ہو گا اگرچہ مرض سے اگرچہ اور کسی ضرورت سے اس دن کے اجر کا مستحق نہیں مگر معمولی قلیل تعطیل جس قدر اس صیغہ میں معروف و مروج ہو عادۃً معاف رکھی گئی ہے اور یہ امر باختلاف حاجت مختلف ہوتا ہے درس تدریس کی حاجت

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الوقف ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۳۱۸

[2] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۳

Marfat.com

روزانہ نہیں بلکہ طلبہ بلا تعطیل ہمیشہ پڑھے جائیں تو قلب اس محنت کا متحمل نہ ہو لہٰذا ہفتہ میں ایک دن یعنی جمعہ اور کہیں دو دن منگل جمعہ تعطیل ٹھہری اور رمضان المبارک میں مطالعہ کرنا سبق پڑھنا یاد کرنا دشوار ہے،

وقد قال سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان القلب اذا اکرہ عمی[1]

اور ہمارے آقا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جبر کی صورت میں دل بینا نہیں رہتا۔

لہٰذا اس صیغہ میں رمضان مبارک کی چھٹی بھی معمول ہوئی بخلاف خدمتگاری کہ اس کی حاجت روزانہ ہے اگر خدمتگار رمضان مبارک کا عذر کرکے گھر بیٹھ رہے ہرگز ایک حبہ تنخواہ کا مستحق نہیں انتظام وحفاظت مسجد بھی اسی قبیل سے ہے جس کی حاجت روزانہ ہے تو اس میں اتنی رخصت بھی نہیں ہوسکتی جتنی صیغہ تعلیم وتعلم میں ہے ولہٰذا ہمارے ائمہ نے تصریح فرمائی کہ متولی کو اگر فالج وغیرہ عارض ہو تو جتنے دن اس کے باعث اہتمام مسجد سے معذور رہے گا اجرت نہ پائے گا بلکہ صیغہ تعلیم میں بھی تصریح فرمائی کہ مدرس معمول کے علاوہ غیر حاضری پر تنخواہ کا مستحق نہیں اگرچہ وہ غیر حاضری حج فرض ادا کرنے کیلئے ہو، یونہی تصریح فرمائی کہ طالب علم جو وظیفہ پاتا ہو اگرچہ بضرورت حج فرض یا صلۂ رحم اسے سفر کی اجازت ہے یا شہر کے آس پاس دیہات میں کہ مدت سفر سے کم ہوں بضرورت طلب معاش دو ہفتہ یا زیادہ انتہا تین مہینے تک غیر حاضری کی رخصت ہے مگر اس رخصت کے یہ معنی کہ ان ضرورتوں کے سبب اتنی غیر حاضری کے باعث اس کا نام نہ کاٹا جائیگا معزول نہ کیا جائیگا نہ کہ ایام سفر یا دو ہفتہ خواہ زیادہ کی غیر حاضری بلا سفر پر وظیفہ بھی پائے وظیفہ ان سب صورتوں میں اصلاً نہ مل سکے گا اور اگر تین مہینے سے زیادہ غیر حاضر رہا اگرچہ حوالی شہر میں اگرچہ بضرورت وناچاری معزول بھی کردیا جائے گا، جب صیغہ تعلیم میں یہ احکام ہیں تو صیغہ خدمت وحفاظت واہتمام وانتظام مسجد میں کسی غیر حاضری کی تنخواہ کیونکر پاسکتا ہے، ہاں غایت درجہ حرج مرض کو سال میں ایک ہفتہ کی اجازت ہوسکتی ہے یا زیادہ چاہے تو اپنا عوض یعنی نائب دے جائے بغیر اس کے نہ غیر حاضری کی اجازت نہ مہتممان وقف کو روا کہ اُسے ایسی طویل رخصت دیں اگر دی تو تنخواہ حلال نہیں، نہ اُسے لینا جائز نہ اُن کو دینے کا اختیار، اگر دیں گے تو یہ خود مال وقف میں خائن ہوں گے اور اُس کے ساتھ یہ بھی معزول کئے جائیں گے، اس بیان سے جواب سوال واضح ہوگیا، اب مطالب مذکورہ پر عبارات علماء سنئے، درمختار میں ہے:

نظم ابن الشحنۃ الغیبۃ المسقطۃ للمعلوم المقتضیۃ للعزل ومنہ[2]

ابن شحنہ نے اپنی نظم میں مقررہ وظیفہ کو ساقط اور استحقاق معزولیت والی غیر حاضری کو بیان فرمایا ہے۔

ومالیس بد منہ ان لم یزد علی
ثلاث شہور فہو یعفی ویغفر

ضروری عذر کی وجہ سے غیر حاضری اگر تین ماہ سے زائد نہ ہو تو معاف ہوگی، اور علماء کا اتفاق ہے کہ گزشتہ

---

[1]

[2] درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۸

Marfat.com

وقد اطبقوا الا یاخذ السهم مطلقا
لما قد مضی والحکم فی الشرع یسفر

قلت وھذا کله فی سکان المدرسة وفی غیر فرض الحج وصلة الرحم، اما فیھما فلا یستحق العزل والمعلوم کما فی شرح الوھبانیة للشرنبلالی ۱؎

ردالمحتار میں ہے

قوله نظم ابن الشحنة" حاصل ما فی شرحه تبعا للبزازیة انه لا یسقط معلومه ولا یعزل اذا کان فی المصر مشتغلا بعلم شرعی او خرج لغیر سفر واقام دون خمسة عشر یوما بلا عذر علی احد قولین (ای والقول الاخر انه یسقط معلومه اذا خرج لرستاق بلا عذر ولو اقل من اسبوعین) او خمسة عشر فاکثر لعذر شرعی کطلب المعاش ولم یزد علی ثلثة اشھر وانه یسقط ولا یعزل لو سافر لحج ونحوه او خرج للرستاق لغیر عذر مالم یزد علی ثلثة اشھر وانه یسقط ویعزل لو خرج واقام اکثر من ثلثة اشھر ولو لعذر قال الخیر الرملی وکل ھذا اذا لم ینصب نائبا عنه والا

غیر حاضری کا وظیفہ مطلقاً نہ لے گا، اور شرع میں حکم واضح ہے۔

میں کہتا ہوں یہ تمام بیان مدرسہ کے رہائشیوں کے لئے ہے اور فرض حج اور صلہ رحمی کے عذر کے علاوہ کے لئے ہے اگر دو مذکورہ عذر ہوں معزولی اور وظیفہ کا مستحق نہ ہوگا جیسا کہ شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے (ت)

قولہ ابن شحنہ کی نظم، اس کی شرح کا ماحاصل یہ ہے جو بزازیہ کی اتباع میں بیان کیا کہ اگر غیر حاضر ہونے والا شہر میں ہی شرعی علم یا حدِ سفر سے کم مسافت کے لئے شہر سے باہر گیا اور بلا عذر پندرہ دن سے زیادہ باہر قیام کیا تو ایک قول کے مطابق معزول نہ کیا جائے گا اور نہ ہی مقررہ وظیفہ ساقط ہوگا یعنی دوسرا قول یہ ہے کہ جب وہ بلا عذر شہر سے متعلقہ سراؤں میں پندرہ دن سے کم غائب رہا ہو، یا کسی شرعی عذر کی بناء پر مثلاً طلبِ معاش کے لئے پندرہ دن سے زائد اور تین ماہ سے کم غائب رہا ہو، تو وظیفہ ساقط ہوگا اور معزول نہ ہوگا یونہی اگر فرض حج کیلئے سفر پر رہا ہو یا بغیر عذر تین ماہ سے زائد شہری سراؤں میں غائب رہا ہو، اور اگر شہر سے باہر تین ماہ سے زائد اگرچہ عذر کی بناء پر غائب ہو کر وہاں مقیم رہا ہو تو وظیفہ ساقط اور معزول بھی ہوگا، اور خیر رملی نے فرمایا یہ تمام صورتیں تب ہوں گی جب وہ اپنا نائب مقرر نہ کر گیا ہو ورنہ

۱؎ درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارته مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۸

Marfat.com

فلیس لغیرہ اخذ وظیفتہ اھ و فی القنیۃ من باب الامامۃ امام یترك الامامۃ لزیارۃ اقربائہ فی الرساتیق اسبوعا او نحوہ او لمصیبۃ او لاستراحۃ لاباس بہ و مثلہ عفو فی العادۃ والشرع، وقد ذکر فی الاشباہ عبارۃ القنیۃ ھذہ وحملھا علی انہ یسامح اسبوعا والاظھر ما فی اٰخر شرح منیۃ المصلی للحلبی ان الظاھر ان المراد فی کل سنۃ ذکر الخصاف انہ لواصاب القیم فالج او نحوہ فان امکنہ الکلام والاخذ والاعطاء فلہ اخذ الاجر، والا فلا قال الطرطوسی ومقتضاہ ان المدرس و نحوہ اذا اصابہ عذر من مرض او حج بحیث لایمکنہ المباشرۃ لا یستحق المعلوم لانہ ادار الحکم فی المعلوم علی نفس المباشرۃ فان وجدت استحق المعلوم و الا فلا وھذا ھو الفقہ اھ، ولاینافی ما مر من المسامحۃ باسبوع ونحوہ لان القلیل مغتفر کما سومح بالبطالۃ المعتادۃ[1] اھ ملخصا، و اللہ تعالٰی اعلم۔

اس کا وظیفہ کوئی دوسرا وصول نہیں کرسکتا اھ اور قنیہ کے امامت کے باب میں ہے کہ اگر امام نے ہفتہ بھر امامت کا ترک سراؤں میں رہائش پذیر اپنے اقرباء کی زیارت یا کسی مصیبت کی بناء پر یا آرام کرنے کے لئے کیا تو کوئی حرج نہیں شرعًا اور عادۃً یہ معاف ہے، اور اشباہ میں قنیہ کی مذکورہ عبارت ذکر کرکے فرمایا کہ ہفتہ کی مقدار میں چشم پوشی سے کام لیا جائے، اور زیادہ ظاہر وُہ قول ہے جو منیۃ المصلی کی شرح حلبی کے آخر میں مذکور ہے کہ ہفتہ بھر پورے ایک سال میں مراد ہے، خصاف نے ذکر فرمایا کہ اگر منتظم کو فالج یا کوئی مرض لاحق ہوگیا تو اس میں گفتگو اور لین دین کرنا ممکن ہو تو وُہ اپنے اجر کا مستحق ہوگا ورنہ نہیں، اس پر طرطوسی نے فرمایا کہ اس عبارت کا تقاضا یہ ہے کہ مدرس وغیرہ کو جب کوئی عذر مثلاً مرض یا فرض حج پیش آئے جس کی وجہ سے وُہ فرض منصبی ادا نہ کرسکے تو مقررہ وظیفہ کا مستحق نہ ہوگا کیونکہ معاملہ فرض منصبی کی ادائیگی پر طے ہوا ہے اگر یہ پایا گیا تو وظیفہ کا استحقاق ہوگا ورنہ نہیں، فقہ یہی ہے اھ، یہ بیان ہفتہ تک کی چشم پوشی کے مذکورہ حکم کے منافی نہیں ہے کیونکہ قلیل معاف ہوتا ہے جیسا کہ عادت میں مقررہ تعطیلات میں چشم پوشی ہوتی ہے اھ ملخصًا، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۴۰۷-۸

Marfat.com

مسئلہ ۷۹: از سورت عیدروس منزل خانقاہ عیدروسیہ مرسلہ حضرت سید علی بن زین بن حسن عیدروس سجادہ نشین خانقاہ مذکور ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین حسب ذیل مسئلہ میں زید محض اس خیال سے کہ متولیانِ وقف کا مال غفلت وبے پرواہی سے خُرد بُرد کرجاتے ہیں گورنمنٹ کے سامنے بغیر مشورہ قرآن وحدیث کے اپنی ذاتی رائے پیش کرتا ہے کہ اوقاف رجسٹرڈ کرائے جائیں اور حساب کی جانچ پڑتال کی جائے حالانکہ گورنمنٹ نے ایڈووکیٹ جنرل کو اوقاف کے لئے محض اس غرض کے واسطے مقرر کیا ہُوا ہے کہ اگر متولی کے متعلق کسی شخص کو اس قسم کی کوئی خرابی معلوم ہو تو وہ ایڈووکیٹ جنرل کو اس کی اطلاع دے کر اُس کی منظوری سے متولی پر دعوٰی کرسکتا ہے باوجود اس قاعدہ کے وُہ یہ چاہتا ہے کہ اوقاف رجسٹرڈ ہوں اور محکمہ کے کثیر اخراجات مثل رجسٹرڈ کرانے کی فیس اور کلرکوں وغیرہ کی تنخواہ وغیرہ وغیرہ جس قدر اخراجات ہوں وُہ تمام اوقاف سے دئے جائیں حالانکہ واقف کی ان کے لئے وصیت نہیں کیا زید کا یہ بل ازروئے شریعتِ حقّہ جائز ہے یا ناجائز؟ بیّنوا توجروا (بیان کیجئے اجر حاصل کیجئے۔ت)

الجواب

زید کا وُہ بل محض ناجائز وباطل ہے، وُہ نئے خرچ کہ زید نے بے حکم شرع وبے شرط واقف اپنے دل سے ایجاد کرکے کسی وقف پر ڈلوانے چاہے ہرگز وقف پر نہ پڑیں گے، نہ کوئی وقف اُن کا ذمہ دار ہوگا، زید تو زید حاکم وقاضی کو بھی وقف میں ایسے ایجاد کا شرعًا اختیار نہیں۔ عقود الدریہ مطبع مصر جلد اول صفحہ ۱۹۲:

اذا ثبت الاحداث لایعمل بتقریرہ لان القاضی لیس لہ الاحداث بدون مسوغ شرعی فکیف المتولی وقد صرح فی الذخیرۃ والولوالجیۃ وغیرھما بان القاضی اذا قرر فراشا للمسجد بغیر شرط الواقف لم یحل للقاضی ذلك ولم یحل للفراش تناول المعلوم[1]

جب وقف میں نئے مصارف ثابت کئے جائیں تو ان کی تقرری پر عمل نہ کیا جائے گا کیونکہ قاضی کو شرعی جواز کے بغیر نئے امور نافذ کرنے کا اختیار نہیں تو متولی کیسے کرسکتا ہے، ذخیرہ، ولوالجیہ وغیرہما میں تصریح ہے کہ اگر قاضی نے واقف کی شرط کے بغیر مسجد کے لئے فرش کی صفائی کرنے والا مقرر کردیا تو قاضی کو یہ اختیار نہیں ہے اور اس مقرر شدہ کو بھی مقررہ وظیفہ وصول کرنا جائز نہیں ہے۔(ت)

ایضًا ص ۱۸۸ (ص ۱۸۸ پر بھی ہے۔ت):

واخذ القاضی واعوانہ المال کاخذ ... قاضی اور اس کے عملہ کا وقف مال کو لینا ایسا ہی ہے

[1] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ کتاب الوقف ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/ ۲۲۰

Marfat.com

اللصوص[1] جیسے چوروں کا لینا ہے۔ (ت)

بحرالرائق مطبع مصر جلد پنجم ص ۲۶۰ :

فی البزازیۃ المتولی لو امیا فاستأجر الکاتب لحسابہ لایجوز لہ اعطاء الاجرۃ من مال الوقف[2]

بزازیہ میں ہے کہ متولی اگر تعلیم والا نہ ہو اور حسابات کیلئے وہ کسی کو اُجرت پر رکھ لے تو متولی کو اس کی اجرت وقف مال سے دینا جائز نہیں ہے۔ (ت)

ایضاً ص ۲۴۵ :

فان قلت فی تقریر الفراش مصلحۃ قلت یمکن خدمۃ المسجد بدون تقریرہ بان یستأجر المتولی فراشا لہ والممنوع تقریرہ فی وظیفۃ تکون حقالہ ولذا اصرح قاضیخان بان للمتولی ان یستأجر خادما للمسجد باجرۃ المثل واستفید منہ عدم صحۃ تقریر القاضی فی بقیۃ الوظائف بغیر شرط الواقف کشہادۃ ومباشرۃ وطلب بالاولی وحرمۃ المرتبات بالاوقاف بالاولی[3]

اگر تیرا سوال ہو کہ مسجد کے لئے صفائی والے میں وقف کی اصلاح ہے تو میں کہوں گا کہ مسجد کی خدمت مستقل تقرری کے بغیر بھی ممکن ہے کہ متولی اجرت پر کسی سے کرالے، مستقل وظیفہ پر تقرری ممنوع ہے اور اسی لئے قاضی خاں نے تصریح کی ہے کہ متولی مسجد کیلئے مروّجہ اُجرت پر کسی خادم سے کام لے سکتا ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ قاضی وقف کے بقایا وظائف میں مستقل تقرری واقف کی شرط کے بغیر نہیں کرسکتا' مثلاً شہادت اور اس کی ادائیگی اور اس کا طلب کرنا بطریق اولٰی اور اوقاف کے حسابات کو مرتب کرنا بطریق اولٰی (مستقل تقرری ممنوع ہوگی۔ (ت)

ایضاً ص ۲۶۳ :

فقد علمت ان مشروعیۃ المحاسبات للنظار انما ھی لیعرف القاضی الخائن من الامین لا لاخذ شیئ من النظار للقاضی واتباعہ والواقع بالقاھرۃ فی زماننا الثانی وقد شاھدنا

تو معلوم کرچکا کہ نگران حضرات سے حساب یہ صرف اس لئے مشروع ہے کہ قاضی کو معلوم ہوسکے کہ کون خائن ہے یا امین ہے، اس لئے نہیں کہ قاضی اور اس کے عملہ کے لئے نگرانوں سے کچھ وصولی کی جائے جبکہ

---

[1] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ کتاب الوقف ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/ ۲۱۵
[2] بحرالرائق کتاب الوقف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۲۴۱
[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۵/ ۲۲۷

Marfat.com

فیہا من الفساد للاوقاف کثیرا بحیث تقدم کلفۃ المحاسبۃ علی العمارۃ والمستحقین و کل ذٰلک من علامات الساعۃ۔[1] قاہرہ میں اس وقت دوسری صورت مروج ہے اور اس سلسلہ میں ہم نے اوقاف میں بہت سے فسادات کا مشاہدہ کیا ہے جہاں پر محاسبہ کے اخراجات کو اوقاف کی عمارت اور اس کے مستحقین پر تقدم حاصل ہوتا ہے جبکہ یہ تمام امور علاماتِ قیامت سے ہیں (ت)

پھر زمانے کی حالت صدہا سال سے دگرگوں ہو رہی ہے، دیانت امانت اور روپے کے معاملے میں حرام و حلال کی پروا نادر رہ گئی ہے، ابھی اسی عبارتِ بحرالرائق میں سُن چکے کہ وُہ اپنے زمانہ میں جسے چار سو برس ہونے آئے قاہرہ کے اوقاف کا کیا حال بتاتے ہیں کہ اہلکاروں کی حساب فہمیوں ہی نے وقف کے وقف تباہ کر دئے ابھی تو متولی تنہا ہے اور اسے حساب کا خوف لگا ہے اور ہر مسلمان کو اُس کی شکایت کا حق پہنچتا ہے اور تغلب کرے تو اس کے ہاتھ میں اپنی برأت کی کوئی دستاویز نہیں، اور جب اوقاف رجسٹرڈ کرائے گئے اور حساب فہمی پہ اہلکار مقرر ہوئے اور حساب رجسٹروں پر چڑھائے گئے متولیوں کو شکایت و مطالبہ سے تو اطمینان ہو گیا کہ ان کا جمع خرچ پاس ہو لیا مگر اُن میں جو خائن ہیں اُن کا خیانت سے باز آنا معلوم، بلکہ وُہ اپنی اغراضِ فاسدہ کیلئے حساب فہموں کو بھی راضی کرنا چاہیں گے اور اُنھیں بہت ایسے مل بھی سکیں گے اُس وقت وقف میں ایک کی جگہ دس حصے ہونے کا اندیشہ ہے اور اُس کا صاف وہی نتیجہ ہے جو بحر میں فرمایا کہ شاھدنا فیہا من الفساد للاوقاف کثیرا[2] (ہم نے قاہرہ میں اوقاف کا کثیر فساد دیکھا ہے۔ ت) اور اُن کا وُہ اعتراض تو ضرور لازم ہے کہ وُہ خلافِ شرع فیسیں قاہرہ میں خواہی نخواہی لی گئیں وقف کی عمارت اور اس کے مستحقوں کا حق پورا ہو یا نہ ہو، نسأل اللہ العفو والعافیۃ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۰: از سہسوان مسئولہ مولوی فضل احمد بدایونی ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۰ھ

اگر جائداد موقوفہ سے رجوع شرعًا ناجائز ہو تو ایسے میں توسیع خرچ کی کرسکتا ہے مثلاً پندرہ روپے ماہوار یا دس روپے ماہوار متولی کو ملتا ہے بوجہ تنگی عیال اطفال گزر مشکل ہے، نوکری چاکری کی قوت یا ہمت نہیں اور کام آپ ہی کرتا ہے اگر اپنے خرچ میں توسیع کرے جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] بحرالرائق کتاب الوقف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/۲۴۳

[2] " " " " " " " "

Marfat.com

الجواب

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

من کان فقیرا فلیأکل بالمعروف[1]۔ جو حاجتمند ہے وہ موافق دستور کھائے۔

اور فرماتا ہے:

واللہ یعلم المفسد من المصلح[2]۔ خدا خوب جانتا ہے کون بگاڑنے والا ہے اور کون سنوارنے والا۔

اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

رب متخوض فیما شاءت نفسہ من مال اللہ ورسولہ لیس لہ یوم القیمۃ الا النار[3]۔ رواہ احمد والترمذی وقال حسن صحیح عن خولۃ بنت قیس والبیہقی فی الشعب عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

بہت وہ کہ اللہ و رسول کے مال میں اپنی خواہش نفس کے مطابق دھنستے ہیں اُن کے لئے قیامت میں نہیں مگر آگ (اس کو احمد نے اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس کو خولہ بنت قیس سے صحیح اور حسن قرار دیا ہے اور بیہقی نے اس کو اپنی شعب میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لوکان لابن اٰدم واد من ذھب لابتغی الیہ ثانیا ولوکان لہ وادیان لابتغی الیھما ثالثا ولا یملأ جوف ابن اٰدم الا التراب ویتوب اللہ علی من تاب[4]۔ رواہ

اگر ابنِ آدم کے لئے ایک جنگل بھر سونا ہو تو دوسرا جنگل اور مانگے، اور دو جنگل ہوں تو تیسرا اور چاہے، اور ابن آدم کا پیٹ نہیں بھرتی مگر خاک، اور تائب کی توبہ اللہ قبول کرتا ہے (اس کو

---

[1] القرآن الکریم ۴/۶
[2] القرآن الکریم ۲/۲۲۰
[3] جامع الترمذی ابواب الزہد باب ماجاء ان الغنی غنی النفس امین کمپنی دہلی ۲/۶۰
[4] الترغیب والترھیب بحوالہ البزاز الترغیب فی الاقتصاد حدیث ۳۱ مصطفی البابی مصر ۴/۵۴۲
صحیح البخاری باب مایتقی من فتنۃ المال قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۵۳
مسند احمد بن حنبل حدیث ابی واقد اللیثی دارالفکر بیروت ۵/۲۱۹

Marfat.com

احمد والشیخان عن ابن عباس والترمذی عن انس، والبخاری عن ابن الزبیر وابن ماجة عن ابی ھریرۃ واحمد عن ابی واقد والبخاری فی التاریخ والبزار عن بریدۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

(اسے احمد اور شیخین نے ابن عباس اور ترمذی نے انس سے اور بخاری نے ابن زبیر سے اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے اور احمد نے ابوواقد سے اور بخاری نے تاریخ میں اور بزار نے بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے۔ ت)

وقف سے رجوع ناممکن، پھر جو ماہوار مقرر ہوا اگر اُس کے صدق سعی وحسن خدمت کے لحاظ سے بقدر اجر مثل کے نہیں تو ضرور اجر مثل کی تکمیل کردی جائے گی، اور اگر واقعی اجر مثل بھی اس کے واجبی صرف کو کفایت نہ کرے تو وقف کی فاضلات سے تاحدِ کفایت ماہوار میں اضافہ بھی ممکن، مگر نہ یُوں کہ بطورِ خود کہ خود ہی مدعی اور خود ہی حاکم ہونا ٹھیک نہیں، بلکہ وہاں کے افقہ اہل بلد عالم سُنّی دیندار کی طرف رجوع کرے یا متعدد معززمندین ذی رائے مسلمانانِ شہر کے سپرد کردے وہ بعد تحقیقاتِ کامل اجر مثل تک حکم دیں یا بشرط صدق حاجت وعدمِ کفایت تاقدر کفایت اضافہ کریں، اس تقدیر پر اُن کو یہ بھی ملحوظ رہے کہ جب واقف خود ہی متولی ہُوا اور خود ہی وقت وقف یہ ماہوار تجویز کیا تو اب کون سی بات حادث ہُوئی کہ وہ ماہوار ناکافی ہوگیا' ردالمحتار میں ہے:

الناظر بشرط الواقف فلہ ماعینہ لہ الواقف ولو اکثر من اجر المثل کما فی البحر ولو عین لہ اقل فللقاضی ان یکمل لہ اجر المثل بطلبہ کما بحثہ فی انفع الوسائل، ویأتی قریبا مایؤیدہ، وھذا مقید لقولہ الاٰتی لیس للمتولی اخذ زیادۃ علی ماقرر لہ الواقف اصلا۔[1]

نگران کو واقف کی شرط کے مطابق مقررہ وظیفہ ملے گا اگرچہ یہ مروّج سے زائد ہو، اور اگر واقف کا مقرر کردہ مروّج سے کم ہو تو اس کے مطالبہ پر مروّج تک مکمل کرنے کا اختیار ہے جیسا کہ اس کو انفع الوسائل نے بحث کے طور پر ذکر کیا ہے، اور اس کی مزید تائید عنقریب آئے گی اور یہ اس کے آئندہ قول کہ "متولی کو مقررہ پر زیادتی کا ہرگز اختیار نہیں ہے" سے مقید ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

تجوز الزیادۃ من القاضی علی معلوم

جب امام کے لئے مقررہ وظیفہ کفایت نہ کرے تو

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۴۱۷

Marfat.com

الامام اذا کان لایکفیہ۔[1]

قاضی کو زائد کرنے کا اختیار ہے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

الظاھر انہ یلحق بہ کل من فی قطعہ ضرر اذا کان المعین لایکفیہ کالناظر والمؤذن ومدرس المدرسۃ والبواب ونحوھم اذا لم یعملوا بدون الزیادۃ، یؤیدہ مافی البزازیۃ اذا کان الامام والمؤذن لایستقر لقلۃ المرسوم للحاکم الدین ان یصرف الیہ من فاضل وقف المصالح والعمارۃ باستصواب اھل الصلاح من اھل المحلۃ لو اتحد الواقف والجھۃ۔[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

ظاہر ہے کہ جس کو معزول کرنے میں نقصان ہو کہ مقررہ اس کو کفایت نہ کرتا ہو تو اس کے معاملہ کو بھی اس سے لاحق کیا جائے گا، مثلاً نگران، مؤذن، مدرس، چوکیدار وغیرہ حضرات جب یہ لوگ وظیفہ زائد کئے بغیر کام نہ کریں، اس کی تائید بزازیہ کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے کہ جب امام اور مؤذن وظیفہ کی قلت کی وجہ سے استقرار نہ کریں تو حاکم دین کو محلہ کے اہل لوگوں کے مشورہ سے وقف کے مصالح اور عمارت سے فاضل آمدنی میں سے ان کے لئے صرف کرنے کا اختیار ہے بشرطیکہ فاضل آمدنی والے اوقاف کا واقف اور ان کی جہت ایک ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۸۱: از رام پور محلہ چاہ شور، محمود الظفر خان عرف چھمن خان ۹ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی جائداد بایں الفاظ وقف کی کہ تاحیات اپنی آمدنی جائداد موقوفہ کی اپنے مصارف میں لاتا رہوں بعد میرے اولاد اپنی ضروریات میں صرف کرتی رہے، جب میرے اولاد میں سے کوئی شخص باقی نہ رہے تو علمائے صالحین محل مشروع میں صرف کرتے رہیں، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ عمرو دائن زید مدیون کی اُس آمدنی پر جو تاحیات اس کو جائداد موقوفہ سے اپنے مصارف میں لارہا ہے اجرائے ڈگری چاہتا ہے تو وہ شرعاً کراسکتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ہاں جائداد پر نہیں کرسکتا آمدنی جو زید کو ملتی ہے اس پر کرسکتا ہے کہ جائداد وقف ہے اور آمدنی زید کی ملک۔ ردالمحتار میں ہے:

الموقوف علیہ یملک المنافع بلا بدل۔[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

موقوف علیہ حضرات وقف کے منافع کے بلاعوض مالک ہوں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

[1] درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۹۱

[2] ردالمحتار " " " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۴۱۸

[3] " " " " " " " " ۳/ ۳۹۹

Marfat.com

مسئلہ ۸۲ از ضلع سیتاپور، لاہرپور مدرسہ اسلامیہ مسئولہ ابو محمد یوسف متعلم مدرسہ اسلامیہ
۱۲ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ سہ شنبہ

والا جناب مستطاب اعلیحضرت مجدد مائۃ حاضرہ لازال شموس افضالکم تسلیم مسنون کریم مشحون معظم مقرون گزارش ہے بصدور والانامہ فیض شمامہ عزت افزائی ہوئی، جواب استفتاء بہجد تسکین بخش صادر ہوگیا، اللہ تعالٰی جناب والا کی بزرگ ذات کو ہمیشہ سلامت رکھے اور اس فیض عام سے مسلمانان عالم کو فیضیاب فرماتا رہے آمین بحرمۃ النبی والہ الامجاد، جناب مولانا خلیل الرحمٰن صاحب مرحوم مغفور کی خبر رحلت دریافت ہو کر بہت رنج ہُوا، صرف ایک بات اور دریافت طلب ہے جو گزارش کی جاتی ہے ازراہ شفقت بزرگانہ اس کے جواب سے بھی مطلع کیا جاؤں، بجواب استفتاء مزامیر پر صرف ناجائز فرمایا بہت درست و بجا ارشاد ہے عین حکم شریعت ہے صرف اس قدر عرض ہے کہ صرف کسی قوال سے کوئی قصیدہ یا غزل نعتیہ یا توحید وغیرہ یا سلام وغیرہ سُن کر عین حالتِ سماع میں یا بوقتِ رخصت حسب شدائد قوانین سابق اوقات اوقاف سے بطور زاد راہ قلیل یا کثیر دینا جائز ہے یا نہیں؟ جیسا کہ مشائخ علیہم الرحمۃ کی مجالسِ عرس میں بزرگوں کا دستور ہے درانحالیکہ وہ مزامیر سے خالی ہوں اور اس پر حضور انور حیات رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اُس فعل سے سند لینا جو حضرت حسان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ثابت ہے کہ حضور نے حضرت حسان رضی اللہ تعالٰی عنہ کو قصیدہ سُن کر ردائے مبارک عنایت فرمائی تھی ٹھیک ہے یا نہیں؟ امیدوار ہُوں کہ اسی عریضہ پر یہ جواب بھی مرحمت ہو جائے، عین ذرہ نوازی ہوگی فقط۔

الجواب

قوال اگر نہ امرد ہو نہ عورت، اور اشعارِ صحیحہ حمد و نعت و منقبت بلا مزامیر خوش الحانی سے پڑھے یا خاص مجمع صالحین میں اُن کے ساتھ تغنی کرے بالجملہ نہ کسی فتنہ پر فی الحال اشتمال نہ آئندہ اس کا صحیح احتمال، تو صحیح یہ ہے کہ بلاشبہ جائز ہے اور اس پر لینا دینا بھی روا، اور واقعہ کعب بن زہیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن سے قصیدہ نعتیہ استماع فرما کر ردائے مبارک عطا فرمائی اس پر استناد صحیح ہے اور جبکہ شدائد قدیم میں اس صورت جائزہ پر دینا چلا آیا ہے تو اب بھی دیا جائے گا بلکہ وہ صادرین و واردین میں داخل ہے، اور قلیل و کثیر بھی معہود قدیم پر دائر رہے گا، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۳ تا ۸۷ مسئولہ بدرالدین صاحب ۳۰ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ جامع مسجد بمبئی کے احاطہ میں ایک دفتر خانہ ہے اور جس کے انتظام کے متعلق گیارہ اشخاص کو کمی جماعت المسلمین بمبئی کی جانب سے مشاورہ مقرر ہیں

Marfat.com

ان میں سے اکثرین کی رائے سے یہ قرار داد طے ہوئی ہے کہ دفتر خانہ مذکور میں ٹیلیفون لیا جائے باوجودیکہ نہ مسجد کے ساتھ کوئی تجارتی تعلقات ہیں اور نہ کوئی دوسرے اسباب ٹیلیفون کے، بلکہ اس سے فقط تضییع مال وقف ہے، پس ایسے ٹیلیفون کا لینا مال وقف سے شرعاً درست ہے یا نہیں؟

دوسرا اسی کے ساتھ یہ قرار داد بھی طے ہوئی کہ دفتر خانہ مذکور میں جہاں مجلس منتظمہ مشاورین منعقد ہوتی ہے وہاں ایک برقی پنکھا اپنے آرام و تعیش کے واسطے لیا جائے، آیا ایسا خرچ مالِ وقف میں سے کرنا جائز ہے یا نہیں؟

تیسرا سوال یہ ہے کہ دفتر خانہ مذکور میں باوجودیکہ گیاس کی روشنی موجود ہے اُس کو رَد کرکے اس کی جگہ برقی روشنی کے خرچ کا مال وقف کو زیربار کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ اطلاعاً یہ بھی گزارش ہے کہ مجلس منتظمہ کے اجلاس علی الدوام زمانہ قدیم سے دن کے وقت طے ہوتے ہیں اور اگر احیاناً رات کو ضرورت پڑی تو گیاس کی روشنی موجود ہے برقی روشنی کی بالکل ضرورت نہیں۔

چوتھا سوال یہ ہے کہ ایسے مشاورین جو مال وقف سے ایسے فضول اور اسراف بیجا کریں ان کے متعلق شریعت غرا کا کیا حکم ہے؟

پس ان مسائل مذکورہ کے جوابات کتب شرعیہ سے مدلل بیان فرمائیں جزاکم اللہ خیرا، بینوا توجروا۔

پانچواں سوال یہ ہے کہ مانعین متولیوں سے ایک نے کہا کہ اس باب میں یعنی مال اوقاف سے ان کاموں میں صرف کرنے سے علماء سے رائے لینا شرعاً ضرور ہے، پس متولیان مجوزین سے ایک نے کہا کہ یہاں شریعت کی کچھ ضرورت نہیں۔ اور دوسرے نے کہا کہ میں تو عالموں کے مُنہ میں پیشاب کرتا ہوں، اس وقت اس سے کہا گیا کہ یہ کیا کلمہ کہتا ہے، خدا سے ڈر۔ تو اس نے کہا کہ خدا تو اُوپر ہے اور ہم زمین پر، اگر خدا یہاں آئے تو ہم اس کو درست کردیں گے۔ پس ایسے کلماتِ ناشائستہ کہنے والوں کا شرعاً کیا حکم ہے؟ مفصل و مدلل مع سندہائے کتب شرعیہ بیان فرمائیں، جزاکم اللہ۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں یہ نئی بدعتیں کہ مشاورین وقف میں حادث کیا چاہتے ہیں ٹیلیفون اور برقی پنکھا اور برقی روشنی مال وقف پر بار ڈالنا محض حرام ہے، فتح القدیر میں ہے،

امرنا بابقاء الوقف علی ما کان[1] ہمیں حکم ہے کہ وقف کو گزشتہ حال پر قائم رکھیں (ت)

---

[1] فتح القدیر کتاب الوقف مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۴۴۰

Marfat.com

یہ وہاں فرمایا ہے جہاں منافع وقف کے لئے مصارف مشروطہ پر زیادت کی جائے نہ کہ بے حاجت نہ کہ اپنا تعیش و ترفع یہ حرام در حرام ہے، مالِ وقف حکم مالِ یتیم میں ہے اور رب عزوجل فرماتا ہے:

ان الذین یاکلون اموال الیتٰمٰی ظلمًا انما یاکلون فی بطونھم نارًا[1] جو لوگ یتیموں کا مال ظلماً کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں۔ (ت)

یہ اسراف ہے اور اللہ مسرفوں کو دوست نہیں رکھتا انہ لا یحب المسرفین[2] (اللہ تعالٰی اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ت) یہ تبذیر ہے، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان المبذرین کانوا اخوان الشیٰطین وکان الشیطٰن لربہ کفورًا[3] بیشک مال بیجا اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکر ہے۔

یہ اُن کو فرمایا جو اپنا مال بیجا اڑائیں نہ کہ وقف کا۔ ایسے مشاوروں کو معزول کرنا واجب ہے، درمختار میں ہے:

ینزع وجوبا ولو الواقف درر فغیرہ بالاولٰی غیر مامون[4] لازمی طور پر معزول کیا جائے اگرچہ واقف ہو، درر۔ تو دوسرے اگر قابلِ اعتماد نہ ہوں تو وہ بطریق اولٰی معزول ہوں گے۔ (ت)

یعنی اگر خود واقف کی طرف سے مالِ وقف پر کوئی اندیشہ ہو تو واجب ہے کہ اسے بھی نکال دیا جائے اور وقف اس کے ہاتھ سے لے لیا جائے تو غیر واقف بدرجہ اولٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) ایسے اقوالِ ملعونہ بکنے والا کافر مرتد ہے اُس کی عورت اُس کے نکاح سے نکل گئی، مسلمانوں پر اس سے میل جول حرام ہے، وقفِ مسلماناں میں اسے دخل دینا حرام ہے، اس کے پاس اٹھنا بیٹھنا حرام ہے، اُس کا جنازہ اٹھانا حرام ہے، جنازہ کے ساتھ جانا حرام ہے، اُسے مقابرِ مسلمین میں دفن کرنا حرام ہے، اُس کی قبر پر کھڑا ہونا حرام ہے، اُسے کسی قسم کا ایصالِ ثواب کرنا کفر ہے۔

قال اللہ تعالٰی ولا تصل علٰی احد منھم مات ابدا ولا تقم علٰی قبرہ[5] اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان میں سے فوت ہونیوالے پر نمازِ جنازہ ہرگز نہ پڑھو اور نہ آپ ان کی قبر پر قیام فرمائیں (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۰ [2] القرآن الکریم ۶/ ۱۴۱
[3] " " ۱۷/ ۲۷
[4] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۳
[5] القرآن الکریم ۹/ ۸۴

Marfat.com

جو اُسے اب بھی مسلمان جانے یا اس کے کافر مرتد ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اُس کے لئے بھی یہی احکام ہیں۔ شفائے امام قاضی عیاض و بزازیہ و بحر الرائق و مجمع الانہر و درمختار وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے :

من شك فی عذابه وکفره فقد کفر[1] — جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے تو وہ کافر ہے (ت)

نسأل الله العفو والعافیة ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم۔ — ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور درگزر کرنے کی درخواست کرتے ہیں، لاحول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم (ت)

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنك رحمة انك انت الوھاب[2] — اے ہمارے رب! ہدایت فرمانے کے بعد ہمارے دلوں کو نہ پھیر اور اپنے فضل سے ہمیں رحمت عطا کر، بیشک تُو بہت عطا کرنے والا ہے۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۸ تا ۹۱ مرسلہ حکیم محمد حیات خاں صاحب آگرہ کوچہ حکیماں حیات منزل ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اکثر اوقاف بشمول مسجد جامع وغیرہ آگرہ میں ایک انجمن کے ماتحت و زیرِ نگرانی ہیں جس کے پانچ ممبر ہیں منجملہ ان پانچوں کے ایک ممبر صاحب انجمن ہلال احمر آگرہ کے بھی سکریٹری ہوگئے ہیں، تھوڑا عرصہ ہوا کہ کچھ ترک قسطنطنیہ سے بغرضِ اظہارِ شکریہ مسلمانانِ آگرہ میں تشریف لائے اور بایماء ان ممبر صاحب کے جو ہلال احمر کے سکریٹری ہیں بلا دریافت دیگر ممبران کمیٹی ایک جلسہ مسجد جامع آگرہ میں منعقد ہُوا اُس جلسہ کے متعلق جملہ انتظامات ممبر صاحب موصوف نے ملازمانِ مسجد سے کرائے اور جو کچھ روشنی میں خرچ ہوا وہ انجمن اوقاف متذکرہ صدر سے دلوایا اور یہ کہا کہ چونکہ مسجد جامع مسلمان آگرہ کی ہے اور یہ جلسہ مسلمانان آگرہ کا تھا اگر مسجد میں روشنی زائد نہ ہوتی تو باعثِ بدنامیِ مسلمانان تھا اس کارروائی پر دو ممبر معترض ہُوئے تو ایک چوتھے ممبر صاحب نے وُہ جو روشنی میں خرچ کی گئی تھی اپنے پاس سے ادا کردی اور یہ کہا کہ میں رفع نزاع کئے دیتا ہُوں پس امورات قابلِ استفسار یہ ہیں :

(۱) آیا اول ممبر صاحب کا یہ فعل کہ ملازمانِ وقف سے انجمن ہلال احمر کا کام لیں درست تھا؟

(۲) آیا ایسے ملازم جو ذی استعداد و علمِ دین سے بہرہ ور کہے جاتے ہیں اور انھوں نے خود و نیز اپنے ماتحت ملازموں سے بلا ایماء انجمن اوقاف متذکرہ بالا کام کرائے ان ملازموں کا یہ فعل جائز تھا؟

---

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

[2] القرآن الکریم ۳/۸

Marfat.com

(۳) جو صرفہ آمدنی وقف سے روشنی کا دلوایا گیا وہ جائز تھا؟

(۴) اگر دیگر ممبر نے اُس خرچہ کو ادا کر دیا تو آمدنی وقف میں شامل کرلئے جانے میں کوئی امر مانع شریعت تو نہیں ہے؟

الجواب

شرائطِ اوقاف پر نظر کی جائے اگر معاملہ مذکورہ اُن کے تحت میں داخل ہوتا ہو تو حرج نہیں ورنہ اُس ممبر کو ایسا کرنا جائز نہ تھا، کام کرنیوالوں نے اگر کارِ اوقاف کا حرج کرکے کام کیا تو وہ بھی گنہگار ہوئے، ممبر جس نے معاوضہ دے دیا اپنی حسنِ نیت پر اجر پائے گا اور اُس معاوضہ کو قبول کرلینا جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۲ از سہسرام ضلع گیا مرسلہ حکیم سراج الدین احمد صاحب ۳ جمادی الآخر ۱۳۳۶ھ

اکثر سجادہ نشینان و متولیان و مینجران و ممبران و ملازمان وقف آمدنی ہائے جائداد وقف کو اپنی ہی ملک اور اس کی زیادہ تر آمدنی کو بھی اپنے ہی مصارف میں صرف کرنا درست و حق سمجھتے ہیں درانحالیکہ وقف جائداد منقولہ وغیر منقولہ کی آمدنی کا زیادہ تر حصہ مذہبی ثواب کے کاموں میں صرف ہونا چاہئے جیسا کہ کلکتہ، مدراس، بمبئی، الہ آباد کی کونسلوں میں بھی تسلیم کیا ہے، پس ان کا ایسا سمجھنا و کرنا برخلافِ شرع کرنا ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو مذکورین کے لئے کوئی وعید بھی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو عوام مسلمین کو ان کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہئے؟

الجواب

وقف میں اتباع شرط واقف لازم ہے،

فقد قال علماؤنا ان شرط الواقف کنص الشارع فی وجوب العمل بہ[1]

ہمارے علماء نے فرمایا کہ واقف کی شرط پر عمل شارع کی نص پر عمل کی طرح ضروری ہے۔ (ت)

اگر واقف نے یہی شرط کر دی ہے کہ اکثر حصہ اُس کا سجادہ نشینوں متولیوں کے صرف میں آئے تو اُن کا ایسا کرنا بجا ہے اور اُن پر کچھ الزام نہیں، اور اگر شرائط واقف کے خلاف وہ براہِ تعدی مال وقف کو ظلماً اپنے مصارف میں لاتے ہیں تو ظالم ہیں غاصب ہیں واجب الاخراج ہیں، لازم ہے کہ وقف ان کے ہاتھ سے نکال لیا جائے۔ درمختار میں ہے:

ینزع وجوبا بزازیۃ ولو الواقف درر فغیرہ بالاولٰی لو غیر مامون[2]

لازمی طور پر معزول ہوگا، بزازیہ۔ اگرچہ واقف ہو، درر۔ تو غیر بطریق اولٰی اگر وہ ناقابلِ اعتماد ہو (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الوقف ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۳۰۵

[2] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۳

Marfat.com

مالِ وقف مثل مالِ یتیم ہے جس کی نسبت ارشاد ہُوا کہ جو اسے ظلماً کھاتا ہے اپنے پیٹ میں آگ بھرتا ہے اور عنقریب جہنم میں جائے گا، ان الذین یاکلون اموال الیتٰمی ظلماً انما یاکلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا[1]۔ اگر وہ لوگ اس حرکت سے باز نہ آئیں اُن سے میل جول چھوڑ دیں، اُن کے پاس بیٹھنا روا نہ رکھیں۔

قال اللہ تعالٰی واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظٰلمین[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: جب کبھی شیطان تجھے بھلا دے تو پھر یاد آنے پر ظالموں کے ساتھ مت بیٹھ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۳ تا ۱۰۲ از بہرائچ سیدواڑہ بدولتکدہ حاجی احمد اللہ شاہ صاحب مرسلہ نواب علی مورخہ ۹ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیانِ شرع متین مسائل مندرجہ ذیل میں:

کسی مقام پر ایک بزرگ کا مزار ہے اور اس کے متعلق وقف کی معقول آمدنی ہے خادمانِ وقف کی بدنظمی سے عدالت نے اس وقف کو خادموں کے ہاتھ سے نکال کر ایک کمیٹی کے سپرد کیا جو وقف کمیٹی کے نام سے موسوم ہے، عدالت نے اس کمیٹی کے ممبران کے لئے جو اُس میں شریک ہوں سنی المذہب ہونا ضروری رکھا ہے اور عدالت نے اُس وقف کی نگرانی کے لئے قواعد وقف بھی مرتب کئے اور اُن قواعد میں اخراجات کے مدات قائم کئے اور یہ شرط کر دی کہ بجز اُن مدات کے جو قواعد میں درج ہیں کسی دوسرے مدات غیر مندرجہ قواعد میں یہ رقم نہ صرف کی جائے۔

(۱) ان اخراجات کے مدات میں ایک مدخیرات کی بھی ہے جن کے الفاظ وقف قواعد میں یہ ہیں دو خیراتی (الاؤنس) یعنی وظائف وخیرات وتقسیم کھانا کپڑا بالغرض پرورش غربا، اگر ایسے خیراتی (الاؤنس) یعنی وظائف سے اُن مساجد میں مؤذنوں کو تنخواہ دینا جن کا کوئی تعلق اُس وقف سے نہیں ہے' یا ایسے ہی دوسرے مصارف مثلاً مدارس اردو انگریزی یا کسی انجمن کے اُس مدرسہ کو جس کا کوئی تعلق وقف سے نہیں ہے اُن کے مدرسین کو تنخواہ دینا شرعاً جائز ہے؟

(۲) اگر ممبران کمیٹی آمدنی وقف سے ایک مد کی رقم کسی دوسرے مد مندرجہ یا غیر مندرجہ مدات میں صرف

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۰

[2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

Marfat.com

کریں اس وقت مسلمانوں کو اُن سے باز پرس کا حق ہے یا نہیں ؟ اور وہ لوگ اُس رقم صرف شدہ کے ادا کرنے پر شرع شریف سے مجبور ہیں یا نہیں ؟

(۳) ایسے ممبران جو ہر کارروائی وقف کمیٹی کو عام مسلمانوں سے پوشیدہ کریں یا پوشیدہ رکھنے کی کوشش کریں یا اپنی خود رائی سے اس وقف کا روپیہ کسی بیجا طور پر صرف کریں تو ایسے لوگوں کا اُس وقف کا ممبر رہنا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور عام مسلمانوں کو اوقاف کی جانچ کا اختیار رہے یا نہیں ؟

(۴) اگر وقف کمیٹی کے اکثر ممبران صدر انجمن وقف کے ہمخیال ہوں اور بوجہ اپنی کثرت رائے کے احکام شرعیہ نیز قواعد وقف کمیٹی کے خلاف عملدرآمد کریں یا کرتے ہوں اور اُسی کمیٹی کا ایک ممبر زید جو اُن کا ہمخیال نہیں ہے محض اپنی ذاتی معلومات و واقفیت و اطمینان کے لئے متعلق وقف کاغذات وقف کو دیکھنا چاہیے اور اس کی اصلاح کرنا چاہیے اُس وقت وہ ممبران جو ہمخیال صدر انجمن ہیں زید کو اس کے ارادہ سے باز رکھیں یا جس کاغذ کو وہ دیکھنا چاہتا ہے اس کو ان کاغذات کے دیکھنے کی اجازت نہ دیں یا اُس کو اس کے فرض منصبی ادا کرنے سے باز رکھیں تو ان کا یہ فعل شرعاً جائز ہے ؟ (بحوالہ کتب فقہ)

(۵) قواعد وقف مرتبہ عدالت نے کمیٹی وقف کو اختیار دیا ہے کہ کمیٹی حسب ضرورت دوسرے قواعد علاوہ قواعد مرتبہ عدالت مرتب کرے۔ قواعد وقف مرتبہ عدالت میں کسی ممبر کمیٹی کو جانچ پڑتال کاغذات عام نگرانی کی ممانعت نہیں ہے ایسی صورت میں کیا ممبران وقف و صدر وقف کو یہ اختیار شرعاً حاصل ہے کہ وہ بدید قواعد وقف ایسے مرتب کرلے کہ جس سے زید مذکور کاغذات وقف دیکھنے سے مجبور ہو جائے یا یہ کہ وہ ممبران جو ہمخیال صدر انجمن ہیں اپنی کثرت رائے سے یہ قاعدہ پاس کردیں کہ کوئی ممبر وقف کمیٹی بغیر اجازت صدر انجمن وقف کوئی کاغذ نہیں دیکھ سکتا اُن کی یہ کارروائی شرعی اعتبار سے جائز ہے یا نہیں ؟ (بحوالہ کتب فقہ)

(۶) سامان روشنی، فرش فروش، خیمہ وقنات و دیگر فرنیچر مثلاً شامیانہ و میز و کرسی وغیرہ جو وقف کی ملک ہیں اہالیانِ شہر کو اُن کی مشروع وغیر مشروع جلسوں میں دینا یا کسی رئیس کی رہائش کے سامان اُسی وقف سے دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟ (بحوالہ کتب فقہ)

(۷) مذہبی تقریبات میں جو شیرینی بغرضِ تقسیم آتی ہے وہ اس محفل کے حاضرین کے لئے مخصوص ہے یا مسلم اور غیر مسلم جو اُس تقریب میں شریک نہیں ہیں اُن کے گھروں میں وہ شیرینی بطور تبرک بھیجنا یا اہالیانِ شہر کی اُس اوقاف کے روپیہ سے دعوت کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟ (بحوالہ کتب فقہ)

(۸) اگر کوئی شے یا کتاب جو وقف کی ملک ہے کسی ملازم وقف یا ممبر وقف کمیٹی سے یا کسی غیر شخص سے

Marfat.com

تلف ہوجائے تو اُس وقت اُس کا معاوضہ لینا شرعًا جائز ہے یا نہیں ؟ اور معاوضہ کی کیا صورت ہوسکتی ہے ؟

(۹) اگر ممبران وقف کمیٹی یا صدر انجمن وقف کمیٹی ملک وقف شدہ سے کوئی چیز کسی انجمن یا کسی مسجد میں جو غیر متعلق اوقاف ہے ہمیشہ کے لئے دے دیں تو اُن کا یہ فعل شرعًا جائز ہے یا نہیں ؟ (بحوالہ کتب فقہ)

(۱۰) اگر جدید قواعد وقف مرتب کرنے کی ضرورت پیش آئے تو اُس وقت احکام شرعیہ کا لحاظ کرکے قواعد وقف مرتب ہوسکتے ہیں یا ممبران وقف کمیٹی کی کثرت رائے پر، شرع شریف کس کے حق میں فیصلہ کرتی ہے ؟ (بحوالہ کتب فقہ)

الجواب

(۱) وقف میں شرائط واقف کا اتباع واجب ہے، اشباہ والنظائر میں ہے:

شرط الواقف کنص الشارع فی وجوب العمل بہ[1]	واجب العمل ہونے میں واقف کی شرط شارع کی نص کی طرح ہے (ت)

اگر ان مواقع میں صرف کرنا شرط واقف سے جُدا ہے جیسا کہ ظاہر یہی ہے تو یہ صرف محض ناجائز ہے اور اگر واقف نے ہی ان مواقع میں صرف کی اجازت دی ہے جو ان میں مصرف خیر ہو اس میں صرف کرنا جائز ہے اور اگر شرائط واقف معلوم نہ ہوں تو متولیوں کے عملدرآمد قدیم پر نظر ہوگی کما فی الخیریۃ وغیرھا (جیسا کہ خیریہ وغیرہ میں ہے۔ ت)

(۲) اس کا وہی جواب ہے جو اُوپر گزرا جہاں انھوں نے صرف کیا اگر وُہ موافق شرط واقف یا اس کے معلوم نہ ہونے کی حالت میں موافق عملدرآمد قدیم متولیان ہے تو وُہ صرف جائز ہُوا اور اُن سے مطالبہ بازپُرس کی کوئی وجہ نہیں ورنہ ناجائز ہُوا اور ضرور بازپرس ہے اور اُن پر لازم ہوگا کہ اُس کا تاوان وقف کے لئے ادا کریں۔

(۳) اگر روپیہ بیجا صرف کریں تو ضرور ان کا معزول کرنا واجب ہے، درمختار میں ہے:

ینزع وجوبا ولو الواقف بزازیہ، فغیرہ بالاولٰی، درر، لو غیر مامون[2]	لازمی طور پر معزول کیا جائے اگرچہ واقف ہو، بزازیہ، تو غیر کو بطریق اولٰی، درر، اگر وُہ قابل اعتماد نہ ہو (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الوقف ادارۃ القرآن کراچی ۱/۳۰۵

[2] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۳

Marfat.com

اور متولیوں کا وقف کی کاروائی پوشیدہ کرنا کوئی جرم نہیں، نہ ہر شخص ان سے حساب کا مطالبہ کرسکتا ہے جب تک خیانت ظاہر نہ ہو کہ وُہ منجانب امین ہیں اور امین پر اعتراض نہیں، واللہ تعالٰی اعلم، یونہی جن کی تولیت بلشروط واقف نہ ہو، نہ شرط واقف کے خلاف ہو، اور عام مسلمانوں نے اُن کو متولی کیا ہو یا اُن کی تولیت پر راضی ہُوئے ہوں۔

(۴) اُن کا یہ فعل شرعاً جائز نہیں اور اِن پر صریح الزام ہے جبکہ وُہ دربارۂ وقف مخالفت شرع کریں اور دوسرے کو اس کی جانچ سے بھی باز رکھیں۔ حدیث میں ہے:

من استرعی الذئب فقد ظلم[1] جس نے بھیڑیئے کو راعی بنایا تو اس نے ظلم کیا (ت)

(۵) یہ کارروائی محض ناجائز ہے کہ اس سے دفع ظلم کا سدباب مقصود ہے متعلق وقف نئے قوانین احداث کرنے کا کسی کو اختیار نہیں جبکہ وُہ شرع مطہر یا شرط واقف کے خلاف ہو نہ کہ ایسی صورت کہ مخالفت احکام شرعیہ کی جائے اور اس کی ممانعت کا دروازہ بند کرنے کو یہ قوانین وضع ہوں ایسا قانون اگر خود شرط واقف میں ہوتا مردود ہوتا وُہ ہرگز نہ مانا جاتا، علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مثلاً واقف نے کسی کو متولی مقرر کیا اور یہ شرط لگادی کہ اُسے کوئی معزول نہ کرسکے اور جو اُسے معزول کرے اس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہو اور حالت یہ ہو کہ متولی شرعاً رکھنے کے قابل نہیں تو فوراً نکال دیا جائے گا اور واقف کی ایک نہ سُنی جائے گی اور اس کی وہ لعنت اسی پر واپس جائیگی کما فی الدر المختار۔

(۶) حرام ہے یہاں تک کہ ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد کو عاریۃً بھی دینا جائز نہیں کما فی العلمگیریۃ عن القنیۃ (جیسا کہ قنیہ سے عالمگیریہ میں ہے۔ ت) نہ کہ زید وعمرو کو نہ کہ نامشروع جلسوں کو۔ یہ سراسر وقف پر ظلم ہے جو ایسا کریں وقف سے اُن کا اخراج واجب ہے، کما مر عن الوجیز والدرر والدر (جیسا کہ وجیز، درر اور در سے گزرا۔ ت)

(۷) غیر مسلم کو مال وقف سے بھیجنا تو کسی طرح جائز نہیں کہ وقف کارِ خیر کے لئے ہوتا ہے اور غیر مسلم کو دینا کچھ ثواب نہیں کما فی البحر الرائق وغیرہ (جیسا کہ بحر الرائق وغیرہ میں ہے۔ ت)، رہا غیر حاضرین مسلمانوں کے گھروں پر بھیجنا، اس میں وہی شرط واقف یا عملدرآمد قدیم کا لحاظ ہوگا بعض مسلمانوں کی دعوت اگر کسی مصلحت وقف کے لئے ہے تو جائز ہے جبکہ شرط واقف یا عملدرآمد کے موافق ہو یا کسی ضرورتِ خاصہ کے لئے ہو کما ذکروا للوصی فی مال الیتیم (جیسا کہ علماء نے یتیم کے مال میں وصی کیلئے

---

[1]

فرمایا۔ ت) اور اگر بعض مہتمم اپنی بارات میں کسی کو کھلانا چاہیں جو ان صورتوں سے جُدا ہو تو کھانا بھی حرام ہے اور کھلانا بھی حرام اور کھلانے والوں پر اُس کا تاوان واجب۔

(۸) متولی وقف امینِ وقف ہے جبکہ اُس طرح کا متولی ہو جو اوپر مذکور ہُوا اگر اُس سے اتفاقیہ طور پر بے اپنے تقصیر و بے احتیاطی کے وقف کی کتاب یا کوئی مال تلف ہو جائے اس کا معاوضہ نہیں، اور اگر قصداً تلف کردے یا اگر اپنی بے احتیاطی سے ضائع کرے تو ضرور معاوضہ ہے یہی حکم ملازمانِ وقف کا ہے جبکہ وہ تصرف جو اُس نے کتاب میں کیا اس کی ملازمت میں داخل؛ اور اسے جائز تھا، ورنہ اگر وقف کے کسی اور صیغہ کا ملازم ہے کتب خانہ پر اس کو اختیار نہیں، اور اُس نے مثلاً کتاب کسی کو عاریۃً دے دی اور ضائع ہو گئی تو ضرور اُس پر معاوضہ ہے، غیر شخص نے اگر وہ تصرف کیا تو منجانب وقف جس کی اُسے اجازت تھی اور بے اُس کی تقصیر کے کتاب ضائع ہو گئی مثلاً کتب خانہ وقف میں جا کر کتابیں دیکھنے کی اجازت ہو اور عام طور پر معمول ہو کہ کتابیں دیکھ کر اُسی مکان میں رکھ آتے ہیں یا فلاں ملازم کو سپرد کر دیتے ہیں اور یہ اس قاعدہ کو بجا لایا اور کتاب گم ہو گئی تو اس پر بھی معاوضہ نہیں، ورنہ اگر وہ تصرف کیا جس کی اُسے اجازت نہ تھی یا تھی مگر اس کی تقصیر و بے احتیاطی سے کتاب گئی تو ضرور تاوان دے گا، اور بہر حال معاوضہ اُس کتاب کی قیمت یعنی بازار کے بھاؤ سے جو اُس کے دام ہوں، کتاب کو علماء نے قیمتی ٹھہرایا ہے نہ مثلی مگر اُس وقت تک چھاپے نہ تھے، اور کہہ سکتے ہیں کہ اگر اُسی چھاپے کی ہو یعنی اُسی بار کی چھپی ہو اور کاغذ بھی ایک ہو اور جلد نہ بندھی ہو تو عجب نہیں کہ مثلی ہو سکے، یعنی کتاب کے معاوضہ میں ایسی ہی کتاب دینی آئے مگر تحقیق یہ ہے کہ چھاپے اور کاغذ کی وحدت بھی مستلزم مثلیت نہیں، ایک کاپی ایک پتھر پر جمی ہُوئی اس کے ہزار کاغذ اٹھائے جاتے ہیں کوئی ہلکا ہے کوئی بھرا ہُوا، کوئی بہا ہُوا ہے کوئی صاف ہے، تو بات وہی ہے جو علماء نے فرمائی کہ کتاب قیمتی ہے۔

(۹) حرام ہے، اور وہ چیز وہاں سے لی جائے گی اور نہ مل سکے تو اُن سے تاوان لیا جائے گا ہم بحوالہ عالمگیری کہہ آئے کہ ایک مسجد کی چیز دوسری مسجد کو عاریۃً دینا بھی ناجائز، نہ کہ غیر جگہ دے ڈالنا، جو ایسا کرے واجب العزل ہے۔

(۱۰) وقف کے لئے قوانین کے وضع کرنے کا حال اوپر گزرا کہ خلافِ شرطِ واقف ہرگز جائز نہیں، اور جہاں جواز ہو وہاں قطعاً احکامِ شرعیہ ہی کا لحاظ فرض ہو گا، اُن کے خلاف جس کسی کا بھی کہنا ہو مردود ہو گا، یہاں نہ کثرتِ رائے دیکھی جاتی ہے نہ اتفاقِ رائے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: ان الحکم الا للہ[۱] (حکم صرف

۱؎ القرآن الکریم ۱۲/ ۴۰

Marfat.com

اللہ تعالٰی کا ہے۔ت) نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاطاعة لاحد فی معصیة اللہ تعالٰی[1] اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت جائز نہیں(ت)

واقف جس کے لئے تصریح ہے کہ دربارہ وقف اس کی شرط مثل نص شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام واجب العمل ہے اُس کا تو یہ حال ہے کہ اگر خلافِ شرع شرط کرے مردود ہے ہرگز نہ مانی جائے گی، پھر زید و عمرو و کمیٹی کیا چیز ہے، نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مابال اقوام یشترطون شروطا لیست فی کتاب اللہ فھو رد وان کانت مائة شرط شرط اللہ احق واوثق[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

ایسی قوموں کا کیا حال ہے جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں (جائز) نہیں، اور جو کتاب اللہ کے خلاف شرطیں لگائے تو وہ مردود ہونگی اگرچہ ایسی سَو شرطیں ہوں، صرف اللہ تعالٰی کی (مقبول) شرطیں ہی حق ہیں اور ثقہ ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۳ تا ۱۰۵ از شہر بمبئی کا بیکر اسٹریٹ چھاج محلہ مرسلہ بدرالدین عبداللہ ۹ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) شہر بمبئی کی جامع مسجد کے اکثر متولیوں نے یہ رائے قائم کی کہ ایک کرایہ کی زمین لے کر اس پر ایک مکان وقف کے سرمایہ سے بنایا جائے، جس مکان کی لاگت ایک لاکھ چودہ ہزار روپیہ تک ہو اس حالت میں کہ شہر میں سیکڑوں مکانات دوامی بیعنامہ پر مل سکتے ہیں وقف کی اس قدر بڑی رقم ایک کرایہ کی زمین پر صرف کردینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۲) مذکورہ بالا زمین کے مالک نے کرایہ زمین کی یہ صورت قائم کی ہے کہ زمین مذکور کی ایک خاص رقم قرار دی جائے اور اس قیمت پر سالانہ فیصدی للعہ روپیہ کے حساب سے جو سود ہے اس حساب سے زمین مذکور کا ماہواری کرایہ قرار دیا جائے، آیا کرایہ کا یہ طریقہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۳) چونکہ فی الحال بوجہ جنگ مزدوری لکڑی اور دیگر عماراتی اشیاء کی قیمت تین گنی بلکہ چار گنی ہوگئی ہے، ایسے وقت میں وقف مسجد کے سرمایہ کو کرایہ کی زمین پر عمارت بنانے میں صرف کرنا اور تیار شدہ عمارتیں جو کثرت سے

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابہ دارالفکر بیروت ۳/ ۱۲۳

[2] صحیح البخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الولاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۷۷

صحیح مسلم کتاب العتق باب بیان ان الولاء من اعتق " " " ۱/ ۴۹۴

Marfat.com

ملتی ہیں انھیں نہ خریدنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

سائل نے کچھ بیان نہ کیا کہ یہ عمارت زرِ مسجد سے کیوں بنائی جاتی ہے اور وہ غرض اغراض وقف مسجد میں داخل ہے یا نہیں اگر اُن اغراض سے خارج ہے تو نہ خریدنا جائز نہ کرایہ پر لینا، اور اگر داخل ہے تو اُس غرض کا حصول خاص اس زمین سے تعلق رکھتا ہے جسے متولی کرایہ پر لے کر عمارت بنانا چاہتے ہیں یا اور مکانوں سے بھی حاصل ہو سکتا ہے اگر اور مکانوں سے بھی حاصل ہے اور وہ مول مل سکتے ہیں اور جدید عمارت بنانے اور کثیر کرایہ دینے سے خریداری میں نفع ہے تو متولیوں کو ہرگز جائز نہیں کہ یہ صورت کرایہ اختیار کر کے وقف کو نقصان پہنچائیں،

فان الولایۃ مشروطۃ بالنظر ولا نظر فی الضرر۔ ولایت مشروط بشفقت ہے اور ضرر میں شفقت نہیں ہے (ت)

سُود ملحوظ کر کے مقدار کرایہ معین کرنا ایک ناپاک بات اور گندہ لحاظ ہے لیکن اگر معین ہو جائے تو اُس کرایہ میں حرج نہیں، مثلاً ہزار روپیہ کی قیمت ہے تو وہ نجس حساب لگا کر پونے چار روپیہ مہینہ کرایہ قرار دیا تو وہ نجاست اس لحاظ ہی میں رہی کرایہ میں نہ آئی، یہ ایسا ہوا کہ ابتداءً کہتا کہ یہ زمین اتنی مدت کو پونے چار روپیہ کرایہ پر کر دی، تیسری بات کا جواب مضمونِ بالا میں آگیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۶ از سہسوان ضلع بدایوں قاضی محلہ مرسلہ سید پرورش علی صاحب ۱۴ رجب ۱۳۳۷ھ

حضور نے تنخواہ ماہوار متولی وقف کو اجیر مثل کا فتوی لکھا ہے، لہذا عرض ہے کہ مدرسہ اسلامیہ حنفیہ سہسوان کی زمین موقوفہ سہسوان سے تین کوس ہے متولی کو سواری و خوراک مع سپاہی فصل ہنگام تحصیل وقت سے ملے گی۔ نذر، بھیٹ روپیہ، پٹہ و قبولیت بھی حسبِ رواج ہنگام ماہوار اس کی تنخواہ کا روپیہ مناسب ہے کاشتکاروں سے وصول کر کے مدرسہ پر صرف کرنا، مدرسوں کو ماہوار دینا، تعمیر و مرمت وغیرہ میں خرچ کرنا مالگذاری گورنمنٹ ادا کرنا اُس کا کام ہے اتنے کام کی کتنی اجرت ہوگی۔

الجواب

وقف سے سواری اور ایامِ کارگزاری کی تنخواہ ملے گی اور ضرورت ہو تو ان ایام میں سپاہی کی تنخواہ بھی، تنخواہ کا تعین کام کی کمی بیشی اور ہر جگہ کے عُرف پر ہے، پٹہ اور قبولیت کا نذرانہ اور اس قسم کے زائد اور بے اصل رقوم کہ رائج ہو رہی ہیں شرعاً باطل ہیں، واللہ تعالٰی اعلم

Marfat.com

مسئلہ ۱۰۷ از شہر بریلی محلہ فراشی مسئولہ مولوی عبدالعزیز قدرت اللہ خاں صاحب
۲۱ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ کسی نے دو یا تین مسجدوں کے واسطے نام بنام الگ الگ روپیہ وصیت نامہ سے وقف کیا کہ فلاں مسجد کو اتنا اور فلاں کو اتنا ماہوار دیا جائے، اب خود اس نے ایک مسجد کے نام کا روپیہ دوسری مسجد میں لگادیا اور اس دوسری مسجد کے نام کا روپیہ بھی اُسی دوسری مسجد میں لگادیا، دونوں مسجدوں کے نام ماہوار وقف کیا ہے، سوال یہ ہے کہ دوسری مسجد کے ماہوار میں سے پہلی مسجد کا روپیہ ادا کرنا چاہئے یا نہیں؟ اور آئندہ بھی ایک مسجد کا ماہوار دوسری مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ اور جائز ہے تو اُس کو ادا کرنا ضرور ہے یا نہیں؟ یہ بھی واضح ہو کہ ہر ایک مسجد کے واسطے خاص خاص ۲ کانوں کا کرایہ وقف ہے واقفہ زندہ ہے اور وصیت نامہ اسی کے قبضہ میں ہے جو رجسٹری شدہ ہے۔

الجواب

جب وقف کی وصیت کی ہے تو اُس کا نفاذ بعد موتِ واقف ہوگا، زندگی میں اُسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۸ تا ۱۱۳ از فیض آباد چوک مسجد شاہ ٹاٹ مرسلہ حافظ عبدالرحمٰن صاحب پیش امام ۱۶ شعبان ۱۳۳۷ھ

حضرات علمائے کرام سوالاتِ ذیل میں از روئے شرع شریف کیا حکم فرماتے ہیں:

(۱) مسجد کے متعلق مسجد کی ضرورت سے پاخانہ بنا ہُوا تھا اور وہی استنجا خانہ بھی تھا، مسجد کے متعلق ایک تھوڑا سا صحن مسجد کے دکھن جانب تھا جس کا حلقہ پختہ دیوار سے تھا اور اسی حلقہ کے گوشہ میں مسجد کا استنجا خانہ تھا جس میں نمازیانِ مسجد اور مسافران طہارت اور رفعِ حاجت کرتے تھے۔ زید نے ایک مدرسہ بنانا چاہا جس کے واسطے عمرو نے اپنی مِلک سے مدرسہ کے لئے مسجد کے خلف سے ملی ہُوئی زمین دی تھی، زید کو وُہ حلقہ جو مسجد کے متعلق تھا اور پاخانہ دونوں وہ بھی زید نے کھود ڈالا اور تخمیناً دو گز زمین چوڑان میں اور جتنی دور پاخانہ تھا اور اسی سیدھ اتنی ہی زمین چوڑان میں ۵ خواہ ۶ گز تک لمبان میں سب بغیر عام مسلمانوں کی اجازت کے غصب کرکے اپنا مدرسہ بڑھا کر بنالیا اور تخمیناً تین ہزار اینٹ اسی حلقہ کی جو کھود ڈالی تھی وُہ بھی مدرسہ میں لگائی، عام مسلمانوں نے سکوت کیا بوجہ اس کے کہ چند مسلمان بخیال زید کے اُس کے شریک رہے۔ مسلمانوں نے چندہ جمع کرکے یہ سب بنوایا تھا کچھ دخل نہ دیا۔ کیا شرعاً زید کے لئے یہ جائز ہے کہ وُہ مسجد کا پاخانہ توڑ ڈالے اور معہ پاخانہ کی زمین کے بغیر اجازت عام مسلمانوں کے غصب کرکے مدرسہ بنالے، اینٹ پاخانہ اور حلقہ کی مدرسہ میں لگالے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

Marfat.com

(۲) ایسی حالت میں جبکہ وہ پاخانہ اور استنجا خانہ نمازیانِ مسجد اور مسافرانِ مسجد کے لئے تھا جس کے کھود ڈالنے سے نمازیوں کو برابر تکلیف رہی اور ہے، زید کا پاخانہ کھود ڈالنا اور مسجد کی ضروریات کا خیال نہ کرنا اور ایسی زمین کو مدرسہ میں داخل کرنا یہ سب شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟ اور زید اس سے گنہگار ہوا یا نہیں ؟

(۳) زید نے مسجد کی پشت پر کا پختہ پشتہ ایک ثلث جو حفاظت دیوارِ مسجد کے لئے بنایا جاتا ہے کھود ڈالا اور پاخانہ غسل خانہ اور اس کی بدررو (نالی) کا حوض مسجد کے پشت دیوار سے بالکل ملا ہوا بلکہ ایک گز مٹی نکال کر بنایا جس سے مسجد میں بو بھی آئے گی، دیوار پشت مسجد میں نونا (شور) بھی لگے گا، مسجد کی بے حرمتی بھی ہے کہ پشت مسجد پر پاخانہ بنا ہے، آیا یہ سب فعل زید کے لئے شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟ شرع دیوار مسجد میں اجازت دیتی ہے کہ مسجد کا پشتہ و زمین پاخانہ کی ضرورت کو کھود ڈالا جائے کہ پاخانہ کی جگہ کچھ کم تھی یا پاخانہ بن نہ سکتا۔ مسجد کی پشت پر سے مہتر آوے گا حوض کا پانی جو بالکل نجاست غلیظہ ہے جس سے مسجد دیوار پر ضرور چھینٹ پڑے گی۔

(۴) زید نے یہ سب کچھ کیا خود اور چند مسلمانوں کی مدد سے، مگر مسلمانانِ شہر جس میں ہر قسم کے لوگ ہیں زید کی ان تمام باتوں کے خلاف یہ سب زمین مسجد پاخانہ اور وہ زمین جو اس کے متصل مسجد کے متعلق ہے اور اس کی اینٹ سب اپنے تحت تصرف میں لانا بھی سخت خلاف اور رنجیدہ ہیں اس کو جائز نہیں سمجھتے، لہذا شرعاً ہم سب مسلمانوں کو سکوت کرنا چاہئے یا کہ دخل دینا چاہئے اور یہ سب زمین علیحدہ کر لینا چاہئے ؟ امید کہ تشفی بخش جواب ہم غریب مسلمانوں کو مرحمت ہوئے مع دلیل کے کیونکہ زید بھی مولوی ہے بغیر دلیل کے وہ ہم لوگوں کی کیوں ماننے گا۔

(۵) کیا زمین متعلقہ مسجد یا استنجا خانہ وغیرہ وغیرہ مسلمانوں کی اجازت سے شرعاً منہدم ہو سکتا ہے ایسی حالت میں جبکہ وہ مسجد کے کام میں نہ آئے بلکہ دوسرے کام میں آئے وہ اجازت کے مجاز ہیں۔

(۶) مسجد میں پاخانہ یا پیشاب خانہ بنانے میں کچھ پورب پچھم میں فرق ہے یا نہیں ؟ اور مسجد سے کتنے فاصلہ پر پیشاب خانہ بنانا چاہئے اس کی کوئی حد شرعاً جو ہو حکم فرمایا جائے اور نجاست کے پانی سے مسجد کی دیوار میں اگر اثر پہنچے تو شرعاً کچھ حرج ہے یا نہیں ؟

الجواب

(۱ و ۲) یہ فعل زید کا حرام قطعی ہے، ایک وقف جس غرض کے لئے وقف کیا گیا ہے اسی پر رکھا جائے اس میں تو تغیر نہ ہو مگر ہیئت بدل دی جائے مثلاً دکان کو رباط کر دیں یا رباط کو دکان، یہ حرام ہے۔ عالمگیری میں ہے :

لایجوز تغییر الوقف عن هیئتہ[1] وقف جائداد کی ہیئت کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا (ت)
نہ کہ سرے سے موقوف علیہ بدل دیا جائے، متعلق مسجد کو مدرسہ میں شامل کرلیا جائے یہ حرام ہے اور سخت حرام ہے۔

(۳) یہ بھی زید کا ویسا ہی تصرف ہے، حرام و ناجائز ہے۔ مسجد کا پشتہ کھودنا حرام، اور اُسے ماورائے مسجد دوسرے کام خصوصاً ایسے ناپاک کام میں صرف کرنا صریح ظلم و غصب و بیحرمتی مسجد ہے۔ صحیح حدیث کا ارشاد ہے کہ جو ایک بالشت زمین غصب کرے گا زمین کے ساتوں طبقوں تک اتنا حصّہ توڑ کر روزِ قیامت اس کے گلے میں طوق ڈالا جائے گا[2]۔

(۴) مسلمانوں کو زید کی ایسی بیجا دست برد و ظلم پر سکوت حرام ہے اور چارہ جوئی فرض۔ لازم ہے کہ بذریعہ حکومت مسجد کی وہ پہلی زمین اور پشتہ کی زمین سب اُس کے قبضہ سے نکلوائی جائے اور پہلے جس حالت پر تھی اُسی حالت پر جبراً اس سے کرائی جائے اور جتنی اینٹیں اُس نے تصرف میں کرلی ہیں وہ متمیز ہوں تو واپس لی جائیں ورنہ اُن کی قیمت لی جائے اور جتنے دنوں یہ استنجا خانہ و پشتہ وغیرہ کی زمین اس کے قبضہ میں رہی یا تا انفصال رہے اُس سب کا کرایہ اُس سے مسجد کے لئے لیا جائے کما قد نصوا علیہ قاطبۃ فی الکتب المعتمدۃ (جیسا کہ تمام معتبر کتب میں اس پر نص موجود ہے۔ ت)

(۵) مسلمانوں کو تغییر وقف کا کوئی اختیار نہیں تصرف آدمی اپنی مِلک میں کرسکتا ہے وقف مالک حقیقی جل وعلا کی مِلک خاص ہے اُس کے بے اذن دوسرے کو اس میں کسی تصرف کا اختیار نہیں۔

(۶) مسجد کو بُو سے بچانا واجب ہے، ولہذا مسجد میں مٹی کا تیل جلانا حرام، مسجد میں دیا سلائی سلگانا حرام، حتّٰی کہ حدیث میں ارشاد ہوا :

وان یمر فیہ بلحم نیئ[3] یعنی مسجد میں کچا گوشت لے جانا جائز نہیں، حالانکہ کچے گوشت کی بُو بہت خفیف ہے تو جہاں سے مسجد میں بُو پہنچے وہاں تک ممانعت کی جائے گی، مسجد عام جماعت کیلئے بنائی جاتی ہے اور جماعت ہر مسلمان پر واجب ہے یہاں تک کہ ترکِ جماعت پر صحیح حدیث میں فرمایا : ظلم ہے اور کفر ہے۔ اور نفاق یہ کہ آدمی اللہ کے منادی کو پکارتا سُنے اور حاضر نہ ہو۔ صحیح مسلم شریف میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث ہے :

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف الباب الرابع فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۹۰
[2] صحیح البخاری باب ما جاء فی سبع ارضین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۵۴
[3] سنن ابن ماجہ ابواب المساجد باب مایکرہ فی المساجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۵

Marfat.com

لوصلیتم فی بیوتکم کما یصلی ھذا المتخلف لترکتم سنۃ نبیکم ولو ترکتم سنۃ نبیکم لضللتم[1] وفی روایۃ ابی داؤد لکفرتم[2]

یعنی اگر مسجد میں جماعت کو حاضر نہ ہوگے اور گھروں میں نماز پڑھو گے تو گمراہ ہوجاؤ گے ایمان سے نکل جاؤ گے (اور ابوداؤد کی روایت میں ہے تم کافر ہوجاؤ گے۔ ت)

بایں ہمہ صحیحین کی حدیث میں ارشاد ہُوا:

من اکل من ھذہ الشجرۃ الخبیثۃ فلایقربن مصلانا[3]

جو اس گندے پیڑ میں سے کھالے یعنی کچّا پیاز یا کچّا لہسن وہ ہماری مسجد کے پاس نہ آئے۔

اور فرمایا:

فان الملٰئکۃ تتاذی ممایتاذی منہ بنو اٰدم[4] یعنی یہ خیال نہ کروکہ اگر مسجد خالی ہے تو اس میں کسی بُو کا داخل کرنا اُس وقت جائز ہوکہ کوئی آدمی نہیں جو اس سے ایذا پائے گا ایسا نہیں بلکہ ملائکہ بھی ایذا پاتے ہیں اس سے جس سے ایذا پاتا ہے انسان۔ مسجد کو نجاست سے بچانا فرض ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۴ تا ۱۱۹ از بمبئی کامبیکر اسٹریٹ المعروف چھاج محلہ مرسلہ بدرالدین عبداللہ صاحب مشاورجامع مسجد کمیٹی ۱۶ رجب ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وفقہائے شرع متین زادہم اللہ تعالٰی شرفاً وتعظیماً ان صور مسؤلہ میں جوکہ ذیل حسب نمبر مندرج ہیں:

اوّل یہ کہ شہر بمبئی میں ایک مسجد عظیم الشان رفیع البنیان جامع مسجد ہے اور اس کی بنا وسط شہر میں ایسی جگہ واقع ہے جس کے چوطرف کوئی مکان نہیں ہے اور اس میں ہوا بکثرت آتی ہے کیونکہ سب اطراف اُس کے فارغ ہیں بلکہ بعض اوقات بسبب کثرتِ ہوا مصلی دریچہائے مسجد کو بند کرتے ہیں، اس مسجد کی بنا پہلے ہی سے نہایت عمدہ وشاندار تھی مگر قبل از چند سال حضرات مشاورین نے اپنی رائے سے اس میں کسی قدر تبدل وتغیر کیا اور تخمیناً اس ترمیم وتبدیل میں تخمیناً تین لاکھ روپیہ سے زیادہ صرف مال وقف سے کیا گیا اس

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساجد باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ وبیان التشدید الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۳۲

[2] سنن ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب التشدید فی ترک الجماعۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۸۱

[3] صحیح مسلم کتاب المساجد باب نہی من اکل ثوما الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰۹

[4] " " " " " " " ۱/ ۲۰۹

Marfat.com

مسجد کی روشنی کے لئے قبل از چند سال بصرف مبلغ دس بارہ ہزار روپیہ ہانڈیاں وجھومر بلوری وغیرہ اسباب روشنی کا خرید کر کے نہایت اعلیٰ پیمانہ پر مشاورین قدیم نے انتظام کیا تھا بعد از چند سال مشاورین جدید نے اس انتظام کو ناقابل وغیر مکتفی سمجھ کر تقریباً بیس ہزار روپیہ سے زیادہ صرف مال وقف سے گیس کی روشنی کی تجویز کی اور طبقہ زیریں و بالا پر گیس کے نل وغیرہ سقف وجدار مسجد میں نصب کئے گئے تھے اور چند سال تک یہ گیس یعنی دخان کی روشنی کا مسجد میں انتظام رہا، مگر جبکہ مسجد بطریق بیان بالا ترمیم و تغیر کرنے میں آئی اس وقت یہ سب گیس کی روشنی کے نل وغیرہ جو کہ سقف وجدار میں نصب کئے گئے تھے ضائع وخراب و برباد ہوئے پھر تجدیداً حضرات مشاورین نے بکثرت رائے مشاورین نئے سرے سے گیس کی روشنی کا انتظام کیا اور طبقہ زیریں میں سقف وجدار میں نل نصب کئے اس امر کو ایک سال کا عرصہ منقضی نہیں ہوا ہے کہ مشاورین مذکور چاہتے ہیں کہ مسجد میں برقی روشنی اور برقی پنکھوں کا انتظام واہتمام بصرف مال مسجد کیا جائے پس جملہ احوال سوال مذکور پر غور فرما کر بیان فرمادیں کہ یہ جو وقتاً فوقتاً دربارہ روشنی اخراجات کثیرہ کئے گئے ہیں یہ مال وقف میں تصرف بیجا ونا جائز بائے شرع ہیں یا نہیں، بیان فرمائیں۔

ثانی یہ کہ جب مسجد ایسی جگہ واقع ہے جس کے چاروں طرف کوئی مکان نہیں ہے اور مسجد مذکور کے دیواروں میں دریچہائے کلاں بکثرت بنائے گئے ہیں اور ہر وقت ہوا وہاں موجود ومتموج ہے بلکہ بعض وقت حسب بیان سوال اول کھڑکیاں بسبب کثرتِ ہوا کے بند کی جاتی ہیں، پس ایسی صورت میں مال وقف سے برقی پنکھے مسجد میں نصب کرنا شرعاً درست ہیں یا نہیں ؟

تیسرے یہ کہ تجربتاً یہ امر ظاہر ہے کہ جب برقی پنکھا چلایا جاتا ہے اس وقت اُس سے ایک آواز آتی ہے جو ضرور مخل نماز و مبطل خشوع وخضوع، بناءً علیہ اس طرح کے پنکھے بلا ضرورت بصرف مال مسجد بنانا شرعاً جائز ہیں یا نہیں ؟

(۴) یہ امر بتحقیق تمام ثبوت کو پہنچا ہے کہ پنکھا چلانے کے ڈبے میں جو گریس ڈالا جاتا ہے وہ اشیاء ناپاک ونجس سے مخلوط ہے اس صورت خاص میں بھی ان پنکھوں کے مسجد میں لگانے کا بصرف مال وقف شرعاً کیا حکم ہے ؟

(۵) یہ کہ ماہرین فن ایلیکٹری سے یہ بات بخوبی معلوم ہوئی ہے کہ بہ نسبت گیس کی روشنی کے ایلیکٹری کی روشنی و برقی پنکھوں میں زیادہ تر خوف آتشزدگی ہے چنانچہ ایلیکٹری سے اس قسم کی آتشزدگی کے واقعات بہت ہو چکے ہیں جس سے بہت لوگ واقف ہیں، پس صورتِ مذکور میں ایسی خوفناک وحشت آمیز چیز کا نصب کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں ؟

(۶) یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہے کہ بقول اطباء روشنی برقی مضر بصارت ہے اور برقی پنکھوں کی ہوا

Marfat.com

بھی نقصان رسانِ صحت ہے، چنانچہ اس قبیل کا ایک مضمون اخبار طبیب مورخہ یکم جون سنہ رواں مطبوع ہے، جو اخبار کہ لبسرپرستی جناب حاذق الملک مولوی حکیم اجمل خاں صاحب بہادر رئیس اعظم دہلی نکلا کرتا ہے، پس ایسی مضرت رساں صحت کا مسجد میں آویزاں کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) یہ تصرفات محض ظلم و اسراف و تضییعِ مالِ اوقاف ہیں۔ علماء نے ایک چراغ وقف کے صبح تک روشن رکھنے کو ناجائز بتایا جب تک واقف سے نصاً یا عرفاً اس کی اجازت ثابت نہ ہو نہ کہ بار بار یہ ہزارہا روپوں کا صَرف بیکار، متولیوں کو کسی صرف جدید کے احداث کی اجازت نہیں ہو سکتی، اگر بلا مسوغ شرعی اس میں مالِ وقف صَرف کرینگے وُہ صرف ان کی ذات پر پڑے گا اور جتنا مال مسجد اُس میں خرچ کیا اُس کا تاوان ان پر لازم ہوگا۔ واقف نے اگر مسجد میں کنگرے نہ بنائے تھے اور متولی مالِ وقف سے بنائے گا گنہگار ہوگا اور تاوان دے گا، نمازیوں کو اگر بے منارہ کے اذان کی آواز پہنچ جاتی ہے تو متولی مالِ مسجد سے منارہ نہیں بنا سکتا، بنائے گا تو اس پر تاوان آئے گا، واقف نے فراشِ مسجد کا کوئی وظیفہ نہ رکھا تھا، متولی تو متولی حاکم کو حلال نہیں کہ اُس میں فراش کا وظیفہ حادث کرے، نہ فراش کو وہ وظیفہ لینا حلال۔ بنائے مسجد بلکہ عمدہ و محکم تھی تو متولیوں کو اس کا شہید کرنا اور نقشہ بدلنا اور اس میں مسجد کے تین لاکھ روپے اڑا دینا اور اس کے سبب بیس ہزار کے نل برباد کرنا اور پھر گیاس کی روشنی میں بیس ہزار اور اڑانا، اور اب اسے بھی تباہ کرکے برقی روشنی کی کوشش کرنا اور اس میں مالِ مسجد برباد کرنا، یہ تمام افعال حرام تھے اور ہیں، متولیوں پر اُن لاکھوں روپوں کا تاوان لازم ہے کہ اپنی گرہ سے ادا کریں، اور واجب ہے کہ ایسے مسرف متولی معزول کئے جائیں اور ان کی جگہ مسلمان متدین ہوشیار کارگزار خدا ترس دیانتدار مقرر کئے جائیں۔ عالمگیریہ میں ہے:

لووقف علی دھن السراج للمسجد لایجوز وضعہ جمیع اللیل بل بقدر حاجۃ المصلین ویجوز الی ثلث اللیل ونصفہ اذا احتیج الیہ للصلٰوۃ فیہ کذا فی السراج الوھاج ولایجوز ان یترک فیہ کل اللیل الا فی موضع جرت العادۃ فیہ بذلك کمسجد بیت المقدس ومسجد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والمسجد الحرام۔

اگر مسجد کے چراغ کے تیل کے لئے کوئی وقف کیا تو تمام رات چراغ روشن رکھنا جائز نہ ہوگا بلکہ صرف نمازیوں کی ضرورت کے مطابق اور تہائی رات تک، اگر ضرورت ہو تو نصف رات تک روشن رکھا جائے تاکہ نمازی عبادت کر سکیں، یونہی السراج الوہاج میں ہے۔ اور تمام رات چراغ روشن رکھنا جائز نہیں، ہاں ایسے مقامات جہاں ایسی عادت جاری چلی آرہی ہے، جیسا کہ مسجد بیت المقدس اور مسجد نبوی اور مسجد حرام میں ہے، یا واقف نے تمام

Marfat.com

اوشرط الواقف ترکه فیه کل اللیل کما جرت به العادة فی زماننا کذا فی البحر الرائق۔[1]

رات روشن رکھنے کی شرط لگا رکھی ہو جیسا کہ ہمارے زمانہ میں یہ عادت بن چکی ہے، بحر الرائق میں یونہی ہے (ت)

فتاوٰی قاضیخاں میں ہے:

لیس للقیم ان یتخذ من الوقف علی عمارۃ المسجد شرفا من ذٰلك و لو فعل یکون ضامنا۔[2]

منتظم کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ مسجد کی عمارت پر وقف مال سے کوئی بالاخانہ بنائے، اگر اس نے ایسا کیا تو وہ اس مال کا ضامن ہوگا۔ (ت)

خزانۃ المفتین میں ہے:

یجوزان یبنی منارۃ من غلة وقف المسجد ان احتاج الیها لیکون اسمع للجیران وان کانوا یسمعون الاذان بدون المنارۃ فلا۔[3]

اردگرد کے لوگوں کو آواز پہنچانے کے لئے مسجد کے وقف کی آمدنی سے مینار بنانا جائز ہے بشرط ضرورت، اور اگر منارہ کے بغیر اذان کی آواز لوگ سُن لیتے ہوں تو پھر جائز نہیں (ت)

عقود الدریہ میں ہے:

القاضی لیس له الاحداث بدون مسوغ شرعی فکیف المتولی وقد صرح فی الذخیرة و الولوالجیة وغیرھما بان القاضی اذا قرر فراشا للمسجد بغیر شرط الواقف لم یحل للقاضی ذلك ولم یحل للفراش تناول المعلوم قال فی البحر فان قلت فی تقریر الفراش مصلحة قلت یمکن خدمة المسجد بدون تقریرہ بان یستاجر المتولی فراشا

قاضی کو وقف میں نئی عمارت بنانا ضرورت شرعی کے بغیر جائز نہیں تو متولی کیسے کر سکتا ہے جبکہ ذخیرہ اور ولوالجیہ وغیرہما میں تصریح ہے کہ اگر قاضی نے واقف کی شرط کے بغیر مسجد کے لئے صفائی والا مقرر کیا تو اسے جائز نہیں اور اس صفائی والے کو مقرر وظیفہ لینا جائز نہیں ہے، اور بحر میں فرمایا اگر تیرا اعتراض ہو کہ صفائی والے کی تقرری میں اصلاح کی صورت ہے، تو میں کہتا ہوں کہ اس تقرری کے بغیر بھی مسجد کی

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۵۹
[2] فتاوٰی قاضی خاں " باب جعل دارہ مسجدًا نولکشور لکھنؤ ۴/۷۱۲
[3] خزانۃ المفتین کتاب الوقف قلمی نسخہ ۱/۲۱۴

Marfat.com

له والممنوع تقريره في وظيفة تكون حقا له[1]

خدمت ممکن ہے کہ متولی کسی کو اجرت دے کر کرالے جبکہ مستقل تقرری جس پر وظیفہ مقرر ہو منع ہے (ت)

ہندیہ پھر طحطاوی پھر شامی میں ہے:

مسجد مبنی اراد رجل ان ينقضه و يبنيه ثانيا احكم من البناء الاول ليس له ذلك لانه لا ولاية له، مضمرات، الا ان يخاف ان ينهدم، تاتارخانية، وتاويله ان لم يكن الباني من اهل تلك المحلة اما اهلها فلهم ان يهدموا ويجددوا بناءه لكن من مالهم لا من مال المسجد الا بامر القاضي[2]

تعمیر شدہ مسجد کو گرا کر کوئی شخص نئی مضبوط عمارت بنانا چاہے تو اسے یہ اختیار نہیں کیونکہ اس کو یہ ولایت حاصل نہیں ہے، مضمرات۔ مگر اس صورت میں جب عمارت منہدم ہونے کا خطرہ ہو۔ تاتارخانیہ۔ اس کی تاویل یہ ہے کہ وہ تعمیر کرنے والا محلہ دار نہ ہو، اگر وہاں کا محلہ دار ہو تو محلے والوں کو اختیار ہے گرا کر دوبارہ تعمیر کریں لیکن اپنے مال سے نہ کہ مسجد کے مال سے، ہاں اگر قاضی کی اجازت ہو تو مسجد کا مال خرچ کر سکتے ہیں۔ (ت)

خلاصہ و تنویر الابصار میں ہے:

لا باس بنقشه خلا محرابه بجص وماء ذهب بماله لا من مال الوقف وضمن متوليه لو فعل[3]

جص اور سونے کے پانی سے مسجد میں نقش و نگار محراب کو چھوڑ کر کرنا جائز ہے بشرطیکہ کوئی ذاتی مال سے کرے، وقف کے مال سے جائز نہیں، اگر متولی نے ایسا کیا تو ضامن ہوگا۔ (ت)

بحرالرائق پھر ردالمحتار میں ہے:

اما من مال الوقف فلا شك انه لا يجوز للمتولي فعله مطلقا لعدم الفائدة فيه[4]

لیکن وقف مال سے ایسا کرنا بلاشبہ متولی کو مطلقاً جائز نہیں کیونکہ اس میں وقف کا کوئی فائدہ نہیں ہے (ت)

---

[1] العقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامدية کتاب الوقف الباب الثانی ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/۲۲۰

[2] فتاوی ہندیۃ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۵۷

[3] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۳

[4] ردالمحتار " " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۴۳

Marfat.com

درمختار میں ہے :

الا اذا کان الواقف فعل مثلہ لقولھم انہ یعمر الوقف کما کان[1]

ہاں اگر واقف ایسا کرتا رہا ہو تو پھر وقف مال سے جائز ہے کیونکہ فقہائے نے فرمایا ہے کہ متولی اسی طرح تعمیر کرے جس طرح پہلے تھی (ت)

فتح القدیر پھر شرح علامہ بیری پھر ابن عابدین میں ہے :

الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیہ دون زیادۃ ولا موجب لتجویزہ لان الموجب الشرط والضرورۃ ولا ضرورۃ فی ھذا اذ لا تجب الزیادۃ بل تبقیہ کما کان[2]

وقف کو اپنی اصلی حالت پر رکھنا واجب ہے کوئی زیادتی نہ کی جائے کیونکہ اسکے جواز کا کوئی موجب نہیں ہے کیونکہ موجب صرف واقف کی شرط یا ضرورت ہے اور اس میں کسی زیادتی کی ضرورت نہیں بلکہ جیسے تھا ویسے باقی رکھے۔ (ت)

(۲) اولاً ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے کہ مسجد میں فرشی پنکھا لگانا مطلقاً ناپسندیدہ ہے ،

مدخل الی الشریعۃ میں ہے :

قد منع علماؤنا رحمھم اللہ تعالٰی المراوح، اذ ان اتخاذھا فی المسجد بدعۃ[3]

ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالٰی نے فرشی پنکھا مسجد میں لگانا ناجائز کہا ہے کیونکہ مسجد میں ایسا کرنا بدعت ہے۔ (ت)

ثانیاً جب یہ حالت ہے کہ حاجت اصلاً نہیں تو اپنے مال سے بھی جائز نہیں، نہ کہ مال وقف سے۔

قال اللہ تعالٰی :

ولا تسرفوا ان اللہ لا یحب المسرفین[4]

اسراف نہ کرو اللہ تعالٰی اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (ت)

وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

ان اللہ تعالٰی کرہ لکم ثلثا

اللہ تعالٰی نے تمہارے لئے تین چیزوں کو ناپسند

---

[1] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۳
[2] فتح القدیر کتاب الوقف مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۴۴۰
[3] المدخل لابن الحاج فصل فی ذکر البدع التی الخ دار الکتاب العربی بیروت ۲/۲۲۲
[4] القرآن الکریم ۶/۱۴۱

Marfat.com

قیل وقال وکثرۃ السؤال و اضاعۃ المال۔[1] فرمایا ہے قیل وقال، بغیر ضرورت سوالات کی کثرت اور مال کا ضیاع۔ (ت)

ثالثاً یہ وقف میں صرفِ جدید کا احداث ہے جس کی اجازت متولی کو نہیں ہوسکتی کما بیّنّا۔

رابعاً جب طبّاً اس پنکھے کی ہوا مضرِ صحت ہو تو اُس کا کسی مسلمان کے گھر میں بھی اپنے یا اس کے مال خاص سے بھی لگانا جائز نہ ہوگا نہ کہ مسجد میں نہ کہ مال وقف سے، کما یأتی۔

(۳) بیشک مسجد میں ایسی چیز کا احداث ممنوع بلکہ ایسی جگہ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

کرہ وقت حضور طعام تاقت نفسہ الیہ و کذا کل مایشغل البال عن افعالھا ویخل بخشوعھا کائنا ماکان۔[2] نفس کی خواہش ہو تو کھانے کے وقت نماز مکروہ ہے، اور یونہی ہر وُہ چیز جس سے نماز میں دل مصروف رہے اور خشوع میں خلل انداز ہو، جو بھی ہو۔ (ت)

نیز شرح تنویر میں ہے:

ولذا تکرہ فی طاحون[3] (اسی لئے چکّی خانہ میں نماز مکروہ ہے۔ ت)

ردالمحتار میں ہے:

لعل وجھہ شغل البال بصوتھا۔[4] ہوسکتا ہے اس کی وجہ چکّی کی آواز سے دل کی مشغولیت ہو (ت)

(۴) اس صورت میں وُہ پنکھا مطلقاً خود ہی ناجائز ہے اگرچہ پہلی چار وجہ نہ بھی ہوتیں۔ تنویر الابصار میں ہے:

کرہ ادخال نجاسۃ فیہ فلایجوز الاستصباح بدھن نجس فیہ۔[5] مسجد میں نجاست کا داخل کرنا منع ہے اس لئے ناپاک تیل سے مسجد میں چراغ روشن کرنا جائز نہیں۔ (ت)

---

[1] مسند احمد بن حنبل	حدیث المغیرۃ بن شعبۃ	دارالفکر بیروت	۴/۲۴۶
[2] درمختار	کتاب الصلوٰۃ	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۹۲
[3] ؍؍	؍؍	؍؍ ؍؍ ؍؍	؍؍
[4] ردالمحتار	؍؍	داراحیاء التراث العربی بیروت	۱/۴۵۵
[5] درمختار شرح تنویر الابصار	باب مایفسد الصلوٰۃ	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۹۳

Marfat.com

(۵) یہ بھی کافی وجہ اس روشنی اور پنکھے کی ممانعت کی ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا مر احدکم فی مسجدنا او فی سوقنا و معہ نبل فلیمسک علی نصالہا بکفہ لایعقر مسلما[1]۔ رواہ البخاری و مسلم و ابوداؤد وابن ماجۃ عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جب تم ہماری مساجد و بازار سے گزرو تو اپنے نیزوں کے پھالوں کو قابو رکھو اگر پاس نیزے ہوں تاکہ کسی مسلمان کو نہ لگے۔ اس کو بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اذا نمتم فاطفئوا السراج فان الفارۃ تاخذ الفتیلۃ فتحرق اھل البیت[2]۔ رواہ احمد والطبرانی والحاکم بسند صحیح عن عبداللہ بن سرجس والحدیث فی الصحیحین من وجوہ۔

جب سونے کا ارادہ ہو تو چراغ کو بجھا دو، ممکن ہے کہ چوہیا چراغ کے فتیلہ کو کھینچ کر گھر والوں کو جلادے، اس کو احمد، طبرانی اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ عبداللہ بن سرجس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے، اور صحیحین میں یہ روایت کئی طرق سے مروی ہے۔ (ت)

(۶) جب از روئے طب اُن کا مضر ہونا ثابت ہو تو یہ ایک اعلٰی وجہ عدمِ جواز ہے کہ اس میں مسلمانوں کو ضرر رسانی ہے اور یہ حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاضرر ولاضرار[3]۔ رواہ احمد و ابن ماجۃ عن ابن عباس و ابن ماجۃ عن عبادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

ضرر رسانی ناجائز ہے۔ اس کو احمد اور ابن ماجہ نے ابن عباس سے اور ابن ماجہ نے عبادہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اس میں مسلمانوں کی بدخواہی ہوتی اور یہ خلافِ دین ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الدین النصیحۃ للہ ولکتابہ ولرسولہ — بلاشبہ دین اللہ تعالٰی، اس کی کتاب، اس کے

---

[1] صحیح البخاری کتاب الفتن باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من حمل السلاح فلیس منا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۴۷
مسند احمد بن حنبل حدیث ابوموسٰی الاشعری دار الفکر بیروت ۴/ ۳۹۷
[2] 〃 〃 عبداللہ بن سرجس 〃 〃 ۵/ ۸۲
[3] مسند احمد بن حنبل اخبار عبادۃ بن الصامت 〃 〃 ۵/ ۳۲۷

Marfat.com

ولائمۃ المسلمین وعامتھم[1]۔ رواہ احمد ومسلم وابوداؤد والنسائی عن تمیم الداری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

رسول اور مسلمانوں کے ائمہ اور عوام الناس کے لئے خلوص کا نام ہے۔ اس کو مسلم، ابوداود، نسائی نے تمیم داری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۰ و ۱۲۱ از بہاولپور ریاست سپرنٹنڈنٹ یتیم خانہ وسکریٹری اوقاف ۹ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ پنجشنبہ

حضور ایک کمیٹی ریاست بہاولپور میں منتظم آمدنی وخرچ اوقاف مساجد کی ہے اس کو دو مسئلہ کی اس وقت ضرورت ہے اس پر شرعی فتوے سے روشنی فرماکر بارِ احسان فرمائیں:

اول مسجد کی جائدادِ وقف کی آمدنی کسی دوسری مسجد کے مصارف میں خرچ ہوسکتی ہے یانہ؟

دوم اگر کوئی شخص سال تمام کے وعدہ پر دکان وقف کو کرایہ پر لے اور درمیان سال میں بوجہ بیماری وغیرہ چھوڑ دے تو کیا ممبرانِ اوقاف باقیماندہ کرایہ چھوڑ سکتے ہیں؟ فقط۔

الجواب

(۱) ہرگز جائز نہیں یہاں تک کہ اگر ایک مسجد میں لوٹے حاجت سے زائد ہوں اور دوسری میں نہیں تو اس کے لوٹے اس میں بھیجنے کی اجازت نہیں۔

(۲) اگر اس نے عذر صحیح شرعی سے چھوڑا تو باقیماندہ کرایہ چھوڑا جائے گا ورنہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۲ از انجمن اسلامیہ بریلی ۹ جمادی الاولٰی ۱۳۲۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ یتیم خانہ اسلامیہ بریلی میں وہ یتیم جن کی عمر ۱۶ سال ۲ ماہ کی ہے ان کی یہ دریافت طلب ہے کہ اس عمر والوں کو بموجب شرع شریف کے پرورش کرنے اور روٹی کپڑا دینے کا بار یتیم خانہ کے ذمہ ضروری ہے یا نہیں؟ ان لڑکوں کی حالت یہ ہے کہ سردست یہ اس قابل نہیں ہوئے کہ یتیم خانہ سے نکلتے ہی وہ خود اپنے قوتِ بازو سے معاش حاصل کرسکیں، اور اندیشہ ہے کہ ان کو اگر اس طرح چھوڑ دیا جائے گا تو یہ آوارہ گردی اور بداطواری میں مبتلا ہوجائیں گے، اور امید ہے کہ چھ سات ماہ کوشش کرکے ان کو اس قابل کردیا جائے گا کہ وہ کوئی پیشہ یا صنعت سیکھ کر اپنی معاش وجہ حلال سے پیدا کرسکیں گے اور اس عرصہ میں ان کے واسطے کوئی صورت معاش حاصل کرنے کی پیدا کردی جائیگی،

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب ان الدین النصیحۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۴

Marfat.com

پس اس صورت میں اگر ان لڑکوں کو اس عرصہ تک جب تک کہ وہ معاش پیدا کرنے کے قابل ہوسکیں یتیم خانہ میں رکھا جائے اور ان کے ضروری مصارفِ خورد و نوش کا تکفل یتیم خانہ سے کیا جائے تو عندالشرع یہ مصارف اسلامی چندہ کی امانت سے جو یتیموں ہی کے واسطے وصول کیا گیا ہے جائز ہوں گے یا ناجائز؟ اور اس روپیہ کے اس مدت میں صرف کرنے کا مواخذہ عندالشرع مہتممانِ یتیم خانہ کے ذمہ ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

زرِ چندہ شرعاً مِلک چندہ دہندہ پر باقی رہتا ہے کما حققناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) اس میں اجازت چندہ دہندگان پر مدار ہے اگر قدیم سے معمول یتیم خانہ رہا ہو کہ جو یتیم حدِ یتیم شرعی سے نکل کر بالغ ہوجائیں اور وہ بھی اپنے لئے رزقِ حلال کسب کرنے کے قابل ہونے تک ان کو یتیم خانہ میں رکھا جاتا اور زرِ چندہ سے ان کا خرچ کیا جاتا ہو چندہ دہندگان اس پر آگاہ ہوا کئے اور اس پر راضی رہا کئے تو اب بھی جائز ہے لان المعروف کالمشروط والاجازۃ دلالۃ کالاذن الصریح (کیونکہ معروف چیز مشروط چیز کی طرح ہوتی ہے اور دلالۃً اجازت بھی صریح اجازت کی طرح ہے۔ ت) اور اگر پہلے سے یہ معہود اور معروف نہ رہا اور اب تمام چندہ دہندوں سے اجازت لینی ممکن ہو تو اجازت لے کر کرسکتے ہیں،

لان المال لهم فیصرف باذنهم ولیس هذا خلاف سبیل البر حتی یکره لهم الرجوع عنه بل هو بما یؤیده ویرغب الیتامٰی فی دخول هذه الجمعیة۔

کیونکہ مال ان کا ہے اس لئے ان کی اجازت سے خرچ کیا جائے اور یہ راہ نیکی کے خلاف نہیں ہے حتی کہ واپس لینا مکروہ ہے بلکہ اس میں نیکی کے لئے رغبت ہے اور یتیموں کو اس اجتماعیت میں شرکت کی رغبت ہوسکتی ہے (ت)

اور اگر سب سے اجازت نہ لے کر تو آئندہ مہینے کے چندے میں بقدر کفایت چند اشخاص سے اجازت لے لی جائے کہ تمہارا یہ چندہ جس حالت کے انقضا تک اس کام میں صرف ہوگا جو اجازت دیں اُن کا چندہ باقی زرِ چندہ سے جُدا رکھ کر خاص اس کام میں صرف کریں یہاں تک کہ پورا ہو اور اگر کوئی اجازت نہ دے یا جس قدر پر اجازت پائی اس سے زیادہ اس کام میں اٹھایا جائے تو ضرور حرام ہوگا اور اس کا مواخذہ مہتموں پر رہیگا اور جن جن کا وہ چندہ تھا اُن سب کا تاوان اُن پر لازم آئے گا لانهم تعدوا علی اموالهم والمتعدی غاصب۔ والغصب مضمون (کیونکہ انھوں نے دوسروں کے مال پر تعدی کی ہے اور تعدی غصب ہے اور غاصب سے ضمان لیا جاتا ہے۔ ت) اور اگر وہ یتیم حالتِ یتم سے یتیم خانہ میں تھے اور بعد ظہور بلوغ یا

Marfat.com

یا پندرہ سال کی عمر پوری ہونے کے یتیم خانہ سے اُن پر صرف کیا گیا اور اجازت مذکورہ نصًا یا عرفًا ثابت نہ تھی تو سال بھر سے زائد یہ مواخذہ ذمۂ مہتممان لازم اور تاوان ادا کرنا واجب ہو چکا صرف آئندہ سے سوال کیوں واللہ الہادی برادرانِ اسلام کو احکامِ اسلام سے اطلاع دینی خیر خواہی ہے اور مسلمانوں کی خیر خواہی ہر مسلمان کا حق ہے والدین النصح لکل مسلم[1] (دین تمام مسلمانوں کیلئے خلوص اور بھلائی کا نام ہے۔ت) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۳ از اکبر آباد جامع مسجد مسئولہ جناب مولوی محمد رمضان صاحب ۲۴ صفر المظفر ۱۳۳۱ھ

حضرت مولانا بالفضل والمعرفۃ اولانا مجدد مائۃ حاضرہ دام مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ایک استفتا ارسالِ خدمتِ اقدس ہے، امید ہے کہ جواب باصواب سے جلد سرفراز فرمایا جاؤں، یہاں یہ مسئلہ درپیش ہے اور میری نظر سے ابھی کوئی نظیر ایسی نہیں گزری جس سے تشفی بخش جواب دیا جا سکتا، خیال ہوتا ہے کہ زید وکیل بالقبض ہے مگر سارا باب وکالت کا دیکھ ڈالا یہ صورت ایسی انوکھی ہے کہ صاف جواب نہیں ملتا، لہذا تصدیعہ وہ خدمت اقدس عالیہ ہُوا زیادہ والتسلیم بہزار تفخیم، عاجز محمد رمضان عفی عنہ واعظ جامع مسجد آگرہ۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کی تعمیر کے لئے چندہ کیا گیا عمرو نے پانچسو روپے کا ایک چک دیا جو نوٹ نہیں تھا بلکہ کتاب کا ورق تھا جس کے ذریعہ سے بنک سے روپیہ وصول کیا جا سکتا ہے کہ بنک سے روپیہ وصول کرکے اس رقم میں شامل کرلیا جائے وہ چندہ زید کے پاس جمع ہوا جو اس مسجد کے متولیوں میں سے ایک متولی تھا اُس نے چک کا روپیہ وصول نہیں کیا خواہ غفلت سے خواہ اُس چک میں بنک کی جانب سے کوئی اعتراض ہوا ازاں بعد زید کا انتقال ہوگیا اور ورثائے زید نے بھی روپیہ وصول نہیں کیا ازاں بعد عمرو کا بھی انتقال ہوگیا باقی متولیانِ مسجد مذکورہ نے ورثائے زید پر اس جمع شدہ چندہ کی نالش کرکے ڈگری بھی حاصل کرلی ورثائے زید سے اس چک کا روپیہ وصول کرنا کہ ان کے مورث کی غفلت یا بنک کے کسی اعتراض کی وجہ سے وصول نہیں ہوا تھا شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسا روپیہ مسجد کی تعمیر میں لگانا درست ہے یا نادرست؟ یہ ملحوظ رہے کہ وہ چک اب کسی کام کا نہیں رہا، بینوا بالکتاب توجروا عند اللہ احسن ثواب (کتاب سے بیان کرو اور اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب پاؤ۔ت) فقط۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان ان الدین النصیحۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۵

Marfat.com

الجواب

صورتِ مسئولہ میں متولیان مسجد کی وہ نالش محض باطل تھی اور ڈگری سراسر خلافِ شرع ہوئی، وہ روپیہ مسجد میں لینا نرا حرام ہے، اور اگر لے لیا ہے تو ورثائے زید کو واپس دینا فرض ہے، ظاہر ہے کہ روپیہ جو کوئی شخص بنک میں جمع کرتا ہے وُہ بنک پر دین ہوتا ہے، عمرو نے جو وُہ روپیہ تعمیرِ مسجد کو دیا اگر مسجد موجود تھی اور اس کی تعمیر کو دیا تو یہ مسجد کے لئے ہبہ ہُوا، عالمگیریہ میں ہے:

رجل اعطی درہما فی عمارۃ المسجد او نفقۃ المسجد او مصالح المسجد صح لانہ ان کان لایمکن تصحیحہ وقفا یمکن تصحیحہ تملیکا بالھبۃ للمسجد فاثبات الملك للمسجد علٰی ھذا الوجہ صحیح ویتم بالقبض کذا فی الواقعات الحسامیۃ۔[1]

اگر کسی شخص نے مسجد کی عمارت یا اس کے اخراجات یا مصالح کے لئے بطور چندہ ایک درہم دیا تو جائز ہے کیونکہ اگر وقف کے طور پر صحیح نہ ہو تو ہبہ کے طور پر اس کی صحت ہوسکتی ہے کہ مسجد کے لئے یہ تملیک ہوجائیگی جبکہ اس طرح مسجد کے لئے تملیک صحیح ہے اور قبضہ ہوجانے پر ہبہ تمام ہوجائے گا۔ حسامیہ کے واقعات میں یونہی ہے (ت)

اسی طرح خزانۃ المفتین وغیرہا میں ہے اس تقدیر پر یہ ھبۃ الدین عمن غیر من علیہ الدین مع تسلیطہ علی القبض (غیر مدیون کو قبضہ پر اختیار دے کر دین کا ہبہ کیا گیا ہے۔ ت) ہوا، متولیان مسجد موہوب لہ کے نائب اور عمرو کی طرف سے وکیل بقبض الدین ہوئے اور اگر ہنوز مسجد موجود نہ تھی بلکہ بنانا چاہتے تھے اس کے چندہ میں دیا تو ہبہ نہیں ٹھہرا سکتے کہ معدوم کے لئے ہبہ ممکن نہیں متولی صرف وکیل بالقبض ہُوئے، دونوں صورتوں میں جب تک قبضہ نہ ہوا روپیہ ملکِ عمرو پر تھا، صورت ثانیہ میں تو ظاہر ہے کہ سرے سے ہبہ ہی نہ ہُوا تو ملکِ مالک سے خروج کیا معنٰی،

وقد حققنا فی فتاوٰنا ان ما یجمع من الناس لمصرف خیر یبقی علٰی ملك المعطین۔

ہم نے اپنے فتاوٰی میں یہ تحقیق کردی ہے کہ لوگوں سے کسی اچھے مصرف کے لئے جو چندہ جمع کیا جاتا ہے وہ چندہ دینے والے لوگوں کی ملکیت ہی رہتا ہے۔ (ت)

عالمگیری میں ذخیرہ سے ہے:

رجل جمع مالا من الناس لینفقہ فی

کسی شخص نے لوگوں سے مسجد کی تعمیر کے لئے چندہ

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فصل ثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۶۰

Marfat.com

بناء المسجد فانفق من تلك الدراهم فی حاجته ثم رد بدلها فی نفقة المسجد لایسعه ان یفعل ذٰلك فان فعل فان عرف صاحب ذٰلك المال رد علیه او سأله تجدید الاذن فیه[1] الخ۔

جمع کیا اور ان دراہم کو اس نے اپنی ذاتی ضرورت پر خرچ کرلیا پھر اس کے بدلے مسجد کی ضرورت میں اپنا مال خرچ کیا تو ایسا کرنے کا اس کو اختیار نہیں ہے، اگر کرلیا تو چندہ دینے والوں کو چندہ واپس کرے یا ان سے نئی اجازت طلب کرے اگر چندہ دینے والوں کا علم ہو۔ (ت)

اور صورتِ اولٰی میں اس لئے کہ ہبہ بے قبضہ تمام و مفید ملک موہوب لہ نہیں ہوتا ابھی واقعات حسامیہ و ہندیہ سے ہبۂ مسجد میں گزرا کہ یتم بالقبض (قبضہ ہوجانے سے ہبہ تام ہوجاتا ہے۔ ت)، اسعاف پھر بحرالرائق پھر عالمگیریہ میں ہے:

لو ان قوما بنوا مسجدا وفضل من خشبهم شیئ قالوا یصرف الفاضل فی بنائه ولا یصرف الی الدهن والحصیر هٰذا اذا سلموه الی المتولی لیبنی به المسجد والا یکون الفاضل لهم یصنعون به ماشاؤا[2]۔

اگر قوم نے مل کر مسجد تعمیر کی اور کچھ تعمیراتی سامان لکڑی وغیرہ بچ جائے تو فقہاء نے فرمایا کہ بچے ہوئے کو اسی عمارت میں خرچ کرے اور اس کو دوسرے مصارف مثلاً مسجد کی چٹائی اور تیل وغیرہ میں نہ خرچ کرے، یہ اس صورت میں ہے جبکہ قوم نے متولی کو یہ کہہ کر سونپا ہو کہ اس کو تعمیر میں خرچ کردو، ورنہ فالتو سامان ان دینے والوں کی ملکیت رہے گا وُہ جہاں چاہیں صرف کریں۔ (ت)

اشباہ میں ہے:

لایصح تملیکه ای الدین من غیر من هو علیه الا اذا سلطه علی قبضه فیکون وکیلا قابضا للموکل ثم لنفسه[3]۔

اس کی یعنی قرض کی مقروض کے غیر کو تملیک جائز نہیں تاوقتیکہ اس غیر کو قرض کی وصولی پر مقرر نہ کردے تاکہ یہ اس مالک کی طرف سے وصولی کا وکیل بن کر پھر اپنے لئے وصولی کا مالک بن جائے (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الوقف الباب الثالث عشر فی الاوقاف التی یستغنی عنها نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۸۰

[2] " " " الباب الحادی عشر فی المسجد فصل ثانی " " ۲/ ۴۶۲

[3] الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی الدین فائدہ ۵ ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۲۱۳

Marfat.com

جامع الفصولین میں ہے :

هبة الدين ممن ليس عليه لم تجز الا اذا سلطه علی قبضه فيصير كانه وهبه حين قبضه ولا يصح الا بقبضه[1] (ملتقطا) ۔

قرض کا ہبہ غیر مقروض کو صرف اسی صورت میں جائز ہوگا جب وہ اس کو اپنی طرف سے قبضہ کیلئے مقرر کرے، تو یوں قبضہ کرلینے کے بعد ہبہ قرار پائے گا اور پھر اس کا قبضہ ہوجانے پر صحیح ہوجائے گا (ملتقطا) (ت)

یہاں اگر مرتِ عمرو سے پہلے چک بیکار ہوگیا تو ہبہ بوجہ ہلاک موہوب قبل القبض باطل ہوگیا اور اگر موتِ عمرو کے بعد بیکار ہُوا تو بوجہ موت واہب قبل تسلیم کما فی الدر المختار وعامۃ الاسفار (جیساکہ درمختار اور عام کتب میں ہے ۔ ت) بہرحال مسجد کے لئے ملک اصلاً نہ ہُوئی تو متولیانِ مسجد کو اُس کا مطالبہ کس بناء پر پہنچ سکتا تھا، نہ کسی طرح ان کی ڈگری ہوسکتی تھی نہ ہرگز انھیں اس کا لینا حلال، نہ مسجد میں خرچ کرنا حلال، معہذا غفلت اگر جرم ہے تو نہ صرف زید بلکہ سب متولیوں کا کہ جب عمرو نے وہ چک مسجد کو دیا تھا ہر متولی کو مسجد کے لئے اس کا حاصل کرنا تھا فقط زید کے پاس جمع کردینے سے کیا باقی سب تولیتِ مسجد سے خارج ہوگئے، اگر خارج ہوگئے تو اُنھوں نے دعوٰی کس بنا پر کیا اور اگر خارج نہ ہوئے تو انھوں نے کیوں نہ وصول کیا یا کرایا، کیوں مال ضائع ہونے دیا، جُرم ہے تو سبھی پر ہے، بلکہ اگر چک بعد موتِ زید بیکار ہُوا تو تنہا باقیوں پر الزام ہے کہ ورثا متولی نہیں، ان متولیوں نے کیوں تلف ہونے دیا، علاوہ بریں اگر یہ جرم تھا تو اتنا کہ ایک مال جو مسجد کی ملک ہوجاتا وصول نہ کیا نہ یہ کہ ایک مال جو مسجد کی ملک تھا تلف کردیا تو یہاں تملک سے امتناع ہے نہ کہ مملوک کا ضیاع، تو ضمان کیا معنی، اور جب ضمان نہیں تو زید ہی کے مال پر مطالبہ نہ آیا تو ورثا سے مطالبہ کیسا،

قال اللہ تعالٰی لا تزر وازرۃ وزر اخرٰی[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا، کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی (ت)

یہ سب اس صورت میں ہے کہ بوجہ غفلت چک بیکار ہوا ہو اور اگر بنک والوں نے اس میں کوئی نقص نکال کر روپیہ نہ دیا جب تو ظاہر ہے کہ زید بے قصور ہے بالجملہ دعوٰی بہرحال باطل وبے معنی ہے، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

---

[1] جامع الفصولین الفصل الرابع والثلاثون فی الاحکامات ہبۃ الدین اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۱۶

[2] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴

Marfat.com

مسئلہ ۱۲۴ مسئولہ حافظ محمد ایاز صاحب از قصبہ نجیب آباد ضلع بجنور محلہ پٹھان ۲۵ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو روپیہ بطور چندہ کانپور کے بیوگان و یتیمان وغیرہ وغیرہ کے واسطے جمع کیا ہوا اور اب بعد فیصلہ کانپور وہ روپیہ اکثر مردمان کی رائے سے تعمیر مسجد میں لگا دیا جائے تو اس کے بابت کیا حکم ہے؟

الجواب

چندہ جس کام کے لئے کیا گیا ہو جب اس کے بعد بچے تو وہ انھیں کی ملک ہے جنھوں نے چندہ دیا ہے، کما حققناہ فی فتاونا (جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاوٰی میں کی ہے۔ت) ان کو حصہ رسد واپس دیا جائے یا جس کام میں وہ کہیں صرف کیا جائے۔ اور اگر دینے والوں کا پتا نہ چل سکے کہ اُن کی کوئی فہرست نہ بنائی تھی نہ یاد ہے کہ کس کس نے دیا اور کتنا کتنا دیا تو وہ مثل مال لقطہ ہے اُسے مسجد میں صرف کرسکتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۵ از شہر مرسلہ جناب حافظ میاں صاحب ۵ جمادی الاخری ۱۳۲۷ھ یوم دوشنبہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک ملک اور ایک باغ واسطے نیاز حضور جناب امام حسین علیہ السلام اور فاتحہ پیران عظام اور مرمت شکست ریخت زیارت بغرض بقائے نشان ونیز خیرات خالصاً للہ وقف کی آیا یہ وقف مذہب اہل سنت وجماعت میں جائز وصحیح ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتب بادلیل مشرح فرمائیے، بیّنوا توجروا۔

الجواب

خیرات خالصاً للہ کے لئے وقف جائز وصحیح ہے، یونہی نیاز وفاتحہ حضرت امام واولیائے کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے لئے، جبکہ اسے مصرف خیر میں صرف کرنا ہو۔ رہی مرمت زیارت، اگر اس سے مراد وہ مکان ہے کہ مسافرین، زائرین، حاضرین عرس کے آرام کو بنایا گیا تو وہ مثل سرائے ومسافر خانہ قربت ہے اور اس کی مرمت مثل عمارت، تو اس پر بھی وقف جائز وصحیح ہے۔

فی الدر المختار الوقف علی ثلثۃ اوجہ اما للفقراء او للاغنیاء ثم للفقراء او یستوی فیہ الفریقان کرباط وخان ومقابر وسقایات وقناطر ونحو ذٰلک کمساجد وطواحین وطست لاحتیاج الکل لذٰلک الخ[1]

درمختار میں ہے کہ وقف تین طرح ہوتا ہے: فقراء کے لئے یا پہلے اغنیاء اور پھر فقراء کے لئے یا دونوں کے لئے مساوی، جیسے سرائے، تکیہ، قبرستان، سبیلیں اور خیمے وغیرہ۔ مثلاً مساجد، چکیاں اور برتن کیونکہ یہ تمام لوگوں کی ضروریات ہیں (ت)

---

[1] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۶

Marfat.com

اور اگر مراد عام قبر کی مرمت ہے تو وہ قربت نہیں اور وقف کے لئے قربت ہونا شرط ہے،

فی الدر المختار شرطه ان یکون قربة فی ذاته معلوما منجزا[1] الخ۔

درمختار میں ہے کہ وقف ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ عمل ذاتی طور پر نیکی ہونا واضح طور پر معلوم ہو الخ۔ (ت)

فتاوٰی قاضی وفتاوٰی سراجیہ وتنویر الابصار وغیرہا میں ہے:

اوصی بان یطین قبرہ فهی باطلة[2] اھ مختصرًا۔

قبر کی لپائی کی وصیت کی تو باطل ہے اھ مختصرًا (ت)

ردالمحتار میں ہے:

الوصیة اما صلة او قربة ولیست هذه واحدة منهما فبطلت[3]۔

وصیت، صلہ رحمی ہو یا پھر نیکی ہو، اور یہ دونوں میں سے نہیں ہے، لہذا باطل ہے (ت)

ہاں قبور اولیاء کرام کے حفظ ونگہداشت کو جبکہ اُن کی تعظیم وتکریم کے تحفظ اور توہین وپامالی سے بچانے اور مسلمانوں کے وہاں حاضر ہوکر فیض ثواب وتبرکات پانے کے لئے ہو قربت کہنا اقرب بفقہ ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ذٰلك ادنٰی ان یعرفن فلا یؤذین[4]۔

یہ پہچان سے قریب تر ہے تاکہ ان کو اذیت سے بچایا جائے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

تطیین القبور لا یکرہ فی المختار وقیل یکرہ وقال البزدوی لو احتیج لکتابة کیلا یذهب الاثر ولا یمتهن لا باس به[5]۔

قبروں کی لپائی مکروہ نہیں ہے، مختار قول میں بعض نے کہا مکروہ ہے۔ بزدوی نے فرمایا اگر کتابت کے لئے ضرورت ہو تاکہ قبر کے آثار ختم نہ ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے (ت)

عقود الدریہ میں ہے:

۱؎ درمختار — کتاب الوقف — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۳۷۷

۲؎ " — کتاب الوصایا — باب الوصیة للاقارب — " " " — ۲/۳۳۰

۳؎ ردالمحتار — " " " " " — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۵/۴۴۱

۴؎ القرآن الکریم ۳۳/۵۹

۵؎ درمختار — کتاب الحظر والاباحة — فصل فی البیع — مطبع مجتبائی دہلی — ۲/۲۵۲

Marfat.com

ان کان القصد بذلك التعظیم فی اعین العامة حتی لایحتقروا صاحب هذا القبر الذی وضعت علیه الثیاب و لجلب الخشوع والادب لقلوب الزائرین الغافلین کماذکرنا من حضور روحانیتهم المبارکة عند قبورهم فهو امر جائز الخ۔[1]	اگر مقصد یہ ہو کہ اس سے لوگوں کی نظروں میں تعظیم ہوگی اور قبر والے کی تحقیر سے حفاظت ہوگی تو اس کی قبر پر کپڑا ڈالنا اور غافل لوگوں کو وہاں خشوع کی طرف اور ادب کی طرف راغب کرنا، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ قبروں پر اصحابِ قبور کی رُوحیں حاضر ہوتی ہیں، اس لئے ہو تو یہ جائز ہے الخ (ت)

اور شک نہیں کہ ہر مباح بہ نیت محمودہ محمود و قربت ہو جاتا ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

انما الاعمال بالنیات ولکل امرئ مانوی۔[2]	اعمال نیات کے ساتھ ہیں، ہر شخص کو وہی حاصل ہوگا جس کی وہ نیت کرے (ت)

اس صورت میں اس مرمت کے لئے تنہا بھی وقف صحیح ہو سکتا ہے لیکن یہاں جبکہ صرف مرمتِ قبر پر وقف نہیں بلکہ اس میں مصارفِ قبر صراحۃً مذکور رہیں تو ایک مصرف جائز اگرچہ خود قربت نہیں، ان میں شامل کرنا وقف کو ناجائز نہیں کر سکتا غایت یہ کہ گویا اتنا روپیہ جس قدر کی حاجت کبھی مرمتِ قبر کے لئے واقع ہو مصارف خیر سے ایک مصرف جائز کے لئے مستثنٰی ہوا اور اس میں کچھ حرج نہیں۔ ردالمحتار میں ہے،

اذا جعل اوّلہ علی معنیین صار کانہ استثنٰی ذلك من الدفع الی الفقراء کما صرحوا بہ۔[3]	جب وقف کرتے ہوئے دو چیزوں کو ذکر کیا گیا تو گویا یہ فقراء کو دینے سے مستثنٰی ہوگا جیسا کہ فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے (ت)

فتاوٰی قاضی خاں و ردالمحتار میں ہے،

لوقال ارضی صدقة موقوفة علی من یحدث لی من الولد ولیس لہ ولد یصح لان قولہ صدقة موقوفة	اگر کسی نے یُوں کہا کہ میری یہ زمین آئندہ پیدا ہونیوالے میرے بچّے کے لئے صدقہ ہے فی الحال اگرچہ بچہ نہ ہو تو بھی یہ صحیح ہے کیونکہ اس کا صدقہ کہنا اس کو

---

[1] العقود الدریة فی تنقیح الفتاوی الحامدیة مسائل وفوائد شتی من الحظر والاباحة ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۳۵۷

[2] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲

[3] ردالمحتار کتاب الوقف داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۵۷

Marfat.com

وقف علی الفقراء وذکر الولد الحادث للاستثناء[۱]
فقراء کے لئے وقف قرار دے گا اور آئندہ ہونیوالے بچے کا ذکر فقراء کے مصرف سے مستثنیٰ ہوگا (ت)

بالجملہ صورتِ مذکورہ میں وہ وقف ضرور صحیح وجائز ولازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وقف علی الاولاد و وقف علی النفس جائز ہیں یا نہیں؟ اور ان کے کیا معنیٰ ہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

شرع مطہر میں وقف علی الاولاد و وقف علی النفس سب جائز ہے یعنی اپنی جائداد یوں وقف کرے کہ تاحیات کلیۃً خود اس سے متمتع رہوں تمام آمدنی اپنے مصارف ذاتی پر صرف کروں میرے بعد میری اولاد و اولادِ اولاد اس سے بدیں تفصیل یا حصّہ مساوی (جس طرح چاہے کہے) متمتع ہوتی رہے جب نسل میں کوئی نہ رہے تو فلاں مدرسہ یا مسجد یا فقراء یا کارِ خیر کے لئے ہو جس طرح کہے گا اُسی طرح پابندی ہوگی اور جائداد بیع وہبہ وغیرہ انتقال کے اصلاً قابل نہ رہے گی تولیت کا بھی اختیار ہے کہ اپنی حیات تک چاہے اپنے ہی نام رکھے یا اپنی اولاد کے نام اور بعد کوئی جس طرح کی جائز شرطیں چاہے تولیت میں لگائے سب کی پابندی اُسی طرح ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۷ از بنارس محلہ پتر کنڈہ مکان بوائن مرحومہ مرسلہ محمد مغل صاحب ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کی ایک موضع میں ۴ حقیت زمینداری ہے جس سے انتفاع تخمیناً مبلغ ۳۰ روپیہ ماہوار کا ہے اور یہ اراضی ہندہ کو اپنے شوہر مرحوم سے دین مہر میں ملی ہے چونکہ ہندہ لاولد ہے اس وجہ سے اپنی جائداد مذکورہ اس طور سے وقف فی سبیل اللہ کرنا چاہتی ہے کہ جب تک وہ زندہ ہے خود متولی رہ کر اس کی آمدنی سے بطریق مناسب خیرات کرتی رہے گی بعد اُس کے مرنے کے چار شخص دیندار متدین جن کو کہ وہ نامزد کرے گی وہ لوگ متولی ہوں گے اور اُس آمدنی سے ایصالِ ثواب جس طریقہ سے وقف نامہ میں لکھے گی کرتے رہیں گے، ہندہ کی تین حقیقی بہنیں ہیں سوائے ان کے کوئی عزیز قریب نہیں ہے اور یہ ہرسہ بہنیں صاحب اولاد ہیں اور اُن کی ماہوار آمدنی ہندہ کی آمدنی سے زیادہ ہے غرضکہ ہرسہ بہنیں محتاج نہیں ہیں، اکثر اشخاص یہ کہتے ہیں کہ یہ وقف از روئے شرع شریف

---

[۱] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الوقف فصل فی الوقف علی الاولاد نولکشور لکھنؤ ۴/۷۳۱

Marfat.com

ناقص و ناجائز ہوگا اس وجہ سے کہ حقیقی بہنیں موجود ہیں اور ہندہ پر حق العباد کا مواخذہ رہے گا اور اس کو اجر و ثواب اس کا نہ ہوگا بلکہ گنہگار ہوگی کہ وہ حق تلفی کرتی ہے، چونکہ ہندہ جائداد مذکورہ بالا ثواب و صدقہ جاریہ کے غرض سے وقف کرتی ہے پس اس صورت میں یہ وقف جائز ہوگا یا کہ ناجائز؟ اور ہندہ وقف کرنے سے ثواب پائے گی یا حق العباد کی حق تلفی سے گنہگار ہوگی؟ امید کہ جواب بحوالہ کتب تحریر فرمایا جائے۔

بیّنوا توجروا۔

الجواب

اُسے اپنی صحت میں وقف کا اختیار ہے جس طرح وقف کرے گی کل یا بعض وقف ہو جائے گی مگر نیت اگر یہ ہے کہ بہنوں کو ترکہ سے محروم کرے تو یہ اگرچہ حق العبد میں گرفتار نہیں کہ صحت مورث میں کسی وارث کا کوئی حق اُس کے مال سے متعلق نہیں ہوتا مگر ایسی نیت ضرور مذموم و سخت شنیعہ ہے، حدیث میں ہے نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من فر من میراث وارثه قطع الله میراثه من الجنة [1]

جو بلاوجہ شرعی اپنے وارث کی میراث سے بھاگے اللہ تعالےٰ جنت سے اس کا حصہ قطع کردے (ت)

بہنوں کا مالدار ہونا کوئی وجہ شرعی ان کے محروم کرنے کی نہیں۔ راہ یہ ہے کہ یا تو وارثوں سے رضامندی لے وہ سچے دل سے اجازت دے دیں کہ تم اپنی جائداد مصارف خیر کے لئے وقف کردو یا وقف اہلی کرے کہ وقف کا بھی ثواب پائے اور وارث بھی محروم نہ ہوں یعنی یوں وقف کرے کہ یہ جائداد میں نے اپنی زندگی بھر اپنے نفس پر وقف کی اور اپنے بعد اپنے ورثہ پر اور جب وہ اور اس کا وارث کوئی نہ رہے تو فلاں فلاں مصارف خیر پر اس میں یہ بھی جائز ہوگا کہ جائداد میں سے جتنا چاہے اپنی حیات اور اپنے وارثوں کے حیات میں بھی مصارف خیر کے لئے معین کردے اُتنا اُن میں صرف ہوگا باقی اپنی زندگی بھر یہ لے گی اور اس کے بعد اس کے وارث۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۸ از مدرسہ نعمانیہ دہلی مرسلہ مولوی محمد ابراہیم صاحب احمد آبادی ۲۳ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے مکان کو وقف علی الاولاد کرنا چاہتا ہے کہ اس میں وراثت جاری نہ ہو، منشاء زید یہ ہے کہ مکان آبائی اسی طرح قائم رہے حصہ بخرہ ہو کر خراب نہ ہو کہ ورثہ اپنے اپنے حصے بیع کردیں گے اولاد ذرینہ اس میں رہا کرے اولاد اناث کو اگر ضرورت ہو یعنی

---

[1] سنن ابن ماجہ باب الحیف فی الوصیۃ ادارہ احیاء السنۃ النبویۃ سرگودھا ص ۱۹۸

Marfat.com

اُن کی سسرال سے کسی ناچاقی کی وجہ سے یہاں آنا ہو تو وہ بھی رہے اور خرید و فروخت ہبہ وغیرہ کا کسی کو اختیار نہ رہے البتہ شکست و ریخت یا تعمیر جدید یا تغییر مکانیت مناسب کا ہمیشہ اختیار رہے زید کی ایک ہمشیرہ بھی سہیم ہے وُہ اس وجہ سے کہ اُس کے لڑکے شاید ناراض ہوں تحریر نہیں دیتی زبانی خاص لوگوں کے رُوبرو اپنا معاف کرنا بیان کرتی ہے، اس صورت میں زید کا وقف کرنا صحیح ہوگا یا نہیں؟

الجواب

زید کو ایسے وقف کا اختیار ہے اور یہ وقف صحیح ہے اولاد نرینہ کے سامنے ہمشیرہ کا کوئی حق نہیں ہوتا تو وقف پر کہ غیر مرض موت میں کیا جائے کسی وارث کو حق اعتراض نہیں، نہ حصہ معاف کرنے کی ضرورت، نہ کسی تحریر دینے کی۔ وہ یہ مضمون لکھ دے کہ میں نے اپنا مکان محدود بحدود چنیں وچناں اپنی زندگی بھر اپنے نفس پھر اپنی اولاد پھر فقرائے مسلمین اہل سنت وجماعت پر بایں شروط وقف صحیح شرعی لازم کیا۔

(۱) اپنی حیات بھر خود اس میں رہوں گا۔

(۲) میرے بعد میری اولاد نرینہ و اولاد نرینہ و اولاد نرینہ تا بقائے نسل اس میں رہیں۔

(۳) اولاد اولاد اولاد میں جو اناث ہوں جب تک شادی نہ ہو یا جو بیوہ ہو جائے اور وہاں ٹھکانہ نہ رہے یا بوجہ ناچاقی وہاں نہ رہ سکے وہ بھی تا بقائے ضرورت اُس میں سکونت رکھے گی۔

(۴) جب نسل میں اولاد ذکور نہ رہیں اولاد اناث کو حق ہوگا۔

(۵) جب وُہ بھی نہ رہیں مکان کرائے پر دیا جایا کرے گا اور کرایہ فقرائے مسلمین اہل سنت و جماعت مطابق عقائد علمائے حرمین شریفین پر صرف ہوا کرے گا۔

(۶) شکست ریخت کا صرف میری زندگی میں میرے ذمہ پھر اولاد ساکنین پھر کرایہ مکان سے ہوا کرے گا۔

(۷) کسی وقت کسی کو اس کی بیع وہبہ وانتقال وغیرہ کا اختیار نہ ہوگا، اور یہ جو مناسب ہوں شرائط لکھ کر وقف نامہ مکمل کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۹، ۱۳۰ از آگرہ کڑہ مسئولہ محمد نواب حسین کارخانہ دار کامدانی ۲۰ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) زید اپنی جائداد کو وقف علی الاولاد کرنا چاہتا ہے اور ایک ثلث آمدنی جائداد کا کارخیر میں دینا منظور ہے بعد منہائی دیگر اخراجات ضروری مرمت وغیرہ میں جو رقم باقی رہے اس میں سے ایک ثلث کارخیر میں صرف کرنا یا کل آمدنی میں سے۔

Marfat.com

(۲) جو رقم ثلث آمدنی کارِ خیر کے واسطے نکالی جائے اس میں سے نیاز بزرگان دین کی و محفل میلاد شریف میں خرچ کرنا و کسی مدرسہ وغیرہ میں دینا مقصود ہے یہ جائز ہوگا اس حالت میں جداگانہ زکوٰۃ کی تو ضرورت نہ رہے گی۔

الجواب

(۱) یہ اُس کی زبان پر ہے اگر وقف میں یہ شرط لگائے گا کہ کل آمدنی بلا اخراج خرچ کا ثلث تو یہی واجب ہوگا اور منافع خالص کا ثلث کہے گا تو خرچ نکال کر جو بچا اس کی تہائی اور اگر مطلق کہے گا تو حسب عرف منافع خالص کا ثلث سمجھا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) کارِ خیر میں جو کام متعین کر دے گا مثلاً مسجد یا مدرسہ یا مساکین وہ ثلث اُس میں صرف ہو سکے گا اور اگر نیاز بزرگانِ دین و محفل میلاد شریف بھی اسی میں شامل کرے گا تو یہ بھی ہو سکے گا یہ ثلث کارِ خیر میں صرف کر دینا بقیہ دو ثلث پر سے زکوٰۃ ساقط نہ کر دے گا جبکہ اُس کے پاس حاجاتِ اصلیہ سے فارغ بقدر نصاب بچے اور سال گزرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

Marfat.com

بابُ المسجد

(احکامِ مسجد کا بیان)

مسئلہ ۱۳۱: میمن محمد عبداللہ ابوبکر سوداگر ذونگل بازار انتصار گنج ریاست حیدرآباد دکن ۱۲ شوال ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک چبوترہ پر عرصہ تئیس سال سے اذان و نماز با جماعت وجمعہ ہوا کرتی ہے، اس پر محراب و منبر بھی ہے، زید کہتا ہے کہ محض چبوترہ پر نماز وغیرہ قائم ہونے سے حرمتِ مسجد نہیں ہوتی کیونکہ اس پر نہ چھت ہے نہ منارہ جو لوازماتِ مسجد ہیں، بکر کہتا ہے یہ لوازماتِ مسجد نہیں اذان و نماز پنجگانہ با جماعت وجمعہ کا قیام کافی ہے، اب از روئے شرع کیا حکم ہے؟ بیّنوا توٴجروا۔

الجواب

زید کا قول محض باطل و خلافِ شرع ہے۔ مسجد کے لئے چھت، منارہ، دیواریں کوئی چیز لازم نہیں، اس میں تو منبر محراب موجود ہے، یہ بھی نہ ہوتا تو بھی مسجدیت میں خلل نہیں۔ مسجد صرف اس زمین کا نام ہے جو نماز کیلئے وقف ہو یہاں تک کہ اگر کوئی شخص اپنی نری خالی زمین مسجد کو دے مسجد ہو جائے گی، مسجد کا احترام اس کے لئے فرض ہو جائے گا۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے،

رجل له ساحة لابناء فيها امر قوما ان يصلوا فيها بجماعة ابدا او امرهم بالصلوٰة مطلقا ونوی

کسی شخص کی خالی زمین ہے جس میں عمارت نہیں اس نے لوگوں کو کہا کہ اس میں ہمیشہ نماز با جماعت پڑھا کرو، یا یوں کہا کہ اس میں نماز پڑھو، اور نیت

Marfat.com

الابد صارت الساحۃ مسجدا کذا فی الذخیرۃ و ھکذا فی فتاوٰی قاضی خان[1] (ملخصًا)	ہمیشگی کی تھی تو دونوں صورتوں میں وہ خالی زمین مسجد ہوگئی جیساکہ ذخیرہ اور فتاوٰی قاضی خان میں ہے (ت)

جبکہ اس چبوترہ کا کوئی مالک و مدعی نہیں اور اس میں مدتوں سے نماز باجماعت ہوتی ہے جمعہ ہوتا ہے، منبر ہے، محراب ہے، تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کو مسجد نہ سمجھا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۳۲ ازشملہ مسجد قطب خانساماں کوہ شملہ خورد مرسلہ عالم خاں ممبر و سکریٹری مسجد مذکور ملازم کوٹھی آرناڈیل ۶ شوال ۱۳۳۵ھ

ایک شخص قطب خانساماں نے تین مسجدیں مقام کوہ شملہ تین بازاروں میں بنوائی تھیں، بازار کلاں و بازار بابو گنج و بازار چھوٹا شملہ، خانساماں مرحوم نے خاص اپنی سعی و کوشش سے انگریز سے زمین بھی لی اور بنیاد بھی مسجد کی خود ہی ڈالی اور اپنے زرِ خاص سے مسجد کو بنوایا اور تیار ہونے پر بھی خانساماں مغفور نے اپنی حینِ حیات مسجد کی خدمت و خبرگیری کی اور مسجد کے ہمیشہ خرچ کے لئے کچھ جائداد بھی مسجد کے متعلق کی جو مسجد کے خرچ کو کافی ہے، اب بعد گزرجانے خانساماں مرحوم کے بے انتظامی متولیان و منتظمانِ وقت کے سبب مسجد کے شہید ہوجانے پر اور پیشہ کے چند لوگوں نے چندہ جمع کرکے مسجد مذکور کو تعمیر کرایا اور انتظام دست بدست دیگراں رہا، سو اب حق زیادہ مسجد پر پہلے بنانے والے اور اس کے گروہ کا ہے یا بعد کے بنانے والوں کا اور اُس کے گروہ کا؟ اور نام روشن ہونا مسجد پہ اور مسجد کی تمام چیزوں پہ کس کا ہونا چاہئے یا کسی کا بھی نہیں؟ اور مسجد مذکور قطب خانساماں کے نام سے پکاری جاتی ہے، بعد گزرجانے خانساماں مذکور کے انتظام مسجد دست بدست دیگراں رہا جو کہ منتظم یا متولی مانے جاتے رہے ہیں، بایں صورت ایک شخص بابو پندرہ بیس سال سے متولی یا منتظم قرار دیا ہُوا تھا اور انتظامِ مسجد و آمدنی و خرچ سب اُسی کے سپرد تھا سو اس کے انتظام و تولیت سے مسجد کو سراسر نقصان ہُوا، یہاں تک کہ مسجد مقروض بھی ہُوئی اگرچہ اب نہیں ہے، لیکن مسجد پر خستگی اب بھی ظاہر ہے اور نمازیوں کو تکلیف سامان نماز سے ہمیشہ پہنچتی رہی لہذا متولی ہذا کو معزول کرکے بجائے اُس کے چند اشخاص معقول ممبر مقرر کرکے جو ایک پیشہ اور اُسی بازار کے تھے، انتظامِ مسجد و آمدنی و خرچ اُن کے متعلق کیا گیا، اب آئندہ انتظام دستور سابق کے موافق ہونا چاہئے جو متولی معزول کے وقت میں تھا اور اُسی روش پہ چلنا چاہئے یا نئے طریق سے جو مسجد کی آسودگی و نمازیوں کے آرام کی صورت ہو، جو کتابیں کہ اب انتظام مسجد کے حساب و کتاب کے واسطے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۵۵

Marfat.com

تنی تیار ہوئی ہیں اُن پر نام قطب خانساماں کا لکھا گیا ہے، گروہِ دوم کہتا ہے کہ ان پہ قطب خانساماں کا نام لکھنا شرک و بدعت ہے چونکہ پہلے نہ تھا اب کیوں لکھا گیا ؟ گروہِ خانساماں کہتا ہے کہ کتابوں پہ نام کا ہونا شرک و بدعت نہیں ہے، پہلے کا دستور قاعدہ جب لیں جو قواعد وطریق سابق سے مسجد کو آسودگی اور نمازیوں کو آرام پہنچا ہو، مسجد کی آمدنی کا روپیہ خانساماں کے گروہ کے پاس رہنا چاہیے یا گروہِ دوم کے پاس ؟ اور زیر مذکور زیادہ مالدار کے پاس رہے یا تھوڑے مالدار کے پاس ؟

الجواب

مسجد قیامت تک اصل بانی کے نام سے رہے گی اگرچہ اس کی شکست ریخت یا شہید ہوجانے کے بعد دوبارہ تعمیر اور لوگ کریں، ثواب ان کے لئے بھی ہے مگر اصل بنا بانیِ وقف کے واسطے خاص ہے،

فان اصل المسجد الارض و العمارۃ وصف و لایکون من اعاد الوصف کمن احدث الاصل۔

کیونکہ اصل مسجد تو زمین ہے اور عمارت وصف ہے چنانچہ جس نے وصف کا اعادہ کیا وہ موجدِ اصل کی مانند نہیں ہوسکتا۔ (ت)

کتابوں پر خانساماں کا نام لکھا جانا نامناسب نہیں بلکہ بہتر ہے اور اسے شرک و بدعت کہنا بدعت ہے۔ اسعاف پھر ردالمحتار میں ہے :

من قصد الواقف نسبۃ الوقف الیہ و ذلك فیما ذکرنا۔[1]

واقف کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ وقف اس کی طرف منسوب رہے، اور یہ ہماری مذکورہ صورت میں ہی ہوسکتا ہے (ت)

متولی مسجد بھی جب تک خانساماں کی اولاد یا کنبہ والوں میں کوئی شخص اس کا اہل پایا جائے اور لوگوں میں سے نہ کیا جائے گا، درمختار میں ہے :

مادام احد یصلح التولیۃ من اقارب الواقف لایجعل المتولی من الاجانب لانہ اشفق ومن قصدہ نسبۃ الوقف الیہم۔[2]

جب تک واقف کے اقارب میں سے کوئی متولی وقف بنانے کی اہلیت رکھتا ہو بیگانوں میں سے کسی کو متولی نہ بنایا جائے کیونکہ واقف کا قریبی رشتہ دار وقف کا زیادہ خیال رکھنے والا ہوگا اس لئے کہ اس کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ وقف اس کے خاندان کی طرف منسوب رہے (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۴۱۱

[2] درمختار " " " " " " " " مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۹

Marfat.com

مسجد کا روپیہ اُسی متولی کے اختیار میں رہے گا اُس کے لئے دیانتدار کارگزار ہونا شرط ہے مالدار ہونا ضرور نہیں، مالداروں کی سپردگی میں جبکہ مسجد کی بے انتظامی اور نمازیوں کو تکلیف رہی تو اُس انتظام کا بدلنا اور ہوشیار دیانت دار پرہیزگار مسلمانوں کی نگرانی میں دینا فرض تھا، درمختار میں ہے:

ینزع وجوبا بزازیۃ، لو الواقف درر، فغیرہ بالاولی غیر مأمون او عاجزا اوظہر بہ فسق کشرب خمر و نحوہ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

وقف متولی کی تولیت سے نکال لینا واجب ہے (بزازیہ) اگرچہ خود واقف ہی متولی ہو (درر) جبکہ وہ غیر امین یا عاجز ہو یا اس کا فسق جیسے شراب نوشی وغیرہ ظاہر ہو جائے [جب خود واقف کا یہ حکم ہے تو] غیر واقف سے اس صورت میں وقف کا واپس لے لینا بدرجۂ اولٰی واجب ہوگا۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۳: از رام پور پیلا تالاب مسجد شاہ درگاہی صاحب مرسلہ مولوی عبد القادر صاحب بنگالی ۵ صفر ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک جگہ ایک مسجد چھپر کی تھی اب ایک شخص نے اس کو توڑ کر اپنے پاس سے روپیہ دے کے اسی جگہ میں ٹین کر دیا، اب توڑا ہوا چھپر فروخت کرنا برائے خرچ مسجد کے یا بیٹھک خانہ بنانا درست ہے یا نہیں؟ اور اگر بیٹھک خانہ درست ہے تو از روئے شرع شریف کے کس صورت پر جائز ہوگا فقط، بیّنوا توجروا۔

الجواب

حاکم اسلام اور جہاں وُہ نہ ہو تو متولی مسجد و اہل محلہ کو جائز ہے کہ وہ چھپر کہ اب حاجتِ مسجد سے فارغ ہے کسی مسلمان کے ہاتھ مناسب داموں کو بیچ ڈالیں اور خریدنے والا مسلمان اُسے اپنے مکان نشست یا باورچی خانے یا ایسے ہی کسی مکان پر جہاں بے تعظیمی نہ ہو ڈال سکتا ہے، پاخانہ وغیرہ مواضع بے حرمتی پر نہ ڈالنا چاہئے کہ علمائے اُس کوڑے کی بھی تعظیم کا حکم دیا ہے جو مسجد سے جھاڑ کر پھینکا جاتا ہے۔ جواہر الاخلاطی و فتاوٰی ہندیہ میں ہے:

حشیش المسجد اذا کان لہ قیمۃ فلاھل المسجد ان یبیعوہ وان رفعوا الی

مسجد کی گھاس کی اگر کوئی قیمت ہو تو اہل مسجد کو اختیار ہے کہ اس کو فروخت کر دیں۔ اگر حاکم کے پاس

---

[1] درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۳

Marfat.com

الحاکم فھو احب ثم یبیعوہ بامرہ ھو المختار[1]

اس کا مرافعہ کریں تو یہ زیادہ پسندیدہ ہے پھر اس کے اذن سے فروخت کریں، یہی مختار ہے (ت)

فتاوٰی خانیہ میں ہے:

قد ذکرنا ان الصحیح من الجواب ان بیعھم بغیر امر القاضی لایصح الا ان یکون فی موضع لاقاضی ھناك[2]

ہم ذکر کرچکے کہ حکم صحیح یہ ہے کہ بغیر امر قاضی کے ان لوگوں کا مسجد کی گھاس کو فروخت کرنا صحیح نہیں سوائے اس جگہ کے جہاں قاضی نہ ہو۔ (ت)

درمختار میں قبیل باب المیاہ ہے:

حشیش المسجد وکناستہ لایلقی فی موضع یخل بالتعظیم[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

مسجد کی گھاس اور کوڑا کرکٹ ایسی جگہ نہ ڈالا جائے جہاں اس کی بے حرمتی ہوتی ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۵۹

[2] فتاوٰی قاضیخان ؍؍ فصل فی المقابر والرباطات نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۲۶

[3] درمختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۴

Marfat.com

رسالہ

اَلتَّحرِیرُ الجَیِّد فِیْ حَقِّ المَسجِد ۱۳۱۵ھ

(مسجد کے حق میں عمدہ تحریر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

مسئلہ ۱۳۴: بنگال ضلع نواکھالی مقام ہتیا مرسلہ مولوی عباس علی عرف مولوی عبد السلام صاحب ۲۱ ذالحجۃ الحرام ۱۳۱۵ ہجری قدسیہ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و فضلائے شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد کی چیزیں فروخت کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب

مسجد کی چیزیں اس کے اجزاء ہیں، یا آلات یا اوقاف یا زوائد، اجزاء یعنی زمین و عمارت قائمہ کی بیع تو کسی حال ممکن نہیں مگر جب مسجد معاذ اللہ ویران مطلق ہوجائے اور اس کی آبادی کی کوئی شکل نہ رہے تو ایک روایت میں باذن قاضی شرع حاکم اسلام اُس کا عملہ بیچ کر دوسری مسجد میں صرف کرسکتے ہیں، مواضع ضرورت میں اس روایت پر عمل جائز ہے۔

فی الدر المختار لو خرب ما حولہ و استغنی عنہ یبقی مسجدا عند الامام | درمختار میں ہے اگر مسجد کا گردوپیش ویران ہوگیا اور مسجد کی ضرورت نہیں رہی تب بھی امام اعظم ابوحنیفہ

Marfat.com

والثانی ابدا و بہ یفتی وعن الثانی
ینقل الی مسجد اٰخر باذن
القاضی[۱]، وفی رد المحتار
قولہ وعن الثانی الخ جزم
بہ فی الاسعاف حیث قال
ولو خرب المسجد وما حولہ
وتفرق الناس عنہ لا یعود
الی ملك الواقف عند ابی یوسف
فیباع نقضہ باذن القاضی و
یصرف ثمنہ الی بعض المساجد[۲] اھ
وفیہ ایضًا الشیخ الامام
امین الدین بن عبد العال
والشیخ الامام احمد بن یونس
الشلبی والشیخ زین بن نجیم والشیخ
محمد عبد الوفائی فمنہم من افتی
بنقل بناء المسجد ومنہم من افتی
بنقلہ ونقل مالہ الی مسجد اٰخر،
والذی ینبغی متابعۃ المشائخ
المذکورین فی جواز النقل بلا فرق
بین مسجد او حوض کما افتی بہ الامام
ابو شجاع والامام الحلوانی وکفی بہما قدوۃ
ولا سیما فی زماننا فان المسجد اذا لم ینقل

اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے نزدیک وُہ ہمیشہ تا قیامت مسجد ہی رہے گی اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔ اور امام ابو یوسف کی ایک روایت یہ ہے کہ قاضی کی اجازت سے اسے دوسری مسجد کی طرف منتقل کر دیا جائیگا۔ ردالمحتار میں ہے کہ ماتن کا قول "وعن الثانی الخ" اسعاف میں اسی پر جزم کرتے ہُوئے فرمایا کہ اگر مسجد اور اس کا گرد و پیش ویران ہو جائے اور لوگ وہاں سے نقل مکانی کر جائیں تو امام ابو یوسف کے نزدیک وہ واقف کی ملک میں نہیں لوٹے گی چنانچہ قاضی کی اجازت سے اس کا ملبہ فروخت کر کے ثمن کسی دوسری مسجد میں صرف کیا جائے گا اھ اسی میں یہ بھی ہے جیسے شیخ امام امین الدین بن عبد العال، شیخ امام احمد بن یونس شلبی، شیخ زین بن نجیم اور شیخ محمد الوفائی ان بزرگوں میں سے بعض نے مسجد کی عمارت اور بعض نے عمارت اور اس کے مال کو دوسری مسجد کی طرف منتقل کرنے کا فتویٰ دیا، اور جو بات مناسب ہے وہ یہی ہے کہ مسجد و حوض میں فرق کئے بغیر جوازِ نقل میں مشائخ مذکورہ کی اتباع کی جائے جیسا کہ امام ابو شجاع اور امام حلوانی نے اس پر فتویٰ دیا ہے اور ان دونوں اماموں کا مقتدا ہونا کافی ہے خصوصًا ہمارے زمانے میں، کیونکہ اگر مسجد کو منتقل نہ کیا جائے

---

[۱] در مختار — کتاب الوقف — مطبوعہ مجتبائی دہلی — ۱/ ۳۷۹
[۲] ردالمحتار — " — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۳/ ۳۷۱

Marfat.com

یاخذا نقاضہ اللصوص والمتغلبون کما ھو مشاھد اھ ملتقطاً[1] قلت وللعبد الضعیف ھھنا تحقیق شریف حقق فیہ بتوفیق اللہ تعالٰی ان الروایۃ النادرۃ عن الثانی مفرعۃ علی قولہ المفتی بہ کما افادہ فی الدر والدر خلافا لما فھمہ العلامۃ الشامی رحمۃ اللہ تعالٰی وانہ یفتی بھا فی مواضع الضرورۃ کما قررہ الشامی ومن سبقہ ممن سمی وممن لم یسم وانہ یجوز نقل الساحۃ ایضا کما نقل النقض وھو ما مرمن قولہ منھم من افتی بنقلہ ونقل مالہ وان قول الدر "ینقل الی مسجد اٰخر"[2] محمول علی ظاھرہ وان ذکر النقض والمال والبناء فی کلام غیرہ غیر قید وان حاصل تلک الروایۃ زوال المسجدیۃ مع بقاء الوقفیۃ فلا یعود الی ملک البانی اوورثتہ ویجوز النقل والاستبدال واللہ تعالٰی اعلم بحقائق الاحوال۔

توچور اور جبری قبضہ کرنے والے لوگ اسباب مسجد لے لیں گے جیسا کہ دیکھا جارہا ہے اھ التقاط قلت (میں کہتا ہوں) اس عبدضعیف کی یہاں پر ایک نہایت شاندار تحقیق ہے جس میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے ثابت کیا گیا ہے کہ امام ابویوسف کی روایتِ نادرہ ان کے مفتی بہ قول پر متفرع ہے جیسا کہ اس کا فائدہ درر اور در نے دیا ہے بخلاف اس کے جو علامہ شامی نے سمجھا اور مواضع ضرورت میں اس پر فتوٰی دیا جاتا ہے جیسا کہ علامہ شامی اور ان کے پیش رو ائمہ نے اس کی تقریر فرمائی ان میں سے بعض کا نام علامہ شامی نے ذکر کیا اور بعض کا نام ذکر نہیں کیا، اور اس بات کو بھی ثابت کیا گیا کہ مسجد کے ملبہ کی طرح اس کے میدان کو بھی نقل کرنا جائز ہے، اور علامہ شامی کا یہ قول گزرچکا ہے کہ ان میں سے بعض نے مسجد کو نقل کرنے اور اس کے مال کو نقل کرنے کا فتوٰی دیا ہے اور اس بات کو بھی ثابت کیا گیا کہ در کا یہ قول "اس مسجد کو دوسری مسجد کی طرف نقل کیا جائے گا" اپنے ظاہر پر محمول ہے اور یہ کہ در کے غیر کے کلام میں ملبہ، مال اور عمارت کا ذکر بطور قید نہیں اور یہ کہ اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ وقفیت کے باقی رہنے کے باوجود مسجدیت کا زوال ہے لہذا بانی یا اس کے وارثوں کی طرف ملک عود نہیں کرے گی اور اس کا نقل کرنا اور تبدیل کرنا جائز ہے اور احوال کی حقیقتوں کو اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۷۲

[2] درمختار " " مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷۹

Marfat.com

ہاں اگر معاذ اللہ مسجد کی کچھ بنا منہدم ہو جانے یا اس میں ضعف آجانے کے سبب خود منہدم کرکے از سرِ نو تجدید عمارت کریں اب جو اینٹوں کڑیوں تختوں کے ٹکڑے حاجتِ مسجد سے زائد بچیں کہ عمارتِ مسجد کے کام نہ آئیں اور دوسرے وقت حاجتِ عمارت کے لئے اُٹھا رکھنے میں ضائع ہونے کا خوف ہو تو ان دُو شرطوں سے ان کی بیع میں مضائقہ نہیں مگر اذنِ قاضی درکار ہے اور اُس کی قیمت جو کچھ ہو وہ محفوظ رکھی جائے کہ عمارت ہی کے کام آئے،

فی ش عن ط عن الهندية مسجد مبنیٌ اراد رجل ان ینقضه ویبنیه احکم، لیس له ذٰلك لانه لاولایة له "مضمرات" الا ان یخاف ان ینهدم ان لم یهدم تاتارخانیة، وتاویله ان لم یکن البانی من اهل تلك المحلة واما اهلها فلهم ان یهدموه ویجددوا بناءه ویفرشوا الحصیر ویعلقوا القنادیل لکن من مالهم لا من مال المسجد الا بامر القاضی خلاصة[1] اھ وفی العقود الدریة عن البحر عن عمدة الفتاوٰی لایجوز بیع بناء الوقف قبل هدمه[2] اھ وفی الهندیة عن السراجیة لو باعوا غلة المسجد او نقض المسجد بغیر اذن القاضی الاصح انه لا یجوز[3] اھ وفی الدر صرف الحاکم او المتولی نقضه او ثمنه ان تعذر

شامی میں ط سے بحوالہ ہندیہ مذکور ہے کہ تعمیر شدہ مسجد کو گرا کر اگر کوئی شخص پہلے سے مضبوط تر بنانا چاہے تو اس کے لئے یہ جائز نہیں کیونکہ اس کو ولایت حاصل نہیں، مضمرات۔ مگر اس وقت ایسا کرنا جائز ہے جب یہ ڈر ہو کہ اگر وہ نہیں گرائیگا تو از خود گر جائے گی، تاتارخانیہ۔ تاویل اس کی یہ ہے کہ جب نئی مسجد بنانے والا اس محلہ کا باشندہ نہ ہو لیکن اہل محلہ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ پرانی مسجد کو گرا کر اس کو نئے سرے سے تعمیر کریں، اس میں چٹائیاں بچھائیں اور قندیلیں لٹکائیں لیکن یہ سب کچھ وہ اپنے مال سے کریں مسجد کے مال سے بلا اجازتِ قاضی وہ ایسا نہیں کر سکتے، خلاصہ۔ اور عقود الدریہ میں بحر سے بحوالہ عمدۃ الفتاوٰی منقول ہے کہ گرانے سے قبل وقف کی عمارت کو فروخت کرنا جائز نہیں اھ ہندیہ میں سراجیہ کے حوالے سے مذکور ہے کہ اگر

---

[1] رد المحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۷۰/۳

[2] العقود الدریۃ فی تنقیح الحامدیۃ کتاب الوقف حاجی عبد الغفار و پسران قندھار افغانستان ۱۱۵/۱

[3] فتاوٰی ہندیۃ " نورانی کتب خانہ پشاور ۴۶۳/۲

Marfat.com

اعادة عينه الى عمارته ان احتاج والاحفظه ليحتاج، الا اذا خاف ضياعه فيبيعه ويمسك ثمنه ليحتاج[1]

لوگوں نے قاضی کی اجازت کے بغیر مسجد کا غلہ یا اس کا ملبہ فروخت کردیا تو اصح قول کے مطابق یہ جائز نہیں اھ۔ درمختار میں ہے حاکم یا متولی وقف کے ملبہ یا اس کی قیمت کو صرف کرے اگر وقف کا اعادہ لعینہٖ اس کی عمارت کی طرف متعذر ہو اگر حاجت ہو مرمت کی ورنہ قضائے حاجت کے لئے محفوظ رکھے، مگر جب اس کے ضائع ہونے کا ڈر ہو تو اس کو فروخت کرکے ثمن وقتِ حاجت کے لئے رکھ چھوڑے۔ (ت)

آلات یعنی مسجد کا اسباب جیسے بوریا، مصلّے، فرش، قندیل، وہ گھاس کہ گرمی کے لئے جاڑوں میں بچھائی جاتی ہے وغیر ذٰلک، اگر سالم و قابلِ انتفاع ہیں اور مسجد کو اُن کی طرف حاجت ہے تو اُن کے بیچنے کی اجازت نہیں، اور اگر خراب و بیکار ہوگئی یا معاذاللہ بوجہ ویرانیٔ مسجد اُن کی حاجت نہ رہی، تو اگر مالِ مسجد سے ہیں تو متولی، اور متولی نہ ہو تو اہلِ محلہ متدیّن امین باذنِ قاضی بیچ سکتے ہیں، اور اگر کسی شخص نے اپنے مال سے مسجد کو دئے تھے تو مذہب مفتیٰ بہ پر اس کی مِلک کی طرف عود کرے گی جو وہ چاہے کرے، وہ نہ رہا ہو اور اس کے وارث وہ بھی نہ رہے ہوں یا پتا نہ ہو تو اُن کا حکم مثل لقطہ ہے کسی فقیر کو دے دیں، خواہ باذنِ قاضی کسی مسجد میں صرف کردیں،

فی الهندية عن الذخيرة رباط كثرت دوابه وعظمت مؤنها هل للقيم ان يبيع شيئا منها وينفق ثمنها فی علفها او مرمة الرباط، فهذا على وجهين ان بلغ سن البعض الى حد لايصلح لما ربطت له، فله ذلك وما لا فلا[2] الخ وفی الخانية جنازة او نعش

ہندیہ میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ ایک رباط کے جانور بہت زیادہ ہوگئے اور ان کا خرچہ بہت بڑھ گیا تو کیا متولی ان میں سے بعض کو فروخت کرکے ان کی قیمت جانوروں کے چارہ اور رباط کی مرمت پر صرف کرسکتا ہے یا نہیں، اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں، اگر بعض جانوروں کی عمریں اس قدر زیادہ ہوچکی ہیں کہ وہ اس مقصد کی صلاحیت نہیں رکھتے جس کے لئے ان کو رباط میں باندھا گیا ہے تو متولی انھیں فروخت کرسکتا ہے ورنہ

---

[1] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۲

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الوقف الباب الثانی مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۷۰

Marfat.com

للمسجد فسد فباعه اهل المسجد
قالوا الاولی ان یکون البیع
بامر القاضی والصحیح ان بیعهم
لایصح بغیر امر القاضی[1] اھ
وفیها بسط من ماله حصیرا
فی المسجد فخرب المسجد
ووقع الاستغناء عنه فان
ذٰلک یکون له ان کان حیا
ولوارثه ان کان میتا و
ان بلی ذٰلک کان له ان
یبیع ویشتری بثمنها حصیرا
اٰخر، وکذا لو اشتری حشیشا
او قندیلا للمسجد فوقع الاستغناء
عنه، وعند ابی یوسف یباع
ویصرف ثمنه الٰی حوائج المسجد
فان استغنی عنه هذا المسجد
یحول الی المسجد الاٰخر،
والفتوی علی قول محمد،
ولو ان اهل المسجد باعوا
حشیش المسجد او جنازة
او نعشا صار خلقا ومن فعل ذٰلک
غائب، لا یجوز الا باذن
القاضی هو الصحیح[2] اھ فی الهندیة

نہیں الخ۔ خانیہ میں ہے مسجد کا تابوت اور مسجد کی
چارپائی جو کہ خراب ہوچکی ہو پس اہل مسجد نے اسے
فروخت کردیا تو مشائخ فرماتے ہیں کہ قاضی کے
حکم سے بیع کا ہونا اولٰی ہے اور صحیح یہ ہے کہ
بلا اذنِ قاضی ان کی بیع درست نہیں ہوگی اھ
اسی میں ہے کسی شخص نے اپنے مال سے مسجد
میں چٹائی بچھائی پھر مسجد ویران ہوگئی اور
اس چٹائی کی ضرورت نہ رہی تو وہ چٹائی بچھانے
والے کی ہوگی اگر وہ زندہ ہے ورنہ اس کے
وارثوں کی ہوگی، اور اگر وہ چٹائی بوسیدہ ہوجائے
تو بچھانے والے کو اختیار ہے کہ اس کو فروخت
کرکے اس کی قیمت سے نئی چٹائی خرید لے۔ اسی
طرح حکم ہے اگر کسی نے مسجد کے لئے گھاس یا
قندیل خریدا پھر اس کی ضرورت نہ رہی ہو، اور
امام ابو یوسف کے نزدیک ان چیزوں کو فروخت
کرکے ان کی قیمت کو مسجد کی ضروریات پر صرف
کیا جائے گا اور اگر اس مسجد کو ضرورت نہ ہو
تو دوسری مسجد کی طرف منتقل کیا جائے گا، اور
فتوٰی امام محمد کے قول پر ہے، اور اگر اہل مسجد
نے مسجد کی پرانی گھاس یا پرانا تابوت یا پرانی
چارپائی فروخت کردی جبکہ یہ چیزیں مسجد کو
دینے والا غائب ہے تو قاضی کی اجازت کے بغیر
یہ جائز نہیں اور یہی صحیح ہے اھ ہندیہ میں ہے

---

[1] و [2] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الوقف مطبوعہ نولکشور لکھنؤ اول ۷۱۶، دوم ۷۱۳
فتاوٰی ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۵۸

Marfat.com

ذکر ابواللیث فی نوازلہ حصیر المسجد اذا صار خلقا واستغنی اھل المسجد عنہ وقد طرحہ انسان ان کان الطارح حیا فھولہ وان کان میتا ولم یدع لہ وارثا ارجوان لاباس بان یدفع اھل المسجد الی فقیر او ینتفعوا بہ فی شراء حصیرا اخر للمسجد والمختار انہ لایجوز لھم ان یفعلوا ذٰلک بغیر امر القاضی کذا فی محیط السرخسی[1] اھ فی رد المحتار عن البحر الفتوی علی قول محمد فی اٰلات المسجد وعلی قول ابی یوسف فی تابید المسجد[2]۔

کہ ابولیث نے اپنی نوازل میں ذکر کیا کہ مسجد کی چٹائی جب پُرانی ہوگئی اور اہلِ مسجد کو اس کی ضرورت نہ رہی جبکہ اس کو ایک شخص نے ڈلوایا تھا وہ اسی کی ہوگی۔ اگر وہ زندہ ہے اور اگر وُہ مر گیا اور کوئی وارث نہیں چھوڑا تو میں امید کرتا ہُوں کہ اس بات میں حرج نہیں کہ اہلِ مسجد وُہ چٹائی کسی فقیر کو دے دیں یا اس کو بیچ کر مسجد کے لئے دوسری چٹائی خریدنے میں اس سے نفع اٹھائیں، اور مختار یہ ہے کہ قاضی کی اجازت کے بغیر انھیں ایسا کرنا جائز نہیں، محیط سرخسی میں یونہی ہے اھ، ردالمحتار میں بحوالہ بحر ہے کہ آلاتِ مسجد کے بارے میں فتوٰی امام محمد کے قول پر ہے اور تابیدِ مسجد کے بارے میں فتوی امام ابویوسف کے قول پر ہے رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما (ت)

اوقاف جبکہ عامر و آباد نہ ہوں اُن کی بیع اصلاً جائز نہیں مگر بناچاری کہ ظالم نے زبردستی اُن پر قبضہ کرلیا اور اُس سے رہائی کی سبیل نہیں مگر وہ قیمت دینے پر راضی ہے تو بمجبوری ثمن لے کر اُن کے عوض اور خرید کر اُن کے قائم مقام کردیں یا جبکہ واقف نے اصل وقف میں استبدال شرط کرلیا ہو تو جائز ہے کہ انھیں بیچ کر تبدیل کرلیں،

فی الدر عن الاشباہ لایجوز استبدال العامر الا فی اربع[3]۔ فی ردالمحتار، الاولی لو شرطہ الواقف ، الثانیۃ اذا غصبہ غاصب واجری

درمختار بحوالہ اشباہ مذکور ہے کہ چار صورتوں کے علاوہ آباد وقف کو تبدیل کرنا جائز نہیں، ردالمحتار میں ہے (ان چار صورتوں میں سے) پہلی صورت یہ ہے کہ خود واقف نے تبدیل کرنے کی شرط لگائی ہو،

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۵۸
[2] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۷۱
[3] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۴

Marfat.com

عليه الماء حتى صار بحرا، فيضمن
القيمة ويشتري المتولي بها ارضا بدلا:
الثالثة ان يجحده الغاصب ولا بينة
اي واراد دفع القيمة فللمتولي اخذها
ليشتري بها بدلا، الرابعة ان يرغب
انسان فيه ببدل اكثر غلة واكثر صقعا
فيجوز على قول ابي يوسف وعليه الفتوى
كما في فتاوى قارئ الهداية قال صاحب
النهر في كتابه اجابة السائل
قول قارئ الهداية "والعمل
على قول ابي يوسف" معارض
بما قاله صدر الشريعة
"نحن لا نفتي به"، وقد
شاهدنا في الاستبدال ما
لا يعد ويحصى، فان
ظلمة القضاة جعلوه حيلة
لابطال اوقاف المسلمين
وعلى تقديره فقد قال
في الاسعاف المراد بالقاضي
هو قاضي الجنة المفسر
بذي العلم والعمل اھ ولعمري
ان هذا اعز من الكبريت
الاحمر، وما اراه الا لفظا
يذكر فالاحرى فيه السد
خوفا من مجاوزة الحد

دوسری صورت یہ ہے کہ غاصب نے اسے غصب
کر کے اس پر پانی جاری کر دیا یہاں تک کہ وہ وقف
دریا بن جائے تو اس صورت میں غاصب قیمت کا
تاوان دے گا اور متولی اس قیمت کے بدلے دوسری
زمین خریدے گا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ غاصب
انکاری ہے اور گواہ نہیں ہیں یعنی غاصب وقف
زمین کی قیمت دینے پر آمادہ ہے تو متولی کو اختیار
ہے کہ اس سے قیمت وصول کر لے تاکہ اس کے
بدلے دوسری زمین خرید لے۔ چوتھی صورت یہ ہے
کوئی شخص وقف زمین میں ایسی زمین کے بدلے
رغبت رکھتا ہے جو غلہ کے اعتبار سے زمین وقف
سے اکثر اور محلِ وقوع کے اعتبار سے زیادہ خوبصورت
ہو تو امام ابو یوسف کے قول پر تبدیل کر لینا جائز ہے
اور اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ فتاوی قاری الہدایہ میں
ہے، صاحب نہر نے اپنی کتاب اجابۃ السائل میں
فرمایا قاری الہدایہ کا کہنا کہ عمل امام ابو یوسف کے
قول پر ہے صدر الشریعۃ کے اس قول کے مخالف ہے
کہ ہم اس پر فتویٰ نہیں دیتے تحقیق ہم نے وقف
کی تبدیلی میں بے شمار (خرابیاں) دیکھی ہیں کیونکہ
ظالم قاضیوں نے اس کو مسلمانوں کے اوقاف
باطل کرنے کا حیلہ بنا لیا ہے، اسی لئے اسعاف
میں فرمایا کہ قاضی مستبدل سے مراد قاضی بہشت
ہے جس کی تفسیر اہلِ علم و عمل کے ساتھ کی جاتی
ہے اھ میری عمر کی قسم یہ صورت تو کبریت احمر سے
بھی زیادہ نادر ہے اور میں نہیں خیال کرتا ہوں کہ

Marfat.com

واللہ سائل کل انسان اھ قال العلامۃ البیری بعد نقلہ اقول وفی فتح القدیر الموجب الشرط او الضرورۃ ولا ضرورۃ فی ھذا اذ لا تجب الزیادۃ بل نبقیہ کما کان اھ اقول ما قالہ ھذا المحقق ھو الحق الصواب اھ کلام البیری وھذا ما حررہ العلامۃ القنائی اھ مافی رد المحتار مختصرًا ورأتنی کتبت علی ھامش قولہ واجری علیہ الماء حتی صار بحرا ما نصہ اقول علی ھذا لم یبق عامرا وفیہ کلام والصورۃ الرابعۃ سیأتی ان الحق عدم جواز الاستبدال فیھا فلم یبق الا صورتان بل لك ان تقول الثالثۃ ایضا خراب معنی و ان لم یکن صورۃ فلك ان تقول ان العامر لا یستبدل الا بشرط کما ھو قضیۃ

مگر محض لفظ جس کا ذکر کیا جاتا ہے چنانچہ حد سے تجاوز کرنے کے خوف کے پیشِ نظر زیادہ مناسب اس میں ممانعت ہے اور اللہ تعالٰی ہر انسان سے پوچھنے والا ہے اھ علامہ بیری نے اس کو نقل کرنے کے بعد کہا میں کہتا ہوں اور فتح القدیر میں ہے کہ استبدال کا موجب یا تو شرطِ استبدال ہے یا ضرورتِ استبدال جبکہ یہاں اس کی ضرورت نہیں کیونکہ وقف پر زیادتی واجب نہیں بلکہ ہم اس کو پہلی حالت پر باقی رکھیں گے اھ میں کہتا ہوں جو کچھ اس محقق نے کہا وہی حق اور درست ہے اھ کلام البیری۔ یہ وہ ہے جس کو علامہ قنائی نے تحریر کیا ہے اھ مختصراً ردالمحتار، اور مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے شامی کے قول کہ "غاصب نے زمین وقف پر پانی بہایا یہاں تک کہ وہ دریا بن گئی" پر یوں حاشیہ لکھا کہ میں کہتا ہوں اس صورت میں وُہ آباد نہ رہی حالانکہ کلام تو آباد زمین میں ہو رہی ہے، اور عنقریب چوتھی صورت کے بارے میں آرہا ہے کہ اس میں حق استبدال کا عدمِ جواز ہے، تو اب صرف دو ہی صورتیں باقی رہیں بلکہ تو کہہ سکتا ہے کہ تیسری صورت بھی معنیً خراب ہے اگرچہ صورتاً نہیں، لہذا تو کہہ سکتا ہے کہ آباد زمینِ وقف میں استبدال نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ واقف نے خود استبدال کی شرط لگادی ہو،

لہ ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۸۹

Marfat.com

ماحقق المحقق فی الفتح حیث حصرہ فی الشرط او ضرورۃ خروجہ من الانتفاع بہ وان شئت اوضحت فقلت ان الوقف مہما امکن الانتفاع بہ لم یجز استبدالہ الا بالشرط۔

جیساکہ فتح القدیر میں مذکور کلام محقق کا تقاضا ہے جہاں اس نے استبدال کو شرط یا انتفاع سے خارج ہونے کی ضرورت میں منحصر کیا ہے اگر تو تفصیل کا طلبگار رہے تو میں کہتا ہوں کہ جب تک وقف سے انتفاع ممکن ہو بلا شرط اس کو تبدیل کرنا جائز نہیں۔ (ت)

پھر بحالت شرط استبدال بھی اس تبدیل کا جواز چند شرط سے مشروط؛

اولاً یہ تبدیل کرنے والا خود واقف ہو یا وہ جس کی تبدیل اس نے شرط کی ہو مثلاً اپنے لئے تبدیل شرط کی تو متولی وغیرہ کسی کو اختیار نہیں اور دوسرے کے لئے شرط کی تو واقف کو اختیار رہے۔

ثانیاً جتنی بار شرط کی اُس سے زائد نہ ہو مثلاً کہا کہ مجھے تبدیل کا اختیار ہے تو ایک ہی بار بدل سکتا ہے اور اگر کہا جس قدر بار چاہوں تبدیل کروں تو ہمیشہ مختار رہے۔

ثالثاً تبدیل عقار یعنی جائداد غیر منقولہ سے ہو نہ روپیہ اشرفی سے۔

رابعاً عقار میں تخصیص کردی ہے تو اس کے خلاف کا اختیار نہیں مثلاً زمین سے بدلنا شرط کیا تو مکان سے تبدیل نہیں کرسکتا اور مکان کی شرط کی زمین سے تبدیل کا اختیار نہیں رکھتا یونہی فلاں شہر یا گاؤں کی زمین یا فلاں محلہ کے مکان یا فلاں بازار کی دُکان کی تخصیص کی تو معتبر رہے گی۔

خامساً تبدیل مکان بمکان میں وہ مکان اسی محلہ کا ہو یا اس سے بہتر کا، یونہی دکان میں بازار وہی ہو یا اُس سے بہتر۔

سادساً بیع میں غبن فاحش نہ ہو۔

سابعاً ایسے کے ہاتھ بیع نہ کرے جس کے لئے اس کی شہادت بوجہ تہمت رعایت مقبول نہ ہو جیسے باپ بیٹا۔

اقول خلاصہ یہ کہ مخالفتِ شرط و مظنہ مخالفتِ نفع وقف سے بچے سب شرائط انھیں دو کلموں میں آگئے،

اما الاولان والرابع ففی الاولی ولیس استبدالہ بنفسہ اذ اشرطہ لغیرہ من باب الخلاف

بہرحال پہلی دونوں اور چوتھی شرط ہے تو اوّل میں خود واقف کا تبدیل کرنا جبکہ وہ غیر کیلئے استبدال کی شرط کرچکا ہو خلاف شرط کے قبیلہ سے نہیں،

Marfat.com

لما صرح به فی الخانیة اٰخر فصل الشرط فی الوقف ان الواقف ھو الذی شرط لذلك الرجل وما شرط لغیرہ فھو مشروط لنفسه[1] اھ واما البواقی ففی الاخری فان النقد اسرع ھلاکا من العقار فالاستبدال به نزول الی الاخس وفیه مخالفة النفع والسابع مظنتھا۔

اس دلیل کی بناء پر جس کی تصریح خانیہ کے باب الوقف، فصل الشرط کے آخر میں کی گئی کہ بیشک واقف وہی ہے جس نے اس شخص (غیر) کے لئے استبدال کی شرط لگائی اور جو شرط اس نے غیر کے لئے لگائی وہ خود اس کے اپنے لئے بھی شرط ہوئی اھ لیکن باقی شرطوں میں سے دوسری اس لئے کہ نقدی عقار کی بنسبت جلد ہلاک ہوتی ہے تو نقدی کے ساتھ وقف زمین کا تبادلہ گھٹیا کی طرف نزول ہوگا اور اس میں نفع کی مخالفت ہے اور ساتویں شرط میں اس مخالفت کا ظن ہے۔ (ت)

ہاں جو وقف ویران وخراب ہوجائے تو قاضی الشرع حاکم اسلام عالم عادل متدین خداترس کو بلاشرط واقف بلکہ باوصف منع واقف بھی اُسے بیع کرکے دوسری جائداد اُسی غرض کے لئے اس کے قائم مقام کردینے کی اجازت ہے بچند شروط، چار شرطیں تو یہی کہ اوپر گزریں یعنی اوّل وثانی ورابع کے سوا اور پانچویں شرط جو ابھی بیان کی کہ قاضی قاضیٔ بہشت ہو، نہ قاضیٔ جہنم،

سادساً وقف کا کچھ غلّہ کرایہ وغیرہ ایسا نہ ہو جس سے اس کی آبادی ہوسکے۔

سابعاً ویرانی کامل ومطلق ہو کہ اصلاً قابلِ انتفاع نہ رہے جس غرض کے لئے وقف کیا کچھ کام نہ دے یا آمدنی اس قدر ناقص ہو کہ اس کے خرچ کو بھی غیر وافی ہو،

ھذا ما لخصناہ بتوفیق اللہ تعالٰی من کلمات العلماء وسنذکر کلامھم لیتضح لك جلیلة المآل قال فی ردالمحتار اعلم ان الاستبدال علی ثلثة وجوہ، الاول ان یشترطه الواقف لنفسه اولغیرہ اولنفسه

یہ وہ خلاصہ ہے جو ہم نے علماء کی کلاموں سے اللہ تعالٰی کی توفیق کے ساتھ اخذ کیا ہے اب ہم ان علماء کرام کا کلام ذکر کریں گے تاکہ تیرے لئے بحث کے انجام کی عظمت واضح ہوجائے۔ ردالمحتار میں فرمایا تو جان لے کہ استبدال تین وجہوں پر ہے، اوّل یہ کہ واقف نے اپنے لئے یا غیر کے لئے یا دونوں کیلئے

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی مسائل الشرط فی الوقف مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۲۹۷

وغیرہ، فالاستبدال فیه جائز علی الصحیح، والثانی ان لایشرطه سواء شرط عدمه او سکت لکن صار بحیث لاینتفع به بالکلیة بان لایحصل منه شیئ اصلا او لایفی بمؤنته فهو ایضا جائز علی الاصح اذا کان باذن القاضی ورأیه المصلحة فیه، والثالث ان لایشرطه ایضا ولکن فیه نفع فی الجملة وبدله خیر منه ریعا ونفعا وهذا لایجوز استبداله علی الاصح المختار کذا حرره العلامة قنالی زاده وهو ماخوذ من الفتح[1] اھ ثم قال وفی البحر المعتمد انه بلاشرط یجوز للقاضی بشرط ان یخرج عن الانتفاع بالکلیة وان لایکون هناك ریع للوقف یعمر به وان لایکون البیع بغبن فاحش وشرط فی الاسعاف ان یکون المستبدل قاضی الجنة المفسر بذی العلم والعمل

استبدال کی شرط لگائی ہو تو اس صورت میں صحیح قول کے مطابق استبدال جائز ہے۔ دوم یہ کہ واقف نے استبدال کی شرط نہ لگائی ہو عام ازیں کہ عدم استبدال کی شرط لگائی ہو یا خاموشی اختیار کی ہو لیکن وقف ایسا ہوگیا کہ اب اس سے بالکل نفع نہیں اٹھایا جاسکتا بایں طور کہ اس سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا یا اتنا حاصل ہوتا ہے جس سے وقف کا خرچہ پورا نہیں ہوتا تو اصح قول کے مطابق اس میں بھی استبدال جائز ہے بشرطیکہ قاضی اس کا اذن دے اور وہ اس میں مصلحت سمجھے۔ سوم یہ کہ واقف نے استبدال کی شرط تو نہ کی ہو لیکن اس وقف میں کچھ نفع ہو اور اس کا بدل ماحول اور نفع کے اعتبار سے وقف سے بہتر ہو تو اصح و مختار قول کے مطابق اس کا استبدال جائز نہیں۔ علامہ قنالی زادہ نے یوں ہی تحریر فرمایا ہے اور یہی فتح سے ماخوذ ہے اھ پھر فرمایا اور بحر میں ہے معتمد یہ ہے کہ یہ بلا شرط ہے جبکہ قاضی کے لئے اس شرط کے ساتھ استبدال جائز ہے کہ وقف کلی طور پر انتفاع سے خارج ہو جائے اور نہ ہی وقف کا ماحول اس قابل ہو کہ اس کے ذریعے وقف کو آباد کیا جاسکے اور نہ ہی یہ بیع غبن فاحش کے ساتھ ہو۔ اسعاف میں یہ شرط لگائی گئی کہ تبدیل کرنے والا قاضی بہشت یعنی صاحب علم وعمل ہو

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف داراحیاء التراث العربی بیروت ٣/٣٨٧

Marfat.com

ويجب ان يزاد آخر في زماننا وهو ان
يستبدل بعقار لا بدراهم ودنانير
فانا قد شاهدنا النظار يأكلونها
وافاد في البحر زيادة شرط سادس
ان لا يبيعه ممن لا تقبل
شهادته له ولا ممن له عليه
دين ، حيث قال باع من رجل
له على المستبدل دين و
باع الوقف بالدين وينبغي
ان لا يجوز على قول ابي يوسف
وهلال لانهما لا يجوزان
البيع بالعروض فالدين
اولى اھ وذكر عن القنية
ما يفيد شرطا سابعا
حيث قال مبادلة دار الوقف
بدار اخرى انما يجوز
اذا كانتا في محلة واحدة
او محلة الاخرى خيرا ،
وبالعكس لا يجوز وان
كانت المملوكة اكثر مساحة
وقيمة واجرة لاحتمال
خرابها في ادون المحلتين اھ
وزاد قنالي زاده ثامنا
وهو ان يكون البدل
والمبدل من جنس واحد

اور ہمارے زمانے میں ایک اور شرط کا اضافہ ضروری
ہے وہ یہ وقف کا تبادلہ عقار کے ساتھ کیا جائے
نہ کہ درہموں اور دیناروں کے ساتھ ، کیونکہ ہم
نے دیکھا ہے کہ متولی وقف کے عوض دراہم و دینار
لے کر کھا جاتے ہیں۔ اور بحر نے چھٹی شرط کے اضافے
کا فائدہ دیا ہے وہ یہ کہ وقف کی زمین ایسے شخص
کے ہاتھ فروخت نہ کرے جس کے حق میں اس کی
گواہی مقبول نہیں اور نہ ہی ایسے کے ہاتھ
فروخت کرے جس کا یہ مقروض ہے۔ جہاں
صاحب بحر نے فرمایا کہ وقف کو ایسے شخص کے ہاتھ
فروخت کیا جس کا تبدیل کرنے والے پر قرض تھا اور
اس نے قرض کے بدلے وقف کو بیچا تو امام
ابو یوسف اور ہلال کے نزدیک یہ بیع ناجائز
ہونی چاہیے کیونکہ یہ دونوں عروض کے عوض بیع کو
ناجائز مانتے ہیں، تو دین کے عوض بدرجۂ اولیٰ
ناجائز ہوگی اھ اور قنیہ کے حوالے سے صاحب بحر
نے جو ذکر کیا وہ ساتویں شرط کا فائدہ دیتا ہے
جہاں یہ فرمایا کہ وقف مکان کو دوسرے مکان سے
تبدیل کرنا صرف اس صورت میں جائز ہے کہ وہ
دونوں مکان ایک ہی محلہ میں واقع ہوں یا دوسرا
محلہ بہتر ہو اور اس کے برعکس استبدال ناجائز
ہے اگرچہ تبدیل شدہ مکان وسعت، قیمت اور اجرت
کے اعتبار سے وقف کی بنسبت اکثر ہو کیونکہ کمتر محلہ
میں واقع ہونے کی وجہ سے اس کی خرابی کا احتمال
ہے اھ، اور قنالی زادہ نے آٹھویں شرط کا اضافہ کیا

Marfat.com

لما فی الخانیة لو شرط لنفسه استبدالها بدار لم یکن له استبدالها بارض و بالعکس او بارض البصرة تقید اھ فھذا فیما شرطه لنفسه فکذا یکون شرطا فیما لم یشرطه لنفسه بالاولی تامل ثم قال والظاھر عدم اشتراط اتحاد الجنس فی الموقوفة للاستغلال لان المنظور فیھا کثرة الریع وقلة المرمة والمؤنة اھ ولا یخفی ان ھذه الشروط فیما لم یشرط الواقف استبداله لنفسه او غیره، فلو شرطه لایلزم خروجه عن الانتفاع ولا مباشرة القاضی له ولا عدم ریع یعمر به کما لا یخفی فاغتنم ھذا التحریر اھ[1] کلام الشامی ملخصا و رائیتنی کتبت علی ھامشه عند ذکره الشرط الثامن و ھو اتحاد جنس البدلین

وہ یہ کہ بدل اور مبدل دونوں ایک ہی جنس سے ہوں اس دلیل کی بنا پر جو خانیہ میں ہے کہ اگر واقف نے شرط لگائی کہ وہ وقف گھر کو گھر سے بدلے گا تو اس کے بدلے میں زمین لینا اس کے لئے جائز نہیں یونہی اس کے برعکس یا یہ شرط لگائی کہ اس کے بدلے بصرہ کی زمین لے گا تو یہ مقید ہوجائے گا اھ یہ اس صورت میں ہے جب واقف نے اپنے لئے یہ شرط لگائی ہو اسی طرح یہ بدرجہ اولٰی شرط ہوجائے گی جبکہ اس نے خاص اپنے لئے یہ شرط نہ لگائی ہو، غور کر، پھر فرمایا غلہ حاصل کرنے کے لئے زمین موقوفہ کے استبدال میں ظاہر اتحادِ جنس کا شرط نہ ہونا ہے کیونکہ اس میں سبزہ، گھاس اور غلہ کی کثرت اور مرمت اور خرچہ کی قلت ملحوظ ہوتی ہے اھ اور پوشیدہ نہ رہے کہ یہ تمام شرطیں اس صورت میں ہیں جب واقف نے اپنے لئے یا غیر کے لئے استبدال کی شرط نہ لگائی ہو، چنانچہ اگر واقف نے استبدال کی شرط لگائی ہے تو استبدال کے لئے وقف کا انتفاع سے خروج اور اس کے لئے قاضی کی مباشرت اور وقف کے مال کا ایسا نہ ہونا جس سے اس کو آباد کیا جاسکے کچھ بھی ضروری نہیں جیسا کہ مخفی نہیں، پس اس تحریر کو غنیمت سمجھ اھ تلخیص کلام شامی۔ اور مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے شامی

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۸۸

Marfat.com

مانصه **اقول** الذی یظهر للعبد الضعیف انه غیر شرط الالاتباع الشرط حتی لو شرط الاستبدال واطلق لم یتقید بالجنس کما یفیده کلام الاسعاف فاذن لایکون هذا مشروطا فی التبدیل بلاشرط، ثم راجعت الخانیة فوجدت کلامها انص علی ما فهمت ولله الحمد حیث قال رضی الله تعالٰی عنه، لوقال ارضی صدقة موقوفة علی ان لی ان استبدل بها بارض اخری لم یکن له ان یستبدل بها بدار لانه لایملك تغیر الشرط، ولوقال ان لی ان استبدل بها دارا لم یکن له ان یستبدل بها بارض، ولوشرط الاستبدال ولم یذکر ارضا ولا دارا فباع الارض الاولٰی کان له ان یستبدل بها بجنس العقارات ماشاء من دار وارض لاطلاق اللفظ[1]

کے اس مقام پر حاشیہ لکھا جہاں علامہ شامی نے آٹھویں شرط یعنی بدلین میں اتحادِ جنس کا صراحتًا ذکر کیا (اور وہ حاشیہ یوں ہے) **اقول** (میں کہتا ہوں) جو اس ضعیف بندے پر ظاہر ہوتا ہے وُہ یہ ہے کہ یہ غیر شرط ہے مگر اتباعِ شرط کے لئے یہاں تک کہ اگر واقف نے مطلقًا استبدال کی شرط لگائی تو یہ استبدال جنس کے ساتھ مقید نہ ہوگا جیسا کہ اسعاف کا کلام اس کا فائدہ دیتا ہے لہذا یہ بلاشرط تبدیل میں مشروط نہیں ہوگا۔ پھر میں نے خانیہ کی طرف رجوع کیا تو الحمدللہ اس کے کلام کو اپنے فہمیدہ پر بہتر نص پایا جہاں امام قاضی خاں رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا اگر واقف نے کہا میری یہ زمین صدقہ موقوفہ ہے اس شرط پر کہ مجھے دوسری زمین کے ساتھ استبدال کا اختیار ہوگا تو اس کو گھر کے ساتھ استبدال کا اختیار نہ ہوگا کیونکہ وُہ شرط میں تبدیلی کا مالک نہیں، اور اگر اس نے کہا کہ مجھے گھر کے ساتھ استبدال کا اختیار ہوگا تو وہ دوسری زمین کے ساتھ استبدال نہیں کرسکتا اور اگر اس نے استبدال کی شرط لگائی مگر اس نے زمین یا گھر کا ذکر نہیں کیا پھر پہلی زمین کو بیچ دیا تو اس کو اختیار ہوگا کہ وہ ثمن کے بدلے کوئی بھی غیر منقولہ جائداد لے سکتا ہے چاہے زمین ہو یا گھر کیونکہ اس نے لفظ مطلق

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی مسائل الشرط فی الوقف مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۲۱

Marfat.com

مختصراً فهذا بحمد الله نص صريح
جلی فیما فهمت اما ما کتبت علیه
فتبین و لله الحمد ان هذا الثامن
لامساغ له فی استبدال القاضی بلا شرط
فلذا اسقطته من شروطه و
ابدلته فی شروط الاستبدال المشروط
بما رأیت فی الشرط الرابع واسقطت
من السابع فی الاول وهو الرابع
فی الثانی عدم البیع بالدین
لعلمی بان الثالث مغن عنه وزدت
فی سابع الثانی ان لایفی ریعه
بمؤنته اخذا مما ذکر فی رد المحتار
وقد نص علیه فی الاسعاف و
الخانیة وعنها فی البحر نفسه
وزدت فی الاول الشرطین الاولین
لما فی الخانیة والاسعاف والبحر
واللفظ له لو شرط الاستبدال
لنفسه ثم اوصی به الی
وصیه، لایملك وصیه الاستبدال
ولو وکل وکیلا فی حیاته
صح، ولو شرطه لکل
متولی صح، وملکه کل
متولی ولو شرط الاستبدال
لرجل آخر مع نفسه، ملك
الواقف الاستبدال وحده

بولا ہے اھ اختصار۔ یہ بحمد اللہ کھلی اور واضح نص ہے
اس پر جو میں نے سمجھا اور جو میں نے شامی پر حاشیہ
لکھا الحمد للہ وہ واضح ہو گیا کہ یہ جو آٹھویں شرط ہے
استبدالِ قاضی بلا شرط میں اس کی گنجائش نہیں
اسی لئے میں نے اس کو استبدالِ غیر مشروط کی شرطوں
سے ساقط کر دیا اور استبدال مشروط کی شرطوں
میں اسے اس چیز کے ساتھ بدل دیا جو میں نے شرطِ
رابع میں دیکھا اور میں نے اول میں ساتویں شرط
جو کہ ثانی میں چوتھی ہے سے دین کے بدلے بیع کے
عدمِ جواز کو یہ جان کر ساقط کر دیا کہ تیسری شرط اس سے
بے نیاز کر دیتی ہے۔ اور جو کچھ ردالمحتار میں مذکور ہے
اس سے اخذ کرتے ہوئے میں نے ثانی کی ساتویں
شرط میں یہ اضافہ کیا کہ وقف کی آمدنی سے اس کا
خرچہ پورا نہ ہوتا ہو حالانکہ اسعاف اور خانیہ میں
اس پر نص کی گئی ہے اور خانیہ کے حوالے خود بحر
میں مذکور ہے۔ اور اول میں پہلی دو شرطوں کا اضافہ
میں نے اس دلیل کی بنا پر کیا جو خانیہ، اسعاف اور
بحر میں ہے اور لفظ بحر کے ہیں کہ اگر واقف نے
اپنے لئے استبدال کی شرط لگائی پھر کسی کے لئے
اس کی وصیت کر دی تو وصی استبدال کا مالک نہیں
ہوگا، اور اگر اپنی زندگی میں کسی کو وکیل بنایا تو
صحیح ہے، اور اگر ہر متولی کے لئے استبدال کی
شرط لگائی تو صحیح ہے اور ہر متولی اس کا مالک ہوگا
اور اگر واقف نے اپنے ساتھ دوسرے شخص کے لئے
استبدال کی شرط لگائی تو واقف تنہا استبدال کا مالک

Marfat.com

ولا یملکه فلان وحده[1] اھ مختصرا وفی الدر وغیرہ جاز شرط الاستبدال به ثم لایستبدل لها بثالثة لانه حکم ثبت بالشرط والشرط وجد فی الاولی لا الثانیة[2] اھ قال الشامی قال فی الفتح الا ان یذکر عبارة تفید له ذلك دائما[3] اھ فاغتنم ھذا التحریر والحمد ﷲ العلی الکبیر۔

ہوگا جبکہ دوسرا شخص تنہا اس کا مالک نہیں ہوگا اھ اختصار۔ درمختار وغیرہ میں ہے وقف زمین کو دوسری زمین سے بدل لینے کی شرط لگانا جائز ہے پھر اس کو تیسری زمین سے نہیں بدلے گا کیونکہ یہ حکم استبدال شرط کے ساتھ ثابت ہوا اور شرط صرف پہلی زمین میں پائی گئی نہ کہ دوسری میں۔ شامی نے کہا فتح میں فرمایا ہے مگر واقف ایسی عبارت ذکر کرے جو اس کے لئے دائمی استبدال کا فائدہ دے اھ اس تحریر کو غنیمت سمجھ، اور تمام تعریفیں اللہ بزرگ و برتر کے لئے ہیں (ت)

یہ حکم ہر عقار موقوف کا ہے جیسے زمین، مکان، دکان، اسی طرح **اشجار** موقوفہ اگر پھل دار ہوں تو جب تک ہرے ہیں اُن کا کاٹنا بیچنا ناجائز اور گر پڑنے یا سُوکھ جانے کے بعد روا ہے کہ لکڑی بیچ کر مصارفِ وقف میں صرف کردیں یہاں تک کہ اگر کوئی پھل کا درخت نصف خشک ہوگیا اور نصف قابلِ انتفاع ہے تو اُسی نصف خشک کی بیع جائز، باقی کی ممنوع، متولی اگر سبز کو کاٹے بیچے گا خائن ہے تولیت سے خارج کیا جائے گا، ہاں وُہ پیڑ کہ پھل نہیں رکھتے بلکہ وقف کا انتفاع اُن سے یونہی ہے کہ اُنھیں بیچ کر دام کئے جائیں اُن کے سبز و خشک ہر طرح کی بیع جائز ہے،

فی العقود الدریة عن البحر الرائق عن عمدة الفتاوٰی لایجوز بیع الاشجار الموقوفة المثمرة قبل قلعها بخلاف غیر المثمرة اھ وفی الفتح سئل ابو القاسم الصفار عن شجرة وقف یبس بعضها وبقی بعضها فقال

عقود دریہ میں بحوالہ بحر عمدۃ الفتاوٰی سے منقول ہے کہ وقف شدہ پھل دار درختوں کو گر جانے سے قبل فروخت کرنا جائز نہیں بخلاف ان درختوں کے جو پھل دار نہیں اھ۔ فتح میں ہے کہ ابو القاسم صفار سے ایسے وقف شدہ درخت کے بارے میں سوال کیا گیا جس کا کچھ حصہ خشک ہوگیا اور کچھ ابھی باقی ہے

---

[1] بحر الرائق | کتاب الوقف | مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۵/۲۲۲

[2] درمختار | " | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۳۸۳

[3] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۳/۳۸۸

Marfat.com

مایبس منہا فسبیلہ سبیل غلتہا وما بقی فمتروک علٰی حالہا اھ[1] (ملخصًا)

تو انھوں نے فرمایا کہ جو خشک ہوگیا ہے اس کا راستہ وہی ہے جو اس کے غلہ کا راستہ ہے اور جو باقی ہے اس کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے گا اھ تلخیص۔

وفی العقود عن البحر عن الظہیریۃ لیس لہ ان یبیع الشجرۃ ولیعمر الدار الخ[2]

عقود دریہ میں بحوالہ بحر، ظہیریہ سے منقول ہے کہ وقف درخت بیچ کر وقف گھر کی تعمیر کا اختیار متولی کو نہیں الخ۔

وفیہا سئل فی ناظر وقف قطع اشجار بستان الوقف الیافعۃ الغیر الشالبۃ ولا الیابسۃ وباعہا بلا وجہ شرعی فہل اذا ثبت ذلک علیہ بالوجہ الشرعی یستحق العزل الجواب نعم وافتی الشیخ اسمٰعیل بمثل ذلک[3]

اسی میں ہے کہ ایسے متولی کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے وقف باغ کے ایسے درخت کاٹ دئے جن کا پھل پکا ہوا تھا اور وہ بے کار اور خشک نہ تھے اور انھیں بغیر کسی شرعی وجہ کے فروخت کردیا کہ اگر اس پر شرعی طریقے سے اس فعل کا ثبوت ہوجائے تو کیا وہ اس لائق ہے کہ اس کو معزول کردیا جائے؟ جواب: ہاں، اور شیخ اسمٰعیل نے اسی کی مثل فتوٰی دیا ہے۔ (ت)

زوائد جیسے درختوں کے پھل، زمین کا غلہ وغیرہ جن سے غرض یہ ہوتی ہے کہ انھیں بیچ کر مصارف مسجد و اغراض معینہ واقف میں صرف کریں ان کی بیع میں کوئی کلام نہیں مگر یہ بیع متولی کرے یا باذنِ قاضی شرع ہو کما قدمناہ عن الہندیۃ عن السراجیۃ (جیسا کہ ہم نے پہلے ہندیہ سے بحوالہ سراجیہ ذکر کیا ہے۔ ت) ہاں جہاں جہاں ان مسائل میں اذن قاضی کی شرط مذکور ہوئی اگر قاضیِ شرع نہ ہو جیسے ان بلاد میں، تو بضرورت مسلمانان دین دار موتمن معتمد اس بار کو اپنے اوپر اُٹھا سکتے ہیں اور اللہ حساب لینے والا ہے اور وہ مصلح و مفسد کو خوب جانتا ہے،

فی الخانیۃ من فصل المقابر والرباطات قد ذکرنا ان الصحیح من الجواب ان بیعہم بغیر امر القاضی لایصح

خانیہ کی فصل المقابر والرباطات میں ہے تحقیق ہم ذکر کرچکے ہیں کہ صحیح حکم یہ ہے کہ قاضی کے حکم کے بغیر ان کی بیع درست نہیں سوائے اس جگہ کے

---

[1] العقود الدریۃ کتاب الوقف الباب الاول مطبوعہ حاجی عبدالغفار ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/۱۱۵
[2] 〃 〃 〃 الباب الثانی 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/۲۰۰
[3] 〃 〃 〃 الباب الثالث 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/۲۳۰

Marfat.com

الاان یکون فی موضع لاقاضی هناک[1]۔ جہاں کوئی قاضی نہ ہو۔(ت)

اسی طرح وُہ تمام اشیاء، جو متولی بطورِ خود مسجد کے مال سے آمدنیِ مسجد بڑھانے کو خریدے ان کی بیع کا بشرطِ مصلحت وُہ ہر وقت اختیار رکھتا ہے اگرچہ وُہ دکان و مکانات و دیہات ہی ہوں کہ یہ خریداری اگرچہ بنظرِ مصلحت جائز ہوتی ہے مگر اس کے باعث وُہ چیزیں وقفِ مسجد نہ ہوگئیں کہ ان کی بیع ناجائز ہو،

فی الخانیة باب الرجل یجعل دارہ مسجدا المتولی اذا اشتری من غلة المسجد حانوتا اودارا او مستغلا اٰخر جاز لان هذا من مصالح المسجد فاذا اراد المتولی ان یبیع ما اشتری وباع اختلفوا فیه قال بعضهم لایجوز هذا البیع لان هذا صار من اوقاف المسجد وقال بعضهم یجوز هذا البیع وهو الصحیح لان المشتری لم یذکر شیئا من شرائط الوقف فلا یکون ما اشتری من جملة اوقاف المسجد[2]اھ وفی منحة الخالق ورد المحتار عن الفتح اعلم ان عدم جواز بیعه الا اذا تعذر الانتفاع به، انما هو فیما ورد علیه وقف الواقف اما فیما اشتراہ المتولی من مستغلات الوقف فانه یجوز بیعه بلا هذا الشرط وهذا لان فی صیرورته وقفا خلافا

خانیہ کے باب الرجل یجعل دارہ مسجدا میں ہے کہ متولی اگر مسجد کی آمدنی سے دکان، گھر یا دیگر منافع خریدے تو جائز ہے کیونکہ یہ مسجد کے مصالح میں سے ہے۔ پھر جب متولی چاہے کہ جو اس نے خریدا اس کو فروخت کرے، اور فروخت کر دے تو اس میں فقہاء نے اختلاف کیا، بعض نے کہا کہ یہ بیع ناجائز ہے کیونکہ یہ چیز اوقافِ مسجد میں سے ہو چکی ہے، اور بعض نے کہا کہ یہ بیع جائز ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ مشتری نے شرائطِ وقف میں سے کچھ بیان نہیں کیا لہذا جو کچھ اس نے خریدا وہ اوقافِ مسجد میں سے نہیں ہوگا اھ منحۃ الخالق اور ردالمحتار میں فتح کے حوالہ سے ہے۔ جان لے کہ بیشک وقف سے انتفاع کے متعذر ہوئے بغیر اس کی بیع کا عدمِ جواز صرف اس چیز میں ہے جس پر واقف کا وقف وارد ہوا، رہی وہ چیز جس کو متولی نے وقف کی آمدنی سے خریدا تو اس میں شرطِ مذکور کے بغیر بھی بیع جائز ہے کیونکہ اس کے وقف ہونے میں اختلاف ہے

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الوقف فصل فی المقابر والرباطات مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۴/۷۲۶

[2] " " " باب الرجل یجعل دارہ مسجدا " " " ۴/۷۱۵

Marfat.com

والمختار انه لایکون وقفا فللقیم ان یبیعه متی شاء لمصلحة عرضت[1] اھ، واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

اور مختار یہ ہے کہ وُہ وقف نہیں ہے لہذا متولی کو اختیار ہے کہ کسی مصلحت کے عارض ہونے پر جب چاہے اس کو فروخت کرسکتا ہے اھ، اور اللہ سبحٰنہ وتعالٰی بہتر جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۳۵، ۱۳۶

(۱) ایک مسجد کی ملکیت دیگر مسجد میں خرچ کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۲) مسجد کا پیسہ مدرسہ میں خرچ کرے تو درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب

دونوں صورتیں حرام ہیں، مسجد جب تک آباد ہے اس کا مال نہ کسی مدرسہ میں صرف ہوسکتا ہے نہ دوسری مسجد میں، یہاں تک کہ اگر ایک مسجد میں سَو چٹائیاں یا لوٹے حاجت سے زیادہ ہوں اور دوسری مسجد میں ایک بھی نہ ہو تو جائز نہیں کہ یہاں کی ایک چٹائی یا لوٹا دوسری مسجد میں دے دیں۔ درمختار میں ہے:

اتحد الواقف والجهة وقل مرسوم بعض الموقوف علیه جاز للحاکم ان یصرف عن فاضل الوقف الاخر الیه لانهما حینئذ کشیئ واحد وان اختلف احدهما بان بنی رجلان مسجدین اور رجل مسجد ومدرسة ووقف علیهما اوقافا لایجوز له ذٰلك[2]۔

دو۲ وقفوں کا واقف بھی ایک ہو اور ایک ہی چیز پر وقف ہوں، ان میں ایک کی آمدنی کم ہوجائے تو حاکم کو جائز ہے کہ دوسرے وقف کی بچت سے اس پر خرچ کرے اس لئے کہ اس حالت میں وہ دونوں گویا ایک ہی چیز ہیں، اور اگر واقف دو۲ ہوں یا جدا جدا چیزوں پر وقف ہوں جیسے دو۲ شخصوں نے دو۲ مسجدیں بنائیں یا ایک شخص نے ایک مسجد اور ایک مدرسہ بنایا اور ان پر جائدادیں وقف کیں تو اب حاکم کو بھی جائز نہیں کہ ایک کا مالی دوسرے میں صرف کرے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف مطلب فی الوقف اذا خرب الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۸۲
منحۃ الخالق علی حاشیۃ البحر الرائق کتاب الوقف مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۲۲۰

[2] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۰

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے :

السجد لایجوز نقل مالہ الی مسجد آخر[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔ — جائز نہیں کہ ایک مسجد کا مال دوسری مسجد کو لے جائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۷ مسجد کی کوئی چیز ایسی ہو کہ خراب ہو جاتی ہے اور اس کو بیچ کر اس کی قیمت مسجد میں دیں اور وہ چیز اگر دوسرا آدمی قیمت دے کر مسجد کی چیز اپنے مکان پر رکھے تو اس کو جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

جائز ہے مگر اسے بے ادبی کی [illegible] نہ لگائے۔ درمختار میں ہے :

حشیش المسجد وکناستہ لایلقی فی موضع یخل بالتعظیم[2] واللہ تعالیٰ اعلم۔ — مسجد کا گھاس کوڑا جھاڑ کر ایسی جگہ نہ ڈالیں جس سے اس کی تعظیم میں فرق آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۸ ایک شہر میں سب لوگوں نے اتفاق کے ساتھ ایک مکان نماز پڑھنے کے لئے بنایا اور اس کا نام عبادت گاہ رکھا گیا اور مسجد نام نہیں رکھا، اس کی وجہ یہ کہ کبھی آدمی نماز نہ پڑھے تو وہ عبادت گاہ بددعا نہ کرے، اب اس مکان میں بیٹھ کر لوگ دنیا کی باتیں کریں تو جائز ہے یا نہیں ؟ اور اس مکان میں جمعہ عیدین کی نماز بھی ہوتی ہے اور لکڑی کا منبر بھی رکھا گیا ہے اور پیش امام بھی ہے تو اس عبادت گاہ میں فقط محراب نہیں ہے تو اس مکان کا مرتبہ مسجد کا ہوگا یا نہیں ؟ اور اس میں دنیا کی باتیں کرنی درست ہیں یا نہیں ؟

الجواب

جب وہ مکان عام مسلمین کے ہمیشہ نماز پڑھنے کے لئے بنایا اسے کسی محدود مدت سے مقید نہ کیا کہ مہینے دو مہینے یا سال دو سال اس میں نماز کی اجازت دیتے ہیں اور اس میں نماز حتّی کہ جمعہ و عیدین تک ہوتے ہیں تو اس کے مسجد ہونے میں کیا شک ہے، اس میں دنیا کی باتیں ناجائز اور تمام احکام احکامِ مسجد، مسجد ہونے کے لئے زبان سے مسجد کہنا شرط نہیں، نہ محراب نہ ہونا کچھ منافیِ مسجدیت۔ مسجد الحرام شریف میں کوئی محراب نہیں، خالی زمین نماز کے لئے وقف کی جائے وہ بھی مسجد ہو جائیگی اگرچہ یہ نہ کہا ہو اسے مسجد کیا اس میں محراب کہاں سے آئیگی۔ ذخیرہ وہندیہ وخانیہ وبحر وطحطاوی میں ہے :

رجل لہ ساحۃ لابناء فیھا امر قوما ان یصلوا فیھا بجماعۃ فھذا علی ثلثۃ اوجہ ان امرھم — ایک شخص کی خالی زمین بے عمارت ہے اس نے کچھ لوگوں سے کہا کہ اس میں جماعت سے نماز پڑھیں، اس کی تین صورتیں ہیں اگر تصریحًا کہا کہ

---

[1] ردالمحتار — کتاب الوقف — داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۷۱

[2] درمختار — کتاب الطہارۃ — مطبع یوسفی لکھنؤ ۱/۳۴

Marfat.com

بالصلوٰۃ فیھا ابداً نصًّا بان قالوا صلوا فیھا ابدا او امرھم بالصلوٰۃ مطلقا ونوی الابد صارت الساحۃ مسجدًا وان وقت الامر بالیوم او الشھر او السنۃ لاتصیر مسجدًا لومات یورث عنہ[1]

ہمیشہ پڑھیں یا مطلق کہا اور دل میں ہمیشگی کی نیت تھی تو وہ سادہ زمین مسجد ہوگئی اور اگر ایک دن یا مہینے یا برس کی قید لگادی اتنے دن اس میں نماز پڑھ لو تو مسجد نہ ہوگی، اس کے مرنے پر وارثوں کو پہنچے گی۔

درمختار میں ہے: یزول ملکہ عن المسجد بالفعل وبقولہ جعلتہ مسجدًا[2] یعنی بانی کی ملک مسجد سے دو طرح زائل ہوتی ہے ایک یہ کہ زبان سے کہہ دے میں نے اسے مسجد کیا، دوسرے یہ کہ یہ نہ کہے، اور اس میں نماز کی اجازت بلا تحدید دے اور اس میں نماز مثل مسجد ایک بار بھی ہوجائے تو اس سے بھی مسجد ہوجائے گی۔ معلوم ہوا کہ لفظِ مسجد کہنا شرط نہیں۔ بحرالرائق میں ہے:

لایحتاج فی جعلہ مسجد الخ قولہ وقفتہ ونحوہ لان العرف جار بالاذن فی الصلوٰۃ علی وجہ العموم والتخلیۃ بکونہ وقفا علی ھذہ الجھۃ فکان کالتعبیر بہ[3]

مسجد ہونے کو کچھ ضروری نہیں کہ زبان سے کہے میں نے اسے وقف کیا یا اور کوئی لفظ اس کے مثل (مثلاً مسجد کیا) اس کے کہنے کی کچھ حاجت نہیں کہ عرف جاری ہے کہ نماز کی عام اجازت دے کر زمین اپنے قبضہ سے جدا کردینا نماز کیلئے وقف ہی کرنا ہے، تو یہ ایسا ہی ہوا جیسے زبان سے کہنا کہ اسے مسجد کیا ۱۲۔

اسی میں ہے:

بنی فی فنائہ فی الرستاق دکانا لاجل الصلوٰۃ یصلون فیہ بجماعۃ کل وقت فلہ حکم المسجد[4]

گاؤں میں اپنے پیش دروازہ کوئی چبوترہ نماز کیلئے بنالیا کہ لوگ پانچوں وقت اس میں جماعت کرتے ہیں اس چبوترے کے لئے مسجد کا حکم ہے ۱۲

اقول بلکہ اگر نماز کے لئے وقف کرے اور اس کے ساتھ صراحۃً مسجد ہونے کی نفی کردے مثلاً کہے میں نے یہ زمین نمازِ مسلمین کے لئے وقف کی مگر میں اسے مسجد نہیں کرتا یا مگر کوئی اسے مسجد نہ سمجھے

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۵۵

[2] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷۹

[3] بحرالرائق کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۴۹-۲۴۸

[4] " " " " " " " " " ۵/ ۲۵۰

Marfat.com

جب بھی مسجد ہو جائے گی اور اس کا یہ انکار باطل کہ معنی مسجد یعنی نماز کے لئے زمین موقوف پورے ہو گئے اور مذہب صحیح پر اتنا کہتے ہی مسجد ہو گئی اب انکارِ مسجدیت لغو ہے کہ معنی ثابت از لفظ سے انکار یا وقف مذکور سے رجوع ہے اور وقف بعد تمامی قابلِ رجوع نہیں، اس کی نظیر یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بی بی کی نسبت کہے میں نے اسے چھوڑا چھوڑا مگر میں طلاق نہیں دیتا کوئی اسے مطلقہ نہ سمجھے۔ طلاق تو دے چکا اب انکار سے کیا ہوتا ہے۔ ہاں اگر یوں کہتے کہ ہم یہ زمین وقف نہیں کرتے صرف اس طور پر نماز کی اجازت دیتے ہیں کہ زمین ہماری ملک رہے اور لوگ نماز پڑھیں، تو البتہ نہ وقف ہوتی نہ مسجد۔ یہاں یہ بھی معلوم ہے کہ زمین مذکور جسے بالاتفاق اہلِ شہر نے محلِ نماز کیا یا[۱] تو عام زمین ملکِ بیت المال ہو جس میں اتفاق مسلمان بجائے حکمِ امام ہے یا[۲] اُن کی ملک ہو یا[۳] اصل مالک بھی شامل ہو یا[۴] اس کی اجازت سے ایسا ہوا ہو یا[۵] بعد وقوع اُس نے اسے جائز و نافذ کر دیا ہو، ورنہ اگر اہلِ شہر کسی شخص کی مملوک زمین بے اس کی اجازت کے نماز کے لئے وقف کر دیں اور وہ جائز نہ کرے، ہرگز نہ وقف ہو گی نہ مسجد، اگرچہ سب اہلِ شہر نے بالاتفاق یہ بھی کہہ دیا کہ ہم نے اسے مسجد کیا۔ بحر الرائق میں ہے:

فی الحاوی القدسی من بنی مسجدا فی ارض المملوکة له الخ فافاد ان من شرطه ملك الارض ولذا قال فی الخانیة لوان سلطانا اذن لقوم ۱
ان یجعلوا ارضا من اراضی البلدة حوانیت موقوفة علی المسجد او امرھم ان یزیدوا فی مسجدھم قالوا ان كانت البلدة فتحت عنوة وذلك لایضر بالمارة والناس ینفذ امر السلطان فیھا وان كانت فتحت صلحا لاینفذ امر السلطان لان فی الاول تصیر ملكا للغانمین فجاز امر السلطان فیھا وفی الثانی

حاوی قدسی میں ہے جس نے اپنی مملوک زمین میں مسجد بنائی اس سے ثابت ہوا کہ مسجد ہونے کے لئے شرط ہے کہ بانی اس زمین کا مالک ہو، اسی لئے فتاوی قاضی خاں میں فرمایا کہ اگر سلطان نے لوگوں کو اجازت دی کہ شہر کی کسی زمین پر دکانیں بنائیں جو مسجد پر وقف ہوں یا حکم دیا کہ یہ زمین مسجد میں ڈال لو، علماء نے فرمایا اگر وہ شہر بزورِ شمشیر فتح ہوا ہے اور وہ دکانیں بنانا یا مسجد میں اس زمین کا شامل کر لینا راستہ تنگ نہ کرے نہ عام لوگوں کا اس میں نقصان ہو تو وہ حکمِ سلطان نافذ ہو جائے گا اور اگر شہر صلح سے فتح ہوا تو نہیں کہ پہلی صورت میں شہر کی زمین بیت المال کی ملک ہو گئی تو اس میں سلطان کا حکم جائز ہے اور دوسری صورت میں اصل مالکوں

Marfat.com

تبقی علی ملك ملاکہا فلا ینفذ امرہ فیہا[1]۔ کی ملک رہی تو سلطانی حکم اس میں نفاذ پائیگا ۱۲

ردالمحتار میں ہے :

شرط الوقف التأبید والارض اذا کانت ملکا لغیرہ فللمالك استردادها[2]۔ وقف کی شرط ہمیشگی ہے اور زمین جب دوسرے کی ملک ہو تو مالک اسے واپس لے سکتا ہے ۱۲

یہ بیان بغرضِ تکمیل احکام تھا، سوال سے ظاہر وہی پہلی صورت ہے تو اس کے مسجد ہونے میں شک نہیں اور اس کا ادب لازم۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۹ غرہ شعبان المعظم ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بارش کے دن مسجد میں بیٹھ کر وضو کرنا اس طرح پر کہ غسالہ صحنِ مسجد میں گرے جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو مع الکراہت یا بلاکراہت؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صحنِ مسجد مسجد ہے کما حققناہ فی فتاونا بما لامزید علیہ (جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاوٰی میں اس انداز سے کردی ہے کہ اس پر اضافہ کی گنجائش نہیں۔ ت) اور مسجد میں وضو حرام۔

واستثناء موضع اعد لذلك لا یصلی فیہ معناہ اذا کان الاعداد من الوقف قبل تمام المسجدیۃ اما بعدہ فلا یمکن منہ الواقف نفسہ فضلا عن غیرہ کما حققناہ فیما علی ردالمحتار علقناہ واذا کان ذلك کذلك لم یکن الثنیا الاصوریا منقطعا کما لا یخفی۔

وضو کے لئے بنائی گئی جگہ جس میں نماز نہیں پڑھی جاتی کے استثناء کا مطلب یہ ہے کہ واقف نے تمام مسجدیت سے قبل وہ جگہ وضو کے لئے بنائی ہو لیکن تمام مسجدیت کے بعد تو خود واقف بھی اس پر شرعًا قادر نہیں چہ جائیکہ کوئی اور ایسا کرسکے جیسا کہ ہم نے ردالمحتار پر اپنی تعلیق میں اس کی تحقیق کی ہے اور جب صورتِ حال یہ ہے تو پھر یہ استثناء محض صوری و منقطع ہوگا، جیسا کہ مخفی نہیں۔ (ت)

یہاں تک کہ غیر معتکف کو اس کی بھی اجازت نہیں کہ مسجد میں بیٹھ کر کسی برتن میں اس طرح وضو کرلے کہ ماءِ مستعمل برتن ہی میں گرے، ہاں صرف معتکف کو اس صورت کی رخصت دی گئی ہے بشرطیکہ کوئی بوند برتن سے باہر نہ جائے۔

---

[1] بحرالرائق کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/۲۴۹

[2] ردالمحتار کتاب الوقف داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۹۰

Marfat.com

درمختار میں ہے:

یحرم فیه (ای فی المسجد) الوضوء الا فیما اعد لذلك[1]

مسجد میں وضو حرام ہے سوائے اس جگہ کے جو وضو کے لئے بنائی گئی ہے (ت)

اشباہ میں ہے:

تکرہ المضمضة والوضوء فیه الا ان یکون ثمه موضع اعد لذلك لا یصلی فیه او فی اناء[2]

مسجد میں کُلی کرنا اور وضو کرنا مکروہ ہے الّایہ کہ وہاں کوئی جگہ اسی مقصد یعنی وضو کے لئے بنائی گئی ہو جس میں نماز نہ پڑھی جاتی ہو یا پھر کسی برتن میں وضو کیا جائے۔ (ت)

غمز العیون میں ہے:

فی البدائع یکرہ التوضی فی المسجد لانه مستقذر طبعا فیجب تنزیه المسجد عنه کما یجب تنزیهه عن المخاط و البلغم[3]

بدائع میں ہے کہ مسجد میں وضو کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ اس سے طبعاً گھن محسوس ہوتی ہے لہذا اس سے مسجد کو پاک رکھنا ایسے ہی واجب ہے جیسا کہ رینٹ اور بلغم سے مسجد کو پاک رکھنا (ت)

اسی میں ہے:

قوله اوفی اناء اقول هذا لیس علی العموم بل فی المعتکف فقط بشرط عدم تلویث المسجد[4]

اس کا کہنا کہ یا برتن میں وضو کرلے، میں کہتا ہوں کہ یہ حکم عموم پر نہیں بلکہ صرف معتکف کے لئے ہے اور وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ مسجد ملوث نہ ہونے پائے۔ (ت)

بحر الرائق باب الاعتکاف میں ہے:

فی البدائع وان غسل المعتکف

بدائع میں ہے کہ اگر معتکف مسجد میں اس طرح

---

[1] درمختار باب مایفسد الصلوٰة مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۴

[2] الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی احکام المسجد ادارۃ القرآن کراچی ۲/۲۳۰

[3] غمز العیون البصائر مع الاشباہ والنظائر " " " " " " " " ۲/"

[4] " " " " " " " " " " " " " ۲/۳۱-۲۳۰

Marfat.com

رأسه فی المسجد فلاباس به اذا لم یلوث بالماء المستعمل فان کان بحیث یتلوث المسجد یمنع منہ لان تنظیف المسجد واجب ولو توضأ فی المسجد فی اناء فھو علی ھذا التفصیل انتھی بخلاف غیر المعتکف فانہ یکرہ لہ التوضی فی المسجد ولو فی اناء الا ان یکون موضعا اتخذ لذلك لایصلی فیہ[1] اھ۔

سر دھوئے کہ مستعمل پانی سے مسجد ملوث نہ ہو تو حرج نہیں ورنہ ممنوع ہے کیونکہ مسجد کو پاک صاف رکھنا واجب ہے اور اگر وہ مسجد میں کسی برتن میں وضو کرے تب بھی وہی تفصیل ہے جو مذکور ہوئی (انتہی) بخلاف غیر معتکف کے کہ اس کے لئے مسجد میں وضو کرنا مکروہ ہے سوائے اس جگہ کے جو وضو کے لئے بنائی گئی ہو جس میں نماز نہ پڑھی جاتی ہو اھ۔ (ت)

تو اگر خروج ممکن ہے مثلاً بارش خفیف ہے یا چھتری وغیرہ آلاتِ حفاظت پاس ہیں اور باہر نکلنے سے معذور نہیں تو واجب ہے کہ باہر ہی وضو کرے اور اگر عذر قوی قابل قبول ہے تو اگر کوئی برتن وغیرہ میسر ہے جس میں بلا تلویثِ مسجد وضو کرسکے جب بھی صحن میں وضو حرام ہے بلکہ چاہئے کہ اعتکاف کی نیت کرلے اور اور برتن میں اس طرح وضو کرے کہ باہر چھینٹ نہ پڑے یا جو تدبیر ممکن ہو۔ ایک سال اعتکاف میں شب کے وقت بارش بشدت تمام ہورہی تھی اور کوئی برتن اس اطمینان کا نہ تھا کہ وضو کرتے میں پانی قطرہ قطرہ سب اُسی میں جائے، جاڑے کا موسم تھا فقیر نے توشک پر چادر چند تہہ کرکے رکھی اور اس پر وضو کیا کہ سب پانی چادر ہی میں رہا۔ غرض جو طریقہ تحفظ مسجد کا ممکن ہو بجالائے ورنہ مجبوری بضرورت در میں بیٹھ کر اس طرح وضو کرے کہ خود سائے میں رہے اور پانی تمام وکمال موقع آب ومجرائے بارش میں گرے کہ ساتھ ہی مینہ اسے بہاتا لے جائے لان من قواعد الشرع ان الضرورات تبیح المحظورات[2] (کیونکہ شرعی قواعد میں سے ہے کہ ضرورتیں محظورات ممنوعات کو مباح وجائز کردیتی ہیں۔ ت)

وقد قال اللہ تعالٰی ماجعل علیکم فی الدین من حرج[3] وقد رخصت الشریعۃ لعذر المطر فی ترك الجماعۃ وحضور المسجد

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔ اور تحقیق شریعت نے بارش کی وجہ سے جماعت ترک کرنے اور مسجد میں حاضر نہ ہونے کی

---

[1] بحرالرائق باب الاعتکاف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۰۳
[2] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الخامسۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۱۸
[3] القرآن الکریم ۲۲/ ۷۸

Marfat.com

معوجوبهما على المعتمد كما حققناه فی رسالتنا فی حکم الجماعة بل فی ترك الجمعة مع انها فریضة قطعیة اجماعیة۔

رخصت دی ہے حالانکہ مذہب معتمد پر یہ دونوں واجب ہیں، جیسا کہ ہم نے حکم جماعت سے متعلق اپنے رسالے میں اسکی تحقیق کی ہے، بلکہ جمعہ کو چھوڑنے کی بھی بسبب بارش رخصت دی گئی باوجودیکہ وہ فرض قطعی اجماعی ہے (ت)

تنویر الابصار میں ہے:

لا تجب (یعنی الجماعة) علی من حال بینه و بینها مطر وطین و برد شدید۔[1]

اس شخص پر جماعت واجب نہیں جس کے لئے بارش، کیچڑ اور شدید سردی رکاوٹ بن جائے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

اشار بالحیلولة الی ان المراد المطر الکثیر کما قیده به فی صلٰوة الجمعة وکذا الطین۔[2]

رکاوٹ بننے کے ذکر سے صاحب تنویر نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مراد شدید بارش اور سخت کیچڑ ہے، جیسا کہ نماز جمعہ میں انھوں نے یہ قید لگائی ہے (ت)

درمختار میں ہے:

شرط لافتراضها (ای الجمعة) بلوغ و عقل و عدم مطر شدید و وحل و ثلج و نحوهما[3] اھ ملتقطا و ذلك ان الله رؤف بالعباد، والحمد لله، والله تعالٰی اعلم۔

نماز جمعہ کی فرضیت کے لئے عاقل و بالغ ہونا اور شدید بارش، کیچڑ اور برف وغیرہ کا نہ ہونا شرط ہے (التقاط) اور یہ اس لئے ہے کہ بیشک اللہ تبارک و تعالٰی اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے، اور تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۰ ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں حدث کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور معتکف کو حدث کرنا مسجد میں جائز ہے یا نہیں؟ اور کوئی طالبعلم باوجود حجرہ ہونے کے مسجد میں کتب بینی کرے اور

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الامامۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۲
[2] ردالمحتار دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۷۳
[3] درمختار باب الجمعۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۲

Marfat.com

حدث بھی کرے تو اب اس صورت میں مسجد میں بیٹھنا افضل ہے یا حجرہ میں؟ اور جو صاحب اس کو تسلیم نہ کریں ان کو کیا حکم ہے شریعت کا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مسجد میں حدث یعنی اخراجِ ریح غیر معتکف کو مکروہ ہے، اسے چاہئے کہ ایسے وقت باہر ہو جائے پھر چلا آئے، طالب علم کو مسجد میں کتب بینی کی اجازت ہے جبکہ نمازیوں کا حرج نہ ہو، اور اخراجِ ریح کی حاجت نادر ہو تو اٹھ کر باہر چلا جائے، ورنہ سب سے بہتر یہ علاج ہے کہ بہ نیت اعتکاف مسجد میں بیٹھے اور کتاب دیکھے جبکہ کتاب علمِ دین کی ہو یا اُن علوم کی جو علمِ دین کے آلہ ہیں، اور یہ اسی نیت سے اسے پڑھتا ہو، جو شخص غیرِ معتکف کو اخراج ریح مسجد میں خلافِ ادب نہیں جانتا غلطی پر ہے اُسے سمجھا دیا جائے، یہ طریقہ اعتکاف کہ اُوپر بیان ہُوا اُس کے لئے ہے جس کی ریح میں وُہ بُو نہ ہو جس سے ہوائے مسجد پر اثر پڑے، بعض لوگوں کی ریح میں خلقی بُوئے شدید ہوتی ہے بعض کو بوجہ سوئے ہضم وغیرہا عارضی طور پر یہ بات ہو جاتی ہے ایسوں کو ایسے وقت میں مسجد میں بیٹھنا ہی جائز نہیں کہ بُوئے بد سے مسجد کا بچانا واجب ہے۔

وان الملئکة تتأذی مما یتاذی منه بنو اٰدم[1]۔ قاله رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم۔

جس بات سے آدمیوں کو اذیت پہنچتی ہے اُس سے فرشتے بھی اذیت پاتے ہیں۔ (رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۱: منشی عبدالصبور صاحب ۲۹ صفر مظفر ۳۲۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک مسجد زید کے آبا و اجداد کی تعمیر ہے اور اسی بناء پر زید اپنے کو متولی مسجد مذکور قرار دیتا ہے، یہ مسجد ویران رہتی تھی، متولی ضروریات واقعی کا خبرگیراں نہیں ہوتا تھا اہلِ محلہ نے مرمت شکست ریخت کے واسطے متولی سے کہا کچھ بندوبست نہیں کیا تو اہل محلہ نے تعمیر شروع کرا دی، مسجد میں نماز و جماعت ہونے لگی، تعمیر ناتمام تھی کہ متولی نے روکا کہ جب ہم کو مقدرت ہوگی خود بنوا دیں گے، تعمیر ناتمام رہی اس مسجد میں کنواں بھی نہیں، متصل شارع عام کے کنویں سے کہ ہر کس و ناکس پانی بھرتا ہے مسجد میں پانی آتا ہے، ہنود کی بے احتیاطی دیکھ کر اب اہل محلہ کا قصد ہے کہ مسجد میں ہی کنواں تعمیر ہو جائے اور ایک حجرہ بھی سکونت جاروب کش و مؤذن کے واسطے تعمیر ہو جائے مگر متولی مانع ہوتا ہے کہ اور کوئی نہ بنوائے

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساجد باب نہی من اکل ثوما الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۰۹

Marfat.com

جب ہم کو استطاعت ہوگی خود بنوادیں گے ایسی حالت میں تعویق تعمیر کا حق متولی کو شرعاً حاصل ہے یا نہیں اور تعمیر سابق بدون اجازت متولی جائز ہوئی یا نہیں اور ممانعت متولی باطل تھی یا صحیح؟ اب بدون اجازت اہلِ محلہ تعمیر کرا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور متولی مذکور پابندِ صوم وصلوٰۃ بھی نہیں ہے اور تعمیر ضروریات میں مانع ومزاحم ہوتا ہے شرعاً متولی رہ سکتا ہے یا تولیت سے معزول ہو سکتا ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں واقعی متولی کو بھی ہرگز حق نہ تھا کہ تعمیرِ مسجد سے اہل محلہ کو روکتا، نہ کہ یہ شخص جو صرف اس بنا پر کہ مسجد اس کے بزرگوں کی تعمیر ہے اپنے آپ کو متولی ٹھہراتا ہے، تعمیر سابق کہ مسلمانان اہل محلہ نے بے اجازت شخص مذکور کی ضرور جائز ہوئی کہ وہ باجازت قرآن عظیم ہے اللہ عزوجل کی اجازت کے بعد زید وعمرو کی اجازت وعدمِ اجازت کیا چیز ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

انما یعمر مسٰجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر واقام الصلوٰۃ واٰتی الزکوٰۃ ولم یخش الا اللہ[1]

خدا کی مسجدیں وہی عمارت کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے اور نماز برپا رکھتے اور زکوٰۃ دیتے اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من بنی للہ مسجدا بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ[2]

جو اللہ کے لئے مسجد بنائے اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں مکان تعمیر فرمائے۔

شخص مذکور کی ممانعت محض باطل ونامسموع تھی اب بھی اہلِ محلہ بے اس کی اجازت کے تعمیر کرسکتے ہیں، درمختار میں ہے:

اراد اھل المحلۃ نقض المسجد وبناءہ احکم من الاول ان البانی من اھل المحلۃ لھم ذلک والا لا، بزازیۃ[3]۔

اہل محلہ نے مسجد کو گرانے اور پہلے سے مضبوط تر بنانے کا ارادہ کیا اگر دوبارہ بنانے والا اہل محلہ میں سے ہے تو انھیں ایسا کرنے کا اختیار ہے ورنہ نہیں، بزازیہ۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۸

[2] مسند احمد بن حنبل مسند عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ دارالفکر بیروت ۱/ ۲۰
مشکوٰۃ المصابیح باب المساجد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۶۸

[3] درمختار کتاب الوقف 〃 〃 〃 ۱/ ۳۷۹

Marfat.com

فتاوٰی قاضی خاں پھر ردالمحتار میں ہے :

لیس لورثتہ منعھم من نقضہ والزیادۃ فیہ ولاھل المحلۃ تحویل باب المسجد[1]۔

واقف کے ورثاء اہل محلہ کو مسجد گرا کر وسیع کرنے سے منع نہیں کرسکتے مسجد کا دروازہ تبدیل کرنے کا بھی اہل محلہ کو اختیار ہے (ت)

محیط امام سرخسی پھر فتاوٰی عالمگیری میں ہے :

رجل بنی مسجدا ثم مات فاراد اھل المسجد ان ینقضوہ ویزیدوا فیہ فلھم ذٰلک ولیس لورثۃ المیت منعھم[2]۔

ایک شخص نے مسجد بنائی پھر وہ فوت ہوگیا، بعد ازاں اہل محلہ نے اس مسجد کو گرانے اور اس میں اضافہ کرنے کا ارادہ کیا تو بانی اول کے ورثاء کو منع کرنے کا اختیار نہیں (ت)

شخص مذکور جبکہ ضروریاتِ مسجد کا خبرگیراں نہیں ہوتا اور اہل محلہ کی درخواست پر بھی درستی مسجد کا کچھ بندوبست نہ کیا اور جب اہل محلہ نے تعمیر شروع کی اور مسجد میں نماز و جماعت ہونے لگی تو روکنے کو آموجود ہوا اور وہ روکنا بھی یُوں نہیں کہ آپ تعمیر کرنا شروع کرتا بلکہ نرا وعدہ کہ ہم بنوادیں گے اور وعدہ بھی کیسا، محض موہوم کہ جب ہمیں مقدرت ہوگی بنوائیں گے، تو ان تمام واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ شخص مذکور آبادی و عمارتِ مسجد میں خلل انداز ہے اور وہ ضرور مناع للخیر معتد اثیم[3] (نیکی سے بہت زیادہ منع کرنیوالا حد سے تجاوز کرنے والا گنہگار ہے۔ت) میں داخل ہے آپ تعمیر نہ کرتا ہے نہ کرسکتا ہے کہ خود اپنی مقدرت سے انکار رکھتا ہے اور مسلمانوں نے جو تعمیر کی جس سے نماز و جماعت ہونے لگی اُسے روکتا ہے تو صاف ویرانی مسجد کا خواستگار اور ومن اظلم ممن منع مساجد اللّٰہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا[4] (اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوسکتا ہے جو مساجد میں اللہ تعالٰی کے ذکر سے منع کرے اور مساجد کی بربادی میں کوشاں ہو۔ت) کی وعید شدید کا سزاوار ہے۔ شخص مذکور کو اگر متولی فرض بھی کرلیں تو اور مسلمانانِ محلہ کی تعمیر میں اس کی کوئی اہانت نہیں نہ ہرگز شرع مطہر میں متولی کو حق دیا گیا ہے

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۷۰

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۵۷

[3] القرآن الکریم ۶۸/۱۲

[4] " " ۲/۱۱۴

Marfat.com

کہ بوعدۂ موہومہ مقدرت آپ تعمیر کرنے کے لئے مسجد کو خراب رکھے اہلِ محلہ کو تعمیر سے روکے۔ فرض کیجئے اسے مقدرت کبھی نہ ہوئی تو کیا ہمیشہ مسجد ویران رکھیں یا اُسے استطاعت دس برس یا دس مہینے یا دس دن ہی بعد ہوگی تو کون سی شریعت نے فرض کیا ہے کہ اُس کی مقدرت کا انتظار کرو اور اتنی مدت مسجد خراب رکھو۔ جو شخص دعوٰی کرتا ہے کہ بسبب وعدہ اور لوگوں کو اُس کے تیار کرانے کا انتظار کرنا ہوگا اگر اپنی ہوائے نفس کا حکم دیتا ہے تو مسلمانوں پر اُس کا اتباع نہیں، اور اگر اسے شرع مطہرہ کا حکم ٹھہراتا ہے تو صراحۃً شریعتِ غرا پر افترا کرتا ہے، شریعت محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم میں کہیں نہیں کہ ایسے مہمل وعدوں کا انتظار مسلمانوں کو کرنا ہوگا انتظار انتظار میں مسجد کو خراب رکھنا ہوگا، مسجد متولی یا اس کے بزرگوں کی ملک نہیں۔ قال اللہ تعالٰی وان المسٰجد للہ[1] (اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: بیشک مسجدیں اللہ تعالٰے ہی کی ہیں۔ت) فرضی یا واقعی متولی کو کیا حق حاصل ہے کہ مسلمانوں کو اپنے وعدۂ فردا کے انتظار پر مجبور کرے اور تاتریاق از عراق کے لئے مسجد کو خراب رکھے، ایسے انتظار کا فتوٰی دینا صریح جہالت و ضلالت ہے خصوصاً جبکہ مسلمان آنکھوں دیکھ چکے کہ وہ ضروریات مسجد کی خبرگیری نہیں کرتا اور باوصف درخواست اُس نے کچھ پروا نہ کی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایلدغ المؤمن من جحر واحد مرتین[2] مومن ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا (ت)

اور اگر بفرضِ باطل تسلیم بھی کرلیں کہ اوروں کی تعمیر میں بخیال عوام اس کی کوئی اہانت ہے تو بیت اللہ کی اہانت وخرابی سے اُس کی یہ نفسانی اہانت آسان تر ہے۔ بھلا متولی تو متولی، علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ اگر خود اصل بانی مسجد اور اہلِ محلہ میں دربارۂ امام ومؤذن نزاع ہو اور جسے اہلِ محلہ چاہیں وہ زیادہ مناسب ہو تو اصل بانی کے اختیار پر اہلِ محلہ ہی کے اختیار کو ترجیح دی جائے گی۔ اشباہ والنظائر میں ہے:

ان تنازعوا فی نصب الامام والمؤذن مع اھل المحلۃ ان کان ما اختارہ اھل المحلۃ اولٰی من الذی اختارہ البانی فما اختارہ اھل المحلۃ اولٰی[3]

بانیانِ مسجد اور اہلِ محلہ کے درمیان امام ومؤذن کی تقرری میں اختلاف واقع ہو اور جس کو اہلِ محلہ پسند کریں وہ بانی کے پسند کردہ سے اولٰی ہے تو اسی کو مقرر کرنا بہتر ہے (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۷۲/ ۱۸

[2] مسند احمد بن حنبل مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۲/ ۳۷۹

[3] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الوقف ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۳۰۷

Marfat.com

جب اصل واقف پر اہل محلہ کو صرف اس وجہ سے کہ ان کا پسندکردہ زیادہ مناسب ہے شرع مطہر نے ترجیح عطا فرمائی تو یہاں کہ آبادی و ویرانی کا اختلاف ہے اور شخص مذکور خود واقف بھی نہیں اور خود عمارت کرنا بھی نہیں نرے وعدہ ہی پر ٹالتا ہے اور وہ وعدہ بھی ایک غیبی بات پر موقوف کہ خدا جانے ہوئی یا نہ ہوئی کیونکر اہل محلہ کی کاروائی کے آگے جو سراسر نافع مسجد ہے کوئی چیز ٹھہر سکتی ہے، اور جب اس ترجیح اہل محلہ میں خود واقف کی اہانت نہ تھی یا فرضاً ہو تو شرع مطہر نے اصلاً اُس پر لحاظ نہ فرمایا اور محض ایک انسب بات کے لئے اہل محلہ ہی کو ترجیح بخشی تو یہاں اس غیر واقف کی اہانت کیا ہوگی یا ہو تو اُس پر شرع کیا لحاظ فرمائے گی ایسے بیہودہ مخیلات کو مدارِ فتوٰی قرار دینا سخت عامیانہ سفاہت ہے جس کے لئے شرع الٰہی میں اصلاً اصل نہیں، معہذا ظاہر ہے کہ اہل محلہ کا مقصود آبادیِ مسجد ہے نہ کہ اس شخص کی اہانت، ولہذا پہلے خود اُسی سے درخواست کی جب اُس نے کان نہ رکھا مجبورانہ خود عمارت شروع کی تو اہل محلہ کی یہ غرض ٹھہرالینی کہ شخص مذکور کو ذلت پہنچے کس قدر شدید سُوئے ظن وجہالت ہے کیا وہ اس قولِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللّٰہ لاینظر الٰی صورکم و اموالکم و لکن ینظر الٰی قلوبکم و اعمالکم۔[1]

بیشک اللہ تعالٰی تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہاری نیتوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔ (ت)

کے مستحق نہیں، کیا صحیح حدیث میں ارشادِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث۔[2]

بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے (ت)

کا مخالف فاسق نہیں؟ ضرور ہے۔ اور شخص مذکور جب کہ تعمیر ضروریات کا مانع و مزاحم ہے تو بدخواہیِ مسجد کے سبب اگر متولی بھی ہوتا اُس کا معزول کرنا واجب تھا نہ کہ فقط اولادِ بانی سے ہونا کہ ہرگز موجبِ تولیت نہیں کما لایخفی (جیسا کہ چھپا ہُوا نہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۲ از میرٹھ کوٹھی اناتش خیرنگر دروازہ مرسلہ ولایت اللہ خاں ۲ جمادی الاولٰی ۱۳۲۲ھ

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وقت میں مسجدوں کے اوپر مینار اور بُرج نہیں تھے، اب کیونکر بنائے جاتے ہیں؟

---

[1] صحیح مسلم کتاب البر باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۱۷

[2] صحیح البخاری کتاب الفرائض باب تعلیم الفرائض " " " ۲/۹۹۵

Marfat.com

الجواب

واقعی زمانہ اقدس حضور سرورِ عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مساجد کے لئے بُرج کنگرے اور اس طرح کے منارے جن کو لوگ مینار کہتے ہیں ہرگز نہ تھے بلکہ زمانہ اقدس میں پکّے ستون نہ پکی چھت، نہ پکا فرش، نہ گچکاری، یہ امور اصلاً نہ تھے کما فی صحیح البخاری فی ذکر مسجدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (جیسا کہ بخاری شریف میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسجد کے ذکر میں ہے۔ت) بلکہ حدیث میں ہے:

ابنوا المساجد واتخذوھا جمّا[1] رواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ والبیہقی فی السنن عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

مسجدیں بناؤ اور انھیں بے کنگرہ رکھو (اسے ابوبکر بن ابی شیبہ اور بیہقی نے سنن میں سیدنا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور انھوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ت)

دُوسری حدیث میں ہے:

ابنوا مساجدکم جمّا وابنوا مدائنکم مشرفۃ[2] رواہ ابن ابی شیبۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

اپنی مسجدیں مُنڈی بناؤ اور اپنے شہر کنگرہ دار۔ (اس کو ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت کیا اور انھوں نے رسول اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے روایت فرمایا۔ت)

مگر تغیر زمانہ سے جبکہ قلوب عوام تعظیم باطن پر تنبہ کے لئے تعظیم ظاہر کے محتاج ہوگئے اس قسم کے امور علماء وعامہ مسلمین نے مستحسن رکھے، اسی قبیل سے ہے قرآن عظیم پر سونا چڑھانا کہ صدرِ اول میں نہ تھا اور اب بہ نیت تعظیم واحترام قرآن مجید مستحب ہے۔ یونہی مسجد میں گچکاری اور سونے کا کام،

ومارأہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن[3]

جس شئ کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ عنداللہ بھی اچھی ہوتی ہے۔ (ت)

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوٰۃ فی زینۃ المسجد وما جاء فیہا ادارۃ القرآن کراچی ۱/۳۰۹
[2] " " " " " " " " " " " " "
کنز العمال حدیث ۲۰۷۶۹ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۷/۶۵۶
[3] مسند احمد بن حنبل از مسند عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۱/۳۷۹

Marfat.com

درمختار میں ہے :

جاز تحلیة المصحف لما فیه من تعظیمه کما فی نقش المسجد[1]

قرآن مجید کو مزین کرنا جائز ہے کیونکہ اس میں قرآن مجید کی تعظیم ہے جیسا کہ مسجد کو تعظیماً منقش کرنا جائز ہے۔ (ت)

تبیین الحقائق میں ہے :

لایکرہ نقش المسجد بالجص وماء الذهب[2]۔

قلعی اور سونے کے پانی سے مسجد کو منقش کرنا مکروہ نہیں ہے۔ (ت)

عالمگیری میں ہے :

لاباس بنقش المسجد بالجص والساج وماء الذهب والصرف الی الفقراء افضل کذا فی السراجیة وعلیه الفتوی کذا فی المضمرات وهکذا فی المحیط[3]۔

مسجد کو قلعی، ساج کی لکڑی اور سونے کے پانی سے منقش کرنے میں حرج نہیں تاہم فقراء پر صرف کرنا اولٰی ہے جیسا کہ سراجیہ میں ہے، اور اسی پر فتوٰی ہے مضمرات اور محیط میں یونہی ہے (ت)

اور ان میں ایک منفعت یہ بھی ہے کہ مسافر یا ناواقف منارے کنگرے دُور سے دیکھ کر پہچان لے گا کہ یہاں مسجد ہے، تو اس میں مسجد کی طرف مسلمانوں کو ارشاد و ہدایت اور امر دین میں ان کی امداد و اعانت ہے، اور اللہ عزّوجل فرماتا ہے :

تعاونوا علی البر والتقوٰی[4]۔

نیکی اور تقوٰی کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو۔ (ت)

تیسری منفعت جلیلہ یہ ہے کہ یہاں کفار کی کثرت ہے، اکثر مسجدیں سادی گھروں کی طرح ہوں تو ممکن ہے کہ ہمسایہ کے ہنود بعض مساجد پر گھر اور مملوک ہونے کا دعوٰی کر دیں اور جھوٹی گواہیوں سے جیت لیں بخلاف اس صورت کے کہ یہ ہیأت خود بتائے گی کہ یہ مسجد ہے تو اس میں مسجد کی حفاظت اور اعدا سے اس کی صیانت ہے، وباللہ التوفیق، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۵
[2] تبیین الحقائق کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ المطبعة الکبری الامیریة مصر ۱/ ۱۶۸
[3] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیة الباب الخامس فی آداب المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۱۹
[4] القرآن الکریم ۵/ ۲

Marfat.com

مسئلہ ۱۴۳ از ملک بنگالہ ضلع نواکھالی ڈاکخانہ قاضی ہاٹ متصل بختیار منشی کے بازار
مرسلہ مولوی عبدالعلی صاحب ۱۳ جمادی الآخر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی ہندو مشرک زمیندار اپنی زمین میں نماز پنجگانہ وجمعہ کے لئے ایک مسجد بنادے یا مسلمان کی بنائی ہوئی مسجد کو درست یا پختہ کردے یا از روئے حیلہ کے دوسو یا چارسو کسی شخص کو مسجد بنوانے کی نیت سے دے وہ شخص زر دادہ سے مسجد بنادے شرعاً اس میں نماز پڑھنا درست ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر اس نے مسجد بنوانے کی صرف نیت سے مسلمان کو روپیہ دیا یا روپیہ دیتے وقت صراحۃً کہہ بھی دیا کہ اس سے مسجد بنوادو، مسلمان نے ایسا ہی کیا تو وہ مسجد ضرور مسجد ہوگئی اور اس میں نماز پڑھنی درست ہے لانہ انما یکون اذنا للمسلم بشراء الآلات للمسجد بمالہ و بمجرد ھذا لایصیر وکیلا وان فرض التوکیل فحیث لم یعین جنس المشتری لایقع الشراء الا للمسلم لان الجھالۃ الفاحشۃ تبطل الوکالۃ، فی الدر المختار الاصل انھا (ای الوکالۃ) ان جھلت جھالۃ فاحشۃ وھی جھالۃ الجنس کدابۃ بطلت اھ[1] (ملخصاً) و معلوم ان الشراء متی وجد نفاذا علی المشتری نفذ علیہ فعلی کل کانت الآلات ملک المسلم وقد جعلھا مسجدا فصح۔ کیونکہ یہ اس کی طرف سے مسلمان کو اس کے مال سے مسجد کے لئے سامان خریدنے کا اذن ہوا اور محض اتنی بات سے وہ وکیل نہ ہوا اور بالفرض توکیل مان بھی لیں تو جب جنس شراء غیر معین ہے تو شراء مسلمان کے لئے ہی واقع ہوگی اس لئے کہ جہالت فاحشہ وکالت کو باطل کردیتی ہے۔ درمختار میں ہے قاعدہ یہ ہے کہ اگر وکالت جہالت فاحشہ کے ساتھ مجہول ہو یعنی جہالت جنس ہو جیسے دابہ کا مجہول ہونا تو وکالت باطل ہوجاتی الخ (ملخصا) اور یہ بات معلوم ہے کہ شراء جب مشتری پر نفاذ پائے تو نافذ ہوجاتی ہے، بہرصورت وہ خریدا ہوا سامان مسلمان کا مملوک ہوا اور اس نے مسجد بنادی تو صحیح ہے۔ (ت)

یونہی مسجد قدیم کی درستی و مرمت اگر کافر کرے تو اس کی مسجدیت میں نقصان نہ آئے گا لان المسجد اذا تم مسجدا لایعود غیر مسجد ابدا (کیونکہ مسجد بن جانے کے بعد کبھی بھی وہ غیر مسجد نہیں بن سکتی۔ ت)

---

[1] درمختار باب الوکالۃ بالبیع والشراء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۰۴

Marfat.com

اسی طرح کچّی مسجد کو اگر پکی کرا دے فرش اور دیواریں پختہ بنوا دے جب بھی اس کی مسجدیت میں حرج نہیں اور اس میں نماز درست ہے کہ یہ دیواریں اگرچہ ملک کافر رہیں گی کہ وہ مسجد کے لئے وقف کرنے کا اہل نہیں مگر دیواریں حقیقت مسجد میں داخل نہیں،

حتی لو لم تکن او رفعت لم یتطرق الی المسجد خلل الا تری ان المسجد الحرام لاجدران فیه اصلا وان بناء الکعبة لو رفع کما وقع فی زمن سیدنا عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما لصحت الصلوة الیها کما نصوا علیه۔

مسجد کی دیواریں اگر بالکل نہ ہوں یا مرتفع ہو جائیں تو مسجدیت میں کوئی خلل نہیں آتا، کیا تو نہیں دیکھتا کہ مسجد الحرام میں دیواریں نہیں ہیں اور اگر کعبۃ اللہ کی عمارت اگر مرتفع ہو جائے جیسا کہ سیدنا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے زمانے میں ہُوا تو تب بھی اس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنا جائز ہے، فقہائے اس کی تصریح کی ہے (ت)

یُوں ہی مسالہ کہ فرش پختہ کرنے کو ڈالا چٹائی کی طرح ایک شَی زائد ہے اور جوازِ نماز یُوں کہ اگرچہ وہ مسالہ ملک کافر پر رہے گا مگر اس پر نماز اس کے اذن سے ہے،

فکان کالصلٰوۃ فی ارض الکافر باذنه بل اولی۔

تو یہ کافر کی زمین میں اس کے اذن سے نماز پڑھنے کی مانند ہُوا یا اس سے بھی اولٰی ہے (ت)

ہاں ایسی چیز کا قبول کرنا مسلمانوں کو نہ چاہئے کہ مسجد کو ملک کافر سے آلودہ کرنا ہے،

وقد قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم انا لا نستعین بمشرك[1]۔

تحقیق رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم مشرک سے استعانت نہیں کرتے (ت)

اور اس میں یہ بھی قباحت ہے کہ جب وہ فرش مِلک کافر پر باقی ہے تو اگر کسی وقت وہ یا اُس کے بعد اس کا وارث اس پر نماز سے منع کر دے تو نماز ناجائز ہو جائے گی جب تک فرش کھود کر زمین صاف نہ کرلیں۔ رہی پہلی صورت کہ مشرک اپنی زمین میں مسجد بنوا دے اگر مشرک نے وُہ زمین کسی مسلمان کو ہبہ کر دی اور مسلمان نے مسجد بنوائی تو جائز ہے اور اس میں نماز مسجد میں نماز ہے اور اگر بے تملیکِ مسلم اپنی ہی ملک رکھ کر مسجد بنوائی تو وہ مسجد شرعاً مسجد نہ ہوئی،

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الجهاد باب فی الاستعانة بالمشرکین ادارۃ القرآن کراچی ۱۲/ ۳۹۵

Marfat.com

لان الکافر لیس اھل لوقف المسجد و فی جواھر الاخلاطی جعل ذمی دارہ مسجدا للمسلمین وبناہ کما بنی المسلمون واذن لھم بالصلوٰۃ فیہ فصلوا فیہ ثم مات یصیر میراثا لورثتہ[1] وھذا قول الکل۔

کیونکہ کافر مسجد کو وقف کرنے کا اہل نہیں جواہر الاخلاطی میں ہے کہ ذمی نے اپنے گھر کو مسلمانوں کے لئے مسجد بنایا اور مسلمانوں کی طرح اس کی تعمیر کرائی پھر مسلمانوں کو اس میں نماز پڑھنے کو کہا اور انھوں نے اس میں نماز پڑھی بعد ازاں وہ ذمی مرگیا تو وہ اس کے وارثوں کو بطور میراث ملے گی، اور یہی سب کا قول ہے (ت)

اُس میں نماز ایک کافر کے گھر میں نماز ہے جس پر نمازِ مسجد کا ہرگز ثواب نہیں مگر جبکہ اُس کے اذن سے ہے نماز درست ہے اگر منع کردے گا تو اب اجازت نہ رہے گی اور زمین غصب میں نماز کی طرح مکروہ ہوگی للتصرف فی ملك الغیر بغیر اذنہ (مِلکِ غیر میں بلا اذنِ مالک تصرف کرنے کی وجہ سے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۴ از کانپور مرسلہ مولوی عبید اللہ صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مسماۃ ہندہ نے اپنے شوہر سے علیحدگی اختیار کرکے کسبِ ناجائز اختیار کرلیا اور مال میں ہزار پانسو کی تجارت بھی کرتی رہی چنانچہ اس نے اسی مال سے چند دن میں متعدد مکان وغیرہ بھی خرید کئے اور وہ مال اس کے پاس کچھ بطورِ حلال حاصل ہوا تھا اور کچھ بطور حرام، لیکن یہ امر کہ مال حلال کس قدر تھا اور مال حرام کس قدر، کچھ معلوم نہیں، خلاصہ یہ کہ وہ مال اس کے پاس مختلط تھا، اس کے بعد اس مال کی وارث اس کی ماں بنی، ہندہ کی ماں نے محض اپنی رائے سے ایک مسجد کی تعمیر کی، اب اس مسجد میں لوگ نماز پڑھنے سے پرہیز کرتے ہیں، پس یہ فرمایا جائے کہ ایسی مسجد کو حکم مسجد کا دیں گے یا نہیں؟ اور یہ وقف شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟ اور یہ بھی ارشاد ہو کہ مال مختلط وراثۃً اگر شخص کو نہ ملا ہو جبکہ خود اس کے پاس مختلط اپنا ذاتی ہو جیسا آج زمانے میں بکثرت لوگوں کے پاس ہے اگر ایسے مال سے مسجد بنوائی جائے تو کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

مال مختلط کہ مورث وجوہ مختلفہ سے جمع کرلے اور وارث کو اُس کی کچھ تفصیل کا پتا نہیں چل سکا کہ کتنا حلال ہے کتنا حرام ہے، جو حرام ہے کس کس سے لیا ہے تو امر مجہول کا مطالبہ اس سے نہیں ہوسکتا ایسی ہی

---

[1] جواہر الاخلاطی کتاب الوقف قلمی نسخہ ص ۱۲۷

Marfat.com

جبکہ ہمارے علماء نے فرمایا ہے کہ:

الحرمة لاتتعدی بیان المسئلة فی الدر المختار ورد المحتار وغیرهما من الاسفار۔

حرمت متعدی نہیں ہوتی اس مسئلہ کی وضاحت درمختار اور ردالمحتار وغیرہ کتب میں ہے (ت)

تو مسجد مذکور ضرور مسجد ہے اور اس کا وقف صحیح اور اس میں نماز جائز، اور اگر خود اپنا روپیہ محتاط بلکہ حرام ہو اور اس سے مسجد یوں بنائے کہ زمین وخشت وغیرہما آلات کی خریداری میں زرحرام پر عقد ونقد جمع نہ ہو تو مذہب امام کرخی پر کہ اب وہی مفتی بہ ہے ان خریدی ہوئی اشیاء میں خباثت اثر نہ کرے گی

بل استحسن فی الطریقة المحمدیة الافتاء بما اوسع من هذا وهو ان الخبث لایسری فی الابدال مطلقا اذا کان ذلك فیما لایتعین فی البیع کالدراهم والدنانیر۔

بلکہ طریقہ محمدیہ میں تو اس سے بھی وسیع تر صورت پر فتوٰی کو مستحسن قرار دیا ہے اور وہ یہ کہ خباثت ابدال میں مطلقاً اثر نہیں کرتی جبکہ ان اشیاء میں ہو جو بیوع میں متعین نہیں ہوتیں جیسے دراہم و دنانیر۔ (ت)

حرام پر عقد کے یہ معنی کہ زرحرام دکھا کر کہے اس کے عوض فلاں شیئ دے دے، اور نقد کے یہ معنی کہ پھر زرحرام ہی اس کے معاوضہ میں دے، اور اگر مطلقاً بغیر روپیہ دکھائے کوئی چیز خریدے اور پھر زرحرام عوض میں دیا تو یہ دینا اگرچہ اسے حرام تھا،

لانه فیه باداته الی من کان له وان لم یبق هو ولاوارثه اولم یعرف فالتصدق وهذا اعدول عنهما فلا یجوز۔

کیونکہ اس میں وہ مال حرام اس شخص کو واپس کرنے کا پابند تھا جس کا وہ ہے اگر وہ یا اس کا کوئی وارث باقی نہیں یا ان کا علم نہیں تو صدقہ کرنا لازم ہے جبکہ یہ مال حرام کسی کو معاوضے میں دینے سے اور اصل مالک کو، یا نہ دینے سے عدول ہوگا تو جائز نہیں (ت)

بلکہ بائع کو بھی لینا حرام تھا جبکہ اسے معلوم ہو کہ یہ روپیہ عین حرام اور اس کے پاس بلا ملک ہے جیسے غصب ورشوت واجرت زنا وغیرہ کا روپیہ مگر جبکہ حرام پر عقد نہ ہوا اور مطلق پر ہوا خریدی ہوئی شے میں خبث نہ آیا یونہی اگر زرحرام دکھا کر کہا اس کے عوض فلاں شئی دے دے۔ جب اس نے دے دی اس نے وہ روپیہ ثمن میں نہ دیا بلکہ زرحلال دیا تو اب اگرچہ عقد حرام پر ہوا مگر نقد اس کا نہ ہوا ان دونوں صورتوں میں مذہب مفتی بہ پر ابدال یعنی خریدی ہوئی چیزیں حلال رہتی ہیں اور ظاہر ہے کہ یہاں عام خریداریاں اسی صورت اولٰی پر ہوتی ہیں کہ حرام پر عقد نہیں ہوتا۔ اور اگر بالفرض بعض آلات پر اتفاقاً ایسا ہوا ہو تو اس کا حال معلوم نہیں،

Marfat.com

وقد قال فی الاصل بہ ناخذ ما لم نعرف شیئا حراما بعینہ[1]۔ امام محمد نے اصل میں فرمایا کہ ہم اسی کو اپناتے ہیں جب تک ہمیں کسی خاص شے کے حرام ہونے کا پتا نہ چل جائے۔ (ت)

تو ایسی مساجد کی مسجدیت اور ان میں نماز کی صحت میں شک نہیں وقد فصلنا المسألۃ فی فتاوٰنا (تحقیق ہم نے اس مسئلہ کی تفصیل اپنے فتاوٰی میں بیان کردی ہے۔ ت)

مسئلہ ۱۴۵ از شہر کہنہ ۲۳ محرم شریف ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چھوٹی مسجد کو مسلمانوں نے بڑھایا جو زمین اندر آئی اس میں ایک محراب ہوتی ہے کسی حساب سے پانچ در نہیں ہوسکتے، نہ تو زمین زیادہ ہے کہ دو در بن کر پانچ ہوجائیں نہ اتنا روپیہ کہ سامنے کی محرابیں توڑ کر اس زمین کو شامل کرکے تین در بنائے جائیں، اب اگر ایک در زیادہ ہوجائے اور سب مل کر چار در ہوجائیں تو کسی طرح کا نماز میں فتور آئے گا یا نہیں؟ شرع شریف نے کیا اجازت دی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اتنا ضرور ہے کہ طاق عدد اللہ عزوجل کو محبوب ہے ان اللہ وتر یحب الوتر[2] (اللہ تعالٰی وتر یعنی طاق ہے اور طاق کو پسند کرتا ہے۔ ت) اور یہاں عام مسلمانوں میں مسجد کے در طاق ہی رکھنے کا رواج ہے وقد نص العلماء ان الخروج عن العادۃ شہرۃ ومکروہ (علماء نے تصریح فرمائی کہ مسلمانوں کی عادت مستمرہ سے خروج مکروہ ہے۔ ت) تو جہاں تک ممکن ہو مخالفت عادت مسلمین سے احتراز کریں اور ناممکن ہو تو کوئی حرج نہیں اور نماز میں تو کسی طرح دروں کے طاق یا جفت ہونے سے کوئی فضیلت یا فتور اصلاً نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۶ مرسلہ عنایت حسین ۴ صفر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک موضع میں ایک مسجد چھوٹی ہے اور ایک جانب اس کے قبرستان ہے دو جانب تالاب ہے اور ایک جانب راستہ ہے اور مرمت طلب ہے، ایک شخص یہ چاہتا ہے کہ میں ایک مسجد بناؤں مگر شرط یہ ہے کہ اس مسجد سے بڑی ہو اور اس میں حجرہ وغیرہ

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

[2] مسند احمد بن حنبل از مسند علی رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۱/۱۴۳

Marfat.com

اور وہیں چاہ بھی ہو اور پیش امام اور مؤذن کے واسطے بھی انتظام جائداد سے کردیا جائے اور یہ جو مسجد ہے اُس کے آس پاس بڑھانے کی گنجائش نہیں ہے اگر دوسری مسجد اس موضع میں تعمیر ہوئی تو یہ مسجد ویران ہو جائے گی اس میں کوئی نمازی نماز کے واسطے نہیں آئے گا اس وجہ سے کہ اس مسجد میں کوئی امام نہیں ہے اور نمازی بھی ایسے نہیں کہ اس میں امامت کرکے جماعت کرلیں ایسی حالت میں مسجد تعمیر کرنا چاہئے یا نہیں؟ اور یہ مسجد شہید کرکے اینٹ وغیرہ اِس مسجد کی اُس مسجد میں لگائیں یا کیا کریں؟

الجواب

مسجد بنانا باعثِ اجرِ عظیم ہے جس طرح ممکن ہو کوشش کی جائے وہ مسجد بھی آباد رہے اور یہ بھی آباد ہو، ثواب لینا چاہتا ہے تو اس کے لئے بھی امام مقرر کرے۔ اگر کسی طرح یہ ممکن ہو بلکہ اگر معلوم ہو کہ اس مسجد کا بننا اُسے ویران کردے گا تو ہرگز نہ بنائے کہ مسجد کا ویران کرنا حرام قطعی ہے اور اسے شہید کرنا حرام قطعی، اور آباد مسجد کی اینٹ وغیرہ دوسری مسجد میں لگادینا حرام قطعی۔

قال اللہ تعالٰی ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ اس سے ظالم تر کون ہوسکتا ہے جو مساجد میں اللہ کے ذکر سے روکے اور ان کی بربادی کی سعی کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۷ از بدایون ۲۰ صفر ۱۳۲۳ھ

زید نے قبرستان قدیم اہل اسلام کو پاٹ کر اُن قبروں کی چھت پر مسجد بنانا اور اس کو ایک مسجد قدیم کے صحن میں داخل کرنے کا قصد کیا ہے اور دروازہ قدیم مسجد کو بھی پاٹ کر اسکے نیچے دکان یا حجرہ بنانا اور چھت کو مسجد کرنا چاہتا ہے، آیا شرعاً زید کو یہ منصب ہے اور یہ سقف قبور مسجد ہو جائے گی اور مصلّی کو ثوابِ مسجد ملے گا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا عند اللہ تعالٰی (بیان کیجئے اور اللہ تعالٰی سے اجر پایئے۔ ت)

الجواب

دروازہ پاٹ کر اس کے نیچے دُکان بنانا ہرگز جائز نہیں، عالمگیری میں ہے:

قیم المسجد لایجوز لہ ان یبنی حوانیت فی حد المسجد او فی فنائہ[2]

ناظم مسجد کو جائز نہیں کہ وہ مسجد کی حدود میں یا فنائے مسجد میں دکانیں بنائے (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۱۴

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد فصل ثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۶۲

Marfat.com

اور حجرہ بنانے کی اجازت ہے جبکہ زمینِ مسجد سے اُس میں کچھ نہ لیا جائے، نہ مسجد پر راہ وغیرہ کسی امر کی تنگی لازم آئے، اور یہ تغییرِ دروازہ کرنے والے خود اہلِ محلہ ہوں یا ان کے اذن سے ہو۔ فتاوی امام قاضی خاں میں ہے: لاھل المحلة تحویل باب المسجد[۱] (اہلِ محلہ کو دروازۂ مسجد کی تبدیلی کا اختیار ہے۔ت)

اور اِس صورت میں حجرہ کی چھت مسجد ہو جائے گی جبکہ برضائے اہلِ محلہ ہے۔ خلاصہ میں ہے:

ارض وقف علی مسجد والارض بجنب ذلك المسجد وارادوا ان یزید وا فی المسجد شیئا من الارض جاز[۲] الخ

ایک زمین مسجد کے لئے وقف ہوئی اور اس مسجد کے پہلو میں زمین ہے اہلِ محلہ نے ارادہ کیا کہ مسجد میں کچھ اضافہ اِس زمین سے کریں تو جائز ہے الخ (ت)

فتاوی کبری پھر جامع المضمرات شرح قدوری پھر فتاوی ہندیہ میں ہے:

مسجد اراد اھله ان یجعل الرحبة مسجدا وان یحولوا الباب عن موضعه فلھم ذلك فان اختلفوا نظر ایھم اکثر وافضل فلھم ذلك[۳] اھ بتلخیص۔

اہلِ محلہ نے چاہا کہ برآمدہ کو مسجد کر دیں اور دروازہ کو اپنی جگہ سے تبدیل کر دیں تو جائز ہے اور اگر ان میں باہم اختلاف ہو تو دیکھا جائے گا کہ ان میں اکثر و افضل گروہ کی کیا رائے ہے اور انھیں کو اختیار دیا جائیگا اھ بتلخیص (ت)

اور اُس کے نیچے حجرہ ہونا کچھ منافی مسجدیت سقف نہ ہوگا، قولِ بحر شرط کونه مسجدا ان یکون سفله وعلوه مسجدا[۴] (اس کے مسجد ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس کے نیچے اور اوپر والا حصہ بھی مسجد ہو۔ت) یہاں وارد ہوگا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جمیع جہات میں حقوقِ مالکانہ عباد سے منقطع ہو مصالحِ مسجد توابعِ مسجد ہیں خود بحر میں تتمۂ عبارت مذکورہ یہ ہے:

لینقطع حق العبد عنه بقوله تعالی وان المسٰجد لله بخلاف ما اذا کان السرداب والعلو موقوفا لمصالح المسجد کسرداب بیت المقدس ھذا ھو ظاھر

تاکہ حقِ عبد اس سے منقطع ہو جائے اللہ تعالی کے اس ارشاد کی بنیاد پر کہ مسجدیں اللہ تعالی کی ہیں بخلاف اس کے کہ جب تہ خانہ یا بالاخانہ مصالحِ مسجد کیلئے موقوف ہوں جیسا کہ بیت المقدس کا تہہ خانہ ہے

---

[۱] فتاوی قاضی خاں کتاب الوقف باب الرجل جعل دارہ مسجدًا نولکشور لکھنو ۴/۱۳-۷۱۲
[۲] خلاصۃ الفتاوی 〃 الفصل الرابع فی المسجد مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/۴۲۱
[۳] فتاوی ہندیۃ 〃 الباب الحادی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۵۶
[۴] بحرالرائق 〃 فصل فی احکام المسجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/۲۵۱

Marfat.com

الروایۃ[1]

یہی ظاہر الروایہ ہے (ت)

ہدایہ میں ہے:

من جعل مسجدا تحته سرداب اوفوقه بیت وجعل باب المسجد الی الطریق وعزله عن ملکه فله ان یبیعه وان مات یورث عنه لانه لم یخلص لله تعالٰی لبقاء حق العبد متعلقا به ولو کان السرداب لمصالح المسجد جاز[2]

جس شخص نے مسجد بنائی جس کے نیچے تہ خانہ اور اوپر مکان ہے اس نے مسجد کا دروازہ راستے کی طرف بنایا اور اس کو اپنی ملک سے نکال دیا تو وہ اس کو بیچنے کا اختیار رکھتا ہے اگر وہ مرجائے تو اس کی میراث قرار پائے گا کیونکہ وہ خالص اللہ تعالٰی کے لئے نہیں ہوا اس سبب سے حق عبد اس کے ساتھ متعلق رہا اور اگر وہ تہ خانہ مصالح مسجد کیلئے ہو تو جائز ہے۔ (ت)

ہاں اگر زید بطور خود یہ کاروائی بے رضائے اہل محلہ کرے تو وہ چھت مسجد نہ ہوجائے گی اور اس میں نماز اگرچہ جائز ہے مگر اس پر نمازِ مسجد کا ثواب نہ ہوگا۔ عالمگیریہ میں ہے:

متولی مسجد جعل منزلا موقوفا علی المسجد مسجدا وصلی الناس فیه سنین ثم ترك الناس الصلوۃ فیه فاعید منزلا مستغلا جاز لانه لم یصح جعل المتولی ایاہ مسجدا کذا فی الواقعات الحسامیۃ[3]

ایک مسجد کے متولی نے ایک گھر جو کہ مسجد پر موقوف تھا کو مسجد بنا دیا لوگ اس میں کئی برس نماز پڑھتے رہے، پھر لوگوں نے اس میں نماز پڑھنا چھوڑ دیا پھر وہ اپنی سابقہ حالت یعنی کرایہ پر چلنے لگا تو جائز ہے کیونکہ متولی کا اس کو مسجد کردینا صحیح نہیں ہوا تھا یہ واقعات حسامیہ میں مذکور ہے (ت)

رہا مسلمانوں کا قبرستان قدیم کہ وہ ضرور دفن موتٰی کے لئے موقوف ہوتا ہے، اس میں دو صورتیں ہیں اگر وُہ قبرستان قابلِ کار ہو کہ اُس میں دفن اموات کو جگہ بھی ہے اور کسی اور وجہ کے باعث اُس سے استغناء بھی نہ ہوگیا نہ داخل حدود شہر ہونے کے سبب اس میں دفن کی ممانعت انگریزی طور پر ہوگئی جب تو اُسے پاٹ کر دفن سے روک دینا سرے سے ناجائز و حرام ہے کہ یہ ابطال غرض وقف ہے اور وہ اصلاً روا نہیں،

---

[1] بحرالرائق کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۵۱/۵

[2] الہدایۃ " المکتبۃ العربیۃ کراچی ۶۲۴/۲

[3] فتاوٰی ہندیۃ " الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۴۵۶/۲

Marfat.com

عالمگیریہ میں ہے :

لایجوز تغییر الوقف[1] (وقف میں تغییر وتبدیل جائز نہیں۔ ت)

فتح القدیر میں ہے :

الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیہ[2] وقف کو حال سابق پر برقرار رکھنا واجب ہے (ت)

اور اگر وہ قابل کار نہ رہا یا اس سے استغنا ہوگیا یا وہاں دفن کی ممانعت ہوگئی جس کے سبب اب وہ اس کام میں صرف نہیں ہوسکتا یا مسجد قدیم لب مقبرہ واقع ہے یہ بیرون حدود مقبرہ ستون قائم کرکے اوپر کافی بلندی پر پاٹ کر چھت کو صحن مسجد سابق سے ملاکر مسجد کردینا چاہتا ہے اس طرح کہ زمین مقبرہ نہ رکے نہ اس میں دفن موتی کرتے اور اس کی غرض سے لوگوں کے آنے جانے کی راہ رکے نہ اس چھت کے ستون قبور مسلمین پر واقع ہوں بلکہ حدود مقبرہ سے باہر ہوں تو اس میں حرج نہیں جبکہ وہ زمین جس میں ستون قائم کئے گئے متعلق مسجد ہو اور کارروائی اہل محلہ کی یا ان کے اذن سے ہو یا وہ زمین اس بانی سقف یا کسی دوسرے مسلمان کی ملک ہو اور مالک اُسے ہر کام کے لئے وقف کردے یا وہ زمین افتادہ بیت المال کی ہو اور اس میں اس کارروائی سے مسلمانوں کے راستے وغیرہ کو ضرر نہ ہو کہ ان حالتوں میں اس نے کوئی بیجا تصرف نہ کیا نہ وقف کو روکا نہ اُس کی زمین کو کسی دوسرے کام میں صرف کیا صرف بالائی ہوا میں کہ نہ موقوف تھی نہ مملوک ایک تصرف غیر مضر نفع مسلمین کے لئے کیا۔ عالمگیریہ میں ہے :

ذکر فی المنتقی عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی فی الطریق الواسع بنی فیہ اھل المحلۃ مسجدا و ذلک لایضر بالطریق فمنعھم رجل فلا باس ان یبنوا کذا فی الحاوی[3]

منتقی میں حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے یوں منقول ہے کہ ایک وسیع راستہ میں اہل محلہ نے مسجد بنائی جس سے راستہ کو کچھ ضرر نہ پہنچا ایک شخص نے انھیں اس سے منع کیا تو ان کے مسجد تعمیر کرنے میں کوئی حرج نہیں، حاوی میں یونہی ہے (ت)

اسی میں خزانۃ المفتین سے ہے :

قوم بنوا مسجدا و احتاجوا الی مکان

لوگوں نے مسجد بنائی تو انھیں مسجد کو وسیع کرنے

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف الباب الرابع عشر فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۹۰

[2] فتح القدیر کتاب الوقف مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۴۴۰

[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۵۶

Marfat.com

لیتسع المسجد واخذوا من الطریق و ادخلوہ فی المسجد ان کان یضر باصحاب الطریق لایجوزوان کان لایضربھم رجوت ان لایکون بہ بأس کذا فی المضمرات وھو المختارکذافی خزانۃ المفتین[1]

کے لئے کچھ جگہ کی ضرورت پڑی اور انھوں نے راستہ سے کچھ جگہ لے کر مسجد میں داخل کرلی، اگراس سے راستہ والوں کو ضرر ہو تو ناجائز ہے اور اگر ضرر نہ ہو تو مجھے امید ہے کہ اس میں کوئی حرج نہ ہوگا جیساکہ مضمرات میں ہے اور یہی مختار ہے خزانۃ المفتین میں یونہی ہے (ت)

نیز ہندیہ میں حق عام کی شے پاٹ کر اُس پر مسجد اس طرح بنانے کا جس سے اُن حقوق کو ضرر نہ پہنچے جزئیہ یہ ہے:

فی نوادرھشام سألت محمد الحسن عن نھرقریۃ کثیرۃ الاھل لایحصی عددھم وھونھرقناۃ اونھروادلھم خاصۃ، و ارادقوم ان یعمروابعض ھذاالنھر ویبنوا علیہ مسجدا ولایضر ذٰلک بالنھرولایتعرض لھم احد من اھل النھر، قال محمد رحمہ اللہ تعالٰی یسعھم ان یبنوا ذٰلک المسجد للعامۃ اوالمحلۃ کذا فی المحیط[2]

ہشام نے نوادر میں کہا کہ میں نے امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے دریافت کیا ایک کثیر آبادی والے قصبہ میں ایک نہر ہے جو کہ جنگل یا پہاڑ کے نالے کی صورت میں ہے اور وہ خاص انھی لوگوں کی ہے اب کچھ لوگوں کا ارادہ ہُوا کہ وہ نہر کے کچھ حصّہ پر تعمیر کرکے مسجد بنادیں، اس سے نہ تو نہر کو کوئی نقصان ہے اور نہ ہی نہر والوں میں سے کسی کو کوئی اعتراض ہے تو امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو ایسی مسجد بنانے کا اختیار ہے چاہے وہ مسجد اہلِ محلہ کے لئے بنائیں یا عام لوگوں کے لئے، جیساکہ محیط میں ہے۔ (ت)

اور یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ وہ سقف بھی مسجد ہوجائے گی اور اس میں نمازی کو ثوابِ مسجد ملے گا اور اُس کے نیچے قبریں ہونا اس بنا پر کہ ہمارے علمائے قبروں کے سطحِ بالائی کو حقِ میت لکھا ہے،

فی العلمگیریۃ عن القنیۃ قال علاء الترجمانی یأثم بوطئ القبورلان سقف القبرحق المیت[3]

عالمگیریہ میں بحوالہ قنیہ مذکور ہے کہ علاء ترجمانی نے فرمایا قبور کو روندنا گناہ ہے کیونکہ قبروں کی بالائی سطح میت کا حق (ملکیت) ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۵۷

[2] " " " " " " " " " "

[3] " کتاب الکراہیۃ الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور " " " ۵/۳۵۱

Marfat.com

اور مسجد کا جمیع جہات میں حقوق العباد سے منقطع ہونا لازم ہے کما تقدم (جیسا کہ آگے آئے گا۔ ت) ہرگز مانع مسجدیت نہ ہوگا کہ اس حق سے مراد کسی کی ملک یا وہ حقِ مالکانہ ہے جس کے سبب وہ اس مسجد میں تصرف سے مانع آسکے کہ جب ایسا ہوگا تو وہ خالص لوجہ اللہ نہ ہوئی، اور مسجد کا خالص لوجہ اللہ ہونا ضرور ہے، و لہذا فتح القدیر میں عبارت مذکورۂ ہدایہ کی شرح میں فرمایا:

المسجد خالص ﷲ سبحانہ لیس لاحد فیہ حق، وھو منتف فیما ذکرا اما اذا کان السفل مسجدا فان لصاحب العلو حقا فی السفل حتی یمنع صاحبہ ان ینقب فیہ کوۃ او یتد فیہ وتدا، واما اذا کان العلو مسجدا فلان ارض العلو ملک لصاحب السفل بخلاف ما اذا کان السرداب او العلو موقوفا لصاحب المسجد فانہ یجوز اذ لا ملک فیہ لاحد[1] اھ مختصرا۔

مسجد خالص اللہ تعالٰی کیلئے ہے اس میں کسی کا حق نہیں اور یہ بات صورت مذکورہ میں منتفی ہے لیکن اگر نیچے والا حصہ مسجد ہو پھر تو اس لئے کہ بالاخانے والا نچلے حصہ میں حق رکھتا ہے یہاں تک کہ نیچے والے کو دیواروں میں سوراخ کھودنے یا میخ گاڑنے سے منع کرسکتا ہے، اور اگر اوپر والا حصہ مسجد ہو تو پھر اس لئے کہ بالاخانے کی زمین نیچے والے کی ملک ہے بخلاف اس کے اگر تہ خانہ اور بالاخانہ دونوں ہی مصلحتِ مسجد کے لئے وقف کردئے گئے ہوں تو صحیح ہے کیونکہ اب اس میں کسی کی ملک باقی نہیں رہا اھ مختصراً (ت)

مطلقاً حق العبد کا تعلق اگر مانع مسجدیت ہو تو کوئی مسجد مسجد نہ ہوسکے کہ ہر مسجد میں ادائے نماز و اعتکاف وغیرہ عام مسلمانوں یا خاص اس کے اہل کا بخصوصیت زائدہ حق ہے جس کے باعث وہ بحالِ تنگی اوروں کو اپنی مسجد محلہ میں نماز سے منع کرسکتے ہیں۔ عالمگیریہ میں ہے:

اذا ضاق المسجد کان للمصلی ان یزعج القاعد عن موضعہ لیصلی فیہ وان کان مشتغلا بالذکر او الدرس او قراءۃ القراٰن او الاعتکاف، وکذا لاھل المحلۃ ان یمنعوا من لیس منھم عن الصلٰوۃ فیہ اذا ضاق بھم المسجد کذا فی القنیۃ۔[2]

اگر مسجد تنگ ہو تو نمازی دوسرے شخص کو جو کہ وہاں بیٹھا ہوا ہے وہاں سے ہٹا کر نماز پڑھ سکتا ہے اگرچہ وہ بیٹھا ہوا شخص ذکر، تلاوت یا اعتکاف میں مشغول ہو یوں ہی مسجد کی تنگی کی صورت میں اہل محلہ دوسروں کو مسجد میں نماز پڑھنے سے منع کرسکتے ہیں یونہی قنیہ میں ہے۔ (ت)

---

[1] فتح القدیر کتاب الوقف فصل اختص المسجد باحکام مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۴۵-۴۴۴

[2] فتاوی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس فی آداب المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۲۲

Marfat.com

بلکہ حقِ میت کہ قبر وسقف قبر میں ہے اگر اُن حقوقِ عباد سے ہو جن کا تعلق خلوص لوجہ اللہ تعالٰی سے مانع ہو تو سرے سے مقبرہ موقوفہ ہی محال ہو جائے کہ مسجد کی طرح مقبرہ میں بھی محض خلوص وانقطاع جملہ حقوق عباد شرط ہے ولہذا بالاجماع مسجد کی طرح اُس میں بھی افراز شرط ہوا۔ ہدایہ میں ہے:

وقف المشاع جائز عند ابی یوسف الا فی المسجد والمقبرۃ فانہ لایتم ایضا عند ابی یوسف لان بقاء الشرکۃ یمنع الخلوص للہ تعالٰی اھ[1] مختصراً۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک وقف مشاع جائز ہے سوائے مسجد ومقبرہ کے، اور وہ بھی امام ابو یوسف کے نزدیک تام نہیں ہوتا کیونکہ شرکت اس وقف کے خالص اللہ تعالٰی کے لئے ہونے سے مانع ہے اھ مختصراً (ت)

فتح القدیر میں ہے:

انما اتفقوا علٰی منع وقف المشاع مطلقا مسجدا او مقبرۃ لان الشیوع یمنع خلوص الحق للہ تعالٰی[2]۔

مسجد ومقبرہ میں وقف مشاع کے مطلقاً ممنوع ہونے پر تمام ائمہ متفق ہیں کیونکہ شیوع وقف کے خالص اللہ تعالٰی کے لئے ہونے سے مانع ہے (ت)

بلکہ میت تو کوئی حق مالکانہ نہیں رکھتا لان الموت ینافی الملک (کیونکہ موت ملکیت کے منافی ہے۔ ت) نہر عام کی طرح نہر خاص اہل محلہ کا جزئیہ گزرا کہ اس کے اوپر پاٹ کر مسجد بنا دینا جائز ہے جبکہ اُن کی نہر کو ضرر نہ پہنچے نہ وُہ مانع آئیں تو اوپر مسجد ہے اور نیچے نہر بہتی ہے جس میں خاص قوم کا حق مالکانہ ہے مگر از انجا کہ ان کے حق میں کوئی تصرف نہ کیا، نہ انھیں بالائے نہر اس پٹی ہوئی عمارت میں نماز سے ممانعت پہنچتی ہے کہ ان کا حق نہر میں ہے نہ کہ ہوا میں، وہ مسجد صحیح وجائز ہوگئی بلکہ حق مالکانہ درکنار خاص زمین مسجد جس پر عمارت بنا کر مسجد کی گئی اگر ملکِ غیر ہو مگر اُسے حقِ مزاحمت اصلاً نہ رہا ہو تو مذہب مفتی بہ پر وُہ خالی عمارت بھی مسجد ہو جائے گی۔ درمختار میں ہے:

بنی علی ارض ثم وقف البناء قصدا بدونھا ان الارض مملوکۃ لایصح وقیل صح وعلیہ الفتوی، وان موقوفۃ علی

ایک شخص نے کسی زمین پر عمارت بنائی پھر بالقصد عمارت کو وقف کیا بغیر زمین کے، اگر وہ زمین کسی کی مملوک ہے تو وقف صحیح نہیں، اور ایک قول

---

[1] الہدایۃ　کتاب الوقف　المکتبۃ العربیۃ کراچی　۲/ ۶۱۸

[2] فتح القدیر　باب الوقف　مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر　۵/ ۴۲۶

Marfat.com

ماعين البناء له جاز تبعا اجماعا وان الارض لجهة اخرى فمختلف فيه، والصحيح الصحة كما فى المنظومة المحبية[1] اھ باختصار۔

میں صحیح ہے اور اسی پر فتوٰی ہے، اور اگر زمین وقف ہے اسی پر جس کے لئے عمارت معین ہوئی تو عمارت کا تبعاً وقف بالاجماع جائز ہے، اور اگر زمین کسی اور جہت کے لئے وقف ہے تو اس میں اختلاف ہے صحیح یہی ہے کہ اس صورت میں بھی عمارت کا وقف صحیح ہے جیسا کہ منظومہ محببہ میں ہے اھ باختصار (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله والصحيح الصحة اى اذا كانت الارض محتكرة وعن هذا قال فى انفع الوسائل انه لو بنى فى الارض الموقوفة المستاجرة مسجدا انه يجوز[2] اھ هذا ما عندى، والله سبحٰنه وتعالٰى اعلم۔

ماتن کا قول الصحیح الصحۃ (صحیح صحت ہے) اس وقت ہے جب زمین محتکرہ ہو (یعنی جس کی اُجرت بطور ماہانہ یا سالیانہ مقرر ہو) اسی بنیاد پر انفع الوسائل میں فرمایا کہ اگر کسی نے موقوفہ مستاجرہ زمین پر مسجد بنادی تو جائز ہے اھ میرے نزدیک یہ ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۸

غرہ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمی عنایت اللہ نے حجرۂ مسجد کی دیوار پر ایک دیوار بنا کر مکان بنالیا ہے اور اسی دیوار کو سائبان کرلیا ہے اور مسجد کی محراب اور دیوار سے ملا کر ایک پیل پایہ کھڑا کرکے خاص دیوارِ مسجد میں سوراخ کرکے ایک کڑی ڈال کر چھت بنائی اور پرنالہ مسجد کی دیوار سے ملا ہوا رکھا جس سے مسجد کا ضرر ہے اور ایک کھڑکی بھی اُسی دیوار میں جو حجرہ پر بنائی گئی ہے واسطے آمد ورفت چھت حجرہ کے رکھی، عنایت اللہ کو اس طریقہ سے مکان بنانا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

حرام حرام، سخت گناہ، سخت کبیرہ، وہ شخص شرعاً اشد سزا کا مستحق۔ اُس پر فرض ہے کہ حجرۂ مسجد پر جو دیوار بنائی ہے ابھی ابھی فوراً فوراً ڈھادے مسمار کردے، اور اس میں جو کچھ نقصان حجرہ مسجد یا دیوار حجرۂ مسجد کو پہنچے اُسے اپنے داموں سے ویسا ہی بنوادے جیسا پہلے بنا ہوا تھا،

---

[1] درمختار | کتاب الوقف | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۳۸۴

[2] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۳/۳۹۱

Marfat.com

فان کل ضرربناء یضمن بالقیمۃ ما خلا بناء الوقف فیؤمر باعادتہ[1] کما کان فی الاشباہ والنظائر والدر المختار۔

عمارت کے ہر ضرر کا ضمان قیمت سے ادا کیا جاتا ہے سوائے وقف کی عمارت کے کہ اس کے اعادہ کا حکم دیا جائے گا جیسا کہ وہ عمارت پہلے تھی (الاشباہ والنظائر اور درمختار) (ت)

دیوارِ مسجد میں جو سوراخ کیا ہے وہ سوراخ اس کے ایمان میں ہو گیا اس پر فرض قطعی ہے کہ اس ناپاک کڑی کو ابھی ابھی فوراً نکال لے اور دیوارِ مسجد کی ویسی ہی اصلاح کردے جیسی تھی اور اس کے سبب اس کی چھت گر پڑے اور گرانا ہی فرض ہے اور وہ ناپاک پرنالہ کہ دیوارِ مسجد سے ملا ہوا بلا استحقاق شرعی رکھا ہے اور اس میں مسجد کا ضرر ہے، لازم ہے کہ فوراً اسے اکھیڑ دے اور بند کردے، اور حجرہ کی چھت پر آمد و رفت کا اُسے کوئی استحقاق نہیں، یہ ناپاک دیوار تو گرائی ہی جائے گی، اگر اُسے ڈھا کر خاص اپنی زمین میں کوئی دیوار اس کے متصل بنائے تو اسے اصلاً اختیار نہیں کہ حجرہ کی چھت پر آنے جانے کو اس میں کھڑکی رکھے، یہ سب اس کی طرف سے ظلم اور سخت ظلم ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: لیس لعرق ظالم حق[2] (ظالم کی رگ کا کوئی حق نہیں۔ ت) عنایت اللہ اگر ان سب احکام شرعی کو فوراً مانے اور اپنے یہ سب ناپاک تصرفات فوراً ڈھا دے مسمار کردے فبہا، ورنہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کی چارہ جوئی کریں، اگر اس میں کمی یا دیر کرینگے تو وہاں کے سب مسلمان جو اس پر قادر تھے اور چارہ جوئی میں دیر لگائی عذاب شدید کے سزاوار ہوں گے والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۹: از ریاست رامپور مرسلہ شاہ مفتاح الاسلام صاحب پانی پتی ۹ شوال المکرم ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کبوتر بازی، بٹیر بازی وغیرہا حرکاتِ نامشروعہ مسجد میں کرنا اور کسی غیر کا کبوتر مینار یا دیوارِ مسجد پر بیٹھ جائے اُس کے پکڑنے کے لئے اپنے کبوتر چھوڑ کر اور دانہ پانی صحنِ مسجد میں ڈال کر پکڑنا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسی بے حرمتی مسجد سے فاعل ایسے فعل کے لئے اور نیز متولی و دیگر متعلقینِ مسجد کے واسطے جو اس امر سے مانع نہ ہوں اور سکوت کریں یا شرکت اس میں کریں یا ان افعال سے رضامند ہوں پس ان کے لئے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کوئی وعید ہے یا نہیں اور وہ سب گنہگار ہوتے ہیں یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثانی ۲/۹۷ و ردالمحتار کتاب الغصب بیروت ۵/۱۱۵

[2] السنن الکبرٰی، کتاب الغصب ۶/۹۹ و کتاب احیاء الموات ۶/۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۸ دار صادر بیروت

Marfat.com

الجواب

پرایا کبوتر پکڑنا حرام ہے اور اس کا فاعل فاسق وغاصب وظالم ہے بلکہ خالی کبوتر اڑانے والا کہ اوروں کے کبوتر نہیں پکڑتا مگر اپنے کبوتر اڑانے کو ایسی بلند چھتوں پر چڑھتا ہے جس سے مسلمانوں کی بے پردگی ہوتی ہے یا اُن کے اُڑانے کو کنکریاں پھینکتا ہے جن سے لوگوں کو مالی یا جسمانی ضرر پہنچتا ہے اُس کے لئے بھی شرعِ مطہر میں حکم ہے کہ اُسے نہایت سختی سے منع کیا جائے تعزیر دی جائے، اس پر بھی نہ مانے تو احتساب شرعی کا عہدہ دار اس کے کبوتر ذبح کرکے اس کے سامنے پھینک دے۔ درمختار میں ہے:

یکرہ امساک الحمامات ولو فی برجہا ان کان یضر بالناس بنظر او جلب، فان کان یطیرھا فوق السطح مطلعا علی عورات المسلمین ویکسر زجاجات الناس برمیہ تلک الحمامات عزر ومنع اشد المنع، فان لم یمتنع ذبحہا المحتسب، وصرح فی الوھبانیۃ بوجوب التعزیر وذبح الحمامات ولم یقیدہ بما مر ولعلہ اعتمد عادتھم۔[1]

کبوتر رکھنا اگرچہ اپنے برجوں میں ہوں مکروہ ہے جبکہ کبوتر باز کے لوگوں کے گھروں میں نظر کرنے یا دوسروں کے کبوتر اپنے کبوتروں میں ملانے کے سبب سے لوگوں کو ضرر پہنچے، اور اگر چھت پر چڑھ کر کبوتر اڑاتا ہے جس سے مسلمانوں کی بے پردگی ہوتی ہے یا کنکریاں پھینکتا ہے جس سے لوگوں کے برتن اور شیشے ٹوٹ جاتے ہیں تو اسے تعزیر کی جائے، اگر باز نہ آئے تو حاکم محتسب اس کے کبوتروں کو ذبح کردے۔ صاحب وھبانیہ نے مطلقاً وجوب تعزیر اور کبوتروں کو ذبح کردینے کی تصریح کی ہے لوگوں کی بے پردگی کی قید کا ذکر نہیں کیا، شاید انھوں نے لوگوں کی عادت پر اعتماد کرتے ہوئے اس قید کو ترک کیا ہے۔ (ت)

اقول بلکہ اُن کا خالی اڑانا کہ نہ کسی کی بے پردگی ہو نہ کنکریوں سے نقصان، خود کب ظلم شدید سے خالی ہے جبکہ رواجِ زمانہ کے طور پر ہو کہ کبوتروں کو اڑاتے ہیں اور ان کا دم پڑھانے کے لئے (جس میں اصلاً دینی یا دنیوی نفع نہیں فی صدی کا خیال کہ اگلے زمانہ میں تھا اب خواب وخیال وافسانہ ہوگیا ہے نہ ہرگز یہ ان جہال کا مقصود، نہ کبھی ان سے یہ کام کوئی لیتا ہے) محض بے فائدہ اپنے بیہودہ بے معنی شوق کے واسطے انھیں اُترنے نہیں دیتے وہ تھک تھک کے نیچے گرتے ہیں یہ مار مار کر پھر اُڑا دیتے ہیں، صبح کا دانہ دیر تک کی محنت شاقہ پرواز سے ہضم ہوگیا بھوک سے بیتاب ہیں اور یہ غل مچا کر بانس دکھا کر آنے نہیں دیتے خالی معدے شہپر تھکے اور کسی طرح نیچے اترنے، دم لینے، دانہ پانی سے اوسان ٹھکانے کرنے کا حکم نہیں۔ یہاں تک کہ گھنٹوں اور گھنٹوں سے پہروں انھیں

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۹

Marfat.com

اسی عذابِ شدید میں رکھتے ہیں، یہ خود کیا کم ظلم ہے اور ظلم بھی بے زبان بے گناہ جانور پر کہ آدمیوں کی ضرر رسانی سے کہیں سخت تر ہے۔

کما سیأتی وکان ھذا ان شاء اللہ تعالٰی ملحظ اطلاق العلامۃ ابن وھبان واللہ المستعان۔

جیسا کہ عنقریب آئے گا، اور گویا کہ یہ ان شاء اللہ تعالٰی علامہ ابن وھبان کے اطلاق میں ملحوظ ہے اور اللہ تعالٰی سے ہی مدد طلب کی جاتی ہے (ت)

بے درد کو پرائی مصیبت نہیں معلوم ہوتی اپنے اوپر قیاس کرکے دیکھیں اگر کسی ظالم کے پالے پڑیں کہ وہ میدان میں ایک دائرہ کھینچ کر گھنٹوں ان سے کاوا کاٹنے کو کہے یہ جب تھکیں لست ہو کر رکیں کوڑے سے خبر لے، ان کا دم چڑھ جائے، جان تھک جائے، بھوک پیاس بے حد ستائے، مگر وہ کوڑا لئے تیار ہے کہ رکنے نہیں دیتا، اس وقت ان کو خبر ہو کہ ہم بے زبان جانور پر کیسا ظلم کرتے تھے۔ دنیا گزشتنی ہے، یہاں احکام شرع جاری نہ ہونے سے خوش نہ ہوں ایک دن انصاف کا آنے والا ہے جس میں شاخدار بکری سے منڈی بکری کا حساب لیا جائے گا حالانکہ جانور غیر مکلف ہے تو تم مکلفین کہ تمہارے ہی لئے ثواب و عذاب و جنت و جہنم تیار ہوئے ہیں کس گھمنڈ میں ہو وہاں اگر نار سقر میں کاوا کاٹنا پڑا کہ وہاں جزاءً وفاقًا[1] (پوری پوری جزا۔ت) ہے تو اس وقت کے لئے طاقت مہیا کر رکھو۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

دخلت امرأۃ النار فی ھرۃ ربطتھا فلم تطعمھا ولم تدعھا تأکل من خشاش الارض[2] فوجبت لھا النار بذلک[3]۔ رواہ البخاری عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما، وجملۃ "فوجبت" من روایۃ الامام احمد عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنھما۔

ایک عورت جہنم میں گئی ایک بلی کے سبب کہ اُسے باندھ رکھا تھا نہ خود کھانا دیا نہ چھوڑا کہ زمین کا گرا پڑا یا جو جانور ملتا کھاتی اس وجہ سے اس عورت کے لئے جہنم واجب ہوگئی (اس کو امام بخاری نے سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا اور جملہ "فوجبت" (یعنی اس عورت کے لئے جہنم واجب ہوگئی) حضرت امام احمد بن حنبل نے بروایت سیدنا حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہما ذکر فرمایا۔ت)

اور جب کبوتر بازی بیرونِ مسجد اپنے گھر میں بھی حرام ہے تو مسجد میں کس درجہ اشد سخت تر حرام ہوگی، بادشاہ

---

[1] القرآن الکریم ٧٨/ ٢٦
[2] صحیح البخاری کتاب بدأ الخلق باب خیر مال المسلم غنم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ١/ ٤٦٧
[3] مسند احمد بن حنبل از مسند جابر رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ٣/ ٣٣٥

Marfat.com

جبار قہار کی ایک نافرمانی اپنے گھر میں بیٹھ کر کیجئے اور ایک نافرمانی خاص اس کے دربار میں کہ یہ نافرمانی کے علاوہ دربار کی توہین اور بادشاہ کو معاذ اللہ بے قدر سمجھنے پر دال ہے، اگر واقعی دل میں یہی ہو کہ مسجد کیا محلِ ادب ہے جس میں گناہ سے رُکئے جب تو خالص کفر ہے ورنہ جرم پہلے سے اضعافاً مُضاعفہ ہو جانے میں شک نہیں، وہ مسجد جس میں دنیا کی مباح باتیں کرنے کو بیٹھنا نیکیوں کو کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔ فتح القدیر میں ہے:

الکلام المباح فیہ مکروہ یاکل الحسنات[1] — مسجد میں کلام مباح بھی مکروہ ہے اور نیکیوں کو کھا جاتا ہے۔ (ت)

اشباہ میں ہے:

انہ یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب[2] — بیشک وُہ نیکیوں کو یُوں کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے (ت)

امام ابو عبداللہ نسفی نے مدارک شریف میں حدیث نقل کی کہ:

الحدیث فی المسجد یاکل الحسنات کما تاکل البھیمۃ الحشیش[3] — مسجد میں دنیا کی بات نیکیوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جیسے چوپایہ گھاس کو۔ (ت)

غمز العیون میں خزانۃ الفقہ سے ہے:

من تکلم فی المساجد بکلام الدنیا احبط اللہ تعالٰی عنہ عمل اربعین سنۃ[4] — جو مسجد میں دنیا کی بات کرے اللہ تعالٰی اس کے چالیس برس کے عمل اکارت فرما دے۔

اقول ومثلہ لایقال بالرائ (میں کہتا ہُوں کہ اس قسم کی بات رائے اور اٹکل سے نہیں کہی جا سکتی۔ ت) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سیکون فی اٰخر الزمان قوم یکون حدیثھم فی مساجدھم لیس للہ فیھم حاجۃ[5] رواہ ابن حبان — آخر زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے کہ مسجد میں دنیا کی باتیں کریں گے اللہ عزوجل کو اُن لوگوں سے کچھ کام نہیں (اس کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں سیدنا

---

[1] فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ فصل ویکرہ استقبال القبلہ بالفرج فی الخلاء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۷۲

[2] الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی احکام المساجد ادارۃ القرآن کراچی ۲/۲۳۳

[3] المدارک (تفسیر النسفی) سورۃ لقمان آیۃ ومن الناس من یشتری دار الکتاب العربی بیروت ۳/۲۷۹

[4] غمز العیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الثالث فی احکام المسجد ادارۃ القرآن کراچی ۲/۲۳۳

[5] موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان کتاب المواقیت حدیث ۳۱۱ المطبعۃ السلفیہ مدینہ منورہ ص ۹۹

Marfat.com

فی صحیحہ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت فرمایا۔ت)

حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے:

کلام الدنیا اذا کان مباحا صدقا فی المساجد بلاضرورۃ داعیۃ الی ذٰلک کالمعتکف یتکلم فی حاجتہ اللازمۃ مکروہ کراھۃ تحریم (ثم ذکر الحدیث وقال فی شرحہ) لیس للہ تعالیٰ فیھم حاجۃ ای لایرید بھم خیرا وانما ھم اھل الخیبۃ والحرمان والاھانۃ والخسران[1]

یعنی دنیا کی بات جبکہ فی نفسہٖ مباح اور سچی ہو مسجد میں بلاضرورت کرنی حرام ہے ضرورت ایسی جیسے معتکف اپنے حوائج ضروریہ کے لئے بات کرے، پھر حدیث مذکور ذکر کرکے فرمایا معنیٰ حدیث یہ ہیں کہ اللہ تعالےٰ اُن کے ساتھ بھلائی کا ارادہ نہ کریگا اور وہ نامراد ومحروم وزیاں کار اور اہانت و ذلت کے سزاوار ہیں۔

اُسی میں ہے:

و روی ان مسجدا من المساجد ارتفع الی السماء شاکیا من اھلہ یتکلمون فیہ بکلام الدنیا فاستقبلتہ الملٰئکۃ وقالوا بعثنا بھلاکھم[2]

یعنی مروی ہوا کہ ایک مسجد اپنے رب کے حضور شکایت کرنے چلی کہ لوگ مجھ میں دنیا کی باتیں کرتے ہیں ملائکہ اسے آتے ملے اور بولے ہم ان کے ہلاک کرنے کو بھیجے گئے ہیں۔

اُسی میں ہے:

و روی ان الملٰئکۃ یشکون الی اللہ تعالیٰ من نتن فم المغتابین والقائلین فی المساجد بکلام الدنیا[3]

یعنی روایت کیا گیا کہ جو لوگ غیبت کرتے ہیں (جو سخت حرام اور زنا سے بھی اشد ہے) اور جو لوگ مسجد میں دنیا کی باتیں کرتے ہیں اُن کے مُنہ سے وہ گندی بدبو نکلتی ہے جس سے فرشتے اللہ عزوجل کے حضور ان کی شکایت کرتے ہیں۔

سبحان اللہ! جب مباح وجائز بات بلاضرورت شرعیہ کرنے کو مسجد میں بیٹھنے پر یہ آفتیں ہیں تو حرام و

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ نوع ۴۰ کلام الدنیا فی المساجد بلاعذر مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۱۷-۳۱۶

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/ ۳۱۸

[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍

Marfat.com

ناجائز کام کرنے کا کیا حال ہوگا، مسجد میں کسی چیز کا مول لینا بیچنا خرید و فروخت کی گفتگو کرنا ناجائز ہے مگر معتکف کو اپنی ضرورت کی چیز مول لینی وہ بھی جبکہ مبیع مسجد سے باہر ہی رہے مگر ایسی خفیف و لطیف و قلیل شَے جس کے سبب نہ مسجد میں جگہ رکے نہ اس کے ادب کے خلاف ہو اور اسی وقت اسے اپنے افطار یا سحری کے لئے درکار ہو،

استثنیتہ تفقھا لانہ ماذون لہ فی احضار ھذا قطعا ولا یؤمر بالخروج للاکل والشرب۔

اس چیز کا استثناء میں نے بطور تفقہ کیا ہے کیونکہ معتکف کو اس قسم کی اشیاء مسجد میں لانے کی قطعًا اجازت ہے اور اسے کھانے پینے کے لئے خروج کا حکم نہیں کیا جائے گا۔ (ت)

اور تجارت کے لئے بیع و شرا کی معتکف کو بھی اجازت نہیں، اشباہ میں ہے:

یمنع من البیع والشراء لغیر معتکف و یجوز لہ بقدر حاجتہ ان لم یحضر السلعۃ[1]۔

مسجد میں بیع و شراء غیر معتکف کے لئے ممنوع ہے اور معتکف کو بقدر حاجت جائز ہے جبکہ سامان مبیع مسجد میں نہ لایا جائے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

بشرط ان لا یکون للتجارۃ بل یحتاجہ لنفسہ او عیالہ بدون احضار السلعۃ[2]۔

بشرطیکہ وہ تجارت کے لئے نہ ہو بلکہ معتکف کو اپنی ذات یا اہل و عیال کے لئے اس کی ضرورت ہو اور وہ سامان بھی مسجد میں حاضر نہ کیا گیا ہو (ت)

حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم وشراءکم وبیعکم وخصوماتکم ورفع اصواتکم[3] رواہ ابن ماجۃ عن مکحول عن واثلۃ وعبدالرزاق فی مصنفہ عن

اپنی مسجدوں کو بچاؤ اپنے نا سمجھ بچوں اور مجنونوں کے جانے اور خرید و فروخت اور جھگڑوں اور آواز بلند کرنے سے۔ اس کو ابن ماجہ نے مکحول سے اور انھوں نے واثلہ سے روایت کیا جبکہ امام عبدالرزاق

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی احکام المسجد ادارۃ القرآن کراچی ۲/۲۳۲

[2] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۴۵

[3] سنن ابن ماجہ ابواب المساجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۵

Marfat.com

مکحول عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

نے اپنے مصنف میں مکحول سے اور انھوں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت فرمایا۔ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

اذا رأیتم من یبیع او یبتاع فی المسجد فقولوا لا اربح اللہ تجارتك واذا رأیتم من ینشد ضالۃ فی المسجد فقولوا لا رد اللہ علیك[1] رواہ الترمذی وقال حسن صحیح والنسائی وابن خزیمۃ والحاکم بسند صحیح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جب تم کسی کو مسجد میں کچھ بیچتے یا مول لیتے دیکھو تو اُس سے کہو اللہ تیری تجارت میں نفع نہ دے، اور جب کسی کو دیکھو کہ اپنی کوئی گم شدہ چیز مسجد میں لوگوں سے پوچھتا ہے تو اس سے کہو اللہ تجھے تیری چیز نہ ملائے (اس کو امام ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا کہ یہ حسن صحیح ہے۔ نیز امام نسائی، ابن خزیمہ اور امام حاکم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت فرمایا۔ت)

دوسری صحیح روایت میں ارشاد فرمایا:

قولوا لا ردھا اللہ علیك فان المساجد لم تبن لھذا[2] رواہ مسلم عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اس سے کہو اللہ تیری گمشدہ چیز تجھے نہ ملائے مسجدیں اس لئے نہیں بنی ہیں کہ ان میں آکر گمشدہ چیزوں کی تفتیش کرو (اس کو امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت فرمایا۔ت)

سبحان اللہ! جب دوسرے کا مال بخوشی برضا ورغبت دام دے کر مول لینے کی بات چیت کرنے پر یہ احکام ہیں تو پرایا مال بلا رضا بلا اجازت غصبًا پکڑ لینے کے لئے مسجد میں اپنے کبوتر چھوڑنا، دانہ پانی ڈالنا، قابو چلے تو پکڑ لینا کس درجہ سخت اشد عظیم وبالوں کا موجب ہوگا، اور بٹیر بازی کہ اُن کے لڑانے سے عبارت ہے اس سے بھی سخت تر ہے کہ وہ بلا فائدہ بلاوجہ اپنے ناپاک شوق کے لئے جانوروں کو ایذا دینی ہے۔ حدیث میں ہے:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن التحریش بین البھائم[3] رواہ ابوداؤد

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا جانوروں کو باہم لڑانے سے (اسے ابوداؤد

۱؎ جامع الترمذی کتاب البیوع باب النہی عن البیع فی المسجد امین کمپنی دہلی ۱/۱۵۸

۲؎ صحیح مسلم کتاب المساجد باب عن نشد الضالۃ فی المسجد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۱۰

۳؎ جامع الترمذی کتاب الجہاد باب ماجاء فی التحریش بین البہائم امین کمپنی دہلی ۱/۲۰۲

Marfat.com

والترمذی وقال حسن صحیح عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اور امام ترمذی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت فرمایا اور امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا۔ ت)

علماء فرماتے ہیں مسلمان پر ظلم کرنے سے ذمی کافر پر جو پناہ سلطنت اسلام میں رہتا ہو ظلم کرنا سخت تر ہے اور ذمی کافر پر ظلم کرنے سے بھی جانور پر ظلم کرنا سخت تر ہے، درمختار میں ہے:

جاز رکوب الثور وتحمیلہ والکراب علی الحمیر بلاجھد وضرب، اذ ظلم الدابۃ اشد من الذمی وظلم الذمی اشد من المسلم[1]۔

بیل پر سوار ہونا اور بوجھ لادنا اور گدھے کو ہل میں جوتنا جائز ہے جبکہ مشقت وتشدد کے بغیر ہو، کیونکہ جانور پر ظلم ذمی پر ظلم سے اور ذمی پر ظلم مسلمان پر ظلم سے زیادہ بُرا ہے (ت)

اس مسئلہ کی کمال تحقیق وتفصیل فقیر کے فتاوٰی مجلد چہارم[ف] کتاب الحظر والاباحۃ میں ملاحظہ ہو، جو لوگ ان افعال شنیعہ میں شریک ہوں وہ تو ظاہر شریک ہیں اور جو شریک نہ ہوں راضی ہوں وہ بھی شریک ہیں اور گناہ وعذاب میں حصہ دار، بلکہ اگر راضی بایں معنی ہوں کہ ان افعال کو خوب وپسندیدہ جانتے ہوں تو ان کا حکم سخت تر ہے کہ گناہ گناہ ہے اور اسے اچھا جاننا کفر۔ اور جو لوگ باوصف قدرت منع نہ کریں انسداد نہ کریں متولی مسجد ہو خواہ اہل محلہ خواہ غیرہ وہ سب بھی گنہگار و ماخوذ وگرفتار ہیں، اس کی مثال رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے یہ بیان فرمائی کہ ایک جہاز میں کچھ لوگ سوار ہیں تہ والے چھتری پر پانی بھرتے آتے چھتری والے تکلیف پاتے، تہ والوں نے کہا ہم نیچے جہاز میں سوراخ کرلیں کہ یہیں سے پانی بھر لیا کریں کہ اوپر جانے میں چھتری والوں کو ایذا نہ ہو، اب اگر چھتری والے انھیں نہ روکیں اور سکوت کریں تو نرے وہی نہ ڈوبیں گے بلکہ یہ اور وہ سب ڈوبیں گے اور روک دیں تو یہ اور وہ سب نجات پائیں گے۔ یہی حال گناہ کرنے والوں اور باوصف قدرت انھیں نہ روکنے والوں کا ہے[2] رواہ البخاری والترمذی عن النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما (اس کو امام بخاری وترمذی نے نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت) اور فرماتے ہیں

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۹

[2] صحیح البخاری باب الشرکۃ ۱/۳۳۹ وکتاب الشہادات ۱/۳۶۹ قدیمی کتب خانہ کراچی
جامع الترمذی ابواب الفتن امین کمپنی دہلی ۲/۴۰

ف: کتاب الحظر والاباحۃ مکمل بارہ جلدوں میں سے اب مطبوعہ دسویں جلد ہے۔

Marfat.com

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم : پہلا نقص بنی اسرائیل میں یہ آیا کہ اُن میں ایک گناہ کرتا دوسرا اسے منع تو کرتا مگر اُس کے نہ ماننے پر اُس کے پاس اٹھنا بیٹھنا اس کے ساتھ کھانا پینا نہ چھوڑتا، اس کے سبب اللہ تعالٰی نے اُن سب کے دل یکساں کر دئے اور ان سب پر لعنت اتاری[1] رواہ ابوداؤد والترمذی وحسنہ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ (اس کو ابوداؤد و ترمذی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور ترمذی نے اس کو حسن قرار دیا۔ ت) اور اللہ تعالٰی نے فرمایا:

کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون[2] یعنی ان پر لعنت اس لئے ہوئی کہ آپس میں ایک دوسرے کو بُرے کاموں سے روکتے نہ تھے بیشک یہ اُن کا بہت ہی بُرا کام تھا۔

اللہ تعالٰی مسلمانوں کو توفیق توبہ نصیب فرمائے، آمین! واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۰ از کٹھور ضلع سورت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلمانانِ ہندوستان بہ تلاشِ معاش جنوبی افریقہ کے علاقہ ٹرنسوال میں جاکر آباد ہوئے، انھوں نے اس ملک میں مسجدیں بنائیں، اب وہاں کی گورنمنٹ نے ان پر طرح طرح کے ظلمی قانون نافذ کر رکھے ہیں جن کی وجہ سے ان کا رہنا وہاں مشکل ہوگیا ہے، پس اگر یہ لوگ وہاں سے نقل مکان کریں تو دوسرے مذہب کے لوگ یقیناً مسجدوں کے مالک بن کر اُن کو اپنے تصرف میں لائیں گے، لہذا اُس جگہ سے اثاث مسجد کو منتقل یا فروخت کرکے دوسری جگہ جہاں مسلمانوں کی آبادی ہے اس سے مسجدیں بنائی جائیں تو درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر ٹرنسوال میں کبھی سلطنت اسلامی نہ ہوئی تھی جیساکہ یہی ظاہر ہے یا ہوئی تھی اور پھر ایسی غیر قوم کا تسلط ہوگیا جس نے شعائرِ اسلام مثل جمعہ وجماعت واذان وغیرہا کی یکسر بندش کردی اگرچہ بعد کو اُسی قوم یا اُس کے بعد کسی اور قوم نامسلمان نے اجازت بھی دے دی ہو جب تو نہ مسلمان کو اُس میں وطن بنانے کی اجازت ہے نہ وہ مسجدیں مسجدیں ہوئیں کما بنی مسجدا فی بریۃ کما فی الفتاوی العلمگیریۃ بل اضعف و

---

[1] جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ المائدۃ امین کمپنی دہلی ۲/۱۳۰
سنن ابوداؤد کتاب الملاحم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۴۰
[2] القرآن الکریم ۵/۷۹

Marfat.com

ابطل (یہ تو جنگل میں مسجد بنانے والے شخص کی طرح ہوا، جیسا کہ عالمگیریہ میں ہے بلکہ ان مساجد مزعومہ کا حکم تو اس سے بھی زیادہ ضعیف اور کمزور ہے۔ ت) اس حالت میں بلا تکلف اُن مکانات کو جنھیں مسجد سمجھے ہوئے ہیں مع زمین وعملہ سب بیچ ڈالیں اور بیچ نہ سکیں تو عملہ توڑ کر جہاں چاہیں لے جائیں یہ عملہ یا قیمت بانیوں کی ملک ہیں اور اگر اُس علاقہ میں پہلے سلطنت اسلام ہو چکی تھی اور بعد کی قوموں نے کبھی جملہ شعائرِ اسلام کی بندش نہ کی بلکہ بعض ہمیشہ جاری رہے اور اب جاری ہیں تو اس صورت میں اگر مسلمانوں کو ان میں توطن و بنائے مسجد کی اجازت تھی مگر جب حالت وہ ہے جو سوال میں مذکور ہوئی تو عملہ بیچ کر یا بعینہٖ دوسری جگہ لے جانے اور وہاں اُس سے مسجد بنانے کی اجازت ہے،

علی ما فصلہ وانقحہ العلامۃ الشامی رحمہ اللہ تعالٰی فی ردالمحتار[1] وذکر ندامتہ علی افتائہ من قبل بخلاف ذٰلک فلیراجع الیہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اس مسئلہ کی تفصیل و تنقیح علامہ شامی نے ردالمحتار میں فرمائی اور اس سے قبل حکم مذکور کے خلاف اپنے جاری کردہ ایک فتوے پر افسوس وندامت کا اظہار کیا اس کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۵۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل میں، ا ب ج د ہ ایک مسجد ہے، ا مسجد، ب صحنِ مسجد، ج نالیِ مسجد برائے وضو، د نالیِ مسجد، ہ متعلق صحنِ مسجد۔ سوال یہ ہے کہ مقام ہ پر نماز پڑھنا اس قدر ثواب رکھتا ہے جس قدر مکان پر نماز پڑھنے سے ثواب ہے کیونکہ مقام ہ جمیع اہلِ محلہ کی رائے سے بڑھایا گیا ہے۔

الجواب

جبکہ وہ زمین متعلق مسجد تھی اور جمیع اہلِ محلہ کی رائے سے جزوِ مسجد کر لی گئی تو اب وہ مسجد ہو گئی اور اس میں نماز کا وہی ثواب ہے جو مسجد میں۔

فی الھندیۃ عن المضمرات عن الکنز مسجد اراد اھلہ ان یجعل الرحبۃ مسجدا لھم ذٰلک[2] اھ وفیھا عن الخلاصۃ ارض وقف علی مسجد والارض بجنب ذٰلک

ہندیہ میں مضمرات سے بحوالہ کنز مذکور ہے کہ ایک مسجد والوں نے چاہا کہ برآمدہ کو مسجد بنا لیں تو انھیں یہ اختیار ہے۔ اسی میں خلاصہ سے منقول ہے کہ ایک زمین مسجد پر وقف ہوئی اور مسجد کے پہلو میں ایک وقف

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف مطلب فیما لو خرب المسجد وغیرہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۷۱

[2] فتاوٰی ہندیۃ " الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۵۶

Marfat.com

المسجد واراد اوان یزید وا فی المسجد شیئا من الارض جاز لکن یرفعون الامر الی القاضی لیاذن لھم ومستغل الوقف کالدار والحانوت علی ھذا[۱] اھ ومثلہ فی ش عن البحر عن الخانیۃ وفیہ عن الفتح ولو ضاق المسجد وبجنبہ ارض وقف علیہ حانوت جاز ان یوخذ و یدخل فیہ[۲] اھ ومعلوم ان الجماعۃ کالقاضی حیث لاقاضی وفی الدر المختار لم یختص ثواب الصلوۃ فی مسجدہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بما کان فی زمنہ[۳]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

زمین خالی پڑی ہے مسجد والوں نے چاہا کہ اس خالی زمین کا کچھ حصہ مسجد میں شامل کر کے مسجد میں اضافہ کرلیں تو جائز ہے، لیکن وُہ یہ معاملہ قاضی کے سامنے پیش کریں تاکہ وُہ انھیں ایسا کرنے کا اذن دے دے اور وقف آمدنی کے لئے گھر اور دکان کا بھی یہی حکم ہے اھ اور اس کی مثل ش میں بحر سے بحوالہ خانیہ ہے اور اسی میں فتح سے منقول ہے کہ اگر کوئی مسجد تنگ ہے اور اس کے پہلو میں اسی مسجد کے لئے ایک وقف زمین ہے جس پر دکان بنی ہوئی ہے تو اس کو (بغرض توسیع) مسجد میں داخل کرلینا جائز ہے اھ اور یہ بات معلوم ہے کہ جہاں قاضی نہ ہو وہاں جماعت مسلمین قاضی کی مانند ہے، اور درمختار میں ہے کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کا ثواب صرف اسی مسجد کے ساتھ مختص نہیں جو عہدِ رسالت میں تھی۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۲: از ضلع کھیرے ڈاکخانہ مونڈا سوداران مقام نجیب نگر مسئولہ سردار محبیب رحمان خان تعلقدار ۱۹ شوال ۱۳۲۷ھ

عالیجناب حاجی مولوی احمد رضا خان صاحب زاد فیوضکم، پس از تسلیم مسنون نیاز مشحون! گزارش مُدعایہ ہے کہ راقم نے جو مسجد جدید تعمیر کرائی اس میں ایک مختصر سا باغیچہ ہے جس میں اکثر اشجار ثمردار ہیں اور مرچیں وغیرہ بھی ہوتی ہیں۔ آپ کی خدمت میں التماس ہے کہ براہِ کرم حکم شرع شریف سے معزز فرمائیے کہ ان اشیاء کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ اگر استعمال جائز ہے تو کس طریقہ سے؟ جواب سے معزز

---

[۱] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۵۶
[۲] ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۸۴
[۳] درمختار

Marfat.com

کیا جاؤں۔

الجواب

خاص مسجد میں باغیچہ ہونے کے تو کوئی معنی ہی نہیں۔ اگر یُوں ہے کہ جس زمین کا ایک قطعہ مسجد کیا ہے اُس کے دوسرے قطعہ میں باغیچہ ہے تو اس صورت میں اگر باغیچہ مسجد پر وقف نہ کیا گیا تو وہ ملک اصل مالک پر باقی ہے اسے اختیار رہے کہ اُس کے پھل جو چاہے کرے، اور اگر وُہ بھی مسجد پر وقف کر دیا ہے تو اب اپنے صَرف میں لانا اُسے جائز نہیں بلکہ پھل بیچ کر مسجد کے صرف میں لائے۔ اور اگر واقف نے یہی کیا ہے کہ جس زمین میں باغیچہ ہے خود اُسی کو مسجد کر دیا ہے یعنی باغیچہ کو وقف علی المسجد نہ کیا بلکہ خود اُس کی زمین کو مسجد کر دیا تو اس کے پھل توڑ کر اپنے صَرف میں لائے اور درخت کاٹ کر زمین ہموار کر کے مسجد بنائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۳ مسئولہ منشی حاجی محمد ظہور صاحب ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اہلسنت وجماعت تابع شرع دین محمدی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیچ اس مسئلہ کے کہ ایک مسجد لب سڑک شارع عام جس کے تین طرف راستہ اور دو دروازے شرقی وجنوبی متصل بازار ہے اس کے بانی جو تھے وہ جوارِ رحمت میں ہیں اب مرمت وسفیدی ونگرانی اہل محلہ کرتے ہیں، چند عرصہ ہوا جو ایک مسماۃ نے از قول پنجابیان اس قدر مسجد میں اور اضافہ کیا ہے یعنی ایک درجہ مع مسافر خانہ زیر و بالا و چاہ اندرونِ مسجد و دو غسل خانہ مسقف وسقایہ و روکار دروازہ مسجد وبلندی مینارہائے مع کلس طلائی واز سر نو فرش واستر کاری والماریاں وحجرہ و دکانات زیریں برائے صرفِ مسجد تعمیر کرائیں ملحقہ مسجد مکان ایک شخص کا ہے جس نے بعد اس نو تعمیر کے چند عرصہ کے بعد اپنے مکانات کو بلند کیا اور دیوار پاکھائے مسجد پر اپنے بالاخانہ کی دیواریں اور دروازے لگائے جس میں مینار مسجد کے آگئے اور بذریعہ ایک دروازہ کے جو چھت مسجد پر ہے آمد ورفت آدمیوں اور کتوں کی اکثر چھتِ مسجد پر رہتی ہے اور مسافرخانہ کی چھت پر اپنی کھپریل رکھ لی اور حجرۂ مسجد کی چھت کو اپنے بالاخانہ کے صحن میں ڈال لیا اس شخص کو ہرچند منع کیا مگر نہ مانا، زبانی اور تحریر کے ذریعہ سے اس نے ظاہر کیا کہ یہ مسجد وقف نہیں ہے یہ مسجد دار کا حکم رکھتی ہے مثل حمام اور چاہ کے میرے مورثان کی ہے اور اب میری ہے یہ مال موقوفہ نہیں ہے میری جائداد ہے حالانکہ اس مسجد میں نمازیں باجماعت پنجگانہ اور تراویح رمضان شریف وختم قرآن مجید ونمازِ جمعہ وعیدین بہ ہجوم نمازیانِ محلہ و دیگر مسلمانان مدام پڑھتے ہیں اور پابندی امامت ومؤذنی وقیام طلبا ومسافران کی رہتی ہے تو ایسی صورتوں میں یہ مسجد حکم وقف کا رکھتی ہے یا مکان کا جو وراثۃً پہنچ سکتا ہے مع حوالہ کتاب وصفحہ کے جواب عطا فرمایا جائے۔

Marfat.com

الجواب

وہ مسجد یقیناً مسجد ہے، شخص مذکور کا اُسے حکمِ دار میں بتانا اور اپنے مورثوں کی مِلک ٹھہرانا ظلم و غصب ہے اور واحد قہار کی مِلک دبا بیٹھنا ہے جب وہ عام طور پر مسجد مشہور ہے، مدتوں سے پنجگانہ جماعتیں، جمعے، عیدین، تراویح وغیرہا مثل عام مساجد ہوتی ہیں، کوئی حق مِلک اس میں غیر خدا کے لئے ثابت نہیں تو اُسے مسلمان تو مسلمان جو غیر مذہب والا بھی دیکھے گا مسجد ہی جانے گا، شخص مذکور کے باپ دادا کی دار ہونے کا اصلاً گمان بھی نہ کرسکے گا، صورت مسجد کی، صفت مسجد کی، برتاؤ مسجد کا، شہرت مسجد کی، ایسے روشن ثبوتوں کے بعد بھی کسی غاصب کا دعوٰی مالکیت سُن لیا جائے تو ظالم لوگ تمام جہان کی مسجدیں دبا بیٹھیں، جس کے گھر کے پاس جو مسجد ہو وہ کہہ دے کہ اس کے باپ کا دار یا دادا کا حمام ہے، آج کل دو چار آنے تک گواہیاں سستی ہوگئی ہیں، آٹھ آنے میں دو گواہ دے دے، چلئے فراغت شد، اللہ واحد قہار کی مسجد اُن کے باپ دادا کا ترکہ ہوگئی، تمام ہندوستان میں وہ گنتی کی کے مسجدیں ہیں جن کے باضابطہ وقفنامے لکھے گئے ہیں اور وہ دستاویزیں محفوظ ہوں اور اُن کے شاہد موجود ہوں تو یہ وہ ظالمانہ طریقہ ہے جس سے دنیا بھر کی تمام مسجدیں ظالموں غاصبوں کا گھر بن جائیں اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہوگا، اور ظلم بھی کیسی حماقت کا جسے مسلمین تو مسلمین کوئی سمجھ وال غیر مذہب بھی قبول نہیں کرسکتا، بھلا مسجد تو مسجد ہے جس کی صورت جس کی محراب جس کے منارے وغیرہا خود دُور سے گواہی دیتے ہیں کہ یہ اللہ واحد قہار کا گھر ہے۔ تمام کتابوں میں تصریح ہے کہ عام وقفوں کے ثبوت کو صرف شہرت کافی ہے پھر اس سے زیادہ اور شہرت کیا ہوگی کہ تمام مسلمان اسے مسجد جانتے ہیں، مسجد کہتے ہیں، اذانیں ہوتی ہیں، پنجگانہ جماعتیں ہوتی ہیں۔ جمعہ عیدین تراویح ختم کی امامتیں ہوتی ہیں۔ مسلمان اپنے مصارف سے اس کی مرمت، اُس میں اضافہ، اس کی عمارت کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں اس کے مسجد ہونے میں وہی شبہہ کرسکتا ہے جو نرا مجنون ہو یا بن کا تازہ پکڑا ہوا جس نے کبھی مسجد کا نام نہ سُنا یا پکا بے دین بے حیا جو ساری دنیا کی آنکھوں پر اندھیری ڈال کر خدا کا مال غصب کرنا چاہے، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ درمختار جلد ۳ صفحہ ۶۲۴ میں ہے:

تقبل فیه الشهادة بالشهرة حفظا للاوقاف القدیمة عن الاستهلاك[1]

وقف میں شہادۃ شہرت بھی مقبول ہے تاکہ اوقاف قدیمہ ہلاک ہونے سے محفوظ رہیں۔ (ت)

فتاوٰی قاضیخان جلد چہارم ص ۲۲۳ میں ہے:

---

[1] درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۸

Marfat.com

اذا شهد الشهود بما تجوز به الشهادة بالسماع وقالوا لم نعاین ذلك ولكنه اشتهر عندنا جازت شهادتهم[1]۔

جب گواہوں نے ان معاملات میں گواہی دی جن میں شہادت سماعت جائز ہے، اور کہا کہ ہم نے معائنہ نہیں کیا لیکن یہ ہمارے نزدیک مشہور ہے تو ان کی گواہی جائز ہے۔ (ت)

فتاوٰی عالمگیری جلد سوم ص ۱۳۷ میں ہے:

وتقبل الشهادة فی الوقف بالتسامع وان صرحا به لان الشاهد ربما یكون سنه عشرین سنة وتاریخ الوقف مائة سنة فیتیقن القاضی ان الشاهد یشهد بالتسامع لا بالعیان فاذن لا فرق بین السكوت والافصاح اشار ظهیر الدین المرغینانی الی هذا المعنی كذا فی الفصول العمادیة[2] ملتقطا۔

وقف میں شہادت تسامع یعنی سماعت کی گواہی مقبول ہے اگرچہ گواہ سماعت کی تصریح کردیں کیونکہ بسا اوقات گواہ کی عمر بیس سال ہوتی ہے اور وقف سو سال سے ہوتا ہے، چنانچہ قاضی کو یقین سے علم ہوتا ہے کہ گواہ سنی ہوئی گواہی دے رہا ہے نہ کہ دیکھی ہوئی، لہذا اس صورت میں سماع سے خاموشی اور تصریح کرنے میں کوئی فرق نہ ہوگا۔ ظہیر الدین مرغینانی نے اسی معنی کی طرف اشارہ کیا ہے جیساکہ فصول عمادیہ میں ہے۔ (ت)

فتاوٰی خیریہ جلد دوم ص ۲۰ میں ہے:

فی الكنز لا یشهد بما لم یعاینه الا فی النسب والموت والنكاح والدخول وولایة القاضی واصل الوقف ومثله فی المختار وتنویر الابصار والكل من هؤلاء اطلق فعم المتقادم وغیره[3] الخ۔

کنز میں ہے کہ جب تک گواہ نے معاینہ نہ کیا ہو وہ گواہی نہیں دے سکتا سوائے نسب، موت، نکاح، دخول، ولایت قاضی اور اصل وقف کے، اور مختار و تنویر الابصار میں بھی اسی کی مثل ہے اور ان سب نے مطلق رکھا قدیم و جدید کو عام ہیں۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضیخاں کتاب الشہادات فصل فی الشاہد یشہد الخ نولکشور لکھنؤ ۲/۵۵۵
[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف الباب السادس فی الدعوٰی نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۳۸
[3] فتاوٰی خیریۃ کتاب الشہادات دار الفکر بیروت ۲/۲۹

Marfat.com

ہدایہ جلد دوم ص ۱۰۴ و ۱۰۵ میں ہے،

اما الوقف فالصحیح انه تقبل الشهادة بالتسامع فی اصله دون شرائطه لان اصله هو الذی یشتهر[1]

صحیح یہ ہے کہ شہادۃ تسامع اصل وقف میں جائز و مقبول ہے نہ کہ شرائط وقف میں، کیونکہ اصل وقف ہی شہرت پذیر ہوتا ہے۔ (ت)

بالجملہ شخص مذکور کا قول محض مدفوع وسخت باطل و نامسموع ہے، اس پر فرض ہے کہ مسجد کے مناروں دیواروں اور اس کی اور اُس کے حجرہ وغیرہ کی چھتوں کو اپنے ظالمانہ تصرفوں سے فوراً پاک کردے، جو کچھ عمارت مسجد کے پکھے وغیرہ کسی پر بنائی ہے فوراً ڈھادے، جتنی راہیں اس کے یا کتّوں کے آنے جانے کی مسجد یا حجرۂ مسجد کی سقف پر ہیں فوراً بند کردے، وہ نہ مانے تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ باضابطہ چارہ جوئی کرکے اس کا دستِ تعدی مسجد سے کوتاہ کریں اور بالجبر اُن ناپاک تصرفات کو مسجد سے دُور کرادیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۴ مرسلہ حکیم سراج الحق صاحب بریلی مسجد بدر الاسلام ۲۰ جمادی الآخر ۱۳۲۸ھ دوشنبہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے عرصہ ۴۵ سال سے خارج از مسجد یعنی حوالی مسجد کی اراضی میں مکان بنالیا ہے اس میں رہتا ہے اس نے چند عرصہ سے یعنی چھ ماہ سے اُس مکان میں کچھ مرغیاں کے بچّے واسطے اپنے کھانے کے خرید کرکے پرورش کری جب اُس کو فہمائش کی گئی تو اُس نے فوراً مرغیوں کو علیحدہ کردیا اور بحضوریِ قلب اللہ تعالٰی سے توبہ بھی دل سے کی، علاوہ اس کے اور جو الزام کہ جھوٹے ذمہ زید کے لگائے گئے تھے اُن سے زید توبہ کرتا ہے، اور کہا کہ یہ محض مجھ پر جھوٹا اتہام ہے آیا اس توبہ حضوری قلب سے نزدیک خداوند عالم کے پاک ہوگیا یا نہیں؟

الجواب

اللہ توبہ قبول کرتا ہے اگر اُس نے سچّے دل سے توبہ کی ہے تو اللہ تعالٰی کے نزدیک اُس گناہ سے پاک ہوجائے گا مگر حوالیِ مسجد یعنی فنائے مسجد میں جدید مکان بطورِ خود بنالینا اور اُس کو اپنا مسکن کرلینا اور وہیں پاخانہ پیشاب کرنا یہ بھی حرام ہے اس کی توبہ سچی جب ہے کہ اپنے ان تصرفات کو بھی زائل کرے اور مسجد کو گھر نہ بنائے حوالیِ مسجد کا حکم بھی مثلِ مسجد ہوتا۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے،

المسجد اذا جعل حانوتا او مسکنا تسقط

یعنی مسجد کو اگر دکان یا مکان بنالیا جائے تو اس کی

[1] الہدایۃ کتاب الشہادات مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۱۵۸-۵۹

Marfat.com

حرمته وهذا لایجوز والفناء تبع للمسجد فیکون حکمه حکم المسجد کذا فی محیط السرخسی[1]

حُرمت ساقط ہوگی بے ادبی بے حرمتی ہوگی اور یہ حرام ہے اور فنائے مسجد تابع مسجد ہے تو اس کا حکم بھی مثل حکمِ مسجد ہے، ایسا ہی محیط امام شمس الائمہ سرخسی میں ہے۔

اور یہ خیال کہ بہت مساجد میں مکان پیش امام و مؤذن کی سکونت کو بنے ہُوئے ہیں نفع نہ دے گا، علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ مسجد بن جانے سے پہلے اگر بانیِ مسجد ایسا کوئی مکان بنا دے تو جائز ہے اور اس کے بعد اگر خود بانیِ مسجد آئے اور بنانا چاہے تو اجازت نہ دیں گے اگرچہ وُہ یہ ظاہر کرے کہ اول ہی سے میری نیت اس کے بنانے کی تھی، درمختار میں ہے :

لوبنی فوقه بیتا للامام لایضر لانه من المصالح اما لوتمت المسجدیة ثم اراد البناء منع ولو قال عنیت ذٰلك لم یصدق تاتارخانیة فاذا کان هذا فی الواقف فکیف بغیره فیجب هدمه ولو علی جدار المسجد[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم

اگر مسجد کے اوپر واقف نے امام کے لئے مکان بنایا تو حرج نہیں کیونکہ یہ مصالح مسجد میں سے ہے لیکن جب مسجدیت تام ہوجائے پھر اس پر مکان بنانا چاہے تو اس کو منع کیا جائے گا، اگر وُہ کہے کہ میں نے پہلے سے اس کا ارادہ کیا تھا تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی، تاتارخانیہ۔ جب خود واقف کا یہ حکم ہے تو غیر واقف کو کیسے اجازت ہوسکتی ہے، لہٰذا ایسے مکان کو گرانا واجب ہے اگرچہ مسجد کی دیوار پر ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۵ از احمد آباد گھیسا محلہ کھانشہ مرسلہ عبدالرحمٰن صاحب مع جماعت ۱۰ شعبان ۱۳۲۹ھ

حضرت مولانا و مخدومنا فاضل اجل عالم بے بدل مولوی احمد رضا خاں صاحب! بعد آداب و تسلیمات کے آپ کی خدمت فیضدرجت میں دست بستہ ملتمس ہوں کہ یہاں احمد آباد میں اسلام میں رخنہ اندازی ہو رہی ہے آپ کو اللہ عزوجل نے وارثِ انبیاء کیا ہے واسطے اسلام میں اتفاق رکھنے کے بجائے اس کے اسلام میں نفسانیت کی وجہ سے نااتفاقی ازحد پھیل رہی ہے، کئی فتووں پر آپ کی مُہر دیکھی جس سے معلوم ہُوا کہ آپ ہردو جانب کی گفت و شنید نہیں سنتے، ایک ہی طرف کی بات سُن کر حکم لگانا ناانصافی ہے، خیر یہاں ایک جھگڑا پڑا ہے، مسجد ایک مدت سے بن گئی ہے اور

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۶۲

[2] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷۹

Marfat.com

ایک مسجد اب بن رہی ہے، ہر دو جانب کے فتوے نکلے ہیں مذکور دو فتوے آپ کی خدمت اقدس میں روانہ ہیں بغور ملاحظہ فرما کر جو حکم صحیح ہو روانہ کریں، آپ کی حق تحریر آنے سے اِن شاء اللہ العزیز شر مٹ جائے ایسی امید ہے، والسلام۔

نقل فتوائے بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شہر احمد آباد میں محلہ تاجپور پانچ پیلی میں سنت جماعت چھیپوں کی جماعت میں عرصہ چند روز کا ہوا اختلاف دنیویہ کی وجہ سے دو ٹکڑے ہو گئے ہیں، ایک طرف آٹھ سو گھر ہیں اور ایک طرف پچاس گھر ہیں، دونوں فرقوں نے مکان مسجد بنانے کے لئے خرید کئے، چھوٹی جماعت نے مسجد کی بنیاد ڈالنی شروع کی، ان کو بڑی جماعت کی جانب سے سمجھایا گیا کہ تمہاری مسجد کی مغرب کی جانب بڑی جماعت کا مکان ہے، ان دونوں مکانوں کو مسجد بناؤ اور بنانے میں ہم مال کی مدد میں شریک رہیں گے، انھوں نے یہ وعدہ کیا کہ ہم فی الحال مسجد بناتے ہیں اور جب مغرب کی جانب مسجد بڑی جماعت والوں کی بنے گی تو ہم بیچ کی دیوار توڑ ڈالیں گے اب بڑی جماعت کی بھی مسجد قریب تیار ہونے کے ہے، اب چھوٹی جماعت کو کہا جاتا ہے کہ بیچ کی دیوار توڑ کر دونوں مسجدوں کو ایک کر دو، اب چھوٹی جماعت کے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ بیچ کی دیوار توڑ کر دونوں مسجدوں کو ایک کرنا ناجائز ہے۔ اب علمائے اہلسنت عم فیوضھم کی خدمات عالیہ میں عرض ہے کہ بیچ کی دیوار توڑ کر دونوں مسجدوں کو ایک کرنے سے نمازیوں کو گنجائش نماز کی اچھی طرح سے ہو جائے گی، اب اس صورت میں بیچ کی دیوار کو توڑ کر مسجد کو ایک کرنا جائز ہے یا نہیں؛ اور مسجد کی دیوار چھوٹی جماعت والے توڑنے کا انکار کریں تو ان کی مسجد میں نماز جائز ہو گی یا نہیں؛

الجواب

ہاں اہل محلہ کو اختیار ہوتا ہے کہ نماز کے لئے دو مسجدوں کو ایک کر دیں، اس کو ناجائز کہنا محض غلط و باطل ہے۔ درمختار میں ہے؛

لھم ای لاھل المحلة نصب متولی وجعل المسجدین واحد وعکسه لصلاة لا لدرس اوذکر فی المسجد[۱] اھ۔	اہل محلہ کو اختیار ہے کہ وہ مسجد کا متولی مقرر کریں، اور یہ بھی اختیار ہے کہ دو مسجدوں کو ایک یا ایک کو دو کر لیں نماز کے لئے نہ کہ درس و ذکر کے لئے اھ (ت)۔

[۱] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۲

Marfat.com

مگر چھوٹی جماعت والے اگر خوف نزاع و جدال وغیرہ کسی مصلحت صحیحہ شرعیہ کے باعث دیوار توڑ کر مسجدیں ایک کرنے سے انکار کریں توان پر بھی جبر نہیں پہنچتا کہ جب ایک مسجد کو دو کر لینا جائز ہے کما تقدم عن الدرر ان لھم جعل مسجد واحد مسجدین (جیساکہ درر کے حوالے سے گزرا کہ ایک مسجد کو دو کرنے کا اہل محلہ کو اختیار ہے۔ت) تو دو کو دو رکھنا کیونکر ممنوع ہو سکتا ہے، ہاں اگر اصلاً کوئی وجہ شرعی نہ ہو صرف ضد کے سبب تفریق جماعت کریں توان کی بات نہ سُنی جائے گی کہ اس صورت میں وُہ متعنت یعنی بے جا ہٹ کرنے والے ہیں اور متعنت کا قول مسموع نہیں ہوتا،

فی الھدایۃ وغیرھا من القسمۃ الاول منتفع بہ فاعتبر طلبہ والثانی متعنت فلو یعتبر[1]۔

ہدایہ وغیرہ میں قسمت کے باب میں ہے کہ اول اس سے نفع حاصل کرنے والا ہے لہٰذا اس کا مطالبہ معتبر ہے اور ثانی ہٹ دھرمی کرنے والا ہے اس کا مطالبہ معتبر نہیں (ت)

درمختار میں قبیل استصناع ہے:

الاصل ان من خرج کلامہ تعنتا فالقول لصاحبہ بالاتفاق[2]۔

قاعدہ یہ ہے کہ جس کا کلام تعنت یعنی ہٹ دھرمی پر مبنی ہو اس کے مخالف کا قول بالاتفاق معتبر ہوگا۔ (ت)

توحسب صوابدید اکثر اہل جماعت اس دیوار فاصل کو علیحدہ کر دیا جائے گا، ردالمحتار میں ہے:

فی التتارخانیۃ سئل ابوالقاسم عن اھل مسجد اراد بعضھم ان یجعلوا المسجد رحبۃ والرحبۃ مسجدا او یتخذوا لہ بابا او یحولوا بابہ عن موضعہ وابی بعض ذٰلک قال اذا اجتمع اکثرھم وافضلھم لیس للاقل منعھم[3]۔

تاتارخانیہ میں ہے کہ امام ابوالقاسم سے یہ سوال کیا گیا کہ بعض اہل مسجد ایک مسجد کو صحن اور صحن کو مسجد بنانا، مسجد کا دروازہ بنانا اور سابق دروازے کو اس کی جگہ سے تبدیل کرنا چاہتے ہیں جبکہ بعض اس کا انکار کرتے ہیں تو کیا حکم ہے، آپ نے فرمایا کہ اکثر و افضل حضرات متفق ہیں تو اقل کو اختیار نہیں کہ انھیں منع کریں (ت)

---

[1] الہدایۃ کتاب القسمۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۱۱
[2] درمختار کتاب البیوع باب السلم مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۴۹
[3] ردالمحتار کتاب الوقف داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۸۳

Marfat.com

یوں ہی اگر اُس دیوار و تعدد کے باعث اہل محلہ پر مسجدیں تنگی کرتی ہیں کہ ایک تو دیوار نے جگہ گھیری دوسرے دو اماموں کے باعث کمی ہوتی کہ خود امام ایک صف کامل کی جگہ لیتا ہے اس وجہ سے اہلِ محلہ دونوں مسجدوں میں پورے نہیں آتے اور دیوار توڑ کر ایک جماعت کر دینے سے وسعت ہوجائیگی تو اس صورت میں وہ دیوار خواہی نخواہی جدا کر دی جائیگی کہ تنگیٔ مسجد کی ضرورت سے اُس کے قریب کی زمین یا مکان یا دکان مملوک بلا رضامندیِ مالک بقیمت لینے کا اختیار حاکم کو ہے تو مسجد کو مسجد میں ملا لینا بدرجۂ اولٰی، درمختار میں ہے:

توخذ ارض و دار وحانوت بجنب مسجد ضاق علی الناس بالقیمۃ کرھا درر وعمادیۃ[1]

مسجد اگر تنگ ہو تو اس کے پہلو میں جو زمین، مکان یا دکان ہے وہ قیمت دے کر جبراً مسجد میں داخل کی جا سکتی ہیں، درر وعمادیۃ۔ (ت)

اور بہرحال چھوٹی جماعت والوں کے انکار کرنے سے اُن کی مسجد میں نماز ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں خواہ ان کا انکار سُنا جائے یا نہیں کہ آخر وہ مسجد ہی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

کتبہٗ عبدالنبی نواب مرزا عفی عنہ

الجواب صحیح - واللہ تعالٰی اعلم

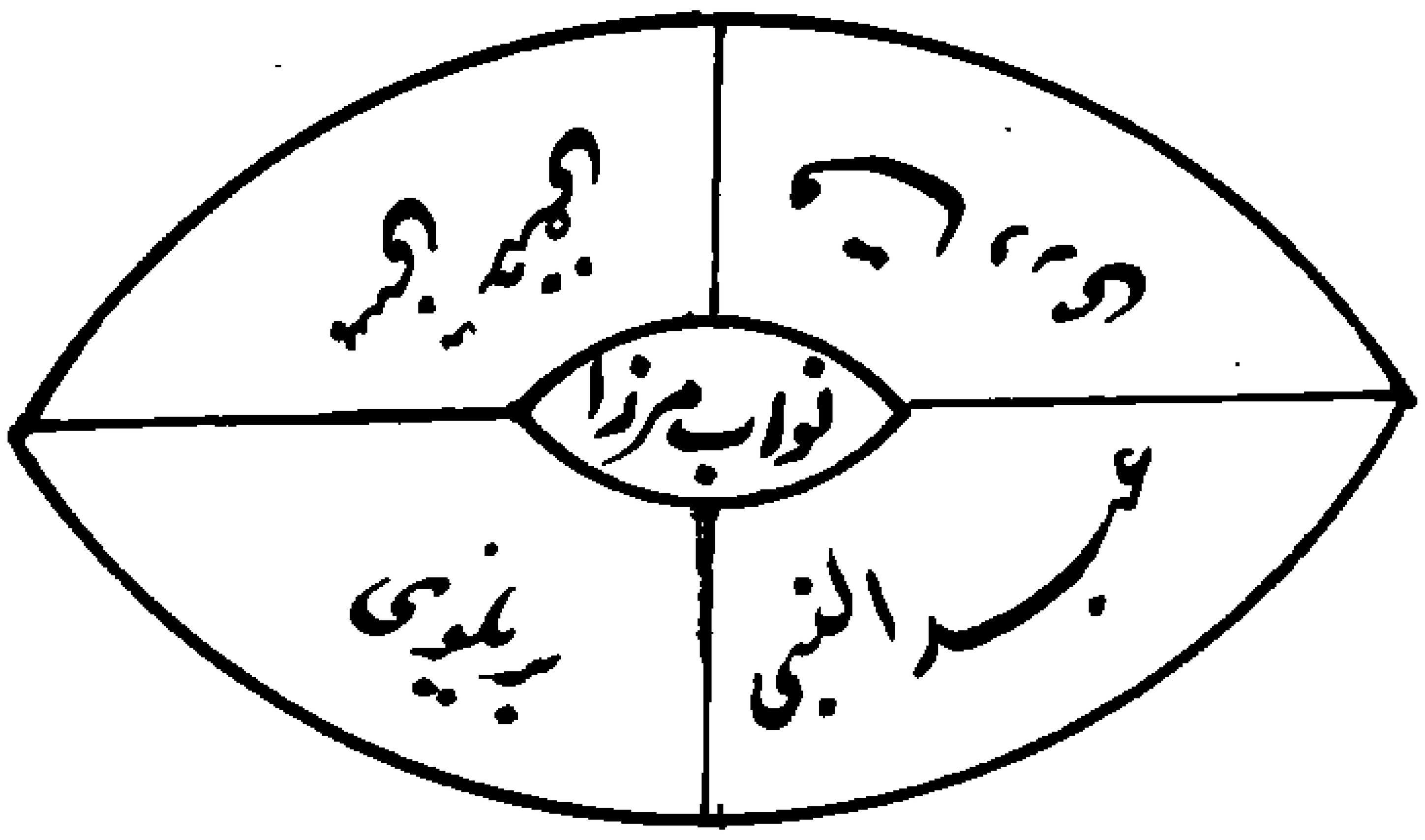

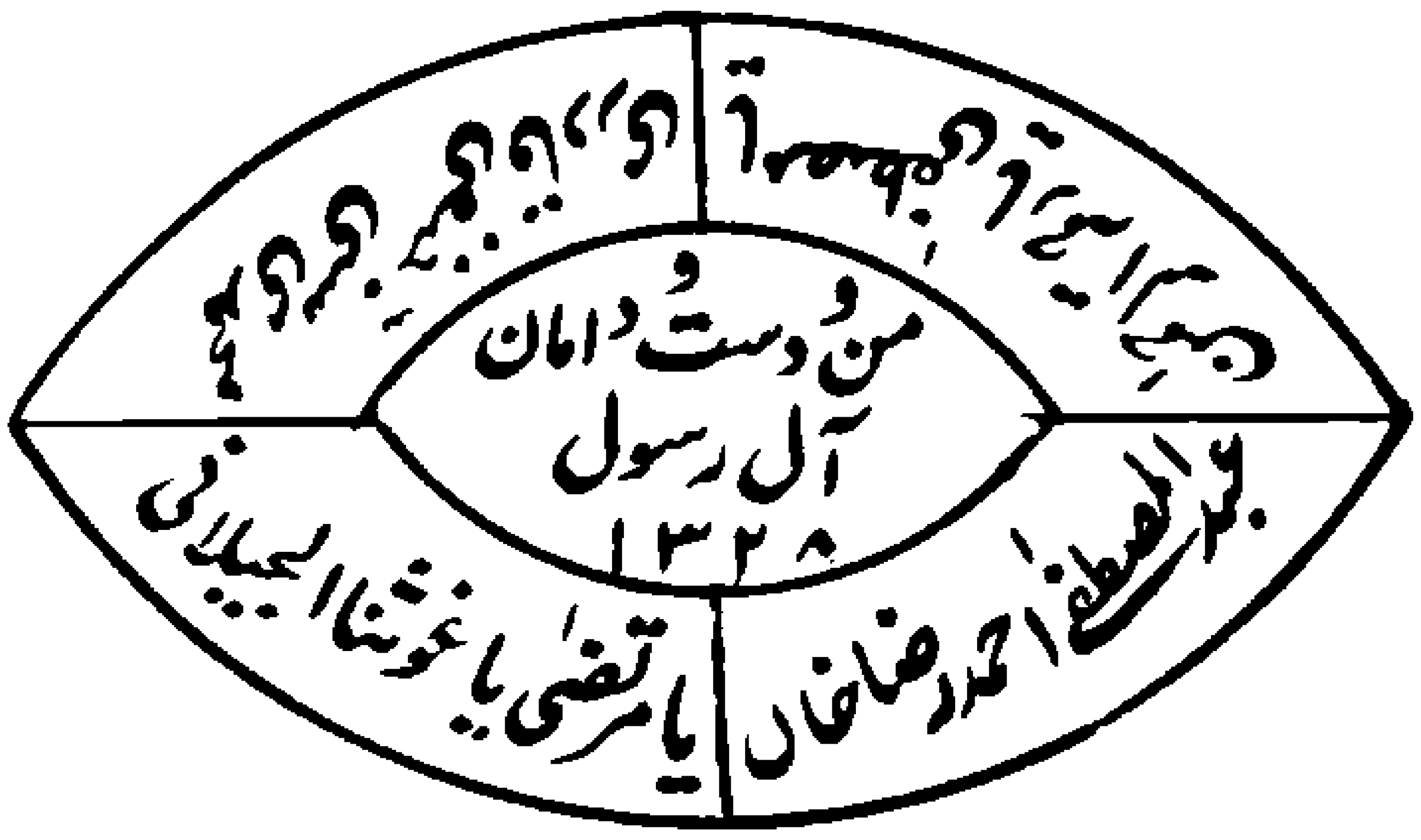

نقل فتوائے دہلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد جس میں پنجگانہ نماز ٣ ماہ سے ہو رہی تھی متصل اُس کے اور ثانی مسجد بنائی گئی اس ضد پر کہ محلہ والوں کے دو گروہ ہو جائیں اور آپس میں تفرقہ پڑ جائے اور اگلی مسجد کی آبادی میں فرق آئے پس اس ثانی مسجد کے لئے کیا حکم ہے؟ آیا اس میں نماز جائز ہے یا نہیں اور اس کو مسجد کی تعمیر کا حکم دیا جائے یا نہیں؟

---

[1] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ١/٣٨٢

Marfat.com

الجواب

صورتِ مسئولہ میں مسجد ثانی مسجد ضرار کا حکم رکھتی ہے یعنی اس میں نماز پڑھنا منع ہے اور حاکم وقت کو چاہیئے کہ اُس کو مسجد کی صورت میں نہ رہنے دے خواہ اس کو ہدم کرادیا جائے یا کوئی مکان دُوسرا بنادے جیسا کہ تفسیر جامع البیان میں آیۃ والذین اتخذوا مسجد اضرارا[1] الخ (اور وہ لوگ جنھوں نے ضرر کے لئے ایک مسجد بنائی الخ۔ت) کی تفسیر میں لکھا ہے عبارت اس کی بلفظہٖ یہ ہے:

فلما اتموا بناءہ اتوا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حین رجع من تبوک وقالوا اتممنا مسجد اللضعفاء واھل العلۃ واللیلۃ المطیرۃ فنلتمس ان تصلی فیہ وتدعو بالبرکۃ فنزلت فی تکذیبھم فامر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھدمہ فھدموہ واحرقوہ (لاتقم فیہ) فی ذلک المسجد ابدا للصلوٰۃ[2]۔

جب انھوں نے مسجد کی تعمیر مکمل کرلی تو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تبوک سے واپس تشریف لائے اور کہا کہ یارسول اللہ! ہم نے کمزوروں، بیماروں اور رات کی تاریکی میں نماز پڑھنے والوں کی خاطر مسجد بنائی ہے۔ ہماری التماس ہے کہ آپ اس میں برکت کے لئے دعا فرمائیں تو اللہ تعالٰی نے ان لوگوں کی تکذیب میں یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی، چنانچہ رسول کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس مسجد کے گرانے کا حکم دیا لہٰذا لوگوں نے مسجد کو گراکر جلادیا، اللہ تعالٰی نے اپنے محبوب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ اس مسجد میں کبھی بھی نماز کے لئے قیام نہ فرمائیں۔(ت)

محمد عبدالحق

نقل فتوائے ایران

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص محض بغرض نفسانیت اور عداوت اور ضرر مسجد مقیم (یعنی جو پہلے بنی ہوئی ہو) مسجد بنائے وہ مسجد ضرار کے حکم میں ہے یا نہیں؟ اور ایسی مسجد بنائی جائے یا نہیں؟

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۰۷

[2] جامع البیان تحت آیۃ ۹/ ۱۰۷ دارنشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالا ۱/ ۲۸۶

Marfat.com

الجواب

ھو اللہ تعالیٰ اعلمہم بالحق والصواب ، بلاشبہ جو مسجد بغرض نفسانیت و عداوت کے، و ضررِ مسجد قدیم کے تیار کی جائے حکمِ مسجدِ ضرار رکھتی ہے اور ایسی مسجد کی بناء موجب ثواب نہیں بلکہ موجبِ نکال ہے ، چنانچہ تفسیر مدارک و کشاف میں اس آیت کے نیچے مرقوم ہے :

والذین اتخذوا مسجدا ضرارا و کفرا و تفریقا بین المؤمنین و ارصادا لمن حارب اللّٰہ و رسولہ من قبل و لیحلفن ان اردنا الا الحسنی و اللّٰہ یشہد انھم لکٰذبون[1]

اور جنھوں نے بنائی ہے ایک مسجد ضد پر اور کفر پر اور پھوٹ ڈالنے کو مسلمانوں میں، اور تھانگ اُس شخص کی جو لڑ رہا ہے اللہ سے اور رسول سے آگے کا اور اب قسمیں کھائیں گے کہ بھلائی چاہتے تھے اور اللہ گواہ ہے کہ وُہ جھُوٹے ہیں ۔

قیل کل مسجد بنی مباھاۃ او ریاء او سمعۃ او لغرض سوی ابتغاء وجہ اللّٰہ او بمال غیر طیب فھو لاحق بمسجد الضرار انتھی[2]

کہا گیا ہے کہ جو مسجد بھی تفاخر ، ریاکاری، مشہوری یا طلبِ رضائے الٰہی کے علاوہ کسی غرض کے لئے بنائی جائے یا ناپاک مال سے بنائی جائے وہ مسجدِ ضرار سے ملحق ہوگی انتہی ۔ (ت)

اور کشاف میں ہے :

عن عطاء لما فتح اللّٰہ الامصار علی ید عمر امر المسلمین ان یبنوا المساجد و ان لا یتخذوا فی مدینۃ مسجدین یضار احدھما صاحبہ[3] انتھی ۔

حضرت عطاء سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالٰی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہاتھ بہت سے شہر فتح فرمائے تو آپ نے مسلمانوں کو مسجدیں بنانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ ایک شہر میں دو مسجدیں نہ بنانا تاکہ ایک سے دوسری کو ضرر نہ پہنچے ، انتہی (ت)

اور صاحبِ تفسیر احمدی نے لکھا ہے :

---

[1] القرآن الکریم ۹/۱۰۷

[2] تفسیر النسفی (المدارک) تحت ۹/۱۰۷ دار الکتاب العربی بیروت ۲/۱۴۵

[3] الکشاف (تفسیر) " " انتشارات آفتاب تہران ایران ۲/۲۱۴

Marfat.com

فالعجب من المشائخین المتعصبین فی زماننا یبنون فی کل ناحیة مساجد طلبا للاسم و الرسم واستعلاء لشانهم واقتداء بابائهم ولم یتاملوا فی هذہ الآیة والقصة من شناعة حالهم وسوء افعالهم[1] انتہی۔

ہمارے زمانے کے متعصب مشائخ پر تعجب ہے کہ شہرت، رسم، اپنی رفعتِ شان اور اپنے آباء واجداد کی اقتداء کے لئے ہر کونے میں مسجدیں بنا لی ہیں اور اس آیت کریمہ اور ان لوگوں کی بدافعالی اور بدحالی کے قصے میں غور نہیں کیا انتہی (ت)

کتبہ العبد بدیع الدین ابن سید شرف الدین صاحب مشہدی ثم الاحمد آبادی عفا اللہ تعالٰی عنہما

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ نحمدہ و نصلی علٰی رسولہ الکریم۔

مکرم کرم فرمایان سلمکم، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ !

عنایت نامہ مع فتاوٰی فریقین ملا، فقیر نے آپ کے فرمانے سے یہاں کے فتوے پر مکرر نظر کی اور اُس طرف کے فتاوٰی کو بھی دیکھا جو یہاں سے لکھا گیا خالص حق وصحیح ہے اس میں بحمد اللہ تعالٰی کسی کی طرفداری نہیں حکم شرعی بیان کیا ہے کسی کے مخالف موافق ہو اس سے بحث نہ کی نہ کی جاسکتی ہے کیا آپ نے اُس میں یہ لفظ نہ دیکھے کہ چھوٹی جماعت والے اگر خوف نزاع وجدال وغیرہ کسی مصلحت شرعیہ کے باعث دیوار توڑ کر مسجد ایک کرنے سے انکار کریں تو اُن پر جبر بھی نہیں پہنچتا، کیا آپ نے اس میں یہ لفظ نہ دیکھے کہ بہرحال چھوٹی جماعت والوں کے انکار سے اُن کی مسجد میں نماز ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں اُن عبارات کو دیکھ کر آپ حضرات نے فریق اول کی طرفداری سمجھی، ان عبارات کو دیکھ کر وہ فریق آپ کی طرفداری سمجھے، خلاصہ یہ ہوگا کہ دونوں فریق کی طرفداری ہے یعنی کسی کی طرفداری نہیں صرف بیان حکم سے غرض ہے والحمد للہ رب العالمین۔ اور یہ الزام کہ آپ ہر دو جانب کی گفتگو نہیں سنتے ایک ہی طرف کی بات سن کر حکم لگانا ناانصافی ہے اگر آپ انصاف فرمائیں تو یہ الزام محض بے اصل ہے یہاں فتوٰی دیا جاتا ہے دارالقضا نہیں کہ فریقین کے بیان سننا تحقیقات امر واقع کرنا لازم ہو مفتی تو صورتِ سوال کا جواب دے گا اس سے اُسے بحث نہیں کہ واقع کیا ہے نہ فریقین کا بیان سننا اس پر لازم نہ اُس کا کام۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ سوال اگر ظاہر البطلان ہو تو اس کا جواب نہ دے اور دے تو اس کی غلطی ظاہر کردے تاکہ وہ اپنے فتوے سے باطل کا مددگار نہ بنے، یہاں بحمدہ تعالٰی اس کا لحاظ رہتا ہے جس سوال پر بریلی سے جواب گیا اُس میں کوئی

---

[1] التفسیرات الاحمدیہ تحت ۹/۱۰۷ المطبع الکریمی بمبئی انڈیا ص ۴۸۷

Marfat.com

امر ایسا نہ تھا کہ صورتِ سوال کو غلط سمجھا جاتا مگر افسوس کہ اُس طرف کے فتووں میں اس امر اہم کا لحاظ اصلاً نہ ہوا، اُن کے سوالوں میں صورت یہ فرض کی تھی کہ دوسری مسجد کی بناء ضد سے کہ آپس میں تفرقہ ہو اور اگلی مسجد کی آبادی میں فرق آئے محض نفسانیت و عداوت وضرر مسجد قدیم کے لئے بنائی ہے، ظاہر ہے کہ یہ بنانے والوں کے قلب پر حکم تھا کہ ان کی نیت یہ ہے اور نہ صرف یہ بلکہ صرف یہی ہے حالانکہ نیت کا جاننا اللہ عزوجل کا کام ہے اور مسلمان پر بدگمانی سخت حرام ہے تو مفتی صاحب کا منصب نہ تھا کہ اس صورت باطلہ کی تقدیر مان کر مسجد کے بنانے کو موجبِ عذاب ٹھہرائے اور حاکمِ وقت کو معاذاللہ خانۂ خدا کے ڈھانے پر ابھارے، ایسی جگہ صرف صورت پر حوالہ کا حیلہ یا اس کہدینے کی آڑ کہ جو چیز ایسی ہے اس کا حکم یہ ہے اہلِ عقل و علم و واقعات حال زمانہ کے نزدیک ہرگز کافی نہیں جبکہ صراحۃً معلوم ہے کہ ایک فریق بنا واقعی حکم شرع وہ صورت گمان یا فرض کرکے فتوے لینا چاہتا ہے جس کے فرض و گمان کا شرعاً اسے اصلاً حق نہیں نہ دوسرے کو جائز کہ اس کی بدگمانی مقرر رکھے۔

لولا اذ سمعتموہ ظن المؤمنون و المؤمنٰت بانفسھم خیرا[1]۔ | ایسا کیوں نہ ہُوا کہ جب تم نے یہ بات سُنی تو مومن مرد اور مومن عورتیں اپنوں پر اچھا گمان کرتے (ت)

اور وہ اپنے اس فرض باطل کے ایک فریق مسلمان کو بذریعہ فتویٰ ضرر پہنچانا چاہتا ہے تو صرف اس صورت کا حکم بتانا اور اس کا حکم نہ بتانا صراحۃً باطل کو مدد دینا ہے جو ایک جاہل مسلمان کے لائق بھی نہیں مفتی تو مفتی،

و من لم یکن عالما باھل زمانہ فھو جاھل[2]۔ | جو اپنے اہلِ زمانہ کے احوال کو نہیں جانتا وہ جاہل ہے (ت)

اور حقیقت یہ کہ نہ صرف فریق دیگر بلکہ خود اس فریق کی بھی بدخواہی ہے بلکہ اس کی بدخواہی سخت تر ہے، فریق اول کی نیت اگر صحیح ہے تو ان کے فرض باطل یا نافہم مفتیوں کے اقوال ہائل سے اس کا کیا ضرر، مگر اُس فریق کو جو بدگمانی اور مسلمانوں کو ایذا رسانی کی بیماری تھی وہ مفتیوں کی تقریر و عدم انکار کے بعد پختہ ہوگئی،

فھلکوا و اھلکوا وانما الدین النصح | وہ خود ہلاک ہوئے اور دوسروں کو ہلاک کیا دین تو

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۲
[2] درمختار کتاب الوتر والنوافل مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۹

Marfat.com

لکل مسلم[1] محض ہر مسلمان کی خیر خواہی کا نام ہے (ت)

اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک مریض نے براہِ ناواقفی اپنا مرض الٹا تشخیص کیا اور اس کے لئے طبیب سے دوا پوچھی، طبیب اگر اس کا اصل مرض جانتا اور سمجھتا ہے کہ یہ دوا اسے نافع نہیں بلکہ اور مضر ہوگی، تو اسے ہرگز حلال نہیں کہ اُلٹے مرض کی اُلٹی دوا بتا کر اس کی غلطی کو اور جما دے اور اس کے ہلاک پر معین ہو اور یہاں اتنا کہہ دینے سے کہ مرض مسئول کی دوا یہ ہے یا جسے یہ مرض ہو اس کی دوا یہ ہے طبیب الزام سے بری نہیں ہوسکتا جبکہ وہ جانتا ہے کہ اسے نہ یہ مرض نہ یہ اس کی دوا، بلکہ یہ اس کے مرض کو اور محکم کردے گی، حاشا یہ وہی کرے گا جو یا تو خود ہی طب نہیں جانتا اور خواہی نخواہی لوگوں کا گلا کاٹنے کو طبیب بن بیٹھا یا دیدہ دانستہ مریض کی غلط تشخیص مقرر رکھ کر خلافِ مرض دوا دے کر اُسے ہلاک کیا چاہتا ہے، دونوں صورتیں سخت بلا ہیں، ایک دوسرے سے بدتر، تو صاف روشن ہوا کہ انھیں فتووں میں سخت ناانصافی اور نہ ایک فریق بلکہ دونوں کی سخت بدخواہی ہوئی اگرچہ بظاہر فریق دوم کی طرفداری نظر آئے اگر کسی ذی علم عاقل خیر خواہ مسلمان سے یہ سوال ہوتا تو وہ یوں جواب دیتا کہ بھائیو اس کی بنا محض نیت پر ہے اور نیت عمل قلب ہے اور قلب پر اطلاع اللہ عزوجل کو۔ تم نے کیونکر جانا کہ اُس فریق نے یہ مسجد اللہ کے لئے نہ بنائی بلکہ محض نفسانیت وعداوت واضرار مسجد سابق کا ارادہ اس کے دل میں ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: افلا شققت عن قلبہ[2] تو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا۔ باہم تفرقہ کے بعد اس کی بناء سے غایت یہ کہ تفرقہ باعث بنا ہو نہ کہ غایت بنا۔ باعث وغایت میں زمین وآسمان کا فرق ہے جس کی تفصیل ہمارے فتاوٰی کے باب الوقف میں ہے، اور مسلمان پر بدگمانی حرام قطعی، اس بیان ضروری کے بعد چاہتا تو یہ بھی لکھتا کہ ہاں اگر دلیل شرعی سے ثابت ہوجاتا کہ ان کی نیت اضرار تھی اور اسی غرض سے انھوں نے مسجد بنائی تو ضرور اس کے لئے مسجد ضرار کا حکم ہوتا مگر حاشا اُس کے ثبوت کا کیا طریقہ اور اس کی طرف راہ کیا، آپ کے سوال کا جواب یہ تھا نہ وہ جو ایرانی ودہلوی صاحب نے دیا، بہرحال فقیر آپ صاحبوں کا ممنونِ احسان ہے کہ اپنے نزدیک جو عیب اپنے بھائی مسلمان یعنی اس فقیر میں سمجھا اُس سے مطلع فرمایا، مجھ پر فرض تھا کہ بات ٹھیک ہوتی تو تسلیم کرتا اب کہ باطل ہے اُس کا بطلان آپ کو دکھا دیا، ماننا آپ صاحبوں کا کام ہے، سُنیوں بھائیوں کو آپس میں ایک رہنا لازم ہے، سُنیوں پر دشمنانِ دین کے آلام کیا تھوڑے

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان ان الدین النصیحۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۵

[2] ؍؍ باب تحریم قتل الکافر بعد قولہ الخ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/ ۶۸

Marfat.com

بندھ رہے ہیں کہ آپس میں بھی خانہ جنگی کریں اور نہ ہو سکے تو اتنا ضرور ہے کہ دنیوی رنجش جانے دیں انما المؤمنون اخوۃ[1] (بیشک تمام مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ت) پر نظر فرما کر گلے مل لیں، فریق اول کو اپنی نیت معلوم ہے اور اللہ تعالٰی اس سے زائد اس کی نسبت جانتا ہے اگر واقع میں مسجد انھوں نے محض براہِ نفسانیت بقصد اضرار مسجد سابق بنائی ہے تو ضرور وہ مسجد ضرار ہے اُسے دور کر دیں اور تائب ہوں مگر فریق دوم کو ہرگز حلال نہیں کہ مسلمانوں پر اتنی سخت بدگمانی کرکے معاذ اللہ مسجد ڈھانا چاہیں اور ایسے بے معنی ناموں کے فتووں کی آڑ لیں جو اس سے زیادہ اور کیا ظلم کریں گے کہ مسجد گرانے کا حکم دیتے اور حاکمِ وقت کو بربادیِ خانۂ خدا پر ابھارتے ہیں والعیاذ باللہ رب العلمین ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (اللہ تعالٰی رب العالمین کی پناہ، بلندی و عظمت والے اللہ تعالٰی کی عطا کے بغیر نہ کسی کو گناہ سے بچنے کی طاقت ہے نہ نیکی کرنے کی قوت۔ت) فقیر اپنے اس خط کی نقل فریق اول کو بھی بھیجے گا کہ میں نے دونوں کی خدمت میں دست بستہ عرض کی ہے اور اصلاح کی توفیق دینے والا خدا ہے و السلام علی جمیع اخواننا اھل السنۃ و الجماعۃ (تمام اہلسنت وجماعت پر سلامتی ہو۔ت) فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۱۰ شعبان المعظم یوم الاحد ۱۳۲۹ ہجریہ قدسیہ علی صاحبھا وآلہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ آمین!

مسئلہ ۱۵۶: از مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ مسئولہ جناب سید علی شاہ حسن میاں صاحب غرہ ماہ مبارک ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد مسقف میں شدتِ گرما کے سبب مصلیوں کو تکلیف ہوتی ہے اور پسینہ کی کثرت و حبس کی وجہ سے ادائے فرض میں نقصان اور خلل ہوتا ہے ایسی حالت میں اس کے انسداد کے لئے اگر مسجد میں سقفی یا دستی پنکھا لٹکایا جائے تو یہ بھی جو بحالت معذوری و مجبوری کیا گیا ہے خلاف آداب مسجد و منافی احکامِ شریعت تو نہ ہوگا؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

موسمِ گرما ہمیشہ سے آتا ہے اور عرب شریف میں آتا تھا اور مکہ معظمہ میں گرمی یہاں سے سخت تر تھی اور ہے، اس میں نہ کوئی معذوری ہے نہ مجبوری، ورنہ ہر زمانے اور ہر مقام میں اس کا علاج ملحوظ ہوتا کہ انسان سے معذور و مجبور کبھی نہیں رہا جاتا، نماز عبادت و بندگی ہے اور بندگی کمال تذلل و فروتنی نہ کہ مخدوم بننا اور عین دربارِ بے نیاز میں خادم کو مقرر کرنا کہ ہم کو پنکھا جھلے کچہریوں میں جو فرشی پنکھے ہوتے ہیں اس میں

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/۱۰

Marfat.com

اصل مقصود حاکم ہوتا ہے کہ خود وہ ایک عاجز و محتاج ہے جسے گرمی سردی سب ستاتی ہے بلکہ اور بہت سے جفاکشوں کی نسبت وہ زیادہ محتاج ہے پنکھا اس کے لئے لگاتے ہیں خادم اس کے لئے کھینچتا ہے حاضرین بالتبع اس سے ہوا پاتے ہیں اس سبب سے وہ بے ادبی خلافِ ادب دربار نہیں گنا جاتا۔ یوں دیکھے بلکہ یُوں کہ کوئی شخص دربارِ شاہی میں حاضر ہو اور اپنا خادم مقرر کرے کہ بادشاہ کے سامنے مجھے دستی جھل کیا اُسے بے ادب نہ کہا جائے گا؟ بیشک کہا جائے گا، اور اب مسئلہ میں قدرے زیادہ بیان اور ادائے فرض میں عذر خلل و نقصان کا جواب فقیر کے فتاوٰی میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۷ از احمد آباد محلہ پانچ پیلی تاجپور ۱۴ رمضان ۱۳۲۹ھ

ایک مسجد جنگل میں ہے جس کی تولیت چھیپوں کی جماعت کرتی ہے اور وُہ منہدم و مسمار ہوگئی ہے اور اس کی صرف ایک محراب ہی باقی ہے اور اس مسجد کے تمام پتھر لوگ چرالے گئے، اب اس صورت میں وہ محراب دوسری مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جبکہ اُس مسجد شہید شدہ کا آباد کرنا فرض ہے ناممکن ہوگیا ہو اور اس کی طرف کوئی راہ میسر نہ ہو اور چور اس کے مال پر دست درازی کر رہے ہیں تو ایسی صورت میں اس ضرورت میں اُس کی محراب دوسری مسجد میں لگا دینے کی اجازت ہوگی کما بینہ العلامۃ الشامی فی رد المحتار وفصلناہ فی فتاونا (جیسا کہ علامہ شامی نے اس مسئلہ کو ردالمحتار میں بیان فرمایا اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کا مفصل ذکر کیا ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۸ از الٰہ آباد بنگلہ ۱۶ مہابلی پرشاد سوداگر بینا ہی مرسلہ حاجی منشی محمد ظہور صاحب جوہری بریلوی ۱۷ صفر مظفر ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا بیان ہے کہ مسجد میرے مورثان نے بغرض نماز اپنے اور اپنے خاندان کے باستثناء عورات کے بنوائی اور اس کے ساتھ متصل اس کے اپنا مکان بنوایا اور ایک طرف کی کڑیاں مسجد کے ایک سمت کی دیوار پر اُسی وقت میں رکھ لیں اب تیس سال ہوئے جو اس نے اجازت عام نمازیوں کو واسطے نماز کے دے دی اب نماز پنجگانہ اور نماز عیدین ہوتی ہے اب اس کی اولاد میں ایک شخص نے اپنے مکان کی نیچی چھت کو ڈیڑھ گز اونچا کیا اور وہاں کڑیاں یا شہتیر اٹھا کر دیوار پر دیوار کو بلند کرکے ڈال لیں اور بجائے ایک کھڑکی کے دو کھڑکی جانب مسجد اضافہ کی اور دیوار کو اونچا کرکے سائبان ٹین کا اپنی طرف کو ڈال لیا جس کا نگر مسجد کے دیوار پر رہا (خلاصہ) جب خانہ خدا وہ مسجد

عام نمازیوں کے واسطے وقف ہوگئی تو وہ دیوارِ مسجد جس پر کڑیاں یا شہتیر رکھا ہو اور دو مینار بھی اسی دیوار پر ہوں تو وہ دیوار بھی وقف ہوئی یا نہیں اور اس دیوار سے کڑیاں اٹھا کر اور دیوار بلند کرکے پھر دوبارہ کڑیاں رکھنے یا دیوارِ مسجد پر دیوار بنانے یا اضافہ کرنے کا کوئی حق ہے یا نہیں وارثان بانیِ مسجد کو از روئے شرع شریف، اور وہ حق یا تعلق جو بانیِ مسجد نے رکھا تھا بعد علٰحدہ کرنے کے باقی رہا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

وہ مسجد روزِ اول سے عام مسلمانوں کے لئے خانۂ خدا ہوگئی خاص ایک قوم کے لئے نیت کرنے سے خاص نہیں ہوسکتی نہ بانی کو اس میں اپنے لئے کوئی حق یا تعلق رکھنے کا اختیار رہے۔ فتاوٰی عالمگیری جلد ۲ ص ۴۵۷ میں ہے:

اتفقوا علی انہ لواتخذ مسجدا علی انہ بالخیار جاز الوقف و بطل الشرط کذا فی مختار الفتاوی، فی وقف الخصاف اذا جعل ارضہ مسجدا وبناہ واشھد ان لہ ابطالہ وبیعہ فھو شرط باطل و یکون مسجدا کما لوبنی مسجدا لاھل محلۃ و قال جعلت ھذا المسجد لاھل ھذہ المحلۃ خاصۃ کان لغیر اھل تلک المحلۃ ان یصلی فیہ ھکذا فی الذخیرۃ۔[1]

یعنی سب علماء کا اتفاق ہے کہ اگر مسجد بنائی اس شرط پر کہ مجھے اختیار رہے تو مسجد صحیح ہوگئی اور وہ شرط جو لگائی باطل و بے اثر ہے، ایسا ہی مختار الفتاوٰی میں ہے۔ وقف خصاف میں ہے جب اپنی زمین کو مسجد کیا اور مسجد تعمیر کی اور لوگوں کو گواہ کرلیا کہ اس کا باطل کرنا اور بیچنا مجھے جائز ہوگا تو یہ شرط باطل ہے اور وہ مسجد ہوجائیگی اسی طرح اگر مسجد کسی محلہ والوں کے لئے بنائی اور کہا کہ میں نے خاص اس محلہ والوں کے لئے اسے مسجد کیا تو یہ شرط بھی باطل ہے اور وہ عام مسجد ہوجائیگی ہر شخص کو اس میں نماز کا اختیار ہوگا اگرچہ وہ غیر محلہ کا ہو۔ ذخیرہ میں یونہی ہے۔

اور جب وہ دیوار مسجد کی ہے خود بیان کرنے والا کہہ رہا ہے کہ مسجد کی دیوار پر کڑیاں رکھیں اور اس دیوار پر مسجد کے دو منارے ہونا روشن دلیل ہے کہ وہ مسجد کی دیوار ہے تو اس دیوار کے وقف و مسجد ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے، بانیِ مسجد کو حرام تھا کہ مسجد کی دیوار پر اپنی کڑیاں رکھے، یوں ہی اس وارث نے جو تصرفات مذکورہ کئے سب حرام ہیں اور واجب ہے کہ کڑیاں اتار دی جائیں اور ٹین جدا کردیا جائے، مسجد کی

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۵۷-۵۸

Marfat.com

دیوار ان تصرفات سے پاک کر دی جائے۔ درمختار مطبع قسطنطنیہ جلد ۳ ص ۵۷۳ میں ہے:

لو بنی فوقه بیتا للامام لا یضر لانه من المصالح اما لو تمت المسجدیة ثم اراد البناء منع ولو قال عنیت ذلک لم یصدق تاتارخانیة فاذا کان هذا فی الواقف فکیف بغیره فیجب هدمه ولو علی جدار المسجد[1]

یعنی اگر مسجد کی چھت پر امام کے لئے گھر بنایا تو نقصان نہیں کہ یہ بھی مصالح مسجد سے ہے مگر مسجد پوری ہونے کے بعد اگر امام کے لئے بھی گھر بنانا چاہے گا نہ بنانے دیں گے اور اگر کہے گا میری پہلے سے یہی نیت تھی جب بھی نہ مانیں گے۔ تاتارخانیہ میں ہے تو جب یہ حکم خود بانیٔ مسجد پر ہے تو دوسرے کا کیا ذکر، تو اس کا ڈھا دینا واجب ہے اگرچہ مسجد کی فقط دیوار ہی پر کچھ بنایا ہو۔

بحرالرائق مطبع مصر جلد ۵ ص ۲۷۱ میں ہے:

اذا کان هذا فی الواقف فکیف بغیره فمن بنی بیتا علی جدار المسجد وجب هدمه[2]

یعنی جب خود بانیٔ مسجد کو ممانعت ہے تو غیر بانی کیا چیز ہے تو جو شخص مسجد کی دیوار پر کوئی عمارت بنائے اس کا ڈھا دینا واجب ہے۔

ردالمحتار مطبع استنبول جلد ۳ ص ۵۷۳ میں ہے:

نقل فی البحر قبله ولا یوضع الجذع علی جدار المسجد وان کان من اوقافه اھ قلت وبه علم حکم ما یصنعه بعض جیران المسجد من وضع جذوع علی جداره فانه لا یحل ولو دفع الاجرة[3]۔

یعنی بحرالرائق میں اس سے پہلے نقل فرمایا ہے کہ مسجد کی دیوار پر کڑی نہ رکھی جائے اگرچہ وہ کڑی خود مسجد ہی کی کسی وقفی مکان کی ہو اور یہیں سے معلوم ہوا کہ مسجد کے زیرِ سایہ رہنے والے بعض لوگ جو مسجد کی دیوار پر کڑیاں رکھ لیتے ہیں یہ حرام ہے اگرچہ وہ کرایہ بھی دیں جب بھی اجازت نہیں ہو سکتی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] درمختار | کتاب الوقف | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۳۷۹
[2] بحرالرائق | " | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۵/۲۵۱
[3] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۳/۲۷۱

Marfat.com

مسئلہ ۱۵۹: مسئولہ مولوی صلاح الدین صاحب عرف حاجی دادا ساکن ضلع پشاور ۲۱ صفر ۱۳۳۰ھ

مسجد میں درخت بونا جائز ہے یا نہیں؟ اگر بولیا گیا تو وہ کس کی ملک شمار ہوگا؟

الجواب

مسجد میں درخت بونا ناجائز ہے اگرچہ مسجد وسیع ہو اگرچہ درخت پھلدار ہو (سوا اس ضرورت کے کہ زمینِ مسجد سخت نمناک ہو جس کے باعث اس کی عمارت کو ضرر پہنچے ستون نہ ٹھہریں یا دیواریں پھُولیں اس لئے بوئے جائیں کہ اُن کی جڑیں پھیل کر رطوبت کو جذب کرلیں)، خلاصہ میں ہے:

غرس الاشجار فی المسجد لاباس بہ اذا کان فیہ نفع للمسجد بان کان المسجد ذانز والاسطوانات لاتستقر بدونہا وبدون ھذا لایجوز[1] اھ ولفظ الامام ظھیرالدین بعد ذکر الحاجۃ المذکورۃ فحینئذ یجوز والافلا[2] اھ قال فی منحۃ الخالق قولہ والافلا دلیل علی انہ لایجوز احداث الغرس فی المسجد ولا ابقاؤہ فیہ لغیر ذلک العذر ولوکان المسجد واسعا، ولو قصد بہ الاستغلال للمسجد[3] الخ۔

مسجد میں درخت لگانا جائز ہے جبکہ مسجد کے نفع کے لئے ہو جیسے زمینِ مسجد نمناک ہو اور درختوں کے بغیر اس کے ستون قرار نہ پکڑتے ہوں اور اس ضرورت کے بغیر درخت لگانا ناجائز ہیں اھ حاجت مذکور کے ذکر کرنے کے بعد امام ظہیرالدین نے یُوں فرمایا کہ اگر یہ حاجت ہو تو جائز ورنہ ناجائز اھ منحۃ الخالق میں فرمایا کہ امام ظہیرالدین کا قول والّا لا (ورنہ ناجائز ہے) یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عذر مذکور کے بغیر مسجد میں ابتداءً درخت لگانا بھی ناجائز اور لگے ہوئے درختوں کو باقی رکھنا بھی ناجائز ہے اگرچہ مسجد وسیع ہو اور اگرچہ اس سے مسجد کے لئے کرایہ لینا مقصود ہو الخ (ت)

ہاں اگر درخت مسجد کے مسجد ہونے سے پہلے رکھا گیا تو عدم جواز مذکور کے تحت میں داخل نہیں کہ اس تقدیر پر یہ درخت مسجد میں نہ بویا گیا بلکہ مسجد زمینِ درخت میں بنائی گئی اس صورت میں اگر درخت بونے والا وہی مالک زمین و بانی مسجد ہے تو درخت مسجد پر وقف ہوگا نہ کسی شخص کی ملک،

فی ردالمحتار یدخل فی وقف الارض — ردالمحتار میں ہے زمین کے وقف میں وہ درخت اور

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الصلوٰۃ الفصل السادس والعشرون فی المسجد مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۲۲۸

[2] بحرالرائق بحوالہ الظھیریۃ کتاب الصلوٰۃ فصل لما فرغ من بیان الکراہۃ فی الصلوٰۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۵

[3] منحۃ الخالق علی البحرالرائق 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

Marfat.com

مافیہا من الشجر والبناء الخ[۱] — عمارت بھی داخل ہوگی جو اس زمین موقوفہ میں ہے۔ (ت)

اور اگر درخت دوسرے کا ہے تو اس کی اجازت پر موقوف رہے گا اگر مسجد پر اس کا وقف تسلیم کرلے گا تو وقف ہوجائے گا ورنہ تفریغ مسجد کا حکم کیا جائے گا۔ رہا یہ کہ مسجد میں درخت بویا علماء نے فرمایا کہ درخت مسجد کے لئے ہوگا۔ ردالمحتار میں خانیہ سے ہے:

لو غرس فی المسجد یکون للمسجد لانہ لایغرس فیہ لنفسہ[۲] — اگر کسی نے مسجد میں درخت بویا تو وہ مسجد کا ہی ہوگا کیونکہ وہ اپنے لئے نہیں ہوسکتا۔ (ت)

ہندیہ میں ظہیریہ سے ہے:

اذا غرس شجرا فی المسجد فالشجر للمسجد[۳] — جب کسی نے مسجد میں درخت لگایا تو وہ درخت مسجد کے لئے ہوگا (ت)

اسی میں محیط سے ہے:

سئل نجم الدین عن رجل غرس فالۃ فی مسجد فکبرت بعد سنین فاراد متولی المسجد ان یصرف ھذہ الشجرۃ الی عمارۃ بئر فی ھذہ السکۃ والغارس یقول ھی لی فانی ماوقفتہا علی المسجد، قال الظاھر ان الغارس جعلہا للمسجد فلایجوز صرفہا الی البئر ولایجوز للغارس صرفہا الی حاجۃ نفسہ[۴] — نجم الدین سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے مسجد میں پودا لگایا جو چند برس میں بڑا درخت بن گیا، متولی مسجد کا ارادہ ہے کہ وہ اس درخت کو اسی کوچہ کے کنویں کی تعمیر میں صرف کرے، اور درخت لگانے والا کہتا ہے کہ یہ میرا ہے کیونکہ میں نے اس کو مسجد پر وقف نہیں کیا، تو امام نجم الدین نے فرمایا ظاہر یہ ہے کہ اگر درخت بونے والے نے مسجد کے لئے بویا تھا تو اس کو کنویں کی تعمیر میں صرف کرنا جائز نہیں اور نہ ہی بونے والا اپنی ضرورت میں اس کو صرف کرسکتا ہے۔ (ت)

---

۱ ردالمحتار کتاب الوقف داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۷۳
۲ " کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ " " " " ۳/ ۴۲۹
۳ فتاوٰی ہندیہ " الباب الثانی عشر فی الرباطات والمقابر نوری کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۷۴
۴ " " " " " " " " " ۲/ ۴۷۷

Marfat.com

درمختار میں ہے :

لوغرس فی المسجد اشجارا تثمر ان غرسها للسبیل فلکل مسلم الاکل والا فتباع لمصالح المسجد[1]۔

واقف نے مسجد میں پھلدار درخت بوئے اگر تو اس نے فی سبیل اللہ وقف کے طور پر بوئے ہیں تو ہر مسلمان کو پھل کھانا جائز ہے ورنہ ان پھلوں کو مصالح مسجد کے لئے فروخت کیا جائے گا (ت)

ردالمحتار میں ہے :

ای وان لم یغرسها للسبیل بان غرسها للمسجد اولم یعلم غرضه بحر عن الحاوی[2]۔

یعنی اگر اس نے فی سبیل اللہ وقف کے طور پر نہیں بوئے بایں طور کہ مسجد کے لئے ان کو بویا ہے یا اس کی غرض معلوم نہیں ہوسکی، بحر بحوالہ حاوی (ت)

اصل یہ ہے کہ بنا یا غرس زمین وقف میں اگر متولی کرے تو مطلقاً وقف کے لئے ہے مگر یہ کہ اپنے ذاتی مال سے کرے اور بنا و غرس سے پہلے گواہ کرلے کہ اپنے نفس کے لئے کرتا ہوں یا یہ کہ متولی خود واقف ہو اور وقف کے لئے اس کی نیت نہ کرے اور مسجد میں بونا دلالۃً مسجد کے لئے بونا ہے کہ کوئی مسجد میں اپنے لئے نہیں بوتا، یہ اُس فرع کی تاصیل ہے، درمختار میں ہے :

المتولی بناؤہ وغرسه للوقف مالم یشهد انه لنفسه قبله[3]۔

متولی کا زمین وقف میں عمارت بنانا یا درخت لگانا وقف کے لئے ہی ہوگا جب تک وہ عمارت بنانے یا درخت لگانے سے قبل اس پر گواہ نہ قائم کردے کہ میں اپنی ذات کے لئے کر رہا ہوں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

ان کان البانی المتولی بمال الوقف فوقف، سواء بناہ للوقف او لنفسه او اطلق وان من ماله للوقف او اطلق فوقف، الا اذا کان

عمارت بنانے والا اگر خود متولی ہو اور مال وقف سے بنائے تو وہ وقف کے لئے ہے چاہے وقف کیلئے بنائے یا اپنے لئے بنائے یا مطلق رکھے، اور اگر اپنے مال سے وقف کے لئے بنائے یا مطلق رکھے

---

[1] درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۹۰

[2] ردالمحتار " " " " " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۴۱۵

[3] درمختار " " " " " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۹۳

Marfat.com

هوالواقف واطلق فهوله کما فی الذخیرة وان من ماله لنفسه واشهدانه له فهوله کما فی القنیة والمجتبٰی وان لم یکن متولیا فان بنی باذن المتولی لیرجع فوقف، والا فان بنی للوقف فوقف، وان لنفسه اواطلق فله رفعه ان لم یضر[1]

تب بھی وقف کے لئے ہوگی ہاں اگروُہ خود واقف ہو اور مطلق رکھے تو وُہ اس کے اپنے لئے ہوگی (ذخیرہ) اور اگر اس نے اپنے مال سے اپنی ذات کے لئے عمارت بنائی اور اس پر گواہ بھی قائم کرلئے کہ اپنی ذات کے لئے بنارہا ہوں تو وہ اسی کی ہوگی جیسا کہ قنیہ ومجتبٰی میں ہے۔ اگر بانی خود متولی نہ ہو تو اگر اس نے متولی کی اجازت سے عمارت بنائی تاکہ متولی سے خرچہ کا رجوع کرسکے تو وہ وقف کے لئے ہے ورنہ اگر وقف کے لئے بنائی تو پھر بھی وقف ہے اور اگر اپنے لئے بنائی یا مطلق رکھی تو اس کو اٹھانے کا اختیار ہے جبکہ وقف کو نقصان نہ پہنچے (ت)

اشباہ میں ہے:

وان اضرفهو المضیع لماله فلیتربص الٰی خلاصه[2]

اور اگر اس کو اٹھالیجانے میں وقف کو نقصان ہے تو نہ اٹھانے دیں گے کیونکہ اس نے اپنا مال خود ضائع کیا اب وہ انتظار کرے یہاں تک کہ وہ عمارت وقف سے خلاص ہوجائے۔ (ت)

اقول مگر یہ بنا و غرس جائز میں ہے ناجائز کے لئے حکم ہدم و قلع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس لعرق ظالم حق[3] (عرق ظالم کا کوئی حق نہیں۔ ت)

درمختار میں ہے:

لو بنی فوقه بیتا للامام لایضر لانه من المصالح امالو تمت المسجدیة

اگر واقف نے مسجد کے اوپر امام کا حجرہ بنادیا تو جائز ہے کیونکہ یہ مصالح مسجد میں سے ہے لیکن تمام

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۴۲۹

[2] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الوقف ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۳۰۲-۳۰۳

[3] صحیح البخاری کتاب الحرث والمزارعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۱۴

سنن ابوداؤد کتاب باب احیاء الموات آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۸۱

السنن الکبرٰی کتاب الغصب باب لیس لعرق ظالم حق دار صادر بیروت ۶/ ۹۹

Marfat.com

ثم اراد البناء منع، ولو قال عنیت ذٰلك لم یصدق تاتارخانیۃ، فاذاکان ھذا فی الواقف فکیف بغیرہ، فیجب ھدمہ ولو علی جدار المسجد[1]۔

مسجدیت کے بعد اگر وہ ایسا کرنا چاہے تو اسے روکا جائے گا اگرچہ وُہ کہے کہ میرا شروع سے یہ ارادہ تھا تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی، تاتارخانیہ۔ جب خود واقف کا یہ حکم ہے تو غیر واقف کو کیسے اجازت ہوسکتی ہے لہٰذا ایسی عمارت کو گرا دینا واجب ہے اگرچہ وُہ مسجد کی دیوار پر ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فی فتاوٰی قاری الھدایۃ استاجر دارا وقفا وجعلھا طاحونا ان لم یکن انفع ولا اکثر ریعا الزم بھدم ماصنع[2] اھ مختصرًا۔

فتاوٰی قاری الہدایۃ میں ہے کہ ایک شخص نے مکانِ وقف کو کرایہ پر لے کر اس میں آٹا پیسنے کی چکّی بنا دی اگر وہ وقف کے لئے زیادہ نفع وخوبی کا حامل نہیں تو جو کچھ اس نے بنایا اس کو گرانے پر مجبور کیا جائے گا اھ مختصرًا (ت)

اور ہم بیان کرچکے کہ بلاضرورت مذکورہ مسجد میں پیڑ بونا جائز نہیں لشغلہ موضع الصلوۃ ولتشبیہ البیع والکنائس (کیونکہ اس طرح نماز کی جگہ بھی مشغول ہوگی اور گرجا اور کلیسا سے مشابہت بھی ہوگی۔ ت) اور یہ کہ اس کا باقی رکھنا جائز نہیں تو یہ فروع خانیہ صورتِ جواز پر محمول ہوں گی،

الا تری انہ ممنوع والوقف قربۃ وانہ مقلوع والوقف مؤبد فذلك برھانان انہ لایکون للمسجد۔

کیا تو نہیں دیکھتا کہ وہ ممنوع ہے جبکہ وقف عبادت ہے اور اس کو اکھاڑنا لازم، جبکہ وقف کو ہمیشہ باقی رکھنا لازم ہے، یہ دونوں دلیلیں ہیں اس پر کہ وہ مسجد کے لئے نہیں (ت)

اور فرع مذکور بحر وحاوی و درمختار فنائے مسجد میں غرس پر بھی محمول ہوسکتی ہے اور اگر ثابت ہو کہ فنائے مسجد میں بونا بھی دلالۃً مسجد میں بونا بتاتا ہے تو جملہ فروع مذکورہ کا یہ دوسرا عمدہ محل ہے ھذا ماظھرلی (یہ ہے جو میرے لئے ظاہر ہُوا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] درمختار | کتاب الوقف | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۳۷۹
[2] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۳/ ۴۲۲

Marfat.com

مسئلہ ۱۶۰ از میرٹھ ۸ جمادی الآخر ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک رنڈی نے اپنے پیشہ کے ذریعہ سے کچھ دکانیں خریدیں، چند روز کے بعد وُہ رنڈی مرگئی، بعد مرنے کے وہ دکانیں وراثۃً اس کی بہن کو پہنچیں جو اپنے پیشہ سے تائب اور کسی کے نکاح میں ہے، اب اس کی بہن اپنی طرف سے اُس جائداد کو جو وراثۃً اس کو ملی ہے کسی مسجد کے نام وقف کرنا چاہتی ہے اس صورت میں مہتمانِ مسجد کو ان دکانوں کا لینا اور اُن کے کرایہ سے مسجد کے مصارف میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جبکہ وُہ دکانیں بعینہا رنڈی کو اُجرتِ زنا یا غنا میں نہ ملی تھیں بلکہ اس نے خریدکیں، اگرچہ خریداری اسی زرِ خبیث سے ہو، تو ازانجا کہ عامہ عقود رائجہ میں یہ قاعدہ نہیں کہ روپیہ دکھا کر کہا جاتا ہو اس روپے کے عوض بیع کرے یا خریدے بلکہ مطلق بیع ہوتی ہے تو عقد و نقد زرِ حرام پر جمع نہیں ہوتی اور مذہب کرخی مفتی بہ پر ایسی حالت میں اس شئے مشترٰی میں خباثت بھی نہیں آتی، تو وہ دکانیں خود اس رنڈی کے لئے اس صورت میں حرام نہ ہوں گی نہ کہ بعد انتقالِ وراثت۔ لہذا وقف مذکور نہ فقط صحیح بلکہ جائز و مورثِ ثواب ہوگا اور متولیوں کو اُن کا لینا اور اُن کا کرایہ مسجد میں صرف و خرچ کرنا ہر طرح جائز ہوگا،

والمسئلۃ قد فصلناھا فی فتاونا ثم ان کان خبث بالاجتماع لوفرض لم یکن فیہ الا کراھۃ والوراثۃ ناقلۃ والوقف اخراج عن الملك والابحاث طویلۃ الاذیال وانما یفتی فی الوقف بما ھو انفع لہ کیف والصحۃ لاشك فیھا قطعا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اس مسئلہ کو ہم نے اپنے فتاوٰی میں مفصل بیان کردیا ہے، پھر اگر بالفرض عقد و نقد کے اجتماع سے خبث آئے بھی تو اس میں صرف کراہت آئے گی جبکہ وراثت نقل کرنے والی اور وقف ملک سے اخراج کا نام ہے اور اس میں طویل مباحث ہیں، اور بلاشبہ وقف میں فتوٰی اسی پر ہوتا ہے جو اس کے لئے زیادہ نفع بخش ہو تو یہاں کیونکر ایسا نہ ہوگا جبکہ اس کی صحت میں قطعاً شک نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۶۱ از موضع ملکی پور تھانہ کٹرہ ضلع شاہجہانپور مسئولہ جملہ مسلمانان موضع ۱۵ جمادی الآخر ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو عیدگاہ موضع ملکی پور میں ہے وہ بہت چھوٹی ہے اور عیدین میں بفضلہ تعالٰی اس قدر مسلمان جمع ہو جاتے ہیں کہ نماز پڑھنے اور کھڑے ہونے کی

Marfat.com

جگہ نہیں رہتی عیدگاہ سے باہر نماز کے واسطے کھڑے ہوتے ہیں اور عیدگاہ قبرستان میں واقع ہے اگر یہاں وسعت دی جائے تو قبریں اندر آنے کا احتمال ہے اور جگہ بھی تحفظ کی نہیں ہے، مولیشی وغیرہ پیشاب وغیرہ کرتے ہیں، ایسی حالت میں عیدگاہ قدیمی چھوڑ کر دوسری جگہ اگر بہت بلند ہے اور فضا کی جگہ ہے اور ہر قسم کا تحفظ ہے، مولیشی وغیرہ بھی وہاں نہیں جاسکتے، وسعت دے کر تعمیر کرائی جائے یا نہیں؟ اور عیدگاہ قدیمی میں بحالت چھوڑنے قبرستان بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ از روئے شرع شریف معزز و ممتاز فرمائیے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بیانِ سائل سے معلوم ہُوا کہ یہ موضع ایک گاؤں ہے، اور ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مذہب میں گاؤں میں عیدین جائز نہیں تو وہاں عیدگاہ وقف نہیں ہوسکتی کہ محض بے حاجت و بے قربت بلکہ مخالف قربت ہے، تو وہ زمین و عمارت ملکِ بانیان ہیں اُنھیں اختیار ہے اُس میں جو چاہیں کریں خواہ اپنا مکان بنائیں یا زراعت کریں یا قبرستان کرائیں اور اب وہاں دوسری عیدگاہ بنائیں گے اس کی بھی یہی حالت ہوگی۔ درمختار میں ہے:

فی القنیۃ صلٰوۃ العید فی القری تکرہ تحریما ای اشتغال بما لایصح[1]	قنیہ میں ہے کہ گاؤں میں نمازِ عید مکروہِ تحریمی ہے یعنی ایسی چیز میں مشغول ہونا ہے جو صحیح نہیں (ت)

اُسی کی کتاب الوقف میں ہے:

شرطہ ان یکون قربۃ فی ذاتہ[2]	شرطِ وقف یہ ہے کہ وہ اپنی ذات کے اعتبار سے قربتِ مقصودہ ہو (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۲ از اسکول بنام اسلامی مرسلہ مولوی یعقوب علی ۲۳ جمادی الآخر ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا پیشہ ڈھولک فروخت کرنے کا ہے، مڑھے ہوئے اور بغیر مڑھے ہوئے دونوں قسم کے ڈھولک فروخت کرتا ہے۔ عمرو کا پیشہ حکمت طبابت بید حکیمی کا کرتا ہے اور قمار بازی بھی کرتا ہے اور دھوکا دہی کرکے مریضوں سے روپیہ لیتا ہے۔ زید و عمرو یہ لوگ کچھ روپیہ مسجد کی مرمت یا مسجد بنوانے میں دیں تو ان کا روپیہ لے کر مسجد میں صرف کیا جائے

---

[1] درمختار باب العیدین مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۴

[2] ؍؍ کتاب الوقف ؍؍ ۱/۳۰۰

Marfat.com

یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جب تک ہمیں معلوم نہ ہو کہ یہ خاص روپیہ جو ہم کو دیتا ہے وجہ حرام سے ہے اس کا لینا اور مسجد میں صرف کرنا جائز ہے کچھ حرج نہیں،

بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ[1] کما فی الھندیۃ عن الذخیرۃ عن الامام محمد۔ واللہ تعالٰی اعلم

اور ہم اسی کو قبول کرتے ہیں جب تک کہ کسی معین شئے کے حرام ہونے کا ہمیں علم نہ ہو، جیسا کہ ہندیہ میں بحوالہ ذخیرہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۶۳ تا ۱۶۵ از شمس آباد ضلع کیمل پور پنجاب علاقہ مرسلہ مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب ۸ رجب مرجب ۱۳۳۱ھ

الاستفتاء۔ فی حضرت مجدد المائۃ الحاضرۃ الفاضل البریلوی غوث الانام مجمع العلم والحلم والاحترام امام العلماء ومقدام الفضلاء لازال بالافادۃ والافاضۃ والعز والاکرام! کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید ایک مسجد کا امام تھا بعد اُس کی موت کے اُس کا برادرِ حقیقی ایک مدّت تک امام رہا جب وہ بھی انتقال کر گیا تو زید کا بیٹا بکر امام ہوا مگر چونکہ وُہ دوسری مسجد میں امامت کرتا تھا اس مسجد میں اُس نے برضائے مقتدیان اپنا خلیفہ مقرر کیا اور اُس کے لئے معلومات امامت سے ایک شئے قلیل مقرر کی اور باقی کا خود لینا ٹھہرایا چنانچہ کئی برس تک جو خلیفہ یکے بعد دیگرے آیا اسی شرط کا پابند رہا یہاں تک کہ خالد نام مولوی زید کے شاگرد علم دینی نے اپنے استاذزادے بکر سے کہا کہ مجھ کو اس مسجد میں آپ امام مقرر کیجئے میں آپ کا خلیفہ رہوں گا اور آپ کے وظائف مقررہ معہودہ میں کوئی نقصان نہ کروں گا پس بکر نے خالد کو اس اقرار پر خلیفہ مقرر کیا اور تخمیناً سترہ اٹھارہ برس تک خالد یہ پابندی شرط مذکور امامت کرتا رہا اور امور مقررہ میں کبھی چُون وچرا نہ کی، اب چونکہ بکر کا بیٹا بالغ ہوگیا ہے اور علمِ امامت سے بہرہ مند ہے لہذا بکر خالد کو برطرف کرکے اپنے بیٹے کو امام کرنا چاہتا ہے اور ابتدائے تقرر خالد کے وقت خالد نے تسلیم کر لیا تھا کہ آپ کے بیٹے جب بالغ قابلِ امامت ہوں یا اور کسی امر سے جب کبھی آپ مجھ کو موقوف کر دیں گے تو مثل خلفائے سابقین کے مجھ کو عذر نہ ہوگا، اب خالد اپنے اقرار سے فرار کرکے کہتا ہے کہ میں تمہارا کوئی خلیفہ نہیں کیونکہ جب میں نمازِ فرض وتراویح وعید وغیرہ خدماتِ مسجد مراعاتِ اہل محلہ ختم دعا و درود سب بذاتِ خود کرتا رہا تو میں امام مستقل ہوگیا تم کو میرے عزل کا کوئی اختیار

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر فی الھدایا والضیافات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۲

Marfat.com

نہیں اور قبل ہی ...... نے تم کو دیا یا لینے دیا وہ شرم وحیا کی وجہ سے تھا ورنہ تمھارا کوئی استحقاق نہیں ہے کہ امامت تو میں کراؤں اور منافع تم لو، خلافت اور اصالت کے کیا معنی۔ پس بکر نے علمائے اطراف کو جمع کیا تھا کہ خالد سے تحقیق کریں اور فہمائش کر کے اُس کو برطرف ہونے کا حکم دیں مگر خالد ذرا چالاک آدمی ہے علماء سے کبھی امامت کی تعریف کبھی خلیفہ کے معنی کبھی وظیفۂ امامت کا معنیٰ دریافت کرتا ہے۔ کبھی کہتا ہے کہ امام کی تعریف میرے پر صادق آتی ہے یا کہ بکر پر۔ غرض کہ ایسی باتوں میں وقت ٹال دیتا ہے، یہاں کے علماء کو یہ مسئلہ مصرح طور پر اور مفصل کسی کتاب میں نہیں ملتا اور ایسی طاقت نہیں کہ اجزائے مسئلہ کو ابوابِ مختلفہ ونظائر متفقہ سے استنباط کر کے فیصلہ کریں، چونکہ حضور پُر نور بفضلہ تعالیٰ مذہب مہذب حنفی کے بلکہ جمیع مذاہب حقہ کے مجتہد ہیں اور موافق ومخالف سب کے مسلّم ہیں لہٰذا التماس کہ خالد باوجود دینے وظائف امامت کے بکر کو بہ اقرارِ خلافت سولہ سترہ برس تک مثل خلفائے پیشیں کے شرعاً مستقل امام متصور ہوگا۔ حالانکہ مقتدی لوگ کل سوائے دو چار آدمیوں کے خالد کے اس فرار عن الاقرار سے سخت ناخوش ہیں یا مثل خلفائے پیشیں کے خالد بھی خلیفہ ہی ہوگا، واضح ہو کہ اس ملک میں کئی جگہ دستور ہے کہ ایک شخص ایک مسجد کا امام ہوتا ہے اور باقی مساجد میں خود امامت کا مباشر تو نہیں ہوتا مگر ایسا تصرف رکھتا ہے کہ اُن مساجد کے عمدہ عمدہ منافع خود لے لیا کرتا ہے اور معمولی قسم کی آمدنی خلیفہ کو دیا کرتا ہے اور چاہتا ہے تو اُسے موقوف کر دیتا ہے اور دوسرا اس کی جگہ قائم کر دیتا ہے اور چونکہ اول ہی سے یہ بات قرارداد بین الاصل والخلیفہ ہوا کرتی ہے اور مقتدی لوگ بکر کے اس تصرف پر کسی طرح کے معترض نہیں ہوتے، کچہری انگریزی میں بھی ایک آدھ مقدمہ اس امر کا کیا گیا جس میں اصل ہی کامیاب ہوا۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہ مسئلہ تین مسائل پر مشتمل، **اول** آیا امام دوسرے کو اپنا نائب مقرر کرسکتا ہے؟

دوم اگر کرسکتا ہے تو وظائفِ امامت کا مستحق وہ اصل ہوگا اور نائب صرف اسی قدر لے سکے گا جو اصل نے اس کے لئے بتایا یا از انجا کہ فعل وخدمات امامت یہ نائب بجالاتا ہے، یہی جملہ معلومات کا مستحق ہوگا اور اصل معزول سمجھا جائے گا۔

سوم اگر اصل معزول نہیں بلکہ وہی اصل امام اور یہ اس کا مقرر کیا ہوا نائب ہے تو آیا امام اصل کو اس نائب کے معزول کر دینے اور اس کی جگہ دوسرا نائب مقرر کرنے کا اختیار ہے یا نہیں؟ بحمد اللہ یہ تینوں مسائل واضح ومصرح ہیں۔

مسئلہ اُولیٰ ہاں امام دوسرے کو اپنا نائب مقرر کرسکتا ہے، فتاوٰی خلاصہ میں ہے:

Marfat.com

الامام یجوز استخلافه بلا اذن بخلاف القاضی وعلی ھذا لاتکون وظیفته شاغرة وتصح النیابة۔[1]

امام کے لئے بلااجازت نائب مقرر کرنا جائز ہے بخلاف قاضی کے، اسی بنیاد پر اس کا وظیفہ غیرمعتر رہتا ہے اور نیابت صحیح ہے (ت)

مسئلہ ثانیہ وظائف امامت کا مستحق اصل ہوگا اور نائب صرف اس قدر لے سکے گا جو اصل نے اس کے لئے معیّن کیا۔ فتاوٰی خیریہ میں ہے:

یجب العمل بما علیه الناس وخصوصا مع العذر، وعلی ذٰلك جمیع المعلوم للمستنیب ولیس للنائب الا الاجرة التی استأجرہ بھا۔[2]

اس پر عمل واجب ہے جو لوگوں میں معروف ہے خصوصاً عذر کی صورت میں، لہذا تمام معلومات اصل امام کے لئے ہوں گے نائب کے لئے فقط اتنی ہی اجرت ہوگی جس پر اصل نے اس کو رکھا ہے۔ (ت)

مسئلہ ثالثہ صورتِ مذکورہ میں وہ نائب جبکہ اُس کے لئے اصل کچھ مقرر کرے اصل کا اجیر ہوتا ہے پھر اگر وُہ اجرت معینہ ہے تو اجارہ صحیحہ ورنہ فاسدہ، اور اگر کچھ مقرر نہ کرے نہ نصًّا نہ عرفًا، تو اجیر بھی نہیں محض بیگاری ہوتا ہے، صورت اخیرہ میں تو ظاہر ہے کہ نائب کوئی استحقاق اصلاً نہیں رکھتا اس کا کام اصل کی طرف سے ایک مفت استخدام تھا اصل جس وقت چاہے اُسے منع کرسکتا ہے نہ اس صورت میں وہ کسی معاوضہ کا مستحق ہوتا ہے، ایسی ہی صورت پر قنیہ میں ہے:

ان النائب لایستحق شیئا من الوقف لان الاستحقاق بالتقریر ولم یوجد۔[3]

بیشک نائب وقف میں سے کسی شئی کا مستحق نہیں ہوتا کیونکہ استحقاق تو مقرر کرنے سے ہوتا ہے جو پایا نہیں گیا۔ (ت)

اور صورت سابقہ میں وہ نائب اجیر ہے، بحرالرائق میں ہے: النائب وکیل بالاجرۃ[4] (نائب وکیل

---

[1] ردالمحتار بحوالہ خلاصہ کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۴۰۸

[2] فتاوٰی خیریہ " " کتاب الوقف دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۵۱

[3] ردالمحتار بحوالہ القنیۃ کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۴۰۸
العقود الدریۃ بحوالہ بحرالرائق کتاب الوقف الباب الثالث ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/ ۲۲۵

[4] بحرالرائق " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۲۳۱

Marfat.com

بالاجرۃ ہوتا ہے۔ت) پس صورت ثانیہ میں کہ اجارہ فاسد ہے آپ ہی ہر وقت اختیارِ فسخ ہونا درکنار خود وجوب فسخ ہے کہ اجارہ فاسدہ معصیت ہے اور معصیت کا ازالہ فرض، یہاں تک کہ اصل و نائب باہم فسخ نہ کریں تو حاکم پر فرض ہے کہ جبرًا اسے فسخ کردے کما عرف ذٰلك فی البیوع (جیسا کہ بیوع میں معلوم ہوچکا ہے۔ت) درمختار میں ہے:

ولذا لایشترط فیہ قضاء قاض لان الواجب شرعا لایحتاج للقضاء[1] درر۔

اسی واسطے اس میں قضاء قاضی شرط نہیں کیونکہ جو شرعًا واجب ہو وہ قضاء کا محتاج نہیں ہوتا، درر۔ (ت)

اور صورت اولٰی میں جبکہ عام رواج یہی ہے کہ کوئی مدتِ اجارہ معین نہیں کی جاتی کہ سال بھر کیلئے تجھے امام کیا یا چھ مہینے کے لئے بلکہ صرف امامت اور اس کے مقابل ماہوار اتنا پانے کا بیان ہوتا ہے تو اجارہ صرف پہلے مہینے کے لئے صحیح ہوا اور ہر سرِ ماہ اجیر و مستاجر ہر ایک کو دوسرے کے سامنے اس کے فسخ کردینے کا اختیار رہتا ہے۔ درمختار میں ہے:

اجرحانوتا کل شھر بکذا اصح فی واحد فقط وفسد فی الباقی لجہالتہا واذا مضی الشھر فلکل فسخہا بشرط حضور الاخر لانتہاء العقد الصحیح[2]۔

دکان کرایہ پر دی کہ ہر ماہ اتنا کرایہ ہوگا تو فقط ایک ماہ کے لئے اجارہ صحیح ہوا باقی مہینوں میں بسبب جہالت کے فاسد ہے اور جب مہینہ پورا ہوگیا تو دونوں میں سے ہر ایک کو دوسرے کی موجودگی میں اجارہ فسخ کرنے کا اختیار ہے کیونکہ عقدِ صحیح ختم ہوگیا (ت)

بہرحال اصل کو ہر سرِ ماہ پر اُس نائب کے معزول کردینے اور دوسرے کو اس کی جگہ نائب کرنے کا اختیار ہے۔ مسئلہ مسئولہ سائل کا تو جواب یہ ہے اور یہاں ایک امر ضروری اللحاظ یہ ہے کہ بعض جگہ معلومات و وظائفِ امامت ایسے مقرر ہوتے ہیں جو شرعًا جائز یا صحیح نہیں اُن کا استحقاق نہ اصل کو ہوگا نہ نائب کو بلکہ صرف اجرتِ مثل کا، مگر نائب ان میں بھی اصل سے اپنے لئے منازعت نہیں کرسکتا کہ وہ اسے بھی حلال نہیں صرف اپنی اجرتِ مثل لے سکتا ہے فلیتنبہ (پس آگاہ رہنا چاہئے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] درمختار کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۸

[2] درمختار کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۷۸

Marfat.com

مسئلہ ۱۶۶ از نینی تال بڑا بازار مرسلہ فدا حسین صاحب سادہ کار ۶ رمضان مبارک ۱۳۳۱ھ

بعالیخدمت جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب! جنابِ من! یہاں مسجد نینی تال میں گیس کی لالٹین روشن کی گئی ہے خاص اندرونِ مسجد، جس وقت وہ روشن کی جاتی ہے اسپرٹ شراب ڈال کر گرم کی جاتی ہے تب وہ روشن ہوتی ہے اور ایک ہندو اُن کو جلانے کے واسطے اندر جا کر جلاتا ہے جس کے پیر دُھلائے جاتے ہیں اور ناپاکی سے اس کی کچھ مطلب نہیں، یہ کام جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

اسپرٹ شراب ہے اور شراب ناپاک ہے اور ایسی ناپاک چیز مسجد میں لیجانا منع ہے ہرگز اجازت نہیں، ولہذا فتاوٰی عالمگیری و درمختار وغیرہ معتبر کتابوں میں تصریح فرمائی کہ تیل کسی طرح ناپاک ہوگیا ہو تو مسجد میں اُسے جلانا ہرگز جائز نہیں۔ تنویر الابصار میں ہے:

یکرہ الوطئ فوقہ والبول والتغوط وادخال نجاسۃ فیہ فلایجوز الاستصباح بدھن نجس فیہ[1]

مسجد کی چھت پر وطی کرنا، پیشاب و پاخانہ کرنا اور اس میں نجاست کو داخل کرنا مکروہ ہے لہذا ایسا چراغ مسجد میں جلانا ناجائز ہے جس میں نجس تیل ڈالا گیا ہو۔ (ت)

اور کافر کا اس میں جانا بھی بے ادبی ہے کما حققناہ فی فتاوٰنا بتوفیقہ تعالٰی (جیسا کہ اللہ تعالٰی کی توفیق سے اس کی تحقیق ہم نے اپنے فتاوٰی میں کردی ہے۔ ت) وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۷ ۸ رمضان مبارک ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسمّی سالار بخش نے محلہ بانخانہ میں مسجد تعمیر کرائی اور اس کا فرش تھوڑا درست کرا کر چھوڑ دیا اور چہار دیواری وغیرہ بھی ٹھیک طور پر درست نہ کرائی، عرصہ قریب چھ سال کے گزر گیا مگر چند مرتبہ سالار بخش سے کہا گیا انھوں نے کچھ خیال نہ کیا اب اور چند لوگوں نے یہ رائے قائم کی کہ یہ مسجد ہنوز ایسی نہیں ہے کہ اس میں نماز پڑھی جائے، چنانچہ اس کو درست کریں تاکہ نماز پڑھی جائے، مسمّی سالار بخش کو یہ بات ظاہر ہوئی کہ اور لوگ اس مسجد کو درست کرانا چاہتے ہیں فوراً ان لوگوں سے یہ لفظ کہا کہ اس کو میں خود درست کراؤں گا آپ لوگ اس میں ایک حبہ نہیں لگا سکتے ہیں اور نہ میں کسی کو روپیہ لگانے دُوں گا جس وقت میرے پاس روپیہ

---

[1] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۳

Marfat.com

ہوجائیگا میں خود درست کرادوں گا، اب وہ مسجد اسی طرح پر ہے نہ توکسی کو مرمت کرانے دیتے ہیں اور نہ خود درست کراتے ہیں، امیدوار کہ بعد ملاحظہ جو کچھ حکم شرع شریف ہو تحریر فرما کر مُہر ثبت کر دی جائے۔

الجواب

اگر سالار بخش نے مسجد کی بناڈالی ہے اور ابھی یہ نہ کہا کہ میں نے اسے مسجد کردیا جب تو وہ ابھی وقف نہ ہُوئی سالار بخش کی مِلک ہے دوسروں کو اُس میں دست اندازی نہیں پہنچتی اور اگر اسے وقف کرچکا یہ کہہ چکا ہے کہ میں نے اسے مسجد کردیا جب بھی اس کے بنانے کا حق اُسی کو ہے اُسے چاہئے کہ خود بنائے ورنہ جو مسلمان بنانا چاہتے ہیں اُن کو اجازت دے اور اگر باہم راضی ہوں تو یُوں کریں کہ اُن مسلمانوں سے کہے تم بناؤ اور جو کچھ اس میں صرف ہووُہ میرے ذمّہ ہے اس کا حساب لکھتے رہو میں ادا کروں گا یوں مسجد بن بھی جائے گی اور وُہ سب مسلمان بھی اس کے بنانے کا پورا ثواب پائیں گے اور ساری مسجد اسی کے روپے سے بنے گی سب مطلب حاصل ہوجائیں گے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۸ از مارہرہ شریف سرکار خورد مرسلہ حضرت سید شاہ میاں صاحب ۹ رمضان مبارک ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہل دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد جس کا صحن مسقف ہے اور اُس سقف کے نیچے سو دوسو برس سے نماز ہوتی ہے اب اس سقف کو بالائی حصہ مسجد میں بطور صحن شامل کرلیا ہے ایسی حالت میں حسبِ مذہب اہلسنت وجماعت اُس مسقف صحن میں نماز جائز ہے یا نہیں اور حصہ زیریں جو مرتب ومسقف ہے بدستور رکھا جائے یا بھراؤ ڈال کر صحن بنالیا جائے، ایسی صورت میں کہ سقف نہ رکھی جائے اور ایک بنی بنائی عمارت مسمار کر دی جائے شرعاً خلاف ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتب و روایات جواب لکھا جائے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

سوال میں حصہ بالائی وحصہ زیریں کہنے سے ظاہر کہ مسجد دو طبقہ ہے: علو وسفل یعنی بالاخانہ و منزل زیریں۔ اور یہ الفاظ کہ ایک مسجد جس کا صحن مسقف ہے اور اس سقف کے نیچے سو دوسو برس سے نماز ہوتی ہے بظاہر اس طرف جاتے ہیں کہ سرے سے بانیِ مسجد نے طبقہ سفل کا کوئی صحن نہ رکھا بلکہ اس کے دونوں درجہ اندرونی و بیرونی مسقف ہی بنائے اور بعد کے الفاظ کہ اب اُس سقف کو بالائی حصہ مسجد میں بطورِ صحن شامل کرلیا ہے یہ بھی سقف کا حدوث نہیں بتاتے بلکہ اس کا پہلے سے ہونا اور اسے طبقہ علو کے لئے بجائے صحن قرار دینے کا حدوث۔ لیکن سفل جب اصل سے دو درجہ مسقف ہو اور درجہ اندرونی پر علو ہو تو درجہ بیرونی کی سقف خود ہی اس علو کے لئے بجائے صحن ہوگی، اب بطور صحن شامل کرلیا ہے

Marfat.com

کا کیا محصل ہوگا یہ ظاہراً حدوث سقف کی طرف ناظر ہے مگر یہ کہ اس سقف پر نماز پہلے نہ پڑھی جاتی ہو اب پڑھنے لگے بایں معنی شامل کرنے کا حدوث بتایا ہو نیز صحن کا مسقف کہنا بھی حدوث سقف کا پتا دیتا ہے کہ صحن کبھی مسقف نہیں ہوتا نہ مسقف کو صحن کہیں مگر بایں معنے کہ پہلے جو صحن تھا بعد کو مسقف کرلیا ہے، اسی طرح عبارتِ سوال کہ اُس مسقف صحن میں نماز جائز ہے یا نہیں نظر بالفاظ اُسی درجہ بیرونی منزل زیریں سے سوال ہے کہ وہی صحن مسقف ہے اور راوی نے اُسی کو اس لفظ سے تعبیر کیا بھی تھا مگر وہاں تو سو دو سو برس سے نماز ہوتی ہے اور اُس میں عدمِ جواز کا کوئی منشا بھی نہیں، ہاں سقف کو جو حصۂ بالا میں اب شامل کیا گیا اُسے صحن حادثات بتایا اور یہاں سوال کے لئے منشا بھی ہے شاید اسے مسقف بایں معنی کہا ہو کہ یہ درجۂ زیریں کی سقف کیا گیا ہے نہ یہ کہ اس پر سقف بنائی گئی بہرحال ہم ہر احتمال پر کلام کریں۔ یہ سقف اگر حادثات سے ہے بانیِ مسجد نے منزل زیریں کے سامنے صحن رکھا تھا بعدہٗ کسی نے اسے بھی مسقف کردیا، جب تو ظاہر ہے کہ اس درجہ بیرونی میں جو پہلے صحن تھا اور اب مسقف ہے عدم جواز نماز کی کوئی وجہ نہیں کہ وہ بدستور مسجد ہے سقف نے اسے مسجدیت سے خارج نہ کیا، ہاں اس سقف پر بلاضرورت نماز کی اجازت نہیں کہ سقفِ مسجد پر بے ضرورت چڑھنا ممنوع و بے ادبی ہے اور گرمی کا عذر مسموع نہ ہوگا، ہاں کثرتِ جماعت کہ طبقۂ زیریں کے دونوں درجے بھر جائیں اور لوگ باقی رہیں تو سقف پر اقامتِ نماز کی اجازت ہوگی، فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے :

الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ ولھذا اذا اشتد الحر یکرہ ان یصلوا بالجماعۃ فوقه الا اذا ضاق المسجد فحینئذ لایکرہ الصعود علی سطحه للضرورۃ[1]۔

ہر مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے یہی وجہ ہے کہ شدید گرمی کے باوجود مسجد کی چھت پر باجماعت نماز پڑھنا مکروہ ہے مگر جب مسجد نمازیوں کے لئے تنگ پڑ گئی تو مجبوراً چھت پر چڑھنا مکروہ نہیں (ت)

اور اگر یہ سقف قدیم ہے خود بانیِ مسجد ہی نے طبقۂ زیریں کے دونوں درجے مسقف بنائے تو اب نظر لازم ہے اگر ثابت اور تحقیقاً معلوم ہو کہ بانی نے اصل مسجد علو کو رکھا اور نیچے یہ دو درجے وقت ضرورت کے لئے بنادئے کہ اگر جماعت کثیر ہو تو ان میں قیام کریں تو اس صورت میں ظاہراً سقف پر نماز مطلقاً جائز ہے کہ درجۂ زیریں حسبِ نیت بانی اصل مسجد نہیں بلکہ تابع ومعین مسجد ہے اور زیر سقف تو مطلقاً جواز خود ظاہر ہے کہ وقت ضرورت کی نیت اُس کے غیر میں ممانعت نہیں کما لایخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ت) اور اگر ثابت ہو کہ بانی نے اصل مسجد طبقۂ زیریں کو کیا اور طبقۂ بالا وقت ضرورت یا وقت گرمی کے لئے بنایا یا دونوں کو اصل مسجد کیا مثلاً

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الخامس فی آداب المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۲۲

Marfat.com

اختلاف موسم کے خیال سے طبقۂ زیریں بالکل مسقف اور طبقۂ بالا مع صحن بنایا یا کچھ ثابت نہ ہو تو ان تینوں صورتوں کا حکم مثل اُس سب سے پہلی صورت حدوث سقف کے چاہئے کہ دو صورت پیشین میں تو طبقہ زیریں کا مسجد ہونا خود ہی ثابت و مراد ہے تو یہ سقف سقفِ مسجد ہُوئی اور سقفِ مسجد پر بے ضرورت صعود ممنوع، اور صورت اخیرہ میں اگرچہ نصاً ثبوت نہ ہو عرفاً ثبوت ہے کہ منازل میں منزلِ زیریں ہی اصل ہے اور بالاخانہ تابع کہ اس کا قیام اسی پر موقوف اور صحن نہ رکھنا عدم ارادۂ اصالت کا موجب نہیں جیسے صورت لحاظ مواسم میں گزرا، بالجملہ زیرِ سقف نماز پڑھنا مطلقاً جائز ہے اور چھت پر بحال ضرورت تو مطلقاً اور بلا ضرورت صرف اس صورت میں کہ بانی سے تحقیق طور پر ثابت ہو کہ مسجد صرف علو کو کیا اور اُسے تابع رکھا، باقی صورتوں میں چھت پر نماز سے احتراز ہو۔ رہا بھراؤ ڈال کر حصّہ زیریں کو نیست و نابود کر دینا یہ کسی صورت جائز نہیں جن صورتوں میں یہی مسجد یا یہ بھی مسجد ہے جب تو ظاہر کہ یہ مسجد کا اعدام اور معاذ اللہ اس وعید شدید پر اقدام ہوگا۔

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعی فی خرابھا۔[1] اس سے بڑا ظالم کون ہوسکتا ہے جو لوگوں کو مساجد میں ذکرِ الٰہی سے منع کرے اور ان کی بربادی کی کوشش کرے۔ (ت)

اور اگر نہیں تو لااقل وقف صحیح تابع مسجد ہے اور وقف کی ہیئت بدلنا تو جائز نہیں نہ کہ بالکل مسدود و مفقود کر دینا۔ عالمگیریہ میں سراج وہاج سے ہے:

لا یجوز تغییر الوقف عن ھیأتہ فلا یجعل الدار بستانا ولا الخان حماما ولا الرباط دکانا الا اذا جعل الواقف الی الناظر مایری فیہ مصلحۃ الوقف[2] اھ ھذا کلہ ماظھرلی۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

وقف کی ہیئت میں تبدیلی کرنا جائز نہیں۔ لہذا مکان کو باغ، سرائے کو حمام اور اصطبل کو دکان نہیں بنایا جائے گا ہاں اگر واقف نے خود متولی کو مصلحت وقف کے لئے تبدیلی کا اختیار دیا ہو تو جائز ہے اھ یہ تمام میرے لئے ظاہر ہوا۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۶۹: ۱۰ ذی القعدۃ الحرام ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک زمین مسجد کہ اس میں اور مسجد میں راہ وغیرہ کوئی

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۴

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الوقف الباب رابع عشر فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۹۰

Marfat.com

فاصل نہیں، کثرتِ جماعت کے وقت اس میں نماز بھی ہوتی ہے اور ویسے وضو وغیرہ ضروریات مسجد کے لئے ہے کیا متولی یا دیگر مسلمین کو یہ جائز ہے کہ اُسے مسجد سے توڑ کر شارع عام میں شامل کردیں یا بالعوض خواہ بلاعوض سڑک بنانے کے لئے دے دیں اور ایسا کرنا حقوقِ مسجد پر دست درازی کرنا ہوگا یا نہیں ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بیشک ایسا کرنا حرام قطعی اور ضرور حقوقِ مسجد پر تعدی اور وقفِ مسجد میں ناحق دست اندازی ہے شرع مطہر میں بلاشرط واقف کہ اُسی وقف کی مصلحت کے لئے ہو وقف کی ہیأت بدلنا بھی ناجائز ہے اگرچہ اصل مقصود باقی رہے تو بالکل مقصد وقف باطل کرکے ایک دوسرے کام کے لئے دینا کیونکر حلال ہوسکتا ہے۔ سراج وہاج وفتاوٰی عالمگیری وغیرہما میں ہے :

لایجوز تغییر الوقف عن هیأته فلا یجعل الدار بستانا ولا الخان حماما ولا الرباط دکانا الا اذا جعل الواقف الی الناظر مایری فیه مصلحة الوقف[1]

وقف کی ہیئت میں تبدیلی کرنا جائز نہیں، لہٰذا مکان کو باغ، سرائے کو حمام اور اصطبل کو دکان نہیں بنایا جائے گا مگر اس وقت یہ تبدیلی ناجائز نہ ہوگی جب واقف نے خود متولی کو اختیار دیا ہو کہ مصلحت وقف کے لئے جو تبدیلی بہتر سمجھیں کرلیں۔ (ت)

فتح القدیر شرح ہدایہ وغیرہ کتب میں ہے :

الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیه[2]

وقف کو اپنی حالت پر باقی رکھنا واجب ہے (ت)

خصوصًا ایسی تبدیلی جس سے خاص مسلمانوں کا حق عام آدمیوں مسلم غیر مسلم سب کے لئے ہوجائے جب وہ سڑک ہوئی تو اس میں مسلم کافر سب کا حق ہوجائے گا اور پہلے وہ صرف حقِ مسلمانان تھی تو کیونکر جائز ہو کہ مسلمانوں کا حق چھین کر عام کردیا جائے، کیا کوئی ہندو گوارا کرسکتا ہے کہ اس کے شوالے یا مندر کا کچھ حصہ توڑ کر مسلمانوں کو اس میں حقدار کردیا جائے تو عجب اُس مسلمان سے کہ اپنے دین پر ایسے ظلم کا مرتکب ہو، یا اگر کوئی مسلمان کسی زمین، مندر یا ہندو کسی زمین مسجد کے ساتھ ایسا کرے، تو گورنمنٹ اسے رو

~~[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الوقف الباب الرابع عشر فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۹۰~~

ردالمحتار	کتاب الوقف	داراحیاء التراث العربی بیروت	۳/ ۳۸۹
[2] فتح القدیر	کتاب الوقف	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	۵/ ۴۴۰

Marfat.com

رکھے گی ہرگز نہیں بلکہ ضرور اُسے اُس مسلم یا ہندو کی جبر و تعدی اور مذہبی دست اندازی قرار دے گی علی الخصوص ایسی زمین کہ اگر عین مسجد نہیں فنائے مسجد ہے۔ غنیہ میں ہے:

فناء المسجد هو المکان المتصل بہ لیس بینہ طریق[1]

فنائے مسجد وہ مکان ہے جو مسجد کے متصل ہو اور درمیان میں راستہ نہ ہو۔ (ت)

اور فنائے مسجد کی حرمت مثل مسجد ہے۔ فتاوٰی عالمگیری کتاب الوقف باب ۱۱ میں محیط امام شمس الائمہ سرخسی سے ہے:

قیم المسجد لایجوز لہ ان یبنی حوانیت فی حد المسجد او فی فنائہ لان المسجد اذا جعل حانوتا ومسکنا تسقط حرمتہ وھذا لایجوز والفناء تبع المسجد فیکون حکمہ حکم المسجد[2]

متولی کو مسجد کی حد یا مسجد کے فنار میں دکانیں بنانے کا اختیار نہیں کیونکہ مسجد کو جب دکان یا رہائش گاہ بنالیا جائے تو اس کا احترام ساقط ہوجاتا ہے جو کہ ناجائز ہے اور فنائے مسجد چونکہ مسجد کے تابع ہے لہذا اس کا حکم بھی وہی ہوگا جو مسجد کا ہے۔ (ت)

جب فنائے مسجد میں خود مصلحتِ مسجد کے لئے دکان بنانا متولیِ مسجد کو حرام اور مسجد کی بے ادبی اور اُس کی حرمت کا ساقط کرنا ہے تو فنائے مسجد کو عام سڑک کے لئے دے دینا کس درجہ سخت حرام اور مسجد کی بے حرمتی اور اس کی عظمت کا منہدم کرنا ہوگا۔ وہ جو بعض کتب میں ہے کہ ضرورت و مجبوری کے وقت مسجد کو راستہ بنانا جائز ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ بضرورت مسجد میں ہوکر دوسری طرف کو نکل جانا جائز ہے کہ مسجد میں دوسری طرف جانے کے لئے چلنا حرام ہے مگر بضرورت کہ راستہ گھرا ہوا ہے اور مسجد ہی میں سے ہوکر جاسکتا ہے جیسے موسم حج میں مسجد الحرام شریف میں واقع ہوتا ہے اس کی اجازت دی گئی ہے وہ بھی جنب یا حائض یا نفسار کو نہیں نیز گھوڑے یا بیل گاڑی کو نہیں، ہوکر نکل جانے کیلئے بھی ان کا جانا لے جانا ہرگز جائز نہیں، نہ یہ کہ معاذاللہ اُسے مسجدیت سے خارج کرکے گزرگاہِ عام کردیا جائے کہ مسلم کافر جانور پاک ناپاک سب کے لئے شارع عام ہوجائے یہ ہرگز حلال نہیں ہوسکتا۔ اشباہ والنظائر احکام المسجد میں ہے:

---

[1] غنیۃ المستملی فصل فی احکام المسجد سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۱۴

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف الباب الحادی عشر الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۶۲

Marfat.com

لایجوز اتخاذ طریق فیہ للمرور الالعذر[1]

سوائے ضرورت کے مسجد میں سے گزرنے کیلئے راستہ بنانا ناجائز ہے (ت)

اس کی شرح غمز العیون والبصائر میں ہے:

قولہ ولایجوز اتخاذ طریق فیہ للمرور یعنی بان یکون لہ بابان فاکثر فیدخل من ھذا ویخرج من ھذا[2]

ماتن کے قول کہ "مسجد سے گزرنے کے لئے راستہ بنانا ناجائز ہے" کا معنی یہ ہے کہ مسجد کے دو یا دو سے زیادہ دروازے ہوں تو ایک دروازے سے داخل ہوکر دوسرے سے نکل جائے (ت)

فتاوٰی عالمگیریہ وفتاوٰی خلاصہ میں ہے:

رجل یمر فی المسجد ویتخذ طریقا ان کان بغیر عذر لایجوز وبعذر یجوز ثم اذا جاز یصلی فی کل یوم مرۃ لا فی کل مرۃ[3]

ایک شخص مسجد سے گزرتا ہے اور اس کو راستہ بناتا ہے اگر عذر ہے تو جائز ہے بلا عذر ہے تو ناجائز ہے پھر اگر اس کو گزرنا جائز ہو تو ہر روز ایک مرتبہ اس میں نماز پڑھے نہ کہ ہر بار جب بھی گزرے (ت)

تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق للامام الزیلعی وفتاوٰی ہندیہ میں ہے:

اذا جعل فی المسجد ممرا فانہ یجوز لتعارف اھل الامصار فی الجوامع وجاز لکل واحد ان یمر فیہ حتی الکافر الا الجنب والحائض والنفساء ولیس لھم ان یدخلوا فیہ الدواب[4]

اگر مسجد میں سے کوئی حصہ مسلمانوں کے لئے عام راستہ گزرگاہ بنادیا جائے تو جائز ہے کیونکہ شہروں کے لوگوں میں جامع مسجدوں میں ایسا متعارف ہے اور ہر ایک کو اس راہ گزر سے گزرنے کی اجازت ہوگی حتی کہ کافر کو بھی، مگر جنبی اور حیض ونفاس والی عورتوں کو گزرنے کی اجازت نہیں اور لوگوں کو یہ اختیار نہیں کہ اس راستے سے اپنے جانوروں کو لے کر جائیں۔ (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی احکام المسجد ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۲۳۱

[2] غمز العیون البصائر مع الاشباہ " " " "

[3] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الصلوٰۃ الفصل السادس العشرون فی المسجد مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۲۲۹

[4] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۵۷

Marfat.com

محیط امام برہان الدین وفتاوٰی عالمگیریہ میں ہے :

ان ارادوا ان یجعلوا شیئا من المسجد طریقا للمسلمین فقد قیل لیس لھم ذٰلک وانہ صحیح[1]۔

اگر لوگوں نے ارادہ کیا کہ مسجد کا کوئی ٹکڑا مسلمانوں کے لئے گزرگاہ بنادیں تو کہا گیا ہے کہ انھیں ایسا کرنے کا اختیار نہیں، اور بیشک یہی صحیح ہے (ت)

اسی طرح فتاوٰی امام فقیہ ابواللیث پھر فتاوٰی تاتارخانیہ وغیرہا کتب معتمدہ میں ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۰: از محلہ کوٹ پرگنہ سنبھل ضلع مراد آباد مکان مولوی لئیق احمد صاحب مرسلہ مطہر حسین صاحب ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ

جلسہ چندہ واسطے مصارف خیر کے مساجد میں خصوصًا جامع مسجد میں جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

جائز ہے جبکہ چپقلش نہ ہو اور کوئی بات خلافِ ادبِ مسجد نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۱: از گونڈہ محلہ نبی گنج مکان مولوی نوازش احمد صاحب مرسلہ حافظ محمد اسحاق صاحب ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ

مسجد قدیم کہنہ کو شہید کرکے اُسی مقام پر یا کچھ فاصلہ سے ہٹ کر دوسری جگہ مسجد جدید کوئی بنوائے تو اس بارے میں شرعًا کیا حکم ہے ؟

الجواب

مسجد کو اس لئے شہید کرنا کہ وہ جگہ ترک کردیں گے اور دوسری جگہ مسجد بنائیں گے مطلقًا حرام ہے قال تعالٰی :

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا[2]۔

اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ تعالٰی کی مسجدوں میں اس کا ذکر کرنے سے روکے اور ان کی بربادی کی کوشش کرے (ت)

اور اگر اس لئے شہید کی کہ یہیں از سرِ نو اس کی تعمیر کرائے تو اگر یہ امر بے حاجت وبلا وجہ صحیح شرعی ہے

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۵۷

[2] القرآن الکریم ۲/۱۱۴

Marfat.com

تو لغو وعبث و بے حرمتیِ مسجد و تضییعِ مال ہے اور یہ سب ناجائز ہے۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ تعالٰی کرہ لکم ثلثا قیل وقال وکثرۃ السؤال واضاعۃ المال[1]، وقال تعالٰی ولا تبذر تبذیرا ان المبذرین کانوا اخوان الشیٰطین[2]۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالٰے نے تمہارے لئے تین چیزوں کو ناپسند بنایا: قیل وقال، کثرتِ سوال اور مال کو ضائع کرنا۔ اور اللہ تعالٰے نے ارشاد فرمایا کہ فضول خرچی مت کرو کیونکہ فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں (ت)

ہدایہ میں ہے: العبث حرام[3] (فضول خرچ کرنا حرام ہے۔ ت) اور اگر بمصلحت شرعی ہے مثلاً اگر اُس میں اور زمین شامل کرکے توسیع کی جائے گی یا بنا کمزور ہوگئی ہے محکم بنائی جائے گی تو اصل بانیِ مسجد ورنہ اہلِ محلہ کو اس میں اختیار ہے کما فی الھندیۃ والدر المختار وغیرھما (جیسا کہ ہندیہ اور درمختار وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ ۱۷۲: از علیگڑھ سوسائٹی کارڈن مسئولہ حمید الدین خاں بی اے ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ

معرفت سید برکت علی صاحب

معظمی زاد عنایتہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! تھوڑا عرصہ ہُوا جب مجھے آپ کے ہمراہ جناب مولنا صاحب قبلہ سے شرف قدم بوسی حاصل ہُوا تھا اس روز میں نے مولنا صاحب کی خدمت میں یہ عرض کیا تھا کہ ایک صاحب نے مسجد کے متعلق چند کتبِ احادیث کی اسناد پر یہ مواد جمع کیا ہے کہ راستہ کی فراخی کے لئے مسجد میں سے کچھ حصہ بشرط گنجائش لینا جائز ہے جس میں آنجناب مولنا صاحب قبلہ نے یہ فرمایا تھا کہ وہ غلطی پر ہیں بلکہ اُس مسئلہ کا منشا بحالت ہجوم مسجد کے کسی حصہ میں سے گزرنے کا جواز ہے اس پر میں نے اُن صاحب کو اُن کی غلطی پر بذریعہ خط متنبہ کیا عرصہ کے بعد اُن کا جواب آیا افسوس ہے کہ وہ اپنی جائے قیام پر نہیں ہیں اس وجہ سے اُن کے پاس وہ اُن کا رسالہ اور وہ کتب جن سے مواد جمع کیا تھا موجود نہ تھیں مگر جو انھوں نے مجھے اپنی یادداشت سے لکھا بجنسہٖ نقل کرکے ارسالِ خدمت کرتا ہوں۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الاقضیۃ باب النہی عن کثرۃ المسائل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۵

[2] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۶ و ۲۷

[3] الھدایۃ کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/ ۱۱۸

Marfat.com

نام کتاب جس میں سے مواد حاصل کیا:

اشباہ والنظائر مصنفہ امام ابراہیم باب فوائد شتی ص ۴۰۴ و ۴۰۵ مطبوعہ ۱۲۸۳ھ مطبع نظامی یا مصطفائی کان پور۔

عبارتِ خط:

جو حوالہ میں نے آپ کو لکھا تھا وہ اس طرح ہے:

لوضاق الطریق علی المارۃ والمسجد واسع فلھم ان یوسعوا الطریق من المسجد۔

اگر راستہ گزرنے والوں کے لئے تنگ ہو اور مسجد وسیع ہو تو انھیں مسجد کا کچھ حصہ لے کر راستہ میں توسیع کرنے کا اختیار ہے (ت)

اور دُوسری جگہ:

ماضاق الممر ولو کان مسجدا واسعا یجوز انھدامہ۔

جب گزرنا دشوار ہو اور مسجد وسیع ہو تو اس کا انہدام جائز ہے (ت)

قریب قریب ایسی ہی عبارت جو مجھے کل اور اچھی طرح یاد نہیں ہے، عبارتِ بالا اشباہ والنظائر میں صاف لکھی ہے اور صاحبِ ردالمحتار نے اسی کو مرجح اور معتمد لکھا ہے حکم بالا میں مسجد کے متعلق ہے فناءِ مسجد یعنی وضوخانہ، حجرہ، غسل خانہ میں تو بحث ہی فضول ہے۔ یہ عبارت انھوں نے مجھے لکھ کر بھیجی ہے غالباً یہ کتاب آنجناب مولانا صاحب کے وسیع کتب خانہ میں ضرور موجود ہوگی اور اس کو دیکھ کر آں جناب ضرور اس کی صحت اور موقع پر غور فرما سکیں گے والسلام۔

دیگر گزارش یہ ہے کہ جناب مولانا صاحب قبلہ کے فیصلہ سے مجھے بھی مطلع فرمائیں تو باعث کمال عنایت ہوگا علاوہ اضافہ معلومات مجھے اُن حضرت کو بھی لکھنے کا موقع مل سکے گا میرا پتہ حسب ذیل ہوگا:

محمد حمید الدین خاں بی اے، سوسائٹی کارڈن علیگڈھ

الجواب

استغفر اللہ العظیم ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم الحکیم، نہ کتاب مستطاب اشباہ والنظائر کے مصنف امام ابراہیم نہ اشباہ میں معاذ اللہ کہیں ان کا پتہ کہ لوکان مسجدا واسعا یجوز انھدامہ (اگر مسجد وسیع ہو تو اس کا انہدام جائز ہے۔ت)، نہ کوئی مسلمان ایسا کہہ سکے نہ کہیں

Marfat.com

عربی دان ایسی عبارت لکھے نہ کہ علامہ زین بن نجیم مصری مصنفِ اشباہ اُن کی نسبت یہ محض تہمت ہے یا بڑا اشتباہ۔ کسی شخص کے اپنے تخیل میں یہ لفظ پیدا ہوئے ہوں گے جس کی عربیت فاسد اور معنی باطل، کوئی آدمی ابراہیم نامی وہاں موجود یا مخیل ہوگا اور کتاب اشباہ کہیں رکھی ہوگی سب تصورات جمع ہو کر یہ یاد رہا کہ امام ابراہیم نے اشباہ میں ایسا لکھا اگرچہ نظر بواقع وہی مثال ہے کہ ؎

چہ خوش گفتست سعدی در زلیخا الا یٰایھا الساقی ادر کاسا وناولھا

(کیا خوب کہا سعدی نے زلیخا میں، خبردار اے ساقی! جام کو گردش دے اور عطا کر۔ت)

بلکہ اس سے بھی ہزار درجہ بدتر ہے کہ اگرچہ نہ کتاب زلیخا شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالٰی کی تصنیف نہ مصرع دوم اُن کا، نہ اس کتاب کا، مگر آخر ہے تو ایک عارف کا قول بخلاف اس کے کہ مسجد ڈھانے کی حلت اور اشباہ کی طرف اس کی نسبت، افسوس کہ ناقل نے جس کتاب کے صفحہ ۴۰۴ سے پہلی عبارت نقل کی اُس سے گیارہ ہی ورق اوپر صفحہ ۳۸۱ میں اُس کے معنی کی صریح تشریح نہ دیکھی کہ لایجوز اتخاذ طریق فیہ للمرور یعنی بان یکون لہ بابان فاکثر فیدخل من ھذا ویخرج من ھذا[1] یعنی مسجد میں راستہ بنانا جو ناجائز ہے اور عذر کی صورت میں جس کی اجازت دی گئی ہے اُس کے معنی یہ ہیں کہ مسجد کے دو یا زیادہ دروازے ہوں ایک سے داخل ہو کر دوسرے سے نکل جائے۔ بحمد اللہ تعالٰی اس یعنی نے معنی کو صاف کر دیا اور جب خود اسی کتاب میں جو عبارت تھی نظر نہ آئی اور جو نہ تھی وہ متشکل ہوگئی تو اس کی کیا شکایت کہ خود انھیں امام مصنفِ اشباہ کی دوسری جلیل و عظیم کتاب بحر الرائق نہ دیکھی جس میں انھوں نے صاف طور پر واضح کر دیا ہے کہ مسجد کو راستہ بنانے سے یہی مراد ہے کہ مسجد بحالِ خود قائم و برقرار رہے اور کسی کام کے لئے اس میں ہو کر نکل جائے اور صریح تصریح فرما دی ہے کہ یہ ناپاک مرد یا عورت کے لئے حلال نہیں، نہ اس میں گھوڑا یا بیل وغیرہ جانور لے جا سکتے ہیں، عبارت یہ ہے بحر الرائق مطبع مصر جلد پنجم ص ۲۷۶:

ومعنی قولہ کعکسہ انہ اذا جعل فی المسجد ممرا فانہ یجوز لتعارف اھل الامصار فی الجوامع وجاز لکل واحد ان یمر فیہ حتی

یعنی مسجد کے کسی حصہ کو راستہ بنانے سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مسجد میں ہو کر مرور کے لئے جگہ ٹھہرا لے تو روا ہے کہ شہروں کی جامع مسجدوں میں اس کا عام رواج ہو رہا ہے اور اس میں

---

[1] غمز العیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی احکام المسجد ادارۃ القرآن کراچی ۲/۲۳۱

Marfat.com

الکافر الا الجنب والحائض والنفساء لما عرف فی موضعہ ولیس لھم ان یدخلوا فیہ الدواب۔[1]

ہو کر ہر شخص کو گزر جانے کی اجازت ہوگی یہاں تک کہ کافر کو مگر جنابت والے مرد و عورت اور حیض والی عورت اور نفاس والی ان میں کسی کو وہاں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہوسکتی کہ مسجد میں ان کا جانا حرام ہونا اپنی جگہ یعنی کتاب الطہارۃ میں معلوم ہوچکا ہے اور یہ بھی انھیں اختیار نہیں کہ اُس جگہ جانور لے جائیں (ت)

بعینہٖ اسی طرح تبیین الحقائق امام فخر الدین زیلعی و درر الحکام و درمختار و فتاوی عالمگیریہ وغیرہا میں ہے۔ اس ارشاد علماء کو ایمان کی نگاہ سے دیکھنے والے پر آفتاب کی طرح روشن ہوجائے گا کہ مسجد کو راستہ بنانے کے معنی خود انھوں نے کیا ارشاد فرمائے اور کیا مراد بتائی، آیا یہ کہ معاذ اللہ مسجد توڑ کر سڑک میں ڈال لو جس میں آدمی جنب، حائض، نفسا، گھوڑے، گدھے، غلیظ کی گاڑیاں سب گزریں اور سب کا حق مساوی ہو اور کسی کو منع نہ کرسکو نہ وہاں منڈھی ڈال کر بیٹھ سکو کہ جو آدمی گزرے اُس سے پوچھو تجھے نہانے کی حاجت تو نہیں، جو عورت گزرے اُس سے دریافت کرو تجھے حیض تو نہیں، اور جو ایسا کرے بھی تو مجنون کہلائے اور فائدہ کچھ نہیں کہ کسی کو روک سکو اور روکو تو روز فساد ہو استغفر اللہ کیا ایسی بے معنی بیہودہ بات علماء نے اپنی مراد بتائی یا یہ کہ مسجد اپنے حال پر قائم و برقرار رہے اُس کے تمام آداب بدستور فرض و مقرر ہیں نہ اُس میں کوئی جانور جاسکے، نہ جنب، نہ حائض، نہ نفاس والی، اور ان کے علاوہ اور آدمی ہو کر گزر جائے، یہ بھی پیش نظر رہے کہ وہ جس امر کی اجازت دے رہے ہیں اسے صاف بتا رہے ہیں کہ عام شہروں کی جامع مسجدوں میں اس کا رواج ہے، اب یہ دیکھ لیجئے کہ جامع مسجدوں کا عام دستور کیا ہے، آیا یہ کہ مسجدیں توڑ کر سڑک میں ڈال لی جاتی ہیں، حاشا کوئی اندھا بھی ایسا نہیں کہہ سکتا تو بس جتنی بات کا عام شہروں کی جامع مسجدوں میں رواج چلا آتا ہے اسی کی وہ اجازت دے رہے ہیں اور وہی اُن کی مراد ہے اس سے زیادہ باطل و ایجاد ہے واللہ یقول الحق ویھدی السبیل وھو حسبی ونعم الوکیل (اللہ تعالٰی حق فرماتا ہے اور سیدھی راہ کی ہدایت فرماتا ہے اور وُہ ہی مجھے کافی اور کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] بحر الرائق کتاب الوقف فصل لما اختص المسجد باحکام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/۲۵۵

Marfat.com

مسئلہ ۱۷۳ تا ۱۸۱ مسئولہ محمد علاؤالدین صاحب مالگزار رئیس تحصیل ملتائی ضلع مبتول ملک متوسطہ ۲۵ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ اس مختصر قصبہ ملتائی میں قریب سو سال سے ایک مسجد کمترین کے بزرگوں کی تعمیر کرائی ہوئی موجود ہے جس میں نماز پنجگانہ وجمعہ ہوا کرتا ہے یہاں مسلمانوں کی آبادی بہت کم ہے قریب ستر بہتر مکان ہوں گے ان میں بھی صوم وصلوٰۃ کے پابند صرف معدودے چند اشخاص ہیں تاہم تفرقہ انداز نفوس موجود ہیں امسال رمضان شریف میں روزہ جلد افطار کرنے کی کٹ حجتی پر یعنی متولی مسجد کے یوم غیم میں کچھ دیر کرکے روزہ افطار کرنے کی تنبیہ پر زید وبکر وخالد وعمرو نے مسجد قدیمی سے کنارہ کشی اختیار کرکے اور دس بیس آدمیوں کو ورغلا کر مسجد میں تراویح پڑھنے وقرآن شریف سننے سے جو حافظ صاحب نماز تراویح میں پڑھتے تھے خود بھی باز رہے اور دیگر لوگوں کو بھی باز رکھا اور ترک جماعت کرکے ایک دوسری جگہ نماز پنجگانہ وتراویح ونماز جمعہ پڑھنے لگے اور اپنی ضد وتفرقہ اندازی کی غرض سے اور چند جاہل مسلمانوں کو اُکسا و ورغلا کر اپنا ہم خیال بنا کر جا بجا سے چندہ وصول کرکے ایک دوسری مسجد تعمیر کرنے کی فکر کر رہے ہیں بلکہ ایک ویران خانگی مسجد کو جو ایک خاندان کے لئے مخصوص تھی جس میں اب کوئی علامت مسجد کی باقی نہیں نہ دیوار و در ثابت ہیں نہ منبر وغیرہ کا نشان نظر آتا ہے پچاس ساٹھ برس سے بالکل ویران پڑی ہوئی ہے اُسی کو باجازت اُس کے متولیوں کے از سر نو تعمیر کرا کر مسجد حال کو ویران کرنے کی نیت سے اس مسجد سے بالکل کنارہ کش ہو بیٹھے ہیں اور اس اپنی منافقانہ وکافرانہ حرکت وضد کو قرینِ ثواب وجائز قرار دے کر اسی پر اڑے ہوئے ہیں کہ ہم دوسری مسجد بنا کر رہیں گے حالانکہ سب کے سب علم دین سے محض نابلد و جاہل مطلق ہیں کہ آیۂ کریمہ قرآن پاک پ۱۱ رکوع ۲ میں جو اس قسم کی مسجد ضرار کے بارہ میں احکام الٰہی صاف روشن ہیں اُس کا ترجمہ دیکھ کر اس کے معنی اُلٹے سمجھتے ہیں کہ یہ یہود ونصارٰی سے متعلق ہے انھیں کیلئے نازل ہوئی ہے لہٰذا اُن کے منافقانہ تفرقہ اندازی سے باز رہنے کے لئے حسب ذیل امور کیلئے علمائے دین موجودہ حال لکھنؤ کے مواہیر سے مثبتہ فتوٰی درکار ہے اور رفع شر کے لئے ایسے فتوے کی اشد ضرورت ہے اللہ جل شانہٗ نے آپ صاحبوں کو علمی فضیلت دی ہے نہایت عاجزی سے ملتجی ہوں کہ براہِ عنایت و تحصیلِ ثواب فتوٰی مسندہ جلد ارسال فرما کر عنداللہ ماجور وعندالناس مشکور ہوں گے۔

(۱) کیا مذکورہ بالا اشخاص ایک مسجد قدیمی کی ضد پر جو موجودہ حال وآبادی سے قریب ومتصل ہے اور اس میں بڑی گنجائش نمازیوں کی کافی طور سے ہوتی ہے اور جس میں عرصہ قریب سو سال سے نماز پنجگانہ وجمعہ ادا ہوتی ہے بلکہ مذکورہ بالا اشخاص وبستی کے مسلمان صرف ایک مسجد کو بھی پورے طور سے آباد نہیں رکھ سکتے ہیں باہم نفاق ڈالنے کی نیت سے بلاضرورت دوسری مسجد تعمیر کرانا اور چند

Marfat.com

انجان مسلمانوں کو ترغیب دے کر اُس قدیمی مسجد سے باز رکھنا اور اپنی ایک جُدا گانہ جماعت قائم کرنا یہ فعل ان کا منافقانہ داخلِ کفر و ناروا ہے یا نہیں ؟

(۲) دیگر بے شر و بے لوث مسلمانوں کے لئے اُن کے ہاتھ کا ذبیحہ درست ہے یا کیا ؟

(۳) ان سے راہ و رسم، سلام مسنون یا ان میں سے بطور قاضی کے کسی کا نکاح پڑھانا جائز ہے یا کیا ؟

(۴) مسجدِ ضرار جو ایک مسجد کی ضد پر بنائے فساد قائم کی جائے اُس کے گرا دینے و منہدم کرنے کا حکم ہے یا نہیں ؟

(۵) کیا ایسا شخص مذکورۂ بالا جو ایسے شر و نفاق کا بانی مبانی ہو امامت کے قابل ہو سکتا ہے ؟ کیا اس کی امامت جائز ہے ؟

(۶) کیا ایسی مسجد کی تعمیر کے لئے جس کی بنا ضد و نفاق پر ہو اور جو ضرار کی تعریف میں داخل ہو کچھ چندہ دینا یا دیگر طریقہ سے مدد دینا جائز ہے ؟

(۷) کیا ذابح بقر و غنم کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یعنی جو شخص اُجرت لے کر ذبیحہ کرتا ہو وہ امامت کر سکتا ہے یا نہیں ؟

(۸) کیا نمازِ جمعہ ایسی جگہ جہاں مسلمانوں کے ستر چھتّر مکان ہوں اور نمازی بمشکل تیس چالیس جمع ہوتے ہوں نمازِ جمعہ دو جگہ ہو سکتی ہے ؟

(۹) جو شخص بستی و قوم میں ہر طرح معزز و رئیس ہو اور وہ متولی مسجد بھی ہو اُس کے خلاف برگشتہ ہو کر معمولی حیثیت کے مسلمان کا ایسا شر پیدا کرنے کا طرزِ عمل جائز ہے ؟ بینوا توجروا یا اولی الابصار۔

الجواب

(۱) اگر فی الواقع اُن کی نیت جماعتِ مسلمین کی تفریق اور مسجد قدیم کی تخریب ہو تو ضرور وہ مرتکب سخت کبیرہ ہیں اور اس تقریر پر اُن کی مسجد مسجدِ ضرار ہوگی مگر اتنی بات پر حکمِ تکفیر ناممکن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جب اُن پر حکمِ کفر نہیں تو اُن کے ہاتھ کا ذبیحہ کیوں نادرست ہوگا ؟

(۳) جو لوگ اس تقدیر پر فسّاق و مرتکب کبائر ہیں اُن سے ابتداءً سلام ناجائز ہے اور بغرض زجر و تنبیہ ترکِ راہ و رسم بہتر ہے اور جب راہ و رسم نہ ہوگی تو اپنی شادیوں میں بُلانا اور نکاح پڑھوانا بھی نہ ہوگا لیکن اگر وہ نکاح پڑھائیں تو اُس نکاح میں کوئی جرم لازم نہ آئے گا۔

(۴) ضرور ہے مگر جبکہ ضرار ہونا یقیناً ثابت ہو۔ دو جماعتوں میں رنجش ہوئی اور ایک جماعت دوسری کی

Marfat.com

مسجد میں بخوفِ فتنہ آنا نہ چاہے اور مسجد میں نماز پڑھنا ضرور، لہٰذا وہ اپنی مسجد جدا بنائے تو اُسے مسجدِ ضرار نہیں کہہ سکتے، مسجدِ ضرار اُسی صورت میں ہو گی کہ اُس سے مقصود مسجد کو ضرر دینا اور جماعتِ مسلمین میں تفرقہ ڈالنا ہو، نیت امر باطن ہے محض قیاسات و قرائن کا لحاظ کر کے ایسی سخت بات کا حکم نہیں دے سکتے خصوصاً اُس حالت میں جبکہ وہ جدا مسجد بنانا نہیں چاہتے بلکہ جو مسجد پہلے موجود تھی اُس کا احیاء چاہتے ہیں۔

(۵) ایسے شخص کو امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی، جبکہ صورت واقعہ یہ ہو جو سائل نے ذکر کی۔ واللہ تعالےٰ اعلم

(۶) اگر امر مذکور ثابت ہو تو اُس میں کسی طرح مدد دینا جائز نہیں۔

(۷) یہ مسئلہ لوگوں میں غلط مشہور ہے ذبحِ بقر کوئی جرم نہیں، نہ اس پر اُجرت لینا ممنوع، تو اس وجہ سے امامت میں کیا حرج ہو سکتا ہے۔

(۸) نمازِ جمعہ کے شرائط سے ایک شرط یہ ہے کہ خود سلطانِ اسلام پڑھائے یا اس کا نائب یا اُس کا ماذون اور جہاں یہ نہ ہوں وہاں بضرورت مسلمانوں کا کسی امام مقرر کر لینا معتبر رکھا ہے ایسی بستی میں جبکہ جمعہ قائم ہے اور ایک امام مقرر کردہ مسلمین موجود ہے تو بلا وجہ شرعی چند شخصوں کا دوسرے کو امامِ جمعہ مقرر کرنا صحیح نہ ہو گا اور وہاں نمازِ جمعہ ادا نہ ہو سکے گی۔

(۹) شر پیدا کرنا کسی کو کسی کے مقابل جائز نہیں اور دینی معظم کی بلا وجہ شرعی مخالفت اور پر شر ہے ہاں جو فقط دنیوی وجاہت رکھتا ہو اُسے معزز اور اس کے مقابل اور مسلمانوں کو معمولی مسلمان کہنا یہ بھی جائز نہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۲ مسئولہ سید کمال الدین احمد صاحب جعفری وکیل ہائیکورٹ الہ آباد ۲۹ محرم ۱۳۳۲ھ

عیدگاہ یا مسجد میں وعظ یا چندہ اسلامی مذہبی کاموں کے لئے کرنا عام مسلمانوں کو جائز ہے اور متولی کو اُس کے روکنے کا حق ہے یا نہیں؟

الجواب

مسجد میں کارِ خیر کے لئے چندہ کرنا جائز ہے جبکہ شور و چپقلش نہ ہو خود احادیثِ صحیحہ سے اس کا جواز ثابت ہے، مسجد میں وعظ کی بھی اجازت ہے جبکہ واعظ عالم دین سُنّی صحیح العقیدہ ہو اور نماز کا وقت نہ ہو، ان دونوں باتوں کو کہ منکرات سے خالی ہوں متولی یا کوئی منع نہیں کر سکتا، ہاں اگر چندہ امرِ شر کے لئے ہو اگرچہ اُسے کیسا ہی امرِ خیر کہا جائے جیسے نیچریوں کے کالج یا وہابیوں کے مدرسہ کے لئے یا اُس میں شور و غل ہو

Marfat.com

یا واعظ بدمذہب یا بے علم یا روایاتِ موضوع کا بیان کرنے والا ہو یا لوگ نماز پڑھ رہے ہوں اور اس نے وعظ شروع کر دیا کہ اُن کی نماز میں خلل آتا ہو تو ایسی صورت میں متولی اور ہر مسلمان کو روک دینے کا اختیار ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۳ از موضع منصور پور متصل ڈاکخانہ قصبہ شیشگڈھ تحصیل بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ محمد شاہ خاں ۳۰ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک دیوار شمال وجنوب کی ہے اس کی بنیاد سے ملا کر کسی قدر اونچائی مثل چبوترہ قائم کیا گیا اور اس دیوار پر چھپر رکھوا کر وہ جگہ نماز کے واسطے مخصوص کر دی گئی چنانچہ جگہ مذکور پر بلاناغہ اذان ونماز ایک مدت سے ہو رہی ہے یہاں تک کہ نمازِ جمعہ بھی ہوتی ہے، منبر لکڑی کا برائے خطبہ جگہ معینہ پر موجود ہے، بایں صورت فرمائیے کہ اس کو مسجد کیا جائے یا کیا؟

الجواب

مالکِ زمین نے اگر کہا کہ میں نے اس کو مسجد کر دیا اور اس میں نماز پڑھ لی گئی تو وہ مسجد ہو گئی اگرچہ اُس میں عمارت اصلاً نہ ہو خالی زمین ہو، یونہی اگر اُس کے کلام سے مسجد کر دینے پر دلالت پائی گئی مثلاً کہا میں نے یہ زمین مسلمانوں کی نماز کے لئے کر دی کہ ہمیشہ اس میں نماز ہوا کرے جب بھی مسجد ہو جائیگی اور اگر ایک مدت خاص کی تحدید کی مثلاً سال دو سال نماز پڑھنے کے لئے دیتا ہوں تو مسجد نہ ہوگی، اور اگر زبان سے لفظ نہ ہمیشہ کا کہا نہ کسی وقت محدود کا تو دل میں اگر نیت ہمیشہ کی ہے مسجد ہو گئی ورنہ نہیں، عالمگیری میں ہے:

رجل له ساحة لابناء فیها امر قوما ان یصلوا فیها بجماعة، فهذا علی ثلثة اوجه احدها امان امرهم بالصلٰوة فیها ابدا نصا بان قال صلوا فیها ابدا، او امرهم بالصلٰوة مطلقاً ونوی الابد، ففی هذین الوجهین صارت الساحة مسجدا لومات لایورث عنه،

ایک شخص کی خالی زمین پڑی ہوئی تھی جس میں کوئی عمارت نہیں اس نے لوگوں کو اس زمین میں باجماعت نماز پڑھنے کو کہا تو اس کی تین صورتیں ہیں (پہلی یہ کہ) اس نے امرِ نماز کی تابید کی تصریح کی ہو بایں طور کہ یوں کہا ہو کہ تم اس میں ہمیشہ نماز پڑھا کرو، یا (دوسری صورت یہ کہ) اس نے انھیں مطلقاً نماز پڑھنے کو کہا اور نیت ہمیشگی کی کر لی ان دونوں صورتوں میں وہ زمین مسجد ہو گئی اور اس کے مرنے کے بعد اس میں میراث جاری نہ ہوگی، اور (تیسری

Marfat.com

واما ان وقت الامر بالیوم او الشھر او السنۃ ففی ھذا الوجہ لا یصیر الساحۃ مسجدا لومات یورث عنہ[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔

صورت یہ ہے کہ) اگر اس نے امر نماز کو دن، مہینے یا سال سے مقید کیا تو اس صورت میں وہ زمین مسجد نہ ہوگی اور اس کے مرنے کے بعد اس میں میراث جاری ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۸۴ مسئولہ عبدالرحیم وکریم احمد صاحبان متولیان مسجد مچھلی بازار کان پور ۱۲ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو روپیہ مسجد مچھلی بازار کان پور فنڈ میں تین عنوانوں سے آیا ہے:

(۱) کچھ تو امداد مجروحین ومقتولین کے لئے۔

(۲) کچھ مقدمۂ مسجد کے لئے۔

(۳) کچھ حفاظت اور تعمیر حصہ منہدمہ مسجد کی غرض سے۔

اب بعد ختم ہوجانے مقدمہ کے اس کا صحیح مصرف از روئے شرع شریف کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

امداد مجروحین ومقتولین مقدمہ ختم ہونے سے ختم نہیں ہوجاتی، امداد مقتولین سے ان کی بیواؤں اور یتیموں کی امداد مراد ہے اور وہ ہنوز باقی ہیں، مقدمہ اگر ختم ہوا تو ماخوذین کا نہ مسجد کا کہ اس کا جو فیصلہ مولوی صاحب فیصلہ کنندہ نے کیا محض باطل وخلاف شرع ہے مسلمانوں کو اس پر سکوت جائز نہیں، فرض ہے کہ اپنے تحفظ حقوق مذہبی کے لئے گورنمنٹ سے جائز چارہ جوئی کو انتہا تک پہنچائیں۔ اس کے مصارف میں یہ روپیہ اٹھائیں اس کا روشن بیان ابانۃ المتواری فی مصالحۃ عبدالباری میں ہے جو اصل رسالہ چھپ گیا اور زمیندار میں بھی شائع ہوچکا اور اس کا ذیل زیر طبع ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۵۵

Marfat.com

رسالہ

اَبَانَۃُ المتواری فی مُصَالحۃ عبد الباری ۱۳۳۱ھ

(عبد الباری کی مصالحت میں چھپی ہوئی (خرابی) کا اظہار)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

مسئلہ ۱۸۵ از لکھنؤ فرنگی محل مرسلہ مولوی سلامت اللہ صاحب نائب منصرم مجلس موید الاسلام ۳۰ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ________ گورنمنٹ کے حکام

ع مسجد کانپور کے متعلق ایک نہایت ضروری فتوٰی، جس کا سوال لکھنؤ فرنگی محل سے آیا اور دارالافتاء نے جواب دیا اور بکمالِ وضوح ثابت کیا کہ مولوی صاحب نے جو فیصلہ مسجد مچھلی بازار کانپور کے متعلق دیا وہ سراسر مخالف احکامِ اسلام ہے۔ اس پر مسلمانوں کو مطمئن ہونا سخت گناہ و حرام ہے، ہر طبقہ کے مسلمانوں پر فرض ہے کہ دربارۂ حفظ حقوق مذہبی گورنمنٹ کی نامبدل پالیسی سے نفع لیں اور اپنے اپنے منصب کے لائق جائز چارہ جوئی میں پوری کوشش کریں۔ مولوی صاحب کی یہ شخصی کاروائی اگر مقبول ٹھہر گئی تو ہمیشہ کے لئے مساجد ہند پر اس کا بہت بُرا اثر پڑے گا اور ہر مسلمان کہ جائز کوشش کر سکتا تھا اور نہ کی اس کے وبال میں ماخوذ ہوگا" مسجد کانپور کے فیصلہ پر ایک نظر" کا بھی اس میں رَدِّ بلیغ ہے۔

نوٹ: علامہ امجد علی صاحب اعظمی نے "قامع الواھیات من جامع الجزئیات ۱۳۳۱ھ" کے نام سے اس پر ایک عربی تذییل تحریر فرمائی ہے جو کہ مولوی صاحب فیصلہ کنندہ کی اس چھ ورقی عربی تحریر بنام "جامع جزئیات فقہ" جو اس نے اس فیصلہ کو مطابق شرع بنانے میں تحریر فرمائی تھی کے رَدّ میں ہے اعلٰیحضرت احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ نے اس رسالہ میں پچاس دلائل قاہرہ پیش کئے جبکہ علامہ امجد علی صاحب اعظمی نے مزید دو سو دلائل پیش کر کے ثابت کیا ہے کہ یہ فیصلہ مطابق شرع نہیں ہے اور نہ ہی مسجد توڑ کر راستہ بنا لینا روا ہے۔

Marfat.com

کا بیان ہے کہ جزءِ متنازعہ مسجد کانپور خارج از مسجد ہے اور اس کو بعض ٹرسٹیان نے ہم کو دے دیا تھا اِس بناء پر اُنھوں نے اس کو منہدم کردیا اُس کے چند دنوں کے بعد بغیر اجازت چند لوگوں نے اُس زمین پر جس کو میونسپلٹی نے اپنے قبضہ میں کر لیا تھا تعمیر کرنا شروع کیا اس وجہ سے پولیس نے روکا اور فیمابین لڑائی ہُوئی کچھ مسلمان قتل کئے گئے کچھ مسلمان جن میں بے قصور بھی ہیں قید کئے گئے گورنمنٹ نے اپنے طرزِ عمل سے باور کرادیا کہ وُہ کسی طرح قیدیوں کو نہ چھوڑے گی اور اُس زمین کو جس پر میونسپلٹی نے قبضہ کرلیا ہے مسلمانوں کو واپس نہ دے گی، بعد چندے اُس نے مراحم خسروانہ کے لحاظ سے یا اپنے ملکی فوائد کے اعتبار سے اس امر کی خواہش کی کہ تصفیہ ایسا ہو جائے کہ مسلمان قیدیوں کو چھوڑ دیا جائے اور اس زمین پر چھتا پاٹ کے مسجد میں شامل کردیا جائے اس کو چند معتبر حضرات کے رُوبرو اُس نے پیش کیا ایک عالم نے اس امر کی کوشش کی کہ وُہ زمین جس کو اکثر مسلمان جزءِ مسجد کہتے ہیں محفوظ مسجد کے کام میں رہ جائے ایک مخلص کی صورت یہ نکالی کہ ادھر ہی مسجد کا دروازہ کر دیا جائے وہ زمین اُس دروازہٴ مسجد کے کام آئے گورنمنٹ کے ممبرانِ متعینہ نے اس امر کو نہیں مانا کہ زمین پر قبضہ مسلمانوں کا ہو بلکہ صاف کہہ دیا کہ یہ کسی طرح ممکن نہیں، بعد ردّ و قدح کے اس عالم کی رائے سے یہ طے پایا کہ سردست مِلک اس زمین پر کسی کی نہ ثابت کی جائے کیونکہ مسلمانوں کے نزدیک یہ وقف ہے قبضہ زمین پر مسلمانوں کا دلایا جائے حق آسائش حقیقۃً مسلمانوں کو حاصل ہے، اگر ظلماً یا تشدّداً گورنمنٹ عام اجازت گزرکی دے تو ہم اس کی وجہ سے قطع مصالحت نہ کریں گے بلکہ صورت بنا اس کی میونسپلٹی کے سپرد کردی جائے جس میں بہ غلبہ آراقوی امید ہے کہ موافق قوانینِ اسلام تصفیہ ہو جائے، وائسرائے نے بھی تاکید کردی کہ بننے کے وقت مسلمانوں کی خوشی اور اُن کے قواعد کا لحاظ کیا جائے۔ سوال طلب یہ امر ہے کہ جس عالم نے بدیں تفصیل مصالحت کی ممانعت نہیں کی اور منازعت کو قطع کردیا وہ خاطی ہے یا مصیب، اور مسلمانوں کو آئینِ امنِ عام کے اندر رہ کے استحقاق کی چارہ جوئی کرنی چاہیئے جیسا کہ اس عالم کی رائے ہے یا جوش و ہنگامہ دکھانا اور خلل اندازی امنِ عامہ کرنا شرعاً ضروری ہے اور جو امر دوم کی کوشش کرے وہ حق پر ہے یا جو امر اوّل کے طرز کو مسلمانوں کے لئے مفید سمجھے۔ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔

جواب از دار الافتا

سوال بہت مجمل ہے کچھ نہ بتایا کہ:

(۱) مصالحت کیا کی۔

Marfat.com

(۲) وُہ امر جس پر مصالحت کی تجویز گورنمنٹ تھا جسے عالم مذکور نے قبول کیا یا اس عالم نے پیش کیا اور اسے گورنمنٹ نے مان لیا۔

(۳) گورنمنٹ نے خود ہی مراحمِ خسروانہ کے لحاظ سے یا ملکی فوائد کے اعتبار سے قیدیوں کو آزاد کیا جیسا کہ عبارتِ سوال سے ظاہر ہے اُس کے بعد کی منازعت سوال میں مذکور نہیں کہ کیا تھی اور عالم مذکور نے کیا اور کس طرح قطع کی۔

(۴) بعد اس کے کہ ممبرانِ متعینہ گورنمنٹ نے زمین پر مسلمانوں کا قبضہ ہرگز نہ مانا اور صاف کہہ دیا کہ یہ کسی طرح ممکن نہیں جیسا کہ سائل کا بیان ہے پھر عالم مذکور کی رائے سے یہ کیونکر طے پایا کہ قبضہ زمین پر مسلمانوں کو دلایا جائے، آیا صرف عالم مذکور کا اپنے خیال میں ایک مفہوم متخیل کرنا یا یہ کہ بعد رَدّ و قدح عالم نے ممبرانِ گورنمنٹ سے یہ امر طے کرالیا۔

(۵) نیز اس کی رائے سے طے پانا کہ سردست اس زمین پر کسی کی مِلک ثابت نہ کی جائے ایک مفہوم تھا کہ اس کے اپنے ذہن میں رہا یا گورنمنٹ نے عالم مذکور کی رائے سے اسے طے کیا۔

(۶) سردست کے معنی کیا لئے اور وُہ بھی عالم مذکور کے خیال میں رہے یا گورنمنٹ سے طے کرلئے۔

(۷) عالم مذکور کو گورنمنٹ نے حکماً مجبور کیا تھا یا مسلمانوں نے اپنی طرف سے مامور کیا تھا وہ بطورِ خود گیا تھا۔

جب تک ان سب باتوں کی تفصیل معلوم نہ ہو ایک نہایت مجمل گول بات کا جواب کیا دیا جائے۔ ہاں اتنا امر واضح و روشن ہے کہ فتنہ پردازی اور امنِ عام میں خلل اندازی اور مسلمانوں کو بلا اور اسلام کو توہین کے لئے پیش کرنا ہرگز نہ شرعاً جائز ہے نہ عقلاً ٹھیک۔ قرآن عظیم میں ارشاد فرماتا ہے: والفتنۃ اشدّ من القتل[1] (فتنہ و فساد تو قتل سے بھی سخت ہے۔ ت) اور فرماتا ہے: لاتلقوا بایدیکم الی التھلکۃ[2] (اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔ ت) نہ یہی کسی طرح روا ہے کہ کسی حکم مخالفِ شرع کو بلا جبر و اکراہ خود ایک امر طے شدہ قرار دے کر جائز چارہ جوئی کا دروازہ بند کریں یا اُس میں دشواریاں ڈالیں اور آئندہ کے لئے بھی اسے نظیر بنائیں، بلکہ حدود و سلامت روی کے اندر رہ کر گورنمنٹ پر اُس امر کا خلافِ قوانینِ اسلام ہونا ظاہر کریں اور گورنمنٹ کا مستمر قانون کہ مذہبی دست اندازی نہ کرے گی یاد دلا کر بلا ضرر و اضرار فائدہ پائیں جو اس طریق پر چلے مصیب ہے اور جو اُن دو طریقوں میں سے کسی پر چلے وُہ خاطی

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۱ [2] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۵

Marfat.com

ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ بار دوم از لکھنؤ فرنگی محل مرسلہ مولوی صاحب موصوف سوم ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

مولٰنا المعظم دام بالمجد والکرم، السلام علیکم، استفتا موصول ہوا مشکور فرمایا، گو ہم کو اصل مسئلہ کے متعلق جناب کی رائے سے آگاہی ہوگئی مگر جناب کے استفسارات کے باعث ضرور ہوا کہ امور مستفسرہ کا جواب دیا جائے اُن کو مفصل لکھ کر ارسال کرتا ہُوں امید کہ اب جواب شافی عام لوگوں کے فائدہ کی غرض سے تحریر فرمایا جائے۔

امور مستفسرہ مع تصریح

س (۱) مصالحت کیا کی؟

ج (۱) عالم نے مصالحت یہ کی کہ گورنمنٹ مقدمات اُٹھالے اور کسی کو قیدیوں سے معافی مانگنے کی حاجت نہ ہو، یہ امر ثابت نہ ہو کہ یہ لوگ مجرم تھے مسجد کی زمین پر گورنمنٹ اپنی ملکیت ثابت نہ کرے مسلمانوں کو اس پر قبضہ دلادے اگر جبراً گورنمنٹ اس کے مرور کو مشترک کرتی ہے تو وہ حاکم ہے خلاف احکام اسلامیہ ہے اُس سے مسلمانوں کو اطمینان نہ ہوگا اور موقع موقع اُس کے لئے کوشاں رہیں گے البتہ مقدمات دیگر امور کے متعلق در بارہ ہنگامہ کانپور مسلمان کچھ نہ کرینگے۔

س (۲) وہ امر جس پر مصالحت کی تجویز گورنمنٹ تھا جسے عالم مذکور نے قبول کیا یا اس عالم نے پیش کیا اور اسے گورنمنٹ نے مان لیا۔

ج (۲) گورنمنٹ نے خود مصالحت کی خواہش کی اس امر پر کہ مسلمانوں کے اوپر جو مقدمات ہیں گورنمنٹ کی طرف سے اور مسلمانوں کو جو گورنمنٹ سے دعاوی ہیں ان کے بارے میں کوئی سمجھوتا ہو جائے تاکہ گورنمنٹ کو مسلمانوں سے بدظنی اور مسلمانوں کو گورنمنٹ سے بے اعتباری نہ ہو اور بے چینی دفع ہو۔

س (۳) گورنمنٹ نے خود ہی مراحم خسروانہ کے لحاظ سے یا ملکی فوائد کے اعتبار سے قیدیوں کو آزاد کیا جیسا کہ عبارت سوال سے ظاہر ہے اس کے بعد کی منازعت سوال میں مذکور نہیں کہ کیا تھی اور عالم مذکور نے کیا اور کس طرح قطع کی۔

ج (۳) گورنمنٹ نے بلحاظ مراحم خسروانہ یا باعتبار فوائد ملکی خود خواہش تصفیہ کی کی نہ کہ قیدیوں کو بلا مقابلہ کسی امر کے چھوڑ دینا چاہا بلکہ اس کو مشروط کیا کہ مسلمان آئندہ مقدمات نہ چلائیں اور مسجد کی

Marfat.com

زمین پر بعینہٖ اسی طریقہ کی عمارت نہ تعمیر کریں گورنمنٹ سے اور مسلمانوں سے مقدمات اور اُس کے ضمن میں باہم کشیدگی و منازعت تھی جس کو کہ عالم مذکور نے قطع کر دیا۔

س (۴) بعد اس کے کہ ممبران متعینہ گورنمنٹ نے زمین پر مسلمانوں کا قبضہ ہرگز نہ مانا اور صاف کہہ دیا کہ یہ کسی طرح ممکن نہیں جیسا کہ سائل کا بیان ہے پھر عالم مذکور کی رائے سے یہ کیونکر طے پایا کہ قبضہ زمین پر مسلمانوں کو دلایا جائے آیا صرف عالم مذکور کا اپنے خیال میں ایک مفہوم متخیل کرنا یا یہ کہ بعد ردّ و قدح عالم نے ممبران گورنمنٹ سے یہ امر طے کرا لیا۔

ج (۴) گورنمنٹ کے متعینہ ممبروں نے ابتداءً مسجد کی زمین پر کسی قسم کا قبضہ دینے سے انکار کیا عالم کی انتہائی جد و جہد سے اُس نے کہا کہ ہم عمارت کی اجازت دیں گے جو قانوناً و عرفاً قبضہ ہے اگرچہ گورنر جنرل لفظ قبضہ کو اپنی زبان سے نہ کہیں۔ عالم کا متخیلہ نہیں بلکہ ممبر متعینہ نے صاف صاف کہہ دیا کہ یہی قبضہ ہے غرضکہ قبضہ خود ممبر متعینہ کی زبان سے طے کرا لیا۔

س (۵) نیز اس کی رائے سے طے پانا کہ سردست اس زمین پر کسی کی ملک نہ ثابت کی جائے ایک مفہوم تھا کہ اُس کے اپنے ذہن میں رہا یا گورنمنٹ نے عالم مذکور کی رائے سے اسے طے کیا۔

ج (۵) زمین کی ملکیت جو گورنمنٹ اپنی ہی سمجھتی تھی اُس کے بارے میں صرف عالم کا تخیلہ نہ تھا بلکہ ممبر متعینہ سے اُس نے صاف صاف کہہ دیا اور کہلوا لیا تھا کہ ملک وقف میں کسی کے لئے ثابت نہیں ہوتی اس واسطے ہم اپنے لئے بھی ثابت کرنے کے درپے نہیں ہیں بلکہ مشیر قانونی نے بھی یہی کہا کہ ہماری ملک غصب سے چلی نہیں گئی کہ ہم اپنی ملک کے ثابت کرنے کو کہیں بلکہ ہم اسی قدر چاہتے ہیں کہ گورنمنٹ اپنے لئے ملک ثابت نہ کرے چنانچہ گورنمنٹ نے ایسا ہی کیا۔

س (۶) "سردست" کے معنی کیا لئے اور وہ بھی عالم مذکور کے خیال میں رہے یا گورنمنٹ سے طے کر لئے۔

ج (۶) سردست کے معنی ممبر متعینہ سے صاف کہہ دئے گئے کہ ہم تخلیص شراکت مرور کے لئے ہمیشہ چارہ جوئی کرتے رہیں گے اور اُس وقت تک مطمئن نہ ہوں گے جب تک کہ گورنمنٹ مسلمانوں کی خواہش پوری کر دے بلکہ ممبر متعینہ نے یہ بھی صاف صاف کہہ دیا کہ جب قانون بن جائے گا تو خواہ نخواہ یہ مسئلہ بھی طے ہو جائے گا اس وقت جس قدر عالمگیر جوش ملک میں ہے اور اس سے اندیشہ فریقین کے لئے مشکلات کا ہے وہ دفع کر دیا ہے، اور ہم اس وقت اس خواہش کو پورا نہیں کر سکتے ہیں ورنہ ہم کو اس میں بھی کوئی عذر نہ ہوتا۔

س (۷) عالم مذکور کو گورنمنٹ نے حکماً مجبور کیا تھا یا مسلمانوں نے اپنی طرف سے مامور کیا تھا یا وہ بطور خود

Marfat.com

گیا تھا۔

ج (۷) عالم مذکور کو عام مسلمانوں نے طلب نہیں کیا تھا، نہ وُہ ازخود گیا تھا بلکہ مقدمہ کے کارکنوں نے باصرار عالم مذکور کو خود بُلایا تھا اور ممبر متعینہ نے اُس سے اس معاملہ میں گفتگو شروع کی جس کے اثنا میں اُس نے صاف کہہ دیا کہ میرا کام مسئلہ بتا دینے کا ہے خدا کے گھر کا معاملہ ہے میرا گھر نہیں ہے جس طرح وُہ چاہے اور اس کا حکم ہو بننا چاہئے نہ کہ جس طرح مَیں یا آپ چاہوں علمار کو جمع کرنا چاہئے مسلمانوں کو جس سے اطمینان ہو وُہ صورت اختیار کرنا چاہئے مگر ممبر متعینہ نے کہا کہ ہم کو تمھاری رائے پر اعتماد ہے ہم علمار کی مجلس نہ جمع کریں گے تم اپنی رائے کہہ دو اور ہم بالکل گفتگو منقطع کرتے ہیں اور صرف ایک گھنٹہ کی مہلت ہے چنانچہ اس عالم نے بعد سخت گفتگو کے مشورہ دیا کہ ملک سے سروکار نہ رہنا چاہئے قبضہ مسلمانوں کا ثابت کر دیا جائے حق مرور اگر مشترک ہو تو ہم اس کی وجہ سے اس وقت منازعت باقی رکھنا نہیں چاہتے اپنے قیدی چھڑائے لیتے ہیں اور اشتراک مرور کے لئے ہمیشہ کوشاں رہیں گے اور حسب قواعد میونسپلٹی بنوایا جائے تاکہ ہم اس سے بہترین تدبیر اپنے تحفظ جزو مسجد کی کرا سکیں جس کی کامل توقع ہے، ان سب امور کا تصفیہ ممبر متعینہ سے کر دیا گیا جو ایک مجمع میں مسلمانوں کے ہوا اور ان سب باتوں کی تصدیق وُہ عالم کرا سکتا ہے اس نے کسی حکم مخالف شرع کو بلا جبر و اکراہ خود امر طے شدہ قرار دے کر جائز چارہ جوئی کا دروازہ بند نہیں کیا بلکہ جس کو جمہور علما ناجائز کہتے تھے اُس کو اُس نے بھی ناجائز قرار دیا اور صاف ظاہر کر دیا کہ برابر اس کی چارہ جوئی جائز طور پر کی جائے گی کسی قسم کی دشواری نہیں پیدا کی کیونکہ بے قاعدہ حرکات کو کوئی نہیں روک سکتا اور باقاعدہ احکام اسلامیہ کی چارہ جوئی ہر وقت ہو سکتی ہے دیوانی کے مقدمات ہر طرح کے دائر کئے جا سکتے ہیں اور آئندہ کے لئے نظیر تو درکنار ایک محکم قانون تحفظ معابد کا بنایا جانا قرار دلوا دیا گیا ہے جس سے خود حسب تصریح ممبر متعینہ اس متنازعہ فیہ حصہ کا بھی مسلمانوں کے موافق ہونا متوقع ہے اس عالم کی رائے ہے کہ یہ قبضہ و حق مشترک مرور قابلِ اطمینان نہیں بلکہ حدود و سلامت روی کے اندر رہ کر گورنمنٹ پر اس امر کا خلافِ قوانینِ اسلامیہ ہونا ظاہر کریں اور گورنمنٹ کا مستمر قانون کہ مذہبی دست اندازی نہ کرے گی یاد دلا کر بلا ضرر و اضرار فائدہ پائیں اس صورت میں عالم مصیب ہے یا نہیں، امید ہے بر تقدیر صدق مستفتی جواب صاف عطا فرمایا جائے۔

Marfat.com

جواب از دارالافتاء

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، جواب استفسارات باعثِ مشکوری ہے طرح د جرح منظور نہیں بلکہ انکشافِ حق جس کے لئے ہر مسلمان کو مستعد رہنا چاہئے، لاسیما اہلِ علم، جوابات نہ تو کافی ہیں نہ مفید برأت اگرچہ مجھ سے صرف بر تقدیر صدق مستفتی جواب چاہا گیا اور منصبِ افتا کی اتنی ہی ذمہ داری تھی کہ صورتِ مستفسرہ پر جواب دے دیا جاتا مگر میں نے ایک مدت تک تعویق کی، اخبارات منگا کر دیکھے کہ نظر بواقعات اس کارروائی کی کوئی صحیح تاویل پیدا ہوسکے مگر افسوس کہ جتنا خوض وتفتیش سے کام لیا اس کی شناعت ہی بڑھتی گئی، ناچار جواب خلافِ احباب دینا پڑا کہ اظہارِ حق لازم تھا، عالم مذکور سے مراسم قدیم حفظ حرمتِ اسلام ورفع غلط فہمی عوام پر بحمد اللہ تعالٰی غالب نہ آسکتے کہ ہمارے رب عزوجل نے فرمایا:

یایھا الذین اٰمنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولو علٰی انفسکم[1]

اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم ہوجاؤ اللہ کے لئے گواہی دیتے چاہے اس میں تمہارا اپنا نقصان ہو۔ (ت)

بلکہ حقیقۃً حق دوستی یہی ہے کہ غلطی پر متنبہ کیا جائے۔ حدیث میں ارشاد ہوا:

اُنصُر اخاک ظالما او مظلوما قالوا یارسول اللہ وکیف ذٰلک قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یک ظالما فاردده عن ظلمہ و ان یک مظلوما فانصرہ[2]، رواہ الدارمی

اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم، صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ کیسے۔ حضور نے فرمایا، ظالم ہونے کی صورت میں اسے ظلم سے روک دو اور مظلوم ہونے کی

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۳۵

[2] صحیح البخاری کتاب الاکراہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۲۷
صحیح مسلم
سنن الدارمی باب ۴۰ انصر اخاک الخ نشر السنۃ ملتان ۲/ ۲۲۰
مختصر تاریخ دمشق ترجمہ ۲۹ حسن بن فرج دار الفکر بیروت ۷/ ۵۹
تہذیب تاریخ دمشق ترجمہ " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۴۱

Marfat.com

وابن عساکر عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

صورت میں اس کی مدد کرو۔ اسے دارمی اور ابن عساکر نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

لہٰذا امید واثق ہے کہ جوابِ سوال میں اظہارِ حق سنگ راہ مراسم قدیمہ نہ ہوگا اور زیادہ خوشی اس بات کی ہوئی کہ ہمارے قدیمی دوست عالم نے اسی معاملہ پر ایک تقریر کی ابتدا میں (جو روزانہ زمیندار ۲۱ ذی الحجہ میں چھپی) یوں دادِ حق جوئی دی کہ "میں اُن لوگوں کا دل سے اور خدا کی قسم دل سے مشکور ہوتا ہوں جو میرے عیوب مجھ سے خواہ لوگوں سے کہہ کر میرے اُوپر مربیانہ شفقت کا احسان رکھتے ہیں، یہ لوگ میرے محسن ہیں" جب بیانِ عیوب اور وہ بھی ابتداءً اس درجہ موجبِ شکرگزاری ہے تو بیانِ مسئلہ شرعیہ میں اظہارِ حق اور وہ بھی بعد سوال مراسم قدیمہ میں کیا خلل انداز ہوسکتا ہے۔ و باللہ التوفیق۔

جواب استفسار اوّل پر نظر

(۱) [ف: قبضۂ زمین کی بحث] اس سوال کے جواب میں کہ عالم نے مصالحت کیا کی تین باتوں پر صلح ہونی بتائی گئی ازانجملہ اصل معاملہ کی نسبت یہ ہے کہ مسجد کی زمین پر گورنمنٹ مسلمانوں کو قبضہ دلادے۔ کسی بات پر مصالحت ہونا فریقین میں اس کا طے ہوکر قرار پانا ہے، اگر یہ امر قرار پاتا تو اسی کے مطابق وقوع میں آتا مگر ایسا نہ ہوا جواب ایڈریس میں گورنمنٹ کے لفظ جو روزانہ ہمدرد ۱۶ اکتوبر میں چھپے صاف یہ ہیں: میں اس امر کو کچھ بھی وقیع اور اہم خیال نہیں کرتا کہ وُہ زمین جس پر وہ دالان تعمیر ہوگا کس کے قبضہ میں رہے گی ؏

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

(یہ تفاوت دیکھ کہ راستہ کہاں ہے اور تو کہاں)

(۲) ہاں اس پر چھتا بناکر چھت پر قبضہ اور زمین کو سڑک کردینا ٹھہرا ہے کیا چھت اور زمین دو مترادف لفظ ہیں یا چھت کا قبضہ زمین پر بھی قبضہ ہونا ہے، علو وسفل کے مسائل جو عام کتبِ فقہیہ میں مذکور ہیں ملحوظِ نظر رہیں جواب ایڈریس مذکور میں ہے کامل غور کے بعد میں اس فیصلہ پر پہنچا ہوں کہ آٹھ فٹ بلند ایک چھتا اور اس پر دالان تعمیر کردیا جائے نیچے ایک سڑک نکل آئے جس سے عمارت میں مداخلت نہ ہو۔

(۳) عالم نے اس مصالحت میں زمین پر قبضۂ مسلمانان سے صرف مسلمانوں کا خالص قبضہ مراد لیا یا قبضۂ عام خلائق کے ضمن میں عامہ کے ساتھ انہیں بھی ایک حق دیا جانا، بر تقدیر دوم یہ درخواست کتنی بھیجنے تھی

Marfat.com

زمین سڑک میں ڈال لینے پر بھی عام کے ساتھ مسلمانوں کو حقِ مرور رہتا گورنمنٹ نے کس دن کہا تھا کہ یہ سڑک خاص کفار کے لئے بنے گی کوئی مسلمان اس پر نہ چل سکے گا۔ بر تقدیر اول کون سا خاص قبضہ مسلمانوں کو ملنا ٹھہرا جبکہ جواب ایڈریس مذکور کے صاف لفظ یہ ہیں، یہ ضروری ہے کہ عام پبلک اور نمازی اسے بطور سڑک استعمال کرنے کے مجاز ہوں۔

(۴) قبضہ زمین کا حال جواب استفسار میں خود ہی کھول دیا کہ قبضہ دلا دیے کے بعد متصلاً کہا اگر جبراً گورنمنٹ اس کے مرور کو مشترک کرتی ہے تو خلاف احکام اسلامیہ ہے اس سے مسلمانوں کو اطمینان نہ ہوگا موقع موقع اس کے لئے کوشاں رہیں گے۔ صاف کھل گیا کہ قبضہ ہوا یہ ٹھہرا ہے زمین مرور مشترک کے لئے چھوڑی ہے جسے دوسرے لفظوں میں شارع عام یا سڑک کہئے اس کا مطالبہ دورِ آئندہ پر اٹھا رکھنا بتایا ہے حالانکہ یہی یہاں اہم مسئلہ بلکہ تمام اصل معاملہ تھا اسی کو نظر انداز کرنا اور عالم کی مصالحت سمجھنا کس قدر عجیب ہے مصالحت رفعِ نزاع ہے نہ کہ اصل مدنا، و منشاء نزاع مہمل و معطل اور دورِ آئندہ کی امید موہوم پر محول نہ ابقائے نزاع ہے نہ قطع و رفع۔ ہاں اگر اس کے معنی یہ تھے کہ عالم نے مسجد سے دست برداری دی جیسا کہ مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی وغیرہ نے اس کاروائی سے سمجھا اور پسند کیا تو ضرور قطع نزاع ہوئی اگرچہ باز دعویٰ دینا شرعاً مفہوم صلح میں آنا دشوار ہو خیر ایں ہم بر علم۔ مگر بعد کے الفاظ کہ مسلمانوں کو اطمینان نہ ہوگا موقع موقع اس کے لئے کوشاں رہیں گے، اس تاویل کو بھی نہیں چلنے دیتے تو اسے مصالحت مشہور کرنا مسلمانوں اور گورنمنٹ دونوں کو غلط بات باور کرانا ہوا۔

(۵) [ف: مصالحت خلاف حکم اسلام پر کی اور گورنمنٹ پر بھی بدگمانی کی] جب عالم کو اعتراف ہے کہ یہ کاروائی خلاف احکام اسلامیہ ہے تو اس پر مصالحت کرنا کیونکر روا ہوسکتا گورنمنٹ بر سر مصالحت و دلجوئی تھی نہ بر سرِ ضد و جبر و تعدی، اُس وقت کیوں نہ دکھایا گیا کہ یہ طریقہ خلاف احکامِ اسلامیہ ہے اس میں مذہبی دست اندازی ہے جس سے گورنمنٹ ہمیشہ دُور رہنا چاہتی ہے، طے ہوتا تو اس وقت بسہولت ہوتا، نہ ہوتا تو عالم بری الذمہ تھا، نہ یہ کہ اُس وقت اصل معاملہ پس پشت ڈال کر بالائی باتوں پر صُلح کرلیں اور اصل میں یہ دشواریاں ڈالیں کہ تم لوگ صلح کرکے پھرتے ہو تم نائب سلطنت کے فیصلہ سے اور ایسے بے بہا فیصلہ سے اب سرتابی کرتے ہو تم شکریہ کے جلسے اور روشنیاں کرکے پھر شکایت و منازعت پر اُترتے ہو، نادر شاہی زمانہ گزر چکا تھا کہ دہلی کا سا ہم درکنار اینٹ پھینکنے پر بے شمار سر اُڑ جاتے، مسلمانوں کی اینٹ سے اینٹ بج جاتی نہ کہ بم چلے اور کارگر پڑے اور بے تحقیق کسی سے مواخذہ نہ ہو، آج حفظ حقوق مذہبی کا اس سے بہتر کیا موقع تھا، یہاں دلی کمزوری سے کام لینا موجودہ آزمودہ گورنمنٹ کو

Marfat.com

خواہی نخواہی نادر شاہی ضد اور ہٹ کا پُتلا سمجھ کر ایسی عظیم حُرمت دینی کو پامالی کے لئے چھوڑ دینا کیونکر صواب ہو سکتا ہے۔

(۶) تمام دنیاوی سلطنتوں کا قاعدہ ہے کہ اپنے قانون کی رُو سے جس فعل کو جرم بغاوت سمجھیں اُسے سب سے زیادہ سنگین بلکہ ناقابلِ معافی جانتی ہیں اُن کے یہاں انتہائی رسوخ والا وہ ہے کہ جسے انھوں نے باغی سمجھ کر اسیر کیا ہو اس کی رہائی کی سفارش کر سکے نہ کہ ان جبروتی شرائط کے ساتھ کہ کسی کو قیدیوں سے معافی مانگنے کی حاجت نہ ہو معافی مانگنی کیسی، خود یہ امر ثابت نہ ہو کہ یہ لوگ مجرم تھے، یہ تو شاید شخصی سلطنتوں میں صرف محبوب خاص سلطان کی مجال ہو جو ایاز و محمود کی نسبت رکھے اگر ایسا درجۂ اختصاص حاصل ہوا تھا تو اُسے حفظ حُرمتِ اسلام میں صرف کرنا تھا جس پر باقی امور متفرع ہوئے تھے نہ کہ قیدیوں کے بارے میں یہ فضول و زائد شرائط اور خاص حُرمتِ دینی سے اغماض کیا، یہ ؎

ہر چہ شاہ آں کند کہ او گوید　　　حیف باشد کہ جُز نکو گوید

(بادشاہ جس شخص کی بات مانتا ہے اگر وہ اچھی بات کے علاوہ کہے تو ظلم ہے)

کا مصداق نہ ہوگا۔

(۷) [ف، معاملہ میں پیچیدگیاں ڈال دی گئیں] اس اغماض نے اصل مقصد میں جو پیچیدگیاں شروع کیا پیدا کیں اُن کی شرح طول چاہتی ہے ادنیٰ بات یہ ہے کہ قوم کے قلوب اس پر مطمئن ہو گئے تو سرے سے دعویٰ ہی گیا چارہ جوئی کون کرے اخباروں میں بکثرت مضامین اس پر اطمینان کے شائع ہوئے، ازاں جملہ نواب مشتاق حسین صاحب امروہی کی بسیط تحریر کہ روہیلکھنڈ گزٹ بریلی یکم نومبر ۱۹۱۳ء میں شائع ہوئی جس میں وہ عالم موصوف ہی کی ایک تحریر کا حوالہ دے کر فرماتے ہیں جناب کی اس تحریر کے بعد اس مسئلہ کے مذہبی پہلو کے تحفظ سے ہم کو بالکل مطمئن ہو جانا چاہئے، اسی کی ابتدا میں ہے مسلمان پبلک نے بھی اُس فیصلہ کی نسبت اپنا اطمینان ظاہر کیا۔ اس پر ایڈیٹر اخبار مذکور نے لکھا مولانا قبلہ نے اپنی تحریر میں نہایت اچھی طرح ثابت کر دیا کہ مذہبی نقطۂ خیال سے شرائط تصفیہ نہایت مناسب ہیں روزانہ زمیندار ۱۵ ر ذی القعدہ ۱۳۳۱ھ نے لکھا خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مسجد کے منہدم حصہ کا تصفیہ مسلمانوں کی منشا کے مطابق ہو گیا ہے۔ نیز لکھا وہ مسلمانوں کے لئے بالکل قابلِ اطمینان ہے۔ روہیلکھنڈ گزٹ کے پرچہ مذکور نے سکرٹری و نائب سکرٹری مسلم لیگ مراد آباد کی ایک مراسلت میں نقل کیا متشرع علمائے اسلام نے فقہ پر کامل غور کر کے یہ فتویٰ دے دیا کہ شرعاً اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ پھر بالخصوص عالم مذکور کا اطمینان دلانا لکھ کر کہا پس علمائے کرام کے اطمینان کے بعد مذہبی پہلو سے تصفیہ پر نکتہ چینی اور بے اطمینانی ظاہر کرنے کا کسی کو کوئی

Marfat.com

حق نہیں۔ پھر نواب صاحب موصوف کی اسپیچ (SPEECH) سے نقل کیا ہمارے تمام اکابر قوم و علمائے کرام اس پر اظہارِ مسرت کر رہے ہیں۔ اس قسم کے مضامین اگر جمع کئے جائیں ورقوں میں آئیں تمام اقطار ہند میں شہروں شہروں جو جو ریزولیوشن (RESOLUTION) اظہارِ مسرت و اطمینان کے پاس ہوئے روشنیاں ہوئیں اُن کے بیانوں سے اخباروں کے کالم گونج رہے ہیں ان تمام واقعات کو اُس سے کس قدر تناقض ہے کہ مسلمانوں کو اطمینان نہ ہوگا موقع موقع اُس کے لئے کوشاں رہیں گے۔

(۸) جب عالم کا قول وہ ہے کہ یہ کارروائی خلاف احکام اسلامیہ ہے، اور اُس عالم ہی کے اعتماد پر افرادِ قوم اسے بالکل بمطابق احکامِ اسلام سمجھ لئے اور وہ الفاظ شائع کر رہے ہیں جن کا خفیف نمونہ گزرا تو عالم کا اس پر سکوت، معلوم نہیں کیا معنی رکھتا ہے۔

(۹) اس سے بھی زیادہ تعجب خیز وہ الفاظ ہیں جو خود عالم کی طرف سے شائع کئے گئے ہیں تقریر مذکور نواب صاحب امروہی میں ہے: ۱۹ر اکتوبر کو جو تار جناب ممدوح نے خود میرے نام ارسال کیا ہے اُس میں تصفیہ کانپور کی بابت حسب ذیل الفاظ تحریر فرماتے ہیں: میں معاملاتِ کانپور کے تصفیہ کو پسند کرتا ہوں۔ تقریر مذکور اراکین مسلم لیگ مراد آباد میں عالم مذکور کی نسبت ہے: حضرت مولانا قبلہ نے اس فیصلہ سے اطمینان بذریعہ اخبارات پبلک کو دلایا ہے۔ فیصلہ کو خلاف احکامِ اسلامیہ جاننا اور پھر اُسے پسند کرنا اُس پر اطمینان دلانا کیونکر جمع ہوا، اور اطمینان دلانا اور وہ بیان کہ اس پر اطمینان نہ ہوگا کس قدر متخالف ہیں۔

(۱۰) اوروں کی نقل و نسبت کو نہ دیکھئے، خود عالم کی تقریر جس کا عنوان یہ ہے: "مسجد کانپور کے فیصلہ پر ایک نظر" جو ہمدرد ۱۹ر اکتوبر اور زمیندار ۲۱ ذی القعدہ میں شائع ہوئی اُس میں فرمایا ہے: یہ مجلس سرور ہے ہم کو نہایت مسرت سے یہ عرض کرنا ہے کہ مسلمانانِ ہند کو اطمینان اور دل جمعی نصیب ہوئی۔ اُسی میں ہے، اوّل کے تینوں دفعات حسب دلخواہ طے ہو گئے۔ اُسی میں ہے: ہمارے حسب دلخواہ مصالحت کرالی۔ اُسی میں ہے، کل کا واقعہ نہایت مسرت خیز ہے اور اسلامی تاریخ کے زریں ایام سے کل کا روز ہے۔ اُسی میں ہے، ہر طرح اسلام کا احترام قائم رکھا۔ للہ الصاف عوام ان لفظوں کو سُن کر کیوں نہ اطمینان کریں اور وہ بیانات و واقعات کہ نمبر ۴ میں گزرے کیوں نہ صادر ہوں اور وہ وعدۂ بے اطمینانی کہ حسب بیان سائل نفس مصالحت میں تھا کیوں نہ نسیاً منسیاً ہو، گورنمنٹ نہ تو مسلمان ہے

۵؎ پھر خدا جانے کون سی بات خلاف احکام اسلامیہ ہوئی ۱۲

Marfat.com

نہ اسلامی شرع کی عالم، جب عالم خود ہی خلاف احکام اسلامیہ کہہ کر پھر اسے حسب دلخواہ و موجب دلجمعی و اطمینان و نہایت مسرت خیز اور اسلامی تاریخ کا زرّیں دن کہے تو گورنمنٹ کا کیا قصور اور عوام پر کیا الزام۔

(۱۱) ان تمام صاف الفاظ سے گزر کیجئے تو عالم مذکور کا تار ۱۶ اکتوبر جو ہمدرد و دبدبہ سکندری ۲۰ اکتوبر وغیرہ میں شائع ہُوا، اس میں اولاً فرما کر کہ یہ بات اگرچہ قابلِ تعریف نہیں ہے۔ اخیر میں یہی فرمایا ہے کہ یہ تصفیہ اصلی مفہوم کے لحاظ سے قابلِ اطمینان ہے۔ جب عالم کے نزدیک فیصلہ خلاف احکام اسلامیہ ہے تو احکام اسلامیہ سے بڑھ کر اور کون سا اصلی مفہوم ہے جس کے لحاظ سے قابل اطمینان ہے۔

(۱۲) بااین ہمہ عالم مذکور نے تحریر جمیع جزئیات میں کوئی دقیقہ دُور دراز کار اس سعی بے سُود کا اٹھا نہ رکھا کہ اس کارروائی کو جیسے بنے کشاں کشاں مطابق احکام اسلامیہ کر دکھائیں، بہرحال تصویر کے دونوں رُخ تاریک ہیں نسأل اللہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالٰی سے فضل و عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ ت)

[ف: روایت امام محمد مطابق مذہب جمہور ہے] خط کہ اس سوال کے ساتھ یہاں بھیجا اس میں روایت سیّدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کا ذکر ہے اور یہ کہ اس عالم نے بضرورت اپنی رائے میں اسی کو اختیار کیا ہے گو بخیال تحفظ مساجد ہمیشہ اتباع جمہور رہا ہے یہ سخت غلط فہمی ہے یہاں روایت امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ ہرگز خلاف جمہور نہیں وہ وہی فرما رہے ہیں جو جمہور ائمہ نے فرمایا ہے ان کی روایت میں ایک حرف بھی قولِ جمہور سے زائد نہیں، نہ ہرگز اس روایت خواہ کسی قول کسی روایت کا یہ مطلب ہے نہ ہوسکتا ہے کہ مسجد کے کسی حصہ کو سڑک میں ڈال لینا روا ہے یہ تمام ائمہ کے اجماع سے حرام قطعی و مناقض ارشادِ خدا ہے، روایاتِ ائمہ درکنار اقوالِ مشائخ مذہب بھی نظر توفیق میں یہاں مختلف نہیں ہر ایک اپنے محمل پر صحیح و بجا ہے اور بالفرض اختلاف ہے تو نہایت خفیف جو قطعی تحفظ کلی ہر حصہ مسجد پر اجماع کے بعد صرف ایک زائد بات میں ہُوا ہے جس سے حفظ جملہ اراضی مساجد پر معاذ اللہ کوئی اثر نہیں پڑ سکتا ہم بتوفیق اللہ تعالٰی ان مباحث جلیلہ کو ایک مستقل فتوے میں رنگِ ایضاح دیں گے۔

[ف: فقاہت کے کیا معنی ہیں] فقہ یہ نہیں کہ کسی جزئیہ کے متعلق کتاب سے عبارت نکال کر اُس کا لفظی ترجمہ سمجھ لیا جائے، یوں تو ہر اعرابی ہر بدوی فقیہ ہوتا کہ ان کی مادری زبان عربی ہے بلکہ فقہ بعد ملاحظہ اصول مقررہ و ضوابط محررہ و وجوہِ تکلم و طرقِ تفاہم و تنقیح مناط و لحاظ انضباط و مواضع یسر و احتیاط و تجنب تفریط و افراط و فرقِ روایاتِ ظاہرہ و نادرہ و تمیز درایاتِ غامضہ و ظاہرہ و منطوق و مفہوم و صریح و محتمل و قولِ بعض و جمہور و مرسل و معلل و وزن الفاظ مفتین و سبر مراتب

Marfat.com

ناقلین وعرف عام وخاص و عادات بلاد واشخاص و حال زمان ومکان و احوال رعایا و سلطان و حفظ مصالح دین و دفع مفاسد مفسدین وعلم وجوہ تجریح و اسباب ترجیح ومناہج توفیق ومدارک تطبیق ومسالک تخصیص ومناسک تقیید ومشارع قیود وشوارع مقصود وجمع کلام ونقد مرام فہم مراد کا نام ہے کہ تطلع تام و اطلاع عام ونظر دقیق وفکر عمیق و طول خدمت علم و ممارست فن وتیقظ وافی و ذہن صافی معتاد تحقیق مؤید بتوفیق کا کام ہے، اور حقیقۃً وہ نہیں مگر ایک نور کہ رب عزوجل محض کرم اپنے بندہ کے قلب میں القا فرماتا ہے:

وما یلقٰہا الا الذین صبروا وما یلقٰہا الا ذو حظ عظیم[1] — اور یہ دولت نہیں ملتی مگر صابروں کو، اور اسے نہیں پاتا مگر بڑے نصیب والا۔ (ت)

صدہا مسائل میں اضطراب شدید نظر آتا ہے کہ ناواقف دیکھ کر گھبرا جاتا ہے مگر صاحبِ توفیق جب اُن میں نظر کو جولان دیتا اور دامنِ ائمہ کرام مضبوط تھام کر راہِ تنقیح لیتا ہے توفیقِ ربانی ایک سررشتہ اس کے ہاتھ رکھتی ہے جو ایک سچا سانچا ہو جاتا ہے کہ ہر فرع خود بخود اپنے محل پر ڈھلتی ہے اور تمام تخالف کی بدلیاں چھنٹ کر اصل مراد کی صاف شفاف چاندنی نکلتی ہے اُس وقت کھل جاتا ہے کہ اقوال کہ سخت مختلف نظر آتے تھے حقیقۃً سب ایک ہی بات فرماتے تھے الحمدللہ فتاوائے فقیر میں اس کی بکثرت نظیریں ملیں گی وللہ الحمد تحدیثا بنعمۃ اللہ وما توفیقی الا باللہ وصلی اللہ تعالٰی علٰی من امدنا بعلمہ وایدنا بنعمہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ وبارک وسلم اٰمین والحمدللہ رب العٰلمین۔

(۱۳) [ف: اس مصالحت کی تین نظیریں] کیا کوئی ہندو روا رکھے گا کہ اُس کا شوالہ توڑ کر سڑک کر دیا جائے جس پر عام مسلمان اور گوشت کے ٹکڑے لے کر قصاب گزرا کریں اور اس پر ایک چھجا یا چھتا بنے وہ ہندوؤں کے قبضے میں رہے کیا وہ اسے زمین شوالہ پر اپنا قبضہ سمجھے گا کیا وہ اس کارروائی کو حسبِ دلخواہ موجب اطمینان اور اُس دن کو نہایت مسرت خیز اور ہندو دھرم کی تاریخ کا زریں دن اور ہر طرح اُس کا احترام قائم رکھنا کہے گا لیکن ایک اسلامی عالم نے مسجد کے ساتھ یہ کارروائی کی اور اُس کی نسبت ان تمام الفاظ سے مدح سرائی کی فاعتبروا یا اولی الابصار۔

(۱۴) کیا اگر شوالہ کے ساتھ مسلمان ایسا کرتے تو گورنمنٹ اُن پر مداخلت مذہبی اور توہین مذہب کا جرم قائم نہ کرتی ضرور کرتی، کیا گورنمنٹ اپنے لئے مذہبی دست اندازی و توہین مذہب جائز رکھتی ہے

---

[1] القرآن الکریم ۴۱/۳۵

Marfat.com

ہرگز نہیں، مگر جب اسلامی عالم ہی اُسے نہایت مسرت خیز اور زریں دن اور احترام اسلام کا پورا قیام کہے تو گورنمنٹ کی کیا خطا ہے۔

(۱۵) کیا اگر عالم کے مکان سکونت کے ساتھ یہ طریقہ برتا جائے کہ مکان کھود کر مسلمان یا ہندو سڑک یا دنگل بنالیں اور اُس پر چھت پاٹ کر ہوادار جھروکے عالم کے بسنے کو دیں تو عالم اُن ہندو یا مسلمانوں پر نالشی نہ ہوگا کیا وہ اسے زمینِ مکان پر اپنا قبضہ قائم رہنا سمجھے گا کیا وہ اسے اپنے حق میں دست اندازی تعدّی نہ کہے گا، فاعتبروا یا اولی الابصار۔

(۱۶) امورِ مصالحت میں دُوسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ کسی کو قیدیوں سے معافی مانگنے کی حاجت نہ ہو یہ امر ثابت نہ ہو کہ یہ لوگ مجرم تھے۔ لیکن اس مصالحت کے بعد جو ایڈریس پیش ہوا اُس کے لفظ یہ ہیں: ہم اُن لوگوں کی کارروائی کو ملامت اور نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں جنھوں نے قانون کی خلاف ورزی کی۔ اگر قانون کی خلاف ورزی کرنے والا قانونی مجرم نہیں تو اور کون ہے۔ پھر گورنمنٹ کا جواب روزانہ ہمدرد ۱۶ اکتوبر میں یہ ہے: اب میں ان لوگوں کی نسبت کچھ کہنا چاہتا ہوں جنھوں نے ۳ اگست کو بلوہ کا ارتکاب کیا۔ اُسی میں ہے، گورنمنٹ کا فرض تھا کہ قیدیوں پر مقدمہ چلائے اور اُنھیں سزا دے مگر وہ کافی سزا بھگت چکے ہیں۔ اُسی میں ہے، میں اُن لوگوں پر بھی رحم کرتا ہوں جنھوں نے بلوے کی اشتعالک دی اور اس طرح سے اُس نقصان رسانی کے مرتکب ہوئے جو اَب تک ہو چکا ہے اور اس لئے کسی خاص سلوک کے مستحق نہیں رہے۔ تو ضرور مجرم و سزاوارِ سزا ٹھہر کر کافی سزا بھگت کر رحم کئے گئے نہ یہ کہ اُن کو مجرم قرار ہی نہ دیا جائے۔

(۱۷) [ف: مصالحت مسجد سے دست برداری پر کی] امورِ مصالحت میں تیسری بات یہ ہے: گورنمنٹ مقدمات اٹھالے مسلمان مرور کے لئے کوشاں رہیں گے البتہ مقدمات دیگر امور کے متعلق کچھ نہ کریں گے۔ اس کا حاصل طرفین سے ترکِ مقدمات ہے مگر مسلمانوں کے لئے دعویٰ مسجد کا استثنا۔ یہاں دو قسم کے دعوے تھے، دعویٰ دیوانی دربارۂ زمینِ مسجد کہ مسلمان کرتے دعویٰ فوجداری دربارۂ بلویٰ کہ گورنمنٹ کی طرف سے دائر تھا۔ مسلمانوں کو دعویٰ دوم میں اپنی ہی جان چھڑانی پڑی تھی نہ کہ وہ اُلٹے اس میں مدعی بنتے، تو ادھر سے نہ تھا مگر دعویٰ مسجد' اور مصالحت میں ضرور طرفین سے ترکِ مقدمات قرار پایا تو حاصلِ مصالحت صرف اتنا نکلا کہ گورنمنٹ قیدیوں کو چھوڑ دے مسلمان مسجد چھوڑتے ہیں، اس سے زیادہ محض الفاظ ہیں کہ یا تو مخیلہ سے باہر ہی نہ آئے یا زبان تک آکر نامقبول رہے، بہرحال ان کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان پر مصالحت کی، ولہذا بعد کی عملی کارروائیاں اطمینان ... ش اور خود عالم کی تقریریں جن کا

Marfat.com

بیان اوپر گزرا سب استثنائے مذکور کی غلطی پر دلیل ہیں ما اُس پہ صلح ہوئی ہوتی تو اپنی مجلس مؤید الاسلام کا جلسہ خالص مسرت اور نہایت مسرت کا جلسہ نہ ہوتا بلکہ مسرت ماتم آمیز کا ایک آنکھ ہنستی تو ایک روتی، یہ نہ کہا جاتا کہ مسلمانانِ ہند کو اطمینان اور دلجمعی نصیب ہوئی۔ بلکہ یوں کہا جاتا کہ مسلمانو! فرع میں تمھاری فتح ہوئی اور اصل ہنوز باقی ہے اُٹھو اور اُس کے لئے انتہائی جائز کوششیں کرو۔

(۱۸) نیز اس کے غلط ہونے کی ایک کافی دلیل وُہ ہے جو ہمارے سائل فاضل نے جواب استفتا رسوم[۳] میں لکھا کہ گورنمنٹ نے قیدیوں کو بلا مقابلہ کسی امر کے چھوڑنا نہ چاہا بلکہ اس کو مشروط کیا کہ مسلمان آئندہ مقدمات نہ چلائیں۔ دیکھئے اس میں استثناء نہیں۔

(۱۹) آگے گورنمنٹ کی دوسری شرط بتائی کہ مسلمان مسجد کی زمین پر بعینہٖ اُسی طریقہ کی عمارت نہ تعمیر کریں۔ یہاں نفیِ استثنا ہوگئی اگر مسلمانوں کو دعوی زمین کی اجازت رہتی اور ضرور ممکن کہ وہ ڈگری پاتے تو بعینہٖ اسی طریقے کی عمارت بنانے سے کیوں ممنوع ہوتے اس کے صاف یہی معنی ہیں کہ ایسی عمارت بنالو جس کی چھت سے کام لو اور زمین پر دعویٰ نہ کرو۔

(۲۰) [ف: گورنمنٹ نے اسلام کو فائدہ دینا چاہا مگر مصالحت والوں نے روک دیا] جواب ایڈریس میں ہے مجھے پورے طور پر بھروسا ہے کہ مسئلہ مسجد کا جو حل میں نے کیا ہے اس سے ہندوستان کی تمام مسلمان آبادی مطمئن ہوجائے گی۔ گورنمنٹ کے یہ الفاظ اور صلح میں اُس قرار داد کا بیان کہ مسلمانوں کو اطمینان نہ ہوگا۔ دونوں ملاکر دیکھئے صاف کُھل جائے گا کہ وہ استثناء نہاں خانۂ خیال ہی میں تھا، یا کہا اور منظور نہ ہوا! لاجرم تمام زوائد چھنٹ کر اصل بات نکل آئی جتنے پر عالم نے مصالحت ٹھہرائی کہ گورنمنٹ ہمارے آدمی چھوڑ دے ہم نے مسجد چھوڑ دی یہ وہی دلی کمزوری اور دہلی کے بم کا تجربہ دیکھ کر بھی گورنمنٹ پر ضد اور جبر کی بدگمانی سے ناشئی ہوا حالانکہ یہ بالکل وسوسہ تھا گورنمنٹ دونوں باتوں میں مسلمانوں کے صاف موافق تھی قیدیوں کی رہائی کے لئے جواب ایڈریس کے وُہ لفظ دیکھئے: میں خاص شملہ سے اس غرض سے آیا ہوں تاکہ آپ کے واسطے پیغامِ امن لاؤں۔ آخر میں مکرر ہے: میں کانپور اسی لئے آیا ہوں تاکہ پیغامِ امن لاؤں۔ اور مسئلہ احترامِ مذہبی کے لئے وہ قیمتی الفاظ پڑھئے: میرے لئے یہ بالکل غیر ضروری ہے کہ جو یقین میں نے کونسل کے اجلاس میں اس بارے میں دلائے ہیں کہ رعایا کے مذہبی عقائد کے متعلق گورنمنٹ کی پالیسی میں کوئی تغیر نہ ہوا اس کو دُہراؤں اس لئے کہ آپ سب لوگ جانتے ہیں کہ یہ ایک واقعی بات ہے۔ یہ لفظ تو عام آزادی مذہبی کے متعلق تھے اور خاص مسئلہ مساجد کے متعلق سُنیے: ممکن ہے کہ سڑکوں ریل نہروں کی تعمیر مذہبی عمارتوں کے ساتھ ٹکرائے لیکن آپ کو یقین رکھنا چاہئے کہ گورنمنٹ

Marfat.com

کافی توجہ سے تمام مطالبات پر غور کرے گی اور ہمیشہ کوشش کرے گی کہ مسئلہ متنازعہ اس طور حل کرے جو تمام اشخاص متعلقہ کے لئے قابلِ اطمینان ہو۔ ایسی صورت میں صرف امر اوّل سے فائدہ لینا اور امر دوم کہ وہی اصل مرام وخاص مسئلہ احترام اسلام تھا، یوں چھوڑ دینا کیونکر صواب ہو سکتا ہے، نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔

جواب استفسار دوم پر نظر

(۲۱) استفسار تو یہ تھا کہ جس امر پر صلح ہوئی وہ کس کی تجویز تھا، اس کا یہ جواب کیا ہوا کہ گورنمنٹ نے خود مصالحت کی خواہش کی اس امر پر کہ مقدمات اور دعاوی کے بارے میں کوئی سمجھوتا ہو جائے، کس نے پوچھا تھا کہ خواہشِ صلح کدھر سے ہوئی اُس سمجھوتے ہی کو پوچھا تھا کہ کس کی رائے کا ایجاد تھا اس کا کچھ جواب نہ ہوا۔

(۲۲) [ف: فیصلہ کانپور پر ایک نظر کا رد بلیغ] سائل فاضل نے اگرچہ جوابِ استفسار نہ دیا مگر خود عالم کی تقریر کہ بعنوان "فیصلہ کانپور پر ایک نظر" ہمدرد وغیرہ میں چھپی وہ اس کے جواب کی کفیل ہے اُس میں صاف اعتراف ہے کہ چھتا بنا کر اس پر قبضہ ملنے اور زمین مسجد پر سڑک چلنے کی تجویز خود عالم نے اپنی طرف سے پیش کی وہی منظور ہوئی اس تجویز کا حال اوپر معلوم ہو چکا، اور یہ بھی کہ خود عالم کو اس کا خلاف احکام اسلامیہ ہونا مسلّم ہے مگر عالم کی تقریر مذکور اس تجویز کی حالت اور بھی واضح کرتی ہے۔

[ف: عالم کی پہلی تدبیر نا منظور شدہ اور اس کا صریح باطل وخلافِ شرع ہونا] تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ عالم نے پہلے تو یہ تدبیر نکالی کہ اس زمین کو مسجد کا ممر بنا دیں اور اس کے لئے مسجد کا دروازہ اس طرف نکالیں کہ اصل ممر مسلمانوں کے لئے ہو پھر ضمناً کوئی دوسرا بھی اس طرف سے اُس طرف گزر جائے تو ہم اُس کو مانع نہیں ضرورت کے وقت اجازت ہو سکتی ہے بشرطیکہ احترام اُس جُز کا مثل احترام دیگر اجزائے مسجد کے قائم رہے، اور غالباً اسی تحفظ واحترام کے لئے یہ چاہا تھا کہ اس حصۂ زمین کو سڑک سے مرتفع بنایا جائے یعنی تاکہ پیدل کے سوا اوروں کا گزر نہ ہو۔ اس تدبیر میں عالم کی نظر اُس مسئلہ پر تھی کہ راستہ جب پیدل پر تنگی کرے تو بضرورت مسجد میں ہو کر لوگ اِدھر سے اُدھر گزر سکتے ہیں یوں کہ مسجد بحال خود برقرار رہے اس میں کوئی فرق اصلاً نہ آئے ولہذا شرط ہے کہ یہ مسجد میں ہو کر نکل جانے والے جنب وحائض ونفسائہ نہ ہوں نہ اس میں جانور لیجائیں کہ مسجد میں ان کا جانا اور ان کا لے جانا حرام ہے۔

[ف: مسئلہ ممر فی المسجد کی جلیل تحقیق اور یہ کہ وہ سلطنت اسلامیہ کے ساتھ خاص ہے] اقول

Marfat.com

یہ گزر اصالۃً مسلمانوں کے لئے ہے کہ مسجدوں سے کافروں کو کیا علاقہ،

الاتری الی تعلیلھم بانھما للمسلمین[۱] کما فی الدرالمختار وغیرہ من معتمدات الاسفار۔

ان کا یہ علت بیان کرنا آپ نے نہ دیکھا کہ یہ مسلمانوں کے لئے ہے، جیساکہ درمختار وغیرہ معتبر کتب میں ہے (ت)

مگر جبکہ راستہ پیدل پر تنگ ہے اور گزر کی حاجت کافر کو بھی ہے اور کافر ذمی بلکہ مستامن بھی تابع مسلم ہے تو بالتبع ضمناً اسے بھی منع نہ کریں گے۔

وکم من شیئ یثبت ضمنا ولا یثبت قصدا وھذا معنی قول العلماء حتی الکافر[۲] فظھر الجواب عما اعترض بہ العلامۃ الطحطاوی علی جعلہ غایۃ[۳] وللہ الحمد ولاحاجۃ الی ما اجاب بہ العلامۃ الشامی وللہ الحمد وظھر الجواب عما ظن العلامۃ شیخی زادہ[۴] فی مجمع الانھر من التعارض بین تعلیلھم بان کلیھما للمسلمین و بین قولھم حتی الکافر[۲] وللہ الحمد۔

کئی چیزیں ضمناً ثابت ہوتی اور قصداً ثابت نہیں ہوتیں اور علماء کے قول (حتی الکافر) حتی کہ کافر کا یہی معنی ہے تو علامہ طحطاوی نے اس کو غایت قرار دے کر جو اعتراض کیا ہے، اس سے اس کا جواب ظاہر ہوگیا، للہ الحمد، اور علامہ شامی نے جو جواب دیا اس کی بھی حاجت نہ رہی، وللہ الحمد، نیز اس سے علامہ شیخی زادہ نے مجمع الانہر میں اپنے خیال سے فقہاء کرام کی تعلیل کہ دونوں مسلمانوں کے لئے، اور فقہاء کرام کے قول "حتی الکافر" میں جو تعارض سمجھا اس کا جواب بھی ظاہر ہوگیا، وللہ الحمد (ت)

مسئلہ تو یہاں تک بجا و صحیح یا کم از کم ایک قول پر ٹھیک تھا مگر موقع سے اسے متعلق سمجھنے میں ایک دو نہیں بکثرت خطائیں ہوئیں جن میں تین خود عالم کے تین لفظوں سے ظاہر و مبین (۱) ضمناً (۲) احترام (۳) ضرورت ظاہر ہے کہ اگر یہ صورت ہوتی تو **اوّلاً** کفار کا گزر ہرگز ضمناً نہ ہوتا بلکہ اصالۃً جس کا انکار صریح مکابرہ ہے، اور وہ نہ صرف اس عالم کے اقرار بلکہ یقیناً مراد علماء کے خلاف ہے، زمانۂ ائمہ میں مساجد تو مساجد دارالاسلام کی سڑک یا افتادہ زمین ہی پر چلنے والا کافر نہ ہوتا مگر ذمی کہ مطیع اسلام ہے یا مستامن کہ سلطانِ اسلام سے پناہ لے کر داخل ہوا، اور یہ دونوں تابع اسلام ہیں آخر نہ دیکھا کہ انھیں عبارات میں علمائے مساجد کی طرح مطلق راستوں کو بھی مسلمانوں کے لئے بتایا کہ اور ہیں تو ضمنی و تابع ہیں۔

---

[۱] و [۲] درمختار، کتاب الوقف ۱/۳۸۲ [۳] طحطاوی علی الدرالمختار کتاب الوقف دارالمعرفۃ بیروت ۱/۵۴۳
[۴] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کتاب الوقف فصل اذا بنی مسجداً داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۷۴۸

Marfat.com

ثانیاً یہاں احترام ناممکن تھا جنب وحائض کی ممانعت پر اصلاً اختیار نہ ہوتا خصوصاً کفار کو اجازت ہوکر، اور اس ممانعت کو مسلمانوں کے ساتھ مخصوص کرنا محض ظلم ہے، صحیح یہ ہے کہ کفار بھی مکلف بالفروع ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ:

یتساءلون عن المجرمین ○ ماسلککم فی سقر ○ قالوا لم نک من المصلین ○ ولم نک نطعم المسکین ○ وکنا نخوض من الخائضین ○ وکنا نکذب بیوم الدین ○[1]

پوچھتے ہیں مجرموں سے تمہیں کیا بات دوزخ میں لے گئی، وہ بولے ہم نماز نہ پڑھتے تھے اور مسکین کو کھانا نہ دیتے تھے اور بیہودہ فکر والوں کے ساتھ بیہودہ فکریں کرتے تھے اور ہم انصاف کے دن کو جھٹلاتے رہے (ت)

اور بالفرض وہ مکلف بالفروع نہ سہی ہم تو مکلف ہیں بحالِ جنابت وحیض مسجد میں جانا ضرور بیت اللہ کی بیحرمتی اور دربار ملک الملوک عزجلالہ کی بے ادبی ہے تو ہمیں کیونکر روا ہوا کہ ایسی شنیع تجویز خود پیش کریں اور بیت اللہ کی حرمت پامال کرائیں، جانور تو بالاجماع مکلف نہیں، کیا مسلمان کو روا ہے کہ کتے یا سوئر بلکہ ناسمجھ بچے یا مجنون کو مسجد میں چلتا دیکھے اور چپکا بیٹھا رہے کہ وہ تو مکلف ہی نہیں، حاشا حفظ مسجد پر یہ تو مکلف ہے اور ترکِ منع اس کا گناہ ہے کہ بے ادبیِ مسجد پر راضی ہوا یا کم از کم ساکت رہا، حدیث میں ارشاد ہوا:

جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم[2] رواہ ابن ماجۃ وعبد الرزاق عن واثلۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اپنی مسجدوں کو بچوں اور دیوانوں سے بچاؤ۔ (اسے ابن ماجہ اور عبدالرزاق نے واثلہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

جب احتمالِ بے ادبی پر غیر مکلفوں کو نہ روکنا خلافِ حکمِ حدیث ہے تو مساجد کو بیحرمتی یقینی کے لئے خود پیش کرنا کس درجہ جرمِ شنیع وخبیث ہے۔

ثالثاً اس میں جانوروں کا نہ جانا بھی ہرگز نہ ہوتا اگرچہ کہہ دیا جاتا کہ یہ پیدل کے لئے ہے، معہود ومعروف یہ ہے کہ پختہ سڑک جسے گولا کہتے ہیں اصالۃً صرف بگھیوں ٹمٹموں کے لئے بنتی ہے اور اس کے پہلوؤں پر جو راہ پیادوں کے لئے چھوڑی جاتی ہے بیل گاڑیوں، چھکڑوں، گائے بیلوں گدھوں

---

[1] القرآن الکریم ۷۴/ ۴۰ تا ۴۶

[2] سنن ابن ماجہ ابواب المساجد باب مایکرہ فی المساجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۵

Marfat.com

کے لئے وہی ہوتی ہے، ولہذا ان میں سے جو چیز سڑک پر چل رہی ہے اور کوئی بگھی آجائے تو ان سب کو اُسی پیادہ کی راہ میں ہٹنا ہوتا ہے ان کا استحقاق اسی میں سمجھا جاتا ہے اور معروف مثل مشروط ہے تو پیدل کے لئے کہنے کے یہ معنی ہیں کہ گھوڑا گاڑی کے سوا سب کے لئے ہے، آخر نہ دیکھا کہ جب آپ نے اُس زمین کو سڑک سے کچھ مرتفع رکھنا چاہا یہ منظور نہ ہوا کہ اس میں گاڑیوں کی ممانعت تھی اور چھت آٹھ فٹ بلند ٹھہری کہ پیادہ کی حاجت سے بہت زائد ہے، لطف یہ کہ آپ اب بھی اُسے زیر مسئلہ مذکورہ لانا چاہتے ہیں فاعتبروا یااولی الابصار۔

رابعًا بفرض غلط اگر ممانعت ہوتی تو سواریوں کے لئے مگر گائے، بکری، بھیڑ کے گلّے کوڑے اینٹوں کے گدھے نہ سوار ہیں نہ سواری یہ قطعاً پیادہ ہی میں شامل رہتے۔

خامسًا یہ بھی نہ سہی پیادہ گوروں اور جنٹلمینوں کے کُتّوں کا استثنا کیونکر ممکن تھا وہ تو ضرور پیادہ ہیں اور یہ ان کے دم کے ساتھ۔

سادسًا جانے دو بھنگنیں کہ ٹوکرے لئے نکلتی ہیں وہ تو ہر طرح پیادہ آدمی ہیں اُن کی ممانعت کس گھر سے آتی، تو آفتاب سے زیادہ روشن کہ یہ مسئلہ صرف اسلامی سلطنت کے ساتھ خاص ہے جہاں کفّار تابع مسلمین ہوتے ہیں اور جہاں ہر طرح ہم احترام مساجد قائم رکھنے پر قادر ہیں غیر اسلامی عملداری میں اس کا اجرا خود اصل مسئلہ کا ابطال اور مسجدوں کی صریح بیحرمتی و ابتذال ہے۔

سابعًا یہاں ایک نکتہ جلیلہ دقیقہ اور ہے جس پر مطلع نہیں ہوتے مگر اہلِ توفیق وما یعقلہا الا العٰلمون[1] (اور انھیں نہیں سمجھتے مگر علم والے۔ت) وہ یہ کہ مسجد میں کسی امر کا جواز اور بات ہے اور اُس کا استحقاق اور۔ صورتِ مذکورۂ علماء میں حکمِ جواز ہے نہ حکم استحقاق کہ مساجد تو جمیع حقوق عباد سے ہمیشہ کے لئے منزّہ ہیں، قال اللہ تعالٰی وانّ المسٰجد للّٰہ[2] (اللہ تعالٰی نے فرمایا، اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں۔ت) تو حکم صرف سلطنت اسلامیہ میں چل سکتا ہے غیر اسلامی سلطنت میں جو ممر بنایا جائیگا ضرور اس میں کفّار خصوصًا حکام کا مرور بطور دعوی واستحقاق ہوگا اور یہ قطعی ابطال مسجدیت و ہتک حرمت اسلام وخلاف کلام ذی الجلال والاکرام ہے اگرچہ بفرض محال ہر طرح کا احترام قائم ہی رہے تو سلطنت غیر اسلامیہ کے لئے یہ مسئلہ قرار دینا صریح جہل وظلم عظیم ہے انھیں سات وجوہ پر نظر فرمانے سے واضح ہو سکتا ہے کہ مِنْ اِلٰی فِیْ عَلٰی کا ترجمہ جان لینا فقاہت نہیں فقاہت چیزے دیگرست۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۹/ ۴۳

[2] القرآن الکریم ۷۲/ ۱۸

Marfat.com

این سعادت بزورِ بازو نیست — تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(یہ سعادت زورِ بازو سے حاصل نہیں ہوتی جب تک عطا فرمانے والا مالک عطا نہ فرمائے)

ثامناً [ف: ضرورت کی بحث] رہی ضرورتِ تنگی، اس کا حال ظاہر ہے کہ پیدل تو پیدل گاڑیوں کے لئے وسیع سڑک موجود ہے، علماء نے یہاں یہی ضرورت تحریر فرمائی ہے اور یہی حکم جواز فی نفسہ کا کفیل ہے، ضرورت اکراہِ شرعی نہ یہاں متحقق نہ اس میں یہ صورت صادق، اس سے جوازِ شے فی نفسہ نہیں ہوتا رفع اثم ہوتا ہے، وہ بھی صرف مُکرَہ سے، وہ بھی صرف وقتِ اکراہ، وہ بھی صرف اتنی بات پر جس پر اکراہ ہوا، اگر بعض اوہام اُٹھے چلے تو ان شاء اللہ الکریم اس وقت ان مباحث جلیلہ کی تفصیل کر دی جائے گی جس سے روشن ہوگا کہ یہاں ادعائے ضرورتِ اکراہ کیسا جہلِ شدید تھا، بالجملہ یہ تدبیر بھی محض باطل و ناصواب تھی اور اتنا خود عالم کو اسی تقریر میں اقرار ہے کہ نہایت تنزل اور بقول ضعیف اور مخلص کے طور پر صورت مجوّزہ ہے بہرحال وہ بھی ممبروں نے منظور نہ کی اُس وقت عالم نے یہ دوسری تجویز نکالی جس پر تصفیہ ہوا کہ چھتا مسجد اور زمین سڑک۔ تقریر مذکور میں ہے: اس گفتگو میں تمام وقت صرف ہوگیا مصالحت کی امید منقطع ہوگئی اُس وقت میں نے یہ صورت پیش کی کہ سرِ دست ہم کو دالان کی چھت پر قبضہ دے دیں کہ ہم بنائیں۔ اس کے بعد ایک فقرہ دھوکا دینے والا ہے کہ اور زمین بھی دے دیں اُس کو بھی ہم ہی بنائیں حسبِ قواعد میونسپلٹی جو تمام عمارات کے واسطے عام ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ زمین ہم کو واپس مل جائے ہم اُس پر پہلی سی عمارت بنالیں، اس سے آسان تر کہ تدبیرِ اول میں تھا وہ تو ممبر نے مانا نہیں اُس کے بعد اُس کے کہنے کی کیا گنجائش ہوتی اور کہا جاتا تو مانا کیوں جاتا اور یہ وہ کہا گیا جو مانا گیا کہ اس کی نسبت تقریر مذکور میں ہے: غرضکہ تینوں دفعات حسبِ دلخواہ طے ہوگئے۔ پھر باریابی گورنمنٹ اور ہار پہنانے کا ذکر کرکے کہا: اس کے بعد موافق تجویز دی روزہ تینوں مقاصد ہمارے حاصل ہوئے۔ یعنی جواب ایڈریس اُن کے مطابق "ملا تو زمین دے دیں اُس کو بھی ہم ہی بنائیں" کے وہ معنی ہیں جو جواب ایڈریس میں ہے کہ متولیوں کو ایک چھتا دار محراب بنا لینی چاہئے اور ان عمارات کے نیچے بھی ایک گزرگاہ تعمیر کرلینی چاہئے جو میونسپل بورڈ کی مجوزہ تجاویز کے عین مطابق ہے۔ غرض تجویز پیش کردہ عالم کا یہ حاصل تھا کہ ہم کو ایک چھتا بنا لینے دیا جائے جو مسجد ٹھہر کر ہمارے قبضہ میں رہے اور اس کے نیچے سڑک چلے اور یہ سعادت بھی ہمیں کو بخشی جائے کہ زمین مسجد پر یہ سڑک ہم ہی تعمیر کریں جو بعینہٖ تجویز چونگی ہے۔

[ف: تجویز دوم کی شناعتیں] اس تجویز کا حال خود مجوّز کا قال بتا رہا ہے تدبیر اول کہ نامنظور ہوئی اسے نہایت تنزل بتایا تھا اور نہایت کے بعد کوئی درجہ باقی نہیں رہتا تو یہ تجویز کہ اس سے بدرجہا گری ہوئی ہے کسی تنزل پر بھی دائرۂ حکمِ شرعی میں نہیں آسکتی بلکہ حکم کی صریح تبدیل ناقابلِ تاویل ہے،

Marfat.com

تدبیر اول کو بقول ضعیف کہا تھا تو اس کے لئے کوئی ضعیف روایت بھی نہیں محض باطل و ایجاد بندہ ہے تدبیر اول کو مخلص کے طور پر کہا تھا تو یہ مخلص بھی نہیں بلکہ محبس ہے یعنی مسجد کو ہتک حرمت کے لئے پھنسانا۔ اور تقریر میں اقرار ہے کہ میں نے یہ صورت پیش کی۔ یہاں ہمارے استفسار دوم کا جواب کھلا، ایسی باطل و حرام ہتک اسلام صورت اگر ادھر سے پیش ہوتی اور عالم بلا جبر و اکراہ تام اُسے تسلیم کر لیتا تو شرعاً سخت کبیرہ عظیمہ شدیدہ کا مرتکب تھا نہ کہ خود اپنی تجویز سے ایسی صورت نکالنا اور اُسے پیش کرنا اُس پر منظوری لینا اس کی شناعت کا کیا اندازہ ہو، نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔

(۲۳) پھر یہ نہیں کہ عالم نے اُس وقت کم علمی یا نافہمی سے اس صورت کا باطل و خلافِ شرع ہونا نہ سمجھا نادانی سے اُس وقت مجوز ہو بیٹھا۔ نہیں نہیں بلکہ اُس وقت بھی حکم شرعی معلوم تھا تقریر مذکور میں اس تجویز کے پیش کرنے سے پہلے کا بیان ہے کہ مسجد کے دیکھنے اور وہاں کے احوال سُننے سے تسلیم کر لینا پڑا کہ جزو متنازعہ جزو مسجد ہے اس کے بعد مجھے مخلص نکالنا بہت دشوار ہو گیا میں ہرگز کسی طرح یہ نہیں کہہ سکتا کہ مسلمانوں کو کسی جزو مسجد کو کسی دوسرے مصرف میں لانا جائز ہے تو دیدہ و دانستہ ارتکاب ہوا۔

(۲۴) پھر یہی نہیں کہ اُسے صرف ابتدائی درجہ کا حرام جانا ہو بلکہ وہیں تصریح ہے کہ میں یقین کرتا ہوں کہ اس جزو کو اصل مسئلہ سے زیادہ اس کے طرزِ انہدام نے اہم کر دیا اور یہ واقعۂ ہائلہ ۳ اگست نے تو احترام اسلام کا سوال پیدا کر دیا اور شعارِ اسلام کے ہتک ہونے میں کسی کو بھی شبہہ نہ رہا۔ یا رب یہاں تک جان کر پھر ہتک اسلام کی آپ تجویز پیش کرنے کو کیا سمجھا چاہیے فانا للہ وانا الیہ راجعون، اس قولِ عالم کے معنی یہ ہیں کہ ہتک حرمت مسجد ضرور ہتک شعارِ اسلام ہے خصوصاً غیر مسلم سے خصوصاً بحکومت کہ اس کا ہتک حرمتِ اسلام ہونا خود ہی واضح تر ہے جسے واقعۂ ۳ اگست نے سب پر ظاہر کر دیا۔ اس عبارت عالم کا یہ مطلب ہے ورنہ اگر عالم کے نزدیک اصل معاملہ میں ہتک حرمتِ اسلام نہ تھی تو واقعہ ۳ اگست کہ محض بربنائے قانون شکنی تھا اسے ہتک حرمتِ اسلام نہ کر دیتا۔ خانہ جنگی وغیرہ میں کتنے مسلمان ماخوذ و سزایاب ہوتے ہیں اُسے کوئی ہتک حرمت اسلام نہیں سمجھتا کہ اصل معاملہ حرمت اسلام کا نہ تھا۔ عالم کا یہ قول یاد رکھنا چاہیئے کہ خود اس کے مُنہ اُس کی کارروائی کا حاصل کھلتا ہے نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔

(۲۵) پھر یہ نہیں کہ عالم اُس وقت حالتِ اکراہ میں ہو کہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان[1] (مگر جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو۔ ت) سے فائدہ لے سکے وہ ابھی ابھی تدبیر اول پیش کر کے زیادہ سے لئے صاف جواب دے چکا تھا تقریر مذکور میں ہے، میں نے صاف صاف کہہ دیا کہ احکام مذہبی میں کوئی

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۶

Marfat.com

کچھ دخل نہیں دے سکتا حقیقۃً جس طرح وہ حصہ لیا گیا ہے اُسی طرح واپس کیا جائے نہایت تنزل صورت مجوزہ ہے اگر اس پر بھی رضامندی نہیں ہوتی پھر حکّام کو اختیار ہے میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا ہوں۔ عالم کی اس تقریر کو ہمارے سائل فاضل نے جواب استفسار ہفتم میں یُوں بیان کیا: گفت گو کے اثنار میں اس نے صاف کہہ دیا کہ میرا کام مسئلہ بتا دینے کا ہے خدا کے گھر کا معاملہ ہے میرا گھر نہیں ہے جس طرح وُہ چاہے اور اُس کا حکم ہو بننا چاہیئے نہ کہ جس طرح میں یا آپ چاہوں علماء کو جمع کرنا چاہیئے مسلمانوں کو جس سے اطمینان ہو وہ کرنا چاہیئے۔ یہ تمام کلمات حق تھے انھیں کہہ کر پھر حق سے ایسے شدید ناحق کی طرف عدول کیوں ہوا مبر اگر نہ مانتے اتنے ہی پر ختم کرنا فرض تھا نہ عالم پر الزام رہتا نہ معاملہ میں یہ سخت پیچ پڑتا، مگر مشیّت آڑے آئی اور عالم سے جو نہ ہونا تھا ہُوا؛ ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔

(۲۶) پھر اُس سے بھی اشد ظلم یہ کہ اُس حرام شرعی کو حسبِ دلخواہ اور نہایت مسرّت خیز و موجبِ اطمینانِ دلجمعی مسلمانان اور مسئلہ شرعیہ کی صورت سے بھی بہتر اور اس کے دن کو اسلامی تاریخ کا زرّیں دن کہا گیا اور خود شعارِ اسلام کا ہتک بتا کر بقائے احترام اسلام کہا یہ باتیں بہت سخت تر ہیں نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔

(۲۷) پھر اس کا یہ شدید ضرر قاصر نہ رہا بلکہ عام عوام مسلمین تک متعدّی ہوا اُنھوں نے اس عالم ہی کے بھروسے حرام کو حلال، ماتم کو مسرت، ہتک حرمت اسلام کو اسلام کا احترام سمجھا۔

(۲۸) ان وجوہ نے معاملہ کی گتھّی بہت کرّی کر دی اور اُس نرے زبانی بیان کو کہ مسلمانوں کو اطمینان نہ ہوگا موقع موقع کوشاں رہیں گے، کہ محض برائے گفتن تھا حرف غلط کر دیا مریض جب مرض کو شفا سمجھے پھر ہوس علاج جنون ہے۔

(۲۹) پھر اتنے ہی پر بس نہیں بلکہ وہ ہمیشہ کے لئے نظیر ہوگیا اسلامی عالم جیسے قومی لیڈر اور گویا تمام مسلمانانِ ہند بنا وکیل سمجھا گیا اس کی ایجاد کی ہُوئی تجویز اُس کی پیش کی ہوئی تجویز پھر گورنر جنرل کی منظوری پھر تمام اسلامی حلقوں میں اس پر اظہارِ مسرّت و خوشی پھر عالم کا اُسے اسلامی تاریخ میں زرّیں دن اور بقائے احترام اسلام اور موجب دلجمعی و اطمینان و نہایت مسرت خیز کہنا اسے پتھر کی لکیر کر گیا، مسجدوں کا سڑکوں ریلوں نہروں سے تصادم نہ کوئی نئی بات نہ کبھی ملتی جیسا کہ خود جواب ایڈریس میں مذکور ہے مگر اس پر کتنے اطمینان بخش وُہ الفاظ گورنمنٹ تھے کہ گورنمنٹ ہمیشہ کوشش کرے گی کہ مسئلہ متنازعہ کو اس طور پر حل کرے جو تمام اشخاص متعلقہ کے لئے قابلِ اطمینان ہو۔ عالم اور عوام کی ان کارروائیوں نے انھیں کتنے ہی بُرے معنی کی طرف پھیر دیا اُنھوں نے چیخ و پکار اور جلسوں روشنیوں کی بھرمار سے بتا دیا کہ یہ صورت

Marfat.com

ہمارے لئے نہایت قابلِ اطمینان ہے جب تصادم ہو مسجدیں توڑ کر ہوا پر کر دو اور نیچے سڑکیں ریلیں نہریں دوڑا دو، بس مسئلہ اس طور پر حل ہو جائے گا جو تمام اشخاص متعلقہ کے لئے قابلِ اطمینان ہے، کیا عالم اور عوام کو کوئی مُنہ رہا ہے کہ اس وقت کچھ شکایت کریں یا چارہ جوئی کا نام لیں، کیا اُن سے نہ کہا جائے گا کہ عقل کے ناخن لو یہ وہی تو نہایت مسرت خیز و موجب اطمینان و احترام اسلام اور اسلامی تاریخ کا زرّیں دن ہے جسے تم آپ پیش کر کے منظور کرا چکے ہو۔

(۳۰) پھر نری نظیر ہی نہیں بلکہ جو قانون معابد بننا بتایا جاتا ہے اس کے لئے کافی مادہ ہے احترام مساجد کو یہی دفعہ بس ہوگی کہ اُن کا زمین پر رکھنا کچھ ادب نہیں بلکہ چھتوں پر اٹھا کر سروں سے اونچی کر دی جائیں اور اصل مسجد یعنی زمین پر جو چاہیں بنائیں عالم و عوام اس اپنی ہی پیش کردہ پسندیدہ دفعہ کا دفع کہاں سے لائیں گے، افسوس کہ یہ شدید ہتک اسلام خود فرزندان اسلام کے ہاتھوں ہو انا للہ وانا الیہ راجعون یہیں سے ظاہر ہُوا کہ یہ جو بہلاوے دیئے جاتے ہیں کہ ایک مختتم قانون تحفظ معابد کا بنایا جانا قرار دلوا دیا گیا ہے جس سے حسب تصریح ممبر اس متنازع فیہ حصّے کا بھی مسلمانوں کے موافق ہونا متوقع ہے اور فیصلہ پر ایک نظر میں یہ تاکیدی حکم سنا جانا بتایا کہ اس کی تعمیر میں احکام اسلامیہ کے احترام کو ہر طرح مدِّنظر رکھنا چاہیئے۔ سب روغن قاز کی بھی وقعت نہیں رکھتے، مانا کہ قانون ضرور بنے، مانا کہ تاکیدی حکم بیشک ہُوا مگر احترام کے معنی تو آپ نے بتا دیئے کہ ہم اسے احترام اسلام کہتے ہیں جسے خود اپنے منہ سے ہتک حرمت اسلام کہہ چکے ہیں، بس اسی پر قانون بنوایئے اور اسی کی نسبت تاکیدی حکم تصور کیجئے ع

خویشتن کردہ را علاج مخواہ
(اپنے کئے کا کوئی علاج نہیں)

یارب! معنی خود اُلٹے ٹھہرانا اور خالی لفظ پر عوام کو بہلانا کس لئے۔

(۳۱) [عذر بدتر از گناہ کے رد] طرفہ تر عذر بدتر از گناہ سُنئے، تقریر مذکور میں ہے: میں نے اس لئے اس کو اپنی صورت مجوزہ (یعنی تدبیر اول نامنظور) سے بھی بہتر خیال کیا کہ قواعد میونسپلٹی سے ممکن ہے کہ ہم کو بہتر موقع اس کے حاصل کر لینے کا ہو۔ ایسے حرام و ہتک اسلام کو اپنے منہ پیش کر کے منظور کرانا اور اس امید موہوم کو کہ ممکن ہے میونسپلٹی ہمیں واپس دے اُس کے ارتکاب کی نہ صرف تجویز بلکہ تحسین کا موجب ٹھہرانا عجیب فہم بلکہ تازہ شریعت ہے۔ کیا جیسا کہ کہا جاتا اور مراسلات کا مریڈ وغیرہ میں بیان ہوا ہے، یہ میونسپلٹی وہ نہیں جس نے کثرت رائے کا بھی خیال نہ کیا اور مسجد کے خلاف ہی فیصلہ دیا۔

Marfat.com

لا یلدغ المؤمن من جحر واحد مرتین [1] مومن ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا (ت)

خاص گورنمنٹ، کون گورنمنٹ، وہ وہ جس نے کہا میں تمھارے لئے پیامِ امن لایا ہوں وہ وہ جس نے کہا مذہبی باتوں کے متعلق وہی پالیسی ہے اس میں کوئی تغیر نہیں، وہ وہ جس نے کہا حقوقِ مساجد کا ہمیشہ لحاظ رکھا جائیگا اور سب مسلمانوں کے اطمینان کے قابل فیصلہ کیا جائے گا اسے چھوڑ کر میونسپلٹی کی رحمت پر بھروسا کرنا وہاں اپنے منہ حرمت اسلامیہ کو پامالی کے لئے خود پیش کرنا اور اس کے ازالہ کی امید چونگی سے رکھنا کس درجہ بدقسمتی ہے۔

(۳۲) میونسپلٹی اگر موافق بھی ہوتی تو فیصلۂ خاص گورنمنٹ کے بعد اس سے نقض کی امید کتنی غلط امید ہے۔

(۳۳) بفرضِ غلط اگر میونسپلٹی آپ کو لکھ بھی دے کہ ہاں یہ زمین خاص مسجد کی ہے چونگی کا اس پر کچھ دعوٰی نہیں تو کیا وہ اس حکم حتمی گورنمنٹ کو بھی منسوخ کردے گی کہ بہ ضرور ہے کہ عام پبلک اور نمازی اسے بطور سڑک کے استعمال کرنے کے مجاز ہوں اور جب یہ برقرار رہا تو وہ کیا ہے جسے آپ میونسپلٹی سے حاصل کرلیں گے جس کے سبب اُس اپنے اقراری اشدحرام و ہتک اسلام کو زائل کرلیں گے۔

(۳۴) بفرضِ باطل یہ بھی ممکن سہی تو ایک اُمیدِ موہوم کے لئے، جس کا نہ وقوع معلوم نہ سال دس سال مدت معلوم، اس وقت ایسا حرام آپ تجویز کرنا اس وقت حرمت اسلام کو ہتک کے لئے خود پیش کرنا کس شریعت نے جائز کیا ہے۔

(۳۵) موہوم ہونے کی یہ حالت ہے کہ خود بھی اس کے حصول پر اطمینان نہیں تقریر میں عبارت مذکورہ کے متصل ہے اگر نہ ملا تو ہم مجبور رہیں ویسا ہی تصور کرینگے جیسا اس وقت دہلی کی جامع مسجد میں انگریزوں کو جوتا پہنے آنے سے روک نہیں سکتے۔ مجبور کس نے کیا، آپ تجویز نکالو، آپ پیش کرو، آپ منظور کراؤ، آپ خوشیاں مناؤ، اور پھر مجبور کے مجبور۔ انگریزوں کا جوتا پہنے پھرنا اگر وہاں کے مسلمانوں کی خوشی سے ہے تو اُن پر بھی الزام ہے اگرچہ آپ پر اشد ہے کہ کہاں نادرًا گاہے ماہے کسی انگریز کا آنا اور کہاں یہ شبانہ روز کی پامالی، گوبر لید مثالی، اور اگر مسلمانوں نے اس کی اجازت نہ دی تو یہ آپ کی تو خود کردہ ہے اس کا اس پر قیاس کیسا!

(۳۶) سب جانے دیجئے امید و موہوم و مظنون سب سے گزر کر بفرضِ محال میونسپلٹی سے اُس کا استحصال

---

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب لایلدغ المؤمن الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۰۵
سنن الدارمی باب لایلدغ المؤمن من جحر مرتین نشر السنۃ ملتان ۲/۲۲۷

Marfat.com

اور مرور واستعمال کا بالکلیہ زوال سب قطعی و یقینی ٹھہرا لیجئے پھر الزام کیا دفع ہُوا، کیا کوئی گناہ حلال ہوسکتا ہے جبکہ ایک زمانہ کے بعد اس کا زوال یقینی ہو یوں تو شراب و زنا بھی حلال ہو جائیں گے کہ ہمیشہ کے لئے نہ وہ مستقر نہ یہ مستمر، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ یہ ہے وہ تقریر "مسجد کانپور کے فیصلہ پر ایک نظر" جس پر عوام کو وُہ کچھ وثوق وہ کچھ ناز ہے واستغفر اللہ العظیم۔

الحمدُ للہ دو استفسار پیشین کے جواب میں یہی چھتیس[۳۶] نظریں کافی و وافی ہیں جن میں اس فیصلہ پر ایک نظر پر بھی پندرہ[۱۵] نظریں ہوگئیں، اور نہ صرف اسی قدر بلکہ مسئلہ و فیصلہ کے پہلوؤں پر کافی روشنی پڑ گئی جس کے بعد عاقل کو امتیاز حق و باطل کے لئے ان شاء اللہ العظیم زیادہ کی حاجت نہ رہی جواب باقی استفسارات کا حال بھی یہیں سے کُھل گیا لہذا اُن پر بالاجمال دو چار لفظ لکھ کر کلام تمام کریں و باللہ التوفیق۔

متعلق جواب استفسار سوم

اس کے فقرے فقرے کا رَد اوپر گزر چکا، گورنمنٹ نے خود خواہش تصفیہ کی، بہت اچھا کیا، مگر تصفیہ میں یہ تجویز جو خود عالم کے اقرار سے حرام اور بلاشبہہ ہتک حرمت اسلام ہے، عالم نے آپ ہی پیش کی بہت بُرا کیا، پھر اُسے نہایت مسرت خیز و زرّیں روز وغیرہ وغیرہ کہا اور سخت بُرا کیا۔

(۳۷) [اس تجویز نے کیا دیا اور کیا لیا اس کا موازنہ] نہ کہ قیدیوں کو بلا مقابلہ کسی امر کے چھوڑ دینا چاہا، جواب ایڈریس میں کسی مقابلہ کا اشارہ تک نہیں لکھنؤ کے ایک انگریزی اخبار میں ہے کہ بلا شرط چھوڑا گیا، ممکن ہے کہ باہم خفیہ گفتگو میں ذکر شرط آیا ہو، اب سوال یہ ہے وہ شرط کیا تھی اور عزا کے ساتھ ہم قیمت تھی یا بہت گراں، ہمارے سائل فاضل کا بیان ہے کہ بلکہ اس کو مشروط کیا کہ مسلمان آئندہ مقدمات نہ چلائیں، یعنی زمین مسجد سے دست بردار ہو جائیں (دیکھو ہمارے بیانات میں نمبر۱ تا ۲۰) اور مسجد کی زمین پر بعینہ اُسی طریقہ کی عمارت نہ تعمیر کریں یعنی جس سے وہ مسجد کے لئے محفوظ رہے اور سڑک کے کام میں نہ آسکے ورنہ عمارت کی کسی ہیأت معینہ سے بحث کے کوئی معنی نہیں تو حاصل شرط مسجد کی مسجدیت کا ابطال اور اس کی زمین کا سڑک میں استعمال اور اس کی حرمت کا اسقاط و ابتذال تھا، اسی کی پابندی سے عالم نے یہ اخیر ناشدنی تجویز نکالی جو منظور ہو کر نظیر ہوگئی اور جس نے ہمیشہ کے لئے تمام مساجد ہند کی حرمت بیچ ڈالی۔ اب اس کا اور جزا یعنی رہائی ملزمان کا موازنہ کر لیجئے خاص اشخاص کی قید ضرر خاص تھا اور وہ بھی جسمانی اور وہ بھی منقطع اور مساجد کی بیحرمتی و ابطال مسجدیت اور اس کے خود پیش کرنے پھر منظور کرانے پھر اس پر اظہار رضا و مسرت سے ہمیشہ کے لئے اس کا نظیر بننا کتنا سخت ضرر عام تھا اور وُہ بھی دینی اور وہ بھی مستمر، اسی کو عالم نے خود کہا تھا

Marfat.com

کہ شعارِ اسلام کے ہتک ہونے میں کسی کو شبہہ نہ رہا، ایک مسجد کا ضرر ضررِ عام ہے کہ مسجد عام مسلمانوں کی عبادتگاہ ہے، نہ کسی خاص کی، اور ضررِ عام ضررِ خاص سے اقوٰی، اسی پر مبنی ہے فتح القدیر و بحرالرائق و درر وغرر و تنویر الابصار و درمختار وغیرہا معتمدات اسفار کا مسئلہ کہ مسجد ضاق و بجنبہ ارض لرجل الخ[1] (جب مسجد تنگ ہوجائے اور اس کے پہلو میں ایک شخص کی زمین ہو) جب صرف نمازیوں پر جگہ کی تنگی ایسا ضررِ مہم سمجھی گئی تو مسجد کی مسجدیت کا ابطال شعارِ اسلام کا وہ ہتک و ابتذال اور پھر نہ ایک مسجد کے بلکہ قاعدۂ مستمرہ مساجد کیلئے کس درجہ اشد و اشنع ضررِ عام مسلمین و ضررِ نفس اسلام و دین ہے عقل و نقل و عرف و شرع کا قاعدہ تو وہ تھا کہ ضررِ عام سے بچنے کو ضررِ خاص کا تحمل کرتے ہیں، اشباہ والنظائر میں ہے:

یتحمل الضرر الخاص لاجل دفع الضرر العام[2] (عام ضرر سے بچنے کے لئے خاص ضرر کو اپنایا جاسکتا ہے۔ت)

یہاں چند روزہ خفیف ضررِ خاص چند اشخاص سے بچنے کو اتنا عظیم ضررِ عام و اضرارِ اسلام مستمر و مدام گوارا کیا، اب سوا اس کے کیا کہئے کہ یلیت قومی یعلمون[3] (کسی طرح میری قوم جانتی۔ت)

(۳۸) عموم و خصوص ضرر سے قطع نظر آخر اتنا تو عالم کو بھی اقرار ہے کہ اس میں ہتک حرمت اسلام ہے پھر کون سی شریعت ہے کہ بعض اشخاص کو قید سے چھڑانے کے لئے مسجدیں بھینٹ چڑھانا اور ان کی حرمتیں پامال کرانا اور اس پامالی کو نظیر مستمر بنانا حلال ہے، زید کا باپ بیمار تھا اور بھائی کو زکام، ایک بڑا ڈاکٹر جس کے ہاتھ میں اللہ عزوجل نے اُن بیماریوں کا یقینی علاج رکھا تھا دُور سے اُسے سُن کر آیا اور آیا بھی کیسا یہ کہتا آیا میں تمہارے لئے پیامِ شفا لایا ہوں اور خاص تصریحاً برادر و پدر دونوں کا نام لے کر کہا کہ اُسے بھی دوا دوں گا اور اس کا بھی خاص توجہ سے پورا اطمینان بخش معالجہ کروں گا، بااینہمہ زید نے اپنے وہم خواہ کسی کمپوڈر کے کہنے سے یہ خیال دل میں پکا لیا کہ باپ جب تک زندہ ہے بھائی کو دوا نہ دی جائیگی، لہذا بھائی کا زکام جانے کے لئے باپ کو قتل کر دیا، ایسی صورت کو کیا کہیں گے، یا نہ سہی یہی فرض کر لیجئے کہ ڈاکٹر نے وہ کچھ کہہ کر خود ہی بھائی کے علاج کو باپ کی موت پر مشروط کر دیا، کیا اس صورت میں بھائی کا

---

[1] فتح القدیر کتاب الوقف فصل اختص المسجد باحکام مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۴۴۵
بحرالرائق " فصل فی احکام المسجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/۲۵۵
الدرر الحکام شرح غرر الاحکام کتاب الوقف مطبعۃ احمد کامل ۲/۱۳۶
[2] الاشباہ والنظائر الفن الاول تنبیہ یحتمل ضرر الخاص لاجل دفع ضرر العام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۲۱
[3] القرآن الکریم ۳۶/۲۶

Marfat.com

زکام کھونے کو باپ کا قتل روا ہے۔

(۳۹) استفسار یہ نہ تھا کہ ملزم شرط پر چھوٹے یا بلا شرط، جس کا یہ جواب دیا گیا، بلکہ سوال یہ تھا کہ اُن کی آزادی کے بعد اور کیا منازعت رہ گئی تھی جسے عالم نے قطع کیا اور کیونکر قطع کی، یہاں بھی بعض اصحاب نے استفسارات کو دیکھ کر کہا تھا کہ ان کی حکمت سمجھ میں نہ آئی کس کس غرض سے یہ امور دریافت کئے ہیں ہمارے استفسار دوم کی حکمت اوپر معلوم ہو چکی، اس سوم کا فائدہ یہ تھا کہ یہاں دو ہی نزاعیں تھیں، گورنمنٹ کا ملزموں پر دعوٰی، مسلمانوں کا زمین مسجد پر دعوٰی۔ گورنمنٹ نے عالم سے مصالحت کی، مصالحت یک طرفہ تو تھی نہیں اور رہائی ملزمان کوئی فعل مشترک نہ تھا کہ فریقین نے کیا اور طرفین سے قطعِ نزاع متحقق ہوا، وہ تو تنہا فعل گورنمنٹ تھا کہ خود ہی وہ اُسے بجا لائی اور اپنی طرف سے قطع نزاع کی، اُس کے بعد دوسری نزاع کیا تھی کہ ادھر سے قطع کی گئی، لاجرم اس کا جواب یہی تھا کہ گورنمنٹ نے قیدی چھوڑے مسلمانوں نے مسجد چھوڑی، ولہذا سائل فاضل نے استفسار دوم کی طرح سوم کے جواب سے بھی پہلوتہی کی اور وہ زائد بات لکھ کر اس گول مبہم پر قناعت فرمائی کہ گورنمنٹ اور مسلمانوں سے مقدمات اور اس کے ضمن میں باہم کشیدگی و منازعت تھی جس کو عالم نے قطع کر دیا۔ سوال تھا منازعت کیا تھی کیونکر قطع کی؛ جواب ہوا کہ تھی اور قطع کی غرض یہاں کے بعض اصحاب فائدۂ استفسارات نہ سمجھیں مگر سائل فاضل نے خوب سمجھا اور اپنی احتیاط کا حق ادا کیا۔

متعلق جواب استفسار چہارم

قبضہ کی کافی بحث اوپر گزری کہ زمین پر قبضہ دینا نہ ٹھہرا بلکہ ہوا یہ۔

(۴۰) [زعم حصول قبضہ کا رد] رہا ممبروں کا کہنا ہم عمارت کی اجازت دیں گے جو قانوناً و عرفاً قبضہ ہے اگرچہ گورنر جنرل لفظِ قبضہ کو اپنی زبان سے نہ کہیں، شرعاً راستہ پر چھجا نکالنے چھتا پاٹنے کا ہر شخص کو اختیار ہے اگر کوچہ غیر نافذہ ہو تو سب اہلِ کوچہ کی اجازت سے، اور شارع عام ہو تو سلطان کی اجازت سے بلکہ بلا اجازت سلطان بھی نکالنے سے گنہگار نہ ہوگا اگرچہ مزاحمت کے بعد اتار دینا واجب ہوگا۔ عالمگیری میں ہے:

ان اراد احداث الظلة فی السکة غیر نافذة یعتبر فیه الاذن من اھل السکة وھل یباح احداث الظلة علی طریق العامة ذکر الطحاوی انه یباح ولا یاثم قبل ان یخاصمه

اگر کوئی بند گلی میں چھتہ بنانا چاہے تو گلی والوں کی اجازت معتبر ہوگی اور کیا شارع عام پر کوئی چھتہ بنا سکتا ہے، تو امام طحاوی نے مباح کہا ہے اور اس وقت تک گنہگار نہ ہوگا جب تک کوئی مخاصمت نہ کرے اور مخاصمت کے

Marfat.com

احد وبعد المخاصمة لایباح الاحداث والانتفاع ویاثم بترك الظلة كذا فی الفصول العمادیة۔ ولیس لاحد من اهل الدرب الذی هو غیر نافذ ان یشرع كنیفا ولا میزابا الا باذن جمیع اهل الدرب اضر ذلك بهم اولم یضرهم هكذا فی الخلاصة[1]۔

بعد نہ بنانا مباح ہوگا اور نہ ہی اس سے انتفاع جائز ہوگا اور اس کو باقی رکھنے سے گنہگار ہوگا، جیسا کہ فصول عمادیہ میں ہے، اور کسی کو تنگ بند گلی میں کوڑا ڈالنا اور پرنالہ لگانا گلی والوں کی اجازت کے بغیر جائز نہیں خواہ گلی والوں کو ضرر ہو یا نہ ہو، خلاصہ میں یونہی ہے۔ (ت)

اور غالباً انگریزی قانون میں بھی چونگی کی اجازت سے ایسا ہوسکتا ہے اسے کوئی غافل راہ یا سڑک کی زمین پر قبضہ نہ کہے گا اور دُور کیوں جائیے لکھنؤ میں بام نشینان بازار کی کثرت سُنی جاتی ہے شرعاً عرفاً قانوناً کسی طرح وُہ دکانوں پر قابض نہیں۔

(۴۱) جواب ایڈریس کا وہ جملہ کہ میں اس کو کچھ وقیع واہم نہیں خیال کرتا کہ زمین کس کے قبضہ میں رہے گی' اس کے سمجھنے میں بہت غلطی کی گئی بحث قبضہ وقیع نہیں یعنی فضول ہے اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ قبضہ کسی خاص کا ہو اس سے ہمیں غرض نہیں۔ دوسرے یہ کہ ہم کسی خاص قبضہ کو ہرگز روا نہ رکھیں گے' لہذا اس کی بحث فضول ہے، وہ بات کہ اگرچہ گورنر جنرل لفظِ قبضہ کو اپنی زبان سے نہ کہیں معنی اوّل بتاتی ہے حالانکہ مراد قطعاً معنی ثانی میں ہے کہ اس کے متصل ہی، جواب ایڈریس میں ہے مگر یہ ضروری ہے کہ عام پبلک اور نمازی اسے بطور سڑک کے استعمال کرنے کے مجاز ہوں یعنی قبضہ عام ہونا ضروری ہے خصوصیت کی بحث لایعنی ہے، تو ذکر نفی قبضہ کو نفی ذکر قبضہ پر حمل کرنا صریح مغالطہ یا کھُلی غلطی ہے۔ ممبر متعینہ نے صاف صاف کہہ دیا کہ یہی قبضہ ہے یعنی اور میں نے مان لیا کہ سالبہ مرادف موجبہ ہے ایسا قبضہ عالم صاحب یا کوئی مسلمان ممبر صاحب اپنے گھر کے لئے بھی گوارا کریں گے یا یہ خاص اللہ عزجلالہ کے گھر کے لئے ہے غرضکہ قبضہ خود ممبر متعینہ کی زبان سے طے کرایا نہیں بلکہ خود اپنی زبان سے قبضہ کا قضیہ طے کر دیا کہ چھت ہماری اور مسجد کی زمین پر سڑک جاری، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الجنایات الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۴۰

متعلق جواب استفسار پنجم

(۴۲) [مصالحت اس پر کی کہ مسجد مسجد کیا بلکہ وقف بھی نہ ٹھہرے] عالم کی پیش کردہ دوسری تجویز جس پر فیصلہ ہوا تقریر مذکور عالم میں صرف ان لفظوں سے ہے: اس وقت میں نے یہ صورت پیش کی کہ سردست ہم کو دالان کی چھت پر قبضہ دے دیں الخ، اس میں کہیں کسی کی ملک نہ ہونے کا تذکرہ نہیں مگر سائل نے اسے ان لفظوں سے بیان کیا تھا کہ بعد رَدّ و قدح عالم کی رائے سے طے پایا ہے کہ سردست ملک اس زمین پر کسی کی ثابت نہ کی جائے کیونکہ مسلمانوں کے نزدیک یہ وقف ہے قبضہ زمین پر مسلمانوں کا دلایا جائے اس پر یہ استفسار پنجم تھا کہ یہ کسی کی ملک ثابت نہ ہونے کی قرارداد صرف عالم کے متخیلہ میں رہا یا باتفاق فریقین طے ہوا اس کا یہ جواب ہے کہ زمین کی ملکیت گورنمنٹ اپنی ہی سمجھتی تھی ممبر سے عالم نے صاف کہہ دیا اور کہلوا لیا کہ ملک وقف میں کسی کے لئے نہیں ہوتی اسی واسطے ہم اپنے لئے بھی ثابت کرنے کے درپے نہیں۔ اس جواب میں بہت خلط مبحث ہے۔ ملک کا اطلاق دو معنی پر آتا ہے اول اختصاص مانع کہ ابتداءً اس کے لئے قدرت تصرف شرعی ثابت کرے اور اس کے غیر کو بے اس کی اجازت کے تصرف سے مانع ہو جیسے زید کا مکان زید کی ملک ہے، فتح القدیر میں ہے:

الملك هو قدرة يثبتها الشارع ابتداء على التصرف فخرج نحو الوكيل[1]

ملکیت وہ قدرت ہے جسے شارع نے تصرف کے لئے ابتداءً ثابت کیا ہو تو وکیل جیسے تصرف خارج ہوگئے (ت)

اشباہ میں ہے:

وعرفه في الحاوي القدسي بانه الاختصاص الحاجز[2]

اور حاوی قدسی نے اس کی تعریف یوں کی ہے وہ اختصاص جو دوسرے کی مداخلت سے مانع ہو (ت)

بایں معنی تمام اوقاف علی الصحیح المفتی بہ اور خصوصاً مساجد باجماع امت اللہ عزوجل کے سوا کسی کی ملک نہیں، قال اللہ تعالٰی وان المسجد للہ[3] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں۔ ت) دوم بمعنی قدرت تصرف شرعی۔ عنایہ میں ہے، الملك هو القدرة على

---

[1] فتح القدیر کتاب البیوع مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۴۵۶

[2] الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی الملک ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۲۰۲

[3] القرآن الکریم ۷۲/ ۱۸

Marfat.com

التصرف فی المحل شرعا[1] (ملکیت، یہ محل میں تصرف شرعی کی قدرت ہے۔ ت) بایں معنی متولی کو مالک اوقاف کہہ سکتے ہیں۔ خزانۃ المفتین و فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

لوادعی المحدود لنفسہ ثم ادعی انہ وقف الصحیح من الجواب ان کان دعوی الوقفیۃ بسبب التولیۃ یحتمل التوفیق لان فی العادۃ یضاف الیہ باعتبار ولایۃ التصرف والخصومۃ[2]۔

اگر پہلے محدود رقبہ کا دعوٰی اپنے لئے کیا پھر وقف ہونے کا دعوٰی کیا تو صحیح جواب یہ ہے کہ اگر وقف کا دعوٰی تولیت کی بناء پر کیا تو پھر اس کے دونوں دعووں میں موافقت پیدا کی جاسکتی ہے کیونکہ عادتاً وقف متولی کی طرف تصرف اور منازعت میں منسوب ہوتا ہے (ت)

یہ دونوں معنی خود اسی جواب استفسار میں موجود، اول کہا: ملک وقف میں کسی کے لئے نہیں ہوتی۔ اس کے متصل ہی اپنے مشیر قانونی کا قول نقل کیا کہ ہماری ملک غصب سے نہیں چلی گئی۔ ظاہر ہے کہ گورنمنٹ ہرگز کسی وقت اس حصۂ مسجد میں اپنی ملک بمعنی اول کی مدعی نہ ہوئی اس پر یہ کبھی نہ کہا گیا کہ یہ گورنمنٹی زمین ہے تم نے اسے مسجد کرلیا تھا اب گورنمنٹ اسے واپس لیتی ہے بلکہ دعوٰی اگر تھا تو اختیار تصرف کا اس کی نفی امر طے شدہ میں نہ ہرگز عالم نے کی نہ ممبر سے کہلوائی نہ صاف نہ ناصاف بلکہ صاف صاف اُس کے اثبات پر فیصلہ ہوا کہ یہ امر ضروری ہے کہ عام پبلک الخ۔

(۴۳) ہر قوم اپنی اصطلاح پر کلام کرتی اور سمجھتی ہے قانون اور اہلِ قانون کی اصطلاح میں زمین مسجد یا وقف مسجد کو ملک مسجد کہتے ہیں بلکہ اس اصطلاح کا پتا شرع مطہر میں بھی ہے۔ واقعات حسامیہ و خزانۃ المفتین و فتاوٰی ہندیہ میں ہے:

لایمکن تصحیحہ تملیکا بالھبۃ للمسجد فاثبات الملك للمسجد علی ھذا الوجہ صحیح[3]۔

مسجد کو ہبہ کرنے سے تملیک کی تصحیح ممکن نہیں جبکہ اس طریقہ سے مسجد کے لئے ملکیت کا اثبات صحیح ہے (ت)

تو یہ طے کرنا کہ ملک اس زمین پر کسی کی نہ ثابت کی جائے یہ طے کرنا ہے کہ اسے مسجد کی شے نہ مانا جائے

---

[1] العنایۃ علی ہامش فتح القدیر کتاب البیوع مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۴۵۵

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف الباب السادس فی الدعوی الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۳۱

[3] " " " " الباب الحادی عشر فی المسجد " " ۲/۴۶۰

Marfat.com

اوراب یہ کہنا ضرور صحیح ہے کہ چنانچہ گورنمنٹ نے ایسا ہی کیا۔

متعلق جواب استفسار ششم

(۴۴) یہاں "سردست" کے معنی جس حکمت کے لئے دریافت کئے تھے وُہ کارگر ہوئی بتانا پڑا کہ سردست کے معنی ممبر متعینہ سے صاف کہہ دئے گئے کہ ہم تخلیص شرکت مرور کے لئے ہمیشہ چارہ جوئی کرتے رہیں گے، یعنی اُس وقت ہماری یا مسجد کی ملک ثابت ہو جائے گی فی الحال کسی کی نہ رکھو تو صاف کھُل گیا کہ ملک سے وہی معنی مراد لئے جو اصطلاح قانون ہے یا معنی دوم بہرحال مطلب یہ ہوا کہ فی الحال زمین مسجد کو وقف نہ ٹھہرایا جائے آئندہ ہم کوشش کرینگے کہ وقف قرار پائے ایک اسلامی عالم کہ الٰہی گھر کی حمایت کو چلا ہو اُس کے لئے اس سے زیادہ شنیع بات اور کیا ہوگی کہ اپنے منہ سے مسجد درکنار سرے سے فی الحال اُسے وقف ہی نہ ٹھہرانے کی تجویز پیش کرے۔ رہی آئندہ کی کوشش اس کا مفصل حال اوپر گزرا کہ یہ محض نہانخانہ خیال میں رہا یا کہا اور منظور نہ ہوا اس کا قرارداد ہرگز نہ ہوا، اور جو کچھ برائے گفتن تھا تصفیہ ہوتے ہی اسے خود منسوخ و ممسوح کر دیا اور اُس کا خیال تک مسلمانوں کے دلوں سے چھیل ڈالنے کا پُورا ذمہ لیا فاعتبروا یا اولی الابصار۔ ممبر متعینہ نے یہ بھی صاف صاف کہہ دیا کہ جب قانون بن جائے گا تو خواہ نخواہ یہ مسئلہ بھی طے ہو جائے گا۔ جی مسئلہ تو ابھی طے ہو گیا اور وہی قانون کے لئے مادہ ہو گیا دیکھو نمبر ۲۶ تا ۳۰ ہم اس وقت اس خواہش کو پورا نہیں کر سکتے یعنی مسجد کو مسجد بالائے طاق وقف بھی نہیں مان سکتے۔ یہ ہے جو عالم نے طے کیا ہے، فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

متعلق جواب استفسار ہفتم

(۴۵) [یہ مصالحت ایک شخصی کارروائی ہے اور اس کے روشن ثبوت] یہاں تک بعض استفساروں کے منشا کو سائل فاضل نے سمجھ لیا اور جواب سے اعراض یا ابہام کی طرف عدول کیا جیسے استفسار دوم سوم اور باقی میں جواب صحیح کی راہ ہی نہ تھی اُن میں طریق اعتذار لیا اور بن نہ پڑا۔ اس ہفتم میں بظاہر منشاء سوال خیال میں نہ آیا، منشا یہ تھا کہ عالم نے جس بات پر فیصلہ کیا قطعاً اُسی کے اقرار سے خلاف احکام و ہتک حرمت اسلام ہے۔ اب الزام کے لئے تین صورتیں ہیں: ایک معافی وہ صورت جبر و اکراہ شرعی ہے، یہ استفسار کی شق اول تھی کہ عالم کو گورنمنٹ نے حکماً مجبور کیا۔ دوم اشتراک کہ الزام تام ہے مگر نہ صرف عالم بلکہ عام مسلمانان ذی تعلق پر جبکہ اُنھوں نے اس کارروائی کے لئے عالم کو وکیل بنا کر بھیجا ہو یہ دوسری شق تھی کہ یا

Marfat.com

مسلمانوں نے اپنی طرف سے مامور کیا اور اس میں عالم کا نفع یہ تھا کہ اگرچہ کبیرہ شدیدہ واقع ہوا مگر اوروں کو عالم پر سخت شنیع ملامتیں کرنے کا (جن کی شکایت اس سوال کے ساتھ خط میں آئی) موقع نہ ہوگا کہ وہ خود بھی اسی بلا میں مبتلا ہیں۔ سوم عالم ومن معہ کا انفراد اور اضرار اسلام میں استبداد، یہ تیسری شق تھی کہ یا وہ بطور خود گیا، اس کے جواب میں دو شق اخیر کی صراحۃً اور اول کی ضمناً نفی کی کہ عالم کو عام مسلمانوں نے طلب نہ کیا نہ وہ از خود گیا بلکہ مقدمہ کانپور کے کارکنوں نے باصرار بلایا، یہاں سے ظاہر کہ وہ کارکن عام مسلمانوں کے صحیح نائب مناب نہ تھے ورنہ اُن کا بلانا عام مسلمانوں کا طلب کرنا کیوں نہ ہوتا اور جب ایسے نہ تھے اور معاملہ عام مسلمانوں کا تھا نہ کہ تنہا اُن خاص کا، تو خاص کے بلائے پر جانا عام کا قائم مقام کیونکر کر دے گا، تو مآل وہی ہُوا کہ خود گیا۔

(۴۶) بالفرض وہ کارکن عام مسلمین کے صحیح قائم مقام تھے یا خود عام مسلمانوں نے عالم کو بھیجا تو کیا انھوں نے کہہ دیا تھا کہ اصل معاملہ پر پانی پھیر دینا فیصلہ پر ایک نظر میں مسلمانوں سے گفتگو اور عالموں سے مشورہ تک تو صرف تدبیر اول تھی بھیجنے والوں نے اسی کے لئے بھیجا تھا جب ممبر نے اُسے نامنظور کیا عالم کی وکالت ختم ہو چکی اُسے اپنی رائے سے ایسی تدبیر حرام وخلاف احکام وہتک اسلام نکالنے اور اُسے مسلمانوں کے سر ڈالنے کا کیا اختیار تھا، لاجرم اشتراک ہرگز نہیں بلکہ اضرار اسلام میں استبداد ہے پھر ملامت مسلمانان کی شکایت کیوں ؎

تنکی المحب وتشکو وھی ظالمۃ   کالقوس تصمی الرمایا وھی مرنان

(محب کو ہلاک کرتی ہے اور شکایت کرتی ہے حالانکہ خود ظالم ہے کمان کی طرح کہ تیر ہلاک کریں اور یہ جنبش دے)

(۴۷) عالم نے خود ممبر سے یہ کہہ کر کہ میرا کام مسئلہ بتا دینے کا ہے خدا کے گھر کا معاملہ ہے میرا گھر نہیں الخ اور تقریر عالم میں ہے احکام مذہبی میں کچھ نہیں دخل دے سکتا اگر رضامندی نہیں ہوتی حکام کو اختیار ہے ملے اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا، اپنی وکالت کو ختم کر دیا تھا، پھر خود رائی کا اُسے کیا اختیار تھا اس کا عذر یہ بتایا ہے کہ مگر ممبر متعینہ نے کہا ہم کو تمھاری رائے پر اعتماد ہے ہم علماء کی مجلس جمع نہ کریں گے تم اپنی رائے کہہ دو۔ الحمد للہ ظاہر ہو گیا کہ اب یہاں سے عام مسلمانوں کا وکیل نہ تھا بلکہ فریق ثانی کا جس نے اس پر اعتماد کیا، تو اُس کی یہ کارروائی ہرگز مسلمانوں کی نہیں ٹھہر سکتی بلکہ ایک وکیل گورنمنٹ بلکہ ایک وکیل ممبر کی کارروائی ہے جس کا اثر صرف ممبر کی ذات تک محدود ہے۔

(۴۸) علمائے سے مشورہ نہ لینے کو ممبر کے سر رکھا جاتا ہے مگر فیصلہ پر ایک نظر کی تقریر تو صاف کہہ رہی ہے کہ عالم خود ہی اُس سے باز رہا اور بالقصد اُس سے انحراف اور اپنی ہی رائے پر توکل کیا تقریر مذکور میں ہے

Marfat.com

میں نے چاہا کہ عام طور پر علمائے سے مشورہ لوں مگر مجھے اخفائے راز کی ذمہ داری اس سے مانع ہوئی اپنا ذاتی خانگی معاملہ ہوتا تو ایک بات تھی عام مسلمانوں کا معاملہ اور اُنھیں سے اخفار گورنمنٹ کا اگر کوئی راز تھا تو کیا ضرور تھا کہ گورنمنٹ کا نام لیا جاتا اُس کا کوئی خفیہ ارادہ ظاہر کیا جاتا دربارہ مسئلہ علما سے استفسارہ کہ فلاں صورت کا کیا حکم ہے کون سا افشائے راز تھا شرعی مسئلہ اور خاص حرمت اسلام سے متعلق اور عام مسلمانوں سے اُس کا تعلق اور راز کی کوٹھری میں بند۔ بحمد اللہ یہ تو صاف ہوگیا کہ یہ صرف ایک شخص کی شخصی کاروائی ہے جس میں نہ عام مسلمان شریک نہ علما کو خبر، ایسی کارروائی جس قابل ہے ظاہر ہے۔

(۴۹) آگے ممبر کا قول لکھا ہم بالکل گفتگو منقطع کرتے ہیں اور صرف ایک گھنٹے کی مہلت ہے یہاں یہ بتایا جاتا ہے کہ جلدی کی اور مہلت نہ دی اور گھبرا لیا اس لئے ہم نے مسجد نہ ایک مسجد بلکہ ہندوستان کی سب مسجدیں نذر کردیں، اس عذر کی خوبی ظاہر ہے نزاع میں فریق ثانی سب کچھ کرتا ہے گھبرا لینے پر گھبرا جانا کیوں ہوا مہلت کے جواب میں کیوں نہ انھیں الفاظ کا اعادہ کیا جن کا کہنا پہلے بتایا جاتا ہے کہ میرے گھر کا معاملہ نہیں میں تنہا کچھ نہیں کہہ سکتا علماء مسلمین سے مشورہ لینے کے لئے کافی مہلت ملنا ضرور ہے ورنہ گورنمنٹ کو اختیار ہے میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کرسکتا، یہ کہہ کر دیکھا تو ہوتا کہ آشتی خواہ گورنمنٹ کیا کہتی حرمت اسلام کیسی برقرار رہتی، حفظ حقوق مذہب میں گورنمنٹ کی نا مبدل پالیسی کیا کچھ نفع پہنچاتی، وہ امن جس کا پیام ہی لے کر گورنمنٹ کا آنا ہوا تھا کیسا کچھ مبارک رنگ دکھاتی، اسی لئے تو حدیث میں ارشاد ہوا:

التأنی من الرحمٰن والعجلۃ من الشیطان[1]۔ "تاخیر رحمان کی طرف سے ہوتی ہے اور عجلت شیطان کی طرف سے، (ت)"

والعیاذ باللہ العزیز المستعان۔ اللہ تعالیٰ غالب مددگار کی پناہ۔

اس کے بعد جو کچھ کہا گیا اس کے فقرے فقرے کا رد اوپر آگیا وباللہ التوفیق۔

(۵۰) غرض الزامات شرعیہ قطعیہ یقیناً قائم ہیں اور بشدت قائم، کبائر شدیدہ عدیدہ کے ارتکاب قطعاً لازم ہیں اور بقوت لازم۔ اس سب پر ظلم بر ظلم برات کی فکر و کاوش اور اُس کارروائی ہتک حرمت اسلام کو صحیح وصواب بنانے کی کوشش ہے حاشا حق طلبی کی یہ راہ نہیں ؎

دانم نرسی بکعبہ اے پشت براہ　　کیں راہ کہ تو میروی بہ انگلستان ست

(اے مسافر مجھے معلوم ہے کہ تو کعبہ نہیں پہنچے گا کیونکہ جس راستہ پر تو چل رہا ہے وہ انگلستان کا ہے)

فنسأل اللہ العفو والعافیۃ۔

---

[1] جامع الترمذی　ابواب البر　باب ماجاء فی التأنی　امین کمپنی دہلی　۲/ ۲۲
کنز العمال　حدیث ۵۶۷۵　موسسۃ الرسالہ بیروت　۳/ ۱۰۱

Marfat.com

بلکہ سبیلِ نجات اس میں منحصر کہ

اوّلاً عالم اور جو جو مسلم اس کارروائی میں شریک تھے سب اس شنیع و سخت فظیع کبیرہ خمیرہ صدہا حرام و ہتک حرمت اسلام سے بصدقِ دل توبہ کریں رب المساجد جل جلالہ کے حضور خاک مذلت پر ناک رگڑیں اپنے سروں پر خاک اڑائیں، سر برہنہ با دلِ گریاں و چشمِ بریاں اُس کے حبیب قریب صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا دامن پکڑ کر دست ضراعت پھیلائیں اور ہر ایک کہے : اللّٰھم انی اتوب الیك منھا لا ارجع الیھا ابدا الٰہی! میں اُن تمام حرکات شنیعہ سے تیری طرف توبہ کرتا ہُوں اب ایسا نہ کروں گا۔

ثانیاً بکثرت اخباروں اشتہاروں میں صاف صاف بلا تاویل اپنے جرائم کا اعتراف اور اپنی توبہ اور اُس کارروائی کی شناعت کی خوب اشاعت کریں کہ جس طرح عالم کے اعتماد پر عوام میں اسکی خوبی کا ڈُنڈ (شور) ہند کے گوشہ گوشہ میں مچا یوُں ہی بچہ بچّہ کے کان تک عالم کی توبہ اور اس کی شناعت کا اعلان پہنچے، حدیث میں ارشاد ہوا :

اذا عملت سیئۃ فاحدث عندھا توبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ۔[1] رواہ الامام احمد فی کتاب الزھد والطبرانی فی الکبیر والبیھقی فی الشعب بسند حسن جید عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

جب تُو بُرائی کرے تو اسی وقت توبہ کر، مخفی کی مخفی اور علانیہ کی علانیہ۔ اس کو امام احمد نے کتاب الزہد میں اور طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حسن جید سند کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰے عنہ سے انھوں نے نبی اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے بیان کیا۔ (ت)

ثالثاً گورنمنٹ کو جو ایسا عظیم مسئلہ غلط باور کرایا ہے جس سے ہمیشہ کے لئے مسجدوں کو سخت خطرہ کا سامنا ہے اپنی تمام ہستی ساری حیثیت پوری کوشش ہمگین طاقت اُس کے رفع میں صرف کریں اور شرعی دلائل، فقہی مسائل، ائمہ کے ارشاد، علمائے کے فتاوٰی بیش از بیش جمع کرکے یقین دلاویں کہ وُہ کارروائی جو پہلے ہم نے بتائی محض باطل و حرام و ہتک حرمت اسلام تھی کسی مسجد کی کوئی زمین ہرگز ہرگز راستہ، سڑک، ریل، نہر غرض کسی دوسرے کام کے لئے نہیں کی جا سکتی، مسجد حقیقۃً زمین کا نام ہے

---

[1] الزہد لامام احمد بن حنبل دار الدیان للتراث القاہرۃ ص ۳۵

چھت اس کا بدل نہیں ہوسکتی نہ ہرگز کسی دوسری زمین یا دس لاکھ روپے گز قیمت خواہ کسی شے سے اُس کا بدلنا رَوا ہوسکے، اگر ایسا نہ کیا تو یہ مسجد اور اس کے سوا جب کبھی کسی مسجد کو عالم اور اس کے ساتھی مسلمانوں کی اس کارروائی سے صدمہ پہنچے گا ہمیشہ ہمیشہ تابقائے دنیا اس کی ایک ایک بےحرمتی کا روزانہ گناہِ عظیم اُن کے نامۂ اعمال میں ثبت ہوا کرے گا اللہ کی پناہ اُس حالت سے کہ قبر میں ہڈیاں بھی نہ رہیں اور ہر ہر لحمہ یہ

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا۔[1] اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لئے جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے (ت)

کا وبالِ عظیم دُنیا سے قبر اور قبر سے حشر تک پیچھا نہ چھوڑے، اور یہ عذر مسموع نہ ہوگا کہ ہمیں اس کام کے لئے آدمی نہیں ملتے جیسا کہ یہاں خط میں لکھ کر بھیجا کام آپ کا بگاڑا ہُوا ہے آپ پر اُس کی تلافی فرض ہے اگرچہ کوئی ساتھ نہ دے، بگاڑنے کو آپ تھے بنانے کو کوئی اور آئے، اُس وقت کا استبداد کہ نہ علما سے پوچھنا نہ مسلمانوں سے کہنا اب بھی کام میں لائیے اور اپنی عاقبت بنائیے اور خدمت کعبہ کی اُلٹی بانگی مٹا کر سیدھی دکھائیے، راہ یہ ہے اور توفیق اللہ عزوجل کی طرف سے، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اس میں اپنی ذلت نہ سمجھئے اللہ عزوجل کے نزدیک عزت کہ اُس کی طرف رجوع لائے اُس کے گھر کی بےحرمتی کرانے سے باز آئے، وُہ فرماتا ہے: لم یصروا علی ما فعلوا وھم یعلمون[2] (اور اپنے کئے پر جان بوجھ کر اڑ نہ جائیں۔ ت) مسلمانوں کے نزدیک عزت کہ اُن کے دین پر تعدی چھوڑی حفظ حقوق مذہب کی طرف باگ موڑی گورنمنٹ کے نزدیک عزت کہ ایسی عظیم حرمت اسلام کی پامالی جو اُس کی نامبدل پالیسی کے بالکل خلاف اس کے مستمر وعدوں کے بالکل مناقض، سات کروڑ رعایا کا دل دکھانے والی روش برطانیہ کو مذہبی دست اندازی کا عیب لگانے والی تھی اُٹھا دی اور وجوبات غلط باور کرائی گئی تھی حق وانصاف سے بدلوا دی والامر بید اللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ (معاملہ اللہ تعالٰی کے دستِ قدرت میں ہے، لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ ت) میں ان صاحبوں خصوصًا اپنے قدیمی دوست عالم کو اللہ عزجلالہ کی پناہ دیتا ہوں اس سے کہ اُنھیں بات کی پچ الٹی راہ دکھائے معاذ اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم[3] (اسے اور ضد چڑھے گناہ کی۔ ت) کی شامت آڑے آئے، اور اگر خدانا کردہ ایسا ہو تو علماء پر فرض ہے کہ اُس کارروائی کا خلاف شرع ومضر اسلام ہونا دلائل ساطعہ سے

---

[1] القرآن الکریم ٢/١١٤
[2] القرآن الکریم ٣/١٣٥
[3] " " ٢/٢٠٦

Marfat.com

واضح کریں اوہام خلاف کا رَدِّ بالغ فرمائیں، اسلامی اخباروں پر فرض ہے کہ اُن تحریرات علماء کو نہایت کثرت اہتمام سے شائع کریں، ایک ایک گوشہ میں اُن کی آواز پہنچائیں، اسلامی انجمنوں پر فرض ہے کہ اُن کی تائید میں جلسے کریں بکثرت ریزولیوشن پاس کریں گورنمنٹ کو اُن کی اطلاعیں دیں، مسلمان امراء وحکام واہلِ وجاہت پر فرض ہے کہ گورنمنٹ کو اس طرف پے درپے توجّہ دلائیں، مسلمان قانون پیشہ صاحبوں پر فرض ہے کہ اس کے استغاثے منتہی کو پہنچائیں، غرض ہر طبقہ کے مسلمانوں پر فرض ہے کہ اپنے منصب کے لائق اس میں سعیِ جمیل بجالائیں اور بے تکان انتھک جائز کوششیں کرکے اپنی مساجد کو بے حرمتی سے بچائیں، ایسا کروگے تو ضرور حضرت عزت عزجلالہ سے اِن شاء اللہ القدیر المستعان کامیاب ہوگے دنیا میں سُرخرو آخرت میں مثاب ہوگے کہ وُہ فرماتا ہے:

وکان حقا علینا نصر المومنین[1]، ان اللہ لایضیع اجر المحسنین[2]۔

اور ہمارے ذمہ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا، بیشک اللہ نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ (ت)

والحمد للہ رب العلمین، وصلی اللہ تعالٰی وبارک وسلم علٰی سیدنا ومولٰنا وملجانا وماوٰنا محمد وآلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین اٰمین، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدن النبی الامی
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

مسئلہ ۱۸۶: مسئولہ مولوی نور احمد صاحب ہزاروی از کانپور مدرسۃ البنات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد اہل محلہ پر تنگ ہے اور اس کے گرداگرد جگہ نہیں مل سکتی یا مل سکتی ہے لیکن لوگوں میں اس قدر طاقت نہیں کہ وُہ اتنا روپیہ دے سکیں اور پھر مسجد بنوادیں کیونکہ روپیہ بہت خرچ ہوتا ہے اور وہ طاقت نہیں رکھتے اور وہ دوسری جگہ مسجد وسیع تیار کر سکتے ہیں بشرطیکہ پہلی مسجد کی لکڑی وغیرہ دوسری مسجد میں لگادیں ورنہ دوسری بھی بمشکل تمام نہیں

---

[1] القرآن الکریم ۳۰/ ۴۷

[2] " " ۹/ ۱۲۰ و ۱۱/ ۱۱۵ و ۱۲/ ۹۰

Marfat.com

ہوسکتی، کیا اس صورت میں اہلِ محلہ دوسری جگہ نئی مسجد اپنے محلہ میں پہلی مسجد کے سامان سے اور زوائد روپیہ لگاکر بنا سکتے ہیں یا نہ؟ اگر بنا سکتے ہیں تو پہلی مسجد کی جگہ کی کس طور سے حفاظت رکھی جائے؟ مدلل مبرہن طور پر تحریر و بیان فرمایا جائے۔

الجواب

مسجد جب تک مسجد ہے قرآن عظیم کی نص قطعی، ہمارے ائمہ کرام کے اجماع سے اسے ویران کرنا سخت حرام و کبیرہ ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعٰی فی خرابہا اولٰئک ما کان لھم ان ید خلوھا الا خائفین لھم فی الدنیا خزی ولھم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم[1]

اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو اُن میں نامِ الٰہی کی یاد سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے ایسوں کو اُن میں جانا ہی نہ پہنچتا تھا مگر ڈرتے ہوئے، اُن کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور اُن کے لئے آخرت میں بڑا عذاب۔

ہمارے ائمہ کرام نے بلاخلاف تصریح فرمائی کہ مسجد اگر تنگی کرے اور اس کے قریب اگر کسی شخص کی زمین ہو اور وہ دینے پر راضی نہ ہو تو بحکم سلطان بے اُس کی مرضی کے لے کر مسجد میں داخل کرلی جائے اور مالک کو بازار کے بھاؤ سے قیمت دے دی جائے کما نص علیہ فی البزازیۃ والفتح والبحر والدر وغیرھا (جیسا کہ اس پر بزازیہ، فتح، بحر اور در وغیرہ میں نص فرمائی گئی۔ ت)

اگر تنگی کی وجہ سے یہ مسجد ویران کرکے دوسری جگہ بنا لینا جائز ہوتا تو جبر ہرگز حلال نہ ہوتا اور نہ صورت کہ سوال میں فرض کی گئی اس کی بنا خود ہی متزلزل ہے جب وہ دوسری مسجد اس سے بڑی بنا سکتے ہیں اگرچہ اس میں اس کے عملے سے بھی مدد لینا چاہتے ہیں تو مہربانی فرما کر بڑی نہیں ایک چھوٹی ہی مسجد دوسری بنالیں کہ دونوں مسجدیں مل کر حاجت پوری کردیں، کس نے واجب کیا ہے کہ سب ایک ہی مسجد میں نماز پڑھیں، غرض جو اللہ سے ڈرے اور اس کی حرمتوں کی تعظیم کرے اللہ اُس کے لئے آسانی کی راہ نکال دیتا ہے اور جو بے پروائی کرے تو اللہ تمام جہان سے بے پروا ہے،

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا[2] جو اللہ تعالٰی سے ڈرے تو وہ اس کیلئے راہ بنا دیتا ہے

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۱۴

[2] ؍؍ ۶۵/۲

Marfat.com

ومن یتول فان اللہ ھو الغنی الحمید[1]۔ اور جو منہ پھیرے تو اللہ تعالٰی ہی بے نیاز اور ستودہ صفات ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۷ تا ۱۸۹: مسئولہ قاضی سید احمد علی مدنی مہتمم مدرسہ اسلامیہ از بمبئی بھنڈی بازار ۲ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین ایسی صورت میں کہ ایک درگاہ شریف کے قریب ایک مسجد واقع ہے، مسجد کے متولی صاحب نے درگاہ شریف کی زمین جبراً دبالی، اس کو شاملِ مسجد کرنا چاہتے ہیں، متولیِ درگاہ نے روکا کہ شرع شریف میں ایسا کرنا جائز نہیں ہے، مگر نہیں مانتے، سو ایسا کرنا جائز ہے؟

(۲) کیا ایسی جبراً مغصوبہ زمین پر مسجد بنانا درست ہے اور کیا اس میں نماز درست ہوگی حالانکہ متولی صاحبِ درگاہ برابر معترض ہوا کئے ہیں۔

(۳) کیا ایسے متولی مسجد جو خلافِ شرع زمین غصب کرکے اس پر مسجد بنادے تو وہ عند الشرع قابلِ تدارک گنہگار ہیں یا نہیں؟ جواب صحیح از روئے کتبِ فقہ صاف بخشا جائے۔ بینوا توجروا

الجواب

سوال بہت مجمل ہے کچھ نہ لکھا کہ متولی اس زمین کو مسجد میں کس وجہ سے شامل کرنا چاہتے ہیں، آیا مسجد نمازیوں پر تنگ ہوئی ہے یہ ضرورت لاحق ہوئی ہے یا کچھ اور۔ نہ یہ لکھا کہ وہ زمین درگاہ پر وقف ہے یا نہیں، اور ہے تو کس طرح وقف ہے جسے وقفِ صحیح شرعی کہا جاسکے گا یا نہیں۔ نہ یہ لکھا کہ اس زمین کے شاملِ مسجد کرلینے سے درگاہ میں کیا نقصان ہوگا، اگر مسجد نے تنگی نہ کی تو متولیوں کو اس زمین کے لینے کا کوئی اختیار نہیں وہ غاصب ہوں گے اور اتنے پارۂ زمین پر نماز ناجائز ہوگی، اور اگر مسجد تنگ ہوگئی ہے اور اس کے اپنے متعلقات کی زمینوں سے بڑھانے کی گنجائش نہیں، تو اگر وُہ زمین درگاہ وقفِ صحیح شرعی نہیں یا اس کے لے لینے سے درگاہ کو ضرر نہیں پہنچتا تو بقیمت لے سکتے ہیں ورنہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۰ تا ۱۹۳: مسئولہ مولوی صابر علی صاحب از مدرسہ رفاہ المسلمین فرنگی محل لکھنؤ ۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں، ایک مسجد قدیم کسی شیعہ کی تھی

---

[1] القرآن الکریم ۵۷/ ۲۴

مگر کچھ عرصے سے ویران پڑی تھی، اسی حالتِ ویرانی میں چند قدم کے فاصلے پر ایک سُنّی نے دوسری مسجد بنوائی اور اس نئی سنّی کی مسجد میں مسلمان سنّی نماز پنجوقتہ پڑھنے لگے اس کے پانچ چھ برس کے بعد پرانی شیعہ کی مسجد کو ایک شخص نے ایک سنّی کے ہاتھ فروخت کر ڈالا تو اس سنّی نے اس کی مرمت وغیرہ کرا کے پنجوقتہ اذان وجماعت کے ساتھ نماز پڑھنا شروع کر دیئے۔ اس کو بھی پانچ چھ برس کا عرصہ گزر گیا اب اس سُنّی مشتری مذکور نے اپنا ایک مکان مسجد کے مدرسہ اسلامیہ کے لئے وقف کر دیا ہے اور مسجد مذکور میں بیٹھ کر لوگوں کو قرآن پڑھنے کی اجازت دیتا ہے، اور مسجد مذکور میں بہت سی زمین ایسی پڑی ہے جس پر جوتا پہن کے چلتے ہیں تو اس زمین پر مدرسہ کیلئے کمروں کے بنانے کی بھی اجازت دیتا ہے تو ایسی صورت میں حسب ذیل سوالات کے جوابات مرحمت ہوں:

اوّل یہ دونوں مسجدیں حکم مسجد میں ہیں یا نہ؟ اور مسلمانوں کو دونوں مسجدوں میں نماز پڑھنے سے ثواب مسجد حاصل ہوگا یا نہ؟ اور اگر نہ حاصل ہوگا تو پھر اس مسجد کو کس کام میں لا سکتے ہیں؟

دوم طلبہ مدرسہ اسلامیہ کا اس مسجد کے اندر بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے یا نہ؟

سوم احاطہ مسجد کے اندر جو زمین صحنِ مسجد کے علاوہ جہاں جوتا پہن کے چلتے ہیں اس پر مدرسہ کے روپیہ سے کوئی کمرہ وغیرہ طلبہ کی تعلیم کے لئے یا دفتر مدرسہ کے لئے یا طلبہ کے رہنے کے لئے بنانا جائز اور اس میں ان کاموں میں سے کوئی کام کرنا جائز ہے یا نہ؟

چہارم مشتریِ مسجد کی یہ بھی تجویز ہے کہ مسجد کے اندر سے جہاں جُوتا پہن کے چلتے ہیں ایک راستہ مدرسہ کے اندر جانے کا نکالا جائے کہ طلبہ و ملازمین مدرسہ کو مدرسہ میں جانا آسان ہو جائے ورنہ چکر کھا کے گلیوں میں سے جانا ہوگا تو آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ جواب جلد اور مدلل فرمایا جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

وہ مسجد کہ سُنّی نے بنوائی تھی بلاشبہ مسجد ہے اور اس کا رکھنا فرض ہے اور اس میں نماز کا ثواب وہی ہے جو مسجد میں نماز کا ثواب ہے، روافضِ زمانہ مرتد ہیں کما حققناہ فی ردالرفضہ (جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق ردّالرفضہ میں بیان کی ہے۔ ت) تو وہ مسجد بنانے کے اہل نہیں۔

قال اللہ تعالٰی ما کان للمشرکین ان یعمروا مسٰجد اللہ شٰھدین علٰی انفسھم بالکفر (الٰی قولہ تعالٰی) انما یعمر مسٰجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم

اللہ تعالٰی نے فرمایا مشرکوں کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ اللہ تعالٰی کی مساجد تعمیر کریں اس حال میں کہ وہ اپنے آپ پر کفر کی شہادت دینے والے ہیں (اللہ تعالٰی کے اس ارشاد تک کہ) بیشک اللہ تعالٰی کی مسجدیں تو وہی لوگ تعمیر کرتے ہیں جو اللہ تعالٰی

Marfat.com

الاٰخر[1] الاٰیۃ　　　　اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ (ت)

خصوصاً بعد موت کے مرتد کے سب اوقاف باطل ہوجاتے ہیں کما فی الدرالمختار وغیرہ (جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ ت) تو وہ مسجد کہ سُنّی نے خریدی اسے مرمّت وغیرہ کرا کے اگر اس خیال سے نماز کے لئے دیا کہ یہ پہلے سے مسجد ہے تو وُہ خیال باطل تھا اور وہ مسجد بدستور ایک مکان ہے جس میں ان تمام تصرفات مذکورہ فی السوال کا اختیار ہے، اور اگر سُنّی نے خرید کراز سرِ نو اپنی طرف سے اسے مسجد کردیا یعنی یہ سمجھ کر کہ یہ مسجد نہیں میں اسے مسجد کرتا ہُوں نہ یہ سمجھ کر کہ یہ مسجد تھی اسے کارِ مسجد کے لئے چھوڑتا ہُوں، اس صورت میں اگر شرائے صحیح سے سُنّی کے لئے اس کی مِلک ثابت ہوگئی تھی تو یہ بھی مسجد ہوگئی مگر یہ بہت بعید ہے اس کے لئے صرف ایک صورت ہے کہ غالباً وہ واقع نہ ہوئی ہوگی، وہ صورت یہ کہ زمین جسے رافضی نے مسجد کیا اس کے زمانہ اسلام کی مِلک تھی، اس کے بعد اس نے رفض اختیار کیا، یہ مسجد بنائی اور مرگیا اور اس کے قریب بعید وارثوں میں کوئی شخص سنّی مسلمان ہے کہ وہی اس کے کسب اسلام کا وارث ہو کر اس مکان کا مالک ہے اور اس نے اس سنّی کے ہاتھ بیع ڈالا تو یہ شرا صحیح ہوا اور یہ سنّی اس مکان کا مالک ہوگیا اور اب جو اس نے اسے اپنی طرف سے مسجد کیا مسجد ہوگئی اس صورت بعیدہ پر وہ تصرفات مذکورہ سب ناجائز ہوں گے فانہ لایجوز تغییر الوقف عما ھولہ (کہ وقف اپنی اصلی حالت سے تبدیل کرنا جائز نہیں۔ ت) مگر طلبہ کا پڑھنا جائز جبکہ اطفال نہ ہوں اور نماز کے وقت نماز کی جگہ نہ گھیریں نہ ان کے پڑھنے سے نمازیوں کو تشویش ہو اور اگر یہ صورت نہیں بلکہ وہ مکان اس کے زمانہ رفض ہی کی مِلک تھا تو یہ بیع جس شخص نے کی ہرگز مثبت ملک مشتری نہیں کہ بائع خود ہی مالک نہ تھا مرتد کے زمانہ ارتداد کی مِلک اسکی موت کے بعد فئی للمسلمین ہوجاتی ہے اس کے کسی وارث کو نہیں پہنچ سکتی اگرچہ اس کا بیٹا ہو مسلم ہو خواہ اسی کی طرح مرتد یا اور قسم کا کافر، تو جب شرا صحیح نہ ہوا تو اس سُنّی کا اسے مسجد کرنا صحیح نہ ہوا بلکہ وہ بدستور ایک زمین عام مسلمانوں کی ہے، مسلمانوں کی مرضی سے اس میں مسلمین کی منفعت کے تصرفات کرسکتے ہیں۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں مبسوط سے ہے:

المرتد اذا قتل او مات او لحق بدار الحرب فما اکتسبہ فی حال اسلامہ ھو میراث لورثتہ المسلمین اما ما اکتسبہ فی حالۃ الردۃ یکون　　　　مرتد جب قتل ہوجائے یا مرجائے یا دارالحرب سے ملحق ہوجائے تو جو کچھ اس نے حالتِ اسلام میں کمایا تھا وہ اس کے مسلمان وارثوں کو بطور میراث ملے گا اور جو کچھ بحالتِ ارتداد کمایا وہ مال غنیمت ہے

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۷، ۱۸

Marfat.com

فیأبوضع فی بیت المال[1] واللہ تعالٰی اعلم ‍ ‍ جو بیت المال میں رکھا جائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۹۴ تا ۱۹۵ ازعلی گڑھ محلہ مدار دروازہ مرسلہ عمر احمد سوداگر پارچہ بنارسی ۴ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

(۱) ایک مسجد ہے جو زمین سے ۳ گز اونچی ہے اور اونچائی ٹھوس ہے اور صحن مسجد کا کل چوڑائی میں ۱۳ فٹ ہے جس میں ۵ فٹ چوڑائی میں زینہ اور جوتیوں کی جگہ سقاوا اور غسل خانہ ہے اور ۸ فٹ جگہ میں نماز ہوتی ہے اس مسجد میں کنواں نہیں ہے، سقہ سقاوے میں پانی باجرت ڈالتا ہے اور نہ کوئی آمدنی مسجد کی ہے جو تیل وغیرہ میں صرف ہو، اس مسجد سے ۴۷ قدم کے فاصلہ پر ایک اور مسجد ہے اس کے دس قدم پر ایک کنواں ہے گویا اس مسجد سے ۴۸ قدم پر ہوا۔ زید کہتا ہے کہ صحن مسجد جو ٹھوس ہے اس کو شہید کرکے اس میں دو دکانیں نکالی جائیں اس کی چھت صحنِ مسجد ہوجائے گا، اور وہ تیل بتی کو اس کی آمدنی کافی ہوگی۔ عمرو کہتا ہے کہ یہ ناجائز ہے کیونکہ صحن مسجد تحت الثرٰی تک حکم مسجد رکھتا ہے، اگر دکانیں سابق سے بنائی جاتیں تو درست تھیں، عمرو کی رائے ہے کہ ۵ فٹ جگہ جس میں زینہ وغیرہ ہے اس میں کنواں زینہ وغیرہ بن سکتا ہے اور ایک چھوٹی دکان بھی نکل آئے گی اور صحن بھی برقرار رہے گا اس میں مردہ کو زیادہ ثواب ہوگا کیونکہ نمازیوں کو پانی کی تکلیف جاتی رہے گی۔ کیا حکم شریعت ہے اور کیا کرنا چاہئے؟

(۲) کنواں بننے کی حالت میں زمین سے ۴ گز اونچا ہوکر مسجد میں ملے گا، زید کہتا ہے کہ زمین پر بھی ایک کھڑکی رکھی جائے جس سے عوام پانی بھریں اور مسجد کو اوپر سے پانی ملے۔ عمرو کہتا ہے کہ اوپر ہی رکھنا چاہئے کیونکہ نیچے کھڑکی رکھنے سے ہندو بھی پانی بھریں گے شاید ہندو کا پانی بھرنا ناجائز ہو۔ شریعت کا کیا حکم ہے اور کس میں زیادہ ثواب ہے؟

الجواب

دکانیں بنانے کی اجازت نہیں ہے، اگر پہلے سے ہوتیں حرج نہ تھا اب نہیں بن سکتیں،

کما نص علیہ فی النوازل والتجنیس والخانیۃ والمحیط السرخسی وتہذیب الواقعات والاسعاف والبحر والنہر والھندیۃ وغیرھا۔ ‍ ‍ جیسا کہ اس پر نوازل، تجنیس، خانیہ، محیط سرخسی، تہذیب الواقعات، اسعاف، بحر، نہر اور ہندیہ وغیرہ میں نص فرمائی گئی (ت)

۴۸ قدم کا فاصلہ کچھ ایسا دور نہیں، اگر بغیر کنویں کے کارروائی چل سکے یونہی چلنے دیں اور اگر

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الفرائض نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۴۵۵

Marfat.com

نہ چل سکے اور اس کی وجہ سے ویرانیِ مسجد کا احتمال قوی ہو تو اس پانچ فٹ میں ایک کنارہ کو کنواں بنالیں۔
(۲) نیچے کھڑکی نہ رکھیں کہ مسجد کے کنویں میں ہندو کی شرکت سخت معیوب ہے ان کی نجاست سے کنویں کی طہارت ہمیشہ معرض خطر شدید میں رہے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۶: از شیرپور ڈاکخانہ خاص تحصیل پورن پور ضلع پیلی بھیت مرسلہ ظہیر الدین
۲۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک چھوٹے موضع میں ایک مسجد قدامت سے تھی اور عرصہ دس بارہ سال سے ایک دوسری مسجد اور تیار ہوگئی اور اب دونوں مسجدیں چھپّر پوش اور بوسیدہ حالت میں ہیں اب مسلمانوں کی یہ رائے ہے کہ بجائے دو مسجدوں کے ایک مسجد پختہ چندہ سے تعمیر کرائی جائے اور ایک مدرسہ کے واسطے دے دی جائے، اس کی بابت شرع کیا حکم دیتی ہے؟ اور سرمایہ بہت قلیل ہے جس سے دونوں مسجدیں تیار نہیں ہوسکتی ہیں، لہذا آپ بموجب شرع احکام صادر فرمائیے۔

الجواب

مسجدوں کا پختہ کرنا فرض نہیں، اور ان کا آباد رکھنا فرض ہے، مسجد نہ مدرسہ کو دی جاسکتی ہے نہ دوسرے کام میں صرف ہوسکتی ہے، یہ سب ناجائز وحرام ہیں۔ عالمگیری میں ہے:

لا یجوز تغییر الوقف عن ھیأتہ[1] وقف کی ہیئت میں تبدیلی کرنا جائز نہیں۔

واللہ تعالٰی اعلم۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۹۷: ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ

علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ مسجد کا فرش اور لکڑیاں جو خراب ہوجاتی ہیں سوا مسجد کے اور کسی کام میں تصرف کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ آخر کیا کرنا چاہئے؟ تحریر فرماکر مشرف فرمائیں۔ فقط

الجواب

فرش جو خراب ہوجائے کہ مسجد کے کام کا نہ رہے جس نے وہ فرش مسجد کو دیا تھا وہ اس کا مالک ہوجائے گا جو چاہے کرے اور اگر مسجد ہی کے مال سے تھا تو متولی بیچ کر مسجد کے جس کام میں چاہے

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف الباب الرابع عشر فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۹۰

Marfat.com

لگادے اور مسجد کی لکڑیاں یعنی چوکھٹ، کواڑ، کڑی، تختہ، یہ بیچ کر خاص عمارت مسجد کے کام میں صرف ہو۔ لوٹے، رسّی، چراغ، بتی، فرش چٹائی کے کام میں نہیں لگا سکتے، پھر ان چیزوں کی بیع کافر کے ہاتھ نہ ہو بلکہ مسلمان کے ہاتھ۔ اور مسلمان ان کو بے ادبی کی جگہ استعمال نہ کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۸ تا ۲۰۱ مرسلہ مولوی عبدالمطلب صاحب از بانٹوہ کاٹھیاوار ۳۰ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ

چہ می فرمایند علمائے دین اندریں مسئلہ:

(۱) ایک شخص مرگیا اور اپنی ایک عورت اور ایک لڑکی اور باقی وارث چھوڑے اور اس متوفی کی عورت نے وارثوں کے حق کو تلف کرکے ایک مسجد تعمیر کرائی اور جس زمین پر اس نے مسجد تعمیر کرائی ہے وہ زمین نیز وراثت میں داخل ہے تو اس میں نماز پڑھنا اور اس کو مسجد کہنا شرعًا درست ہے یا نہ؟

(۲) اور اگر اب بعضے وارث انھیں میں سے اپنے حق کو معاف کردیں اور بعضے نہ کریں تو نماز پڑھنا اس مسجد میں درست ہوجائے گا یا نہ؟

(۳) اور اگر وہ وارث جانتے ہیں کہ اب جو پیسہ تھا وہ مسجد میں خرچ ہوگیا اب ہمیں ملنے والا نہیں ہے اور لوگوں کی شرم سے معاف کردیں تو درست ہے؟

(۴) اور اگر شرع حکم دے کہ نماز اس میں درست نہیں ہے تو اس میں رہنا گھر بناکر یا کرایہ وغیرہ پر دینا درست ہوگا؟ بحوالہ کتب معتبرہ جواب سے سرفراز کریں۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں باجماعِ مسلمین وہ ہرگز مسجد نہیں بلکہ ایک زمین ہے بدستور اپنے مالکوں کی ملک پر باقی، کہ جب یہ عورت تنہا اس کی مالک نہیں جیسا کہ بیانِ سائل ہے تو وہ ساری زمین اس کے وقف کئے سے وقف نہیں ہوسکتی لان شرط الوقف الملك[1] کما فی الهندیة وغیرها (کیونکہ شرط وقف یہ ہے کہ وہ واقف کی ملک ہو جیسا کہ ہندیہ وغیرہ میں ہے۔ ت) نہ یہ ممکن کہ اس میں سے اس کے حصہ کو مسجد ٹھہرا دیں باقی ملک دیگر ورثہ سمجھیں کہ جب وہ غیر منقسم ہے تو اس کا حصہ متعین نہیں اور مسجد بالاجماع مشاع نہیں ہوسکتی لان من شرطه انقطاع حقوق العباد عن جمیع جوانبه فضلا عن نفسه[2] کما فی الهدایة وغیرها (کیونکہ شرائط وقف میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس کی تمام جوانب حقوق العباد سے منقطع ہوچکی ہو چہ جائیکہ خود وقف جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں ہے۔ ت) اللہ تعالٰی

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۳۵۲-۳۵۳

[2] الہدایۃ کتاب الوقف المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/ ۶۲۵

Marfat.com

قال تعالیٰ وان المسجد للہ[1] نے فرمایا کہ بیشک مسجدیں اللہ عزوجل کی ہیں (ت)

ہاں اگر باقی ورثہ سب عاقل بالغ ہوں اور سب بالاتفاق اس وقت مسجدیت کو جائز کردیں تو اب جائز ہوجائے گی اور کسی کی شرم سے ایسا کرنا مانع صحت نہ ہوگا فان الحیاء لیس باکراہ (کیونکہ حیا جبر و اکراہ نہیں ہے۔ت) جب تک ایسا نہ کریں وہ ایک مکان ہے کہ مالکوں کو اس میں رہنا بسنا کرایہ پر دینا سب جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰۲

کیا فرماتے ہیں علمائے عظام اس مسئلہ میں:

(۱) زید نے (مسلمان کہلائے جانے کی حالت میں) کچھ قطعہ زمین صحن مسجد اپنے مکان کی بنا میں دبالیا، بعض لوگ مانع آئے مگر نہ مانا، ایسی صورت میں زید کے ساتھ کیا معاملہ شرعاً کیا جائے اور متولیان مسجد و دیگر اہل اسلام کو مواخذہ کا حق حاصل ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو ان پر یہ حق واجب اور ضروری ہے جس کے ترک سے عاصی ہوں گے یا کیا؟ یا زید بعوض زمین مغصوبہ بہ زر نقد بطور جرمانہ ادا کرے تو اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ دریں صورت زید مواخذہ عنداللہ سے بری ہوسکتا ہے؟

(۲) جو شخص ربٰو خوار معلن ہے زکوٰۃ بھی نہیں دیتا اس کا کیا حکم اور اس سے مخالطت و مرابطت و مواکلت مکروہ ہے کہ نہیں؟ للہ مصرح اور عامۃ الفہم عبارت میں جواب ارشاد فرماکر عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہوں۔

الجواب

اس صورت میں زید سخت گناہ کبیرہ وظلم شدید کا مرتکب اور اس آیہ کریمہ کی وعید کا مستوجب ہے،

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعٰی فی خرابہا اولٰئک ماکان لہم ان یدخلوہا الا خائفین لہم فی الدنیا خزی و لہم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم[2] اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں اللہ کا نام لئے جانے سے روکے اور ان کی ویرانی میں سعی کرے انھیں روا نہ تھا کہ اس میں قدم رکھیں مگر ڈرتے ہوئے ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب۔

مسجد کا ہر ٹکڑا مسجد ہے تو جتنا پارہ زمین اس نے دبالیا اسے نماز سے روکا اور اس کی ویرانی میں

---

[1] القرآن الکریم ۷۲/۱۸ [2] القرآن الکریم ۲/۱۱۴

Marfat.com

ساعی ہوا اور دنیا میں رُسوائی اور آخرت میں عذابِ عظیم کا استحقاق لیا، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحیح حدیثوں میں فرمایا ہے کہ "جو بالشت بھر زمین ناحق دبالے گا قیامت کے دن اتنا حصّہ زمین کے ساتوں طبقے توڑ کر اس کے گلے میں طوق ڈالے جائیں گے"[1] ہر مسلمان خصوصاً متولیانِ مسجد کو اس پر حقِ مواخذہ حاصل ہے اور فرض ہے کہ ہر جائز چارہ جوئی اس سے زمین نکال کر شاملِ مسجد کرنے کے لئے حد کو پہنچائیں جو باوصف قدرت اس سے باز رہے گا شریکِ عذاب ہوگا تا حدِ قدرت ہرگز حلال نہیں کہ اس سے کچھ روپیہ اس کے عوض لے کر چھوڑ دیں کہ یہ مسجد کا بیچنا ہوگا اور مسجد کی بیع باطل و حرام و ناممکن ہے قال اللہ وان المسٰجد للہ[2] (اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا کہ بے شک مساجد اللہ عزوجل کی ہیں۔ ت) اگر وہ لاکھ روپے ہرگز کے بدلے دے جب بھی لینا حرام ہے، نہ ہرگز زید کسی طرح عنداللہ مواخذہ سے بری ہوگا جب تک زمینِ مسجد مسجد کو واپس نہ دے۔ زید اگر ایسا نہ کرے تو مسلمان اس سے میل جول، سلام کلام، نشست برخاست قطع کردیں۔

قال اللہ تعالٰی واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین[3] اللہ تعالٰی نے فرمایا اور اگر شیطان تجھے بھلادے تو یاد آنے پر قومِ ظالمین کے ساتھ مت بیٹھ (ت)

یونہی رِبٰوخوار معلن بھی اسی آیۂ کریمہ کے حکم میں داخل ہے، تفسیر احمدی میں ہے: والقعود مع کلھم ممتنع[4] (ان سب کے ساتھ مجلس کرنا ممنوع ہے۔ ت) اس سے بھی قطع علاقہ چاہئے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۴: مرسلہ حاجی سیٹھ یوسف بن ابراہیم بمقام گونڈل علاقہ کاٹھیاوار ۲۷ محرم الحرام ۱۳۳۳ھ چہارشنبہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس معاملہ میں کہ بعض لوگوں نے مسجد بڑھانے یا پرانی کو نئے سرے سے تعمیر کرنے کے لئے مسلمان جماعت کو روپے دئے ہیں اور کہا ہے کہ جس طور چاہیں مسجد میں خرچ کریں ——— مگر فی الحال مسجد میں خرچ کرنے کی ضرورت نہیں اور وہ روپے امانۃً پڑے ہیں، اب مذکورہ روپیہ بیوپار کی کمپنی میں ڈال کر ان کا نفع بڑھادیں تو جائز ہے یا نہیں؟ مگر

---

[1] صحیح البخاری باب ماجاء فی سبع ارضین ——— قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۵۴
[2] القرآن الکریم ۷۲/۱۸
[3] " ۶/۶۸
[4] التفسیرات الاحمدیۃ تحت ۶/۶۸ مطبع کریمی بمبئی انڈیا ص ۳۸۸

Marfat.com

یہاں کی کمپنیوں میں لین دین سُود کا ہوتا ہے تو ان کا کیا حکم ہے؟ اگر اس طور وہ روپیہ بڑھ نہ سکتا ہو تو اور کوئی طریقہ ان روپوں کے بڑھنے کا ہے اور بڑھ سکتے ہیں یا نہیں یا اسی طرح سے جماعت کسی امین شخص کے پاس امانت رہنے دے اور امانت رکھنے میں چوری ہونے کا خوف ہے کہ مبادا مسجد کے روپے ضائع ہوجائیں تو ان روپوں کا مکان خرید کر کے اس کے کرایہ سے نفع اٹھایا جائے اور وقتِ ضرورت روپیہ وہ مکان فروخت کیا جائے، مگر ان میں جماعت والوں کا اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ یہ صورت نہ کرنی چاہئے اور بعض کہتے ہیں کہ اس طور کیا جائے تو ان کا حکم کیا ہے، وہ برائے مہربانی مفصل طور سے ارقام فرماکر عنداللہ ماجور وعندالناس مشکور ہوں۔

الجواب

چندہ کے روپے چندہ دینے والوں کی ملک پر رہتے ہیں ان سے اجازت لی جائے، جو جائز بات وہ بتائیں اس پر عمل کیا جائے، وبیان المسئلۃ وتحقیقھا فی کتاب الوقف من فتاونا (اس مسئلے کا بیان اور تحقیق ہمارے فتاوٰی کی کتاب الوقف میں ہے۔ ت) ایسی کمپنی میں کہ سُود کا لین دین کرتی ہو شامل کرکے بڑھانا حرام ہے اگرچہ چندہ دہندہ اجازت دیں، فلیس لاحد ان یحل ما حرم اللہ (کسی کو یہ اختیار نہیں کہ اس چیز کو حلال قرار دے جسے اللہ تعالٰی نے حرام فرمایا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۵ - ۲۰۶ مرسلہ محمد صابر مدرس مدرسہ دار العلوم قصبہ مئوناتھ بھنجن ضلع اعظم گڑھ ۱۸ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ کئی سو برس سے آباد ہے وہاں کے مسلمانوں کی مردم شماری فی الحال تقریباً آٹھ ہزار ہے اور وہاں مسجدیں تخمیناً اسّی کے قریب آباد ہیں، ان کے علاوہ اور بھی مساجد ہیں، وہاں کے کل مسلمان بجز چند شیعہ کے ابتدا سے حنفی المذہب متفق الخیال متحد العقائد والمسائل باہم شیر وشکر کی طرح ملے جُلے رہتے تھے ان میں کسی قسم کا مذہبی جنگ وجدال وتخالف نہ تھا مگر تقریباً تیس بتیس برس سے چند لوگ (غالباً فی الحال ان کی تعداد دو ڈھائی سَو ہوگی) منکر مذہب، غیر مقلد ہوگئے اور باہم سخت منافرت ومخالفت پیدا ہوگئی حتی کہ بارہا فوجداری اور عدالت کی نوبت پہنچ گئی، غیر مقلدین نے اپنی عیدگاہ اور جامع مسجد نئی بنوالی تھیں مگر بعض بعض ایسی ہی مسجدیں ہیں جن میں دونوں فریق نماز پڑھتے ہیں ایسی مسجدوں پر اکثر مذہبی جھگڑے ہوجایا کرتے ہیں چنانچہ ان دنوں موجودہ ۱۳۳۳ھ ۱۳ محرم کو ایک مسجد میں دونوں فریق جمع ہوگئے اور اسی میں مارپیٹ لٹھم لٹھا گھوسم گھوسا کر بیٹھے بلکہ ان کے ذریعہ سے دو فوجداریاں اور بھی ہوگئیں جس سے قصبہ میں ہلچل مچ گئی، پولیس اگر روک تھام نہ کرتی تو نہیں معلوم کیا ہوجاتا آئے دن کی مذہبی فوجداری سے دونوں فریق تنگ آگئے، اب فریقین اس امر پر راضی ہیں کہ باہم صلح کرکے جھگڑے کو

Marfat.com

مٹادیں، چنانچہ برضامندی فریقین چند اشخاص حکم مقرر کئے گئے ہیں اور باتفاق فریقین اقرارنامہ ثالثی میں مضمون لکھا گیا ہے کہ ثالثان حسب شریعت و قانون و دیانتداری جو فیصلہ کردیں گے ہم فریقین کو منظور ہے، اب علمائے حقانی سے یہ استفسار ہے:

(۱) چونکہ تیسوں برس کے تجربہ و مشاہدہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اس قصبہ میں جب دونوں فریق ایک نزاعی مسجد میں جمع ہو جاتے ہیں تو اکثر مذہبی شر و فساد کر بیٹھتے ہیں اگر اس شر و فساد و فتنہ و پرخاش کے مٹانے کے لئے ثالثین دونوں کو الگ کردیں اور فریقین کے لئے خاص خاص مسجدیں نامزد کریں تو کیا یہ فیصلہ خلاف شریعت ہوگا؟

(۲) اگر کسی نمازی کے ذریعہ سے حفظ امن میں خلل واقع ہوتا ہو اور شر و فساد کا اندیشہ ہو یا عام نمازیوں کو کسی قسم کی تکلیف اور اذیت پہنچتی ہو تو ایسے شخص کو بغرض حفظ امن و انسداد شر و فساد جماعت سے روک دینا کیا شرع کے خلاف ہے؟ بینوا و توجروا۔

الجواب

(۱) جو مساجد غیر مقلدوں کی بنائی ہوئی ہیں ان کے نامزد کردی جائیں مگر جو مساجد اہل سنت کی بنائی ہوئی ہیں ان میں سے کوئی مسجد غیر مقلدوں کے لئے خاص کردینا اور اہلسنت کو ان سے ممنوع کرنا شرعاً محض ظلم و حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ[1] — اللہ تعالٰی نے فرمایا اس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ تعالٰی کی مساجد میں اس کا نام لینے سے روکے۔ (ت)

جبکہ وہ مسجدیں اہلسنت کی ہیں اور ان کی بنائی ہوئی ہیں تو ان پر قبضہ چاہنا اور اس کے لئے فتنہ اٹھانا غیر مقلدوں کا فساد ہوگا اور کوئی مجبور نہیں ہوسکتا کہ دوسرے کے شورش بیجا کے سبب اپنے حق سے دست بردار ہو فتنہ غیر مقلدوں کا انسداد اگر یوں نہ ہوسکتا ہو تو کچہریاں کھلی ہوئی ہیں اور وہ اسی واسطے رکھی گئی ہیں کہ فتنہ والوں کا دست تعدی کوتاہ کریں اور دوسروں کے حقوق پر دست درازی نہ کرنے دیں جو شخص یہ رائے یا فتوٰی دے کہ دفع فتنہ کے لئے اپنی مسجد چھوڑ دو۔ کل اگر غیر مقلدین یا اور مفسدین ان کی جائداد اموال متاع مکانوں پر قبضہ چاہیں اور نہ دیجئے تو فساد اٹھائیں کیا دفع فتنہ کو وہ لوگ اپنے گھر بار مال متاع اسباب جائداد سے دستبردار ہوجائیں گے ہرگز نہیں، تو وجہ کیا ہے کہ یہ آنکھوں میں دنیا کی قدر ہے دل میں دنیا

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۴

Marfat.com

کی محبت ہے جگر میں دنیا کا درد ہے وہاں دفعِ فتنہ کو یہ تدبیر نہ سُوجھے گی نہ آیات دفعِ فساد کے یہ معنی ذہن میں آئیں گے اور نہ دین کی قدر نہ محبت نہ درد، لہذا گھاس کی طرح کتر دیں گے کہ میاں ہاں اپنی مسجدیں چھوڑ دو اپنے دینی حقوق سے دست بردار ہو جاؤ کسی طرح جھگڑا تو مٹے حالانکہ اوروں کے فتنہ فساد پر اگر اپنی جائداد مکانات، مال اسباب چھوڑ دو تو صرف دنیوی نقصان ہے اور یہاں علاوہ اپنی دینی حق تلفی کے اس آیۂ کریمہ کی وعید شدید میں داخل ہونا اور حرام کا ارتکاب اور بحکمِ قرآن عظیم استحقاق رسوائی و خواری و عذاب ہے۔

قال اللہ تعالٰی لھم فی الدنیا خزی و لھم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم[1] والعیاذ باللہ۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ ان کے لئے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں بڑا عذاب ہے۔ اللہ تعالٰی کی پناہ۔ (ت)

(۲) ہاں شرعاً حکم ہے کہ ایسے لوگ مسجد سے باز رکھے جائیں۔

قال اللہ تعالٰی اولٰئك ما کان لھم ان ید خلوھا الا خائفین[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ انھیں مساجد میں داخل نہیں ہونا چاہئے مگر ڈرتے ہُوئے (ت)

درمختار میں ہے:

یمنع منه کل موذ ولو بلسانه[3]

ہر ایذا دینے والے کو مسجد سے روکا جائیگا اگرچہ وہ ایذاء زبان سے پہنچائے (ت)

عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں زیر حدیث فلا یقربن مصلانا (وہ ہرگز ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئیں۔ ت) پھر ردالمحتار میں ہے:

والحق بالحدیث کل من اٰذی الناس بلسانه و به افتی ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما وھو اصل فی نفی کل من یتاذی به[4]

اس حدیث کے ساتھ وہ شخص بھی ملحق ہے جو زبان سے لوگوں کو ایذاء پہنچاتا ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اسی پر فتوٰی دیا اور یہ اصل ہے ہر اس چیز کی نفی میں جس سے لوگوں کو ایذا ہوتی ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۱۴
[2] " "
[3] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۴
[4] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۴۴

Marfat.com

مگر طرفہ تحفظ کا لحاظ ضروری ہے اگر خود منع کرنے میں اندیشہ فساد ہو چارہ جوئی کرکے بند کرا دیں، وباللہ التوفیق۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۷ مرسلہ نثار احمد زمیندار ساکن موضع پال نگر ڈاکخانہ امریہ ضلع پیلی بھیت ۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس صورت میں، ایک موضع جس میں پانچ چار گھر مسلمانوں کے اور پندرہ بیس گھر اہل ہنود کے ہیں' اور قدیم الایام سے ایک مسجد تعمیر خام خس پوش موجود ہے' کسی وقت میں یہ مسجد مسلمانوں کی آبادی کے اندر واقع تھی اور اس کے گرد ونواح میں مسلمان آباد تھے، رفتہ رفتہ تغیر وتبدل ہوتے ہوتے مسلمانوں کی آبادی اس مقام سے مٹ گئی اب صورت یہ ہے کہ مسجد کے گرد ونواح کوئی مسلمان کا گھر نہیں ہے اور وہ مسجد بالکل مسلمانوں کی آبادی سے ایک جانب ہنود کی آبادی کے ساتھ متصل ہے اور ہمیشہ خراب وخستہ اور ویران پڑی رہتی ہے اور عرصہ دس بیس سال سے نہ وہ آباد ہوئی اور نہ آبادی کی امید ہے، اب بفضلہ تعالٰے اہل اسلام میں سے ایک شخص کو خداوند تعالٰے نے توفیق عطا فرمائی ہے وہ مسجد پختہ بنانا چاہتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ آیا یہ مسجد پختہ اسی مسجد قدیم کی جگہ تعمیر کی جائے کہ جو ایک مدت دراز سے غیر آباد ہے اور نہ آئندہ آبادی کی امید ہے، یا یہ کہ اس کو کسی طرح محفوظ محدود کرکے دوسری جگہ مسلمانوں کی آبادی کے درمیان میں مسجد پختہ تعمیر کی جائے کہ جس سے اس مسجد پختہ جدید میں نمازیوں کا پہنچنا بھی آسان ہو اور مسجد آباد رہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

حتی الامکان مسجد کا آباد کرنا فرض ہے اور ویران کرنا حرام۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا[1]

اور اس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ تعالٰی کی مسجدوں میں اس کا نام لینے سے روکتا ہے اور ان کی بربادی کی کوشش کرتا ہے (ت)

ہندوستان کی آبادی کا قاعدہ یہ ہے شہر ہو یا گاؤں کہ مکانات قریب قریب ہوتے ہیں، بیس پچیس گھر کا گاؤں اتنے فاصلہ کی آبادی نہ رکھے گا کہ مسلمانوں کو مسجد قدیم تک جانا دشوار ہو تو جو صاحب پختہ بنانا چاہتے ہیں اسی کو پختہ کریں اور آباد کریں جدا مسجد بنانے میں نفل کا ثواب پائیں گے اور اس مسجد کے آباد کرنے میں فرض کا ثواب۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۱۴

Marfat.com

نفل کے ثواب کو فرض کے ثواب سے کچھ نسبت نہیں ہوسکتی، بڑے گاؤں میں جو لوگ رہتے آبادی میں ہیں اور ان کی کاشت کے نمبر گاؤں کے دُھری پر ہیں روزانہ جوتنے بونے کاٹنے کے لئے دو دو میل جاتے آتے ہیں اپنے رب کے فرض ادا کرنے کو دس قدم آگے جانا کیا دشوار ہے، اصل حکم یہ ہے اگر عمل اس پر واقعی ناممکن ہو تو وجوہ دشواری سے مفصل اطلاع دیں اگر معقول ہوئیں تو چارۂ کار بتایا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰۸-۲۰۹ مسئولہ حاجی محمد رمضان و ابراہیم پیرزادہ وغیرہما انصاری سکنہائے قصبہ پالی مارواڑ کیریہ محلہ ناڈی ۴ ذوالقعدہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قصبہ پالی مارواڑ محلہ ناڈی میں فقیر ٹونڈے شاہ نے اپنے مکان میں ایک چھوٹی سی مسجد خاص اپنے ہی واسطے نماز پڑھنے کے لئے بنوالی اور تا زیست خود اسی میں وہ نماز پڑھتا رہا عام لوگوں کو اس میں نماز پڑھنے کی اجازت نہ دی۔ جب ٹونڈے شاہ لاوارث مرگیا تو اس مکان کا قبالہ یعنی پٹہ سرکار راج مارواڑی نے بصیغہ لاوارثی بنام حاجی اعظم شاہ صاحب مرحوم کردیا جس کا مضمون یہ ہے کہ ٹونڈے شاہ ٹونا اولادگیا لہذا اس کے مکان کا پٹہ یعنی قبالہ حاجی اعظم شاہ صاحب کے نام کردیا گیا ہے۔ سو اب اس مکان پر قابض اور متصرف حاجی اعظم شاہ کی اولاد رہے گی، کسی دوسرے کا کوئی حق اور ملکیت اس مکان پر نہیں ہے، چنانچہ تخمیناً سو برس عرصہ ہوا آج تک اولاد حاجی اعظم شاہ صاحب مرحوم اس مکان پر قابض اور متصرف ہے، تھوڑا عرصہ ہوا کہ چند اشخاص ناحق شناس نے عدالت میں مسجد کو اپنے قبضہ وتصرف میں لانے کی غرض سے دعوٰی کیا مگر بروئے پٹہ سرکار کے عدالت نے حق اور ملکیت اس مکان اور مسجد پر اولاد حاجی اعظم شاہ صاحب مرحوم ہی کا بدستور قدیم قائم رکھا، اب وہی اشخاص مذکورین اولاد حاجی اعظم شاہ مرحوم کو تنگ کرتے ہیں کہ یا تو مسجد کو چھوڑ دو اور نہیں تو تم کو اسلام سے خارج کرادیں گے۔ لہذا اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر اس مسجد کو اولاد حاجی اعظم شاہ صاحب مرحوم سے جبراً لے لی جائے تو اس مسجد میں نماز عندالشرع صحیح و درست ہوگی یا کیا؟

دوم اگر اولاد حاجی اعظم صاحب مرحوم مسجد کو نہ چھوڑیں تو مخالفین ان کو اسلام سے خارج بحکم شرع شریف کرسکتے ہیں یا کیا؟

اور یہ امر بھی واضح رہے کہ مسجد متنازعہ عام مسلمانوں پر وقف نہ ہونے کی وجہ سے سرکار راج مارواڑ نے اس کا پٹہ بصیغہ لاوارثی بنام حاجی اعظم شاہ صاحب مرحوم کردیا ہے، اور جو مسجدیں کہ عام مسلمانوں پر وقف کی گئی ہیں ان کا پٹہ سرکار راج مارواڑ بصیغہ لاوارث نہیں کرتی ہے، لہذا امیدوار کہ اس صورت میں جو امر حق ہو ارشاد فرمائیں اور عنداللہ وعندالناس ماجور و مشکور ہوں، فقط۔

Marfat.com

الجواب

اس سوال میں چند باتیں معلوم ہونے کی ضرورت ہے :

(۱) وہ مسجد مکان کے اندر کس حیثیت سے ہے؟

(۲) مسجد تک راستہ مکان کی زمین مملوک میں ہے یا کس طرح ہے؟

(۳) ٹونڈے شاہ کے وقت میں اور بھی لوگ اس میں نماز پڑھتے تھے یا تنہا وہی پڑھتے تھے اگر اور لوگ بھی پڑھتے تھے تو کون اس محلہ کے یا عام راہ گیر یا کیا؟

(۴) اس مسجد کی ہیأت کیا ہے۔ اس میں محراب، منبر، برجیاں، منارے وغیرہ ہیں یا نہیں؟ بہتر ہو کہ اس مسجد اور مکان کا شارع عام تک پورا مفصل واضح نقشہ بنا کر بھیجئے۔

(۵) اس کا کیا ثبوت ہے کہ ٹونڈے شاہ نے وہ مسجد خاص اپنے لئے بنائی اور کسی کو اس میں نماز پڑھنے کی اجازت نہ دی؟

ان باتوں کا مفصل جواب اسی ورق کی پشت پر مع نقشہ لکھ کر یہ ورق واپس کیجئے تو جواب دیا جائے ان شاء اللہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱۰ مسئولہ یعقوب علی خاں نقشبندی قادری مقام کٹھری ضلع گوڑ گاؤں ڈاکخانہ دھنیہ اسٹیشن مالوسانہ ۴ ذوالقعدہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں یعنی مسجد میں تیل خرچ سے زائد قریب تیس آثار کے عرصہ سے جمع ہے اس تیل کو فروخت کر کے قیمت اس کی اخراجات مسجد میں لائی جائے یا یہ کہ اس کو محتاجوں میں تقسیم کیا جائے؟

الجواب

اگر مسجد کے لئے روزانہ تیل دوسری جگہ سے آتا ہے مسجد کو خریدنا نہیں ہوتا جس کے باعث یہ تیل مسجد میں کام آنے کی امید نہیں یا اس کی حفاظت میں وقت ضائع ہونے کا اندیشہ ہے تو اسے متولی و اکثر متدین اہل محلہ امانت دیانت و اعلان کے ساتھ بیع کر اخراجات مسجد میں صرف کر دیں، محتاجوں میں تقسیم کرنا جائز نہیں ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱۱ ۲۱۲ بروز سہ شنبہ ۸ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ:

اولاً ایک مسجد کے ایک پہلو میں فرش صحن کے نیچے دکانات کے آثار تھے، مگر ان کی چھت کی بلندی

Marfat.com

صحنِ مسجد کی عام سطح سے کہیں ممتاز نہیں تھی یعنی دکانات کی چھت اور مسجد کا بقیہ صحن سب ایک سطح مستوی تھی اور یہ کل رقبہ ایک فصیل سے محاط تھا، اس فصیل کے اندر اندر کل اراضی مسجد اور مصلّی تھی اب وہ دکانات دوبارہ تعمیر ہوئیں، فصیل گرادی گئی، صحنِ مسجد کا وہ جز جو دکانات کی چھت بنا ہُوا تھا دکانات میں ڈال دیا گیا، اور وہ اتنی اونچی پائی گئیں کہ بقیہ صحن سے ایک قد آدم سے زیادہ بلند ہیں۔ اس چھت کے پرنالے مکانات کے پچھیت پر یعنی صحنِ مسجد میں اتارے گئے اور صحنِ مسجد کے کنارے پر پچھیت کی عرض میں ایک عرض محدود کردیا گیا جس پر وہ پرنالے گرتے ہیں اور اس نالے میں بھی لوگ وضو کرنے لگے، اس چھت سے ملحق ایک بالاخانہ اور چھت کل کو ایک مکان کی حیثیت سے کرایہ پر اُٹھا دیا گیا تاکہ مسجد کی آمدنی میں اضافہ ہو۔ سوال یہ ہے کہ اب یہ چھت مسجد کے حکم میں ہے یا خارج از مسجد؟ اور اس پر ایسے تصرفات جائز ہیں یا نہیں جو مسجد پر ناجائز ہوتے ہیں، مثلاً بود و باش رکھنا نجاست ڈالنا وغیرہ اور مذکورہ بالا پرنالے اور نالی قابل قائم رکھنے کے ہیں یا نہیں؟

ثانیاً ایک مسجد کے صحن کا ایک جز مصلّے کاٹ کر موڑ پر سے محدود کردیا گیا بدیں غرض کہ نمازی اس جگہ جُوتا اتارا کریں، یہ تصرف اور اس جگہ جُوتے اتارنا جائز ہیں یا نہیں؟ بیّنوا و توجروا۔

الجواب

وہ چھت مسجد ہے اسے مسجد سے توڑ کر دکان میں ڈال دینا ایک حرام اور اسے بالاخانہ حجرہ کا صحن و گزرگاہ کردینا دوسرا حرام اور اسے کرایہ پر اٹھا دینا تیسرا حرام، اور اس کی آبچک کے لئے مسجد کا ایک اور حصہ توڑ لینا محدود کردینا اور اس میں وضو ہونا چوتھا حرام۔ غرض یہ افعال حرام در حرام در حرام ہیں۔ فرض ہے کہ ان تمام تصرفاتِ باطلہ کو رَد کرکے مسجد مثل سابق کردیں۔ درمختار میں ہے:

لو بنی فوقه بيتا للامام لا يضر لانه من المصالح اما لو تمت المسجدية ثم اراد البناء منع ولو قال عنيت ذلك لم يصدق تاتارخانية فاذا كان هذا فى الواقف فكيف لغيره فيجب هدمه ولو على جدار المسجد ولا يجوز اخذ الاجرة منه ولا ان

اگر واقف نے مسجد کی چھت پر امام کا حجرہ بنا دیا تو جائز ہے کیونکہ یہ مصالح مسجد میں سے ہے مگر تمام مسجدیت کے بعد اگر وہ ایسا کرنا چاہے تو اسے منع کیا جائیگا اگرچہ وہ کہے کہ میں نے شروع سے اس کی نیت کی تھی اس کی تصدیق نہیں کیجائیگی تاتارخانیہ، توجب خود واقف کا حکم یہ ہے تو غیر واقف کو ایسا کرنے کا اختیار کیسے ہوسکتا ہے چنانچہ اس عمارت کو گرانا واجب ہے اگرچہ وہ دیوارِ مسجد پر

Marfat.com

یجعل شیئا منہ مستغلا ولا سکنی بزازیۃ[1] — بنائی گئی ہو اور اس کی اجرت لینا یا اس میں سے کسی حصہ کو ذریعہ آمدن یا رہائش گاہ بنانا جائز نہیں، بزازیہ۔ (ت)

اسی طرح دوسرے سوال میں جو تصرف کیا گیا اور مسجد کے ایک حصہ کو مسجد سے خارج کر دیا گیا اور اسے جوتا اتارنے کی جگہ بنایا یہ بھی تصرف باطل و مردود و حرام ہے، اوقاف میں تبدیل و تغیر کی اجازت نہیں لایجوز تغییر الوقف عن ھیأتہ[2] (وقف کی ہیئت میں تبدیلی کرنا جائز نہیں۔ ت) مسجد کہ بجمیع جہات حقوق العباد سے منقطع ہے قال اللہ تعالٰی وان المسجد للہ[3] (اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ بیشک مسجدیں اللہ عزوجل کی ہیں۔ ت) یہاں بھی وہی حکم ہے کہ فوراً فوراً اس ظلم کی منڈیر کو دُور کرکے زمین مسجد شامل مسجد کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۳ تا ۲۱۵: مرسلہ سعید الرحمن ناظم اتحاد و منتظم کمیٹی جامع مسجد پیلی بھیت ۸ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ چہارشنبہ

کیا حکم ہے شریعت غرا کا مسائل مندرجہ ذیل میں، جواب شافی سے مطمئن و معزز فرمایا جائے:

(۱) مسجد میں اپنے لئے سوال کرنا، کسی معذور، بیوہ یا کسی مسجد یا خاص اسی مسجد کی ضروریات کے لئے یا کسی قومی یا مذہبی ضرورت کے لئے چندہ وخیرات مسجد میں مانگنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) جو مکان و زمین وغیرہ کہ وقف ہے یعنی کسی مسجد و مدرسہ کی ضروریات کے لئے وقف کی گئی ہے مرور ایام یا کسی اور وجہ سے اس میں ایسا تغیر واقع ہو گیا ہے کہ اس کو رکھنے میں فی الجملہ نقصان ہے اس کو اس نیت سے کہ آئندہ اور نقصان ہو گا فروخت کرکے اس کی قیمت اس مسجد و مدرسہ میں داخل کرنا یا بجائے اس کے اس سے زیادہ نفع کی کوئی چیز اس مسجد و مدرسہ کے لئے خریدنا درست ہے یا نہیں؟ نیز مستعمل و بیکار چیزیں نیلام کرنا یا فروخت کرنا کیسا ہے؟

(۳) مقامی حالت کا اندازہ کرکے کسی مسجد وغیرہ کے انتظام و نگہداشت کے لئے چند مسلمانوں کو منتخب کرکے دوسرے لوگوں کو جو اس انتظام کے لئے مخصوص نہیں کئے گئے ہیں روکنا کہ وہ بطور خود مسجد میں دست اندازی نہ کریں جس سے مقررہ انتظام میں ابتری و برہمی پیدا ہونے کا خیال ہے یا بلغیر امتیاز کے

---

[1] درمختار — کتاب الوقف — مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۷۹
[2] فتاوٰی ہندیۃ — کتاب الوقف — الباب الرابع عشر فی المتفرقات — نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۹۰
[3] القرآن الکریم ۷۲/۱۸

Marfat.com

ہر شخص کو وعظ کہنے کی اجازت دینا درست ہے یا نہیں ؟

الجواب

(۱) مسجد میں اپنے لئے مانگنا جائز نہیں اور اسے دینے سے بھی علماء نے منع فرمایا ہے یہاں تک کہ امام اسمٰعیل زاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو مسجد کے سائل کو ایک پیسہ دے اسے چاہئے کہ ستر پیسے اللہ تعالیٰ کے نام پر اور دے کہ اس پیسہ کا کفارہ ہوں، اور کسی دوسرے کے لئے مانگنا یا مسجد خواہ کسی اور ضرورت دینی کے لئے چندہ کرنا جائز اور سنت سے ثابت ہے۔

(۲) وقف کو بیع کی اجازت نہیں ہوسکتی جب تک واقف نے استبدال کی شرط نہ لگائی ہو، فی الجملہ نقصان یا آئندہ اس کا احتمال اس کی اجازت کا کفیل نہیں ہوسکتا۔ مسجد کی مستعمل چیزیں مثلاً چٹائیاں، دریاں، لوٹے صرف مستعمل ہونے کی وجہ سے بیچنے کے کوئی معنی نہیں، اور ایسی اشیاء یعنی جو بیکار ہوجائے وہ دینے والے کی طرف واپس ہوجاتی ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔

(۳) بغیر امتیاز وعظ کی اجازت دینا جائز نہیں اور روکنا واجب ہے، ان کا انتظام اگر صحیح و مطابق شرع و موافق مصالح مسجد ہو تو دوسروں کو اس میں دست اندازی کی وجہ نہیں اور وہ روکے جاسکتے ہیں اور اگر ان کا انتظام خلاف شرع ہو تو ہر مسلمان اس میں دست اندازی کرسکتا ہے اور اس کو روکنے کا حق کسی کو نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱۶ آہو دملک مارواڑ متصل ایرپتوار پیر محمد امیر الدین روز یک شنبہ ۱۲ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ

پیش امام میں کون کون صفت ہونی چاہئے ؟ آیا کہ مسجد کا تیل وہ گھڑے و روٹی وغیرہ فروخت کرنا جب ان لڑکوں سے مار پیٹ کر روٹی منگانا وہ روکھی لائیں تو ان کو مارنا اور جمعے کے روز بھی لڑکوں کو اسی واسطے بلوانا کہ میری ریاض کی روٹیوں میں فرق نہ پڑ جائے اور مسافر بھوکا رہے تو رہے مگر روٹی شکر وہاں نا فروخت ہوئے تو دوسری موضع جاکر فروخت کرنا اور پانی کے گھڑے جو مسجد میں وضو کے واسطے موحلے والے لے کر آئیں تو امام اپنے مکان پر پانی پہنچا دے وضو والے تکلیف اٹھاتے اور مسافر وغیرہ سب تکلیف اٹھاتے تو ایسے امام کا رہنا جائز ہے یا نہیں ؟ اور ہی ساتھ والے ہو کر یہ بات کرے تو جائز ہے ؟

الجواب

امام مسجد صحیح العقیدہ، صحیح الطہارۃ، صحیح القراءت، غیر فاسق معلن، عالم احکام نماز و طہارت ہونا چاہئے جس میں کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے جماعت کی قلت و نفرت پیدا ہو، مسجد کے گھڑے اپنے لئے فروخت کرنا حرام ہے اور مسجد کا تیل اگر دینے والوں کی اجازت ہو کہ جو خرچ سے بچے اسے

Marfat.com

امام یا مؤذن یا مسجد کا خادم لے لیا کرے تو وہ بچا ہوا جمع کرکے بیچنا جائز ہے، مسجد کی روٹی دینے والے نے جسے دی تھی اگر بطور تملیک دی تھی تو اس کے بیچنے کا اختیار ہے اور اگر بطور اباحت دی جیسے کھانا سامنے لاکر رکھتے ہیں کہ جتنا پیٹ میں آئے کھا لو اسے صرف کھانا جائز ہے بیچنا یا دوسرے کو دینا حرام۔ جبراً روٹی منگانا حرام ہے مگر جب کہ وہی نوکری کی اُجرت قرار پائی ہو، اور اس کے لئے لڑکوں کو مارنا جائز نہیں مگر جب کہ وہی اس واجب شدہ روٹی کے لانے میں قصور کرتے ہوں اور مارنا ہاتھ سے ہو نہ کہ لکڑی سے، اور تین بار سے زائد نہ ہو، اور منہ پر نہ ہو۔ اور جمعہ کو بھی روٹی منگا سکتا ہے جب کہ وہ اجرت میں ٹھہری ہو۔ اور روٹی کہ اس کی ملک ہو جائے اسے اس کے بیچنے کا اختیار ہے خواہ وہاں بیچے یا دوسری جگہ۔ جو پانی مسجد میں وضو کے لئے رکھا گیا اسے اپنے گھر لے جانا جائز نہیں اگرچہ کسی کو تکلیف نہ ہو اور تکلیف ہو تو دوہرا حرام۔ جو باتیں ان میں ناجائز بتائی گئی ہیں جو امام ان کا ارتکاب کرے اور باز نہ آئے اسے امام نہ رکھنا چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۷ تا ۲۱۹: ابو تراب محمد اسمٰعیل موضع پنجم سینگ ڈاکخانہ جعفر گنج، چہار شنبہ ۸ صفر المظفر ۱۳۲۴ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں کہ گاؤں میں چار کنارہ پر چار مساجد مدت بیس بائیس برس سے جاری ہیں اور ہر مسجد میں تخمیناً بیس یا پچیس آدمی نماز جمعہ کی پڑھتے چلے آئے ہیں اور ان چار مساجد میں سے ایک قدیم ہے لیکن وہ بھی موضع کے ایک کنارہ پر واقع ہے اب کوئی عالم صاحب بنظر ہدایت واصلاح دین و دنیا و رضائے خدا و رسول اہل موضع کو بلاکر کہے کہ بحسب حدیث نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

اتبعوا السواد الاعظم و ید اللہ فوق الجماعة[1]

سواد اعظم کی پیروی کرو اور اللہ تعالٰی کا دستِ رحمت جماعت پر ہوتا ہے (ت)

ان چاروں جماعت کو اکٹھا کرکے نماز جمعہ کی بطور اکمل واشرف ادا کیا کرو۔ اہل موضع بالاتفاق بایں شرط اس بات میں راضی ہوئے کہ گاؤں کے بیچا بیچ میں جامع مسجد ہو، بعدہٗ مسجد قدیم والے کچھ پس و پیش کرنے لگے کہ یہاں سب کیوں نہیں آتے مسجد قدیم کو کس طرح توڑوں مابقی تین مساجد والے بوجہ حرج مسافت و بُعد مسجد قدیم کے اس میں راضی نہیں۔ اس سوال میں یہ تین باتیں ضرورت طلب ہیں:

(۱) اول عالم صاحب مذکورۃ الصدر کو ان چاروں مسجدوں کے ٹین وستونوں کو اکھیڑ کے موضع کے بیچ میں ایک مسجد جامع بناکر چاروں جماعت کو لے کے اس مسجد جامع میں نماز جمعہ کی پڑھنی جائز ہے

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب العلم دار الفکر بیروت ۱/ ۱۱۵ و ۱۱۶

Marfat.com

یا نہیں؟ اور وہ عالم اس امر میں مستحقِ ثواب ہوگا یا عذاب؟

(۲) دوم، ان چاروں مسجدوں کا متروکہ بیٹ یعنی جاگیوں کا کیا حکم؟

(۳) سوم، مسجد قدیم والے کا عذر مذکورہ مکتوبہ از روئے شرع شریف و دین حنیف مسموع یا غیر مسموع مستحسن یا غیر مستحسن؟ بیّنوا و توجروا۔

الجواب

سائل نے گاؤں کے لفظ سے تعبیر کیا، اگر وہ واقع میں گاؤں ہے شہر یا قصبہ نہیں جب تو سرے سے مبنائے سوال باطل ہے کہ گاؤں میں جمعہ جائز نہیں، اور اگر گاؤں سے بستی مراد ہے اور وہ بستی کم از کم قصبہ ہے جب یہ حرام ہے کہ اور مسجدوں کو برباد کرکے جامع مسجد بنائی جائے، نہ ان مسجدوں کے ٹین و ستون اس کی طرف منتقل ہو سکتے ہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

لایجوز نقلہ ولا نقل مالہ الی مسجد اٰخر[1]۔ مسجد اور اس کے مال کو دوسری مسجد کی طرف منتقل کرنا جائز نہیں (ت)

نہ اُن مسجدوں کی زمینوں کا کسی دوسرے تصرف میں لانا حلال ہو سکتا ہے، جو ایسا کرے گا سخت ظالم و مستحقِ سخت عذاب ہوگا۔

قال اللہ تعالٰی و من اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا[2]۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ تعالٰی کی مسجدوں میں اس کا نام لینے سے منع کرتا ہے اور ان کی بربادی کی کوشش کرتا ہے (ت)

اور جب کہ بعد مسافت کی وجہ سے حرج ہے تو لوگ مجبور نہیں کئے جا سکتے کہ جمعہ ایک ہی جگہ پڑھیں کہ مذہب صحیح معتمد مفتی بہ میں شہر میں تعددِ جمعہ مطلقاً جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۰: مسئولہ حاجی کریم نور محمد جنرل مرچنٹ انوار ملوک ناگپور شہر ناگپور ۹ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

مسجد کا جو پیسہ جمع ہے اسے کسی منفعت پر خرید و فروخت تجارت کر سکتے ہیں، مسجد کے جمع مال افزود کے لئے؟

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۷۱

[2] القرآن الکریم ۲/۱۱۴

Marfat.com

الجواب

تجارت میں نفع نقصان دونوں کا احتمال ہے اور کارکنوں میں امین وخائن دونوں طرح کے ہوتے ہیں اور مال وقف میں شرط واقف سے زیادت کی اجازت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲۱: از بنارس کاتنا مرارا پترس ہال وینچ ایسٹ بنک مسئولہ عبدالغفور ۲۴ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

اگر ایک شخص کہتا ہے کہ میں عالم ہوں اور مجرد مسجد ہونے کے ایک مکان میں پنجوقتی نماز اور عید کی نماز اور جمعہ کی نماز ادا کرتا ہے، تو اس کا حکم کیا ہے، اور حال یہ ہے کہ اس مکان کے مالک نے عام اجازت دے دی ہے کہ جس کی خوشی ہو وہ آکر نماز پڑھے جمعہ اور عید اور پنجوقتی کی، آیا اس مکان کو پھر اپنے تصرف میں لانا جائز ہے یا نہیں، فقط۔

الجواب

اگر اس نے اس مکان کو نماز کے لئے وقف کردیا تو وہ مسجد ہی ہے اسے اس میں رہنا جائز نہیں تمام آداب مسجد لازم ہیں اور اس میں نماز کا وہی ثواب ہے جو مسجد میں ہے اور اگر صرف اتنا کہا کہ نماز پڑھنے کی اجازت دیتا ہوں مگر وقف نہیں کرتا، تو اس میں نماز جائز ضرور ہے اگرچہ جمعہ وعیدین کی کہ ان کے لئے بھی مسجد شرط نہیں مگر بلاعذر شرعی عیدین میں ترک سنت اور فرائض میں ترک واجب ہے، یہ کہنا کہ میں عالم ہوں اگر کسی وقت کسی ضرورت ومصلحت شرعی کے سبب ہے تو حرج نہیں، قال سیدنا یوسف علیٰ نبینا الکریم وعلیہ: انی حفیظ علیم[1] (بیشک میں حفاظت والا علم والا ہوں۔ ت) اور اگر بلاضرورت ہے تو جہل اور خودنمائی سے خودستائی کے لئے ہے تو سخت گناہ ہے قال اللہ تعالیٰ لا تزکوا انفسکم[2] (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنی پاکیزگی مت بیان کرو۔ ت) حدیث میں ہے:

من قال انا عالم فھو جاھل[3] واللہ تعالیٰ اعلم

جو یہ کہے کہ میں عالم ہوں وہ جاہل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۲: از مدرسہ مظہر العلوم کچی باغ بنارس مسئولہ امان اللہ مدرس یکشنبہ ۲۵ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

زید نے چند مسلمانوں سے کچھ روپیہ بطور چندہ مجتمع کیا یہ کہہ کر کہ اس روپیہ سے زمین مسجد بنانے کو خرید

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۵۵

[2] " ۵۳/ ۳۲

[3] المعجم الاوسط حدیث ۶۸۴۲ مکتبۃ المعارف الریاض ۷/ ۲۳۳

Marfat.com

کی جائیگی، اس نیت سے لوگوں نے چندہ دیا اور اس روپیہ چندہ کے ایک زمین خریدی گئی، وقت بنائے مسجد قطب نما وغیرہ سے سمتِ قبلہ درست کرنے میں منجملہ زمین خرید شدہ چند ہاتھ زمین بسبب کجی کے احاطہ مسجد سے باہر رہ گئی مسجد بہمہ وجوہ تیار ہوگئی اس میں جمعہ جماعت جاری ہے لیکن کسی مسلمان نے نہ زبانی اب تک ایسا کہا کہ یہ سب زمین خرید شدہ ہم نے وقف کی نہ ایسی تحریر کسی منتظم مسجد یا چندہ دہندگان کی طرف سے ہوئی ایسے حال میں علمائے دین سے سوال ہے کہ وہ زمین احاطہ مسجد سے باہر رہ گئی ہے زمین مسجد سمجھی جائے گی اور اس کا حکم مسجد کا ہوگا یا فقط زمین موقوفہ کہی جائیگی حکم مسجد میں نہ ہوگی، اور بہرحال اس زمین کا بیع و شراء یا اس میں تصرفِ مالکانہ کرنا جائز ہوگا یا ممنوع و ناجائز؟ منتظمِ مسجد نے اس زمین کو خارج مسجد سمجھ کر ہمسایہ کے ایک مسلمان سے کچھ روپیہ لے کر اس کو دے دی اور اس روپیہ کو مسجد کے متعلق خرچ کیا اور اس مسلمان نے اس زمین سے زینہ اپنے مکان کی چھت کا بنایا اس سے عام مسلمان ناراض ہیں کہ زمینِ مسجد یا زمینِ وقف میں کیوں ایسا تصرف کیا گیا، اب اس صورت میں حکم شرع کیا ہے؟ آیا وہ زینہ تڑوا کر زمین واپس لے لی جائے یا اس کے عوض میں جو روپیہ وہ مسلمان دے چکا ہے اس سے وہ زمین اس کی مملوکہ ہوگئی؟ زینہ تڑوانے اور زمین واپس لینے کا حق شرعاً مسلمانوں کو حاصل نہیں ہے اور اگر وہ مسلمان بلا نالش کرنے کے عدالت حاکم وقت میں زینہ توڑنا اور زمین واپس دینا نہ چاہے تو مصارف نالش ذمہ منتظم ہوگا جس نے روپیہ لے کر زینہ بنانے کی اجازت دی ہے یا عام مسلمانان کے ذریعہ وہ خرچ ہوگا۔ ہر شش سوال کا جواب عام فہم مفصل ہو دلائل و نقل عبارت مستندات درکار ہے۔ بدون اس کے تشفی عام مسلمانان و صورت رفع نزاع متصور نہیں، فقط

الجواب

اگر چندہ دینے والے سب یا ان کا وکیل ماذون بعد خریداری زمین یہ کہہ دیتا کہ اس زمین کو مسجد کیا تو وہ کل مسجد ہو جاتی اور اس میں سے کسی جزو کی بیع یا کوئی تصرف مالکانہ مطلقاً حرام ہوتا لیکن ظاہراً یہاں ایسا واقع نہ ہُوا بلکہ زمین خریدی گئی کہ اس میں مسجد بنائی جائے گی اور بنانے میں تصحیح سمت کے سبب ایک حصہ چھُوٹ گیا، جس قدر میں مسجد بنی وہی مسجد سمجھی گئی اور اس میں نماز جاری ہوئی، حصہ متروکہ کو اگر چندہ دہندوں یا ان کے وکیل ماذون نے وقف علی المسجد کر دیا تو اب بھی اس کی بیع ناجائز ہوئی مگر سوال سے اس صورت کا وقوع بھی ظاہر نہیں ہوتا، صرف اتنا ہوا کہ وہ چندہ دے کر اس روپے اور زمین سے بے تعلق ہوگئے اور یہ ملک سے خارج ہونے کا موجب نہیں جب تک وقف شرعی نہ پایا جائے یہ بیع اور اس روپے کا مسجد میں صرف کرنا اگر اجازتِ مالکان سے تھا یا بعد وقوع انھوں نے اجازت دے دی تو دونوں تصرف صحیح ہو گئے، اور اگر مشتری کی خریداری اور زینہ بنا لینے کو ایک کافی زمانہ گزرا اور مالکوں نے تعرض نہ کیا تو یہ بھی

Marfat.com

اجازت سمجھی جائے گی، فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲۳ تا ۲۲۵ ازمقام قاضی کیری ڈاکخانہ نولیسی ضلع بھاگلپور بمکان شیخ شمس الدین صاحب ۱۶ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ روز شنبہ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد خام تخمیناً بیس برس سے تھی بمشورہ مسلمانِ موضع پختہ بنانے کی رائے ہوئی، جس وقت نیو دیوار کھودی گئی قبر نکلی، دریافت کرنے سے جو ضعیف موضع تھے معلوم ہوا اُن سے کہ ہم نے اپنے والد وغیرہ سے سنا ہے کہ یہ سب قبرستان ہے بلکہ کل بستی قبرستان پر آباد ہے، اکثر مکانوں میں بھی قبر نکلتی ہے، نماز اس میں جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ مسجد کسی صرف میں آسکتی ہے یا پرتی میدان رہے گا، میدان رہنے میں ممکن ہے زمیندار کسی کو دے دے پھر اس کی حفاظت کی کیا صورت کی جائے؟

(۲) اس موضع کا مالک ایک کافر راجہ ہے وہ حتی الامکان دوسری جگہ مسجد بنانے سے مانع ہوگا اور یہاں رعیت کو اختیار بیع و فروخت ہے راجہ کچھ نہیں کرسکتا ہے صرف مالگزاری کا مستحق ہے اگر خلاف مرضی راجہ دوسری جگہ مسجد بنائی جائے تو مالگزاری جو مقرر ہے نہیں چھوڑے گا، پس اس صورت میں جبکہ مالگزاری برابر زمیندار لیتا رہا حکم میں مسجد کے ہوگا یا نہیں؟ بصورتِ عدم جواز جو مسجد اس طرح بنی ہو کیا حکم ہے، منہدم کردیں یا کیا کریں؟

(۳) جب کہ کل موضع قبرستان پر آباد ہے تو جو لوگ نماز گھر میں پڑھیں جائز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

یہ خبر کہ یہ سب قبرستان ہے بلکہ کل بستی قبرستان پر آباد ہے بہت بعید و شنیع امر کی خبر، اور خود اپنے مخبروں کی بے اعتباری و ردِ شہادت پر دلیل روشن ہے، جن اشخاص نے ایسا بیان کیا اگر بے نمازی ہیں تو اس سے بڑھ کر اور کیا فسق و ردِ شہادت درکار، اور اگر نمازی ہیں تو قبروں پر نماز حرام ہے، یہ حرام خصوصاً علی الدوام کرکے بھی فاسق ومردود الشہادۃ ہوئے بلکہ سب بستی قبروں پر آباد ہے تو مقابر پر چلنا پھرنا، سونا بیٹھنا، پاخانہ پیشاب کرنا کس نے حلال کیا۔ دانستہ مدام ان کے ارتکاب سے بھی فسق ظاہر ہے، بہرحال خبر مردود و نامسموع ہے بلکہ بالفرض اگر یہ لوگ ان محرمات کے ارتکاب سے خود محفوظ بھی ہوتے تو اور مسلمان کو ان میں مبتلا دیکھ کر مدتوں یہ شہادت ادا نہ کرنا اور اب بتانا یہ خود کیا فسق کے لئے کافی نہیں۔ اشباہ و درمختار وغیرہما میں ہے:

یجب الاداء بلا طلب لو الشہادۃ فی ‍ ‍ ‍ ‍ بغیر طلب ادائے شہادت واجب ہے اگر وہ شہادت

Marfat.com

حقوق اللہ تعالٰی ومتی اخر شاھد الحسبۃ شہادتہ بلاعذر فسق فترد[1]۔

حقوق اللہ سے متعلق ہو اور شاہد حسبہ نے بلا عذر شہادت میں تاخیر کی تو وہ فاسق ہوگا اور اس کی گواہی مردود ہوگی (حسبہ وہ ہے جس سے ثواب آخرت کی توقع ہو)۔ (ت)

غرض ان کے کہنے پر کچھ نظر نہ کی جائے، مسجد بنائی جائے اور اگر قبریں نکلیں تو وہ ضرور مسجد ہے اور اس میں نماز جائز اور اس کی حفاظت واجب۔ قبر جو نکلی ہے اس پر نماز نہ پڑھیں نہ اس کی طرف پڑھیں، اس کے برابر آگے داہنے بائیں پڑھنے میں حرج نہیں بلکہ اگر قبر کسی مقبول بندے کی ہے تو اس کی قربت سے نماز میں اور برکت آئے گی۔

کما فی اللمعات ومجمع النہار وکثیر من الاسفار وقد بیناہ فی فتاونا۔

جیسا کہ لمعات، مجمع البحار اور متعدد کتب جلیلہ میں ہے اور تحقیق ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کو تفصیلاً بیان کردیا ہے (ت)

قبر کے شرقی جانب آدھ گز بلند ایک اینٹ کا سُترہ قائم رکھیں پھر اس طرف بھی نماز جائز ہوجائیگی، اور اگر ان لوگوں کا اس مسجد کی نسبت بیان صحیح نکلے کہ اس میں جابجا قبور برآمد ہوں تو وہ بیشک مسجد نہیں

فان الوقف لایوقف اخری ولا یحل اتخاذ القبور مساجد ولاتباح الصلوۃ علیھا۔

وقف کردہ دوبارہ وقف نہیں کیا جاسکتا اور قبور کو مسجدیں بنانا حلال نہیں اور نہ ہی قبور پر نماز پڑھنا مباح ہے (ت)

اس صورت میں دوسری جگہ مسجد بنانی لازم۔ اور راجہ اگر مالگزاری نہ چھوڑے تو اس سے مسجد میں کچھ خلل نہ آئے گا فان غایتہ الظلم والظلم لایبطل الحق (کیونکہ نتیجۃً یہ ظلم ہے اور ظلم حق کو باطل نہیں کرتا۔ ت) اور پچھلی صورت میں پہلی عمارت کہ حقیقۃً مسجد نہیں ضرور منہدم کردی جائے کہ بوجہ قبور اس میں نماز جائز نہیں اور صورت مسجد باقی رہے گی تو ناواقف کو دھوکا دے گی وہ اس میں نماز پڑھے گا نماز بھی خراب ہوگی اور قبور پر چلنے سے ان کی بھی بے حُرمتی ہوگی۔ یہ دو سوالوں کا جواب ہوا۔ تیسرے کی بنا اس پر ہے کہ وہ کل موضع قبرستان پر آباد مان لیا جائے اور ہم اوپر ثابت کرچکے کہ یہ خبر موضوع و نامسموع ہے۔ اگر تسلیم کی جائے تو نہ صرف نماز وہاں چلنا پھرنا، رہنا، بسنا، پاخانہ، پیشاب سب حرام ہوجائے گا کما بیناہ فی الامر باحترام المقابر (جیسا کہ ہم رسالہ الامر باحترام المقابر میں بیان کرچکے ہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] درمختار کتاب الشہادات مطبع مجتبائی دہلی ۲/۹۰

Marfat.com

مسئلہ ۲۲۶ از ڈھاکہ محلہ مولوی بازار کوٹھی ۱۱ مسئولہ برکات احمد سوداگر ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندر اس مسئلہ کے، مسجد پختہ چندہ جمع کرکے بنانا کیسا ہے اور چندہ دینے والوں کو اس کا اجر کیا ملے گا؟ والسلام سنت اسلام۔

الجواب

صحیح حدیث میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

من بنی للہ مسجدا زاد فی روایۃ ولو کمفحص قطاۃ بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ[1] زاد فی روایۃ من در و یاقوت[2]	جو اللہ عزوجل کے لئے مسجد بنائے اگرچہ ایک چھوٹی سی چڑیا کے گھونسلے کے برابر، اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں موتی اور یاقوت کا محل تیار فرمائے گا۔

اور اس میں ہر وہ شخص جو کسی قدر چندہ سے شریک ہوا، داخل ہے۔ ساری مسجد بنانے پر یہ ثواب موقوف نہیں۔ مدینہ طیبہ میں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بنائی، پھر امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس میں زیادت فرمائی، پھر امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جب اس کی تعمیر میں افزائش فرمائی، اس پر یہی حدیث روایت کی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۷ روز شنبہ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان خس پوش پیش مسجد و ملکیت مسجد واقع ہے اس کو توڑ کر اراضی مسجد میں شامل کرلیا جائے اور امورات نیک مثل نماز جنازہ وغیرہ کے واسطے محدود کردیا جائے، دوسرے ہر شخص کو وقت آمد ورفت مسجد کواڑ دروازہ مسجد بھیڑ کر آنا جانا چاہئے یا نہیں؟ پس صورتِ مسئولہ میں حکم شرع شریف کا کیا ہے؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب

جائز ہے اگر خلافِ شرطِ واقف نہ ہو، مسجد کے کواڑ کبھی نہ بھیڑے جائیں مگر بعد فراغت نماز عشاء جبکہ کسی کے آنے کی امید نہ رہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از مسند عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۱/ ۲۴۱
سنن ابن ماجہ ابواب المساجد باب من بنی للہ مسجدا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۴
[2] المعجم الاوسط حدیث ۵۰۵۵ مکتبۃ المعارف الریاض ۶/ ۲۰

Marfat.com

مسئلہ ۲۲۸ مسئولہ عبدالرب مراجملیا احاطہ امریا ضلع پیلی بھیت ۶ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

گرد مسجد کس قدر زمین جنت ہے پیمائش مہرے گز تین فٹ والے کی لکھی جائے، فقط۔

الجواب

مسجد کی نسبت ایک حدیث روایت کی جاتی ہے روزِ قیامت تمام مساجد کی زمین جمع کرکے داخل جنت کی جائے گی،

تذھب الارضون کلھا یوم القیمة الا المساجد فانھا ینضم بعضھا الی بعض[1] قال الشراح ای فتصیر بقعة فی الجنة[2]

قیامت کے دن تمام زمینیں ختم ہوجائیں گی سوائے مساجد کی زمینوں کے کہ ان میں سے بعض کو بعض کے ساتھ ملادیا جائے گا یعنی اکٹھا کردیا جائے گا۔ شارحینِ حدیث نے فرمایا کہ وہ جنت کا حصہ بنادی جائیں گی۔ (ت)

اور یہ تو صحیح حدیث میں ارشاد ہوا کہ:

اذا مررتم بریاض الجنة فارتعوا قیل وما ریاض الجنة یارسول اللہ قال المساجد قیل وما الرتع قال سبحٰن اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر[3]۔ رواہ الترمذی وغیرہ عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

یعنی نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جب تم جنت کی کیاریوں پر گزرو تو ان میں چرو ان کا میوہ کھاؤ، عرض کی گئی یارسول اللہ جنت کی کیاریاں کیا ہیں؟ فرمایا مسجدیں۔ عرض کی گئی وہ چرنا کیا ہے؟ فرمایا یہ کہنا سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔ (اس کو ترمذی وغیرہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

مگر یہ حدیث محتملِ تاویل ہے اور پہلی روایت میں سخت تعلیل ہے اور مسجد کے قریب اصلاً کسی حصہ کا جنت سے ہونا وارد نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۹ مرسلہ سید محمد حسین علی قاضی سید پور علاقہ اندور محلہ جمال پورہ اورنگہ ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد پرانی ہے اور اس کو

---

[1] المعجم الاوسط — حدیث ۴۰۲۱ — مکتبۃ المعارف الریاض ۵/۱۸

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث مذکورہ — مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۱/۴۴۶

[3] جامع الترمذی — ابواب الدعوات — امین کمپنی دہلی ۲/۱۸۹

Marfat.com

بنانے کے لئے اُس کا پرانا سامان لکڑی وغیرہ نکالا کچھ سامان تو اس میں لگ گیا اور کچھ سامان لکڑی بچ رہا اب اس کو کس کام میں لانا چاہئے اور اس میں بہت سی لکڑی ایسی ہے کہ وہ جلانے کے سوا اور کچھ کام میں نہیں آسکتی ہے سو اس لکڑی کا جلانا جائز اور درست ہے یا نہیں؟ اور باقی جو کہ اچھی لکڑی ہے اس کو دوسرے شخص معتبر کے ہاتھ فروخت کرنا جائز اور درست ہے یا نہیں؟ خلاصہ جواب تحریر فرمائیے گا۔

الجواب

مسجد کا عملہ جو بچ رہے اگر کسی دوسرے وقت مسجد کے کام میں آنے کا ہو اور رکھنے سے بگڑے نہیں تو محفوظ رکھیں ورنہ بیع کر دیں اور اس کے دام مسجد کی عمارت ہی میں لگائیں۔ لوٹے، بوریہ، تیل، بتی وغیرہ میں صرف نہیں ہو سکتا۔ یہ سب کام متولی اور دیانت دار اہل محلہ کی زیر نگرانی ہو۔ بیع کسی ادب والے مسلمان کے ہاتھ ہو کہ وہ اسے کسی بے جا یا ناپاک جگہ نہ لگائے۔ لکڑی کہ جلنے کے سوا کسی کام کی نہ رہی سقایہ مسجد کے صرف میں لائیں اور اگر بیع کر دیں تو خریدنے والا بھی اس کو جلا سکتا ہے مگر اُپلے کی معیت سے بچائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۳۰ مرسلہ اسمٰعیل خاں کارندہ موضع ریونڈہ ڈاکخانہ مونڈھ تحصیل وضلع مراد آباد ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص گانے بجانے کا کام کرتا ہے اور فونوگراف باجا بھرنے پر بھی اُجرت و تنخواہ پاتا ہے اور کوئی ہنود جو زمیندار بھی ہے اور سود وغیرہ کی آمدنی بھی اس کو ہوتی ہے ایسے ایسے دونوں قسم کے اشخاص کے روپیہ سے مسجد کا وضوخانہ بنانا یا مسجد پر کلس چڑھانا شرعیہ قاعدہ سے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جو مال بعینہٖ حرام ہو وہ ان کاموں کے لئے لینا بھی حرام ہے، اور جس کی نسبت یہ معلوم نہ ہو کہ یہ خاص مال حرام ہے اس کے لینے میں مضائقہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسائل ۲۳۱ تا ۲۳۴ از راندیر ضلع سورت مسئولہ محمد اعظم ناخدا بروز شنبہ ۱۷ رجب ۱۳۳۴ھ

ما قولکم اندریں صورت کہ مسجد کے نقد روپے پچیس ہزار (۲۵۰۰۰) جمع یعنی موجود تھے اور اسی روپے سے مسجد کی تعمیر کرنے والوں نے یعنی اہل محلہ نے ٹھہراؤ یعنی مقرر کیا ہوا تھا مگر نصف کام ہو کر روپے تمام ہو گئے لہذا مسجد کی آمد کے لئے جو ملکیت واقف نے وقف کی ہوئی ہوں اس کی آمد سے دوسری ملکیت زیادہ کی ہوں یعنی آمد سے دوسری ملکیت خرید کی ہوں ان کو متولی یعنی مہتمم مسجد اہل محلہ کی صلاح سے فروخت کر کے مسجد کو تمام کر دے یا بستی کے مسلمانوں کو بھی کمیٹی کر کے صلاح لے اور حاکم وقت کی منظوری درکار ہے کہ نہیں، بروقت نہ ہونے قاضی کے، اور واقف کی کوئی شرط یا لکھان ایسا نہیں ہے جسے کوئی بیچ سکے۔

Marfat.com

دیگر سوال: مسجد کی تعمیر کی کوئی ضرورت نہ ہو اور مسجد کے خرچ و اخراجات سے آمد بہت زائد ہو تو کیا متولی یعنی مہتمم مسجد اہلِ محلہ سے اجازت لے کر کے مدرسہ اس فاضل آمدنی سے کھول سکتا ہے کہ نہیں؛ یا مہتمم مسجد اہلِ محلہ سے اجازت لے کر یا اہلِ بستی کے مسلمانوں کی کمیٹی کر کے ان کی رائے لے کر کے مدرسہ کھولے اور حاکمِ وقت کے حکم کی منظوری ملانا ضروری ہے کہ نہیں؟ کیونکہ واقف کی نیت فقط یہ تھی کہ میرے وقف شدہ ملکیت کی آمدنی مسجد میں خرچ ہو اور کوئی دلیل نہیں کہ مدرسہ کھولیں تو اس وقت میں حاکم وقت کی منظوری کی ضرورت ہوگی کہ نہیں بروقت نہ ہونے قاضیِ شرع کے، فقط۔

سوال سوم: بنا برایں زائد آمدنی اس مسجد کی سے دوسری مسجد میں خرچ کر سکتے ہیں کہ نہیں، فقط۔

الجواب

(۱) وہ کہ واقف نے مسجد پر وقف کیا ہے اسے کوئی نہیں بیچ سکتا، نہ متولی، نہ اہل محلہ، نہ حاکم، نہ کوئی، ہاں اس کی آمدنی سے جو جائداد متولی نے وقف کے لئے خریدی وہ مسجد کے لئے بیع ہو سکتی ہے۔ متولی اور اہلِ محلہ اور سُنّی دیندار عالم اور دیانتدار مسلمانوں کے مشورہ سے جس میں غبن اور تغلب کا احتمال نہ رہے۔

(۲) جب کہ واقف نے صرف مسجد کے لئے وقف کیا تو وہ مسجد ہی میں صرف ہوگا اس سے مدرسہ نہیں کھول سکتے، نہ خود، نہ باجازت حاکم۔

(۳) نہیں کر سکتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳۴ مرسلہ محمد ابراہیم ڈاک خانہ کنکشیر ہائی اسکول ضلع فریدپور رجب ۱۳۳۴ھ

مسجد کے پرانے اسباب یعنی خام اور ٹین اور بانس وغیرہ اپنے گھر کے کاروبار میں لگا سکتا ہے یا نہیں؛ اگر لگا سکے تو کس کام اور کس طور پر لگایا جائے؟

الجواب

ستون اور ٹین کہ مثل سقف تھا اور بانس کہ سقف میں تھے اسی طرح کڑیاں اور اینٹیں، غرض جو اجزائے عمارت مسجد ہوں وہ اگر حاجت مسجد سے زائد ہو جائیں اور دوبارہ ان کے اعادہ کی امید نہ ہے تو متولی و متدین اہل محلہ کی اجتماعی رائے سے انھیں بیچ کر قیمت عمارتِ مسجد ہی کے کام میں صرف کی جائے مسجد کے بھی دوسرے کام میں صرف نہیں ہو سکتی، خریدنے والا انھیں اپنے صرف میں لا سکتا ہے مگر بے ادبی کی جگہ سے بچائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

Marfat.com

مسئلہ ۲۳۵ تا ۲۴۴ ازرائل ہوٹل لکھنؤ حبیب اللہ خاں بروز شنبہ ۲۵ رجب ۱۳۳۴ھ

(۱) جو شخص حافظ کسی مسجد میں واسطے امامت وحفاظت کے مقرر ہو وہ مسلمانان اہل محلہ سے جو مسجد میں نماز کو آئیں ان سے ایسی کج خلقی کا برتاؤ کرے جس کی وجہ سے مسجد میں آنا ترک کردیں اور جماعت میں خلل پڑجائے، اس کے واسطے کیا حکم ہے؟

(۲) وہ شخص حافظ جو امام ومحافظ مسجد کا ہو اور مسجد میں پنجگانہ اذان نہ خود کہے نہ کہلوائے، نہ روزانہ صفائی مسجد کی کرے، اور دوسرے نمازیوں کو جو صفائی مسجد میں کریں ان کو مسجد کی خدمت کرنے سے منع کرے اور یہ کہے کہ مسجد کی خدمت کرکے کیا مسجد میں قبضہ کرنا چاہتے ہو، اس مسجد میں ہم جو چاہیں کریں تم لوگ کچھ نہیں کرسکتے ہو۔ اس پر کیا حکم ہے؟

(۳) جو شخص حافظ امام مسجد ہو اس حق سے مسجد کے درخت اور گملے جو عرصہ دراز سے مسجد کی زیبائش ورونق کے واسطے لگائے ہوئے ہوں اٹھاکر اور اکھاڑ کر اپنے گھر کو لے جائے اور اپنا قبضہ ہر چیز پر جو مسجد میں ہو اس پر ظاہر کرے اس پر کیا حکم ہے؟

(۴) وہ حافظ جو امام مسجد ہو اور مسجد میں جو بمبا پانی کا نمازیوں کے آرام اور خرچ مسجد کے واسطے لگا ہوا ہو اس کو اکھڑوادے اور منع کرنے سے نہ مانے اور دوسرے مسلمان کو جو مسجد میں بمبا لگوانا چاہیں ان کو منع کرے اور نہ لگانے دے اور نمازیوں کی تکلیف پیش نظر رکھے اس پر کیا حکم ہے؟

(۵) مسجد میں مٹی کا تیل ٹین کی ڈبیہ میں جلائے جس سے مسجد میں بدبو اور سیاہی ہو اور چھت سیاہ ہوجائے اس پر کیا حکم ہے؟

(۶) موسم گرما میں نمازی صحن مسجد میں نماز پڑھنے کو چٹائی بچھانے کی خواہش کریں اور محافظ مسجد چٹائی حجرہ میں بند کردے بچھانے کو نہ دے اور نمازی باہم چندہ کرکے بخیال رفع تکلیف وآسائش نمازیوں کے چٹائی منگاکر بچھانا چاہیں تو ان کو نہ بچھانے دے اور کہے کہ جو کوئی اس مسجد میں چٹائی رکھے گا تو ہم اس چٹائی کو باہر مسجد کے پھینک دیں گے جس کی خوشی ہو اندر مسجد کے یا صحن مسجد میں بحالت موجودہ خواہ گرد ہو یا کچھ ہو نماز پڑھے یا نہ پڑھے اپنی چٹائی نہیں بچھاسکتا ہے، کیا مسجد میں چٹائی بچھاکر مسجد پر نمازی اپنا قبضہ کرنا چاہتے ہیں جن کے بزرگوں کی مسجد بنوائی ہوئی ہے ان کی طرف سے ہم مقرر ہیں ہم چاہیں چٹائی مسجد میں ڈالیں یا نہ ڈالیں دوسروں کو ڈالنے کا اختیار ومجاز نہیں ہے، اس پر کیا حکم ہے؟

(۷) جو حافظ امام مسجد ہو اور اس طرح کا عمل مذکورہ بالا کرے جس سے نمازیوں کو تکلیف ہو اور

Marfat.com

جماعت میں خلل پڑے اور ان کی وجہ سے مسجد میں آنا چھوڑ دیں اور وہ شخص مسجد کو اپنا مقبوضہ خیال کرے وہ شخص امام رہنے کے قابل ہے یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کو کیا خطاب کرنا چاہئے؟ اور اس پر حدِ شرع کیا ہے؟ فقط۔

الجواب

(۱) اس صورت میں وہ گنہگار و مستحقِ عذاب ہے کج خلقی وغیرہ تو بڑی بات ہے، سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی مسجد میں ایک بار نمازِ عشاء کی قراءت طویل کی وہ ایک مقتدی کو ناگوار ہوئی، اس کا حال حضور میں عرض کیا گیا اس پر ایسا غضب فرمایا کہ ایسی شان جلال کم دیکھی گئی تھی اور معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا:

افتان انت یا معاذ، افتان انت یا معاذ، افتان انت یا معاذ۔[1] اے معاذ! کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والے ہو، کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والے ہو، کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والے ہو۔

(۲) اذان سنّتِ مؤکدہ اور شعارِ اسلام ہے اور بغیر اس کے جماعت مکروہ، یہاں تک کہ اگر امام مسجد آہستہ اذان کہلوا کر جماعت پڑھ جائے وہ جماعتِ اولٰی نہ ہوگی، بعد کو جو لوگ آئیں انھیں حکم کہ اعلان کے ساتھ اذان کہیں اور پھر از سرِ نو جماعت قائم کریں، اس کا تارک اور لوگوں کو اس سے منع کرنے والا صریح گمراہ و فاسق ہے، یونہی مسجد کی تنظیف کا بھی شرع میں حکم ہے۔ سنن ابوداؤد میں ہے:

امر النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم ببناء المسجد فی الدور وان تنظف وتطیب۔[2] نبی اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے گھروں میں مساجد بنانے اور انھیں پاک و صاف رکھنے کا حکم دیا ہے (ت)

جو نہ خود کرے اور نہ اوروں کو کرنے دے مسجد کا بدخواہ ہے۔

---

[1] صحیح البخاری	کتاب الادب	قدیمی کتب خانہ کراچی	۲/ ۹۰۲
صحیح مسلم	کتاب الصلٰوۃ، باب القراءۃ فی العشاء	قدیمی کتب خانہ کراچی	۱/ ۱۸۷
سنن نسائی	کتاب الامامۃ	نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی	۱/ ۱۳۳
سنن ابوداؤد	کتاب الصلٰوۃ، باب تخفیف الصلٰوۃ	آفتاب عالم پریس لاہور	۱/ ۱۱۵
[2] " "	" باب اتخاذ المساجد فی الدور	" "	۱/ ۶۶

Marfat.com

(۳) مسجد میں پیڑ بونا ممنوع ہے اور ان کا اکھاڑنا جائز مگر اس کے لگائے ہوئے نہیں تو اپنے گھر لے جانے کا کوئی معنی نہیں۔ قبضہ اگر مسجد کی اشیاء پر متولیانہ ظاہر کرے تو حرج نہیں جبکہ متولی ہو اور مالکانہ ہو تو حرام۔

(۴) مسجد ہی کے دو معنے ہیں ایک یہ کہ فنائے مسجد یعنی اس کے متعلق زمین اس کا بلاوجہ شرعی زائل کرنا اور نمازیوں کو تکلیف پہنچانا شرعاً ممنوع ہے، دوسرے یہ کہ عین مسجد میں اگر قبل تمام مسجدیت واقف نے لگایا تو باقی رکھا جائے گا اور اس کا ازالہ بھی ممنوع ہے اور اگر بعد تمام مسجدیت بانی نے خواہ اور کسی نے لگایا تو وہ لگانا حرام اور اکھاڑ دینا واجب۔

(۵) یہ حرام ہے اور اس کا ازالہ فرض، اور کرنے والا مسجد کا بدخواہ، اور دربار الٰہی کے ساتھ گستاخ۔

(۶) اس پر استحقاقِ لعنت ہے اور وہ خود ہی مسجد پر قبضہ مالکانہ کرنا چاہتا ہے دوسروں پر جھوٹا الزام رکھتا ہے۔

(۷) شنائع مذکورہ کے مرتکب فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنی منع، اور پڑھ لی تو پھیرنا واجب، اور مسجد پر سے اس قبضۂ ظالمانہ کا اٹھا دینا لازم، اور شرعاً وہ ہر اس تعزیر کا مستحق ہے جو سلطانِ اسلام تجویز فرماتا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۲ مسئولہ سیٹھ آدم جی بردرِ دولت اعلحضرت یکم شعبان ۱۳۳۴ھ

(۱) مسجد میں چراغ تمام شب جلانا چاہیے یا جہاں تک نمازیوں کی آمد و رفت ہو وہاں تک؟

(۲) محرابِ مسجد کو یا دیوارِ قبلہ کو نقش و نگار اور سونے کا پانی چڑھانا اور رنگ دینا مکروہ ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

(۱) وہاں کے عرف معہود پر عمل کیا جائے جہاں شب بھر روشن رہتا ہے جیسے مساجد طیبہ، مدینہ طیبہ و مکہ معظمہ و بیت المقدس وہاں شب بھر روشن رکھنا چاہیے ورنہ نصف شب کے قریب تک۔

(۲) مکروہ ہے کہ باعث شغل قلب نمازیان ہے مگر واقف نے کیا ہو تو ویسا ہی کیا جائے گا اور اس میں نیت تعظیم مسجد ہو گی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۳ از وزیر آباد ضلع گوجرانوالا مسجد شیخ لعل نور عالم امام مسجد یکشنبہ ۱۶ شعبان ۱۳۳۴ھ

بخدمت حامیِ سنّت، قامع بدعت، عالم اہلسنت وجماعت، مرجع علماء و فضلاء جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب سلمہ اللہ تعالٰی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

ہماری مسجد بسبب کہنہ ہونے کے شہید کرا کر از سر نو تعمیر کرائی جارہی ہے، بعض اصحاب کا خیال ہے

Marfat.com

کہ نیچے دکانیں اور اوپر مسجد تعمیر ہو تاکہ دکانوں کا کرایہ مسجد کے مصالح و مصارف پر وقتاً فوقتاً خرچ ہوتا رہے اور بعض اس کے مخالف ہیں وہ کہتے ہیں کہ مسجد کا احاطہ تحت الثریٰ سے عرشِ معلّٰی تک قابلِ احترام ہے دکانیں بنانے میں احترام نہیں رہتا کیونکہ مسجد کا گرد اگرد ابھی قابل احترام ہے۔ ہاں اگر ابتداءِ بناء میں دکانیں بنائی جاتیں تو جائز تھا جیسا کہ لاہور میں مسجد وزیر خاں اور سنہری مسجد۔ مجوزین کہتے ہیں کہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ مسجد کے اوپر امام کے لئے بالاخانہ جائز ہے، اور مسجد کا احترام جیسا کہ نیچے کے حصہ کا ویسا ہی اوپر کا، جب بالاخانہ بنانے سے احترام میں فرق نہیں آتا تو دکانیں بنانے میں کیا حرج ہے، حالانکہ فائدہ ہے۔ نیز مسجد تنگ ہو تو راہ کا کچھ حصہ اس میں ملا لینا اور راہ تنگ ہو تو مسجد کا کچھ حصہ راہ میں ملا دینا جائز ہے جب ضرورت کے وقت بلالحاظ احترام ایسا تغیر و تبدل جائز ہے تو دکانیں بنانے میں بھی چونکہ مسجد کے مصلحت کی ضرورت ہے کیوں جائز نہیں ہے اور عدم جواز کی کیا وجہ ہے؟ اور آج کل ضلع گوجرانوالا میں ایک مسجد شہید کرا کر نیچے دکانیں بنائی گئی ہیں اکثر علماء نے فتویٰ جواز کا دے دیا ہے حتّٰی کہ فیصلہ عدالت حکام میں بطور نظیر رکھا گیا ہے اور فتویٰ جواز عند العلماء مسلّم ہو چکا ہے۔ غیر مقلدین جواز کے قائل ہیں مگر ہمارا اطمینان نہیں ہوتا کیونکہ کتابوں میں عدم جواز ہی دیکھا ہوا ہے البتہ تذبذب و تشتت ہو گیا ہے۔ لہٰذا خدمت میں گذارش ہے کہ خدا کے واسطے مطابق کتاب و سنّت اس مسئلہ کی تحقیق فرما کر جلد مرحمت فرمائیں تاکہ اس جھگڑے سے ہمیں نجات ملے، جواز یا عدم جواز جو حق ہو دلائل قاطعہ سے مدلل فرما کر جلد روانہ فرمائیں کیونکہ عمارت رُکی ہوئی ہے اور دیر ہونے میں حرج ہوتا ہے۔ جزاکم اللہ فی الدنیا والآخرہ۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں وہ دکانیں قطعی حرام، اور وہ بالاخانہ بھی قطعی حرام، ہاں وقتِ بنائے مسجد قبل تمام مسجدیت نیچے مسجد کے لئے دکانیں یا اوپر امام کے لئے بالاخانہ بانی بنائے اور اس کے بعد اسے مسجد کرے تو جائز ہے اور اگر مسجد بنا کر بنانا چاہے اگرچہ مسجد کی دیوار کا صرف اسارا اس میں لے اور کہے میری پہلے سے یہ نیت تھی ہرگز قبول نہ کریں گے اور اس عمارت کو ڈھا دیں گے۔ درمختار میں ہے:

لو بنی فوقه بیتا للامام لا یضر لانه من المصالح اما لو تمت المسجدیة ثم اراد البناء منع ولو قال عنیت ذلك لم یصدق تاتارخانیة فاذا کان هذا فی الواقف	اگر واقف نے مسجد کے اوپر امام کے لئے حجرہ بنا دیا تو حرج نہیں کیونکہ وہ مصالحِ مسجد میں سے ہے لیکن تمام مسجدیت کے بعد اگر وہ ایسا کرنا چاہے تو اس کو منع کیا جائے گا، اگر وہ کہے کہ میرا شروع سے ارادہ تھا تو اس کی تصدیق نہیں کی جائیگی (تاتارخانیہ)

Marfat.com

فکیف بغیرہ فیجب ھدمہ ولو علی جدار المسجد ولا یجوز اخذ الاجرۃ منہ ولا ان یجعل شیئا منہ مستغلا ولا سکنی بزازیۃ۔[1]

جب خود واقف کا حکم یہ ہے تو کسی اور کو یہ اختیار کیسے ہوسکتا ہے لہذا ایسی عمارت کو گرانا واجب ہے اگرچہ صرف دیوارِ مسجد پر وہ استوار کی گئی ہو، اس کی اُجرت لینا یا مسجد کا کوئی حصہ کرایہ کے لئے یا رہائش کے لئے مقرر کرنا جائز نہیں (بزازیہ)۔(ت)

وقتِ ضرورت راہ کا حصہ مسجد میں ملالینے کے یہ معنی نہیں کہ راہ بدستور راہ ہے اور اسے مسجد کرلیا جائے جس سے مخالفتِ احترام لازم آئے بلکہ اس پارہ راہ کو جب مسجد میں شامل کرلیا جائے گا وہ تمام احکامِ مسجد میں ہوجائے گا اور اسے گزرگاہ بنانا ناجائز ہوگا اور مسجد کو بایں معنی راہ بنانا کہ وہ مسجدیت سے خارج اور اس کا احترام ساقط اور راہ میں شامل ہوجائے ہرگز جائز نہیں۔ مسئلہ کہ بعض کتب میں لکھا ہے اس کے معنی اور ہیں جس کی تفصیل وتحقیق دیکھنی ہو تو فقیر کا فتاوٰی یا ردالمحتار کا حاشیہ یا رسالہ مطبوعہ قامع الواہیات لجامع الجزئیات ملاحظہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۵ ازراجپوتانہ ریاست کوٹہ مدرسہ انجمن اسلامیہ یوسف خاں مہتمم شنبہ ۱۰ شوال ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں معاملہ کہ یہاں پر قریب تین سو گز کے آبادی مسلمانوں کی ہے اور یہاں کی جامع مسجد میں علاوہ نماز جمعہ کے پنج وقتی نماز جماعت کے ساتھ ادا ہوتی ہے اس میں مسافر لوگ باہر کے نمازی وغیر نمازی آکر ٹھہرا کرتے ہیں اور دن رات وہاں پر رہتے سوتے ہیں، یہ عمل قریب عرصہ تین چار سال سے جاری ہے، اور یہ بات مسلّم ہے کہ حالتِ خواب میں انسان کو اپنے جسم کا خیال نہیں رہ سکتا، ایسے میں اگر احتلام بھی ہوجاتا ہو تو کیا عجب ہے اس کے دفع کے لئے بہت سی کوشش کی مگر ناکامی ہوئی حتی کہ ایسا عمل کرنے میں ان کے دیکھا دیکھی قصبہ کے مسلمانان بھی پورے طور پر عادی ہوگئے ہیں، ایسی حالت دیکھنے پر منع جو کیا گیا تو جواب ملا کہ بڑے بڑے شہروں میں یہ عمل ہوتا ہے اگر منع ہوتا تو وہاں پر لوگ ایسا نہ کرتے ہم نہیں مان سکتے جب تک کہ ہم کو کسی کتاب سے یا حدیث صحیح سے اس کے عدم جواز کے بارہ میں صاف طور پر آگاہ نہیں کردیا جائے، علاوہ ازیں ایک حافظ صاحب نابینا ٹونک کے رہنے والے ہیں ان کی تو یہ حالت ہے کہ صبح سے چار بجے تک حالتِ خواب میں رہتے ہیں، کبھی پیر قبلہ کی اور کبھی اوتر کی جانب رہتے ہیں، گاہ بگاہ نماز جمعہ تک کے بھی ہاتھ نہیں آتے

---

[1] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۷۹

Marfat.com

اور یہ صاحب طلبہ خورد سالہ کو جن کو اپنے پیروں کے ناپاکی سے بچانے کا خیال تک نہیں رہتا، جامع مسجد ہی میں درس دیتے ہیں اور طلبہ صبح سے لے کر چار بجے تک وہاں پر ہی حاضر رہتے ہیں ان کو منع کیا گیا کہ آپ سمجھدار ہیں یہاں کا سونا اور بچوں کو اس جگہ تعلیم دینا بند کریں کیونکہ ان کے پیر ناپاکی میں آلود رہتے ہیں اور سونا مدرسہ اسلامیہ یا جس صاحب کے مکان پر رہتے ہیں یا جہاں پر علاوہ مسجد کے آپ پسند فرمائیں اختیار کریں جس سے نہایت غصہ میں آکر جواب دہ ہوئے کہ ہم نہیں مان سکتے تمہارا جو جی چاہے کرو ایسی شکل میں ہمارے واسطے مسجد میں سونا درست ہے یا نہیں؟ اب قصبہ میں یہ مرض مسلمانوں میں دیکھا دیکھی زیادہ ترقی پر ہے، مسجد میں بخوبی رہتے ہیں، ایسی صورتہاء مذکورہ بالا میں ہمارے مذہب حنفی میں کیا حکم ہے؟ اس کا جواب بحوالہ کتب معتبرہ بحوالہ حدیث صحیح کے نہایت شرح سے دیا جائے، فقط۔

الجواب

صحیح راجح یہ ہے کہ معتکف کے سوا کسی کو مسجد میں سونے کی اجازت نہیں۔ درمختار وغیرہ میں ہے:

کرہ النوم فیہ الا لمعتکف[1] الخ واستثنی بعضھم الغریب ولاحاجۃ الیہ لانہ یقدر علی ان ینوی الاعتکاف ویذکر اللہ تعالٰی قدر ماتیسر ثم یفعل مایشاء[2]۔

مسجد میں غیر معتکف کے لئے سونا جائز نہیں الخ بعض نے مسافر کو اس حکم سے مستثنٰی کیا ہے مگر اس کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ اس بات پر قادر ہے کہ اعتکاف کی نیت کرکے حسب استطاعت اللہ تعالٰی کا ذکر کرے اور پھر جو چاہے کرے (ت)

مسجد میں ناسمجھ بچوں کے لے جانے کی ممانعت ہے، حدیث میں ہے:

جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم[3]۔

اپنی مساجد کو اپنے ناسمجھ بچوں اور پاگلوں سے محفوظ رکھو۔ (ت)

خصوصًا اگر پڑھانے والا اُجرت لے کر پڑھاتا ہو تو اور بھی زیادہ ناجائز ہے کہ اب کارِ دُنیا ہوگیا اور دُنیا کی بات کے لئے مسجد میں جانا حرام ہے نہ کہ طویل کار کے لئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] درمختار کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۴

[2] ردالمحتار " " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۴۴

[3] سنن ابن ماجہ ابواب الصلٰوۃ باب مایکرہ فی المساجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۵

Marfat.com

مسئلہ ۲۲۶: از شہر مظفر پور محلہ کلیانی حکیم ظہور الحق شنبہ ۱۰ شوال المعظم ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیانِ شرع متین اس صورت میں کہ ایک محلہ میں شہر کے ایک مسجد پختہ مدتِ دراز سے قائم ہے اور کوئی معتبر شخص نہیں کہتا ہے کہ یہ مسجد زرِ حلال یا حرام سے کس طرح روپیہ سے بنی ہے اور بنانے والا کون ہے۔ مگر بعض اشخاص غیر معتبر کہتے ہیں کہ یہ مسجد ایک عورت کی بنوائی ہوئی ہے جس نے ایک ملازم سرکاری سے عقد کیا تھا اور بعد عقد کے ظروف گلی کے بیچنے کا پیشہ کرتی تھی اور اپنی ظروف فروشی کے حلال روپیہ سے اس نے یہ مسجد بنوائی ہے چنانچہ قبر اس عورت کی صحن مسجد کے دالان میں موجود ہے اب مرمت وغیرہ مسجد مذکورہ کی مسلمانانِ محلہ کے خرچ و اہتمام سے ہوتی ہے اور برابر نماز پنجگانہ جماعت سے اس میں ہوتی ہے اور ایک شخص بمشورہ مسلمانانِ محلہ ان دنوں اس کا متولی ہے اور اذان دیتا ہے اور نمازیں پڑھاتا ہے اور وُہ کہتا ہے کہ یہ مسجد ہماری نانی کی بنوائی ہوئی ہے مگر عندالناس یہ شخص شریف النسب نہیں ہے، پس اس صورت میں اس مسجد کو مسجد کا حکم دیا جائے گا یا نہیں؟ اور نمازیں اس میں جائز ہوں گی یا نہیں؟ بیّنوا و توجروا۔

الجواب

مسجد ضرور مسجد ہے اور اس میں نمازیں بے شک جائز اور بنانے والے کا شریف النسب نہ ہونا اگر ثابت بھی ہو تو کوئی حرج نہیں۔ بانی کی شرافت نسب کوئی شرط مسجد نہیں،

قال اللہ تعالٰی انما یعمر مسٰجد اللہ من اٰمن باللہ[1] الاٰیۃ۔ ۱

اللہ تعالٰی نے فرمایا: مسجدیں تو وہی لوگ تعمیر کرتے ہیں جو اللہ تعالٰی اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ (ت)

اور جب زرِ حرام سے ہونا معلوم نہیں تو شُبہ و وہم کو دخل دینا بے معنی ہے۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں فتاوٰی ذخیرہ سے ہے امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا:

بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم

ہم اسی کو اخذ کرتے ہیں جب تک ہمیں کسی معین شیئ کے حرام ہونے کا یقین نہ ہوجائے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۸

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر فی الھدایا الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۲

Marfat.com

مسئلہ ۲۴۷ تا ۲۵۰ از بریلی بازار صندل خاں مسئولہ نواب نثار احمد خاں صاحب یکشنبہ ۱۹ شوال ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین ان صورتوں میں کہ:

(۱) دو شخصوں نے ایک چاہ و مسجد بخیال آرام و آسائش ادائے نماز اپنی کے تعمیر کرائی اور وقف نہ کی نیز دیگر مکانات بھی اس میں پہلے بنانے والے کے ملحق مسجد واقع تھے اور اب بھی ہیں، بنانے والے کے ورثاء ہمیشہ سے یکے بعد دیگرے انتظامِ مسجد کرتے چلے آئے ہیں اور اب بھی کرتے ہیں مگر اس میں دیگر اشخاص نماز ادا کرنے لگے، اب چند اہلِ محلہ ان مکانات وغیرہ کو متعلق مسجد خیال کرکے اس کی آمدنی اپنی رائے سے صرف و خُرد بُرد کرنا چاہتے ہیں اور وارثانِ ہر دو اشخاص جن کے مورثوں نے مسجد و چاہ تعمیر کرا کر وقف نہ کی وہ ان کے خرد برد سے آمدنی کو باز رکھنا چاہتے ہیں پس عند الشرع ایسے شخص غیر تعلقدار اپنی رائے سے آمدنی مسجد صرف و خرد برد کر سکتے ہیں یا نہیں؟ انتظام کس کی رائے سے ہونا چاہئے اور کس کی رائے سے نہ ہونا مناسب ہے، آیا غیر شخص کی رائے یا ان مورثوں کے ورثاء کے ہاتھ سے جنھوں نے مسجد و چاہ تعمیر کرایا ہے، اور اب بھی حسبِ ضرورت خرچ مسجد و امام وغیرہ وہی کرتے ہیں، صورتِ بالا میں مسجد بلا ایماء بنوانے والے کے وقف سمجھی جائیگی یا نہیں اور بلا ایماء بنوانے والے کے یا اس کے ورثاء کے غیر اشخاص کے ادائے نماز میں کوئی سقم واقع ہوگا یا نہیں؟

(۲) اگر کوئی شخص امام مسجد مثلاً طالب علم یا دیگر اہلِ محلہ سے مسجد میں اگر جھگڑا کرے اور تحکمانہ برتاؤ کرے ایسی باتیں کرے جس میں کہ تمام اہلِ محلہ و امام مسجد نالاں ہو کر مسجد میں آنا ترک کر دیں تو ایسے شخص کو مسجد میں آنے دیا جائے یا نہیں؟ باوجود مدد کرنے زرِ نقد و روٹی وغیرہ کے اس پر اور اس کے ہم خیال وغیرہ پر کیا حکمِ شرع ہے؟

(۳) کانٹا و لوٹا و رسی وغیرہ سامان مسجد سوائے اپنے یا اپنے میل کے اشخاص کے کسی دوسرے شخص کو دینا پسند نہ کرے، اور اگر لیں تو جھگڑا کرے تو ایسے شخص پر کیا حکم شرع ہے؟

(۴) عالم یا پانی بھرنے والوں کو جو چاہ مسجد میں بھریں بُرا کہے اور روکے برخلاف اپنے میل کے اشخاص کے، تو ایسے شخص پر کیا حکم شرع ہے؟

الجواب

(۱) مسجد اگر صورت مسجد پر بنائی اور راستہ اس کا شارع عام تک جُدا کر دیا اور مسلمانوں کو اس میں نماز پڑھنے کی اجازت دی تو بلاشبہہ وہ مسجد ہوگئی، اس کا یہ کہنا کہ بانی نے وقف نہ کی قابلِ قبول نہیں، یونہی اگر کنواں بنا کر متعلقِ مسجد کر دیا اس میں نماز وارثان بانی کی محتاج اجازت نہیں، ہاں اگر بہ ثبوت شرعی ثابت ہو کہ بانی نے کہا تھا یہ مسجد میں اپنے لئے بناتا ہوں وقف نہیں کرتا یا اس کا راستہ اسی کی ملک میں ہو کر ہو

Marfat.com

اور اس نے مسجد کے لئے راہ جدا نہ کی تو وہ مسجد نہ ہوئی اگرچہ صورت اخیرہ میں اس نے یہ بھی کہہ دیا ہو کہ میں نے اس کو وقف کیا، یوں اس میں نماز مسجد کا ثواب نہیں، نہ بے اجازت مالکان دوسرا پڑھ سکتا ہے، رہے دیگر املاک متصل مسجد ثبوت شرعی سے ان کا مسجد پر وقف ہونا درکار ہے بے اس کے کوئی ان میں تصرف نہیں کرسکتا وہ وارثوں کی ملک ہے ان کو اختیار ہے۔

(۲) جو شخص ناحق فتنہ اٹھاتا ہو اور اس کے سبب لوگ مسجد میں آنا ترک کردیں اسے مسجد سے روکنا جائز ہے جبکہ باعث اثارت فتنہ نہ ہو، درمختار میں ہے :

ویمنع منہ کل موذ ولو بلسانہ[1] — مسجد سے ہر موذی کو روکا جائے گا اگرچہ وہ زبانی ایذا پہنچاتا ہو (ت)

اور اگر وہ کسی امر ضروری حق کی طرف بلاتا ہو اور لوگ اپنی جہالت کے سبب اس سے ناراض ہوں تو وبال انھیں پر ہے نہ کہ اس پر۔

(۳) مال وقف پر کوئی اپنا قبضہ نہیں کرسکتا، اگر ایسا کرے اور نمازیوں کو مسجد کی اشیاء سے انتفاع نہ کرنے دے تو وہ بھی موذی اور قابل اخراج۔

(۴) کنویں پر سے کسی مسلمان کے روکنے کا کسی کو حق نہیں، جب تک کوئی خاص وجہ شرعی نہ ہو اور جو ایسا فساد کرتا ہو بطرز مناسب اس کا انسداد واجب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۱ تا ۲۵۳ از الٰہ آباد مدرسہ سبحانیہ محمد نصیر الدین محلہ سرائے گڈھا پنجشنبہ ۲۳ شوال ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد شاہی زمانہ کی لب سڑک تھی اس میں ایک درجہ پچھم جانب گنبددار تھا اور مسجد کے پورب و دکھن جانب دکانات ہیں جن کی چھت مسجد کے فرش صحن سے، اب مسجد ہذا کی از سر نو تعمیر اس طور پر کی گئی کہ پچھم کی جانب بجائے ایک درجے قائم کئے گئے اور دکانات کی بھی چھت پر عمارت بنائی گئی جس کے ہر چہار طرف بڑے بڑے دروازے جواب بنائے گئے اور مسجد کی کرسی بھی اتنی بلند کی گئی کہ دکانوں کی چھت فرش مسجد سے برابر ہوگئی صرف چھ انگشت بمقدار درسہ دکانات کی چھت سے فرش مسجد اونچی ہے مسجد ہی کی طرف سے اس چھت پر آمدورفت ہے، رمضان المبارک کے جمعوں میں اس قدر لوگوں کی کثرت ہوتی تھی کہ لوگ مسجد میں نہیں سماتے تھے سڑکوں پر صف قائم کرنے کی نوبت آتی تھی۔ اس ضرورت سے مسجد دو منزلہ بنائی گئی، مسجد کے اندر کے درجہ کی چھت پر ایک درجہ گنبدی بنایا گیا

---

[1] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۴

Marfat.com

اور اس برابر آگے کا درجہ اور تمام صحن مع عمارت بالائے سقف دکانات پاٹ دیا گیا گویا کہ نیچے اوپر دو مسجدیں ہوگئیں نیچے کی مسجد مع صحن و اپنے حوالی کے پٹی ہوئی ہوگئی اور اوپر ایک درجہ پٹا ہوا گنبدی اور اس کے ساتھ بہت بڑا صحن کھلا ہوا نکل آیا اوپر کے درجہ کے سامنے جو صحن ہے وہ محاذات مسجد سے دکھن جانب بڑھا ہوا ہے کیونکہ دکانات کی چھت کی عمارت کی سقف بھی شامل کرلی گئی ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اوپر کی مسجد کا جو صحن بغرض وسعت دکھن کی طرف بالائے سقف دکانات بڑھا ہُوا ہے وہ مسجد ہے یا نہیں؟

دوم[2] یہ کہ دکانات مذکورہ کی چھت پر یا اس کے بالائے عمارت کے سقف پر معتکف جا سکتا ہے یا نہیں؟

سوم[3] یہ کہ اُوپر کی مسجد پر صحن میں جب امام محراب کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو دکھن کی جانب صف بڑھ جاتی ہے ایسی حالت میں امام کچھ ہٹ کر دکھن کی جانب کھڑا ہوتا ہے کہ دونوں جانب صف برابر رہے یا خود محراب کے سامنے کھڑا ہو اور مقتدیوں کو زائد حصہ میں دکھن کی جانب کھڑے ہونے سے روکے اور اپنے دونوں طرف صف برابر قائم کرنے کا حکم دے کیونکہ امام کے پیچھے دُور تک بہت جگہ باقی رہتی ہے، فقط

الجواب

اگر وہ دکانیں متعلق مسجد اور اس پر وقف ہیں اور مسلمانوں نے ان کی سقف کو داخل کرلیا تو وہ سقف بھی مسجد ہوگئی،

ولا یضر کون الحوانیت تحتہ لکونہا وقفا علیہ وجاز اخذ ملک الناس کرھا بالقیمۃ عند ضیق المسجد فکیف بما ھو وقف علیہ[1] کما فی ردالمحتار۔

مسجد کے نیچے دکانوں کا ہونا مضر نہیں کیونکہ وہ مسجد پر وقف ہیں، اگر مسجد تنگ ہو تو لوگوں کی مملوکہ جگہ قیمت کے بدلے جبراً لے کر مسجد میں توسیع کرنا جائز ہے تو جو مسجد پر وقف ہو اس کو شامل مسجد کرنا کیونکر جائز نہ ہوگا، جیسا کہ ردالمحتار میں ہے (ت)

اِن دکانوں کی چھت پر اور ان کی بالائی عمارت کی سقف پر معتکف جا سکتا ہے،

لانہا کانت من فناء المسجد ولا طریق فاصل بینہما فکیف وقد صارت من المسجد۔

کیونکہ وہ فناءِ مسجد ہے اور درمیان میں کوئی راستہ جدائی ڈالنے والا نہیں اور کیسے ناجائز ہوگا جبکہ وہ مسجد ہی کا حصہ ہوگیا ہے (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۷۰ و ۳۸۴

Marfat.com

اگر امام محراب کے سامنے کھڑا ہو اور اپنے توسط کے لئے صف پوری نہ کرنے دے تو گناہ و ناجائز ہے۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من وصل صفا وصلہ اللہ ومن قطع صفا قطعہ اللہ[1] حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جو صفوں کو ملائے اللہ تعالٰی اس کو وصل عطا فرماتا ہے اور جو صفوں کو قطع کرے اللہ تعالٰی اس کو منقطع فرماتا ہے (ت)

اور خود محراب کے سامنے کھڑا ہو اور صف پوری ہو کر ایک جانب بڑھ جائے تو مکروہ اور خلافِ سنت ہے لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توسطوا الامام[2] نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ امام درمیان میں ہو۔ (ت)

بلکہ یہ چاہئے کہ صف پوری کی جائے اور صف کا جہاں وسط ہو امام محراب چھوڑ کر وہاں کھڑا ہو اس بیرونی حصہ کے لئے یہی جگہ محراب ہے نص علیہ فی ردالمحتار التفصیل فی فتاوٰنا (ردالمحتار میں (علامہ شامی نے) اس پر نص فرمائی اور تفصیل ہمارے فتاوٰی میں ہے۔ ت) مگر یہ معلوم رہے کہ مسجد کی چھت پر بلاضرورت جانا منع ہے اگر تنگی کے سبب کہ نیچے کا درجہ بھر گیا اوپر نماز پڑھیں جائز ہے اور بلاضرورت مثلاً گرمی کی وجہ سے پڑھنے کی اجازت نہیں کما نص علیہ فی الفتاوٰی عالمگیریۃ (جیسا کہ فتاوٰی عالمگیریہ میں اس پر نص کی گئی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵۴: مسئولہ شمس الدین از نصیر آباد ضلع اجمیر شریف مسجد گودام چرم دوشنبہ ۱۷ ذیقعدہ ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند اشخاص ایک مسجد میں خلافِ تہذیب و ناشائستہ حرکات کرتے ہوں مثلاً کسی وقت آپس میں لڑے، گالی گلوچ تک نوبت پہنچی اور بہت شور وشغب کیا، کسی وقت مسخرہ پن کیا، ایک نے دوسرے کا تہبند کھول دیا، بعض وقت کسی کی مقعد میں انگلی کردی، کبھی مؤذن کی آواز پر ہنسے قہقہے اڑائے۔ ان سب باتوں کو دیکھ کر ایک شخص نے ناصحانہ حیثیت سے محض نصیحت اور سمجھانے کے طور پر کہا کہ بھائیو! مسجد خانۂ خدا ہے اس کے اندر تم کو یہ افعال جائز نہیں ہیں، اور غور کرو کہ مسجد کی حرمت اور تعظیم ہم پر اور تم پر اور ہر مسلمان پر ہر وقت ضروری اور فرض ہے، تو ان لوگوں نے اس کی بات کو نصیحت اور خیر خواہی نہ سمجھ کر تعصب اور نفسانیت تصور کرکے خلافِ منشاء ناصح کے جواب دیا، اس پر ناصح مذکور نے کہا کہ

---

[1] سنن ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب تسویۃ الصفوف آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۹۷

[2] " " " باب مقام الامام من الصف " ۱/ ۹۹

السنن الکبرٰی " " " دار صادر بیروت ۳/ ۱۰۴

Marfat.com

مسجد نماز اور ذکرِ خدا کے لئے بنائی گئی ہے بیہودہ باتوں کے لئے نہیں ہے۔ مسخرہ پن کرنا چاہتے ہو تو دوسری مسجد تلاش کرو۔ اس بات پر اکڑ گئے کہ تم نے مسجد پر مالکانہ دعوی کیا اور ہم کو مسجد سے نکال دیا اور اب دوسری مسجد بنانا چاہتے ہیں اور مسجد اول کی ویرانی اور جماعت کم ہو جانے کا کچھ خیال نہیں کرتے، کیا باوجود تخریبِ مسجد اول اور تقلیلِ جماعت ان کو مسجد ثانی بنانا جائز ہے؟ یا دوسری مسجد ضرار کہلائے گی؟ فقط۔

الجواب

اگر یہ واقعہ اسی طرح ہے اور ان کی نیت فاسد ہے تو ضرور دوسری مسجد بنانے کی ان کو اجازت نہیں، بوجہ فسادِ نیت وہ مسجد حکمِ ضرار میں ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵۵-۲۵۶ مرسلہ عبدالغنی، حاجی کریم بخش صاحب از مقام کمپ ڈلیسہ علاقہ ریاست پالن پور ۸ صفر ۱۳۳۵ھ

حضرات علمائے دین کی خدمت میں مسائل شرعی دریافت طلب پیش ہیں،

مسئلہ اوّل: قدیمی جامع مسجد کو ترک کرکے دوسری مسجد کو مسجد جامع قرار دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اور قدیمی جامع مسجد ترک کرنے کا سبب یہ ہے کہ اس کی نسبت یہ اندیشہ ہے کہ کچھ عرصہ میں خود بخود منہدم ہو جائے کیونکہ اس کے دو جانب برساتی نالے فراخ ہوتے جاتے ہیں اور مسلمان اس قدر مقدرت نہیں رکھتے کہ نالوں کو پٹوا کر مسجد کو محفوظ کر سکیں اور اس کے علاوہ ان نالوں کو سوائے سرکار انگریزی کے دوسرے شخص کو بند کرانے کا مجاز بھی نہیں، اور جس مسجد کو مسجد جامع قرار دینا چاہتے ہیں وہ جامع مسجد سے محکم اور فراخ بھی ہے، تو ایسی صورت میں دوسری مسجد کو جامع قرار دینا جائز ہے یا نہیں؟

دوسرا مسئلہ: کسی ایسے ہندو یا انگریز حاکم کا روپیہ جو اسلام کی طرف قلبی توجہ رکھتا ہو مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ فقط

الجواب

(۱) جائز ہے، اور اس مسجد اول کی محافظت تا حدِ قدرت فرض ہے۔

(۲) ایسی ضرورت کی حالت میں جیسی اوپر مذکور ہوئی کہ مسجد شہید ہو جائیگی اور مسلمانوں میں طاقت نہیں جائز ہے لان الضرورات تبیح المحظورات[1] (کیونکہ مجبوریاں ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الخامسۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۱۸

مسئلہ ۲۵۷ از کالاکاکر ضلع پرتاب گڑھ ۲۲ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید مسلمان نے ایک مسجد کی بنا ایسی جگہ ڈالی ہے جہاں کبھی مسجد نہ تھی اور وہاں کے ہنود باشندے مسجد کے بننے کو روکتے، لیکن زید مسلمان نے اپنی خوشامد سے مسجد کی بنیاد قائم کردی لیکن اسی مقام کا عمرو خود اس امر کی کوشش اہلکاروں زمینداروں سے کی اور ملازم زمیندار کو اس موقع پر لاحاضر کیا کہ اس مسجد کی بنیاد میرے گھر کی طرف چھ انگل بڑھی ہوئی ہے، اس مسجد کی دیوار چھ انگل ادھر بنانی چاہیے لیکن باقی مسجد زید نے اپنی خوشی سے اور خوشامد کے باعث اپنی منزل مقصود کو پہنچے اور جب عمرو مسلمان اپنے مقصد کو نہ پہنچا تو ایک ہندو کو ورغلا کر اس امر پر آمادہ کیا کہ مسجد کی دیوار تیرے مکان کی دیوار کی طرف بڑھا کر اٹھائی جارہی ہے تو روک دے ورنہ تجھ کو اس مسجد کی دیوار کی وجہ سے بڑا نقصان ہوگا لیکن زید مسلمان نے اپنی چالاکی سے بمقابلہ ہندو اور عمرو مسلمان مسجد قائم ہی کردی اور عمرو مسلمان کی کچھ نہ چلی، ایسے شخص کے ساتھ ازروئے حکم خدا و رسول کیا برتاؤ رکھا جائے اور اس کے یہاں کا کھانا پینا چاہیے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

سائل نے نہ بتایا کہ واقع میں زید نے چھ انگل ملک عمرو زمین میں شامل کرکے اسے مسجد کرنا چاہا ہے یا واقع میں ایسا نہیں اور عمرو کا دعوٰی جھوٹا ہے اگر فی الواقع صورت اولٰی ہے تو مسجد مسجد نہیں، اور عمرو نے جو کچھ برتاؤ برتے اس صورت میں اس پر الزام نہیں اور اگر ایسا نہیں تو بلاشبہ عمرو بدخواہ مسجد اور سخت سے سخت ظالموں میں ہے،

قال اللہ عزوجل ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعٰی فی خرابہا اولٰئک ماکان لہم ان ید خلوہا الا خائفین لہم فی الدنیا خزی ولہم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم[1]

اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں یادالٰہی ہونے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے، ایسوں کو نہیں پہنچتا تھا کہ اس میں جاتے مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب۔

اس حالت میں اس کے ساتھ کھانا پینا، میل جول نہ چاہیے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۴

Marfat.com

مسئلہ ۲۵۸ مرسلہ محمد حسن فاروقی ضلع پورنیہ ڈاکخانہ اسلام پور بھوجا گاؤں ۲۲ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد زمانہ دراز سے قائم تھی جس کو زید نے توڑ کر جگہ سابق سے دوسری جگہ پر یعنی دس بارہ ہاتھ یا ایک رسّی کے فاصلہ پر بنادی ہے اور اس مسجد کی جو لکڑی پرانی ہوگئی تھی اس کو اپنا کھانا پکانے میں جلادی ہے تو کیا مسجد ایک جگہ سے توڑ کر دوسری جگہ بنا دینا اور اس کی لکڑی کو اپنے تصرف میں لانا درست ہے یا نہیں ؟

دوسرے یہ کہ جس جگہ پر وہ مسجد پہلی قائم تھی بعد توڑ دینے مسجد کے وُہ جگہ جہاں پر وہ مسجد تھی ویسا ہی خالی پڑی رہے یا کہ اگر کوئی چیز پیدا ہو تو بوئی جائے۔

الجواب

یہ فعل کہ زید نے کیا حرام محض ہے، مسجد نہ توڑی جا سکتی ہے نہ بدلی جا سکتی ہے، نہ اس کی لکڑی وغیرہ کوئی چیز اپنے مصرف میں لائی جا سکتی ہے،

قال اللّٰہ تعالٰی ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللّٰہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعٰی فی خرابہا اولٰئك ماکان لھم ان یدخلوھا الاخائفین لھم فی الدنیا خزی وفی الاٰخرۃ عذاب عظیم[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں یاد الٰہی ہونے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے، ایسوں کو نہیں پہنچتا کہ اس میں جاتے مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لایجوز نقلہ ولا نقل مالہ الی مسجد اٰخر[2]

مسجد اور اس کے مال کو دوسری مسجد میں منتقل کرنا جائز نہیں۔ (ت)

نہ اس میں کچھ بونا یا اور کوئی تصرف کسی طرح حلال ہو سکے بلکہ زید پر فرض ہے کہ اسے بدستور پہلی طرح بنادے،

فان الضمان فی بناء الوقف باعادتہ

عمارت وقف میں ضمان یہ ہے کہ اس کو پہلے کی طرح

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۴

[2] ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۷۱

Marfat.com

کما کان بخلاف سائر الابنیۃ کما فی الدر[1] دوبارہ بنائے بخلاف دیگر عمارات کے ضمان کے، وغیرہ۔ جیساکہ درّ وغیرہ میں ہے(ت)

یہ دوسری مسجد جو اس نے بنائی اگر اپنی زمین میں بنائی اور اسے مسجد کردیا تو یہ بھی مسجد ہوگئی اس کا بھی باقی رکھنا فرض ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۹ مرسلہ سعادت خاں نابینا مسجد ندی قصبہ مہدپور ریاست اندور ملک مالوہ یکم ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

مسجد کے احاطہ کے اندر کے درختوں میں سے یا مسجد کی ملک کے درختوں میں سے کسی درخت کا پھل یا پھول بلا ادائے قیمت کھانا یا لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر وہ پیڑ مسجد پر وقف ہیں تو بلاادائے قیمت جائز نہیں ورنہ مالک کی اجازت درکار ہے اگرچہ اسی قدر کہ اس نے اسی غرض سے لگائے ہوں کہ جو مسجد میں ہو ان سے تمتع کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۰ مرسلہ محمد نصیر الحق امام مسجد مالدہ محلہ بی بی گاؤں ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک قدیم جامع مسجد نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے جگہ میں اضافہ کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی ایک قطعہ زمین اسی مسجد کے ملحق ایک مسلمان زمیندار کا تھا اور اس کو زمیندار نے ایک شخص کے ساتھ مدامی بندوبست کچھ خزانہ معینہ پر کردیا تھا خزانہ باقی رہنے کی وجہ سے زمیندار نے نالش کرکے اس زمین کو نیلام کرایا، اس کو ایک مسلمان نے خرید لیا، اور پھر اس خریدار نے ایک حصہ اس زمین کا وقف کرکے مسجد کے ساتھ ملحق کردیا، کیا وہ حصہ ملحقہ مسجد کے حکم میں ہوا یا نہیں؟ یہاں کے بعض لوگ کہتے ہیں کہ مسجد کے حکم میں نہیں ہوا حالانکہ خریدار اس زمین پر ہر قسم کے تصرف کرنے کا مجاز ہے، زمیندار کو بجز زرخزانہ معینہ کے نہ تو حقِ انتزاع رکھا ہے نہ اپنی حقیت زمینداری کے باعث اس زمین پر کسی قسم کا تصرف کرسکتا ہے، اگر زمیندار اسی قطعہ زمین میں مسجد یا کنواں یا مسافرخانہ بلامرضی خریدار کے بنانا چاہے تو بالکل نہیں بناسکتا اور خریدار کو یہ سارے حقوق حاصل ہیں، ایسی صورت میں جو حکم شرع شریف ہو بحوالہ کتب وعبارت تحریر کیا جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں وہ وقف صحیح اور وہ قطعہ مسجد ہوگیا۔ ردالمحتار میں ہے:

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الوکالۃ ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۹۷
ردالمحتار کتاب الغصب مطبوعہ بیروت ۵/ ۱۱۵

Marfat.com

الصحیح الصحۃ ای اذا کانت الارض محتکرۃ کما علمت، وعن ھذا قال فی انفع الوسائل انہ لوبنی فی الارض الموقوفۃ المستاجرۃ مسجدا انہ یجوز، قال واذا جاز فعلی من یکون حکرہ، والظاھر انہ یکون علی المستاجر مادامت المدۃ باقیۃ، فاذا انقضت ینبغی ان یکون من بیت مال الخراج واخواتہ ومصالح المسلمین[1] اھ فاذا کان ھذا فی ارض مستاجرۃ وما جعل مسجدا غیر بناء مجرد فما ظنک بارض مشتراۃ وقد جعلت ھی مسجدا فالحکر اذا لم یمنع ثم فھھنا بالاولٰی، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

صحیح حکم صحت ہی ہے جبکہ زمین محتکرہ ہو (یعنی وہ زمین موقوف جس کی اجرت بطور ماہانہ یا سالانہ مقرر ہوگئی ہو) جیسا کہ تو جان چکا ہے اسی بنیاد پر انفع المسائل میں فرمایا کہ اگر اجرت پرلی ہوئی زمین موقوف میں کسی نے مسجد بنا دی تو جائز ہے اور جب جائز ہوگئی تو حکر کس پر ہوگی اور ظاہر یہ ہے کہ جب تک مدتِ اجارہ باقی ہے مستاجر پر ہوگی اور اختتام مدت کے بعد خراج وغیرہ مصالح مسلمین کے لئے بنائے ہوئے بیت المال پر ہوگی اھ تو جب یہ حکم مستاجرہ زمین کا ہے اور اس میں بنائی گئی مسجد عمارت کے علاوہ کچھ نہیں تو خریدی ہوئی زمین کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے درانحالیکہ اسے مسجد بنا دیا گیا ہو تو حکر جب وہاں مانع نہیں تو یہاں بدرجہ اولٰی مانع نہ ہوگا۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۶۱-۲۶۲ مرسلہ حافظ عبدالستار صاحب مچھلی بازار کانپور ۱۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ کانپور کی ایک مسجد میں پاخانہ متعلق مسجد واقع ہے اور ایک کمرہ متعلق مسجد ہے اس کی نالیاں پانی بہنے کی اور پاخانہ کی سنڈاس کمانے کا راستہ سرکاری گلی میں جانب پچھم ہمیشہ سے جاری تھا، میونسپل بورڈ نے جانب پچھم اور دکھن کے مکانات توسیع سڑک کے لئے لے کر راستہ بطور سڑک بنالیا اور وہ گلی جانب پچھم کی کالعدم کردی اور مسجد کے پچھم کی بقایا زمین بعد نکالے جانے سڑک کے فروخت کردی، اب میونسپل بورڈ متولی مسجد کو حکم دیتا ہے کہ جس قدر جگہ جانب پچھم پاخانہ سنڈاس کمانے کو اور نالیاں جاری رکھنے کو درکار ہے جانب دکھن میونسپل بورڈ دیتا ہے، متولی مسجد سنڈاس کا رُخ دوسری طرف پھیرے اور نالیاں بھی اس طرف سے جاری رکھی جائیں، اگر متولی کے پاس روپیہ مسجد کا نہ موجود ہو تو صرف رضامندی دے دی جائے تاکہ میونسپل بورڈ اپنے صرفہ سے نالیاں اور سنڈاس بنا دے اور کسی قسم کا حرج مسجد کا نہ ہونے پائے۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۹۱

Marfat.com

(۱) کیا متولی شرع کے مطابق ایسی رضامندی دے سکتا ہے کہ سرکار کی طرف سے بنائی جائے۔

(۲) کیا پچھم کی طرف سے جو نالیاں یا سنڈاس کمانے کا دروازہ ہے اس کے بدلے جانب دکھن سرکاری زمین لے کر مسجد کی آمدنی سے متولی اس کو درست کرا سکتا ہے اگر مسجد کی آمدنی نہیں صرف کر سکتا ہے تو چندہ کر کے اس کام کو انجام دے سکتا ہے۔

الجواب

صورت مذکورہ میں جیسا کہ عبارت سوال سے ظاہر ہے زمین وقف میں کوئی تبدیل نہیں، صرف رُخ پھیرنا ہے اور کمانے کا راستہ اور پانی کا نکاس پہلے بھی زمین وقف میں تھا اس تبدیل کا جواز جائے تامل نہیں، مگر مسجد کی آمدنی مصالح مسجد کے لئے ہوتی ہے اور یہ کام مصالح شارع عام کے لئے ہے مصلحت مسجد اس سے متعلق نہیں، لہٰذا آمدنی مسجد اس میں صرف نہیں ہوسکتی۔ چندہ کا اختیار ہے اور اس میں حرج نہیں کہ میونسپلٹی کی سڑکوں کے مصالح اس سے متعلق ہیں اپنے صرف سے بنادے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۳: مرسلہ منشی ابراہیم صاحب قصبہ گودھرہ ضلع پنچ محل مدرسہ فیض عام ۱۶ جمادی الآخر ۱۳۳۵ھ

حضرت مولانا ومقتدانا مولوی احمد رضا خاں صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ایک فتوٰی تصحیح کے لئے دوسوال جواب کے لئے خدمت والا میں بھیجے تھے ان کا جواب نہیں ملا، معلوم نہیں کہ یہ مرسلہ خطوط جناب تک پہنچے یا نہیں، صاحب تفسیر بیان القرآن نے والذین اتخذوا مسجدا ضرارا وکفرا وتفریقا[1] کے تحت میں مسئلہ کرکے یہ لکھا ہے کہ بعض علماء نے کہا جو فخر وریا سے مسجد بنائی جائے اس مسجد کو مسجد کہنا نہ چاہئے ان بعض علماء پر مجھ کو کلام ہے، بعض علماء سے مراد کشاف و مدارک و احمدی وغیرہ ہیں، اور اسی بناء پر یہ جواب لکھا گیا ہے جو مرسلہ خدمت والا ہے' صاحب بیان کا اعتراض درست ہے یا نہیں؟ کیا صاحب کشاف وغیرہ کے قول پر ان کے قول کو ترجیح دی جائے گی؟ جواب کا منتظر ہوں، مرسلہ سوال وجواب میں حضور کی کیا رائے ہے تحریر فرمائیں۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک محلہ کی مسجد میں عرصہ پندرہ بیس سال سے ایک امام مقرر تھا بعض لوگوں نے بعض وجوہ سے اس کو برطرف کیا، بعض لوگوں کو امام قدیم کا برطرف کرنا ناگوار معلوم ہوا، ہرچند اس فریق نے یہ چاہا کہ امام قدیم کو قائم رکھا جائے، لیکن فریق اول نے جنھوں نے امام قدیم کو برطرف کیا تھا نہ مانا، بنابریں جھگڑے نے ترقی پکڑی یہاں تک کہ فریق اول نے جھگڑے کے اندیشہ

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۰۷

Marfat.com

کی وجہ سے مسجد کے دروازہ پر پولیس کو لا کے بٹھادیا تاکہ کسی قسم کا فتنہ نہ ہونے پائے۔ فریق ثانی نے پولیس کے خوف کے مارے اس وقت نماز وہاں نہ پڑھی، دیگر مساجد میں پڑھی، اور بعد میں بھی وُہ کچھ عرصہ تک دیگر مساجد میں پڑھتے رہے اس لئے کہ یہ فریق جدید امام کے پیچھے نماز پڑھنا نہیں چاہتے تھے، آخر کار ایک قدیم مسجد جو کہ ویران پڑی ہوئی تھی (اس میں کبھی کبھی نماز باجماعت ہوتی ہے) اور یہ مسجد اتنی بڑی تھی کہ جس میں سو سوا سو آدمی نماز پڑھ سکیں غرضیکہ مسجد مذکور کو آباد کیا اور کچھ دنوں کے بعد اس مسجد کی قدیم بناء کو گرا کر اور کچھ زمین گرد سے لے کر کچھ وسعت کے ساتھ تیار کی، اب اول فریق یہ کہتا ہے کہ مسجد مذکور مِلکِ غیر میں بنی ہے اور حسد سے بنی ہے اس وجہ سے یہ مسجد ضرار ہے۔ اور فریق ثانی یہ کہتا ہے کہ یہ مسجد وقف ہے، پس کیا یہ مسجد ضرار ہوسکتی ہے؟ اور اس کی بناء کو کھود کر پھینک دیا جائے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ سوال ملاحظہ ہوئی، اس مسجد کو ضرار سے علاقہ ہونے کے کیا معنی، انھوں نے مسجد کا احداث بھی تو نہ کیا بلکہ مسجد قدیم کا احیاء کیا ہے اور مسجد قدیم معاذ اللہ ویران ہو جائے حتی الوسع اس کا احیاء فرض ہے، کہاں فرض اور کہاں ضرار، اور اگر بالفرض نئی مسجد بناتے جب بھی اسے ضرار سے کوئی تعلق نہ ہوتا کہ مسجد اللہ ہی کے لئے بنائی اور نماز ہی پڑھنی مقصود ہے نہ کہ دوسری مسجد کو نقصان پہنچانا، اور جماعت مسلمین میں تفرقہ ڈالنا اس کی تحقیق ہمارے فتاوٰی میں ہے، جو شخص بنام مسجد کوئی عمارت تیار کرے جس سے تقرب الی اللہ مقصود نہ ہو بلکہ محض ریا و تفاخر کی نیت ہو تو وہ بیشک مسجد نہیں ہوسکتی کہ مسجد وقف ہے اور اس کا قربت مقصودہ کے لئے ہونا ضرور، اور ریا و تفاخر قربت الی اللہ نہیں بلکہ بُعد عن اللہ ہیں۔ امام نسفی صاحب مدارک نے ایسی ہی مسجد کو حکمِ ضرار میں فرمایا ہے اور اگر مسجد بنائی اللہ ہی کے لئے اور وہی مقصود ہے اگرچہ اس کے ساتھ ریا و تفاخر کا خیال آگیا تو وہ ضرور مسجد ہے اگرچہ اس کے ثواب میں کمی ہو یا نہ ملے۔ صاحب بیان القرآن کا شبہ اسی صورت پر محمول ہے والتفصیل فی فتاوٰنا (اور تفصیل ہمارے فتاوٰی میں ہے۔ ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۶۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس صورت میں کہ آیا مسجد کی دیواریں ہمسایوں کے ساتھ مشترک کرنا شرعاً جائز ہے (الف) نصف لاگت دیواروں کی ہمسائے لگائیں اور نصف لاگت مسجد کا خرچ ہو (ب) کل لاگت مسجد کی ہو۔ مسجد قدیمہ کی دیواروں پر ایک ہمسایہ کی شہتیر رکھی ہوئی تھی اور (الف) اور نشانات اشتراک نہ تھے (ب) اور نشانات اشتراک تھے۔ کہنہ مسجد کو مسجد کی لاگت پر گرایا گیا اور مسجد کے

Marfat.com

ردیوں کا امین وہی ہمسایہ تھا جس کے شہتیر مسجد کی دیواروں پر تھے۔ اس نے مسجد کی لاگت سے کل دیواریں اسی طرح بنوائیں جس سے بداہۃً اشتراک معلوم ہوتا ہے یعنی اپنی طرف جالی اور الماریاں حسب مرضی خود بلا رضامندی دیگر مصلیان کے رکھوائے، کیا یہ فعل لہابیہ کا شرعاً جائز ہے۔ بصورت (الف) وبصورت (ب) کیا ان دیواروں پر ہمسایہ مذکور بالاخانہ ہائے تیار کرسکتا ہے اور بطور ملکیت خود ان دیواروں کو استعمال کرسکتا ہے، بصورت (الف) وبصورت (ب) کیا بقول لہابیہ نصف دیوار اس کی ہے نصف دیوار کی تختہ زمین چھوڑ کر از سر نو دیواریں واحد ملکیت مسجد بلا اشتراک تحریری چڑھانا جائز ہے یا ضروری ہے کیا ایسے مشترک دیوار والی مسجد پر "الوقف لایملک" صادق آتا ہے اور ایسی مسجد میں نماز ادا کرنے سے ثواب جو مسجد میں ادا کرنے پر وارد ہوتا ہے ملتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وان المسٰجد للہ[1] مسجدیں خاص اللہ کے لئے ہیں۔

مسجد ہونے کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی شش جہت میں جمیع حقوق عباد سے منزّہ ہو اگر اس کے کسی حصہ میں بھی ملک عبد باقی ہے تو مسجد نہ ہوگی۔ ہدایہ میں ہے:

من جعل مسجدا تحتہ سرداب اوفوقہ بیت وجعل باب المسجد الی الطریق وعزلہ عن ملکہ، فلہ ان یبیعہ وان مات یورث عنہ لانہا لم یخلص للہ تعالٰی لبقاء حق العبد متعلقا بہ[2]

جس شخص نے مسجد بنائی جس کے نیچے تہ خانہ یا اوپر کوئی مکان ہے اور مسجد کا دروازہ اس نے بڑے راستہ کی طرف کردیا اور اس کو اپنی ملک سے الگ کردیا تو اس کو اختیار رہے کہ وہ اسے بیچ دے اور اس کے مرنے کے بعد اس میں میراث جاری ہوگی کیونکہ وہ خالص اللہ تعالٰی کے لئے نہیں ہوئی اس سے حق عبد متعلق ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

وکذٰلک ان اتخذ وسط دارہ مسجدا واذن للناس بالدخول فیہ، یعنی

اگر کسی نے اپنے گھر کے درمیان میں مسجد بنائی اور لوگوں کو اس میں داخل ہونے کی اجازت دے دی

---

[1] القرآن الکریم ۷۲/ ۱۸

[2] الہدایۃ کتاب الوقف المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/ ۶۲۴

Marfat.com

له ان يبيعه ويورث عنه لان المسجد مالايكون لاحد فيه حق المنع (الى ان قال) فلم يصر مسجدا لانه ابقى الطريق لنفسه فلم يخلص لله تعالیٰ[1]

تو اس کا حکم بھی وہی ہے جو مذکور ہوا یعنی اُسے فروخت کرسکتا ہے اور اس کے مرنے کے بعد اس میں میراث بھی جاری ہوگی کیونکہ مسجد وہ ہوتی ہے جس سے روکنے کا حق کسی کو نہ ہو (یہاں تک کہ فرمایا) پس چونکہ اس نے راستہ اپنے لئے باقی رکھا ہے لہٰذا وہ مسجد نہ ہوئی اس لئے کہ وہ خالص اللہ تعالیٰ کے لئے نہ ہوئی۔ (ت)

پس اگر اس مسجد کی دیواریں واقع میں مشترک ہیں ان میں کچھ حصہ عبد کا بھی ہے تو وہ مسجد سرے سے مسجد ہی نہیں، نہ اس میں نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب، وہ بانی کی ملک ایک مکان ہے جسے وہ بیچ سکتا ہے اور مرجائے تو ترکہ میں تقسیم ہوگا کما مر عن الهداية (جیسا کہ ہدایہ سے گزرا۔ ت) اور اگر واقع میں مشترک نہیں، اس متولی نے غاصبانہ اشتراک کر رکھا ہے تو فرض ہے کہ اسے تولیت سے خارج کردیں اور وہ نشانات جو اس نے اپنے اشتراک کی علامت بنائے ہیں سب مٹادیں اور شہتیر وغیرہ جو کچھ اس کا مسجد کی دیوار پر رکھا ہے سب گرادیں، اور جتنے برسوں رکھا رہا اتنے کا کرایہ دیوارِ مسجد کا اس سے وصول کریں، اور اب اگر کوئی عمارت دیوارِ مسجد پر بنانا چاہے نہ بنانے دیں، اور اگر بنالی ہو بجبر حکومت فوراً منہدم کرادیں۔ درمختار میں ہے:

وبنى فوقه بيتا للامام لايضر لانه من المصالح اما لوتمت المسجدية ثم اراد البناء منع ولوقال عنيت ذلك لم يصدق تاتارخانية، فاذا كان هذا فى الواقف فكيف بغيره فيجب هدمه ولوعلى جدار المسجد[2]

اگر واقف نے مسجد کے اوپر امام کا حجرہ بنادیا تو جائز ہے کیونکہ یہ مصالح مسجد میں سے ہے، لیکن جب مسجد تام ہوگئی اب وہ حجرہ بنانا چاہے تو اس کو نہیں بنانے دیا جائے گا، اگر وہ کہے کہ شروع سے میرا ارادہ تھا تو اس کی تصدیق نہیں کیجائیگی (تاتارخانیہ) جب خود واقف کا یہ حکم ہے تو غیر واقف کو ایسا کرنے کا اختیار کیسے ہوسکتا ہے، لہٰذا اس کو گرانا واجب ہے اگرچہ فقط دیوارِ مسجد پر بنایا گیا ہو (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فى البحر لايوضع الجذع على جدار المسجد

بحر میں ہے مسجد کی دیوار پر لکڑی نہیں رکھی جائیگی

---

[1] الہدایۃ کتاب الوقف المکتبۃ العربیہ کراچی ۲/۶۲۵
[2] درمختار 〃 مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۷۹

Marfat.com

وان کان من اوقافه ام قلت وبه علم حکم ما یصنعه بعض جیران المسجد من وضع جذوع علی جدارہ فانه لایحل ولودفع الاجرۃ[1]

اگرچہ وہ اوقاف مسجد میں سے ہو۔ اھ میں کہتا ہوں اس سے مسجد کے بعض پڑوسیوں کے اس فعل کا حکم معلوم ہوگیا جو وُہ دیوارِ مسجد پر کڑیاں رکھتے ہیں کہ یہ ان کے لئے حلال نہیں اگرچہ وہ اس کی اجرت دیں۔ (ت)

مسئلہ ۲۶۵: از گونڈل کاٹھیاوار مرسلہ عبدالستار اسمٰعیل رضوی ۸ صفر ۱۳۳۶ھ

ایک مسجد میں قریب ایک صدی سے فرش پتھر کا بچھا ہوا تھا جس کو اب لوگوں نے نکال کر دوسرا فرش بچھایا ہے، اب اس نکلے ہوئے فرش کے پتھر کو کسی اور کام میں لاسکتے ہیں یا نہیں؟ یا کوئی اور مسجد کے کسی کام میں استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں؟ اگر اس پتھر کی ضرورت کسی اور مسجد میں بھی نہ ہو اور ان کو حفاظت سے رکھنے کے لئے جگہ کی بھی تنگی ہو یا ان کو سنبھال رکھنے میں اور اخراجات ہوتے ہوں تو ایسی صورت میں ان کو فروخت کرکے ان کی قیمت اس مسجد کے کام میں خرچ کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

انھیں فروخت کرکے وہ قیمت خاص اسی مسجد کے خاص عمارت میں صرف کی جائے، تیل بتی وغیرہ میں نہیں اور اس وقت مسجد کو عمارت کی حاجت نہ ہو تو اس کی آئندہ ضرورت کے لئے محفوظ رکھی جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۶۶ تا ۲۷۱: از رنگون مغل اسٹریٹ پوسٹ بکس ۲۴۲ مال کمپنی مرسلہ سید فضل اللہ ولد سید غلام رسول صاحب ۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

(۱) ایک قصبہ میں مثلاً تین مسجد آباد ہیں اور نمازِ جمعہ وعیدین مسجد جامع میں ادا ہوتی ہیں اور اس جامع مسجد میں تمام ضروری اشیاء مثلاً فرش، دری، چٹائی، جھومر، قنادیل، لیمپ وغیرہ اہل قصبہ چندہ فراہم کرکے خاص مسجد کے لئے خرید کر جمع رکھتے ہیں اور اسی قصبہ کے بعض تجار دوسرے ملک سے مسجد کے لئے بھیجتے رہتے ہیں اور بھیجنے والوں کے حسبِ منشاء وہ چیز خرید کرکے مسجد میں رکھ دی جاتی ہے یا بعض وقت خاص مال مسجد سے مذکورہ بالا چیزیں خرید کی جاتی ہیں اور یہ کُل چیزیں مسجد جامع ہی میں رہتی ہیں اور بوقتِ ضرورت رمضان المبارک وشب قدر وشبہائے متبرکہ میں استعمال ہوتا ہے اور فرش چٹائی وغیرہ کا عیدین میں اسی مسجد میں کام آتا ہے اور جملہ اسباب اسی جگہ پر رہتا ہے، نہ کرایہ پر دینے کیلئے

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۷۱

Marfat.com

ہے کیونکہ چندہ دینے اور لینے والوں نے خاص اس جامع مسجد ہی میں اشیائے مذکورہ کے لئے چندہ دیا ہے پس جس کو جو میسر آیا بلا قید و شرط و بلا تصریح دے دیا، اب اہل قصبہ یا اور کوئی جس نے چندہ دیا ہو یا نہ دیا ہو خود اپنے کسی کام یا کسی تقریب میں مثلاً وعظ مولود یا شادی وغیرہ میں مسجد کی کوئی شئے مثل بتی، لیمپ، فرش، دری، چٹائی وغیرہ اپنے کام میں برتنے کے لئے کرایہ سے یا بے کرایہ سے لے جائے تو یہ مسجد کی چیزوں کا دوسری جگہ میں استعمال جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اس قصبہ میں ۲۵ سال قبل عید اضحےٰ عیدگاہ میں ہوا کرتی تھی اس وقت تمام فرش و منبر وغیرہ تمام حاجت کی چیزیں ریاست سچین سے نواب صاحب کی طرف سے آیا کرتی تھیں اور اختتام نماز پر وہ وہ کل چیزیں واپس ہمراہ لے جایا کرتے، امسال جدید عیدگاہ قائم ہو جانے سے عید کی نماز عیدگاہ میں پڑھی اور جامع مسجد کی چٹائی وغیرہ لاکر بچھائی گئی، بعد نماز ختم جو چیز یہاں کی تھی وہاں بلا نقص پہنچا دی گئی تو یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟

(۳) مسجد کے متصل مسجد ہی کی زمین ہے اس میں کوئی آدمی خود فائدہ اٹھانے کی غرض سے درخت لگائے اور جب وہ بڑے ہوں اور پھل پھول سے بارآور ہوں تو اس وقت یہ درخت زمین کے اعتبار سے مسجد کی ملکیت میں داخل ہوں گے یا لگانے والے کے، یا مسجد کا، اور مسجد کی زمین میں اس طرح درخت لگا دینے کا غیر کو حق حاصل ہے؟

(۴) مسجد کے متصل مسجد کا بوسیدہ مکان یا حجرہ ہے اس پر کوئی شخص کم یا زیادہ اپنا روپیہ لگا کر کوئی تعمیر کرے اور بلا کرایہ اپنے تصرف اور قبضہ میں لائے تو یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟

(۵) اس مسجد جامع کے لئے امام ہے مگر اوقات کی پابندی سے آکر نماز نہیں پڑھاتے کبھی وقت بے وقت آجاتے ہیں، اور اکثر اور لوگ نماز پڑھا دیتے ہیں، اس لئے امام سے مسجد کی آبادی بھی نہیں ہوتی بلکہ ان کے نہ ہونے سے مسجد کی زیادہ آبادی کی امید ہے، چونکہ دانت نہ ہونے کی وجہ سے مخارج صاف اور تلفظ سامع کی سمجھ میں نہیں آتے۔ امام صاحب غریب خود عاجز محض ہیں اور دیندار متقی بھی نہیں۔ علاوہ اس کے مسجد بھی غریب ہے اور ضروری تعمیر کی محتاج ہے اس لئے مسجد کے مال سے امام صاحب کو تنخواہ دینے پر بھی لوگ راضی نہیں مگر مجبوراً، اور رعایت امام صاحب کے بزرگوں کی قدر کی وجہ سے چون و چرا سے عاجز ہیں، اس صورت میں امام صاحب کو غریب مسجد سے تنخواہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۶) مسجد میں بچوں کو تعلیم دی جاتی ہے جس سے مسجد کی بے حرمتی ہوتی ہے، تمام بچے ننگے پیر آتے جاتے ہیں، اس صورت میں بچوں کو تعلیم دینی جائز ہے یا نہیں؟

Marfat.com

الجواب

استعمال مذکور حرام ہے، چندہ دہندہ کرے یا کوئی، مالِ وقف خود واقف کو حرام ہے کہ اپنے صرف میں لائے، یہاں تک کہ اگر نفس وقف غیر اہلی میں اس نے شرط کرلی ہو کہ اپنی حیات تک میں اپنے صرف میں لاسکوں گا، تو شرط باطل ہے اور تصرف حرام۔ فتاوٰی خلاصہ جلد دوم ص ۵۷۰:

رجل جعل فرسه للسبیل علی ان یمسکه مادام حیا ان امسکه للجهاد له ذٰلك لانه لو لم یشترط کان له ذلك لان لجاعل السبیل ان یجاهد علیه وان اراد ان ینتفع به غیر ذلك لم یکن له ذلك وصح جعله للسبیل۔[1]

ایک شخص نے اپنا گھوڑا فی سبیل اللہ وقف کیا اس شرط پر کہ جب تک وہ زندہ ہے گھوڑے کو اپنے پاس روکے رکھے گا، اگر تو اسے جہاد کے لئے روکا ہے تو جائز ہے کیونکہ اگر وہ یہ شرط نہ بھی کرتا تب بھی اسے یہ حق تھا اس لئے کہ اس گھوڑے کو فی سبیل اللہ وقف کرنے والا بھی اختیار رکھتا ہے کہ وہ اس پر سوار ہو کر جہاد کرے، اور اگر اس کا ارادہ یہ ہے کہ وہ جہاد کے علاوہ کوئی اور نفع حاصل کرے گا تو اس کو یہ اختیار نہیں، تاہم گھوڑے کو فی سبیل اللہ وقف کرنا صحیح ہوگیا۔ (ت)

بتی کا کرایہ پر دینا تو مطلقاً حرام ہے اگرچہ بتی وقف نہ کی ہو خود اپنی ملک ہو۔ شرع مطہر نے عقد اجارہ اس لئے رکھا ہے کہ شئی باقی رہے اور مستاجر اس کو برت کر ختم اجارہ پر واپس دے، نہ اس لئے کہ خود اس شئی کو خرچ و فنا کرے، اور ظاہر ہے کہ بتی جب کام میں لائی جائے گی خود اس کے اجزا فنا ہوں گے، ایسا اجارہ حرام و باطل ہے۔ فتاوٰی خیریہ علامہ خیر الدین رملی استاذ صاحبِ درمختار رحمہما اللہ تعالٰی جلد دوم ص ۱۰۷:

الاجارة المذکورة باطلة غیر منعقدة لما صرح به علماؤنا قاطبة من ان الاجارة اذا وقعت علی اتلاف الاعیان قصدا لا تنعقد ولا تفید شیئا من احکام الاجارة۔[2]

اجارہ مذکورہ باطل ہے منعقد نہیں ہوگا کیونکہ ہمارے تمام علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ اجارہ جب قصداً اصل کے اتلاف پر واقع ہو منعقد نہیں ہوتا اور نہ ہی احکامِ اجارہ میں سے کسی حکم کا فائدہ دیتا ہے (ت)

باقی چیزیں مثلاً لیمپ، فرش، دری، چٹائی، اور یونہی بتی بھی، اگر اس سے مراد خالی شمعدان ہو اگرچہ

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الوقف الفصل الثالث فی صحۃ الوقف مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۴۱۸

[2] فتاوٰی خیریۃ کتاب الاجارۃ دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۱۱۷

Marfat.com

اپنی ذات میں قابل اجارہ ہیں، مملوک ہوں تو مالک اجارہ پر دے سکتا ہے کرایہ پر دینے کے لئے وقف ہوں تو متولی دے سکتا ہے مگر وُہ جو مسجد پر اس کے استعمال میں آنے کے لئے وقف ہیں انھیں کرایہ پر دینا لینا حرام کہ جو چیز جس غرض کے لئے وقف کی گئی دوسری غرض کی طرف اسے پھیرنا ناجائز ہے اگرچہ وُہ غرض بھی وقف ہی کے فائدہ کی ہو کہ شرطِ واقف مثل نص شارع صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم واجب الاتباع ہے۔ درمختار کتاب الوقف،

فروع قولھم شرط الواقف کنص الشارع فی وجوب العمل بہ[1] — واقف کی شرط شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نص کی طرح واجب العمل ہے (ت)

ولہذا خلاصہ میں تحریر فرمایا کہ جو گھوڑا قتال مخالفین کے لئے وقف ہوا ہو اسے کرایہ پر چلانا ممنوع و ناجائز ہے، ہاں اگر مسجد کو حاجت ہو مثلاً مرمت کی ضرورت ہے اور روپیہ نہیں تو بمجبوری اس کا مال اسباب اتنے دنوں کرایہ پر دے سکتے ہیں جس میں وُہ ضرورت رفع ہو جائے، جب ضرورت نہ رہے پھر ناجائز ہو جائے گا۔

خلاصہ جلد ۲ ص ۴۰۷:

ولایؤاجر فرس السبیل الا اذا احتیج الی النفقۃ فیؤاجر بقدر ماینفق وھذہ المسألۃ دلیل علی ان المسجد اذا احتاج الی النفقۃ تؤاجر قطعۃ منہ بقدر ماینفق علیہ[2] — فی سبیل اللہ وقف شدہ گھوڑا کرایہ پر نہیں دیا جاسکتا ہاں اگر اس کے اخراجات کے لئے مجبوری ہو تو اتنے وقت کے لئے دیا جاسکتا ہے جس سے اخراجات پُورے ہو سکیں اور یہ مسئلہ دلیل ہے اس پر کہ اگر اخراجاتِ مسجد کے سلسلہ میں حاجت ہو تو ان اخراجاتِ ضروریہ کی فراہمی کے لئے وقف کا کوئی حصہ کچھ وقت کے لئے کرایہ پر دیا جاسکتا ہے (ت)

(۲) یہ فعل ناجائز و گناہ ہے، ایک مسجد کی چیز دوسری مسجد میں بھی عاریۃً دینا جائز نہیں، نہ کہ عیدگاہ میں کہ اتصالِ صف کے سوا اور احکام میں وہ مسجد ہی نہیں، ولہذا جنب کو اس میں جانا منع نہیں۔ فتاوٰی عالمگیریہ جلد پنجم ص ۱۲۲:

یجوز للقیم شراء المصلیات للصلاۃ علیھا ولایجوز اعارتھا لمسجد اٰخر[3] (ملخصاً)۔ — مسجد کے ناظم کو مسجد کے لئے چٹائیاں خریدنا جائز ہے تاکہ ان پر نماز پڑھی جائے اور انھیں عاریۃً دوسری مسجد کے لئے دینا جائز نہیں (ت)

---

[1] درمختار — فصل یراعی شرط الواقف — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۳۹۰

[2] خلاصۃ الفتاوٰی — کتاب الوقف — الفصل الثالث — مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ — ۴/۴۱۸

[3] فتاوٰی ہندیۃ — کتاب الکراھیۃ — الباب الخامس فی اٰداب المسجد والقبلۃ — نورانی کتب خانہ پشاور — ۵/۳۲۲

Marfat.com

درمختار علی ہامش ردالمحتار مطبع قسطنطنیہ جلد اول ص ۶۸۷ :

المتخذ لصلاۃ جنازۃ اوعید مسجد فی حق جواز الاقتداء وان انفصل الصفوف رفقا بالناس لافی حق غیرہ بہ یفتی نہایۃ فحل دخولہ لجنب وحائض کفناء مسجد ورباط ومدرسۃ۔[1]

جنازگاہ اور عیدگاہ جواز اقتداء کے حکم میں مسجد ہے اگرچہ صفوں میں فاصلہ ہو یہ حکم لوگوں کی سہولت کے لئے ہے دیگر احکام میں وہ مثل مسجد نہیں، اسی پر فتوٰی دیا جاتا ہے نہایۃ لہٰذا اس میں جنبی شخص اور حیض ونفاس والی عورتوں کا داخل ہونا حلال ہے جیسا کہ فناء مسجد، خانقاہ اور مدرسہ کا حکم ہے (ت)

(۳) مسجد کی زمین میں اپنے لئے درخت لگانا حرام ہے کہ وقف میں تصرف مالکانہ ہے، والوقف لایملک، پھر اگر یہ مال اس نے مسجد کے مال سے لگایا تو مسجد کا ہے اور اپنے مال سے لگایا اور یہ متولی ہے تو مسجد کا ہے مگر یہ کہ لگاتے وقت لوگوں کو گواہ کرلیا ہو کہ یہ میں اپنے لئے لگاتا ہوں، اور اگر غیر متولی ہے تو خود اس کا ہے مگر یہ کہ اقرار کرے کہ میں نے مسجد کے لئے لگایا، اب جس صورت میں پیڑ لگانے والے کا ٹھہرے اگر اس کے اکھیڑنے میں زمین وقف کا نقصان نہیں جبراً اکھڑوا دیا جائے گا۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: لیس لعرق ظالم حق[2] (عرق ظالم کا کوئی حق نہیں۔ ت) اور اگر اس میں زمین وقف کا ضرر ہو تو درخت مسجد کی ملک کرلیا جائے گا اور اندازہ کریں گے کہ اس وقت اس درخت کی قیمت زیادہ ہے اکھیڑ کر بیچنے میں کم ہوجائے گی یا جُدا کرکے بیچنے میں دام زیادہ اٹھیں گے اس وقت قیمت کم آئیگی دونوں حالتوں میں جس صورت پر کم قیمت اُٹھے وہ کم قیمت مسجد کے مال سے لگانے والے کو دی جائے گی۔ فتاوٰی خلاصہ جلد ۲ ص ۵۷۰ :

فی الحاوی سئل ابو القاسم عمن غرس الوقف من مالہ ومات قال ان غرس من غلۃ للوقف فھو للوقف وان لم یذکر شیئا فان غرس بمالہ ان ذکر انہ غرس للوقف فھو

حاوی میں ہے کہ ابوالقاسم سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے اپنے مال سے وقف زمین میں درخت بوئے اور پھر مرگیا تو ابوالقاسم نے فرمایا کہ اگر وقف کی آمدنی سے بوئے ہیں تب تو وقف کے لئے ہیں اگرچہ کسی شیئ کا ذکر نہ کیا ہو اور اگر اپنے مال سے

---

[1] درمختار کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۳

[2] صحیح البخاری کتاب الحرث والمزارعۃ باب من احیا ارضا مواتا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۱۴
سنن ابوداؤد کتاب الخراج باب احیاء الموات آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۸۱

Marfat.com

له وان لم یذکر شیئا فھو عنه میراث[1]

ہوئے اور ذکر کیا کہ یہ وقف کیلئے ہے تو وقف کیلئے ہیں اور اگر کسی شے کا ذکر نہیں کیا تو وہ اسی کی میراث ہے۔ (ت)

ایضاً جلد مذکور ص۴۲۳:

المتولی اذا بنی فی عرصة الوقف ان کان من مال الوقف یکون للوقف وکذا من مال نفسه لکن بنی للوقف فان بنی لنفسه ان اشھد کان له ذلك وان بنی ولم یذکر شیئا کان للوقف بخلاف الاجنبی[2]

متولی نے مال وقف سے جب وقف زمین کے میدان میں عمارت بنا دی تو وہ وقف کے لئے ہوگی یونہی اگر اس نے اپنے مال سے وقف کیلئے عمارت بنائی تب بھی وقف کے لئے ہوگی اور اگر اپنی ذات کے لئے بنائی اور اس پر گواہ قائم کرلئے تو یہ عمارت اس کی ذات کے لئے ہوگی، اور اگر عمارت بنائی مگر کسی شے کا ذکر نہ کیا تو عمارت وقف کے لئے ہوگی بخلاف اجنبی شخص کے۔ (ت)

عقود الدریہ جلد اول ص ۱۶۵:

حیث کان غرس عمرو المذکور لنفسه بلا اذن الناظر فللناظر علی الوقف تکلیفه قلعه ان لم یضر فان اضر یتملکه الناظر باقل القیمتین للوقف منزوعا وغیر منزوع بمال الوقف[3]

اگر عمرو مذکور نے اپنی ذات کے لئے بغیر اذن متولی درخت لگائے تو متولی کو اختیار ہے کہ وہ اسے اکھاڑنے پر مجبور کرے جبکہ وقف کو ضرر نہ ہو اور اگر اکھاڑنا وقف کے لئے ضرر رساں ہے تو متولی دو قیمتوں میں سے اقل قیمت کے بدلے مال وقف سے وقف کیلئے ان درختوں کا مالک بن جائے گا، دو قیمتوں سے مراد زمین میں لگے ہوئے درختوں کی قیمت اور اکھاڑے ہوئے درختوں کی قیمت ہے۔ (ت)

(۴) حرام ہے، اور جتنے دنوں اس نے اپنے تصرف میں رکھا اتنے دنوں کا کرایہ جو حصہ وقف کا نرخ بازار سے ہُوا اتنا تاوان اس پر لازم ہوگا کہ وقف کے لئے ادا کرے اور اپنا روپیہ لگا کر جو کچھ اس نے بنایا اگر وہ کوئی مالیت نہیں رکھتا وہ وقف کا مفت قرار پائے گا۔ اور اگر مالیت ہے تو وہی حکم ہے کہ اگر اس کا

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الوقف الفصل الثالث مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۴۱۹

[2] " " الفصل الرابع " " " ۴/ ۴۲۳

[3] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ کتاب الوقف الباب الثانی ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/ ۱۸۹

Marfat.com

اکھیڑنا وقف کو مضر نہیں جتنا اس نے زیادہ کیا اکھیڑ کر پھینک دیا جائے گا وُہ اپنا عملہ اٹھا کرلے جائے اور اگر اس کے بنانے میں اس نے وقف کی کوئی دیوار منہدم کی تھی تو اس پر لازم ہوگا کہ اپنے صرف سے وہ دیوار ویسی ہی بنا دے اور اگر ویسی نہ بن سکتی ہو، بنی ہُوئی دیوار کی قیمت ادا کرے اور اگر اکھیڑنا وقف کو مضر ہے تو نظر کریں گے کہ اگر یہ عملہ اکھیڑا جاتا تو کس قیمت کا رہ جاتا، اتنی قیمت مال مسجد سے اسے دیں گے، اگر فی الحال اس درخت یا اس عملہ کی قیمت مسجد کے پاس نہیں تو یہ یا اور کوئی زمین متعلق مسجد یا دیگر اسباب مسجد کرایہ پر چلا کر اس کرایہ سے قیمت ادا کرینگے اس کے لئے اگر برس درکار ہوں اسے تقاضے کا اختیار نہیں کہ ظلم اس کی طرف سے ہے، یہ سب اس حال میں ہے کہ وہ عمارت اس شخص کی ٹھہرے یعنی متولی تھا تو بناتے وقت گواہ کرلئے تھے کہ اپنے لئے بناتا ہُوں یا غیر تھا تو یہ اقرار نہ کیا کہ مسجد کے لئے بناتا ہُوں ورنہ وہ عمارت خود ہی ملک وقف ہے اور یہ جو ہم نے قیمت لگانے میں اکھڑے ہوئے عملہ کا لحاظ کرنا کہا اس بنا پر ہے کہ غالباً بعد انہدام عملہ کی قیمت گھٹ جاتی ہے، اور اگر حالت موجودہ ہی قیمت حالت ہدم سے کم ہو تو یہی کم لازم آئیگی۔

عقود الدریہ جلد اول ص ۱۵۶:

اذا ثبت کونه وقفا وجبت الاجرة له فی تلك المدة لان منافع الوقف مضمونة علی المفتی به[1]۔

جب اس کا وقف ہونا ثابت ہوگیا تو اس کی اجرت واجب ہے کیونکہ مفتی بہ قول کے مطابق منافع وقف پر ضمان لازم ہوتا ہے (ت)

اشباہ والنظائر مع الغمز صفحہ ۳۰۰:

من ھدم حائط غیرہ یضمن نقصانھا و لایؤمر بعمارتھا الا فی حائط المسجد کما فی کراھة الخانیة[2]۔

جس نے غیر کی دیوار گرادی اس کے نقصان کا ضامن ہوگا مگر اس کی تعمیر کا حکم اس کو نہیں دیا جائے گا سوائے دیوار مسجد کے (کہ اس کی تعمیر کا حکم دیا جائیگا) جیسا کہ خانیہ میں کتاب الکراہیۃ میں ہے (ت)

ردالمحتار جلد پنجم ص ۱۷۶:

فی شرح البیری اما الوقف فقد قال فی الذخیرة اذا غصب الدار

شرح بیری میں ہے لیکن وقف تو اس کے بارے میں ذخیرہ میں فرمایا کہ اگر کسی نے وقف شدہ گھر

---

[1] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ کتاب الوقف الباب الثانی ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/ ۱۷۹

[2] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الغصب ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۹۷

Marfat.com

الموقوفة فهدم بناء الدار للقيم ان يضمنه قيمة البناء اذا لم يقدر الغاصب على ردها ويضمن قيمة البناء مبنيا، لان الغصب ورد هكذا اھ ومقتضاه انه اذا امکنه رد البناء کما کان وجب ولم یفصل فیه بین المسجد وغیرہ من الوقف، ولذا قال البیری فیما سبق وھذا فی غیر الوقف وفی فتاوی قاری الھدایة استاجر دارا وقفا فھدمھا وجعلھا طاحونا الزم بھدمه واعادته الی الصفة الاولی اھ فظھر ان لا فرق بین المسجد وغیرہ من الوقف بخلاف الملك اھ مختصرا۔[1]

غصب کیا اور اس کی دیوار گرادی تو ناظر وقف کو اختیار ہے کہ وہ اس کو عمارت کی قیمت کا ضامن ٹھہرائے اگر غاصب اس کی تعمیر پر قادر نہ ہو اور تعمیر شدہ عمارت کی قیمت کا ضامن ٹھہرایا جائے گا کیونکہ غصب اسی پر واقع ہوا اھ اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ جب غاصب سابقہ حالت پر عمارت بنانے پر قادر ہو تو ایسا کرنا واجب ہے اور اس حکم میں مسجد اور دوسرے وقف میں کوئی فرق نہیں اسی واسطے بیری نے ماقبل میں کہا کہ یہ غیر وقف کا حکم ہے، فتاوی قاری الہدایہ میں ہے کہ ایک شخص نے وقفی گھر کرایہ پر لیا اور اس کو گرا کر آٹا پیسنے کی چکی بنالی تو اس پر لازم قرار دیا جائے گا کہ وہ چکی کو گرا کر مکان کو پہلی حالت پر لوٹائے اھ تو ظاہر ہوا کہ اس حکم میں کوئی فرق نہیں ہوگا چاہے وقف بصورت مسجد ہو یا غیر مسجد بخلاف ملک کے اھ اختصارًا (ت)

عقود الدریہ جلد ۱ ص ۱۵۹:

غصب ارض وقف وزاد فیھا زیادة من عند نفسه وان کانت شیئا لیس بمال ولا له حکم المال توخذ منه بلا شیئ، وان کانت مالا قائما نحو الغراس والبناء امر القاضی الغاصب برفعه وقلعه، الا اذا کان یضر بالوقف فانه یمنع عنه لو اراد ان یفعل ویضمن

کسی نے وقف کا احاطہ غصب کرکے اپنی طرف سے اس میں کچھ اضافہ کردیا، اگر تو وہ اضافہ مال یا حکم مال کے قبیلہ سے نہیں تو بلا عوض اس سے واپس لیا جائے گا اور اگر وہ اضافہ ایسا مال ہے جو زمین کے ساتھ قائم ہے جیسے درخت اور عمارت تو قاضی غاصب کو حکم دے گا کہ وہ اس کو اکھاڑلے جبکہ اکھاڑنے سے وقف کو نقصان نہ پہنچتا ہو اور اگر نقصان پہنچتا ہے تو پھر اس کو اکھاڑنے سے روکا

---

[1] ردالمحتار کتاب الغصب داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۱۵

Marfat.com

القيم او القاضی قیمة ذٰلك من غلة الواقف ان كانت و الا یؤاجر الوقف ویؤتی من اجرته عمادیة و مثله فی الفصولین من ۱۳

جائیگا اگر وُہ اکھاڑنے کا ارادہ کرے، اور متولی یا قاضی اس اضافے کی قیمت کے ضامن ہوں گے اگر وقف کی کوئی آمدنی ہے تو اس سے ضمان دیں گے ورنہ وقف کو کرایہ پر دے کر اس کی اُجرت سے ضمان ادا کرینگے، عمادیہ۔ اور اسی کی مثل فصولین میں ہے (ت)

(۵) جبکہ امام التزام امامت نہیں کرتا کبھی وقت بے وقت آجاتا ہے اور حرف بھی صاف مسموع نہیں ہوتے، اور سائل کا بیان ہے کہ وُہ دیندار متقی بھی نہیں، تو نہ خدمت پوری کرتا ہے نہ خدمت کے مناسب ہے، ضرور مستحق معزولی ہے، بلکہ دو امر اخیر اگر نہ بھی ہوتے تو صرف پہلی بات اسے تنخواہ مقرر لینا اور مال مسجد سے دینا دونوں کے حرام کرنے کو کافی ہے، درمختار کتاب الوقف فروع فصل نہر الفائق سے:

فیجب علیه خدمة وظیفة او ترکها لمن یعمل والا اثم[2]

اپنے وظیفہ کی خدمت کرنا اس پر واجب ہے، یا اس شخص کے لئے چھوڑ دے جو یہ خدمت کرے ورنہ گنہ گار ہوگا۔ (ت)

جتنی مدتوں وہ کبھی کبھی آیا اور تنخواہ پوری دی گئی حساب کرکے اوقاتِ حاضری کی تنخواہ مجرا کرنا لازم ہے، اس پر فرض ہے کہ واپس دے، اور متولی پر فرض ہے کہ واپس لے۔ فتاوٰی خیریہ جلد ا صفحہ ۱۷۳:

سئل فی رجل بیده وظیفة امامة علی مسجد کل یوم بعثمانی وقد تناول جمیع المعلوم من قیم الوقف والحال انه کان ام فی بعض الاوقات دون بعض فهل لایستحق المعلوم الا بمقدار ما باشر والباقی یرجع علیه به و یکون موفر الجهة الوقف اجاب الذی تحصل من کلام البحر ان مقتضی کلام الخصاف انه لایستحق الا بمقدار

ایک شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس کے ہاتھ میں کسی مسجد کی امامت کا وظیفہ تھا بحساب ایک عثمانی (روپیہ) یومیہ، اور اس نے متولی سے تمام تنخواہ اکٹھی وصول کرلی جبکہ صورتِ حال یہ ہے کہ وہ بعض اوقات امامت کراتا رہا اور بعض اوقات غیر حاضر رہتا تو کیا وہ صرف انہی دنوں کی تنخواہ کا مستحق ہے جن میں اس نے امامت کرائی اور باقی دنوں کی تنخواہ متولی اس سے واپس لے گا اور اس طرح وہ جہت وقف کا پورا حق ادا کرنے والا ہوگا، تو جواب دیا کہ کلام بحر سے جو حاصل ہوتا ہے وُہ یہ ہے کہ خصاف کے کلام کا تقاضا

---

[1] العقود الدریة فی تنقیح الفتاوی الحامدیة کتاب الوقف الباب الثانی ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/۱۸۳-۱۸۲

[2] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۹۰

Marfat.com

ماباشر، وبه صرح ابن وهبان في المسافر للحج اوصلة الرحم حيث قال لاينعزل ولايستحق المعلوم مدة سفره مع انهما فرضان[1]

یہی ہے کہ جن دنوں کی امامت اس نے کرائی صرف انہی دنوں کی اُجرت کا مستحق ہے۔ ابن وھبان نے اسی کی تصریح فرمائی 'حج یا صلہ رحمی کے لئے سفر میں جہاں انھوں نے فرمایا کہ وہ معزول نہ ہوگا اور نہ مدتِ سفر کی تنخواہ کا مستحق ہوگا باوجودیکہ یہ دونوں چیزیں فرض ہیں (ت)

بلکہ انصافاً وہ متولی یا مہتم کہ اس حالت پر اسے پُوری تنخواہ دیتا رہا وہ بھی مستحق عزل ہے کہ بلا استحقاق دینے سے مال مسجد پر متعدی ہے۔

(۶) حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

جنبوا مساجدكم صبيانكم ومجانينكم ورفع اصواتكم[2] رواه ابن ماجة عن واثلة بن الاسقع وعبد الرزاق في مصنفه بسند امثل منه عن معاذ بن جبل رضي الله عنهما۔

اپنی مسجدوں کو بچّوں اور مجنونوں اور آوازیں بلند کرنے سے محفوظ رکھو۔ (اس کو ابن ماجہ نے بروایت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالٰی عنہ اور اس سے زیادہ بہتر سند کے ساتھ امام عبدالرزاق نے اپنی مصنّف میں بروایت حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

اگر نجاست کا ظن غالب ہو تو انھیں مسجد میں آنے دینا حرام اور حالت محتمل و مشکوک ہو تو مکروہ۔ اشباہ مع الغمز صفحہ ۳۸۰ و درمختار اواخر مکروہات الصلوٰۃ :

يحرم ادخال صبيان ومجانين حيث غلب تنجيسهم والا فيكره[3]

اگر بچّوں اور پاگلوں کے مسجد کو نجس کرنے کا گمان غالب ہو تو انھیں مسجد میں داخل کرنا حرام ورنہ مکروہ ہے۔ (ت)

یُوں ہی اگر بچّے بلکہ بوڑھے بھی بے تمیز، نامہذب ہوں، غل مچائیں، بے حُرمتی کریں، مسجد میں نہ آنے دئے جائیں، درمختار محل مذکور :

---

[1] فتاوٰی خیریۃ کتاب الوقف دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۸۶
[2] سُنن ابن ماجہ ابواب المساجد باب مایکرہ فی المساجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۵
[3] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ و مایکرہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۳

Marfat.com

يحرم فيه السوال ويكره الاعطاء و انشاد ضالة وشعر الامافيه ذكر ورفع صوت بذكر الا للمتفقهة ويمنع منه كل مؤذ ولو بلسانه[1]

مسجد میں سوال کرنا حرام اور سائل کو مسجد میں دینا مکروہ ہے، اور اسی طرح گمشدہ چیز کا مسجد میں اعلان کرنا، اور ایسے اشعار پڑھنا جن میں ذکر نہ ہو اور فقہ کی تعلیم وتعلم کے علاوہ آواز بلند کرنا مکروہ ہے، اور کل ایذا دینے والے کو مسجد سے منع کیا جائیگا اگرچہ زبان سے ایذا پہنچاتا ہو۔ (ت)

اور اگر ایسے نہ ہوں تو انھیں مسجد میں غیر اوقات نماز میں پڑھانا مضائقہ نہیں رکھتا جبکہ معلم بلا تنخواہ محض لوجہ اللہ پڑھاتا ہو ورنہ ہرگز جائز نہیں اگرچہ جوان اور بوڑھے ہی پڑھیں کہ اب یہ اور پیشوں کی طرح دنیا کمانا ہے اور مسجد میں اس کی اجازت نہیں۔ فتاوٰی عالمگیری جلد ۵ ص ۱۲۲:

لوجلس المعلم فى المسجد والوراق يكتب فانكان المعلم يعلم للحسبة والوراق يكتب لنفسه فلاباس به لانه قربة وان كان بالاجرة يكره الا ان تقع لهما الضرورة كذا فى محيط السرخسى[2]

اگر معلم مسجد میں بیٹھ کر تعلیم دیتا ہے اور کاتب مسجد میں بیٹھ کر لکھتا ہے اگر تو معلم ثواب کی نیت سے ایسا کرتا ہے اور کاتب اپنے لئے لکھتا ہے نہ کہ اُجرت پر تو حرج نہیں کیونکہ یہ قربت وعبادت ہے اور اگر اُجرت کے لئے ہے تو بلا ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے، امام سرخسی کی محیط میں بھی ایسا ہی ہے۔ (ت)

اشباہ والنظائر صفحہ ۳۸۱:

تكره الصناعة فيه من خياطة وكتابة باجر وتعليم صبيان باجر لا بغيره الا لحفظ المسجد فى رواية[3]۔

مسجد میں سلائی یا کتابت کا پیشہ اجرت پر کرنا اور اجرت لے کر بچوں کو پڑھانا مکروہ ہے جبکہ بلا اُجرت ہو تو حرج نہیں، ایک روایت میں ہے کہ حفاظتِ مسجد کیلئے بغیر اجرت پر بھی ایسا کرنے کی اجازت ہے (ت)

غمز العیون ص ۳۸۱:

---

[1] درمختار کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۴-۹۳

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۲۱

[3] الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی احکام المسجد ادارۃ القرآن کراچی ۲/۲۳۱

Marfat.com

فی الفتح معلم الصبیان القرآن کالکاتب ان باجر لایجوز وحسبة لاباس بہ انتھی، وفی شرح الجامع الصغیر للتمرتاشی لایجوز تعلیم الصبیان القرآن فی المسجد للمروی جنبوا مجانینکم وصبیانکم مساجدکم انتھی وھو صریح فی عدم الجواز سواء کان باجر اولا اھ **اقول** والتوفیق ما اشرنا الیہ ان لوکانوا غیر مامونین علی المسجد لم یجز مطلقا والا جاز حسبةً لاباجر والدلیل علیہ استدلالہ بالحدیث وقد قرنوا فیہ بالمجانین فالمراد فی الحدیث من لایعقل اولایؤمن علیہ وفی فرع التمرتاشی غیر المامونین خاصة اذ من لایعقل لایعلم، واللہ سبحٰنہ اعلم۔

کی تعلیم دینے والا کاتب کی طرح ہے اگر اجرت پر ہو تو ناجائز اور نیتِ ثواب سے ہو تو جائز ہے انتھی، تمرتاشی کی شرح جامع صغیر میں ہے کہ بچوں کو مسجد میں تعلیم قرآن جائز نہیں کیونکہ مروی ہے کہ اپنی مسجدوں کو اپنے بچوں اور پاگلوں سے محفوظ رکھو انتھی، یہ عدم جواز میں صریح ہے چاہے اجرت پر ہو یا بلا اجرت اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) کہ تطبیق جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا یہ ہے کہ اگر مسجد (کی طہارت واحترام) کے سلسلہ میں ان پر بھروسا نہیں تو مطلقاً ناجائز ہے ورنہ بنیت اجر وثواب جائز اور اجرت پر ناجائز ہے، اور اس پر دلیل اس حدیث سے استدلال ہے کہ اس میں بچوں کے ذکر کے ساتھ پاگلوں کا ذکر ہے، لہذا حدیث میں بچوں سے مراد وہ ہیں جو بے عقل ہوں یا ان پر (آداب مسجد کے سلسلہ میں) بھروسا نہ کیا جاسکتا ہو۔ فرع تمرتاشی میں بطور خاص غیر مامون (بے بھروسا) کا ذکر ہے (نہ کہ بے عقل کا) کیونکہ جسے عقل نہیں وہ تعلیم حاصل نہیں کرسکتا۔ واللہ سبحٰنہ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷۲: از قصبہ حسن پور ضلع مراد آباد تحصیل حسن پور مرسلہ اشرف علی خاں ۲۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ

ایک شخص کے سپرد مسجد کی روشنی کا اہتمام ہے اور اس کو دوسرا شخص تیل کے لئے صرف دیتا ہے اب پہلے شخص نے جس کو روپیہ صرفہ کے لئے دیا جاتا ہے اس نے روشنی میں کمی کرکے یا زیادہ صرفہ لے کر اور کم صرف کیا اور کچھ دام بچاکر وہ اپنے ذاتی صرفہ میں لایا اور اب وہ شخص جو اپنے صرفہ میں لایا ہے اس مقام سے چلا آیا اور دوسرے مقام پر موجود ہے اب اس کا خیال ہے کہ میں نے جو کچھ بچایا تھا اور صرف کیا وہ ادا کردوں اور میرا یہ گناہ معاف ہوجائے تو اب اس کو کیا کرنا چاہئے آیا وہ اسی مسجد میں اور اسی تیل کو

---

[1] غمز العیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الثالث ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۲۳۱

Marfat.com

روشنی کے کام دے یا وہ دوسری مسجد میں جہاں وہ اب موجود ہے وہاں پر کسی مسجد شکستہ یا قلعی وغیرہ کیلئے دے دے جس سے اس کا گناہ معاف ہو۔

الجواب

اس پر توبہ فرض ہے اور تاوان ادا کرنا فرض ہے جتنے دام اپنے صرف میں لایا تھا اگر یہ اس مسجد کا متولی تھا تو اسی مسجد کے تیل بتی میں صرف کرے دوسری مسجد میں صرف کر دینے سے بری الذمہ نہ ہوگا اور اگر متولی نہ تھا تو جس نے اسے دام دئے تھے اسے واپس کرے کہ تمھارے دئے ہوئے داموں سے اتنا خرچ ہُوا اور اتنا باقی رہا تھا کہ تمھیں دیتا ہُوں،

لانہ ان کان متولیا فقد تم التسلیم و الا بقی علی ملك المعطی ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ اس لئے کہ اگر وہ متولی ہے تو تسلیم تام ہوگئی ورنہ معطی کی ملک پر باقی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷۳ از کانپور مدرسہ امداد العلوم محلہ بانس منڈی مرسلہ شمس الہدٰی ۲۷ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت نے ایک مسجد تیار کرائی حالانکہ وہ اور اولاد سب اس کی سُود و رشوت کھاتے ہیں اور قبل ان افعال ناجائز کے وہ مفلس تھے اور ۱۷، ۱۸ آدمی جو پرہیزگار و متقی ہیں اس امر کی گواہی دیتے ہیں کہ یہ مسجد حرام کے مال سے تیار کرائی گئی لیکن بانیِ مسجد اور اس کے دو۲ چار۴ متبع کہتے ہیں کہ حلال کے مال سے بنائی گئی، بنابراں صورتوں کے چند مسلمانوں نے اتفاق ہو کر دوسرے محلہ میں ایک مسجد جدید بنائی ہے بناءً علیہ کہ اس میں نماز نہیں ہوگی، پس ان صُورتوں میں کس میں نماز شرعًا ناجائز؟ اگر ناجائز تو کون سی ناجائز؟ اور کس میں شرعًا بہتر و اولٰی؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اس بارے میں صاحبِ مال کا قول شرعًا معتبر ہے، اگر وہ کہے یہ مال مجھے وراثۃً ملا تھا یا میں نے قرض لے کر لگایا تو مانا جائے گا، اور اس سے کوئی دلیل اس پر طلب نہ کی جائے گی کما نص علیہ فی العالمگیریۃ وغیرھا (جیسا کہ عالمگیریہ وغیرہ میں اس پر نص کی گئی ہے۔ ت) ان سترہ اٹھارہ کا کہنا اگر صرف اس بناء پر ہے کہ ان لوگوں کے پاس مال حرام ہے تو وہی لگایا ہوگا جب تو محض بے دلیل ہے ان کے پاس صرف مال حرام کب ہے سائل سود کھانا بتاتا ہے سود بلاشبہہ حرام ہے مگر اس کیلئے اصل درکار ہے اصل نہ ہوگی تو سُود کاہے پر لے گا، سود کے حرام ہونے سے اصل کیوں حرام ہونے لگی، بعد بالفرض ان کے پاس صرف مال حرام ہی ہو تو کیا یہ لوگ شہادت دیں گے کہ ان کے سامنے ان لوگوں نے

Marfat.com

اپنا مال حرام بائعوں کو دکھایا اور ان سے کہا کہ ان روپوں کے عوض ہم کو اینٹ کڑی تختہ دے دو جب انھوں نے دی وہی زرِحرام انھوں نے ثمن میں دے دیا اور اس طرح کا اینٹ کڑی تختہ خریدا ہوا مسجد میں لگایا یونہی مسجد کی زمین اپنا مال حرام بائع کو دکھا کر خاص اس کے عوض خریدی اور وہی ثمن میں دیا اور ایسی خریدی ہوئی زمین کو مسجد کیا، ان سترہ اٹھارہ میں ایک بھی ایسی شہادت نہ دے سکے گا اور جب اس طرح خریداری نہ ہو تو ان کا مال حرام سہی اینٹ کڑی تختہ زمین جو کچھ خریدا حلال تھا،

كما حققه فی الطريقة المحمدية والحديقة الندية بل رجح فوق ذلك قد بيناه فی فتاوٰنا۔

جیسا کہ طریقہ محمدیہ اور حدیقہ ندیہ میں اس کی تحقیق (مصنفِ کتاب نے) فرمائی بلکہ اس کو ترجیح دی اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کو مفصل بیان کیا ہے۔ (ت)

لہذا اس مسجد کا آباد کرنا مسلمانوں پر لازم اور وہ دوسری مسجد جو اللہ عزوجل کے لئے بنائی وہ بھی مسجد ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۴: از شہر مرسلہ حافظ چھٹن محلہ ذخیرہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک ہندو کے مبلغ للعہ روپیہ سود ہے ایک مسلمان پر چاہئے ہیں مسلمان روپیہ دینے سے انکار کرتا ہے کیونکہ اس کے پاس روپیہ نہیں ہے وُہ ضامن طلب کرتا ہے ضامن بھی نادہند ہے کچھ مسلمانوں نے اس ہندو سے کہا کہ یہ روپیہ مسجد کے نام تو اگر کر دے تو ہم وصول کرلیں گے، لہٰذا یہ روپیہ مسجد میں جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

جبکہ اس میں سُود بھی شامل ہے تو اتنا تو حرام قطعی ہے اور اگر پہلے یہ کچھ سود میں دے چکا ہو تو اتنا اصل میں مجرا ہونا لازم ہے، جتنا باقی رہا اتنا اگر وہ ہندو اپنی خوشی سے کسی مسلمان کو دے اور اسے وصول کرنے کا اختیار دے تو اب وُہ روپیہ اس مسلمان کا ہے اسے مسجد میں لگا دینے میں کوئی حرج نہیں اور اگر وہ کسی مسلمان کو نہ دے بلکہ یہی کہے کہ وہ وصول کرکے میری طرف سے مسجد میں لگا دو تو نہ لیا جائے۔ حدیث میں فرمایا:

انی نهيت عن زبد المشركين[1] (مجھے مشرکوں کی داد و دہش سے منع کر دیا گیا ہے۔ ت)

---

[1] جامع الترمذی ابواب السیر باب ماجاء فی قبول ہدایا المشرکین امین کمپنی دہلی ۱/۱۹۱

Marfat.com

نیز فرمایا: انا لا نستعین بمشرك[1] (بیشک ہم کسی مشرک سے مدد طلب نہیں کرتے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۷۵ از موضع سرنیا ضلع بریلی مرسلہ شیخ امیر علی صاحب قادری رضوی ۲۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

کنواں سرراہ ہے اس سے سب قوم پانی پیتی ہے، ہندو مسلمان۔ اور مسجد بھی قریب ہے، مسجد کے خرچ میں اسی کنویں کا پانی آتا ہے، اس وقت وہ کنواں مرمت کرنے کے لائق ہے، اگر ہندو اس کی مرمت کرائے تو کچھ حرج ہے یا نہیں؟

الجواب

سائل نے بیان کیا کہ وہ کنواں مسجد کا نہیں، نہ وہاں کوئی آبادی ہے، مسافر لوگ مسجد میں نماز پڑھتے، کنواں راہ گیروں کے لئے ہے، ہندو اس کی مرمت کرانا چاہتا ہے کرائے، جبکہ وہ اس کی وجہ سے کوئی استحقاق اپنا ایسا نہ کرے کہ وضو غسل میں مزاحم ہوسکے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۶ از سہسرام ضلع گیا مرسلہ حکیم سراج الدین احمد صاحب ۳ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

فرق درمیان فضائل مسجد و مدارس کے کیا ہیں؟ حضور آقائے نامدار رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بھی کوئی مدرسہ تعمیر کیا تھا یا نہیں؟

الجواب

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کوئی مدرسہ تعمیر نہ فرمایا، نہ صدرِ اوّل میں کوئی عمارت بنام مدرسہ بنانے کا دستور تھا۔ ان کی مساجد ان کی مجالس یہی مدارس ہوتی تھیں۔ ہاں تعلیم علم دین ضرور فرض ہے اسی لئے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت ہوتی ہے۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انما بعثت معلما[2]۔ حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا۔ (ت)

وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انما حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: میں

---

[1] سنن ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی المشرک یسہم لہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۹
سنن ابن ماجہ ابواب الجہاد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۸
المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الجہاد باب فی الاستعانۃ بالمشرکین ادارۃ القرآن کراچی ۱۲/ ۳۹۵
[2] سنن ابن ماجہ باب فضل العلماء الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰

Marfat.com

انا لکم بمنزلۃ الوالد اعلمکم[1]

تمہارے لئے بمنزلہ والد کے ہوں تمہیں تعلیم دیتا ہوں (ت)

وقال عزوجل یعلمھم الکتٰب والحکمۃ[2]۔

اللہ عزوجل نے فرمایا کہ وہ (نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ان لوگوں کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں (ت)

مساجد کی تعمیر واجب ہے اور مدرسہ کے نام سے کسی عمارت کا بنانا واجب نہیں، ہاں تعلیم علم دین واجب ہے۔ اور مدرسہ بنانا بدعتِ مستحبہ۔ تعمیرِ مسجد کی فضیلت بیشمار ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من بنیٰ للہ مسجدا بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ[3] وفی روایۃ من در ویاقوت[4]

جو اللہ عزوجل کے لئے مسجد بنائے اس کے لئے اللہ عزوجل جنت میں موتیوں اور یاقوت کا گھر بنائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۷۷: از ویجیانگرم ضلع وزیگاپٹم مرسلہ حاجی علی محمد عثمان ۲۰ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

یہاں کی جامع مسجد میں اندر کے طاقوں والے ستونوں پر یہ تاریخ لکھی ہے:

از حکم مہاراج عالی لقب ٭ محمد علی حاجی خوش لقب٭ باحداث مسجد سعی نمود، کزاں مومناں راشدہ صد طرب بتاریخ او گشت الہام حق، کہ واسجد بدرگاہ رب واقترب ٭ زلطف خداوندحی وصمد، محمد ابراہیم خوئے لقب بتعمیر مسجد چوں بنمود عزم، دوبارہ پئے قرب درگاہِ رب ٭ پئے تاریخش آمد بگوشش ۱۳۴۲۔ نگر حکم رب واسجد واقترب۔

مہاراج بلند لقب کے حکم سے اچھے لقب والے حاجی محمد علی نے مسجد بنانے کی کوشش کی جس سے مومنوں کو سیکڑوں خوشیاں حاصل ہوئیں، اس کی تاریخ کے بارے میں حق تعالیٰ کی طرف سے یوں الہام ہوا کہ واسجد بدرگاہ واقترب (پروردگار کی بارگاہ میں سجدہ کر اور قرب حاصل کر) زندہ وبے نیاز خداوند قدوس کی مہربانی سے پروردگار کا قرب حاصل کرنے کی خاطر محمد ابراہیم خوئے لقب نے دوبارہ مسجد کی تعمیر کا عزم کیا تو اس کی تاریخ کیلئے یہ صدا کان میں آئی کہ نگر حکم رب واسجد واقترب (پروردگار کا یہ حکم دیکھ کہ سجدہ کر اور قریب ہوجا)۔ (ت)

---

[1] سنن ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب کراہیۃ استقبال القبلۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۲۹

[3] سنن ابن ماجہ ابواب المساجد باب من بنی للہ مسجدًا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۴
مسند احمد بن حنبل مروی از مسند عبداللہ بن عباس دارالفکر بیروت ۱/ ۲۴۱

[4] المعجم الاوسط حدیث ۵۰۵۵ مکتبۃ المعارف الریاض ۶/ ۲۷

Marfat.com

تحقیقات سے معلوم ہُوا کہ پہلی مرتبہ اس مسجد کی بنا حاجی محمد علی نے یہاں کے ہندو راجہ کے حکم سے کی اور حاجی محمد علی شیعہ مذہب کا تھا، بعد میں اس مسجد کو گرا کر دوسری مرتبہ اسی جگہ پر سُنّی مسلمانوں نے چندہ کرکے پھر نئے سرے سے تعمیر کی گئی جس چندہ میں زیادہ حصہ محمد ابراہیم خوئے لقب نے لیا جو شیعی مذہب کا ہے جس کا نام تاریخ میں لکھا ہے مگر اس مسجد میں شیعوں کا تصرف کسی قسم کا ہے نہ ان میں سے کوئی نماز کو آتا ہے، امام و مؤذن کی تنخواہیں راجہ کے خزانہ سے ملتی ہیں جن میں سے مسجد کے چراغ بتی بھی ہوتی۔ اب ان کے احکام بیان فرمائیں کہ اس مسجد میں نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ یہ مسجد مسجد جامع کا حکم رکھتی ہے یا نہیں؟ ہندو راجہ کے پیسہ سے مسجد کے چراغ بتی کا کیا حکم ہے؟

الجواب

نماز اس میں ہوسکتی ہے تو اصلاً یہ محلِ اشتباہ نہیں۔ نماز ہر پاک جگہ ہوسکتی ہے جہاں کوئی ممانعت شرعی نہ ہو اگرچہ کسی کا مکان یا افتادہ زمین ہو۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جعلت لی الارض مسجدا وطهورا فایما رجل من امتی ادرکته الصلٰوۃ فلیصل[1]۔ میرے لئے زمین کو جائے نماز اور پاک کرنے والی بنایا گیا ہے لہٰذا میری امت میں سے کسی شخص کو جہاں بھی نماز کا وقت آجائے تو اس کو وہاں ہی نماز پڑھ لینی چاہئے۔ (ت)

اور جب وُہ تقریباً سَو برس سے مسجد کہلاتی، مسجد سمجھی جاتی ہے اس میں جمعہ و جماعت و اذان ہوتی ہے اس کے لئے امام و مؤذن مقرر ہیں تو اب اسے مسجد سمجھنے میں شبہہ پیدا کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ ہندو راجہ کے حکم سے بننا اس کو مستلزم نہیں کہ اس کی مملوک زمین میں اسی کی ملک پر بنی ہے کہ مسجد نہ ہوسکے بلکہ غالب یہی ہے کہ شہر کی زمین پر جس کا کوئی شخص مالک نہیں ہوتا اور والیانِ ملک اس میں بطورِ خود تصرف کرتے ہیں جسے چاہتے ہیں دیتے ہیں جو چاہتے ہیں بنواتے ہیں۔ ایسی زمین پر باجازتِ راجہ بنی، ملک کی غیر مملوک زمین اللہ عزوجل کی ملک ہوتی ہے، بیت المال کی کہلاتی ہے، راجہ اس کا مالک نہیں ہوتا، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عادی الارض للّٰه ولرسوله[2] (زمین اللہ تعالٰے اور رسول صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ملک ہوتی ہے۔ ت)

اور رافضی کے اہتمام سے بننا بھی اس کے مسجد ہونے میں مخل نہیں، اگر اس کا رفض حدِ کفر تک

---

[1] صحیح البخاری کتاب التیمم ۱/۴۸ و کتاب الصلٰوۃ ۱/۶۲ قدیمی کتب خانہ کراچی

[2] السنن الکبرٰی احیاء الموات ۶/۱۴۳ دار صادر بیروت

Marfat.com

نہ تھا جب تو ظاہر، ورنہ غایت یہ کہ اس کے مسجد کرنے سے مسجد نہ ہُوئی، مگر جب مسلمانوں نے اسے مسجد قرار دیا اس میں نمازیں مسجد سمجھ کر پڑھیں مسجد ہوگئی،

فان الارض ان کانت لبیت المال فجاز جعلهم ایاها مسجدا او البناء ان کان من مال المسلمین فبها او من مال المرتد فاذا مات علی ارتداده فصار فیئا للمسلمین او من خزانة الوالی فالخزانة لبیت المال علی ان ما کان لکافر غیر ذمی ولا مستأمن و حصل للمسلمین بغیر غدر و نقض عهد صار لهم علی ان بید نا دلیلا ظاهرا یثبت به الوقف شرعا و هی الشهرة فدعوی خلافه یردها الاحتمال کما بیناه فی فتاونا بتوفیق الله۔

زمین جبکہ بیت المال کی ہو تو مسلمانوں کے لئے جائز ہے کہ اسے مسجد بنادیں اور تعمیر اگر مسلمانوں کے مال سے ہو تو فبہا، یا تعمیر مرتد کے مال سے ہُوئی اس کے ارتداد پر مرنے کے بعد اس کا مال مسلمانوں کے لئے فَے ہوگیا یا والی کے خزانہ سے تعمیر ہوئی تو خزانہ بیت المال کا ہے، اس بنیاد پر غیر ذمی اور غیر مستامن کافر کا مال اگر بغیر دھوکا اور بدعہدی کے بغیر مسلمانوں کو حاصل ہو تو وُہ انہی کا ہو جاتا ہے، علاوہ ازیں ہمارے پاس جو دلیل ہے وُہ ظاہر ہے جس سے شرعاً وقف ثابت ہوجاتا ہے اور وہ دلیل شہرت ہے پس اس کے خلاف دعوٰی کے احتمال کو رَد کر دیتا ہے جیسا کہ ہم نے اللہ تعالٰی کی توفیق سے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ (ت)

یہیں سے ظاہر ہُوا کہ دوبارہ بنا میں کسی شیعی کا چندہ میں زیادہ حصہ لینا اس معنٰی پر ہے کہ تحصیل چندہ میں زیادہ کوشش کی جب تو ظاہر، اور اگر اسی معنی پر ہو کہ زیادہ چندہ اس نے خود اپنے مال سے دیا تو مسجدیت ثابت ہو کر قیامت تک زائل نہیں ہوسکتی،

الا تری ان لو انهدم مسجد فاعاد بناءه کافر بماله لم یخرج عن المسجدیة وان لم یقبل بناءه لکونه غیر اهل للوقف علی المسجد هذا اذا لم یکن مرتدا اما هو فیتوقف الامر علی ان یسلم فیصح کما فی ردالمحتار عن البحر

کیا تو نہیں دیکھتا کہ اگر کوئی مسجد گر جائے اور اس کی عمارت کسی کافر نے دوبارہ اپنے مال سے بنادی تو وہ مسجدیت سے خارج نہ ہوئی اگرچہ کافر کا مسجد کو تعمیر کرنا مقبول نہیں کیونکہ وہ مسجد پر وقف کا اہل نہیں، یہ اس صورت میں ہے کہ کافر غیر مرتد ہو، اور اگر مرتد ہو تو یہ معاملہ موقوف رہے گا حتی کہ وہ مسلمان ہوجائے تو صحیح ہوجائے گا، جیسا کہ بحر سے ردالمحتار میں ہے[1]

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف مطلب فی وقف المرتد والکافر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۶۰

Marfat.com

اویموت علی ردتہ والعیاذ باللہ فیعود فیئاللمسلمین۔ یا وہ حالتِ ارتداد پر مرجائے، اللہ تعالٰی کی پناہ، تو اب یہ مسلمانوں کے لئے مال غنیمت بن جائیگا۔ (ت)

نامسلم کا عطیہ کہ اس کے اپنے مال سے ہو خصوصًا اپنے اسلامی کام میں نہ لانا چاہئے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

انی نھیت عن زبد المشرکین[1]۔ رواہ ابوداؤد والترمذی عن عیاض بن حمار رضی اللہ تعالٰی عنہ، وھو حدیث حسن صحیح۔

بیشک مجھے مشرکوں کے عطیہ سے منع کردیا گیا ہے۔ (اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے عیاض بن حمار رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا، اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

انی لااقبل ھدیۃ مشرک[2]۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن کعب بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔

بیشک میں مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتا۔ (اسے طبرانی نے کبیر میں کعب بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

انا لانقبل شیئا من المشرکین[3]۔ رواہ احمد والحاکم عن حکیم بن حزام رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بیشک ہم مشرکوں کی کوئی شَے قبول نہیں کرتے۔ (اسے احمد اور حاکم نے حکیم بن حزام رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

انا لانستعین بمشرک[4]۔ رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجۃ عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

بیشک ہم مشرکوں سے مدد طلب نہیں کرتے۔ (اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔ ت)

---

[1] جامع الترمذی ابواب السیر باب ماجاء فی قبول ھدایا المشرکین امین کمپنی دہلی ۱/۱۹۱

[2] المعجم الکبیر حدیث ۱۳۸ و ۱۳۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۹/۷۰ و ۷۱

[3] مسند احمد بن حنبل مروی از حکیم بن حزام دارالفکر بیروت ۳/۴۰۳

[4] سنن ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی المشرک یسھم لہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۹

سنن ابن ماجہ ابواب الجہاد باب فی الاستعانۃ بالمشرکین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۸

Marfat.com

اور حدیثیں جواز و اجازت میں بھی ہیں اور توفیق بتوفیق اللہ تعالٰی ہمارے فتاوٰی میں ہے، مگر یہاں ضرور وُہ خرچ خزانہ سے ملتا ہوگا نہ کہ راجہ کی جیب سے، اور خزانہ والیِ ملک کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتا تو اس کے لینے میں حرج نہیں جبکہ کسی مصلحتِ شرعیہ کا خلاف نہ ہو، ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی (یہ وہ ہے جو میرے نزدیک ہے اور حق کا علم میرے رب کے پاس ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۷۸ از پوکھرایرا رائے پور ضلع مظفر پور محلہ نور الحلیم شاہ شریف آباد مرسلہ شریف الرحمن صاحب ۴ شعبان ۱۳۳۶ھ

زید سندی عالم ہے، مالدار ہے، پانچ سات ہزار روپے کی مالیت رکھتا ہے، چندہ یعنی مانگ کر مسجد بنواتا ہے۔ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے، امورِ خیر کے لئے چندہ کرنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، مالدار پر واجب نہیں کہ ساری مسجد اپنے مال سے بنائے، امرِ خیر میں چندہ کی تحریک دلالت خیر ہے۔

ومن دل علی خیر فلہ مثل اجر فاعلہ[1] جو کارِ خیر کی راہنمائی کرے اس کو بھی اتنا ہی اجر ملتا ہے جتنا کارِ خیر کرنے والے کو۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۹ ، ۲۸۰ از اجمیر شریف درگاہِ مقدس مرسلہ نذیر احمد خاں صاحب رامپوری ۲ رمضان ۱۳۳۶ھ

ایک وقفی جاگیر چند منتظمان کے سپرد کی گئی جس میں ایک شاہی مسجد اور اس کی جائداد بھی شامل ہے، منتظمانِ وقفِ خاص نے جائداد مسجد کی کافی آمدنی کو مجموعی سرمایہ وقف میں جمع کیا اور علاوہ اس مسجد کے جس کے لئے یہ جائداد وقف تھی دوسرے ابوابِ وقف میں صرف کردیا اور اس مسجد کو ویران رکھا۔ امام مؤذن نماز واذان پنجگانہ کا انتظام کیا نہ پانی روشنی کا اہتمام، حتی کہ مسجد کی ضروری مرمت و صفائی تک نہیں کرائی جاتی۔

اوّل ایک وقف کی آمدنی باوجود اس کی ضروریات موجود ہونے کے غیر آباد رکھ کر دوسرے ابواب میں صرف کردینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو صرف شدہ مال مسجد کو ابواب مصروف فیہا (خواہ وقفی ہی ہوں) سے واپس لے کر اس مسجد میں صرف کرانے کا مسلمانان کو حق حاصل

---

[1] صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب فضل اعانۃ الغازی فی سبیل اللہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۳۷

Marfat.com

ہے یا نہیں ؟

دوم منتظمانِ وقف اس صورت میں شرعاً کسی تعزیر و سزا کے مستوجب ہیں اور واجب العزل ہیں یا نہیں ؟

الجواب

مسجد کی آمدنی دوسرے اوقاف میں صرف کرنا حرام ہے اگرچہ مسجد کو حاجت بھی نہ ہو نہ کہ بحالِ حاجت کہ حرام حرام اشد حرام ہے۔ مالِ مسجد اگر بعینہٖ موجود ہو واپس لیا جائے اگرچہ دوسرے وقف یا مسجد دیگر میں ہو اور جو صرف ہوگیا اس کا تاوان منتظمین پر لازم ہے ان سے وصول کیا جائے اور ان کا معزول کرنا واجب ہے کہ وہ غاصب و خائن ہیں اگر صورت مذکورہ واقعیہ ہے ۔ درمختار میں ہے :

اتحد الواقف والجهة وقل مرسوم بعض الموقوف عليه جاز للحاكم ان يصرف من فاضل الوقف الاخر عليه و ان اختلف احدهما بان بنى رجلان مسجدين اورجل مسجدا و مدرسة و وقف عليهما اوقافا لا يجوز له ذٰلك[1]

واقف وجہت وقف متحد ہو اور بعض موقوف علیہ کے مشاہرہ میں کمی واقع ہو جائے تو حاکم کو جائز ہے کہ دوسرے وقف کی فاضل آمدنی میں سے کچھ اس پر صرف کرے اور اگر ان دونوں یعنی واقف و جہت میں سے کوئی ایک مختلف ہو جیسے دو شخصوں نے الگ الگ دو مسجدیں بنوائیں یا ایک ہی شخص نے ایک مسجد اور ایک مدرسہ بنوایا اور دونوں کے مصالح کے لئے الگ الگ اوقاف متعین کئے ہوں تو ایک کی آمدنی دوسرے پر خرچ کرنے کا اختیار حاکم کو نہیں ۔ (ت)

اسی میں ہے :

ينزع وجوبا بزازية ولو الواقف درر فغيره بالاولى غير مأمون[2] ۔ واللہ تعالٰی اعلم ۔

متولی سے وجوباً وقف واپس لیا جائیگا (بزازیہ) اگرچہ خود واقف ہو (درر) لہٰذا غیر واقف اگر متولی ہو تو بدرجہ اولٰی اس سے وقف واپس لیا جائیگا درانحالیکہ وہ امین نہ ہو (بلکہ خائن ہو)۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۰

[2] " " " " " ۱/۳۸۳

Marfat.com

مسئلہ ۲۸۱ مسئولہ آفتاب الدین از مدرسہ منظر اسلام

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ زمین ہندو زمیندار سے مول لے کر مسجد کے لئے وقف کریں مگر وہ زمیندار مسلمانوں کے ہاتھ نہیں بیچتا ہے، تو اس صورت میں مسجد بنانے کے لئے کیا حکم ہے؟ آیا کہ موروثی زمین پر مسجد بنا کر نماز پڑھیں یا اپنے اپنے گھر نماز پڑھیں اور نمازِ جمعہ کے بابت کیا حکم ہے جب ہندو زمیندار اپنی زمین نہ بیچے؟

الجواب

ہندو اگر بیچتا نہیں اس سے کوئی مسلمان اپنے نام ہبہ کرالے پھر یہ مسلمان اسے مسجد کردے، موروثی ہونے سے زمین ملک مزارعان نہیں ہوجاتی، اور وقف کرنے کے لئے ملک ضرور ہے، اگر وہ ہبہ نہ بھی کرے تو گھروں میں یا جہاں مناسب تر ہو نماز پڑھیں اور جمعہ بھی اگر وہ جگہ شہر یا فنائے شہر ہو۔ گاؤں میں جمعہ خود ہی جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۸۲

ایک مسجد نہایت تنگ ہے کہ اس میں بیس آدمی سے زائد نمازی نماز نہیں پڑھ سکتے، یہاں کا زمیندار ہندو ہے وہ عرض وطول میں گھٹانے بڑھانے کی اجازت نہیں دیتا ہے ایسی صورت میں مسجد کو بحیثیت دو منزلہ تعمیر کرکے اور نیچے اس کے دکانیں بنا کر اس کو کرایہ پر دے سکتا ہے یا نہیں؟ اور اس کرایہ کو مسجد کے صرف میں لانے کا خیال ہے اور مسجد کو دکانوں کے اوپر بنا سکتا ہے یا نہیں؟ ایسی صورت میں اس وقت سجدہ گاہ نیچے ہے اور پھر دکانوں کے اوپر ہو اس کے واسطے جو حکم ہو مع حوالہ حدیث قوی و مستند کے دیا جائے۔

الجواب

مسجد کو دکانیں کر دینا حرام قطعی ہے، توسیع کے لئے یہ ہوسکتا ہے کہ دو منزلیں کر دی جائیں وقتِ ضرورت بالاخانہ پر بھی نماز ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۳ تا ۲۸۴ از الہ آباد سرائے گڑھا دار الطلبہ مرسلہ محمد نصیر الدین صاحب ۱۹ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

سوال اوّل: ایک مسجد کے متعلق کچھ دکانیں ہیں اور مسجد کے وقفنامہ کا کچھ پتا نہیں ہے البتہ اس کی آمدنی متولی سابق اپنے و مسجد کے ضروری اخراجات میں صرف کرتے تھے ان کے زمانہ میں زیر باری بہت ہوگئی تھی تاہم رمضان المبارک کی تراویح میں قرآن شریف ختم ہونے کے بعد شیرینی منگا کر تقسیم کرتے تھے اور ان سے پیشتر جو متولی تھے وہ علاوہ ان اخراجات کے رمضان شریف میں روزانہ افطاری بھی منگا کر نمازیوں کو تقسیم کرتے تھے

Marfat.com

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس مسجد کی آمدنی سے اب مٹھائی اور افطاری منگانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب ھو الموفق والصواب

صورتِ مسئولہ میں ختم کی مٹھائی اور رمضان شریف میں افطاری منگانا جائز ہے اس لئے کہ مسجد کی آمدنی کے متعلق پیشتر وقف نامہ کے شرائط کے مطابق عملدرآمد کرنا چاہیے، اور اگر وقف نامہ موجود نہ ہو تو متولیان سابق کے تعامل کے مطابق عمل کرنا چاہیے اور اگر تعامل کا بھی حال معلوم نہ ہو تو جو مسجد کے ضروری اخراجات شرعاً ثابت ہوں اس میں خرچ کرنا چاہیے، جیسا کہ شامی کتاب الوقف میں مذکور ہے:

وفی الخیریۃ ان کان للوقف کتاب دیوان القضاۃ المسمی فی عرفنا بالسجل وھو فی ایدیھم اتبع ما فیہ استحسانا اذا تنازع اھلہ فیہ، والا ینظر الی المعھود من حالہ فیما سبق من الزمان من ان قوامہ کیف کانوا یعملون وان لم یعلم الحال فیما سبق رجعنا الی المقیاس الشرعی وھو ان من اثبت بالبرھان حقا حکم لہ بہ[1] اھ فقط واللہ تعالٰی اعلم کتبہ محمد عبد الکافی۔

فتاوٰی خیریہ میں ہے کہ اگر وقف کے لئے کوئی تحریر دفتر قضاۃ یعنی قاضی کے رجسٹر میں ہے جس کو ہمارے عرف میں سجل کہا جاتا ہے تو متولیانِ وقف میں اختلاف کی صورت میں استحساناً اس تحریر کے مندرجات کی اتباع کی جائیگی ورنہ دیکھا جائے گا کہ زمانۂ سابقہ سے اس وقف کا حال معہود و معروف کیا چلا آرہا ہے یعنی متولیانِ سابق کیسے کرتے تھے اگر یہ بھی معلوم نہ ہو سکے تو پھر ہم اس قیاس شرعی کی طرف رجوع کریں گے کہ جس نے برہان سے حق ثابت کردیا اس کے لئے اس حق کا فیصلہ کردیا جائے گا اھ فقط واللہ تعالٰی اعلم، اس کو محمد عبدالکافی نے لکھا ہے۔ (ت)

سوال دوم: ایک مسجد کے سابق متولی سید تھے، وہ بہت نیک و سادہ طبیعت تھے، ان کی سادگی سے کچھ لوگوں نے مسجد کو نقصانات پہنچادئے، ان وجہوں سے ان کی مسجد سے علیحدگی بھی ہوگئی، اب ان کی بے عنوانیوں کو پتھر پہ کندہ کرا کے مسجد میں نصب کرانا جس سے ان کو صدمہ روحی ہوگا جائز ہے یا نہیں؟ گو ان کا نام مذکور نہیں ہے بلکہ بجائے نام متولی سابق لکھا گیا ہے جن کو اس لقب کے ساتھ شہر کے لوگ جانتے ہیں۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۴۰۴

Marfat.com

الجواب

جب کہ سید صاحب کی علیحدگی ہوگئی اور ان کو مسجد سے کوئی تعلق نہ رہا تو ان کی برائیوں کا کندہ کرکے نصب کرانا نہ چاہیے اس لئے کہ جو کچھ ان سے غفلت ہوئی اس کا عوض ان کو مل چکا اب ہمیشہ کے لئے علانیہ پتھر پر ان کی بے عنوانیاں کندہ کرا کے نصب کرانا جائز نہیں بلکہ یہ غیبت میں داخل ہے، جیسا کہ درمختار میں مذکور ہے:

فی کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع وکما تکون الغیبۃ باللسان صریحا تکون ایضا بالفعل وبالتعریض وبالکتابۃ وبالحرکۃ وبالرمز وبغمز العین والاشارۃ بالید وکل ما یفھم منہ المقصود فھو داخل فی الغیبۃ وھو حرام[1] الخ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ کتبہ محمد عبدالکافی۔

کتاب الحظر والاباحۃ میں بیع کے متعلق فصل کے تحت مذکور ہے کہ غیبت جس طرح صراحتاً زبان سے ہوتی ہے اسی طرح عمل، تعریض، تحریر، حرکت، رمز، آنکھ اور ہاتھ کے اشارے سے بھی ہوتی ہے اسی طرح ہر وہ شے جس سے یہ مقصد حاصل ہوتا ہو وہ غیبت میں داخل ہے اور غیبت حرام ہے الخ فقط واللہ اعلم بالصواب، اس کو محمد عبدالکافی نے لکھا ہے (ت)

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب۔

(۱) ایک دو شخص کے کرنے سے تعامل ثابت نہیں ہوتا، اگر یہ معلوم ہو کہ قدیم سے یہ مصارف متولیانِ مسجد مالِ مسجد سے کرتے آئے اب بھی کئے جائیں گے ورنہ نہیں جبکہ اور کوئی ذریعہ ثبوت شرعی نہ ہو۔ فتاوٰی خیریہ میں ہے:

اذا وجد شرط الواقف فلا سبیل الی مخالفتہ واذا فقد عمل بالاستفاضۃ والاستیمارات العادیۃ المستمرۃ من تقادم الزمان و

اگر واقف کی طرف سے کوئی شرط موجود ہے تو اس کی مخالفت کی کوئی سبیل نہیں اور اگر یہ مفقود ہے تو پرانے زمانے سے اب تک اس وقف کے بارے میں جو معاملات مشہورہ تسلسل و

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۰

Marfat.com

الیٰ ھذا الوقت[1] استمرار سے چلے آرہے ہیں ان پر عمل کیا جائیگا۔ (ت)

ورنہ تمام مجہول الشرائط اوقاف ہر متولی کے استعمال و تابع افعال ہوجائیں کہ ایک کے فعل سے تعامل ثابت اور سابق سے عدمِ ثبوت، ثبوتِ عدم نہیں۔ وھذا لایتفوہ بہ من لہ ادنی تورع من العامیۃ کما لایخفی (یہ ایسی بات ہے جو ادنیٰ سُوجھ بُوجھ رکھنے والا ایک عام آدمی بھی نہیں کہہ سکتا جیساکہ مخفی نہیں۔ ت)

(۲) اگر ان باتوں میں ان کا قصور نہ تھا بلکہ اور لوگوں نے نقصان پہنچائے تو ان افعال کی ان کی طرف نسبت بہتان و افترا ہے اور اس کی اشاعت اشاعتِ فاحشہ ہے اور وہ حرام ہے۔

قال تعالیٰ ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین اٰمنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاٰخرۃ[2] اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، بیشک وہ لوگ جو مومنوں میں اشاعتِ فاحشہ چاہتے ہیں ان کیلئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے (ت)

اور اگر ان کا قصور تھا اور اس پر ان کی علیحدگی بھی ہوگئی اور اب ان بے اعتدالیوں کا پتھر پر کندہ کراکے نصب کرنا کوئی مہم مصلحت شرعیہ نہ رکھتا ہو تو اگرچہ اس حالت میں کہ وُہ باتیں معروف و مشہور ہوچکی ہوں اہلِ شہران وقائع پر مطلع ہوں ان کا لکھ کر نصب کرنا غیبت نہیں ہوسکتا خصوصًا منظرِ عام میں نصب کہ اشتہار چھاپ کر عام تقسیم کی طرح حدِ غیبت میں اس کا آنا دشوار نہ تا حیات متولی مذکور اس کے عدمِ جواز کی کوئی وجہ جبکہ منجر بفتنہ نہ ہو ہاں بعد موت متولی اس پتھر کا معدوم کردینا ہوگا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتذکروا موتاکم الابخیر[3]۔ اپنے مردوں کا ذکر بھلائی کے سوا مت کرو (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم:

لاتسبوا الاموات فانھم قد افضوا الیٰ ماقدموا[4] اپنے مردوں کو بُرا نہ کہو کیونکہ وُہ اپنے آگے بھیجے ہُوئے اعمال کو پہنچ چکے ہیں۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الوقف دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۲۳

[2] القرآن الکریم ۲۴/۱۹

[3] اتحاف السادۃ المتقین کتاب آفات اللسان الآفۃ الثامنۃ اللعن دار الفکر بیروت ۷/۴۹۰ و ۴۹۱

[4] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ماینھی عن سب الاموات قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۷

سنن النسائی " " النھی عن " " نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۲۷۴

Marfat.com

بایں ہمہ جب کہ بلا مصلحت شرعیہ ہے عبث ہے، اور عبث سے ویسے ہی بچنا چاہئے نہ کہ وہ جس سے کسی مسلمان کو تکلیف ہو اور اگر وہ افعال وقف میں خیانت و اضرار تھے اور متولی کو پھر عود کی ہوس ہے اور اس کی قوت یا بعض کی حمایت سے عود کا اندیشہ ہے اور اس پتھر کا نصب کرنا مانع ہوگا غرض اس کے نصب میں اس کا عزل ہے یا اسی طرح اور کوئی مصلحت مہمہ شرعیہ ہے تو نصب میں حرج نہیں بلکہ حاجت ہو تو اجر ہے،

نظیر ما فی الحدیث اترعون عن ذکر الفاجر کی یعرفہ الناس اذکروا الفاجر بما فیہ و یحذرہ الناس[1] واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم۔

اس کی نظیر وُہ ہے جو حدیث میں ہے کہ فاجر کا ذکر کرنے سے باز رہتے ہو تاکہ لوگ اسے پہچانتے رہیں، فاجر کے فجور اور اس کی بُری خصلتوں کا ذکر کرو تاکہ لوگ اس سے بچیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۸۵ از موضع سیاکھ تھانہ چومکہ تحصیل میرپور ریاست جموں مسئولہ محمد ابراہیم ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

ایک قطعہ اراضی جو مسجد کے قریب واقع ہے آباء و اجداد سے خادم آبِ مسجد اس کی کاشت کرتے ہیں اور ماحصل اس کا کھاتے ہیں اور خراج اس کا ادا کر دیتے ہیں اگر خدمت مار چھوڑ دیں تو اہلِ دیہہ دوسرے خادم آبِ مسجد کو دیتے ہیں اسی طریق پر قبضہ اراضی مذکور کا بدلتا جاتا ہے معلوم نہیں ہوتا کہ آباو اجداد اہلِ دیہہ نے کس طرح اراضی بالا کو مقرر کیا مسجد کی تعمیر کے ساتھ ہی وقف کیا یا بعدہ وقف کیا ہے یا بوجہ اعمال بطور خدمت مذکور دی گئی اور ملک خود باقی، اگر اب موجودہ اہل دیہہ اراضی مملوکہ مشترکہ سمجھ کر اس کے کسی گوشہ پر تعمیر مکان امام مسجد کرادیں اور یہ کہیں کہ یہ اراضی مشترکہ مملوکہ ہمارے آباو اجداد کی ہے ہم کو اختیار ہے جو کریں خادم آبِ مسجد صرف مزدوری کا مالک ہے اس کی مزدوری نقد وغیرہ سے ادا کریں، بالاتفاق تعمیر مذکور کرادیں، آیا یہ عمارت اس قطعہ اراضی میں جائز ہے یا نہیں، چونکہ ہمارے ہاں لوگ جہالت اور لاعلمی کی وجہ سے شروط اور ارکان وقف سے واقف نہیں، پس یہ اراضی بالا کس امر پر محمول ہوگی، وقف سمجھی جائے گی یا مملوکہ اہل دیہہ متصور ہوگی یا کسی اور طریق پر محمول ہوگی ہر ایک قید قیود مدنظر فرماکر بالتعجیل جواب باصواب سے ممتاز فرمائیں ہمارے لوگ اکثر جو ابہائے سوال دیوبندیوں سے

---

[1] السنن الکبرٰی کتاب الشہادات دار صادر بیروت ۱۰/۲۱۰

Marfat.com

منگواتے ہیں چونکہ یہ فقیروں کی جانب سے بعض مسائل اعتقادی عمل میں گراں خاطر ہیں اس واسطے حضرت کو تکلیف دی گئی۔

الجواب

اگر وُہ زمین بنام وقف مشہور رہو تو بلاشبہ وقف ہے کہ وقف شہرت سے ثابت ہو جاتا ہے اگرچہ پتا نہ چلے کہ کب اور کس نے وقف کیا جیسے قدیم مساجد کہ بلاشبہ وقف ہیں اگرچہ نہیں بتا سکتے کہ کس نے کب بنائیں، درمختار میں ہے:

تقبل فیہ الشھادۃ بالشھرۃ[1] (ملخصًا)

وقف میں شہرت کی بنیاد پر شہادت مقبول ہے (ملخصًا)۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فی الاسعاف عن الخانیۃ وتصح دعوی الوقف والشھادۃ بہ من غیر بیان الواقف[2]

اسعاف میں خانیہ سے منقول ہے وقف میں دعوٰی اور شہادت بیان واقف کے بغیر بھی صحیح ہے۔ (ت)

اور اگر بنام وقف مشہور نہ ہو نہ اور کسی ذریعہ شرعیہ سے اس کا وقف ہونا ثابت ہو اور یہ ثابت ہو کہ فلاں شخص کی ملک تھی اور یہ ثبوت گواہانِ عادل سے ہو تو وہ اس شخص کا ترکہ اور اس کے وارثوں کی ملک ہے جو چاہے کریں، اور اگر اس کا بھی ثبوت نہ ہو تو جس طرح سے قدیم سے خادمان آب کے قبضے میں چلی آتی ہے یونہی رہے گی، اہلِ دیہہ بلاثبوت شرعی اس پر دعوٰی ملک یا کوئی تصرف جدید نہیں کر سکتے۔ امام ثانی مذہب سیدنا ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ کتاب الخراج میں فرماتے ہیں:

لیس للامام ان یخرج شیئا من ید احد الا بحق ثابت معروف[3]

امام کو جائز نہیں کہ بغیر حق ثابت و معروف کے کسی کے قبضہ سے کوئی شَے خارج کرے (ت)

بلکہ قدیم سے اس کا یونہی چلا آنا اور کسی کا دعوٰی ملک نہ کرنا حال کے لوگوں کے دعوٰی ملک کو ناقابل سماعت کرتا ہے۔ ردالمحتار مسائل شتّی میں ہے:

---

[1] درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۸

[2] ردالمحتار " " " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۴۰۳

[3] کتاب الخراج فصل فی موات الارض فی الصلح والعنوۃ مطبع بولاق مصر ص ۷۰

Marfat.com

فی الحامدیة من الولوالجیة رجل تصرف زمانا فی ارض ورجل اخر یری الارض والتصرف ولم یدع ومات علی ذٰلك لم تسمع بعد ذٰلك دعوی ولدہ فتترك علی ید المتصرف[1]

حامدیہ میں بحوالہ ولوالجیہ ہے کہ ایک شخص کچھ عرصہ ایک زمین میں تصرف کرتا رہا اور دوسرا شخص اسے زمین میں تصرف کرتے دیکھتا رہا اور اس پر دعوی نہیں کیا پھر اسی حال میں مرگیا تو اس کے بعد اس کے بیٹے کا دعوٰی مسموع نہ ہوگا لہذا وہ زمین حسبِ سابق متصرف کے قبضے میں رہنے دینگے (ت)

اور جبکہ کسی کی ملک ثابت نہیں، نہ اب دعویٰ ملک سُنا جائے اور متعلق مسجد ہونا قطعاً معلوم کہ اسی کے خادمانِ آب کے تصرف میں رہتی ہے اور وہ مسجد کے لئے اس کا خراج ادا کرتے ہیں تو مسجد پر وقف ہی سمجھی جائے گی اور یہ طریقہ کہ اجرت آب میں ان کو دی جاتی ہے کہ خراج دیں اور باقی محاصل اپنی مزدوری میں لیں حرام ہے کہ اُجرت مجہولہ بلکہ غرر وخطر میں ہے اور مسلمانوں کا کام حتی الامکان صلاح پر محمول کرنا واجب، کما نصوا علیہ قاطبة فی غیرما مقام (جیسا کہ علمائے نے متعدد مقامات پر اس کی صراحت کی۔ ت) تو یہ تعامل قدیم یُوں سمجھا جائے گا کہ واقف ہی نے زمین اسی شرط پر وقف کی کہ خادمانِ آب مسجد اس کی کاشت کریں اور محاصل کھائیں اور خراج مسجد کو دیں تو اس طریقے کی تبدیل کسی کے اختیار میں نہیں،

فان شرط الواقف کنص الشارع صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم[2] واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

واقف کی شرط شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نص کی طرح ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۸۶: از ریاست گوالیار محلہ چوک بازار جامع مسجد مرسلہ عبدالغفور صاحب ۳ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ۱۳۱۹ھ میں شہر گوالیار میں یہیں کے شرفاء اور ذی علم اور معزز حضرات کی ایک انجمن قائم ہُوئی گوالیار کی جامع مسجد نہایت شکستہ حالت میں بکفالت سرکار تھی۔ اراکینِ انجمن نے واگذاشت کرانے کی کوشش کی، ریاست نے بکمال رعایا پروری جامع مسجد مع دکانات اراکین انجمن کے سپرد فرمادی، اراکین انجمن نے علاوہ انتظام

---

[1] ردالمحتار مسائل شتی دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۷۳

[2] درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۹۰

Marfat.com

جامع مسجد کے اور انتظام دینی خدمات کے بھی اپنے ذمہ لئے ستائیس ہزار روپیہ جامع مسجد مذکور کی مرمت و تعمیر میں صرف کیا جس میں دس ہزار عطیہ ریاست ہے اراکینِ انجمن نے ایک امام مسمی زید کو بمشاہرہ مبلغ ۱۰ ماہوار مقرر کیا مگر زید نے اپنے فرائض منصبی یعنی نماز وغیرہ کی پابندی نہیں کی، علاوہ عدم پابندی نماز وغیرہ کے اور بہت سی بے عنوانیاں ظاہر ہوئیں جس پر اراکینِ انجمن نے بہت فہمائش کے بعد زید کو کئی برس کا عرصہ ہوا برخاست کردیا اور دوسرے امام صاحب کو بیس۲۰ روپیہ ماہوار تنخواہ پر مقرر کیا۔

اوّل یہ ہے کہ ازروئے شرع شریف ایسے امام کو جیسا کہ زید تھا اور جس کو عہدہ امامت پر اراکین انجمن نے مقرر کیا تھا برخاست کرنے کا اختیار اراکینِ انجمن کو تھا یا نہیں؛ اور ایسی صورت جب کہ کل انتظام جامع مسجد کا اراکین انجمن کے اختیار میں سترہ اٹھارہ برس سے ہے، اراکینِ انجمن جس کو چاہیں امام بنا سکتے ہیں یا نہیں؛ زید کا خیال ہے کہ منصبِ امامت ایک دائمی اور موروثی عہدہ ہے اور باوجود عدم پابندی نماز اور بہت سی بے عنوانیاں کے امام کسی حال میں معزول نہیں ہوسکتا، کیا درحقیقت شرعاً منصبِ امامت کوئی دائمی اور موروثی عہدہ ہے؛ زید یہ بھی کبھی کبھی کہتا ہے کہ عوام الناس سے مشورہ میری معزولی کے وقت میں نہیں لیا گیا لہذا میں معزول نہیں ہوا، کیا شرعاً اس کی معزولی کے لئے عوام الناس کا مشورہ ضروری تھا اور کیا بغیر عوام الناس کے مشورہ کے انجمن انتظامیہ جامع مسجد جو عرصہ سے جامع مسجد کی متولی اور منتظم ہے اور جس نے بغیر مشورہ عوام الناس کے زید کو دس۱۰ روپیہ ماہوار پر امام مقرر کیا تھا اس کو معزول نہیں کرسکتی۔
بیّنوا توجروا (بیان کیجئے اجر پائیے۔ ت)۔

الجواب

امامت میں میراث جاری نہیں ورنہ امام متوفی کے بعد آٹھویں دن اس کی زوجہ امامت کرے، جو نماز کا پابند نہ ہو لائقِ امامت نہیں، اسے معزول کرنا واجب ہے، اگر معزول نہ کرتے گنہگار رہتے۔
تبیین الحقائق میں ہے:

لان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعاً۔[1]

فاسق امام کی تقدیم میں اس کی تعظیم ہے جبکہ لوگوں پر شرعاً اس کی توہین لازم ہے۔ (ت)

انجمن کو ایسے شخص کے معزول کرنے میں کسی سے کچھ مشورہ کی حاجت نہ تھی بلکہ بحالتِ مذکورہ اگر تمام عوام الناس اس کو بحال رکھنا چاہتے تو ان کا کہنا ماننا جائز نہ تھا اور معزول کرنا واجب تھا۔ رسول اللہ

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ المطبعۃ الکبری الامیریۃ بولاق مصر ۱/۱۳۴

Marfat.com

صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاطاعة لاحد فی معصیة اللہ تعالٰی۔[1] اللہ تعالٰی کی معصیت میں کسی کی طاعت نہیں کی جائیگی۔(ت)

زید کا یہ عذر عجیب ہے، انجمن کی کارروائی بے مشورہ عوام اس کے نزدیک صحیح ہے یا باطل؟ اگر صحیح ہے تو عذر کیا ہے اور اگر باطل ہے تو معزولی درکنار، اس کا تقرر ہی باطل تھا کہ وہ بھی انجمن نے بے مشورہ عوام کیا تھا اور جب تقرر باطل تھا تو جتنے دنوں مسجد کے مال سے تنخواہ پاتا رہا ہوا لیا واپس دے۔ اب کہے گا کہ وہ تقرر صحیح تھا تو یہ معزولی بھی بوجہ شرعی ہے صحیح ہوئی، ہاں بلاوجہ شرعی مقبول نہ ہوتی۔ بحرالرائق و ردالمحتار میں ہے:

واستفید من عدم عزل الناظر بلاجنحة عدمها لصاحب وظیفة فی وقف بغیرجنحة وعدم اهلیة۔[2] واللہ تعالٰی اعلم۔ ناظر کو بلا جرم معزول کرنے کے صحیح نہ ہونے سے معلوم ہوتا ہے کسی وقف میں کسی صاحب وظیفہ کو بلا جرم اور بغیر نااہلی کے معزول کرنا صحیح نہیں، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۸۷: ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسلمان سرکاری عہدہ ممبری کے ملنے کے لئے جو لوگوں کی کوشش پر موقوف ہے مسلمانوں سے کوشش کرانا چاہتا ہے کہ کوشش کنندگان یہ کہتے ہیں تم تعمیر مسجد میں اس قدر روپیہ دو برتقدیر ممبر ہوجانے کے۔ تو ہم لوگ تیار کوشش پر ہیں۔ یہ رقم جو حق الاجرت ہے مسجد کی تعمیر میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اسے حق الاجرۃ کہنا صحیح نہیں کہ ممبر کردینا ان کا کام نہیں اور کوشش مجہول القدر ہے اور وقت معین نہ کیا تو کسی طرح اجارہ جائزہ میں نہیں آسکتا، ہاں اگر یوں کرے کہ وہ ان کو مہینے پندرہ روز کے لئے بتعیین تنخواہ وتعیین وقت مثلاً تم کو دس دن کے لئے ہر روز صبح کے آٹھ بجے سے شام کے چار بجے تک

---

[1] مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث حکم بن عمرو الغفاری دارالفکر بیروت ۵/ ۶۶، ۶۷
کنزالعمال بحوالہ ق۔د۔ن عن علی رضی اللہ عنہ حدیث ۱۴۸۷۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۶۷
[2] ردالمحتار کتاب الوقف داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۸۶

Marfat.com

اتنے معاوضہ پر اگرچہ وہ دس ہزار روپے ہوں نوکر رکھا پھر وقت مقرر میں جو کام چاہے لے از اں جملہ یہ کوشش تو اس صورت میں اجارہ صحیح ہوجائے گا وقد افادھذہ الحیلۃ فی الخانیۃ والخلاصۃ وغیرھما (تحقیق اس حیلہ کا افادہ خلاصہ اور خانیہ وغیرہ میں فرمایا ہے۔ ت) مگر اس صورت میں وہ بات کہ برتقدیر ممبر ہوجانے کے ہے حاصل نہ ہوگی بلکہ یہ تنخواہ واجب الادا ہوگی اگرچہ ممبری نہ ملے، اور اگر یہ شرط کرلیں کہ ممبری ملنے پر یہ تنخواہ دی جائے گی تو پھر اجارہ فاسد وحرام ہوجائے گا، معہذا جب کہ یہ روپیہ ان کا حق الاجرۃ ہوگا ان کی ملک ہوگا اگر مسجد میں نہ دیں ان پر الزام نہ ہوگا۔ ایک صورت یہ ہے کہ مسجد کی کوئی اینٹ یا لوٹا کپڑے میں سی کر مثلاً دو ہزار کو اس کے ہاتھ متولی مسجد بیع کرے اور وہ قیمت اور چیز کسی امین کے پاس رکھ دی جائیں اور یہ لوگ کوشش کریں اگر ممبری ہوجائے امین وہ چیز ممبر کو دے دے اور وہ روپیہ مسجد میں اور اگر ممبری نہ ہو تو یہ طالب ممبری اس چیز کو کھول کر اب دیکھے اور بحکم خیار رؤیت بیع رد کردے امین وہ چیز مسجد کو دے دے اور قیمت اس شخص کو پھیر دے، اس میں یہ بھی ہوگیا کہ روپیہ برتقدیر ممبری دیا جائے گا ورنہ نہیں، اور جب دیا جائے گا تو مسجد ہی کی ملک ہوگا، دوسرا اس میں تصرف نہ کرسکے گا مگر اس میں یہ خامی ہے کہ ممبری ہوجانے پر بھی اسے اختیار ہوگا کہ چیز دیکھ کر بیع رد کردے تو ممبری بھی ہوگئی اور روپیہ بھی دینا نہ آیا۔ اور اگر یوں ہو کہ طالب ممبری کہے میں اللہ کے لئے منّت مانتا ہوں کہ اگر ممبر ہوگیا تو دو ہزار روپے فلاں مسجد کی تعمیر میں دوں گا تو یہ بھی اس کے اختیار پر رہے گا کہ تعمیر مسجد کی نذر صحیح ولازم نہیں، بدائع و ردالمحتار میں ہے:

من شروطہ ان یکون قربۃ مقصودۃ فلا یصح النذر بالوضوء والاذان وبناء الرباطات والمساجد[1]

نذر کی شرطوں میں سے یہ ہے کہ وہ قربت مقصودہ ہو لہٰذا وضو، اذان، خانقاہوں اور مسجدوں کی تعمیر کی نذر صحیح نہیں۔ (ت)

اگر وہ یوں کہے کہ ممبری ملنے پر اسی دن دو ہزار فلاں مسجد کو دوں گا نہ دوں تو دس ہزار روپے فقرائے مسلمین کو دوں اگرچہ نذرِ مسجد لازم نہ ہوئی یہ نذر تو یقیناً نذر صحیح ہے اس کے خوف سے مسجد کو دو ہزار دے گا تو یہ بھی کافی نہیں کہ یہ نذر معنی میں قسم ہے اگر مسجد کو روپیہ نہ دے تو اسے اختیار ہوگا کہ صرف قسم کا کفارہ دے دے اور بری الذمہ ہوگیا، درمختار میں ہے:

ان المعلق فیہ تفصیل فان علقہ

پھر نذر معلق میں تفصیل ہے، اگر اس نے نذر کو

---

[1] ردالمحتار کتاب الایمان مطلب فی احکام النذر داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۶۷

Marfat.com

بشرط يريده كان قدم غائبي يوفى وجوبا ان وجد الشرط وان علقه بما لم يرده كان زنيت بفلانة مثلاً فحنث وفى بنذره اوكفر ليمينه على المذهب لانه نذر بظاهره ويمين بمعناه فيخير ضرورة۔[1]

ایسی شرط کے ساتھ معلق کیا جس کا وہ ارادہ رکھتا ہے مثلاً یوں کہے کہ اگر میرا غائب شخص آجائے (تو مجھ پر اتنا صدقہ لازم ہے) اس صورت میں اگر شرط پائی جائے تو نذر کو وجوباً پورا کرے گا اور اگر ایسی شرط کے ساتھ نذر کو معلق کیا جس کا وہ ارادہ نہیں رکھتا مثلاً یُوں کہے کہ اگر میں فلاں عورت سے زنا کروں (تو مجھ پر صدقہ لازم ہے) پھر حانث ہُوا تو چاہے تو نذر کو پُورا کرے چاہے تو قسم کا کفارہ دے دے کیونکہ یہ ظاہراً نذر اور معناً یمین ہے لہذا اس کو ازراہِ ضرورت اختیار دیا جائیگا۔ (ت)

اور اس کے بدلے یُوں کہلوائیں کہ نہ دُوں تو میرا مکان اور جائداد مسجد مذکور پر وقف ہے تو یہ بھی بیکار ہے کہ وقف کسی شرط پر معلق نہیں ہوسکتا۔ ردالمحتار میں ہے :

الوقف لایحتمل التعلیق بالخطر۔[2]

وقف قریب الھلاک شئی کے ساتھ معلق ہونے کا احتمال نہیں رکھتا (ت)

ہاں باندی غلام ہوتے تو یہ بندش پُوری تھی کہ بشرط ممبری مثلاً ایک ہفتہ کے اندر اتنا روپیہ اگر فلاں مسجد کو نہ دُوں تو میرے سب غلام و کنیز آزاد ہیں مگر یہاں باندی غلام کہاں، اور ایسی قسم طلاق کی نہ کھائی جائز نہ کھلائی جائز، اور حدیث میں ارشاد ہُوا :

ما حلف بالطلاق مومن وما استحلف به الا منافق۔[3]

طلاق کی قسم نہیں کھاتا مسلمان، نہ اس کی قسم لے مگر منافق۔

بالجملہ ایسی صورت کہ ممبری نہ ہونے پر روپیہ نہ دینا ہو اور ہونے پر مجبوراً دینا پڑے اور وہ مسجد ہی کا حق ہو کوئی نظر نہیں آتی سوا اس کے کہ طالب ممبری وہ روپیہ کسی امین کو دے دے اور اسے وکیل کردے کہ اگر ممبری ہوجائے تو یہ روپیہ فلاں مسجد میں دے دینا۔ اب اگر ممبری نہ ہو تو وکیل اسے روپیہ واپس دے اور ہوجائے تو فوراً وہ روپیہ متولی مسجد کو دے دے قبل اس کے کہ مؤکل اسے معزول کرسکے اس صورت میں جب وکیل وہ روپیہ مسجد کو دے چکے گا مؤکل کو اس کی واپسی کا کچھ اختیار

---

[1] درمختار کتاب الایمان مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۹۴ و ۲۹۵
[2] ردالمحتار کتاب الوقف داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۶۰
[3] کنزالعمال بحوالہ ابن عساکر عن انس حدیث ۴۶۳۴۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۶۸۹

Marfat.com

نہ رہے گا فان الصدقۃ اذا تمت لزمت۔ (اس لئے کہ صدقہ جب تام ہوجائے تو لازم ہوجاتا ہے۔ ت)
ہاں بعد ممبری وکیل ابھی روپیہ مسجد کو نہ دینے پایا کہ موکل نے منع کردیا اور اس ممانعت کی اطلاع وکیل کو ہوگئی تو وکالت سے معزول ہوجائے گا اور مسجد میں نہ دے سکے گا اور اگر اس نے منع کیا اور وکیل کو ابھی اطلاع نہ ہوئی اور روپیہ مسجد کو دے دیا تو دینا صحیح ہے اور موکل واپس نہیں کرسکتا لان الوکیل لاینعزل بالعزل مالم یعلمہ (کیونکہ وکیل معزول کردینے سے معزول نہیں ہوتا جب تک اسے علم نہ ہوجائے۔ ت) لہذا بعد ممبری وکیل فورًا متولی کو دے دے، یہ سب صورتیں شرعًا مجبور ہونے کے متعلق تھیں اور اگر اطمینان ہو تو عنداللہ وہ اتنے وعدہ ہی سے کہ ممبری ہوجائے تو اتنا روپیہ فلاں مسجد کو دوں گا دینے پر مجبور ہے کہ اللہ واحد قہار سے وعدہ کرکے پھرنا بہت سخت ہے اور اس پر شدید وعید، قال تعالٰی:

فاعقبھم نفاقا فی قلوبھم الی یوم یلقونہ بما اخلفوا اللہ ما وعدوہ وبما کانوا یکذبونَ[1] والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

تو اس کے پیچھے اللہ تعالٰی نے ان کے دلوں میں نفاق رکھ دیا اس دن تک کہ اس سے ملیں گے بدلہ اس کا کہ انہوں نے اللہ تعالٰی سے وعدہ جھوٹا کیا اور بدلہ اس کا کہ وہ جھوٹ بولتے تھے، اللہ تعالٰی کی پناہ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۸۸ ازشہر علیگڈھ مرسلہ محمد اسمٰعیل و محمد یوسف سوداگرانِ موتی مسجد ۱۰ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زمانہ سلف کی ایک مسجد جس کی کرسی اونچی ہے ایک محلہ میں واقع ہے اس محلہ میں متعدد آدمی نمازی ہیں اور وہ بھی ناداری کی وجہ سے مسجد کے کسی خرچ کے کفیل نہیں ہوسکتے ہیں، اس مسجد میں کنواں نہیں تھا کچھ عرصہ ہوا کہ ایک کنارے سے کنواں بنوایا گیا ہے جو زینہ سے اور صحن کے میل میں ہے رائے یہ ہوئی کہ اس کا زینہ کنویں کی طرف کردیا جائے اور زینہ کے نیچے ایک آدھ گز زمین فرش میں سے لے لی جائے اس آدھ گز زمین میں دیوار اٹھاکر بنوادی جائے اور بجائے زینہ کے دکانیں بنوادی جائیں جن کا کرایہ مسجد کے خرچ میں صرف کیا جائے آدھ گز زمین فرش میں سے لینے کے لئے دیوار کاٹی جارہی تھی کہ بجائے مٹی کے راکھ نکل پڑی اور یکایک جو حصہ صحن کا چھوڑا تھا وہ بھی آن پڑا اس طرح سے کل کرسی صحن مسجد کی آن پڑی صرف اندرونی مسجد باقی ہے، اب یہ رائے ہے کہ صحن مسجد

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۷۷

Marfat.com

میں ایک صف کی جگہ ٹھوس کرا دی جائے اور باقی صحن میں دکانات بنوا دی جائیں اور ان دکانات کا کرایہ مسجد کے صرف میں لایا جائے اور ان دکانات کی چھت ہموار کرکے بیرون صف مسجد کے ساتھ جو ٹھوس ہوگی ملا دی جائے۔ تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ وجوہات مندرجہ بالا کے لحاظ سے جو دکانات کا تیار کرانا اور چھت کا ہموار کردینا اور بیرون صف سے ملا دینا اس میں شرعًا تو کوئی امر مانع نہ ہوگا اور دکانات کی چھت جو ہموار ہوکر صحنِ مسجد ہوجائے گا اس میں نماز کی ادائیگی درست ہوگی اس کے متعلق جو اتفاق علماء کا ہو قطعی طور پر مفصل بتایا جائے اور شرعی مسئلہ کے موافق مشورہ موجودہ صورت میں تعمیر مسجد کا دیا جائے۔

الجواب

جو زمین مسجد ہوچکی اس کے کسی حصہ کسی جُز کا غیر مسجد کردینا اگرچہ متعلقاتِ مسجد ہی سے کوئی چیز ہو حرام قطعی ہے قال اللہ تعالٰی وان المسٰجد للہ[1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیشک مسجدیں اللہ تعالٰی کی ہیں۔ ت) پہلے جو ایک حصہ فرش کا زینہ میں شامل کرنا چاہا تھا اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ تمام فرش گر گیا اب فرش مسجد کو دکانیں کرنا چاہتے ہیں، یہ حرام اور سخت حرام ہے، ان دکانوں میں بیٹھنا حرام ہوگا، ان سے کوئی چیز خریدنے کے لئے جانا حرام ہوگا، فنائے مسجد میں دُکانیں کرنے کو تو علماء نے منع فرمایا نہ کہ معاذ اللہ نفس مسجد میں۔ بزازیہ۔ اور درمختار میں ہے:

لایجوز ان یتخذ شیئ منہ مستغلًا[2]۔

مسجد کے کسی حصہ کو کرایہ حاصل کرنے کے لئے مقرر کرنا جائز نہیں۔ (ت)

مبسوط السرخسی اور عالمگیریہ میں ہے:

قیم یرید ان یبنی حوانیت فی فناء المسجد لایجوز لہ ذٰلک لانہ یسقط حرمۃ المسجد لانہ فناء المسجد لہ حکم المسجد[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کوئی متولی فنائے مسجد میں دُکانیں بنانا چاہتا ہے تو اسے ایسا کرنا جائز نہیں اس لئے کہ یہ حرمت مسجد کو ساقط کردیتا ہے کیونکہ فنائے مسجد کا حکم وہی ہے جو خود مسجد کا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۷۲/ ۱۸

[2] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷۹

[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۶۲

Marfat.com

مسئلہ ۲۸۹ از سکندرہ راؤ ضلع علیگڑھ محلہ نوخیل مرسلہ ایزد بخش ۱۳ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حدود جامع مسجد میں فرش مسجد سے ملحق ایک درجہ وضوخانہ کے نام سے جس کے بیرونی دروازہ عام راہ پر اور اندرونی دَر جن کے فرش مسجد پر نصب ہیں اور نالی واسطے خارج ہونے پانی وضو درمیان فرش مسجد وصحن وضوخانہ مسقف تعمیر ہے جس میں وقت بارش ودھوپ نمازی وضو کرتے ہیں اب ان کے دَر جو جانب فرش مسجد ہیں بند کرکے ایک ہندو وکیل کو جو پیشہ وکالت کرتا ہے واسطے کرنے وکالت کرایہ پر دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

حرام حرام حرام، بوجوہ حرام، اگرچہ مسلمان کو جائز کار دنیوی کے لئے کرایہ پر دیتے۔ عالمگیری میں ہے: لایجوز تغییرالوقف عن ھیأتہ[1] (وقف کو اس کی ہیئت سے تبدیل کرنا جائز نہیں۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۹۰ از پدارس پور ضلع بریلی ڈاکخانہ صدر کیمپ مرسلہ ستو خاں ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کالے خاں اس کی اینٹ تخمیناً قریب چار ہزار کے تھیں اس کو ایک ڈگری دار نے قرق کرایا اور بجائے چار ہزار کے ڈھائی ہزار کا تخمینہ کیا گیا اور ان اینٹوں کو بضرورت مسجد نیلام میں خریدکیں اور خرید بنام ستو خاں کے لیں بعد خرید نیلام کے جب اس کا شمار کیا گیا تو چار ہزار ہوئیں اور آپس میں یہ مشورہ ہوگیا کہ اس کے اوپر کوئی دام نہ بڑھائے یہ واسطے مسجد کے خرید کی جائیں تو اب مسجد میں ڈھائی ہزار دینا چاہئے یا کل دی جائیں اور اگر ڈھائی ہزار دی گئیں مسجد میں تو باقی ڈیڑھ ہزار تخمیناً بچیں تو اس کا مالک کالے خاں ہے یا مسجد کی ہوئیں؟

الجواب

جو باقی بچیں ان کا مالک تو یقیناً کالے خاں ہے اس کو دی جائیں، اور سائل نے بیان کیا کہ یہ نیلام ڈگری دار نے کرایا اور اس کا مطالبہ پورا بھی نہ ہوا نہ کہ کچھ بچتا اور کالے خاں کو دیا جاتا اور وہ لیتا تو وہ ڈھائی ہزار بھی مسجد میں صرف کرنی جائز نہیں، ہاں اگر کالے خاں بخوشی مسجد کو ہبہ کردے تو جائز ہے چاہے یہ ڈیڑھ ہزار بھی ہبہ کردے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الوقف الباب الرابع عشر فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۹۰

Marfat.com

مسئلہ ۲۹۱ از مقام فتح گڈھ ضلع فرخ آباد مرسلہ حسین خاں گھڑی ساز سابق متولی مسجد گولا ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد جس کے متعلق کچھ دکانات ہیں مگر بوجہ ناکارہ حالت میں ہونے کے آمدنی ضروریات مسجد کے لئے کافی نہ تھی اس لئے ایک شخص اس نیت سے مدت مدید تک جدوجہد کرتا رہا کہ دکانات اچھی حالت میں ہوجائیں تو بصورت اضافہ آمدنی مسجد اپنے اخراجات کی خود کفالت کرسکے اس کی سعی وحسنِ نیت سے یہ نتیجہ ہُوا کہ مسجد کی آمدنی بجائے چار پانچ عہ۱۶ روپیہ ماہانہ ہوگئی اور جملہ اخراجات مثل شکست وریخت وتنخواہ پیش امام نیز بماہ صیام انتظام روزہ کشائی جو ۴ر روزانہ کے حساب سے رہا ختم کلام اللہ پر تقسیم شیرینی وروشنی عرصہ دس بارہ سال سے برابر عمل میں آتی رہی لیکن چند سال سے بعض علماء جو ایک ہی دار العلم کے سرچشمہ سے سیراب ہیں اور ایک مدرسے سے تعلق رکھنے کے باعث رونق افروز بمقام ہذا ہیں اور اس مسجد سے اس وجہ سے واسطہ رکھتے ہیں کہ کچھ رقم پیش امام کے نام سے مدرسہ کے لئے بطور امداد لی جاتی ہے اور فرائض امامت مدرسہ ہی کے کوئی نہ کوئی مولوی صاحب ہی ادا کرتے رہتے ہیں یہ حضرات آمدنی مسجد سے روزہ کشائی کرانا اور ختم قرآن پر تقسیم شیرینی وروشنی وغیرہ کرنا ناجائز بتاتے ہیں چنانچہ گذشتہ چوتھے سال ختم قرآن مجید پر حسب طریق قدیم جب تقسیم شیرینی عمل میں نہ آئی جس کی بندش کی صورت ایسے طریقے پر کی گئی تھی جو شان عالم کے خلاف کیا بلکہ ایک دنیادار کے واسطے بھی موجب شرم تھی تو اہل اسلام میں اختلاف رونما ہوکر ایک فتنہ برپا ہونے کا احتمال ہوا، اگر مولوی صاحب علیحدہ نہ کردئے جاتے تو یقیناً تباہ کن نتائج مرتب ہوتے امسال دوسرے مولوی صاحب نے آمدنی مسجد سے روزہ کشائی ناجائز قرار دے کر مغرب کے وقت مسجد کی رونق جو بوجہ کثرتِ نمازیاں ہوجایا کرتی تھی، اس میں اس قدر کمی پیدا کردی جو گزشتہ سال کی تعداد چالیس وپچاس کے بجائے آج کل دس بارہ ہوتی ہے کیونکہ ایک دو روز تک پابندِ صوم نمک کی ڈلی وپانی سے روزہ کشائی کرتے رہے بعدہ دیگر مسجد میں جہاں یہ اہتمام ہوتا ہے مکدر خاطر ہوکر چلے گئے، پس کیا امورات مرقومہ بالا آمدنی مسجد سے تکمیل کو پہنچانے جائز ہیں یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

ایضاً

مسئلہ ۲۹۲ از فتح گڈھ کیمپ ضلع فرخ آباد محلہ منگت مرسلہ محمد ایوب ومحمد یعقوب سوداگران پنجابی ۲۵ر رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کا مال موقوفہ یعنی دکانیں جن کی آمدنی مسجد کے

Marfat.com

اخراجات کو کافی نہیں ہوسکتی تھی لہذا اخراجات کے پورا کرنے کے واسطے مسلمانانِ شہر سے چندہ وصول کرکے ایک شخص کی زیرِ نگرانی عمارت جدید بنائے سابقہ پر تیار ہوئی بفضلہ تعالٰی ان کی آمدنی اخراجات مسجد کو کافی ہوتے ہوئے قدرے پس انداز ہوتا رہا بایں سبب بعض جاہل اور ناخواندہ مہتموں نے رمضان المبارک میں ختم قرآن پاک شیرینی اور افطاری کا سامان اسی میں سے کیا اب اس مسجد کی تولیت اور اہتمام کا کام ایسے لوگوں کے سپرد ہوا جو ان سے ذی علم ہیں چنانچہ ختم قرآن پاک کی شیرینی اور افطاری کا سامان اپنے پاس سے کیا اور کر رہے ہیں، ان کا یہ خیال ہے کہ اس رقم کو جو پس انداز ہوتی رہی ہے اس کو زمین افتادہ موقوفہ زیر مسجد میں ایک مدرسہ تعمیر کرایا جائے اور اس آمدنی کو اس میں صرف کیا جائے چنانچہ آج کل میں تعمیر شروع ہونے والی ہے امسال بوجہ اغوائے شیطانی وہ شخص جس کے زیر نگرانی کچھ عرصہ تک یہ جد رہ چکی ہے وُہ یہ کہتا ہے کہ میری نگرانی کے زمانے میں توسیع آمدنی ہوئی ہے۔ لہذا مجھے حق حاصل ہے کہ ختم قرآن مجید کی شیرینی اور افطاری کا سامان اسی سے کروں، یہاں کی افطاری کی یہ صورت ہے کہ مختلف قسم کی مٹھائی اور مختلف قسم کی اشیاء نمکین جن کی تعداد دس بارہ سے کم نہیں ہوتی اس میں شرکت کرنے والے نصف روزہ دار اور نصف بے روزہ، روزہ داروں میں فیصدی پچھتر مرفہ الحال تو پچیس غریب اس صورت میں ختم قرآن پاک کی شیرینی اور افطاری کا سامان مال موقوفہ سے اس صورت خاص میں بایں ہیئت کذائی کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور متولیان اور مہتمان سابق بعد علیحدہ ہوجانے تولیت اور اہتمام کے مال موقوفہ میں مجاز ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

دارالافتاء میں یہ سوال فریقین کی طرف سے آیا فریق اجازت خواہ ان مصارف کا آمدنی اوقاف مسجد سے ہونا ایک جگہ دس بارہ سال سے کہتا ہے دوسری جگہ طریق قدیم اور فریق منع طلب اسے محض احداثِ جدید اور فعلِ جہّال کہتا ہے اور اس کے بدلے زمین موقوفہ مسجد میں مدرسہ بنا کر فاضل آمدنی مسجد اس میں صرف کرنا چاہتا ہے، یہاں حکم شرعی یہ ہے کہ اوقاف میں پہلی نظر شرط واقف پر ہے یہ زمین و دکانیں اس نے جس غرض کے لئے مسجد پر وقف کی ہوں ان میں صرف کیا جائے گا اگرچہ وہ افطاری و شیرینی و روشنی ختم ہو اور اس کے سوا دوسری غرض میں اس کا صرف کرنا حرام حرام سخت حرام اگرچہ وُہ بنائے مدرسہ دینیہ ہو فان شرط الواقف کنص الشارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[۱] (واقف کی شرط ایسے ہی واجب العمل ہے جیسے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نص۔ ت) حتی کہ اگر اس نے

---

[۱] درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۹۰

Marfat.com

صرف تعمیر مسجد کے لئے وقف کی تو مرمت شکست وریخت کے سوا مسجد کے لوٹے چٹائی میں بھی صرف نہیں کرسکتے افطاری وغیرہ درکنار، اور اگر مسجد کے مصارف رائجہ فی المساجد کے لئے وقف ہے تو بقدر معہود و شیرینی وروشنی ختم میں صرف جائز افطاری و مدرسہ میں ناجائز۔ نہ اسے تنخواہِ مدرسین وغیرہ میں صرف کرسکتے ہیں کہ یہ اشیاء مصارفِ مسجد سے نہیں ولایجوز احداث مرتبة فی الواقف فضلا عن الاجنبی البحت (جب خود واقف کے لئے کسی نئی چیز کا احداث وقف میں جائز نہیں تو محض اجنبی شخص کیلئے کیسے ہوسکتا ہے۔ت) اور اگر اس نے ان چیزوں کی بھی صراحۃً اجازت شرائط وقف میں رکھی یا مصارف خیر کی تعمیم کردی یا یوں کہا کہ دیگر مصارفِ خیر حسبِ صوابدید متولی تو ان میں بھی مطلقاً یا حسبِ صوابدید متولی صرف ہوسکے گا۔ غرض ہر طرح اس کے شرائط کا اتباع کیا جائے گا اور اگر شرائط معلوم نہیں تو اس کے متولیوں کا قدیم سے جو عملدرآمد رہا اس پر نظر ہوگی اگر ہمیشہ سے افطاری و شیرینی وروشنی ختم کل یا بعض میں صرف ہوتا رہا اس میں اب بھی ہوگا ورنہ اصلاً نہیں اور احداث مدرسہ بالکل ناجائز۔ فتاوٰی خیریہ وغیرہ معتمدات میں ہے:

ان کان للوقف کتاب فی دیوان القضاۃ وھو فی ایدیھم اتبع ما فیہ استحسانا، والا ینظر الی المعھود من حالہ فیما سبق من الزمان من ان قوامہ کیف کانوا یعملون[1] (ملخصًا)

اگر خود وقف کے لئے کوئی تحریر دیوان القضاۃ میں موجود ہے تو متولیوں کو اس کے مندرجات کے مطابق عمل کرنا مستحسن ہے ورنہ قدیم سے حال وقف میں متولیوں کا جو عملدرآمد چلا آرہا ہے اس پر نظر ہوگی (ملخصًا)۔ (ت)

قدیم سے ہونے کے یہ معنی کہ اس کا حدوث معلوم نہ ہو اور اگر معلوم ہے کہ یہ بلاشرط بعد کو حادث ہوا تو قدیم نہیں اگرچہ سو برس سے ہو اگرچہ نہ معلوم ہو کہ کب سے ہے، یہاں بحال عدم علم شرائط واقف زمین دکانیں اگر صورت حسب بیان فریق دوم ہے کہ چند سال سے بعض بے علموں نے افطاری و شیرینی وروشنی کا احداث کیا جیسے حسب بیان فریق اول دس بارہ برس ہوئے تو ناجائز ہے اور مدرسہ بنانا اور اس میں صرف کرنا بھی حرام اور اگر بیان فریق اول کے یہ معنی کہ قدیم سے یہ مصارف ہوتے آئے بیچ میں بوقت قلت آمدنی قطع ہوگئے تھے کہ بعد اضافہ دس بارہ سال سے پھر جاری ہوئے اور واقع اس کے مطابق ہو تو بلاشبہ اس سے افطاری وروشنی و شیرینی ختم جائز ہیں

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الوقف دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۰۶

Marfat.com

اور افطاری میں غیر روزہ دار اگر روزہ دار بن کر شریک ہوتے ہیں متولیوں پر الزام نہیں۔ بہتیرے غنی فقیر بن کر بھیک مانگتے اور زکوٰۃ لیتے ہیں دینے والے کی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی کہ ظاہر پر حکم ہے اور لینے والے کو حرام قطعی ہے یونہی یہاں ان غیر روزہ داروں کو اس کا کھانا حرام ہے۔ وقف کا مال مثل مال یتیم ہے جسے ناحق کھانے پر فرمایا :

انما یاکلون فی بطونھم نارا و سیصلون سعیرا۔[1] اپنے پیٹ میں نری آگ بھرتے ہیں اور عنقریب جہنم میں جائیں گے۔

ہاں متولی دانستہ غیر روزہ دار کو شریک کریں تو وہ بھی عاصی و مجرم و خائن و مستحق عزل ہیں۔ رہا اکثر یا کل مرفہ الحال ہونا اس میں کوئی حرج نہیں۔ افطاری مطلق روزہ دار کے لئے ہے اگرچہ غنی ہو جیسے سقایہ مسجد کا پانی ہر نمازی کے غسل و وضو کو ہے اگرچہ بادشاہ ہو۔ انتظامات متولیوں کے ہاتھ سے ہوں گے جبکہ وہ صالح ہوں۔ متولی معزول ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۳ از شہر جالندھر چوک حضرت امام ناصر الدین صاحب مرسلہ ملک محمد امین صاحب ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر بازاری عورت مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے چٹائی وغیرہ اور روزہ افطار کرنے کے لئے دودھ وغیرہ بھیجے تو اس کے لئے کیا حکم ہے ؟

الجواب

اگر وہ کہے کہ قرض لے کر اس سے یہ چٹائی یا افطاری خریدی ہے جب تو اصلاً جائے سخن نہیں کما افادہ فی العالمگیریۃ من الحظر (جیسا کہ عالمگیریہ کے باب الحظر والاباحۃ میں اس کا افادہ فرمایا۔ ت) ورنہ زرِ حرام کے عوض خریدی ہوئی چیز میں خباثت جب آتی ہے کہ عقد و نقد دونوں زرِ حرام پر جمع ہوں کہ حرام روپیہ دکھا کر کہے اس کے عوض دے دے پھر قیمت میں وہی زرِ حرام دے، ایسا بہت کم ہوتا ہے، تو عام خریداریوں میں خبث آنا معلوم نہیں تو منع حکم نہیں۔ سیدنا امام محمد فرماتے ہیں :

بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حرام بعینہ۔[2] ہم اسی کو لیتے ہیں جب تک کسی معین شیئ کا حرام ہونا ہمیں معلوم نہ ہو۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۰

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الثانی عشر فی الھدایا والضیافات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۲

Marfat.com

حکم یہ ہے پھر بھی ان کے یہاں کے کھانے اور افطاری سے بچنا انسب کہ باعثِ طعن وفتح باب غیبت ہے نیز نظرِ عوام میں ان کے حرام کی خفت اور یہ وجہ چٹائی وغیرہ کو بھی شامل، مگر جہاں بذریعہ حلال مثل قرض وغیرہ ہونا بتا دیا جائے یا عرفاً معہود ہو جیسے بنائے مسجد میں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۴ تا ۲۹۶ ازبریلی شہر کہنہ مسئولہ محمد ظہور صاحب ۱۰ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) زید نے مسجد کے خرچ کے لئے لکڑی اینٹ وغیرہ دی ہے اور کام کے وقت کوئی شئی صرف میں نہیں آتی، رکھے رکھے سے احتمال خراب ہوجانے کا ہے، ایسی صورت میں جس شخص نے کہ وہ شئے دی تھی واپس لے سکتا ہے یا نہیں اور یا وہ شئی فروخت کرکے اس کی قیمت مسجد کے صرف میں ہوسکتی ہے یا نہیں؟

(۲) مسجد کا مال جو فضول وبیکار جان کر فروخت کیا جائے مسلمانوں کو خرید کرنا لازم ہے یا نہیں؟ زید کا خیال ہے کہ مسجد کا کوئی مال خفیف ہو یا زیادہ اس کو قیمت یا بلاقیمت کسی صورت سے لینا نہیں چاہئے۔

(۳) مسجد کا روپیہ بدامانت بغرض تعمیر وغیرہ کسی شخص کے پاس جمع ہو تو وقت ضرورت وہ شخص اپنے خرچ میں بطریق قرض لاسکتا ہے یا نہیں، اگر خرچ کرلیا ہو اور پھر دے دیا ہو تو اس کو اب کیا کرنا چاہئے یعنی وہ قصوروار ہوا یا نہیں؟

الجواب

(۱) وہ شخص واپس نہیں لے سکتا جبکہ مسجد کے لئے مہتمانِ مسجد کو سپرد کرچکا ہو بلکہ وہ اشیاء حاجتِ مسجد کے لئے محفوظ رکھی جائیں اور اس میں دقت ہو تو بیچ کر قیمت خاص تعمیر ومرمت مسجد کے لئے محفوظ رکھیں تیل، بتی، لوٹے، چٹائی میں اسے صرف نہیں کرسکتے۔ اسعاف پھر بحرالرائق پھر عالمگیریہ میں ہے:

لوان قوما بنوا مسجدا وفضل من خشبهم شئ قالوا یصرف الفاضل فی بناءه ولا یصرف الی الدهن والحصیر هذا اذا اسلموا الی المتولی لیبنی به المسجد والا یکون الفاضل لهم یصنعون به ماشاؤا[1]

اگر ایک قوم نے مسجد بنائی اور اس کی لکڑیوں میں سے کچھ بچ گئیں، مشائخ فرماتے ہیں ان کو مسجد کی تعمیر میں ہی صرف کیا جائے گا، مسجد کے لئے تیل اور چٹائی میں صرف نہیں کرسکتے، یہ اس وقت ہے جب انھوں نے متولی کے سپرد کردیا ہو کہ وہ اس سے مسجد بنوائے اگر سپرد نہیں کیا تو وہ انہی کا ہے جو چاہیں اس کے ساتھ کریں۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۶۴

Marfat.com

(۲) مسجد کا مال کہ مسجد کے کام کا نہ رہا ہو اور متہممانِ مسجد جن کو اس کے بیچنے کی شرعاً اجازت ہے مسجد کے لئے بیچیں اس کا خریدنا ہر مسلمان کو جائز ہے،

فان اجازۃ البیع اجازۃ الشراء اذ لایتحقق البیع الا بالشراء۔ اس لئے کہ اجازتِ بیع اجازتِ شراء ہے کیونکہ شراء کے بغیر بیع متحقق نہیں ہوسکتی (ت)

ہاں اسے بے تعظیمی کی جگہ نہ لگائے۔

(۳) مسجد خواہ غیر مسجد کسی کی امانت اپنے صرف میں لانا اگرچہ قرض سمجھ کر ہو حرام و خیانت ہے توبہ و استغفار فرض ہے اور تاوان لازم پھر دے دینے سے تاوان ادا ہو گیا وہ گناہ نہ مٹا جب تک توبہ نہ کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۷ از جے پور مسئولہ محمد ہدایت علی خاں سید عبد آلوکیل سید معشوق حسین صاحبان ساکنانِ شہر جے پور ۲۶ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے دو دکانیں لبِ سڑک بازار میں خریدکیں، دونوں کی درمیانی دیوار توڑ کر ایک کرلیا ان میں ایک منبر ایک سقایہ بھی بنایا ایک شخص مؤذن مقرر کردیا وہی امامت بھی کرتا رہا، سات برس سے زیادہ عرصہ تک پنجگانہ نماز باجماعت اذان و اقامت سے ہوتی رہی نمازیوں کی کثرت اور جگہ کی قلت کے باعث زید نے پھر ان دکانوں کی پشت پر ایک اور زمین خرید کر کے اونچی کرسی کی جامع مسجد بنوائی اور ان دکانوں میں سے جامع مسجد میں جانے کے لئے زینہ نکالا، اس کے بعد راج سے حکم ہوا کہ ان دکانوں میں نماز نہ ہوا کرے اور ان دکانوں میں ہو کر زینہ نہ رہے جو زینہ پہلے سے بنا ہوا ہے اس میں سے بدستور راستہ مسجد کا رہے اور دکانیں جیسی تھیں ویسی ہی تجارت کے کام کی کردی جائیں، جو شخص مؤذن و امام تھا وہ شہادت دیتا ہے کہ میں نے سات برس سے زیادہ عرصہ تک نماز باجماعت و اقامت پڑھائی، پچیس تیس آدمی شہادت دیتے ہیں کہ ہم نے ان دونوں دکانوں میں مسجد سمجھ کر نماز جماعت سے پڑھی اور مسجد مشہور تھی اور سات آٹھ آدمی یہ شہادت دیتے ہیں کہ زید نے اپنی حیات میں ہم سے ان دکانات کا وقف ہونا ظاہر کیا تھا اور راج کے کاغذات نقشہ آبادی شہر اور خسرہ میں بھی مسجد درج ہے اور دونوں دکانوں کی یکجائی پیمائش ایک نمبر درج ہے، پس ان حالات میں یہ دکانیں زید کی ملک قرار پائیں گی یا بوجہ مسجد ہونے کے وقف متعلقہ مسجد قرار دی جائیں گی؟ بینوا توجروا

الجواب

حاش للہ (اللہ تعالٰی کی پناہ) نہ وہ زید یا کسی مخلوق کی ملک نہ وہ وقف متعلق مسجد بلکہ خود

Marfat.com

مسجد ہیں۔

اوّلاً پچیس تیس شہادتوں سے ثابت کہ وُہ مسجد مشہور تھی اور وقف شہرت سے ثابت ہوجاتا ہے۔

درمختار میں ہے،

تقبل فیہ (ای فی الوقف) الشہادۃ بالشہرۃ لاثبات اصلہ۔[1]

اصل وقف کے اثبات کے لئے شہرت کی بنیاد پر دی گئی شہادت مقبول ہے۔ (ت)

عام مساجد واوقاف کو مسجد ووقف ماننے کا ذریعہ یہی شہرت ہے، اگر یہ کافی نہ ہو وہ سب باطل ہوجائیں، جامع الفصولین میں ہے،

تقبل فی الوقف الشہادۃ بسماع ولو صرحا بہ اذا الشاہد ربما یکون سنہ عشرین سنۃ وتاریخ الوقف مائۃ سنۃ۔[2]

وقف میں سمعی شہادت مقبول ہے اگرچہ دونوں گواہوں نے اس کی صراحت کردی ہو (کہ وہ شہادت بالسمع دے رہے ہیں) بسا اوقات گواہ بیس سال کا ہوتا ہے اور تاریخِ وقف سَو سال پرانی ہوتی ہے۔ (ت)

سات آٹھ شہادتیں واقف کے اقرار وقف کی ہیں اور دربارہ وقف یہ شہادت کہ ہمارے سامنے زید نے اسے وقف کیا اور یہ شہادت کہ ہمارے سامنے زید نے اس کے وقف کا اقرار کیا دونوں یکساں ہیں، جامع الفصولین میں ہے؛

شہد انہ اقرانہ وقف جمیع حصتہ وقفا یصیر جمیع حصتہ وقفا۔[3]

گواہی دی گئی کہ واقف نے اپنا تمام حصہ وقف کرنے کا اقرار کیا ہے تو اس کا تمام حصہ وقف ہوجائے گا۔ (ت)

اسی طرح ذخیرہ وظہیرہ وہندیہ وغیرہا میں ہے، اور سالہا سال تک اس میں منبر و مؤذن وامام وجماعت پنجگانہ جہتِ وقف یعنی مسجدیت کی تعیین کرتی ہے، بحرالرائق میں ہے:

بنی فی فنائہ فی الرستاق دکانا لاجل الصلٰوۃ یصلون فیہ بجماعۃ

متولیِ مسجد نے فنائے مسجد کی جانب میں نماز کیلئے ایک دکان بنائی لوگ اس میں ہمیشہ باجماعت

---

[1] درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۸

[2] جامع الفصولین الفصل الثالث عشر فی دعوی الوقف الخ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶۹

[3] " " " " " " " " ۱/۱۸۰

Marfat.com

کل وقت فلہ حکم المسجد[1]

نماز پڑھتے ہیں تو وہ دکان حکم مسجد میں ہوگی (ت)

ثانیاً راج کے سمجھنے کو اس کے کاغذات میں مسجد درج ہونا ہی بس ہے۔ شرح الاشباہ للمحقق ہبۃ اللہ البعلی میں ہے،

لووجد فی الدفاتران المکان الفلانی وقف علی المدرسۃ الفلانیۃ مثلا یعمل بہ من غیر بینۃ و بذلک یفتی مشایخ الاسلام کما ھو مصرح بہ فی بھجۃ عبداللہ افندی و غیرھا فلیحفظ۔[2]

اگر رجسٹروں میں مندرج ہے کہ فلاں مکان فلاں مدرسہ پر وقف ہے تو گواہوں کے بغیر اس پر عمل کیا جائے گا، اسی پر مشائخ اسلام نے فتوٰی دیا جیسا کہ عبداللہ آفندی کی بہجہ وغیرہ میں تصریح کی گئی ہے، اس کو محفوظ کرلینا چاہئے۔ (ت)

اس پر وارثانِ زید خواہ کسی کو کوئی دعوٰی نہیں پہنچتا اور اسے دوبارہ دکان تجارت کردینا حرام حرام سخت حرام، اور مذہب اسلام میں دست اندازی ہے جسے راج وغیرہ کوئی روا نہ رکھے گا۔ اس میں کسی کارِ دنیا کے لئے بیٹھنا یا اس کا کرایہ لینا دینا یا اس میں کوئی چیز بیچنا خریدنا یا بیچنے خریدنے کے لئے اس میں جانا سب حرام قطعی ہے۔ درمختار میں ہے،

لایجوز اخذ الاجرۃ منہ ولاان یجعل شیئا منہ مستغلا ولاسکنی، بزازیۃ۔[3]

اس سے اجرت لینا جائز نہیں اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ مسجد کا کوئی حصہ کرایہ یا رہائش کے لئے مقرر کیا جائے، بزازیہ۔ (ت)

اسی میں ہے،

یحرم فیہ السوال ویکرہ کل عقد الا لمعتکف بشرطہ والکلام المباح وقیدہ فی الظھیریۃ بان یجلس لاجلہ[4]

حرام ہے مسجد میں سوال کرنا، اور مکروہ ہے مسجد میں ہر عقد، مگر معتکف کو اس کی مشروط اجازت ہے۔ مسجد میں مباح کلام مکروہ ہے، اور ظہیریہ میں یہ قید لگائی کہ مسجد میں بیٹھا ہی کلامِ مباح کیلئے ہو تب مکروہ ہے۔ (ت)

---

[1] بحرالرائق کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/۲۵۰

[2] شرح الاشباہ للمحقق ہبۃ اللہ البعلی۔

[3] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۷۹

[4] " کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ " " ۱/۹۳ و ۹۴

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے :

قولہ کل عقد الظاھر ان المراد بہ عقد مبادلۃ، قولہ بشرطہ وھو ان لایکون للتجارۃ۔[1]

ماتن کے قول "کل عقد" سے بظاہر مراد عقد مبادلہ ہے اور قول ماتن "بشرطہ" میں شرط سے مراد یہ ہے کہ معتکف کا عقد بیع وشراء بغرضِ تجارت نہ ہو (ت)

خود بانی نے کہ جامع مسجد بناکر اس مسجد کے ایک حصّۂ زمین میں اس کا زینہ بنایا یہ بھی ناجائز ہے کہ مسجد بعد تمامی مسجدیت کسی تبدیل کی متحمل نہیں۔ واجب ہے کہ اسے بھی زائل کرکے اسے خاص مسجد ہی رکھیں۔ درمختار میں ہے :

امالو تمت المسجدیۃ ثم اراد البناء منع ولوقال عنیت ذٰلک لایصدق تاتارخانیۃ، فاذا کان ھذا فی الواقف فکیف بغیرہ فیجب ھدمہ ولوعلی جدار المسجد۔[2]

لیکن مسجدیت تام ہوگئی اب واقف اس پر (حجرۂ امام) تعمیر کرنا چاہتا ہے تو اس کو روکا جائیگا، اگر وُہ کہے کہ شروع سے میری نیت ایسا کرنے کی تھی تو اس کی تصدیق نہیں کی جائیگی تاتارخانیہ، جب خود واقف کا یہ حکم ہے تو غیر واقف کو اس کی اجازت کیسے ہوسکتی ہے لہذا ایسے مکان کو گرانا واجب ہے اگرچہ فقط دیوارِ مسجد پر ہو۔ (ت)

مسلمانوں پر اسے باقی رکھنا اور تاحدِ قدرت ہر جائز طریقہ سے اسے مسجد رہنے میں پوری کوشش کرنا فرض قطعی ہے جو اس میں کوتاہی کرے گا سخت عذابِ الٰہی کا مستحق ہوگا۔

قال اللہ تعالٰی ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا اولٰئک ماکان لھم ان یدخلوھا الا خائفین ۵ لھم فی الدنیا خزی ولھم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم ۵[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا، اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں ذکرِ الٰہی ہونے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے، انھیں روا نہ تھا کہ ان میں جاتے مگر ڈرتے ہوئے، ان کیلئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کیلئے آخرت میں بڑا عذاب۔

والعیاذ باللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی کی پناہ) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] ردالمحتار — کتاب الصلوٰۃ — باب مایفسد الصلوٰۃ الخ — داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۴۵
[2] درمختار — کتاب الوقف — مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۷۹
[3] القرآن الکریم ۲/۱۱۴

Marfat.com

مسئلہ ۲۹۰ از شہر الہ آباد زیر مسجد جامع چوک مرسلہ مرزا واحد علی خوشبو ساز ۲۹ شوال ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد شاہی زمانہ کی بنی ہوئی تھی اس کے متعلق خام دکانیں بھی تھیں جن کے کرایہ کی آمدنی تیس چالیس روپے ماہوار تھی، وہ آمدنی متولی سابق جو کہ اس مسجد میں امامت بھی کرتے تھے ان کے خرچ میں اور مؤذن و تیل بتی و بانی ختم تراویح کی مٹھائی وغیرہ مصالح مسجد میں صرف ہوتی تھی چونکہ مسجد اور اس کی دکانیں بہت بوسیدہ ہوگئی تھیں، لہذا ایک صاحب نے بمشورہ اہالیانِ مسجد اپنے ذاتی روپے سے دکانیں پختہ کرائیں جس سے کرایہ قریب ڈیڑھ سو کے ہوگیا، اسی کرایہ سے وہ صاحب قسط وار اپنا روپیہ بھی وصول کرتے رہے اور مسجد بھی چندہ سے از سر نو تعمیر کرائی گئی اور انتظام مسجد کے لئے ایک کمیٹی قائم کی گئی اور متولی سابق علیحدہ کئے گئے جن لوگوں کی کوشش سے دکانیں پختہ کرائی گئیں ان لوگوں میں نمازیِ مسجد اور اہلِ محلہ بھی شریک ہیں ان سب کے اور ممبرانِ کمیٹی کے مشورہ سے یہ بات طے پائی کہ وہ اخراجات جو سابق میں مسجد کی آمدنی سے ہوتے تھے بدستور قائم رہیں اس کے علاوہ کچھ افطاری رمضان شریف میں نمازیوں کے واسطے بھی دی جائے، دس بارہ برس ہوئے کہ اس پر عملدرآمد چلا آرہا ہے، زید کہتا ہے کہ جو اخراجات مصالح مسجد میں شامل ہیں وہ قائم رہنا چاہیے اور جو اخراجات مصالح مسجد میں نہیں ہیں مثلاً شیرینی ختم تراویح افطاری رمضان شریف وہ جائز نہیں ہیں بند ہونا چاہئے۔ بکر کہتا ہے کہ جن اوقاف کا وقف نامہ موجود نہ ہو اور وقف کے شرائط معلوم نہ ہوں جیسے صورت مسئولہ میں، تو اس میں عملدرآمد سابق پر کاربند ہونا چاہیے، چونکہ شیرینی ختم قرآن شریف کی ہمیشہ متولیان سابق کے زمانے میں برابر آتی رہی لہذا اب بھی ویسا ہی آنا چاہیے اور بے تکلف جائز ہے، باقی رہا افطاری جو دس بارہ برس سے ممبرانِ کمیٹی جو تمام مسلمانوں کی طرف سے قائم ہے ان کی تجویز سے آنے لگی ہے گو کہ یہ ایک امر جدید ہے لیکن اس میں بھی کچھ مضائقہ نہیں ہوتا کیونکہ جیسے بانی اول کو اوقاف کے اخراجات کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں ویسے ہی بانیان ثانی کہ جس میں نمازیِ مسجد و اہلِ محلہ روپیہ خرچ کرنے والے سب شریک ہیں اور انھوں نے کوشش کرکے آمدنی بڑھائی اور مسجد از سر نو بنوائی تو اس کو بھی اپنی بڑھائی ہوئی آمدنی میں ضرور اخراجات کے بڑھانے کا اختیار ہونا چاہیے کیونکہ اہلِ محلہ و نمازیوں کے تصرفات بہت وسیع ہیں اور کمیٹی انھیں کی طرف سے قائم ہے تو کمیٹی کا فعل عین ان کا فعل ہے غرض اخراجات کے بڑھانے کا اختیار ثانی کو بھی ہونا چاہیے بالخصوص ایسے موقع میں کہ باوجود ان سب اخراجات بالا کے پھر بھی آمدنی مسجد میں بچت ہوتی ہے، پس دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا قول صحیح ہے یا بکر کا؟

Marfat.com

الجواب

جہاں شرط واقف معلوم نہ ہو عملدر آمد قدیم کا اعتبار ہے، خیریہ میں ہے:

ینظر الی المعهود من حالہ فیما سبق من الزمان ان قوامہ کیف کانوا یعملون[1] (دیکھا جائے گا کہ قدیم سے متولیوں کا عملدرآمد اس وقف کے بارے میں کیا چلا آرہا ہے۔ ت)

"قدیم" کے یہ معنی "جس کا حادث ہونا معلوم نہ ہو"۔ دس بارہ برس یا سو دوسو برس سے جو بات بعد واقف بے شرطِ واقف حادث ہوئی حادث ہی ہے، اس پر عمل ناجائز ہے۔ فتح القدیر میں ہے:

الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیہ دون زیادۃ اخری[2] (وقف کو بغیر کسی زیادتی کے سابقہ حالت پر باقی رکھنا واجب ہے۔ ت)

شیرینی قدیم اگر اسی معنی پر قدیم ہے کہ اس کا حادث ہونا معلوم نہیں، وہ اب بھی دی جائے گی اور افطاری کہ دس بارہ برس سے نوایجاد ہے نہ ہو سکے گی۔ مسجد از سرِ نو بنوانے والوں کو تو دکانات وقف سے کچھ تعلق نہیں کہ ان کو اس میں اختیار ہو اور دکانیں پختہ کرنا اسی وقف کی پختگی ہے نہ کہ وقف جدید خصوصاً جبکہ وہ اپنا لگایا ہوا روپیہ وصول بھی کر رہا ہے تو قرض دینے والا ہے نہ کہ واقف۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۹۹: از احمد آباد مرسلہ حکیم مولوی عبدالرحیم صاحب ۲۴ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک قوم نے چندہ کرکے ہزار دو ہزار روپیہ جمع کئے ہیں اب اس کے بعد تدبیر یہ کی کہ اس مال سے کپڑا سفید خریدتے ہیں اور اس کو ادھار نفع چڑھا کر بیچتے ہیں اور اس سے جو نفع پیدا ہوتا ہے اس کو بھی جمع کرتے جاتے ہیں اور مقصد ان حضرات کا یہ ہے کہ یہ رقم چار پانچ ہزار روپیہ کی جمع ہو جائے اس سے مکان قریب مسجد کے خریدنا ہے اور مسجد کو بڑھانا ہے اب اس مسجد کے چندہ سے اس قسم کی تجارت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جبکہ وہ روپیہ انھوں نے متولیانِ مسجد کو ابھی سپرد نہ کیا تو ان کی مِلک ہے، اس میں ہر تصرف جائز کا انھیں اختیار ہے قرضوں بیچنے میں نقد بیچنے سے دام زائد لینا کوئی مضائقہ نہیں رکھتا، یہ باہمی تراضی بائع و مشتری پر ہے،

---

[1] فتاوٰی خیریۃ کتاب الوقف دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۰۶

[2] فتح القدیر " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۴۴۰

Marfat.com

قال تعالیٰ الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مگر یہ کہ تمہارے درمیان باہمی رضامندی سے تجارت ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۰: از شہر بریلی مسئولہ شوکت علی فاروقی ۲۴ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس مسجد میں درخت بھی بیلا، گلاب وغیرہ ہو اور بوجہ تعمیر ہونے حجرہ وغسل خانہ کے ان درختوں کو کاٹا جائے تو کوئی شخص ان درختوں کو کھود کر اپنے مکان میں لگا سکتا ہے یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ پیال یا لرسی موسم سرما میں جو مسجدوں میں ڈالی جائے اور بعد گزر جانے موسم سرما کے اس کو نکال کر پھینک دیتے ہیں تو جو شخص اس پیال یا لرسی یا چٹائی کہنہ قابل پھینک دینے کے ہو اس کو اپنے صرف میں مثل پانی گرم کرنے کے لاسکتا ہے یا نہیں؟ تیسرے یہ کہ منڈیر یا فصیلِ مسجد جس پر وضو کرتے ہیں یا اذان دیتے ہیں وہ مسجد کے حکم میں داخل ہے کیا مثل مسجد کے بات وغیرہ کرنے کی وہاں بھی ممانعت ہوگی؟ بیّنوا توجروا

الجواب

ان درختوں کو مسجد سے واجبی ومناسب قیمت پر مول لے کر لگا سکتا ہے۔ پیال یا چٹائی بیکار شدہ کہ پھینک دی جائے لے کر صرف کر سکتا ہے۔ فصیلِ مسجد بعض باتوں میں حکمِ مسجد میں ہے معتکف بلاضرورت اس پر جا سکتا ہے اس پر تھوکنے یا ناک صاف کرنے یا نجاست ڈالنے کی اجازت نہیں، بیہودہ باتیں، قہقہے سے ہنسنا وہاں بھی نہ چاہئے اور بعض باتوں میں حکمِ مسجد نہیں اس پر اذان دیں گے اس پر بیٹھ کر وضو کر سکتے ہیں جب تک مسجد میں جگہ باقی ہو اس پر نماز فرض میں مسجد کا ثواب نہیں، دنیا کی جائز قلیل بات جس میں چپقلش ہو نہ کسی نمازی یا ذاکر کی ایذا اس میں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۱: ۲۶ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد نیاریاں شکستہ ہے چھت اس کی بالکل خارج ہے اور کڑیاں ٹوٹ گئی ہیں اور بعض بعض خمیدہ ہوگئی ہیں، منارے جھڑی دے گئے ہیں، لہٰذا ہم اہل محلہ یہ بات چاہتے ہیں کہ از سرِنو تعمیر کریں۔ اراضی مسجد کی افتادہ اُتر وپچھم کی بڑھانا منظور ہے۔ چنانچہ کچھ روپیہ جمع ہے اور باقی جو روپیہ زائد صرف ہوگا چندہ جمع کرکے انجام دیں گے اس واسطے کہ موسم بارش میں نمازیوں کو بہت تکلیف ہوتی ہے موجودہ بنیاد کو نکال کر دوسری بنیاد قائم کریں۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۹

Marfat.com

الجواب

مسجد کی مرمت واجب ہے، بارش کی تکلیف کہ چھت ٹپکنے سے سائل نے بتائی اس سے دفع ہو جائے گی اس قدر کے لئے اگر موجودہ روپیہ کافی نہ ہو چندہ کریں باقی اصل مسجد کی بنیادیں نکال کر شمال و مغرب کی زمین متعلق مسجد میں مسجد بڑھانے کے لئے جدید بنیادیں قائم کرنا اگر اس توسیع کی مسجد کو صحیح ضرورت ہے کریں ورنہ بے ضرورت بڑھانا اور مسلمانوں پر چندہ کا بار بلاوجہ بہت بڑھا دینا کس لئے! ہر مسجد میں جمعہ وعیدین قائم کرنا کوئی شرعی ضرورت نہیں، فتح القدیر میں ہے:

انما امرنا بابقاء الوقف علی ما کان علیہ دون زیادۃ اخری[1] بیشک ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم وقف کو بغیر کسی زیادتی کے حال سابق پر قائم رکھیں (ت)

مسئلہ ۳۰۲ ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کبیر محلہ میں بوجہ ضعف اسلام وتسامح الناس قدرے گر پھوٹ گئی ہے اور بعد کو بعون خدا تعالٰی مرمت کاملہ کرادی گئی ہے اور پیش امام وغیرہ نیز بدستور مقرر کئے گئے ہیں اور صلوٰۃ خمسہ، جمعہ، اذان اس میں پڑھی جاتی ہے۔ پس بوقت غیر آبادی وشکستگی مسجد مذکور بالا کے ایک مرد مسلم نے ایک مسجد صغیر عنقریب ومتصل اس کے چار گز کے فاصلہ پر بنائی تھی جو کہ اب تک آباد ہے اور اس میں بھی اذان صلوٰۃ بالفعل ہو رہے ہیں، کیا اس شخص کو مسجد جدید بنانی عندالشرع جائز تھی یا نہ؟ اور اب اس کا گرانا جائز ہے یا نہ؟

الجواب

حاشا اس کا گرانا بھی جائز نہیں، دونوں کا آباد رکھنا واجب ہے، اسے مناسب یہ تھا کہ مسجد قدیم ہی کی تعمیر کرتا اور اتنے قریب دوسری مسجد نہ بناتا اب کہ بن گئی ہدم حلال نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۰۳ از موضع سرولی ڈاکخانہ کچا ضلع نینی تال مرسلہ محمد حسین خورد ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کی صف دوسری مسجد میں لاکر نماز فرض یا واجب پڑھی جائے تو ہو سکتی ہے یا نہیں؟ جیسے کہ نماز الوداع میں اکثر صفوں کی ضرورت ہوتی ہے، تو جس جگہ موضع میں دو مسجدیں ہوتی ہیں تو مسجد جامع میں دوسری مسجد کی صفیں لاکر نماز پڑھتے ہیں یا عید کی نماز پڑھی جائے تو ازروئے شرع شریف نماز دوسری مسجد کی صفوں پر ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

---

[1] فتح القدیر کتاب الوقف مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۴۴۰

Marfat.com

الجواب

ایک مسجد کی صفیں دوسری مسجد میں لے جانا ممنوع و ناجائز ہے، نماز مکروہ و ناقص ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۰۴ از بریلی مسئولہ مولوی میر احمد صاحب بنگالی طالب علم مدرسہ منظر اسلام ۱۵ ربیع الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا پاخانہ پشتِ مسجد سے ملحق تھا اس کو بوجہ مسجد منہدم کرادیا اور کوئی عرصہ دو ماہ سے کچھ لوگ وہاں پر کوڑا وغیرہ ڈالنے لگے اب زید یہ چاہتا ہے کہ اس ملحق پشت مسجد زمین کی اپنی نشست گاہ بنوادے اور مسجد کے دو پرنالوں کا پانی اپنی چھت پر لے یا اس اراضی کو اپنی ڈیوڑھی بنالے، اس صورت میں ایک پرنالہ اپنی ڈیوڑھی پر لے اور دوسرے پرنالے کا پانی باہر نکال دے اور ساتھ ہی اس کے یہ واضح رہے کہ مسجد کا کوئی پشتہ نہیں اور نہ پشتہ اس جگہ ہے جہاں مسجد کے دو پرنالوں کا پانی گرتا ہے، اس صورت میں کیا حکم شرع ہے؟ نشست گاہ یا ڈیوڑھی وغیرہ بننے سے مسجد کی حفاظت بھی ہوتی ہے اور پانی مسجد کا کسی صورت میں روکا نہیں جاتا۔

الجواب

مسجد کا پشتہ نہ ہو آج تک کے لئے زمین مسجد نے چھوڑی ہوگی اسے اپنے تصرف میں لانا حرام ہے، ہاں اگر ثابت ہو کہ مسجد کی کوئی زمین نہ چھوٹی تھی صرف پانی بہانے کا اس کی زمین میں حق تھا تو یہ اس میں عمارت بنا سکتا ہے جبکہ مسجد کا پانی نہ روکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۰۵ از الٰہ آباد دائرہ شاہ اجمل صاحب آوردہ مولٰنا مولوی سید نذیر احمد صاحب ۱۸ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

سوال بعینہٖ مثل سوال ثانی ۲۹ شوال ۱۳۳۷ھ مذکور باب احکام المسجد

الجواب

اس سوال کا جواب جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ پھر رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ پھر شوال ۱۳۳۷ھ میں تین بار یہاں سے جاچکا، اس بار اس کے ساتھ ایک اور تحریر طویل بایں خلاصہ ہے کہ اس سوال میں زید مستفتی نے اخفائے حق کیا، حقیقتِ امر یہ ہے کہ ان لوگوں نے دکاناتِ مسجد کی چھت پر ایک مدرسہ بلامعاوضہ قائم کرلیا اور کمیٹی سے اس کی بقا کا اقرارنامہ لکھالیا ہے، یہ حالت دیکھ کر تحفظ آئندہ کے لئے یہ پتھر لگایا گیا جس میں دکانات و حمام کے وقف علی المسجد ہونے کا تذکرہ ہے کہ آئندہ کوئی متولی سابق کی طرح ان دکانوں پر دعوٰی نہ کر بیٹھے۔ اعلان میں معلن کا نام ضرور ہے، گمنام اعلان ایسا نہیں ہوتا، لہٰذا بکر نے اپنا نام لکھا نہ بقصد ریاء نہ طلب دعا۔ یہ پتھر سجدہ کی جگہ سے دس فٹ بلند ہے تو نمازی کا سامنا

Marfat.com

نہیں ہوگا اور اندر کی محراب پر نہیں بلکہ بیرونی محرابی دروں پر، وہی لوگ جن سے اندیشہ ہے اس پتھر کا انعدام چاہتے ہیں کہ اس کی بقاء میں تحفظ و استحکام وقف ہے انتہٰی ملخصاً۔

فریق ثانی کی طرف سے بھی سوال مع جواب آیا تھا کہ اس پتھر کا نصب جائز نہیں بلکہ غیبت میں داخل ہے اور اس کا جواب بھی رمضان مبارک[عه] ۱۳۳۶ھ میں گیا کہ اگر وہ افعال متولی سابق سے صادر ہوئے اور اہل شہر ان وقائع پر مطلع ہوں تو ان کا لکھ کر نصب کرنا غیبت نہیں ہوسکتا، خصوصاً منظر عامہ میں نصب کہ اشتہار چھاپ کر عام تقسیم کی طرح حدِ غیبت میں اس کا آنا دشوار نہ تا حیات متولی مذکور اس کے عدم جواز کی کوئی وجہ جب کہ منجر لفتنہ نہ ہو، ہاں اس کا نصب کوئی مہم مصلحت شرعیہ نہ رکھتا ہو تو بعد موت متولی اس پتھر کا معدوم کردینا ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتذکروا امواتکم الا بخیر[1] (اپنے مُردوں کا تذکرہ سوائے بھلائی کے مت کرو۔ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم:

لاتسبوا الاموات فانہم قد افضوا الی ماقدموا[2] اپنے مردوں کو بُرا نہ کہو کیونکہ وہ اپنے آگے بھیجے ہُوئے اعمال کو پہنچ چکے ہیں۔(ت)

بایں ہمہ جبکہ بلا مصلحتِ شرعیہ عبث ہے عبث سے ویسے ہی بچنا چاہیے نہ کہ وہ جس سے کسی مسلمان کو تکلیف ہو اگر وقف میں خیانت و اضرار کا اندیشہ ہے اور اس پتھر کا نصب کرنا مانع ہوگا یا اسی طرح اور کوئی مصلحت مہمہ شرعیہ ہے تو نصب میں حرج نہیں بلکہ حاجت ہو تو اجر ہے، یہ اس جواب کا خلاصہ ہے جو فریق ثانی کو یہاں سے گیا، اب بھی یہی کہا جاتا ہے کہ محض بلا مصلحت ہو تو جُدا کردیں اور مصلحت شرعیہ ہے تو قائم رکھیں، پھر اگر موضع نظر سے اتنا بلند ہو کہ جب تک نظر اُوپر کو اٹھا کر نہ دیکھیں نظر نہ آئے تو کسی طرح نقشِ دیوارِ قبلہ کی کراہت میں نہیں آتا، یہ خود اس نمازی کا قصور ہے، اسے نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا کب جائز تھا، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عــه مندرجہ صفحہ ۴۷۲۔

۱؎ اتحاف السادۃ المتقین کتاب آفات اللسان الآفۃ الثامنۃ اللعن دار الفکر بیروت ۷/ ۴۹۰-۹۱

۲؎ صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ماینہی عن سب الاموات قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۷

سنن النسائی " النہی " " " نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۲۷۲

Marfat.com

لینتھین اقوام یرفعون ابصارھم الی السماء فی الصلوٰۃ اولتخطفن ابصارھم[1] رواہ مسلم۔
وُہ جونماز میں آسمان کی طرف نگاہ اُٹھاتے ہیں یا تو وہ اپنی اس حرکت سے باز آئیں گے یا ان کی نگاہ اُچک لی جائے گی (اسے مسلم نے روایت کیا۔ ت)

اور اگر اتنا بلند نہیں تو ضرور موقع کراہت میں ہے اور اس میں اندرونی و بیرونی محراب کا تفرقہ نہیں مسجد کا درجہ مسقفہ و صحن دونوں مسجد ہیں اس حالت میں چاہیئے کہ اس تحریر پر نمازوں کے اوقات میں غلاف ڈال دیں، ہم نے فتوٰی سابقہ میں سنن ابی داؤد کی حدیث نقل کی کہ دیوار غربی کعبہ معظمہ میں (اس) مینڈھے کے (جو سیدنا اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فدیہ ہوا) سینگ نصب تھے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

خمرھا فانہ لاینبغی ان یکون فی قبلۃ البیت شیئ یلھی المصلی[2]
انھیں (سینگوں کو) ڈھانک دو کہ نمازی کے سامنے کوئی ایسی چیز نہ چاہیئے جس سے دل بٹے۔

نام کا جواب بھی فتوٰی سابقہ میں تھا کہ ریاء کو حرام مگر بلا وجہ شرعی مسلمان پر قصدِ ریا کی بدگمانی بھی حرام، اور بنظرِ دُعا ہے تو حرج نہیں، نہ کفایت اجمال منافی طلب خصوص۔ اور یہ مصلحت کہ اس تحریر میں بتائی ضرور قابلِ لحاظ ہے جبکہ اس کا نام وجہ اعتبار اعلان یا زیادت اعتبار ہو،

وانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی[3]
اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی۔ (ت)

دکاناتِ مسجد پر اقامتِ مدرسہ کے بارے میں بھی سوال آیا اور مفصل جواب جا چکا ہے مگر فریق ثانی کے سوال میں یہ تھا کہ مسجد میں ایک مدرسہ ہے جس میں تعلیم کلام مجید و تفسیر و فقہ و حدیث کی ہوتی ہے، بعض منتظمین نے چاہا کہ تعلیم مسجد سے اٹھا دی جائے، اور ان شرائط پر اس کے قیام کا فیصلہ ہوا اس تحریر تازہ میں یہ ہے کہ بلا استحقاق و بلا معاوضہ سقف وقف پر مدرسہ کر لیا ہے، ایسا ہے تو بلا شبہہ حرام ہے اور منتظمین مسجد کی اس پر رضامندی مردود، اور اب تک کا کرایہ مدرسہ قائم کرنیوالوں پر

---

[1] صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب النہی عن رفع البصر الی السماء فی الصلوٰۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۱
[2] سنن ابوداؤد کتاب المناسک باب الصلوٰۃ فی الکعبہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۷۷
مسند احمد بن حنبل حدیث امراۃ من بنی سلیم دار الفکر بیروت ۴/۶۸
[3] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲

Marfat.com

بحق مسجد لازم، کماھو منصوص علیہ فی عامۃ الکتب (جیسا کہ عام کتابوں میں اس پر نص کی گئی ہے۔) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰۶ از بمبئی نشان پاڑا کراس روڈ بوساطت سید غوث پیران صاحب مرسلہ میمن آدم عبدالرحمن صاحب ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین، ایک حنفی المذہب عورت نے انتقال کیا جس نے اپنی جائداد کے ساتھ ایک شوہر، دو بیٹیاں، ایک حقیقی بھائی اور ایک عم زاد بہن کا بیٹا چھوڑا اس کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا۔ قبل از تقسیم ترکہ مرحومہ کی وفات کے دو سال بعد اس کے شوہر نے جائداد مذکورہ سے زمین کا ایک قطعہ مسجد بنانے کے لئے وقف کردیا جس پر بتوسل جماعت مسجد تعمیر کی گئی اور پنجوقتہ نماز بھی قائم ہوگئی، لیکن بعض لوگ اس میں عدم جواز نماز کے قائل ہیں کہ وقف صحیح نہ ہوا۔ مرحومہ کا شوہر یہ کہتا ہے کہ مجھ سے مرحومہ نے یہ وصیت کی تھی کہ مسجد کی عمارت کے لئے ایک قطعہ زمین وقف کرے اگر شرعاً یہ وقف صحیح نہ ہوگا تو میں اپنے حصہ رسدی سے اس وقف کو برقرار رکھوں گا۔ صورت مذکورہ میں وقف اول صحیح ہوکر نماز پڑھنا اس میں درست ہے یا نہیں؟ بر صورت عدم جواز اپنے حصہ میراث سے وقف کا برقرار رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

ترکہ متوفی حسب شرائط فرائض بارہ سہام ہوکر تین سہم شوہر، چار چار ہر دختر، ایک برادر کو ملے گا۔ عم زاد بہن کا بیٹا محروم ہے۔ اگر صحیح ہے کہ مورثہ نے یہ وصیت کی تھی اور یہ قطعہ (بعد ادائے دین اگر ذمہ مورثہ ہو) ثلث متروکہ سے زائد نہیں تو وقف صحیح و نافذ ہوگیا اور وہ قطعہ مسجد اور اس میں نماز مسجد میں نماز۔ یونہی اگر ثلث متروکہ سے زائد ہو اور باقی ورثہ یعنی بیٹیاں اور بھائی سب عاقل بالغ اور سب نے اس وصیت کو قبول کیا اور جائز رکھا، جب بھی یہی حکم ہے۔ یونہی اگر وصیت ثابت نہ ہو اور شوہر نے ایک قطعہ معینہ جس میں باقی ورثہ کے بھی حصے تھے تعمیر مسجد کے لئے وقف کردیا اور باقی سب ورثہ نے بشرط عقل وبلوغ اسے جائز رکھا جب بھی یہی حکم ہے۔ ان سب صورتوں میں وہ مسجد ہوگیا،

وذٰلک لانہ فی الاخیر فضولی فی حصصھم وقد صدر منہ مالہ مجیز حین صدورہ وقد اجازوا فنفذ ولم یمنع الشیوع لعدمہ عند اجتماعھم علٰی تجویزہ

اور یہ اس لئے ہے کہ صورت اخیرہ میں وہ (شوہر) دیگر ورثاء کے حصص کو مسجد بنانے میں فضولی ہے اور یہ فعل اس سے اس حال میں صادر ہوا کہ صدور کے وقت اس کو جائز کرنے والا موجود ہے اور انھوں نے اس کی اجازت دے کر جائز کردیا اور شیوع

قال فی ردالمحتار لو بینهما ارض وقفاها و دفعاها معا الی قیم واحد جاز اتفاقا لان المانع من الجواز عند محمد هو الشیوع وقت القبض لا وقت العقد و لم یوجد ھھنا۔[1]

یہاں مانع نہیں ہوگا کیونکہ جب وہ تمام اس کے جائز رکھنے پر مجتمع ہوگئے تو شیوع رہا ہی نہیں، ردالمحتار میں ہے دو شخصوں کی اگر مشترکہ زمین ہو اور دونوں نے معاً اس زمین کو وقف کرکے ایک ہی متولی کے حوالے کردیا تو بالاتفاق جائز ہے اس لیے کہ امام محمد علیہ الرحمۃ کے نزدیک مانع جواز شیوع ہے جو وقت قبض ہو نہ کہ وقت عقد، اور یہاں وقت قبض شیوع نہیں پایا گیا (ت)

ہاں اگر کوئی وارث غیر عاقل یا نابالغ ہے یا ان میں بعض نے اس تصرف کو جائز نہ رکھا بے وصیت مطلقاً اور بحال وصیت جبکہ ثلث سے زائد ہو تو البتہ وہ مسجد مسجد نہیں اور اس سبب سے کہ اس میں ایسے کی ملک ہے جس کی اجازت نہیں یا جس کی اجازت شرعاً اجازت نہیں اس میں نماز ناجائز۔ یہ حکم بھی متفق علیہ ہے کہ مسجد میں شیوع بالاجماع ممنوع،

لان بقاء الشرکۃ یمنع الخلوص ﷲ تعالٰی ش عن النھر والفتح۔[2]

کیونکہ بقاء شرکت اللہ تعالٰی کے لئے شَے کے خالص ہونے سے مانع ہے۔ ش نے نہر اور فتح سے واضح کیا۔ (ت)

ہاں اگر شوہر تقسیم صحیح شرعی کرائے اور یہ قطعہ اس کے حصہ میں آئے اس کے بعد اسے یہ مسجد کرے تو اب مسجد ہوجائے گا لزوال المانع (مانع ختم ہوجانے کی وجہ سے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۰۷: مسئولہ سید مصباح القیوم صاحب ساکن شہر رائے پور بجنا تھ پارہ مدرسہ اصلاح المسلمین صوبہ سی پی ۵ جمادی الآخر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کے متعلق طہارت خانہ وغیرہ بنانے کی غرض سے مسجد کے روپیہ سے ایک قطعہ زمین کا مسجد سے علیحدہ مگر قریب میں خریدا کیونکہ زمین بہت ہے مسجد کی ضرورت کی چیزیں بن جانے پر بھی باقی رہ گئی اور مسجد کی کوئی منفعت مقصود نہیں اور اہلسنت نے ایک مدرسہ قائم کیا ہے اس کے لئے مکان کی ضرورت ہے تو کچھ مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ زمین مذکور پر مدرسہ تعمیر کرادیں اور قیمت زمین کی مدرسہ کی آمدنی سے لے کر مسجد میں داخل کیا جائے تو شرعاً یہ جائز ہے کہ نہیں اور درصورت

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۶۵

[2] ردالمحتار کتاب الوقف داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۶۴

Marfat.com

عدمِ جواز کوئی حیلہ اس کے جواز کا ہوسکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب

جائز ہے کہ وہ باقیماندہ حاجت مسجد سے زیادہ زمین (کہ سابق سے وقف نہ تھی بلکہ مسجد کے روپیہ سے مسجد کے لئے خریدی تھی) مدرسہ کے لئے بیع بقیمت مناسب کرکے زرِ ثمن داخلِ مسجد کیا جائے جبکہ احتیاط و امانت کاملہ سے کام لیا جائے ۔ عالمگیری میں ہے :

متولی المسجد اذا اشتری بمال المسجد حانوتا اودارا ثم باعها جاز اذا کانت لہ ولایۃ الشراء بناء علی ان ھذہ الدار والحانوت ھل تلتحق بالحوانیت الموقوفۃ علی المسجد معناہ ھل تصیر وقفا المختار انہ لا کذا فی المضمرات[1] واللہ تعالٰی اعلم ۔

ایک مسجد کے متولی نے مسجد کے مال سے دکان یا گھر خریدا پھر بیچ دیا تو جائز ہے جبکہ اس کو خرید نے کی ولایت حاصل ہو ، یہ مبنی ہے اس بات پر کہ کیا یہ دکان اور گھر مسجد پر وقف شدہ دکانوں سے ملحق ہوگا ، اس کا معنٰی یہ ہے کہ کیا یہ وقف ہوجائیگا ، مختار یہ ہے کہ نہیں ہوگا ۔ مضمرات میں ایسا ہی ہے ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۰۱ ۱۴ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محلہ قاضی ٹولہ پرانا شہر میں ایک مسجد قاضی زادوں کی تعمیر کردہ ہے اور اس کا دروازہ پہاڑ رخ قدیمی ہے اور اس میں کچھ قبریں پختہ قاضی زادوں کے آبا و اجداد کی تھیں ، اور ایک کنواں بنجاروں کا بنایا ہوا مسجد سے پہلے کا ہے جس سے سوائے نمازیاں اور کئی محلوں کو اس کے پانی سے نفع پہنچتا ہے ، اس مسجد میں کئی قوم کے لوگ نماز پڑھتے ہیں قصائی ، نداف ۔ ان کے مکان بھی وہیں ہیں ، قصابوں نے مسجد میں جو قبریں تھیں انھیں کھود کر بالکل نیست و نابود کردیا ، درخت مولسری کا جس کے سایہ سے نمازیوں کو آرام ملتا تھا کاٹ ڈالا ، گول در شمال کی جانب جس سے نمازیوں کو بارش سے آرام ملتا تھا بند کردیا ، کنواں جس سے مخلوق کو نفع تھا اس کی ایک سیڑھی کا راستہ بند کردیا گیا گویا ایک رخ بالکل بند کردیا جس سے بہشتیوں کو ازحد تکلیف ہے انھوں نے پانی بھرنا بند کردیا ۔ دو دیواریں بنا کر اس میں گھڑی لگادی ہے جس سے کچھ نفع نہیں ۔ یہ لوگ کس سزا کے مستحق ہیں ؟ یہ کام اچھے کئے یا بُرے کئے ؟ ندافوں میں سے ایک شخص نے کسی سے پوچھا یہ کنویں پر در و دیوار کیا ہیں ، اس نے اپنی جہالت سے کہا کہ یہ میرا .....

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۱۸-۴۱۷

بنایا ہے لوگوں کے تکلیف دینے کو، تو کیا یہ شخص کافر ہوگیا ؟ حالانکہ ان دیواروں کو وہ مسجد نہیں سمجھتا ہے بلکہ یہ شرارت کی دیواریں سمجھتا ہے کس سزا کا مستحق ہے ؟

الجواب

اگر یہ بیانات واقعی ہیں تو مسلمانوں کی قبروں کا کھود ڈالنا ہرگز جائز نہ تھا اس سے وہ توہین مسلمین کی سزا کے مستحق ہیں، سزا یہاں کون دے سکتا ہے، اور اگر یہ قبریں اس لئے کھودیں کہ اس جگہ پر نماز پڑھی جائے تو یہ نماز کو بھی خرابی میں ڈالنا ہے، قبور کی جگہ نماز جائز نہیں جب تک اندر تک کھود کر میت کے سب اجزاء نکال نہ دئے جائیں اور مسلمان میت کے ساتھ ایسا کرنا حرام حرام سخت حرام۔ درخت جو قدیم سے تھا اس کے کاٹنے کی کوئی وجہ نہ تھی، بلا وجہ شرعی نمازیوں کو تکلیف دینا سخت بد ہے۔ شمالی دروازہ کہ قدیم سے تھا اور اس سے نمازیوں کو آرام ملتا تھا اس کے بند کرنے کا بھی کوئی اختیار نہ تھا۔ کنویں کی ایسی روک جس سے پانی بھرنے والوں کو تکلیف ہو اور وہ بھرنا چھوڑ دیں ہرگز جائز نہیں، یہ سب بُرے کام ہوئے۔ اس نداف نے بیہودہ کہا بُرا کیا مگر اس کے سبب کافر نہیں ہو سکتا کہ اس میں مسجد کی کوئی توہین نہیں، نہ وہ دیواریں مسجد کی ہیں۔ اس کے لئے اتنی سزا کافی ہے کہ تُو نے بیہودہ بکا۔ آئندہ احتیاط کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰۹ مسئولہ شیخ عظمت اللہ کو توالی شہر بریلی شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس بارہ میں کہ ایک مسجد شریف قدیم ٹھوس تھی اہلِ اسلام نے اس کو منہدم کرا کر مغرب کی جانب میں مسجد بنوائی اور مسجد قدیم کو اس کا صحن قرار دیا اور مسجد جدید اور صحن یعنی مسجد قدیم ہر دو کی کرسی بلند کی اور نیچے تہہ خانے بنائے اور مسجد قدیم کے تہہ خانے کے حصے کو مسجد کی دکانوں میں شریک کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ اور اس صحن میں نماز پڑھنے والوں کو ثواب مسجد کا ملے گا یا نہیں ؟ اور اگر یہ جائز ہے تو اس طرح مسجد جدید کے تہہ خانے کو بھی کرایہ پر دے سکتے ہیں یا نہیں ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

مسجد مسجد ہو جانے کے بعد دوسرے کام کے لئے کرنا حرام حرام سخت حرام ہے ان پر فرض ہے کہ مسجد قدیم کا تہ خانہ بدستور سابق بند کردیں اور اب کہ مسجد جدید کو مسجد کر چکے اس کے تہ خانے کو بھی کرایہ پر دینا حرام ہے ہاں مسجد کر دینے سے پہلے دکانیں وقف مسجد کے لئے بناتے اور اس کے بعد ان کی چھت کو مسجد کرتے تو جائز تھا اب ہرگز حلال نہیں مسجد قدیم کو جدید کا صحن کر لیا اس میں حرج نہیں وہ بدستور مسجد ہے اور اس میں نماز مسجد میں نماز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

Marfat.com

مسئلہ ۳۱۰ از شہر کہنہ محلہ کوٹ مسئولہ شیخ انعام اللہ ۵ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ مسجد امام بارہ متصل زیارت شاہ صاحب کے ایک گوشہ میں واقع ہے اور گزشتہ زمانے کے شیعہ مذہب کے لوگ جو لکھنؤ کے پیرو تھے ان کی تعمیر کردہ ہے۔ لیکن اب مسجد مذکور اہلسنت کے قبضہ میں ہے اور کنویں مذکور سے ۳۳/۳۴ گز کے فاصلہ پر ہے، کنویں اور مسجد کے درمیان بوجہ کوڑے اور گھاس کیڑے وغیرہ کا احتمال رہتا ہے، اسی لئے مسجد مذکور آباد نہیں ہوتی، اہلِ محلہ چاہتے ہیں کہ مسجد مذکور کا ملبہ لبِ سڑک متصل کنواں اٹھالائیں اور یہاں مسجد تعمیر کرائیں تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر اس مسجد کا بانی رافضی تبرائی روافض حال کا ہم عقیدہ تھا اور اسی مذہب پر مرا تو مسلمانوں کو جائز ہے کہ اس کا عملہ دوسری مسجد میں لے جائیں، نیز جائز ہے کہ اس مسجد کی زمین کو بیع کرکے جدید مسجد میں لگائیں۔

فی الدر المختار لو وقف المرتد فقتل او مات او ارتد المسلم بطل وقفہ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے کہ اگر مرتد نے وقف کیا پھر قتل کردیا گیا یا مرگیا یا مسلمان مرتد ہوگیا تو اس کا وقف باطل ہوگیا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۱۱ مسئولہ حافظ عبدالمجید از ضلع مراد آباد قصبہ بچھرایوں محلہ چودھریاں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ میرے باپ جناب قبلہ و کعبہ حاجی عبدالرحمٰن صاحب نے ۲ جولائی ۱۸۹۹ء کو اپنی حقیت موضع کھادگوجر پرگنہ سانپور ضلع مراد آباد تعدادی مواضع چار بسوہ کو اور میرے بھائی حاجی عبداللطیف خاں صاحب اور مجھ حافظ عبدالمجید خاں نے اپنی حقیت سوا سوا بسوہ موضع کافورپور وچک کافورپور پرگنہ بانسٹہ ضلع بجنور کو بنا برصرف مسجد و چاہ و پیاؤ وقف کردیا مگر وہ جگہ جہاں مسجد و کنواں تیار کرانے کا خیال تھا وہ جگہ آبادی قصبہ بچھرایوں سے ڈیڑھ سو گز کے فاصلے پر جنگل میں جانب مشرق اور مسجد لبِ سڑک سے جو آبادی میں بنی ہوئی ہے دو سو گز کے فاصلہ پر ہے بعد وقف ہوجانے کے جو میری غیبت میں تکمیل ہوا تھا یہ خیال پیدا ہوا کہ اس جگہ مسجد کا بنانا کارآمد نہیں ہے کیونکہ اس موقع پر بوجہ نہ ہونے آبادی کے آباد نہیں رہ سکتی مگر یہ خیال جناب والد بزرگوار صاحب

---

[1] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۷۷

Marfat.com

ظاہر نہ کرسکا تھا کہ میرٹھ اپنی ملازمت پر تشریف لے گئے وہاں سے ان کا والانامہ صادر ہوا کہ فوراً مسجد کی تعمیر کردیں میں نے بخوف ان کی ناراضی کے اپنا خیال تو ظاہر نہ کیا مگر بموجب ارشاد تعمیل یہ کردیا کہ دیہات سے چار بیگاری جمع کرکے مسجد کی نیو معین بنیاد کندہ کرائی اور زمین برابر نیو جوادی چونکہ موسم برسات آنے والا تھا والد بزرگوار قبلہ کو بطور عریضہ یہ عرض کیا کہ بنیاد بھروادی گئی اور تعمیر مسجد بعد برسات شروع کی جائے گی، اس کے بعد میں خود جناب والد صاحب قبلہ کے پاس پہنچا اور ان سے اپنا خیال ظاہر کیا کہ مسجد تو بموجب ارشاد عالی بنادی جائے گی مگر اس کی آبادی کی کون سی صورت ہے، اول جناب والا وہاں پر اس کا زنانہ و مردانہ بنادیں اور میں وہاں محلہ آباد کرلوں تب مسجد تیار ہونی چاہئے، انھوں نے اس بات کو بخوبی منظور فرمالیا، اس عرصہ میں ان کا انتقال ہوگیا مگر کنواں و پیاؤ تیار ہوگیا تھا اور بدستور جاری ہے نہ مکان تھا نہ وہ آباد ہوا۔ ہم دونوں بھائی آپس میں جُدا ہوگئے اور اس وقف کا بعد جناب قبلہ کے میں متولی رہا۔ ایک مسجد درمیان آبادی منہدم ہوگئی تھی، میں نے اس روپیہ سے وہ مسجد از سر نو بنوائی اور وُہ بنیادِ مسجد جو جنگل میں بیگاروں سے بھروادی تھی اکھڑوا کر اس کی اینٹیں بھی اس میں لگوا کر تیار کروادی، اب اس وقف کی رقم جمع ہے اور ایک مسجد محلہ جو میرے مردانہ مکان کے پیش دروازہ ہے از حد مرمت طلب ہورہی ہے اور کوئی صاحب اس کی طرف توجہ نہیں کرتے، میرا خیال ہے کہ اگر شرع شریف اجازت دے تو میں اس مسجد کی اس روپیہ سے مرمت کرادوں۔ دوسرے یہ کہ وہ مسجد جہاں جنگل میں پہلے بنیاد بھروادی تھی اور وہ اس وجہ سے کہ یہ کسی وقت کارآمد و آباد نہیں ہوسکتی اکھڑوا ڈالی گئی تھی، اس کا بنانا ضروری ہے یا اس مسجد کی مرمت کرادینا ضرور ہے؟

الجواب

جبکہ یہ صحیح ہو کہ وہ جگہ آباد نہیں ہوسکتی اور وہ مسجد کام میں بھی نہ آئے گی تو وہ مسجد نہ ہوئی، ان اینٹوں اور روپے کو دوسری مسجد میں صرف کرسکتے ہیں، عالمگیری میں ہے:

رجل بنی مسجدا فی مفازۃ حیث لایسکنہا احد، وقل مایمر بہ انسان لم یصر مسجدا لعدم الحاجۃ الی صیرورتہ مسجدا کذا فی الغرائب[1]

اگر کسی شخص نے جنگل میں مسجد بنادی جہاں کوئی بھی نہیں رہتا اور بہت کم ہی کسی انسان کا وہاں سے گزر ہوتا ہے تو وُہ مسجد نہیں ہوتی کیونکہ اس کے مسجد ہونے کی ضرورت نہیں، غرائب میں ایسا ہی ہے۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس فی آداب المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۲۰

Marfat.com

مسئلہ ۳۱۳/۳۱۲ از شہر محلہ باغ احمد علی خاں مسئولہ منشی فتح محمد صاحب ۸ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:
(۱) ایک مسجد اہل سنت وجماعت کی تعمیر ہورہی ہے اور اس کا چندہ جمع ہو رہا ہے، اس مسجد میں کس کس مذہب کا پیسہ لگانا جائز ہے اور کس کس مذہب کا ناجائز؟
(۲) ایک مسجد رافضی کی تیار کی ہوئی ہے جو اس وقت ایک گوشہ میں ویران پڑی ہے اس میں اہلسنت وجماعت کی یہ رائے ہے کہ اس مسجد کو شہید کرکے دوسری جگہ مسجد تعمیر کرائی جائے اس کی زمین کا پیسہ دوسری مسجد اہلسنت وجماعت میں لگایا جائے تو جائز ہے یا ناجائز؟ اور اس مسجد کا اب کوئی فساد کرنے والا نہیں۔

الجواب

(۱) مسجد میں صرف اہلسنت کا پیسہ لیا جائے، کافروں یا مرتدوں کا ناپاک مال نہ لیا جائے۔
(۲) رافضی جو ایسا ہی مذہب رکھتا ہے جیسا کہ آج کل کے رافضیوں کا ہے اگر اس نے مسجد بنائی اور مرگیا تو اس کی مسجد کی زمین اور عملہ بیچ کر دوسری مسجد میں لگا سکتے ہیں جبکہ فساد کا اندیشہ نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۱۴ از حصار محمد عبدالرشید مدرسہ انجمن محاسن الاسلام احاطہ عبدالغفور خاں ۱۴ محرم ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دکان مرہونہ مسجد کے نام کسی صورت میں جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

دکان کہ مسجد پر وقف کی گئی اور واقف نے شروطِ وقف میں اس کے بدلنے کی اجازت نہ لکھی وہ کسی طرح نہیں بک سکتی، مگر یہ کہ تباہ و ویران ہو جائے اور کوئی صورت اس کی آبادی کی نہ رہے تو اسے بیچ کر دوسری جگہ دکان خرید کر متعلق مسجد کردے، یا دکان پر کسی ظالم کا قبضہ ہو گیا اور اس سے کسی طرح رہائی نہیں ہو سکتی مگر دام دینے پر راضی ہے تو لیں اور دوسری دکان اس کی جگہ قائم کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۱۵ از شہر کہنہ درگاہ شاہ دانا صاحب قدس سرہ مسئولہ رحمت علی صاحب ۱۲ جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شاہ دانا صاحب کا مزار شریف ایک چھوٹے سے احاطہ

Marfat.com

کے اندر نور افروز ہے اور اسی احاطہ میں ایک مسجد اور ایک خانقاہ جانب شمال دو تین گز کے فاصلہ سے واقع ہے خانقاہ قدیم الایام یعنی مزار شریف کی تعمیر کے زمانہ سے اب تک واسطے ٹھہرنے سیاحین زائرین مقرر ہے، چنانچہ اکثر اولیاء اللہ سابق درویش اور سالکین استقامت کیش جو وقتاً فوقتاً واسطے زیارت اور حاصل کرنے مراد اور برکات کے دور دراز سے سفر کر کے آتے ہیں تو اسی خانقاہ میں ٹھہرا کرتے ہیں اور جو کہ ایام عرس میں تخمیناً ایک ہزار مرد و عورت و لڑکی لڑکے جوان بڈھے مزار اقدس میں جمع ہوتے ہیں اور یہ بھیڑ بھاڑ تقریباً ایک ماہ تک رہتی ہے تو اس ہنگامہ میں سوا اس مکان کے دھوپ اور بارش وغیرہ کے بچاؤ کے لئے اور کوئی مکان مطلق نہیں ہے اگر وہ مکان نہ ہو تو زائرین کو از حد پریشانی اور تکلیف ہو، دوسرے یہ کہ اس خانقاہ کے اندر دو ایک قبریں بھی ہیں اور ایک قبر خلیفہ ولایت علی صاحب کی بھی ہے کہ اس قبر کو ہموار کر کے اس پر لڑکے پڑھتے ہیں، اب اس خانقاہ اور شرقی حصہ صحن مزار شریف کو عرصہ تقریباً دو ایک ماہ سے بلا اجازت متولی صاحب و بغیر منشا خادمین جو پشت ہا پشت سے اس پر بطور مالکانہ کے قبضہ رکھتے ہیں چند اشخاص وہابی محلہ شاہدانہ نے بتقریب تحکم مصلیان جدید اس میں جدید مدرسہ قائم کیا ہے، مدرسہ کے اکثر طلبہ جو خانقاہ میں قبریں ہیں ان پر بیٹھ کر پڑھتے ہیں اور صحن مزار شریف میں سوئے ادبی اور بازی اور ورزش کشتی کرتے ہیں اور چھوٹے لڑکے ساتھ مسجد میں جا کر فرش مسجد اور لوٹوں کو ناپاک کرتے ہیں اس صورت میں اسلامی قانون نبوی مطابق مقام مذکور پر مدرسہ رکھ سکتا ہے یا نہیں جبکہ بانی مبانی عمارت شریف کی یہ نیت اور منشاء نہ ہو اور متولی ان حرکات سے اور مدرسہ کے قیام سے قطعاً راضی نہ ہو اور مسافرین اور زائرین کی جگہ جبراً چھین لی ہو اور لڑکے اس مقام متبرک پر گندباد سے بے ادبی کرتے ہوں اور قبروں کو نشست گاہ بنایا ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر خانقاہ میں عاقل، بالغ، باادب، باتمیز اور قریب بلوغ متادب لڑکوں کے لئے درس دینے کی اجازت دی جاتی اور قبور کی بیحرمتی نہ کی جاتی اور حاضرین پر ٹھہرنے کی جگہ تنگ نہ ہوتی اور ایام عرس شریف میں خانقاہ ان کے لئے خالی رہتی اور یہ سب کچھ عاریۃً ہوتا نہ کہ خانقاہ یا مسجد پر مالکانہ قبضہ تو حرج نہ تھا مگر مسجد کی بے حرمتی حرام اور اس میں بچوں کا جانا ممنوع۔ ابن ماجہ کی حدیث ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

جنبوا مساجدکم صبیانکم و مجانینکم و رفع اصواتکم[1] — اپنی مسجدوں کو اپنے بچوں، پاگلوں اور اپنی آوازیں اونچی کرنے سے بچاؤ۔ (ت)

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب المساجد باب مایکرہ فی المساجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۵

Marfat.com

اور مسلمان کی قبر پر بیٹھنا یا چلنا ناجائز ہے۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لان اطأ علی جمرۃ حتی مخلص الی جلدی احب الی من ان اطأ علی قبر مسلم۔ او ماھذا معناہ۔[1]

مجھے چنگاری پر پاؤں رکھنا یہاں تک کہ وہ جوتا توڑ کر کھال تک پہنچ جائے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھوں۔

دوسری حدیث میں ارشاد ہوا:

لان امشی علی سیف احب الی من ان امشی علی قبر مسلم۔[2] او کما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

مجھے تلوار پر چلنا مسلمان کی قبر پر چلنے سے زیادہ پسند ہے (جیسا کہ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا۔ ت)

فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

یکرہ القعود علی القبر لان سقف القبر حق المیت۔[3]

قبر پر بیٹھنا مکروہ ہے کیونکہ قبر کی چھت میت کا حق ہے۔ (ت)

فتح القدیر و درمختار و ردالمحتار میں ہے:

المرور فی سکۃ حادثۃ فی المقابر حرام۔[4]

قبرستان میں جو نیا راستہ بنایا جائے اس میں چلنا حرام ہے۔ (ت)

اور مسلمان کی قبر کو ہموار کر دینا اور بھی سخت حرام۔ حاضرین کے لئے جگہ تنگ کرنا جن کی اصل وضع خانقاہ ہے وقف میں تصرف بے جا اور مخالفت غرض واقف ہے کہ شرعًا ناجائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۱۶ تا ۳۱۸: از ضلع بردوان مقام رانی گنج مسؤلہ میر ضامن سیکریٹری مدرسہ دارالعلوم ۹ شعبان ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین:

---

[1] صحیح مسلم کتاب الجنائز قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۱۲
سنن ابو داؤد کتاب الجنائز باب کراہیۃ القعود علی القبر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۰۴
الترغیب والترہیب الترہیب من الجلوس علی القبر مصطفی البابی مصر ۴/ ۳۷۴
[2] سنن ابن ماجہ ابواب الجنائز باب ماجاء فی النہی عن المشی علی القبور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۳
[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۱
[4] ردالمحتار کتاب الطہارۃ فصل الاستنجاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۲۹

(۱) مسجد کی موقوفہ جائداد کا متولی مسجد یا مسجد کے متعلق مکان میں تنہا اپنی رائے سے کسی قسم کی ترمیم کرسکتا ہے یا نہیں ایسی صورت میں کہ مصلیان مسجد اس ترمیم کے سخت مخالف ہوں۔

(۲) مسجد کی کوٹھری یا حجرہ یا مسجد کا مدرسہ آیا متولی موصوف کی ملکیت ہے یا ان کا نظم ونسق وغیرہ۔ امام و مؤذن کی تقرری و برخاستگی عام مصلیان مسجد کے اتفاق پر موقوف ہے مصلیانِ مسجد کو اس کے متعلق کوئی بازپرس کرنے کا اور جمع خرچ کے سمجھنے کا اختیار ہے یا نہیں؛

(۳) مصلیانِ مسجد کے خلاف میں اگر کسی مسجد کا متولی دوسری مسجد کے نمازیوں کو اپنے ساتھ ملاکر مخالفت سے اس مسجد میں کوئی ناپسندیدہ کام کرنا چاہے اور اس کی قابلِ مرمت چیزیں خراب ہورہی ہوں تو مصلیانِ مسجد کو اس پر رکاوٹ کا مجاز اور متولی کو ان کا متفق الرائے کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) اگر اس ترمیم کا اختیار اسے واقف نے دیا تھا تو کرسکتا ہے ورنہ نہیں۔ یہ بات ملاحظہ شرائط وقف سے ظاہر ہوسکتی ہے۔

(۲) مسجد اور اس کے متصل کوئی شئے نہ متولی کی ملک ہے نہ مصلیوں کی، نہ کسی غیر خدا کی، وہ سب خالص ملک الٰہی ہے، اوقاف مسجد کا انتظام متولی کے سپرد ہے اور امام ومؤذن کا نصب وعزل بانیٔ مسجد یا اس کی اولاد پھر مصلیوں کے متعلق ہے متولی جو بات خلاف شرائط وقف کرے مصلی بلکہ عامۂ مسلمین اس سے بازپرس کرسکتے ہیں۔ متولی امین ہے جب تک اس کی خیانت کا صحیح مظنہ نہ پیدا ہو وہ جمع خرچ سمجھانے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ درمختار میں ہے:

سئل قارئ الهداية عمن طلب محاسبة شريكه فاجاب لايلزمه بالتفصيل و مثله المضارب والوصی والمتولی، نهر[1]

قارئ الہدایہ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو اپنے شریک سے محاسبہ کا سوال کرے تو قارئ ہدایہ نے جواب دیا کہ شریک پر مفصل جواب دینا لازم نہیں، اسی کی مثل ہے مضارب، وصی اور متولی، نہر۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے: یحمل اطلاقه علی غیر المتهم[2] (اس کا اطلاق اس شخص پر محمول کیا جائیگا

---

[1] درمختار کتاب الشرکۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۷۳

[2] ردالمحتار کتاب الشرکۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۴۷

Marfat.com

جس پر تہمت نہ لگائی جاتی ہو۔ ت)

(۴) سائل نے ناپسندیدہ کام کی تفصیل نہ کی ان کو ناپسندیدہ ہے یا شرعاً، جو شرعاً ناپسندیدہ ہے اس کا اختیار کسی کو نہیں، نہ وہ کسی کے متفق الرائے ہونے سے ہوسکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۱۹ مولوی غلام محی الدین صاحب راندیری ۱۸ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ قصبہ جام نگر (علاقہ کاٹھیاوار) میں دو مسجدیں ایسی مسلمان بائیوں (عورتوں) کے نام سے بنی ہوئی ہیں کہ کافر راجہ نے ان کو باوجود اسلام پر قائم رہنے کے اپنی ہی مجامعت میں ہمیشہ کے لئے قائم و دائم زبردستی کرکے رکھا ایک فاطمہ بائی کی مسجد راجہ سے مالِ کثیر لے کر اصل پرانی مسجد پر اپنے مسلمان ناظر نوکر کے مال حوالہ کرکے مسجد بنائی ہے۔ اسی طرح دوسری امرت بائی کی مسجد نو تعمیر ہو کر امرت بائی کے نام سے مشہور ہے۔ دوسرے راجہ کے وقت میں قصبہ ہذا میں سات مسجدیں سات بائیوں کے نام سے پچاس سال ہوئے ہیں بنائی ہیں:

ایک دھن بائی کی مسجد جو جامع مسجد دھن بائی کی مشہور ہے پرانی مسجد پر اس کی تعمیر ہوئی۔

دوسری ناتھی بائی کی مسجد رافضی پورہ محلہ میں پرانی مسجد کو شہید کرکے نئی بنائی گئی ہے۔

تیسری جان بائی کی ٹاورکی مسجد، یہ بھی ایک پرانی مسجد شہید کرکے نئی بنائی گئی ہے۔

چوتھی دالبائی کی مسجد جو پرانی جیل کے قریب بالکل نئی تعمیر کی گئی ہے۔

پانچویں رتن بائی کی مسجد لنگھاواڑ میں نئے سرے سے بنائی گئی ہے، قبل ازیں یہاں کوئی مسجد نہ تھی۔

چھٹی ہنس بائی کی مسجد جو ملک لوگوں کی مسجد تھی اس کو شہید کرکے وسیع پیمانے پر بنائی گئی ہے۔

ساتویں چھوٹی دھن بائی کی مسجد جو گجراتی واڑ میں کہنہ خورد مسجد کو شہید کرکے اسی پر بنائی گئی ہے۔

یہ عورتیں مسلمان صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں اور کافر راجاؤں کے جبر سے مرتے دم تک ان کے مکان میں رہیں، اور راجاؤں سے ان عورتوں نے مال حاصل کرکے اپنے نوکر مسلمان ناظر کو مال حوالہ کردیا اور ان ناظروں نے مسجدیں بنواکر مسلمانوں کے قبضہ میں کردیں اور تاایں دم مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں۔ یہ عورتیں مرچکی ہیں، ان کی ہر ایک کی قبر ہر مسجد کے فنا میں بنی ہوتی ہے اور ان میں سے جو مسجدیں سابق پرانی مسجدوں کو شہید کرکے تعمیر کی گئی ہیں، ان کے فنا میں اولیاء کے مزار بھی ہیں، ان مسجدوں کے ان بائیوں کے نام سے موسوم ہونے پر کافر کا روپیہ لگنے کے باعث اگرچہ ان عورتوں نے ایک نے اپنے نوکر ناظر مسلمان کو حوالہ کرکے مسجد کی تعمیر کرائی ہے اور مسلمانوں کے قبضہ میں کردی گئی،

Marfat.com

باوجود اس کے مسلمانوں کے دو گروہ ازاں دم تا ایں دم چلے آتے ہیں، ایک گروہ ان مسجدوں میں نماز پڑھنا جائز سمجھتا ہے اور دوسرا گروہ بوجوہِ بالا ناجائز سمجھ کر ان میں نماز نہیں پڑھتا اور پڑھنے والے کو روکتا ہے، معترض گروہ نے اپنے استدلال میں ایک عربی رسالہ بھی لکھا ہے جو منسلک استفتاء ہذا ہے۔ قائلین جواز اکثر فتاوی کی عبارت پیش کرتے ہیں۔ یہ مسجدیں اپنے مصارف کے لئے قطعاً کسی کی محتاج نہیں ہیں کیونکہ ہر مسجد اپنے تعلق میں دکانیں رکھتی ہے، موجودہ کافراجہ کو اگر یہ معلوم ہو جائے کہ ان مسجدوں میں بحکم شرع شریف نماز ناجائز ہے تو وہ ان کے انہدام میں ایک لمحہ دیر نہ لگائے اور مسجدیں دکانیں جن کی عمارت تقریباً ۵ لاکھ بلکہ زائد ہوگی مسلمانوں کے قبضہ و تصرف سے نکل جائینگی اور مزاراتِ اولیاء کرام جو ان مسجدوں کی فنا میں واقع ہیں مسمار کر دئے جائینگے آپ نہایت تفصیل سے عام فہم زبان میں ارشاد فرمائیں کہ حکم شرع شریف کیا ہے تاکہ مسلمانوں میں فساد مذکورہ بالا کی بیخ کنی ہو جائے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

وہ مسجدیں شرعاً مساجد ہیں اور ان میں نماز قطعاً جائز، اور ان کا ہدم ظلمِ شدید اور ان میں نماز پڑھنے سے روکنا، ان کی ویرانی میں کوشش کرنا حرام۔

قال اللہ تعالٰی ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا[1] اللہ تعالٰی نے فرمایا: اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں نام الٰہی لینے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کی۔

عربی رسالے میں اجرتِ زنا کی حُرمت کا بیان ہے اس میں کیسے کلام ہے مگر اسے یہاں سے کیا علاقہ، اور ان مسجدوں کی ابطالِ مسجدیت سے تو اُسے اصلاً مس نہیں، یہاں نہ اجارہ ہوا نہ وہ مال کہ ان عورتوں نے پایا اُجرت تھا، نہ ان کے لئے حکمِ حُرمت تھا، اور بالفرض ہوتا تو ان مسجدوں کو مسجد نہ ماننا جہالت تھا،

اوّلاً اجارہ کہ بیعِ منافع ہے مثل بیع محتاج ایجاب وقبول وتراضیِ طرفین ہے، اور سوال میں ہے زبردستی کر کے رکھا، کافراجاؤں کے جبر سے رہیں تو نہ کوئی اجارہ تھا نہ ایجاب وقبول، خود رسالہ عربیہ میں اقرار کیا ہے کہ صورتِ مبحوث عنہا میں عقدِ اجارہ نہیں تو مسئلہ اجرتِ زنا کی بحث بیکار تھی۔ رہا رسالہ کا یہ گمان کہ جب بے عقد ہے تو بدرجہ اولٰی حرام ہے کہ اب اس کی حرمت پر اتفاق ہے، ذخیرۃ العقبٰی میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۴

Marfat.com

ما اخذته الزانية ان كان بعقد الاجارة فحرام عندهما وان كان بغير عقد فحرام اتفاقا لانها اخذته بغير حق کذا فی المحیط[1]۔

جو کچھ زانیہ نے لیا اگر عقد اجارہ کے طور پر ہے صاحبین کے نزدیک حرام ہے اور اگر بلا عقد ہے تو بالاتفاق حرام ہے کیونکہ زانیہ نے اس کو ناحق لیا ہے جیسا کہ محیط میں ہے (ت)

اقول یہی وہ نافہمی ہے جس نے غلطی میں ڈالا، بلا وجہ کسی کا مال لے لینا کہ بالاتفاق حرام ہے مال معصوم میں ہے جو کہ مسلمان یا ذمی یا مستامن کا مال ہے ان کے غیر کا مال کہ بلا عذر ملے خصوصاً جو خود اس کی رضا سے ہو اس کی حرمت کی کوئی وجہ نہیں اگرچہ بلا وجہ محض بلکہ بنام وجہ فاسد و ناجائز مثل ربا و قمار وغیرہما ہو۔ ہدایہ و فتح القدیر میں ہے:

(مالهم مباح) واطلاق النصوص فی مال محظور وانما يحرم على المسلم اذا كان بطريق الغدر (فاذا لم يأخذ غدرا فبای طريق يأخذه حل) بعد كونه برضا[2]۔

(ان کا مال مباح ہے) اور نصوص کا اطلاق مالِ ممنوع پر ہوتا ہے اور بیشک وہ (کافر حربی کا مال) مسلمان پر اسی صورت میں حرام ہوتا ہے جب بطورِ غدر لیا جائے، اور اگر غدر و دھوکے سے نہ لے تو جس طرح بھی حاصل کرے حلال ہے بشرطیکہ اس کافر کی رضامندی سے ہو۔ (ت)

مبسوط میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا کفارِ مکہ سے نصرتِ مسلمین پر شرط باندھ کر مال لینا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اسے جائز رکھنا بلکہ خود بحکمِ حضور شرط میں اضافہ کرنا مذکور۔ محقق علی الاطلاق فرماتے ہیں:

وهو القمار بعينه بين ابی بكر و مشركی مكة وكانت مكة دار شرك[3]۔

اور وہ سید صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ اور مشرکین کے درمیان بعینہٖ جوا تھا اور مکہ دارِ شرک تھا۔ (ت)

ثانیاً جب اُن کا رہنا بجبر و اکراہ تھا تو عقد در کنار شرطِ زنا پر لینا بھی نہ ہُوا تو رسالہ عربیہ کا

---

[1] ذخیرۃ العقبٰی کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسدہ نولکشور کانپور ۳/۵۱۲
[2] فتح القدیر کتاب البیوع باب الربا مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/۱۷۸
[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃

Marfat.com

کہنا کہ،

ماتاخذہ الزانیۃ علی الزنا بغیر عقد الاجارۃ حرام اتفاقا وھو المبحوث عنہ۔

جو کچھ زانیہ زنا پر بغیر عقد اجارہ کے لے وہ بالاتفاق حرام ہے اور یہ زیرِ بحث ہے (ت)

یوں بھی صحیح نہیں اور اب مالِ کافر کی بھی قید نہ رہی،

ففی الھندیۃ عن المحیط عن المنتقی ابراھیم عن محمد امرأۃ نائحۃ او صاحب طبل او مزمار اکتسب مالا قال ان کان علی شرط ردہ علی اصحابہ لانہ اذاکان الاخذ علی الشرط کان المال بمقابلۃ المعصیۃ فکان الاخذ معصیۃ والسبیل فی المعاصی ردھا اما اذا لم یکن الاخذ علی الشرط لم یکن الاخذ معصیۃ والدفع حصل من المالک برضاہ فیکون لہ ویکون حلالا لہ[1]۔

پس ہندیہ میں محیط سے بحوالہ منتقی ابراہیم سے بروایت امام محمد منقول ہے کہ نوحہ کرنے والی عورت، ڈھول بجانے والے اور سارنگی بجانے والے نے جو مال کمایا اگر وہ کسی شرط پر تھا تو وہ مالکوں کو واپس کریں کیونکہ جب اس کا لینا شرط پر ہُوا تو وہ معصیت کے مقابلہ میں ہوا اور معاصی میں چھٹکارے کی سبیل اس کو مالکوں کی طرف لوٹانا ہے اور اگر وہ شرط کی بنیاد پر نہ تھا اس کا لینا معصیت نہ ہُوا اور یہ دینا خود مالک کی طرف سے اس کی رضا کے ساتھ متحقق ہُوا لہذا وہ اس کے لئے حلال ہوگا۔ (ت)

ثالثاً حقیقتِ امر یہ ہے کہ نواب و راجہ جو عورتیں رکھتے اور انھیں اپنا پابند کرتے ہیں اپنے زعم مردود میں انھیں مثلِ ازواج و کنیزاں رکھتے ہیں اور جو کچھ ادرار و ماہوار انھیں دیتے ہیں نہ بعوض زنا ہوتا ہے نہ بشرطِ زنا بلکہ نفقۂ ازواج کی طرح جزاء احتباس سمجھ کر دیتے ہیں ولہذا اگر ان میں بعض کی صورت بھی مہینوں نہ دیکھنے میں آئی ادرار میں فرق نہیں آتا یہ حبس ضرور ظلم و حرام ہے اور اگر برضائے زناں ہو تو قطعاً یہ بھی عاصیہ کہ رضا بالحرام حرام ہے لیکن جب بالجبر ہے تو اس کی طرف سے معصیت نہیں،

قال تعالٰی ومن یکرھھن فان اللہ من بعد اکراھھن غفور رحیم[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا، اور جو ان پر جبر و اکراہ کرے تو اللہ تعالٰی ان عورتوں کے مجبور ہونے کے بعد بخشنے والا مہربان ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الخامس عشر فی الکسب نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۹
[2] القرآن الکریم ۲۴/ ۳۳

Marfat.com

تو وُہ ان کے لئے کسی طرح مقابل معصیت نہیں اور امام محمد کا ارشاد بلا دقت صادق کہ مال برضائے مالک ملا تو ان کے لئے حرام نہیں۔ علاوہ ماہوار بعض منظوراتِ نظر کو اور اموال جو نذر دیتے ہیں مسلم کی طرف سے ہوتے تو ضرور حرام ہوتے کہ رشوت تھی،

الراشی والمرتشی کلاھما فی النار[1]۔	رشوت دینے والا اور لینے والا دونوں جہنمی ہیں (ت)

لینے والی مالک نہ ہوتی اور ان کا دینے والے کو واپس دینا فرض ہوتا۔ ہندیہ میں قنیہ سے ہے:

المتعاشقان یدفع کل واحد منھما لصاحبہ اشیاء فھی رشوۃ لایثبت الملك فیھا وللدافع استردادھا[2]۔	باہمی معاشقہ کرنے والوں میں سے ہر ایک نے جو دوسرے کو دیا وُہ رشوت ہے اس سے مِلک ثابت نہیں ہوتی اور دینے والے کو اختیار رہے کہ واپس لے لے۔ (ت)

یہاں کہ دینے والا حربی غیر مستامن ہے اور اُن کی طرف سے غدر نہیں بلکہ برضائے مالک ہے تو بحکم استیلاآن کی مِلک ثابت اور ہدایہ کا ارشاد صادق کہ:

بای طریق اخذہ المسلم اخذ مالا مباحا اذا لم یکن فیہ غدر[3]۔	مسلمان جس طرح بھی لے ایک مال مباح لیتا ہے جبکہ اس میں غدر نہ ہو۔

خصوصاً وُہ روپیہ کہ راجہ سے مسجد کے لئے مانگ کر لیا اور اس نے بخوشی دیا اسے زبردستی زیرِ حرمت مان لینا کیا معنی۔

رابعاً بالفرض یہ روپیہ حرام ہی ہوتا تو امام کرخی کے مذہب مفتی بہ پر مسجد کی طرف اس کی خباثت سرایت نہ کرسکتی جب تک اس پر عقد ونقد جمع نہ ہوتے یعنی وُہ روپیہ دکھا کر بائعوں سے اینٹ کڑیاں زمین وغیرہا خریدی جاتیں کہ اس روپے کے عوض میں دے پھر وہی زرِ حرام ثمن میں ادا کیا جاتا۔ ظاہر ہے کہ عام خریداریاں اس طور پر نہیں ہوتیں تو اب بھی ان مسجدوں میں اثرِ حرام ماننا جزاف و باطل تھا۔

تنویر الابصار میں ہے:

تصدق بالغلۃ لو تصرف فی المغصوب	اور باقیماندہ منفعت کو صدقہ کرے اگر اس نے مغصوب اور

---

[1] کنز العمال بحوالہ طب ص عن ابن عمر حدیث ۱۵۰۷۷ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۱۱۳
الترغیب والترھیب ترھیب الراشی والمرتشی مصطفی البابی مصر ۳/۱۸۰

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الھبۃ الباب الحادی عشر فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۴۰۳

[3] الھدایۃ کتاب البیوع باب الربٰو مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۸۰

Marfat.com

او الودیعة ودبح اذا کان متعینا بالاشارة او بالشراء بدراهم الودیعة او الغصب ونقدھا او ان اشار الیھا ونقد غیرھا او الیٰ غیرھا او اطلق ونقدھا لا وبہ یفتی[1]

ودیعت میں تصرف کیا اور اس سے نفع حاصل ہوا جبکہ وہ مغصوب یا ودیعت متعین ہوچا ہے اشارہ سے متعین ہو یا غصب وودیعت کے دراہم کے بدلے خریدنے اور انہی دراہم کو ادا کرنے سے متعین ہو، اور اگر اشارہ دراہم غصب وودیعت کی طرف کیا اور ادا دوسرے درہم کئے یا اشارہ دراہم غصب وودیعت کے غیر کی طرف کیا اور ادا دراہم غصب و ودیعت کئے یا ذکر مطلق دراہم کا کیا بلا اشارہ کے اور ادا دراہم غصب و ودیعت کئے تو ان تینوں صورتوں میں منفعت صدقہ نہ کرے، اسی پر فتویٰ دیا گیا ہے۔ (ت)

خامسًا پورے تنزل کے بعد بالفرض سرایت خبث بھی سہی تو یہ خبث بوجہ فساد ملک ہوگا نہ بوجہ عدم ملک کہ بسبب استیلا ملکِ زناں میں شُبہ نہیں۔ درمختار میں ہے:

دخل مسلم دار الحرب بامان حرم تعرضہ لشیئ منھم فلو اخرج شیئا ملکہ ملکا حراما للغدر فیتصدق بہ[2]

اگر کوئی مسلمان دارالحرب میں امان لے کر داخل ہُوا تو ان کی کسی چیز سے تعرض کرنا اس کو حرام ہے اگر وہ ان حربی کافروں کی کوئی چیز نکال لایا تو دغابازی کی وجہ سے اس کا مالک بہ ملک حرام ہُوا لہذا اس کو صدقہ کردے۔ (ت)

تو اس صورت میں بھی صحتِ مسجدیت وجوازِ نماز کے لئے روایات کثیرۂ جلیلہ موجود ہیں متفرقات وقف عالمگیریہ میں محیط سے ہے:

لو اشتری ارضا شراء فاسدا فقبضھا واتخذھا مسجدا وصلی الناس فیہ ذکر ھلال رحمہ اللہ تعالیٰ فی وقفہ انہ مسجد وعلی المشتری قیمتھا ولا ترد الی البائع قال ھلال ھذا قول اصحابنا

اگر کسی نے شراء فاسد کے ساتھ کوئی زمین خریدی اور اس پر قبضہ کرکے اس کو مسجد بنا دیا اور لوگوں نے اس میں نماز پڑھ لی تو ھلال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وقف میں فرمایا کہ وہ مسجد ہے اور اس کی قیمت مشتری کے ذمّے ہے اس کو بائع کی طرف نہیں لوٹایا جائے گا، ہلال رحمہ اللہ نے

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الغصب مطبع مجتبائی دہلی ۲/۰۶-۲۰۵

[2] درمختار کتاب الجہاد باب المستأمن " " " ۱/۳۴۶

Marfat.com

فی المسجد والوقف علی قیاسہ[1]

فرمایا کہ ہمارے اصحاب کا یہ قول مسجد کے بارے میں ہے اور وقف کو اسی پر قیاس کیا جائیگا (ت)

فتاوٰی قاضیخاں نیز ہندیہ اوائل الوقف میں ہے :

لواشتری رجل دارا شراء فاسدا وقبضہا ثم وقفہا علی الفقراء والمساکین جاز وتصیر وقفا علی ماوقفت وعلیہ قیمتہا[2]

اگر کسی شخص نے شراء فاسد کے ساتھ ایک گھر خریدا اور اس پر قبضہ کرلیا پھر اس کو فقراء ومساکین پر وقف کر دیا تو جائز ہے اور وہ ان پر وقف ہوجائیگا جن پر اس نے وقف کیا اور اس کی قیمت اسی مشتری پر لازم ہوگی۔ (ت)

تنویر الابصار احکام البیع الفاسد میں ہے :

فان وقفہ وقفا صحیحا نفذ[3]

اگر اس کو وقف صحیح کے ساتھ وقف کیا تو نافذ ہوجائے گا۔ (ت)

درمختار میں ہے :

لانہ استہلکہ حین وقفہ واخرجہ عن ملکہ ومافی جامع الفصولین علی خلاف ھذا غیر صحیح کما بسطہ المصنف[4]

اس لئے کہ اس نے وقف کرکے اس کو ہلاک کر ڈالا اور اس کو اپنی ملک سے خارج کردیا، اور وہ جو جامع الفصولین میں اس کے خلاف آیا ہے وہ صحیح نہیں جیسا کہ مصنف نے اس کو تفصیل سے بیان کیا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

فی جامع الفصولین لو وقفہ او جعلہ مسجدا لایبطل حق الفسخ مالم یبن اھ ای فالمانع من الفسخ ھو البناء حملہ فی

جامع الفصولین میں ہے کہ اگر مشتری نے اس کو وقف کیا یا مسجد بنایا تو جب تک عمارت نہ بنالے حق فسخ باطل نہیں ہوتا اھ یعنی مانع فسخ عمارت ہے،

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف الباب الرابع عشر فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۸۵-۴۸۴

[2] ؍؍ ؍؍ الباب الاول فی تعریفہ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/ ۳۵۴

[3] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۹

[4] درمختار ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍

Marfat.com

النھر علی احدی روایتین وھو اولی من التغلیط وحملہ فی البحر علی ما اذا لم یقض بہ قلت لکن المسجد یلزم بدون القضاء اتفاقا[1]

صاحبِ نہر نے اس کو دو روایتوں میں سے ایک پر محمول کیا اور یہ اس کی تغلیط سے اولٰی ہے اور بحر میں اس کو اس پر محمول کیا کہ جب تک اس کے ساتھ قضاء واقع نہ ہو۔ میں کہتا ہوں لیکن مسجد تو بغیر قضاءِ قاضی کے لازم وثابت ہوجاتی ہے بالاتفاق۔(ت)

اسی کے اوائل وقف میں ہے:

صح وقف ما شراہ فاسدا بعد القبض[2]

قبضہ کے بعد اس چیز کا وقف صحیح ہے جس کو شراء فاسد کے ساتھ خریدا ہو۔(ت)

نظر بحالت مذکورہ سوال انھیں پر فتوٰی واجب ہوتا اذ لا یفتی فی الوقف الا بما ھو انفع لہ (وقف میں صرف اسی پر فتوٰی دیا جاتا ہے جو اس کے حق میں زیادہ نافع ہو اس کے غیر پر فتوٰی نہیں دیا جاتا۔ت) نہ کہ ان مباحث عظیمہ کے ساتھ جو ہم نے ابتداءً ذکر کیں جن کے بعد شبہ کو اصلاً گنجائش نہیں، وللہ الحمد، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۰: از لکھنؤ جھوائی ٹولہ بادشاہ محل کی ڈیوڑھی مسئولہ منشی انور علی ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وفضلائے شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص موذنِ مسجد ہے اور اس شخص موذن نے حجرۂ مسجد جو وقف تھا اس میں اپنا دخل اور تصرف مالکانہ کرکے ایک مکان اوپر اس حجرہ کے بنایا ہے اور حجرۂ وقف کو اپنے مالکانہ تصرف اور ماتحت میں لاتا اور اس میں خانہ داری وسکونت کرتا ہے، آیا عندالشرع الشریف یہ جائز ہے یا نہ اور اہلِ محلہ اس کو خارج کرسکتے ہیں یا نہ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

حجرہ اگر سکونت موذن کے لئے واقف نے وقف کیا تھا اور اس نے اس کے اوپر کوئی عمارت اپنے روپے سے وقف کے لئے بناکر اس میں سکونت کی تو اس پر الزام نہیں، نہ یہ کوئی تصرف مالکانہ ہے بلکہ مطابق شرط واقف ہے اور اگر حجرہ مسجد کے دیگر مصارف کے لئے وقف ہوا تھا جن میں سکونتِ موذن داخل نہیں، تو بیشک ناجائز ہے اور مہتممانِ مسجد اسے خارج کرسکتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع باب البیع الفاسد داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۲۶

[2] " " کتاب الوقف " " " " ۳/ ۳۵۹

Marfat.com

مسئلہ ۳۲۱ ازگرواڑہ ریاست بڑودہ مسئولہ یوسف علی خاں بہادر ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے عرصہ دس سال سے اپنی کتابیں جامع مسجد بڑودہ میں فی سبیل اللہ وقف کردی ہیں، عرصہ دس سال سے انجمن اصلاحِ اہلسنت وجماعت کے قبضے میں ہیں اب وہ شخص رافضی کی طرفداری میں ہو کر کتب خانہ موقوف کو واپس اپنے قبضہ میں کرنا چاہتا ہے تو وہ شخص اس بات کا مستحق ہے کہ انجمن اہل سنت وجماعت کا قبضہ چھڑا کر اپنا قبضہ کرے یا کتابوں کو دوسری مسجد یا مدرسہ کی طرف منتقل کردے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر اس نے کتابیں مسجد جامع پر وقف کیں تو جائز نہیں کہ وہ کسی مدرسہ یا دوسری مسجد کی طرف منتقل کی جائیں۔ ردالمحتار میں ہے:

ظاھرہ انہ یکون مقصورا علی ذلک المسجد وھذا ھو الظاھر حیث کان الواقف عین ذلک المسجد[1]

ظاہر اس کا یہی ہے کہ وہ اسی مسجد کے لئے مختص ہے اور یہی ظاہر ہے جبکہ خود واقف نے اس مسجد کے لئے معین کردیا تھا (ت)

قنیہ میں ہے:

سبل مصحفا فی مسجد بعینہ للقراءۃ لیس لہ بعد ذلک ان یدفعہ الی اٰخر من غیر اھل تلک المحلۃ للقراءۃ[2]

کسی شخص نے قرآن مجید ایک خاص مسجد میں تلاوت کے لئے صدقہ کیا تو اب اس کو اختیار نہیں کہ وہ اس مسجد کے اہلِ محلہ کے علاوہ کسی دوسرے کو پڑھنے کے لئے دے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

وبہ عرف حکم نقل کتب الاوقاف من محالھا للانتفاع بھا، والفقھاء بذلک مبتلون فان وقفھا علی مستحق وقفہ لم یجز نقلھا و

اسی سے کتبِ اوقاف کے انتفاع کی غرض کا اپنے مکانات سے منتقل کرنے کا حکم معلوم ہوگیا اور فقہاء اس کے ساتھ مبتلی ہیں پس اگر تو واقف نے صرف اپنے وقف (یعنی اپنی مسجد و مدرسہ) کے

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۷۵

[2] القنیۃ المنیۃ لتتمیم الغنیۃ کتاب الوقف کلکتہ انڈیا ص ۲۱۴

Marfat.com

ان علی طلبۃ العلم وجعل مقرھا فی خزانتہ التی فی مکان کذا ففی جواز النقل تردد نھر[1]

مستحقوں کے لئے ان کتابوں کو وقف کیا ہے تو ان کو منتقل کرنا جائز نہیں اور اگر مطلقاً طالبانِ علم کیلئے وقف کیا اور ٹھکانا ان کتابوں کا اپنے اس خزانہ میں مقرر کیا جو فلاں مکان میں ہے تو منتقل کرنے کے جواز میں تردّد ہے، نہر (ت)

ردالمحتار میں ہے:

الذی تحصل من کلامہ انہ اذا وقف کتبا وعین موضعھا فان وقفھا علی اھل ذٰلک الموضع لم یجز نقلھا منہ لا لھم ولا لغیرھم، وظاھرہ انہ لایحل لغیرھم الانتفاع بھا، وان وقفھا علی طلبۃ العلم فلکل طالب الانتفاع بھا فی محلھا، واما نقلھا منہ ففیہ تردد ناشئ مما قدمہ عن الخلاصۃ من حکایۃ القولین من انہ لو وقف المصحف علی المسجد ای بلا تعیین اھلہ قیل یقرأ فیہ ای یختص باھلہ المترددین الیہ وقیل لایختص بہ ای فیجوز نقلہ الی غیرہ وقد علمت تقویۃ القول الاول بما مر عن القنیۃ[2]

اس کے کلام سے جو معنی حاصل ہورہا ہے وہ یہ ہے کہ اگر واقف نے کتابوں کو وقف کیا اور ان کے لئے مکان معین کردیا پھر اگر صرف اسی جگہ والوں کے لئے وقف کیا ہے تو اب منتقل نہیں کرسکتا نہ ان لوگوں کے لئے نہ دوسروں کے لئے۔ اس کا ظاہر یہ ہے کہ ان لوگوں کے غیر کے لئے ان کتبِ موقوفہ سے انتفاع حلال نہیں اور اگر ان کتب کو طالبانِ علم پر وقف کیا تو ان کتب کے محلِ معین میں ان سے ہر طالب علم کو انتفاع کا حق ہے لیکن ان کتابوں کو اس محلِ معین سے منتقل کرنے میں تردّد ہے جو خلاصہ کے حوالہ سے ان ۲ قولوں سے پیدا ہوا جن کی سابق میں حکایت کی جاچکی ہے یہ کہ اگر کسی شخص نے قرآن مجید کسی مسجد پر وقف کیا مگر اس مسجد والوں کی تعیین نہیں کی تو ایک قول یہ ہے کہ اس کے ساتھ مختص نہیں لہذا اس کو منتقل کرنا جائز ہے تو تحقیق تو قول اوّل کی تقویت قنیہ کی تائید سے پہلے ہی جان چکا ہے۔ (ت)

واقفِ کتب اگر کتابیں اسی مسجد میں رکھنا چاہتا اور قبضہ انجمن سے نکال کر اپنا قبضہ متولیانہ رکھتا تو اس کے جواز کی طرف راہ تھی، امام ابویوسف کے نزدیک جائز تھا، اشباہ میں فرمایا بہ یفتی (اسی پر فتوٰی ہے۔ ت)، اور امام محمد کے نزدیک ناجائز تھا جب تک وقتِ وقف یہ شرط نہ کرلیتا کہ متولی کے

[1] درمختار | کتاب الوقف | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۳۸۱
[2] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۳/ ۳۷۶

Marfat.com

بدلنے کا مجھے اختیار ہے۔ صاحب ہدایہ نے تجنیس میں فرمایا: الفتوی علی قول محمد (فتوی امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر ہے۔ ت) اور اسی پر علامہ قاسم نے تصحیح القدوری اور خود صاحب اشباہ نے اپنے رسائل میں جزم فرمایا کہ ناجائز ہے لیکن اگر وہ قبضہ اس لئے چاہتا ہے کہ کتابیں دوسری جگہ منتقل کردے تو اسے اس کی اجازت نہ دیں گے اور اگر رافضی کو متولی کرنے کے لئے یہ حیلہ کرتا ہے تو بالاتفاق ہرگز ہرگز جائز نہیں کہ رافضی کا متولی کرنا حرام محض ہے کما حققناہ فی الفتوی الاولٰی (جیسا کہ پہلے فتوے میں ہم اس کی تحقیق کرچکے ہیں۔ ت) اس صورت میں اگر واقف خود پہلے سے متولی ہوتا فوراً وہ خود نکال لیا جاتا کہ اس سے وقف کی بدخواہی ثابت ہوئی ہے کما تقدم من الدر ینزع وجوبا ولو الواقف غیر مامون[1] (جیسا کہ در کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ وقف متولی سے وجوباً لے لیا جائے گا اگرچہ خود واقف ہو جب وہ امانت دار نہ ہو۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۲: از اودے پور میواڑ مہارانی ہائی اسکول مرسلہ مولوی وزیر احمد صاحب ۸ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کافر اگر اپنی خوشی سے زمین دے کہ اس زمین میں مسجد بنالو یا کوئی سامان دے کہ مسجد میں لگالو، یا روپیہ دے کہ اس کو بھی مسجد میں لگانا تو اس کی یہ چیزیں مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

کافر اگر زمین اپنی ملک رکھ کر مسلمانوں کو اس پر مسجد بنانے کی اجازت دے تو وہ مسجد مسجد ہی نہ ہوگی فان الکافر لیس اھلا لوقف المسجد (کیونکہ کافر وقف مسجد کی اہلیت نہیں رکھتا۔ ت) ہاں اگر کافر کسی مسلمان کو اپنی زمین ہبہ کرکے قبضہ دے دے کہ مسلمان مالک ہو جائے اور وہ مسلمان اپنی طرف سے اسے مسجد کرے تو صحیح ہے سامان اگر کافر نے ایسا دیا کہ بعینہٖ مسجد میں لگایا جائے گا جیسے کڑیاں یا اینٹیں تو جائز نہیں کہ وہ مسجد کے لئے وقف کا اہل نہیں وہ مال اسی کی ملک رہے گا اور مسجد میں ملک غیر کا خلط صحیح نہیں، ہاں یہاں بھی اگر مسلمان کو تملیک کردے اور مسلمان اپنی طرف سے لگائے تو حرج نہیں۔ مسجد میں لگانے کو روپیہ اگر اس طور پر دیتا ہے کہ مسجد یا مسلمانوں پر احسان رکھتا ہے یا اس کے سبب مسجد میں اس کی کوئی مداخلت رہے گی تو لینا جائز نہیں اور اگر نیازمندانہ طور پر پیش کرتا ہے تو حرج

---

[1] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۳

Marfat.com

نہیں جب کہ اس کے عوض کوئی چیز کافر کی طرف سے خرید کر مسجد میں نہ لگائی جائے بلکہ مسلمان بطور خود خریدیں یا راجوں مزدوروں کی اُجرت میں دیں اور اس میں بھی اسلم وہی طریقہ ہے کہ کافر مسلمان کو ہبہ کردے مسلمان اپنی طرف سے لگائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۲۳، ۳۲۴ از بریلی مدرسہ منظرِ اسلام مسئولہ مولوی رمضان علی بنگالی ۲۰ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک محلہ میں دو مسجد ہیں اور دونوں مسجد کے متولی ایک ہی آدمی ہیں فی الحال محلہ کے سب آدمی بالاتفاق دونوں مسجد کے اسباب سے ایک مسجد تیار کرنی چاہتے ہیں، شرعًا دونوں مسجد کو ایک مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) کسی مسجد میں کڑی، چُونا، اینٹ وغیرہ زائد ہے کسی کام میں صرف نہیں ہوتا اگر بہ رائے سب مصلّی کے اس اسباب کو دوسری مسجد میں بھیجے یا کوئی شخص اپنے کام کے لئے خرید کرلے جائے یا محلہ کے آدمی تقسیم کرکے لے جائیں تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) اگر یہ چاہتے ہیں کہ دونوں مسجدوں کو معدوم کرکے تیسری جگہ مسجد بنائیں تو یہ حرام حرام سخت حرام اشد ظلم ہے،

قال اللہ تعالٰی ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا، اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں اللہ کا نام لئے جانے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے ایسوں کے لئے دنیا میں رُسوائی اور آخرت میں بڑا عذاب۔

اور اگر دونوں مسجدیں متصل ہیں یہ چاہتے ہیں کہ بیچ کی دیوار ہٹا کر دونوں کو ایک کرلیں تو یہ جائز ہے۔ اشباہ و درمختار میں ہے:

لاھل المحلۃ جعل المسجدین واحدا[2]

اہلِ محلہ کو اختیار ہے کہ دو مسجدوں کو ایک کرلیں (ت)

(۲) اہلِ محلہ یا کوئی اسے اپنے تصرف میں کرلے یہ حرام، اسے دوسری مسجد میں دے دیں یہ حرام۔ اسے بیچ کر اس کی قیمت اسی مسجد کی تعمیر و مرمت کے لئے محفوظ رکھیں یہ جائز۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۴

[2] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۴

Marfat.com

مسئلہ ۳۲۵ از ریاست گوالیار محلہ حویلی پچھواڑہ مسئولہ نور محمد خاں ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں، کیا کسی مجبوری کی حالت میں بموجب شریعت یہ جائز ہے کہ عمارت مسجد پختہ یا خام دوسری جگہ منتقل کر دی جائے اور زمینِ مسجد پر مکان یا راستہ وغیرہ بنا لیا جائے اور اس کے عوض میں دوسری جگہ مناسب زمین لے کر اس پر مسجد بنوادی جائے اور اس کا ملبہ وغیرہ سب اسی میں لگادیا جائے اور خوبصورت بنوادی جائے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

مسجد کو دوسری جگہ منتقل کرنا اور اس کی زمین پر راستہ یا مکان بنانا سب اشد حرام قطعی ہے اگرچہ اس کے عوض دوسری جگہ سونے کی مسجد بنوادی جائے، مجبوری کی تفصیل لکھی جائے کہ اس پر جواب ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۶ از بیلپور ضلع پیلی بھیت مرسلہ مولوی عرفان علی صاحب رضوی سلمہ ۱ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندوؤں کو مسجد کے کنویں سے پانی بھرنے کی اجازت دینے کا کیا حکم ہے اور کیا شرعًا وہ مسجد کے کنویں سے پانی بھر سکتے ہیں؟ یہاں خلافت کمیٹی والوں نے ہندو مسلم اتحاد کی بناء پر کچہری کلکٹری کی مسجد کے کنویں سے ہندوؤں کو پانی بھرنے کی اجازت دی ہے، کنواں مسجد میں ہے تین طرف عین مسجد یعنی فرشِ مسجد ہے اور ایک جانب فصیل اور وضو کے پانی کی نالی ہے۔ خلافت کمیٹی والے کہتے ہیں کہ فناءِ مسجد یعنی نالی اور فصیل کی جانب سے داخل ہو کر ہندو پانی بھر سکتے ہیں اگرچہ آنکھوں سے دیکھا گیا کہ اہلِ ہنود برابر عین مسجد میں داخل ہوتے ہیں اور پانی بھرتے ہیں، کیا مسلمانانِ شہر پر فرض ہے کہ حتی الامکان مسجد کو اہلِ ہنود کی دسترس سے بچائیں۔

الجواب

بلاشبہہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ مسجد کو مشرکین کی بے حرمتی سے محفوظ کریں اور خلافت کمیٹی کی ہندو پرستی پر لحاظ نہ کریں۔ ان لوگوں نے مسجد میں جاکر پانی بھرنا درکنار بارہا مساجد میں ہندوؤں کو لے جاکر مسلمانوں کا واعظ بنایا ہے، فصیلِ مسجد بھی حکمِ مسجد میں ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے،

الفناء تبع المسجد فیکون حکمہ حکم المسجد کذا فی محیط السرخسی[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

فناءِ مسجد مسجد کے تابع ہوتا ہے لہذا اس کا حکم وہی ہے جو مسجد کا ہوتا ہے جیسا کہ محیط سرخسی میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۶۲

Marfat.com

مسئلہ ۳۲۸: از محمد پور ڈیرہ والا تحصیل احمد پور ڈاکخانہ خاص مسئولہ مولوی غلام فرید ۷ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں کہ:

(۱) ایک مسجد کہنہ مسقف جس کے یمین شمال مشرق میں میدان پڑا ہے جس کے جوانب محدود بدیوارہائے پختہ ہیں گنبد ہائے مسجد گر گئے ہیں اور دیوار جنوبی بھی گر گئی ہے جس کی خشتہائے پختہ بہت عرصہ خراب ہو رہی ہیں، کیا بموجب شرع شریف یہ خشتہا کسی دوسری مسجد پر یا ان کو بیچ کر اسی مسجد کہنہ کی تعمیر پر رقم صرف کرنا جائز ہے ورنہ مسجد بھی یوں ہی منہدم رہے گی اور خشتہا بھی ضائع ہوجائیں گی۔

(۲) سامان مسجد شریف مثل خشتہائے پختہ وکڑی ہائے کہنہ وغیرہ آوارہ پڑی ہیں اور مسجد شریف بھی اس سامان سے مستغنی ہے تو کیا وہ سامان مسجد کا دوسری مسجد پر لگایا جائے یا نہیں؟ اگر لگایا جائے تو کسی کی اجازت سے قیمت لی جائے یا خیراتی؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) ان اینٹوں کا دوسری مسجد میں دینا حرام ہے اسی مسجد کی تعمیر میں صرف کی جائیں، اور اگر اس مسجد کی تعمیر میں ان کی حاجت نہ ہو مثلاً دیوار شکستہ بن چکی یا اور مضبوط اینٹوں یا پتھروں سے بنانے کا ارادہ ہے تو انھیں متولی یا متدین جماعت محلہ بکمال امانت و دیانت بیچ کر اسی مسجد کی تعمیر ہی میں صرف کریں مسجد کے دوسرے کام میں اس قیمت کا خرچ کرنا حرام ہوگا والتفصیل الکامل فی فتاوٰنا (تفصیلِ کامل ہمارے فتاوٰی میں ہے۔ ت)

(۲) ان انقاض کا دوسری مسجد میں دے دینا حرام ہے کسی کی اجازت سے نہیں دے سکتے ہاں جب کہ یہ مسجد ان سے مستغنی ہے تو بیع کئے جائیں اور دوسری مسجد کے ہاتھ بیع کرنا اولٰی ہے کہ بدستور معظم رہیں گے وہ قیمت اسی مسجد کی تعمیر میں صرف ہو اور اس وقت تعمیر کی حاجت نہ ہو تو متولی امین متدین کے پاس اسی مسجد کی حاجت تعمیر کے لئے امانت رہے اور کام میں صرف کرنا ہرگز جائز نہیں۔ بیع متولی کرے اگر وہ نہ ہو تو امین متدین جماعت محلہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۲۹: از سررشتہ اسلام کمیٹی آگرہ جامع مسجد مسئولہ عبدالرشید سررشتہ دار کمیٹی ۷ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ نمازیانِ مسجد کی رائے ہے کہ صحنِ مسجد کی توسیع کے لئے دکانات متعلقہ مسجد کی چھت پر ایک کمرہ تعمیر کیا جائے تاکہ اوپر کی چھت پر مسجد کا صحن ہوجائے اور نیچے اس کے ایک کمرہ ہوجائے مسجد بہت اونچی ہے جب دکانوں پر کمرہ بنے گا تو کمرہ کی چھت صحن مسجد سے برابر مل جائے گی، اس طرح توسیعِ صحن کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

Marfat.com

الجواب

جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں، اور مسجد جب بھر جائے تو اس کمرے کی چھت پر پڑھنے والوں کو بھی مسجد ہی کا ثواب ملے گا اگرچہ وہ کمرہ صرف وقف علی المسجد رہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۳۳ ازدوگوہہ ڈاکخانہ چھاؤنی جالندھری مسئولہ سید حاجی منور شاہ ۲۷ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنت اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں میں ایک مسجد تقریباً پچاس برس سے موجود ہے جس کو اس گاؤں کے اہل سنت نے مل کر تعمیر کیا تھا جب سے اب تک ہر نماز اس میں ادا کرتے ہیں چند سال سے اس گاؤں میں چند لوگ رافضی ہوجانے کے سبب اہلسنت سے ہمیشہ چھیڑ چھاڑ رکھتے ہیں کچھ عرصہ سے ان لوگوں نے اس بنا پر کہ اس مسجد کی تعمیر میں ہمارے آبا و اجداد بھی شامل تھے اس لئے ہمیں بھی اذان و نماز کا حق حاصل ہے، قرائن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسجد پر قبضہ کرلینا چاہتے ہیں اور سُنیوں کو بے تعلق کرنا منظور ہے، جھگڑے فساد کا یقین کامل ہے، استفتاء یہ ہے کہ مسجد مذکور میں اہلسنت و روافض اذان و نماز ادا کرسکتے ہیں یا نہیں اور روافض کے سُنی آبا و اجداد کے تعمیر مسجد میں شریک ہونے سے انھیں مسجد پر دخل و تصرف کا حق حاصل ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

روافض زمانہ علی العموم کفار مرتدین ہیں کما حققناہ فی رد الرفضۃ بما لا مزید علیہ (جیسا کہ ہم اس کی تحقیق اپنے رسالہ "ردالرفضہ" میں اس انداز سے کرچکے ہیں جس پر کسی اضافہ کی ضرورت نہیں۔ ت)۔
فتاوٰی خلاصہ و فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

الرافضی اذا کان یسب الشیخین او یلعنھما والعیاذ باللہ فھو کافر۔[1]

رافضی جب شیخین کریمین (صدیق و عمر) رضی اللہ تعالٰی عنہما کو گالیاں بکے یا ان پر لعنت بھیجے تو وہ کافر ہے۔ (ت)

قال اللہ تعالٰی ان اولیاؤہ الا المتقون۔[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اس کے اولیاء تو پرہیزگار ہی ہیں۔ (ت)

نہ ان کی اذان اذان، نہ ان کی نماز نماز۔

قال اللہ تعالٰی وقدمنا الٰی ما عملوا من

اللہ تعالٰی نے فرمایا: جو کچھ انھوں نے کام کئے تھے

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب السیر الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۶۴
[2] القرآن الکریم ۸/۳۴

Marfat.com

عمل فجعلنٰه هباءً منثورا[1] ہم نے قصد فرما کر انھیں باریک باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذرّے کردیا کہ روزن کی دھوپ میں نظر آتے ہیں۔ (ت)

اور ان کے باپ دادا جبکہ اہلسنت تھے اور انھوں نے مذہب رفض اختیار کیا تو نہ وُہ ان کے باپ رہے نہ یہ ان کی اولاد، نہ ان کے ذریعہ سے انھیں کوئی دعوٰی پہنچتا ہے،

قال الله تعالٰی انه لیس من اهلك انه عمل غیر صٰلح[2] والله تعالٰی اعلم۔ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اے نوح! وہ تیرے گھروالوں میں نہیں بیشک اس کے کام بڑے نالائق ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۳۱

۱۶ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ

عبدالکریم خاں نے جو وارث چھوڑے وہ حسبِ تفصیل ہیں: عبدالشکور خاں وعبدالحکیم خاں وعبدالنبی خاں وکالے خاں پسران ومسماۃ مندھو زوجہ اپنے کو چھوڑا۔ ایک منزل مکان عبدالکریم خاں نے اپنے زوجہ کو بعوض دین مہر کے دیا اور اس کا بیعنامہ مسماۃ مندھو کے نام تحریر کردیا۔ مسماۃ مندھو نے اس مکان کو بدست فداحسین خاں ولد کالے خاں کے بیع کردیا جس کا لادعوی مسماۃ مشہدی سے لکھوایا گیا۔ مسماۃ مندھو نے جو وارث چھوڑے حسب تفصیل ذیل ہیں، عبدالشکور خاں وعبدالحکیم خاں وعبدالنبی خاں وکالے خاں پسران عبدالنبی خاں فوت ہوئے ان کے وارث حسب تفصیل ذیل ہیں: عبدالنبی خاں وعلی محمد خاں وولی محمد خاں پسران۔ عبدالنبی خاں ومسماۃ کنا ومسماۃ اولیا بیگم زوجہ عبدالنبی خاں اور دختران عمراؤ واقبال کو چھوڑا۔ عبدالحکیم خاں فوت ہوئے اس کے وارث حسب تفصیل ذیل ہیں: حاجی عبدالرحمٰن وعبدالرحیم خاں ننھے خاں پسران عبدالحکیم نعمان ولاتی بیگم وچھوٹی بیگم دختران عبدالحکیم خاں وزوجہ نامعلوم کو چھوڑا۔ کالے خاں فوت ہوئے ان کے وارث حسب تفصیل ذیل ہیں: فداحسین خاں پسر کالے خاں کو اپنا وارث چھوڑا۔ فداحسین خاں فوت ہوئے ان کے وارث حسب تفصیل ذیل ہیں، زوجہ اولٰی کا انتقال فداحسین خاں کے سامنے ہوگیا تھا، یہ نہیں معلوم کہ دین مہر ادا ہوا یا معاف ہوا اور زوجہ اولٰی کے فوت ہونے کے بعد زوجہ ثانی کے ساتھ عقد ہوا جس کا نام مشہدی بیگم ہے۔ مسماۃ مشہدی بیگم نے مہر معاف نہیں کیا ہے۔ زوجہ مشہدی بیگم لاولد اور زوجہ اولٰی بھی لاولد اور ایک چچا حقیقی عبدالشکور خاں وعبدالمجید خاں وعبدالوحید خاں وعبدالعزیز خاں پسران عبدالشکور خاں اور چچازاد بھائی حاجی عبدالرحمٰن خاں وعبدالرحیم خاں و ننھے خاں پسران پسران عبدالحکیم خاں مرحوم اور چچازاد بھائی

---

[1] القرآن الکریم ۲۵/ ۲۳

[2] القرآن الکریم ۱۱/ ۴۶

Marfat.com

عبدالغنی خاں وعلی محمد خاں وولی محمد خاں پسران عبدالنبی خاں مرحوم یہ وارث چھوڑے ۔ یہ جائداد جس قدر وقف ہوئی علاوہ مکان مسماۃ مندھو کے یہ کالے خاں کی پیدا کی ہوئی تھی اور مکان جس کا بیعنامہ مسماۃ مندھو نے بنام فدا حسین خاں کیا عبدالکریم خاں کا پیدا کردہ ہے جس سے مسماۃ مشہدی بیگم سے لا دعوٰی لکھوا دیا ہے اقرار نامہ پیش کرتا ہوں ۔

منکہ مسماۃ مشہدی بیگم زوجہ فدا حسین خاں مرحوم وعبدالشکور خاں ولد عبدالکریم خاں مرحوم وحاجی عبدالرحمان خاں و ننھے خاں وعبدالرحیم خاں پسران عبدالحکیم خاں ساکن بریلی محلہ بہاری پور کے ہیں جو کہ جائداد مفصلہ ذیل مالیتی دو ہزار روپے حاجی کالے خاں مرحوم مورثِ اعلیٰ ہمارے واقع محلہ بہاری پور بریلی کے ہیں اس کا تصفیہ باہمی رضامندی ہم سب ورثائے کالے خاں کے یہ قرار پایا کہ جائداد مذکور الصدر تاحیات مسماۃ مشہدی بیگم زوجہ فدا حسین خاں کے قبضہ اور تصرف میں رہے گی اور اس کی آمدنی سے تصرفات اپنے کرتی رہے اور علاوہ آمدنی کرایہ جائداد موقوفہ کے ایک روپیہ ماہواری تاحیات اپنی عبدالشکور خاں وایک روپیہ ماہواری تاحیات مسماۃ حاجی عبدالرحمٰن دیا کریں اگر مسماۃ مشہدی بیگم دوسرا نکاح کرے یا عفت وعصمت سے گزربسر نہ کرے تو اس کو حق قبضہ اور آمدنی کرایہ جائداد مذکور اور وصول از ماہوار مقررہ عبدالشکور خاں وحاجی عبدالرحمان خاں باقی نہیں رہے گا اور بحالت عقد ثانی اور فوت مسماۃ کے یہ جائداد واسطے مصارف مسجد بی بی جی صاحبہ واقع بریلی محلہ بہاری پور وقف متصور ہوگی ۔ مسماۃ خواہ دیگر ورثا کو حق وصول زر کرایہ دکانات ومکانات کا حاصل نہ ہوگا ۔ جو شخص متولی مسجد ہے یا آئندہ کو ہوگا وہی متولی جائداد مذکور کا ہوگا ہم مقران یا کسی متولی کو منصب انتقال جائداد بذریعہ بیع ورہن وغیرہ کے نہ ہوگا مرمت شکست ریخت دکانات ومکانات کے مسماۃ اپنے پاس سے کرتی رہے گی اگر خدانخواستہ کوئی دکان ومکان بالکل منہدم ہو جائے تو اس کی تعمیر مسجد بی بی صاحبہ اپنے سرمایہ سے بذریعہ متولی مسجد کے کرے گی' مکان خام موروثی مسکونہ عبدالشکور خاں وعبدالرحیم خاں و ننھے خاں وغیرہ میں مسماۃ مذکور کو کچھ تعلق اور دعوٰی نہ ہوگا لہٰذا ان سب مراتب پر اقرار لاکر یہ اقرار نامہ لکھ دیا کہ سند ہو ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فدا حسین خاں ولد کالے خاں نے زوجہ مشہدی بیگم اور چچا عبدالشکور خاں چھوڑ کر انتقال کیا عبدالحکیم خاں فدا حسین خاں کے دوسرے چچا تھے جو فدا حسین خاں سے پہلے گزر گئے جائداد کہ فدا حسین خاں کی پیدا کردہ ہے اور مکان کہ فدا حسین خاں نے اپنی دادی مندھو سے خریدا جو اسے اس کے شوہر نے دین مہر میں دیا تھا ان متروکات فدا حسین خاں کے نسبت ایک اقرار نامہ مشہدی بیگم وعبدالشکور خاں اور پسران عبدالحکیم خاں حاجی عبدالرحمٰن خاں وعبدالرحیم خاں و ننھے خاں

Marfat.com

نے اس مضمون کا لکھا کہ جو کہ جائداد مفصلہ ذیل حاجی کالے خاں مرحوم ہمارے مورث عالی کی ہے اس کا تصفیہ برضامندی ہم سب ورثائے کالے خاں کے یہ قرار پایا کہ جائداد مذکور الصدر تاحیات مشہدی بیگم کے قبضہ و تصرف میں رہے گی اس کی آمدنی سے وہ اپنے تصرفات کرتی رہے اور علاوہ آمدنی کرایہ جائداد موقوفہ کے ایک روپیہ ماہوار تاحیات اپنی عبدالشکور خاں اور ایک روپیہ ماہوار تاحیات مسماۃ حاجی عبدالرحمٰن خاں دیا کریں اگر مشہدی بیگم دوسرا نکاح کرے یا عفت و عصمت سے گزر نہ کرے تو ان کو قبضہ اور آمدنی کرایہ جائداد مذکور اور وصول ماہوار مقررہ نہ رہے گا اور بحالت عقد ثانی اور فوت مسماۃ کے یہ جائداد واسطے مصارف مسجد بی بی جی صاحبہ کے وقف متصور ہوگی مسماۃ خواہ دیگر ورثا کو حق وصول زر کرایہ دکانات کا حاصل نہ ہوگا، مرمت شکست ریخت مکانات دکانات کی مسماۃ اپنے پاس سے کرتی رہے گی، اگر کوئی دکان مکان بالکل منہدم ہوجائے اس کی تعمیر مسجد اپنے سرمایہ سے کرے گی مکان خام موروثی مسکونہ عبدالشکور خاں و عبدالرحیم خاں وغیرہ میں مسماۃ کو کچھ دعویٰ نہ ہوگا فقط۔

اس صورت میں یہ دکان و مکان وقف ہوگئے یا نہیں؟ مشہدی بیگم کس چیز کی مستحق ہے اگر وہ نکاح ثانی کرے تو اس کا کیا اثر ہے؟ مکان خریدکردہ فدا حسین خاں جس سے لادعویٰ لکھا یا گیا ہے وہ صحیح ہوا یا نہیں؟ مشہدی بیگم ماہوار مذکور عبدالشکور خاں و حاجی عبدالرحمٰن خاں سے پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

عبارتِ اقرارنامہ عجب مختل ہے صورتِ واقعہ اگر وہ ہے کہ سوال میں مذکور ہوئی تو وہ جائداد حاجی کالے خاں کی ہے، نہ عبدالشکور خاں و پسران عبدالحکیم خاں حاجی کالے خاں کے وارث ہیں اس کا وارث تنہا فدا حسین خاں تھا اور جائداد اس کی بھی نہیں فدا حسین خاں کی ذاتی یا خریدکردہ ہے بہرحال اس کا مالک صرف فدا حسین خاں تھا جس کے وارث فقط مشہدی بیگم زوجہ اور عبدالشکور خاں چچا ہیں، مگر اس کا اس اقرار میں شریک ہونا قضاءً ان پر حجت ہوگا اور جائداد متروکہ کالے خاں قرار پائے گی لیکن اس سے بھی پسران عبدالحکیم خاں کو اس سے تعلق ثابت نہ ہوگا کہ کالے خاں کا بیٹا فدا حسین خاں موجود تھا اس کے ہوتے بھتیجوں کا وارث ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا پھر جائداد کی نسبت ابتداءً میں بطور اشارۃ النص لفظ موقوفہ واقع ہوا مذہب مفتی بہ میں اگرچہ صرف اسی قدر سے وقف ہوجاتا ہے۔ درمختار میں ہے،

اکتفی ابویوسف بلفظ موقوفۃ فقط قال الشھید ونحن نفتی

امام ابویوسف نے وقف کے لئے صرف لفظ موقوفہ پر اکتفاء فرمایا، شہید نے کہا کہ ہم عرف کی بنا پر

Marfat.com

به للعرف[1] — اسی کے ساتھ فتوٰی دیتے ہیں۔ (ت)

مگر آگے عبارۃ النص یہ ہے کہ اگر مشہدی بیگم دوسرا نکاح کریں یا عفت سے گزر نہ کریں تو یہ جائداد وقف متصور ہوگی، یہ صراحۃً وقف کی تعلیق ہے اور دستاویز واحد کا اول و آخر کلام واحد ہے کما نص علیہ فی الخیریۃ (جیسا کہ اس پر خیریہ میں نص کی گئی ہے۔ ت) تو وہ لفظ موقوفہ کا اطلاق اس شرط سے مقید ہوا اور وقف کا کسی شرط پر تعلق کرنا اسے باطل کردیتا ہے۔ درمختار میں ہے:

شرطه ان یکون منجزا لا معلقا الا بکائن[2] (ملتقطا)

وقف کی شرط یہ ہے کہ وہ منجز ہو معلق نہ ہو ہاں شرطِ موجود کے ساتھ معلق ہوسکتا ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

اذا جاء غد او اذا جاء راس الشهر او اذا کلمت فلانا او اذا تزوجت فلانة فارضی هذه صدقة موقوفة او ان شئت او احببت یکون الوقف باطلا لان الوقف لا یحتمل التعلیق بالخطر[3] اھ من الوقف ومن اواخر البیوع۔

واقف نے کہا جب کل کا دن آئے یا جب میں فلاں سے کلام کروں یا فلاں عورت سے شادی کروں تو میری یہ زمین صدقہ موقوفہ ہوگی یا یُوں کہا کہ اگر میں چاہوں یا پسند کروں تو وقف باطل ہوجائیگا کیونکہ وقف قریب الہلاکت چیز سے معلق ہونے کا احتمال نہیں رکھتا اھ وقف اور اواخر کتاب البیوع (ت)۔

لیکن آگے یہ عبارت ہے کہ مرمت مسماۃ اپنے پاس سے کرتی رہے گی منہدم کی تعمیر مسجد کرے گی یہ اس صورت سے متعلق نہیں کہ مشہدی بیگم نکاح کرے یا مرجائے موت کے بعد مرمت ناممکن اور بعد نکاح اسے جائداد سے بالکل بے تعلق ٹھہرایا گیا ہے اس کے ذمہ مرمت رکھنے کے کیا معنی، تو یہ ضرور اس کی حیات قبل نکاح کا ذکر ہے اور اس وقت کے لئے کہا کہ منہدم کی تعمیر مسجد اپنے سرمایہ سے کرے گی اگر مسجد پر وقف نہیں تو تعمیر منہدم ذمہ مسجد ہونے کے کیا معنی، تو بعد تنقیح تام اس مختل عبارت کا محصل یہ نکلا کہ مقرین نے یہ تمام جائداد فی الحال وقف کی اور مصارف میں یہ شرط لگائی کہ تاحیات مشہدی بیگم کے تصرف میں رہی بشرطیکہ وہ بعفت بسر

---

[1] درمختار — کتاب الوقف — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۳۷۷

[2] ؍؍ — ؍؍ — ؍؍ — ؍؍

[3] ردالمحتار — ؍؍ — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۳/۳۶۰

Marfat.com

کرے اور دوسرا نکاح نہ کرے اس وقت تک آمدنی اس کے لئے ہے اور شکست ریخت کی مرمت اس کے ذمہ ہے منہدم کی تعمیر مسجد خود کرے تو اگرچہ جائداد فی الحال وقف ہے مگر آمدنی سے حق مشہدی بیگم بشرط مذکور متعلق ہے اگر یہ شرط مفقود ہو یعنی مشہدی بیگم نکاح کرلے یا عفت سے بسر نہ کرے تو اس وقت یہ جائداد ذات و منافع دونوں کے لحاظ سے خالص مسجد پر وقف متصور ہوگی یعنی آمدنی سے بھی مشہدی بیگم کو کوئی تعلق نہ رہے گا، یہ اس اقرار نامہ کا محصل منقح ہے،

وتصحیح الکلام اولٰی من اھمالہ مھما امکن[1] کما نصوا علیہ فی الاشباہ وغیرھا۔

کلام کو حتی الامکان صحیح بنانا اس کو مہمل بنانے سے اولٰی ہے، جیسا کہ اشباہ وغیرہ میں مشائخ نے اس پر نص فرمائی ہے (ت)

لہذا جائداد مذکور تمام وکمال مسجد بی بی جی صاحبہ پر وقف صحیح تمام نافذ ہوگئی مشہدی بیگم تا حیات و با پابندی شرط مذکور صرف آمدنی کی مستحق ہے اور شرط مذکور کی پابندی نہ کرے تو آمدنی بھی خالص صرف مسجد کی ہوگی، مشہدی بیگم کو اس سے تعلق نہ رہے گا، ماہوار کہ عبدالشکور خاں وحاجی عبدالرحمن خاں نے مقرر کیا وہ ایک وعدہ ہے جس کا نباہنا ان کو مناسب ہے مگر مشہدی بیگم اس پر مجبور نہیں کرسکتی اگرچہ وہ شرط مذکور کی پابند بھی رہے مکان سے لادعوٰی صحیح نہیں لان الابراء عن الاعیان باطلۃ (کیونکہ اعیان سے برأت باطل ہے ت) اگر وہ داخل وقف نہ تھا تو حسب شرائط فرائض بعد ادائے مہر وغیرہ اس کا چہارم مشہدی بیگم کا اور تین حصے عبدالشکور خاں کے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۳۲: ہدایت یار خاں از شاہ پور جہلم رسالہ چھاؤنی ۶ ڈاک خانہ چک ۳۵ رسالہ براہ متلک پنجاب ۹ جمادی الثانی ۱۳۳۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یا فتاح، بخدمت فضیلت پناہ، عالی دستگاہ، جناب فیض مآب پیر صاحب، دام اللہ تعالٰی فیضکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیکم، واضح رائے عالی ہو کہ ایک مسجد شریف ایک آبادی میں تھی، اب وہ لوگ وہاں سے چلے گئے اور وہ مسجد جنگل میں رہ گئی اس مسجد قدیم کا اسباب اٹھا کر دوسری مسجد جو بنائی جائے درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ خدا تعالٰی سایہ رحمت تا دیر بر سر ما غریباں قائم رکھے، آمین ثم آمین!

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ التاسعۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۶۸

Marfat.com

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اگر اس مسجد کے آباد رکھنے، حفاظت کرنے کا کوئی طریقہ نہ ہوں اور یُوں جنگل میں چھوڑ دی جائے گی تو چور اور متغلب لوگ اس کا مال لے جائیں گے تو جائز ہے کہ اس کا اسباب وہاں سے اٹھا کر دوسری آباد جگہ مسجد بنائیں اور یہ کام ہوشیار اور دیانتدار مسلمانوں کی نگرانی میں ہو وھو اعلم فقط۔

مسئلہ ۳۳۳ ۱۳ ذی القعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جب میّت کو واسطے دفن کرنے کے لے جاؤ، اور دفن کرو تو اجازت متولی قبرستان کی واسطے دفن کرنے میّت کے لینا ضرور ہے اور عمرو کہتا ہے کہ قبرستان اور مسجد وقف ہیں وُہ کسی کی ملکیت نہیں ہوتے ہیں اجازت لینے کی کچھ ضرورت نہیں، اگر قبرستان میں اجازت کی ضرورت ہوگی تو مسجد میں بھی بلا اجازت نماز پڑھنا درست نہ ہوگا، متولی صرف مسجد کے جھاڑو وغیرہ دینے کو ہوتا ہے ایسے ہی تکیہ میں واسطے صفائی کے ہوتا ہے جس کو تکیہ دار کے نام سے پکارتے ہیں تکیہ اور مسجد عام مسلمانوں پر وقف ہے جس کا دل چاہے جس مسجد میں نماز پڑھے اور جس قبرستان میں چاہے اپنا مردہ دفن کرے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

زید غلط کہتا ہے اس کا قول شرع شریف پر محض افترا ہے، مقبرہ عام مسلمانوں کے لئے وقف ہوتا ہے ہر مسلمان کو اس میں دفن کا حق پہنچتا ہے، مقبرہ کا متولی کوئی چیز نہیں، نہ اس کی اجازت کی حاجت نہ ممانعت کی پرواہ ہے۔ عالمگیری میں ہے:

لافرق فی الانتفاع فی مثل ھذہ الاشیاء بین الغنی والفقیر حتی جاز للکل النزول فی الخان والرباط والشرب من السقایۃ والدفن فی المقبرۃ کذا فی التبیین[1]۔

ان اشیاء سے انتفاع حاصل کرنے میں غنی وفقیر کے درمیان کوئی فرق نہیں یہاں تک کہ ہر شخص کو سرائے اور خانقاہ میں نزول کا حق ہے اسی طرح ہر شخص وقف سبیل سے پانی پی سکتا ہے اور قبرستان میں مُردہ دفن کرسکتا ہے۔ یونہی تبیین میں ہے(ت)

اسی میں ہے:

لوبنی مسجدًا لاھل محلۃ وقال جعلت — اگر کسی نے ایک محلہ والوں کے لئے مسجد بنائی اور

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف الباب الثانی عشر فی الرباطات نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۶۶

Marfat.com

هذا المسجد لاهل هذا المحلة خاصة، کان لغیر اهل تلك المحلة ان یصلی فیه هکذا فی الذخیرة۔[1]

کہہ دیا کہ میں نے یہ مسجد خاص اس محلہ والوں کے لئے بنائی ہے تو اس محلہ والوں کے غیر کو بھی اس میں نماز پڑھنے کا اختیار ہے، اسی طرح ذخیرہ میں ہے۔ (ت)

بلکہ مقبرہ کا عموم مسجد کے عموم سے بھی بہت زیادہ ہے بہت لوگ ہیں جنھیں مسجد سے روکنے کا حکم ہے مثلاً جذامی اور ابرص جس کا برص شائع ہو یا جس کے منہ یا بدن یا لباس میں بدبو ہو یا بدزبان یا جس کے آنے سے فتنہ اُٹھے جیسے غیر مقلد وہابی یا رافضی وغیرہم، درمختار میں ہے:

أکل نحو ثوم یمنع منه (ای من المسجد) وکذا اکل موذ ولو بلسانه۔[2]

تھوم کھانے والے کو مسجد سے روکا جائے گا اسی طرح ہر موذی کو روکا جائے گا اگرچہ وہ زبان سے ایذا پہنچاتا ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال الامام العینی فی شرحه علی صحیح البخاری یلحق بما نص علیه فی الحدیث کل ماله رائحة کریهة ماکولا او غیره، وکذلك الحق بعضهم من بفیه بخر او به جرح له رائحة وکذلك القصاب والسماك والمجذوم والابرص اولی بالالحاق، وقال سحنون لاارى الجمعة علیهما واحتج بالحدیث والحق بالحدیث کل من اذی الناس بلسانه وبه افتی ابن عمر (رضی الله تعالٰی عنهما) وهو

امام عینی نے اپنی شرح صحیح بخاری میں فرمایا کہ حدیث کے ساتھ ہر اس شیئ کو ملحق کیا جائے گا جس میں ناگوار بدبو ہو چاہے کھانے کی چیز یا کوئی اور، اسی طرح بعض نے ملحق کیا اس شخص کو بھی جس کے منہ سے بدبو آتی ہو یا اس کو ایسا زخم ہو جس سے ناپسندیدہ بُو آتی ہو، اسی طرح قصاب، مچھلی کا گوشت بیچنے والا اور جذام و برص کا مریض۔ تو الحاق کے لئے اولٰی ہے۔ اور سحنون نے کہا کہ میں ان دونوں (مجذوم و ابرص) پر جمعہ فرض نہیں سمجھتا اور دلیل حدیث کو قرار دیا اور حدیث کے ساتھ زبان سے لوگوں کو ایذا دینے والے ہر شخص کو ملحق کیا گیا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے اس پر ہی فتوٰی دیا اور

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۵۸۔۴۵۷
[2] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۴

Marfat.com

اصل فی نفی کل من یتاذی بہ اھ باختصار۔[1] یہ اصل ہے ہر اس چیز کی نفی میں جس سے اذیت پہنچتی ہو اھ (اختصار)۔ (ت)

مگر مقبرہ اہلسنت میں کسی سُنّی مسلمان کو ممانعت نہیں ہوسکتی،

لعدم الوجه وحصول الاذن من جهة الشرع۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ کیونکہ ممانعت کی کوئی وجہ نہیں اور شرع کی طرف سے اذن حاصل ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۳۴: از بانٹوہ ملک کاٹھیاوار مرسلہ مولوی محمد عبدالمطلب ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ (کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور شرع متین کے مفتیانِ کرام اس مسئلہ میں کہ۔ ت) ایک مرد نے مقبرہ بنایا یعنی گنبد پختہ سطح دار اور اس میں صندوقیں تیار کرائیں اور ایک مسجد نیز اس مقبرہ کے جوار میں بناء کی اور اب وہ چاہتا ہے کہ اس مقبرہ مذکور کو مسجد کے سطح کے ساتھ ملاکر برائے بانگ ونماز وقف کردیا جائے اب ایسے مقبرہ کی سطح پر نماز پڑھنا درست ہے کہ جس میں حالاً دو تین میت مدفون کی گئی ہیں اور آئندہ نیز ہوں گی اور اس کی سطح کو مسجد سے ملانا اور وقف کرنا برائے بانگ نماز شرعاً درست ہے یا نہ؟ بحوالہ کتبِ معتبرہ جواب سے مشکور وممنون فرمائیں۔

الجواب

اگر زمینِ مقبرہ اس کی ملک ہے اور اب تک اس نے وقف نہ کی اگرچہ بعض اموات اس میں دفن ہوگئیں تو اگر صرف اس کی چھت کو وقف کرے گا اور زمین بدستور اپنی ملک رکھے گا تو وہ چھت وقف نہ ہوگی

لکونه وقف منقول قصدا من دون تعارف (کیونکہ یہ وقف منقول ہے قصداً بغیر تعارف کے۔ ت)

اور اگر زمین کو بھی مسجد کے لئے وقف کردے گا تو چھت کا وقف بھی صحیح ہوجائے گا اور اگر زمین کو مقبرہ کیلئے وقف کرچکا ہے تو عمارت مقبرہ قبل از وقف بنائی ہے یا بعد، اگر قبل از وقف بنائی ہے تو کچھ حرج نہیں، چھت کو اذان ونماز کے لئے وقف کردے ہوجائے گی

لحصول التابید بوقفیة الاخری وان کانت موقوفة علی جهة اخری علی ماهو الاصح ووقف البناء علی المقابر لایصح[2] کما فی الخانیة والهندیة کیونکہ دوسری مرتبہ وقف کرنے سے تابید ودوام حاصل ہوجائے گا اگرچہ وہ دوسری جہت پر موقوف تھی زیادہ صحیح قول کے مطابق اور عمارت کو قبرستان پر وقف کرنا صحیح نہیں جیسا کہ خانیہ وہندیہ

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۴۴

[2]

Marfat.com

وغیرھما فھو علی ملکہ ولہ وقفہ علی مایشاء۔ | وغیرہ میں ہے چنانچہ وہ اس کی ملک میں ہے اور اس کو اختیار ہے جس پر چاہے وقف کرے (ت)

اور اگر بعد وقف بنائی ہے تو یہ عمارت خود ہی ناجائز ہے کہ مقابر موقوفہ میں عمارت بنانے کی اجازت نہیں تو اس پر اذان وغیرہ کے لئے بھی چھت بنانا بھی نہیں ہوسکتا لانہ یستحق الازالۃ لا الادامۃ (کیونکہ وہ مستحق ہے اس بات کی کہ اس کو زائل کیا جائے نہ کہ اس کو دوام بخشا جائے۔ ت) اسی طرح وہ زمین مقبرہ اس کی ملک نہ تھی بلکہ وہ قبرستان وقفی تھا جس میں اس نے عمارت بنالی جب بھی حکم عدم جواز ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۳۵ مسئولہ سید مظفر علی صاحب مدرس مدرسہ کریمیہ خانقاہ سلون ضلع رائے بریلی ۳۰ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و واقفانِ شرع متین اس مسئلہ میں، قبرستان کہ جس میں بہت سی قبریں مومنین و مومنات کی ہیں ستون سے مسقف کرکے کہ سب قبریں چھت کے نیچے رہیں اس چھت پر چلے پھرے اور بیٹھے اُٹھے اور دوسرے حوائجِ انسانی ادا کرے تو عندالشرع جائز ہے یا ناجائز؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر وہ قبرستان وقف ہے جیسے کہ عام مقابر ہوتے ہیں تو زمین وقف میں اس کے خلاف تصرف کی اجازت نہیں ہوسکتی فی الھندیۃ لایجوز تغییر الوقف عن ھیأتہ[1] (ہندیہ میں ہے کہ وقف کو اس کی ہیأت سے متغیر کرنا جائز نہیں۔ ت) اور اگر ملکِ غیر ہے تو اس میں بے اجازتِ مالک تصرف ناجائز ہے،

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لیس لعرق ظالم حق[2] | رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ عرق ظالم کا کوئی حق نہیں (ت)

اور اگر اس کی اپنی ملک ہے تو اس طرح مسقف کرنا کہ دیوار یا پایہ عین کسی قبر پر نصب ہو جائز نہیں کہ اس میں میت کی ایذا ہے کما نطقت بہ احادیث اوردناھا فی الامر باحترام المقابر (جیسا کہ متعدد حدیثیں اس پر ناطق ہیں جن کو ہم نے الامر باحترام المقابر میں ذکر کیا ہے۔ ت) اور مسلمان کی ایذا حیًّا ہو یا میتًا ہر طرح حرام ہے،

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف الباب الرابع عشر فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۹۰

[2] صحیح البخاری کتاب الحرث والمزارعۃ باب من احیا ارضا مواتا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۱۴

سنن ابوداؤد کتاب الخراج باب احیاء الموات آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۸۱

Marfat.com

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا صاحب القبر انزل من علی القبر لا تؤذی صاحب القبر ولا یؤذیک[1] وفی حدیث عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ انی اکرہ اذی المسلم فی مماتہ کما اکرہ اذاہ فی حیاتہ[2]

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قبر سے اُتر جا، نہ تو صاحب قبر کو ایذا پہنچا نہ وہ تجھے ایذا پہنچائے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ میں بعد از موت مسلمان کی ایذار کو اتنا ہی مکروہ جانتا ہوں جتنا حالتِ حیات میں اسے ایذار دینا مکروہ خیال کرتا ہوں۔ (ت)

مگر اس صورت میں کہ قبور بے اجازت کے غصباً بنی ہوں تو اسے اختیار ہے کہ زمین خالی کرے یا صبر کرے یہاں تک کہ میّت بالکل خاک ہو جائے اور اس کے لئے بہت زمانہ دراز درکار ہے اس وقت ان قبور پر عمارت بنا سکتا ہے،

کما فی الدر جاز زرعہ والبناء علیہ[3] و قد حققناہ فی اہلاک الوہابیین علیٰ توہین قبور المسلمین۔

جیسا کہ در میں ہے کہ اس میں زراعت کرنا اور عمارت بنانا جائز ہے اور بے شک ہم نے توہینِ قبورِ مسلمین کی تحقیق رسالہ "اہلاک الوہابیین علیٰ قبور المسلمین" میں کر دی ہے۔ (ت)

اور اگر زمین اس کی ملک ہے اور قبور کے باہر باہر دیواریں یا ستون قائم کرکے مسقف کرتا ہے تو جائز ہے اور اس چھت پر چلنا پھرنا اٹھنا بیٹھنا وغیرہا افعال کی بھی اجازت ہے کہ یہ سقفِ مکان ہے سقفِ قبر نہیں کما نصوا بجواز الصعود علیٰ سطح بیت فیہ مصحف کما فی الدر وغیرہ (جیسا کہ مشائخ نے اس پر نص کی ہے کہ اس مکان کی چھت پر چڑھنا جائز ہے جس میں قرآن مجید ہو، جیسا کہ در وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳۶ و ۳۳۷ از جاوَد ضلع نیمچ مرسلہ عبد المجید خلف الرشید حافظ عبد الکریم صاحب مرحوم پیش امام مسجد چھیپان ۵ رجب ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس باب میں:

---

[1] الترغیب والترہیب بحوالہ الطبرانی الترہیب من الجلوس علی القبر مصطفی البابی مصر ۴/ ۳۷۴
مرقاۃ المفاتیح بحوالہ الطبرانی باب فی دفن المیت۔ الفصل الاول مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/ ۶۹
مجمع الزوائد باب البناء علی القبور دار الکتاب بیروت ۳/ ۶۱
[2] مرقاۃ المفاتیح بحوالہ سعید بن منصور، باب فی دفن المیت، الفصل الاول، مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/ ۶۹ و ۷۰
[3] الدر المختار باب صلوٰۃ الجنازۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۶

Marfat.com

(۱) مسلمان قصبہ جاود سکونت پذیر ہوئے اس وقت فرمانروائی قصبہ مذکور میں رانا صاحب والیِ ریاست اودے پور تھی مسلمانوں کے قبرستان کے واسطے دوسو بیگھہ اراضی نسلاً بعد نسلٍ از روئے سند کے مرحمت کی بعد حصول سند پختہ کے جملہ اقوامِ اہلِ اسلام نے بطورِ ملکیت کے اپنا قبضہ پاکر قبرستان تجویز کیا ہے اور مردے اپنے اس میں دفن کرتے رہے اور اسی سند کی رُو سے اس وقت موتی دفن ہوتے ہیں اور بامید ثواب اس قبرستان میں درخت ثمری وغیر ثمری لگائے جاتے ہیں اور بارش میں گھاس اُگتا ہے' بعد خشک ہونے گھاس کے اور بیکار ہونے لکڑی قبرستان کے محافظِ قبرستان یعنی فقیر کو صدقۃً دے دی گئی اور جملہ اہلِ اسلام کی اجازت سے یہ صدقہ قدیم سے لے رہا ہے، بعد حکومت رانا صاحب کے گورنمنٹ دور قائم ہوا، بعد ازاں سیندھیا صاحب بہادر کا تسلط ہوگیا لیکن موافق عطائے سند قبرستان میں عمل درآمد مسلمانوں کا چلا آتا ہے اور اسی طریق سے تمام ممالک ہند میں مسلمان قبرستان کی اراضی پر ملکیت کے زمرہ میں اپنا قبضہ حاصل کئے ہوئے ہیں کسی غیر مذہب کو اس میں دخل نہیں ہے، قصبہ جاود کے زمینداران ہنود نے چند عرصہ کے بعد اپنی حقیت وملکیت زمینداری قبرستان مسلموں میں اراضی بشمول موضع قرار دے کر لکڑی وگھاس قبرستان سے حاصل کرنے کے واسطے دعویدار ہوئے، بعہد رانا صاحب یہ زمینداری قائم نہ تھی، اس عہد کے بعد ٹھیکہ ہوا ہے لیکن کبھی قبرستان کی لکڑی وگھاس غیر مذہب کو نہیں دیا گیا، اور نہ غیر مذہب اس کا مستحق ہے کیونکہ یہ شئی بطور صدقہ کے ہے، اب زمینداروں کا یہ دعویٰ ہے کہ مسلمان اپنے مردے قبرستان میں دفن کرتے رہیں لکڑی وگھاس قبرستان سے ہم زمیندار لیں گے اور مویشی چرائیں گے، اسی صورت غیر مذہب کی مداخلت سے بے حُرمتیِ قبرستان اور مویشیوں کے چرنے سے منہدم ہونا قبروں کا ظاہر ہے شرعاً اس بات میں کیا حکم ہے؟ اور ہنود کا قبرستان کی لکڑی وگھاس پر حقیت جدید قائم کرکے لینا کیسا ہے؟

(۲) بغرض رفع فساد یا ناواقفیت مسئلہ کے مابین تنازعہ کے فریقین نے اس امر کا اقرارنامہ لکھا کہ افتادہ زمین میں بلحاظ راستہ قبرستان کے کاشتکاری نہ کی جائے گی صرف اس اراضی میں مسلمان اپنے مُردے دفن کرتے رہیں اور زمیندار اپنے مویشی چراتے رہیں اب وُہ اراضی بھی افتادہ نہ رہی مُردے دفن ہوگئے قبریں تعمیر ہوگئیں، اس ہیئت پر مویشی چرائے جائیں تو تمام قبریں منہدم ہوجائیں گی، اقرارنامہ قابل فسخ کے ہے یا اسی پر عملدرآمد ہوگا؟

الجواب

جب وہ زمین مسلمانوں کو نسلاً بعد نسلٍ ہمیشہ کے لئے دی گئی اور مسلمانوں نے اس پر بطور ملک قبضہ کرکے اسے قبرستان کردیا اور مردہ دفن ہوا وہ زمین ہمیشہ ہمیشہ قبرستانِ مسلمین کے لئے وقف ہوگئی،

Marfat.com

کسی زمیندار کا اس پر کوئی حق و دعوٰی نہ رہا، ہندو ہو یا مسلمان۔ زمیندار اگر مسلمان ہو تو عام مسلمانوں کی طرح اتنا حق اسے بھی ہوگا کہ اپنے مردے دفن کرے، اس سے زیادہ اسے اپنی حقیت و ملکیت وہ بھی نہیں ٹھہرا سکتا تمام جہان جانتا ہے کہ وقف کسی کی ملک نہیں ہوتا خالص ملک الٰہی جل جلالہ ہوتا ہے الوقف لایملک (وقف کسی کی ملکیت نہیں ہوتا۔ ت) ایک عام زبان زد حکم ہے جسے بچے بھی جانتے ہیں۔ درمختار میں ہے:

عندھما ھو حبسھا (ای العین) علی حکم ملك اللہ تعالٰی وصرف منفعتھا علی من احب ولو غنیا فیلزم فلا یجوز لہ ابطالہ ولایورث عنہ وعلیہ الفتوی ابن الکمال وابن الشحنۃ۔[1]

اور صاحبین کے نزدیک وقف نام ہے عین کو اللہ تعالٰی کی ملکیت کے حکم پر حبس کرنے اور اس کی منفعت کو اس پر صرف کرنے کا جس پر واقف چاہے اگرچہ وہ موقوف علیہ غنی ہو پس وہ وقف لازم ہو جائیگا اور واقف اس کو باطل نہیں کرسکتا اور نہ ہی اس میں میراث جاری ہوگی اور اسی پر فتوٰی ہے (ابن کمال و ابن شحنہ)۔ (ت)

فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

فی العیون والیتیمۃ ان الفتوی علی قولھما کذا فی شرح الشیخ ابی المکارم للنقایۃ۔[2]

عیون اور یتیمہ میں ہے کہ فتوٰی صاحبین کے قول پر ہے جیسا کہ شیخ ابوالمکارم کی شرح نقایہ میں ہے۔ (ت)

فتاوٰی امام قاضی خان میں ہے:

عندھما الوقف لازم بغیر ھذہ التکلفات والناس لم یأخذوا بقول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ فی ھذا للاٰثار المشھورۃ عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والصحابۃ، وتعامل الناس باتخاذ الرباطات والخانات اولھا وقف

صاحبین کے نزدیک وقف ان تکلفات کے بغیر لازم ہو جاتا ہے اور لوگوں نے اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کے قول کو نہیں اپنایا کیونکہ متعدد آثار رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰے علیہم سے اور لوگوں کا تعامل خانقاہیں اور سرائیں بنانے کے بارے میں منقول ہے

---

[1] درمختار — کتاب الوقف — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۳۷۷

[2] فتاوٰی ہندیۃ — کتاب الوقف الباب الاول — نورانی کتب خانہ پشاور — ۲/۳۵۰

Marfat.com

الخلیل صلوات اللّٰہ وسلامہ علیہ[1] | ان میں سے پہلا وقف حضرت خلیل علیہ الصلوات والسلام کا ہے۔ (ت)

اور جب اس زمین میں زمینداروں کا اصلاً کوئی حق نہیں تو اس کی لکڑی اور گھاس پر ان کو کیا دعوٰی پہنچ سکتا ہے، زمین خالص خدا کی ملک ہے اور گھاس بھی اور لکڑی کے مالک پیڑوں کے بونے والے ہیں جو انھوں نے فقیر پر تصدق کر دئے، بہرحال زمینداروں کا ان میں کچھ دعوٰی نہیں۔ فتاوٰی قاضیخان میں ہے:

مقبرۃ فیہا اشجار ان علم غارسہا کانت للغارس[2] اھ مختصراً۔ | ایک قبرستان میں کچھ درخت ہیں اگر ان کا بونے والا معلوم ہے تو اسی کے ہیں اھ مختصراً (ت)

قبرستان میں جو گھاس اُگتی ہے جب تک سبز ہے اسے کاٹنے کی اجازت نہیں۔ جب سُوکھ جائے تو کاٹ کر جانوروں کے لئے بھیج سکتے ہیں مگر جانوروں کا قبرستان میں چرانا کسی طرح جائز نہیں مطلقاً حرام ہے قبروں کی بے ادبی ہے، مذہب اسلام کی توہین ہے، کھلی مذہبی دست اندازی ہے، ردالمحتار میں بحرالرائق اور دررالحکام اور غنیہ اور امداد الفتاح اور فتاوٰی قاضیخان سے ہے:

یکرہ قطع النبات الرطب من المقبرۃ دون الیابس[3]۔ | قبرستان سے تر گھاس کاٹنا مکروہ ہے خشک کاٹنا مکروہ نہیں۔ (ت)

فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

لوکان فیہا حشیش یحش ویرسل الی الدواب ولا ترسل الدواب فیہا کذا فی البحرالرائق[4]۔ | اگر قبرستان میں گھاس ہو تو کاٹ کر چارپاؤں کی طرف ڈالی جائے نہ کہ چوپاؤں کو اس کی طرف چھوڑا جائے، جیسا کہ البحرالرائق میں ہے (ت)

زمینداروں سے معاہدہ افتادہ زمین کی بابت ہوا تھا جب وہاں قبریں ہوگئیں زمین افتادہ کب رہی، اور اگر کوئی غلط و باطل و خلاف شرع حق تلفیِ اموات مسلمین کا معاہدہ کسی نے اپنی جہالت

---

[1] فتاوٰی امام قاضی خاں کتاب الوقف نولکشور لکھنؤ ۴/۶۰۹

[2] " " فصل فی الاشجار " ۴/۷۲۴

[3] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ الجنائز دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۰۶

[4] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۷۱

Marfat.com

سے خواہ دیدہ و دانستہ کرلیا تو وہ معاہدہ مردود ہے اس پر عملدر آمد ہرگز نہ ہوگا نہ اس کے فسخ کی ضرورت ہے، فسخ تو جب کیا جائے کہ وہ معاہدہ سمجھا بھی جائے وہ معاہدہ ہی نہیں ایک بیہودہ وبے معنی تحریر ہے۔ ہمارے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما بال اناس یشترطون شروطا لیست فی کتاب اللہ من اشترط شرطا لیس فی کتاب اللہ فلیس لہ (وفی روایۃ فھو باطل) وان شرط مائۃ مرۃ شرط اللہ احق واوثق۔[1] رواہ الشیخان عن ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو اللہ تعالٰی کی کتاب میں نہیں، جس نے ایسی شرط لگائی جو کتاب اللہ میں نہیں تو وہ اس کے لئے نہ ہوگی، اور ایک روایت میں ہے کہ وہ باطل ہے، اگر سو بار شرط لگائے اللہ تعالٰی کی شرط زیادہ حق والی اور زیادہ پختگی والی ہے۔ اس کو شیخین نے ام المومنین (سیدہ عائشہ صدیقہ) رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۳۸: از قصبہ جائس ضلع رائے بریلی محلہ غوریاں کلاں مرسلہ محمد حسن صاحب ۸ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

اہالیانِ جائس کا دستور قدیم رہا ہے کہ اپنے مقابر میں مساجد بھی بنادیا کرتے تھے جس پر مسافران خود اہالیانِ قصبہ وقت بے وقت نماز ادا کیا کرتے تھے زمانہ کے دستبرد سے بعض ایسی مسجدیں تودہ خشت بن کر رہ گئیں اور بعض اب بھی موجود ہیں ایسے تودہائے خاک وخشت کو فضیلتِ مسجد حاصل ہے یا نہیں اور وہ مسجد کے حکم میں ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو آیا وہاں اینٹوں کو فروخت کرکے اپنے صرف میں لانا یا اس قطعہ زمین میں اپنا مسکن بنانا یا مزروعہ کرکے کاشت میں لانا درست ہے یا نہیں؟ اور اگر کسی نے ایسا کیا ہے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب

مقبرہ اگر وقف ہے اور مقابر عامہ غالباً وقف ہی ہوتے ہیں تو جو مسجد واقف نے قبلِ وقف بنائی کہ اتنے حصہ کو مسجد اور باقی کو مقبرہ کیا وہ ابدالآباد تک مسجد ہے اگرچہ ویران ہوجائے ھو الصحیح وبہ یفتی (یہی درست ہے اور اسی پر فتوٰی ہے۔ ت) اس حالت میں تو اس کا آباد کرنا واجب

---

[1] صحیح البخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الولاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۷۷
صحیح مسلم کتاب العتق باب بیان ان الولاء لمن اعتق 〃 〃 〃 ۱/ ۴۹۴

Marfat.com

اور اس میں آدابِ مسجد لازم، اور اسے زراعت وغیرہ سے اپنے تصرف میں لانا حرام، اور اگر زمین مقبرہ کے لئے وقف ہو چکی تھی، اس کے بعد اس کے کسی حصہ کو مسجد کیا اگرچہ خود واقف نے تو وہ مسجد نہیں ہو سکتا، نہ آدابِ مسجد کا مستحق، مگر ذاتی تصرف زراعت وغیرہ اس میں بھی حرام کہ وہ مقبرہ کے لئے وقف ہے اور مقبرہ تصرفات سے آزاد، اور اگر وہ مقبرہ وقف نہیں جیسے دیہات میں مالکان دیہہ کی اجازت سے لوگ دفن ہوتے ہیں بے اس کے کوئی قطعہ مقابر کے لئے معین کرکے وقف کیا جائے اس میں اگر مالک نے مسجد بنائی یا دوسرے نے، اور مالک نے اسے جائز کیا تو وہ مسجد ہو گئی، اور اس کا وہی حکم ہے جو پہلے گزرا کہ اس کا ادب لازم، اور اس میں تصرف حرام، بشرطیکہ وہ زمین خالی میں بنائی گئی ہو، نہ قبور پر کہ قبروں کی زمین صالح مسجدیت نہیں اور اگر غیر مالک نے بنائی اور مالک نے جائز نہ کیا تو وہ مسجد نہیں، مالک کو اس میں تصرف کا اختیار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳۹ از شہر محلہ بہاری پور مسئولہ غلام ربانی صاحب ۴ شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ (کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں۔ ت) کہ قبرستان کی آمدنی کا روپیہ مسجد میں صرف کرنا چاہئے یا نہیں اور قبرستان کی مالک مسجد ہوسکتی ہے یا نہیں؟ ہماری شریعت مطہرہ کیا حکم دیتی ہے؟

تفصیل آمدنی: (۱) میت کی چادروں کی قیمت (۲) چادر کے ہمراہ مالکِ میت نقد دیتا ہے۔

(۳) قبرستان میں جو درخت ہیں ان کی لکڑی کی قیمت۔

تفصیل خرچ: مسجد کے کسی حصہ کی تعمیر میں فرش، لوٹے، روغن، رسی، یا رمضان المبارک کے اخراجات میں یہ روپیہ لانا۔

الجواب

نہ مسجد قبرستان کی مالک ہوسکتی ہے نہ قبرستان کسی مال کا مالک ہوتا ہے، سائل نے بیان کیا کہ اہلِ میت اہلِ محلہ میں کسی کو چادریں اور کچھ نقد دیتے ہیں اور دینے والوں کو معلوم ہے کہ یہ مسجد کے لئے لیتے ہیں، اور درخت بہت قدیم ہے بونے والے کا پتا نہیں، جو لکڑی سوکھ جاتی ہے گر پڑتی ہے مسجد کے سقائے وغیرہ میں صرف کی جاتی ہے، اس صورت میں ان سب چیزوں سے مسجد کے وہ سب صرف جائز ہیں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۴۰ از مئوناتھ بھنجن ضلع اعظم گڑھ محلہ الہ داد پورہ مسئولہ صابر حسین صاحب ۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ قبرستان کا مسلمانوں کے کیا حکم ہے اور کیا کرنا چاہئے؟ کوئی شخص اس

Marfat.com

پر کوئی کام دیدہ ودانستہ دنیاوی کرے، مثلاً تجارت اور اصرار کرے کہ ہم قبرستان ہی پر کاروبار کرینگے دوسری جگہ نہیں کرینگے، یہ کسی کو برا معلوم ہو یا بھلا، اور ساتھ اس کے ہنود کو ملا کر زور دے کہ اس کو کھیت بنائیں اور کسی مصرف میں لے لیں اور مسلمانوں کو بے قبضہ کردیں اور وہاں کے اشجار پر بھی قبضہ کرلیں اور یہی کوشش کر رہے ہوں اور بصورتِ انکار قبر کو عند التحقیقات کھدوا دیں وغیرہ وغیرہ تو اس شخص کے ایمان کا کیا حال ہے اور ایسے شخص کی ناحق پر تائید کرنا کیا ہے اور کس جرم کا مرتکب ہوگا۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

مسلمانوں کا عام قبرستان وقف ہوتا ہے اور اس میں سوائے دفن کے اور تصرف کی اجازت نہیں اسے تجارت گاہ بنانا یا اس پر کھیت کرنا سب حرام ہے۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

لا یجوز تغییر الوقف عن ہیأتہ[1] وقف کی ہیئت کو تبدیل کرنا جائز نہیں۔ (ت)

اشباہ وغیرہا میں ہے:

شرط الواقف کنص الشارع فی وجوب العمل بہ[2] واقف کی شرط وجوب عمل میں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نص کی مثل ہے (ت)

اور مسلمان کی قبر کو کھودنا تو نہایت سخت شدید جرم ہے، اسلامی سلطنت ہو تو ایسا شخص سخت تعزیر کا مستحق ہے یہاں تک کہ سلطانِ اسلام کی اگر رائے ہو تو جو ایسی حرکات کا مرتکب ہوا کرتا ہو اسے سزائے قتل دے سکتا ہے، جو شخص ناحق پر اس کی تائید کرتے ہیں سب اسی کی طرح مرتکب جرم و مستحقِ سزا ہیں۔

قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[3] اللہ تعالٰی نے فرمایا: گناہ اور ظلم پر تعاون مت کرو۔ (ت)

حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من مشی مع ظالم لیعینہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خلع من عنقہ ربقۃ الاسلام[4] جو دانستہ کسی ظالم کی امداد کو چلے اس نے اپنی گردن سے اسلام کی رسّی نکال دی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف الباب الرابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۹۰

[2] الاشباہ والنظائر " الفن الثانی ادارۃ القرآن کراچی ۱/۳۰۵

[3] القرآن الکریم ۵/۲

[4] المعجم الکبیر حدیث ۶۱۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/۲۲۷ وکنز العمال حدیث ۱۴۹۵۵ بیروت ۶/۸۵ و الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۵۷۰۹ دار الباز مکۃ المکرمۃ سعودی عرب ۳/۵۴۷

Marfat.com

مسئلہ ۳۴۱ تا ۳۴۴: مسئولہ احمد نبی خاں صاحب از مراد آباد ۲۲ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مبین سوالات مفصلہ ذیل میں:

(۱) جزو جائداد اراضی موقوفہ کا روپیہ معاوضہ سرکار انگریزی سے متولی جائداد کو ملا، اس روپیہ کو متولی کو کیا کرنا چاہئے؟ آیا جائداد خرید کرکے شامل جائداد موقوفہ کرنا چاہئے یا کسی مصارف خاص میں یا عام مصارف جائز میں اس رقم کا صرف کرنا جائز ہے؟

(۲) متولی فوت ہوگیا اور اس نے اپنے زمانۂ حیات میں اس روپیہ معاوضہ مذکور سے کوئی جائداد خرید کرکے شامل جائداد موقوفہ نہیں کی اور روپیہ معاوضہ مذکور کا کوئی مصرف جائز بھی کسی قسم کا اس کی حیات میں ظاہر نہیں ہوا اور اکثر اوقات متولی متوفی اور اس کے مختار عام اور سربراہ کار یہ ظاہر کرتے رہے کہ ہنوز کوئی جائداد متصل جائداد موقوفہ کے دستیاب نہیں ہوئی ہے کوشش کی جاتی ہے جس وقت کوئی جائداد فروخت ہوئی خرید کرکے شامل وقف کی جائے گی۔

(۳) متولی متوفی نے اپنی جائداد مملوکہ ومقبوضہ چھوڑی ہے جس پر اس کے وارثان قابض ودخیل ہیں۔

(۴) متولی حال کا بحالت موجودہ کیا فرض ہے، آیا وارثان متولی متوفی سے روپیہ مذکور طلب کرنے اور اس کی جائداد متروکہ سے وصول کرنے کا عندالشرع مستحق ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں متولی سابق پر اس زرمعاوضہ کا تاوان لازم ہے جو اس کی جائداد متروکہ سے وصول کیا جائے گا متولی حال پر لازم ہے کہ اسے وصول کرے اور اس میں سستی کو راہ نہ دے بعد وصول جب کہ وہ روپیہ خود عین اراضی موقوفہ کا بدل ہے کسی مصرف میں صرف نہیں ہوسکتا بلکہ لازم ہے کہ اس سے ویسی ہی جائداد خرید کی جائے کہ جائداد رفتہ کی جگہ وقف ہو۔ درمختار وعقود الدریہ میں ہے:

الناظر لومات مجہلا لمال البدل ضمنہ کما فی الاشباہ ای لثمن الارض المستبدلۃ[1]

ناظر اگر مرجائے مال بدل مجہول چھوڑ کر تو تبدیل شدہ زمین کے ثمن کا ضامن ہوگا جیسا کہ اشباہ میں ہے۔(ت)

نیز درمختار وردالمحتار میں ہے:

(لایجوز استبدال العامر الا فی اربع) الاولٰی لوشرطہ الواقف،

زمین وقف کا بدلنا جائز نہیں سوائے چار صورتوں کے، پہلی صورت یہ کہ واقف نے اگر استبدال

---

[1] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ کتاب الوقف الباب الثالث ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/۲۱۴

Marfat.com

الثانية غصبه غاصب واجری علیه الماء حتی صار بحرا فیضمن القیمة ویشتری المتولی بها ارضا بدلا، الثالثة ان یجحده الغاصب ولا بینه ای اراد دفع القیمة فللمتولی اخذها لیشتری بها بدلا[1] الخ واللہ تعالٰی اعلم۔

کی شرط کی ہو۔ دوسری صورت یہ ہے کہ غاصب نے اس کو غصب کیا اور اس پر اتنا پانی بہایا کہ وُہ دریا بن گئی تو متولی اس سے ضمان لے کر اس کے بدلے میں دوسری زمین خریدے۔ تیسری صورت یہ کہ زمین وقف کا غاصب انکاری ہے اور متولی کے پاس گواہ نہیں اور غاصب قیمت دینا چاہتا ہے تو غاصب سے قیمت لے کر اس کے عوض متولی دوسری زمین خرید لے الخ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۵: مسئولہ مجید اللہ صاحب بتوسط عطا احمد صاحب مولوی محلہ بداوں ۲۸ جمادی الاولٰی ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی ایک جائداد بلا تخصیص مقام ہر جگہ کے مسلمانوں کی تعلیم کے لئے وقف کی اور ایک خاص قصبہ مدرسہ بنانے کے لئے نامزد کر دیا کہ اس قصبہ میں تعلیم گاہ بنائی جائے لیکن کوئی خاص اراضی تعمیر مدرسہ کے لئے وقف نہیں کی گئی اب کسی مجبوری و نیز اس وجہ سے کہ جو قصبہ مدرسہ بنانے کے لئے وقف نامہ میں معین کیا گیا تھا عام مسلمانوں کی تعلیم میں وہاں سہولت نہیں ہے دوسری جگہ اسی غرض تعلیمی کے لئے وہ مدرسہ بنانا چاہتا ہے جہاں عام مسلمانوں کے لئے سہولت ہو، پس یہ تبدیلی مقام شرعًا جائز ہے یا نہیں، یعنی اگر اس تبدیل شدہ جدید مقام پر مدرسہ بنا کر جائداد موقوفہ کی آمدنی اس پر خرچ کی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

واقف کو ایسی تغییر جائز ہے جبکہ مصلحت وقف اس میں نہیں اس کے خلاف میں ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

فی فتاوٰی مؤید زادہ اذا لم یکونوا اصلح او فی امرھم تھاون فیجوز للواقف الرجوع عن ھذا الشرط اھ وھکذا نقلہ عنھا فی شرحہ علی الملتقی

فتاوٰی مؤید زادہ میں ہے کہ اگر موقوف علیہ زیادہ صلاحیت والے لوگ نہ ہوں یا وُہ اپنے معاملے میں غفلت کرتے ہوں تو واقف کو اس شرط سے رجوع کرلینا جائز ہے اھ اسی طرح ماتن نے فتاوٰی مؤید زادہ سے ملتقی پر اپنی شرح میں

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف مطلب لایستبدل العامر الافی اربع داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۸۹

Marfat.com

ثم نقل عن الخلاصة لایجوز الرجوع عن الوقف اذا کان مسجلا ولکن یجوز الرجوع عن الموقوف علیه وتغییرہ وان کان مشروطا کالمؤذن والامام والمعلم ان لم یکونوا اصلح اونہاونوا فی امرھم فیجوز للواقف مخالفۃ الشرط اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

نقل کیا، پھر خلاصہ سے یُوں نقل کیا کہ وقف جب رجسٹرڈ ہو تو اس سے رجوع جائز نہیں لیکن موقوف علیہ سے رجوع اور اس کو تبدیل کرنا جائز ہے اگرچہ مشروط ہو جیسے مؤذن، امام اور معلم اگر وہ وقف کی زیادہ صلاحیت نہ رکھتے ہوں یا وہ اپنے معاملات میں غفلت اور سُستی کا ارتکاب کرتے ہوں تو واقف کے لئے شرط کی مخالفت کرنا جائز ہے اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۴۶: از شیخ پور مرسلہ شیخ امین الدین حیدر رئیس ۲۹ جمادی الاولٰی ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں:

(۱) وقف نامہ ہمرشتہ کے کسی شرط کو واقفان بذریعہ تمہ دستاویز تبدیل یا ترمیم کرسکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) اگر واقفان کسی مصلحت سے مدرسہ کا مقام رقبہ شیخ پور سے کسی دوسرے موضع یا شہر کے رقبہ میں تبدیل کردیں اور مصرف و غرضِ وقف فوت نہ ہو تو وقف میں نقصان نہ واقع ہوگا۔

الجواب

(۱) وقف نامہ میں واقفوں نے اگر شرط کردی ہوتی کہ ہم کو تبدیل شرائط کا اختیار ہے تو اختیار ہوتا اب کہ یہ شرط نہ کی بلاضرورت صحیحہ و اجازت شرعیہ کسی تبدیل و ترمیم کا اختیار نہیں۔ ردالمحتار میں حموی سے ہے:

الوقف اذا لزم لزم ما فی ضمنہ من الشروط[2]

وقف جب لازم ہوتا ہے تو اس کے ضمن میں پائی جانے والی تمام شرطیں لازم ہوجاتی ہیں (ت)

(۲) اگر شیخ پور میں ہونا اغراض وقف کے لئے مفید نہ ہو اور دوسری جگہ مصلحت شرعی ہو تو واقفوں کو اس تبدیل کی اجازت ہے، عالمگیریہ میں ہے:

اشتراط الاستبدال بارض من البصرۃ

اگر یہ شرط لگائی گئی کہ زمین وقف کو بصرہ کی زمین سے

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۴۳۱
[2] " " " " " " " " " ۴۲۰/۳

Marfat.com

لیس لہ ان یستبدل من غیرھا، وینبغی انکانت احسن ان یجوز، لانہ خلاف الٰی خیر کذا فی فتح القدیر[1]

بدلوں گا تو بصرہ کے ماسوا دوسری زمین سے بدلنے کا واقف کو اختیار نہ ہوگا مگر چاہئے یہ کہ اگر دوسری جگہ کی زمین اس کے بدلے میں زیادہ بہتر ہے تو جائز ہو کیونکہ یہ خلاف کرنا بہتری کی طرف ہے فتح القدیر میں اسی طرح ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں بحوالہ درمنتقی خلاصۃ الفتاوٰی سے ہے:

یجوز الرجوع عن الموقوف علیہ وتغییرہ وان کان شروطا کالمؤذن والامام والمعلم ان لم یکونوا اصلح او تہاونوا فی امرھم فیجوز للواقف مخالفۃ الشرط[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

موقوف علیہ سے رجوع اور اس میں تبدیلی جائز ہے اگرچہ وہ مشروط ہو جیسے مؤذن، امام اور معلم اگر یہ لوگ وقف کے لئے زیادہ صلاحیت کے حامل نہ ہوں یا اپنے معاملات میں سستی کرتے ہوں تو واقف کے لئے جائز ہے کہ شرط کی مخالفت کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۴۴: مسئولہ بدرالدین صاحب ۳۰ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع اس صورت میں کہ جامع مسجد بمبئی کے گیارہ مشاورین میں سے اکثرین نے یہ قرارداد منظور کی کہ مسجد کے اوقاف کی آمد سے مسجد کے احاطہ میں جو کھلی جگہ ہے وہاں باغیچہ قائم کیا جائے اور درخت اور کنڈیاں نصب کئے جائیں اور اس کے انتظام کے لئے ایک باغبان مشاہرہ سے رکھا جائے، اطلاعاً گزارش ہے کہ جس زمین پر باغیچہ تیار کرنا منظور ہے وہ جگہ پیشتر سے نماز پڑھنے کے لئے عیدین اور یوم الجمعہ میں استعمال کی جاتی ہے پس اس حالت میں مشاورین مسجد کو اوقاف مسجد سے ایسا خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جس زمین پر زمانہ قدیم سے نمازیں ہوتی تھیں اس پر باغیچہ بناکر لوگوں کو ادائے نماز سے روکنا مشاورینِ مسجد کے لئے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بنائً علی عدم جواز مرتکبین اس فعل کے اپنے عہدہ ہائے مفوضہ سے معزول ہونگے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

وقف کو اس کی ہیئت سے بدلنا جائز نہیں اگرچہ مقصود واحد ہو مثلاً کسی مسجد پر دکانیں وقف

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الوقف الباب الرابع الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۰۰

[2] ردالمحتار " فصل یراعی شرط الواقف داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۴۳۱

Marfat.com

ہیں کہ ان کا کرایہ مسجد میں صرف ہوتا ہے انھیں حمام کردیا جائے اور اس کا کرایہ مسجد کو دیا جائے یا حمام کا کرایہ مسجد پر وقف تھا اسے دکانیں کردیا جائے یہ ناجائز ہے حالانکہ مقصود یعنی کرایہ واحد ہے۔ عالمگیریہ میں ہے:

لا یجوز تغییر الوقف عن ھیئتہ فلا یجعل الدکان خانا الخ[1]۔

وقف کی ہیئت میں تبدیلی کرنا جائز نہیں لہذا دکان کو سرائے بنادینا جائز نہیں الخ (ت)

نہ کہ خلاف مقصود اور وہ بھی محض بے سود و مردود، باغیچہ امراء کے مکانوں کی زینت ہوتا ہے، بیت اللہ کی زینت ذکر اللہ ہے، ولہذا علماء نے مساجد میں پیڑ لگانا منع فرمایا اور فرمایا کہ مساجد کو یہود و نصارٰی کے کنیسوں گرجوں سے مشابہ نہ کرو، پھر اس میں نمازیوں پر جمعہ وعیدین میں تنگی ہے اور جو مسلمانوں پر تنگی کرے اللہ اس پر تنگی کرے گا من ضیق ضیق اللہ علیہ (جس نے تنگی کی اللہ تعالٰی اس پر تنگی فرمائیگا۔ ت) اس میں منع خیر ہے اور مناع للخیر کی مذمت کلام اللہ میں ہے، اس میں زمین متعلق مسجد کو نماز سے روکنا ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعی فی خرابھا اولئك ما کان لھم ان ید خلوھا الا خائفین لھم فی الدنیا خزی ولھم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم[2]۔

اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں نام الٰہی لئے جانے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے ان کو اس زمین میں قدم دھرنا نہ تھا مگر ڈرتے ہوئے ایسوں کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب۔

ایسے مشاور اگر باز نہ آئیں واجب العزل ہیں من استرعی الذئب فقد ظلم جس نے بھیڑیے کو چرواہا بنایا اس نے بکریوں پر ظلم کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۴۹: مسئولہ منشی خلیل الرحمٰن صاحب پارچہ فروش از نگینہ ۳۰ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد ایک محلہ کے اندر واقع ہے کہ جس میں کچھ اراضی زائد فرش سے ہے اور اس اراضی میں ایک مزار شریف بھی ہے، اس مسجد کی خبرگیری اہل محلہ جس میں چند قوم کے آدمی ہیں کرتے ہیں منجملہ چند اقوام کے ایک قوم ایک مدرسہ خاص قومی

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الوقف الباب الرابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۹۰

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۴

Marfat.com

اس اراضی موقوفہ میں بنانا چاہتی ہے کہ جس میں دوسری قوم کا تعلیم نہیں پائے گا احیاناً کسی وقت میں اسن اراضی موقوفہ کی ضرورت مسجد کو ہوئے تو وہ تعمیر مدرسہ اٹھوا کر اپنے تصرف خواہ کسی قسم کا تصرف ہو لا سکتے ہیں یا نہیں، جس قوم کا مدرسہ تعمیر ہوتا ہے اس قوم کے چند لوگ مہتمم و متولی ہیں وہ ایک اقرار نامہ بدیں مضمون لکھتے ہیں کہ اگر کسی وقت میں مسجد کو ضرورت اراضی کی ہو تو وہ نہیں لے سکتی یہ اقرار ان کا لکھنا جائز ہوگا یا نہیں، علاوہ اس قوم کے دیگر اقوام یا دیگر محلہ یہ چاہیں کہ مدرسہ قومی خاص نہ رہے تو وہ اس عمارت میں مدرسہ ہذا رہنے دے سکتے ہیں یا نہیں، اور یہ مدرسہ خصوصیت قوم کے ساتھ تعمیر کیا جاتا ہے اور اسی قوم کے بچے مستفیض ہوں گے جواب خلاصہ و مشرح مرحمت فرمایا جائے، مکرر عرض ہے جواب کے ارسال میں دیر نہ فرمائی جائے، مکرر عرض ہے کسی وجہ سے کل کو وہاں مدرسہ نہ رکھا گیا تو اس تعمیر کی مالک قوم یا اہل مدرسہ ہوگا یا نہیں یا مسجد کی ہی ملکیت ہو جائے گی مدرسہ کو اختیار اس کے کرایہ پر دینے کا رہے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جو زمین متعلق مسجد ہے وہ مسجد ہی کے کام میں لائی جاسکتی ہے اور اس کے بھی اسی کام میں جس کے لئے واقف نے وقف کی، وقف کو اس کے مقصد سے بدلنا جائز نہیں، شرط الواقف کنص الشارع فی وجوب العمل بہ[1] (واقف کی شرط وجوب عمل میں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نص کی مثل ہے۔ت) واقف نے اگر یہ مدرسہ بنانے کی اجازت نہ دی تو اس میں عام مدرسہ بھی نہیں بن سکتا نہ کہ خاص، اور اگر عام مدرسہ کی اجازت دی ہے جب بھی کسی قوم کو خاص اپنا قومی مدرسہ کرنے کی اجازت نہیں اگر خلاف اجازت ایسا تصرف کرینگے غاصب ہوں گے اور وہ عمارت منہدم کرا دینے کے قابل ہوگی اور بعد انہدام جو کچھ اینٹیں کڑیاں ہوں اس کے مالک وہی لوگ ہوں گے جنھوں نے عمارت بنوائی تھی، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۵۰: از مارہرہ شریف ضلع ایٹہ مرسلہ حافظ عبدالحمید امام مسجد کمبوہ ۲۱ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

زید نے اپنی زمینداری کے ایک قطعہ کو جو ۳ بیگھہ خام ہے اور اس کا سالانہ منافع ۸ عہ رہے اس تصریح کے ساتھ کہ ۴ عہ سالانہ اس محلہ کی مسجد میں جس میں واقف رہتا ہے صرف ہوا کریں اور ۴ عہ سالانہ غرباء و مساکین کے لڑکوں کی تعلیم جو قرآن شریف اور دینیات پڑھتے ہیں قرآن شریف یا متفرق پارہ اور کتب دینیہ خرید کر امداد کی جائے اور اس مصرف میں ہمیشہ صرف ہوتے رہیں اور ۴ عہ

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الوقف ادارۃ القرآن کراچی ۱/۳۰۵

Marfat.com

سالانہ یتیماں و بیوگاں کی تیاری پارچہ سرما وغیرہ صرف کئے جائیں، اپنے دل میں مذکورہ مصارف کی نیت کرکے وقف کردیا اور ایک سال سے اس کا منافع بھی کاشتکار سے وصول نہیں کیا اور وقف کی کوئی تحریر بھی نہیں لکھی، اب زید یہ چاہتا ہے کہ قطعہ اراضی مذکورہ بالا سے جس کے وقف کی نیت کی ہے بہتر اور عمدہ اور زیادہ منافع کی دیگر اراضی کو جو اس کی ملکیت ہے بجائے اس کے وقف کردے اور بموجب شرع شریف کے تحریر و تکمیل کردے اور متولی اس کا مقرر کرکے اس کے قبضہ میں اس زمین کو دے دے کہ منافع اس کا مصارف مذکورہ میں صرف کیا کرے اور آئندہ متولی اس کا زید کے رشتہ داران اور نمازیان مسجد محلہ کے مشورہ سے مقرر ہوا کرے گا، اس صورت میں امید ہے کہ ؎ سالانہ سے زیادہ منافع سالانہ وقف کا ہوگا صرف نیت وقف کرلینے سے جو خاص قطعہ اراضی کی نسبت کی ہے اور اس کی تحریر بھی نہیں لکھی اور اراضی جو اس سے بہتر اور عمدہ زیادہ منافع کی ہے وقف کرکے تحریر کردے شرع ممانعت تو نہیں کرتی؟

الجواب

تحریر تو شرعاً کوئی ضروری چیز نہیں، نہ اس پر وقف موقوف، اگر اس نے زبان سے کہہ دیا تھا کہ میں نے اس کو اللہ کے لئے وقف کردیا تو وقف ہوگئی اب اس سے رجوع نہیں کرسکتا مگر یہ کہ وقت وقف شرطِ استبدال کرلی ہو یعنی مجھے اختیار ہے کہ جب چاہوں اس زمین کے بدلے اور زمین وقف کردوں تو البتہ اس حالت میں تبدیل کا اختیار رہے، اگر زبان سے بھی نہیں کہا تھا صرف دل سے نیت کی تھی تو وہ زمین وقف نہ ہوئی، اگر واقعی اس سے بہتر اور زیادہ منافع کی زمین وقف کرنا چاہتا ہے تو اس پر کچھ الزام نہیں، قال اللہ تعالٰی ما علی المحسنین من سبیل[1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: نیکی کرنے والوں پر (مواخذہ کی) کوئی راہ نہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۵۱ از شہر مسئولہ محمد خلیل اللہ صاحب ۱۴ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس باب میں کہ ایک موقع پر ایک جائداد موقوفہ متعلق مسجد واقع ہے تو علاوہ بیع کے جو ہر طرح ناجائز ہے آیا اس موقع پر جائداد مذکورہ سے تبادلہ کا جواز اسی قلیل قیمت اور حیثیت کی جائداد سے یا کسی دیگر نوع سے کسی صورت میں بھی ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

اس خاص وقف کرتے وقت واقف نے استبدال کی شرط نہ کرلی ہو تو ہرگز کسی حال میں

---

[1] القرآن الکریم ۹/۹۱

Marfat.com

جائز نہیں جب تک اس سے انتفاع ممکن ہے اگرچہ دوسری کہ اس کے بدلے میں ملے اس سے قیمت حیثیت و منفعت میں بہت زائد ہو،

فانا امرنا بابقاء الوقف علی ما کان علیہ دون زیادۃ اخری[1] کما حققہ المحقق فی الفتح۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم وقف کو سابقہ ہیئت پر باقی رکھیں نہ کہ دیگر زیادتی کو، جیسا کہ محقق علیہ الرحمہ نے فتح القدیر میں اس کی تحقیق فرمائی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۳۵۲ ۱۰ جمادی الاخری ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ منشی کریم الدین کی دو بیویاں تھیں اور دونوں سے اولاد ہے، پہلی بیوی سے تین لڑکیاں اور ایک لڑکا، اور دوسری بیوی سے دو لڑکیاں تھیں۔ منشی صاحب مرحوم نے ایک باغ، ایک موضع، ایک مدرسہ اور کچھ دکانیں پہلی بیوی کے انتقال ہونے کے بعد وقف کیں اس طرح پر کہ میرے بعد میری زوجہ متولی رہے اور زوجہ کے بعد لڑکا جو کہ پہلی بیوی سے تھا اور لڑکے کے بعد ان کی اولاد، چونکہ لڑکا ان کی حیات میں فوت ہوگیا اور لڑکے کی اولاد میں ایک لڑکی تھی وہ لڑکی ناقابلِ انتظام تھی اور اس کا شوہر بوجہ بدچلنی کے ناقابلِ انتظام تھا اس وجہ سے منشی صاحب نے ایک اقرار نامہ وقف نامہ کی تحریر کے بارہ سال بعد اس طرح تحریر کر دیا کہ میرے بعد میری دوسری زوجہ متولی رہے اور اس کے بعد اس کی بڑی لڑکی اور لڑکی کے بعد اس کی اولاد میں بڑا لڑکا جو لائق ہو متولی رہے اسی طرح سلسلہ برابر جاری رہے اس اقرار نامہ کی تحریر کو عرصہ دو سال ہوگیا اور وقف نامہ کو چودہ سال، اس وقت منشی صاحب مرحوم کی دوسری زوجہ حیات ہے اور منشی صاحب نے جائداد مذکورہ مفصلہ ذیل اخراجات کے واسطے وقف کی ہے۔ مولود شریف، گیارھویں شریف، فاتحہ حسنین، خرچ مدرسہ و تکیہ وغیرہ، چونکہ پہلی بیوی کی لڑکیاں اور منشی صاحب کے لڑکے کی لڑکی حیات ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ بروئے وقفنامہ کے جائداد مذکورہ کے ہم متولی ہیں اس لئے التماس ہے کہ شرعاً اس وقت جائداد مذکورہ کا متولی کون شخص قرار دیا جائے گا اور اس کے بعد کون، اقرار نامہ کا قانوناً بھی داخل خارج ہوگیا ہے بموجب حکم شرع شریف تحریر فرمایا جائے۔ فقط

الجواب

تولیت کوئی ترکہ نہیں کہ ہر وارث کا اس میں حق ہو تولیت واقف کے اختیار کی ہے جسے متولی کر دے

[1] فتح القدیر کتاب الوقف مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۴۴۰

Marfat.com

وہی ہوگا۔ درمختار میں ہے: ولایة نصب القیم الی الواقف[1] (متولی مقرر کرنے کی ولایت واقف کو حاصل ہے۔ ت) تو اس میں شک نہیں کہ فی الحال وقف کی متولی صرف زوجہ ثانیہ ہے کہ وقف نامہ اور اقرار نامہ دونوں میں اپنے بعد اسی کو متولی لکھا ہے اور جب زوجہ کا انتقال ہو تو حسب شرط اقرار نامہ اسی زوجہ کی بڑی لڑکی پھر اس کے بعد اس لڑکی کی اولاد میں جو بڑا لڑکا لائق ہو ورنہ جو لائق ہوں بہر حال پہلی بیوی کی لڑکیوں کا تو کوئی استحقاق تولیت میں سرے سے نہ تھا کہ وقف نامہ اقرار نامہ کسی میں ان کی تولیت نہیں رہی پسر متوفی کی لڑکی اگرچہ وقف نامہ میں اپنے بعد پسر پھر اولادِ پسر کی تولیت لکھی تھی مگر وہ واقف کے سامنے مرگیا اور اب اس نے ان شرائط کو تبدیل کر دیا اور دوبارہ تولیت واقف کو تغیر و تبدل کا اختیار ہے تو اب عمل بموجب اقرار نامہ ہوگا۔ ردالمحتار میں ہے:

التولية من الواقف خارجة من حكم سائر الشرائط لانه له فيها التغيير والتبديل كلما بدا له من غير شرط في عقدة الوقف[2]۔ والله تعالٰی اعلم۔

واقف کی تولیت تمام شرائط کے حکم سے خارج ہے کیونکہ واقف کو ان شرائط میں تبدیلی کا اختیار ہے جب بھی وہ مناسب سمجھے اگرچہ اس نے عقدِ وقف میں اس کی شرط نہ لگائی ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۵۳

QUESTION

Rangoon, The 19th May, 1908.

To

Moulvi Haji Ahmad Raza Khan,
Esqur, Bareilly,
United provinces

Honoured Sir

We desire to place prepare you a certain religious matter on which we solicit your valuable opinion. The facts are briefly these. There is a Chulian a

---

[1] درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۹
[2] ردالمحتار " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۱۰

Marfat.com

Mosque in Moung Taulay street at this place. There are five duly elected trustees or mutawallis who manage the affairs of the said mosque according to a scheme framed by the chief court of Lower Burma. The trustees are given the power of discharging the Imam, Muazzin and Clerks of the mosque. In virtue of the said power, the trustees at a meeting discharged their Imam, One Syed Muckbool for irregularity misconduct and disobidience. After the discharng ,the trustees filed a suit in the chief court of Lower-Burma for declaration that the discharge of the Imam may be confirmed. The Imam now questions the authority of the trustees and maintains power badly, he may misconduct himself, they have no power to discharge him Having placed the facts briefly we request you most humbly to give your Fatwa as to whether the trustees have the power to discharge the Imam when they find it necessary to do so. This is a vital point which is at present engaging the attention of the leading member of the Chulian Sunni Mohmmadan community and we shall thank you very much if you can send your fatwa before the Ist week of June thanking you in anticipation. We beg to remain, honoured Sir, your most obedient and humble followers in M Qadir Gani. president. The Madras Muslim Association No37, Tocckay Mq. Taulay street.

ANSWER

From. Bareilly,
The 28th of May, 1908.

To. M.Qadir Gani.
President
The Madras Muslim Association

Sir, with reference to your letter dated 19th of may, 1908. I send my Fatwa for your perusal: The trustees can discharge an Imam by their authority when such indifference is found in him which may be the sufficient reason of "Shara" for him to be dismissed. Vide Lisanul Hukkam printed at Mier. page No.123,

Marfat.com

فی فتاوی قاضی خان اذا عرض للامام او للمؤذن عذر منعه عن المباشرة مدة ستة اشهر فللمتولی ان یعزله ویولی غیره وان کان للمعزول نائب[1]۔

Translation - There is in fatwa Qazi Khan when an Imam or Muazzin has some certain business which may be the cause of six months absence from the mosque. not with standing he may have given some person for him to act At such opportunity the trustee can discharge him and may establish or Appoint another Imam in his place" (Tahtawi printed Misr and Shani printed constantinople volume 3. Page 639). وتقدم مایدل علی جواز عزله اذا مضی شهر بیری[2]

Translation - Allama Birizada has said that the books aforesaid style shows that a trustee can discharge an Imam on account of a month absence from the mosque The Trustees had no need of taking sanction of discharging the Imam from the Court or from any higher Officer or Governor because the authority of trustees in these matters is over the Powers of a Muhammadan governor although the same Mutawallis or trustees may have been fixed by the same Muhammadan Governor

See Ashbahunnazair printed Lucknow page 179 copies from the Fatwa of Imam Rashiduddin. لایملك القاضی التصرف فی الوقف مع وجود ناظره ولو من قبله[3]۔

Translation:- "A Qazi cannot interfere a Waqf in the Presence of a trustees although the trustees may have been fixed by the same Qazi Hamawi Sharah Ashbah printed Lucknow page No.179 copies from Fatwa Imam Zahiruddin"

قاضی البلد اذا نصب رجلا متولیا للوقف بعد ما قلده الحاکم الحکومة فلیس للحاکم علی الوقف سبیل حتی لا یملك الاجارة ولا غیرها[4]۔

---

[1] لسان الحکام مع معین الحکام الفصل العاشر فی الوقف مصطفٰی البابی مصر ص ۲۹۸
[2] ردالمحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارته داراحیاء التراث العربی بیروت ۴۱۲/۳
[3] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ السادسۃ عشر ادارۃ القرآن کراچی ۱۹۲/۱
[4] غمز العیون البصائر مع الاشباہ والنظائر " " " " " " " " "

Marfat.com

Translation :- "A king appointed a Qazi and after it the Qazi fixed a trustee on a Waqf. now the King has no connection on with the Waqf nor has he any power of it contract etc Another style from Lisanul Hukkam copies from Fatwa Imam SOWRI. لاتدخل ولاية السلطان على ولاية المتولى فى الوقف۔ [1]

Translation - A king cannot interfere a Waqf against a trustee Authorities in this case the higher officers or governors are not Muhammadan ones and therefore they do not know the schemes of Shara as a Muhammdan trustee knows. The trustees can discharge an Imam when the Imam leave Sunnia Doctrine or Commits an open sin against Shara or there may be found in him something which may be the cause of abhorrence which decreases the number of peoples at prayers or he may be disobedient against the managing rules of affairs of the mosques. Or assembly of persons at prayers or there may be something such in him. Otherwise he will not be discharged without fault . See Raddul Muhtar printed constantinople volume 3 page 597.

قال فى البحر واستفيد من عدم صحة عزل الناظر بلاجنحة عدمها لصاحب وظيفة فى وقف بغير جنحة وعدم اهلية۔ [2]

Translation - It is said in Bahrur Raiq that as a Mutawali can not be dismissed without fault. from this it is manifest that any receiver of a salary of a Waqf can not be discharged until his fault be proved or he may be proved to be unfit for his duties.

امر برقمه عبده المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنه
بمحمدٌ المصطفٰی النبی الامی
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] لسان الحکام مع معین الحکام الفصل العاشر فی الوقف مصطفٰی البابی مصر ص ۲۹۶

[2] ردالمحتار کتاب الوقف مطلب لایصح عزل صاحب وظیفۃ بلاجنحۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۸۶

Marfat.com

ترجمہ مسئلہ ۳۵۳ از رنگون مورخہ ۱۹ مئی ۱۹۰۸ء

بخدمت جناب مولوی حاجی احمد رضا خاں صاحب محلہ سوداگران بریلی، یوپی۔

مولانائے محترم! ہم سب آپ کی خدمت میں چند مذہبی امور کے بارہ میں رائے عالی جاننے کے لئے یہ پیش کر رہے ہیں اور مختصراً واقعہ کی طرف توجہ مبذول کراتے ہیں۔ یہاں ایک مسجد چولیان مونگ تلا اسٹریٹ میں واقع ہے جس کے چُنے ہوئے پانچ متولیان ہیں جو مسجد کا انتظام اس قانون کے تحت انجام دے رہے ہیں جس کو عدالت العالیہ برما نے مرتب کیا ہے جس کے مطابق متولیوں کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ امام، مؤذن اور عملہ کو برخاست کر سکیں، اس قانون کے مطابق متولیان نے ایک مجلس شورٰی کے اندر سید مقبول امام مسجد کو ان کی بیضابطگی، بُرے چال چلن اور حکم عدولی کے باعث برخاست کر دیا، اس برخاستگی کے بعد متولیوں نے ایک مقدمہ استقرار یہ اس امر کا عدالت العالیہ برما میں دائر کیا کہ امام کی برخاستگی مستقل کر دی جائے، اب امام نے یہ بازپرس متولیوں کی مجلس قانون سے کی ہے، قانون کا ناجائز فائدہ اٹھایا گیا ہے، ان لوگوں کو برخاست کرنے کا حق نہیں ہے۔ اس مختصر واقعہ کو پیش کرتے ہوئے نہایت ادب سے التجا کرتے ہیں کہ آپ اس کے متعلق اپنا فتوٰی مرحمت فرمائیں، کیا متولیان کو امام کی برخاستگی کا حق حاصل ہے کہ جب وہ چاہیں برخاست کر دیں۔ یہ آج کل بہت بڑا مسئلہ ممبرانِ چولیان سُنّی محمڈن کمیونٹی کا بنا ہوا ہے، ہم لوگ بیحد شکرگزار رہوں گے اگر آپ اپنا فتوٰی ماہِ جون کے اوائل ہفتہ میں روانہ فرما دیں فقط۔

آپ کا فرمانبردار خاکسار معتقد

قادر غنی صدر مدراس مسلم ایسوسی ایشن، مونگ تلا اسٹریٹ۔

الجواب

بریلی مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۰۸ء

بخدمت جناب ایم قادر غنی صدر مدرس مسلم ایسوسی ایشن

محترم! آپ کے مراسلہ مورخہ ۱۹ مئی ۱۹۰۸ء کے مطابق میں اپنا فتوٰی برائے ملاحظہ ارسال کر رہا ہوں، متولیان ایک امام کو برخاست کر سکتے ہیں جبکہ کوئی ایسا اختلاف او روجہ معقول شرعی طور پر پائی جائے (لسان الحکام مطبوعہ مصر ص ۱۲۳)

ترجمہ: فتاوٰی قاضی خاں میں ہے کہ جب امام یا مؤذن کے درمیان کوئی ایسی چیز عارض ہو جس کی وجہ سے وہ چھ ماہ تک مسجد سے غیر حاضر رہے اور اس نے اپنا کوئی بدل نہ دیا ہو تو اس وقت متولی اس کو برطرف کر سکتا ہے اور دوسرا امام اس کی جگہ مقرر کر سکتا ہے (طحطاوی مطبوعہ مصر اور شامی مطبوعہ قسطنطنیہ جلد ۳

Marfat.com

ص ۶۳۹)

ترجمہ: "علامہ بیری زادہ کتاب مذکور میں فرماتے ہیں کہ متولی ایک امام کو مسجد سے ایک ماہ کی غیر حاضری پر برطرف کرسکتا ہے"، متولی کو کوئی ضرورت امام کی برطرفی کے لئے عدالت یا کسی افسر بالا یا گورنر سے اجازت لینے کی نہیں ہے کیونکہ متولی اپنے اختیار خصوصی سے ان معاملات میں خود اسلامی گورنر جیسا اختیار رکھتا ہے جبکہ یہ متولیان خود ایک اسلامی گورنر کے مقرر کردہ ہوں۔ (اشباہ والنظائر مطبوعہ لکھنؤ ص ۱۷۹ منقولہ از فتاوی امام رشید الدین)

ترجمہ: ایک قاضی وقف کے کسی معاملہ میں متولی کی موجودگی میں دخل نہیں دے سکتا جبکہ اسی قاضی نے اس کو متولی بنایا ہو۔ (حموی شرح اشباہ مطبوعہ لکھنؤ ص ۱۷۹ منقولہ از فتاوی امام ظہیر الدین)

ترجمہ: ایک بادشاہ نے ایک قاضی مقرر کیا اور اس کے بعد قاضی نے وقف کا ایک متولی مقرر کیا، اب بادشاہ کو کوئی تعلق اس وقف سے نہ رہا اور نہ کوئی اختیار اس کو ردّ و بدل کا باقی رہا۔ (لسان الحکام، منقولہ از فتاوی امام ثوری)

ترجمہ: ایک بادشاہ ایک متولی کے معاملہ میں دخیل نہیں ہوسکتا جبکہ حکام بالا یا گورنر جو کہ مسلمان نہیں اور جو اس قانون تولیت سے واقفیت بمقابلہ متولی نہیں رکھتے اس وقت متولی امام کو برخاست کرسکتا ہے جبکہ امام عقائد سُنیہ کو ترک کردیتا ہے یا برملا شرع کی خلاف ورزی کرتا ہو یا کوئی ایسی چیز پائی جاتی ہو جس سے نماز جماعت میں کمی واقع ہو یا کمیٹی کے احکام کی خلاف ورزی کرتا ہو جو مسجد سے متعلق ہو برخاست ہوسکتا ہے۔ اس کے علاوہ بغیر کسی قصور کے برخاست نہیں کیا جاسکتا۔ (ردالمحتار مطبوعہ قسطنطنیہ ج ۳ ص ۵۹۰)

ترجمہ: بحرالرائق میں ہے کہ ایک متولی بغیر کسی قصور کے برخاست نہیں کیا جاسکتا، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک وقف سے تنخواہ پانے والا شخص بغیر کسی قصور کے برخاست نہیں کیا جاسکتا یا جب تک یہ نہ ثابت ہو کہ وُہ اپنی ڈیوٹی انجام دینے میں قاصر ہے الگ نہیں کیا جاسکتا۔

امر برقمہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ

بمحمدؐ المصطفیٰ النبی الامی

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۳۵۴ از قصبہ حسن پور ضلع مراد آباد مرسلہ منشی ہدایت اللہ صاحب ۲۴ صفر ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس امر میں کہ نواب غلام چشتی خان صاحب رئیس قصبہ حسن پور ضلع مراد آباد موضع عیسے پور بطریق زکوٰۃ ریاست و موضع بجی کھیرا بطور خیرات حقیت اپنی کو اول وقف کیا

Marfat.com

سال ۱۲۸۴ھ میں اس حقیت موقوفہ کے بابت ایک وصیت نامہ سادہ تحریر کیا جس میں انتظام و اہتمام تولیت جائداد موقوفہ اور مصارف خیر کی بابت شرائط درج کئے، چنانچہ تاحیات اپنی خود واقف ہر دو مواضعات مذکورہ کے مہتمم رہے اور بعد فوت ان کے نواب محمد عبدالکریم خاں صاحب مرحوم یکے از واقف مہتمم مقرر ہوئے، وصیت نامہ میں واقف نے یہ شرط تحریر کی ہے اقرار یہ ہے کہ حینِ حیات اپنی آمدنی و پیداوار مواضعات مذکور کو اپنے ہاتھ اور اختیار سے حسبۃً للہ سب کرتا رہوں گا، اور بعد میرے میری اولاد سے ایک شخص از قسم ذکور جو لائق ہووے نسلاً بعد نسلٍ اور بطناً بعد بطنٍ حسبِ دستور بطریقہ مستعملہ مجھ گنہ گار کے صرف کرتا رہے ۲۱ اکتوبر ۱۹۰۸ء کو مہتمم ثانی نے وفات پائی، اب دریافت طلب یہ مسئلہ ہے کہ فقرۂ نسلاً بعد نسلٍ کے کیا معنی اور مطلب، اور نسل سے منشا واقف کا اپنی اولاد سے ہے یا مہتمم ثانی کی اولاد سے، اور شرعاً بعد فوت ہونے مہتمم ثانی کے اصل واقف کے اولاد میں سے مہتمم مقرر ہونا چاہئے یا مہتمم ثانی کی اولاد میں سے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں جب تک واقف کی اولادِ صلبی سے کوئی مردِ لائق باقی رہے گا اولادِ اولاد کو تولیت نہ پہنچے گی، جب ان میں کوئی نہ رہے گا اس وقت اولادِ اولاد سے کوئی لائق متولی کیا جائے گا اور ان میں جب تک کوئی رہا تیسرے درجہ سے مقرر نہ کیا جائے گا وعلٰی ھذا القیاس نسلاً بعد نسلٍ اور بطناً بعد بطنٍ کے یہی معنی ہیں اس میں واقف کی اپنی اولاد و اولادِ اولاد و اولادِ اولادِ اولاد، اولاد سب داخل ہیں مگر بترتیب کہ سب سے مقدم اولاد پھر اولادِ اولاد، اولاد اولاد اولاد الٰی آخر الدہر۔ اسعاف میں ہے:

لایکون للبطن الاسفل شیئ مابقی من البطن الاعلی احد وھکذا الحکم فی کل بطن حتی تنتھی البطون موتا[1]۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

بطنِ اسفل کو کچھ حق نہ ملے گا جب تک بطنِ اعلٰی میں سے کوئی ایک موجود رہے، اور یہی حکم تمام بطنوں کا ہے حتی کہ موت کے سبب بطون ملتفی ہوجائیں۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۵۵ تا ۲۵۶: مرسلہ حاجی محمد حسین صاحب رئیس از قصبہ حسن پور ضلع مراد آباد ۱۸ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ

سوال اول: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک جائداد وقف کی اور در بارہ تولیت یہ شرط تحریر کی کہ بعد میرے میری اولاد سے ایک شخص از قسم ذکور جو لائق ہو

---

[1] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ بحوالہ الاسعاف کتاب الوقف ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/۱۵۳

Marfat.com

نسلاً بعد نسلٍ اور بطناً بعد بطنٍ حسبِ دستور مجھ گنہگار کے صرف کرتا رہے، آیا اس عبارت مذکورہ سے واقف کا منشا کسی خاص اولاد کی نسبت یعنی بیٹوں کی یا پوتوں کی نسبت ہے یا اس میں کوئی خصوصیت نہیں ہے۔

سوال دوم: جائداد موقوفہ کے اشخاص ذیل متولی ہوسکتے ہیں یا نہیں اور شرعاً لفظ لائق کن اشخاص سے مراد ہے؟

(۱) جو باوصفِ استطاعت بائیس ۲۲ سال سے نہ حج کرتا ہو نہ زکوٰۃ اور نہ عشر دے۔

(۲) جو علانیہ فسق و فجور میں مبتلا ہو۔

(۳) کیا تارک جماعت لائق متولی ہوسکتا ہے۔

(۴) جو طمع نفسانی سے متولی ہونا چاہے اور جس کو بیحد کوشش تولیت کی ہو۔

(۵) جو سُود جائز سمجھ کرلیتا ہو۔

(۶) جو شطرنج اور تاش بازی میں مصروف رہتا ہو وہ قابلِ تولیت ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

(۱) نہ اس میں ایسا خصوص ہے کہ بعض طبقات اولاد کو اصلاً شامل نہ ہو، نہ ایسا عموم کہ ہر طبقہ کی اولاد معاً مستحق ہو بلکہ وہ جمیع طبقات کو بشرط ترتیب عام ہے یعنی جب تک خاص اولاد صلبی واقف سے کوئی مرد لائق تولیت باقی رہے گا پوتے اگرچہ لائق ہوں بلکہ الیق ہوں نہ پاسکیں گے لان الواقف انما شرط اللائق دون الالیق (واقف نے تولیت کے لئے لائق کی شرط لگائی ہے نہ کہ لائق ترین کی۔ ت) اور جب اولاد صلبی سے کوئی مرد نہ ہو یا جتنے باقی ہوں ان میں کوئی لائقِ تولیت نہ ہو تو پوتوں میں جو لائق ہو اسے پہنچے گی اب ان میں کا جب تک کوئی لائق باقی رہے گا پرپوتوں کا استحقاق نہ ہوگا وعلی ھذا القیاس الی انقراض النسل (اور اسی پر قیاس کرتے چلو یہاں تک کہ اس کی نسل ختم ہوجائے۔ ت) اور نواسے بہرحال مستحق نہ ہوں گے جس نے نواسوں کو بھی شمول لکھ دیا خطا کی۔

فتاوٰی امام قاضیخاں میں ہے:

ان قال علی ولدی وولد ولدی یصرف الی اولادہ ابدا ماتناسلوا الاقرب والابعد فیہ سواء الاان یذکر الاقرب	اگر واقف نے کہا کہ یہ چیز میری اولاد اور اولاد کی اولاد پر وقف ہے، تو یہ وقف اس کی اولاد کی طرف ہی پھیرا جائے گا جب تک اس کی اولاد کا سلسلہ جاری رہے گا۔ قریب وبعید والے

Marfat.com

فالاقرب اویقول بطنا بعد بطن فیبدأ بما بدأبه الواقف[1] (ملخصًا)

اس میں برابر ہوں گے یا اس نے یوں کہا یہ وقف ایک بطن کے بعد دوسرے بطن کے لئے ہے تو اسی سے ابتدار کریں گے جس سے واقف نے ابتدار کی ہے (ملخصًا)۔ (ت)

اسی میں ہے:

ولدی لایدخل فیه ولد البنت فی ظاهر الروایة وبه اخذ هلال والصحیح ظاهر الروایة[2] (ملخصًا)۔

واقف کے کلام میں لفظ "ولدی" میں بیٹی کی اولاد داخل نہیں ظاہر الروایۃ کے مطابق اسی کو ہلال نے لیا ہے اور صحیح ظاہر الروایۃ ہے (ملخصًا)۔ (ت)

فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

وقال ولدی وولد ولدی لایدخل فیه اولاد البنات فی ظاهر الروایة وعلیه الفتوی هکذا فی محیط للسرخسی[3]۔

واقف نے اگر اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کا ذکر کیا تو ظاہر الروایۃ کے مطابق بیٹی کی اولاد اس میں داخل نہیں، اور اسی پر فتوٰی ہے، اور محیط سرخسی میں اسی طرح ہے۔ (ت)

(۲) لائق وُہ ہے کہ دیانت دار کارگزار ہوشیار ہو جس پر دربارۂ حفاظت وخیر خواہی وقف اطمینان کافی ہو، فاسق نہ ہو جس سے بطمع نفسانی یا بے پروائی یا ناحفاظتی یا انہماک لہو ولعب وقف کو ضرر پہنچانے یا پہنچنے کا اندیشہ ہو بدعقل یا عاجز یا کاہل نہ ہو کہ اپنی حماقت یا نادانی یا کام نہ کرسکنے یا محنت سے بچنے کے باعث وقف کو خراب کرے، فاسق اگرچہ کیسا ہی ہوشیار کارگزار مالدار ہو ہرگز لائقِ تولیت نہیں کہ جب وُہ نافرمانیِ شرع کی پروا نہیں رکھتا کسی کارِ دینی میں اس پر کیا اطمینان ہوسکتا ہے، ولہذا حکم ہے کہ اگر خود واقف فسق کرے واجب ہے کہ وقف اس کے قبضہ سے نکال لیا جائے اور کسی امین متدین کو سپرد کیا جائے پھر دوسرا تو دوسرا ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

قال فی الاسعاف ولا یولی الا امین قادر بنفسه اوبنائبه لان

اسعاف میں فرمایا ہے کہ متولی صرف اسی کو بنایا جائے گا جو امین ہو اور بذاتِ خود یا اپنے نائب

---

[1] فتاوٰی قاضیخان کتاب الوقف فصل فی الوقف علی الاولاد نولکشور لکھنؤ ۴/۲۹۔
[2] " " " " " " ۴/۲۹-۲۸
[3] فتاوٰی ہندیہ " " الباب الثالث فی المصارف نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۳۷۴

Marfat.com

الولایة مقیدة بشرط النظر ولیس من النظر تولیة الخائن لانه یخل بالمقصود وکذا تولیة العاجز لان المقصود لا یحصل بہ۔[1]

ولایت نگرانی کی شرط سے مقید ہے اور خائن کو متولی بنانے میں نگرانی کا فقدان ہے کیونکہ خائن کی تولیت مخل مقصود ہے یہی حال عاجز کو متولی بنانے کا ہے کہ اس سے مقصود حاصل نہیں ہوتا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

(وینزع) وجوبا بزازیة (لو) الواقف درر فغیرہ بالاولی (غیر مامون) او عاجزا او ظھر بہ فسق کشرب خمر و نحوہ، فتح۔[2]

متولی سے ولایت وقف وجوباً واپس لے لی جائیگی (بزازیہ) اگرچہ وہ خود واقف ہو (درر) تو غیر واقف سے بدرجہ اولٰی واپس لے لی جائے گی جب کہ وہ امین نہ ہو یا عاجز ہو یا اسکا فسق شراب نوشی وغیرہ ظاہر ہوچکا ہو (فتح)۔ (ت)

سُود لینا گناہ کبیرہ ہے تو اس کا ارتکاب اگرچہ ایک ہی بار یقیناً اجماعاً فاسق و بددیانت کر دیگا جب کہ حرام جان کر کرے اور دارالاسلام میں جائز سمجھا تو فسق درکنار صریح کافر مرتد ہوجائے گا لاستحلالہ ماعلم حرمتہ ضرورة من الدین (اس چیز کو حلال جاننے کی وجہ سے جس کی حرمت ضروریاتِ دین سے معلوم ہے۔ ت)

یُونہی جو بلا عذر صحیح شرعی ترکِ جماعت کیا کرے فاسق و مردود الشھادة ہے۔ غنیہ میں ہے:

تارکھا بلا عذر یعزر وترد شھادتہ۔[3]

بلا عذر ترکِ جماعت کرنے والے پر تعزیر لگائی جائے اور اس کی شہادت رَد کردی جائے گی۔ (ت)

نہر الفائق میں ہے:

ترکھا مرة بلا عذر یوجب اثما فی قول العراقیین والخراسانیون علی انہ یاثم اذا اعتاد الترک کما فی القنیة۔[4]

بلا عذر ایک بار جماعت کو چھوڑنا عراقیوں کے قول کے مطابق موجبِ گناہ ہے اور خراسانی تب اس کو گنا ہگار قرار دیتے ہیں جب وہ ترکِ جماعت کو عادت بنالے، جیسا کہ قنیہ میں ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۸۵

[2] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۳

[3] غنیة المستملی فصل فی الامامة سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۰۹

[4] بحوالہ الغنیة المنیة باب فی الجماعة مطبوعہ کلکتہ انڈیا ص ۳۶

Marfat.com

ردالمحتار صدر واجبات میں ہے :

الجماعة واجبة علی الراجح او فی حکم الواجب کما فی البحر وصرحوا بفسق تارکہا[1]

راجح قول کے مطابق جماعت واجب ہے یا حکمِ واجب میں ہے جیساکہ بحر میں ہے، اور مشائخ نے تصریح کی کہ تارکِ جماعت فاسق ہے۔ (ت)

مذہب صحیح و معتمد پر زکوٰۃ کا وجوب فوری ہے تو جو اس سال کی زکوٰۃ نہ دے یہاں تک کہ دوسرا سال گزر جائے گنہگار ہے یونہی قولِ اصح وارجح پر حج کا وجوب، تو جس سال استطاعت ہو اسی سال جائے ورنہ گنہگار ہوگا، اور اگر زکوٰۃ یا حج بعد وجوب بلاعذرِ صحیح شرعی تین سال تک ادا نہ کرے تو فاسق ہے نہ کہ بائیس سال۔ تنویر الابصار کتاب الزکوٰۃ میں ہے :

افتراضہا فوری وعلیہ الفتوٰی فیاثم بتاخیرھا وترد شہادتہ[2]

زکوٰۃ کی فرضیت فوری ہوتی ہے اور اسی پر فتوٰی ہے تاخیر کرنے والا گنہگار ہے اور اس کی گواہی مردود ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

فی البدائع عن المنتقی بالنون اذا لم یؤد حتی مضی حولان فقد اساء واثم[3]

بدائع میں بحوالہ منتقی ہے کہ کسی نے زکوٰۃ ادا نہیں کی یہاں تک کہ اگلا سال ختم ہوگیا تو بُرا کیا اور گنہگار ہوا۔ (ت)

درمختار کتاب الحج میں ہے :

فرض علی الفور فی العام الاول عند الثانی واصح الروایتین عن الامام و مالک واحمد فیفسق وترد شہادتہ بتاخیرہ ای سنینا لان تاخیرہ صغیرۃ وبارتکابہ مرۃ لایفسق الا بالاصرار، بحر[4]۔

حج کی فرضیت علی الفور ہوتی ہے اور پہلے ہی سال ادا کرنا چاہئے امام ابویوسف کے نزدیک، اور امام ابوحنیفہ سے منقول دو روایتوں میں سے اصح روایت کے مطابق اور امام مالک و احمد کے مطابق چند سال مؤخر کرنے سے فاسق قرار دیا جائے گا اور اس کی شہادت مردود ہوگی کیونکہ تاخیرِ حج گناہ صغیرہ ہے اس کے مرتکب کو اس پر اصرار کے بغیر فاسق قرار نہیں دیا جائے گا، بحر۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۰۷

[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۳۰

[3] ردالمحتار 〃 دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۱۳

[4] درمختار کتاب الحج مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۶۰-۱۵۹

Marfat.com

عشر بھی ایک نوعِ زکوٰۃ ہے یا کم از کم اس کا حکم حکمِ زکوٰۃ ہے اور اسی طرح بعینہٖ اسی دلیل سے اس کا وجوب بھی فوری اور تین برس تک نہ دینے میں فسق۔ ردالمحتار میں ہے :

العشر ذکرہ فی الزکوٰۃ لانہ منہا قال فی الفتح لاشك انہ زکوٰۃ حتی یصرف مصارفہا اھ وایدہ الشیخ اسمٰعیل بانہ یجب فیما لایؤخذ منہ سواہ ولایجامع الزکوٰۃ و بتسمیتہ فی الحدیث صدقۃ واختلافہم فی وجوبہ علی الفور او التراخی کما فی الزکوٰۃ۔[1]

عشر کو ماتن نے زکوٰۃ میں ذکر کیا کیونکہ یہ زکوٰۃ میں سے ہی ہے۔ فتح میں کہا کہ بے شک عشر زکوٰۃ ہے یہاں تک کہ اس کو مصارفِ زکوٰۃ پر صرف کیا جاتا ہے اھ اور شیخ اسمٰعیل نے اس کی تائید کی بایں طور کہ عشر انہی چیزوں میں واجب ہوتا ہے جن میں اس کے سوا کچھ نہیں لیا جاتا اور یہ زکوٰۃ کے ساتھ جمع نہیں ہوتا، اور حدیث میں عشر کا نام صدقہ رکھنے اور زکوٰۃ کی طرح اس کے وجوب علی الفور اور وجوب علی التراخی میں فقہائے کے اختلاف سے بھی اس کا زکوٰۃ ہونا ہی معلوم ہوتا ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے :

الامر بالصرف الی الفقیر معہ قرینۃ الفور وھی انہ لدفع حاجتہ وھی معجلۃ فمتی لم تجب علی الفور لم یحصل المقصود من الایجاب علی وجہ التمام وتمامہ فی الفتح۔[2]

عشر کو فقیر پر صرف کرنے کا حکم قرینہ ہے اس کے وجوب علی الفور پر، کیونکہ یہ دفع حاجت کے لئے ہے اور حاجت معجل ہے تو اگر اس کا وجوب علی الفور نہ ہو تو اس کے ایجاب کا مقصود پوری طرح حاصل نہیں ہوسکتا اس کی تفصیل فتح میں ہے (ت)

شطرنج اگر ترکِ جماعت وغیرہ منکرات کی طرف مؤدی یا ان پر مشتمل ہو بالاتفاق حرام ہے اور اس کی عادت مطلقاً ممنوع اور بحکم تجربہ ضرور داعی معاصی، اور تاش اور اسی طرح گنجفہ بوجہ اشتمال واعزاز تصاویر مطلقاً بلاشرط ممنوع و ناجائز ہے اور مصروف رہنا فسق۔ درمختار میں ہے :

کرہ کل لھو لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کل لھو المسلم حرام الاثلثۃ

ہر کھیل مکروہ ہے حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد کی بنا پر کہ مسلمان کا ہر کھیل حرام

---

[1] ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ باب العشر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۸

[2] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۳۰-۱۳۱

Marfat.com

ملاعبتہ اھلہ وتادیبہ لفرسہ ومناضلتہ بقوسہ[1]

ہے سوائے تین کھیلوں کے، اپنی بیوی سے ملاعبت کرنا اور اپنے گھوڑے کی تعلیم و تادیب کرنا اور سبقت کے لئے اپنی کمان سے تیراندازی کرنا۔ (ت)

رہا وُہ شخص کہ اپنے لئے تولیت کی کوشش کرے اگر ثابت ہو کہ یہ کوشش بطمع نفسانی و نیت فاسدہ ہے جب تو ظاہر ہے کہ اسے متولی بنانا حرام لان الشرط کونہ امینا والطالب لطمع غیر امین (تولیت کے لئے شرط ہے کہ متولی امین ہو اور حرص و ہوا کے لئے تولیت کا مطالبہ کرنے والا غیر امین ہے۔ ت) اور ایسا نہیں تو اگر اس کے لئے تولیت ثابت ہے صرف اس کا نفاذ چاہتا ہے تو کوئی حرج نہیں اگرچہ کسی قدر کوشش کرے کہ یہ کوشش حق کے لئے ہے اور حق کے لئے کوشش حق ہے مثلاً واقف نے شرط کی کہ میری اولاد ذکور سے جو لائق ہو متولی ہو، یہ شخص اس کی اولاد ذکور سے ہے اور جملہ شرائط مذکورہ لیاقت کا جامع ہے تو اس کی کوشش بے جا نہیں، اور اگر اس کے لئے تولیت ثابت نہیں پھر تحصیلِ تولیت کے لئے کوشش کرتا ہے تو اسے متولی نہ کرنا چاہئے اگرچہ کیسا ہی لائق ہو۔ درمختار میں ہے،

طالب التولیۃ لایولی الا المشروط لہ النظر لانہ مولی فیرید التنفیذ، نہر[2]

طالبِ تولیت کو متولی نہیں بنایا جائے گا سوائے اس کے جس کے لئے تولیت مشروط ہو چکی ہو کیونکہ وہ بسبب شرط کے متولی ہو چکا ہے اور اب اس کی تنفیذ چاہتا ہے، نہر۔ (ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

انا لن نستعمل علی عملنا من ارادہ[3]۔ رواہ احمد والبخاری وابوداؤد والنسائی عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ہم ہرگز اپنے دینی کام پر اسے مقرر نہ کریں گے جو خود اس کی خواہش کرے (اس کو امام احمد، بخاری، ابوداؤد اور نسائی نے سیدنا حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

ردالمحتار میں ہے،

---

[1] درمختار کتاب الحظروالاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۸
[2] " کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ مجتبائی دہلی ۱/۳۸۹
[3] صحیح البخاری کتاب الاجارات باب استیجار الرجل الصالح قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۰۱

Marfat.com

طالب التولیۃ لایولی کمن طلب القضاء لایقلد فتح وھل المراد انہ لاینبغی اولایحل استظھر فی البحر الاول تأمل۔[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

طالبِ تولیت کو متولی نہیں بنایا جائے گا جیسا کہ طالبِ قضاء کا مطالبہ نہیں مانا جاتا، فتح، کیا اس سے مراد یہ ہے کہ مناسب نہیں یا یہ مراد ہے کہ حلال نہیں، بحر میں پہلے قول کو ترجیح دی ہے، غور کر۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۵۷ مرسلہ مولوی سلیمان صاحب اکبرآبادی ۲۳ شعبان ۱۳۲۸ھ

زید ایک انجمن اسلامیہ کا سکرٹری ہے اور بپیشہ وکالت کرتا ہے اور لوگوں کو سود کی ڈگریاں دلواتا ہے اور خلافِ حق مقدمات میں کوشش کرنے سے نہیں بچتا اور اکثر اوقات عقائدِ سرسید احمد خاں کا مداح رہتا ہے ایسا شخص آیا منتظم امورِ اہلِ اسلام یعنی سکریٹری انجمن اسلامیہ رہ سکتا ہے یا نہیں؟ اور جو اہل اسلام اس کو اپنا سکریٹری بنائیں ان کا کیا حکم؟

الجواب

امورِ بالا سے تو یہ شخص صرف فاسق فاجر ہوتا مگر عقائد کفریہ کا فر کا مداح خود کافر و مرتد ہے اور کافر کسی طرح مسلمانوں کے کسی کام کا والی نہیں ہوسکتا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولن یجعل اللہ للکٰفرین علی المؤمنین سبیلا۔[2]

اور ہرگز اللہ تعالٰی کافروں کو مومنوں پر کوئی راہ نہیں دے گا۔ (ت)

ان سے استعانت ناجائز ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: انا لا نستعین بمشرک[3] (بیشک ہم کسی مشرک سے مدد طلب نہیں کرتے۔ ت) جو ایسے کی سپردگی میں مسلمانوں کا کام دے اس نے اللہ و رسول اور سب مسلمانوں کی خیانت کی۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استعمل علی عصابۃ رجلا وفیھم من ھو ارضی منہ للہ فقد خان اللہ ورسولہ والمؤمنین۔[4] واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

جس نے کسی شخص کو ایسی جماعتِ مسلمین پر عامل بنایا جس جماعت میں اس شخص سے زیادہ پسندیدہ کوئی شخص موجود ہے تو اس نے اللہ تعالٰی، اس کے رسول صلی اللہ علیہ

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۴۱۰

[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۱ [3] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۹
سنن ابن ماجہ ابواب الجہاد الاستعانۃ بالمشرکین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۸
المصنف لابن ابی شیبہ حدیث ۱۵۰۰۹ کتاب الجہاد ادارۃ القرآن کراچی ۱۲/ ۳۹۵

[4] المستدرک للحاکم کتاب الاحکام الامارۃ امانۃ دارالفکر بیروت ۴/ ۹۲-۹۳

Marfat.com

وسلم اور تمام مومنوں سے خیانت کی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۵۰: مرسلہ احمد نبی خاں از مراد آباد ۲۶ شعبان ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک اہلِ اسلام عادل اور ثقہ نے بلا تحریر وقف نامہ کے ایک جائداد جس کو عرصہ زائد ایک سو سال کا ہُوا بدون مصارف کے وقف کیا اگرچہ وقف واقف کا کوئی گواہ زندہ نہیں ہے مگر بعد وفات واقف کے تمام مرد عورت عادل وصالح اہل خاندان واقف کے وقتاً فوقتاً متولی ہوتے رہے کبھی کوئی شخص غیر خاندان کا متولی نہیں ہُوا اور باعتبار اس عملدرآمد کے منشائے واقف بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ سوائے اہل خاندان صالح اور عادل کے اور کوئی متولی نہ کیا جائے، اب ایک مسماۃ متولیہ اہل خاندان کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے ایک شخص غیر خاندان کے نام ایک وصیت نامہ لکھ دیا ہے کہ بعد میرے وہ متولی کیا جائے اہل خاندان واقف جن میں اکثر مرد صالح اور عادل ہیں یہ دعوٰی کرتے ہیں کہ یہ شخص جس کو متولی ہونا بیان کیا جاتا ہے فاسق اور غیر خاندان واقف سے ہے اس کو بمقابلہ اہل خاندان صالح کے حق تولیت حسبِ وصیت حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب

جس وقف کے شرائط واقف معلوم نہ ہوں اور طول مدت کے سبب گواہان مشاہدہ نہ رہے ہوں اس میں عملدرآمد قدیم پر کارروائی کی جائے۔ فتاوٰی خیریہ میں ہے:

قد صرح فی الذخیرۃ بانہ اذا اشتبھت مصارف الوقف ینظر الی المعھود من حالہ فیما سبق من الزمان، فیبنی علی ذٰلک لان الظاھر انھم کانوا یفعلون ذٰلک علی موافقۃ شرط الواقف وھو المظنون بحال المسلمین فیعمل علی ذٰلک[1]

تحقیق ذخیرہ میں تصریح کی گئی ہے کہ اگر مصارف وقف میں اشتباہ ہو تو زمانہ قدیم سے اس وقف میں جاری معمول کو دیکھا جائے گا اور اسی پر بنا کی جائے گی کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ متولیان سابقہ شرط واقف کے مطابق ہی ایسا کرتے ہوں گے اور مسلمانوں کے حال کے بارے میں یہی گمان غالب ہے لہذا اسی پر عمل کیا جائیگا۔ (ت)

اسی میں کتاب الوقف للخصاف سے ہے:

اذا وجد شرط الواقف فلا سبیل

جب واقف کی شرط موجود ہو تو اس کی مخالفت کی

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الوقف دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۳-۱۲۲

Marfat.com

الی مخالفته، واذا فقد عمل بالاستفاضة والاستیمارات العامة المستمرة من تقادم الزمان[1]

کوئی راہ نہیں اور اگر شرطِ واقف مفقود ہو تو قدیم زمانوں سے متولیوں کا جو عملدرآمد اور معمول اس وقف کے بارے میں مشہور و معروف چلا آرہا ہے اسی پر عمل کیا جائے گا۔ (ت)

علاوہ بریں خود حکمِ شرع ہے کہ جب تک اقربائے واقف میں کوئی شخص لائق تولیت ہو بیگانہ آدمی متولی نہ کیا جائے، درمختار میں ہے:

مادام احد یصلح للتولیة من اقارب الواقف لایجعل المتولی من الاجانب، لانه اشفق ومن قصده نسبة الوقف الیهم[2]

جب تک واقف کے قریبی رشتہ داروں میں کوئی صالح تولیت موجود ہو اجنبیوں میں سے کسی کو متولی نہیں بنایا جائے گا کیونکہ یہ وقف کے معاملہ میں زیادہ شفیق واقع ہوگا اور اس کا مقصد یہ ہوگا کہ وقف کی نسبت اس کے خاندان کی طرف قائم رہے۔ (ت)

پھر اس شخصِ غیر کا فاسق ہونا سب پر طرہ ہے فسق کے بعد تو خود واقف اگر متولی ہو تو وہ بھی معزول کردیا جائے گا نہ کہ اجنبی فاسق کو متولی کیا جائے۔ درمختار میں ہے:

ینزع وجوبا ولو الواقف فغیرہ بالاولی غیر مامون او عاجزا وظھر به فسق کشرب خمر ونحوہ، فتح[3]

متولی سے ولایت وقف بطور وجوب واپس لی جائیگی اگرچہ خود واقف ہو جبکہ وہ امین نہ ہو یا عاجز ہو یا اس سے کوئی فسق شراب نوشی وغیرہ کی مانند ظاہر ہو (جب واقف کا حال یہ ہے) تو غیر واقف سے بدرجہ اولٰی ولایت وقف صورت مذکورہ میں واپس لینا واجب ہوگا، فتح۔ (ت)

لہذا وصیت پر عمل نہیں بلکہ خاندان واقف سے کسی صالح متدین ہوشیار کارگزار کو متولی کیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۵۹: مولوی حشمت علی ساکن گڈھیا ۲ رجب المرجب ۱۳۳۱ھ

کیا ہندو وغیرہ کفار متولیِ مسجد وغیرہ اوقاف ہوسکتے ہیں؟ اگر نہیں تو عالمگیری کی اس عبارت

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الوقف دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۲۳

[2] درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۹

[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/ ۳۸۳

Marfat.com

ولا یشترط الحریۃ والاسلام[۱] الخ (اس میں حریت واسلام شرط نہیں الخ۔ت) کا کیا مطلب لیا جائیگا اور ایک ہندو مسجد کا حوض اپنے روپے سے بنانا چاہتا ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

فقیر نے یہاں حاشیہ ردالمحتار میں لکھا:

اقول وباللہ التوفیق عدم اشتراط للصحۃ لایستلزم عدم اشتراطہ للحل وقد تقدم فی کتاب الزکوٰۃ باب العاشر تحریم جعل کافر عاشرا لان فیہ تعظیمہ وھو حرام وعن شرح السیر الکبیر ان امیر المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہ کتب الی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ لاتتخذ احدا من المشرکین کاتبا علی المسلمین قال وبہ ناخذ لقولہ تعالٰی لاتتخذوا بطانۃ من دونکم ویأتی فی الاضحیۃ کرہ ذبح الکتابی وتعلیلہ بانہ لاینبغی ان یستعان بالکافر فی امور الدین وقد صح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انا لانستعین بمشرک وقد علم تحریم تولیۃ الخائن وھذا ربنا عزوجل یقول "لایالونکم خبالا" واللہ الموفق[۲] اھ ما کتبت علیہ۔

میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں کہ صحت کے لئے شرط نہ ہونا حل کے لئے شرط نہ ہونے کو مستلزم نہیں اور کتاب الزکوٰۃ باب العاشر میں گزر چکا ہے کہ کافر کو عاشر مقرر کرنا حرام ہے کیونکہ اسے عاشر بنانے میں اس کی تعظیم ہے اور کافر کی تعظیم حرام ہے، سیر کبیر کی شرح سے منقول ہے کہ امیر المومنین (عمر) رضی اللہ تعالٰی نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کو لکھا کہ مسلمانوں کے معاملات کیلئے کسی مشرک کو کاتب مت بنانا اور شارح سیر کبیر نے کہا کہ ہم اسی کو اخذ کرتے ہیں بدلیل اس ارشادِ الٰہی کے کہ "(اے ایمان والو!) غیروں کو اپنا رازدار مت بناؤ"۔ کتاب الاضحیہ میں آرہا ہے کہ کتابی کا ذبیحہ مکروہ ہے اور اس کی علت یہ بیان کی گئی کہ امورِ دینیہ میں کافر سے مدد نہیں مانگنی چاہئے، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول یہ حدیث مرتبۂ صحت کو پہنچ چکی ہے کہ بیشک ہم مشرک سے مدد نہیں طلب کرتے، اور تحقیق خائن کو متولی بنانے کی حرمت معلوم ہوچکی ہے اور ہمارا رب عزوجل یہ ارشاد فرماتا ہے کہ "وہ تمہاری برائی میں کمی نہیں کرتے" اور اللہ تعالٰی ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔ ردالمحتار پر میرا حاشیہ ختم ہوا۔ (ت)

اس سے حکمِ مسئلہ واضح ہوگیا کہ کافر کو متولی کیا جائے تو ہو جائے گا مگر اسے متولی کرنا، کوئی امر دینی

۱؎ فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف الباب الخامس فی ولایۃ الوقف نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۰۸
۲؎ جد الممتار علی ردالمحتار

Marfat.com

اس کے اختیار میں دینا حرام ہے، اور اسے معزول کرنا واجب، نہ کہ خاص مسجد پر کہ اعظم اوقاف دینیہ ہے ؎

موذن گریباں گرفتش کہ ہین ۔۔۔ سگ و مسجد اے فارغ از عقل و دیں

(موذن نے اس (بے دین) کا گریبان پکڑا کہ خبردار! کُتّے اور مسجد کا کیا تعلق اے عقل اور دین نہ رکھنے والے۔ ت)

ہندو سے کسی کارِ دینی میں مدد نہ لی جائے گی وُہ اس میں مسجد و مسلمانان پر اپنا احسان سمجھے گا۔ اللّٰھم لاتجعل لفاجر علی یدا[1] (اے اللہ! مجھ پر کسی فاجر کا احسان مت رکھ۔ ت) دعائے ماثورہ ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۶۵، ۳۶۶ ازمراد آباد بتوسط حاجی امیر اللہ صاحب ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) زید ایک مسجد کا جس کی آمدنی مستقل زائد از بیس روپے ماہوار ہے مدت سے متولی ہے، مسجد میں قطعی بندوبست نماز کا بغیر صلوٰۃ جمعہ نہیں، جس کا دل چاہا خواہ فاسق معلن ہو یا بے علم اس نے امامت کرلی، اور اکثر اوقات نزاع و فساد دربارۂ امامت ووقت رہتا ہے، متولی مذکور صراحۃً وکنایۃً ان مکروہات کے انسداد کے واسطے فہمائش منجانب مصلیان ہُوئی بھی تو قطعی خیال نہ کیا، زیادہ سے زیادہ مسجد کے خرچ میں درمیان پانچ یا چھ روپیہ ماہوار کے آتا ہے، علاوہ اس کے مسجد کی خدمت دربارۂ صفائی بھی کماحقہ نہیں ہوتی بلکہ پانی سقایہ و نیز اس کا سرما میں گرم ہونا بیشتر چندہ سے ہوتا ہے۔ پس ایسی حالت میں متولی مذکور قابل رہنے کے ہے یا نہیں؟

(۲) مسجد کی آمدنی کا روپیہ کسی شخص کو خواہ متولی ہو یا دیگر اپنے خرچ میں لانا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) جس مسجد کی آمدنی اتنی معقول ہو اس میں اگر دوسرا شخص بطور چندہ یا اپنی طرف سے مسجد کی خدمت کرے تو وہ ماجور ہوگا یا نہیں اور مسجد اس چندہ کو شرعاً قبول کرسکتی ہے یا نہیں؟

(۴) اگر متولی لطائف الحیل سے ضروریاتِ مسجد کو ٹال دے یعنی نماز و امامت اور باوجود ضروریاتِ دین اور نیز فہمائش کے مسجد کی خدمت کماحقہ، ادا نہ کرے نہ خود امامت کرے بلکہ دن رات نفسانی ہوا و ہوس میں مشغول رہے اور اسی بناء پر امامت سے اعراض کرے تو اس کا کیا حکم ہے و شرع شریف کے نزدیک ایسا متولی قابل رکھنے کے ہے یا نہیں؟

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین کتاب المحبۃ بیان حقیقۃ المحبۃ الخ دارالفکر بیروت ۹/۵۵۴

Marfat.com

(۵) محض خالصاً لوجہ اللہ والناس جواب ہونا چاہئے انھیں صورتوں میں جب کہ امام مقتدیوں سے ضروریاتِ شرعیہ میں ہر طرح سے کم ہے اور پھر بھی امام بنا ہے تو علاوہ نماز خراب ہونے کے متولی بھی اس گناہ میں ماخوذ ہوگا یا نہیں ؟ اور اول مقتدیوں کی نماز جو اس امام سے علم وفضل میں زائد ہیں کس درجہ تک ناقص ہوگی یا قطعی نہ ہوگی ؟

(۶) اگر کوئی شخص شرارتاً و باغوائے متولی قبروں پر مع جوتیاں پڑھتا ہو اور ہانڈی کا دھوون، پان کی اگال، استنجا قبروں پر کرتا ہو تاکہ اوروں کو جو اس شرارت سے روکتے ہیں ایذا ہو تو ایسے شخص اور متولی کے واسطے کیا حکم ہے ؟

الجواب

(۱) جب کہ مسجد کی آمدنی بیس۲۰ روپیہ ماہوار سے زائد ہے اور متولی صرف پانچ چھ روپے خرچ کرتا ہے باقی کا پتا نہیں دیتا اور مسجد کی ضروریات مثل صفائی وغیرہ معطل رہتے ہیں یا چندہ سے ہوتے ہیں تو اس کا ظاہر حال خیانت ہے اگر وجہ معقول وحساب صحیح پیش نہ کرے معزول کرنا لازم ہے۔ درمختار میں ہے :

ینزع وجوبا ولو الواقف فغیرہ اولی لو غیر مأمون[۱] واللہ تعالٰی اعلم۔

متولی خائن سے ولایت وجوباً واپس لے لی جائیگی اگروُہ خود واقف ہو لہذا غیرواقف سے تو بدرجہ اولٰی ولایت واپس لینا واجب ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۲) مسجد کی آمدنی کو کوئی شخص اپنے ذاتی صرف میں نہیں لاسکتا مگر متولی بقدر اجرت مثل یعنی اتنے کام پر عرف میں کیا ماہوار ہوتا ہے اتنا پاسکتا ہے۔

(۳) پاک مال نیک نیت سے مسجد کی خدمت کرنے والا ضرور ماجور ہے اور مسجد اسے قبول کرسکتی ہے اگرچہ مسجد کی آمدنی کثیر ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۴) امامت ذمہ متولی لازم نہیں اور ہوا و ہوس اگر تا حدِ فسق نہ ہو مانع تولیت نہیں اور ضروری خدمتوں میں تقصیر یا بربنائے عجز ہوگی یا بربنائے بے پروائی دونوں صورتوں میں لائق عزل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۵) مفضول فاضل کی امامت کرسکتا ہے جب کہ شرائطِ صحت وجوازِ امامت کا جامع ہو اس سے فاضل کی نفسِ نماز میں کوئی نقص آئے گا نہ متولی پر اس کا الزام ہے، ہاں اگر متولی دیدہ دانستہ افضل

---

[۱] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۳

Marfat.com

کے ہوتے ہوئے مفضول کو امام مقرر کرے تو وہ اس حدیث کا مورد ہے کہ:

من استعمل علی عشرۃ من فیھم ارضی منه لله تعالٰی فقد خان الله ورسوله و المؤمنین[1] والله تعالٰی اعلم

جس نے دس شخصوں پر کسی ایسے کو افسر کیا کہ نظرِ شرع میں اس سے بہتر ان میں موجود تھا تو اس نے اللہ و رسول اور مسلمان سب کی خیانت کی۔

(۶) قبرِ مسلم کا ادب واجب ہے اس پر استنجا کرنا حرام ہے اس پر اُگال یا دھوون ڈالنا توہین ہے، اس پر بلاضرورت و مجبوریِ شرعی پاؤں رکھنا ناجائز ہے نہ کہ معاذ اللہ اس پر جُوتا پہنے چڑھنا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لان یجلس احدکم علی جمرۃ فتحرق ثیابه فتخلص الی جلدہ خیر له من ان یجلس علی قبر[2] رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ رضی الله تعالٰی عنه۔

بیشک تم میں کسی کا چنگاری پر بیٹھنا کہ وہ اس کے کپڑے جلا کر اس کی کھال تک پہنچ جائے اس کے حق میں قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے۔ (اس کو مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لان امشی علی جمرۃ او سیف احب الی من ان امشی علی قبر مسلم[3]

بیشک مجھے آگ یا تلوار پر چلنا مسلمانوں کی قبر پر چلنے سے زیادہ پسند ہے۔

اس میں بکثرت احادیث و روایات ہمارے رسالہ اھلاک الوھابیین[4] میں ہیں ایسا کرنے والا سب سے سخت عذاب کا مستحق ہے اور متولی کہ ایسے فعل کا اغوا کرتا ہے اس سے بھی بدتر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] کنز العمال بحوالہ ع عن حذیفہ حدیث ۴۱۶۵۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۱۹
کنز العمال میں حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں: ایما رجل استعمل رجلا علی عشرۃ انفس علم ان فی العشرۃ افضل ممن استعمل فقد غش الله وغش رسوله وغش جماعة المسلمین ـــ جبکہ مستدرک حاکم میں حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں: من استعمل رجلا من عصابة و فی تلك العصابة من ھو ارضی لله منه فقد خان الله و خان رسوله وخان المومنین۔ ملاحظہ ہو جلد ۴ ص ۹۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[2] صحیح مسلم کتاب الجنائز فصل فی النہی عن الجلوس علی القبر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۱۲

[3] سنن ابن ماجہ ابواب الجنائز باب ماجاء فی النہی عن المشی علی القبور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۳

[4] رسالہ ہذا (اھلاک الوھابیین) فتاوٰی رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جلد ۹ ص ۴۲۹ پر موجود ہے۔

Marfat.com

مسئلہ ۳۶۶ از بریلی محلہ بہاری پور معماران مسئولہ رحیم بخش صاحب ۵ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ
ایک شخص کی معرفت جو بہت معزز صاحب تھے کام مسجد کے واسطے خشت خریدی گئی اور وہ خشت مسجد کے کام میں آئی، روپیہ اس کا جو مسجد کے چندہ کا جمع تھا ان صاحب کو دے دیا گیا۔ اس شخص نے روپیہ مالک بھٹہ کو نہیں دیا اپنے پاس صرف کر لیا۔ مالک بھٹہ نے نالش مہتمم مسجد پر کردی آخر کار ڈگری مہتمم مسجد پر ہوگئی اور اس کا روپیہ جس قدر تھا وہ مہتمم مسجد نے فی الحال دیا اب مہتمم مسجد وہ روپیہ کس طرح سے وصول کرے اور وہ شخص کہ جس نے روپیہ اپنے پاس صرف کر لیا ہے۔ زیادہ حدِ ادب۔

الجواب

بیانِ سائل سے معلوم ہوتا ہے کہ نالش کا روپیہ اس نے اپنے مال سے دیا اس کا معاوضہ زرِ مسجد سے نہیں لے سکتا، وہ شخص جس نے روپیہ مار لیا اس سے حتی الامکان مسجد کا روپیہ وصول کرے وہ غاصب ہے مرتکبِ غصب مستحقِ غضب ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۳۶۷ تا ۳۷۴ از سہسوان ضلع بدایوں مرسلہ مولوی سید پرورش علی صاحب ولد مولوی سید عبدالعزیز صاحب ۷ رمضان المبارک ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسائلِ ذیل میں:

(۱) متولی وقف کے مسکن وصندوق سے مالِ وقف چوری گیا تاوان لازم یا نہیں؟

(۲) مدرسین وقف کو دو چار چھ ماہ کی پیشگی تنخواہ دینا روا یا ناروا؟

(۳) متولی کو مالِ وقف بطورِ قرض اپنے صرف میں لانا پھر ادا کرنا روا یا ناروا؟

(۴) مالِ وقف سے کسی مسلمان کو قرضہ دینا روا یا ناروا؟

(۵) کتبِ وقف ایک مدرسہ دوسری جگہ مستعار دینا روا یا ناروا؟

(۶) دو مدرسوں کے متولی کو ایک وقف کا مال دوسرے میں صرف کرنا بطورِ قرض روا یا ناروا؟ اور واقف دونوں وقف کے جدا جدا ہیں۔

(۷) زمینِ مشترک کا روپیہ ایک شریک وصول کرتا ہے قبلِ تقسیم اپنے صرف میں لانا یا کسی مسلمان کو اس میں سے قرض دینا جائز یا نہ؟

(۸) تعمیرِ مدرسہ کے واسطے بمشورہ مسلمین قرض لینا روا یا ناروا؟ حنفی کی معتمدات سے جواب عنایت ہو مع حوالہ کتاب۔ بینوا توجروا۔

Marfat.com

الجواب

(۱) اگر متولی نے کوئی بے احتیاطی نہ کی تو اس پر تاوان نہیں لانہ کالوصی امین فالقول قولہ بیمین (کیونکہ وہ (متولی) وصی کی طرح امین ہے تو قسم کے ساتھ اس کی بات مان لی جائے گی۔ت) اور اگر بے احتیاطی کی مثلاً صندوق کھلا چھوڑ دیا غیر محفوظ جگہ رکھا تو اس پر تاوان ہے لان الامین بالتعدی ضمین (کیونکہ تعدی کی وجہ سے امین پر ضمان لازم ہوتا ہے۔ت)

(۲) روا نہیں مگر جہاں اجازتِ واقف یا تعاملِ قدیم ہو لانہ یحمل علی المعہود من عند الواقف (کیونکہ یہ خود واقف کی طرف سے معہود پر محمول ہوگا۔ت)

(۳) حرام حرام لانہ تعدّی علی الوقف والقیم اقیم حافظ لا متلف (کیونکہ یہ وقف پر تعدی ہے حالانکہ متولی کو بطور محافظ مقرر کیا جاتا ہے نہ کہ ضائع کرنے والا۔ت)

(۴) نہ لانہ صرف فی غیر المصرف (کیونکہ یہ غیر مصرف میں صرف کرنا ہوا۔ت)

(۵) شرطِ واقف کا اتباع کیا جائے گا اگر منع کر دیا ناجائز ہے، اور اگر یہ شرط کر دی کہ کتاب جو عاریۃً لے جانا چاہے اتنا مال اس کے عوض گویا بطور گروی رکھا جائے تو یونہی کیا جائے گا بے اس کی اجازت نہیں، اور اگر بلا شرط عاریۃً کی اجازت قوم یا اشخاص خاص کو دی تو انھیں کے لئے اجازت ہوگی اور عام تو عام لقولہم شرط الواقف کنص الشارع[1] والمسألۃ فی الاشباہ والنہر والدر المختار ورد المحتار و ھذا حاصل ما تقرر (بسبب فقہاء کے اس قول کے کہ شرط واقف وجوب عمل میں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نص کی طرح ہے اور یہ مسئلہ اشباہ، نہر، درمختار اور ردالمحتار میں ہے جو کچھ اس پر وہاں تقریر کی گئی یہ اس کا خلاصہ ہے۔ت)

(۶) ناجائز ہے،

لان الاقراض تبرع والتبرع اتلاف فی الحال والناظر للنظر لا للاتلاف و مسألۃ اختلاف الواقف او الجھۃ مذکورۃ فی التنویر و الدر ودائرۃ فی الاسفار الغر۔

قرض دینا تبرع ہے اور تبرع فی الحال تلف کرنا ہے جبکہ متولی تو حفاظت کے لئے ہوتا ہے نہ کہ تلف کرنے کے لئے اور واقف وجہت وقف کے اختلاف کا مسئلہ تنویر، در اور جلیل القدر ضخیم کتابوں میں مذکور ہے۔(ت)

---

[1] درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف اجارتہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۹۰
الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الاولٰی ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۹۳ و کتاب التعریف ۱/۳۰۵

Marfat.com

(۷) اپنے حق تک صرف کر سکتا ہے۔

(۸) متولی کو وقف پر قرض لینے کی دو شرط سے اجازت ہے ایک یہ کہ امر ضروری و مصالح لابدی وقف کے لئے باذن قاضی شرع قرض لے اگر وہاں قاضی نہ ہو خود لے سکتا ہے، دوسرا یہ کہ وہ حاجت سوائے قرض اور کسی سہل طریقہ سے پوری نہ ہوتی ہو مثلاً وقف کا کوئی ٹکڑا اجارہ پر دے کر کام نکال لینا۔ درمختار میں ہے:

لا تجوز الاستدانة علی الوقف الا اذا احتیج الیھا لمصلحۃ الوقف کتعمیر وشراء بذر فیجوز بشرطین، الاول اذن القاضی فلو بعد منه یستدین بنفسه، الثانی ان لا تتیسر اجارۃ العین والصرف من اجرتھا والاستدانۃ القرض والشراء نسیئۃ[1]

وقف پر قرض لینا متولی کو جائز نہیں مگر اس وقت جائز ہے جبکہ اس کی حاجت ہو جیسے وقف کی مرمت یا زمین وقف میں کاشت کے لئے بیج خریدنا تو اس صورت میں دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے شرطِ اول یہ ہے کہ اذن قاضی سے قرض لے اگر قاضی دور ہو تو متولی از خود قرض لے سکتا ہے، شرط ثانی یہ ہے کہ عین وقف کو اجارہ پر دینا اور اس کی اجرت سے خرچ کرنا ممکن نہ ہو۔ استدانت سے مراد قرض لینا اور شراء سے مراد ادھار پر خریدنا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

المختار انه اذا لم یکن من الاستدانة بد تجوز بامر القاضی ان لم یکن بعیدا عنه، اما ماله منه بد کالصرف علی المستحقین فلا کما فی القنیۃ الا الامام والخطیب والمؤذن فیما یظھر لقوله فی جامع الفصولین لضرورۃ مصالح المسجد اھ والا الحصیر والزیت بناء علی القول بانھما من المصالح وھو الراجح ھذا خلاصۃ ما اطال فی البحر[2] اھ واللہ اعلم۔

مختار یہ ہے کہ اگر قرض کر لینے سے چھٹکارا نہ ہو تو قاضی کی اجازت سے جائز ہے جبکہ قاضی دور نہ ہو لیکن اگر اس سے چھٹکارا ہو سکتا ہے تو جائز نہیں جیسے مستحقین پر خرچ کرنے کے لئے قرض لینا جیسا کہ قنیہ میں ہے۔ مگر امام، خطیب اور مؤذن پر خرچ کرنے کے لئے قرض لینا جائز ہے جیسا کہ جامع الفصولین کے قول سے ظاہر ہے کیونکہ اس میں مسجد کی مصلحت ہے اھ اور اسی طرح مسجد کے لئے چٹائی اور تیل وغیرہ کے لئے قرض لینا بھی جائز اس قول کی بناء پر کہ یہ مصالح مسجد میں سے ہیں اور یہی راجح ہے یہ بحر کی طویل بحث کا خلاصہ ہے اھ واللہ اعلم (ت)

---

[1] درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۹۱
[2] ردالمحتار " " " " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۴۱۹

Marfat.com

مسئلہ ۳۷۵: مسئولہ فیض رسول خاں ساکن چاند پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ولی حسین خاں نے عرصہ اکتیس سال سے تحریر تولیت نامہ حقیت موضع پرتیت پور پرگنہ نواب گنج محلہ باغ کے قابض کرکے متولی مقرر کردیا، بعدہ پندرہ برس کے ولی حسین خاں فوت ہوئے اس کے بعد کوئی متولی بدستور پندرہ سال تک اور کام تولیت کا انجام دیتا ہے اور اب تک قابل انجام وہی کام تولیت کے ہے۔ اب تقی حسین خاں پسر ولی حسین خاں نے جبرًا ناجائز دے کر متولی سے دستبرداری لکھائی اور جائداد موقوفہ سے ایک باغ رد کرا کر اپنے ملازم سے مشتری باغ ظاہر کرایا اور آمدنی خیر کو مصارف ناجائز میں صرف کرنا شروع کیا۔ جواب بالا میں متولی سابق برخاست ہوسکتا ہے اور تقی حسین خاں قابل تولیت کے ہوسکتا ہے اور تصرف ناجائز آمدنی خیر میں عنداللہ وعندالرسول کے کیا احکام ہیں؟

الجواب

دستاویز دست برداری ملاحظہ ہوئی وہ دست برداری مطلق نہیں بلکہ بحق تقی حسین خاں ہے اور پیش قاضی لقبول قاضی نہیں بلکہ بطور خود ہے اور مرض الموت متولی میں نہیں بلکہ اس نے اپنی صحت میں کی ہے اور دستاویز وقف ملاحظہ ہوئی، اس میں واقف سے متولی کو کوئی اختیار اپنے عزل اور دوسرے کے نصب کا نہیں دیا۔ پس دست برداری مذکور محض مردود وباطل ہے اس سے نہ فیض رسول خاں کی تولیت زائل نہ تقی حسین خاں کو اصلاً کوئی حق حاصل بلکہ فیض رسول خاں بدستور متولی اور تقی حسین خاں نرا اجنبی ہے اگرچہ وہ بددیانتی بھی نہ کرے اور بحال بددیانتی جیسا کہ سوال میں مذکور ہے خود واقف بھی اگر متولی ہوتا فورًا نکال دیا جاتا نہ کہ دوسرا شخص۔ درمختار میں ہے،

ارادالمتولی اقامۃ غیرہ مقامہ فی حیاتہ ان کان التفویض لہ بالشرط عاما صح والالا یصح[1] (ملخصًا)

متولی نے اپنی زندگی میں کسی اور کو اپنی جگہ متولی بنانا چاہا اگر تو اس کو واقف کی طرف شرط کے تحت عام تفویض تولیت کی اجازت حاصل ہے تو صحیح ورنہ نہیں۔ (ملخصًا)۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے،

معنی العموم کما فی انفع الوسائل انہ

عموم کا معنی جیسا کہ انفع الوسائل میں ہے یہ ہے

---

[1] درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۹

Marfat.com

ولاہ واقامہ مقام نفسہ، وجعل لہ ان یسندہ الی من شاء ففی ھذہ الصورۃ یجوز التفویض منہ فی حال الحیٰوۃ۔[1]

کہ واقف نے اس کو متولی بنایا اور اس کو اپنے قائم مقام کردیا اور اسے اختیار دیا کہ وقف کو جس کی طرف چاہے منسوب کردے تو اس صورت میں اس کو اپنی زندگی میں تفویض تولیت جائز ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

الفراغ مع التقریر من القاضی عزل لاتفویض ویدل علیہ قولہ فی البحر اذا عزل نفسہ عند القاضی فانہ ینصب غیرہ، وبہ ظہران قولہم لایصح اقامۃ المتولی غیرہ مقامہ فی حیاتہ وصحتہ مقید بما اذا لم یکن عند القاضی، ولایرد ان العزل یکفی فیہ مجرد علم القاضی لان الفراغ عزل خاص مشروط فانہ لم یرض بعزل نفسہ الا لتصیر الوظیفۃ لمن نزل لہ عنہا[2] اھ مختصرا۔

متولی کا فارغ ہونا جبکہ قاضی دوسرے کو مقرر کرے، عزل ہے تفویض نہیں اسی پر دلالت کرتا ہے بحر میں اس کا قول کہ اگر متولی نے قاضی کے پاس خود کو معزول کرلیا تو قاضی کسی دوسرے کو مقرر کرے، اسی سے ظاہر ہوا کہ فقہاء کا یہ قول کہ متولی اپنی زندگی میں حالتِ صحت میں غیر کو اپنے قائم مقام نہیں کرسکتا مقید ہے اس شرط کے ساتھ کہ وہ قائمقام کرنا قاضی کے پاس نہ ہو۔ اس پر یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ عزل میں تو صرف قاضی کو علم ہونا کافی ہے عدم ورود کی وجہ یہ ہے کہ فراغ ایک خاص مشروط عزل ہے کیونکہ متولی اپنی معزولی پر صرف اس صورت میں رضامند ہوا کہ ولایت اسی کی طرف منتقل ہو جس کے لئے اس نے معزولی اختیار کی اھ اختصارًا (ت)

درمختار میں ہے:

وینزع وجوبًا بزازیۃ، لو الواقف درر، فغیرہ بالاولٰی غیر مامون[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

خائن متولی سے وجوبًا ولایت لے لی جائیگی (بزازیہ) اگر وہ متولی خود واقف ہو (درر) تو خیانت کے سبب غیر واقف سے بدرجہ اولٰی ولایت لے لینا واجب ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] و[2] ردالمحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۴۱۲-۴۱۱

[3] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۳

Marfat.com

مسئلہ ۳۷۶ مسئولہ فیض محمد صاحب محلہ بہادر گنج شاہجہان پور ۳۰ شوال ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد کی تحویل کا روپیہ رشوت میں صرف کیا جائے اور اپنے تصرف میں لایا جائے تو آیا ایسی صورت میں تحویل رکھنے والا یا مشورت میں شریک ہونے والا شرعاً کس تعزیر کا مستوجب ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

کیا شرعی تعزیرات یہاں جاری ہیں، کیا کوئی دے سکتا ہے تحویل اس سے نکال لینی واجب ہے، اور جو اپنے صرف میں لایا یا خاص کار ضروری مسجد بحالت مجبوری محض کے سوا رشوت میں اٹھایا اس کا تاوان اس پر لازم ہے مسلمان اس سے توبہ لیں، نہ مانے تو اس سے میل جول چھوڑ دیں، ہاں اگر نہ اپنے صرف میں لایا نہ اور کوئی تصرف بیجا کیا کسی معاملہ میں مسجد کو ضرر شدید پہنچا تھا اور بے کچھ دئے لئے کسی طرح نجات نہ تھی یوں صرف کیا تو مسجد کا اس پر کچھ الزام نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۷۷ مسئولہ حاجی کریم نور محمد جنرل مرچنٹ اتوار ملوک ناگپور شہر ناگپور ۹ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

متولی مسجد کا کون شخص ہو سکتا ہے اور اس کے لئے کیا حقوق خدمات مسجد کے ہیں؟

الجواب

متولی مسجد ایک قادر متدین ہونا چاہئے کہ ہوشیاری دیانتداری سے کام کر سکے اوقاف مسجد کا سب نظم و نسق اس کے سپرد ہوگا نیز مسجد کی نگہداشت غور پرداخت۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۷۸ از سہسوان ضلع بدایوں عبد اللطیف مدرس قرآن شریف ۱۲ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

محمود الاقران نعمان الزمان دامت برکاتہم السلام علیکم وعلیٰ من لدیکم، متولی وقف کو مالِ وقف بطورِ قرض اپنے تصرف میں لانا یا کسی مسلمان کو قرض دینا روا یا ناروا؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

متولی کو روا نہیں کہ مالِ وقف کسی کو قرض یا بطورِ قرض اپنے تصرف میں لائے۔ وھو تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۷۹ تا ۳۸۱ از شہر آگرہ محلہ کھڑکی مسئولہ محمود حسن صاحب امام جامع مسجد سابق یکم شعبان ۱۳۳۴ھ

(۱) ایک شخص خانقاہ کی سجادگی حاصل کرکے اپنے بھائی کو ہبہ مشاع اس شرط پر کرے کہ موہوب لہ سجادہ نشین رہے اور واہب مسند نشین اور آمد ہر قسم سرکاری و نذر و فتوح وغیرہ سب بالتنصیف تقسیم رہے اور یہ سلسلہ نسلاً بعد نسل چلا جائیگا مگر اس موہوب لہ سجادہ نشین کی اولاد اصل واہب کی اولاد کی منع مسند نشینی کے ساتھ نذر و فتوح وغیرہ کو بالتنصیف نہیں دیتی ہے کیا ایسی حالت میں

Marfat.com

واہب موہوب لہ سے شئے موہوب واپس لے سکتا ہے؟

(۲) جو اس سجادگی حاصلہ موہوبہ و مسند نشینی سے پہلے تھے ان کے حقوق وغیرہ معافیات بدستور قائم رہے اس میں کچھ رقم متعلق مرمت خانقاہ رہی موہوب لہ سجادہ نشین نے اُن سوابق کو خانقاہ میں آنے اور خدمت کرنے سے منع کرادیا یا کردیا یا ایسے اسباب ڈالے جس سے مجبورًا ممنوع ہوئے اور مرمت وغیرہ بھی ان کی جانب سے نہ ہونے دی اور نہ کرنے دی اب سوابق مستحقین کے اولاد سے وہ رقم مرمت جو پاتے رہے ہیں اولاد سجادہ نشین (موہوب لہ) لینا چاہتی ہے، کیا لے سکتی ہے یا نہیں؟ باوجودیکہ وُہ لوگ اپنی ذات سے خدمت اور مرمت کرنا چاہتے ہیں۔

(۳) بعد نظر ڈالنے ہر دو قلم یہ بھی دریافت طلب ہے کہ شرعًا اس خانقاہ کا اصل راس یا مکھیا کس کو سمجھا جائے اور کون ہے اولاد سوابق مستحقین موہوب لہ کی اولاد، مسند نشین اصل واہب کی اولاد؟

الجواب

نذر و فتوح جو جسے دے اس کی ملک ہیں واہب ہو یا موہوب لہ یا ان میں کسی کی اولاد، سجادہ نشین یا کسے باشد۔ رہا معاہدۂ تنصیف وہ ایک وعدہ ہے جس کی وفا پر اصل وعدہ کنندہ بھی حکمًا مجبور نہ کیا جاتا نہ کہ اس کی اولاد۔ فقد نصوا علی انہ لاجبر علی الوفاء بالوعد[1] (مشائخ نے اس پر نص کی ہے وفاءِ عہد پر جبر نہیں کیا جاتا۔ ت) مگر یہاں ایک دقیقہ ہے کہ آگے ظاہر ہوگا بیان سائل سے معلوم ہُوا کہ شئے موہوب ملکِ واہب نہ تھی بلکہ جائداد وقف خانقاہ تھی اور سجادہ نشین حسب دستور اس کا متولی، اس نے اپنے بھائی کو یہ نصف ہبہ کیا۔ ظاہر ہے کہ یہ ہبہ باطل محض ہُوا کہ جائداد موقوف اس کی ملک نہ تھی جسے ہبہ کرسکتا اور حقِ تولیت قابلِ ہبہ نہیں، متولی اپنی صحت میں دوسرے کو قائم مقام نہیں کرسکتا مگر اس حالت میں کہ جہت واقف سے اسے اس کا اختیارِ عام دیا گیا ہو۔ درمختار میں ہے،

اراد المتولی اقامۃ غیرہ مقامہ فی صحتہ، ان کان التفویض لہ بالشرط عاما صح والالا۔[2]

متولی نے اپنی زندگی میں حالتِ صحت میں کسی کو اپنا قائمقام بنانے کا ارادہ کیا، اگر واقف کی طرف سے شرط کے سبب سے عام تفویض کا حق حاصل ہے تو صحیح ہے ورنہ نہیں (ت)

تو اگر واہب کے لئے اختیار حسبِ شرط واقف یا تعامل قدیم کی دلیل شرط واقف سے حاصل نہ تھا تو اس کا

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الاجارہ الباب السابع فی الاجارۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۴۲۷

[2] درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۹

Marfat.com

اپنے بھائی کو سجادہ نشین کرنا باطل محض ہُوا بلکہ وہی واہب بدستور سجادہ نشین رہا،

فانه جعله مستقلا لا وکیلا عنه حتی یجوز ولا ینعزل بعزل نفسه الا عند قاضی الشرع ولا قاضی ثمه۔

اس لئے کہ اس نے اسے مستقل کیا ہے نہ کہ وکیل حتی کہ جائز ہوتا اور خود کو معزول کر لینے سے معزول نہیں ہوتا مگر اس وقت جبکہ قاضی شرع کے پاس ایسا کرے اور یہاں قاضی شرع موجود نہیں (ت)

اس صورت میں جو نذور وفتوح موہوب لہ کو دی جائیں اگر دینے والے خود اس کی ذات کو دیتے وُہ اس کی ملک تھیں اور اگر نذر سجادہ بحیثیت سجادہ نشینی دیتے تو اس کو ان کا لینا جائز نہ تھا کہ وہ واقع میں سجادہ نشیں نہ ہوا،

ومن اعطی احدا بظن وصف ولم یکن فیه لم یحل له اخذه[1] کما حققه فی احیاء العلوم وغیره۔

اگر کوئی شخص کسی شخص میں کوئی وصف گمان کرکے عطیہ دے اور وہ وصف موہوب لہ میں نہ ہو تو اس کو یہ عطیہ لینا جائز نہیں، جیسا کہ احیاء العلوم وغیرہ میں اس کی تحقیق کی گئی ہے (ت)

اس صورت میں واپس لینے کے کوئی معنی نہیں کہ وُہ دینا ہی صحیح نہ ہوا واپسی تو دینے کے بعد ہے۔ ہاں اگر واہب کو حسب شرط واقف اس کا اختیار بھی تھا تو بھائی کی شرکت صحیح ہوگئی اور واپسی کا اختیار نہیں مگر یہ کہ واقف نے یہ اختیار بھی دیا ہو۔ درمختار میں ہے،

ان کان التفویض له عاما صح ولا یملک عزله الا اذا کان الواقف جعل له التفویض والعزل[2]

اگر اس کو تفویض عام حاصل ہے تو صحیح ہے اور وہ اس کو معزول نہیں کرسکتا سوائے اس کے کہ واقف نے اس متولی کو تفویض وعزل دونوں کا اختیار دیا ہو (ت)

(۲) جو بحکم واقف یا حسب عملدرآمد قدیم اوقاف میں کوئی حق شرعی رکھتے تھے وہ بلاوجہ شرعی کسی کے ممنوع کئے ممنوع نہیں ہوسکتے۔ بحرالرائق وردالمحتار میں ہے،

استفید من عدم صحة عزل الناظر

متولی وقف کو بلاجرم معزول کرنے کی عدم صحت

[1] احیاء العلوم کتاب الزہد والفقر ۴/ ۲۰۸، کتاب الحلال والحرام ۲/ ۱۵۴، کتاب اسرار الزکوٰۃ ۱/ ۲۲۳ (مطبعۃ المشہد الحسینی القاہرہ مصر)

[2] درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۹

Marfat.com

بلاجنحة عدمها صاحب وظیفة فی وقف بغیر جنحة وعدم اهلیة[1] سے معلوم ہوا کہ وقف میں کسی صاحبِ وظیفہ کو جرم اور عدم اہلیت کے بغیر معزول کرنا صحیح نہیں۔ (ت)

(۳) مستحقین اپنے اپنے حقوق لینے تک کے مختار ہوتے ہیں اصل وارث وہی متولی او قاف ہے جس کا بیان جواب سوالِ اوّل میں گزرا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۸: مرسلہ نقی احمد صاحب قصبہ سندیلہ ضلع ہردوئی محلہ اشراف ۱۹ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل میں:

(۱) زید منتظم وبانیِ جائداد انجمن اسلامیہ جو کہ منجانب گروہ اسلام قائم ہوئی تھی تھا اور عمرو امین جائداد کا تھا۔

(۲) بکر وغیرہ جو کہ متولی گروہِ اسلام تھے پانچ سال کے حساب فہمی کا دعوٰی زید منتظم وعمرو امین پر کیا اور کاغذات طلب کئے۔

(۳) ہر دو مدعا علیہم نے جواب دیا کہ تم مستحق حساب فہمی نہیں ہو کیونکہ کل جائداد میرے اہتمام وکوشش سے حاصل ہوئی۔

(۴) عدالت سے کاغذات طلب ہوئے عمرو امین روپوش ہوگیا اور کاغذات نہیں دئے عدالت نے بہ ثبوت یک طرفہ مدعا علیہم پر ڈگری کردی۔

(۵) بعد ڈگری اس ڈگری کی بابت ثالثی ہوئی جس میں زر ڈگری چوتھائی قائم رہا اور زید منتظم نے بوجہ روپوش ہونے عمرو کے کل روپیہ مطابق فیصلہ ثالثی ادا کردیا۔

(۶) اب زید منتظم وعمرو امین کا انتقال ہوگیا اور جو کاغذات امین کے قبضہ میں تھے وہ برآمد ہوئے ان کاغذات کی رُو سے بمقابلہ اداشدہ رقم کے بہت کم روپیہ مطالبہ مدعیان کا ذمہ منتظم وامین برآمد ہوتا ہے۔

آیا شرعًا بروئے کاغذات بقدر مطالبہ ذمہ منتظم وامین نکلے تو رقم اداشدہ کے بعد جس قدر باقی رہے ان کے ورثہ سے جب کہ جائداد چھوڑی ہو مدعیان رقم پانے کے شرعًا مستحق ہیں یا نہیں؟ اور اسی طرح اگر منتظم نے زائد روپیہ داخل کیا ہو تو شرعًا واپس پانے کا حق ورثاءِ منتظم کو ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جس قدر مطالبہ واجبی ثابت ہو اگر اس سے کم ادا ہوتا ہے باقی ان کے ترکہ سے لیا جائے گا اور اگر اول سے زیادہ لے لیا گیا ہے تو جتنا زیادہ ہو انھیں واپس دینا واجب ہے۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۸۶

Marfat.com

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی الید ما اخذت حتی تردھا[1]، وقال تعالٰی ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل و تدلوا بھا الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس[2]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ہاتھ پر وہ چیز واجب ہے جو اس نے لی، یہاں تک کہ وہ اس کو ادا کردے۔ اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا کہ آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر مت کھاؤ اور نہ ان کا مقدمہ حاکموں کے پاس اس لئے لے جاؤ کہ لوگوں کا کچھ مال ناحق کھالو۔ (ت)

عقود الدریہ میں ہے:

من دفع شیئا ظانا انہ علیہ کان لہ ان یستردہ[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کسی شخص نے دوسرے کو کوئی شَے دی یہ گمان کرتے ہُوئے کہ اس کو یہ شَے دینا مجھ پر لازم ہے تو اسے واپس لینے کا اختیار ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۳۸۳ مرسلہ حکیم محمد حیات خاں صاحب آگرہ کوچہ حکیماں حیات منزل ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ منجملہ پانچ متولیان اوقاف کے جو بحیثیت ایک انجمن کے کثرت رائے پر کام کرتے ہوں اگرچہ ایک علانیہ سُود کھاتے ہوں اور خلاف منشاءِ واقف خرچ کئے جانے پر مُصر ہوں اس قابل ہیں کہ عندالشرع متولی رہ سکیں۔ متذکرہ بالا متولی صاحب کا جو علانیہ سود کھاتے ہیں یہ فعل کہ مسجد جامع وغیرہ میں جو ان کے زیرِ نگرانی ہیں حسبِ موقع اپنے خرچہ سے عام مسلمانوں کو برف وغیرہ پلواتے ہیں آیا عندالشرع اس قابل ہے کہ دیگر متولیان اسے روکیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں وُہ شخص ہرگز متولی رہنے کے قابل نہیں اور اس کا معزول کرنا واجب۔ درمختار میں ہے:

---

[1] جامع الترمذی ابواب البیوع باب ماجاء ان العاریۃ مؤداۃ امین کمپنی دہلی ۱/۱۵۲

[2] القرآن الکریم ۲/۱۸۸

[3] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ کتاب الشرکۃ ۱/۹۱ وکتاب الوقف ۱/۲۲۷، ۲۲۹، وکتاب المداینات ۲/۲۴۹ ارگ بازار قندھار افغانستان

Marfat.com

ینزع وجوبا لوالواقف درر فغیرہ بالاولیٰ غیر مامون[1] اس کو وجوبًا وقف سے نکال دیا جائے گا اگرچہ وہ خود واقف ہی ہو (درر) جبکہ وہ امین نہ ہو تو غیر واقف اگر خائن ہو تو بدرجہ اولیٰ اس کو نکال دینا واجب ہوگا۔ (ت)

اپنے خرچ سے مسلمانوں کو برف پلانا کوئی امر معیوب نہیں بلکہ نیت حسن ہو تو مستحسن ہے مگر وقف کی آمدنی سے حرام ہے جبکہ شرائط وقف کے تحت میں داخل نہ ہو اور مسجد میں بہ مجمع نہ ہونا چاہئے کہ غل شور کا بھی احتمال ہے اور مسجد میں غیر معتکف کو کھانا پینا بھی نہ چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۸۴ از موضع درو ضلع نینی تال تحصیل کچھا مسئولہ ثروت یار خاں صاحب ۲۶ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایک جائداد وقف کے متولی واحد کے انتقال پر تین متولیان بموجب شرط دستاویز وقف پیدا ہوئیں اور دیگر جائداد میں چھ وارث قائم ہوئے مقدمہ داخل خارج وقف پر منجملہ چھ وارثوں کے دو وارثوں نے جائداد وقف کو متروکہ قرار دیا اور وقف کے خلاف کوشش کی اور منجملہ انھیں چھ وارثوں کے تین وارث جائداد وقف کے متولیان میں سے دو متولیان نے وقف قائم رکھنے کی کوشش کی اور وہ کامیاب ہوئے ایک متولی خاموش رہا جن وارثوں نے کوشش خلاف وقف متروکہ قائم ہونے کے لئے کی تھی وہ دونوں حقیقی بھائی تھے اور ایک بھائی کے لڑکے کی وہ متولیہ جو کہ خاموش رہی وقت داخل خارج وقف مذکور منکوحہ تھی جس سے یہ اندیشہ دو متولیان اور مسلمانان کو تھا اور ہے کہ اگر جائداد وقف متروکہ قرار پائی گئی تو متولیہ خاموش کو یہ نفع ذاتی پہنچے کہ اس کے دونوں خسر جو وارث ہیں حصہ دار جائداد وقف میں بن جائیں اور وقف کو نقصان پہنچے کہ اس وجہ سے آئندہ بھی نقصان کا خیال ہے اب دوسرا مقدمہ واسطے نمبرداری برائے تعمیل شرائط وقف چل رہا ہے تو ایسی صورت میں جو کہ اوپر ظاہر کی گئی ہے کون متولیہ نمبردار مقرر ہونے کے لائق ہے اور کون تولیت سے خارج ہونے کے قابل ہے اور وہ شخص جو خاموش متولیہ کی طرف سے سربراہ کار مقرر ہونا چاہتا ہے جو خسر اس کا ہے اور وقف کے خلاف متروکہ قائم ہونے کی کوشش کر چکا ہے سربراہ کار مقرر ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

جو خلاف وقف کوشش کر چکا وہ ہرگز سربراہ کار نہیں کیا جا سکتا یہاں تک کہ اگر خود متولی یا خود واقف ایسا کرتا واجب تھا کہ فورًا نکال دیا جاتا۔ درمختار میں ہے:

---

[1] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۳

Marfat.com

ینزع وجوبا لوالواقف فغیرہ باولیٰ غیر مامون[1]

متولی وقف اگر امین نہ ہو تو اس کو ولایت سے نکال دینا واجب ہے اگرچہ وہ خود واقف ہو، اگر متولی غیر واقف ہے تو بدرجہ اولیٰ نکالنا واجب ہے (ت)

ایک متولیہ کا خاموش رہنا اگر ثابت ہو کہ اس نیت فاسدہ سے تھا تو اس کا اخراج بھی واجب ہے، ہاں اگر بوجہ مجبوری ساکت رہی تو حرج نہیں، نمبرداری شرعی مسئلہ نہیں، ہاں جائز متولیوں سے باہر کوئی شخص نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۸۵ تا ۳۸۸: از جبلپور اومتی کا پل مرسلہ محمد نمیر خاں ۷ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

(۱) زید نے اپنی زمین مسجد کے لئے وقف کردی اور کچھ پتھر بھی برائے تعمیر مسجد دئے، زمین اور پتھروں کی قیمت تقریباً ۱۵۰؍ ہوں گے اور عمرو نے اپنی ذات خاص سے بالکل مسجد باقاعدہ اور ایک حجرہ بھی تیار کرکے دونوں کو وقف کردیا جس میں غالباً پانچ ہزار روپیہ صرف ہوا ہوگا بعدہٗ زید کے کہنے سے عمرو نے زید کے نام سے واسطے نگرانی مسجد ایک کاغذ رجسٹری شدہ تحریر کردیا اور مسجد تیار ہوئے بارہ برس ہوئے جب سے ہر طرح کے خرچ کا کفیل مثل چراغ تنخواہ امام و مؤذن و رمضان شریف میں حافظ کی خدمت و تقسیم شیرینی اور بھی درمیان میں مسجد کے متعلق جو ضرورت ہوا کرتی ہے عمرو صرف اپنی ذات سے صرف کرتا ہے اور عمرو نہایت خلیق پابند صوم و صلوٰۃ باخدا شخص ہے اور عمرو زید کے افعال سے واقف نہ تھا کیونکہ زید بڑا فتنہ انگیز، حاسد، غیبت کنندہ، جماعت میں تفرقہ ڈالنے والا اور مسجد پر اپنی حکومت جتانے والا، ایک نہ ایک شرارت پیدا کرنے والا ہے، اس صورت میں متولی کس کو شرع شریف قرار دیتی ہے اور وہ رجسٹری زید کی بموجب شرع شریف کارآمد ہے حالانکہ اہل محلہ اور اہل جماعت عمرو کا متولی ہونا پسند کرتی ہیں؟

(۲) صرف زید کے حکم سے پیش امام و مؤذن مقرر ہوسکتے ہیں یا برخاست ہوسکتے ہیں یا کل اہل جماعت کی رائے سے؟

(۳) پیش امام کے موجود ہوتے ہوئے زید شرارتاً امامت کرتا ہے زید کے پیچھے نماز درست ہوسکتی ہے؟

(۴) زید کی امامت درست ہے یا نمازی اپنی اپنی نماز بوجہ کراہت دُہرا لیا کریں؟

---

[1] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۳

Marfat.com

الجواب

(۱) اگر یہ امر واقعی ہے کہ زید فتنہ گر، شریر، مفرق جماعت ہے تو وہ ہرگز تولیتِ مسجد کے قابل نہیں، اس کا معزول کرنا واجب ہے۔ درمختار میں ہے:

ینزع وجوبا لو الواقف غیر مامون[1] خائن متولی کو ولایت وقف سے نکال دینا واجب ہے اگرچہ وہ خود واقف ہو۔ (ت)

(۲) مؤذن و امام جس کے مقرر کئے شرعاً ان منصبوں کے لئے زیادہ لائق ہوں انھیں کو ترجیح ہوگی اور اگر یکساں ہوں تو زید کے مقرر کردہ مرجح ہیں کہ اصل مسجد یعنی زمین اسی کی وقف ہے، درمختار میں ہے:

البانی للمسجد اولی من القوم بنصب الامام والمؤذن فی المختار الا اذا عین القوم اصلح ممن عینه البانی[2] مسجد کا بانی مسجد کے امام و مؤذن کی تقرری میں باقی لوگوں کی بنسبت اولٰی ہے یہی قول مختار ہے مگر جب قوم کا مقرر کیا ہوا امام یا مؤذن بانی کے مقرر کئے ہوئے سے افضل اور زیادہ صلاحیت کا حامل ہو تو وہی بہتر ہے۔ (ت)

مگر جب کہ مؤذن و امام تنخواہ دار ہیں اور تنخواہ انھیں عمرو دیتا ہے تو استحقاقِ تنخواہ اسی کو ہوگا جسے عمرو مقرر کرے، اس پر لازم ہے کہ اسے پسند کرے جو شرعاً زیادہ مناسب ہو اور تنخواہ دار کی برخاستگی بھی عمرو کی رائے پر ہوگی لانه هو المستاجر فلیس لثالث فسخها (کیونکہ وہی کرایہ پر لینے والا ہے تو تیسرے شخص کو فسخ اجارہ کا حق نہیں۔ ت)

(۳ و ۴) اگر زید سے علانیہ فسق ثابت ہو تو اس کی امامت اور اس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی ہے کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ تبیین الحقائق میں ہے:

فی تقدیمه تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعاً[3] فاسق کو امامت کے لئے مقدم کرنے میں اس کی تعظیم ہے جبکہ شرعاً مسلمانوں پر فاسقوں کی توہین واجب ہے (ت)

اور اگر زید میں کوئی وجہ مانعِ امامت نہیں مگر امام مقرر کردہ اس سے افضل و اولٰی ہے اور اس وجہ سے

---

[1] درمختار | کتاب الوقف | مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۳

[2] " " ۱/۳۹۰

[3] تبیین الحقائق | کتاب الصلوٰۃ | باب الامامۃ | المطبعۃ الکبری الامیریہ بولاق مصر ۱/۱۳۴

Marfat.com

اہلِ جماعت امام کے ہوتے زید کی امامت مکروہ وناپسند رکھتے ہیں تو زید کو جائز نہیں کہ امامت کے لئے تقدم کرے لانہ ممن ام قوما وھم لہ کارھون[1] (کیونکہ وہ ان لوگوں میں سے ہے جس نے کسی قوم کی امامت کی حالانکہ وہ اس کی امامت کو ناپسند جانتے ہیں۔ ت) مگر اس صورت میں نماز میں خلل نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۸۹: از گنگا جھدی ڈاکخانہ دونی واڑہ تحصیل گوندیا ضلع بھنڈارہ ملک متوسط مرسلہ محمد اسمٰعیل خان ۲۵ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

متولیِ مسجد نے مسجد کے پیسہ میں خیانت کی ایسے شخص کو متولی رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ یا متولی نے جھوٹی شہادت دی تو تولیت اسے دینا جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب

جس نے جھوٹی شہادت کہی اس میں تو بہت احتمال ہیں کہ واقعی جھوٹی نہ ہو لوگ اسے جھوٹی سمجھیں یا واقع میں جھوٹی ہو مگر شہادت دینے والے نے اپنے نزدیک سچی سمجھ کر دی ہو یا کسی مصلحتِ اعظم کے لئے کوئی پہلو دار بات کہی ہو یا راستی فتنہ انگیز سے بچنے کے لئے مرتکب ہوا ہو یا اس شہادت سے اسے حمایتِ وقف مقصود ہو اسی طرح بہت احتمال نکل سکتے ہیں جن کے باعث وہ معزولیِ متولی کا سبب نہ ہوگی مگر پہلی بات بالکل صاف ہے جب اس نے مالِ وقف میں خیانت کی اس کا معزول کرنا واجب۔ درمختار میں ہے:

ینزع وجوبا لو الواقف درر فغیرہ بالاولی بزازیۃ غیر مامون[2] واللہ تعالٰی اعلم۔	متولی اگر امین نہ ہو تو اس کو ولایتِ وقف سے نکال دینا واجب ہے اگرچہ وہ خود واقف ہو (درر) لہٰذا غیر واقف کو بدرجہ اولٰی نکال دینا واجب ہوگا (بزازیہ) واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۹۰: اجمیر شریف محلہ خادمان چاہ ارٹھ مرسلہ سید امتیاز علی صاحب ۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

ایک شخص مسمی سید امیر علی متولیِ درگاہ تھا اور اس کی چار بیبیاں منکوحہ تھیں اول زوجہ اس کے چچا کی دختر تھی اور دوسری پٹھانی اور تیسری کاشتکار قوم چیتیہ کی لڑکی چھوٹی قوم سے تھی، اول زوجہ سے ایک دختر اور دوسری سے ایک پسر مسمی شریف حسین اور تیسری سے دو دختران اور متولی مذکور کے ایک برادر علاتی پٹھانی بیوی سے ہیں جب کہ متولی مذکور الصدر نے انتقال کیا تو اولاد مندرجہ و برادر علاتی کو چھوڑا اب برادر علاتی

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۲۱۷۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۲۸۲

[2] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۳

Marfat.com

مسمی نثار احمد بمقابلہ پسر مسمی شریف حسین کے دعویدار ہے کہ میں عہدۂ تولیت کا مستحق ہوں، اب شرعاً لڑکا ہونا چاہیے یا برادر؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر مال کی کوئی وراثت ہو تو بیٹے کے آگے بھائی محروم ہے مگر وقف کی تولیت کوئی ترکہ نہیں، اس میں شرائط واقف پھر عملدرآمد سابق پھر صوابدید مسلمانان پر نظر ہوگی ان کے اعتبار سے جسے ترجیح ہوگی وہی متولی ہوگا بیٹا ہو یا بھائی یا غیر۔ ردالمحتار میں ہے:

(من جهلهم) قولهم خبز الاب لابنه[1]

ان کی جہالت کی بنا پر ہے ان کا یہ قول کہ باپ کی روٹی بیٹے کی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۹۱ تا ۳۹۸ ازاودے پور میواڑ راجپوتانہ دہلی دروازہ مرسلہ سید ضامن علی صاحب ۸ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

(۱) ایک شہر میں مسلمانوں نے باتفاق باہمی قومی سرمایہ سے ایک مدرسہ موسومہ مدرسہ حنفیہ تعلیم دینیات جاری کیا اور اس پر انجمن اسلام کی نگرانی قائم کی گئی اور زید کو معمولی اختیاروں کے ساتھ بہ نفاذ ایک دستور العمل مہتمم مدرسہ مقرر کیا۔

(۲) زید نے بظاہر بصلۂ حسن کارگزاری تیسرے سال مربیت اور پانچویں سال متولیت کا ادعا حاصل کیا۔

(۳) چھٹے سال بلا استصواب قوم مدرسہ حنفیہ کو مدرسہ نظامیہ سے وابستہ کرکے روداد سالانہ میں بجائے حنفیہ کے نظامیہ لکھنا شروع کیا تاکہ زید کے تعلقات خاندان نظامیہ سے مدرسہ مخصوص سمجھا جائے۔

(۴) اسکے بعد زید نے دستور العمل نظام مدرسہ کی پابندی سے انحراف کرنا شروع کیا اور ارباب انجمن کو یکے بعد دیگرے ممبرانہ حیثیت سے گرانا شروع کیا۔

(۵) نویں دسویں سال اسی قوم کے جذبات مذہبی کو بذریعہ تحریر صدمہ پہنچانے لگا یعنی کھلے لفظوں میں یہ لکھ کر اطراف ہندوستان میں شائع کردیا کہ فلاں شہر کے مسلمان کلمہ کی جگہ بتوں کا نام لیتے ہیں سجدہ کی جگہ دھوک دیتے ہیں، روزہ نماز کے وہ پابند نہیں ہیں، نہ ان لوگوں کو خوفِ خدا و رسول ہے، یہ مذہب سے سراسر آزاد ہیں، میں نے اُن کے لئے اسلام کی بنیاد کا پتھر رکھا ہے حالانکہ یہ بہتانِ عظیم ہے اور واقعات سراسر اس کے خلاف ہیں۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۸۵

Marfat.com

(۶) گیارھویں سال کی روداد میں حسبِ معمول زید نے لفظ انجمن نہیں لکھا تاکہ بادی النظر میں مدرسہ انجمن کی نگرانی میں نہ سمجھا جائے۔

(۷) تعلیم وتربیت کے اعتبار سے مدرسہ نے کچھ بھی ترقی نہ کی۔

(۸) حالات صدر کو محسوس کرکے جب قوم نے چند اشخاص کو کاروبارِ مدرسہ میں شریک کرنا چاہا تو زید نے انکار کردیا اور خدمت مہتممی سے علیحدہ کردئے جانے کے بعد زید نے کچہری میں مدرسہ پر قبضہ دلاپانے کا دعوٰی کیا لہٰذا واقعات اور حالاتِ حاضرہ کی رُو سے زید کی نیت سے یہ ثابت ہوچکا کہ جو کچھ وہ کرتا رہا قومی نقطۂ نظر کے خلاف کرتا رہا اس کو ترقی تعلیم وخدمتِ اسلام مدنظر نہ تھی بلکہ اس کو اس پردہ میں اپنی نام آوری اور مفاد ذاتی منظور تھا، پس زید کی نسبت شریعتِ حقہ میں کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر یہ بیان واقعی ہے تو زید حقوق اللہ وحقوق العباد دونوں میں گرفتار، اور شریعت مطہرہ کے نزدیک سخت سزا کا سزاوار ہے کہ اس نے مسلمانوں پر اتہام رکھے اور ان کو دینی حیثیت سے بدنام کیا اور مدرسہ وقفی کو اپنی ذاتی اغراض کا ذریعہ بنانا چاہا وہ جب ایک دستور العمل کی پابندی سے مشروط کرکے متہمم کیا گیا تھا اور اس نے بلاوجہ شرعی اس کی پابندی نہ کی مہتممی سے خارج ہوگیا اذا فات الشرط فات المشروط (جب شرط فوت ہوئی تو مشروط فوت ہوگیا۔ ت) اور اب کہ اسے اس بارے میں اتنی طمع ہے کہ کچہری میں نالشی ہوکر مدرسہ پر قبضہ کرنا چاہا تو ہرگز اس قابل نہیں کہ مدرسہ میں اس کو دخل دیا جائے، درمختار وغیرہ کتب معتبرہ میں ہے: طالب التولیۃ لایولی[1] (تولیت کے طلبگار کو متولی نہیں بنایا جائے گا۔ ت) رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا لن نستعمل علی عملنا من اس ادہ[2]، رواہ الائمۃ احمد والبخاری وابوداؤد والنسائی عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

بیشک ہم ہرگز اپنے معاملات کا عامل اس کو نہیں بناتے جو اس کی خواہش رکھتا ہو۔ (اس کو امام احمد، بخاری، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۹

[2] صحیح البخاری کتاب الاجارۃ باب استیجار الرجل الصالح قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۰۱

Marfat.com

مسئلہ ۳۹۹ از جوناگڑھ محلہ کتبانہ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ محمد حسین ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ
جو شخص تقدیر اور وسیلہ پکڑنے کے خلاف ہو ایسا آزاد شخص حنفیوں کے مدرسہ کا خیر خواہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

تقدیر کا منکر رافضی معتزلی گمراہ ہے اور محبوبانِ خدا سے توسّل کا منکر نجدی وہابی بدراہ ہے جو شخص ایسا ہو اس سے مدرسہ اہلسنت کی خیر خواہی کی کیا امید ہوسکتی ہے، نہ اسے مدرسہ پر کسی قسم کا اختیار دیا جائے، امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے زمانہ خیر میں کہ اسلام کا آفتاب نصف النہار پر تھا اور کفار ہر طرح ذلیل وخوار، ایک نصرانی کو کہ حساب وسیاق میں طاق تھا اور صوبہ یمن میں ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ اسے محرری پر نوکر رکھنا چاہتے تھے امیر المومنین سے اجازت چاہی منع فرمایا انھوں نے پھر عرضی بھیجی، اس پر تحریر فرمایا: مات النصرانی، والسلام[۱] (نصرانی ہلاک ہوا، والسلام۔) غرض کسی طرح اجازت نہ فرمائی، تو اس وقت ضعف اسلام میں کسی مخالف عقیدہ کو اختیار دینا کس درجہ مضر ہے کہ بوجہ کلمہ گوئی کافروں سے اس کا ضرر زائد ہوگا پھر اس زمانہ میں ان کی مغلوبی تھی اور اب مطلق العنانی۔ اور وہ ایک محرری کی خدمت تھی اور یہ افسری، جب وہ اُس وقت میں قبول نہ فرمائی تو یہ اس وقت میں کیونکر مقبول ہوسکتی ہے، حدیث میں ہے:

من استعمل علی عشرۃ من فیھم ارضی للہ تعالٰی منہ فقد خان اللہ ورسولہ والمؤمنین[۲] جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جس نے دس شخصوں پر کسی ایسے کو افسر کیا کہ نظرِ شرع میں اس سے زیادہ پسندیدہ کوئی دوسرا موجود تھا تو اس نے اللہ ورسول اور مسلمانوں سب کی خیانت کی جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۰۰ تا ۴۰۲ از بمبئی محلہ شیخ بھائی بلڈنگ کھانڈ بازار جوناکولی مرسلہ یوسف عبدالرحمٰن مروھی ۲۱ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ
(۱) متولی مسجد کو یہ حق حاصل ہے کہ امام مسجد کو بغیر کسی عذر شرعی کے خارج کردے۔

---

[۱] لباب التاویل فی معانی التنزیل (تفسیر الخازن) تحت آیۃ ۵/ ۵۱ مصطفی البابی مصر ۲/ ۶۳-۶۲

[۲] کنز العمال بحوالہ ع عن حذیفۃ رضی اللہ عنہ حدیث ۱۴۶۵۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۱۹
المستدرک للحاکم کتاب الاحکام الامامۃ امانۃ دار الفکر بیروت ۴/ ۹۳-۹۲

Marfat.com

(۲) امام مسجد نوکر مانا جائیگا یا سردارِ قوم؟ اور اس کو نمازیوں کی تابعداری کرنا چاہئے، یا نمازی اس کی تابعداری کریں، مثلاً اوقاتِ صوم وصلوٰۃ سے بخوبی واقف ہے وہ برابر لوگوں کو وقت پر افطار کراتا ہو اور امساک کا حکم کرتا ہو اور نمازوں میں بہت احتیاط اوقات میں کرتا ہو تو قوم اس کو کہے کہ ہم کو فلاں وقت جماعت ملنا چاہئے فلاں وقت اذان ہونا چاہئے اس میں امام کیا ان کی اطاعت کرے یا موافق مسائل شرعی کاربند رہے۔

(۳) نصاریٰ کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنی طرف سے مسجد کے متولی بنائے اور ان کو قوانین کا پابند کرے اگرچہ وہ قوانین خلافِ مذہب اہلسنت وجماعت واحناف ہوں۔

(۴) اگر نصاریٰ کا مقرر کردہ متولی اپنی نفسانیت سے امام کو اپنا نوکر قرار دے کر نکلوانا چاہے اور قوم اس کی مخالفت کرے اور مقدمہ کرے اس مقدمہ میں وہ متولی یہ کہے کہ میں مسائل شرعیہ کو مانتا ہوں میں قانون سے اس کو نکلواتا ہوں وہ میرا نوکر ہے یہ جملہ کہ "میں مسائل شرعیہ کو نہیں مانتا" اس وقت کہے جب کہ اس کو مسئلہ بتلایا جائے کہ امام مسجد نوکر نہیں ہے یہ نائبِ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ہے اور بغیر کسی عذر شرعی کے نہیں جدا ہوسکتا تو اس کے مقابلہ میں یہ لفظ کہے ایسا متولی قابل ہے متولی بننے کے؟

الجواب

(۱) بغیر عذر شرعی کے امام کو خارج کرنا متولی وغیرہ کسی کو حق نہیں۔ درمختار میں ہے:

لایجوز عزل صاحب وظیفۃ بغیر جنحۃ[1]۔ کسی صاحبِ وظیفہ کو بغیر جرم کے معزول کرنا جائز نہیں (ت)

(۲) امام اگر کسی قوم کا تنخواہ دار ہے تو وہ ان کا نوکر ضرور ہے مگر نہ خدمت گار بلکہ مخدوم جیسے علماء وقضاۃ وسلاطین کہ بیت المال سے وظیفہ پاتے ہیں مگر وہ رعایا کے خدمت گار نہیں ہوسکتے۔ حدیث میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اجعلوا ائمتکم خیارکم فانھم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم[2]۔ اپنے افضلوں کو اپنا امام بناؤ کہ وہ تم میں اور تمہارے رب میں واسطہ عرضداشت ہیں۔

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الوقف دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۵۱
ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۸۶ و ۴۱۹
[2] سنن الدارقطنی باب تخفیف القراءۃ لحاجۃ نشرالسنۃ ملتان ۲/۸۸

Marfat.com

ہاں بایں معنی امام و علماء و قضاۃ و سلاطین سب خادم ہوسکتے ہیں کہ سید القوم خادمھم[1] قوم کا سرداران کا خادم ہوتا ہے یعنی اسے قوم کے آرام و تربیت کی ہر وقت ایسی فکر چاہئے جیسے خادم کو مخدوم کے کام کی۔ امام جب کہ اوقات کا عالم ہے تو امساک و افطار میں اس کے حکم کا اتباع لازم ہے، رہی نماز اس کے اوقات میں امام پر تکثیر جماعت کی رعایت لازم ہے جہاں تک کراہت لازم نہ آئے وہ وقت مقرر کرے جس میں اس کے اہل مسجد زیادہ جمع ہوسکیں، خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب ملاحظہ فرماتے کہ لوگ جمع ہوگئے نماز میں جلدی فرماتے، ایسا ہی امام کو چاہئے کہ قوم کے واقعی اعذار کا لحاظ رکھے۔ ہاں بعض لوگ بلا وجہ ضد کرتے ہوں تو اس کا اعتبار نہیں۔

(۳) قانون میں یہ بات بھی داخل ہے کہ مذہب میں دست اندازی نہ کی جائے گی لہذا امر مذکور فی الحال متوقع نہیں اور اگر واقع ہو تو اس کی باضابطہ چارہ جوئی کی جائے کہ مساجد کے متولی حسب شرط بانی مقرر ہوں وہ نہ رہا ہو تو اس کی اولاد، ورنہ نمازیانِ مسجد کی صوابدید سے، اور یہ کہ امورِ مسجد میں کسی خلافِ مذہب کو دخل دینے سے معاف رکھا جائے۔

(۴) جو شخص مسائل شرعیہ کے مقابلہ میں کہے کہ وہ مسائل شرعیہ کو نہیں مانتا وہ اسلام سے خارج ہوگیا اور اسے امورِ اسلام میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں رہا اسے تولیت سے جدا کرنا لازم ہے، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۰۴: از دھام پور ضلع بجنور مرسلہ عبدالحفیظ ٹھیکہ دار ۲۱ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

جو شخص سُود لیتا ہے آیا وہ متولی جائداد موقوفہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور کسی کو حساب نہ دیتا ہو اور خرچ ضروری مسجد بھی نہ کرتا ہو۔

الجواب

جب ضروری خرچ مسجد کے نہیں کرتا اور مسجد کی آمدنی کافی ہو اور اس کے سُود کھانے سے ظاہر کہ وُہ حلال و حرام کی پرواہ نہیں کرتا، تو ظاہر حال یہی ہے کہ وُہ تغلب کرتا ہے تو اس پر اطمینان نہ ہوا، اور جس متولی پر اطمینان نہ ہو اس کا اخراج واجب ہے۔ درمختار میں ہے:

ینزع وجوبا لوالواقف بزازیۃ فغیرہ بالاولٰی غیر مامون[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

خائن اور غیر امین متولی کو ولایت وقف سے وجوبًا نکال دیا جائیگا اگرچہ متولی واقف ہو، لہذا غیر واقف اگر خائن ہو تو بدرجہ اولٰی نکالنا واجب ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] کنز العمال حدیث ۱۷۵۱۷ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۷۱۰

[2] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی

Marfat.com

مسئلہ ۴۰۵ از پیلی بھیت مرسلہ عبدالعزیز صاحب ۲۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

زید نے کسی جائداد کو اپنی ملکیت سے علیحدہ کرکے وقف کیا اور تاحیات اپنے کو متولی کیا اور بعد اپنے شخص غیر کو تولیت تحریر کردی اور اپنے پسر و نبیرہ کو حقِ تولیت میں شریک نہیں کیا لیکن وقف کنندہ نے یہ وقفی کارروائی حالتِ بیماری و ناتوانی و بدحواسی میں کی ہے بعد صحت اب واقف کہتا ہے کہ میں مضامین وقف نامہ کو نہیں سمجھا اور نہ مجھے سمجھنے کی اس وقت قابلیت تھی وقف کرنا میں نہیں چاہتا ہوں، کیا زید کی وقفی کارروائی از روئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں؟

(۲) زید نے بحالتِ غم و غصہ اپنے پسر کو تولیت سے محروم کرکے غیر شخص کو متولی مقرر کیا اب جب کہ غم و غصہ اس کا فرو ہوا اور اپنے پسر سے رضامند ہوا تو شخص غیر جس کو وہ غصہ میں متولی بنا چکا تھا علیحدہ کرکے اپنے پسر کو کیا متولی مقرر کرسکتا ہے؟

(۳) اگر واقف بدحواسی کی حد کو نہیں پہنچا لیکن سفیہ ضرور ہے تو ایسی کارروائی وقف و تولیت کی جو سفاہت سے ہوئی ہے جائز رہ سکتی ہے یا نہیں؟

(۴) اگر درحقیقت زید کے حواس وقتِ تحریر وقف نامہ درست تھے اور قبل نفاذ وقف نامہ اس کی نیت خراب ہوئی اور وہ وقف نامہ کو منسوخ کرنا چاہتا ہے تو کیا وقف نامہ منسوخ ہوجائے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر یہ وقف صحیح شرعی ہو تو سوالاتِ سائل کا جواب یہ ہے کہ ناتوانی کچھ مانع صحت وقف نہیں نہ بیماری کا کچھ اثر رہا جب کہ سائل لکھتا ہے کہ اس کے بعد تندرست ہوگیا، رہا بدحواسی کا دعوٰی وہ غیر بینۂ عادلہ شاہدان ثقہ شرعی کی شہادت کے مقبول نہیں ہوسکتا ورنہ ہر شخص وقف، بیع، اجارہ، نکاح، طلاق تمام تصرفات کرکے یونہی پھر جائے اور کہہ دے کہ میں اس وقت بدحواس تھا رجسٹری بھی بدحواسی میں ہوئی، ہاں اگر معلوم و معروف ہو کہ اس مرض میں اس کی عقل زائل ہوجاتی ہے، بدحواس و مجنون ہوجاتا ہے، پہلے بھی ایسا واقع ہوچکا ہے اور اب کہے کہ اس بار بھی میری یہی حالت ہوگئی تھی تو اس کا قول حلف کے ساتھ قبول کرلیں گے۔ ردالمحتار میں فتاوٰی خیریہ سے ہے:

سئل فیمن طلق وھو مغتاظ مدھوش فاجاب ان الدھش من اقسام الجنون فلا یقع، واذا کان

سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو اس حال میں طلاق دی جب غضبناک اور بدحواس تھا تو جواب دیا کہ بدحواسی جنون کی قسموں میں سے ہے

Marfat.com

یعتادہ بان عرف منه الدھش مرۃ یصدق بلا برھان[1] (ملخصاً)

لہٰذا طلاق واقع نہ ہوگی اور جب بدحواسی اس کی عادت ہے بایں طور کہ پہلے بھی اس سے یہ بدحواسی دیکھنے میں آچکی ہے اور معروف ہے تو بغیر دلیل حلف کے ساتھ اس کے قول کی تصدیق کردیجائیگی (ملخصاً)۔ (ت)

اسی میں ہے:

وکذا یقال فیمن اختل عقله لمرض او لمصیبة فاجأته[2]۔

اور یہی کہا جائے گا اس شخص کے بارے میں جس کی عقل میں کسی بیماری یا اچانک صدمہ کی وجہ سے خلل واقع ہوگیا ہو (ت)

(۲) یہ دوسرا سوال دوسرا پہلو ہے اور بدحواسی کو دفع کرتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ غصہ میں دوسرے کو متولی کیا تھا یا رضامندی میں بہرحال اسے اس کے معزول کرنے اور اپنے پسر خواہ جس کو چاہے متولی کرنے کا اختیار ہے۔ بحرالرائق میں ہے:

التولیة من الواقف خارجة عن حکم سائر الشرائط لان له فیھا التغییر والتبدیل کلما بداله من غیر شرط فی عقدة الوقف[3]۔

واقف کی تولیت تمام شرائط وقف کے حکم سے خارج ہے کیونکہ واقف کو اس میں جب مناسب سمجھے تبدیلی و ترمیم کا اختیار ہے اگرچہ عقد وقف میں اس کی شرط نہ کی ہو۔ (ت)

(۳) یہ تیسرا پہلو ہے سائل نے سفیہ کہا اور یہ نہ بتایا کہ اس سے کیا مراد لی، لوگ احمق غبی کندذہن کو سفیہ کہتے ہیں صرف اس قدر مانع صحت تصرف نہیں۔

(۴) وقف جب کہ صحیح واقع ہو واقف کو اس سے رجوع کا کوئی اختیار نہیں رہا کہ اب وہ اس کی ملک سے نکل گیا،

ویتم الوقف بمجرد القول عند الامام ابی یوسف سلمه الله تعالٰی وعلیه الفتوی وبه یفتی۔

امام ابویوسف سلمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک محض زبانی کہہ دینے سے وقف تام ہوجاتا ہے اسی پر فتوٰی ہے اور اسی پر فتوٰی دیا جائے گا (ت)

---

[1] ردالمحتار | کتاب الطلاق | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۴۲۷/۲
[2] " " | | |
[3] بحرالرائق | کتاب الوقف | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۲۳۱/۵

Marfat.com

یہ سب اس تقدیر پر ہے کہ وہ وقف صحیح شرعی ہو جیسا کہ عبارتِ سوال کا مفاد ہے ورنہ بحالت بطلان ان سوالات کا کوئی محل ہی نہ ہوگا کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۰۹ و ۴۱۰: از قصبہ لاہرپور مکان شاہ ولایت احمد صاحب مرسلہ احمد حسین صاحب عثمانی ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

(۱) ایک درگاہ صدہا سال سے ایک بزرگ کی ہے جن کی اولاد کے چند شاخوں میں پیری مریدی بسلسلۂ صحیح و باجازت وخلافت جاری ہے مگر سجادگی اس درگاہ کی ایک بیٹے کی اولاد میں چلی آتی ہے، گو سلسلۂ خلافت عن اب جد صاحب درگاہ سے اس شاخ میں باقی نہیں رہا تھا مگر دوسرے خلفائے سلسلہ سے بھی صاحب سجادۂ درگاہ نے اجازت وخلافت حاصل کر لی تھی اور اب دو پشتوں سے ہر باپ سے بیٹے کو اجازت وغیرہ حاصل ہوا کی، اس خلفائے سلسلہ سے بھی صاحبِ درگاہ کا سلسلہ جاری رہا، صاحبِ درگاہ کا خاندانِ طریقت قادریہ وچشتیہ ہے، اس سلسلہ کے شائق اور صاحبِ درگاہ کے موروثی معتقدین کو اس کا پورا موقع رہا ہے کہ اس سلسلہ میں داخل ہوسکیں، آخر صاحبِ سجادہ لاولد تھے انھوں نے اپنے حقیقی بھانجے کو اپنے بعد کے واسطے سجادگی تجویز کی جن کو اس خاندان میں بیعت وغیرہ حاصل ہے، دوران علالت میں ان کو دوسرے اعزائے خاندانی سے مشورہ کے واسطے ایک دوسرے دور دراز مقام پر بھیجا اور تیمارداری ان کی متعلق ان کے بعض اعزا کے تھی جو اخیافی بھانجے ہوتے ہیں وہ دو بھائی حقیقی ایک بہن ہے جن کے قبضہ میں وہ بحالتِ مرض تھے جب علالت زیادہ ہوئی تو اہالیانِ قصبہ کو جمع کرکے درگاہ کے اندر پھر اپنے حقیقی بھانجے مذکورہ بالا کی نسبت اظہار وصیت کیا ایسے مجمع میں ان اخیافی بھانجوں میں سے ایک نے بطور مغالطہ دہی کہا کہ والدین اس کے جس کے واسطے سجادگی تجویز کی جاتی ہے دودھ شریک بھائی بہن تھے اس لئے اس کا نکاح ناجائز ہوا وہ حرامی ہوئے ان کے پیچھے نماز مکروہ ہے صاحبِ سجادہ نے اس واقعۂ رضاعت سے انکار کیا اور کہا کہ جھوٹ ہے بلکہ ضعف بیماری میں ان کو سخت صدمہ اس دروغ گوئی پر ہوا جس سے وہ کوئی مزید تقریر نہ کرسکے اور مجمع برخاست ہوگیا، جب علالت کا سلسلہ زیادہ طویل ہوا ان دونوں اخیافی بھانجوں کی جانب سے حصولِ سجادگی کی ایک بھائی کے واسطے مزید کوشش شروع ہوئی اور بعض موافقین کے مشورہ سے ایک بڑی درگاہ کے صاحبِ سجادہ کو طلب کیا جو ان صاحب سجادہ کے پیر کی درگاہ کے صاحبِ سجادہ ہیں اور ان سے کہا کہ منجملہ ان ہر دو بھائیوں کے بڑے بھائی کے پگڑی باندھ دیجئے انھوں نے کہا کہ ہم موجودہ صاحب سجادہ سے اجازت لے لیں جب ان سے دریافت کیا تب انھوں نے منہ پھیر لیا کوئی جواب نہ دیا کچھ دیر کے بعد جب پہلو بدلا پھر استفسار کیا اب بھی وہ جواب خود نہ سمجھے، مگر موافقین اشخاص نے ہر دو بھائیوں کے جو موجود تھے بالاتفاق

Marfat.com

کہا کہ اجازت دے دی انھوں نے پگڑی باندھ دی، ایسی نازک حالت تیمارداری میں قبل واپس آنے ان کے حقیقی بھانجے نامزد شدہ سجادہ نشینی کے ان سجادہ نشین نے وفات پائی، معاملۂ رضاعت کے عینی شہادت موجود نہیں ہے، جن لوگوں کے وقت میں عقد ہوا وہ مقدس و مکرم و عابد و زاہد اشخاص تھے بالخصوص سجادہ نشیں مذکور کے پدر حافظِ قرآن، صاحبِ سجادہ، متوکل درویش، صاحبِ رُشد و ہدایت و مقدس تھے جن کی دختر و بھتیجے کا نکاح باہم انھیں کے زیرِ اہتمام ہوا تھا دیگر اکابرِ خاندان اہلِ اسلام معزز و معتبر و نمازی شریکِ نکاح تھے، یہ الزام صرف نامزد شدگی کی نااہلی ثابت کرنے اور خود سجادگی حاصل کرنے کے ضرورت سے لگایا جاتا تھا اور چونکہ دونوں بھائیوں نے ایک اپنی ذاتی دکان درگاہ کے واسطے وقف کی ہے اس پر دوسرے سجادہ نشیں کا قبضہ نہ ہونے کے خیال سے اپنے واسطے سے سجادگی کی خواہش تھی حالانکہ واقف وقف کا خود متولی رہ سکتا ہے اور حیات میں دوسرا متولی مقرر کرنے کا اختیار رہے مگر غالباً وہ مسئلہ کی ناواقفیت کی وجہ سے وہ پریشان ہوئے کہ شائد سجادگی کے ساتھ تولیت میری وقف کردہ جائداد کی بھی انھیں صاحبِ سجادہ کے متعلق ہو جائے ایسا اختیار کیا، ان کو اب تک کسی سے اجازت و خلافت بھی نہیں ہے اور صاحبِ درگاہ کی شاخ کے سلسلہ کے مشائخ سے غالباً اب بھی اجازت و خلافت حاصل کرنے پر تیار نہیں ہیں، پس سوال یہ ہے کہ ایسی سجادگی جو اس طور سے حاصل کی گئی ہو جائز ہے یا نہیں، اور وہ سلسلہ صاحبِ درگاہ کے علاوہ کسی دوسرے خاندان سے بیعت و اجازت وغیرہ حاصل کرلیں تو جائز ہوگی یا نہیں، مگر اس صورت میں صاحبِ درگاہ کا سلسلہ صاحبِ سجادہ سے جاری نہ ہونے کی وجہ سے ضرورتِ سجادگی فوت ہو جائے گی صرف متولیانہ حیثیت ایسے شخص کی باقی رہے گی، مگر تولیتِ درگاہ ایسے متولی کی جس نے ترکیب مذکورہ بالا سے سجادگی و تولیت حاصل کی ہو کہاں تک جائز ہوگی، اور ایسی حالت میں خاندان صاحبِ درگاہ و صاحبِ طریقت سلسلہ صاحبِ درگاہ کو بقائے سلسلہ صاحبِ درگاہ کے واسطے کیا کرنا چاہیے، آیا منجملہ اولادِ صاحبِ درگاہ جس سے سلسلہ جاری ہوا سے خلافت دلوا کر یا دیگر کوئی صاحبِ سجادہ و متولی مقرر کرسکتے ہیں یا نہیں؟ اور اوّل نامزد شدہ کو ترجیح ہوسکتی ہے یا نہیں؟

(۲) ایک احاطہ میں ایک بزرگ کا مزار اور ایک خانقاہ اور ایک مسجد واقع ہے خانقاہ میں مدرسہ اسلامیہ ایک وقف سے جاری ہے جس کے طلبہ بھی اس مسجد میں مثل دیگر اہلِ محلہ پنجوقتہ نماز پڑھتے ہیں نمازِ جمعہ یہاں عرصہ سے نہیں ہوتی ہے، دوسری جامع مسجد میں ہوتی ہے، اس درگاہ کے صاحبِ سجادہ ہیں وہ مع دیگر اشخاص کے چند لوگ اس وقف کے متولی ہیں جس سے ضروریاتِ مسجد و مدرسہ مذکورہ کا صرفہ ہوتا ہے، منجملہ ان کے زید بھی متولی ہے اور نیز ایک دوسرے وقف کا بھی

Marfat.com

زیدِ مذکور تنہا متولی ہے اس سے بھی مسجد مذکور کے آب وغیرہ کا انتظام ہوتا ہے، اور زید ہی کے ذمہ بوجہ حاضر باشی زائد اس مسجد کے اوقاتِ نماز میں موسمی وضروری تغیرات مقامی کی وجہ سے تعین کرتا ہے اور اس مسجد کا مؤذن و امام معین ہیں ایامِ تشریق میں زیادہ تر لوگ بوجہ ادائے نماز جماعت مستحبہ التزاماً پنجوقتہ شریک ہونے کے عادی ہیں، انھیں ایام میں بعض اشخاص نے بلا انتظار امام معین ومقتدین قدیم بلا اس کے کہ مؤذن ومکبر معین تکبیر اقامت کہے معینہ مقام پر جماعت کرلی زید کو یہاں کا مقامی تجربہ ہے کہ عوام تہدید پسند ہیں اس خیال پر اس نے الفاظ ذیل تہدید کے لئے کہے اور مکرر جماعت مع ان قدیم مقتدیوں کے جو باقی تھے اسی مقام پر پھر ادا کی اس خیال سے کہ سابق پڑھنے والے غیر معیّن تھے اور کہا کہ جس کسی کو اس جماعت میں شریک ہونا نہ منظور ہو وہ ہماری مسجد میں نہ آئے، کیا استحقاق ان لوگوں کو ہے جنھوں نے بلا انتظار امام معیّن اور جماعت ومقتدین قدیم نماز پڑھ لی، پس لفظ "ہماری" کا جو مسجد کی طرف منسوب کیا حالانکہ وہ خانۂ خدا ہے اور لفظ "نہ آنے" کا جو استعمال کیا حالانکہ مساجد میں اذن عام ہے اس سے زید کیا کرے صرف ندامت کافی ہے یا کوئی کفارہ اس پر لازم آیا اگر کفارہ ہے تو کیا؟ بلحاظ تجربۂ زید یہ ہوا کہ بعد تہدید مذکور پھر جماعت اسی طور سے جیسی ہمیشہ سے چلی آتی تھی مسجد میں قائم ہے، اور جو لوگ بعد ادائے فرض عشا جو سابقہ جماعت سے پڑھ چکے تھے مکرر جماعت میں زید کی تقریر کے بعد شریک ہوگئے ان کی یہ مکرر نماز کیا ہوئی اس دوسری جماعت کی نماز زید نے پڑھائی تھی اس میں ایک اور متولی وقف مذکور شریک تھے جن کو پہلے جماعت نہیں ملی تھی، مگر دورانِ نماز میں انھیں یہ خیال رہا کہ زید نے مسجد کی اپنی طرف نسبت کی اور اذن عام کے خلاف تقریر کی اگر میں اس کے پیچھے نماز نہ پڑھتا تو اچھا تھا پس اس وقت گویا اس نے باستکراہ اقتدا کی اس۔لئے اس کی نماز ہوئی یا نہیں ہوئی؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) سجادہ نشینی خلافتِ خاصہ ہے جس میں اجرائے سلسلۂ سجادہ وتولیت اوقاف درگاہ اور جملہ نظم ونسق ورتق وفتق وجمع وفرق ونصب وعزل عملہ میں صاحب سجادہ کی نیابتِ مطلقہ سب داخل، اور کوئی خاص بے عام متحقق نہیں ہوتا اور شرعاً معروف کالمشروط ہے، معروف یہی ہے کہ سجادہ نشیں وہی ہوسکتا ہے جو اس سلسلہ میں ماذون ومجاز ہو کہ اس کا بڑا مقصد اس سلسلہ کا احیاء ہے نہ کہ مجرد تولیت، ولہذا جو سلسلہ صاحب درگاہ میں خلافتِ صحیحہ نہ رکھتا ہو کہیں سجادہ نشین نہیں کیا جاتا اگرچہ دوسرے کسی سلسلہ کا مجاز ہو نہ کہ وہ جو ذرا سا مجاز ہی نہیں یوں تو سجادہ نشینی نری ممبری رہ جائے گی تو اخیانی بھانجہ غیر مجاز فی السلسلۃ بلکہ فی سلسلۃ سجادہ نشین نہیں ہوسکتا اور بعد کو اجازت لینی اس سجادہ نشینی کی تصحیح نہیں کرسکتی فان الشرط یتقدم والعامۃ لایتأخر (کیونکہ شرط مقدم ہوتی ہے اور عام متاخر نہیں ہوتا۔ ت) حضرت اسد العارفین سیدنا شاہ حمزہ عینی

Marfat.com

واسطی قدس سرہ فص الکلمات شریف میں فرماتے ہیں :

شیخے ازیں عالم نقل کرد و کسے را خلیفہ نگرفت قوم و قبیلہ وارثے یا مریدے کہ بخلافت وے تجویز نمایند ایں خلافت نزدیک مشائخ روا نیست و ایں نوع خلافت را خلافت افترائی گویند[1]

ایک شیخ نے اس جہاں سے انتقال فرمایا اور کسی کو خلیفہ نہ بنایا ، قوم اور قبیلہ نے اس کے کسی وارث یا مرید کو خلیفہ تجویز کیا تو یہ خلافت مشائخ کے نزدیک جائز نہیں ، خلافت کی اس قسم کو خلافت افترائی کہتے ہیں۔

رہی تولیت وہ بھی شرعاً حقیقی بھانجے کو حاصل کہ سجادہ نشین متولی نے اپنے مرض الموت میں اس کے لئے وصیت کی اور دربارۂ تولیت وصیت متولی ماخوذ و معتمد ہے ۔ ردالمحتار میں ہے :

انما صح اذا فوض فی مرض موتہ وان لم یکن لہ التفویض عاما لما فی الخانیۃ من انہ بمنزلۃ الوصی ، وللوصی ان یوصی الی غیرہ[2]

تفویض تولیت صرف اس صورت میں صحیح ہوگی جب متولی اپنی مرض الموت میں تفویض کرے اگرچہ اس کو تفویض عام حاصل نہ ہو اس دلیل کی بنیاد پر جو خانیہ میں ہے کہ وہ بمنزلہ وصی کے ہے اور وصی کو اختیار ہوتا ہے کہ دوسرے کو وصیت کرے ۔ (ت)

فتاوٰی تتمہ وغیرہا پھر اشباہ والنظائر پھر درمختار میں ہے :

اسناد الناظر النظر لغیرہ بلا شرط فی مرض الموت صحیح[3]

نگران وقف کا مرض الموت میں بلا شرط نگرانی کسی دوسرے کے سپرد کرنا صحیح ہے ۔ (ت)

یہاں تک کہ متولی نے جس کے لئے وصیت کی اس کے ہوتے ہوئے حاکم شرع دوسرے کو متولی نہ کرے گا۔

بحرالرائق پھر ردالمحتار میں ہے :

شرط فی المجتبی ان لا یکون المتولی اوصی بہ لاٰخر عند موتہ فان اوصی لا ینصب القاضی[4]

مجتبٰی میں شرط لگائی کہ متولی نے اپنی موت کے وقت کسی دوسرے کو متولی بنانے کی وصیت نہ کی ہو اور اگر اس نے وصیت کی ہے تو قاضی کسی اور کو مقرر نہ کرے ۔ (ت)

---

[1] فص الکلمات شاہ حمزہ عینی واسطی

[2] ردالمحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۴۱۱

[3] درمختار کتاب الاقرار فصل فی مسائل شتی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۴۱

[4] ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۴۱۰

Marfat.com

نہ کہ ایسے لوگ جن کو طلب تولیت میں یہ کچھ غلو ہو کہ اس کے لئے محصنات مومنات غافلات کو قذف کریں بلاوجہ مسلمان کو حرامی بنائیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا لن نستعمل علی عملنا من ارادہ[1]۔ رواہ البخاری واحمد وابوداؤد والنسائی عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بیشک ہم ہرگز اپنے کسی کام پر اسے عامل نہ بنائیں گے جو اس کا طالب ہو (اس کو بخاری اور احمد اور ابوداؤد اور نسائی نے ابوموسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

درمختار میں ہے:

طالب التولیۃ لایولی الا المشروط لہ النظر لانہ مولی فیرید التنفیذ[2]۔

طالبِ تولیت کو متولی نہیں بنایا جائے گا مگر اس وقت جب واقف نے اس کو متولی بنانے کی شرط کی ہو تو اس وقت اس کو متولی بنائیں گے کیونکہ وہ شرط کے سبب متولی بن چکا ہے اور اب اس کے نفاذ کا طلب گار ہے۔ (ت)

رضاعت بے شہادت عادلہ مثل شہادت مال کے دو مرد یا ایک مرد دو عورت سب ثقہ عادل اپنے معائنہ کی گواہی دیں ثابت نہیں ہوسکتی اور اگر مجرد کسی کا کہہ دینا کافی ہو تو آج زید نے عمرو کو کہا کل عمرو یا بکر زید کو کہہ دے گا کہ اس کے ماں باپ رضاعی باپ بیٹی تھے۔ درمختار میں ہے:

الرضاع حجتہ حجۃ المال وھی شہادۃ عدلین او عدل وعدلتین[3]۔

حجتِ مال ہی حجتِ رضاعت ہے اور وہ دو عادل مردوں یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتوں کی شہادت ہے (ت)

استفسار پر منہ پھیر لینا صریح دلیل انکار ہے دوبارہ پوچھنے پر کچھ کہنا اور مستفسر کا نہ سمجھنا اور ساعیوں کا کہہ دینا کہ اجازت دے دی معتبر نہیں تمام قرائن سابقہ عدمِ رضا پر صاف دال ہیں اور ساعی اپنے قول میں متہم۔ پس صورت مستفسرہ میں اخیافی کو نہ سجادگی ہے نہ تولیت، اور حقیقی بھانجہ ہی سجادہ نشین و متولی صحیح شرعی ہے، یہ صورت سوال کا حکم ہے اگر واقعہ اسی طرح ہو۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاجارات باب استیجار الرجل الصالح قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۰۱
[2] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۹
[3] درمختار کتاب النکاح باب الرضاع " " " ۱/۲۱۴

Marfat.com

(۲) جماعت اولیٰ امام و جماعت معینہ کا حق ہے ان سے پہلے اگر کچھ لوگ جماعت کر جائیں ان کو اعادۂ جماعت کا حق ہے اور جماعت اولیٰ یہی ہوگی جو انھوں نے کی جبکہ امام جامع شرائط جواز و حل امامت ہو۔
متن غرر اور اس کی شرح درر میں ہے:

لا تکرر الجماعة فی مسجد محلة باذان و اقامة الا اذا صلی فیه اولاً غیر اهله لان حقهم لا یسقط بفعل غیرهم [1]

مسجد محلہ میں اذان و اقامت کے ساتھ تکرار جماعت نہ کیا جائے مگر جب اہل محلہ کے غیر نے پہلے جماعت کرالی ہو تو اہل محلہ کو اذان و اقامت کے ساتھ دوسری جماعت کرانے کا حق ہے جو دوسروں کے فعل سے ساقط نہیں ہوتا۔ (ت)

جن لوگوں نے بے انتظار امام و مؤذن و جماعت معین مقام امام راتب پر جماعت کرلی اگر کسی صحیح ضرورت شرعی سے تھی مضائقہ نہ تھا مگر مقام امام پر قیام نہ چاہئے تھا، اور اگر بلاضرورت محض عجلت کے لئے ایسا کیا بُرا کیا تفریق جماعت کے مرتکب ہوئے اور وہ شرع مطہر کو سخت ناپسند ہے اور اگر خود اسی تفریق کی نیت سے اس کے مرتکب ہوئے تو ان پر اشد وبال اور تفریقاً بین المؤمنین کا صدق ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ بہرحال امام جماعت معینہ کو اعادہ جماعت کا ہر طرح حق تھا پھر اگر واقع دو صورت اخیرہ تھیں تو ضرور وہ پہلی جماعت مستحق رد و انکار تھی اور از انجا کہ وقت وقت عشا تھا کہ اس میں اور ظہر میں اعادۂ نماز روا ہے تو اس پر رد کا یہ اچھا طریقہ تھا کہ جو پڑھ چکے تھے وہ بھی دوبارہ شریک کئے جائیں کہ آئندہ عوام اس تفریق میں شرکت سے باز رہیں اور ایسی جگہ تہدید کو کہنا کہ ہماری مسجد میں نہ آئے قابلِ مواخذہ نہیں بلکہ اصل شرعی رکھتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من کان له سعة ولم یضح فلا یقربن مصلانا۔ رواه الامام احمد و اسحٰق بن راهویة وابوبکر بن ابی شیبة و ابن ماجة وابویعلی والدارقطنی والحاکم وصححه عن ابی هریرة و فی الباب عن ابن عباس [2]

جس کا ہاتھ پہنچتا ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہرگز ہماری مسجد کے پاس نہ آئے۔ (اس کو امام احمد، اسحٰق بن راہویہ، ابوبکر بن ابی شیبہ، ابن ماجہ، ابویعلی، دارقطنی اور حاکم نے روایت کیا اور امام حاکم نے اس کو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح قرار

---

[1] الدرر الحکام شرح غرر الاحکام کتاب الصلوٰۃ فصل فی الامامۃ مطبعہ احمد کامل الکائنہ فی دار السعادۃ مصر ۱/۸۵
[2] سنن ابن ماجہ ابواب الاضاحی باب الاضاحی واجبۃ ھی ام لا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۳۲

Marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

دیا ہے اس باب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے (ت)

وہی "ہماری مسجد" کا لفظ ہے اور وہی آنے سے ممانعت بلکہ "ہرگز" اور "پاس نہ آئے" دو لفظ زائد ارشاد ہوئے ہیں یہاں "ہماری" سے اضافتِ مِلک مراد نہیں ہوتی، ہاں اگر صورت صورتِ اولیٰ تھی یعنی ان لوگوں کا پہلے پڑھ لینا بضرورت صحیحہ شرعیہ تھا اور زید کو اس پر اطلاع نہ تھی اس نے ان پر تفریق جماعت کا گمان کرکے ایسا کہا تو زید پر اس کہنے کا مواخذہ نہیں بلکہ بلاتحقیق مسلمانوں پر بدگمانی کی جس سے توبہ لازم ہے

قال اللہ تعالیٰ یاایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[1]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو زیادہ گمان سے پرہیز کرو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں (ت)

اور اگر ان پر بدگمانی نہ کی مگر یہ خیال کہ مبادا عوام حقیقت امر سے غافل ہوکر کہیں تفریق کے عادی نہ ہوجائیں تو یہ الزام بھی نہیں،

فانہ انما اراد تحفظھم، وانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ مانوی[2]

کیونکہ اس نے تو محض مسلمانوں کے تحفظ کا ارادہ کیا اور اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔ (ت)

اس جماعت میں جو پہلے پڑھ کر شریک ہوئے یہ ان کے نفل ہوئے اور وہ متولی جس نے بکراہت اقتدا کی اور یہ خیال رہا کہ نہ کرتا تو بہتر تھا اس کی بھی نماز ہوگئی جبکہ نہ ابتداءً فقط شرم و لحاظ سے ظاہراً بےنیت اقتدا شریک ہوا ہو نہ بعد کو قطع اقتدا کی نیت کرلی ہو،

وذٰلک لانہ فعل لا ترک فیعمل فیہ نیۃ القطع کالصلوٰۃ دون الصوم کما یظھر بمراجعۃ الاشباہ وغیرھا۔[3]

اور ایسا اس لئے ہے کہ بیشک یہ فعل ہے نہ کہ ترک تو اس میں نیت قطع عمل کرتی ہے جیسے نماز نہ کہ روزہ جیسا کہ اشباہ وغیرہ کی طرف رجوع کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ (ت)

اس لئے کہ یہ لفظ کہ "نہ کرتا تو بہتر ہوتا" خود اس پر دلیل ہے کہ اقتدا کی اور اس پر مستمر رہا اگرچہ بکراہت جیسے فاسق کے پیچھے نماز کہ یہ اپنے زعم میں ان الفاظ کے سبب اسے مثل فاسق ہی سمجھتا تھا۔ احادیث کثیرہ صحیحہ میں ہے

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[2] صحیح البخاری باب کیف بدء الوحی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲

[3] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الثانیۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۴۷ تا ۵۰

Marfat.com

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ثلثة لا ترفع صلاتهم فوق رؤسهم شبرا رجل ام قوما وهم له كارهون[1]۔ هذا لفظ ابن ماجة عن ابن عباس رضى الله عنهما بسند حسن۔

تین شخصوں کی نماز قبول نہیں ہوتی، ایک وہ کہ کسی جماعت کی امامت کرے اور انھیں اس کی اقتدا ناگوار ہو (یہ لفظ امام ابن ماجہ کے ہیں انھوں نے اس کو سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے سندِ حسن کے روایت فرمایا۔ ت)

تو باآنکہ مقتدیوں کے دل میں کراہت ہے اور ناگواری کے ساتھ اس کے مقتدی ہوئے ان کی نماز میں نقص نہ فرمایا بلکہ امام کی نماز میں جب کہ ان کی کراہت بوجہ شرعی ہو ورنہ وبال ان پر ہے کما فی الدر وغیرہ (جیسا کہ در وغیرہ میں ہے۔ ت)

اقول وبالجملة النية هو القصد الجازم فاذا وجد وجدت وربما يقصد الانسان شيئا وهو له كاره وعن هذا نص علماؤنا ان الارادة ترجح احد المتساويين بل ربما ترجح المرجوح لمن عن له طريقان احدهما احسن فعمد الى الاخرى وقد قال الله تعالٰى كتب عليكم القتال وهو كره لكم[2]۔

اقول (میں کہتا ہوں کہ) نیت قصد جازم کو کہتے ہیں، جب قصد جازم پایا گیا تو نیت پائی گئی بسا اوقات انسان کسی شَے کا قصد کرتا ہے حالانکہ وہ اسے ناگوار ہوتی ہے، اسی بنیاد پر ہمارے علماء نے نص فرمائی کہ ارادہ دو مساوی چیزوں میں سے ایک کو ترجیح دیتا ہے بلکہ بعض دفعہ مرجوح کو ترجیح دیتا ہے اس شخص کے لئے جس کو دو راستے درپیش ہیں جن میں سے ایک احسن ہے تو اس نے دوسرے کا ارادہ کرلیا اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا کہ تم پر جہاد فرض کردیا گیا حالانکہ وہ تمھیں ناگوار ہے۔ (ت)

مسئلہ ۶۱۱ از اٹاوہ بازار ہوم گنج دکان حاجی عبداللہ خاں مرسلہ محمد خاں صاحب ۱۷ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد واقع محلہ چوکر کنواں اٹاوہ میں پیش دروازہ ایک اراضی ملک مسجد ایسی ہے کہ جس پر ٹال لکڑی رکھی جاتی ہے دو شخص وارث علی وغیاث الدین اس کے متولی ہیں جنھوں نے اولاً چار سال کے واسطے مسمی رحیم خاں کو ٹال رکھنے کے واسطے مبلغ ۔ ماہوار کرایہ پر

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب اقامة الصلٰوة باب من ام قوما وھم لہ کارہون ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۶۹
[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۱۶

Marfat.com

دی تھی جس کی میعاد منقضی ہو گئی پھر کرایہ اضافہ کرنے کے بابت رحیم خاں مذکور سے کہا گیا اس نے اضافہ کرنے سے قطعی انکار کر دیا اور کہا جو اس سے زیادہ دے اس کو اراضی کرایہ پر دے دو حسنِ اتفاق سے ایک دوسرا شخص مسمّی رحیم خاں لہ عہ ماہواری پر لینے کو آمادہ ہوا، دونوں متولیوں نے رحیم خاں ثانی کو لہ عہ ماہوار پر دو سال کے لئے کرایہ نامہ لکھا کر رجسٹری کرا دی مگر سابق کرایہ دار نے ہنوز زمین کو خالی نہیں کیا جو جدید کرایہ دار کو اس پر قبضہ دیا جائے، غیاث الدین متولی ثانی کرایہ دار سابق کا ہم خیال ہو گیا ہے اور اس کا دلی مقصد یہ ہے کہ اراضی اس کرایہ پر سابق کرایہ دار ہی کے پاس رہے وارث علی متولی اول نے کچہری دیوانی اٹاوہ میں خالی کرانے اراضی مسجد کی نالش رحیم خاں سابق کرایہ دار پر دائر کر دی ہے جس میں متولی ثانی نے شرکت سے قطعی انکار کر دیا، ایسی صورت میں غیاث الدین متولی ثانی مذکور قابل متولی رہنے کے ہے یا نہیں؟ اور وارث علی متولی اول کا یہ فعل موافق شرع شریف کے ہے یا نہیں اور رحیم خاں سابق قابل بے دخلی ہے یا نہیں؟ نیز مسجد کے نفع کے خیال سے لہ عہ ماہوار زمین اٹھانا متولی اول کی رائے کے موافق اولٰی ہے یا سہ ماہوار پر حسب رائے متولی ثانی کی، اور ایسی صورت میں کون کرایہ دار قابلِ ترجیح ہے مقدمہ چونکہ کچہری دیوانی میں زیر تجویز ہے، لہٰذا درخواست کی جاتی ہے جلد جواب مرحمت فرمایا جائے۔

الجواب

جبکہ رحیم خاں ثانی نے تین روپے ماہوار اضافہ کرکے دو سال کے لئے رجسٹری کرا لی ظاہر ہوا کہ وہ متعنت نہیں اور جبکہ غیاث الدین بھی اسے اجارہ دینے میں شریک تھا یہ اجارہ ضرور تام و نافذ ہو گیا اب غیاث الدین کو اس سے پھرنے کا کوئی استحقاق نہیں، رحیم خاں سابق کی بے دخلی واجب ہے غیاث الدین کہ اب اس کا طرفدار ہو کر وقف کا نقصان اور اس کا فائدہ چاہتا اور خود اپنی تمام شدہ کارروائی کو باطل کرنے کا خواستگار ہے، تو اپنے ذاتی نفع کے لئے جو کچھ اضرار کرے تھوڑا ہے ایسا شخص امین نہ ہوگا بلکہ خائن، اور خائن کا معزول کرنا واجب اگرچہ خود واقف ہو۔ درمختار میں ہے:

وینزع وجوبا بزازیۃ ولو الواقف درر فغیرہ بالاولی غیر مامون[1]

خائن متولی کو ولایت وقف سے وجوباً نکال دیا جائیگا (بزازیہ) اگرچہ وہ خود وقف کرنے والا ہو (درر) تو غیر واقف کو بصورتِ خیانت بدرجہ اولٰی نکال دینا واجب ہوگا۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۳

Marfat.com

ہاں اگر کوئی وجہ معقول قابل قبول بیان کرے کہ ثانی کو کرایہ پر دینے میں وقف کا یہ ضرر ہے اگر بظاہر عشرۃ روپے کا نفع ہے مگر وہ ضرر شدید اس سے زیادہ ہے لہٰذا اب میں اس اجارہ کو فسخ کرنا چاہتا ہوں اور یہ امر ثابت ہو جائے تو اس پر الزام نہ رہے گا بلکہ اس کا خیال قابلِ پیروی ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۱۲ از علی گڑھ بازار موتی مسجد مرسلہ علی الدین سوداگر پارچہ ۲۹ رجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کیا پردہ نشین عورت کسی ایسے ولی کی درگاہ کی کہ جس کا سالانہ عرس اور فاتحہ خوانی ہوتی ہے متولی ہوسکتی ہے؟ کیا پردہ نشین عورت کسی ایسے قبرستان کو کہ جس میں چند مساجد ہوں اور اس میں نمازِ پنجگانہ ادا ہوتی ہو تو متولی ہوسکتی ہے؟

الجواب

عورت بھی متولی اوقاف ہوسکتی ہے ذکورت شرطِ تولیت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۱۳ تا ۴۱۶ از ہلدوانی نینی تال مرسلہ عزیز الرحمٰن صاحب ۲۳ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

(۱) ناخواندہ شخص سود کے روپے سے روزگار کرنے والا اور ذاتی رنجش کی بنا پر موقوفہ آمدنی کو بے جا بلا قاعدہ صرف کرنے والا اور اوقاف کی آمدنی کے روپے کو اپنی تجارت میں خلاف قاعدہ انجمن شامل کرکے ذاتی فائدہ حاصل کرنے والا انجمن اسلامیہ کا کوئی عہدہ دار یا منتظم یا امین ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(۲) شخص مقروض معقول تعداد کا ہضم کرنے والا جو دیوالیہ ہوچکا ہے اور پابندِ صوم وصلوٰۃ بھی نہ ہو اور ضدی بھی امین یا اعلٰی عہدہ دار ہوسکتا ہے؟

(۳) انجمن اسلامیہ مذہبی خدمات کے واسطے کم از کم احتیاط کا شخص عہدیدار یا منتظم یا امین یا اہل ہوسکتا ہے؟

(۴) اکثر علمائے ہند کے فتووں کے خلاف اور مقامی مسلمانان کے خلاف اپنے ذاتی نفع ونمائش واغراض کے لحاظ سے معبدگاہ یعنی مسجد کو زیب وزینت دے کر دیگر مذاہب کے اشخاص کو مدعو کرکے فرشِ مسجد پر مستعمل جوتوں سے گزرتے ہوئے لے جاکر احاطہ مسجد میں جلسہ قرار دے کر اپنے مخالفوں کی حمد وثنا کرنا اور تالیاں بجاکر خوش وخرم ذکر کرنا اس قسم کے افعال کے اشخاص انجمن اسلامیہ کے عہدیدار ہوسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

(۱) نہیں، درمختار میں ہے:

وینزع وجوبا ولو الواقف فغیرہ اولٰی ــــــ خائن متولی کو ولایتِ وقف سے وجوباً نکال دیا جائیگا اگرچہ وہ خود وقف کرنے والا ہو تو غیر واقف کو

غیر مامون[1]	بصورتِ خیانت بدرجۂ اولیٰ نکال دینا واجب ہوگا۔(ت)

(۲) نہ رقم ہضم کرنے والا امین ہوسکے نہ غیر پابندِ صوم وصلوٰۃ کو افسری مل سکے۔ تبیین الحقائق میں ہے:

لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا[2]۔	فاسق کو مقدم کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ مسلمانوں پر شرعاً اس کی توہین واجب ہے (ت)

(۳) سُنّی، ذی علم، پرہیزگار، دیانتدار، ہوشیار، کارگزار۔

(۴) ایسے اشخاص ادنیٰ عہدیدار بھی نہیں ہوسکتے کہ فاسق مجاہر وبیباک ومبتلائے غضب رب الارباب ہیں، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

اذا مدح الفاسق غضب الرب واھتز لذٰلک العرش[3]۔	جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے رب عزوجل غضب فرماتا ہے اور عرشِ الٰہی ہل جاتا ہے۔

مدحِ فاسق پر یہ حال ہے مخالفانِ اسلام مثلِ ہنود (جن کے مناقب آج لیڈر پکا رتے اور ان کی جے بولتے ہیں اور وہی مساجد میں زینتِ مجلس بلکہ منبر پر واعظِ مسلمین بنائے جارہے ہیں) ان کی جے پکارنے اور حمد گانے اور مسجد میں اس پر خوشی کی تالیاں بجانے پر اسلام بھی قائم رہنا دشوار ہے انجمن اسلامیہ کی عہدہ داری تو درکنار ہے فتاوٰی ظہیریہ واشباہ والنظائر ومجمع الانہر وتنویر الابصار ودرمختار وغیرہا میں ہے:

لوسلم علی الذمی تبجیلا کفر ولو قال لمجوسی یااستاذی تبجیلا کفر[4]۔	اگر ذمی کافر کو مسلمان بطورِ تعظیم سلام کہے تو کافر ہوجائے گا اور مجوسی کو تعظیماً کہا اے میرے استاذ تو کافر ہوگیا۔ (ت)

ایسے لوگوں کے پاس بیٹھنا بھی قرآن عظیم نے ناجائز فرمایا:

واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[5]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اور اگر شیطان تجھے بھلادے تو یاد آنے پر ظالم قوم کے ساتھ مت بیٹھ۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۳

[2] تبیین الحقائق کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ المطبعۃ الکبری الامیریۃ مصر ۱/۱۳۵

[3] شعب الایمان باب فی حفظ اللسان حدیث ۴۸۸۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۴/۲۳۰

[4] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۱

[5] القرآن الکریم ۶/۶۸

Marfat.com

مسئلہ ۴۱۷ از بدایوں ۷ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک وقف عرصہ دراز سے چلا آتا ہے شرائط و حالات وقف کچھ معلوم نہیں ہیں بجز اس قدر کہ تولیت ہمیشہ سے ایک خاندان خاص میں بلالحاظ وراثت چلی آتی ہے متولی حال نے اپنے ایک اہل خاندان کو اپنا خلیفہ اور سجادہ نشین بنایا، اور بعد اپنے اپنا جانشین اور متولی قرار دیا، اس کی وفات کے بعد اس کا بھتیجا باستحقاقِ وراثت و دعویدار تولیت ہے درانحالیکہ اس کا باپ حقیبت موقوفہ سے برطرف کیا جاچکا ہے اور اقرار نامہ لکھ چکا ہے کہ کبھی معاملات وقف میں دست اندازی نہ کرے گا نیز بھتیجہ مذکور متولی کو ضرر شدید پہنچانے میں سزایاب ہوچکا ہے اور باہم متولی اور اس کے بھتیجے کے وقت وفات متولی ایک سخت دشمنی اور عداوت تھی کیا شرعاً ایسا بھتیجا حقیت موقوفہ کا بمقابلہ جانشین نامزد شدہ کے متولی مقرر ہوگا یا متولی متوفی کا نامزد شدہ شخص مرجح ہوگا؟

الجواب

تولیت میں توریث جاری نہیں محض بربنائے وراثت ادعائے تولیت باطل و مردود ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

واعتقادھم ان خبز الاب لابنہ لایفید لما فیہ من تغییر حکم الشرع[1] اور ان کا یہ اعتقاد مفید نہیں کہ باپ کی روٹی بیٹے کی ہے کیونکہ اس میں حکم شرع کی تبدیلی ہے (ت)

متولی حال نے جسے اپنے بعد متولی کیا متولی ہوگیا اگر یہ وصیت مرضِ موت میں کی جب تو ظاہر ہے کہ وہ جانشین بعد موت متولی ہوگیا اور بلاوجہ شرعی کسی کو اس سے منازعت اصلاً جائز نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

صح اذا فوض فی مرض موتہ وان لم یکن التفویض لہ عاماً لما فی الخانیۃ انہ بمنزلۃ الوصی وللوصی ان یوصی الی غیرہ اھ[2] متولی نے اپنی مرضِ موت میں کسی دوسرے کو ولایت سونپ دی تو صحیح ہے اگرچہ اس کے لئے تفویض عام نہ ہو اس دلیل کی بنیاد پر جو خانیہ میں ہے کہ متولی بمنزلہ وصی کے ہے اور وصی کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ دوسرے کو وصیت کرے اھ (ت)

اور اگر اپنی حالتِ صحت میں کی اور قدیم سے اسی وقف کے متولیوں میں اس کا دستور چلا آیا ہے کہ متولی

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۸۵
[2] ردالمحتار " " " " ۳/۴۱۱

Marfat.com

اپنی حیات وصحت میں اپنے جانشین کو اپنے بعد متولی بنالیتے ہیں اور وہ متولی ہوتا ہے جب بھی ظاہر ہے کہ یہی جانشین بشرطِ اہلیت شرعیہ متولی ہوگیا۔ دوسرا اس کی منازعت نہیں کرسکتا۔ ردالمحتار میں ہے:

فی الذخیرۃ سئل شیخ الاسلام عن وقف مشہور اشتبہت مصارفہ، قال ینظر الی المعہود من حالہ فیما سبق من الزمان من ان قوامہ کیف یعملون فیہ فیبنی علی ذٰلک[1]

ذخیرہ میں ہے شیخ الاسلام سے اس وقف مشہور کے بارے میں پُوچھا گیا جس کے مصارف مشتبہ ہوگئے ہیں تو شیخ الاسلام نے فرمایا کہ قدیم زمانہ سے اس وقف کے بارے میں جو معمول چلا آرہا ہے اس پر نظر کی جائیگی کہ متولیان سابقہ اس میں کیا عملدرآمد کرتے تھے پس اسی پر بناء کی جائے گی۔ (ت)

اور اگر یہ معمول قدیم نہیں تو متولی کا اپنی صحت میں خود وقف سے جُدا ہونا اور دوسرے کو اپنی جگہ قائم کرنا ممنوع ہو تاکہ اس کے لئے اس کی اجازت جانب واقف سے بوجہ اشتباہ شرائط ثابت نہیں۔ درمختار میں ہے:

ارادالمتولی اقامۃ غیرہ مقامہ فی حیاتہ وصحتہ ان کانت التفویض لہ عاما صح والا لا[2]

متولی نے ارادہ کیا کہ کسی اور شخص کو اپنی حیات وصحت میں اپنا قائم مقام کرے اگر اس کے لئے تفویض عام ہے تو صحیح ہے ورنہ نہیں (ت)

مگر یہاں ایسا نہیں بلکہ اپنے بعد اس کے لئے وصیت تولیت کی ہے تو یہ مطلقاً ہر صورت میں جائز وصحیح ہونا چاہئے جب تک مخالفِ شرع نہ ہو کہ بوجہ عدم علم شرائط مخالفت شرائط واقف سے محفوظ ہے وہی عبارت قاضیخان للوصی ان یوصی الٰی غیرہ[3] (وصی کو اختیار ہے کہ کسی اور شخص کو وصیت کرے۔ت) اس کے لئے کافی ہے،

وترک السابقین لایدل علی شرط العدم بل علی عدم الشرط والمتبع العمل دون الترک الذی لیس من افعال المکلفین ولامقدورا لھم[4]، کما فی

اور سابقین کا کسی چیز کو ترک کرنا اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ اس کا نہ ہونا شرط ہے بلکہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا ہونا شرط نہیں اور اتباع عمل کی کی جاتی ہے نہ کہ ترک کی جو افعال مکلفین میں سے نہیں

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۴۰۴

[2] درمختار " " " مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۹

[3] فتاوٰی قاضی خاں " فصل فی اجارۃ الاوقاف نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۳۸

[4] غمز العیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الثانیۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۴۷

Marfat.com

غمز العیون وشتان ما الترك والکف ولم یثبت۔

اور نہ ہی ان کی قدرت میں ہے جیسا کہ غمز العیون میں ہے کف بمعنی روکنا ترک سے مختلف ہے، اور کف ثابت نہیں ہوا (بلکہ ترک ثابت ہوا ہے۔ (ت)

بالجملہ پہلی دو صورتوں میں جانشین مذکور کی صحتِ تولیت اصلاً محلِ شبہ نہیں جبکہ شرعاً اس کا اہل ہو، اور تیسری صورت میں بھی ظاہر یہی ہے کہ اس کی تولیت صحیح ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۸ از شہر محلہ چڑھائی نیب مسئولہ منشی محمد ظہور صاحب ۱۶ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ ایک بزرگ نے اپنی حیات میں جائدادِ موقوفہ کا زید کو بذریعہ تملیک نامہ کے متولی کیا اور یہ لکھا کہ تاحیات یہ متولی رہے اور بعد اس کے جو متولی یا سجادہ نشین ہوئے اس کو بھی اسی تحریر کا کاربند رہنا چاہئے، درصورت خلاف ورزی کے میرے مریدانِ سر برآوردہ جس کو مناسب سمجھیں مقرر کریں، ان بزرگ نے پردہ فرمایا اور بعد ایک زمانہ کے زید کا بھی انتقال ہوگیا اب زید کا لڑکا یہ چاہتا ہے کہ میں اپنے باپ کا قائم مقام بنوں اور ان بزرگ کے وارثان شرعی یہ چاہتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی شخص ہونا چاہئے، تو ایسی صورت میں ازروئے شرع شریف کے وارثانِ متولی کا حق ہے یا وارثان بزرگ کا، اور فقیر کی گدی پر وراثت کسی کی جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

بیانِ سائل سے معلوم ہوا کہ وہ جائداد پہلے زبانی وقف ہوچکی تھی اس کی توثیق کے لئے یہ وقف نامہ لکھا گیا جسے غلطی یا ناواقفی سے تملیک نامہ لکھ دیا اس میں متولی مذکور کے بعد دربارۂ تولیت کسی شرط کی تصریح نہیں ہے، ایسی صورت میں وارثان متولی مذکور کو تولیت پر کوئی دعوٰی نہیں پہنچتا، تولیت ترکہ نہیں کہ وارثوں میں تقسیم ہو بلکہ حتی الامکان وارثانِ وقف میں سے جو لائق ہو متولی کیا جائے گا اگر ان میں کوئی نہ ہو تو اہل الرائے اہلِ علم مسلمانوں کے مشورہ سے کوئی دیندار ہوشیار کارگزار متولی کیا جائے گا۔ درمختار میں ہے:

(ومادام احد یصلح للتولیة من اقارب الواقف لایجعل المتولی من الاجانب) لانه اشفق ومن قصده نسبة الوقف الیھم[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جب تک واقف کے اقارب میں سے کوئی ایک بھی تولیت کی صلاحیت والا موجود رہے گا اجنبی لوگوں میں سے کسی کو متولی نہیں بنایا جائے گا کیونکہ واقف کا قریبی متولی وقف پر زیادہ شفقت کرنیوالا ہوگا کیونکہ اس کا مقصود یہ ہوگا کہ وقف کی نسبت اس کے خاندان کی طرف بنی رہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

[1] درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۹

Marfat.com

مسئلہ ۴۱۹ از ریاست رامپور شترخانہ کہنہ احاطۂ صابری مسئولہ واحد حسن صاحب ۶ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مزار کا زید متولی تھا مزار کی جائداد اراضی بھی خدمت مزار موصوفہ معاف ہے، زید کا صاحبِ مزار سے کوئی سلسلہ نسبی وسلسلہ طریقت کوئی تعلق نہیں تھا اب زید کا انتقال ہوگیا زید کا بیٹا عمرو جو بالکل خدمتِ مزار کا اہل نہیں ہے اور تمام جائداد کی آمدنی تغلب وتصرف کرلی ہے ایک حبہ صرف نہیں کیا تولیت کا خواستگار ہے۔ بکر یہ کہتا ہے کہ میں ان خدمات کا اہل ہوں اور صاحبِ مزار سے میرا سلسلۂ طریقت اور میرے خاندان کا مزار ہے، عمرو نے اکثر سامان تلف کردیا، عمرو اخبث ہے اور خدمات انجام دینے کا اہل ہی نہیں ہے اور نہ مسلک درویشی عمرو کا ہے عند القاضی صورتِ مسئولہ میں ہر دو فریق میں سے کون لائقِ تولیت نہیں اور کس کے نام جائداد کا اندراج ہونا چاہئے؟ عند القاضی بکر کی اہلیت ثابت ہوچکی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بیان مذکور اگر واقعی ہے تو عمرو تو کسی طرح متولی ہو ہی نہیں سکتا اگرچہ خود واقف نے اسے متولی کیا ہوتا بلکہ اگرچہ وہ خود ہی واقف ہوتا کہ وہ متغلب ہے۔ درمختار میں ہے:

ینزع وجوبا ولو الواقف فغیرہ بالاولٰی غیر مامون[1]۔ | خائن متولی کو ولایت وقف سے وجوباً نکال دیا جائیگا اگرچہ وہ خود واقف ہو تو غیر واقف بدرجۂ اولٰی نکال دیا جائے گا۔ (ت)

اور بکر اگرچہ اہل ہو خواستگار تولیت ہے اور خواستگار تولیت کو متولی نہیں کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا لن نستعمل علی عملنا من ارادہ[2] رواہ احمد والشیخان وابوداؤد والنسائی عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ | ہم اپنے کام پر اس کے خواستگار کو ہرگز مقرر نہ کریں گے (اس کو امام احمد، شیخین، ابوداؤد، اور نسائی نے حضرت موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

درمختار میں ہے:

طالب التولیۃ لایولی الا المشروط لہ | طالبِ تولیت کو متولی نہیں بنایا جائے گا سوائے اس کے

---

[1] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۳

[2] صحیح البخاری کتاب الاجارات باب استیجار الرجل الصالح قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۰۱

Marfat.com

النظر لانه مولی فیرید به التنفیذ[1] کہ واقف نے اس کو متولی بنانے کی شرط کر دی ہو کیونکہ وہ واقف کی شرط کی وجہ سے متولی بن چکا ہے اور اب اس کے نفاذ کا طلبگار ہے (ت)

لہٰذا کوئی اور کہ ہر طرح اہل ہو تلاش کرکے متولی کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۲۰: از حیدرآباد دکن محلہ سلطان پور مسئولہ سید فصیح اللہ صاحب ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ کیا متولی اور منتظم مساجد مساجد کے مداخل و مخارج میں حسب خواہش بلا امتیاز طریق جائز و ناجائز بذاتِ خود بلا مشاورت اہل اسلام دستِ تصرف دراز رکھ سکتے ہیں اور یقینی تغلب اور غبنِ فاحش کے باوجود مسلمانوں کی درخواست پر آمد و خرچ کے حساب کے عدم معاینہ کی بابت ان کا انکار و اعراض جائز ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

متولی اور منتظم پر اتباعِ شرع و شرائطِ واقف ضروری ہے ان کے خلاف کسی فعل کا ان کو اختیار نہیں، اور اگر کریں تو مسلمانوں کو ان کی مزاحمت چاہیے، اور اگر خیانت یا ان کے باعث وقف پر ضرر ثابت ہو تو فوراً نکال دئے جائیں۔ درمختار میں ہے:

ینزع وجوبا ولو الواقف فغیرہ بالاولی غیر مامون[2] خائن متولی کو ولایت وقف سے وجوباً نکال دیا جائیگا اگرچہ خود واقف ہو اور غیر واقف ہو تو بدرجہ اولیٰ نکال دیا جائے گا۔ (ت)

غبن و تغلب یقینی درکنار اگر مظنون بھی ہو تو مسلمانوں کو ان سے حساب سمجھنے کا حق پہنچتا ہے اور ان کا اعراض سخت قابلِ اعتراض۔ درمختار میں ہے:

لاتلزم المحاسبۃ فی کل عام ویکتفی القاضی منہ بالاجمال لو معروفا بالامانۃ ولو متھما یجبرہ علی التعیین شیئا فشیئا[3] متولی اگر امانت میں معروف ہو تو ہر سال تفصیلی محاسبہ اس پر لازم نہیں بلکہ قاضی اس سے اجمالی حساب طلب کرنے پر اکتفاء کرے گا اور اگر وہ متہم بالخیانت ہے تو قاضی اس کو ایک ایک شئی کا تفصیلی حساب بتانے پر مجبور کرے گا۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۹

[2] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۳

[3] درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف الخ 〃 〃 〃 ۱/۳۹۲

Marfat.com

صورتِ مذکورہ میں وُہ مجبور کئے جائیں گے کہ تفصیلی حساب دکھائیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۲۱۴ تا ۲۱۷ از لشکرگاہ بنگلور ملک میسور مسئولہ چودھری محمد حسین بحر قصاب صاحبان مسجد اعظم ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند آدمی مل کر ایک زمین خرید کر بالاتفاق بہ نیت وقف اس پر مسجد آباد کریں، امام موذن بھی مقرر کرلیں۔ بارہ سال سب واقفین باہم متفق رہے۔ نمازِ جماعت وجمعہ وغیرہ میں شریک رہے، مسجد کے لئے اوقاف واسطے آمدنی کے بھی خرید کر مسجد کے نام واسطے محاصل کے دے چکے، ان لوگوں میں سے ایک گروہ نے بارہ سال بعد مسجد دُور ہونے کے باعث ایک اور مسجد بھی فاصلہ بعید سے بنوا ڈالی اور دونوں مسجدوں میں شریک رہے، خدمات اور خرچ بھی محاصل اور ذات سے خرچ کرتے رہے وہ گروہ عرصہ ۲۵ سال سے ذاتی چندہ اس دوسری مسجد میں دیتے ہیں اور پہلی مسجد کے اوقاف برحال خود جاری ہیں اب یہ لوگ جو جدا ہوئے ہیں ان کو پہلی مسجد والے حقوقِ وقف سے علیحدہ تصور کرتے ہیں یعنی کہتے ہیں کہ ہم متولی اپنی رضامندی سے مقرر کرتے ہیں، اور دوسری مسجد والے کہتے ہیں ہمارا حق ہے کہ ہم سب واقف ہیں اور تولیت کا اختیار سب واقفین کو ہے، دوسرے گروہ والے کہتے ہیں کہ تمہارا حق بسبب جُدا ہونے اور الگ بنوانے مسجد کے نہیں رہا، سوال یہ ہے کہ پہلے واقفین کا حق ساقط ہے یا باقی؟

(۲) متولی کا مقرر کرنا مسجد کے لئے ضروریات سے ہے یا نہیں؟

(۳) ایک سے زیادہ متولی مقرر کرسکتے ہیں یا نہیں؟

(۴) جب واقفین میں اختلاف ہو بعض زید کو متولی کریں بعض عمرو کو، تو اکثر کو ترجیح ہے یا اقل کو، اور برتقدیر مساوات کس کو اختیار نصب متولی کا ہے؟

(۵) واقف سے مراد سطح مسجد کا واقف مراد ہے یا آبادی کرنے والا اور عمارت بنوانے والا؟

(۶) قوم کو نصب امام وموذن وآبادیِ مسجد وغیرہ کا اختیار ہے یا واقفین کو؟

(۷) واقفین کے لئے ضرور ہے کہ ہمیشہ عملدرآمد اور قابض اپنے موقوف پر رہیں کیا قبضہ چھوٹنے سے حقِ واقفیت ساقط ہوجاتا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) جب ان سب نے مل کر وہ مسجد بنائی سب اس کے واقف ہوئے جو حقوق کہ واقف کے ہیں سب کے لئے ہیں ایک فریق کے مسجد بنالینے سے پہلے کا حق زائل نہ ہوا یہ محض ظلم ہے۔

(۲) مسجد کے لئے متولی کا مقرر کرنا کچھ ضرور نہیں البتہ اوقاف کے لئے ضروری ہے۔

(۳) متولی متعدد بھی ہوسکتے ہیں وُہ سب مل کر کام کریں گے ہر ایک مستقل نہ ہوگا۔

Marfat.com

(۴) فقیر اس وقت کتابوں سے دُور حالتِ سفر میں ہے جزئیہ پیشِ نظر نہیں، اور ظاہر یہ ہے کہ صورتِ مذکورہ میں زید و عمرو دونوں متولی ہوجائیں گے اور مل کر کام کریں گے کہ نصب متولی کی ولایت واقف کو ہے۔ تنویر الابصار میں ہے:

ولایۃ نصب القیم الی الواقف[1] متولی مقرر کرنے کی ولایت واقف کو ہے (ت)

اور وہ سب واقف ہیں اور نصب متولی متجزی نہیں تو ہر ایک کو اختیار کامل ہے تو دونوں متولی ہوجائیں گے۔ اشباہ والنظائر میں ہے:

ماثبت لجماعۃ فھو بینھم علی سبیل الاشتراک الافی مسائل الاولی ولایۃ الانکاح للصغیر والصغیرۃ ثابتۃ للاولیاء علی سبیل الکمال لکل (الی ان قال) والضابط ان الحق اذاکان ممالایتجزی فانہ یثبت لکل علی الکمال فالاستخدام فی المملوک ممالایتجزی[2]

جو چیز جماعت کے لئے ثابت ہو وہ ان سب میں مشترک طور پر ہوتی ہے سوائے چند مسائل کے جن میں سے پہلا مسئلہ نابالغ و نابالغہ کے نکاح کی ولایت کا ہے کہ وُہ اولیاء میں سے ہر ایک کے لئے کامل طور پر ثابت ہوتی ہے (صاحبِ اشباہ کے اس قول تک کہ فرمایا) ضابطہ یہ ہے بیشک جو حق ناقابلِ تجزی ہو وہ ہر ایک کے لئے بطورِ کمال ثابت ہوتا ہے اور مملوک سے خدمت لینے کا حق ناقابلِ تجزی ہے (ت)

(۵) اصل مسجد زمین ہے تو زمین کا واقف اصل مسجد کا واقف ہے اور جس نے اس میں عمارت بنا کر وقف کی وہ بنا کا واقف ہے اور بنا اگرچہ وصف ہے اس کے لئے حکمِ جز ہے تو وہ بھی وقفِ مسجد میں شریک ہے۔

(۶) عمارت و مرمتِ مسجد کا اختیار واقفین کو ہے اور انھیں کے امام و مؤذن مقرر کئے ہوئے اولٰی ہیں مگر یہ کہ جن کو قوم مقرر کرے وُہ شرعاً مرجح ہوں تو انھیں کو ترجیح ہوگی۔ درمختار میں ہے:

البانی للمسجد اولٰی من القوم بنصب الامام والمؤذن فی المختار الااذا عین القوم اصلح ممن عینہ البانی[3]

قولِ مختار کے مطابق مسجد کا بانی امام و مؤذن کے تقرر میں بنسبت قوم کے اولٰی ہے سوائے اس کے کہ قوم کا مقرر کردہ امام و مؤذن بانی کے مقرر کردہ سے زیادہ صلاحیت رکھتا ہو۔ (ت)

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۹

[2] الاشباہ والنظائر کتاب النکاح الفن الثانی ادارۃ القرآن کراچی ۱/۲۴۴ تا ۲۴۶

[3] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۹۰

Marfat.com

(۷) واقف کے لئے وقف پر ہمیشہ قابض رہنا ضرور نہیں بارہا واقف دوسرے کو متولی کرتا ہے قبضہ متولی کا رہتا ہے مگر حقِ واقف ساقط نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲۸: از بڑودہ ناگرواڑہ گجرات مرسلہ یوسف علی خاں صاحب بہادر صدر انجمن اہلسنت وجماعت ۳ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اہلسنت وجماعت کو یہ جائز ہے کہ روافض کو جامع مسجد یا غیر مساجد کا متولی اور متصرف بنائیں اور ان کو اپنے ساتھ نماز میں شریک کریں اور جو مسلمان ایسا کریں ان کے لئے ازروئے شرع کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اہلسنت کی کسی مسجد خصوصاً مسجد جامع کا متولی رافضی کو کرنا شریعت مطہرہ وقرآن عظیم و احادیث صحیحہ و فقہ حنفی کی رُو سے اصلاً کسی طرح جائز نہیں حرام قطعی ہے۔

(۱) یہ روافض نہ اہلِ قبلہ ہیں نہ مسلمان بلکہ بالیقین کفار مرتدین ہیں، ردالرفضہ میں بکثرت کتب معتمدہ حنفی وعقائد اہلسنت سے ان کے کافر مرتد ہونے کے روشن ثبوت دئے ہیں۔ بدائع امام ملک العلماء و فتاوٰے امام طاہر عبدالرشید وشرح الکنز امام فخرالدین زیلعی و فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

وھذا نصھا قال المرغینانی یجوز الصلٰوۃ خلف صاحب ھوی وبدعۃ ولا تجوز خلف الرافضی والجھمی والقدری والمشبھۃ ومن یقول بخلق القراٰن وحاصلہ ان کان ھوی لایکفر بہ صاحبہ تجوز الصلٰوۃ خلفہ مع الکراھۃ والا فلا ھکذا فی التبیین والخلاصۃ وھو الصحیح ھکذا فی البدائع۔[1]

یعنی امام مرغینانی صاحبِ ہدایہ نے فرمایا: بدمذہب بدعتی کے پیچھے نماز جائز ہے اور رافضی وجہمی و قدری اور مشبہہ اور وہ جو قرآن عظیم کو مخلوق مانتے ہیں ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے اور حاصل یہ ہے کہ جس میں ایسی بدمذہبی ہو جس کے سبب اسے کافر نہ کہا جائے اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی مگر مکروہ ہوگی اور اگر اس کی بدمذہبی حدِ کفر تک پہنچی ہے جیسے رافضی وغیرہ مذکورین کہ یہ سب کافر ہیں اس کے پیچھے نماز ہوگی ہی نہیں، ایسا ہی تبیین الحقائق اور فتاوٰی خلاصہ میں ہے اور یہی صحیح ہے ایسا ہی بدائع میں ہے۔ (ت)

نیز فتاوٰی خلاصہ و فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۸۴

Marfat.com

الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنهما العیاذ باللہ فهو کافر وان کان یفضل علیا کرم اللہ تعالٰی وجهه علی ابی بکر رضی اللہ عنه لایکون کافرا الا انه مبتدع[1]

رافضی اگر صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما کو معاذ اللہ بُرا کہتا اور تبرا بکتا ہو تو وہ کافر ہے، اور اگر صدیق اکبر سے مولٰی علی کو فقط افضل کہتا ہو تو کافر نہ ہوگا مگر گمراہ ہے۔ (ت)

فتاوٰی بزازیہ و فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

یجب اکفارهم باکفار عثمٰن وعلی وطلحة و زبیر وعائشة رضی اللہ عنهم[2]

یعنی جو لوگ حضرت عثمان، علی، طلحہ، زبیر اور عائشہ رضی اللہ عنہم کو کافر کہتے ہیں واجب ہے کہ ہم ان کافر کہنے والوں کو کافر کہیں۔

فتاوٰی ظہیریہ و فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

یجب اکفار الروافض فی قولهم برجعة الاموات الی الدنیا وبقولهم فی خروج امام باطن (الٰی قوله) وهؤلاء قوم خارجون عن ملة الاسلام واحکامهم احکام المرتدین[3]

یعنی رافضیوں کو کافر کہنا واجب ہے ان کے اس قول میں کہ اموات دنیا کی طرف لوٹیں گے اور اس قول میں کہ ایک چھپا ہوا امام نکلے گا اور یہ لوگ ملت اسلام سے خارج ہیں اور ان کے وہی حکم ہیں جو مرتدوں کے ہوتے ہیں۔

شرح مقاصد و شرح تحریر الاصول و ردالمحتار علی الدرالمختار وغیرہا میں ہے:

اهل القبلة معناه الذین اتفقوا علی ما هو من ضروریات الاسلام واختلفوا فی اصول سواها و الا فلا نزاع فی کفر اهل القبلة المواظب طول العمر علی الطاعات بصدور شیئ من موجبات الکفر عنه[4] اھ مختصرا۔

یعنی اہل قبلہ کے یہ معنی ہیں کہ جو تمام ضروریاتِ دین کو مانتا ہو اور ان کے سوا بعض عقائد میں خلاف رکھتا ہو ورنہ اس میں کچھ خلاف نہیں کہ جس اہل قبلہ سے کوئی موجبِ کفر صادر ہو وہ کافر ہے اگرچہ تمام عبادتوں پر مداومت کرے۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب السیر الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۶۴
[2] " " " " " " " "
[3] " " " " " " " "
[4] شرح المقاصد المبحث السابع فی حکم مخالف الحق من اہل القبلہ دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۲/۲۶۹

Marfat.com

شرح فقہ اکبر علی قاری میں ہے:

لایخفی ان المراد بقول علمائنا لا تجوز تکفیر اھل القبلۃ بذنب لیس مجرد التوجہ الی القبلۃ فان الغلاۃ من الروافض و ان صلوا الی القبلۃ لیسوا بمؤمنین۔[۱]

یعنی پوشیدہ نہیں کہ ہمارے علماء کے اس قول میں کہ اہلِ قبلہ کو کسی گناہ کے سبب کافر کہنا جائز نہیں فقط نماز میں قبلہ کو منہ کرلینا مراد نہیں کہ غالی رافضی اگرچہ قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں بلاشبہ کافر ہیں۔

اور مساجد اہلسنت خصوصاً مسجد جامع کا اسے متولی کرنا اور مسلمانوں کے ایسے عظیم دینی تصرفات اس کے ہاتھ میں رکھنا اس کی عظیم تعظیم ہے اور اس کی تعظیم سخت حرام ہے بلکہ بحکم فقہائے کرام کفر ہے۔
تبیین الحقائق وطحطاوی علی مراقی الفلاح وغیرہما میں ہے:

لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا۔[۲]

اس لئے کہ اسے اگوا بنانے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شریعت میں اس کی توہین واجب ہے۔

فتاوٰی ظہیریہ و اشباہ والنظائر و درمختار میں ہے: تبجیل الکافر کفر[۳] کافر کی تعظیم کفر ہے۔
(۲) اس میں اسے مسلمانوں پر ایک افسری دینا ہے اور یہ حرام ہے۔ فتح القدیر و درمختار وغیرہما میں ہے:

یمنع من استکتاب و مباشرۃ یکون بھا معظما عند المسلمین۔[۴]

یعنی ذمی کافر کو بھی منشی بنانا یا اور کوئی ایسا عمل سپرد کرنا جس سے مسلمانوں میں اس کی بڑائی ہو جائز نہیں۔

حاوی قدسی و بحرالرائق و درمختار میں ہے:

والنظم لہ ینبغی ان یلازم الصغار فیما یکون بینہ وبین المسلمین فی کل شیئ وعلیہ فیمنع من القعود حال قیام المسلم عندہ بحر ویحرم تعظیمہ۔[۵]

یعنی کافر اور مسلمان کے ہر معاملہ میں کافر کو دبا ہوا ذلیل رکھنا چاہیئے، مسلمان کھڑا ہو تو اسے بیٹھنے نہ دیں، ایسا ہی بحر میں ہے اور اس کی تعظیم حرام ہے۔

۱؎ منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر مطلب یجب معرفۃ المکفرات الاجتناب عنہا الخ مصطفی البابی مصر ص ۱۹۲
۲؎ تبیین الحقائق کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ بولاق مصر ۱/۱۳۴
۳؎ درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۱
۴؎ " کتاب الجہاد فصل فی الجزیۃ " " " ۱/۳۵۲
۵؎ " " " " " " " "

Marfat.com

(۳) مساجد و اوقاف کا متولی بنانا کیسے عظیم دینی کاموں میں ان سے استعانت ہے اور یہ ان تشریحاتِ جلیلہ پر کہ المحجۃ المؤتمنہ میں مذکور ہوئیں حرام ہے، قرآن عظیم فرماتا ہے:

لا تتخذوا منهم ولیا ولا نصیرا[۱] غیروں میں سے کسی کو نہ اپنا دوست بناؤ نہ مددگار۔

تفسیر ارشاد العقل السلیم علامہ ابو سعود عمادی و تفسیر فتوحات الٰہیہ میں ہے:

نھوا عن موالاتھم لقرابة او صداقة جاھلیة و نحوھما من اسباب المصادقة والمعاشرة وعن الاستعانة بھم فی الغزو و سائر الامور الدینیة۔[۲]

یعنی مسلمان منع کئے گئے کافروں کی دوستی سے خواہ وہ رشتہ داری کے سبب ہو یا اسلام سے پہلے کے یارانے خواہ یاری اور میل جول کے اور کسی سبب سے اور منع کئے گئے اس سے کہ جہاد یا کسی دینی کام میں کافروں سے استعانت کریں۔

(۴) عقیلی و ابنِ حبان وغیرہما کی حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

سیأتی قوم لھم نبز یقال الرافضة لایشھدون جمعة ولا جماعة ویطعنون علی السلف فلا تجالسوا۔[۳]

عنقریب کچھ لوگ آئیں گے ان کا ایک بدلقب ہوگا انھیں رافضی کہا جائے گا نہ جمعہ میں حاضر ہوں گے نہ جماعت میں اور سلف صالح کو بُرا کہیں گے تم ان کے پاس نہ بیٹھنا نہ ان کے ساتھ کھانا پینا۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:

اذ مجالسة الاغیار تجر الی غایة البوار ونھایة الخسار۔[۴]

اس لئے کہ غیروں کے پاس بیٹھنا حد درجہ کی بربادی اور انتہا درجہ کے نقصان کی طرف کھینچ لے جاتا ہے

جب ان کے پاس بیٹھنا نری بربادی ہے تو انھیں مساجد و اوقاف کا متولی کرنا کس درجہ کس قدر عظیم تباہی ہے۔

(۵) مسلمانوں کا ایسا عظیم کام اس کے سپرد کرنے میں اسے راز دار و دخیل کار بنانا ہے اور یہ حرام ہے۔

---

[۱] القرآن الکریم ۴/ ۸۹

[۲] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) تحت آیۃ ۳/ ۲۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۳
الفتوحات الالٰہیۃ الشہیر بالجمل " " مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۵۷

[۳] العلل المتناہیۃ، حدیث ۲۵۷، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۱۶۱ و الضعفاء الکبیر، حدیث ۱۵۳ ۱/ ۱۲۶

[۴] مرقاۃ المفاتیح کتاب الایمان تحت حدیث ۱۰۸ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۳۰۹

Marfat.com

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

امر حسبتم ان تترکوا ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم ولم یتخذوا من دون اللہ ولا رسولہ ولا المؤمنین ولیجۃ ط و اللہ خبیر بما تعملون[1]

کیا اس گھمنڈ میں ہو کہ یونہی چھوڑ دئے جاؤ گے اور ابھی وہ لوگ علانیہ ظاہر نہ ہوئے جو تم میں سے راہِ خدا میں پوری کوشش کریں اور اللہ و رسول و مسلمین کے سوا کسی کو اپنا رازدار و دخیل کار نہ بنائیں اور اللہ تمھارے کاموں سے خبردار ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے:

نھی اللہ تعالی المؤمنین ان یتخذوا بطانۃ من غیر المؤمنین فیکون ذلک نھیا عن جمیع الکفار، و مما یؤکد ذلک انہ قیل لعمر رضی اللہ تعالی عنہ ھھنا رجل من اھل الحیرۃ نصرانی لا یعرف اقوی حفظا ولا احسن خطا منہ، فان رأیت ان تتخذہ کاتبا فامتنع عمر من ذلک وقال اذا اتخذت بطانۃ من غیر المؤمنین[2]

یعنی اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کو منع فرمایا کہ غیر مسلم کو اپنا رازدار نہ بناؤ تو یہ تمام کفار سے ممانعت ہے اور تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عرض کی گئی کہ شہر حیرہ میں ایک نصرانی ہے اس کا سا حافظہ اور عمدہ خط کسی کا معلوم نہیں حضور کی رائے ہو تو ہم اسے محرر بنالیں، امیر المؤمنین نے اسے قبول نہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ایسا ہو تو میں غیر مسلم کو رازدار بنانے والا ٹھہروں گا۔

تفسیر لباب التاویل وغیرہ پارہ ۶ میں ہے:

روی ان ابا موسی الاشعری رضی اللہ تعالی عنہ قال قلت لعمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ ان لی کاتبا نصرانیا فقال مالک ولہ قاتلک اللہ الا اتخذت حنیفا یعنی مسلما اما سمعت قول اللہ

یعنی ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہوا کہ میں نے امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم سے عرض کی میرا ایک محرر نصرانی ہے، فرمایا تمھیں اس سے کیا علاقہ خدا تم سے سمجھے کیوں نہ کسی کھرے مسلمان کو محرر بنایا کیا تم نے یہ ارشادِ الٰہی نہ سنا کہ اے ایمان والو!

---

[1] القرآن الکریم ۹/۱۶
[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ۳/۱۱۸ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۸/۲۱۰

Marfat.com

عزوجل یا ایها الذین اٰمنوا لا تتخذوا الیهود والنصٰری اولیاء قلت له دینه ولی کتابته قال لا اکرمهم اذ اهانهم الله ولا اعزهم اذ اذلهم الله ولا ادنیهم اذ ابعدهم الله قلت لا یتم امر البصرة الا به فقال مات النصرانی والسلام یعنی هب انه مات فما تصنع بعد فما تعمل بعد موته فاعلمه الاٰن واستغن عنه بغیره من المسلمین۔[1]

یہود و نصارٰی کو یار نہ بناؤ۔ میں نے عرض کی اس کا دین اس کے لئے ہے مجھے اس کی محرری سے کام ہے۔ فرمایا میں کافروں کو گرامی نہ کروں گا جبکہ انھیں اللہ نے خوار کیا، نہ انھیں عزت دوں گا جب کہ اللہ نے انھیں ذلیل کیا، نہ ان کو قرب دوں گا جب کہ اللہ نے انھیں دور کیا۔ میں نے عرض کی بصرہ کا کام بے اس کے پورا نہ ہوگا۔ فرمایا مرگیا نصرانی، یعنی فرض کرلو کہ وہ مرگیا اس کے بعد کیا کروگے جو جب کروگے اب کرو اور کسی مسلمان کو مقرر کرکے اس سے بے پروا ہوجاؤ۔

شرح سیر کبیر پھر ردالمحتار علی الدرالمختار میں ہے:

به ناخذ فان الوالی ممنوع من ان یتخذ کاتبا من غیر المسلمین لقوله تعالٰی لا تتخذوا بطانة من دونکم۔[2]

ہم امیر المومنین کے اسی ارشاد پر فتوٰی دیتے ہیں بیشک والی کو جائز نہیں کہ کسی کافر کو محرر بنائے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے اپنے سوا اوروں کو رازدار نہ بناؤ۔

سبحٰن اللہ! جب ان کو محرر تک بنانا ناجائز وخلافِ قرآن عظیم ہے تو مساجد مسلمین ان کے ہاتھ میں سپرد کرنا اور اتنا عظیم منصب دینا کس درجہ سخت حرام ہونا لازم۔

(۶) متولی کرنا حرام ہے مگر اسے کہ امین وخیر خواہ ہو، یہاں تک کہ خود واقف پر اگر اطمینان نہ ہو وقف سے اسے باہر نکال دینا واجب ہے۔ اسعاف فی حکم الاوقاف میں ہے:

لا یولی الا امین لان الولایة مقیدة بشرط النظر ولیس من النظر تولیة الخائن لانه یخل بالمقصود۔[3]

متولی نہ کیا جائے مگر جس پر پورا اطمینان ہو کہ تولیت میں وقف کا فائدہ دیکھنے کی شرط ہے اور جس پر اطمینان نہ ہو اس کا متولی کرنا رعایت فائدہ سے کوئی علاقہ نہیں رکھتا کہ وہ اصل مقصود میں خلل ڈالتا ہے۔

---

[1] لباب التاویل فی معانی التنزیل (تفسیر الخازن) تحت آیۃ ۵/۵۱ مصطفی البابی مصر ۲/۶۳-۶۲
[2] ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ باب العاشر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۸
[3] ردالمحتار بحوالہ الاسعاف فی حکم الاوقاف کتاب الوقف " " ۳/۳۸۵

Marfat.com

فتاویٰ بزازیہ و درر و غرر و تنویر الابصار و درمختار وغیرہا میں ہے:

ینزع وجوبا لو الواقف فغیرہ اولیٰ غیر مأمون[1]

یعنی اگر خود واقف قابلِ اطمینان نہ ہو تو اسے نکال دینا واجب، پھر دوسرے کا کیا ذکر۔

اور قرآنِ عظیم شاہد ہے کہ غیر مسلم ہرگز کسی معاملہ کا خیرخواہ نہ ہوگا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یٰایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالا ودوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بینا لکم الاٰیٰت ان کنتم تعقلون[2]

اے ایمان والو! اپنے غیروں سے کسی کو رازدار نہ بناؤ وہ تمھاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے ان کی دلی تمنا ہے تمھارا مشقت میں پڑنا، دشمنی ان کے مونہوں سے ظاہر ہوچکی ہے اور جو ان کے سینوں میں دبی ہے وہ بڑی ہے، ہم نے تمھارے سامنے نشانیاں صاف بیان فرما دیں اگر تمھیں عقل ہو۔

(۷) تنویر الابصار وغیرہ متون میں ہے: العاشر حر مسلم[3] یعنی عشر تحصیل کرنیوالے کی تعریف میں آزاد اور مسلمان ہونا داخل ہے۔ غایۃ البیان امام اتقانی شرح ہدایہ و بحر الرائق شرح کنز الدقائق و رد المحتار علی الدر المختار میں ہے:

لا یصح ان یکون کافرا لانہ لا یلی علی المسلم[4] بالاٰیۃ۔

یعنی تحصیل عشر پر کسی کافر کو مقرر کرنا باطل محض ہے کہ بنصِ قرآن اسے کسی مسلم پر کوئی اختیار نہیں مل سکتا۔

عشر لینے والا راستوں پر مقرر کیا جاتا ہے کہ تاجروں سے عشر تحصیلے، راہ کی حفاظت کرے، جیسے بلاتشبیہ یہاں چونگی کا محرر اور راستوں کی چوکی کا پولیس مین۔ جب اتنی خفیف دنیوی خدمت پر انھیں مقرر کرنا اصلاً درست نہیں تو ایسے عظیم دینی کام پر تقرر کیونکر ممکن۔

(۸) لاجرم صریح تصریحیں لیجئے۔ درمختار میں ہے:

بھذا یعلم حرمۃ تولیۃ الیھود علی الاعمال[5]

یہاں سے معلوم ہوا کہ اسلامی کاموں پر یہودی (یعنی کسی کافر) کا متولی کرنا حرام ہے۔

---

[1] درمختار　کتاب الوقف　مطبع مجتبائی دہلی　۱/۳۸۳

[2] القرآن الکریم　۳/۱۱۸

[3] درمختار شرح تنویر الابصار　کتاب الزکوٰۃ　باب العاشر　مطبع مجتبائی دہلی　۱/۱۳۶

[4] رد المحتار　〃　〃　دار احیاء التراث العربی بیروت　۲/۳۸

[5] درمختار　〃　〃　مطبع مجتبائی دہلی　۱/۱۳۶

Marfat.com

بحر الرائق و رد المحتار میں ہے:

لاشك فی حرمة ذٰلك[1]

اس کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں۔

شامی میں ہے:

ای لان فی ذٰلك تعظیمه وقد نصوا علی حرمة تعظیمه[2]

یعنی اس لئے کہ اس میں اس کی تعظیم ہے اور بیشک ائمہ دین نے تصریحیں فرمائیں کہ کافر کی تعظیم حرام ہے۔

شرنبلالیہ علی الدرر پھر رد المحتار میں ہے:

علو مما ذکرناہ حرمة تولیة الفسقة فضلا عن الیهود والکفرة[3]

یعنی جو کچھ ہم نے ذکر کیا اس سے معلوم ہوا کہ فاسقوں کو متولی کرنا حرام ہے چہ جائیکہ یہودی و دیگر کفّار۔

(۹) تمام عبارات و دلائل کہ یہاں تک مذکور ہوئے مطلقاً ہر کافر میں ہیں اگرچہ کافر ذمی ہو جو سلطنت اسلامیہ میں فرمانبردار و جزیہ گزار ہو کر رہتا ہے اور اکثر معاملات میں اس کا حکم مسلمانوں کا سا رکھا گیا ہے نہ کہ حربی جس سے انقطاعِ کُلّی کا حکم ہے اور امان لے کر بھی دار الاسلام میں سال بھر تک رہ ہی نہیں سکتا کہ مرتد جسے سلطانِ اسلام فوراً قتل کرے گا اور اگر غور کے لئے مہلت مانگے تو تین دن کی مہلت دے گا اور ان میں بھی قید ہی رکھے گا، متولی کس وقت کرے گا۔ تنویر الابصار میں ہے:

لا یمکن حربی مستأمن فینا سنة[4]

حربی مستامن ہمارے درمیان ایک سال نہیں ٹھہر سکتا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

من ارتد عرض الحاکم علیه الاسلام وتکشف شبهته ویحبس وجوبا ثلثة ایام ان طلب المهلة والاقتله من ساعته الا اذا رجی

جو مرتد ہو جائے حاکم اس پر اسلام پیش کرے گا اور اس کے شُبہ کا ازالہ کرے گا اگر وہ مہلت طلب کرے تو لازمی طور پر تین دن قید رکھا جائے گا ورنہ حاکم اسلام اسی وقت اس کو قتل کر دے گا سوائے

---

[1] رد المحتار کتاب الزکوٰۃ باب العاشر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۸

[2] " " " " " "

[3] " " " " " "

[4] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الجہاد فصل فی استیمان الکافر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۴۶

Marfat.com

اسلامہ بدائع[1] اس کے کہ اس کے اسلام کی امید ہو، بدائع۔ (ت)

عبارتِ ردالمحتار یشترط للصحة بلوغہ، و عقلہ لاحریتہ واسلامہ صراحۃ[2] (صحتِ تولیت کے لئے بلوغ اور عقل شرط ہے حریت اور صراحتاً مسلمان ہونا شرط نہیں۔ ت) خاص دربارۂ ذمی ہے یعنی متولی بن سکنے کے لئے اسلام شرط نہیں کہ کافر ذمی بھی اگر متولی کیا جائے گا ہو جائے گا نہ یہ کہ کوئی کافر کیسا ہی ہو متولی ہو سکتا ہے، اس عبارت کے متصل ہی خود اس میں اس کی سند یہ لکھی،

لما فی الاسعاف لو اوصی الی صبی تبطل فی القیاس مطلقا وفی الاستحسان ھی باطلۃ مادام صغیرا ولو کان عبدا یجوز قیاسا واستحسانا، ثم الذمی فی الحکم کالعبد فلو اخرجھما القاضی ثم عتق العبد واسلم الذمی لا تعود الیھما اھ بحر ونحوہ فی النھر[3]

یعنی اسلام شرط نہ ہونے کی سند وہ ہے جو اسعاف میں فرمایا کہ اگر کسی نابالغ کو وصی کیا تو قیاس میں مطلقاً باطل ہے، اور استحسان یہ ہے کہ اس کے نابالغ رہنے تک باطل ہے اور اگر غلام ہو تو قیاس و استحسان دونوں میں صحیح ہے اور حکم میں ذمی مثل غلام ہے، پھر اگر حاکم نے انھیں وصایت سے نکال دیا اور اس کے بعد غلام آزاد ہوا اور ذمی اسلام لے آیا تو وصی نہ ہو جائیں گے، یہ بحر میں ہے اور اسی کے مثل نہر میں۔

فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

لا تشترط الحریۃ والاسلام للصحۃ لما فی الاسعاف ولو کان عبدا یجوز قیاسا واستحسانا والذمی فی الحکم کالعبد فلو اخرجھما القاضی ثم عتق العبد واسلم الذمی لایعود الولایۃ الیھما کذا فی البحر الرائق[4]

یعنی متولی بن سکنے کے لئے آزادی و اسلام اس سند سے شرط نہیں کہ اسعاف میں فرمایا کہ اگر غلام ہو تو قیاس و استحسان دونوں میں اس کی وصایت ممکن ہے اور حکم میں ذمی بھی غلام کے مثل ہے اور اگر قاضی نے انھیں نکال دیا پھر غلام آزاد اور ذمی مسلمان ہوا تو اس سے وصایت ان کی طرف عود نہ کر آئے گی، ایسا ہی بحرالرائق میں ہے۔

دیکھو صراحۃً کلام کافر ذمی میں ہے اور مرتد ہرگز اس کی مثل نہیں وہ سب کافروں سے بدتر ہے۔

---

[1] درمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۵-۳۵۶

[2] و [3] ردالمحتار کتاب الوقف داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۸۵

[4] فتاوٰی ہندیہ کتاب الوقف الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۰۸

Marfat.com

اشباہ والنظائر میں ہے :

المرتد اقبح کفرا من الکافر الاصلی[1] یعنی مرتد کفر میں کافر اصلی سے بدتر ہے۔

شرط اسلام نہ ہونے کے لئے ایک قسم کے کافر کا کسی ایک صورت میں متولی بن سکنا کافی ہے نہ کہ شرطیت اسلام جبھی نہ ہوگی کہ ہر قسم کا کافر متولی بن سکے مگر کم علمی و نا فہمی عجب چیز ہے پھر صحت کے لئے شرط نہ ہونے سے اتنا ہی تو ہوا کہ بن سکنا محتمل ہے نہ یہ کہ اسے متولی بنانا جائز و حلال ہے۔ ابھی ابھی اسی ردالمحتار و دیگر معتمدات سے صاف تصریحیں گزریں کہ کسی کافر کو متولی بنانا مطلقاً حرام ہے اور اسی میں کلام ہے، جو امر ہمارے دین میں حرام ہے اسے روا رکھنا صریح مذہبی دست اندازی و بدخواہی اسلام ہے۔

(۱۰) پھر یہ بھی اس حالت میں ہے کہ اس کے ذمہ صرف نگہداشت یا ضروری اشیاء کی خرید و فروخت حساب کی لکھت پڑھت ہو کسی مسلمان پر اسے کوئی اختیار نہ دیا گیا ہو اس صورت میں متولی اگرچہ ہو سکے گا مگر کرنا حرام ہے۔ ردالمحتار کی عبارت مذکورہ اسی صورت سے متعلق ہے اور اگر اسے کوئی اختیار دیا جائے مثلاً امام یا مؤذن یا فراش یا اور کسی ملازم کی موقوفی یا بحالی یا اضافہ یا کمی یا رخصت یا معطلی میں کچھ دخل جب تو اس کی تولیت نہ صرف حرام بلکہ باطل محض ہے ہو سکتی ہی نہیں جیسا کہ ابھی اسی ردالمحتار و بحرالرائق و غایۃ البیان سے گزرا اور انھیں کتابوں میں اس پر اس آیہ کریمہ سے دلیل لائے :

لن یجعل اللّٰہ للکٰفرین علی المؤمنین سبیلا[2] یعنی شریعت الٰہیہ ہرگز کسی کافر کو کسی مسلمان پر کوئی اختیار نہ دے گی۔

بالجملہ رافضی کو مسجد خواہ کسی وقف کا ذی اختیار متولی کرنا جس سے کسی مسلمان ملازم وغیرہ پر اسے کوئی اختیار ملے یہ تو ممکن ہی نہیں اگر کیا جائے نہ ہو سکے گا اور اس کی تولیت باطل محض ہوگی اور محض بے اختیار متولی کیا جائے یہ بھی کم از کم قطعاً حرام اور مذہبی دست اندازی و بدخواہی اسلام ہے۔ بفرض غلط اگر رافضی کافر نہ بھی ہوتا تو مجرد فاسق عملی سے تو یقیناً بدتر ہے کما نص علیہ فی الغنیۃ شرح المنیہ، اور ابھی شرنبلالیہ و ردالمحتار سے گزرا کہ فاسق کا متولی کرنا بھی حرام ہے۔ یہ ہے مسئلہ کی تحقیق و باللہ التوفیق۔

(۱۱) روافض کو اپنے ساتھ نماز میں شریک کرنا ہرگز جائز نہیں کہ جب وہ شرعاً مسلمان ہی نہیں تو وہ نہ اہل عبادت ہیں نہ ان کی نماز نماز کہ عبادت کی پہلی شرط اسلام ہے اور جب ان کی نماز باطل محض ہے

---

[1] الاشباہ والنظائر کتاب السیر والردۃ الفن الثانی ادارۃ القرآن کراچی ۱/۲۹۱

[2] القرآن الکریم ۴/۱۴۱

Marfat.com

تو انھیں شریک کرنا صف کا قطع کرنا ہوگا کہ غیر نمازی صف میں کھڑا ہے اور صف کا قطع کرنا حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قطع صفا قطعه الله[1] رواه النسائی والحاکم عن ابن عمر رضی اللہ عنہما بسند صحیح۔

جو کسی صف کو قطع کرے اللہ اسے قطع کردے۔ اس کو امام نسائی اور امام حاکم نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا۔ت)

رافضیوں کے بارے میں حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بتخریج عقیلی و ابن حبان گزری اس کی روایت ابن حبان میں ہے:

ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم[2]

نہ رافضیوں کے جنازے کی نماز پڑھو نہ رافضی کے ساتھ نماز پڑھو۔

(۱۲) جو لوگ ان احکام شرعیہ کی مخالفت کریں رافضی کو متولی بنائیں یا اسے نماز میں داخل کریں صراحۃً شریعت کے بدلنے والے اور احکام الٰہی کے خلاف چلنے والے اور مستحق تعزیر شدید و عذاب مدید ہیں یہ بھی جب کہ ان روافض کے عقائد پر مطلع ہو کر انھیں کافر جانیں اور براہ خباثت نفس اپنے کسی دنیوی علاقہ کے سبب ان امور کے مرتکب ہوں ورنہ ایسی حالت میں انھیں مسلمان جانیں تو خود ہرگز مسلمان نہ رہیں گے۔ بزازیہ و ذخیرۃ العقبٰی و مجمع الانہر و درمختار وغیرہ میں ہے:

من شك فی عذابه وکفره فقد کفر[3]

جو ان کے عذاب اور کفر میں شک کرے خود کافر ہے۔

والعیاذ باللہ تعالٰی۔

تنبیہ: یہ احکام کہ ہم نے لکھے یعنی مسجد خواہ کسی وقف کا ادنٰی ذی اختیار متولی اصلاً نہ ہو سکنا اور غیر ذی اختیار متولی کرنا بھی حرام ہونا اور اسلامی کسی کام میں انھیں دخل دینا باطل و مردود ہونا اور نماز میں انھیں داخل کرنے کی تحریم اور یہ کہ ان کی نماز نماز نہیں، یونہی جملہ احکام ارتداد کہ ان کے تمام اعمال حبط اور ان کے نکاح باطل و فسخ، اور یہ کہ جہاں بھر میں کسی سے ایسے عقیدہ کے مرد یا عورت کا نکاح نہیں ہو سکتا نہ مسلمان سے نہ کافر سے نہ مرتد سے، جس سے ہوگا زنائے محض ہوگا، اور یہ کہ وہ اپنے کسی مورث کے اصلاً وارث نہیں ہو سکتے اگرچہ ان کا باپ یا بیٹا ہو اور یہ کہ انھیں کسی بالغ یا نابالغ

---

[1] سنن النسائی کتاب الامامۃ والجماعۃ باب من وصل صفا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۱۳۱

[2] کنز العمال بحوالہ ابن النجار عن انس الخ حدیث ۳۲۵۲۸ - ۲۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۵۴۰

[3] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

Marfat.com

پر اگرچہ ان کی اولاد ہو کوئی ولایت نکاح وغیرہ کی نہیں ہو سکتی اور یہ کہ ان سے میل جول حرام اور یہ کہ ان کی حیات یا موت میں کوئی اسلامی برتاؤ ان سے حرام۔ یہ تمام احکام نہ صرف ان رافضیوں بلکہ ان جمیع فرق و اشخاص کے لئے ہیں جو باوصف کلمہ گوئی اپنے کسی عقیدہ یا عمل میں کفر رکھتے ہیں جیسے ہر قسم کے وہابی اور نیچری اور قادیانی اور چکڑالوی اور حلول یا اتحاد بکنے والے جھوٹے صوفی اور اب سب سے نئے اکثر گاندھوی کہ یہ سب مرتدین ہیں اور ان سب پر وہی احکام جیسا کہ علمائے حرمین طیبین کے دونوں مشہور فتاوٰی الحرمین وحسام الحرمین وغیرہما اور المحجۃ المؤتمنہ سے ظاہر ہے۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی حق ارشاد فرماتا ہے اور وہی سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے اور ہمیں اللہ تعالٰی کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۴۲۹: از پیلی بھیت مرسلہ جناب مولٰنا محدث سورتی دام فیضہ ۱۹ صفر ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک موضع وقفی پانچ برس کو ممبران انجمن اسلامیہ سے ایک توفیر معین پر ٹھیکہ لیا، علاوہ شرائط ٹھیکہ کے ایک درخواست ٹھیکہ دار نے بعد ایک سال کے اس مضمون کی دی کہ چونکہ انجمن کے ممبر وغیرہ زائد از پانچ سال کو ٹھیکہ شرعًا نہیں دے سکتے لہذا بالغرض کارگزاری آئندہ مجھ سے معاہدہ تحریری کرالیا جائے کہ آئندہ پانچ برس کو بھی ٹھیکہ مجھی کو دیا جائے، چنانچہ معاہدی تحریری دستخطی کرلیا گیا کہ اگر اسامیان موضع کو ٹھیکہ دار رضامند رکھے گا اور باغ کی توفیر زیادہ کرے گا اور محافظت کرے گا تو آئندہ کو بھی اسی توفیر پر دیا جاسکتا ہے مگر توفیر باغ کی بدستور رہی اور اسامیان راضی نہیں، پس ایسی صورت میں اراکین انجمن کو پابندی لازم ہے یا نہیں؟ بایںہمہ کہ اور اشخاص کی درخواستیں ٹھیکہ جدید کی زائد از سابق موجود ہیں جس میں مسجد و مدرسہ کا نفع ظاہر ہے، علاوہ ازیں اگر ٹھیکہ والے سابق نے پابندی معاہدہ کی موافق کی ہو یعنی اسامیان دیہہ کو راضی رکھنے کا اہتمام کیا ہو اور باغ کی توفیر کی زیادتی میں سعی کی ہو مگر اتفاق سے ان کی رضامندی نہ ہو سکی اور توفیر میں ترقی نہ ہو سکی تو کیا ایسی صورت میں معاہدہ کی پابندی اراکین انجمن اسلامیہ کو لازم ہوگی اور اس کو اسی توفیر پر ٹھیکہ دینا جائز ہے گو مسجد و مدرسہ کا نقصان ہو۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اراکین پر اس معاہدہ کی پابندی نہ صرف غیر ضروری بلکہ محض ناجائز و ممنوع و گناہ ہے وہ معاہدہ

Marfat.com

محض باطل و شرعاً مردود و نارروا تھا اور باطل کا حق یہ ہے کہ مٹایا جائے نہ کہ پابندی ہو، دیہات کا ٹھیکہ جس طرح ہندوستان میں رائج ہے باجماعِ مذاہبِ اربعہ باطل و ناجائز ہے، اس ٹھیکہ میں زمین تو اجارۂ مزارعین میں ہوتی ہے اور توفیرِ آئندہ کا ٹھیکہ دیا جاتا ہے اور یہ حرام ہے عقدِ اجارہ شرع نے منافع کے لئے رکھا ہے نہ عین کے لئے، منفعت جیسے مکان میں رہنا گھوڑے پر چڑھنا اور عین جیسے روپیہ غلہ پھل وغیرہا، تو جو اجارہ استہلاکِ عین پر واقع ہو مردود و باطل ہے،

الّا ما خصہ الشرع کاجارۃ الضئر للارضاع فانھا علی اللبن واللبن عین لکن ورد الشرع باباحتھا علی خلاف الاصل فیقتصر علی مورد ہ۔

مگر جس کو شرع نے مخصوص کردیا ہو جیسے دُودھ پلانے کے لئے کوئی دودھ والا جانور اجرت پر لینا کیونکہ یہ اجارہ دودھ پر واقع ہوا اور دودھ عین ہے لیکن شرع خلافِ قیاس اس کی اباحت پر وارد ہے لہٰذا یہ حکم اپنے مورد پر بند رہے گا (ت)

فتاوٰی خیریہ وعقود الدریہ و درمختار و ردالمحتار وغیرہا میں اس کی تصریح ہے اور فتاوٰی فقیر میں اس کی کامل تفصیل و تنقیح۔ اور اگر اس سے قطع نظر ہی کریں تو اوّلاً اراکین کی وہ تحریر صرف ایک وعدہ تھی اور وفائے وعدہ پر جبر نہیں کما فی الاشباہ والھندیۃ وغیرھما (جیسا کہ اشباہ اور ہندیہ وغیرہ میں ہے۔ ت)

ثانیاً وہ وعدہ بھی لفظِ اِن شاء اللہ کے ساتھ تھا جو حلف کے اثر کو بھی باطل کر دیتا ہے۔

ثالثاً اراکین کو کوئی اختیار نہ تھا نہ ہے کہ وقف کے نقصان کا وعدہ کرلیں اور اپنے وعدہ کے نباہ کے لئے وقف کا نفع کھوئیں۔

بالجملہ وہ تحریر تو محض مہمل اور یہ رائج ٹھیکہ باطل و حرام ہے، اراکین کو چاہئے کہ دیہات میں جس وقت سال تمام ہوتا ہے اس وقت نظر کریں کہ بعض مزارعین سے پٹہ کی میعاد باقی ہے یا سب کی ختم ہوگئی یا کل یا بعض ایسے ہیں جن سے کسی میعادِ معیّن کا معاہدہ نہ ہوا سال بسال زراعت کرتے اور اجرت دیتے ہیں، یہ تین صورتیں ہیں۔ صورتِ دوم میں تو ظاہر ہے کہ زمینِ دیہہ اجارہ سے پاک و خالص ہوگئی، اور صورتِ سوم میں تمام مزارعوں کو اطلاع دے دیں کہ سالِ آئندہ زمین ہماری طرف سے تم کو اجارہ میں نہ دی جائے گی بلکہ ہم کل زمینِ دیہہ فلاں مستاجر کو اجارہ دیں گے اس کی طرف سے تم کو بدستور اجارہ ملے گی جس سے تمہارے معمول میں فرق نہ آئے گا یوں زمینِ دیہہ خالص ہوجائے گی، صورتِ اوّل میں البتہ دقّت ہے اس کا علاج یہ ہے کہ جس جس کی میعاد باقی ہے اسے بلا کر سمجھایا جائے

Marfat.com

کہ ہم صحتِ شرعی کے لئے یہ کارروائی کرتے ہیں جس کا کوئی اثر تمہارے خلاف نہ پڑے گا تم زبانی کہہ دو کہ ہم نے بقیہ میعاد کے اجارہ زمین سے دست برداری کی اس سے تمھیں ضرر نہ ہوگا زمین بدستور تمھیں کو ملے گی کاغذی عملدرآمد میں تبدیل نہ ہوگی شرعی طور پر سال آئندہ سے ہمارے بدلے فلاں مستاجر سے تم کو زمین اجارہ میں ملے گی جب وہ اس پر راضی ہو کر فسخِ اجارہ کر دیں یوں تمام زمین خالص ہو جائے گی بعد مستاجر سے کہا جائے کہ ہم نے اس تمام دیہہ کی زمین پانچ برس کے لئے فی سال اتنے روپے کے عوض تمہارے اجارہ میں دی وہ قبول کرے یہ عقد صحیح وجائز شرعی ہوگا اور زرِ ٹھیکہ وقف کے لئے حلال ہوگا جو بچا مستاجر کے لئے حلال ہوگا ورنہ طرفین گنہگار، اور نشست کم ہوئی تو اصل منافع موجودہ سے جتنا زائد آئے گا وقف کے لئے حرام ہوگا وہ ملک مستاجر ہے اور نشست زیادہ ہو تو جتنا بچا وہ مستاجر کے لئے حرام ہوگا وہ مال وقف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۳ مسئولہ ظہور الدین صاحب وکیل بریلی محلہ خواجہ قطب ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کی تعمیر زیرِ تجویز ہے جس کی اوپر کی منزل پر تعمیر ہونا قرار پایا ہے لیکن مسجد کو وسیع بنانے اور اس کا ٹھیک رُخ قائم کرنے میں ایک جزو مکان دوسرے شخص کا بھی آتا ہے یہ جزو ایک چھوٹے سے مثلث کی شکل میں ہے یہ شخص مالک مکان اس مثلث کو وقف کرنے کو تیار ہے لیکن یہ کہتا ہے کہ تعمیرِ مسجد جو اوپر بنے گی نیچے کے قطعہ مثلث کو اس کو دوامی طور پر کرایہ یا چانٹی پر دے دیا جائے تاکہ وہ شخص اس پر تعمیر نیچے نیچے کرلے اس کا یہ خیال ہے کہ میرا مکان جو مثلث قطعہ دینے سے کوٹھا ٹوٹ کر ناقص ہو جائے گا پھر نیچے نیچے کوٹھے کی تعمیر کرنے سے درست رہے زمین موقوفہ رہے گی اور اس کا کرایہ وہ ادا کیا کرے گا، ذیل میں ایک نقشہ بغرضِ سہولت فہم بنا دیا گیا ہے جس میں ا، ب، ج سے اراضی استفتا طلب دکھائی ہے آیا بعد وقف کے اس کو اراضی اس طور سے کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں کرایہ ضرور مسجد میں صرف ہوگا، نقشہ یہ ہے:

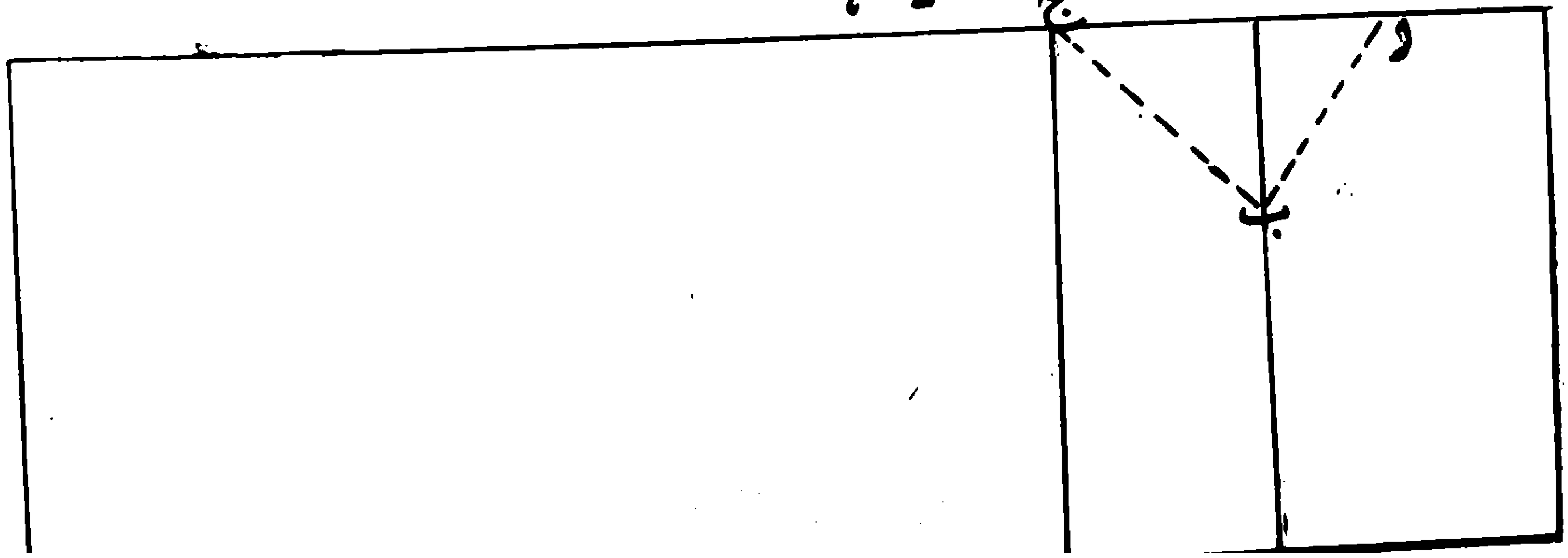

Marfat.com

الجواب

وہ شخص اپنا خاص جز و مکان اس مسجد کے نام وقف کردے اور وقف نامہ رجسٹری کرا دے پھر مصارف مسجد کے لئے یہ خاص ٹکڑا اس شخص کو اجرت مثل پر اجارہ میں دیا جائے اور ہر تین سال کے بعد کرایہ نامہ کی تجدید کی جائے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ وقف کرتے وقت وقفنامہ میں متولیِ مسجد کو یہ اجازت لکھ دے کہ یہ خاص ٹکڑا زیادہ مدت کے لئے بھی مجھ کو اجارہ میں دیا جاسکے اس صورت میں تین سال کی قید نہ رہے گی مگر وقف کیلئے زیادہ احتیاط اسی پہلی صورت میں ہے، درمختار میں ہے:

یراعی شرط الواقف فی اجارته فلو اھمل الواقف مدتھا قیل تطلق الزیادۃ للقیم و قیل تقید بسنۃ مطلقا، وبھا ای بالسنۃ یفتی فی الدار وبثلاث سنین فی الارض الا اذا کانت المصلحۃ بخلاف ذلک[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

وقف کے اجارہ میں شرطِ واقف کو ملحوظ رکھا جائیگا اگر واقف نے مدتِ اجارہ کا تعین نہیں کیا تو ایک قول یہ ہے کہ متولی کے لئے زیادتی کی اجازت مطلق رکھی جائے گی اور ایک قول یہ ہے کہ ایک سال کے ساتھ مقید ہوگی اور ایک سال کی مدت پر ہی فتوٰی دیا جائے گا مکان کے بارے میں اور تین سال کی مدت پر فتوٰی دیا جائے گا زمین کے بارے میں سوائے اس کے کہ مصلحت اس کے خلاف میں ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۳: از پیلی بھیت محلہ کھکرا مرسلہ حمید الدین خانصاحب کارندہ اکبری بیگم ۶ رمضان مبارک ۱۳۲۶ھ

قبلہ دوجہاں وکعبۂ دین وایماں دامت برکاتہم بعد تمنائے قدمبوسی عارض، بی بی صاحبہ نے جائداد وقف کی ہے وارث سے اندیشہ ہے کہ بعد وفات منسوخ کرا کر قبضۂ مالکانہ کریں حضور سے دریافت کیا کہ یہ تحریر شرعاً درست ہے اگر اس میں کوئی شک ہے تو دوسرا کاغذ رجسٹری کرادیا جائے، وقف نامہ صحیح کے اسٹامپ پر تحریر ہے اس کی نقل واسطے ملاحظۂ اقدس ارسالِ خدمت ہے جس وقت حضور کا جواب آئے گا تب داخل خارج کی درخواست دی جائے گی بی بی صاحبہ نے اپنی دوسری جائداد سے حصۂ وارثان کو دے دیا ہے یہ جائداد وقف کی ہے۔

(وقف نامہ)

خلاصہ وقف نامہ: میں اکبری بیگم فارسی خواندہ بنت عبدالرشید خاں مرحوم ساکنہ پیلی بھیت محلہ کھکرا بحالت صحتِ نفس وثباتِ عقل اپنی خوشی سے اس وقت اپنی جائداد حسبۃً للہ واسطے مصارف

---

[1] درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۶

Marfat.com

خیر اطعام مساکین و پارچہائے سرما و گرمائے مساکین و تجہیز و تکفین غربائے اسلام و جہیز دختران مساکین و صرف خیر مساجد و مدارس دینی و حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً وقف لوجہ اللہ کرتی ہوں تاحیات خود متولی رہوں گی بعد میرے فیاض الدین احمد خاں بعدان کے ان کی اولاد ذکور جو پابند شرع شریف ہو بمعیت حکیم خلیل الرحمٰن خاں و مولوی وصی احمد صاحب رہیں گے متولیان سو روپے سال اصغری بیگم کو جو میری چھوٹی بہن ہے دیتے رہیں بعدان کے ان کی اولاد ذکور کو جو پابند شرع شریف ہو دیتے رہیں نیز یہ بھی شرط ہے کہ میری رائے میں بحالت تولیت میری اس حقیت کا بیع یا رہن کرنا یا ٹھیکہ دینا اور اس سے دوسری جائداد یا اور کوئی شے مفید واسطے منافع اغراض وقف کے خرید کرنا ضرور معلوم ہو تو ایسا کرنے کا حسب شرائط دستاویز ہذا مجھے اختیار ہوگا اس لئے کہ موت کا وقت مقرر نہیں ہے لہذا انتظاماً و احتیاطاً یہ وقف نامہ لکھا گیا افضل خیرات شرعاً یہ ہے کہ جائداد مذکورہ کسی قیمت مناسب پر فروخت کرکے وقتاً فوقتاً خود اپنے ہاتھ سے خیرات کرنی، لہذا تاحیات اپنی مجھ کو اختیار ہوگا کہ جس وقت چاہوں فروخت کرکے حسب رائے خود خرچ کروں اور جو کچھ بعد میں باقی رہے گا اس سے شرائط وقفنامہ ھذا متعلق ہوں گے اگر میری حیات میں متولیان سے کوئی فوت ہو جائے تو مجھ کو متولی مقرر کرنے کا خود اختیار ہوگا، متولیان کو چاہیئے سے/ سال بطور خیرات تاحیات اس کے مسماۃ بنی کو جو اس وقت میرے پاس ہے بعد میرے دیا کریں گے بعد وفات اس کے یہ روپیہ دیگر خیرات میں شامل کیا جائے اگر خدانخواستہ ملک حجاز اپنی بدقسمتی سے نہ پہنچ سکوں تو میری قبر کسی بزرگ کے قریب بنوائی جائے اور محفوظ و ممیز کر دی جائے اور ایصال ثواب قرآن شریف و کلمہ و درود میں سے/ سال تک خرچ کیا جائے چونکہ آمدنی جائداد کی تعیین نہیں ہو سکتی میری رائے میں منہائے اخراجات متعلق جائداد کے ایک ثلث حرمین شریفین میں واسطے خیرات کے دیا جائے اور ایک ثلث طلبائے علم دین و مصارف مساجد پیلی بھیت و مدرسہ عربی واقع پیلی بھیت ایک ثلث فقراء و مساکین و اطعام وغیرہ اور واسطے ایصال ثواب شاہ محمد شیر صاحب کے ہے/ روپے سالانہ یا جس قدر زائد گنجائش ہو کیا جائے مجھے حکام سے امید ہے کہ بوقت دورہ اس جائداد موقوفہ کی نگرانی فرمادیں، متولیان کے پاس رجسٹر حساب جمع خرچ باقاعدہ درست رہنا ضرور ہے، میرے وارث یا قائم مقام کو اس کے تبدیل تغیر کا اختیار نہ ہوگا۔ لہذا یہ وقف نامہ بتعین مالیت ععھما روپیہ لکھ دیا کہ سند ہو۔ مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۰۶ء رجسٹری شدہ ہے۔

الجواب

یہ کاغذ باطل محض ہے اس میں انشائے وقف کے دو جملے ہیں،

Marfat.com

اوّل وقف لوجہ اللہ کرتی ہوں، اور اس میں یہ شرط لگائی کہ اسے بیچ کر جائداد یا اور کوئی شے مفید اغراض وقف خرید کرنے کا مجھے اختیار ہوگا۔ شرطِ استبدال اگرچہ جائز ہے مگر یوں کہ اس کے عوض دوسری جائداد ہی لی جائے جو انھیں مقاصد پر وقف ٹھہرے نہ کہ علاوہ جائداد مطلق جو شے چاہے جیسا کہ اس کاغذ میں تحریر ہے ایسی شرط سے وقف باطل ہو جاتا ہے۔ عالمگیری میں ہے:

اذا شرط فی اصل الوقف ان یستبدل به ارضا اخری اذا شاء فتکون وقفا مکانها، فالوقف والشرط جائزان عند ابی یوسف وکذا لو شرط ان یبیعها ویستبدل بثمنها مکانها، وفی واقعات القاضی الامام فخر الدین قول هلال مع ابی یوسف رحمهما الله تعالٰی وعلیه الفتوٰی کذا فی الخلاصة، وان قال علی ان ابیعها بما بدالی من الثمن من قلیل او کثیر او علی ان ابیعها واشتری بثمنها عبدا او قال ابیعها ولم یزد علی ذلك، قال هلال هٰذا الشرط فاسد یفسد به الوقف کذا فی فتاوٰی قاضی خان، ولو شرط الاستبدال ولم یذکر ارضا ولا دارا، له ان یستبدل بجنس العقار ما شاء

اگر واقف نے اصل وقف میں یہ شرط عائد کی کہ جب چاہے گا اس زمین کے بدلے دوسری زمین لے گا اور وہ اس پہلی زمین موقوفہ کی جگہ وقف ہوگی تو امام ابویوسف علیہ الرحمۃ کے نزدیک وقف و شرط دونوں جائز ہیں، اور اسی طرح اگر یہ شرط کی کہ اس کو فروخت کرکے اس کے ثمن کے بدلے دوسری زمین خریدے گا جو اس کی جگہ وقف ہوگی تو بھی جائز ہے اور واقعات قاضی امام فخر الدین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ میں ابو یوسف کے قول کے ساتھ شیخ ہلال علیہ الرحمۃ کا قول بھی مذکور ہے اور اسی پر فتوٰی ہے یہ خلاصہ میں ہے، اور اگر واقف نے اصل وقف میں یوں کہا کہ اس شرط پر وقف کرتا ہوں کہ میں اس وقف کو اپنی رائے کے مطابق کثیر یا قلیل ثمن کے بدلے فروخت کروں گا یا یوں کہا کہ اس شرط پر میں اس کو فروخت کروں گا اور اس کے ثمن کے بدلے غلام خریدوں گا یا یوں کہا کہ اس شرط پر کہ میں اس کو فروخت کروں گا، اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو شیخ ہلال نے فرمایا کہ یہ شرط فاسد ہے اور اس سے وقف فاسد ہوگا یہ فتاوٰی قاضیخان میں ہے، اور اگر اس نے فقط استبدال کی شرط کی اور یہ بیان نہ کیا اس کے بدلے زمین یا دار لے گا تو اس کو اختیار

Marfat.com

من دار او ارض کذا فی الخلاصۃ، و اذا قال علی ان استبدل ارضا اخری لیس لہ ان یجعل البدل دارا و کذا علی العکس کذا فی فتح القدیر[1] وذکر الخصاف فی وقفہ لوشرط ان یبیعھا ویصرف ثمنھا الی ما رأی من ابواب الخیر فالوقف باطل کذا فی الذخیرۃ[2]

ہوگا کہ جنس عقار سے جو چاہے اس کے بدلے میں لے لے چاہے زمین یا مکان، یُوں ہی خلاصہ میں ہے۔ اور اگر اس نے کہا اس شرط پر کہ بدل اس کے بدلے دوسری زمین لوں گا تو اب اس کے بدلے مکان نہیں لے سکتا اور نہ ہی اسکا عکس کرسکتا ہے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔ امام خصاف نے اپنی وقف میں ذکر فرمایا کہ اگر واقف نے یہ شرط کی کہ میں وقف کو فروخت کرکے ثمن کارہائے خیر میں جہاں چاہوں گا خرچ کروں گا تو وقف باطل ہوگا، ذخیرہ میں یونہی ہے۔ (ت)

دوم جو کچھ بعد میرے باقی رہے گا اس سے شرائط وقفنامہ متعلق ہوں گے اس کا حاصل یہ ہے کہ فی الحال اس جائداد کا کوئی حصہ وقف نہیں میں جب چاہُوں بیچوں اور جہاں چاہوں خرچ کردوں میرے بعد اس بیع وخرچ سے کچھ باقی بچے تو وُہ وقف ہو ظاہر ہے کہ یہاں کچھ معلوم نہیں کہ بعد زندگی اس کے بیع و خرچ سے کوئی حصہ جائداد باقی رہے یا کچھ نہ رہے اور رہے تو کیا اور کس قدر، تو یہ ایک مجہول چیز کا وقف کرنا ہو اور مجہول کا وقف باطل ہے پھر وُہ بھی ایک احتمالی بات پر معلق رہا اور ایسی تعلیق کا وقف باطل ہے۔ درمختار میں ہے:

شرطہ ان یکون قربۃ فی ذاتہ معلوما لامعلقا الا بکائن[3]

شرطِ وقف یہ ہے کہ وُہ اپنی ذات کے اعتبار سے قربت ہو اور معلوم ہو معلق نہ ہو ہاں شرط موجود کے ساتھ معلق ہوسکتا ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

حتی لووقف شیئا من ارضہ ولم یسمہ لایصح ولوبین بعد ذٰلک[4]

یہاں تک کہ اگر کسی نے اپنی زمین کا کچھ حصہ وقف کیا اور اس کو متعین نہ کیا تو وقف صحیح نہ ہوگا اگرچہ بعد میں بیان کردے (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۰۰-۳۹۹
[2] " " " " ۲/ ۴۰۲
[3] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷۷
[4] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۶۰

Marfat.com

اسی میں اسعاف سے ہے :

الوقف لایحتمل التعلیق بالخطر[1]

وقف ایسی شَی کے ساتھ معلق ہونے کا احتمال نہیں رکھتا جو محتمل الہلاک ہو (ت)

فتح القدیر میں ہے :

لوقال اذامت من مرضی ھذا فقد وقفت ارضی الی اٰخرہ فمات لم تصر وقفا[2]

جب کہا کہ اگر میں اپنی اس مرض میں مرگیا تو میں نے اپنی یہ زمین وقف کردی، پھر مرگیا تو زمین وقف نہ ہوئی (ت)

اس کے بعد جو لکھا کہ حکام سے امید ہے کہ اس جائداد موقوفہ کی نگرانی کریں اور اخیر میں کہا کہ یہ وقف نامہ لکھ دیا اور متولیوں کو مصارف بتائے ان میں کسی سے انشائے وقف نہ مقصود ہے نہ مفہوم بلکہ یہ سب اپنے اسی خیال کی بنا پر ہے کہ اسے وقف سمجھا حالانکہ وہ شرعاً ہنوز وقف نہ ہُوئی اور غلط خیالی کی بنا پر جو الفاظ کہے جائیں کچھ اثر نہیں رکھتے۔ اشباہ قاعدہ لاعبرۃ بالظن البین خطوہ میں ہے :

لواقر بطلاق زوجتہ ظانا الوقوع بافتاء المفتی فتبین عدمہ لم یقع کما فی القنیۃ[3]

اگر کسی نے کسی مفتی کے فتوٰی دینے کی وجہ سے وقوعِ طلاق کا گمان کرتے ہوئے اپنی بیوی کی طلاق کا اقرار کیا پھر اس کا عدم ظاہر ہوگیا تو طلاق واقع نہیں ہُوئی جیسا کہ قنیہ میں ہے (ت)

پس اس طالبۂ ثواب کو چاہئے کہ اسے ازسرِ نو وقف فرمائے اور بعدِ موت پر معلق نہ کرے کہ وہ اس میں اگر ثلث متروکہ سے زائد ہو تو پھر وارثوں کی اجازت کا جھگڑا ہے اور واقفہ استبدال کی شرط لگانا چاہے تو اختیار ہے مگر صرف اس طرح کہ اسے دوسری جائداد سے بدل لیں خواہ بیچ کر اس کے عوض دوسری جائداد خریدلیں اور اب وہ دوسری فوراً انھیں شرائط پر وقف ہو جائے گی، اور ما وراتے جائداد کسی اور چیز سے تبدیل کا ذکر ہرگز نہ ہو ورنہ وقف جاتا رہے گا اور یہ خیال نہ کریں کہ اپنی حیات میں بیچ کر خرچ کردوں تو ثواب زیادہ ہے، نہیں بلکہ اپنی حیات میں وقف کامل کریں اور شرط کرلیں کہ زندگی بھر

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۶۰

[2] فتح القدیر " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۴۲۳

[3] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ السابعہ عشر ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۹۴

Marfat.com

اس کے تمام مصارف میرے ہاتھ سے ہوں گے اور میری رائے واختیار پر رہیں گے میرے بعد فلاں فلاں متولی ہوں اور اتنا اتنا فلاں مصرف میں صرف کیا کریں یوں اپنی رائے سے زندگی بھر جیسا چاہے صرف کا اختیار رہا اور بعد کو بھی تا بقائے جائداد ثواب پہنچا گیا۔ عالمگیری میں ہے:

رجل اراد ان یجعل مالہ بوجہ القربۃ فبناء الرباط للمسلمین افضل من عتق الرقاب لانہ ادوم، وقیل التصدق علی المساکین وقلت قد کنا قلنا لمن اراد ذٰلک ان یشتری الکتب ویضع فی دار الکتب لیکتب العلم لانہ ادوم، فکان افضل من غیرہ ولو اراد ان یتخذ دارہ وقفا علی الفقراء، فالتصدق بثمنہا افضل ولو کان مکان الدار ضیعۃ فالوقف افضل کذا فی المضمرات[1] (ملخصًا)

ایک شخص نے ارادہ کیا کہ اپنا مال قربِ الٰہی میں کردے تو اس کا مسلمانوں کے لئے رباط بنانا غلام آزاد کرنے سے بہتر ہے کیونکہ رباط کو دوام زیادہ ہے، اور بعض نے کہا کہ اس کو مساکین پر صدقہ کرنا افضل ہے اور تحقیق ہم نے ایسا ارادہ کرنے والے کو کہا تھا کہ وہ کتابیں خرید کر لائبریری میں رکھے کیونکہ اس میں زیادہ دوام ہے لہذا یہ اپنے غیر سے افضل ہے اور اگر کسی نے ارادہ کیا کہ اپنا گھر فقیروں پر وقف کردے تو اس کے ثمن کو صدقہ کرنا افضل ہے اور اگر بجائے گھر کے زمین موقوف ہو تو وقف افضل ہے، ایسے ہی مضمرات میں ہے (ملخصًا)۔ (ت)

فتاوی امام قاضی خان میں ہے:

رجل جاء الی المفتی واراد ان یتقرب الی اللہ تعالٰی بدارہ فسأل ابیعہا واتصدق بثمنہا او اشتری بثمنہا عبیدا فاعتقہم او اجعلہا دار المسلمین ای ذٰلک یکون افضل، قالوا یقال لہ ان بنیت رباطا وتجعل لہا وقفا ومستغلا لعمارتہا فالرباط افضل فانہ ادوم واعم نفعا، وان لم تجعل للرباط مستغلا

ایک مفتی کے پاس ایسا شخص آیا جو اپنے گھر کے ذریعے اللہ تعالٰی کا تقرب حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اس نے کہا کہ میں اس کو فروخت کرکے اس کے ثمن صدقہ کروں یا اس کے ثمنوں سے غلام خرید کر آزاد کروں یا اس کو مسلمانوں کے لئے گھر کردوں ان میں سے کیا افضل ہے تو مشائخ نے کہا کہ اس کو یہ جواب دیا جائے کہ اگر تو رباط بنا کر اس کی آمدنی کے لئے کوئی شیئ وقف کردے تو رباط افضل

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف الباب الرابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۸۲-۴۸۱

Marfat.com

للعمارة فالافضل ان تبیع وتتصدق بثمنه علی المساکین[1]
ہے کیونکہ اس میں دوام زیادہ اور اس کا نفع عام ہے اور اگر تو رباط کی آمدنی کے لئے کوئی چیز وقف نہ کر سکے تو پھر اس کو فروخت کرکے ثمن مسکینوں پر صدقہ کرنا افضل ہے (ت)

عالمگیریہ میں اسے نقل کرکے فرمایا:

ودون ذٰلك فی الفضل ان یشتری بثمنها عبیداً فیعتقهم کذا فی الظهیریة[2]
اور اس سے کمتر فضیلت اس میں ہے کہ اس کے ثمنوں سے غلام خرید کر آزاد کرے۔ ظہیریہ میں ایسے ہی ہے۔ (ت)

وجیز کردری پھر بحرالرائق پھر ہندیہ میں ہے:

وقف الضیعة اولٰی من بیعها والتصدق بثمنها[3]۔ واللّٰه تعالٰی اعلم
قطعہ اراضی کو وقف کرنا اس کو بیچ کر ثمنوں کو صدقہ کرنے سے اولٰی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۳۲: از شہر محلہ چڑھائی نیب مسئولہ منشی محمد ظہور صاحب ۲۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے کہ دستاویز "ا" جائز ہے یا نہیں، اور اگر ہے تو یہ تملیک نامہ میں شمار ہوگی یا وقف نامہ میں یا تولیت نامہ میں؛ دوسرے یہ کہ زید نے دستاویز "ب" اپنے پسر عمرو کو اسی مضمون کو پلٹ کر لکھ دی تو متولی یا مہتمم کو اختیار تھا یا نہیں؛ اب چونکہ زید کا انتقال ہوگیا جس کی نسبت لکھا تھا کہ زید تاحیات متولی رہے گا بعد اس کے جو متولی یا سجادہ یا مہتمم ہوگا یکے بعد دیگرے اس کو بھی پابند اس تحریر کا رہنا ہوگا اب چونکہ دو دعویدار پیدا ہوئے ایک بکر خاندانی بزرگ جس کی عمر تخمیناً ۵۰ سال کی ہے اور مرید بھی کرتے ہیں دوسرا زید کا لڑکا عمرو جو مرید نہیں کرتا ہے جس کی عمر ۱۹ سال کی ہے جس کے حق میں دستاویز "ب" متولی نے تحریر کی ہے اب ان ہر دو میں ترجیح کس کو ہے اور کون مستحق جانشینی کا ہے اور متولی اور سجادہ نشیں جدا جدا ہونا چاہئے یا ایک ہی شخص مستحق ہے بموجب تحریر متذکرہ کے؛

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الوقف باب الرجل یجعل دارہ مسجداً الخ نولکشور لکھنؤ ۴/۷۱۴
[2] فتاوٰی ہندیۃ الباب الثانی عشر فی الرباطات والمقابر نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۷۰
[3] " " " " " " " " " " "

Marfat.com

الجواب

دونوں دستاویزیں سنیں، دستاویز اول وقفنامہ ہے اگرچہ غلطی سے اسے تملیک نامہ لکھا ہے اس کی عبارت یہ ہے "میں نے بحالت صحت نفس و ثبات عقل اراضی و مکان وغیرہ مذکورہ بالا کو اپنی ملکیت سے جدا کرکے واسطے امور و اغراض مذہبی متذکرۂ آئندہ کے تملیک کرکے اقرار کرتا ہوں کہ مجھ کو اور میرے کسی وارث شرعی کو نسبت جائداد مذکور کے دعوٰی نہ ہوگا تھیے خاں اپنی حیات تک متولی جائداد مذکور کے رہیں گے اور ان کے بعد جو شخص سجادہ نشین یکے بعد دیگرے میرا ہوگا سجادہ نشین و متولی جائداد مذکور کا رہے گا کسی متولی کو کسی وقت رہن و بیع کسی قسم کے انتقال کا اختیار نہ ہوگا یہ جائداد تملیک شدہ بطور وقف خاص مذہبی کام کے متصور ہوگی اس میں کبھی وراثت جاری نہ ہوگی" تو شک نہیں کہ وہ وقف نامہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) دستاویز "ب" کے ملاحظہ سے ظاہر کہ زید نے جو اصل واقف کا مقرر شدہ متولی تھا اپنی حالتِ حیات و صحت میں تولیت سے دستکشی کرکے اپنے بیٹے کو جانشین و متولی کیا شرعًا اسے کچھ اختیار نہ تھا،

اوّلاً متولی کو جائز نہیں کہ اپنی حیات و صحت میں دوسرے کو اپنی جگہ قائم کرے جب تک کہ واقف نے صراحۃً اسے اس کا اختیار نہ دیا ہو اور یہاں اسے اس کا اختیار نہ دیا تھا بلکہ عبارت وقف نامہ سے صاف ظاہر کہ واقف نے تاحیاتِ زید اسی کا متولی رہنا لکھا اس کے بعد اوروں کی جانشینی تحریر کی، درمختار میں ہے:

اراد المتولی اقامۃ غیرہ مقامہ فی حیاتہ وصحتہ ان کان التفویض لہ بالشرط عاما صح، والافان فوض فی صحتہ لایصح۔[1]

متولی نے اپنی حیات وصحت میں دوسرے کو اپنا قائم مقام بنانے کا ارادہ کیا تو اگر اس کو شرط واقف کے ذریعے تفویض عام حاصل ہے تب تو صحیح ہے ورنہ حالتِ صحت میں تفویض صحیح نہ ہوگی (ت)

ثانیًا پسرِ زید کی جانشینی بھی خلافِ شرط وقف نامہ عمل میں آئی جیسا کہ عبارت مذکورہ سے ظاہر ہے لہذا دستاویز "ب" محض مہمل و ناقابلِ عمل ہے تحریر وقف نامہ سے روشن ہے کہ متولی و سجادہ نشین ایک ہی شخص ہو اور اس کی نسبت واقف نے کوئی تعیین نہ کی تو مصالح شرعیہ دینیہ کے اعتبار سے اقربائے واقف میں سے جو شخص سُنّی پرہیزگار، دیندار، دیانتدار علماء و صلحائے اہلسنت کے اتفاق رائے سے اس کام کے لئے

---

[1] درمختار کتاب الوقف فصل یراعی الشرط الوقف فی اجارتہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۹

Marfat.com

زیادہ مناسب ہو وہی سجادہ نشین و متولی کیا جائے علم، تقوٰی و دیانت و اہلیت کا لحاظ سب سے مقدم ہوگا اور جب تک اقارب واقف میں سے ایسا مل سکے اجنبیوں میں سے نہ کیا جائے گا۔ درمختار میں ہے:

ومادام احد یصلح للتولیۃ من اقارب الواقف لایجعل المتولی من الاجانب، ومن قصدہ نسبۃ الوقف الیھم[1]

جب تک وقف کرنیوالے کے اقارب میں کوئی متولی بننے کی صلاحیت رکھنے والا موجود ہے کسی اجنبی کو متولی وقف نہیں بنایا جائے گا۔ واقف کے قریبی رشتہ دار متولی کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ وقف اس کے خاندان کی طرف منسوب رہے (ت)

عرفاً اس سلسلے کا مجاز و ماذون ہونا بھی ضرور ہے اگر ان سب باتوں میں مساوات ہو تو باعتبار سن ترجیح ہوگی،

کما نصوا ان الاحق بالامامۃ اعلمھم بالکتاب والسنۃ ثم و ثم و ثم اسنھم[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جیسا کہ مشائخ نے نص فرمائی کہ لوگوں میں سب سے بڑا عالم امامت کا زیادہ حقدار ہے پھر فلاں، پھر فلاں پھر ان میں سب سے زیادہ عمر رسیدہ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

نوٹ

سولھویں جلد کتاب الشرکۃ و کتاب الوقف پر ختم ہوئی،
سترھویں جلد کا آغاز کتاب البیوع سے ہوگا۔

---

[1] درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۹
[2] الہدایۃ کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۱۰۱
درمختار " " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۲

Marfat.com

تیرھویں چودھویں صدی ہجری میں ترتیب پانے والے اسلامی ادب کا آئینہ
پاک و ہند کے ۸۷۰ اہلِ قلم کی ۵۸۱۸ تصانیف کا اجمالی تعارف

مِراۃ التصانیف

جلد اوّل

اضافہ شدہ ایڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے شعبہ تصنیف و تالیف کی طرف سے
پندرھویں صدی کے اہلِ تحقیق کیلئے علمی پیشکش

مرتبہ
مولانا حافظ محمد عبد الستار قادری سعیدی

مکتبہ قادریہ
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ
لاہور

Marfat.com

اہلِ علم حضرات کے لئے خوشخبری

فتاویٰ رضویہ

حصہ
طہارت
تا سیر
مکمل
۱۵ جلدیں

خصوصیات جدید ایڈیشن

- عربی فارسی عبارات کے مقابل سلیس اُردو ترجمہ
- نادر اور قیمتی حوالہ جات کی تخریج، بقیدِ جلد، صفحہ اور مطبعِ کتاب
- عبارات کی پیرابندی قامہ ڈیش کے ساتھ
- کتابت اعلیٰ، کاغذ بہترین، آفسٹ طباعت، جلد مضبوط ڈائی دار
- ہر جلد کے ساتھ ماخذ و مراجع کے عنوان سے سینکڑوں کُتب اور اُن کے مصنفین بمع سِن وفات
- سائز ۲۰×۳۰/۸، صفحات ہر جلد اوسطاً ۷۵۰

باقی جلدوں پر تیز رفتاری سے کام جاری ہے

ملنے کے پتے

رضا فاؤنڈیشن ○ مکتبہ تنظیم المدارس ○ مکتبہ قادریہ
جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری گیٹ، لاہور

Marfat.com

فتاوٰی رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

١٧

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور

پاکستان (٥٤٠٠٠)

فتاویٰ رضویّہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۸
پاکستان (۵۴۰۰۰)

Marfat.com

مَن یُّرِدِ اللہُ بِہٖ خَیرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّینِ (الحدیث)

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

جلد ہفدہم

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودہویں صدی کا عظیم الشان فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ ——— ۱۳۴۰ھ
۱۸۵۶ء ——— ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۸ پاکستان (۵۴۰۰۰)
فون نمبر: ۷۶۵۷۳۱۴

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب ——— فتاویٰ رضویہ جلد ۱۷

تصنیف ——— شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ترجمہ عربی عبارات ——— حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

پیش لفظ ——— " " " " " " " " "

ترتیب فہرست ——— " " " " " " " " "

تخریج وتصحیح ——— مولانا نذیر احمد سعیدی ، مولانا محمد اکرام اللہ بٹ ، مولانا محمد عبداللہ

باہتمام وسرپرستی ——— حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صدر تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان

کتابت ——— محمد شریف گل ، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)

پیسٹنگ ——— مولانا محمد منشا تابش قصوری معلم شعبۂ فارسی جامعہ نظامیہ رضویہ ، لاہور

صفحات ——— ۷۱۵

اشاعت ——— ذیقعدہ ۱۴۲۰ھ / فروری ۲۰۰۰ء

مطبع ———

ناشر ——— رضا فاؤنڈیشن ، جامعہ نظامیہ رضویہ ، اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور

قیمت ———

ملنے کے پتے

- جامعہ نظامیہ رضویہ ، اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور
- مکتبہ تنظیم المدارس ، جامعہ نظامیہ رضویہ ، اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور
- مکتبہ ضیائیہ ، بوہڑ بازار ، راولپنڈی
- ضیاء القرآن پبلیکیشنز ، گنج بخش روڈ ، لاہور

Marfat.com

اجمالی فہرست

- پیش لفظ ۵
- کتاب البیوع ۸۱
- باب بیع الباطل والفاسد ۱۴۱
- باب البیع المکروہ ۱۸۹
- باب بیع الفضولی ۱۹۳
- باب الاقالۃ ۲۱۷
- باب المرابحۃ ۲۱۹
- باب التصرف فی المبیع والثمن ۲۴۳
- باب القرض ۲۶۹
- باب الربوٰ ۲۹۱
- باب الاستحقاق ۵۶۱
- باب بیع السلم ۵۶۹
- باب الاستصناع ۵۹۷
- باب الصرف ۶۰۱
- باب بیع التلجیۃ ۶۳۹
- باب بیع الوفاء ۶۴۳

Marfat.com

○ باب متفرقات البیع ———— ۶۴۹
○ کتاب الکفالۃ ———— ۶۵۳
○ کتاب الحوالۃ ———— ۷۰۳

فہرست رسائل

○ کفل الفقیہ الفاھم ———— ۳۹۵
○ کاسر الفقیہ الواھم ———— ۵۰۵

○

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ ! اعلیحضرت امام المسلمین مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خزائن علمیہ اور ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں عہدِ حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظرِ عام پر لانے کیلئے دار العلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ ماہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری سے مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے، اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا کی متعدد تصانیف شائع کر چکا ہے مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ المعروف بہ فتاوٰی رضویہ کی تخریج و ترجمہ کے ساتھ عمدہ و خوبصورت انداز میں اشاعت ہے۔ فتاوٰی مذکورہ کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ / مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا اور بفضلہ تعالٰی جل مجدہ و بعنایت رسولہ الاکرم تقریباً دس سال کے مختصر عرصہ میں سترھویں جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس سے قبل کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الجنائز، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الایمان، کتاب الحدود والتعزیر، کتاب السیر، کتاب الشرکت اور کتاب الوقف پر مشتمل سولہ ۱۶ جلدیں شائع ہو چکی ہیں جن کی تفصیل سنین، مشمولات، مجموعی صفحات اور ان میں شامل رسائل کی تعداد کے اعتبار سے حسب ذیل ہے:

Marfat.com

جلد نمبر	عنوانات	جوابات مسئلہ	تعداد رسائل	سنینِ اشاعت	صفحات
۱	کتاب الطہارت	۲۲	۱۱	شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ — مارچ ۱۹۹۰ء	۸۳۸
۲	〃	۳۳	۷	ربیع الثانی ۱۴۱۲ — نومبر ۱۹۹۱	۷۱۰
۳	〃	۵۹	۶	شعبان المعظم ۱۴۱۲ — فروری ۱۹۹۲	۷۵۶
۴	〃	۱۳۲	۵	رجب المرجب ۱۴۱۳ — جنوری ۱۹۹۳	۷۶۰
۵	کتاب الصلوٰۃ	۱۴۰	۶	ربیع الاول ۱۴۱۴ — ستمبر ۱۹۹۳	۶۹۲
۶	〃	۴۵۷	۴	ربیع الاول ۱۴۱۵ — اگست ۱۹۹۴	۷۳۶
۷	〃	۲۶۹	۷	رجب المرجب ۱۴۱۵ — دسمبر ۱۹۹۴	۷۲۰
۸	〃	۳۳۷	۶	محرم الحرام ۱۴۱۶ — جون ۱۹۹۵	۶۶۴
۹	کتاب الجنائز	۲۷۳	۱۳	ذیقعدہ ۱۴۱۶ — اپریل ۱۹۹۶	۹۴۶
۱۰	کتاب الزکوٰۃ، صوم، حج	۳۱۶	۱۶	ربیع الاول ۱۴۱۷ — اگست ۱۹۹۶	۸۳۲
۱۱	کتاب النکاح	۴۵۹	۶	محرم الحرام ۱۴۱۸ — مئی ۱۹۹۷	۷۳۶
۱۲	کتاب النکاح، طلاق	۳۲۸	۳	رجب المرجب ۱۴۱۸ — نومبر ۱۹۹۷	۶۸۸
۱۳	کتاب الطلاق، ایمان، حدود و تعزیر	۲۹۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۱۸ — مارچ ۱۹۹۸	۶۸۸
۱۴	کتاب السیر (ا)	۳۳۹	۷	جمادی الاخریٰ ۱۴۱۹ — ستمبر ۱۹۹۸	۷۱۲
۱۵	〃 (ب)	۸۱	۱۵	محرم الحرام ۱۴۲۰ — اپریل ۱۹۹۹	۷۴۴
۱۶	کتاب الشرکۃ، کتاب الوقف	۴۳۲	۳	جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ — ستمبر ۱۹۹۹	۶۳۲

سترھویں جلد

یہ جلد فتاویٰ رضویہ قدیم جلد ہفتم مطبوعہ سُنّی دارالاشاعت مبارکپور اعظم گڑھ بھارت کے شروع سے صفحہ ۲۹۰ تک ۲۹۸ سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے۔ رسالہ "کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم" کے علاوہ اس جلد کی عربی و فارسی عبارات کا ترجمہ راقم الحروف نے کیا ہے۔ اس سے قبل گیارھویں، بارھویں، تیرھویں اور سولھویں جلد بھی راقم کے ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکی ہیں جبکہ "کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم" کا نہایت شاندار اور زوردار ترجمہ مصنف علیہ الرحمۃ کے فرزندِ ارجمند حجۃ الاسلام حضرت علامہ مولانا محمد حامد رضا خان بریلوی نور اللہ مرقدہٗ کا ہے۔

Marfat.com

یاد رہے کہ رسالہ مبارکہ "کفل الفقیہ الفاہم" جو نوٹ سے متعلقہ تمام مسائل پر محیط ہے مصنف علیہ الرحمہ نے مکہ مکرمہ میں ایک دن اور چند گھنٹوں میں علماء مکہ کی طرف سے پیش کردہ بارہ سوالات کے جواب میں تحریر فرمایا۔ رسالہ میں مذکور تحقیقات و تدقیقات کو دیکھ کر علماء مکہ بہت مسرور و محظوظ ہوئے اور مصنف علیہ الرحمہ کو انتہائی شاندار الفاظ میں خراجِ تحسین پیش فرمایا، رسالہ مذکورہ کی تصنیف کے بعد جب آپ حرمین شریفین سے وطن واپس تشریف لائے تو مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی عبدالحی لکھنوی صاحب کے نوٹ سے متعلق فتوے نظر سے گزرے جن کے رد میں مصنف علیہ الرحمہ نے رسالہ "کاسر السفیہ الواھم فی ابدال قرطاس الدراھم" ملقب بلقب تاریخی" الذیل المنوط لرسالة النوط" تحریر فرمایا۔ پیش نظر جلد بنیادی طور پر کتاب البیوع، کتاب الکفالہ اور کتاب الحوالہ کے مباحثِ جلیلہ پر مشتمل ہے تاہم متعدد ابواب فقہیہ وکلامیہ وغیرہ کے مسائل ضمناً زیرِ بحث آئے ہیں، مسائل و رسائل کی مفصل فہرست کے علاوہ مسائل ضمنیہ کی الگ فہرست بھی قارئین کرام کی سہولت کے لئے تیار کر دی گئی ہے، انتہائی وقیع اور گرانقدر تحقیقات و تدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل دو رسالے بھی اس جلد کی زینت ہیں:

(۱) کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم (۱۳۲۴ھ)

کاغذی نوٹ کے بارے میں علماء مکہ مکرمہ کے بارہ سوالوں کا تحقیقی جواب۔

(۲) کاسر السفیہ الواھم فی ابدال قرطاس الدراھم

ملقب بلقب تاریخی

الذیل المنوط لرسالة النوط (۱۳۲۴ھ)

کاغذی نوٹ سے متعلق مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولانا عبدالحی لکھنوی کے فتووں کا تفصیلی رد۔

○

شوال المکرم ۱۴۲۰ھ
جنوری ۲۰۰۰ء

حافظ محمد عبدالستار سعیدی
ناظمِ تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

Marfat.com

فہرست مضامین مفصل

کتاب البیوع

مضمون	صفحہ
شرع میں ایجاب وقبول کے لئے ماضی کا صیغہ درکار ہے۔	۸۱
وہ صورت کہ ایجاب وقبول کے بغیر بھی بیع تام ہو جائے۔	۸۱
ان عقود میں مقصود معنی ہے نہ کہ لفظ۔	۸۱
بیع میں اصل مدار تراضی طرفین ہے قولاً ظاہر ہو خواہ فعلاً۔	۸۱
تعاطی مثل ایجاب وقبول لزوم بیع کا سبب ہوتی ہے۔	۸۱
بیع تعاطی میں ایجاب وقبول فعلی ہوتا ہے۔	۸۱
کسی دوسرے کے مکان کو اپنی ملکیت ظاہر کرکے کسی کے ہاتھ بیچنا اور مشتری کو قبضہ دلا دینا غصب ہے۔	۸۲
مغصوب کو غاصب کے علاوہ کسی دوسرے کے ہاتھ بیچنے کا حکم۔	۸۲
کسی شئی کی ملکیت کے شرعی گواہ گزریں تو قبضہ حکماً قرار دیا جائے گا۔	۸۲
صحت بیع کے لئے مبیع کا حکماً مقدور التسلیم ہونا کافی ہے۔	۸۲
حقیقۃً فی الحال مبیع کا مقدور التسلیم ہونا کسی کے نزدیک ضروری نہیں۔	۸۲
غلام جس کو مالک نے کسی کام سے بھیجا حالتِ غیبت میں اس کی بیع صحیح ہے۔	۸۲
احکام عرف وعادت میں خلاف کے احتمالات عقلیہ کا لحاظ نہیں ہوتا۔	۸۲
اُڑے ہوئے کبوتر جو شام کو واپس آجاتے ہیں حالتِ غیبت میں ان کی بیع صحیح ہے۔	۸۲

Marfat.com

غاصب مالک کی ملکیت کا اقرار کرے تو مغصوب کی بیع صحیح ہے۔ ۸۲
اقرار بینہ سے قوی حجت ہے۔ ۸۲
بھاگا ہوا غلام اور اڑتا کبوتر غیر مقدور التسلیم ہے ۸۳
قدرۃ علی التسلیم کو بعض ائمہ نے شرط انعقاد بیع قرار دیا اور بعض نے شرط صحت بیع، اور دونوں قول با قوت ہیں، قولِ اوّل پر بیع باطل اور ثانی پر فاسد ہو گی۔ ۸۳
بیع مغصوب غیر مقدور التسلیم قول ثانی پر بیع فاسد ہے، اور یہی موقوف بھی ہے۔ ۸۳
اجنبی محض کو دعویٰ کا اختیار نہیں ہوتا۔ ۸۳
بیع فاسد میں مشتری بے قبضہ مالک نہیں ہوتا۔ ۸۳
بیع فاسد میں ارتفاع مفسد بیع کو صحیح کر دیتا ہے۔ ۸۳
ایسی صورت میں صحت بیع کے لئے قبضہ مشتری یا اقرار غاصب یا بائع کے گواہان عادل ضروری ہیں۔ ۸۳
مقدور التسلیم حکماً کی بیع میں قبضہ سے پہلے مبیع ہلاک ہو جائے تو بیع فسخ ہو جاتی ہے۔ ۸۳
کتب فقہ سے مسائل مذکورہ بالا کے جزئیات کے نصوص۔ ۸۳

ایجاب وقبول

ایجاب وقبول کے بعد مبیع کا بازار بھاؤ بڑھ گیا، بائع کو طے شدہ نرخ پر مال دینے پر مجبور کیا جائیگا۔ ۸۷
ایجاب وقبول کے بعد بیع تمام ہو جاتی ہے بائع و مشتری سے کسی کو یک طرفہ کرنے کا حق نہیں۔ ۸۷
تمامیت بیع کے بعد بھی خیار رؤیت اور خیار عیب حاصل رہتا ہے۔ ۸۷
مال نمونہ کے موافق نہ ہو اور رؤیت کے بعد مشتری سے کوئی امر رضامندی کا صادر نہ ہو تو مال واپس کر سکتا ہے۔ ۸۸
ایجاب وقبول کے بعد مبیع مشتری کی ملک میں داخل ہو جاتی ہے قیمت ادا کرے یا نہ کرے۔ ۸۹
مشتری نے کُل یا جُز قیمت ادا کئے بغیر مبیع پر قبضہ کر لیا تو مبیع کا منافع اس کے لئے حلال ہے۔ ۸۹
بائع قیمت وصول کرنے کے لئے مبیع روک سکتا ہے ۸۹
سود حرام قطعی ہے کسی سے سود لیا پھر لینے والے کی کوئی رقم دینے والے کو ملی تو اس کو دئے ہوئے سود میں مجرا کر سکتا ہے۔ ۸۹

خیار شرط

کسی مکان کو دو سال کے لئے خیار شرط پر بیع کرنا' پھر بائع کا اسی مکان کو کرایہ پر حاصل کرنا سودی کاروبار ہے۔ ۸۹
یہ معاملہ حقیقۃً رہن کا ہے اور رہن بے قبضہ باطل ہے۔ ۹۰
مالک اپنی ملک غیر مالک سے کرایہ پر نہیں لے سکتا۔ ۹۰
سود کی ملک خبیث ہے۔ ۹۰
اجارہ باطلہ کے ذریعہ جو رقم حاصل ہو غصب ہے' ۹۰
پوری رقم واپس کرنا ضروری ہے۔ ۹۰

Marfat.com

گیارہ سوالوں پر مشتمل ایک استفتاء۔ ۹۰
خیار شرط کی تعریف۔ ۹۱
خیار شرط کی کم سے کم اور زائد سے زائد مقدار کا بیان۔ ۹۱
خیار شرط کی مدت کے اندر مخیر کو فسخِ بیع کا حق حاصل ہے اور انقضائے مدت کے بعد بیع لازم ہو جاتی ہے ۹۱
بیع بالوفا کی تعریف۔ ۹۱
بیع بالوفا حقیقۃً رہن ہے۔ ۹۱
راہن شئے مرہونہ پر قبضہ نہ کرے تو رہن باطل ہے، اور قبضہ ہو تب بھی شئی مرہونہ سے انتفاع حرام ہے۔ ۹۱
حدیث کل قرض جر نفعاً فهو حرام کی ایک مثال۔ ۹۱
سادہ قرض کی ادائیگی کے لئے کوئی میعاد ٹھہرائی تب بھی اس کی پابندی لازم نہیں، دائن جب چاہے قرض وصول کر سکتا ہے۔ ۹۲
بیع بالوفا حقیقۃً بیع نہیں تو انقضائے مدت کے بعد بھی مشتری کی ملک ثابت نہ ہوگی۔ ۹۲
بیع بالوفا کو ختم کرنے کی مختلف شرعی صورتیں۔ ۹۲
بیع مرہون مرتہن کی اجازت پر موقوف ہے۔ ۹۲

خیار تعیین

مقبوض علی سوم الشراء ہلاک ہو جائے تو قابض سے تاوان وصول کر سکتے ہیں۔ ۹۳

بیع مطلق

مرض الموت کے تصرفات غیر نافذ ہیں۔ ۹۳
لزوم بیع کے بعد ورثہ کو فسخ کا اختیار نہیں۔ ۹۳
خیار رؤیت کا حق صرف مشتری کو ہے۔ ۹۳
خیار عیب بائع کو بھی حاصل ہے لیکن بائع خیار عیب کی وجہ سے بیع فسخ نہیں کر سکتا، ثمن ردی کو جید سے بدل سکتا ہے، خیار رؤیت میں امام صاحب کا قول قدیم۔ ۹۳
بیع میں مبیع اصل ہے، اس کے رُد سے بیع فسخ ہو جائے گی، ثمن کے رُد سے فسخ نہ ہوگی۔ ۹۴
بیع نہ ہونے کی شکل میں بیعانہ روک لینا ظلم ہے چاہے زیادتی مشتری کی ہی کیوں نہ ہو۔ ۹۴
بیع توڑنے کے لئے طرفین کی رضا ضروری ہے۔ ۹۴
عدم بیع کی صورت میں بیعانہ مشتری کو واپس ملے گا۔ ۹۵
ایجاب وقبول کے لئے ماضی کا صیغہ ضروری ہے۔
وعدہ کوئی عقد نہیں۔ ۹۵
وفائے وعدہ پر جبر نہیں کیا جا سکتا۔ ۹۵
میت کے ترکہ سے قرض کی ادائیگی تقسیم پر مقدم ہوگی۔ ۹۵
عقد بیع زبانی ایجاب وقبول سے مکمل ہو جاتا ہے رجسٹری کچھ ضروری نہیں، اسی طرح تحریر بیعانہ کے بعد لفظی ایجاب وقبول ضروری نہیں۔ ۹۶
تکمیل بیع کے بعد بائع مشتری کی اجازت کے

Marfat.com

بغیر مبیع کو کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت نہیں کرسکتا۔ ۹۶

مرض الموت سے قبل آدمی کا اس کی ملک میں ہر تصرف نافذ ہوگا۔ ۹۶

زوجہ نے جائداد مشترکہ مالک بن کر بیع دی دیگر ورثہ کل بالغ تھے بیع کی اطلاع پاکر اسے پسند کیا اور قیمت میں سے حصہ لیا اب کسی کو اس بیع سے انکار کا حق نہیں۔ ۹۷

بحر اور درر کے ایک جزئیے کی تضعیف۔ ۹۷

نقد اور ادھار کے بھاؤ میں تفاوت حرام اور ناجائز نہیں۔ ۹۷

جائداد مشترکہ کے کچھ ورثہ نابالغ ہوں یا بیع پر راضی نہ ہوں تو ان کے حصہ کی بیع نافذ نہ ہو گی، ایسی بیع میں مشتری کو اختیار ہوگا کہ پوری بیع رد کردے یا حصص غیر مبیع کی قیمت واپس لے بقیہ بیع جائز رکھے۔ ۹۸

جواب ثانی بالتفصیل ہے۔ ۹۹

باپ کو نابالغ لڑکے کی ختنہ اور اس کے مال کے بیع وشراء کی ولایت حاصل ہے چچا اور ماں کو نہیں صرف مال کی حفاظت اور قبول ہبہ کا حق حاصل ہے۔ ۹۹

ایک شریک دوسرے شریک کے حصہ میں فضولی قرار پائے گا۔ ۹۹

بیع فضولی میں وقت عقد کوئی مجیز نہ ہو، مثلاً مبیع نابالغ کی ملک ہو تو عقد باطل ہوگا۔ ۹۹

فضولی غیر کی ملک کو اپنی بنا کر بیچے تو مذہب ضعیف پر یہ بیع باطل ہے، اور ظاہر الروایہ یہ ہے کہ یہ بیع موقوف ہے۔ ۱۰۰

بیع فضولی میں مالک کا مشتری سے قیمت طلب کرنا یا بائع سے کہنا تو نے برا کیا یا اچھا کیا، اجازت متصور ہوگا۔ ۱۰۲

امین پر بلا تعدی وتقصیر فی الحفظ ضمان نہیں۔ ۱۰۲

بیع فضولی میں قیمت پر بائع کا قبضہ قبضۂ امانت ہے ۱۰۲

بیع فضولی میں مالک کا مشتری کو زرِ ثمن ہبہ کرنا یا صدقہ کرنا رضا ہے۔ ۱۰۲

خبرِ بیع سن کر مالک کا خاموش رہنا شرعاً اجازت نہیں ہے۔ ۱۰۲

ایک جائداد کے وارثوں کے حصص کی شرعی تعیین اور تفصیل۔ ۱۰۳

جائداد مشترکہ بیع فضولی میں مشتری کو پوری بیع کے رد کرنے یا بقدر حصہ باقی رکھنے کا اختیار ہوتا ہے۔ ۱۰۳

نیلام کی ایک خاص صورت سے متعلق سوال۔ ۱۰۳

آجکل کچہریوں میں عام طور سے جو نیلام ہوتا ہے بیع غاصب کے حکم میں ہے جو مالک کی اجازت پر موقوف ہوگی۔ ۱۰۴

قاضی کا مدیون کے مال کو انکار کی صورت میں زبردستی بیچنا اور مکرہ کی بیع فاسد ہے۔ ۱۰۴

بیع فضولی کے مشتری نے مبیع کسی دوسرے کے ہاتھ بیچ دی یہ بھی بیع فضولی ہوئی اور اصل مالک

Marfat.com

کی اجازت پر موقوف رہے گی۔ ۱۰۵
کسی شے کی چند در چند بیع فضولی ہو تو اصل مالک
جس عقد کی اجازت دے گا صرف وہی جائز ہوگا۔ ۱۰۵
بیع فضولی میں مبیع کے اندر جو اضافہ ہوگا اگرچہ
قبل اجازت کا ہو، بعد اجازت سب کا مالک
مشتری ہوگا۔ ۱۰۶
بیع مغصوب میں بیع سے قبل کی ساری توفیر کا
مغصوب منہ مالک ہوگا۔ ۱۰۶
مدیون کو دین کا ہبہ جائز اور غیر کو ناجائز، البتہ
بطور قبضہ غیر کو ہبہ جائز ہے۔ ۱۰۶
ہبہ میں رجوع کے حق سے دستبرداری صحیح نہیں،
ہاں کچھ لے کر دست برداری ہو تو یہ ہبہ بالعوض
قرار دیا جائے گا۔ ۱۰۶
عوام کی جائداد کا سرکاری نیلام مالک کی اجازت سے
(سابقہ یا لاحقہ) ہو تو جائز۔ ۱۰۷
اجازت لاحقہ کی ایک صورت۔ ۱۰۷
نیلام بے اجازت عقد فضولی اور عقد موقوف ہے۔ ۱۰۷
عقد موقوف میں اجازت سے قبل بیع میں مشتری کا
تصرف حلال نہیں۔ ۱۰۷
نابالغ کی ملک فضولی نے بیچ دی بیع باطل ہوگی۔ ۱۰۷
کوئی چیز جب عقد صحیح شرعی سے خریدی گئی تو بائع
کا ثمن کو کار معصیت میں خرچ کرنے کا وبال مشتری
پر نہیں، نہ بیع میں کوئی خلل واقع ہوگا۔ ۱۰۸
بائع اس معصیت میں اعانت کی نیت سے خریدا
تو اس بری نیت کا وبال ضرور مشتری پر ہوگا۔ ۱۰۸

ڈگری میں بے رضا کے مالک جائداد کا نیلام بیع
فضولی ہے۔ ۱۰۹
مجیز نہ ہو تو باطل وقت عقد مجیز ہو تو جائز۔ ۱۰۹
اجازت کی ایک صورت۔ ۱۰۹
شوہر نے قرضخواہوں کو تحریر دی کہ میں ادا نہ کرسکوں
تو میری جائداد سے وصول کیا جائے اور اپنی جائداد
اپنی زندگی میں زوجہ کی مہر کے عوض لکھ دیا تو قرضخواہ
اس جائداد سے اپنا قرض وصول نہیں کرسکتا۔ ۱۰۹
حقوق مجردہ صالح تملیک و معاوضہ نہیں۔ ۱۰۹
عقد جب اہل سے محل میں بسلامت ارکان واقع
ہو تو اس کے عدم بطلان میں کوئی شبہ نہیں اور
اپنے ثمرات کو اگرچہ بعد القبض بالیقین مثمر ہوگا۔ ۱۰۹
شوہر نے زوجہ کو مہر کے بدلہ جائداد دی یہ عقد
تعبیر کے اعتبار سے تین طرح ہو سکتا ہے:
(۱) صلح عن المہر
(۲) زوج یا زوجہ کی طرف سے ہبہ بالعوض
(۳) ہبہ بشرط العوض ۱۱۰
عاقد نے عین اور حق ایک ہی عقد میں جمع کیا تو یہ
ہبہ بشرط العوض کی صورت میں ابتداءً ہبہ ہے
اور عین کے ساتھ حق جمع کر دینے میں ہبہ باطل
نہ ہوگا، اور بقیہ دونوں صورتوں میں معنیً بیع ہے اور
بیع کا حکم مذہب مختار پر صحت وقبول ہے۔ ۱۱۰
حقوق کی بیع میں دو مذہب ہیں، صحت و فساد، اور
دونوں باقوت ہیں۔ ۱۱۱
جو حقوق اصالۃً ثابت ہوں (جیسے حق موصی لہ بالخدمۃ

Marfat.com

حقِ قصاص، حقِ نکاح، حقِ غلامی) ان کا عوض لینا جائز ہے۔ 111
جو حقوق اصالۃً ثابت نہ ہوں (جیسے حقوق شفعہ و قسم زوجہ وخیار مخیرہ فی النکاح) ان کا عوض ناجائز ہے 111
کم من یصح ضمناً ولا یصح قصداً۔ 112
حقِ مرور، حقِ شرب، حقِ تعلّی وغیرہ کی بیع اصالۃً جائز نہیں۔ 112
جن کے نزدیک حقوق کی بیع جائز نہیں وہ بھی بطلان کو مضموم الیہ تک ساری نہیں مانتے۔ 112
حر ملیتہ کو عبد اور غلام کے ساتھ ملایا تو بھی بیع فاسد ہوتی ہے باطل نہیں۔ 112
اس مسئلہ میں تعبیراتِ علماء کا اختلاف اور ان میں تطبیق 112
بیع فاسد کی مبیع قبضہ کے بعد مملوک ہو جاتی ہے 115
بیع فاسد کی مبیع مشتری ثانی کے لئے حلال ہو جاتی ہے 115
فالسہ کی ٹہنیوں کی بیع میں علماء کا اختلاف ہے اہلِ جواز کا مستدل تعامل یا مقام قطع کا ٹھیک ٹھیک معلوم ہونا ہے۔ 116
مبیع قبضہ مشتری سے پہلے ہلاک ہو جائے تو بیع باطل ہے اور قیمت واپس کرنی واجب ہوتی ہے۔ 116
مبیع کو بائع نے غصب کر لیا تب بھی بیع صحیح ہے اور مشتری کی مِلک ثابت ہے۔ 117
غصب کی ایک صورت۔ 117
عقار کا غصب متحقق نہیں۔ 117
بیع میں ہبہ کی طرح قبضہ شرط نہیں ہے۔ 117
حالتِ صحت میں کسی وارث کے ہاتھ جائداد بیع کر دی بیع صحیح ہو گئی، دوسرے وارثوں کا جائداد میں کوئی حق نہیں، ہاں زرِ ثمن پانے یا معاف کرنے کا اقرار نہ کیا ہو تو بقیہ ورثاء زرِ ثمن کا دعویٰ کر سکتے ہیں زرِ ثمن کی عدم ادائیگی کا ثبوت قرائن سے نہ ہوگا۔ 117
ادائے ثمن نہ تو شرائط صحت بیع میں داخل ہے، نہ شرائط نفاذ بیع میں۔ 118
تکمیل عقد کے بعد بائع کل زرِ ثمن معاف کر سکتا ہے بیع میں خلل نہ ہوگا۔ 118
المرء مواخذ باقرارہ۔ 118
مال آنے جانے والی چیز ہے۔ 118
مزروعہ زمین کی بیع میں زراعت کا مالک مشتری ہوگا۔ 119
اس امر کا تفصیلی بیان کہ بیع میں کب زمین کے تابع کھیتی ہے اور کب نہیں۔ 119
جن صورتوں میں زراعت بائع کی ہے مشتری چاہے تو بائع کو زمین خالی کرنا ہوگا، اور مشتری کی اجازت سے باقی رکھی تو مشتری حسبِ عرف کرایہ لے سکتا ہے 120
مورث نے اپنے وارث کے حصہ کو جو مورث کی موت کے بعد اسے ملے گا، ایک ایسی عورت کے مہر کے بدلہ میں لکھا جس کا نکاح ابھی وارث سے نہیں تو کیا حکم ہے۔ 120
مہر کے عوض جائداد دینا ابتداءً وانتہاءً بیع ہے۔ 121
بیع مبادلہ مال بمال کا نام ہے۔ 121
مہر قبل از نکاح نہ عین ہے نہ دین، تو یہ مال ہی نہیں۔ 121

Marfat.com

خون، مردار اور مٹی اشیاء تو ہیں مگر مال نہیں ہیں۔ ۱۲۱
حکم کو سبب پر مقدم کرنا جائز نہیں۔ ۱۲۲
دین معدوم کے بدلے رہن لینا جائز نہیں۔ ۱۲۲
قبل از نکاح مہر کی ادائیگی سے شبہ اور اس کا
جواب۔ ۱۲۲
آئندہ ملنے والی تنخواہ یا عطیہ منصب کو مہر کے عوض کیا
تو یہ خود معدوم اور باطل ہے لہٰذا اس کا ہبہ اور بیع
دونوں باطل ہے۔ ۱۲۳
اراضی کے بیعنامہ میں جو چوحدی لکھائی گئی کل مشتری
کی ہوئی، اگر چوحدی میں غلطی سے کسی دوسرے کی
مملوکہ زمین آگئی تو اصل مالکوں کی چارہ جوئی کے بعد
وہ حصہ واگزار کر دیا جائے گا۔ ۱۲۳
چوحدی میں اگر زمین کی مکسّر پیمائش میں اختلاف
تحریر ہوا تو بھی چوحدی کا اعتبار نہ ہوگا۔ ۱۲۴
مکسّر پیمائش کے ساتھ ساتھ اگر یہ بھی تحریر ہو کہ
فی گز اتنا، تو اب چوحدی کا نہیں پیمائش کا اعتبار
ہوگا۔ ۱۲۴
زبانی بیع اور طرح ہوئی اور تحریر اس کے خلاف ہو تو
اعتبار زبانی ایجاب وقبول کا ہوگا۔ ۱۲۵
زمین کا جز مبیعہ متعین نہ ہوا تو بسبب جہالت بیع
فاسد ہوگی۔ ۱۲۵
زمین کا جز حصہ فی گز کے حساب سے فروخت کیا تو
اس کی جہت اور سمت کا تعین بھی وقت عقد یا مجلس
عقد میں ضروری ہے، اور مجلس عقد کے بعد متعین کر کے
قبضہ دیا تو یہ نئی بیع تعاطی قرار دی جائیگی۔ ۱۲۶

بائع ارض مبیعہ کے جز حصہ کو بیع سے خارج ہونے
کا مدعی ہے لیکن سالہا سال سے ارض مبیعہ پر
مشتری کا تصرف دیکھ کر خاموش رہا تو بائع کا دعوی
باطل قرار دیا جائے گا۔ ۱۲۶
آڑھت میں مال جمع کر کے اس کی قیمت پیشگی
آڑھت دار سے لینا کہ جب مال بکے گا حساب ہوگا
حرام ہے، البتہ قرض آڑھت دار کی مرضی سے لے
سکتا ہے۔ ۱۲۶
بیع آج کی اور بیعنامہ میں لکھا کہ اس کا نفاذ فلاں
تاریخ سے ہوگا بیع فاسد ہوگی۔ ۱۲۷
متعاقدین پر بیع فاسد کا توڑ دینا واجب ہے۔ ۱۲۷
بیع فاسد میں مشتری رضائے بائع سے کوئی تصرف
از قسم بیع، ہبہ، دین، وقف، وصیت کرے تو
بیع نافذ ہو جائے گی مگر مشتری گنہ گار ہوگا۔ ۱۲۷
جس چیز کو بیع فاسد سے خریدا اور اس کو دوسرے
کے ہاتھ پانچ سو میں بیچا اور اس کا بازار میں
چار سو ہی بھاؤ ہے تو اس کو چار سو ہی دئے جائیں۔ ۱۲۷
بیع مطلق ہوئی اور شرط فاسد بعد میں لگائی، تو
شرط کالعدم ہوگی اور بیع بلا شرط صحیح ہوگی۔ ۱۲۷
بیع وشراء کے وقت بھاؤ تاؤ کرنا سنت ہے
سفر حج کے لئے خریدی جانے والی چیز کا
استثناء ہے۔ ۱۲۸
شرع میں خرید وفروخت کی گفتگو کا اعتبار ہے۔ ۱۲۸
زمین زبانی اپنے لئے خریدی بیع نامہ لڑکوں کا نام
لکھایا، لڑکیوں کی نہ ہوئی، البتہ بیع نامہ ہبہ

Marfat.com

قرار دیا جائے گا اور مشاع ہونے کی وجہ سے ہبہ باطل ہوگا۔ ۱۲۸

لڑکوں میں سے کسی نے اس زمین کو دوسرے کے ہاتھ بیچا تو باپ کی رضا سے بیع نافذ ہوگی۔ ۱۲۸

زبانی اور تحریر دونوں میں لڑکوں کے لئے خریدا تو قبول نابالغ کی طرف سے باپ کرے اور بالغ اپنی طرف سے خود قبول کرے۔ ۱۲۸

بالغ نے اپنا جز حصہ بیچ دیا تو بقیہ جز کے حصہ کا مالک رہے گا اور نابالغ اپنے پورے حصہ کا۔ ۱۲۸

حرام مال سے کوئی چیز خریدی، اگر عقد و نقد دونوں حرام مال سے ہوئے تو مبیع خبیث ہے ورنہ نہیں۔ ۱۲۹

جائداد غیر منقولہ بغیر قبضہ کئے ہوئے بیچی جا سکتی ہے ۱۲۹

کوئی چیز ایک معین مقدار میں خریدی، وزن کم نکلا تو جتنا کم نکلا اتنی قیمت مشتری وضع کرے۔ ۱۳۰

فصل میں اس نیت سے غلہ خریدنا کہ جب بھاؤ چڑھ جائیگا بیچوں گا جائز ہے۔ ۱۳۰

بیع مرابحہ میں معمولی خرچ جو عادت تجار میں مال پر ڈالا جاتا ہے منافع کے ساتھ یہ خرچ بھی مشتری سے لیا جائے گا، اور نقصان کو بھی اسی پر ڈالنے کا رواج ہو تو وہ بھی مشتری سے لیا جائیگا۔ ۱۳۰

ایک مشترکہ خاندان کے نام جائداد کی خریداری کی مختلف صورتوں کا بیان اور اس کا حکم۔ ۱۳۱

ایک کثیر الاشکال مسئلہ کے دو بیان۔ ۱۳۲

بیان اول۔ ۱۳۲

خریداری تین طرح ہوتی ہے۔ ۱۳۲

ایجاب وقبول کے بغیر بھاؤ تاؤ کرکے بیعنامہ دے دیا یہ بیع نہیں بلکہ بیع وہ تحریر ہوگی جو بیع نامہ کے نام سے لکھی جائے گی۔ اسی میں خریدم فروختم تحریر ہوتا ہے اسی نے تحریر لکھوائی تو بیع تام و نافذ ہوگی، دوسرے نے لکھوایا تو اس کی اجازت پر موقوف ہوگی مختلف کتب فقہ سے مسئلہ کی جزئیات کا بیان۔ ۱۳۲

بیع عربان ممنوع ہے۔ ۱۳۲

ایجاب وقبول کا معنیٰ۔ ۱۳۳

ایجاب وقبول زبانی کا اعتبار ہے تحریر کا اعتبار نہیں ۱۳۴

الکتاب کالخطاب۔ ۱۳۵

مسجد کی آمدنی بڑھانے کے لئے کسی کی زمین زبردستی مسجد پر خریدی نہیں جا سکتی۔ ۱۳۶

زید نے مال خریدنے کے لئے ایک شخص کو وکیل بنایا، اس پر قبضہ کرنے کے بعد زید کا اس مال کو اسی وکیل کے ہاتھ مرابحۃً بیچنا جائز ہے۔ ۱۳۷

ایک شریک نے تقسیم کے بعد دوسرے شریک کا مال کم داموں پر خریدا تراضی طرفین ہو تو جائز ہے۔ ۱۳۷

مورث نے جو جائداد اپنے روپے سے خریدی وہ اسی کی ملک قرار پائے گی۔ ۱۳۸

دوسرے کے روپے سے خریدی خواہ بیوی ہی کیوں نہ ہو، اور عقد بیع اپنے لئے کیا تب بھی جائداد اپنے لئے قرار دی جائے گی۔ ۱۳۸

اور اس صورت میں دوسرے نے اس کو روپیہ کا مالک بنا دیا تھا تو اس روپے کا تاوان بھی مورث پر نہیں، اور دوسرے نے قرض دیا ہو یا

Marfat.com

جبراً اس سے روپیہ لے لیا ہو تو اس روپیہ کا تاوان عورت پر ہوگا۔ ۱۳۸

زید نے اپنی بیوی کے دین مہر سے جائداد خریدی اس کی دو صورتیں:

(۱) عورت نے دین مہر پر قبضہ کر لیا تھا پھر شوہر نے اس روپیہ سے جائداد خریدی، اس صورت میں دوسرے کے روپیہ سے جائداد خریدنے والی شکل کے احکام جاری ہوں گے۔

(۲) مہر پر عورت نے قبضہ نہیں کیا تھا، خود شوہر نے کہا یا عورت نے فرمائش کی مہر کے بدلے جائداد خرید دو، اس صورت میں جائداد عورت کی ہوگی۔ ۱۳۸

بیوی نے کہا میرا مہر جو تم پر ہے اس کے بدلے جائداد خرید لو، تو جائداد شوہر کی ہوگی اور شوہر سے روپیہ کا مطالبہ بھی ساقط ہوگا۔ ۱۳۸

مذکورہ بالا صورت میں اقتضاءً مہر کا ہبہ ثابت ہوگا۔ ۱۳۸

دوسرے نے اپنا روپیہ تجارت میں لگانے کے لئے کہا اور روپیوں کی تملیک نہ کی تو شرکت یا قرض قرار دیا جائیگا اور عوض لازم ہوگا۔ ۱۳۸

جھوٹ نہ بولے تو زیادہ دام کہہ کر گھٹانا یا دُگنی قیمت لینا جائز ہے۔ ۱۳۹

باب البیع الباطل والفاسد

ناجائز بیع کی تین قسمیں ہیں: باطل، فاسد، مکروہ تحریمی۔ ۱۴۱

بیع باطل کی تعریف اور اس کی مثال۔ ۱۴۲

خلل عقد و خلل محل میں نسبت کا بیان اور مصنف کی تحقیق۔ ۱۴۲

بیع فاسد کی تعریف اور مثال۔ ۱۴۳

سرکاری اسٹامپ کی بیع کا حکم۔ ۱۴۴

کسی کا مال بے اس کی رضا کے لینے پر قرآن و حدیث کی وعیدیں۔ ۱۴۴

اختیار اور رضا میں عام خاص کا فرق ہے۔ ۱۴۵

اختیار کا مقابل جبر ہے اور رضا کا مقابل کراہت۔ ۱۴۶

اکراہ ملجی وغیر ملجی سے رضا معدوم ہوجاتی ہے۔ ۱۴۶

عقود مثلاً بیع وشراء و ہبہ جس طرح عدم اختیار سے فاسد ہوتے ہیں عدم رضا سے بھی فاسد ہوتے ہیں۔ ۱۴۶

اسٹامپ آدمی اپنے اختیار سے خریدتا ہے مگر اس پر راضی نہیں ہوتا۔ ۱۴۶

ظلم وجور میں اہلِ دُنیا کے حال کا بیان۔ ۱۴۷

کسی امر مکروہ کے عادی ہونے سے وہ دائرۂ رضامندی میں نہ آئیگا۔ ۱۴۷

گورنمنٹ کے اشیاء کا نرخ مقرر کرنے کا حکم۔ ۱۴۸

اسٹامپ کی خریداری کی چھ جائز صورتیں۔ ۱۴۸

ایک کثیر الوقوع صورت جس میں عدمِ اکراہ ہے، لیکن دیگر وجوہ معصیت کی وجہ سے وہ بھی ممنوع ہے گناہ پر مدد گناہ و ممنوع ہے جیسے اہلِ فتنہ کے ہاتھ ہتھیار کی بیع مصنوعی گھی کی تجارت جائز ہے جبکہ مشتری اس سے کما حقہ واقف ہو۔ ۱۴۹

بازاری دُودھ کا حکم۔ ۱۵۰

Marfat.com

بیع میں ملاوٹ کا علم تین طرح ہوتا ہے خود بخود ظاہر ہو جیسے گیہوں چنے میں کھساری عرف بن گیا ہو جیسے دودھ میں پانی۔ ۱۵۱

بائع خود بتائے یہ چیز ملاوٹ کی ہے۔ ۱۵۱

زانی ولد الزنا کا ولی نہیں تو اس کا ولی بن کر بیع کے قبول کرنے کا بھی حق نہیں رکھتا۔ ۱۵۱

ماں، بھائی، چچا کو نابالغ پر ولایت مالیہ نہیں۔ ۱۵۱

ایجاب غائب عن المجلس کے قبول پر موقوف نہیں ہوتا بلکہ باطل ہو جاتا ہے۔ ۱۵۲

جانبین یا ایک جانب کا فضولی ایجاب کرے اور قبول کرنے والا موجود نہ ہو تو بیع باطل ہو جاتی ہے۔ ۱۵۲

درخت خرید اس کے کٹوانے کی ذمہ داری مشتری کی ہے بائع کے لئے شرط لگائی تو بیع فاسد ہو گی۔ ۱۵۳

بیع فاسد کا فسخ کرنا متعاقدین پر واجب ہے۔ ان میں جو فسخ کر دے گا ہو جائے گی متعاقدین خود فسخ نہ کریں تو حاکم جبراً فسخ کر دے۔ ۱۵۳

معدوم کی بیع ناجائز ہے۔ ۱۵۵

زید سے عمرو نے سو شیشیوں کی بات دس آنہ سیکڑہ کے حساب سے کی اور آٹھ سو کے چھ روپے دے دئے، شیشیاں زید کے پاس نہ تھیں دوسری جگہ سے خرید کر اپنی دکان پر رکھ دیں اس میں سو شیشیاں ٹوٹی نکلیں نقصان زید کا ہوا۔ ۱۵۵

پھل کا پھول بیچنا حرام ہے، عاقدین پر ایسی بیع سے توبہ اور دست کشی لازم ہے۔ ۱۵۵

زبانی عقد بیع شرط فاسد سے پاک ہو اور بیع نامہ میں اس کا ذکر ہو تو بیع فاسد نہ ہو گی۔ ۱۵۶

مال کی تعریف ۱۵۷

تھوڑی سی چیز جیسے ایک مشت خاک کی بیع جائز نہیں، اور کثیر کی جائز ہے۔ ۱۵۷

درر کی ایک عبارت کی توضیح اور شامی سے استشہاد ۱۵۷

معدوم کی بیع کی ایک صورت اور اس کا حکم۔ ۱۵۷

سوائے سلم کے معدوم کی بیع باطل ہے۔ ۱۵۸

کھیت میں کھڑے گنے کے رس کی اندازاً بیع کا حکم۔ ۱۵۹

اندازہ سے کم ہوا تو دو پیسہ فی من کے حساب سے سو من کا منافع مشتری واپس کرے گا۔ ایسی شرط لگانے کا حکم۔ ۱۶۰

ربٰو کی تعریف۔ ۱۶۰

بیع فاسد کی ایک اور صورت کا حکم ۱۶۰

جس شرط میں احد المتعاقدین کا فائدہ ہو وہ شرط فاسد ہے۔ ۱۶۰

ہر شرط فاسد مفسد بیع ہے۔ ۱۶۰

ہر بیع فاسد حرام و واجب الفسخ ہے۔ ۱۶۰

اگر عاقدین بیع فاسد کو فسخ نہ کریں تو قاضی جبراً فسخ کر دے۔ ۱۶۰

قمار کی ایک صورت اور اس کی حرمت کا بیان۔ ۱۶۱

یہ ٹھہرا کہ معاہدہ کی طرفین میں سے جو خلاف ورزی کرے گا ہرجانہ دے گا' یہ شرط ناجائز ہے۔ ۱۶۱

Marfat.com

بیع معدوم کی ایک اور شکل اور اس کا حکم۔ ۱۶۱

جتنے مال کی بیع ہوئی بائع نے اس سے کم دیا تو اب پورا کرے۔ ۱۶۱

بائع نے اگر مالِ مبیعہ کو دوسرے کے ہاتھ بیچ دیا تو سخت گنہگار ہوا، مال دوسرے مشتری کے پاس موجود ہو تو مشتری اول اس کو واپس لے اور موجود نہ ہو تو اتنے مال کا تاوان اس وقت کے بازار کے بھاؤ سے مشتری بائع سے وصول کرے۔ ۱۶۱

مردار کی کھال پکا کر یا سکھا کر بیچنا جائز ہے ورنہ حرام ہے۔ ۱۶۱

ہڈی پر چکنائی نہ ہو تو اس کی بیع جائز ہے۔ ۱۶۱

سور کی کھال یا ہڈی کی کسی حال میں بیع جائز نہیں۔ ۱۶۲

زندہ جانور کا گوشت خریدا اور کھال کا استثنا ہو یہ ناجائز ہے۔ ۱۶۲

دینِ مہر کا عوض دینا ہبہ بالعوض ہے، جو فی الحقیقت بیع ہے اور صحتِ بیع کے لئے قبضہ ضروری نہیں۔ ۱۶۳

آئندہ بھی جو جائداد پیدا ہو اسی دینِ مہر کے بدلہ میں دینے کی شرط لگائی تو یہ شرط باطل ہے، اور اس کی وجہ سے پہلا عقدِ بیع بھی فاسد ہوگیا۔ ۱۶۳

آئندہ پیدا ہونے والی جائداد پر اسی شرط فاسد کی بنیاد پر بیوی کا قبضہ کرادیا تب بھی وہ اس کی مالک نہ ہوگی۔ ۱۶۳

بیع فاسد کے ذریعہ حاصل ہونے والی چیز کو مشتری نے بیچ دیا، تو یہ بیع ثانی صحیح ہے، لیکن باہم طے شدہ دام نہیں دلایا جائے گا بلکہ

بازار کا بھاؤ۔ ۱۶۳

المبنی علی الباطل باطل۔ ۱۶۳

الباطل لاحکم لہٗ۔ ۱۶۳

ہبہ بعوض مہر مشروط بشرط الفاسد سے حاصل ہونے والے مکان کو کسی نے غصب کرلیا شوہر نے نالش کرکے اس پر قبضہ کرلیا تو ہبہ بعوض المہر والا عقد باطل ہوگیا اور شوہر اس کا مالک ہوگیا۔ ۱۶۳

شوہر ہبہ جدید کے ذریعہ عورت کو دے تو عورت مالک ہوجائے گی اور اس کا مہر بھی شوہر کے ذمہ رہے گا اور پہلے والے عقد کے تحت لوٹائے تو عورت مالک نہ ہوگی۔ ۱۶۴

مسجد کے درخت سے جو سوکھی لکڑی گرے اس کے بدلے کمہار لوٹا دیتا رہے یہ عقد جہالت مقدار بدلین کی وجہ سے ناجائز ہے، دونوں کی تعیین ہونی چاہئے۔ ۱۶۵

مالِ مسروقہ کو جان کر خریدنا حرام ہے۔ ۱۶۵

لاعلمی میں خریدا تو ناجائز ہے۔ ۱۶۵

خریدنے کے بعد مسروقہ ہونے کا علم ہو تو اس کا استعمال حرام مالک کو دیا جائے اس کا پتہ نہ چلے تو فقراء پر صرف کیا جائے۔ ۱۶۵

اپنی جگہ کسی دوسرے کو نوکر رکھوا کر اس کا پیسہ لینے سے بچنا چاہئے۔ ۱۶۵

پرامیسری نوٹ کا روپیہ گورنمنٹ کبھی واپس نہیں کرتی، یہ قرض مردہ ہے۔ ۱۶۶

قرض کی بیع خریدار کو قبضہ کے لئے مدیون پر مسلط کئے بغیر حرام و فاسد ہے۔ ۱۶۶

Marfat.com

قرض مردہ کی تعریف۔ ۱۶۷

بیع باطل کی ایک جدید شکل کا بیان۔ ۱۶۷

اس بیع میں ٹکٹ بیچنے کے بعد کمیٹی جو کپڑا دیتی ہے وہ معاوضہ نہیں، بلکہ انعام ہوتا ہے تو اس کا لینا جائز ہے، اور اس سے نماز درست ہے۔ ۱۶۷

نزول کی زمین کو سرکار سے خریدنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ۱۶۸

مردہ پھونکنے والوں کے ہاتھ لکڑی بیچنا جائز ہے اس کام میں اس کی اعانت کی نیت نہ کرے۔ ۱۶۸

بھنگ پینے والوں کے ہاتھ اس کی بیع ناجائز ہے البتہ دوا کے طور پر اس کی بیع جائز ہے۔ ۱۶۸

حقوقِ زوجیت مال ہے اس کو کسی چیز کا ثمن قرار دینا جائز ہے جبکہ حقوق ثابت اور معلوم ہوں۔ ۱۶۹

آئندہ جو نفقہ واجب ہوگا اسکو ثمن قرار دیا تو بیع فاسد ہوگی۔ ۱۶۹

بیع سلم میں یہ شرط لگائی کہ وقت موعود پر مبیع ادا نہ کیا تو اس وقت مبیع کا جو بازار بھاؤ ہوگا اس حساب سے بائع روپیہ واپس کرے گا حرام وفاسد ہے۔ ۱۷۰

صحت اور جواز میں فرق ہے، ممکن ہے ایک چیز صحیح تو ہو لیکن حرام ہو۔ ۱۷۰

افیون کی بیع دوائے خارجی استعمال کے لئے جائز ہے اور کھانے کے لئے حرام ہے۔ ۱۷۰

مردار کی بیع حرام ہے۔ ۱۷۱

قبرستان کی بیع حرام، بائع کو قیمت لینا حرام، واپس کرنا ضروری، اور مشتری کو قبرستان سے انتفاع حرام اور اس پر مسلمانوں کا قبضہ دلانا ضروری، بائع سے قیمت واپس ملے یا نہ ملے۔ ۱۷۱

زمین پر ناجائز قبضہ کرنے والوں کی اُخروی سزا کا بیان۔ ۱۷۱

وکیل کو چیز کے متعین دام بتا کر کہنا اس سے کم زیادہ بیچو تو تم جانو ہم وہی متعینہ دام لیں گے اور اس میں سے دو فیصدی تمہیں دلالی دیں گے، ایسا معاملہ وکیل اور موکل دونوں کے لئے ناجائز ہے۔ ۱۷۲

معین چیز کے کسب حرام ہونے کا علم نہ ہو تو اسے کھا سکتے ہیں۔ ۱۷۲

شرط فاسد عقد میں نہ ہو، نہ پہلے سے قرارداد کرکے اسی کے موافق عقد ہو تو بیع جائز ہے۔ ۱۷۳

شامی کے قول کی توضیح۔ ۱۷۴

حکم دیانۃ۔ ۱۷۴

کھڑا کھیت خریدنا اس وقت جائز ہوگا کہ کھیتی تیار ہو اور فوراً کاٹ لی جائے ورنہ ناجائز ہے۔ ۱۷۵

کچی کھیتی خریدنے کا حیلہ۔ ۱۷۵

بیج یا پھول پر فصل کی بیع ناجائز ہے۔ ۱۷۵

پھل کھانے کے لائق ہو جائیں تو جائز، لیکن پکنے تک درخت پر رہنے کی شرط سے بیع فاسد ہے۔ ۱۷۵

فصل کی بیع میں ڈالی کی شرط فاسد ہے۔ ۱۷۶

ان بیوع کے جواز کی تدبیر۔ ۱۷۶

بیع کی صحت کے لئے بدلین کا معلوم معین ہونا ضروری ہے۔ ۱۷۷

جہالت سے بیع فاسد ہوجاتی ہے اور مجلس عقد

Marfat.com

کے بعد جہالت زائل ہونا کچھ مفید نہیں۔ ۱۷۷

عبارتِ فتح کی توجیہ اور شامی پر تطفل ۱۷۹

شامی پر دوسرا تطفل ۱۸۱

شامی پر تیسرا تطفل ۱۸۲

ایک روپیہ دو روپیے کو بیچے اور قبل افتراق ایک روپیہ ساقط کر دے تب بھی یہ بیع جائز نہیں۔ ۱۸۳

صلب عقد میں فساد ہو یا شرط انعقاد معدوم ہو دونوں صورتوں میں مجلس عقد میں اصلاح مفیدِ صحت نہیں۔ ۱۸۳

مصنف کی تحقیق کہ شرط انعقاد کا عدم مبطل عقد ہے اور جہالت بدلین مفسد ہے۔ ۱۸۴

فساد قوی ہو تو مجلس عقد کے اندر اس کے ازالہ سے عقد صحیح ہو جائیگا بعد مجلس فساد متقرر ہو جائیگا اور ازالہ سے عقد صحیح نہ ہوگا۔ ۱۸۴

فساد ضعیف بعد مجلس عقد بھی زائل ہو جائے تو عقد صحیح ہو جائیگا ۱۸۴

بہر صورت فساد مستقر ہو جانے کے بعد فسخ عقد کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ ۱۸۴

قدوم حجاج اور ہبوب ریاح کی تاجیل میں فرق کا بیان ۱۸۴

مذکورہ بالا احکام کے جزئیات۔ ۱۸۵

صحتِ بیع کی شرائط میں مبیع کا بائع کو ضرر کے بغیر مقدور التسلیم ہونا ہے۔ ۱۸۵

غیر مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے جو بیع فاسد ہوئی اس میں مشتری کے بیع فسخ کرنے سے پہلے بائع جب بھی قبضہ دلادے گا بیع صحیح ہو جائیگی اور مشتری کو بیع قبول کرنے پر مجبور کیا جائیگا۔ ۱۸۶

خلقی اتصال اور عارضی اتصال میں فساد کے فرق کا بیان۔ ۱۸۷

ایک اور فرق کا بیان۔ ۱۸۷

چھت کی معین شہتیر اور غیر معین شہتیر کی بیع کا فرق۔ ۱۸۸

باب البیع المکروہ

احتکار کی تعریف اور اس کا حکم۔ ۱۸۹

بھاؤ چڑھنے کے انتظار میں غلہ روک کر بیچنا جائز ہے بشرطیکہ صارفین کو اس سے ضرر نہ ہو۔ ۱۸۹

غلہ بیچنے کے لئے بھاؤ چڑھنے کا انتظار۔ ۱۹۰

زبانی عقد کی تمامیت کے بعد رجسٹری ضروری نہیں۔ ۱۹۱

مکان کی زبانی بیع ہوگئی اور اس پر قبضہ مشتری ہو گیا جس کو حق شفعہ تھا وہ اس مکان کی خریداری سے انکار کر چکا تھا اب اس کو حق شفعہ نہیں۔ ۱۹۱

مشتری کو ایسے مکان سے اب بے دخل کرنا حرام ہے۔ ۱۹۱

ہمسایہ پر ظلم کی مذمت۔ ۱۹۱

بھائی کے بھاؤ پر بھاؤ بڑھانے کا حکم۔ ۱۹۱

فصل پر غلہ خرید کر بیچنا یا مناسب موقعہ پر بازار بھاؤ بیچنا جائز ہے۔ ایسی بیع کو حرام کہنے والا شرع پر جرأت کر رہا ہے۔ ۱۹۱

احتکار کا بیان۔ ۱۹۲

بیع مکروہ کی چند صورتوں کا حکم۔ ۱۹۲

باب بیع الفضولی

میکہ کے زیور اور جہیز کا سامان عورت کی اجازت

Marfat.com

کے بغیر شوہر بیچے تو بیع فضولی ہوئی، عورت راضی نہ ہو تو مشتری پر اس کا پھیرنا واجب ہے۔ ۱۹۳

مرض الموت میں کم قیمت پر سامان بیچا تو بیع جائز نہیں اور وارث کے ہاتھ تو برابر پر جائز نہیں۔ ۱۹۴

ایک غلط فتوے کے وجوہ خلل کا بیان اور مسئلہ کا صحیح حکم۔ ۱۹۴

غیر کے جس دین کو ادا کرنے پر آدمی مجبور ہو بے اسکی اجازت کے بھی ادا کر دیا تو ادا کنندہ اپنے اس فعل میں متبرع نہیں قرار دیا جائے گا۔ ۱۹۷

زید نے ایک مکان خریدنے کے وقت یوں عقد کیا کہ اس کو میں دوسروں کے لئے خریدتا ہوں یہ بیع فضولی ہوئی، اور اجازت سے قبل مرگیا تو بیع باطل ہوگئی۔ ۲۰۰

قاضی نے غلط فیصلہ کیا تو دوسرا قاضی اس کو رد کرسکتا ہے۔ ۲۰۱

فضولی نے مبیع کو بطور تعاطی کسی دوسرے کے ہاتھ بیچا یہ دوسری بیع بھی فضولی ہوئی۔ ۲۰۱

فضولی نے خریدتے وقت یہ تشریح نہیں کی کہ کس کے لئے خرید رہا ہوں یا یہ کہا کہ اپنے لئے خرید رہا ہوں، تو مبیع کا فضولی مالک ہوگا۔ ۲۰۱

زید نے کوئی چیز خریدی اور اس کے بارے میں یہ اقرار کیا کہ یہ فلاں کی ہے، تو وہ فلاں کی ہوگی، اور اس چیز کی قیمت فلاں پر واجب نہ ہوگی۔ ۲۰۱

زید نے اپنے روپے سے ایک مکان اپنے بھائی خالد کے لئے خریدا اور خالد کا قبضہ کرادیا۔ دس سال کے بعد زید کا دوسرا بھائی عمرو مدعی ہوا کہ اس میں میرا پیسہ لگا تھا۔ ۲۰۵

عقد بیع خالد کے نام ہوا تو عقد فضولی ہے، اور قبضہ کے بعد وہ تمام و کمال خالد کی ملک ہے۔ ۲۰۵

اس مکان کی قیمت بطور خود بے اذن خالد ادا کردی تو زید متبرع ہوا اور خالد سے کچھ نہیں لے سکتا۔ ۲۰۶

عمرو نے بھی قیمت میں بطور خود شرکت کی تو وہ بھی متبرع ہے اور زید نے مانگا ہو تو عمرو کا مطالبہ زید سے ہوگا نہ کہ خالد سے۔ ۲۰۷

اگر عقد کے وقت زید نے اپنا نام لیا ہو (اگرچہ بیع نامہ میں خالد کا نام درج کرایا ہو) تو مکان زید کا ہوا۔ ۲۰۷

عمرو کا پیسہ قیمت میں لگا ہو تب بھی عمرو کی ملک ہوگا، حسب سابق یا تو تبرع یا زید پر قرض ہوگا۔ ۲۰۷

عقد کے وقت عمرو و زید دونوں کا نام لیا ہو تو برابر کے دونوں حصہ دار ہوئے اگرچہ عمرو نے کچھ پیسہ نہ دیا ہو۔ ۲۰۸

اس صورت میں زید نے خالد کو جو ہبہ کیا وہ باطل ہے۔ ۲۰۸

مرض الموت میں وارث کے ہاتھ جائداد کی بیع بے اجازت دیگر وارثان باطل ہے ثلث یا کسی حصہ میں نافذ نہ ہوگی۔ ۲۰۹

عقد بیع نہ حصہ قرار دیا جا سکتا ہے نہ وقف۔ ۲۰۹

مولیشی خانہ کے جانوروں کی خریداری کا حکم۔ ۲۱۰

جو بیع مرض الموت میں کسی وارث کے نام کی گئی

Marfat.com

وصیت کے حکم میں ہے اور بے اجازت دیگر ورثہ باطل ہے۔ ۲۱۱
دیگر ورثہ کی اجازت کا وقت مورث کی وفات سے متصل ہے نہ قبل نہ بعد۔ ۲۱۲
مورث کی موت کے وقت اس کی عورت حاملہ ہو تو اجازت متحقق ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ ۲۱۲
جنین پر اللہ ورسول کے علاوہ کسی کی ولایت نہیں۔ ۲۱۳
رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولایت پر آیت وحدیث سے سند۔ (حاشیہ) ۲۱۳
حمل کی کوئی چیز ہبہ نہیں کی جا سکتی۔ ۲۱۳
جنین ضرور مومن ہے۔ ۲۱۳
عقد فضولی کا عقد کے وقت کوئی مجیز نہ ہو تو عقد باطل ہوتا ہے۔ ۲۱۴
بیع کے انعقاد وبطلان میں اختلاف ہو تو مدعی انعقاد گواہ پیش کرے۔ گواہ نہ ہوں تو مدعی بطلان کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا جب صحت ومرض میں اختلاف ہو تو مدعی مرض کا قول مذکورہ تفصیل کے ساتھ بقسم معتبر ہوگا جس پر قسم ہے وہ حلف سے انکار کرے تو خصم کا حق ثابت ہوگا۔ ۲۱۵
وارث کی بیع اپنے حصہ میں صحیح ہوگی جبکہ وارث کے ہاتھ نہ ہو۔ ۲۱۵
ایک ترکہ میں وارثوں کے حصص کی تقسیم ۲۱۶

باب الاقالہ

شئی معین کے معین قیمت پر خریدنے کا وکیل مبیع کو نہ تو اپنے لئے خرید سکتا ہے نہ دوسرے کے لئے، ہاں موکل کی فرمائش کے خلاف خریدا تو وکیل کی ملک ہوگا۔ ۲۱۸
پنچوں کے فیصلہ کے لئے طرفین سے رقم جمع کرانا باطل اور دونوں کی رقم کسی ایک کو دے دینا مزید ظلم اور ایک فریق کو دوسرے کا یہ پیسہ لینا حرام۔ ۲۱۸
کسی کام کے لئے پنچوں کا اصرار اکراہ شرعی نہیں، ایسے اکراہ کی صورت میں مشتری نے بیع توڑی اور بائع نے قبول کی تو بیع کا اقالہ ہوگیا۔ ۲۱۸
بیعانہ کا واپس کرنا بھی اقالہ کی ایک صورت ہے۔ ۲۱۸

باب المرابحہ

عقد مرابحہ ادھار بھی ہو سکتا ہے البتہ قرض کی وجہ سے دام میں اضافہ مستحسن نہیں۔ ۲۱۹
عقد مرابحہ کی وہ تعریف جو متون میں مذکور ہے۔ ۲۲۰
تعریف مذکور میں لفظ عقد وثمن پر شراح کا تعریف کے جامع ومانع نہ ہونے سے اعتراض۔ ۲۲۰
درر کی تعریف جس میں ان دونوں لفظوں کے استعمال سے احتراز کیا گیا ہے لیکن یہ بھی نقص سے خالی نہیں۔ ۲۲۰
علامہ بحر نے ایک جامع اور مانع تعریف کی کوشش کی لیکن وہ بھی سالم نہیں۔ ۲۲۰
علامہ بحر کی تعریف میں لفظ بما یتعین کی تصحیح سے متعلق مصنف کی تحقیق۔ ۲۲۲
کفایہ، عنایہ، سعدی آفندی، جامع الرموز اور درمختار پر تطفل۔ ۲۲۳

Marfat.com

مرابحہ میں مبیع سے متعلق مصنف کی تحقیق اور کلامِ ائمہ میں تطبیق۔ ۲۲۴

مرابحہ کی دو لازم شرطیں، اول مبیع کا متعین ہونا، دوسری شرط الیسا ربوی مال نہ ہو جو اپنی جنس کے بدلے لیا گیا ہو ۲۲۵

ہدایہ کی تعریف پر عنایہ کا اعتراض، اور اس اعتراض پر مصنف کی گرفت۔ ۲۲۸

مرابحہ میں ثمن ثانی اول کے ہم جنس ہونا ضروری ہے ربح تو کسی جنس سے بھی ہو سکتا ہے۔ ۲۳۰

دینار و درم باب مرابحہ میں جنس واحد سے ہیں۔ ۲۳۰

بحرالرائق میں لفظ مما یتعین کے بعد غیر ربوی قوبل بجنسہ کے اضافہ کی ضرورت تھی۔ ۲۳۳

حسن شرنبلالی کے ایک اعتراض کا جواب۔ ۲۳۳

نوٹ مال ربوی نہیں۔ ۲۳۴

نوٹ بذاتہ ثمن نہیں مگر بذریعہ اصطلاح اس کو ثمنیت عارض ہے۔ ۲۳۴

مرابحہ میں مبیع کا ملک اول کے وقت اور بیع مرابحہ کے وقت دونوں وقت متعین ہونا ضروری ہے۔ ۲۳۴

ثمن اصطلاحی کی ثمنیت متعاقدین کے باطل کر دینے سے باطل ہو جاتی ہے، اور وہ شے متعین ہو جاتی ہے۔ ۲۳۴

نوٹ کو مرابحۃً بیچنا اس امر کی دلیل ہے کہ ثمنیت ختم کر کے اس کو مبیع متعین کر رہے ہیں۔ ۲۳۴

ہبہ، وصیت، ترکہ غصب کا تاوان امانت کے بعد تاوان کے ذریعہ حاصل ہونے والا ثمن خلقی بھی متعین ہو جاتا ہے تو نوٹ بدرجۂ اولیٰ متعین ہوگا اور اس کی بیع مرابحۃً جائز ہوگی۔ ۲۳۵

بعد والی دونوں صورتوں میں جو کچھ تاوان دینا پڑا ہو وہ بتا کر اس پر نفع لگائیں، اور پہلی چار صورتوں میں بازار بھاؤ پر نفع لگائیں۔ ۲۳۵

بیع سلم کے ذریعے نوٹ خریدا، تو جتنے میں لیا اتنے پر منافع زائد لے۔ ۲۳۵

نوٹ کو متعین کر کے خریدا تو اس کا مرابحہ بھی ہو سکتا ہے۔ ۲۳۶

نوٹ کی عام طور پر جس طرح بیع ہوتی ہے وہ متعین نہیں ہوتا، تو اس کا مرابحہ بھی جائز نہ ہوگا۔ ۲۳۸

ثمن مہر میں متعین نہیں ہوتا۔ ۲۳۸

اثمان معاوضات میں متعین نہیں ہوتے۔ ۲۳۸

امانات و تبرعات بعد تسلیم میں متعین ہوتے ہیں نذر میں متعین نہیں ہوتے۔ ۲۳۸

نوٹ کی بیع ابتداءً کم و بیش پر ہو سکتی ہے۔ ۲۴۰

مرابحہ کی صورت میں مشتری کو نوٹ کا دام اور منافع دونوں معلوم ہونا چاہئے ورنہ بعد جلسہ بیع عقد فاسد و حرام ہوگا۔ ۲۴۰

باب التصرف فی المبیع والثمن

بعض مہر نقد، بعض کے بدلے میں زمین و مکان اور بعض کی قسط بندی جائز ہے۔ ۲۴۳

قرض مؤجل میں مدت مدیون کا حق ہوتا ہے وہ وقت سے پہلے قرض ادا کرنا چاہے تو دائن قبول کرنے پر

Marfat.com

مجبور کیا جائیگا۔ ۲۴۴

قضائے دین تو یہی ہے کہ جس کا مطالبہ ہے وہی چیز ادا کرے لیکن سلم اور صرف کے سوا باہمی تراضی سے دوسری چیز سے بھی معاوضہ ہوسکتا ہے۔ ۲۴۴

دین معجل کو موجل، غیر منجم کو منجم کرسکتے ہیں۔ ۲۴۴

بازار بھاؤ سے مہر کے بدلے مکان دیتے وقت بازار بھاؤ معلوم ہونا ضروری ہے۔ ۲۴۵

بوجہ جہالت ثمن بیع فاسد ہوتی ہے۔ ۲۴۵

بیع فاسد میں عاقدین بسبب ارتکاب عقد فاسد گنہگار ہوتے ہیں۔ ۲۴۵

بیع فاسد کا فسخ واجب ہے۔ ۲۴۵

مجلس عقد میں فساد کا ازالہ ہوجائے یعنی جہالت ثمن دُور ہوجائے تو بیع صحیح ہوجاتی ہے۔ ۲۴۵

ثمن کا اس طرح مجہول ہونا کہ وہ جہالت مفضی الی المنازعۃ ہو صحت بیع سے مانع ہے۔ ۲۴۵

معلومیت ثمن شرائط صحت بیع میں سے ہے۔ ۲۴۵

بائع مشتری سے اسی مجلس میں یا دوسری مجلس میں ثمن معاف کرسکتا ہے، ثمن کے ابراء سے مبیع ہبہ نہیں ہوگا۔ ۲۴۶

لفظ ثمن تحقق بیع کا مقتضی ہے۔ ۲۴۶

اس مسئلہ پر حضرت جابر رضی اللہ تعالٰے عنہ کی حدیث جمل سے استشہاد۔ ۲۴۷

شرع مطہر میں عاقدین کے الفاظ کے معانی پر مدار کار ہے۔ ۲۴۸

ہندوان کے حلئے نکاح کیا وقت کی قید عقد میں ہے تو نکاح باطل اور دل میں ہے تو جائز۔ ۲۴۸

شفیع کے ڈر سے صاحب مکان نے اپنا مکان کسی کو ہبہ کیا، اور اس کا زر ثمن اس شخص نے صاحب مکان کو ہبہ کردیا شرعًا یہ ہبہ ہوا شفعہ نہیں چل سکے گا۔ ۲۴۸

اگر کوئی شخص کسی کو مشاع ہبہ کرنا چاہے تو موہوب لہ کے ہاتھ بیع کردے اور ثمن معاف کردے۔ ۲۴۹

درمختار کی ایک عبارت کی توضیح اور علامہ شامی کی تائید۔ ۲۴۹

ثمن کا جزء حصہ معاف کیا تو یہ سمجھا جائے گا کہ کہ بقیہ ثمن پر بیع ہوئی اور کل ثمن معاف کردیا تو بیع پورے ثمن پر صحیح ہوگی اور ثمن علیحدہ معاف ہوگا۔ ۲۵۰

جزئیے پر مختلف کتب فقہیہ سے استناد اور کتابوں کی سندی حیثیت اور مصنفین کے مرتبہ کا بیان۔ ۲۵۱

صاحب درمختار سے علماء کبار سلفًا خلفًا استناد کرتے آئے ہیں۔ ۲۵۱

ذخیرہ ایک عمدہ اور مستند فتاوٰی ہے۔ ۲۵۱

بدائع تصنیف امام ابوبکر بن مسعود بن احمد کاشانی جلیل الشان کتاب ہے۔ ۲۵۱

محیط کا اعتبار آفتاب نیمروز ہے۔ ۲۵۱

علامہ شامی کی تائید وتوثیق۔ ۲۵۳

بے حواشی کے درمختار سے فتوٰی دینا جائز نہیں۔ ۲۵۳

Marfat.com

بیع کے قبول سے قبل بائع زرِ ثمن معاف کر دے تو عقد صحیح نہیں۔ عالمگیری کا یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے ۲۵۲

قاضی خاں رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی بیع کے جواز کو ترجیح دی ہے۔ ۲۵۳

قاضیخاں رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا کسی قول پر اقتصار کرنا اس قول کے قوت کی دلیل ہے۔ ۲۵۳

قاضیخاں کا کسی قول کی دلیل دینا اسکی قوت کی دلیل ہے ۲۵۳

قاضی خاں کو رتبہ اجتہاد حاصل تھا۔ ۲۵۳

قبول بیع سے پہلے زرِ ثمن ہبہ کیا تو بیع صحیح اور ہبہ باطل ہے ۲۵۶

امر حادث میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اقرب وقت کی طرف منسوب ہوگا۔ ۲۵۶

ایک مسلمان کی نصرانیہ عورت نے دعویٰ کیا میں اپنے شوہر کی موت سے پہلے اسلام لائی اور وارثوں نے کہا بعد موت، تو وارثوں کا قول معتبر ہے کہ یہ اقرب وقت ہے۔ ۲۵۶

ہبہ زرِ ثمن قبل قبول بیع اور بعد قبول بیع میں اختلاف ہو تو بعد والوں کا قول معتبر ہوگا۔ ۲۵۶

عقد میں شرط فاسد کے بارے میں اختلاف ہو تو منکرینِ شرط کے قول کا اعتبار ہوگا۔ ۲۵۷

ثمن کے معافی کی شرط نفس عقد بیع میں ہو اور ماضی کے لفظ سے تو بیع فاسد نہ ہوگی، فساد مستقبل کے لفظ سے ہوتا ہے۔ ۲۵۸

عقد کی صحت اور عدمِ صحت سے بحث ہو تو روشن دلیل کے بغیر فساد ثابت نہ ہوگا، عمل صحت پر ہوگا۔ ۲۵۸

مفتی حقیقت پر فتویٰ دے گا قاضی ظاہر پر حکم کرے گا۔ ۲۵۹

عاقدین کے صحت و فساد عقد میں اختلاف ہو تو قول مدعیِ صحت کا تسلیم ہوگا۔ ۲۵۹

بائع فساد کا دعویٰ کرے اور مشتری صحت کا، تو قسم کے ساتھ مشتری کا قول معتبر ہوگا تناقض دعوےٰ قابلِ تسلیم نہیں۔ ۲۵۹

تکمیلِ بیع کے بعد زرِ ثمن پر قبضہ سے قبل بائع نے زرِ ثمن معاف کر دیا تو معاف ہوگیا۔ ۲۶۱

بائع اپنی مرضی سے مبیع پر کچھ اضافہ کر دے تو لینا جائز ہے۔ ۲۶۱

بائع کافر ہو تو مسلمان کو زائد کا سوال نہ چاہیے کہ وہ احسان تصور کرے گا۔ ۲۶۲

کٹوتی ناراضگی کی حالت میں حرام ہے۔ ۲۶۳

مال جتنے کو پڑا بیوپاری کو اس سے زائد بتا کر بیچنا ناجائز ہے۔ ۲۶۳

مشتری ثمن کی ادائیگی کے لئے مدت کا طالب ہو تو ثمن میں زیادتی بکراہت درست ہے۔ ۲۶۳

بیوپاری کو مال بیچا اس کی رقم کھاتہ میں جمع نہ کی دو سال کے بعد وہ رقم بیوپاری نے اس شرط پر دی کہ اسے خیرات کر دو اس رقم کا اپنی ہونا معلوم نہیں تو اس کا اپنے صرف میں لانا حرام ہے اور یقین ہو تو اپنے صرفہ میں لا سکتے ہیں لیکن خیرات کا وعدہ کر کے پھرنا وبال کا سبب ہے۔ ۲۶۴

عبارت تجویز عدالت بقدر ضرورت۔ ۲۶۵

Marfat.com

ادائے ثمن کے لئے اجل معین کی شرط اصل عقد
میں ہو تب بھی مفسدِ عقد نہیں۔ ۲۶۵
سال کے اندر ادا کرنے کی شرط اجل معین کی شرط
ہے، سال اور مہینہ اجل معین ہیں ۲۶۵
فتاویٰ خیریہ کی مسئلہ سے غیر متعلق تحریر کی توضیح
اردو میں سال کے اندر اور سال تک دونوں کا حاصل
ایک ہے۔ ۲۶۶
بائع اپنا سودا ادھار بازار بھاؤ سے زائد دے
تو سود نہیں مشتری کی رضا سے جائز ہے، ہاں خلافِ
اولیٰ ہے۔ ۲۶۷

باب القرض

پانچسو روپے پر پچیس روپے سالانہ زائد شرط لگانا
حقیقی سود ہے۔ ۲۶۹
سود خور شخص کا امام بنانا گناہ، اس کے پیچھے نماز
پڑھ لی تو دہرائیں۔ ۲۶۹
مالک نے نوکر سے کسی سے قرض لانے کے لئے کہا
اس نے کسی مہاجن سے قرض لے کر رسید خود
لکھ دی، اگر قرض مانگتے وقت یہ کہا تھا میرے
مالک کو قرض دے تو قرض مالک پر ہوا، اور اپنے
لئے مانگا تو نوکر پر ہوا۔ ۲۷۰
استقراض کا وکیل بنانا جائز نہیں۔ ۲۷۱
اقراض کا وکیل بنانا جائز ہے۔ ۲۷۱
قرض ابتداءً تبرع ہے اور اس میں نیابت جائز
نہیں۔ ۲۷۱
مذکورہ بالا صورت میں جب قرض نوکر پر ہوا اگر نوکر
یہ روپیہ مالک کو دے دیتا تو یہ عقد جدید ہوا
اور مالک نوکر کا قرضدار ہوگا۔ ۲۷۱
نوکر یہ کہہ کر مہاجن سے روپیہ لایا کہ میرے مالک
کو پچاس روپیہ قرض دے دو، مالک نے
نوکر کو پچاس روپے مہاجن کو دینے کے لئے دئے،
اس نے وہ روپیہ خود خرچ کر دیا، مالک نوکر سے پچاس
روپے وصول کر کے مہاجن کو پچاس ادا کرے۔ ۲۷۲
نوکر مالک کے واسطے خود قرض کر کے لایا اور
صورت مذکورہ بالا ہوئی تو مہاجن نوکر سے وصول
کرے، مالک نے اپنا ادا کر دیا۔ ۲۷۳
بازار بھاؤ اناج ادھار دیا فصل کے وقت پچاس
روپیہ کا اناج واپس کیا اگر عقد کے وقت اس کی
شرط لگاتا ناجائز ہوتا ورنہ جائز۔ ۲۷۳
ہزار روپے کا نوٹ قرض دیا اور پیسہ اوپر ہزار لینا
ٹھہرا تو حرام ہے اور سود ہے۔ ۲۷۳
اگر ہزار روپے کا نوٹ گیارہ سو روپے کو بیچا
اور ادائے ثمن کا وعدہ دس ماہ کا قرار پایا جب
وعدہ کا دن آیا بائع نے زرِ ثمن کا مشتری سے مطالبہ
کیا اس نے کہا میرے پاس روپے نہیں گیارہ سو
روپے کے نوٹ زرِ ثمن کے بدلے لے لو، بائع
نے قبول کیا تو یہ جائز ہے۔ ۲۷۳
مسئلہ شراء القرض من المستقرض۔ ۲۷۴
غلہ قرض لینے کے ایک تعامل کا حکم۔ ۲۷۴
قرض کے ساتھ کوئی چیز کم قیمت کی بطور شرط

Marfat.com

قرضدار کے ہاتھ بیچی گئی تو حرام۔ ۲۷۴

جو چیز عرفاً طے شدہ ہو وہ شرط لگانے کی طرح ہے قرض کے ساتھ بیع عقد میں مشروط نہ ہو تو بعض علماء اسے حلال اور بعض حرام فرماتے ہیں راجح قول یہی ہے۔ ۲۷۵

بیع بشرط القرض اور قرض بشرط البیع میں فرق۔ ۲۷۵

جس قرض کے ذریعے قرض دینے والا کوئی منفعت حاصل کرے وہ ناجائز ہے۔ ۲۷۵

نوٹ کو کم و بیش پر بیچا جا سکتا ہے۔ ۲۷۵

قرض کی وجہ سے کسی چیز کو زائد قیمت پر خریدنا مکروہ۔ ۲۷۵

کاشتکار نے کھیت رہن رکھا تو رہن نہ ہوگا۔ ۲۷۶

رہن اور اجارہ آپس میں متنافی ہیں جمع نہیں ہو سکتے۔ ۲۷۶

ایسے کھیت کا مرتہن زمیندار سے کہہ کر لگان ادا کرے پیداوار اس کے لئے حلال ہوگی۔ ۲۷۶

خراب اناج اس شرط پر اُدھار دینا کہ اس کے بدلہ اچھا یا زیادہ فصل پر لوں گا حرام ہے۔ ۲۷۷

روپیہ دے کر اس کے بدلے فصل پر اناج لینا بیع سلم ہے جو اپنے شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ ۲۷۷

فصل پر مبیع وصول نہ ہونے کی صورت میں راس المال سے زیادہ لینا حرام ہے۔ ۲۷۷

قرض دینے کے وقت زائد لوٹانے کی شرط سود ہے اور قرضدار کا ادائیگی کے وقت از خود زائد ادا کرنا جائز و احسان ہے۔ ۲۷۸

سود کی وعیدوں کے بیان کی احادیث۔ ۲۷۸

قرض سے زائد دینے کی کچھ جائز اور ناجائز صورتیں۔ ۲۷۹

کسی مبیع کا مشتری ایک اور مشتری لہٗ چند ہو سکتے ہیں۔ ۲۷۹

مشترک مال سے ثمن ادا کرنے کے باوجود مبیع صرف ایک شخص کے لئے ہو سکتی ہے۔ ۲۸۰

مورث کے دین کے بدلہ میں کسی ایک وارث نے مدیون کی کوئی جائداد خریدی اس کی چند صورتوں کے احکام کا بیان۔ ۲۸۲

اگر بدلین مال ہوں تو ہر ایک من وجہ مبیع اور من وجہ ثمن ہے۔ ۲۸۲

کسی غیر کی جائداد کو ثمن قرار دے کر کوئی چیز خریدی بیع تام ہو جائیگی۔ ۲۸۳

مشترکہ دین جس کا سبب مشترک ہو ایک فریق نے مدیون سے اپنا حصہ وصول کر لیا تو دوسرے فریق کو اختیار ہے چاہے مدیون سے اپنا پورا حصہ وصول کرے یا دوسرے فریق کے وصول کردہ سے حصہ رسدی لے اور بقیہ مدیون سے وصول کرے۔ ۲۸۴

مورث کے دین کے بدلہ جائداد خریدنے کی مزید صورتوں کا بیان۔ ۲۸۴

آج کل بہت سے یتیموں کا ولی کامل نہیں ہوتا۔ ۲۸۴

عقد فضولی کا حکم۔ ۲۸۶

اختلافِ ایجاب و قبول کا حکم۔ ۲۸۶

تفریقِ صفقہ قبل تمام بیع کا حکم۔ ۲۸۷

چند فقہی عبارتوں کے حوالے۔ ۲۸۷

Marfat.com

بیع سلم میں بائع مبیع نہ ادا کر سکے تو مشتری کو راس المال سے زائد لینا حرام ہے۔

باب الربٰو

باب ربٰو میں اندازہ شرعی کیل وزن ہے۔ ۲۹۱

حلت وحرمت کے قاعدہ کلیہ کا بیان چار صورتوں میں۔ ۲۹۱

صورتِ اولیٰ۔ ۲۹۱

اتحاد قدر وجنس کی صورت میں کم وبیش اور ادھار سود ہے۔ ۲۹۱

عدم برابری کی متعدد صورتوں کا بیان۔ ۲۹۱

صورتِ ثانیہ۔ ۲۹۲

جنس متحد ہو اور قدر متحد نہ ہو، خواہ قدر معہود سے خارج ہو یا ان میں داخل ہو تو کمی بیشی جائز اور ادھار ناجائز۔ ۲۹۲

صورتِ ثالثہ۔ ۲۹۲

قدر متحد ہو مگر جنس مختلف تو تفاضل جائز ادھار منع البتہ سونے چاندی کا استثناء ہے۔ ۲۹۲

صورت رابعہ۔ ۲۹۲

اختلاف قدر وجنس کی صورت میں تفاضل اور ادھار دونوں جائز ہے۔ ۲۹۲

نقدین کے تبادلہ میں قبضہ ضروری ہے۔ ۲۹۲

دیگر مختلف الجنس متحد القدر اشیاء کے تبادلہ میں بدلین کا معلوم ومتعین ہونا ضروری ہے قبضہ ضروری نہیں۔ ۲۹۲

... اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے چار چیزوں کو کیلی اور نقدین کو وزنی قرار دیا تو یہ ہمیشہ ایسی ہی رہیں گی۔ ۲۹۲

دیگر اشیاء کے کیلی یا وزنی ہونے میں عرف کا اعتبار رہوگا۔ ۲۹۳

سود کے زنا سے ۳۳ درجہ بدتر ہونے کی تین حدیثیں۔ ۲۹۳

اس مضمون کی تین حدیثیں کہ سود کا ایک درم ۳۶ بار زنا کے گناہ کے برابر ہے۔ ۲۹۴

دس حدیثیں کہ سود کے ستر سے زیادہ گناہ جن میں ادنیٰ گناہ ماں سے زنا کے برابر۔ ۲۹۴

سود سے متعلق چار آدمیوں پر لعنت۔ ۲۹۸

ضرورتِ شرعی کا بیان اور چند مصنوعی ضرورتوں کی تفصیل۔ ۲۹۹

قرض کی ادائیگی کے لئے کب سودی قرض لینا جائز ہے۔ ۲۹۹

حفظ نفس، تحصیل قوت، تحفظ عن الذلۃ و الطعن ضرورت شرعیہ ہے۔ ۳۰۰

اپنی آبرو بچانے کے لئے ہجوگو شاعروں کو رشوت دینا جائز ہے۔ ۳۰۰

شاعر کو دیا ہوا کون سا روپیہ رشوت ہے اور کون سا انعام ہے۔ ۳۰۰

مفلس کو قرضخواہ کی طرف سے تقاضا کا خطرہ نہ ہو تو صرف مواخذۂ آخرت کے خیال سے سودی قرض لینا حرام ہے۔ ۳۰۱

ادائیگی قرض کے لئے اپنی جیسی کوشش کی اور ادا

Marfat.com

نہ ہو سکا تا آنکہ قرضدار مرگیا تو امیدِ مغفرت ہے۔ ۳۰۱

اس موضوع پر متعدد حدیثیں۔ ۳۰۲

بے نماز عورت سے صحبت پر وعید اور اس کو طلاق دینے کا حکم۔ ۳۰۳

بے نمازی عورت کے ساتھ رہنے سے اس کے مہر کا قرضدار ہو کر مرنا بہتر ہے۔ ۳۰۳

سودی کاروبار میں معاونت کرنا بھی گناہ ہے۔ ۳۰۴

سود سے توبہ کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ندامت اور آئندہ نہ لینے کے عزم کے ساتھ ساتھ جو لیا ہے وہ واپس کرے۔ ۳۰۴

گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔ ۳۰۴

سود کے بارے میں چھ سوالات پر مشتمل ایک استفتار۔ ۳۰۵

مورث نے سود پر روپیہ دیا، وارث کو سود لینا حرام ہے۔ ۳۰۶

اللہ تعالیٰ نے تحریمِ سود کی آیت اترنے سے پہلے کے سود کو بھی وصول کرنا حرام ٹھہرایا۔ ۳۰۶

سودی قرض کی ڈگری پر بھی شرح سود گورنمنٹ کی طرف سے مقرر ہوتی ہے، تو دونوں ہی طرح کا سود وصول کرنا حرام ہے۔ ۳۰۶

پرامیسری نوٹوں کا سود اس لئے بھی وصول کرنا حرام ہے کہ اس کو گورنمنٹ مقرر کردہ کسی مصرف میں صرف کرینگے۔ ۳۰۷

مالِ مباح یا اپنا حق عقود فاسدہ کے ذریعہ بھی وصول کرسکتے ہیں۔ ۳۰۷

پرامیسری نوٹوں کو دوسرے کے ہاتھ بیچنا جائز نہیں۔ ۳۰۷

ممنوعہ رقم مدرسہ اسلامیہ میں بھی صرف کرنا منع ہے۔ ۳۰۷

سود لینا کسی سے بھی جائز نہیں۔ ۳۰۸

حقیقۃً سود لینا یا سود لینے کا قصد کرنا حرام و گناہ ہے۔ ۳۰۹

شربت بھی شراب سمجھ کر پینا حرام ہے۔ ۳۰۹

اپنا حق جس کے وصول پر قادر نہ ہو عقود فاسدہ کے ذریعہ وصول کرسکتا ہے تصحیحِ نیت البتہ ضروری ہے۔ ۳۰۹

مالک اور غلام کے درمیان سود نہیں۔ ۳۰۹

شرکت معاوضہ اور شرکت عنان کے شرکاء کے درمیان بھی سود نہیں۔ ۳۰۹

مباح مال صاحبِ مال کی رضامندی سے عقود فاسدہ کے ذریعہ لے سکتا ہے۔ ۳۱۰

مسئلہ دائرہ میں حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل سے استدلال۔ ۳۱۰

اصل حکم حقائق پر ہے الفاظ پر نہیں۔ ۳۱۰

ربٰو کی تعریف۔ ۳۱۱

کسی حلال معاملہ کو کسی نے حرام یقین کیا اور حرام سمجھ کر ہی اسے برتا تو وہ اللہ تعالیٰ کا مجرم ہوا۔ ۳۱۱

دور سے کسی کپڑے کو اجنبی عورت سمجھ کر اس کو نظرِ بد سے دیکھا گنہگار ہوا۔ ۳۱۱

Marfat.com

بغیر کسی مصلحت کے کسی حلال چیز کا حرام نام رکھنا مکروہ ہے۔ ٣١١
عورت کو ماں، بیٹی، کہنا ظہار نہیں۔ ٣١٢
مصلحت شرعی سے بیوی کو بہن کہنے کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فعل سے سند۔ ٣١٢
کسی امر مباح کا حصول بھی مصلحتِ شرعی میں داخل ہے۔ ٣١٣
مسائل مولیٰ والعبد وشرکائے عنان وغیرہ میں سود نہ ہونے کا معاملہ ماخوذ منہ کے حربی اور محل کا دارالحرب ہونے پر موقوف نہیں، ہاں حقیقی ربا کا منتفی ہونا اور قصد ربا کا نہ ہونا ضروری ہے۔ ٣١٣
حربی کے مال میں ربا نہ ہونے کی شرط میں دارالحرب کی قید مستامن کے نکالنے کے لئے ہے، حربی مستامن کا مال دارالاسلام میں بھی حلال ہے۔ ٣١٤
حقیقتِ ربا اموالِ محظورہ میں متحقق ہوتی ہے اور مال اصحاب دیون ومظالم بقدر دیون ومظالم محظور نہیں۔ ٣١٤
مفتی بہ یہ ہے کہ مستحق اپنا حق بہرحال لے سکتا ہے جنس حق سے خواہ خلاف جنس سے۔ ٣١٤
جس ودیعت کا مالک فوت ہوگیا اور کوئی وارث نہیں تو اس کو اپنی یا دوسرے کی ضروریات میں صرف کر سکتے ہیں۔ ٣١٥
ہمارے ائمہ پر جوازِ ربا کا قول غیر مقلدوں کا افترا ہے۔ ٣١٦
دارالاسلام میں ربا کی حرمت شرف دار کی وجہ سے نہیں، مسئلہ کی مکمل تحقیق۔ ٣١٦
اختلاف دار سے کوئی شے حرام سے حلال نہیں ہوتی۔ ٣١٦
مذہب معتمد میں کفار مخاطب بالفروع ہیں۔ ٣١٧
دارالحرب میں غدر اور ربا، بالاتفاق حرام ہیں۔ ٣١٧
شرمگاہ حلال ہونے کا شرع نے ایک مخصوص طریقہ بتایا ہے۔ ٣١٧
مال صاحبِ مال کی رضا سے حلال ہے۔ ٣١٧
مسلمان جو دارالحرب میں گیا اس سے سود حرام ہے مسلم غیر مہاجر سے حلال ہے۔ ٣١٨
احکام قضاء دارالحرب اور دارالبغاۃ میں نافذ نہیں جہاں حکم قضاء نہیں۔ ٣١٨
قرضدار کو مالِ زکوٰۃ دے کر اپنا قرض مانگیں، نہ دے تو زبردستی چھین سکتے ہیں۔ ٣١٩
مالِ مباح کا غصب وسرقہ جائز ہے۔ ٣١٩
عقودِ فاسدہ اور غصب وسرقہ کا فرق۔ ٣١٩
قرض دیتے وقت زائد دینے کی شرط نہ ہو لفظاً نہ عرفاً، تو زائد دینا جائز ہے۔ ٣٢٠
قرض سے زائد دینے پر حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استدلال۔ ٣٢٠
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیثوں سے استدلال۔ ٣٢٠
زائد قابلِ تقسیم ہو تو اس کو علیحدہ سے دینا چاہیئے مخلوط رہے گا تو ہبہ صحیح نہ ہوگا۔ ٣٢١

Marfat.com

عقد قرض مشاع جائز ہے۔ ۳۲۲

عام حالت میں سود ناجائز، ضرورتِ شرعی کے وقت جائز ہے۔ ۳۲۲

سود کسی کے ساتھ جائز نہیں۔ ۳۲۲

دستاویز میں سود کی تحریر ناجائز اگرچہ نیت لینے کی نہ ہو۔ ۳۲۲

بیع کے وقت غلہ ادھار دیا اور ثمن متعین کر دیا، بعد میں اس ثمن کا غلہ بازار بھاؤ سے زائد لیا، اگر زائد رضا سے بلا کسی جبر کے دیا تو حلال ورنہ حرام۔ ۳۲۳

سود ہر ایک سے حرام، اپنا کوئی حق کسی جائز حیلہ شرعی سے لینا اور بات ہے۔ ۳۲۳

سود کی تحریم میں اللہ تعالےٰ نے کوئی تخصیص نہیں فرمائی کہ فلاں سے لینا حلال اور فلاں سے حرام بلکہ مطلقاً حرام فرمایا اور وہ مطلقاً حرام ہے کافر سے ہو یا مسلم سے۔ ۳۲۳

بنک کے منافع کو سود سمجھ کر لینے کا حکم۔ ۳۲۳

دس روپے کا مال کسی کو دلوا دیا اور گیارہ لینے کی شرط لگا دی، سود ہوا۔ ۳۲۴

قرض بیع سے علیحدہ ایک معاملہ ہے جس کو شرع شریف نے لوگوں کو احتیاج کی حکمت سے مشروع فرمایا۔ ۳۲۴

روپیہ قرض لینا جائز ہے۔ ۳۲۴

غلہ قرض لینا جائز اور حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ ۳۲۴

اموالِ ربویہ میں وصف کا اعتبار ساقط ہے۔ ۳۲۴

اتحادِ قدر و جنس کی صورت میں تفاضل اور نسیہ حرام ہونے پر بیع متساوی بھی فائدے سے خالی نہیں اس کی چند مثالیں۔ ۳۲۴

شرع مطہر نے دست بدست برابر برابر بیع کرنا واجب نہیں کیا بلکہ محض جائز قرار دیا ہے۔ ۳۲۵

سود قرار دے کر کسی سے لے حرام ہے۔ ۳۲۵

غیر مسلم جو ذمی اور مستامن نہ ہو اپنی رضا سے کسی غدر کے بغیر عقود فاسدہ کے نام سے جو رقم دے اس کا لینا جائز ہے۔ ۳۲۵

ہر شخص کی نیت خود اس کے لئے معتبر ہے نہ کہ دوسرے کے لئے۔ ۳۲۵

جس طرح بُرے کام سے بچنا ضروری ہے برے نام سے بچنا بھی ضروری ہے۔ ۳۲۵

باہمی رضامندی سے حرام حلال نہ ہو جائے گا۔ ۳۲۶

سود کی تعریف اور حکم۔ ۳۲۶

پنواڑی کو قرض دے کر منافع میں پان کھاتے رہنا سود ہے۔ ۳۲۶

کم و بیش پر نوٹ کی بیع ہندو مسلمان سب سے جائز ہے۔ ۳۲۷

نوٹ قرض دے کر زیادہ لینا قرار پایا تو مسلمان سے منع اور ہندو سے جائز، مگر وہ سود نہیں، اور اس کو سود سمجھ کر لینا منع ہے۔ ۳۲۷

شرعی مجبوری پر سودی قرض لے سکتے ہیں۔ ۳۲۷

کسی نے دس روپے قرض مانگے اس نے روپے کے بجائے اتنے کے گیہوں دے دئے، اب اس سے زائد وصول کرنا سود ہے۔ ۳۲۸

Marfat.com

روپیہ قرض دے کر غلہ کی صورت میں ادائیگی کی شرط باطل ہے۔ ۳۲۷
روپیہ دے کر غلہ کی خریداری کا معاملہ کیا یہ سلم ہوئی۔ ۳۲۷
جوئے کی ایک نئی صورت کا تفصیلی بیان اور اس کا شرعی حکم۔ ۳۲۹
نقل اشتہار متعلقہ صورت جوا۔ ۳۲۹
ترجمہ متعلقہ ٹکٹ۔ ۳۲۹
جوئے کی تعریف۔ ۳۳۰
اس قسم کا اعلان کہ ایک روپیہ میں ہم پانچ ٹکٹ بھیجیں گے ان ٹکٹوں کو پانچ روپے میں بیچ کر روپیہ ہم کو بھیج دو تو ہم فلاں سامان دیں گے، وعدہ ہے بیع نہیں ہے۔ ۳۳۰
عقد بیع اور وعدہ عقد میں بڑا فرق ہے۔ ۳۳۰
علماء نے صبی لا یعقل کی یہ پہچان بتائی کہ مبیع لے کر پیسہ بھی واپس مانگے۔ ۳۳۰
خوف اور طمع انسان کو جدوجہد پر ابھارتے ہیں۔ ۳۳۰
اکل مال باطل اور ضرر و ضرار کی تفصیل۔ ۳۳۱
چھٹی بھی قمار کی ایک صورت ہے۔ ۳۳۱
قمار میں غش و ضرار ہوتا ہے۔ ۳۳۱
مسلمان کی بدخواہی اور ضرر رسانی پر احادیث وعید۔ ۳۳۲
مال کی تعریف۔ ۳۳۲
مبیع اور اس کے ساتھ شرط حرام ہے۔ ۳۳۳
معاملہ باطل کو ایمانداری کا نام دینا حرام ہے۔ ۳۳۳
چھٹی کے ذریعہ مال کی فروخت جوا ہے۔ ۳۳۴
بنک میں جمع کی ہوئی رقم پر جو زائد پیسے ملتے ہیں اس کی صورت سود کی ہے، اس کو سود جان کر لینا حرام ہے، ہاں اپنا کوئی حق یا مال مباح سمجھے تو اس طرح وصول کرنا جائز ہے۔ ۳۳۴
نقد قرض دے کر اس کا غلہ وصول کرنے کی شرط باطل ہے۔ ۳۳۴
بیع سلم کے طور پر پیشگی دے تو شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ ۳۳۴
روپیہ قرض دے کر منافع میں آدھا ساجھا رکھنا سود ہے اور بطور مضاربت یہ معاملہ جائز ہے۔ ۳۳۵
سودی کاروبار پر قرآن و حدیث کی وعیدیں۔ ۳۳۵
حالت سدھارنے کی نیت سے بھی یہ کاروبار حرام ہے۔ ۳۳۵
سودی لین دین میں دین و دنیا کی بربادی کا بیان۔ ۳۳۵
قرض خواہ کے ساتھ بطور بر و صلہ کسی کرایہ کے معاملہ میں رعایت جائز ہے۔ ۳۳۶
اختلاف جنس کی صورت میں تفاضل جائز ہے اور بطور بیع سلم ہو تو شرائط کے ساتھ اجل بھی جائز ہے۔ ۳۳۷
نرخ بازار سے کم پر ادھار بیچنا جائز ہے۔ ۳۳۷
سود کو اضافہ کا نام دے دینے سے حرام ہونے سے نہ بچے گا۔ ۳۳۷
سونے چاندی کے معاملہ میں جزء یا کل رقم

Marfat.com

ادھار رکھنا حرام ہے۔ ۳۳۸
روپیہ اور پیسوں کے معاملہ میں ایک طرف سے قبضہ کافی ہے۔ ۳۳۸
زید نے ایک روپے کی دو چونیاں اور آٹھ آنے پیسے مانگے تو ادھار حرام ہے۔ ۳۳۸
روپیہ بھنانے کے معاملہ میں چاندی کی اٹھنیاں ہوں تو طرفین کی فوری ادائیگی ضروری ہے۔ ۳۳۸
پراویڈنٹ فنڈ میں کٹی ہوئی رقم پر جو زائد رقم بنام سود ملتی ہے غیر مسلم لوگوں سے مال مباح سمجھ کر لینے میں حرج نہیں۔ ۳۳۹
پانچ روپیہ ماہوار منافع پر کوئی رقم لی، رقم کے بدلے مکان رہن رکھا، یہ معاملہ مسلمان سے ہو تو ناجائز وحرام ہے کہ سود لکھا تب بھی حقیقۃً سود ہے، اور اس رقم کو مکان مکفولہ کا کرایہ سمجھا تب بھی حرام کہ ایک مکان غیر مالک سے اپنا مکان کرایہ پر نہیں لے سکتا، غیر مسلم ایسا منافع دے تو لینا جائز ہے۔ ۳۴۰
کوآپریٹو بنک بنا کر سود پر چلانا حرام ہے۔ ۳۴۰
سود ایک لمحہ ایک آن کو حلال نہیں ہو سکتا۔ ۳۴۰
احکامِ الٰہیہ کسی کی ترمیم سے بدل نہیں سکتے۔ ۳۴۰
سود کھانے والے، کھلانے والے، لکھنے والے اور اس پر گواہی دینے والے پر حدیث میں لعنت آئی ہے۔ ۳۴۱
سود دہندہ سود گیرندہ بھی ہو تو ڈبل ملعون ہے۔ ۳۴۱
حرام جان کر سود لینا دینا فسق وفجور اور حلال جان کر ایسا کرنا کفر وارتداد ہے۔ ۳۴۱
سود کو سود سمجھ کر کسی سے لینا حرام ہوا۔ ۳۴۱
مال مباح جو بلا غدر عقد فاسد کے ذریعہ حاصل ہوا حلال ہے۔ ۳۴۱
کافر کو دھوکا دینا جائز نہیں۔ ۳۴۲
مسلمانوں کے کوآپریٹو بنک کا سودی کاروبار حرام ہے اور ایسے بنک کا ممبر بننا اعانت علی الاثم ہے۔ ۳۴۳
سود لینا دینا ضرور برابر ہے لیکن ضرورتِ شرعیہ کے وقت دینے میں حرج نہیں۔ ۳۴۳
عوام کے افعال سے سند جہالت ہے۔ ۳۴۳
ایسا شخص امامت کے لائق نہیں۔ ۳۴۴
سود کسی قوم سے لینا جائز نہیں، البتہ مال مباح عقود فاسدہ سے حاصل کرنا جائز ہے۔ ۳۴۴
مسلم بنک سے زائد رقم نہ اپنے لئے وصول کر سکتے ہیں نہ کسی انجمن کے لئے۔ ۳۴۴
جس میں صرف منافع سے واسطہ رہے نقصان کی ذمہ داری نہ ہو جائز نہیں۔ ۳۴۴
کسی فردِ واحد سے بھی یہ معاملہ حرام ہے۔ ۳۴۴
سود کی متعدد صورتوں کا بیان۔ ۳۴۵
ایک فقہی عبارت کا مطلب۔ ۳۴۵
کیلی یا وزنی مبیع کو بائع نے مشتری یا اس کے وکیل کے سامنے ناپ تول دی تو دوبارہ ناپنے یا تولنے کی ضرورت نہیں۔ ۳۴۵
مسلمان زمیندار کے ہندو کارندوں کو مسلمان کاشتکاروں سے مالگذاری کا سود وصول کرنا

Marfat.com

حرام اور زمیندار کا علم کے باوجود اس پر خاموش رہنا گناہ۔ ٣٤٦

ہندو آسامیوں سے ایسا معاملہ کیا جا سکتا ہے خواہ زمیندار خود کرے یا اس کے کارندے، لیکن سُود جان کر نہیں مال مباح جان کر۔ ٣٤٦

زید نے لڑکی کی شادی یا بیوی کی فاتحہ کے لئے سودی قرض لیا، عمرو نے گروی رکھنے کے لئے زید کو زیور دے کر مدد کی، خالد جان بوجھ کر اس کام کے لئے زید کے ساتھ ہوا، بکر لاعلمی میں، یہ معاملہ حرام ہوا، اور بکر کے علاوہ سب گنہ گار ہوئے، اور علم کے بعد بکر الگ نہ ہوا تو وہ بھی گنہ گار۔ ٣٤٧

گیہوں، جَو، چنا سے آلو، شکر قند اور میووں کی بیع کمی بیشی کے ساتھ جائز ہے۔ ٣٤٧

گیہوں اور جَو سے بقیہ کی جنس کے ساتھ قدر بھی مختلف ہیں۔ ٣٤٧

گیہوں گیہوں، جَو جَو میں تفاضل اور ادھار دونوں حرام۔ اور جنس میں اختلاف ہو تو تفاضل حلال اور ادھار حرام۔ ٣٤٨

معاملہ فاسدہ کی دو صورتیں۔ ٣٤٨

بوہرے رافضی مرتد ہیں۔ ٣٤٨

ہر مرتد کافر بلکہ کافروں کی بدتر قسم ہے۔ ٣٤٨

کفار ہندی ذمی و مستامن نہیں۔ ٣٤٨

ذمی اور مستامن کی تعریف۔ ٣٤٨

کس کس کافر کا مال کس کس صورت میں مسلمان کو لینا جائز ہے۔ ٣٤٨

غدر اور بدعہدی مطلقاً ہر کافر سے بھی حرام ہے۔ ٣٤٨

مرتد اور حربی سے عقود فاسدہ کا حکم۔ ٣٤٩

مال مباح کو عقد فاسدہ سے حاصل کرنے میں اگر بدنامی کا ڈر ہو کہ جاہل عوام سود خور مشہور کریں گے تو اس سے بچنا چاہیئے۔ ٣٤٩

بڑے کام اور بڑے نام دونوں سے بچنا چاہیئے۔ ٣٤٩

عقود فاسدہ مع الحربی کی مزید چند صورتیں۔ ٣٥٠

نوٹ کی بیع تفاضل و نسیہ ہر طرح ہر ایک سے جائز ہے۔ ٣٥٠

جو نوٹ بائع نے فروخت کیا اگر مشتری نے بعینہٖ وہی نوٹ قیمت میں لوٹا دیا تو بیع نہ ہوگی۔ ٣٥٠

سود حرام قطعی ہے اس کی آمدنی حرام اور خبیث محض ہے۔ ٣٥١

اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک ہی کو قبول فرماتا ہے۔ ٣٥١

ربا، زنا سے بدرجہا بدتر ہے۔ ٣٥١

ربا تہتر گناہوں کا مجموعہ ہے جن میں سے کمتر یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے زنا کرے۔ ٣٥١

فقیر کو معلوم ہو کہ اس کو مال حرام دیا گیا پھر وہ دینے والے کے لئے دعا کرے اور دینے والا آمین کہے دونوں تجدید اسلام اور تجدید نکاح کریں۔ ٣٥٢

بیاج کی حرمت کا قائل ہوتے ہوتے بیاج لیا تو حرام ہی ہوگا۔ ٣٥٢

Marfat.com

باجے کی آمدنی مسجد میں لگانا منع ہے ۔ ۳۵۲

مالِ حرام فقیر کو دے کر ثواب کی امید رکھنا کفر ہے ۔ ۳۵۲

فقیر نے یہ معلوم ہوتے ہوئے کہ اس نے مال حرام دیا اس کے لئے دعا کی تو وہ بھی تجدید اسلام کرے ۔ ۳۵۲

مالِ حرام کا حکم یہ ہے کہ اصل مالک کو واپس ہو، وہ نہ ملے تو فقیر کو دے دے بطور توبہ نہ بطور احسان ۔ ۳۵۲

مِلک بدلنے سے مال کا حکم بدل جاتا ہے ۔ ۳۵۲

روپیہ قرض دے کر زائد لینا سود ہے ۔ ۳۵۳

روپیہ کو ۱۷ آنہ میں بیچنا اور دام بعد میں لینا اس صورت میں جائز ہے کہ روپیہ اسی مجلس میں دے دیا ہو ۔ ۳۵۳

ایک مہینہ سے کم کے لئے بیع سلم نہیں ۔ ۳۵۳

آج روپیہ دے کر بعد میں مبیع لینا بیع سلم ہے ۔ ۳۵۳

سود کی ایک الجھی ہوئی صورت کا حکم ۔ ۳۵۵

بلاوجہ شرعی آپس میں ایک دوسرے کا مال کھانا ازروئے قرآن ممنوع ہے ۔ ۳۵۵

قرض پر جو کچھ زیادہ لیا جائے وہ سود ہے ۔ ۳۵۵

سود کو اپنا حق بتانے سے توبہ تجدیدِ اسلام و تجدیدِ نکاح لازم ہے ۔ ۳۵۵

فصل پر غلہ خریدا کہ بیچ کر گراں بکے گا اس میں کوئی حرج نہیں ۔ ۳۵۶

جس روکنے سے شہر والوں پر تنگی ہو وہ منع ہے ۔ ۳۵۶

ہندوستان دار الاسلام ہے البتہ یہاں کے غیر مسلم حربی ہیں، ان سے نفع حاصل کرنا جائز ہے ۔ ۳۵۶

ہنڈی میں غیر مسلموں سے بھی احتیاط برتی جائے ۔ ۳۵۶

روپیہ قرض دے کر زائد کی شرط کی یہ سود ہے، نزولِ قرآن کے وقت یہی رائج تھا ۔ ۳۵۶

دس کا نوٹ سو کو بیچا یہ سود نہیں ۔ ۳۵۶

سود کے ابتلائے عام سے متعلق ایک سوال ۔ ۳۵۷

احکامِ الٰہی کی وجہ دریافت کرنے کا کسی کو حق نہیں ۔ ۳۵۸

رعایا آج ملکی قانون پر حرف گیری کی جرأت نہیں کرتے ۔ ۳۵۹

سود لینا مطلقاً گناہِ کبیرہ ہے ۔ ۳۵۹

بضرورتِ شرعی سود دینا جائز ہے ۔ ۳۵۹

سود خوروں کے یہاں کھانا نہ کھانا چاہئے ۔ لیکن حرام اس وقت تک نہیں جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ یہ کھانا بعینہ سود ہے ۔ ۳۵۹

آج کل کی بے قید تجارت میں وہی گرفتار ہوگا جو کل قیامت کی فکر سے بے نیاز ہوگا ۔ ۳۶۰

مسلمانوں کو کافروں کی آسائش کی طرف نگاہ نہ اٹھانے کا پہلے ہی حکم دیا گیا ہے ۔ ۳۶۰

جس چیز کا بعینہ مالِ حرام ہونا معلوم نہ ہو چندہ میں لیا جا سکتا ہے ۔ ۳۶۰

قرض ادا کرتے وقت اپنی طرف سے بر و صلہ کے طور پر زائد ادا کرنا سود نہیں ہے ۔ ۳۶۱

یہاں غیر مسلموں سے مال مباح عقود فاسدہ سے حاصل کرنا جائز ہے ۔ ۳۶۲

کمپنی کے حصص کی بیع شراء کا حکم ۔ ۳۶۲

حصص شرعاً کوئی چیز نہیں، کمپنی میں جتنا روپیہ

Marfat.com

جمع کیا وُہ جمع کرنے والے کی ملک ہیں، اور ایسے روپوں کی بیع بیع صرف ہے جس میں تقابض بدلین ضروری ہے اور کمی بیشی حرام ہے۔ ٣٦٢

حصص کے منافع کا سود حرام ہے۔ ٣٦٢

جتنا روپیہ کمپنی میں جمع کیا اس کا جو مال ہو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ ٣٦٢

حرمتِ سود کی وعیدیں۔ ٣٦٣

سود کے کاروبار میں شریک چار قسم کے آدمیوں پر لعنت ہے۔ ٣٦٣

کسی کو اسراف اور فضول خرچی سے روکنے کیلئے اس سے لیا ہوا سود واپس نہ کرنا حرام ہے۔ ٣٦٣

غریبوں کی مدد کی خاطر بھی سودی کاروبار حرام ہے۔ ٣٦٣

بیمہ سے متعلق سوال جو بیمہ کی چار صورتوں پر مشتمل ہے۔ ٣٦٤

بیمہ عقد شرعی نہیں، یہ جُوا ہے، غیر مسلم کمپنی سے یہ معاملہ اس شرط کے ساتھ مقید ہے کہ کوئی غیر شرعی پابندی نہ ہو اور ہر طرح اپنا نفع ہو۔ ٣٦٥

غلہ بطور قرض بازار بھاؤ سے کم باہمی تراضی کے ساتھ بیچنا جائز ہے جبکہ نرخ وقیمت وعدہ ادائے قیمت سب وقت بیع متعین کر دئے جائیں۔ ٣٦٦

مذکورہ بالا بیع غلہ کے بدلہ کیا جائز نہ ہوگی۔ ٣٦٦

بیع کے وقت قرض کا ذکر نہ ہوا، اور جو دام مشتری کے ذمہ آیا اس کے لئے عقد کے بعد یہ طے ہوا کہ زرثمن کے بدلہ غلہ لیں گے، یہ جائز ہے۔ ٣٦٦

دار الاسلام کی تعریف ٣٦٧

سود کسی سے حلال نہیں، سود خور، اس کا تمسک لکھنے والا، اس کی دلالی کرنے والا سب گنہگار ہیں۔ ٣٦٧

حرام مال پر عقد ونقد دونوں جمع نہ ہوں تو حلال۔ ٣٦٧

غلط کاروں سے خلا ملا نامناسب ہے۔ ٣٦٨

ہندوستان دار الاسلام ہے۔ ٣٦٨

سود کے نام سے کسی سے کچھ لینا حرام ہے۔ ٣٦٨

اہلِ حرب کا مال غیر معصوم ہے۔ ٣٦٨

مالِ مباح کا عقود فاسدہ کے ذریعہ حاصل کرنا ربا نہیں ہے۔ ٣٦٨

جو کافر دار الحرب میں ایمان لایا اور دار الاسلام کی طرف ہجرت نہ کی اس کا مال بھی غیر معصوم ہے۔ ٣٦٨

مستامن کافر ہی کیوں نہ ہو اس کا مال محفوظ ہے۔ ٣٦٩

دار الاسلام میں بھی حربی غیر مستامن کا مال غیر محفوظ ہے۔ ٣٦٩

مسئلہ کی تصدیق عمل صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے تہمت کی جگہوں سے بچنا چاہئے۔ ٣٦٩

مباح صورتوں میں سے کچھ صورتیں قانوناً جرم ہیں ٣٦٩

ان سے بھی بچنا چاہئے۔ ٣٦٩

کپڑے کو عورت سمجھ کر نظرِ بد سے دیکھنا گناہ ہے۔ ٣٧٠

بیمہ کمپنی یا ریلوے اور ملوں کے حصہ سے سوال۔ ٣٧٠

ایسے معاملات کے قبائح کا تفصیلی بیان۔ ٣٧١

ایسے معاملات میں روپیہ لگانے کی چار صورتیں

Marfat.com

ممکن ہیں۔
قرض وعاریت ان دونوں کا ایک حکم ہے، ان پر نفع حقیقی سود ہے۔ ۳۷۱
بطور شرکت شرعاً اس میں نفع اور نقصان دونوں میں شرکت ضروری ہے، اور ان معاملات میں صرف نفع میں شرکت ہوتی ہے۔ ۳۷۱
ہبہ کی ایک ناممکن صورت۔ ۳۷۲
بنک کی زائد رقم کا حکم۔ ۳۷۵
سیونگ بنک کی زائد رقم کا حکم۔ ۳۷۶
بنک کے ایک معاملہ کا حکم۔ ۳۷۷
بنک میں کوئی مسلمان شریک ہو تو زائد رقم وصول کرنا منع ہے۔ ۳۷۸
بنک سے کئی بار قرض لیا، اس نے سود وصول کیا اب وہ زائد رقم دے تو اپنے حق کی وصولی سمجھ کر لے سکتے ہیں۔ ۳۷۸
سود کا مال ملک خبیث ہے۔ ۳۷۹
ملک خبیث اس کے اصل مالک کو، وہ نہ ہو تو فقیر کو دینا ضروری ہے، خود کھانا حرام ہے۔ ۳۷۹
ورثاء کو مال متعین کے بارے میں ملک خبیث ہونا معلوم ہو تو وہ بھی وہی کریں اور معلوم نہ ہو یا سب مخلوط ہوں تو ورثہ کے لئے جائز ہے۔ ۳۷۹
علانیہ سود خور کا مقاطعہ کرنا چاہئے۔ ۳۸۰
شادی اور زندگی کے بیمہ کی حرمت۔ ۳۸۱
کابلی مسلمان جو یہاں غیر مسلموں سے عقود فاسدہ کا معاملہ کرتے ہیں ان سے معاشرتی برتاؤ کا حکم۔ ۳۸۱
سود خور سے مقاطعہ۔ ۳۸۲
مستقرض سے انتفاع کی ایک صورت۔ ۳۸۲
رہن اور اجارہ دونوں عقد منافی ہیں۔ ۳۸۲
شئے واحد پر وقت واحد میں دو مختلف قبضے محال ہیں۔ ۳۸۲
مستقرض اپنی کسی جائداد سے مقرض کو فائدہ پہنچانا چاہے تو مقرض کو نوکر رکھ لے اور معمول سے زیادہ معاوضہ دے۔ ۳۸۳
مستقرض سے انتفاع کی چند شرعی صورتیں۔ ۳۸۳
مستقرض سے انتفاع کی چند جائز صورتیں۔ ۳۸۴
کسی نے سو روپے کا نوٹ سوا سو میں ایک سال کے لئے بیچا عقد جائز ہوا، چھ مہینہ بعد قیمت دے دے تو صرف ساڑھے بارہ لے سکتا ہے زائد حرام ہوگا۔ ۳۸۴
نوٹ کے علاوہ کوئی چیز جس کو ادھار کی وجہ سے بازار بھاؤ سے زائد پر بیچا مشتری وقت سے پہلے دام ادا کردے تو گزشتہ ایام کی مقدار سے زائد حرام ہے۔ ۳۸۵
قرضخواہ کے پاس قرضدار اپنی کوئی چیز امانت رکھے اور اس کی حفاظت ونگرانی کا ماہانہ کچھ مقرر کردے، مگر یہ خیال رہے کہ اجرت اس چیز کی قیمت سے زائد نہ ہونا چاہئے، مستقرض سے انتفاع کی یہ بھی ایک صورت ہے۔ ۳۸۵
وقفی رہن سود ہے، سود سے بچنے کے طریقے۔ ۳۸۶
سود لینا حرام اور ضرورت شرعیہ کے وقت دینا معاف۔ ۳۸۷

Marfat.com

سود سے بچنے کی سبیل۔ ۳۸۷
گورنمنٹ قرض پر جو منافع دے سود سمجھ کر لینا جائز نہیں۔ ۳۸۸
اہل تقویٰ کو اس سے بھی احتراز چاہیئے کہ جاہل متہم نہ کریں۔ ۳۸۹
فصل پر بازار بھاؤ سے تین سیر زائد فی روپیہ کے حساب سے چنے کا معاملہ ہوا، روپیہ دے دیا اب چنے کے بجائے زائد روپیہ لینا جائز نہیں۔ ۳۸۹
قانوناً کوئی قرض بے سود نہیں دیا جا سکتا نالش کے ذریعہ اصل مع سود وصول ہوا تو حکم شرعی یہ ہے کہ قرض خواہ اپنی اصل رقم لے کر باقی قرضدار کو واپس کرے۔ ۳۹۰
جوابِ دیو بندی۔ ۳۹۰
نالش کے اخراجات کے برابر سود سے وضع کرنے کے ایک دیوبندی فتوے کی تردید۔ ۳۹۰
سود لینے پر وعیدیں۔ ۳۹۱
زید کا روپیہ کسی پر باقی تھا عمرو نے ضمانت لی، زید کے مطالبہ پر عمرو نے انکار کیا، زید نے قاضی کے یہاں دعوی کیا اب عمرو نے مہلت چاہی اس نے اس شرط پر مہلت دی کہ کچہری کی دوڑ دھوپ میں میرا جو خرچ ہوا عمرو ادا کرے، اس نے ادا کردیا، پھر اصل قرض بھی دے دیا تو اب عمرو زید سے کچہری کی دوڑ دھوپ والا تاوان پانے کا حقدار ہے۔ ۳۹۱
مسجد کی رقم سے پرامیسری نوٹوں کی خریداری کا حکم ۳۹۲

کفل الفقیہ الفاہم فی احکام

قرطاس الدراھم (کاغذی نوٹ کے بارے ۳۹۵
میں علماء مکہ مکرمہ کے بارہ سوالوں کا تحقیقی جواب) ۳۹۶
حقیقتِ نوٹ کا بیان اور یہ کہ وہ خود مال ہے نہ کہ مال کا تمسک ہے۔ ۳۹۸
بارہ سوالات پر مشتمل استفتاء۔ ۳۹۸
نوٹ کی حقیقت۔ ۳۹۸
نوٹ کاغذ کا ایک ٹکڑا ہے۔ ۳۹۸
کاغذ مال متقوم ہے۔ ۳۹۸
مال کا معنی۔ ۳۹۸
تقویم مالیت کو مستلزم ہے۔ ۳۹۸
کلام ائمہ میں نوٹ کا جزیہ۔ ۳۹۹
گنگوہی صاحب کا رد۔ ۳۹۹
نوٹ کی بھاری قیمتوں کا بیان۔ ۴۰۲
مکتوب کی مالیت نہیں ہے۔ ۴۰۳
مال کی چار قسمیں اور ان میں فقہی مباحث ۴۰۴
قسمِ اول۔ ۴۰۴
قسم دوم۔ ۴۰۵
معروضہ علی الشامی۔ ۴۰۵
قسم سوم۔ ۴۰۶
تطفل علی تنویر الابصار۔ ۴۰۶
قسم چہارم۔ ۴۰۸
نوٹ ایک متاع یعنی مال ہے سند نہیں کیونکہ ایک پرچہ کاغذ ہے۔ ۴۰۸
نوٹ اصطلاح میں ثمن ہے کیونکہ اس کے ساتھ

Marfat.com

ثمن جیسا معاملہ کیا جاتا ہے۔ ۴۰۸

جوابِ سوال اول۔ ۴۰۹

جوابِ سوال دوم۔ ۴۰۹

نوٹ پر زکوٰۃ ہے۔ ۴۰۹

جوابِ سوال سوم۔ ۴۱۰

نوٹ مہر ہو سکتا ہے۔ ۴۱۰

جوابِ سوال چہارم۔ ۴۱۰

نوٹ کی چوری پر حاکمِ اسلام ہاتھ کاٹے گا۔ ۴۱۰

جوابِ سوال پنجم۔ ۴۱۰

نوٹ کا تاوان نوٹ دیا جائے گا۔ ۴۱۰

جوابِ سوال ششم۔ ۴۱۱

نوٹ داموں سے بیچنا جائز ہے۔ ۴۱۱

عمدہ فقہی مسائل ومباحث وتنقیحات۔ ۴۱۱

مصنف کی تحقیق کہ صحت بیع کے لئے کم سے کم ایک پیسہ کی قیمت ہونا کچھ ضرور نہیں۔ ۴۱۲

تقوم میں شئی کی موجودہ حالت دیکھی جاتی ہے، یہ نہیں دیکھا جاتا کہ اصل میں کیا تھا۔ ۴۱۲

مالیت کے لئے ضروری نہیں کہ وہ چیز ہر جگہ مال سمجھی جائے۔ ۴۱۳

تنویر پر تطفل۔ ۴۱۵

آدابِ مفتی کے بعض فوائد۔ ۴۱۵

قنیہ مشہور ہے کہ اس کی روایتیں ضعیف ہوا کرتی ہیں۔ ۴۱۵

قنیہ جب مشہور کتابوں کی مخالفت کرے تو مقبول نہ ہوگی۔ ۴۱۵

قنیہ جب قواعد کی مخالفت کرے تو مقبول نہ ہوگی جب تک اس کی تائید میں کوئی اور نقل معتمد نہ پائی جائے۔ ۴۱۵

اعتبار منقول عنہ کا ہوتا ہے نہ کہ ناقل کا۔ ۴۱۵

نقلوں کی کثرت سے مسئلہ کی غرابت دفع نہیں ہوتی جبکہ ایک ہی منقول عنہ ان سب کا منتہی ہو۔ ۴۱۶

عباراتِ فقہاء میں لفظ کاغذۃ میں تاء وحدت لانے کا فائدہ۔ ۴۱۷

دلیل نقلی سے فرع قنیہ کا رد۔ ۴۱۷

فرع قنیہ کا دلیل عقلی سے رد۔ ۴۱۷

ملک ہند کی وسعت اور اس کے طول وعرض کی حدیں۔ ۴۱۸

عادت کا چھوڑنا خود اپنے ساتھ عداوت کرنا ہے۔ ۴۲۰

بھیک مانگنا ذلت وحرام ہے۔ ۴۲۰

دوسروں کا مال چھیننے میں سخت غضب اور سزا ہے۔ ۴۲۰

بیع کی مشروعیت میں مکلف محتاجوں کی بقا اور عمدہ انتظام کے ساتھ ان کی حاجتوں کو پورا کرنا ہے۔ ۴۲۱

مالیت بعض کے مال بنانے سے بھی ثابت ہو جاتی ہے۔ ۴۲۲

مسئلہ قنیہ کی ایک توجیہ۔ ۴۲۲

جوابِ سوال ہفتم۔ ۴۲۴

نوٹ کو متاع سے بدلنا مطلق ہے۔ ۴۲۴

جوابِ سوال ہشتم۔ ۴۲۴

Marfat.com

نوٹ قرض دینا جائز ہے۔ ۴۲۴

جواب سوال نہم۔ ۴۲۵

روپیہ کے بدلے میں نوٹ قرض بیچنا جائز ہے۔ ۴۲۵

روپوں کے بدلے نوٹ بیچنا بیع صرف نہیں کہ تقابض طرفین شرط ہو۔ ۴۲۵

بیع صرف کی تعریف۔ ۴۲۵

نوٹ اور پیسوں میں ثمن ہونا اصطلاح کے سبب سے عارض ہوا۔ ۴۲۵

دین کو دین سے بیچنا ممنوع ہے۔ ۴۲۵

اس امر کی تحقیق کہ فلوس کو نقدین سے بدلنا جبکہ ایک ادھار ہو جائز ہے اور قاری الہدایہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسئلہ کی تضعیف۔ ۴۲۹

اس معنی کی تضعیف جو علماء نے جامع صغیر کی عبارت سے سمجھا اور علامہ شامی نے قاری الہدایہ کی اس سے تائید کی، اور ذخیرہ و بحر وغیرہ پر تطفل۔ ۴۳۰

تطفل ۲ ۴۳۷

″ ۳ ۴۳۸

معروضہ بر علامہ شامی ۱ ۴۴۱

″ ″ ″ ۲ ۴۴۱

علامہ قاری الہدایہ پر تطفلات۔ ۴۴۱

جواب سوال دہم۔ ۴۴۱

نوٹ میں سلم جائز ہے۔ ۴۴۱

اس مسئلہ کی تحقیق اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے [illegible] کی تنقیح۔ ۴۴۱

فتح القدیر پر تطفل۔ ۴۴۲

جواب سوال یازدہم۔ ۴۴۵

نوٹ کو کم اور زیادہ بیچنا جائز ہے۔ ۴۴۵

ایک عام قاعدہ جس پر باب ربا کے تمام مسائل کا مدار ہے۔ ۴۴۵

مولوی عبد الحی لکھنوی صاحب کی عادت۔ ۴۴۶

مولانا لکھنوی کا رد ۱ ۴۴۶

″ ″ ″ ۲ ۴۴۷

″ ″ ″ ۳ ۴۴۷

″ ″ ″ ۴ ۴۴۷

اموال ربویہ میں مالیت کی کمی بیشی جائز ہے۔ ۴۴۸

لکھنوی صاحب کے شبہہ کے تین جواب۔ ۴۴۸

ایک درم کو ۱۲ اشرفی بلکہ ہزار اشرفی کے بدلے بیچ سکتے ہیں۔ ۴۴۹

ایک شبہہ کا بیان۔ ۴۴۹

ربوی کا اپنی جنس سے بدلنا جب کم والے نقد کے ساتھ اور کوئی چیز ہو مسئلہ اخری ہے۔ ۴۴۹

مالیت میں تفاضل کے ساتھ کراہت تنزیہی ہے۔ ۴۵۰

پہلا جواب۔ ۴۵۲

دوسرا جواب۔ ۴۵۲

تیسرا جواب۔ ۴۵۳

فتویٰ مطلقاً امام کے قول پر ہے۔ ۴۵۵

چوتھا جواب۔ ۴۵۵

کراہت کے مختلف اطلاقات۔ ۴۵۷

اس امر کے دلائل کہ مالیت میں تفاضل مکروہ تحریمی

Marfat.com

نہیں ہے۔ ۴۵۹

سود سے بچنے کی تدبیر ۱ ۴۶۱

〃 〃 〃 ۲ ۴۶۱

〃 〃 〃 ۳ ۴۶۲

〃 〃 〃 ۴ ۴۶۳

〃 〃 〃 ۵ ۴۶۴

خانیہ پر تطفل۔ ۴۶۴

بیع عینہ کا بیان۔ ۴۶۴

سود سے بچنے کی تدبیر ۶ ۴۶۵

〃 〃 〃 ۷ ۴۶۵

بیع عینہ مکروہ تنزیہی ہے۔ ۴۶۵

علم اصول فقہ اور علم حدیث میں مرسل کی تعریفوں میں فرق ہے۔ ۴۶۶

حدیث عینہ کی پرکھ۔ ۴۶۷

مجتہد کا کسی کو سند میں ذکر کرنا اس حدیث کی صحت کی دلیل ہے۔ ۴۶۸

سب سے افضل کسب کون سا ہے۔ ۴۶۹

خرید و فروخت میں کوشش کرنا سنت ہے۔ ۴۷۰

مالکیت میں تفاضل کے مکروہ تحریمی نہ ہونے کی دوسری دلیل۔ ۴۷۱

مقدار میں کمی بیشی کی چار صورتیں ہیں، اور اختلاف جنس کی صورت میں چاروں حلال ہیں۔ ۴۷۱

مالکیت میں تفاضل کے مکروہ تحریمی نہ ہونے کی تیسری دلیل۔ ۴۷۱

چوتھی دلیل۔ ۴۷۱

مالکیت میں تفاضل کے مکروہ تحریمی نہ ہونے کی پانچویں دلیل۔ ۴۷۲

مکروہ تحریمی گناہ صغیرہ ہے اور تنزیہی گناہ نہیں ہے۔ ۴۷۳

فاضل لکھنوی کی لغزش کی طرف اشارہ۔ ۴۷۳

مالکیت میں تفاضل مکروہ تحریمی نہ ہونے کی چھٹی دلیل۔ ۴۷۴

ایک پیسہ سو معین پیسہ کے بدلے میں بیچنا جائز ہے۔ ۴۷۴

مالکیت میں تفاضل کے مکروہ تحریمی نہ ہونے کی ساتویں دلیل۔ ۴۷۴

تطفل علی الفتح۔ ۴۷۵

مالکیت میں تفاضل کے مکروہ نہ ہونے کی آٹھویں دلیل۔ ۴۷۶

〃 〃 〃 〃 〃 نویں دلیل۔ ۴۷۶

〃 〃 〃 〃 〃 دسویں دلیل۔ ۴۷۶

شیخ عبد الحلیم کے کلام کا پہلا جواب۔ ۴۷۷

کسی چیز کا خود واجب ہونا اور بات ہے اور دوسری چیز کے لئے واجب ہونا اور بات ہے۔ ۴۷۷

کبھی مستحب کو بھی واجب کہتے ہیں۔ ۴۷۷

دوسرا جواب۔ ۴۷۷

حدیث "مسلمانوں کے مسلمان پر چھ حق واجب ہیں" میں واجب سے کیا مراد ہے۔ ۴۷۸

شیخ عبد الحلیم کے کلام کا تیسرا جواب۔ ۴۷۹

دولت عثمانیہ کے واقعہ کا ذکر۔ ۴۷۹

فاضل لکھنوی کا پانچواں رد۔ ۴۸۲

Marfat.com

فاضل لکھنوی پر مزید سات رَد۔ ۴۸۳

فاضل لکھنوی کے وہم کا تیرھواں عظیم رَد۔ ۴۸۴

اس امر کا بیان کہ مختلف نقد جب مالیت اور چلن میں برابر ہوں تو اختیار ہے جس میں چاہے قیمت ادا کرے اور اس میں یہ لازم نہیں آتا کہ ان کی جنس یا قدر مختلف ہونے پر ان میں باہم کمی بیشی پر بدلنا منع ہے۔ ۴۸۶

چودھواں رَد اس امر کے بیان میں کہ فاضل لکھنوی کے قول پر لازم آتا ہے کہ سُود حلال ہو۔ ۴۹۰

پندرھواں رَد۔ ۴۹۱

جواب سوال دوازدہم۔ ۴۹۳

دس روپے کا نوٹ بارہ۱۲ کے بدلے سال بھر کے وعدہ پر قسط بندی سے بیچنا جائز ہے سُود نہیں ہے۔ ۴۹۳

قرض ادا کرتے وقت اپنی طرف سے زائد دینا۔ ۴۹۴

قرض لینے والے کا قرضخواہ سے قرض خرید لینا۔ ۴۹۴

سود سے بچنے کی ترکیبیں۔ ۴۹۴

ایسی تدبیروں کا قرآن وحدیث سے ثبوت۔ ۴۹۶

حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ جس کا حوالہ مصنف نے جواب سوال یازدہم میں دیا۔ ۵۰۲

○ کاسر السفیہ الواھم فی ابدال قرطاس الدراھم، الذیل المنوط لرسالۃ النوط (کاغذی نوٹ سے متعلق مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولانا عبدالحی لکھنوی کے فتووں کا تفصیلی رَد) ۵۰۵

رَدِّ سفاہت۔ ۵۰۶

گنگوہی کے ایک فتویٰ کا رَد۔ ۵۰۷

پہلا رَد۔ ۵۰۷

عقود میں معانی کا اعتبار ہے۔ ۵۰۷

ہدیہ میں زیادہ عوض دینا سنّت ہے۔ ۵۰۸

ایک اونٹنی نذر کے بدلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چھ ناقے عطا فرمائے۔ ۵۰۸

عقد میں ایسی تصحیح بالاجماع باطل ہے جس سے اصل عاقدین کی تغییر ہوتی ہو۔ ۵۰۹

بیع کو مرابحہ سے تولیہ قرار دینا جائز نہیں۔ ۵۰۹

دوسرا رَد۔ ۵۰۹

تمسک ایک معین سے دوسرے معین کے لئے ہوتا ہے۔ ۵۰۹

نوٹ بالیقین مال ہے اس کو تمسک کہنا اندھاپن ہے۔ ۵۰۹

تیسرا رَد۔ ۵۱۱

تمسک کے وجود وعدم پر دَین کا وجود وعدم موقوف نہیں ہوتا۔ ۵۱۱

حوالہ میں مدیون محیل کہلاتا ہے اور دائن محتال، اور جس پر قرض اتارا گیا کہ اس سے وصول کرلینا اس کو محتال علیہ یا حویل کہتے ہیں۔ ۵۱۴

گیارھواں رَد۔ ۵۱۶

بارھواں رَد۔ ۵۱۷

پیسوں میں نیت تجارت کی ضرورت اس وقت ہے

Marfat.com

جب وُہ ثمن ہوکر نہ چلتے ہوں ورنہ ثمن میں ہرگز نیتِ تجارت کی حاجت نہیں اگرچہ ثمن اصطلاحی ہو۔ ۵۱۷

تیرھواں رَد۔ ۵۱۸

چودھواں رد۔ ۵۱۸

پندرھواں رد۔ ۵۱۸

سولھواں رد۔ ۵۱۹

سترھواں رد۔ ۵۱۹

اٹھارھواں رد۔ ۵۱۹

رَدِّ وہم۔ ۵۲۰

فاضل لکھنوی پر ایک سو بیس[۱۲۰] رَد۔ ۵۲۰

مولوی لکھنوی صاحب ہر جواب کے شروع میں ھوالمصوب لکھتے ہیں جو تین وجوہ سے غیر صحیح ہے۔ ۵۲۰

مصوب اور تصویب کا لغوی معنیٰ۔ ۵۲۰

منکر یا ناپسندیدہ پر اطلاع دینا مناسب ہوتا ہے۔ ۵۲۱

ثمن خلقی و اصطلاحی میں شرعاً فرق ہے۔ ۵۲۱

حکم شئ میں ہونا جنس و قدر شئ میں شئ سے اتحاد نہیں۔ ۵۲۲

نوٹ بداہۃً ثمن اصطلاحی ہے۔ ۵۲۲

ثمن خلقی و اصطلاحی متبائنین ہیں۔ ۵۲۲

متبائنین میں عینیت محال ہوتی ہے۔ ۵۲۲

شرع مطہر عندیہ کا مذہب جنوں روا نہیں رکھتی۔ ۵۲۲

ثمن خلقی دو[۲] قسم ذہب و فضہ میں منحصر ہے۔ ۵۲۲

قیمتی و مثلی ایک نہیں ہو سکتے۔ ۵۲۳

متحد کا متحد متحد ہوتا ہے۔ ۵۲۴

قبول ذی حق اور اتحاد جنس میں عموم و خصوص من وجہ ہے۔ ۵۲۵

عذر نہ ہونا عذر نہ ہو سکنے کو مستلزم نہیں۔ ۵۲۵

نرے اتحاد جنس سے تفاضل حرام نہیں ہوتا بلکہ اتحادِ قدر بھی لازم ہے۔ ۵۲۷

نوٹ سرے سے قدر ہی نہیں رکھتا کہ نہ مکیل ہے نہ موزوں بلکہ معدود ہے۔ ۵۲۷

الشجرة تنبئ عن الثمرة۔ ۵۲۸

ثمن ایک جنس ہے جس کے تحت دو جنسیں ہیں خلقی اور اصطلاحی۔ ۵۲۸

ثمن اصطلاحی کی نوعیں نوٹ، پیسے اور کوڑیاں ہیں۔

ثمن خلقی ایک جنس ہے جس کے تحت دو[۲] جنسیں ہیں سونا اور چاندی۔ ۵۲۸

شرع میں جنس وہ کلی ہے جس کے افراد مختلفۃ الاغراض ہوں۔ ۵۲۸

نوٹ نوع حقیقی ہے جس کے سب افراد متفقۃ الاغراض ہیں۔ ۵۲۸

نوع حقیقی کسی جنس کا عین نہیں ہو سکتا۔ ۵۲۹

تغیر لازم نافی عینیت ملزوم ہے۔ ۵۲۹

لطیفہ جلیلہ۔ ۵۳۱

نوٹ اور روپے ایک جنس نہیں۔ ۵۳۴

روپوں میں اور نوٹ میں قدر مشترک نہیں۔ ۵۳۴

نوٹ کے ساتھ اہل عرف کا معاملہ اثمان برتنا اسے ثمن اصطلاحی کرے گا نہ کہ خلقی۔ ۵۳۴

Marfat.com

روپوں سے اندازہ قیمت نے نوٹ کو روپیہ نہیں کر دیا ہر اصطلاحی کا اندازہ خلقی سے ہی ہوتا ہے۔ ۵۳۴

اصطلاح کی پیروی عاقدین پر لازم نہیں وہ اپنی تراضی سے جو چاہیں کم و بیش کریں۔ ۵۳۴

علماء نے کاغذ کا ٹکڑا ہزار روپے کو بیچنا جائز فرمایا۔ ۵۳۴

پیسوں میں اصطلاح عام کی مخالفت علماء نے جائز فرمائی۔ ۵۳۴

علماء نے ثمن خلقی روپے اشرفی میں مخالفت عرف عام کی اجازت دی۔ ۵۳۴

تنبیہ۔ ۵۳۶

تسجیل جلیل۔ ۵۳۶

فتویٰ مصنف علیہ الرحمہ کے مؤیدات۔ ۵۵۷

مؤید اول۔ ۵۵۷

مؤید دوم۔ ۵۵۸

مؤید سوم۔ ۵۵۸

مؤید چہارم۔ ۵۵۸

باب الاستحقاق

مہر ترکہ سے زیادہ ہو تو پورا ترکہ مہر میں محسوب ہوگا دیگر ورثہ کا اس میں کوئی حق نہیں۔ ۵۶۲

ادائے قرض تقسیم ترکہ پر مقدم ہے۔

آج کل فتویٰ اس پر ہے کہ خلاف جنس پر بھی قیمت ہو تو اپنے آتے ہوئے حق کے بدلہ اس پر قبضہ جائز ہے۔ ۵۶۲

شئے مبیعہ پر کسی کا حق نکلے تو مشتری قیمت واپس پانے کا مستحق ہے۔ ۵۶۳

مشتری کا خریدی ہوئی زمین پہ جدید تعمیر کر لینا استحقاق کے منافی نہیں۔ ۵۶۳

دوسرے کی زمین پر مکان تعمیر کر لینا صاحب تعمیر کو حکم ہوگا کہ اپنی تعمیر ہٹا کر زمین خالی کرے یا باہمی تراضی سے زمین والا تعمیر کا معاوضہ دے دے۔ ۵۶۳

مشتری نے ایک بسوہ زمین بائع سے خریدی ناپنے پر زمین کم ثابت ہوئی، مشتری کو اختیار کہ اتنی ہی قیمت پر وہ ناقص زمین لے یا بیع توڑ دے اور اپنی قیمت واپس لے نقصان کا معاوضہ نہیں ملے گا۔ ۵۶۴

ارض مبیعہ کا جز حصہ بطور استحقاق نکل جائے تو اتنے حصہ کی قیمت بائع سے وصول کر سکتا ہے۔ ۵۶۵

مسئلہ استحقاق میں زر ثمن کے بارے میں مثلی، قیمی، مذروع و معدود سب برابر ہیں۔ ۵۶۵

کپڑا قیمی اور مذروع ہے۔ ۵۶۵

بیع میں خرچہ بذمہ بائع لگانے کی شرط یا درخت مبیع ہو تو کچھ مدت تک باقی رکھنے کی شرط فاسد ہے۔ ۵۶۶

بیع فاسد کا حکم فسخ بیع ہے۔ ۵۶۶

باب بیع السلم

بیع سلم کی بارہ شرطیں ہیں کسی ایک کا فقدان اس عقد کو سود اور ناجائز بنا دیتا ہے۔ ۵۶۹

Marfat.com

بیع سلم میں بھاؤ متعین نہیں کیا تو بیع جائز نہیں۔ ۵۷۰
گنّے کے رس کی بیع رس نکالے جانے سے پہلے بطور سلم بھی ناجائز ہے۔ ۵۷۳
بیع سلم میں وقت پر مبیع نہ دے سکا تو اس کے حساب سے زاید روپیہ لینا سُود ہے۔ ۵۷۴
بیع سلم میں بائع نے وقت پر کچھ دیا کچھ نہ دے سکا بقیہ کے لئے تفصیلی حکم۔ ۵۷۵
مبیع وقت پر منقطع ہوگیا تو مشتری کو صرف یہ اختیار ہے کہ راس المال واپس لے یا آئندہ فصل کے لئے مبیع کا انتظار کرے۔ ۵۷۵
متعاقدین میں سے کسی کو قبضہ سے پہلے تصرف جائز نہیں۔ ۵۷۵
بیع سلم میں ادائیگی کے وقت وہی اوصاف ملحوظ ہوں گے جن کا ذکر عقد کے وقت ہوا ہو۔ ۵۷۵
اینٹ کی بیع سلم کا ذکر۔ ۵۷۶
پیسوں کی بیع سلم کی کچھ ناجائز صورتیں۔ ۵۷۷
بیع سلم میں میعاد کی تعیین ضروری ہے۔ ۵۷۷
مبیع جیسا طے ہوا اس کے خلاف لینا جائز نہیں۔ ۵۷۷
سلم میں قبضہ سے پہلے تصرف جائز نہیں۔ ۵۷۷
ایک ایسے معاملہ کا بیان جس میں قرض و سلم دونوں کا امکان ہے۔ ۵۷۸
بیع سلم کی شرائط سے متعلق۔ ۵۷۸
بارہ شرطوں میں سے کوئی ایک بھی رہ گئی سلم فاسد ہوجائے گی۔ ۵۷۸
انعقاد عقد کے لئے ماضی کا صیغہ ضروری ہے
مستقبل سے عقد نہیں منعقد ہوتا۔ ۵۷۹
فصل پر جو نرخ ہو یہ عقد فاسد ہے۔ ۵۷۹
صحت سلم کے لئے بیع کی تعین مقدار ضروری ہے وہ بازار بھاؤ سے کم پڑے یا زیادہ۔ ۵۷۹
دیں گے لیں گے کہنے سے عقد نہیں ہوتا، یہ صرف وعدہ ہے، وقت پر بائع کو مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ ۵۷۹
بیع سلم کا ایک اور معاملہ۔ ۵۸۰
ادھار کی ادھار سے بیع منع ہے۔ ۵۸۰
راس المال سے زائد لینے کے بارے میں سوال۔ ۵۸۱
بیع سلم کے دو سوال۔ ۵۸۱
بیع سلم کی مختلف ناجائز قسموں کا حکم۔ ۵۸۱
بیع قبل القبضہ کی ایک صورت۔ ۵۸۲
بیع سلم میں وقت پر بائع مبیع نہ دے سکے تو مشتری مبیع کی جنس کسی تیسرے کو ہبہ کرے، اور بائع اس سے خرید کر مشتری کو دے اس میں کچھ حرج نہیں۔ ۵۸۳
ایکھ کی پود ظاہر ہونے، فصل کے تیار ہونے بلکہ رس نکالے جانے کے وقت آئندہ سال کے رس کی مبیع ناجائز ہے۔ ۵۸۵
رس نکلنا شروع ہوگیا تو ایسے شخص کے ساتھ جس کے یہاں ابھی رس نہیں نکلتا اس مدت میں جب تک رس نکلتا رہے گا بیع سلم جائز ہے۔ ۵۸۵
ایک جگہ فصل ختم ہوگئی اور دوسری جگہ باقی ہے،

Marfat.com

اور وہ جگہ اتنی دور ہے کہ وہاں سے منگا کر دینے میں سخت مشکل ہو تو ایسی صورت میں بیع سلم جائز نہیں۔ ۵۸۶

بیع سلم کے ایک غلط معاملہ کا بیان۔ ۵۸۶

ایک ایسی بیع کا بیان جو ابتداءً وعدہ ہے اور انتہاءً تعاطی ہے۔ ۵۸۷

فصل پر غلہ یا رس وغیرہ لینے کے لئے بالفاظ وعدہ جو پیسہ دیا ہے اس میں وہ قرض ہے جس کے ساتھ انتفاع کی شرط ہے۔ ۵۸۸

شرط فاسد سے قرض فاسد نہیں ہوتا لیکن اس طرح قرض دینا معصیت ہے۔ ۵۸۸

المعروف کالمشروط۔ ۵۸۹

معاملہ بالا کی ایک جائز صورت۔ ۵۸۹

کسی قول میں دونوں طرف تصحیح ہو تو جس پر چاہو عمل کرو۔ ۵۹۰

بیع بشرط فاسد میں شرط مقارن عقد ہو تو فساد پیدا کرے گی۔ ۵۹۱

بعد عقد کی شرط میں امام صاحب کے دو قول ہیں۔

وعدہ کی وفاء پر قضاءً جبر نہیں۔ ۵۹۱

عقد بلا شرط ہو اور شرط بطور وعدہ ہو تو وعدہ کی وفا پر جبر ہو سکتا ہے۔ ۵۹۲

نفقہ کے علاوہ تمام ایسے قرضے جو طرفین پر مساوی قدر وحیثیت کے ہوں ادل بدل ہو کر ساقط ہو جاتے ہیں۔ ۵۹۳

منقول کی بیع قبضہ سے پہلے بائع کے ہاتھ فاسد ہے۔ ۵۹۴

بیع کی ایک فاسد صورت کا سوال۔ ۵۹۴

باب الاستصناع

استصناع میں بھی نقد وادھار ایک ہی صفقہ میں ناجائز ہے۔ ۵۹۷

عقد فاسد گناہ اور گناہ کا ازالہ فرض ہے۔ ۵۹۷

استصناع کی تعریف اور اس کے فرائض۔ ۵۹۷

استصناع ایک مہینہ سے کم میں زائد ہوگا، زائد کی شرط لگادی جائے تو یہ عقد بیع سلم ہو جائے گا۔ ۵۹۸

استصناع حقیقۃً بیع ہے۔ ۵۹۹

استصناع میں معقود علیہ عین ہے عمل نہیں ہے۔ ۵۹۹

معدوم کبھی موجود کے حکم میں ہو جاتا ہے۔ ۵۹۹

زید کے دوست نے سرمہ لگایا اور زید نے سرمہ بنانے والے کی ترغیب سے سرمہ لے کر بھیج دیا، سرمہ والا زید سے تقاضا کر سکتا ہے۔ ۶۰۰

بیع میں حقوق وکیل کی طرف راجع ہوتے ہیں اور ۶۰۰
نکاح میں زوجین کی طرف۔ ۶۰۰

بائع کے کہنے سے خریدنا بائع کی طرف سے خریدنا نہیں ہوگا۔ ۶۰۰

باب الصرف

نوٹ کی کم وبیش بیع سے متعلق سوال۔ ۶۰۱

نوٹ ایک نو پیدا چیز ہے فقہاء مصنفین کے زمانہ میں اس کا وجود نہ تھا۔ ۶۰۱

Marfat.com

نظرِ فقہی میں نوٹ کی کم و بیش سے بیع جائز معلوم ہوتی ہے۔ ۶۰۱
حرمتِ ربا کی علت اتحاد قدر و جنس ہے۔ ۶۰۱
نوٹ مکیل ہے نہ موزوں اور یہ چاندی کی بھی جنس نہیں اس لئے اس کی بیع میں اتحاد قدر و جنس مفقود ہے۔ ۶۰۲
ایک شبہہ کا ازالہ۔ ۶۰۲
نوٹ دراصل ثمن اصطلاحی ہے، تو یہ حقیقۃً ثمن نہ ہوگا۔ ۶۰۲
نوٹ کی طرح پیسہ بھی ثمن اصطلاحی ہے۔ ۶۰۲
فلوس کی بیع کم و بیش جائز ہونے کا جزئیہ۔ ۶۰۲
جو چیز اصطلاحی ثمن ہو متعاقدین کی اصطلاح جدید اس کو سامان قرار دے سکتی ہے۔ ۶۰۲
قرض کے طور پر ننانوے دے کر سو لینا سود ہے۔ ۶۰۳
ہنڈی کے عدمِ جواز کا سبب انتفاع امن طریق ہے ۶۰۳
بقال کے پاس روپے رکھنا اسی انتفاع حفاظت کی وجہ سے ممنوع ہوا۔ ۶۰۳
روپیہ کا پیسہ بھنانے میں تقابض بدلین شرط نہیں، روپیہ پر قبضہ کافی ہے۔ ۶۰۴
ایک روپیہ کا پیسہ کئی بار کر کے لینے میں حرج نہیں ہے۔ ۶۰۴
ایک روپیہ کے آدھے پیسے وصول کئے کہ پیسہ کا چلن جاتا رہا بقیہ پیسہ میں بیع فاسد ہوگئی۔ ۶۰۵
مذکورہ بالا سوال بزبانِ اردو۔ ۶۰۵
نوٹ کی کم و بیش میں بیع کا سوال۔ ۶۰۵
عقد میں طے شدہ قیمت سے کچھ لینا جائز ہے جبکہ تراضیٔ طرفین سے ہو۔ ۶۰۶
سونے اور چاندی کی بیع میں تقابض بدلین ضروری ہے۔ ۶۰۷
ارزانی کے وقت روپیہ سے اشرفی خرید کر گرانی کے وقت زائد پر بیچنا جائز ہے۔ ۶۰۷
نوٹ کی بیع کم و بیش پر جائز ہے اور قرض دے کر ایک پیسہ زائد لینا حرام ہے۔ ۶۰۷
روپیہ کو پیسہ کے عوض کم و بیش بیچنا جائز ہے
ادھار میں کمی بیشی کرنا خلافِ اولیٰ ہے۔ ۶۰۷
قرض دینے سے اعراض خلافِ اولیٰ ہے۔ ۶۰۸
نوٹ قرض دے کر ایک پیسہ زائد لینا حرام ہے۔ ۶۰۸
بیع کی صورت میں کم و بیش، نقد و ادھار ہر طرح جائز ہے۔ ۶۰۸
نوٹ چاندی کا عین نہیں ورنہ دس کا نوٹ دس روپیہ میں بیچا رہا ہوگا۔ ۶۰۹
شرع نے ربا میں مالیت کا لحاظ نہیں رکھا ہے وزن اور کیل میں برابری کا حکم دیا ہے۔ ۶۰۹
نوٹ اگر عین چاندی ہو تو عین سونا نہ ہوگا اور نوٹ کی بیع سونے کے ساتھ متفاضلاً جائز ہوگی۔ ۶۰۹
ایک روپیہ دو اشرفی کے بدلے بیچنا جائز ہے۔ ۶۰۹
فتح القدیر کا جزئیہ ایک کاغذ ہزار روپے میں بیچ سکتے ہیں، چاندی کا روپیہ پیسوں سے۔ اور پیسے کا غلہ فصل پر یہ بیع سلم ہے، اس کی شرائط درکار ہیں۔ ۶۰۹

Marfat.com

روپیہ اور فلوس میں اگر فلوس بھی کچھ چاندی کے ہوں تو اُدھار ناجائز رہے گا۔ ۶۱۰

نوٹ کی بیع کا سوال۔ ۶۱۰

عرفی تعین اور ثمن اصطلاحی ہونا عاقدین پر کمی وبیشی کو حرام نہیں کرتا۔ ۶۱۱

پیسے اور روپے میں کمی وبیشی حلال ہے۔ ۶۱۱

روپے اور اشرفی میں کمی وبیشی حلال ہے۔ ۶۱۱

جس طرح عام اشیاء کی قیمت کا اندازہ روپیہ سے کرنے سے وہ روپیہ یا چاندی نہیں ہوتا، اسی طرح ثمن اصطلاحی بھی ہے۔ ۶۱۱

اشرفی کا اندازہ بھی روپے سے کیا جاتا ہے۔ ۶۱۱

علت ربا اتحاد قدر وجنس ہے۔ ۶۱۲

کمی وبیشی حرام ہونے کی صورت میں وزن کی یکسانیت ضروری ہے، مالیت کی نہیں۔ ۶۱۲

چاندی سے چاندی کی بیع میں ردی اور جید نہیں دیکھا جائے گا۔ ۶۱۲

ایک کاغذ ہزار روپیہ کو بیچ سکتے ہیں، یہ نوٹ کا صریح جزئیہ ہے۔ ۶۱۲

نوٹ چاندی کا عین ہو تو دس کا نوٹ دس روپیہ میں بیچنا ربا ہوگا کہ وزن میں غیر معمولی تفاوت ہے۔ ۶۱۳

نوٹ بیک وقت چاندی اور سونے دونوں کا عین نہیں ہو سکتا۔ ۶۱۳

بطور قرض دس کا نوٹ دے کر بارہ لینا حرام اور سود ہے۔ ۶۱۳

کافروں نے یہ اعتراض کیا تھا کہ سود اور بیع میں کیا فرق ہے۔ ۶۱۳

نوٹ کی بیع کمی وبیشی اور ادھار دونوں طرح جائز ہے البتہ بطور قرض دے کر زیادہ لینا حرام ہے۔ ۶۱۳

استغراق بے قبضہ کچھ نہیں، اور قبضہ کے بعد رہن ہے اس سے انتفاع حرام ہے۔ ۶۱۴

ایک پیسہ کی دو پیسہ کے بدلے بیع کا بیان
نوٹ کی بیع کا حکم۔ ۶۱۴

نوٹ کی بیع کمی بیشی سے جائز البتہ قرض فروخت کرنا مکروہ ہے یہ بیع بھی شروط فاسدہ سے فاسد ہوگی۔ ۶۱۶

نوٹ کی بیع کا حکم۔ ۶۱۶

ایک روپیہ کے پیسے نصف آج اور نصف کل لینے کا حکم۔ ۶۱۷

ثمن کی بیع میں اختلاف جنس کی صورت میں ایک طرف قبضہ ضروری ہے۔ ۶۱۷

تانبہ کے دو پیسے جن کا وزن کم وبیش ہو ان کا باہم تبادلہ جائز نہیں۔ ۶۱۹

اس مسئلہ میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول اقرب الی الصواب ہے۔ ۶۱۹

ایک دو پیسہ کی بیع کو حفنہ اور حفنتین پر قیاس کرنا ضعیف ہے۔ ۶۲۰

زید نے عمرو کے ہاتھ نوٹ ادھار بیچا، نوٹ پر عمرو نے قبضہ کر لیا، پھر جب ادا کا وقت آیا

Marfat.com

عمرو نے نوٹ لاکر زید ہی سے روپیہ لیا اور زید ہی کو ادا کر دیا، یہ جائز ہے۔ ۶۲۰

ہاں جس نوٹ کو عمرو نے زید سے خریدا تھا بعینہ وہی لاکر زید سے کم روپیہ پر بدلا تو جائز نہیں۔ ۶۲۰

اس مسئلہ پر الاثمان لاتتعین سے شبہ اور اس کا جواب۔ ۶۲۰

یہاں بیع وشراء کی حرمت کا مدار "جس کا پہلے مالک تھا دوبارہ اسی کا عقد کرنا ہے۔" ۶۲۰

نوٹ کو دوبارہ کم دام پر بیچنے کی حرمت کا مدار ربح مالم یضمن ہے۔ ۶۲۲

ثمن خواہ خلقی ہو خواہ اصطلاحی، عقود میں متعین نہیں ہوتے ملک میں متعین ہوتے ہیں۔ ۶۲۲

ودیعت میں اسی روپیہ کا باقی رکھنا ضروری ہے۔ ۶۲۲

زید نے عمرو کے ہاتھ ایک ہزار کا نوٹ گیارہ سو میں آٹھ ماہ کے وعدہ پر بیچا، اور تمسک لکھوالیا پھر بکر کو وہ تمسک دے دیا کہ تم روپیہ وصول کرلو، زید نے بجائے گیارہ سو روپیہ کے گیارہ سو کے نوٹ دے، زید نے بکر کو اپنا وکیل بنایا ہو یا گیارہ سو کا بکر کو مالک بنا دیا ہو تو جائز ہے، اور صرف قاصد بنایا ہو تو ناجائز ہے۔ ۶۲۳

اور جواز کی صورت میں بعینہ وہی نوٹ سو ملا کر واپس کرنا بھی جائز۔ ۶۲۳

کتب فقہ سے مسئلہ کی جزئیات۔ ۶۲۳

حضرت علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک وہم کا بیان۔ ۶۲۵

بحر کے کلام کی نفیس تقریر۔ ۶۲۵

مختصر کرخی کے کلام کی تفسیر و توجیہ۔ ۶۲۶

بیع الکالئ بالکالئ کی ایک صورت اور اس کے جواز کا پہلو۔ ۶۲۷

کلابتو میں سونے کا صرف رنگ ہوتا ہے اعتبار اس کا ہے کہ گلانے سے علیحدہ ہو جائے۔ ۶۲۷

کلابتو کو چاندی کے ساتھ بیچیں تو تماثل اور تقابض دونوں ضروری ہیں۔ ۶۲۸

سونے سے کلابتو بیچنے کی صورت میں تفاضل جائز اور تقابل فی الحال ضروری ہے۔ ۶۲۸

چاندی کو مخلوط چاندی کے ساتھ بیچنے کا حکم۔ ۶۲۸

اللہ تعالیٰ جب گنہ گاروں کا رزق نہیں بند کرتا تو شریعت پر عمل کرنے والوں کا رزق کیسے بند کرے گا۔ ۶۲۹

کلابتو کی جائز بیع کا آسان طریقہ۔ ۶۲۹

بیع صرف کی تعریف۔ ۶۲۹

خلقی وغیر خلقی اثمان کی بیع کے وقت ایک طرف سے قبضہ ضروری ہے۔ ۶۲۹

عین کو دین کے بدلہ بیچا جا سکتا ہے۔ ۶۳۱

اونٹ کو گیہوں یا روپے کے بدلے بیچا تو اس کے بجائے اور چیز بھی لے سکتے ہیں۔ ۶۳۱

مہر، اجرۃ، ضمان، بدل خلع، عتق بمال، مورث اور موصی بہ سب کا یہی حکم ہے۔ ۶۳۱

قیمت کو روپیہ سے بدلنے کی صورت میں پورا روپیہ ہی مجلس میں دینا ضروری ہے ورنہ ادھار

Marfat.com

کی بیع ادھار سے ہو جائے گی۔ ۶۳۱
بیع فلوس بالدراہم بیع صرف نہیں ہے۔ ۶۳۲
فلوس جب تک رائج ہوں ثمن اصطلاحی ہیں رواج ختم ہو جانے پر سامان کے حکم میں ہیں۔ ۶۳۲
روپیہ فلوس سے بدلیں تو احد البدلین کا قبضہ ضروری ہے۔ ۶۳۳
مذکورہ بالا صورت میں ایک جانب سے تقابض کی شرط اکثر کا قول ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا فرمان ہے۔ ۶۳۵
مبسوط اور جامع صغیر کی عبارتوں سے دفع تدافع۔ ۶۳۶
علامہ شامی پر تطفل۔ ۶۳۶
مذہب راجح پر بیع الفلوس بالدراہم میں ایک ہی جانب کا قبضہ کافی ہے۔ ۶۳۷
کفل الفقیہ الفاہم کی تصدیق۔ ۶۳۸

باب بیع التلجیہ

بیع تلجیہ کی تعریف اور اس کا حکم۔ ۶۳۹
کبھی واقع بمعنی متوقع بھی ہوتا ہے۔ ۶۳۹
بیع موقوف متعاقدین یا عاقلہ کے انتقال سے باطل ہو جاتی ہے۔ ۶۴۰
بیع موقوف کو مالک کے ورثہ جائز نہیں کر سکتے۔ ۶۴۰
بیع تلجیہ میں دیانۃً مشتری کو چاہئے کہ اس بیع کا فرضی ہونا ظاہر کر دے۔ ۶۴۰
ہبہ میں عدم مانع کی صورت میں اختیار رجوع پہنچتا ہے۔ ۶۴۰
ہبہ سے بھی بیع تلجیہ کا ضرر ختم ہو سکتا ہے۔ ۶۴۱
بیع تلجیہ کا ثبوت گواہی یا اقرار سے ہو جائے تو مشتری مبیع کا مالک نہ ہوگا۔ ۶۴۱

باب بیع الوفاء

بیع وفاء حقیقت میں رہن ہے۔ ۶۴۴
ذی اعتبار اہلِ فتویٰ کے فتوی کے ظاہر ہو جانے کے بعد غیر مفتیوں کے بلا دلیل اختلاف کا اعتبار نہیں۔ ۶۴۴
بیع وفاء میں آٹھ قول ہیں، اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ یہ رہن ہے۔ ۶۴۴
جو عرفاً معہود ہو وہ شرعاً معہود ہے۔ ۶۴۵
بیع وفاء کی تشریح۔ ۶۴۵
بیع وفاء کا حکم۔ ۶۴۵
بیع کب قطعی ہے اور کب بیع وفاء ہے، اور ہر ایک کا حکم۔ ۶۴۶

باب متفرقات البیع

اسٹامپ کی بیع کراہت سے خالی نہیں۔ ۶۴۹
جائداد مبیعہ کی آمدنی ناجائز ہے۔ ۶۵۰
خدمت محضہ اور خدمت معلل بالغرض میں فرق کا بیان اور دونوں کا حکم۔ ۶۵۰
وعدہ توڑنے پہ آدمی گنہگار ہوتا ہے مگر ایفائے وعدہ پہ شرع کی جانب سے جبر نہیں۔ ۶۵۰
گھاتو کا حکم ۶۵۱

Marfat.com

کتاب الکفالہ

"میں عمرو کا قرض ادا کر دوں گا" یہ وعدہ ہے اس سے کفالت ثابت نہیں ہوتی۔ ۶۵۳

قرضخواہ نے کہا عمرو بری ہوا میں تجھ سے لوں گا، اور کفیل خاموش رہا، اس سے بھی زیادہ سے زیادہ وعدہ ثابت ہوتا ہے۔ ۶۵۳

کفالت کے لئے التزام کے الفاظ جیسے کفلتُ، ضمنتُ، عَلَیَّ، اِلَیَّ ضروری ہے۔ ۶۵۴

وعدہ جب تعلیق کی صورت میں ہو جیسے "زید نہ دے گا تو میں دُوں گا" لازم ہو جاتا ہے۔ ۶۵۴

اصیل کو مطالبہ سے بری کرنا کفیل کو بری نہ کریگا۔ ہاں اصل قرض سے بری کرنا تو کفیل مطالبہ سے بھی بری ہو جاتا۔ ۶۵۵

کفالت قرضدار کے حکم یا اس کی رضا سے ہو تو کفیل اس سے رجوع کر سکتا ہے ورنہ نہیں۔ ۶۵۵

کفالت بالنفس مع کفالت بالمال کا ایک سوال۔ ۶۵۶

کسی نے یہ کہا کہ "۱۰ تاریخ تک فلاں کا ضامن ہوں" تو ظاہر الروایہ یہ ہے کہ ۱۰ تاریخ کے بعد بھی ضمانت باقی ہے اور اگر فلاں تاریخ سے فلاں تاریخ تک تو بعد والی تاریخ کو ضمانت منتہی ہوگئی۔ ۶۵۶

آج کل کا عرف یہ ہے کہ دونوں میں کچھ فرق نہیں اور ان دونوں صورتوں کا مطلب یہی لیتے ہیں کہ اس تاریخ کے بعد ضمانت ختم ہوگئی۔ ۶۵۶

فتویٰ عرف پر ہوتا ہے۔ ۶۵۶

جو اہلِ زمانہ کو نہ جانے جاہل ہے۔ ۶۵۶

"۱۰ تاریخ سے ضامن ہوں، بھاگ گیا تو مطالبہ میں دوں گا" اگر ۱۰ تاریخ کے اندر بھاگ گیا مطالبہ دینا ہوگا۔ ۶۵۶

دوبارہ مفصل سوال۔ ۶۵۷

"۱۰ تاریخ تک میں مدعا علیہ کا حاضر ضامن ہوں اگر بھاگ گئے مطالبہ مدعیہ کا میں ذمہ دار ہوں" اور مطالبہ کی ضمانت کو مدعیہ یا مدعی کے وکیل نے قبول نہ کیا تو نہ مال کے مطالبہ کا حق نہ ۱۰ کے بعد نفس کی ضمانت باقی۔ ۶۵۸

کفیل نے کفالت بالمال میں مال یا زر مطالبہ کا ذکر نہ کیا صرف مطالبہ کا لفظ کہا تو مال دینا لازم نہیں۔ ۶۵۹

مطالبہ اور دین میں فرق ہے مطالبہ کے حقیقی معنی طلب اور تقاضا کے ہیں، مال تو معنیٰ مجازی ہے۔ ۶۵۹

امام اعظم کے نزدیک جب تک معنی حقیقی بن سکیں مجازی پر حمل جائز نہیں۔ ۶۵۹

مدعٰی علیہ بھاگ گیا تو مدعی کے مطالبہ کا میں ذمہ دار ہوں یہ مدعا علیہ سے قرض مانگنے کا وعدہ ہے اس کو کفالت بالمال سے علاقہ نہیں۔ ۶۵۹

کفالت بالمال کی تعلیق صحیح ہے۔ ۶۵۹

اذا فات الشرط فات المشروط قاعدہ کلیہ ہے۔ ۶۶۱

Marfat.com

ظاہر الروایۃ کے مطابق کفالت میں جو ابتدائے غایت مذکور نہ ہوں تو کفالت تاریخ مذکور کے بعد شروع ہوتی ہے۔ ۶۶۱

تابع متبوع پر مقدم نہیں ہوتا، اور متبوع معدوم ہو تو تابع بھی متحقق نہیں ہوتا۔ ۶۶۳

کفالت بالمال جب کفالت بالنفس کی تابع ہو، ثانی سے برأت ہو تو اوّل بھی مرتفع ہو جاتی ہے ۶۶۳

مجلس کفالت میں ایجاب وقبول دونوں ہونا رکن کفالت ہے، تو مکفول لہٗ کی غیر حاضری بھی کفالت کو باطل کر دے گی۔ ۶۶۴

مکفول لہٗ مجلس ایجاب میں نہ ہو مگر اطلاع کے بعد کفالت قبول کرے پھر بھی کفالت باطل ہے۔ ۶۶۴

مکفول لہٗ کی غیبت کے مسئلہ میں فتویٰ طرفین کے قول پر ہے۔ ۶۶۵

محبوبی اور نسفی اصحابِ ترجیح سے نہیں۔ ۶۶۵

فتویٰ مختلف ہو تو عدمِ اختلافِ زمانہ کی صورت میں فتویٰ امام کے قول پر ہوتا ہے۔ ۶۶۵

راجح سے عدول جائز نہیں۔ ۶۶۶

مکفول لہٗ مجلس ایجاب سے غائب ہو اور کوئی اس کی جانب سے قبول کرے، تو یہ قبول مکفول لہٗ کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ ۶۶۶

صورتِ مسئولہ میں کفالت بالمال عدم قبول فی المجلس ایجاب کی وجہ سے باطل ہے۔ ۶۶۷

کفالت بالنفس میں عرف حال یہی ہے کہ تاریخ انتہا کے بعد کفالت ختم ہے۔ ۶۶۷

مسئلہ مذکورہ پر نصوص کتبِ فقہیہ۔ ۶۶۷

ایک مہینہ، ایک مہینہ تک، آج سے ایک مہینہ تک، یہ تینوں الفاظ ہم معنیٰ ہیں۔ ۶۶۸

عقد کرنیوالے، منت ماننے والے، قسم کھانیوالے اور وقف کرنیوالے سب کا کلام ان کے عرف پر محمول ہوگا۔ ۶۶۹

ظاہر الروایۃ کو ہمارے عرف دائر وسائر سے اصلاً تعلق نہیں۔ ۶۶۹

صورتِ مسئولہ میں ایک حکم دیانت کا بھی ہے۔ ۶۷۰

کفالت بالمال کفالت بالنفس کے تابع ہو تو اصل کے ختم ہوتے ہی تابع بھی ختم ہو جائیگی۔ ۶۷۰

کفالت بالمال کے ایک فیصلہ کے بارے میں ایک سوال۔ ۶۷۰

سات گواہوں میں ۲۰ وجوہ نقائص کا تفصیلی بیان۔ ۶۷۳

اس حکم کی گواہی نامقبول اور کفالت بالمال ساقط۔ ۶۷۶

شہادت اور دعویٰ میں مطابقت ضروری ہے اختلاف کی صورت میں گواہی نامقبول ہوتی ہے۔ ۶۷۶

ظاہر مدعا علیہ کو مفید ہوتا ہے مدعی کو نہیں۔ ۶۷۶

کفالت کی ایک غیر شرعی صورت سے سوال۔ ۶۷۷

کفالت بالمال شرعاً جائز ہے۔ ۶۷۷

کفالت بالمال کی تعریف۔ ۶۷۷

کفالت بالمال میں ایک ہی مطالبہ دائن اور کفیل دونوں پر ہوتا ہے۔ ۶۷۷

Marfat.com

كفالت بالنفس کے الفاظ كفلت بنفسه علىّ، إلىّ۔ ٦٧٧

كفالت بالمال کے الفاظ كفلت بمالك عليه بمايدركك في هذا البيع۔ ٦٧٧

کسی جائداد کو مال میں مکفول کرنا کہ جائداد قبضہ مالک میں رہتی ہے، مگر مالک اس میں بیع وہبہ وغیرہ تصرفات سے روک دیتے ہیں تاکہ دائن اس سے اپنا مطالبہ وصول کرسکے۔ یہ سب غیر شرعی طریقہ ہے۔ ٦٧٧

شرع نے توثیق دین کے ۲ طریقے مقرر فرمائے: کفالت اور رہن۔ ٦٧٧

رہن کے لئے شئے مرہون پر مرتہن کا قبضہ ضروری ہے ٦٧٧

کفالت کے لئے آدمی کا ہونا ضروری ہے، جائداد کفیل نہیں ہوسکتی۔ ٦٧٨

جائداد کا استغراق اکثر اپنے قرض میں ہوتا ہے کوئی شخص خود اپنا کفیل نہیں ہوسکتا۔ ٦٧٨

جانوروں پر کوئی ذمہ داری نہیں۔ ٦٧٩

ذمہ کے لغوی معنی عہد کے اور شرعاً وہ عہد جو بندے اور خدا کے درمیان ہوا یا وہ وصف جس سے آدمی مکلف ہو۔ ٦٧٩

کفالت میں پانچ امور کی تشریح۔ ٦٨٠

جائداد کے مکفول کرنے کا رد اور دلائل کی تفصیل۔ ٦٨٠

کفالت کا مقتضٰی حجر عن التصرفات نہیں۔ ٦٨١

اگر اس طرح شرط کی کہ میں اس مکان کی قیمت سے زرِ کفالت ادا کروں گا تب بھی گھر کا بیچنا ضروری نہیں۔ ٦٨١

جائداد مکفولہ کا دعوٰی شرعاً قابلِ سماعت نہیں۔ ٦٨١

زید کی خواہش کے بغیر عمرو نے اس کی کفالت کی اور زرِ کفالت ادا کردیا تو زید سے وہ رقم پانے کا حقدار نہیں۔ ٦٨١

کفالت میں کفیل مطلوب سے مطالبہ وصول کرنے کا تب مجاز ہوگا کہ اس کے کہنے سے کفالت کی ہو یا مجلس ایجاب میں اس نے رضا ظاہر کردی ہو ورنہ نہیں۔ ٦٨٢

اگر طالب و مطلوب دونوں موجود ہوں اور کفیل نے از خود کفالت کا ایجاب کیا، اگر پہلے مطلوب نے رضا ظاہر کی، مطالبہ وصول کرنے کا کفیل مجاز ہوگا اور طالب نے پہلے منظوری دے دی تو نہیں۔ ٦٨٢

اوپر والا مسلک طرفین کا ہے، مفتٰی بہ قول پر کفالت صرف کفیل کے قول سے تام ہوجاتی ہے۔

البتہ رجوعِ مطالبہ کا حق مطلوب کے امر پر مبنی ہوگا۔ ٦٨٣

ایسی کفالت جس میں مکان مکفول کیا جائے مدیون کے امر سے ہو تب بھی کفیل کو رجوع کا حق نہیں۔ ٦٨٥

جو آدمی اس خیال سے کسی کو کچھ دے کہ یہ مجھ پر اس کا حق ہے، تو خیال غلط ثابت ہونے پر اس کو واپس لے سکتا ہے۔ ٦٨٥

کفالت صحیح و شرعی بامر مدیون ہو، اور کفیل نے اس میں جائداد قرق ہونے سے بچانے کیلئے

Marfat.com

نقد سے مطالبہ پورا کر دیا، تو مدیون سے مطالبہ
لے سکتا ہے۔ ۶۸۵

کفالت بالمال بلاشبہہ شرعاً جائز ہے۔ ۶۸۶

ناجائز مطالبوں کی کفالت بھی صحیح ہے۔ ۶۸۶

دیہات کی رائجہ مستاجری ناجائز ہے مگر اس
کی کفالت ہوسکتی ہے۔ ۶۸۶

مطلوب کے حکم سے کفالت ہو تو کفیل ادا کے
بعد مطلوب سے مطالبہ وصول کر سکتا ہے۔ ۶۸۷

جائداد کا دین میں مکفول کرنا شرعاً کچھ نہیں، ایسی
جائداد کا ہبہ ہوسکتا ہے۔ ۶۸۷

مستغرق جائداد کے ہبہ میں یہ شرط لگانا کہ
مطالبہ کی ادائیگی موہوب لہٗ کے ذمہ ہے
شرط فاسد ہے، لیکن شرط فاسد سے ہبہ
فاسد نہیں ہوتا۔ ۶۸۷

کفالت کی دو تعریفیں اور راجح کا بیان۔ ۶۸۸

مطالبہ موجود اور متوقع دونوں کی کفالت
ہوسکتی ہے۔ ۶۸۸

بعض باتیں تعامل سے بھی جائز ہوجاتی ہیں۔ ۶۸۸

کفالت میں مطالبہ ذمہ پر رہتا ہے، کفیل کی
جائداد تلف ہوجائے تب بھی کفیل مطالبہ سے
بری نہیں ہوتا۔ ۶۸۹

رہن میں مطالبہ مرہون پہ ہوتا ہے، وہ تلف ہو
تو اتنا ہی دین ساقط ہوجائے گا۔ ۶۸۹

شئے مرہون کی قیمت قبضہ کے دن کی لگائی
جائے گی۔ ۶۸۹

رہن دین واجب وظاہر میں ہوتی ہے۔ ۶۸۹

مدیون کی جائداد دین سے مستغرق ہو تب بھی
مدیون اپنی جائداد میں تصرف سے شرعاً روکا نہیں
جاسکتا۔ ۶۹۰

قاضی کے حجر کے بعد بھی اس کو تصرف کا حق
رہتا ہے۔ ۶۹۰

صاحبین کے نزدیک "مدیون مستغرق فی الدین" ۶۹۰
قضائے قاضی کے بعد بشرط اطلاع اپنے
موجودہ اموال میں بعض تصرفات سے ممنوع
ہوگا۔ ۶۹۰

جائداد مستغرقہ کے موہوب لہٗ کو یہ پابندی لگانا
کہ جائداد پر جو تاوان آئے یہ ادا کرے، شرطِ
فاسد ہے، لیکن ہبہ پر اس سے اثر نہیں
پڑے گا۔ ۶۹۱

شرط مالایقتضیہ العقد اور مایقتضیہ العقد
کی تشریح۔ ۶۹۱

ہبہ، صدقہ، کتابت سب کا یہی حکم ہے۔ ۶۹۲

جائداد مکفولہ پر شرعاً کوئی حق قائم نہیں ہوتا تو
اس کو قبول کرنا امر محال کو قبول کرنا ہے۔ ۶۹۳

ایسے امور مستقلاً قبول کرنے سے بھی لازم
نہیں ہوتے۔ ۶۹۳

دیہات کا ٹھیکہ جس میں زمین اجارۂ مزارعاں
میں رہتی ہے اور توفیر ٹھیکہ پہ دی جاتی ہے،
قطعاً باطل ہے۔ ۶۹۳

ناجائز مطالبہ جس پہ جبر ہوا اسکی کفالت ہوسکتی ہے ۶۹۴

Marfat.com

کفالت کا رکن ایجاب قبول دونوں ہیں اور ان کا مجلس کفالت میں ہونا ضروری ہے۔ ۶۹۴

فتویٰ مختلف ہو تو قولِ امام پر عمل واجب ہے۔ ۶۹۴

اجنبی کفالت قبول کرے تو مکفول لہٗ کی اجازت پر موقوف ہوگی۔ ۶۹۵

خوشدامن کے نفقہ کا ذمہ ایک احسان کا وعدہ ہے جس پر جبر نہیں کیا جا سکتا۔ ۶۹۶

ایسے وعدہ کی ضمانت بھی باطل ہے۔ ۶۹۷

کفالت کی شرط ہے کہ مطالبہ اصل پر لازم ہو۔ ۶۹۷

اخلاقاً ایفائے وعدہ کرنا چاہیئے۔ ۶۹۷

سوال کے اختلاف سے جواب میں اختلاف ہوتا ہے جس کی ذمہ داری سائل پر ہے۔ ۶۹۸

مفتی کو معلوم ہو کہ سائل نے غلط سوال کیا ہے تو جواب نہ دے۔ ۷۰۱

کتاب الحوالہ

مہاجن سے سودی قرض مجبوراً لیا اصل قرض کسی دوسرے مہاجن کو دے کر اپنا قرض اس مہاجن پر حوالہ کرنا جائز ہے۔ ۷۰۳

معصیت سے بچنے کی جدوجہد کرنا لازم ہے۔ ۷۰۵

حوالہ کی تعریف۔ ۷۰۶

حوالہ میں اصل قرضدار دین سے بری ہو جاتا ہے۔ ۷۰۸

حوالہ کے بعد اصل قرضدار سے معافی نہیں ہوسکتی۔ ۷۰۹

حوالہ کے بعد اصل قرضدار اپنی کوئی چیز دین کے بدلے رہن رکھے یہ صحیح نہیں۔ ۷۱۰

حوالہ کے بعد راہن رہن واپس لے لے گا۔ ۷۱۰

محتال علیہ حوالہ کا انکار کرکے مفلس مرجائے تو حوالہ باطل ہو کر دین اصل پر لوٹ آتا ہے، اسی قول کی تصحیح مروی ہے۔ ۷۱۰

اپنے قرض کی وصولی کے لئے کسی کو وکیل بنانا، اور اس پر تصرف کا اختیار دینا جائز ہے۔ ۷۱۲

حوالہ اور ادھار دام زیادہ لینے کا ملا جلا مسئلہ۔ ۷۱۲

حوالہ اور بعض نقد ادھار اور بعض کا مسئلہ۔ ۷۱۲

ہنڈی کی تعریف۔ ۷۱۲

ہنڈی کے بجائے نوٹ کی بیع پھر اس کے ثمن کا حوالہ ایک عمدہ طریقہ ہے جس سے ہنڈی کا فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے۔ ۷۱۲

خود عقد بیع میں قیمت فلاں شہر میں ادا کرنے کی شرط لگائی تو عقد فاسد ہو جائے گا۔ ۷۱۴

ہنڈی کا معاملہ اہلِ حرب سے ہو تو جائز ہے۔ ۷۱۵

Marfat.com

فہرست ضمنی مسائل

فوائد حدیثیہ

حدیث کل قرض جر نفعا فھو حرام کی ایک مثال۔ ۹۱

اس مسئلہ پر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جمل سے استشہاد۔ ۲۴۷

قرض سے زائد دینے پر حدیثِ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استدلال۔ ۳۲۰

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیثوں سے استدلال۔ ۳۲۰

حدیث عینہ کی پرکھ۔ ۴۶۷

مجتہد کا کسی کو سند میں ذکر کرنا اس حدیث کی صحت کی دلیل ہے۔ ۴۶۸

حدیث "مسلمانوں کے مسلمان پر چھ حق واجب ہیں" میں واجب سے کیا مراد ہے۔ ۴۷۸

احکامِ مسجد

مسجد کی آمدنی بڑھانے کے لئے کسی کی زمین بدستی مسجد پر خریدی نہیں جاسکتی۔ ۱۳۶

بیاج کی آمدنی مسجد میں لگانا منع ہے۔ ۳۵۲

مسجد کی رقم سے پرامیسری نوٹوں کی خریداری کا حکم۔ ۳۵۳

امامت

سود خور شخص کا امام بنانا گناہ، اس کے پیچھے نماز پڑھ لی تو دُہرائیں۔ ۲۶۹

Marfat.com

زکوٰۃ

جتنا روپیہ کمپنی میں جمع کیا یا اس کا جو مال ہو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ ٣٦٢
نوٹ پر زکوٰۃ ہے۔ ٤٠٩

نکاح

دو دن کے لئے نکاح کیا وقت کی قید عقد میں ہے تو نکاح باطل اور دل میں ہے تو جائز۔ ٢٤٨

طلاق

بے نماز عورت سے صحبت پر وعید اور اس کو طلاق دینے کا حکم۔ ٣٠٣

ولایت

مرض الموت سے قبل آدمی کا اس کی ملک میں ہر تصرف نافذ ہوگا۔ ٩٦
باپ کو نابالغ لڑکے کی ختنہ اور اس کے مال کے بیع وشراء کی ولایت حاصل ہے چچا اور ماں کو نہیں صرف مال کی حفاظت اور قبول ہبہ کا حق حاصل ہے۔ ٩٩
زانی ولد الزنا کا ولی نہیں تو اس کا ولی بن کر بیع کے قبول کرنے کا بھی حق نہیں رکھتا۔ ١٥١
ماں، بھائی، چچا کو نابالغ پر ولایت مالیہ نہیں۔ ١٥١
جنین پر اللہ ورسول کے علاوہ کسی کی ولایت نہیں۔ ٢١٣
رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ولایت پر آیت وحدیث سے سند۔ (حاشیہ) ٢١٣
آج کل بہت سے یتیموں کا ولی کامل نہیں ہوتا۔ ٢٨٤

مہر

شوہر نے زوجہ کو مہر کے بدلہ جائداد دی یہ عقد تعبیر کے اعتبار سے تین طرح ہو سکتا ہے۔ ١١٠
مورث نے اپنے وارث کے حصہ کو جو مورث کی موت کے بعد اسے ملے گا ایک ایسی عورت کے مہر کے بدلہ میں لکھا جس کا نکاح ابھی وارث سے نہیں تو کیا حکم ہے۔ ١٢٠
مہر کے عوض جائداد دینا ابتداءً وانتہاءً بیع ہے۔ ١٢١
مہر قبل از نکاح نہ عین ہے نہ دین، تو یہ مال ہی نہیں۔ ١٢١
قبل از نکاح مہر کی ادائیگی سے شبہہ اور اس کا جواب۔ ١٢٢
آئندہ ملنے والی تنخواہ یا عطیہ منصب کو مہر کے عوض کیا تو یہ خود معدوم اور باطل ہے، اس کا ہبہ اور بیع دونوں باطل ہے۔ ١٢٣
بعض مہر نقد، بعض کے بدلے میں زمین ومکان اور بعض کی قسط بندی جائز ہے۔ ٢٤٣
نوٹ مہر ہو سکتا ہے۔ ٤١٠

Marfat.com

مہر ترکہ سے زیادہ ہو تو پورا ترکہ مہر میں محسوب ہوگا دیگر ورثہ کا اس میں کوئی حق نہیں۔ ۵۶۱

ظہار

عورت کو ماں، بیٹی کہنا ظہار نہیں۔ ۳۱۲

فوائد اصولیہ

آن عقود میں مقصود معنی ہے نہ کہ لفظ۔ ۸۱

احکام عرف و عادت میں خلاف کے احتمالات عقلیہ کا لحاظ نہیں ہوتا۔ ۸۲

حقوق مجردہ صالح تملیک و معاوضہ نہیں۔ ۱۰۹

عقد جب اہل سے محل میں بسلامت ارکان واقع ہو تو اس کے عدم بطلان میں کوئی شبہہ نہیں اور اپنے ثمرات کو اگرچہ بعد القبض بالیقین مثمر ہوگا۔ ۱۰۹

کم من یصح ضمناً ولا یصح قصداً۔ ۱۱۲

المرء مواخذ باقرارہ۔ ۱۱۸

حکم کو سبب پر مقدم کرنا جائز نہیں۔ ۱۲۲

الکتاب کالخطاب۔ ۱۳۵

ایجاب غائب عن المجلس کے قبول پر موقوف نہیں ہوتا بلکہ باطل ہو جاتا ہے۔ ۱۵۲

جس شرط میں احد المتعاقدین کا فائدہ ہو وہ شرط فاسد ہے۔ ۱۶۰

ہر شرط فاسد مفسد بیع ہے۔ ۱۶۰

ہر بیع فاسد حرام و واجب الفسخ ہے۔ ۱۶۰

المبنی علی الباطل باطل۔ ۱۶۳

الباطل لاحکم لہ۔ ۱۶۳

مصنف کی تحقیق کہ شرط انعقاد کا عدم مبطل عقد ہے اور جہالت بدلین مفسد ہے۔ ۱۸۴

لفظ ثمن تحقق بیع کا مقتضی ہے۔ ۲۴۶

شرع مطہر میں عاقدین کے الفاظ کے معانی پر مدار کار ہے۔ ۲۴۸

امر حادث میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اقرب وقت کی طرف منسوب ہوگا۔ ۲۵۶

عقد کی صحت اور عدم صحت سے بحث ہو تو روشن دلیل کے بغیر فساد ثابت نہ ہوگا، عمل صحت پر ہوگا۔ ۲۵۸

جو چیز عرفاً طے شدہ ہو وہ شرط لگانے کی طرح ہے۔ ۲۷۵

رہن اور اجارہ آپس میں متنافی ہیں جمع نہیں ہو سکتے۔ ۲۷۶

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چار چیزوں کو کیلی اور نقدین کو وزنی قرار دیا تو یہ ہمیشہ ایسی ہی رہیں گی۔ ۲۹۲

دیگر اشیاء کے کیلی یا وزنی ہونے میں عرف کا اختیار ہوگا۔ ۲۹۳

اصل حکم حقائق پر ہے الفاظ پر نہیں۔ ۳۱۰

کسی امر مباح کا حصول بھی مصلحت شرعی میں داخل ہے۔ ۳۱۳

دار الاسلام میں ربا کی حرمت شرف دار

Marfat.com

کی وجہ سے نہیں، مسئلہ کی مکمل تحقیق۔ ۳۱۶

اختلاف دار سے کوئی شے حرام سے حلال نہیں ہوتی۔ ۳۱۶

مذہب معتمد میں کفار مخاطب بالفروع ہیں۔ ۳۱۷

اموال ربویہ میں وصف کا اعتبار ساقط ہے۔ ۳۲۴

ہر شخص کی نیت خود اس کے لئے معتبر ہے نہ کہ دوسرے کے لئے۔ ۳۲۵

باہمی رضامندی سے حرام حلال نہ ہو جائے گا۔ ۳۴۰

احکام الٰہیہ کسی کی ترمیم سے بدل نہیں سکتے۔ ۳۴۰

ملک بدلنے سے مال کا حکم بدل جاتا ہے۔ ۳۵۲

دار الاسلام کی تعریف۔ ۳۵۷

ہندوستان دار الاسلام ہے۔ ۳۵۸

رہن اور اجارہ دونوں عقد منافی ہیں۔ ۳۸۲

شے واحد پر وقت واحد میں دو مختلف قبضے محال ہیں۔ ۳۸۲

تقویم مالیت کو مستلزم ہے۔ ۳۹۸

مکتوب کی مالیت نہیں ہے۔ ۴۰۳

تقوم میں شئی کی موجودہ حالت دیکھی جاتی ہے یہ نہیں دیکھا جاتا کہ اصل میں کیا تھا۔ ۴۱۲

مالیت کے لئے ضروری نہیں کہ وہ چیز ہر جگہ مال سمجھی جائے۔ ۴۱۳

اعتبار منقول عنہ کا ہوتا ہے نہ کہ ناقل کا۔ ۴۱۵

نقلوں کی کثرت سے مسئلہ کی غرابت دفع نہیں ہوتی جبکہ ایک ہی منقول عنہ ان سب کا منتہی ہو۔ ۴۱۶

بیع کی مشروعیت میں مکلف محتاجوں کی بقا اور عمدہ انتظام کے ساتھ ان کی حاجتوں کو پورا کرنا ہے۔ ۴۲۱

مالیت بعض کے مال بنانے سے بھی ثابت ہو جاتی ہے۔ ۴۲۲

ایک عام قاعدہ جس پر باب ربا کے تمام مسائل کا مدار ہے۔ ۴۴۵

کراہت کے مختلف اطلاقات۔ ۴۵۷

اس امر کے دلائل کی مالیت میں تفاضل مکروہ تحریمی نہیں ہے۔ ۴۵۹

علم اصول فقہ اور علم حدیث میں مرسل کی تعریفوں میں فرق ہے۔ ۴۶۶

مکروہ تحریمی گناہ صغیرہ ہے اور تنزیہی گناہ نہیں ہے۔ ۴۷۳

کسی چیز کا خود واجب ہونا اور بات ہے اور دوسری چیز کے لئے واجب ہونا اور بات ہے۔ ۴۷۷

کبھی مستحب کو بھی واجب کہتے ہیں۔ ۴۷۷

عقود میں معانی کا اعتبار ہے۔ ۵۰۷

عقد میں ایسی تصحیح بالاجماع باطل ہے جس سے اصل عاقدین کی تغییر ہوتی ہو۔ ۵۰۹

تمسک ایک معین سے دوسرے معین کے لئے ہوتا ہے۔ ۵۰۹

تمسک کے وجود و عدم پر دَین کا وجود و عدم موقوف نہیں ہوتا۔ ۵۱۱

Marfat.com

حکم شے میں ہونا جنس و قدر شے میں شئی سے اتحاد نہیں۔ ۵۲۲

ثمن خلقی و اصطلاحی متباتنین ہیں۔ ۵۲۲

متباتنین میں عینیت محال ہوتی ہے۔ ۵۲۲

قیمتی و مثلی ایک نہیں ہو سکتے۔ ۵۲۳

متحد کا متحد متحد ہوتا ہے۔ ۵۲۴

عذر نہ ہونا عذر نہ ہو سکنے کو مستلزم نہیں۔ ۵۲۵

الشجرة تنبئ عن الثمرة۔ ۵۲۸

تغیر لازم نافی عینیت ملزوم ہے۔ ۵۲۹

نوٹ اور روپے ایک جنس نہیں۔ ۵۳۴

روپوں میں اور نوٹ میں قدر مشترک نہیں۔ ۵۳۴

نوٹ کے ساتھ اہل عرف کا معاملہ اثمان برتنا اسے ثمن اصطلاحی کرے گا نہ کہ خلقی۔ ۵۳۴

روپوں سے اندازہ قیمت نے نوٹ کو روپیہ نہیں کر دیا ہر اصطلاحی کا اندازہ خلقی سے ہی ہوتا ہے۔ ۵۳۴

اصطلاح کی پیروی عاقدین پر لازم نہیں وہ اپنی تراضی سے جو چاہیں کم و بیش کریں۔ ۵۳۴

شرط فاسد سے قرض فاسد نہیں ہوتا لیکن اس طرح قرض دینا معصیت ہے۔ ۵۸۸

المعروف کالمشروط۔ ۵۸۹

کسی قول میں دونوں طرف تصحیح ہو تو جس پر چاہو عمل کرو۔ ۵۹۰

بیع بشرط فاسد میں شرط مقارن عقد ہو تو فساد پیدا کرے گی۔ ۵۹۱

معدوم کبھی موجود کے حکم میں ہو جاتا ہے۔ ۵۹۹

بیع میں حقوق وکیل کی طرف راجع ہوتے ہیں اور نکاح میں زوجین کی طرف۔ ۶۰۰

عرفی تعیین اور ثمن اصطلاحی ہونا عاقدین پر کمی و بیشی کو حرام نہیں کرتا۔ ۶۱۱

ایک دو پیسہ کی بیع کو حفنة اور حفنتین پر قیاس کرنا ضعیف ہے۔ ۶۲۰

جو عرفاً معہود ہو وہ شرعاً معہود ہے۔ ۶۴۵

امام اعظم کے نزدیک جب تک معنی حقیقی بن سکیں مجازی پر حمل جائز نہیں۔ ۶۵۹

اذا فات الشرط فات المشروط قاعدہ کلیہ ہے۔ ۶۶۱

تابع متبوع پر مقدم نہیں ہوتا، اور متبوع معدوم ہو تو تابع بھی متحقق نہیں ہوتا۔ ۶۶۳

کفالت بالمال جب کفالت بالنفس کی تابع ہو ثانی سے برات ہو تو اول بھی مرتفع ہو جاتی ہے۔ ۶۶۳

افتاء و رسم المفتی

ذخیرہ ایک عمدہ اور مستند فتاویٰ ہے۔ ۲۵۱

بدائع تصنیف امام ابوبکر بن مسعود بن احمد کاشانی جلیل الشان کتاب ہے۔ ۲۵۱

محیط کا اعتبار آفتاب نیمروز ہے۔ ۲۵۱

علامہ شامی کی تائید و توثیق۔ ۲۵۳

بے حواشی کے درمختار سے فتویٰ دینا جائز نہیں۔ ۲۵۳

Marfat.com

قاضیخان رحمۃ اللہ تعالیٰ کا کسی قول پر اقتصار کرنا اس قول کے قوت کی دلیل ہے۔ ۲۵۳
مفتی حقیقت پر فتویٰ دے گا قاضی ظاہر پہ حکم کرے گا۔ ۲۵۹
عوام کے افعال سے سند جہالت ہے۔ ۳۴۴
آداب مفتی کے بعض فوائد۔ ۴۱۵
قنیہ مشہور ہے کہ اس کی روایتیں ضعیف ہوا کرتی ہیں۔ ۴۱۵
قنیہ جب مشہور کتابوں کی مخالفت کرے تو مقبول نہ ہوگی۔ ۴۱۵
قنیہ جب قواعد کی مخالفت کرے تو مقبول نہ ہوگی جب تک اس کی تائید میں اور کوئی نقل معتمد نہ پائی جائے۔ ۴۱۵
فتویٰ مطلقاً امام کے قول پر ہے۔ ۴۵۵
ذی اعتبار اہل فتویٰ کے فتویٰ کے ظاہر ہو جانے کے بعد غیر مفتیوں کے بلا دلیل اختلاف کا اعتبار نہیں۔ ۶۴۴
آج کل کا عرف یہ ہے کہ دونوں میں کچھ فرق نہیں اور ان دونوں صورتوں کا مطلب یہی لیتے ہیں کہ اس تاریخ کے بعد ضمانت ختم ہو گئی۔ ۶۵۶
فتویٰ عرف پر ہوتا ہے۔ ۶۵۶
جو اہل زمانہ کو نہ جانے جاہل ہے۔ ۶۶۵
مکفول لہ کی غیبت کے مسئلہ میں فتویٰ طرفین کے قول پر ہے۔ ۶۶۵
محبوبی اور نسفی اصحاب ترجیح سے نہیں۔ ۶۶۵
فتویٰ مختلف ہو تو عدم اختلاف زمانہ کی صورت میں فتویٰ امام کے قول پر ہوتا ہے۔ ۶۶۵
راجح سے عدول جائز نہیں۔ ۶۶۶
عقد کرنے والے، منت ماننے والے، قسم کھانے والے اور وقف کرنیوالے سب کا کلام ان کے عرف پر محمول ہوگا۔ ۶۶۹
فتویٰ مختلف ہو تو قول امام پر عمل واجب ہے۔ ۶۹۴
سوال کے اختلاف سے جواب میں اختلاف ہوتا ہے جس کی ذمہ داری سائل پر ہے۔ ۶۹۸
مفتی کو معلوم ہو کہ سائل نے غلط سوال کیا ہے تو جواب نہ دے۔ ۷۰۱

مناظرہ و ردّ بدمذہباں

ہمارے ائمہ پر جواز ربا کا قول غیر مقلدوں کا افترا ہے۔ ۳۱۶
مالیت میں تفاضل کے مکروہ نہ ہونے کی آٹھویں دلیل ۴۷۶
〃 〃 〃 〃 〃 نویں دلیل ۴۷۶
〃 〃 〃 〃 〃 دسویں دلیل ۴۷۶
شیخ عبدالحلیم کے کلام کا پہلا جواب۔ ۴۷۷
دوسرا جواب۔ ۴۷۷
شیخ عبدالحلیم کے کلام کا تیسرا جواب۔ ۴۷۹
فاضل لکھنوی کا پانچواں رد۔ ۴۸۲
فاضل لکھنوی پر مزید سات رد۔ ۴۸۳
فاضل لکھنوی کے وہم کا تیرھواں عظیم رد۔ ۴۸۴
چودھواں رد اس امر کے بیان میں کہ فاضل لکھنوی

Marfat.com

کے قول پر لازم آتا ہے کہ سود حلال ہو۔ ۴۹۰
پندرھواں رَد۔ ۴۹۱
گنگوہی کے ایک فتویٰ کا رَد۔ ۵۰۷
فاضل لکھنوی پر ایک سو بیس[۱۲۰] رَد۔ ۵۲۰
مولوی لکھنوی صاحب ہر جواب کے شروع میں ھوالمصوب لکھتے ہیں جو تین وجوہ سے غیر صحیح ہے۔ ۵۲۰
ایک غلط فتوے کے وجوہ خلل کا بیان اور مسئلہ کا صحیح حکم۔ ۱۹۴
گنگوہی صاحب کا رَد۔ ۳۹۹
دلیل نقلی سے فرع قنیہ کا رَد۔ ۴۱۷
فرع قنیہ کا دلیل عقلی سے رَد۔ ۴۱۷
مولانا لکھنوی کا رَد۔ ۴۴۶
لکھنوی صاحب کے شبہہ کے تین جواب۔ ۴۴۸
فاضل لکھنوی کی لغزش کی طرف اشارہ۔ ۴۷۳

منطق

قبول ذی حق اور اتحاد جنس میں عموم وخصوص من وجہ ہے۔ ۵۲۵
شرع میں جنس وہ کلی ہے جس کے افراد مختلفۃ الاغراض ہوں۔ ۵۲۸
نوٹ نوع حقیقی ہے جس کے سب افراد متفقۃ الاغراض ہوں۔ ۵۲۸
نوع حقیقی کسی جنس کا عین نہیں ہوسکتا۔ ۵۲۹

لغت

[illegible] میں سال کے اندر اور سال تک دونوں کا

حاصل ایک ہے۔ ۲۶۶
مصوب اور تصویب کا لغوی معنیٰ۔ ۵۲۰
دیں گے لیں گے کہنے سے عقد نہیں ہوتا، یہ صرف وعدہ ہے، وقت پر بائع کو مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ ۵۰۹

فوائد فقہیہ

شرع میں ایجاب وقبول کے لئے ماضی کا صیغہ درکار ہے۔ ۸۱
تعاطی مثل ایجاب وقبول لزوم بیع کا سبب ہوتی ہے۔ ۸۱
بیع میں مبیع اصل ہے، اس کے رَد سے بیع فسخ ہوجائے گی، ثمن کے رَد سے فسخ نہ ہوگی۔ ۹۴
ایجاب وقبول کے لئے ماضی کا صیغہ ضروری ہے وعدہ کوئی عقد نہیں۔ ۹۵
اجازت لاحقہ کی ایک صورت۔ ۱۰۷
حقوق کی بیع میں دو مذہب ہیں: صحت وفساد، اور دونوں باقوت ہیں۔ ۱۱۱
حق مرور، حق شرب، حق تعلی وغیرہ کی بیع اصالۃً جائز نہیں۔ ۱۱۲
جن کے نزدیک حقوق کی بیع جائز نہیں وہ بھی بطلان کو مضموم الیہ تک ساری نہیں مانتے۔ ۱۱۲
حرومیۃ کو عبد اور غلام کے ساتھ ملایا تو بھی بیع فاسد ہوتی ہے باطل نہیں۔ ۱۱۲
ادائے ثمن نہ شرائط صحت بیع میں داخل ہے نہ شرائط نفاذ بیع میں۔ ۱۱۸

Marfat.com

بیع مبادلہ مال بمال کا نام ہے۔ 121
چوحدی میں اگر زمین کی مکسر پیمائش میں اختلاف تحریر ہوا تو بھی چوحدی کا اعتبار نہ ہوگا۔ 124
مکسر پیمائش کے ساتھ ساتھ اگر یہ بھی تحریر ہو کہ فی گز اتنا، تو اب چوحدی کا نہیں پیمائش کا اعتبار رہو گا۔ 124
خریداری تین طرح ہوتی ہے۔ 132
ایجاب وقبول کا معنیٰ۔ 133
ناجائز بیع کی تین قسمیں ہیں: باطل، فاسد، مکروہ تحریمی۔ 141
بیع باطل کی تعریف اور اس کی مثال۔ 142
معدوم کی بیع ناجائز ہے۔ 155
مال کی تعریف۔ 157
ربٰو کی تعریف۔ 160
پرامیسری نوٹ کا روپیہ گورنمنٹ کبھی واپس نہیں کرتی، یہ قرض مردہ ہے۔ 166
قرض مردہ کی تعریف۔ 167
بیع باطل کی ایک جدید شکل کا بیان۔ 167
صحت اور جواز میں فرق ہے، ممکن ہے ایک چیز صحیح تو ہو لیکن حرام ہو۔ 170
حکمِ دیانۃ۔ 174
صلب عقد میں فساد ہو یا شرط انعقاد معدوم ہو، دونوں صورتوں میں مجلس عقد میں اصلاح مفیدِ صحت نہیں۔ 183
خلقی اتصال اور عارضی اتصال میں فساد کے فرق کا بیان۔ 187
احتکار کی تعریف اور اس کا حکم۔ 189
عقد مرابحہ کی وہ تعریف جو متون میں مذکور ہے۔ 220
تعریف مذکور میں لفظ عقد وثمن پر شراح کا تعریف کے جامع ومانع نہ ہونے سے اعتراض۔ 220
درر کی تعریف جس میں ان دونوں لفظوں کے استعمال سے احتراز کیا گیا ہے لیکن یہ بھی نقص سے خالی نہیں۔ 220
علامہ بحر نے ایک جامع اور مانع تعریف کی کوشش کی لیکن وہ بھی سالم نہیں۔ 220
مرابحہ میں بیع سے متعلق مصنف کی تحقیق اور کلامِ ائمہ میں تطبیق۔ 224
دینار و درم باب مرابحہ میں جنسِ واحد سے ہیں۔ 230
نوٹ بذاتہ ثمن نہیں مگر بذریعہ اصلاح اس کو ثمنیت عارض ہے۔ 234
ثمن اصطلاحی کی ثمنیت متعاقدین کے باطل کر دینے سے باطل ہو جاتی ہے، اور وہ شے متعین ہو جاتی ہے۔ 234
ثمن مہر میں متعین نہیں ہوتا۔ 238
اثمان معاوضات میں متعین نہیں ہوتے۔ 238
امانات و تبرعات بعد تسلیم میں متعین ہوتے ہیں نذر میں متعین نہیں ہوتے۔ 238
دین معجل کو موجل، غیر منجم کو منجم کر سکتے ہیں۔ 244

Marfat.com

بوجہ جہالت ثمن بیع فاسد ہوتی ہے۔ ۲۴۵
بیع فاسد کا فسخ واجب ہے۔ ۲۴۵
معلومیت ثمن شرائط صحت بیع میں سے ہے۔ ۲۴۵
ثمن کے معافی کی شرط نفس عقد بیع میں ہو اور ماضی کے لفظ سے تو بیع فاسد نہ ہوگی، فساد مستقبل کے لفظ سے ہوتا ہے۔ ۲۵۸
بیع بشرط القرض اور قرض بشرط البیع میں فرق۔ ۲۷۵
کسی مبیع کا مشتری اور مشتری لہٗ چند ہو سکتے ہیں۔ ۲۷۹
مشترک مال سے ثمن ادا کرنے کے باوجود مبیع صرف ایک شخص کے لئے ہو سکتی ہے۔ ۲۸۰
تفریق صفقہ قبل تمام بیع کا حکم۔ ۲۸۷
باب ربٰو میں اندازہ شرعی کیل و وزن ہے۔ ۲۹۱
حلت و حرمت کے قاعدہ کلیہ کا بیان چار صورتوں میں۔ ۲۹۱
ضرورت شرعی کا بیان اور چند مصنوعی ضرورتوں کی تفصیل۔ ۲۹۹
حفظ نفس، تحصیل قوت، تحفظ عن الذلۃ والطعن ضرورت شرعیہ ہے۔ ۳۰۰
مالک اور غلام کے درمیان سُود نہیں۔ ۳۰۹
شرکت معاوضہ اور شرکت عنان کے شرکاء کے درمیان بھی سُود نہیں۔ ۳۰۹
ربٰو کی تعریف۔ ۳۱۱
عقود فاسدہ اور غصب و سرقہ کا بیان۔ ۳۱۹
قرض بیع سے علیحدہ ایک معاملہ ہے جس کو شرع شریف نے لوگوں کو احتیاج کی حکمت سے مشروع فرمایا۔ ۳۲۴
سود کی تعریف اور حکم۔ ۳۲۶
جوئے کی تعریف۔ ۳۳۰
عقد بیع اور وعدۂ عقد میں بڑا فرق ہے۔ ۳۳۰
علماء نے صبی لایعقل کی یہ پہچان بتائی کہ مبیع لے کر پیسہ بھی واپس مانگے۔ ۳۳۰
مال کی تعریف۔ ۳۳۲
معاملہ فاسدہ کی دو صورتیں۔ ۳۴۸
ذمی اور مستامن کی تعریف۔ ۳۴۸
ایک مہینہ سے کم کے لئے بیع سلم نہیں۔ ۳۵۳
سود کی ایک الجھی ہوئی صورت کا حکم۔ ۳۵۵
کمپنی کے حصص کی بیع شراء کا حکم۔ ۳۶۲
حقیقت نوٹ کا بیان اور یہ کہ وہ خود مال ہے نہ کہ مال کا تمسک ہے۔ ۳۹۸
نوٹ کاغذ کا ایک ٹکڑا ہے۔ ۳۹۸
کاغذ مال متقوم ہے۔ ۳۹۸
مال کا معنیٰ۔ ۳۹۸
مال کی چار قسمیں اور ان میں فقہی مباحث۔ ۴۰۴
نوٹ ایک متاع یعنی مال ہے سند نہیں کیونکہ

Marfat.com

ایک پرچہ کاغذ ہے۔ ۴۰۸
نوٹ اصطلاح میں ثمن ہے کیونکہ اس کے ساتھ ثمن جیسا معاملہ کیا جاتا ہے۔ ۴۰۸
عمدہ فقہی مسائل و مباحث و تنقیحات۔ ۴۱۱
مصنف کی تحقیق کہ صحت بیع کے لئے کم سے کم ایک پیسہ کی قیمت ہونا کچھ ضرور نہیں۔ ۴۱۲
عبارات فقہاء میں لفظ کاغذۃ میں تاء وحدت لانے کا فائدہ۔ ۴۱۷
روپوں کے بدلے نوٹ بیچنا بیع صرف نہیں کہ تقابض طرفین شرط ہو۔ ۴۲۵
بیع صرف کی تعریف۔ ۴۲۵
مقدار میں کمی بیشی کی چار صورتیں ہیں اور اختلاف جنس کی صورت میں چاروں حلال ہیں۔ ۴۷۱
نوٹ بالیقین مال ہے اس کو تمسک کہنا اندھاپن ہے۔ ۵۰۹
حوالہ میں مدیون محیل کہلاتا ہے اور دائن محتال، اور جس پر قرض اتارا گیا کہ اس سے وصول کرلینا اس کو محتال علیہ یا حویل کہتے ہیں۔ ۵۱۴
ثمن خلقی و اصطلاحی میں شرعاً فرق ہے۔ ۵۲۱
نوٹ بداہۃً ثمن اصطلاحی ہے۔ ۵۲۲
ثمن خلقی دو قسم ذہب و فضہ میں منحصر ہے۔ ۵۲۲
ربٰے اتحاد جنس سے تفاضل حرام نہیں ہوتا بلکہ اتحاد قدر بھی لازم ہے۔ ۵۲۷
نوٹ سرے سے قدر ہی نہیں رکھتا کہ نہ مکیل ہے نہ موزوں بلکہ معدود ہے۔ ۵۲۷
ثمن ایک جنس ہے جس کے تحت دو جنسیں ہیں خلقی اور اصطلاحی۔ ۵۲۸
پیسوں میں اصطلاح عام کی مخالفت علمائے نے جائز فرمائی۔ ۵۳۴
علماء نے ثمن خلقی روپے اشرفی میں مخالفت عرف عام کی اجازت دی۔ ۵۳۴
کپڑا قیمتی اور مذروع ہے۔ ۵۶۵
بیع فاسد کا حکم فسخ بیع ہے۔ ۵۶۶
انعقاد عقد کے لئے ماضی کا صیغہ ضروری ہے، مستقبل سے عقد نہیں منعقد نہیں ہوتا۔ ۵۷۹
ایک ایسی بیع کا بیان جو ابتداءً وعدہ ہے اور انتہاءً تعاطی ہے۔ ۵۸۷
منقول کی بیع قبضہ سے پہلے بائع کے ہاتھ فاسد ہے۔ ۵۹۴
استصناع کی تعریف اور اس کے فرائض۔ ۵۹۷
استصناع حقیقۃً بیع ہے۔ ۵۹۹
بائع کے کہنے سے خریدنا بائع کی طرف سے خریدنا نہیں ہوگا۔ ۶۰۰
نظر فقہی میں نوٹ کی کم و بیش سے بیع جائز معلوم ہوتی ہے۔ ۶۰۱
حرمت ربٰو کی علت اتحاد قدر و جنس ہے۔ ۶۰۱
نوٹ کی طرح پیسہ بھی ثمن اصطلاحی ہے۔ ۶۰۲
بیع صرف کی تعریف۔ ۶۲۹
خلقی و غیر خلقی اثمان کی بیع کے وقت ایک طرف سے قبضہ ضروری ہے۔ ۶۲۹

Marfat.com

عین کو دین کے بدلہ بیچا جاسکتا ہے۔ ۶۳۱

مذہب راجح پر بیع الفلوس بالدراہم میں ایک ہی جانب کا قبضہ کافی ہے۔ ۶۳۷

بیع تلجیہ کی تعریف اور اس کا حکم۔ ۶۳۹

خدمت محضہ اور خدمت معلل بالغرض میں فرق کا بیان اور دونوں کا حکم۔ ۶۵۰

کفالت کے لئے التزام کے الفاظ جیسے کفلتُ، ضمنتُ، عَلَیّ، اِلَیّ ضروری ہے۔ ۶۵۴

وعدہ جب تعلیق کی صورت میں ہو جیسے "زید نہ دے گا تو میں دُوں گا" لازم ہوجاتا ہے۔ ۶۵۴

کفالت بالنفس میں عرف حال یہی ہے کہ تاریخ انتہا کے بعد کفالت ختم ہے۔ ۶۶۷

کفالت بالمال کی تعریف۔ ۶۷۷

کفالت بالمال میں ایک ہی مطالبہ دائن اور کفیل دونوں پر ہوتا ہے۔ ۶۷۷

شرع نے توثیق دین کے دو طریقے مقرر فرمائے؛ کفالت اور رہن۔ ۶۷۷

جانوروں پر کوئی ذمہ داری نہیں۔ ۶۷۹

ذمہ کے لغوی معنی عہد کے اور شرعاً وہ عہد جو بندے اور خدا کے درمیان ہوا، یہ وہ وصف جس سے آدمی مکلف ہو۔ ۶۷۹

کفالت میں پانچ امور کی تشریح۔ ۶۸۰

کفالت کی دو تعریفیں اور راجح کا بیان۔ ۶۸۸

شرط مالا یقتضیہ العقد اور ما یقتضیہ العقد کی تشریح۔ ۶۹۱

ہبہ

مدیون کو دین کا ہبہ جائز اور غیر کو ناجائز، البتہ بطور قبضہ غیر کو ہبہ جائز ہے۔ ۱۰۶

ہبہ میں رجوع کے حق سے دستبرداری صحیح نہیں ہاں کچھ لے کر دست برداری ہو تو یہ ہبہ بالعوض قرار دیا جائے گا۔ ۱۰۶

عاقد نے عین اور حق ایک ہی عقد میں جمع کیا تو یہ ہبہ بشرط العوض کی صورت میں ابتداءً ہبہ ہے اور عین کے ساتھ حق جمع کردینے میں ہبہ باطل نہ ہوگا، اور بقیہ دونوں صورتوں میں معنیً بیع ہے اور بیع کا حکم مذہب مختار پر صحت و قبول ہے۔ ۱۱۰

زمین زبانی اپنے لئے خریدی بیع نامہ لڑکوں کا نام لکھوایا، لڑکیوں کی نہ ہوئی، البتہ بیع نامہ ہبہ قرار دیا جائے گا اور مشاع ہونے کی وجہ سے ہبہ باطل ہوگا۔ ۱۲۸

دین مہر کا عوض دینا ہبہ بالعوض ہے، جو فی الحقیقۃ بیع ہے اور صحت بیع کے لئے قبضہ ضروری نہیں۔ ۱

ہبہ بعوض مہر مشروط بشرط الفاسد سے حاصل ہونے والے مکان کو کسی نے غصب کرلیا شوہر نے نالش کرکے اس پر قبضہ کرلیا تو ہبہ بعوض المہر والا عقد باطل ہوگیا اور شوہر اس کا مالک ہوگیا۔ ۱۶۳

شوہر ہبہ جدیدہ کے ذریعہ عورت کو دے تو عورت مالک ہوجائیگی اور اس کا مہر بھی شوہر کے ذمہ

Marfat.com

رہے گا اور پہلے والے عقد کے تحت لوٹائے تو
عورت مالک نہ ہوگی۔ ١٦٤
حمل کی کوئی چیز ہبہ نہیں کی جا سکتی۔ ٢١٣
شفیع کے ڈر سے صاحبِ مکان نے اپنا مکان کسی کو
ہبہ کیا اور اس کا زرِ ثمن اس شخص نے صاحبِ مکان
کو ہبہ کر دیا شرعاً یہ ہبہ ہوا شفعہ نہیں چل سکے گا۔ ٢٤٨
اگر کوئی شخص کسی کو مشاع ہبہ کرنا چاہے تو موہوب لہ
کے ہاتھ بیع کر دے اور ثمن معاف کر دے۔ ٢٤٩
قبولِ بیع سے پہلے زرِ ثمن ہبہ کیا تو بیع صحیح اور
ہبہ باطل ہے۔ ٢٥٦
زائد قابلِ تقسیم ہو تو اس کو علیحدہ سے دینا چاہیے
مخلوط رہے گا تو ہبہ صحیح نہ ہوگا۔ ٣٢١
ہبہ کی ایک ناممکن صورت۔ ٣٧٢
ہبہ میں عدم مانع کی صورت میں اختیار رجوع
ہوتا ہے۔ ٦٤٠
ہبہ سے بھی بیع تلجیہ کا ضرر ختم ہو سکتا ہے۔ ٦٤١
جائداد کا دین میں مکفول کرنا شرعاً کچھ نہیں، ایسی
جائداد کا ہبہ ہو سکتا ہے۔ ٦٨٧
مستغرق جائداد کے ہبہ میں یہ شرط لگانا کہ مطالبہ
کی ادائیگی موہوب لہ کے ذمہ شرط فاسد ہے،
لیکن شرط فاسد سے ہبہ فاسد نہیں ہوتا۔ ٦٨٧

اکراہ

کسی کام کے لئے پنچوں کا اصرار اکراہِ شرعی
نہیں۔ ٢١٨

حجر

مدیون کی جائداد دین سے مستغرق ہو تب بھی مدیون
اپنی جائداد میں تصرف سے شرعاً روکا نہیں جا سکتا۔ ٦٩٠
قاضی کے حجر کے بعد بھی اس کو تصرف کا حق رہتا ہے ٦٩٠
قضائے قاضی کے بعد بشرط اطلاع اپنے موجودہ
اموال میں بعض تصرفات سے ممنوع ہوگا۔ ٦٩٠

میراث

میت کے ترکہ سے قرض کی ادائیگی تقسیم پر
مقدم ہوگی۔ ٩٥
ایک جائداد کے وارثوں کے حصص کی شرعی
تعین اور تفصیل۔ ١٠٣
ایک ترکہ میں وارثوں کے حصص کی تقسیم۔ ٢١٦
ادائے قرض تقسیمِ ترکہ پر مقدم ہے۔ ٥٦٢

وصیت

مرض الموت کے تصرفات غیر نافذ ہیں۔ ٩٣

اجارہ

مالک اپنی ملک غیر مالک سے کرایہ پر نہیں
لے سکتا۔ ٩٠
اجارہ باطلہ کے ذریعہ جو رقم حاصل ہو غصب ہے
پوری رقم واپس کرنا ضروری ہے۔ ٩٠

Marfat.com

جن صورتوں میں زراعت بائع کی ہے مشتری چاہے تو بائع کو زمین خالی کرنا ہوگا اور مشتری کی اجازت سے باقی رکھی تو مشتری حسبِ عرف کرایہ لے سکتا ہے ۔ ۱۲۰

دیہات کی رائجہ مستاجری ناجائز ہے مگر اس کی کفالت ہوسکتی ہے ۔ ۶۸۶

دیہات کا ٹھیکہ جس میں زمین اجارۂ مزارعاں میں رہتی ہے اور توفیر ٹھیکہ پر دی جاتی ہے قطعاً باطل ہے۔ ۶۹۳

زراعت

مزروعہ زمین کی بیع میں زراعت کا مالک مشتری ہوگا۔ ۱۱۹

اس امر کا تفصیلی بیان کہ بیع میں کب زمین کے تابع کھیتی ہے اور کب نہیں ۔ ۱۱۹

وکالت

زید نے مال خریدنے کے لئے ایک شخص کو وکیل بنایا اس پر قبضہ کرنے کے بعد زید کا اس مال کو اسی وکیل کے ہاتھ مرابحہ بیچنا جائز ہے ۔ ۱۳۷

وکیل کو چیز کے متعین دام بتاکر کہنا اس سے کم زیادہ بیچو تو تم جانو ہم وہی متعینہ دام لیں گے اور اس میں سے دو فیصدی تمھیں دلالی دینگے' ایسا معاملہ وکیل اور مؤکل دونوں کیلئے ناجائز ہے۔ ۱۴۲

شئ معین کے معین قیمت پر خریدنے کا وکیل مبیع کو نہ تو اپنے لئے خرید سکتا ہے نہ دوسرے کے لئے ، ہاں مؤکل کی فرمائش کے خلاف خریدا تو وکیل کی ملک ہوگا ۔ ۲۱۸

استقراض کا وکیل بنانا جائز نہیں ۔ ۲۷۱

اقراض کا وکیل بنانا جائز ہے ۔ ۲۷۱

رہن

یہ معاملہ حقیقۃً رہن کا ہے اور رہن بے قبضہ باطل ہے ۔ ۹۰

بیع بالوفاء حقیقۃً رہن ہے ۔ ۹۱

راہن شئ مرہونہ پر قبضہ نہ کرے تو رہن باطل ہے اور قبضہ ہو تب بھی شئ مرہونہ سے انتفاع حرام ہے ۔ ۹۱

دین معدوم کے بدلے رہن لینا جائز نہیں ۔ ۱۲۲

کاشتکار نے کھیت رہن رکھا تو رہن نہ ہوگا ۔ ۲۷۶

بیع وفا حقیقت میں رہن ہے ۔ ۶۴۴

رہن کے لئے شئ مرہون پر مرتہن کا قبضہ ضروری ہے ۔ ۶۷۷

رہن میں مطالبہ مرہون پر ہوتا ہے وہ تلف ہو تو اتنا ہی دین ساقط ہو جائے گا۔ ۶۸۹

شئ مرہون کی قیمت قبضہ کے دن کی لگائی جائے گی۔ ۶۸۹

رہن دین واجب وظاہر میں ہوتی ہے ۔ ۶۸۹

غصب

کسی دوسرے کے مکان کو اپنی ملکیت ظاہر کرکے

Marfat.com

کسی کے ہاتھ بیچنا اور مشتری کو قبضہ دلا دینا غصب ہے۔ ۸۲

مغصوب کو غاصب کے علاوہ کسی دوسرے کے ہاتھ بیچنے کا حکم۔ ۸۲

آج کل کچہریوں میں عام طور سے جو نیلام ہوتا ہے بیع غاصب کے حکم میں ہے جو مالک کی اجازت پر موقوف ہوگی۔ ۱۰۴

بیع مغصوب میں بیع سے قبل کی ساری توفیر کا مغصوب منہ مالک ہوگا۔ ۱۰۶

مبیع کو بائع نے غصب کرلیا تب بھی بیع صحیح ہے اور مشتری کی ملک ثابت ہے۔ ۱۱۷

غصب کی ایک صورت۔ ۱۱۷

عقار کا غصب متحقق نہیں۔ ۱۱۷

شہادت

کسی شی کی ملکیت کے شرعی گواہ گزریں تو قبضہ حکماً قرار دیا جائے گا۔ ۸۲

شہادت اور دعوٰی میں مطابقت ضروری ہے اختلاف کی صورت میں گواہی نامقبول ہوتی ہے۔ ۶۷۶

قضاء

اگر عاقدین بیع فاسد کو فسخ نہ کریں تو قاضی جبراً فسخ کردے۔ ۱۶۰

قاضی نے غلط فیصلہ کیا تو دوسرا قاضی اس کو رد کرسکتا ہے۔ ۲۰۱

احکامِ قضاء دار الحرب اور دار البغاۃ میں نافذ نہیں جہاں حکم قضا نہیں۔ ۳۱۸

دعوٰی

اجنبی محض کو دعوٰی کا اختیار نہیں ہوتا۔ ۸۳

حالتِ صحت میں کسی وارث کے ہاتھ جائداد بیع کردی بیع صحیح ہوگئی، دوسرے وارثوں کا جائداد میں کوئی حق نہیں، ہاں زرِ ثمن پانے یا معاف کرنے کا اقرار نہ کیا ہو تو بقیہ ورثاء زرِ ثمن کا دعوٰی کرسکتے ہیں زرِ ثمن کی عدمِ ادائیگی کا ثبوت قرائن سے نہ ہوگا۔ ۱۱۷

اراضی کے بیعنامہ میں جو چوحدی لکھائی گئی کل مشتری کی ہوئی، اگر چوحدی میں غلطی سے کسی دوسرے کی مملوکہ زمین آگئی تو اصل مالکوں کی چارہ جوئی کے بعد وہ حصہ واگزار کردیا جائے گا۔ ۱۲۳

بائع ارضِ مبیعہ کے جز حصہ کو بیع سے خارج ہونے کا مدعی ہے لیکن سالہا سال سے ارضِ مبیعہ پر مشتری کا تصرف دیکھ کر خاموش رہا تو بائع کا دعوٰی باطل قرار دیا جائے گا۔ ۱۲۶

بیع کے انعقاد و بطلان میں اختلاف ہو تو مدعی انعقاد گواہ پیش کرے، گواہ نہ ہوں تو مدعی بطلان کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا جب صحت و مرض میں اختلاف ہو تو مدعیِ مرض کا قول مذکورہ تفصیل کے ساتھ بقسم معتبر ہوگا جس پر قسم ہے وہ حلف سے انکار کرے تو خصم کا حق

Marfat.com

ثابت ہوگا۔ ۲۱۵

ایک مسلمان کی نصرانیہ عورت نے دعویٰ کیا میں اپنے شوہر کی موت سے پہلے اسلام لائی، اور وارثوں نے کہا بعد موت، تو وارثوں کا قول معتبر ہے کہ یہ اقرب وقت ہے۔ ۲۵۶

عقد میں شرط فاسد کے بارے میں اختلاف ہو تو منکرینِ شرط کے قول کا اعتبار ہوگا۔ ۲۵۷

عاقدین کے صحت وفسادِ عقد میں اختلاف ہو تو قول مدعیِ صحت کا تسلیم ہوگا۔ ۲۵۹

بائع فساد کا دعویٰ کرے اور مشتری صحت کا، تو قسم کے ساتھ مشتری کا قول معتبر ہوگا،

تناقض دعویٰ قابلِ تقسیم نہیں۔ ۲۵۹

ظاہر مدعا علیہ کو مفید ہوتا ہے مدعی کو نہیں۔ ۶۷۶

جائداد مکفولہ کا دعویٰ شرعاً قابلِ سماعت نہیں۔ ۶۸۱

اقرار

غاصب مالک کی ملکیت کا اقرار کرے تو مغصوب کی بیع صحیح ہے۔ ۸۲

اقرار بیّنہ سے قوی حجت ہے۔ ۸۲

مضاربت

روپیہ قرض دے کر منافع میں آدھا ساجھا رکھنا سود ہے اور بطورِ مضاربت یہ معاملہ جائز ہے۔ ۳۴۵

شرکت

بطور شرکت شرعاً اس میں نفع اور نقصان دونوں میں شرکت ضروری ہے، اور ان معاملات میں صرف نفع میں شرکت ہوتی ہے۔ ۳۷۱

شفعہ

مکان کی زبانی بیع ہوگئی اور اس پر قبضہ مشتری ہوگیا جس کو حق شفعہ تھا اور وہ اس مکان کی خریداری سے انکار کر چکا تھا اب اس کو حقِ شفعہ نہیں۔ ۱۹۱

ضمان و تاوان

مقبوض علی سوم الشراء ہلاک ہو جائے تو قابض سے تاوان وصول کر سکتے ہیں۔ ۹۳

امین پر بلا تعدی وتقصیر فی الحفظ ضمان نہیں۔ ۱۰۲

بائع نے اگر مال مبیعہ کو دوسرے کے ہاتھ بیچ دیا تو سخت گنہگار ہوا، مال دوسرے مشتری کے پاس موجود ہو تو مشتری اول اس کو واپس لے اور موجود نہ ہو تو اتنے مال کا تاوان اس وقت کے بازار کے بھاؤ سے مشتری بائع سے وصول کرے۔ ۱۶۱

زید کا روپیہ کسی پر باقی تھا عمرو نے ضمانت لی، زید کے مطالبہ پر عمرو نے انکار کیا، زید نے قاضی کے یہاں دعویٰ کیا اب عمرو نے مہلت چاہی، اس نے اس شرط پر مہلت دی کہ کچہری کی دوڑ دھوپ میں میرا جو خرچ ہوا عمرو ادا کرے، اس نے ادا کریا

Marfat.com

پھر اصل قرض بھی دے دیا تو اب عمرو زید سے کچہری
کی دوڑ دھوپ والا تاوان پانے کا حقدار ہے۔ ۳۹۱
نوٹ کا تاوان نوٹ دیا جائے گا۔ ۴۱۰

کسی نے یہ کہا کہ "۱۸ تاریخ تک فلاں کا ضامن
ہوں" تو ظاہر الروایہ یہ ہے کہ ۱۸ تاریخ کے بعد
بھی ضمانت باقی ہے اور اگر فلاں تاریخ سے فلاں
تاریخ تک تو بعد والی تاریخ کو ضمانت منتہی ہوگئی۔ ۶۵۶

"۱۸ تاریخ سے ضامن ہوں، بھاگ گیا تو مطالبہ
میں دوں گا" اگر ۱۸ تاریخ کے اندر بھاگ گیا
مطالبہ دینا ہوگا۔ ۶۵۶

"۱۸ تاریخ تک میں مدعا علیہ کا حاضر ضامن ہوں
اگر بھاگ گئے مطالبہ مدعیہ کا میں ذمہ دار ہوں"
اور مطالبہ کی ضمانت کو مدعیہ یا مدعی کے وکیل نے
قبول نہ کیا تو نہ مال کے مطالبہ کا حق نہ ۱۸ کے
بعد نفس کی ضمانت باقی۔ ۶۵۸

عقائد و کلام

جنّین ضرور مومن ہے۔ ۲۱۳
شرع مطہر عندیہ کا مذہب جنوں روا نہیں رکھتی۔ ۵۲۲

توبہ و استغفار

سود سے توبہ کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ندامت اور
آئندہ سے نہ لینے کے عزم کے ساتھ ساتھ
جو لیا ہے وہ واپس کرے۔ ۳۰۴

گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے اس
نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔ ۳۰۴

حظر و اباحت

مشتری نے کل یا جز قیمت ادا کئے بغیر مبیع پر قبضہ
کرلیا تو مبیع کا منافع اس کے لئے حلال ہے۔ ۳۹

سود کی ملک خبیث ہے۔ ۹۰

بیع نہ ہونے کی شکل میں بیعانہ روک لینا ظلم ہے
چاہے زیادتی مشتری کی ہی کیوں نہ ہو۔ ۹۴

وفائے وعدہ پر جبر نہیں کیا جاسکتا۔ ۹۵

نقد اور ادھار کے بھاؤ میں تفاوت حرام اور
ناجائز نہیں۔ ۹۷

عوام کی جائداد کا سرکاری نیلام مالک کی اجازت
سے (سابقہ یا لاحقہ) ہو تو جائز۔ ۱۰۷

عقد موقوف میں اجازت سے قبل بیع میں مشتری
کا تصرف حلال نہیں۔ ۱۰۷

کوئی چیز جب عقد صحیح شرعی سے خریدی گئی تو
بائع کا ثمن کو کار معصیت میں خرچ کرنے کا وبال
مشتری پر نہیں، نہ بیع میں کوئی خلل واقع ہوگا۔ ۱۰۸

جو حقوق اصالۃً ثابت ہوں (جیسے موصی لہ بالحد
حق قصاص، حق نکاح، حق غلامی) ان کا عوض
لینا جائز ہے۔ ۱۱۱

جو حقوق اصالۃً ثابت ہوں (جیسے حقوق شفعہ و
قسم زوجہ و خیار مخیرہ فی النکاح) ان کا عوض
ناجائز ہے۔ ۱۱۱

آڑھت میں مال جمع کرکے اس کی قیمت پیشگی

Marfat.com

آڑھت دار سے لینا کہ جب مال بکے گا حساب ہوگا حرام ہے، البتہ قرض آڑھت دار کی مرضی سے لے سکتا ہے۔ ۱۲۶

جھوٹ نہ بولے تو زیادہ دام کہہ کر گھٹانا یا دُگنی قیمت لینا جائز ہے۔ ۱۳۹

مردار کی کھال پکا کر یا سُکھا کر بیچنا جائز ہے ورنہ حرام ہے۔ ۱۶۱

ہڈی پر چکنائی نہ ہو تو اس کی بیع جائز ہے۔ ۱۶۱

سور کی کھال یا ہڈی کی کسی حال میں بیع جائز نہیں۔ ۱۶۲

مالِ مسروقہ کو جان کر خریدنا حرام ہے۔ ۱۶۵

اپنی جگہ کسی دوسرے کو نوکر رکھوا اگر اس کا پیسہ لینے سے بچنا چاہیئے۔ ۱۶۵

نزول کی زمین کو سرکار سے خریدنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ۱۶۸

مُردہ پھونکنے والوں کے ہاتھ لکڑی بیچنا جائز ہے اس کام میں اس کی اعانت کی نیت نہ کرے۔ ۱۶۸

بھنگ پینے والوں کے ہاتھ اس کی بیع ناجائز ہے البتہ دوا کے طور پر اس کی بیع جائز ہے۔ ۱۶۸

افیون کی بیع دوائے خارجی استعمال کے لئے جائز ہے اور کھانے کے لئے حرام ہے۔ ۱۷۰

مردار کی بیع حرام ہے۔ ۱۷۱

قبرستان کی بیع حرام، بائع کو قیمت لینا حرام۔ ۱۷۱

معین چیز کے کسبِ حرام ہونے کا علم نہ ہو تو اسے کھا سکتے ہیں۔ ۱۷۲

بھائی کے بھاؤ پر بھاؤ بڑھانے کا حکم۔ ۱۹۱

فصل پر غلہ خرید کر بیچنا جائز ہے، ایسی بیع کو حرام کہنے والا شرع پر جرأت کر رہا ہے۔ ۱۹۱

مویشی خانہ کے جانوروں کی خریداری کا حکم۔ ۲۰۲

پنچوں کے فیصلہ کے لئے طرفین سے رقم جمع کرانا باطل اور دونوں کی رقم کسی ایک کو دے دینا مزید ظلم اور ایک فریق کو دوسرے کا یہ پیسہ لینا حرام۔ ۲۱۸

بیع فاسد میں عاقدین بسبب ارتکاب عقد فاسد گنہگار ہوتے ہیں۔ ۲۴۵

بائع اپنی مرضی سے مبیع پر کچھ اضافہ کر دے تو لینا جائز ہے۔ ۲۶۱

بائع کافر ہو تو مسلمان کو زائد کا سوال نہ چاہیئے کہ وُہ احسان تصور کرے گا۔ ۲۶۲

کٹوتی ناراضگی کی حالت میں حرام ہے۔ ۲۶۳

بائع اپنا سودا ادھار بازار بھاؤ سے زائد دے تو سود نہیں مشتری کی رضا سے جائز ہے، ہاں خلافِ اولیٰ ہے۔ ۲۶۷

قرض کی وجہ سے کسی چیز کو زائد قیمت پر خریدنا مکروہ۔ ۲۷۵

اپنی آبرو بچانے کے لئے ہجو گو شاعروں کو رشوت دینا جائز ہے۔ ۳۰۰

Marfat.com

مفلس کو قرضخواہ کی طرف سے تقاضا کا خطرہ نہ ہو نو صرف مواخذۂ آخرت کے خیال سے سودی قرض لینا حرام ہے۔ ۳۰۱

مالِ مباح یا اپنا حق عقود فاسدہ کے ذریعہ بھی وصول کر سکتے ہیں۔ ۳۰۷

ممنوعہ رقم مدرسہ اسلامیہ میں بھی صرف کرنا منع ہے۔ ۳۰۷

شربت بھی شراب سمجھ کر پینا حرام ہے۔ ۳۰۹

کسی حلال معاملہ کو کسی نے حرام بیقین کیا اور حرام سمجھ کر ہی اسے برتا تو وہ اللہ تعالیٰ کا مجرم ہوا۔ ۳۱۱

دور سے کسی کپڑے کو اجنبی عورت سمجھ کر اس کو نظر بد سے دیکھا گنہ گار ہوا۔ ۳۱۱

بغیر کسی مصلحت کے کسی حلال چیز کا حرام نام رکھنا مکروہ ہے۔ ۳۱۱

مصلحت شرعی سے بیوی کو بہن کہنے کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فعل سے سند۔ ۳۱۲

مفتی بہ یہ ہے کہ مستحق اپنا حق بہرحال لے سکتا ہے جنس حق سے خواہ خلاف جنس سے۔ ۳۱۴

دار الحرب میں غدر اور ربا بالاتفاق حرام ہیں۔ ۳۱۷

شرمگاہ حلال ہونے کا شرع نے ایک مخصوص طریقہ بتایا ہے۔ ۳۱۷

مالِ صاحبِ مال کی رضا سے حلال ہے۔ ۳۱۷

مالِ مباح کا غصب و سرقہ جائز ہے۔ ۳۱۹

قرض دیتے وقت زائد دینے کی شرط نہ ہو نہ لفظاً نہ عرفاً، تو زائد دینا جائز ہے۔ ۳۲۰

صدقہ مشاع جائز ہے۔ ۳۲۲

جس طرح بُرے کام سے بچنا ضروری ہے بُرے نام سے بچنا بھی ضروری ہے۔ ۳۲۵

کم و بیش پر نوٹ کی بیع ہندو مسلمان سب سے جائز ہے۔ ۳۲۷

شرعی مجبوری پر سُودی قرض لے سکتے ہیں۔ ۳۲۷

معاملہ باطل کو ایمانداری کا نام دینا حرام ہے۔ ۳۳۲

پراویڈنٹ فنڈ میں کٹی ہوئی رقم پر جو زائد رقم بنام سُود ملتی ہے غیر مسلم لوگوں سے مال مباح سمجھ کر لینے میں حرج نہیں۔ ۳۳۹

کوآپریٹو بنک بنا کر سُود پر چلانا حرام ہے۔ ۳۴۰

کافر کو دھوکا دینا جائز نہیں۔ ۳۴۲

مسلمانوں کے کوآپریٹو بنک کا سودی کاروبار حرام ہے اور ایسے بنک کا ممبر بننا اعانت علی الاثم ہے۔ ۳۴۳

مسلم بنک سے زائد رقم نہ اپنے لئے وصول کر سکتے ہیں نہ کسی انجمن کے لئے۔ ۳۴۴

جس میں صرف منافع سے واسطہ رہے نقصان کی ذمہ داری نہ ہو جائز نہیں۔ ۳۴۴

کس کس کافر کا مال کس کس صورت میں مسلمان کو لینا جائز ہے۔ ۳۴۸

غدر اور بدعہدی مطلقاً ہر کافر سے بھی حرام ہے۔ ۳۴۸

مالِ مباح کو عقد فاسدہ سے حاصل کرنے میں اگر بدنامی کا ڈر ہو کہ جاہل عوام سود خور مشہور کرینگے تو اس سے بچنا چاہئے۔ ۳۴۹

Marfat.com

برے کام اور برے نام دونوں سے بچنا چاہیئے۔ ۳۴۹
نوٹ کی بیع تفاضل ونسیہ ہر طرح ہر ایک سے جائز ہے۔ ۳۵۰
بلا وجہ شرعی آپس میں ایک دوسرے کا مال کھانا از روئے قرآن ممنوع ہے۔ ۳۵۵
احکامِ الٰہی کی وجہ دریافت کرنے کا کسی کو حق نہیں۔ ۳۵۸
سود خوروں کے یہاں کھانا نہ کھانا چاہیئے لیکن حرام اس وقت تک نہیں جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ یہ کھانا بعینہٖ سود ہے۔ ۳۵۹
مسلمانوں کو کافروں کی آسائش کی طرف نگاہ نہ اٹھانے کا پہلے ہی حکم دیا گیا ہے۔ ۳۶۰
جس چیز کا بعینہٖ مال ہونا معلوم نہ ہو چندہ میں لیا جاسکتا ہے۔ ۳۶۰
کسی کو اسراف اور فضول خرچی سے روکنے کیلئے اس سے لیا ہوا سود واپس نہ کرنا حرام ہے۔ ۳۶۳
مسئلہ کی تصدیق عملِ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
تہمت کی جگہوں سے بچنا چاہیئے۔ ۳۶۹
مباح صورتوں میں سے کچھ صورتیں قانوناً جرم ہیں ان سے بھی بچنا چاہیئے۔ ۳۶۹
کپڑے کو عورت سمجھ کر نظرِ بد سے دیکھنا گناہ ہے۔ ۳۷۰
ملک خبیث اس کے اصل مالک کو، وہ نہ ہو تو فقیر کو دینا ضروری ہے، خود کھانا حرام ہے۔ ۳۷۹
ورثا کو مالِ متعین کے بارے میں ملک خبیث ہونا معلوم ہو تو وہ بھی وہی کریں اور معلوم نہ ہو یا سب مخلوط ہوں تو ورثہ کے لئے جائز ہے۔ ۳۷۹
شادی اور زندگی کے بیمہ کی حرمت۔ ۳۸۱
بھیک مانگنا ذلت و حرام ہے۔ ۴۲۰
دوسروں کا مال چھیننے میں سخت غضب اور سزا ہے۔ ۴۲۰
منکر یا ناپسندیدہ پر اطلاع دینا مناسب ہوتا ہے۔ ۵۲۱
وعدہ کی وفا پر قضاءً جبر نہیں۔ ۵۹۱
عقد بلا شرط ہو اور شرط بطور وعدہ ہو تو وعدہ کی وفا پر جبر ہو سکتا ہے۔ ۵۹۲
نفقہ کے علاوہ تمام ایسے قرضے جو طرفین پر مساوی قدر حیثیت کے ہوں ادل بدل ہو کر ساقط ہو جاتے ہیں۔ ۵۹۳
عقد فاسد گناہ اور گناہ کا ازالہ فرض ہے۔ ۵۹۷
ارزانی کے وقت روپیہ سے اشرفی خرید کر گرانی کے وقت زائد پر بیچنا جائز ہے۔ ۶۰۷
نوٹ کی بیع کم و بیش پر جائز ہے اور قرض دے کر ایک پیسہ زائد لینا حرام ہے۔ ۶۰۷
قرض دینے سے اعراض خلافِ اولیٰ ہے۔ ۶۰۸
بطورِ قرض دس کا نوٹ دے کر بارہ لینا حرام اور سود ہے۔ ۶۱۳
استغراق بے قبضہ کچھ نہیں، اور قبضہ کے بعد رہن ہے اس سے انتفاع حرام ہے۔ ۶۱۴
وعدہ توڑنے پر آدمی گنہگار ہوتا ہے مگر ایفائے عہد پر شرع کی جانب سے جبر نہیں۔ ۶۵۰
کفالت بالمال شرعاً جائز ہے۔ ۶۷۷
معصیت سے بچنے کی جدوجہد کرنا لازم ہے۔ ۷۰۵

Marfat.com

حِیَل

بیع بالوفا کو ختم کرنے کی مختلف شرعی صورتیں۔ ۹۲

کچی کھیتی خریدنے کا حیلہ۔ ۱۷۵

مستقرض سے انتفاع کی ایک صورت۔ ۳۸۲

مستقرض اپنی کسی جائداد سے مقرض کو فائدہ پہنچانا چاہے تو مقرض کو نوکر رکھ لے اور معمول سے زیادہ معاوضہ دے۔ ۳۸۳

مستقرض سے انتفاع کی چند جائز صورتیں۔ ۳۸۳

قرضخواہ کے پاس قرضدار اپنی کوئی چیز امانت رکھے اور اس کی حفاظت و نگرانی کا ماہانہ کچھ مقرر کردے مگر یہ خیال رہے کہ اجرت اس چیز کی قیمت سے زائد نہ ہونا چاہئے، مستقرض سے انتفاع کی یہ بھی ایک صورت ہے۔ ۳۸۵

وقفی رہن سود ہے۔ ۳۸۶

سود سے بچنے کی تدبیر۔ ۴۶۱

سود سے بچنے کی ترکیبیں۔ ۴۹۴

ایسی تدبیروں کا قرآن و حدیث سے ثبوت۔ ۴۹۶

کلابتو کی جائز بیع کا آسان طریقہ۔ ۶۲۹

سِیَر

حربی کے مال میں ربا نہ ہونے کی شرط میں دار الحرب کی قید مستامن کے نکالنے کے لئے ہے، حربی مستامن کا مال دار الاسلام میں بھی حلال ہے۔ ۳۱۴

غیر مسلم جو ذمی اور مستامن نہ ہو اپنی رضا سے کسی عذر کے بغیر عقود فاسدہ کے نام سے جو رقم دے اس کا لینا جائز ہے۔ ۳۲۵

حرام جان کر سود لینا دینا فسق و فجور اور حلال جان کر ایسا کرنا کفر و ارتداد ہے۔ ۳۴۱

بوہرے رافضی مرتد ہیں۔ ۳۴۸

ہر مرتد کافر بلکہ کافروں کی بدتر قسم ہے۔ ۳۴۸

کفار ہندی ذمی و مستامن نہیں۔ ۳۴۸

مرتد اور حربی سے عقود فاسدہ کا حکم۔ ۳۴۹

عقود فاسدہ مع الحربی کی مزید چند صورتیں۔ ۳۵۰

مال حرام فقیر کو دے کر ثواب کی امید رکھنا کفر ہے۔ ۳۵۲

فقیر نے یہ معلوم ہوتے ہوئے کہ اس نے مال حرام دیا اس کے لئے دعا کی تو وہ بھی تجدید اسلام کرے۔ ۳۵۲

ہندوستان دار الاسلام ہے البتہ یہاں کے غیر مسلم حربی ہیں، ان سے نفع حاصل کرنا جائز ہے۔ ۳۵۶

اہل حرب کا مال غیر معصوم ہے۔ ۳۶۸

جو کافر دار الحرب میں ایمان لایا اور دار الاسلام کی طرف ہجرت نہ کی اس کا مال بھی غیر معصوم ہے۔ ۳۶۸

مستامن کافر ہی کیوں نہ ہو اس کا مال محفوظ ہے۔ ۳۶۹

دار الاسلام میں بھی حربی غیر مستامن کا مال غیر محفوظ ہے۔ ۳۶۹

Marfat.com

ایک اُونٹنی نذر کے بدلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چھ ناقے عطا فرمائے۔ ۵۰۸

ترغیب و ترہیب

زمین پر ناجائز قبضہ کرنے والوں کی اُخروی سزا کا بیان۔ ۱۷۱

ہمسایہ پر ظلم کی مذمت۔ ۱۹۱

سود کی وعیدوں کے بیان کی احادیث۔ ۲۷۸

سود کے زنا سے ۳۳ درجہ بدتر ہونے کی تین حدیثیں۔ ۲۹۳

اس مضمون کی تین حدیثیں کہ سود کا ایک درم ۳۶ بار زنا کے گناہ کے برابر ہے۔ ۲۹۴

دس حدیثیں کہ سود کے ستر سے زیادہ گناہ جن میں ادنیٰ گناہ ماں سے زنا کے برابر۔ ۲۹۴

سود سے متعلق چار آدمیوں پر لعنت۔ ۲۹۸

بے نمازی عورت کے ساتھ رہنے سے اس کے مہر کا قرضدار ہو کر مرنا بہتر ہے۔ ۳۰۳

سودی کاروبار میں معاونت کرنا بھی گناہ ہے۔ ۳۰۴

مسلمان کی بدخواہی اور ضرر رسانی پر احادیثِ وعید۔ ۳۳۲

سودی کاروبار پر قرآن و حدیث کی وعیدیں۔ ۳۳۵

سودی لین دین میں دین و دُنیا کی بربادی کا بیان۔ ۳۳۵

سود کھانے والے، کھلانے والے، لکھنے والے اور اس پر گواہی دینے والے پر حدیث میں لعنت آئی ہے۔ ۳۴۱

سود دہندہ سود گیرندہ بھی ہو تو ڈبل ملعون ہے۔ ۳۴۱

ربا زنا سے بدرجہا بدتر ہے۔ ۳۵۱

ربا تہتر گناہوں کا مجموعہ ہے جن میں سے کمتر یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے زنا کرے۔ ۳۵۱

حرمتِ سود کی وعیدیں۔ ۳۶۳

سود کے کاروبار میں شریک چار قسم کے آدمیوں پر لعنت ہے۔ ۳۶۳

سود کا مال ملک خبیث ہے۔ ۳۷۹

سود لینے پر وعیدیں۔ ۳۹۱

حدود و تعزیر

علانیہ سود خور کا مقاطعہ کرنا چاہیئے۔ ۳۸۰

نوٹ کی چوری پر حاکم اسلام ہاتھ کاٹے گا۔ ۴۱۰

فضائل و مناقب

صاحبِ درمختار سے علماءِ کبار سلفاً خلفاً استناد کرتے آئے ہیں۔ ۲۵۱

قاضیخاں کو رتبۂ اجتہاد حاصل تھا۔ ۲۵۳

اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک ہی کو قبول فرماتا ہے۔ ۳۵۱

سب سے افضل کسب کون سا ہے۔ ۴۶۹

تاریخ و تذکرہ

مولوی عبدالحی لکھنوی صاحب کی عادت۔ ۴۴۶

دولتِ عثمانیہ کے واقعہ کا ذکر۔ ۴۷۹

نوٹ ایک نوپیدا چیز ہے فقہائے مصنفین کے زمانہ

Marfat.com

میں اس کا وجود نہ تھا۔ ۶۰۱

امانت

بیع فضولی میں قیمت پر بائع کا قبضہ قبضۂ امانت ہے۔ ۱۰۲

جس ودیعت کا مالک فوت ہوگیا اور کوئی وارث نہیں تو اس کو اپنی یا دوسرے کی ضروریات میں صرف کر سکتے ہیں۔ ۳۱۵

قمار

قمار کی ایک صورت اور اس کی حرمت کا بیان۔ ۱۶۱

روپیہ دے کر غلّہ کی خریداری کا معاملہ کیا یہ سلم ہوئی، جوئے کی ایک نئی صورت کا تفصیلی بیان اور اس کا شرعی حکم۔ ۳۲۹

چھٹی بھی قمار کی ایک صورت ہے۔ ۳۳۱

قمار میں غش وضرار ہوتا ہے۔ ۳۳۱

چھٹی کے ذریعہ مال کی فروخت جُوا ہے۔ ۳۳۴

بیمہ عقد شرعی نہیں، یہ جُوا ہے، غیر مسلم کمپنی سے یہ معاملہ اس شرط کے ساتھ مقید ہے کہ کوئی غیر شرعی پابندی نہ ہو اور ہر طرح اپنا نفع ہو۔ ۳۶۵

متفرقات

بحر اور درر کے ایک جزئیے کی تضعیف۔ ۹۷

مال آنے جانے والی چیز ہے۔ ۱۱۸

خون، مردار اور مٹی اشیاء تو ہیں مگر مال نہیں ہیں۔ ۱۲۱

بیع میں ملاوٹ کا علم تین طرح ہوتا ہے۔ ۱۵۱

درر کی ایک عبارت کی توضیح اور شامی سے استشہاد۔ ۱۵۷

شامی کے قول کی توضیح۔ ۱۷۴

عبارت فتح کی توجیہ اور شامی پر تطفل۔ ۱۷۹

شامی پر دوسرا تطفل۔ ۱۸۱

شامی پر تیسرا تطفل۔ ۱۸۲

علامہ بحر کی تعریف میں لفظ بما یتعین کی تصحیح سے متعلق مصنف کی تحقیق۔ ۲۲۲

کفایہ، عنایہ، سعدی آفندی، جامع الرموز اور درمختار پر تطفل۔ ۲۲۳

ہدایہ کی تعریف پر عنایہ کا اعتراض، اور اس اعتراض پر مصنّف کی گرفت۔ ۲۲۸

بحر الرائق میں لفظ مما یتعین کے بعد غیر ربوی قوبل بجنسہ کے اضافہ کی ضرورت تھی۔ ۲۳۳

حسن شرنبلالی کے ایک اعتراض کا جواب۔ ۲۳۳

نوٹ مال ربوی نہیں۔ ۲۳۴

درمختار کی ایک عبارت کی توضیح اور علامہ شامی کی تائید۔ ۲۴۹

فتاوٰی خیریہ کی مسئلہ سے غیر متعلق تحریر کی توضیح ۲۶۶

خوف اور طمع انسان کو جدوجہد پر ابھارتے ہیں۔ ۳۳۰

ایک فقہی عبارت کا مطلب۔ ۳۴۵

معروضہ علی الشامی۔ ۴۰۵

قسم سوم۔

Marfat.com

تطفل علی تنویر الابصار۔ ۴۰۶
تنویر پر تطفل۔ ۴۱۵
ملک ہند کی وسعت اور اس کے طول وعرض کی حدیں۔ ۴۱۸
عادت کا چھوڑنا خود اپنے ساتھ عداوت کرنا ہے۔ ۴۲۰
مسئلہ قنیہ کی ایک توجیہ۔ ۴۲۲
اس معنیٰ کی تضعیف جو علماء نے جامع صغیر کی عبارت سے سمجھا اور علامہ شامی نے قاری ہدایہ کی اس سے تائید کی، اور ذخیرہ و بحر وغیرہ پر تطفل۔ ۴۳۰
معروضہ بر علامہ شامی ۱۔ ۴۴۱
معروضہ بر علامہ شامی ۲۔ ۴۴۱
علامہ قاری ہدایہ پر تطفلات۔ ۴۴۱
فتح القدیر پر تطفل۔ ۴۴۲
خانیہ پر تطفل۔ ۴۶۴
تطفل علی الفتح۔ ۴۷۵
حضرت علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے ایک وہم کا بیان۔ ۶۲۵
بحر کے کلام کی نفیس تقریر۔ ۶۲۵
مختصر کرخی کے کلام کی تفسیر و توجیہ۔ ۶۲۶
مبسوط اور جامع صغیر کی عبارتوں سے دفع تدافع ۶۳۶
علامہ شامی پر تطفل۔ ۶۳۶

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب البیوع

(خرید وفروخت کا بیان)

مسئلہ ۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیانِ شرع متین اس صورت میں کہ زید نے کہا میں اپنا مکان بیچتا ہوں، عمرو نے کہا میں خرید کروں گا، دونوں آپس میں راضی ہوئے قیمت قرار پاگئی، زید نے عمرو سے بیعانہ بھی لے لیا اور کاغذ واسطے تحریر بیعنامہ کے خرید کرلایا، اس صورت میں شرعاً بیع تمام ہوگئی یا ناتمام رہی؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا (بیان کیجئے اجر پائیے۔ت)

الجواب

ہرچند صورتِ مستفسرہ میں الفاظِ ایجاب وقبول نہ پائے گئے کہ خرید کروں گا صیغۂ استقبال ہے اور یہاں درکار ماضی یا حال، لیکن اگر متعارف ان بلاد وامصار میں یُوں ہے کہ بعد گفتگوئے مساومت وقرارداد قیمت بیعانہ دینا اور لینا مستلزم تمام بیع ٹھہرتا ہے اور بعد اس کے تنہا ایک عاقد عقد سے رجوع نہیں کرسکتا اگرچہ الفاظِ ایجاب وقبول درمیان نہ آئے ہوں تو بیع تمام ہوگئی کہ مقصود ان عقود میں معنی ہیں نہ کہ لفظ، اور اصل مدار تراضی طرفین قولاً ظاہر ہو خواہ فعلاً، اسی لئے تعاطی مثلِ ایجاب وقبول لزومِ بیع کا سبب قرار پائی، گویا عاقدین زبان سے کچھ نہ کہیں کہ عادت محکم ہے اور تعارف معتبر، اور جو حکم عرف پر مبنی ہوتا ہے اس کے ساتھ دائر رہتا ہے، جب یہ فعل مثل الفاظ مظہر تراضی ہُوا تو انھیں کی طرح موجب تمام بیع ہوگا،

فی الهدایة والمعنی هو المعتبر فی هذه العقود ولهذا ینعقد بالتعاطی

ہدایہ میں ہے کہ ان عقود میں معنیٰ ہی کا اعتبار ہوتا ہے اسی لئے بڑھیا اور گھٹیا چیزوں میں بیع تعاطی منعقد

Marfat.com

فی النفیس والخسیس ھو الصحیح لتحقق المراضاۃ۔[1] واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم۔

ہو جاتی ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ باہمی رضامندی متحقق ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم (ت)

مسئلہ ۲ از ریاست رامپور محلہ سبزمنڈی مرسلہ سید مقبول حسین صاحب وکیل ۲۱ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ زید نے ایک مکان متروکہ چھوڑا مسمی عمرو اس کا پسر وارث مع الحصر ہے مگر وہ نابالغ تھا دیگر شخص غیر وارث نے بہ زمانہ نابالغی مسمی عمرو مکان مذکور کو اپنی ملکیت قرار دے کر بدست بکر بیع کر دیا بکر نے قبضہ کر لیا بعد بلوغ مسمی عمرو نے بحالت غیر قابض مکان مذکور بدست خالد بیع کر دیا خالد بذریعہ دستاویز بیعنامہ اقراری عمرو بنام بکر و نیز عمرو دعویدار تخلیہ و دخلیابی مکان مذکور ہے عمرو کو بیع کر دینا تسلیم ہے اور دعوٰی سے اقبال ہے بکر قابض مکان بیع موسومہ خود کو حجت گردان کر منکر دعوٰی ہے اور مسئلہ شرعی مقدور التسلیم کا عذر کرتا ہے۔ کیا صورت مذکورہ بالا میں مسئلہ مقدور التسلیم شرعًا متعلق ہو سکے گا اور مسئلہ مذکور کے حقیقی معنی اور اس کی مثال بھی تحریر فرمائیے تاکہ عام فہم ہو جائے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

عمرو نے جس وقت خالد کے ہاتھ بیع کی اگر عمرو اس وقت گواہان عادل شرعی اس امر پر رکھتا تھا کہ یہ مکان میری ملک ہے بکر و بائع بکر غاصب ہیں جب تو بیع عمرو بدست خالد صحیح و تام و نافذ واقع ہوئی مکان ملکِ خالد ہو گیا، خالد کا دعوٰی صحیح ہے بوجہ وجود بینہ عادلہ، عمرو کو حکمًا قدرۃ علی التسلیم حاصل تھی اور اسی قدر صحت و نفاذ بیع کے لئے کافی ہے حقیقۃً مقدور التسلیم فی الحال ہونا کسی کے نزدیک ضرور نہیں، غلام کو کسی کام کے لئے ہزار کوس پر بھیجا اور یہاں اُسے بیع کر دیا، بیع صحیح ہو گی کہ عادۃً اس کا واپس آنا مظنون ہے اگرچہ احتمال ہے کہ سرکشی کرے اور بھاگ جائے، کبوتر پلے ہوئے کہ صبح اڑائے جاتے اور شام کو گھر پلٹ آتے ہیں، ان کی غیبت میں بیچے بیع صحیح ہے کہ رجوع مرجوح ہے تو قدرۃً علی التسلیم حکمًا حاصل ہے یوں ہی جب بینہ عادلہ موجود ہے تو ڈگری ملنے کی امید قوی ہے تو یہاں بھی قدرۃ حکمیہ حاصل، اور یہی بس ہے، اسی طرح اگر غاصب مقر غصب و ملک مالک ہوتا جب بھی بیع مالک صحیح و نافذ ہوتی کہ اقرار بھی حق مقر میں مثل بینہ حجت ملزمہ ہے بلکہ اس سے بھی اقوی، ولہذا اگر منکر بعد اقامت بینہ اقرار کر دے حکم بربنائے اقرار ہوگا نہ کہ بربنائے بینہ، ہاں اگر وقت بیع عمرو نہ بکر مقر ملک عمرو تھا، نہ عمرو کے پاس بینہ شرعیہ، تو اب

---

[1] الہدایۃ کتاب البیوع مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۲۴، ۲۵

Marfat.com

ضرور مسئلہ اشتراط قدرۃ علی التسلیم عائد ہوگا، ظاہر ہے کہ اس صورت میں عمرو کو نہ حقیقۃً قدرۃ تسلیم ہے نہ حکماً کہ بے اقرار و بینہ ڈگری ملنا ہرگز مظنون نہیں، تو یہ غلام آبق کی مانند ہوا جو سرکشی کرکے بھاگ گیا اور غائب ہے، مالک اگر اسے بیع کرے گا ہرگز صحیح نہ ہوگی۔ یونہی نیا کبوتر کہ اُڑ گیا اور ہلا ہوا نہیں کہ واپسی مظنون ہو اس کی بیع بھی جائز نہیں کہ قدرۃ علی التسلیم مفقود ہے، اگر یہ صورت تھی تو خالد کو دعوٰی کا کوئی حق نہیں، قدرۃ تسلیم میں ہمارے ائمہ کے دو قول ہیں، دونوں باقوت، اوّل یہ کہ وہ شرطِ انعقاد ہے کہ بے اس کے بیع باطل محض ہے، دوم شرط صحت بیع ہے کہ بے اس کے بیع فاسد ہے، پہلے قول پر تو ظاہر ہے کہ نہ خالد مشتری ہے نہ عمرو بائع، اجنبی محض کو دعوٰی کا کیا اختیار، اور قول ثانی پر جبکہ بیع فاسد ہے اور بیع فاسد میں مشتری بے قبضہ مالک نہیں ہوتا پھر جبکہ فساد بوجہ عدم قدرۃ تسلیم ہے اور بیع فاسد میں ارتفاع مفسد بیع کو صحیح کردیتا ہے تو صحت بیع اس پر موقوف ہوئی کہ بکر مقر ہوجائے یا کوئی بینہ عادلہ ہاتھ آئے لہذا یہ بیع موقوف بھی ہوئی جیسے بیع مکرہ کہ فاسد بھی ہے اور موقوف بھی اور بیع موقوف بھی مفید ملک مشتری نہیں ہوتی تو بہرطور اس صورت میں خالد کے لئے مکان میں ملک نہیں، نہ اُسے مکان پر دعوٰی پہنچے۔ عالمگیریہ میں ہے:

اذا باع المغصوب من غیر الغاصب فھو موقوف ھو الصحیح فان اقر الغاصب تم البیع ولزمہ وان جحد و للمغصوب منہ بینۃ فکذلک کذا فی الغیاثیۃ وان لم یکن لہ بینۃ ولم یسلمہ حتی ھلك انتقض البیع کذا فی الذخیرۃ۔[1]

مالک نے مغصوب کو غاصب کے غیر کے ہاتھ بیچا تو صحیح یہ ہے کہ وہ بیع موقوف ہوگئی، اگر غاصب نے اقرار کیا تو بیع تام و لازم ہوگئی، اگر اس نے انکار کیا اور مغصوب منہ کے پاس گواہ موجود ہیں تب بھی یہی حکم ہے یونہی غیاثیہ میں ہے، اگر اس کے پاس گواہ موجود نہیں اور وہ مبیع کو مشتری کے حوالے نہ کرسکا حتی کہ مبیع ہلاک ہوگیا تو بیع ٹوٹ گئی یونہی ذخیرہ میں ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

وقف بیع المالك المغصوب علی البینۃ لو اقر الغاصب۔[2]

مالک کا مغصوب کو فروخت کرنا غاصب کے اقرار یا گواہوں کے موجود ہونے پر موقوف ہوگا (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب البیوع الباب التاسع الفصل الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۱۱۱
[2] درمختار " فصل فی الفضولی مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۱

Marfat.com

خانیہ میں قبیل فصل شروط مفسدہ ہے:

باع المغصوب من غیر الغاصب ان کان الغاصب جاحدا یدعی انه له ولم یکن للمغصوب منه بینة لایجوز بیعه وان کان له بینة جاز بیعه۔[1]

مالک نے مغصوب کی بیع غیر غاصب کے ہاتھ کردی درانحالیکہ غاصب منکر غصب ہے اور اپنی ملکیت کا دعویدار ہے اور مغصوب منہ کے پاس گواہ بھی نہیں ہیں تو بیع جائز نہیں اور اگر اس کے پاس گواہ موجود ہیں تو بیع جائز ہے (ت)

تنویر میں ہے:

فسد بیع طیر فی الهواء لایرجع وان یطیر ویرجع صح۔[2]

ہوا میں اس پرندے کی بیع فاسد ہے جو واپس نہ آئے اور اگر وہ اڑتا ہے اور پھر واپس آجاتا ہے تو ہوا میں اس کی بیع جائز ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال فی الفتح لان المعلوم عادة کالواقع وتجویز کونها لا تعود او عروض عدم عودها لا یمنع جواز البیع کتجویز هلاك المبیع قبل القبض ثم اذا عرض الهلاك انفسخ کذا هنا اھ وفی النهر فیه نظر لان من شروط صحة البیع القدرة علی التسلیم عقبه ولذا لم یجز بیع الآبق اھ قال ح فرق ما بین الحمام والآبق فان العادة لم تقض بعوده

فتح میں فرمایا اس لئے کہ معلوم عادی واقع کی مثل ہے۔ محض اس بات کا امکان کہ وہ (پرندے) واپس نہ آئیں گے یا عدم رجوع کا انھیں عارض ہوجانا جوازِ بیع سے مانع نہیں جیسا کہ قبضہ سے قبل ہلاک مبیع کا امکان مانع بیع نہیں، پھر اگر مبیع کو ہلاکت عارض ہوگئی تو بیع فسخ ہوجائیگی، ایسا ہی یہاں بھی ہوگا اھ۔ اور نہر میں ہے کہ اس میں نظر ہے کیونکہ صحتِ بیع کی شرطوں میں سے ہے کہ بیع کے بعد تسلیم مبیع پر قدرت ہو، اسی لئے بھاگے ہوئے غلام کی بیع ناجائز ہے اھ۔ ح نے فرمایا کہ صاحبِ نہر نے کبوتر اور غلام میں فرق کیا ہے کہ عادت بھاگے ہوئے غلام کے

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب البیوع فصل فی البیع الباطل مطبع نولکشور لکھنؤ ۲/۳۴۲
[2] الدرالمختار شرح تنویر الابصار " باب البیع الفاسد مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴

Marfat.com

غالباً بخلاف الحمام، وما ادعاہ من اشتراط القدرۃ علی التسلیم عقبہ ان ارادبہ القدرۃ حقیقۃً فھو ممنوع والا لاشترط حضور المبیع مجلس العقد واحد لایقول بہ، وان ارادبہ القدرۃ حکماً کما ذکرہ بعد ھذا فما نحن فیہ کذلک لحکم العادۃ بعودہ اھ قلت وھو وجیہ فھو نظیر العبد المرسل فی حاجۃ المولٰی فانہ یجوز بیعہ وعللوہ بانہ مقدور التسلیم وقت العقد حکماً اذ الظاھر عودہ[1]

واپس آنے کا حکم غالباً نہیں کرتی بخلاف کبوتر کے، اور بیع کے بعد مبیع کے مقدور التسلیم ہونے کے اشتراط کا جو دعوٰی صاحبِ نہر نے کیا ہے اس سے مراد اگر قدرتِ تسلیم حقیقتاً ہے تو یہ ممنوع ہے ورنہ مبیع کا مجلسِ عقد میں حاضر کرنا ضروری ہوگا حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے اور اگر حکماً ہے جیسا کہ اس کے بعد خود انھوں نے ذکر کیا تو ہمارا زیرِ بحث مسئلہ بھی ایسا ہی ہے کیونکہ عادۃً کبوتر کے لَوٹ آنے کا حکم کرتی ہے اھ میں کہتا ہوں یہ قوی ہے پس یہ اس غلام کی نظیر ہے جسے مالک کے کام کے لئے کہیں بھیجا گیا ہو کیونکہ اس کی بیع جائز ہے، اور فقہا نے اس جواز کی علت یہ بیان کی وُہ غلام بوقتِ بیع حکماً مقدور التسلیم ہے کیونکہ ظاہر اس کا لَوٹ آنا ہے (ت)

درمختار میں ہے:

لوباعہ (ای الآبق) ثم عاد وسلمہ یتم البیع علی القول بفسادہ ورجحہ الکمال وقیل لایتم علی القول ببطلانہ وھو الاظھر من الروایۃ واختارہ فی الھدایۃ وغیرھا وبہ کان یفتی البلخی وغیرہ، بحر و ابن کمال[2]

اگر بھاگے ہُوئے غلام کو فروخت کیا پھر وہ لوٹ آیا اور اس کو مشتری کے حوالے کر دیا تو اس قول کے مطابق بیع تام ہوجائے گی جس قول میں اس بیع کو فاسد قرار دیا گیا اور کمال نے اس کو ترجیح دی اور جس قول میں اس بیع کو باطل قرار دیا گیا اس کے مطابق بیع تام نہ ہوگی اور یہی زیادہ ظاہر روایت ہے، ہدایہ وغیرہ نے اس کو اختیار کیا اور بلخی وغیرہ اس پر ہی فتوٰی دیتے تھے، بحر، ابن کمال (ت)

ہندیہ میں محیط سے ہے:

وبہ اخذ جماعۃ من مشایخنا وبہ کان یفتی ابوعبداللہ البلخی وھکذا ذکر شیخ

اسی کو اخذ کیا ہے ہمارے مشائخ کی ایک جماعت نے، اور اسی پر ابوعبداللہ بلخی فتوٰی دیتے

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع باب البیع الفاسد داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۰۷
[2] درمختار " " مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵

Marfat.com

الاسلام[1]

شیخ الاسلام نے یُونہی ذکر فرمایا ہے۔ (ت)

نیز غیاثیہ میں ہے، قالوا والمختار ھذا[2] (مشائخ نے فرمایا یہی مختار ہے۔ ت) ردالمحتار میں ہے:

قال فی الفتح والحق ان الاختلاف فیہ بناء علی الاختلاف فی انہ باطل او فاسد وانك علمت ان ارتفاع المفسد فی الفاسد یردہ صحیحا لان البیع قائم مع الفساد ومع البطلان لم یکن قائما بصفۃ البطلان بل معدوما، فوجہ البطلان عدم قدرۃ التسلیم، ووجہ الفساد قیام المالیۃ والملك، والوجہ عندی ان عدم القدرۃ علی التسلیم مفسد لامبطل[3]

فتح میں فرمایا: حق یہ ہے کہ اس میں اختلاف اس اختلاف پر مبنی ہے کہ یہ بیع باطل ہے یا فاسد، اور بیشک تُو جانتا ہے کہ ازالہ مفسد سے بیع فاسد صحیح ہوجاتی ہے کیونکہ فساد کے باوجود بیع قائم رہتی ہے جبکہ بطلان کے ساتھ بسبب صفتِ بطلان کے بیع قائم نہیں رہتی بلکہ معدوم ہوجاتی ہے پس بطلان کی وجہ قدرتِ تسلیم کا نہ ہونا ہے جبکہ فساد کی وجہ سے مالیت وملک کا قیام ہے، اور میرے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ تسلیم مبیع پر قادر نہ ہونا بیع کو فاسد کرنے والا ہے نہ کہ باطل کرنے والا۔ (ت)

ہندیہ میں محیط سے ہے:

وبہ اخذ الکرخی وجماعۃ من مشایخنا وھکذا ذکر القاضی الاسبیجابی فی شرحہ[4]

اور اسی کو اخذ کیا ہے کرخی اور ہمارے مشائخ کی ایک جماعت نے، اور قاضی اسبیجابی نے اپنی شرح میں یُونہی ذکر فرمایا ہے (ت)

نیز اسی سے بحوالہ غیاثیہ گزرا:

ھو موقوف ھو الصحیح[5] اھ وھو تصحیح — وہ موقوف ہے یہی صحیح ہے اھ اور وہ قول فساد

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب البیوع الباب التاسع الفصل الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۱۱۲
[2] الفتاوی الغیاثیۃ 〃 الفصل الثانی مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۱۴۳
[3] ردالمحتار کتاب البیوع باب بیع الفاسد داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۱۳
[4] فتاوٰی ہندیۃ الباب التاسع الفصل الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۱۱۲
[5] 〃 〃 〃 〃 ۳/ ۱۱۱

Marfat.com

للقول بالفساد کما بیّنا علی ھامشہا ولاغرو جمع الفساد والتوقف ففی رد المحتار عن البحران بیع المکرہ فاسد موقوف[1] الخ وتمامہ فیہ وبہ یحصل الجمع بین قول الخانیۃ فی مسألتنا لایجوز بیعہ وقول غیرہ موقوف، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم عزشانہ احکم۔

کی تصحیح ہے جیسا کہ ہم نے اس کے حاشیہ پر بیان کیا اور فساد و توقف کے جمع ہونے میں کوئی تعجب نہیں۔ پس ردالمحتار میں بحر کے حوالے سے ہے کہ مکرہ کی بیع فاسد موقوف ہے الخ اور اس کی مکمل بحث اس میں ہے اور اسی سے ہمارے مسئلہ میں خانیہ کے قول کہ اس کی بیع ناجائز ہے اور اس کے غیر کے قول کہ بیع موقوف ہے کے درمیان تطبیق حاصل ہوگئی۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم عزشانہ احکم۔ (ت)

مسئلہ ۳: از شہر کہنہ ۲ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک شئے کو فروخت کیا اس شرط پر کہ نصف روپیہ وقتِ خریداریِ مال لیا اور نصف روپیہ وقت جانے مال کے کہ جو پہلی مرتبہ جائے گا ہم اپنا آدمی بھیج کر منگالیں گے، زید نے آدمی نہ بھیجا، خریدار نے وہ نصف روپیہ اپنے طور پر اپنے آدمی کے ہاتھ بھیج دیا، اب چونکہ نرخ اس مال کا بموجب فروخت حال کے دوچند ہوگیا لہٰذا زید کی اب یہ نیت ہے کہ یہ روپیہ جو نصف مال کی قیمت کا آیا ہے واپس کردے اور مال نہ دے، اور یہ بھی واضح ہو کہ جو مال زید سے لینا قرار پایا تھا وُہ مال بھی نہ دیا اس سے کم قیمت کا دیا ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بیع ایجاب وقبول سے تمام ہوجاتی ہے، اور جب بیع صحیح شرعی واقع ہولے تو اس کے بعد بائع یا مشتری کسی کو بے رضامندی دوسرے کے اس سے یوں پھر جانا روا نہیں، نہ اس کے پھرنے سے وُہ معاہدہ جو مکمل ہوچکا ٹوٹ سکتا ہے۔ زید پر لازم ہے کہ مال فروخت شدہ تمام وکمال خریدار کو دے، ہدایہ میں ہے:

اذا حصل الایجاب والقبول لزم البیع ولاخیار لواحد منہما الامن عیب وعدم رؤیۃ۔[2]

جب ایجاب وقبول حاصل ہوجائے تو بیع لازم ہوجاتی ہے اور بائع ومشتری میں سے کسی کو فسخ کا خیار حاصل نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ مبیع میں کوئی عیب ظاہر ہوجائے یا مشتری نے بوقتِ بیع اس کو دیکھا نہ ہو۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۴
[2] الہدایۃ " مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۲۵

Marfat.com

مال ناقص جو خلاف قرارداد زید نے بھیجا مشتری اسے واپس پہنچاکر اپنی اصل خریداری کا مال لے سکتا ہے جب کہ مشتری سے کوئی امر مانع واپسی نہ ہوا ہو مثلاً اسے دیکھنے کے بعد وہ قول یا فعل جو اسی مال پر راضی ہو جانے کی دلیل ہو۔ درمختار میں ہے:

(له) ای للمشتری (ان یردہ اذا راٰہ) الا اذا حمله البائع لبیت المشتری فلا یردہ اذا راٰہ الا اذا اعادہ الی البائع اشباہ (و یثبت الخیار) للرؤیة (مطلقا غیر موقت) بمدة هو الاصح، عنایة، لاطلاق النص مالم یوجد مبطله وهو مبطل خیار الشرط مطلقا ومفید الرضا بعد الرؤیة لاقبلها، درر،[1] اھ مختصرا، والله تعالٰی اعلم۔

اس کو یعنی مشتری کو اختیار ہے کہ بیع کو رَد کردے جب مبیع کو دیکھے مگر جب بائع مبیع کو مشتری کے گھر اٹھالایا ہو تو اب مشتری اسے دیکھنے پر رَد نہ کیا ہو، ہاں اگر مشتری نے مبیع کو بائع کی طرف لوٹادیا تو رد ہو جائے گا۔ (اشباہ) اور خیار رؤیت مطلقاً ثابت ہوتا ہے کسی مدت کے ساتھ مقید نہیں ہوتا یہی زیادہ صحیح ہے (عنایہ) کیونکہ نص میں اطلاق ہے جب تک مبطل خیار رؤیت نہ پایا جائے اور اس کا مبطل وہی ہے جو خیارِ شرط کا مبطل ہے مطلقاً یعنی قولی ہو یا فعلی، اور وہ فعل یا قول بھی مبطل ہے جو مفید رضا ہو جبکہ وہ رؤیت کے بعد پایا جائے نہ کہ رؤیت سے پہلے، درر اھ مختصراً) واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ مسئولہ عظیم الدین افسر مدرس مدرسہ مسعودیہ درگاہ شریف حضرت سید مسعود غازی صاحب سالار، بروز شنبہ، ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی اراضی کا بیع کامل کب ہوسکتا ہے جبکہ مشتری پورا زرِثمن ادا کردے، اگر مشتری پورا نہ ادا کرے تو تا ادائے زرِثمن کے اس اراضی کا حاصلات مشتری کو حلال اور مباح ہے یا نہیں اس صورت میں کہ اس نے زرِثمن پورا ادا نہیں کیا بائع سے کچھ روپیہ زرِسود کا مشتری نے زرِثمن مجرا لیا ہے کچھ روپیہ مشتری بائع کو زائد زرِثمن دینا ظاہر کرتا ہے حالانکہ بائع کہتا ہے کہ یہ روپیہ بوجہ بد اقراری مجھے دیا گیا ہے یا بطورِ خیرات، پس یہ روپیہ زرِسود میں جو مشتری نے بائع سے لیا ہے وضع ہوسکتا ہے یا نہیں؟ فقط۔

---

[1] الدرالمختار کتاب البیوع باب خیار الرؤیة مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۴

Marfat.com

الجواب

بیع ایجاب وقبول سے تمام ہو جاتی ہے، چیز بائع کے ملک سے نکل کر مشتری کی ملک میں داخل ہو جاتی ہے، ہاں پہلے مشتری کو چاہیئے کہ ثمن ادا کرے، بائع کو اختیار ہے کہ جب تک ثمن نہ لے مبیع سپرد نہ کرے لیکن اگر اس نے بعض یا کُل ثمن لینے سے پہلے مبیع اس کے قبضہ میں دے دی تو اس سے جو کچھ منافع حاصل ہوں ملکِ مشتری ہیں مشتری کے لئے حلال ہیں مشتری نے بائع سے جو سُود لیا وہ حرام قطعی ہے اور بدا قراری کے معاوضہ میں کچھ روپیہ جرمانہ لینا بائع کو حرام ہے لیکن بائع یہ روپیہ اس سُود میں مجرا لے سکتا ہے جو مشتری نے اس سے لیا تھا جبکہ اس کی مقدار سے زائد نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵ ازشہر گونڈہ انجمن اسلامیہ مرسلہ جناب مرزا محمود بیگ صاحب وکیل وسکریٹری انجمن اسلامیہ گونڈہ ۳ رمضان ۱۳۳۲ھ

خدمت مبارک میں نقل دستاویزات مؤرخہ ۶ فروری ۱۹۰۸ء و ۱۲ جنوری ۱۹۰۹ء بھیج کر مستدعی ہوں کہ براہِ مہربانی مطلع فرمائیے کہ آیا دستاویزات جائز ہیں بموجب دستاویزات مذکور الصدر کے انجمن اسلامیہ گونڈہ نے مکانات سید مقبول احمد و سید منظور احمد بیع بالخیار لئے ہیں اور قبضہ انجمن کا اس طور پر ہے کہ علٰحدہ سرخط کرایہ نامہ لکھا لیا ہے اور کرایہ مبلغ عہ ماہ بماہ انجمن وصول کرتی آئی ہے جو کرایہ وصول ہوتا ہے وہ مصارفِ انجمن پر خرچ ہوتا ہے، آیا یہ رقم کرایہ شرعاً جائز ہے اور انجمن اس کو جائز طور پر صرف کر سکتی ہے؟

الجواب

دونوں دستاویزیں ملاحظہ ہوئیں دونوں باطل محض ہیں، دو برس کے لئے بیع بالخیار شریعتِ مطہرہ میں کہیں نہیں، کرایہ کہ الٹا مالکانِ مکان سے غیر مالکوں نے لیا سب حیلہ باطلہ اور نرا سُود ہے، انجمن پر فرض ہے کہ جتنا کرایہ اس وقت تک وصول کیا ہو مالکوں کو واپس دے یا اپنے دئے ہوئے قرض میں مجرا کرکے اتنی رسید مالکوں کو دے دے۔ حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کل قرض جر منفعۃ فھو ربٰو[1] ہر قرض جو منفعت کو کھینچے وہ سُود ہے (ت)

---

[1] کنز العمال حدیث ۱۵۵۱۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۲۳۸

Marfat.com

یہ صورت حقیقۃً رہن کی ہے خود بائعوں نے دوسری دستاویز میں اُسے جائداد مستغرقہ کہا اور میعاد دو سال اسے مکفول لکھا بس حقیقت اس قدر ہے باقی بیع کا بے معنی نام محض حیلۂ خام ہے اور رہن بے قبضہ باطل ہے، قال اللہ تعالٰی فرھٰن مقبوضۃ[1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو رہن ہو قبضہ میں دیا ہوا۔ ت) نیز مالکوں کا اپنی مِلک غیر مالکوں سے کرایہ پر لینا شدید باطل ہے تو اس ماہوار کی اصل حقیقت سود ہے اور بنام اجارۂ باطلہ لینا اتنا بھی اثر نہ دے گا جو سود مردود کی ملک خبیث سے ہوتا بلکہ مالکوں کو تمام وکمال واپس دینا فرض ہے لعدم الملک فکان غصبا فوجب الرد و الضمان ھالکا (ملک نہ ہونے کی وجہ سے لہٰذا وہ غصب ہوگا تو اس کا لوٹانا اور ہلاکت کی صورت میں ضمان واجب ہوگا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۱ تا ۱۶۸ از قصبہ رسیون محلہ میرزادگان بمقام مسجد میرزادگان ضلع اناؤ مرسلہ قادر علی صاحب ۱۶ جمادی الآخر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) بیع خیار کی تعریف کیا ہے؟

(۲) کیا شرائط اس میں ضروری ہیں اور انتہائے مدت اس کی کیا ہے؟

(۳) کیا بیع خیار میں شئ مبیعہ پر فوراً قبضہ ہونا چاہئے؟

(۴) اگر شئ مبیعہ پر قبضہ نہ ہوا تو بیع خیار قائم رہی یا نہیں؟

(۵) اگر شئ مبیعہ پر قبضہ تو نہیں ہوا بلکہ روپیہ کا منافع جس حساب سے باہمی ٹھہرا تھا وہ ملا کیا تو بیع خیار قائم رہی یا نہیں؟

(۶) اگر بعد میعاد گزرجانے کے یہی مشتری بیع خیار طے شدہ منافع اپنا لیتا رہا جائداد پر قبضہ نہیں کیا تو یہ منافع سُود ہوا یا نہیں، جائز ہے یا ناجائز؟

(۷) کیا بائع اندر میعاد بیع خیار جائداد کو اُسی شخص یا کسی غیر شخص سے بیع کرکے روپیہ واپس کرکے جائداد واپس لے سکتا ہے؟

(۸) کیا بعوض روپیہ واپس کرنے کے ایک جُزو اسی جائداد کا مشتری بیع خیار کو بیع قطع کرکے بقیہ اپنی جائداد واپس کرسکتا ہے؟

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۳

Marfat.com

(۹) کیا مشتری بیع خیار بخوشی خاطر خود ایک جزو جائداد کا بائع کو واپس کر کے بقیہ جائداد کو بیع قطعی کرتا ہے تو اس صورت میں کوئی ملزم شرعی ہو گا؟

(۱۰) اگر بعد انقضائے میعاد متعینہ بیع خیار کوئی کارروائی فیمابین بائع و مشتری نہیں ہوئی بلکہ تین سال اور زائد تک وہی عملدرآمد یعنی وہی طے شدہ منافع اسی روپیہ کا لیتا رہا تو اس صورت میں یہ رقم وصول شدہ مشتری سود ہے اور مشتری سود خور ہوا یا نہیں اس کا استقرار تاریخ تحریر دستاویز سے ہوگا یا انقضائے میعاد کے بعد سے؟

(۱۱) اس قسم کی دستاویز بیع خیار جس کا شیئ مبیعہ پر قبضہ نہیں ہوا صرف روپیہ کا منافع طے شدہ ملتا رہا، بعد ختم میعاد بھی کوئی کارروائی نہیں ہوئی تو اس شکل میں دستاویز بیع قطع لکھانا بہتر ہے یا بدستور وہی دستاویز بیع خیار قائم رکھنا؟

الجواب

بیع خیار شرع میں تو اسے کہتے ہیں کہ بائع ایک چیز اس شرط پر بیچے یا مشتری اس شرط پر خریدے کہ مجھے تین دن تک اختیار ہے کہ بیع قائم رکھوں یا نہیں خواہ دونوں اپنے لئے تین دن اختیار ہونے کی قید لگالیں، یہ اختیار تین دن سے زیادہ کا نہیں لگا سکتے اور کم میں ایک دن یا ایک گھنٹہ جو چاہیں مقرر کریں، اس مدت کے اندر ایک یا دونوں جس کا خیار شرط کیا گیا ہے اُسے اختیار ہوگا کہ بیع نامنظور کر دے وُہ فسخ ہو جائیگی اور اگر مدت مقرر کردہ گزر گئی تو بیع لازم ہو جائے گی مگر سائل نے بیع بالوفاء کو بیع بالخیار کہا ہے، اس کی صورت یہ ہوئی ہے کہ زید نے ایک چیز عمرو کے ہاتھ بیچی اور سال دو سال یا کم بیش باہم ایک مدت طے کر لی کہ اس مدت میں زید زرِ ثمن نہ دے گا تو بیع قطعی ہو جائے گی اس صورت میں اکثر تو یہ کرتے ہیں کہ وُہ چیز قبضہ مشتری میں دے دیتے ہیں مشتری اس سے نفع حاصل کرتا رہتا ہے بذریعہ سکونت یا کرایہ یا زراعت وغیرہ یہ حرام ہے کہ صحیح و معتمد مذہب میں بیع وفا بیع نہیں رہن ہے مشتری مرتہن کو رہن سے نفع حاصل کرنا حرام ہے، حدیث میں ہے:

کل قرض جر منفعۃ ھو ربوا[1] جو بھی قرض نفع دے وُہ سود ہے (ت)

اور پورے بیباک یہ کرتے ہیں کہ چیز بھی بائع کے قبضہ میں رہتی ہے اور اس سے اپنے روپیہ کا نفع اٹھایا جاتا ہے یہ رہن بھی نہ ہُوا کہ رہن بے قبضہ باطل ہے۔

---

[1] کنز العمال فصل فی لواحق کتاب الدین حدیث ۱۵۵۱۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۲۳۸

Marfat.com

قال اللہ تعالٰی فرھٰن مقبوضۃ[1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا تو رہن ہو قبضہ میں دیا ہوا۔ ت)
یہ نفع جو اس پر ٹھہرا کھلا سُود اور نرا حرام و مردود ہے۔
بالجملہ یہ بیع کسی صورت نہیں ہے، مشتری کا قبضہ نہ ہوا، جب تو اسے جائداد سے کوئی تعلق ہی نہیں، جتنا روپیہ دیا ہے جب چاہے واپس لے سکتا ہے میعاد گزری ہو یا نہیں کہ بوجہ عدم رہن سادہ قرض رہ گیا اور قرض کے لئے شرعًا کوئی میعاد نہیں، اگرمقرر بھی کی ہے اس کی پابندی نہیں۔ اس دئے ہُوئے روپیہ سے ایک حبہ زائد اس کو حرام ہے، نہ میعاد گزرنے پر اس جائداد میں اس کا کوئی حق ہے، اور اگر مشتری کا قبضہ ہوگیا ہے تو وُہ رہن ہے مشتری کو اس سے نفع لینا حرام ہے، اور بائع ہر وقت روپیہ دے کر جائداد واپس لے سکتا ہے اگرچہ میعاد گزر گئی ہو، اور یہ بھی کرسکتا ہے کہ اسی جائداد کا کوئی حصہ باہمی رضامندی سے مشتری کے ہاتھ بیع قطعی بعوض دین کردے اور باقی جائداد واپس لے لے، رہا بائع یا مشتری کا دوسرے کے ہاتھ اس جائداد کا کُل یا بعض بیچنا، اگر قبضہ مشتری نہیں ہُوا ہے جب تو بائع کو اس کا اختیار کامل ہے کہ وہ اس کی ملک خالص ہے، اور مشتری کو اصلًا اختیار نہیں کہ اُسے جائداد سے کوئی تعلق نہیں، اور اگر قبضہ مشتری ہوگیا ہے تو اگر بائع بیچے تو یہ بیع مشتری کی اجازت پر موقوف رہے گی کما ھو حکم بیع المرھون (جیسا کہ مرہون کی بیع کا حکم ہے۔ ت)
سوال اخیر کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں نہ بیع ہے نہ رہن ہے قائم کس چیز کو رکھا جائے اور بیع قطعی کرنا نہ کرنا بائع کو اختیار ہے مشتری کو اپنے روپیہ کے سوا کوئی دعوٰی اس پر نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷: از شہر محلہ سبزی منڈی بازار مرسلہ ولایت حسین صاحب مورخہ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ
زید بکر کے پاس آیا اور یہ کہا کہ ایک صاحب کو کپڑا کی ضرورت ہے اور اس کو کچھ کپڑا سلوانا بھی ہے، بکر سلائی کا کام بھی کرتا ہے، بکر نے تین دکانات پر سے مختلف قسم کے پارچہ مالکان مال سے ان کی قیمت طے کرکے زید کے ساتھ صاحب کے یہاں چلا گیا، زید نے یہ کہا کہ میں ان صاحب کو کپڑا دکھانے جاتا ہُوں، اور وُہ کپڑے کو لے کر چلا گیا، بکر کو نہ وہ شخص ملا نہ کپڑا ملا، اب مالکان مال کو شرعًا بکر سے اس پارچہ کی قیمت لینے کا حق ہے یا نہیں؟ فقط۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۳

Marfat.com

الجواب

بیچنے والے اپنے کپڑوں کا تاوان بکر سے لے سکتے ہیں،

لان المقبوض علی سوم الشراء مضمون۔ والله تعالٰی اعلم۔

جس چیز پر بھاؤ طے کرنے کے لئے قبضہ کیا جائے وُہ قابلِ ضمان ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی حیات میں کسی وارث کو بیعنامہ اپنی جائداد کا مثل باغ یا اراضی و تالاب وغیرہا کے لکھ دیا اس کی موت کے بعد دوسرا وارث اگر فسخِ بیع چاہے تو اسے شرعًا اختیار ہے یا نہیں؟ اور بائع کو بوجہ خیارِ عیب یا رؤیت اختیارِ فسخ حاصل ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں بیع اگر مرضِ موت میں نہیں تو بعد لزوم وتکمیل بائع اور اس کے ورثاء کو کسی طرح اختیارِ فسخ نہیں اور خیارِ رؤیت خاص مشتری کے لئے ہے اور خیارِ عیب اگر بائع کو حاصل بھی ہے تو صرف بایں معنی کہ ثمنِ ناقص جیّد سے بدل سکتا ہے نہ یہ کہ اس کی وجہ سے فسخ بیع کرسکے، پس خیارِ رؤیت مطلقًا اور خیارِ عیب کہ سببِ فسخ ہے مشتری کے لئے خاص ہیں بائع کو ہرگز حاصل نہیں،

فی الدر المختار واذا وجد النرم البیع بلاخیار الالعیب اورؤیۃ[1]، فی الھدایۃ ومن باع مالم یرہ فلاخیار لہ وکان ابوحنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ یقول اولا لہ الخیار اعتبار ابخیار العیب و خیار الشرط[2]، فی العنایۃ اعتبارا بخیار العیب فانہ لایختص بجانب المشتری بل اذا وجد البائع الثمن زیفا

درمختار میں ہے جب ایجاب وقبول دونوں پائے گئے تو بیع بلاخیار لازم ہوگی سوائے خیارِ عیب اور رؤیت کے۔ ہدایہ میں ہے جس نے ایسی چیز کو بیچا جسے اس نے دیکھا نہیں تو اسے خیارِ رؤیۃ نہیں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ پہلے کہا کرتے تھے کہ اسے خیارِ رؤیت ہے اور وہ اس کو خیارِ عیب اور خیارِ شرط پر قیاس کرتے تھے۔ عنایہ میں ہے کہ خیارِ عیب پر قیاس کرنا

---

[1] درمختار کتاب البیوع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۵

[2] الہدایۃ کتاب البیوع باب خیار الرؤیۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۴۱-۴۰

Marfat.com

فھو بالخیار ان شاء جوزہ وان شاء ردہ کالمشتری اذا وجد المبیع معیبا لکن العقد لاینفسخ برد الثمن وینفسخ برد المبیع لانہ اصل دون الثمن[1] والعلم عند واھب العلوم عالم کل سر مکتوم۔

اس لئے درست ہے کہ وہ فقط مشتری کے ساتھ مختص نہیں بلکہ اگر بائع نے ثمنوں کو کھوٹا پایا تو اسے اختیار ہے چاہے تو جائز قرار دے دے اور چاہے تو رَد کر دے جیسا کہ مبیع کو معیوب پاکر مشتری کو اختیار ہوتا ہے لیکن ثمن کو رَد کرنے سے عقد فسخ نہیں ہوتا اور مبیع کو رد کرنے سے عقد فسخ ہو جاتا ہے کیونکہ مبیع اصل ہے نہ کہ ثمن۔ اور علم درحقیقت علم عطا فرمانے والے کے پاس ہے جو ہر چھپے راز کو جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۹ ۱۱ رجب ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ معاہدہ مابین زید و عمرو کے قرار پایا اور زید نے عمرو کو عہ بیس روپے بطور بیعانہ کے دئے اب زید اپنی بدنیتی سے بلا قصور عمرو کے معاہدہ مذکورہ سے منحرف ہوگیا تو اس صورت میں زید واپسی زرِ مذکور کا مستحق ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بیشک واپس پائے گا، بیع نہ ہونے کی حالت میں بیعانہ ضبط کرلینا جیسا کہ جاہلوں میں رواج ہے ظلم صریح ہے،

قال اللہ تعالٰی لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق مت کھاؤ (ت)

ہاں اگر عقد بیع باہم تمام ہولیا تھا یعنی طرفین سے ایجاب و قبول واقع ہولیا اور کوئی موجب تنہا مشتری کے فسخ بیع کر دینے کا نہ رہا، اب بلا وجہ شرعی زید مشتری عقد سے پھرتا ہے تو بیشک عمرو کو روا ہے کہ اُس کا پھرنا نہ مانے اور بیع تمام شدہ کو تمام و لازم جانے، اس کے یہ معنی ہوں گے کہ مبیع ملکِ زید اور ثمن حقِ عمرو۔ درمختار کے باب الاقالہ میں ہے:

من شرائطھا رضا المتعاقدین[3]

اقالہ کی شرطوں میں سے بائع و مشتری کا باہم رضامند ہونا ہے (ت)

---

[1] العنایۃ علی ہامش فتح القدیر کتاب البیوع باب خیار الرؤیۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۵۳۳

[2] القرآن الکریم ۲/۱۸۸

[3] درمختار کتاب البیوع باب الاقالہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۳

Marfat.com

یہ کبھی نہ ہوگا کہ بیع کو فسخ ہوجانا مان کر مبیع زید کو نہ دے اور اس کے روپے اس جرم میں کہ تو کیوں پھر گیا ضبط کرے، ھل ھذا الاظلم صریح (کیا یہ ظلم صریح نہیں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰ از پیلی بھیت ۵ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور فضلائے شرع مبین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عورت زینب کو بمواجہ چند عورات مستورات اور چند مردمان کے کچھ روپیہ اس وعدہ پر دیا کہ ہم فلاں مکان یا زمین اسی عورت زینب کا اس قدر تعداد روپیہ پر لیں گے اور بقدر عـہ بیس روپیہ مثل بیعانہ دئے ہیں اور اس عورت زینب نے اس روپیہ کو لے کر صرف مایحتاج کرلیا اور سب گواہان کے سامنے اقرار کردیا بعد اقرار کے کچھ دنوں بعد زینب فوت ہوگئی لہذا شرعاً بیع ہوئی یا نہیں؟ اور از روئے شرع شریف کے زید اپنا قبضہ کرسکتا ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

"لیں گے" صرف وعدہ ہے اور وعدہ کوئی عقد نہیں، نہ وفائے وعدہ پر خود وعدہ کرنے والے کو جبر کیا جاسکتا ہے کما نص علیہ فی الھندیۃ[1] والخیریۃ وغیرھما من الکتب الفقھیۃ (جیسا کہ ہندیہ اور خیریہ وغیرہ کتب فقہ میں اس پر نص کی گئی ہے۔ ت) تو اس کی موت کے بعد وارثوں پر کیا جبر ممکن ہے پس زید کو قبضہ کرنے کا اصلاً اختیار نہیں وہ صرف ان روپوں کا مستحق رہا جو اس نے پیشگی دے رکھے ترکہ زینب سے قبل تقسیم ورثہ وصول کئے جائیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱ ۲۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنا حق حقوق ۲ بسوانسی کچھ کچوانسی بکر کے ہاتھ فروخت کیا مبلغ عامہ ۱۵۰ روپیہ کو اور بیع نامہ لکھ کر اپنے دستخط کئے اور بیعانہ لیا اور رجسٹری کرادینے کا معاہدہ کیا اور بعد کو خالد اپنے چچازاد بھائی کو سالعہ ۲۹۵ روپیہ کا بیعنامہ لکھ کر رجسٹری کرادی، اب بکر کہتا ہے کہ درحقیقت یہ بیعنامہ مصنوعی لکھا ہے شفیع کے ڈر سے اور یہ حقیقت اصل میں وہی عامہ ۱۵۰ روپیہ کو بموجب بیع بکر کے فروخت کی ہے اور بکر یہ بھی کہتا ہے کہ میں اس میں شفیع ہوں کیونکہ میری پندرہ بسوے ہیں تو اس صورت میں بکر بموجب شرع شریف کے شفاعت سے اس حقیت کو اور نیز بموجب معاہدہ کے اس قیمت کو پاسکتا ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

بیع عقد لازم ہے، بعد تمامی ہرگز بائع کو اختیار نہیں کہ دوسرے کے ہاتھ بیع کردے جب

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الاجارۃ الباب السابع فی اجارۃ المستاجر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۴۲۷
العقود الدریۃ مسائل وفوائد شتی من الحظر والاباحۃ ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۳۵۳

Marfat.com

وہ بدست بکر بیع چکا بیعنامہ لکھ دیا اس پر اپنے دستخط کر دئے تو تمامی عقد میں اصلاً کوئی شبہہ نہ رہا، رجسٹری نہ شرعاً ضروری نہ اسے تکمیل عقد میں اصلاً کچھ دخل، بلکہ شرعاً تو صرف ایجاب و قبول کا نام بیع ہے اگرچہ بیعنامہ بھی نہ لکھا جائے یونہی تنہا بیعنامہ بطریق معروف و معہود لکھ کر دستخط کرنا مشتری کا اسے قبول کرلینا بھی عقد تام و کافی ہے اگرچہ زبانی الفاظ مقررہ خریدم و فروختم (میں نے خریدا، میں نے بیچا۔ ت) کا ذکر نہ آیا ہو۔ اشباہ میں ہے:

الکتابۃ یصح البیع بھا قال فی الھدایۃ والکتاب کالخطاب[1]

تحریر سے بیع صحیح ہو جاتی ہے، ہدایہ میں فرمایا تحریر کلام کی مثل ہے (ت)

ہدایہ میں ہے:

المعنی ھو المعتبر فی ھذہ العقود ولھذا ینعقد بالتعاطی فی النفیس والخسیس ھو الصحیح لتحقق المراضاۃ[2]

ان عقود میں معنیٰ کا اعتبار ہوتا ہے اسی لئے بڑھیا اور گھٹیا چیزوں میں بیع تعاطی منعقد ہو جاتی ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ باہمی رضامندی متحقق ہوتی ہے (ت)

غرض حقیت مذکورہ ملک زید سے خارج ہو کر ملک بکر میں داخل ہوگئی، زید بکر سے صرف مابقی ثمن کا مطالبہ کرسکتا ہے بیع ثانی کہ بدست خالد کی بے اجازت بکر مردود ہے، بکر کو اپنی ملک میں دعوی شفعہ کی کوئی حاجت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۲۲ علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ زید کی دو زوجہ ہیں، اب زید اپنا حق حقوق ایک زوجہ کے نام بیع کرتا ہے تو زید کو اپنی حیات میں بیع کرنے کا اختیار ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر یہ بیع زید سے قبل مرض موت کے بحالت صحت نفس و ثبات عقل واقع ہوئی تو قطعاً نافذ ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک زوجہ اور ایک ہمشیرہ اور ایک بھتیجا وارث اور تین بسوہ جائداد متروکہ چھوڑ کر انتقال کیا، زوجہ نے وہ کل حقیت اپنی طرف سے بدست خالد فروخت کی مگر وہ بیعنامہ سب ورثاء کی اطلاع سے لکھا گیا اور وہ سب بالغ ہیں اور سب نے اپنی گواہیاں

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثالث احکام الکتابۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱۹۶/۲
[2] الھدایۃ کتاب البیوع مطبع یوسفی لکھنؤ ۲۲-۲۵/۳

Marfat.com

اس بیعنامہ پر لکھیں اور یہ کہہ دیا کہ یہ بیع صحیح ہے اس میں کچھ دعویٰ مبیع نہیں ہے کل زرِ ثمن مشتری نے ادا کردیا اور سب ورثاء نے باہم تقسیم کرلیا، اب بعد نو دس برس کے ہمشیرۂ زید مدعیہ ہے کہ یہ بیع میں نے نہیں کی فقط زوجۂ زید نے بطور مالکانہ کل حقیت بیع کی حالانکہ وُہ کل کی مستحق نہیں، اس صورت میں وہ بیع شرعاً صحیح و نافذ، اور دعویٰ مدعیہ ناحق و باطل قرار پائے گا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں وُہ بیع صحیح و نافذ ہے اور دعویٰ مدعیہ محض ناحق و باطل کہ اگرچہ زوجۂ زید کل حقیت کی مالک نہ تھی اور اس نے ساری جائداد اپنی طرف سے بیع کی مگر جبکہ یہ امر باطلاع ورثاء دیگر واقع ہُوا اور اُنھوں نے پسند رکھا اور انکار نہ کیا یہاں تک کہ زرِ ثمن سے حصہ لیا اور وہ سب بالغ تھے تو اب وُہ بیع ایسے ہی قرار پائے گی کہ گویا ان سب نے خود اپنا اپنا حصہ بیع کیا اور ثمن لیا اب کسی طرح سے انھیں محلِ دعویٰ و اعتراض باقی نہیں۔

فی تنویر الابصار والدر المختار اخذ المالك الثمن اوطلبه من المشتری اجازۃ[1] اھ ملخصًا واما ماوقع فی البحر ثم الدرر من البطلان ان باع الفضولی لنفسه موھم مخالف للفروع المذھبیۃ ومضاد للظاھر الروایۃ کما حققه المولی خیرالملۃ والدین الرملی ثم العلامۃ الشامی اٰفندی فلیتنبه، واللہ تعالٰی اعلم۔

تنویر الابصار اور درمختار میں ہے کہ مالک کا مشتری سے ثمن وصول کرلینا یا اس سے ثمن مانگنا اجازتِ بیع ہے اھ ملخصًا۔ اور وہ جو بحر پھر درر میں آیا ہے کہ بیع باطل ہے اگر فضولی نے اپنے لئے بیع کی وہ وہم ہے اور فروعِ مذہبیہ کے مخالف اور ظاہر الروایہ کے خلاف ہے جیسا کہ حضرت مولانا خیرالدین رملی پھر علامہ شامی آفندی نے تحقیق فرمائی، پس اس سے باخبر ہونا چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جب غلّہ بازار میں نقدوں ۱۶ سیر کا ہو تو قرضوں ۱۵ یا ۱۲ سیر کا بیچنا جائز ہے یا حرام یا مکروہ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہ فعل اگرچہ نرخ بازار سے کیسا ہی تفاوت ہو حرام یا ناجائز نہیں کہ وہ مشتری پر جبر نہیں کرتا

---

[1] درمختار کتاب البیوع فصل فی الفضولی مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۲

Marfat.com

نہ اُسے دھوکا دیتا ہے اور اپنے مال کا ہر شخص کو اختیار ہے چاہے کوڑی کی چیز ہزار روپیہ کو دے، مشتری کو غرض ہو لے، نہ ہو نہ لے۔

فی ردالمحتار لو باع کاغذۃ بالف یجوز ولا یکرہ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

ردالمحتار میں ہے اگر کسی نے کاغذ کا ٹکڑا ہزار کے بدلے میں بیچا تو جائز ہے اور مکروہ نہیں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۵ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیخ خضری وکریم اللہ ومحمد بشارت وشاہ محمد چار بھائیوں نے ایک جائداد بشمول ہمدگر پیدا کی اور تادمِ مرگ خورونوش اُن کا یکجا رہا، بعدہ خضری نے دو دختر فجو اور اجو اور ایک پسر محمد بخش جس کی وارث اس کی زوجہ امیرن ہے، اور دوسری فجو جس کے ورثاء اس کے زوج کلو اور علی بخش وحسین بخش وسلیمن اولاد ہیں، اور شاہ محمد نے زوجہ نورن و ابن محمد علی وبنت بلاقن اور کریم اللہ نے زوجہ منگو اور ابن یاد علی اور امیرن منیرن بگا بنات اور محمد بشارت نے زوجہ چھوڑی، اور محب اللہ وکلن پسران اور عمدہ دختر اپنے اپنے ورثاء چھوڑ کر وفات پائی، بعد ان کے انتقال کے ان سب وارثوں نے وہ جائداد مشترکہ غیر منقسمہ ایک عقد میں ایک شخص کے ہاتھ بعوض آٹھ سو روپیہ کے بیع کی اور اسے قابض ومتصرف کرادیا مگر کلن اور علی حسین اور حسین بخش اور سلیمن وقتِ بیع نابالغ تھے کہ ان کی ماں کلو نے ولایۃً ان کی جانب سے بھی بیع کی اور یاد علی کی بی بی نے بے اجازت اطلاع یاد علی باختیار خود حصہ اس کا مالکانہ بیع ڈالا، اب یہ پانچوں وارث دعوٰی کرتے اور نقضِ بیع چاہتے ہیں، پس اس صورت میں بیع مذکور صحیح ونافذ اور حصہ ان ورثاء کا انھیں واپس ملے گا یا نہیں؟

الجواب

صورتِ مسئولہ میں اگر یاد علی سے بعد از علم بالبیع کوئی قول یا فعل ایسا صادر ہوا کہ دال اجازت وتسلیم بیع پر تھا تو وہ بیع صحیح ونافذ ہوگئی اور دعوٰی اس کا ہرگز نہ سُنا جائے گا اور جو قولاً وفعلاً کوئی امر ایسا نہ ہوا کہ اجازت پر دلالت کرے اگرچہ بعد خبر پہنچنے بیع کے چُپ رہا اور کچھ نہ کہا تو اس صورت میں دعوٰی اس کا مسموع اور بیع بقدر اس کے حصہ کے ناجائز مشتری حصہ اس کا واپس کردے اور مابقی بقدر اس ثمن کے کہ مقابل اس کے ہے مقبول رکھے خواہ اسے بھی بالعین رَد کردے اور اپنا کل ثمن پھیر لے، اور اگر جائداد اولاد صغار بیع کردی گئی تو یہ بیع ہرگز صحیح نہ ہوگی اور مشتری اس کا

---

[1] ردالمحتار کتاب الکفالۃ مطلب فی بیع العینۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۷۹

Marfat.com

کسی طرح مالک نہیں ہو سکتا مشتری اس جائداد میں سے کلن و علی حسین و حسین بخش و سلیمن کو بقدر ان کے حصص کے واپس کرے اور مابقی کی نسبت مختار ہے چاہے سب بیع ترک کر دے اور کل ثمن واپس لے لے یا بیع نسبت مابقی کے قائم رکھے اور اسی قدر حصہ ثمن کا کہ مقابل جائداد رَد شدہ کے تھا پھیر لے۔ واللہ تعالٰی اعلم

الجواب الثانی بالتفصیل : مالِ اولادِ نابالغ میں ماں کو کسی طرح کی ولایت حاصل نہیں سوا اس کے کہ حفظ و نگہبانی کرے یا ضروری چیزیں انھیں خرید دے،

فی الاشباہ والنظائر لا ولایۃ للام فی مال الصغیر الا الحفظ وشراء مالا بد منہ للصغیر[1] اھ وفی فتاوٰی قاضیخان من کتاب الحظر والاباحۃ باب مایکرہ من النظر والمس للرجل ان یختن ولدہ الصغیر ویقبض لہ الھبۃ ویشتری و یبیع ولا یجوز ذٰلک لوصی العم الا انہ یقبض لہ الھبۃ وکذا الام[2] اھ ملخصًا۔

الاشباہ والنظائر میں ہے کہ نابالغ اولاد کے مال میں ماں کو سوائے حفاظت و اشیاءِ ضروریہ کی خریداری کے کوئی ولایت حاصل نہیں اھ۔ فتاوٰی قاضیخان، کتاب الحظر والاباحۃ، باب مایکرہ من النظر والمس، میں مذکور ہے کہ مرد کو اپنے نابالغ بیٹے کے ختنہ کرنے، اس کے لئے ہبہ پر قبضہ کرنے اور اس کے لئے خرید و فروخت کا اختیار ہے اور چچا کے وصی کے لئے یہ جائز نہیں سوائے اس کے کہ اس کے لئے ہبہ پر قبضہ کر سکتا ہے اور یہی حکم ماں کا بھی ہے اھ (ت)

پس کلو نے کہ جائداد کلن اور علی حسین اور حسین بخش اور سلیمن نابالغوں کی ان کی جانب سے بیچ ڈالی، بیع فضولی قرار پائے گی، اور اس سبب سے کہ حالت عقد کوئی مجیز یعنی قابلِ اجازت نہ تھا محض ناجائز و باطل ہوگی حتی کہ اگر نابالغان مذکورین بعد از بلوغ اجازت دیتے تاہم صحیح نہ ہوتی کہ باطل کسی کی اجازت پر موقوف نہیں رہتا اور اس کی تصحیح غیر متصور۔

فی الدرالمختار من فصل الفضولی کل تصرف صدر منہ ولہ مجیز ای لھذا التصرف من یقدر علی

درمختار میں فصل فضولی میں ہے کہ جو تصرف فضولی سے صادر ہوا درانحالیکہ اس تصرف کے وقوع کے وقت کوئی ایسا شخص موجود ہو جو اس تصرف

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثالث احکام المحارم ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۱۸۸
[2] فتاوٰی قاضیخان کتاب الحظر والاباحۃ فصل فیما یکرہ من النظر والمس نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۸۳

Marfat.com

اجازتہ حال وقوعہ انعقد موقوفا و مالا مجیزلہ حالۃ العقد لاینعقد اصلا اھ[1] ملخصا، وفیہ وقف بیع مال الغیر لو الغیر بالغا عاقلا فلوصغیرا او مجنونا لم ینعقد اصلا کما فی الزواھر معزیا للحاوی اھ[2]۔

کی اجازت دے سکتا ہو تو اس کا انعقاد اس شخص کی اجازت پر موقوف ہو جائے گا اور اگر بوقتِ تصرف فضولی کوئی ایسا اجازت دینے والا موجود نہ ہو تو یہ تصرف سرے سے منعقد ہی نہ ہوگا اھ ملخصا۔ اسی میں ہے کہ مالِ غیر کی بیع موقوف ہوتی ہے اگر وہ غیر عاقل و بالغ ہو اور اگر وہ غیر نابالغ یا مجنون ہو تو بیع سرے سے منعقد نہ ہوگی جیساکہ حاوی کی طرف منسوب کرتے ہوئے زواھر میں ہے اھ (ت)

پس سہم نابالغان مذکورین کہ کل جائداد مبیعہ کے دسویں حصہ سے کچھ زائد ہے یعنی چہارم جائداد کہ متروکہ شیخ خضری تھی اس ایک سو بانوے سہام سے ستّر سہام مشتری پر لازم ہے کہ ان نابالغوں کو واپس کر دے اور ۳ ۲۹/۲۴ زرثمن ان سہام کا ان کی ماں کلو سے وصول کرلے اسی طرح حرمت زوجہ یادعلی نے کہ ان کا سہام بلا اذن اس کے اپنی جانب سے بطریق مالکانہ بیع ڈالا حسب حکم بدائع وبحرالرائق واشباہ وظاہر متن تنویرالابصار بیع باطل وغیر صالح اجازت ہے۔

فی الدرالمختار بیعہ لنفسہ باطل کما فی البحر والاشباہ عن البدائع و عبارۃ الاشباہ بیع الفضولی موقوف الا اذا باع لنفسہ فباطل' بدائع اھ[3] مع التلخیص بالتغیر، وفیہ ایضا وقف بیع مال الغیر ان باعہ علی انہ لمالکہ اما لوباعہ علی انہ لنفسہ فالبیع باطل اھ[4] ملخصًا۔

درمختار میں ہے کہ فضولی کی اپنی ذات کے لئے بیع باطل ہے جیساکہ بحوالہ بدائع، بحر اور اشباہ میں ہے اشباہ کی عبارت یوں ہے کہ فضولی کی بیع موقوف ہوتی ہے مگر جب وہ اپنی ذات کے لئے بیع کرے تو باطل ہوگی (بدائع اھ مع تلخیص وتغیر) اسی میں ہے کہ غیر کے مال کی بیع موقوف ہوتی ہے جبکہ یہ سمجھ کر بیچے کہ وہ مالک کے لئے ہے اور اگر اپنے لئے بیچے تو بیع باطل ہے اھ تلخیص۔ (ت)

مگر مولٰنا محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی مصنف تنویرالابصار اس مذہب کی بوجہ مخالفت فروع مذہب تضعیف فرماتے ہیں فضولی اگر مالِ غیر کو اپنا ٹھہرا کر بیچے تو ظاہر الروایت یہی ہے کہ

---

[1] تا [4] درمختار کتاب البیوع فصل فی الفضولی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۱

Marfat.com

مستحق کو اختیارِ اجازت حاصل ہے یعنی بیع باطل نہ ہوگی اور اجازتِ مالک پر موقوف رہے گی،

فی الدر المختار[1] لکن ضعف المصنف الاولیٰ (ای بطلان بیعه اذا باعه لنفسه) لمخالفتها لفروع المذهب لتصریحهم بان بیع الغاصب موقوف، وبان المبیع اذا استحق فللمستحق اجازته علی الظاهر مع ان البائع باع لنفسه لا للمالك الذی هو المستحق مع انه توقف علی الاجازة اھ[1] فی غمز عیون البصائر شرح الاشباه والنظائر للعلامة الحموی تحت قوله بیع الفضولی موقوف الا فی ثلث فباطل اذا شرط الخیار فیه للمالك وهی فی التلقیح وفیما اذا باع لنفسه وهی فی البدائع اھ قوله وفیما اذا باع لنفسه یعنی لایتوقف علی اجازة المالك لانه لم ینعقد اصلا قال بعض الفضلاء ویشکل علیه ما قالوا من ان المبیع اذا استحق لاینفسخ العقد فی ظاهر الروایة بقضاء القاضی بالاستحقاق وللمستحق اجازته اھ ووجه اشکاله ان البائع باعه لنفسه لا للمالك الذی هو المستحق اھ[2]

درمختار میں ہے مگر مصنف نے صورت اولیٰ (یعنی فضولی کی اپنے لئے بیع باطل ہے) کو فروعِ مذہب کے مخالف ہونے کی وجہ سے ضعیف قرار دیا کیونکہ ائمہ نے تصریح کی کہ غاصب کی بیع موقوف ہے اور یہ کہ مبیع میں اگر استحقاق ثابت ہوجائے تو ظاہرِ روایت پر مستحق کو اجازت کا اختیار حاصل ہے باوجودیکہ بائع نے اپنے لئے بیع کی نہ کہ اس مالک کے لئے جو کہ مستحق ہے اس کے باوجود اس کی اجازت پر موقوف ہوگئی اھ غمز عیون البصائر شرح اشباہ والنظائر تصنیف علامہ حموی میں ماتن کے اس قول "فضولی کی بیع موقوف ہے مگر تین صورتوں میں باطل ہے۔ جب مالک کے لئے اس میں شرطِ خیار رکھے اور یہ تلقیح میں ہے" اور جب وہ اپنے لئے بیچے اور یہ بدائع میں ہے اھ" کے تحت مذکور ہے۔ ماتن کا قول کہ جب فضولی اپنے لئے بیع کرے (تو باطل ہے) یعنی مالک کی اجازت پر موقوف نہ ہوگی کیونکہ وہ سرے سے منعقد ہی نہیں ہوئی۔ بعض فضلاء نے کہا کہ اس پر مشائخ کے اس قول سے اشکال وارد ہوتا ہے کہ مبیع میں اگر استحقاق ثابت ہوجائے تو قاضی کے استحقاق کا فیصلہ کردینے کے باوجود بیع فسخ نہیں ہوتی اور مالکِ مستحق کو اسکی اجازت کا اختیار حاصل ہوتا ہے اھ اشکال کی وجہ یہ ہے کہ بائع نے اپنی ذات کیلئے بیچا ہے

[1] درمختار کتاب البیوع فصل فی الفضولی مطبع مجتبائی دہلی ٢/ ٣١
[2] غمز عیون البصائر الفن الثانی کتاب البیوع ادارۃ القرآن کراچی ١/ ٣٢٩

Marfat.com

نہ کہ اس مالک کے لئے جو مستحق ہے اھ (ت)

پس اگر قبل اس دعوٰی کے یاد علی سے کوئی قول یا فعل ایسا صادر ہوا ہو جو شرعاً اجازت بیع قرار پائے مثلاً زرِثمن مشتری سے مانگا ہو یا اس کو ہبہ کر دیا ہو یا اپنی عورت سے کہا ہو تو نے بُرا کیا یا اچھا کیا علی مذھب محمد وھو الاستحسان عالمگیری[1] وھو المختار فتح القدیر (مذہب محمد پر اور یہی استحسان ہے، عالمگیری، اور یہی مختار ہے، فتح القدیر۔ ت) تو اب یہ دعوٰی اس کا نہ سنا جائے گا اور اس کے حصہ میں بیع نافذ ہو چکی اس کے سہم کا زرثمن کہ معــ روپے ہیں اس کی زوجہ کے پاس امانت رہا بشرطیکہ بلا قصور اس کے پاس سے تلف نہ ہو گیا ہو اس سے وصول کرلے اور اگر زوجہ نے حفظ مبلغ میں کچھ تقصیر نہ کی نہ اپنے تصرف میں لائی اور کسی طرح تلف ہو گیا تو اس سے بھی نہیں لے سکتا کہ وہ امینہ تھی اور امین پر بلا تعدی و تقصیر فی الحفظ ضمان نہیں،

فی الدر المختار ای بیع الفضولی تبول الاجازۃ من المالك اذا کان البائع والمشتری والمبیع قائما وکذا الثمن لو کان عرضا وغیر العرض ملك للمجیز امانۃ فی ید الفضولی ملتقی، وان اخذ المالك الثمن او طلبہ من المشتری یکون اجازۃ، عمادیۃ، وقولہ اسأت نھر بئس ماصنعت او احسنت او اصبت علی المختار، فتح، وھبۃ الثمن من المشتری والتصدیق علیہ بہ اجازۃ[2] اھ ملخصًا۔

درمختار میں ہے یعنی فضولی کی بیع کا حکم مالک کی اجازت کو قبول کرنا ہے جبکہ بائع، مشتری اور مبیع قائم ہو اور اسی طرح ثمن بھی جبکہ بصورتِ سامان ہوں، اگر ثمن سامان نہ ہوں تو وہ مالک مجیز کی ملک ہیں اور فضولی کے قبضہ میں بطور امانت ہیں، ملتقی، اگر مالک ثمن وصول کرے یا مشتری سے ثمن طلب کرے تو یہ اجازت ہے، عمادیہ، اور مالک کا یہ کہنا کہ تُو نے بُرا کیا، نہر، یا جو تُو نے کیا بُرا ہے یا تُو نے اچھا کیا یا تُو نے درست کیا قول مختار کے مطابق، فتح القدیر، اور مشتری کو ثمن ہبہ کر دینا یا اس پر صدقہ کر دینا اجازت ہے اھ تلخیص (ت)

اور اگر قبل از دعوٰی کوئی قول یا فعل اس سے صادر نہ ہوا بلکہ بیع کی خبر بھی نہ ہوئی یا سُن کر چُپ رہا اور کچھ نہ کہا تو دعوٰی اس کا مسموع اور اسے اختیارِ استرداد حاصل کہ خبر بیع سُن کر مالک کا خاموش رہنا شرعاً اجازت نہیں،

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب البیوع الباب الثانی عشر فی احکام البیع الموقوف نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۱۵۲

[2] درمختار کتاب البیوع فصل فی الفضولی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۲
ردالمحتار دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۴۱

Marfat.com

في الفتاوى الهندية بلغ المالك ان فضوليا باع ملكه فسکت لایکون اجازۃ اھ[1]

فتاوٰی ہندیہ میں مالک کو خبر پہنچی کہ فضولی نے تیری مملوک چیز فروخت کردی اور وہ خاموش رہا تو یہ اجازت نہ ہوگی اھ (ت)

اس صورت میں مشتری پر لازم ہے کہ مثل حصّہ نابالغان یادعلی کا حصّہ بھی یعنی چہارم جائداد کے چالیس سہام سے چودہ سہم یادعلی کو واپس کردے اور ثمن اس حصہ کاکہ معـــہ روپے ہے اس کی زوجہ سے وصول کرلے۔ رہا یہ کہ درصورتِ اولٰی بعد واپسی صرف حصہ نابالغان و درصورت ثانیہ پس از رد ہر دو سہم یادعلی و نابالغان جو باقی بچے اس کا کیا حکم ہے اس کی نسبت بوجہ اس بات کے کہ مبیع ذوات القیم سے اور استحقاق نسبت یادعلی بعد قبض کل واقع ہوا مشتری کو اختیار رہے خواہ عوض باقی زرِثمن کے کہ پہلی تقدیر پر للعہ ۱۲/ ہے اور دوسری تقدیر پر للعـہ ۱۲/ ہے اپنے پاس رکھے یا کل مبیع سب بالغوں کو واپس کردے اور اپنے پورے آٹھ سو اُن سے وصول کرلے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۶

۱۷ جمادی الاولٰی ۱۳۰۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں میں تین شریک ہیں زید اور خالد اور زید کا بیٹا عمرو۔ عمرو پر کچہری انگریزی سے ایک معاملہ میں ہندہ کی بقدر آٹھ سو روپیہ کی ڈگری ہوئی ہندہ نے جائداد عمرو نیلام پر چڑھائی کچہری انگریزی سے پانچ بسوہ عمرو کے بتفریق اس طرح نیلام ہوئے کہ ۲۷ رمضان ۱۳۰۱ھ مطابق ۲۱ جولائی ۱۸۸۴ء و ۱۳ ساون ۱۲۹۲ فصلی کو تین بسوہ پھر یکم صفر ۱۳۰۲ھ مطابق ۲۰ نومبر ۱۸۸۴ء ۷ اگہن (مگھر) ۱۲۹۲ فصلی کو ایک بسوہ پھر ۴ جمادی الاولٰی ۱۳۰۲ھ مطابق ۲۰ فروری ۱۸۸۵ء ۱۲ پھاگن ۱۲۹۲ فصلی کو ایک بسوہ، اور یہ سب نیلام خود ہندہ ڈگری دار نے خرید لئے، بعدہٗ ہفتم رجب ۱۳۰۲ھ مطابق ۲۳ اپریل ۱۸۸۵ء و ۲۴ بیساکھ ۱۲۹۲ فصلی کو ہندہ نے یہ کل جائداد یعنی پانچوں بسوے بنام خالد شریک سوم بیع کردئے، خالد نے باحتیاط بحکم شرع اصل مالک یعنی عمرو سے اپنے نام جو انتقال ہوا اس کی اجازت چاہی عمرو نے بخوشی اجازت دی پھر مزید وثوق کے لئے ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۰۳ھ مطابق ۲۱ فروری ۱۸۸۶ء و ۳ پھاگن ۱۲۹۳ فصلی کو عمرو مذکور نے ایک دستاویز بدیں مضمون لکھ دی کہ یہ پانچوں بسوہ جو ہندہ مشتریہ نیلام نے بدست خالد بیع کئے میں نے یہ انتقال بخوشی جائز رکھا اور زرِثمن خالد کو معاف کیا اور روزِ نیلام سے کہ ابتدائے زراعت خریف ۱۲۹۲ فصلی تھی

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب البیوع الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۱۵۲

Marfat.com

ربیع ۱۲۹۲ تک جس قدر توفیران پانچوں بسووں کے ہوئی اس کی نسبت صریحًا لکھ دیا کہ توفیران پانچوں بسووں کے میں نے خالد مذکور کو اس شرط پر کہ موہوب لہ میرے حق رجوع کے عوض مجھے دس من خام گندم دے ہبہ کے خالد اس توفیر کو قبض و وصول کرے اور میں نے گندم مذکور خالد سے وصول پالی، اب میرا کوئی حق اس توفیر میں نہیں اور نہ مجھے اس ہبہ سے رجوع کا اختیار باقی رہا، اب شرع شریف سے سوال ہے کہ صورتِ مذکورہ میں اس تمام توفیر کا استحقاق خالد خریدار کو ہے یا زید پدرِ عمرو کو؟ بیّنوا و توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں زید پدرِ عمرو کسی طرح اس توفیر کا مالک نہیں بلکہ وہ کل توفیر پانچوں بسوہ کی بابت سال تمام ۱۲۹۲ فصلی کی محض خالد کا حق ہے اور صرف اسی کو ملنا چاہیے،

والفقه فی ذٰلك ان بیع من یزید الصادر من حکام الزمان لیس بیع المالك وھو ظاھر ولا باذنه فانھم لا یسألونه ولا یسترضونه بل ربما باعوا ما یساوی الفا بمائة او اقل ولا باذن الشرع المطھر کما لا یخفی علی من له ادنٰی مسکة فلا یسوغ تفریعه علی قول الصاحبین فی بیع القضاة مال المدیون کرھا علیه ان ابی ولا بیع المکرہ حتی یجعل فاسدا لان المالك لا یتولی الایجاب بل ربما لا یشھد العقد وانما ھم یبیعون بانفسھم جبرا علیه فاذن لیس الا کبیع الغاصب ینعقد موقوفا علی اجازة المالك

اس میں فقہ یہ ہے کہ بولی لگا کر بیع (نیلامی) جیسا کہ آج کل کے حکمران کرتے ہیں وہ مالک کی طرف سے بیع نہیں اور یہ ظاہر ہے اور نہ مالک کی اجازت سے ہے کیونکہ حکمران نہ تو مالک سے پوچھتے ہیں اور نہ ہی اس کی رضا معلوم کرتے ہیں بلکہ بعض دفعہ تو ہزار کی مالیتی چیز سَو یا اس سے بھی کم پر فروخت کر دیتے ہیں اور نہ ہی یہ بیع شرع مطہر کے اذن سے ہوتی ہے جیسا کہ شریعت سے ادنیٰ سا تعلق رکھنے والے پر مخفی نہیں، اور بیع مذکور کو بیع مکرہ اور مدیون کے انکار کے باوجود حکام کی طرف سے جبرًا اس کے مال کو فروخت کرنے سے متعلق قولِ صاحبین پر متفرع کر کے بیع فاسد قرار دینے کی گنجائش نہیں کیونکہ یہاں مالک کی طرف سے ایجاب نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات تو مالک بوقتِ عقد حاضر ہی نہیں ہوتا بلکہ حکام اس پر جبر کرتے ہوئے از خود بیع کر دیتے ہیں لہذا یہ تو محض بیع غاصب کی مثل ہے جس کا انعقاد مالک کی اجازت پر

Marfat.com

فان اجاز جاز والا بطل، فی الدر المختار
وقف بیع الغاصب علی اجازة المالک[1] اھ
واذا کان الامر کذلک فلم
یثبت الملک فی المبیع لھندة
المشتریة من الحکام فبیعھا
من خالد ایضا بیع الفضولی
لعدم الملک واذن المالک
فیتوقف ایضا علی اجازتہ، فی رد المحتار
بیع المشتری من الغاصب موقوف[2] اھ
فایما عقد منھما صادفتہ الاجازة
نفذ بخصوصہ، فی الحاشیة
الشامیة عن جامع الفصولین
عن المبسوط لو باعہ المشتری
من غاصب ثم و ثم حتی تداولتہ
الایدی فاجاز مالکہ عقدا من
العقود جاز ذلک العقد خاصة
لتوقف کلھا علی الاجازة فاذا
اجاز عقدا منھا جاز
ذلک خاصة[3] اھ و ھٰھنا
قد لحقت الاجازة
العقد الاٰخر فنفذ و ثبت

موقوف ہوتا ہے اگر اجازت دے دے تو نافذ
ورنہ باطل ہو جائیگی۔ درمختار میں ہے کہ غاصب
کی بیع اجازتِ مالک پر موقوف ہوتی ہے اھ اور
جب صورتِ حال یہ ہے تو حکام سے خریدنے
والی ہندہ کی مبیع میں ملک ہی ثابت نہ ہوئی،
چنانچہ اس کا خالد کے ہاتھ بیچنا بھی ملک اور اذن
مالک کے نہ ہونے کی وجہ سے بیع فضولی ہوا تو یہ
بھی اجازتِ مالک پر موقوف ہوگا۔ ردالمحتار میں
ہے کہ غاصب سے خریدار کی بیع موقوف
ہوتی ہے اھ تو ان دونوں عقدوں میں سے جس کو
اجازت لاحق ہوگئی وہ بطور خاص نافذ ہوگیا۔
حاشیہ شامیہ بحوالہ مبسوط، جامع الفصولین سے
منقول ہے کہ اگر غاصب سے خریدنے والے نے کسی کے ہاتھ
فروخت کیا اس نے آگے پھر اس نے آگے فروخت
کر دیا حتی کہ وہ کئی جگہ فروخت ہوا، اب مالک نے
ان عقود میں سے کسی ایک عقد کی اجازت دے دی
تو خاص وہ عقد نافذ ہو جائے گا کیونکہ یہ تمام
عقود مالک کی اجازت پر موقوف تھے تو جس کی
اجازت اس نے دی وہی بطور خاص نافذ
ہوگیا اھ، اور یہاں (صورتِ مسئولہ میں) اجازت
آخری عقد کو لاحق ہوئی تو وہ نافذ ہوگیا، چنانچہ

---

[1] درمختار کتاب البیوع فصل فی الفضولی مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۱
[2] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۴۲
[3] " " " " " " ۴/۱۴۲

Marfat.com

الملك لخالد فی المبیع و نمائه وغلاله منذ شری من الهندة ، فی تنویر الابصار و شرحه کل مایحدث من المبیع کالکسب والولد والعقر ولوقبل الاجازة یکون للمشتری لان الملك تم له من وقت الشراء بخلاف الغاصب[1] اھ واماماتحصل من المزارع قبل شراء خالد فلاحق لخالد فیه و لا للهندة بل لعمرو خاصة لانه بدل منافع ملکه المعد للاستغلال وهبة الدین ممن لیس علیه باطلة الاان یسلط علی القبض ، فی شرح العلائی اما تملیك الدین من غیر من علیه الدین فان امره بقبضه صحت لرجوعها الی هبة العین[2] اھ وفی مسألتنا هذه قد وقع التسلیط کما ذکر فی السوال فصحت الهبة وصح التعویض ، فی شرح التنویر عن الجواهر لایصح الابراء عن الرجوع ولوصالحه

مبیع اور اس سے حاصل شدہ آمدنی میں اس دن سے خالد کی ملک ثابت ہوگئی جس دن اس نے ہندہ سے خریدا ، تنویر الابصار اور اس کی شرح میں ہے کہ جو کچھ مبیع سے حاصل ہو جیسے کمائی ، اولاد اور عقر ، تو وہ مشتری کا ہے اگرچہ اجازت سے قبل ہو کیونکہ خریداری کے وقت سے ہی اس کو ملک تام حاصل ہوگئی بخلاف غاصب کے اھ ، اور جو کچھ خالد کی خریداری سے قبل کھیتوں سے حاصل ہوا اس میں خالد اور ہندہ کا کوئی حق نہیں بلکہ وُہ خاص عمرو کا ہے کیونکہ یہ اس کی ایسی ملک کے منافع کا بدل ہے جو غلہ حاصل کرنے کے قابل ہے ، اور دین کا ہبہ اس شخص کو جس پر دین نہیں باطل ہے سوائے اس کے کہ اس کو قبضہ کا اختیار دے ، شرح علائی میں ہے کہ ایسے شخص کو دین کا مالک بنایا جس پر دین نہیں ، اب اگر صاحبِ دین نے مدیون کو دین پر قبضہ کا حکم دے دیا تو یہ ہبہ صحیح ہوگیا کیونکہ یہ (ہبہ دین) ہبہ عین کی طرف راجع ہوگا اھ ، ہمارے زیرِ بحث مسئلہ میں چونکہ قبضہ کا اختیار دے دیا ہے جیسا کہ سوال میں مذکور ہے لہذا ہبہ صحیح ہوگیا اور عوض دینا بھی درست ہوگیا ، شرح تنویر میں بحوالہ جواہر منقول ہے کہ کسی کو حقِ رجوع سے بری کر دینا صحیح نہیں

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب البیوع فصل فی الفضولی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۲

[2] درمختار کتاب الہبۃ " ۲/ ۱۶۰

من حق الرجوع علی شیئ صح وکان عوضا عن الهبۃ اھ[1]۔ اور اگر حق رجوع کے عوض کسی شیئ پر صلح کرلی تو صحیح ہے اور یہ ہبہ کا عوض ہو جائے گا اھ (ت)

بالجملہ جس روز سے خالد نے وہ جائداد ہندہ سے خریدی اس دن سے تو اس کی توفیر خود ملکِ خالد ہے اور اس سے پہلے جو توفیر روزِ نیلام سے اس وقت تک تھی وہ عمرو کے ہبہ کرنے سے اس کا حق ہوگئی اب پانچوں بسوؤں کی توفیر سال ۱۲۹۲ فصلی میں سوا خالد کے کسی کا حق نہیں، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وحکمہ عزشانہ احکم۔

(مہر مولوی عبدالقادر صاحب بدایونی) (مہر مولوی عبدالمقتدر صاحب بدایونی)

مسئلہ ۲۷ از ستار گنج ۲۶ ربیع الآخر ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر باغ وجائداد منقولہ وغیر منقولہ سرکار نیلام کرتی ہے اس کا خریدنا جائز ہے یا ناجائز ہے اور اشیاء روبرو رہے فقط۔

الجواب

جو نیلام باجازت مالک ہو مطلقاً جائز ہے یا بعد بیع مالک اجازت دے دے مثلاً سو روپے قرض تھے ایک سو دس میں نیلام ہوا، دس کہ زائد تھے مالک کو دئے گئے اس نے قبول کرلئے تو یہ اب جائز ہوگیا اگرچہ ابتداءً ناجائز تھا فان الاجازۃ اللاحقۃ کالوکالۃ السابقۃ[2] (کیونکہ اجازتِ لاحقہ، وکالتِ سابقہ کی مثل ہے۔ ت) اور جہاں یہ دونوں صورتیں نہ ہوں وہ عقد فضولی ہے اجازتِ مالک پر موقوف رہے گا اگر جائز کردے جائز ہوجائے گا، رد کردے باطل ہوجائے گا، اور جب تک اجازت نہ دے اس شے میں مشتری کو تصرف حلال نہ ہوگا۔

فان العقد الموقوف لایفید الحل۔ کما نص علیہ فی ردالمحتار وغیرہ۔ کیونکہ بیع موقوف مفید حل نہیں ہوتی جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ میں اس پر نص کی گئی ہے (ت)

پھر یہ بھی اس صورت میں ہے کہ اس عقد کے ہوتے وقت کوئی ایسا شخص قائم ہو جسے شرعاً اس کی اجازت کا اختیار ہے ورنہ سرے سے باطل ہوگا مثلاً نابالغ کا مال نصف قیمت کو نیلام کیا گیا کہ اسے تمام دنیا میں اجازت دینے والا کوئی نہیں تو ایسا عقد موقوف نہ رہے گا ابتداء باطل ومردود ہوگا،

---

[1] درمختار کتاب الھبۃ باب الرجوع فی الھبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۱
[2] ردالمحتار کتاب البیوع فصل فی الفضولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۴۰-۱۳۹

Marfat.com

فان تصرف الفضولی حیث لا مجیز باطل اصلاً[1] کما نص علیہ فی الدر وغیرہ واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم۔

کیونکہ فضولی کا تصرف جہاں اس کی اجازت دینے کا اختیار رکھنے والا کوئی نہ ہو سرے سے باطل ہے جیسا کہ اس پر درّ وغیرہ میں نص کی گئی ہے۔ واللہ سبحانہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۸ ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس ڈگری میں اصل روپیہ اور اس کا سُود بھی شامل ہے اس میں اگر کوئی جائداد حاکم ہند جو فی الحال ہے نیلام بغرض ادائے دین وسود کرے تو اس جائداد کو خریدنا شخص مسلمان کو جائز ہے یا نہیں؟ جائز ہے تو بقدر زرِ اصل کے ہے یا بالکلیہ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

مشتری جب عقدِ صحیح شرعی سے کوئی شے خریدے تو بائع کے فعل کا کہ وُہ اس زرِ ثمن کو طاعت میں خرچ کرے گا یا معصیت میں مشتری سے کچھ مطالبہ نہیں،

لا تزر وازرۃ وزر اخرٰی[2]۔ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔ (ت)

زرِ ثمن کا معاذ اللہ سُود میں دیا جانا تمامی عقدِ بیع کے بعد ہوگا تو مشتری سے کیا تعلق، اور اس وقت اگر ہے تو بائع کی نیت کہ ثمن لے کر وہاں دے گا، اس نیت کو بھی عقد سے علاقہ نہیں، بہرحال مشتری اس الزام سے بری ہے لتخلل فعل فاعل مختار (کہ درمیان میں فاعل مختار کا فعل ہے۔ت) ہاں اگر کوئی صورتِ خاصہ ایسی ہو کہ بائع سُود وغیرہ مصارفِ حرام میں صرف کرنے کے لئے بیچتا ہے اور مشتری شراء سے نیت کرے کہ اس امرِ حرام میں اس کی اعانت کرے تو فسادِ نیت کے باعث خود اپنے اوپر الزام شرعی لے گا شمولِ ربا کا جواب تو یہ ہے مگر یہاں محلِ نظر یہ امر ہے کہ نیلام ایک بیع ہے اور بیع بے رضائے مالک شرعاً جائز نہیں،

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! آپس میں

---

[1] درمختار کتاب البیوع فصل فی الفضولی مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۱

[2] القرآن الکریم ۶/۱۶۴

Marfat.com

لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم[1] ایک دوسرے کا مال ناحق مت کھاؤ سوائے اس کے کہ تمھارے درمیان باہمی رضامندی سے تجارت ہو۔ (ت)

پس اگر نیلام جائز صحیح شرعی خود مالک کرے یا باذن مالک ہو تو اس کے جواز میں کلام نہیں وُہ بیع فضولی ہے کہ اگر اس وقت اس کا کوئی نافذ کرنیوالا نہیں مثلاً نابالغ کا مال نصف قیمت کو نیلام ہوا کہ اسے تمام جہان میں کوئی نافذ نہیں کر سکتا جب تو وُہ بیع سرے سے باطل و بے اثر ہے اور خریداری حرام، اور اگر نافذ کرنے والا ہے مثلاً بالغ کا مال کتنی ہی کم قیمت کو نیلام ہوا تو وہ عقد اس کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر رَد کر دیا باطل ہو گیا، اور اگر جائز کر دیا نافذ ہو گیا، اور اجازت کی صورتوں میں ایک یہ بھی ہے کہ زرِ ثمن قدر مطالبہ سے زائد قرار پایا مثلاً پانسو روپے کی ڈگری میں یا ہزار کا مال پانسو دس روپے کو نیلام ہوا پانسو دائن کو گئے دس مالک کو دئے اس نے لے لئے تو یہ لینا بیع کو نافذ کر دینا ہو گا لان قبولہ تنفیذ کما نصوا علیہ (کیونکہ مالک کا قبول کرنا اس کی طرف سے نافذ کرنا متصور ہوتا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۹ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہ سواروں میں نوکر تھا اس نے اپنی زوجہ ہندہ کے مہر میں بحالتِ صحت مکان اور اپنی اسامی دے دی اور دستاویز میں دونوں چیزوں کا ذکر لکھ کر داخل خارج کرا دیا بعد ایک عرصہ کے زید کا انتقال ہو گیا، زوجہ نے مکان عمرو کے ہاتھ فروخت کیا اب خالد جس کا زید پر کچھ قرض آتا تھا اس مکان کو مملوکِ زید قرار دے کر اپنا قرضہ اس سے وصول کرایا چاہتا ہے کہ زید نے اُسے لکھ دیا تھا اگر میں ادا نہ کروں میری جائداد سے وصول کر لے، آیا یہ اقرار شرعاً روا اور وہ دستاویز جس میں مکان کے ساتھ اسامی کا بھی ذکر ہے شرعاً صحیح اور یہ مکان بوجہ عقد زید مملوک ہندہ پھر بسبب عقدِ ہندہ مملوکِ عمرو ہو گیا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں بیشک وُہ مکان بوجہ عقدِ زید مملوک ہندہ پھر بسبب بیع ہندہ مملوکِ عمرو ہو گیا، اب سوائے عمرو کسی کا اس میں کچھ حق نہیں، نہ کوئی قرضخواہِ زید اس سے اپنا قرضہ وصول کر سکتا ہے، محلِ تأمل و امر تنقیح طلب یہاں اس قدر کہ زید نے عقدہ واحدہ میں عین یعنی مکان اور حق مجرد یعنی اسامی میں جمع کیا حالانکہ حقوقِ مجردہ صالح تملیک و معاوضہ نہیں، کلیہ فقہ ہے کہ جب عقد اہل سے محل میں بسلامت ارکان واقع ہو تو اس کے عدمِ بطلان میں کوئی شُبہ نہیں اور اپنے ثمرات کو اگرچہ

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۸

Marfat.com

بعد القبض بالیقین مثمر ہوگا مگر وقت نظر حاکم کہ وہ عقد جو درمیان زید و زوجۂ زید واقع ہوا عام ازیں کہ صلح عن المہر ٹھہرے خواہ ہندہ یا زید کی طرف سے ہبہ اور ہبہ ہو تو بالعوض خواہ بشرط العوض، اور یہ اختلاف سہ اختلاف لفظ عاقدین سے ناشی ہوگا، بہر تقدیر امر مذکور نفس مکان کے تملک پھر ہندہ کی صحتِ بیع میں ہرگز مخل نہیں کہ اگر صورتِ اخیرہ یعنی ہبہ بشرط العوض تو وہ تو ابتداء ہبہ ہے اور اسی کے احکام اس پر جاری، اگرچہ انتہاء بد ستیاری معاوضہ جانب بیع منقلب ہو جائے، اور ہبہ میں اگر شئے صالح التملیک وغیر صالح یکجا کی جائیں تو اس کا فساد اسی پر مقتصر رہتا اور اس قدر میں ہبہ قطعاً صحیح ہوجاتا ہے۔

فی الاشباہ والنظائر من قاعدۃ اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام قال ومنہا الھبۃ وھی لاتبطل بالشرط الفاسد فلایتعدی الی الجائز[1] اھ۔

الاشباہ والنظائر میں ایک قاعدہ مذکور ہے کہ جب حلال وحرام مجتمع ہوں تو حرام غالب ہوگا، فرمایا کہ اسی میں سے ہبہ بھی ہے اور وہ شرط فاسد سے باطل نہیں ہوتا لہذا جائز کی طرف متعدی نہیں ہوگا اھ (ت)

اور صُوَرِ باقیہ میں اگرچہ یہ عقد لباس ہبہ یا صلح میں ہو مگر معنیً بیع وشراء ہے زید بائع ہندہ مشتریہ مکان واسامی مبیع، مہر ثمن،

امافی الھبۃ بالعوض فظاھر واما فی الصلح فکما فی العلمگیریۃ عن المحیط اذا وقع الصلح عن دین فحکمہ حکم الثمن فی البیع وان وقع علی عین فحکمہ حکم البیع فمایصلح ثمنا فی البیع اومبیعا یصلح بدلا فی الصلح ومالا لا[2]۔

لیکن ہبہ بالعوض میں تو یہ ظاہر ہے اور صلح میں اس لئے جیسا کہ عالمگیریہ میں بحوالہ محیط آیا ہے کہ اگر صلح دین پر واقع ہو تو اس کا حکم وہی ہے جو بیع میں ثمن کا ہے اور اگر صلح عین پر واقع ہو تو اس کا حکم وہی ہے جو بیع میں مبیع کا ہے، چنانچہ جو چیز بیع میں ثمن یا مبیع بن سکتی ہے وہ صلح میں بدل بھی بن سکتی ہے اور جو بیع میں ثمن یا مبیع نہیں بن سکتی وہ بدل صلح بھی نہیں بن سکتی۔ (ت)

اب یہ کلام مسئلہ اعتیاض عن الوظائف کے طرف منجر ہوگا وہاں ہرچند علماء کو اختلاف ہے

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الثانیۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۴۹
[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الصلح نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۲۳۱

Marfat.com

اور یہ مبحث معرکۃ الآراء ہے مگر مرضی و مختار جماہیر فحول و نحاریر عدول صحت و قبول ہے اور وہی ہنگام اعتبار و ملاحظہ نظائر ان شاء اللہ تعالٰی اظہر، اگرچہ دوسرا پلّہ بھی بہت ثقیل و گراں ہے،

فی الدر المختار من الاشباہ المذھب عدم اعتبار العرف الخاص لکن افتی کثیر باعتبارہ وعلیہ فیفتی بجواز النزول من الوظائف بمال[1] الخ قال العلامۃ السید احمد الطحطاوی فی حاشیتہ وقد تعارف ذٰلک الفقہاء عرفا قدیما رضیہ العلماء والحکام الی ان قال عن ابی السعود عن السید احمد الحموی من بعض الفضلاء عن العلامۃ بدر الدین العینی ان النزول عن الوظائف صحیح قیاسا علٰی ترک المرأۃ قسمھا لصاحبتھا لان کل منھما مجرد اسقاط[2] الخ۔

درمختار میں بحوالہ اشباہ مذکور ہے کہ مذہب کہ عرف خاص کے عدم اعتبار کا ہے لیکن کثیر علمائے نے اس کے اعتبار کرنے کا فتوٰی دیا، اسی بنیاد پر مال کے بدلے وظائف سے دستبرداری کے جواز کا فتوٰی دیا گیا الخ علامہ سیّد احمد طحطاوی نے اپنے حاشیہ میں کہا کہ فقہائے اس کو عرف قدیم سمجھا اور علماء و حکام نے اس کو پسند کیا یہاں تک کہ علامہ طحطاوی نے کہا کہ ابوسعود نے بعض فضلاء کا قول بحوالہ علامہ بدرالدین عینی، سید احمد حموی سے نقل کیا کہ وظائف سے دستبرداری صحیح ہے قیاس کرتے ہوئے عورت کے اپنی باری اپنی سوکن کے لئے چھوڑ دینے پر، کیونکہ ان دونوں میں سے ہر ایک محض اسقاط ہے الخ (ت)

علامہ سیّد احمد حموی غمز عیون البصائر میں علامہ نور الدین علی مقدسی سے بعض فروع مبسوط سرخسی پر اس مسئلہ کا اعتبار اور صحت کا استظہار نقل کرکے فرماتے ہیں:

فلیحفظ فانہ نفیس جدا[3] (اس کو یاد رکھنا چاہیے کیونکہ یہ بہت عمدہ ہے۔ ت)

خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی ردالمحتار میں کلام علامہ بیری شارح اشباہ سے اس کی تائید نقل اور حقوق موصی لہ بالخدمہ و قصاص و نکاح و رق کا حقوق شفعہ و قسم زوجہ و خیار مخیرہ فی النکاح سے بدیں وجہ کہ صور اولٰی میں حق اصالۃً ثابت ہے تو ان سے اعتیاض جائز

---

[1] درمختار کتاب البیوع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۴
[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب البیوع دارالمعرفۃ بیروت ۳/۹
[3] غمز عیون البصائر القاعدۃ الاولٰی ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۱۳۹

Marfat.com

بخلاف اخیرہ کے کہ وہاں ثبوت حق صرف بربنائے ضرر ہے جب صاحبِ حق اعتیاض پر راضی ہوا معلوم ہوا مستضرر نہ تھا راسًا حق باطل ہوا یہ عوض کیسا فرق بیان کرکے فرماتے ہیں:

ولایخفی ان صاحب الوظیفة ثبت لـه الحق فیه بتقریر القاضی علی وجه الاصالة لاعلی رفع الضرر (بینقل الی ما قال) و ان کان الاظهر فیها ما قلنا[1]۔

اور مخفی نہ رہے کہ بیشک صاحبِ وظیفہ کے لئے حق قاضی کی تقریر سے بطور اصل ثابت ہوا نہ کہ رفع ضرر کے طور پر (نقل کرتے ہوئے یہاں تک کہا) اگرچہ اس میں زیادہ ظاہر وہی ہے جو ہم نے کہا۔ (ت)

اس تقدیر پر تو وہ شبہہ کہ صفقۂ واحدہ میں صالح وغیر صالح کو جمع کیا راسًا مقلوع اور اگر مذہب آخر اختیار کیجئے تاہم فقیہ پر روشن کہ من شیئ یصح ضمنًا ولا یصح قصدا (بہت سی اشیاء ضمنًا صحیح ہوتی ہیں اور قصدًا صحیح نہیں ہوتیں۔ ت) آخر مرور وشرب وتعلی بھی تو حقوق مجردہ ہیں مگر بہ تبعیات رقبات طریق ونہر وعلوان کی بیع بالاتفاق جائز، یہاں بھی اسامی بیچنا صرف اس حق مجرد کے بیع نہیں بلکہ اس کے ساتھ اسپ ولباس بھی ہے کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) پھر استقلال و تمحض کہاں جو بطلان مقطوع ہو معہذا اگر ایک مذہب پر بیع اسامی مطلقًا باطل ہی مانی جائے، تاہم اس قدر تو یقینی کہ یہ بطلان مختلف فیہ ہے۔ پس صرف اتنا ثابت ہوگا کہ زید نے صفقۂ واحدہ میں ایک شئے صالح البیع بالاتفاق اور شئے دوسری مختلف الصلاحیۃ کو ضم کیا اور ایسی صورت میں قائلین بالبطلان کے نزدیک اگرچہ اس مضمون کی بیع باطل، مگر اس کا فساد مضموم الیہ تک ساری نہیں ہوتا اس کی بیع بالاتفاق صحیح رہتی ہے، خلاصہ یہ کہ مانعین کے نزدیک بھی حل وظیفہ مثل اوقاف ہے نہ کہ مانند حرومیۃ کہ اس کے بطلان سے بیع مکان بھی فاسد ٹھہرے،

فی الدرالمختار وقید واسرایة الفساد فی باب البیع الفاسد بالفاسد القوی المجمع علیه فیسری لجمع بین حر وعبد بخلاف الضعیف المختلف فیقتصر علی محله ولایتعداه کجمع بین عبد ومدبر[2] الخ وفی الشامیة

درمختار میں ہے کہ فقہاء نے بیع فاسد کے باب میں سرایت فساد کو فساد قوی متفق علیہ کے ساتھ مقید کیا تو وہ فساد تمام عقد میں سرایت کریگا جیسے آزاد اور غلام کو عقدِ واحد میں جمع کرنا بخلاف فساد ضعیف اختلافی کے کہ وہ اپنے محل پر بند رہتا ہے اور اس سے

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع مطلب فی النزول عن الوظائف داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۵
[2] الدرالمختار کتاب الاجارہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۶۷

Marfat.com

الفساد غیر قوی لعدم الاتفاق علیہ فلا یسری[1]

تجاوز نہیں کرتا جیسے غلام اور مدبر کو عقد واحد میں جمع کرنا الخ اور شامی میں ہے کہ یہ فساد غیر قوی ہے کیونکہ اس پر اتفاق نہیں لہذا یہ سرایت نہیں کریگا۔ (ت)

اور بالفرض اگر اس سے بھی تنزل کیجئے اگرچہ یہ تنزل کے قابل نہیں لیکن تاہم غایت یہ ہے کہ اس سے بیع مکان میں فساد لازم آئے گا، نہ بطلان کہ وجہِ فساد مسئلہ حرمیۃ میں قبول غیر صالح سے مشروط ہونا ہے اور بیع شروط فاسدہ سے فاسد ہو جاتی ہے نہ کہ باطل،

اقول وان کانت تعبیرات العلماء فی ذٰلك لم ترد علی نسق واحد فمنهم وهم بالفساد ومنهم من عبر بالبطلان والفساد هو المراد لانهما لفظان متعاوران یرد کل واحد منهما مشرب صاحبه کما لا یخفی علی الناظر فی کلمات القوم وقال القهستانی فی بیان الباطل کثیرا ما یطلق الفاسد علیه وبالعکس[2] اھ ومن اقوی الدلیل علی ذٰلك کلام الامام الهمام فقیه النفس فخر الدین خان القاضی اذ قال فی الخانیة البیع انواع باطل وفاسد وموقوف ولازم ومکروه[3] ثم عقد فصلا فی البیع الباطل

میں کہتا ہوں کہ اگرچہ اس میں علماء کی تعبیریں ایک طرز پر واقع نہیں ہوئیں، ان میں سے بعض نے اس کو فساد قرار دیا اور بعض نے بطلان سے تعبیر کیا جس سے مراد فساد ہی ہے کیونکہ ان دونوں لفظوں یعنی فساد و بطلان میں سے ہر ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتا رہتا ہے جیسا کہ کلمات قوم کو مدنظر رکھنے والے پر مخفی نہیں، اور قہستانی نے باطل کے بیان میں کہا کہ بسا اوقات اس پر فاسد کا اطلاق ہوتا ہے اور اسی طرح اس کے برعکس بھی یعنی فاسد پر باطل کا اطلاق ہوتا ہے اھ، اس پر قوی ترین دلیل امام ہمام فقیہ النفس فخر الدین خان قاضی کا کلام ہے کیونکہ انھوں نے فتاوی خانیہ میں فرمایا بیع کی کئی قسمیں ہیں باطل، فاسد، موقوف، لازم اور مکروہ۔ پھر بیع باطل کے بارے میں فصل قائم کی اور اس میں بیع باطل کے

---

[1] ردالمحتار کتاب الاجارہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۵

[2] جامع الرموز کتاب البیوع فصل البیع الفاسد مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۳/۳۳

[3] فتاوٰی قاضی خان کتاب البیع نولکشور لکھنؤ ۲/۳۳۵

Marfat.com

وذکر مسائلہ ثم قال باب البیع الفاسد المفسد للبیع انواع وھذا الباب یشتمل علی فصول، الفصل الاول فی فساد البیع لجہالۃ احد البدلین وفیہ الجمع بین الموجود والمعدوم والجمع بین المال وغیر المال اھ[1] فھذا کما تری نص صریح لایقبل صرفا و لا تاویلا قلت وبہ اوضح عمدۃ المذھب امامنا المجتہد سیدنا محمد فی المحیط و المبسوط وغیرہ فی غیرھما کما فی جامع الرموز والکفایۃ وعلیہ یدور کلام الامام برھان الدین المرغینانی فی الھدایۃ والعلامۃ المحقق علی الاطلاق فی الفتح والفاضل زین الدین المصری فی الاشباہ والسید احمد الحموی فی غمز العیون والعلامۃ نوح افندی والفاضل سید احمد الطحطاوی وغیرھم رحمۃ اللہ تعالٰی علیھم اجمعین فعلیہ المعول وبہ الاعتماد کما حققتہ فی فتاوی الملقبۃ بالعطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ خلافا لما فھم العلامۃ ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ الغزی من وقوع لفظ البطلان فی

مسائل کو ذکر کیا۔ بعد ازاں بیع فاسد کا باب قائم کرکے فرمایا کہ مفسداتِ بیع متعدد قسموں کے ہیں اور یہ باب کئی فصلوں پر مشتمل ہے، پہلی قسم بدلین میں سے کسی ایک کی جہالت کی وجہ سے فسادِ بیع کے بارے میں ہے اور اس میں معدوم و موجود کو اور مال و غیر مال کو عقد واحد میں جمع کرنا داخل ہے الخ تو یہ جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے صریح نص ہے جو مجاز و تاویل کو قبول نہیں کرتی، میں کہتا ہوں اور اسی کو واضح فرمایا ہے عمدۃ المذہب امام مجتہد ہمارے سردار امام محمد نے محیط اور مبسوط میں، اور دیگر ائمہ نے دوسری کتابوں میں، جیسا کہ جامع الرموز اور کفایہ میں ہے، اور اسی پر دائر ہے امام برہان الدین مرغینانی کا کلام ہدایہ میں، امام علامہ محقق علی الاطلاق کا کلام فتح میں، فاضل زین الدین مصری کا کلام الاشباہ میں، سید احمد حموی کا کلام غمز العیون میں، اور اسی پر دائر ہے علامہ نوح آفندی اور فاضل سید احمد طحطاوی وغیرہ ائمہ کا کلام، اللہ تعالٰی ان تمام پر رحمت نازل فرمائے، پس اسی پر بھروسہ اور اعتماد ہے، جیسا کہ اس کی تحقیق میں نے "العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ" کے لقب سے ملقب فتاوٰی میں کر دی ہے، برخلاف اس کے جو بعض کلماتِ قوم میں لفظ بطلان کے واقع ہونے سے علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ غزی

---

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب البیع نولکشور لکھنؤ ۲/۳۳۵

Marfat.com

بعض کلمات القوم او استظهرہ سیدی محمد امین الدین افندی امرا بالتامل فلا محید الا الی المقام بعد ما اتضح و تحقق ومن اراد فعلی ایراد الدلیل۔

نے سمجھا یا تامل کا حکم دے کر سیدی محمد امین الدین آفندی نے احتیاط برتی، چنانچہ وضاحت و ثبوت کے بعد مقامِ تحقیق کی طرف رجوع کئے بغیر چارہ نہیں اور جو اس کے خلاف کا ارادہ کرے اس کے ذمے دلیل پیش کرنا ہے (ت)

اور مبیع بالبیع الفاسد بعد القبض مملوک ہوجاتی ہے کما فی عامۃ الکتب (جیسا کہ عام کتابوں میں ہے۔ ت) ہاں حق مشتری میں اس کی خباثت رہتی ہے لہذا تفاسخ واجب، مگر اس کی بیع کے بعد مشتری ثانی کے لئے وہ بھی نہیں رہتی۔

فی الدر المختار بخلاف بیع الفاسد فانہ لایطیب لہ لفساد عقدہ ویطیب للمشتری منہ لصحۃ عقدہ[1]۔

درمختار میں ہے بخلاف بیع فاسد کے کہ اس میں مشتری کو حلال نہیں اس عقد کے فساد کے سبب سے اور جس نے اس سے خریدا اسے حلال ہے بسبب اس کی صحتِ عقد کے (ت)

پس بہرحال اب یہ مکان بالیقین مملوکِ عمرو ہے، زید یا زوجۂ زید یا قرضخواہانِ زید کا اس میں کچھ حق نہیں، نہ قرضۂ زید اس سے کوئی وصول کرسکتا ہے ھذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (یونہی تحقیق چاہیے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے۔ اور اللہ سبحٰنہ وتعالٰی خوب جاننے والا ہے اور اس کا علم اتم واحکم ہے۔ ت)

مسئلہ ۳۰ ازکیپ لال کرتی مرسلہ شیخ کریم بخش صاحب ۸ رمضان ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے مکان میں ایک درخت فالسہ کا تھا اور بکر کے ہاتھ فروخت کئے ہُوئے ایک مہینہ گزر گیا، بعدہٗ زید کے مکان میں آگ لگ گئی۔ درخت مذکور جل گیا، قیمت اس کی بکر کو واپس دینا چاہیئے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

بعد استفسار واضح ہوا کہ گھنڈساریوں کے ہاتھ فالسہ کی ٹہنیاں بیچی جاتی ہیں وُہ انھیں کاٹ

---

[1] درمختار کتاب البیوع البیع الفاسد مجتبائی دہلی ۲/ ۲۹

Marfat.com

لیتے ہیں اور پیڑ بدستور قائم رہتا ہے، یہ بیع بھی انھیں ٹہنیوں کی تھی اور مشتری ہنوز کاٹنے نہ پایا تھا کہ مکان میں آگ لگ گئی، پیڑ جل گیا، اس صورت میں قطع نظر اس سے کہ صرف ٹہنیوں کی بیع جائز و صحیح ہونے میں بہت نزاع طویل ہے،

وانما حکم من حکم بالجواز مستندا الی التعامل اوان کان موضع القطع معلوما بالعرف کما فصلہ فی الدر وحواشیہ[1]

اور جس نے جواز کا حکم کیا اس نے تعامل کی بنیاد پر جواز کا حکم کیا یا اس بنیاد پر کہ از روئے عرف کاٹنے کی جگہ معلوم ہو جیسا کہ در اور اس کے حواشی میں اس کی تفصیل ہے (ت)

جب شے مبیع قبل قبضۂ مشتری دست بائع میں ہلاک ہوگئی بیع جاتی رہی اور جو قیمت لی تھی وہ واپس دینی واجب،

فی ردالمحتار عن الفتح والدر المنتقی لوھلك المبیع بفعل البائع او بفعل المبیع اوبامر سماوی بطل البیع ویرجع بالثمن لومقبوضا[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

ردالمحتار میں بحوالہ فتح اور درمنتقی ہے کہ اگر فعل مبیع یا فعل بائع یا کسی امر سماوی سے مبیع (بائع کے ہاتھ میں) ہلاک ہوجائے تو بیع باطل ہوجائے گی اور ثمنوں پر اگر بائع قبضہ کرچکا ہے تو لوٹائے جائیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۱ از شہر کہنہ ۲ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنا مکان مسکونہ بعوض دین مہر زوجہ کے ساتھ بیع کردیا اور رجسٹری وغیرہ کی تکمیل کرادی، بعدہٗ باجازت عورت تاحیات یعنی سوا برس اس مکان میں رہتا رہا پس بسبب رہنے زید کے اس مکان میں تکمیل بیعنامہ جائز ہے یا نہیں؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔

الجواب

بیع مذکور تام و کامل ہے اور زید کا رہنا بے اجازت عورت ہوتا تاہم اصلا تمامی بیع میں خلل نہ لاتا،

---

[1] درمختار کتاب البیوع باب البیع الفاسد مجتبائی دہلی ۲/۲۴

[2] ردالمحتار کتاب البیوع داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۴۲

Marfat.com

فان غایته الغصب والبیع اذا تم افاد الملك والملك بالغصب لایزول علی ان الغصب لایتحقق فی العقار والبیع لیس کالھبۃ حتی یشترط فیه القبض والتخلیة وھذا ظاھر جدا، واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

کیونکہ غایت اسکی غصب اور بیع جب تام ہوجائے تو مفید ملک ہوتی ہے اور غصب سے ملک زائل نہیں ہوتی، علاوہ ازیں غصب غیر منقولہ اشیاء میں متحقق نہیں ہوتا اور بیع ہبہ کی مثل نہیں حتی کہ اس میں قبضہ اور فارغ کرنا شرط قرار دیا جاتا اور یہ خوب ظاہر ہے۔ واللہ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۲ مرسلہ ابوالاثیم محمد ابراہیم بریلی خواجہ قطب ۱۱ المحرم ۱۳۲۳ھ یوم دوشنبہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے انتقال کیا ۲ دو بھتیجے حقیقی اور ایک دختر چھوڑی اور بڑا بھتیجا اُس لڑکی کا شوہر ہے، لیکن باہم زوجین میں ایک مدت سے نااتفاقی ہے حتی کہ نان ونفقہ تک نہیں دیتے۔ زید نے اپنی حیات میں اپنی کل جائداد دو ہزار روپیہ میں اپنی دختر کے ہاتھ بیع کردی لیکن قیمتِ جائداد تخمیناً چھ ہزار روپے ہے اور بیعنامہ بھی قانونی کردیا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ روپیہ مشتریہ نے بائع کو کچھ نہیں دیا وہ کہاں سے دیتی اس کا نان ونفقہ بھی باپ کے ذمہ تھا، ایک مرتبہ زید نے کسی موقع پر اپنے چھوٹے بھتیجے سے کہا کہ تیری حق تلفی مجھ سے ہوگئی تیرے بڑے بھائی کی وجہ سے وہ میری زندگی میں تو اپنی زوجہ (یعنی میری لڑکی) کو کچھ دیتے نہیں ہیں بعد میرے مرنے کے کیا دیں گے، اس کے جواب میں بھتیجے نے یہ کہا کہ آپ میری حق تلفی کیوں کرتے ہیں، اس کے جواب میں زید نے یہ کہا کہ جو کچھ ہونا تھا ہوگیا، پس صورتِ مذکورہ میں اس جائداد و بیع کا کیا حکم ہے؟ آیا دونوں بھتیجوں کو بھی شرعی حصہ پہنچتا ہے یا نہیں؟ بینوا مع الدلیل والبرھان توجروا عند الحنان المنان (دلیل وبرہان کے ساتھ بیان کرو احسان ومہربانی فرمانے والے سے اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

یہ بیع صحیح وتام ونافذ ہوگئی جبکہ زید کی حالت صحت میں تھی،

کما ذکر لی السائل بلسانه وذلك لانه عقد صدر عن اھله فی محله فلا مرد له۔

جیسا کہ سائل نے مجھے زبانی بتایا اور یہ حکم اس لئے ہے کہ یہ ایک ایسا عقد ہے جو اہل سے صادر ہو کر محل میں واقع ہوا تو اس میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ (ت)

Marfat.com

ادائے ثمن شرائط صحت یا نفاذ بیع سے نہیں ولہذا اگر بائع بعد تمامی عقد زرِ ثمن تمام وکمال معاف کردے معاف ہوجائیگا اور بیع میں کوئی خلل نہ آئے گا کما نص علیہ فی فتاوٰی الامام قاضی خان وبینہ فی رد المحتار وحققناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ فتاوٰی امام قاضی خان میں اس پر نص کی گئی اور ردالمحتار میں اس کو بیان کیا اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق کی۔ ت) یہاں اگر معافی ثابت ہو فبہا، اور اگر زید نے وصول پالینے کا اقرار کیا جب بھی مشتریہ پر ثمن کا دعوٰی اسے نہ رہا لان المرء مواخذ باقرارہ (کیونکہ شخص اپنے اقرار سے پکڑا جاتا ہے۔ ت) اور یہ قرائن کہ وہ کہاں سے دیتی اس کا نفقہ بھی تو باپ کے ذمہ تھا بینہ ابراء کے مقابل مسموع نہ ہوتا تو ظاہر اقرار وصول کے سامنے بھی قابلِ التفات نہیں،

لان المال غادورائح وقد یکون لبعض الناس لاسیما النساء مال خفی قل مایطلع علیہ الاٰخرون وعسٰی ان یکون لہا من حلی جہازہا و امتعۃ ما یفی بذٰلک۔

کیونکہ مال آنے جانے والی چیز ہے اور کبھی بعض لوگوں خصوصاً عورتوں کے پاس کچھ پوشیدہ مال ہوتا ہے جس پر دوسرے لوگ بہت کم مطلع ہوتے ہیں، شاید اس عورت کے پاس جہیز کا کوئی زیور یا سامان ہو جس سے وہ ادائیگی کرتی ہو۔ (ت)

اور جب خود زید کا دعوٰی نہ سُنا جاتا تو ورثا کہ خلافۃً اسی طرف سے مدعی ہوں گے ان کا دعوٰی کیونکر مقبول ہوسکتا ہے زید کا ایک بھتیجے سے کہنا کہ مجھ سے تیری حق تلفی ہوگئی صحت بیع کا منافی نہیں بلکہ موکد ہے کہ اگر بیع صحیح نہ ہوتی تو حق تلفی کیونکر ہوتی باقی براہِ دیانت حق تلفی حکم قضا میں صحت بیع پر اثر نہیں ڈالتی بیع صحیح ہوگئی، بھتیجوں کا جائداد میں کچھ حق نہ رہا، ہاں ثمن کا دعوٰی ممکن ہے اگر زید نے معاف یا وصول پالینے کا اقرار نہ کیا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۳ از پیگا مسئولہ مولوی حاجی نذیر احمد صاحب ۲۴ ذی القعدہ ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے نصف اراضی زمینداری عمرو کی جس میں اس کی سیر وخود کاشت کی کچھ زراعت تیار شدہ کچھ تخم ریزی شدہ بھی تھی بایں شرط خرید کی کہ جو اراضی عمرو کی کاشت میں ہے وہ بھی نصف کاشت سے چھوڑ دینا ہوگی، عمرو نے اس شرط کو قبول کرلیا تھا اور اس اراضی کی اس پیداوار موجودہ اور مزروعہ کا وقت بیع کے کچھ تذکرہ اور تصفیہ نہ ہوا تھا کہ آیا کل عمرو کا ہوگا یا نصف زید کا بھی؟ اب زید نصف پیداوار بھی اس اراضی کی جو عمرو نے کاشت کرائی تھی طلب کرتا ہے کہ میرا تو عمرو کی ہر چیز میں نصف ٹھہرا ہے، عمرو کہتا ہے

Marfat.com

میں نے اراضی زمینداری اور حقوق زمینداری بیع کئے ہیں نہ حقوق کاشتکاری، پس حق زمینداری اس اراضی زراعت تیار شدہ اور مزروعہ کا چوتھائی حصہ ہے اس کا نصف لے لو جیسی کہ مخلوق میں اسامیان سے جو نصفی یا چوتھائی یا بچرو وغیرہ پر کاشت کرتے ہیں حصہ لیا جاتا ہے اسی طرح سے ورنہ تمھاری ہر چیز کے اعتبار سے تو میں اثاث البیت وغیرہ بھی دے کر نہ چھوڑوں گا۔ لہذا استفسار ہے کہ فریقین میں سے زید حق پر ہے یا عمرو؟ زید کا مطالبہ کرنا کیسا ہے اور عمرو کا نہ دینا کیسا؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

زراعت تیار شدہ تمام وکمال ملکِ عمرو ہے بلکہ اگر وقت بیع تک صرف اسی قدر اُگی ہوتی جسے جانور اپنے لبوں کے ذریعہ سے زمین سے لے سکے جب بھی اس پر زید کا دعوٰی بالاتفاق باطل تھا۔ ہاں اگر بیٹا بالکل باہر نہ آتا جسے جانور چر سکے نری رنگت ہی رنگت زمین پر ظاہر ہوئی ہوتی ایسی حالت میں زمین بیچی جاتی تو ایک قول پر نصف زراعت بھی ملکِ زید قرار پاتی تجنیس میں اسی کو صواب اور شرح المجمع و درمختار میں اصح بتایا اور دوسرے قول پر اب بھی وہ تمام وکمال ملکِ عمرو رہتی فتح القدیر میں اسی کو اوجہ اور سراج الوہاج میں صحیح فرمایا، اور اکثر کا رجحان رائے قول اول کی طرف ہے اور جس قدر میں تخم ریزی ہوئی ہے اُسے دیکھا جائیگا کہ آیا ہنوز بیج تازہ پڑا ہے کہ زمین میں گل نہ گیا ہوگا تو اس صورت میں بھی بالاتفاق جو زراعت اس سے پیدا ہوگی تمام وکمال عمرو کی ہوگی اور اگر ایسے وقت بیع ہوئی کہ بیج گل چکا تھا زمین کھود کر اگر اسے نکالنا چاہتے تو کچھ نہ ملتا تو اس صورت میں بھی اختلافِ علماء ہے۔ بعض نے کہا اب نصف زراعت مشتری نصف زمین کی ہوگی، اسی کو امام فضلی وصاحبِ ذخیرہ نے اختیار فرمایا اور بعض نے فرمایا اب بھی تمام وکمال بائع کی ہے اسی کو امام ابوالليث وامام برہان الدین صاحبِ ہدایہ نے اختیار فرمایا اور اسی پر درمختار میں اعتماد کیا بلکہ امام فقیہ ابوالليث وامام برہان الدین صاحبِ ہدایہ کا مختار یہ ہے کہ مطلقاً چاروں صورتوں میں تمام وکمال زراعت بائع کی ہی ہے خواہ تھوڑی اُگی ہو یا بہت، بیج گل گیا ہو یا نہیں، اور یہی متون تنویر الابصار وغیرہ کا مفاد ہے، بالجملہ ان تمام صورتوں میں زراعت ملکِ عمرو ہے، زید کا دعوی نصف باطل ہے مگر صرف اس حالت میں کہ بیع کے وقت زمین سے کھیتی ظاہر تو ہوئی ہو اور اس قابل نہ ہو کہ جانور اپنے لب سے اُسے نکال سکے کہ اس تقدیر پر قول راجح میں آدھی زراعت مشتری نصف زمین کی ہوگی پھر جن صورتوں میں زراعت صرف عمرو کی ٹھہری زید کو اختیار ہے کہ زمین تقسیم کرا کر اپنا

Marfat.com

حصہ زراعت عمرو سے خالی کرالے اسے فوراً خالی کرنا ہوگا اگرچہ زراعت ہنوز قابلِ ورود نہ ہوئی ہو اگر برضائے زید باقی رکھی تو حسبِ دستور زید کو حقِ زمینداری یعنی جو اتنی زمین کی اس قدر مدت تک استعمال رکھنے کی لگان وغیرہ ہوتی ہے ادا کرے، درمختار میں ہے،

(لایدخل الزرع فی بیع الارض بلا تسمیة الا اذا نبت ولاقیمة له فیدخل فی الاصح شرح المجمع، ویؤمر البائع بقطع الزرع وتسلیم الارض عند وجوب تسلیمها فلو لم ینقد الثمن لم یؤمر به خانیة، وما فی الفصولین الزرع للبائع باجر مثلها محمول علی ما اذا رضی المشتری نهر اھ ملتقطا۔ واللّٰه تعالٰی اعلم[1]

زمین کی بیع میں زراعت بغیر نام لئے داخل نہیں مگر جب کھیتی اُگی ہُوئی ہو اور بے قیمت ہو تو بیع میں داخل ہوگی اصح قول کے مطابق (شرح المجمع) بائع کو حکم دیا جائیگا کہ وہ کھیتی کو اکھاڑ کر زمین مشتری کے حوالے کرے جب زمین کی تسلیم واجب ہوچکی ہو اگر مشتری نے ثمن نقد نہ دئے ہوں تو بائع کو مذکورہ بالا حکم نہیں دیا جائیگا (خانیہ)، اور فصولین میں جو آیا ہے کہ کھیتی بائع کے لئے ہے زمین کی اُجرت مثلی کے ساتھ تو وہ اس صورت پر محمول ہے کہ مشتری اس پر راضی ہو، نہر اھ ملتقطا واللّٰہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۴ – ۳۵ از ریاست جاورہ، ڈونگرپور دروازہ مرسلہ ہدایت نور خاں صاحب برادر نواب جاورہ، رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل ذیل میں:

(۱) زید وہندہ نے بروقت خواستگاری یعنی مگنی پسر خود مسمّی بکر کے ماہ ستمبر ۱۹۰۲ء میں ایک تحریر بدیں مضمون لکھی کہ پندرہ روپیہ چار آنہ ماہوار کہ بعد مایان بحصہ برخوردار بکر رسید سے بعد وفات ہمارے جو حصۂ بکر میں پہنچیں گے اور ایک منزل مکان بحدود اربعہ بعوض مبلغ پنجاہ ہزار روپیہ ازجملہ مہر ش کہ کفیل وضامن اس کے ہم ہیں مسماۃ ہاجرہ کو دیا ہم نے، اور اس پر قابض ومتصرف کردیا ہم نے، مگر اس تحریر کے ایک سال آٹھ ماہ کے بعد مئی ۱۹۰۴ء میں نکاح ہاجرہ کا بکر کے ساتھ ہوا جلسۂ نکاح میں تکمیل تحریر مسطور بالا کی نہیں ہوئی اور نہ دستخط قاضیِ وقت کے کہ جس نے نکاح پڑھایا اس پر ہوئے ہیں، نہ تاریخ یومِ نکاح ہی، نہ منظور شدہ زوج ہی، پس ایسی حالت میں اگر زوجۂ بکر

---

[1] درمختار کتاب البیوع فصل فی مالایدخل فی البیع تبعاً الخ مجتبائی دہلی ۲/۹

Marfat.com

اس تحریر کی رُو سے زید و ہندہ یا بکر پر دعوٰی کرے تو عندالشرع اس جائداد منقولہ و غیر منقولہ کے پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟ اور قبضہ بھی اس جائداد پر مسماۃ ہاجرہ کو مالکانہ نہ اصالۃً نہ وکالۃً دلایا گیا کیونکہ زید و ہندہ ۱۹۰۲ء سے ابھی تک بقیدِ حیات ہیں اور اسی جائداد منقولہ و غیر منقولہ پر خود قابض و متصرف ہیں پس ایسی حالت میں ہاجرہ شرعاً اس جائداد مذکورہ کے پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟

(۲) زید نے تنخواہ عطیہ شاہی جو کہ آئندہ آنے والی ہے اس کو بنام مسماۃ ہاجرہ بالعوض مہر بیع و ہبہ کی اور قبضہ بھی نہیں دیا تو ایسی آنے والی تنخواہ کا بیع و ہبہ ازروئے شرع شریف معتبر ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) ہاجرہ اس جائداد کا اصلاً مطالبہ نہیں کرسکتی، ظاہر ہے کہ زید و ہندہ کی طرف سے یہ تصرف مہر کے عوض ایک جائداد دینا ہے اور تملیک عین بالعوض، اگرچہ بلفظ ہبہ یا عطا ہو ابتداء و انتہاء ہر طرح بیع ہے۔

فی الدرالمختار اما لو قال وھبتك بكذا، فھو بیع ابتداءً و انتہاءً[1] | درمختار میں ہے اگر کہا میں نے تجھے اس چیز کے بدلے ہبہ کیا تو یہ ابتداءً اور انتہاءً بیع ہے (ت)

اور بیع مبادلہ مال بمال ہے کما فی الکنز والملتقی وغیرھما (جیسا کہ کنز اور ملتقی وغیرہ میں ہے۔ ت) اور مال عین ہے یا دین، اور مہر قبل از نکاح نہ عین ہے نہ دین، تو اصلاً مال ہی نہیں، تو اس کے عوض کسی شئی کا دینا محض باطل ہے،

وصار کالبیع بالدم او المیتۃ او التراب بل ادون لانھا اشیاء وان لم تکن اموالا وھذا لیس بشیئ اصلا۔ | اور یہ خون یا مردار یا مٹی کے بدلے بیع کی مثل ہوگیا بلکہ اس سے بھی کمتر کیونکہ یہ چیزیں اگرچہ مال تو نہیں مگر اشیاء تو ہیں جبکہ مہر قبل از نکاح تو شئی ہی نہیں (ت)

انعقاد سبب وجوب سے پہلے ادا باطل ہے،

فی فتح القدیر لایجوز تعجیلہ | فتح القدیر میں ہے کہ اس کی تعجیل جائز نہیں

---

[1] درمختار کتاب الھبۃ باب الرجوع فی الھبۃ مجتبائی دہلی ۲/۱۶۴

Marfat.com

لانہ یکون قبل السبب[1]

کیونکہ اس طرح سبب پر اس کا مقدم ہونا لازم آئے گا (ت)

عنایہ میں ہے:

تقدیم الحکم علی السبب لا یجوز[2]

حکم کو سبب پر مقدم کرنا جائز نہیں (ت)

علماء تصریح فرماتے ہیں کہ دین معدوم کے بدلے رہن لینا بھی جائز نہیں،

فی الهندیة الرهن بدین معدوم فلا یصح اذ حکمه ثبوت ید الاستیفاء والاستیفاء یتلوا لوجوب کذا فی الکافی[3]

ہندیہ میں ہے کہ معدوم دین کے بدلے رہن لینا صحیح نہیں کیونکہ رہن کا حکم یہ ہے کہ دین وصول کرنے کی قدرت حاصل رہے اور وصول کرنا وجوب کے بعد ہوتا ہے جیسا کہ کافی میں ہے (ت)

تو فی الحال اس کا ادا کرنا کیونکر صحیح ہوگا،

ولا یرد ما اذا بعث الی المخطوبة اشیاء مهرا لها فانها تملکها اذا تزوجت علیها وذلك لان الملك انما یثبت فیها بعد التزوج والامهار اما قبلها فلا ولذا تردها ان ابت قائمة او هالکة کما فی الدر المختار وغیرہ[4] اما ههنا فالتزوج انما وقع علی الدراهم ثم لم یکن بعد ذلك من الکفیلین تعویض وما تقدم لا یجدی کما تقدم۔

اور اس پر ان اشیاء کا اعتراض وارد نہیں ہوتا جو کسی نے اپنی منگیتر کو بطور مہر بھیجیں کیونکہ ان اشیاء پر نکاح ہونے کی صورت میں وہ عورت ان کی مالک ہوجاتی ہے ——— اور یہ اس لئے کہ یہاں ان اشیاء میں ثبوت ملک نکاح اور مہر مقرر کرنے کے بعد ہے نہ کہ اس سے پہلے، اسی لئے عورت اگر نکاح سے انکاری ہو تو ان اشیاء کو واپس کرے گی چاہے وہ اشیاء موجود ہوں یا ضائع ہوگئی ہوں جیسا کہ درّ وغیرہ میں ہے، مگر یہاں تو نکاح دراہم پر واقع ہوا پھر اس کے بعد دونوں کفیلوں کی طرف سے عوض

---

[1] فتح القدیر کتاب الزکوٰۃ فصل ولیس فی الفصلان الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۵۷
[2] العنایۃ علی ہامش فتح القدیر 〃 〃 〃 〃 〃 ۲/۱۵۷
[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الرہن الفصل الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۴۳۱
[4] درمختار کتاب النکاح باب المہر مجتبائی دہلی ۱/۲۰۳

Marfat.com

دینا بھی نہیں پایا گیا اور جو کچھ پہلے ہوچکا وہ نفع نہیں دے گا جیسا کہ پہلے گزر گیا ہے (ت)

یہ حال تو مکان کا ہے، رہے وہ پندرہ روپے چار آنے ماہوار، اس سے اگر مراد اپنی کوئی جائداد اتنی توفیر کی ہو تو اس کا حال مثل حالِ مکان ہے کہ گزرا اور اگر کوئی تنخواہ مراد ہو جو ان کو کسی نوکری کی اجرت میں ملتی ہے تو اس کا حال حالِ مکان سے بدتر ہے کہ وہ خود ہنوز معدوم ہے تو یہ بیع معدوم بالمعدوم ہوئی اور اگر وہ تنخواہ محض عطیہ حاکم بطور منصب وجاگیر ہے تو اس سے بھی بدتر حالت ہے کہ وہ خود ان کے اختیار ہی کی نہیں، بہرحال یہ معاوضہ باطل محض ہے، اور ہاجرہ کو اس کے ذریعہ سے کوئی استحقاق مطالبہ نہیں، دستاویز کہ زید و ہندہ نے لکھی اس کی پوری نقل سائل نے نہ بھیجی جس سے یہ معلوم ہوتا کہ انھوں نے مہر کی جو کفالت کی ہے وہ بھی شرعاً صحیح ہوئی یا نہیں، نہ اس سے سائل کا سوال ہے لہذا اس سے بحث کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) آئندہ تنخواہ کی بیع و ہبہ دونوں کو باطل کہ وہ معدوم ہے اور معدوم نہ بیع ہوسکتا ہے نہ ہبہ۔ تنویر الابصار میں ہے: بطل بیع المعدوم[1] (معدوم کی بیع باطل ہے۔ ت) فتاوٰی خیریہ میں ہے:

وبھذا اعلم عدم صحۃ ھبۃ ماسیتحصل من محصول القریتین بالاولٰی لان الواھب نفسہ لم یقبضہ بعد فکیف یملکہ وھذا ظاھر[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اور اس سے معلوم ہوگیا کہ دو قریوں کی آمدنی سے حاصل شدہ شیئ کا ہبہ بدرجہ اولٰی صحیح نہیں کیونکہ خود واہب نے ابھی قبضہ نہیں کیا تو وہ اس کا مالک کیسے بنا سکتا ہے اور یہ ظاہر ہے' اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے (ت)

مسئلہ ۳۶: از ریاست رامپور محلہ راجدوارہ متصل مسجد مولوی حیدر علی صاحب مرحوم مرسلہ مظہر حسین خاں ولد مولوی عبد العلی خاں صاحب مرحوم ۶ رجب ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرح متین اس باب میں کہ زید نے ایک قطعہ اراضی تعدادی چوبیس درعہ جس کا طول جنوباً شمالاً چھ درعہ وعرض شرقاً غرباً چار درعہ اراضی مکسر مملوکہ خود جس کا طول شرقاً غرباً سولہ گز وعرض جنوباً شمالاً چھ گز ہے بقیمت مبلغ نو روپیہ کے بدست عمر بیع کرکے بیعنامہ تصدیق کرادیا بوقت تحریر بیعنامہ حد شرعی میں بجائے بقیہ اراضی بائع کے صریح غلط طور پر دروازہ مکان

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب البیوع باب البیع الفاسد مجتبائی دہلی ۲/۲۳

[2] فتاوٰی خیریہ کتاب الھبۃ دار المعرفۃ بیروت ۲/۱۱۱

Marfat.com

خالد تحریر ہوگیا حالانکہ دروازۂ مکان خالد محکم وصحیح کل قطعہ مملوکہ بائع کی بھی نہیں ہوسکتی ہے کیونکہ منتہائے کل قطعہ اراضی مملوکۂ بائع تعدادی چھیانوے ۹۶ درعہ کے حد پر بھی اراضی مرور مکانات ہے دروازۂ مکان خالد بعد اراضی مرور کے ہے، اور حد شمالی میں بجائے مرور مکانات کے صریح طور پر بھی غلط پچھیت مکان خالد دروازۂ مکان ہندہ تحریر ہوگیا حالانکہ پچھیت مکان خالد بعد اراضی مرور کے اور دروازۂ مکان ہندہ بہت فاصلہ پر واقع ہے اس غلطی تحریر حدود سے جبکہ بیعنامہ میں پیمائش وعرض وطول اراضی مبیعہ کی صراحت وتعین ہے اور شرح مقام اراضی موجودہ وقت اور اقراریافتہ کے اس نوروپیہ قیمت صرف چوبیس درعہ کے ہوسکتی ہے نہ کہ چھیانوے درعہ کے اور حدود کے اعتبار سے علاوہ اراضی بائع کے راہ مرور مشترکہ محلہ داران بھی داخل مبیعہ ہوا جاتا ہے جس کی بیع شرعاً جائز نہیں ہے پس صورتِ بالا شرعاً مبیعہ وہی چوبیس درعہ اراضی قرار پائے گی یا کہ کل قطعہ چھیانوے ۹۶ درعہ اراضی مملوکہ بائع مع اراضی مرور شرقی وشمالی محلہ داران۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بیعنامے اور عرضیِ دعوٰی وجوابِ دعوٰی ملاحظہ ہوئے، اگر بیعناموں پر نظر ہو تو ان میں حدود بالاتفاق یکساں صاف صاف مکتوب ہیں، اور ان میں شرح ۶ ر گز کا کہیں ذکر نہیں، ایسی حالت میں کل زمین مذکور کہ بائع اوّل کو اس کے ماموں سے وراثۃً پہنچی مبیع سمجھی جائے گی، حدود میں اگر مکانات دیگر کے راستے بھی داخل ہوگئے ہیں مالکوں کی چارہ جوئی پر واگزاشت ہوجائیں گے بائع اس سے استدلال نہیں کرسکتا نہ بیعناموں میں مقدار مبیع ۲۴ گز اور اس کا طول ۶ گز عرض ۴ گز لکھا ہونا کچھ مفید ہوسکتا ہے جبکہ فی گز ۶ ر کی قید بیعنامہ میں کہیں نہیں۔ درمختار میں ہے:

ان باع المذروع علی انه مائة ذراع اخذ المشتری الاقل بکل الثمن او ترك واخذ الاکثر بلاخیار للبائع لان الذرع وصف لتعیبه بالتبعیض ضد القدر والوصف لایقابله شیئ من الثمن الا اذا کان مقصودا بالتناول کما افاده بقوله وان قال کل ذراع بدرهم

اگر مذروع کو اس شرط پر بیچا کہ مثلاً یہ سَو گز ہے تو مشتری اقل کو پوری قیمت سے لے یا چھوڑ دے اور اکثر کو بلاخیارِ بائع لے لے گا ذراع یعنی گز وصف ہے کیونکہ سالم نہ رکھنے پر وہ عیب قرار پاتا ہے یہ حکم قدر یعنی کیل ووزن کے برعکس ہے اور وصف کے مقابلے میں ثمن کا کوئی حصہ نہیں ہوتا مگر جبکہ وصف تناول سے مقصود ہو جیساکہ مصنف نے اپنے اس قول سے اس کو بیان فرمایا کہ اگر بائع

Marfat.com

اخذ کل ذراع بدرھم او فسخ[1] (ملتقطاً) نے یوں کہا کہ ہر گز ایک درہم کے بدلے میں ہے تو مشتری ہر گز درہم کے بدلے میں لے لے یا بیع فسخ کر دے (ملتقطاً)۔ (ت)

مگر شرع مطہر میں عقد معتبر وہ ہے جو عاقدین نے باہم زبان سے کہا کاغذ میں اس کے خلاف کچھ لکھا جائے معتبر نہ ہوگا۔ فتاوٰی خیریہ میں ہے:

العبرۃ بما تلفظ بہ الواقف لا لما کتب الکاتب[2] اعتبار اس کا ہے جو واقف نے زبان سے کہا، نہ اس کا جو کاتب نے لکھا (ت)

تو اگر گواہانِ عادل سے ثابت ہو جائے کہ عقد زبانی میں فی گز ۱۶ کی تصریح تھی اور اسی حساب سے ۲۴ گز ۹لعہ روپے کو بیع ہوئی تو اگر ۲۴ گز مبیع کی تعیین سمت بھی ہو گئی تھی جیسا کہ اب عرضی دعوٰی کے بعض بیانوں سے مستفاد ہے تو یہی ۲۴ گز جانب غربی سے بیع ہوئی باقی پر مشتری کا قبضہ باطل ہے اور اگر تعیین نہ تھی جیسا کہ بیانِ بیع میں کہ عرضی دعوٰی میں ہے اس وقت تک نہیں تو یہ بیع بوجہ جہالت فاسد ہوئی،

لان الذراع انما یحل فی المعین فھو معین لکنہ مجھول الموضع لامشاع کما فی ردالمحتار[3] اس لئے کہ ذراع تو معین میں جاری ہوتا ہے اور مذروع معین ہے لیکن مجہول الموضع ہے نہ کہ غیر معین، جیسا کہ ردالمحتار میں ہے (ت)

تنویر الابصار میں ہے:

فسد بیع عشرۃ اذرع من مائۃ ذراع من دار[4] گھر کے سو گز میں سے دس گز کی بیع فاسد ہے (ت)

ہاں اگر مجلس عقد کے اندر تعیین کر دی تھی تو بیع صحیح ہو گئی لان المجلس یجمع الکلمات (کیونکہ مجلس جامع کلمات ہوتی ہے۔ ت) اسی طرح اگر بعد مجلس اس عقد فاسد کو ترک کر کے ایک طرف سے ۲۴ گز معین بائع نے مشتری کو دیئے اور اس نے لئے تو بھی صحیح ہو گئی۔ درمختار میں ہے:

---

[1] درمختار کتاب البیوع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۷-۶
[2] فتاوٰی خیریہ کتاب الوقف دارالمعرفۃ بیروت ۱/۴۰-۱۳۹
[3] ردالمحتار کتاب البیوع داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۲-۳۱
[4] الدرالمختار شرح تنویر الابصار " مطبع مجتبائی دہلی ۲/۸

Marfat.com

وینبغی انقلابہ صحیحا لو فی المجلس ولو بعدہ فبیع بالتعاطی، نہر[1]

اور لائق ہے کہ بیع صحت کی طرف منقلب ہوجائے اگر تعیین مجلس عقد میں ہو، اور اگر تعیین مجلس کے بعد ہو تو بیع بالتعاطی ہوگی، نہر۔ (ت)

ان صورتوں میں بھی وہی ۴۲ گز معین مبیع ہوئی باقی پر مشتری کا قبضہ باطل ہے یہ سب یعنی بائع سے گواہ لینا اور ان کی گواہی پر اعتماد کرنا اس حالت میں ہے کہ بقیہ ۲۰ گز میں مشتری ثانی کے تصرفات مدت دراز سے بائع نے دیکھ کر سکوت نہ کیا ہو، اور اگر ایسا ہے جیسا مشتری ثانی کا بیان ہے کہ اسی وقت سے اس نے دالان اور کھپریل اور چبوترہ کل زمین میں بنوالیا اور بائعوں نے خود کھڑے ہو کر بنیاد وغیرہ قائم کرادی جس کو عرصہ قریب آٹھ سال کا ہوگیا تو اس صورت میں دعوٰی بائع اصلاً قابل سماعت نہ ہوگا،

لما افتی بہ العلماء قطعا للتزویر والاطماع الفاسدۃ کما فی العقود الدریۃ[2] ومعین المفتی وغیرھما۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

علماء کے اس فتوٰی کی وجہ سے جو انھوں نے دھوکہ دہی اور فاسد خواہشوں کو منقطع کرنے کے لئے دیا ہے جیسا کہ عقود الدریہ اور معین المفتی وغیرہ میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۷: از پیلی بھیت محلہ محمد شیر مسئولہ جناب قمر الدین صاحب ۱۷ صفر المظفر ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنا مال آڑھت میں دے کر دکان میں بیچنا چاہتا ہے اور اس سے روپیہ مال جمع شدہ کا پیشگی چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ جب فروخت ہوجائے گا تو اس وقت کا ہم اور تم حساب کئے لیں گے یہ روپیہ پیشگی دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر علی الحساب بطور قرض لیتا ہے تو دکاندار کی مرضی سے لے سکتا ہے اس پر جبر نہیں کرسکتا، اور اگر دکاندار سے اس مال کی قیمت لیتا اور یہ شرط کرتا کہ فروخت پر کمی بیشی کا حساب ہوجائے گا تو یہ حرام ہے، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

---

[1] الدرالمختار کتاب البیوع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۸
[2] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ کتاب الدعوٰی ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۳

Marfat.com

مسئلہ ۳۸ مسئولہ نواب وزیر احمد خان صاحب بہاری پور بریلی ۱۴ جمادی الآخر ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی شے کا بیعنامہ معمولی رواجی الفاظ کے ساتھ تحریر ہو کر آخر میں یہ فقرہ لکھ دیا جائے کہ نفاذ اس بیع نامہ کا فلاں مدت کے بعد عمل میں آئے گا مشتری کو قبضہ لینے اور داخلخارج کرنے کا مجاز بعد انقضائے مدت مذکورہ حاصل ہوگا اگر مشتری درمیان اس مدت کے قبضہ لے کر داخل خارج کرائے گا تو اس مدت کا ماحصل توفیر زرثمن کے علاوہ ادا کرنے کا مستوجب ہوگا تو درمیان دستاویز میں جو بیعت لکھ چکا ہے وہ غالب رہے گا یا آخر کا یہ فقرہ ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

دونوں جملے اپنا اپنا عمل کرینگے بعت کا یہ عمل ہوا کہ بیع ہوگئی اور اس شرط فاسد کا یہ عمل ہوا کہ بیع فاسد و حرام ہوئی ان دونوں پر واجب ہے کہ اسے فسخ کریں اگر نہ کریں گے تو حاکم شرع جبراً فسخ کرا دے گا، نہ مشتری مبیع لے سکتا ہے نہ بائع ثمن، اور اگر بائع کی رضا سے مشتری بیع پر قبضہ کرلے تو بحکم جملہ اولٰی اس کا مالک ہو جائے گا مگر بحکم جملہ ثانیہ وہ ملک خبیث ہوگی اور اب بھی اس پر واجب ہوگا کہ بیع فسخ کرے اور مبیع واپس دے، ہاں اگر مشتری بعد قبضہ برضائے مبیع کسی دوسرے کے ہاتھ بیع صحیح یا ہبہ یا دین یا وقف یا وصیت کر دے تو اگرچہ مشتری گنہگار رہو گا مگر اب وہ بیع نافذ ہو جائے گی اور اس کا فسخ نہ ہو سکے گا اور اب بھی مشتری اس سے مبیع کے ثمن کا مستحق نہ ہوگا یعنی جو معاوضہ باہم قرار پایا تھا بلکہ قیمت لے گا یعنی بازار کے بھاؤ سے وہ مال جتنے کا ہو مثلاً ایک شے ساڑھے پانچ ہزار کو خریدی اور بازار کے نرخ سے وہ چار ہزار کی ہے تو چار ہزار ہی دینا آئیں گے بائع اس سے زائد نہیں لے سکتا، یہ سب اس صورت میں ہے کہ اصل بیع اسی شرط پر ہوئی ہو اور اگر پہلے فروختم خریدم زبانی ہو لئے تھے اور اس میں یہ عدم نفاذ تا مدت مذکورہ کی شرط نہ تھی بعد کو کاغذ بیعنامہ میں لکھی گئی ہو تو اس کا کچھ اعتبار نہیں بیع صحیح و نافذ و لازم ہوگئی فوراً وقت عقد اس کا نفاذ ہو گیا اسی وقت سے مشتری کو اختیار رہو گیا کہ زرثمن جتنا باہم قرار پایا ہے دے کر مبیع پر قبضہ کرلے اگرچہ بائع کی رضا نہ ہو اور وہ شرط کہ اتنی مدت کی توفیر دینی آئے گی محض باطل و مردود و نامسموع ہے زرثمن سے زیادہ ایک کوڑی دینی نہ ہوگی۔ واللہ اعلم

مسئلہ ۳۹ از سرنیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۲ رجب ۱۳۳۱ھ

سودا خریدنے میں حجت کرکے بھاؤ بڑھانا کیسا ہے ؟

Marfat.com

الجواب

بھاؤ کے لئے حجت کرنا بہتر ہے بلکہ سنت۔ سوا اس چیز کے جو سفر حج کے لئے خریدی جائے اس میں بہتر یہ ہے کہ جو مانگے دے دے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک مکان اپنے دو لڑکوں عمرو و بکر کے نام سے بحصہ مساوی لیا اور اس کا بیعنامہ بھی انھیں دونوں کے ناموں سے ہے ان میں عمرو بالغ ہے اور بکر نابالغ، بعدازاں زید نے اسی مکان میں سے ایک ربع اپنے بھائی خالد کو اس طرح دلایا کہ عمرو سے بیعنامہ لکھا دیا تو بقیہ مکان میں عمرو و بکر کا حصہ شرعاً کس طرح رہا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

شرع میں گفتگوئے خرید و فروخت کا اعتبار ہے اس کے آگے بیعنامہ کا اعتبار نہیں، اگر زبانی خریداری لڑکوں کے نام نہ ہوئی یعنی یہ نہ کہا کہ مکان عمرو بکر کے ہاتھ بیع کردے، اس نے کہا میں نے ان کے ہاتھ بیع کیا بلکہ صرف اپنے نام زبانی خریدا یا زبانی خریدم و فروختم (میں خرید تا ہوں اور میں فروخت کرتا ہوں۔ ت) میں کسی کا نام نہ آیا تو اس صورت میں شرعاً وہ مکان زید کا ہوا، پھر زید نے جو اپنے بیٹوں کے نام بیعنامہ لکھایا یہ ان کے نام ہبہ ہوا اور ہبہ مشاع بلا تقسیم ہے لہذا عمرو بکر اس کے مالک نہ ہوئے، بیعنامہ کہ بنام خالد جانب عمرو سے ہے لغو ہے کہ غیر مالک کی طرف سے ہے مگر یہ بیع اجازتِ زید پر موقوف رہی کہ اصل مالک زید ہے جبکہ زید نے اسے جائز رکھا تو بیع نافذ ہوگئی، چہارم مکان خالد کا ہوا تین ربع بدستور زید کے ہیں، ہاں اگر اصل خریداری زبانی ہی بنام عمرو بکر ہوئی یا زبانی خریدم فروختم کے الفاظ یا ان کے معنی ادا ہی نہ کئے گئے صرف قیمت کی گفتگو ہو کر یہ ٹھہرا کہ بیعنامہ بنام عمرو بکر کردو، تو یہ بیع بنام عمرو بکر ہوئی، نابالغ کی طرف سے اس کے باپ کا قبول کافی تھا، عمرو نے بھی اسے مقبول رکھا تو اس کے نام بھی بیع تام ہوگئی اور دونوں لڑکے اس مکان کے مالک ہوگئے، اب کہ اس کا ربع عمرو نے بیع کیا وہ نصف حصہ عمرو بیع ہوا باقی مکان میں ایک ثلث عمرو کا رہا دو ثلث بکر کے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ از گھسہر ڈاکخانہ گھٹیا مرسلہ وصی علی صاحب معرفت مولوی قاسم علی صاحب طالب علم مدرسہ منظرِ اسلام ۲۸ عید الفطر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زانیہ نے زنا کے روپیہ سے کوئی چیز خریدی اب اس کا خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

Marfat.com

الجواب

جائز ہوگا اگر اس چیز پر عقد و نقد جمع نہ ہوئے ہوں ورنہ خریدنا نہ چاہئے، مثلاً اس نے وُہ حرام روپیہ مشتری کو دکھا کر کہا اس کے بدلے فلاں شَے دے دے، اس نے دے دی، اس نے وہی حرام روپیہ قیمت میں دیا تو اب وہ شَے خبیث ہے کما ھو قول الامام الکرخی المفتی بہ کما فی التنویر[1] وغیرہ (جیساکہ امام کرخی کا مفتی بہ قول ہے جیساکہ تنویر وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۲: مسئولہ محمد حسین خاں ولد امین خاں ساکن ریاست رامپور محلہ سٹن گنج
۷ جمادی الاولٰی یکشنبہ ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسمی جھاؤ سنگھ نے اپنا حصہ ۸ البسوہ ۶ بسوانسی ۱۳ کچوانسی ۶ طنوانسی ۱۳ انوانسی کسر زائد یعنی بارھواں حصہ از کل ملک معافی لاخراجی تعدادی ۱۶ البسوہ لیا ہے جس کا کہ وہ مالک و قابض تھا بالعوض مبلغ دوسو اڑسٹھ روپے کے بدست تھان سنگھ بیع قطعی کیا لیکن قبضہ تھان سنگھ کا نہ ہوا اور جھاؤ سنگھ فوت ہوگیا جھاؤ سنگھ کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء اس پر قابض رہے بعد ازاں تھان سنگھ نے خرید شدہ اراضی بالعوض مبلغ چھ سو روپے کے بدست محمد حسین خاں بیع قطعی کر دیا، آیا تھان سنگھ کا بدست محمد حسین خاں بلا قبضہ کئے ہوئے بیع کرنا شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟ اور تھان سنگھ نے مارمہ؎ بابت قیمت اراضی جھاؤ سنگھ کو دے دئے ہیں فقط۔

الجواب

جائز ہے، تنویر الابصار میں ہے:

صح بیع عقار لایخشی ھلاکہ قبل قبضہ[2] واللہ تعالٰی اعلم۔
جس مال غیر منقول کے تلف ہونے کا خطرہ نہ ہو اس کو قبضہ میں لینے سے پہلے اس کی بیع جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۳: مسئولہ شوکت علی صاحب محلہ شاہ آباد بریلی ۲۸ جمادی الاولٰی ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شے سربند بکس میں ہے جس کا وزن مثلاً

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الغصب مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۰۶
[2] ″ ″ ″ کتاب البیوع فصل فی التصرف ″ ″ ۲/۳۷

Marfat.com

چار من معین ہے زید نے خرید کی، بعد خریدنے کے جب کھولا گیا تو بھرا ہوا نہ تھا بلکہ قریب نصف کے نکلا، دیکھتے ہی فوراً بائع کو اطلاع کی کہ یہ کم نکلا یا تو بقدر مال کے قیمت کر دیا واپس لو۔ اس صورت میں بائع پر اس شئ کا پھیر لینا لازم ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جبکہ وزن معین ہے اور وہ شئے نصف نکلی تو مشتری نصف قیمت دے اس سے زیادہ کا بائع کو اختیار نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

اذا کان طعاما فی حب فاذا نصفه تبن یأخذه بنصف الثمن لان الحب دعاء یکال فیه فصار المبیع حنطة مقدرة وشمل ما اذا کان المسمی مشروطا بلفظ او بالعادة[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جب ایک گھڑا طعام خریدا اور نصف اس میں بھوسہ نکل آیا تو اب مشتری اس کو آدھی قیمت کے بدلے لے گا کیونکہ گھڑا ایک ایسا برتن ہے جس سے کیل کیا جاتا ہے چنانچہ مبیع ایک معین مقدار میں گندم ہوگی اور یہ ضابطہ ان دونوں صورتوں کو شامل ہوگا یعنی چاہے تو مسمی لفظاً مشروط ہو یا عادتاً۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۵: مرسلہ حاجی مولا بخش صاحب جفت فروش از مین پوری ۲۱ صفر ۱۳۳۵ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے فصل پر غلّہ خرید کیا اور یہ نیت کی کہ فلاں مہینہ میں میں اس کو کچھ نرخ ہو فروخت کر دوں گا تو اس صورت میں زید غلہ کی خریداری کر سکتا ہے یا نہیں اور اس کے اوپر کوئی الزام شرعی تو عائد نہیں ہوتا ہے؟

(۲) زید نے بکر کو بضرورتِ بکر کچھ روپیہ نقد مال خریدنے کو دیا کہ تم اپنی مرضی کا مال دساور سے خرید کر لاؤ اور اس مال کو ہمارے نام روانہ کر دو اور پھر ہماری دکان سے اس مال کو ایک آنہ روپیہ منافع دے کر خرید لو، اگر مال راستہ میں کل کسی وجہ سے ضائع ہو جائے تو زید ذمہ دار ہے اور اگر نقصان کچھ ہو جائیگا تو بقاعدہ دکانداری وہ نقصان اور خرچ راہ مال پر ڈال کر اور اس کے اوپر اپنا منافع لگا کر بکر کے ہاتھ فروخت کر دیا اور اگر نقصان نہ ہوا تو جو خرچ اس مال کے لانے میں بکر کا پڑ گیا وہ خرچ ہی اس مال پر ڈال دیا جائے گا تو ایسی بیع وشرا زید کو جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) ایسی تجارت جائز ہے اور ایسی نیت میں کوئی حرج نہیں اور اسے اپنے مال کا اختیار ہے

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۰

Marfat.com

دفعۃً بیچے خواہ متفرق یا اس سے قبل خواہ بعد لان الملك مطلق للتصرف مالم ینه الشرع (کیونکہ ملک تو مطلق تصرف کے لئے ہوتا ہے جب تک شرع منع نہ کرے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) معمولی خرچ جو حسبِ عادت تجار مال پر ڈالا جاتا ہے اس کے ڈالے جانے میں تو شبہہ نہیں رہا کچھ نقصان اس میں اگر عام عادت تجار مال پر ڈالنے کی ہے ڈالیں گے ورنہ نہیں۔ درمختار میں ہے:

کل ما یزید فی المبیع او فی قیمته یضم[1] درر، واعتمد العینی وغیرہ عادۃ التجار بالضم ولا یضم ما یؤخذ فی الطریق من الظلم الا اذا جرت العادۃ بضمه ھذا ھو الاصل کما علمت فلیکن المعول علیه کما یفیدہ کلام الکمال اھ (ملتقطا)، واللہ تعالٰی اعلم۔

جو چیز مبیع میں یا اس کی قیمت میں زیادہ ہو وہ ملائی جائے گی، درر۔ اور عینی وغیرہ نے تاجروں کے ملانے کی عادت پر اعتماد کیا ہے اور نہیں ملایا جائیگا اس کو جو راستے میں ظلم سے لیا جاتا ہے مگر اس وقت ملایا جائے گا جب رواج میں اس کے ملانے کی عادت ہو یہی اصل ہے جیسا کہ تُو جان چکا ہے لہٰذا اسی پر اعتماد ہونا چاہئے جیسا کمال کا کلام اس کا فائدہ دیتا ہے اھ (ملتقطاً) واللہ تعالٰے اعلم (ت)

مسئلہ ۴۶ از لاہور مسجد سادھواں مرسلہ پیرجی عبدالغفار صاحب زید لطفہ ۲۵ صفر المظفر ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید و عمرو دو حقیقی اب وام بھائی ہیں، والدین کی حیات میں زید جو عمر میں بڑا ہے عمرو سے نسبۃً کم آمدنی رکھتا ہے اور عمرو زید سے کثیر الاولاد ہے لیکن دونوں بھائی جو کچھ کماتے ہیں والدین کے ہاتھ میں دے دیتے ہیں اور والدین اپنے اختیار سے جس طرح چاہتے ہیں خرچ کرتے ہیں، زید و عمرو کے کل اخراجات کے ان کے والدین ہی کفیل ہیں اور زید و عمرو کے اہل و عیال کا خرچ سب ان کے ماں باپ ہی اٹھاتے ہیں اور بچّوں کو جو کچھ وہ خرچ کے واسطے دیتے ہیں تو بالسویہ دیتے ہیں یعنی اگر ایک بچّے کو پانچ روپے دیں تو سب بچّوں کو پانچ ہی پانچ دیتے ہیں، اور جو کوئی جائداد خرید کی جاتی ہے تو وہ بھی والدین کے اختیار سے، وہ جس کا نام چاہیں درج کرا دیں، علاوہ ازیں زید نے بوجہ اپنی ضعیفی اور دُور اندیشی کے والدین سے روپیہ لے کر ایک جائداد خرید کی اور

---

[1] درمختار کتاب البیوع باب المرابحۃ والتولیۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۵

Marfat.com

اپنے چھوٹے بھائی عمرو کے نام درج رجسٹر کرادی لیکن عمرو نے دوسرے وقت والدین سے روپیہ لے کر اور جائداد خریدی اس کی رجسٹری اپنے اور زید کے نام کرادی اور ان سب جائدادوں کی جو آمدنی ہوئی وہ بھی والدین کے قبض و تصرف میں آتی رہی۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ دونوں بھائیوں کی تمام و کمال آمدنی والدین کے قبض و تصرف میں رہی اور اس آمدنی سے جو کچھ جائداد خرید کی گئی بعض کی رجسٹری والدین کے نام ہے اور بعض کی زید و عمرو کے نام ہے اور بعض کی صرف عمرو کے نام ہے اور جملہ آمدنی نقد بزر دو کی اور جملہ آمدنی جائداد خرید کردہ والدین کے ہاتھ میں رہی، بعد انتقال پدر مرحوم کے چھ سال اور بعد وفات مادر مشفقہ کے دو سال تک دونوں بھائی باتفاق حسب دستور زمانہ والدین خرچ کرتے رہے، اب بوجہ پیش آنے بعض امور نفسانی کے دونوں بھائی انقسام جائداد منقولہ و غیر منقولہ کا چاہتے ہیں اور سوائے ان دو بھائیوں کے اور کوئی وارث اور متخاصم نہیں ہے، ان کا آپس میں از روئے شرع شریف کیا حصہ ہوگا اور کے حصص پر کل جائداد کی تقسیم ہوگی؟ بیّنوا بالکتاب وتوجروا من ملک الوھاب (کتاب اللہ سے بیان فرمائیں اور اللہ تعالٰی بہت زیادہ عطا کرنے والے بادشاہ سے اجر پائیں۔ت)

الجواب

یہ مسئلہ بہت طویل الاذیال کثیر الاشکال معرض الاشکال ہے ہم بتوفیقہ تعالٰی اسے ایسے طور پر بیان کریں کہ تمام اشکال کا جامع اور ہر اشکال کا رافع ہو وباللہ التوفیق اس کے لئے دو بیان لکھیں:

بیان اوّل اس کی تحقیق کہ جو جائدادیں زید یا عمرو یا ان کے والدین نے خریدیں اور ان کے نام ہوئیں ان میں کون سی بیع شرعاً کس کے لئے واقع ہوئی۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) خریداری تین طرح ہوتی ہے،

اوّل بائع و طالب شرا میں زبانی گفتگو صرف فیصلہ قیمت و تصفیہ و دیگر زوائد کی ہو کر بیعنامہ لکھا جاتا ہے اس سے پہلے ایجاب و قبول بعت اشتریت فروختم خریدم یعنی یہ کہے میں نے بیچی وہ کہے میں نے خریدی اصلاً درمیان میں نہیں آتا بہت ہوتا ہے تو یہ کہ کتنے کو دو گے اس نے کہا اتنے کو، یا اس نے کہا یہ چیز تمہارے یہاں بکاؤ ہے، کہا ہے، کہا کیا قیمت ہے، کہا یہ، یا میں فلاں چیز مول لینا چاہتا ہوں کہا بہتر، کہا یہ دوں گا، کہا اچھا تو کاغذ کردو، یا اس نے کہا یہ چیز بکتی ہے تمہیں خریدنا ہو تو خرید لو، کہا لیتا ہوں، کہا تو اتنا دینا ہوگا، کہا دوں گا بیعنامہ لکھ دو۔ یہ الفاظ اور ان کے امثال ایجاب و قبول نہیں یا قرارداد ہو کر بیعنامہ دے دیا جاتا ہے وہ بھی ایجاب و قبول نہیں بلکہ اس اقرار کی توثیق کہ شرا سے باز نہ رہے ورنہ جاہل اسے ضبط کر لیتے ہیں اور یہ حرام ہے حدیث میں اس سے نہی فرمائی،

Marfat.com

مالك واحمد وابوداؤد وابن ماجة عن عبدالله بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن بیع العربان[1]

امام مالک، احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بیعانہ کی بیع سے منع فرمایا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

الایجاب والقبول عبارۃ عن کل لفظین ینبئان عن معنی التملك والتملیك ماضیین اوحالین اواحدھما ماض والاخر حال[2]

ایجاب وقبول ایسے دو لفظوں کا نام ہے جو تملک و تملیک کے معنی کی خبر دیتے ہیں چاہے دونوں ماضی ہوں یا دونوں حال ہوں یا ایک ماضی اور ایک حال ہو۔ (ت)

فتاوٰی امام بزازی و فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

قال لقصاب کم من ھذا اللحم بدرھم فقال منوین قال زن فاعطی درھما فاخذہ فھو بیع جائز ولایعید الوزن وان وزنہ فوجدہ انقص رجع بقدرہ من الدرھم لامن اللحم لان الانعقاد بقدر المبیع المعطی[3] اھ فلم یجعل قولہ کم بدرھم قال منوین قال زن بیعا بل التعاطی

کسی نے قصاب کو کہا کہ یہ گوشت ایک درہم کا کتنا ہے، اس نے کہا دو سیر۔ اس شخص نے کہا تول دے۔ پھر ایک درہم قصاب کو دیا اور اس سے گوشت لے لیا تو یہ بیع جائز ہے دوبارہ وزن کرنا ضروری نہیں، اور اگر وزن کرنے پر گوشت کو دوسیر سے کم پایا تو کمی کے برابر درہم میں سے واپس لے سکتا ہے گوشت میں سے نہیں لے سکتا کیونکہ بیع کا انعقاد اسی قدر پر ہوا جتنا اس نے دیا اھ، تو مشتری کے قول کہ ایک درہم کا کتنا

---

[1] سنن ابوداود | کتاب البیوع | آفتاب عالم پریس لاہور | ۱۳۸-۳۹/۲
سنن ابن ماجہ | ابواب التجارات باب بیع العربان | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ص ۱۵۹
مسند احمد بن حنبل | از مسند عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہما | دارالفکر بیروت | ۱۸۳/۲

[2] درمختار | کتاب البیوع | مطبع مجتبائی دہلی | ۲-۳/۲

[3] فتاوٰی ہندیۃ | کتاب البیوع باب ثانی فصل اول | نورانی کتب خانہ پشاور | ۱۰/۳

Marfat.com

ولهذا لم يكن له ان يطلب ما نقص من اللحم وفى الهندية عن التاتارخانية عن اليتيمة عن الحسن بن على انه سئل عن رجل ساوم وكيل البائع السلعة باثنين وعشرين دينارا وابى الوكيل الا بخمسة وعشرين فقال المشترى اترك لى هذه الثلثة الدنانير ورضى بذلك من غير ان يوجد منه قول وهناك شهود على انه رضى فطابت نفسه بذلك هل يكون ذلك بيعا فقال هذا القدر ليس ببيع الا ان يوجد الايجاب والقبول او مايقوم مقامهما من الفعل[1] اھ، وفيها عن المحيط عن المجرد عن ابى حنيفة رضى الله تعالٰى عنه اذا قال للحام كيف تبيع اللحم قال كل ثلثة ارطال بدرهم قال قد اخذت منك زن لى ثم بدا للحام ان لا يزن فله ذلك وان وزن فقبل قبض المشترى

گوشت ہے، جواب میں قصاب کے قول دو سیر اور پھر مشتری کے قول کہ "تول دے" کو بیع نہیں بنایا گیا بلکہ تعاطی کو بیع قرار دیا گیا اسی لئے مشتری کو یہ حق نہیں کہ اتنا گوشت طلب کرے جتنا قصاب نے اسے کم دیا، اور ہندیہ میں بحوالہ تتارخانیہ فتاوٰی یتیمہ سے منقول ہے کہ حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے بائع کے وکیل سے کسی مال کا بائیس دینار بھاؤ لگایا وکیل نے کہا میں پچیس دینار سے کم پر نہیں دوں گا، مشتری نے کہا مجھے یہ تین دینار چھوڑ دے اس پر وکیل راضی ہوگیا مگر زبان سے کچھ نہ کہا اور اس کے رضامند ہونے پر وہاں گواہ موجود تھے تو کیا بیع ہے؟ تو آپ نے جواب دیا محض اس قدر سے بیع نہیں ہوتی سوائے اس کے وہاں ایجاب وقبول یا اس کے قائم مقام کوئی فعل پایا جائے اھ اور اسی میں بحوالہ محیط مجرد سے منقول ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ کسی شخص نے قصاب کو کہا گوشت کیسے بیچتے ہو، اس نے جواب دیا تین رطل ایک درہم کا، مشتری نے کہا میں نے تجھ سے لیا میرے لئے تول دے، پھر قصاب کی رائے ہوئی کہ وہ نہ تولے تو اس کو یہ حق ہے، اور اگر اس نے تول دیا تو مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب البیوع باب ثانی فصل اول نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۶

Marfat.com

كان لكل واحد منهما الرجوع فان قبضه المشتري اوجعله البائع فی وعاء المشتری بامرہ تم البیع وعلیه درهم[1] اھ وفیها عن السراجیة قال الاٰخر بكم هذا الوقر من الحطب فقال بكذا فقال سق الحمار فساقه لم یكن بیعا الا اذا اسلم الحطب وانتقد الثمن[2] اھ

اقول ویبتنی علی اشتراط الاعطاء من الجانبین فی التعاطی والصحیح الاکتفاء لواحد نص علیه محمد کما فی النھر[3]۔

دونوں میں سے ہر ایک کو رجوع کا اختیار رہے اور اگر مشتری نے قبضہ کر لیا یا اس کے کہنے سے بائع نے اس کے برتن میں گوشت رکھ دیا تو بیع تام ہوگئی اور مشتری پر ایک درہم لازم ہو گیا اھ اور اسی میں سراجیہ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے لکڑی فروش کو کہا لکڑیوں کا یہ گٹھا کتنے کا ہے، اس نے کہا کہ اتنے کا، پھر مشتری نے کہا اپنا گدھا ہانکو، اس نے ہانک دیا، تو یہ بیع نہیں، مگر اس وقت بیع ہو جائیگی جب لکڑیاں سونپ کر ثمن وصول کرلے اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) یہ بیع تعاطی میں دونوں طرفوں پر قبضہ کرنے کے شرط ہونے پر مبنی ہے حالانکہ صحیح یہ ہے کہ فقط ایک طرف سے قبضہ کافی ہے اس پر امام محمد نے نص فرمائی جیسا کہ نہر میں ہے (ت)

ان صورتوں میں وُہ بیعنامہ ہی خود بیع ہوتا ہے اور اس کی تسلیم شرا کہ اسی میں لکھا جاتا ہے میں نے فلاں شے فلاں کے ہاتھ اتنے کو بیچی، اشباہ وہندیہ میں ہے : الكتاب كالخطاب[4] (تحریر کلام کی طرح ہے۔ ت) تو یہ بیع اسی کے ہاتھ ہوئی جس کا نام بیعنامہ میں ہے مثلاً خالد پھر اگر اسی نے بیعنامہ لکھوایا جب تو ظاہر ہے کہ بیع تام ونافذ ہے' اور اگر دوسرے نے گفتگو کرکے اس کا نام لے کر اس کی بے اجازت کے کاغذ کر دیا تو یہ شرائے فضولی ہوا اور اجازتِ خالد پر موقوف رہا اگرچہ زبانی گفتگوئے خریداری میں نام خالد اصلاً نہ آیا ہو بلکہ گفتگو کرنے والے مثلاً بکر نے خود اپنا نام ظاہر کیا ہو کہ اپنے لئے خریدنا چاہتا ہوں،

وذٰلك لان ماجری بینهما من كلام لم یكن عقدا وانما البیع بالكتاب

اور یہ اس لئے ہے کہ جو کلام ان دونوں کے درمیان جاری ہُوا وہ عقد نہیں بیع تو تحریر کے ذریعے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب البیوع باب ثانی فصل اول نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۱۰-۹
[2] " " " " " " ۳/۱۰
[3] و[4] " " " " " " ۳/۹

Marfat.com

وفیہ الاضافۃ الٰی خالد۔ ہوئی اور اس میں خالد کی طرف اضافت موجود ہے۔ (ت)

پس اگر خالد جائز کردے گا شئ مبیع کا خود مالک ہوگا اور رَد کردے گا تو بیع باطل ہوجائیگی بہرحال اس کا مالک نہ ہوگا،

لان البیع لم یکن منہ ومن کان منہ لم یقبلہ وھذا الحکم مع ظھورہ قد صرح بہ الفتاوی الاسعدیۃ وسیأتی عن الخانیۃ۔ کیونکہ بیع اس سے نہیں ہوئی، اور جس سے بیع ہوئی اس نے اس کو قبول نہیں کیا اور اس حکم کے ظاہر ہونے کے باوجود فتاوٰی اسعدیہ میں اس کی تصریح کی گئی اور عنقریب خانیہ کے حوالے سے آرہا ہے (ت)

دوم قبل تحریر بیعنامہ باہم عاقدین بین ایجاب وقبول واقع [جواب یہاں تک دستیاب ہوا]

مسئلہ ۴۷ ازشہر بریلی محلہ بازوران ۲ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے جو ایک عرصہ سے بحالتِ پریشانی کرایہ کے مکانات میں رہ کر بسر کرتا رہتا ہے حال میں اس نے ایک اراضی واسطے اپنی سکونت کے خریدکی، بوقت ابتداء تعمیر کام چند صاحبان اہل محلہ بسبب رنجش وبرائے کسی خاص فساد کے اس شخص پر بہ جبر اس کا اثر ڈالتے ہیں کہ وہ اس اراضی کی قیمت جس کا کہ وہ لوگ چندہ سے بنام مسجد اہتمام کرنا چاہتے ہیں لے کر بیع کردے پس ایسی صورت میں مالک اراضی اس کی بیع کردینے پر مجبور ہے یا نہیں؟

الجواب

بیان سائل سے واضح ہوا کہ مسجد موجود ہے اور اسے بڑھانے کی ضرورت شدیدہ نہیں، نہ اسے بڑھانے کے لئے وہ لوگ یہ زمین مانگتے ہیں بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ اسے کرایہ پر چلاکر مسجد میں اس کا کرایہ لگائیں، اگر صورتِ واقعہ یہ ہے تو مالکِ اراضی پر ہرگز لازم نہیں کہ اسے بیع کرے اور اسے مجبور کرنا ظلم ہے اور ظلم سے لیں گے تو اس کا کرایہ مسجد میں لگانا حرام ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۸ ازشہر بازار شہامت گنج مسئولہ نقش علی ۲۸ جمادی الاولٰی ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمرو کو روپے دئے اور کہا تم مال خرید لاؤ، عمرو نے خرید کر زید کو قبضہ کرادیا، بعد کو مال زید سے عمرو نے کچھ نفع دے کر خرید لیا نقد یا قرض بموجب شریعت کے،

Marfat.com

یہ حیلہ جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

جائز ہے نقد ہو خواہ قرض، اور کتنے ہی نفع پر ہو سب روا ہے۔ واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ ۴۹ از کانپور مسٹن روڈ مرسلہ شیخ محمد عمر محمد عتیق صاحبان ۹ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین زید و بکر کی شرکت میں ایک تجارت تھی بعد شرکت روپیہ اور مال تقسیم ہُوا، اپنی اپنی ملک پر قابض ہوگئے، پھر بکر نے اپنا مال بیچنا چاہا، زید نے چار یا دس روپے کم پر لینا چاہا اور بوقتِ خریداری کہہ دیا کہ اگر منظور ہو تو دو ورنہ روپیہ دے کر مال واپس لے لو، بکر نے مال دے دیا روپیہ لے لیا، آیا یہ خریداری زید کو جائز ہے یا نہیں ؟ زید کو خطاوار کہنا کیسا ہے ؟

الجواب

یہ خریداری جبکہ برضائے بائع ہو بیشک جائز ہے اگرچہ ہزار روپے کم کو خریدا ہو اسے اس وجہ سے خطاوار کہنے والا خطاوار ہے،

قال اللہ تعالٰی الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم[1] واللہ تعالٰی اعلم

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: مگر یہ کہ ہو تجارت تمہاری باہمی رضامندی سے۔ واللہ تعالٰے اعلم (ت)

مسئلہ ۵۰ مسئولہ حاجی لعل خان صاحب یکم صفر ۱۳۳۴ھ

تنقیح سوالات حسبِ بیان مسماۃ حبیبن بی بی و صبیحن بی بی دختران شیخ امیر بخش صاحب مرحوم

سوال سوم والدہ ماجدہ نے کچھ جائداد خاص اپنی رقم سے خریدی تھی اور کچھ جائداد والدہ مرحومہ کے دین مہر کے روپیہ سے، یہ دونوں جائداد والد صاحب مرحوم کی ملک قرار پائیں گی یا کہ دوسری جائداد والدہ صاحبہ کی ملک کہی جائیں گی، اگر دونوں جائداد والد صاحب کی ملک قرار پائیں تو والدہ کے سونے کے کڑے جس کی قیمت مبلغ آٹھ سو روپیہ تھی اور اس سے والد صاحب نے جائداد خرید کی وہ بذمہ والد صاحب دین واجب الادا ہے یا نہیں ؟ و نیز والدہ مرحومہ کی سونے کی بالیاں جس کی قیمت سَو روپیہ تھی اور فروخت کرکے تجارت میں شامل کر دی گئی اس کا عوض والد صاحب کے ذمہ باقی ہے یا نہیں ؟

---

[1] القرآن الکریم ۴/۲۹

Marfat.com

الجواب

مورث نے جو جائداد اپنے روپیہ سے خریدی وہ ظاہر ہے کہ اسی کی ہے اور جو دوسرے کے روپے سے خریدی وہ اگر اپنے لئے خریدی یعنی عقد بیع دوسرے کے نام نہ کرایا تو وہ بھی اسی مشتری کی ہے لان الشراء متی وجد نفاذا علی المشتری نفذ[1] (اس لئے کہ خریداری جب مشتری پر نفاذ کے طور پر پائی جائے تو نافذ ہو جاتی ہے۔ ت) پھر اس صورت میں اگر ثابت ہو کہ یہ روپیہ دوسرے نے اسے بطور تملیک دے دیا تھا تو روپیہ کا بھی مطالبہ اس پر نہ تھا ورنہ اگر باجازت تھا قرض تھا، بے اجازت تھا غصب تھا، بہر حال اس پر ضمان لازم ہے، یہ دوسرے کے روپے سے جائداد خریدنے کا حکم تھا، سائل کے لفظ یہ ہیں کہ "کچھ جائداد والدہ مرحومہ کے دین مہر کے روپیہ سے" اس کے اگر یہ معنی ہیں کہ دین مہر ادا کر دیا تھا اور بعد قبضہ زوجہ اس سے جائداد خریدی جب تو یہ وہی صورت ہے جو اوپر مذکور ہوئی اور اگر دین مہر ادا نہ کیا تھا تو اس کے روپے سے خریدنا یونہی ہوگا کہ وہ کہے کہ تیرا مہر جو کچھ مجھ پر آتا ہے اس کے عوض یہ جائداد خرید دیتا ہوں، یوں اگر خریدی تو وہ جائداد ملکِ زوجہ ہوئی، یا یوں ہوگا کہ عورت کہے میرا مہر جو تجھ پر آتا ہے اس کے عوض مجھے جائداد لے دے، اور اس نے خرید دی تو یوں بھی جائداد ملکِ زوجہ ہوگی اور قبضہ زوجہ شرط نہ ہوگا نہ اصل بائع سے عقد بیع میں زوجہ کا نام لینا ضرور ہوگا کہ خرید کر اس کے مہر کا معاوضہ کر دینا اس کی طرف سے بنام زوجہ بعوض مہر بیع ہوگی اور بیع میں قبضہ شرطِ ملک نہیں، یا یوں ہوگا کہ زوجہ نے اس سے کہا میرا مہر جو تم پر آتا ہے اس سے اپنے لئے جائداد خرید لو تو جائداد ملکِ شوہر ہوگی اور اس پر روپے کا مطالبہ بھی نہ رہا کہ وہ اجازت اقتضاءً ہبۃ الدین ممن علیہ الدین (مدیون کو دین کا اقتضاء ہبہ ہے۔ ت) تھی اور یہ جائز ہے، اور اگر نہ مہر ادا کیا تھا نہ اس قسم کا کوئی تذکرہ مابین زوجین آیا تو اسے دین مہر کے روپے سے خریدنا کیونکر کہا جا سکتا ہے، سونے کے کڑوں سے جائداد خریدنا وہی زر غیر سے شراء ہے جس کا حکم اوپر گزرا، اگر عورت کی طرف سے کوئی دلالتِ تملیک پائی گئی تو اس کا کوئی معاوضہ ذمہ شوہر نہیں ورنہ ہے، یوں ہی بالیاں کہ بیچ کر تجارت میں لگائی گئیں اگر دلالتِ تملیک پائی گئی شوہر پر عوض نہیں اور اگر تجارت میں شرکت کے لئے عورت نے دیں اور اس نے قبول کیا تو وہ شریک تجارت ہوئی ورنہ دفع متعین ہے یعنی قرض اور عوض لازم۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آجکل دکاندار عموماً ہر چیز کی قیمت بڑھا کر کہتے ہیں اور پھر اس سے کم پر بیچ ڈالتے ہیں یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ ہر ایک کا چار پیسے کی چیز کا دگنی یا تین گنی

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب البیوع ادارۃ القرآن کراچی ۱/۳۲۳
ردالمحتار کتاب البیوع باب المتفرقات داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۲۰

Marfat.com

قیمت پر فروخت کرنا جائز ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

دونوں باتیں جائز ہیں جبکہ جھوٹ نہ بولے، فریب نہ دے، مثلاً کہا یہ چیز تین یا چار پیسے کی میری خرید ہے، اور خریدی پونے چار کو تھی، یا کہا خرچ وغیرہ ملا کر مجھے سوا چار میں پڑی ہے اور پڑی تھی پونے چار کو، یا خرید وغیرہ ٹھیک بتائے مگر مال بدل دیا یہ دھوکا ہے، یہ صورتیں حرام ہیں ورنہ چیزوں کے مول لگانے میں کمی بیشی حرج نہیں رکھتی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

Marfat.com

باب البیع الفاسد والباطل

(باطل اور فاسد بیع کا بیان)

مسئلہ ۵۲ ع

الجواب

جائز ہے، قال اللہ تعالٰی واحل اللہ البیع[1] (اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: اور اللہ تعالٰی نے بیع کو حلال فرمایا۔ ت) بیع کا ناجائز وممنوع ہونا تین صورتوں میں منحصر ہے، باطل و فاسد و مکروہ تحریمی۔ بحرالرائق میں ہے:

البیع المنھی عنہ ثلثۃ باطل و فاسد و مکروہ تحریما[2] الخ اقول والمراد صورۃ البیع الحاصلۃ

جس بیع سے روکا گیا ہے وہ تین قسم پر ہے باطل، فاسد اور مکروہ تحریمی الخ۔ اقول (میں کہتا ہوں) اس بیع سے مراد بیع کی وہ صورت ہے

ع اصل میں سوال درج نہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵

[2] البحرالرائق کتاب البیوع باب البیع الفاسد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۶۸

Marfat.com

من بعت و اشتریت اعم من ان تحقق معناہ الشرعی اولاً و ذٰلك لان الباطل لیس بیعا منھیا عنه عندنا لانه لیس بیعا اصلا فکیف یکون بیعا منھیا عنه وقد تقرر ان النھی یقرر المشروعیة و به ذھبوا الٰی تقسیمھم البیع الٰی باطل وفاسد وصحیح ان لم یکن تقسیم البیع الصوری ففیه مسامحة ظاھرۃ۔

جو یہ کہنے سے حاصل ہوتی ہے کہ میں نے بیچا اور اور میں نے خریدا عام ازیں کہ بیع کا شرعی معنٰی متحقق ہو یا نہ ہو، اور یہ توجیہ اس لئے کی گئی کہ بیع باطل ہمارے نزدیک ممنوع بیع نہیں کیونکہ وہ سرے سے بیع ہی نہیں تو وہ ممنوع بیع کیسے ہوسکتی ہے، اور تحقیق سے ثابت ہوچکا ہے کہ نہی مشروعیت کو ثابت کرتی ہے اس لئے فقہائے نے بیع کو باطل، فاسد اور صحیح کی طرف تقسیم کیا اگر اس سے مراد بیع صوری کی تقسیم نہ ہو تو یہ کھلی چشم پوشی ہے (ت)

باطل وہ ہے جس کے نفس عقد یا محل میں خلل ہو خلل عقد، مثل بیع وشراء مجنون کہ اس کا قول شرعاً لاقول ہے تو اس کا بعت یا اشتریت نہ ایجاب ہوسکے نہ قبول، اور خلل محل مثل بیع بالمیتۃ کہ میتۃ مال نہیں۔ درمختار میں ہے:

کل ما اورث خللا فی رکن البیع فھو مبطل[1]

اور جو چیز بیع کے رکن میں خلل پیدا کرے وہ بیع کو باطل کرنے والی ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ھو الایجاب والقبول بان کان من مجنون اوصبی لایعقل وکان علیه ان یزید اوفی محله اعنی المبیع فان الخلل فیه مبطل بان کان المبیع میتة او دما او حرا او خمرا کما فی ط عن البدائع اھ[2] اقول الایجاب حدث لابد له من محل

وہ (رکن) ایجاب وقبول ہے بایں طور کہ مجنون کی طرف سے ہو یا ناسمجھ بچّے کی طرف سے ہو، اور ماتن پر لازم تھا کہ وہ محل یعنی مبیع میں خلل کے ذکر کا اضافہ کرتے کیونکہ مبیع میں خلل بھی مبطلِ بیع ہے بایں طور کہ مبیع مردار، خون، حر یا شراب ہو جیسا کہ ط میں بحوالہ بدائع ہے الخ اقول (میں کہتا ہوں کہ) ایجاب حدث ہے جس کے وجود کے لئے محل کا

---

[1] درمختار کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳

[2] ردالمحتار " " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۰۰

Marfat.com

كالضرب لاوجودله بدون مضروب فاذا
انعدم المحل بتطرق الخلل وجب انعدام
الركنين لانعدام مايتعلقان به الاترى
ان من قال بعتك نجوم السماء وامواج
الهواء واشعة الضياء وقال الاخر اشتريت
لم يفهم هذا ايجابا ولا قبولا فی الشرع
فكذا اقول القائل بعتك هذا الحرا واشتريت
بهذا الدم اذ الافاصل بعد انعدام
المالية والحاصل ان خلل المحل
يوجب خلل الركن فكان فيه معنی من
ذكره نعم لوذكره لكان اظهر واوضح ۔

موجود ہونا ضروری ہے جیسا کہ ضرب کا وجود مضروب
کے بغیر نہیں ہوسکتا، چنانچہ جب خلل کے پائے جانے
کی وجہ سے محل معدوم ہوجائے تو دونوں رکنوں
(ایجاب وقبول) کا معدوم ہونا واجب ہے
بسبب ان کے متعلق کے معدوم ہونے کے،
کیا نہیں دیکھتا ہے تو کہ جس شخص نے کہا میں نے
تجھ پر آسمان کے ستارے، ہوا کی موجیں اور
روشنی کی شعاعیں فروخت کیں، دوسرے نے
کہا میں نے خریدیں، تو اس کو شرعًا ایجاب وقبول
نہیں سمجھا گیا اور یونہی ہے کسی کا یہ کہنا کہ میں نے تجھ
پر یہ آزاد شخص فروخت کیا اور دوسرے کا کہنا
کہ میں نے اس کو خون کے بدلے میں خریدا کیونکہ مالیت کے منعدم ہونے اور محل کے منعدم ہونے میں کوئی
فرق نہیں، خلاصہ یہ کہ محل کا خلل لازم کرتا ہے رکن کے خلل کو، تو گویا خللِ رکن کے ذکر میں معنی کے اعتبار
سے خللِ مبیع بھی مذکور ہوا، ہاں اگر ماتن علیہ الرحمۃ اس کا ذکر کر دیتے تو زیادہ ظاہر اور زیادہ واضح ہوجاتا۔ (ت)

۱ اور فاسد وہ جس کی اصل حقیقت خلل سے خالی ہو مگر وصف یعنی ان متعلقات میں خلل ہو جو قوام
عقد میں داخل نہیں مثلاً شروطِ فاسدہ اگر رکن ومحل سالم از خلل ہوں تو بیع شرعی قطعًا متحقق، پھر اگر
وصف میں خلل ہے مثلاً مبیع مقدور التسلیم نہیں یا اجل مجہول ہے یا کوئی شرط فاسد مفسوم، اصل
یہ ہے کہ بیع شرع میں مبادلہ مال بمال کا نام ہے ایجاب وقبول اس کے رُکن اور مال متقوم محل اور اجل و
قدرت تسلیم وشرط وغیرہا اوصاف اور انتقال ملکِ حکم واثر ہے بیع اپنے وجود شرعی میں صرف رکن ومحل
کا محتاج ہے کہ بے ان کے اس کے (تحقق کی کوئی صورت نہیں)۔

جو خلل کہ ان میں ہوگا مبطل بیع قرار پائے گا جس کے معنٰی یہ ہوں گے کہ عندالشرع راسًا بیع ہی
نہیں خلل رکن مثل بیع ؎

؎ یہاں تک جواب دستیاب ہوا۔

Marfat.com

مسئلہ ۵۳ از تعلقہ پٹن ضلع اورنگ آباد علاقہ حیدر آباد دکن کچہری منصفی مرسلہ مولوی عبدالعزیز صاحب ۲۶ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سرکاری کاغذ ممہور ہوتے ہیں مہر میں اس کی قیمت بھی لکھی ہوتی ہے اور یہاں سرکاری قاعدہ یہ ہے کہ دعوٰی جب تک اسی کاغذ پر نہ لکھا جائے ہرگز مسموع نہیں ہوتا، اور بعد مسموع ہونے یہ ضرور نہیں کہ فیصلہ مدعی کے حسبِ دلخواہ ہو اس کاغذ میں سرکار کی منفعت ہے آٹھ روپے کا دعوٰی ہو تو ۸؍ کا کاغذ ممہور لیا جاتا ہے عـــہ؍ تک عصہ۔ عـــہ؍ تک عا؍۔ للعـــہ؍ تک للعہ۔ ماصہ تک ہے۔ وعلٰی ہذا القیاس، اور اس ممہور کے فروخت کرنے کے واسطے سرکار کی جانب سے جو شخص معین ہوتا ہے وہی فروخت کرسکتا ہے غیر کو مجال نہیں اور اس کے بائع کو ہر سو روپے میں پانچ روپیہ نفع ملتا ہے اس کاغذ ممہور کی بیع اور تجارت کا طریقہ شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

نسأل اللّٰہ ھدایۃ الحق والصواب اللھم اغفر (ہم اللہ تعالٰی سے حق اور درستگی کی ہدایت مانگتے ہیں اے اللہ! مغفرت فرما۔ ت) یہ تجارت اکثر صورتوں میں خالی از خباثت نہیں، اللہ عزوجل نے جوازِ تجارت کے لئے تراضی باہمی شرط فرمائی،

قال تعالٰی عزمن قائل یایھا الذین اٰمنوا لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم[1]

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! نہ کھاؤ اپنے مال آپس میں ناحق طور پر مگر یہ کہ کوئی سودا ہو تمھارے آپس کی رضامندی سے۔

حدیث میں جناب سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایحل مال امرئ مسلم الا بطیب نفسہ[2]۔ رواہ الدار قطنی عن انس بن مالک رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔

کسی مسلمان کا مال حلال نہیں مگر اس کے جی کی خوشی سے۔ (اسے دار قطنی نے انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

دوسری حدیث میں ہے حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایحل لمسلم ان یأخذ عصا اخیہ

مسلمان کو حلال نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی کی

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۹

[2] سنن الدار قطنی کتاب البیوع حدیث ۹۱ نشر السنہ ملتان ۳/ ۲۶

Marfat.com

بغیر طیب نفس منہ قال ذٰلك لشدۃ ما حرم اللہ من مال المسلم علی المسلم[1] رواہ ابن حبان فی صحیحہ عن ابی حمید الساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

چھڑی بے اس کی مرضی کے لے لے اور یہ اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالٰی نے مسلمان کا مال مسلمان پر سخت حرام کیا ہے (اسے ابن حبان نے اپنی صحیح میں ابو حمید ساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

ظاہر ہے کہ آدمی نالش اپنے استخراجِ حق کے لئے کرتا ہے جبکہ خود اس کی تحصیل پر قادر نہیں ہوتا اور کوئی شخص اپنے دل کی خوشی سے نہ چاہے گا کہ میرا حق جو غیر کے پاس ہے بے صرف کئے میسر نہ ہو بلکہ جب اسے اپنا حق جانے گا قطعاً مفت ہی ہاتھ آنا چاہے گا، ہاں اگر دیکھے گا کہ یوں نہیں مل سکتا ناچار بحکم من ابتلی ببلیتین اختار اھونھما[2] (جو شخص دو مصیبتوں میں مبتلا ہو وہ ان میں سے کمتر کو اختیار کرے۔ ت) صرف وخرچ گوارا کرلے گا کہ سارا دھن جاتا دیکھے تو آدھا دیجئے بانٹ، یہ معنی اگرچہ منافیِ اختیار نہیں کہ کسی نے اس پر اپنا حق لینے کا جبر نہ کیا تھا اسے اختیار تھا کہ بالکل خاموش رہتا تو یہ صرف نہ پڑتا مگر مفسد رضا بیشک ہے اگر بے اس کے وصول ممکن جانتا ہرگز خرچ اختیار نہ کرتا مثلاً عمرو نے زید کا سو روپے کا مال دبالیا اور کہتا ہے دس روپے دے تو واپس کروں، زید اس کی زبردستی اور اپنا عجز جان کر دس دے آیا اور مال چھڑالیا، یہ روپے اگرچہ فی الواقع زید نے باختیارِ خود دئے مگر عمرو کے لئے حلال نہ ہوجائیں گے کہ ہرگز برضائے خود نہ دئے، اختیار و رضا میں زمین و آسمان کا فرق ہے، اور عقود بیع وشراء و ہبہ وامثالہا صرف بے اختیاری ہی سے فاسد نہیں ہوتے بلکہ عدمِ رضا بھی ان کے افساد کو بس ہے،

کما مر فی قولہ تعالٰی عن تراض منکم[3] وفی الحدیث الا بطیب نفسہ[4]

جیسا کہ اللہ تعالٰی کے اس ارشاد میں گزرا کہ کسی کا مال مت کھاؤ سوائے اس کے کہ تمہارے درمیان باہمی رضامندی سے سودا ہو۔ اور حدیث میں گزرا کہ کسی مومن کی دلی خوشی کے بغیر اس کا مال لینا حلال نہیں (ت)

---

[1] الترغیب والترہیب بحوالہ ابن حبان حدیث ۹ مصطفی البابی مصر ۳/ ۱۷
[2] الاشباہ والنظائر الفن الاول بیان احکام من ابتلی ببلیتین ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۲۳
[3] القرآن الکریم ۴/ ۲۹
[4] الترغیب والترہیب بحوالہ ابن حبان حدیث ۹ مصطفی البابی مصر ۳/ ۱۷

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے :

نفی الرضٰی اعم من افساد الاختیار و الرضٰی بازاء الکراھۃ والاختیار بازاء الجبر ففی الاکراہ بحبس اوضرب لاشک فی وجود الکراھۃ وعدم الرضٰی وان تحقق الاختیار الصحیح اذ فسادہ انما ھو بالتخویف باتلاف النفس او العضو[1]

رضا کی نفی، فسادِ اختیار سے عام ہے اور رضا کراہت کے مقابلے میں جبکہ اختیار جبر کے مقابلے میں آتا ہے، چنانچہ قید اور مار کے ذریعے اکراہ کی صورت میں کراہت و عدمِ رضا کے پائے جانے میں کوئی شک نہیں اگرچہ اختیار صحیح متحقق ہے کیونکہ فسادِ اختیار جان سے مار دینے یا عضو کے ضائع کر دینے کی دھمکی سے حاصل ہوتا ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے :

الاکراہ الملجئ وغیر الملجئ یعدمان الرضاء والرضاء شرط لصحۃ ھذہ العقود وکذا لصحۃ الاقرار فلذا صار لہ حق الفسخ والامضاء[2]

اکراہ ملجی وغیر ملجی یعنی اکراہ تام و ناقص رضا کو ختم کر دیتے ہیں حالانکہ ان عقود کی صحت کے لئے رضا شرط ہے اور اسی طرح صحتِ اقرار کے لئے بھی رضا شرط ہے، اسی لئے اس کو فسخ کرنے اور جاری رکھنے کا حق حاصل ہوا ہے۔ (ت)

بعینہٖ یہی حال خریداری کاغذ مذکور کا ہے کوئی شخص بلا وجہ اپنا ایک پیسہ ضائع جانا گوارا نہیں کرتا مال کا سولھواں حصہ تو بہت ہوتا ہے مگر جب رئیس کا حکم ہے کہ بے اس کے کوئی نالش نہ سُنی جائے تو آدمی یا تو اپنے حقوق و املاک سے یکدست ہاتھ دھو بیٹھے یہ ممکن نہیں کہ ظالم لوگ ناخداترس جس کے اس عزم پر آگاہ ہو جائیں اس کے تن کے کپڑے تک اتار کر بس نہ کریں کہ آخر یہ بخوف مصرف نالش تو کرے گا ہی نہیں پھر ڈر کا ہے کا۔ رہی عاقبت، وہ کس نے دیکھی ہے خدا کا سامنا جب ہوگا ہوگا، آج تو اپنی چلتی گئی نہ کریں، یہ ان کا حال ہے جو خدا کا سامنا ہونے پر ایمان لاتے ہیں اور جو اس پر اعتقاد ہی نہیں رکھتے ان کا کیا کہنا، وہ تو پُورے بے غم ہیں یا بحالتِ قدرت بطورِ خود جبراً اپنے حقوق واپس کرلے تو الٹی ان کی طرف سے نالش ہو اور حاکم کے نزدیک یہ خود مجرم ٹھہرے معہذا

---

[1] ردالمحتار | کتاب الاکراہ | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۵/ ۸۰

[2] درمختار | " | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/ ۱۹۵

Marfat.com

جو ابدہی نہ کرے تو وہی ظلم بے تحاشہ اور کرے تو اب کیا اس قسم کے صرف نہ ہوں گے پھر بھی ہماں آش درکاسہ غرض دُنیا میں سب راہیں بند ہیں سوا اس کے کہ ریاست سے مدد لے اور ریاست علانیہ حکم دے چکی کہ ہماری امداد اسی شرط پر موقوف ہے ورنہ زنہار دارالقضاء کے دروازے تک بار نہ ہوگا ناچار خریداری کاغذ مذکور گوارا کرے گا مگر یہ گوارش اسی طرح کی ہے کہ دل نہیں چاہتا بس چلے تو حق یہی ہے کہ اپنا حق بے کوڑی خرچ ہاتھ لگے مگر مجبوری کو کیا کیجئے، تو ثابت ہُوا کہ یہ خریداری ہرگز بطیب خاطر نہیں ہوتی اور جو روپیہ اس کے بدلے نذر فروشندگان ہوتا ہے زنہار رضائے قلب سے نہیں دیا جاتا تو بحکم قرآن وحدیث اسے مال حلال وطیب نہیں کہہ سکتے، ہاں اس قدر مسلّم کہ بوجہ مرورِ زمان وعموم ابتلاء بہت لوگوں خصوصاً مقدمہ بازوں پر اس قسم کے مصارف میں آثار کراہت غالباً ظاہر نہیں ہوتے مگر حاشا یہ طیب نفس ورضائے دلی نہیں بلکہ بات وہی ہے کہ عادت ہوگئی اور جب سب ایک حال میں ہیں تو مرگ انبوہ جشنے دارد (اجتماع کی موت میں اپنی موت جشن رکھتی ہے۔ ت) آخر اور رقموں میں نہ دیکھئے جن میں اپنے کسی نفع کی توقع نہیں ہوتی اور رؤسا وسلاطین اموال ومزارع پر باندھ دیتے ہیں اوّل اوّل چند روز ایک عام واویلا رہتا ہے پھر کچھ نہیں کہ آخر دنیا اول دنیا پھر اظہار کراہت بے معنی جب زیادہ زمانہ گزرا چلئے وہ رفتہ رفتہ ایک امور عادیہ میں داخل ہوگیا مگر دل کی خواہش ہرگز اس کی مساعد نہیں ہوجاتی اس کا سہل سا ایک امتحان یہ ہے کہ مثلاً اس کاغذ ہی کے نسبت ریاست کا حکم ہوجائے کہ ضروری نہیں سادے پر بھی دعوٰی سن لیں گے پھر دیکھئے کتنے خریدنے جاتے ہیں، حاشا وکلّا کوئی پاس بھی نہ پھٹکے گا کہ بلاوجہ اپنا خرچ کسے بھاتا ہے تو قطعاً عدم رضا دائمی ابدی ہے اور یہ شراء بالکل شرائے مکروہ کی حالت میں ہے وبعد اللتیا واللتی (اور بحث وتمحیص کے بعد۔ ت) عدمِ رضا وفقدان طیب نفس میں کلام نہیں اور اسی قدر انعدام حلت میں کافی علماء فرماتے ہیں اگر بادشاہِ وقت بھاؤ کاٹ دے مثلاً لوگ روپیہ کے پندرہ سیر گیہوں بیچتے ہیں حاکم حکم کرے کہ بیس سیر سے کم نہ بیچیں ورنہ سزا پائیں گے اس صورت میں مشتری کے لئے یہ بھاؤ حلال نہ ہوگا کہ اگرچہ حاکم نے بائع کو بیع پر جبر نہ کیا کہ اصلاً نہ بیچے تو اپنے مال کا مالک ہے مگر یہ حکم تو کردیا ہے کہ بیچے تو اسی بھاؤ بیچے اور اس کی مخالفت میں حاکم کی طرف سے اندیشہ ہے تو اس نرخ پر اس کی رضا متحقق نہ ہُوئی اور مسلمان کا مال بے مرضی لینا حلال نہیں۔ درمختار میں ہے:

اذا سعر وخاف البائع ضرب الامام لو نقص لا یحل

اگر حاکم نرخ مقرر کردے اور بائع کو ضربِ حاکم کا ڈر ہے اگر وہ اس نرخ میں کمی کرے تو

Marfat.com

للمشتری[1]

شرح نقایہ میں ہے:

لوسعر فباع للخوف لم یحل للمشتری لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایحل مال امری مسلم الا بطیب نفس منہ[2]

ایسی صورت میں مشتری کے لئے حلال نہیں۔ (ت)

اگر حاکم نے نرخ مقرر کر دیا اور بائع نے اس کے خوف سے فروخت کیا تو مشتری کے لئے حلال نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کسی مسلمان کا مال اس کی دلی خوشی کے بغیر لینا حلال نہیں۔ (ت)

اسی طرح اگرچہ رئیس نے نالش پر مجبور نہ کیا نہ کرے تو اپنے ترک حق کا مختار ہے مگر حکم دیا ہے کہ کرے تو کاغذ ضرور ہی دے اور اسی مقدار کا دے اور اس کی مخالفت میں تلف حق کا اندیشہ ہی نہیں بلکہ یقین کامل ہے تو اس شراء پر بھی رضا متحقق نہ ہوئی، فرق اس قدر ہے کہ حکم حاکم نہ ہوتا تو گیہوں والا گیہوں خود بھی بیچتا اگرچہ زیادہ کو، اور یہاں حکم نہ ہوتا تو نالش والا یہ کاغذ کوڑی کو بھی نہ پوچھتا کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت)

بالجملہ فقیر غفر اللہ لہ جہاں تک نظر کرتا ہے اس تجارت کے مطلقاً حلال وطیب ہونے کی راہ نہیں پاتا۔ ہاں بعض صورتیں ایسی بھی ہیں جن میں مشتری بخوشی خود خریدیں مثلاً[1] فروشندہ سے دوسرے نے قدرے نفع دے کر بیچنے کو مول لے لیا جیسے اونچے بزازوں سے گٹھری والے کپڑا لیتے ہیں، یا نالش[2] جس بات پر کرتا ہے وہ ایسی نہ تھی جس سے درگزر کرنی کچھ اس پر شاق ہوتی صرف ایذائے مخالف یا انتقام کے لئے نالش چاہتا ہے یہ بھی صورت حاجت کی نہ ہوئی، یا دائن[3] کو یہ کاغذ درکار تھا مدیون سے کہا میرے قرض میں لادے وہ لے آیا یہ خریداری بھی برضائے خود ہوئی کہ اس پر کاغذ دے کر قرض اتارنا لازم نہ تھا، یا آپنے[4] کسی بزرگ کو نالش کی حاجت ہوئی چھوٹے نے خوشنودی کے لئے اپنے پاس سے کاغذ خرید کر لگایا، خواہ[5] کسی عزیز یا دوست یا محتاج[6] کے کام میں صرف کیا کہ یہ سب حالتیں خریدار کی ضرورت کی نہیں ایسی صورت میں بیشک بیع صحیح وجائز اور زرثمن فروشندہ کے لئے حلال وطیب۔ اور صرف یہ بات کہ دمڑی کا کاغذ سو روپے کو کیونکر

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۸

[2] جامع الرموز کتاب الکراہیۃ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۳/۳۲۲

Marfat.com

جائے، بعد ثبوت تراضی مؤثر نہیں، ہر شخص اپنے مال کا مختار ہے جتنے کو چاہے بیچے، امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

لو باع کاغذۃ بالف یجوز ولا یکرہ[1] — اگر کسی نے کاغذ کا ٹکڑا ۱ ہزار کے بدلے فروخت کیا تو یہ جائز ہے مکروہ نہیں ہے (ت)

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ مسئلہ تجارت نوٹ میں اسے واضح کرچکا و باللہ التوفیق مگر ان صورتوں کا وقوع نادر ہے، انھیں پر قانع ہوکر تجارت نہ چل سکے گی، اور اگر کوئی قناعت کرے اور جب تک تحقیق نہ ہو کہ انھیں صورتوں سے کوئی صورت ہے ہرگز نہ دے اس کے لئے بیشک جواز کا بھی حکم ہوسکتا ہے، البتہ ایک صورت عدم اکراہ کی کثیر الوقوع ہے یعنی جھوٹی نالش کے لئے خریدنا کہ یہ لوگ مظلوم نہیں خود ظالم ہیں تو انھیں شراء پر کیا مجبوری ان کے ہاتھ بیچنے میں اگرچہ عدم حلت کی وہ وجہ نہ ہوئی، مگر اور وجوہِ معصیت پیدا ہوں گی کہ دو حال سے خالی نہیں، یا تو بائع کو معلوم ہوگا کہ مشتری ظالم ہے اور خاص نالش ناحق کے لئے خریدتا ہے یا بے دلیل و علم ٹھہرالے گا کہ اس مشتری کا ایسا ارادہ ہے بر تقدیر ثانی سُوء ظن میں گرفتار ہوا اور بدگمانی حرام قطعی، پھر تراشیدہ خیال معصیت تاًل کی بناء پر کیونکر مال مسلم کا استحلال کرسکتا ہے، بر تقدیر اول جبکہ یہ جانتا تھا کہ وہ نالش دروغ کے لئے کاغذ لیتا ہے تو اسے اس کے ہاتھ بیچنا معصیت پر اعانت کرنا ہوا جس طرح اہل فتنہ کے ہاتھ ہتھیار اور معصیت پر اعانت خود ممنوع و معصیت،

قال عزوجل ولا تعاونوا علی الاثم و العدوان[2] — آپس میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو گناہ اور حد سے بڑھنے پر۔

واللہ الھادی ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔ — اور اللہ تعالٰی ہی ہدایت دینے والا ہے یہ وہ ہے جو میرے پاس ہے اور حق کا علم میرے پروردگار کے پاس ہے، اور اللہ سبحانہ وتعالٰی خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۵۴: از کلکتہ فوجداری بالاخانہ نمبر ۳۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں کلکتہ میں مصنوعی یعنی میل کا گھی بکتا ہے باوجود علم

---

[1] فتح القدیر — کتاب الکفالۃ — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۳۲۴

[2] القرآن الکریم ۵/ ۲

Marfat.com

ایسا گھی تجارت کے لئے خرید کر بیچنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر یہ مصنوع جعلی گھی وہاں عام طور پر بکتا ہے کہ ہر شخص اس کے جعل ہونے پر مطلع ہے اور باوجود اطلاع خریدتا ہے تو بشرطیکہ خریدار اسی بلد کا ہو، نہ غریب الوطن تازہ وارد ناواقف، اور گھی میں اس قدر میل سے جتنا وہاں عام طور پر لوگوں کے ذہن میں ہے اپنی طرف سے اور زائد نہ کیا جائے نہ کسی طرح اس کا جعلی ہونا چھپایا جائے۔ خلاصہ یہ کہ جب خریداروں پر اس کی حالت مکشوف ہو اور فریب و مغالطہ راہ نہ پائے تو اس کی تجارت جائز ہے آخر گھی بیچنا بھی جائز اور جو چیز اس میں ملائی گئی اس کا بیچنا بھی، اور عدم جواز صرف بوجہ غش و فریب تھا، جب حال ظاہر ہے غش نہ ہوا اور جواز رہا جیسے بازاری دُودھ کہ سب جانتے ہیں کہ اس میں پانی ہے اور باوصف علم خریدتے ہیں یہ اس صورت میں ہے جبکہ بائع وقتِ بیع اصلی حالت خریدار پر ظاہر نہ کردے، اور اگر خود بتا دے تو ظاہر الروایت و مذہبِ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ میں مطلقاً جائز ہے خواہ کتنا ہی میل ہو اگرچہ خریدار غریب الوطن ہو کہ بعد بیان فریب نہ رہا۔ درمختار میں ہے:

لاباس ببیع المغشوش اذا بین غشہ اوکان ظاھرا یری وکذا قال ابوحنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی حنطۃ خلط فیھا الشعیر والشعیر یری لاباس ببیعہ و ان طحنہ لایبیع وقال الثانی فی رجل معہ فضۃ نحاس لایبیعھا حتی یبین[1]

ملاوٹ والی چیز کو فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں جب اس کی ملاوٹ کو بیان کردے یا ملاوٹ ایسی ظاہر ہو کہ دکھائی دیتی ہو اور یونہی فرمایا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایسی گندم کے بارے میں جس میں جَو ملے ہوئے ہوں اس طور پر کہ جو نظر آتے ہوں تو ایسی گندم کی بیع میں کوئی مضائقہ نہیں، اور اگر اس مخلوط گندم کو پیس لیا تو مت بیچئے اور امام ابویوسف نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جس کے پاس تانبا ملی چاندی ہے کہ وُہ اسے بتائے بغیر نہ بیچے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ وان طحنہ لایبیع ای

ماتن کا یہ فرمانا کہ جب اس نے مخلوط گندم کو پیس لیا

---

[1] درمختار باب المتفرقات مطبع مجتبائی دہلی ۵۲/۲

Marfat.com

الا ان یبین لانہ لایری[1] | تو مت بیچے، اس کا مطلب یہ ہے کہ بیان کے بغیر نہ بیچے کیونکہ اب اس میں ملاوٹ دکھائی نہیں دیتی۔ (ت)

بالجملہ مدار کار ظہور امر پر ہے خواہ خود ظاہر ہو جیسے گیہوں میں جو، چنوں میں کسایا بجہت عرف و اشتہار مشتری پر واضح ہو جیسے دُودھ کا معمولی پانی خواہ یہ خود حالت واقعی تمام وکمال بیان کرے، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۵۵   ۸ رشوال ۱۳۰۸ھ   از للکن

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید جو زمانہ دراز سے بعارضہ آتشک سخت علیل ہے اپنی زمینداری غیر منقسمہ کو صرف حق تلفی زوجہ منکوحہ ذی مہر او رورثاء ذوی الفروض مثل دختر اپنی کے بدست اپنے لڑکے نابالغ کے کہ جو عورت بازاری غیر نکاحی کے بطن سے ہے بیع شرعی کرکے زرِ ثمن اس کا ہبہ کردیا (بایں عبارت کہ بعد ایجاب وقبول زرِ ثمن حقیت مبیعہ کا بحق مشتری ہبہ کردیا) ظاہر کرتا ہے تو درحالیکہ مشتری نابالغ ہے تو ہبہ کردینا زرِ ثمن کا بحق مشتری عندالشرع قابلِ تقسیم ہے یا نہیں؟ اور یہ بیع شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہ بیع شرعاً محض باطل و ناجائز ہے، وہ لڑکا جبکہ زنا سے ہے تو شرعاً نہ وُہ زید کا بیٹا نہ زید اس کا باپ،

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم | رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:
الولد للفراش وللعاھر الحجر[2] | اولاد خاوند کے لئے ہے اور زانی کے لئے پتھر ہیں۔ (ت)

تو زید اس پر اصلاً ولایت مالیہ نہیں رکھتا بلکہ محض اجنبی ہے ولایت مالیہ تو باپ دادا اور قاضی شرع اور ان کے اوصیائے کے سوا ماں بھائی چچا کو بھی نہیں ہوتی نہ کہ ایسا شخص جس سے کچھ علاقہ نہیں۔ تنویر الابصار میں ہے:

ولیہ ابوہ ثم وصیہ ثم جدہ ثم وصیہ ثم القاضی او | نابالغ کا ولی اس کا باپ ہے پھر باپ کا وصی پھر اس کا دادا پھر دادا کا وصی پھر قاضی یا

---

[1] رد المحتار   باب المتفرقات   داراحیاء التراث العربی بیروت   ۴/ ۲۲۱
[2] صحیح البخاری   کتاب البیوع   باب تفسیر المشبہات   قدیمی کتب خانہ کراچی   ۱/ ۲۷۶

Marfat.com

وصیہ دون الام او وصیہا[1] (ملتقطاً)۔ اس کا وصی، نہ کہ ماں یا اس کا وصی (ملتقطا)۔ (ت)

اولاً زید کو اس نابالغ کے لئے جائداد اپنے نفس سے خواہ کسی غیر سے اپنے روپے خواہ نابالغ کے روپیہ سے کسی طرح خریدنے کا اصلاً اختیار نہ تھا کہ یہ اختیار ولی مال کے سوا کسی کو نہیں، درمختار میں ہے:

ام واخ لا یملکان بیع العقار مطلقا ولا شراء غیر طعام وکسوۃ[2]۔ نابالغ کی ماں اور اس کا بھائی نابالغ کی غیر منقولہ جائداد کو کسی طرح فروخت کرنے کا اختیار نہیں رکھتے اور نہ ہی انھیں طعام ولباس کے سوا کچھ خریدنے کا اختیار ہے۔ (ت)

ثانیاً وہ اس خریداری میں فضولی ہے لعدم ولایۃ ولا وصایۃ (ولایت اور وصی ہونے کی بنا پر۔ ت) اور وہ اس بیع میں طرفین ایجاب وقبول دونوں کا خود ہی متولی ہوا ایسی صورت میں جب یہ شخص کسی طرف سے فضولی ہو عقد باطل محض ہوتا ہے، درمختار میں ہے:

لا یتوقف الایجاب علی قبول غائب عن المجلس فی سائر العقود من نکاح وبیع وغیرھما بل یبطل الایجاب ولا تلحقہ الاجازۃ اتفاقا[3]۔ ایجاب مجلس سے غائب شخص کے قبول پر موقوف نہیں ہوتا تمام عقود میں جیسے نکاح اور بیع وغیرہ بلکہ وُہ ایجاب باطل ہوجاتا ہے اور بالاتفاق اس کو اجازت لاحق نہیں ہوتی۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فاذا اوجب الحاضر وھو فضولی من جانب او من الجانبین لا یتوقف علی قبول الغائب بل یبطل وان قبل العاقد الحاضر بان یتکلم بکلامین کما یأتی[4]۔ جب حاضر نے ایجاب کیا درآنحالیکہ وہ فضولی ہے ایک طرف سے یا دونوں طرفوں سے تو وہ ایجاب، غائب کے قبول پر موقوف نہیں رہے گا بلکہ باطل ہوجائیگا اگرچہ عاقد حاضر نے قبول کیا ہو بایں طور کہ دونوں کلاموں (ایجاب وقبول) سے تکلم کیا ہو جیسا کہ آرہا ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الماذون مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۰۳

[2] " کتاب الوصایا " ۲/۳۳۷

[3] " کتاب النکاح " ۱/۱۹۶

[4] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۲۶

Marfat.com

پس یہ بیع محض باطل و بے اثر ہے اور جائداد بدستور ملکِ زید پر باقی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۶ ۱۵ رجب ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک درخت عمرو سے اس شرط پر خریدا کہ اس کا کٹوادینا عمرو کے ذمہ ہے، اب عمرو اس کے کٹوانے میں حجت کرتا ہے، اس صورت میں کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

درخت کو کاٹنے کے لئے بیچا جائے اس کا کاٹنا شرعاً مشتری کے ذمہ ہے کما اوضحناہ بتوفیق اللہ تعالٰی فی فتاوٰنا (جیسا کہ اللہ تعالٰی کی توفیق سے ہم اپنے فتاوٰی میں اسے واضح کرچکے ہیں۔ ت) ردالمحتار میں ہے:

فی البحر عن الظہیریۃ اشتری شجرۃ للقلع یؤمر بقلعھا[1] الخ۔

بحر میں ظہیریہ کے حوالے سے ہے کہ کسی شخص نے اکھاڑنے کے لئے درخت خریدا تو خریدار کو اسے اکھاڑنے کا حکم دیا جائے گا الخ (ت)

یہاں کہ برخلاف حکمِ شرع اس کے کٹوانے کی شرط ذمہ بائع لگائی گئی بیع فاسد ہوئی، درمختار و ردالمحتار میں ہے:

یقطعھا المشتری فی الحال (ای اذا طلب البائع تفریغ ملکہ) وان شرط ترکھا فسد البیع کشرط القطع علی البائع حاوی (وعلل فی البحر الفساد بانہ شرط لایقتضیہ العقد وھو شغل ملک الغیر[2] اھ ملتقطا۔

مشتری اس درخت کو فی الحال کاٹے یعنی جب بائع اپنی ملکیت کی فراغت کا مطالبہ کرے، اور اگر اس کو زمین میں چھوڑے رکھنے کی شرط لگائی تو بیع فاسد ہوگئی جیسا کہ کاٹنے کی ذمہ داری بائع پر عائد کرنے کی شرط لگانے سے بیع فاسد ہوجاتی ہے، حاوی۔ بحر میں فساد کی علت یُوں بیان فرمائی کہ یہ ایسی شرط ہے جس کا تقاضا عقد نہیں کرتا اور وُہ شرط ملکِ غیر کو مشغول رکھنے کی ہے اھ ملتقطاً (ت)

پس بائع و مشتری دونوں گنہگار ہوئے اور دونوں پر بحکمِ شرع واجب ہے کہ اپنے اس بیع

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع فصل فیما یدخل فی البیع تبعًا الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۸

[2] درمختار " " " " " مجتبائی دہلی ۴/ ۳۹ ، ۲/ ۹

Marfat.com

کو فسخ کریں ان میں جو کوئی نہ مانے دوسرا بے اس کی رضا مندی کے کہہ دے میں نے اس بیع کو فسخ کیا فوراً فسخ ہو جائے گی اور اگر دونوں فسخ کرنا نہ چاہیں اور حاکمِ شرع کو خبر ہو تو وہ جبراً فسخ کر دے کہ گناہ کا زائل کرنا فرض ہے۔ درمختار میں ہے:

یجب علی کل واحد منهما فسخه قبل القبض او بعده مادام المبیع بحاله اعدامالفساد لانه معصیة فیجب رفعها بحر ولذا لایشترط فیه قضاء قاض واذا اصر علی امساکه وعلم به القاضی فله فسخه جبرًا علیهما حقا للشرع، بزازیة[1] اھ ملخصًا۔

بیع فاسد کو بائع و مشتری میں سے ہر ایک پر واجب ہے چاہے مبیع پر قبضہ سے پہلے ہو یا بعد، جب تک مبیع اپنے حال پر قائم ہے، اور یہ فسخ، فساد کو ختم کرنے کے لئے ہے کیونکہ یہ معصیت ہے، لہذا اس کا رفع واجب ہے، بحر۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں قضاء قاضی کی شرط بھی نہیں اور اگر وہ اس بیع فاسد کے برقرار رکھنے پر اصرار کریں اور قاضی کو خبر ہو جائے تو وہ حق شرع کے لئے ان دونوں یعنی بائع و مشتری پر جبر کر کے فسخ کرا سکتا ہے، بزازیہ اھ تلخیص (ت)

پھر جب اس بیع کو فسخ کرلیں اور باہم رضامندی ہو تو نئے سرے سے پھر بیع صحیح بغیر اس شرط مفسد کے کرسکتے ہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۷

۴ رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے شیشی قارورہ فی سیکڑہ دس آنے کے حساب سے خرید کر بمنافع فی صدی دو آنہ سیکڑہ کے عمرو سے تعدادی آٹھ سو قارورہ کے مبلغ چھ روپے وصول پاکر قاروریاں واسطے دینے عمرو کے اپنی دکان پر لاکر رکھیں اور عمرو سے کہا کہ آپ شیشیاں اپنی لے جائیے، عمرو نے جواب دیا کہ مجھ کو اس وقت فرصت نہیں ہے بیلی بھیت سے واپس آکر لوں گا۔ جب عمرو بیلی بھیت سے واپس آیا اس وقت قاروریاں شمار کی گئیں تو منجملہ آٹھ سو قارورہ کے سو قارورہ بوجہ نازکی کے ٹوٹی نکلیں تو اب اس سو قارورہ شکستہ کی قیمت ۱۲/ زید کے ذمہ ہونا چاہئے یا عمرو کے؟ بیّنوا توجروا

الجواب

سائل مظہر کہ اس وقت بیع نہ ہوئی تھی بلکہ عمرو نے اس سے شیشیاں مانگیں اس کے پاس

[1] درمختار کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۸

Marfat.com

نہ تھیں اس نے خرید کر دینا کہا اور قیمت فیصل کر لی کہ جس بھاؤ کو خریدوں گا فی صدی دو آنے کے نفع پر تجھے دُوں گا۔ عمرو نے اسے پیشگی روپے دے دئے یہ صورت بیع کی نہ ہوئی صرف ایک وعدہ قرارداد ہُوا اور اگر ایجاب وقبول ہو بھی جاتا تاہم باطل تھی کہ شیشیاں زید کے پاس نہ تھیں اور جو چیز ہنوز اپنی مِلک ہی میں نہیں بیع سلم کے سوا اس کا بیچنا باطل ہے،

فی الدر المختار من البیع الباطل وبیع مالیس فی ملکہ لبطلان بیع المعدوم ومالہ خطر العدم لا بطریق السلم لانہ علیہ الصلٰوۃ والسلام نھی عن بیع مالیس عند الانسان ورخص فی السلم[1] اھ قال فی رد المحتار المراد بیع ماسیملکہ قبل ملکہ لہ[2]۔

درمختار میں ہے کہ بیع باطل کے قبیلہ سے ہے اس چیز کی بیع جو بائع کی مِلک میں نہ ہو کیونکہ معدوم چیز اور وُہ چیز جس کے عدم کا خطرہ ہو اس کی بیع باطل ہے مگر بطور سلم ان کی بیع باطل نہیں اس لئے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس چیز کی بیع سے منع فرمایا جو آدمی کے پاس نہ ہو اور بیع سلم میں رخصت دی الخ ردالمحتار میں فرمایا کہ اس سے مراد اس چیز کی بیع ہے جو عنقریب اس کی مِلک میں آئے گی اس کی ملک میں آنے سے قبل۔ (ت)

پس یہ شیشیاں کہ زید نے خریدیں زید ہی کی ملک تھیں جتنی ٹوٹیں اسی کی ٹوٹیں عمرو سے کچھ علاقہ نہیں، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۸

۱۹ ار رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے پھول پر انبہ خریدے اور کل روپیہ دینے کا فردا پر وعدہ کیا مگر کل کو قیمت وعدہ پر ادا نہ کی وعدہ کو فسخ کیا، بیع جائز ہے یا ناجائز؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

پھل کا پھول پر بیچنا ہی سرے سے حرام وناجائز ہے وُہ بیع بالاتفاق صحیح نہ ہوئی بائع ومشتری دونوں پر اس سے دست کشی وتوبہ لازم ہے،

فی الدر المختار باع ثمرۃ قبل الظھور لایصح

درمختار میں ہے کہ کسی نے پھل کو نمودار ہونے سے

---

[1] درمختار کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴

[2] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۰۵

Marfat.com

اتفاقاً[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔ پہلے بیچا تو بالاتفاق صحیح نہیں۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۹ مسئولہ محمد علی بخش ۹ ربیع الاول ۱۳۰۸ھ

جناب عالی! کیا فرماتے ہیں آپ اس مقدمہ میں کہ ایک جائداد بقیمت مبلغ تین ہزار روپیہ کو خرید کرتا ہوں اور یہ شرط ٹھہرتی ہے کہ جب اس کا جی چاہے اسی قیمت کو یا کچھ روپے زیادہ دے کر مجھ سے پھر خرید لیں میں بلا عذر ان کو دے دوں گا، اگر یہ جائز ہو تو حکم فرمائیے۔

الجواب

اندراج شرط مذکور الصدر بیعنامہ میں مفسد بیع ہے کیونکہ جو شروط زائد مفید بائع ہوں یا مشتری باطل کنندۂ بیع ہیں فقط محمد یعقوب علی خاں

الجواب

بیعنامہ کوئی چیز نہیں وہ گفتگو عقد کی جو زبانی عاقدین میں ہو شرعاً اس کا اعتبار ہے اگر اس میں بائع نے صرف اس قدر کہا کہ میں نے یہ چیزیں تین ہزار روپیہ کو بیچیں اور مشتری نے کہا میں نے قبول کیں، اور عقد ختم کردیا، اور دونوں نے اسے بیع صحیح شرعی لازم سمجھ تو بیع صحیح و جائز ہوگئی، مشتری جائداد اور بائع قیمت کا مالک ہوگیا پھر ختم عقد کے بعد عقد سے علاوہ[ع] باہم یہ ٹھہرالیا کہ جب تو چاہنا مجھ سے خرید لینا میں تیرے ہاتھ بیع ڈالوں گا، پھر اگر بیعنامہ میں اس وثوق سے کہ کہیں یہ اپنے وعدہ سے نہ پھر جائے یوں لکھا گیا کہ میں نے فلاں جائداد بکر کے ہاتھ بعوض سوا تین ہزار روپے کے بیع صحیح شرعی کی اور باہم یہ وعدہ قرارداد ہے کہ میں جب چاہوں اس قدر روپے کو یہ جائداد مشتری سے خرید لوں اسے میرے ہاتھ بیع میں عذر نہ ہوگا تو اس لکھے جانے سے بیع میں اصلاً حرج نہیں کہ عقد تو وہی تھا جو ان میں باہم زبانی ہوا اس میں اس شرط کا اصلاً ذکر نہ تھا بیعنامہ میں ایک سادہ تحریر ہونا عقد شرعی کو جو صحیح واقع ہوا فاسد نہیں کرسکتا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۰ از ضلع پربھنی صوبہ اورنگ آباد مرسلہ مولوی سید غلام رسول حسین صاحب وکیل ۱۶ رمضان المبارک ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مٹی کی بیع و شراء میں کہ جائز ہے یا ناجائز؟

[ع] یتعلق بہ مسئلۃ التحاق الشرط بعد العقد بالعقد وفیھا قولان مصححان ۱۲ منہ۔ عقد کے بعد شرط کو عقد کے ساتھ ملحق کرنے کا مسئلہ بھی اس سے متعلق ہے اور اس میں دو مصحح قول ہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] درمختار کتاب البیوع فصل فیما یدخل فی البیع تبعاً الخ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹

Marfat.com

درمختار کے بیع فاسد میں تحریر فرماتے ہیں،

بطل بیع مالیس بمال، المال مایمیل الیہ الطبع ویجری فیہ البذل والمنع، درر فخرج التراب ونحوہ[1] — جو چیز مال نہیں اس کی بیع باطل ہے، اور مال وہ ہے جس کی طرف طبیعت مائل ہو اور اس میں (بطور ہبہ وغیرہ) دینا اور (غیر کو اس میں تصرف سے) منع کرنا جاری ہوتا ہو (درر) چنانچہ مٹی وغیرہ اس تعریف سے خارج ہوگئی۔ (ت)

اور بعض مقام میں جیسا کہ مقام پربھنی میں مٹی کی طرف طبائع مائل ہیں اور اس میں بذل ومنع جاری ہے اور بیع وشراء بھی جاری ہے اور یوماً فیوماً اس کی قدر وقیمت زیادہ ہوتی جاتی ہے، اس صورت میں مٹی پر مال کی تعریف صادق آسکتی ہے یا نہیں اور اس کی بیع وشراء شرعاً جائز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

مٹی کہ مال وصالح بیع نہیں، وہ تراب قلیل ہے جس میں بذل ومنع نہیں جیسے ایک مٹھی خاک، ورنہ تراب کثیر خصوصاً بعد نقل بلاشبہہ مال ہے اور عموماً اس کی بیع میں تعامل بلاد، مٹی کی گاڑیاں چھتوں پر ڈالنے یا کہگل کرنے یا استنجوں کے ڈھیلوں کے لئے سب جگہ بکتی ہیں، ردالمحتار میں اسی عبارت درمختار پر لکھا:

قولہ فخرج التراب ای القلیل مادام فی محلہ والا فقد یعرض لہ بالنقل مایصیر بہ مالا معتبرا ومثلہ الماء[2] — ماتن کے اس قول کہ "مٹی تعریف مال سے خارج ہوگئی" کا مطلب یہ ہے کہ وہ مٹی قلیل ہو اور ابھی تک اپنی جگہ پر پڑی ہو ورنہ وہاں سے نقل کرلینے کے بعد وہ مال معتبر بن جاتی ہے، اور پانی بھی اسی کی مثل ہے۔ (ت)

بلکہ زمین خود مٹی ہے اور اس کی بیع قطعاً جائز، تو مناط وہی تحقق حد مال ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۱: از پیلی بھیت محلہ پنجابیاں متصل مسجد مرسلہ شیخ عبدالعزیز صاحب ۲۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مسلم تاجر لٹھہ نے ایک روز قوم ہنود تعلقہ دار کے ساتھ بایں شرائط چوب فروش کی کہ جس نمونہ اور پیمائش کی لکڑی

---

[1] درمختار کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳

[2] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۰۱

Marfat.com

بکر کو درکار ہوگی زید چرا کر اپنے مصارف باربرداری سے بذریعہ ریل یا کشتی کے زید اس مال کو بکر کے مکان پر پہنچا دے گا اور بکر نے یہ معاہدہ کیا کہ بعد پہنچ جانے اس مال کے تاریخ پہنچنے سے عرصہ تیس ۳۰ یوم میں قیمت اس لکڑی کی بشرح عہ زید کو ادا کر دیں گے اور اگر اس عرصہ میں نہ ادا کریں تو قیمت اس کی تین روپیہ کے نرخ سے دیں گے، چنانچہ زید نے حسب پیمائش فرمائش بکر کی لکڑی تیار کرکے بکر کو اطلاع دی کہ لکڑی تیار ہے حسب معاہدہ سابق مستری بھیجو کہ پاس کر جائے، چنانچہ مستری آیا اور زید کے مکان پر اس لکڑی کو پاس کر کے اپنا نشان اور ٹاپخ لگا گیا اور زید نے اس پاس شدہ لکڑی کو اپنے مصارف باربرداری سے بکر کے مکان پر پہنچا دیا اور بعد پہنچا دینے کے بکر کے ذی اختیار کارکنان کارندگان سے رسید دستخطی حاصل کر لی اس مابین میں جب تک وصولیابی روپیہ کا زمانہ آئے علاقہ بکر میں انتظاماً تبدل و تغیر ہوا اور بجائے کارندگان سابق کے دوسرا کارندہ یورپین سے قائم ہوا اس سے قیمت کا روپیہ طلب کیا گیا اول تو بوجہ ابتدائے انتظام کے اس نے لیت و لعل کیا پھر عرصہ تین چار مہینے بعد اس لکڑی مستری کی پاس شدہ میں سے بقدر ایک ثلث کے ناقص انتخاب کی اور اب کہ بجائے ۳۰ یوم کے معاہدہ کے عرصہ آٹھ سات ماہ کا منقضی ہوتا ہے، ہنوز قیمت چوب کا روپیہ ادا نہیں ہوا اور طلب پر بکر خود اور نیز اس کا کارندہ جدید جواب دیتے ہیں کہ جس قدر لکڑی ہم نے ناقص برآمد کی ہے واپس لے جاؤ اور باقیماندہ عمدہ مال کی قیمت شرح عہ کی دی جائے گی، کیا ایسی صورت میں جائز ہوگا کہ زید بذریعہ نالش محکمہ جات حکام زمانہ کی امداد سے حسب شرائط فی مابین کے پورے اس مال کی قیمت جس کو بکر کا مستری پاس کر کے نشان دے گیا تھا اور زید نے اس کو بکر کے مکان پر پہنچا کر رسید حاصل کی ہے بشرح سے روپیہ کے مع خرچہ محکمہ کے وصول کرے یا حسب خواہش بکر کے عمدہ لکڑی کی قیمت بہ نرخ عہ کے وصول کر کے ناقص منتخب کی ہوئی لکڑی اپنا دوسرا مصارف خرچ کر کے واپس لائے، بیان فرمائیں ثواب پائیں، فقط۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں بیع ہی نہ ہوئی کہ یہ لکڑی وقت بیع معدوم وغیر مملوک بائع تھی اور ایسی چیز کی بیع بے طریق سلم باطل محض ہے، درمختار میں ہے:

بطل بیع مالیس فی ملکہ لبطلان بیع المعدوم ومالہ خطر العدم الا بطریق السلم	غیر مملوک کی بیع باطل ہے بسبب باطل ہونے اس چیز کی بیع کے جو معدوم ہو یا اس کے معدوم ہونے کا خطرہ ہو مگر بطور سلم اس کی بیع باطل نہیں

Marfat.com

لانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی عن بیع مالیس عند الانسان ورخص فی السلم[1]

اس لئے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اس چیز کی بیع سے منع فرمایا جو آدمی کے پاس نہ ہو اور بیع سلم میں رخصت دی (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لم ینعقد بیع المعدوم ومالہ خطر العدم کالحمل واللبن فی الضرع ولا بیع مالیس مملوکا لہ وان ملکہ بعدہ الا السلم[2] الخ۔

اس چیز کی بیع منعقد نہیں ہوتی جو معدوم ہو یا اس کے معدوم ہونے کا خطرہ ہو جیسے حمل اور تھنوں کے اندر دُودھ، اور نہیں منعقد اس چیز کی بیع جو بائع کی ملک میں نہ ہو اگرچہ بعد میں اس کا مالک بن جائے سوائے بیع سلم کے الخ (ت)

تو زید و بکر میں باہم کوئی معاہدہ ہی نہیں جس کی بناء پر ایک دوسرے سے کچھ مطالبہ کرسکے، زید اپنی لکڑی تمام و کمال واپس لے اور اپنے صرف سے جہاں چاہے لے جائے، ہاں اب از سرِ نو اس مال موجودہ کی بیع برضائے باہمی جس قیمت پر ہوجائے تو وہ جائز ہوگی اور اس کا مطالبہ ہوسکے گا، واللہ سبحٰنہ وتعالٰے اعلم۔

مسئلہ ۶۲ از شاہجہاں پور مرسلہ عنایت حسین خاں محلہ ہاتھی تھان ۲۷ ربیع الآخر ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اوپر اس بات کے کہ زید نے پیداوار رس قبل تیار ہونے پیداوار کھیت نیشکر از روئے تخمینہ و اندازہ کے کہ جو بعد چہار ماہ کے اگر اللہ نے چاہا تو پیدا ہوگا اس مال رس کو زید نے بہ نفع مبلغ عہ ۱۲ ایک سو من بوزن خام بدست بکر کے اس شرط سے فروخت کیا اور فوراً زرِ قیمت پیشگی بیباک کرلیا شرطاً باہم یہ قرار پائی کہ اگر تخمینہ مذکورہ سے مال رس کم پیدا ہوگا اس وجہ سے کم دیا جائے گا تو فی من خام آدھ آنہ کے جس کے حساب سے ہے سو من خام پر ہوتے ہیں بطریق منافع جس کو عوام الناس گٹے کہتے ہیں بوجہ پیشگی لینے روپیہ کے زید کو مع روپیہ باقی ماندہ کے بکر کو دینا ہوں گے لہذا یہ بیع اور رقم منافع دونوں شرعاً مذہب حنفیہ میں جائز ہیں یا کیا درجہ رکھتے ہیں، عنداللہ اجر و ثواب ہوگا۔

---

[1] درمختار کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴

[2] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۵

Marfat.com

الجواب

یہ بیع بھی حرام اور یہ شرط بھی حرام، اور یہ دام جو اس کمی پر لئے جائیں نرے سُود ہیں۔

فان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی عن بیع مالیس عندہ وعن بیع وشرط والربٰو ھو الفضل المستحق بالعقد الخالی عن العوض کما فی الھدایۃ[1]، و المسائل واضح، واللہ تعالٰی اعلم۔

نبی اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس چیز کی بیع سے منع فرمایا جو آدمی کے پاس نہ ہو اور بیع اور شرط سے منع فرمایا، اور سود عقد سے ثابت ہونے والی اس زیادتی کو کہتے ہیں جو عوض سے خالی ہو جیسا کہ ہدایہ میں ہے اور یہ تمام مسائل واضح ہیں، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶۳ ازشہر کہنہ مرسلہ مولوی خدایار خان صاحب ۱ رصفر ۱۳۱۹ھ

جناب مولانا معظم مکرم دام سالما، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ایک مسلمان شخص کے ہاتھ رس بیچا تھا بہ نرخ دسے ر فیصدی من یہ شرط ٹھہری تھی کہ بعد ختم بیل ڈیڑھ مہینہ کے اندر جو روپیہ باقی نکلے گا دیں گے اگر نہ دیں گے تو اس کا نرخ معے ر کا دیں اور خدایار کے اوپر ہمارا روپیہ باقی نکلے وہ بھی ڈیڑھ مہینہ کے اندر دیں اگر میعاد میں نہ دیں تو ہے ر کا نرخ لیں، سو روپیہ ہمارا نکلا تیرہ سو اور میعاد گزر گئی، اب نرخ معے ر کا لینا سُود تو نہیں ہے یا ہے چونکہ میں آپ سے اکثر اپنے معاملات پوچھ لیتا ہوں لہذا اب بھی تصدیعہ دیتا ہوں کہ مجھ کو صحیح اس کی اطلاع ہو جائے۔

زیادہ نیاز خاکسار خدایار ثبتہ اللہ بالتصدیق والاقرار

الجواب

یہ شرط فاسد اور عقد حرام ہے دو وجہ سے:

اولاً اس شرط میں احد العاقدین کی منفعت ہے،

وکل شرط کذا فاسد وکل شرط فاسد فھو یفسد البیع وکل بیع فاسد حرام واجب الفسخ علی کل من العاقدین فان لم یفسخا اثما جمیعا وفسخ القاضی بالجبر۔

ہر وہ شرط جو ایسی ہو فاسد ہے اور جو شرط فاسد ہو وہ بیع کو فاسد کر دیتی ہے اور ہر فاسد بیع حرام ہے جس کا فسخ کرنا بائع اور مشتری میں سے ہر ایک پر واجب ہے اگر وہ فسخ نہ کریں تو دونوں گنہگار ہونگے اور قاضی جبراً اس بیع کو فسخ کرائے (ت)

---

[1] الہدایہ کتاب البیوع باب الربٰو مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۸۰

Marfat.com

ثانیاً اس میں جہالت قدرِ ثمن لازم آئندہ اور خاصہ قمار ہے کہ بائع مشتری کے لئے ایک آئندہ نامعلوم صورت میں کہ خدا جانے کس طرح واقع ہوگی ہار جیت بدی گئی ہے اور قمار بنصِ قطعی قرآن حرام ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۴ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم،

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس معاملہ میں کہ زید نے عمرو سے مبلغ ما للعہ ر لے کر ایک اقرار نامہ بدیں مضمون تحریر کیا کہ (۱۴۰) چھٹے لکڑی پانچ اقساط میں دوں گا منجملہ ان کے صرف ۲۵ چھٹے لکڑی دی اور اقرار نامہ مذکور الصدر میں یہ شرط تحریر کی کہ اگر کسی جانب سے لین دین لکڑی میں انحراف ہو تو پانچ روپیہ فی چھٹہ ہرجہ لینے کا ایک دوسرے سے مستحق ہوگا، پس عمرو زید سے اس صورت سے ہرجہ تحریری لینے کا شرعاً مستحق ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں اگر لکڑی زید کے پاس اس وقت موجود نہ تھی تو یہ بیع حرام و باطل ہوئی، عمرو پر لازم ہے کہ یہ ۲۵ چھٹے بھی زید کو واپس دے اور زید پر لازم کہ پورے ما للعہ ر عمرو کو پھیر دے اور اگر لکڑی موجود و معین بیچی اور پھر اس میں سے ۱۱۵ چھٹے مشتری کو نہ دی تو زید پر فرض ہے کہ اب دے دے اور اگر وہ لکڑی دوسری جگہ بیچ ڈالی ہے تو زید سخت گنہگار ہوا اور عمرو اپنی لکڑی اس دوسرے مشتری سے واپس لے سکتا ہے اور اگر پتہ نہ چلے تو ۱۱۵ چھٹے کے جو دام بازار کے بھاؤ سے ہوئے عمرو زید سے لے، بہرحال ہرجہ لینے کا کسی صورت میں اختیار نہیں، نہ وہ شرطِ اقرار نامہ اصلاً قابلِ قبول۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۵ ۲۲ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کھالِ مُردہ کا بیچنا جائز ہے یا نہیں؟ اور ہڈی بیچنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض عالم کہتے ہیں جائز نہیں ہے اور بعض کہتے ہیں جائز ہے۔ بیّنوا توجروا

الجواب

کھال اگر پکا کر یا دھوپ میں سُکھا کر دباغت کر لی جائے تو بیچنا جائز ہے لطہارتہ و حل الانتفاع (بسبب اس کی طہارت کے اور حلال ہونے اس سے نفع حاصل کرنے کے۔ ت) ورنہ حرام و باطل ہے لانہ جزء میتۃ وبیع المیتۃ باطل (اس لئے کہ وہ مردار کی جزء ہے اور مردار کی بیع باطل ہے۔ ت) ہڈی پر اگر دسومت نہ ہو خشک ہو تو اس کی بیع بھی جائز ہے لما تقدم

Marfat.com

لانّ الحیاۃ لاتحلہ (اس وجہ سے جو پہلے گزر چکی ہے کیونکہ حیات اس میں سرایت نہیں کرتی۔ت) اور ان احکام سے خنزیر مستثنٰی ہے اس کی کھال یا ہڈی کسی حال میں اصلاً خرید و فروخت یا کسی قسم کے انتفاع کے قابل نہیں لنجاسۃ عینہا (اس کے نجس عین ہونے کی وجہ سے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ٦٦: مرسلہ محمد بشیر الدین طالبعلم مدرسہ امداد العلوم محلہ بانسمنڈی کانپور ٢٩ صفر ١٣٢٠ھ

کوئی شخص زندہ گائے یا بکری وغیرہ کی کھال چھوڑ کر صرف گوشت خریدے ذبح کرنے کے بعد دس بارہ آدمی مل کر تقسیم کرکے کھائیں اس صورت میں بیع کیسی ہے؟ اور گوشت کھانا حلال ہے یا حرام؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بیع فاسد ہے اور وہ کھانا حرام،

والوجہ ظاھر فھو کجذع فی سقف بل اشد قال فی الدر فی السراج لو سلم الصوف واللبن بعد العقد لم ینقلب صحیحا وکذا کل ما اتصالہ خلقی کجلد حیوان ونوی تمر وبزر بطیخ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

اس کی وجہ ظاہر ہے تو وہ چھت میں لگی ہوئی شہتیر کی مانند ہے بلکہ اس سے بھی سخت تر۔ در میں فرمایا کہ سراج میں ہے اگر عقد کے بعد اون اور دودھ مشتری کو سونپ بھی دیا تب بھی بیع صحیح نہ ہوگی اور ایسے ہی ہے ہر وہ چیز جس کا اتصال پیدائشی طور پر ہے جیسے حیوان کی کھال، کھجور کی گٹھلی اور تربوز کا بیج۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ٦٧ و ٦٨: از جاورہ ملک مالوہ مسئولہ جناب سید مقبول عیسٰے صاحب ١٤ جمادی الآخر ١٣١٠ھ

(١) مسماۃ زینب سے زید نے اس شرط پر نکاح کیا اور ایک دستاویز کابین نامہ بھی اس مضمون کی لکھ دی کہ جو زینب کو بالعوض دین مہر مبلغ پچاس ہزار روپے اور دو۲ اشرفی کے اپنے نکاح میں لایا ہوں اور بالعوض اس دین مہر کے جو دو قطعہ مکانات نصف نصف حصّہ خود مع حدود اربعہ ہیں زینب کو دین مہر میں دے دیئے اور جو آئندہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ میں اپنے قوّتِ بازو سے پیدا کروں گا اس کی مالک بھی عوض اس دین مہر کے منکوحہ رہے گی اور بشرط نااتفاقی جمیع جائداد منقولہ و

---

[1] درمختار کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع مجتبائی دہلی ٢/٢٤

Marfat.com

غیر منقولہ کی مالک منکوحہ ہے اس جائداد میں میرا اور میرے خویش و اقارب کا کسی طرح سے دعوٰی نہ ہوگا، بعدازاں ایک مدت کے زید نے اور جائداد منقولہ و غیر منقولہ اپنے قوتِ بازو سے پیدا کی وہ بھی جائداد منقولہ و غیر منقولہ بموجب شرائط کابین نامہ زینب کو دے کر نصف قبضہ کرادیا، اندریں صورت مالک جمیع جائداد کی زینب قرار پاسکتی ہے یا زید؟ اور جو شئے دین مہر میں اس صورت سے دے دیجائے کیا قبضہ لازم ہوگا اور بلا قبضہ ہو تو کیا حکم ہے؟

(۲) بعد دو چار برس کے منجملہ جائداد مذکورہ ایک مکان میں کرایہ دار رہتا تھا وہ مالک بن گیا، زید نے اپنے نام نالش کرکے قبضہ لیا اور زینب کو دیا یا نہ دیا اور دیگر شخص نے زید پر نالش کرکے اس مکان کو حراج کرایا اب اس مکان کی دعویدار زینب ہوئی اور زید کو اقرار ہے اندریں صورت اس مکان کی مالک زینب ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) دین مہر کے عوض دینا ہبہ بالعوض ہے اور ہبہ بالعوض اور بیع میں قبضہ شرط نہیں،

فی الدر المختار لو قال وھبتك بکذا فھو بیع ابتداء و انتھاء[1] درمختار میں ہے کہ اگر کسی نے کہا میں نے اتنے کے بدلے تجھے ہبہ کیا ہے تو یہ ابتداءً اور انتہاءً بیع ہے۔ (ت)

مگر یہ کابین نامہ جو زید نے لکھا اس میں دو قطعہ مکان لبعوض دین مہر دئے ہیں اور یہ شرط کی ہے کہ آئندہ جو حاصل کرے وہ بھی لبعوض دین مہر ملک زوجہ ہوا اور بحال نااتفاقی تمام کمال کی مالک ہو، یہ دونوں شرطیں باطل ہیں، اس باطل کی بناء پر جو بعد کی جائداد زید نے زینب کو دی وہ زینب کی ملک نہ ہوئی اگرچہ ہزار قبضہ کرادیا ہو فان المبنی علی الباطل باطل والباطل لاحکم له (اس لئے کہ جو باطل پر مبنی ہو وہ باطل ہوتا ہے اور باطل کا کوئی حکم نہیں۔ ت) تو ان سب کا بدستور زید ہی مالک ہے، رہے وہ دو قطعہ مکان جو اول لبعوض مہر دئے وہ بوجہ شرط فاسد بیع فاسد ہے، زید و زینب پر واجب ہے کہ اس بیع کو فسخ کریں مکان زید کو واپس دئے جائیں مہر زینب کا ذمہ دار زید رہے جبکہ وہ مکان قبضہ و ملک زینب میں ہنوز موجود ہیں، اور اگر زینب ان کو کسی اور کے ہاتھ بیع صحیح یا ہبہ یا وقف یا وصیت یا رہن کرچکی تو اب مکانوں کی واپسی نہ ہوگی

---

[1] درمختار کتاب الہبہ باب الرجوع فی الہبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۶۴

Marfat.com

مگر مہر میں سے اتنا ہی ساقط ہو جتنے کی مالیت وہ مکان بہ نرخ بازار ہوں باقی مہر ذمہ زید رہا۔

(۲) اگر وہ مکان بعد کی جائداد میں تھا جب تو ظاہر ہے کہ زینب اس کی مالکہ ہی نہ تھی، زید کا اقرار اپنے اسی شرط باطل کی بنا پر ہے اور باطل کی بنا پر جو اقرار ہو باطل ہے کما فی الاشباہ والدر وغیرھما (جیسا کہ اشباہ اور در وغیرہ میں ہے۔ت) اور اگر وہ ان دونوں مکانوں میں سے تھا جو وقت نکاح مہر میں دیئے تو ہم بیان کر چکے کہ وہ بیع فاسد واجب الفسخ تھی اور زینب کا اسے کرایہ پر دینا مانع فسخ تھا

فی الدر المختار ان باعه المشتری فاسدا بیعا صحیحا باتا لغیر بائعه او وهبه وسلم او وقفه وقفا صحیحا او رهنه او وصی او تصدق به نفذ البیع الفاسد فی جمیع مامر وامتنع الفسخ لتعلق حق العبد به، وکذا کل تصرف قولی غیر اجارة ونکاح[1] (ملتقطا)

درمختار میں ہے اگر بیع فاسد کے مشتری نے مبیع فاسد کو غیر بائع کے ہاتھ بیع صحیح تام کے ساتھ فروخت کر دیا یا ہبہ کر کے قبضہ دے دیا یا وقف صحیح کے ساتھ وقف کر دیا یا اس کو کسی کے پاس رہن رکھ دیا یا کسی کے لئے اس مبیع فاسد کی وصیت کر دی یا صدقہ کر دیا تو ان تمام تصرفات مذکورہ میں وہ بیع فاسد نافذ ہو جائے گی اور فسخ ممتنع ہو جائے گا بسبب حق عبد کے اس کے ساتھ متعلق ہونے کے، اور یہی حکم ہے تمام تصرفات قولی کا سوائے اجارہ اور نکاح کے (ملتقطاً)۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

لان الاجارة تفسخ بالاعذار ورفع الفساد من الاعذار[2]

اس لئے کہ اجارہ عذروں کی وجہ سے فسخ ہو جاتا ہے اور رفع فساد بھی عذروں میں سے ایک عذر ہے۔(ت)

اب کہ زید نے اسے اپنی ملک ٹھہرا کر دعوٰی کیا اور ڈگری پائی، یہ اس بیع فاسد کا فسخ ہو گیا مکان زید کو واپس آگیا اور زینب کا مہر اس پر رہا پھر زید کا اسے دے دینا اگر وہی بربنائے سابق ہو جب تو باطل و بے سود ہے اور اب قبضہ زینب سے بھی ملک زینب نہ ہو گی کہ اس وقت تک بیع فاسد تھی اب بعد فسخ باطل ہو گئی، ہاں اگر اس بناء پر نہ ہو بلکہ اپنی طرف سے ہبہ مستقل کر کے زینب کو قابض کر دیا ہو تو زینب مالک ہو گئی جبکہ وہ نصف قطعہ مشاع نہ ہو، واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] درمختار کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۹-۲۸

[2] ردالمحتار 〃 〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۲۷

Marfat.com

مسئلہ ۶۹ از سرنیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۲ رجب ۱۳۳۱ھ

عمرو کی مسجد میں یہ قاعدہ ہے کہ جو درخت مسجد میں ہیں ان کی سوکھی لکڑی گری ہوئی کمہار ہمیشہ خرچ میں لاتا ہے، ہمیشہ کے لئے لوٹے گھڑے کمہار مسجد کے خرچ کو دیتا ہے۔

الجواب

یہ عقد بوجہ مجہول ہونے کے ناجائز ہے، نہیں معلوم کتنی لکڑی گرے گی، نہیں معلوم کتنے لوٹوں کی حاجت ہوگی۔ ہاں اگر یوں ہو کہ اتنی لکڑی کے عوض اتنے لوٹے، تو جائز ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۷۰ مسئولہ حافظ محمد امین صاحب از قصبہ نجیب آباد ضلع بجنور محلہ پٹھان ۲۵ محرم ۱۳۳۲ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص کسی کا مال چوری کرکے لایا اور اس نے اس مال کو فروخت کرنا چاہا تو جس شخص کو معلوم ہوچکا ہے کہ یہ مال چوری کا ہے پھر بھی اس کو خریدتا ہے تو اس کے لئے وہ خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو شخص لاعلمی میں ایسا مال مسروقہ خرید لے تو کیا حکم ہے؟ اور بعد خرید لینے کے معلوم ہوجائے کہ یہ مال چوری کا تھا جب کیا حکم ہے؟

(۲) ایک شخص پندرہ بیس برس سے کسی محکمہ میں ملازم ہے اور وہ نوکری کا استعفاء دے کر حج بیت اللہ شریف کو جاتا ہے، دوسرا شخص یہ چاہتا ہے کہ تم استعفاء مت دو بلکہ بذریعہ درخواست بجائے اپنے مجھ کو قائم کردو اور مجھ سے پچاس روپیہ لے لو، تو یہ روپیہ لینا سابقہ ملازم کے واسطے درست ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) چوری کا مال دانستہ خریدنا حرام ہے بلکہ اگر معلوم نہ ہو مظنون ہو جب بھی حرام ہے مثلاً کوئی جاہل شخص کہ اس کے مورثین بھی جاہل تھے کوئی علمی کتاب بیچنے کو لائے اور اپنی ملک بتائے اس کے خریدنے کی اجازت نہیں اور اگر نہ معلوم ہے نہ کوئی واضح قرینہ تو خریداری جائز ہے، پھر اگر ثابت ہوجائے کہ یہ چوری کا مال ہے تو اس کا استعمال حرام ہے بلکہ مالک کو دیا جائے اور وہ نہ ہو تو اس کے وارثوں کو، اور ان کا بھی پتہ نہ چل سکے تو فقراء کو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) یہ مسئلہ بہت مشتبہ ہے اور اختلاف کثیر ہیں اور نظائر متشابہ ہیں اور احتراز اولٰے ہے، انظر ردالمحتار من اول البیوع (ردالمحتار میں کتاب البیوع کے شروع میں دیکھئے۔ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

Marfat.com

مسئلہ ۷۲ از قصبہ نہٹور ضلع بجنور محلہ سادات مرسلہ سیّد شاہد حسین انسپکٹر پنشنر ۲۹ محرم ۱۳۳۲ھ

جناب عالی! نہایت ادب سے گزارش ہے کہ میں نے ایک مولوی صاحب سے ذریعہ تحریر بابت پرامیسری نوٹ ۵ مسئلے دریافت کئے تو یہ جواب آیا جو ملاحظہ کے لئے ارسال کرتا ہوں اور نہٹور کے مدرسہ اسلامیہ کے حامد حسین مولوی صاحب سے دریافت کیا تو فرمایا کہ ہدایہ کتاب الزکوٰۃ میں تحریر ہے کہ جو روپیہ مِلک میں ہو یا کسی کو امانت یا قرض دے رکھا ہو اور اس کے ملنے کی امید ہو چاہے مدیون مقر ہو یا مفلس یا منکر، مگر منکر کی صورت میں داین کے پاس اپنے قرض کی پکی سند ہو مثلاً معتبر گواہ یا مدیون کا اقرار نامہ ہو تو ایسے قرض کی زکوٰۃ مالک کے ذمہ واجب ہے، مالک روپیہ مذکور مدیون یا امانت دار سے لے کر قبضہ کرے یا نہ کرے، اب عرض یہ ہے کہ پرامیسری نوٹ کا روپیہ مردہ نہیں ہے البتہ اس قدر ضرور بے قابو ہے کہ ضرورت کے وقت مالک کو نہیں مل سکتا جب گورنمنٹ کے اعلان پر کوئی جدید خریدار پیدا ہو اس وقت روپیہ مالک کو مل جائے گا اب اس کے واسطے جس قدر زمانہ گزرے یہ قاعدہ گویا ایسا ہے جیسے کہ کسی کارخانہ یا کمپنی میں حصے فروخت ہوں اور کوئی شخص اول حصہ جات کو خرید لے اب اگر حصہ دار اپنا روپیہ کارخانہ یا کمپنی سے واپس لینا چاہے تو اس کو اس وقت تک روپیہ نہیں مل سکتا جب تک کہ ان حصّوں کا خریدار پیدا نہ ہو خواہ کسی قدر زمانہ گزر جائے البتہ منافع مقررہ ملتا رہے گا اب براہِ کرم و بندہ نوازی کے جواب شافی مرحمت فرمائیے ۱ پائی کا ٹکٹ جواب کے لئے ارسال ہے بحث صرف پرامیسری نوٹ کی بابت ہے سیونگ بنک کا جواب نہیں چاہتا، زیادہ حد ادب!

حاضر الوقت حسین احمد دست بستہ سلام عرض کرتا ہے، یہ سید صاحب بہت ہی ششش و پنج میں مبتلا ہیں ان کی تسلّی فرما دیجئے گا از راہِ کرم، فقط۔

الجواب

پرامیسری نوٹ کا روپیہ گورنمنٹ کبھی واپس نہیں دیتی ہے خریدار پیدا ہونے پر اگر یہ بیع کرے گا تو خریدار سے روپیہ لے گا گورنمنٹ کے یہاں سُود دینے کے لئے اس کے نام کی جگہ خریدار کا نام قائم ہو جائیگا، یہ اس قرض کا واپس ملنا نہ ہُوا، قرض ملتا تو گورنمنٹ سے ملتا نہ کہ خریدار سے، تو وہ قرض یقیناً مُردہ ہے، اور یہ کہ ملتا ہے غیر مدیون کے ہاتھ دین کی بیع سے ملتا ہے وہ بیع ناجائز و فاسد حرام ہے مگر جبکہ خریدار کو مدیون سے اس کا قبضہ لینے پر مسلط کر دے۔ اشباہ میں ہے:

لایجوز بیع الدین ممن لیس علیہ الدین الا اذا سلطہ	غیر مدیون کے ہاتھ دین فروخت کرنا جائز نہیں مگر اس وقت جائز ہے جب اس کو

Marfat.com

علٰی قبضۃ[1] قبضہ پر مسلط کرے۔ (ت)

اور یہاں قبضہ پر مسلط کرنا ناممکن ہے کہ سَو خریدار بدلیں گورنمنٹ وہ روپیہ کسی کو نہ دے گی سُود دیتی رہے گی، تو یہ روپیہ قطعاً اجماعاً حرام محض بیچنا حرام روپیہ لینا حرام، اور لے لیا ہو تو واپس دینا فرض ہے، پھر اس روپیہ سے کون سے انتفاع کا امکان ہوا، اور یہی معنی قرض مردہ کے ہوں کہ ملک ہوا اور انتفاع پر قدرت نہ ہو، لہٰذا حکم وہی ہے جو فتوٰی اول میں لکھا گیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۳ از ریاست رامپور محلہ گھیر پورن سنگھ متصل قبرستان مسجد ۱۲ مرسلہ محمد عبدالقادر صفر ۱۳۳۲ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی ھٰذہ المسئلۃ (اس مسئلہ کے بارے میں تمہارا کیا ارشاد ہے اللہ تعالٰی تم پر رحم فرمائے۔ ت) زید نے نَو آنے قیمت کے ایک ٹکٹ ۹ر آنے سے لے کر سرکار میں داخل کیا، بعد ازاں سرکار نے اسی زید سے سوا روپیہ لے کر اس کو چار ٹکٹ اور دے دئے، بعد اس کے زید نے وہی چار ٹکٹ وہی سوا روپیہ بیچ کر پھر سرکار میں داخل کیا، بعد روپیہ داخل کرنے کے سرکار نے اسی روپیہ کے دونی قیمت کا ایک کپڑا زید کو دے دیا اب یہ معاملہ مطابق شرح شریعت کے جائز ہے یا نہیں، اور اس کپڑا سے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا بالدلائل وحوالۃ الکتب (دلائل و حوالہ کتب کے ساتھ بیان کرو اجر دئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

یہ صورت شرعاً باطل و ناجائز ہے کہ وہ ٹکٹ جو اس کے ہاتھ بیچا جاتا ہے اور یہ دوسروں کے ہاتھ بیچتا ہے اصلاً مال نہیں تو رکن بیع کہ مبادلۃ المال بالمال ہے اس میں متحقق نہیں اس کی حالت مٹی سے بھی بدتر ہے مٹی پھر بھی کام آتی ہے اور یہ کسی مصرف کا نہیں سوائے اس کے کہ احمق پہلے اپنا گلا پھانسے پھر اس کے چھڑانے کو اپنے سے چار احمق اور تلاش کرے اور ان میں ہر ایک کو چار چار ڈھونڈنا پڑیں اور یہ سلسلہ بڑھتا رہے یا بعض احمقوں کے خسارہ پر ختم ہو جائے، ہاں وہ کپڑا کہ اُسے ملا وہ معاوضہ نہیں ہوتا بلکہ بطورِ انعام دیا جاتا ہے تو وہ فی نفسہٖ اس کے لئے جائز اور اس سے نماز درست ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۴ مسئولہ محمد سلیمان شاہجہان پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اس شہر میں جس قدر افتادہ

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثانی ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۴۱

[2] الاشباہ والنظائر الفن الثالث 〃 〃 〃 ۲/ ۲۱۳

Marfat.com

زمین مکانات سے باہر گلیوں کوچوں میں ہے سب سرکار نے ضبط کرلی ہے پبلک کو مکان بنانا دیوار بنانی منع کردیا ہے، اب اگر دوسرا پڑوسی زمین مقبوضہ کو سرکار سے خرید کر مکان بنالے، جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر وہ افتادہ زمین غیر مملوکہ تھی جسے شرع میں "عادی الارض"، عرف حال میں "سرکاری زمین" کہتے ہیں تو خریدنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۵ از اودے پور میواڑ مہارانا ہائی اسکول مسئولہ وزیر احمد مدرس

مسلمان کو ہندو مردہ جلانے کے لئے لکڑیاں بیچنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

لکڑیاں بیچنے میں حرج نہیں لان المعصیۃ لا تقوم بعینھا (کیونکہ معصیت اس کے عین کے ساتھ قائم نہیں ہوتی۔ ت) مگر جلانے میں اعانت کی نیت نہ کرے اپنا ایک مال بیچے اور دام لے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۶ از شہر محلہ سوداگران مسئولہ حافظ مولوی محمد حشمت علی صاحب رضوی مدرسہ منظر اسلام ۱۵ صفر ۱۳۳۹ھ

الی اعلیحضرت سیدنا وسید اھل السنۃ والجماعۃ مجدد المائۃ الحاضرۃ مدظلھم الاقدس السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بعد لثم عتبتکم القدسیۃ ما تقول الشریعۃ الحنفیۃ الحنفاء فی ھذہ المسئلۃ ھل یجوز مبایعۃ الحشیش الذی یقال لہ فی الھندیۃ بھنگ۔

بخدمت جناب اعلیحضرت، ہمارے اور اہلسنت وجماعت کے سردار، موجودہ صدی کے مجدد، جناب کا سایہ مقدس دراز ہو، آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت وبرکت ہو، جناب والا کی پاکیزہ چوکھٹ کے بوسہ کے بعد گزارش ہے کہ شریعتِ مطہرہ حنفیہ اس مسئلہ میں کیا فرماتی ہے کہ کیا حشیش جس کو ہندی میں بھنگ کہا جاتا ہے، کی بیع جائز ہے؟

الجواب

یجوز للدواء وان ظن انہ یتعاطاہ للتفتیر لا یحل البیع منہ

دوا کے لئے جائز ہے اور اگر گمان غالب ہو کہ وہ اس کو نشہ کے لئے استعمال کرے گا تو ایسے

Marfat.com

لقیام المعصیة بہ بعینہ - واللہ تعالٰی اعلم۔

شخص کے ہاتھ بیع کرنا حلال نہیں کیونکہ معصیت بعینہ اس کے ساتھ قائم ہوتی ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ از ریاست رامپور یکم ذی القعدہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی حقیت اپنی زوجہ کے نام بعوض دس ہزار روپے اور حقوق زوجیت بیع قطعی کی جائداد پر عورت کا قبضہ ہے اور عاقدین میں کوئی نزاع نہیں شخص ثالث جو بائع کا ڈگری دار ہے اس بیع کو کالعدم قرار دیتا ہے کچہری سے تجویز ہوجانے پر جزء ثمن یعنی حقوق زوجیت ثمن ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتے لہذا بیع باطل ہے۔ سوال یہ ہے کہ حقوقِ زوجیت نان نفقہ قرار پاکر بھی مال ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ ایسی بیع باطل ہے یا صحیح یا فاسد؟ اور اگر کوئی بیع ایسی دو چیزوں کے معاوضہ میں ہو جن میں سے ایک پاک نہ ہوسکتی ہو تو بقیہ جز کے اعتبار سے بیع صحیح ہوسکتی ہے؟

الجواب

حقوقِ زوجیت کہ ثمن قرار دئے گئے مال ہیں یعنی مہر و نفقہ وکسوت۔ درمختار میں ہے:

یسقط الخلع کل حق یتعلق بذلك النکاح[1]۔

خلع ہر ایسے حق کو ساقط کردیتا ہے جو اس نکاح سے متعلق ہوتا ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

۱ شمل المھر والنفقة المفروضة والماضیة والکسوة کذلك[2]۔

یہ حکم شامل ہے مہر، نفقہ مقررہ، نفقہ گزشتہ اور اسی طرح لباس کو۔ (ت)

تو اس بیع کے انعقاد میں شک نہیں، پھر اگر حقوق ثابتہ معلومہ ہیں تو بیع صحیح ہے اور اگر یہ مراد ہو کہ آئندہ نفقہ سے بھی اس کے عوض براءت ہو تو بیع فاسد ہے لانہ شرط فاسد فیہ نفع احد العاقدین فیفسد البیع (کیونکہ یہ شرطِ فاسد ہے جس میں متعاقدین یعنی بائع و مشتری میں سے ایک کا نفع ہے لہذا بیع فاسد ہوگی۔ ت) اور بیع فاسد میں بھی بعد قبضہ ملک مشتری ثابت ہوجاتی ہے اگرچہ ملک خبیث ہے کما نصوا علیہ قاطبة (جیسا کہ اس پر تمام فقہاء نے نص کی ہے۔ ت) دوسرے سوال کو یہاں سے تعلق نہ رہا کہ حقوق زوجیت مال ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] درمختار کتاب الطلاق باب الخلع مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۴۷

[2] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۶۵

Marfat.com

مسئلہ از دھامن گاؤں ضلع امراوتی، برآمعرفت حاجی محمد عثمان ٹمبر مرچنٹ
مسئولہ ضیاء الدین ۱۱ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ دو شخص آپس میں سودا کرتے ہیں مثلاً ایک دوسرے سے ایک قسم کی لکڑی خریدتا ہے کہ اس وقت اس لکڑی کی قیمت فی عدد تین روپے ہے، اب دونوں میں یہ شرط ٹھہری ہے کہ فلاں تاریخ اس قسم کی لکڑی کی سو عدد ہو تا اگر اس قیمت معین پر لکڑی نہ دے گا تو اس وقت کے بھاؤ کے موافق روپیہ لے لوں گا مہنگا ہو یا سستا، اور بیچنے والا بھی راضی ہو کر قبول کر لیتا ہے اور لکڑی کے سب دام پہلے سے لے لیتا ہے اس بیع پر شرع مطہر کا کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہ بیع حرام ہے کہ نرخ وقت کے حساب سے روپیہ لے لینے کی شرط بوجہ جہالت شرط فاسد ہے اور شرط فاسد سے بیع فاسد ہوتی ہے اور بیع فاسد حرام و مثلِ ربٰو ہے کما فی الدرالمختار وغیرہ (جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۷۹ از چوک لکھنؤ مدرسہ فرقانیہ مرسلہ حافظ شیخ اکرام الدین رضوی ۲۷ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

چہ میفرمایند علمائے دین در صحت بیع افیون و بنگ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین افیون اور بھنگ کی صحت کے بارے میں؟ (ت)

الجواب

صحت چیزے دیگرست وجواز بمعنی حل دیگر اینہا اگرچہ تا حد سکر حرام است فاما ہمچو خمر و خنزیر از تقوم بر نیفتادہ است و چوں بیع بر مال متقوم مقدور التسلیم وارد شود صحیح بود گو حرام باشد پس صحت در اینہا مطلق ست و گر برائے تداوی از بیرون بدن می خواہد جواز بمعنی حل نیز باشد و گر برائے معصیت میخواہد روانیست قال تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1]، واللہ

صحت اور چیز ہے اور جواز بمعنی حل دوسری چیز، مذکورہ اشیاء یعنی افیون اور بھنگ جب نشہ کی حد تک پہنچ جائیں تو اگرچہ حرام ہیں مگر متقوم ہونے سے خارج نہیں ہوتیں جیسے شراب اور خنزیر متقوم ہونے سے خارج ہوتے ہیں تو بیع مالِ متقوم مقدور التسلیم پر وارد ہو تو صحیح ہوتی ہے اگرچہ حرام ہو لہذا صحت تو ان میں مطلق ہے اور اگر بیرون بدن ان سے علاج معالجہ مطلوب ہو تو جواز بمعنی حل بھی ہوگا اور اگر معصیت کے لئے ان کی

---

[1] القرآن الکریم ۵/۲

Marfat.com

تعالیٰ اعلم۔ بیع مطلوب ہو تو جائز نہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا گناہ اور ظلم پر تعاون مت کرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از ضلع سلمبور موضع سگو ڈاکخانہ سگو، مولوی محمد حیات بروز یکشنبہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں جو کہ جانور حلال مرجائے اس کو مسلمان بکری کرکے اپنی ضرورت پوری کرنی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جو جانور مردار ہوگیا بغیر ذبح شرعی کے مرگیا اس کا بیچنا حرام ہے اور اس کے دام حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ مسئولہ عبدالرحیم وخدا بخش بریلی محلہ اعظم نگر ۱۵ جمادی الاول ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک قبرستان جو ایک مدت سے ہندوؤں کے قبضے میں تھا، حکیم مظاہر الاسلام کے والد نے اس کو بہ کوشش اہلِ محلہ کچہری کے ذریعہ سے ہندوؤں سے واپس لیا بعد مرگ مظاہر الاسلام رحیم بخش بہشتی نے بہت کم قیمت کو زوجہ مظاہر الاسلام نے خرید لیا اور ایک بیعنامہ موروثی زمین قرار دے کر لکھا لیا کسی اہلِ محلہ کو معلوم کبھی نہ ہوا رحیم بخش جانتا تھا کہ قبرستان ہے مگر نفع کے خیال سے خرید لیا، آیا یہ خرید وفروخت قبرستان جائز ہے یا حرام؟ اور اہلِ محلہ اس قبرستان کو رحیم بخش کے ہاتھ سے قیمت دے کر چھڑائیں یا بغیر قیمت، اور اگر نہ چھڑائیں تو شرعی مواخذہ وپکڑ ہے یا نہیں، اور رحیم بخش کو اصلی قیمت لینا چاہئے یا جو بیعنامہ میں لکھی ہے یا زیادہ، اور اگر قیمت لیں تو مواخذہ شرعی ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

رحیم بخش پر فرض ہے کہ قبرستان کو فوراً فوراً بلاقیمت چھوڑ دے، اگر نہ چھوڑے گا تو روزِ قیامت اس کا عذاب یہ ہے کہ اُسے تکلیف دی جائے گی کہ زمین کا اتنا ٹکڑا ساتوں طبقوں تک کھودے اور پھر وہ کروڑہا کروڑ من پہاڑ اس کے گلے میں طوق ڈالے جائیں، اس پر اگر ایک کوڑی قیمت لے گا تو اس کے لئے جہنم کی آگ ہے۔ اہلِ محلہ پر فرض ہے کہ ہر جائز کوشش سے قبرستان کو بلاقیمت اس کے قبضۂ ظلم سے چھڑائیں، اگر مجبور ہوں اور بے قیمت نہ چھوٹ سکے تو یہ قیمت دے سکتے ہیں مگر اس کا لینا اسے سور کی مثل ہوگا خواہ اصلی لے یا بیعنامہ کی کم یا زیادہ ہر طرح حرام قطعی ہے، ہاں اس نے جو قیمت زوجہ مظاہر الاسلام کو دی وہ اس عورت پر حرام قطعی ہے وہ رحیم بخش کو واپس دے مگر رحیم بخش اس کی واپسی پر قبرستان کو روک نہیں سکتا اُسے فوراً بلاقیمت واگزاشت کردے خواہ اسے عورت سے واپس ملے یا

Marfat.com

نہ ملے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۲ تا ۸۴ ازسورت محلہ سید واڑہ سید عبدالقادر سید حسن واعظ بروز دوشنبہ بتاریخ ۶ صفر المظفر ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ان مسئلوں میں کہ ایک قصبہ میں مسلمانوں میں دو فریق ہو گئے تھے اس پر سے شہر سورت میں سے دو تین شخص کو مذکورہ قصبہ والے لے گئے اور انھوں نے دونوں کو ایک جگہ جمع کیا اور جس کا قصور پایا ان سے کہا کہ تم مقابل فریق سے اپنا قصور معاف کراؤ تو انھوں نے مقابل فریق سے قصور کی معافی چاہی، بعد میں جو شخص سورت گئے تھے انھوں نے اپنے پیسے سے شیرینی منگوائی اور مجلس میں تقسیم کر دی اس میں سے ایک شخص نے وہ شیرینی نہ لی اور کہا کہ تم بکری فروخت کرنے کے دلال ہو تو تمھارے مکان کا پانی، کھانا اور شیرینی چار مذہب میں حرام ہے، تو کہنے والا گنہگار ہے یا نہیں۔

(۱) سورت میں لوگ اپنی بکری وکیلوں پر روانہ کرتے ہیں اس شرط پر کہ تم اس کو بیچو اور اس کی قیمت ہم کو پوری ادا کر دو، نفع نقصان وکیل کے ذمہ ہے اور دلالی کا روپیہ فی صدی دو روپیہ لے لو، یہ درست ہے یا نہیں؟

(۲) ایسی کمائی ہو مسلمان کی تو اس کے گھر کا کھانا درست ہے یا نہیں؟

(۳) بے پڑھا فتویٰ دے کہ چار مذہب میں حرام، تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب

(۱) اس عبارت سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ ایک قیمت معین کر دیتے ہیں کہ اتنے دام ہم کو بھیج دو خواہ تم کم کو بیچو یا زیادہ کو، اور ان داموں میں سے دو روپیہ فیصدی اپنی دلالی کے لے لو، اگر یہی صورت ہے تو بلاشبہہ فریقین کو ناجائز ہے مؤکلوں کو بھی اور وکلاء کو بھی۔ ایسی صورت میں اس شخص کا اعتراض بیجا نہ تھا اگرچہ لفظ زائد کہے، واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اس میں تفصیل بہت ہے اور اجمال یہ ہے جو سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حرامابعینہ[1] هندیۃ عن الذخیرۃ۔

ہم اسی کو لیتے ہیں جب تک کسی معین چیز کا حرام ہونا ہمیں معلوم نہ ہو جائے، ہندیہ بحوالہ ذخیرہ۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

Marfat.com

یعنی جب تک معلوم نہ ہو کہ یہ شئے جو ہمارے پاس آئی خاص حرام ہے اس وقت تک اس کے کھانے پینے میں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) اس کا جواب اوپر گزرا کہ اگر صورت وہی تھی تو بلاشبہہ حرام ہے، بے پڑھے کو جو حکم شرعی سنا ہے بتحقیق معلوم ہے اس کے بیان میں حرج نہیں اگرچہ جرأت نہ کرنا ہی اس کے لئے بہتر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۵ مسئولہ الہ داد خاں صاحب محرر مدرسہ اہلسنت بروز جمعہ بتاریخ ۱۲ ذی القعدہ ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنا مکان ایک ہزار روپیہ یا کچھ کم و بیش کا دو سو یا تین سو روپے میں عمرو کے ہاتھ فروخت کیا اور اسی وقت یا بعد کو عمرو سے ایک اقرار نامہ علٰحدہ لکھوا لیا کہ دو برس یا چار برس یا پانچ برس میں یہ مکان میرے ہاتھ فروخت کر دینا جس قیمت میں تجھ سے خریدا ہے، اور زید اس مکان میں خود رہا اور کچھ ماہواری باہم تصفیہ ہو کہ زید نے مقرر کر دیا، یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر عقد بیع میں یہ شرط نہ تھی عقد صحیح بروجہ شرعی خالی عن الشروط الفاسدہ تھا' نہ پہلے سے باہم یہ قرارداد ہو کر اسی بنا پر وہ بیع ہو سکتی تو بیع جائز ہے اور بائع کا بعد بیع اس میں مشتری سے کرایہ ٹھہرا کر کرایہ پر رہنا اور مشتری کو ماہوار مقررشدہ دینا جائز ہے اور اگر عقد بیع میں یہ شرط کی یا بیع میں تو اس کا ذکر نہ تھا مگر پہلے سے باہم قرارداد ہوئی تھی کہ یوں بیع کرینگے اور یہ شرط ہوگی پھر اسی قرارداد پر یہ بیع کی تو ان دونوں صورتوں میں حرام ہے، ردالمحتار میں ہے؛

اشار بقولہ بشرط الی انہ لابد من کونہ مقارنا للعقد لان الشرط الفاسد لو التحق بعد العقد قیل یلتحق عند ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وقیل لا وھو الاصح کما فی جامع الفصولین (تنبیہ) فی جامع الفصولین ایضا لو شرطا فاسدا قبل العقد ثم عقدا

ماتن نے اپنے قول "بشرط" سے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ اس کا عقد سے مقترن ہونا ضروری ہے اس لئے کہ شرطِ فاسد اگر عقد کے بعد لگائی جائے تو ایک قول یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک عقد سے ملحق ہوتی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ملحق نہیں ہوتی۔ اور یہی زیادہ صحیح ہے جیسا کہ جامع الفصولین میں ہے (تنبیہ) جامع الفصولین میں یہ بھی ہے کہ اگر بائع اور مشتری نے عقد سے قبل کوئی شرط

Marfat.com

لم يبطل العقد اھ قلت ينبغي الفساد لو اتفقا على بناء العقد عليه كما صرحوا به في بيع الهزل، وقد سئل الخير الرملي عن رجلين تواضعا على بيع الوفاء قبل عقده وعقدا البيع خاليا عن الشرط فاجاب بانه صرح في الخلاصة والفيض والتتارخانية وغيرها بانه يكون على ما تواضعا[1] اھ (ملتقطا) ما في الشامي وكتبت على قوله يكون على ما تواضعا اذا تصادقا على ان العقد مبني على تلك المواضعة كما قيد به في الخيرية والخلاصة **اقول** وهذا في القضاء اما في الديانة فاذا علم الله تعالٰى منهما البناء وعليها يكون وان تكاذبا من بعد[2]۔ والله تعالٰى اعلم۔

فاسد لگائی پھر عقد کیا تو وہ عقد باطل نہ ہوگا الخ میں کہتا ہوں کہ فاسد ہونا چاہئے اگر وہ دونوں اس پر متفق ہوں کہ عقد اسی شرط پر مبنی ہے جیسا کہ فقہاء نے بیع ہزل میں اس کی تصریح کی۔ خیر الدین رملی سے ان دو مردوں کے بارے میں سوال کیا گیا جنھوں نے عقد سے پہلے بیع وفاء پر قرارداد کی پھر اس شرط سے خالی عقد کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ خلاصہ، فیض اور تتارخانیہ وغیرہ میں تصریح کی گئی ہے کہ یہ بیع ان کی قرارداد پر مبنی ہوگی (شامی کے بیان کے آخر تک) میں نے شامی کے قول "علی ما تواضعا" پر لکھا کہ یہ حکم تب ہوگا جب وہ دونوں اس بات میں سچے ہوں کہ یہ عقد اس قرارداد پر مبنی ہے جیسا کہ خیریہ اور خلاصہ میں یہ قید لگائی گئی، میں کہتا ہوں کہ یہ حکم قضا میں ہے، رہا دیانت میں تو جب اللہ تعالٰی کے علم میں ہے کہ انھوں نے عقد کی بناء اس قرارداد پر کی ہے تو یہ عقد اسی پر مبنی ہوگا اگرچہ انھوں نے بعد میں جھوٹ کہا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۸۶: مسئولہ ننھے میاں صاحب شہر بریلی محلہ سوداگران از کرتولی بروز شنبہ بتاریخ ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

کھڑا کھیت خرید کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

کھیت اگر تیار ہوگیا اور ابھی کاٹ لیا جائے گا تو جائز ہے، اور اگر ابھی نہ پکا اور پکنے تک

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع باب البیع الفاسد داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۲۰-۲۱

[2] جدالممتار علی ردالمحتار

Marfat.com

کھیتی قائم رکھی جائے گی، تو خرید و فروخت ناجائز ہے بشرط مافیہ نفع عاقد بلا قضیة العقد (اس چیز کی شرط لگانے کی وجہ سے جس میں کسی عاقد کا نفع ہے اور عقد اس کا تقاضا نہیں کرتا۔ت) اور اس کے جواز کا حیلہ یہ ہے کہ مثلاً کھیتی دو مہینہ میں پکتی سمجھے تو کھیتی فی الحال خرید لے اور اس کے باقی رکھنے کی شرط نہ کرے اور اسی وقت معاً وہ زمین جس میں کھیتی ہے اپنے کسی کام کے لئے دو مہینہ تک کو ایک معینہ کرایہ پر لے لے خریداری میں اس اجرت کا حساب دل میں سمجھ لے مثلاً بیس روپے قیمت کا کھیت ہے اور روپیہ مہینہ زمین کا کرایہ ہوگا اور دو مہینے کو کرایہ لینا ہوا تو اٹھارہ روپے کو کھیت خریدے اور دو روپے کو زمین کرایہ پر لے۔ درمختار[1] میں ہے:

والحیلة فی الزرع والحشیش یشتری الموجود ببعض الثمن ویستاجر الارض مدة معلومة یعلم فیھا الادراك بباقی الثمن[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

کھیتی اور گھاس کے باقی رکھنے کا حیلہ یہ ہے کہ جو موجود ہو اس کو بعض ثمن کے مقابلہ میں خرید لے اور باقی ثمن کے عوض زمین کو ایک معینہ مدت کے لئے کرایہ پر لے لے جس میں کھیتی کا پکنا معلوم ہو، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ از کسیر کلاں ڈاکخانہ خاص ضلع بلندشہر مرسلہ احمد علی ولد حکیم محمد امیر ۱۵ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عوام میں قدیم سے یہ دستور رائج ہے کہ جب فصل انبہ یا خربوزہ وغیرہ کی فروخت کرتے ہیں تو قیمت کے سوا کچھ جنس لیتے ہیں جو ڈالی کے نام سے مشہور ہے، انبہ کی جنس فی روپیہ ایک صد آم، اور خربوزہ پر فی روپیہ ۵ سیر لینے کا معمول ہے۔ اور بعض اوقات جنس بقدر تول طے پاتی ہے اور اکثر بلا تعین وقت کے فصل کی فروختگی کا معمولی وقت پھول آنے یا پھل کے نمودار ہوجانے پر ہے، تو بایں صورت فصل انبہ وغیرہ کی بیع درست ہے یا نہیں اور جنس دستوری کا لینا اور اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو شرعاً وہ کیا فصل کی بیع کا طریقہ ہے کہ جس سے بیع بھی درست رہے اور جنس کا لینا بھی روا قرار پائے۔

الجواب

بیج یا پھول پر فصل کی بیع ناجائز ہے اور جب پھل آجائیں اگرچہ جانور کے کھانے کے قابل ہوئے ہوں تو بیع جائز ہے مگر یوں کہ خریدار اسی وقت توڑ لے، اور اگر یہ ٹھہرا کہ پھل تیار ہونے تک

---

[1] درمختار کتاب البیوع فصل فی مایدخل فی البیع تبعاً مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹

Marfat.com

لگے رہیں گے تو یہ ناجائز و حرام ہے اور اس میں اسے فی روپیہ سو آم یا پانچ سیر خربوزہ یا کم وبیش بائع کے لئے قرار دینا دوسرا حرام ہے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ مثلاً آم میں جتنے کو بہار بیچی منظور ہو موجودہ پھل جس حالت کے ہیں اتنے کو خرید کئے جائیں پھر مشتری بائع سے کہے کہ میں نے یہ پیڑ بعقد معاملہ تجھ سے لئے کہ میں ان کی غور پرداخت کروں گا اور جو پھل پیدا ہوں گے ان میں سے ہر ہزار میں ایک تیرا اور نوسو ننانوے میرے یا سو تیرے اور نوسو میرے، جو قرار پا جائے۔ خربوزے، تربوز، ککڑی، بینگن کی جڑیں خریدے تاکہ جو پیدا ہووے مشتری کی ملک ہو یہ خریداری ایک حصہ ثمن پر ہو جتنے پر بہار بیچنا اور خریدنا چاہتے ہوں باقی حصہ ثمن پر اس زمین کو ایک مدتِ معلوم تک اجارہ پر لے جس میں یہ سمجھے کہ فصل فارغ ہو جائے گی یہی طریقہ کھیتی میں بھی ہے مثلاً سو روپے پر معاملہ کرنا چاہتے ہیں تو خربوزے وغیرہ کی جڑیں یا موجود کھیتی پچاس روپے کو خریدے اور چھ مہینے میں فارغ ہوتی سمجھیں تو باقی پچاس روپے کے بدلے وہ زمین چھ مہینے کے واسطے اجارہ پر لے لے۔ درمختار میں ہے:

من باع ثمرۃ بارزۃ اما قبل الظھور فلا یصح اتفاقا ظھر صلاحھا اولا صح فی الاصح، ولو برز بعضھا دون بعض لایصح فی ظاھر المذھب وصححہ السرخسی، ویقطعھا المشتری فی الحال جبرا علیہ وان شرط ترکھا علی الاشجار فسد البیع، والحیلۃ ان یاخذ الشجرۃ معاملۃ علی ان لہ جزءمن الف جزء وان یشتری اصول الرطبۃ کالباذنجان و اشجار البطیخ والخیار لیکون الحادث للمشتری وفی الزرع والحشیش یشتری الموجود ببعض الثمن ویستاجر الارض مدۃ معلومۃ یعلم فیھا الادراک بباقی الثمن[1]، مختصرا، واللہ تعالٰی اعلم

جس شخص نے نمودار پھل بیچا ہے اسکی صلاحیت ظاہر ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو تو اصح قول کے مطابق صحیح ہے اور اگر نمودار ہونے سے قبل پھل بیچا تو بالاتفاق صحیح نہیں، اور اگر کچھ پھل نمودار ہوا اور کچھ ابھی نمودار نہیں ہوا تو ظاہر مذہب میں بیع صحیح نہیں سرخسی نے اس کو صحیح قرار دیا اور بیع کے بعد مشتری پھلوں کو فی الحال قطع کرے اس سلسلہ میں اس پر جبر کیا جائے گا اور اگر اس نے پھلوں کو درختوں پر چھوڑنے کی شرط لگائی تو بیع فاسد ہوگی اور اس میں حیلہ یہ ہے کہ مشتری بائع سے درخت بطور معاملہ لے کہ ہزار میں سے ایک جزء بائع کی ہوگی اور یہ کہ بینگن، تربوز اور ککڑی کی جڑیں خرید لے تاکہ نئے پیدا ہونے والے پھل مشتری کی ملک ہوں اور کھیتی اور گھاس میں موجود

[1] درمختار کتاب البیوع فصل فی مایدخل فی البیع تبعاً مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹

Marfat.com

بعض ثمن کے بدلے خرید لے اور باقی ثمن کے بدلے زمین کو مدت معینہ کے لئے کرایہ پر لے لے جس مدت میں کھیتی کا پکنا معلوم ہو۔(ت)

مسئلہ از کانپور مسجد جامع مرسلہ محمد ادریس صاحب پرتابگڈھی ۲۹ ذی القعدہ ۱۳۳۶ھ

پس از سلام مسنون حضرت سید ولد آدم و سید الانس والجان (روحی فداہ) معروض خدمت والا ہے کہ خادم کو چند مسائل کے متعلق جناب سے استفسار مقصود ہے۔ زید نے اپنے مکان کو عمرو سے بیع کیا اور قیمت کے متعلق یہ قرار دیا کہ جو بکر قرار دے وہی قیمت ہے یعنی بیع تو اس وقت کی اور قیمت کی تقدیر و تعیین بکر کی رائے پر موقوف کر دی یہ بیع صحیح ہوئی یا فاسد، پھر جبکہ بکر نے تخمیناً تین ماہ کے بعد قیمت معین کی تو بصورت فساد وہ فساد اُٹھ گیا یا نہیں، اور کون سا فساد بعد رفع علت فساد اٹھ جاتا ہے اور فساد کے صلب عقد میں ہونے کا کیا معنیٰ ہے، اور تقرر بیع کی کیا صورتیں ہیں، امید کہ حضرتِ والا ان امور سے ضرور بالتفصیل مع حوالہ کتاب آگاہ فرمائیں گے۔ بیّنوا توجروا

الجواب

یہ بیع فاسد ہے۔ عالمگیریہ میں ہے:

اما شرائط الصحۃ فمنھا ان یکون المبیع معلوما والثمن معلوما علما یمنع من المنازعۃ فبیع المجھول جھالۃ تفضی الیہا غیر صحیح کبیع شاۃ من ھذا القطیع وبیع الشیئ بقیمتہ وبحکم فلان[1]۔

بیع کے صحیح ہونے کی شرطوں میں سے یہ ہے کہ مبیع معلوم ہو اور ثمن معلوم ہو اس طور پر کہ جھگڑا نہ پیدا ہو چنانچہ ایسی مجہول چیز کی بیع صحیح نہیں جس سے جھگڑا پیدا ہو، جیسے کہا جائے کہ اس گلہ میں سے ایک بکری کی بیع یا اس شَے کی بیع اس کی قیمت کے ساتھ یا فلاں کے فیصلے کے مطابق بیع۔(ت)

بکر نے جبکہ تعیین ثمن انقضائے مجلس بیع کے بعد کی وہ فساد بالاجماع متقرر ہو گیا اب نہیں اٹھ سکتا جب تک یہ بیع فسخ نہ کی جائے۔ ردالمحتار میں ہے:

فی النھایۃ والفتح وغیرھما قال شمس الائمۃ الحلوانی وان علم بالرقم فی

نہایہ اور فتح وغیرہ میں ہے شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا کہ اگرچہ مشتری کو مجلس کے اندر لکھی ہوئی

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب البیوع الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۳

Marfat.com

المجلس لاینقلب ذٰلك العقد جائزا ولکن ان کان البائع دائما علی الرضا فرضی به المشتری ینعقد بینهما عقد بالتراضی اھ[1] وعبر فی الفتح بالتعاطی والمراد واحد اھ[2]

قیمت معلوم ہوگئی ــــــــ تو بھی عقد جائز نہیں ہوگا لیکن اگر بائع رضامندی پر قائم ہے اور مشتری بھی اس پر راضی ہوگیا تو دونوں کی باہمی رضامندی سے عقد ان کے درمیان منعقد ہوجائے گا الخ فتح میں اس کو تعاطی سے تعبیر کیا گیا اور مراد دونوں سے ایک ہی ہے اھ (ت)

اور لفظِ فتح یہ ہیں :

وجوازہ اذا علم فی المجلس بعقد اٰخر هو التعاطی کما قاله الحلوانی اھ[2] اقول وهذا التعیین ان التعاطی بعد عقد فاسد اذا وقع فی المجلس لایحتاج الی سبقة متارکة ذٰلك الفاسد بخلافه بعد المجلس الاتری الی تقییدہ بقوله اذا علم فی المجلس والا فحصول البیع بعقد جدید لایتوقف علی کونه فی المجلس الاول فقد حصل التوفیق وان استبعدہ الشامی واستظهر انهما روایتان اعنی اشتراط المتارکة فی التعاطی بعد الفاسد وعدمه فافهم وباللہ التوفیق۔

مجلس میں معلوم ہوجانے پر اس کا جواز دوسرے عقد کے ساتھ ہے جو کہ تعاطی ہے جیسا کہ حلوانی نے فرمایا اھ میں کہتا ہوں یہ امر کی تعیین کے لئے ہے کہ بیشک تعاطی جب عقدِ فاسد کے بعد مجلس میں واقع ہو تو وہ پہلے اس عقد فاسد کے متارکہ کی محتاج نہیں ہوتی بخلاف مجلس کے بعد تعاطی کے، کیا تو نہیں دیکھتا کہ فتح نے اپنے اس قول کے ذریعے قید لگائی کہ "جب اس کو مجلس میں معلوم ہو" ورنہ عقد جدید کے ساتھ بیع کا حصول اس بات پر موقوف نہیں کہ وہ مجلس اول میں ہو تحقیق (مختلف عبارتوں میں) توفیق وتطبیق حاصل ہوگئی اگرچہ شامی نے اس کو بعید جانا اور احتیاط برتتے ہوئے کہا کہ بیشک یہ دو روایتیں ہیں یعنی عقد فاسد کے بعد تعاطی میں متارکہ کا شرط ہونا اور شرط نہ ہونا پس سمجھ اور توفیق اللہ تعالٰی ہی کی طرف سے ہے۔ (ت)

پھر شامی نے فرمایا :

وجزم بخلافه فی الهندیة اٰخر باب

ہندیہ میں باب المرابحہ کے آخر میں اس کے خلاف

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۲

[2] فتح القدیر " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۴۶۷

Marfat.com

المرابحۃ وذکر ان العلم فی المجلس یجعل
کابتداء العقد ویصیر کتاخیر القبول
الی اٰخر المجلس وبہ جزم فی
الفتح ھناك ایضا[1] اھ۔

اقول اولًا لقد ابعد الحجۃ فقد قال فی الھدایۃ من باب خیار الشرط انہ اسقط المفسد قبل تقررہ فیعود جائزا کما اذا باع بالرقم و اعلمہ فی المجلس[2] اھ واقرہ الفتح و الشراح وقال فی الفتح صدر البیوع ممالا یجوز البیع بہ البیع بقیمتہ او بما حل بہ او بما ترید او بما اشتراہ او بمثل ما اشتری فلان لایجوز فان علم المشتری بالقدر فی المجلس فرضیہ عاد جائزا[3] اھ وقال فی البدائع لوقال بعت ھذا العبد بقیمتہ فالبیع فاسد لان قیمتہ تختلف باختلاف المقومین فکان الثمن مجھولا وکذا اذا باع بحکم المشتری او بحکم فلان

پر جزم کیا اور ذکر کیا کہ مجلس میں معلوم ہونے کو ابتدائے عقد کی مانند بنایا جائے گا اور یہ آخر مجلس تک قبول کو مؤخر کرنے کی طرح ہوجائے گا اور یہاں پر فتح نے بھی اسی پر جزم کیا اھ

اقول (میں کہتا ہوں) اوّلًا علامہ شامی دلیل سے دُور ہوگئے تحقیق ہدایہ کے باب خیار الشرط میں فرمایا کہ بیشک بائع نے مفسد کو فساد کے مستحکم ہونے سے قبل ساقط کردیا تو بیع جائز ہوگئی جیسا کہ کسی نے لکھی ہوئی قیمت پر بیع کی اور مجلس کے اندر مشتری کو وہ قیمت بتادی الخ فتح اور شارحین نے اسے برقرار رکھا، فتح میں کتاب البیوع کے آغاز میں فرمایا جن چیزوں کے ساتھ بیع ناجائز ہے ان میں سے یہ ہے کہ کسی چیز کی بیع اسکی قیمت کے بدلے میں یا اس چیز کے بدلے جس سے بیع حلال ہو یا بائع مشتری کو یہ کہے کہ جتنی قیمت تو چاہے اس کے بدلے میں بیچتا ہوں یا کہے جتنے پر اس نے خریدا ہے اس کے بدلے میں یا کہے جتنے پر فلاں نے خریدا اس کی مثل قیمت کے بدلے میں، تو ان تمام صورتوں میں بیع ناجائز ہے پھر اگر مشتری کو مجلس کے اندر قیمت کی مقدار معلوم ہوگئی اور وہ اس پر رضامند ہوا تو بیع جائز ہوجائے گی الخ بدائع نے فرمایا کہ اگر بائع نے کہا میں نے یہ غلام اس کی قیمت کے عوض بیچا

---

[1] ردالمحتار — کتاب البیوع — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۴/ ۱۲
[2] الہدایہ — کتاب البیوع باب خیار الشرط — مطبع یوسفی لکھنؤ — ۳/ ۳۴
[3] فتح القدیر — کتاب البیوع — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ۵/ ۴۶۷

Marfat.com

لانه لایدری بما ذا یحکم فلان
وجهالة الثمن تمنع صحة
البیع فاذا علم ورضی به جاز
البیع لان الجهالة قد زالت
فی المجلس وله حکم
حالة العقد فصار کانه
کان معلوما عند العقد
وان لم یعلم به
حتی افترقا تقرر
الفساد[1] اھ مختصرا وفیها
ایضا لابی حنیفة رضی الله
تعالیٰ عنه ان جملة
الثمن مجهولة حالة العقد
جهالة مفضیة الی المنازعة
فتوجب فساد العقد وعندنا
اذا ارتفعت فی المجلس
ینقلب العقد الی الجواز
لان المجلس وان طال
فله حکم ساعة العقد[2] اھ و
فیها ایضا اذا اشتری ثوبا
برقمه ولم یعلم المشتری
رقمه حتی فسد البیع ثم

تو بیع فاسد ہے کیونکہ مختلف قیمت لگانے والوں کے
اعتبار سے اس غلام کی قیمت مختلف ہو گی تو اس طرح
ثمن مجہول ہوگا اسی طرح اگر غلام بیچا اس چیز کے بدلے
میں جس کا فیصلہ مشتری یا فلاں شخص کرے گا تو بھی
بیع فاسد ہو گی کیونکہ معلوم نہیں فلاں شخص کیا فیصلہ
کریگا اور جہالتِ ثمن صحتِ بیع سے مانع ہے پھر
جب مشتری کو ثمن کا علم ہوا اور وہ اس پر رضامند
ہو گیا تو بیع جائز ہو جائے گی کیونکہ جہالت مجلس
کے اندر ہی زائل ہو گئی اور اب اس کا حکم حالتِ
عقد والا ہی ہو گا تو یہ ایسے ہی ہو گیا جیسے گویا کہ
عقد کے وقت معلوم تھا اور اگر ثمن کا علم نہ ہوا یہاں
تک کہ بائع اور مشتری متفرق ہو گئے تو فساد مستحکم
ہو گیا اھ مختصراً۔ اور اسی میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کا یہ قول بھی ہے کہ اگر حالت عقد میں تمام
ثمن اس طرح مجہول ہوں کہ جہالت جھگڑے تک
پہنچائے تو یہ فساد عقد کا موجب بنے گی اور ہمارے
نزدیک جب مجلس کے اندر جہالت رفع ہو جائے
تو عقد جواز کی طرف پلٹ آتا ہے کیونکہ مجلس اگرچہ طویل
ہو اس کا حکم ساعت عقد والا ہی ہوتا ہے[2] اور
اسی میں یہ بھی ہے کہ جب کسی نے لکھی ہوئی قیمت
کے بدلے میں کپڑا خریدا اور مشتری کو اس لکھی ہوئی
قیمت کا علم نہیں ہے حتی کہ بیع فاسد ہوئی پھر

---

[1] بدائع الصنائع کتاب البیوع فصل واما شرائط الصحۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/۱۵۸
[2] " " " " ۵/۱۵۹

Marfat.com

علم رقمه فان علم قبل الافتراق واختار البیع جاز عندنا و ان کان بعد الافتراق لایجوز بالاجماع[1] اھ۔

اسے لکھی ہُوئی قیمت کا علم ہوا اگر تو یہ علم افتراق سے قبل ہوا اور اس نے بیع کو اختیار کرلیا تو ہمارے نزدیک بیع جائز ہوگئی اور اگر افتراق کے بعد اسے لکھی ہُوئی قیمت کا علم ہُوا تو بالاتفاق بیع جائز نہیں ہوگی الخ۔

وثانیاً تتبعت جمیع باب المرابحة من الھندیة فلم ارفیھا ماذکرمن التعلیل لافی النسخة المصریة ولافی الھندیة وانما قال فیھا اول باب المرابحة ان باعه بربح دہ یازدہ لایجوز الا اذا علم الثمن فی المجلس فیجوز وله (ای للمشتری) الخیار فاذا اختار العقد یلزمه احد عشر استحسانا وکذا لوباعه تولیة ولایعلم المشتری بکم یقوم علیه لایجوز الا اذا علم الثمن فی المجلس فیجوز وله الخیار ھکذا فی محیط السرخسی[2] اھ وقال اٰخر الباب من ولی رجلا شیئا بما قام علیه ولم یعلم المشتری بکم قام علیه فسد البیع فان اعلمه البائع

وثانیاً میں نے ہندیہ کا تمام باب مرابحہ تلاش کیا تعلیل مذکورہ میں نے اس میں نہیں دیکھی نہ مصری نسخے میں اور نہ ہندی نسخے میں، ہاں بیشک اس کے اندر باب مرابحہ کے شروع میں یہ فرمایا اگر کسی نے دہ یازدہ یعنی دس کی چیز بطور نفع گیارہ کے بدلے میں فروخت کی تو جائز نہیں مگر جب مجلس میں ہی مشتری کو ثمن کا علم ہوگیا تو بیع جائز ہوگئی اور مشتری کو اختیار رہے اگر اس نے عقد کو اختیار کیا تو بطور استحسان اس پر گیارہ لازم ہوں گے، یونہی اگر وہ چیز بطور تولیۃ بیچی اور مشتری نہیں جانتا کہ اسے کتنے میں پڑے گی تو بیع جائز نہیں مگر جب مجلس کے اندر اس کو ثمن معلوم ہوگئے تو جائز ہے اور مشتری کو اختیار ہوگا اسی طرح محیط سرخسی میں ہے اھ اور باب کے آخر میں کہا کہ جس شخص نے کسی مرد پر بطور تولیۃ کوئی شئی اتنے میں بیچی جتنے میں بائع کو پڑی اور مشتری نہیں جانتا کہ بائع کو کتنے میں پڑی تو یہ بیع فاسد ہوئی، پھر اگر بائع

---

[1] بدائع الصنائع کتاب البیوع فصل واما شرائط الصحة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/۱۶۸

[2] فتاوٰی ہندیہ الباب الرابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۱۶۰

Marfat.com

فی المجلس صح البیع و للمشتری الخیار ان شاء اخذہ وان شاء ترکہ کذا فی الکافی[1] اھ وقال قبیلہ عن الحاوی اذا باع الرجل المتاع بربح دہ یازدہ اوما شاکل ذٰلک فاذا علم المشتری بالثمن ان شاء اخذہ وان شاء ترکہ ان علم بالثمن قبل العقد فلیس لہ ان یرد[2] اھ اقول والمراد العلم فی المجلس بدلیل ما تقدم و ما تأخر۔

مجلس کے اندر مشتری کو بتادیا تو بیع صحیح ہوگئی اور مشتری کو اختیار ہے اگر چاہے تو لے لے اور چاہے تو چھوڑ دے اسی طرح کافی میں ہے اھ اور اس سے تھوڑا پہلے حاوی کے حوالہ سے کہا کہ اگر کسی مرد نے کوئی سامان جو دس کا خریدا ہوا تھا گیارہ کے بدلے بیچا یا اس سے ملتی جلتی کوئی صورت اختیار کی پھر جب مشتری کو ثمن کا علم ہوا تو اس کو اختیار ہے چاہے تو لے لے اور چاہے تو چھوڑ دے اور اگر مشتری کو عقد سے پہلے ثمن معلوم ہوں تو اسے رَد کا اختیار نہ ہوگا الخ میں کہتا ہُوں اس سے مراد مجلس کے اندر علم ہونا ہے اس دلیل کے ساتھ جو پہلے گزری اور جو اس کے بعد ہے۔

وثالثا التعلیل المذکور کالمتناقض فان اٰخرہ یفید انہ بالعقد الاول واولہ انہ بعقد جدید۔

وثالثاً تعلیل مذکور متناقض کی مانند ہے اس لئے کہ اس کا آخر اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ وہ عقد اول کے ساتھ ہے اور اس کا اول اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ وہ عقد جدید کے ساتھ ہے۔(ت)

صلب عقد بدلین ہیں فتح القدیر میں اسی مسئلہ آجال مجہولہ میں ہے: صلب العقد بدلان[3] (صلب عقد دونوں بدل ہیں (یعنی ثمن و مبیع)۔ت) یہ فساد کبھی مرتفع نہیں ہوسکتا جب تک اس عقد ہی کو فسخ نہ کریں یہاں نفس مجلس عقد میں اصلاح بھی کارآمد نہیں جیسے ایک روپیہ دو روپے کو بیچے پھر قبل افتراق زائد روپیہ ساقط کردے، عقد صحت کی طرف عود نہ کرے گا، ہدایہ میں ہے:

لوباع الی ھذہ الاٰجال تراضیا باسقاط اگر کسی نے ان اوقات مذکورہ کے وعدہ پر بیع کی

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب البیوع الباب الرابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۱۶۵
[2] " " " " " " ۳/۱۶۵
[3] فتح القدیر " باب البیع الفاسد مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/۸۸

Marfat.com

الاجل قبل ان یاخذ الناس فی الحصاد و الدیاس وقبل قدوم الحاج جاز البیع، وقال زفر لا یجوز لانہ وقع فاسدا فلا ینقلب جائزا، ولنا ان الفساد للمنازعۃ وقد ارتفع قبل تقررہ وھذہ الجھالۃ فی شرط زائد لا فی صلب العقد فیمکن اسقاطہ بخلاف ما اذا باع الدرھم بالدرھمین ثم اسقط الدرھم الزائد لان الفساد فی صلب العقد[1]۔

پھر بائع اور مشتری اس مدت کو ساقط کرنے پر رضامند ہوگئے قبل اس کے لوگ کھیتی کاٹنے یا اس کو گاہنے کا آغاز کریں اور قبل اس کے کہ حاجی لوگ آئیں تو بیع جائز ہوگئی۔ امام زفر نے کہا جائز نہیں ہوگی کیونکہ یہ بیع فاسد واقع ہوئی لہذا جواز کی طرف نہیں پلٹے گی، اور ہماری دلیل یہ ہے کہ فساد تو جھگڑے کے ڈر سے تھا درانحالیکہ وہ فساد مستحکم ہونے سے پہلے ہی دُور ہوگیا، اور یہ جہالت صلب عقد میں نہیں بلکہ ایک زائد شرط میں واقع ہوئی جس کو ساقط کرنا ممکن ہے بخلاف اس کے کہ جب ایک درہم دو درہموں کے عوض بیچا پھر بائع اور مشتری دونوں نے زائد درہم کو ساقط کر دیا تب بھی یہ بیع جائز نہ ہوگی کیونکہ یہاں فساد صلب عقد میں ہے۔ (ت)

اور عدم شرط انعقاد کا فساد اس سے ملحق کیا گیا

فان انعدامہ یعدم العقد لانہ منعقد بصفۃ الفساد فیمکن اصلاحہ فی المجلس۔

اس لئے کہ شرط کا معدوم ہونا عقد کو باطل کر دیتا ہے ایسا نہیں کہ وہ عقد صفت فساد کے ساتھ منعقد ہوا کہ مجلس میں اس کی اصلاح ممکن ہو۔ (ت)

عنایہ امام کمال بابرتی محل مذکور میں ہے:

اعترض بانہ اذا نکح بغیر شھود ثم اشھد بعد النکاح فانہ لا ینقلب جائزا ولیس الفساد فی صلب العقد و اجیب بان الفساد فیہ لعدم الشرط

اس پر اعتراض کیا گیا کہ اگر کوئی شخص بغیر گواہوں کے نکاح کرے پھر نکاح کے بعد اس پر گواہ قائم کر دے تو وہ نکاح جواز کی طرف نہیں پلٹے گا حالانکہ اس صورت میں فساد صلب عقد میں نہیں، اس کا جواب یہ دیا گیا کہ یہاں فساد عدم شرط کی

---

[1] الہدایہ کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۶۴

Marfat.com

فھو قوی کما لوکان فی صلب العقد الاتری ان من صلی بغیر طہارۃ ثم تطھر لم تنقلب صلاتہ جائزۃ[1] اھ ملخصا۔

وجہ سے آیا ہے جو قوی ہے جیسا کہ صلب عقد میں فساد ہو تو قوی ہوتا ہے کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر کوئی شخص بلا طہارت نماز پڑھ لے پھر بعد میں طہارت کرلے تو اس کی نماز جواز کی طرف نہیں پلٹے گی اھ (ت)

اسی کے مثل فتح میں بھی ہے۔

اقول ویبتنی علی ان الشھود شرط الانعقاد فی النکاح وعلیہ ظاھر عامۃ کلماتھم وصرح فی الدر[2] وغیرہ انھم من شروط الصحۃ فیکون النکاح بلاشھود فاسدا لاباطلا واللہ تعالٰی اعلم، ثم اقول بل الحق ان عدم شرط الانعقاد مبطل لامفسد والکلام فی الفاسد فالسوال ساقط من اصلہ۔

اقول (میں کہتا ہوں) کہ اس کی بنیاد اس پر ہے کہ گواہ نکاح میں شرط انعقاد ہیں اور کلمات فقہاء کا ظاہر بھی اسی پر دلالت کرتا ہے اور دُر وغیرہ میں تصریح کی گئی کہ گواہ شرطِ صحت ہیں لہذا بغیر گواہوں کے نکاح فاسد ہوگا نہ کہ باطل۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں) بلکہ حق یہ ہے کہ شرط انعقاد کا نہ پایا جانا باطل کرنے والا ہے نہ کہ فاسد کرنے والا حالانکہ کلام فاسد ہونے میں ہے تو سرے سے سوال ہی ساقط ہے۔ (ت)

ان کے سوا جو فساد ہو اگر قوی ہے صرف مجلس بیع کے اندر اس کا ازالہ عقد کو صحیح کرسکے گا بعد مجلس فساد متقرر ہوجائے گا اور اگرچہ مفسد زائل ہوجائے مرتفع نہ ہوگا جیسے ثمن کا آندھی چلنے یا مینہ برسنے پر مؤجل کرنا اور اگر ضعیف ہے تو بعد مجلس بھی اصلاح پذیر ہے جب تک وہ فساد اپنا عمل نہ کرلے کہ بعد عمل انتہا ہے نہ کہ انتفاء، جیسے حاجیوں کے آنے یا ہوائیں چلنے پر ثمن کی تاجیل، اگر آنے اور چلنے سے پہلے اس شرط کو ساقط کردیا بیع صحیح ہوگئی اگرچہ مجلس عقد کے مہینوں بعد ہوا اور اگر حاجی آئے ہوائیں چلی گئیں تو اب اسقاط شرط کے کوئی معنی نہیں فساد مستقر ہوگیا بے فسخ عقد مرتفع نہ ہوگا، ہدایہ کی عبارت گزری، فتح القدیر میں عبارت مذکورہ یہ ہے:

---

[1] العنایۃ علی ہامش فتح القدیر کتاب البیوع باب البیع الفاسد مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۸۸
[2] درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۶

Marfat.com

تقییدہ بهذه الآجال لاخراج نحو التاجیل بهبوب الریح ونزول المطر فانه لو اجل بها ثم اسقطه لا یعود صحیحا اتفاقا۔[1]

ماتن کا ان مدتوں کی قید لگانا ہواؤں کے چلنے اور بارش برسنے کی میعاد کو خارج کرنے کے لئے ہے اس لئے کہ اگر ان کے ساتھ میعاد مقرر کی پھر اسے ساقط کردیا تب بھی بیع بالاتفاق صحیح نہ ہوگی (ت)

شرح الطحاوی للامام الاسبیجابی پھر حقائق شرح منظومہ نسفیہ پھر ردالمحتار میں ہے:

البیع باجل مجهول لا یجوز اجماعا سواء کانت الجهالة متقاربة کالحصاد والدیاس او متفاوتة کهبوب الریح وقدوم واحد من سفره فان ابطل المشتری المتقارب قبل محله وقبل فسخ العقد انقلب البیع جائزا عندنا ولو مضت المدة قبل ابطال الاجل تاکد الفساد ولا ینقلب جائزا اجماعا، وان ابطل المشتری المتفاوت قبل التفرق ونقد الثمن انقلب جائزا عندنا ولو تفرقا قبل الابطال تاکد الفساد ولا ینقلب جائزا اجماعا[2] (مختصرا)

مدت مجہولہ کے ساتھ بیع بالاجماع ناجائز ہے چاہے جہالت متقاربہ ہو جیسے فصلوں کی کٹائی اور ان کو گاہنا، یا جہالت متفاوتہ ہو جیسے ہواؤں کا چلنا اور کسی کا سفر سے واپس آنا۔ اگر مشتری نے جہالت متقاربہ والی میعاد کو مستحکم ہونے اور فسخ عقد سے پہلے ختم کردیا تو ہمارے نزدیک بیع جائز ہوجائیگی اور اگر میعاد کو ختم کرنے سے پہلے مدت گزر گئی تو فساد پختہ ہوگیا اور بیع بالاجماع جائز نہ ہوگی، اور اگر مشتری نے جہالت متفاوتہ کو جدا ہونے سے قبل ختم کردیا اور ثمن ادا کردئے تو ہمارے نزدیک بیع جائز ہوگئی اور اگر جہالت کو ختم کرنے سے پہلے بائع اور مشتری ایک دوسرے سے جدا ہوگئے تو فساد مستحکم ہوگیا اور اب بیع بالاجماع جائز نہ ہوگی (مختصرا) (ت)

بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

الاصل عندنا انه ینظر الی الفساد فان کان قویا بان دخل فی صلب العقد وهو البدل او المبدل لا یحتمل

ہمارے نزدیک ضابطہ یہ ہے کہ فساد کو دیکھا جائیگا اگر وہ قوی ہے یعنی صلب عقد میں ہے جو کہ بدل و مبدل ہے تو رفع مفسد کے ساتھ جائز ہونے کا

---

[1] فتح القدیر کتاب البیوع باب البیع الفاسد مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/۹۸
[2] ردالمحتار " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۲۰

Marfat.com

الجواز برفع المفسد کما قال زفر اذا باع عبدا بالف درھم ورطل من خمر فحط الخمر عن المشتری وان کان ضعیفا لم یدخل فی صلب العقد بل فی شرط جائز یحتمل برفع المفسد[1]

احتمال نہیں رکھتا جیسا کہ امام زفر نے اس صورت کے بارے میں کہا کہ جب کوئی شخص ہزار درھم اور ایک رطل شراب کے بدلے میں غلام فروخت کرے پھر مشتری سے شراب کو ساقط کردے اور اگر فساد ضعیف ہے یعنی صلبِ عقد میں داخل نہیں بلکہ شرطِ جائز میں پایا گیا تو اس صورت میں رفع مفسد کے ساتھ جوازِ عقد کا احتمال ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

منھا (ای من شرائط صحۃ البیع) ان یکون مقدور التسلیم من غیر ضرر یلحق البائع، فاذا باع اجذعا لہ فی سقف او اٰجرا لہ فی حائط او ذراعا فی دیباج او کرباس لایجوز، فان نزعہ البائع او قطعہ و سلمہ الی المشتری قبل ان یفسخ المشتری البیع جاز البیع حتی یجبر المشتری علی الاخذ لان المانع من الجواز ضرر البائع بالتسلیم فاذا سلم باختیارہ و رضاہ فقد زال المانع فجاز البیع ولزم۔ فرق بین ھذا وبین بیع الالیۃ فی الشاۃ الحیۃ والنوی فی التمر والزیت فی الزیتون والدقیق فی الحنطۃ والبزر فی البطیخ ونحوھا انہ لاینعقد اصلا حتی لو سلم یجز، والاصل المحفوظ ان لا یمکن تسلیمہ الا بضرر یرجع الی قطع

صحتِ بیع کی شرائط میں سے یہ ہے کہ مبیع مقدور التسلیم ہو بغیر اس کے کہ بائع کو ضرر لاحق ہو، چنانچہ اگر کسی نے چھت میں لگی ہوئی شہتیر یا دیوار میں لگی ہوئی اینٹیں یا ریشمی یا اونی کپڑے میں سے ایک گز فروخت کیا تو جائز نہیں پھر اگر بائع نے مبیع کو اکھاڑ یا کاٹ دیا اور مشتری کے بیع کو فسخ کرنے سے پہلے مبیع مشتری کے حوالے کردیا تو بیع جائز ہوگئی یہاں تک کہ مشتری کو مجبور کیا جائیگا کہ وہ اس کو لے کیونکہ مانع جواز تو تسلیم کے سبب سے بائع کو لاحق ہونے والا ضرر تھا اب جبکہ بائع نے اپنی رضامندی اور اختیار سے تسلیم مبیع کردیا تو وہ مانع زائل ہوگیا اور بیع جائز اور لازم ہوگئی۔ فرق کیا گیا ہے درمیان مذکورہ صورت کے اور درمیان اس کے کہ زندہ دنبہ کی چکی، کھجوریں موجود گٹھلی، زیتون میں موجود روغن، گندم میں موجود آٹا، تربوز میں موجود بیج اور اسی طرح کی دیگر اشیاء فروخت کی جائیں کیونکہ ان میں سرے سے بیع منعقد ہی نہیں ہوتی یہاں تک اگر بائع مبیع کو مشتری کے حوالے بھی کردے تب بھی جائز نہ ہوگی اور اصل محفوظ یہ ہے کہ اگر

---

[1] بدائع الصنائع کتاب البیوع فصل واما شرائط الصحۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/۱۶۸

Marfat.com

اتصال ثابت باصل الخلقة فبيعه باطل وما لا يمكن تسليمه الا بضرر يرجع الى قطع اتصال عارض فبيعه فاسد الا ان يقطع باختياره ويسلم فيجوز والقياس على هذا الاصل ان يجوز بيع الصوف على ظهر الغنم لانه يمكن تسليمه من غير ضرر يلزمه بالجز الا انهم استحسنوا عدم الجواز للنص وهو ما روى عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ولان الجز من اصله لا يخلو عن الاضرار بالحيوان و موضع الجز فيما فوق ذلك غير معلوم فتجرى فيه المنازعة فلا يجوز[1] اھ ملتقطا اقول فكان هذا من باب عدم ارتفاع المفسد وقوله "جذعا له فى سقف او اجرا له فى حائط" يحتمل المعين فلا فساد الا من جهة لزوم الضرر۔

تسلیم مبیع بائع کو ایسا ضرر پہنچے بغیر ممکن نہ ہو جو ضرر اصل خلقت سے ثابت شدہ اتصال کے قطع کی طرف لوٹتا ہے تو بیع باطل ہوگی اور اگر تسلیم مبیع ایسے ضرر کے بغیر ممکن نہ ہو جو اتصال عارضی کے قطع کی طرف لوٹتا ہے تو بیع فاسد ہوگی مگر جب بائع اپنے اختیار سے قطع کرکے تسلیم مبیع کردے تو بیع جائز ہوجائیگی، اور اس اصل پر قیاس کا تقاضا ہے کہ بکریوں کی پشت پر اُگی ہوئی اُون کی بیع جائز ہو کیونکہ اس میں تسلیم ممکن ہے بائع کو ضرر لاحق ہوئے بغیر جو بسبب اُون کاٹنے کے لازم آتا ہے مگر فقہاء نے اس کے جائز نہ ہونے کو مستحسن قرار دیا اس نص کی وجہ سے جس کو سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت فرمایا اور اس وجہ سے کہ اُون کو جڑ سے کاٹنا حیوان کو ضرر پہنچانے سے خالی نہیں اور جڑ کے اُوپر سے کاٹیں تو کاٹنے کی جگہ متعین نہیں لہذا اس میں جھگڑا پیدا ہوگا اس لئے ناجائز ہے الخ پس میں کہتا ہوں کہ یہ مفسد کے دور نہ ہونے کے باب سے ہوگیا، اور صاحب بدائع کا قول کہ "بائع نے چھت میں لگی شہتیر یا دیوار میں لگی ہوئی اینٹیں فروخت کیں" تو اس میں احتمال ہے کہ وہ شہتیر اور اینٹیں معین ہوں تو اس میں سوائے لزوم ضرر کے کسی اور جہت سے فساد نہ ہوگا۔ (ت)

---

[1] بدائع الصنائع کتاب البیوع فصل واما شرائط الصحۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۱۶۸

Marfat.com

بلکہ درمختار میں ہے :

(فسد) بیع (جذع) معین (فی سقف) اما غیر المعین فلا ینقلب صحیحا ابن کمال (وذراع من ثوب یضرہ التبعیض) فلو قطع وسلم قبل فسخ المشتری عاد صحیحا ولو لم یضرہ القطع ککرباس جاز لانتفاء المانع[1]

چھت میں لگی ہوئی معین شہتیر کی بیع فاسد ہے، رہی غیر معین تو اس کی بیع نہیں ہوسکتی (ابن کمال)، اور جس کپڑے کو تبعیض نقصان دے اس میں سے ایک گز کی بیع فاسد ہے، پھر اگر مشتری کے بیع کو فسخ کرنے سے قبل بائع نے اس کپڑے کو کاٹ کر مشتری کے سپرد کردیا تو بیع جائز ہوگئی اور اگر کاٹنا اس کو نقصان نہیں پہنچاتا تو مانع کے نہ ہونے کی وجہ سے بیع جائز ہے (ت)

مگر ردالمحتار میں ہے :

وھو ضعیف لانہ فی غیر المعین معلل بلزوم الضرر والجہالۃ فاذا تحمل البائع الضرر وسلمہ زال المفسد وارتفعت الجہالۃ ایضا ومن ثم جزم فی الفتح بانہ یعود صحیحا[2]، عہ

اور وہ ضعیف ہے کیونکہ غیر معین میں فسادِ بیع کی علّت لزومِ ضرر اور جہالت کو قرار دیا گیا تو جب بائع نے ضرر کو برداشت کرلیا اور مبیع مشتری کے سپرد کردیا تو مفسد زائل ہوگیا اور جہالت بھی جاتی رہی، یہی وجہ ہے کہ فتح میں اس پر جزم کیا گیا کہ بیع صحت کی طرف پلٹ آئے گی۔ (ت)

عہ جواب ناتمام ملا۔

---

[1] درمختار کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴

[2] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۹-۱۰۸

Marfat.com

بابُ البیع المکروہ

(بیع مکروہ کا بیان)

مسئلہ ۸۹ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ غلّہ کو روک کر بیچنا جائز ہے یا نہیں ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

غلہ کو اس نظر سے روکنا کہ گرانی کے وقت بیچیں گے بشرطیکہ اسی جگہ یا اس کے قریب سے خریدا اور اس کا نہ بیچنا لوگوں کو مضر ہو مکروہ و ممنوع ہے، اور اگر غلہ دُور سے خرید کر لائے اور بانتظارِ گرانی نہ بیچے یا نہ بیچنا اس کا خلق کو مضر نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں،

فی العٰلمگیریۃ الاحتکار مکروہ و ذٰلک ان یشتری طعاما فی مصر و یمتنع من بیعہ و ذٰلک یضر بالناس کذا فی الحاوی، وان اشتری فی ذٰلک المصر وحبسہ ولا یضر باھل المصر لاباس بہ کذا فی التتارخانیۃ ناقلاعن التجنیس، واذا اشتری من مکان قریب من المصر فحمل طعاما الی المصر وحبسہ و

عالمگیریہ میں ہے احتکار مکروہ ہے اس کی صورت یہ ہے کہ شہر میں غلہ خرید لے اور اس کو فروخت کرنے سے روک رکھے اور یہ روکنا لوگوں کے لئے نقصان دہ ہو یہ حاوی میں ہے، اور شہر میں خرید کر اس کو بیچنے سے روکا مگر اس سے لوگوں کو ضرر نہیں پہنچتا تو کوئی حرج نہیں یونہی تاتارخانیہ میں تجنیس سے نقل کیا گیا ہے، اور اگر شہر کے قریب سے خریدا اور شہر میں اٹھا لایا اور فروخت سے روک رکھا جبکہ

Marfat.com

ذٰلك یضر باھلہ فھو مکروہ ھذا قول محمد وھو احدی الروایتین عن ابی یوسف وھو المختار ھکذا فی الغیاثیۃ وھو الصحیح ھکذا فی جواھر الاخلاطی، وفی جامع الجوامع فان جلب من مکان بعید واحتکر لم یمنع کذا فی التاتارخانیۃ [1]

اس سے شہر والوں کو ضرر پہنچتا ہے تو یہ مکروہ ہے یہ امام محمد علیہ الرحمۃ کا قول ہے، اور امام ابویوسف رحمہ اللہ سے بھی دو روایتوں میں سے ایک میں یہی آیا ہے، یہی مختار ہے، اسی طرح غیاثیہ میں ہے، اور یہی صحیح ہے جیساکہ جواہر اخلاطی میں مذکور ہے، اور جامع الجوامع میں ہے کہ اگر کہیں دُور سے اناج خرید کر کھینچ لایا اور شہر میں فروخت سے روک رکھا تو ممنوع نہیں، تتارخانیہ میں یُوں ہی ہے۔ (ت)

مسئلہ ۹۰ ازشہر کہنہ ۱۱ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے مبلغ پانسو روپے کے گیہوں خریدے فصل میں، اور بقدرِ ضرورت اپنے اہل وعیال کے لئے رکھ لئے، اور باقیماندہ ماہ اساڑھ میں فروخت کر دئے، اس شکل میں زید مواخذہ دار ہُوا یا نہیں؟

الجواب

بریلی میں پانسو بلکہ پانچ ہزار کے گیہوں فصل پر خریدنے اور بیچ پر بیچنے میں کوئی مواخذہ نہیں کہ ان دونوں زمانوں میں نرخ کا اختلاف معمولی طور پر ہمیشہ ہوتا ہے، ہاں اگر گرانی پڑنے کی خواہش کرے تو خلق اللہ کا بدخواہ اور ماخوذ گناہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۱، ۹۲ ازبریلی محلہ ذخیرہ جناب مقبول الرحمٰن خاں

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک مکان مسکونہ کی بیع ایک مسلمان سے قرار پائی وہ معاملہ بیع طے ہوگیا اور قبضہ مکان پر مشتری کو بعد تحریر مسودہ بیعنامہ کر دینے دستخط کے دے دیا گیا حسب قانون انگریزی ہنوز بیعنامہ تحریر و رجسٹری نہ ہوا تھا کہ ایک دوسرا مسلمان اسی محلہ کا جو پہلے خریداری سے انکار کرچکا تھا اب ایکسَو روپیہ بڑھا کر خریداری کا ارادہ ظاہر کرتا ہے اور قبضہ ہنوز اُس شخص کا ہے جس سے پہلے بائعان کی گفت گو بیع کی طے ہو چکی ہے اور اس کے قبضہ میں مسودہ دستخط شدہ بھی موجود ہے، ایسی صورت میں کون سی بیع شرعاً جائز ہے اور جو بیع شرعی

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب البیوع فصل فی الاحتکار نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۲۱۳

Marfat.com

پر راضی نہ ہو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

(۲) تین ہفتہ سے مشتری سابق مع عیال و اطفال اس مکان میں رہتا ہے جس پر بائعان بخوشی قبضہ دے چکے ہیں تو اب اس کو حق اہل محلہ کے پڑوسی ہونے کا حاصل ہوگیا یا نہیں، اور اگر حاصل ہوگیا تو نئے مشتری کو جو پڑوسی ہے اس کو تکلیف دینا اور مکان بہ جبر اس سے خالی کرانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر نہیں تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

دوسرے کا اب اس بیع سے تعرض کرنا قیمت بڑھانا، اپنی طرف پھیرنا سب حرام ہے۔

فقد نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن سوم الرجل علی سوم اخیہ[1] فضلا عن الصورۃ المذکورۃ فی السؤال۔

بیشک رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی شخص اپنے بھائی کے سودا پر سودا کرے چہ جائیکہ سوال میں مذکورہ صورت ہو (ت)

مکان بہ جبر اس سے خالی کرانا ظلم ہے، اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے فرماتے ہیں: الظلم ظلمات یوم القیمۃ[2] ظلم قیامت کے دن اندھیریاں ہو جائے گا۔ اور قرآن عظیم میں ظالموں پر لعنت فرمائی اور ہمسایہ پر ظلم اور بھی سخت اشد کبیرہ ہے۔ بائع پر فرض ہے کہ اپنی اگلی بیع پر قائم رہے شرعًا بیع ہو چکی رجسٹری یا اسٹامپ پر لکھا جانا شرعًا اصلًا ضرور نہیں، اور اس دوسرے شخص پر فرض ہے کہ اس ظلم سے باز آجائے، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۳ از چاندپور ضلع بجنور مرسلہ حکیم رضوی صاحب ۲۳ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فصل اور موسم ارزانی میں غلہ خرید کیا جائے عند الموقع بشرح نرخ بازار فروخت کر دیا جائے اس کا منافع مسلم کے لئے حرام ہونا کہاں تک لغویت ہے مخالفین اس میں طعنہ زن ہوتے ہیں بغرض حجت حضور سے استصواب ہے۔

الجواب

صورت مذکورہ پر غلہ کی تجارت بلاشبہہ حلال و جائز ہے اسے حرام کہنے والا حلال شرعی کو

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۲/ ۴۱۱

[2] 〃 〃 〃 〃 عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ 〃 〃 〃 ۲/ ۱۰۶

Marfat.com

حرام کہتا ہے۔ حرام یہ ہے کہ بستی میں آنے والا غلہ خود خرید لے اور بند رکھے کہ جتنا مہنگا چاہے بیچے جس سے بستی پر تنگی ہو جائے، اور مکروہ یہ ہے کہ اس کے خریدنے سے بستی پر تنگی تو نہ ہو مگر اسے آرزو ہو کہ قحط پڑے کہ مجھے نفع بہت ملے اور جب ان دونوں باتوں سے پاک ہے جیسا صورتِ سوال میں ہے تو اصلاً کراہت بھی نہیں۔ درمختار میں ہے:

کرہ احتکار قوۃ البشر والبھائم فی بلد یضرّ باھلہ فان لم یضرّ لم یکرہ[1]۔

انسانوں اور چوپایوں کی خوراک مہنگا بیچنے کی غرض سے ایسے شہر میں روک رکھنا مکروہ ہے جس کے باشندوں کو اس روکنے سے ضرر پہنچے اور اگر ضرر نہ ہو تو مکروہ نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

اثم بانتظار الغلاء والقحط لنیۃ السوء للمسلمین[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

مہنگائی اور قحط سالی کے انتظار میں غلہ کو روک رکھنے سے گنہ گار ہوا کیونکہ اس میں مسلمانوں کے لئے بدخواہی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۴ از ضلع فرید پور مرسلہ حافظ عنایت علی و کفایت علی ۲۵ صفر ۱۳۱۹ھ

جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب بعد سلام علیکم مزاج شریف، احوال یہ ہے کہ ایک شخص گندم مبلغ بیس؁ روپے کے ساڑھے نو سیر کے وعدہ پر چھ ماہ کو طلب کرتا ہے اور گندم کا نرخ بازار میں ساڑھے گیارہ سیر و بارہ سیر ہے، جو شخص گندم لیتا ہے اپنی ضرورت کو بازار میں ساڑھے گیارہ سیر و بارہ سیر فروخت کرکے اپنا کام نکال لیتا ہے اور جو شخص گندم ادھار دیتا ہے اس کے مکان پر گندم نہیں بازار سے خرید کر دیتا ہے، دوسرا شخص مبلغ دس روپے کے گندم آٹھ سیر کے بھاؤ سے مانگتا ہے اور مبلغ دس روپے نقد طلب کرتا ہے، اسے جو دس روپے دئے جائیں گے اس روپیہ کو دس کے دس لئے جائیں گے، جیسا کچھ ارشاد فرمائیں۔

الجواب

یہ صورتیں حرام نہیں گناہ نہیں پھر بھی مکروہ ہیں ان سے بچنا بہتر ہے، کما فی الفتح وردالمحتار (جیسا کہ فتح اور ردالمحتار میں ہے۔ ت)

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۸

[2] ردالمحتار " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۵۶

Marfat.com

باب بیع الفضولی

(فضولی کی بیع کے احکام)

مسئلہ ۹۵ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے زیور اپنی زوجہ ہندہ کا کہ اسے جہیز میں ملا تھا بلا اجازتِ ہندہ بیع کیا اور اپنے صرف میں لایا، آیا یہ بیع نافذ اور ہندہ کو زید سے اختیارِ مطالبہ حاصل ہے یا نہیں؟ اور زیور وظروف وغیرہ اسبابِ جہیز جو والدینِ ہندہ نے خاص واسطے صرف ہندہ کے دیا ہے ملک ہندہ کی ہے یا زید کی؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

زیور وظروف وغیرہ اسبابِ جہیز کہ والدینِ ہندہ نے خاص واسطے صرف ہندہ کے دیا بلا ریب ملکِ ہندہ ہے زید کو اس میں کچھ حق نہیں،

فی الدرالمختار جهز ابنته بجهاز وسلمها ذلك ليس له الاسترداد منها، ولا لورثته بعده ان سلمها ذلك فی صحته بل تختص به، وبه یفتی[1]

درمختار میں ہے کہ باپ نے بیٹی کو جہیز دیا اور بیٹی کے قبضہ میں دے دیا تو اب نہ تو وہ خود واپس لے سکتا ہے نہ ہی اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء واپس لے سکتے ہیں جب کہ اس نے یہ جہیز حالتِ صحت میں دیا ہو بلکہ اس جہیز کی ملکیت بیٹی کے ساتھ مختص ہے، اور اسی پر فتوٰی ہے (ت)

[1] درمختار کتاب النکاح باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۳

Marfat.com

پس وُہ بیع کہ زید نے کی بلا اجازتِ ہندہ نافذ نہیں ہوسکتی، اور اگر ہندہ مطالبہ کرے تو وہ زیور مشتری سے پھیر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۶ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنے مرضِ موت میں ایک مکان اور ایک دکان کہ قریب سولہ سو روپے کے قیمت کے تھے چھ سو روپے کو اپنے شوہر اور دختر کے ہاتھ بیع کئے، بعد پندرہ روز کے ہندہ مرگئی، اس صورت میں یہ بیع جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مسئولہ میں بیع صحیح نہیں کہ بیع مرضِ موت میں کم قیمت کو باتفاق امام اعظم و صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ ناجائز ہے اور وارث کے ہاتھ تو برابر قیمت کو بھی بے اجازت دیگر ورثہ امام اعظم کے نزدیک جائز نہیں،

فی التلویح لو باع من احد الورثۃ عینا من اعیان الترکۃ بمثل القیمۃ فلا یجوز عند ابی حنیفۃ[1] اھ ملخصًا - واللہ تعالیٰ اعلم۔

تلویح میں ہے اگر اشیاء ترکہ میں سے کوئی خاص شئی کسی نے اپنے وارث کے ہاتھ برابر قیمت پر فروخت کی تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جائز نہیں ہے اھ ملخصا، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۹۷

مثلاً زید یک مکان بلا اجازت عمرو خریدہ بیعنامہ آں بنام عمرو برادر خود تحریر کنانیدہ گرفت و زرِ ثمن آں نیز خود دادہ اقرار ہم کردہ ماند کہ ایں مکان عمرو ست، بعد ازاں عمرو کہ وقتِ خرید مکان در سفر بود درانجا فوت کرد، ورثہ عمرو مکان مذکورہ باعانت حاکم از زید بوجہ بیعنامہ و اقرار مذکور درخواستند و زید بحکم حاکم تفویض و تسلیم

مثال کے طور پر زید نے ایک مکان اپنے بھائی عمرو کی اجازت کے بغیر خرید کر اس کا بیعنامہ عمرو کے نام لکھوا دیا اور اس کا زرِ ثمن بھی خود ہی دے کر اقرار کیا کہ یہ مکان عمرو کا ہے، بعد میں جب عمرو جو مکان کی خریداری کے وقت سفر پر تھا وہیں فوت ہوگیا تو عمرو کے وارثوں نے بیعنامہ اور اقرار مذکورہ کی وجہ سے حاکم کی مدد کے ذریعے زید سے مکان کا مطالبہ کیا اور زید حاکم کے حکم پر

---

[1] التلویح مع التوضیح فصل فی الامور المعترضۃ علی الاھلیۃ منہا المرض نورانی کتبخانہ قصہ خانی پشاور ص ۶۶۳

Marfat.com

ایشاں کہ دریں الحال زید مستحق یافتن زرِ ثمن کہ در عدالت دادن زید ثابت گردید از ورثاء عمرو ہست یا بوجہ اقرار بملکیت عمرو بسبب مکان مذکور اقرار بریں امر ہم گردید کہ روپیہ دادہ شدہ زرِ ثمن مکان ازاں عمرو ست۔ بیّنوا توجروا۔

وہ مکان ان کے حوالے کر دیا، تو کیا اب زید وہ زرِ ثمن عمرو کے وارثوں سے پانے کا حقدار ہے جس کی زید کی طرف سے عدالت میں ادائیگی ثابت ہے یا مکان مذکور پر عمرو کی ملکیت کا اقرار کرنے کی وجہ سے اس بات کا بھی اقرار ہو گیا کہ مکان کے زرِ ثمن میں دیا گیا روپیہ بھی اسی عمرو کی طرف سے ہے، بیان کرو اجر پاؤ گے (ت)

الجواب

شرعاً در صورتِ مسئول فیہا زید مستحق یافتن زرِ ثمن کہ در عدالت دادن زید ثابت گردیدہ از ورثہ عمرو بعد تسلیم مکان بایشان است، واقرار زید بمکان برائے عمرو کہ بہ صورت خرید در غیبت دادن ثمن از نزد خود بمعنی خریدہ شدن برائے عمرو است اقرار بملکیت ثمن برائے عمرو عموماً خصوص بحالیکہ زید بودن ثمن ازاں خود گفتہ باشد نمی تواند شد چہ اقرار بر یک چیز اقرار بچیزے دیگر منفصل از مقربہ کہ جزء تابع آں نباشد نمے شود و زرِ ثمن کہ چیزے منفصل و علٰحدہ از مکان مقربہ است بجہت نبودن جزء مکان و مرکب نبودنش دراں تابع مکان نیست، پس داخل در اقرار مکان عموماً خصوص در حالیکہ زید بودنش ازاں خود گفتہ باشد نمی تواند شد مانند اقرار بجاریہ مقبوضہ ذات

صورتِ مسئولہ میں عمرو کے ورثاء کو مکان سپرد کرنے کے بعد زید اُن سے وہ زرِ ثمن حاصل کرنے کا شرعی طور پر مستحق ہے جس زرِ ثمن کی زید کی طرف سے عدالت میں ادائیگی ثابت ہے اور زید کا یہ اقرار کہ مکان عمرو کے لئے ہے جیسا کہ خریداری کی صورت میں عمرو کی عدم موجودگی میں اپنے پاس سے ثمن ادا کرنا بایں معنی کہ مکان کی خریداری عمرو کے لئے ہے اس بات کا اقرار عموماً نہیں ہو سکتا کہ ثمن عمرو کی ملکیت تھے خصوصاً اس حال میں کہ جب زید نے اپنے پاس سے ثمنوں کی ادائیگی کا کہا بھی ہو (تو بدرجہ اولٰی ثمنوں کا مالک عمرو ہونا ثابت نہ ہو گا) کیونکہ ایک چیز کا اقرار کسی دوسری ایسی چیز کا اقرار نہیں ہو سکتا جو اس چیز سے منفصل ہو جس کا اقرار کیا گیا ہے اور اس کی تابع جزء نہ ہو، اور ثمن اس مکان سے منفصل اور علیحدہ چیز ہے جس مکان کا اقرار زید نے عمرو کیلئے کیا ہے لہذا اس مکان کی جزء نہ ہونے اور اس کے ساتھ مرکب نہ ہونے کی وجہ سے زرِ ثمن مکان کے تابع نہیں چنانچہ بالعموم اقرارِ مکان میں داخل نہ ہو سکے گا

Marfat.com

ولد و اقرار بصندوق محمولہ متاع و اقرار بدار مقبوضہ مشمولہ بمتاع و دواب کہ اقرار بولد جاریہ و متاع صندوق و متاع دار و دواب از ہمیں علت جامعہ یعنی از جہت نبودن ہر یکے ازاں جزو تابع مقر بہ نمے شود در فتاوی قاضیخان نوشتہ رجل فی یدیہ جاریۃ وولدھا فقال ان الجاریۃ لفلان لایدخل فیہ الولد[1] الخ و در محیط نوشتہ (عبارت منقول بر ہامش در مختار ص۴۸۲) انتہی ملتقطا و اگر نیک غور کردہ آید ہمیں مضمون یعنی داخل نبودن ثمن غیر مقر بہ در اقرار مکان و لازم نبودنش بر مقران از ہدایہ و عینی وغیرہما بقید ما اقر بہ در عبارت لزمہ اقرارہ مجہولا کان ما اقر بہ او معلوما[2]، والاقرار ملزم علی المقر ما اقر بہ[3] واضح مے شود و چوں ثمن غیر مقر بہ داخل در اقرار مکان نمی تواند شد

خصوصًا اس حال میں کہ جب زید نے یہ کہہ بھی دیا ہے کہ ثمن میں اپنے پاس سے دے رہا ہوں، یہ ایسے ہی ہوگیا جیسے کوئی شخص اولاد والی مقبوضہ لونڈی کے بارے میں اقرار کرے یا اس صندوق کے بارے میں اقرار کرے جس میں سامان ہو یا ایسے گھر کے بارے میں اقرار کرے جس میں سامان اور چوپائے ہوں تو یہ اقرار لونڈی کی اولاد، صندوق میں رکھے ہوئے سامان اور گھر میں موجود سامان اور چوپایوں کو شامل نہ ہوگا اسی علّتِ جامعہ کی وجہ سے یعنی اس وجہ سے کہ ان میں کوئی بھی ان چیزوں کی جزء و تابع نہیں جن کے بارے میں اقرار کیا گیا، فتاوی قاضیخان میں لکھا ہوا ہے کہ ایک شخص کے قبضہ میں لونڈی اور اس کی اولاد ہو اور وہ کہے کہ یہ لونڈی فلاں شخص کی ہے تو لونڈی کی اولاد اس اقرار میں داخل نہ ہوگی الخ اور محیط میں مرقوم ہے (عبارت برہامش درمختار ص۴۸۲) انتہی ملتقطًا اور اگر خوب غور کیا جائے تو یہی مضمون یعنی غیر اقرار شدہ ثمنوں کا اقرار مکان میں داخل نہ ہونا اور مکان کا اقرار کرنیوالوں پر ثمن کا لازم نہ ہونا ہدایہ اور عینی وغیرہ میں مذکور ما اقربہ (جس کا اس نے اقرار کیا) کی قید سے حاصل ہوتا ہے جو قید انھوں نے ان عبارتوں میں لگائی کہ مقر پر اس کا اقرار لازم ہو جاتا ہے چاہیے

---

[1] فتاوی قاضیخان کتاب الاقرار فصل فی الاستثناء نولکشور لکھنؤ ۳/۶۲۳
[2] الہدایہ کتاب الاقرار مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۲۲۹
[3] البنایۃ فی شرح الہدایۃ کتاب الاقرار المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۳/۴۷۷
فتح القدیر " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۷/۲۹۹

Marfat.com

پس زید کہ مکان مذکور آں بلا اجازت عمرو
بنام او خریدہ زر ثمن آں از نزد خود بجہت
مباشر بودن معاملہ خرید و مضطر بودن
در ادائے ثمن کہ دینے واجب الادا بود
ببائع آں نمود ورثۂ عمرو آں مکان را
بعد حکم حاکم بہ تسلیم زید در قبض خود
در آورند بے شبہہ زید مستحق یافتن زر ثمن
اداکردہ خود از ورثۂ عمرو است و احتمال
تطوع و تبرع در ہمچو حالت اضطرار ادائے
ثمن مفقود کہ شرعاً مضطر بادائے دین
ذمگی کسے بہ نہجیکہ باشد ہرگز متطوع و متبرع
قرار دادہ نمی شود چنانچہ ازیں روایت معتبرہ
شرح حموی ظاہر ست لو قضی واحد
من الورثۃ حق الغریم
من مالہ علی ان لا یرجع
فی الترکۃ فالقاضی
لا ینقض القسمۃ بل یمضیھا
اما اذا شرط الرجوع او
سکت فالقسمۃ مردودۃ
الا ان یقضوا حق الوارث
الذی قضی حق الغریم
من مالہ وھذا الجواب

وہ شے جس کا اس نے اقرار کیا معلوم ہو یا مجہول ،
مقر پر لزوم اس کے اقرار کی وجہ سے ہوتا ہے جب
غیر اقرار شدہ ثمن مکان کے اقرار میں داخل نہیں
ہو سکتے تو پھر زید نے جو مکان عمرو کی اجازت کے
بغیر اس کے نام پر خریدا اور زرِ ثمن اپنے پاس سے
اس لئے بائع کو دیا کہ وہ خریداری کے معاملہ میں مباشر تھا
اور ثمن جو کہ واجب الادا دین ہے کی ادائیگی میں مجبور
تھا اور حکم حاکم کے بعد زید کی سپردگی سے عمرو کے
ورثاء نے وہ مکان اپنے قبضہ میں لے لیا تو اب
زید بلا شبہہ عمرو کے ورثاء سے اس زرِ ثمن کو
وصول کرنے کا مستحق ہے جو اس نے اپنے پاس سے
ادا کیا ہے اور اس طرح کی اضطراری حالت میں ثمن
کی ادائیگی میں تطوع و تبرع (بطور احسان ادا کرنا)
کا احتمال موجود نہیں کیونکہ کسی کے ذمے لازم قرض
کی ادائیگی میں اگر کوئی شخص کسی طرح مجبور ہو تو شرعی
طور پر اس قرض ادا کرنے والے شخص کو تطوع و
تبرع کرنے والا ہرگز قرار نہیں دیا جاتا ، جیسا کہ
شرح حموی کی اس معتبر روایت سے ظاہر ہے اگر
کسی وارث نے اپنے مال سے کسی قرض خواہ کا حق
ادا کر دیا اس شرط پر کہ وہ ترکہ میں سے قرض کا رجوع
نہیں کرے گا تو قاضی تقسیم کو نہیں توڑے گا بلکہ اس
کو قائم رکھے گا اور اگر اس نے ترکہ سے رجوع کی

Marfat.com

ظاهر فيما اذا شرط الرجوع ومشكل
فيما اذا سكت، وينبغي ان يجعل
متطوعا اذا سكت والجواب انه لم يجعل
متطوعا لانه مضطر في
القضاء[1] انتهى و برائے ثبوت
استحقاق زید بہ نسبت یافتن زر ثمن از ورثہ
عمرو کہ مکان خریدۂ زید را بعد حکم
حاکم بہ تسلیم زید باوصف ثبوت ادائے
ثمن ازاں زید بقبضۂ ایشاں در رسیدہ ایں
روایت ہدایہ وعنایہ و نتائج وغیرہ کفایت
میکند وهي هذه ومن قال
لآخر بعني (منقوله هامش
الدر من باب الفضولي) الا
ان يسلمه المشتري له اي
الا ان يسلمه المشتري له العبد
المشتري لاجله اليه و يجوز ان
يكون معناه الا ان يسلم فلانا
العبد المشتري لاجله
و فاعل يسلم ضمير يعود
الى المشتري بناء على
الروايتين بكسر الراء
و فتحها فيكون بيعا و
عليه العهدة اي على

شرط لگائی یا خاموش رہا تو تقسیم مردود ہوگی تاوقتیکہ
ورثاء اس وارث کا حق ادا کردیں جس نے قرضخواہ
کا حق اپنے مال سے ادا کیا۔ یہ حکم شرط رجوع والی صورت
میں ظاہر اور سکوت والی صورت میں مشکل ہے چنانچہ خاموش رہنے کی صورت
میں اس وارث کو متطوع قرار دینا چاہیئے، اس کا
جواب یہ ہے کہ اس کو متطوع اس لئے قرار نہیں
دیا گیا کہ وہ قرض کی ادائیگی میں مجبور تھا انتہی، زید
کا خریدا ہوا مکان حکم حاکم پر زید کی سپردگی کے بعد
جب ورثاء عمرو کے قبضہ میں پہنچ گیا باوجودیکہ زید
کی طرف سے زر ثمن کی ادائیگی ثابت ہے تو اب
ورثاء عمرو سے زید کے زر ثمن کے مستحق ہونے کے
ثبوت کے لئے ہدایہ، عنایہ اور نتائج کی یہ روایت
کافی ہے جو کہ یہ ہے اور جس شخص نے دوسرے کو
کہا کہ تو مجھ پر فروخت کر الخ (منقول از حاشیہ
درمختار، باب الفضولی) مگر یہ کہ مشتری غلام اس کے
حوالے کرے جس کے لئے اس نے خریدا یعنی سوائے
اس کے بیع جائز نہ ہوگی کہ مشتری خریدا ہوا غلام
اس کے حوالے کردے جس کے لئے اس نے خریدا اور
ممکن ہے کہ معنی یوں ہو مگر اس وقت بیع جائز ہوگی
جب مشتری خریدا ہوا غلام اس فلاں کے سپرد کردے
جس کی خاطر وہ غلام خریدا گیا اور یسلم کا فاعل
ضمیر ہو جو مشتری کی طرف لوٹتی ہے۔ یہ اختلاف
دو روایتوں پر مبنی ہے یعنی مشتری کی راء پر کسرہ اور فتحہ

---

[1] غمز عیون البصائر الفن الثانی کتاب القسمۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۹۵-۹۴

Marfat.com

فلان عهدة الاخذ بتسليم الثمن
لانه صار مشتريا بالتعاطي
كالفضولي اذا اشترى لشخص ثم
سلمه المشتري لاجله[1] عناية
الا ان يسلم المشتري له
روي لفظ المشتري بروايتين
بكسر الراء وفتحها فعلى الكسر
يكون المشتري فاعلا، وقوله
له اي لاجله ويكون المفعول
الثاني محذوفا وهو اليه،
فالمعنى الا ان يسلم
الفضولي العبد الذي اشتراه
لاجل فلان اليه، وعلى
الفتح يكون المشتري له مفعولا
ثانيا بدون حرف الجر وهو
فلان، ويكون الفاعل مضمرا
يعود الى المشتري، فالمعنى
الا ان يسلم الفضولي العبد الى
المشتري له وهو فلان، ثم
ان هذا الاستثناء من قوله
لم يكن[2] الخ (منقوله هامش
الدر من الفضولي) الخ

کے ساتھ تو اس طرح یہ نئی بیع ہوگئی اور اس کی
یعنی فلاں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ثمن ادا کر کے
اس کو لے لے کیونکہ وہ تعاطی کے ساتھ مشتری
ہوگیا ہے اس فضولی کی طرح جو کسی شخص کے لئے
کچھ خریدے پھر وہ چیز اس کے حوالے کردے
جو اس کے لئے خریدی گئی (عنایہ) مگر یہ کہ مشتری
وہ غلام اس کے حوالے کردے۔ لفظ مشتری
دو طرح سے روایت کیا گیا را، کے کسرہ اور فتحہ
کے ساتھ، کسرہ کی صورت میں مشتری فاعل ہوگا
اور ماتن کا قول لہ کا معنی لاجلہ ہوگا اور
مفعول ثانی محذوف ہوگا جو کہ الیہ ہے تو اس
طرح عبارت مذکورہ کا معنی یہ ہوگا مگر یہ کہ فضولی
(مشتری) وہ غلام جو فلاں کی وجہ سے اس نے
خریدا وہ فلاں کے حوالے کردے، اور فتحہ کی صورت
میں مشتری لہ بغیر حرف جر کے مفعول ثانی ہوگا اور
مشتری لہ وہ فلاں ہی ہے اور یسلم کا فاعل
وہ ضمیر ہوگی جو مشتری کی طرف لوٹتی ہے تو اس
طرح عبارت مذکورہ کا معنی یہ ہوگا مگر یہ کہ وہ
فضولی (مشتری) غلام کو مشتری لہ (جس کیلئے
خریدا گیا) کے حوالے کردے اور وہ یعنی مشتری لہ
وہ فلاں ہی ہے، پھر یہ استثناء ماتن کے
قول لم یکن الخ سے ہے (منقول از حاشیہ در

---

[1] العنایة علی ہامش فتح القدیر کتاب الوکالۃ باب الوکالہ فی البیع والشراء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۷/ ۵۱و۵۲
[2] نتائج الافکار وھی تکملہ فتح القدیر " " " " " " " " " " " "

Marfat.com

نتائج ، والله تعالی اعلم وعلمه احکم
المجیب المدعو بمحمد فقیر الله الغنی
عفی عنه ارسله لی السید مولنا شاه
علی باهتمام تام للتصدیق لمنتصف
جمادی الاولی ۱۲۹۵ھ۔

اقول حاصل الجواب امران
الاول انه انما اقر بالدار دون
الثمن وکان مضطرا الی قضائه
فیرجع ولا یجعل تبرعا ، الثانی
انه لما سلم الدار الی ورثة عمرو
صار بیعا مبتدا بالتعاطی فکان
عهدة الاخذ بتسلیم الثمن علیهم
وانت تعلم ان بین الامرین تباینا
وتنافیا وعندی الجواب
لیس کما قال لان زیدا اما
ان یکون قال عند الشراء
اشتریته لفلان او قال لی
او لا ولا علی الاول کان فضولیا
یتوقف نفاذ شرائه علی
اجازة من اشتری له
وقد مات قبل ان
یجیز فبطل واستبان
ان المبیع للبائع و
الثمن للفضولی المشتری الذی
اداه من عنده، فلا شئ

باب الفضولی) نتائج ، اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے
اور اس کا علم بہت مضبوط ہے ۔ مجیب فقیر
محمد فقیر اللہ نے اس کو سید مولنا شاہ علی
کے پاس پورے اہتمام کے ساتھ تصدیق کیلئے
ارسال کیا نصف جمادی الاولیٰ ۱۲۹۵ھ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں) جواب کا حاصل
دو امر ہیں : پہلا یہ کہ زید نے مکان کا اقرار کیا نہ کہ
ثمن کا ، اور وہ ثمن کی ادائیگی میں مجبور تھا لہذا
وہ رجوع کرے گا اور اس کو تبرع قرار نہیں
دیا جائیگا ۔ دوسرا امر یہ ہے کہ زید نے جب مکان
ورثاء عمرو کے حوالے کر دیا اور یہ تعاطی کے ساتھ
نئی بیع ہوگئی تو اب ثمن ادا کرکے اس کو لینا عمرو
کے ورثاء کی ذمہ داری ہے اور تو جانتا ہے کہ
ان دونوں امروں میں مخالفت و منافات ہے ،
اور میرے نزدیک اس کا جواب اس طرح نہیں
جس طرح مجیب نے کہا اس لئے کہ زید نے خریداری
کے وقت یا تو یہ کہا ہے کہ میں نے یہ مکان فلاں
کے لئے خریدا ہے یا یہ کہا کہ یہ میرے اپنے
لئے ہوگا یا ایسا اس نے نہیں کیا ، پہلی صورت
میں وہ فضولی ہے اور اس کی خریداری کا نفاذ
اس کی اجازت پر موقوف ہوگا جس کے لئے اس
نے یہ مکان خریدا حالانکہ وہ اجازت سے قبل
مر گیا ہے تو یہ بیع باطل ہوگئی اور ظاہر ہوگیا کہ
مبیع بائع کی ملک اور ثمن اس فضولی مشتری کی
ملک ہے جس نے اپنے پاس سے ادا کیا ، چنانچہ

Marfat.com

لعمرو ولا لورثته وحكم الحاكم
لهم لا يعتبر بل يرد ويفسخ
لانه قضى لهم بمال الغير
والاقرار باطل لانه اقرار
بملك الغير نعم ان انتقل
اليه بعد بوجه من الوجوه
اخذ باقراره، فاذا رفع الامر
الى القاضي وجب ان يرد قضاؤه
لظهور خطائه من جهة
الشرع، وهذا التعاطي ايضا
لا يجوز ان يكون بيعا
مبتدأً اذا لفضولي لاحق له في
المبيع وان كان كان بيع فضولي متوقفا
على اجازة البائع الاول، فان اجاز
كان الثمن له لا للفضولي والا استرد الدار
من الورثة ويرد الثمن على الفضولي،
وعلى الثانيين نفذ الشراء على
الفضولي لعدم الاضافة الى
من اشتراها لاجله، ثم انه
مواخذ باقراره وقد قضى
القاضي للورثة بالدار
محتجين بالاقرار فهم
يرجع عليهم بالثمن و
ان ثبت عند القاضي
انه انما شراه بثمنه

عمرو اور اس کے وارثوں کے لئے کچھ بھی نہیں اور
ان کے حق میں حاکم کا حکم معتبر نہیں بلکہ یہ مردود اور
فسخ ہوگا کیونکہ حاکم نے ان کے لئے ملکِ غیر کا حکم
کیا ہے اور اقرار باطل ہے کیونکہ یہ ملکِ غیر کا اقرار
ہے، ہاں اگر اس کے بعد کسی طرح وہ مکان زید
کی طرف منتقل ہو جائے تو وہ اس کے اقرار کے سبب
سے لے لیا جائے گا، اور اگر یہ معاملہ قاضی کے
پاس لے جایا جائے تو اس پر پہلے فیصلے کو رد
کر دینا واجب ہے کیونکہ شریعت کی جہت سے
اس کی خطا ظاہر ہو چکی ہے اور اس تعاطی
کا نئی بیع ہونا بھی جائز نہیں کیونکہ فضولی کا مبیع
میں کوئی حق نہیں اور اگر نئی ہوتی بھی تو ایسی بیع فضولی
ہوگی جو بائع اول کی اجازت پر موقوف ہوگی اگر
اس نے اجازت دے دی تو ثمن اس کے لئے
ہوں گے نہ کہ فضولی کے لئے، اور اگر اس نے
بیع کو رد کر دیا تو مکان عمرو کے وارثوں سے واپس
لے لیا جائیگا اور ثمن فضولی کو لوٹا دیئے جائیں گے،
دیگر دونوں صورتوں میں خریداری فضولی پر نافذ
ہوئی کیونکہ اس نے اس شخص کی طرف اضافت
نہیں کی جس کے لئے اس نے گھر خریدا پھر بسبب
اس کے اقرار کے وہ ذمہ دار ہو گیا اور قاضی
نے ورثاءِ عمرو کے حق میں فیصلہ دیا جو زید کے
اقرار کو دلیل بنا رہے ہیں تو اب زید (فضولی) ثمن
کے بارے میں ورثاءِ عمرو پر کس وجہ
سے رجوع کرے گا اور اگر قاضی کے ہاں ثابت

Marfat.com

لما وقع عند الشراء في محكمة
القضاء ولو لم يستلزم الاقرار
بالدار الاقرار بالثمن اذ ليس
معنى المؤاخذة بالاقرار
ان يقضى بالمقر به
للمقر له ويرجع المقر
بالثمن بناء على انه
كان اشتراه اذ في الاقرار
لا ينظر الى الواقع انما
يواخذ الرجل بزعمه
لاحتمال انه كان اشتراه ثم حدث سبب فصار ملكا
للمقر له وان ادعى انه انما اقر بناء على زعمه
ان اشتراه لا ينفذ عليه فهذه كلمة هو قائلها
لا تقبل منه لما في الاشباه اذا اقر بشئ
ثم ادعى الخطاء لم
تقبل الا اذا اقر بالطلاق
اذا اقر به بناء على ما افتى
به المفتي[1] ثم ظهر
ان الحكم ليس كذلك فادعى
الخطاء بناء على هذا اقبل
وكذا ان ادعى ان
اقراره كان تمليكا وهبة
وبطلت لموت عمرو

ہو جائے کہ زید نے وہ مکان عمرو کے ثمن سے خریدا
ہے تو اہل شرع/خریداروں کے نزدیک یہ معاملہ
محکمہ قضاء کے تحت داخل نہ ہوگا اگرچہ کسی کے لئے مکان
کا اقرار کرنا اس بات کا تقاضا نہیں کرتا کہ وُہ
مکان اسی کے ثمن سے خریدا گیا ہے، کیونکہ کسی
شخص کو اس کے اقرار کے سبب پکڑنے کا یہ مطلب
نہیں کہ اقرار والی شے کا فیصلہ اس شخص کے لئے
کیا جائے جس کے لئے اقرار کیا گیا ہے اور پھر
اقرار کرنے والا اس بناء پر مقرلہٗ سے ثمن کے بارے
میں رجوع کرے کہ اس اقرار کرنے والے نے یہ
شے خریدی تھی اس لئے کہ اقرار میں
واقع کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ اقرار کرنے والا
اپنے گمان/قول کے سبب سے پکڑا
جاتا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے اقرار کرنے
والے نے اس شیٔ کو خریدا ہو پھر
کوئی ایسا سبب پیدا ہو گیا ہو جس سے وُہ شیٔ
مقرلہٗ کی ملکیت کی طرف منتقل ہو گئی ہو، اور اگر اقرار
کرنے والا یہ دعوٰی کرے کہ اس نے یہ شیٔ (مقر بہ)
اس خیال سے خریدی تھی کہ اس کی خریداری
مجھ پر نافذ نہ ہوگی تو یہ محض اس کا ایک قول
ہے جس کو قبول نہیں کیا جائے گا، اس دلیل
کی وجہ سے جو اشتباہ میں کہ ایک شخص نے
کسی چیز کا اقرار کیا پھر اس میں خطاء کا

---

[1] الاشباہ والنظائر — کتاب الاقرار — ادارۃ القرآن کراچی — ۲/۲۱-۲۰

Marfat.com

قبل القبول والتسليم فات الموت احد العاقدين يبطل الهبة اذا كان قبل التسليم فقبل القبول ... ف ... الى لم تقبل ايضا صرح به فى الاشباه ثم هذا التسليم الواقع بامر القاضى انما وقع على حكم الاقرار لا على وجه البيع والتسليم لا يكون بيع التعاطى الا اذا وقع على جهته قال فى الدر فى باب الوكالة بالبيع والشراء لان التسليم على وجه البيع بيع بالتعاطى[1] الخ وايضا يعتمد البيع بالتراضى و ههنا التسليم بامر القاضى ولا رضاء بعد القضاء هذا ماظهر لى من وجوه الخلل فى الجواب فالحق فى الجواب ما

دعوٰی کیا تو یہ دعوٰی قبول نہیں کیا جائے گا سوائے طلاق کے کہ جب کسی شخص نے مفتی کے غلط فتوٰی کی بناء پر طلاق کا اقرار کرلیا پھر اسے معلوم ہوا کہ مسئلہ اس طرح نہیں ہے چنانچہ اس وجہ سے اس نے خطاء کا دعوٰی کیا تو قبول کرلیا جائے گا اور یہی حکم ہوگا کہ اگر زید نے دعوٰی کیا کہ اس کا اقرار تو تملیک اور ہبہ تھا اور وہ قبول و تسلیم سے عمرو کے فوت ہوجانے کی وجہ سے باطل ہوگیا ہے کیونکہ عاقدین میں سے کسی ایک کی موت ہبہ کو باطل کردیتی ہے جبکہ تسلیم سے پہلے موت واقع ہوئی ہو .... پھر قاضی کے حکم سے واقع ہونے والی یہ تسلیم بطور بیع نہیں بلکہ اقرار کی بنیاد پر ہے اور تسلیم جب تک بطور بیع نہ ہو وہ بیع تعاطی نہیں ہوسکتی، در میں بیع و شراء کی وکالت کے باب میں ہے کہ بیشک بیع کے طور پر ہونے والی تسلیم بیع تعاطی ہے الخ نیز بیع کی بنیاد تو باہمی رضامندی پر ہوتی ہے جبکہ یہاں قاضی کے حکم سے تسلیم ہوئی اور قضاء کے بعد رضا نہیں ہوتی، یہ مجیب کے جواب میں واقع ہونے والے خلل کی وجوہات تھیں جو میرے لئے ظاہر ہوئیں اور جواب میں حق وہ ہے جو

---

[1] درمختار کتاب الوکالۃ باب الوکالۃ بالبیع الخ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۰۶

ف: یہاں اصل میں بیاض ہے۔

Marfat.com

اقول ان ثبت انه لم يكن اضاف الشراء الى عمرو حين اشترى ولو استكتب اسمه فی الصك بعد تمام العقد ووقوع الايجاب و القبول فلا شك ان الشراء ينفذ عليه فتصير الدار ملكا له، ثم يواخذ باقراره كما قضى القاضی ولا يمكنه الرجوع على الورثة بالثمن، وان تثبت الاضافة اذ ذاك كان شراء متوقفا ثم بطل لموت عمرو قبل الاجازة قال فی الدر فی حق بيع الفضولی لا تجوز اجازة وارثه لبطلانه بموته[1] وكذا فی عامة الكتب فكذا شراءه لاجرم ان قال فی الاشباه الموقوف يبطل بموت الموقوف على اجازته ولا يقوم الوارث لوارث مقامه الا فی القسمة كذا فی الولوالجية[2] انتهى فلم يكن للورثة حق فی الدار ولا فی الثمن

اقول (میں کہتا ہوں) اگر ثابت ہوجائے کہ زید نے مکان خریدتے وقت خریداری کو عمرو کی طرف منسوب نہیں کیا اگرچہ ایجاب وقبول کے وقوع اور عقد کے انعقاد کے بعد بیعنامہ میں اس کا نام لکھوا دیا ہے تو بیشک یہ شراء زید پر نافذ ہوگی اور مکان اسی کی ملک ہوگا پھر اس کے اقرار کی وجہ سے وہ مکان اس سے لے لیا جائیگا جیساکہ قاضی نے فیصلہ کیا ہے، اس صورت میں وہ ثمن کے بارے میں ورثاء عمرو سے رجوع نہیں کرسکتا اور اگر بوقت خریداری عمرو کی طرف نسبت کرنا ثابت ہوجائے تو یہ شراء موقوف ہوئی جو کہ عمرو کی قبل از اجازت موت کے سبب سے باطل ہوگئی، دُر میں فضولی کی بیع کے بارے میں فرمایا کہ اس کے وارث کی اجازت سے جائز نہ ہوگی کیونکہ وُہ بیع اس (صاحبِ متاع) کی موت کی وجہ سے باطل ہوچکی ہے اور اسی طرح عام کتابوں میں ہے تو یقیناً اسی طرح فضولی کی شراء کا حکم ہوگا۔ اشباہ میں کہا کہ موقوف بیع اس شخص کی موت سے باطل ہوجاتی ہے جس کی اجازت پر وہ موقوف تھی اور اس کا وارث اس کے قائمقام نہیں ہوتا سوائے قسمت کے، جیساکہ ولوالجیہ میں ہے انتہی۔ لہٰذا ورثاء عمرو کا نہ تو مکان میں کوئی حق ہے نہ ہی ثمن میں اور

---

[1] درمختار کتاب البیوع فصل فی الفضولی مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۲

[2] الاشباہ والنظائر " الفن الثانی ادارۃ القرآن کراچی ۱/۳۳۰

Marfat.com

فاذا رفع الامر الی القاضی وجب ان یرد قضاؤہ لما تبین من خطائہ بحکم الشرع فان ادعی البائع ردت الدار الیہ والثمن الی المشتری ولا شئ للورثۃ ھذا ، و اللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم وحکمہ احکم۔

جب قاضی کے پاس معاملہ لے جایا گیا تو اس کی قضا کو رَد کرنا واجب ہے کیونکہ شرع کی جانب سے اس کی خطاء ظاہر ہوچکی ہے۔ چنانچہ اگر بائع دعوٰی کرے تو مکان اس کو اور ثمن مشتری کو لوٹا دئے جائیں گے ورثاء عمرو کے لئے کوئی شئ نہ ہوگی۔ اسے خوب یاد رکھو۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم وحکمہ احکم (ت)

مسئلہ ۹۸ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے دو۲ مکان اپنے روپیہ سے خرید کر ان کے بیعنامے اپنے چھوٹے بھائی خالد کے نام کہ وُہ بھی بالغ تھا لکھا دئے اور خریدتے وقت اپنے اہل خاندان کے رُوبرو کہا کہ یہ مکان میں نے صرف اپنے بھائی خالد کے لئے خریدے ہیں ان کا کوئی مالک نہیں اور بعد خریداری خالد کو قابض کرادیا اور دستاویز بھی اسے دے دی اور کرایہ نامے خالد ہی کے نام سے ہوتے رہے اور کرایہ دار اسی کی مرضی پر آباد ہوتے رہے اور کرایہ بھی وہی پاتا رہا اب دس برس کے بعد کہ زید فوت ہوا اس کا تیسرا بھائی عمرو مدعی ہے ان مکانوں کے میں اور زوجہ وپسر ودختر زید مالک ہیں کہ میرے اور زید کے روپے سے خرید کردہ ہیں حالانکہ واقع میں اس کا روپیہ اصلاً نہ تھا اس صورت میں مالک مکانوں کا کون ہوسکتا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر خریدتے وقت عقد بیع وشراء مالکان مکان وزید سے بنام خالد واقع ہوا تھا تو وہ شراء شرائے فضولی تھا اور اجازتِ خالد پر موقوف،

فی الدر المختار لو اضافہ (یعنی اضاف المشتری الفضولی الشراء الی غیرہ) بان قال بع ھذا العبد لفلان فقال البائع بعتہ لفلان توقف بزازیۃ وغیرھا[۱] اھ فی رد المحتار علی اجازۃ من شری لہ فان اجاز جاز وعھدتہ علی المجیز لا علی

درمختار میں ہے کہ اگر فضولی مشتری نے شراء کی نسبت کسی غیر کی طرف کی بایں طور کہ یُوں کہا یہ غلام فلاں کے لئے فروخت کر۔ بائع نے کہا میں نے فلاں کے لئے فروخت کیا، تو یہ شراء موقوف ہوگی، بزازیہ وغیرہا۔ ردالمحتار میں ہے کہ اس شخص کی اجازت پر موقوف ہوگی جس کے لئے فضولی نے خریداری کی اگر وہ اجازت

---

[۱] درمختار کتاب البیوع فصل فی الفضولی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۱

Marfat.com

العاقد[1]

دیگا تو یہ شراء جائز ہو جائیگی اور اس کی ذمہ داری اجازت دینے والے پر ہو گی نہ کہ عاقد پر۔ (ت)

جبکہ خالد نے مکانات پر قبضہ کیا وہ شراء جائز و نافذ ہو گیا

کما ان قبض الثمن اجازۃ لبیع الفضولی فی الدر المختار اخذ المالك الثمن اجازۃ اھ[2] ملخصا ثم قال و افاد کلامہ جواز الاجازۃ بالفعل والقول اھ[3]۔

جیسا کہ ثمن پر قبضہ کرنا بیع فضولی کی اجازت ہوتا ہے، درمختار میں ہے کہ مالک کا ثمن وصول کرنا اجازت ہے اھ ملخص۔ پھر کہا ماتن کا قول اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ اجازت قول وفعل دونوں سے جائز ہے اھ (ت)

اور تقریر سوال سے ظاہر کہ ثمن زید نے بطور خود بے اذن و امر خالد اپنے مال سے ادا کیا تو وہ اس امر میں تبرع و احسان کرنیوالا تھا اور یہ بات خود گفتگو مذکور سوال سے واضح ہے پس مکانات بے شرکت غیرے خاص ملکِ خالد ہیں اور اس پر وارثانِ زید کا کوئی دعوٰی نہ دربارۂ مکانات ہے نہ درباب ثمن،

فی الفتاوی الخیریۃ اذا دفع دینا لحق الاخر باذنہ فلہ الرجوع علیہ ولا یکون متبرعا للاذن حتی اذا لم یاذن لہ بہ کان متبرعا وبہ یعلم انہ اذا دفع مھر زوجتہ عنہ باذنہ او ثمن الجاریۃ التی امرہ بشرائھا یرجع علیہ بما دفع والحال ھذہ اھ[4]۔

فتاوٰی خیریہ میں ہے اگر کسی نے دوسرے کا قرض اس کی اجازت سے ادا کیا تو اس سے رجوع کرسکتا ہے اور متبرع نہ ہوگا کیونکہ اس کی اجازت سے ادائیگی کی ہے حتی کہ اگر مقروض نے اس کو ادائیگیِ قرض کا اذن نہ دیا ہوتا تو یہ احسان کرنے والا قرار پاتا (یعنی حق رجوع نہ رکھتا) اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی نے شوہر کے اذن سے اس کی طرف سے اس کی بیوی کا مہر ادا کر دیا یا کسی کی لونڈی کی قیمت ادا کر دی جس کی خریداری کا اس نے حکم دیا تھا تو ادا کرنے والا شوہر اور لونڈی کے مالک سے رجوع کرسکتا ہے اور صورت حال یہی ہے اھ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع فصل فی الفضولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۳۷
[2] درمختار 〃 〃 مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۲
[3] 〃 〃 〃 〃 〃
[4] فتاوٰی خیریہ 〃 〃 دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۳۴

Marfat.com

رہا عمرو، اگر واقع میں کچھ روپیہ اس کا بھی ادائے ثمن میں صرف ہوا اور اس نے بھی مثلِ زید بطورِ خود دیا تھا تو وہ بھی متبرع ہے جس کا مطالبہ کسی سے نہیں کرسکتا، اور اگر زید نے اس سے مانگ کر ثمن میں صرف کیا تو غایت یہ ہے کہ یہ قرض عمرو کا زید پر ہوگا اس کے ترکہ سے لے، خالد پر کوئی دعوٰی اسے نہیں پہنچتا،

فانہ ان اقرض فانما اقرض زیدا فعلیہ العھدۃ لاعلی خالد کما لایخفی۔

اس لئے کہ اگر اس نے قرض دیا تھا تو یہ قرض زید کو دیا تھا اسی پر اس کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے نہ کہ خالد پر، جیسا کہ پوشیدہ نہیں (ت)

اور اگر عقدِ بیع وشراء بنام زید ہوا تھا اگرچہ بعد کو زید نے بیعناموں میں خالد کا نام لکھا دیا تو وہ مکان وقتِ خریداری مملوکِ زید ہوئے

لان الشراء اذا وجد نفاذا نفذ علی العاقد[1] کما نص علیہ فی الھدایۃ و الدرالمختار وعامۃ الاسفار فی الدر لو اشتری لغیرہ نفذ علیہ[2] الخ۔

کیونکہ شراء جب نفاذ کی گنجائش پائے تو عاقد پر نافذ ہوجاتی ہے جیسا کہ اس پر ہدایہ، در اور عام کتابوں میں نص کی گئی ہے، در میں ہے کہ اگر کسی غیر کیلئے خریداری کی تو خود اس پر نافذ ہوگی الخ (ت)

اور عمرو کا روپیہ ادائے ثمن میں دیا بھی گیا ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مکان خرید کردہ عمرو کے ٹھہریں یا ان میں اس کا حصہ قرار پایا جائے بلکہ تنہا زید ہی اس کا مالک ٹھہرے گا،

فی الفتاوی الخیریۃ لاتثبت الدار للاب بقول الابن اشتریتھا من مال ابی اذ لایلزم من الشراء من مال الاب ان یکون المبیع للاب لانہ یحتمل القرض والغصب[3]۔

فتاوٰی خیریہ میں ہے کہ بیٹے کے یوں کہنے سے کہ میں نے گھر اپنے باپ کے مال سے خریدا ہے گھر باپ کے لئے ثابت نہ ہوگا کیونکہ باپ کے مال سے خریدنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ مبیع باپ کے لئے ہو اس لئے کہ اس میں یہ احتمال موجود ہے کہ اس نے باپ کا مال غصب کیا ہو یا قرض لیا ہو۔ (ت)

پھر بعد خریداری جو افعال واقوال زید سے واقع ہوئے اور اس نے وہ مکان خالد کا نام بیعناموں میں

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع باب المتفرقات داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۲۰
فتاوٰی قاضی خاں کتاب البیوع فصل فی البیع الموقوف نولکشور لکھنؤ ۲/ ۳۵۱
[2] درمختار " فصل فی الفضولی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۱
[3] فتاوٰی خیریہ " دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۱۹

Marfat.com

لکھا کراسے سپرد کر دیئے یہ صریح دلیل ہبہ ہے،

فالهبة ایضا ینعقد بالتعاطی دل علیه فروع جمة فی المذهب وفی الدر المختار اتخذ لولده او لتلمیذه ثیابا ثم اراد دفعها لغیره لیس له ذلك مالم یبین وقت الاتخاذ انها عاریة[1] اھ وفی العقود الدریة فی تنقیح الفتاوی الحامدیة وفی الذخیرة والتجنیس امرأة اشترت ضیعة لولدها الصغیر من مالها وقع الشراء للام لانها لا تملك الشراء للولد وتکون الضیعة للولد لان الام تصیر واهبة[2]

چنانچہ ہبہ بھی تعاطی (باہمی لین دین) سے منعقد ہو جاتا ہے اس پر مذہب میں واقع کثیر فروع دلالت کرتی ہیں۔ درمختار میں ہے کہ بیٹے یا شاگرد کے لئے کسی نے کپڑے بنائے پھر غیر کو دینے کا ارادہ کیا تو اس کو ایسا کرنے کا اختیار نہیں جب تک کہ بنانے کے وقت یہ وضاحت نہ کر دی ہو کہ یہ کپڑے عاریت ہیں اھ عقود الدریہ، فتاوی حامدیہ، ذخیرہ اور تجنیس میں ہے کہ ایک عورت نے اپنے مال سے نابالغ بچے کے لئے جائداد خریدی تو شراء ماں کے لئے واقع ہوئی کیونکہ وہ بچے کے لئے خریداری کی مالک نہیں اور وہ جائداد بچے کی ہوگی کیونکہ ماں ہبہ کرنے والی بن گئی۔ (ت)

پس اس صورت میں بھی بعد قبضۂ خالد کے ملک تام ہوگئی اور ان مکانات میں کسی کا کچھ حق نہ رہا اور زرِ ثمن میں اگر عمرو نے کچھ دیا بھی تو اس کا وہی حال ہے جو اوپر مذکور ہوا یعنی بطور تطوع تھا تو کسی پر مطالبہ نہیں اور بطور قرض تھا تو وہ قرض زید پر ہے خالد سے کچھ تعلق نہیں۔ ہاں اگر نفس عقد زید و عمرو دونوں کے لئے واقع ہوتا مثلاً بائع کہتا میں نے یہ مکان تم دونوں کے ہاتھ بیچے۔ یہ کہتے ہم نے خریدے یا عمرو زید کو اپنی طرف سے اپنے مکان کی خریداری کا وکیل کر دیتا تو البتہ وہ بحصۂ مساوی زید و عمرو دونوں کے ملک ہوتے اگرچہ عمرو نے ثمن میں کچھ نہ دیا ہوتا اور اب یہ ہبہ بنام خالد کہ صرف زید نے کیا محض ناجائز رہتا،

لانه ما یملك الاهبة ملکه وهو مشاع ولا یکفی سکوت عمرو حتی یجعل هبة لكل لان سکوت المالك عند بیع الفضولی

کیونکہ وہ تو صرف اپنی ملک کو ہبہ کرنے کا مالک ہے اور اس کی ملک جزءِ غیر منقسم ہے (جس کا ہبہ جائز نہیں) اور عمرو کا سکوت کافی نہیں کہ دونوں کا

---

[1] درمختار کتاب الہبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۶۰

[2] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ کتاب الوصایا عبدالغفار کتبخانہ قندھار افغانستان ۲/۳۳۴

Marfat.com

لایکون رضا کما فی الاشباہ[1] فکیف بالھبۃ۔

ہبہ بنا دیا جائے کیونکہ فضولی کی بیع کے وقت مالک کا سکوت اس کی رضا نہیں ہوتا جیسا کہ اشباہ میں ہے تو ہبہ میں ایسا کیسے ہوسکتا ہے (ت)

مسئلہ ۹۹ از پیلی بھیت مرسلہ مولوی عبدالاحد صاحب ۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے بحالت مرض الموت ایک حقیقت بحق وارث بیع کی بہ امورات خیر تو یہ وقف رہا یا بیع؟ ایسی صورت میں یہ بیع بھی ایک ثلث میں بحق وارث رہ سکتی ہے یا نہیں؟ یہ بیع ایسی حالت میں بیع جانی جائے گی یا ہبہ؟ فقط بیّنوا توجروا۔

الجواب

جبکہ بیع کی ہے تو وہ عقد نہ وقف ہوسکتا ہے نہ ہبہ ہوسکتا ہے بلکہ بیع ہی ہوگا اگر واقعی اسی مرض میں ہے جسے شرعاً مرض الموت مانا جائے تو وارث کے ہاتھ بے اجازت دیگر ورثہ مطلقاً ناجائز ہے نہ ثلث میں نافذ ہوسکتی ہے نہ ہزارویں حصے میں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۰ از قصبہ فیروز آباد ضلع آگرہ مسئولہ سید بشارت علی وسرفراز علی سوداگران چوڑی ۲ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس زمانے میں گورنمنٹ نے شہر بہ شہر، قصبہ بہ قصبہ، گاؤں بگاؤں مویشی خانے مقرر کر رکھے ہیں اس میں لاوارثی گائے بیل بکری وغیرہ داخل کی جاتی ہیں اور وہ زیادہ سے زیادہ پندرہ یوم مویشی خانہ میں اس وجہ سے رہتی ہے کہ جب مالک مویشی آئے گا اس وقت زرجرمانہ و زرخوراک وصول کرکے چھوڑ دیا جائے گا اور جب میعاد مقررہ تک مالک راس نہیں آیا تو اس جانور کو حاکم پرگنہ یا حاکم متعلقہ نیلام کر دیتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ ایسی بیع جائز ہے یا نہیں؟ اور اس قسم کی گائے بیل وغیرہ نیلام میں سے خرید کرکے بقرہ عید پر قربانی کرنا اس جانور کا جائز ہے یا نہیں؟ دوسری بات یہ ہے کہ اگر ایسے جانور کو دوسرا شخص خریدے خواہ ہندو یا مسلمان پھر اس سے ایک اور شخص خرید کرکے قربانی کرے تو جائز ہے یا نہیں؟ قربانی کرنے والے کو اس کا علم ہے کہ اس نے مویشی خانہ میں سے نیلام میں خریدی ہے زید وعمرو دونوں مولوی ہیں یہ دونوں کہتے ہیں کہ ایسے جانور کی قربانی جائز ہے اور بکر ایک مولوی ہے وہ یہ کہتا ہے کہ یہ جانور حکم لقیط میں ہے لہذا ایسے جانور کی قربانی بھی ناجائز ہے۔ بیّنوا توجروا۔

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الثانیۃ عشر ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۸۵

Marfat.com

الجواب

جو چیز بے اطلاعِ مالک بیچی جائے وہ بیع اجازتِ مالک پر موقوف رہتی ہے قبل از اجازت اگر سو بیعیں یکے بعد دیگرے ہوں سب اسی کی اجازت پر موقوف رہیں گی اور قبل اجازت اس میں کوئی اس کا مالک نہ ہوگا نہ اس کا تصرف جائز ہو، نہ اس کی قربانی ہو سکے، لقطہ کا حکم تشہیر ہے اس کے بعد فقیر پر تصدق، نہ کہ بلا تشہیر بیع۔ ہاں بعد اطلاع جس بیع کو وہ نافذ کردے نافذ ہو جائیگی جبکہ بائع و مشتری و مبیع قائم ہوں۔ فتاوٰی قاضیخان وفتاوٰی عالمگیریہ وغیرہما میں ہے:

اذا باع الرجل مال الغیر عندنا یتوقف البیع علی اجازۃ المالك ویشترط لصحۃ الاجازۃ قیام العاقدین و المعقود علیہ[1] جب کسی شخص نے غیر کا مال فروخت کیا تو ہمارے نزدیک یہ بیع مالک کی اجازت پر موقوف ہوگی اور اجازت کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے کہ عاقدین اور معقود علیہ قائم ہو۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۱: از بنارس محلہ کچی باغ علاقہ جیت پورہ مرسلہ خلیل الرحمٰن صاحب ۲۸ جمادی الاولٰی ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں جو کچھ از روئے کتب معتبرہ ہو بیان فرمائیں، بیّنوا توجروا

واضح ہو کہ مسمّی حشّام جب بیمار ہوئے تو حالتِ بیماری میں اپنا مکان اپنی زوجہ و اپنی دختر دونوں کے ہاتھ بیع کیا مگر گواہان سے ثابت ہوا کہ زرِ ثمن رُوبرو گواہوں کے مشتریان مذکورہ نے ادا نہیں کیا اور بعد بیع کرنے مکان کے مسمّی حشّام ایسے نہ ہوئے کہ چارپائی سے اُٹھ کر کام ضروری کرتے آخر بعد اکیس یوم کے قضا کر گئے اور بعد قضا کرنے حشّام کے ان کی دختر بھی ایک ہفتہ کے بعد مرگئی، اور پھر گزرنے مدت پانچ ماہ کے لڑکا حشّام کا پیدا ہوا، اور بعد پیدا ہونے بیٹے کے مسماۃ جان بی بی زوجہ حشّام بیمار ہوئیں اور بیماری کی حالت میں زوجہ حشّام نے مکان مذکور کو ایک شخص کے ہاتھ بیع کیا اور بعد بیع کرنے مکان کے چار روز بعد زوجہ حشّام بھی قضا کر گئیں فقط۔

لڑکا حشّام کا جو پیدا ہوا تھا وہ تنہا رہا، پھر وہ لڑکا بھی ۲ دو مہینے بعد مرگیا، جب سب لوگ مرگئے کوئی نہ بچا مگر ایک برادر زادہ حشّام کے مسمی یار محمد ہیں، تو یار محمد سے اور جس کے ہاتھ زوجہ حشّام نے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب البیوع الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۱۵۲
فتاوٰی قاضیخان " فصل البیع الموقوف نولکشور لکھنؤ ۲/ ۳۵۱

Marfat.com

مکان بیع کیا تھا اس سے تنازع ہوئی، مشتری نے کہا کہ ہم نے خریدا ہے اور یار محمد نے کہا کہ ہمارا حق ہوتا ہے ہم مالک ہیں، غرضکہ جب جھگڑا زیادہ اہلِ محلہ نے دیکھا تب پنچوں نے دونوں سے کہا کہ جھگڑو نہ ہم لوگ تمھارا جھگڑا طے کردیں گے، پنچ جمع ہوئے، مطلب سے آگاہ ہوئے یعنی مشتری نے کہا کہ حشام بعد بیع کرنے مکان کے تندرست ہوگئے تھے اور یار محمد بھتیجے حشام نے کہا کہ بیع کرنے کے بعد چچا اپنی چارپائی سے نہ اُٹھے اور فوت ہوئے، اس بات میں پنچوں نے صلاح کیا کہ جو لوگ قریب مکان کے رہتے ہیں اُن سے دریافت کرنا چاہیئے تب دو آدمی پڑوسی کو بلایا ایسے کہ وہ لوگ حشام کے گھر جاتے رہتے تھے، وہ لوگ آئے یعنی مسمی الٰہی بخش و مسمی جان محمد، دونوں گواہوں سے پُوچھا گیا تو جو گواہوں نے شہادت دی ہے وہ رقم ہوتا ہے فقط۔

بیان الٰہی بخش گواہ کا یہ ہے: الٰہی بخش ازرُوئے حلف بمقابلہ پنچوں کے مسجد میں بیان کیا کہ میں گاہ گاہ ان کے گھر جاتا تھا تو حالت حشام کی ایسی تھی کہ سوائے چارپائی کے کہیں جا نہیں سکتے تھے اور ضعف اس قدر تھا کہ واسطے حاجات ضروری کے مکان سے باہر نہیں جا سکتے تھے مکان کے اندر پاخانہ و پیشاب کرتے تھے اور بیعنامہ لکھنے کے تخمیناً ایک ماہ سے کمتر میں انتقال کر گئے۔

بیان جان محمد گواہ کا یہ ہے: مسجد میں بیان کیا گیا کہ حشام نے جب بیعنامہ لکھا تو حالت ان کی یہ تھی کہ سوائے چارپائی کے کہیں جا نہیں سکتے تھے، بیماری میں ضعف اس قدر تھا کہ واسطے پاخانہ و پیشاب کے مکان کے باہر نہیں جا سکتے تھے اندر ہی مکان کے حاجت ادا کرتے تھے میں گاہ گاہ ان کی عیادت کو جاتا رہتا تھا تو اسی چارپائی پر جھک کر حقہ بھی بھر لیتے تھے اور اسی بیماری میں تخمیناً ایک ماہ سے کمتر میں قضا کر گئے۔

الجواب

بیع جو مرض الموت میں وارث کے نام کی جائے حکم وصیت میں ہے کہ بعد موت مورث بے اجازت وارث باطل ہے۔ فتاویٰ امام قاضیخان وغیرہ میں ہے:

من البیع الموقوف اذا باع المریض فی مرض الموت من وارثه عینا من اعیان ماله ان صح جاز بیعه وان مات من ذلك المرض ولم یجز

موقوف بیوع میں سے ہے کہ جب مریض نے مرض موت میں اپنے مال میں سے جو معین چیز اپنے کسی وارث کے ہاتھ فروخت کی اب اگر وہ صحتیاب ہوگیا تو بیع جائز ہوجائے گی اور اگر اسی بیماری میں مرگیا اور اس کے وارثوں نے

Marfat.com

الورثة بطل البیع[1] اس بیع کی اجازت بھی نہ دی تو بیع باطل ہو جائے گی۔ (ت)

اور وقت اجازت متصل موت مورث ہے یہاں تک کہ حیات مورث میں اجازت ورثہ معتبر نہیں۔ ہدایہ میں ہے:

لامعتبر باجازتھم فی حال حیاتہ لانھا قبل ثبوت الحق، اذ الحق یثبت عند الموت[2] مریض کی زندگی میں وارثوں کی اجازت معتبر نہیں کیونکہ یہ اجازت ثبوتِ حق سے پہلے ہوئی اس لئے کہ وارثوں کا حق تو مریض کی موت کے وقت ثابت ہوگا۔ (ت)

اور موت ہشام سے چند ماہ بعد لڑکا پیدا ہونے سے ثابت ہوا کہ وقتِ موتِ مورث یہ لڑکا بھی ایک وارث تھا اور بچہ کہ ہنوز پیٹ میں ہو ظاہر ہے کہ نہ تو خود اس کی اجازت متصور، نہ اس کی طرف سے کسی کی اجازت ممکن کہ پیٹ کے بچے پر اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سوا کسی ولی یا وصی

ع اللہ جل جلالہ کا ولی و والی جملہ عالم ہونا ظاہر، اور اس کی خلافت سے حضور پُرنور سیّدِ عالم خلیفہ اعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ولایت بھی ہر شیئ پر ہے اور خود جنین پر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ولایت فقیر قرآن عظیم و حدیث صحیح سے ثابت کر سکتا ہے، آیت تو قول الٰہی عزوجل النبی اولٰی بالمومنین من انفسھم[3] جس میں ارشاد ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ہر مسلمان پر اس کی جان سے زیادہ ولی و والی و مختار و صاحبِ تصرف واقتدار ہیں، اور شک نہیں کہ جنین بھی انسان ہے اور وہ یقیناً کافر نہیں، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام[4] ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے (ت)

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب البیوع فصل فی البیع الموقوف نولکشور لکھنؤ ۲/۳۵۳
[2] الہدایہ کتاب الوصایا مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۶۵۱
[3] القرآن الکریم ۳۳/۶
[4] صحیح البخاری کتاب الجنائز قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۱
صحیح مسلم کتاب القدر باب معنی کل مولود یولد علی الفطرۃ " " ۲/۳۳۶

Marfat.com

یا حاکم یہاں تک کہ خود باپ کو بھی ولایت نہیں، ولوالجیہ پھر معین المفتی پھر غمز العیون، القول فی الملک میں ہے:

لا ولایۃ للاب علی الجنین[1]

جنین پر باپ کو ولایت حاصل نہیں (ت)

ثالث میں ثانی سے ہے:

وفی التبیین ولا تصح الھبۃ للحمل لان الھبۃ من شرطھا القبول والقبض ولایتصور ذٰلک من الجنین ولایلی علیہ احد حتی

تبیین میں ہے حمل کے لئے ہبہ درست نہیں کیونکہ قبول وقبضہ ہبہ کی شرائط میں سے ہے جبکہ جنین سے یہ متصور نہیں اور نہ ہی اس پر کسی کو ولایت حاصل ہے کہ وہ اس کی طرف سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اللہ سبحانہ وتعالٰی فرماتا ہے:

فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا[2]

اللہ کی فطرت وہ ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا فرمایا۔ (ت)

اہلسنت کے نزدیک ایمان وکفر میں واسطہ نہیں تو جنین ضرور مومن ہے اور بحکم آیت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر مومن کے ولی ووالی ہیں، یہ ثبوت آیت سے ہوا، اور حدیث سے یہ کہ ابھی فقہائے کرام کی تصریحیں سُن چکے کہ جنین کا کوئی ولی نہیں، اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اللہ ورسولہ مولٰی من لا مولٰی لہ[3] رواہ الترمذی وحسنہ وابن ماجۃ عن امیر المؤمنین الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کے ولی ووالی ومولٰی اللہ ورسول ہیں جل وعلا وصلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم (اسے ترمذی نے روایت کیا اور اسے حسن قرار دیا اور ابن ماجہ نے اسے امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت) ۱۲ منہ غفرلہ

---

[1] غمز عیون البصائر مع الاشباہ الفن الثالث القول فی الملک ادارۃ القرآن کراچی ۲/۲۰۳

[2] القرآن الکریم ۳۰/۳۰

[3] سنن ابن ماجہ ابواب الفرائض باب ذوی الارحام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۱

Marfat.com

یقبض عنہ فصار کالبیع، قلت فقد افاد رحمہ اللہ تعالٰی انہ لا ولایۃ لاحد علی الجنین اصلا و بہ ظہر خطأ من افتی ان الوصی یملک التصرف فی المال الموقوف للحمل[1]

قبضہ کرے چنانچہ یہ بیع کی طرح ہوگیا، میں کہتا ہوں کہ مصنف علیہ الرحمۃ نے اس بات کا فائدہ دیا کہ بیشک جنین پر کسی کو کسی قسم کی ولایت بالکل حاصل نہیں تو اس سے اس شخص کی غلطی ظاہر ہوگئی جس نے یہ فتوٰی دیا ہے کہ حمل کے لئے رکھے ہوئے مال میں وصی تصرف کرنے کا مالک ہے (ت)

عقود الدریہ میں منح الغفار سے ہے :

لا ولایۃ للاب علی الجنین فضلا عن الوصی لقول الزیلعی ولا یلی علی الحمل اھ[2]

باپ کو جنین پر ولایت حاصل نہیں تو وصی کو کیسے حاصل ہوسکتی ہے بسبب زیلعی کے قول کے کہ اس کو حمل پر ولایت نہیں اھ (ت)

اور جو عقد جس وقت محتاجِ اجازت ہو اور اس وقت اس کا اجازت دینے والا کوئی نہ ہو وہ باطل محض ہوتا ہے کہ پھر آئندہ کوئی صالح اجازت پیدا ہوکر اجازت بھی دے تو جائز نہیں ہوسکتا، درمختار میں ہے :

مالا مجیز لہ حالۃ العقد لاینعقد اصلا بیانہ صبی باع مثلا ثم بلغ قبل اجازۃ ولیہ فاجازہ بنفسہ جاز لان لہ ولیا یجیزہ حالۃ العقد بخلاف ما لو طلق مثلا ثم بلغ فاجازہ بنفسہ لم یجز لانہ وقت العقد لا مجیز لہ فیبطل[3]

جس بیع کا بوقتِ عقد کوئی اجازت دینے والا نہ ہو وہ اصلاً منعقد نہیں ہوتا، اس کا بیان یہ ہے کہ نابالغ بچّے نے بیع کی پھر ولی کی اجازت سے قبل بالغ ہوگیا اور بذاتِ خود اس کی اجازت دے دی تو بیع جائز ہوگی کیونکہ بوقتِ عقد اس بیع کی اجازت دینے والا اس کا ولی موجود تھا جو بیع کی اجازت دے سکتا تھا بخلاف اس کے کہ اس نے نابالغی کی عمر میں طلاق دی پھر بالغ ہوکر بذاتِ خود اس کی اجازت دی تو یہ طلاق جائز نہ ہوگی کیونکہ بوقتِ عقد اس کا کوئی اجازت دہندہ نہ تھا لہذا یہ باطل ہوگئی (ت)

توظاہر ہُوا کہ صورتِ مستفسرہ میں یار محمد و مشتری کا اختلاف کہ ہشام نے وہ بیع صحت میں کی یا مرض الموت

---

[1] غمز عیون البصائر مع الاشباہ الفن الثالث القول فی الملک ادارۃ القرآن الخ کراچی ۲/ ۲۰۳
[2] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ کتاب الوصایا باب الوصی ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۳۳۰
[3] درمختار کتاب البیوع فصل فی الفضولی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۱

Marfat.com

میں درحقیقت اس بیع کے انعقاد و بطلان میں اختلاف ہے مشتری مدعی ہے کہ وہ بیع شرعاً منعقد ہے اور یار محمد کہتا ہے منعقد نہیں بلکہ محض باطل و کالعدم ہے اور جب بیع کے بطلان و انعقاد میں اختلاف واقع ہو تو قول اس کا بحلف معتبر ہے جو قائل بطلان ہو۔ اشباہ والنظائر و درالمختار میں ہے:

اختلف المتبایعان فی الصحة و البطلان فالقول لمدعی البطلان وفی الصحة و الفساد لمدعی الصحة الا فی مسئلة فی اقالة۔[1]

بائع اور مشتری کا بیع کی صحت و بطلان میں اختلاف واقع ہو تو بطلان کا دعوٰی کرنے والے کا قول معتبر ہوگا اور اگر صحت و فساد میں اختلاف ہو تو صحت کا دعوٰی کرنے والے کا قول معتبر ہوگا سوائے اقالہ کے (ت)

اسی طرح جب صحت و مرض میں اختلاف ہو کہ مورث نے یہ عقد وارث کے ساتھ یا اس کے لئے فلاں اقرار اپنے مرض میں کیا یا صحت میں، تو قول اس کا معتبر ہے جو مرض میں ہونا بتاتا ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

لو اقر لوارث ثم مات فقال المقر لہ اقر فی صحتہ وقال بقیة الورثة فی مرضہ فالقول قول الورثة والبینة للمقر لہ وان لم یقم بینة واراد استحلا فھم لہ ذلک۔[2]

اگر کسی نے اپنے کسی وارث کے لئے کسی شے کا اقرار کیا پھر مرگیا اب مقرلہ (جس کے لئے اقرار کیا گیا) کہتا ہے کہ یہ اقرار اس نے حالتِ صحت میں کیا جبکہ دیگر ورثاء کہتے ہیں کہ اس نے یہ اقرار مرض الموت میں کیا تو دیگر وارثوں کا قول معتبر ہوگا اور گواہ پیش کرنا مقرلہ کے ذمے ہے اگر وہ گواہ پیش نہ کرے اور دیگر وارثوں سے قسم لینا چاہے تو اس کو ایسا کرنے کا حق ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

فی الانقروی ادعی بعض الورثة ان المورث وھبہ شیئا معینا وقبضہ فی صحتہ و قالت

انقروی میں ہے کسی وارث نے دعوٰی کیا کہ مورث نے اپنی کوئی معین شے اس کو ہبہ کی اور مورث کی حالت صحت میں اس وارث نے موہوب شئ

---

[1] درمختار کتاب البیوع باب الاقالة مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۴
اشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب البیوع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۳۲۶
[2] ردالمحتار کتاب الشہادات باب القبول وعدمہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۸۷

Marfat.com

البقیۃ کان فی المرض فالقول لھم و ان اقاموا البینۃ فالبینۃ لمدعی الصحۃ۔[1]

پر قبضہ کرلیا تھا جبکہ باقی ورثاء کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ مرض الموت میں ہوا تو باقی وارثوں کا قول معتبر ہوگا اور اگر وہ گواہ پیش کریں تو گواہ اس کے معتبر ہونگے جو حالتِ صحت کا دعوٰی کرنیوالا ہے (ت)

پس صورتِ سوال میں یار محمد کو حاجتِ گواہان نہ تھی بلکہ مشتری سے گواہ لئے جائیں اگر وہ گواہان عادل ثقہ متقی سے ثابت کردے کہ یہ بیع ہشام نے اپنی تندرستی میں کی یا اس بیع کے بعد وہ تندرست ہوگیا تھا، یا وُہ گواہ نہ دے سکے اور یار محمد سے قسم چاہے، اور یار محمد پنچوں کے سامنے قسم کھانے سے انکار کرے تو ان دونوں صورتوں میں ثابت ہوجائے گا کہ ہشام نے جو بیع اپنی زوجہ و دختر کے ہاتھ کی ضرور صحیح ونافذ تھی عورتیں اس مکان کی مالک مستقل ہوگئیں اور اگر بیع میں تفصیل حصص نہ تھی تو دونوں نصفا نصف کی مالک ہوئیں، پھر جب دختر نے انتقال کیا اور اس کی موت سے چھ مہینے کے اندر اس کا بھائی پیدا ہوا تو ظاہر ہوا کہ یہ بھی بہن کا وارث ہے، اب کہ زوجہ ہشام نے اپنے مرض میں کُل مکان مشتری کے ہاتھ بیع کردیا، اگر یہ مشتری بائعہ کا وارث نہیں تو بیع اس قدر میں صحیح ہوگئی جو مِلکِ زوجہ مذکورہ تھا یعنی نصف مکان کہ بیع ہشام سے اس کی مِلک ہُوا اور نصف دیگر مِلکِ دختر سے ایک ثلث جبکہ اسے ثلث سے کوئی حاجب نہ ہو، باقی دو ثلث نصف یعنی کل مکان کا ایک ثلث حق برادرِ نو پیدا ہوا، اگر مادر و برادر مذکور کے سوا دختر کا کوئی اور وارث نہ ہو، پھر جب لڑکا مرگیا اور یار محمد کے سوا اس کا کوئی وارث نہ ہو تو وہ ثلث یار محمد کا ہوا اس قدر اسے واپس دے، اور اگر مشتری گواہ نہ دے سکا یا گواہ عادل شرعی قابل قبول نہ تھے اور یار محمد نے پنچوں کے سامنے بطلب مشتری حلف کرلیا کہ ہشام نے یہ بیع اپنے مرضِ موت میں کی تو اس صورت میں وُہ بیع باطل ہوئی، پھر بعد موتِ ہشام اگر اس کے وارث یہی زن و پسر و دختر ہیں عورت کا ایک ثمن اور دختر کے $\frac{7}{24}$ ہوئے ان میں سے بشرطِ مذکور ایک ثلث یعنی $\frac{7}{72}$ پھر زوجہ ہشام کو پہنچے تو وقتِ بیع زوجہ ہشام صرف $\frac{16}{72}$ یعنی $\frac{2}{9}$ کی مالک تھی اسی قدر میں بیع قائم رہ سکتی ہے مشتری باقی مکان بشرطِ مذکور یعنی مکان کے ۹ حصّوں سے ۷ حصّے یار محمد کو واپس دے، واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الشہادات باب القبول وعدمہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۸۷

Marfat.com

بابُ الاقالۃ

(بیع اقالہ کا بیان)

مسئلہ ۱۰۲ از مراد آباد محلہ باڑہ شاہ صفا مسئولہ حافظ عبد المجید ۶ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک جائداد عمرو کی چھ سو پچیس (۶۲۵) روپے پر اپنے دوست بکر کے ذریعہ خریدنے کے لئے طے کرائی، قیمت طے ہونے کے بعد سو روپیہ بطور بیعنامہ عمرو کو دے کر رسید لکھوائی، رسید میں بکر نے دھوکے سے اپنا نام بھی تحریر کرالیا اور دعوٰی کردیا کہ جائداد تو میری اور تمھاری دونوں کی مشترک طے ہوئی، حالانکہ یہ بالکل غلط ہے، یہ قصہ پنچایت میں ڈالا گیا، پنچوں نے دونوں سے پچاس پچاس روپے لے کر جمع کرائے اور کہا جو شخص یہ روپیہ لے گا اُسے جائداد نہیں ملے گی اور جو جائداد لے گا یہ روپیہ نہیں لے سکتا۔ زید نے جائداد خریدنی منظور کی، بکر نے سو روپے اٹھالئے اور رسید لکھنی چاہی، ابھی لکھی نہ تھی کہ بکر کے محلہ والے جو زید سے بغض و عداوت رکھتے ہیں زید سے بولے کہ یہ رسید بیعنامہ عمرو کو واپس کردو ہم تم کو یہ جائداد خریدنے نہ دیں گے بلکہ اسے مسجد کی آمدنی کے لئے خریدیں گے، زید نے بہ مجبوری رسید عمرو کو واپس کردی، اب بے اجازتِ زید آمدنیِ مسجد کے لئے یہ جائداد خریدیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ بکر کے اہل محلہ یہ بھی کہتے ہیں کہ تمھارا اس میں کچھ دخل نہیں نہ تمھاری رضامندی کی ضرورت ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں کہ زید نے بکر کو ایک شئے معین خریدنے کا وکیل کیا اُسے کوئی اختیار نہ تھا کہ غیبتِ

Marfat.com

الجواب

یہ مسئلہ تنقیح طلب ہے ہم اوّلاً عبارات کتب ذکر کریں پھر بتوفیق اللہ تعالےٰ اپنی تحقیق پھر صورت مسئولہ کا حکم وباللہ التوفیق،

فاعلم ان ائمتنا رحمھم اللہ تعالیٰ عرفوا المرابحۃ فی المتون بانھا نقل ما ملکہ بالعقد الاول بالثمن الاول مع زیادۃ ربح کما فی الھدایۃ[1]، واختصرہ فی الکنز فقال بیع بثمن سابق وزیادۃ[2] وکلام عامتھم تدور حول ذلك واعترضھم الشراح بانہ منتقض طردا وعکسا واطالوا فیہ بما افادوا احکام فروع وقد اجیب عن اکثر الایرادات بما یتم اولا کما بسطہ فی العنایۃ والفتح وغیرھا ولما کان منشأ اکثرھا العقد والثمن ترکھما فی الدرر وقال بیع ما ملکہ بمثل ما قام علیہ بزیادۃ[3] ولا یسلم ایضا من بعض النقوض ولسنا ھھنا بصدد سردھا مع مالھا وعلیہ وقام

توجان لے کہ ہمارے ائمہ کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے متون میں مرابحہ کی تعریف یوں کی ہے کہ مرابحہ وہ بیع ہے کہ عقداول کے ساتھ جس چیز کا مالک ہوا ہے اس کو ثمن اول مع کچھ نفع کی زیادتی کے دوسرے کو منتقل کرنا، جیساکہ ہدایہ میں ہے، کنز میں اس کو مختصر کرکے کہا کہ ثمن اول اور کچھ اضافے کے ساتھ فروخت کرنا، عام فقہاء کا کلام اسی تعریف کے گرد گھومتا ہے۔ شارحین نے اس پر اعتراض کیا کہ یہ تعریف جامع اور مانع نہیں، انھوں نے اس میں طویل کلام کیا جو کئی فروعی احکام کا مفید ہے اور تحقیق ان میں سے اکثر اعتراضوں کے تام یا غیر تام جوابات دئے گئے جیساکہ عنایہ اور فتح وغیرہ میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔ چونکہ اکثر اعتراضات کا منشاء لفظ عقد اور لفظ ثمن ہے، چنانچہ درر میں ان دونوں کو چھوڑ کر یوں کہا کہ جس چیز کا مالک ہوا ہے وہ چیز جتنے میں اس کو پڑی ہے اس کی مثل اور کچھ زیادہ کے ساتھ اس کو منتقل کرنا، یہ تعریف بھی بعض اعتراضات سے

---

[1] الھدایۃ کتاب البیوع باب المرابحۃ والتولیۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۷۳

[2] کنز الدقائق باب التولیۃ والمرابحۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۳۲

[3] الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام باب المرابحۃ والتولیۃ میر محمد کتب خانہ کراچی ۲/۱۸۰

Marfat.com

العلامة البحر في البحر الرائق يأتي
بحد جامع مانع لا يرد عليه شئ
اصلا فاطال بالاستيعاب شروط
الجواز ولم يتم ايضا كما ستعرفه
ان شاء الله تعالى ووقع ههنا
في نسخته المطبوعة نقل
ما ملكه بغير عقد الصلح
والهبة بشرط عوض بما يتعين
بعين ما قام عليه او بمثله
او برقمه[1] الخ قال محشيه العلامة
الشامي في المنحة قوله
بما يتعين متعلق بما
ملكه[2] اهـ وهذا يفيد انه
كذلك بالباء في نسخته
وقد يجنح الى تاييده
قول البحر تحت قول الماتن
شرطهما (اي التولية و
المرابحة) كون الثمن
الاول مثليا ما نصه عبارة
المجمع اولى وهي
ولا يصح ذلك حتى يكون
العوض مثليا او مملوكا للمشتري،

محفوظ نہیں اور ہم ان اعتراضات کی تفصیل ان
کے مالہٗ اور ما علیہ کے درپے نہیں ہیں۔ علامہ
صاحب البحر اس بات پر کمربستہ ہوئے کہ وہ
بحرالرائق میں ایسی جامع مانع تعریف لائیں گے
جس پر کوئی اعتراض وارد نہ ہوتا ہو، چنانچہ انہوں
نے شروط جواز کا احاطہ کرنے پر طویل کلام کیا مگر وہ بھی
تام نہیں جیسا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب
تُو جان لے گا، یہاں پر نسخۂ مطبوعہ میں یوں واقع ہے،
کہ عقد صلح اور ہبہ بشرط عوض کے بغیر جس چیز کا
متعین ثمن کے بدلے میں مالک ہوا ہے اس کو
بعینہٖ اس ثمن کے بدلے میں جس میں اس کو پڑی
یا اس کی مثل کے بدلے میں یا اس پر لکھی ہوئی قیمت
کے بدلے میں منتقل کرنا الخ اس کے محشی علامہ شامی
نے منحہ میں فرمایا صاحب بحر کا قول "بما یتعین"
اس کے قول "ما ملکہ" سے متعلق ہے اھ اور
یہ اس امر کا مفید ہے کہ محشی کے پیش نسخہ میں بھی عبارت
اسی طرح ہے یعنی "بما" پر باء کے ساتھ، اور اس
کی تائید کی طرف مائل ہے ماتن کے قول "تولیہ و مرابحہ
دونوں کے لئے ثمن اول کا مثلی ہونا شرط ہے" کے
تحت وارد ہونے والا بحر کا قول جس میں اس نے نص
کی کہ مجمع کی عبارت اولیٰ ہے جو یہ ہے کہ تولیہ و مرابحہ
صحیح نہیں ہوتا جب تک عوض مثلی یا مشتری کی

---

[1] بحرالرائق کتاب البیوع باب المرابحۃ والتولیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۱۰۷
[2] منحۃ الخالق علی البحر الرائق " " " " " ۶/۱۰۷

Marfat.com

قال ولكن لابد من التقييد بالمعين للاحتراز عن الصرف فانه لايجوزان فيهما[1] اھ فانه ههنا في بيان العوض فاوهم اشتراط ان يكون ملكه بما يتعين۔

اقول وهو ظاهر البطلان ولا قائل به احد من الناس والا لامتنعت المرابحة والتولية في البياعات المطلقة عن اخرها لكون الاثمان فيها مما لا يتعين وقد قال الامام السمرقندي في تحفة الفقهاء و عنها في غاية البيان[2] اذا باع شيئا مرابحة على الثمن الاول، فلا يخلوا ما ان يكون الثمن من ذوات الامثال كالدراهم و الدنانير والمكيل والموزون والعدد المتقارب' اويكون من الاعداد المتفاوتة' مثل العبيد والدور والثياب والرمان و البطاطيخ وغيرها اما اذا كان الثمن الاول مثليا فباعه مرابحة على الثمن الاول وزيادة ربح فيجوز سواء كان الربح من جنس الثمن الاول اولم يكن' بعد ان يكون شيئا مقدرا معلوما نحو الدرهم وثوب مشار اليه او دينار[2] الخ

ملکیت میں نہ ہو۔ صاحبِ بحر نے کہا لیکن عبارتِ مجمع کے لئے معین کی قید ضروری ہے تاکہ بیع صرف سے احتراز ہو جائے کیونکہ تولیہ ومرابحہ دونوں دراہم و دنانیر میں جائز نہیں اھ کیونکہ اس عبارت میں یہ قید بیانِ عوض میں ہے لہٰذا اس سے وہم ہوتا ہے کہ وہ معین ثمن کے عوض مالک بنا ہو۔

اقول (میں کہتا ہوں) کہ اس کا باطل ہونا ظاہر ہے اور نہ ہی لوگوں میں اس کا کوئی قائل ہے ورنہ مرابحہ وتولیہ تمام بیاعاتِ مطلقہ میں ممنوع ہو جائینگی کیونکہ ان میں ثمن غیر معین ہوتے ہیں، امام سمرقندی نے تحفۃ الفقہاء میں کہا اور اسی کے حوالے سے غایۃ البیان میں ہے کہ جب کسی نے ثمن اول پر کچھ نفع کے ساتھ کوئی چیز فروخت کی تو وہ ثمن دو حال سے خالی نہیں کہ وہ ذوات الامثال میں سے ہے جیسے درہم، دینار، کیلی، وزنی اور عددی متقارب یا وُہ عددی متفاوت میں سے ہے جیسے غلام، کپڑے، مکانات، تربوز اور انار وغیرہ۔ بہرحال اگر ثمن اول مثلی ہو اور اس نے ثمن اول پر کچھ نفع لگا کر بیع کی تو جائز ہے چاہے وہ نفع ثمن اول کی جنس سے ہو یا نہ ہو بعد اس کے وہ معین ومعلوم شَے ہو جیسے درہم اور ایسا کپڑا جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہو یا دینار الخ میرے نزدیک درست بات یہ ہے کہ "بما یتعین"

۱؎ بحرالرائق کتاب البیوع باب المرابحۃ والتولیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۱۰۸
۲؎ تحفۃ الفقہاء ؍؍ باب الاقالۃ والمرابحۃ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۰۹

Marfat.com

فالصواب عندی ان الباء فی بما یتعین
من خطاء النساخ وانما هو مما یتعین
ای ماملکه حال کونه من الاشیاء التی
یتعین فی العقود فالتعین شرط فیما ملکه
وهو الذی یرید نقله مرابحة لا فی عوضه
وقال فی الکفایة "قوله نقل ماملکه ای من
السلع لانه اذا اشتری بالدراهم الدنانیر
لایجوز بیع الدنانیر بعد ذلك مرابحة اھ[1]
وقال فی العنایة بعد ذکر الایرادات
علی حد المتن قیل فعلی هذا
الاولی ان یقال نقل ماملکه
من السلع بما قام عنده اھ[2] و
قال سعدی افندی فی حاشیتها
المراد بما ملکه هو المملوك
المعهود الذی کان الکلام
الی هنا فیه اعنی السلع اھ[3]
قال فی جامع الرموز التولیة
ان یشترط فی البیع ای
بیع العرض احترازعن الصرف
فالتولیة والمرابحة لم تکونا
فی بیع الدراهم والدنانیر کما

پر "با" کاتبوں کی غلطی سے ہے (دراصل) وہ
"مما یتعین" ہے یعنی جس چیز کا وہ مالک ہوا
درانحالیکہ وہ ان اشیاء میں سے ہو جو عقود میں متعین
ہوتی ہیں چنانچہ تعین اس مملوکہ شئے میں شرط ہے
جس کو وہ بطور مرابحہ منتقل کرنا چاہتا ہے عوض
میں تعین شرط نہیں، اور کفایہ میں کہا کہ ماتن کا قول
کہ منتقل کرنا اس چیز کو جس کا وہ مالک ہوا، اس
چیز سے سامان مراد ہے کیونکہ اگر درہموں کے بدلے
دنانیر خریدے تو اس کے بعد ان دیناروں کی بیع
بطور مرابحہ جائز نہیں اھ عنایہ میں متن پر وارد ہونے
والے اعتراضات کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہا گیا ہے
کہ اس بناء پر بہتر تھا کہ یوں کہا جاتا کہ اس سامان
کو منتقل کرنا جس کا وہ مالک ہوا اس کے بدلے
میں جتنے میں اس کو پڑا اھ، اور سعدی آفندی نے
اس کے حاشیہ میں کہا کہ اس چیز سے مراد جس کا وہ مالک
ہوا وہی مملوک معہود ہے جس میں یہاں تک کلام
ہو رہی ہے یعنی سامان اتنے کے بدلے میں جتنے
میں اس کو پڑا اھ جامع الرموز میں کہا تولیہ یہ ہے
کہ شرط لگائی جائے بیع میں یعنی سامان کی بیع میں یہ
بیع صرف سے احتراز ہے چنانچہ تولیہ و مرابحہ
دونوں دراہم و دنانیر کی بیع میں نہیں ہوتے جیسا کہ

---

[1] الکفایة مع فتح القدیر کتاب البیوع باب المرابحة والتولیة مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/۱۲۲
[2] العنایة علی ہامش فتح القدیر " " " " " " " " ۶/۱۲۲
[3] حاشیة چلپی " " " " " " " " " " " " " " ۶/۱۲۳

Marfat.com

فی الکفایۃ[1] اھ قال فی الدر المختار المرابحۃ بیع ما ملکہ من العروض بما قام علیہ وبفضل اھ[2]۔

کفایہ میں ہے اھ درمختار میں کہا کہ مرابحہ یہ ہے کہ سامان مملوک کو اتنے کے بدلے جتنے میں اس کو پڑا ہے اور کچھ زیادتی کے ساتھ فروخت کرنا اھ (ت)

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) جو چیز مرابحۃً بیچی جائے نہ تو اس کا عرض وسلع ومتاع وکیلا ہونا لازم بلکہ سونے چاندی پر بھی مرابحہ جائز ہے جبکہ سونا روپوں کو خریدا ہو یا چاندی اشرفیوں کو۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

اذا اشتری ذھبا بعشرۃ دراھم فباعہ بربح درھم جاز کذا فی الحاوی[3]۔

اگر دس درہم کا سونا خریدا اور ایک درہم نفع کے ساتھ فروخت کردیا تو جائز ہے، ایسا ہی حاوی میں ہے۔ (ت)

اسی میں محیط سے ہے:

اذا باع قلب فضۃ وزنہ عشرۃ دراھم بدینار وتقابضا ثم باعہ بربح درھم او بربح نصف دینار جاز اما اذا باعہ بربح نصف دینار فلانہ یصیر بائعا قلب فضۃ وزنہ عشرۃ دراھم بدینار ونصف دینار لان الجنس مختلف فلا یظھر الربح، واما اذا باعہ بربح درھم فما ذکر من الجواب ظاھر الروایۃ لانہ یصیر بائعا للقلب بدینار ودرھم، وانہ جائز لانہ یجعل بازاء الدرھم من القلب مثلہ والباقی من القلب بازاء الدینار، وعن

اگر دس درہم وزنی چاندی کا کنگن سونے کے ایک دینار کے بدلے میں خریدا پھر ایک درہم نفع پر (ایک دینار اور ایک درھم کے بدلے میں) یا نصف دینار نفع پر (یعنی ڈیڑھ دینار کے بدلے میں) فروخت کردیا تو جائز ہے۔ نصف دینار نفع پر بیچا تو اس لئے جائز ہے کہ وہ چاندی کے ایک ایسے کنگن کو ڈیڑھ دینار میں فروخت کرنے والا ہے جس کا وزن دس درہم ہے کیونکہ جنس مختلف ہے لہذا نفع ظاہر نہ ہوا۔ رہا ایک درھم نفع پر بیچنا تو حکم مذکور ظاہر الروایہ ہے کیونکہ ایک درہم کے عوض کنگن میں سے اس کی مثل یعنی ایک درہم ہوا اور

---

[1] جامع الرموز کتاب البیوع باب المرابحۃ والتولیۃ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۳/ ۵۳

[2] درمختار " " " مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۵

[3] فتاوٰی ہندیہ کتاب الصرف الباب الثالث الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۲۳۰

Marfat.com

ابی یوسف انه لا یجوز[1] الخ۔

باقی کنگن دینار کے عوض ہوگیا، امام ابویوسف سے مروی ہے کہ یہ جائز نہیں الخ۔ (ت)

نہ بیع کا صرف ہونا مطلقاً اس کی ممانعت کو مستلزم، سونا کہ دس روپے کو خریدا تھا گیارہ روپے کو بیچا، یا دس روپے بھر چاندی کا کنگن کہ ایک اشرفی کو مول لیا تھا ڈیڑھ اشرفی یا ایک اشرفی اور ایک روپے کو بیچا، یہ سب صرف ہی ہے اور مرابحہ اور جائز۔ نہ صرف نہ ہونا مطلقاً جواز مرابحہ کو کافی، من بھر گیہوں من بھر گیہوں کو خریدے، ان کی بیع مرابحہ حرام ہے کہ سُود ہے حالانکہ صرف نہیں، شرنبلالی علی الدرر میں ہے:

المثلی اذا غیبہ الغاصب وقضی علیہ بمثلہ ملکہ ولا یجوز لہ بیعہ بازید منہ لکونہ ربی[2]۔

غاصب نے مثلی شئے کو غائب کر دیا، قاضی کی طرف سے اس پر اس کی مثل دینے کا فیصلہ صادر ہوا تو اب وہ مغصوب شئے کا مالک بن گیا اس کے لئے جائز نہیں کہ اس چیز کو اس سے زائد پر فروخت کرے کیونکہ یہ سود ہے۔ (ت)

ہندیہ میں محیط سے ہے:

لواشتری مختوم حنطۃ بمختومی شعیر بغیر عینہما ثم تقابضا فلا باس بان یبیع الحنطۃ مرابحۃ، وکذٰلک کل صنف من المکیل والموزون بصنف اٰخر اھ[3] افاد بمفہوم قولہ بصنف اٰخر انہ لو قوبل الجنس بالجنس لم تجز المرابحۃ وسنعطیک دلیلہ ان شاء اللہ تعالٰی۔

اگر کسی نے گندم کا ایک مختوم جَو کے دو غیر معین مختوموں کے بدلے میں خریدا پھر باہمی قبضہ بھی کر لیا تو گندم کو بطور مرابحہ فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں، ایسے ہی ہر کیلی اور وزنی چیزوں کی ایک قسم کو دوسری قسم کے ساتھ بیچنے کا یہی حکم ہے اھ ہندیہ کے قول بصنف اٰخر (یعنی دوسری قسم کے ساتھ) کے مفہوم نے یہ فائدہ دیا کہ اگر جنس کا مقابلہ جنس سے ہو تو بیع مرابحہ ناجائز ہے، ہم عنقریب ان شاء اللہ تعالٰی تجھے اس کی دلیل دیں گے۔ (ت)

بلکہ تحقیق یہ ہے کہ جو شے مرابحۃً بیچی جائے اس میں دو۲ شرطیں ہیں:

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الصرف الباب الثالث الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۳۱-۲۳۰
[2] غنیۃ ذوی الاحکام فی بغیۃ درر الاحکام باب المرابحۃ والتولیۃ میر محمد کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۸۰
[3] فتاوٰی ہندیہ کتاب البیوع الباب الرابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۱۶۱

Marfat.com

شرطِ اوّل وُہ شَے معین ہو یعنی عقد معاوضہ اس کی ذات خاص سے متعلق ہوتا ہو، نہ یہ کہ ایک مطلق چیز ذمہ پر لازم آتی ہو، ثمن جیسے روپیہ اشرفی عقودِ معاوضہ میں متعین نہیں ہوتے، ایک چیز سو روپے کو خریدی کچھ ضرور نہیں کہ یہی سو روپے جو اس وقت سامنے تھے ادا کرے بلکہ کوئی سے سو دے دے، اور اگر مثلاً سونے کے کنگن بیچے تو خاص یہی کنگن دینے ہونگے یہ نہیں کرسکتا کہ ان کو بدل کر دوسرے کنگن دے اگرچہ وزن ساخت میں ان کے مثل ہوں، یہ شرط مرابحہ و تولیہ و وضیعہ تینوں میں ہے یعنی اول سے نفع پر بیچے یا برابر کو یا کمی پر، یہاں اس شَے کا معیّن ہونا اس لئے ضرور ہے کہ یہ عقد اُسی شَے مملوک سابق پر وارد کیا جاتا ہے اور جب وہ معین نہیں تو نہیں کہہ سکتے کہ یہ وہی شَے ہے، ولہذا اگر روپوں سے اشرفیاں خریدیں تو ان کو مرابحۃً نہیں بیچ سکتے،

کما نص علیہ فی التبیین والفتح و العنایۃ والکفایۃ والبحر والنھر و الظھیریۃ والخانیۃ وخزانۃ المفتین و والھندیۃ وجامع الرموز وغیرھا وان نقل ط عن حاشیۃ سری الدین علی الزیلعی نقلاعن البدائع انہ یجوز[1]

جیسا کہ تبیین، فتح القدیر، عنایہ، کفایہ، بحر، نہر، ظہیریہ، خانیہ، خزانۃ المفتین، ہندیہ اور جامع الرموز میں اس پر نص کی گئی ہے اگرچہ ط نے تبیین کے حاشیہ سری الدین سے بحوالہ بدائع نقل کیا ہے کہ یہ جائز ہے۔ (ت)

اس لئے کہ اشرفیاں معین نہیں ہوتیں، بیچنے والا ان اشرفیوں کے بدلے دوسری اسی طرح کی دے دیتا تو جائز تھا اور اب جو یہ بیچ رہا ہے اب بھی متعین نہ ہوں گی یہ اشرفیاں دے یا ان کے ساتھ کی دوسری، تو کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ جو اشرفیاں پہلے اس کی ملک میں آئی تھیں وہی اتنے نفع پر بیچیں کہ بیع مرابحہ ہو، فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

رجل اشتری دنانیر بدراھم ثم باع الدنانیر مرابحۃ لایجوز لان الدنانیر لاتتعین فی البیع فلم یکن المقبوض بعقد الصرف مبیعا فی البیع الاول[2]

ایک شخص نے درہموں کے عوض دینار خریدے پھر ان دیناروں کو بطور مرابحہ بیچا تو یہ جائز نہیں کیونکہ دینار بیع میں متعین نہیں ہوا کرتے لہذا عقد صرف میں جن دیناروں پر قبضہ کیا گیا بعینہ وہی بیع اول کا مبیع قرار نہ پائے۔ (ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب البیوع باب المرابحۃ والتولیۃ دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۹۴

[2] فتاوٰی قاضی خان کتاب البیوع فصل فی الاجل نولکشور لکھنؤ ۲/ ۴۰۱

Marfat.com

فتح القدیر میں ہے :

انمالم تجز المرابحۃ فی ذلك لان بدلی الصرف لایتعینان فلم تکن عین ھذہ الدنانیر متعینۃ لتلزم مبیعا[1]۔

اس میں مرابحہ اسی لئے ناجائز ہے کہ بیع صرف کے بدلین متعین نہیں ہوتے تو بعینہٖ یہی دینار متعین نہ ہوئے کہ ان کا مبیع ہونا لازم ہوتا۔ (ت)

اور اگر سونے کا گہنا روپوں کو خریدا تو اسے مرابحۃً بیچ سکتا ہے کہ وہ بیع میں متعین ہوگیا تو عقد اسی مملوک اول پر واقع ہوگا،

کما قدمناہ و بہ ظھران مرادھم ھنا بالعرض والسلع کل مایتعین ولو من احد النقدین وبالصرف مالایتعین فیہ البدل الذی حصل فی ملك من یرید بیعہ مرابحۃ وان الاولی قول الفتح المراد نقل ماملکہ مماھو بیع متعین بدلالۃ قولہ بالثمن الاول فان کون مقابلہ ثمنا مطلقا یفید ان ماملکہ بالضرورۃ مبیع مطلقا[2] اھ۔

جیسا کہ ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں اور اسی سے ظاہر ہوگیا کہ یہاں پر عرض اور سلع سے فقہاء کی مراد ہر وُہ چیز ہے جو متعین ہو اگرچہ نقدین میں سے کوئی ایک ہو اور عقد صرف سے ان کی مراد وہ بیع ہے جس میں وہ بدل متعین نہ ہو جو اس شخص کی ملکیت میں حاصل ہوا جو بطور مرابحہ اس کو بیچنے کا ارادہ کرے، اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ فتح کا قول اولٰی ہے یعنی مراد یہ ہے کہ اس مبیع متعین کو منتقل کرنا جس کا وہ مالک ہوا ہے اس پر دلیل اس کا قول "ثمن اول" ہے اس لئے کہ اس کے مقابل ثمن مطلق ہونا اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ جس چیز کا وہ مالک ہوا وہ ضروری طور پر مبیع مطلق ہے اھ (ت)

فھذا ھو تحقیق الشرط الاول (پس یہ ہے شرطِ اول کی تحقیق۔ ت)

شرطِ دوم وہ ایسا مال ربوی نہ ہو جو اپنی جنس کے بدلے لیا ہو جیسے سونا سونے، یا چاندی چاندی، یا گیہوں گیہوں، یا جَو جَو کو۔ عالمگیریہ میں ہے :

ان اشتری ذھبا بذھب او فضۃ بفضۃ لم تجز مرابحۃ اصلا کذا فی التتارخانیۃ[3]۔

اگر سونے کو سونے کے بدلے یا چاندی کو چاندی کے بدلے خریدا تو اس میں مرابحہ بالکل جائز نہیں۔ یہ تتارخانیہ میں ہے۔ (ت)

---

[1] فتح القدیر کتاب البیوع باب المرابحۃ والتولیۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۱۲۲

[2] " " " ۶/ ۱۲۲

[3] فتاوٰی ہندیہ کتاب الصرف الباب الثالث، الفصل الثانی فی المرابحۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۲۳۱

Marfat.com

یہ شرط مرابحہ و وضیعہ یعنی اول کے اعتبار سے زیادہ یا کم بیچنے میں ہے تولیہ یعنی برابر بیچنے میں نہیں

اقول و باللہ التوفیق وجہ اس کی یہ ہے کہ جب ایک ربوی مال جس میں کمی بیشی سے سود ہو جاتا ہے اپنی جنس کے بدلے اسے ملا ہے، اب جو یہ اسے مرابحۃً بیچے گا تو اس کی جنس سے بدلے گا یا غیر جنس سے، اگر جنس سے بدلے تو فرض ہو گا کہ دونوں پورے برابر ہوں کمی بیشی کیونکر ممکن کہ عین ربٰو ہے، اور اگر غیر جنس سے بدلے تو نہ مرابحۃً ہوئی نہ جائز ہو سکتی ہے مرابحۃ تو یہ تھی کہ جس عوض پر اسے پڑی ہے اسی کو مع کچھ نفع کے بیچے یہاں عوض کی جنس بدل گئی،

وبه ظهر سقوط ما اعترض به في العناية على تعريف الهداية وتبعه في البحر اذ قال واللفظ للاكمل بالاختصار" اعترض عليه بانه مشتمل على ابهام يجب عنه خلو التعريف لان قوله بالثمن الاول اما ان يراد به عين الثمن الاول او مثله لا سبيل الى الاول لان عين الثمن الاول صار ملكا للبائع الاول ولا الى الثاني لانه لا يخلو اما ان يراد المثل من حيث الجنس او المقدار الاول ليس بشرط لما في الايضاح والمحيط انه اذا باعه مرابحة فان كان ما اشتراه به له مثل جاز سواء جعل الربح من جنس راس المال الدراهم من الدراهم او من غير الدراهم من الدنانير او على العكس اذا كان معلوما

اور اس سے اس اعتراض کا ساقط ہونا ظاہر ہو گیا جو ہدایہ کی تعریف پر عنایہ میں وارد کیا گیا اور بحر نے اس کی اتباع کی اختصاراً لفظ اکمل کے یہ ہیں کہ اس پر اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ تعریف (تعریفِ ہدایہ) ابہام پر مشتمل ہے جس سے تعریف کا خالی ہونا واجب ہے اس لئے صاحب ہدایہ کے قول "ثمن اول" سے مراد ثمن اول کا عین ہے یا اس کی مثل، اول کی طرف کوئی راہ نہیں کیونکہ عین اول تو بائع اول کی ملک ہو گیا اور نہ ہی ثانی کی طرف کوئی راہ ہے کیونکہ ثانی (ثمن اول کی مثل) دو حال سے خالی نہیں یا تو اس سے مراد جنس کے اعتبار سے ثمن اول کا مثل ہونا ہے یا مقدار کے اعتبار سے جنس کے اعتبار سے مثلیت تو اس دلیل کی وجہ سے شرط نہیں جو ایضاح اور محیط میں ہے کہ جب اس نے بطور مرابحہ کسی چیز کی بیع کی اگر اس چیز کی مثل موجود ہے جس کے بدلے اس نے اس کو خریدا تھا، تو یہ بیع مرابحہ جائز ہے چاہے اس نے نفع راس المال یعنی دراہم کی جنس یعنی دراہم سے رکھا یا اس کے غیر یعنی دیناروں سے رکھا ہو

Marfat.com

يجوز به الشراء لان الكل ثمن و
والثاني يقتضي ان لا يضم الى
راس المال اجرة القصار والصباغ
والطراز وغيرها[1] الخ والاكمل
وان اجاب عنه فانما
اختار الشق الاخير والبحر
لم يرضه بل رده بما لا يفيد
الايراد الا بعدا **اقول** و
العجب ان المعترض
حصر وابطل جميع الشقوق
فكيف يعترض بالابهام
لم لا يحكم بالبطلان ثم العجب
اشد العجب الاستناد بما نقل
عن الايضاح والمحيط فانه
لا مساس له بالمدعى كما نبه
عليه العلامة سعدي افندي
حيث يقول "لا يخفى عليك
ان ما نقله من ذينك
الكتابين انما يدل على عدم
اشتراط مماثلة الربح لراس
المال جنسا لا على عدم
شرطية مماثلة الثمن الثاني
للاول في الجنس[2] اهـ **اقول**

یا اس کے برعکس صورت ہو (یعنی راس المال
بجائے درہموں کے دینار ہوں) جب یہ معین
ہو تو اس کے بدلے خریداری جائز ہے کیونکہ
یہ سب ثمن ہیں اور اگر مقدار کے اعتبار سے مثلیت
مراد ہو تو یہ مقتضی ہے اس امر کو کہ راس المال
کے ساتھ دھوبی، رنگریز اور نقش ونگار وغیرہ کی
اُجرت نہ ملائی جائے الخ اکمل نے اگرچہ اس کا
جواب دیتے ہوئے آخری شق کو اختیار کیا مگر صاحبِ بحر
اس پر راضی نہیں بلکہ اس کو رَد کر دیا جو کہ اعتراض
میں بُعد کے سوا کچھ فائدہ نہیں دیتا **اقول** (میں
کہتا ہوں) تعجب ہے معترض نے حصر کرتے ہوئے
تمام شقوں کو باطل قرار دیا ہے تو اس پر ابہام
کا اعتراض کیسے ہوا بطلان کا حکم کیوں نہیں لگایا گیا
پھر شدید ترین تعجب اس استناد پر ہے جو ایضاح
اور محیط سے منقول عبارت پر کیا گیا کیونکہ اس کا
مدعا سے کوئی تعلق نہیں جیسا کہ علامہ سعدی آفندی
نے یہ کہتے ہوئے اس پر تنبیہ فرمائی کہ اے
مخاطب! تجھ پر پوشیدہ نہیں کہ اکمل نے ان دونوں
کتابوں سے جو نقل کیا ہے وہ تو اس بات پر
دلالت کرتا ہے کہ نفع کا اعتبار جنس کے راس المال
کی مثل ہونا شرط نہیں، اس بات پر وہ دلالت
نہیں کرتا کہ ثمن ثانی کا باعتبار جنس کے ثمن اول کی
مثل ہونا شرط نہیں اھ، **اقول** (میں کہتا ہوں)

[1] العنایۃ علی ہامش فتح القدیر باب المرابحۃ والتولیۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱۲۲/۶
[2] حاشیہ سعدی آفندی علی ہامش فتح القدیر " " " " " ۱۲۲/۶

Marfat.com

ولا نظر الى ما يوهمه التصوير بالدراهم
والدنانير والتعليل بان الكل
ثمن فان الربح يجوز مطلقا
من اى جنس كان ثوبا او عبدا
او ارضا او غير ذلك بعد
ان يكون مقدارا معلوما
كما قدمناه عن العناية عن
التحفة ومثله فى عامة الكتب
فهذا اوجه واقول ثانيا لئن
قطعنا النظر عن هذا لم يكن
فيه ما يمنع اشتراط المجانسة
وينفيه فقد نصوا ان الدرهم
والدينار جنس واحد فى بضع
مواضع منها المرابحة كما
فى البحر والدرّ وغيرهما اقول ثالثا
وهو القول الفصل وهادم
الاعتراض من الاصل اطبقت
الكتب قاطبة ان شرط صحة المرابحة
والتولية كون العوض الى الثمن
الاول مثليا وعلله المعللون كالهداية و
الشروح ومنها العناية والتبيين والبحر وغيرها
واللفظ للعناية بان مبناهما
على الاحتراز عن الخيانة و

دراہم و دنانیر سے صورت بیان کرنا جس وہم کو پیدا کرتا ہے علامہ آفندی کو ملحوظ ہے نہ ہی وہ تعلیل جو اکمل نے یہ کہہ کر بیان کی کہ یہ سب ثمن ہیں اس لئے کہ نفع تو مطلقاً جائز ہے چاہے کسی بھی جنس سے ہو یعنی چاہے کپڑا ہو یا غلام ہو یا زمین وغیرہ ہو بشرطیکہ وہ مقدارِ معین ہو جیسا کہ ہم عنایہ سے بحوالہ تحفۃ الفقہاء پہلے بیان کر چکے ہیں اور اس کی مثل عام کتابوں میں ہے یہ توجیہ ہے اقول ثانیا (میں دوبارہ کہتا ہوں) اگر ہم اس سے قطع نظر کر لیں تو بھی اس میں ایسی کوئی چیز نہیں جو شرطِ مجانست سے مانع و نافی ہو، چنانچہ فقہائے نے تصریح کی ہے کہ چند جگہوں میں درھم اور دینار جنس واحد شمار ہوتے ہیں، ان میں سے مرابحہ بھی ہے، جیسا کہ بحر اور درّ وغیرہ میں ہے۔ اقول ثالثا (میں سہ بارہ کہتا ہوں جو قول فیصلہ کن اور اعتراض کو سرے سے منہدم کر دینے والا ہے کہ تمام کتابیں اس پر متفق ہیں کہ تولیہ و مرابحہ کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ عوض یعنی ثمن اول مثلی ہو اور علت بیان کرنے والوں جیسے ہدایہ اور اس کی شروحات عنایہ، تبیین اور بحر وغیرہ نے اس کی علت یوں بیان کی لفظ عنایہ کے ہیں کہ ان دونوں (تولیہ و مرابحہ) کی بناء خیانت اور

ـــه درمختار کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع مجتبائی دہلی ۲۶/۲
بحر الرائق " " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵۳/۶

Marfat.com

شبهها والاحتراز عن الخيانة فی القیمیات ان امکن، وقد لا یمکن عن شبهها لان المشتری لایشتری المبیع الا بقیمة ماوقع فیه من الثمن اذ لا یمکن دفع عینه حیث لم یملکه ولا دفع مثله اذ الفرض عدمه فتعینت القیمة وهی مجهولة تعرف بالخرص والظن فیتمکن فیه شبهة الخیانة الا اذا کان المشتری باعه مرابحة ممن ملك ذٰلك البدل من البائع الاول بسبب من الاسباب فانه یشتریه مرابحة بربح معلوم من دراهم او شیئ من المکیل والموزون الموصوف لاقتداره علی الوفاء بما التزمه[1] اھ اقول ولا تنس ماقدمنا ان الربح سائغ مطلقا ولو ثوبا کما نص علیه فی التحفة وقال فی التحفة وقال فی الفتح لو کان مااشتراه به وصل الی من یبیعه منه فرابحه علیه بربح

شبہ خیانت سے اجتناب پر ہے جبکہ قیمتی چیزوں میں اگرچہ خیانت سے اجتناب ممکن ہے مگر شبہ خیانت سے اجتناب کبھی ممکن نہیں ہوتا کیونکہ مرابحہ میں مشتری مبیع کو اس قیمت کے بدلے ہی خرید سکتا ہے جس میں ثمن واقع ہوا نہ کہ عین ثمن کے بدلے کیونکہ جب وہ اس کا مالک ہی نہیں تو اس کا دینا اس کے لئے ناممکن ہے اور نہ ہی مثل ثمن کے بدلے کیونکہ مفروض اس کا عدم ہے تو قیمت ہی متعین ہوئی اور وہ مجہول ہے جو کہ ظن وتخمینہ سے پہچانی جاتی ہے لہذا اس میں شبہ خیانت پایا جاتا ہے سوائے اس کے کہ جب مشتری اول مبیع کو اس شخص کے ہاتھ بطور مرابحہ بیچے جو اس بائع اول سے اس مبیع کے بدل کا کسی سبب سے مالک بن چکا ہے کیونکہ اس صورت میں مشتری ثانی اس مبیع کو دراہم یا کسی کیلی و وزنی شئے میں سے معین ومعلوم نفع پر خرید رہا ہے یہ اس لئے ہے کہ مشتری ثانی نے جس چیز کا التزام کیا ہے وہ اس کی ادائیگی پر قادر ہے اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) جو ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں اس کو مت بھولیں کہ نفع مطلقا جاری ہوتا ہے اگرچہ کپڑا ہو جیسا کہ تحفہ میں اس پر نص کی گئی ہے، تحفہ میں فرمایا کہ فتح میں کہا ہے کہ اگر کسی طرح مبیع کے ثمن اس شخص کے پاس پہنچ جائیں جس کے ہاتھ اب یہ مبیع بطور مرابحہ بیچ رہا ہے اور

---

[1] العنایۃ علی ہامش فتح القدیر کتاب البیوع باب المرابحۃ والتولیۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/۱۲۴

Marfat.com

معین کان یقول ابیعك مرابحة
علی الثوب الذی بیدك وربح درهم
اوکر شعیر اوربح هذا الثوب جاز اه[1]
فالقصر علی المکیل والموزون
لا مفهوم له ومن البین ان
اشتراط مثلیة الثمن الاول یوجب
المماثلة بینه وبین الثمن الثانی فی
الجنس اذ لولاه لعاد علی مقصوده
بالنقض فان الشئ ولو مثلیا اذا
بدل بخلاف جنسه خرج المثل
من البین وآل الامر الی التقویم فهنالك
قلتم لا یمکنه دفع مثله اذا الفرض
عدمه وههنا نقول لا یمکن دفع مثله
اذا الفرض ان البیع الثانی بخلاف
جنسه وهذا کان شیئا واضحا
فی غایة الوضوح فسبحان الذی
اذهل هؤلاء الاکابر من مثله ولا عصمة
الا لکلام الله وکلام الرسول جل جلاله
وصلی الله تعالی علیه و
سلم۔

اس ثمن پر معین نفع لگائے مثلاً یوں کہے کہ میں یہ چیز بطور مرابحہ تجھ پر فروخت کرتا ہوں اس کپڑے کے عوض جو تیرے قبضے میں ہے اور ایک درہم کے نفع پر یا ایک کُر جَو کے نفع پر یا اس کپڑے کے نفع پر تو یہ بیع مرابحہ جائز ہے اھ چنانچہ نفع کے کیلی اور وزنی اشیاء میں اقتصار کا کوئی مفہوم نہیں۔ اور ظاہر ہے ثمن اول کے مثل ہونے کی شرط اس بات کو واجب کرتی ہے کہ ثمن اول اور ثمن ثانی کے درمیان جنس کے اعتبار سے مماثلت ہو اس لئے کہ اگر ایسا نہ ہو تو یہ امر مقصود پر بطور نقض لوٹے گا کیونکہ کوئی شَے اگرچہ مثلی ہو جب غیر جنس سے بدلی جائے تو مماثلت درمیان سے نکل جاتی ہے اور معاملہ قیمت لگانے کی طرف لوٹ آتا ہے، وہاں تم نے کہا کہ ثمن اول کی مثل دینا ممکن نہیں کیونکہ مفروض اس کا عدم ہے تو یہاں ہم کہتے ہیں کہ اسکی مثل دینا ممکن نہیں کیونکہ مفروض یہ ہے کہ بیع ثانی اس کی جنس کے غیر کے بدلے میں ہے یہ انتہائی واضح چیز ہے، پاک ہے وہ جس نے ان اکابر کو اس جیسی ظاہر چیز بھلا دی۔ خطا سے پاک تو صرف اللہ تعالٰی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا کلام ہے (ت)

اور ناجائز یوں ہوئی جس کا بیان ابھی عنایہ وغیرہا کے حوالہ سے گزرا کہ غیر جنس کا عوض اوّل کے مثل و مساوی ہونا محض تخمین و اندازہ سے ہوگا اور تخمین میں غلطی کا احتمال ہے اور مرابحہ کی بناء کمال امانت پر ہے اس میں خیانت کا شبہہ بھی حرام ہے پورا ٹھیک ٹھیک ثمن اول کا مساوی

---

[1] فتح القدیر کتاب البیوع باب المرابحۃ والتولیۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۱۲۴

Marfat.com

بنا کر اس پر نفع باندھے غیر جنس میں ٹھیک ٹھیک مساوات بتانا محال ہے لہذا مال ربوی جب اپنی جنس کے عوض لیا ہو اسے مرابحۃً بیچنا ناممکن وحرام ہے، یہ وہ شرط ثانی ضروری ولازمی وواجب تھی جس سے بحرالرائق میں باوصف استقصاء کے غفلت واقع ہوئی،

وھذا ما وعدناك من قبل بان الحد الذی اتی به لم یتم ایضا وکان علیه ان یزید بعد قوله "مما یتعین" "غیر ربوی قوبل بجنسه" ثم العجب من العلامۃ المحقق ابی الاخلاص حسن الشرنبلالی رحمه الله تعالٰی اذا ورد علی تعریف الدرر المذکور "بیع ما ملکه بمثل ما قام علیه بزیادۃ" مسئلۃ المثلی اذا غیبه الغاصب وضمن وملك ولایرابح کما قدمنا عنه، قال ولایرد علی من قال بیع بمثل الثمن الاول[1] اقول صور بضمان الغصب فصدق ما قام علیه ولم یصدق الثمن ولو صور بربوی ملکه بجنسه کبر ببر لعم الضمان والاثمان وورد علی الکل بالسویۃ فهذا تحقیق الشرط الثانی وقد تفضل علی المولٰی سبحنه وتعالٰی بهذه المباحث فاتقنها فانك لاتجده فی محل اٰخر ولله الحمد علی تواتر الائه والصلٰوۃ والسلام علی سید انبیائه محمد واٰله واحبائه۔

یہ وہ ہے جس کا ہم نے آپ کے ساتھ پہلے وعدہ کیا تھا کہ جو تعریف علامہ بحر نے بیان کی ہے وہ بھی تام نہیں، ان پر لازم تھا کہ وہ اپنے قول "مما یتعین" کے بعد یہ الفاظ بڑھاتے "غیر ربوی قوبل بجنسه" یعنی وہ چیز مال ربوی کا غیر ہو جس کا مقابلہ اس کی جنس سے کیا گیا ہو، پھر علامہ محقق ابو الاخلاص حسن شرنبلالی رحمہ اللہ تعالٰی پر حیرت ہے کہ جب درر کی اس تعریف "وہ مملوک چیز کی بیع ہے اس کی مثل کے ساتھ جتنے میں اس کو پڑی مع کچھ زیادتی کے" پر اس مسئلہ کے ساتھ اعتراض وارد ہوا کہ غاصب نے مثلی شے کو غائب کر دیا اور اس کا ضمان دینے پر وہ اس شیئ مغصوب کا مالک بن گیا اس کے باوجود وہ اس میں بیع مرابحہ نہیں کرسکتا جیسا کہ اس سے نقل کرچکے ہیں، تو علامہ ابو الاخلاص حسن شرنبلالی نے فرمایا کہ یہ اعتراض اس پر وارد نہیں ہوتا جس نے تعریف میں یُوں کہا کہ "بیع بمثل الثمن الاول" یعنی ثمن اول کی مثل کے بدلے بیع کرنا، اقول (میں کہتا ہوں) ضمان غصب کے ساتھ صورت بیان کی گئی جو "ما قام علیه" پر صادق اور ثمن پر صادق نہیں اگر ایسے مال ربوی کے ساتھ صورت بیان کی جاتی جس کا وہ اس کی

---

[1] غنیۃ ذوی الاحکام حاشیۃ درر الاحکام باب المرابحۃ والتولیۃ میر محمد کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۸۰

Marfat.com

جنس کے بدلے میں مالک ہوا جیسے گندم کے بدلے گندم تو یہ صورت ضمان غصب اور ثمنوں کو شامل ہوتی اور سب پر اعتراض کا ورود برابر ہوتا۔ یہ شرط ثانی کی تحقیق ہے۔ بیشک مولٰی سبحانہ وتعالٰی نے ان مباحث جلیلہ کے سبب مجھ پر فضل فرمایا اور تو ان کو محفوظ کر کہ انھیں تو دوسری جگہ نہیں پائے گا، ان مسلسل نعمتوں کے عطا ہونے پر اللہ تعالٰی ہی کے لئے حمد ہے اور درود وسلام ہو نبیوں کے سردار محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور آپ کی آل واحباب پر۔ (ت)

جب یہ اصل اصیل منقح ہولی اب جواب مسئلہ مسئولہ کی طرف چلئے **فاقول** وباللہ التوفیق (تو میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ سے ہے۔ت) نوٹ میں شرط دوم تو خود موجود ہے کہ وہ سرے سے مال ربوی ہی نہیں، نہ وہ اور روپے یا اشرفی متحد الجنس، اور شرط اول اس کی نفس ذات میں تو متحقق ہے کہ وہ فی نفسہ ایک عرض ومتاع ہے نہ ثمن مگر بذریعہ اصطلاح اُسے ثمنیت عارض ہے اور جب تک رائج رہے گا اور عاقدین بالقصد اُسے متعین نہ کریں گے عقود معاوضہ میں متعین نہ ہوگا، اور اوپر معلوم ہولیا کہ یہاں تعین دونوں وقت درکار ہے ملک اول کے وقت اور اس بیع مرابحہ کے وقت تاکہ صادق آئے کہ وہی شے جو پہلے اس کی ملک میں آئی تھی اس نفع پر بیچی، وقت مرابحہ کا تعین بھی خود ہی ظاہر ہے کہ جب مرابحہ بے تعین ناممکن اور وہ قصد مرابحہ کررہے ہیں ضرور اُسے متعین کرلیا جس طرح پیسوں کی بیع سلم میں ہمارے ائمہ کے اجماع سے اور ایک پیسہ معین دو پیسے معین کو بیچنے میں ہمارے امام اعظم وامام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک ہے جس کی تحقیق ہمارے رسالہ کفل الفقیہ الفاھم میں ہے۔

وقلت فی الوفاقیۃ ان المسلم فیہ لایکون ثمنا قط فاقدامھما علی جعلھا مسلما فیھا دلیل علی الابطال[1] اھ ای ابطال الاصطلاح علی الثمینۃ القاضیۃ بعدم التعین وفی الھدایۃ فی الخلافیۃ[2] لھما ان الثمینۃ فی حقھما باصطلاحھما

میں نے اتفاقی اور اجماعی مسئلہ میں کہا کہ مسلّم فیہ کبھی بھی ثمن نہیں ہوسکتا لہذا بائع اور مشتری کا پیسوں کو مسلّم فیہ بنانے کا اقدام دلیل ابطال ہے اھ یعنی اصطلاح ثمنیت کا ابطال جو عدم تعیین کا تقاضا کرتی ہے اور ہدایہ میں اختلافی مسئلہ کے بارے میں شیخین کی دلیل یوں بیان کی کہ بائع اور مشتری کے حق میں ثمنیت ان دونوں کی

---

[1] کفل الفقیہ الفاہم امام العاشر نوری کتب خانہ داتا دربار لاہور ص ۶۲-۶۱
" " " منظمۃ الدعوۃ الاسلامیہ لوہاری دروازہ لاہور ص ۴۷

Marfat.com

فتبطل باصطلاحهما[1] اھ وقلت فیما فی ھامش الکفل ان الحاجة الی تصحیح العقد تکفی قرینة علی ذلك ولایلزم کون ذلك ناشئا عن نفس ذات العقد کمن باع درهما ودینارین بدرهمین ودینار یحمل علی الجواز صرفا للجنس الی خلاف الجنس مع ان نفس ذات العقد لاتابی مقابلة الجنس بالجنس واحتمال الربا کتحققه فما الحامل علیه الا حاجة التصحیح و کم له من نظیر[2]

اصطلاح کی وجہ سے ہے لہذا ان دونوں کی اصطلاح سے باطل ہوجائے گی۔ اور میں نے اس مسئلہ اختلافیہ کے بارے میں کفل الفقیہ کے حاشیہ پر کہا ہے کہ عقد کو صحیح کرنے کی حاجت اس پر کافی قرینہ ہے اس کا نفس عقد سے ناشئ ہونا لازم نہیں جیسے کسی نے ایک درہم اور دو دینار کو دو درہموں اور ایک دینار کے عوض فروخت کیا تو جنس کو غیر جنس کی طرف پھیرتے ہوئے اس کو جواز پر محمول کریں گے باوجودیکہ خود ذات عقد جنس کا مقابلہ جنس سے کرنے سے انکار نہیں کرتی اور سود کا احتمال بھی حقیقت سود کی طرح ہے تو سوائے تصحیح عقد کی حاجت کے اس کا کوئی باعث نہیں اور اس کی متعدد نظیریں ہیں[2]۔ (ت)

اب نہ رہی مگر وقت ملک میں نظر، اگر یہ نوٹ کسی نے اسے ہبہ کیا تھا یا اس پر تصدق کیا یا بذریعہ وصیت یا مورث کے ترکہ میں اسے ملا یا اس نے کسی سے چھین لیا اور تاوان دے دیا یا کسی کا اس کے پاس امانت رکھا تھا اس سے منکر ہو کر تاوان دے کر بیچ لیا تو ان صورتوں میں اسے بیع مرابحہ کرسکتا ہے کہ ان سب وجوہ میں خود روپے اشرفی معین ہوتے ہیں جو ثمن خلقی ہیں نوٹ تو ثمن اصطلاحی ہے، پہلی چار صورتوں میں تو بازار کے بھاؤ سے اس کی قیمت بنا کر اس پر نفع لگائے مثلاً یہ نوٹ سو روپے کا ہے میں نے تیرے ہاتھ اکنی روپے کے نفع پر بیچا اور پچھلی دو صورتوں میں جو کچھ تاوان دینا پڑا ہو وہ بتا کر اس پر نفع رکھے کہ یہ نوٹ مجھے اتنے میں پڑا اور اتنے نفع پر میں نے تیرے ہاتھ بیع کیا، درمختار میں ہے:

المرابحة بیع ماملکه ولو بهبة او

مرابحہ اس چیز کی بیع ہے جس کا مالک بنا اگرچہ

---

[1] الهدایة کتاب البیوع باب السلم مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۹۴
[2] کفل الفقیہ الفاہم اما العاشر حاشیہ نوری کتب خانہ داتا دربار لاہور ص ۶۲
" " " " " " منظمۃ الدعوۃ الاسلامیہ لوہاری دروازہ لاہور ص ۴۸

Marfat.com

ارث او وصیۃ او غصب[1]

ہبہ، میراث، وصیت یا غصب کے سبب سے مالک بنا ہو۔ (ت)

بحر میں ہے:

الغصب اذا ضمنہ جاز لہ بیعہ مرابحۃ وتولیۃ علی ماضمن وما ملکہ بھبۃ اوارث اووصیۃ اذا قومہ فلہ المرابحۃ علی القیمۃ اذا کان صادقا فی التقویم[2] اھ ملتقطا۔

غصب کا جب تاوان دے دیا تو اب اس تاوان پر غصب کی بیع بطور مرابحہ یا بطور تولیہ جائز ہے اور جس چیز کا ہبہ، میراث یا وصیت کے ذریعے مالک بنا جب اس کی قیمت مقرر کرلے تو اس قیمت پر اس مملوک چیز کی بیع مرابحہ کرسکتا ہے بشرطیکہ قیمت مقرر کرنے میں سچا ہو اھ التقاط (ت)

اشباہ پھر ردالمحتار میں ہے:

تتعین ای الدراھم والدنانیر فی الامانات والھبۃ والصدقۃ والشرکۃ والمضاربۃ والغصب[3]۔

امانتوں، ہبہ، صدقہ، شرکت، مضاربہ اور غصب میں دراہم و دنانیر متعین ہوجاتے ہیں۔ (ت)

یونہی اگر یہ نوٹ بیع سلم سے مول لیا اس پر مرابحہ کرسکتا ہے مثلاً نوّے[90] روپے کے بدلے سَو[100] کی رقم کا نوٹ ایک مہینہ کے وعدہ پر خریدا یہ نوٹ معین ہوگیا لما قدمنا (اس دلیل کی وجہ سے جس کا ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں۔ ت) اب نوّے روپے اصل ثمن لگا کر اس پر نفع معین کرے سَو روپے اصل قیمت کو ٹھہرا کر اس پر نفع لگانا حرام ہوگا یونہی اگر نوٹ بیچنے اور خریدنے میں صاف تصریح کردی کہ خاص یہ نوٹ بعینہٖ اتنے کو بیچا کہ ایسی صریح تصریح سے ثمن اصطلاحی متعین ہوجاتا ہے تو جتنے کو لیا اتنے پر مرابحہ کرسکتا ہے اور صرف اس کے کہنے سے کہ یہ نوٹ اتنے کو بیچا معین نہ ہوگا جب تک عاقدین صاف تصریح نہ کریں کہ خاص اسی کی ذات سے عقد بیع کا متعلق کرنا مقصود ہے۔ تبیین الحقائق میں ہے:

---

[1] درمختار کتاب البیوع باب المرابحۃ والتولیۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۵

[2] البحرالرائق " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۱۰۷

[3] ردالمحتار " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۲۹

Marfat.com

صح البيع بالفلوس النافقة وان لم يعين لانها اموال معلومة صارت ثمنا بالاصطلاح فجاز بها البيع ووجب فى الذمة كالدراهم والدنانير وان عينها لاتتعين لانها صارت ثمنا باصطلاح الناس، وله ان يعطيه غيرها لان الثمنية لاتبطل بتعيينها لان التعيين يحتمل ان يكون لبيان قدر الواجب ووصفه كما فى الدراهم، ويجوز ان يكون لتعليق الحكم بعينها فلا يبطل الاصطلاح بالمحتمل مالم يصرحا بابطاله بان يقولا اردنا به تعليق الحكم بعينها فحينئذ يتعلق العقد بعينها بخلاف ما اذا باع فلسا بفلسين باعيانهما حيث يتعين من غير تصريح لانه لو لم يتعين لفسد البيع على ما بينا من قبل فكان فيه ضرورة تحريا للجواز وهنا يجوز على التقديرين فلاحاجة الى ابطال اصطلاح الكافة[1]

رائج پیسوں کے ساتھ بیع جائز ہے اگرچہ متعین نہ ہوں کیونکہ وہ اموال معلومہ ہیں جو کہ اصطلاح کے سبب سے ثمن بنے ہیں تو ان کے ساتھ بیع جائز ہوگی اور یہ ذمہ پر ہونگے جیسا کہ دراہم و دنانیر کا حکم ہے اگر ان کو متعین کرے تب بھی یہ متعین نہ ہونگے کیونکہ یہ لوگوں کی اصطلاح سے ثمن بنے ہیں اور تعیین کے باوجود اس کو دوسرے پیسے دینے کا اختیار ہے کیونکہ ان کی تعیین سے ثمنیت باطل نہیں ہوتی کیونکہ تعیین میں احتمال ہے کہ وہ واجب کی مقدار اور وصف کو بیان کرنے کے لئے ہو اور یہ بھی ممکن ہے حکم کو ان معین پیسوں کی ذات سے معین کرنے کے لئے ہو چنانچہ محض احتمال سے اصطلاح باطل نہیں ہوتی جب تک بائع اور مشتری اس کو باطل کرنے کی تصریح نہ کریں بایں طور کہ وہ یوں کہیں کہ ہم نے خاص انہی پیسوں سے حکم کو مطلق کرنے کا ارادہ کیا ہے اس وقت خاص ان ہی معین پیسوں سے عقد متعلق ہوگا بخلاف اس صورت کے جب کسی نے دو معین پیسوں کے عوض ایک پیسہ فروخت کیا کیونکہ یہاں بغیر تصریح کے وہ متعین ہو جائیں گے اس لئے کہ اگر اس صورت میں وہ متعین نہ ہوں تو بیع فاسد ہوگی اس وجہ سے جو ہم نے پہلے بیان کر دی ہے تو اس میں تلاش جواز کی ضرورت ہوئی اور یہاں دونوں صورتوں میں بیع جائز ہوگی لہذا تمام کی اصطلاح کو باطل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ (ت)

[1] تبیین الحقائق کتاب الصرف المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ مصر ۴/۱۴۳

Marfat.com

ہاں بغیر اس تصریح صریح کے جس طرح عام طور پر نوٹ کی خرید و فروخت ہوتی ہے نوٹ معین نہیں ہوتا یہاں تک کہ اگر یہ نوٹ سو روپے کو بیچا بائع کو اختیار ہے کہ یہ خاص نوٹ نہ دے اس کے بدلے اور کوئی نوٹ سَو کا دے دے جبکہ چلن میں اس کا مساوی ہو اور اگر ابھی یہ نوٹ مشتری کو نہ دینے پایا تھا کہ جل گیا پھٹ گیا تلف ہوگیا تو بیع باطل نہ ہوئی کہ خاص اس نوٹ کی ذات سے متعلق نہ تھی دوسرا دے تو اس عام طور کے خریدے ہوئے نوٹوں پر مرابحہ نہیں کر سکتا کہ وہ معین ہو کر اس کی ملکیت میں نہ آئے، کما بیناہ آنفا (جیسا کہ ابھی ہم نے بیان کیا ہے ۔ت) اسی طرح اگر عورت کا مہر نوٹ قرار پائے تھے وہ اس نے شوہر سے اپنے مہر میں پائے انھیں مرابحۃً نہیں بیچ سکتی کہ اثمان مہر میں متعین نہیں ہوتے ۔ اشباہ پھر رد المحتار میں ہے:

لا یتعین فی المھر ولو بعد الطلاق قبل الدخول فترد مثل نصفه ولذا الزمھا زکوتہ لونصابا حولیا عندھا[1] اھ اقول والوجه فیه ان المھر ایضا معاوضة والاثمان لایتعین فی المعاوضات وتتعین فیما وراءھا من التبرعات وفیھا الھبة والصدقة ومن الامانات ومنھا المضاربة والشرکة والوکالة والودیعة کلھا بعد التسلیم اما قبله فلا مطالبة ولا استحقاق وانما النظر فی تعین النقود وعدمه من

ثمن مہر میں متعین نہیں ہوتے اگرچہ دخول سے قبل طلاق کے بعد ہوں تو اس عورت میں مطلقہ نصف مہر کی مثل واپس کرے گی اسی وجہ سے اس عورت پر اس مہر کی زکوٰۃ واجب ہے اگر وہ نصاب کے برابر ہو اور سال بھر عورت کے پاس رہے اھ اقول (میں کہتا ہوں) وجہ اس میں یہ ہے کہ مہر معاوضہ ہے اور ثمن معاوضوں میں متعین نہیں ہوتے، جبکہ معاوضوں کے ماسوا یعنی تبرعات، امانات اور غصبیات میں متعین ہوجاتے ہیں، ہبہ اور صدقہ تبرعات میں سے ہیں جبکہ مضاربت، شرکت، وکالت اور ودیعت امانات میں سے ہیں۔ ان سب میں تعین تسلیم کے بعد ہوتا ہے رہا قبل از تسلیم تو اس صورت میں نہ مطالبہ نہ کوئی استحقاق۔ نقود کے

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع باب البیع الفاسد داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۲۹
الاشباہ والنظائر الفن الثالث احکام النقد ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۱۵۹

Marfat.com

هذه الجهة کما فی احکام النقد من الاشباه[1] اقول ولذا لم تتعین فی النذر اذ لیس مطالب الا بما فیه قربة ولا قربة فی خصوص نقد او وقت او فقیر کما فی جامع الفصولین[2] من الفصل السابع عشر ومن الغصبیات و یلتحق بها المقبوض فی الصرف اذا فسد بالتفریق قبل قبض بدل و فی البیع اذا فسد علی ما هو الاصح لکونه واجب الرد وفی الدعوی اذا ادعی اٰخر مالا فقضی له فقبض ثم اقر انه کان مبطلا فیها اما الدین المشترك اذا قبضه احدهما یؤمر برد حصة صاحبه من عین المقبوض اقول ان کان قبضه بحق فامین والا فغاصب فانحصر الامر فیما ابدیت من الضابط ولله الحمد اتقنه فانك لا تجده فی غیر هذه

تعین اور عدمِ تعین میں نظر صرف اسی جہت (بعد از تسلیم) سے ہے جیسا کہ اشباہ کی فصل احکام النقد میں ہے **اقول** اسی لئے نقود نذر میں متعین نہیں ہوتے کیونکہ مطالبہ صرف اس چیز کا ہوتا ہے جس میں قربت ہو جبکہ نقد یا وقت یا فقیر کے خاص ہونے میں کوئی قربت نہیں جیسا کہ جامع الفصولین فصل ۱۷ میں ہے، اور بیع صرف میں جس چیز پر قبضہ کیا جائے وہ غصبیات کے ساتھ ملحق ہو جاتی ہے جبکہ بدل صرف پر قبضہ کرنے سے پہلے تفریق کی وجہ سے عقد صرف فاسد ہو جائے، اور مذہب اصح کے مطابق بیع فاسد میں بھی غصب سے ملحق ہے کیونکہ اس کا رد کرنا واجب ہے اور یوں ہی دعوٰی میں ہے اگر کسی نے دوسرے پر کچھ مال کا دعوٰی کیا پھر فیصلہ کے حق ہونے اور قبضہ کرنے کے بعد اس نے اقرار کیا کہ وہ اس دعوٰی میں باطل پر تھا یعنی جھوٹا تھا، رہا دینِ مشترک تو اگر اس پر دو شریکوں میں سے ایک نے قبضہ کر لیا تو اس کو حکم دیا جائیگا کہ وہ عینِ مقبوض میں سے اپنے شریک کا حصہ اس کو دے **اقول** (میں کہتا ہوں) اگر اس نے حق کے ساتھ قبضہ کیا تو امین ہے اور اگر ناحق قبضہ کیا ہے تو غاصب ہے، چنانچہ جو ضابطہ میں نے بیان کیا ہے معاملہ اسی پر منحصر ہوا۔ اللہ تعالیٰ

---

[1] الاشباہ والنظائر احکام النقد ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۵۹-۱۵۸

[2] جامع الفصولین الفصل السابع عشر اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/۲۳۰

Marfat.com

السطور والحمد للہ علی تواتر الائہ بالوفور۔ کے لئے ہی حمد ہے، اسے محفوظ کرلو کہ اس کو تُو ان سطور کے غیر میں نہ پائیگا، اور مسلسل وافر نعمتوں کی عطا پر تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ (ت)

پھر جہاں نوٹ پر مرابحہ منع ہے اس کے یہ معنٰی ہیں کہ ملک اول کے لحاظ سے نفع مقرر نہیں کرسکتا ابتدائے بیع بے لحاظ سابق کرے جسے مساومہ کہتے ہیں، تو اختیار ہے جتنے کو چاہے بیچے اگرچہ دس کا نوٹ ہزار کو۔ بحر میں ہے:

قید بقولہ لم یرابح لانہ یصح مساومۃ لان منع المرابحۃ انماھی للشبہۃ فی حق العباد لا فی حق الشرع وتمامہ فی البنایۃ[1]۔

ماتن نے یہ قید لگائی کہ وہ بیع مرابحہ نہیں کرسکتا کیونکہ بیع مساومہ اس میں صحیح ہے اس لئے کہ مرابحہ کی ممانعت حقوق العباد میں شبہہ کی وجہ سے ہے نہ کہ حق شرع میں۔ اس کی پوری بحث بنایہ میں ہے۔ (ت)

اور جہاں مرابحہ جائز ہے اور یوں مرابحہ کیا جس طرح سوال میں مذکور ہے کہ لکھی ہوئی رقم سے مثلاً فی روپیہ ایک آنہ زیادہ لوں گا تو اس کے لئے ضرور ہے کہ مشتری کو بھی اس کی رقم معلوم ہو اور جانے کہ مجموع یہ ہوا ورنہ اگر کسی ناخواندہ کے ہاتھ بیچا ہے معلوم نہیں کہ یہ نوٹ کتنے کا ہے اس صورت میں اگر اسی جلسہ بیع میں اسے علم ہوگیا کہ یہ مثلاً سَو روپے کا ہے اور مجھے ایک سَو چھ روپے چار آنے میں دیا جاتا ہے تو بعد علم اسے اختیار ہے کہ خریداری پر قائم رہے یا انکار کردے اور اگر ختم جلسہ بیع تک اسے علم نہ ہو تو بیع فاسد و حرام و واجب الفسخ ہوگئی اگرچہ بعد کو اسے علم ہوجائے۔ ردالمحتار میں ہے:

قال فی النھر ولوکان البدل مثلیا فباعہ بہ وبعشرۃ ای بعشر ذٰلک المثلی فان کان المشتری یعلم جملۃ ذٰلک صح والا فان علم فی المجلس خیر والا فسد[2]۔

نہر میں کہا کہ اگر بدل مثلی ہے اور اس نے اس مثلی بدل اور مزید اسکے عشر یعنی اس مثلی کے دسویں حصہ کے عوض بیع کی، اس صورت میں اگر مشتری کو اس تمام کا علم ہے تو بیع صحیح ہے اور اگر علم نہیں تھا مگر اسی مجلس میں اس کو معلوم ہوگیا تو اسے اختیار ہے ورنہ فاسد ہوگی (ت)

---

[1] البحرالرائق کتاب البیوع باب المرابحۃ والتولیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۱۱۱

[2] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۵۴

Marfat.com

ہدایہ باب المرابحہ میں ہے :

اذاحصل العلم فی المجلس جعل کابتداء العقد وصار کتاخیر القبول الی اٰخر المجلس، وبعد الافتراق قد تقرر فلا یقبل الاصلاح، ونظیرہ بیع الشیئ برقمه[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

جب مشتری کو مجلس کے اندر ثمن کا علم حاصل ہوگیا تو اس کو ابتداء عقد کی طرح قرار دیا جائیگا اور یہ آخر مجلس تک قبول کو مؤخر کرنے کی مثل ہوگیا اور جدائی (تبدیلی مجلس) کے بعد اگر علم ہوا تو اب چونکہ فساد مستحکم ہوچکا ہے لہذا یہ بیع اصلاح کو قبول نہیں کرے گی اور اس کی نظیر کسی شئی کو اس کی لکھی ہوئی قیمت کے عوض فروخت کرنا ہے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

---

[1] الہدایۃ کتاب البیوع باب المرابحۃ والتولیۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۷۵-۷۶

Marfat.com

بَابُ التَّصَرُّفِ فِی الْمُبِیْعِ وَالثَّمَنِ

(مبیع اور ثمن میں تصرف کرنے کا بیان)

مسئلہ ۱۰۵ از بڑودہ پائگاہ قاسم حالہ مرسلہ سید و میاں حالہ ۱۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۰ھ

قدوۃ العلماء عمدۃ الفضلاء اس مسئلہ کبیر میں کیا ارشاد فرماتے ہیں ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا، چندروز کے بعد عورت نے اپنا مہر طلب کیا، خاوند اس کا کہنے لگا کچھ روپیہ اس وقت نقد مجھ سے وصول کرلے باقی روپیہ جو رہا ہے مکان اور زمین نرخ بازار سے خرید لے اور جو اس سے بھی باقی رہے قسط بقسط ماہ بماہ دیتا رہوں گا تیرا مہر بہر حال ادا کردوں گا، عورت اس بات پر راضی ہوئی، شرع شریف میں جائز ہے یا ناجائز ہے؟ مع مہر سند کتاب عبارت عربی و ترجمہ اردو خلاصہ تحریر فرمائیے گا اس کا صلہ آپ کو اللہ جل شانہ عطا کرے گا فقط۔

راقم سید و میاں حالہ از بڑودہ

الجواب

یہاں تین باتیں ہیں: ۱ بعض مہر کا بالفعل زرِ نقد سے ادا کرنا، ۲ بعض کے عوض مکان و زمین نرخِ بازار پر دینا، باقی ماندہ کی قسط بندی ہونا۔ یہ تینوں امر شرعاً جائز ہیں، ۱ اول تو خود ظاہر ہے اگرچہ شرعاً خواہ عرفاً مہر مؤجل عدت و طلاق یا ایسی اجل پر موعود ہو جو ہنوز نہ آئی مثلاً دس برس بعد دینا ٹھہرا تھا اس نے کُل یا بعض ابھی دے دیا عورت کو جبراً لینا ہوگا کہ اجل حق مدیون ہے، اور اسے

Marfat.com

اس کے ساقط کرنے کا اختیار،

فی الزیلعی والخانیة والنہایة ثم الاشباہ ثم العقود الدریة الدین المؤجل اذا قضاہ قبل حول الاجل یجبر الطالب علی تسلیمہ لان الاجل حق المدیون فلہ ان یسقطہ۔[1]

زیلعی، خانیہ، نہایہ پھر اشباہ پھر عقود الدریہ میں ہے کہ مدیون اگر دین مؤجل کی ادائیگی اجل گزرنے سے پہلے کرے تو طالب (قرضخواہ) پر اس کی وصولی کے لئے جبر کیا جائے گا کیونکہ اجل مدیون کا حق ہے جسے ساقط کرنے کا اسے اختیار ہے۔ (ت)

اور ثانی[2] بھی جائز کہ اگرچہ اصل مقتضائے دین یہی ہے کہ جس چیز کا مطالبہ ہے وہی دی جائے، مثلاً روپے کے روپے ہی ادا کئے جائیں فی الاشباہ والدر وغیرھما الدیون تقضی بامثالہا[2] (اشباہ اور درّ وغیرہ میں ہے کہ قرضے ان کی مثل سے ادا کئے جائیں۔ ت) مگر ماورائے سلم وصرف میں باہمی تراضی سے یہ بھی روا کہ دین کا معاوضہ دوسری چیز کرلیں،

فی رد المحتار طالب مدیونہ فبعث الیہ شعیرا قدرا معلوما وقال خذہ بسعر البلد والسعر لہما معلوم کان بیعا۔[3]

ردالمحتار میں ہے کہ کسی نے اپنے مقروض سے قرضے کا مطالبہ کیا تو اس نے معین مقدار میں جو بھیجے اور کہا کہ شہر کے بھاؤ کے مطابق لے لو اگر شہر کا بھاؤ دونوں کو معلوم ہے تو یہ بیع ہوگئی۔ (ت)

اور ثالث[3] کا بھی جواب واضح، اگرچہ اس وقت تک قسط بندی نہ تھی کہ برضامندی معجل کو مؤجل، غیر منجم کو منجم کرسکتے ہیں، یعنی جس دین کی نسبت قرار پایا تھا کہ فوراً دیا جائے گا پھر یہ ٹھہرالیں کہ اتنی مدت کے بعد دیا جائے گا یا اب تک قسطیں نہ تھیں اب قرار دے لیں کہ ماہانہ یا سالانہ قسط سے ادا ہوا کرے گا،

فی الکنز صح تاجیل کل دین غیر القرض[4] وفی الاشباہ الحال یقبل التاجیل

کنز میں ہے کہ قرض کے سوا ہر دین میں میعاد مقرر کرنا صحیح ہے اور اشباہ میں ہے دین حالی تاجیل

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب المداینات ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۴۸
[2] تتمہ فی الفروق من الاشباہ والنظائر مع الاشباہ " " " " " " ۲/ ۶
[3] ردالمحتار کتاب البیوع داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۲
[4] کنز الدقائق باب المرابحۃ والتولیۃ فصل صح بیع العقار ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۲۵

Marfat.com

الاماقدمناه[1] اھ یعنی ماذکر فی قولہ لیس فی الشرع دین لایکون الاحالا الارأس مال السلم وبدل الصرف والقرض والثمن بعد الاقالۃ ودین المیت وما اخذ بہ الشفیع العقار[2]۔

کو قبول کرتا ہے سوائے اس کے جس کا ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں اھ، اس سے مراد وہ ہے جس کا ذکر مصنّف نے اپنے اس قول میں کیا کہ شرع میں کوئی دین ایسا نہیں جو فقط حالی ہو سوائے بیع سلم میں راس المال، بدل صرف، قرض، اقالہ کے بعد ثمن اور دین میّت کے اور وہ جس کے بدلے شفیع نے جائداد لی۔ (ت)

مگر مکان زمین دینے میں اتنا لحاظ ضرور رہے کہ نرخِ بازار مرد و زن کو معلوم نہیں تو پہلے نرخ دریافت کرلیں، اس کے تعین کے ساتھ بیع واقع ہو کہ بازار کے بھاؤ سے یہ چیز ہزار روپیہ کی ہے تو شوہر عورت سے کہے میں نے اپنی یہ زمین و مکان تیرے ہزار روپے کے عوض میں تجھے دی، وہ کہے میں نے قبول کی، یہ نہ ہو کہ پہلے بیع ہولے اس کے بعد تحقیقات کرنے جائیں کہ بازار کا نرخ کیا ہے کہ اس صورت میں بوجہ جہالت ثمن بیع فاسد ہوجائے گی اور زن و مرد دونوں بسبب ارتکاب عقد فاسد گنہگار ہونگے پھر اس بیع کا فسخ بوجہ فساد واجب ہوگا، ہاں اگر اسی جلسۂ ایجاب و قبول میں نرخِ بازار معلوم ہوجائے تو البتہ بیع صحیح ہوجائے گی اور مشتری کو بعد علم قیمت اس شئی کی لینے نہ لینے کا اختیار رہوگا مگر یہ امر موہوم ومشکل ہے، لہذا پہلے ہی دریافت کرکے بیع بطریق مذکور کریں،

فی الدر فسد بیع ماسکت فیہ عن الثمن کبیعہ بقیمتہ[3] اھ ملخصا، وفی الھندیۃ اما شرائط الصحۃ فمنہا ان یکون الثمن معلوما علما یمنع من المنازعۃ فبیع المجہول جہالۃ تفضی الیہا غیر صحیح کبیع الشئ

دُر میں ہے کہ جس بیع میں ثمن سے سکوت اختیار کیا وہ فاسد ہے جیسے کسی شئے کی بیع اس کی قیمت کے بدلے میں اھ تلخیص۔ ہندیہ میں ہے کہ صحتِ بیع کی شرائط میں سے ثمن کا اس طرح معلوم ہونا ہے کہ جھگڑا پیدا نہ ہو لہذا مجہول کی بیع ایسی جہالت کے ساتھ جو جھگڑے کا باعث بنے صحیح نہیں جیسے کسی شئی کو اس کی قیمت کے بدلے فروخت

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی الدین ادارۃ القرآن الخ کراچی ۲/ ۲۱۲
[2] 〃 〃 〃 〃 〃 ۲/ ۲۱۲
[3] درمختار کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴

Marfat.com

بقیمته اھ مختصرا[1] وفیھا من ولی رجلا شیئا بما قام علیہ ولم یعلم المشتری بکم قام علیہ فسد البیع فان اعلمه البائع فی المجلس صح البیع وللمشتری الخیار ان شاء اخذہ وان شاء ترکه کذا فی الکافی انتہی[2] واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم۔

کرنا اھ اختصار۔ اور اسی میں ہے کہ کسی شخص نے دوسرے کے ساتھ کسی شئی کی تولیہ کی اتنے کے بدلے میں جتنے میں اس کو پڑی درانحالیکہ مشتری کو معلوم نہیں کہ بائع کو کتنے میں پڑی ہے تو بیع فاسد ہوگی، پھر اگر بائع نے مجلس کے اندر مشتری کو بتادیا تو بیع صحیح ہوجائے گی اور مشتری کو اختیار ہوگا اگر چاہے تو لے لے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے، یونہی کافی میں ہے۔ واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۶ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر ایک جائداد بیع کی جائے اور اسی مجلس خواہ دوسری مجلس میں بائع کل ثمن مشتری کو معاف کردے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور اس معاف کرنے کے سبب وہ بیع بیع رہے گی اور اس کے احکام اس پر جاری ہوں گے یا ہبہ ہوجائے گی؟ بیّنوا توجروا

الجواب

بیشک جائز ہے کہ بائع کوئی چیز بیچے اور اسی مجلس خواہ دوسری میں کل ثمن یا بعض مشتری کو معاف کردے اور اس معافی کے سبب وہ عقد عقد بیع ہی رہے گا اور اسی کے احکام اس پر جاری ہوں گے اس ابرائے کے سبب ہبہ ٹھہر کر احکام ہبہ کا محل نہیں قرار پاسکتا کیونکہ ہبہ یا ابراجو کچھ ہوا ثمن کا ہوا ہے نہ اس جائداد کا، اور لفظِ ثمن خود تحقق بیع کو متقضی ہے کہ اگر وہ بیع نہ تھی تو یہ ثمن کاہے کا تھا جو معاف کیا گیا،

فی الفتاوی العالمگیریة اذا حط کل الثمن او وھبه او ابرأہ عنه فان کان ذٰلک قبل قبض الثمن صح الکل ولکن لایلتحق باصل العقد وان کان بعد قبض الثمن صح الحط والھبة ولم یصح الابراء ھکذا فی المحیط[3]

فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے پورا ثمن گھٹادیا یا ہبہ کردیا یا بری کردیا اگر قبضہ سے پہلے ایسا کیا تو سب صورتیں درست ہیں مگر یہ اصل عقد کے ساتھ لاحق نہیں ہوگا اور اگر ثمن پر قبضہ کے بعد ایسا کیا ہے تو گھٹانا اور ہبہ کرنا درست ہوگا مگر بری کرنا درست نہ ہوگا محیط میں ایسا ہی ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب البیوع باب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۳

[2] " " " الباب المراجحة والتولیة " " " ۳/۱۶۵

[3] " " " الباب السادس عشر " " " ۳/۱۷۳

Marfat.com

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سیدنا جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی:

قال غزوت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال فتلاحق بی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانا علی ناضح لنا قد اعیا فلا یکاد یسیر فقال لی ما لبعیرك قال قلت اعیٰ قال فتخلف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فزجرہ ودعا لہ فما زال بین یدی الابل قدامها یسیر فقال لی کیف تری بعیرك قال قلت بخیر قد اصابتہ برکتك قال افتبیعنیہ قال فاستحییت ولم یکن لنا ناضح غیرہ قال فقلت نعم قال فبعنی قال فبعتہ ایاہ علی ان لی فقار ظہرہ حتی ابلغ المدینۃ فلما قدم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم المدینۃ غدوت علیہ بالبعیر فاعطانی ثمنہ وردہ علی[1] (ملتقطا)۔

انہوں نے کہا کہ میں ایک جہاد میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ گیا تو آپ مجھ سے آملے درانحالیکہ میں پانی لانے والے ایک اونٹ پر سوار تھا جو تھک چکا تھا اور چلنے سے تقریباً عاجز ہوگیا تھا۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ تیرے اونٹ کو کیا ہُوا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کی کہ تھک گیا ہے آپ نے پیچھے مڑکر اونٹ کو جھڑکا اور اس کے لئے دعا فرمائی تو وہ مسلسل تمام اونٹوں کے آگے چلنے لگا، پھر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اونٹ کو کیسا پاتے ہو؟ میں نے عرض کی کہ بہتر ہے اس کو آپ کی برکت پہنچی ہے، آپ نے فرمایا کیا تم اسکو میرے پاس فروخت کروگے تو میں نے انکار سے حیا کیا جبکہ ہمارے پاس اور اونٹ نہ تھا تو میں نے وہ اونٹ اس شرط پر آپ کے ہاتھ بیچ دیا کہ میں مدینہ منورہ تک اس کی پشت پر سواری کروں گا۔ جب رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو میں اونٹ لے کر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہُوا آپ نے مجھے اونٹ کے ثمن عطا فرمائے اور اونٹ بھی مجھے واپس کردیا (ملتقطاً)۔ (ت)

دیکھو حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اونٹ خرید کر قیمت بھی عطا فرمائی اور اونٹ بھی نہ لیا، یُوں ہی بائع کو روا ہے کہ مبیع بھی سپرد کردے اور ثمن بھی نہ لے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجہاد باب الاستیذان الرجل الامام الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۱۶
صحیح مسلم کتاب المساقاۃ باب بیع البعیر واستثناء رکوبہ " " " ۲/۲۹

Marfat.com

مسئلہ ۱۰۷ عہ

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں چند امور قابلِ لحاظ ہیں :

(۱) شرع مطہر میں عاقدین کی نیاتِ قلبیہ و اغراض باطنیہ پر بنائے کار نہیں بلکہ جو لفظ انھوں نے کہے ان کے معانی پر مدار ہے، صدہا مسائلِ شرع اس پر متفرع۔ اسی لئے اگر کسی عورت سے نکاح کرے اور اس کے دل میں عزم قطعی ہو کہ دو روز کے لئے نکاح کرتا ہوں تیسرے روز طلاق دے دوں گا تو وہ نکاح صحیح و نافذ رہتا ہے پھر اُسے اختیار رہتا ہے چاہے طلاق دے یا نہ دے، اور اگر عقد نکاح ہی ان لفظوں سے واقع ہو تو باطل محض ہوجاتا ہے،

بنایۃ للعلامۃ العینی کتاب النکاح فصل المحرمات قال شیخنا زین الدین العراقی فی شرح جامع الترمذی نکاح المتعۃ المحرم اذ خرج بالتوقیت فیہ اما اذا کان فی تعیین الزوج انہ لایقیم معہا الا سنۃ اوشھرا اونحو ذلک ولم یشترط ذلک فانہ نکاح صحیح[1]۔

علامہ عینی کی تصنیف بنایہ کتاب النکاح، فصل محرمات میں ہے کہ ہمارے شیخ زین الدین عراقی نے جامع ترمذی کی شرح میں فرمایا کہ نکاحِ متعہ حرام ہے بشرطیکہ اس میں معین مدت کا اظہار کرے، اور اگر زوج نے محض اپنی نیت میں تعین کی ہو کہ وہ اس عورت کو ایک سال یا ایک مہینہ وغیرہ مدت تک اپنی زوجیت میں رکھے گا لیکن بوقتِ نکاح شرط نہیں لگائی تو بیشک یہ نکاح صحیح ہے۔ (ت)

علٰی ہذا اگر کوئی شخص اپنا مکان زید کے ہاتھ بیچنا چاہے اور شفیع کے خوف سے لفظ بیع نہ کہے بلکہ یہ اس کو مکان ہبہ کردے اور وہ بقدر ثمن روپیہ اسے ہبہ کردے تو یہ ہبہ شرعاً ہبہ ہی رہے گا اور شفیع کا حق ثابت نہ ہوگا اگرچہ ان کی نیت مبادلہ مال بالمال تھی۔ عالمگیری مطبع احمدی جلد ششم صفحہ ۱۴۹:

یھب البائع الدار من المشتری ویشھد — بائع مکان مشتری کو ہبہ کردے اور اس پر گواہ

عہ اصل میں سوال درج نہیں۔ جواب سے سوال کی صورت سمجھی جاسکتی ہے۔

---

[1] البنایۃ فی شرح الہدایۃ کتاب النکاح فصل فی نکاح المحرمات المکتبۃ الامدادیہ مکہ مکرمہ ۲/ ۶۷

Marfat.com

علیه ثم المشتری یھب الثمن من البائع ویشھد علیه وذکر فی حیل الاصل ثم المشتری یعوضه مقدار الثمن فاذا فعلا ذٰلك لاتجب الشفعة لان حق الشفعة یختص بالمعاوضات[1]

قائم کردے پھر مشتری ثمن بائع کو ہبہ کرے اور اس پر گواہ قائم کرے اور حیل اصل میں مذکور ہے کہ پھر مشتری اس پر ثمن کے برابر عوض مقرر کرے، جب بائع اور مشتری نے ایسا کرلیا تو اب شفعہ ثابت نہیں ہوگا کیونکہ حق شفعہ تو معاوضات کے ساتھ مختص ہے (ت)

اسی طرح اگر کوئی شخص ایک شئے مشاع ہبہ کرنا چاہے اور جانے کہ ہبہ بوجہ شیوع فاسد ہوجائیگا، توعلماء فرماتے ہیں اس مشاع کو اس کے ہاتھ بیع کرے اور ثمن معاف کرے کہ اس کی غرض یعنی تملیک بلاعوض بھی حاصل ہوجائے گی، اور بدیں وجہ کہ یہ عقد شرعاً بیع ہے فاسد بھی نہ ہوگا، ردالمحتار حاشیہ درمختار مطبوعہ دارالاسلام قسطنطنیہ جلد ۴ ص ۷۷۴:

(فائدۃ) من اراد ان یھب نصف دار مشاعا یبیع منه نصف الدار بثمن معلوم ثم یبریه عن الثمن بزازیة[2]

(فائدہ) جو آدھا مکان غیر منقسم ہبہ کرنا چاہے تو وہ آدھا مکان موہوب لہ کے ہاتھ بیچ کر ثمن سے اس کو بری کردے، بزازیہ۔ (ت)

مدعیہ تسلیم کرتی ہے کہ صورت مقدمہ بعینہ یہی جزئیہ خاص ہے جس کا حکم فقہائے نے بالتصریح فرمادیا کیونکہ اس کی عرضی دعوٰی کا بیان ہے کہ یہ عقد ضعیف مشروط بشرائط تھا لہذا بیع کی طرف انتقال کیا گیا، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) وکیل مدعیہ نے جو عبارت درمختار پیش کی کہ بطل حط الکل[3] (کُل کا گھٹا دینا باطل ہے۔ ت) علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ردالمحتار میں اس کے معنی بیان فرمادئے کہ مراد یہ ہے کہ ہبہ ثمن بھی صحیح ہوگا اور عقد بھی صحیح رہے گا مگر یہ ہبہ اصل عقد سے ملتحق نہ ہوگا یعنی یہ نہ قرار پائے گا کہ سرے سے عقد بلاثمن ہوا تھا تاکہ فساد لازم آئے یا بیع ہبہ ہوجائے بخلاف حط بعض کے کہ وہ اصل

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الحیل الفصل العشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۴۲۱
[2] ردالمحتار کتاب الھبۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۵۰۸
[3] درمختار کتاب البیوع فصل فی التصرف فی المبیع والثمن مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۸

Marfat.com

عقد سے ملحق ہو جاتا ہے سو کو بیچا پھر پچیس حط کر دے تو یہ ٹھہرے گا گویا ابتداء پچھتر کو بیچا تھا۔ شامی مطبوعہ استنبول ج ۴ ص ۲۵۹؛

(قوله) فبطل حط الكل اى بطل التحاقه مع صحة العقد وسقوط الثمن عن المشترى خلافا لما توهمه بعضهم من ان البيع يفسد اخذا من تعليل الزيلعى بقوله لان الالتحاق فيه يؤدى الى تبديله لانه ينقلب هبة او بيعا بلا ثمن فيفسد وقد كان من قصدهما التجارة بعقد مشروع من كل وجه فالالتحاق فيه يؤدى الى تبديله فلا يلتحق به اھ فقوله فلا يلتحق صريح فى ان الكلام فى الالتحاق وان قوله فيفسد مفرّع على الالتحاق كما صرح به شرح الهداية وقال فى الذخيرة اذا حط كل الثمن او وهب او ابرأ عنه فان كان قبل قبضه صح الكل ولا يلتحق باصل العقد وفى البدائع من الشفعة ولو حط جميع الثمن ياخذ الشفيع بجميع الثمن ولا يسقط عنه شئ لان حط كل الثمن لا يلتحق

قولہ یعنی ماتن کا قول کہ "کل کو گھٹا دینا باطل ہے" اس سے مراد یہ ہے کہ اس کو اصل عقد کے ساتھ لاحق کرنا باطل ہے باوجودیکہ عقد اور مشتری سے ثمن کا اسقاط دونوں صحیح ہیں، یہ حکم بعض لوگوں کے اس وہم کے خلاف ہے کہ بیع فاسد ہے، ان لوگوں نے زیلعی کی تعلیل سے استدلال کیا جو اس نے اپنے اس کلام میں بیان کی کہ یہ الحاق اصل عقد کی تبدیلی تک پہنچاتا ہے کیونکہ اس کے سبب سے بیع یا تو ہبہ بن جائے گی یا بیع بلا ثمن، تو اس طرح وہ فاسد ہوجائے گی، حالانکہ ان دونوں کا ارادہ ایسے عقد کے ذریعے تجارت تھا جو ہر لحاظ سے مشروع ہو اور الحاق چونکہ اس میں تبدیلی کا موجب ہے لہذا یہ عقد کے ساتھ ملحق نہ ہوگا اھ اس کا قول "فلا یلتحق" صریح ہے اس بات میں کلام لاحق ہونے کے بارے میں ہے اور اس کا قول "فیفسد" اسی لحوق پر متفرع ہے جیسا کہ شرح ھدایہ میں اس کی تصریح کی گئی ہے، اور ذخیرہ میں کہا کہ جب بائع تمام ثمن گھٹا دے یا ہبہ کرے یا مشتری کو ثمن سے بری کردے اگر یہ ثمن پر قبضہ سے پہلے ہے تو سب درست ہے اور یہ اصل عقد کے ساتھ لاحق نہیں ہوگا۔ بدائع میں شفعہ کی بحث میں ہے کہ اگر بائع نے تمام ثمن گھٹا دیئے تو شفیع تمام ثمن کے بدلے لے سکتا ہے اس سے کچھ بھی ساقط نہ ہوگا کیونکہ تمام ثمنوں کا

Marfat.com

باصل العقد لانه لو التحق لبطل البيع لانه یکون بیعا بلا ثمن فلم یصح الحط فی حق الشفیع وصح فی حق المشتری وکان ابراء له عن الثمن اھ زاد فی المحیط لانه لاقی دینا قائما فی ذمته و تمامه فی فتاوی العلامة قاسم[1]۔

گھٹانا اصل عقد کے ساتھ لاحق نہیں ہوتا اس لئے کہ اگر یہ لاحق ہو تو بیع باطل ہو جائے گی کیونکہ یہ بیع بلا ثمن بن جائے گی، چنانچہ شفیع کے حق میں کل ثمن کا گھٹانا صحیح نہیں البتہ مشتری کے حق میں صحیح ہے اور یہ اس کو ثمن سے بری کرنا ہوا اھ۔ اور محیط میں زیادہ کیا کہ وہ اس دین کے مقابل ہوا جو اس کے ذمہ کے ساتھ قائم ہے، اس کی پوری بحث علامہ قاسم کے فتاوٰی میں ہے۔ (ت)

ملاحظہ کیا جائے کہ علامہ امین الملۃ والدین محمد بن عابدین آفندی شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے جو تحقیق انیق ارشاد فرمائی ہے کس قدر مدلل و مبرہن ہے اور وہ بھی صرف اپنی ایجاد نہیں بلکہ کتب ائمہ سے اس پر نصوص صریحہ نقل فرمائیں جن سے صاحبِ درمختار وغیرہ علمائے کبار سلفاً و خلفاً استناد کرتے آئے ہیں ــــــــ ذخیرہ کہ ایک عمدہ مشہور و مستند فتاوی ہے۔ بدائع تصنیف امام ابوبکر بن مسعود بن احمد کاشانی جس کی نسبت علماء فرماتے ہیں: ھذا الکتاب جلیل الشان لم ار له نظیرا فی کتبنا (یہ عظیم الشان کتاب ہے جس کی نظیر ہماری کتابوں میں دکھائی نہیں دیتی۔ ت)، محیط جس کا اعتبار آفتاب نیمروز ہے، فتاوٰی علامہ قاسم بن قطلوبغا تلمیذ رشید امام علامہ کمال الدین محمد بن الہمام، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق امام علامہ فقیہ محدث زیلعی، شرح الھدایۃ اور ان کے سوا اور کتابوں میں بھی یہ مسئلہ یونہی لکھا ہے جیسا علامہ محقق نے تحقیق فرمایا، مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر مطبوعہ استنبول جلد ۲ صفحہ ۷۵:

صح التصرف فی الثمن ببیع وھبة وتملیك ممن علیه بعوض وغیر عوض قبل قبضه، والحط منه ویثبت الحط فی الحال ویلتحق باصل العقد استنادا وفیه اشارة الی ان حط کل الثمن غیر ملتحق

ثمن میں قبضہ سے قبل تصرف صحیح ہے جیسے بیع، ہبہ، اور جس پر ثمن لازم ہے اس کو کچھ عوض کے ساتھ یا بلاعوض مالک بنانا، اور ثمن میں سے کچھ گھٹا دینا، اور یہ گھٹانا فی الحال ثابت ہوتا ہے اور اصل عقد کی طرف منسوب ہو کر اس کے ساتھ لاحق ہوتا ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ تمام ثمن کا گھٹانا

---

[1] رد المحتار کتاب البیوع فصل فی التصرف فی المبیع والثمن دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۶۷

Marfat.com

بالعقد اتفاقاً[1] اھ ملتقطا۔

اصل عقد کے ساتھ بالاتفاق لاحق نہیں ہوتا اھ اختصار۔ (ت)

شرح نقایہ مطبوعہ لکھنؤ ج ۳ صفحہ ۳۳۰:

صح التصرف فی الثمن والحط عنه، ای صح للمشتری القاء کل المبیع او بعضه عن البائع وللبائع القاء کل الثمن او بعضه عن المشتری وان لم یبق المبیع ولم یقبض الثمن فصح ان یقول حططت کله او بعضه عنك اووهبته منك او ابرأتك عنه (الی قوله) وان لم یلتحق باصل العقد[2]۔

ثمن میں تصرف اور اس کو گھٹانا درست ہے یعنی مشتری کے لئے کل یا بعض مبیع بائع سے گھٹانا اور اسی طرح بائع کے لئے کل یا بعض ثمن مشتری سے ساقط کردینا درست ہے اگرچہ مبیع باقی نہ رہا ہو اور ثمن پر قبضہ نہ کیا ہو تو یہ کہنا صحیح ہوگا کہ میں نے تجھ سے کل یا بعض گھٹا دیا یا میں نے تجھ کو اس سے بری کردیا (اس کے اس قول تک) اگرچہ یہ اصل عقد کے ساتھ ملحق نہیں ہوگا۔ (ت)

خلاصۃ الفتاوٰی کتاب البیوع فصل ۱۳:

ولو وھب کل الثمن لایلتحق باصل العقد ولو وھب بعض الثمن یلتحق[3]۔

اگر کل ثمن ہبہ کردیئے تو اصل عقد کے ساتھ ملحق نہ ہونگے اور اگر بعض ثمن ہبہ کئے تو ملحق ہوجائینگے۔ (ت)

فتاوٰی ہندیہ مطبع احمدی جلد سوم صفحہ ۵۸:

اذا حط کل الثمن او وھبه او ابرأه عنه فان کان ذلك قبل قبض الثمن صح الکل ولکن لایلتحق باصل العقد[4]۔

جب کسی نے کل ثمن گھٹا دیئے یا ہبہ کردیئے یا مشتری کو اس سے بری کردیا اگر یہ ثمن پر قبضہ سے پہلے ہوا تو سب صورتیں درست ہیں لیکن یہ اصل عقد کے ساتھ ملحق نہیں ہوگا۔ (ت)

اور ان سب کتابوں سے صاحبِ درمختار رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اسی درمختار میں صدہا جگہ استناد کیا ہے

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کتاب البیوع فصل فی بیان البیع قبل قبض المبیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۸۱-۸۰

[2] شرح النقایۃ

[3] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب البیوع الفصل الثالث عشر فی الثمن مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳/۹۴

[4] فتاوٰی ہندیہ " الباب السادس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۱۷۲

Marfat.com

سوا فتاوٰی ہندیہ کے کہ اس کی تالیف تصنیف درمختار سے متاخر ہے تو اب کالشمس فی النصف النہار روشن ہوگیا کہ طرف مقابل کا یہ عذر کہ بمقابلہ درمختار شامی کا کیا اعتبار، کتنی بے محل بات ہے، قطع نظر اس سے کہ جس نے علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی تحقیقات لائقہ اور تدقیقاتِ فائقہ اس حاشیہ اور کتاب مستطاب عقود دریہ وغیرہما میں دیکھی ہیں وُہ ایسا لفظ ہرگز نہیں کہہ سکتا، اور علاوہ اس سے کہ علماء نے تصریح فرمادی ہے کہ درمختار ہرچند معتبر کتاب ہے مگر جب تک اس کے حواشی پاس نہ ہوں اس سے فتوٰی دینا جائز نہیں کیونکہ عبارت اس کی اکثر مقامات پر ایسی چیستاں ہے جس سے صحیح مطلب سمجھ لینا دشوار ہوتا ہے، ان سب باتوں سے قطع نظر کرکے جب اس قدر اکابر ائمہ مستندین صاحب درمختار کی تحقیق علامہ شامی کے بالکل مطابق ہے تو اس لفظ کا کون سا موقع رہا۔

(۳) اگر تسلیم کیا جائے کہ عبارتِ درمختار سے ظاہراً جو مطلب سمجھا گیا وہی صحیح ہے اور ان جماہیر ائمہ کی تحقیق کا کچھ اعتبار نہیں تاہم اس کے مفاد کو دعوٰی مدعیہ سے کیا علاقہ، اس سے اس قدر سمجھا گیا کہ ہبۂ ثمن باطل ہے نہ یہ کہ بیع فاسد و قابلِ فسخ ہے جیسا کہ دعوٰی مدعیہ ہے کاش یہ عبارت کہیں سے پیدا کی جاتی کہ بطل البیع بحط الکل (کل ثمن گھٹا دینے سے بیع باطل ہوگئی۔ ت) تو شاید قابلِ التفات ہوتی۔

(۴) وکیلِ مدعیہ نے جو عبارتِ عالمگیری پیش کی کہ اگر ہبہ ثمن قبل قبول واقع ہوا تو عقد صحیح نہیں، یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ فتاوٰی خلاصہ کتاب البیوع فصل ۲:

فی مجموع النوازل رجل قال بعت منك هذا العبد بعشرة دراهم ووهبت منك العشرة وقال الاٰخر اشتریت لایصح البیع کما لو باع بدون الثمن، وفی النوازل الشراء جائز ولم تجز الهبة۔[1]

مجموع النوازل میں ہے ایک شخص نے دوسرے کو کہا کہ یہ غلام میں نے تیرے ہاتھ دس درہم کے عوض بیچا اور میں نے تجھے دس درہم ہبہ کئے دوسرے نے جواب میں کہا کہ میں نے خریدا تو بیع صحیح نہ ہوگی جیسا کہ وہ بغیر ثمن کے بیچے، اور نوازل میں ہے کہ خریداری جائز ہے اور ہبہ ناجائز ہے (ت)

اور امام علامہ فقیہ النفس مالک التصحیح والترجیح فخر الملّۃ والدین قاضی خان اوزجندی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اپنے فتاوٰی میں روایت صحت پر جزم کیا اور اسی کے ذکر پر اقتصار فرمایا دوسری روایت نقل بھی نہ فرمائی اور اسی روایت کو مدلل و مبرہن کیا۔ قاضیخان مطبوعہ مطبع العلوم جلد ۲ ص ۲۴۹ و ۳۴۴:

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب البیوع الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳/ ۱۴

Marfat.com

نظیرہ مالو قال بعتك هذا الشئ بعشرة دراهم ووهبت لك العشرة ثم قبل المشتری البیع جاز البیع ولا یبرأ المشتری عن الثمن لان الثمن لا یجب الا بعد قبول البیع فاذا ابرأ عن الثمن قبل القبول کان ابراء قبل السبب فلا یصح[1]۔

اس کی نظیر یہ ہے کہ اگر کسی نے کہا میں نے یہ چیز تمہارے ہاتھ دس درہم کے بدلے فروخت کی اور میں نے تیرے لئے دس درہم ہبہ کئے، پھر مشتری نے بیع کو قبول کرلیا تو بیع جائز ہے اور مشتری ثمن سے بری نہ ہوگا کیونکہ ثمن تو قبولِ بیع کے بعد ہی واجب ہوتے ہیں، اگر اس نے قبول سے پہلے مشتری کو ثمن سے بری کیا تو یہ سبب سے قبل بری کرنا ہوا لہذا صحیح نہ ہوگا۔ (ت)

اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ کسی قول پر اقتصار کرنا اس کے اعتماد کی دلیل ہے۔ ردالمحتار مطبوعہ قسطنطنیہ جلد پنجم صفحہ ۶۵۲:

الاقتصار علیہ یدل علی اعتمادہ[2]۔

اس پر اقتصار اس کے اعتماد پر دلالت کرتا ہے۔ (ت)

طحطاوی حاشیہ درمختار مطبوعہ بولاق دارالسلطنت مصر جلد ۴ ص ۳۲۱:

الاقتصار علیہ یدل علی اعتمادہ[3]۔

اس پر اقتصار اس کے اعتماد پر دلالت کرتا ہے (ت)

اور یہ بھی تصریح فرماتے ہیں کہ کسی قول کو مدلل و مبرہن کرنا بھی اس کی ترجیح کی دلیل ہے، فتاوٰی حامدیہ مع التنقیح مطبوعہ مطبع سرکاری مصر جلد اول ص ۱۶:

التعلیل دلیل الترجیح[4] وفیہا ھو المرجح اذھو المحلی بالتعلیل[5]۔

کسی کی علت بیان کرنا اس کی ترجیح کی دلیل ہے۔ اور اسی میں ہے کہ وہی راجح ہے کیونکہ وہ بیان دلیل سے مزین ہے (ت)

پس دو وجہ سے ثابت ہوا کہ امام قاضی خان نے صحتِ بیع پر اعتماد فرمایا اور اسی کو ترجیح دی اب علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اس امام اجل کا ارشاد زیادہ اعتبار و اعتماد کے لائق اور ان کی تصحیح و ترجیح فائق ہے کہ انہیں رتبۂ اجتہاد حاصل تھا، حاشیہ جامع الفصولین للعلامہ خیرالدین الرملی

[1] فتاوٰی قاضیخان کتاب البیوع فصل فی احکام البیع الفاسد نولکشور لکھنؤ ۲/۳۴۹

[2] ردالمحتار علی الدرالمختار کتاب الوصایا داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۲۵

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار ؍؍ دارالمعرفۃ بیروت ۴/۴۲۱

[4] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ کتاب النکاح حاجی عبدالغفار کتب خانہ ارگ بازار افغانستان ۱/۱۴

[5] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۱۴

Marfat.com

استاد صاحب الدر المختار :

عليك بما فی الخانية فان قاضی خان من اهل التصحيح والترجيح[1]

جو خانیہ میں ہے اس کو قبول کرنا تجھ پر لازم ہے کیونکہ امام قاضی خان ترجیح و تصحیح والوں میں سے ہیں۔ (ت)

تصحیح القدوری للعلامہ قاسم :

مايصححه قاضی خان من الاقوال يكون مقدما علی مايصححه غيره لانه كان فقيه النفس[2]

جن اقوال کی تصحیح قاضی خان کردیں وہ مقدم ہوتے ہیں ان اقوال پر جن کی تصحیح دوسرے کریں کیونکہ امام قاضی خان فقیہ النفس ہیں (ت)

حاشیہ سید احمد طحطاوی علی الدر المختار مطبوعہ مصر جلد دوم ص ۲۵ :

الذی يظهر اعتماد ما فی الخانية قولهم ان قاضی خان من اجل ما يعتمد علی تصحيحاته[3]

جو خانیہ میں ہے اس پر اعتماد ظاہر ہے فقہاء کے اس قول کی وجہ سے کہ قاضی خاں ان جلیل القدر لوگوں میں سے ہیں جن کی تصحیحات پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ (ت)

غمز العیون والبصائر شرح الاشباہ والنظائر مطبوع مطبع مصطفائی دہلی ص ۲۷۵ :

هذا القول صححه قاضی خان فينبغی اعتماده[4]

اس قول کو قاضی خاں نے صحیح قرار دیا ہے لہذا اس پر اعتماد کرنا چاہئے۔ (ت)

عقود الدریہ مطبوعہ مصر جلد دوم ص ۵۷ :

مايصححه قاضی خان مقدم علی مايصححه غيره[5]

جس کی تصحیح قاضیخان فرمادیں وہ اس پر مقدم ہے جس کی تصحیح کوئی دوسرا کرے (ت)

---

[1] اللآلی الدریۃ فی الفوائد الخیریۃ حاشیہ جلیلۃ جامع الفصولین الفصل الثامن عشر اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/۲۴۶

[2] غمز عیون البصائر بحوالہ تصحیح القدوری مع الاشباہ الفن الثانی، کتاب الاجارات ادارۃ القرآن کراچی ۲/۵۵

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب النکاح فصل فی المحرمات دار المعرفۃ بیروت ۲/۲۵

[4] غمز عیون البصائر مع الاشباہ الفن الثانی کتاب الاجارات ادارۃ القرآن کراچی ۲/۵۵

[5] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ کتاب الاجارات حاجی عبدالغفار و پسران تاجران کتب قندھار افغانستان ۲/۱۲۳

Marfat.com

اور اسی طرح اور کتب میں بھی تصریح ہے، پس ثابت ہُوا کہ مذہب راجح صحت بیع ہے اگرچہ ہبۂ ثمن مابین الایجاب والقبول واقع ہوا ہو۔ لطف یہ ہے کہ وہی عالمگیری جس سے اس مسئلہ میں طرف مقابل کو استناد ہے، اسی کی جلد سوم ص ۴۷ پر بحوالہ خانیہ مرقوم:

لو قال بعت منك بكذا على ان حططت منك كذا او قال على ان وهبت لك كذا جاز البيع[1]

اگر کسی نے کہا کہ میں تیرے ہاتھ اتنے کے عوض بیع کرتا ہوں اس شرط پر کہ میں تجھ سے اتنے گھٹاؤں گا یا کہا اس شرط پر کہ میں تیرے لئے اتنا ہبہ کروں گا تو بیع جائز ہے (ت)

بالجملہ طرف مقابل کو کوئی محلِ استدلال نہیں رہا یہ کہ ہبہ بھی صحیح ہُوا یا نہیں؛ یہ دعوٰی مدعیہ سے جُدا بات ہے۔

(۵) بطریق تنزل عرض کیا جاتا ہے کہ اگر حکم عالمگیری ہی تسلیم کیا جائے تو حاصل اختلاف فریقین کا یہ ہوگا کہ آیا یہ ہبہ قبل قبول واقع ہُوا یا بعد۔ اب یہ دیکھا چاہیے کہ ایسی صورت میں علماء کون سے وقت کا اعتبار رکھتے ہیں مگر ہم تصریح پاتے ہیں کہ اصل حوادث میں یہ ہے کہ وقت قریب کی طرف اضافت کئے جائیں اور جو بعدیت کا قائل ہے اسی کا قول معتبر رکھا جائے گا اور یہ بھی تصریح ہے کہ یہ دلیل مدعا علیہم کو مفید ہے نہ مدعیوں کو۔ اشباہ والنظائر مطبع مصطفائی صفحہ ۶۰:

الاصل اضافة الحادث الى اقرب اوقاته[2]

اصل یہ ہے کہ حادث کی اضافت اس کے قریب ترین وقت کی طرف کی جائے۔ (ت)

فقہ میں بہت مسائل اسی ضابطہ پر مبنی ہیں، تمثیلاً ایک عرض کیا جاتا ہے "ایک عورت نصرانیہ ایک مسلمان کے نکاح میں تھی، اس مسلمان کا انتقال ہُوا عورت نے دار القضا میں آکر دعوٰی کیا کہ میں مسلمان ہوں اور مورث کا ہنوز دم نہ نکلا تھا کہ میں اسلام لے آئی تھی مجھے اس کا ترکہ ملنا چاہیے"، ورثہ نے کہا تُو اس وقت مسلمان ہوئی ہے جب اس کا دم نکل چکا تھا تجھے ترکہ نہیں پہنچتا، علماء فرماتے ہیں قول ورثہ کا معتبر رہے گا کیونکہ اسلام اس کا حادث ہے تو وقت قریب کی طرف اضافت کیا جائے گا جب تک اول کا ثبوت بینہ سے نہ ہو۔ ہدایہ مطبع مصطفائی جلد دوم ص ۱۳۲:

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب البیوع الباب العاشر نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۱۳۶

[2] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الثالثہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۹۴

Marfat.com

لومات المسلم وله امرأة نصرانية فجاءت مسلمة بعد موته و قالت اسلمت قبل موته وقالت الورثة اسلمت بعد موته فالقول قولهم[1]

اگر کوئی مسلمان فوت ہوا اس حال میں کہ اس کی ایک نصرانی بیوی تھی جو اس کی موت کے بعد مسلمان ہو کر آئی اور کہا کہ میں اس کی موت سے پہلے اسلام لائی تھی جبکہ ورثاء میت کا کہنا ہے کہ یہ اس کی موت کے بعد اسلام لائی ہے تو ورثاء کا قول معتبر ہوگا۔ (ت)

بنایۃ العلامۃ العینی میں ہے:

لان الاسلام حادث والحادث یضاف الی اقرب الاوقات[2]

ورثاء کا قول اس لئے معتبر ہے کہ اسلام حادث ہے اور حادث کی اضافت اس کے قریب ترین وقت کی طرف کی جاتی ہے۔ (ت)

تو یہاں بھی ہبۂ ثمن حادث ہے پس قول مدعا علیہم کا معتبر رہے گا کہ یہ ہبہ بعد تمامی بیع واقع ہوا نہ مابین الایجاب والقبول۔

(۶) خود مسئلہ پیش کردہ مدعیہ سے ثابت کہ اگر ہبہ بطریق اشتراط فی نفس العقد ہو تو مفسدِ بیع ہے ورنہ نہیں، تو اب حاصل اختلاف یہ ہوا کہ مدعیہ وجود شرط مفسد کا دعوٰی کرتی ہے اور مدعا علیہم اس کا انکار کرتے ہیں، اس خاص جزئیہ میں بھی علماء کی تصریح ہے کہ قول اس کا معتبر ہے جو شرطِ فاسد کا انکار کرتا ہے۔ خانیہ مطبوعہ مطبع العلوم جلد دوم ص ۲۵۱ میں ہے:

لو ادعی عبدا فی ید رجل انہ اشتراہ منہ بالف درھم و قال البائع بعتك بالف درھم و شرطت ان لا تبیع ولا تھب اوادعی المشتری ذلك و انکر البائع کان القول قول من ینکر الشرط الفاسد

اگر کسی شخص نے ایک غلام جو کہ دوسرے کے قبضہ میں ہے کے بارے میں دعوٰی کیا کہ میں نے اس سے یہ غلام ہزار درھم کے عوض خریدا ہے، اور بائع نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ غلام ہزار درھم کے عوض فروخت کیا اور یہ شرط لگائی کہ تُو اس کو نہ تو بیچے گا اور نہ ہبہ کرے گا، یا مشتری نے اس شرط کا دعوٰی کیا اور بائع نے اس کا انکار کیا

---

[1] الھدایۃ شرح البدایۃ کتاب ادب القاضی فصل فی قضاء بالمواریث مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۱۴۷

[2] البنایۃ فی شرح الھدایۃ " " " " " المکتبۃ الامدادیہ مکہ مکرمہ ۳/ ۳۰۴

Marfat.com

والبینة بینة الاٰخر وکذٰلک لوکان مکان الشرط الفاسد شرط الخمر والخنزیر ۱؎۔

تو اس کا قول معتبر ہوگا جو اس شرط فاسد کا منکر ہے اور گواہ دوسرے کے مقبول ہوں گے اور ایسا ہی حکم ہوگا اگر اس شرط فاسد کی جگہ خمر وخنزیر کی شرط ہو۔ (ت)

(۷) یہ بھی تسلیم کیا کہ نفسِ ایجاب میں معاف ہونا مذکور تھا مگر علمائے محققین ایسی جگہ صیغہ ماضی ومستقبل میں فرق فرماتے ہیں کہ اگر بصیغہ مستقبل تھا تو ناجائز اور بصیغہ ماضی تھا تو جائز، اور ظاہر ہے کہ دستاویز پیش کردہ مدعا علیہم میں لفظ ماضی مذکور رہے کہ ثمن بعوض حقوق فرزندی معاف کیا۔ فتاوٰی قاضیخان جلد۲ ص ۲۳۹ میں ہے:

لو قال علی ان اھب لک من ثمنہ کذا لایجوز، ولو قال بعت منک بکذا علی ان حططت عنک کذا او علی ان وھبت لک کذا جاز البیع اھ ۲؎ ملخصا۔

اگر کہا اس شرط پر تیرے ہاتھ بیع کی کہ تجھے اس کے ثمن سے اتنے ہبہ کروں گا تو بیع جائز نہ ہوگی اور اگر کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ اتنے کو بیع کی اس شرط پر تجھ سے اتنا گھٹا دیا یا تجھے اتنا ہبہ کیا تو بیع جائز ہے اھ تلخیص (ت)

اور اسی طرح نوازل میں مذکور ہے اور اس سے خلاصہ میں یونہی نقل کیا اور خود عالمگیری مستند وکیل مدعیہ میں اسی طرح روایت کرکے مقرر رکھا کما مر (جیسا کہ گزرا۔ ت) اور سب میں بلا ذکر خلاف۔

(۸) علماء فرماتے ہیں کہ اگر کسی عقد کے صحت وعدمِ صحت سے سوال ہو تو اُسے صحت پر حمل کیا جائیگا اور یہ مان لیا جائے گا کہ تمام شرائطِ صحت مجتمع تھیں تاوقتیکہ فساد دلیلِ روشن سے ثابت نہ ہو مجرد احتمال کفایت نہیں کرتا۔ فتاوٰی خیریہ لنفع البریہ تصنیف امام خیر الملۃ والدین رملی استاذ صاحب درمختار مطبوعہ مطبع میری مصر جلد دوم صفحہ ۹۴:

الاصل صحتہ ففی البزازیۃ لو سئل عن صحتہ یفتی بصحتہ حملا علی استیفاء الشرائط اذ المطلق

اصل عقد کی صحت ہے چنانچہ بزازیہ میں ہے کہ اگر صحتِ عقد کے بارے میں سوال کیا جائے تو اس بنیاد پر کہ اس میں تمام شرائط مجتمع تھیں

۱؎ فتاوٰی قاضیخان کتاب البیوع فصل فی احکام البیع الفاسد مطبع نولکشور لکھنؤ ۲/ ۳۵۰
۲؎ " " " فصل فی الشروط المفسدة " " " " ۲/ ۳۴۴

Marfat.com

يحمل على الكمال الخالي عن الموانع للصحة والله اعلم[1]۔ وفيها جلد دوم صفحہ ۳۵ اذا سئل عن السوال ببيع مال باعه ذو المال جاز بلامراء مع انه كان مجنونا فلا احد يقول بانه صح الشراء[2]۔ وفيها النظر الى العمل بعبارة المكلف اولى من اهدارها والحاقه بالحيوانات وكلامه بجوارها والله تعالٰی اعلم[3]۔

اس کی صحت کا فتوی دیا جائیگا کیونکہ مطلق موانع صحت سے خالی کمال پر محمول کیا جاتا ہے اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ اور اسی میں جلد دوم ص ۳۵ پر ہے: اگر ایسے مال کی بیع کے بارے میں سوال کیا جائے جس کو مال والے نے منعقد کیا ہے تو بلاشبہ یہ جائز ہے اس کے باوجود کہ اگر وہ مجنون ہے تو کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ خریداری درست ہے۔ اسی میں ہے کہ مکلف کی عبارت کو قابلِ عمل بنانے پر نظر کرنا اس کو لغو قرار دینے اور مکلف کو حیوانوں اور اس کے کلام کو حیوانوں کے ڈکارنے کے ساتھ لاحق کرنے سے اولیٰ ہے، اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے۔ (ت)

ملاحظہ ہو کہ جب مفتی کے لئے یہ حکم ہے کہ اصل صحت پر عمل کرے اور شرائط صحت کا اجتماع مان کر فتوی دے تو قاضی جس کی نظر صرف ظاہر پر مقتصر ہے اور احتمالات بعیدہ کا لحاظ اس کے منصب سے جُدا بات ہے وہاں تو اصل پر نظر رکھنا اولٰے واحق ہوگا خصوصًا یہاں کہ بائع مرحوم عالم دین تھے اور ان کا قصد تملیک کا ہونا ظاہر، تو موانع صحت سے احتراز کرنا ہی ان سے متوقع۔

(۹) علماء تصریح فرماتے ہیں جب عاقدین میں صحت و فساد کا اختلاف واقع ہو تو قول اس کا قول ہے جو مدعی صحت ہے۔ فتاوٰی قاضی خاں جلد دوم ص ۲۵۱:

اذا اختلف المتبائعان احدهما يدعي الصحة والاخر الفساد بشرط فاسد او اجل فاسد كان القول قول مدعي الصحة والبينة بينة مدعي الفساد باتفاق الروايات، وان كان مدعي

جب بائع اور مشتری میں اختلاف ہو ان میں سے ایک صحتِ عقد کا جبکہ دوسرا کسی شرطِ فاسد کی وجہ سے فسادِ عقد کا دعوٰی کرے تو قول صحت کے مدعی کا بہتر ہوگا اور گواہ فساد کے مدعی کے معتبر ہوں گے، اس پر تمام روایات میں اتفاق ہے۔

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الصلح دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۱۰۳
[2] " کتاب الوکالۃ " " " ۲/ ۳۹
[3] " کتاب الدعوٰی " " " ۲/ ۷۷

Marfat.com

الفساد یدعی الفساد لمعنی فی صلب العقد بان ادعی انه اشتراہ بالف درهم و رطل من خمر والاٰخر یدعی البیع بالف درهم، فیه روایتان عن ابی حنیفة رحمه الله تعالٰی فی ظاهر الروایة القول قول من یدعی الصحة ایضا والبینة بینة الاٰخر کما فی الوجه الاول وفی روایة القول قول من یدعی الفساد[1]

اگر فساد کا دعوٰی کرنے والا اصل عقد میں پائی جانیوالی کسی خرابی کے سبب سے فساد کا دعوٰی کرے مثلاً اگر وُہ دعوٰی کرے کہ اس نے یہ شئی ہزار درہم اور ایک رطل شراب کے عوض خریدی ہے جبکہ دوسرا دعوٰی کرے کہ اس نے ہزار درہم کے عوض فروخت کی، تو اس میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی سے دو روایتیں منقول ہیں، ظاہر الروایۃ میں ہے کہ قول مدعیِ صحت کا اور گواہ دوسرے کے معتبر ہیں جیسا کہ پہلی صورت میں بیان ہوا، اور ایک روایت میں یوں ہے کہ فساد کے مدعی کا قول معتبر ہوگا (ت)

اور اسی طرح فتاوٰی عالمگیری میں نقل کیا جلد ۳ ص ۵۲۔ خلاصہ کتاب البیوع فصل ۴؛

لو ادعی احدھما فساد العقد والاٰخر الصحۃ القول قول من یدعی الصحۃ الخ۔[2]

فتاوٰی صغرٰی میں ہے اگر بائع اور مشتری میں سے ایک نے فسادِ عقد کا جبکہ دوسرے نے صحت عقد کا دعوٰی کیا تو صحت کے مدعی کا قول معتبر ہوگا۔ (ت)

قابلِ لحاظ ہے کہ جب اصل بائع دعوٰیِ فساد کرتا تو اس کا قول تسلیم نہ ہوتا غیر کا کیونکر ہوگا۔

(۱۰) اتنی بات اور بھی لائقِ التفات ہے کہ مدعیہ کو اس کی گنجائش ہی نہیں کہ وہ ہبۂ ثمن بسبیل اشتراط یا بلا اشتراط مابین الایجاب والقبول خواہ بعد القبول واقع ہونا مانے کیونکہ اس تقدیر پر مورث کا بیع و ہبہ کرنا ثابت ہوتا ہے اگرچہ وُہ کسی طور پر ہو اور یہ قول اس کی عرضیِ دعوی و اظہار حلفی کے بالکل مناقض ہے اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مناقض دعوی قابلِ تسلیم نہیں تو مدعا علیہم کا قول بلا معارض و لائقِ قبول ہے، واللہ تعالٰی اعلم وحکمہ جل مجدہ احکم۔

مسئلہ ۱۰۸: از ریاست رامپور مرسلہ جناب سید نادر حسین صاحب ۵ شعبان ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنا ایک مکان سلمٰی کے ہاتھ جس سے پسر ہندہ کی شادی قرار پائی تھی بیع صحیح شرعی کیا اور زرِ ثمن کہ سلمٰی پر اس بیع سے واجب ہوا تھا سلمٰی کو بخوشی

---

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب البیوع فصل فی احکام البیع الفاسد مطبع نولکشور لکھنؤ ۲/ ۳۵۰

[2] خلاصۃ الفتاوٰی 〃 الفصل الرابع مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳/ ۴۸ و ۴۹

Marfat.com

معاف کر دیا اس عقد کی دستاویز بدیں خلاصہ تحریر ہو کر رجسٹری ہوگئی "منکہ سعادت النساء بیگم زوجہ سید سعادت علی صاحب ساکن رام پور ہوں جو کہ ایک منزل مکان (چینی و چپاں) واقع رامپور محدودہ ذیل مقبوضہ مملوکہ میرا ہے وہ اب میں نے بحالت صحت نفس و ثبات عقل بلا اکراہ و اجبار بطوع و رغبت اپنی سے جمیع حقوق و مرافق بعوض مبلغ آٹھ سو روپیہ چہرہ دار بدست مسماۃ سلمٰی بیگم بنت سید نادر حسین صاحب ساکنہ بریلی جس کا نکاح حسب خواہش میری سید سکندر شاہ پسر بطنی میرے سے قرار پایا ہے بیچا اور بیع کیا میں نے"

اور مکان مبیعہ پر مشتریہ مذکورہ کو مثل اپنی ذات کے مالک و قابض کر دیا میں نے، اور زر ثمن تمام کمال مشتریہ سے وصول پایا میں نے، یعنی ثمن اس کا بوجہ محبت فطری سید سکندر شاہ مذکور کے سلمٰی بیگم مشتریہ کو معاف کیا اور بخشا میں نے، اب مجھ کو اور قائم مقامان میرے کو دعوی زر ثمن کا نہیں ہے اور نہ ہوگا تقابض البدلین واقع ہوا، اب مجھ بائعہ کو مکان مبیعہ سے کچھ سروکار نہ رہا، اگر کوئی سہیم یا شریک پیدا ہو تو جوابدہ میں بائعہ ہوں فقط، اس صورت میں یہ بیع شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟ اور ہندہ خواہ اس کے قائم مقاموں کو اس بیع پر کوئی رد و اعتراض ہے یا نہیں؟ اور یہ معافی ثمن بھی صحیح ہوئی یا نہیں؟ اور ہندہ یا اس کے ورثہ کو اس معافی سے رجوع کا اختیار ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں وہ بیع مکان و معافی ثمن دونوں صحیح و تام و کامل ہیں ہندہ خواہ اس کے کسی وارث یا قائم مقام کو نہ اس بیع و معافی پر اعتراض پہنچتا ہے نہ ہرگز رجوع کا اختیار مل سکتا ہے، فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

اذا حط کل الثمن او وھبہ او ابرأہ عنہ فان کان ذٰلک قبل قبض الثمن صح الکل[1]

اگر پورا ثمن گھٹا دیا یا ہبہ کر دیا یا اس سے بری کر دیا اگر یہ ثمن پر قبضہ سے پہلے ہوا تو سب جائز ہے (ت)

نقایہ و شرح نقایہ میں ہے:

صح التصرف فی الثمن و الحط عنہ ای صح للمشتری القاء کل

ثمن میں تصرف اور اس کو گھٹانا صحیح ہے یعنی مشتری کے لئے درست ہے کہ وہ بائع سے پورا

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب البیوع الباب السادس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۱۷۲

Marfat.com

المبیع او بعضہ عن البائع وللبائع القاء کل الثمن او بعضہ عن المشتری[1]

یا بعض مبیع ساقط کردے اور بائع کیلئے درست ہے کہ وہ مشتری سے پورا یا بعض ثمن ساقط کردے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے،

لوحط جمیع الثمن صح فی حق المشتری وکان ابراء لہ عن الثمن[2] اھ بتلخیص۔

اگر بائع نے پُورا ثمن گھٹا دیا تو مشتری کے حق میں یہ صحیح ہوگا اور یہ بائع کی طرف سے مشتری کو ثمن سے بَری کرنا قرار پائیگا اھ تلخیص (ت)

اشباہ والنظائر وغمز العیون میں ہے،

واللفظ لہ بخلاف الابراء فانہ لارجوع فیہ سواء وجد فیہ مانع من موانع الرجوع فی الھبۃ او لا[3] واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

لفظ غمز کے ہیں بخلاف ابراء کے کیونکہ اس میں رجوع کا حق نہیں کوئی رجوع سے مانع ہو، جیسے ہبہ یا مانع نہ ہو۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۹ از سرنیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۲ رجب ۱۳۳۱ھ

بکر کمہار سے جس وقت لوٹے مول لیتا ہے کہتا ہے مسجد کے لئے لئے جاتے ہیں زیادہ دینا، کمہار دو چار لوٹے پر زیادہ کا نام کردیتا ہے، اور اگر مسجد کا نام نہ لیا جائے جب بھی اسی قدر ملتے اور اگر بھاؤ سے زیادہ بھی دے تو زیادہ لوٹے کیسا ہے؟

الجواب

اگر وُہ اپنی خوشی سے زیادہ دے کوئی حرج نہیں، مگر کمہار اگر کافر ہے تو مسجد کے لئے اس سے مانگنا نہ چاہئے کہ گویا مسجد اور مسلمانوں پر احسان سمجھے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] شرح النقایۃ

[2] ردالمحتار کتاب البیوع فصل فی التصرف فی المبیع والثمن داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۶۷

[3] غمز عیون البصائر الفن الثالث ما افترق فیہ الھبۃ والابراء ادارۃ القرآن کراچی ۲/۲۴۸

Marfat.com

مسئلہ ۱۱۰ آمدہ از دکان حمید اللہ وعبد الرحمٰن جفت فروش دہلی بازار فتحپوری ۹ رجب المرجب ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ ہم لوگ تاجر کاریگروں سے جو مال خرید تے ہیں ایک پیسہ روپیہ کٹوتی کاٹ کر مال کی قیمت دیتے ہیں اور اس بات کا اعلان کاریگروں کو بیع سے پہلے کردیا ہے، اس صورت میں یہ بیع شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟ صورتِ ثانی اگر بائع کٹوتی سے راضی ہو تو کیا حکم اور اگر ناراض ہو تو کیا حکم؟ صورتِ ثالث یہ ہے کہ پیسہ روپیہ کاٹ کر جو مال خرید کیا جاتا ہے بیوپاری کو پورا ایک روپیہ کا بتا کر نفع فی روپیہ لیا جاتا ہے یعنی بیوپاری کو کٹوتی مجرا نہیں دی جاتی، یہ امر جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ناراضی کی حالت میں حرام ہے،

قال اللہ تعالٰی الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم[1] اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: مگر یہ کہ ہو وہ تمہارے درمیان تجارت باہمی رضامندی سے۔ (ت)

اور رضا سے ہو یا ناراضی سے، مال جتنے کو اسے پڑا اس سے زیادہ کو بتانا جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۱ از ریاست رامپور، مدرسہ مطلع العلوم مرسلہ محمد امام الدین صاحب ۱۵ صفر ۱۳۳۶ھ

مبیع میں زیادت ثمن بحسب آجال درست ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو بحسب اثمان و آجال مختلف ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیا ہے؟

الجواب

درست ہے مع الکراہۃ اور اختلاف تراضی عاقدین پر۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۲ از شہر محلہ عقب کوتوالی مرسلہ شیخ مقبول احمد صاحب پسر شیخ علی جان صاحب

کلکتہ سے میں نے ایک بیوپاری کو عہ مال روانہ کیا اور وہ اس کے پاس پہنچا لیکن روپیہ بھول سے ہمارے یہاں کھاتے میں درج کرنے سے رہ گیا قریب دو سال کے اس بیوپاری نے ہم سے اب کہا کہ قریب عہ کے ایک رقم فاضل تمہاری ہمارے کھاتے سے برآمد ہوئی ہے اور تمہارے یہاں یہ رقم جمع نہیں، اب خدا معلوم کہ تمہاری غلطی ہے یا ہماری، اس سے بہتر کہ روپیہ ہم سے لے لو مگر اس کو اپنے مصرف میں نہ لانا خدا کی راہ میں صرف کرنا چنانچہ بیوپاری سے ہم نے

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۹

Marfat.com

وعدہ کرلیا کہ یہ رقم ہم خیرات کر دیں گے بیوپاری نے ہم سے قسم اس امر کی لی ہے کہ اگر اس رقم کی خیرات نہ کرو گے تو تمھارے اوپر بوجھ رہے گا۔

الجواب

اگر اس رقم کا واجبی ہونا معلوم نہیں جب تو اس کا اپنے تصرف میں لانا ہرگز جائز نہیں سب خیرات کر دیا جائے اور اگر معلوم ہے کہ ہماری یہ رقم اس پر آئی تھی لکھنے سے رہ گئی تھی تو اگرچہ وہ اس کا مال ہے اور اپنے صرف میں لانا حرام نہ ہوگا مگر جب اللہ کے لئے وعدہ کر چکا ہے تو اس سے پھرنا سخت شامت کا موجب ہے۔

قال اللہ تعالٰی فاعقبھم نفاقا فی قلوبھم الی یوم یلقونہ بما اخلفوا ما وعدوہ وبما کانوا یکذبون[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو اللہ تعالٰی نے ان کی سزا میں ان کے دلوں میں نفاق رکھ دیا اس دن تک جب وہ اس کو ملیں گے اس سبب سے کہ انھوں نے خلاف ورزی کی اس وعدہ کی جو انھوں نے اللہ تعالٰی سے کیا تھا اور اس سبب سے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۳ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر کے ہاتھ ایک اراضی بقیمت مبلغ چار سو روپے کی فروخت کی اور ایک سو پچاس روپیہ کی بابت بیعانہ زید نے بکر سے لے کر رسید تحریر کر دی اور وعدہ کیا کہ بقیہ روپیہ وقت رجسٹری دستاویز لے کر بیعنامہ اندر مدت ایک سال کے تصدیق کرادوں گا، سوال یہ ہے کہ آیا شرعاً بیع منعقد اور مختتم ہوگی اور بقیہ زر ثمن بکر کے ذمہ دین رہا یا بیع فاسد ہوئی بوجہ مجہول غیر معلوم ہونے مدت ادائے زر ثمن کے اور قرارداد مہلت ادائے ثمن بہرحال مفسد بیع ہے یا فقط صلب عقد میں مہلت کا شرط ہونا مفسد ہوتا ہے اور تجویز عدالت میں دو روایتیں کتاب بحرالرائق و فتاوٰی خیریہ کی بابت فاسد ہونے بیع کے بجہالت مدت ادائے ثمن کے درج ہوئی ہیں وہ یہ ہیں، بحرالرائق میں ہے:

صح بثمن حال وباجل معلوم قید بعلم الاجل لان جہالتہ تفضی الی النزاع فالبائع

بیع ثمن حالی کے بدلے اور میعاد معلوم کے ساتھ صحیح ہے، ماتن نے اجل کے ساتھ معلوم ہونے کی قید لگائی اس لئے کہ اجل کی جہالت جھگڑے کا

---

[1] القرآن الکریم ۹/۷۷

Marfat.com

يطالبه فى مدة قريبة والمشترى يأباها فيفسد[1]

سبب بنتی ہے چنانچہ بائع قریبی مدت میں ثمن کا مطالبہ کرے گا اور مشتری اس سے انکار کریگا تو اس طرح فساد آئے گا۔ (ت)

فتاوٰی خیریہ میں ہے :

سئل فى رجل باع آخر جملا باثنين و ثلاثين غرشا مؤجلة عليه الى ثلث خيارات كل خيار ثلث الثمن فطلع الخيار ودفع له ثلثه ويطالبه بثلثيه قبل طلوع الخيارين مدعيا ان الاجل المذكور غير صحيح وانه يستوجب كل الثمن عاجلا فالحكم فى ذلك (اجاب) البيع المذكور فاسد[2]

ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے دوسرے کے ہاتھ بتیس ۳۲ غرش (دو آنے کے برابر ایک سکّہ) کے عوض اونٹ بیچا اور اس پر تین خیاروں تک اجل مقرر کی ہر خیار میں تہائی ثمن دے گا پس ایک خیار کے طلوع ہونے پر اس نے بائع کو ثمن کا ایک تہائی دے دیا اور بائع دوسرے دو خیاروں کے طلوع سے قبل ہی باقی دو تہائی ثمن کا مطالبہ کرتا ہے درانحالیکہ وہ اس بات کا دعوٰی کرتا ہے کہ اجل مذکور درست نہیں اور اس بیع میں تمام ثمن معجل طور پر لازم ہوتا ہے تو اس صورت میں کیا حکم ہے (تو جواب دیا کہ) بیع مذکور فاسد ہے۔ (ت)

اور تجویز عدالت جو بقدر ضرورت درج ذیل ہے اس کا کیا جواب ہے :

عبارت تجویز عدالت بقدرِ ضرورت

بقواعد شرعیہ جہالت اجل ثمن موجب فساد بیع ہے اس لئے کہ مدعی نے دعوٰی میں تحریر کیا ہے کہ مدعا علیہ نے بیعانہ لے کر یہ وعدہ کیا کہ بقیہ روپیہ وقت رجسٹری دستاویز لے کر بیعنامہ اندر مدت ایک سال کے تصدیق کردوں گا ، پس وعدہ ادائے ثمن بقیہ کا جو درمیان سال کے حسب دعوٰی مدعی قرارداد ہوا وہ بقید تاریخ معین مخصوص و مقید نہیں ہے اس کا اطلاق عموماً علی السویہ آغاز وعدہ سے تا اختتام جزو آخر روز سال مابین فریقین متضمن نزاع ہوسکتا ہے تو یہ بیع فاسد ہے فقط۔

---

[1] البحر الرائق کتاب البیع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۲۷۹
[2] فتاوٰی خیریہ کتاب البیوع باب البیع الفاسد دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۳۸

Marfat.com

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں بیع تام وصحیح ہے اور بقیہ ثمن ذمہ مشتری واجب۔ یہ قرارداد مہلت ادائے ثمن کسی طرح مفسدِ بیع نہیں، نہ بعد تمامی عقد، وان قلنا بالتحاقہ باصل العقد (اگرچہ ہم اس کے اصل عقد کے ساتھ لاحق ہونے کا قول کریں۔ ت) نہ نفس صلب عقد میں کہ یہ اجل معین ہے اور بیع اجل معین کے ساتھ صحیح ہے اس کے لئے خود وہی عبارتِ بحرالرائق منقولہ تجویز کافی ہے کہ صح بثمن حال وباجلِ معلوم[1] (بیع درست ہے ثمن حالی کے ساتھ اور معلوم میعاد کے ساتھ۔ ت) اسے اجل مجہول سمجھنا اصلاً وجہ صحت نہیں رکھتا عرفاً لغۃً ہر طرح سال کے اندر اندر اور ایک سال تک کا حاصل ایک ہے جس سے اجل کی تحدید ایک سال سے ہوتی ہے اور سال شئے معین ہے نہ کہ مجہول، اسی بحرالرائق میں اسی بحث میں ہے:

وفی السراج الوہاج الاٰجال علی ضربین معلومۃ ومجہولۃ فالمعلومۃ السنون والشہور والایام[2] الخ۔

السراج الوہاج میں مذکور ہے کہ میعادیں دو طرح کی ہیں معلوم اور مجہول۔ معلوم میعادیں سال، مہینے اور دن ہیں الخ (ت)

آغازِ وعدہ سے اختتامِ سال تک مشتری کو اختیار ادا ہونا مضر نہیں بلکہ عین مقصودِ تاجیل ہے کہ اجل اسی کے رفاہ کے لئے ہے کما فی الہدایۃ وغیرہا (جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں ہے۔ ت) اور اگر یہ مقصود کہ اس کا اطلاق ان تمام اجزاء کو شامل تو بائع ہر جز میں طلب کرسکتا ہے اور یہ مفضی الی النزاع ہے تو یہ محض باطل ہے جب وہ مشتری کو سال کے اندر ادا کی اجازت کرچکا تو جب تک سال کے اندر ہے اسے اختیارِ مطالبہ نہیں کہ وہ اسی اجازت تاخیر کے اندر داخل ہے وقد لزم التاجیل من جہتہ فلا یقدر ان یطالبہ (تحقیق اس کی طرف سے میعاد لازم ہوچکی ہے اب وہ ثمن کا مطالبہ نہیں کرسکتا۔ ت) ہاں جب سال سے باہر جائے اس وقت اسے اختیارِ مطالبہ ہوگا اور اب مشتری کو کوئی عذر نہیں ہوسکتا پھر نزاع کہاں، اور خود عبارت بحرالرائق منقولہ تجویز سے ظاہر کہ اجل وہی مفسد ہے جو مفضی نزاع ہو۔ عبارتِ خیریہ کو یہاں سے کوئی تعلق نہیں کہ اس میں تین خیار تک بیع ہے اور خیار کوئی شئے معین نہیں بخلاف سال۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۴: از اردہ نگلہ ڈاک خانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ مرسلہ صادق علی خاں ۲۸ شوال ۱۳۳۶ھ

ایک شخص غلہ اپنا نرخ بازار سے کم اس شرط پر دیتا ہے کہ قیمت کچھ عرصہ بعد لوں گا مثلاً بھاؤ

---

[1] البحرالرائق کتاب البیع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۲۷۹

[2] البحرالرائق کتاب البیع ایچ ایم، سعید کمپنی کراچی ۵/ ۲۸۰

Marfat.com

بازاری ۲۰ ثار ہے اور لوگوں کو ۱۶ ثار کے حساب سے دیتا ہے اس قرض دینے میں سُود تو نہیں ہوتا؟ جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

یہ سُود نہیں، نہ اس میں کوئی حرج جبکہ برضائے مشتری ہو، اور اجل یعنی میعاد ادا معیّن کردی جائے،

قال اللہ تعالٰی الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: مگر یہ کہ ہو وہ تمہارے درمیان تجارت تمہاری باہمی رضامندی سے۔ (ت)

غرض یہ بیع بلاکراہت ہے، ہاں خلاف اولویت ہے۔ فتح القدیر میں ہے:

لاکراھۃ الاخلاف الاولی فان الاجل قابلہ قسط من الثمن[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

اس میں کراہت نہیں تاہم یہ خلاف اولٰی ہے کیونکہ اجل کے مقابل ثمن کا ایک حصّہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۹

[2] فتح القدیر کتاب الکفالۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۳۲۴

Marfat.com

بابُ القرض

(قرض کا بیان)

مسئلہ ۱۱۵ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ ایک شخص نے مبلغ سَو روپیہ اس شرط پر قرض لیا کہ پچیس روپے سالانہ منافع مقررہ بلانقصان کے دیتا رہوں گا اور جب جمع طلب کروگے تو تمہارا پورا روپیہ واپس کردُوں گا، جس شخص نے اس شرط کو قبول کرکے روپیہ دے دیا اس پر سُود خوری کا حکم ہے یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہوگی یا ناجائز؟ بیّنوا توجروا (بیان کرو اجر دئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

قطعی سُود اور یقینی حرام وگناہ کبیرہ وخبیث و مردار ہے۔ حدیث میں ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کل قرض جر منفعۃً فھو ربٰو[1]

رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جو قرض نفع کو کھینچے وہ سُود ہے (ت)

ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنی سخت مکروہ ہے جس کے پھیرنے کا حکم ہے اور اسے امام کرنا گناہ، کما نص علیہ الامام الحلبی فی الغنیۃ[2] (جیسا کہ اس پر امام حلبی نے غنیہ میں نص فرمائی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] کنز العمال حدیث ۱۵۵۱۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲۳۸/۶

[2] غنیۃ المستملی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳ - ۱۴

Marfat.com

مسئلہ ۱۱۶
۵ رشوال ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے ملازم سے کہا پچاس روپے مجھے کسی سے قرض لادے، ملازم ایک مہاجن سے پچاس روپے یہ کہہ کر قرض لایا کہ میرے آقا کو ضرورت روپے کی ہے مہاجن نے غائبانہ بلاتصدیق پچاس روپے دے دیئے اور ملازم نے اپنا رقعہ اسے لکھ دیا بعدہٗ روپیہ آقا کو ادا کر دیا اور بیان کیا کہ میں فلاں مہاجن سے یہ روپیہ آپ کے نام سے قرض لایا ہوں اور رقعہ اپنا دستخطی لکھ کر دے آیا ہوں، بعد چندے زید نے وہ ۵۰ ؎ اس ملازم کو دے دیئے، بعد بہت عرصہ کے تحقیق ہوا کہ روپیہ مہاجن کو نہیں پہنچا بلکہ ملازم نے خود اپنے تصرف میں کر لیا اور ملازم سے پوچھا تو وہ بھی اقرار کرتا ہے کہ روپیہ میں نے مہاجن کو نہیں دیا اور کہتا ہے یہ روپیہ تو میں اپنے رقعہ سے لایا تھا آقا سے مجھے ملنا چاہیے تھا، اس صورت میں وہ ۵۰ ؎ مکرر ذمہ زید کے واجب الادا ہیں یا نہیں؟ اور یہ ۵۰ ؎ کہ نوکر نے تصرف کر لئے اسے دینا آئیں گے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں اگر نوکر نے یوں قرض مانگا تھا کہ میرے آقا کو پچاس روپے قرض دے دے یا میرا آقا تجھ سے پچاس روپے قرض مانگتا ہے جب تو یہ قرض آقا کے ذمہ ہے اور اگر یوں مانگا تھا کہ میرے آقا کو پچاس روپے کی ضرورت ہے مجھے قرض دے یا میرے آقا کے لئے مجھے پچاس روپے قرض دے تو مہاجن کا قرض نوکر کے ذمہ ہوا۔ ردالمحتار میں ہے:

فی جامع الفصولین بعث رجلا یستقرضہ فاقرضہ فضاع فی یدہ فلو قال اقرض للمرسل ضمن مرسلہ، ولو قال اقرضنی للمرسل ضمن رسولہ، والحاصل ان التوکیل بالاقراض جائز لا بالاستقراض و الرسالۃ بالاستقراض تجوز، ولو اخرج وکیل الاستقراض کلامہ مخرج الرسالۃ یقع القرض للآمر،

جامع الفصولین میں ہے کسی نے ایک شخص کو قرض لینے کے لئے بھیجا اس نے قرض لیا اور اس کے ہاتھ سے ضائع ہوگیا اگر اس نے قرض لیتے وقت یوں کہا کہ بھیجنے والے کے لئے قرض دے تو بھیجنے والا ضامن ہوگا، اور اگر کہا کہ بھیجنے والے کے لئے مجھے قرض دے تو اب قاصد ضامن ہوگا۔ حاصل یہ کہ قرض دینے کے لئے وکیل بنانا جائز نہ کہ قرض لینے کے لئے، اور قرض لینے کیلئے قاصد بھیجنا جائز ہے، اور اگر قرض لینے کے وکیل نے بطور قاصد کلام کیا تو قرض آمر کے لئے ہوگا اور

Marfat.com

ولو مخرج الوکالۃ بان اضافہ الی نفسہ یقع للوکیل ولہ منعہ عن آمرہ اھ، قلت والفرق انہ اضاف العقد الی الموکل بان قال ان فلانا یطلب منك ان تقرضہ کذا صار رسولا و الرسول سفیر و معبر بخلاف ما اذا اضافہ الی نفسہ بان قال اقرضنی کذا او قال اقرضنی لفلان کذا فانہ یقع لنفسہ و یکون قولہ لفلان بمعنی لاجلہ، وقالوا انما لم یصح التوکیل بالاستقراض لانہ توکیل بالتکدی وھو لایصح، قلت ووجہہ ان القرض صلۃ وتبرع ابتداء فیقع للمستقرض اذ لا تصح النیابۃ فی ذلك فھو نوع من التکدی بمعنی الشحاذۃ ھذا ما ظھر لی اھ۔[1]

اگر اس نے بطور وکیل کلام کیا یا یں طور اس کو اپنی ذات کی طرف منسوب کیا تو اس صورت میں قرض خود وکیل کے لئے واقع ہوگا اور اس کو اختیار رہو گا کہ وہ قرض آمر کو نہ دے اھ میں کہتا ہوں ان دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ جب اس نے عقد کو مؤکل کی طرف منسوب کیا مثلاً یُوں کہا کہ فلاں تجھ سے مطالبہ کرتا ہے کہ تُو اس کو اتنا قرض دے تو اس صورت میں وہ قاصد ہوگیا اور قاصد محض سفیر اور معبر ہوتا ہے بخلاف اس صورت کے کہ جب اس نے اپنی طرف نسبت کی اور کہا مجھے اتنا قرض دے یا کہا کہ مجھے فلاں کے لئے اتنا قرض دے تو یہ قرض خود اس کے لئے واقع ہوگا اور اس کے قول "فلاں کے لئے" کا مطلب ہوگا کہ فلاں کی وجہ سے۔ اور علماء نے کہا کہ قرض لینے میں وکیل بنانا اس لئے صحیح نہیں کہ یہ گداگری میں وکیل بنانا ہے جو کہ صحیح نہیں۔ میں کہتا ہُوں اس کی وجہ یہ ہے کہ قرض ابتداءً صلہ اور احسان ہے چنانچہ قرض مانگنے والے کے لئے واقع ہوگا کیونکہ اس میں نیابت درست نہیں تو اس طرح وہ تکدّ بمعنی گداگری کی ایک قسم ہوگا، یہ وہ ہے جو میرے لئے ظاہر ہوا اھ (ت)

پھر اس صورت میں جبکہ نوکر نے وہ روپے جو حقیقۃً اس کی ملک ہو چکے تھے لاکر آقا کو دے دیئے اور اس نے اپنے صرف میں کئے، اور ظاہر ہے کہ یہ دینا بروجہ ہبہ نہ تھا بلکہ بر بنائے قرض و وجوب تقاضا و ادائے مثل تھا تو نوکر کا دین آقا کے ذمہ رہا،

لان الاستقراض لما نفذ علی الخادم لاضافتہ الی نفسہ وقد اعطی علی وجہ التقاضی

کیونکہ قرض لینا اپنی ذات کی طرف منسوب کرنے کی وجہ سے خادم پر نافذ ہوگیا اور اس باہمی رضامندی سے وجوب تقاضا کے طور پر اپنے آقا کو

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع فصل فی القرض داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۷۵

Marfat.com

دون الھبۃ بالتراضی صار کفضولی شری مضیفا الی نفسہ حتی نفذ علیہ ثم اعطاہ من اشتری لہ واخذ منہ الثمن حیث لایکون ھذا اجازۃ للعقد السابق لان الاجازۃ انما تلحق الموقوف دون النافذ بل یکون عقدا جدیدا بینھما بالتعاطی کما فی الھدایۃ والدرالمختار وغیرھما من الاسفار وذٰلك لکون الدفع بجھۃ البیع دون الھبۃ۔

دے دیا نہ کہ ہبہ کے طور پر، تو اس طرح وہ نوکر اس فضولی کی طرح ہوگیا جس نے اپنی ذات کی طرف نسبت کرتے ہوئے کوئی چیز خریدی یہاں تک کہ خریداری اس پر نافذ ہوگئی پھر وہ چیز نوکر نے اس شخص کو دے دی جس کے لئے اس نے خریدی اور اس سے ثمن وصول کرلئے، یہاں یہ عقد سابق کی اجازت نہ ہوگی اس لئے کہ اجازت تو عقد موقوف کو لاحق ہوتی ہے نہ کہ نافذ کو، بلکہ یہ باہمی لین دین سے ان دونوں کے درمیان ایک نیا عقد ہوگا جیسا کہ ہدایہ اور درمختار وغیرہ کتاب میں ہے، اور یہ بطور بیع دینے کی وجہ سے ہے نہ کہ بطور ہبہ۔ (ت)

اور ظاہر کہ جب روپے مہاجن کو نہ پہنچے تو اس کا قرض کسی طرح ادا نہ ہوا

لانہ مال ھلك قبل الوصول الی الطالب او الی وکیلہ فلا معنی للقضاء وبراءۃ الذمۃ۔

اس لئے کہ وُہ مال طالب یا اس کے وکیل تک پہنچنے سے قبل ہی ہلاک ہوگیا تو اب قرض کی ادائیگی اور اس سے بری الذمہ ہونے کا کوئی معنٰی نہیں (ت)

اب اگر واقع صورتِ اولٰی تھی تو مہاجن کا قرض زید پر رہا اور یہ روپے کہ زید نے نوکر کو ادائے دین کے لئے دئے اور اس نے اپنے صرف میں کرلئے اس کا تصرف بیجا اور حرام ہے اور نوکر پر اس کا تاوان لازم،

لکونہ امینا خان وا تلف وتعدی علیہ فیما تصرف فصار ضمینا بعد ان کان امینا۔

کیونکہ وہ امین تھا اس نے خیانت کی اور امانت میں بیجا تصرف کرکے زیادتی کی تو اب وہ ضامن ہے جبکہ اس سے قبل وہ امین تھا۔ (ت)

اور اس کا یہ عذر کہ روپیہ تو میں اپنے رقعہ سے لایا تھا آقا سے مجھے ملنا چاہئے تھا محض نامقبول کہ جب آقا پر دین مہاجن کا تھا تو مہاجن کو پہنچنا چاہئے تھا یہ بیچ میں لے لینے والا کون تھا اور اگر واقع صورت ثانیہ تھی تو مہاجن کا قرض نوکر کے ذمہ رہا زید سے کچھ تعلق نہیں اور یہ روپے کہ نوکر نے بربنائے مذکور لئے

لے بحرالرائق کتاب البیع فصل فی بیع الفضولی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۱۴۹

Marfat.com

سمجھ کر اٹھا لئے بجائے کہ فی الواقع زید پر نوکر ہی کا دین تھا اور زید سے اسی کو ملنا چاہیے تھا فکان دائنا ظفر بجنس حقه (وہ ایسا قرضخواہ ہوا جو اپنے حق کی جنس کو وصول کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ ت)

اب زید نوکر کے مطالبہ سے بَری ہوگیا لانه استوفی ما کان له (کیونکہ اس نے اپنا حق پورا وصول کرلیا۔ ت) پس خلاصۂ حکم یہ ہے کہ اگر نوکر یہ کہہ کر لایا تھا کہ میرے آقا کو قرض دے، تو مہاجن کے پچاس روپے زید پر قائم اور زید کے پچاس روپے نوکر پر لازم، اور اگر یہ کہہ کر لایا کہ مجھے آقا کے لئے قرض دے، تو مہاجن کے پچاس روپے نوکر پر واجب اور نوکر کے پچاس روپے جو آقا پر تھے ادا ہوگئے۔ غرض نوکر پر ہر طرح پچاس روپے کا مطالبہ ہے، پہلی صورت میں آقا دوسری میں مہاجن کا، اور زید پر پہلی صورت میں مہاجن کا مطالبہ ہے دوسری میں کسی کا نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۷ از سرنیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۲ رجب ۱۳۳۱ھ

بھاؤ بکتا زید سے اناج خرید کیا مگر ادھار فصل پر بھاؤ بکتا جتنا روپیہ ادھار تھا اس کا زید نے مول لیا۔

الجواب

اگر زید نے بیچتے وقت شرط کرلی تھی کہ اس کی قیمت میں روپیہ نہ لوں گا بلکہ روپیہ کے عوض فصل کے بھاؤ سے ناج لوں گا، تو یہ ناجائز ہے اور اگر شرط نہ کی تھی اور فصل پر اس سے اپنا آتا ہوا روپیہ مانگا اس نے کہا روپیہ تو میرے پاس نہیں اس کا ناج لے لو، تو یہ جائز ہے جبکہ وہی ناج نہ ہو جو زید سے خریدا تھا یا وہی ہو تو اتنے ہی بھاؤ کو دیا جائے جتنے کو خریدا تھا ورنہ ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۸ از دھوراجی ضلع کاٹھیاواڑ محلہ سیاہی گراں مرسلہ جناب حاجی عیسٰی خان محمد صاحب رضوی یکم ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ

ایک شخص کو ایک ہزار روپے کا نوٹ دس ماہ کے وعدہ سے گیارہ سو روپے کو دیا، قرضدار نے اپنے وعدہ پر قرض خواہ کو گیارہ سو روپے کے دوسرے نوٹ دئے (وہی نہیں دیئے) تو جائز یا کیا؟ جواب سے سرفراز فرمائیں۔

الجواب

اگر ہزار روپے کا نوٹ قرض دیا اور پیسہ اوپر ہزار لینا ٹھہرا تو حرام ہے سُود ہے، ہاں اگر ہزار روپے کا نوٹ گیارہ سو روپے کو بیچا اور ادائے ثمن کا وعدہ مثلاً دس ماہ کا قرار پایا جب وعدہ کا دن آیا بائع نے زرِ ثمن کا مشتری سے مطالبہ کیا اس نے کہا میرے پاس روپیہ نہیں گیارہ سو روپے کے نوٹ

Marfat.com

زرِ ثمن کے بدلے لے لو، اس نے قبول کیا اور نوٹ اس کے عوض میں دے دے تو یہ جائز ہے وھی مسئلۃ شراء القرض من المستقرض (یہ مقروض سے قرض خریدنے کا مسئلہ ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۹ از نکسرانواں ڈاک خانہ رسولپور ضلع رائے بریلی مسئولہ عبدالوہاب ۲۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سے بکر نے ماہ کاتک میں بغرض تخم ریزی ایک من گیہوں لیا اور فصل کٹنے پر ماہِ چیت میں ایک من کا ایک من گیہوں واپس دیا یعنی کچھ کمی بیشی نہیں ہوئی جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جائز ہے،

عملا بقول الامام ابی یوسف من اعتبار العرف فی الکیل والوزن مطلقا وقد تعمل بہ الناس وشاع بینھم استقراض الحنطۃ وزنا ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

امام ابویوسف کے قول پر عمل کرتے ہوئے کہ کیلی اور وزنی اشیاء میں مطلقاً عرف کا اعتبار ہے اور لوگوں کا اس پر عمل ہے اور گندم کو وزن کے اعتبار سے قرض لینا لوگوں میں رائج ہے، گناہ سے بچنے اور نیکی کی طاقت نہیں مگر بلند و عظمت والے معبود کی طرف سے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۰، ۱۲۱ مسئولہ الف خاں مہتمم مدرسہ انجمن اسلامیہ قصبہ سانگوا ریاست کوٹہ راجپوتانہ بروز یکشنبہ ۳ شعبان ۱۳۳۴ھ

(۱) نوٹ قیمتی پچیس روپے کو ہمراہ یک صد یا پانصد روپے کے قریباً پچاس روپے کی قیمت پر بدست کسی ہندو یا مسلمان کے کسی مدت کے وعدہ پر بیع کرنا شرعاً درست ہے کہ نہیں؟ اسی طرح زیور طلائی یا کوئی پارچہ کسی شیئ تجارت کو ہمراہ روپے ادھار میں زیادہ قیمت پر بیع کرنا اور تنہا نوٹ کو بھی اصلی قیمت سے زیادہ ادھار میں بیع کرنا درست ہے کہ نہیں؟

(۲) غلہ تجارتی کو ادھار میں موجودہ نرخ سے زیادہ قیمت پر بیع کرنا درست ہے کہ نہیں؟

الجواب

(۱) قرض لینے والا بضرورت قرض قرض کے ساتھ کم مالیت کی شئے زیادہ قیمت کو اس طرح خریدے کہ وہ بیع اس قرض پر مشروط ہو تو بالاتفاق حرام ہے،

Marfat.com

لان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی عن بیع وشرط[1] | کیونکہ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بیع اور شرط سے منع فرمایا ہے۔ (ت)

خواہ یہ شرط نصاً ہو یا دلالۃً لان المعروف کالمشروط[2] (کیونکہ معروف، مشروط کی طرح ہوتا ہے۔ ت) اور اگر عقد قرض پہلے ہوا اور یہ بیع اس میں نصاً یا دلالۃً مشروط نہ ہو تو اس میں اختلاف ہے، بعض علماء اجازت دیتے ہیں کہ یہ بیع بشرط القرض نہیں بلکہ قرض بشرط البیع ہے اور قرض شروط فاسدہ سے فاسد نہیں ہوتا، اور راجح یہ ہے کہ یہ بھی ممنوع ہے کہ اگرچہ شرط مفسد قرض نہیں مگر یہ وہ قرض ہے جس کے ذریعہ سے ایک منفعت قرض دینے والے نے حاصل کی اور یہ ناجائز ہے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، کل قرض جر منفعۃ فھو ربو[3] (جو قرض نفع کھینچے وہ سود ہے۔ ت) لہذا ان سب صورتوں کو ترک کیا جائے اور قرض کا نام ہی نہ لیا جائے اور خالص بیع ایک وعدہ معینہ پر ہو اب نوٹ کی بیع روپے کے عوض جائز ہوگی اگرچہ دس کا نوٹ سو کو بیچے، اور دونوں صورتوں میں فرق وہی ہے جو قرآن عظیم نے فرمایا کہ:

واحل اللہ البیع وحرم الربٰو[4]۔ | اللہ تعالٰی نے بیع کو حلال اور سُود کو حرام کیا۔ (ت)

مگر چاندی سونے کی بیع اب بھی جائز نہ ہوگی اور نوٹ کی جائز ہوگی۔

قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم[5]۔ | نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بدلین مختلف نوعوں کے ہوں تو جیسے چاہو بیع کرو۔ (ت)

اور یہ زیادہ قیمت دینا اگرچہ بحالت قرض ہے بوجہ بیع جائز ہے اگرچہ اولٰی نہیں، درمختار میں ہے:

شراء شیئ بثمن غال لحاجۃ القرض | کسی چیز کو حاجت قرض کی وجہ سے مہنگے داموں

---

[1] نصب الرایۃ کتاب البیوع باب البیع الفاسد المکتبۃ الاسلامیۃ لصاحبہا الریاض ۴/ ۱۷
[2] فتح القدیر کتاب البیوع باب المرابحۃ والتولیۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۱۳۴
[3] کنز العمال حدیث ۱۵۵۱۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۲۳۸
[4] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵
[5] نصب الرایۃ لاحادیث الہدایہ کتاب البیوع المکتبۃ الاسلامیۃ لصاحبہا الریاض ۴/ ۴

Marfat.com

يجوز ويكره[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ خریدنا جائز اور مکروہ ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۲: از چھاؤنی بانس بریلی بنگلہ ۲۴ ملازم میجر اسٹور صاحب مسئولہ جناب شکور محمد صاحب خانساماں ۹ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

میں ایک شخص کا کھیت مبلغ پچیس روپے میں گروی رکھتا ہوں اپنے پاس، عرصہ دو سال کے بعد وہ شخص اپنا کھیت مبلغ پچیس روپے ہم کو دے کر واپس لے گا اور دو سال تک اس کھیت میں جوت کر اور اس میں محنت کرکے جو ہماری طبیعت چاہے وہ ہم بوئیں گے مثلاً چنا، گیہوں اور مکا وغیرہ، تو جو فصل اس میں ہوگی وہ ہماری ہے، اور سرکاری لگان بھی ہم دیں گے جو اس کی باقی ہے، اور بعد دو برس کے وہ پورے پورے مبلغ پچیس روپے واپس دے کر اپنا کھیت واپس لے لے گا، اب از راہ مہربانی اور عنایت پروری کے ساتھ یہ تحریر کریں کہ یہ بیاج تو نہیں ہوا؟ اگر بیاج ہوگیا تو نہ رکھوں اور اگر بیاج نہ ہوا ہو تو رکھ لوں۔ خوب اچھی طرح سمجھا کر تحریر کردو کیونکہ ایک صاحب اس میں رائے دیتے ہیں کہ یہ بیاج ہوگیا، اب آپ کی رائے پر ہے یہ معاملہ، اگر بیاج ہوگیا تو ہم بھی اپنا کھیت دوسرے کے پاس نہ گروی رکھیں۔

الجواب

یہ نہ شرعاً رہن ہے نہ کسی طرح سُود۔ رہن کے لئے ضرور یہ ہے کہ وہ شیئ رہن رکھنے والے کی مِلک ہو یا مالک نے اسے رہن کی اجازت دی ہو غیر کی مِلک بے اس کی اجازت کے رہن نہیں ہوسکتی، یہاں یہ دونوں صورتیں نہیں، ظاہر ہے کہ کھیت کاشتکار کی مِلک نہیں زمیندار کی ملک ہے اور زمیندار نے اس کے رہن کی اجازت نہ دی کہ اس کی طرف سے وہ اجارہ میں ہے وہ اس کی اُجرت یعنی لگان لے گا والرھن والاجارۃ عقدان متنافیان لایجتمعان (رہن اور اجارہ دو ایسے عقد ہیں جو ایک دوسرے کے منافی ہیں آپس میں جمع نہیں ہوسکتے۔ ت) تو اتنے زمانے کے لئے یہ زمیندار سے ذکر کردے کہ مثلاً دو برس تک یہ زمین میری کاشت میں رہے گی اور میں لگان دوں گا وہ اجازت دے دے گا اب یہ کاشت اور اس کا محاصل سب بلاشبہہ حلال ہوگا پہلے کاشتکار کو جتنا روپیہ قرض دیا ہے اسی قدر اس سے واپس لے زائد نہ لے تو یہ صورت کسی طرح سود نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] درمختار کتاب البیوع فصل فی القرض مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۴۰

Marfat.com

مسئلہ ۱۲۳ ، ۱۲۴ : از جائس ضلع رائے بریلی محلہ زیر مسجد مکان حاجی ابراہیم مرسلہ ولی اللہ صاحب ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں :

سوال اوّل : خراب اناج کھلانا اور فصل پر اچھا اناج لینا جائز ہے یا نہیں ؟

سوال دوم : چاول یا گیہوں پر روپیہ دینا نرخ کاٹ کر کہ فصل پر اس نرخ سے لیں گے فصل نہ ہوئی تو اس روپیہ کو اسی بھاؤ سے جوڑ کر زیادہ کر کے یعنی جب اس بھاؤ کو جوڑا تو اب روپیہ زیادہ ہو دوسری فصل پر چھوڑ دینا یا گائے بیل لگا لینا جائز ہے یا نہیں ؟ فقط

الجواب

(۱) اگر اس نے ناج ناقص کر دیا اور یہ شرط نہ تھی کہ عمدہ لوں گا قرضدار نے اپنی خوشی سے عمدہ ناج دے دیا اسی قدر جتنا قرض لیا تھا تو اس میں مضائقہ نہیں اور اگر اسی شرط پر قرض دے کہ خراب دیتا ہوں اس کے برابر یا کم یا زائد عمدہ لوں گا، تو یہ ناجائز ہے،

لکونہ خلاف حکم الشرع من ان الدیون تقضی بامثالہا ولم یجز التنقیص ایضا لان الشرط المساواۃ قدرا والجید والردی فیہ سواء ۔ واللہ تعالٰی اعلم ۔ ۱

کیونکہ یہ شرع کے اس حکم کے خلاف ہے کہ قرضوں کی ادائیگی ان کی مثل کے ساتھ ہوتی ہے اور کمی بھی جائز نہیں کیونکہ اس میں مقدار کے اعتبار سے مساوات شرط ہے، عمدہ اور گھٹیا اس میں برابر ہیں، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۲) ناج پر روپیہ نرخ کاٹ کر دینا اگر انھیں لفظوں سے ہو کہ فصل پر اس نرخ سے لیں گے، تو نرا وعدہ ہے جس کا وفا کرنا ناج والے پر لازم نہیں اور اگر یوں ہے کہ اتنا ناج اس بھاؤ سے اتنے روپیہ کا خریدا تو یہ بیع سلم ہے اس کی سب شرطیں پائی گئیں تو جائز ہے ورنہ حرام ۔ پھر بہرحال جب وہ ناج نہ دے سکے تو اس قرارداد بھاؤ کے حساب سے روپیہ یا اس کے بدلے گائے وغیرہ کوئی شئے لینا قطعی حرام ہے،

لحدیث لاتاخذ الا سلمك اور اس مالك[۱] واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم ۔

اس حدیث کی وجہ سے بیع سلم کی مبیع یا راس المال کے علاوہ مت لے، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم ۔ (ت)

---

[۱] درمختار کتاب البیوع باب السلم مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۴۹
تبیین الحقائق " " المطبعۃ الکبری ...

Marfat.com

مسئلہ ۱۲۵: از مارہرہ شریف ضلع ایٹہ مرسلہ شیخ شان الٰہی ۵ جمادی الاولٰی ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر زید عمرو کو دس روپے کا نوٹ قرض دے اور اس وقت یا کچھ دنوں کے بعد عمرو بارہ ۱۲ روپے نقد ادا کرے تو اس پر سود کا اطلاق ہو سکتا ہے نہیں، اور زید و عمرو گنہگار ہوئے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر قرض دینے میں یہ شرط ہوئی تھی تو بیشک سود و حرام قطعی و گناہِ کبیرہ ہے، ایسا قرض دینے والا ملعون اور لینے والا بھی اسی کے مثل ملعون ہے، اگر بے ضرورتِ شرعیہ قرض لیا ہو۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کل قرض جر منفعۃ فھو ربٰو[1]۔ قرض پر جو نفع حاصل کیا جائے وہ سود ہے۔

رواہ الحارث بن ابی اسامۃ عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم۔ (اسے حارث بن ابو اسامہ نے امیر المومنین حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کیا۔ ت)

متعدد احادیث صحیحہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعن اللہ اٰکل الربٰو و مؤکلہ وکاتبہ وشاھدہ[2]۔ رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ بسند صحیح عن ابی مسعود واحمد والنسائی وابدل شاھدہ بمانع الصدقۃ بسند صحیح عن امیر المومنین علی رضی اللہ تعالٰی عنہما وھو عند مسلم عنہ بلفظ لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

اللہ کی لعنت سود کھانے والے پر اور سود کھلانے والے پر اور سود کا کاغذ لکھنے والے اور اس کے گواہ پر۔ (اس کو امام احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے صحیح سند کے ساتھ سیدنا ابومسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا، اور امام احمد اور نسائی نے صحیح سند کے ساتھ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا مگر اس میں لفظ شاھد کے بدلے مانع صدقہ کے لفظ ہیں اور

---

[1] کنز العمال حدیث ۱۵۵۱۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۲۳۸

[2] مسند امام احمد بن حنبل دار الفکر بیروت ۱/۳۹۳

سنن ابوداؤد کتاب البیوع باب فی اٰکل الربا آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۱۷

جامع الترمذی " باب ماجاء فی اٰکل الربٰو امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۴۵

Marfat.com

أکل الربا و مؤکله و کاتبه و شاھدیه وقال ھم سواء[1]۔

یہ امام مسلم کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان لفظوں کے ساتھ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سُود کھانے والے، کھلانے والے، لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی، اور فرمایا کہ وہ سب برابر ہیں۔ (ت)

اور اگر شرط نہ ٹھہری تھی بلکہ دس روپے کا نوٹ قرض لیا کہ اس کے عوض دس ہی روپے کا نوٹ ادا کیا جائے گا، پھر عمرو کے دل میں خیال آیا کہ نوٹ کے بدلے دس اور دو روپے اپنی طرف سے احساناً بڑھا کر بارہ روپے دے دے تو یہ جائز و احسان ہے یا زید نے مثلاً اس سے اپنے قرض کا نوٹ مانگا اس کے پاس نہ تھا بارہ روپے اس کے عوض دینے پر فیصلہ ہُوا تو اس کی دو صورتیں ہیں، اگر نوٹ عمرو خرچ کرچکا تو بالاتفاق بلاشبہہ جائز ہے جبکہ روپے اسی جلسے میں دے دئے جائیں ورنہ ناجائز ہو جائے گا اور اگر وہی نوٹ اس کے پاس بدستور موجود ہے اور اسی نوٹ موجود کے عوض روپے دیئے تو ہمارے امام اعظم و امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک مطلقاً ناجائز ہے عقد باطل ہے، زید پر لازم ہے کہ روپے عمرو کو پھیر دے، ہاں نوٹ موجود کے بدلے روپے نہ دے بلکہ قرض لینے کے باعث جو اس کے ذمہ پر نوٹ لازم ہوا ہے اس کے عوض دے تو دونوں امام ممدوح کے طور پر جائز ہے مگر یہ شکل اخیر عوام کے تصور و خیال میں نہیں ہوتی کہ باوصف بقائے نوٹ وہ عین و دین میں فرق کریں اور بجائے مافی الید مافی الذمہ کا عوض دینا لینا مراد رکھیں، درمختار میں ہے:

یملك المستقرض القرض بنفس القبض عندھما ای الامام و محمد خلافا للثانی، فجاز شراء المستقرض القرض ولو قائما من المقرض بدراھم مقبوضة فلو تفرقا قبل قبضھا بطل لانه افتراق عن دین بزازیة[2] اھ ملخصًا۔

مقروض محض قبضہ کرنے سے ان دونوں یعنی امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک قرض کا مالک ہو جاتا ہے بخلاف امام ابو یوسف کے، لہذا (طرفین کے نزدیک) مقروض کا دراہم مقبوضہ کے بدلے میں قرض دہندہ سے قرض کو خریدنا جائز ہے اگر قرض موجود ہو اگر وہ دونوں شخص دراہم مذکورہ پر قبضہ سے قبل جُدا ہو گئے تو یہ خریداری باطل ہوگی کیونکہ یہ دین سے جُدا ہونا ہے، بزازیہ، اھ تلخیص۔ (ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساقات باب الربا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۷

[2] درمختار کتاب البیوع فصل فی القرض مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۴۰-۳۹

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے:

بیان ذلك انه تارة یشتری ما فی ذمته للمقرض وتارة ما فی یده ای عین ما استقرضه فان کان الاول ففی الذخیرة اشتری من المقرض الکرّ الذی له علیه بمائة دینار جاز لانه دین علیه لا بعقد صرف ولا سلم، فان کان مستهلکا وقت الشراء فالجواز قول الکل لانه ملکه بالاستهلاك وعلیه مثله فی ذمّته بلا خلاف وان کان قائما فکذلك عندهما وعلی قول ابی یوسف ینبغی ان لا یجوز لانه لا یملکه ما لم یستهلکه فلم یجب مثله فی ذمته، فاذا اضاف الشراء الی الکرّ الذی فی ذمته فقد اضافه الی معدوم فلا یجوز اھ وھذا ما فی الشرح، وان کان الثانی ففی الذخیرة ایضا استقرض من رجل کرا وقبضه ثم اشتری ذلك الکر بعینه من المقرض لا یجوز علی قولهما لانه ملکه بنفس القبض فیصیر مشتریا

اس کا بیان یہ ہے کہ مقروض کبھی تو اس چیز کو خریدتا ہے، جو قرض دہندہ کے لئے اس کے ذمہ پر ہے اور کبھی بعینہ اس قرض کو خریدتا ہے جو اس کے قبضہ میں موجود ہے، اگر پہلی صورت ہو تو اس کے بارے میں ذخیرہ میں ہے کہ مقروض نے قرض دہندہ سے سو دینار کے عوض کُر (غلّہ) خریدا جو قرض دہندہ کے لئے مقروض کے ذمہ پر لازم ہے تو یہ جائز ہے کیونکہ یہ اس پر دین ہے جو کہ عقد صرف اور عقد سلم کے سبب سے نہیں ہے پھر اگر مقروض نے بوقتِ شراء قرض ہلاک کر دیا ہے تو اس صورت میں سبھی نے جوازِ شراء کا قول کیا ہے کیونکہ وہ ہلاک کرنے کے سبب سے قرض کا مالک ہو گیا اور بلا خلاف اس کی مثل اس کے ذمے لازم ہے اور اگر بوقتِ شراء قرض مقروض کے پاس موجود ہے تو بھی طرفین کے نزدیک یہی حکم (جواز) ہے جبکہ امام ابویوسف کے قول پر مناسب ہے کہ جائز نہ ہو کیونکہ ان کے نزدیک جب تک وہ قرض کو ہلاک نہ کرے مالک نہیں ہوگا لہذا اس کی مثل مقروض کے ذمہ پر لازم نہ ہوگی اھ یہ وہ ہے جو شرح میں ہے، اور اگر دوسری صورت ہے تو اس کے بارے میں بھی ذخیرہ میں ہے کہ کسی شخص سے ایک کُر قرض لیا پھر اس پر قبضہ کرکے بعینہ وہی کُر اس مقروض نے قرض دہندہ سے خرید لیا تو طرفین کے قول پر جائز نہیں کیونکہ وہ مقروض محض قبضہ کرنے سے قرض کا مالک ہو چکا ہے

Marfat.com

ملك نفسه اما على قول ابی یوسف فالکُر باق علی المقرض فیصیر المستقرض مشتریا ملك غیرہ فیصح[1]

تو اب وُہ اپنی ہی ملک کا خریدار ہو گیا لیکن امام ابو یوسف کے قول پر چونکہ وہ کر قرض دہندہ کی ملک پر باقی ہے، چنانچہ مقروض ملک غیر کا خریدار ہوا لہذا یہ خریداری صحیح ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

فی البزازیة من اٰخر الصرف اذا کان له علی اٰخر طعام او فلوس فاشتراہ من علیه بدرھم وتفرقا قبل قبض الدراھم بطل وھذا مما یحفظ[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

بزازیہ باب الصرف کے آخر میں ہے کہ اگر کسی کا دوسرے کے ذمّے اناج یا پیسے لازم ہیں پھر مقروض نے اس سے کچھ دراہم کے بدلے وہ اناج یا پیسے خرید لئے اور دراہم پر قبضہ سے پہلے ہی یہ دونوں شخص متفرق ہو گئے تو خریداری باطل ہے یہ بات قابل حفظ ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۶ از الہ آباد دائرہ شاہ اجمل صاحب مرسلہ مولوی محمد صاحب محمدی برادر مولانا مفتی اسد اللہ خاں صاحب مرحوم ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عوض قرضۂ یافتنی مورث کے منجملہ وارثان کے صرف ایک وارث نے جائداد غیر منقولہ ازاں مدیون خرید کرکے مدیون کو کل قرضۂ یافتنی مورث سے بری کر دیا مطابق شرع مذہب اہل سنّت وجماعت دیگر وارثان کو وارث مذکور سے جو خریدار جائداد مدیون ہے بقدر حصہ رسدی زر قرضۂ یافتنی مورث کے نقد دلایا جائے گا یا جائداد خریدۂ وارث مذکور متروکۂ مورث متصور ہو کر دیگر وارثان کو بھی بقدر سہام مفروضہ حصہ جائداد دلایا جائیگا۔ بیّنوا مشرحا ومدللا مع سند الکتاب توجروا عند اللہ الملک العزیز الوھاب (تفصیل سے مدلل اور حوالہ کتب کے ساتھ بیان فرمائیں اللہ تعالٰی بادشاہ غالب بہت عطا فرمانے والے کے ہاں اجر دئے جاؤ گے۔ ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع فصل فی القرض دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۷۳

[2] " " " " " " " ۴/۱۷۴

Marfat.com

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں ظاہر ہے کہ بائع مدیون کا مقصود یہی ہوگا کہ جائداد سب ورثہ کے حصص دین میں دے اُن میں ہر ایک بقدر اپنے حصّہ کے جائداد بعوض دین پائے کہ مدیون اسے دے کر دین سے بری ہو اور مشتری بھی جبکہ دینِ مشترک میں لیتا ہے تو دیانۃً اس سے بھی یہی امید کہ تنہا اپنے ہی لئے نہ خریدی ہو مگر واقع بارہا اس کے خلاف ہوتا ہے اور عبارتِ سوال سے کچھ نہیں کھلتا کہ بیع کس کے نام واقع ہوئی تنہا ایک شخص کا مشتری ہونا اسے مستلزم نہیں کہ مشتری لہ بھی تنہا وہی ہو، یوں ہی ثمن کسی مال مشترک بشرکت ملک بلکہ خاص ملکِ غیر ہی کو قرار دینا اس کی دلیل نہیں کہ شرا مشترک یا غیر کے لئے ہو،

فی الخیریۃ لایلزم من الشراء من مال الاب ان یکون المبیع للاب[1]

فتاوٰی خیریہ میں ہے کہ باپ کے مال سے کسی شیئ کو خریدنے سے لازم نہیں آتا کہ مبیع باپ کے لئے ہو۔ (ت)

لہذا ہمیں ہر احتمال پر کلام لازم اگر اس عقد میں کلام عاقدین مختلف واقع ہوا یعنی بائع نے اپنی برا ءت تامہ کے لئے سب ورثہ کی طرف اضافت کی اور مشتری نے اپنی منفعت کے واسطے صرف اپنی خصوصیت رکھی مثلاً اس نے کہا میں نے یہ جائداد تم سب کے ہاتھ تمھارے دین میں بیع کی اس نے کہا میں نے اپنے لئے خریدی جب تو بیع ہی نہ ہوئی کہ ایجاب وقبول متخالف رہے،

فی البحرالرائق عن فروق الکرابیسی لوقال اشتریت لفلان بکذا والبائع یقول بعت منک بطل العقد فی اصح الروایتین والفرق انہ خاطب المشتری والمشتری یسترد لغیرہ فلایکون جوابا فکان شطر العقد[2]

بحرالرائق میں فروق الکرابیسی سے منقول ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ میں نے اتنے کے عوض یہ شیئ فلاں کے لئے خریدی اور بائع نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ فروخت کی، تو دو روایتوں میں سے زیادہ صحیح روایت کے مطابق عقد باطل ہوگا۔ فرق یہ ہے کہ بائع نے مشتری کو مخاطب بنایا جبکہ مشتری اس کو غیر کی طرف لوٹانا چاہتا ہے تو یہ مشتری کا جواب نہ ہوا تو اس طرح یہ آدھا عقد ہوا (یعنی دو میں سے صرف ایک رکن پایا گیا)۔ (ت)

---

[1] الفتاوی الخیریۃ کتاب البیوع فصل فی القرض دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۱۹

[2] بحرالرائق فصل فی بیع الفضولی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۱۴۹

Marfat.com

اس صورت میں جائداد مدیون کو واپس اور ورثہ کا دین اس پر قائم، صرف مشتری کہ بری کرچکا اگر اس کا ابرا اس عقد سے جُدا واقع ہوا یعنی دین بطور خود معاف کردینا چاہا ہو، اور اگر اس کی طرف سے بھی کوئی ابرائے جداگانہ واقع نہ ہُوا اسی شرائے جائداد بعوض دین کی بنا پر دعوٰی سے اسے بری کیا ہے تو اس کا بھی دین بدستور باقی رہا وقد اوضحناہ وفصلناہ فی المداینات من فتاوٰنا (اس کی وضاحت وتفصیل ہم اپنے فتاوٰی میں مداینات کی بحث میں بیان کرچکے ہیں۔ ت) اور اگر مشتری نے اپنے ہی لئے خریدی اور بائع نے بھی اسی کے ہاتھ بیچی سب ورثہ کی طرف اضافت نہ کی تو بیع اسی مشتری کے لئے تمام ہوگئی دیگر ورثہ کا جائداد میں کچھ حق نہیں، ہاں زرِ ثمن میں اس دین کا محسوب ہونا ان کی اجازات جائزہ شرعیہ پر موقوف رہے گا، جو اجازت دے گا اس کے حصّہ دین سے بائع بری اور اس قدر روپیہ اجازت دہندہ کے لئے لازم بذمہ مشتری اور خود مشتری کے حصّہ دین سے تو بائع بری ہو ہی چکا یہ اجازت دیگر ورثہ کہ یہاں درکار ہوئی اجازت نقد ہے نہ اجازت عقد، عقد تو بنام مشتری تام ونافذ ہولیا یہاں تک کہ اگر کوئی شخص اپنے لئے کچھ خریدے اور اس کا ثمن کسی غیر کا غلام یا مکان قرار دے تو وہاں بھی صرف اس بنا پر کہ یہ من وجہ شراء ہے اور شراء مشتری پر نافذ عقد بنام مشتری تمام ہوجاتا ہے حالانکہ وہ من وجہ بیع ہے اور بیع مال غیر غیر نافذ وموقوف، تو جہاں من کل وجہ شرا ہے اس کا مشتری پر نفاذ اوضح واجلی ہے،

فی البحر الرائق ان کان الثمن عرضا کان مملوکا للفضولی واجازۃ المالك اجازۃ نقد لا اجازۃ عقد لانہ لما کان العوض متعینا کان شراء من وجہ والشراء لایتوقف بل ینفذ علی المباشران وجد نفاذا، فیکون ملکالہ وباجازۃ المالك لاینتقل الیہ بل تاثیر اجازتہ فی النقد لا فی العقد ثم یجب علی الفضولی مثل المبیع ان کان مثلیا والا فقیمتہ[1] الخ۔

البحر الرائق میں ہے ثمن اگر سامان ہو تو فضولی کا مملوک ہوگا اور مالک کی اجازت اجازتِ نقد ہے نہ کہ اجازتِ عقد، کیونکہ عوض جب متعین ہے تو یہ من وجہ شرائے ہے اور شراء موقوف نہیں ہوتی بلکہ مباشر پر نافذ ہوجاتی ہے اگر وہ نفاذ کی راہ پائے تو یہ مشتری کی ملک ہوا اور مالک کی اجازت سے یہ مالک کی طرف منتقل نہیں ہوگا بلکہ اس کی اجازت نقد میں اثر کرے گی نہ کہ عقد میں، پھر فضولی پر مبیع کی مثل واجب ہوگی اگر وہ مثلی ہے ورنہ اس کی قیمت واجب ہوگی الخ (ت)

---

[1] البحر الرائق کتاب البیوع فصل فی بیع الفضولی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۱۴۸

Marfat.com

اور ورثہ سے جو اجازت نہ دے گا اسے اختیار رہے کہ اپنے تمام حصّۂ دین کا مطالبہ مدیون پر رکھے خواہ جس قدر حصّۂ دین مشتری نے بذریعۂ شراء وصول پایا اسے جمیع سہام پر تقسیم کرکے بقدر اپنے سہم کے روپے کا مطالبہ مشتری اور باقی کا مدیون سے رکھے مثلاً نوے روپے دین تھے اور زید، عمرو، بکر تین بیٹے وارث۔ زید نے مدیون سے جائداد بعوض دین مورث اپنے نام خریدلی تو اس نے اپنے تیس روپے پالئے عمرو نے یہ تصرف جائز رکھا وہ اپنے پُورے تیس روپے زید سے لے بکر نے اجازت نہ دی وُہ چاہے تو کامل تیس روپے مدیون سے لے خواہ ازانجا کہ دین مشترک سبب واحد یعنی ارث سے ناشی تھا اور زید نے اپنا حصّہ اس سے پالیا بقدر ثلث یعنی دس روپے زید سے لے باقی بیس کا مطالبہ مدیون پر رکھے جائداد پر دعوٰی نہیں کرسکتا مگر یہ کہ زید اپنی خوشی سے اسے حصہ رسد جائداد دے اور وُہ قبول کرلے،

فی الدرالمختار الدین المشترك بسبب متحد کدین موروث اذا قبض احدھما شیئا منه شارکه الاٰخر فیه ان شاء او اتبع الغریم فلو اشتری بنصفه شیئا ضمنه شریکه الربع لقبضه النصف بالمقاصة او اتبع غریمه لبقاء حقه فی ذمته[1] اھ مختصرا وفی الھندیة ولو اشتری بنصیبه ثوبا فللشریك ان یضمنه نصف ثمن الثوب ولا سبیل له علی الثوب فان اجتمعا جمیعا علی الشرکة فی الثوب فذلك جائز کذا فی السراج الوھاج[2]

درمختار میں مذکور ہے دو شخصوں میں سبب واحد سے مشترک دین ہو جیسے دین موروث ہو اور ان دونوں میں سے ایک نے اگر کچھ دین مشترک وصول کرلیا تو دوسرا اگر چاہے تو اس میں شریک ہوجائے یا پھر مدیون کا پیچھا کرے، اور دونوں میں سے ایک شریک نے نصف دین کے بدلے مدیون سے کوئی چیز خریدی تو یہ خریدنے والا شریک دوسرے کو دین کے چوتھائی کا تاوان دے کیونکہ اس نے نصف دین پر قبضہ کیا ہے دین کے ثمن میں مجرا ہونے کے سبب سے یا پھر دوسرا شریک مدیون کا پیچھا کرے کیونکہ اس کا حق مدیون کے ذمے پر باقی ہے اھ مختصرا۔ ہندیہ میں ہے کہ اگر ایک شریک نے اپنے حصّے کے بدلے میں مدیون سے کپڑا خریدا تو دوسرے شریک کو حق حاصل ہے کہ وہ اس کو آدھے کپڑے کے ثمن کا ضامن ٹھہرائے اور کپڑے پر اس کا کوئی حق نہ ہوگا اور اگر وہ دونوں کپڑے کی شرکت پر متفق ہوجائیں تو یہ جائز ہے السراج الوہاج میں یونہی ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الصلح فصل فی دعوی الدین مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۴۴

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشرکۃ الباب السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۳۳۷

Marfat.com

اور اگر یہ عقد شرا سب وارثوں کے لئے واقع ہُوا مثلاً مدیون نے کہا میں نے تم سب ورثہ کو یہ جائداد دین میں دی مشتری نے کہا میں نے سب کی طرف سے خریدی یا سب کے لئے لی یا اسی قدر کہا کہ میں نے قبول کی کہ مذہب صحیح پر ایک ہی کلام میں اضافت الی الغیر توقف عقد کے لئے بس ہے جبکہ کلام غیر میں اس کا خلاف نہ ہو،

فی البزازیة والبحر وغیرھما الصحیح انه اذا اضیف العقد فی احد الکلامین الی فلان یتوقف علی اجازته[1] اھ واما عدم التخالف فقد مناہ عن البحر عن الفروق ان الاصح عند التخالف البطلان قلت وھو مراد وجیز الکردری بقوله لو قال اشتریت لفلان وقال البائع بعت منك الاصح عدم التوقف[2] اھ وقد عرض ھھنا وھم للعلامة الشامی فی رد المحتار نبھنا علیه فیما علقنا علیه وبالله التوفیق۔

بزازیہ اور بحر وغیرہ میں مذکور ہے صحیح یہ ہے کہ جب دو کلاموں میں سے صرف ایک میں عقد کی اضافت فلاں کی طرف کی گئی ہو تو عقد اس کی اجازت پر موقوف ہوگا، رہا مخالفت کا نہ ہونا تو ہم بحر سے بحوالہ فروق پہلے بیان کرچکے ہیں کہ بائع و مشتری کے کلاموں میں مخالفت کی صورت میں زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ عقد باطل ہوگا، میں کہتا ہوں کہ وجیز الکردری کے اس قول سے یہی مراد ہے کہ اگر مشتری نے کہا میں نے فلاں کے لئے خریدا اور بائع نے کہا میں نے تیرے ہاتھ بیچا تو زیادہ صحیح یہ ہے کہ عقد موقوف نہیں ہوگا اھ یہاں پر علامہ شامی کو ردالمحتار میں ایک وہم عارض ہوا ہم نے ردالمحتار پر اپنی تحریر کردہ تعلیقات میں اس پر تنبیہ کردی، اور توفیق اللہ تعالٰی ہی کی طرف سے ہے۔(ت)

تو اس صورت میں اگر مشتری باقی سب ورثہ کی طرف سے وصایۃً یا ولایۃً یا وکالۃً اس شرا کا اختیار رکھتا تھا جب تو ظاہر کہ عقد تمام و کمال فوراً نافذ اور سب ورثہ حصہ رسد جائداد میں شریک اور مدیون سب کے دین سے بری لانه تصرف من له التصرف فتم ونفذ من دون توقف (کیونکہ یہ اس کا تصرف ہے جس کو تصرف کا اختیار ہے تو بلا توقف تام و نافذ ہوگیا۔ ت) ورنہ اگر ورثہ میں کوئی قاصر ایسا ہے جس پر کسی کو اس شرا کا اختیار شرعی نہیں جس طرح آج کل بہت یتیم ہوتے ہیں جن کے نہ باپ، نہ دادا، نہ اُن کا وصی، نہ وصی الوصی، نہ ان بلاد میں قاضی شرع، نہ سلطان اسلام، اور ان کے سوا

[1] البحر الرائق کتاب البیع فصل فی بیع الفضولی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۱۴۹

[2] الفتاوی البزازیۃ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب البیوع الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۴۸۳

Marfat.com

ماں بھائی چچا وغیرہم یتیم کے لئے جائداد خریدنے کے مجاز نہیں تو اس کی طرف سے اس خریداری کی اجازت دینے والا کوئی نہیں اور فضولی سے جو عقد ایسا صادر ہو کہ وقتِ عقد جس کا مجیز نہیں وہ باطل ہوتا ہے،

فی الدر کل تصرف صدر منه وله مجیز ای من یقدر علی اجازته حال وقوعه انعقد موقوفا ومالا مجیز له حالة العقد لاینعقد اصلا[1]

در میں مذکور ہے ہر وہ تصرف جو فضولی سے صادر ہوا اور عقد کے وقت اس کا کوئی مجیز یعنی کوئی ایسا شخص موجود ہے جو اس کی اجازت دے سکتا ہے تو اس عقد کا انعقاد اس کی اجازت پر موقوف ہوگا اور جس تصرف کا بوقتِ عقد کوئی مجیز موجود نہ ہو وہ بالکل منعقد نہیں ہوگا۔ (ت)

تو مشتری کا اس نابالغ کی طرف سے قبول، نہ قبول نافذ ہے نہ قبول موقوف بلکہ محض باطل ہے اور باطل معدوم، تو ایجاب سب کے لئے تھا اور قبول بعض کی طرف سے نہ پایا گیا یا یوں کہئے کہ ایجاب کل مبیع کا تھا اور قبول بعض کا ہوا بہر حال ایجاب و قبول مختلف ہو کر عقد راسًا باطل ہو گیا کل جائداد مدیون کو واپس اور دین بدستور مذکور صورت اولیٰ قائم،

فی ردالمحتار عن البحر الرائق الموجب اذا اتحد وتعدد المخاطب لم یجز التفریق بقبول احدهما بائعا کان الموجب او مشتریا وعلی عکسه لم یجز القبول فی حصة احدهما[2] اھ وفیهما شرط العقد موافقة الایجاب للقبول فلو قبل غیر ما اوجبه او بعضه او بغیر ما اوجبه او ببعضه لم ینعقد الا فی الشفعة[3] الخ۔

ردالمحتار میں البحرالرائق کے حوالے سے مذکور ہے کہ ایجاب کرنے والا اگر ایک ہو اور مخاطب متعدد ہوں تو تفریق جائز نہیں کہ ان دونوں میں سے ایک قبول کرے، چاہے ایجاب کرنے والا بائع ہو یا مشتری ہو، اور اگر اس کے برعکس ہو تو ان دونوں میں سے ایک کے حصہ میں قبول جائز نہیں اھ انہی دونوں کتابوں میں مذکور ہے کہ قبول کا ایجاب کے موافق ہونا شرط ہے بایں طور کہ مشتری اسی چیز کو قبول کرے جس کا بائع نے ایجاب کیا مشتری اس کے غیر یا اس کے بعض کو قبول کرے یا جو ثمن بائع نے

---

[1] الدرالمختار | کتاب البیوع | فصل فی الفضولی | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/ ۳۱
[2] ردالمحتار | " | دار احیاء التراث العربی بیروت | ۴/ ۱۹
بحرالرائق | کتاب البیع | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۵/ ۲۶۸-۲۶۷
[3] ردالمحتار | کتاب البیوع | دار احیاء التراث العربی بیروت | ۴/ ۵
بحرالرائق | کتاب البیع | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۵/ ۲۵۸

Marfat.com

ایجاب میں ذکر کیا مشتری اس کے غیر یا اس کے بعض کے بدلے قبول کرے تو سوائے شفعہ کے منعقد نہیں ہوا الخ (ت)

اور اگر یہ دونوں صورتیں نہیں یعنی نہ سب ورثہ پر مشتری کا یہ تصرف نافذ نہ ان میں کوئی ایسا جس پر کسی کا ایسا تصرف نافذ، تو شرائے مشتری اور نیز اس کے حق میں جس کی طرف سے اس کا قبول نافذ ہے نافذ و لازم باقی ورثہ کے لئے خود ان کی خواہ ان کے وصی یا وصی مجاز کی اجازت پر موقوف جو اجازت دے گا وہ بھی بقدر حصہ اس جائداد کا مالک ہوگا اور جو رد کرے گا اس کے حق میں رد ہو جائیگا کما ھو شان عقد الفضولی (جیسا کہ عقد فضولی کی شان ہے۔ ت) اب بحالت رد بعض صورت یہ ہوگی کہ جائداد جو بائع نے بصفقہ واحدہ بیع کی تھی اس کی بعض مبیع رہی اور بعض مبیع سے نکل گئی اس میں اس پر تفریق صفقہ قبل تمام ہوگی جس پر وہ مجبور نہیں ہو سکتا،

اما التفریق فظاهر وکذا کونه قبل التمام فکیف تتم صفقة موقوفة قبل الاجازة الا تری ان للمشتری له الرد بدون قضاء و لا رضاء ولذا کان خیار الشرط مانعا تمامها کما نص علیه فی الفتح[1] وغیره، قال فی الدر المختار الاصل ان رد البعض یوجب تفریق الصفقة وهو بعد التمام جائز لا قبله فخیار الشرط والرؤیة یمنعان تمامها وخیار العیب یمنعه قبل القبض لا بعده[2] الخ قلت ولدین لازم بیعه ممن

لیکن تفریق تو ظاہر ہے یونہی اس کا قبل از تمام ہونا کیونکہ اجازت پر موقوف عقد اجازت سے قبل کیسے تمام ہو سکتا ہے کیا تو نہیں دیکھتا کہ جس کے لئے خریداری ہوا اس کو قضاء و رضاء کے بغیر ہی رد کا اختیار ہے، اسی لئے خیار شرط تمامیت صفقہ سے مانع ہے جیسا کہ فتح وغیرہ میں منصوص ہے۔ درمختار میں ہے اصل یہ ہے کہ بعض کو رد کرنا تفریق صفقہ کا موجب ہے اور وہ تمامیت صفقہ کے بعد جائز ہے نہ کہ اس سے پہلے، چنانچہ خیار شرط اور خیار رؤیت تمامیت صفقہ سے مانع ہیں جبکہ خیار عیب قبضہ سے پہلے مانع ہے قبضہ کے بعد مانع نہیں الخ میں کہتا ہوں

---

[1] فتح القدیر کتاب البیوع باب خیار الرؤیۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۵۴۳
ردالمحتار 〃 〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۷۰
[2] درمختار 〃 〃 مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۵

Marfat.com

ھو اصیل وفضولی الرد ممن شری لہ بل تحتمل الاجازۃ فلم یتحقق من البائع الرضی بتفریق الصفقۃ والرد معیبا بعیب الشرکۃ قال فی الھدایۃ اذا اشتری الرجلان غلاما علی انہما بالخیار فرضی احدھما فلیس للاٰخران یردہ لان المبیع خرج من ملکہ غیر معیب بعیب الشرکۃ فلو ردہ احدھما ردہ معیبا بہ وفیہ الزام ضرر زائد ولیس من ضرورۃ اثبات الخیار لہما الرضا برد احدھما لتصور اجتماعہما علی الرد[1] اھ مختصرا وفی الدر المختار لیس لاحدھما الانفراد اجازۃ اورد اختلافا لہما مجمع[2]۔

لازم دین کو فروخت کرنا اس شخص سے جو اصیل ہے اور فضولی بھی، فضولی ہونے کی حیثیت سے جس کے لئے خریدا اس کو رَد کرنے بلکہ جائز کرنے کا اختیار ہے تو اندریں صورت بائع کی طرف سے سودے کے متفرق ہونے اور شرکت عیب کے ساتھ رَد کرنے پر رضا نہ پائی گئی، ہدایہ میں فرمایا کہ جب دو شخصوں نے ایک غلام خریدا اس شرط پر کہ دونوں کو خیارِ شرط حاصل ہوگا پھر ان میں سے ایک راضی ہوگیا تو دوسرے کو رَد کرنے کا اختیار نہیں کیونکہ غلام مبیع بائع کی ملک سے اس حال میں نکلا تھا کہ اس میں عیبِ شرکت نہیں تھا، اب اگر دونوں میں سے ایک اس کو واپس کرے تو اس حال میں واپس کریگا کہ اس میں شرکت کا عیب موجود ہے اور اس میں بائع پر ضررِ زائد لازم کرنا ہوا، اور بائع کی طرف سے ان دونوں کو خیار دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ان میں سے ایک کے رَد کرنے پر راضی ہو کیونکہ ان کے رَد پر جمع ہونے کا احتمال موجود ہے اھ مختصر، درمختار میں ہے دونوں میں سے ایک کو انفرادی طور پر اجازت یا رَد کا اختیار نہیں بخلاف صاحبین کے، مجمع۔ (ت)

لہٰذا اسے اختیار ہوگا کہ کل جائداد واپس لے اور دین بدستور مذکور سابق اس پر لازم رہے خواہ اس ضررِ تفریق کو گوارا کرکے جس نے رَد کیا اس کا حصّہ پھیرلے باقی میں بیع مقبول رکھے اس تقدیر پر جنھوں نے رَد کیا انھیں وہی اختیار مذکور دیا جائے گا کہ خواہ اپنے اپنے حصص دین کا مطالبہ

---

[1] الہدایۃ کتاب البیوع باب خیار الشرط مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۴۰-۳۹

[2] الدر المختار " " مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۳

Marfat.com

مدیون سے رکھیں خواہ ان پانے والے شریکوں یعنی مشتری وغیرہ نے (جن جن کے لئے عقد بفعل مشتری خواہ اُن کے یا اُن کے اولیا یا اوصیا کی اجازت سے نافذ ہوا) جو کچھ دین بمعاوضہ جائداد وصول پا لیا اس قدر روپے سے اپنا حصہ رسد مطالبہ ان پانیوالوں سے کریں باقی کا اصل مدیون سے رکھیں کما سبق (جیسا کہ پیچھے گزرا۔ ت) مثلاً تصویر مسطور میں زید نے سب ورثہ کے لئے خریدی عمرو نے اجازت دی زید و عمرو بعوض دین دو ثلث جائداد کے مالک ہوئے بکر نے کہ اسے جائز نہ رکھا چاہے تو اپنے تیس ۳۰ پورے مدیون سے لے خواہ دس دس زید و عمرو سے لے جو اپنے ساٹھ وصول پا چکے ہیں باقی دس کا مطالبہ مدیون پر رکھے، واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۲۷ از الہ آباد دائرہ اجمل شاہ صاحب مرسلہ مولوی محمد صاحب محمدی ۱۳ جمادی الآخر ۱۳۱۴ھ

متعلقہ مسئلہ سابقہ

بعالیخدمت جناب مولٰنا المجید دام فضلکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

جو فتوٰی آپ نے مرحمت فرمایا اس میں عبارات ذیل ہیں "بسبب علالت طبیعت" میں استخراج عبارت مذکورہ من الکتب کی طرف متوجہ نہ ہو سکا اور لڑکوں کی تلاش سے وہ عبارتیں کتاب میں نہ ملیں"، مجبورانہ خدمت گرامی میں بکمال تمنا ملتمس ہوں کہ براہِ عنایت کریمانہ تحریر فرمائیے کہ عبارات مذکورہ کس باب و فصل میں ہیں ممنون منت ہوں گا، والتسلیم!

فی الدر المختار الدین المشترك بسبب متحد کدین موروث اذا قبض احدھما[1] الخ (ملخصا) فی الھندیۃ ولو اشتری بنصیبہ ثوبا فللشریك ان یضمنہ[2] الخ۔

درمختار میں ہے کہ دین مشترک جو سبب واحد کے ساتھ ہو جیسے دین موروث، دونوں میں سے ایک شریک جب قبضہ کرلے الخ ہندیہ میں ہے کہ جب ایک شریک نے مدیون سے اپنے حصے کے بدلے میں کپڑا خریدا تو دوسرے شریک کو حق حاصل ہے کہ وہ اس سے ضمان لے الخ (ت)

الجواب

مولانا المکرم اکرمکم اللہ تعالٰی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، عبارت درمختار کتاب الصلح

---

[1] الدرالمختار کتاب الصلح فصل فی دعوی الدین مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۴۴

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الشرکۃ الباب السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۳۳۷

Marfat.com

فصل فی دعوی الدین اور عبارت ہندیہ کتاب الشرکۃ الباب السادس فی المتفرقات میں ہے والسلام۔

مسئلہ ۱۲۸ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے فی روپیہ انیس سیر کے حساب سے روپے قرض لئے لیکن غلہ بہم نہ کرسکا تو دائن نے اس سے بجائے غلہ کے زر نقد بحساب نرخ بازار لے لیا تو یہ شرح بازار قرضہ پر جو افزود ہے آیا جائز ہے یا ناجائز؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ناجائز اور حرام قطعی اور نرا سود ہے،

فی الحدیث قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کل قرض جر منفعۃ فھو ربٰو[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو قرض نفع کھینچے سود ہے۔ واللہ تعالٰے اعلم (ت)

[1] کنز العمال حدیث ۱۵۵۱۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۲۳۸

Marfat.com

بابُ الرّبٰو

(سُود کا بیان)

مسئلہ ۱۲۹ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ جس چیز کی جنس اور تول دونوں ایک نہ ہوں اس کو باختیار اپنے خلاف بازار نرخ کرنا اور وعدہ پر بیچنا درست ہے یا نہیں؟ مثلاً چاندی سونا عوض سونے کے یا چونے یا غلے کے عوض بیچے تو اس میں ادھار دینا اور تھوڑے مال کو بہت کے عوض میں بیچنا درست ہے یا نہیں؟ اور اگر وعدہ پر بیچے تو کس قدر مدت کا وعدہ شرعاً جائز ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب

اندازہ شرعی جو دربارہ ربٰو معتبر ہے دو قسم ہے: کیل یعنی ناپ اور وزن بمعنی تول، اور حلت وحرمت کا قاعدہ کلیہ یہاں چار صورت میں بیان ہوتا ہے:

صورت اولٰی: جو دو چیزیں اندازہ میں مشترک ہیں یعنی ایک ہی قسم کے اندازہ سے ان کی تقدیر کی جاتی ہے مثلاً دونوں وزنی ہیں یا دونوں کیلی، اور دونوں ہیں بھی ایک جنس کے، مثلاً گیہوں گیہوں یا لوہا لوہا، تو ایسی دو چیزوں کی آپس میں بیع اسی وقت صحیح ہے جب دونوں اپنے اسی اندازہ میں جو شرعاً یا عرفاً ان کا مقرر ہے بالکل برابر ہوں اور ان میں کوئی ادھار بھی نہ ہو اور اگر ایسی دو چیزیں ایک یا دونوں ادھار ہوں یا اپنے اس اندازہ مقررمیں برابر نہ کی گئیں اب خواہ سرے سے اندازہ ہی نہ کیا گیا یا اندازہ کیا مگر کمی بیشی رہی یا برابری تو کی مگر دوسری قسم کے اندازہ سے کی مثلاً جو تول کی چیز تھی اسے ناپ کے برابر کیا

Marfat.com

یا جو ناپ کی تھی اسے تول کر یکساں کیا تو یہ بیع محض ناجائز اور ربٰو قرار پائے گی۔

صورت ثانیہ : جو دو چیزیں ہم جنس تو ہیں مگر اندازہ میں مشترک نہیں خواہ دونوں طرف اندازہ معہودہ سے خارج ہیں جیسے گلبدن گلبدن، تنزیب تنزیب، گھوڑا گھوڑا کہ کیل و وزن سے ان کی تقدیر نہیں ہوتی، کپڑے گزوں سے بکتے ہیں اور گھوڑے شمار سے، یا ایک طرف فقط اندازہ ہو اور دوسری سمت خارج جیسے تلوار لوہے کے ساتھ یا بکری کا گوشت زندہ بکری کے ساتھ کہ ہر چند ہمجنس ہیں مگر لوہے اور گوشت کی طرف اندازہ ہے کہ تُل کر بکتے ہیں اور تلوار اور بکری کی طرف اندازہ نہیں شمار کی چیزیں ہیں تو ان صورتوں میں تفاضل یعنی کمی بیشی تو جائز ہے مگر ایک یا دونوں کا دین ہونا جائز نہیں۔

صورت ثالثہ : جو دونوں چیزیں ایک قسم کے اندازہ میں تو شریک ہوں مثلاً دونوں کیلی ہیں یا دونوں وزنی مگر ہم جنس نہیں، جیسے گیہوں جَو کے ساتھ یا لوہا تانبے کے ساتھ، تو یہاں بھی وہی حکم کہ تفاضل روا اور نسیہ حرام سوا سونے چاندی کے کہ ہر چند وزن کی چیزیں ہیں مگر بیع سلم کے طور پر انھیں نقد دے کر اشیائے موزونہ لوہا تانبا چونا زعفران وغیرہا ادھار خریدنا بسبب حاجت کے بالاجماع جائز ہے اگرچہ ایک ہی قسم کے اندازہ میں شریک ہیں۔

صورت رابعہ : جو دو چیزیں نہ ہم جنس ہوں نہ ایک قسم کے اندازہ میں شریک، اب خواہ دونوں اصلاً داخل اندازہ کیل و وزن نہ ہوں جیسے گھوڑا کپڑا، یا ایک داخل ہو ایک خارج جیسے گھوڑا گیہوں، یا دونوں داخل ہوں مگر ایک قسم کے اندازہ سے ان کی تقدیر نہ ہوتی ہو بلکہ ایک کیلی ہو دوسری وزنی جیسے چاول کھجوریں، تو ایسی صورتوں میں تفاضل و نسیہ دونوں حلال ہیں۔

فائدہ : سونے چاندی کا ادھار ہونا یونہی دفع ہو سکتا ہے کہ ان پر قبضہ کر لیا جائے مثلاً یہ سونا بعوض اس چاندی کے بیچا اور بائع نے چاندی اور مشتری نے سونے پر قبضہ نہ کیا اور جدا ہو گئے وہ بیع جائز نہیں اور ان کے سوا اور چیزوں میں فقط معلوم معین ہونا شرط ہے قبضہ ضرور نہیں مثلاً یہ گیہوں بعوض اس جَو کے بیچے اور دونوں بے قبضہ کئے جدا ہو گئے بیع صحیح ہے اور یہ جو اور گیہوں ادھار نہ کھلائیں گے۔

فائدہ : چار چیزوں کو رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیلی فرمایا ہے:

(۱) گیہوں (۲) جَو (۳) چھوہارے (۴) نمک

یہ چاروں ہمیشہ کیلی رہیں گی اگرچہ لوگ انھیں وزن سے بیچنے لگیں تو اب اگر گیہوں کے بدلے گیہوں برابر تول کر بیچے تو حرام ہوگا بلکہ ناپ میں برابر کرنا چاہئے۔ اور دو کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

Marfat.com

نے وزنی فرمایا ہے: (۱) سونا (۲) چاندی — یہ ہمیشہ وزنی رہیں گے، ان چیزوں کے سوا بنائے کار عرف وعادت پر ہے، جو چیز عرف میں تل کر بکتی ہے وہ وزنی ہے اور جو گزوں یا گنتی سے بکتی ہے وہ اندازہ سے خارج ع۵

مسئلہ ۱۲۰ ۲۱ رجب المرجب ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک صاحب نے بیان فرمایا کہ سُود کھانا اپنی ماں کے ساتھ زنا کرنے سے بدتر ہے اور سُود کا ایک روپیہ لینا اتنی اتنی بار زنا کرنے سے سخت تر ہے، یہ امر صحیح ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بیشک صحیح ہے، اس باب میں احادیث کثیرہ وارد ہیں:

حدیث (۱) کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من اکل درھما من ربٰو فھو مثل ثلث وثلثین زنیة، ومن نبت لحمه من السحت فالنار اولٰی بهٖ۔ رواه الطبرانی فی الاوسط والصغیر وصححه ابن عساکر عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

ایک درم سود کا کھانا تینتیس زنا کے برابر ہے اور جس کا گوشت حرام سے بڑھے تو نارِ جہنم اس کی زیادہ مستحق ہے (اس کو طبرانی نے معجم اوسط اور صغیر میں اور ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث (۲ و ۳) کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لدرھم یصیبه الرجل من الربا اعظم عند اللہ من ثلثة وثلثین زنیة یزنیھا فی الاسلام۔ رواه الطبرانی

بیشک ایک درم کہ آدمی سُود سے پائے اللہ عزّوجل کے نزدیک سخت تر ہے تینتیس زنا سے کہ آدمی اسلام میں کرے۔ (اس کو طبرانی نے

ع۵ جواب یہاں تک دستیاب ہوا۔

۱؎ المعجم الاوسط للطبرانی حدیث ۲۹۶۸ مکتبۃ المعارف ریاض ۳/۴۵۱

۲؎ الدر المنثور بحوالہ طبرانی تحت آیۃ ۲/۲۷۹ منشورات قم ایران ۱/۳۶۷

الترغیب والترھیب عن عبداللہ بن سلام حدیث ۱۲ مصطفی البابی مصر ۳/۶

مجمع الزوائد باب ماجاء فی الربا دار الکتاب بیروت ۴/۱۱۷

Marfat.com

فی الکبیر عن عبداللہ بن مسعود ایضا عن عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

معجم کبیر میں عبداللہ بن مسعود سے نیز عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث (۴) کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

درھم ربا یاکلہ الرجل وھو یعلم اشد عند اللہ من ستۃ وثلثین زنیۃ۔[1] رواہ احمد بسند صحیح والطبرانی فی الکبیر عن عبداللہ بن حنظلۃ غسیل الملئکۃ۔

سود کا ایک درم کہ آدمی دانستہ کھائے اللہ تعالٰی کے نزدیک چھتیس زنا سے سخت تر ہے (اس کو امام احمد نے سند صحیح کے ساتھ اور طبرانی نے معجم کبیر میں عبداللہ بن حنظلہ غسیلِ ملائکہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث (۵) کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان الدرھم یصیبہ الرجل من الربا اعظم عند اللہ فی الخطیئۃ من ست وثلثین زنیۃ یزنیھا الرجل۔[2] رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ والبیھقی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ایک درم کہ آدمی سود سے پائے اللہ تعالٰی کے نزدیک مرد کے چھتیس بار زنا کرنے سے گناہ میں زیادہ ہے۔ (اس کو ابن ابی الدنیا نے غیبت کی مذمت میں اور بیہقی نے انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث (۶) کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لدرھم ربا اشد جرما عند اللہ من سبع وثلثین زنیۃ۔[3] رواہ الحاکم فی الکنی عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

بیشک سود کا ایک درم اللہ عزوجل کے یہاں سینتیس زنا سے بڑھ کر جرم ہے۔ (اس کو حاکم نے کنیتوں کے باب میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔ ت)

حدیث (۷) کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الربا سبعون حوبا ایسرھا کالذی ینکح

سود ستّر گناہ ہے جن میں سب سے آسان تر اس شخص

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۲۷۰۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۳/ ۳۳۰
مسند احمد بن حنبل حدیث عبداللہ بن حنظلہ دارالفکر بیروت ۵/ ۲۲۵
[2] الترغیب والترہیب بحوالہ ذم الغیبۃ والبیہقی باب الترہیب من الربا مصطفی البابی مصر ۳/ ۷
[3] کنز العمال بحوالہ الحاکم فی الکنی حدیث ۹۷۸۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۱۰۹

Marfat.com

امه[1]، وفی روایة سبعون بابا ادناها کالذی یقع علی امه[2]، رواہ ابن ماجة وابن ابی الدنیا فی ذم الغیبة وابن جریر ورواہ البیهقی بسند لاباس به باللفظ الثانی کلهم عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه۔

کی طرح ہے جو اپنی ماں سے نکاح کرے۔ (اور ایک روایت میں ہے کہ سود کے ستّر دروازے ہیں جن میں سے ادنٰی یہ ہے کہ وہ اپنی ماں پر پڑے۔ت) (اس کو ابن ماجہ اور ابی الدنیا نے ذم الغیبۃ میں اور ابن جریر نے اور بیہقی نے اس کو ایسی سند کے ساتھ روایت کیا جس میں کوئی حرج نہیں ساتھ لفظ ثانی کے تمام نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث (۸) کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان الربا ابواب الباب منه عدل سبعین حوبا ادناہ فجرة کاضطجاع الرجل مع امه[3]۔ رواہ ابن مندة وابونعیم عن الاسود بن وهب بن عبد مناف بن زهرة الزهری القرشی خال النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم ورضی الله تعالٰی عنه۔

بیشک ربا کے کئی دروازے ہیں ان میں سے ایک دروازہ برابر ستر گناہ کے ہے جن میں سب سے ہلکا گناہ ایسا ہے جیسے اپنی ماں کے ساتھ ہم بستر ہونا (اس کو ابن مندہ اور ابونعیم نے نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ماموں حضرت اسود بن وہب بن عبد مناف بن زہرہ الزہری القرشی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث (۹) کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الربا احد وسبعون بابا او قال ثلثة وسبعون حوبا ادناها مثل اتیان الرجل امه[4]۔ رواہ عبد الرزاق عن رجل من الانصار

سُود اکہتر دروازے ہے یا فرمایا تہتر گناہ ہے جن میں سب سے ہلکا ایسا ہے جیسے آدمی کا اپنی ماں سے جماع کرنا (اس کو امام عبدالرزاق نے انصار کے

---

[1] سنن ابن ماجہ باب التغلیظ فی الربا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۶۵
شعب الایمان حدیث ۵۵۱۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴/۳۹۴
[2] " " ۵۵۲۰ " " " ۴/۳۹۴
[3] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ بحوالہ ابن مندہ ترجمہ ۱۷۲ اسود بن وہب دار صادر بیروت ۱/۴۶
[4] المصنف لعبد الرزاق باب ماجاء فی الربا حدیث ۱۵۳۴۵ المکتب الاسلامی بیروت ۸/۳۱۴

Marfat.com

رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

ایک مرد سے روایت کیا رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ت)

حدیث (۱۰) کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الربا اثنان وسبعون بابا ادناھا مثل اتیان الرجل امہ[1]۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط بسند صحیح عن البراء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

سُود کے بہتر دروازے ہیں ان میں سے کمتر ایسا ہے جیسے اپنی ماں سے صحبت کرنا (اس کو طبرانی نے سندِ صحیح کے ساتھ معجم اوسط میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث (۱۱) کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان ابواب الربا اثنان وسبعون حوبا ادناھا کالذی یاتی امہ فی الاسلام[2]۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بیشک سود کے دروازے بہتر گناہ ہیں سب میں کمتر ایسا ہے جیسے اسلام میں اپنی ماں سے زنا کرنا (اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث (۱۲) کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الربا ثلث وسبعون بابا ایسرھا مثل ان ینکح الرجل امہ[3]۔ رواہ الحاکم وقال صحیح علی شرطھا والبیھقی عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

سُود کے تہتّر دروازے ہیں سب میں ہلکا اپنی ماں سے زنا کے مثل ہے (اس کو حاکم نے روایت کیا اور فرمایا کہ یہ بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے اور امام بیہقی نے اس کو سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث (۱۳) کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان الربا نیف وسبعون بابا اھونھن بابا مثل من اتی امہ فی الاسلام

سُود کے کچھ اُوپر ستّر دروازے ہیں ان میں سب سے ہلکا ایسا ہے کہ مسلمان ہوکر اپنی ماں سے زنا کرنا

---

[1] المعجم الاوسط للطبرانی حدیث ۷۱۴۷ مکتبۃ المعارف ریاض ۸/۷۴

[2] کنز العمال بحوالہ طب عن عبداللہ بن سلام حدیث ۹۷۵۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۴/۱۰۵

[3] المستدرک کتاب البیوع دارالفکر بیروت ۲/۳۷

شعب الایمان للبیھقی حدیث ۵۵۱۹ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/۳۹۴

Marfat.com

ودرهم من ربا اشد من خمس و ثلثين زنية۔[1] رواه البیہقی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اور سود کا ایک درم پینتیس زنا سے سخت تر ہے۔ (اس کو بیہقی نے سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث (۱۴) سیدنا امیرالمومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہم فرماتے ہیں:

الربا سبعون بابا اھونھا مثل نکاح الرجل امہ۔[2] رواہ ابن عساکر بسند صحیح۔

سود ستّر دروازے ہیں ان میں آسان تر اپنی ماں سے زنا کے مثل ہیں۔ (اس کو ابن عساکر نے صحیح سند کے ساتھ روایت فرمایا۔ ت)

حدیث (۱۵) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

الربا اثنان وسبعون حوبا اصغرھا حُوبا کمن اتی امه فی الاسلام ودرھم من الربا اشد من بضع وثلثین زنیة۔[3] رواه ابن ابی الدنیا والبغوی وغیرھما وصدرہ عند عبدالرزاق بلفظ بضعة وسبعون۔[4]

سُود بہتّر گناہ ہے سب سے چھوٹا بحالتِ اسلام اپنی ماں سے زنا کی طرح ہے اور سود کا ایک درم کئی اُوپر تیس زنا سے سخت تر ہے۔ (اس کو ابن ابی الدنیا اور بغوی وغیرہ نے روایت کیا، اور امام عبدالرزاق کے ہاں لفظ بضع وسبعون کے ساتھ ہے۔ ت)

حدیث (۱۶) سیدنا عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں:

الربا ثلث وسبعون حوبا ادناھا حوبا کمن اتی امه فی الاسلام ودرھم من الربا کبضع وثلثین زنیة۔[5]

سُود میں تہتّر گناہ ہیں سب سے کم ایسا جیسے اسلام میں اپنی ماں سے جماع کرنا اور سُود کا ایک درم چند اور تیس زنا کے مانند ہے (اس کو

---

[1] الدرالمنثور بحوالہ البیہقی فی الشعب تحت آیۃ ۲/۲۷۹ منشورات قم ایران ۲/۱۰۶
الترغیب والترہیب " " " الترھیب من الربا حدیث ۱۶ مصطفٰی البابی مصر ۳/۸
[2] المنتقی لابن الجارود عن ابی ہریرۃ حدیث ۶۴۷ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور ص ۲۱۸
[3] الترغیب والترہیب بحوالہ ابن ابی الدنیا والبغوی " " ۱۲ " " ۳/۷
شرح السنۃ للبغوی باب وعید آکل الربا حدیث ۲۰۵۴ المکتب الاسلامی بیروت ۸/۵۴
[4] المصنف لعبدالرزاق باب ماجاء فی الربا " ۱۵۳۴۶ " " ۸/۳۱۴
[5] " " " " " ۱۵۳۴۴ " " ۸/۳۱۴

Marfat.com

رواہ عبدالرزاق۔ (امام عبدالرزاق نے روایت کیا۔ ت)

حدیث (۱۷) کعب احبار فرماتے ہیں:

لان ازنی ثلثا وثلثین زنیۃ احب الیّ من ان اٰکل درھما ربا یعلم اللّٰہ انی اکلتہ حین اکلتہ ربا[1]۔ رواہ الامام احمد عنہ بسند جید۔

بیشک مجھے اپنا تینتیس بار زنا کرنا اس سے زیادہ پسند ہے کہ سُود کا ایک درم کھاؤں جسے اللہ عزوجل جانے کہ میں نے سود کھایا ہے۔ (اس کو امام احمد نے سند جید کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ت)

والعیاذ باللہ تعالٰی، اللہ تعالٰی مسلمانوں کو ہدایت بخشے آمین۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۰ ۲۷ رجب روز دوشنبہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مقروض ہے اور اس قدر محتاج ہے کہ قُوتِ روزمرہ بھی بدشواری میسر آتا ہے اب چاہتا ہے کہ کچھ روپیہ سودی قرض لے کر کچھ روزگار کرے تاکہ صورت ادائے قرض کی ظہور میں آئے اور کچھ قوت لبسری میں لائے، پس یہ امر مباح ہے یا نہیں؟ اور جو شخص ایسے اصل روپیہ کی ضمانت کرے گنہگار ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

سود جس طرح لینا حرام ہے دینا بھی حرام ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعن اللّٰہ اٰکل الربو وموکلہ وکاتبہ وشاھدہ[2]۔ رواہ احمد وابوداؤد

اللہ کی لعنت سُود کھانے والے اور کھلانے والے اور اس کا کاغذ لکھنے والے اور اس کی گواہی

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل حدیث عبداللہ بن حنظلہ دارالفکر بیروت ۲۲۵/۵

[2] صحیح مسلم کتاب المساقات باب الربا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۷/۲
سنن ابوداؤد کتاب البیوع آفتاب عالم پریس لاہور ۱۱۷/۲
جامع الترمذی ابواب البیوع امین کمپنی دہلی ۱۴۵/۱
سنن ابن ماجہ ابواب التجارات باب التغلیظ فی الربا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۶۶
مسند احمد بن حنبل عن ابن مسعود دارالفکر بیروت ۳۹۳/۱ و ۴۰۲ و ۴۰۹ و ۴۵۳
〃 〃 عن علی کرم اللہ وجہہ 〃 〃 ۸۳/۱ و ۱۰۷ و ۱۳۳ و ۱۵۰
سنن النسائی کتاب الزینۃ نور محمد کارخانہ کراچی ۲۸۰/۲

Marfat.com

والترمذی وابن ماجة والطبرانی فی الکبیر وزادوھم یعلمون[1] کلھم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ ونحوہ عند احمد والنسائی عن علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سند اھما صحیحان وبمعناہ عند مسلم فی صحیحہ وزادو ھم سواء[2]۔

کرنیوالے پر (اس کو امام احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔ طبرانی نے معجم کبیر میں یہ زیادہ کیا کہ وُہ جانتے ہوں کہ یہ سود ہے۔ ان تمام ائمہ نے اس کو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا، امام احمد اور نسائی کے نزدیک اس کی مثل سیدنا حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے مروی ہے اور ان دونوں کی سندیں صحیح ہیں، اس کے ہم معنی امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا اور یہ اضافہ کیا کہ وہ سب برابر ہیں ت)

مگر شریعتِ مطہرہ کا قاعدہ مقرر ہے کہ الضرورات تبیح المحظورات (ضرورتیں ممنوعات کو مباح کردیتی ہیں۔ ت) اسی لئے علماء فرماتے ہیں محتاج کو سُودی قرض لینا جائز ہے،

فی الاشباہ والنظائر وفی القنیۃ والبغیۃ یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح[3] اھ قال فی الغمز وذلک نحوان یقترض عشرۃ دنانیر مثلا ویجعل لربھا شیئا معلوما فی کل یوم ربحا[4] اھ۔

الاشباہ والنظائر، قنیہ اور بغیہ میں ہے کہ محتاج کے لئے سُود پر قرض لینا جائز ہے اھ غمز میں فرمایا اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً وہ دس دینار قرض لے اور قرض دہندہ کے لئے یومیہ کچھ نفع مقرر کرے اھ (ت)

اقول محتاج کے یہ معنی جو واقعی حقیقی ضرورت قابل قبول شرع رکھتا ہو کہ نہ اس کے بغیر چارہ ہو نہ کسی طرح بے سودی روپیہ ملنے کا یارا، ورنہ ہرگز جائز نہ ہوگا جیسے لوگوں میں رائج ہے کہ اولاد کی شادی کرنی چاہی سَو روپے پاس ہیں ہزار روپے لگانے کو جی چاہا نوسو سودی نکلوائے یا مکان رہنے کو موجود ہے دل پکے محل کو ہوا سودی قرض لے کر بنایا یا سَو دوسو کی تجارت کرتے ہیں قوت اہل وعیال بقدر کفایت ملتا ہے نفس نے بڑا سوداگر بننا چاہا پانچ چھ سوسودی نکلوا کر لگا دیئے یا گھر میں زیور وغیرہ موجود ہے جسے بیچ کر روپیہ حاصل کرسکتے ہیں نہ بیچا بلکہ سودی قرض لیا وعلٰی ہذا القیاس صدہا صورتیں ہیں کہ یہ ضرورتیں نہیں تو ان میں حکم جواز نہیں ہوسکتا اگرچہ لوگ اپنے زعم میں ضرورت سمجھیں

[1] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی فی الکبیر باب ماجاء فی الربا دارالکتاب بیروت ۴/ ۱۱۸
[2] صحیح مسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۷
[3] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الخامسۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۲۶
[4] غمز عیون البصائر " " " " " " "

Marfat.com

ولہذا قوت اہل وعیال کے لئے سودی قرض لینے کی اجازت اسی وقت ہوسکتی ہے جب اس کے بغیر کوئی طریقہ بسر اوقات کا نہ ہو نہ کوئی پیشہ جانتا ہو نہ نوکری ملتی ہے جس کے ذریعہ سے دال روٹی اور موٹا کپڑا محتاج آدمی کی بسر کے لائق مل سکے ورنہ اس قدر پا سکتا ہے تو سودی روپے سے تجارت پھر وہی تونگری کی ہوس ہوگی نہ ضرورت قوت، رہا ادائے قرض کی نیت سے سودی قرض لینا، اگر جانتا ہے کہ اب ادا نہ ہوا تو قرضخواہ قید کرائے گا جس کے باعث بال بچوں کو نفقہ نہ پہنچ سکے گا اور ذلت وخواری علاوہ، اور فی الحال اس کے سوا کوئی شکل ادا نہیں تو رخصت دی جائیگی کہ ضرورت متحقق ہولی حفظ نفس و تحصیل قوت کی ضرورت تو خود ظاہر، اور ذلت[عہ] ومطعونی سے بچنا بھی ایسا امر ہے جسے شرع نے بہت مہم سمجھا اور اس کے لئے بعض محظورات کو جائز فرمایا، مثلاً شریر شاعر جو امراء کے پاس قصائد مدح لکھ کر لیجاتے ہیں کہ خاطر خواہ انعام نہ پائیں تو ہجو سنائیں انھیں اگرچہ وہ انعام لینا حرام ہے اور جس چیز کا لینا جائز نہیں دینا بھی روا نہیں، پھر یہ لوگ کہ اپنی آبرو بچانے کو دیتے ہیں خاص رشوت دیتے ہیں اور رشوت صریح حرام، بایں ہمہ شرع نے حفظ آبرو کے لئے انھیں دینا دینے والے کے حق میں روا فرمایا اگرچہ لینے والے کو بدستور حرام محض ہے،

فی الدر المختار لاباس بالرشوۃ اذا خاف علی دینہ (عبارۃ المجتبی لمن یخاف) والنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یعطی الشعراء ولمن یخاف لسانہ (فقد روی الخطابی فی الغریب عن عکرمۃ مرسلا قال اتی شاعر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال یا بلال اقطع لسانہ عنی فاعطاہ اربعین درھما) ومن السحت ما یاخذہ شاعر

درمختار میں ہے کہ جب کسی کو اپنے دین کے بارے میں خوف ہو تو اس کے لئے رشوت دینے میں کوئی حرج نہیں (مجتبٰی کی عبارت میں ہے جسے خوف ہو) نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم شاعروں کو اور جن کی زبان درازی کا خوف ہوتا ان کو عطا فرماتے تھے (خطابی نے غریب میں حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مرسلاً روایت کیا عکرمہ نے کہا کہ ایک شاعر نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس آیا تو حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا اے بلال! اس کی زبان مجھ سے قطع کرو۔ چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ تعالٰے عنہ نے اس کو چالیس درہم

[عہ] ظاہر ہے کہ یہ ذلت ظلماً پہنچے گی کہ مفلس کو مہلت دینی شرع نے واجب کی ۱۲ منہ

Marfat.com

لشعرہ (لانہ انما یدفع لہ عادۃ قطعا للسانہ فلو کان ممن یؤمن شرہ فالظاھر ان ما یدفع لہ حلال بدلیل دفعہ علیہ السلام بردتہ لکعب لما امتدحہ بقصیدتہ المشہورۃ تأمل[1]) اھ ملخصا مختلطا بردالمحتار۔

دے دیئے) حالانکہ شاعر جو کچھ شعر کی وجہ سے لیتا ہے وُہ حرام ہے (کیونکہ عادتاً جو کچھ اس کو دیا جاتا ہے وہ اس کی زبان درازی روکنے کے لئے ہوتا ہے چنانچہ اگر کوئی شاعر ایسا ہو جس کے شر سے امن ہو تو ظاہر یہ ہے کہ اس کو جو کچھ دیا جائے وہ حلال ہے اس پر دلیل حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا حضرت کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اپنی چادر مبارک عطا فرمانا ہے جب حضرت کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آپ کی بارگاہِ اقدس میں اپنا مشہور قصیدہ پیش کیا) اھ تلخیص باختلاط ردالمحتار (ت)

اور اگر اس مفلس قرضدار کو قرضخواہ کی طرف سے اس قسم کے اندیشے نہیں بلکہ صرف حساب آخرت پاک کرنا چاہتا ہے تو ایسی حالت میں سُودی قرض لینے کی اجازت مقاصد شرع سے سخت بعید ہے قرضدار جب مفلس ہو تو شرع قرضخواہ پر واجب کرتی ہے کہ انتظار کرے اور جب تک اسے استطاعت نہ ہو مہلت دے۔

قال اللہ تعالٰی وان کان ذوعسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ[2]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اگر قرضدار تنگدست ہو تو اس کو کشادگی اور آسانی میسر ہونے تک مہلت دو۔ (ت)

اور قرضدار کو حکم دیتی ہے کہ حتی الامکان ادا میں کوشش کرے اور ہر وقت سچے دل سے ادا کی نیت رکھے مفلسی کو پروانہ معافی نہ ٹھہرا لے کہ اب ہم سے کوئی کیا لے گا، جب ایسی سچی نیت رکھے گا اور اپنی چلتی فکر ادا میں جو بروجہ شرعی ہو کمی نہ کرے گا تو اس سے زیادہ شرع اسے تکلیف نہیں دیتی۔

قال اللہ تعالٰی لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا[3]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالٰی کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی طاقت کے مطابق۔

پھر اگر اسی حال پر مر گیا اور ادا نہ ہو سکا تو امید قوی ہے کہ ارحم الراحمین بحل بخش دے۔

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۳
ردالمحتار " " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۰۲
[2] القرآن الکریم ۲/۲۸۰
[3] القرآن الکریم ۲/۲۸۶

Marfat.com

قرضخواہ کے مطالبہ سے نجات بخشے گا۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اخذ اموال الناس یرید اداءھا ادی اللہ عنہ، ومن اخذ یرید اتلافھا اتلفہ اللہ[1] اخرجہ احمد والبخاری وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جو لوگوں کے مال بہ نیتِ ادا لے اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے ادا فرمادے اور جو تلف کر دینے کے ارادے سے لے اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کر دے۔ (امام احمد، بخاری اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسکی تخریج فرمائی۔ت)

اور فرماتے ہیں صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم:

من ادان دینا ینوی قضاءہ اداہ اللہ یوم القیٰمۃ[2] اخرجہ الطبرانی فی الکبیر عن میمونۃ بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا باسناد صحیح۔

جو کوئی دین لے کہ اس کے ادا کی نیت رکھتا ہو اللہ تعالےٰ روزِ قیامت اس کی طرف سے ادا فرمادے گا (طبرانی نے معجم کبیر میں سند صحیح کے ساتھ حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کی تخریج فرمائی۔ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم:

من حمل من امتی دینا ثم جھد فی قضائہ ثم مات قبل ان یقضیہ فانا ولیہ[3] رواہ احمد باسناد جید وابو یعلی والطبرانی فی الاوسط عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

میرا جو امتی کسی دین کا بار اٹھائے پھر اس کے ادا میں کوشش کرے پھر بے ادا کئے مر جائے تو میں اس کا ولی وکفیل کا رہوں (اس کو امام احمد نے اسنادِ جید کے ساتھ اور ابو یعلیٰ اور طبرانی نے معجم اوسط میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت کیا۔ت)

اور ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] صحیح البخاری کتاب فی الاستقراض الخ باب من اخذ اموال الناس الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۲۱
[2] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۴۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۳/۴۳۲ و حدیث ۷۲، ۳۰ ۲۴/۲۸
[3] مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا دار الفکر بیروت ۶/۷۴ و ۱۵۴
المعجم الاوسط للطبرانی حدیث ۹۲۴۴ مکتبۃ المعارف الریاض ۱۰/۱۵۸

Marfat.com

من تداین بدین وفی نفسه وفاؤه ثم مات تجاوز اللہ عنه وارضی غریمه بماشاء[۱] الحدیث۔ رواہ الحاکم و بنحوہ الطبرانی فی الکبیر عن ابی امامة رضی اللہ تعالٰی عنه۔

جو کسی دین کا معاملہ کرے اور دل میں اس کے ادا کا ارادہ رکھے پھر مرجائے تو اللہ تعالٰی اس سے درگزر فرمائے اور اس کے قرضخواہ کو جیسے چاہے راضی کر دے الحدیث (اس کو حاکم نے روایت کیا اور اس کی مثل طبرانی نے معجم کبیر میں ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

غرض بعد نیک نیتی کے پاکی حساب کی ویسے ہی امید ہے باقی شرع مطہر سے اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی کہ ادائے قرض کے لئے کسی ناجائز طریقے سے مال حاصل کرنے کو جائز فرمایا ہو اور بیشک سودی قرض لینا ناجائز طریقہ ہے بلکہ علماء تو یہاں تک تصریح فرماتے ہیں کہ عورت اگر مارے سے بھی نماز نہ پڑھے طلاق دے دے اگرچہ اس کا مہر دینے پر قادر نہ ہو کہ اللہ تعالٰی سے اس حال پر ملنا کہ اس کا مطالبہ مہر اس کی گردن پر ہو اس سے بہتر ہے کہ ایک بے نمازی عورت سے صحبت کرے،

فی الغنیة الزوج له ان یضرب زوجته علی ترك الصلوة وان لم تنته عن ترکها بالضرب یطلقها ولو لم یکن قادرا علی مهرها ولان یلقی اللہ تعالٰی ومهرها فی ذمته خیرله من ان یطأ امرأة لا تصلی[۲]

غنیہ میں ہے کہ شوہر کو حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنی بیوی کو نماز چھوڑنے پر مارے اور اگر مارنے کے باوجود وہ نماز چھوڑنے سے باز نہیں آتی تو طلاق دے دے اگرچہ اس کو مہر کی ادائیگی پر قدرت نہ ہو کیونکہ اللہ تعالٰی کو اس حال میں ملنا کہ اس کی بیوی کا مہر اس کے ذمہ پر ہو بہتر ہے اس سے کہ ایسی عورت سے صحبت کرے جو نماز نہیں پڑھتی۔ (ت)

دیکھو عورت کا نماز نہ پڑھنا اس کا کوئی گناہ نہیں جبکہ وہ اس کی ہدایت و تنبیہ کسی طرح نہیں مانتی بااینہمہ اسے گوارا نہ کیا گیا اور قرضدار مرنے کو اس سے آسان سمجھا تو سودی قرض لینا کہ جو خود اس کا گناہ ہے کیونکر گوارا کیا جائے گا اور قرضدار مرنا اس کی نسبت آسان نہ ہوگا ھذا کله ماظهرلی وارجوان یکون صوابا ان شاء اللہ تعالٰی (یہ سب وہ ہے جو مجھ پر ظاہر ہوا اور میں امید کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ تعالٰی یہ درست ہوگا۔ ت) رہی ضمانت وہ درحقیقت قرض ملنے پر اعانت ہے اگر اس محتاج کو سودی قرض لینا شرعاً جائز تھا تو اصل روپے کی ضمانت میں کوئی حرج نہیں کہ جائز بات میں ایک مسلمان بھائی کی

---

[۱] المستدرک للحاکم کتاب البیوع باب من تداین بدین الخ دارالفکر بیروت ۲/ ۳۲
[۲] غنیۃ المستملی احکام المساجد مسائل شتی سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۲۱

Marfat.com

مدد کرتا ہے اور ناجائز تھا تو ہرگز اصل کی بھی ضمانت نہ کرے کہ یہ معصیت پر اعانت ہوگی،
قال اللہ تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1]۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: گناہ اور ظلم پر تعاون
مت کرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۲ ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے کچھ روپیہ سودی نکلوایا دو شخص ضامن ہوئے اب گناہگار زیادہ کون ہے؟ وہ شخص جس نے سود پر دیا اب توبہ کرتا ہے اور سود کو واپس دینا چاہتا ہے تو یہ توبہ اس کی قبول ہوگی یا نہیں؟ اور وہ سود کے گناہ سے پاک ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بغیر سخت مجبوری کے جسے شرع بھی مجبور رکھے سودی قرض لینا حرام ہے، اور اسی طرح اس کے کام میں کسی طرح کی شرکت ہو باعثِ گناہ ہے، اور حدیث صحیح میں ھم سواء[2] فرمایا یعنی وہ سب نفسِ گناہ میں برابر ہیں، اور سود سے توبہ کے یہی معنی ہیں کہ جس قدر سود لیا واپس دے اور اللہ عزوجل سے آئندہ کے لئے سچے دل سے نادم ہوکر عہد کرے، جو ایسا کرے گا اس کی توبہ بیشک قبول ہوگی ھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ[3] (وہ وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ ت) اور وہ سود کے گناہ سے پاک ہوجائے گا التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ[4] (گناہ سے توبہ کرنے والا ایسے ہے جیسے اس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم۔

مسئلہ ۱۳۳ تا ۱۳۸ از شاہجہان پور محلہ خلیل مرسلہ محمد اعزاز حسین خاں مہتمم مدرسہ اسلامیہ ۲۶ محرم ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیانِ شرع متین اس صورت میں کہ:

(۱) زید نے اپنی حیات میں کچھ روپیہ سود پر قرض دیا اور قبل وصول روپیہ کے زید مر گیا اب ورثاء زید کو تاریخ وفات زید تک کا سود لینا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۲

[2] صحیح مسلم کتاب المساقات باب الربا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۷

[3] القرآن الکریم ۴۲/ ۲۵

[4] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الشہادات دار صادر بیروت ۱۰/ ۱۵۴
سنن ابن ماجہ ابواب الزہد باب ذکر التوبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۳

Marfat.com

(٢) زید نے روپیہ قرض سود پر دے کر دیوانی سے مع سود ڈگری حاصل کی تھی اور حسبِ ضابطہ کچہری ۶ فیصدی سود تا ادائے روپیہ اور بھی ڈگری میں لکھا جاتا ہے بعد مرنے زید کے ورثاء اسکے دونوں قسم کا سود لے سکتے ہیں اور شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟

(٣) زید نے پرامیسری نوٹ خریدے تھے اور گورنمنٹ سے ساڑھے چار روپیہ فیصدی سالانہ سود لیا کرتا تھا زید مرگیا ورثاء زید کو حسبِ ضابطہ کچہری اول سارٹیفکیٹ وراثت لینا ضرور ہے اور بغیر اس کے ورثاء نہ سود نوٹوں کا پاسکتے ہیں اور نہ ان کو فروخت کرسکتے ہیں اور سارٹیفکیٹ لینے میں قریب تین ہزار روپیہ کے کچہری میں صرف ہوگا ورثاءِ زید چاہتے ہیں کہ گورنمنٹ نوٹوں تک سود لے کر سارٹیفکیٹ کے لینے میں خرچ کردیں یعنی گورنمنٹ سے لے کر پھر اسی کو واپس کردیں پس ورثاء زید تاریخ انتقال زید تک سود نوٹوں کا لے سکتے ہیں یا آئندہ کا بھی لے سکتے ہیں یا مطلق ناجائز ہے ؟

(٤) عمرو نے پرامیسری نوٹ ایک لاکھ کے خریدے اور پرامیسری نوٹوں کا قاعدہ ہے کہ گورنمنٹ اصل روپیہ کبھی نہیں دیتی بلکہ ساڑھے چار روپیہ فی صدی سالانہ سود دیا کرتی ہے ہاں اگر مالک چاہے تو دوسرے خریداروں کے ہاتھ فروخت کرے اور نرخ نوٹوں کا کبھی کم ہوتا ہے اور کبھی زیادہ جیسے آجکل سو روپیہ کا پرامیسری نوٹ ایک سو آٹھ روپیہ کو فروخت ہوتا ہے پس اگر عمرو بھی اپنے ایک لاکھ روپیہ کے پرامیسری فیصدی آٹھ روپیہ کے نفع سے فروخت کرے یا نرخ سے دو روپیہ زیادہ نفع پر بیچ ڈالے تو یہ بیع درست ہے یا نہیں ؟

(٥) کسی شخص نے دوہزار کی ڈگری کچہری سے حاصل کی جس میں ایک ہزار اصل ہے اور ایک ہزار سود، وہ شخص کسی کے ہاتھ یا وارث اس کا بعوض بارہ سو کے وہ ڈگری فروخت کرڈالے تو کیسا ہے؟

(٦) اوپر کی صورتوں میں جو جو رقم کہ سود کی قرار دی گئی اگر اس میں سے کل یا بعض لے کر مدرسۂ اسلامیہ میں دے دی جائے تو شرعاً کیا اس کی حالت ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(١) حرام قطعی ہے،

قال المولیٰ سبحانہ وتعالیٰ یاایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ و ذروا ما بقی من الربٰوا ان کنتم مومنین ۝ فان لم تفعلوا فأذنوا بحرب

مولا سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہا ہے چھوڑدو اگر تم مسلمان ہو پھر جو ایسا نہ کرو تو خبردار ہو جاؤ خدا و رسول کے لڑنے سے یا اعلان کردو

Marfat.com

من اللہ و رسولہ[1] اللہ ورسول سے لڑائی کا۔

یہ اس بقیہ کی نسبت ارشاد ہوا جو تحریم سے پہلے کا رہ گیا تھا مسلمانوں نے خیال کیا یہ تو حرمت سے پیشتر کا ہے اسے لے لیں آئندہ سے باز رہیں گے اس پر یہ حکم آیا صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم نے کہا ہم میں خدا و رسول سے لڑنے کی طاقت نہیں، وہ بقیہ بھی چھوڑ دیا نہ کہ معاذ اللہ یہ بقیہ شقیہ کہ سرے سے بعد تحریم الٰہی کے لینا دینا ٹھہرا، اور اس کا لینے والا اللہ عزیز مقتدر قہار اور اس کے رسول جلیل جبار جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے لڑائی کا پورا سامان کرلے اور قرآن پر ایمان رکھتا ہو تو یقین جانے کہ خدا و رسول عزمجدہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے لڑنے والا سخت ہلاکت میں پڑنے والا ہے والعیاذ باللہ رب العٰلمین (اللہ کی پناہ جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔ ت) ورثہ اس چیز کے مستحق ہوتے ہیں جو مورث کی ملک اور اس کا ترکہ ہو یہ سود نا مسعود نہ ملک نہ ترکہ اس کا مطالبہ کس ذریعہ سے پہنچ سکتا ہے واللہ الہادی ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، واللہ سبحانہٗ وتعالٰی اعلم۔

(۲) کسی قسم کا نہیں لے سکتے، دونوں قطعی حرام ہیں، حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں، سود کے ستر، اور ایک حدیث میں بہتر، اور دوسری میں تہتر دروازے ہیں ان سب میں ہلکا ایسا ہے جیسے آدمی ماں سے زنا کرے۔

الحاکم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الربا ثلث وسبعون بابا ایسرھا مثل ان ینکح الرجل امہ[2] الطبرانی فی الاوسط عن البراء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الربا اثنان وسبعون بابا ادناھا مثل اتیان الرجل

حاکم نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالٰے عنہ سے اور انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا کہ سُود کے تہتر دروازے ہیں ان میں سے سب سے ہلکا ایسے ہے جیسے کوئی شخص اپنی ماں سے زنا کرے۔ طبرانی نے معجم اوسط میں سیدنا براء ابن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سُود کے بہتر دروازے ہیں ان میں سے کمترین ایسے ہے جو کوئی مرد اپنی ماں سے

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۹-۲۷۸

[2] المستدرک للحاکم کتاب البیوع دارالفکر بیروت ۲/ ۳۷

Marfat.com

امه[1]، ابن ماجة والبیھقی باسناد لاباس به واللفظ له عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الربا سبعون بابا ادناھا کالذی یقع علی امه[2]

زنا کرے۔ ابن ماجہ اور بیہقی نے ایسی اسناد کے ساتھ اس کو روایت کیا جس میں کوئی حرج نہیں اور لفظ بیہقی کے ہیں۔ سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سُود کے ستر دروازے ہیں ان میں سے کمتر ایسا ہے جیسے کوئی مرد اپنی ماں سے زنا کرے (ت)

توجو شخص سود کا ایک پیسہ لینا چاہے اگر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا ارشاد مانتا ہے تو ذرا گریبان میں منہ ڈال کر پہلے سوچ لے کہ اس پیسہ کا نہ ملنا قبول ہے یا اپنی ماں سے ستّر ستّر بار زنا کرنا، واللہ الہادی۔

(۳) سود لینا حرام قطعی و کبیرہ وعظیمہ ہے جس کا لینا کسی طرح روا نہیں ہوسکتا ہاں مال مباح شرعی یا اپنا دیا ہوا حق بقدر حق بہ نیت تحصیل مباح یا وصول حق نہ بہ نیت ربا وغیرہ امور محرمہ لینا جائز ہے اگرچہ کسی عذر کے سبب کسی ناجائز نام کو اس کے حصول کا ذریعہ کیا جائے،

وھذا مسألة جلیلة دقیقة لایتنبه الا بتوفیق اللہ تعالٰی وسنفصلھا یوما ان شاء الملک العلام جل وعلا۔

یہ بڑی جلالت وعظمت کا حامل دقیق مسئلہ ہے سوائے اللہ تعالٰے کی توفیق کے اس پر آگاہی نہیں ہوسکتی، ہم ان شاء اللہ تعالٰی کسی دن اس کو مفصل بیان کریں گے۔ (ت)

(۴ و ۵) زائد برابر کم کسی مقدار کو اصلاً بیع نہیں کرسکتا کہ ان دونوں صورت میں حقیقۃً غیر مدیون کے ہاتھ دین کا بیچنا ہے اور وہ شرعاً باطل۔ اشباہ میں ہے:

بیع الدین لایجوز ولو باعه من المدین اووھبه جاز[3] واللہ تعالٰی

دین کی بیع جائز نہیں اور اگر کوئی مدیون پر دین کو بیچے یا اس کو ہبہ کردے تو جائز ہے، واللہ تعالٰی

---

[1] المعجم الاوسط للطبرانی حدیث ۷۱۴۷ مکتبۃ المعارف ریاض ۸/۷۴

[2] سنن ابن ماجہ باب التغلیظ فی الربا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۶۵

شعب الایمان حدیث ۵۵۲۰ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/۳۹۴

[3] الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی الدین ادارۃ القرآن کراچی ۲/۲۱۳

Marfat.com

اعلم وحکمہ سبحانہ احکم۔ | اعلم وحکمہ سبحانہ احکم (ت)

(۶) جوابات سابقہ سے واضح جہاں جس طرح لینا جائز دینا جائز جہاں نہیں نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۹ ۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے یہاں ہنود سے سُود لینا جائز ہے مسلمانوں سے نہیں، یہ قول کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

سُود لینا نہ مسلمان سے جائز نہ ہندو سے،

لاطلاق قولہ تعالیٰ وحرم الربٰو[1] امایؤخذ من الحربی فی دارالحرب فمال مباح لیس بربا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس ارشادِ باری تعالیٰ کے اطلاق کی وجہ سے کہ "اور اللہ تعالیٰ نے سُود کو حرام کردیا" لیکن جو کچھ دارالحرب میں حربی سے لیا جائے تو وہ مباح مال ہے سود نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۰ مرسلہ محمد عنایت حسین سررشتہ دار سابق شفاخانہ ضلع بریلی ۳۰ ربیع الثانی ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سے اگر کسی بنئے نے کوئی رقم ناجائز مثل سود وغیرہ کے لی ہو جس کے وصول کرنے پر اسے قدرت نہ تھی اور وہ نہ بہ نیت سود بلکہ اس حق کو وصول کرنے کے لئے اس کی کوٹھی میں کچھ روپیہ اتنا جمع کرے اور جو رقم ماہوار اس پر ملے اسے اپنے آتے ہوئے میں مجرا سمجھتا جائے یہاں تک کہ وہ حق پورا نکل آئے، اس کے بعد اپنا روپیہ واپس لے لے، اسی طرح بادشاہ یا حاکم نے کوئی محصول یا ٹیکس یا مالگزاری یا اسٹام یا جرمانہ وغیرہ اس سے یا عام رعایا سے ایسے طریقہ پر لیا ہو جو شرعاً ناجائز یا حدِ شرع سے زیادہ ہو اور اس مقدار ناجائز تک وصول کرنے کے لئے اپنے ذاتی روپیہ یا عام مسلمانوں کے چندہ کا روپیہ شاہی بنک میں جمع کرکے حقدار مذکور اس سے نیت وصول حق کے ساتھ بے نیت سود حاصل کرے اور پہلی صورت میں اسے اپنے صرف خاص اور چندہ کی صورت میں ان مصارف مسلمین میں جن کے لئے وہ چندہ وصول کیا گیا تھا صرف کردے تو یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور اسے سود لینا کہیں گے یا کیا؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۷۵

Marfat.com

الجواب

سود حرام قطعی وکبیرۂ عظیمہ ہے جس کا لینا کسی حال روا نہیں ہوسکتا مگر حقیقۃً سود لینا ہو یا سود لینے کی نیت کہ ایسا قصد معصیت بھی معصیت ہے اگرچہ فعل واقع میں معصیت نہ ہو جیسے شربت براہِ غلط شراب سمجھ کر پیا کہ وہ حقیقۃً حلال سہی پر یہ تو اپنے نزدیک مرتکب گناہ ہوا اور جہاں نہ حقیقت نہ نیت صرف نام ہی نام ہے وہ بھی بضرورت، تو اسے بالبداہۃ اس معصیت سے کچھ علاقہ نہ رہا کما لایخفی (جیساکہ مخفی نہیں۔ت) پس ریاست خواہ غیر ریاست جس شخص پر جس کا کوئی حق عام یا خاص ہو اور وہ بوجہ مجبوری قانون یا کسی وجہ سے اس طور پر وصول نہ ہوسکے مثلاً تمادی عارض ہے یا مدیون منکر اور گواہ نہیں یا گواہ دیے کچہری نہ مانی ڈسمس کردی یا کسی نے کچھ رقمیں خلافِ شرع اس سے لیں اور یہ انھیں واپس لینے پر قادر نہیں جیسے بنیئے نے سود، قاضی نے رشوت وغیرہما اور وہ دوسرے طریقہ ناجائز شرعی کے نام سے ملتا ہو کہ اس میں ممانعت قانونی وغیر موانع نہ ہوں تو اس طریقۂ ناجائزہ کے نام کو صرف اس مقدار تک جہاں تک اس کا حق ہے ذریعۂ وصول بنانا جبکہ کسی امر ممنوع کی طرف منجر نہ ہو اور قصد و نیت میں اپنا حق لینا ہو نہ اس طریقۂ ممنوعہ کا مرتکب ہونا شرعاً جائز ہے کہ اس صورت میں نہ اس امر ناجائز کی حقیقت نہ اس کی نیت نہ قانونی ممانعت جس سے دنیوی تحفظ کیا جائے ربا وغیرہ امور محرمہ کے معانی ربا و محرمات ہیں نہ مجرد الفاظ بے معنی، ولہذا علماء فرماتے ہیں:

لاربا بین المولی وعبدہ لان العبد ومافی یدہ ملك لمولاہ فلا یتحقق الربا[1] وکذا لاربا بین شریکی المفاوضۃ وکذا العنان[2] کما فی الھدایۃ والدر وغیرھما من الاسفار الغر۔

مالک اور اس کے غلام کے درمیان کوئی سود نہیں ہوتا کیونکہ غلام اور جو کچھ اس کے قبضہ میں ہو وہ مالک کی مِلک ہوتا ہے لہذا سود متحقق نہیں ہوتا اسی طرح شرکت مفاوضہ اور شرکت عنان کے دو شریکوں کے درمیان بھی سُود نہیں ہوتا جیسا کہ ہدایہ اور درمختار وغیرہ روشن کتابوں میں ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

---

[1] الہدایۃ　باب الربٰو　مطبع یوسفی لکھنؤ　۳/ ۸۷

[2] درمختار　کتاب البیوع　باب الربا　مطبع مجتبائی دہلی　۲/ ۴۳

Marfat.com

الاصل ان المستحق بجهة اذا وصل الی المستحق بجهة اخری اعتبر واصلا بجھة مستحقه ان وصل الیه من المستحق علیه[1]

قاعدہ یہ ہے کہ جو چیز ایک جہت سے مستحق ہو جب وہ شخص مستحق کو پہنچے دوسری جہت سے تو وہ جہت مستحقہ سے واصل سمجھی جائے گی بشرطیکہ وہ مستحق علیہ کی طرف مستحق کو پہنچی ہو۔ (ت)

یہاں تک کہ علماء نے تحصیل مالِ مباح جس میں پہلے سے اس کا کوئی حق مستقر نہیں بحیلہ نام طرق ممنوعہ مثل ربا و قمار وغیرہما جائز رکھی بشرطیکہ وہ طریقہ صاحبِ مال کی رضامندی سے برتا گیا یعنی نوث غدر سے پاک وجدا ہو،

کما نصوا علیہ فی ربا المستامن و مقامرۃ الاسیر فی ردالمحتار عن السیر الکبیر وشرحہ اذا دخل المسلم دار الحرب بامان فلا باس بان یاخذ منھم اموالھم بطیب انفسھم بای وجہ کان لانہ انما اخذ المباح علی وجہ عری عن الغدر فیکون طیبا لہ والاسیر و المستامن سواء حتی لو باعھم درھما بدرھمین اومیتۃ بدراھم او اخذ مالا منھم بطریق القمار فذٰلک کلہ طیب لہ[2] اھ ملخصًا۔

جیسا کہ فقہاء نے مستامن کے سُود اور قیدی کے جوا کے بارے میں اس پر نص فرمائی ہے، ردالمحتار میں سیر کبیر اور اس کی شرح کے حوالے سے مذکور ہے جب کوئی مسلمان امان لے کر دارالحرب میں داخل ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ حربیوں کا مال ان کی رضامندی سے کسی بھی طریقے سے لے کیونکہ اس نے مالِ مباح ایسے طریقے سے لیا جو کہ دھوکہ سے خالی ہے لہذا یہ اس کے لئے حلال ہے، قیدی اور مستامن برابر ہیں، یہاں تک کہ اگر کسی نے ان پر دو درہموں کے عوض ایک درہم بیچا یا کچھ درہموں کے عوض مردار بیچا یا جُوئے کے ذریعے ان کا مال لے لیا تو یہ سب اس کے لئے حلال ہے اھ تلخیص۔ (ت)

اور حضرت امیر المومنین امام المتقین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا کفارِ مکّہ سے بنام شرط باجازت حضور پُرنور سیّد عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم مال حاصل فرمانا حالانکہ شرط شرعًا روا نہیں، دلیل واضح ہے

---

[1] درمختار | کتاب البیوع | باب البیع الفاسد | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/ ۲۸
[2] ردالمحتار | " | باب الربا | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۴/ ۱۸۸

Marfat.com

کہ نام ناجائز امر جائز کو ناجائز نہیں کردیتا،

کما افادہ فی الفتح وغیرہ نقلا عن المبسوط مستدلا لمذھبنا فی ھذا الباب۔

جیسا کہ مبسوط سے نقل کرتے ہوئے فتح وغیرہ میں اس کا فائدہ دیا ہے اس باب میں ہمارے مذہب سے استدلال کرتے ہوئے۔ (ت)

تو احیائے حق ثابت مجرد کسی اسم بے مسمّٰی کے باعث کیونکہ ممنوع ہوسکتا ہے،

ھذا مما یعرفہ کل فقیہ والمسئلۃ مسئلۃ الظفر المنصوص علیھا فی الوھبانیۃ والقنیۃ والدرر وغیرھا۔

یہ وہ ہے جس کو ہر فقیہ جانتا ہے اور مسئلہ تو مسئلہ ظفر ہے جس پر وہبانیہ، قنیہ اور درر وغیرہ میں نص کی گئی ہے (ت)

زیادت ایضاح مقام یہ ہے کہ اصل حکم حقائق پر ہے نہ کہ الفاظ پر، مثلاً اگر کوئی شخص زید سے اپنا آتا ہوا لے اور اس کا نام ربا رکھے تو وہ ربا یا حرام نہ ہوجائے گا یا دو قسم کے قرض ہوں ایک کی قسطوں کے ساتھ دوسرے کا بھی ایک حصہ برضائے مدیون خواہ بحالتِ انکار بلا رضا لے لیا کرے تو وہ بھی ہرگز ربا نہیں ہوسکتا اگرچہ بلفظ ربا تعبیر کرے کہ حقیقتِ ربا یعنی فضل خالی عن العوض مستحق بالعقد (وہ عوض جو ایسی زیادتی سے خالی ہو جس کا استحقاق بذریعہ عقد ہو۔ ت) اس پر صادق نہیں، ہاں اگر یہ اپنی جہالت سے اسے حقیقتِ ربا سمجھے اور یہی جان کر اس کے لینے کا مرتکب ہو تو اگرچہ سُود لینے کا اس پر گناہ نہیں کہ جو اس نے لیا وہ سود عنداللہ نہیں مگر بقصد مخالفت شرع کسی فعل کا کرنا ضرور اس کے حق میں معصیت جداگانہ ہوگا کہ یہ تو اپنے زعم میں حکمِ الٰہی کا خلاف ہی کررہا ہے، ولہذا علماء فرماتے ہیں اگر دور سے کسی کپڑے کو زن اجنبیہ سمجھ کر بہ نگاہ بد اس کی طرف نظر کرے گا گنہگار ہوگا اگرچہ واقع میں وہ خالی کپڑا ہے کہ یہ تو اپنے نزدیک نافرمانیِ خدا پر اقدام کررہا ہے، میزان الشریعۃ الکبرٰی کتاب البیوع باب مایجوز بیعہ ومالایجوز میں ہے:

لونظر انسان الی ثوب موضوع فی طاق علی ظن انہ امرأۃ اجنبیۃ فانہ یحرم علیہ[1]۔

اگر کسی انسان نے طاق میں رکھے ہوئے کپڑے کو اجنبی عورت سمجھ کر نظر بد سے دیکھا تو یہ اس کے لئے حرام ہے (ت)

اور جب یہ دونوں نہ ہوں تو رہا نرا نام، تو وہ بھی جب بے ضرورت وحاجت محض بطور لہو ولعب وہزل

---

[1] میزان الکبرٰی کتاب البیوع باب مایجوز بیعہ ومالایجوز مصطفی البابی مصر ۲/ ۶۷

Marfat.com

ہو مکروہ ہونا چاہئے جیسے اپنی عورت کو ماں یا بہن کہنا کہ اس کا نام رکھنے سے نہ وہ حقیقۃً اس کی ماں بہن ہو جائے گی،

ان امھا تھم الا اللائی ولدنھم[1] — نہیں ہیں ان کی مائیں مگر وہ جنھوں نے ان کو جنا۔ (ت)

نہ اس کی مقاربت میں اس پر اصلاً کوئی مواخذہ کہ اس کہنے سے وہ اس پر حرام نہ ہوگی،

ابوداؤد فی سننہ عن ابی تمیمۃ الھجیمی ان رجلا قال لامرأتہ یا اخیۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اختک ھی فکرہ ذٰلک ونھی عنہ[2]، قال فی الفتح الحدیث افاد کونہ لیس ظھارا حیث لم یبین فیہ حکما سوی الکراھۃ والنھی[3]

امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں ابوتمیمہ ہجیمی سے روایت کیا کہ ایک مرد نے اپنی بیوی کو کہا کہ اے میری بہن، تو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کیا یہ تیری بہن ہے، آپ نے اس کی اس بات کو ناپسند جانا اور اس سے منع فرمایا۔ فتح میں کہا کہ حدیث اس قول کے ظہار نہ ہونے کا فائدہ دیتی ہے کیونکہ اس میں ناپسندیدگی اور ممانعت کے سوا کوئی حکم بیان نہیں کیا گیا۔ (ت)

ہاں صرف اتنی قباحت ہوگی کہ اس نے بے کسی ضرورت و مصلحت کے ایک جائز و حلال شے کو حرام نام سے تعبیر کیا،

کما قال اللہ تعالٰی وانّھم لیقولون منکرا من القول وزورا[4]۔ — جیسا کہ اللہ تعالٰے نے فرمایا: اور بیشک وُہ بُری بات اور جھُوٹ کہتے ہیں۔ (ت)

پھر اگر مصلحت ہو تو یہ قباحت بھی نہ رہے گی،

کقول سیدنا ابراھیم علٰی نبینا الکریم وعلیہ وعلٰی سائر الانبیاء افضل الصلوۃ — جیسا کہ سیدتنا حضرت سارہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے بارے میں سیدنا حضرت ابراہیم کا فرمانا

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۲

[2] سنن ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی الرجل یقول لامرأتہ یا اختی آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۰۱

[3] فتح القدیر باب الظہار مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۹۱

[4] القرآن الکریم ۵۸/ ۲

Marfat.com

والتسلیم لسیدتنا سارۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا انہا اختی۔[1]

کہ بیشک یہ میری بہن ہے، ہمارے نبی کریم، حضرت ابراہیم اور تمام انبیاء کرام پر بہترین درود وسلام ہو۔ (ت)

پھر علماء نے تو یہاں مصلحت اخذ مباح تک معتبر رکھی نہ کہ مصلحت احیائے حق وازالۂ مظالم کہ بالبداہۃ اس سے ازید واتم ہے اور بالفرض کوئی مصلحت نہ بھی ہو تاہم اس مال کے حل وطیب میں اصلاً شک نہیں،

کما علمت وقد انتظمہ اطلاق قولہم لاربا بین المولٰی وعبدہ ولا بین شریکی المفاوضۃ والعنان کما لایخفی۔

جیسا کہ تُو جان چکا ہے، اور تحقیق فقہاء کے اس قول کا اطلاق اس کو شامل ہے کہ مالک وغلام کے درمیان اور مفاوضہ وعنان کے دو شریکوں کے درمیان کوئی سود نہیں جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ (ت)

اور یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ اس مسئلہ میں ماخوذ منہ کا کافر حربی خواہ محل اخذ کا دارالحرب ہونا ضرور نہیں کما تشہد بہ مسائل المولی والشرکاء (جیسا کہ مالک اور شریکوں کے مسئلے اس پر گواہ ہیں۔ت) صرف انتفائے حقیت وقصد رباء درکار ہے کہ اس کے بعد نہ عنداللہ ارتکاب حرام نہ اپنے زعم میں مخالفتِ شرع پر اقدام علماء نے کہ مسئلہ حربی میں قید دارالحرب ذکر فرمائی اس کا منشاء اخراجِ مستامن ہے کہ اس کا مال مباح نہ رہا۔ ردالمحتار میں ہے:

قولہ ثمّ ای فی دارالحرب قید بہ لانہ دخل دارنا بامان فباع منہ مسلم درھما بدرھمین لایجوز اتفاقا ط عن المسکین۔[2]

ماتن کا قول "وہاں" یعنی دارالحرب، یہ قید اس لئے کہ اگر کوئی حربی ہمارے ملک میں امان لے کر داخل ہوا پھر کسی مسلمان نے اس کے ہاتھ ایک درھم دو درھموں کے عوض فروخت کیا تو بالاتفاق ناجائز ہے ط نے مسکین سے نقل کیا۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

لاربا بین المسلم والحربی فی دارالحرب بخلاف المستامن منہم لان مالہ

مسلمان اور حربی کے درمیان دارالحرب میں کوئی سود نہیں بخلاف حربی مستامن کے کیونکہ

---

[1] الدرالمنثور بحوالہ ابویعلی عن ابی سعید تحت آیہ بل فعلہ کبیرھم منشورات مکتبہ آیۃ العظمی قم ایران ۴/ ۳۲۱
[2] ردالمحتار کتاب البیوع باب الربا داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۸۸

Marfat.com

صار محظورا بعقد الامان[1] اھ ملخصا۔

عقد امان کی وجہ سے اس کا مال ممنوع ہوگیا اھ تلخیص (ت)

فتح القدیر میں مبسوط سے ہے:

اطلاق النصوص فی المال المحظور وانما یحرم علی المسلم اذا کان بطریق الغدر فاذا لم یاخذ غدرا فبای طریق اخذہ حل بعد کونہ برضا بخلاف المستامن منھم عندنا لان مالہ صار محظورا بالامان فاذا اخذہ بغیر الطریق المشروعۃ یکون غدرا[2]۔

نصوص کا اطلاق ممنوع مال میں ہے حربی کا مال مسلمان پر صرف اس صورت میں حرام ہوتا ہے جب وہ دھوکے سے لے، چنانچہ جب اس نے دھوکہ کے بغیر لیا چاہے جس طریقے سے لیا ہو تو اس کے لئے حلال ہے بشرطیکہ اس حربی کی رضامندی سے لیا ہو بخلاف حربی مستامن کے دارالاسلام میں کیونکہ اس کا مال امان کی وجہ سے ممنوع ہوگیا لہذا اس کو اگر جائز طریقے کے علاوہ لیا ہو تو دھوکہ ہوگا۔ (ت)

بالجملہ حقیقت ربا اموال محظورہ میں متحقق ہوتی ہے کما سمعت انفا (جیسا کہ تُو نے ابھی سُنا ہے۔ ت) اور مال اصحاب دیون ومظالم بقدر دیون ومظالم محظور نہیں اگر جنس حق سے ہو جیسا کہ اکثر صورِ مستفسرہ میں ہے تو بالاجماع ورنہ علی المفتی بہ لفساد الزمان، درمختار میں ہے:

لیس لذی الحق ان یاخذ غیر جنس حقہ وجوزہ الشافعی وھو الاوسع[3]۔

صاحبِ حق کے لئے روا نہیں کہ اپنے حق کی جنس کا غیر لے جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کو جائز قرار دیا اور اس میں زیادہ وسعت ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ وجوزہ الشافعی قدمنا فی کتاب الحجر ان عدم الجواز کان فی زمانھم اما الیوم فالفتوی علی الجواز[4] اھ وفیہ من کتاب الحجر

ماتن کا قول کہ "امام شافعی نے اس کو جائز قرار دیا" ہم اس کو کتاب الحجر میں بیان کرچکے ہیں کہ عدم جواز ان کے زمانے میں تھا لیکن آج کل فتوٰی جواز پر ہے اھ، اور اسی میں کتاب الحجر

---

[1] الہدایہ کتاب البیوع باب الربا مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۸۷

[2] فتح القدیر باب الربا مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۱۷۸

[3] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۳

[4] ردالمحتار " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۷۱

Marfat.com

عن العلامة الحموی عن العلامة المقدسی عن جدہ الجمال الاشقر عن الامام الاخصب انہ قال فی شرح القدوری ان عدم جواز الاخذ من خلاف الجنس کان فی زمانھم لمطاوعتھم فی الحقوق والفتوی الیوم علی جواز الاخذ عند القدرۃ من ای مال کان لاسیما فی دیارنا لمداومتھم العقوق[1] اھ۔

میں علامہ حموی سے منقول ہے انھوں نے علامہ مقدسی سے انھوں نے اپنے دادا جمال اشقر سے انھوں نے امام اخصب سے نقل کیا انھوں نے شرح قدوری میں کہا کہ تحقیق غیر جنس سے حق لینے کا عدم جواز ان کے زمانے میں تھا حقوق میں ان کی پاسداری کی وجہ سے جبکہ آج کل فتوٰی جواز پر ہے جب کسی بھی مال سے لینے پر قادر ہو خصوصًا ہمارے شہروں میں بسبب ان کی دائمی نافرمانی کے اھ (ت)

تنویر الابصار میں ہے:

من لہ حظ فی بیت المال ظفر بما وجد لبیت المال فلہ اخذہ دیانۃ[2]

جس کا بیت المال میں حق ہو اور اس نے بیت المال کا مال پایا دیانت کے اعتبار سے اس کو لینا جائز ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

وللمودع صرف ودیعۃ مات ربھا ولاوارث لنفسہ اوغیرہ من المصارف[3]

جس کے پاس ودیعت رکھی گئی ہے وہ ودیعت کو اپنی ذات یا دیگر مصارف میں صرف کرسکتا ہے جبکہ ودیعت رکھنے والا فوت ہوگیا ہو اور اس کا کوئی وارث نہ ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

عن شرح الوھبانیۃ عن البزازیۃ عن الامام الحلوانی لانہ لواعطاھا لبیت المال لضاع لانھم

شرح وہبانیہ میں بحوالہ بزازیہ امام حلوانی سے منقول ہے، اس لئے کہ اگر اس نے ودیعت بیت المال کو دے دی تو وہ ضائع ہوجائیگی

---

[1] ردالمحتار کتاب الحجر دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۹۵

[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب مسائل شتی مجتبائی دہلی ۲/ ۳۴۳

[3] " " " کتاب الزکوٰۃ باب العشر " ۱/ ۱۴۰

Marfat.com

لایصرفون مصارفه فاذا کان من اھلہ صرفہ الی نفسہ وان لم یکن من المصارف صرفہ الی المصرف[1] اھ۔

کیونکہ بیت المال والے مصارف میں خرچ نہیں کرتے لہذا اگر وہ خود مصارف میں سے ہے تو اپنی ذات پر صرف کرے اور اگر وُہ خود مصارف میں سے نہیں ہے تو کسی اور مصرف میں خرچ کرے اھ (ت)

ان تقریروں سے خوب روشن ہوگیا کہ حاش للہ ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے ہرگز کسی صورت ربا کو حلال نہ ٹھہرایا یہ غیر مقلدوں کا محض افترا ہے بلکہ ان مواقع میں کہ حکم جواز ہے وجہ یہ کہ وُہ ربا ہی نہیں اپنا حق یا کوئی مال مباح ایک ذریعہ جائزہ سے حاصل کرنا ہے اگرچہ بضرورت و مصلحت اس شخص نے اسے کسی لفظ سے تعبیر کیا ہو ولہذا علماء ان مسائل میں لا ربا (کوئی سود نہیں۔ ت) فرماتے ہیں نہ یحل الربا (سود حلال ہے۔ ت) والعیاذ باللہ تعالٰی۔

تنبیہ: اگرچہ ہمارے کلام سابق سے تبیین ہُوا کہ مسلم و حربی میں دار الحرب میں نفی ربا بربنائے انتفائے عصمت و وجود اباحت ہے نہ بربنائے انتفائے شرف دار مگر ہم تتمیم فائدہ کو اس مطلب کی مزید توضیح کرتے ہیں **فاقول** وباللہ التوفیق (پس میں کہتا ہوں اور اللہ تعالٰی ہی سے توفیق ہے۔ ت) اگر اس سے یہ مقصود کہ تحریم محرمات بوجہ شرف دار تھی دار الحرب میں کہ یہ شرف مفقود حرمت مفقود، ولہذا وہاں غصب و ربا حلال و موجب ملک ہے تو بداہۃً باطل، احکامِ الٰہیہ دارے دون دارے (ایک ملک سوائے دوسرے ملک کے۔ ت) پر موقوف نہیں، نہ اختلافِ زمین کسی حرام شیئ کو حلال کرسکتا ہے،

فان العباد للہ والبلاد للہ والحکم للہ والملک للہ، تبارک الذی نزل الفرقان علٰی عبدہ لیکون للعٰلمین نذیرا[2]، وقال اللہ تعالٰی وحیثما کنتم فولوا وجوھکم

کیونکہ تمام بندے اور شہر اللہ تعالٰی کے ہیں، حکم اور بادشاہی اللہ تعالٰی کی ہے، برکت والا وُہ ہے جس نے حق و باطل میں فرق کرنیوالی کتاب اپنے بندے پر نازل فرمائی تاکہ وہ تمام جہانوں کے لئے ڈر سنانے والا ہو جائے، اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جہاں کہیں تم ہو اپنے

---

[1] ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ باب العشر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۶
[2] القرآن الکریم ۲۵/۱

Marfat.com

شطر المسجد الحرام[1]، وقال الله تعالیٰ فاقتلوھم حیث ثقفتموھم[2]، وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جعلت لی الارض مسجدا وطھورا فایما رجل من امتی ادرکتہ الصلاۃ فلیصل[3]

چہروں کو مسجد حرام کی طرف پھیرلو۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کو قتل کرو جہاں کہیں ان کو پاؤ۔ اور رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے لئے زمین کو مسجد اور پاک کرنیوالی بنادیا گیا ہے چنانچہ میری امت کے کسی شخص پر جب نماز کا وقت ہوجائے تو نماز پڑھے (جہاں بھی ہو)۔ (ت)

یہاں تک کہ مذہبِ معتمد میں کفّار خود بھی مخاطب بالفروع ہیں

حتی العبادات اداءً واعتقادا فیعذبون علی ترک الاداء ایضا، لقولہ تعالیٰ قالوا لم نک من المصلین الی قولہ تعالیٰ وکنا نکذب بیوم الدین[4]

یہاں تک کہ عبادات کی ادائیگی اور اعتقاد کے اعتبار سے چنانچہ ادائیگی چھوڑنے پر بھی ان کو عذاب دیا جائے گا بدلیل اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے کہ وہ کفار کہیں گے ہم نمازی نہیں تھے (اس لئے عذاب میں مبتلا ہیں) اللہ تعالےٰ کے ارشاد "اور ہم قیامت کے دن کو جھٹلاتے تھے" تک۔ (ت)

١ آخر دار الحرب میں غدر بالاجماع حرام، یونہی زنا لعدم جریان الاباحۃ فی الابضاع (کیونکہ شرمگاہوں میں اباحت جاری نہیں ہوتی۔ ت) فتح میں مبسوط سے بعد عبارت مذکورہ منقول

وبخلاف الزنا ان قیس علی الربا لان البضع لایستباح بالاباحۃ بل بالطریق الخاص اما المال فیباح بطیب النفس بہ واباحتہ[5]

بخلاف زنا کے اگر اس کو سُود پر قیاس کیا جائے کیونکہ فرج (شرمگاہ) اباحت سے مباح نہیں ہوتی بلکہ خاص طریقے (نکاح) سے، رہا مال تو وہ خوشدلی سے دینے کے سبب سے اور اباحت سے مباح ہوجاتا ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ٢/ ١٤٤ [2] القرآن الکریم ٢/ ١٩١ و ٤/ ٩١
[3] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الصلوٰۃ باب اینما ادرکتک الصلوٰۃ دار صادر بیروت ٢/ ٤٣٣
[4] القرآن الکریم ٧٤/ ٤٣ تا ٤٦
[5] فتح القدیر باب الربا مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ٦/ ١٧٨

Marfat.com

و لہذا مسلم مستامن سے عقد ربا قطعاً حرام اگرچہ شرف دار منتفی ہے لوجود العصمۃ (عصمت کے پائے جانے کی وجہ سے۔ ت) اور مسلم غیر مہاجر سے حلال لانعدام العصمۃ (عصمت کے معدوم ہونے کی وجہ سے۔ ت) درمختار میں ہے:

وحکم من اسلم فی دار الحرب ولم یہاجر کحربی فللمسلم الربٰو معہ خلافا لھما لان مالہ غیر معصوم فلو ھاجر الینا ثم عاد الیھم فلا ربا اتفاقا[1] جوھرۃ۔

جو شخص دار الحرب میں اسلام لایا اور ہجرت نہ کی اس کا حکم حربی والا ہے یعنی مسلمان اس سے سود لے سکتا ہے بخلاف صاحبین کے کیونکہ اس کا مال معصوم نہیں، اگر وہ ہجرت کر کے ہماری طرف یعنی دار الاسلام میں آگیا پھر ان کی طرف یعنی دار الحرب میں لوٹ گیا تو اب بالاتفاق سود نہیں (یعنی سود جائز نہیں) جوہرہ۔ (ت)

تو ہر زمین و بقعہ بالیقین محل جریان احکام الٰہیہ جل وعلا ہے ہاں احکام قضا دار الحرب بلکہ دار البغی میں بھی بسبب انقطاع ولایت نافذ نہیں ان کے عدم سے حلت و حرمت فی نفسہا مختلف نہیں ہوسکتی، و لہذا علماء نے جہاں حکم قضاء کی نفی فرمائی اس کے ساتھ ہی حکم دیانت کا اثبات فرمایا،

فی الدر ادانہ حربی او بعکسہ او غصب احدھما صاحبہ وخرجا الینا لم نقض لاحد بشیئ ویفتی المسلم برد المغصوب دیانۃ لاقضاء لانہ غدر وکذا الحکم فی حربیین فعلا ذلک ثم استامنا لما بینا اھ[2] ملخصا۔

درمختار میں ہے: حربی نے مستامن کو مدیون کیا یا اس کے برعکس یعنی مسلمان مستامن نے حربی کو مدیون کیا یا ان میں سے ایک نے دوسرے کا مال غصب کیا اور دونوں ہماری طرف یعنی دار الاسلام میں نکل آئے تو ہم ان میں سے کسی کیلئے کسی شے کا حکم نہیں کرینگے اور مسلمان کو رد مغصوب کا فتوٰی دیا جائیگا دیانت کے اعتبار سے نہ کہ قضاء کے اعتبار سے، کیونکہ دین کی عدم ادائیگی دھوکہ ہے اور یہی حکم ان دو حربیوں کا ہے جنھوں نے فعل مذکور کیا پھر (دار الاسلام میں داخل ہوکر) مستامن ہوگئے اسی دلیل کی وجہ سے جس کو ہم نے بیان کیا اھ تلخیص (ت)

تبیین الحقائق میں ہے:

لان القضاء یستدعی الولایۃ و یعتمدھا

کیونکہ قضاء ولایت کا تقاضا کرتی ہے اور اس پر

---

[1] درمختار باب الربا مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۴۳

[2] " باب المستامن " " " ۱/ ۳۴۶

Marfat.com

ولاولایة وقت الادانة اصلا اذ لا قدرۃ للقاضی فیہ علی من ھو فی دار الحرب[1] الخ۔

اعتماد کرتی ہے جبکہ ادائیگی (مدیون بنانے) وقت کی ولایت تو یہاں بالکل نہیں کیونکہ اس میں قاضی کو اس شخص پر قدرت نہیں جو دارالحرب میں ہے الخ (ت)

پس ثابت ہوا کہ کوئی حرام بوجہ انتفائے شرف دار حلال نہیں ہوسکتا تو دارالحرب میں کسی شے کی حلت فی نفسہ اس کی حلت ہے کہ باختلاف دار مختلف نہ ہوگی۔ رہا وہاں امور مذکورہ کا حلال ہونا وہ ہرگز اس بنا پر نہیں کہ یہ محرمات وہاں حلال ہیں بلکہ وجہ یہ کہ ان محرمات کی حقیقت عصمت و محظوریت پر مبنی کما نص علیہ فی المبسوط کما تقدم (جیسا کہ اس پر مبسوط میں نص کی گئی ہے جیسے گزر چکا ہے۔ ت) اور وہ وہاں معدوم تو حقیقۃً ان کی حقیقت ہی ان صورتوں میں منتفی اگرچہ مجرد صورت و اسم باقی ہو اور حکم حقیقت پر ہے نہ کہ اسم و صورت پر کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) اور اگر یہ مقصود کہ امور مذکورہ اگرچہ حقیقۃً محرمات نہیں مگر دار الاسلام میں بوجہ شرف دار ان کا صرف نام و صورت ہی حرام، تاہم بالیقین باطل کہ بداہۃً مدار احکام حقائق ہیں نہ کہ اسم بے مسمی، ورنہ معاملہ مولی و عبد و شرکار مفاوضہ و شرکار عنان کہ اسم مجرد وہاں بھی موجود، ہرگز جائز نہ ہوتا، نہ مسئلہ ظفر بالحق میں اخذ بالجبر و اخذ خفیۃً کی اجازت ہوتی کہ صورت غصب و سرقہ یقیناً ہے گو حقیقت بوجہ عدم محظوریت منتفی صورت سرقہ کا جواز تو عبارات سابقہ میں گزرا اور صورتِ غصب کی حلت یہ ہے:

قال فی الدر وحیلۃ الجواز ان یعطی مدیونہ الفقیر زکاتہ ثم یاخذھا عن دینہ ولو امتنع المدیون مد یدہ واخذھا لکونہ ظفر بجنس حقہ[2]

در میں کہا جواز کا حیلہ یہ ہے کہ دائن اپنے فقیر مدیون کو اپنی زکوٰۃ دے پھر دین کے عوض اس سے وہی دی ہوئی زکوٰۃ لے لے اگر مدیون رکاوٹ ڈالے تو اس کا ہاتھ پکڑے اور جبراً لے لے کیونکہ یہ اپنے حق کی جنس وصول کرنے پر کامیابی ہے۔ (ت)

وبالجملہ یہ دونوں مقدمے کہ دارالحرب حرام کو حلال نہیں کرتی اور دار الاسلام کسی ایسے اسم بے مسمی کو حرام نہیں فرماتی، تصریحات بے شمار سے واضح آشکار، تو ما نحن فیہ میں تفرقہ بین دار و دار کی طرف کوئی سبیل نہیں۔ یونہی صورتِ غصب و سرقہ و نام عقد فاسد سے فرق ناممکن کہ اگر مجرد العلم و صورت محرم ہو تو غصب و سرقہ کیوں محرم نہ ہوئے اور نہ ہو تو نام عقد فاسد کیوں حرام کرنے لگا بلکہ غصب و سرقہ تو عقد فاسد سے اشد و اخبث ہیں کہ یہ بعد

---

[1] تبیین الحقائق باب المستامن المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۳/۲۶۶

[2] درمختار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۳۰

Marfat.com

قبضِ مفید ملک ہوجاتے ہیں اگرچہ بروجہ خبیث، اور وہ اصلاً مورثِ ملک نہیں، ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی (یہ وہ ہے جو میرے پاس ہے اور حق کا علم میرے پروردگار کے پاس ہے۔ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۴۱: از شہر کہنہ ۲۹ ربیع الاول شریف ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے کچھ روپے بکر سے مدتِ معینہ پر قرض لئے اور وقت روپیہ لینے کے کچھ ذکر سود وغیرہ کا نہ ہوا بلکہ زید نے صاف کہہ دیا کہ بلاسود لیتا ہوں اور وقت دینے روپے کے کچھ اور روپے بدلے اس کے احسان کے زیادہ کر دیئے، تو یہ روپے جو زیادہ دیئے یہ سود میں داخل ہیں یا طریقہ سنّت کا ہے یا مستحب ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جبکہ زیادہ دینا نہ لفظاً موعود نہ عادۃً معہود، تو معنی ربا یقیناً مفقود خصوصاً جبکہ خود لفظوں میں نفی ربا کا ذکر موجود، بلکہ یہ صرف ایک نوعِ احسان وکرم ومروّت ہے اور بیشک مستحب وثابت بسنّت

لحدیث صحیح البخاری وصحیح مسلم عن جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما قال اتیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وکان لی علیہ دین فقضانی وزادنی (ملخصا)[1] ولحدیثہما عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کان لرجل علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سن من الابل فجاءہ یتقاضاہ فقال اعطوہ فطلبوا سنہ فلم یجدوا لہ الا سنا فوقھا

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث کی وجہ سے کہ سیدنا حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں حضور نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا میرا آپ پر کچھ قرض تھا آپ نے وہ ادا فرمادیا اور کچھ زیادہ بھی مجھے عنایت فرمایا۔ اور ان دونوں کی اس حدیث کی وجہ سے کہ سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ ایک شخص کا نبی اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایک عمر کا اونٹ قرض تھا وہ شخص خدمتِ اقدس میں آیا اور قرض کا تقاضا کرنے لگا، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ اس کو اونٹ دے دو،

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاستقراض باب حسن القضاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۲۲

Marfat.com

فقال اعطوه فقال اوفیتنی اوفاك الله فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ان خیارکم احسنکم قضاءً[1] و لحدیث قوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لوزان زن وارجح[2] رواه احمد والاربعة وابن حبان والحاکم عن سوید بن قیس العبدی رضی اللہ تعالٰی عنه قال الترمذی حسن صحیح وقال الحاکم صحیح وهذا الوزان فی مکة ورواه الطبرانی فی الاوسط[3] وابو یعلی فی المسند وابن عساکر عن ابی هریرة رضی اللہ تعالٰی عنه وهذا الوزان فی المدینة۔

تلاش کرنے پر اس کے اونٹ جیسا اونٹ نہ ملا مگر اس سے بہتر عمر کا اونٹ ملا، تو آپ نے فرمایا کہ یہی اونٹ اس شخص کو دے دو۔ اس شخص نے کہا آپ نے مجھے بھرپور عطا فرمایا ہے اللہ تعالٰی آپ کو بھرپور عطا فرمائے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرض کی ادائیگی میں تم سے بہتر ہے۔ اور اس حدیث کی وجہ سے جس میں نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وزن کرنیوالے سے فرمایا کہ وزن کر اور ترازو کو جھکا (یعنی قدرے زیادہ دے) اس کو امام احمد، سنن اربعہ، ابن حبان اور حاکم نے سوید بن قیس عبدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا، امام ترمذی نے کہا یہ حسن صحیح ہے۔ امام حاکم نے کہا یہ صحیح ہے اور یہ وزن کرنے والا مکہ مکرمہ میں تھا اور اس کو طبرانی نے معجم اوسط میں، ابویعلٰی نے مسند میں، اور ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور یہ وزن کرنے والا مدینہ منورہ میں تھا۔ (ت)

مگر محل اس کا وہاں ہے کہ یا تو وہ زیادت قابلِ تقسیم نہ ہو مثلاً ساڑھے نو روپے آتے تھے دس پورے دیئے کہ اب بقدر نصف روپے کی زیادتی ہے اور ایک روپیہ دوپارہ کرنے کے لائق نہیں یا قابلِ تقسیم ہو تو جدا کرکے دے، مثلاً دس آتے تھے وہ دے کر ایک روپیہ احساناً الگ دیا ان صورتوں میں وہ زیادتی بکر کے لئے حلال ہوجائے گی، اور اگر قابلِ تقسیم تھی اور یوں ہی مخلوط ومشاع دی مثلاً دس آتے تھے گیارہ یکمشت دیئے دس آتے میں اور ایک احساناً تو نہ ہبہ صحیح ہوگا نہ بکر اس زیادت کا مالک۔ عالمگیری میں ہے:

رجل دفع الی رجل تسعة دراهم وقال | ایک مرد نے دوسرے کو نو درہم دیئے اور کہا

[1] صحیح البخاری کتاب الاستقراض باب حسن القضاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۲۲
[2] مسند امام احمد بن حنبل حدیث سوید بن قیس رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۴/۳۵۲
جامع الترمذی ابواب البیوع ۱/۱۵۶ و المستدرک کتاب البیوع ۲/۳۰
[3] المعجم الاوسط حدیث ۶۵۹۰ المکتبۃ المعارف الریاض ۷/۳۰۷

Marfat.com

ثلثة قضاء من حقك وثلثة هبة لك وثلثة صدقة فضاع الكل يضمن ثلثة الهبة لانها هبة فاسدة ولا يضمن ثلثة الصدقة لان صدقة المشاع جائزة الا فی روایة کذا فی محیط السرخسی[1]، واللہ تعالٰی اعلم۔

تین تیرے حق کی ادائیگی ہیں تین تیرے لئے ہبہ اور تین صدقہ ہیں، پھر سب ضائع ہو گئے تو ہبہ کے تین درہموں کا وہ ضامن ہو گا کیونکہ یہ فاسد ہبہ ہے اور صدقہ کے تین درہموں کا ضامن نہیں ہوگا کیونکہ صدقہ مشاع جائز ہے سوائے ایک روایت کے، محیط سرخسی میں یونہی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۲ تا ۱۴۴ از موضع دیورنیاں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) سُود دینا مسلمان کو درست ہے یا نہیں؟

(۲) ہنود سے سود لینا درست ہے یا نہیں؟

(۳) دستاویز میں سود تحریر کرانا اگرچہ اس کے لئے نیت نہ ہو جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) ہرگز درست نہیں مگر جب کوئی خاص ضرورت شدیدہ ہو جسے شرع بھی ضرورت مانے اور بغیر سُود دیئے چارہ نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) ہندو مسلمان کسی سے درست نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) نادرست کہ جھوٹی تہمتِ گناہ اپنے اوپر لگانی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۵ از شہر کہنہ ۲۹ جمادی الاولٰی ۱۳۱۴ھ

ایک موضع کے اسامیان کو کچھ غلّہ بغرض تخم ریزی کے دیا گیا اور اس غلہ کا بہ نرخ بازار روپیہ اسامی کے ذمہ قائم کر دیا گیا مگر اس وقت میں اسامی سے یہ امر طے نہ کیا گیا کہ کس نرخ سے بحساب فی روپیہ غلّہ جو آئندہ پیدا ہوگا وہ اس اسامی سے لیا جائیگا، فصل پر وُہ غلّہ یعنی ساٹھی سترہ سیر کی فروخت ہوئی اور اب تیرہ سیر کی فروخت ہوتی ہے اور اسامی سے فصل پر بحساب ۲۵ سیر فی روپیہ ساٹھی لی گئی، آیا یہ کارروائی جائز ہوئی یا ناجائز؟ اگر ناجائز ہے تو کیا طریقہ برتا جائے اور کس نرخ

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الھبۃ الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۷۹

Marfat.com

سے غلہ لیا جائے کہ وہ جائز ہو؟ بیّنوا توجروا

الجواب

اگر اس وقت کوئی ناجائز عقد نہ ہوا تھا نہ بعد کو کسی جبر و تعدی سے آسامی نے دیا بلکہ بخوشی سترہ ۱۷ سیر کے حساب سے غلہ ان روپوں کا دے دیا تو لینا جائز ہے ورنہ حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۴۶ ۸ رمضان المعظم ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو روپیہ کفار کے خزانہ میں جمع کیا جائے اس کا سود لینا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

سود لینا قطعاً حرام ہے، اللہ عزّ وجل نے مطلقاً فرمایا:

واحل اللہ البیع وحرم الربٰوا[1] اللہ نے حلال کی بیع اور حرام کیا سود۔

اس میں ربّ العزت جل جلالہٗ نے کوئی تخصیص نہ فرمائی کہ فلاں سے سود لینا حرام اور فلاں سے حلال ہے بلکہ مطلقاً حرام فرمایا اور وہ مطلقاً ہی حرام ہے کافر سے ہو خواہ مسلم سے۔ ہاں اپنا کسی پر آتا ہوا یا اور کوئی مال جائز شرعی کسی حیلہ شرعیہ سے حاصل کرنا دوسری بات ہے والتفصیل فی فتاونٰنا (اور تفصیل ہمارے فتاوٰی میں ہے۔ت) واللہ سبحٰنہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۷ از مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ مرسلہ حضرت سید ارتضا حسین صاحب ۱۴ رجب ۱۳۱۶ھ

بنک سے سود لینا جائز یا ناجائز؟ زیادہ نیاز

الجواب

سود لینا مطلقاً حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وحرم الربٰو[2] (اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام کیا۔ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۸ ۸ رجادی الاولیٰ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے عـــہ روپے کا مال اپنے روپیہ سے عمرو کو دلوا دیا اور کہا کہ میں تم سے لعـــہ لوں گا اس میں نفع جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

---

[1] و [2] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵

Marfat.com

الجواب

نرا سُود اور حرام ہے، واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۹ از اوجین مرسلہ حاجی محمد یعقوب علی خاں صاحب ۲۴ شعبان ۱۳۱۵ھ

جب جنس وقدر دونوں پائے جائیں تو امام اعظم کے نزدیک نسیہ وفضل دونوں حرام ہیں تو اگر کوئی ایک من گیہوں ایک من گیہوں سے دست بدست بیچے تو اس تجارت میں بائع ومشتری کو کیا فائدہ ہوا اور اس سے یہ بھی پایا گیا کہ کسی کو گیہوں یا جَو یا جوار یا چنا وغیرہ کی ضرورت پڑی اور اس نے اس سے کہا کہ مجھ کو ایک من گیہوں وغیرہ بطریق ادھار دے دے میں تجھ کو چند روز میں دے دوں گا تو یہ بھی سُود میں داخل ہو گیا اور یہ ضرورت ہر کس وناکس کو پیش آتی ہے اس مسئلہ میں جو حکم تحقیق ہو بیان فرمائیں۔ بیّنوا توجروا

الجواب

قرض تو ایک دوسرا عقد ہے بیع کے سوا جسے شرع مطہر نے حاجات ناس کے لئے جائز فرمایا غلہ کیا، بڑا قرض تو روپے کا ہوتا ہے روپیہ خود اموال ربویہ سے ہے کہ روپے کے عوض روپیہ یا چاندی ہو تو قدر وجنس دونوں موجود اور فضل ونسیہ دونوں حرام مگر روپیہ قرض لینا جائز ہی ہے اور خود غلہ قرض لینا صحیح حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور رب العزت جل وعلا فرماتا ہے:

یایھا الذین اٰمنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ[1] الاٰیۃ۔	اے ایمان والو! جب تم ایک مقررہ مدت تک کسی دین کا لین دین کرو تو اس کو لکھ لیا کرو۔ (ت)

اور اموال ربویہ میں شرع مطہر نے وصف کا اعتبار ساقط فرمایا ہے ولہذا ان کا جید و ردی یکساں ہے اور اختلافِ اوصاف اختلافِ اغراض وحاجات ناس کا باعث ہو سکتا ہے مثلاً ایک قسم کی چیز زید کو مطلوب ہے اس کے پاس اس قسم کی نہیں دوسری قسم کی ہے اور اس قسم کی شے عمرو کے پاس ہے اُسے اس قسم کی مطلوب ہے جو زید کے پاس ہے تو باہم دست بدست یکساں برابر مبادلہ کرکے ہر ایک اپنے مطلوب کو پہنچ سکتا ہے معہذا یہ صورت بھی ہے کہ مثلاً زید کے منہ سے قسم نکل گئی کہ یہ گیہوں جو اپنے پاس ہیں نہ کھائے گا اب اگر وہ ان گیہوؤں کو عمرو کے گندم سے دست بدست برابر بدل لے

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۲

Marfat.com

توقسم بھی پوری ہوگی اور کوئی حرج بھی لازم نہ آئے گا۔ علاوہ بریں شرع نے دست بدست برابر بیع کرنا واجب تو نہ کیا یہ فرمایا ہے کہ اگران چیزوں کی باہم بیع کرنی ہو تو یُوں کرو جسے نہ کرنی ہو نہ کرے کوئی شرعی ایجاب تو نہیں۔ واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۰ از لاہور مسجد بیگم شاہی مرسلہ مولوی احمدالدین صاحب یکم ذی القعدہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ اس ملک میں اہل ہنود سے بیاج لینا جائز ہے یا نہیں؟ بعض کہتے ہیں کہ نصارٰی سے بوجہ اہل کتاب ہونے کے بیاج لینا درست ہے، ایسے خیال والوں کے پیچھے نماز پڑھنی درست ہے یا نہیں؟

الجواب

سود مطلقاً حرام ہے،

قال اللہ تعالٰی وحرم الربٰو[1] اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اللہ تعالٰی نے سود کو حرام کیا۔ (ت)

ہاں جو مال غیر مسلم سے کہ نہ ذمی ہو نہ مستامن بغیر اپنی طرف سے کسی عذر اور بدعہدی کے ملے اگرچہ عقود فاسدہ کے نام سے اسے اسی نیت سے نہ نیت ربا وغیرہ محرمات سے لینا جائز ہے اگرچہ وہ دینے والا کچھ کہے یا سمجھے کہ اس کے لئے اس کی نیت بہتر ہے نہ کہ دوسرے کی، لکل امرئ ما نوی[2] (ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔ ت) پھر بھی جس طرح بُرے کام سے بچنا ضرور ہے بُرے نام سے بچنا بھی مناسب ہے ایاك وبالسوء الظن (بدگمانی سے بچ۔ ت) ان تمام احکام میں مشرک ومجوسی وکتابی سب برابر ہیں جبکہ نہ ذمی ومستامن ہوں نہ عذر کیا جائے بلکہ یہی شرط کافی ہے کہ ان دونوں کو بھی حاوی ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۱ از قصبہ حسن پور ضلع مراد آباد مرسلہ محمد شیر علی خاں مورخہ ۷ ذوالحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بدیں امر کہ ہر دو فریق کہ باہمی رضامندی پر سود (بیاج) کہاں تک جائز ہے یا نہیں، اور اگر نہیں تو کس صورت میں اور کیوں؟ مفصل تحریر فرمائیے۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵

[2] صحیح البخاری کتاب الایمان باب ماجاء ان الاعمال بالنیۃ والحسبۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳

Marfat.com

الجواب

اگر باہمی رضامندی سے سُود جائز ہو سکے گا تو زنا بھی جائز ہو سکے گا اور سُور بھی جائز ہو سکے گا جبکہ سور کا مالک اس کے کھانے پر راضی ہو، اللہ و رسول کے غضب میں کسی کی رضامندی کو کیا دخل، صحیح حدیث میں فرمایا کہ سُود کھانا تہتّر بار اپنی ماں سے زنا کرنے سے زیادہ سخت ہے۔ کیا باہمی رضامندی سے ماں کے ساتھ ۷۳ بار زنا جائز ہو سکتا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۲ از شہر بانسمنڈی مسئولہ محمد صدیق بیگ صاحب ۲۵ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سود کیا چیز ہے اور کس کس صورت میں سود ہو جاتا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

وُہ زیادت کہ عوض سے خالی ہو اور معاہدہ میں اس کا استحقاق قرار پایا ہو سود ہے مثلاً سَو روپے قرض دئے اور یہ ٹھہرا لیا کہ پیسہ اُوپر سَو لے گا تو یہ پیسہ عوض شرعی سے خالی ہے لہذا سود حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۳ از مدرسہ منظر الاسلام بریلی مسئولہ اختر حسین طالبعلم ۵ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی پنواڑی یا سرمہ فروش کو دس یا پانچ روپے کوئی شخص دے اور اس سے کہے کہ جب تک میرا روپیہ تمہارے ذمّہ رہے مجھے پان بقدر خرچ روزانہ کے دیا کرو اور جب روپیہ واپس کر دو گے تو مت دینا یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ اور نہیں تو جواز کی کون سی صورت ہے؟

الجواب

یہ صورت خاص سُود اور حرام ہے، سود کے جواز کی کوئی شکل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۴، ۱۵۵ از بریلی بازار مسئولہ عزیز الدین خاں سوداگر ۲۷ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں کہ:

(۱) ایک مسلمان اور ایک ہندو کو دس روپیہ کا نوٹ دیا آیا ہندو مسلمان دونوں سے اس کا نفع جو قرار پایا ہے لیا جائیگا یا نہیں؟

(۲) ہندو سے نقد قرض سودی لینا مسلمان کو جائز ہے یا نہیں؟ یا کچھ زیور رکھ کر روپیہ سودی لینا مسلمان کو ہندو سے جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

Marfat.com

الجواب

(۱) دس کا نوٹ اگر زیادہ کو بیچا تو ہندو مسلمان دونوں سے لینا جائز اور اگر قرض دیا اور زیادہ لینا قرار پایا تو مسلمان سے حرام قطعی اور ہندو سے جائز جبکہ اسے سُود سمجھ کر نہ لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) سُود جس طرح لینا حرام ہے یونہی دینا بھی حرام جب تک سچی حقیقی مجبوری نہ ہو، زیور اگر اپنا ہے تو اسے رہن رکھ کر سودی روپیہ نکلوانا حرام کہ یہ مجبوری نہ ہوئی، زیور بیچ کیوں نہیں ڈالتا، اور اگر دوسرے سے رہن رکھنے کے لئے مانگ کر لیا ہے اور پاس کوئی ایسی چیز نہیں جسے بیچ کر کام نکال سکے اور قرض لینے کی سچی ضرورت و مجبوری ہے تو جائز ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۶ از شہر بریلی مرسلہ شوکت علی صاحب ۵ رشعبان ۱۳۳۷ھ

کیا حکم ہے اہلِ شریعت کا اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر سے دس روپیہ اس شرط پر مانگے کہ میں فصل پر گندم ۱۵ مار دوں گا اور خالد نے بکر سے دس روپیہ اس شرط پر مانگے کہ جو نرخ بازار فصل پر ہوگا اس نرخ سے دس روپیہ کے گندم دوں گا، بکر نے کہا کہ میرے پاس اس وقت روپیہ نہیں ہے تم دونوں شخص دس دس روپیہ کے گندم جو اس وقت ۱۰ مار کا نرخ لے جاؤ۔ دونوں شخص رضامندی سے گندم حسب شرائط بالا کے گئے اور فروخت کر کے دس دس روپے اپنے صرف میں لائے، اب زید کو فصل پر فی روپیہ ۱۵ مار گندم حسبِ وعدہ اور خالد کو فی روپیہ ۱۲ مار گندم نرخ بازار دیتے ہوئے یہ بیع جائز ہوئی یا نہیں؟ اور اگر بکر خالد کو روپیہ حسب شرائط بالا یعنی جو فصل پر نرخ ہوگا دوں گا" دیتا تو جائز ہوتا یا نہیں؟

الجواب

یہ صورت حرام قطعی اور خالص سُود ہے، ڈھائی من گیہوں جو اس نے دیئے ان سے زیادہ لینا حرام حرام حرام۔ اور اگر روپیہ دیتا تو اس میں دو صورتیں تھیں، روپیہ قرض دیتا اور یہ شرط ٹھہرالیتا کہ ادا کے وقت گیہوں دیں تو یہ شرط باطل تھی، زید و خالد پر صرف اتنا روپیہ ادا کرنا تھا اور اگر گیہوں کی خریداری کرتا اور روپیہ پیشگی دیتا تو یہ صورت بیع سلم کی تھی اگر اس کے شرائط پائے جاتے جائز ہوتی ورنہ حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۷ از شاہجہاں پور محلہ خلیل مرسلہ حاجی محمد اعزاز حسین خاں صاحب ۱۶ ربیع الاول ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اشتہار دیا ہے کہ میں ایک روپیہ میں تیس روپیہ کی گھڑی دیتا ہوں لیکن اس شرط سے کہ جو شخص میرا ٹکٹ ایک روپیہ کو خریدے اس کے نام پانچ ٹکٹ میں بھیجوں گا جب وہ پانچ ٹکٹ پانچ روپیہ کو فروخت کر کے وہ پانچ روپیہ مع ان کے پانچ خریداروں کے

Marfat.com

ناموں کے میرے پاس بھیج دے پھر میں ان پانچوں خریداروں کے پاس پانچ پانچ ٹکٹ بھیجوں گا جبکہ ان میں سے ہر ایک شخص اپنے اپنے ٹکٹ فروخت کر کے مبلغ پچیس روپیہ میرے پاس بھیج دیں گے تو میں تیس روپیہ کی گھڑی اس مقدم الذکر شخص کے پاس بھیج دوں گا اور پھر وہ شخص اشتہار دینے والا ان پچھلے پچیس خریداروں میں سے ہر ایک کے نام پانچ پانچ ٹکٹ بھیج دے گا جبکہ یہ اپنے اپنے ٹکٹ فروخت کر کے روپیہ اس کے پاس بھیج دیں گے جب وہ ان پانچ شخصوں کے پاس تیس تیس روپیہ کی گھڑی بھیجے گا جنھوں نے مقدم الذکر شخص سے ٹکٹ خریدے تھے غرضکہ اسی سلسلہ میں جبکہ اس کے پاس تیس روپیہ پہنچتے جائیں گے تو وہ حسبِ ترتیب ایک شخص کو گھڑی بھیجتا رہے گا، تو ہر شخص کو گھڑی ایک روپیہ میں ملے گی مگر بایں شرط کہ اس کے ذریعہ سے تیس روپیہ کے ٹکٹ اس شخص کے فروخت ہو جائیں اور وہ ٹکٹ دراصل بطور ایک سند و وثیقہ خریداری کے ہیں کیونکہ اس ٹکٹ پر لفظ کوپن اس نے لکھا ہے جس کا ترجمہ سودی اقرارنامہ لکھا ہے جس سے ظاہر ہے کہ یہ ٹکٹ مبیعہ نہیں بلکہ اقرار نامہ ہے اس بات کا کہ بعوض ایک روپیہ تیس روپیہ کی شے اشیاءِ مبیعہ سے جس کی وہ خریدار درخواست کرے بلحاظ شرائط مذکورہ و مندرجہ اشتہار ملے گی پس اس معاملہ مذکورہ سے کسی شے کا لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو یہ عقد عقدِ بیع ہے یا کیا؛ اور اگر بیع ہے تو اس میں کوئی دوسرا عقد مثل توکیل و دلالی و اخذ اجرت وغیرہ مندرج ہے یا نہیں، اور ثمن وہ ایک روپیہ ہے یا مع اس زیادتی مذکورہ کے، اگر مع زیادتی ہے تو یہ بیع بطریق بیع چھٹی مروجہ ممنوعہ شرعیہ کے معنی میں ہوگی گو ایک لخت سب چھٹی نہ ہوں متفرقاً متفرقاً ہوں یا اس معنی میں نہیں پھر یہ بیع باندراج شرائط مذکورہ بالا جائز ہوگی یا نہیں بحوالہ شرعیہ دلائل معتبرہ جواب مرحمت فرمایا جائے اور نقل اشتہار بغرض ملاحظہ ہمرشتہ سوال ہذا ہے بیّنوا اللہ توجروا عند اللہ۔

نقل اشتہار بغرض ملاحظہ ذیل میں تحریر کی جاتی ہے : قیمتی تیس روپیہ صرف ایک روپیہ کو لندن واچ کمپنی کمرشیل بلڈنگ لکھنؤ سونے چاندی یا دھات کی جیبی گھڑیاں کلاک اور زیور وغیرہ، تم کو یہ سند ملے گی جس کے واسطے تم نے صرف ایک روپیہ خرچ کیا ہے اور ان ٹکٹوں کو جو کہ ان میں شامل ہیں ایمان کے ساتھ فی ٹکٹ ایک روپیہ فروخت کرو اپنے دوستوں اور ملاقاتیوں میں ان میں سے ٹکٹ فروخت کرو جس قدر کہ تم سے ہو سکے اور پھر جب تم اس سند کو مع اس روپیہ کے جو تم نے فروخت کر کے وصول کیا ہے ہمارے پاس بھیجو گے ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم تم کو ایک چیز ان چیزوں میں سے جو کہ اوپر بیان کی گئیں جس کے تم مستحق ہو گے (ہماری فہرست نمونہ کی دیکھ لو) جبکہ شرائط مفصلہ ذیل پوری ہوں گی ہم بھیجیں گے، شرط اوّل تم ہمارے پاس نام اور پتہ صاف قلم سے ان شخصوں کے جس کے ہاتھ تم نے ٹکٹ

Marfat.com

فروخت کئے ہیں بھیجو گے۔ شرط دوسری ان میں سے ہر ایک شخص سے ہم بذریعہ تحریر کے دریافت کریں گے اپنے اطمینان کے واسطے کہ آیا تم نے ان شخصوں کے ہاتھ فروخت کیا ہے یا نہیں۔ تیسری شرط وہ شخص ہمارے پاس اپنی سند مع اس روپیہ کے جو کہ انھوں نے اپنے ٹکٹ فروخت کرکے وصول کیا ہے ہمارے پاس بھیجیں گے، اگر تم یا تمھارے دوست پانچوں ٹکٹ نہ فروخت کرسکیں تاہم تم ہماری ایک چیز کے عمدہ چیزوں میں سے مستحق ہو گے اگرچہ چار یا تین یا دو یا صرف ایک ہی ٹکٹ بموجب شرائط بالا کے فروخت ہوا ہو خوب غور کرلو کہ تم صرف ایک روپیہ اپنی جیب سے خرچ کرکے اس کے عوض میں بموجب شرائط بالا کے اپنے آپ کو مستحق کرتے ہو خالص سونے کی جیبی گھڑی کا یا کلاک کا جس کی قیمت تیس روپیہ ہوگی ہم تمھارے ساتھ ایمانداری سے کام کرتے ہیں اور ہم کو یقین ہے کہ تم بھی ہمارے ساتھ ایمانداری کرو گے ہم تم پر اعتبار کرتے ہیں ہمارے مال میں سے جس چیز کو جی چاہے بموجب نمونہ کی فہرست کے ہندوستان، برما، سیلون میں جانچ کرا کے اطمینان کرا لو۔

ترجمہ اس ٹکٹ کا جو ایک روپیہ کو فروخت ہوتا ہے، تیس روپیہ کی قیمت کا مال صرف ایک روپیہ کو خریدنے والے کو اس ٹکٹ کے ایک سند مع پانچ ٹکٹوں کے ملے گی جن کو کہ فی ٹکٹ اس کو ایک روپیہ میں فروخت کرنا چاہیئے بعدہٗ ہمارے پاس اس کی قیمت یعنی پانچ روپیہ وصول شدہ بذریعہ منی آرڈر یا چک کے بھیجنا چاہیئے اور تقسیم کرنا چاہیئے جیسا کہ سند پر لکھا ہے ٹکٹ کے لفظ کو کوپن لکھا ہے جس کا ترجمہ ڈکشنری میں سودی اقرارنامہ لکھا ہے، فقط۔

الجواب

معاملۂ مذکورہ محض حرام و قمار، ہزاراں ہزار محرمات بے شمار کا تودہ وانبار، بلکہ حراموں کا سلسلہ ناپیداکنار، طرفہ اختراع ابلیس مکار ہے،

قال اللہ تعالیٰ وکذٰلک جعلنا لکل نبی عدوا شیٰطین الانس والجن یوحی بعضھم الٰی بعض زخرف القول غرورا ولوشاء ربک ما فعلوہ فذرھم وما یفترون ۝ ولتصغٰی الیہ افئدۃ الذین لا یؤمنون بالاٰخرۃ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اسی طرح ہم نے ہر نبی کیلئے کچھ دشمن بنائے شیطان آدمی اور جن کہ ایک دوسرے کے دل میں جھوٹی بات ملمع کی ہوئی ڈالتے ہیں ایک تو فریب دینے کو (اور تیرا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے تو تو چھوڑ دے انھیں اور ان کے باندھنے جھوٹ کو) دوسرے اس لئے کہ جھک آئیں اس باطل کی طرف ان کے دل

Marfat.com

ولیرضوہ ولیقترفوا ما ھم مقترفون[1] — جنھیں آخرت پر ایمان نہیں اور اسے پسند کریں اور اس کے ذریعہ سے کمالیں جو انھیں کمانا ہے۔

آخرت میں وبال و عذاب اور دنیا میں، مثلاً صورتِ مسئولہ میں کوئی روپے اور کوئی گھڑی یا گہنا وغیرہ اور کوئی خسرالدنیا والاٰخرۃ[2] (دنیا و آخرت میں اس نے گھاٹا پایا۔ ت) کہ روپیہ گیا اور کچھ نہ ملا،

قل اٰللہ اذن لکم ام علی اللہ تفترون[3] — اے نبی! تُو ان لوگوں سے فرما کیا اللہ نے تمھیں اس کی پروانگی دی ہے یا خدا پر بہتان اٹھاتے ہو۔

یعنی پروانگی تو ہے نہیں ضرور افتراء ہی ہے،

ام لھم شرکاء شرعوا لھم من الدین مالم یأذن بہ اللہ[4] — کیا ان کے لئے کچھ ساختہ خدا ہیں جنھوں نے ان کو وہ دین گھڑ دیا جس کی اجازت اللہ نے نہ دی۔

اللہ عزوجل مسلمانوں کو شیطان کے فریب سے بچائے، آمین! اس اجمال کی تفصیل مجمل یہ کہ حقیقت دیکھئے تو معاملہ مذکورہ بنظر مقاصد ٹکٹ فروش و ٹکٹ خراں ہرگز بیع و شراء وغیرہ کوئی عقد شرعی نہیں بلکہ صرف طمع کے جال میں لوگوں کو پھانسنا اور ایک امید موہوم پر پانسا ڈالنا ہے اور یہی قمار ہے، پر ظاہر کہ اس طمع دلائی ہوئی گھڑی یا گہنے وغیرہ کی خرید و فروخت کا تو اصلاً نہ ذکر نہ اس شیئ کی جنس ہی متعین، بلکہ تاجر کہتا ہے جب ایسا ہوگا تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تم کو ایک چیز ان چیزوں سے بھیجیں گے، یہ وعدہ ہے اور بیع عقد، اور وعدہ و عقد میں زمین و آسمان کا بُعد۔ اب رہی سند اور ٹکٹ، سند تو خود مع قیمت واپس مانگتا ہے اور بیع میں مبیع مع قیمت واپس ہونے کے کوئی معنی نہیں، علماء نے صبی لایعقل البیع والشراء (وہ بچہ جو بیع و شراء کی سمجھ نہیں رکھتا۔ ت) کی پہچان لکھی کہ چیز لے کر پیسہ بھی واپس مانگنے لگے فیعلم انک لایعرف معنی المبادلۃ و ما البیع الا مبادلۃ (پس معلوم ہوگیا کہ وہ مبادلہ کا معنی نہیں جانتا اور بیع تو ہے ہی مبادلہ۔ ت) ہاں ٹکٹ کی بیع کا نام لیا مگر اس پر وہ عبارت چھاپی جس نے صاف بتا دیا کہ یہ مبیع نہیں ایک

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۱۳-۱۱۲
[2] القرآن الکریم ۲۲/ ۱۱
[3] القرآن الکریم ۱۰/ ۵۹
[4] القرآن الکریم ۴۲/ ۲۱

Marfat.com

اقراری سند ہے جس کے ذریعہ سے ایک روپے والا بعد موجود شرائط تیس روپے کا مال تاجر سے لے سکے گا اگر ٹکٹ ہی بکتا تو خریدار کیا ایسے احمق تھے کہ روپیہ دے کر دو انگل کا محض بیکار پرچہ کاغذ مول لیتے جسے کوئی دو کوڑی کو بھی نہ پُوچھے گا، لاجرم بیع وغیرہ سب بالائے طاق ہے بلکہ تاجر تو یہ سمجھا کہ مفت گھر بیٹھے میرے مال کی نکاسی میں جان لڑا کر سعی کرنیوالے ملک بھر میں پھیل جائیں گے اور محض بے وقت مُنہ مانگے دام پے در پے آیا کرینگے نوکر دام لے کر کام کرتے ہیں اور غلام بے دام، مگر یہ ایسے پھنسیں گے کہ آپ دام دیں گے اور میرا کام کرینگے، انسان کسی امر میں دو ہی وجہ سے سعی کرتا ہے خوف یا طمع، یہاں دونوں مجتمع ہوں گے، ایک کے تیس ملنے کی طمع میں جس نے ایک ٹکٹ لے لیا اس پر خواہی نخواہی لازم ہو گا کہ جہاں سے جانے پانچ احمق اور پھانسے چھ تو یہ نقد بلا معاوضہ آئے اب وہ نو گرفتار پانچ میں ہر ایک اسی تیس کی طمع اور اپنا روپیہ مفت مارے جانے کے خوف سے اور پانچ پانچ پر ڈورے ڈالے گا یونہی یہ سلسلہ بڑھتا رہے گا اور ملک بھر کے بے عقل میرا مال نکلنے میں بجان ساعی ہو جائیں گے پھر جب تک سلسلہ چلا فبہا گھر بیٹھے بے محنت دُونے ڈیوڑھے چھناچھن آرہے ہیں اور جہاں تھکا تو اپنا کیا گیا' ان ٹکٹ خروں کا گیا جنھوں نے روپے کو ہوا خریدی، ہمیں یوں بھی صدہا مفت بچ رہے، بہرحال اپنا احمق کہیں نہیں گیا، تاجر کے تو یہ منصوبے تھے ادھر مشتری سمجھا کہ گیا تو ایک اور ملے تو تیس لاؤ قسمت آزما دیکھیں یہاں تک نری طمع تھی اب کہ روپیہ بھیج چکے مارے جانے کا خوف بھی عارض ہو گیا اور ہر طرح لازم ہُوا کہ اوروں پر جال ڈالیں اپنا روپیہ ہرا ہو دوسرے سُوکھے گھاٹ اتریں تو اتریں، یونہی یہ امید وبیم کا سلسلہ قمار ترقی پکڑے گا، اول کے دو چار کچھ حرام مال کی جیت میں رہیں گے آخر میں بگڑے گا جس جس کا بگڑے گا یہی اکل مال بالباطل ہے جسے قرآن عظیم نے حرام فرمایا کہ:

یاایھا الذین اٰمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[1]

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طور پر مت کھاؤ (ت)

یہی غرر و خطر و ضرار و ضرر میں پڑنا اور ڈالنا ہے جس سے صحاح احادیث میں نہی ہے، یہ معاملہ چٹھی سے بدرجہا بدتر ہے وہاں ہر ایک بطور خود اس قمار و گناہ میں پڑتا ہے اور یہاں ہر پہلا اپنے نفع کیلئے دوسرے پانچ کا گلا پھانسے گا تو وہاں صرف خطر تھا یہاں خطر و ضرر و ضرار و غش سب کچھ ہے، اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۹

Marfat.com

لیس منّا من غشنا[1] رواہ مسلم واحمد وابوداؤد وابن ماجۃ والحاکم عن ابی ھریرۃ والطبرانی فی الکبیر عن ضمیرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جو مسلمانوں کے خلاف خیر خواہی معاملہ کرے وہ ہمارے گروہ سے نہیں (اس کو امام مسلم، احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ اور امام حاکم نے سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور طبرانی نے معجم کبیر میں سیدنا حضرت ضمیرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔)

ایک حدیث میں ہے:

لیس منّا من غش مسلما اوضرہ اوماکرہ[2] رواہ الامام الرافعی عن امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ۔

ہم میں سے نہیں جو کسی مسلمان کی بدخواہی کرے یا اسے ضرر پہنچائے (اس کو امام رافعی نے سیدنا امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے روایت کیا ہے۔ ت)

احادیث اس باب میں حدِ تواتر پر ہیں اور خود ان امور کی حرمت ضروریاتِ دین سے ہے کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) حقیقتِ امر تو یہ تھی اور صورتِ الفاظ پر نظر کیجئے تو ٹکٹ کی خرید وفروخت ہے۔ اوّل تو اس کے مال ہونے میں کلام ہے کہ وہ جس کی طرف طبائع میل کریں اور وقتِ حاجت کے لئے ذخیرہ رکھا جائے، یہ ٹکٹ دونوں وصف سے خالی ہے، کشف الکبیر و بحرالرائق و ردالمحتار میں ہے:

المراد بالمال ما یمیل الیہ الطبع ویمکن ادخارہ لوقت الحاجۃ[3]

مال سے مراد وہ چیز ہے جس کی طرف طبیعتیں میلان کریں اور اس کو حاجت کے وقت کیلئے ذخیرہ کیا جاسکتا ہو۔ (ت)

اس تقدیر پر تو یہ بیع سرے سے محض باطل ہوگی لانہ مبادلۃ مال

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷۰
مسند امام احمد بن حنبل مسند ابوہریرہ رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۲/۴۱۷
سنن ابوداؤد کتاب البیوع آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۳۳
[2] کنز العمال بحوالہ الرافعی عن علی حدیث ۹۵۰۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۴/۶۰
[3] بحرالرائق کتاب البیوع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/۲۵۶

Marfat.com

بمال[1] کما فی الکنز والملتقی وغیرھما (اس لئے کہ بیع تو ایک مال کے بدلے دوسرا مال لینے کا نام ہے جیسا کہ کنز اور ملتقی وغیرہ میں ہے۔ ت) اور بالفرض مال ہو تو متعدد شرائط فاسدہ پر مشتمل ہے، وقد نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن بیع وشرط[2]۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے بیع اور شرط سے منع فرمایا۔ (ت)

تو عقد بوجوہ فاسد ہُوا اور ہر فساد جداگانہ حرام ہے پھر یہ سلسلۂ غش وفساد وحرام، تو ادھر ٹکٹ خروں میں یکے بعد دیگرے مستمر چلا ادھر ایسے جو تیس کی شے ملی اس کی جنس تک معین نہ تھی نہ صرف اس کے عمل پر ملی کہ اس کا کام تو پانچ ٹکٹ بکنے پر منتہی ہوگیا اور اس وعدۂ طمع میں چیز کا مستوجب اس وقت ہوگا کہ پھر وہ بکیں اور پانچ ان کے اور پانچ پانچ ان پانچ کے وصول ہوں، یہ ہرگز اسی اول کا عمل نہیں تو اگر اجارہ ہوتا بوجوہ خود فاسد اور اپنی مشروط بیع کا مفسدہ ہوتا مگر حقیقۃً وہ صرف طمع دہی اور از قبیلِ رشوت ہے، غرض اس معاملۂ حرام در حرام کے مفاسد بکثرت ہیں اور ان سب سے سخت تر وہ لفظ ہے کہ ہم تمہارے ساتھ ایمانداری سے کام کرتے ہیں، ایسے شدید گناہوں اختراعی راہوں کو ایمانداری کا کام بتانا ان اصل گناہوں سے کتنے درجے زائد ہے جبکہ یہ اشتہار دینے والا کوئی مسلمان ہو کہ اب یہ تحصیل حرام بلکہ تحسین حرام ہے والعیاذ باللہ رب العٰلمین ہذا واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۸–۱۵۹ از بدایوں سوتنہہ محلہ مرسلہ مولوی حامد بخش صاحب خان بہادر ۷ رمضان المبارک ۲۲ ۱۳ھ

جناب مولٰنا ومقتدانا حامیِ سنّت دامت برکاتہم، بعد تمنائے حصول قدمبوسی مدعا نگار ہوں کہ سوالاتِ مندرجہ ذیل کا جواب باصواب جو مطابق احکامِ شریعت ہو مرحمت فرمائیے تاکہ گمراہان کی رہبری ہو وے:

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید وبکر دو شخصوں نے اپنا عہ۵ کا مملوکہ مال واسباب اتنے ہی حصص میں تقسیم کیا جس قدر کی مالیت کا وہ کل مال تھا اور فروخت کا یہ طریقہ رکھا کہ ہر شخص جو اس کی خریداری کے واسطے حصہ دار ہوچکا اس کو ایک چِٹھی دے دی گئی اور سب چِٹھیاں جمع ہوجانے پر بروئے قرعہ اندازی سب سے اول چِٹھی نکلنے والے کو عہ۵ کا مال ایک روپیہ کے چِٹھی پر ملا اور دوسرے شخص کو دس کا اور تیسرے شخص کو صہ روپیہ اور چوتھے شخص کو دو روپیہ کا اور باقی ۶۶ چِٹھی والے خریداروں کو آخر نمبر تک ۸ کا مال فی ٹکٹ دیا گیا آیا یہ طریقہ بیع

---

[1] ملتقی الابحر کتاب البیوع مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲/ ۵
[2] نصب الرایۃ کتاب البیوع المکتبۃ الاسلامیۃ الریاض الشیخ ۴/ ۱۷

Marfat.com

موافق احکامِ شریعت ہے یا نہیں؛

(۲) ڈاک خانہ سرکاری کے سیونگ بنک میں یا دوسرے انگریزی تجارتی بنکوں میں زید نے کچھ روپیہ داخل کیا جس پر بہ شرح معینہ اس کو گورنمنٹ نے یا تاجر انگریزنے منافع ادا کیا تو جمع کرنے والا شخص مطابق احکامِ شریعت اس منافع کو لینے کا مستحق ہے یا نہیں؛

الجواب

(۱) یہ صورت قطعی حرام ہے اور نرا قمار، اور بائع و مشتری سب کے لئے استحقاق عذاب نار۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) سود مطلقاً حرام ہے قال اللہ تعالٰی وحرم الربٰو[1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ تعالٰی نے سود کو حرام کیا۔ ت) مگر جس کے یہاں روپیہ جمع کیا اگر اس پر کوئی مطالبہ شرعاً آتا تھا اور وہ اور طور پر نہ مل سکتا تھا اس نام سے وصول ہو جائیگا تو اپنے اس حق کی نیت سے قدر حق تک لے لینے کا استحقاق ہے اور اگر کچھ نہ آتا تھا مگر کوئی مال مباح بلا غدر و بلا ارتکاب جرم برضامندی ہاتھ آتا ہو تو بہ نیت مباح اسے لینا لینے والے کو مباح ہے اگرچہ دینے والا کسی نام سے تعبیر کرے اس مسئلہ کی تحقیق کامل بھی فتاوٰی فقیر میں ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۰ از بریلی محلہ کنگھی ٹولہ مرسلہ محمد رضا علی ۵ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمرو کو روپیہ اس شرط پر دیا کہ چار ماہ کے بعد تم سے روپیہ مذکور کے پچیس مار گندم لیں گے، یہ جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر روپیہ قرض دیا اور یہ شرط کرلی کہ چار مہینے کے بعد ایک روپے کے پچیس مار گیہوں لیں گے اور نرخ بازار پچیس سیر سے بہت کم ہے تو یہ محض سود اور سخت حرام ہے۔ حدیث میں ہے:
کل قرض جر منفعۃ فھو ربٰو[2] جو قرض نفع کو کھینچے وہ سود ہے۔ (ت)
اور اگر گیہوں خریدے اور قیمت پیشگی دی ہے تو بیع سلم ہے اگر سب شرائط بیع سلم کے

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۷۵

[2] کنز العمال بحوالہ الحارث عن علی حدیث ۱۵۵۱۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۲۳۸

Marfat.com

ادا کرلی ہیں تو جائز ہے اگرچہ روپے کے دس من گیہوں ٹھہر جائیں ورنہ حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۱ مرسلہ احمد شاہ خاں از موضع نگریا سادات

زید نے کچھ روپے قرض واسطے تجارت کے عمرو کو دئے اور آپس میں یہ ٹھہرالیا کہ علاوہ قرض کے روپوں کے جس قدر منافع تجارت میں ہو اس میں سے نصف ہمارا اور نصف تمہارا، تو یہ سود ہوا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہ سود اور حرام قطعی ہے، ہاں اگر روپیہ اسے قرض نہ دے بلکہ تجارت کے لئے دے کہ روپیہ میرا اور محنت تیری اور منافع نصفا نصف، تو یہ جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۲ از پٹیالہ مارواڑ محمد عبدالرحمٰن سوداگر چرم ۲۱ ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آیا سرزمین ہندوستان میں بحالت موجودہ مسلمانوں کو اپنی دینی اور قومی حالت سنوارنے کی غرض سے سود کا لین دین غیر مسلم سے شرعًا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

سود لینا دینا مطلقًا حرام ہیں، قال اللہ تعالیٰ وحرم الربٰو[1] (اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام کیا۔ ت) حدیث صحیح میں ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکل الربٰو ومؤکلہ وکاتبہ وشاھدہ وقال ھم سواء[2]

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سود کھانے والے اور سود دینے والے اور سود کا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہی دینے والوں پر۔ اور فرمایا وہ سب برابر ہیں۔

اللہ کی لعنت کے ساتھ دینی حالت سنورے گی یا اور بدتر ہوگی، اور قومی دنیوی حالت سنبھلنا بھی معلوم، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یمحق اللہ الربٰو ویربی الصدقٰت[3]

اللہ مٹاتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے زکوٰۃ کو۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵

[2] صحیح مسلم باب الربٰو قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۷

[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۶

Marfat.com

جسے اللہ تباہ و برباد کرے وہ کیونکر بڑھ سکتا ہے، اور بالفرض کچھ دن کو ظاہری نگاہ میں بڑھے بھی تو جتنا بڑھے گا اللہ کی لعنت بڑھے گی ؎

مبادا دلِ آن فرومایہ شاد — کہ از بہر دنیا دہد دین بباد

(اس کمینے کا دل خوش نہ ہو جس نے دنیا کی خاطر دین کو برباد کیا۔ت)

اگر قرآن عظیم پر ایمان ہے تو سود کا انجام یقیناً تباہی و خسران ہے۔ سائل لین دین پوچھتا ہے، مسلمانوں کے پاس مال کہاں اور کفار بڑے بڑے مالدار، انھیں آپ سے سودی قرض لینے کی کیا ضرورت ہوگی، اور اگر ہو بھی تو ان کی قوم کے ہزاروں لینے دینے کو موجود ہیں اور سود دینے میں قوم کا نفع ہے یا کفار کا، سود دینے سے قومی حالت سنورتی تو لاکھوں مسلمان بنیوں کو سود دیتے اور اپنی جائدادوں کو تباہ کرتے ہیں ہزار کا مال دو ڈھائی سو میں بہ جاتا ہے کیا اسی کو حالت سنورنا کہتے ہیں، نفع لینے کی بعض جائز صورتیں نکل سکتی ہیں جن میں کچھ کا ذکر ہمارے فتاوٰی اور بہت کا ہمارے رسالہ نوٹ میں ہے کہ مع ترجمہ چھپ رہا ہے مگر کسی کوٹھی کا کام فقط نفع لینے سے نہیں چلتا اسے دینا بھی ضرور پڑتا ہے، اور معاملہ جب کفار سے ہو تو ان تینوں صورتوں کی پابندی دشوار ہے جن پر جواز کا مدار ہے اور یوں سود دینا اگرچہ کافر کو ہو قطعاً حرام و استحقاقِ نار ہے، ہاں اگر نوٹ کا طریقہ جو ہم نے اس رسالہ میں لکھا تجار میں رائج ہو جائے تو بلاشبہہ سود لینے دینے کی آفت اٹھ جائے اور لین دین کا عام بازار شرعی جواز کے ساتھ کھل جائے، وباللہ التوفیق، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۳ از شہر بریلی محلہ ملوک پور مسئولہ عبدالغنی صاحب تاجر ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محبوب اللہ کی دکان ایک بقال کے پاس چارسو روپیہ میں رہن ہے اور محبوب اللہ فی صدی ایک روپیہ ماہوار سود کا ادا کرتے ہیں اب ایک شخص محبوب اللہ کی دوسری دکان میں مبلغ دس روپیہ کرایہ پر بیٹھتا ہے محبوب اللہ اس کرایہ دار سے کہتا ہے کہ مجھ کو تم چارسو روپیہ دے دو میں بقال کو ادا کردوں گا اور تم چارسو روپیہ کی دستاویز تحریر کرالو میں تم کو کرایہ میں کمی کردوں گا اس صورت میں جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر ہمیشہ کے لئے کمی کردے اور صاف صاف قرض میں تحریر کردیں کہ کچھ نفع اس پر لیا دیا نہ جائیگا یہ کمی صرف اس احسان کے بدلے میں احسان ہو قرض کا منافع نہ ہو تو حرج نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

Marfat.com

مسئلہ ۱۶۴ از ریودر براہ آبو مرسلہ ٹھیکیدار آنول موسی منشی صاحب ۱۴ رجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اناج کا بدلنا بھی دوسرے اناج سے جائز ہے یا نہیں؛ مثلاً مکی ایک من دو ماہ پہلے دی بعد میں دو ماہ کے ایک من گندم لیتے ہیں، اس شرط سے لین دین یہاں کے مسلمان کرتے ہیں، یہ بدلنا بھی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

ایک ناج دوسرے ناج سے نقد بدلنے میں کوئی حرج نہیں اور جب جنس بدلی ہوئی ہے تو کمی بیشی جائز ہے اور ایک طرف سے اب دیا گیا اور دوسری طرف سے ایک مدت کے بعد دینا ٹھہرا تو یہ بیع سلم کے شرائط کا محتاج ہے، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۵ از جوہر کوٹ بارکھان ملک بلوچستان مرسلہ قادر بخش صاحب ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

چہ میفرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ نرخ بازار سہ پونڈ فی روپیہ است اکنوں شخصے بمیعاد تا ۳ ماہ یا زیادہ کم از نرخ بازار دو پونڈ فی روپیہ فروخت میکند آیا جائز است یا مکروہ؟

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ بازار کا بھاؤ تین پونڈ فی روپیہ ہے، اب ایک شخص تین ماہ یا زیادہ کی میعاد پر بازار کے بھاؤ سے کم دو پونڈ فی روپیہ کے حساب سے فروخت کرتا ہے، کیا شرعاً جائز ہے یا مکروہ؟ (ت)

الجواب

جائز است، واللہ تعالٰی اعلم۔

جائز ہے، اور اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے (ت)

مسئلہ ۱۶۶ از سیدپور ڈاکخانہ وزیر گنج ضلع بدایوں مرسلہ آغا علی خاں صاحب مورخہ ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

اگر ساہوکار اپنے مسلمان روزگاری سے سود نہ لے بلکہ کچھ اضافہ لفظ سود سے بدلنے اور مسلمان کو اس سے محفوظ کرنے کی غرض سے آڑھت پر کرلے تو مسلمان اس مسئلہ سود سے بچ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

سُود کا لفظ فقط حرام نہیں بلکہ سُود کی حقیقت حرام ہے اسے اضافہ کے لفظ سے تعبیر کرنا نہ اسے سُود ہونے سے بچائے گا نہ حرمت میں فرق آئے گا، واللہ تعالٰی اعلم

Marfat.com

مسئلہ ۱۶۷ تا ۱۷۰ عبدالحکیم خاں دکاندار محلہ کٹکور ریاست رامپور

(۱) زید نے بکر کے ہاتھ ۲۴ روپیہ کی اشرفی فروخت کی ۱۲ روپیہ تو بکر نے اسی وقت دے دئے ۱۲ کا وعدہ کیا چنانچہ دو چار روز کے بعد وہ بھی دے دئے۔

(۲) زید نے بکر سے ایک روپیہ کے دام مانگے اور روپیہ دیا بکر نے آٹھ آنے پیسے اُسی وقت دے دئے اور دو یوم کے بعد دو چونیاں دے دیں۔

(۳) زید نے بکر سے ایک روپیہ دے کر پیسے مانگے، بکر نے ایک اٹھنی اس وقت دے دی باقی کے بابت دو یوم کا وعدہ کیا چنانچہ تین یوم کے بعد ۸؍ کے پیسے دے دئے۔

(۴) زید نے ایک آنہ کا سودا بکر سے لیا، بکر نے کہا کہ اس وقت باقی روپیہ کے پیسے نہیں ہیں پھر لے لینا، بکر کو زید نے روپیہ دے دیا اور دو روز کے بعد باقی کے پیسے لے لئے، ان سب صورتوں میں کوئی صورت ربا کی ہے یا نہیں ہے؟

الجواب

(۱) یہ حرام ہے کہ سونے چاندی کے مبادلہ میں دست بدست ہونا شرط ہے۔

(۲) اگر زید نے روپے کے پیسے مانگے اور روپیہ دے دیا اس نے آٹھ آنے پیسے اب دے دئے اور باقی پیسوں کے بدلے دو دن کے بعد چونیاں اٹھنی دی تو جائز ہے کہ روپے اور پیسوں کے مبادلہ میں ایک طرف سے قبضہ کافی ہے کما حققناہ فی کفل الفقیہ الفاھم (جیسا کہ ہم نے کفل الفقیہ الفاہم میں اس کی تحقیق کی ہے۔ت) اور اگر زید ہی نے روپے کے ۸؍ پیسے اور دو چونیاں مانگیں جو اس نے دوسرے وقت دیں یہ حرام ہے لاشتراط الصرف یدا بید (کیونکہ بیع صرف میں ہاتھوں ہاتھ لینا شرط ہے۔ت)

(۳) یہ صورت جائز ہے کہ پیسوں میں ایک طرف کا قبضہ ہو گیا اور اٹھنی میں دونوں طرف کا۔

(۴) یہ بھی بدلیل مذکور جائز ہے جبکہ باقی کے پیسے لینے ٹھہرے جیسا کہ سوال میں ہے۔

مسئلہ ۱۷۱ از صید پور ضلع رنگپور بنگال مرسلہ محمود خاں صاحب پنجر سپرنٹنڈنٹ ۹ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

فدوی ریلوے میں بعہدہ پسنجر سپرنٹنڈنٹ ملازم ہے ہر ماہ مشاہرہ سے کچھ روپیہ ریلوے کاٹ لیتی ہے اور وہ روپیہ بعد ترک ملازمت مع کچھ سود کے دیا جاتا ہے جو ریلوے کا سرکلر ہے لہذا یہ روپیہ اپنے صرف میں یا کسی کارِ خیر میں لا سکتا ہے یا نہیں؟ مدرسہ دیوبند سے لاعلمی سے میں نے دریافت کیا تھا وہاں سے جائز قرار دیا گیا ہے بعد میں معلوم ہوا کہ وہاں کا فتوٰی ہم لوگوں کے

Marfat.com

واسطے قابلِ وثوق نہیں ہے لہذا حضور کی خدمت میں التماس ہے کہ جواب سے سرفراز فرمایا جاؤں۔

الجواب

اللہ عزوجل نے سود کو حرام فرمایا اور اس میں کوئی تخصیص مسلم و کافر کی نہیں رکھی، مطلق ارشاد ہوا ہے وحرم الربٰو[1] (اور اللہ تعالٰی نے سود کو حرام کردیا۔ ت) تو اسے سود قرار دے کر لینا جائز نہیں اور اگر کسی کمپنی میں کوئی مسلمان بھی حصہ دار ہو تو مطلقاً اس زیادہ روپیہ کا لینا حرام ہے، اور اگر کوئی مسلمان حصہ دار نہیں تو سود کی نیت کرنا ناجائز ہے بلکہ یوں سمجھے کہ ایک مال مباح بلاغدر مالکوں کی خوشی سے ملتا ہے یوں اس کے لینے میں فی نفسہ کوئی حرج نہیں اور اسے چاہے اپنے صرف میں لائے چاہے کارِ خیر میں لگائے کما حققناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۲: سائل حافظ محمد نور الحق محلہ پنجابیاں پیلی بھیت ۲۵ صفر ۱۳۳۱ھ

مخدومی و مکرمی جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب دام مجدہٗ، بعد سلام مسنون التماس یہ ہے کہ ایک شخص مسمی وزیر نے انتقال کیا منجملہ اور وارثوں کے دو لڑکیاں نابالغ اس نے چھوڑیں، اس کے مال میں چار سو روپیہ نقد ان لڑکیوں کے حصہ میں ملا وہ کل روپیہ ایک شخص دیگر نے امانتاً اس سے اس وعدہ پر لیا کہ ہم تم کو پانچ روپیہ ماہوار اس روپیہ کا منافع دیتے رہیں گے، اور اس روپیہ کے اطمینان کی غرض سے اس شخص روپیہ لینے والے نے اپنا مکان اس روپیہ کے بالعوض رہن کردیا اور اس کا رہن نامہ لکھا گیا مگر رہن نامے میں مضمون یہ ہے کہ مبلغ چار سو روپے معرفت مسماۃ بنے بیگم ہمارے پاس امانتاً یا فتنی ہر دو نابالغہ کے جمع ہوئے ہیں جو تا بلوغ ہر دو نابالغہ کے ہمارے پاس جمع رہیں گے چونکہ زرِ امانت کی کوئی تحریر باضابطہ بغرض اطمینان کے منجانب ہمارے کہ مسماۃ کے پاس نہیں ہیں، لہذا ہم بموجب تحریر ہذا کے اقرار کرتے ہیں کہ زرِ مذکورہ تا بلوغ ہر دو مذکور نابالغان کے جمع رہیں گے اور اس کا سود بشرح فیصدی ۱۵ ماہواری کے حساب سے نابالغان کو ماہ بماہ بلاعذر و حیلہ کے ادا کرتے رہیں گے اور واسطے اطمینان زرِ مذکور کے ایک مکان مستغرق و مکفول دستاویز ہذا کرتے ہیں تا بیباق زر مذکور کے بجائے دیگر منتقل نہیں کریں گے، اگر کریں تو ناجائز ہو، لہذا یہ رہن نامہ سودی بحق نابالغان دختران وزیر کے لکھ دیں کہ سند ہو۔

تو اب امر دریافت طلب یہ ہے کہ شخص مذکور جس نے روپیہ لیا تھا اس نے انتقال کیا اور ماہواری جو مقرر کیا تھا وہ نہیں دیا اب وہ نابالغان اپنا روپیہ اس مکان سے لیں گی مگر اصل کے چار سو روپیہ سے جو ایک سو روپیہ زائد اس وقت تک ہو گیا ہے وہ بھی لے سکتی ہیں یا نہیں کیونکہ ان نابالغان کو یا اس کے

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵

Marfat.com

اور کسی وارث کو یہ معلوم نہ تھا کہ دستاویز کے اندر وہ پانچ روپیہ ماہوار سود دیا گیا ہے وہ بھی بھی ہوئی تھیں کہ ہم کو پانچ روپیہ ماہوار کرایہ مکان یا اس روپیہ کے منافع میں سے دیا جائے گا اگر وہ سو روپیہ جو اصل سے زائد ہے لے لیں تو کوئی مواخذہ تو ان کے ذمہ میں نہ ہوگا اور وہ عنداللہ گنہگار تو نہ ہوں گی، اور یہ بھی امر قابل تحریر ہے کہ وہ نہایت ہی غریب ہیں اور کوئی معاش بھی ان کے پاس نہیں ہے اگر کوئی صورت ایسی ہو کہ وہ اسے لے سکتی ہیں اور ان کے ذمہ کوئی مواخذہ اُخروی نہ ہو تو نہایت ہی بہتر ہوگا کیونکہ ان کے بہت سے کام نکلیں گے۔

الجواب

وہ روپیہ ہر طرح سُود اور حرام ہے اس کا لینا کسی حال میں جائز نہیں ہو سکتا ہے، سود لکھا گیا تو حرام ہے منافع سمجھا تو سود ہے، مکان کا کرایہ جانا تو باطل ہے، مالک مکان غیر مالک سے کرایہ لے اس کے کوئی معنی نہیں، بہر حال وہ سود ہے، ہاں اگر وہ شخص جس نے یہ روپیہ امانتاً لیا اور اس پر پانچ روپے ماہوار دینا مقرر کیا ہندو وغیرہ اقوام سے ہو تو یہ سو روپیہ زائد اس کے قرار داد سے ملتے ہیں ایک مال مباح سمجھ کر لینا جائز ہے سود سمجھ کر لینا حرام۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۳: از کیتھل ضلع کرنال مرسلہ فضل قدیر صاحب طالب علم مدرسہ اسلامیہ ۱۶ جمادی الاولی ۱۳۳۱ھ

گورنمنٹ کی نگرانی میں پنجاب و مدراس کے دیہات میں زرعی بنک کھولے جاتے ہیں زراعتی بنک کی غرض سے سود خوری نہیں ہوتی بلکہ سُود خور مہاجنوں سے قطع متعلق ہوتا ہے سرکاری نام اس بنک کا انجمن امداد قرضہ ہے (ہیئت اس کی یہ ہے) کہ گاؤں کے لوگ بطور حصہ داری کے دس روپیہ سالانہ فی آدمی دس سال تک اس اپنی انجمن میں جمع کرتے رہتے ہیں اور اسی انجمن سے حسبِ ضرورت سودی قرض بھی لیتے رہتے ہیں مگر قرض لینے کا حق محض حصہ داروں کو ہے غیر حصہ دار کو ہرگز ہرگز نہیں دیا جاتا، مقروض جو کچھ رقم سود اس بنک کو دے گا وہ رقم بحصہ رسد اس مقروض کے حصہ میں بھی آئے گی گویا سود دہندہ سود گیرندہ بھی ہے اس انجمن کے پاس دس سال کے بعد کافی سرمایہ جمع ہو جاتا ہے تو سود بہت کم یا بالکل موقوف کر دیا جاتا ہے، یہ بنک زراعتی ہے یہ بنک جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

حرام حرام حرام قطعی، یقینی حرام۔ دس برس تو بہت ہوتے ہیں سود ایک لمحہ ایک آن کو حلال نہیں ہو سکتا، احکام الٰہیہ کسی کی ترمیم سے بدل نہیں سکتے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واحل اللہ البیع وحرم الربٰو [1] اور اللہ تعالٰی نے بیع کو حلال اور سود کو حرام کیا۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵

Marfat.com

صحیح حدیث میں ہے :

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکل الربٰو وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء[1]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سود کھانیوالے اور سود کھلانیوالے اور سود کا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہیاں کرنیوالوں پر اور فرمایا وہ سب برابر ہیں (ت)

یہاں تک کہ سُود دہندہ ہی سود گیرندہ بھی ہے معنی یہ کہ ڈبل ملعون ہے جو براہ شامت نفس اس کا ارتکاب کریں اور حرام جانیں وہ فاسق فاجر ہیں، اور جو حلال سمجھیں وہ مرتد کافر، والعیاذ باللہ تعالٰی، ہاں اگر اس میں بھی اسی طریقہ بیع نوٹ کا اجراء کریں جو ہم نے تحریر سابق میں ذکر کیا تو بلا دقت اس حرام قطعی سے بچ جائیں مگر حلال حرام کی آج فکر کسے ہے الا ما رحم ربی ان ربی لغفور رحیم[2] (مگر وہ جس پر میرا رب رحم فرمائے، بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۴ از نجیب آباد ضلع بجنور بازار چوک مرسلہ عبدالرزاق وعبدالغفور خیاطان ۱۷ جمادی الاولٰی ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسلمان اہل السنۃ والجماعت پکا حنفی اگر یہ شخص مذکور کفار مثل نصارٰی وہنود و رافضی وخارجی سے سود لے اور کفار مذکور کی رضا سے لے بطور تجارت روپیہ کمانے کو اور نیز اس مسلمان سود گیرندہ کی یہ نیت ہو کہ کسی وقت میں کسی مسلمان سے سُود نہ لیا جائے تو اس صورت میں اس مسلمان کو کفار مذکورہ سے سود لینا جائز ہے یا ناجائز جو حکم شرع شریف ہو بلا تاویل وبلا خوف ملامت علمائے خاص وعام ارسال فرمایا جائے، فقط، بیّنوا توجروا۔

الجواب

اللہ عزوجل نے مطلق فرمایا: وحرم الربٰو[3] اللہ نے سود حرام کیا۔ اس میں تخصیص مسلم، کافر، سنّی، بدمذہب کسی کی نہیں۔ سود لینا کسی سے حلال نہیں، جو حلال ہے وُہ سود نہیں، اور جو سود ہے وہ حلال نہیں، کافر غیر ذمی کا مال بلا غدر جو حاصل ہو وہ مال مباح سمجھ کر لینا حلال ہے سود جان کر لینا حرام،

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساقاۃ والمزارعۃ باب الربٰو قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۷

[2] القرآن الکریم ۱۲/ ۵۳ [3] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵

Marfat.com

قصدِ معصیت خود معصیت ہے، مثلاً کافر سے کوئی مال سَو روپیہ کو خریدا اور قیمت دبالی یا دھوکا دے کر کھوٹے دام دئے یہ ناجائز ہے کہ خلافِ معاہدہ ہُوا،

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا اوفوا بالعقود[1] | اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! اپنے قول پُورے کرو (ت)

اور اگر چاندی کا دوسو روپیہ بھر مال سو روپیہ کو مول لیا اور یہ سمجھا کہ سو روپیہ ہی کے بدلے سو روپے ہوگئے باقی کافر کا مال بلاغدر اس کی مرضی سے ملتا ہے تو جائز جبکہ وہ کافر ذمی مستامن نہ ہو، اس کی تفصیل ہمارے فتوٰی ۱۳۱۱ھ میں ہے جو آپ کے خوف ملامت سے بیس سال پہلے لکھا گیا،

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۵ تا ۱۷۶ از فتح آباد ضلع امرتسر تحصیل ترنتارن مسئولہ مولوی محمد عنایت اللہ صاحب صابری و محمد اسمٰعیل چشتی صابری قادری ۴ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) ایک بنک سودی مسلمانان نے ان شرائط پر قائم کیا ہے کہ جو کوئی اس میں داخل ہو اور ممبر بنے اول ایک روپیہ داخلہ اور مبلغ عـہ پہلی قسط بعدہ دس روپے سالانہ داخل کرتا جائے بعد دس سال کے اپنا اصلی روپیہ مع سود فی صدی فی ماہ ۱۲؍ کے حساب سے مل جائے گا اور ہر ایک ممبر کو جب ضرورت ہو اپنی حیثیت موجب ۱۲؍ سیکڑہ سُود پر روپیہ لے سکتا ہے پھر قسطوں سے ادا کرتا جائے، کہتے ہیں کہ یہ بنک غریب مسلمانوں کے لئے بنایا گیا ہے مگر ممبر کے سوا جو کہ داخلہ نہ دے روپیہ نہیں ملتا یعنی عام مسلمانوں کو نہیں ملتا، ہماری مسجد کا امام بھی اس میں شامل و داخل ہے وہ کہتا ہے کہ میں اپنے روپے کا سود نہ لوں گا مجھ پر حرام ہے ضرورت کے وقت سُود دیا گیا چنانچہ ضرورت کے وقت ہم لوگ آگے بھی تو اہل ہنود کو دیتے ہیں جیسا کہ لینا حرام ہے ایسا دینا بھی تو حرام ہے جب ہم لوگ دیتے ہیں تو لینے میں کیا قباحت، لینا دینا برابر ہے، میں اب داخل ہو چکا ہوں چھوڑ نہیں سکتا۔

(۲) کہتا ہے جو مسلمان ڈاکخانہ سرکاری میں روپیہ جمع کرا کر سُود لیتے ہیں وُہ کیوں کھاتے ہیں وُہ جائز ہے، ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

---

[1] القرآن الکریم ۵/۱

Marfat.com

الجواب

وُہ بنک حرام قطعی ہے، اور یہ قواعد سب شیطانی ہیں، اور اس کا ممبر بننا حرام ہے، اور سُود دینا اور لینا ضرور برابر ہیں، صحیح مسلم میں امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اٰکل الربٰو وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء[1]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سود کھانے والے اور سود کھلانے والے اور اس کے لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر، اور فرمایا وُہ سب برابر ہیں۔ (ت)

توامام مذکور کا اس بنک کی ممبری قبول کرنا گناہ وحرام ہوا،

قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: گناہ اور ظلم میں ایک دوسرے سے تعاون مت کرو (ت)

حدیث میں ہے:

من مشی مع ظالم لیعینہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خلع من عنقہ ربقۃ الاسلام[3]

جو دانستہ ظلم پر اعانت کرے اس نے اسلام کی رسّی اپنی گردن سے نکال دی (ت)

اور شک نہیں کہ سود لینا ظلم شدید ہے اور اس کا ممبر بننا اور اس کے ان سود خوروں کو روپیہ دینا اس ظلم شدید پر اعانت ہے اور معین مثل فاعل ہے ولہذا کاتب پر بھی لعنت فرمائی، تو اس کا رکن بننے والا اور اس کے لئے روپیہ دینے والا ضرور کاتب سے بدرجہا زائد لعنت کا مستحق ہوگا اور امام مذکور کا اس پر اصرار حرام پر اصرار اور اعلانیہ فسق واستکبار ہے، اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور اسے امام بنانا گناہ اور اسے معزول کرنا واجب اور جتنی اس کے پیچھے پڑھی ہوں ان کا پھیرنا لازم، پھر اگر بلاضرورت شرعیہ محض جاہلانہ ضرورتوں کے لئے سودی قرض لے گا تو ضرور وہ بھی سود کھانے کے مثل ہوگا

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساقات والمزارعۃ باب الربٰو قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۷

[2] القرآن الکریم ۵/ ۲

[3] المعجم الکبیر حدیث ۶۱۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/ ۲۲۷

شعب الایمان " ۷۶۷۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۱۲۲

Marfat.com

اور یہ لعنت کا دوسرا حصہ ملے گا اور عوام کے فعل سے سند لانا اور حکم الٰہی کے مقابل اسے سنانا محض جہالت و ضلالت ہے ہاں اگر محض مجبوری شرعی کے لئے سودی روپیہ بقدرِ ضرورت قرض لے تو وہ اس سے مستثنٰی ہے کہ مواضع ضرورت شرع نے خود استثنا فرمادئے ہیں،

قال اللّٰہ تعالٰی واتقوا اللّٰہ ما استطعتم[1]، وقال تعالٰی لا یکلف اللّٰہ نفسا الا وسعھا[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ڈرو اللہ تعالٰی سے جس قدر تم استطاعت رکھتے ہو۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ تعالٰی کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلف نہیں بناتا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح[3] محتاج کے لئے سودی قرض لینا جائز ہے۔ (ت)

مگر اسے سند بناکر سود خوروں کی اعانت اور سودی کمپنی کی رکنیت نہ حرام ہونے سے بچ سکتی ہے نہ لعنتِ الٰہی سے بچا سکتی ہے لہذا امام مذکور کی نسبت حکم وہی ہے جو اوپر گزرا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۷: از قصبہ بیلپور محلہ درگاہ پرشاد از مکان فخر الدین صاحب رئیس و ممبر جنگی مرسلہ حافظ شمس الدین ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

سُود لینا کسی قوم سے مسلمان کو جائز ہے یا نہیں؟ اور سود کس کس قسم سے ہوتا ہے؟ مشرح بیان فرمایا جائے، کسی بنک میں روپیہ جمع کرکے ان سے سود وصول کرنا بموجب اس کی شرح کے جائز ہے یا نہیں، یا کسی انجمن کا روپیہ ڈاکخانہ میں جمع کرکے ان سے سود لے سکتا ہے یا نہیں، یا کوئی تجارت اس طرح کی کرے کہ جو اس قدر روپیہ جمع کرے اس کو اتنے سیکڑہ کا سُود دینگے نقصان کا وہ شریک نہیں اور اس کو نقصان سے کچھ مطلب نہیں اور روپیہ جمع کرنے والا سُود جان کر نہ لے اور نقصان بھی نہ دے تو وہ حلال ہے یا حرام یا کسی دکاندار کو کچھ روپیہ بموجب نفع کے دے نقصان کا شریک نہ ہو وہ نفع حلال ہے یا نہیں؟

الجواب

سود لینا مطلقاً حرام ہے مسلمان سے ہو یا کافر سے، بنک سے ہو یا تاجر سے، جتنی صورتیں سوال میں بیان کیں سب ناجائز ہیں قرض دے کر اس پر کچھ نفع بڑھا لینا سُود ہے یا ایک چیز کو اس کی جنس کے بدلے ادھار بیچنا یا دو چیزیں کہ دونوں تول سے بکتی ہوں یا دونوں ناپ سے، ان میں ایک کو دوسرے سے

---

[1] القرآن الکریم ۶۴/ ۱۶ [2] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۶
[3] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الخامسۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۲۶

Marfat.com

ادھار بدلنا یا ناپ خواہ تول کے چیز کو اس کی جنس سے کمی بیشی کے ساتھ بیچنا مثلاً سیر بھر کھرے گیہوں سوا سیر ناقص گیہوں کے عوض بیچنا یہ صورتیں سود کی ہیں اور جو شرعاً سود ہے۔ اس میں یہ نیت کر لینا کہ سُود نہیں لیتا ہوں کچھ اور لیتا ہوں محض جہالت ہے، ہاں وہاں یہ نیت کام دے سکتی ہے جو واقع میں سود نہ ہو اگرچہ دینے والا اُسے سود ہی سمجھ کر دے، مثلاً یہاں کسی کافر کے پاس اس کی دکان یا کوٹھی یا بنک میں بشرطیکہ اس میں کوئی مسلمان شریک نہ ہو روپیہ جمع کر دیا اور اس پر جو نفع کافر نے اپنے دستور کے موافق دیا اسے اپنے روپیہ کا نفع اور سود خیال کر کے نہ لیا بلکہ یہ سمجھ کر لیا کہ ایک مال مباح برضائے مالک ملتا ہے تو اس میں حرج نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۸ ولو اشتری مکیلا کیلا حرم بیعه واکله حتی یکیله (اگر کسی نے کیلی شئے کیل کے طور پر خریدی تو جب تک کیل نہ کرے اس کی بیع اور اس کا کھانا حرام ہے۔ ت) اس سے سمجھ میں یہ آتا ہے جو چیز مکیل خریدی جائے پھر گھر میں اگر اسے ناپ لے پھر صرف کرے اس بنا پر دودھ خرید کر پھر اپنے گھر میں اس کو ناپ کر لینا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

یہ اس صورت میں ہے کہ چیز تول یا ناپ سے خریدی اور بائع نے اس کے یا اس کے وکیل کے سامنے نہ تولی تو اسے تولنا لازم ہے اس کا تصرف ناجائز ہے اور اگر اس کے یا اس کے وکیل کے سامنے تولی تو دوبارہ تولنے کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۹ مسئولہ مولوی حشمت علی صاحب مدرس مدرسہ اہل سنت بریلی ۲۷ جمادی الآخر ۱۳۳۳ھ

حضور! ایک مسلمان زمیندار کے روپے سے اگر کوئی ہندو مثلاً پٹواری یا کٹوار یا تہنیت اسامیوں سے سُود لے کر اپنے صرف میں کرے مگر زمیندار نہ اس سے اس پر کچھ کہے اور نہ خود اس میں سے کوئی پیسہ لے اور یہ لوگ زمیندار کے روپے سے اسامیوں سے یہ کہہ کر سُود لیں کہ اگر تم نے زمیندار کا روپیہ برفصل ادا نہ کیا کرو گے تو تم سے اس کا سُود لیا جائے گا، تو اس صورت میں زمیندار شرعاً کسی گناہ کا مستحق ہوگا یا نہیں، اور زمیندار کو اس حالت میں اپنے ملازم ہنود کو منع کرنا لازم ہوگا یا نہیں کہ اس زمیندار کا بھی اتنا نفع ہے کہ اس کا روپیہ ہر فصل پر وصول ہو جاتا ہے اور کوئی دقت اسے پیش نہیں آتی، سود کے خوف سے اسامی فوراً روپیہ وصول کر دیتے ہیں ورنہ کئی کئی سال تک بقایا نہیں وصول کرتے حالانکہ ان کے پاس روپیہ ہوتا ہے مگر بعض سرکش زمیندار کے دق کرنے کو نہیں دیتے اور جب وہ نالش کرتا ہے تو فوراً کچہری میں روپیہ اسی روز داخل کر دیتے ہیں اور زمیندار کا نقصان کرواتے ہیں، ان پریشانیوں سے بچنے کی کوئی

Marfat.com

صورت حضور عطا فرمائیں ورنہ ان سے بچنے کے واسطے اکثر مسلمان ظاہر ظہور میں مرتکب حرام ہوتے ہیں۔

الجواب

اسامیان مسلمان ہیں تو یہ عمل قطعاً حرام ہے اور جبکہ زمیندار کو اس پر اطلاع ہے تو اسے سکوت حرام ہے ازالہ منکر فرض ہے خصوصاً جب اپنے نفع کے لئے خاموش ہو تو یوں راضی ہے اور رضا بالکبیرہ خود ہی کبیرہ ہے بلکہ کبھی اس سے بھی سخت تر، اور اگر اسامیان یہاں کے مشرکین ہیں کہ ذمی نہیں، نہ سلطنت اسلام سے مستامن، تو زمیندار خواہ ان سے یہ قاعدہ جاری کرے کہ جس پر بقایا ٹوٹے گی اس پر ہر مہینہ اتنا حرجہ لیا جائیگا و تحقیق الکلام فی فتاوٰنا (تحقیق کلام ہمارے فتاوی میں ہے۔ ت) اسے بھی سود سمجھ کر لینا جائز نہیں لقولہ تعالٰی وحرم الربٰو[1] (اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ، اللہ تعالٰی نے سُود کو حرام کیا۔ ت) بلکہ ان کی ایذا رسانی کے معاوضہ میں ایک مال مباح سمجھ کر لے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ مسئولہ ولایت حسین صاحب جامع مسجد بریلی ۷ رجادی الاخری ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وحامیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی زوجہ نے انتقال کیا زید بعد فراغت خرچ تجہیز وتکفین کے خرچ فاتحہ وسوم نہیں رکھتا ہے یا زید اپنی لڑکی کی شادی کرنا فرض سمجھتا ہے اور فرض ہے مگر اتنا خرچ نہیں ہے کہ فرض ادا کرے تو مجبور ہو کر زید نے اپنے دوست عمرو سے اس معاملہ کا تذکرہ کیا، عمرو نے کچھ زیور زید کو دیا اور یہ کہا کہ اس کو رہن کرکے تم اس فرض یا فاتحہ وغیرہ سے فارغ ہو جاؤ۔ زید زیور لے کر برائے رہن چلا اور عمرو وہیں رہا۔ ایک دوست راستہ میں جو خالد تھا زید نے اس سے تمام معاملہ کی کیفیت بیان کی خالد سُن کر خاموش ہو رہا۔ زید نے خالد سے کہا کہ جلد چلو اور یہ زیور رہن کرکے روپیہ لائیں، خالد زید کے ہمراہ چلا۔ زید کو ایک شخص اور ملا جس کا محمود ہے اور وہ اس معاملہ سے واقفیت رکھتا ہے اور محمود کو یہ نہیں معلوم کہ خالد اور زید کہاں جارہے ہیں۔ محمود بھی ہمراہ ہولیا۔ یہ تینوں شخص دکان مرتہن پر پہنچے اور زید نے وہ زیور رہن کرکے بشرح سود روپیہ لے کر واپس ہمراہ آئے اور اس روپیہ سے کاربرآری کی، کرسکتے تھے یا نہیں؟ میت کو ثواب پہنچا یا نہیں؟ یا اس لڑکی کی شادی میں کوئی نقص ہوا یا نہیں؟ اور ان چار اشخاص میں کون کون مرتکب عذاب کا ہوا؟

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵

Marfat.com

الجواب

فاتحہ سوم یا لڑکی کی شادی کے لئے سودی قرض لینا حرام ہے، زید ضرور مرتکب گناہ کبیرہ و مستحق عذاب ہوا، یونہی عمرو بھی جس نے اس حرام کے لئے زیور دیا، یونہی خالد بھی جسے اس نے رہن رکھنے کے لئے کہہ کر اپنے ساتھ لیا، رہا محمود جبکہ اسے معلوم نہ تھا کہ یہ کہاں جارہے ہیں ساتھ جانے میں اس پر گناہ نہ ہوا مگر وہاں جاکر معلوم ہونے پر اگر اس نے کسی طرح اس میں مدد دی یا تائید کی تو وہ بھی ویسا ہی مرتکب گناہ ہوا مگر اصل نکاح میں اس سے خلل نہیں آتا اور مال حرام لے کر فاتحہ کا ثواب پہنچنا مشکل ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۱ ۱۸۲ از جلالپور دھمی ڈاکخانہ خاص ضلع رائے بریلی مرسلہ منشی علی حسین خاں پوسٹ ماسٹر ۲۸ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) تبادلہ گیہوں یا دھان یا جو یا چنا وغیرہ شکر قند یا آلو یا میوہ سے زیادتی یا کمی کے ساتھ جائز ہے یا ناجائز؟ رواج و اعتبار ہند شکر قند و آلو و میوہ من حیث قدر وزنی ہے اعتبار عند الفقہاء کیا ہے گیہوں وغیرہ باعتبار فقہاء من حیث قدر کیلی ہے تغایر جنس ظاہر ہے تغایر قدر میں نہیں معلوم کیا ہے؟

(۲) گیہوں کو گیہوں سے یا جو سے یا جو کو جو سے اور گیہوں سے مساوی یا کم زائد بدلنا اس طرح پر کہ خریف میں دے دے اور ربیع میں وصول کرے، کیسا ہے؟

الجواب

(۱) گیہوں، جو، چنے سے آلو، شکر قند، میووں کی خرید و فروخت کم بیش کو بلاشبہہ جائز ہے کہ جنس مختلف ہے اور گیہوں اور جو سے قدر بھی یقیناً مختلف، اور جو میوے مثلاً آم یا شکر قند جہاں عددی ہوں وہاں چنے سے بھی اور قدر مختلف نہ بھی ہو تو فقط اختلاف جنس کمی بیشی کو مباح کرتا ہے،

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: جب "بدلین" دو مختلف نوعوں کے ہوں تو جیسے چاہے فروخت کرو۔ واللہ تعالٰے اعلم (ت)

---

[1] نصب الرایۃ لاحادیث الہدایۃ کتاب البیوع مکتبہ اسلامیہ ریاض ۴/۴

Marfat.com

(۲) گیہوں کی گیہوں یا جَو کی جَو سے تبدیل کمی بیشی کے ساتھ ہو تو حرام، اور ایک طرف سے نقد اور دوسری طرف سے ادھار ہو تو حرام، اور گیہوں کی جَو سے تبدیل نقد دُوں کمی سے حلال اور ادھار مطلقاً حرام۔ فان احدی العلتین من القدر والجنس تحرم النسئۃ واجتماعھما التفاضل۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ کیونکہ دو علتوں یعنی قدر و جنس میں سے ایک علت کا وجود ادھار کو اور دونوں کا پایا جانا زیادتی کو حرام کرتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۸۳ – ۱۸۴ از اودے پور میواڑ راجپوتاں مسئولہ قاضی یعقوب محمد سب انسپکٹر پولیس ۸ رشوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام رحمہم اللہ مسائل ذیل میں کہ:

(۱) رافضی بوہرے کافر ہیں یا مرتد؟ بہر دو صورت اگر مسلمان ان کے ساتھ یا ہندو کافر کے ساتھ اس طرح کا معاملہ کرے مثلاً ہزار یا پانچ سو روپیہ تجارت کے لئے رافضی کو دے اس شرط پر کہ گڑ اور شکر میں نقصان کی صورت نہیں ہوا کرتی ہے الّا شاذ و نادر تو میں تجھ سے ڈیڑھ یا دُو روپیہ فیصد ماہوار کے حساب سے نفع نقصان کا اوسط نکال کر تیری دکان سے خواہ نقد یا سامان خوردنی لیتا رہوں گا اور یہ مضمون بطور شرط کاغذ پر لکھوا کر اور عرصہ تک اسی طرح باہمی معاملہ آپس میں جاری رہے اور راس المال محفوظ سمجھ کر بعوض نفع حسب قرارداد شرط باہمی اشیائے خوردنی و پوشیدنی لیتا رہے اور مابقی نفع کا حساب کرکے نقد لے تو جائز ہے یا ناجائز؟ اور ناجائز ہوگا تو سُود ہوگا یا کیا؟

(۲) اسی طرح کافر کو اگر مال دُو مہینہ کے وعدہ پر قرض فروخت کرے اور اس کے ہاتھ سے اپنے بھی کھاتے میں لکھوا لے کہ دو مہینہ میں روپیہ نہ ادا کروں تو بوقت ادائے روپیہ فی صد ۸ ر یا ۱۲ ر ماہوار اس مال کے نفع کا زائد ادا کروں گا، یہ جائز ہے یا ناجائز؟ بیّنوا بسند الکتاب وتوجروا عند اللہ یوم الحساب (کتاب کے حوالہ سے بیان کرو اللہ تعالٰی کی طرف سے یوم حساب کو اجر دئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

بوہرے رافضی مرتد ہیں اور ہر مرتد کافر ہے بلکہ کافروں کی بدتر قسم، یہاں کے ہندو وغیرہ جتنے کفار ہیں ان میں نہ کوئی ذمی ہے کہ سلطنتِ اسلام میں مطیع الاسلام و جزیہ گزار ہوکر رہے نہ مستامن ہیں کہ بادشاہِ اسلام سے کچھ دنوں کے لئے امان لے کر دارالاسلام میں آئے اور جو کافر نہ ذمی ہو نہ مستامن سوا غدر و بدعہدی کے کہ مطلقاً ہر کافر سے بھی حرام ہے باقی اس کی رضا سے اس کا مال جس طرح ملے جس عقد کے

Marfat.com

نام سے ہو مسلمان کے لئے حلال ہے، وقد فصلناہ فی فتاونا بما لامزید علیہ (ہم اس کو اپنے فتاوٰی میں تفصیل سے بیان کرچکے ہیں جس پر مزید اضافہ کی گنجائش نہیں۔ ت) ہدایہ و فتح القدیر وغیرہما میں ہے:

ان مالھم مباح فی دارھم فبای طریق اخذہ المسلم اخذ مالا مباحا اذا لم یکن فیہ غدر[1]

کفار کا مال دار الحرب میں مباح ہے لہٰذا ان کا سوائے دھوکا کے جس طریقے سے بھی مسلمان نے لیا اس نے مالِ مباح لیا (ت)

دوسری صورت بھی جائز ہے جس کا جواز جواب اول سے واضح ہے البتہ ان سب صورتوں میں یہ لحاظ رہے کہ ذی عزت متقی آدمی جسے جاہل عوام اپنی نافہمی کے سبب ایسی صورتوں میں معاذ اللہ سود خور مشہور کریں اُسے احتراز مناسب ہے کہ جیسے بُرے کام سے بچنا ہے یونہی بُرے نام سے بچنا چاہیے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۵ - ۱۸۶ از اودے پور میواڑ بڑا بازار مسئولہ چھیپا بخشا جی محمود ۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

بعالی خدمت فیضدرجت، غوثِ دوران قطبِ زمان، مجدد ہذا الاوان، حضرت مولٰنا الحاج مولوی مفتی احمد رضا خان صاحب مدظلہ العالی! ماقولکم ایھا العلماء الکرام رحمکم اللہ تعالٰی (اے علماء کرام، اللہ آپ پر رحم فرمائے، آپ کیا فرماتے ہیں۔ ت)

(۱) کفار ہنود کو ہزار دو ہزار یا کم زیادہ کا دو مہینہ کے وعدہ پر قرض کپڑا فروخت کیا، کپڑا دیتے وقت اس سے یہ ظاہر کردیا گیا کہ اگر دو مہینہ کے وعدہ پر روپیہ نہ ادا کیا تو میں تجھ سے فی صد ایک روپیہ نفع زیادہ لوں گا یا یوں کہہ دیا جائے کہ مثلاً دو مہینے کے وعدہ پر اس کپڑے کی قیمت سو روپے اور اگر اس وعدہ پر نہ آئے تو ایک سو ایک روپے ہوں گے یہ اس لئے کہ کفار مسلمانوں کے روپوں کا وعدہ پر ادا کرنے کی فکر نہیں رکھتے، جائز ہوگا یا ناجائز؟

(۲) نوٹ سو سو روپیہ کے مثلاً روپیہ یا بارہ آنہ زیادتی پر یعنی ایک سو ایک یا ایک سو بارہ آنے پر ایک مہینہ کے بعد واپس روپیہ لینا کرکے دئے گئے وُہ نوٹ تو اس کے کام میں آگئے مگر مہینہ ہونے پر وُہ بدلے میں روپیہ نہ دے اور نوٹ دے تو لینا جائز ہے یا روپیہ ہی لیا جائے؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] الہدایۃ کتاب البیوع باب الربٰو مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۸۷

Marfat.com

الجواب

(۱) یہاں کے کفار سے ایسی شرط جائز ہے لانھم غیر اھل ذمۃ ولا مستامن (کیونکہ نہ تو وہ ذمی ہیں نہ مستامن۔ت) مگر یہ زیادت جو ملے اسے سود سمجھ کر نہ لے بلکہ مال مباح۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) یہاں کے کفار سے جس طور ہو جائز ہے،

لان مالھم مباح فی دارھم فبای طریق اخذہ المسلم اخذ مالا مباحا اذا لم یکن فیہ غدر کما فی الھدایۃ[1] وغیرھا۔

اس لئے کہ کفار کا مال دارالحرب میں مباح ہے لہذا جس طریقے سے بھی مسلمان نے اس کو لیا تو اس نے مباح مال لیا بشرطیکہ دھوکا بازی نہ ہو، جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں ہے (ت)

اور مسلمان کو اگر سو روپیہ کا نوٹ قرض دیا اور شرط کرلی کہ مہینہ بھر بعد بارہ آنے یا ایک پیسہ زائد لوں گا تو حرام اور سود ہے،

لان کل قرض جرمنفعۃ فھو ربٰو[2]

کیونکہ جو قرض نفع کو کھینچے وہ سود ہے (ت)

اور اگر سو روپیہ کا نوٹ مسلمان کے ہاتھ اس کی مرضی سے ایک سو ایک یا ایک سو دس روپیہ کو مہینہ بھر کے وعدہ پر بیچا تو حلال ہے،

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم[3]

نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: جب نوعیں مختلف ہوں تو جیسے چاہو فروخت کرو (ت)

پھر اگر وعدہ کے وقت اس کے پاس روپیہ نہیں اور وہ نوٹ اور ایک روپیہ یا دس روپے یا ایک نوٹ سو کا اور ایک ایک روپیہ یا دس روپیہ کا دے تو لینا جائز ہے بشرطیکہ یہ نوٹ وہی نہ ہو جو اس نے بیچا تھا لان شراء ماباع باقل مماباع قبل نقد الثمن لایجوز (کیونکہ اپنی ہی فروخت کی ہوئی شے کو ثمن کی ادائیگی سے قبل اس ثمن سے کم پر خریدنا جس پر پہلے فروخت کی ناجائز ہے۔ت) ہاں اگر مشتری نے اس کو خرچ کر دیا تھا اور پھر جدید سبب سے مشتری کے پاس واپس آیا اور اب وہی نوٹ بائع کو دیتا ہے تو لینا جائز۔ ردالمحتار میں ہے:

---

[1] الہدایۃ کتاب البیوع باب الربٰو مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۸۷

[2] کنز العمال حدیث ۱۵۵۱۶ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۶/۲۳۸

[3] نصب الرایۃ لاحادیث الھدایۃ کتاب البیوع مکتبہ اسلامیہ ریاض ۴/۴

Marfat.com

ولوخرج عن ملك المشتری ثم عاد الیہ بحکم ملك جدید کاقالة اوشراء او ھبة او ارث فشراء البائع منه بالاقل جائز لا ان عاد الیه بما ھو فسخ بخیار رؤیة او شرط قبل القبض او بعدہ بحر عن السراج[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر مبیع مشتری کی ملک سے خارج ہوگیا پھر جدید سبب سے مشتری کے پاس لوٹا جیسے اقالہ، خریداری، ہبہ یا میراث کے طور پر۔ اب بائع کا اس سے پہلے ثمن سے کم پر خریدنا جائز ہے، اور اگر مبیع دوبارہ مشتری کی ملک میں خیار شرط یا خیار رؤیت کی وجہ سے بیع کے فسخ ہونے پر واپس آیا چاہے قبضہ سے پہلے یا بعد، تو اب بائع کے لئے جائز نہیں کہ پہلے ثمن سے کم پر اس سے خریدے۔ بحر نے سراج سے روایت کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۸۷: از ریاست فریدکوٹ ضلع فیروزپور مطبع سرکاری مرسلہ محمد علی ۲۷ صفر ۱۳۲۸ھ

شریعت غرا کا حکم ہے اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے پاس خالص بیاج کی آمدنی ہے اور ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ بیاج کے حرام ہونے کا عقیدہ رکھتے ہوئے اگر کوئی شخص سُود لیتا رہے تو اس کی اس خالص بیاج کی آمدنی کو صدقات خیرات بالخصوص تعمیر مساجد میں لگانا حلال وجائز ہے اور اس کے اس آمدنی کے ایسے مصارف میں لگانے کے لئے اس کا عقیدہ ہی بس ہے بیاج علانیہ لیا جارہا ہے آمدنی جس کا مسئلہ دریافت ہے خالص بیاج ہے۔

الجواب

سود حرام قطعی ہے اور اس کی آمدنی حرام قطعی اور خبیث محض ہے۔ اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ طیب لایقبل الا طیبا[2]۔ بیشک اللہ پاک ہے، پاک ہی کو قبول کرتا ہے۔ (ت)

حرام کے لئے فقط اس کی حرمت کا اعتقاد کافی نہیں، ورنہ حرام خوری وحرام کاری میں کیا فرق ہے وہاں بھی صرف اعتقاد حرمت کافی ہو بلکہ ربٰو تو زنا سے بھی بدرجہا بدتر ہے، بکثرت صحیح حدیثوں میں ارشاد ہُوا:

الربٰو ثلٰثة وسبعون بابا ایسرھا ربٰو تہتّر گناہوں کا مجموعہ ہے جس میں سب سے

---

[1] ردالمحتار باب البیع الفاسد داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۱۴

[2] صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب ان اسم الصدقۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۲۶

Marfat.com

مثل ان ینکح الرجل امہ[۱] رواہ الحاکم فی المستدرک بسند صحیح عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ہلکا گناہ یہ ہے کہ آدمی ماں سے زنا کرے۔ (اس کو امام حاکم نے مستدرک میں سندِ صحیح کے ساتھ سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

بلکہ علماء نے یہاں تک فرمایا کہ مالِ حرام فقیر کو دے کر ثواب کی امید رکھنا کفر ہے، اور اگر فقیر کو معلوم ہو کہ اس نے مالِ حرام دیا ہے اور اس کے لئے دُعا کرے اور وہ آمین کہے تو دونوں نئے سرے سے کلمۂ اسلام پڑھیں اور تجدیدِ نکاح کریں۔ محیط و عالمگیریہ و جامع الفصولین وغیرہا میں ہے:

تصدق علی الفقیر شیئا من المال الحرام ویرجو الثواب کفر ولو علم بہ الفقیر و دعا لہ وامن المعطی کفرا[۲]

کسی نے مالِ حرام میں سے کچھ فقیر پر صدقہ کیا اس حال میں کہ وہ اس سے ثواب کی امید کرتا ہے تو کافر ہو گیا اور اگر فقیر کو معلوم ہو کہ یہ مال حرام ہے اس کے باوجود اس نے دینے والے کو دُعا دی اور دینے والے نے اس پر آمین کہی تو دونوں کافر ہو گئے۔ (ت)

زرِ حرام والے کو یہ حکم ہوتا ہے کہ جس سے لیا اُسے واپس دے وہ نہ رہا اس کے وارثوں کو دے پتہ نہ چلے تو فقراء پر تصدق کرے یہ تصدق بطور تبرع و احسان و خیرات نہیں بلکہ اس لئے کہ مالِ خبیث میں اسے تصرف حرام ہے اور اس کا پتہ نہیں جسے واپس دیا جاتا لہٰذا دفعِ خبث و تکمیلِ توبہ کے کئے فقراء کو دینا ضرور ہوا اس غرض کے لئے جو مال دفع کیا جائے وُہ مساجد وغیرہ امورِ خیر میں صرف کہ خبیث ہے اور یہ مواضعِ خبیث کا مصرف نہیں، ہاں فقیر اگر لے کر بعد قبول و قبضہ اپنی طرف سے مسجد میں دے دے تو مضائقہ نہیں۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھو لھا صدقۃ ولنا ھدیۃ[۳]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

نبی اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا یہ اس (حضرت بریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا) کیلئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[۱] المستدرک علی الصحیحین کتاب البیوع دارالفکر بیروت ۲/۳۷

[۲] جامع الفصولین الفصل الثامن و الثلاثون فی مسائل کلمات الکفر اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۳۰۸

[۳] صحیح البخاری کتاب الفرائض باب الولاء لمن اعتق قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۹۹

Marfat.com

مسئلہ از وروڈاکخانہ خاص ضلع نینی تال مرسلہ عبداللہ صاحب ۶ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روپیہ کے سترہ آنے یا ساڑھے سولہ آنے ٹھہرا کر دو چار روز میں لینا کیسا ہے؟

الجواب

روپیہ قرض دیا اور یہ ٹھہرالیا کہ سوا سولہ آنے لیں گے، یہ سود حرام قطعی ہے اور اگر روپیہ سترہ آنے یا سولہ آنے کا برضائے مشتری بیچا اور قیمت چار دن یا دو دن یا دس برس بعد دینی ٹھہری تو یہ جائز ہے جبکہ روپیہ اسی جلسہ میں دے دیا گیا ورنہ بیع باطل ہو جائے گی،

لکونہ افتراقا عن دین بدین ویکفی قبض احد الجانبین کما حققناہ فی کفل الفقیہ۔

کیونکہ افتراق ہے دین سے دین کے بدلے میں اور ایک جانب سے قبضہ کا پایا جانا کافی ہے جیسا کہ اس کی تحقیق ہم نے کفل الفقیہ میں کردی ہے۔ (ت)

اور اگر روپے کے سترہ آنے یا سولہ آنے خریدے اور پیسے چار دن بعد دینے ٹھہرے تو یہ ناجائز ہے کہ یہ بیع سلم ہوئی اور بیع سلم میں ایک مہینے سے کم مدت مقرر کرنی جائز نہیں بہ یفتی زیلعی و در وھو المعتمد بحر وھو المذھب نہر (اسی پر زیلعی اور در فتوٰی دیتے ہیں اور یہی معتمد ہے (بحر) اور یہی مذہب ہے (نہر)۔ ت) ہاں ایک مہینے یا زیادہ کی مدت مقرر کریں اور روپیہ اسی جلسہ میں دے دیں اور باقی سب شرائط بیع سلم کے پائے جائیں تو جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۹ از شہر محلہ ملوکپور مسئولہ محمد حسن خاں صاحب ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

عمرو تجارت پارچہ کی کرتا ہے، اس کا پارچہ کا روپیہ زید کے ذمہ چاہئے تھا، عرصہ جس کو دو ڈھائی برس کا ہوگیا تھا بلاسودی، عمرو سود نہیں کھاتا ہے، عمرو کو بے حد ضرورت لاحق ہوئی، عمرو نے زید سے طلب کیا، زید نے انکار کیا اور وعدہ چار ماہ کا کیا، عمرو نے کہا کہ اگر آپ اب مجھے نہ دو گے تو میری ذات رسوائی ہوگی تب کیا نتیجہ ہوگا۔ زید کا بڑا بھائی خالد تھا اس سے سفارش کرائی تب زید نے کہا کہ بکر جو میرا عزیز ہے اس سے میں نے ابھی تھوڑا زمانہ ہوا ۴۲ سو روپیہ دستاویز لکھ کر قرض لئے تھے وہ روپیہ میں نے ادا کر دیا حسب معاہدہ بلاسود رسیدات آگئی ہیں دستاویزات انھی کے پاس ہیں اگر وہ دے دیں تو رسیدیں واپس دے دوں دستاویز وہی پھر برقرار رہے گی وہ تم کو روپیہ دے دیں، عمرو خالد کو ہمراہ لے کر بکر کے پاس گیا بکر سے کہا وہ راضی نہ ہوا تب عمرو نے کہا

Marfat.com

آپ دوسو مجھے کم دے دیں میری عزت جاتی رہے گی بغیر روپیہ کے ملنے کے، میں ۲۶ سو لے کر ۲۸ سو کی رسید لکھنے کو تیار رہوں، یہ آپ کو فائدہ ہو جائیگا، بکر نے کہا کہ تم کہیں اور سے لے لو میں ضمانت کر دوں گا۔ عمرو نے ایک کافر سے کہا کہ تین ماہ کے واسطے ۲۶ سو روپے دے دے وہ سو روپیہ سود کے طلب کرتا تھا، عمرو نے بکر سے کہا کہ یہ سو بھی آپ لے لیں آپ ہی دے دیں ۲۵ سو روپے اور رسید ۲۸ سو کی لیں میری ضرورت بہت شدید ہے اور خوشامد درامد کی، خالد نے کہا سنا بکر راضی ہو گیا مگر یہ کہا کہ زید ایک خط لکھ دے کہ یہ روپیہ تین ماہ میں واپس کروں گا اگر نہ دوں تو مع سود کے چار ماہ میں دوں گا اور ایک رقعہ پانچ سو کا لکھ دیں کہ اگر چار ماہ میں بھی نہ ادا ہو تو پانچویں ماہ مجھ کو اس رقعہ کا مطالبہ وصول کرنے کا حق حاصل ہوگا اور سود دستاویز کا بھی۔ چنانچہ زید نے رقعہ تاوانی باضابطہ لکھ دیا بکر کو اور خط معاہدہ کا بھی، اور رسیدات واپس دے دیں، بکر نے عمرو کو ۲۵ سو دیا ۲۸ سو کی رسید لی، دوسو کمی کے کاٹے اور سو دوسو روپے، جملہ تین سو اور چودہ سو نقد زید کو دے دیئے یا کسی سے دلا دیئے، اس نے پورے چودہ سو نقد دے بلا کسی کاٹ چھانٹ کے ۲۸ سو کی رسید ۱۴ سو نقد، یوں ۴۲ سو ہو گئے۔ عمرو نے رسید لکھتے وقت یہ کہا بکر سے کہ میں بہت غریب ہوں یہ سو روپے تو سود کے میں نے کاٹ دیئے مگر یہ دوسو روپے کمی والے محض ان کی وجہ سے کہ انھوں نے (زید نے) نہ دیئے اور میری بغیر اس کے ذلت ہے بمجبوری کمی کر کے لئے ہیں کہ حضور بغیر اس کے نہ دیتے اگر زید تین ماہ میں نہ دیں اور چوتھے ماہ میں دیں تو حضور یہ سود دستاویز جو حضور کو وصول ہوگا بہ معاوضہ ان کمی والے دوسو روپے کے میرا حق ہوگا وہ مجھ کو ملے جو دوسو سے زائد ہوگا وہ حضور لیں کیونکہ میں تو انھیں کے بالعوض دے رہا ہوں وہ حضور مجھ کو دیں تین ماہ میں واپس ہو روپیہ تو حسب معاہدہ بلاسود ہے میری تقدیر سے وہ چار ماہ میں دیں تو سود کی رقم ضرور لے کر مجھے دیں سود کہ میرا حق ہے مجھ کو جائز ہے زید نے وہ روپیہ حسب معاہدہ ادا نہ کیا بلکہ پانچ ماہ بعد ادا کیا بکر نے سود تو دستاویز کا نہ لیا جو دوسو ڈھائی روپیہ ہوتا تھا زید کو چھوڑ دیا مگر رقعہ تاوانی پانسو کا وصول کر لیا یعنی ۴۲ سو کے ۴۷ سو وصول کر لئے بعد وصول کے عمرو طالب ہے بکر سے کہ مجھے ان پانچ سو میں سے دوسو دیجئے کیونکہ حضور نہ چھوڑتے تو وہ مجھے ملتے آپ نے چھوٹی رقم نہ لی بڑی لی لہذا مجھ کو دوسو دیجئے گا، بکر نے کہا کہ مجھ کو یاد نہیں یہ معاہدہ ہوا تھا تب خالد نے یاد دلایا کہ ہوا تھا اب بکر نے عمرو سے کہا کہ اگر شرع شریف حکم خدا و رسول سے مجھ کو وہ رقم دوسو کی تمہاری اور بلکہ سو روپے سود کے جو میں نے تم سے لئے ہیں جائز ہیں تو میں نہ دوں گا اور اگر مجھ کو وہ حرام ہیں تو میں تین سو کے تین سو دینے کو تیار

Marfat.com

ہوں، بکر کبھی سود نہیں کھاتا ہے اور ہزاروں روپے اپنے عزیزوں کو دوستوں کو قرض بلا سُود دیتا ہے۔ اس سبب سے بکر دریافت کرتا ہے مرقومہ بالا صورتوں میں کون سی رقم مجھ کو جائز ہے یا کُل ناجائز ہے؟ عند اللہ مواخذہ کس رقم کا ہوگا اور کس کا نہ ہوگا؟ اور کونسی رقم سُود ہوگی اور کونسی سُود نہ ہوگی یا کُل سُود ہوگی؟ اور عند اللہ میں گنہگار ہوں گا؟ عمرو شریعت کے حکم کے موافق تین سو یا دو سو یا ایک سو کس رقم کے واپس لینے کا مستحق ہے یا کسی رقم کے واپس پانے کا مستحق نہیں ہے یا کل واپس پانے کا مستحق نہیں ہے؟

الجواب

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یایھا الذین اٰمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما[1]

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال بلاوجہ شرعی نہ کھاؤ ہاں تجارت میں آپس کی رضا سے نفع اٹھانے کی ممانعت نہیں اور اپنی جانیں ہلاکت میں نہ ڈالو بیشک اللہ تم پر مہربان ہے (ت)

بکر نے جو وہ پانسو زید سے لئے حرام اور قطعی سُود ہیں اور یہ جو عمرو کو ۲۵ سو دیئے اور عمرو نے ۲۸ سو کی رسید لکھ دی یہ تین سو بھی سود اور حرام قطعی ہیں، حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کل قرض جر منفعۃ فھو ربٰو[2]

جو قرض نفع کھینچے وہ سود ہے۔ (ت)

قرض پر جو کچھ زیادہ لیا جائے سود ہے، بکر پر فرض ہے کہ زید کے پانچسو واپس کرے اور عمرو سے صرف پچیس سو لے ایک پیسہ زیادہ حرام ہے اور اگر لیا ہے تو اسے بھی واپس دے، عمرو کا ان پانسو میں سے دوسو مانگنا بھی حرام ہے کہ وہ مال حرام ہے اس کا کہنا کہ سود کی رقم اسے دو میرا حق ہے مجھے جائز ہے، بہت سخت اشد کلمہ ہے، عمرو پر لازم ہے کہ توبہ و تجدید اسلام و تجدید نکاح کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۰ از قصبہ چتوڑ گڑھ میواڑ مرسلہ ڈاکٹر شیخ فضیلت حسین صاحب ۱۷ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی عمر ساٹھ سال کی ہے مدۃ العمر میں بوقتِ افلاس جب نقد روپیہ کی ضرورت پڑتی تو سود پر قرض لے کر کام چلاتا رہا اگرچہ سود کا دینا بھی شرعاً ممنوع ہے مگر

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۹

[2] کنز العمال حدیث ۱۵۵۱۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۲۳۸

Marfat.com

قرض ملنے کی بجز اس کے دوسری صورت نہ تھی اب اس وقت زید کے پاس ایک ہزار روپیہ نقد ہے جس کی زکوٰۃ کے ۲۵ سالانہ فرض ہوتے ہیں اگر تجارت وغیرہ کر کے صورت ترقی پیدا نہ کرے تو چند ہی سال میں ۲۵ روپیہ سالانہ ادا کرتے کرتے اصل رقم ہی ختم ہوتی ہے، بباعث ضعیفی بذات خود تجارت وغیرہ کر نہیں سکتا زمانہ کی وہ حالت کہ نہ نوکر قابلِ اعتبار نہ شریکِ امانت دار بلکہ جو ملا دغاباز یا مکّار، تو زید چاہتا ہے کہ کافروں مشرکوں کے زیورات طلائی و نقرئی بطور رہن رکھ کر روپیہ دے کر ماہانہ یا سالانہ بطور منافع ٹھہرا لے تو شرعاً کیا قباحت ہے، بعض علماء نے ہندوستان کو دار الحرب قرار دیا ہے جیساکہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب اپنے فتاوٰی میں ارشاد فرماتے ہیں یا بعض علماء دار الحرب تو قرار نہیں دیتے مگر یہاں کے کافروں کو حربی سمجھ کر ان کے مال غیر محفوظ فرماتے ہیں، بہر دو صورت اگر کافروں سے ایسے معاملات کئے جائیں یا ہنڈوی لکھوا کر روپیہ دے کر فائدہ اٹھالے مثلاً للعہ ۹۹ یا ساڑھے ننانوے روپیہ دے کر سو روپیہ کی ہنڈوی اس سے لکھوا لے میعاد مقررشدہ پر سو روپیہ لے کر اس کی تحریر کردہ ہنڈوی اسے واپس کر دے کہ زکوٰۃ کا ادا کرنا بھی نہایت ہی ضروری فرض ہے، قرآن شریف میں جو اللہ عزوجل جلالہ نے ربا حرام فرمایا ہے اس میں ربا کی کیا تعریف ہے، زمانہ نزول آیہ شریفہ میں عربستان میں ربا کس قسم کے سُود کو کہتے تھے، اسی طرح یہاں کے کافر و مشرک سوداگر غلہ وغیرہ ارزانی میں خرید کر بند رکھتے ہیں اور گرانی کے منتظر رہتے ہیں اور بحالت مجبوری مسلمانوں کو بھی انھیں سے خریدنا پڑتا ہے، تو اگر زید بھی ایسا ہی کیا کرے تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب

قدرتی طور پر ہے کہ غلہ فصل پر ارزاں اور بیج پر گراں ہوتا ہے اس سے فائدہ اٹھانا منع نہیں، غلہ بند رکھنا وہ منع ہے جس سے شہر پر تنگی ہو جائے۔ ہندوستان بلاشبہہ دار الاسلام ہے اسے دار الحرب کہنا صحیح نہیں، جو کافر مطیع اسلام نہ ہو نہ سلطنتِ اسلام میں مستامن ہو بلا غدر و بدعہدی اس سے کوئی نفع حاصل کرنا ممنوع نہیں مگر گروی اور ہنڈوی کا طریقہ صورت سُود ہے اور اسے سود ہی کہتے ہیں اور حتی الوسع بُرے نام سے بھی بچنا چاہئے اس سے بہتر نوٹ کی بیع ہے دس کا نوٹ بارہ یا پندرہ یا جتنے پر باہم رضامندی ہو بیچنا جائز ہے تو دس کا نوٹ قرض دے اور پیسہ اوپر دس ٹھہرائے یہ سُود ہے اور دس کا نوٹ سو کو بیچے یہ جائز ہے، اور اگر کوئی فرق پوچھے تو اس کا جواب قرآن عظیم نے دیا ہے: واحل اللّٰہ البیع وحرم الربٰو[1] اللہ نے حلال کی بیع اور حرام کیا سُود۔ سُود

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵

Marfat.com

کا یہی طریقہ عرب میں جاری تھا جسے حرام فرمایا گیا؛

الربا فضل خال عن العوض مستحق بالعقد۔[1]

ربا اس زیادتی کو کہتے ہیں جو عوض سے خالی ہو اور اس کا استحقاق عقد سے ہوا ہو۔ (ت)

یعنی عقد میں کسی ایسی زیادت کے لے جانے کی شرط کی جائے جس کے مقابلہ میں شرعاً کوئی عوض نہ ہو، یہ زیادت جنس متحد میں ظاہر ہوتی ہے بحالت نسیہ اتحاد قدر میں بھی جس کی تفصیل فقہ میں ہے اور جو زیادہ مفصل بیان چاہئے ہماری کتاب کفل الفقیہ الفاہم دیکھئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۱: مسئولہ عبداللہ احمد سوداگر امراؤتی برار شنبہ ۲۲ شعبان ۱۳۳۴ھ

اللہ جل شانہ، نے اپنے کلام پاک قرآن مجید میں سود خوری کی سختی سے وعید فرمائی ہے اور بیشک قرآن حکیم کے اوامر و نواہی انسان کے لئے دارین میں سودمند ہیں اس کے ہر فرمان پہ ہمارا سر تسلیم خم ہے مگر مزید اطمینان کے لئے استفسار کرنے کی ضرورت پڑی کہ سود دینا اور سود لینا دونوں قطعی حرام ہیں، میرے ناقص خیال میں ہزار میں سے ایک شخص بھی ایسا مشکل سے نکلے گا جو مقدم الذکر دو بلاؤں میں سے کسی ایک میں مبتلا نہ ہوا، تجارت کے کاروبار شاید ہی بغیر سود کے انجام پائیں، یہ ایک قابل غور بات ہے کہ فی زمانہ شرح سود اس قدر کم ہے کہ دینے والا خوشی سے ادا کرتا ہے اس پر کسی طرح کا بار نہیں پڑتا ہے کیونکہ اس کو فی صدی آٹھ آنے دینا پڑتا ہے تو ان روپوں سے تجارت کرکے سیکڑے دس پیدا کرتا ہے اس لئے لینے والا اور دینے والا دونوں فائدہ اٹھاتے ہیں، تو معروض یہ ہے کہ اس آیت کا شان نزول کیا ہے، ربا کے جواز و عدم جواز میں کیا راز مضمر ہے، اور اتنی سختی کے ساتھ ممانعت کی کیا باعث ہے، مفصل تحریر فرماکر کمترین کو مطمئن فرمائیں، بغیر سود کے آجکل بیوپار کرنا مشکل نہیں تو محال ضرور ہے، خاص کر کے ولایت کی تجارت کا دارومدار ہی سود پر ہے مثلاً بمبئی میں ولایت کی ہنڈوی کا بھاؤ آج پندرہ روپے ہے تو کل پونے پندرہ تو پرسوں ساڑھے پندرہ، تو پھر ایسی حالت میں سود سے بچنا کیسے ہوسکتا ہے جبکہ لاکھوں کا لین دین ہوتا ہے چونکہ آج کل تجارت زیادہ تر غیر قوموں کے ہاتھ میں ہے تو ان کے ساتھ باہم خرید و فروخت میں بغیر لئے دئے کے چل نہیں سکتا، تو اس آیت کا یہ مفہوم ہے کہ مسلمان اعلٰی پیمانہ

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع باب الربٰو داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۷۶
الہدایۃ باب الربٰو مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۸۰
ملتقی الابحر " مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۲/ ۳۰

Marfat.com

پر تجارت نہ کریں صرف قوت بسری کے لئے کچھ تھوڑا بہت کر لیا کریں جس طرح بنی اسرائیل پر اونٹ کا گوشت اور چربی وغیرہ حرام کر دی گئی تھی، آج کل تجارت میں بڑا نقص یہ بھی ہے کہ مال زیادہ تر ادھار بکتا ہے، تو ایسی حالت میں اگر خریدار کے ذمہ سُود نہ لگایا جائے تو شاید وہ مہینے میں دینے والا برس بھر میں مشکل سے ادا کرے کافروں کے ذمہ جو سود عائد ہوتا ہے وہ ان سے وصول کر کے غریب مسلمان کو جو تعلیمی اخراجات کے بار کے متحمل نہیں ہو سکتے اور بے علمی کی وجہ سے اکثر مسلمانوں کے لڑکے آوارہ ہو جاتے ہیں اور رذیل پیشہ اختیار کر کے بے عزتی کی زندگی بسر کرتے ہیں بلکہ نان شبینہ کے محتاج ہو جاتے ہیں ایسے محتاج مسلمانوں کے تعلیمی امدادی فنڈ میں دیا جائے تو کیا قباحت ہے کیونکہ تین دن کے فاقہ پر حرام بھی کھانا حلال ہو جاتا ہے۔ سود خور اور سُود دینے والے کے لئے اس قدر عتاب انگیز کلمات لکھے گئے ہیں کہ اس کے یہاں کھانا تو درکنار اس کے سایہ میں بیٹھنا بھی ایک سخت گناہ ہے، پھر ایسی حالت میں جبکہ دنیا بھر میں ہزار میں سے ایک بھی اس دقت سے بری نہیں کیا حال ہو گا یہ ممالک اسلامیہ میں بھی بنک کھولے گئے ہیں اور برابر لین دین ہوتا ہے البتہ طبقۂ علماء و مشائخ اس سے محترز ہے مگر جب وعظ نصیحت کے لئے نکلتے ہیں تو ان بیچاروں کو بھی سفر میں جن کے یہاں کھانے پینے کا اتفاق ہوتا ہے اکثر سود لینے یا دینے والے ہوتے ہیں پھر مجبوری سے کھو یا خوشی سے مگر میں نے کسی عالم یا مشائخ کو اس بارے میں کسی طرح کا اعتراض نکالتے نہیں دیکھا ہے ماسوا اس کے کہ مدرسوں اور دینی امورات کیلئے جو چندے وصول کئے جاتے ہیں ان میں شاید ہی کسی ایسے کا چندہ ہو جو اس بلا سے بچا ہوا ہو، مورخ خلکان نے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے ضمن میں ایک حکایت لکھی ہے کہ امام صاحب سے شہاب الدین غوری نے ایک کثیر رقم قرض لی تھی جب اس کو ادا کیا تو صلہ کے طور پر بہت بڑی رقم اضافہ کر کے دی تھی تو اس زیادہ کی رقم کو کیا کہنا چاہئے اور اس طرح لینا بھی جائز ہے کیا؟ فقط۔

الجواب الملفوظ

سود حرام قطعی ہے اور اس پر سخت شدید وعیدیں قرآن و احادیث صحیحہ متواترہ میں وارد اور یہ کہ وہ کیوں حرام ہوا اور اس قدر اس پر سختی کیوں ہے اس کے جواب قرآن عظیم نے دو جواب عطا فرمائے، ایک عام اور ایک خاص، عام تو یہ کہ:

لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون[1] اللہ جو کچھ کرے اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/ ۲۳

Marfat.com

ان الحکم الا للّٰہ [1] ، لہ الحکم و الیہ ترجعون [2] ، وما کان لمؤمن و لا مؤمنۃ اذا قضی اللّٰہ و رسولہ امراان یکون لہم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللّٰہ و رسولہ فقد ضل ضلالا مبینا [3]۔

اور سب سے سوال ہوگا، حکم نہیں مگر اللہ کو اسی کی حکومت ہے اور تمھیں اسی کی طرف پھرنا ، کسی مسلمان مرد یا عورت کو یہ گنجائش نہیں کہ جب اللہ اور رسول کسی بات میں کچھ حکم کریں تو انھیں کچھ اپنا اختیار باقی رہے اور جو اللہ و رسول کے حکم پر نہ چلے بیشک وہ صریح گمراہی میں بھٹکا۔

اور خاص یہ کافروں نے اعتراض کیا تھا انما البیع مثل الربٰو [4] بے شک بیع سُود کی مثل ہے ۔ ت) تم جو خرید و فروخت کو حلال اور سود کو حرام کرتے ہو ان میں کیا فرق ہے بیع میں بھی تو نفع لینا ہوتا ہے ، اس کا جواب ارشاد فرمایا :

واحل اللّٰہ البیع و حرم الربٰو [5] اللہ نے حلال کی بیع اور حرام کیا سُود ۔

تم ہوتے ہو کون ، بندے ہو سر بندگی خم کرو حکم سب کو دیے جاتے ہیں ، حکمتیں بتانے کے لئے سب نہیں ہوتے ، آج دنیا بھر کے ممالک میں کسی کی مجال ہے کہ قانون ملکی کسی دفعہ پر حرف گیری کرے کہ یہ بیجا ہے یہ کیوں ہے یُوں نہ چاہیے یُوں ہونا چاہیے تھا ، جب جھُوٹی فانی مجازی سلطنتوں کے سامنے چون وچرا کی مجال نہیں ہوتی تو اس ملک الملوک بادشاہ حقیقی ازلی ابدی کے حضور کیوں اور کس لئے کا دم بھرنا کیسی سخت نادانی ہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ سود لینا مطلقاً عموماً قطعاً سخت کبیرہ ہے اور سُود دینا اگر بضرورت شرعی و مجبوری ہو تو جائز ہے ، درمختار میں ہے :

یجوز للمحتاج الاستقراض بالربٰو [6] محتاج سود پر قرض لے سکتا ہے ۔ (ت)

ہاں بلاضرورت جیسے بیٹی بیٹے کی شادی یا تجارت بڑھانا یا پکا مکان بنانے کے لئے سودی روپیہ لینا حرام ہے ، سودخور کے یہاں کھانا نہ چاہیے مگر حرام و ناجائز نہیں جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ یہ چیز جو ہمارے سامنے کھانے کو آئی بعینہٖ سود ہے مثلاً ان گیہوؤں کی روٹی جو اس نے سود میں لئے تھے یا

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۵۷
[2] القرآن الکریم ۲۸/ ۸۸
[3] " ۳۳/ ۳۶
[4] " ۲/ ۲۷۵
[5] " ۲/ ۲۷۵
[6] الاشباہ والنظائر بحوالہ القنیہ الفن الاول، القاعدۃ الخامسہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۲۶

Marfat.com

سود کے روپے سے اس طرح خریدی گئی ہے کہ اس پر عقد ونقد جمع ہوگئے یعنی سود کا روپیہ دکھا کر اس کے عوض خریدی اور وہی روپیہ اسے دے دیا، جب تک یہ صورتیں تحقیق نہ ہوں وہ کھانا حرام ہے نہ ممنوع۔

فی الهندیة عن الذخیرة عن محمد به ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینه[1]

فتاوٰی ہندیہ میں بحوالہ ذخیرہ امام محمد سے منقول ہے کہ ہم اسی (قولِ جواز) کو لیتے ہیں جب تک بعینہ کسی شے کا حرام ہونا معلوم نہ ہوجائے (ت)

تو نہ خلق پر تنگی ہے نہ علماء پر اعتراض، ہاں تجارت حرام کے دروازے آج کل بکثرت کھُلے ہیں ان کی بندش کو اگر تنگی سمجھا جائے تو مجبوری ہے وُہ تو بیشک شرع مطہر نے ہمیشہ کیلئے بند کئے ہیں جو آج بے قیدی چاہے کل نہایت سخت شدید قید میں گرفتار ہوگا اور جو آج احکام کا مقید رہے کل بڑے چین کی آزادی پائے گا۔ دنیا مسلمان کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت۔ مسلمانوں سے کس نے کہا کہ کافروں کی اموال کی وسعت اور طریق تحصیل آزادی اور کثرت کی طرف نگاہ پھاڑ کر دیکھے، اے مسکین! تجھے تو کل کا دن سنوارنا ہے،

یوم لا ینفع مال و لا بنون، الا من اتی الله بقلب سلیم[2]

جس دن نہ مال نفع دے گا نہ اولاد، مگر جو اللہ کے حضور سلامت والے دل کے ساتھ حاضر ہوا۔

اے مسکین! تیرے رب نے پہلے ہی تجھے فرمادیا ہے:

ولا تمدن عینیك الٰی ما متعنا به ازواجا منهم زهرة الحیٰوة الدنیا لنفتنهم فیه ورزق ربك خیر و ابقٰی[3]

اپنی آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ اس دنیوی زندگی کی آرائش کی طرف جو ہم نے کافروں کے کچھ مردوں عورتوں کے برتنے کو دی تاکہ وہ اس کے فتنہ میں پڑے رہیں اور ہماری یاد سے غافل ہوں اور تیرے رب کا رزق بہتر ہے اور باقی رہنے والا۔

چندہ کا جواب اوپر آگیا کہ اگر ہم کو تحقیق سے معلوم ہو کہ یہ روپیہ جو دے رہا ہے بعینہ سود کا ہے تو لینا حرام ورنہ جائز۔ ربا اس صورت میں متحقق ہوتا ہے کہ عقد میں مشروط ہو اگرچہ شرط نصاً ہو یا عرفاً ہو

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲
[2] القرآن الکریم ۲۶/ ۸۸ و ۸۹
[3] " " ۲۰/ ۱۳۱

Marfat.com

ورنہ احساناً قرارداد سے زائد دینا نہ ربا ہے نہ جرم۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک پاجامہ خریدا اور قیمت کی چاندی وزن کرنیوالے سے ارشاد فرمایا: زن وارجح[1] تول اور زیادہ دے۔ یہ احسان ہے، وما علی المحسنین من سبیل[2] (احسان کرنے والوں پر کوئی راہ نہیں۔ت) پھر امام رازی پر کیا اعتراض ہے کہ سود لینا شرع نے مطلقاً حرام فرمایا ہے مسلم سے ہو یا کافر سے، قال اللہ تعالیٰ وحرم الربٰو[3] (اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام کیا۔ت) اس میں کوئی تخصیص نہیں مگر مدار اعمال نیت پر ہے اگر کسی کافر کا مال کہ نہ ذمی ہو نہ مستامن، بلا غدر و بدعہدی اور بغیر کسی نیت ناجائز کے حاصل ہو تو بہ نیت شے مباح اسے لینا ممنوع نہیں اگرچہ وہ دینے والا اپنے ذہن میں سود ہی سمجھ کر دے یہ مال مساجد و مدارس و مصارف یتامیٰ میں بھی صرف ہوسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۲ از مقام کٹھور ضلع سورت حاجی محمد سلیمان کٹروا بروز یکشنبہ ۲۹ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فی زمانناٹراموے و ریلوے کمپنی و دیگر کارخانہ جات کے حصص جسے یہاں کی اصطلاح میں شیئر کہتے ہیں خریدے جاتے ہیں اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک کمپنی ٹراموے یا ریلوے یا کارخانہ پارچہ بافی یا آہن سازی یا کسی اور تجارت کے لئے قائم کی جاتی ہے اور اس کا سرمایہ مقرر کرکے اس کے حصص فروخت کئے جاتے ہیں اور اس کے کارکنان بھی تنخواہ دار مقرر کئے جاتے ہیں جو حسب منصب کام کرتے ہیں اور ششماہی یا سالانہ اس کے نفع نقصان کا حساب شائع کرتے ہیں اور نفع بھی حصہ رسد تقسیم کرتے ہیں اور کچھ روپیہ نفع میں سے جمع بھی رہتا ہے جو سود پر بھی دیا جاتا ہے اور اس کا سود بھی نفع میں شامل کرکے حصہ داروں کو تقسیم کیا جاتا ہے اور ضرورت کے وقت سودی روپیہ بھی لیا جاتا ہے اس کا سود اصل رقم یا نفع میں سے دیا جاتا ہے اور ان حصص کی قیمت کمپنی کے نفع نقصان کے اعتبار سے بڑھتی گھٹتی رہتی ہے حصہ داران اپنے حصہ کو اسی بھاؤ سے فروخت کردیتے ہیں لیکن فروخت کی یہ صورت ہوتی ہے کہ بائع دلال سے کہتا ہے کہ میں اپنی فلاں کمپنی کا حصہ فروخت کرنا چاہتا ہوں تو دلال کہتا ہے کہ آج

---

[1] سنن ابوداؤد کتاب البیوع باب فی الرجحان فی الوزن آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۱۸

[2] القرآن الکریم ۹/ ۹۱

[3] " " ۲/ ۲۷۵

Marfat.com

یہ بھاؤ ہے پھر اگر بائع کو اس بھاؤ سے فروخت کرنا ہوتا ہے تو دلال کو کہہ دیتا ہے کہ بیچ دو، تو وہ کسی کو بیچ دیتا ہے یہاں مشتری کسی چیز پر قبضہ نہیں کرتا ہے بلکہ صرف کمپنی والوں سے دلال بائع کے نام کی جگہ مشتری کا نام لکھوا کر دے دیتا ہے، یہاں قابلِ غور یہ امر بھی ہے کہ اگر مشتری کمپنی والوں سے اپنے حصص کے عوض کمپنی کے اسبابِ تجارت میں سے کوئی شے طلب کرے تو کمپنی والے وہ شئی اسے نہیں دیتے اور نہ اسے اس کے دام واپس کرتے ہیں البتہ وہ جس وقت حصہ فروخت کرنا چاہے تو بازاری بھاؤ سے اسی وقت مذکورۂ بالا طریق سے فروخت ہو جاتا ہے اور اسے اسی وقت روپیہ مل بھی جاتا ہے، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ حصص خریدنے عندالشرع جائز ہیں یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو یہ کس بیع میں داخل ہے اور اس میں زکوٰۃ حصص کی قیمت پر لازم آتی ہے یا منافع پر؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب الملفوظ

ظاہر ہے کہ حصہ روپوں کا ہے اور وہ اتنے ہی روپوں کو بیچا جائے گا جتنے کا حصہ ہے یا کم زائد کو بیچا گیا تو ربا اور حرام قطعی ہے، اور اگر مساوی ہی کو بیچا گیا تو صرف ہے جس میں تقابض بدلین نہ ہوا یوں حرام ہے پھر حصہ داروں کو جو منافع کا سود دیا جاتا ہے وہ بھی حرام ہے، غرض یہ معاملہ حرام در حرام محض حرام ہے حصص کی قیمت شرعاً کوئی چیز نہیں بلکہ اصل کے روپے جتنے اس کے کمپنی میں جمع ہیں یا مال میں اس کا جتنا حصہ ہے یا منفعت جائزہ غیر ربا میں اس کا جتنا حصہ ہے اس پر زکوٰۃ لازم آئے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۳ از بہرائچ درگاہ شریف مسئولہ عظیم الدین مدرس افسر مدرسہ مسعودیہ بروز پنجشنبہ ۲۲ صفر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمرو کو کچھ روپیہ مختلف شرح سود پر بدفعات قرض دیا اور اس روپیہ میں کوئی جائداد مرہون نہیں تھی اس کے بعد خالد پسر زید نے عمرو کی جائداد بخیال اپنے وارث ہونے کے خرید کیا، کل زر قرض اصل مع سود زر ثمن جائداد میں مجرا لیا، پس سوال یہ ہے کہ خالد و عمرو جو دونوں سنی المذہب ہیں اور حدود شرعیہ سے نکلنا نہیں چاہتے، ایسی صورت میں خالد کو رقم سود حلال و مباح ہے یا حرام ناجائز ہے اور خالد خیرات و صدقہ کر دینے کے عذر سے یا عمرو کے مبتلائے اسراف ہو جانے کے احتمال سے رقم سود واپس نہیں کرنا چاہتا، یہ عذر اس کا کیسا ہے؟ جواب مع دلائل مہربانی فرما کر تحریر فرمائیے، فقط۔

Marfat.com

الجواب

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وذروا مابقی من الربٰو، فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ[1]

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہا چھوڑ دو پھر اگر ایسا نہ کرو تو اللہ و رسول سے لڑائی کا اعلان کر دو یعنی اللہ و رسول سے لڑنے کو تیار ہو جاؤ اگر سود نہیں چھوڑتے۔

خالد پر ایک حبہ سود کا لینا حرام ہے، حدیث میں فرمایا: "جس نے دانستہ ایک درم سود کا لیا اس نے گویا چھتیس ۳۶ بار اپنی ماں سے زنا کیا"۔ بکثرت احادیث صحیحہ میں ہے کہ سود تہتر ۷۳ گناہوں کا مجموعہ ہے ایسرھا مثل ان ینکح الرجل امہ[2] ان سب میں ہلکا یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے زنا کرے۔ صحیح حدیث میں ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اٰکل الربٰو ومؤکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء[3]

لعنت فرمائی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے سود لینے والے اور کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہیاں کرنے والوں پر، اور فرمایا وہ سب برابر ہیں۔

اور یہ عذر کہ خیرات کرے گا یا عمرو مسرف ہے محض اغوائے شیطانی ہے، اسراف اگر وہ کرے تو گناہ اس پر ہوگا اس کا مال ضائع ہوگا دوسرے کو گناہ سے بچانے کے لئے خود اللہ و رسول سے لڑائی مول لینا اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی لعنت قبول کرنا عقل و دین سے کیا علاقہ رکھتا ہے اور خیرات کا عذر تو اور بھی بدتر ہے خیرات کرنے کے لئے حرام مال لینا اس عورت کے مثل ہے جو تصدق کے لئے اجرت پر زنا کرائے کہ خیرات کرے گی۔ ردالمحتار میں ہے:

کمطعمۃ الایتام من کد فرجھا ؛ لک الویل لاتزنی ولاتتصدقی[4]

جیسے وہ عورت کہ اپنی فرج کی کمائی سے یتیموں کو کھانا دے، تیری خرابی ہو نہ زنا کر نہ خیرات دے۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۹-۲۷۸

[2] المستدرک للحاکم کتاب البیوع دار الفکر بیروت ۲/ ۳۷

[3] صحیح مسلم کتاب المساقاۃ والمزارعۃ باب الربٰو قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۷

[4] ردالمحتار

بلکہ خالد کی سعادت یہ ہے کہ اس کے باپ نے جس قدر سود لیا ہے وہ بھی واپس دے اگر اللہ تعالےٰ سے ڈرتا اور حدودِ شرع میں رہنا چاہتا ہے تو راہ یہ ہے اور ہدایت اللہ تعالےٰ کے ہاتھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۴ از مقام بمبئی سیتارام بلڈنگ کوٹھی صاحب عبداللہ علی رضا صاحب مسئولہ سرور خاں ۱۴ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ

مصدر فیض وحسنات مکرم ومعظم بندہ اعلحضرت مولانا قبلہ دام ظلکم، السلام علیکم!

برادرم محمد عبدالعزیز خاں نے کلکتہ سے آنجناب سے جان کے بیمہ کی نسبت دریافت کیا تھا، آنجناب نے ناجائز کا فتویٰ دیا، مذکور فتویٰ کو انھوں نے میرے پاس بھیجدیا دیکھنے سے معلوم ہوا کہ سوال ان کا ناقص ہے دوبارہ بغرض تحقیق مسئلہ مذکورہ مفصلاً پیش ہوتا ہے، امیدوار جواب باصواب ہوں۔

ایک بیمہ کمپنی میں جس کے مالک ومختار سب کے سب نصرانی المذہب ہیں علاوہ دریا و آگ کے بیمہ کے جان کا بیمہ بھی ہوتا ہے، صورتیں اس کی متفرق ہیں؛

پہلی صورت میں تمام عمر ایک مقررہ فی بیمہ اتارنے والا کمپنی مذکورہ کو تمام عمر ہر سال دیتا رہے اور اس کے مرنے کے بعد اس کے وارثوں کو بیمہ کی رقم دی جاتی ہے مثلاً تیس سال کی عمر کے شخص نے ہزار روپیہ کی رقم کے لئے اپنا بیمہ اتارا تو سالانہ فیس اس کو اٹھائیس روپیہ دینا پڑے گا اور اس کے مرنے کے بعد کمپنی اس کے وارثوں کو پورا ایک ہزار دے دے گی مثلاً آج کسی شخص نے بیمہ کمپنی سے معاہدہ کیا اور پہلے سال کی فیس دی اس کے بعد دو مہینہ یا دو سال یا چار سال کے بعد مرگیا تو بیمہ کی پوری رقم ایک ہزار روپیہ اس کے وارثوں کو مل جائے گی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ معدود فی فقط چند سال تک ہر سال کمپنی مذکور کو دیتا رہا اور اس کے مرنے پر اس کے وارثوں کو بیمہ کی رقم پوری ایک ہزار روپیہ دی جائیگی، یہ پہلی صورت سے اچھی ہے، چند سال فی بھرنے کے بعد بھرنا نہیں ہوتا ہے مثلاً ایک شخص کی عمر تیس سال ہے اور ساٹھ سال کی عمر تک کمپنی کو سالانہ ساڑھے تیس روپیہ فیس دیتا رہے اور پھر نہ دے تو اس کے وارثوں کو بعد موت بیمہ کی رقم دی جائے گی، اگر بیمہ اتارنے والا قبل مدت کے مرگیا تو بیمے کی طرف سے اسکے وارثوں کو پوری رقم بیمہ کی ایک ہزار روپیہ دی جائے گی۔

تیسری صورت، کوئی شخص جو بیمہ اتارتا ہے وہ آئندہ اپنے بڑھاپے میں مثلاً پچپیس سال یا ساٹھ سال یا باسٹھ سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد بیمہ کی ہوئی رقم خود وصول کرنا چاہتا ہے اس عمر تک بیمہ اتارنے والا زندہ رہا تو رقم مذکور اسی کو ملے گی، ہر بڑھاپے عمر کی فیس جدا ہے مثلاً تیس سال کی عمر کا شخص ساٹھ سال

Marfat.com

کی عمر کو پہنچنے کے بعد ایک ہزار چاہتا ہے تو سالانہ اس کی فیس ساڑھے چونتیس روپے ہے، اگر وہ زندہ رہا تو سالانہ اس کو فیس مذکورہ دینا ہوگا اور اس کو ساٹھ سال کی عمر میں بیمہ کی رقم ایکہزار ملے گی اس درمیان میں بیمہ اتارنے والا مرگیا تو پوری رقم بیمہ کی ایک ہزار روپیہ اس کے وارثوں کو مل جائے گی۔

چوتھی صورت، یہ صورت تیسری صورت سے ملتی جلتی ہے، فرق یہ ہے کہ اس صورت میں بیمہ اتارنے والے کو فقط بیس سال تک فیس دینی پڑتی ہے اس کے بعد پھر دینا نہیں پڑتا اس کی فیس تیسری صورت سے ذرا زیادہ ہے مثلاً تیس سال کی عمر کا شخص ساٹھ سال میں ایکہزار روپیہ چاہتا ہے تو اس کو سالانہ بیالیس روپیہ دینا ہوگا بیس سال کے بعد پھر دینا نہ ہوگا جب وہ ساٹھ سال کی عمر کو پہنچے گا تو کمپنی اس کو بیمہ کی رقم دے دیگی یعنی مبلغ ایکہزار روپیہ، اس اثناء میں وہ مرگیا تو اس کے وارثوں کو پورا ایک ہزار روپیہ مل جائے گا۔

کوئی شخص مذکورہ بالا صورتوں کا بیمہ لینے کے بعد چند سال بیمہ کی فیس دیتا رہا اس کے بعد دینا نہ چاہے یا دے نہ سکا اور کمپنی سے روپیہ جو بھرا ہے واپس چاہتا ہے تو فقط نصف رقم فیس ادا کردہ اس کو ملے گی مثلاً دس سال تک دیتا رہا اندازاً جملہ چار سو ہوا یا زیادہ ہوا یا کم ہو اب وہ کمپنی سے اپنا معاہدہ منسوخ کراکر جو روپیہ بھرا ہے واپس چاہتا ہے تو فقط نصف رقم چار سو کی دو سو ملے گی اگر واپس نہ چاہا تو مدت مقررہ گزرنے پر جس کو وہ انتخاب کیا ہو بوقت معاہدہ بیمہ کی رقم بالمناسبۃ ملے گی مثلاً چوتھی صورت کا بیمہ کسی نے لیا پانچ سال تک فی دیتا رہا اس کے بعد دے نہ سکا یا دینا نہ چاہا تو اس کو پاؤ رقم کی دئے کی رسید ملے گی یعنی ۲۵۰ روپیہ اس کو یا تو بشرطِ حیات ساٹھ سال کی عمر میں مذکورہ روپیہ ۲۵۰ ملے گا یا بعد موت اس کے وارثوں کو ملے گا، بیمہ کی فیس جدا جدا ہے جتنی عمر کم ہوگی اتنی فیس کم ہوگی بڑی عمر کے لئے زیادہ فیس ہے، یہ حساب بیمہ اتارنے کے وقت کیا جاتا ہے اور بیمہ اتارنے کے وقت جو عمر رہتی ہے اس کی فیس تمام عمر یا بڑھاپے کی عمر تک بھرنا ہوگا جس کو وہ پسند کرے۔ بالا مذکور صورتوں سے روپیہ جمع کرنا اور بیمہ کمپنی سے معاہدہ کرنا اور کمپنی مذکورہ سے وصول کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ سائل حنفی المذہب ہے لہٰذا فتوٰی بھی اسی مذہب پر ہو۔ والسلام

الجواب

یہ بالکل قمار ہے اور محض باطل کہ کسی عقدِ شرعی کے تحت میں داخل نہیں، ایسی جگہ عقود فاسدہ بغیر غدر کے جو اجازت دی گئی وہ اس صورت سے مقید ہے کہ ہر طرح ہی اپنا نفع ہو اور یہ ایسی کمپنیوں میں کسی طرح متوقع نہیں لہٰذا اجازت نہیں کما حقق المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر (جیسا کہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں تحقیق فرمائی۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

Marfat.com

مسئلہ ۱۹۵ ازموضع درو ضلع پیلی بھیت مرسلہ عبدالعزیز خاں صاحب ۳ رجب ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فروخت غلہ نسیہ ساتھ نقصان نرخ کے بشرط ادائیگی وقت خرمن گاہ جس طرح کہ فی زمانہ زمیندار کیا کرتے ہیں مثلاً اسامی نے تخم واسطے کاشتکاری زمیندار سے طلب کیا اس نے نرخ سے دو تین سیر کم کرکے دے دیا اور اس کی قیمت اس کے ذمہ واجب الادا کرکے وقت بٹائی کے وصول کرلیا خواہ روپیہ لے لیا یا اناج جس کو ہندی میں بیج کھاد کہتے ہیں آیا اس قسم کی بیع جائز ہے یا ناجائز؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

قرضوں نرخ موجود سے کم بیچنے میں مضائقہ نہیں جبکہ باہم تراضی ہو مگر یہ ضرور ہے کہ نرخ و قیمت و وعدۂ ادائے قیمت سب وقت بیع معین کردئے جائیں اور غلے کے بدلے غلہ نہ بیچے مثلاً بارہ سیر کا بک رہا ہے اس نے دس من غلہ دس سیر کے حساب سے دو مہینے کے وعدے پر چالیس روپے کو بیچا کوئی حرج نہیں، اور اگر یہ ٹھہرا کہ غلہ اتنے غلّے کے عوض بیچا جو آج کے بھاؤ سے اتنے روپوں کا فصل پر ہو تو حرام اور سود ہے یونہی وقت خرمن گاہ کا وعدہ بھی بیع میں جائز نہیں ہے اگر عقد بیع میں یہ میعاد مذکور ہوگی بیع فاسد و گناہ ہوگی، ہاں اگر نفس عقد میں قرضوں کا ذکر نہ تھا پھر قرار پایا کہ یہ روپے جو مشتری پر لازم آئے وقت خرمن ادا کئے جائیں گے تو جائز ہے۔

فی الدرالمختار لایصح البیع بثمن مؤجل الی قدوم الحاج والحصاد للزرع والدیاس للحب والقطاف للعنب لانہا تتقدم وتتأخر ولو باع مطلقا عن ھذہ الاٰجال ثم اجل الثمن الدین الیہا صح التاجیل کما لوکفل الی ھذہ الاوقات لان الجہالۃ الیسیرۃ متحملۃ فی الدین والکفالۃ[۱] اھ مختصرًا۔

درمختار میں ہے کہ بیع اس ثمن کے بدلے صحیح نہیں جس کی میعاد حاجیوں کے آنے یا کھیت کاٹنے یا غلہ گاہنے یا انگور توڑنے کے ساتھ مقرر کی گئی ہو کیونکہ یہ اوقات مقدم و مؤخر ہوتے رہتے ہیں ہاں اگر ان اوقات کا ذکر کئے بغیر بیع کی پھر ثمن دین کو ان اوقات کے ساتھ مؤجل کردیا تو مدت مقرر کرنا صحیح ہے جیسا کہ کوئی شخص اوقاتِ مذکورہ تک ضامن ہے کیونکہ تھوڑی سی جہالت دین اور ضمانت میں قابلِ برداشت ہے اھ مختصراً (ت)

---

[۱] درمختار کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۷

Marfat.com

پھر بہر حال یہ اس سے انھیں قرار یافتہ ۳۶۷ زر پونی کے لینے کا مستحق ہوگا وقتِ خرمن جبر نہیں کرسکتا کہ اب اس وقت کے بھاؤ سے اُتنے روپوں کا جو غلہ ہو اوہ دے یہاں تک کہ اگر عقد میں یہ شرط کر لی تھی کہ چالیس روپے زرِثمن کے عوض فصل پر جو بھاؤ ہوگا اس کے حساب سے غلہ لیا جائیگا تو بیع فاسد وحرام ہوجائے گی

لفساد الشرط وصفقتین فی صفقة و الافتراق عن دین بدین فی ماشرط من معاوضة الثمن بالحب مع جھالة قدر المبیع فی ھذہ المعاوضة۔

کیونکہ اس میں فساد شرط، ایک سودے میں دو سودوں کا اجتماع اور جدا ہونا ہے دین سے دین کے بدلے میں اس چیز میں جو اس نے وقت خرمن پر معاوضہ ثمن کی شرط لگائی باوجودیکہ اس معاوضہ میں مبیع کی مقدار مجہول ہے (ت)

ہاں اگر فصل پر مشتری کہے میرے پاس روپیہ نہیں آج کے نرخ بازار سے کہ فریقین کو معلوم ہے ان روپوں کے بدلے غلہ لے لو تو جائز ہے کما نص علیہ العلماء وبیناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ اس پر علماء نے نص فرمائی ہے اور ہم نے اس کو اپنے فتاوٰی میں بیان کیا۔ ت)

مسئلہ ۱۹۶ مرسلہ وحیدالدین صاحب محلہ اردو بازار بھاگلپور سٹی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندوستان دارالاسلام ہے یا دارالحرب اور دونوں کی تعریفیں کیا ہیں، ہندوستان میں غیر اقوام سے سود لینا جائز ہے یا نہیں؟ جو شخص سود لیتا ہے یا سودی تمسکات کی تحریر کی اجرت سے اپنی اوقات گزاری کرتا ہو ایسے شخص کے یہاں کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ہندوستان دارالاسلام ہے، دارالاسلام وہ ملک ہے کہ فی الحال اس میں اسلامی سلطنت ہو یا اب نہیں تو پہلے تھی، اور غیر مسلم بادشاہ نے اس میں شعائرِ اسلام مثل جمعہ وعیدین واذان و اقامت وجماعت باقی رکھے اور اگر شعائرِ کفر جاری کئے اور شعائرِ اسلام یک لخت اٹھا دئے اور اس میں کوئی شخص امانِ اول پر باقی نہ رہا اور وہ جگہ چاروں طرف سے دارالاسلام سے گھری ہوئی نہیں تو دارالحرب ہوجائے گا جب تک یہ تینوں شرطیں جمع نہ ہوں کوئی دارالاسلام دارالحرب نہیں ہوسکتا۔ سود لینا نہ مسلمان سے حلال ہے نہ کافر سے۔ سود خور اور تمسک لکھنے والا اور اس پر گواہی کرنیوالے سب ایک حکم میں ہیں[1]، جو کھانا سامنے لایا اگر معلوم ہو کہ یہ بعینہٖ سود کا ہے تو اس کا کھانا حرام اور اگر سود کا روپیہ دکھا کر یا پہلے دے کر اس کے عوض کھانے کی چیز خریدی جب ناجائز ہے ورنہ ناجائز

[1] صحیح مسلم کتاب المساقات باب الربٰو قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۷

Marfat.com

نہیں مگر ایسے لوگوں سے اختلاط نامناسب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۷ ازگودنا ڈاکخانہ ریولگنج ضلع سارن مدرسہ حمیدیہ مرسلہ منشی عبدالحمید صاحب ناظم مدرسہ مذکورہ ۱۰ شوال ۱۳۳۱ھ

مایقول السادۃ الفضلاء اھل یجوز اخذ الربا عن اھل الحرب فی الہند سواء کانوا ھنودا ام نصرانیین او غیرھم ممن لا ذمۃ لھم علینا۔

کیا فرماتے ہیں بزرگ فضلاء کہ کیا ہندوستان میں اہلِ حرب سے سود لینا جائز ہے؟ چاہے وُہ ہندو ہوں یا نصرانی ہوں یا ان کے علاوہ جن کا ذمہ ہم پر لازم نہیں (یعنی ذمّی نہیں)۔ (ت)

الجواب

الہند بحمدہ تعالٰی دار الاسلام لبقاء کثیر من شعائر الاسلام ومابقی علقۃ منہا تبقی دار الاسلام دار الاسلام لان الاسلام یعلو ولا یعلٰی[1] اما اخذ الربا فانہ لایجوز مطلقا لاطلاق نصوص التحریم وما ذکروا من جواز اخذ الفضل فی دار الحرب فلیس من باب الربا فی شیئ لان الربا انما یکون فی مال معصوم ومال اھل دار الحرب غیر معصوم حتی من اسلم منھم ثمہ ولم یھاجر الینا فاخذ ذلک اخذ مال مباح لا اخذ ربا ولذا یقول المحققون لاربا فی دار الحرب لانہ یجوز اخذ الربا فیھا

ہندوستان الحمدللہ دارالاسلام ہے کیونکہ اس میں بہت سے شعائرِ اسلامی باقی ہیں اور جب تک ان شعائرِ اسلامیہ کا تعلق باقی رہے دارالاسلام دارالاسلام ہی رہتا ہے اس لئے کہ اسلام غالب ہوتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔ رہا سود کا لینا تو وہ نصوصِ تحریم کے اطلاق کی وجہ سے مطلقاً حرام ہے اور فقہاءِ کرام نے جو دارالحرب میں زیادہ لینے کے جواز کا ذکر کیا ہے وہ سود کے قبیلہ سے نہیں ہے کیونکہ سُود مالِ معصوم میں ہوتا ہے اور اہلِ حرب کا مال معصوم نہیں یہاں تک کہ اگر اہلِ حرب میں سے کوئی شخص وہاں ہی مسلمان ہوا اور ہجرت کرکے ہماری طرف دارالاسلام میں نہیں آیا تو اس کا مال لینا مالِ مباح کا لینا ہے نہ کہ سود کا لینا۔ اسی لئے محققین فرماتے ہیں کہ دارالحرب میں کوئی سود نہیں، یوں نہیں فرماتے کہ وہاں سُود

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب اذا اسلم الصبی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۰

Marfat.com

كما يقولون لا ربا بين السيد وعبده
لانه يجوز للسيد اخذ الربا من
عبده، فانما اطلق عليه اسم
الربا نظرا الى الصورة وانما الاحكام
للحقائق وهذا الحكم يعم كل
حربي غير مستامن ولو في دار
الاسلام لان المناط عدم العصمة
وهو يشملهم جميعا، فلا يحرم
علينا معهم الا الغدر، فاذا
جاوزته واخذت منهم
ما اخذت باسم اى عقد اردت
فقد اخذت مالا مباحا لاتبعة
عليك فيه كما راهن الصديق
الاكبر عليه الرضوان الاكبر
كفار مكة في غلبة الروم واخذ
مالهم باذنه عليه وعلى اٰله
افضل الصلوٰة والسلام، فانما
جاز لعدم العصمة والا لكان
قمارا محرما، فهذا هو الاصل
المطرد في هذا الباب ومن اتقنه تيسر
عليه استخراج الجزئيات وقد
فصلنا القول فيه في فتاونا نعم هنا
دقيقتان يجب التنبه لهما الاولٰى
ينبغي التحرز عن مواقف التهم
ممن جاهر باخذ الفضل منهم

لینا جائز ہے جیسا کہ وہ فرماتے ہیں کہ مالک اور اس کے غلام کے درمیان کوئی سود نہیں، نہ یہ کہ مالک کا غلام سے سود لینا جائز ہے، اس پر سود کا اطلاق محض صورت کے اعتبار سے ہے اور احکام تو حقائق کے لئے ہوتے ہیں (نہ کہ صورت کے لئے) اور یہ حکم مذکور ہر حربی غیر مستامن کو شامل ہے اگرچہ وہ دار الاسلام میں ہو کیونکہ اس حکم کا دارو مدار مال کے معصوم نہ ہونے پر ہے اور وہ (عدمِ عصمت) تمام غیر مستامن حربیوں کو شامل ہے چنانچہ ہم پر ان کے ساتھ سوائے دھوکا بازی کے کچھ حرام نہیں، اور جب تو دھوکا بازی سے اعراض کرتے ہوئے ان کا مال جس عقد کے نام سے چاہے لے تو بیشک تو نے مال مباح لیا اس میں تجھ پر کوئی مواخذہ نہیں جیسا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غلبہ روم کے بارے میں کفارِ مکہ سے شرط لگائی اور نبی اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی اجازت سے اس شرط پر کفارِ مکہ کا مال لے لیا کیونکہ ان کا مال معصوم نہیں ورنہ تو یہ جوا ہے جو کہ حرام ہے۔ اس باب میں یہ قاعدہ کلیہ ہے جس نے اس کو مستحکم کر لیا اس پر جزئیات کا استخراج آسان ہو گیا اور ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس پر مفصل گفتگو کی ہے، ہاں یہاں دو باریک باتیں ہیں جن پر متنبہ ہونا ضروری ہے، پہلی بات یہ ہے کہ تہمت کی جگہوں سے بچنا چاہئے۔ جس شخص نے اعلانیہ طور پر حربیوں سے زیادتی مال وصول کی اور

Marfat.com

بالنیۃ الصحیحۃ المذکورۃ انما یاخذ حلالا ولکن یتھمہ العوام باکل الربا فینبغی التحرز عنہ لذوی الھیئات فی الدین والثانیۃ[1] ان من الصور المباحۃ ما یکون جرما فی القانون ففی اقتحامہ تعریض النفس للاذی والاذلال وھو لایجوز فیجب التحرز عن مثلہ وما عدا ذلك مباح سائغ لاحجر فیہ، نعم من اخذ منھم الفضل ونوی اخذ الربا فھو الذی قصد المعصیۃ و انما الاعمال بالنیات ولکل امرئ ما نوی[1]، کما نصوا علیہ فی من تعمد النظر من بعید الی ثوب موضوع فی الطاق ظنا منہ انھا امرأۃ اجنبیۃ حیث یاثم بما قصد وان کان النظر الی الثوب مباحا فی نفسہ، وھو سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

نیت اس کی صحیح ہے جس کا ذکر ہوا تو بیشک وُہ حلال مال لیتا ہے لیکن عوام اس پر سود کھانے کی تہمت لگائیں گے لہذا دینی اعتبار سے صاحبِ حیثیت لوگوں کو اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔ دُوسری بات یہ ہے کہ مباح صورتوں میں سے بعض قانونی طور پر جرم ہوتی ہیں ان میں ملوث ہونا اپنی ذات کو اذیت و ذلت کے لئے پیش کرنا ہے اور وہ ناجائز ہے، اس طرح کی صورتوں سے بچنا ضروری ہے اور اس کا ماسوا مباح وجائز ہے اس میں کوئی ممانعت نہیں، ہاں جس نے حربیوں سے زیادہ مال بنیت سُود لیا تو اس نے گناہ کا قصد کیا اور اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی' جیسا کہ فقہاء کرام نے اس شخص کے بارے میں اس پر نص کی ہے جس نے طاق میں رکھے ہوئے کپڑے کو دُور سے غیر محرم عورت سمجھتے ہوئے قصداً اس کی طرف نظر کی کیونکہ اس نے اپنے قصد میں گناہ کیا اگرچہ کپڑے کو دیکھنا فی نفسہٖ مباح ہے۔ (ت)

وھو سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۸: از لکھنؤ بازار جھاؤلال مکان ۳۷ مسئولہ سید عزیز الرحمان ۱۱ رمضان ۱۳۳۹ھ

ما قولکم رحمکم اللہ (آپ کا کیا فرمان ہے اللہ آپ پر رحم کرے۔ ت) ربا کی حرمت نصوصِ صریحہ سے ثابت ہے مگر قرآن مجید میں ربا کی کوئی تفسیر نہیں کی گئی، ایامِ جاہلیت میں جو ربا عام طور پر شائع تھا وُہ یہ تھا کہ لوگ ایک دوسرے سے میعاد معینہ پر قرض لیتے تھے اور میعاد

---

[1] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲

Marfat.com

گزر جانے پر مدیون راس المال پر اضافہ گوارا کرتا یا پہلے ہی سے دونوں میں معاہدہ ہو جاتا تھا اسی راس المال پر اس افزائش کو اضافہ کر کے پھر اس پر سود لگایا جاتا تھا جیسا کہ اس زمانے میں مہاجنی کا طریقہ ہے اس صورت کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں مگر اب اس زمانے میں معاملات کی نئی صورتیں پیدا ہو گئی ہیں جیسے بنک یا لائف انشورنس کمپنی یا ریلوے اور ملوں کے حصے وغیرہ جو تاجرانہ کاروبار کرتے ہیں ان میں جو شخص روپیہ جمع کرتا ہے وہ درحقیقت قرض نہیں دیتا اور جو نفع اس کو ملتا ہے وہ درحقیقت سود نہیں ہوتا بلکہ وہ اس تجارت میں ایک گونہ شرکت ہے اور جو سود مقرر ہوتا ہے اگرچہ وہ بلفظ سود ہو مگر درحقیقت سود نہیں ہے بلکہ وہ اس کاروبار کا نفع ہے جو منقح ہوتا ہے اور قرآن مجید میں کہیں منقح نفع کی حرمت وارد نہیں اور نہ اس کی کوئی وجہ معلوم ہوتی ہے اس واسطے کہ جو شخص تجارتی حساب سمجھنے کی اہلیت نہ رکھتا ہو اس کو بغیر اس کے چارہ نہیں ہے کہ وہ فیصدی تین یا پانچ روپیہ پہلے سے منقح کر کے لیا کرے خصوصاً اس زمانے میں جب کہ کروروں روپیہ کے شرکت سے تجارتی کاروبار کھولے جاتے ہیں اور شرکار کی جانب سے ڈائرکٹروں کی جماعت کاروبار چلانے اور حساب وکتاب رکھنے اور منافع مشخص کرنے اور ریزرو فنڈ (محفوظ) کے قائم رکھنے کے لئے مقرر کئے جاتے ہیں جو درحقیقت ان شرکار کی طرف سے وکیل ہوتے ہیں تو جو منافع بعد پس انداز کرنے ریزرو فنڈ کے ان وکیلوں نے تجویز کیا ہو وہ سود نہیں ہو سکتا اور نہ ایسے کاروبار میں روپیہ داخل کرنے کو قرض کہا جاتا ہے علاوہ اس کے ربا کی حرمت کی جو علت آیۂ کریمہ لا تظلمون ولا تظلمون[1] (نہ تم ظلم کرو اور نہ ظلم کئے جاؤ۔ ت) میں بیان فرمائی گئی ہے وہ اس پر کسی طرح صادق نہیں آتی۔ ضرورت ہے کہ علمائے کرام اس پر غور فرما کر جواب تحریر فرمائیں تاکہ اس زمانہ میں مسلمان جس کشمکش میں مبتلا ہیں اس سے نجات پائیں۔

الجواب

یہاں چار ہی صورتیں متصور ہیں، کام میں لگانے کے لئے یہ روپیہ دینے والا بالغرض شرکت دیتا ہے یا بطور ہبہ یا عاریۃً یا قرض۔ صورتِ ہبہ تو یہاں بداہۃً نہیں اور شرکت کا بطلان اظہر من الشمس، شرکت ایک عقد ہے جس کا مقتضٰی دونوں شریکوں کا اصل ونفع دونوں میں اشتراک ہے ایک شریک کے لئے معین تعداد زر مقرر کرنا قاطع شرکت ہے کہ ممکن کہ اسی قدر نفع ہو تو کلی نفع کا یہی مالک ہو گیا، دوسرے شریک کو کچھ نہ ملا تو نفع (نفع) میں شرکت کب ہوئی۔ جوہرہ نیرہ وتنویر الابصار میں ہے:

الشرکۃ عبارۃ من عقد بین　　شرکت نام ہے اصل ونفع میں دو شریک ہونیوالوں

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۹

Marfat.com

المتشارکین فی الاصل والربح[1] تنویر و شرح مدقق علائی۔

کے درمیان عقد کا، تنویر وشرح مدقق علائی۔ (ت)

درمختار میں ہے:

شرطھا ای شرکۃ العقد عدم ما یقطعھا کشرط دراھم مسماۃ من الربح لاحدھما لانہ قد لایربح غیر المسمی و حکمھا الشرکۃ فی الربح[2]

شرکتِ عقد کی شرط اس چیز کا نہ پایا جانا ہے جو شرکت کو قطع کرے جیسے دو شریکوں میں سے ایک کے لئے نفع میں سے معین درہموں کی شرط کیونکہ کبھی ان معینہ درہموں کے علاوہ کوئی نفع ہی نہیں ہوتا اور شرکت عقد کا حکم نفع میں شرکت ہے۔ (ت)

اگر ایک سرمایہ سے تجارت ہوئی پھر اس میں سَو حصہ دار اور شریک ہوئے اور ہر ایک کیلئے دس دس روپے نفع کے لینے ٹھہرے اور اس سال ایک ہی ہزار کا نفع ہوا تو یہ ہزار تنہا یہی سو حصہ دار لیں گے یہ شرکت نہیں لُوٹ ہے، شرکت کا مقتضٰی یہ ہے کہ جیسے نفع میں سب شریک ہوتے ہیں نقصان ہو تو وہ بھی سب پر ہر ایک کے مال کی قدر پڑے۔ ردالمحتار میں ہے:

ثم یقول فما کان من ربح فھو بینھما علی قدر رؤس اموالھما وما کان من وضیعۃ او تبعۃ فکذلك، ولاخلاف ان اشتراط الوضیعۃ بخلاف قدر راس المال باطل واشتراط الربح متفاوتا صحیح فیما سیذکر[3]

پھر کہے، جو بھی نفع ہوگا وہ دونوں کے درمیان ان کے سرمائے کی مقدار کے حساب سے ہوگا یوں ہی حکم نقصان کا بھی ہوگا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ سرمائے کی مقدار کے خلاف نقصان کی شرط لگانا باطل ہے اور نفع میں تفاوت کی شرط لگانا صحیح ہے اس کی دلیل ہم عنقریب ذکر کریں گے۔ (ت)

یہاں اگر نقصان ہوا جب بھی ان حصہ داروں کو اس سے غرض نہ ہوگی وہ اپنے ہزار روپے لے چھوڑیں گے یہ شرکت ہوئی یا غصب، اصل مقتضائے شرکت عدل و مساوات ہے قال اللہ تعالٰی فھم شرکاء فی الثلث[4]

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار | کتاب الشرکۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۳۷۰

[2] درمختار | " | " | ۱/۳۷۱

[3] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۳/۳۳۷

[4] القرآن الکریم ۴/۱۲

(اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وہ سب ترکہ کے تیسرے حصہ میں شریک ہیں۔ ت) فرض کیجئے کہ اصل سرمایہ ان سو حصوں سے دو چند تھا اور اس سال پندرہ سو روپے کے نفع ہوئے تو یہ نصف والے ایک ہزار لیں گے اور دو چند والوں کو صرف پانسو ملیں گے، آدھے کو دونا اور دونے کو آدھا، یہ عدل ہوا یا صریح ظلم۔ بالجملہ اس عقد مخترعہ کو شرکت شرعیہ سے کوئی علاقہ نہیں، اب نہ رہے مگر عاریت یا قرض، عاریت ہے جب بھی قرض ہے کہ روپیہ صرف کرنے کو دیا اور عاریت میں شے بعینہٖ قائم رہتی ہے۔ درمختار میں ہے:

عاریۃ الثمنین قرض ضرورۃ استھلاك عینھا[1]
ثمنوں (سونے اور چاندی) کی عاریت قرض ہے کیونکہ اس میں عین کو ہلاک کرنا لازم ہے (ت)

بہرحال یہاں نہیں مگر صورتِ قرض، اور اس پر نفع مقرر کیا گیا، یہی سود ہے اور یہی جاہلیت میں تھا، حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کل قرض جرمنفعۃ فھو ربٰو[2]
قرض پر جو نفع حاصل کیا جائے وہ ربا ہے۔

قرآن کریم اس نفع منتج کی تحریم سے ساکت نہیں خود سائل نے علتِ تحریم ربا تلاوت کی لا تظلمون ولا تظلمون[3] (نہ تم ظلم کرو اور نہ ظلم کئے جاؤ۔ ت) اور یہاں تظلمون و تظلمون دونوں ہیں، ان مذکور صورتوں میں کہ ہزار ہی نفع کے ہوئے اور سب ان سو حصہ داروں نے لئے یا نفع کے پندرہ سو ہوئے اور نصف والوں نے دونے لئے، یہ ظالم ہیں اور وہ مظلوم، اور اگر پانچ ہزار نفع کے ہوئے تو ان نصف والوں کو پانچواں حصہ ملا اور ان دو چند ہی والوں کو چہار چند، یہ مظلوم ہوئے اور وہ ظالم، اور اگر یہ حصے سرمایہ سے بٹے تو ظلم اشد ہے اور دونے اور آدھے کو چار۔ اب ایک صورت اگر یہ خیال کی جائے کہ اصل سرمایہ ان حصوں سے جدا نہ ہو انھیں حصوں سے تجارت شروع ہوئی، مثلاً سَو اشخاص نے سو سو روپے ملاکر دس ہزار سے تجارت کی اور ہر شریک کے لئے دس دس روپے نفع منتج قرار پایا۔ یہ صورت ظاہر کردے گی کہ وہ قرارداد ظلم و جبریت تھا یا محض جہل و حماقت۔ فرض کیجئے ایک سال پانچ ہی سو نفع کے ہوئے تو یہ سَو پر دس دس کرکے کیسے بٹیں، کیا پانسو کہیں سے غصب کرکے ملائے جائیں گے یا پچاس ہی کو دے کر

---

[1] درمختار | کتاب العاریۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/ ۱۵۶
[2] کنز العمال | حدیث ۱۵۵۱۶ | مؤسسۃ الرسالہ بیروت | ۶/ ۲۳۸
[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۹

Marfat.com

پچاس کورے چھوڑ دئے جائیں گے اور وُہ کون سے پچاس ہوں گے جن کو دیں گے اور وہ کون سے پچاس ہوں گے جن کو محروم رکھیں گے۔ فرض کیجئے دو ہزار نفع کے ہوئے تو دس دس بانٹ کر ہزار بچیں گے یہ کسی راہ چلتے کو دے جائیں گے یا اسی تجارت میں لگا دئے جائیں گے، اگر اسی میں لگائیں گے تو سب کی طرف سے یا بعض کی طرف سے، ثانی میں وہ بعض کون ہوں گے اور ان کو کیوں زیادہ ملا اور اول پر سب کو بیس بیس ملے اور ٹھہرے تھے دس دس خلاف قرارداد عقد کیونکر ہوا۔ لاجرم عقل ہو تو یہی ماننا پڑے گا کہ جس سال ہزار نفع کے ہوں گے سب دس دس پائیں اور پانسو تو سب پانچ پانچ اور دو ہزار تو سب بیس بیس، اور کچھ نہ ہو تو کوئی کچھ نہیں، اور نقصان ہو تو سب پہ حصہ رسد۔ یہی عدل ہے اور یہی مقتضائے شرکت اور یہی شرکت شرعیہ، اور وہ نفع منقح رجماً بالغیب ٹھہرالینا محض جہل وحماقت تھا بالجملہ شرع مطہر سے آنکھ بند کرنا شر ہی لاتا ہے، خیر ہمہ تن خیر وہی ہے جو شرع مصطفٰے ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

مسئلہ ۱۹۹ از جالندھر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی احمد جان صاحب مرسلہ محمد احمد خان صاحب ۲۰ شوال ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ایک شخص کو سرکاری بنک گھر سے اس کے روپوں کا سُود آتا ہے آیا یہ شخص سرکار سے سود لے اور آپ نہ کھائے اور محتاج اور غریبوں کو تقسیم کردیا کرے یا کسی مفلس تنگدست کے گھر جس کو پانی کی قلت ہو کنواں لگوادے آیا وہ شخص از روئے شرع شریف سود خوروں اور گناہگاروں میں شمار تو نہ ہوگا اور ان مفلسوں اور محتاج گھروالوں کے واسطے نقد وغیرہ اس سود سے لینی اور اس کوئیں کا پانی پینا درست ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتب معتبرہ بیان فرمائیں۔

الجواب

سُود لینا مطلقاً حرام ہے،

قال اللہ تعالٰی وحرم الربٰو[1] وقال تعالٰی وذروا مابقی من الربٰو[2]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے سُود کو حرام کیا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ چھوڑ دو جو باقی رہا ہے سود سے (ت)

تو یہ شخص جس نے سود کی نیت سے لیا اپنی نیت فاسدہ پر گنہگار ہوا، ہاں جبکہ وُہ روپیہ برضامندیِ گورنمنٹ حاصل کیا اور گورنمنٹ کی طرف سے یا اس سے لینے والوں کو کسی ضرر کے پہنچنے کا اندیشہ نہیں

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵ [2] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۸

Marfat.com

توفقراء وغرباء اسے نہ یہ سمجھ کر کہ سُود کا روپیہ ہے بلکہ یہ جان کر کہ از خزانہ برضائے حاکم وقت حاصل ہوا ہے لے سکتے ہیں ان کے لئے طیب وحلال ہے یونہی اس سے بنوایا ہوا کنواں،

کما فصلناہ فی فتاوٰنا المسألۃ مسألۃ الظفر المنصوص علیہ من الدر وغیرہ من الاسفار الغر۔

جیساکہ اس کو ہم نے اپنے فتاوٰی میں مفصل بیان کیا ہے، یہ مسئلہ اپنے حق کو کسی طریقے سے حاصل کر لینے میں کامیابی کا مسئلہ ہے جس پر درر وغیرہ کتابوں میں اس پر نص کی گئی ہے (ت)

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم حکمہ احکم۔

مسئلہ ۲۰۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے ڈاکخانہ میں روپیہ جمع کیا مگر میرا ارادہ سُود لینے کا نہ تھا بلکہ میں نے منع کیا کہ سودی نہ جمع کرنا بعد کو جب عرصہ ہوگیا تو میں روپیہ لینے کے واسطے ڈاکخانہ گیا تو اس نے مع سود روپیہ مجھ کو واپس دیا میں نے انکار کیا کہ میں سُود نہ لوں گا، اس نے کہا کہ ہم بھی واپس نہیں کر سکتے سود تم کسی محتاج کو دے دینا، اس میں عالموں کی کیا رائے ہے اور شرع کا کیا حکم ہے؟ آیا وُہ روپیہ محتاج کو دینا ثواب ہے یا نہیں؟ کیونکہ سرکار اس روپیہ کو واپس نہیں لیتی ہے اور ہمارے بھی کسی کام کا نہیں، اس حالت میں محتاج کو دیں یا کیا کریں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جبکہ اس نے نہ سود لینا چاہا نہ اصلاً اس کا قرارداد کیا بلکہ صراحۃً منع کردیا، نہ اب سود لینا مقصود تو فقراء کو پہنچانے کی نیت سے وہ روپیہ جو گورنمنٹ سے بلاغدر وعہد شکنی بلکہ بخوشی ملتا ہے لینا اور لے کر مساکین مستحقین کو پہنچا دینا ضرور موجبِ ثواب ہے،

لان فیہ الاحسان بالمساکین، واللہ یحب المحسنین[1]، وانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوٰی[2]، وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ

کیونکہ اس میں مسکینوں پر احسان اور مستحقین کو ان کا حق پہنچانا ہے، اور اللہ تعالٰی احسان کرنیوالوں سے محبت فرماتا ہے، اور بیشک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۳۴

[2] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲

Marfat.com

وسلم من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ[1] رواہ مسلم عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کی اس نے نیت کی۔ اور تحقیق رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جو اپنے بھائی کو نفع پہنچانے کی طاقت رکھتا ہو تو اس کو چاہیئے کہ وہ اپنے بھائی کو نفع پہنچائے۔ (اس کو امام مسلم نے سیدنا حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ت)

مسئلہ ۲۰۱ از میر گنج مرسلہ ابوالحسن صاحب ۶ شعبان ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سیونگ بنک یعنی ڈاکخانہ جات سرکاری میں روپیہ جمع کرنا اور اس کا سود ۴؍ فیصدی جو حسب قاعدہ سرکاری جمع کنندہ کو ملتا ہے لینا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

سود مطلقاً حرام ہے قال اللہ تعالیٰ وحرم الربٰو[2] (اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: حرام کیا ہے اللہ تعالےٰ نے سود کو۔ت) ہاں اگر کسی کا اپنا مطالبہ واجبہ یا مباحہ جائزہ زید پر آتا ہو اور ویسے نہ ملے تو صرف بقدر مطالبہ جس طریقہ کے نام سے مل سکے لے سکتا ہے کہ اس صورت میں یہ اپنا حق لیتا ہے نہ کہ کوئی چیز ناجائز، دینے والے کا اسے ناجائز نام سے تعبیر کرنا یا سمجھنا اسے مضر نہ ہوگا جبکہ اس کی نیت صحیح اور حق جائزہ واجبی ہے واللہ یعلم السر واخفی (اللہ تعالےٰ رازوں اور پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔ت) اس امر میں مسلم وغیر مسلم سب کا حکم یکساں ہے بشرطیکہ غدر نہ کرے فتنہ نہ ہو۔ قال اللہ تعالیٰ والفتنۃ اکبر من القتل[3] واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فتنہ قتل سے بڑا (گناہ) ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰۲ مرسلہ شیخ علاء الدین صاحب از میرٹھ لال کرتی ۱۳ شعبان المعظم ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے کچھ روپیہ بنک میں جمع کیا اس کے بعد اس کے ورثہ سے عمرو نے اسے ناجائز جان کر بنک کو نوٹس دے دیا کہ میرا کل روپیہ دے دو۔ بنک والوں نے

---

[1] صحیح مسلم کتاب السلام باب استحباب الرقیۃ من العین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۲۴
[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵
[3] ؍؍ ۲/ ۲۱۷

Marfat.com

اپنے ضابطہ کے موافق ایک سال میں دینے کا وعدہ کیا عمرو کو روپیہ کی ضرورت ہوئی بنک سے منگایا، بنک والوں نے اسے قرض قرار دے کر دیا کہ عمرو کو عمرو کا روپیہ وہ ابھی نہیں دیتے اب بعد تمامی سال بنک والے اپنے اس قرض کا سود عمرو سے لیں گے اور عمرو کے روپیہ کا ابتداء سے سود اسے دیں گے وہ مقدار اس سے بہت زائد ہوگی جو وہ عمرو سے لیں گے تو بعد منہائی عمرو ہی کو زائد ملے گا لیکن عمرو قصد مصمم کرچکا ہے کہ نہ لونگا اس صورت میں اسے کہنا جائز ہوگا یا نہیں کہ ہم نہ سود لیں گے نہ دیں تم اپنے یہاں حساب کرلو۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اللّٰھم لك الحمد (اے اللہ! تیرے لئے ہی حمد ہے۔ت) شرع مطہر میں سُود لینا مطلقاً اور بے ضرورت و مجبوری شرعی دینا بھی دونوں حرام ہیں مگر مال مباح جب بلا غدر و بے ارتکاب جرائم برضامندی ملتا ہو تو اسے نہ بہ نیت سود بلکہ اسی نیت مباح سے لینے میں حرج نہیں،

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ مانوی[1] وقد حققنا المسئلۃ بما لامزید علیہ بتوفیق اللہ تعالٰی فی فتاوٰنا۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی اور ہم اس مسئلہ کی تحقیق اللہ تعالٰی کی توفیق سے اپنے فتاوٰی میں اس انداز سے کردی ہے کہ اس پر اضافہ کی ضرورت نہیں۔(ت)

دینے والے کا اسے اپنے زعم میں سود سمجھنا اسے مضر نہ ہوگا جبکہ وہ نہ واقع میں سود نہ لینے والے کو سود مقصود،

الاتری الی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لکل امرئ مانوی[2]، فقد جعل کلا و نیۃ وقال تعالٰی لایضرکم من ضل اذا اھتدیتم[3] وقال تعالٰی

کیا تو نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد کی طرف نہیں دیکھتا کہ ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی۔ تحقیق حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہر شخص کو اس کی نیت کے ساتھ چھوڑ دیا، اور اللہ تعالٰی

[1] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲
[2] " " " ۱/۲
[3] القرآن الکریم ۵/۱۰۵

Marfat.com

قل کل یعمل علیٰ شاکلتہ[1] نے فرمایا تمھیں نقصان نہیں پہنچاتا وہ جو گمراہ ہوا جبکہ تم خود ہدایت پر ہو۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے (میرے محبوب) آپ فرما دیں کہ ہر ایک اپنے طریقے پر عمل کرتا ہے۔ (ت)

مگر یہ اس صورت میں ہے کہ بنک میں کوئی مسلمان شریک نہ ہو، اور اگر مسلمان بھی حصہ دار ہوں تو ضرور ہے کہ یہ روپیہ جس قدر اسے زیادہ ملے گا اتنا یا اس سے زائد اس کا ان پر آتا ہو اس آتے ہوئے میں اس زیادت کو محسوب کرلے مثلاً اسی بنک سے پہلے بھی متعدد بار اس نے قرض لیا تھا جس کا سود سب بار کا پانسو روپے بنک کو پہنچ چکے ہیں اور اب اسے جو کچھ وہ بنام سود دینگے وہ اسی قدر یا اس سے کم ہے تو اسے لینا جائز ہے اور نیت اس آتے ہوئے کے واپسی کی کرکے جو قانوناً اس صورت کے سوا بلا رضامندی کے دوسری طرح واپس نہ لے سکتا تھا اور اگر وہاں مسلمان شریک ہیں اور اس کا پہلے سے کچھ نہیں آتا یا اس رقم سے جو اسے ملے گی کم آتا ہے اور وہ خواہی نخواہی اسے یہ زیادت دیں گے تو اسے اور مسلمانوں کی جانب سے لے جن سے ان لوگوں نے سود لیا تھا،

لانھم مامورون شرعا برد ما اخذوا منھم الیھم وھم لا یردون والمسلمون لا یقدرون علی ان یستردوا فیکون ھذا اعونا لاخوانہ۔

کیونکہ اہل حرب مسلمانوں سے لیا مال انھیں واپس کرنے کے مامور ہیں حالانکہ وہ واپس نہیں کرتے اور مسلمان ان سے واپس لینے کی طاقت نہیں رکھتے تو اس طرح اسکے بھائیوں کی مدد ہوگی۔ (ت)

پھر جس قدر اپنا آتا تھا خود لے سکتا تھا باقی واجب ہے کہ فقراء پر تصدق کردے،

لانہ سبیل کل مال صالح لا یعلم مستحقہ کما فی الدر المختار وغیرہ من معتمدات الاسفار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کیونکہ یہ سبیل ہے ہر مال صالح میں جس کا مستحق معلوم نہ ہو جیسا کہ درمختار وغیرہ قابل اعتماد کتابوں میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰۳: ملک بنگالہ ضلع نصیر آباد مرسلہ مولوی تمیز الدین صاحب ۸ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اول سود کھاتا تھا اب اس نے توبہ کرلی کہ اب میں سود نہیں لوں گا اور نہ سود لیا پہلا جو مال اس کے پاس سودی ہے اس کا خرچ کرنا اپنے حوائج میں جائز ہے یا نہیں اور اس کے ورثاؤں کو وہ مال حلال ہے یا حرام؟

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/۸۴

Marfat.com

الجواب

سود میں جو مال ملتا ہے وہ سود خور کے قبضہ میں آکر اگرچہ اس کی ملک ہوجاتا ہے،

لان ہذا ہو حکم العقود الفاسدۃ و ذہل الفاضل الشامی فی العقود الدریۃ۔

کیونکہ عقود فاسدہ کا یہی حکم ہے اور علامہ فاضل شامی سے عقود دریہ میں بھول ہوئی۔ (ت)

مگر وہ ملک خبیث ہوتی ہے اس پر فرض ہوتا ہے کہ ناپاک مال جن جن سے لیا ہے انھیں واپس دے وہ نہ رہے ہوں تو ان کے وارثوں کو دے وہ بھی نہ ملیں تو تصدق کردے، بہرحال اپنے حوائج میں اسے خرچ کرنا حرام ہوتا ہے اگر اپنے خرچ میں لائے گا تو وہ اب بھی سود کھا رہا ہے اور اس کی توبہ جھوٹی ہے،

لانہ لم یندم علی الماضی وما ترک فی الاٰتی ولم یمح الباقی فلم یوجد شیئ من ارکان التوبۃ۔

کیونکہ وہ گزشتہ پر نادم نہیں ہوا اور آئندہ کے لئے اس کو چھوڑا نہیں اور نہ ہی باقی کو مٹایا تو اس طرح ارکان توبہ میں سے کوئی بھی نہیں پایا گیا (ت)

وارث کو اگر معلوم ہو کہ اس کے مورث نے فلاں فلاں شخص سے اتنا اتنا مال حرام لیا تھا تو انھیں پہنچا دے اور اگر سب معلوم ہو کہ بعینہٖ یہ روپیہ جو اس صندوق یا اس تھیلی میں ہے خالص مال حرام ہے تو اسے فقراء پر تصدق کردے اور اگر سب مخلوط ہے اور جن سے لیا وہ بھی معلوم نہیں تو وارث کے لئے جائز ہے اور بچنا افضل ہے۔ درمختار میں ہے:

الحرمۃ تتعدد مع العلم بہا الا فی حق الوارث وقیدہ فی الظہیریۃ بان لا یعلم ارباب الاموال[1]۔

حرمت کا اگر علم ہو تو وہ منتقل ہوتی ہے سوائے وارث کے حق کے، اور ظہیریہ میں حق وارث کے ساتھ یہ قید لگائی کہ وہ وارث مال کے مالکوں کو نہ جانتا ہو (تب اس کے لئے حلال ہے)۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

الحاصل انہ ان علم ارباب الاموال وجب ردہ علیہم، والا فان علم عین الحرام لا یحل لہ ویتصدق بہ بنیۃ صاحبہ وان کان مالا

حاصل یہ کہ اگر وارث مال کے اصل مالکوں کا علم رکھتا ہو تو ان کا مال انھیں لوٹانا اس پر واجب ہے ورنہ اگر اس مال کے بعینہٖ حرام ہونے کا اسے علم ہے تو اس کے لئے حلال نہیں بلکہ مالک کی طرف سے

---

[1] الدرالمختار کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۹

Marfat.com

مختلطا مجتمعا من الحرام و لا یعلم اربابه ولاشیئا منه بعینه حل له حکما والاحسن دیانۃ التنزہ عنہ[1]

نیت کرتے ہوئے صدقہ کرے اور اگر مال حرام حلال سے مخلوط ہے اور وہ وارث اس کے مالکوں کو نہیں جانتا، نہ ہی بعینہٖ اس کے حرام ہونے کا اس کو علم ہے تو وہ حکماً اس کے لئے حلال ہے مگر دیانت کے اعتبار سے اس سے بچنا ہی زیادہ بہتر ہے۔ (ت)

نیز درمختار میں ہے:

ولا یبطل حق الفسخ (ای فی البیع الفاسد) بموت احدھما (ای احد العاقدین) فیخلفہ الوارث بہ یفتی[2] اھ اقول فافاد ان انتقال الملک فی الملک الخبیث لایزیل الخبث ویجب علی الوارث فسخہ فان لم یفعل اجبر القاضی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

بیع فاسد میں بائع یا مشتری کی موت کے سبب سے حق فسخ باطل نہیں ہوتا، چنانچہ مرنے والے کا وارث اس کا قائم مقام ہوگا اور اسی پر فتوٰی دیا جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کلام نے اس بات کا فائدہ دیا کہ ملک خبیث میں ملک کا منتقل ہونا خبث کو زائل نہیں کرتا لہذا وارث پر واجب ہے کہ بیع فاسد کو فسخ کرے اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو قاضی اس پر جبر کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰۴: ملک بنگالہ ضلع نصیر آباد مرسلہ مولوی تمیز الدین صاحب ۸ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ سود خور کے ساتھ میل جول کرنا اور شادی اور پنچایت میں بلانا جائز ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتب و بادلیل جواب عنایت فرمائیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

سُود خور کہ علانیہ سود کھائے اور توبہ نہ کرے، باز نہ آئے، اس کے ساتھ میل جول نہ چاہیے اسے شادی وغیرہ میں نہ بلایا جائے،

قال اللہ تعالٰی وامّا ینسینّک الشیطٰن

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اگر شیطان تجھے بھلادے

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع باب البیع الفاسد داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۳۰

[2] الدرالمختار " " مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۹

Marfat.com

فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین[1] تو یاد آنے پر ظالم قوم کے ساتھ مت بیٹھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰۵ از ریاست کشن گڈھ متصل اجمیر شریف مہاراجہ اسکول تھرڈ ماسٹر مسئولہ سید امانت علی صاحب ۷ ربیع الآخر ۱۳۳۱ھ

شادی و زندگی کا بیمہ کرنا یا کروانا جائز ہے یا ناجائز؟ آپ کے شاگرد رامپوری مولوی صاحب نے جو کہ اجمیر شریف میں عرصہ سے قیام پذیر ہیں دریافت کرنے پر یہ جواب دیا کہ میرے خیال سے تو یہ حرام نہیں ہے انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ میرے مولٰنا مولوی احمد رضا خاں صاحب سے دریافت کرلینا چاہئے میں امید کرتا ہوں کہ آپ بافادۂ اہلِ اسلام بصورتِ فتویٰ ارسال فرماکر ممنون و مشکور فرمائیں گے۔ اس بیمہ کا قانون بھی گورنر جنرل کی کونسل سے ۱۳۱۲ء میں پاس ہوگیا مگر ہنوز اس پر کوئی اعتراض نہ ہوا۔ پراسپکٹس اردو سالانہ رپورٹ بزبان انگریزی جناب کے ملاحظہ کے لئے روانہ کرتا ہوں۔

الجواب

یہ نرا قمار ہے اس میں ایک حد تک روپیہ ضائع بھی جاتا ہے اور وہ منافع موہوم جس کی امید پر دین اگر ملے بھی تو کمپنی بیوقوف نہیں کہ گرہ سے ہزار ڈیڑھ ہزار دے بلکہ وہ وہی روپیہ ہوگا جو اوروں کا ضائع گیا اور ان میں مسلمان بھی ہوں گے تو کوئی وجہ اس کی حلت کی نہیں،

قال اللہ تعالیٰ لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[2]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طور پر مت کھاؤ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰۶ کابلی علاوہ مسلمانوں کے غیر قوم سے جو سُود لیتے ہیں ان کے یہاں کھانا پینا، ان کے پیچھے نماز پڑھنا یا رسم رکھنا کیسا ہے؟

الجواب

یہ مسئلہ ایسا نہیں کہ ایسی شدت کا برتاؤ ان سے برتا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰۷ از سید ایوب علی صاحب محلہ بہاری پور کاسگرہ، بریلی

زید نے کچھ روپیہ بکر کو دس سال کی مدت پر سودی قرض دیا اور اس کا کاغذ رجسٹری ہوگیا۔ جب

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸
[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۸

Marfat.com

اہلِ محلہ کو اس کی خبر ہوئی اور تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ اس کے علاوہ دو ایک مکان بھی زید کے پاس لوگوں کے رہن ہیں اور ان سے کرایہ وصول کرتا ہے اس پر اہلِ محلہ نے زید سے پوچھا جس کا اقرار زید نے کیا اور کہا کہ میرا ارادہ سُود لینے کا نہیں کاغذ میں یہ شرط سود کی بقواعد تعزیرات ہند لکھا دی ہے پھر کہا اس کی مدت تو دس سال ہے جب وہ وقت آئے گا میں زرِ سود نہ لوں گا اور مکانوں کی نسبت کہا کہ اس کا روپیہ میں اپنی بیٹی کو دے دیتا ہوں اور بیٹی نے کہا کہ میں کرایہ مکان میں دیتی ہوں اپنے پاس نہیں رکھتی اور یہ اقبال تمام واقعات کا جب کیا جب دیکھا کہ اہلِ محلہ چھوڑنے پر آمادہ ہیں بلکہ بعض نے چھوڑ بھی دیا، ایسی صورت میں زید کے یہاں کھانے پینے سے احتراز کیا جائے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورت مذکورہ میں زید ضرور سود خور ہے اس سے احتراز کیا جائے، اس سے میل جول ترک کیا جائے اس کے بہانے جھوٹے ہیں، کرایہ کہ وہ لیتا ہے یقیناً سُود ہے، اس نے سُود لیا چاہے خود کھائے یا بیٹی کو دے، قانون کی کوئی دفعہ ایسی نہیں ہے جو قرض میں سود لکھنا ضرور ہو یہ سود خور کذابوں کا جھوٹا عذر ہے اور یہ کہنا کہ لکھا لیا ہے لیں گے نہیں ایسا ہے کہ کوئی یہ کہے غلیظ منہ میں لیا ہے نگلیں کے نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۸ از مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ حضرت سید برکات حسن صاحب ۲۴ رجب ۱۳۱۸ھ

ایک شخص چھ سَو روپے قرض لیتا ہے اور جائداد روپیہ دینے والے کو دیتا اور اس کا حق الخدمت یا حق التحصیل مثلاً سَو یا پچاس روپے مقرر کرتا ہے لفظ سُود سے دونوں بچنا چاہتے ہیں یہ عقد رہن ہے قرض تو ہے نہیں، قرض میں عوض نہیں ہوتا ہے، الحاصل رہن صحیح ہو جائے اس کی شکل فرما دیجئے اور روپیہ لینے والا دینے والے کو جو کچھ دینا چاہتا ہے اس کو دینا اور اس کو لینا جائز ہو جائے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہ رہن نہیں ہو سکتا، گاؤں سے انتفاع بطریق اجارہ ہوتا ہے کہ زمین مزارعین کے پاس اجارے میں ہے اور اجارہ و رہن دو عقد منافی ہیں باہم جمع نہیں ہو سکتے، مزارعین کے اجارے میں ہونا زمین پر ان کا قبضہ چاہے گا لاستحالۃ الانتفاع بدون القبض (کیونکہ بغیر قبضہ کے نفع حاصل کرنا محال ہے۔ ت) اور مرہون ہونا مرتہن کا قبضہ چاہے گا لقولہ تعالٰی فرھٰن مقبوضۃ[1] (تو رہن قبضہ کیا ہوا۔ ت) اور دو مختلف قبضے شے واحد پر وقت واحد میں محال ہیں، ہاں زید مستقرض عمرو مقروض سے روپیہ قرض لے لے اور

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۳

Marfat.com

عمرو کو اپنے گاؤں پر بطور کارندگی نوکر رکھ لے عمومی تنخواہ اگرچہ پانچ روپے ہوتی ہو اس کی دس بیس پچاس چالیس جس قدر ماہواری مناسب جانے اور باہم تراضی ہو مقرر کر دے مگر اتنا لحاظ کرے کہ تنخواہ توفیر کو محیط نہ ہو جائے کیلا یخرج من اجارات الناس (تاکہ لوگوں کے اجاروں سے خارج نہ ہو جائے۔ ت) اس قدر اسے لینا بہت اکابر کے نزدیک حلال ہوگا باقی توفیر کو مالک کو دیا کرے جب دین ادا ہو جائے زید عمرو کو موقوف کر دے،

فی الھندیۃ عن البزازیۃ استیجار المستقرض المقرض علی حفظ عین متقوم قیمتہ ازید من الاجارۃ کالسکین والمشط والمعلقۃ کل شھر بکذا، اختلف فیہ الائمۃ المتأخرون فقیل یجوز بلاکراھۃ منھم الامام محمد بن سلمۃ والامام الصاحب الکامل مولانا حسام الدین علیا بادی وجلال الدین ابوالفتح محمد بن علی وصاحب الھدایۃ وقد وقع علی الجواز اجلۃ الائمۃ[1]۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

ہندیہ میں بزازیہ کے حوالے سے مذکور ہے، مقروض کا کسی ایسی قیمتی معین شئ کی حفاظت کے لئے قرض دہندہ کو اجرت پر رکھنا جس شئ کی قیمت اجرت سے زیادہ ہو جیسے چھری، کنگھی اور پرچہ کہ ہر ماہ اتنی اجرت دے گا، اس میں متاخرین ائمہ کا اختلاف ہے، بعض نے کہا ہے کہ بلاکراہت جائز ہے ان میں امام محمد بن سلمہ، امام صاحب کامل مولانا حسام الدین علیا بادی، جلال الدین ابوالفتح محمد بن علی اور صاحب ہدایہ شامل ہیں اور تحقیق جلیل القدر ائمہ کرام جواز پر متفق ہوئے۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۰۹

۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

زید عمرو سے ڈیڑھ سو روپیہ بے سودی لینا چاہتا ہے قرض، اور عمرو کو یہ منظور ہے کہ اسے کچھ نفع جائز شرعی طور پر مل جائے اور سود نہ ہو اس صورت میں کیا کیا جائے؟

الجواب

علمائے کرام نے اس کی متعدد صورتیں تحریر فرمائی ہیں از انجملہ بہت آسان طریقہ یہ ہے کہ زید جو قرض لینا چاہتا ہے عمرو کے ہاتھ کوئی مال مثلاً برتن یا کپڑا ڈیڑھ سو روپے کو بیچے عمرو خرید لے اور ڈیڑھ سو روپیہ زر ثمن کے زید کو دے دے بعدہٗ اسی جلسہ خواہ دوسرے جلسہ میں عمرو یہی مال زید کے ہاتھ دو سو روپیہ

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الاجارۃ الباب الثانی والثلاثون نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۵۲۲

Marfat.com

کو مثلاً بوعدۂ ایک سال بیچے زید خرید لے اور اب اس زرثمن کے عوض چاہے تو عمرو کے پاس رہن بھی رکھ دے اس صورت میں زید کی چیز زید کے پاس آگئی اور اسے ڈیڑھ سو روپیہ مل گئے اور اس پر عمرو کے دو سو روپے واجب ہو گئے عمرو اس رہن سے کچھ انتفاع نہ کرے ورنہ سود ہو جائے گا۔ فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے:

رجل له علی رجل عشرة دراهم فاراد ان یجعلها ثلثة عشر الی اجل قالوا یشتری من المدیون شیئا بتلك العشرة و یقبض المبیع ثم یبیع من المدیون بثلثة عشر الی سنة فیقع التحرز عن الحرام، و مثل ھذا مروی عن رسول الله صلی الله تعالٰی علیه و سلم انه امر بذلك[1] الخ۔ والله تعالٰی اعلم۔

ایک شخص کے دوسرے پر دس درہم قرض ہیں وہ چاہتا ہے کہ ایک معینہ مدت تک تیرہ درھم ہو جائیں۔ علماء نے فرمایا ہے وہ مقروض سے ان ہی دس درھم میں کوئی چیز خریدے اور مبیع پر قبضہ کر لے پھر وہی چیز تیرہ درھم کے بدلے ایک سال کے ادھار پر مقروض کے ہاتھ فروخت کرے تو اس طرح سے حرام سے اجتناب ہو جائے گا، اور اسی کی مثل رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۱۰: ایک شخص سو روپے قرض لیا چاہتا ہے دوسرا دیا چاہتا ہے، روپے کے دینے والے کو سود لینے سے انکار ہے اور روپیہ کے لینے والے کو سود دینے سے انکار ہے، کس طریقہ پر دستاویز تحریر کرائی جائے اور ہندو سے لینا نہیں چاہتے مگر روپیہ دینے والے کو بلا کسی نفع کے دینا منظور نہیں ہے۔

الجواب

اس کی بہت سی صورتیں ہیں، ایک سہل صورت یہ ہے کہ دینے والا قرض نہ دے بلکہ اس کے ہاتھ نوٹ بیچے، مثلاً سو روپے یہ لینا چاہتا ہے اور سال بھر کا وعدہ ہے اور دینے والا نفع لینا چاہتا ہے تو سو روپے کا نوٹ اس کے ہاتھ ایک سال کے وعدہ پر مثلاً ایک سو بارہ روپے کو بیچے پھر اگر وہ سال کے اندر مثلاً چھ[1] مہینے میں روپیہ دے دے تو صرف ایک سو چھ لے، اس سے زیادہ

---

[1] فتاوٰی قاضیخان کتاب البیوع فصل فیما یکون فرارا عن الربٰو نولکشور لکھنؤ ۲/۴۰۶

Marfat.com

لینا حرام ہے یونہی اور کوئی چیز جو بازار کے عام بھاؤ سے سو روپے کی ہو ایک سو بارہ کو بیچے اس کا بھی یہی حکم ہے، درمختار میں ہے:

قضی المدیون الدین المؤجل قبل الحلول لایاخذ من المرابحة التی جرت بینھما الا بقدر مامضی من الایام[1]

مقروض نے میعادی قرضہ میعاد سے پہلے ادا کر دیا تو قرض دہندہ اس سے وہ نفع نہ لے جو ان کے درمیان طے پایا تھا مگر صرف اتنے دنوں کے حساب سے نفع لے سکتا ہے جتنے دن گزر چکے ہیں (ت)

دوسرے یہ کہ سو روپے اسے قرض دے اور قرض لینے والا دینے والے کے پاس اپنی کوئی چیز مثلاً چاقو یا تھالی امانت رکھے اور دینے والے سے کہے میری اس چیز کی حفاظت کر میں اس کی حفاظت پر ایک روپیہ یا ۴/ یا ۲/ یا دس روپے ماہوار جو ٹھہر جائے دوں گا مگر جو شے اس کے پاس رکھے اس کی قیمت اس اجرت سے زیادہ ہو روپے مہینہ پر رکھے تو روپے سے زیادہ قیمت کی چیز ہو۔ عالمگیریہ میں ہے:

استیجار المستقرض المقرض علی حفظ عین متقوم قیمتہ ازید من الاجرۃ کالسکین والمشط والمعلقۃ کل شھر بکذا، اختلف فیہ الائمۃ المتاخرون فقیل یجوز بلاکراھۃ منھم الامام محمد بن سلمۃ والامام الصاحب الکامل مولانا حسام الدین علیابادی و جلال الدین ابوالفتح محمد بن علی وصاحب الھدایۃ وقد وقع علی الجواز اجلۃ الائمۃ[2]

مقروض کسی ایسی قیمتی معین شئی کی حفاظت کے لئے قرض دہندہ کو معین ماہانہ اجرت پر مقرر کرے جس شئی کی قیمت اجرت سے زیادہ ہے مثلاً چاقو، کنگھی اور چمچ وغیرہ، تو اس میں متاخرین ائمہ کے درمیان اختلاف ہوا، بعض نے بلاکراہت جواز کا قول کیا ان میں امام محمد بن سلمہ، امام صاحب کامل مولانا حسام الدین علیابادی، جلال الدین ابوالفتح محمد بن علی اور صاحب ہدایہ شامل ہیں، اور تحقیق جلیل القدر ائمہ کرام نے جواز پر اتفاق کیا ہے (ت)

اور اس کے سوا اور صورتیں ہیں کہ ہم نے کفل الفقیہ میں ذکر کیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۱ مسئولہ محمد حسین خاں بریلی شہر کہنہ ۳ شوال المکرم

جناب مولوی صاحب قبلہ وکعبہ دارین مدظلہ اللہ آداب! بصد نیاز گزارش ہے کہ مجھ سے ایک

---

[1] درمختار باب مسائل شتی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۵۱

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الاجارۃ الباب الثانی والثلاثون نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۵۲۲

Marfat.com

شخص قرضہ چاہتا ہے اور بالعوض اس کے اپنا مکان وہ شخص رہن کرنا چاہتا ہے مجھ کو روپے دینے میں اور دوسرے کی حاجت نکالنے میں کچھ عذر اور انکار نہیں ہے کیونکہ روپیہ اللہ نے جبکہ دیا ہے تو دوسرے کی حاجت براری ہو جانے پر امید ہے کہ اللہ بھی خوش ہوگا مگر اس قدر ہے کہ سُود کھانا نہیں چاہتا ہُوں اب اس میں گزارش ہے وہ جائداد بالعوض روپیہ کے دخلی رہن کر دیں یا کس طرح سے روپیہ دوں کہ سود سے بچوں کیونکہ میں اہل اسلام ہوں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

دخلی رہن بھی سود اور حرام ہے بلکہ سبیل یہ ہے کہ آپ محض بلا سُود و بلا رہن روپیہ قرض دیجئے پھر اس سے اپنا کوئی برتن مثلاً وہ مدیون آپ کو دے کہ اس کی حفاظت کرو حفاظت کا اتنا ماہوار مثلاً ایک روپیہ یا دس روپے تمھیں دی جائیگی یوں اس حفاظت کی اجرت کا روپیہ لینا حلال ہوگا اور اگر مکان ہی چاہئے تو وہ کوئی برتن وغیرہ مثلاً دس روپے مہینے اجرت پر آپ کو حفاظت کے لئے دے اور آپ اس کا مکان مثلاً دس روپے یا کم و بیش کو جتنا کہ قرار پائے اسی سے کرایہ پر لیجئے حفاظت کی اجرت ماہوار اس پر واجب ہوگی اور مکان کا کرایہ آپ پر، پھر اگر دونوں اجرتیں برابر ہیں تو باہم آپ دونوں کا معاملہ برابر ہوگیا، نہ آپ اسے روپیہ دیں نہ وہ آپ کو، آپ اس کی چیز کی حفاظت کریں اور اس کرایہ کے مکان میں رہیں اور اگر برابر نہیں تو جس پر زیادہ ہے وہ قدر زائد ادا کرتا رہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۲   ۱۱ شعبان ۱۳۳۵ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ حکامِ ریاست بہاولپور برائے مخلصی مسلمانان از قرض ہندوان در ہر موضع و دِہ بنک تجویز کردہ اند بایں طور کہ چند معتبرانِ موضع را ممبر آں بنک نمودہ می گویند کہ از ہر کس حسبِ حیثیت روپیہ داخل بنک کنایندہ نزد خود جمع سازید و ازاں روپیہ خاصۃ داخل کنندہ را و بدیگرے را بوقت حاجت و لے قرض میعادی بسود لیسیر دادہ باشید و عند المیعاد

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ ریاست بہاولپور کے حکام نے ہندوؤں کے قرض سے مسلمانوں کو رہائی دلانے کے لئے ہر بستی اور گاؤں میں بنک تجویز کیا ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ اس بستی کے چند معتبروں کو بنک کا ممبر ظاہر کرکے کہتے ہیں کہ ہر شخص سے اس کی حیثیت کے مطابق روپے بنک میں داخل کرا کے اپنے پاس جمع رکھو، پھر انہی خاص روپوں میں سے داخل کرنے والے کو یا دوسرے کو بوقتِ ضرورت تھوڑے سے سود پر میعادی قرض کے طور پر دیں اور

Marfat.com

آں روپیہ مع سود از وصول نمودہ بایں طرز دیگرے را وسیس اخیر رامی دہید از سود دادہ شما آں جائداد شما ترقی پذیرد و برآمدگی حاجات مسلمانان از مال خویش بسہولت گردد و ضرورت باستقراض ازہندوان نماند۔ پس در شرع شریف روپیہ دادن یا گرفتن ازیں بنک چہ حکم دارد، چونکہ دریں امر عامہ مسلماناں از حکام مامورند و مجبور، از آں اگر حیلۂ جواز فعل ایشاں ایما فرمودہ شود امید کہ قرین ماجوریت عند اللہ و مشکوریت من خلق اللہ خواہد شد۔

میعاد گزرنے پر وہ روپے سود سمیت اس سے واپس لیں اور پھر اسی طرح کسی دوسرے شخص کو اسی طریقے سے قرض دیں اسی طرح یکے بعد دیگرے حاجتمندوں کو سود پر قرض دیتے جائیں تاکہ تمھارے ادا کردہ سود سے تمھاری جائداد ترقی اختیار کرے اور مسلمانوں کی حاجات ان کے اپنے مال سے بآسانی پوری ہوں اور ہندوؤں سے قرض لینے کی ضرورت نہ پڑے۔ شرع شریف میں اس بنک کو روپیہ دینا اور اس سے لینا کیا حکم رکھتا ہے چونکہ اس معاملہ میں عام مسلمان حاکموں کی طرف سے مامور اور مجبور ہیں اس لئے اگر ان کے اس فعل کے جواز کی طرف کوئی اشارہ فرمایا جائے تو امید ہے کہ اللہ تعالٰی کے ہاں ماجور اور مخلوق کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہوں گے۔ (ت)

الجواب

ربا گرفتن حرام قطعی بالاجماع و کبیرہ و شدیدہ است و ربا دادن محتاج بحاجت شرعیہ صحیحہ را رخصت کردہ اند فی الدر المختار یجوز للمحتاج الاستقراض بالربٰو[1]، حاصل ایں بنک آنست کہ حرامے کہ ہندوان می خورند بباید تا مسلمانان خورند ولاحول ولاقوۃ الا باللہ کارکنان ایں بنک اگر درد دین دارند صورتے مہیا است کہ بمقصد رسند واز حرام وارہند ہر کہ مثلاً صد روپیہ دام خواہد زر ندہند کاغذ زر کہ نوٹ نامند بدہند و آں ہم دام ندہند کہ بر دام ہرچہ سودے گیرد ربا باشد

سُود لینا بالاتفاق حرام قطعی اور سخت کبیرہ گناہ ہے اور سُود دینے کی محتاج کو حاجت شرعیہ صحیحہ کے وقت اجازت دی گئی ہے۔ درمختار میں ہے کہ محتاج کو سود پر قرض لینا جائز ہے، اس بنک کا حاصل یہ ہے کہ جو حرام ہندو کھاتے ہیں وہ حاصل ہو جائے تاکہ اس کو مسلمان کھائیں۔ گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت نہیں سوائے اللہ تعالٰی کی توفیق کے، اس بنک کے کارکن اگر دین کا درد رکھتے ہیں تو ایک ایسی صورت مہیا ہے کہ وہ اپنے مقصد تک رسائی بھی حاصل کریں اور حرام سے خلاصی بھی پالیں، جو کوئی مثال کے طور پر سُو روپیہ قرض چاہتا ہے اس کو زر نہ دیں بلکہ وہ کاغذ دیں جس کا نام نوٹ ہے

---

[1] الاشباہ والنظائر بحوالہ القنیہ الفن الاول القاعدۃ الخامسہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۲۶

Marfat.com

وحرام، فی الحدیث عن علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کل قرض جر منفعۃ فھو ربا[1] بلکہ نوٹ صدروپیہ بہر ربحے کہ باہم تراضی شود بمیعاد واجل مسمی بدست او فروشند مثلاً بیک صدو دہ روپیہ بوعدۂ یک سال این ربح ربح بیع باشد و ربح بیع حلال است و ربح قرض حرام قال اللہ تعالٰی قالوا انما البیع مثل الربٰو واحل اللہ البیع وحرم الربٰو[2] این مسئلہ را در کتاب کفل الفقیہ الفاہم ہرچہ تمامتر رنگ تفصیل دادہ ایم بایں وجہ ہم ربح حلال بدست آید وہم آں مستقرض بمراد خود برسد۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اور وُہ بھی بطور قرض مت دیں کیونکہ قرض پر جو بھی نفع لے گا وُہ سود اور حرام ہوگا۔ حدیث میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو قرض نفع کھینچے وہ سود ہے۔ بلکہ سَو روپے کا نوٹ اس نفع کے لئے جس پر دونوں باہم رضامند ہوں مدت مقررہ تک اس کے ہاتھ فروخت کریں مثلاً وہ سو کا نوٹ ایک سال کے لئے ایک سو دس روپے کے بدلے فروخت کریں تو اس طرح یہ نفع بیع کا نفع ہوگا اور بیع کا نفع حلال ہے جبکہ قرض کا نفع حرام۔ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: کہا ان لوگوں نے کہ بیع تو سود کی طرح ہی ہے جبکہ اللہ تعالٰی نے بیع کو حلال کیا اور سُود کو حرام۔ اس مسئلہ کو ہم نے اپنی کتاب "کفل الفقیہ الفاہم" میں مکمل طور پر تفصیلی رنگ دیا ہے، اس طریقے سے حلال نفع بھی ہاتھ آئیگا اور وہ قرض لینے والا بھی اپنے مقصد کو حاصل کرلے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۱۳ مرسلہ احمد خاں صاحب وکیل دربار مارواڑ متعینہ ریذیڈنسی اودیپور میواڑ ۴ شعبان ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں باب کہ گورنمنٹ جو قرضہ کا منافع دے رہی ہے اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

سود کی نیت سے لینا جائز نہیں لاطلاق قولہ عزوجل وحرم الربٰو[3] (کیونکہ اللہ تعالٰی کا یہ ارشاد کہ "اللہ تعالٰی نے سود کو حرام کیا" مطلق ہے۔ ت) اور اگر کسی گورنمنٹ پر اس کی رعیت خواہ

---

[1] کنز العمال حدیث ۱۵۵۱۶ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۶/ ۲۳۸

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵

[3] " " "

Marfat.com

اور شخص کا شرعاً کچھ آتا ہے اس میں وصول سمجھنا بلاشبہہ روا لانہ ظفر بجنس حقہ کما فی ردالمحتار[1] وغیرہ (اس لئے کہ یہ اپنے حق کی جنس کو حاصل کرنے کی کامیابی ہے جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ میں ہے۔ ت) یونہی اگر بیت المال میں حقدار ہو تو اس میں لے سکتا ہے کما فی ردالمحتار عن السید السمھودی وغیرہ (جیسا کہ سید سمہودی وغیرہ سے ردالمحتار میں ہے۔ ت) اور اگر کچھ نہ ہو اور اسے سُود نہ سمجھے بلکہ یہ تصور کرے کہ ایک جائز مال برضائے مالک بلاغدر و بدعہدی ملتا ہے تو وہ بھی روا ہے کما حققناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق کر دی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔ اصل حکم یہ ہے مگر اہلِ تقوٰی خصوصاً مقتدار کو ان دو صورتوں خصوصاً اخیرہ سے احتراز چاہئے کہ ناواقف اسے متہم نہ کریں، حدیث میں ہے: اتقوا مواضع التھم[2] (تہمت کی جگہوں سے بچو۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۴ از بریلی محلہ چاک مرسلہ محمد رضا قادری متصل چوکی جنگی رجب ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے مراؤ کو کچھ روپیہ واسطے بونے چنا کے لئے دیا اور بروقت دینے روپیہ یہ اس مراؤ سے ٹھہرالیا کہ چنا فصل کاٹنے پر فی روپیہ تین سیر چنا زائد بازار کے نرخ سے تم سے لئے جائیں گے۔

فصل کاٹنے پر مراؤ نے بجائے چنے کے جتنا روپیہ زائد ہوا بالعوض چنے کے دیا۔ اب ایسی صورت میں اس روپیہ کا کیا کیا جائے اور روپیہ دینے والے کو اول اس کا علم نہ تھا لہذا اب معلوم ہونے پر اس زائد روپیہ کو علیحدہ رکھ لیا گیا ہے جو حکم ہو اس کی تعمیل بسر و چشم کی جائے کیونکہ ایمان ہے تو سب کچھ ہے ورنہ کچھ نہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ایسا عقد شرعاً ضرور ناجائز ہے مگر اگر وہ مراؤ کافر ہے جیسا کہ یہی ظاہر ہے تو یہ روپیہ کہ بغیر غدر اسے ملا اسے واپس دینا ضرور نہیں البتہ اور بہتر یہ ہے کہ فقیر مسلمان پر تصدق کر دے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۱۲

[2] کشف الخفاء حدیث ۸۸ مؤسستہ الرسالہ بیروت ۱/ ۴۵

Marfat.com

مسئلہ ۲۱۵ از لکھنؤ مدرسہ فرقانیہ مرسلہ مولوی سید مظفر صاحب مدرس مدرسہ مذکور ۲۱ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

زید نے عمرو کو چھ سات ہزار روپیہ قرض دیا اور قرض دینے کے وقت زید کا ارادہ اشارۃً یا کنایۃً یا صراحۃً سود لینے کا نہ تھا اور وعدہ عمرو نے ادائیگی روپیہ کا دو ماہ کا کیا تھا بعد میں رقعہ تحریر کیا گیا تو اس میں سود اس وجہ سے زید نے لکھوایا کہ قانون مروجہ گورنمنٹی کے رقعہ مذکورہ ناجائز نہ ہو اور ضرورت کے وقت بیکار نہ ہو عمرو نے دو ماہ کی جگہ پندرہ ماہ میں نصف روپیہ تو بمشکل تمام زید کو ادا کیا اور نصف نہیں حتی کہ قریب سال کے ہوگئے چونکہ میعادِ رقعہ تین سال ہوتی ہے اس لئے زید کو عمرو کی نالش کرنی پڑی تو اس نالش کرنے میں زید کا روپیہ بہت سا خرچ ہوا اور زید کی ڈگری عمرو پر مع سود کچہری مجاز سے ہوگئی اور عمرو نے اصل روپیہ مع سود داخل کچہری بھی کر دیا تو اب عند الشرع زید کو اپنا روپیہ مع سود لینا جائز ہے یا نہ؟ اگر کل سود سے پرہیز کرے تو بقدر اپنے خرچ نالش کے لینا جائز ہوگا یا نہ؟ اور روپیہ کچہری سے کل زید کو بلاسود واپس بھی نہیں مل سکتا تو ایسی مجبوری میں زید کو اپنا روپیہ مع سود لینا جائز ہوگا اور اگر کچہری سے روپیہ اس کو مع سود ملا تو کیا طریقہ احتراز کا ہوگا؟ اور بقدر اپنے خرچ کچہری کے نکال کر باقی کو صدقہ کردے یا اصل مالک کو واپس؟ مجموعہ فتاوٰی مولوی عبدالحی لکھنوی میں عدمِ جواز کا فتوٰی لکھا ہوا ہے کہ مدعی مسبب ہے نہ مباشر، اور ضمان مباشر پر ہوتا نہ کہ مسبب پر، جیسا کہ واقفِ فقہ پر مخفی نہیں، جواب مع حوالہ کتب و دلائل کے تحریر ہو۔

جوابِ دیوبندی

اس صورت میں زید کو اپنا اصل روپیہ رکھ کر باقی جو سود کے نام سے وصول ہوا ہے عمرو کو واپس کر دینا چاہیے کیونکہ خرچہ مقدمہ کا مدعی علیہ سے وصول کرنے نہ کرنے کے بارے میں اختلاف ہے، ایک یہ ہے کہ قول جو مولانا عبدالحی صاحب نے لکھا ہے، اور دوسرا یہ کہ بصورت تعنت مدعا علیہ اور بلا نالش کسی طرح وصول نہ ہو سکنے کی صورت میں خرچہ مدعا علیہ سے لیا جائے تو صورت مذکورہ میں چونکہ مدعی نے محض قانونی قاعدہ کو پیشِ نظر رکھ کر نالش کی ہے اور عمرو کا کوئی تعنت اور سرکشی وانکار ظاہر نہیں ہوا اس لئے زید کو مناسب نہیں کہ وہ عمرو مدعا علیہ سے خرچہ وصول کرے، واللہ تعالٰی اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند ۸ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ

الجواب

سود کا ایک حبہ لینا حرام قطعی کہ سود لینے والے پر اللہ و رسول کی لعنت ہے۔ صحیح حدیثوں

Marfat.com

میں فرمایا :

الربا ثلثة وسبعون حوبا ایسرهن کان یقع الرجل علی امه[1]

سود کھانا تہتّر گناہوں کا مجموعہ ہے جن میں سب سے ہلکا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے زنا کرے (ت)

دوسری حدیث میں ہے :

من اکل درهم ربا وهو یعلم کان کمن زنی بامه ستاً وثلثین مرة[2]

جو دانستہ ایک درہم سود کھائے وہ اس کے مثل ہو جس نے چھتیس بار اپنی ماں سے زنا کیا۔ (ت)

ایک درم تقریباً یہاں کے ۴؍ کے برابر ہوتا ہے جس کے اٹھارہ پیسے ہوئے تو فی دھیلا ایک بار ماں سے زنا ہوا۔ اگر وہ اس بیان میں سچا ہے کہ کچہری سے بلا سود روپیہ اسے نہیں مل سکتا تھا تو روپیہ واپس لے اور اس میں سے صرف اپنا زرِ اصل اٹھالے باقی تمام وکمال عمرو کو واپس دے مدعا علیہ سے خرچہ لینا بھی مطلقاً حرام ہے اگرچہ اس نے تعنت کیا ہو، اسے مختلف فیہ بتانا دیوبندی مفتی کا کذب محض ہے ہرگز کسی کتاب میں اس کا جواب نہیں، خرچہ کہ اس سے کچہری نے لیا دو حال سے خالی نہیں اس کے نزدیک حقاً لیا یا ظلماً لیا، اگر حقاً لیا تو اس کا معاوضہ دوسرے سے کیا چاہتا ہے اور اگر اس کے نزدیک ظلماً لیا تو کونسی شریعت کا مسئلہ ہے کہ مظلوم دوسرے پر ظلم کرے، عقد نہیں وراثت نہیں مال مباح نہیں کوئی وجہ شرعی اس سے لینے کی نہیں تو نہ ہوا مگر باطل، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے :

ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بها الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون[3]

آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق مت کھاؤ اور اس کو حاکموں کے پاس اس نیت سے مت لے جاؤ کہ تم لوگوں کا کچھ مال جان بوجھ کر گناہ کے ساتھ کھا جاؤ۔ (ت)

عقود الدریہ میں ہے :

---

[1] المستدرک کتاب البیوع دار الفکر بیروت ۲/ ۳۷
شعب الایمان حدیث ۵۵۱۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۳۹۴

[2] المعجم الاوسط للطبرانی حدیث ۲۷۰۳ مکتبۃ المعارف الریاض ۳/ ۳۳۰
الترغیب والترہیب الترہیب من الربا حدیث ۱۱ مصطفی البابی مصر ۳/ ۷

[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۸

Marfat.com

رجل کفل اٰخر عند زید بدین معلوم ثم طالبه زید به والزمه به لدی القاضی فطلب الرجل من زید ان یمھله به فابی الا ان یدفع له الرجل قدر ما صرفه فی کلفۃ الالزام فدفع له ثم دفع له المبلغ المکفول به ویرید الرجل مطالبۃ زید بما قبضه زید منه من کلفۃ الالزام فله ذٰلک[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

ایک شخص دوسرے شخص کا معین قرض کے بارے میں زید کے پاس ضامن بنا پھر زید نے ضامن شخص سے اس قرض کا مطالبہ کیا اور قاضی کے پاس اس پر اس کا لزوم ثابت کیا اب اس شخص (ضامن) نے زید سے مہلت مانگی تو زید نے اس وقت تک مہلت دینے سے انکار کردیا جب تک وہ زید کو اس مقدمہ پر کیا ہوا خرچہ نہ دے چنانچہ اس نے زید کو وہ خرچہ دے دیا، پھر وہ قرض بھی زید کو اس نے ادا کردیا جس کا وہ ضامن بنا تھا، اب وہ ضامن شخص چاہتا ہے کہ زید نے جو مقدمہ کا خرچ اس سے لیا تھا زید سے اس کا مطالبہ کرے تو اس کو ایسا کرنے کا حق ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۱۶: از بمبئی دکان ایس کریم نمبر ۹ مسئولہ مولوی عبدالعلیم صاحب میرٹھی ۱۵ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مبین و مفتیانِ شرع متین اس بارہ میں کہ کسی مسجد کے کرایہ کے روپے ورثاءِ واقفہ مکان کے مقدمہ دائر کرنے کے سبب کورٹ کے رسیور یعنی محافظ کے پاس جمع ہیں آٹھ ہزار روپوں کی مذکور محافظ نے پرامیسری نوٹیں خریدیں جب مقدمہ ورثاء واقفہ اور متولیانِ مسجد نے آپس میں اتفاق کرکے کورٹ سے (کننٹ ڈگری لی) یعنی مقدمہ اٹھا لیا اس وقت محافظ مذکور کے پاس سے پرامیسری نوٹوں کا بیاج سالانہ سیکڑے ساڑھے تین ٹکے کے حساب سے ایک ہزار اٹھارہ روپے چودہ آنے دو پائی نقد اور چار ہزار ایک سو سینتالیس روپے نو آنے نقد بابت کرایہ متولیان مسجد کو دیئے۔ متولیانِ مسجد کے قبضہ میں مذکور نوٹیں کئی مہینوں تک مسجد کی تجوری میں رہیں جن کے رہنے سے مذکور نوٹوں کا ایک سو باسٹھ روپیہ آٹھ آنہ دس پائی بیاج بڑھا، اکثر متولیانِ مسجد نے آپس میں اتفاق کرکے یہ ٹھہراؤ کیا کہ موجودہ جنگ کے سبب آپس میں اطمینان نہ ہونے کی وجہ قیمت اس وقت کم ہوئی ہے اور آئندہ اس سے بھی کم ہونے کا خوف ہے اس وجہ سے مذکور نوٹوں کو جلد فروخت کیا جائے اس وقت ایک متولی نے ترمیم کی کہ موجودہ جنگ کی وجہ سے ان کی قیمت کم ہوئی ہے اس لئے فی الحال فروخت نہ کریں، جنگ ختم ہونے کے بعد مذکور نوٹوں کی پوری قیمت آئے گی اس وقت فروخت کیا جائے کہ

---

[1] العقود الدریۃ کتاب الکفالۃ حاجی عبدالغفار قندھار افغانستان ۱/ ۳۰۸

Marfat.com

مسجد کا نقصان بھی نہ ہوگا، اس ترمیم کی کسی نے تائید نہیں کی اور مذکورہ نوٹوں کو فروخت کرنے کے لئے ناظرِ مسجد کو اجازت دی اور اسی وقت یہ بھی ٹھہراؤ کیا کہ مذکورہ بیاج کے روپیوں کو مسجد کے دفتر میں بیاج کے نام سے درج کیا جائے اسی وقت ایک متولی نے ترمیم کی کہ جس تاریخ کو مذکور نوٹیں محافظ نے خرید کی ہیں اس تاریخ سے جس تاریخ کو بکیں ______ اس تاریخ تک مذکور نوٹوں کے بیاج کے روپے مسجد کے دفتر میں بیاج کے نام سے جمع نہیں کئے جائیں بلکہ وہ رقم مذکور محافظ کے حوالے کئے جائیں (مذکور محافظ گبر پارسی ہے) مذکور ترمیم کی بھی کسی نے تائید نہیں کی، کیا متولیانِ مسجد مذکور بیاج کی رقم کو لینا اور مسجد کے دفتر میں بیاج کے نام سے درج کرنا شرعاً جائز ہے؟ دیگر ہماری گورنمنٹ عالیہ مذکورہ نوٹوں کی جو اصل قیمت ہے وہی سمجھتی ہے اور اسی کے موافق آج تک مذکور نوٹوں کا بیاج پورا دے رہی ہے کیا اس وجہ سے مذکور بیاج کی رقم کو مذکور نوٹوں کی پوری قیمت نہ ملنے کی وجہ سے مذکور نوٹوں کی گھٹی ہوئی رقم میں داخل کرسکتے ہیں؟ دیگر متولیانِ مسجد کو مذکور بیاج کے روپے مذکور محافظ سے مسجد کے لئے لینا یا ورثاءِ واقفہ کے شرعی حصہ میں بطور رضامندی باہمی کے دینا جائز ہے یا نہیں؟ لہذا از راہ ہمدردی ملی و احساسِ دینی مذکورہ بالا کی بابت شرعی حکم بصورتِ فتوٰی تحریر فرماکر مسلمانوں کو ورطۂ گمراہی سے نجات دیں اور خداوند عالم سے دینی و اخروی اجر حاصل فرمائیں وما علینا الا البلاغ خیر خواہ اسلام

الجواب

سود حرام ہے قال اللہ تعالٰی وحرم الربٰو[1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ تعالٰی نے سود کو حرام کیا۔ ت) مسجد اسے قبول نہیں کرسکتی،

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ طیب لایقبل الا طیبا[2]۔

نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ تعالٰی پاک ہے اور وہ قبول نہیں فرماتا مگر پاک کو۔ (ت)

مسجد کے دفتر میں سود کے نام سے جمع کرنا اسے نجاست سے آلودہ کرنا ہے، قیمت اگر گھٹ گئی تو گورنمنٹ نے کوئی مال مسجد کا نہ لے لیا جس کے تاوان میں یہ رقم لی جائے ملازم کورٹ کو اس کا دینا کوئی معنی نہیں رکھتا کہ وہ کسی طرح اس روپے کا مستحق نہیں۔ سود سمجھ کر لینے کا جواب تو یہ ہے ہاں اگر نہ اسے سود سمجھیں

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵

[2] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب صلوٰۃ الاستسقاء، باب الخروج من المظالم الخ دار صادر بیروت ۳/ ۳۴۶
صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۲۶

Marfat.com

دسود کہیں، نہ سود کے نام سے دفترِ مسجد میں جمع کریں بلکہ یہ جانیں کہ گورنمنٹ اپنی خوشی سے بغیر ہمارے غدر کے (کہ غدر شرعاً حرام ہے) ایک مال زائد ہمیں مسجد کے لئے دیتی ہے تو اس کے لینے اور مسجد میں صرف کرنے اور دفترِ مسجد میں بنام "رقم زائد از گورنمنٹ" لکھنے میں کوئی حرج نہیں،

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات و انما لکل امرئ مانوی[1] ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی۔ اور اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری باب کیف بدؤ الوحی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲

Marfat.com

رسالہ

کِفلُ الفقیہِ الفاہِم فی اَحکامِ قِرطاسِ الدّراہِم[٢٤][١٣]

(کاغذی نوٹ کے احکام کے بارے میں سمجھدار فقیہ کا حصہ)

مسئلہ ٢١٧

ما قولکم دام طولکم فی هذا القرطاس المسکوک المسمی بالنوط والسؤال عنه فی مواضع الاول هل هو مال ام سند من قبیل الصك، الثانی هل تجب فیه الزکوة اذا بلغ نصابا فاضلا وحال علیه الحول ام لا، الثالث هل یصح مهرا، الرابع هل یجب القطع بسرقته من حرز، الخامس هل یضمن بالاتلاف بمثله او بالدراهم، السادس هل یجوز بیعه بدراهم او دنانیر او فلوس، السابع اذا استبدل

آپ کا کیا ارشاد ہے آپ کا فضل ہمیشہ رہے اس کاغذ کے باب میں جس پر سکّہ ہوتا ہے اور اسے نوٹ کہتے ہیں، اور اس میں متعدد باتیں دریافت کرنی ہیں، اوّل کیا وہ مال ہے یا دستاویز کی طرح کوئی سند، دوم جب وہ بقدر نصاب ہوا اور اس پر سال گزر جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں، سوم کیا اُسے مہر مقرر کرسکتے ہیں، چہارم اگر کوئی اسے محفوظ جگہ سے چرائے تو اس کا ہاتھ کاٹنا واجب ہوگا یا نہیں، پنجم اگر اسے کوئی تلف کردے تو عوض میں اسے نوٹ ہی دینا ٹھہرے گا یا روپے، ششم کیا روپوں یا اشرفیوں یا پیسوں کے عوض اس کی بیع جائز ہے، ہفتم اگر مثلاً کسی کپڑے سے

Marfat.com

بثوب مثلا یکون مقایضة او بیعا
مطلقا، الثامن هل یجوز اقراضه
وان جاز فیقضی بالمثل او بالدراهم،
التاسع هل یجوز بیعه بدراهم
نسئة الى اجل معلوم، العاشر
هل یجوز السلم فیه بان
تعطى الدراهم على نوط معلوم
نوعا وصفة یؤدى بعد شهر مثلا
الحادی عشر هل یجوز بیعه بازید
مما کتب فیه من عدد الربابی کان
یباع نوط عشرة باثنی عشر او عشرین
او بانقص منه کذلك، الثانی عشر ان جاز
هذا فهل یجوز اذا اراد زید استقراض
عشرة ربابی من عمرو ان یقول عمرو لا دراهم
عندی ولکن ابیعك نوط عشرة باثنی
عشرة ربیة منجمة الى سنة تؤدی کل شهر
ربیة وهل ینهى عن ذلك لانه احتیال
فی الربا وان لم ینه فما الفرق بینه و
بین الربا حتى یحل هذا ویحرم ذلك مع
ان المآل وهو حصول الفضل واحد فیهما افیدونا
الجواب توجروا یوم الحساب۔

اسے بدلیں تو یہ بیع مطلق ہوگی یا مقایضہ (جس میں
دونوں طرف متاع ہوتی ہے)، ہشتم کیا اسے
قرض دینا جائز ہے اور اگر جائز ہے تو ادا کرتے
وقت نوٹ ہی دیا جائے یا روپے، نہم کیا روپوں
کے عوض ایک وعدہ معینہ پر قرضوں اس کا بیچنا
جائز ہے، دہم کیا اس میں بیع سلم جائز ہے یوں
کہ روپے پیشگی دئے جائیں کہ مثلاً ایک مہینہ کے
بعد اس قسم کا اور ایسا نوٹ لیا جائے گا، یازدہم
کیا یہ جائز ہے کہ جتنی رقم اس میں لکھی ہے اس سے
زائد کو بیچا جائے مثلاً دس کا نوٹ بارہ یا بیس
کو یا اسی طرح اس سے کم، دوازدہم اگر یہ
جائز ہے کہ جب زید عمرو سے دس روپے قرض
لینا چاہے تو عمرو کہے روپے تو میرے پاس نہیں ہیں
ہاں میں دس کا نوٹ بارہ کو سال بھر کی قسط بندی
پر تیرے ہاتھ بیچتا ہوں کہ تو ہر مہینے ایک روپیہ
دیا کرے، کیا اس کو منع کیا جائے گا کہ یہ سود کا
حیلہ ہے، اور اگر نہ منع کیا جائے تو اس میں اور
ربا میں کیا فرق ہے کہ یہ حلال ہو اور وہ حرام،
حالانکہ مآل دونوں کا ایک ہے یعنی زیادتی کا
ملنا، ہمیں جواب سے فائدہ بخشو قیامت کے
دن تمھیں اجر ملے۔

الجواب

اللهم لك الحمد یا وهاب
صل وسلم على السید
الاواب وعلى اله و

الٰہی! تیرے ہی لئے حمد ہے اے بہت عطا
فرمانیوالے! درود وسلام بھیج ان سردار پر
جو تیری طرف بہت رجوع فرمانے والے ہیں اور ان کے

Marfat.com

ازواجه والاصحاب اسئلك هداية
الحق والصواب، اعلم وفقني الله
واياك وتولى هداى وهداك
ان النوط من احدث الاشياء واجدّها
لن تجد له ذكرا ولا اثرا في شئ من مؤلفات
العلماء حتى العلامة الشامي ومن ضاهاه
من العلماء الماضين قريبا ولكن الائمة
شكر الله تعالى مساعيهم الجميلة و
افاض علينا من بركاتهم الجليلة
قد بينوا الملة الحنفية بيانا شافيا ليس
دونه خفاء وقد اضحت بحمد الله تعالى
غراء بيضاء ليلها كنهارها فاصلوا اصولا و
فصلوا تفصيلا وذكروا كليات تنطبق على
ما لا يحصى من جزئيات فالحوادث وان ابت
النهاية لا تكاد تخرج عما افادونا من
الدراية ولن يخلوا الوجود ان شاء
الملك الودود عمن يقدره المولى
سبحنه وتعالى على استخراج تلك
الخبايا والاسترباح من تلك العطايا والمزايا
نعم من الافهام بعيد وقريب والانسان
يخطئ ويصيب وما العلم الا نور يقذفه
الله في قلب من يشاء من
عباده فلا حيلة الا التجاء الى
توفيقه سبحنه وارشاده
وحسبنا الله ونعم الوكيل

آل وازواج واصحاب پر میں تجھ سے حق وراستی کی
رہنمائی چاہتا ہوں جان اللہ تعالیٰ مجھے اور تجھے توفیق
دے اور میری اور تیری ہدایت کا والی ہو کہ نوٹ ایک
سب سے زیادہ جدید اور نو پیدا چیز ہے تو تالیفات
علماء میں اس کا اصلاً نام ونشان نہ پائیگا یہانتک
کہ علامہ شامی اور ان کے مثل جن کا زمانہ ابھی قریب
گزرا لیکن ہمارے اماموں نے (اللہ ان کی نیک
کوششیں ٹھکانے لگائے اور ان کی عظیم برکتوں کا
ہمیں فیض پہنچائے) اس دین حنیف کا شافی بیان
فرمادیا جس میں اصلاً پوشیدگی نہیں تو بحمد اللہ یہ شریعت
ایسی روشن چمکتی ہوگئی کہ اس کی رات بھی دن کی طرح
ہے تو انھوں نے قواعد مقرر فرمائے اور ہر بات جدا جدا
دکھادی اور ایسے کلیے ذکر فرمائے کہ بیشمار جزئیوں پر
منطبق آئیں تو نئی پیدا ہونے والی باتیں اگرچہ ختم ہونا
نہیں مانتیں مگر وہ علم جو ائمہ ہم کو دے گئے ہیں اس
سے کوئی باہر رہتی نہیں معلوم ہوتی اور اللہ نے چاہا
تو زمانہ ایسوں سے خالی نہ ہوگا جسے اللہ تعالیٰ ان
پوشیدہ باتوں کے نکالنے اور ان بخششوں اور
فضیلتوں سے نفع اٹھانے پر قدرت دے ہاں فہم
بعضے بعید ہوتے ہیں اور بعضے قریب، اور آدمی خطا
بھی کرتا ہے اور صواب بھی، اور علم تو اسی نور کا
نام ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے کے چاہے
قلب میں القا فرماتا ہے تو سوا اس کے کوئی چارہ
نہیں کہ اللہ عزوجل کی توفیق وہدایت کی طرف التجا
کی جائے اور اللہ ہم کو کافی ہے اور بہت اچھا کام

Marfat.com

وعليه ثم على رسوله التعويل جل وعلا وتكرم وصلى الله تعالٰى عليه وسلم **فاقول** وبالله التوفيق وبه الوصول الٰى ذرى التحقيق اول اسئلتك اصل اسئلتك واذا علمت حقيقة هذا القرطاس تتضح الاحكام كلها من دون التباس، اما اصله فمعلوم انه قطعة كاغذ و الكاغذ مال متقوم وما زادته هذه السكة الا رغبة للناس اليه وزيادة فی صلوح ادخاره للحاجات وهذا معنى المال ای ما يميل اليه الطبع ويمكن ادخاره للحاجة كما فی البحر والشامی وغيرهما، ومعلوم ان الشرع لم يرد بحجر المسلم عن التصرف فی قطعة قرطاس كيفما كانت كما ورد به فی الخمر والخنزير وهذا هو مناط التقوم كما فی ابن عابدين وفيه عن التلويح المال ما من شانه ان يدخر للانتفاع وقت الحاجة والتقويم يستلزم المالية[2]، وفيه

بنانے والا اور اسی پر اور پھر اس کے رسول پر بھروسا، وُہ بزرگی وبلندی وکرم والا اور ان پر اس کے درود و سلام **فاقول** (تو میں کہتا ہوں) اور اللہ ہی کی طرف سے توفیق ہے اور اسی سے تحقیق کی بلندیوں تک پہنچنا، آپ کا پہلا سوال آپ کے سب سوالوں کی اصل ہے اور جب اس کاغذ کی حقیقت معلوم ہوجائیگی تو سب احکام واضح ہوجائینگے جن میں کوئی شبہہ نہ رہے گا، اس کی اصل تو معلوم ہے کہ وُہ کاغذ کا ایک ٹکڑا ہے اور کاغذ مال متقوم ہے اور اس سکہ نے اسے کچھ زیادہ نہ کیا مگر یہی کہ لوگوں کی رغبتیں اس طرف بڑھ گئیں اور وقت حاجت کے لئے اٹھا رکھنے کا زیادہ لائق ہوگیا اور مال کے یہی معنی ہیں یعنی وہ جس کی طرف طبیعت میل کرے اور حاجت کے لئے اٹھا رکھنے کے قابل ہو، جیسا کہ بحر وشامی وغیرہما میں ہے اور معلوم ہے کہ شرع مطہر نے کبھی مسلمان کو اس سے نہ روکا کہ وُہ اپنے پارہ کاغذ میں جس طرح چاہے تصرف کرے جیسا کہ شراب و خوک کے بارے میں نہی وارد ہوئی اور مال کے قیمت والے ہونے کا اسی پر مدار ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے، اور اسی میں تلویح سے نقل فرمایا مال وُہ چیز ہے جس کی شان یہ ہو کہ وقت حاجت اس سے نفع لینے کے لئے اٹھا رکھا جائے اور قیمت والا ہونا مال ہونے کو مستلزم ہے، اور اسی میں

---

١ و ٢ ردالمحتار کتاب البیوع دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۳

Marfat.com

عن البحر عن الحاوی القدسی المال اسم لغیر الاٰدمی خلق لمصالح الاٰدمی وامکن احرازہ والتصرف فیہ علی وجہ الاختیار[1] اھ وقد قال المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر لو باع کاغذۃ بالف یجوز ولا یکرہ[2] اھ وھذہ ان حققت جزئیۃ النوط اتی بھا ھذا الامام قبل حدوثہ بخمسمائۃ سنۃ، فانہ ھو الکاغذ الذی یباع بالف ولا غرو فکم من مثل ھذہ الکرامات لعلمائنا الکرام نفعنا اللہ تعالٰی ببرکاتھم فی الدنیا والاٰخرۃ اٰمین، فلاریب ان النوط بنفسہ مال متقوم یباع ویشتری ویوھب ویورث ویجری فیہ جمیع مایجری فی الاموال **اقول** ومن الظن بل من اردء الشکوک توھم انہ سند من قبیل الصکوک ای ان السلطنۃ التی تروج ھذہ القراطیس تستدین من اٰخذیھا الدراھم وتعطیھم ھذہ تذکرۃ لدیونھم ولمقادیرھا فاذا

بحوالہ بحرالرائق حاوی قدسی سے ہے، مال آدمی کے سوا ہر شے کا نام ہے جو آدمی کی مصلحتوں کے لئے پیدا کی گئی اور اس قابل ہو کہ اسے محفوظ رکھیں اور باختیارِ خود اس میں تصرف کریں اور بیشک محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا اگر کوئی اپنے کاغذ کا ٹکڑا ہزار روپے کو بیچے تو بلا کراہت جائز ہے انتہی، اور اگر تحقیق کیجئے تو یہ بعینہٖ نوٹ کا جزئیہ ہے کہ ان امام نے اس کی پیدائش سے پانچسو برس پہلے فرما دیا کہ یہ وہ کاغذ ہے جو ہزار کو بکتا ہے اور کچھ اچنبھا نہیں ایسی کرامتیں ہمارے علمائے کرام سے بکثرت ثابت ہوئیں اللہ ہمیں ان کی برکتوں سے دنیا و آخرت میں نفع پہنچائے، آمین! تو کوئی شک نہیں کہ نوٹ بذاتِ خود قیمت والا مال ہے کہ بکتا ہے اور مول لیا جاتا ہے اور ہبہ کیا جاتا ہے اور وراثت میں آتا ہے اور جتنی باتیں مال میں جاری ہیں سب اس میں جاری ہوتی ہیں **اقول** (میں کہتا ہوں) اور گمان فاسد بلکہ نہایت بدتر شک میں سے ہے یہ وہم کہ نوٹ دستاویز کے قبیل سے کوئی سند ہے یعنی وہ سلطنت جو ان کاغذوں کو رائج کرتی ہے ان کے لینے والوں سے روپے قرض لیتی ہے اور یہ ان کے قرضوں اور انکی مقداروں کی یادداشت ان کو دیتی ہے تو جب وہ لوگ

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳
[2] فتح القدیر کتاب الکفالۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۳۲۴

Marfat.com

جاؤا بها الى السلطنة قضتهم ديونهم
واخذت قراطيسها وان اعطوها
غيرهم من الرعايا فهم يستدينون
من اولئك الاخرين ويحيلونهم على
السلطنة ويعطونهم تلك المذكرة
عَلَما على الاحالة کی يتوصلوا بها
الى اخذ مثل ديونهم من السلطنة
المديونة لمدينهم وهكذا كلما
تداولت الايدى تكررت
الادانات والحوالات هذا معنى
كونه سندا وكل طفل عاقل
يعلم ان هذه المعانى
مما لا يخطر ببال احد
من المتعاملين بها و
لا يقصدون قط بهذا
التداول ادانه ولا استدانة
ولاحوالة ولا يذهب خاطرهم
الى شئ من ذلك اصلا ولا ترى
احدهم قط يذكر فى دفتر
ديونه على الناس من اخذ الدراهم
منه باعطاء النوط، ولا يقول
له مدة عمره انك استدنت منى كذا
فاقضنى وخذ تذكرتك منّى ولا فى دفتر ديون
الناس عليه من اخذ هو الدراهم منه واعطاه
النوط ولا يذكر لاحد فى حياته ولا عند مماته

سلطنت کے پاس وہ نوٹ لے کر آئیں ——
—— سلطنت ان کے قرض
ادا کر دیتی اور اپنے کاغذ واپس لیتی ہے اور اگر نوٹ
لینے والے رعیت میں اوروں کو نوٹ دیں تو وہ ان
دوسروں سے روپے قرض لیتی ہیں اور اپنا قرضہ
سلطنت پر اتار دیتے ہیں اور اس حوالہ کی نشانی
کو یہی یادداشت کا کاغذ ان کو دے دیتے ہیں تاکہ
ان کے ذریعہ سے ان دوسروں نے جو قرض اُن پہلوں
کو دیا تھا اسے سلطنت سے وصول کر سکیں جو ان
پہلوں کے مقروضوں کی مدیون ہے اور یونہی جتنے
الٹ پھیر نوٹوں کے ہوں قرض اور حوالے مکرر
ہوتے چلے جاتے ہیں اس کے سند ہونے کے یہ معنی
ہیں اور ہر سمجھ وال بچہ بھی جانتا ہے کہ جتنے لوگ نوٹ
کا معاملہ کرتے ہیں کسی کے دل میں ان باتوں کا
خطرہ بھی نہیں گزرتا اور کبھی اس الٹ پھیر سے
قرض دینے یا لینے یا حوالہ کا قصد نہیں کرتے اور
کبھی ان باتوں میں سے کسی طرف ان کا خیال
نہیں جاتا اور تو ان میں کبھی کسی کو نہ دیکھے گا کہ اپنے
قرض کے بھی کھاتے میں اس کا نام لکھے جس نے
نوٹ دے کر اس سے روپے لئے اور اپنی زندگی
بھر اس سے یہ نہیں کہتا کہ تو نے مجھ سے قرض لیا ہے
ادا کر دے اور اپنی یادداشت مجھ سے لے لے
اور جو اوروں کا اس پر دینا آتا ہے اس میں بھی
اس کا نام کبھی نہیں لکھتا جسے نوٹ دے کر اس نے
روپے لئے اور اپنی زندگی بھر یا مرتے وقت یہ نہیں

Marfat.com

ان لفلان علی کذا فاقضوہ وخذوا تذکرتی منہ والظلمۃ المھتکۃ المعتادۃ باکل الربا جہارا لایدینون احدا درھما الابربا یوضع علیہ کل شھر مالم یقض وتراھم یاخذون النوط ویعطون الدراھم ولا یطلبون علیھا فلسا واحدا لاعلی شھر ولا علٰی سنین ولو علموا انہ ادانۃ لما ترکوہ قطعا، فالحق انھم جمیعا انما یقصدون المبادلۃ والبیع والشراء ومن اخذ النوط یعلم قطعاً انہ ملکہ بالدراھم ومن اعطاہ یعلم قطعا انہ اخرجہ من ملکہ بالدراھم و صاحبہ یعدہ من مالہ و کنزہ کالنقدین والفلوس و یدّخرہ ویھبہ ویوصی بہ ویتصدق فلا یفھمون الا البیع ولا یقصدون الا البیع والناس عند مقاصدھم وانما الاعمال بالنیات و انما لکل امرئ ما نوی[۱]، فمن المتیقن الذی لایحوم حومۃ شبھۃ انہ عند الناس مال

کہنا کہ فلاں کا مجھ پر اتنا آتا ہے اسے ادا کر دینا اور میری یادداشت اس سے لے لینا اور وہ ظالم بیباک جو سود علانیہ کھانے کے عادی ہوئے ہیں ایک روپیہ کسی کو قرض نہ دیں گے جب تک تا ادائے دین اس پر ماہوار سود نہ مقرر کرلیں اور تو انھیں دیکھے گا کہ نوٹ لے کر روپے دیتے ہیں اور اس پر ایک پیسہ بھی نہیں مانگتے نہ مہینے پیچھے نہ برسوں بعد، اور اگر وہ جانتے کہ یہ قرض دینا ہے تو ہرگز نہ چھوڑتے، تو حق یہ ہے کہ وہ سب کے سب اس سے مبادلہ اور خرید و فروخت ہی کا قصد کرتے ہیں جو نوٹ لیتا ہے وہ یقیناً جانتا ہے کہ میں روپے دے کر اس کا مالک ہوگیا اور جو نوٹ دیتا ہے وہ یقیناً جانتا ہے کہ میں نے روپے لے کر نوٹ اپنی ملک سے خارج کر دیا اور نوٹ لینے والا اسے روپوں اشرفیوں پیسوں کی طرح اپنا مال اور اپنی جمع سمجھتا ہے اور اسے جوڑ کر رکھتا ہے اور ہبہ کرتا ہے اور اس میں وصیت کرتا ہے اور تصدیق کرتا ہے تو وہ بیع ہی سمجھتے ہیں اور بیع ہی کا قصد کرتے ہیں اور لوگوں کے معاملات وہی سمجھے جائیں گے جو ان کے مقصود ہیں اور اعمال کا مدار نیت ہی پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جو اس نے نیت کی تو ایسے یقین سے ثابت ہے جس کے گرد شبہہ کو اصلاً بار نہیں کہ نوٹ لوگوں کے نزدیک

---

[۱] صحیح البخاری باب کیف بدء الوحی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲

Marfat.com

متقوم محرز مدخر مرغوب فيه يباع ويشترى ويجرى فيه كل ما فى المال جرى اما ما ترى من علو اثمانه فقطعة بعشرة واخرى بمائة واخرى بالف **فاقول** قدمنا عن الفتح ان قطعة قرطاس تصلح ان تباع بالف و ذلك بالتراضى بين العاقدين فقط فكيف اذا تراضى عليه امم من الناس وجعلوا هذه القطعات بهذه الاثمان اصطلاحا منهم علا ان الضرب السلطانى له قيمة عند الشرع ايضا الا ترى ان من سرق عشرة دراهم مضروبة قطع ومن سرق تبرا غير مضروب وزنه قدر عشرة ولا تبلغ قيمته عشرة مضروبة لم يقطع كما نص عليه فى الهداية[1] وغيرها عامة كتب المذهب والفلوس المضروبة المقدرة بربية ان اخذت قدرها وزن من النحاس لا يساوى ربية قطعا بل قد لا يساوى نصفها بل ترى مثل ذلك فى الفضة فقد كانت فى قريب من الزمان فضة تساوى

قیمت والا مال ہے جو محفوظ رکھا جاتا ہے جمع کیا جاتا ہے اس کی طرف رغبت ہوتی ہے بیچا جاتا ہے اور مول لیا جاتا ہے اور جو مال میں جاری ہے سب اس میں جاری ہوتا ہے اور یہ جو تم اس کی بڑی بڑی قیمتیں دیکھتے ہو کہ ایک نوٹ دس کا اور دوسرا سو کا اور تیسرا ہزار کا **اقول** (میں کہتا ہوں) ہم فتح القدیر سے بیان کر آئے کہ کاغذ کا ایک ٹکڑا ہزار کو بک سکتا ہے اور اس کے لئے صرف اتنا درکار ہے کہ بائع و مشتری دونوں راضی ہوں تو اس کا کیا کہنا جس پر گروہ کے گروہ راضی راضی ہوں اور ان قطعوں کی یہ قیمتیں اپنی اصطلاح میں ٹھہرالیں علاوہ بریں سکہ شاہی شرع کے نزدیک بھی قیمتی ہے کیا نہیں دیکھتا کہ جو شخص دس درہم سکہ کے چرائے ہاتھ کاٹا جائے گا اور جو ایسی چاندی بے سکہ کی چرائے جس کا وزن دس درہم بھر ہو اور اس کی قیمت سکہ کے دس درہم تک نہ پہنچی اس کا ہاتھ نہ کٹے گا، جیسا کہ ہدایہ وغیرہ عام کتب مذہب میں تصریح ہے اور ایک روپے کے سکہ دار پیسے جتنے آتے ہیں اگر تو ان کے وزن کا تانبا لے تو ہرگز ایک روپے کا نہ ہوگا بلکہ بعض وقت اٹھنی کا بھی نہ ہوگا بلکہ ایسی حالت چاندی میں بھی دیکھو گے ابھی تھوڑا زمانہ گزرا ہے کہ دو روپے بھر چاندی ہمارے ملک میں ایک روپے کو

---

[1] الهداية كتاب السرقة المكتبة العربية كراچی ۲/۵۱۸

Marfat.com

ربتين وزنا بربية واحدة فى بلادنا
وكانت الجهلة يشترون ولا يعلمون
مافيه من وبال الربا فاذا حصل
بالضرب التضعيف فالضعف والاضعاف
سواء ومن الجلى عند كل من ورد
ولو عابر سبيل مشرع الشرع الجليل او
منهل العقل السليم ان الشئ التافة جدا
ربما يعرض له ما يجعله اعلى من الوف
امثاله وربما اشتريت جارية بمائتى الف
واكثر ولا يرغب فى اخرى بثلثين درهما
مع ان الاوصاف لاقسط لها من الثمن حتى
الاطراف مالم تصر مقصودة بالاتلاف فما
هى الاثمن الذات زادته الاوصاف لزيادة
الرغبات أرأيتك ان كانت ورقة كاغذ فيها
نفيس عجيب نادر غريب وكان رجل يطلبه
ويعرف قدره فاشتراها بعشرة الاف
هل فيه من خلاف كلا بل حلال طيب
بنص القرأن والاجماع من دون نكير
ولا نزاع، قال تعالٰى الا ان
تكون تجارة عن تراض منكم[1]
فهذه العشرة الألاف ماهى ثمن المكتوب
فانه لامالية له اصلا كما نص عليه
فى الهداية وسائر الكتب المعللة وهذا

بکتی تھی اور جاہل لوگ خریدتے تھے اور نہیں جانتے تھے
کہ اس میں سُود کا کیسا وبال ہے تو سکہ سے جب
دُونا دُون قیمت ہوگئی تو دو چند اور ہزار چند سب یکساں،
اور ہر شخص کہ شرع مطہر یا عقل سلیم کے گھاٹ گزرا ہے
اگرچہ راہ چلتا ہوا، اس پر روشن ہے کہ ایک شئی
نہایت حقیر میں ایک وصف لگ جاتا ہے کہ اسے
اس جیسی ہزاروں سے بیش بہا کر دیتا ہے اور بارہا
ایک کنیز دو لاکھ روپے اور اس سے زائد کو خریدی
گئی اور دوسری کو کوئی تیس روپے کو نہیں پوچھتا
حالانکہ اوصاف کے لئے ثمن میں سے کوئی حصہ
نہیں یہاں تک کہ ہاتھ پاؤں جب تک کہ بالقصد
نہ ہلاک کئے جائیں وہ ثمن ذات ہی کا ہے جسے
رغبتیں بڑھنے کے سبب اوصاف نے بڑھا دیا بھلا
بتا تو کہ ایک ورق کاغذ ہو جس میں ایک علم نفیس
عجیب وغریب نادر ہو اور ایک شخص اس علم کا
طلبگار ہو اور اس کی طلب جانتا ہو وہ اس ورق
کو دس ہزار میں خرید لے تو کیا کوئی اس میں خلاف
ہے ہرگز نہیں بلکہ حلال طیب ہے اس پر قرآن عظیم
کا نص اور بلا انکار و منازعت اجماع قائم ہے،
رب عزوجل فرماتا ہے مگر یہ کہ کوئی سودا تمھارے
آپس کی خوشی کا ہو اور یہ دس ہزار اس لکھے ہوئے
علم کی قیمت نہیں کہ وہ تو مال کے قبیل ہی سے نہیں
جیسا کہ ہدایہ اور باقی تمام کتب میں تصریح ہے جن میں

---

[1] القرآن الکریم ۴/۲۹

Marfat.com

نصها ولا قطع فی سرقة المصحف و ان کان علیه حلیة لانه لامالیة له علی اعتبار المکتوب واحرازه لاجله لا للجلد والاوراق والحلیة وانما هی توابع، ولا فی الدفاتر کلها لان المقصود ما فیها وذلك لیس بمال الا دفاتر الحساب لان ما فیها لا یقصد بالاخذ فکان المقصود الکواغذ[1] اھ ملتقطاً فتبین ان الورقة الواحدة هی التی بلغ ثمنها لما فیها عشرة آلاف فان غر و فی بلوغ قیمة نوط عشرة او اکثر لاجل ما کتب فیه مما استجلب رغبات الناس الیه وان حجر من الشرع علیه وبالجملة فالمسألة اوضح من ان تحتاج الی ایضاح والی کم تبتغی المصباح وقد اسفر الاصباح **ثم اقول** بل حقیقة الامر ان الاموال کما فی البحر[1] وغیرہ اربعة اقسام، الاول ثمن بکل حال وھو النقدان

مسائل مع دلائل مذکور ہیں اور یہ ہدایہ کی عبارت ہے قرآن مجید چرانے میں ہاتھ نہ کاٹا جائے گا اگرچہ اس پر سونا چڑھا ہوا اس لئے کہ لکھے ہوئے کے اعتبار سے تو وہ از قبیلِ مال ہی نہیں اور اس کا محفوظ رکھنا اسی مکتوب ہی کی غرض سے ہے نہ کہ جلد اور ورقوں اور نقوش زر کے لئے یہ چیزیں تو تابع ہیں اور کسی قسم کے دفتر کی چوری میں ہاتھ نہ کاٹا جائے گا کہ ان سے مقصود وہ ہے جو ان میں لکھا ہے اور وہ مال نہیں مگر حساب کی بہیاں کہ ان میں جو لکھا ہے وہ دوسرے کے کام کا نہیں ہوتا جو اس کا لینا مقصود ہو تو ضرور کاغذ ہی مقصود ہوئے انتہی ملخصاً، تو کھل گیا کہ ایک ورق کاغذ ہی کی قیمت اس کی تحریر کے باعث دس ہزار کو پہنچ گئی تو اس میں کیا تعجب ہے کہ اس لکھائی کے سبب نوٹ کی قیمت دس یا زائد کو پہنچ جائے جس کے باعث لوگوں کی رغبتیں اس کی طرف کھنچ گئیں اور شرع سے اس پر کون سی روک ہے، خلاصہ یہ کہ مسئلہ اس سے زیادہ روشن ہے کہ روشن کرنے کا حاجتمند ہو اور کہاں تک تو چراغ مانگے جائے گا حالانکہ صبح روشن ہو گئی **ثم اقول** (پھر میں کہتا ہوں) اصل بات یہ ہے کہ مال چار قسم ہے جیسا کہ بحر الرائق وغیرہ میں ہے اول وہ کہ ہر حال میں ثمن ہی ہے اور وہ سونا چاندی

---

[1] الہدایۃ کتاب السرقۃ باب ما یقطع فیہ وما لا یقطع المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/ ۲۱-۵۲۰

Marfat.com

فانهما اثمان ابدا صحبتها الباء
اولا وقوبلا بجنسهما اولا وعدهما
العرف من الاثمان اولا کالمصوغ
منهما فانه بسبب ما اتصل به من
الصنعة لم یبق ثمنا صریحا و
ولهذا یتعین فی العقد ومع ذٰلک
بیعه صرف یشترط فیه ما یشترط
فی الصرف لانهما خلقا للثمنیة
ولا تبدیل لخلق اللّٰه، والثانی
مبیع بکل حال کالثیاب
والدواب فانها وان
صحبتها الباء وقوبلت بما
تشاء لا تثبت دینا فی الذمة
وهذا هو المعنی بالثمنیة
فلا یردان فی المقایضة ۱
کلا من العرضین ثمن
من وجه هٰکذا اوجه ابن عابدین
جوابا عن ایراد العلامة الطحطاوی
اقول وفیه ان المصوغ
من الحجرین ایضا
لا یثبت دینا فی الذمة بل
یتعین فی العقود کما
تقدم عن البحر فان سلم
هذا ورد النقض علی ذٰلک
فلیتأمل والاظهر عندی الجواب

ہیں کہ ہمیشہ ثمن ہی رہیں گے خواہ انکے عوض کوئی چیز بیچی یا انکو کسی
چیز کے عوض بیچا کہیں خواہ اپنی جنس سے
بدلے جائیں یا غیر جنس سے خواہ اہل عرف انھیں
ثمن کہیں یا نہیں جیسے چاندی سونے کے برتن وغیرہ
کہ وہ اس گھڑت کے سبب جو ان میں ہوئی خالص
ثمن نہ رہے ولہذا عقد بیع میں متعین ہوجائینگے
اور باینہمہ ان کی بیع شرعاً صرف ٹھہرے گی
(یعنی ثمن سے ثمن کا بیچنا) اور جو شرائط صرف کے
وہ سب اس کے مشروط ہوں گے اس لئے کہ
چاندی سونا ثمن ہونے کے لئے ہی بنائے گئے اور
اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز بدلی نہیں جاتی۔ قسم دوم وہ
جو ہر حال مبیع ہے جیسے کپڑے، چوپائے کہ اگر
ان کے عوض کوئی چیز بیچنا کہیں اور ان کا مبادلہ
کسی شئی کے ساتھ ہو وہ کبھی ذمہ پر دین ہوکر
لازم نہ ہوں گے، اور ثمن ہونے کے یہی معنی ہیں
تو یہ اعتراض وارد نہ ہوگا کہ بیع مقایضہ (جس میں
متاع کے بدلے متاع بیچی جاتی ہے) اس میں
دونوں متاع ایک وجہ سے ثمن ہیں، اعتراض علامہ
طحطاوی کے جواب میں علامہ شامی نے اسی طرح
توجیہ فرمائی۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) اس
میں یہ اعتراض ہے کہ چاندی سونے کی گھڑی ہوئی
چیز مثلاً برتن یا گہنا یہ بھی ذمہ پر دین نہیں ہوتے
بلکہ عقد میں متعین ہوجاتے ہیں جیسا کہ بحر الرائق
سے گزرا، تو اگر یہ تقریر سالم رہے تو اس پر نقض
وارد ہوگا تأمل، اور میرے نزدیک صاف جواب

Marfat.com

بان کل سلعة فی المقایضة مبیع ایضا ولا یمکن ان تصیر ثمنا محضا و ان کان لها وجهة الی الثمنیة من حیث ان البیع لایقوم الا بالبدلین بخلاف القسم الاٰتی فانه تارۃ یصیر ثمنا بحتا و اخری مبیعا خالصا فمعنی القسمین انه لاینفك عنه کونه ثمنا اوکونه مبیعا لشیئ من الاحوال وان اعتراه وجهة اخری ایضا فی بعض الحال ثم قوله کالثیاب ارسلها ارسالا واقره الشرح والحواشی والمراد المختلفة افرادها مالیة والا کانت من الثالث حیث امکن ضبطها بذکر جنس کقطن وکتان وصنعة کعمل الشام ومصر ورقة اوغلظة وذرع طولا وعرضا ووزن ان بیعت به وبذا یجوز السلم فیها کما عرف فی محلة والثالث مالوصف فی ذاته ثمن تارۃ ومبیع اخری ولا اقول کقول التنویر ثمن من وجه مبیع من وجه[1] لیعود حدیث المقایضة **اقول** وانما زدت لوصف فی ذاته احترازا عن قسم الرابع فانه

یہ ہے کہ بیع مقایضہ میں ہر شے مبیع بھی ہے اور ثمن خالص نہیں ہو سکتی اگرچہ اس کا ایک رُخ ثمنیت کی طرف بھی ہے اس لئے کہ بیع بغیر ثمن و مبیع دونوں کے نہیں ہو سکتی بخلاف قسم آئندہ کے کہ وہ کبھی خالص ثمن ہوتی ہے اور کبھی خالص مبیع، تو ان دونوں قسموں کے معنی یہ ہیں کہ اس کا ثمن یا مبیع ہونا کسی حال اس سے جُدا نہ ہو اگرچہ بعض اوقات اسے دوسرا رُخ بھی عارض ہو، پھر وُہ جو کپڑوں کی مثال گزری مصنف نے اسے یونہی مطلق چھوڑا اور شرح و حواشی میں اسے برقرار رکھا اور مراد وہ کپڑے ہیں جو مالیت میں ایک سے نہ ہوں، ورنہ تیسری قسم میں ہوں گے جبکہ اُن کا ضبط ہو سکے ذکرِ جنس سے جیسے رُوئی اور کتان، یا کارخانہ کے ذکر سے جیسے شام و مصر کا کام، یا پتلی اور دبیز ہونے سے یا طول و عرض کی پیمائش سے یا وزن سے اگر تول کر بیچے جاتے ہوں اور اسی بنا پر ان میں بیع سلم یعنی بدلی جائز ہے جیسا کہ اپنے محل میں معلوم ہو چکا ہے۔ قسم سوم وہ جن کی ذات میں کوئی ایسا وصف ہے جس کے سبب کبھی ثمن کبھی مبیع ہوتے ہیں اور میں ویسا نہیں کہتا جیسا تنویر میں فرمایا کہ ایک جہت سے ثمن ہو اور ایک جہت سے مبیع کہ مقایضہ کی بات پلٹ پڑے، **اقول** (میں کہتا ہوں) میں نے یہ قید کہ اس کی ذات میں کوئی وصف ایسا ہو اس لئے بڑھا دی کہ

---

[1] درمختار باب الصرف مطبع مجتبائی دہلی ۲/۵۷

ايضًا يصير مرة ثمنا واخرى لا ،
لا لوصف في ذاته بل للاصطلاح
وعدمه وهذه هي المثليات فانها
اما ان تقابل باحد النقدين او
لا على الاول مبيعات مطلقا سواء
دخلتها الباء اولا وتعينت اولا كقولك
بعتك هذا الذهب بكرّ برّ او
بهذا الكرّ فالكرّ مبيع مطلقا
والبيع في صورة التعيين
مطلق وفي غيره سلم يشترط
فيه شرائطه وعلى الثاني اما
ان تدخلها الباء اولا على
الاول اثمان مطلقا تعينت اولا
كبعتك هذا الثوب بكرّ برّ او بهذا
الكرّ والبيع مطلق في الوجهين والكرّ
يثبت في الذمة وعلى
الثاني ان تعينت فاثمان
كبعتك هذا الكر بهذا الثوب
اولا فمبيعات كبعتك كرا بهذا
العبد والبيع سلم
بشروطه والحاصل ان
المثلي ان قوبل بحجر
فمبيع مطلقا والا فان دخلته
الباء فثمن مطلقا والا
فان تعين فثمن اولا

قسم چہارم نکل جائے کہ وہ بھی تو کبھی ثمن ہوتی ہے کبھی
نہیں لیکن کسی اپنے وصف کے سبب نہیں بلکہ
اصطلاح وعدم اصطلاح کی بنا پر۔ اور یہ وہ
اشیاء ہیں جن کو مثلی کہتے ہیں اب ان کا مقابلہ یا
تو چاندی سونے سے ہوگا یا اور چیز سے، پہلی صورت
میں مطلقاً مبیع ہیں چاہے خرید و فروخت میں ان
کو عوض ٹھہرایا ہو یا سونے چاندی کو، اور یہ شے
مثلی معین ہو یا غیر معین جیسے کوئی یوں کہے میں نے
یہ سونا اتنے من گیہوں کو بیچا یا ان گیہوؤں کے عوض
بیچا تو گیہوں بہر حال مبیع ہے پھر وہ گیہوں اگر معین
ہے تو بیع مطلق ہے اور اگر غیر معین ہے تو سلم
کہ اس کے شرائط لازم ہوں گے اور دوسری صورت
میں ان کے عوض کوئی چیز بیچنا کہی یا ان کو کسی
شے کے عوض بیچنا کہا پہلی تقدیر پر ہر حالت میں
ثمن ہوں گے خواہ معین ہوں یا نہیں جیسے یوں
کہا کہ میں نے یہ کپڑا اتنے گیہوؤں یا ان گیہوؤں کے
عوض بیچا اور بیع بہر حال مطلق ہے چاہے یہ
معین ہوں یا نہیں اور وہ گیہوں ذمہ پر لازم ہونگے
بر تقدیر دوم اگر یہ چیزیں معین ہوں تو ثمن ہیں جیسے
یوں کہا کہ میں نے یہ گیہوں اس کپڑے کے عوض بیچے
اور معین نہ ہوں تو مبیع ہیں جیسے یوں کہے کہ میں نے
اتنے من گیہوں اس غلام کے بدلے بیچے اور بیع
سلم ہے اس کے شرائط کے ساتھ، اور خلاصہ
کلام یہ ہے کہ مثلی چیز اگر سونے چاندی کے مقابل ہو
تو مطلقاً مبیع ہے ورنہ اگر اس کے عوض بیچنا کہیں

Marfat.com

فمبیع وھذا ایضاح ما حرر الشامی
مع احسن ضبط لا یوجد فیہ
والرابع ما ھو سلعۃ بالاصل
وثمن بالاصطلاح کالفلوس فما دام
یروج فکثمن والا عاد لاصلہ و
لا شك ان المصطلحین اذا
اراد وان یجعلوا سلعۃ ثمنا
لابد لھم ان یرجعوا فی تقدیرھا
الی الثمن الخلقی فان ما بالعرض
لایتقوم الا بما بالذات فیجعلون
اربعۃ وستین من الفلوس الھندیۃ
او احدی وعشرین من الھللات العربیۃ
بربیۃ وھکذا فی غیرھا وھم فی ذلك
بالخیار یصطلحون کیف یشاؤن اذ لامشاحۃ
فی الاصطلاح وقد کان قبل نحو عشرین سنۃ
فی الدیار الھندیۃ قسمان من الفلوس
یروجان احدھما مضروب والاٰخر قطعۃ نحاس
مستطیلۃ الشکل نحو ضعف الفلس المضروب
فی الوزن وکان من المضروب اربعۃ وستون
بربیۃ لا تزید ولا تنقص ومن الاٰخر مختلف
السعر وربما صار ثمانون منہ بربیۃ الی ان کسد
ونفد فکل ذلك راجع الی الاصطلاح ولا حجر
فیہ من جھۃ الشرع الشریف اذا علمت ھذا
فالنوط ھو من القسم الرابع سلعۃ باصلہ لانہ
قرطاس وثمن بالاصطلاح لانہ

تو مطلقاً ثمن ہے ورنہ اگر معین ہو تو ثمن ہے اور
غیر معین ہو تو مبیع یہ اس کا ایضاح ہے جو علامہ شامی
نے یہاں منقح فرمایا مگر ایسے نفیس ضبط کے ساتھ جو
شامی میں نہیں، قسم چہارم وُہ یہ کہ حقیقۃً کوئی متاع
ہو اور اصطلاحاً ثمن جیسے پیسے تو وہ جب تک چلتے
ہیں ثمن ہیں ورنہ اپنی اصل کی طرف لوٹ جائیں گے
اور اصلاً شبہہ نہیں کہ اہلِ اصطلاح جب کسی چیز کو
ثمن کرنا چاہیں تو انھیں ان کے اندازہ میں ثمن پیدائشی
کی طرف رجوع کرنے ناگزیر ہے کہ عرضی چیز کا قیام تو
ذاتی ہی سے ہوتا ہے تو ۶۴ ہندی پیسے یا ۲۱ عربی
ہللے ایک روپے کے قرار دیتے ہیں یوں ہی اس کے
ماسوا میں، اور اختیار ہے جیسے چاہیں اصطلاح مقرر
کریں کیونکہ اصطلاح میں کوئی روک ٹوک نہیں، ۲۰
برس پہلے ہندوستان میں دو طرح کے پیسے رائج تھے
ایک سکہ زدہ (ڈبل) دوسرے تانبے کے لمبے
ٹکڑے وزن میں ڈبل پیسے سے قریب، دونے کے
(منصوری) ڈبل پیسے روپیہ کے ۶۴ سے نہ زائد
ہوتے ہیں نہ کم، اور منصوری کا بھاؤ گھٹتا بڑھتا
رہتا ہے اور کبھی ایک روپے کے اسّی ہو جاتے تھے
یہاں تک کہ چلن نہ رہا اور جاتے رہے تو یہ سب
اصطلاح کی جانب راجع ہے اور اس میں شرع مطہر
کی طرف سے کوئی روک نہیں۔ جب یہ معلوم ہو لیا
تو نوٹ چوتھی قسم سے ہے، اصل میں یہ ایک متاع
ہے اس لئے کہ ایک پرچہ کاغذ ہے اور اصطلاح
میں ثمن ہے اس لئے کہ اس کے ساتھ ثمن کا سا

Marfat.com

يعامل به معاملة الاثمان وهذه الرقوم المكتوبة عليه تقديرات ثمنية بالثمن الاصلی كما علمت ، فهو اصطلاح لا مضايقة فيه ولا يسأل له عن وجه وتوجيه وقد تبين بهذا التقرير والحمد لله الفتاح القدير حقيقة النوط وانما سائر الاحكام بها منوط، فاذن لا يعتري ان شاء الله تعالیٰ فی ابانة شئ من الاحكام اشكال والحمد لله المهيمن المتعال۔

اما السوال الاول

فقد بان الجواب مع المزيد ولا احتياج الى ان نزيد۔

واما الثانی

فاقول نعم تجب فيه الزكوٰة بشروطها
لما علمت انه مال متقوم بنفسه ۱
وليس سند او تذكرة للدين حتی لا يجب اداؤها ما لم يقبض خمس نصاب ولا حاجة فيه الیٰ نية التجارة لان الفتوی علی ان الثمن المصطلح تجب فيه الزكوٰة ما دام رائجا بل لا انفكاك له عن نية التجارة لانه لا ينتفع به الا بالمبادلة كما لا يخفی فی فتاوی قارئ الهداية الفتوی علی وجوب الزكوٰة فی

معاملہ کیا جاتا ہے اور یہ رقمیں کہ اس پر مرقوم ہیں یہ اس کی ثمنیت کا ثمن اصلی سے اندازہ ہے جیسا کہ معلوم ہو چکا تو ایک اصطلاح ہے اس میں کچھ مضائقہ نہیں نہ اس کی وجہ توجیہ دریافت کی جائیگی ، بحمد اللہ القدیر اس تقریر سے نوٹ کی حقیقت واضح ہوگئی اور تمام احکام اسی پر مبنی تھے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اب کوئی دشواری کسی حکم کے اظہار میں آڑے نہ آئے گی ، اور سب خوبیاں اللہ کو جو ہر چیز کا نگہبان ہے بلندی والا۔

جواب سوال اول

مع شئے زائد واضح ہو لیا اور بڑھانے کی ضرورت نہیں۔

جواب سوال دوم

فاقول (تو میں کہتا ہوں) ہاں نوٹ میں زکوٰۃ اپنی شرطوں کے ساتھ واجب ہے اس لئے کہ آپ نے جان لیا کہ وہ خود قیمتی مال ہے دستاویز و رسید قرض نہیں کہ جب تک نصاب کا پانچواں حصہ قبضہ میں نہ آئے زکوٰۃ دینا واجب نہ ہو اور نوٹ میں نیت تجارت کی بھی حاجت نہیں اس لئے کہ فتویٰ اس پر ہے کہ ثمن اصطلاحی جب تک رائج ہے زکوٰۃ اس میں واجب ہے بلکہ نوٹ کو نیت تجارت سے اصلاً جدائی نہیں کہ بغیر مبادلہ اس سے نفع لے ہی نہیں سکتے جیسا کہ ظاہر ہے فتاوی علامہ قاری الہدایۃ میں ہے فتویٰ اس پر ہے کہ پیسے جب تک رائج ہیں ان پر زکوٰۃ واجب

Marfat.com

الفلوس اذا تعومل بها اذا بلغت ما تساوی مائتی درهم من الفضة او عشرین مثقالا من الذهب[1] اھ والنوط المستفاد قبل تمام الحول یضم الی نصاب من جنسه او من احد النقدین باعتبار القیمة کاموال التجارة۔

واما الثالث

فاقول نعم یصح مهرا لما علمت اذا کانت قیمته وقت العقد سبع مثاقیل من فضة فان اقل یتم کما فی العروض۔

واما الرابع

فاقول یجب القطع بشروطه من تکلیف ونطق وبصر وحرز تام وغیرها اذا بلغت قیمته کلا یومی السرقة والقطع عشرة دراهم مضروبة جیادا وذلك کله لما بینا انه مال متقوم بنفسه۔

واما الخامس

فاقول نعم یضمن باتلاف بمثله ولا یجبر المتلف

جبکہ دو سو درہم چاندی یا بیس مثقال سونے کی قیمت کو پہنچے ہوں انتہی اور نوٹ جو سال زکوٰۃ تمام ہونے سے پہلے ملے وہ اپنی جنس کے نصاب یا قیمت لگا کر سونے چاندی سے ملایا جائے گا جیسا تجارتی مال کا حکم ہے۔

جواب سوال سوم

فاقول (تو میں کہتا ہوں) ہاں وہ مہر ہو سکتا ہے اسی بنا پر کہ آپ جان چکے جبکہ وقت عقد اس کی قیمت سات مثقال چاندی ہو اگر کم ہوگی تو پوری کی جائے گی جس طرح اسباب میں ہے۔

جواب سوال چہارم

فاقول (تو میں کہتا ہوں) نوٹ کی چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا جب کہ اس کی شرطیں پائی جائیں یعنی چور عاقل بالغ ہو، گونگا نہ ہو، اندھا نہ ہو، نوٹ پوری حفاظت کی جگہ رکھا ہو، اور اس کے سوا جو شرائط ہیں اور جس دن چرایا تھا اور جس دن کاٹیں دونوں دن اس کی قیمت دس درہم سکہ دار کھرے تک پہنچے اور یہ سب اُسی بنا پر ہے کہ ہم بیان کر آئے کہ وہ بذاتِ خود ایک قیمت والا مال ہے۔

جواب سوال پنجم

فاقول (تو میں کہتا ہوں) ہاں کوئی کسی کا نوٹ تلف کر دے تو اس کے تاوان میں نوٹ

---

[1] فتاوی قاری الهدایة

Marfat.com

على اداء الدراهم خاصة لان النوط عددى غير متفاوت اصلا اذا اتحد دار ضربه، نعم اذا اختلف ولو اتحدت السلطنة فربما تختلف القيمة وذلك ان النوط الٰه آباد او الٰه آباد وكلكتة يروج فى ممالك الهند المشرقية الشمالية اكثر ممايروج نوط بمبئى وبالعكس وربما يشترى نوط مكانٍ فى اخر بنقص عدة آنات من رقمه المكتوب عليه فلايعد احدهما مثل الاٰخر الا اذا استويا رواجا۔

واما السادس

فاقول نعم يجوز كما تعامله الناس فى عامة البلاد وقد علمت تحقيقه۔

تنبيه: كنت قنعت فى الجواب بهذا القدر لوضوح الامر بما قررته فى الصدر فاذا انهيت الرسالة بلغنى عن بعضعہ الافاضل انه حفظه الله تعالٰى قال مذاكرة لا مجادلة ان العلامة ابن عابدين ذكر فى رد المحتار تفريعا على ان من شروط انعقاد البيع كون المعقود عليه مالا متقوما انه لم ينعقد بيع كسرة خبز لان ادنى القيمة التى تشترط

ہی دینا آئے گا اور تلف کنندہ کو خاص روپیہ ادا کرنے پر مجبور نہ کیا جائے گا کہ نوٹ وہ چیز ہے جس کا لین دین گن کر ہوتا ہے اور دو نوٹوں میں اصلاً تفاوت نہیں سمجھا جاتا ہے جبکہ وہ ایک ٹکسال کے ہوں، ہاں ٹکسال جب مختلف ہو تو اگرچہ سلطنت ایک ہو اکثر قیمت مختلف ہو جاتی ہے اور یہ اس لئے کہ نوٹ الٰہ آباد یا الٰہ آباد و کلکتہ کا چلن مشرقی شمالی ممالک ہند میں بمبئی کے نوٹ سے زیادہ ہے و بالعکس اور بیشتر ایک جگہ کا نوٹ دوسرے مقام پر کچھ آنوں کی کمی سے لیا جاتا ہے تو ایک دوسرے کے برابر شمار نہ کیا جائے گا تاوقتیکہ چلن میں برابر نہ ہوں۔

جواب سوال ششم

فاقول (پس میں کہتا ہوں) ہاں جائز ہے جیسا کہ تمام شہروں میں عمل درآمد ہے اور تم اس کی تحقیق جان چکے۔

تنبیہ: میں نے جواب میں اسی پر اکتفاء کی تھی اس لئے کہ ابتدائے کلام میں جو تقریر گزری اس سے امر واضح ہو چکا تھا پھر جب میں رسالہ تمام کر چکا مجھے بعض علماء سلمہ اللہ تعالٰی سے خبر پہنچی کہ انہوں نے بطور مذاکرہ نہ بطور مجادلہ یہ فرمایا کہ علامہ ابن عابدین نے ردالمحتار میں اس مسئلہ پر کہ بیع منعقد ہونے کی شرط بیع کا مال متقوم ہونا ہے یہ تفریع ذکر کی کہ ایک ٹکڑے روٹی کی بیع باطل ہے کہ جواز بیع کے لئے کم سے کم ایک پیسہ قیمت

عہ یعنی فاضل حامد احمد محمد جدادی سلمہ ۱۲۔

Marfat.com

لجواز البیع فلس اھ[1] و معلوم ان هذا القدر من القرطاس لا یساوی فلسا ای فیکون البیع باطلا غیر منعقد اصلا فضلا عن الحرمة والکراهة **اقول** و بالله التوفیق هذا قاله قبل ان یطالع رسالتی ولذلك وددت انه سلمه ربه طالعها واطلع علی ما فیها والجواب ظاهر بملاحظة قوله لا یساوی فلسا فبونٌ بین بین لا یساوی ولم یکن یساوی لانه الأن یساوی مائة والفا والنظر للحال لا للاصل الا تری ان بیع اوانی الخزف والطین کبارها وصغارها من الحب والجفنة الی نحو رأس الشیشة شائع ذائع بین عامة المسلمین ولم ینکره احد مع ان اصله تراب والتراب لیس بمال بل لو نظر للاصل لعادت مسألة الفلس المتمسك بها علی نفسها بالنقض لما علمت ان قطعة نحاس بوزن فلس لا تساوی فلسا قط بل لا تبلغ نصفه ایضا ولذا اولعت المجازفون باصطناع قوالب کقالب دار الضرب

ہونا شرط ہے انتہی، اور ظاہر ہے کہ اتنا ٹکڑا کاغذ کا ایک پیسہ کی قدر نہیں تو نوٹ کی بیع باطل ہونا چاہیے کہ اصلاً ہوئی ہی نہیں، حرام یا مکروہ ہونا تو درکنار، **اقول** و باللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے) ان عالم نے یہ بات میرا رسالہ دیکھنے سے پہلے کہی اور اسی لئے میں نے تمنا کی کہ کاش وہ میرا رسالہ دیکھ لیتے اور اس کے مضامین پر مطلع ہوتے اور اعتراض کا جواب تو خود ان کے اس کہنے ہی سے ظاہر ہے کہ یہ پرچہ کاغذ ایک پیسہ کا نہیں کہ ان دونوں باتوں میں کھلا فرق ہے کہ ایک پیسہ کا نہیں یا ایک پیسہ کا نہ تھا اس لئے کہ اب تو وہ سو روپے اور ہزار روپے کا ہے اور شے کی حالت موجودہ دیکھی جاتی ہے نہ یہ کہ اصل میں کیا تھی کیا نہیں دیکھتے کہ پکی اور کچی مٹی کے برتن چھوٹے بڑے گولی اور کونڈے سے لے کر چلم تک ان کی بیع تمام مسلمانوں میں رائج و معروف ہے اور کوئی اس پر انکار نہیں کرتا حالانکہ ان کی اصل مٹی ہے اور مٹی مال نہیں اگر اصل کو دیکھیں تو وہ پیسہ کا مسئلہ خود اپنے ہی نفس کا ناقص ہوگا اس لئے کہ تمہیں معلوم ہو چکا کہ تانبے کا پتر جو وزن میں ایک پیسہ کے برابر ہو ہرگز ایک پیسے بلکہ دھیلے کا بھی نہیں ہوتا اور اسی لئے بیباکوں کو پیسہ ڈھالنے کی بہت لت ہوتی ہے ٹکسال کی طرح سانچا بنا کر تانبا گلا کر اس میں

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۵

Marfat.com

يذيبون النحاس ويقلبونه فيها فيصير
فلوسا ويربحون به ضعف ما خسروا
ويقولون انه انفع من ضرب الربابي
فبالنظر للاصل لايساوي الفلس نفسه
فلسا فلايكون مالا متقوما فكيف يكون
قيمة وثمنا ومن تأمل حديث
ورقة علم الذي قد منا علم ان
الشئ انما ينظر اليه بما هو عليه
الأن لابما قد كان الاترى ان العالم معظم
شرعا وعقلا وعرفا ولانظر الى انه في الاصل
من الذين قال الله تعالٰى فيهم والله الذي
اخرجكم من بطون امهتكم لا تعلمون
شيئًا[1] وما ذلك الا لانه بحدوث
وصف فيه صار متقوما عند الله و
عند الناس بعد ان لم يكن وكذلك
ورقة العلم لما تجدد فيها من
كتابة ذلك العلم وكذلك النوط
لما حدث فيه بذلك الرقم والطبع
ما استجلب الرغبات اليه للنفع
وصار يميل اليه الطبع ويجرى
فيه البذل والمنع ولا قيمة للايراد بانه
لايمشي في كل البلاد فان هذا
ليس من لوازم المالية عند احد

ڈالتے ہیں کہ پیسہ ہو جاتا ہے اور اس میں جتنا خرچ ہوتا ہے اس سے دونا نفع مل جاتا ہے اور اسے روپے ڈھالنے سے زیادہ نافع بتاتے ہیں تو اصل پر نظر کرنے سے خود ایک پیسہ ایک پیسے کا نہیں تو مال متقوم نہ ہوا تو کیونکر قیمت اور ثمن ہو سکتا ہے اور ورق کی بات کہ اوپر گزری جو اسے دیکھے گا یقین کریگا کہ شئے کی حالت موجودہ دیکھی جاتی ہے نہ کہ حالتِ گزشتہ، کیا نہیں دیکھتے کہ شرع میں عقل میں عرف میں عالم کی تعظیم ہے اور اس پر نظر نہیں کہ وہ اصل میں ان لوگوں سے ہے جن کی نسبت رب عزوجل نے فرمایا کہ اللہ وہ ہے جس نے تمھیں تمھاری ماؤں کے پیٹ سے اس حال پر پیدا کیا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے تو یہ اسی سبب سے ہے کہ اس میں ایک وصف ایسا پیدا ہو گیا جس کے سبب خالق وخلق سب کے نزدیک اس کو وہ عزت ہو گئی جو پہلے نہ تھی اور ایسے ہی وہ علم کا ورق اس وجہ سے کہ اس میں وہ علم لکھ دیا گیا اور ایسے ہی نوٹ جس میں چھاپے کے سبب وہ بات پیدا ہو گئی جس نے نفع کے باعث رغبتوں کو اس کی طرف کھینچ دیا اور طبیعتیں اس کی طرف میل کرنے لگیں اور اس میں دینا اور روکنا جاری ہوا اور یہ اعتراض کچھ حقیقت نہیں رکھتا کہ نوٹ سب شہروں میں نہیں چلتا کہ یہ تو کسی کے نزدیک مالیت کو لازم

---

[1] القرآن الكريم ۱۶/ ۷۸

Marfat.com

بل هذا هو حال اکثر العملة المضروبة الا تری ان الخمسات والعشرات والهللات الرائجة ههنا لا تروج فی الهند اصلا وکذلك لا تمشی فلوس الهند هنا بخلاف النوط فان نوط الهند نافق ههنا بالمشاهدة وبعض النقصان لا یمنع المشی ولا یوجب الکساد بل قد اصطرفت انا فی ذی الحجة هذا بهذا البلد الامین نوطا افرنجیا معلما برقم خمسمائة ربیة بثلثة وثلثین جنیها وخمس ربابی وهذا ثمنه سواء بسواء فالجنهیات باربعمائة وخمس وتسعین وهی مع الخمس خمسمائة ربیة وقد قال فی الکفایة اوائل باب البیع الفاسد ان صفة المالیة للشیئ بتمول کل الناس او بتمول البعض ایاہ[1] اھ ومثله فی فتح القدیر، وفی رد المحتار عن البحر الرائق عن الکشف الکبیر المال ما یمیل الیه الطبع ویمکن ادخارہ لوقت الحاجة والمالیة تثبت بتمول الناس کافة او بعضهم[2] اھ فتبین ان الفرع المذکور المتمسك به لا مساس له بما نحن فیه ولکن العبد الضعیف

نہیں بلکہ سکّہ کی اکثر چیزوں کا یہی حال ہے کیا نہیں دیکھتے کہ خمسے اور عشرے اور ہللے جو یہاں (عرب شریف میں) رائج ہیں ہند میں اصلاً نہیں چلتے اور ایسے ہی ہندوستان کے پیسے یہاں نہیں چلتے بخلاف نوٹ کے کہ ہندوستان کا نوٹ یہاں آنکھوں دیکھا رائج ہے اور کچھ کم کو بکنا چلنے کے منافی نہیں، نہ اس سے بے رواجی لازم ہے بلکہ میں نے اسی ذی الحجہ میں اسی امان والے شہر (مکہ معظمہ) میں ایک انگریزی نوٹ جس پر پانسو کی رقم لکھی تھی تینتیس اشرفی اور پانچ روپے کو بھنایا اور یہ اس کا پورا ثمن ہوا کہ وہ اشرفیاں چارسو پچانوے روپے کی ہوئیں اور وہ ان پانچ روپوں سے مل کر پورے پانسو ہوگئے اور بیشک کفایہ کی اوائل باب بیع فاسد میں فرمایا کہ شئی کا مال ہونا یُوں ہوتا ہے کہ سب لوگ اُسے مال بنائیں یا بعض انتہی، اور ایسا ہی فتح القدیر میں ہے اور ردالمحتار میں بحوالہ بحرالرائق کشف کبیر سے نقل کیا کہ مال وہ ہے جس کی طرف طبیعت میل کرے اور وقت حاجت کے لئے اس کا اٹھا رکھنا ممکن ہو اور مالیت یوں ثابت ہوتی ہے کہ سب لوگ یا بعض اسے مال بنائیں انتہی، تو ظاہر ہوگیا کہ وہ پیسہ کا مسئلہ جس سے ان عالم نے تمسک کیا ہمارے مسئلہ نوٹ سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا مگر بندۂ ضعیف

---

[1] الکفایۃ مع فتح القدیر باب البیع الفاسد مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۴۳

[2] ردالمحتار کتاب البیوع داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳

Marfat.com

يحب ان يكشف الحجاب عن حاله
ايضا كيلا يغتر به فى محل اخر مع
مافيه من تحجير ما وسعه الشرع
المطهر فاقول وبه استعين اصل
الفرع للقنية فرد المحتار نقله عن
البحر والبحر نقله عنها
وتبعه تلميذه العلامة الغزى
وبالغ حتى ادخله فى متنه
فى متفرقات البيوع قبل
الصرف مع خلو اصله اعنى الغرر
والدرر عنه وقد رده شارحه
العلامة العلائى الى القنية
بل اعترف به المصنف نفسه فى
شرحه منح الغفار فقال بعد ايراده
متنا نقله فى القنية ايضا اه[1]
اى كما نقل المسألة قبله
فيها وهى صح بيع خرء حمام
كثير وهبته، والقنية مشهورة
بضعف الرواية وصرحوا انها
اذا خالفت المشاهير لم تقبل
بل قد نصوا انها اذا خالفت القواعد لم
تقبل مالم يعضدها نقل معتمد من غيرها
والعبرة بالمنقول عنه لا بالناقل وبكثرة

دوست رکھتا ہے کہ اس مسئلہ کا حال بھی کھول دے
تاکہ کہیں دوسری جگہ کوئی اس سے دھوکا نہ کھائے
باوصف اس وقت کے جو اس میں ہے کہ اس
نے ایسی چیز کو تنگ کر دیا جسے شرع مطہر نے وسیع
فرمایا تھا **اقول** وبہ استعین (میں کہتا ہوں
اور اللہ ہی سے مدد مانگتا ہوں) اصل اس مسئلہ
کی قنیہ سے ہے رد المحتار نے اسے بحر سے نقل کیا
اور بحر نے قنیہ سے اور ان کے شاگرد علامہ غزی
نے ان کی متابعت کی اور یہاں تک مبالغہ کیا کہ اس
مسئلہ کو اپنے متن تنویر الابصار کی متفرقات البیوع
میں کتاب الصرف سے کچھ پہلے داخل فرمایا حالانکہ
تنویر کی اصل یعنی درر وغرر اس سے خالی ہے اور
اس کے شارح علامہ علائی نے اسے قنیہ ہی کی
طرف پھیر دیا بلکہ خود مصنف نے اس کی شرح
منح الغفار میں اس کا اعتراف فرمایا متن کی اس
عبارت کے بعد فرمایا کہ اسے بھی قنیہ میں نقل کیا ہے
انتہی یعنی جیسے اس سے پہلا مسئلہ بھی قنیہ میں منقول
ہے اور وہ یہ ہے کہ کبوتر کی بیٹ جو کثیر ہو اس کی بیع
و ہبہ صحیح ہے اور قنیہ مشہور ہے کہ اس کی روایتیں
ضعیف ہوا کرتی ہیں اور علمائے نے تصریح فرمائی کہ
قنیہ جب مشہور کتابوں کی مخالفت کرے مقبول نہ ہوگی
بلکہ نص فرمائی ہے کہ قنیہ اگر قواعد کی مخالفت کرے تو مقبول نہ ہوگی
جب تک اس کی تائید میں کوئی اور نقل معتمد نہ پائی جائے
اور اعتبار منقول عنہ کا ہوتا ہے نہ ناقل کا اور نقلوں

---

[1] منح الغفار شرح الدر المختار

Marfat.com

النقول لاتندفع الغرابة اذا لم یکن مستندهم الا واحدا کما بینت کل ذلك فی کتابی فی آداب المفتی سمیته فصل القضاء فی رسم الافتاء وحکم فی الظهیریة استحباب القیام بعد سجود التلاوة مثل ما قبله ونقله ما فی التتارخانیة والغنیة والمضمرات وعنها فی البحر ومشی علیه فی الدر وغیره ومع ذلك حکم فی البحر انه غریب قال الشامی وجه غرابته انه انفرد بذکره صاحب الظهیریة ولذا عزاه من بعده الیها فقط اھ[1] وانت تعلم ان فرع القنیة لم یرزق من النقول هذا القدر ایضا ولا القنیة کالظهیریة فانی تغرب عنه الغرابة ویالیته لم یکن الا غریبا فیکون کالشاذ لکنه کالمنکر لان کلتا المخالفتین نقدوقته مخالفة المشاهیر ومخالفة قواعد الشرع المنیر اما الاولی فلقد کان ناهیك فیها قول الفتح والشرنبلالی والطحطاوی ورد المحتار وغیرها من معتمدات الاسفار لو باع کاغذة بالف یجوز[2] وجزاهم الله الحسنی وزیادة

کی کثرت سے مسئلہ کی غرابت دفع نہیں ہوتی جبکہ ایک ہی منقول عنہ ان سب کا منتہٰی ہو جیسے کہ میں نے ان تمام باتوں کا بیان اپنی اس کتاب میں کردیا جو آداب مفتی میں لکھی جس کا نام میں نے فصل القضا فی رسم الافتاء رکھا، اور ظہیریہ میں حکم فرمایا کہ سجدۂ تلاوت کے بعد بھی قیام مستحب ہے جیسا اس سے پہلے اور یہ مسئلہ اس سے تتارخانیہ اور قنیہ اور مضمرات نے نقل کیا اور ان سے بحر میں اور دُر وغیرہ میں اسی پر چلے باوصف اس کے بحر میں حکم فرمایا کہ وہ غریب ہے۔ علامہ شامی نے فرمایا: اس کی غرابت کی وجہ یہ ہے کہ تنہا ظہیریہ نے اس مسئلہ کو ذکر کیا اور اسی واسطے بعد والوں نے فقط اسی کی طرف اُسے نسبت کیا انتہی، اور تو جانتا ہے کہ قنیہ کے اس مسئلہ کو اتنی نقول بھی نصیب نہ ہوئیں اور نہ قنیہ مثل ظہیریہ کے ہے تو غرابت اس سے کہاں جائیگی اور کاش وہ صرف غریب ہی ہوتا تو حدیث شاذ کے مثل ہوتا مگر یہ تو مثل حدیث منکر کے ہے اس لئے کہ دونوں مخالفین اس کی نقد وقت ہیں کتب مشہورہ کی بھی مخالفت اور قواعد شرع روشن کی بھی مخالفت پہلی مخالفت کے ثبوت کو یہی بس تھا کہ فتح القدیر اور شرنبلالی اور طحطاوی اور رد المحتار وغیرہ معتمد کتابوں میں فرمایا اگر ایک کاغذ ہزار روپے کو بیچا تو جائز ہے تو اللہ تعالٰی انھیں بھلائی اور اس سے زیادہ

---

[1] رد المحتار باب سجود التلاوۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۱۵

[2] فتح القدیر کتاب الکفالۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/۳۲۴

Marfat.com

علیٰ زیادة تاء الوحدة فی کاغذة
لکن ههنا شیٔ اٰخر اجل و اکبر
لا یرد و لا یرام و لا یمس غبارہ
الاوهام وهو اجماع ائمتنا
جمیعا فی الروایات الظاهرة
عنهم واطباق متون المذهب
وشروحه و فتاواه علی جواز
بیع تمرة بتمرتین و جوزة
بجوزتین[1] وزاد فی الفتح و
الدر ابرة بابرتین وکل احد یعلم
ان لیس شیٔ منها یساوی
فلسا ففی بلادنا تکون عدة صالحة
من التمر بفلس وهو ههنا
ارخص وکذلك الجوز وهو ارخص
فی بلادنا وثمه تجد الابر بفلس
من ثمان الی خمس وعشرین
فهذه مخالفة بینة لجمیع المشاهیر
بل لنصوص جمیع ائمة المذهب
والمحقق حیث اطلق وان رجح
روایة المعلی عن محمد بکراهة
تمرة بتمرتین لکنه لا لاجل
التفاضل لا لان تمرة لا یساوی
فلسا فلو باع تمرة من

جڑا دے کہ انھوں نے کاغذ میں تائے وحدت
بڑھا دی (یعنی ایک کاغذ) لیکن یہاں تو ایک
اور چیز ہے نہایت جلیل وعظیم کہ نہ رَد ہو سکے نہ اس
پر کوئی آنکھ اٹھا سکے نہ اوہام اس کی گرد پائیں،
اور وہ یہ ہے کہ ہمارے تمام ائمہ نے ان روایات
میں جو ان سے متواتر و مشہور ہیں اجماع فرمایا ہے
اور متون وشروح وفتاوئ مذہب کا اتفاق ہے
کہ ایک چھوہارا دو چھوہاروں کو اور ایک اخروٹ
دو اخروٹوں کو بیچنا جائز ہے اور فتح القدیر و
درمختار میں یہ بھی زائد کیا کہ دو سوئیوں کے بدلے
ایک سوئی، اور ہر شخص جانتا ہے کہ ان میں سے
کوئی چیز ایک پیسہ کی نہیں ہوتی ہمارے شہروں
میں معقول گنتی کے چھوہارے ایک پیسہ کے ہوتے
ہیں اور یہاں اور بھی سستے ہیں اور ایسے ہی اخروٹ
اور ہمارے شہروں میں زیادہ ارزاں ہیں اور ہندوستان
میں ایک پیسہ کی آٹھ سے لے کر پچیس سوئیاں ملتی ہیں
تو اس مسئلہ قنیہ کی یہ صریح مخالفت ہے تمام کتب
مشہورہ بلکہ نصوص جمیع ائمہ مذہب سے اور محقق
علی الاطلاق (امام ابن ہمام) نے اگرچہ امام محمد
سے امام معلی کی اس روایت کو ترجیح دی کہ دو
چھوہاروں کے بدلے ایک چھوہارا بیچنا مکروہ ہے
مگر وہ کراہیت ایک جانب زیادتی کے سبب سے
ہے نہ اس لئے کہ چھوہارا ایک پیسہ کی قیمت کا

---

[1] درمختار باب الربو مطبع مجتبائی دہلی ۲/۴۱

Marfat.com

البرغ بتمرة من الجنيب مثلا لم تمسه رواية المعلى ولا ترجيح المحقق ثم الرواية ايضا لا تقول الا بالكراهة فاين البطلان و عدم الانعقاد الذی کنتم تدعون واما الثانية فاقول اكثر تعيش الفقراء فی مملكة الهند علی كبرها واتساعها (فان عمارتها عرضا من ثمان درج شمالية عن خط الاستواء الی خمس وثلثين درجة وطولا من ست وستين درجة شرقية عن قرنيص الی اثنتين و تسعين درجة) انما هو بالمبايعات باجزاء فلس نصف وربع وثمن وغيرها فرب فقير يشتری لادامه شيئا من البقول بنصف فلس ويصب فيه دهن الشيرج بنصف فلس والتوابل الثلث جميعا بربع فلس والثوم والبصل معا بربع فلس وكذا الملح بربع فلس فيتهيؤ له الادام فی فلسين الا ربعا وياكله غداء وعشاء ويشتری لسراجه الدهن بنصف فلس يكفيه من المساء الی قريب نصف الليل وقربة كبيرة من الماء العذب بنصف فلس وقد كانت قبيل هذا بثلث فلس وتجد علبة الكبريت بنصف فلس و يشتری لعياله من الذفواكه

نہیں ہوتا تو اگر مثلا ایک چھوہارا قسم برنی کا قسم جنیب کے ایک چھوہارے سے بیچے تو اس سے نہ روایت معلی کو کچھ تعلق ہو گا نہ ترجیح محقق کو۔ پھر وہ روایت بھی تو اتنا ہی کہتی ہے کہ مکروہ ہے بیع باطل اور اصلا منعقد نہ ہونا جس کا تمہیں دعوی تھا وہ کہاں گیا، رہی دوسری مخالفت اقول ا میں کہتا ہوں ملک ہند کہ اس قدر بڑا وسیع ہے (جس کا عرض خط استواء سے شمال کی جانب آٹھ درجے سے پینتیس درجے تک ہے اور طول گرینج سے (کہ لندن کی رصدگاہ ہے) شرق کی جانب چھیاسٹھ درجے سے بانوے درجے تک ہے) اس میں اکثر فقراء کی معیشت اسی خرید وفروخت سے ہے جو پیسے کے حصے دھیلے چھدام دمڑی وغیرہ سے ہوتی ہے تو بہتیرے فقرا اپنے سالن کے لئے کوئی ساگ دھیلے کا خرید لیتے ہیں اور اس میں دھیلے کا تلوں کا تیل ڈالتے ہیں اور تینوں مسالے چھدام کے اور لہسن پیاز چھدام کے اور یونہی چھدام کا نمک، تو پونے دو پیسے میں اس کی ہانڈی تیار ہو جاتی ہے اور اسے صبح وشام دو وقت کرکے کھالیتا ہے اور اپنے چراغ کے لئے دھیلے کا تیل خرید تا ہے جو شام سے آدھی رات تک اس کے لئے کافی ہوتا ہے اور میٹھے پانی کی بڑی مشک دھیلے کو، اور تھوڑا ہی زمانہ گزرا کہ پیسے کی تین مشکیں تھیں، اور دیا سلائی کی ڈبیا تمہیں دھیلے کو مل جائے گی اور اپنے بال بچوں کے لئے ہندوستانی میووں [illegible]

Marfat.com

الهند المشهورة عند العرب باسم العنب
بفتح العين وسكون النون وبالفارسية
اَنبة وبالهندية أمجلة كثيرة بنصف
فلس وكذا من الجامون ومن التمر
الهندى بربع فلس، وان كان متعودا
بالتامول والتتن فيكفيه ليوم بليلة
الورق بنصف فلس والفوفل والكات
والتنباك الماكول كل بربع ربع
فتنقضى حاجة يومه فى فلس وربع
وان كان يشرب الدخان فيكفيه التتن
بنصف فلس وامثال ذلك اشياء كثيرة
تباع باجزاء الفلس حتى الثمن ونصف
الثمن ولولا ذلك لضاق الامور وثقل على
اخفاء ذات اليد بحيث لا يطيقون ولو
ابطلنا تلك البياعات الشائعة فى الالف مؤلفة ۱
من المسلمين والزمناهم ان لا يشتروا شيئا
باقل من فلس قط مع ان حاجاتهم
تندفع بالربع وبالثمن لكان هذا من
وضع الاصر عليهم وما جاءت هذه الشريعة
السمحة السهلة الغراء الا برفعه، وربما لا يجدون
هذا القدر من الفلوس فان الادام الذى كان
تهيأ فى فلس واحد وثلثة ارباع فلس الا
ان لا يتأتى الا فى ثمانية فلوس والتامول التام فى
فلس وربع لا يتم الا فى اربعة فلوس وقس عليه
فاذا لم يجد لادامه الا فلسين والزمتموه ثمانية

مزہ دار میوہ (جسے اہل عرب عنب بفتح عین و
سکون نون) کہتے ہیں اور فارسی میں انبہ اور
ہندی میں آم بہت سے ایک دھیلے کو اور ایسے
ہی جامن اور املیاں چھدام کو، اور اگر پان تمباکو کا
عادی ہے تو اسے ایک رات دن کیلئے کفایت
کرینگے دھیلے کے پان اور کتھا اور چھالیا اور کھانے
کا تمباکو چھدام چھدام کے تو اس کی ایک دن کی
حاجت سوا پیسے میں نکل جائیگی اور اگر حقہ پیتا ہو
تو دھیلے کی تمباکو کافی ہے اور اسی طرح بہت چیزیں
پیسہ کے حصوں سے بکتی ہیں یہاں تک کہ دمڑی اور
آدھی اور ایسا نہ ہو تو معاملہ تنگ ہو جائے اور کم
استطاعت والوں پر ایسا گراں گزرے کہ اٹھا
نہ سکیں اور یہ بیعیں کہ ہزاراں ہزار مسلمانوں میں شائع
ہیں اگر ہم باطل کر دیں اور ان پر لازم کریں کہ کبھی کوئی
چیز پیسہ سے کم کی نہ خریدیں حالانکہ ان کی حاجتیں
چھدام اور دمڑی میں پوری ہو جاتی ہیں تو یہ ان پر
بھاری بوجھ ڈالنا ہوگا اور یہ روشن اور نرم و آسان
شریعت تو نہ آئی مگر بوجھ کے دفع کرنے کو بلکہ
اکثر اوقات اتنے پیسے انھیں ملیں گے بھی نہیں
اس لئے کہ وہ سالن جو پونے دو پیسے میں تیار
ہوتا تھا اب دو آنے سے کم میں نہیں تیار ہوگا اور
پان کہ سوا پیسے میں جس کا کام پورا ہوتا تھا اب ایک
آنہ میں ہوگا اور اسی پر قیاس کرو تو وہ جب اپنی
ہانڈی کے لئے دو پیسے سے زائد نہ پائے اور تم
اس پر دو آنے لازم کرو تو بتاؤ کیا کرے آیا رُوکھا

Marfat.com

فماذا تأمرون ايكتفى بسفّ التدقيق او قضم
خبز الشعير وحده بدون ادام يصلحه و
يسيغه ويعين على هضمه والمعتادون
بالادام وهم الناس كلهم او جلهم
لو اكتفوا بهذا لم يلائمهم
واورث اسقاما فيهم فان ترك
العادة عداوة مستفادة ام يتكفف
والتكفف ذل وحرام ام يغصب
وفى الغصب اشد الغضب والانتقام
ام يؤمر البيّاعون والبقّالون
والسقّاؤن ان يعطوه جميع حاجاته مجانا
لانها لا تساوى فلسا وما لا يساوى
فلسا فليس بمال ولا قيمة
له فهم كيف يرضون بهذا
وان رضوا فلا ترجيح لفقير
على فقير فليعطوا كلّا حوائجه
فتذهب متاجرهم بلا شئ
فاذن لا سبيل الا فتح باب
البيع وقد فتحه القرآن
بقوله تعالى مطلقا واحل الله
البيع[1]، وقوله تعالى الا
ان تكون تجارة عن تراض منكم[2]، و

آٹا پھانکے یا جَو کی خشک روٹی چبائے جس کے ساتھ
کوئی سالن ایسا نہ ہو کہ اس کی اصلاح کرے اور
اسے نگلنے کے قابل بنائے اور اس کے ہضم پر
اعانت کرے اور جنھیں سالن کی عادت پڑی ہوئی
ہے اور تمام آدمی یا اکثر ایسے ہی ہیں اگر اس پر قناعت
کریں تو انھیں راس نہ آئے اور ان میں بیماریاں پیدا
کردے کہ عادت کا چھوڑنا خود اپنے ساتھ عداوت کرنا
ہے یا یہ کہتے ہو کہ بھیک مانگے اور بھیک مانگنا ذلت و
حرام ہے یا دوسروں کا مال چھین لے اور چھیننے میں
سخت غضب اور سزا ہے یا بیچنے والوں اور ترکاری
فروشوں اور بہشتیوں کو حکم دیا جائے گا کہ ان کی تمام
حاجت کی چیزیں انھیں مفت دے دیں اس لئے
کہ وہ ایک پیسہ کی قیمت کی نہیں اور جو ایک پیسہ کی
نہیں وہ مال نہیں اور نہ اس کی کوئی قیمت، تو بیچنے والے
اس پر کیونکر راضی ہونگے، اور اگر راضی ہو جائیں تو ایک
فقیر کو دوسرے فقیر پر ترجیح نہیں تو چاہئے کہ ہر ایک
کو اس کی ضروریات مفت دیں تو ان کی تجارتیں یونہی
جاتی رہیں تو ثابت ہوا کہ کوئی راستہ نہیں ہے سوا اس
کے کہ بیع کا دروازہ کھولا جائے اور بیشک قرآن عظیم
نے اسے اس مطلق ارشاد سے کھولا ہے کہ "حلال
کی اللہ تعالیٰ نے بیع"، اور اس ارشاد سے "مگر یہ کہ
کوئی سودا ہو تمہاری آپس کی رضامندی کا"، اور

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۷۵
[2] ″ ۴/۲۹

Marfat.com

وماكان شرع البيع الا لدفع تلك الشنائع ففي تحجيره وقد وسعه الله اعادة لها وعود على مقصود الشرع بالنقض قال المحقق في الفتح لولم يشرع البيع سببا للتمليك في البدلين لاحتاج ان يؤخذ على التغالب والمقاهرة او السؤال والشحاذة اويصبر حتى يموت وفي كل منها مالا يخفى من الفساد وفي الثاني من الذل والصغار مالا يقدر عليه كل احد ويزري بصاحبه فكان في شرعيته بقاء المكلفين المحتاجين ودفع حاجاتهم على النظام الحسن[1] اھ ومعلوم ان الشرع لم يحد في هذا حدا انما احل البيع وهو مبادلة مال بمال الخ والمال كما مر ما يميل اليه الطبع ويمكن ادخاره لوقت الحاجة وهذا صادق قطعا على ما قصصنا مما يساوي نصف فلس وربعه فايجاب ان لايكون الا بفلس لايكون الا تحكما وزيادة في الشرع فكيف يقبل ثم لعل لقائل ان يقول لم يات الشرع بتقدير الفلس وهو مختلف باختلاف الزمان والمكان

بیع کا مشروع کرنا انھیں قباحتوں کے دفع کرنے کو تھا تو اس کے تنگ کرنے میں حالانکہ اللہ تعالٰی اسے واسع فرما چکا ہے انھیں قباحتوں کا پلٹ آنا ہے اور مقصود شرع پر اس کے توڑنے کے ساتھ عود کرنا ہے، محقق نے فتح القدیر میں فرمایا اگر بیع ثمن و مبیع دونوں کی تملیک کا سبب بنا کر جائز نہ کی جاتی تو حاجت پڑتی کہ یا تو زبردستی یا دھینگا دھینگی لیتے یا بھیک مانگتے یا آدمی صبر کرتا یہاں تک کہ مر جائے اور ان سب باتوں میں کھُلا ہُوا فساد ہے بھیک میں وہ ذلت وخواری ہے جس پر ہر شخص قادر نہیں اور آدمی کو حقیر کرتی ہے تو بیع کی مشروع کرنے میں محتاج مکلفوں کی بقا ہے اور عمدہ انتظام کے ساتھ اُن کی حاجتوں کو پُورا کرنا ہے انتہی، اور معلوم ہے کہ شرع مطہر نے اس بارہ میں کوئی حد مقرر نہ فرمائی بس بیع حلال کی ہے اور وہ ایک مال کا دوسرے مال سے بدلنا ہے الخ اور مال جیسا کہ گزر چکا وہ چیز ہے جس کی طرف طبیعت میل کرے اور وقت حاجت کے لئے اس کا اٹھا رکھنا ممکن ہو اور یہ تعریف یقیناً ان چیزوں پر صادق ہے جو ہم نے اوپر بیان کیں جو دھیلے اور چھدام کو آتی ہیں تو یہ واجب کرنا کہ پیسہ سے کم کو بیع نہ ہوگا مگر زبردستی حکم اور شرع پر زیادت تو کیونکر مقبول ہو پھر شاید کہنے والا کہہ سکے کہ شریعت نے پیسہ کی مقدار مقرر فرمائی نہیں اور وہ وقت اور جگہ کے بدلنے سے

---

[1] فتح القدیر کتاب البیوع مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۴۵۵

Marfat.com

ولاسبیل الی اعتبار کل فی محلۃ لما تقدم ان المالیۃ تثبت بتمول البعض فوجب الفحص کل حین عن اصغر فلس یروج فی الدنیا وفیہ حرج والحرج مدفوع بالنص فافہم وقال فی الکفایۃ اول البیع الفاسد قد تثبت صفۃ التقوم بدون المالیۃ فان حبۃ من الحنطۃ لیست بمال حتی لا یصح بیعھا وان ابیح الانتفاع بھا شرعا لعدم تمول الناس ایاہ[1] اھ مثلہ فی الکشف الکبیر والبحر الرائق وردالمحتار وقال فی الفتح مکان حبۃ حبات ولم نر احدا منھم ذکر ان مادون مایساوی فلسا لیس بمال وکان مبنی الفرع علی انہ لم یکن فی زمنہ ثمن دون الفلس او لم یجدہ فی تقدیرات الشرع فحکم بان مادونہ لیس بشیئ کما حکم فی الاسرار بان مادون الحبۃ من الذھب والفضۃ لاقیمۃ لہ[2] کما نقل عنھا فی الفتح لانھم لم یعرفوا

بدلتا ہے اور اس طرف راہ نہیں کہ ہر جگہ وہیں کا پیسہ معتبر ہو کہ اوپر گزر چکا کہ مالیت بعض کے مال بنانے سے بھی ثابت ہو جاتی ہے تو واجب ہوا کہ ہر وقت اس کی تلاش کریں کہ تمام دنیا میں سب سے چھوٹا پیسہ کون سا ہے اور اس میں حرج ہے اور حرج کو نص نے دفع فرمایا ہے فافہم اور بیشک کفایہ کے شروع باب بابِ بیع فاسد میں فرمایا کہ کبھی شے میں باقیمت ہونے کی صفت بغیر مالیت بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ گیہوں کا ایک دانہ مال نہیں ہے یہاں تک کہ اس کی بیع صحیح نہیں اگرچہ اس سے نفع حاصل کرنا شرعاً جائز ہے اس لئے کہ لوگ اسے مال نہیں سمجھتے انتہی، اور ایسا ہی کشف کبیر و بحر الرائق و ردالمحتار میں ہے اور فتح القدیر میں ایک دانہ کی جگہ چند دانے فرمایا اور ہم نے ان میں سے کسی کو یہ فرماتے نہ دیکھا کہ ایک پیسے سے کم کی چیز مال نہیں اور شاید اس مسئلہ قنیہ کی بناء اس پر ہو کہ ان کے زمانے میں پیسے سے کم کوئی ثمن نہ تھا یا یہ کہ شرع مطہر نے جو اندازے مقرر فرمائے ان میں پیسے سے کم نہ پایا تو یہ حکم لگا دیا کہ ایک پیسے سے کم کی جو چیز ہو وہ کچھ نہیں جیسے اسرار میں حکم فرمایا کہ جو چاندی یا سونا رتی بھر سے کم ہو اس کی کچھ قیمت نہیں جیسا کہ ان سے فتح القدیر میں نقل فرمایا اس لئے کہ ان علماء نے چاندی سونے

---

[1] الکفایۃ مع فتح القدیر — باب البیع الفاسد — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ۶/۴۳
[2] ردالمحتار بحوالہ فتح القدیر — باب الربٰو — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۴/۱۸۰

Marfat.com

لهما مقدارا دون الحبة وقد عرفت فى ديارنا الى ثمن حبة وقيمة ذهب يساوى ثمن حبة فى بلادنا الان فلسان اى نحو هللة واحدة ههنا وهو لا شك مال متقوم فكيف بما فوقه مما يساوى ربع حبة و نصفها وان يدمنه الى حبة وكما حكم كثيرون بان مادون نصف صاع خارج عن المعيار فيجوز فيه التفاضل مع اتحاد الجنس وعليه تتفرع مسألة حفنة بحفنتين وقد رده المحقق فى الفتح قائلا لايسكن الخاطر الى هذا بل يجب بعد التعليل بالقصد الى صيانة اموال الناس تحريم التفاحة بالتفاحتين و الحفنة بالحفنتين اما ان كانت مكاييل اصغر منها كما فى ديارنا من وضع ربع القدح وثمن القدح المصرى فلا شك وكون الشرع لم يقدر بعض المقدرات الشرعية فى الواجبات المالية كالكفارات وصدقة الفطر باقل منه لايستلزم اهدار التفاوت المتيقن[1] الخ و اقره فى البحر و النهر

کے لئے رتی سے کم کوئی اندازہ نہ پہچانا اور ہمارے شہروں میں اس کا اندازہ رتی کے آٹھویں حصہ (ایک چاول) تک معروف ہے اور آج کل ہمارے یہاں چاول بھر سونے کی قیمت دو پیسے ہے یعنی یہاں کے ایک ہللہ کے قریب، وہ بلاشبہہ قیمت والا مال ہے نہ کہ وہ جو اس سے بھی زیادہ ہے جو پاؤ رتی یا نصف رتی یا اس سے زائد کا ہو ایک رتی تک اور جیسے بہت علماء نے حکم فرمایا کہ نصف صاع سے جو کم ہو وہ اندازہ سے باہر ہے تو اس میں ایک چیز اپنی جنس کے بدلے کمی بیشی کے ساتھ بیچنا جائز ہے اور وہ مسئلہ کہ ایک لپ گیہوں دو لپ کے بدلے بیچنا جائز ہے اسی پر متفرع ہے اور محقق نے فتح القدیر اس کا رد کیا یہ فرماتے ہوئے کہ اس حکم پر دل کو اطمینان نہیں ہوتا بلکہ جب حرمت کی وجہ لوگوں کا مال محفوظ رکھنا ہے، تو اس پر نظر کر کے واجب ہے کہ دو سیب کے بدلے ایک سیب اور دو لپ کے بدلے ایک لپ کا بیچنا حرام ہو اگر نصف سے چھوٹے پیمانے پائے جاتے ہوں جیسے ہمارے دیار مصر میں چہارم پیالہ اور پیالہ کا آٹھواں حصہ مقرر ہے جب تو کوئی شک نہیں اور یہ بات کہ شرع نے واجبات مالیہ مثل کفارہ و صدقہ فطر میں جو اندازے مقرر فرمائے ہیں ان میں نصف صاع سے کم کوئی اندازہ نہ رکھا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ تفاوت جو یقیناً معلوم ہے بے اثر کر دیا جائے الخ اور محقق کے اس کلام کو بحر اور نہر

[1] فتح القدیر باب الربٰو مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۵۳-۱۵۲

Marfat.com

و الشرنبلالية والدر والحواشي وغيرها وهوحسن وجيه كذٰلك نقول ههنا يجب بعد تعريف المال بما مر ان يكون كل ما ذكرنا مما لا يساوی فلسا ما لامتقوما اما ان كانت اثمان اصغرمن فلس كما فی ديارنا من وضع ربع الفلس و ثمن الفلس فلا شك وكون الشرع لم يذكر مادون فلس لا يستلزم اهدار المالية المتيقنة ۔ فهذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی، والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

واما السابع

فاقول قد اذناك انه ثمن اصطلاحی فاستبداله بالثوب لايكون مقايضة بل بيعا مطلقا ولايتعين النوط بل يلزم فی الذمة كالفلوس ۔

واما الثامن

فاقول نعم يجوز اقراضه لما تقدم انه مثلی ولا يقضی الا بالمثل لانه شان القرض بل كل دين لا يقضی الا بمثله الا ان يتراضيا۔

اور شرنبلالیہ اور رد المحتار اور حواشی وغیرہا میں مقرر رکھا اور وہ اچھا اور موجہ کلام ہے ایسا ہی ہم یہاں کہتے ہیں کہ جب مال کی تعریف وہ ٹھہری جو اوپر گزری تو واجب ہے کہ جتنی چیزیں اوپر ذکر کیں جو ایک پیسہ کی نہ تھیں سب قیمت والے مال ہونگے تو اگر پیسہ سے چھوٹے ثمن پائے جاتے ہوں جیسے ہمارے شہروں میں چھدام اور دمڑی مقرر ہیں جب تو شک نہیں اور یہ کہ شرع مطہر نے پیسہ سے کم کا ذکر نہ فرمایا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو مالیت یقیناً معلوم ہے باطل کر دی جائے ۔ یہ وہ ہے جو میرے پاس ہے اور حق کا علم میرے رب کے پاس ہے، واللہ سبحانہ، وتعالیٰ اعلم ۔

جواب سوال ہفتم

فاقول (میں کہتا ہوں) ہم تمھیں بتا چکے ہیں کہ نوٹ ثمن اصطلاحی ہے تو کپڑے سے اس کا بدلنا مقایضہ نہ ہوگا بلکہ بیع مطلق ہوگا اور خاص کوئی معین نوٹ دینا نہ آئے گا بلکہ پیسوں کی طرح ذمہ پر لازم ہوگا ۔

جواب سوال ہشتم

فاقول (پس میں کہتا ہوں) ہاں نوٹ قرض دینا جائز ہے اس لئے کہ اوپر گزر چکا کہ وہ مثلی ہے اور مثل ہی کے دینے سے ادا کیا جائے گا کہ قرض کی یہی شان ہے بلکہ کوئی دین ادا نہیں کیا جاتا مگر اپنے مثل سے مگر یہ کہ طرفین (کسی دوسری چیز کے لینے دینے پر) راضی ہوجائیں ۔

Marfat.com

واماالتاسع

فاقول نعم یجوز اذا قبض النوط فی المجلس کیلا یفترقا عن دین بدین وتحقیق ذٰلك ان بیع النوط بالدراھم کالفلوس بھا لیس بصرف حتی یجب التقابض فان الصرف بیع ماخلق للثمنیة بما خلق لھا کما فسرہ بہ البحر والدر وغیرھما ومعلوم ان النوط والفلوس لیست کذٰلك وانما عرض لھا الثمنیة بالاصطلاح مادامت تروج والا فعروض و بعد مکونہ صرفا صرح فی ردالمحتار عن البحر عن الذخیرة عن المشائخ فی باب الربا نعم لکونھا اثمانا بالرواج لابد من قبض احد الجانبین والاحرم لنھیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن بیع الکالئ بالکالئ والمسئلة منصوص علیھا فی مبسوط الامام محمد واعتمدہ فی المحیط[عہ] والحاوی والبزازیة والبحر والنهر

جواب سوال نہم

فاقول (تو میں کہتا ہوں) ہاں جائز ہے جبکہ اسی جلسہ میں نوٹ پر قبضہ کرلیا جائے تاکہ طرفین دین کے بدلے دین بیچ کر جدا نہ ہوں اور تحقیق اس مسئلہ کی یہ ہے کہ روپوں کے بدلے نوٹ بیچنا بیع صرف نہیں جیسے روپے کے بدلے پیسے تاکہ دونوں طرف کا قبضہ شرط ہو اس لئے کہ صرف یہ ہے کہ جو چیز ثمن ہونے کے لئے پیدا کی گئی ہے اسے ایسی ہی چیز کے ساتھ بیچیں جیسا کہ اس کی یہ تعریف بحر و در وغیرہ میں فرمائی اور معلوم کہ نوٹ اور پیسے ایسے نہیں ان میں تو ثمن ہونا اصطلاح کے سبب عارض ہوگیا جب تک چلتے رہیں ورنہ وہ متاع ہیں اور اس کے بیع صرف نہ ہونے کی ردالمحتار باب ربا میں بحر، اس میں ذخیرہ، اس میں مشائخ سے تصریح فرمائی، ہاں اس لئے کہ وہ چلن کے سبب ثمن ہے دونوں طرف میں سے ایک کا قبضہ ضرور ہے ورنہ حرام ہوجائے گا اس لئے کہ نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے دین سے دین کو بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ مبسوط امام محمد رحمہ اللہ تعالٰے میں اس مسئلہ کی تصریح ہے اور اسی پر اعتماد کیا محیط اور حاوی اور بزازیہ اور بحر اور نہر

عہ ای محیط الامام السرخسی انتھی منه

---

[1] درمختار باب الصرف مطبع مجتبائی دہلی ۲/۵۵

Marfat.com

وفتاوی الحانوتی والتنویر والهندیة وغیرها وهو مفاد کلام الاسبیجابی کما نقله الشامی عن الزین عنه ففی الهندیة عن المبسوط اذا اشتری الرجل فلوسا بدراهم و نقد الثمن ولم تکن الفلوس عند البائع فالبیع جائز[1] اه وفیها عن الحاوی وغیره لو اشتری مائة فلس بدرهم فقبض الدرهم ولم یقبض الفلوس حتی کسدت لم یبطل البیع قیاسا ولو قبض خمسین فلسا فکسدت بطل فی النصف ولو لم تکسد لم یفسد وللمشتری ما بقی من الفلوس[2] اه وفیها عن محیط السرخسی نحوه وفیها عن الذخیرة لو اشتری فلوسا او طعاما بدراهم حتی لم یکن العقد صرفا وتفرقا بعد قبض احد البدلین حقیقة یجوز اما اذا حصل الافتراق بعد قبض احد البدلین حکما لا غیر لا یجوز سواء کان العقد صرفا ولم یکن بیانه فیما اذا کان له علیه فلوس او طعام فاشتری من علیه الفلوس او الطعام الفلوس او الطعام بدراهم وتفرقا

اور فتاوٰی حانوتی اور تنویر اور درر اور ہندیہ وغیرہا میں، اور وہی مفاد ہے کلام امام اسبیجابی کا جیسا کہ شامی نے بحوالہ البحر اُن سے نقل کیا، ہندیہ میں مبسوط سے ہے کہ کسی نے روپوں کے عوض پیسے خریدے روپے تو اس نے دے دئے اور پیسے بائع کے پاس نہ تھے تو بیع جائز ہے انتہی، نیز عالمگیری میں حاوی وغیرہ سے ہے جب ایک روپے کے سو پیسے خریدے روپے پر تو اس نے قبضہ کرلیا اور پیسوں پر اس کا قبضہ نہ ہوا یہاں تک کہ ان کا چلن جاتا رہا تو قیاس یہ ہے کہ بیع باطل نہ ہو اور اگر پچاس پیسوں پر قبضہ کرچکا تھا اس کے بعد چلن جاتا رہا تو نصف میں بیع باطل ہوجائیگی اور اگر چلن رہے تو بیع فاسد نہ ہوگی اور خریدنے والا باقی پیسے لے لے گا انتہی، نیز اسی میں محیط سرخسی سے اسی کے مثل ہے اسی میں ذخیرہ سے ہے اگر روپے کے بدلے پیسے یا غلہ خریدا یہاں تک کہ وہ عقد صرف نہ ہوا اور بائع مشتری ایک ہی طرف کا حقیقۃً قبضہ ہوکر جدا ہوگئے تو جائز ہے ہاں اگر کسی طرف کا قبضہ حقیقۃً نہ ہوا صرف ایک طرف کا حکماً ہوا تو جائز نہیں خواہ وہ عقد صرف ہو یا نہ ہو، بیان اس کا یہ ہے کہ ایک شخص کا دوسرے دوسرے پر پیسہ یا غلہ آتا تھا تو اس نے جس پر پیسہ یا غلہ آتا ہے انہی پیسوں یا غلہ کو روپے سے خرید لیا اور روپے دینے

۱؎ فتاوٰی ہندیہ کتاب الصرف الفصل الثالث فی بیع الفلوس نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۲۲۴
۲؎ " " " " " " " " ۳/ ۲۲۵

Marfat.com

قبل نقد الدراھم کان العقد باطلا وھذا فصل یجب حفظه والناس عنه غافلون[1] اھ وفیھا عنھا اعطی رجلا درھما وقال اعطنی بنصفه کذا فلسا وبنصفه درھما صغیرا فھذا جائز فان تفرقا قبل قبض الدرھم الصغیر والفلوس فالعقد قائم فی الفلوس منتقض فی حصة الدرھم وان لم یکن دفع الدرھم الکبیر حتی افترقا بطل البیع فی الکل[2] اھ وفیھا عنھا اشتری بفلوس واعطی الفلوس وافترقا ثم وجد فیھا فلسا لاینفق فردہ فاستبدل له ففی ھذہ الصورة اذا کانت الفلوس ثمن متاع لایبطل العقد سواء کان المردود قلیلا اوکثیرا استبدل اولم یستبدل وان کانت الفلوس ثمن الدراھم مقبوضة فرد الذی لاینفق واستبدل اولم یستبدل فالعقد باق علی الصحة وکذلك لو وجد الکل فی ھذہ الصورة لاینفق وردھا واستبدل ویستبدل فالعقد باق علی الصحة وان لم تکن الدراھم مقبوضة ان وجد کل

سے پہلے جدا ہوگئے تو بیع باطل ہوگئی، اس مسئلہ کا یاد رکھنا واجب ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں انتہی، اور اسی میں ذخیرہ سے ہے کسی کو ایک روپیہ دیا اور کہا کہ آدھے کے اتنے پیسے دے دے اور آدھے کی اٹھنی تو یہ جائز ہے پھر اگر اٹھنی اور پیسوں پر قبضہ سے پہلے وہ دونوں جدا ہوگئے تو پیسوں میں بیع برقرار ہے اٹھنی کے حصہ میں باطل ہوگئی اور اگر روپیہ بھی نہیں دیا تھا ویسے ہی دونوں جدا ہوگئے تو اٹھنی اور پیسے سب میں باطل ہوگئی انتہی ونیز اسی میں اس سے ہے کوئی چیز پیسوں کو خریدی اور پیسے دے دئے اور دونوں جدا ہوگئے پھر بائع نے ان میں ایک پیسہ کھوٹا پایا اسے واپس دیا اور اس کے بدلے اور پیسہ لیا تو اس صورت میں یہ پیسے اگر کسی متاع کے ثمن تھے تو عقد باطل نہ ہوا خواہ وہ جو واپس دئے تھوڑے پیسے تھے یا زیادہ، اور بدلے میں دوسرے پیسے لئے یا نہیں، اور اگر وہ پیسے روپوں کے ثمن تھے اب اگر روپوں پر قبضہ ہوچکا تھا اس صورت میں کھوٹا پھیرا اور اس کے بدلے میں کھرا لیا یا نہ لیا تو عقد بدستور صحیح ہے اسی طرح اس صورت میں سب پیسے کھوٹے پائے اور واپس دئے اور ان کے عوض کھرے لئے یا ابھی نہ لئے جب بھی بیع صحیح رہے گی، اور اگر روپوں پر قبضہ نہیں ہوا تھا اگر سب پیسے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب البیوع الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۱۰۲

[2] " " کتاب الصرف الفصل الثالث " " " ۳/ ۲۲۵

Marfat.com

الفلوس لاينفق فردها بطل العقد فی قول ابی حنیفة استبدل فی مجلس الرد اولم یستبدل، وقالا ان استبدل فی مجلس الرد فهو صحیح علی حاله وان لم یستبدل انتقض وان کان البعض لاینفق فردها فالقیاس ان ینتقض العقد بقدرہ لکن ابا حنیفة رحمه الله تعالٰی استحسن فی القلیل اذا ردّہ واستبدل فی مجلس الردّ ان لاینتقض العقد اصلا و اختلفت الروایات عن ابی حنیفة رحمه الله تعالٰی فی تحدید القلیل ففی روایة اذا زاد علی النصف فکثیر وما دونه قلیل وفی روایة النصف کثیر وفی روایة اذا زاد علی الثلث[1] اھ کلها ملخصًا، وانما اکثرنا النقول عن الذخیرة لانه سیاتی عنها نقل خلاف فی بیع فلس بفلسین فلیکن علی ذکر منك انه جزم فی مسألتنا هذہ اعنی بیع الفلوس بالدراهم فی غیر موضع بالجواز و لم یلم ههنا بذکر خلاف اصلا، و فی تنویر الابصار و الدر المختار باع فلوسا بمثلها او بدراهم و بدنا نیر

کھوٹے پائے اور واپس دئے تو بیع امام اعظم کے نزدیک باطل ہوگئی اگرچہ اسی مجلس میں کھرے بدل لئے ہوں یا نہیں اور صاحبین فرماتے ہیں اگر اسی مجلس میں کھرے بدل لئے تو بیع بدستور صحیح ہے اور اگر نہ لئے تو بیع ٹوٹ گئی اور کچھ پیسے کھوٹے پاکر واپس دئے تو قیاس یہ ہے کہ اتنے میں بیع باطل ہو جائے مگر امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ استحساناً فرماتے ہیں کہ اگر واپس دئے ہوئے پیسے تھوڑے ہوں اور اسی جلسے میں بدلے کے پیسے لے لئے جائیں تو عقد اصلاً نہ ٹوٹے گا اور یہ کہ تھوڑے کتنے کو کہیں اس میں امام صاحب سے روایتیں مختلف آئیں، ایک روایت میں ہے کہ نصف سے زائد کثیر ہیں اور اس سے کم قلیل، اور ایک روایت میں یہ ہے کہ نصف بھی زائد ہے، اور ایک روایت میں تہائی سے زیادہ ہو تو کثیر ہے انتہی ملخصًا۔ اور ہم نے ذخیرہ سے نقول بکثرت اس واسطے ذکر کیں کہ اس سے ایک نقل اس کے مخالف آنے والی ہے ایک پیسہ دو پیسے سے بیچنے کے مسئلہ میں تو یہ تجھے یاد رہے کہ ذخیرہ نے ہمارے اس مسئلہ یعنی روپوں کے عوض پیسے بیچنے کے بارے میں متعدد جگہ جواز پر جزم فرمایا ہے اور یہاں اصلاً کسی ذکر خلاف کے قریب بھی نہ گئے اور تنویر الابصار و درمختار میں ہے کہ پیسوں یا روپوں یا اشرفیوں کے عوض پیسے بیچے اور ایک طرف کا

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب البیوع الفصل الثالث فی بیع الفلوس نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۲۲۵-۲۶

Marfat.com

فان نقد احدھما جاز وان تفرقا بلا قبض احدھما لم یجز[1] اھ وبالجملۃ فالمسئلۃ ظاھرۃ والنقول متوافرۃ و ان خالفھا العلامۃ قاریُ الھدایۃ فی فتاواہ فشرط التقابض وحرم النسیئۃ وھذا نصھا (سئل) ھل یجوز بیع مثقال من الذھب بقنطار من الفلوس نسیئۃ ام لا (اجاب) لایجوز بیع الفلوس الی اجل بذھب او فضۃ لان علماءنا نصوا علٰی انہ لایجوز اسلام موزون فی موزون الا اذا کان الموزون المسلم فیہ مبیعا کزعفران او غیرہ والفلوس لیست من المبیعات بل صارت اثمانا[2] اھ وردہ العلامۃ الحانوتی حین سئل عن بیع الذھب بالفلوس نسیئۃ فاجاب بانہ یجوز اذا قبض احد البدلین لما فی البزازیۃ لو اشتری مائۃ فلس بدرھم یکفی التقابض من احد الجانبین قال و مثلہ مالوباع فضۃ او ذھبا بفلوس

قبضہ ہوگیا تو جائز ہے اور اگر کسی طرف کا قبضہ نہ ہوا کہ دونوں جدا ہوگئے تو ناجائز ہے انتہی، الحاصل مسئلہ ظاہر ہے اور نقلیں وافر ہیں اگرچہ علامہ قاریؔ الہدایہ نے اپنے فتاوی میں اس کی مخالفت فرمائی کہ دونوں جانب کا قبضہ شرط کیا اور کسی طرف ادھار ہونے کو حرام ٹھہرایا اس کی عبارت یہ ہے (سوال ہوا) کہ آیا ایک مثقال سونا پیسوں کی ڈھیری سے ادھار بیچنا جائز ہے یا نہیں؟ (جواب دیا) کہ پیسے سونے یا چاندی کے عوض ادھار بیچنا ناجائز ہے اس لئے کہ ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ دو چیزیں جو تول کر بیچی جاتی ہیں (جیسے سونا چاندی تانبا) ان میں ایک کی دوسرے سے بدلی جائز نہیں مگر اس صورت میں کہ وہ موزوں چیز جو بذریعہ سلم وعدہ پر لینی ٹھہری ہے مبیع ہو قسم ثمن سے نہ ہو جیسے زعفران وغیرہ اور پیسے جنس مبیع سے نہیں ہیں بلکہ ثمن ہوگئے ہیں انتہی، اور علامہ حانوتی نے اس کا رد فرمایا جبکہ ان سے پیسوں کے عوض سونا اور ادھار بیچنے کی نسبت سوال ہوا، جواب دیا کہ جائز ہے، اگر دونوں میں سے ایک کا قبضہ ہوگیا اس لئے کہ بزازیہ میں ہے کہ اگر ایک روپے کے سو پیسے خریدے تو ایک جانب کا قبضہ کافی ہے پھر فرمایا اگر اسی طرح چاندی یا سونا پیسوں کو بیچیں

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب البیوع باب الربو مطبع مجتبائی دہلی ۲/۴۲

[2] ردالمحتار بحوالہ فتاوی قاری الہدایہ " داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۸۴

Marfat.com

كما فى البحر عن المحيط قال فلا يغتر بما فى فتاوى قارى الهداية[1] اھ واجاب عنه فى النهر بان مراده بالبيع السلم والفلوس لها شبه بالثمن ولا يصح السلم فى الاثمان ومن حيث انها عروض فى الاصل اكتفى بالقبض من احد الجانبين[2] اقول وهذا هو المستفاد من تعليله بان علمائنا نصوا على انه لا يجوز اسلام موزون فى موزون الخ لكن لم يقتنع به العلامة ابن عابدين فى رد المحتار واجاب بحمل ما فى فتاوى قارئ الهداية على ما دل عليه كلام الجامع الصغير من اشتراط التقابض من الجانبين قال فلا يعترض عليه بما فى البزازية المحمول على ما فى الاصل[3] يعنى المبسوط ونقل قبيله عن البحر عن الذخيرة ان محمدا ذكر مسئلة بيع فلس بفلسين باعيانهما فى صرف الاصل ولم يشترط التقابض و ذكر فى الجامع ما يدل على انه

جیسا کہ بحر میں محیط سے ہے فرمایا تو وہ جو فتاوٰی قاری ہدایہ میں واقع ہوا اس سے دھوکا نہ کھایا جائے انتہی، اور اس اعتراض کا نہر میں یہ جواب دیا کہ یہاں قاری ہدایہ کی مراد بیع سے بدلی ہے اور پیسوں کو ایک مشابہت ثمن سے ہے اور ثمن کی ثمن سے بدلی صحیح نہیں اور اس حیثیت سے کہ پہلے اصل میں متاع ہیں ایک جانب کا قبضہ کافی سمجھا گیا **اقول** (میں کہتا ہوں) یہی ان کی اس دلیل سے مستفاد ہے کہ ہمارے علماء نے نص فرمایا کہ دو چیزیں جو وزن سے بکتی ہوں ان میں بدلی جائز نہیں الخ مگر علامہ ابن عابدین نے ردالمحتار میں اس پر قناعت نہ فرمائی اور یوں جواب دیا کہ علامہ قاری ہدایہ کا کلام اُس مسئلہ پر محمول ہے جو کلام جامع صغیر سے مفہوم ہوتا ہے کہ دونوں طرف سے قبضہ شرط ہے اور کہا تو اب اس مسئلہ بزازیہ سے اعتراض نہ ہوگا کہ وہ اس پر محمول ہے جو مبسوط امام محمد میں ہے اور اس سے پہلے بحوالہ بحر ذخیرہ سے نقل کیا کہ امام محمد نے مبسوط کی کتاب الصرف میں ایک پیسہ دو پیسے معین کے بدلے بیچے کا مسئلہ ذکر فرمایا اور طرفین کا قبضہ شرط نہ کیا اور جامع صغیر میں وہ عبارت ذکر فرمائی جو دلالت کرتی ہے کہ وہ

---

[1] ردالمحتار بحوالہ الحانوتی باب الربا دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۸۴
[2] " " النہر " " " " "
[3] ردالمحتار کتاب البیوع " " " " "

Marfat.com

شرط فمنهم من لم یصحح الثانی لان التقابض مع التعیین شرط فی الصرف ولیس به ومنهم من صححه لان الفلوس لها حکم العروض من وجه وحکم الثمن من وجه فجاز التفاضل للاول واشترط التقابض للثانی[1] اھ اقول وباللہ التوفیق ماجنح الیہ الشامی تبعا للبحر تبعا للذخیرۃ من دلالۃ کلام الجامع الصغیر علی اشتراط التقابض فللعبد الضعیف فیہ تأمل قوی وانی راجعت الجامع فوجدت نصہ ھکذا محمد عن یعقوب عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم رجل باع رطلین من شحم البطن برطل من الیۃ اوباع رطلین من لحم برطل من شحم البطن او بیضۃ ببیضتین او جوزۃ بجوزتین او فلسا بفلسین او تمرۃ بتمرتین یدا بید باعیانھا یجوز وھو قول ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی وقال محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ لایجوز فلس بفلسین ویجوز تمرۃ بتمرتین[2] اھ

شرط ہے تو مشائخ میں بعض نے اس حکم ثانی کی تصحیح نہ کی کہ تعین کے ساتھ دونوں طرف کا قبضہ بیع صرف میں شرط ہے اور یہ وہ نہیں اور بعض نے اس کی تصحیح کی اس لئے کہ پیسوں کے لئے ایک جہت سے متاع کا حکم ہے اور ایک جہت سے ثمن کا تو پہلی جہت کے سبب کمی بیشی جائز ہوئی اور دوسری کے سبب طرفین کا قبضہ شرط ہوا انتہی، اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ سے ہے) وہ جس کی طرف شامی نے باتباعِ بحر اور بحر نے باتباعِ ذخیرہ میل کیا کہ جامع صغیر کا کلام قبضہ طرفین شرط ہونے پر دلالت کرتا ہے بندہ ضعیف کو اس میں تأمل قوی ہے اور میں نے جامع کی طرف رجوع کی تو اس کی عبارت یوں پائی امام محمد روایت کرتے ہیں امام ابویوسف سے اور وہ امام اعظم سے رضی اللہ تعالٰی عنہم، ایک شخص نے پیٹ کی دو رطل چربی ایک رطل چکتی کو یا دو رطل گوشت ایک رطل چربی کو یا ایک انڈا دو انڈے یا ایک اخروٹ دو اخروٹ یا ایک پیسہ دو پیسے یا ایک چھوہارا دو چھوہارے کو دست بدست کہ دونوں معین ہوں تو جائز ہے اور یہی قول ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا ایک پیسہ دو پیسے کو جائز نہیں اور ایک چھوہارا دو چھوہارے کو جائز ہے ختم ہوا ان کا

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع باب الربا دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۸۴

[2] الجامع الصغیر ؍؍ باب البیع فیما یکال او یوزن مطبع یوسفی لکھنؤ ص ۹۷

Marfat.com

كلامه الشريف قدس سره المنيف فمحل الاستناد انما هو قوله رحمه الله تعالٰى يدا بيد لكن قد علم من مارس الفقه ان هذا اللفظ ليس نصا صريحا فی التقابض بالبراجم الاترى علمائنا رحمهم الله تعالٰى فسروه فی الحديث المعروف بالعينية كما قال فی الهداية ومعنى قوله صلى الله تعالٰى عليه وسلم يدا بيد عينا بعين كذا رواه عبادة بن الصامت رضی الله تعالٰى عنه[1] اھ كيف وقد قال اصحابنا رضی الله تعالٰى عنهم ان التقابض انما يشترط فی الصرف واما ماسواه مما يجری فيه الربا فانما يعتبر فيه التعيين كما فی الهداية[2] وغيرها وقال فی التنوير المعتبر تعيين الربوی فی غير الصرف بلا شرط تقابض[3] قال فی الدر حتى لو باع برا ببر بعينهما وتفرقا قبل القبض جاز[4] اھ فان

کلام شریف پاک کیا گیا ان کا سر معظم، تو موضع سند ان کا یہی قول ہے کہ دست بدست مگر جس نے فقہ کی مزاولت کی ہے اسے معلوم ہے کہ یہ لفظ اس میں صاف نص نہیں کہ دونوں جانب کا قبضہ ہاتھوں سے ہو جائے کیا نہیں دیکھتے کہ ہمارے علماء رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین نے اس لفظ کو ربا کی حدیث مشہور میں تعیین کے ساتھ تفسیر کیا جیسا کہ ہدایہ میں فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد میں لفظ دست بدست کے یہ معنی ہیں کہ دونوں جانب تعین ہو جائے (کسی طرف دین نہ رہے) جیسا کہ عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ نے روایت کیا انتہی، اور یہ کیونکر نہ ہو حالانکہ ہمارے اصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم نے فرمایا کہ قبضہ طرفین صرف صرف میں شرط ہے اور اس کے سوا اور صورتیں جن میں ربا جاری ہوسکتا ہے ان میں فقط تعین شرط ہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں ہے اور تنویر الابصار میں ہے کہ جس مال میں ربا کا احتمال ہے وہاں ماورائے صرف میں مال کا فقط عین ہونا معتبر ہے قبضہ طرفین شرط نہیں، درمختار میں فرمایا یہاں تک کہ

---

[1] الہدایۃ کتاب البیوع باب الربا مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۸۳-۸۲
[2] " " " " ۳/۸۲
[3] الدر المختار شرح تنویر الابصار " مطبع مجتبائی دہلی ۲/۴۱
[4] " " " " " ۲/۴۱

Marfat.com

حمل قوله هذا فی العبارۃ التی ذکرنا علی التقابض واستجلب منه اشتراط ذلك فی فلس بفلسین کان ایضا مشترطا فی تمرۃ بتمرتین وبیضۃ ببیضتین وجوزۃ بجوزتین عند من یقول ان القید راجع للمسائل جمیعا کالنهر والدر وغیرهما فان المسائل کلها مسوقۃ سیاقا واحدا لاسیما فی عبارۃ الجامع فان القید مذکور فیه بعد تمرۃ بتمرتین وانما ذکر فلسا بفلسین قبله، وهذا لم یقل به ائمتنا فوجب حمله علی اشتراط التعیین وکان قوله رضی اللہ تعالیٰ عنه باعیانها تفسیرا لقوله یدا بید والا لکان حشوا مستغنی عنه لاطائل تحته اصلا فان التقابض فیه التعین وان ید فذکره بعدہ لغو ولذا لما نقل الامام برهان الدین صاحب الهدایۃ رحمه اللہ تعالیٰ هذه المسئلۃ عن الجامع الصغیر اسقط عنها تلك الکلمۃ واقتصر علی ذکر العینیۃ حیث قال قال (ای محمد کما صرح به العلامۃ بدر العینی فی البنایۃ) یجوز بیع البیضۃ

اگر گیہوں کے بدلے گیہوں بیچے اور ان دونوں کو معین کردیا اور بے قبضہ کئے ہوئے جدا ہو گئے تو جائز ہے انتہی، تو امام محمد کا یہ قول عبارت مذکورہ میں اگر قبضہ طرفین پر حمل کیا جائے اور اس سے یہ مطلب نکالا جائے کہ پیسوں کی باہم بیع میں قبضہ طرفین شرط ہے تو خرموں اور انڈوں اور اخروٹوں کی باہم بیع میں بھی اس کا شرط ہونا لازم آئے گا ان کے نزدیک جو کہتے ہیں کہ یہ قید ان تمام مسائل کی طرف راجع ہے جیسے نہر الفائق اور درمختار وغیرہما اس لئے کہ وہ سب مسئلے ایک ہی روش پر بیان میں آئے ہیں خصوصاً عبارت جامع صغیر میں کہ اس میں تو یہ قید بیع خرما کے بعد مذکور ہے اور پیسوں کی بیع اس سے پہلے ذکر فرمائی ہے اور یہ ہمارے ائمہ میں سے کسی کا قول نہیں، تو واجب ہوا کہ دست بدست بمعنی تعیین لیں اور امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد کہ معین ہوں اس دست بدست کی تفسیر ہو ورنہ محض بیکار بھرتی ہوگا جس کا کچھ فائدہ نہیں کہ قبضہ طرفین میں تعین مع زیادت ہے تو اس کے بعد اس کا ذکر فضول ہے اس لئے جب امام برہان الدین صاحب ہدایہ نے جامع صغیر سے اس مسئلہ کو نقل کیا تو دست بدست کا لفظ اس سے ساقط فرما دیا اور صرف تعین کا ذکر کیا جہاں کہ ہدایہ میں کہا کہ فرمایا (یعنی امام محمد جیسا کہ علامہ بدر الدین عینی نے بنایہ میں تصریح کی) ایک انڈا

لے البنایۃ فی شرح الہدایۃ کتاب البیوع باب الربٰو المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۳/۱۵۴

Marfat.com

بالبیضتین والتمرۃ بالتمرتین والجوز بالجوزتین ویجوز بیع الفلس بالفلسین باعیانهما[1] اھ فظهر ظهور الشمس فی رابعة النهار ان لیس فی الجامع دلیل علی ما فهم هؤلاء الاعلام وان فرض فمع احتمال الغیر احتمالا اظهر وازهر لا یرد ولا یرام ولا حجة فی المحتمل بخلاف عبارة الاصل فانها نص ای نص فی عدم اشتراط التقابض کما سمعت فعلیه فلیکن التعویل والتوفیق باللہ الملک الجلیل، ثم لا یخفی علیک ان هذا کله کان مماشاة منا مع العلامة الشامی والمقصود ابانة مفاد الجامع والا فالحق ان فتوی العلامة سراج الدین ما بها حاجة الی حمل کلام الجامع علی اشتراط التقابض ولا هو مدعاہ ولا[1] علیه توقف لما ادعاہ فانه

دو انڈے اور ایک خرما دو خرمے اور ایک اخروٹ دو اخروٹ کو بیچنا جائز ہے اور ایک پیسہ دو پیسے معین کو جائز ہے انتہی، تو پہروں چڑھے آفتاب کی طرح روشن ہوگیا کہ جامع صغیر میں اس پر کچھ دلالت نہیں جو یہ اکابر سمجھے اور اگر فرض بھی کرلی جائے تو اس کے ساتھ دوسرا احتمال بھی موجود ہے ظاہر تر روشن تر کہ نہ رَد ہونہ اس کی طرف کوئی بُرا قصد کرسکے اور احتمالی بات حجت نہیں ہوتی بخلاف عبارت مبسوط کے کہ وہ قبضہ طرفین شرط نہ ہونے میں نص اور کیسی نص ہے جیسا کہ سُن چکے تو اسی پر اعتماد ہونا چاہئے اور توفیق اللہ عظمت والے بادشاہ کی طرف سے ہے، پھر اتنا معلوم رہے کہ یہ سب کچھ ہماری طرف سے علامہ شامی کے ساتھ ان کی روش پر چلنا تھا اور مقصود مفاد جامع صغیر کا ظاہر کرنا ورنہ حق یہ ہے کہ فتوٰی علامہ قاری الہدایہ کو اس کی طرف حاجت نہیں کہ عبارت جامع کو قبضہ طرفین شرط کرنے پر محمول کیجئے اور نہ وہ اُن کا مدعٰی ہے اور نہ اس پر ان کا دعوٰی موقوف

عہ[1] لانه سلمه سلما وانتم للصرف تصرفون اھ منه۔

عہ[2] لان السلم لا یجوز فی الثمن سواء کان فیما یشترط فیه التقابض کثمن فی ثمن اولا کبیع فی ثمن اھ منه۔

عہ[1] کہ وہ تو اسے سلم مان رہے ہیں اور تم صرف کی طرف پھرتے ہو ۱۲ منہ

عہ[2] کہ ثمن میں سلم اصلاً جائز نہیں چاہے اس چیز میں ہو جس میں دونوں طرف کا قبضہ شرط ہے جیسے ثمن میں ثمن کی بدلی یا ایسا نہ ہو جیسے ثمن میں مبیع کی بدلی ۱۲ منہ

---

[1] الهدایة کتاب البیوع باب الربا مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۸۳

Marfat.com

انما حرم النسیئة وحرمتها لا توجب[عله] عینیة الجانبین ایضا فضلا عن التقابض الاتری ان بیع ثوب بدراهم حالا لیس بنسیئة ولا فیه العینیتان نعم ایجاب العینیة من الجانبین یوجب تحریم النسیئة لان التاجیل للترفیة فی التحصیل والعین متحصلة بالفعل فلو استدل له بعبارة الجامع علی هذا الوجه لکان[عله] له وجه وسلم من الاعتراض المذکور واذن اقول وبالله التوفیق لا یخفی علیك ان اشتراط العینیة من الجانبین فی الربویات وهی المکیلات والموزونات دون المعدودات کما نص علیه فی سلم الفتح وغیره حیث قال[1] انما یمنع ذلك فی اموال الربا اذا قوبلت بجنسها والمعدود لیس منها اھ کما قال فی البحر تحت

کہ وُہ تو ادھار کو حرام بتا رہے ہیں اور اس کی حرمت دونوں طرف عین ہونے کو بھی واجب نہیں کرتی نہ کہ قبضۂ طرفین، کیا نہیں دیکھتے کہ کوئی کپڑا ایک روپے نقد کو بیچنا نہ تو ادھار ہے نہ اس میں دونوں جانب عین، ہاں دونوں طرف عینیت کا واجب کرنا ادھار کی حرمت لازم کرتا ہے اس لئے کہ وعدہ مقرر کرنا اس غرض سے ہوتا ہے کہ شئی کے حاصل کرنے میں آسانی ہو اور عین خود ہی فی الحال حاصل ہے، تو اگر جامع کی عبارت سے علامہ قاری الہدایہ کے اس طرز پر استدلال کیا جاتا تو اس کی ایک وجہ ہوتی ہے اور اعتراض مذکور سے محافظت رہتی اور اب میں کہتا ہوں اور اللہ ہی سے توفیق ہے تم پر ظاہر ہے کہ دونوں طرف سے تعین کی شرط اموالِ ربا میں ہے اور وہ وہ چیزیں ہیں جو ناپ تول سے بکتی ہیں نہ وہ کہ گنتی سے جیسا کہ فتح القدیر وغیرہ کی باب السلم میں تصریح ہے جہاں آیا کہ صرف اموال ربا میں منع ہے جبکہ اپنی جنس کے ساتھ بیچے جائیں اور گن کر بکنے کی چیزیں اموال ربا میں سے نہیں انتہی، جیسا کہ کنز کے اس قول کی شرح میں

عله وانما کانت توجب لو کان انتفاء النسیئة مستلزما لوجود العینیین ولیس کذلك بل قد ینتفیان معا کما فی المثال المذکور اھ منه۔

عله لکونه دلیلا علی الحکم الذی افتی

عله واجب توجب کرتی کہ ادھار نہ ہونے کو دونوں طرف معین ہونا لازم ہوتا اور ایسا نہیں بلکہ کبھی دونوں باتیں معدوم ہوتی ہیں کہ نہ ادھار ہو نہ دونوں جانب عین جیسے مثال مذکور میں ۱۲ منہ

عله کہ وہ اس حکم پر دلیل ہوتا جس کا انھوں نے

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] فتح القدیر باب البیع باب السلم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/۲۰۸

Marfat.com

قول الکنز "وحلا بعد مهما" ای الفضل والنسأ عند انعدام القدر والجنس فیجوز بیع ثوب ھروی بمرویین نسیئۃ" والجوز بالبیض نسیئۃ[1] و قال تحت قولہ "یعتبر التعیین دون التقابض فی غیر الصرف من الربویات"

جب دونوں نہ ہوں تو دونوں حلال ہیں بحر الرائق میں فرمایا یعنی جب قدر وجنس دونوں نہ ہوں تو زیادتی اور ادھار دونوں حلال ہیں تو ہرات کے بنے ہوئے ایک کپڑے کو مرد کے بنے ہوئے دو کپڑوں کے عوض ادھار بیچنا جائز ہے اور انڈوں کے عوض اخروٹ ادھار بیچنا اور کنز نے جو فرمایا کہ سوا صورت صرف کے اموال ربا میں تعین معتبر ہے نہ کہ قبضۂ طرفین اس

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بہ وھو عدم الجواز وان جاء من قبل الصرفیۃ دون السلمیۃ و من ھذا الباب ما فی الھندیۃ عن المحیط حیث ذکر مسائل شراء المستقرض الکر القرض من المقرض بمائۃ وانہ یجوز اذا شری ما فی ذمتہ ونقد الثمن فی المجلس والا لا لافترا قھما عن دین بدین ثم قال کذلک الجواب فی کل مکیل وموزون غیر الدراھم والفلوس اذا کان قرضا[2] اھ فجعل الفلوس مما لا یجوز شراؤہ دینا فی الذمۃ بثمن مفقود کما فی الحجریۃ والصحیح ما قدمنا عن الھندیۃ عن

فتوٰی دیا یعنی ناجائز ہونا اگرچہ یہاں صرف کے سبب ہوا نہ کہ سلم کی جہت سے، اور اسی باب سے ہے جو ہندیہ میں محیط سے ہے ولہذا جہاں انھوں نے اس کے مسائل ذکر کئے ہیں کہ غلّہ قرض لینے والا اس قرض غلہ کو قرض دینے والے سے سو روپے کو مول لے اور یہ کہ وہ جائز ہے جبکہ وہ غلّہ خرید لے جو اس کے ذمہ پر لازم ہوا ہے (نہ بعینہٖ وہ غلّہ جو غلہ قرض آیا ہے) اور قیمت اسی جلسے میں ادا کر دی ہو ورنہ حرام ہوگا کہ دونوں طرف ادھار چھوڑ کر جدا ہو گئے پھر فرمایا ہر ناپ تول کی چیز میں یہی حکم ہے سوا روپے اشرفی پیسوں کے جب وہ قرض ہوں انتہی، تو پیسوں کو بھی روپوں، اشرفیوں کی طرح انھیں چیزوں میں سے قرار دیا کہ جب وہ ذمہ پر قرض ہوں تو ان کا خریدنا ناجائز ہے

(باقی اگلے صفحہ پر)

[1] بحر الرائق کتاب البیوع باب الربٰو ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۱۲۹

[2] فتاوٰی ہندیۃ الباب التاسع عشر فی القرض الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۲۰۵

Marfat.com

بیانه ما ذکره الاسبیجابی بقوله و اذا تبایعا کیلیا بکیلی او وزنیا بوزنی فی کلاهما من جنس واحد او من جنسین مختلفین فان البیع لا یجوز حتی یکون کلاهما عینا اضیف الیه العقد وهو حاضر او غائب بعد ان یکون موجودا فی ملکه[1] الخ وانما عللوا وجوبها فی فلس بفلسین بان لو باع فلسا بعینه بفلسین بغیر عینهما امسك البائع الفلس المعین و طالبه بفلس اٰخر او سلم الفلس المعین و قبضه بعینه منه مع فلس اٰخر لاستحقاقه فلسین فی

کے نیچے بحر نے فرمایا بیان اس کا وہ ہے جو امام اسبیجابی نے اپنے اس قول میں ذکر کیا کہ جب ناپ کی چیز ناپ کی چیز سے یا تول کی چیز تول کی چیز سے بیچی خواہ دونوں ایک جنس کی ہوں یا دو جنس مختلف تو بیع جائز نہ ہوگی مگر اس شرط سے کہ وہ دونوں ایک معین چیز ہوں جس پر عقد وارد کیا گیا خواہ وہیں حاضر ہوں یا غائب، ہاں اس کی ملک میں موجود ہونا چاہئے الخ پیسوں کی باہم بیع میں جو عینیت کو واجب کیا اس کی یہی دلیل بیان فرماتے ہیں کہ اگر ایک پیسہ معین دو پیسے غیر معین کے عوض بیچے گا تو بائع کو اختیار ہوگا کہ وہ معین پیسہ رکھ چھوڑے اور مشتری سے ایک پیسہ اور مانگے یا وہ معین پیسہ مشتری کو دے کر پھر وہی پیسہ مع ایک اور پیسے کے اس سے واپس لے کیونکہ مشتری

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الذخیرة ان المنع فی غیر الصرف مختص بما اذا لم یقبض شیئ من البدلین قبضا حقیقیا وان قبض حکما اما اذا قبض احدهما حقیقة جاز ومثله فی رد المحتار عن الوجیز وبالجملة جعله صرفا صرف له عما نص علیه عامة الاصحاب فی غیر ما کتاب، واللہ تعالٰی اعلم۔

اگرچہ قیمت اسی جلسے میں ادا ہو جائے اور صحیح وہ ہے جو ہم بحوالہ ہندیہ ذخیرہ سے نقل کر چکے کہ ماسوا صرف میں منع صرف یہ ہے کہ دونوں طرف میں سے کسی پر حقیقۃً قبضہ نہ کریں اگرچہ ایک پر قبضہ حکمی ہو (جیسے ذمہ پر کا قرض کہ حکماً مقبوض ہے) مگر جب ایک پر قبضہ ہو جائے تو جائز ہے اور ایسا ہی ردالمحتار میں وجیز سے ہے غرض یہ کہ اسے صرف ٹھہرانا اس سے پھرنا ہے جس پر ہمارے عام علماء نے متعدد کتابوں میں نص فرمایا واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] بحر الرائق کتاب البیوع باب الربا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۱۳۰

Marfat.com

ذمته فیرجع الیه عین مالہ و یبقی الفلس الاٰخر خالیا عن العوض وکذا لو باع فلسین باعیانهما بفلس بغیر عینه قبض المشتری الفلسین ودفع الیه احدهما مکان ما استوجب علیه فیبقی الاٰخر فضلا بلا عوض استحق بعقد البیع کما فی الفتح[1] و نحوہ فی العنایة وغیرها وهذہ العلة لاجریان لها فی الدراهم بالفلوس نسیئة کما لایخفی فضلا من النوط بالدراهم فعبارة قاری الهدایة احسن محمل لها ما ذکر فی النهر ویکون اذن مبنیا علی روایة نادرة عن محمد رحمة اللہ تعالٰی علیه کما سیأتی و ان لم یسلم فهی فتوی من دون سند ولا[عہ] تعلم له سلفا فیها وهو لم یستند لنقل

کے ذمّہ پر اس کے دو پیسے آتے ہیں تو بائع کا اپنا مال تو اُس کی طرف بعینہ لوٹ آیا اور دوسرا پیسہ بلا معاوضہ رہ گیا اور یونہی اگر دو معین پیسے ایک غیر معین پیسہ کو بیچے تو مشتری دونوں پیسے لے لے گا اور اس کے ذمّہ جو ایک پیسہ لازم ہوا ہے اس کی ادا کو انھیں میں سے ایک پیسہ بائع کو پھیر دے گا تو دُوسرا پیسہ زائد رہ گیا بے ایسے معاوضہ کے جس کا استحقاق عقد بیع سے ہوا ہو جیسا کہ فتح القدیر میں ہے اور اس کے مثل عنایہ وغیرہ میں ہے اور ادھار پیسوں کے بدلے روپیہ بیچنے میں یہ علت جاری نہیں ہوسکتی جیسا کہ پوشیدہ نہیں، نہ کہ روپوں کے بدلے نوٹ بیچنے میں، تو عبارت قاری الہدایہ کا سب سے بہتر محمل وہ ہے جو نہر میں ذکر کیا اور اس وقت وہ ایک روایت نادرہ پر مبنی ہوگی جو امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے آئی ہے جیسا کہ عنقریب اس کا بیان آتا ہے اور اگر یہ نہ مانیں تو وہ علامہ کا ایک فتوٰی ہے جس کے ساتھ کوئی سند نہیں اور نہ اُس میں ان سے پہلے ان کا کوئی مستند معلوم نہ وہ اس پر کسی نقل سے سند لائے

عہ ای بالوجه الذی ذکروان صرف الی الصرف فقد علمت ماله من الضعف الصرف اھ منه۔

عہ یعنی اُس طریقے سے جو اُنھوں نے ذکر کیا اور اگر صرف کی طرف پھیرو تو تمھیں معلوم ہوچکا جو اس میں نرا ضعف ہے ۱۲ منہ

---

[1] فتح القدیر کتاب البیوع باب الربوٰ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/۱۶۲

Marfat.com

وماتجشم له الشامی فقد علمت حاله فکیف یعارض به ما تطابقت علیه کلمات اولئك الاجلة الکرام الذین قصصتهم علیك و امامهم فیها نص محمد فی الاصل فهو القول **ثم اقول** علا ان ما ذکر العلامة قاری الهدایة ذهولین صریحین عن مسائل المذهب ذهول[1] عما نص علیه علماؤنا ان الفلوس بالاصطلاح خرجت عن الوزنیة الی العددیة و ذهول[2] عما نصوا علیه ان ثمنیتها تبطل باصطلاح العاقدین وان بطلانها لا یبطل الاصطلاح علی العددیة، وکل ذلك منصوص علیه فی الهدایة وغیرها وهذا نصها و لهما ان الثمنیة فی حقهما تثبت باصطلاحهما و اذا بطلت الثمنیة تتعین بالتعیین ولا یعود وزنیا لبقاء الاصطلاح علی العد[1] اھ وسنلقی علیك ان محمدا ایضا سلم فی السلم بطلان الثمنیة و انما انکرہ فی البیع لعدم الدلیل

اور وُہ جو اُن کے لئے علامہ شامی نے تکلف کیا اُس کا حال معلوم ہوچکا تو اُس سے کیونکر معارضہ ہوسکتا ہے اُس حکم کا جس پر اُن اکابر کرام کے کلمات متفق ہیں جن کے اسماء گرامی اوپر مذکور ہوئے اور اُس میں اُن کا امام مبسوط میں امام محمد کا نص ہے تو وہی قول فیصل ہے **ثمّ اقول** (پھر میں کہتا ہوں) علاوہ بریں وُہ جو امام قاری الہدایہ نے ذکر کیا اُس میں مسائل مذہب سے صاف دو ذہول ہیں ایک[1] ذہول تو اُس سے جو ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ پیسے اصطلاح کے سبب وزن کی چیز ہونے سے خارج ہوکر گنتی کی چیز ہو گئے، اور دوسرا[2] ذہول اُس سے جو علماء نے نص فرمایا کہ پیسوں کا ثمن ہونا بائع ومشتری کی اپنی اصطلاح سے باطل ہوجاتا ہے اور ثمنیت کے بطلان سے وُہ اصطلاح جو ٹھہری ہوئی ہے کہ پیسے گنتی کی چیز ہیں باطل نہیں ہوتی، ان تمام باتوں کی ہدایہ وغیرہ میں تصریح ہے، ہدایہ کی عبارت یہ ہے امام اعظم اور امام ابویوسف کی دلیل یہ ہے کہ ثمنیت بائع ومشتری کے حق میں ان کی اصطلاح سے ثابت ہوتی ہے اس لئے کہ اوروں کو ان پر کچھ ولایت نہیں تو وُہ اپنی اصطلاح میں اسے باطل بھی کرسکتے ہیں اور جب ثمن ہونا باطل ہوگیا تو معین کئے سے معین ہوجائیں گے اور اس سے تول کی چیز نہ ہوجائیں گے کہ گنتی پر اصطلاح باقی ہے اھ اور عنقریب ہم تمھیں

---

[1] الہدایہ کتاب البیوع باب الربو مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۸۳

Marfat.com

فهو مجمع عليه بين ائمتنا فاذن اسلام احد النقدين فى الفلوس ليس سلما فى ثمن ولا اسلام موزون فى موزون بل موزون فى عددى متقارب مثمن ولا باس به باجماع علمائنا رحمهم الله تعالىٰ وبالجملة فالعبد الضعيف لايعلم لهذه الفتوى وجه صحة اصلا تأمل لعل لكلامه وجها لست احصله بفهمى السخيف ولعلى انا الاولى بالخطأ من هذا العلامة العريف رحمه الله تعالىٰ،

ثم اقول ولئن سلمنا فلنا ان نقول ما ذكر انما يتمشى فى الفلوس اما النوط فليس بموزون اصلا فان الورقات لا توزن عرفا قط فلم يشملها المعيار كحفنة من حب وذرة من ذهب فمسئلتنا هذه سالمة عن الخلاف على كل حال والحمد لله ذى الجلال هكذا ينبغى التحقيق والله ولى التوفيق۔

بتائیں گے کہ امام محمد نے بھی سلم میں بطلان ثمنیت تسلیم فرمالیا ہے ہاں بیع میں دلیل نہ ہونے کے سبب اس کا انکار کیا ہے تو اس پر ہمارے سب اماموں کا اجماع ہے تو اس حالت میں روپے یا اشرفی سے پیسوں کی بدلی کہ نہ ثمن کی بدلی نہیں اور نہ باہم تول کی دو چیزوں میں بدلی بلکہ تول کی چیز کے عوض ایک متاع عددی کی بدلی ہے جس کے افراد باہم مشابہ ہیں اور ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ کا اجماع ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں، الحاصل بندۂ ضعیف اس فتویٰ کے لئے اصلاً کوئی وجہ صحت نہیں جانتا، تأمل کر، شاید ان کے کلام کے لئے کوئی ایسی وجہ ہو کہ میں اپنی فہم سست سے اسے نہیں سمجھتا اور کیا عجب کہ بہ نسبت ان علامہ کثیر المعرفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کے میں ہی غلطی سے زیادہ قریب ہوں۔

ثم اقول (تو میں کہتا ہوں) اگر تسلیم بھی کرلیں تو ہمیں اس کہنے کا اختیار ہے کہ وہ جو علامہ نے ذکر فرمایا وہ پیسوں ہی میں جاری ہوتا ہے اور نوٹ تو اصلاً وزن کی چیز نہیں اس لئے کہ کاغذ کے پرچے عرف میں کبھی تولے نہیں جاتے تو معیار انھیں شامل نہ ہوئی جیسے غلہ سے ایک ہتھیلی بھر اور سونے سے ایک ذرہ، تو ہمارا یہ مسئلہ بہر حال مخالفت سے محفوظ ہے اور حمد اللہ کے لئے جو بزرگی والا ہے ایسی ہی تحقیق ہونی چاہیے اور توفیق کا مالک اللہ ہے۔

Marfat.com

واما العاشر

فاقول نعم یجوز السلم فی النوط و قد یقال لا یجوز فانه ثمن و لا سلم فی الاثمان کما تقدم عن النهر والتحقیق ان هذا انما یبتنی علی روایة نادرة عن محمد و الا فالمنصوص علیه فی المتون جواز السلم فی الفلوس وانما لا یجوز فی الاثمان الخلقیة وھی النقدان لاغیر لعدم قدرة العاقدین علی ابطال ثمنیتهما بخلاف الاثمان الاصطلاحیة قال فی التنویر و الدر (یصح ای السلم فیما امکن ضبط صفته) کجودته و ردائته (ومعرفة قدرہ کمکیل و موزون و) خرج بقوله (مثمن) الدراھم و الدنانیر لانهما اثمان فلم یجز فیها السلم خلافا لمالک (وعددی متقارب کجوز و بیض وفلس[1] الخ قال ابن عابدین قوله و فلس الاولی وفلوس لانه مفرد لا اسم جنس، قیل

جوابِ سوالِ دہم

فاقول (تو میں کہتا ہوں) ہاں نوٹ میں بدلی جائز ہے اور کبھی کہا جاتا ہے کہ جائز نہ ہو اس لئے کہ نوٹ ثمن ہے اور ثمن میں بدلی جائز نہیں جیسا کہ نہر سے گزرا، اور تحقیق یہ ہے کہ یہ قول صرف ایک روایتِ نادرہ پر مبنی ہے جو امام محمد سے آئی ورنہ متون میں تو یہ نص ہے کہ پیسوں میں بدلی جائز ہے ہاں جو ثمن ہونے کے لئے پیدا کئے گئے اُن میں جائز نہیں اور وہ صرف چاندی سونا ہے وبس، اس لئے کہ بائع و مشتری ان کی ثمنیت باطل کرنے پر قدرت نہیں رکھتے بخلاف اُن چیزوں کے جو اصطلاحاً ثمن قرار پائی ہیں۔ تنویر الابصار اور درمختار میں فرمایا سلم جائز ہے ہر اس چیز میں جس کی صفت کا انضباط ہو سکے جیسے اُس کا کھرا اور کھوٹا ہونا اور اس کا اندازہ پہچان سکیں جیسے ناپ اور تول کی چیز، اور یہ جو مصنف نے فرمایا کہ وہ چیز ثمن نہ ہو اس سے روپے اور اشرفی نکل گئے اس لئے کہ وہ ثمن ہیں تو اُن میں بدلی جائز نہیں امام مالک کا اس میں خلاف ہے یا گنتی سے بکنے کی چیز ہو تو ایسی ہو کہ اُس کے افراد باہم قریب قریب ہوتے ہوں جیسے اخروٹ اور انڈے اور پیسے الخ علامہ شامی نے فرمایا کہ مصنف نے جو پیسہ کہا اولٰی یہ ہے کہ پیسے کہیں اس لئے کہ فلس واحد کا صیغہ ہے، اسم جنس نہیں،

---

[1] الدر المختار شرح تنویر الابصار کتاب البیوع باب السلم مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۴۷

Marfat.com

وفیہ خلاف محمد لمنعہ بیع الفلس بالفلسین الا ان ظاھر الروایۃ عنہ کقولھما و بیان الفرق فی النھر وغیرہ اھ[1] فکان النھر انما ابداہ تاویلا لفتوی قارئ الھدایۃ حتی یحصل لہ مستند ولو فی النوادر ولم یرد بہ تعویلا علیہ، وفی الھدایۃ وکذا فی الفلوس عددا وقیل ھذا عند ابی حنیفۃ و ابی یوسف رحمھما اللہ تعالٰی وعند محمد لا یجوز لانھا اثمان ولھما ان الثمنیۃ فی حقھما باصطلاحھما فتبطل باصطلاحھما[2] قال فی الفتح ای یجوز السلم فی الفلوس عددا ھکذا ذکرہ محمد رحمہ اللہ تعالٰی فی الجامع من غیر ذکر خلاف فکان ھذا ظاھر الروایۃ عنہ و قیل بل ھذا قول ابی حنیفۃ و ابی یوسف اما عندہ فلا یجوز بدلیل منعہ بیع الفلس بالفلسین فی باب الربٰو لانھا اثمان واذا کانت اثمانا لم یجز السلم فیھا لکن ظاھر الروایۃ

بعض نے کہا کہ اس مسئلہ میں امام محمد کا خلاف ہے اس لئے کہ وُہ دو پیسوں کو ایک پیسہ بیچنا منع فرماتے ہیں مگر روایت مشہورہ ان سے بھی مثل قول امام اعظم اور ابویوسف کے ہے اور فرق کا بیان نہر وغیرہ میں ہے انتہی تو گویا نہر نے یہ بات فتوی قاری الہدایہ کی تاویل کے لئے ظاہر کی تاکہ اُس کے لئے کوئی سند ہوجائے اگرچہ نوادر میں اور اس سے اُس پر اعتماد کرنا نہ چاہا اور ہدایہ میں ہے یونہی پیسوں میں بدلی جائز ہے اُن کی گنتی مقرر کرکے، اور کہا گیا کہ یہ امام اعظم اور امام ابویوسف کے نزدیک ہے اور امام محمد کے نزدیک جائز نہیں اس لئے کہ پیسے ثمن ہیں اور شیخین کی دلیل یہ ہے کہ ثمن ہونا بائع ومشتری کے حق میں ان کی اصطلاح کی بناء پر ہے تو اُن کی اصطلاح سے باطل بھی ہو جائے گا، فتح القدیر میں فرمایا پیسوں میں گنتی سے بدلی جائز ہے اسی طرح امام محمد نے جامع میں ذکر فرمایا اور کسی خلاف کا نام نہ لیا، تو یہی امام محمد سے روایت مشہورہ ہوئی اور بعض نے کہا کہ یہ قول شیخین کا ہے امام محمد کے نزدیک جائز نہیں اس دلیل سے کہ وہ دو پیسوں کو ایک پیسہ سے بیچنا منع فرماتے ہیں کہ وُہ ثمن ہیں اور جب وہ ثمن ہُوئے تو ان میں بدلی جائز نہ ہوئی مگر روایتِ مشہورہ میں

---

[1] رد المحتار کتاب البیوع باب السلم داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۰۳

[2] الہدایہ " " مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۹۴

Marfat.com

عنه الجواز والفرق له بين البيع و
السلم ان من ضرورة السلم كون
المسلم فيه مثمنا فاذا اقدما على
السلم فقد تضمن ابطالهما اصطلاحهما
على الثمنية ويصح السلم فيها على
الوجه الذي يتعامل فيها به وهو
العدّ بخلاف البيع فانه يجوز وروده
على الثمن فلا موجب لخروجها
فيه عن الثمنية فلا يجوز التفاضل
فامتنع بيع الفلس بالفلسين[1] اھ **اقول**
لكن في الفرق نظر فان محمدا
لا يقول بخروجها عن الثمنية
بمجرد قصد العاقدين مع اتفاق
سائر الناس عليها قال في الهداية
يجوز بيع الفلس بالفلسين باعيانهما
عند ابي حنيفة وابي يوسف رحمهما الله
تعالٰی وقال محمد رحمه الله تعالٰی
لا يجوز لان الثمنية تثبت باصطلاح
الكل فلا تبطل باصطلاحهما واذا
بقيت اثمانا لا تتعين فصار كما اذا كانا
بغير اعيانهما وكبيع الدرهم
بالدرهمين ولهما ان الثمنية
في حقهما تثبت باصطلاحهما[2] الخ

امام محمد سے بھی جواز ہی ہے اور بیع اور بدلی میں وہ یہ
فرق کرتے ہیں کہ بدلی میں تو یہ امر ضرور ہے کہ جو چیز
وعدہ پر لینی ٹھہرے وہ ثمن نہ ہو تو جب انھوں نے
پیسوں کی بدلی پر اقدام کیا تو ضمناً اُن کی اصطلاح
ثمنیت کو باطل کردیا اور اُن کی بدلی اُسی طور پر جائز
ہے جس طرح اُن میں معاملہ کیا جاتا ہے یعنی گن کر
بخلاف بیع کہ وہ ثمن پر بھی وارد ہوسکتی ہے تو بیع میں
ان کو ثمنیت سے خارج کرنے کا کوئی موجب نہیں تو
کمی بیشی جائز نہ ہوئی اور ایک پیسہ کی دو پیسے سے
بیع منع ٹھہری انتہی **اقول** (میں کہتا ہوں) مگر
اس فرق میں اعتراض ہے اس لئے کہ امام محمد
اس کے قائل ہی نہیں کہ صرف عاقدین کے ارادہ سے
وہ ثمنیت سے خارج ہوجائیں حالانکہ باقی تمام
لوگ اس کے ثمن ہونے پر متفق ہیں، ہدایہ میں فرمایا
کہ امام اعظم وامام ابو یوسف کے نزدیک ایک
پیسہ دو پیسے معین کو بیچنا جائز ہے اور امام محمد رحمہ اللہ
نے فرمایا جائز نہیں اس لئے ان کا ثمن ہونا سب لوگوں کی
اصطلاح سے ثابت ہوا تھا تو صرف ان دو کی اصطلاح سے باطل
نہ ہوجائیگا اور جبکہ وہ ثمنیت پر باقی رہے تو متعین
نہ ہوں گے تو یہ ایسا ہی ہوگیا جیسے ایک پیسہ
دو پیسے غیر معین کو بیچ لیا اور جیسے ایک معین روپیہ
دو معین روپے کو بیچ لیا اور شیخین کی دلیل یہ ہے
کہ ثمنیت عاقدین کے حق میں ان کی اصطلاح سے ثابت

[1] فتح القدیر کتاب البیوع باب السلم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۲۰۸-۹
[2] الہدایہ کتاب البیوع باب الربو مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۸۳

Marfat.com

أخر ما تقدم وقد اقره المحقق في الفتح وقرره على هذا النهج فكيف يقول محمد ههنا ان اقدامهما على السلم ابطال منهما لاصطلاح الثمنية الا ان يقال ان هذا رجوع عن التعليل الاول ولم يكن عن نص محمد وانما ابداه المشايخ وظهر الان بهذا الفرق ان الوجه لمحمد لم يكن ذلك بل هو ايضا قائل بان لهما ابطال الاصطلاح في حقهما ولكن اذا ثبت هذا عنهما وقد ثبت في السلم لان المسلم فيه لا يكون ثمنا قط فاقدامهما على جعلها مسلما فيها دليل على الابطال ولم يثبت في البيع اذ ليس من ضرورته ان لا يكون المبيع ثمنا فلم يثبت منهما ابطال الاصطلاح فبقيت اثمانا فلم تتعين فبطل البيع وهذا التقرير على هذا الوجه ربما يميل الى ترجيح قول محمد في البيع فافهم والله تعالى اعلم۔

ہوتی ہے آخر تقریر گزشتہ تک اور بیشک محقق نے اسے فتح القدیر میں مقرر رکھا اور اسی طور پر اس کی تقریر کی تو امام محمد یہاں کس طرح فرمائیں گے کہ عاقدین کا ان کی بدلی پر اقدام کرنا ان کی اصطلاحِ ثمنیت کو باطل مان لینا ہے مگر یہ کہا جائے کہ یہ پہلی تعلیل سے رجوع ہے اور وہ تعلیل خود امام محمد سے منقول نہ تھی مشائخ نے پیدا کی تھی اور اب اس فرق سے ظاہر ہوا کہ امام محمد کے نزدیک وجہ وہ نہ تھی بلکہ وہ بھی اسی کے قائل ہیں کہ عاقدین کو اپنے حق میں ثمنیت باطل کرنے کا اختیار ہے مگر یہ جب ہے کہ عاقدین سے ابطال ثمنیت کا ارادہ ثابت ہو جائے اور وہ بدلی میں ضرور ثابت ہو گیا اس لئے کہ اس میں جو چیز وعدہ پر لینی ٹھہرے وہ کبھی ثمن نہیں ہو سکتی تو پیسوں میں بدلی پر اُن کا اقدام ان کی ثمنیت باطل کرنے کی دلیل ہے اور بیع میں ان کا یہ ارادہ ثابت نہ ہوا کہ اس میں بیع کا ثمن نہ ہونا کچھ ضرور نہیں تو عاقدین سے ابطال اصطلاح ثابت نہ ہوا تو پیسے بحال خود ثمن رہے تو متعین نہ ہوئے تو بیع باطل ہوئی اور یہ تقریر اس طرز پر کبھی اس طرف جھکے گی کہ مسئلہ بیع میں امام محمد کے قول کو ترجیح دی جائے، تو غور کرو، واللہ تعالٰی اعلم۔

ع۵ يشير الى الجواب بان الحاجة الى

ع۵ یہ اس جواب کی طرف اشارہ ہے کہ عقد صحیح

(باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

واما الحادی عشر

فاقول نعم یجوز بیعه بان یزید من رقمه وبانقص منه کیفما تراضیا لما علمت ان تقدیرها بهذه المقادیر انما حدث باصطلاح الناس وهما لا ولایة للغیر علیهما کما تقدم عن الهدایة والفتح فلهما ان یقدرا بما شآء من نقص وزیادة وقد تم الجواب بهذا القدر عند کل من له سلامة الفکر وقد افتیت به مرارا وافتی علیه ناس من کبار علماء الهند کالفاضل الکامل محمد ارشاد حسین الرامفوری رحمه الله تعالیٰ

جواب سوال یازدہم

فاقول (تو میں کہتا ہوں) ہاں نوٹ پر جتنی رقم لکھی ہے اُس سے زیادہ یا کم کو جتنے پر رضامندی ہو جائے اس کا بیچنا جائز ہے اس لئے کہ اوپر معلوم ہو چکا کہ نوٹ کا ان مقداروں سے اندازہ کرنا صرف لوگوں کی اصطلاح سے پیدا ہوا ہے اور بائع و مشتری پر اُن کے غیر کی کوئی ولایت نہیں، جیسا کہ ہدایہ و فتح القدیر سے گزرا تو اُن دونوں کو اختیار ہے کہ کم زیادہ جتنا چاہیں اندازہ مقرر کر لیں جو شخص فکرِ سلیم رکھتا ہے اس کے نزدیک جواب اتنے ہی سے پُورا ہو گیا اور میں نے بارہا اس پر فتویٰ دیا اور اکابر علمائے ہند سے متعدد عالموں کا یہی فتویٰ ہوا جیسے فاضل کامل مولوی محمد ارشاد حسین صاحب رامپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تصحیح العقد یکفی قرینة علی ذٰلک ولا یلزم کون ذٰلک ناشیا عن نفس ذات العقد کمن باع درهما ودینارین بدرهمین ودینار یحمل علی الجواز صرف للجنس الی خلاف الجنس مع ان نفس ذات العقد لا تابی مقابلة الجنس بالجنس واحتمال الربا کتحققه فما الحامل علیه الا حاجة التصحیح وکم له من نظیر اھ منه۔

کرنے کی حاجت اس پر کافی قرینہ ہے اور اس کا خود ذات عقد کی طرف سے ناشئی ہونا کچھ ضرور نہیں جیسے کوئی ایک روپیہ اور دو اشرفیاں دُو روپوں اور ایک اشرفی کو بیچے تو اسے صورتِ جواز پر حمل کرینگے جنس کو غیر جنس کی طرف پھیر کر حالانکہ خود ذات عقد میں جنس کے مقابل جنس ہونے سے انکار نہیں اور سود کا شبہ مثل حقیقت کے ہے تو اس پر یہی حاجت تصحیح عقد کا باعث، اور اس کی نظیریں بکثرت ہیں ۱۲ منہ۔

Marfat.com

وغيره وما خالفنى فيها الا رجلٌ عہ من
لكنؤ ممن يعد من الاعيان ويشار
اليه بالبنان ولم اطلع على خلافه
الا بعد موته لما طبعت وريقات باسم
فتاواه ولو راجعته فى حياته لرجوت
ان يرجع لان الرجل كان اذا
عرّف عرف واذا عرف انصرف
فالأن ازيدك بيانا بعد بيان
لايبقى ان شاء الله للحق الا
القبول والاذعان **فاقول اولاً**
نص علماؤنا قاطبة ان علة
حرمة الربا القدر المعهود بكيل او وزن
مع الجنس فان وجدا حرم الفضل
والنسأ وان عدما حلا وان وجد
احدهما حل الفضل و
حرم النسأ وهذه قاعدة
غير منخرمة وعليها
تدور جميع فروع الباب و
معلوم ان لا اشتراك فى
النوط والدراهم فى جنس
ولا قدر اما الجنس فلان
هذا قرطاس وتلك فضة
واما القدر فلان الدراهم

وغیرہ اور اس میں میرا خلاف نہ کیا مگر لکھنؤ کے ایک شخص
نے جو عمائد سے گنے جاتے اور ان کی طرف انگلیاں
اٹھتیں اور مجھے اُن کے خلاف پر اطلاع نہ ہوئی مگر
ان کی موت کے بعد جبکہ کچھ مختصر ورق اُن کے فتاوی کے
نام سے چھپے اور اگر میں ان کی زندگی میں اس بارے
میں اُن سے گفتگو کرتا تو اُمید تھی کہ وہ رجوع کرلیتے
کہ اُن صاحب کی عادت تھی جب سمجھائے جاتے
تو سمجھ لیتے اور جب سمجھ لیتے تو واپس آتے اور اب
میں تجھے ایضاح کے بعد اور ایضاح زیادہ کروں جو
ان شاء اللہ تعالٰی حق کے لئے نہ باقی رکھے سوا
قبول وتسلیم کے، **فاقول** (تو میں کہتا ہوں)
اوّلاً ہمارے جمیع علماء رحمہم اللہ تعالٰی نے تصریح
فرمائی کہ حرمتِ ربا کی علت وہ خاص اندازہ یعنی
ناپ یا تول ہے اتحادِ جنس کے ساتھ، تو اگر
قدر وجنس دونوں پائی جائیں تو بیشی اور ادھار
دونوں حرام ہیں، اور اگر وہ دونوں نہ پائی جائیں تو
حلال ہیں، اور اگر دونوں میں سے ایک پائی جائے
تو بیشی حلال اور ادھار حرام ہے، اور یہ ایک عام
قاعدہ ہے جو کہیں منتقض نہیں اور باب ربا کے
جمیع مسائل اسی پر دائر ہیں اور معلوم ہے کہ نوٹ
اور روپوں میں شرکت نہ قدر میں ہے نہ جنس میں،
جنس میں تو اس لئے نہیں کہ یہ کاغذ ہے اور
وہ چاندی اور قدر میں اس لئے نہیں کہ روپے تول کی

عہ يدعى المولوى عبد الحى اللكنوى ١٢ منه

عہ جن کو مولوی عبدالحی صاحب کہا جاتا ہے ١٢ منہ

Marfat.com

موزونۃ ولا قدر للنوط اصلا لامکیل و لاموزون فیجب ان یحل الفضل والنسأ جمیعا فاذن لیس النوط من الاموال الربویۃ اصلا وسنزیدک تحقیق الامر فی ذٰلک عن قریب ان شاء اللہ تعالٰی **وثانیًا** قال فی ردالمحتار وغیرہ کلما حرم الفضل حرم النسأ ولاعکس وکلما حل النسأ حل الفضل ولاعکس[1] اھ وقد اقمنا البرھان القاطع فی جواب التاسع علی حل النسأ ھٰھنا فوجب حل الفضل و انتظر مایأتی **وثالثًا** ھذا سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول اذا اختلفت ھذہ الاصناف فبیعوا کیف شئتم[2] رواہ مسلم عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالٰی عنہ فمن الحاجر بعد اذن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم **ورابعًا** ھذہ دلائل واضحۃ لاتخفی حتی علی الصبیان والاٰن اٰتیک بشیئ یکون لک فیہ مجال تکلم بحسب عقلک ثم اکشف الحجاب لابانۃ الصواب **فاقول** ارأیتک ھل لیس من المعلوم عندک

چیز ہیں اور نوٹ نہ تول کی نہ ناپ کی، تو واجب ہوا کہ بیشی اور ادھار دونوں جائز ہوں، تو ظاہر ہوا کہ نوٹ سرے سے مال ربا ہی سے نہیں اور ہم ان شاء اللہ تعالٰی عنقریب زیادہ تحقیق بیان کریں گے **ثانیًا** ردالمحتار وغیرہ میں فرمایا جہاں بیشی حرام ہوتی ہے ادھار بھی حرام ہے اور اس کا عکس نہیں اھ اور جہاں اُدھار حلال ہو بیشی بھی حلال ہوتی ہے اور اس کا عکس نہیں انتہی اور ہم جواب سوال نہم میں دلیل قطعی قائم کرچکے ہیں کہ نوٹ میں ادھار جائز ہے تو واجب ہوا کہ بیشی بھی حلال ہو اور آئندہ تقریر کے منتظر رہو۔

ثالثًا یہ ہیں ہمارے سردار رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ فرمارہے ہیں جب جنس مختلف ہو تو جیسے چاہو بیچو یہ حدیث صحیح مسلم میں عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اجازت کے بعد منع کرنے والا کون ہے، **رابعًا** یہ تو ایسی روشن دلیلیں ہیں کہ بچے پر بھی مخفی نہ رہیں اور اب میں تجھ سے ایک ایسی چیز بیان کروں جس میں تجھے اپنی عقل کے لائق کچھ کلام کی گنجائش ہو پھر اظہار صواب کے لئے اس کا پردہ کھولوں **فاقول** (تو میں کہتا ہوں) بھلا بتا تو کیا تجھے اور ہر ذی عقل کو معلوم

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع باب الربو داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۸۰-۱۷۹

[2] صحیح مسلم " " قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۵

Marfat.com

وعند کل من لہ عقل ان المال الذی یکون فی السعر العام المعروف المجمع علیہ من الناس بعشرۃ دراھم یجوز لکل احد ان یبیعہ برضا المشتری بمائۃ اویعطیہ بفلس واحد ولاحجر فی شیئ من ذٰلک عن الشرع المطہر قال تعالٰی الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم[1] وقد قال فی الفتح کما تقدم ان لوباع کاغذۃ بالف یجوز ولایکرہ[2] وکل احد یعلم ان قطعۃ قرطاس لاتبلغ قیمتہ الفا ولامائۃ ولادرھما واحدا قط فما ذٰلک الالان القیمۃ والثمن متغایران ولایجب علیھما التقید بھا فیما تامنا بل لھما ان یقدرا الثمن باضعاف القیمۃ اوبجزء من مائۃ جزء لھا فان قلت ھذا فی السلعۃ اما النوط فثمن اصطلاحا قلت اولا فکان ماذا وقد ابنت الجواب بقولک اصطلاحا فان اصطلاح غیرھما لیس مکرھا لھما فضاع الفرق وضاء الحق وثانیا ان سلمنا انھما

نہیں کہ وہ مال کہ عام بھاؤ سے سب کے نزدیک دس روپے کی قیمت کا ہے ہر شخص کو جائز ہے کہ خریدار کی رضامندی سے اسے سَو روپے کو بیچے یا ایک پیسہ کو دے دے اور شرع مطہر کی طرف سے اس بارے میں کوئی روک نہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: مگر یہ کہ کوئی سودا ہو تمھاری آپس کی رضامندی کا۔ اور بیشک فتح القدیر میں فرمایا جیسا کہ اوپر گزرا کہ اگر ایک کاغذ ہزار روپے کو بیچا جائز ہے' اور اصلاً مکروہ بھی نہیں، اور ہر شخص جانتا ہے کہ کاغذ کے ایک ٹکڑے کی قیمت ہرگز نہ ہزار روپے تک پہنچتی ہے نہ سَو تک نہ ایک روپے تک، تو اس کا یہی سبب ہے کہ قیمت اور ثمن جدا جدا چیزیں ہیں اور بائع و مشتری پر قیمت (یعنی بازار کے بھاؤ) کی پابندی ثمن میں لازم نہیں (یعنی جوان کے باہم قرار داد ہوا) بلکہ انھیں اختیار ہے کہ بازار کے بھاؤ سے کئی گنے زائد پر رضامندی کرلیں یا اس کے سوویں حصہ پر' اب اگر تُو کہے کہ یہ تو متاع کا حکم ہے اور نوٹ تو اصطلاح میں ثمن ہے میں کہوں گا اوّلاً پھر کیا ہوا تُو نے اصطلاحًا کہہ کر خود ہی جواب ظاہر کردیا کہ اوروں کی اصطلاح عاقدین کو مجبور نہیں کرتی تو فرق ضائع ہوا اور حق واضح ہوگیا ثانیًا ہم نے مانا

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۹

[2] فتح القدیر کتاب الکفالۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۳۲۴

Marfat.com

لا يقدران على ابطال الثمنية فمن اين لك ان الاثمان الاصطلاحية لا يمكن التغيير فيها عن التقدير المصطلح الا ترى ان فلوس ربية متعينة بتعيين العرف ابدا فكل صبى عاقل يعقل ان ربية بست عشرة آنة لا بخمس عشرة ولا بسبع عشرة ثم هذا التعيين العرفى وكونهما اثمانا مصطلحة لا يحرم على العاقدين النقص والزيادة قال فى التنوير وشرحه للعلائى من اعطى صيرفيا درهما كبيرا فقال اعطنى به نصف درهم فلوسا ونصفا الاحبة صح ويكون النصف الاحبة بمثله وما بقى بالفلوس[1] اھ ولفظ الهداية لو قال اعطنى بنصفه فلوسا وبنصفه نصفا الاحبة جاز[2] وثالثا اعل عن الثمن الاصطلاحى هذان حجران ثمنان خلقة و لا يقدر احد على ابطال ثمنيتهما وقد عقل كل من عقل ان الدينار يساوى ابدا عدة دراهم ولا يوجد دينار قط يقوم بدرهم واحد ومع ذلك نص ائمتنا

کہ عاقدین ابطالِ ثمنیت پر قادر نہ ہوں تو یہ تو نے کہاں سے نکالا کہ اصطلاحی ثمنوں کی مقدارِ مصطلح سے تغییر جائز نہیں، کیا نہیں دیکھتا کہ ایک روپے کے پیسے عرف کی تعیین سے ہمیشہ متعین رہتے ہیں کہ ہر سمجھ والا بچہ جانتا ہے کہ ایک روپیہ سولہ آنے کا ہے نہ پندرہ کا، نہ سترہ کا۔ پھر یہ عرفی تعیین اور پیسوں کا ثمن اصطلاحی ہونا بائع و مشتری پر کمی بیشی حرام نہیں کرتا۔ تنویر الابصار اور اُس کی شرح درمختار میں فرمایا جس نے صراف کو ایک روپیہ دیا اور کہا اس کے عوض مجھے آٹھ آنے کے پیسے دے دے اور ایک سکّہ کہ اٹھنی سے رتّی بھر کم ہو تو ایسی بیع جائز ہے روپے کی اتنی چاندی جو اس چھوٹے سکّہ کے برابر ہو وہ تو اس سکّہ کے عوض رہے گی اور باقی کے عوض پیسے انتہی، اور ہدایہ کی عبارت یوں ہے کہ اگر کہا آٹھ آنے پیسے دے دو اور رتّی کم اٹھنی تو جائز ہے ثالثاً ثمن اصطلاحی سے اوپر چل یہ ہیں سونا چاندی کہ اصل پیدائش میں ثمن ہیں اور کوئی شخص ان کی ثمنیت باطل کرنے پر قادر نہیں اور ہر عاقل جانتا ہے کہ اشرفی ہمیشہ کئی روپے کی ہوتی ہے اور ہرگز کوئی اشرفی نہ پائی جائے گی جو ایک روپے قیمت کی ہو اور باوصف اس کے ہمارے ائمہ نے

---

[1] الدر المختار شرح تنویر الابصار کتاب البیوع باب الربٰو مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۵۷

[2] الہدایۃ کتاب الصرف مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۱۱۲

Marfat.com

ان بيع دينار بدرهم صحيح لا ربا فيه وما ذلك الا لان الجنس اذا اختلف حل التفاضل واختلاف جنس النوط والربابي مما لا يجهله الا مجنون قال في الهداية والدر وعامة الاسفار الغر صح بيع درهمين ودينار بدرهم ودينارين بصرف الجنس بخلاف جنسه وكذا بيع احد عشر درهما بعشرة دراهم ودينار[1] اھ قال ابن عابدين فتكون العشرة بالعشرة والدرهم بالدينار[2] اھ فاذا صح بيع ربية بجنيه قيمته بالعرف العام خمس عشرة ربية ولم يكن ربا فكيف يكون بيع نوط مرقوم عليه رقم عشرة باثنتي عشرة ربية ربا ما هذا الا بهت بحت فان قلت ما ذكرتم من المسائل وان صح البيع فيها لكنه مكروه والمكروه ممنوع فلا يحل وان صح كذا هذا قال في الهداية لو تبايعا فضة بفضة او ذهبا بذهب

تصریح فرمائی کہ ایک اشرفی ایک روپے کی بیچنا صحیح ہے اور اس میں اصلاً ربا نہیں اور اس کے سوا اُس کا کوئی سبب نہیں کہ جب جنس مختلف ہوں تو کمی بیشی جائز ہے اور نوٹ اور روپوں کی جنس مختلف ہونا ایسی بات ہے جس سے کوئی مجنون ہی ناواقف ہو۔ ہدایہ اور درمختار اور عام نورانی کتابوں میں فرمایا دو روپوں اور ایک اشرفی کو ایک روپے اور دو اشرفی کے عوض بیچنا درست ہے کہ ہر جنس اپنی مخالف جنس کے مقابل کر دی جائے گی اسی طرح گیارہ روپوں کو دس روپے اور ایک اشرفی کے عوض بیچنا انتہی، ردالمحتار میں فرمایا دس روپے تو دس روپے بدلے ہو جائیں گے اور گیارھویں روپے کے بدلے ایک اشرفی انتہی، تو جب ایک روپیہ ایک اشرفی کو بیچنا درست ہُوا جس کی قیمت عام طور پر پندرہ روپے ہیں اور ربا نہ ہُوا تو دس کا نوٹ بارہ کو بیچنا کیونکر سُود ہوگا، یہ تو بڑا بہتان ہے، اگر تو کہے کہ یہ جو مسئلے تم نے ذکر کئے ان میں اگرچہ بیع صحیح ہے مگر مکروہ ہے اور مکروہ ممنوع ہوتا ہے تو حلال نہ ہوگا اگرچہ صحیح ہُوا ایسے ہی یہاں ہے، ہدایہ میں فرمایا اگر سونے کو سونے یا چاندی کو چاندی

---

[1] الہدایہ کتاب الصرف مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۱۰۸
الدرالمختار کتاب البیوع باب الصرف مطبع مجتبائی دہلی ۲/۵۵
[2] ردالمحتار ″ ″ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۳۹

Marfat.com

واحد هما اقل ومع اقلهما شئ
آخر تبلغ قيمته باقي الفضة جاز
البيع من غير كراهية وان لم تبلغ
فمع الكراهة وان لم يكن قيمة
كالتراب لا يجوز البيع لتحقق الربا
اذ الزيادة لا يقابلها عوض فيكون
ربا[1] اه واقره في الفتح والشروح
والبحر ورد المحتار وغيرها ومعلوم
ان مطلق الكراهة ينصرف
الى كراهة التحريم بل قال
عبد الحليم على الدرر بعد نقل
المسئلة واحالة تفصيلها على الفتح
ما نصه" اذا عرفت هذا فما يتداول في
الدولة العثمانية من بيع
قرش واحد بثمانين درهما
عثمانيا لم يجز لزيادة القرش
ولو كان مع الدراهم نحو
فلس جاز مع الكراهة فالواجب
على المحتاط تسويتهما وزنا
او يكون قيمة ما كان
مع الدراهم قدر قيمة
الزيادة حتى يخلص عن
عهدة الكراهة اه[2] فقد صرح

سے بچا اور ایک طرف کم ہے اور اس کے ساتھ
کوئی اور چیز شامل ہے جس کی قیمت باقی چاندی
کے برابر ہے جب تو بیع بلا کراہت جائز ہے اور
اگر اتنی قیمت کی نہیں تو کراہت کے ساتھ، اور
اگر اس کی قیمت کچھ نہیں جیسے مٹّی تو اب بیع
جائز ہی نہ ہوگی کہ سُود موجود ہے اس لئے کہ
جتنی زیادتی ایک طرف رہی اُس کے مقابل دوسری
طرف کچھ نہیں تو سُود ہوگا انتہی، اور اس کلام
کو فتح القدیر اور دیگر شروح اور بحر اور ردالمحتار
وغیرہ میں برقرار رکھا اور معلوم ہے کہ لفظ کراہت
جب مطلق بولتے ہیں تو اس سے کراہت
تحریم مراد ہوتی ہے بلکہ فاضل عبدالحلیم نے حاشیہ
درر میں یہ مسئلہ نقل کیا اور اس کی تفصیل کو
فتح القدیر پر حوالہ کرکے یُوں کہا جب تجھے یہ
معلوم ہوچکا تو وُہ جو سلطنت عثمانیہ میں رائج ہے
کہ ایک ایک قرش اسّی روپے عثمانی کو بیچتے
ہیں جائز نہیں اس لئے کہ قرش زائد ہے اور
اگر روپوں کے ساتھ مثلاً ایک پیسہ ہو تو کراہت
کے ساتھ جائز ہے تو احتیاط والے پر واجب ہے
کہ ان دونوں کا وزن برابر کرلے یا وُہ چیز جو
روپوں کے ساتھ ملائی جائے اتنی قیمت کی ہو
جس قدر قرش میں روپوں پر زیادتی ہے تاکہ
کراہت سے عہدہ برآ ہو انتہی، تو انھوں نے

[1] الهداية کتاب البیوع باب الصرف مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۱۰۹
[2] حاشیۃ الدرر لعبد الحلیم

Marfat.com

بالوجوب فكان فى خلافه كراهة تحريم
وكفى بها للتأثيم، قلت جئت لك
بتقرير الاعتراض بما لو ابديته
من نصك لعلك لم تقدر على
احسن منه الأن اسمع الجواب بتوفيق
الوهاب عزجلاله اما اولاً فلانه اين
ذهب عنك فرق الخلق والاصطلاح فان
مالية الذهب وكونه اعز من اضعاف
وزنه من الفضة امر خلقى لامدخل
فيه لفرض احد وتقديره ففى مقابلة
دينار بدرهم ينقدح رجحان المالية فى كل
ذهن بخلاف النوط فان تقديره بعشرة مثلا
انما هو مجرد اصطلاح من الناس والا
فنفس القرطاس لايساوى درهما
ولو عشرة فان نظرت الى الاصل فبيع ما قدر
بعشرة ايضا رجحان عظيم فى المالية وان
نظر الى الاصطلاح فاصطلاح غير حاكم على
العاقدين كما اسمعناك نص الهداية والفتح
فاذا قدره الناس لعشرة وما هو فى اصله
الا بفلس مثلاً فما المانع لهما ان يقدراه باثنى
عشر فصاعدا او ثمانية فما دونها فلامساس
لهذه المسألة بما نحن فيه واما
ثانيا فلان كلامهم فى مقابلة
الجنس بالجنس اذ فيه يظهر
الفضل الاترى الى قوله

وجوب کی تصریح کردی تو اس کا خلاف مکروہ تحریمی
ہوا اور گناہ کے لئے کراہت تحریم کافی ہے، میں
کہوں گا کہ تیرے لئے میں نے اس اعتراض کی اس
طور پر تقریر کردی کہ اگر تو اپنی طرف سے کرتا تو شاید اس
سے بہتر نہ کرسکتا اور اب وہاب جل جلالہ کی توفیق سے
جواب سُن اولاً پیدائش اور اصطلاح کا فرق تیرے
ذہن سے کدھر جاتا رہا کہ سونے کی مالیت اور اس کا
چاندی سے کئی گنا ہونا ایک خلقی بات ہے جس میں کسی
کے فرض وقرارداد کو دخل نہیں تو ایک اشرفی ایک
روپے سے بدلنے میں مالیت کی زیادتی ہر ذہن میں
آجائے گی بخلاف نوٹ کے کہ مثلاً اس کی قیمت
دس روپے ہونا صرف لوگوں کی اصطلاح سے ہے
ورنہ خود کاغذ نہ ایک روپیہ کا ہے نہ روپے کے
دسویں حصہ کا، تو اگر تو اصل کو دیکھے تو دس کا نوٹ
دس کو بیچنے میں بھی مالیت میں زیادتی ہے اور اگر
اصطلاح کو دیکھیں تو اصطلاح بائع ومشتری پر
حاکم نہیں جیسا کہ ہم نے تجھ کو ہدایہ وفتح القدیر کا
نص سنادیا تو جب لوگوں نے اسے دس کا قرار
دے لیا اور وُہ اپنی اصل میں مثلاً ایک ہی پیسے
کا ہے تو بائع ومشتری کو اس سے کون منع کرتا ہے
وُہ اسے بارہ یا زیادہ یا آٹھ یا اس سے بھی کم کا
ٹھہرالیں تو اس مسئلہ کو ہماری بحث سے کوئی
علاقہ نہیں، ثانیاً اُن کا کلام اس صورت میں
ہے جب جنس کے بدلے جنس ہو کہ اُسی میں زیادتی
ظاہر ہوتی ہے تو کیا تُو نے ہدایہ کا یہ قول نہ دیکھا

Marfat.com

تبايعا فضة بفضة اوذهبا بذهب واحدهما اقل[1] ولم يقل تبايعا فضة بذهب واحدهما اقل مالية بالسعر المعهود فاذا قوبل الذهب بالذهب المساوى له ظهر الفضل وحينئذ يميز العقل ان المضاف هل يبلغ مقدار هذا الفضل اولا بخلاف النوط بالدراهم فانهما جنسان مختلفان فانّى يظهر الفضل، ومتى يطابق الفرع الاصل قال فى الفتح الربا هو الفضل المستحق لاحد المتعاقدين فى المعاوضة الخالى عن عوض شرط فى العقد، وعلمت ان الخلو فى المعاوضة لا يتحقق الا عند المقابلة بالجنس[2] اھ وقد قال سيدنا رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم اذا اختلف النوعان فبيعوا كيف شئتم[3]، فهذا الاطلاق منه صلى الله تعالٰى عليه وسلم وهو الشارع واليه المرجع واليه المفزع فمن

جب چاندی چاندی سے یا سونا سونے سے بیچا اور ایک طرف کمی ہے' اور یوں نہ فرمایا کہ سونے کو چاندی سے بیچا اور نرخ معروف کے اعتبار سے ایک طرف مالیت کم ہے تو سونا اپنی برابر کے سونے کے برابر جب کیا جائے گا زیادتی ظاہر ہو جائیگی اور اُس وقت عقل یہ تمیز کرے گی کہ وہ چیز جو کم کے ساتھ ملائی گئی ہے اس زیادت کے قدر کو پہنچتی ہے یا نہیں بخلاف اُس کے کہ نوٹ روپوں کو بیچیں کہ وہ دو جنس مختلف ہیں تو زیادتی کدھر سے ظاہر ہو گی اور یہ فرع اس اصل کے کیونکر مطابق آئے گی' فتح القدیر میں فرمایا: ربا وہ زیادتی ہے کہ عقد معاوضہ میں عاقدین میں سے کسی کو اس کا مستحق قرار دیا جائے اور اس زیادتی کے مقابل کوئی عوض اس عقد میں شرط نہ کیا گیا ہو اور تجھے معلوم ہو گیا کہ عوض سے خالی ہونا اسی وقت متحقق ہو گا جبکہ شے کا اس کے جنس سے مقابلہ کیا جائے انتہی۔ اور بیشک ہمارے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جب دو چیزیں مختلف قسم کی ہوں تو جیسے چاہو بیچو۔ تو یہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی کی طرف سے اجازت ہے اور حضور ہی صاحبِ شرع ہیں اور حضور ہی کی طرف رجوع اور حضور ہی کے یہاں پناہ، تو

---

[1] الہدایہ — کتاب الصرف — مطبع یوسفی لکھنؤ — ۳/ ۱۰۹

[2] فتح القدیر — کتاب البیوع — باب الربا — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ۶/ ۱۵۱

[3] نصب الرایۃ لاحادیث الہدایۃ — کتاب البیوع — المکتبۃ الاسلامیۃ لصاحبہا الریاض — ۴/ ۴

Marfat.com

حجرة بعده ما سوغه فيرد عليه ولا يسمع، واما ثالثا فان الكراهة فيما اذا لم يبلغ المضموم قيمة الفضل انما اثرت عن محمد اما الامام الاعظم والهمام الاقدم وصاحب المذهب الاكرم رضی اللہ تعالیٰ عنه فقد نص علی عدم الكراهة فيه قال فی الفتح بعد ذكر المسألة قيل لمحمد كيف تجده فی قلبك قال مثل الجبل ولم تروا الكراهة عن ابی حنيفة بل صرح فی الايضاح انه لا باس به عند ابی حنيفة [1] اھ وسياتی فی مثله عن البحر عن القنية عن البقالی ان عدم الكراهة هو مذهب ابی حنيفة وابی یوسف معا رضی اللہ تعالیٰ عنهما وفی الهندية قبيل الكفالة عن محيط السرخسی عن محمد رحمه اللہ تعالیٰ انه قال لو باع الدرهم بالدرهم وفی احدهما فضل من حيث الوزن وفی الاخر فلوس جاز ولكن اكرهه لان الناس يعتادون التعامل بمثل هذا ويستعملونه فيما لا يجوز، وقال ابو حنيفة رحمه اللہ تعالیٰ لا باس به لانه

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جائز کی ہوئی چیز کو جو منع کرے تو اس کا منع کرنا اسی پر رد کر دیا جائے گا اور مسموع نہ ہوگا، ثالثاً جس حالت میں کم کے ساتھ ملائی ہوئی چیز کی قیمت مقدار زیادت کو نہ پہنچے حکم کراہت صرف امام محمد سے مروی ہے اور امام اعظم ہمام اقدم صاحب مذہب اکرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصریح فرمائی کہ اُس میں کچھ کراہت نہیں، فتح القدیر میں اس مسئلہ کو ذکر کرکے فرمایا امام محمد سے عرض کی گئی کہ اس کو آپ اپنے نزدیک کیسا پاتے ہیں؟ فرمایا پہاڑ کی طرح گراں، اور امام اعظم سے کراہت مروی نہیں بلکہ ایضاح میں تصریح فرمائی کہ اُس میں امام اعظم کے نزدیک کچھ حرج نہیں انتہی۔ اور اس صورت کے مثل میں عنقریب بحر سے بحوالہ قنیہ آتا ہے کہ امام بقالی نے فرمایا کہ اس میں کراہت نہ ہونا امام اعظم اور امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں کا مذہب ہے اور فتاوٰی عالمگیری میں کفالت سے کچھ پہلے بحوالہ محیط امام سرخسی امام محمد سے ہے کہ اگر ایک روپیہ ایک روپیہ کو بیچا اور ایک وزن میں زیادہ ہے اور کم وزن والے کے ساتھ کچھ پیسے ہیں تو جائز ہے مگر میں اُسے مکروہ سمجھتا ہوں کہ لوگ اس قسم کے معاملے کے عادی ہو جائیں گے پھر ناجائز جگہ بھی یہ کارروائی کرنے لگیں گے اور امام اعظم نے فرمایا اس میں کچھ حرج نہیں اس واسطے کہ اُسے یوں

---

[1] فتح القدیر کتاب الصرف مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/۲۷۱

Marfat.com

امکن تصحیحه بان یجعل الفضل بازاء الفلوس و بالجملة النقل عن الامام فاش مستفیض و معلوم ان العمل والفتوی علی قول الامام علی الاطلاق الا لضرورة تقاعس بخلافه و نحوه وقد فصلنا فی کتاب النکاح من فتاوٰنا العطایا النبویة بالامزید علیه [illegible] وهو العزیز [illegible] الکرهة [illegible]

صحیح ٹھہرانا ممکن ہے کہ وہ زیادتی پیسوں کے مقابل ہو جائے۔ بالجملہ امام سے یہ روایت مشہور و معروف ہے اور معلوم ہے کہ عمل و فتوی ہمیشہ قول امام پر ہے مگر کسی ضرورت سے جیسے عمل [illegible] مسلمانوں کا اس کے خلاف [illegible] ہو [illegible] اور [illegible] بات ہم نے العطایا النبویۃ کی کتاب النکاح میں [illegible] مفصل بیان کی ہے جس سے زیادہ [illegible] بیان [illegible] اور وہ [illegible] [illegible]

اقول [illegible] محمد [illegible]

اقول [illegible]

Marfat.com

ولا تغتر بالاطلاق فانهم ربما یطلقون — مطلق چھوڑنے سے دھوکا نہ کھانا کہ فقہاء بار ہا اسے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فلو الفضة غالبة لایجوز لان المغلوب ساقط الاعتبار فکانت الکل فضة فلا یجوز الامثل بمثل ولو الصفر غالبا او کانا سواء جاز متفاضلا صرفا للجنس الی خلاف جنسه ویشترط کونه یدا بید[1] نقله فی الفصل السادس من بیوع الذخیرة وقال وعلی هذا قالوا اذا باع من العدلیات التی فی زماننا واحدا باثنین یجوز یدا بید[2] اھ اقول و اباحة التفاضل یشمل واحدا باثنین و بمائة و بالوف فلیکن واحد مما ثلثاہ صفر فی الوزن ثلثة ارباع ما نصفه فضة فیکون ثلثا ذاك و نصف هذا متساویین فی الوزن و بیع واحد من ذالك بعشرة الاف من هذا یدا بید و لا بد من

اسی قسم کے روپے سے کمی بیشی کو بیچنا اس میں اگر اس روپے میں چاندی کا حصہ زیادہ ہے تو جائز نہیں کہ مغلوب اعتبار سے ساقط ہے تو گویا وہ نری چاندی ہے تو برابر ہی کو بیچنی جائز ہوگی اور اگر پیتل زیادہ یا دونوں برابر ہیں تو کمی بیشی جائز ہوگی، اسی طرح کہ ہر ایک کی چاندی دوسرے کے پیتل کے کے مقابلہ کریں گے اور دست بدست ہونا ضروری ہوگا کہ دونوں طرف چاندی بھی ہے فقط پیتل نہیں کہ باعیانہما ہونا یعنی تعیین شرط ہوگی اسے فتاوٰی ذخیرہ کی کتاب البیوع فصل ششم میں نقل کیا اور کہا اسی بنا پر مشائخ نے فرمایا کہ ہمارے زمانے میں جو کھوٹے روپے عدلی نام سے چلتے ہیں ان میں ایک روپیہ دو۲ روپوں سے دست بدست بیچنا جائز ہے انتہی۔ اقول (میں کہتا ہوں) اور جب کمی بیشی روا ہوئی تو جیسے ایک روپیہ دو۲ روپے کو بیچنا ویسے ہی سَو، ویسے ہی ہزاروں کو۔ اب فرض کیجئے کہ وہ روپیہ جس میں دو تہائی پیتل ہے تول میں اس روپے کا پونا ہے جس میں آدھی چاندی ہے تو اس کی دو تہائی اور اس کا آدھا تول میں برابر ہونگے اور ان میں کا ایک روپیہ ان میں کے دس ہزار روپوں کو دست بدست بیچا اور یہ ضرور ہے کہ

[1] الجامع الکبیر [2] فتاوٰی ذخیرۃ کتاب البیوع فصل ششم

(باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

ویریدون به ماهو اعم من التنزیه
والتحریم وربما یطلقون ولا
یریدون به الا کراهة تنزیه
کمالا یخفی من عاشر نفائس عرائس
کلماتهم وقد نصوا علیه فی غیر
موضع قال فی ردالمحتار
قبیل باب الشهید ماذکره غیره
(ای غیر الامام الطحطاوی) من
کراهة الوطء والقعود ای علی القبور الخ
یراد به کراهة عـہ التنزیه فی غیر
قضاء الحاجة وغایة

مطلق چھوڑتے ہیں اور اُس سے مراد وہ معنی ہوتے
ہیں جو کراہت تنزیہی اور تحریمی دونوں کو عام ہیں
اور بارہا مطلق بولتے ہیں اور اُس سے صرف کراہت
تنزیہیہ مراد لیتے ہیں جیسا کہ اس پر پوشیدہ نہیں
جس نے ان کے کلمات کی نفیس دُلہنوں کے ساتھ
زندگی بسر کی ہے اور علماء نے اس معنی کی متعدد
مواضع میں تصریح فرمائی ردالمحتار میں باب شہید
سے کچھ پہلے ہے امام طحطاوی کے سوا اور علماء نے
جو قبروں پر پاؤں رکھنے اور بیٹھنے کی کراہت ذکر فرمائی
ہے الخ قضائے حاجت کے سوا اور صورتوں میں اس
سے کراہت تنزیہ مراد ہے اور زیادہ سے زیادہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

صرف الجنس الی خلافه فکانت عشرة
الاف من الفضة بواحد من الصفر
وای ارباء فی المالیة تزید اکثر من
هذا وهذا محرر المذهب محمد ناصا
علی انه لاباس فوجب ان لاتکون الکراهة
ان کانت الا کراهة تنزیه ولا کلام
لاحد بعد نص صاحب المذهب فعلیك
به وبالله التوفیق ۱۲ منه

عـہ هذا اما مال الیه هنا فالحق کراهة
التحریم کما حققته فی رسالتی
"الامر باحترام المقابر" وقد اعترف به

جنس کو خلاف جنس کے مقابل ٹھہرائیں تو چاندی
کے دس ہزار پیتل کے ایک کو بکے اس سے زیادہ
مالیت میں اور کیا بیشی چاہتا ہے اور یہ محرر مذہب
ہیں کہ صاف فرما رہے ہیں کہ اس میں کوئی حرج
نہیں تو واجب ہوا کہ اس میں اگر کراہت ہو
تو صرف کراہت تنزیہ ہوا اور خود صاحب مذہب
کی تصریح کے بعد کسی کو کلام کی کیا گنجائش ہے تو
اسی پر جم جاؤ اور اللہ ہی کی طرف سے توفیق ہے ۱۲ منہ

عـہ یہ وہ حکم ہے جس کی طرف علامہ شامی یہاں
مائل ہوئے اور حق یہ ہے کہ قبر پہ پاؤں رکھنا یا بیٹھنا
مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ میں نے اپنے رسالہ

(باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

مافیه اطلاق الکراهة علی مایشمل المعنیین وهذا کثیر فی کلامهم ومنه قولهم مکروهات الصلوٰة اھ[1] بل قال فی الدر المختار فی فصل الاستنجاء تحت قول الماتن یکره للمرأة امساك صغیر لبول نحو القبلة الخ هذه تعم التحریمیة والتنزیهیة اھ[2] وقال الشامی فی مکروهات الوضوء لیست الکراهة مصروفة الی التحریم مطلقا[3] اھ، وقال قبله بقلیل تحت قوله ومکروهه هو ضد المحبوب قد یطلق علی الحرام وعلی المکروه تحریما وعلی المکروه تنزیها ثم نقل عن البحر ان المکروه فی هذا الباب نوعان ماکره

اس متن میں یہ ہوا کہ کراہت ایک ایسے معنی پر بولی گئی جو تحریم وتنزیہ دونوں کو شامل ہے اور یہ ان کے کلام میں بکثرت ہے اسی باب سے ہے فقہا کا مکروہاتِ نماز فرمانا انتہی بلکہ درمختار کی فصل استنجا میں مصنف کے اس قول کے نیچے کہ عورت کو مکروہ ہے کہ بچے کو پیشاب کے لئے قبلہ کی طرف بٹھائے الخ یہ فرمایا کہ کراہت تحریم وتنزیہ دونوں کو عام ہے انتہی، اور شامی نے مکروہاتِ وضو میں فرمایا کراہت مطلقاً تحریم ہی کی طرف نہیں پھیری جاتی انتہی، اور اس سے کچھ پہلے جہاں مصنف نے کہا کہ وضو کے مکروہ یہ یہ ہیں یہ فرمایا کہ مکروہ ضد ہے محبوب کی، اور وہ کبھی حرام پر بولا جاتا ہے اور کبھی مکروہِ تحریمی پر اور کبھی مکروہِ تنزیہی پر، پھر بحرالرائق سے نقل کیا کہ مکروہ اس باب میں دو قسم ہیں ایک مکروہ تحریمی اور جب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

هذا المحقق اعنی الشامی فی کتابه هذا فی فصل الاستنجاء اذ قال انهم نصّوا علی ان المرور فی سکة حادثة فی المقابر حرام[4] اھ منه ۱۲ منه۔

الامر باحترام المقابر ۱۲ میں اس کی تحقیق کی اور بیشک محقق شامی خود اپنی کتاب کی فصل استنجاء میں اس کے معترف ہوئے کہ فرمایا علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ قبروں میں جو نیا راستہ نکلا ہو اس میں چلنا حرام ہے ۱۲ منہ۔

۱؎ ردالمحتار کتاب الصلوٰة باب صلوٰة الجنائز داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۰۶
۲؎ درمختار شرح تنویر الابصار فصل الاستنجاء مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۵۷
۳؎ ردالمحتار کتاب الطہارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۹۰
۴؎ ردالمحتار کتاب الطہارۃ فصل فی الاستنجاء " " ۱/ ۲۲۹

Marfat.com

تحریما وھو المحمل عند اطلاقھم الکراھۃ والمکروہ تنزیھا وکثیرا ما یطلقونہ کما فی شرح المنیۃ فحینئذ اذا ذکروا مکروھا فلا بد من النظر فی دلیلہ فان کان نھیا ظنیا یحکم بکراھۃ التحریم الا لصارف فان لم یکن نھیا بل مفید للترک الغیر الجازم فھی تنزیھیۃ[1] اھ ملخصا قلت ومن الاخیر قول المتون کالتنویر وغیرہ یکرہ امامۃ عبد[2]، فی الدر تنزیھا[3]، قال ابن عابدین لقولہ فی الاصل امامۃ غیرھم احب الی بحر عن المجتبٰی والمعراج[4] اھ اذا علمت ھذا وجب الفحص عن الدلیل انہ الی ای الکراھتین یمیل کما افادہ البحر فی البحر فراینا ھم یستدلون علی الکراھۃ المذکورۃ بوجھین لا یفید شیئ منھما کراھۃ التحریم وانما

وہ کراہت کو مطلق رکھتے ہیں تو اسی پر محمول ہوتی ہے، دوسرا مکروہ تنزیہی اور بکثرت اسے بھی مطلق چھوڑتے ہیں جیسا کہ شرح منیہ میں ہے اور جب بات یہ ہے تو جس وقت فقہا کسی شیئ کو مکروہ کہیں تو اس کی دلیل پر نظر لازم ہوگی اگر وہ دلیل کوئی ظنی نہی ہے تو کراہت تحریم کا حکم دیں گے مگر کسی اور دلیل کے باعث جو اس سے پھیر دے، اور اگر وہ دلیل نہی نہ ہو بلکہ غیر قطعی ترک چاہتی ہے تو وہ کراہت تنزیہی ہے انتہی ملخصًا، میں کہتا ہوں شکل اخیر سے ہے متون مثل تنویر وغیرہ کا یہ قول کہ غلام کی امامت مکروہ ہے، درمختار میں فرمایا تنزیہاً، شامی نے کہا اس کے تنزیہی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ امام نے مبسوط میں فرمایا ان کے غیر کی امامت مجھے زیادہ پسند ہے یہ بحر الرائق میں مجتبٰی اور معراج سے ہے انتہی، جب تجھے یہ معلوم ہولیا تو واجب ہوا کہ دلیل تلاش کریں کہ وُہ دونوں کراہتوں میں کس طرف جھکتی ہے جیسا کہ دریائے علم نے بحر الرائق میں افادہ فرمایا اب ہم نے علماء کو دیکھا کہ اس کراہت پر دو[1] وجہ سے استدلال کرتے ہیں اور اُن میں کوئی بھی کراہت تحریم کا فائدہ نہیں دیتی اُن کی نہایت

---

[1] ردالمحتار | کتاب الطہارۃ | داراحیاء التراث العربی بیروت ۸۹/۱
[2] الدرالمختار شرح تنویر الابصار | کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ | مطبع مجتبائی دہلی ۸۳/۱
[3] " " " " ۸۳/۱
[4] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۳۷۶/۱

Marfat.com

قصارٰیہما التنزیہ قال فی العنایۃ الکراھۃ اما لانہ احتیال لسقوط الربا فیصیر کبیع العینۃ فی اخذ الزیادۃ بالحیلۃ واما لانہ یفضی الی ان یالف الناس فیستعملوا ذلک فیما لایجوز[1] اھ ونقل فی الفتح عن الایضاح الوجہ الثانی ثم قال وھکذا ذکر فی المحیط ایضا ثم قال وقیل انما کرھہ لانہما باشرا الحیلۃ الی اخر[2] ما مر فی الوجہ الاول، وصاحب العنایۃ بعد ذکر الوجہین عاد فحصر فی الوجہ الاوّل حیث قال الکراھۃ انما ھی للاحتیال لسقوط ربا الفضل[3] اھ وعلیہ اقتصر فی الکفایۃ قال انما کرہ لانہ احتیال لسقوط الربا لیأخذ الزیادۃ بالحیلۃ فیکرہ کبیع العینۃ فانہ مکروہ لھذا[4] اھ وانت تعلم ان فی الوجہ الثانی ترک ما لا بأس بہ حذرا مما بہ بأس فھو مقام الورع وترک الورع لا یوجب کراھۃ تحریم وقد قال

صرف کراہت تنزیہ ہے۔ عنایہ میں فرمایا کراہت یا تو اس لئے ہے کہ وہ دفعِ ربا کا حیلہ ہے تو بیع عینہ کے مثل ہو جائے گا کہ حیلہ کرکے زیادہ لیا اور یا اس لئے ہے کہ لوگ اس کے خوگر ہو جائینگے توپھر ناجائز جگہ بھی ایسی کارروائی کرنے لگیں گے انتہی، اور فتح القدیر میں ایضاح سے وجہ دوم نقل فرمائی، پھر فرمایا کہ اسی طرح محیط میں ذکر کیا، پھر فرمایا بعض کہتے ہیں اس لئے مکروہ ہوا کہ انھوں نے ایک حیلہ کیا وہی تقریر جو وجہ اول میں گزری اور صاحبِ عنایہ نے دونوں وجہیں ذکر کرکے بالآخر وجہ اول میں حصر کردیا جہاں کہ فرمایا کراہت صرف اس وجہ سے ہے کہ انھوں نے اس سے زیادتی ربا کے دفع کا حیلہ کیا انتہی اور اسی پر کفایہ میں اقتصار فرمایا کہ وہ صرف اس لئے مکروہ ہے کہ وہ ربا ساقط کرنے کا حیلہ ہے تاکہ حیلہ سے زیادت حاصل کرے تو مکروہ ہوگا جیسے بیع عینہ کہ وہ بھی اسی سبب سے مکروہ ہے انتہی، اور تو جانتا ہے کہ وجہ دوم کا حاصل تو صرف اس قدر ہے کہ خرابی کے ڈر سے اس چیز کو چھوڑے جس میں خرابی نہیں تو یہ مقام ورع کا ہے اور ورع چھوڑنے میں کراہت تحریمی نہیں آتی

---

[1] العنایۃ علی ہامش فتح القدیر کتاب الصرف مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۲۷۱-۷۲
[2] فتح القدیر " " " ۶/ ۲۷۱
[3] العنایۃ علی ہامش فتح القدیر " " " ۶/ ۲۷۲
[4] الکفایۃ مع فتح القدیر " " " ۶/ ۲۷۱

Marfat.com

يفضي الى ان يالفوه فيستعملوه فيما لايجوز فافادان هذا استعماله فيما يجوز و انما كره خشية التجاوز الى ما لا يجوز و اما الوجه الاول فابين واظهر فان الاحتيال لسقوط الربا فرار عنه وهو غير ممنوع بل الممنوع الوقوع فيه وقد علّم علماؤنا رحمهم الله تعالٰى عدة حيل لتحصيل الفضل من دون حصول الرباء وقد عقد لها الامام فقيه النفس قاضي خان في فتاواه فصلا مستقلا فقال فصل فيما يكون فرارا عن الرباء وقال فيه رجل له على رجل عشرة دراهم فاراد ان يجعلها ثلثة عشر الى اجل قالوا يشتري من المديون شيئا بتلك العشرة و يقبض المبيع ثم يبيع من المديون بثلثة عشر الى سنة فيقع التحرز عن الحرام ومثل هذا مروي عن رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم انه امر بذلك[۱] اھ ومثله في البحر عن الخلاصة عن النوازل للامام الفقيه ابي الليث رحمه الله تعالٰى ثم قال في الخانية

اور خود فرمایا کہ وہ اس طرف لیجائے گی کہ اس کے عادی ہوجائیں تو ناجائز جگہ بھی اُسے برتنے لگیں تو صاف بتادیا کہ یہ کاروائی جائز جگہ پر ہے اور کراہت فقط اس خوف سے ہوئی کہ بڑھ کر ناجائز تک نہ پہنچ جائیں، رہی پہلی وجہ وہ اور بھی زیادہ واضح و روشن ہے کہ ربا ساقط کرنے کے لئے حیلہ کرنا تو ربا سے بھاگنا ہے اور وہ منع نہیں بلکہ ممنوع تو ربا میں پڑنا ہے اور بیشک ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالٰی نے اس کے متعدد حیلے تعلیم فرمائے ہیں کہ زیادہ لیں اور سود نہ ہو، اور امام فقیہ النفس قاضی خاں نے اپنے فتاوٰی میں اس کے لئے ایک مستقل فصل وضع کی، فرمایا کہ یہ فصل ہے اُن باتوں کے بیان میں جو سُود سے گریز میں ہیں، اور اس میں ایک حیلہ یہ بیان فرمایا کہ ایک شخص کے دوسرے پر دس روپے آتے تھے اس نے یہ چاہا کہ میں دس کے تیرہ کرلوں ایک میعاد تک، علماء نے فرمایا کہ وُہ مدیون سے اُن دس کے عوض کوئی چیز خریدلے اور اس پر قبضہ کرلے پھر وہی چیز اس مدیون کے ہاتھ سال بھر کے وعدہ پر تیرہ روپے کو بیچ ڈالے تو حرام سے بچ جائے گا اور اس کا مثل نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی ہُوا کہ حضور نے ایسا کرنے کا حکم دیا انتہی، اور اسی طرح بحرالرائق میں بحوالہ خلاصہ، نوازل امام فقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے ہے۔ پھر خانیہ میں (دوسرا حیلہ) یہ فرمایا

---

[۱] فتاوٰی قاضی خاں کتاب البیوع باب فی بیع مال الربٰو نولکشور لکھنؤ ۲/۴۰۶

Marfat.com

رجل طلب من رجل دراهم ليقرضه بده دوازده فوضع المستقرض متاعا بين يدي المقرض فيقول للمقرض بعت منك هذا المتاع بمائة درهم فيشتري المقرض و يدفع اليه الدراهم و يأخذ المتاع ثم يقول المستقرض بعني هذا المتاع بمائة وعشرين فيبيعه ليحصل للمستقرض مائة درهم ويعود اليه متاعه و يجب للمقرض عليه مائة وعشرون درهما والاوثق والاحوط ان يقول المستقرض للمقرض بعد ما قرر المعاملة كل مقالة و شرط كان بيننا فقد تركته ثم يعقدان بيع المتاع[1] اهـ ثم قال فان كان المتاع للمقرض وليس للمستقرض شئ و يريد ان يقرضه عشرة بثلثة عشر الى اجل فان المقرض يبيع من المستقرض سلعة بثلثة عشر و يسلم السلعة الى المستقرض ثم ان المستقرض يبيع السلعة من اجنبي بعشرة

ایک شخص نے دوسرے سے کچھ روپے قرض مانگے اس طور کہ دینے والے کو دس کے بارہ ملیں تو یوں چاہئے کہ قرض لینے والا دینے والے کے سامنے کوئی متاع رکھے اور اس سے کہے میں نے یہ متاع تیرے ہاتھ سو روپے کو بیچی قرض دینے والا خرید لے اور روپے اسے دے دے اور متاع پر قبضہ کرلے پھر قرض لینے والا اس سے کہے یہ متاع میرے ہاتھ ایک سو بیس روپے کو بیچ ڈال وہ بیع کردے تاکہ قرض لینے والے کو سو روپے مل جائیں اور اُس کی متاع بھی اس کے پاس واپس آئے اور قرض دینے والے کے اس پر ایک سو بیس لازم آئیں اور زیادہ اطمینان و احتیاط کی بات یہ ہے کہ قرض لینے والا قرض دینے والے سے معاملہ مذکورہ کی قرارداد کرکے یوں کہہ دے کہ جو کچھ گفتگو اور شرط ہمارے آپس میں ٹھہری تھی وہ میں نے چھوڑ دی پھر متاع کی خرید و فروخت کریں انتہی۔ تیسرا حیلہ یہ فرمایا کہ وہ متاع بھی قرض دینے والے کی ہو قرض لینے والے کے پاس کوئی متاع بھی نہیں اور دینے والا چاہتا ہے کہ دس روپے قرض دے اور کسی میعاد پر تیرہ روپے اس سے وصول کرے تو قرض دینے والا لینے والے کے ہاتھ کوئی متاع تیرہ روپے کو بیچے اور متاع اُس کے قبضہ میں دے دے پھر قرض لینے والا اس متاع کو کسی اجنبی کے ہاتھ دس

---

[1] فتاوی قاضی خاں کتاب البیوع باب فی بیع مال الربٰو نولکشور لکھنو ۴۰۶/۲

Marfat.com

ویدفع السلعة الی الاجنبی ثم الاجنبی
یبیع السلعة من المقرض بعشرة
ویأخذ بعشرة منه و یدفعها الی
المستقرض فیبرأ الاجنبی من الثمن
الذی کان علیه للمستقرض و فتصل
السلعة الی المقرض بعشرة و
للمقرض علی المستقرض ثلثة عشر الی
اجل[1] اھ ثم قال وحیلة اخری ان
یبیع المقرض سلعة بثلثة عشر
الی اجل معلوم و یدفع السلعة
الی المستقرض ثم یبیعه المستقرض
من الاجنبی ثم ان المستقرض یقیل
البیع مع الاجنبی قبل القبض اوبعده
ثم یبیعها المستقرض من
المقرض بعشرة و یاخذ العشرة
فیحصل للمستقرض عشرة وعلیه
للمقرض ثلثة عشر و تصل السلعة
الی المقرض و المقرض وان
صار مشتریا ما باع باقل مما باع قبل
الثمن الا ان ذلک جائز لتخلل البیع الثانی
وهو البیع الذی جری بین المستقرض و
الاجنبی[2] اھ ثم قال وحیلة اخری ان

روپے کو بیچے اور وہ متاع اُس اجنبی کو دے دے
وہ اجنبی قرض دینے والے کے ہاتھ دس کو بیچ
ڈالے اور وہ اجنبی اُس سے دس روپے لے کر
قرض لینے والے کو دے دے تو اجنبی پر جو قرض لینے
والے کا دَین تھا وہ اُتر جائے گا اور وہ متاع
قرض دینے والے کے پاس دس میں پہنچ جائیگی
اور قرض لینے والے پر اُس کے تیرہ روپے ایک
وعدہ پر لازم ہوجائیں گے انتہی۔ چوتھا حیلہ یہ فرمایا
کہ قرض دینے والا لینے والے کے ہاتھ کوئی متاع
ایک معین وعدہ پر تیرہ روپے کو بیچے اور اس کے
قبضہ میں دے دے اور قرض لینے والا اسے
کسی اجنبی کے ہاتھ بیچے پھر قرض لینے والا اُس
اجنبی کے ساتھ بیع فسخ کرے خواہ متاع اس کے
قبضہ میں دی ہو یا نہ دی ہو پھر قرض لینے والا دینے
والے کے ہاتھ اُسے دس کو بیچے تو قرض لینے والے
کو دس روپے ملیں گے اور دینے والے کے اُس
پر تیرہ لازم ہوں گے اور متاع دینے والے کے پاس
پہنچ جائے گی قرض دینے والے نے اس صورت میں
اگرچہ اپنی بیچی ہوئی چیز ادائے ثمن سے پہلے جس قدر
کو بیچی تھی اُس سے کم کو خرید لی مگر یہاں یہ جائز ہے اس
واسطے کہ بیچ میں دوسری بیع آگئی وہ جو قرض لینے والے
اور اجنبی میں ہوئی انتہی۔ پھر ایک حیلہ یہ فرمایا کہ

---

[1] فتاوی قاضی خاں کتاب البیوع باب فی بیع مال الربو نولکشور لکھنو ۲/۴۰۶
[2] " " " " " " ۲/۴۰۷

Marfat.com

يبيع المقرض من المستقرض سلعة بثمن مؤجل ويدفع السلعة الى المستقرض ثم ان المستقرض يبيعها من غيره باقل مما اشترى ثم ذلك الغير يبيعها من المقرض بما اشترى لتصل السلعة اليه بعينها و يأخذ الثمن و يدفعه الى المستقرض فيصل المستقرض الى القرض و يحصل الربح للمقرض اھ
اقول هذه هي الحلية الثالثة المارة قال و هذه الحيلة هي العينة التي ذكرها محمد رحمه الله تعالى و مشايخ بلخ بيع العينة فى زماننا خير من البيوع التى تجرى فى اسواقنا و عن ابى يوسف رحمه الله تعالى انه قال العينة جائزة ماجورة و قال اجره لمكان الفرار من الحرام[1] اھ ثم قال رجل له عشرة دراهم صحاح فاراد ان يبيعها باثنى عشر درهما مكسرة لا يجوز لانه ربا فان اراد الحيلة يستقرض من المشترى اثنى عشر درهما مكسرة ثم يقضيه عشرة جيادا ثم ان

قرض دینے والا لینے والے کے ہاتھ کوئی متاع ادھار بیچے اور متاع اس کے قبضہ میں دے دے پھر قرض لینے والا اُس متاع کو کسی اور کے ہاتھ اُتنے سے کم کو بیچے جتنے کو خریدی پھر وہ دوسرا شخص اس قرض دینے والے کے ہاتھ اتنے کو بیچے جتنے کو خود خریدی تاکہ وہ متاع بعینہا اُسے پہنچ جائے اور اُس سے قیمت لے کر قرض لینے والے کو دیدے تو قرض لینے والے کو قرض مل جائیگا اور دینے والے کو نفع حاصل ہوجائیگا انتہی، اقول (میں کہتا ہوں) یہ وہی تیسرا حیلہ ہے جو گزر چکا، امام قاضیخان نے فرمایا کہ اس حیلہ کا نام بیع عینہ ہے جس کو امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے ذکر فرمایا اور مشائخ بلخ نے فرمایا کہ بیع عینہ ان بیعوں سے کہ ہمارے بازاروں میں آج کل رائج ہیں بہتر ہے، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا عینہ جائز ہے اور اس پر ثواب ملے گا اور فرمایا ثواب کی وجہ یہ ہے کہ اس میں حرام یعنی سود سے بھاگنا ہے انتہی۔ پانچواں حیلہ یہ فرمایا کہ ایک شخص کے پاس دس روپے صحیح ہیں وہ چاہتا ہے کہ ان کو بارہ روپے پھوٹے ہوؤں سے بیچے تو جائز نہیں کہ سود ہے پھر اگر وہ حیلہ چاہے تو یہ چاہیئے کہ مشتری سے بارہ روپے پھوٹے ہوئے قرض لے پھر دس کھرے اس کو ادا کرے پھر وہ

[1] فتاوٰی قاضیخان کتاب البیوع باب فی بیع مال الربٰو نولکشور لکھنؤ ۲/۴۰۷

Marfat.com

المقرض يبرئه من درهمين فيجوز ذلك[1] اھ
ثم قال ولو كان له على رجل عشرة دراهم
مسكرة الى اجل فلما حلّ الاجل جاء
المديون بتسعة صحاح فقال هذه
التسعة بتلك العشرة لا يجوز لانه
ربا فان اراد الحيلة يأخذ التسعة
بالتسعة ويبرئه عن الدرهم الباقي
فان خاف المديون ان لا يبرئه عن
الدرهم الباقي يدفع الى صاحب الدين
تسعة دراهم صحاحا وفلسا اوشيئا
يسيرا عوضا من الدرهم الباقي جاز ذلك و
يقع الامن[2] اھ وفيها فوائد لا تخفى
عليك وسنمر عليها فيما يأتي ان شاء
الله تعالى وكفانا تشبيهه في الوجه
الاول ببيع العينة وقولهم فانه
مكروه لهذا وذلك لانه لا يكره
الا تنزيها فكذا هذا ولا يهولنّك
قول محمد انه يجده
مثل الجبل[3] فانه قال مثله
بل اشد منه في العينة
وما ثبت لها الاكراهة

اُسے باقی دو روپے معاف کر دے تو یہ جائز ہے،
چھٹا حیلہ یہ فرمایا اگر کسی شخص پر دس روپے پھوٹے ہوئے
ایک وعدہ پر آتے تھے جب وعدہ کا وقت آیا
مدیون نو روپے کھرے لایا اور کہا کہ اُن دس کے
بدلے یہ نو ہیں تو یوں جائز نہیں اس لئے کہ
سُود ہے، تو اگر حیلہ چاہے تو نو کے بدلے نو
لے لے اور ایک معاف کر دے پھر اگر مدیون کو اندیشہ
ہو کہ وہ ایک جو باقی رہا یہ معاف نہ کرے گا تو
قرض خواہ کو نو روپے کھرے اور ایک پیسہ یا کوئی
اور تھوڑی سی چیز اس باقی روپے کے عوض دے دے
تو اب جائز ہوگا اور وہ اندیشہ جاتا رہے گا انتہیٰ
اور اس عبارت میں وہ فائدے ہیں جو تجھ پر
پوشیدہ نہ رہیں گے اور آئندہ تقریر میں ان شاء اللہ
ہم اُن پر گزر کریں گے اور ہم کو یہی کافی ہے کہ وجہ
اوّل میں اسے بیع عینہ سے تشبیہ دی اور علماء
نے فرمایا وہ بھی اسی وجہ سے مکروہ ہے اور یہ
اس لئے کہ بیع عینہ نہیں مگر مکروہ تنزیہی، تو
ایسے ہی یہ بھی، اور امام محمد کا یہ ارشاد کہ وہ ان
کے نزدیک پہاڑ کی طرح گراں ہے تجھے ہول میں
نہ ڈالے کہ انھوں نے ایسا ہی کہا بلکہ اس سے
بھی سخت تر بیع عینہ میں فرمایا ہے اور اس کے لئے

---

[1] فتاویٰ قاضی خاں کتاب البیوع باب فی بیع مال الربٰو نولکشور لکھنؤ ۲/۴۰۷
[2] " " " " ۲/۴۰۷
[3] فتح القدیر کتاب الصرف مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/۲۷۱

Marfat.com

التنزیه قال فی رد المحتار عن الطحطاوی عن ابی یوسف العینة جائزة ماجور من عمل بها کذا فی مختار الفتاوی هندیة وقال محمد هذا البیع فی قلبی کامثال الجبال ذمیم اخترعه اکلة الربا وقال علیه الصلوٰة والسلام اذا تبایعتم بالعین واتبعتم اذناب البقر ذللتم وظهر علیکم عدوکم، قال فی الفتح ولاکراهة فیه الاخلاف الاولٰی لما فیه من الاعراض من مبرة القرض اھ[1] واقره علیه فی البحر والنهر والدر والشرنبلالیه وغیرها وقال ایضا فی فتح القدیر قال ابو یوسف لایکره هذا البیع لانه فعله کثیر من الصحابة رضی الله تعالٰی عنهم وحمدوا علی ذلك ولم یعدوه من الربا اھ[2] اقول قول ابی یوسف فعله کثیر من الصحابة رضی الله تعالٰی عنهم مرسل اصولی فانه عندنا مالم یتصل سنده مطلقا

ثابت نہ ہوئی مگر کراہت تنزیہ، ردالمحتار میں طحطاوی اُس میں عالمگیری اُس میں مختار الفتوی اس میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے ہے کہ عینہ جائز ہے اس کے کرنیوالے کو ثواب ملے گا، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا اس بیع کی برائی میرے قلب میں پہاڑوں کے برابر ہے اسے سود خوروں نے ایجاد کیا، اور نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جب تم بطور عینہ خرید وفروخت کرو اور بیلوں کی دُم کے پیچھے چلو تو ذلیل ہوجاؤ گے اور تمہارا دشمن تم پر غالب آجائے گا۔ فتح القدیر میں فرمایا عینہ میں کوئی کراہت نہیں سوا خلاف اولٰی کے، اس لئے کہ اس میں قرض دینے کے اچھے سلوک سے رُوگردانی ہے انتہی۔ اور اسے بحرالرائق اور نہر الفائق اور درمختار اور شرنبلالیہ وغیرہا نے برقرار رکھا نیز فتح القدیر میں ہے امام ابو یوسف نے فرمایا یہ بیع مکروہ نہیں اس لئے کہ بہت سے صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اُسے کیا اور اُس کی تعریف کی اور اسے سُود نہ ٹھہرایا انتہی اقول (میں کہتا ہوں) امام ابو یوسف کا فرمانا کہ اسے بہت سے صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم نے کیا، اصولِ فقہ کی اصطلاح پر حدیث مرسل ہے کہ ہمارے نزدیک مرسل ہر اس حدیث کو کہتے ہیں جس

---

[1] ردالمحتار کتاب الصرف دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۲۳

[2] فتح القدیر کتاب الکفالہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/۳۲۴

والفرق بین انواعه وتسمیتها
مرسلا ومنقطعا ومقطوعا ومعضلا
مجرد اصطلاح من المحدثین
لافادة ما یقع فیه من الصور، اما
الحکم فمتحد عندنا وهو القبول
اذا کان من ثقة کما حققناه فی کتابنا
منیر العین فی حکم تقبیل الابهامین ۱۳
ونص علیه فی مسلم الثبوت وغیره
وای ثقة اوثق ترید من ابی یوسف
فاذا صح عن کثیر من الصحابة
رضی الله تعالٰی عنهم فعله و
مدحه لا یعدل عنه لان مذهب
امامنا رضی الله تعالٰی عنه تقلیدهم
رضی الله تعالٰی عنهم وقد امرنا
رسول الله صلی الله تعالٰی علیه
وسلم باقتدائهم اما
الحدیث اذا تبایعتم بالعینة[1]
رواه احمد وابوداؤد والبزار
وابویعلی والبیهقی عن
نافع عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما قال
ابن حجر سنده ضعیف وله عند احمد
اسناد اخر امثل من هذا[2] اه

کی سند متصل نہ ہو اور اُس کے اقسام میں فرق
کرنا اور اُن کے جدا جدا نام مرسل و منقطع و مقطوع
و معضل رکھنا یہ محدثین کی نری اصطلاح ہے جس
سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اس میں کتنی صورتیں
ہوتی ہیں، رہا حکم وہ ہمارے نزدیک ایک ہے
اور وہ یہ ہے کہ ثقہ اگر کوئی حدیث مرسل لائے تو
مقبول ہے جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب منیر العین
فی حکم تقبیل الابہامین میں اس کی تحقیق بیان کی اور
مسلم الثبوت وغیرہ میں اس کی تصریح فرمائی اور
امام ابو یوسف سے بڑھ کر تجھے اور کون سا ثقہ
درکار ہے، تو جب بکثرت صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ
عنہم سے اس کا کرنا اور اس کی تعریف ثابت ہوئی
تو اس سے عدول نہ ہوگا اس لئے کہ ہمارے امام
رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا مذہب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہم کی تقلید ہے اور بیشک رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے ہمیں ان کی پیروی کا حکم دیا، رہی وہ
حدیث کہ جب تم بطور عینہ خرید و فروخت کروگے
اسے امام احمد و ابوداؤد و بزار و ابویعلیٰ و بیہقی نے
نافع سے انھوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ
عنہما سے روایت کیا امام ابن حجر نے فرمایا اس
کی سند ضعیف ہے اور امام احمد کے یہاں اس
کی ایک سند اور ہے اس سے بہتر انتہی۔

[1] سنن ابوداؤد باب فی النہی عن العینة آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۳۴
مسند احمد بن حنبل مروی از عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۴۲، ۸۴
[2] میزان الاعتدال

Marfat.com

وفی سندہ ابوعبدالرحمٰن الخراسانی اسحٰق بن اسید الانصاری، قال ابن ابی حاتم لیس بالمشهور وقال ابو حاتم لایشتغل بہ وقال الذھبی جائز الحدیث[1] ثم اعادہ فی الکنی فعد الحدیث من مناکیرہ[2] وقال فی التقریب فیہ ضعف[3] اھ۔ وبالجملۃ لاینزل عن درجۃ الحسن وقد رمز الامام السیوطی فی الجامع الصغیر لحسنہ وجاء من طرق کثیرۃ عقد لھا البیھقی بابا فی سننہ وبین عللھا اقول وظاھر کلام الفتح ان محمدا احتج بھذا الحدیث فاذن ھو صحیح ولاشک لان المجتھد اذا استدل بحدیث کان تصحیحا لہ کما افادہ المحقق حیث اطلق فی التحریر وغیرہ فی غیرہ وعلی کل فلیس فی الحدیث ما یدل علی منعہ الاتری الی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم معہ واخذتم اذناب البقر[4] ای حرثتم

اور ابوداؤد کی سند میں ابوعبدالرحمٰن خراسانی اسحاق بن اسید انصاری ہیں، ابن ابی حاتم نے کہا وہ کچھ ایسے مشہور نہیں، اور ابوحاتم نے کہا اُن سے کام نہ رکھا جائے، اور ذہبی نے کہا وہ جائز الحدیث ہیں، پھر کنیتوں میں انھیں دوبارہ ذکر کیا اور اس حدیث کو اُن کی احادیث منکرہ سے گنا اور تقریب میں فرمایا کہ ان میں ضعف ہے انتہی۔ بالجملہ یہ حدیث درجہ حسن سے نازل نہیں، اور بیشک امام سیوطی نے جامع صغیر میں اس کے حسن ہونے کی رمز لکھی اور یہ حدیث بہت سندوں سے آئی جن کیلئے بیہقی نے اپنی سنن میں ایک فصل خاص وضع کی اور ان کی علتیں بیان کیں **اقول** کلام فتح القدیر سے ظاہر یہ ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس حدیث کو حجت ٹھہرایا ہے تو اس صورت میں تو وہ ضرور صحیح ہے اس لئے کہ مجتہد جب کسی حدیث سے استدلال کرے تو وہ اُس حدیث کی صحت کا حکم ہے جیسا کہ محقق علی الاطلاق نے تحریر اور اُن کے غیر نے غیر میں افادہ فرمایا بہرحال حدیث میں بیع عینہ کی ممانعت پر کوئی دلالت نہیں کیا اس کے ساتھ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد کو نہیں دیکھتے کہ جب تم بیلوں کی دُمیں پکڑو

---

[1] میزان الاعتدال فی نقد الرجال ترجمہ ۷۴۰ اسحاق بن اسید دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۸۴ و ۴/۵۴۷
[2] " " " " " " ۱۰۳۷۸ " " ۴/۵۴۷
[3] تقریب التہذیب ترجمہ ۳۴۲ اسحاق بن اسید دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۶۹
[4] سنن ابوداؤد کتاب البیوع باب فی النہی عن العینۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۳۴

Marfat.com

وزرعتم کما فسرہ بہ فی الفتح قال لانہم حینئذ یترکون الجہاد وتألف النفس الجبن[1] اھ بل ہو فی نفس روایۃ بلفظ اخذتم اذناب البقر ورضیتم بالزرع و ترکتم الجہاد[2] الحدیث و معلوم ان الزرع غیر منہی عنہ بل ہو افضل وجوہ الکسب بعد الجہاد عند الجمہور وقیل التجارۃ ثم الزراعۃ ثم الصناعۃ کما فی وجیز الکردری لاجرم لما احتج فی العنایۃ بالحدیث علی ذمہ قال العلامۃ سعدی افندی اقول لو صح ذلک تکون الزراعۃ مذمومۃ ایضا اھ[3] ولم یعلل الکراہۃ فی الہدایۃ والتبیین والدر وغیرہا الا بالاعراض عن مبرۃ الاقراض زاد فی الہدایۃ مطاوعۃ لمذموم البخل[4] ، وانت تعلم ان الاعراض عن المبرۃ لا توجب کراہۃ تحریم

یعنی کھیتی کرو زراعت میں پڑو جیسا کہ اس کی یہ تفسیر فتح القدیر میں فرمائی، فرمایا اس لئے کہ وہ اس وقت جہاد چھوڑ دینگے اور طبیعت نامردی کی عادی ہو جائے گی انتہی بلکہ وہ نفس روایت ابو داؤد میں ان لفظوں سے ہے کہ جب تم بیلوں کی دُمیں پکڑو اور کشت کاری میں پڑ جاؤ اور جہاد چھوڑ دو آخر حدیث تک، اور معلوم ہے کہ کھیتی منع نہیں بلکہ وہ جمہور کے نزدیک جہاد کے بعد سب پیشوں سے افضل ہے، اور بعض نے کہا کہ جہاد کے بعد تجارت، پھر زراعت، پھر حرفت، جیسا کہ وجیز کردری میں ہے۔ و لہذا جبکہ عنایہ میں اس حدیث سے بیع عینہ کی مذمت پر دلیل لائے، علامہ سعدی آفندی نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں اگر یہ دلیل صحیح ہو جائے تو زراعت بھی مذموم ہو جائے گی اھ اور ہدایہ و تبیین و درمختار وغیرہا میں اس کی کراہت کی صرف اتنی دلیل بتائی کہ اس میں قرض دینے کے نیک سلوک سے روگردانی ہے، ہدایہ میں اتنا زیادہ فرمایا کہ بخل مذموم کی پیروی کرکے، اور تجھے معلوم ہے کہ نیک سلوک سے روگردانی کچھ کراہت تحریم کی

---

[1] فتح القدیر کتاب الکفالۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۳۲۴
[2] سنن ابوداؤد کتاب البیوع باب فی النہی عن العینۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۳۴
[3] حاشیہ آفندی علی ہامش فتح القدیر کتاب الکفالۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۳۲۴
[4] الہدایہ " مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۲۴-۱۲۳

Marfat.com

ولذا قال فی الفتح لاباس فی هذا فان الاجل قابله قسط من الثمن والقرض غیر واجب علیه دائما بل هو مندوب[1] اھ وقال فی العنایة الاعراض عن الاقراض لیس بمکروه والبخل الحاصل من طلب الربح فی التجارات کذلك والا لکانت المرابحة مکروهة[2] اھ، اقول بل لیست التجارة الا ان تبتغوا فضلا من ربکم والمماکسة فی المبایعة مسنونة، وقد قال صلی الله تعالٰی علیه وسلم المغبون لامحمود ولاماجور[3] رواه اصحاب السنن عن الحسین بن علی والطبرانی فی الکبیر عن الحسن بن علی والخطیب عن سیدنا علی کرم الله تعالٰی وجوههم الکرام فغایة ما فیه کراهة التنزیه والا فقد صح ان الصحابة فعلوه وحمدوه و فی حاشیة الفاضل عبد الحلیم معاصر العلامة الشرنبلالی رحمهما الله تعالٰی علی الدرر والمروی عن ابی یوسف انه قال العینة جائزة مأجورة لمکان الفرار فیها عن الحرام و

موجب نہیں، لہذا فتح القدیر میں فرمایا اس میں کچھ حرج نہیں کہ وعدہ کے مقابل توثمن کا ایک حصّہ ہولیا اور آدمی پر واجب نہیں کہ ہمیشہ قرض دیا کرے بلکہ وہ ایک نیک بات ہے انتہی، اور عنایہ میں فرمایا قرض دینے سے رُوگردانی مکروہ نہیں اور اتنا بخل کہ آدمی تجارتوں میں نفع چاہے وہ بھی ایسا ہی ہے ورنہ نفع پر بیچنا مکروہ ہوتا انتہی اقول بلکہ تجارت تو اسی کا نام ہے کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو اور خرید وفروخت میں قیمت کم کرانا سنّت ہے، اور بیشک نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ غبن کھانے میں نہ ناموری نہ ثواب، یہ حدیث اصحاب سنن نے امام حسین اور طبرانی نے اپنی معجم میں امام حسن اور خطیب نے مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجوہہم الکرام سے روایت کی تو اس میں انتہا درجہ کراہت تنزیہ ہے ورنہ بصحت ثابت ہولیا کہ صحابہ کرام نے اُسے کیا اور تعریف فرمائی اور علامہ عبدالحلیم معاصر علامہ شرنبلالی رحمہما اللہ تعالٰی حاشیہ درر میں لکھتے ہیں امام ابویوسف سے روایت یوں ہے کہ بیع عینہ جائز اور ثواب کا کام ہے اس لئے کہ اس میں حرام سے بھاگنا ہے اور حرام

۱؎ فتح القدیر کتاب الکفالة مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/۳۲۴
۲؎ العنایة علی ہامش فتح القدیر " " " " ۶/۳۲۳
۳؎ المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۲۷۳۲ المکتبة الفیصلیة بیروت ۳/۸۳

Marfat.com

الاحتيال للفرار عن الحرام مندوب ولانه فعله كثير من الصحابة وحمدوا ذلك[لہ] اھ وظاهر سياقه ان جملة "والاحتيال للفرار عن الحرام مندوب" من كلام الامام ابی یوسف رحمه الله تعالیٰ والله تعالیٰ اعلم، هذا احد الدلائل عليه والثانی تصريحهم قاطبة ان القدر والجنس اذا عدم احدهما حل الفضل ومعلوم قطعًا ان الدينار والدرهم او الدينار والفلس لا يتجانسان فيجب الحل فمن اين تأتی كراهة التحريم، وتحقيقه ان للتفاضل اربع صور الاول ان يكون الاكثر مالية هو الاكثر قدرًا والثانی ان يكون اقل ولكن مالية بعد زائدة بل اضعاف مضاعفة كالجنية مع الربية والثالث ان يكون اقل الی حد تنقص ماليته ايضا من البدل والرابع ان يقل الی ان يتساوی الماليتان وهم قاطبة قالوا عند اختلاف الجنس حل التفاضل ولم يقيدوه بشیٔ من الصور اصلا فيعمها جميعا ولو كانت ثم كراهة تحريم لم تحل الا صورة واحدة من الاربع وهی الرابعة ثم ههنا وجه آخر ان يكون جنسان متحدی المالية عند اتحاد القدر وهم قد حكموا بحل التفاضل

سے بھاگنے کا حیلہ کرنا مستحب ہے اور اس لئے کہ بکثرت صحابہ نے اُسے کیا اور اس کی تعریف فرمائی انتہیٰ اور ان کی روشِ عبارت سے ظاہر یہ ہے کہ یہ جملہ بھی امام ابو یوسف کا کلام ہے کہ حرام سے بھاگنے کا حیلہ کرنا مستحب ہے واللہ تعالیٰ اعلم، یہ صورت مذکورہ کے مکروہِ تحریمی نہ ہونے کی ایک دلیل ہے، دلیل دوم تمام علماء کی تصریح ہے کہ جب قدر یا جنس میں کوئی معدوم ہو تو زیادتی حلال ہے اور یقیناً معلوم ہے کہ اشرفی اور روپیہ یا اشرفی اور پیسہ ایک جنس نہیں تو حلال ہونا واجب ہوا تو کراہت تحریمی کدھر سے آئیگی، اور تحقیق یہ ہے کہ زیادتی کی چار صورتیں ہیں: اوّل یہ کہ جس کی مالیت زیادہ ہو اسی کی مقدار زیادہ ہو۔ دوسری یہ کہ اس کی مقدار تو کم ہو مگر مالیت اب بھی زیادہ ہو بلکہ کئی گنا بڑھ کر، جیسے روپے کے ساتھ اشرفی۔ تیسری یہ کہ مقدار میں اتنی کم ہو کہ اس کی مالیت بھی اس کے مقابل سے گھٹ جائے، چوتھے یہ کہ اسکی مقدار اس حد تک کم ہو کہ دونوں مالیت میں برابر ہو جائیں اور تمام علماء نے اتنا ہی فرمایا ہے کہ جب جنس مختلف ہو تو کمی بیشی جائز ہے اور اُسے کسی خاص صورت کے ساتھ مقید نہ کیا تو چاروں صورتوں کو شامل ہوگا اور اگر وہاں کراہت تحریمی ہوتی تو چاروں صورتوں میں سے صرف ایک حلال ہوتی اور وہ چوتھی صورت ہے پھر یہاں ایک صورت اور ہے وہ یہ کہ دو جنس کی چیزیں مقدار میں برابر ہوں تو ان کی مالیت بھی یکساں ہو اور علماء نے کمی بیشی

لہ حاشیۃ الدرر لعبد الحلیم کتاب البیوع

Marfat.com

وھو یستلزم التفاضل فی المالیۃ فوجب حلہ والثالث[۳] قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم[لہ]، فمن ذا الذی یعدہ معصیۃ ومکروھا تحریما مع اذن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیہ والرابع[۴] ماقدمنا انفاعن الخانیۃ انہ یدفع فلسا عوضا عن الدرھم فیجوز ذٰلک و یقع الامن ای امن بعد حصول المعصیۃ والخامس[۵] لیس التفاضل بین درھم اودینار او فلس و دینار مثلا الا بالمالیۃ فان کان ذلک موجبا لکراھۃ التحریم لانہ حصل لاحد العاقدین اکثر واربح مما حصل للاٰخر فاربی ھذا علیہ یجب ان یکون مساواۃ الجید والردی وزنا مکروھا تحریما اذا اربی الجید علی الردی بما لا یتغابن فیہ الناس کأن تکون مالیتہ ضعف مالیتہ او اضعافھا لان موجبھا المذکور حاصل ھٰھنا ایضا قطعا والشیٔ لایتخلف عن موجبہ مع ان المساواۃ ھوالمامور بہ شرعا وکذلک ما زاد بالصناعۃ حتی صارت

حلال ہونے کا حکم فرمایا اور وُہ اس صورت میں مالیت کی کمی بیشی کو مستلزم ہے تو اس کا حلال ہونا واجب ہوا، دلیل سوم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد کہ جب جنس مختلف ہو تو جیسے چاہو بیچو تو وہ کون ہے جو اُسے گناہ اور مکروہ تحریمی بتائے گا حالانکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس کی اجازت فرما چکے۔ دلیل چہارم وُہ جو ابھی ہم فتاوٰی قاضی خان سے بیان کر آئے کہ روپے کے بدلے ایک پیسہ دے دے تو یہ جائز ہو جائے گا اور امان حاصل ہوگی اور گناہ ہونے کے بعد کون سی امان ہے۔ دلیل پنجم مثلاً اشرفی اور روپے یا پیسہ اور اشرفی میں کمی بیشی نہیں مگر مالیت کی، تو اگر اس سے کراہت تحریم لازم ہوتی اس بناء پر کہ دونوں عاقدوں میں سے ایک نے وہ پایا جو مالیت اور نفع میں زائد ہے تو اس کو اس پر زیادتی رہی تو واجب ہوگا کہ کھرے اور کھوٹے کا وزن میں برابر ہونا مکروہ تحریمی ہو جبکہ کھرے کی قیمت کھوٹے سے اتنی زیادہ ہو جس میں لوگ ایک دوسرے سے غبن نہ کھائیں جیسے اس کی مالیت اُس کی مالیت سے دونی یا کئی گنا ہو اس لئے کہ کراہت تحریم کا وہ موجب یہاں بھی یقیناً حاصل ہے اور حکم اپنے موجب سے پیچھے نہیں ہٹتا حالانکہ کھوٹے کھرے کا وزن میں برابر ہونا اسی کا شرع نے حکم دیا ہے اور ایسے ہی وہ جو

لہ نصب الرایۃ لاحادیث الہدایۃ کتاب البیوع المکتبۃ الاسلامیۃ لصاحبہا الحاج ریاض الشیخ ۴/ ۴

Marfat.com

قیمته اضعاف قیمة مایساویه وزنا
من التبر او الدراهم یکون التساوی
فیه موجب لما اوجبتم به کراهة
التحریم مع انه هو الواجب شرعا
فاذن یکون الشرع قد اوجب
ما هو معصیة فان المکروه تحریما
منهی عنه وارتکابه اثم و معصیة و
ان کانت صغیرة کما نص علیه فی البحر
والدر وغیرهما وبالاعتیاد یصیر کبیرة ولاشك
ان الشرع متعال عن ان یامر بمعصیة و
یوجب ارتکاب اثم بخلاف المکروه تنزیها
فانه من المباح ولیس من المعصیة قطعا
وربما یتعمده الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام
بیانا للجواز وقد زلت قدم ذاك اللکنوی
فی رسالته فی الدخان فجعل المکروه تنزیها ۱
من المعاصی والاصرار علیه من الکبائر
وهذه مزلة فاحشة بینت عوارها فی
رسالة مستقلة سمیتها "جمل مجلیة ان
المکروه تنزیها لیس بمعصیة" ۱۳۰۴ھ والاعتذار
بان الشرع اهدر اعتبار المالیة عند
اتحاد الجنس لایجدی نفعا فان ذلك
اول الکلام ان لوکان الاربا فی المالیة
موجب المعصیة فی نظر الشرع فلم اهدر
اعتبارها مع ما فیه من ابطال مقصد
نفسه اعنی الشرع وهو صیانة اموال

صناعی کے سبب بڑھ جائے یہاں تک کہ اسکی قیمت
اس کے ہم وزن پتّر یا روپوں سے کئی گنا ہو جائے
تو اس میں وزن کی برابری اسی کراہت تحریم کی موجب
ہوگی جو تم نے قرار دی ہے حالانکہ وہی شرعاً واجب
ہے تو اُس وقت یہ ہوگا کہ شرع نے وہ چیز واجب
کی جو گناہ ہے اس لئے کہ مکروہ تحریمی ممنوع ہے اور
اُس کا کرنا گناہ اگرچہ صغیرہ ہے جیسا کہ بحرالرائق و
درمختار وغیرہما نے تصریح کی اور عادت ڈالے سے
کبیرہ ہو جائیگا، اور شک نہیں کہ شرع اس سے بلند و
بالا ہے کہ معصیت کا حکم دے اور گناہ کرنا واجب
کرے بخلاف مکروہ تنزیہی کے کہ وہ مباح میں سے
ہے اور معصیت میں سے یقیناً نہیں، کبھی انبیاء
علیہم الصلوٰۃ والسلام اسے قصداً کرتے ہیں کہ اس کا
جائز ہونا ظاہر ہو جائے اور انھیں لکھنوی کا حقہ
کے رسالہ میں قدم پھسلا تو مکروہ تنزیہی کو گناہ اور
اس پر اصرار کو کبیرہ ٹھہرادیا اور یہ فاحش غلطی ہے
کہ اس کا عیب میں نے ایک مستقل رسالہ میں
بیان کیا اس کا نام "جمل مجلیۃ ان المکروہ
تنزیہا لیس بمعصیۃ" ۱۳۰۴ھ رکھا اور یہ عذر کرنا کہ
ایک جنس ہونے کی حالت میں شرع نے مالیت
کا اعتبار ساقط فرما دیا ہے کچھ نفع نہ دے گا
اس لئے کہ یہی تو پہلی بحث ہے کہ اگر شرع کی نظر
میں مالیت کی زیادتی موجب معصیت تھی تو کیوں
اس کا اعتبار ساقط فرما دیا حالانکہ اس میں خود
مقصود شرع کا باطل کرنا تھا مقصود کیا ہے لوگوں کا

Marfat.com

الناس وانما الاموال بالمالية وفيه ايصال اكلة الربا الى قصدهم الفاسد فان غرضهم انما يتعلق بالمالية فاذا اربوا فيها فقد فازوا بمرادهم ولا نظر لهم الى زيادة الوزن وقلته فتبين ان الارباء في المالية لا نظر اليه للشرع ولا يمكن ان يوجب كراهة تحريم اصلا وهو المقصود، والسادس طفحت المتون قاطبة بجواز بيع فلس بفلسين وقال في البحر ليس مرادهم خصوص بيع الفلس بالفلسين بل بيان حل التفاضل حتى لو باع فلسا بمائة على التعيين جاز عندهما[1] اي عند الشيخين رضي الله تعالى عنهما واي نص تريد انص من هذا على حل التفاضل بالمالية والحمد لله، نعم الحل قد يجامع كراهة التنزيه كما نصوا عليه، السابع العينة المذكورة فانما مبناها على التفاضل في المالية ولا يتقيد بنحو عشرة باثني عشر او ثلثة عشر كما في الخانية او خمسة عشر كما في الفتح بل صوّرت بصورت الضعف ايضا قال في الفتح من

مال بچانا اور مال کی حقیقت مالیت ہی ہے اور اس میں سود خوروں کو اُن کے قصد فاسد تک پہنچانا ہوگا کہ اُن کی غرض تو مالیت ہی سے متعلق ہے جب اُنھوں نے مالیت زیادہ پالی تو اپنی مراد کو پہنچے اور وزن کی کمی بیشی کی طرف اُن کی نظر نہیں تو ظاہر ہو گیا کہ مالیت میں زیادتی کی طرف شرع اصلاً نظر نہیں فرماتی تو ممکن نہیں کہ اصلاً کراہت تحریم واجب کرے اور یہی مقصود ہے۔

دلیل ششم تمام متون بالاتفاق اس تصریح سے لبریز ہیں کہ ایک پیسہ دو پیسے کو بیچنا جائز ہے اور بحر الرائق میں فرمایا کہ اُن کی مراد خاص یہی نہیں ہے کہ ایک پیسہ دو پیسے کو بلکہ کمی بیشی حلال ہونے کا بیان مقصود ہے یہاں تک کہ اگر ایک پیسہ سو معین پیسے کو بیچے تو امام اعظم اور امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک حلال ہے اور اس سے بڑھ کر تو اس پر اور کون سا روشن تر نص چاہتا ہے کہ مالیت میں کمی بیشی روا ہے والحمد للہ، ہاں حلال ہونا کبھی کراہت تنزیہ کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے جیسا کہ علماء نے تصریح فرمائی۔ دلیل ہفتم عینہ مذکورہ کا اسکی بناء ہی مالیت میں کمی بیشی پر ہے اور وہ کچھ اسی پر بند نہیں کہ دس کے بارہ یا تیرہ کریں جیسا کہ فتاوی قاضیخان میں ہے یا پندرہ جیسا کہ فتح القدیر میں بلکہ دونا دون کی صورت بھی اس میں بیان کی گئی ہے، فتح القدیر میں فرمایا کہ عینہ کی ایک صورت

[1] بحر الرائق باب الربا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۱۳۲

Marfat.com

صور العينة ان يبيع متاعه بالفين من المستقرض الى اجل ثم يبعث متوسطا يشتريه لنفسه بالف حالة ويقبضه ثم يبيعه من البائع الاول بالف ثم يحيل المتوسط بائعه على البائع الاول بالثمن الذى عليه وهو الف حالة فيدفعها الى المستقرض ويأخذ منه الفين عند الحلول اھ[1] واذا جاز ضعف جازت الاضعاف **اقول** ولا يلزم المتوسط بل له ان يبيعه من المستقرض بالفين فيبيعه المستقرض فى السوق بالف كيلا تعود العين الى المقرض فيكون مكروها تحريما فى بحث المحقق وان كان فيه للكلام مجال فان شراء ما باع باقل مما باع جائز عند توسط ثالث بالاجماع ولم يذكروا فيه تأثيما وقد تقدم عن فقيه النفس فى حيل الفرار عن الحرام وانى تتم الحيلة مع بقاء المعصية لاجرم قال العلامة عبد الحليم فى حواشى الدرر الظاهر كراهة تنزيه سواء

یہ ہے کہ اپنی متاع قرض لینے والے کے ہاتھ ایک وعدہ پر دو ہزار کو بیچے پھر کسی درمیانی شخص کو بھیجے کہ وہ اس سے اپنے لئے ہزار نقد کو خرید کر قبضہ کر لے پھر یہ درمیانی شخص پہلے شخص سے اسے ہزار کو بیچ ڈالے پھر وہ درمیانی اپنے بائع یعنی قرض لینے والے کا ثمن پہلے بائع پر اُتار دے اور وہ ہزار روپے نقد ہیں تو پہلا بائع ہزار روپے قرض لینے والے کو دے دے اور وعدہ پر دو ہزار اس سے لے انتہی، اور جب دونا جائز ہوا تو کئی گنا بھی جائز ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) اس درمیانی شخص کا ہونا ضرور نہیں بلکہ یہ بھی کر سکتا ہے کہ قرض لینے والے سے (ہزار کی چیز) دو ہزار کو بیچے وہ بازار میں ہزار کو بیچ لے تاکہ وہ متاع قرض دینے والے کی طرف عود نہ کرے کہ عود کرنے کی حالت میں محقق کے نزدیک مکروہ تحریمی ہو جائے گی، اگرچہ اس میں کلام کی گنجائش ہے کہ اپنی بیچی ہوئی چیز جتنے کو بیچی ہے اس سے کم کو خریدنا بالاجماع جائز ہے جبکہ تیسرا شخص متوسط ہے اور علماء نے اس میں کوئی گناہ تحریر نہیں فرمایا اور امام فقیہ النفس قاضی خان سے یہ امر اوپر گزر چکا جہاں انھوں نے حرام سے بھاگنے کے حیلے بیان فرمائے ہیں اور اگر معصیت باقی رہے تو حیلہ کہاں پورا ہوا، لاجرم علامہ عبد الحلیم نے حواشی درر میں فرمایا ظاہر یہ ہے کہ کراہت تنزیہی ہے چاہے

---

[1] فتح القدیر کتاب الکفالۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۳۲۴

Marfat.com

كان في صورة عود كل المدفوع او
بعضه الى الدافع اولا[1] تدبر، والثامن
شرطوا الجواز شراء الوصي مال اليتيم
لنفسه اوبيعه مال نفسه له الخيرية
لليتيم وجعلوها في العقار بالضعف
وفي غيرها بمثل ونصف[2] كما في الخانية
والهندية وشرطوا الجواز بيعه مال
اليتيم من اجنبي ان لم تكن
للصغير حاجة الى ثمنه ولا على
الميت دين لاوفاء له الابه ان
يبيعه بضعف القيمة قال في الهندية
عن محيط السرخسي وعليه الفتوى[3]
فهذا تفاضل في المالية مأمور به من
جهة الشرع والتاسع ما تقدم
عن الفتح وغيره من المعتمدات
من قوله لو باع كاغذة بالف يجوز
ولا يكره[4] والعاشر في باب الربا من رد المحتار عن
الذخيرة اذا دفع الحنطة الى خباز جملة واخذ الخبز
مفرقا ينبغي ان يبيع صاحب الحنطة خاتما
او سكينا من الخباز بالف من من

جو متاع دی وہ پوری دینے والے کی طرف عود کر آئے
یا اس کا حصہ یا کچھ نہیں، تدبر، دلیل ہشتم وصی اگر
یتیم کا مال خود خریدنا یا اپنا مال اس کے ہاتھ بیچنا چاہے
تو اس کے جواز کے لئے علماء نے یہ شرط فرمائی ہے
کہ اس خرید و فروخت میں یتیم کا نفع ہو اور اس نفع
کی مقدار جائداد غیر منقولہ میں دوچند رکھی اور منقولہ میں
ڈیوڑھی، جیسا کہ فتاوٰی قاضی خان اور فتاوٰی عالمگیری
میں ہے اور وصی اگر یتیم کا مال کسی دوسرے کے ہاتھ
میں بیچنا چاہے اور نابالغ کو اس کی قیمت کی
ضرورت نہ ہو اور نہ مورث پر کوئی دین ہو کہ بغیر اس کے
بیچے پورا نہ ہو تو اس صورت میں جواز بیع کی یہ شرط
لگائی کہ دونی قیمت پر بیچے، ہندیہ میں محیط سرخسی سے
نقل کیا کہ اسی پر فتوٰی ہے تو مالیت کی اس کمی بیشی
کا خود شرع کی طرف سے حکم ہے، دلیل نہم وہ جو
فتح القدیر وغیرہ معتمد کتابوں سے گزرا کہ اگر ایک کاغذ
ہزار روپے کو بیچا تو جائز ہے اور مکروہ نہیں۔
دلیل دہم رد المحتار کے باب ربا میں ذخیرہ سے ہے
جب نانبائی کو گیہوں اکٹھے دے دے اور روٹی
تھوڑی تھوڑی کر کے لی تو یوں چاہئے کہ گیہوں والا نانبائی
کے ہاتھ ایک انگوٹھی یا چاقو مثلاً ہزار من روٹی

---

[1] حاشیۃ الدرر لعبد الحلیم
[2] فتاوٰی ہندیہ الباب السابع عشر فی بیع الاب والوصی الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۷۶
[3] " " " " " " " "
[4] فتح القدیر کتاب الکفالۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/۳۲۴

Marfat.com

الخبز مثلاً[1] الخ واین یقع سکین من الف
من من الخبز ونظائر هذا لو سردناها لم نستطع
احصاءها وانما تنزلنا بعد السادس الی هنا
لان کلامهم فی المضموم ۔ الاقل مطلق
من ان یکون من الاثمان او الاعیان
ومن الاموال الربویة او من غیرها
فهذا غایة تحقیق المسألة،
اما کلام الشیخ عبد الحلیم
فاقول اولاً لیس الوجوب للاحتیاط وجوب
الشیٔ فی نفسه ولا شك ان ترك
مالا بأس به حذرا مما به باس من
قبیل الاحتیاط فی الدین ولا یحصل
ذلك الا بما ذکر فکان من واجباته
اذ الواجب للشیٔ هو الذی لا تحصل له
الا به وثانیاً ربما یطلق الواجب
عرفا علی المندوب ومنه قول الدر
لا باس به ای بالتکبیر عقب العید
لان المسلمین توارثوه فوجب
اتباعهم[2] اھ ونظر له الشامی فی
موضع اٰخر بقولهم حقك
واجب علی وفی کتاب

کو بیچے الخ اور بھلا کہاں چاقو اور کہاں ہزار من روٹی
اور اس کے نظائر اگر ہم بیان کرتے جائیں تو ان کا
احاطہ نہ کر سکیں گے اور دلیل ششم کے بعد جو ہم
یہاں تک اُتر آئے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جو
علماء نے فرمایا تھا کہ جس جانب وزن کی کمی ہے
کوئی چیز ملا دی جائے وہ ان کے کلام میں مطلق ہے
خواہ ثمن ہو یا متاع اور اموال ربا سے ہو یا نہیں
تو یہ تحقیق مسئلہ کی انتہا ہے، رہا فاضل عبد الحلیم
رومی کا کلام اقول اولاً حصول احتیاط کیلئے کسی شیٔ
کا وجوب اس کا فی نفسہ وجوب نہیں اور شک نہیں
کہ خرابی کے ڈر سے جس چیز میں خرابی نہیں اُسے
چھوڑنا دین میں احتیاط کے قبیل سے ہے اور یہ
اُسی طور پر حاصل ہوگا جو انھوں نے ذکر کیا تو احتیاط
کے واجبات سے ہوا کہ کسی شے کے لئے واجب
وہی ہے جس کے بغیر شے حاصل نہ ہو، ثانیاً اکثر
عرف میں مستحب کو واجب کہتے ہیں، اور اسی میں سے
ہے درمختار کا یہ قول کہ نماز عید کے بعد تکبیر کہنے میں
کوئی حرج نہیں اس لئے کہ یہ مسلمانوں میں سلف
سے چلا آتا ہے تو ان کی پیروی واجب ہوئی انتہی،
اور شامی نے دوسری جگہ اس کی ایک نظیر یہ بیان کی
کہ عرف میں کہتے ہیں تیرا حق مجھ پر واجب ہے اور

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع باب الربا داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۸۶
[2] درمختار باب العیدین مجتبائی دہلی ۱/ ۱۱۷

Marfat.com

ادب القاضی من الفتح تحت قولہ "ولیشھد (ای القاضی) الجنازۃ و یعود المریض" ذکر حدیث البخاری فی الادب المفرد عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول ان للمسلم علی اخیہ ست خصال واجبۃ ان ترک شیئا منھا فقد ترک حقا واجبا علیہ لاخیہ یسلم علیہ اذا لقیہ ویجیبہ اذا دعاہ ویشمتہ اذا عطس ویعودہ اذا مرض ویحضرہ اذا مات وینصحہ اذا استنصحہ ثم قال ولابد من حمل الوجوب فیہ علی الاعم من الوجوب فی اصطلاح الفقہ الحادث فان ظاھرہ وجوب الابتداء بالسلام وکون الوجوب وجوب عین فی الجنازۃ فالمراد بہ امر ثابت علیہ اعم من ان یکون ندبا او وجوبا بالاصطلاح اھ[1] ولابد من الحمل علیہ لما اقمنا من الادلۃ وان ابیت الا حملہ علی ظاھرہ فھذا فھم من الشیخ عبد الحلیم لم یستند فیہ

فتح القدیر کی کتاب ادب القاضی میں اس قول ماتن کے نیچے کہ قاضی جنازہ پر حاضر ہو اور بیمار کے پوچھنے کو جائے ادب المفرد میں بخاری کی یہ حدیث ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ذکر کی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سنا مسلمان کے مسلمان پر چھ حق واجب ہیں اگر ان میں سے کوئی چیز ترک کرے تو اپنے بھائی کا ایک حق چھوڑیگا جو اس کے لئے اس پر واجب تھا، ملاقات[1] کے وقت اسے سلام کرے، اور[2] وہ دعوت کرے تو قبول کرے یا وہ پکارے تو جواب دے، اور جب[3] اسے چھینک آئے (اور وہ حمد الٰہی بجالائے) تو یرحمک اللہ کہے، اور بیمار[4] پڑے تو اسے پوچھنے جائے، اور اس[5] کی موت میں حاضر ہو، اور اگر وہ[6] اس سے نصیحت چاہے تو نصیحت کرے۔ پھر محقق نے فرمایا ضرور ہے اس حدیث میں وجوب کو ایسے معنی پر حمل کریں جو وجوب کے اس معنی سے کہ فقہ کی اصطلاح حادث میں ہے عام ہو اس لئے کہ ظاہر حدیث یہ ہے کہ ابتداء بہ سلام واجب ہو اور نماز جنازہ فرض عین ہو تو حدیث کی مراد یہ ہے کہ یہ حقوق مسلمان پر ثابت ہیں خواہ مستحب ہوں یا واجب فقہی انتہی، اور عبارت عبدالحلیم میں یہ معنی وجوب لینا ضرور ہے بسبب ان دلیلوں کے جو ہم قائم کرچکے اور اگر تو اسے ظاہر پر محمول کئے بغیر نہ مانے تو یہ شیخ عبدالحلیم

---

[1] فتح القدیر کتاب الادب القاضی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۹/۳۶۳

Marfat.com

لنقل وفهمه غير حجة في الشرع
لاسيما عند قيام البراهين على
خلافه وثالثاً ان لم يحمل على
ما قلنا يكون كلامه قد ناقض نفسه
لانه ذكر بعد هذا بورقة واقعةً تحدث
في الدولة العثمانية من تبديل
الدراهم العتيقة المغشوشة الغالبة
فيها الفضة بدراهم جديدة جيدة و
يمنع بظهورها التعامل بالعتيقة و
من رداءة العتيقة ان الدرهم
الكبير الرومي وهو المسمى بالقرش
يكون بمائة وعشرين درهما منها
والدينار بمائتين واربعين فاذا ظهرت
الجديدة ينزل القرش الى ثمانين من
الجديدة والدينار الى مائة وعشرين
فيقع بين الناس نزاع كثير في ديونهم
الواقعة في زمن العتيقة قال فافتى
اسلافنا من ساداتنا علماء قسطنطنية
المحمية بتنزيل ثلث الدين فبمقابلة
دين مائة وعشرين درهما يعطى
المديون الدائن ثمانين درهما جديدا او قرشا واحدا
وبمقابلة مائتين واربعين دينارا او قرشين الى ان
جاء زمن افتاء استاذنا المرحوم اسعد بن سعد الدين
فافتى بان يعطى قيمة العتيقة في زمن
العقد من الدينار مثلاً لكل

کی اپنی ایک سمجھ ہے جس پر انھوں نے کوئی نقلی سند
پیش نہ کی اور ان کی فہم شرع میں حجت نہیں خصوصاً
جبکہ اس کے خلاف پر دلائل قائم ہوں۔ ثالثاً اگر
اس معنی پر محمول نہ کیا جائے تو ان کا کلام خود اپنے
نفس کا مناقض ہوگا، اس لئے کہ انھوں نے اس
کلام سے ایک ورق بعد دولت عثمانیہ کا ایک واقعہ
بیان کیا ہے، پرانے روپے جن میں میل ہے اور چاندی
غالب ہوتی ہے انھیں نئے کھرے روپے سے بدلتے
ہیں اور ان نیوں کے بعد پرانوں سے معاملہ کرنا منع
کردیا جاتا ہے اور پرانوں کا کھوٹا پن یہاں تک ہے
کہ ایک بڑا روپیہ رومی جسے قرش کہتے ہیں ان پرانوں
کے ایک سو بیس کے برابر ہوتا ہے اور اشرفی
دو سو چالیس کے برابر، جب نئے روپے چل جاتے
ہیں تو قرش کی قیمت ان نیوں سے اسّی رپے رہ جاتی
ہے اور اشرفی ایک سو بیس کی، تو لوگوں کو وہ لین دین
جو پرانے روپوں کے زمانے میں ہوا تھا اس میں
بڑا جھگڑا پڑجاتا ہے تو علمائے محروسہ قسطنطنیہ سے
ہمارے اگلوں سرداروں سے یہ فتویٰ دیا کہ تہائی
دَین اُتار دیں، تو ایک سو بیس پرانے روپے کی جگہ
مدیون دائن کو نئے اسّی روپے یا ایک قرش دے
اور دو سو چالیس پرانے روپے کی جگہ ایک اشرفی
یا دو قرش یہاں تک ہمارے استاذ مرحوم اسعد
بن سعد الدین کے افتا کا وقت آیا تو اُنھوں نے
یہ فتویٰ دیا کہ زمانۂ عقد میں پرانے روپوں کی جو قیمت
تھی اتنی قیمت کی اشرفیاں دی جائیں مثلاً ہر

Marfat.com

مائتين وار بعين درهما يعطي دينارا ولم يجوز اعطاءه درهما جيدا ولا قرشا و صرح بان في المسلك السابق حقيقة الرباء اوشبهته[1]، ثم قال يقول العبد ان ما افتى به اولا صحيح ايضا مع ان فيه يُسرا وتوسيع دائرة لاداء الدين اما صحته فان الدراهم العتيقة لما كانت رائجة كما يروج القرش والدينار من غير فرق بينهن تقرر ان دين المديون استقر في ذمته على هذا التفصيل وصُرِف الدين الى ما قدر به في الاداء من كل نوع اى نوع كان من العتيقة و القرش والدينار كما صرح الفقهاء بهذا في صورة استواء رواج الاحادى و الثنائى والثلاثى فاذا منع تعاطي العتيقة وظهر الجديدة ورخص القرش والدينار بالتنزيل الى ماسبق ذكره نزل الدين كذلك وفيه توسيع دائرة ويسر تام اذ يؤدى المديون من اى نوع قدر بخلاف ما افتى به ثانيا اذ قد لا يكون للمديون دينار وقد لا يجد وقد يكون الدين او الباقي غير بالغ الى قيمة الدينار فيعسر الاداء مع

دوسو چالیس روپے کے بدلے ایک اشرفی دے اور یہ جائز نہ رکھا کہ اسے نیا روپیہ یا قرش دے اور تصریح فرمائی کہ اگلے مسئلہ میں یا تو حقیقۃً سُود ہے یا اس کا شبہہ۔ پھر شیخ عبدالحلیم نے کہا کہ وہ جو پہلوں نے فتویٰ دیا وہ بھی صحیح ہے اور اس کے ساتھ اس میں آسانی ہے اور ادائے دین کے دائرہ میں وسعت، اس کی صحت تو اس سبب سے ہے کہ پُرانے روپوں کا جب بعینہٖ ایسا ہی چلن تھا جیسے اشرفی اور قرش کا، تو ثابت ہوا کہ مدیون پر دین اسی تفصیل سے ٹھہرا اور دین کا حاصل اس طرف پھرے گا کہ اتنی مقدار کا مال لازم ہے کسی نوع میں سے ہو، پرانے روپے ہوں یا قرش یا اشرفی، جیسا کہ فقہائے اس کی تصریح فرمائی ہے جب کہ مختلف سکّوں کا ایک سا چلن ہو، تو جب پرانوں کا چلن بند کر دیا گیا اور نئے چلنے لگے اور قرش اور اشرفی کا بھاؤ اُس مقدار پر کہ اوپر مذکور ہوئی اُتر گیا دین بھی اتنا ہی اتر جائے گا اور اس میں دائرہ کی وسعت اور پوری آسانی ہے اس لئے کہ مدیون جس نوعیت پر قدرت پائیگا اس میں سے ادا کریگا بخلاف دوسرے فتویٰ کے اس لئے کہ کبھی مدیون کے پاس اشرفی نہیں ہوتی اور نہ اسے ملتی ہے، اور کبھی کل دین یا باقی اتنا نہیں ہوتا کہ اشرفی کے مقدار کو پہنچے تو ادا دشوار

---

[1] حاشیۃ الدرر لعبد الحلیم

Marfat.com

ان الاثمان الرائجة فی زمن العقد سوی
العتیقة باقیة علی رواجها ولیس
فیها کساد ولامنع سوی الترخیص بالنسبة
الی الجیدة فمن این التکلیف للمدیون
باداء الدین بالدینار فقط فظهر ان ما افتی
به اولا صحیح علی وجه الیسر لا عسر
فیه نعم لوسلم وجدان الربا اما
حقیقة او حکما فی الاداء بالجدیدة
او بالقرش بان لامساواة بینهما وزنا
او لا یعلم فانه یدفع بضم نحو فلس
الی الجدیدة او القرش کما لایخفی[له] اھ
ملخصًا، والمسئلة مذکورة فی الدرر
وغیرہ واختار العلائی ما افتی به
سعدی افندی وهو الالزام بالذهب
ومال ابن عابدین الی نحو ما مال الیه ۱
عبدالحلیم وحاصله اولا منع ان اللازم
علی ذمة المدیون عین العتیقة
حتی یکون الاداء بالجدیدة او القرش
مع عدم مساواتها للعتیقة وزنا بل
اللازم تلك المالیة المقدرة
بای الثلثة شاء فاذا
کسد منها واحد جاز
الاداء عن احد الباقین

ہو گی حالانکہ جو ثمن زمانہ عقد میں رائج تھے وہ پرانے روپیوں کے سوا بدستور رائج ہیں ان کا نہ چلن گھٹا نہ منع کیا گیا سوا اس کے کہ نئے روپیوں سے ان کا بھاؤ سستا ہو گیا تو کہاں سے مدیون کو مجبور کیا جائے گا کہ خاص اشرفی ہی سے اپنا دَین ادا کرے تو ظاہر ہوا کہ وہ جو پہلا فتوٰی تھا صحیح اور آسان ہے اس میں کچھ دشواری نہیں، ہاں اگر یہ مان لیا جائے کہ نئے روپے یا قرش سے ادا کرنے میں حقیقۃً ربا ہے یا حکمًا یوں کہ دونوں کا وزن برابر نہیں یا برابری کا علم نہیں تو وہ یُوں دفع ہو جائے گا کہ نئے روپے یا قرش کے ساتھ مثلًا ایک پیسہ ملا کر دیا جائے جیسا کہ پوشیدہ نہیں انتہی ملخصًا، اور یہ مسئلہ درمختار وغیرہ میں مذکور ہے اور صاحبِ درمختار نے اسی کو اختیار کیا جو سعدی آفندی کا فتوٰی ہے کہ مدیون پر سونے ہی سے ادا کرنا واجب ہے اور علامہ شامی نے اُس طرف میل کیا جس طرف شیخ عبدالحلیم کی رائے جھکی اور اس کا حاصل یہ ہے کہ اول تو ہم یہی نہیں مانتے کہ مدیون کے ذمہ خاص پرانے روپے ہی دینا واجب تھے تاکہ نئے روپے یا قرش سے ادا کرنا جبکہ وہ پرانوں سے وزن میں برابر نہ ہوں ربا ٹھہرے بلکہ اُتنی مالیت لازم تھی جس کا اندازہ ان تینوں سکّوں میں سے جس سے چاہے کرلے تو جب ان میں سے ایک کا چلن جاتا رہا تو دو باقیوں میں سے جس سے

[له] حاشیۃ الدرر لعبدالحلیم

Marfat.com

قلت وبه ظهران تعبيرهم بتنزيل
ثلث الدين مسامحة نظرا الى ظاهر
التغير فى عدد الدراهم حيث يعطى
من الجديدة ثمانين مكان مائة وعشرين
والافلا تنزيل فى المالية اصلا وثانيا ان
سلم لزوم العتيقة عينا فيدفع بضم نحو
فلس الى الجديدة او القرش وقد افتى
هو به الناس وجعله يسرا تاما من دون عسرا
تاما من دون عسر واى يسر
بعد حصول كراهة التحريم فاذن
لامحيد عما ذكرنا وبالله التوفيق
وبالجملة ماكانت امثال هذه
الشبهات لتذكر وتسطر لولا ما
فى جوابها من فوائد تظهر وتزهر،
اقول وبه تبين والحمد لله ان
ليس فيه اعنى فى بيع دينار
بدرهم بل فلس فضلا عن بيع نوط عشرة
باثنى عشر شبهة ربا ايضا فضلا
عن الربا خلافا لما زعم اللكنوى اذ الشبهة
فى المحرمات ملحقة باليقين كما نص
عليه فى الهداية وغيرها فلوكانت لوجبت
الحرمة فضلا عن كراهة التحريم وقد
قامت الادلة ان لاكراهة تحريم ههنا
فضلا عن الحرمة فظهران لاربا و
لاشبهة هذا وانما جل

چاہے ادا کردے اقول یہیں سے ظاہر ہوا کہ ان
کا یہ فرمانا کہ تہائی دَین اتار دیا جائے
مسامحہ ہے روپیوں کی گنتی میں جو ظاہر تغیر ہوا اُس
پر نظر فرما کر ایسا کہا کہ ایک سو بیس کی جگہ نئے اسّی
دے گا ورنہ مالیت میں اصلاً تغیر نہ ہوا، دوسرے
یہ کہ اگر خاص پرانے روپے ہی لازم ہونا مان لیا جائے
تو سود یوں دفع ہوجائے گا کہ نئے روپیوں یا قرش
کے ساتھ مثلاً ایک پیسہ ملا کر دے اور فاضل عبدالحلیم
نے لوگوں کو اس کا فتویٰ دیا اور اُسے پوری آسانی
بلا دشواری بتایا اور کراہت تحریم ہونے کے بعد
کون سی آسانی ہے تو وہ معنی جو ہم نے ذکر کئے اُن
سے مفر نہیں اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے
بالجملہ ایسے شبہات اس قابل نہ تھے کہ ذکر کئے جائیں
اور لکھے جائیں اگر یہ نہ ہوتا کہ ان کے جوابوں سے
چمکتے ہوئے فائدے ظاہر ہوئے اقول الحمدللہ
اس تقریر سے روشن ہوگیا کہ دس کا نوٹ بارہ کو
بیچنا درکنار ایک اشرفی ایک روپے بلکہ ایک پیسہ
کو بیچنے میں ربا تو ربا اس کا شبہہ بھی نہیں برخلاف
اس کے جو لکھنوی نے زعم کیا اس لئے کہ حرام چیزوں
میں شبہہ بھی حکم یقین میں ہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہ
میں منصوص ہے تو اگر یہاں شبہہ ہوتا تو حرمت
واجب ہوتی چہ جائے کراہت تحریم، اور
دلائل قائم ہوچکے کہ یہاں کراہت تحریم بھی
نہیں چہ جائے حرمت، تو ظاہر ہوا کہ یہاں
نہ سود ہے نہ سود کا شبہہ، یہ تو لیجئے اور آگے سنئے

Marfat.com

مایتشبث بہ ھذا المانع ان النوط[عہ] | ان منع کرنے والے کی بڑی سند جو کچھ ہے یہ ہے کہ نوٹ

عہ بل زعم ذاك اللكنوی ان من باع نوطا معلما برقم مائة مثلا فانما یرید بیع مائة ربیة واخذ بدلها لابدل النوط اقول اولا لوکان الامر کما زعمت لما صح بیع النوط بالربابی اصلا لانہ اذن بیع مائة درھم افرنجی بمائة درھم افرنجی وھی لاتتفاوت فیما بینھما بشیئ فکان الاستبدال عبثا والشرع لایشرع العبث فی الاشباہ العقود تعتمد صحتھا الفائدة فما لم یفد لم یصح فلایصح بیع درھم بدرھم اذا تساویا وزنا وصفة کمافی الذخیرة[۱] اھ وثانیا قم یوما عن اریکتك واذھب الی البیاعین فاذا رأیت زیدا باع نوطا من عمرو فاسألہ ھل قلت لہ بعتك مائة ربیة فسیقول لا وانما قلت بعتك ھذا النوط فاسألہ ھل اردت ان تستبدل مائة ربیة لك بمائة ربیة لعمرو فسیقول لا وانما اردتُ استبدال

عہ بلکہ اس مولوی لکھنوی نے یہ زعم کیا کہ سو روپے کا نوٹ جب بیچا جاتا ہے تو مقصود اس سے قیمت ملنا اس کاغذ کی نہیں ہوتی ہے بلکہ مقصود سو روپے بیچنا اور اس کی قیمت لینا ہوتا ہے اقول (میں کہتا ہوں) اولاً اگر معاملہ یوں ہوتا تو روپوں کے بدلے نوٹ بیچنا اصلاً جائز نہ ہوتا کہ اب یہ سو روپے انگریزی سو روپے انگریزی کو بیچنا ہوا اور انگریزی روپے باہم کچھ فرق نہیں رکھتے تو یہ سو روپے دے کر وہ سو روپے لینا نرا عبث ہوا اور شرع عبث کو مشروع نہیں فرماتی، اشباہ میں ہے عقد جب صحیح ہوتا ہے کہ اس سے کچھ فائدہ بھی ہو جو محض بے فائدہ ہے وہ عقد صحیح نہیں تو ایک روپیہ ایک روپے کو بیچنا ناجائز ہے جبکہ دونوں روپے وزن و حالت میں برابر ہوں جیسا کہ ذخیرہ میں ہے انتہی، ثانیاً مولوی صاحب ذرا اپنی مسند سے اٹھ کر کسی دن بازار جائیے جب دیکھئے کہ زید نے عمرو کے ہاتھ کوئی نوٹ بیچا تو اس سے پوچھئے کیا تو نے اس سے یوں کہا تھا کہ میں نے تیرے ہاتھ سو روپے بیچے وہ ابھی ابھی جواب دے گا کہ نہ، بلکہ میں نے تو یہ کہا کہ یہ نوٹ تیرے ہاتھ بیچا، اب اس سے پوچھئے کیا تو نے یہ قصد کیا تھا کہ اپنے سو روپے عمرو کے سو روپوں سے

(باقی اگلے صفحہ پر)

[۱] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب البیوع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۳۲۵

Marfat.com

مغرق فی الربابی کا نہھی من دون فرق

روپوں میں غرق ہے گویا وہ بعینہٖ روپیہ ہے اور کچھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

نوطی برباہیۃ فاسألہ ھل اخذت ثمن ربابیك فیقول لابل ثمن نوطی فاسألہ ھل تنقد لہ مائۃ ربیۃ من کیسك فیقول لابل اعطیہ نوطی فعند ذلك یتمیز لك النھار من اللیل، **وثالثاً** لیتك تعرف المبیع من المعدوم فان البائع ربما لاتکون عندہ الربابی بل ولا ربیۃ واحدۃ وبیع المعدوم باطل وقد نھی عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، **ورابعاً** من احتاج الی النوط لیرسلہ فی البوسطۃ فان ارسالہ فیھا ایسر واقل مصروفا فباعہ زید نوطہ ثم اراد ان یعطیہ مائۃ ربیۃ لایقبلہ المشتری ویقول انما اشتریت منك النوط وقد کانت الربابی عندی فماکان یحوجنی الی شرائھا منك وعند ذلك تعرف

بدلے، وہ ابھی جواب دے گا کہ نہ، بلکہ اپنا نوٹ اس کے روپوں سے بدلنا چاہا، اب اس سے پوچھئے کیا تُو نے اپنے روپوں کی قیمت لی وہ ابھی جواب دیگا نہ، بلکہ اپنے نوٹ کی۔ اب اس سے پوچھئے کیا تو اپنی تھیلی میں سے سَو روپے اسے دے گا وہ ابھی جواب دے گا کہ نہ بلکہ اسے اپنا نوٹ دوں گا اس وقت آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ دن اور رات میں یہ فرق ہے، **ثالثاً** کاش آپ کو مبیع و معدوم کا فرق معلوم ہوتا اس لئے کہ بارہا نوٹ بیچنے والے کے پاس روپے نہیں ہوتے بلکہ ایک روپیہ تک نہیں ہوتا تو اگر اسے سَو روپے بیچنا مقصود ہوتے تو معدوم کی بیع کررہا ہے اور معدوم کی بیع باطل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ **رابعاً** جسے ڈاک میں بھیجنے کیلئے نوٹ درکار ہو کہ ڈاک میں نوٹ بھیجنا روپے بھیجنے سے آسان بھی ہے اور خرچ بھی کم ہے اس کے ہاتھ جبکہ زید نوٹ بیچے اور پھر نوٹ نہ دے بلکہ اس کی جگہ سَو روپے دینا چاہے تو خریدار ہرگز نہ لے گا اور اس سے کہے گا کہ میں نے تو تجھ سے نوٹ خریدا تھا روپے تو خود میرے پاس موجود تھے مجھے تجھ سے روپے خریدنے کی کیا حاجت تھی اس وقت آپ کو معلوم

(باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

ولذا لا یفرقون بینھما فی الاخذ والاعطاء

فرق نہیں اسی واسطے لوگ معاملات میں روپے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ان نسبۃ ذٰلک القصد الیھم فریۃ علیھم، وخامسًا بائع النوط اذا قبض دراھم الثمن واراد ردھا بعد ھذا عندھم اقالۃ البیع لا تسلیما للمبدل وھذا کلہ واضح جلی علی من یعرف الشمال من الیمین فسبحٰن اللہ من مبیع لم یعقد علیہ ولا قصد الیہ ولا نقد منہ بل ان نقد لم یقبل ولم یعد نقد المبدل بل ربما لا یکون عند من باع فھل سمعت بمثلہ مبیعا فی الدنیا ولا عقد ولا نقد ولا قصد ولا وجد ولکن قلۃ الفھم والتدبر یأتی بعجائب نسأل اللہ العفو والعافیۃ، وبہ علم بطلان ما قصد بہ التفرقۃ بین الفلوس والنوط بان من اشتری شیأ بربیۃ او استقرض ربیۃ واراد ان یعطی بدلھا فلوس ربیۃ فالدائن والبائع بالخیار فی قبولھا و

ہو جائیگا کہ نوٹ بیچنے میں ان کا یہ قصد قرار دینا کہ روپے بیچتے ہیں ان پر افتراء ہے۔ خامسًا نوٹ بیچنے والا جب قیمت کے روپے لے کر نوٹ نہ دے بلکہ روپے ہی پھیرے تو یہ ان کے نزدیک بیع کا فسخ ٹھہرتا ہے نہ یہ کہ اس نے جو چیز بیچی تھی وہی خریدار کو دے رہا ہے اور یہ سب باتیں ہر اس شخص پر روشن و ظاہر ہیں جسے دہنے بائیں میں تمیز ہو تو سبحان اللہ وہ سو روپے جو بیچنے ٹھہرائے عجب مبیع ہیں کہ نہ اُن پر خرید و فروخت کا لفظ واقع ہوا، نہ اُن کے لینے دینے کا ارادہ ہوا، نہ بائع نے وُہ دئے بلکہ وُہ دے تو خریدار لے نہیں اور مبیع کا دینا نہ ٹھہرے بلکہ بارہا وہ بائع کے پاس ہوتے بھی نہیں تو دنیا میں ایسی کوئی مبیع سنی ہے کہ بک گئی اور نہ عقد نہ نقد نہ قصد نہ وجود، مگر ہے یہ کہ فہم یا فکر کی کمی عجائب لاتی ہے ہم اللہ تعالٰی سے معافی و عافیت مانگتے ہیں اور یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ مولوی صاحب نے جو پیسوں اور نوٹ میں یوں فرق نکالنا چاہا ہے کہ اگر ایک روپیہ کے عوض کوئی چیز خریدے یا ایک روپیہ کسی سے قرض لے اور بوقتِ ادا پیسے ایک روپیہ کے دے تو دائن اور فروخت کنندہ کو اختیار رہتا ہے لے یا

(باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

في المعاملات فاذن كانها عشرة ربابي
بيعت باثني عشرة ربية وهو
ربا قطعا فهذا ان لم يكن ربا
فبشبهه يلتحق به و يحرم۔

اقول وبالله التوفيق هذا اسرء
واخنع ولا غرو اذا القوس
في يد غير باريها قد علم
كل من ترعرع عن الصبا
ولو قليلا ان الاثمان
الاصطلاحية انما تقدر بالحقيقة بل
النقود كلها لها تقدير بالدراهم
دنانير كانت او غيرها ولا بد لها
من نسبة الى الربابي فجنيه بخمسة
عشر وقطعة صغيرة بثمن ربية
واُخرى بالربع واخرى بالنصف و
ست عشر آنية بربية والنوط
الفلاني بعشرة والفلاني بمائة هكذا واذا استوت
رواجا ومالية فاهل العرف لا يفرقون

اور نوٹ کے لین دین میں کچھ فرق نہیں کرتے تو گویا
وہ یوں ہُوا کہ دس روپے بارہ کو بیچے گئے اور وہ
بلاشک ربا ہے تو یہ اگر سود نہ ہو تو اس کی مشابہت
کے سبب سُود سے لاحق ہو کر حرام ہو جائے گا۔

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور اللہ
ہی کی طرف سے توفیق ہے۔ ت) یہ شبہہ تو اور
بھی ردی اور بھونڈا ہے مگر کوئی تعجب نہیں کہ
کمان انجان کے ہاتھ میں ہے ہر وہ شخص جو
بچپن سے کچھ بھی آگے بڑھا ہے جانتا ہے کہ
اصطلاحی ثمنوں کے اندازے حقیقی ہی ثمن سے کئے جاتے
ہیں بلکہ تمام نقدوں کے لئے روپوں سے اندازہ ہے
خواہ اشرفیاں ہوں یا اور کچھ، اور انھیں کچھ نہ کچھ
روپوں سے نسبت ضرور ہوگی تو ایک ساورن پندرہ
روپے کی اور دوانی روپے کا آٹھواں حصہ اور
چوانی چوتھائی اور اٹھنی آدھا اور ایک روپے کے
سولہ آنے اور فلاں نوٹ دس روپے کا فلاں
سَو کا وعلٰی ھذا القیاس، اور جب ان کا چلن اور
مالیت یکساں ہو تو اہل عرف معاملات میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)
ولا يجبره عليه القاضي بخلاف النوط و
من اين له ادعاء هذا ومن قال به و
سيأتيك وتحقيق الامر بعد اسطر
وبالله التوفيق اھ منه۔

نہ لے اور حاکم کی طرف سے اس پر جبر نہیں ہو سکتا بخلاف
نوٹ کے یہ فرق باطل ہے اور یہ ادعا انھوں نے کہاں
سے نکالا اور کون اس کا قائل ہے اور عنقریب چند سطر کے
بعد اس امر میں جو حق ہے اس کا بیان آتا ہے اور اللہ
ہی کی طرف سے توفیق ہے ۱۲ منہ۔

Marfat.com

بينهما فی الاخذ والاعطاء فی معاملاتهم
فمن شری ثوبا بجنيه افرنجی وادی
خمس عشر ربية او بالعکس لا يعد
هذا تبديلا ولا تحويلا ولا ينکره البائع
ولا غيره وکذا القطعة الصغيرة وثمانية
فلوسا افرنجية لا يفرقون بينهما فی الاخذ
والاعطاء وکذا ربع الربية وستة
عشر فلسا ومن اشتری شيئا بنصف
ربية، فاما ان يودی النصف[۱] بعينه
او ربعی[۲] ربية او اربعة[۳] اثمانه او ربعا[۴]
وثمنين او ربعا[۵] وثمنا وثمانية فلوس او ثلثة[۶]
اثمان وثمانية فلوس او ربعا[۷] وستة عشر فلسا او
ثمنا[۸] واربع وعشرين فلسا او الکل[۹] بالفلوس اثنين
وثلثين فلسا الصور التسع جميعا سواء عندهم
1 ولا يفرقون بينهما اصلا لاستوائها جميعا
فی المالية والرواج وليس هذا فی العرف
فقط بل الشرع ايضا خير المشتری ان يؤدی
ايها شاء ولو امتنع البائع من قبول بعضها و
اراد الزام المشتری باحد الوجوه کان
تعنتا منه ولم يقبل، قال ابن عابدين

اُن کے لین دین میں کوئی فرق نہیں کرتے تو جو کوئی
کپڑا ایک پونڈ انگریزی کو خریدے اور دے پندرہ
روپے یا اس کا عکس تو نہ اسے کوئی تبدیل کہے گا
نہ قرارداد کا پھرنا اور نہ اس سے بائع انکار کرے گا
نہ کوئی اور، یونہی دوانی اور آٹھ پیسے انگریزی ان
کے لین دین میں بھی کوئی فرق نہیں کرتا، یونہی چونی
اور سولہ پیسے اور جس نے کوئی چیز اٹھنی کو خریدی وہ
یا تو خود اٹھنی دے یا دو[۲] چونیاں یا چار[۳] دوانیاں
یا ایک چوانی اور دو[۴] دوانیاں یا ایک چوانی اور
ایک دوانی اور آٹھ پیسے یا ایک چوانی اور سولہ
پیسے یا ایک دوانی اور چوبیس پیسے یا سب کے
بتیس[۳۲] پیسے، یہ نو کی نو صورتیں سب ان کے نزدیک
برابر ہیں اور اُن میں اصلاً فرق نہیں کرتے اس لئے
کہ سب میں مالیت اور چلن یکساں ہیں اور یہ کچھ
عرف ہی میں نہیں بلکہ شریعت نے بھی خریدار کو
اختیار دیا ہے کہ ان میں سے جس صورت پر چاہے
ادا کرے اور اگر بیچنے والا اُن میں سے کسی صورت
کو نہ مانے اور کوئی دوسری صورت مشتری پر
لازم کرنا چاہے تو یہ اس کی طرف سے بیجا ہٹ
ہوگی اور مانی نہ جائے گی۔ تنویر الابصار میں جو

عـه والان اذ قد راج تفريق جديد يسمی
آنه صح اداء نصف ربية بستة وثلثين
وجها والکل سواء کما لا يخفی اھ منه۔

عـه اور اب کہ ایک نئی ریزگاری چل گئی ہے جسے
اکنی کہتے ہیں تو اٹھنی کے دام چھتیس طرح ادا
ہو سکتے ہیں اور سب برابر ہیں جیسا کہ پوشیدہ
نہیں ۱۲ منہ۔

Marfat.com

تحت قول المتن ینصرف مطلقه (ای مطلق الثمن) الی غالب نقد البلد وان اختلف النقود مالیة فسد العقد مع الاستواء فی رواجها[۱] مانصه اما اذا اختلف رواجا مع اختلاف مالیتها او بدونه فیصح وینصرف الی الاروج وکذا یصح لواستوت مالیة ورواجا لکن یخیر المشتری بین ان یؤدی ایهما شاء ومثل فی الهدایة مسئلة الاستواء فی المالیة والرواج بالثنائی والثلاثی واعترضه الشراح بان مالیة الثلثة اکثر من الاثنین واجاب فی البحر بان المراد بالثنائی ما قطعتان منه بدرهم وبالثلاثی ماثلثة منه بدرهم، قلت وحاصله انه اذا اشتری بدرهم فله دفع درهم کامل او درهم مکسر قطعتین او ثلثة حیث تساوی الکل فی المالیة والرواج، ومثله فی زماننا الذهب یکون کاملا ونصفین و اربعة ارباع وکلها سواء فی المالیة والرواج ومنه یعلم حکم ما تعورف فی زماننا

فرمایا کہ مطلق ثمن شہر کے اُس نقد کی طرف پھرتا ہے جس کا چلن زیادہ ہو اور اگر وہ سکّے مالیت میں مختلف ہوں اور چلن ایک سا ہو تو عقد فاسد ہوجائیگا اس کے تحت میں علامہ شامی نے فرمایا لیکن اگر چلن ایک سا نہ ہو مالیت خواہ مختلف ہو یا نہیں تو عقد صحیح رہے گا اور جس کا چلن زیادہ ہے وہ مراد ٹھہریگا یُونہی اگر مالیت اور چلن دونوں یکساں ہوں جب بھی عقد صحیح رہے گا مگر اس صورت میں خریدار کو اختیار ہوگا کہ دونوں میں سے جو چاہے ادا کرے، اور ہدایہ میں چلن اور مالیت یکساں ہونے کی مثال ثنائی اور ثلاثی سے دی اور شارحوں نے اس پر اعتراض کیا کہ تین کی مالیت دو سے زیادہ ہے اور بحر الرائق میں جواب دیا کہ ثنائی سے وہ مراد ہے جس کے دو ایک روپے کے برابر ہوں، اور ثلاثی وہ جس میں تین ایک روپے کے برابر ہوں، میں کہتا ہُوں اس کا حاصل یہ ہے کہ جب اس نے کوئی چیز ایک روپے کو خریدی تو چاہے ایک روپیہ پُورا دے چاہے دو اٹھنیاں چاہے تین تہائیاں جبکہ سب مالیت اور رواج میں برابر ہوں۔ اسی طرح اشرفی ہمارے زمانے میں پُوری اور دو نصف اور چار پاؤلی ہوتی ہے اور سب کی مالیت اور چلن یکساں ہیں، اور اسی سے معلوم ہوگیا قرشوں کے عوض خریدنے کا حکم جو ہمارے زمانے میں

---

[۱] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب البیوع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۷

Marfat.com

من الشراء بالقروش فان القرش فی الاصل قطعة مضروبة من الفضة تقوم بار بعين قطعة من القطع المصرية المسماة فی مصر نصفا ثم ان انواع العملة المضروبة تقوم بالقروش فمنها ما يساوی عشرة قروش ومنها اقل ومنها اكثر فاذا اشتری بمائة قرش فالعادة انه يدفع ما اراد امن القروش اوما يساويها من بقية انواع العملة من ريال او ذهب ولا يفهم احد ان الشراء وقع بنفس القطعة المسماة قرشاً بل هی او ما يساويها من انواع العملة متساوية فی الرواج المختلفة فی المالية ولا يرد ان صورة الاختلاف فی المالية مع التساوی فی الرواج هی صورة الفساد لانه هنا لم يحصل اختلاف مالية الثمن حيث قدر بالقروش و انما يحصل الاختلاف اذا لم يقدر بها كما لو اشتری بمائة ذهب وكان الذهب انواعا كلها رائجة مع اختلاف ماليتها فقد صار التقدير بالقروش فی حكم ما اذا استوت فی المالية والرواج وقد مر ان المشتری يخير فی دفع ايهما شاء قال فی البحر فلو طلب البائع احدهما للمشتری دفع غيره لان امتناع

شائع کی ہے کہ قرش اصل میں ایک چاندی کا سکّہ ہے جس کی قیمت چالیس قطعہ مصری ہوتی ہے جس کو مصر میں نصف کہتے ہیں پھر قسم قسم کے لئے سب کی قیمت قرشوں سے لگائی جاتی ہے تو اُن میں کوئی دس قرش کا کوئی کم کا کوئی زیادہ کا، تو جب کوئی چیز سو قرش کو خریدی تو عادت یہ ہے کہ وہ جو چاہے دے خواہ قرش ہی دے یا اور سکّے جو مالیت میں اس کے برابر ہوں ریال یا گنی، اور یہ کوئی نہیں سمجھتا ہے کہ خریداری خاص اس ٹکڑے پر واقع ہوئی ہے جس کا نام قرش ہے بلکہ قرش یا اور سکّوں سے جو مالیت میں مختلف ہیں اور چلن میں یکساں ہیں اُتنا کہ اس کی مالیت کے برابر ہو جائیں اور یہ اعتراض وارد نہ ہوگا کہ مالیت مختلف ہونا اور چلن میں یکساں ہونا یہی تو فساد عقد کی صورت ہے اس لئے کہ یہاں ثمن کی مالیت میں اختلاف نہ پڑا جب کہ اس کا اندازہ قرشوں سے کیا گیا، ہاں اختلاف جب ہوتا کہ ان سے اندازہ نہ کرتے جیسے کہ سو اشرفیوں کو خریدے اور وہاں اشرفیاں کئی قسم کی ہوں چلن میں سب ایک سی اور مالیت میں مختلف، اور جب قرشوں سے اندازہ کرلیا یہ ایسا ہوگیا گویا مالیت اور چلن سب برابر ہیں، اور اوپر گزر چکا کہ مشتری کو اختیار ہوگا کہ ان میں سے جو چاہے دے۔ بحرالرائق میں فرمایا اگر بائع ان میں سے ایک سکّہ طلب کرے تو مشتری کو اختیار ہے کہ دوسرا دے اس لئے کہ جو

Marfat.com

البائع من قبول ما دفعه المشتری ولا فضل تعنت[1] اھ (ملخصًا) وھذا کله واضح جلی وایُّ تسویة وعدم تفرقة اعظم من ان یشتری المشتری بالقروش ثم یخیران یؤدی منها او من الریال اومن الذھب الکامل اومن التفاریق وان لم یقبل البائع کان متعنتا ومع ھذا لایتوھم عاقل ان القروش والریال والجنیه والتفاریق کلها صارت جنسا واحدا لایحل فیها التفاضل اوان بعضها مغرق فی بعض کانه ھو من دون فرق فالتفاضل ان لم یکن ربا فبشبهه یلحق به ویحرم مع نصهم قاطبة اجمعین ان عند اختلاف الجنس یحل التفاضل بل مع قول رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم[2]، وقد قدمنا تحقیق مسئلة دینار بدرھم وان لیس ربا و لاشبهة ربا بما لامزید علیه فاذا کان ھذا فی القروش والریال

مشتری دے رہا ہے اس کے لینے سے بائع کا انکار بے جاہٹ ہے جبکہ مالیت میں تفاوت نہیں انتہی۔ اور یہ سب ظاہر وروشن باتیں ہیں اور اس سے بڑھ کر اور کیا برابر جاننا اور فرق نہ کرنا ہے کہ مشتری خریدے تو قرشوں کو، پھر اسے اختیار دیا جائے کہ چاہے قرش دے خواہ ریال چاہے سونے کا پورا سکہ یا اس کی ریزگاری، اور بائع نہ مانے تو بے جاہٹ ٹھہرے، بااینہمہ کوئی یہ وہم نہیں کرسکتا کہ قرش اور ریال اور اشرفی اور ریزگاری سب کے سب ایک جنس ہوگئے ان میں سے ایک دوسرے کو بیچیں تو کمی بیشی جائز نہ ہو یا اُن میں ایک دوسرے میں ایسا غرق ہے کہ گویا بعینہ بلافرق دونوں ایک ہیں تو کمی بیشی اگر سُود نہ ہو تو اس کی مشابہت کے سبب اس کے حکم میں ہوکر حرام ہوجائے حالانکہ تمام علماء بالاجماع تصریح فرمارہے ہیں کہ اختلاف جنس کے وقت کمی بیشی جائز ہے بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد موجود ہے کہ جب نوعیں بدلیں تو جیسے چاہو بیچو، اور ہم نے اس مسئلہ کی تحقیق کہ ایک روپے کو ایک اشرفی میں بیچنے میں نہ سود ہے نہ سود کا شبہہ، اوپر اس طرح بیان کی جس سے بڑھ کر کوئی بیان نہیں تو جب یہ حکم قرشوں اور ریال

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۲۶

[2] نصب الرایۃ لاحادیث الہدایۃ کتاب البیوع المکتبۃ الاسلامیہ، ریاض ۴/ ۴

Marfat.com

والجنية والتفاريق معان كلها
اثمان خلقية وكلها تشملها احدى
علتي الرباء وهو الوزن فما ظنك
بالنوط مع الربابي مع ان النوط ليس الا
ثمنا مصطلحا ولا تقدير ماليته الا
بالاصطلاح الغير اللازم على العاقدين
ولا يشمله شئ من علة الربا لا الجنس
ولا القدر فالحكم ههنا لا يتأتى الا من
احد ثلثة رفع عنهم القلم صبي و
و نائم ومجنون، نسأل الله العفو و
العافية هو تحقيق الجواب فى هذا
الباب وارجوا ان لا عطر بعد عروس
ولكن يا هذا ان ابيت الا ما اتيت من
ان النوط مغرق فى الربابي كانه
هي فانا اسئلك ابهذا الاغراق وعدم ۱
الافتراق صار النوط حقيقة دراهم
فضة او حكما بان اجرى الشرع فى
مبادلته بالدراهم ما هو حكم مبادلة
الدراهم بالدراهم كما قلت كانها عشرة يابي
بيعت باثني عشر اولا ولا على
الثالث ما هذه الشقاشق
الفارغة عن منشاء ومعنى وعلى
الاولين يعود الربا عليك انت اذا بعت نوط
عشرة بعشرة وذلك لان حكم الدراهم
بالدراهم لم يكن فى الشرع التساوى فى

اور اشرفی اور ریزگاری میں ہوا حالانکہ وہ سب کے
سب خلقۃً ثمن ہیں اور ان سب میں ربا کی دو[۲]
علتوں میں سے ایک علت یعنی وزن موجود ہے
تو روپیوں کے بدلے نوٹ پر تیرا کیا گمان ہے حالانکہ
نوٹ تو صرف ثمن اصطلاحی ہے اور اس کی مالیت کا
اندازہ بھی ایک اصطلاح ہے جس کی پابندی بائع و
مشتری پر لازم نہیں اور اس میں ربا کی دو علتوں میں
سے کوئی نہیں، نہ جنس نہ قدر، تو یہاں ناجوازی کا حکم
تین ہی شخصوں میں سے کوئی کر سکے گا جن پر سے قلمِ
شرع اٹھا لیا گیا ہے، بچہ اور سوتا اور دیوانہ۔ ہم
اللہ تعالےٰ سے معافی اور پناہ مانگتے ہیں، اس باب
میں یہی تحقیق جواب ہے اور امید کرتا ہوں کہ دولھا کے
بعد عطر نہیں ولیکن اے شخص! اگر تو کچھ نہ مانے سوا
اپنی اسی بات کے کہ نوٹ روپیوں میں ایسا غرق ہے
کہ گویا وہ روپے کا عین ہے تو اب میں تجھ سے پوچھتا
ہوں کہ اس غرق ہونے اور فرق نہ ہونے کے سبب
آیا نوٹ حقیقۃً چاندی کا روپیہ ہو یا حکماً بایں معنی
کہ روپیوں سے نوٹ کی بیع میں شرع نے وہی حکم
جاری فرمایا جو روپیوں سے روپیوں کی بیع میں ہے
جیسا کہ تو نے کہا تھا کہ گویا وہ دس روپے ہیں کہ
بارہ کو بیچے گئے یا حقیقۃً یا حکماً کسی طرح نہیں، تیسری
تقدیر پر یہ کیا بے منشا و معنی لفاظیاں ہیں اور پہلی
دونوں صورتوں میں ربا خود تجھ پر پلٹے گا جب کہ
تو دس کا نوٹ دس کو بیچے اس لئے کہ روپیوں سے
روپے کی بیع میں شرع کا حکم یہ نہ تھا کہ مالیت میں

Marfat.com

المالية لاجماع الامة ان الجيد والردی ههنا سواء وانما كان الحكم التساوی فی القدر فيجب عليك ان تضع النوط فی كفة والفضة من تفريق دراهم اوغيرها فی الكفة الاخری فلا تبيعه الا بما ساواه وزنا ولا يكون ذلك الا قطعة صغيرة او قطعتين فان زدت عليه شيئا فقد اكلت الربا واحللت الربا وان زعمت ان الحكم الساری الی النوط من الربا لاجل هذا الاغراق وعدم الافتراق هو التساوی فی المالية فهذا اجهل منك عظيم ليساوی هزلا ويتساوك هزلا فان التسوية فی المالية لم يكن حكم الربا نفسها فكيف يسری منها الی شبهها ما ليس فيها علا ان النوط ان اتحد مع الربا حقيقة او حكما لا يتحد مع الذهب لامتناع الاتحاد بين نوعين متباينين فاذن ان بيع نوط عشرة باثنی عشر جنيها لا يلزم فيه ما لزم ثمه لعدم الاتحاد فی الجنس حقيقة ولا حكماً فحينئذ يرجع مآل فتواك الی ان من باع نوط عشرة باثنتی عشرة ربية فهذا حرام لانه حصّل فضلا بلاعوض وان باعه باثنی عشر جنيها فهذا لا حرج عليه لانه لم يحصل فضلا يعتد به

برابر ہوں، تمام امت کا اجماع ہے کہ یہاں کھرا کھوٹا برابر ہے بلکہ حکم تو یہی تھا کہ وزن میں برابری ہو تو تجھ پر واجب ہے کہ ایک پلہ میں نوٹ رکھے اور دوسرے پلہ میں روپے کی ریزگاری یا اور کوئی چاندی بس اُتنے ہی کو اُسے بیچے جتنی چاندی وزن میں نوٹ کے برابر ہو اور یہ دوانی یا چوانی بھر سے زائد نہ ہوگی اور اگر اس پر کچھ زیادہ لے تو تو نے سود کھایا اور سود حلال کیا اور اگر تو یہ زعم کرے کہ اس غرق ہونے اور فرق نہ ہونے کے سبب روپوں سے جو حکم نوٹ کی طرف آیا وُہ یہ ہے کہ مالیت میں برابر کرلو تو یہ تیرا بڑا جہل ہے جو ٹھٹھے بازی کے مثل ہے اور دبلے پن سے لچک لچک ہو رہا ہے کہ مالیت میں برابر کرنا خود روپیوں کا حکم نہ تھا تو روپیوں سے اُن کے مشابہ نوٹ کی طرف وُہ حکم کیونکر سرایت کرے گا جو خود اُن میں نہیں، علاوہ بریں اگر نوٹ روپوں کے ساتھ حقیقةً یا حکماً متحد ہو بھی جائے تو سونے کے ساتھ متحد نہ ہوگا کہ دو متباین نوعیں متحد نہیں ہوسکتیں تو اس تقدیر پر اگر دس روپے کا نوٹ بارہ اشرفی کو بیچا جائے تو وہ حرج لازم نہ آئے گا جو بارہ روپے سے بیچنے میں تھا کہ یہاں نہ جنس حقیقةً ایک ہے نہ حکماً تو اب تیرے فتوٰی کا انجام یہ ٹھہرے گا کہ دس روپے کا نوٹ بارہ کو بیچنا تو حرام ہے اس لئے کہ اس نے بلا معاوضہ ایک زیادتی حاصل کی اور اگر بارہ اشرفی کو بیچے تو کوئی حرج نہیں اس لئے کہ اس نے کوئی ایسی زیادتی حاصل نہ کی جس کا اعتبار

Marfat.com

فسبحٰن اللہ من ھٰذہ الفتوی ما ادقھا
نظرا واحقھا رعایۃ لمقصد الشرع
الشریف من تحریم الربا وھو صیانۃ
اموال الناس ولاحول ولا قوۃ الا
باللہ العلی العظیم، و بالجملۃ کلام
ھذا المانع لایرجع الی اصل شرعی
ولا برھان وما ھو الا کلمۃ ھو
قائلھا ما انزل اللہ بھا من سلطٰن،
والحمد للہ وعلیہ التکلان و
ھو المستعان۔

واما الثانی عشر

فاقول نعم یجوز اذا قصد البیع
حقیقۃ دون القرض وذٰلک لان
البیع جائز والتفاضل جائز والتاجیل
جائز کما حققنا کل ذٰلک وما التنجیم [1]
الا نوع من التاجیل نعم ان اقرض
نوط عشرۃ وشرط ان یرد المستقرض
اثنتی عشرۃ ربیۃ او احدی عشرۃ
او عشرۃ وقطعۃ مثلا حالا او مالا منجما او
غیر منجم فھذا حرام وربا
قطعا لانہ قرض جر نفعا وقد
قال سیدنا رسول اللہ صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم کل قرض جر
منفعۃ فھو ربا، رواہ

کیا جائے تو سبحان اللہ اس فتوٰی کا کیا کہنا، کس
قدر اس کی نظر دقیق ہے اور ربا کے حرام کرنے
میں شرع شریف کا جو مقصد تھا یعنی لوگوں کے مال
محفوظ رکھنا کس درجہ اس نے اس کی رعایت کی ہے
ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، خلاصہ یہ کہ
اس منع کرنے والے کا کلام نہ کسی اصل کی طرف
پلٹتا ہے نہ دلیل کی جانب، وہ تو ایک بات ہے
کہ وہی اس کا قائل ہے اللہ نے اس پر کوئی
دلیل نہ اتاری، سب خوبیاں خدا کو اور اسی پر
بھروسا ہے اور اسی سے مدد کی طلب۔

جواب سوال دوازدہم

فاقول (تو میں کہتا ہوں) ہاں جائز ہے جبکہ
دونوں حقیقۃً بیع کا ارادہ کریں نہ کہ قرض کا اس لئے
کہ بیچنا جائز اور کمی بیشی جائز اور مدتِ معیّن پر
اُدھار جائز، جیسا کہ ہم سب باتوں کی تحقیق بیان
کر آئے اور قسط بندی بھی ایک قسم کی مدت ہی معین
کرنا ہے، ہاں اگر دس کا نوٹ قرض دیا اور شرط
کرلی کہ قرض لینے والا بارہ روپے یا گیارہ یا مثلاً
ایک دوانی اوپر دس، اب یا کچھ مدت بعد قسط بندی
سے یا بلا قسط واپس دے تو یہ ضرور حرام اور سود
ہے اس واسطے کہ وہ ایک قرض ہے جس سے نفع
حاصل کیا اور بیشک ہمارے سردار رسول اللہ
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قرض کوئی
نفع کھینچ کر لائے وہ سود ہے۔ یہ حدیث

لہ کنز العمال بحوالہ الحارث عن علی حدیث ۱۵۵۱۶ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۶/۲۳۸

Marfat.com

الحارث بن ابی اسامة عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجھه بخلاف ما اذا اقرض ولم یشترط شیئا من الزیادة ولا کانت معھودة من تعاملھما لان المعروف کالمشروط ثم ان المستقرض اوفاه وزاد من عند نفسه تکرما زیادة ممتازة منحازة کیلا تکون ھبة مشاع فیما یقسم فھذا جائز لاباس به بل ھو من باب "ھل جزاء الاحسان الا الاحسان"[1] وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم للوزان فی ثمن سراویل اشتراھا زن وارجح[2] وکذا اذا تقاضاه المقرض فلم یکن عنده النوط اولم یرد ردّه فوقع الصلح علی اثنتی عشرة ربیة عوضا عن النوط الذی فی ذمته وقبضت الدراھم فی المجلس کیلا یکون افتراقا عن دین بدین فھذا ایضا جائز بالاتفاق ان کان النوط الذی استقرضه مستھلکا وعند الطرفین مطلقا

حارث بن ابی اسامہ نے امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے روایت کی بخلاف اس کے جبکہ قرض دیا اور کچھ زیادہ لینا شرط نہ کیا اور نہ ان کے اگلے عمل درآمد سے زیادہ لینا معروف تھا (کیونکہ جو معروف ہے وُہ تو مثل شرط کے ہے) پھر قرض لینے والے نے قرض ادا کیا اور اپنی طرف سے احساناً کچھ ایسا زیادہ دیا جو الگ ممتاز ہو (یہ اس لئے کہ قابلِ تقسیم شَے میں ہبہ مشاع نہ ہوجائے) تو یہ جائز ہے اس میں کچھ حرج نہیں بلکہ اس قبیل سے ہے کہ احسان کا بدلہ کیا ہے سوا احسان کے۔ اور بیشک حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جو ایک پاجامہ خریدا (اور وہاں قیمت تول کر دی جاتی تھی) تولنے والے سے فرمایا کہ تول اور زیادہ دے، یونہی اگر نوٹ قرض دیا تھا اور قرض خواہ نے اس سے تقاضا کیا اس کے پاس ویسا نوٹ نہ تھا یا اس نے نوٹ دینا نہ چاہا عوض میں روپے دینے چاہے دس کے نوٹ کے بدلے بارہ روپے پر صلح ہوئی اور اسی جلسے میں روپے ادا کردئے (تاکہ عاقدین یوں جُدا نہ ہوں کہ دونوں طرف دین ہو) تو یہ بھی جائز ہے پھر اگر وُہ نوٹ جو اس نے لیا تھا اس کے پاس نہ رہا جب تو بالاتفاق جائز ہے اور اگر نوٹ اس کے پاس موجود ہے مگر خاص اس

[1] القرآن الکریم ۵۵/۶۰

[2] سنن النسائی کتاب البیوع المکتبۃ السلفیہ لاہور ۲/۲۱۷

جامع الترمذی ابواب البیوع امین کمپنی دہلی ۱/۱۵۶

Marfat.com

وان كان باقيا عنده اذا لم يورد
العقد عليه، نعم ان كان موجودا
واشتراه بعينه باثني عشر او بعشرة
او بما شاء فهذا باطل لا يجوز عندهما
خلافا لابي يوسف رضي الله تعالى
عنهم لانه قد ملكه بالاستقراض
فكيف يشتري ملك نفسه من غيره
وفي وجيز الكردري اذا كان له على
آخر طعام وفلوس فاشتراه من
عليه بدراهم وتفرقا قبل قبض
الدراهم بطل وهذا
مما يحفظ[1] اھ وفي رد المحتار
عن الذخيرة اشترى من
المقرض الكر الذي له
عليه بمائة دينار جاز لانه
دين عليه لا بعقد صرف و
لا سلم فان كان مستهلكا
وقت الشراء فالجواز قول الكل
لانه ملكه بالاستهلاك وعليه
مثله في ذمته بلا خلاف
وان كان قائما فكذلك
عندهما وعلى قول ابي يوسف
ينبغي ان لا يجوز لانه لا يملكه
ما لم يستهلكه فلم يجب مثله

نوٹ کو روپیوں سے نہ خریدا بلکہ ذمہ پر جو قرض تھا اسے
خریدا تو امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک جائز ہے۔
ہاں اگر وہی نوٹ کہ قرض لیا تھا موجود ہے اور بعینہٖ
اُسی کو بارہ روپے یا دس یا جتنے سے چاہے خریدے
تو یہ طرفین کے نزدیک باطل ہے اور امام ابو یوسف
رضی اللہ تعالٰی عنہم اسے جائز کہتے ہیں، باطل
ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب اس نے یہ نوٹ قرض لیا
تو قرض لیتے ہی اس کا مالک ہوگیا تو خود اپنی مملوک
چیز کو دوسرے سے کیونکر خریدے گا، وجیز کردری میں
ہے جب اس کا کسی پر غلہ یا پیسے آتے ہوں مدیون
نے وہ دَین اس سے روپیوں کو خرید لیا اور روپیوں
پر قبضہ ہونے سے پہلے دونوں جدا ہوگئے تو یہ بیع
باطل ہوگئی اور یہ اُن مسائل میں سے ہے جن کا
یاد رکھنا لازم ہے انتہی، اور ردالمحتار میں ذخیرہ سے
ہے قرض دینے والے کا جو غلہ اس پر آتا تھا وہ
اس نے اس سے سو اشرفی کو خرید لیا جائز ہے
کہ یہ دَین اس پر نہ عقد صرف سے تھا نہ عقد سلم
سے، پھر اگر وہ غلہ خریداری کے وقت خرچ ہوچکا
تھا جب تو سب کے نزدیک جواز ہے اس لئے
کہ وہ خرچ کر دینے سے بالاتفاق اس کا مالک
ہوگیا اور اس کے ذمہ پر اُتنا غلہ واجب رہا اور
اگر غلہ موجود ہے تو امام اعظم و امام محمد کے نزدیک
اب بھی جائز ہے اور امام ابو یوسف کے قول پر
چاہیئے کہ جائز نہ ہو اس لئے کہ ان کے نزدیک

[1] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ کتاب الصرف نورانی کتب خانہ پشاور ٦/٥

Marfat.com

فی ذمتہ فاذا اضاف الشراء الی الکر الذی فی ذمتہ فقد اضافہ الی معدوم فلا یجوز[1] اھ وفیہ عنھما استقرض من رجل کرا وقبضہ ثم اشتری ذٰلک الکر بعینہ من المقرض لایجوز علی قولھما لانہ ملکہ بنفس القبض فیصیر مشتریا ملک نفسہ اما علی قول ابی یوسف فالکر باق علی ملک المقرض فیصیر المستقرض مشتریا ملک غیرہ فیصح[2] اھ اما الاحتیال لدفع الربٰو فقد اسمعناک فیہ ما یکفی ویشفی وقد تقدم قول ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی ان العینۃ جائزۃ ماجور من عمل بھا قال واجرہ لمکان الفرار من الحرام[3] اھ وتقدم قولہ ان الصحابۃ فعلوا ذٰلک وحمدوہ[4] وتقدم قول الخانیۃ ان مثل ھذا

جب تک خرچ نہ کرلے اس کا مالک نہ ہوگا تو اس غلہ کا مثل اس کے ذمہ پر واجب نہیں، اب جو یہ کہا کہ وہ غلہ جو میرے ذمہ ہے میں نے خریدا تو معدوم چیز خریدی لہذا ناجائز ہوا انتہی، نیز ردالمحتار میں ذخیرہ سے ہے کسی سے ایک پیمانہ غلہ قرض لے کر قبضہ کرلیا پھر بعینہ وہی غلہ قرض دینے والے سے خریدا امام اعظم اور امام محمد کے قول پر جائز نہیں کہ وہ تو قبضہ کرتے ہی اس غلہ کا خود مالک ہوگیا تو اب اپنی ملک دوسرے سے کیسے خرید سکتا ہے، ہاں امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے قول پر وہ غلہ ابھی قرض دینے والے کی ملک پر باقی ہے تو یوں ہوگا کہ پرائی ملک اس سے خریدی تو صحیح ہوگی انتہی، رہا دفع ربا کے لئے حیلہ کرنا اس میں ہم تجھے وہ کچھ سناچکے جو کافی وشافی ہے، اور امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی کا ارشاد گزرچکا کہ عینہ جائز ہے اور اس کا کرنے والا ثواب پائے گا فرمایا اس میں ثواب اس وجہ سے ہے کہ حرام سے بھاگنا ہے انتہی، اور ان کا یہ ارشاد بھی گزرا کہ صحابہ کرام نے اسے کیا اور اس کی تعریف فرمائی۔ اور فتاوٰی قاضی خان کا قول گزرا کہ اس کا مثل

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع فصل فی القرض داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۷۳
[2] ردالمحتار " " " " ۴/۱۷۳
[3] فتاوٰی قاضیخان " باب فی بیع مال الربٰو نولکشور لکھنؤ ۲/۴۰۷
[4] فتح القدیر کتاب الکفالۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/۳۲۴

Marfat.com

مروی عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ امر بذٰلک[1] اھ فمن بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واصحابہ وفی البحر عن القنیۃ لاباس بالبیوع التی یفعلھا الناس للتحرز عن الربا ثم رقم اخرھی مکروھۃ ذکر البقالی الکراھۃ من محمد وعندھما لاباس بہ قال الزرنجری خلاف محمد فی العقد بعد القرض اما اذا باع ثم دفع الدراھم لاباس بالاتفاق[2] اھ وکذلک حکی الاجماع الامام خواھرزادہ رحمہ اللہ تعالٰی اذا لم یکن البیع مشروطا فی القرض فاذا ثبت عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تعلیمہ وصح عن الصحابۃ فعلہ وتمدیحہ واجمع ائمتنا علی جوازہ فای محل بقی للارتیاب واللہ الھادی الصواب **اقول** ثم ھذا ایضا فی اجتماع البیع والقرض بان یقرضہ دراھم ویبیعہ شیئا یسیرا

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی ہوا کہ حضور نے اس کا حکم دیا انتہی، تو اب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے بعد اور کون ہے، اور بحرالرائق میں قنیہ سے ہے کہ وہ بیعین جو لوگ ربا سے بچنے کے لئے کرتے ہیں ان میں کچھ حرج نہیں پھر ایک اور عالم کے نام کی رمز لکھی کہ انھوں نے کہا مکروہ ہے، امام بقالی نے ان کی کراہت امام محمد سے روایت کی اور امام اعظم اور امام ابو یوسف کے نزدیک ان میں کچھ حرج نہیں، امام شمس الائمہ زرنجری نے فرمایا امام محمد کا خلاف اس صورت میں ہے جبکہ قرض دے کر پھر ایسی بیع کرے اور اگر بیع کر دی پھر روپے دیے تو بالاتفاق کچھ حرج نہیں انتہی، اور اسی طرح امام شیخ الاسلام خواہرزادہ نے اس کے جواز پر اتفاق نقل فرمایا جبکہ قرض میں بیع کی شرط نہ لگائی ہو، تو جب کہ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس کی تعلیم ثابت اور صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اس کا کرنا اور اس کی تعریف ثابت، اور ہمارے اماموں کا اس کے جواز پر اجماع قائم تو اب شک کی کون سی جگہ باقی رہی اور اللہ ہی ٹھیک راستہ دکھانے والا ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) پھر یہ بھی اس صورت میں ہے کہ بیع اور قرض جمع ہوں یوں کہ اسے کچھ روپے قرض دے اور

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب البیوع باب فی بیع مال الربٰو نولکشور لکھنؤ ۲/ ۴۰۶

[2] بحرالرائق " " ایچ ایم سعید کمپنی ۶/ ۱۲۶

بثمن كثير فيقبله لحاجة القرض ففى هذا ان تقدم القرض قيل كره البيع لانه قرض جر نفعا وان تقدم البيع لم يكن به باس اتفاقا لانه بيع جر قرضا كما افاده الامام شمس الائمة الحلوانى وبه افتى كما فى ردالمحتار اما ما نحن فيه من مسألة النوط فبيع خالص لا قرض فيه اصلا لا بدأ ولا عودا فهذا اولى واحرى ان يحل بالاتفاق من دون نزاع ولا شقاق وان شئت الزيادة فى امر الحيل فهذا ربنا تبارك وتعالى قائلا لعبده ايوب عليه الصلوة والسلام "خذ بيدك ضغثا فاضرب به ولا تحنث"[1] وهذا سيدنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قد علم المخلص من الربا وطريق الوصول الى المرام مع التحرز عن الحرام روى الشيخان عن ابى سعيد الخدرى رضى الله تعالى عنه قال جاء بلال رضى الله تعالى عنه الى النبى صلى الله تعالى عليه وسلم بتمر برنى

تھوڑی سی چیز زیادہ قیمت کو اس کے ہاتھ بیچے تو حاجت قرض کے سبب اُسے قبول کرے گا تو اس صورت میں اگر قرض پہلے ہے تو بعض نے بیع کو مکروہ کہا اس لئے کہ یہ وہ قرض ہُوا جس نے ایک منفعت کھینچی اور اگر بیع پہلے ہو چکی تھی تو بالاتفاق اس میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ وہ ایک بیع ہے جو قرض کا نفع لائی جیسا کہ امام شمس الائمہ حلوانی نے افادہ فرمایا اور اسی پر فتویٰ دیا جیسا کہ ردالمحتار میں ہے اور وہ مسئلہ جس میں ہم بحث کر رہے ہیں یعنی نوٹ یہ تو خالص بیع ہے اس میں قرض اصلاً نہیں، نہ ابتدا میں نہ بعد کو۔ تو اس کا بالاتفاق بلاخلاف و بلانزاع جائز ہونا زیادہ لائق و مناسب ہے اور اگر تو مسئلہ حیلہ میں زیادت چاہے تو یہ ہے ہمارا رب عزوجل تبارک وتعالیٰ اپنے بندہ ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرماتا ہوا اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے لے اس سے مار اور قسم نہ توڑ اور یہ ہیں ہمارے سردار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ انہوں نے ربا سے بچنے کا حیلہ اور ایسا طریقہ کہ مقصود کو حاصل ہو جائے اور حرام سے محافظت رہے تعلیم فرمایا اسے بخاری ومسلم نے ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس خرمائے برنی

---

[1] القرآن الکریم ۳۸/۴۴

Marfat.com

فقال له صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من
این ھذا، قال بلال کان عندنا
تمر ردئ فبعت منه صاعین بصاع
فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم اوّہ عین الربا عین الربا لاتفعل و
لکن اذا اردت ان تشتری فبع
التمر ببیع اٰخر ثم اشتربه[1] و
ایضا لهما عنه وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ
تعالیٰ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم استعمل رجلا
علی خیبر فجاءہ بتمر جنیب
فقال له رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم اکل تمر خیبر ھکذا قال
لا واللہ یارسول انا لناخذ الصاع من
ھذا بالصاعین والصاعین بالثلٰث
فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
لاتفعل بع الجمع بالدراھم
ثم ابتع بالدراھم جنیبا[2] **اقول** اما
کراھة من کرہ کمحمد فانما کان
کما تقدم عن الفتح والایضاح

لائے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا
کہ یہ تم نے کہاں سے لئے، بلال رضی اللہ تعالیٰ
عنہ نے عرض کی ہمارے پاس خراب چھوہارے تھے
ہم نے اس کے دو صاع کے بدلے ان کا ایک صاع
خریدا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اُف خاص
ربا ہے خاص ربا ہے ایسا نہ کر۔ مگر جب ان کو خریدنا
چاہو تو اپنے چھوہاروں کو کسی اور چیز سے بیچ کر اس
شئی کے بدلے ان کو خریدو نیز بخاری ومسلم نے ابوسعید
خدری اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما دونوں سے روایت
کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صاحب
کو خیبر پر عاملِ صوبہ کرکے بھیجا وہ خدمت اقدس میں
خرمائے جَنیب لے کر حاضر ہوئے حضور اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا خیبر کے سب چھوہارے ایسے
ہی ہیں عرض کی نہیں خدا کی قسم یارسول اللہ! ہم اس
میں کا ایک صاع دو صاع کو، دو صاع تین صاع کو
لیتے ہیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا
ایسا نہ کرو اپنے چھوہارے روپیوں سے بیچ کر
روپیوں سے یہ چھوہارے خریدلو۔ **اقول** (میں کہتا
ہوں) وہ جس نے اس میں کراہت سمجھی جیسے امام محمد،
ان کا سمجھنا تو صرف اس بنا پر تھا جیسا کہ فتح القدیر و

---

[1] صحیح البخاری کتاب الوکالة باب اذا باع الوکیل شیئا فاسدا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۱۱
صحیح مسلم کتاب المساقات باب الربا " ۲/ ۲۶
[2] صحیح البخاری کتاب البیوع باب اذا اراد بیع تمر بتمر خیر منه " ۱/ ۲۹۳
صحیح مسلم کتاب المساقات باب الربا " ۲/ ۲۶

Marfat.com

والمحیط کہ لا یألفه الناس فیقعوا فی المحظور وفی زماننا قد انعکست الامور وفشا الربا فی اھل الھند جھارا لا یستحیون منه کانھم لا یعدونه عیبا ولا عارا فمن نزلھم عن ھذا البلاء العظیم و الکبیرة الشدیدة الی بعض ھذه الحیل الجائزة کبیع نوط عشرة باثنتی عشرة منجما و غیر ذلك مما تقدم عن الامام فقیه النفس فلا شك انه ناصح للمسلمین وما الدین الا النصح لکل مسلم وھم ان جاھروا بالمعاصی فالاسلام باق بعد وللّٰه الحمد، فاذا سمعوا ما یصلون به المرام مع النجاة عن الحرام فما لھم ان لا یتوبوا فانھم غیر معاندین للشرع و الاسلام و قد قال مشایخ بلخ منھم محمد بن سلمة للتجار ان العینة التی جاءت فی الحدیث خیر من بیاعاتکم قال المحقق حیث اطلق وھو صحیح فلا شك ان البیع الفاسد بحکم الغصب المحرم فاین ھو من بیع العینة الصحیح المختلف فی کراھته[1] اھ اما زعم الزاعم انه ان لم یبنه عنه فما الفرق بینه و بین الربا مع حصول الفضل

الایضاح ومحیط سے گزرا کہ لوگ اس کے خوگر ہوکر ناجائز بات میں نہ پڑیں اور ہمارے زمانے میں معاملہ اُلٹا ہوگیا اور ہندوستان میں سُود علانیہ شائع ہوگیا کہ اُس سے شرماتے نہیں گویا وہ اُن کے نزدیک نہ کوئی عیب ہے نہ عار، تو جوان کو اس عظیم بلا اور سخت کبیرہ سے ان جائز حیلوں میں کسی کی طرف اتار لائے جیسے دس کا نوٹ قسط بندی کرکے بارہ کو بیچنا اور اس کے سوا اور حیلے جو امام فقیہ النفس قاضی خاں سے گزرے تو کچھ شُبہہ نہیں کہ وہ مسلمانوں کا خیرخواہ ہے اور دین نام نہیں مگر ہر مسلمان کی خیرخواہی کا، اور لوگ اگرچہ گناہ علانیہ کررہے ہیں مگر اسلام ابھی باقی ہے وللّٰہ الحمد، تو جب وُہ ایسی بات سنیں جس سے اپنی مراد پائیں اور حرام سے بچیں تو کیا وجہ ہے کہ توبہ نہ کریں کہ ان کو شریعت اور اسلام سے کچھ عداوت تو نہیں اور بیشک مشایخ بلخ مثل امام محمد بن سلمہ وغیرہ نے تاجروں سے فرمایا وہ عینہ جس کا ذکر حدیث میں ہے تمہاری ان بیعوں سے بہتر ہے۔ محقق علی الاطلاق نے فرمایا یہ ٹھیک بات ہے اس لئے کہ بلاشبہہ بیع فاسد غصب حرام کے حکم میں ہے تو کہاں وہ اور کہاں بیع عینہ کہ صحیح ہے اور اس کی کراہت میں بھی اختلاف انتہی، رہا زعم کرنے والے کا یہ زعم کہ اگر یہ منع نہ ہو تو اس میں اور ربا میں کیا فرق ہے حالانکہ زیادتی

---

[1] فتح القدیر کتاب الکفالۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/۳۲۴

Marfat.com

فیهما اقول هذا اعتراض اورده المشرکون وقد تکفل الجواب عنه ربنا تبارك وتعالیٰ فی القرآن العظیم، قالوا انما البیع مثل الربٰو واحل الله البیع وحرم الربٰو[1]، الم یر المعترض انا انما احللنا الربح فی بیع جنسین متخالفین فان حرم هذا لانسد باب البیاعات ولاحول ولاقوة الا بالله العلی العظیم انتهی الجواب بتوفیق الوهاب والحمد لله اولاً واٰخراً وباطناً وظاهراً وسمیته "کفل الفقیه الفاهم فی احکام قرطاس الدراهم" ۱۳۲۴ھ لیکون العلم علماً علی عام التالیف، وقد ابتدأ فیه العبد الضعیف یوم السبت ثم عاود تحی الحمی یوم الاحد فانهیته ضحی یوم الاثنین لسبع بقین من المحرم الحرام سنة ۱۳۲۴ھ وذلك فی بلد الله الحرام باقتراح الفاضل الصفی الوفی امام المقام الحنفی مولانا الشیخ عبد الله بن شیخ الخطباء وسید الائمة العظماء العالم العامل الفاضل الکامل الزاهد الورع التقی النقی مجمع الفضائل ومنبع الفواضل حضرة الشیخ احمد ابی الخیر حفظهما الله تعالیٰ عن

دونوں میں حاصل ہوئی **اقول** (میں کہتا ہوں) یہ وہ اعتراض ہے کہ کفار نے کیا تھا اور خود رب العزة تبارک وتعالیٰ نے قرآن عظیم میں اس کا جواب دیا، کافر بولے بیع بھی تو ایسے ہی ہے جیسے ربا، اور ہے یہ کہ اللہ نے حلال کی بیع اور حرام کیا سُود، کیا معترض نے یہ نہ دیکھا کہ ہم نے نفع وہیں حلال کیا جہاں دو جنسوں کی بیع ہو تو اگر یہ حرام ہو تو خرید و فروخت کا دروازہ ہی بند ہو جائے ولاحول ولاقوة الا باللہ العلی العظیم، وہاب جل جلالہ کی توفیق سے جواب تمام ہوا اور اللہ ہی کے لئے حمد ہے آگے اور پیچھے اور نہاں و عیاں، اور میں نے اس کا نام "کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم" رکھا تاکہ نام سال تصنیف کی علامت ہو اور بندۂ ضعیف نے شنبہ کے دن لکھنا شروع کیا تھا پھر اتوار کے دن بخار عود کر آیا تو پیر کے دن پہروں چڑھے میں نے اسے تمام کیا، محرم شریف کی تیئیس ۲۳ تاریخ ۱۳۲۴ھ اور یہ تصنیف اللہ کے حرمت والے شہر (مکہ معظمہ) میں ہوئی ان کی خواہش سے جو فاضل کامل پاکیزہ مصلائے حنفی کے امام ہیں مولانا شیخ عبداللہ ان کے صاحبزادہ جو خطیبوں کے شیخ اور عظمت والے اماموں کے سردار ہیں یعنی عالم باعمل، فاضل کامل، زاہد، متورع، متقی، پاکیزہ، مجمع فضائل و منبع فواضل حضرت شیخ احمد ابی الخیر اللہ تعالیٰ ہر ضرر سے ان دونوں کا نگہبان ہو

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵

Marfat.com

کل ضیر و رزقهما من کل خیر وغفرلنا ذنوبنا وستر عیوبنا وخفف اثقالنا و وحقق اٰمالنا ورزقنا العود بعد العود الیٰ ھٰذا البیت الکریم و بیت الحبیب الرؤف الرحیم علیه وعلیٰ اٰله افضل الصلوٰة والتسلیم بقبوله ورضاه حتی یجعل اٰخرذٰلك موتنا علی الایمان فی المدینة المنورة والدفن بالبقیع والفوز بشفاعة الشفیع الرفیع صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وعلیٰ اٰله وصحبه وبارك وکرم اٰمین والحمد للّٰه رب العٰلمین۔

کتبہ عبدہٗ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدنِ المصطفیٰ النبی الامی
صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم

اور ہر بھلائی سے ان کو حصّہ دے اور ہمارے گناہ بخشے اور ہمارے عیب چھپائے اور ہمارے بوجھ ہلکے کرے اور ہماری آرزوئیں پوری کرے اور ہمیں بار بار اس عزّت والے گھر اور مزارِ نبی رؤف رحیم علیہ وعلیٰ آلہٖ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی طرف اپنے قبول و رضا کے ساتھ عود کرنا نصیب فرمائے یہاں تک کہ آخر میں ہمیں ایمان کے ساتھ مدینہ منورہ میں مرنا اور بقیع میں دفن ہونا اور رفعت والے شفیع کی شفاعت پانا نصیب کرے، اللہ تعالیٰ ان پر درود و سلام بھیجے اور ان کی آل و اصحاب پر اور اپنی برکت و تکریم اُن پر اتارے، آمین، والحمد للہ ربّ العالمین۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدنِ المصطفیٰ النبی الامی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فتوی حامیِ سنّت ماحیِ بدعت جناب مولٰنا مولوی شاہ محمد ارشاد حسین صاحب رامپوری رحمہ اللہ

مسئلہ ۲۱۸ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ نوٹ جو آج کل رائج ہے ان کا خرید و فروخت زیادہ وکم پر جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا و توجروا۔

الجواب ھو الملھم للصواب

خرید و فروخت نوٹ مذکور کی زیادہ یا کم پر جائز ہے اس واسطے کہ حکام نے اس کو مال قرار دیا ہے اور جو شئی کہ اصطلاحِ قوم میں مال قرار دی جائے خواہ فی اصلہ اس میں ثمنیت اور مالیت ثابت نہ ہو لیکن فقط قوم کے قرار دینے سے ثمنیت اور مالیت اس میں ثابت ہو جاتی ہے اور کم اور بیش پر اس کی

Marfat.com

خرید وفروخت جائز ہے۔

قال فی الھدایۃ ویجوز بیع الفلس بالفلسین باعیانھما عند ابی حنیفۃ وابی یوسف وقال محمد لایجوز لان الثمنیۃ تثبت باصطلاح الکل فلا تبطل باصطلاحھما واذا بقیت اثمانا لاتتعین فصار کما اذا کانا بغیر اعیانھما وکبیع الدرھم بالدرھمین ولھما ان الثمنیۃ فی حقھما تثبت باصلاحھما اذلاولایۃ للغیر علیھما فتبطل باصطلاحھما واذا بطلت الثمنیۃ تتعین بالتعین[1] اھ۔

ہدایہ میں فرمایا اور ایک پیسہ کی ۲ دو معین پیسوں سے امام اعظم ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالٰی کے نزدیک بیع جائز ہے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا جائز نہیں اس لئے کہ ان کی ثمنیت تمام لوگوں کی اصطلاح سے ثابت ہُوئی تو ان ۲ دو بیع کرنے والوں کی اصطلاح سے باطل نہ ہوگی اور جب یہ ثمنیت پر باقی ہیں تو متعین نہ ہوسکیں گے تو ایسے ہوئے جیسے غیر معین چیز ہو، اور ایک درہم کی بیع دو درہموں کے بدلے ہو اور امام اعظم اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالٰی کی دلیل یہ ہے کہ دونوں کی ثمنیت ان خرید وفروخت کرنے والوں کی اصطلاح سے ہوگی کیونکہ غیر کو ان پر ولایت نہیں تو ان کی اصطلاح سے باطل ہوجائے گی تو جب ثمنیت جاتی رہی تو اب متعین کرنے سے متعین ہوجائیں گے اھ (ت)۔

پس جبکہ نوٹ مذکور میں کہ کاغذ ہے مالیت ثابت ہوئی تو اس کا بھی خرید وفروخت ساتھ کمی اور بیشی کے جائز ہے۔ ۱

فی ردالمحتار فی باب العینۃ حتی لوباع کاغذۃ بالف یجوز ولایکرہ[2] انتہی۔

ردالمحتار کے باب العینہ میں ہے کہ، حتی اگر کاغذ کو ہزار روپے سے فروخت کرے جائز ہے اور کراہت نہیں ہے، انتہی۔ (ت)

واللہ اعلم وعلمہ اتم، العبد المجیب محمد ریاست علی عفی عنہ

محمد ریاست علی خاں

الجواب صواب
احمدی
محمد ارشاد حسین

الجواب صحیح
محمد اعجاز حسین

الجواب صحیح
کتبہ
حامد حسین عفی عنہ

الجواب صواب
محمد حسن

---

[1] الہدایہ　کتاب البیوع　باب الربٰو　مطبع یوسفی لکھنؤ　۳/ ۸۳
[2] ردالمحتار　کتاب الکفالۃ　داراحیاء التراث العربی بیروت　۴/ ۲۷۹

Marfat.com

البتہ بیع وشراء مذکور جائز ہے فقط

العبد محمد عبد القادر عفی عنہ

بلا شبہہ اصطلاح میں قرار دیا جاتا ہے اور

بیع وشراء مذکور جائز ہے فقط

العبد ابو القاسم محمد مزمل عفی عنہ

حکم کرنا مجیب کا نسبت صحت بیع مذکور کے صحیح اور

درست ہے۔

العبد محمد عنایت اللہ عفی عنہ

الجواب ہو الجواب

محمد نظر علی

الجواب صواب

محمد عبد الجلیل بن محمد عبد الحق خان

Marfat.com

کاسر السفیہ الواہم فی ابدال قرطاس الدراہم ۱۳۲۹ھ

(کاغذی نوٹ کے بدلنے سے متعلق بیوقوف وہمی کو شکست دینے والا)

کا ترجمہ ملقب بلقب تاریخی

الذیل المنوط لرسالۃ النوط ۱۳۲۹ھ

(رسالہ نوٹ کا معلق دامن)

مسئلہ ۲۱۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

الحمدللہ رسالہ مبارکہ کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم ۱۳۲۴ھ نے نوٹ کے متعلق جملہ مسائل ایسے بیان نفیس سے روشن کئے کہ اصلاً کسی مسئلہ میں کوئی حالت منتظرہ باقی نہ رہی۔ یہ یہ رسالہ مکہ معظمہ میں وہیں کے دو علمائے کرام کے استفتاء پر نہایت قلیل مدت میں تصنیف ہوا اس وقت تک رقم سے کم زیادہ کو نوٹ بیچنے کے بارے میں مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کا خلاف معلوم تھا ان کا فتوی اگرچہ وہاں موجود نہ تھا مگر اس کا مضمون ذہن میں تھا بفضلہ تعالٰی گیارھویں مسئلہ میں اس کا وافی شافی

Marfat.com

ردگزرا کہ مصنف کو کافی اور اوہام کا نافی ہے وللہ الحمد۔ یہ معلوم بھی نہ تھا کہ دیوبندیوں کے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی آنجہانی نوٹ کو تمسک ٹھہرا کر سرے سے مال سے خارج اور کم و بیش درکنار برابر کو بھی اُس کی خرید و فروخت ناجائز کر چکے ہیں تاہم بالہام الٰہی شروع کتاب میں اس پر بقدر کفایت بحث ہوئی جس نے حق کے چہرے سے نقاب اٹھائی اور سفاہت سفہا گھر تک پہنچائی والحمد للہ۔ حاجت نہ تھی کہ اب اُس وہم یا اُس سفاہت کی طرف مستقل توجہ ہو لیکن نفع برادرانِ دینی کے لئے مناسب معلوم ہُوا کہ ان دونوں تحریروں کو ذکر کروں اور اُن کے فقرے فقرے کا جہاں جہاں اس کتاب میں رد مذکور ہُوا ہے اس کا پتہ بتادوں اور باقتضائے توجہ مستقل جو بعض مباحث تازہ خیال میں آئیں اضافہ کروں اور اس کا تاریخی نام کاسر السفیہ الواھم فی اِبدال قرطاس الدراھم [۱۳۲۹] رکھوں۔ سفاہت سے اشارہ تحریر جناب گنگوہی صاحب کی طرف ہے، اور وہم سے فتوائے مولوی لکھنوی صاحب کی طرف۔ اول کے لحاظ سے لفظ اِبدال بکسر ہمزہ مصدر پڑھنا چاہئے کہ ان کو نفس مبادلہ و بیع نوٹ میں عروض سفاہت ہے اور دوم کے اعتبار سے اعتبار سے بفتح ہمزہ صیغۂ جمع کہ یہ نوٹ کا صرف ایک بدل یعنی جو رقم کے برابر ہو جائز رکھتے ہیں اور در بارہ کم و بیش وہم ممانعت ہے ھذا و باللہ التوفیق۔

ردِّ سفاہت

جناب گنگوہی صاحب کی جلد دوم فتاوٰی ص ۱۶۹ میں ہے "نوٹ وثیقہ اس روپے کا ہے جو خزانہ حاکم میں داخل کیا گیا ہے مثل تمسک کے اس واسطے کہ نوٹ میں نقصان آجائے تو سرکار سے بدلا سکتے ہیں اور اگر گم ہو جائے تو بشرطِ ثبوت اس کا بدل لے سکتے ہیں اگر نوٹ بیع ہوتا تو ہرگز مبادلہ نہیں ہو سکتا تھا دنیا میں کوئی مبیع بھی ایسا ہے کہ بعد قبض مشتری کے اگر نقصان یا فنا ہو جائے تو بائع سے بدل لے سکیں پس اس تقریر سے آپ کو واضح ہو جائیگا کہ نوٹ مثل فلوس کے نہیں ہے فلوس مبیع ہے اور نوٹ نقدین ان میں زکوٰۃ نہیں اگر بہ نیت تجارت نہ ہوں اور نوٹ تمسک ہے اس پر زکوٰۃ ہوگی اکثر لوگوں کو شبہ ہو رہا ہے کہ نوٹ کو مبیع سمجھ کر زکوٰۃ نہیں دیتے کاغذ کو مبیع سمجھ رہے ہیں سخت غلطی ہے[۱] فقط" اور جلد اول ص ۷۵ و ۷۶ میں ہے: "نوٹ کی خرید و فروخت برابر قیمت پر بھی درست نہیں مگر اس میں حیلہ حوالہ ہو سکتا ہے اور بحیلہ عقد حوالہ کے جائز ہے مگر کم زیادہ پر بیع کرنا ربا ناجائز ہے یہ تفصیل اس کی ہے[۲] فقط" جناب

۱؎ فتاوٰی رشیدیہ کتاب الزکوٰۃ محمد سعید اینڈ سنز کراچی ص ۳۵۶

۲؎ " " کتاب البیوع " " " " ۴۱۸

گنگوہی صاحب نے اول نوٹ کو تمسک بنایا اور آخر میں صرف اس جرم پر کہ وہ کاغذ ہے اور کاغذ بھلا کہیں بکنے کی چیز ہے وہ تو دریا کے پانی نہیں نہیں بلکہ ہوا کی طرح ہے جس کی بیع ہو ہی نہیں سکتی اس کی خرید و فروخت کو مطلقاً ناجائز ٹھہرایا اگرچہ برابر کو ہو، مگر خود ہی اسی جلد دوم کے ص ۱۴۷ پر فرمانے والے تھے کہ "روپیہ بھیجنے کی آسان ترکیب نوٹ کو رجسٹری یا بیمہ کرا دینا ہے[1]"۔ اب گھبرائے کہ نوٹ کی خرید و فروخت تو میں حرام کر چکا ہوں نوٹ آئیں گے کس گھر سے کہ رجسٹری کرا کر مرسل ہوں ناچار ادھر اُدھر ٹٹولا حوالہ پر ہاتھ پڑا لہذا اس حیلہ حوالہ کی گھڑ دی کہ "بحیلہ عقد حوالہ جائز ہے[2]" یعنی زید نے عمرو سے پانچ روپے کا نوٹ مول لے کر پانچ روپے اسے دیے وہ اگرچہ خریدم فروختم (میں نے خریدا اور میں نے بیچا۔ ت) کہہ رہے ہیں مگر زبردستی ان کے سر یہ منڈھو کہ نہ بیچا نہ مول لیا نہ قیمت دی بلکہ زید نے عمرو کو پانچ روپے قرض دیے اور عمرو جو گورنمنٹی خزانے سے یہ نوٹ مول لے چکا تھا وہ بھی قرض کا لین دین تھا، ان کے نزدیک گورنمنٹ پر ایسا وقت پڑا تھا کہ وہ عمرو سے پانچ روپے قرض لینے بیٹھی تھی اور اس کی سند کے لئے یہ نوٹ کا تمسک اس کے ہاتھ میں تھما دیا تھا کہ سند باشد و عند الحاجۃ بکار آید (کہ سند رہے اور بوقتِ ضرورت کام آئے۔ ت) اب جو عمرو سیٹھ پر وقت پڑا اس نے زید سے پانچ روپے اُدھار لئے اور وہی تمسک اب اسے پکڑا دیا کہ گورنمنٹ پر ہمارے پانچ روپے اگلے وقتوں کے قرض آتے ہیں جن کو برسیں گزریں اب تک گورنمنٹ نے ادا نہ کئے ہم نے اپنے اوپر کے گورنمنٹ پر اُتار دیے تم اس سے وصول کر لینا، یہ حضرت کی اس ٹٹول کا حاصل ہے جسے ہر عاقل جانتا ہے کہ محض سفاہت و باطل ہے اس کا رد کافی رسالہ کے صفحہ ۱۲۶ و ۱۲۷ و ۱۲۸ و ۱۲۹ میں گزرا پھر بھی اس کی بعض جہالتوں کا اظہار خالی از فائدہ نہیں کہ اس ضمن میں ناظر کو بہت سے مسائل و فوائد پر اطلاع ہو گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

فاقول وباللہ التوفیق (پس میں کہتا ہوں اور اللہ ہی کی طرف سے توفیق ہے۔ ت)

اوّل تو یہی سرے سے سخت حماقت ہے کہ جہان بھر کے عاقدین جس عقد کا قصد کریں زبردستی اس سے تڑا کر وہ عقد اُن کے سر چپیٹو جو ان کے خواب و خیال میں نہیں، گنگوہ کے کوردہ سے اٹھ کر تمام دنیا کے جس شہر قصبے میں چاہو جاؤ اور تمام جہان سے پوچھو کہ نوٹ کے لین دین میں تمہیں خرید فروخت مقصود ہوتی ہے بیچا اور مول لیا کہتے ہو بائع اپنی ملک سے نوٹ کا خارج ہو کر مشتری کی ملک میں داخل ہونا اور مشتری اس کے عوض روپے دے کر نوٹ کا اپنی ملک میں آنا سمجھتا ہے یا یہ کہ نوٹ دینے والا اس سے قرض مانگتا ہے

---

[1] و [2] فتاوٰی رشیدیہ باب الربا محمد سعید اینڈ سنز کراچی ص ۴۳۱

Marfat.com

اور قرض کی سند میں نوٹ بجائے تمسک دیتا ہے۔ ہدایہ میں ہے: العبرۃ فی العقود للمعانی[1] عقود میں معانی کا اعتبار ہے، مگر یہ عجب عقد ہے کہ لفظ بھی بیچنے خریدنے کے قصد بھی بیچنے خریدنے کا یہی مقصود یہی مراد، یہی مفہوم یہی مفاد، اور خواہی نخواہی جہان بھر کو پاگل بنا کر کہہ دیجئے کہ اگرچہ نہ تم کہتے ہو نہ قصد رکھتے ہو مگر تمھاری مراد ہے کچھ اور، اگر ایسی تصحیح ہو تو دنیا میں فاسد سے فاسد عقد ٹھیک ہو جائے گا مثلاً زید نے عمرو کے ہاتھ ایک روپیہ میں سیر بھر چاندی کو بیع کیا تو اگرچہ انھوں نے کہا یہی کہ بیچا خریدا اور ان کا قصد بھی یہی تھا مگر یوں ٹھہرائیے کہ وہ کچھ کہیں سمجھیں مگر یہ بیع نہ تھی بلکہ زید نے ایک روپیہ عمرو کو ہبہ کیا عمرو نے اس کی جزا میں سیر بھر چاندی اس کو ہبہ کر دی اس میں کیا حرج ہوا لہذا سود حلال طیب ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ہدیہ میں زیادہ عوض دینا منع نہیں بلکہ سنت ہے کسی صاحب نے ایک اونٹنی نذر بارگاہِ عالم پناہ حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کے عوض چھ ناقے جوان عطا فرمائے،

رواہ احمد والترمذی والنسائی بسند صحیح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان فلانا اھدی الیّ ناقۃ فعوضتہ منہا ست بکرات[2] الحدیث۔

اس کو امام احمد، ترمذی اور نسائی نے سند صحیح کے ساتھ سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فلاں شخص نے مجھے ایک اونٹنی ہدیہ بھیجی تو میں نے اس کے بدلے اس کو چھ جوان اونٹنیاں ہدیہ بھیجی ہیں، الحدیث (ت)

تو عقد ربا کو عاقدین کے لفظ و معنی سب کے خلاف عقد ہبہ میں کھینچ لائیے اور سود حلال کر لیجئے، ایسے حیلے حوالے کوّے کا گوشت اور بکرے کے کپورے کھا کر سوجھتے ہوں گے مگر علم و عقل و بصر و بصیرت والے اُن کو محض مضحکہ سمجھتے ہیں۔ ہدایہ میں ہے:

التصحیح انما یجب فی محل اوجبا العقد فیہ[3]

عقد کو صحیح بنانا اسی محل میں واجب ہے جس میں عاقدین نے عقد ٹھہرایا۔ (ت)

---

[1] الہدایۃ کتاب البیع باب السلم مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۹۳

[2] جامع الترمذی ابواب المناقب باب فی فضل العجم امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۳۲

مسند احمد بن حنبل مروی از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۹۲

[3] الہدایۃ کتاب البیوع باب السلم مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۹۳

Marfat.com

فتح میں اس کی شرح میں فرمایا:

تصحیح العقد انما یکون فی المحل الذی اوجب المتعاقدان البیع فیہ لا فی غیرہ[1]

عقد کو صحیح بنانا صرف اسی محل میں ہے جس محل میں متعاقدین (بائع ومشتری) نے بیع ٹھہرائی نہ کہ اس محل کے غیر میں۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

التغییر لایجوز وان کان فیہ تصحیح التصرف[2]

تغیر کرنا جائز نہیں اگرچہ اس میں تصرف کو صحیح کرنا ثابت ہوتا ہو۔ (ت)

فتح میں شرح میں فرمایا:

تغییر تصرفہما لایجوز وان کان فیہ تصحیح التصرف بدلیل الاجماع (الیٰ ان قال) فہذہ احکام اجماعیۃ کلہا دالۃ علی ان تغییر التصرف لایجوز وان کان یتوصل بہ الیٰ تصحیحہ[3]

عاقدین کے تصرف میں تغیر کرنا جائز نہیں اگرچہ اس میں تصرف کا صحیح کرنا ثابت ہوتا ہو اس پر دلیل اجماع ہے (یہاں تک کہ شارح نے کہا) تو یہ اجماعی احکام ہیں جو تمام اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ تصرف میں تبدیلی کرنا جائز نہیں اگرچہ تبدیلی تصرف کے صحیح کرنے کا ذریعہ بنتی ہو۔ (ت)

ہدایہ میں اسی کے متعلق ہے: فیہ تغییر وصفہ لا اصلہ[4] (اس میں وصف عقد کی تبدیلی ہے نہ کہ اصل عقد کی۔ ت)، عنایہ میں اس کی شرح میں فرمایا:

والجواب عن تغییر تصرفہ ان یقال فیہ تغییر وصف التصرف او اصلہ والاول مسلم ولا نسلم انہ مانع عن الجواز والثانی ممنوع[5]

اس کے تصرف میں تبدیلی کا جواب یہ ہے کہ یوں کہا جائے اس میں وصف تصرف کی تبدیلی ہے یا اصل عقد کی اول مسلم ہے مگر ہم یہ نہیں مانتے کہ جواز سے مانع ہے اور ثانی ممنوع ہے (ت)

---

[1] فتح القدیر کتاب البیوع باب السلم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۲۰۶

[2] الہدایہ کتاب الصرف مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۱۰۸

[3] فتح القدیر " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۲۶۸

[4] الہدایہ کتاب الصرف مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۱۰۹

[5] العنایۃ علی الہدایۃ علی ہامش فتح القدیر " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۲۷۰

Marfat.com

ہدایہ میں ہے:

اذا اشتری قلبا بعشرۃ و ثوبا بعشرۃ ثم باع ھما مرابحۃ لایجوز وان امکن صرف الربح الی الثوب لانہ یصیر تولیۃ فی القلب بصرف الربح کلہ الی الثوب[1]

کسی شخص نے ایک کنگن دس درہم کے بدلے اور ایک کپڑا دس درہم کے بدلے خریدا پھران دونوں کو اکٹھا بطورمرابحہ بیچا تو جائز نہیں کیونکہ تمام نفع کو کپڑے کی طرف پھیرنے سے کنگن میں یہ بیع تولیہ ہوجائیگی (ت)

فتح میں ہے:

اما مسألۃ المرابحۃ فعدم الصرف لانہ یتغیر اصل العقد اذ یصیر تولیۃ فی القلب[2]

لیکن مسئلہ مرابحہ میں عدمِ صرف اس لئے ہے کہ اس میں اصل عقد میں تبدیلی لازم آتی ہے کیونکہ کنگن میں بیع تولیہ ہوجاتی ہے۔ (ت)

ان تصریحاتِ ائمہ سے روشن ہُوا کہ متعاقدین جو عقد کررہے ہیں وُہ اگرچہ باطل و فاسد ہو اور دوسرا عقد ٹھہرانے میں اس کی تصحیح ہوتی ہو ہرگز ایسی تصحیح جائز نہیں اور اس تصحیح کے بطلان پر اجماع قائم ہے جب کہ اس میں اصل عاقدین کی تغییر ہوتی ہے اور تصحیح فرمائی کہ بیع کو مرابحہ سے تولیہ قرار دینا بھی ایسی ہی تغییر ہے کہ بالاجماع جائز نہیں حالانکہ وہ رہی بیع کی بیع ہی، تو بیع کی سرے سے کایا پلٹ کرکے حوالہ کردینا کیسے جاہل مخالف اجماع کا کام ہوگا آپ کے لکھے بیع نہ ہوئی افیونی کی ریوڑی ہُوئی کہ کرتے ہی مزہ بدل گیا ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ۔

دوم ہر عاقل جانتا ہے کہ تمسک ایک معین مثلاً زید کی طرف سے دوسرے معین مثلاً عمرو کے لئے ہوتا ہے کہ اگر زید عمرو کے دَین سے منکر ہو تو عمرو بذریعہ تمسک اس سے وصول کرسکے تمسک اس لئے نہیں ہوتا کہ عمرو جہاں چاہے جس ملک میں چاہے جس شخص سے چاہا آسکے دام وصول کرلے زید کے پاس عمرو، بکر، خالد، ولید دُنیا بھر کا کوئی شخص اسے لے کر آئے یہ اسے دام پر کھا دے بلکہ زید و عمرو دائن و مدیون دونوں بالائے طاق رہیں، تیسرا شخص اجنبی، چوتھے شخص نرے بیگانے کو دے کر اُس سے دام لے لے دُنیا میں کوئی تمسک بھی ایسا سُنا ہے اور نوٹ کی حالت یقیناً یہی ہے کہ جو چاہے جہاں چاہے اگرچہ غیر ملک غیر سلطنت ہو جبکہ یہاں کا سکہ اس سلطنت میں چلتا ہو جس شخص سے چاہے اس کے دام لے لے گا

---

[1] الہدایہ | کتاب الصرف | مطبع یوسفی لکھنؤ | ۳/۱۰۸-۱۰۹

[2] فتح القدیر | " | مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر | ۶/۲۴۰

Marfat.com

یہ حالت یقیناً مال کی ہے نہ کہ تمسک کی، تو اسے تمسک کہنا کیسا اندھا پن ہے بلکہ وہ بالیقین مال ہے سکّہ ہے ولکن العمیان لایبصرون (لیکن اندھے نہیں دیکھتے۔ ت)۔

سوم ہر عاقل جانتا ہے کہ تمسک کے وجود و عدم پر دَین کا وجود و عدم موقوف نہیں ہوتا بلکہ جب دَین ثابت ہو مدیون پر دینا لازم آئے گا تمسک رہے یا نہ رہے۔ اب فرض کیجئے کہ زید نے لاکھ روپے دے کر خزانے سے ہزار ہزار روپے کے سَو نوٹ لئے اور اپنا نام پتہ اور نوٹ کے نمبر سب درج کرا دیے، تو اب لازم ہے کہ وہ جب چاہے خزانے سے اپنے آتے ہوئے لاکھ روپے وصول کرلے اگرچہ نوٹ اس کے پاس جل گئے یا ریزہ ریزہ ہوگئے یا چوری ہوگئے یا اس نے کسی کو دے دئے کہ خزانہ آپ کے نزدیک اس کا مدیون ہے اور تمسک نہ رہنے سے دَین ساقط نہیں ہوتا اور جب نوٹوں کے نمبر لکھے ہُوئے ہیں تو گورنمنٹ کو یہ اندیشہ نہیں ہوسکتا کہ مبادا نوٹ نہ جلے نہ پھٹے بلکہ اس کے پاس موجود ہوں یا اس نے کسی کو دے دیے ہوں تو جب وہ نوٹ یہ یا دوسرا لے کر آئے ہمیں دوبارہ دینا پڑے گا، دوبارہ کیوں دینا ہوگا، یہ لایا تو کہہ دیا جائے گا کہ ہم نے جو روپیہ تجھ سے قرض لیا تھا تجھے ادا کردیا اب مکرر کیسے طلب کرتا ہے، اور دوسرا لایا تو کہہ دیا جائے گا کہ اس تمسک کا روپیہ ہم اصل قرضخواہ کو دے چکے ہیں اب ہم پر مطالبہ نہیں مگر ایسا ہرگز نہ ہوگا نوٹ خود جلا کر یا پھاڑ کر کسی کو دے کر گورنمنٹ سے روپیہ مانگئے تو، اگر اس نے پاگل جانا تو اوار کو کھیر دے گی ورنہ بڑے گھر کی ہوا کھلائیگی' اس وقت آپ کی آنکھیں کھلیں گی کہ نوٹ کیسا تمسک تھا یہ حالت صراحۃً مال کی ہے کہ جو شخص کسی سے ایک مال خرید کر پھر اسے تلف کردے یا کسی کو دے دے اور اپنے روپے بائع سے واپس مانگے تو کم از کم پاگل ٹھہرتا ہے۔

چہارم یہیں سے آپ کے شُبہہ کا کشف ہوگیا کہ گم جائے یا نقصان آجائے تو بدلوا سکتے ہیں یہ مطلقاً ہرگز صحیح نہیں اور اگر تمسک ہوتا تو واجب تھا کہ ہمیشہ ہر حال میں بدل دیا جاتا کہ تمسک کے نقصان یا فقدان یا خود ہلاک یا تلف کردینے سے دَین پر کچھ اثر نہیں پڑتا اور بعض صورتوں میں اگر بدل دینے کا وعدہ ہو بھی تو اس سے تمسک ہونا لازم نہیں آتا، سلطنتوں نے یہ ایک طرفہ اکسیر ایجاد کی کہ ہزار کیمیا کو اس سے کچھ نسبت نہیں چھدام کے کاغذ کو ہزار کا کردیں دس ہزار کا کردیں ایسی سخت مہم بات عام میں مقبول ہونے کے لئے بعض رعایتوں کی ضرورت تھی ملک کو اندیشہ ہوتا کہ کاغذ بہت ناپائدار چیز ہے آگ میں جل جائے، پانی میں گل جائے، استعمال سے چاک ہو، گم جائے، کیا ہو کیا ہو تو ہمارا مال یوں ہی برباد ہو اس کی تسکین کیلئے کچھ وعدوں کی حاجت ہوئی ورنہ ملک ہرگز نوٹ کو ہاتھ نہ لگاتا، یہ تو اتنی بڑی کیمیا ہے سوداگر اپنے تھوڑے سے نفع کے لئے اس قسم کے وعدوں سے اطمینان دلاتے ہیں برسوں کے لئے گھڑیوں کی گارنٹیاں

Marfat.com

کرتے ہیں کہ اس مدت میں بگڑے یا بیکار ہو تو بنا دیں گے بدل دیں گے یہاں بھی کہہ دینا کہ "بھلا دنیا میں کوئی بیع بھی ایسی ہے"[1] آپ ایک کو ردہ میں رہ کر دنیا بھر کا ناحق ٹھیکہ لیں ہاں یہ کہئے کہ تاجروں کا یہ کہنا خلافِ شرع ہے پھر گورنمنٹ کے سب اقوال مطابق شرع ہونا کس نے لازم کیا۔

پنجم سود دینے لینے میں گورنمنٹ کی حالت معلوم ہے کہ وُہ اسے ہر قرض و دَین کا لازم قطعی مانے ہوئے ہے یہاں تک کہ جو شخص سَو تک بنک میں روپیہ جمع کرے یا وُہ ملازم جن کی تنخواہ کا کچھ حصہ کٹ کر جمع ہوتا رہا اور ختمِ ملازمت پر ان کو دیا جاتا ہے وہ مانگیں یا نہ مانگیں ساری مدت کا سود حساب لگا کر انھیں دیتی ہے بلکہ وُہ کہے کہ میں سُود نہ لُوں گا جب بھی ماہوار سُود اس کے نام سے درج ہوتا رہتا ہے، اگر خزانہ سے نوٹ لینا روپیہ داخل کر کے اس کا وثیقہ لینا ہوتا تو لازم تھا کہ گورنمنٹ اس کے لئے سُود لکھتی رہتی جب تک وُہ نوٹ دے کر روپیہ واپس لیتا۔ اب آپ کو تو یہ حیلہ ہو گا کہ ہائیں ہم اور سُود مانگیں اگرچہ اللہ عزوجل کی تکذیب، حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین، ابلیس کو خدا کی خاص صفت میں شریک ماننا کروڑوں درجہ سود بلکہ سور کھانے سے بدتر ہے، خیر آپ نہ جائیے امتحان کے لئے کسی بنئے کو بھیج دیکھئے کہ ہزار روپے کا نوٹ خزانے سے خریدے پھر سال بھر بعد وہ بنیا اپنے اُس ہزار کا سُود گورنمنٹ سے مانگنے جائے دیکھئے تو ابھی اسے آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے گا اور جتنی اس اس پر پڑیں گی حقیقۃً اس پر نہ ہوں گی بلکہ اس پر ہوں گی جس نے اسے یہ حکم دیا تھا کہ نوٹ کی خریداری نہیں بلکہ روپیہ قرض دے کر تمسک لینا ہے۔

ششم زید عمرو سے وقتاً فوقتاً سَو اور دو سَو اور ہزار قرض لیتا رہے اس تمام مدت میں وہ تمسکات لکھ کر عمرو کو دیتا رہے گا اور جس تمسک کی میعاد ختم ہونے آئے گی بدل دے گا یہاں تک کہ اُس پر عمرو کے دس ہزار جمع ہو گئے اب اس نے ہزار ہزار کے دس نوٹ عمرو کو دیئے اُسی وقت سے اس کا حساب بند ہو جائے گا عمرو سب تمسکات اسے پھیر دے گا اسے فارغ خطی لکھ دے گا زید اور خود عمرو اور سارا جہان سمجھے گا کہ قرضہ دام دام وصول ہو گیا، مگر گنگوہی صاحب فرماتے ہیں دس ہزار کے نوٹ دیے تو کیا ہوا وصول ابھی ایک کوڑی بھی نہ ہوئی، اس جہان بھر سے نرالی مت کا کیا کہنا!

ہفتم فرض کیجئے گورنمنٹ نے کسی بنک سے بیس لاکھ روپے قرض لئے اور تمسک لکھ دیا کہ دس برس کے اندر ادا کیا جائے گا، تین برس گزرنے پر بیس لاکھ کے نوٹ بنک کو دے دیئے تمام جہان اور

---

[1] فتاوٰی رشیدیہ کتاب الزکوٰۃ محمد سعید اینڈ سنز کراچی ص ۴۵۶

Marfat.com

بنک اور گورنمنٹ سب تو یہی سمجھیں گے کہ قرض ادا ہوگیا مگر گنگوہی صاحب سے پُوچھئے کہ اگر یہ نوٹ بھی تمسک ہی تھے تو اس فضول کارروائی کا محصل کیا ہوا تمسک تو پہلے سے لکھا ہوا موجود تھا اس جدید تمسک کی کیا حاجت ہوئی، بھلا زید کو تو اتنا فائدہ ہوا بھی تھا کہ نوٹ دے کر اپنا قرض گورنمنٹ پر اتار دیا گورنمنٹ کو کیا نفع ہُوا اُس کا قرض اسی پر تو رہا اور بنک کی بیوقوفی تو دیکھئے نرے تمسک پر پھول کر حساب بند کر بیٹھا، ظاہراً آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اپنی بند تو سب کی بند۔

ہشتم حوالہ اپنا قرض دوسرے پر اتارنے کو کہتے ہیں تو اگر زید پر عمرو کا قرض نہ آتا ہو بلکہ زید کا قرض بکر پر ہو اور اس صورت میں زید عمرو کو بکر پر حوالہ کرے تو یہ حقیقۃً حوالہ نہ ہوگا بلکہ عمرو کو اپنا قرض بکر سے وصول کرنے کا وکیل کرنا اور اگر نہ عمرو کا قرض زید پر آتا ہو نہ زید کا قرض بکر پر، اور اس حالت میں زید عمرو کو بکر پر حوالہ کرے تو یہ محض باطل و بے اثر ہے اگرچہ بکر اس حوالہ کو قبول بھی کرلے کہ اب نہ زید اپنا قرض دوسرے پر اتارتا ہے نہ دوسرے پر اپنا آتا وصول کرتا ہے بلکہ بلا وجہ عمرو سے کہتا ہے کہ بکر کے مال سے اتنے روپے لے لے بکر کا قبول کرنا وہ نرا ایک وعدہ ہُوا کہ میں اتنا مال عمرو کو بخش دوں گا اور محض وعدہ پر جبر نہیں لہذا اس قول کا کچھ اثر نہیں، عالمگیری میں ہے:

اذا احال رجلا علی غریمه ولیس للمحتال له علی المحیل دین فهذه وکالة ولیست بحوالة کذا فی الخلاصة۔[1]

جب کسی شخص نے دوسرے کو اپنے مقروض پر حوالہ کیا (کہ اس سے قرض وصول کرے) حالانکہ جس کے لئے حوالہ کیا گیا اس کا حوالہ کرنے والے پر کوئی قرض نہیں تو یہ وکالت ہے حوالہ نہیں، یونہی خلاصہ میں ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

احال علیه مائة من من حنطة ولم یکن للمحیل علی المحتال علیه شئ ولا للمحتال له علی المحیل فقبل المحتال علیه ذلك لا شئ علیه کذا

کسی شخص نے دوسرے پر سو من گندم کا حوالہ کیا حالانکہ جس پر حوالہ کیا اس پر حوالہ کرنیوالے کا کوئی قرض نہیں اور نہ ہی جس کے لئے حوالہ کیا گیا اس کا حوالہ کرنے والے پر کوئی قرض ہے، اور جس پر حوالہ کیا گیا اس نے اس کو قبول کرلیا تب بھی

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الحوالہ مسائل شتّٰی نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۳۰۵

Marfat.com

فی القنیۃ[1] — اس پر کوئی شئ لازم نہیں، قنیہ میں یونہی ہے (ت)

اب فرض کیجئے کہ ایک بنک نے خزانہ سے بیس لاکھ کے نوٹ متفرق اوقات میں لئے تھے پھر گورنمنٹ کو قرض لینے کی حاجت ہوئی اس نے بنک سے بیس لاکھ قرض مانگے بنک نے وہی نوٹ دے دیئے تو تمام دنیا یہی جانے گی کہ بنک نے ضرور قرض دیا مگر آپ اپنی کہئے اب نوٹ دینا حوالہ تو ہو نہیں سکتا کہ گورنمنٹ کا بنک پر قرض نہ آتا تھا انتہا یہ کہ وکالت ہوگی جس کا حاصل اتنا کہ گورنمنٹ نے اس سے قرض مانگا اس نے بیس لاکھ کے نوٹ جو نرے تمسک تھے دے کر برات عاشقاں بر شاخ آہو پر ٹال دیا یعنی گورنمنٹ کو وکیل کر دیا کہ خود اپنے خزانہ سے وصول کر و ہم کچھ نہ دیں گے لطف یہ کہ گورنمنٹ بھی نہیں کہتی کہ ہم تجھ سے قرض چاہتے ہیں، تو کہتا ہے اپنے ہی خزانہ سے لے لو یہ کیا قرض دینا ہوا، زید پر عمرو کے روپے آتے ہوں زید اس سے اور قرض لینے آئے، اس پر عمرو کہے کہ میرا پہلا قرض جو تم پر آتا ہے اسی سے وصول کر لو، تو اس نے یہ قرض دیا یا ٹال دیا بلکہ اسے یوں ٹھہراؤ کہ دَین معاف کیا اور تمسک واپس دے دیئے معاملہ ختم ہوا گورنمنٹ بیس لاکھ کے نوٹ لے لے اور کوڑی نہ دے سستے چھوٹے۔

نہم فرض کرو گورنمنٹ نے بیس لاکھ کسی کو انعام دیئے تھے پھر ایک وقت پر اس سے قرض مانگا اس نے وہی نوٹ دے دیئے دنیا جانے گی کہ گورنمنٹ پر اس کے بیس لاکھ قرض ہو گئے مگر گنگوہی صاحب کہیں گے ایک پیسہ بھی قرض نہ ہوا گورنمنٹ بیس لاکھ کے نوٹ مفت لے لے اور کچھ نہ دے اس لئے کہ یہ وہ صورت ہے کہ نہ حوالہ کرنے والے پر قرض آتا تھا نہ جس پر حوالہ کیا اس پر اس کا پہلے کوئی دَین تھا تو کارروائی باطل ہوئی اور گورنمنٹ کو کچھ دینا نہ آئے گا ولاحول ولا قوۃ الا باللہ، غرض یہ آپ نے وہ گھڑی ہے کہ نہ گورنمنٹ کی خواب میں ہے نہ ملک بھر کے خیال میں آپ ہی اپنی ڈیڑھ چھٹانک کی الگ بگھار رہے ہیں۔

دہم حوالہ میں مدیون محیل کہلاتا ہے اور دائن محتال، اور جس پر قرض اتارا گیا کہ اس سے وصول کر لینا اسے محتال علیہ یا حویل کہئے، یہاں جب زید نے عمرو کے ہاتھ ہزار روپے کے نوٹ بیچے تو آپ کے طور پر زید عمرو کا مدیون اور محیل ہوا اور عمرو زید کا دائن اور محتال ہوا اور گورنمنٹ حویل، اور شرعی مسئلہ ہے کہ ہر شخص حویل ہو سکتا ہے اگرچہ محیل کا اس پر کچھ نہ آتا ہو کہ اس نے جب حوالہ قبول کر لیا تو اس کا دَین اپنے سر لیا اگرچہ اس کا اس پر کچھ مطالبہ نہیں لیکن جبکہ حویل محیل کا مدیون نہ ہو اور محیل کا حوالہ مان کر اس کا دَین محتال کو

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الحوالہ مسائل شتّٰی نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۳۰۵

Marfat.com

ادا کر دے تو اسی قدر محیل سے واپس لے گا کہ میں نے تیرے کہے سے تیرا دین ادا کیا ہے اور اگر محتال حویل کو دین ہبہ کر دے یا کہے میں نے وہ دین تیرے لئے چھوڑ دیا جب بھی حویل محیل سے بھر والے گا کہ ہبہ ہونا بھی ادا ہو جانے کی مثل ہے۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے :

شرائطها انواع بعضها يرجع الى المحتال عليه ومنه رضاه وقبول الحوالة سواء كان عليه دين او لم يكن عند علمائنا رحمهم الله تعالٰى كذا فى المحيط[1] اھ ملتقطا۔

حوالہ کی شرطیں کئی قسم کی ہیں، ان میں سے بعض محتال علیہ کی طرف لوٹتی ہیں جن میں سے محتال علیہ کی رضامندی اور حوالہ کو قبول کرنا ہے چاہے اس پر قرض ہو یا نہ ہو، یہ ہمارے علماء کے نزدیک ہے رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم، یوں ہی محیط میں ہے اھ التقاط (ت)

اسی میں ہے :

اذا ادى المحتال عليه الى المحتال له او وهبه له او تصدق به عليه او مات المحتال له فورثه المحتال عليه يرجع فى ذلك كله على المحيل ولو ابرأ المحتال له المحتال برئ ولم يرجع على المحيل كذا فى الخلاصة واذا قال للمحتال عليه قد تركته لك كان للمحتال عليه ان يرجع على المحيل كذا فى خزانة الفتاوٰى[2]

جب محتال علیہ، محتال لہٗ کو قرض ادا کر دے یا محتال لہٗ وہ قرض محتال علیہ کو ہبہ کر دے یا اس پر وہ قرض صدقہ کر دے یا محتال لہٗ مر جائے اور محتال علیہ اس کا وارث بن جائے تو ان تمام صورتوں میں محتال علیہ محیل کی طرف رجوع کرے گا اور اگر محتال لہٗ نے محتال علیہ کو قرض سے بری کر دیا تو وہ بری ہو گیا اور اب محیل کی طرف رجوع نہیں کر سکتا۔ یہ خلاصہ میں ہے۔ اور محتال لہٗ نے محتال علیہ سے کہا کہ میں نے وہ قرض تیرے لئے چھوڑ دیا ہے تو اس صورت میں محتال علیہ کو محیل کی طرف رجوع کا حق ہے جیسا کہ خزانۃ الفتاوٰی میں ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

المحتال له لو ابرأ المحال عليه لم يرجع

اگر محتال لہٗ نے محتال علیہ کو قرض سے بری کر دیا تو

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الحوالہ الباب الاول نورانی کتبخانہ پشاور ۳/ ۲۹۵-۹۶

[2] " " " الباب الثانی " " " ۳/ ۲۹۸

Marfat.com

علی المحیل وان کانت بامرہ کالکفالۃ ولو وھبہ رجع ان لم یکن للمحیل علیہ دین وتمامہ فی البحر[1]

محتال علیہ محیل کی طرف رجوع نہیں کرے گا اگرچہ اس کے امر سے ایسا ہوا ہو، اور اگر محتال لہ نے قرض محتال علیہ کو ہبہ کردیا تو محتال علیہ محیل کی طرف رجوع کرسکتا ہے بشرطیکہ محیل کا اس پر قرض نہ ہو، اس کی مکمل بحث بحر میں ہے۔ (ت)

اب فرض کیجئے کہ گورنمنٹ نے کسی خدمتگاری کے صلہ میں دس ہزار روپے کا نوٹ آپ کو انعام دیا ایک بنئے نے روپے دے کر وہ نوٹ آپ سے خرید لیا پھر کسی موقع پر اس نے گورنمنٹ کی نذر کردیا اب وہی صورت آگئی آپ بنئے کے محیل تھے اور بنیا محتال اور گورنمنٹ حویل۔ اور ظاہر ہے کہ گورنمنٹ آپ کی مدیون نہ تھی آپ بنئے کے مدیون تھے آپ نے اپنا دَین نوٹ دے کر گورنمنٹ پر اتار دیا تھا اور گورنمنٹ نے اپنے قانون عام سے کہ جو نوٹ لائیگا روپیہ پائے گا حوالہ قبول کرلیا اور بنئے نے نوٹوں کا روپیہ یعنی وہ دَین گورنمنٹ کو نذر کردیا ہبہ کردیا ترک کردیا تو لازم کہ گورنمنٹ چاند ٹھونک کر آپ سے دس ہزار وصول کرسکے اس سے آپ کو حوالہ ماننے کا مزہ آجاتا کہ نوٹ کے نوٹ غائب اور دس ہزار کھوپڑی پر واجب، بحمداللہ اس سفاہت کا بہت طرح رَد ہوسکتا ہے مگر آپ کے حوالہ کی مٹی پلید کرنے کو، تلك عشرۃ کاملۃ[2] (یہ پورے دس ہیں۔ ت) یہ پورے دس کیا کم ہیں و باللہ التوفیق۔

یازدہم تمام جہان تو نوٹ کو مال مانے ہوئے ہے آپ کو اس میں کیا دھتی سوجھی ہے کہ وہ کچھ محالات اوڑھے عالم بھر کی آنکھوں میں خاک جھونکئے مگر اسے مال ماننا منظور نہیں آپ کی روش تو یہ تھی کہ جو امر محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم و سائر محبوبانِ خدا جل وعلا کی تعظیم و محبت کا پہلو لئے ہوئے ہو اس میں اپنے حد کی تنگی دکھاؤ بنے نہ بنے شرک کفر حرام گاؤ اور اپنے معتقدوں کے لئے ذرائع اکل و معاش میں خوب وسعت لاؤ، کوا کھانا حلال بلکہ ثواب[3] (دیکھو جلد ۲ ص ۱۷۹) بکرے کے خصیے کھانا حلال[4] (دیکھو جلد ۳ ص ۱۹۰) تعجب ہے کہ اسے ثواب نہ لکھا، کوا کالا کالا یہ گورے گورے، ان میں تو گنگوہی شریعت سے بڑا چمکتا ثواب چاہئے تھا، پاخانہ اٹھانے کی اُجرت مباح خالص حلال طیب جس میں

---

[1] ردالمحتار کتاب الحوالہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۹۸

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۶

[3] فتاوٰی رشیدیہ کتاب الحظر والاباحۃ محمد سعید اینڈ سنز کراچی ص ۴۹۳

[4]

کراہت درکنار کراہت کا شبہہ بھی نہیں بھنگی نے پاخانہ اٹھا کر جو مال کمایا ایسا مقدس ہے کہ اسے تعمیرِ مسجد میں صرف کرنا بھی درست ہے[1] (دیکھو جلد اول ص ۱۰۵) واقعی آپ جیسے مقدسوں کے کھانے پہننے اور آپ حضرات کی مساجد ملوثہ ببدعات توہین وتنقیص کے لائق ایسی ہی کمائی تھی ع

ہر شکم و لقمہ شایان او

(ہر پیٹ کی شان کے مطابق لقمہ چاہیئے۔ت)

غرض ذرائع دنیا میں اپنوں کے لئے آپ کی یہ وسعت بھی نوٹ کی خرید و فروخت اور اسے مال سمجھنے میں کون سا حصّہ تعظیم و محبت محبوبانِ خدا پایا جسے باطل کرنا آپ پر لازم ہوا وجہ تو بتائیے کہ یہ تمام عالم کا اسے مال ماننا کیوں نہ مقبول ٹھہرا ثمن اصطلاحی ٹھہرانے میں اصطلاح قوم و ملک پر کاربندی واجب ہوتی ہے یہاں جملہ اقوام و تمام ممالک عالم اپنی اصطلاح روشن طور پر بتا رہے ہیں اور آپ ہیں کہ ایک نہ ہزار نہ۔ کوئی یہ تو پوچھے کہ آپ ہیں کون اصطلاح جملہ جہاں میں دخل دینے والے نوٹ کی مالیت کا ثبوت رسالہ میں ص ۱۲۶ سے ص ۱۳۲ تک سوجھئے۔

دوازدہم[12] پیسوں میں نیت تجارت کی حاجت اس وقت ہے جب وہ ثمن ہو کر نہ چلتے ہوں ورنہ ثمن میں ہرگز نیتِ تجارت کی حاجت نہیں اگرچہ ثمن اصطلاحی ہو نہ خلقی، غنیہ ذوی الاحکام و ردالمحتار وغیرہما میں ہے:

الفلوس ان کانت اثمانا رائجۃ او سلعا للتجارۃ تجب الزکوۃ فی قیمتھا والا فلا[2]۔

پیسے اگر ثمن ہوں اور رائج ہوں یا سامان تجارت ہوں تو ان کی قیمت میں زکوٰۃ واجب ہے ورنہ نہیں۔ (ت)

درمختار و بحرالرائق و نہرالفائق میں ہے:

ما غلب غشہ یقوم کالعروض ویشترط فیہ النیۃ الا اذا کانت اثمانا رائجۃ[3]۔

جس میں ملاوٹ غالب ہو اس کی قیمت لگائی جائیگی جیسے سامان کی قیمت لگائی جاتی ہے اور اس میں نیت تجارت شرط ہے سوائے اس کے کہ وہ ثمن رائج ہوں۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی رشیدیہ کامل باب احکام المساجد محمد سعید اینڈ سنز کراچی ص ۴۰۸
[2] ردالمحتار کتاب الزکوۃ باب زکوۃ المال داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۲
[3] درمختار " " مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۳۵

Marfat.com

شامی میں ہے :

ماکان ثمنا رائجا تجب زکاتہ سواء نوی التجارۃ اولا۔[1]

جو ثمن رائج ہو اس کی زکوٰۃ واجب ہے چاہے تجارت کی نیت ہو یا نہ ہو (ت)

اسی میں ہے :

عین النقدین لایحتاج الٰی نیۃ التجارۃ وکذا ماکان ثمنا رائجا۔[2]

عین نقدین (سونا اور چاندی) میں تجارت کی نیت کی حاجت نہیں اسی طرح جو ثمن رائج ہو۔ (ت)

بحرالرائق میں کتبِ کثیرہ سے ہے :

ان غلب الغش فلیس کالفضۃ کالستوقۃ فینظر ان کانت رائجۃ اونوی التجارۃ اعتبرت قیمتہا فان بلغت نصابا وجبت فیہا الزکٰوۃ والافلا۔[3] ملخصًا۔

اگر ملاوٹ (کھوٹ) غالب ہو تو وہ چاندی کی طرح نہیں جیسے کھوٹے روپے، پھر دیکھا جائیگا کہ وہ رائج ہیں یا ان میں نیت تجارت ہے تو ان کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا اگر وہ نصاب کو پہنچے تو اس میں زکوٰۃ ہے ورنہ نہیں (ت)

ص ۱۳۷ دیکھئے کہ اسی پر فتوٰی ہے ایک آدھ روایت ٹٹول میں آجانا اور محل و محل نہ دیکھنا اور راجح و مرجوح و شاذ و مشہور میں فرق نہ کرنا فقاہت نہیں ہوتا مگر حضرات وہابیہ کے نصیبوں تو فقاہت بحمداللہ نصیبِ دشمناں ہے - ان وجوہِ قاہرہ کے علاوہ اس دوسطری تحریر گنگوہیت خمیر میں اور بھی مواخذات ہیں مثلاً :

(۱۳) نوٹ نقدین بتایا یعنی نوٹ سونا چاندی ہے' اور پھر اسی مُنہ میں یہ کہ تمسک ہے۔

(۱۴) تمسک کو کہنا کہ اس پر زکوٰۃ ہے حالانکہ تمسک سرے سے مال ہی نہیں، نہ اس کے عدم و وجود کو زکوٰۃ کے وجوب و عدم میں کچھ دخل۔

(۱۵) نوٹ کے مبیع سمجھنے پر اس کی زکوٰۃ نہ دینے کی بنا سمجھنا، کیا مبیع پر زکوٰۃ نہیں ہوتی، ابھی تو آپ پیسوں کو مبیع کہہ کر بحالِ نیت تجارت زکوٰۃ واجب مان چکے ہیں۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ المال داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۲

[2] " " " " " "

[3] بحرالرائق " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۲۸

Marfat.com

(۱۶) کاغذ کے مبیع سمجھنے کو سخت غلطی کہنا شاید عمر بھر کاغذ خریدنے کا اتفاق نہ ہوا، نہ ان کے گاؤں میں خبر پہنچی کہ دُنیا میں کاغذ بھی بکتا ہے۔

(۱۷) لُطف یہ کہ ابھی تو نوٹ کو اس جرم پر کہ کاغذ ہے مبیع سمجھنا سخت غلطی تھا اور ایک ہی ورق بعد صفحہ ۷۳ پر خود فرماتے ہیں کہ "نوٹ خرید کر بھیج سکتا ہے[1]" اے سبحان اللہ! نوٹ تو بک سکتا ہی نہ تھا خریدا کیسے جائے گا مگر حضرت کی اُن عظیم سفاہتوں کے آگے ایسی نزاکتوں کی کیا گنتی ع

ماعلی مثله یعد الخطاء

(اس کی مثل پر خطاؤں کا شمار نہیں کیا جاتا۔ ت)

نسأل اللہ العفو والعافیۃ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت مانگتے ہیں، اور گناہ سے بچنے اور نیکی کی طاقت نہیں مگر اللہ تعالٰی کی توفیق سے۔ (ت)

(۱۸) آپ کیا جواب دیں گے اگر کوئی آپ کی پچھلی نزاکت پر کہے کہ جب آپ نے اس عقد کو کہ لفظ میں نیت میں قصد میں فہم میں قطعاً بیع تھا تمام جہاں کے فہم وارادہ کے خلاف کایا پلٹ کر کے حوالہ تراش لیا تو آپ اب کس مُنہ سے کہتے ہیں کہ کم زیادہ پر بیع کرنا ربا و ناجائز ہے زیادہ پر بیع کا یہ حاصل کیوں نہیں ٹھہراتے کہ زید نے جو عمرو کے ساتھ سَو روپے کا نوٹ سوا سَو روپے کو بیچا ہے یہ بیع نہیں سوا سَو کا سَو سے بدلنا نہیں کہ ربا ناجائز ہو بلکہ زید نے عمرو سے سوا سَو قرض لئے ہیں اور زید کے گورنمنٹ پر سَو آتے تھے وہ اس پر اتار دیے، رہے پچیس وہ عمرو نے زید کو چھوڑ دیے اور اس میں کون سا ربا ہے، فتاوٰی امام قاضی خان سے رسالہ کے صفحہ ۷۲ میں گزرا:

فان اراد الحیلۃ یستقرض من المشتری اثنی عشر درھم مکسرۃ ثم یقضیہ عشرۃ جیادا ثم ان المقرض یبرئہ عن درھمین فیجوز ذٰلک[2]۔

اگر حیلہ کا ارادہ کرے تو مشتری سے بارہ[12] درہم ٹوٹے ہوئے قرض لے پھر دس کھرے درہم اس کو واپس دے اور قرض دہندہ باقی دو درہموں سے اس کو بری کر دے تو یہ جائز ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی رشیدیہ باب الربٰو محمد سعید اینڈ سنز کراچی ص ۴۳۱

[2] فتاوٰی قاضی خان کتاب البیوع باب فی بیع مال الربٰو نولکشور لکھنؤ، انڈیا ۲/ ۴۰۷

Marfat.com

نیز خانیہ سے اس کے متصل گزرا :

فان ارادالحیلۃ یاخذ التسعۃ بالتسعۃ ویبرئہ عن الدرھم الباقی۔[1]

اگر حیلہ کرنا چاہے تو نو درہم نو درہموں کے بدلے میں لے لے اور باقی ایک درہم سے اس (مقروض) کو بری کردے۔ (ت)

اگر کہئے یہ قرض بشرط ابراء عن البعض ہوا تو **اولاً** کیوں نہ کہئے کہ جب سرے سے سَو کا نوٹ لے کر سوا سَو دے رہا ہے تو قرض لبعض و ہبہ لبعض ہوا پھر اگر زیادت ممتازہ یا تبعیض مضر ہو جب تو بلا خدشہ جائز و صحیح و روا ہے اور آپ کا حکم باطل و پا در ہوا ہے ورنہ غایت یہ کہ بوجہ شیوع ناتمام ہو ربا کہاں سے آیا۔

ثانیاً قرض شروطِ فاسدہ سے فاسد نہیں ہوتا بلکہ شرط باطل ہوجاتی ہے تو یہ کہئے کہ زید پر پچیس روپے اور واجب رہے نہ کہ سُود ہوا،

فافھم ان کنت تفھم لکنک تفھم انک لاتفھم۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

تو سمجھ لے اگر تُو سمجھتا ہے لیکن تو سمجھتا ہے کہ بیشک تو نہیں سمجھے گا۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

رَدِّ وہم

بحمداللہ تعالٰی مولوی صاحب لکھنوی کے رَد میں کلام مشبع گزرا مسئلہ یازدہم خاص انھیں کے رَد میں تھا بلکہ کتاب کا اکثر حصہ ان کے رَد میں ہے یہاں غالباً ان کا پتا دینے پر اکتفا ہو، مولوی صاحب کی جلد دوم فتوٰی نمبر ۱۲۶:

قولہ ھوالمصوب[2] (وُہ درست بنانے والا۔ ت)

اقول (میں کہتا ہوں) مولوی صاحب کی عادت ہے کہ ہر جواب سے پہلے یہی لفظ لکھتے ہیں حالانکہ **اولاً** اللہ عزوجل پر اس نام کا اطلاق وارد نہیں ہوتا۔

ثانیاً معنی لغت بھی اس کے مساعد نہیں لغت میں مُصَوِّب وُہ ہے جو دوسرے کی بات ٹھیک بتائے، نہ وہ جو اس کی بات کو ٹھیک بنائے یعنی اسے توفیقِ صواب بخشے، تصویب بعدِ وقوعِ قول

---

[1] فتاوٰی قاضیخان کتاب البیوع باب فی بیع مال الربٰو نولکشور لکھنؤ انڈیا ۲/۴۰۷

[2] مجموعہ فتاوٰی کتاب الاکل والشرب مطبع یوسفی لکھنؤ انڈیا ۲/۱۱۵

Marfat.com

ہوتی ہے اور توفیقِ صواب اس سے مقدم۔

ثالثاً اس کے اور معنی بھی ہیں کہ باری عزوجل پر محال ہیں، مصوّب وہ جو سر جھکائے ہوئے ہو، مصوّب وہ سوار کہ گھوڑا تیز چلائے۔ قاموس میں ہے:

صوبہ قال لہ اصبت وراسہ خفضہ[1]	صَوَّبَہٗ کسی کو کہا کہ تُو نے ٹھیک بات کی، صوب راسہٗ اس نے سر جھکایا۔ (ت)

تاج العروس میں ہے:

صوبت الفرس اذا ارسلتہ فی الجری[2]	صوّبت الفرس یعنی میں نے گھوڑے کو تیز دوڑایا۔ (ت)

ہاں مصوِّب وُہ بھی ہے کہ دوسرے کا سر نیچا کرے یا بلندی سے پستی میں اتارے۔ تاج العروس میں ہے:

التصویب خلاف التصعید ومن قطع سدرۃ صوب اللہ راسہ فی النار ای نکسہ[3] اھ مختصرا۔	تصویب، تصعید کے خلاف ہے اور جس نے بیری کا درخت کاٹا اللہ تعالٰی نے اس کا سر آگ میں جُھکا دیا اھ مختصراً (ت)

یہ اگر ہوتا تو مثل خافض رافع سے جدا نہ بولا جاتا کما فی کتاب الاسماء والصفات للامام البیہقی (جیسا کہ امام بیہقی کی کتاب الاسماء والصفات میں ہے۔ت) پھر جبکہ مضاف الیہ مذکور نہیں تو امثال مقام میں خود متکلم کی طرف اس کی اضافت مفہوم ہوتی ہے جیسے ھوالھادی (وہی ہدایت دینے والا ہے۔ت) سے شروع کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ قائل اپنے لئے ہدایت مانگتا ہے اس تقدیر پر یہ کیا دُعا ہوئی کہ الٰہی! قائل کا سر نیچا کردے، الٰہی! اُسے پستی میں ڈال دے۔ یہ بحث اگرچہ مسئلہ نوٹ سے جُدا تھی مگر منکر یا ناپسندیدہ پر اطلاع دینا مناسب ہے وباللہ التوفیق۔

قولہ نوٹ ہر چند کہ خلقۃً ثمن نہیں مگر عرفاً حکمِ ثمن میں ہے[4]

---

[1] القاموس المحیط	فصل الصاد من باب الباء	مصطفی البابی مصر	۱/ ۹۷
[2] تاج العروس	"	دار احیاء التراث العربی بیروت	۱/ ۳۴۱
[3] "			
[4] مجموعہ فتاوٰی	کتاب البیوع	مطبع یوسفی لکھنؤ	۱/ ۳۹۷

Marfat.com

اقول اولاً یونہی اکنیاں اور پیسے بھی، پھر اس سے کیا حاصل ہوا۔
ثانیاً اگر یہ مراد کہ اہلِ عرف اس کے لئے ثمن کے جملہ احکام شرعیہ ثابت کرتے ہیں تو صریح غلط بلکہ عامۂ اہلِ عرف ان احکام سے آگاہ بھی نہیں بلکہ یہ عرف مومنین کافرین میں مشترک اور اگر یہ مقصود کہ ثمن سے جو اغراض اہلِ عرف متعلق ہیں ان سب میں نوٹ کو اُسی کا قائم مقام سمجھتے ہیں جب بھی غلط۔ ثمن کے مقاصد سے ایک عمدہ مقصد لباس میں تزئین ظروف وغیرہا میں تجمل ہے، اور نوٹ ہرگز اس میں قائم مقام ثمن نہیں، اور اگر یہ مطلب کہ ثمن کے بعض اغراض یعنی تموّل اور حوائج تک اس کے ذریعہ سے توسل میں نائب مناب جانتے ہیں تو ثمن اصطلاحی کے معنی ہی یہ ہیں کہ اہلِ عرف اپنی اصطلاح سے ان اغراض میں اُسے مثل ثمن کام میں لائیں پھر اس سے جملہ احکام شرعیۂ ثمن کا ثبوت کیونکر ہو گیا کیا ثمن خلقی و اصطلاحی میں شرعاً فرق احکام نہیں۔
ثالثاً حکم شئی میں ہونا جنس و قدر شئی میں شئی سے اتحاد نہیں اور یہاں بتصریح حدیث و جملہ کتبِ فقہ اسی پر مدار ہے۔

قولہ بلکہ عین ثمن سمجھا جاتا ہے[1]

اقول اولاً ثمن اصطلاحی سے عینیت مثل اتحاد خاص و عام مسلّم مگر وہ آپ کو مفید نہیں اور ثمن خلقی یعنی زر و سیم سے عینیت مسلّم نہیں، کوئی سمجھ والا بچہ بھی نہیں سمجھتا کہ نوٹ بعینہٖ چاندی سونا ہو گیا، اگر کہئے مراد یہ ہے کہ لین دین میں اسے ایسا ہی سمجھتے ہیں جیسے روپیہ اشرفی، تو یہ وہی عرفاً حکم ثمن میں ہونا ہوا نہ کہ عین ثمن سمجھا جانا، تو "بلکہ" لغو بلکہ غلط ہوا۔
ثانیاً نوٹ بداہۃً ثمن اصطلاحی ہے اور اصطلاحی و خلقی متباین اور متباینین میں عینیت محال اور اہلِ عرف مجانین نہیں اور تاویل مذکور "بلکہ" سے مہجور۔
ثالثاً اگر بفرضِ غلط اہلِ عرف ایسا سمجھ بھی لیتے تو شرع مطہر تو عندیہ کا مذہب جنون روا نہیں رکھتی کہ ان کے سمجھ لینے سے خود بھی اسے عین ثمن قرار دے کر جملہ احکام ثمن نافذ فرما دے۔
رابعاً ثمن خلقی جنس ہے دو قسم ذہب و فضہ میں منحصر، اور نوٹ فی نفسہٖ ایک نوع مستقل ہے، اس کا عین مفہوم کلی معنی جنس سمجھا جانا تو بداہۃً باطل، اسی طرح انواع متباینہ و متباینہ سے عینیت اور جنس سے اتحاد خاص و عام کی عینیت تثلیث کرے گی اور وہ شرعاً باطل ہونے کے علاوہ مقصود پر نص سے عود کرے گی کہ انواع مختلفۂ ثمن میں بتصریح حدیث اجماعِ امت تفاضل حلال۔

---

[1] مجموعۂ فتاویٰ کتاب البیوع مطبع یوسفی لکھنؤ ۱/۲۹۷

Marfat.com

قولہ اس وجہ سے کہ اگر نوٹ سَو روپے کا کوئی ہلاک کردے تو اصل مالک سَو روپے تاوان لیتا ہے[1]۔

اقول اوّلاً اگر کوئی سَو روپے کا گھوڑا ہلاک کردے جب بھی مالک سو روپے تاوان لیتا ہے تو کیا گھوڑا اور روپے بھی عین ہو گئے اور پھر نوٹ بھی گھوڑا ہو جائے گا کہ عین کا عین ہے اور لفظ اصل حشو ہے۔

ثانیاً یہ تو ظاہر عبارت پر تھا اب حل سُنیے "لیتا ہے" سے بخوشی لینا مراد یا یہ کہ وہی حکم شرع ہے کہ اس پر جبر ہوگا اول مسلّم اور اس سے وہم عینیت مدفوع، اور اگر فرق نہ سمجھنے کا پیوند لگایئے جب بھی لایغنی من جوع کوئی ۶۴ پیسے کسی کے تلف کردے تو مالک بخوشی ایک روپیہ لے لے گا اور اس میں اور ۶۴ پیسے لینے میں کچھ فرق نہ سمجھے گا اس سے روپیہ اور پیسے متحد نہ ہو گئے اور ثانی میں جبر متلف پر ہے یعنی اسے روپے ہی دینے پر مجبور کرینگے یا مالک پر کہ اسے قبول زر پر جبر کرینگے اول صراحۃً باطل، وہ سَو کا نوٹ بھی دے سکتا ہے اور مالک کو انکار کی کوئی وجہ نہیں بلکہ وہی حکم اصلی ہے کہ نوٹ مثلی ہے معہذا یہ مقصود پر نص کے ساتھ عائد ہوگا کہ اتلاف نوٹ میں ادائے دراہم پر جبر ہو تو نوٹ قیمتی ٹھہرے اور روپیہ مثلی ہے اور قیمت و مثلی ایک نہیں سمجھے جا سکتے اور ثانی بر تقدیر تسلیم مفید عینیت نہیں کہ اثمان رائجہ میں بحال تساوی رواج و مالیت ادا کرنیوالا مخیر ہوتا ہے اور انکار تعنت۔ اس کا بیان رسالہ کے ص ۱۸۵ سے ۱۹۰ تک دیکھئے۔

قولہ اور سَو روپے کا نوٹ جب بیچا جاتا ہے تو مقصود اس سے قیمت ملنا اُس کاغذ کی نہیں ہوتی ہے کیونکہ پُرظاہر ہے کہ وُہ کاغذ دُو پیسہ کا بھی نہیں ہے بلکہ مقصود سَو روپے کا بیچنا اور اس کی قیمت لینا ہوتا ہے[2]۔

اقول (۱۳ تا ۱۷) اس کے پانچ رد حاشیہ ص ۱۸۴ میں گزرے، اور (۱۸ تا ۲۲) وہ جو کہا کہ وہ کاغذ دُو پیسہ کا بھی نہیں اس کے بھی پانچ رَد گزرے چار صفحہ ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۸، ۱۲۹ پر، اول یہ کہ حسب تصریح علماء کاغذ کا ایک ٹکڑا صرف عاقدین کی تراضی سے ہزار روپے کو بک سکتا ہے نہ یہ کہ یہاں لاکھوں آدمیوں کی اصطلاح۔ دوم سکہ قیمتی ہے، سوم حقیر شئی کسی وصف کے سبب اپنے ہزاروں امثال سے گراں ہوجاتی ہے، چہارم ورق علم کا مسئلہ اور پانچواں رد صفحہ ۱۳۸ و ۱۳۹ پر کہ تقوم

---

[1] و [2] مجموعہ فتاوٰی   کتاب البیوع   مطبع یوسفی لکھنؤ   ۱/۳۹۷

Marfat.com

میں حال پر نظر ہے نہ کہ اصل پر۔

قولہ اور نوٹ سو روپے کا اگر کوئی شخص قرض لے تو بوقتِ ادا خواہ نوٹ سو روپے کا دیوے یا سو روپے دیوے دونوں امر مساوی سمجھے جاتے ہیں اور دائن کو کسی کے لینے میں مدیون سے عذر نہیں ہوتا حالانکہ اگر مدیون غیر جنس بوقت ادا دیوے تو دائن نہیں لیتا ہے[1]

اقول اوّلاً پندرہ روپے اگر کوئی قرض لے تو وقتِ ادا پندرہ روپے دے یا ایک ساوَرن دونوں امر مساوی سمجھے جاتے ہیں اور دائن کو کسی کے لینے میں عذر نہیں ہوتا حالانکہ مدیون غیر جنس دے تو دائن نہیں لیتا تو آپ کے نزدیک روپے اور اشرفی یعنی چاندی اور سونا بھی جنس واحد ہوئے اور قدر تو متحد تھی ہی تو فرض قطعی ہوا کہ سونا جب چاندی سے بیچیں دونوں کانٹے کی تول برابر کرلیں رتی بھر کمی وبیشی ہوئی تو سود حرام وگناہ کبیرہ واستحقاق نارِ جحیم و عذابِ الیم ہوگا یہ اجماع قطعی جمیع امت مرحومہ و تواتر قطعی وعقل جملہ عقلائے عالم سب کے خلاف ہے۔

ثانیاً آٹھ آنے پیسے اگر کوئی قرض لے تو وقتِ ادا پیسے ہی دیے یا آٹھ اکنیاں یا ایک اٹھنی تینوں امر مساوی سمجھے جاتے ہیں دائن کو کسی کے لینے میں عذر نہیں ہوتا حالانکہ مدیون غیر جنس دے تو دائن نہیں لیتا تو چاندی اور تانبا بھی جنس واحد ہوئے اور چاندی اور سونا پہلے متحد ہوچکے ہیں تو تانبا اور سونا بھی ایک جنس ہوئے کہ متحد کا متحد متحد ہوتا ہے اور ان سب میں قدر تو متحد تھی ہی تو فرض قطعی ہوا کہ تولہ بھر سونا دو ہی پیسے کو بیچا جائے ایک چھدام بھی زیادہ ہوا تو سود کا سامنا اور جہنم کی آگ ہے والعیاذ باللہ تعالٰی، اور تو کیا عرض کروں لیکن صراف اگر اس فتوے پر عمل کرلیں تو بازار تو ایک ہی دن میں پٹ جائے۔

ثالثاً پندرہ روپے کے نوٹ اگر کوئی قرض لے ایک دس اور ایک پانچ کا، یا تینوں پانچ پانچ کے، تو وقتِ ادا خواہ پندرہ کے نوٹ دے یا ایک ساوَرن، دونوں مساوی سمجھے جاتے ہیں اور دائن کو کسی کے لینے میں عذر نہیں ہوتا حالانکہ مدیون غیر جنس دے تو دائن نہیں لیتا تو اب نوٹ اور سونا ایک جنس ہوئے اور آپ نوٹ اور چاندی ایک جنس کرچکے ہیں اور چاندی اور سونا قطعاً دو جنس متباین ہیں ولہذا باجماعِ امت وتواتر قطعی ان میں تفاضل روا ہے تو شیئ واحد دو نوع متباین سے کیونکر متحد ہوگئی۔ ظاہر ہوا کہ اس عذر نہ ہونے کو مفید اتحادِ جنس سمجھنا سخت وہم باطل تھا بلکہ اس کی

---

[1] مجموعہ فتاوٰی کتاب البیوع مطبع یوسفی لکھنؤ ۲۹۶/۱

Marfat.com

وجہ وہی تساویِ رواج ومالیت ہے جس کا بیان صفحہ ۹۷ سے صفحہ ۱۰۱ تک گزرا۔

رابعًا حل یہ ہے کہ بے عذری یعنی قبول ذی حق و اتحادِ جنس میں عموم خصوص من وجہ ہے کہیں اتحادِ جنس ہے اور قبول نہیں جیسے سونے کا گہنا خریدنے والا اس کے بدلے اشرفیاں نہ لے گا اور کہیں قبول ہے اور اتحادِ جنس نہیں جیسے پندرہ روپے اور اشرفی، روپے اور نوٹ، نوٹ اور اشرفی؛ اٹھنی اور پیسے، اٹھنی اور اکنیاں اور مادہ اجتماع ظاہر ہے تو ایک کے وجود سے دوسرے کے حصول پر استدلال ایسا ہے کہ یہ کاغذ ابیض ہے لہذا حیوان ہے کوا حیوان ہے لہذا ابیض ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

خامسًا یہ شبہہ وہی ہے جو نوٹ ہلاک کرنے پر فرمایا تھا وہاں اہلاک سے ضمان آئی تھی یہاں قرض سے بات ایک ہی ہے اور یہی مولوی صاحب کے سارے شبہہ کی جڑ ہے اس غرض کے لئے کہ کچھ تو شاندار ہوجائے اسے باربار دو ایک لفظ بدل کر فرماتے ہیں ہاں بیان میں اتنا فرق ضرور ہُوا کہ پہلی عبارت نہایت ناقصہ قاصرہ تھی مگر پوری بات اب بھی ادا نہ ہوئی عذر نہ ہونا عذر نہ ہوسکنے کو مستلزم نہیں اور ممکن کہ بوصفِ تغایرِ جنس کسی غرض و وجہ خاص کے سبب عذر نہ ہوں ہاں عذر نہ ہو سکنا کچھ وہم ڈالتا مگر ہم انھیں صفحات میں بحرالرائق و ردالمحتار سے اس کا ازالہ کر آئے کہ شرعًا بھی باوجود مغایرتِ جنس ہنگام استوائے رواج ومالیت قبول پر جبر کیا جاتا ہے اور عذر تعنت قرار پاتا ہے تو اب جڑ کا شبہہ جڑ سے اکھڑ گیا وللہ الحمد۔

سادسًا طرفہ مزہ یہ ہے کہ ابھی تو نوٹ کو بے قدر ٹھہرا کر وہ کاغذ دو پیسے کا بھی نہیں اسے معاملہ سے جُدا اور خود روپوں پر ورودِ عقد بیان کر چکے ہیں اور یہ بلا فصل اُس کے متصل ہی نوٹ پر ورودِ عقد اور اس کے عین جنس نقد بنا دینے کی کوشش ہو رہی ہے یہ تناقض کتنا بالطف ہے۔

سابعًا میں ایک ہی تناقض کہہ رہا ہُوں وہاں پہلے فقرے میں نوٹ کو سَو روپے کا مال بنایا جس کا تاوان سَو روپے،[ع] دُوسرے فقرہ میں اسے موارد عقد سے جلاوطن ہونے کا حکم فرمایا کہ حقیقۃً روپے بکتے ہیں وہ کاغذ تو ٹکے کا بھی نہیں، تیسرے فقرہ میں وہی کاغذ جو کروٹ لے تو پھر سَو روپے کا بلکہ سَو روپے سے متحد الجنس ہوگیا۔

ثامنًا لُطف یہ کہ دعوٰے تو وہ فرمایا کہ نوٹ عین ثمن سمجھا جاتا ہے اور اخیر تک بار بار اسی کی تکرار ہوئی، اور اُس کے دلائل میں یہ کہ روپیوں کا بیچنا مقصود ہوتا ہے نہ اس کاغذ کا، اور ہر شخص جانتا ہے کہ نوٹ نہیں مگر یہ کاغذ تو اگر نوٹ عین ثمن سمجھا جاتا خود اس کاغذ ہی کا بیچنا مقصود ہوتا نہ کہ روپیوں کا، تو دلیل مناقض دعوٰی ہے فافہم (پس تو سمجھ)۔

ع اس طرف اشارہ ہے کہ ان تین اور ۱۳ تا ۲۲ میں اکثر سے عذر خواہی کیلئے (باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

قولہ بخلاف پیسوں کے کہ وُہ بھی اگرچہ عرفاً ثمن ہیں مگر وہ کیفیت اُن کی نہیں، اگر ایک روپے کے عوض میں کوئی چیز خریدے یا ایک روپیہ کسی سے قرض لے اور وقتِ ادا پیسے ایک روپے کے دے تو دائن اور فروخت کنندہ کو اختیار رہتا ہے کہ وہ لے یا نہ لے اور حاکم کی طرف سے اس پر جبر نہیں ہوسکتا کہ خواہ مخواہ وہ پیسے لے لے۔

اقول اولاً خلاف منصوص ہے جیسا کہ گزرا۔

ثانیاً مشاہدہ کے خلاف اور یوں اعتبار نہ آئے تو اس کا عکس کر دیکھئے کہ ۶۴ پیسے قرض لئے یا ثمن قرار دیئے ہوں اور ایک روپیہ دے تو دائن و بائع کو ہرگز کچھ عذر نہیں ہوتا بے تکلف قبول کرلیتا ہے اور عذر کرے تو متعنت ہے اور متعنت کی بات مردود۔

ثالثاً مولوی صاحب چُوکے، سَو روپے کی مثال لاتے تو بات نظرِ عوام میں لگتی ہوئی ہوتی، واقعی جو سو روپے قرض لے پھر ان کے بدلے چھ ہزار چار پیسے دینا چاہے تو دائن کہے گا کہ میں کہاں سیر بھر چاندی کی جگہ دو من پکے سے زیادہ تانبا لادتا پھروں صندوقچی کے ایک خانہ کی جگہ پیسوں سے مٹکا بھروں مگر ساتھ ہی دوانی، چوانی، اٹھنی سب نقص کو آموجود ہوتیں ہر شخص جانتا ہے کہ دوانی کا کچھ خرید کر دو آنے پیسے دیجئے تو اصلاً جائے انکار نہیں ہوتی اور جب ریزگاری اور پیسے متحد الجنس ہوئے اور ریزگاری اور روپے ایک جنس ہیں تو روپے اور پیسے بھی ایک جنس ٹھہرے کہ متحد کا متحد متحد ہے بلکہ بالواسطہ عینیت کیوں لیجئے اسی کا عکس دیکھئے ۶۴۰۰ پیسے قرض لئے ہوں اور ادا میں سَو روپے دیئے ابھی دیکھے بلا عذر قبول ہوں گے اور نہ مانے تو خبطی ٹھہرے تو ظاہر ہوا کہ یہاں بنائے عذر امر خارجی ہے مثلاً منوں بوجھ وغیرہ۔

رابعاً اگر ہم آپ کی ارخائے عنان کو مان بھی لیں کہ صحت عذر اگرچہ بعض صور میں ہو، نافی اتحاد جنس ہے، تو اب نوٹ میں اتحاد کی خیر نہیں ادائے قرض کے وقت عذر نہ ہو تسلیم مبیع کے وقت ضرور متصور، زید کو سَو روپے کا نوٹ ڈاک میں بھیجنا ہے کہ ۲۰ر کی رجسٹری بس ہوگی اور منی آرڈر ایک

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

شاید ایک تاویل گھڑتے کہ ہم نے اشارہ میں صرف ذات من حیث المقدار مراد لی اور مع سائر الاوصاف اسی کو رقیقہ جانا مگر یہ گھڑت کے علاوہ بداہت سے صاف مکابرہ اور دعوٰی پر صریح مصادرہ ہے کما لایخفی، لہٰذا نہ قابلِ سماعت نہ بعد سماعت اعتراض سے نجات، بات بن جائے یہ بہرحال ناممکن ۱۲ منہ حفظہ ربہ۔

Marfat.com

روپے میں ہوگا خصوصاً اگر گنگوہی دھرم کا ہوا تو وہ منی آرڈر کو حرام ہی جانے گا اس نے عمرو سے نوٹ خریدا عمرو تسلیم مبیع کے وقت روپے یا بیس بیس کی پانچ اشرفیاں دکھائے زید ہرگز نہ مانے گا تو معلوم ہوا کہ نوٹ اور ثمن ایک جنس نہیں۔

قولہ پس پیسے اگرچہ عرفاً ثمن ہیں مگر عین ثمن خلقی نہیں سمجھے گئے ہیں بخلاف نوٹ کے کہ یہ عین ثمن خلقی ہے گو عینیت خلقیہ نہیں بلکہ عینیت عرفیہ ہو[1]

اقول اولا اس "پس" کا حل بھی وہی ہے جو پیشتر گزرا کہ قبول واتحاد جنس، عام خاص من وجہ ہیں تو جس طرح ایک کے وجود سے دوسرے کے وجود پر استدلال باطل، یوں ہی عدم سے عدم پر آپ کا پہلا استدلال اس طرز کا تھا کہ کوا حیوان ہے لہذا یہ ابیض ہے یہ دوسرا اس رنگ کا ہوا کہ کوا ابیض نہیں لہذا حیوان نہیں۔

ثانیاً آپ نے محنت بہت اٹھائی مگر افسوس کہ دعوی بے دلیل ہی رہا، آپ کو چاہئے تھا کہ اولاً عینیت عرفیہ کا مناط منقح کرتے نہ کہ ایسا جس پر اتنے نقض ہوں۔ ثانیاً اس مناط کا یہاں تحقق پایۂ ثبوت کو پہنچاتے۔ ثالثاً کلام ائمہ سے اس کا ثبوت دیتے کہ جہاں عینیت عرفیہ ہو شرع اسے اتحاد جنس مان لیتی ہے اور جب یہ کچھ نہیں تو خرط القتاد سے کیا حاصل۔

ثالثاً ساری کوشش اتحاد جنس کی طرف تو مبذول فرمائی اتحاد قدر کی شرط کہاں بھلائی نرے اتحاد جنس سے تو تفاضل حرام نہیں ہوجاتا اتحاد قدر بھی تو لازم ہے نوٹ سرے سے قدر ہی نہیں رکھتا کہ نہ مکیل ہے نہ موزون بلکہ معدود ہے تو بہزار خرابی اگر اتحاد جنس کا چاک رفو بھی ہو جائے تو اتحاد قدر کا پیوند کدھر سے آئے گا تفاضل تو اب بھی حلال رہا۔

رابعاً رسالہ نے ص ۱۴۷ سے ص ۱۵۷ تک دلیل قاہرہ سے ثبوت دے دیا کہ نوٹ روپیوں کے عوض ادھار بیچنا جائز ہے اگر قدر یا جنس کوئی بھی ایک ہوتی تو نسیہ حرام ہوتا تو ثابت ہوا کہ یہاں اصلاً کچھ متحد نہیں۔

قولہ پس تفاضل بیع فلوس میں جائز ہونے سے یہ نہیں لازم کہ نوٹ بھی جائز ہو جائے کیونکہ پیسے غیر جنس ثمن ہیں حقیقۃً بھی اور عرفاً بھی، گو بوجہ اصطلاح اور عرف کے اس میں صفت ثمنیت کی آگئی ہو[2]

---

[1] و [2] مجموعہ فتاوی کتاب البیوع مطبع یوسفی لکھنؤ ۱/۲۹۷

اقول اولاً یہ دوسری "پس" اسی پس بیشین کی پس رو ہے جسے پیشتر پسپا کر دیا گیا الشجرۃ تنبیٔ عن الثمرۃ (درخت پھل کی خبر دیتا ہے۔ ت)

ثانیاً بعینہ یہی حال نوٹ کا ہے ولکن لاتعلمون (لیکن تم نہیں جانتے۔ ت)

ثالثاً روپے اور اشرفی کا مسئلہ کہاں بھولے صفحہ ۱۶۳ دیکھئے ایک اشرفی کو ایک روپیہ بیچنا قطعاً درست ہے حالانکہ وُہ تو دونوں یقیناً جنس ثمن ہیں حقیقۃً بھی اور عرفاً بھی، اگر کہئے وُہ جنس ثمن ضرور ہیں مگر باہم تو متباین نوعین ہیں **اقول** یونہی نوٹ بھی، کون عاقل کہے گا کہ روپیہ اور اشرفی دو چیزیں جدا ہیں مگر اشرفی اور نوٹ ایک ہی چیز ہے اور تفصیل تحقیق یہ ہے کہ ثمن ایک جنس ہے جس کے تحت دو جنسیں ہیں، خلقی، اصطلاحی۔ اصطلاحی کی نوعین نوٹ، پیسے کوڑیاں، اور خلقی پھر ایک جنس ہے جس کے نیچے دو جنسیں ہیں، سونا، چاندی۔ شرع میں جنس وہ کلی ہے جس کے افراد مختلفۃ الاغراض ہوں، ظاہر ہے کہ روپے یا اشرفی کی غرض اور ہے، اور سونے چاندی کے گہنے کی اور، برتنوں کی اور، گوٹے پٹھے کندلے کی اور، تو نوٹ کہ نوع حقیقی ہے جس کے سب افراد متفقۃ الاغراض ہیں کسی جنس کا بھی عین نہیں ہو سکتا کہ اتفاق واختلاف متباین ہیں نہ کہ جنس الجنس کا اور دخول تحت الجنس کا حال اوپر گزرا۔

رابعاً جانے دیجئے ثمن خلقی کی نوع سے ہی اتحاد سہی تو دو نوع متباین سے تو متحد نہیں ہو سکتا ورنہ مباین باہم متحد ہو جائیں گے اور شیئ اپنے نفس کی مباین ہو گی ناچار ایک سے اتحاد مانیے گا اور وُہ نہیں مگر روپیہ کہ آپ دس کا نوٹ بارہ روپے کو بیچنا حرام کر رہے ہیں تو اشرفی سے یقیناً متحد نہ ہو گا اب دس روپے کا نوٹ ہزار اشرفی کو بیچنا حلال کیجئے اور دوانی اوپر دس روپے کو بیچنا حرام، دنیا میں اس سے بڑھ کر بھی کوئی عجیب فتوی ہو گا۔ دیکھئے رسالہ کا صفحہ ۱۸۸۔

قولہ پس ہر گاہ نوٹ عرفاً جمیع احکام میں عین ثمن خلقی سمجھا گیا۔[1]

اقول اولاً اغراض کہئے کہ یہی اہل عرف کے ہاتھ میں ہیں نہ کہ احکام شرعیہ جو نہ اُن کے ہاتھ میں ہیں نہ اُن کے اکثر کو معلوم، نہ اُن کی طرف انھیں التفات بلکہ اکثر کو اُن پر ایمان بھی نہیں تو احکامِ شرعیہ میں اہل عرف کا اسے عین سمجھنا محض کذب اور اپنی اغراض میں یکساں جاننا احکام شرعیہ میں اتحاد کو مستلزم نہیں اور بقیہ کلام رَدِ قولِ اول میں گزرا۔

ثانیاً جیسی عینیت آپ یہاں بتا سکتے ہیں بعینہا ویسی ہی اکنیوں اور پیسوں کو دوانی چوانی اٹھنی

---

[1] مجموعہ فتاوٰی　　کتاب البیوع　　مطبع یوسفی لکھنؤ　　۱/ ۳۹۷

Marfat.com

سے ہے وہاں تفاضل کیوں جائز ہوا۔

ثالثاً روپے اشرفیاں تو خود عین ثمن خلقی ہیں کسی کے سمجھنے پر موقوف نہیں ان میں کیوں درست ہوا۔

قولہ باب تفاضل میں اسی بنا پر حکم دیا جائے گا اور تفاضل اس میں حرام ہوگا۔[1]

اقول اولاً یہاں آکر اس تیسری "پس" کا خاتمہ ہوا اور پہلی دلیل نے دم توڑا مگر یہ "پس" پسینہ تو سب پسھائے پیشینہ سے علاقہ بہ عقل میں پس اور وضوحِ بطلان میں پیش ہے سب خرابیاں اوڑھ کر فرض کر لیجئے کہ ہاں تفاضل حرام ہوا تو وہ تفاضل تو حرام ہوگا جو ثمن خلقی میں حرام تھا جس کا اسے عین سمجھا گیا یا دلیل لاتے وقت تک عینیت تھی اور نتیجہ دیتے وقت غیریت کا پا پلٹ ہو کر کوئی نیا حکم نکالے گی جو ثمن خلقی میں اصلاً نہیں آخر اسی بنا پر تو حکم لگاتے تھے کہ نوٹ ثمن خلقی کا عین ہے تو وہی حکم لازم ہوگا جو ثمن خلقی میں تھا، نہ اس کا غیر کہ حکم لازمِ شیئ ہوتا ہے اور تغیر لازم نافی عینیتِ ملزوم، اب دیکھ لیجئے کہ ثمن خلقی میں کون سا تفاضل حرام ہے قدر میں یعنی کانٹے کی تول وزن میں برابر ہونا لازم اگرچہ مالیت میں کتنا ہی فرق ہو، اب جو آپ سَو روپے کا نوٹ سَو روپے کو بیچنا حلال کر رہے ہیں اپنے طور پر یقیناً سُود حلال کر رہے ہیں کہ سَو کا نوٹ کبھی وزن میں سیر بھر نہ ہوگا، دیکھئے رسالہ ص ۱۹۰ تا ۱۹۲۔

ثانیاً (۴۸ تا ۵۷) تفاضل مالیت کے جواز پر دس دلیلیں رسالہ میں گزریں صفحہ ۱۷۵ تا ۱۸۰ ملاحظہ ہو۔

قولہ فانما الاعمال بالنیات[2] (اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ ت)

اقول جناب گرامی نے صفحہ بھر کی دلیل میں محض اپنے تخیلات سے کام لیا کوئی حرف سند میں نہ لائے اور یہ بھی پسند نہ فرمایا کہ دلیل یونہی من گھڑت پر گزر جائے اصلاً سند کا نام نہ آئے لہذا یہ حدیث شریف صرف وزن بنانے دلیل کا بھرم رکھنے کو ذکر فرما دی، اگر عرض کیجئے کہ اسے محل سے کیا علاقہ آپ کی دلیل کے کس مقدمہ کا اس سے ثبوت، تو جواب یہی ہوگا کہ کچھ نہیں مگر آخر حدیث صحیح ہے اس کا پڑھنا ثواب سے تو خالی نہیں اگرچہ محل سے بے علاقہ ہو اسی نیت سے ہم نے لکھ دی وانما الاعمال بالنیات ولکل امرئ مانوی (اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی۔ ت) دلیل کا حاصل صرف اتنا ہے کہ نوٹ اہلِ عرف کے نزدیک جمیع احکام میں ثمن خلقی کا عین ہے کچھ تفاوت

---

[1] و [2] مجموعہ فتاوٰی کتاب البیوع مطبع یوسفی لکھنؤ ۱/۳۹۷

Marfat.com

نہیں سمجھتے اور جو جمیع احکام میں بلاتفاوت عین ہو تفاضل میں بھی عین ہوگا کہ یہ بھی ایک حکم ہے لہذا نوٹ میں تفاضل حرام اس میں کبرٰی تو واضح ہے کہ محتاج استدلال نہیں، اور حدیث کا اس سے بے علاقہ ہونا بھی واضح۔ ساری عرق ریزی ثبوت صغرٰی میں فرمائی ہے جس کی خدمت گزاری گزری کہ ایک حرف بھی ٹھکانے کا نہیں مگر یہ فرمائیے کہ حدیث اس کا کیا ثبوت دیتی ہے اعمال نیتوں پر ہیں اور ہر شخص اور اس کی نیت اس سے کیا ثابت ہُوا کہ نوٹ عرفاً جمیع احکام میں ثمن خلقی کا عین ہیں ہاں یہ کہئے کہ جب اہل عرف نے دیدہ و دانستہ کاغذ کو کاغذ، سیم وزر کو سیم وزر سمجھتے ہُوئے نیت کرلی کہ یہ کاغذ جمیع احکام میں سونے چاندی کا عین ہے تو ان کے حق میں عین ہوگیا کہ اعمال نیت پر ہیں اور ہر شخص اور اس کی نیت۔

اقول نوٹ کا بعینہٖ سونا چاندی ہونا کوئی عمل نہیں، بیع وشراء وغیرہ معاملات عمل ہیں اور نوٹ ان کا محل اور محل تابع نیت نہیں ورنہ عندیہ کا مذہب لازم آئے زوجہ میں ماں ہونے کی نیت اسے حرام ابدی کردے حالانکہ بنص قطعی قرآن اُسے ماں کہنے کی صریح تصریح بھی حرام نہیں کرتی صرف یہ قول باطل و گناہ ہوتا ہے۔

قال تعالٰی الذین یظّٰھرون منکم من نسائھم ماھن امھٰتھم ان امھٰتھم الا الّٰئ ولدنھم وانھم لیقولون منکرا من القول وزورا وان اللہ لعفو غفور[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا، تم میں جو اپنی عورتوں کو اپنی ماں کہیں وہ ان کی ماں نہیں ان کی مائیں تو وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہیں اور وہ بیشک ضرور بُری اور جھُوٹی بات کہتے ہیں اور بیشک اللہ ضرور معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

اور عکس کی نیت اور بھی شنیع و ناپاک تر ہے یوں ہی اگر بالفرض غلط تسلیم کرلیا جائے کہ اہل عرف نے نیت کرلی کہ نوٹ بعینہٖ ثمن خلقی اور بذاتہٖ سونا چاندی ہے تو اُن کی نیت سے نہ وہ کاغذ سے سونا چاندی ہوجائے گا نہ اصطلاحی سے خلقی، ان کا اختیار اصطلاح تک ہے تو اس سے ثمن اصطلاحی ہوگا، نہ خلق و آفرینش پر کہ ثمن خلقی ہوجائے لاتبدیل لخلق اللہ[2] (اللہ تعالٰی کی خلق میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ ت) پھر فرمائیے حدیث کو یہاں سے کیا علاقہ ہوا۔

قولہ ولکل امرئ مانوی[3] (ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/۲ [2] القرآن الکریم ۳۰/۳۰

[3] مجموعہ فتاوٰی کتاب البیوع مطبع یوسفی لکھنؤ ۳۹۴/۱

Marfat.com

اقول الحمدللہ حدیث کا یہ جملہ تو ہمیں کو مفید ہے آپ کی خاطر سے پہلا باطل یہ تسلیم کرلیں کہ اہل عرف نے وضو کرکے نیت باندھ لی ہے کہ نوٹ بعینہٖ سونا چاندی ہے دوسرا اس سے بڑھ کر اشد باطل، ــــــ یہ مان لیں کہ دیدہ و دانستہ اُن کی اس غلط نیت سے شرع نے بھی ان کے حق میں اُسے سونا چاندی کردیا، تیسرا سخت باطل یہ اوڑھ لیں کہ شرع نے اسے سونا چاندی مان کر خود سونے چاندی میں جو حکم شرعی تھا کہ تفاضل وزن میں حرام ہے نہ کہ مالیت میں، اس زبردستی کے سونے چاندی میں اسے بالکل پلٹ دیا کہ اس میں تفاضل مالیت میں حرام ہے نہ کہ وزن میں، اب تو بالکل سب گھڑتیں آپ کی من مانتی مان لیں مگر الحمدللہ یہی حدیث بتارہی ہے کہ اب بھی دس روپے کا نوٹ زید و عمرو باہم سو روپے کو بیچیں مول لیں خواہ ایک روپیہ کو سب حلال، جنابِ من! جب یہاں تفاضل کا مبنٰی مالیت پر ٹھہرا اور نوٹ کی یہ مالیت بھی خلقی نہیں محض اصطلاحی ہے آپ خود فرماچکے ہیں کہ وُہ کاغذ دو پیسہ کا بھی نہیں تو اہلِ عرف ہی کی اصطلاح و نیت نے اسے دس روپے کا کردیا اور اُن کی اصطلاح و نیت ان دونوں عاقدوں پر حاکم نہیں انھیں اپنی جدا اصطلاح و نیت کا اختیار ہے آپ خود حدیث نقل کرتے ہیں: لکل امرئ مانوی[۱] (اور ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی۔ ت) ہر شخص کے حق میں اس کی اپنی نیت کا اعتبار ہے، نیز رسالہ کا صفحہ ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۳۴، ۱۶۴، ۱۶۵ ملاحظہ ہو، تو جب زید و عمرو نے اپنے معاملہ میں اُس اختیار کی بناء پر جو شرع مطہر نے اُن کو دیا اصطلاح عام کی پیروی نہ کی بلکہ اس سے عدول کرکے جو نوٹ عرف عام نے دس روپے کا ٹھہرایا تھا سَو روپے یا ایک ہی روپیہ کا قرار دیا ان پر اصلاً اس میں مواخذہ نہیں، نہ زنہار مالیت میں کچھ تفاضل ہُوا کہ مالیت بربنائے اصطلاح تھی ان کے حق میں وہی مالیت ہے جو انھوں نے باہم قرار دے لی اس لئے کہ لکل امرئ مانوی[۲] (ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی۔ ت) ہر شخص اور اس کی نیت حدیث سے اچھا استدلال کرنے چلے کہ اور لینے کے دینے پڑگئے۔

لطیفہ جلیلہ: یہ چمکتی ہوئی دلیل جسے مولوی صاحب نے گلِ سرسبد بنایا اور آخر میں ھذا ماسنح لی[۳] (یہ وہ ہے جو میرے لئے ظاہر ہوا۔ ت) فرمایا یعنی یہ وہ ہے جو اچانک میرے خیال

---

[۱] و [۲] صحیح البخاری باب کیف کان بدؤ الوحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲

[۳] مجموعہ فتاوٰی کتاب البیوع مطبع یوسفی لکھنؤ ۱/ ۳۹۸

Marfat.com

میں آیا مولوی صاحب کی اپنی سعی بازو نہیں بلکہ اسی فقیر بارگاہ قدیر غفرلہ کے فتوٰی سے اخذ کی ہے تیس برس ہُوئے فقیر کے پاس اس کا سوال آیا تھا کہ نوٹ پر بٹا لگانا مثلاً سَو روپے کا نوٹ ننانوے میں خرید لینا جائز ہے یا نہیں فقیر نے نظرِ فقہی کا مقتضٰی جواز بتایا اور تنویر الابصار و عامہ کتب سے اس پر استدلال کیا، میرا یہ فتوٰی مولوی صاحب کے یہاں پہنچا جسے انھوں نے اپنے مجموعہ فتاوٰی میں درج کیا کہ اس کی جلد دوم میں فتوٰی حامیِ سنّت جناب مولٰنا مولوی محمد ارشاد حسین صاحب رامپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ طبع ہُوا اور وہیں سے مجھے ملا کہ اُس وقت تک مجھے اپنے فتاوے رکھنے کا التزام نہ تھا اور اسی سے حضرت فاضل رامپوری کا فتوٰی معلوم ہوا جس پر مجموعہ فتاوٰی مولوی لکھنوی صاحب میں نمبر ۱۲۳ ہے اور میرا فتوٰی نمبر ۱۲۴ ہے' دونوں میں حکم جواز ہے، پھر ایک چار سطری فتوٰی بعض علمائے مدراس کا نمبری ۱۲۵ ہے اس میں بھی جواز ہی کا حکم ہے اس کے متصل نمبر ۱۲۶ میں مولوی صاحب کا یہ فتوٰی ہے جس میں انھوں نے فتوٰی فقیر کے بعض کلمات سے تعرض کیا اور باقی کا کچھ جواب نہ دیا، میں نے اس بنا پر کہ نوٹ بہت جدید حادث ہے کتب فقہیہ میں اس کا ذکر مصرح نہیں مگر تمام کتب کا ضابطہ کلیہ حکم جواز بتا رہا ہے حکم لکھ کر اوہام کا جواب دے کر آخر میں ھذا ما ظھرلی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (یہ وہ ہے جو میرے لئے ظاہر ہوا، اور اللہ سبحانہ' وتعالٰی بہتر جانتا ہے۔ ت)' مولوی صاحب نے اس بنا پر کہ میرے کلام کا کوئی جواب کتاب سے نہ دے سکے اپنے مخیلات پر عامل ہوئے آخر میں ھذا ما سنح لی واللہ اعلم بالصواب[1] (یہ وہ ہے جو میرے لئے ظاہر ہُوا اور اللہ سبحٰنہ وتعالٰی بہتر جانتا ہے۔ ت) لکھا یہ دلیل کہ مولوی صاحب کی معتمد ہُوئی فقیر نے پہلے ہی اپنے فتوٰی میں بنام وہم لکھ کر رد کر دی تھی مولوی صاحب نے دلیل تو اٹھالی اور رَد کے جواب سے عہدہ برآئی نہ کی میرے فتوٰی میں بعد بیان حکم وعبارت کتب تھا "مسئلہ کا جواب تو اسی قدر سے ہوگیا لیکن غیر فقیہ کو ایسی جگہ یہ وہم گزرتا ہے کہ ہر چند اصل حقیقت میں نوٹ صرف ایک چھپے ہُوئے کاغذ کا نام ہے مگر عرف واصطلاح میں گویا وہ بعینہ روپیہ ہے اس لئے ہر جگہ روپے کا کام دیتا ہے لین دین میں سَو روپے کا نوٹ دینے اور سَو روپے دینے میں ہرگز تفاوت نہیں سمجھا جاتا عموماً اس کے ساتھ معاملہ اثمان برتا جاتا ہے تو گویا وہ سَو روپے تھے کہ بعوض ننانوے کے خریدے گئے اور اس کی حرمت میں کچھ شبہہ نہیں تو صورت مستفسرہ میں حکم تحریم دینا چاہئے"۔ دیکھئے اسی وہم کو مولوی صاحب نے اخذ کیا اور دلیل بنایا جس مضمون کو میں نے چار پانچ سطر میں ادا کیا تھا مولوی صاحب نے اُسی کو

---

[1] مجموعہ فتاوٰی کتاب البیوع مطبع یوسفی لکھنؤ ۱/۳۹۸

Marfat.com

صفحہ بھر میں پھیلایا مگر افسوس کہ پھر بھی ویسا ادا نہ ہو سکا ،

اولاً مولوی صاحب نے ثمن خلقی سے عینیت لی جس کے تحت میں اجناس داخل' اور اس کے سبب جو اعتراضات ہوئے آپ نے سُنے' میں نے ابتداءً ہی روپے کی تخصیص کی کہ گویا وُہ بعینہٖ روپیہ ہے ۔

ثانیاً مولوی صاحب نے عینیت فی الواقع ثابت مان لی کہ بار بار فرمایا "عین ثمن سمجھا جاتا ہے" فرمایا "عین ثمن خلقی ہے" اس پر جو اعتراضات قاہرہ وارد ہوئے ناظرین کے پیشِ نظر ہیں فقیر نے انھیں کے انسداد کو لفظ گویا زائد کر دیا تھا کہ "گویا بعینہٖ روپیہ ہے ، گویا وُہ سَو روپے تھے ۔"

ثالثاً مولوی صاحب نے اہل عرف کے سر یہ تھوپا کہ نوٹ عرفاً جمیع احکام میں عین ثمن خلقی سمجھا گیا جس کا رَد سُن چکے ، میں نے اسے ان لفظوں میں ادا کیا تھا کہ "عموماً اس کے ساتھ معاملہ اثمان برتا جاتا ہے" جس سے وہ اعتراض کہ بربنائے لفظ احکام وارد ہے وارد نہ ہوا ' ہاں میں نے غیر فقیہ کے لئے بھی یہ وہم پسند نہ کیا تھا کہ نوٹ بیچنے میں اس کی قیمت لینی مقصود نہیں ہوتی بلکہ سَو روپے بیچنا اور روپیوں کی قیمت لینا منظور رہوتا ہے یہ خاص مولوی صاحب کا حصہ ہے اس کے اعتبار سے ان کا ماسنح لی فرمانا بجا ہے لکل ساقطۃ لاقطۃ (ہر گری پڑی شئ کو کوئی اٹھانے والا ہوتا ہے ۔ت) ۔ اب جواب کی طرف چلئے ، فقیر نے دفع دخل کے لئے وُہ وہم ذکر کر کے لکھا "مگر جسے فن شریف فقہ میں کچھ بھی بصیرت حاصل ہے اس کے نزدیک اس وہم کا ازالہ نہایت آسان ہے" (پھر مال کی چاروں قسمیں جو رسالہ کے ص ۱۳۳ سے ۱۳۷ تک گزریں بیان کر کے لکھا "نوٹ کے ساتھ اگر معاملہ اثمان برتا جاتا ہے تو غایت ۱
درجہ قسم رابع سے قرار پائے گا کہ اصل خلقت میں سلع ہے مگر بسبب تعارف ثمن ٹھہرا ہوا ہے اور از انجا کہ اثمان اصلیہ سوا سیم و زر کے کچھ نہیں لہٰذا اہل عرف اگر غیر ثمن کو ثمن کرنا چاہیں تو ناچار اس کی قدیر اثمان خلقیہ ہی سے کریں گے اس لئے پیسوں کی مالیت یُونہی بتائی جاتی ہے کہ روپے کے سولہ آنے پس نوٹ کو جب عرفاً ثمن کرنا چاہا اُس کے اندازہ میں بھی اصل ثمن کی جانب رجوع ضرور ہوئی اور یوں ٹھہرایا گیا کہ فلاں نوٹ سو روپے کا' فلاں دو سو کا' فلاں ہزار کا ، مگر یہ صرف تقدیر ہی تقدیر ہے اس سے اتحاد جنس و قدر ہرگز لازم نہیں آتا جیسے اندازۂ فلوس سے چونسٹھ پیسے کا عین نہ ہو گئے یُونہی اس قرار داد سے وہ نوٹ حقیقۃً سو روپے یا چاندی نہ ہو جائے گا پس علتِ ربا کا تحقق ممکن نہیں ، باقی رہا عرف و اصطلاح اس کا اتباع عاقدین پر بایں معنی ضرور نہیں کہ جو قیمت انھوں نے ٹھہرادی ہے یہ اس سے کم و بیش نہ کر سکیں ، یہ دونوں اپنے معاملہ میں مختار ہیں چاہے سو روپے کی چیز ایک پیسے کو بیچ ڈالیں یا ہزار اشرفی کو خرید لیں صرف تراضی درکار ہے و بس ۔ امام علامہ محقق علے الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں ؛

Marfat.com

لو باع کاغذۃ بالف یجوز ولا یکرہ[1] الخ۔ اگرکسی نے ایک کاغذ ہزار کا بیچا تو بلاکراہت جائز ہے الخ (ت)

آخر نہ دیکھا ایک روپے کے پیسے بتعیین عرف ہمیشہ معین رہتے ہیں مگر علمائے الحنفی سے زیادہ کے عوض میں آٹھ آنے بیچنا روا رکھا اور سب جانتے ہیں کہ ایک اشرفی کئی روپے کی ہوتی ہے لیکن فقہائے ایک روپے کے عوض ایک اشرفی خریدنا جائز ٹھہرایا تو وجہ کیا ہے وہی اختلاف جنس جس کے بعد تفاضل میں کچھ حرج نہیں رہتا، (پھر ان مسائل کے ثبوت میں درمختار کی عبارتیں لکھ کر کہا "جب یہاں تک شرعاً جائز رہا تو سو روپے کا نوٹ ننانوے کے عوض خریدنے میں کیا حرج ہوسکتا ہے کہ یہاں نہ تو قدر متحد نہ جنس واحد الی اٰخرہ"۔ یہ ہے بحمداللہ تعالٰی وہ نفیس منیر تقریر کہ بنگاہِ اولیں قلبِ فقیر پر فیضِ قدیر سے فائز ہوئی تمام رسالہ گویا اسی کی شرح اسی کے اجمال کی تفصیل ہے والحمدللہ رب العالمین میرے بیان کا حاصل چند امر تھے:

(۱) نوٹ اور روپے ایک جنس نہیں۔

(۲) اُن میں قدر مشترک نہیں۔

(۳) نوٹ کے ساتھ اہل عرف کا معاملہ اثمان برتنا اُسے اصطلاحی کرے گا نہ کہ خلقی۔

(۴) روپیوں سے اندازۂ قیمت نے اُسے روپے نہ کردیا ہر اصطلاحی کا اندازہ خلقی ہی سے ہوتا ہے جیسے پیسے۔

(۵) اصطلاح کی پیروی عاقدین پر نہیں وہ اپنی تراضی سے جو چاہیں کم و بیش کریں۔

(۶) علماء نے کاغذ کا ٹکڑا ہزار روپے کو بیچنا جائز فرمایا۔

(۷) پیسوں میں اصطلاح عام کی مخالفت جائز فرمائی۔

(۸) خود ثمن خلقی روپے اشرفی میں مخالفت عرف عام کی اجازت دی کہ ایک روپیہ ایک اشرفی کو بیچیں۔

مولوی صاحب نے **اولاً** یکم کے جواب کو وہی وہم سیکھا جسے لفظ گویا اُڑا کر بالکل کھویا مگر دوم سے کچھ تعرض نہ کیا یا شاید اپنے زعم میں عینیت عرفیہ فی الاحکام کہتے کہتے عینیت حقیقیہ فی الاجسام سمجھ لئے ہوں یعنی ہم نے کاغذ کو پیٹ پاٹ کر چاندی سونا کردیا پھر اتحاد قدر کیوں نہ ہوگا کہ شے اپنے نفس سے مختلف نہیں ہوسکتی۔

ثانیاً ادعائے عینیت پر وہی وہم والی ایک دلیل لائے کہ نوٹ عرفاً جمیع احکام میں عین ثمن خلقی سمجھا گیا اور آخر فتوے میں اتنا اور بڑھائیں گے کہ اور تمام مقاصد ثمن خلقی کے اس کے ساتھ متعلق ہوئے

---

[1] فتح القدیر کتاب الکفالۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۳۲۴

Marfat.com

اسی کو میں نے ان صحیح ومختصر الفاظ سے تعبیر کیا تھا کہ عموماً اس کے ساتھ معاملہ اثمان برتا جاتا ہے میں نے امرسوم میں جو اس کا رَد کیا تھا کہ اس سے ثمن اصطلاحی ہوا نہ خلقی اس کا جواب غائب۔

ثالثاً اس پر دوسری دلیل بھی وہی وہم والی لائے جسے بیگھوں میں پھیلایا اور بات اُتنی ہی ہے جو میں نے لکھی کہ لین دین میں سَو کا نوٹ اور سو روپئے میں تفاوت نہیں سمجھا جاتا اور میں نے امر چہارم میں جو اُس کا رَد کیا کہ عرف نے اُسے ثمن بنایا اور اصطلاحی کا اندازہ خلقی ہی سے ہوگا لہٰذا اس نوٹ کا اندازہ سَو سے کیا اور سَو روپے کی جگہ کام آیا جیسے سولہ آنوں کا اندازہ روپے سے کیا اور روپے کی جگہ کام آئے نہ یہ کہ نوٹ یا پیسے روپے کا عین ہو گئے اس کا جواب غائب۔

رابعاً امر پنجم میں جو میں نے ایک عظیم قاہر رَد کی طرف اشارہ کیا تھا جو سب کچھ مسلم ٹھہرا کر لگی نہ رکھی جس کا بیان ابھی صفحہ ۱۳۴ میں گزرا اور جس پر نصوص جلیلہ کتب مذہب اور خود قرآن عظیم و احادیث نبی کریم علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم شاہد اس کا جواب غائب۔

خامساً تین امر باقی کہ میں نے اسی امر پنجم کے نظائر رَد دکھائے تھے ان میں بھی امر پنجم یعنی روپے اشرفی کی کرّی مثال کا جواب غائب، اور ہفتم کے جواب کی خدمت گزاری سُن چکے اور ششم کا جو مزہ دار جواب سب میں آخر میں دیا ہے اُس کا لطف اِن شاء اللہ تعالٰی عنقریب اٹھائیے گا، غرض آٹھ باتوں میں پانچ کا جواب کچھ نہ دیا اور تین کا جواب وُہ دیا کہ نہ دینا اس سے ہزار جگہ بہتر تھا۔

الحمدللہ اہل انصاف ملاحظہ فرمائیں گستاخی معاف وہ اجلّہ اکابر فضلاء کہ ائمہ مجتہدین عظام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے اقوال کو پرکھنے کا ادعا رکھیں کہ قال ابو حنیفۃ کذا والحق کذا (ابوحنیفہ نے یوں کہا اور حق یوں ہے) استدلوا لابی حنیفۃ بوجوہ والکل باطل (ابوحنیفہ کے لئے متعدد دلائل بیان کئے گئے اور سب باطل ہیں) ھھنا وھم اٰخر لصاحب الکتاب (یہاں اس کتاب والے (یعنی سیدنا امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کا ایک اور وہم ہے) ایسے گرانمایہ اجتہاد پایہ حضرات کسی مسئلہ میں ابوحنیفہ کے گدایانِ در کے غلامانِ غلام کی خاکِ پا کے زلہ رباؤں کے ادنٰی خوشہ چیں سے خلاف کریں تو اپنے لئے دلیل اسی سے سیکھ کر لکھیں اور وُہ بھی جس روش پر اُس نے ادا کی ادا نہ کر سکیں پھر اس نے جو اُس کے جواب دیئے اُن سے عہدہ برآنہ ہوں، اُس کے کلام کے مقاصد و فوائد تک نہ پہنچیں اکثر سے سکوت کریں اور بعض کا جواب محض ناصواب دیں، طولانی تقریر فرمائیں جس کا فقرہ فقرہ جملہ جملہ والکل باطل (اور سب باطل ہے۔ ت) کے گہرے رنگ میں رنگا ہوا ایک ایک لفظ ایک ایک حرف پر ھھنا وھم اٰخر (یہاں ایک اور وہم ہے۔ ت) کا دیرا پڑا ہو یہ امام الائمہ سراج الامہ کاشف الغمہ مالک الازمہ نائل العلم

Marfat.com

من الثریا ابوحنیفہ اور ان کے چھوٹے بیٹے امام ربانی محرر المذہب محمد بن الحسن شیبانی رضی اللہ تعالٰی عنہما کی کرامت نہیں تو کیا ہے۔ حاشا میں اس سے مولوی صاحب کی کسرِشان نہیں چاہتا، وہ ایک وسیع الباع طویل الذراع فاضل طباع ہیں اور فقیر حقیر ایک غریب طالب علم قاصر القدرۃ قلیل المقدار اپنے مولائے کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی بشارت عظیم فطوبا للغرباء (غریبوں کے لئے خوشخبری ہے۔ ت) کا بلا استحقاق محض اُن کے فضل سے امیدوار بلکہ مقصود اپنے ائمہ کرام کی کرامتِ عالیہ کا اظہار ہے و بس، الٰہی! تیری بے شمار رضائیں ابوحنیفہ پر اور اُن سب پر جو عقائد میں اُن کے موافق ہو کر اعمال میں اُن کے مقلّد ہیں، یونہی بقیہ ائمہ مجتہدین کرام اور اُن کے ایسے ہی مقلدوں پر تا روزِ قیام وعلٰی حبیبنا وشفیعنا افضل الصلوٰۃ والسلام (ہمارے حبیب اور شفاعت فرمانے والے پر بہترین درود و سلام ہو۔ ت)۔

تنبیہ: اتنا ملحوظ رہے کہ میدان بحمد اللہ تعالٰی ہمارے ہاتھ ہے مقاصد بحث پر ہمارے سب اعتراض حق و لاجواب ہیں اور بعض کہ بیان مولوی صاحب پر ہیں اگر اہلِ تاویل تبدیل و تحویل کریں تو بعد ورود اعتراض تسلیم اعتراض ہے کاش مولوی صاحب اس شبہہ کا بیان ہم سے کرا لیتے تو بہت بادی چھنٹ جاتی اور ہمارے قلم کو بھی آرام ملتا کہ رد میں ایک مختصر سا کلام ہوتا اور کوئی آپ کو یہ بھی نہ کہتا کہ کہا اور کہہ نجانا مگر مولوی صاحب کی عنایات نے وسعت دکھائی کہ یہاں تک نوبت آئی بہرحال ہمیں ہر طرح نفع ہے وللہ الحمد۔

تسجیل جلیل: چلتے وقت سب سے بھاری خود اپنی دھوم دھامی گواہی لیتے جائیے کہ نوٹ اور روپوں میں ربا ممکن ہی نہیں آپ کے فتاوٰی کی تیسری جلد جس کے سوالات خود آپ نے پیدا کرکے اُن کے جواب لکھے اور اُن میں دو جلدیں پیشین کے اغلاط کی جابجا اصلاح کی جیسا کہ ناظرین پر مخفی نہیں اسی کے باب الربا کا پہلا سوال و جواب دیکھئے جس میں آپ نے ربا کی تعریف لکھی ہے اور دل ہی دل میں انصاف کرلیجئے کہ یہ تعریف مسئلہ نوٹ میں کیونکر صادق آسکتی ہے، آپ فرماتے ہیں:

سوال: ربا چیست؟

جواب: فضل احد المتجانسین کیلاً یا وزناً بر دیگر در معاوضہ مالیہ بلا عوض، در بحر الرائق آورد ولیس المراد مطلق الفضل بالاجماع فان فتح الاسواق فی سائر بلاد المسلمین للاستفضال والاسترباح وانما المراد فضل مخصوص

سوال: سُود کیا ہے؟

جواب: مالی معاوضہ میں دو ہم جنس چیزوں سے ایک کی کیل یا وزن کے اعتبار سے دوسری پر بلا عوض زیادتی۔ بحرالرائق میں وارد ہے کہ مطلق زیادتی بالاجماع مراد نہیں کیونکہ تمام مسلم ممالک میں بازاروں اور منڈیوں کا کھلنا زیادتی اور نفع کے حصول کے لئے ہوتا ہے بلکہ بیشک مخصوص زیادتی

Marfat.com

وھو فضل مال بلا عوض فی معاوضۃ مال بمال ای فضل احد المتجانسین علی الاٰخر بالمعیار الشرعی ای الکیل و الوزن[1] انتھی۔

مراد ہے اور وُہ مال کے عوض مال میں بلا عوض مالی اضافہ اور زیادتی ہے یعنی دو ہم جنس چیزوں میں سے ایک کی دوسری پر زیادتی معیار شرعی یعنی کیل و وزن کے ساتھ، انتہی۔ (ت)

دیکھئے کیسی کھلی تصریح ہے کہ ہر زیادت سُود نہیں، بازار کُھلے ہی اس لئے ہیں کہ زیادت ملے نفع ہاتھ لگے بلکہ سود ہونے کو ضرور ہے کہ دو متحد الجنس چیزوں میں کہ دونوں وزنی یا دونوں کیلی ہوں کہ تول یا ناپ سے بِکتی ہوں ایک دوسری سے خاص اُسی ناپ یا وزن میں زائد ہو اس کے سوا کسی اور بات میں زیادتی کا یہاں لحاظ نہیں، بیشک ہمارے علماء کے اجماع سے ربا کی یہی تعریف ہے شکر ہے کہ اس کے آپ مقر ہوئے اور والکل باطل (اور سب باطل ہے۔ ت) نہ فرمادیا مگر اس اقرار نے اُس تقریر کو والکل باطل (اور سب باطل ہے۔ ت) بنادیا، نوٹ اور روپے سرے سے ایک جنس ہی نہیں، بچّہ بھی جانے گا کہ چاندی اور کاغذ ایک جنس نہیں ہو سکتے، اور بفرضِ باطل مجانست سہی تو نوٹ تول کر نہیں بِکتا، اور اگر تول بھی موجود ہو تو سَو کا نوٹ سو کو بیچنا بھی قطعی سُود ہو کہ سو روپے بلاشبہہ تول میں نوٹ سے کہیں زائد ہیں اور آپ اسی کو واجب کر رہے ہیں تو آپ نے سود نہ صرف حلال بلکہ واجب کردیا تو مفر وہی ہے کہ نوٹ اور روپیہ ایک جنس نہیں یا تول نہیں یا دونوں نہیں بہرحال آپ ہی کے اقرار سے کُھل گیا کہ چاہے دس کا نوٹ لاکھ روپے کو بیچئے یہاں ربا آہی نہیں سکتا کہ یہ اس کی تعریف ہی میں داخل نہیں، و ھو المقصود (اور وہی مقصود ہے۔ ت)۔

قولہ اور اگر اس میں ربا حقیقۃً نہ ہو تو شبہہ ربا سے تو مفر نہیں اور تمام کتب فقہ میں مرقوم ہے شبہہ ربا باعثِ حرمت ہے[2]۔

اقول اولاً یہ مولوی صاحب کا دوسرا پہلو ہے، خود بھی سمجھے کہ یہاں ربا کی گاڑی چلتی نظر نہیں آتی لہذا شبہہ کے ٹھیلے کی طرف جُھکے مگر کیوں مفر نہیں اس کا ثبوت فی البطن۔ مولوی صاحب کو اولاً منقح کرنا تھا کہ شبہہ رباء کا مناط یہ ہے جہاں یہ پایا جائے شبہہ متحقق ہوگا۔ ثانیاً اِدھر اُدھر خوب جھانک لینا تھا کہ تصریحاتِ ائمہ سے اس پر نقض تو نہیں پڑتا کہ تنقیح کا تنقیہ کردے۔ ظاہر ہے

---

[1] مجموعۂ فتاوٰی باب الربٰو مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۹۴ و ۹۵

[2] ؍؍ کتاب البیوع ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۳۹۷

Marfat.com

کہ نوٹ میں تحقق شبہہ منصوص نہیں کہ تقلیداً حکم مان لینا پڑے اگرچہ دلیل پر ہمارے فہم میں ہزار شبہے ہوں ہم حکم کے مقلد ہیں نہ کہ دلیل کے منتقد۔ بہت دلائل علمائے متاخرین شکر اللہ تعالٰی سعیہم نے اپنے فہم سے استنباط فرمائے ہیں اُن میں کسی دلیل کا تزلزل حکم کا بطلان نہیں، ممکن کہ مجتہد کے پاس اور دلیل ہو اور یہاں تو آپ کو خود اثبات حکم کرنا ہے توجب تک مناط کامل طور پر مضبوط اور تمام نقوض و شبہات سے منزہ نہ کرلیجئے نرا زبانی قیاس محض وسواس۔ ثالثاً اس سب کے بعد یہ ثبوت دینا تھا کہ وہ مناط نوٹ میں متحقق، اس وقت آپ کا فرمانا قابلِ سماعت ہوتا اور خالی دعوٰی تو پا در ہوا۔

ثانیاً اپنی جلد سوم باب الربا کا فتوٰی یاد کیجئے کہ چھٹانک بھر گیہوں سواسیر گیہوں کے عوض بیچنا آپ نے جائز مانا یونہی ایک سیب دو سیب کو، یہاں تو جنس یقیناً متحد تھی اور زیادتی بداہۃً معلوم، یہاں شبہہ ربا کیوں نہ جانا، آپ کی عبارت یہ ہے:

سوال: بیع یک سیب عوض دو سیب یا بیع یک مشت گندم عوض دو مشت گندم جائز ست یا نہ؟

سوال: ایک سیب کی بیع دو سیبوں کے بدلے میں یا ایک مٹھی گندم کی بیع دو مٹھی گندم کے بدلے میں جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ست چہ معیار شرعی نصف صاع ست نہ کم ازاں پس در کم از نصف صاع تفاضل درست ست، در عالمگیریہ می آرد یجوز بیع الحفنۃ بالحفنتین والتفاحۃ بالتفاحتین ومادون نصف الصاع فی حکم الحفنۃ[1] انتہی۔

جواب: جائز ہے کیونکہ معیار شرعی نصف صاع ہے نہ کہ اس سے کم، لہذا نصف صاع سے کم میں زیادتی جائز ہے، عالمگیری میں آتا ہے کہ مٹھی بھر کی بیع دو مٹھی بھر سے اور ایک سیب کی بیع دو سیبوں سے جائز ہے اور نصف صاع سے کم ایک مٹھی کے کم میں ہے۔ (ت)

ثالثاً رسالہ صفحہ ۱۶۹، ۱۷۰ پر بحرالرائق کا ارشاد دیکھئے کہ ایک پیسہ سو پیسے کو بیچنا جائز، یہاں بھی اتحاد جنس قطعی اور زیادت بدیہی، پھر شبہہ ربا کیوں نہ ہوا۔

رابعاً آپ کو اگر کاغذ اور چاندی کا دو جنس ہونا نہ معلوم ہو تو انھیں اہلِ عرف سے پوچھ دیکھئے جن پر آپ کے خیال کا سارا دارومدار ہے کہ وہ جس طرح یوں کہتے ہیں کہ یہ اشرفی پندرہ کی ہے یہ بیس کی یہ پیسے اٹھنی کے ہیں یہ چوانی کے، یہ نہیں کہتے کہ یہ اشرفی پندرہ روپے ہے یہ پیسے اٹھنی چوانی

---

[1] مجموعہ فتاوٰی باب الربٰو مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۹۵

Marfat.com

ہیں اسی طرح یوں کہتے ہیں کہ یہ نوٹ دس کا ہے یہ سو کا، یہ نہیں کہتے کہ یہ نوٹ دس روپے ہے، خود آپ نے فرمایا ہے کہ "نوٹ سو روپے کا کوئی ہلاک کردے"، اور فرمایا "سو روپے کا نوٹ جب بیچا جاتا ہے"، اور فرمایا "نوٹ سو روپے کا دیوے" اتحاد جنس کا نشہ اس سے اتار کر۔ وہ مسائل یاد کیجئے جو ائمہ کرام نے فرمائے کہ:

۱۔ ایک روپیہ ایک اشرفی بلکہ سوا اشرفیوں کو بیچنا جائز، ص ۱۶۳۔

۲۔ ایک پیسہ ایک روپیہ بلکہ ہزار روپیوں کو بیچنا جائز۔ ص ۱۷۷، ۱۸۳، ۱۸۴۔

۳۔ ایک اشرفی ایک پیسہ کو خریدنے میں نہ ربا ہے نہ شبہہ ربا۔ ص ۱۸۳ و ۱۸۴۔

ان میں شبہہ ربا کیوں نہ ہوا۔

خامساً بتصریح ائمہ یہاں شبہہ علت مثل علت اور حکم علت لازم علت، تو یہاں علت ہو یا شبہہ علت، بہر حال لزوم حکم علت اور حکم علت تحریم تفاضل فی القدر ہے تو سو کا نوٹ جو آپ سو کو بیچنا جائز کر رہے ہیں صراحۃً سود حلال کر رہے ہیں۔

قولہ علاوہ ازیں جو بیع وشرائے نوٹ میں تفاضل اختیار کرے گا مقصود اس کو بجز اس کے کہ بعوض کم روپے کے زیادہ روپے حاصل ہو جائیں اور کچھ نہ ہوگا مگر بطور حیلہ کے وہ نوٹ کا معاملہ کرے گا اور یہ ظاہر ہے کہ ایسے ارتکاب حیلہ سے حکم حلت کا نہیں ہو سکتا۔[1]

اقول اولاً قصور معاف ع

مستی از بادۂ شبانہ ہنوز

(جوانی کی مستی ابھی موجود ہے۔ ت)

بعوض کم روپیہ کے کہنا باطل ہے نوٹ والے کی طرف سے تو نوٹ ہے، روپیہ ایک بھی نہیں نہ کم نہ زائد۔ ہاں یوں کہئے کہ کم روپیوں کا مال دے کر زیادہ روپے حاصل کرنا۔ ہاں یہ بیشک مقصود ہے پھر اس میں کیا گناہ ہے دنیا بھر کی تجارتیں اسی لئے ہوتی ہیں آپ خود جلد ۳ میں بحر الرائق سے نقل کرچکے ہیں کہ مطلقاً زیادتی بالاجماع حرام نہیں، تمام جہان میں بازار اسی لئے کھولے گئے ہیں کہ زیادتی ملے نفع حاصل ہو۔

ثانیاً آپ کی "علاوہ ازیں" کہہ رہی ہے کہ اب ربا وشبہہ ربا دونوں سے قطع نظر فرماکر

---

[1] مجموعہ فتاوٰی کتاب البیوع مطبع یوسفی لکھنؤ ۹۸/۱ - ۳۹۷

Marfat.com

یہ تیسرا پہلو لیا ہے کہ اگرچہ یہاں ربا سے کچھ علاقہ نہ ہو، ربا تو ربا اس کا شبہہ بھی نہ ہو، مگر اس نے زیادہ ملنے کا حیلہ کیا ہے اس لئے (زبردستی) حرام ہے، اب فرمائیے اگر زید عمرو سے سو روپے قرض مانگے عمرو کاغذ کا ایک سادہ پرچہ اس کے ہاتھ مثلاً سال بھر کے وعدہ پر یا نقد پچیس روپے کو بیچے وہ قبول کرلے پھر عمرو سو روپے زید کو قرض دے اور قرض کے بدلے سو ہی لے پچیس اپنے اس کاغذ کے جدا لازم کرے تو اس میں حرمت کدھر سے آئے گی آیا اس لئے کہ کاغذ کا سادہ پرچہ پچیس روپے کو بیچا تو آپ تو ابھی فرمانے والے ہیں کہ سادہ پرچہ ہزار روپیہ کو بیچنا جائز ہے پچیس کو کیوں حرام ہوا، یا اس لئے کہ اس نے اس فعل سے نفع حاصل کرنا چاہا تو وہ صورت بتائیے کہ کاغذ کا ٹکڑا ہزار روپے کو بیچے اور نفع لینا نہ ہو، یا اس لئے کہ قرض پر نفع لیتا ہے قرض میں تو وہ پورے سو کے سو لے رہا ہے اس پر نفع کہاں، یا اس لئے کہ یہ نفع بسبب قرض ہے تو قرض تو اس وقت تک دیا بھی نہیں سبب کہاں سے متحقق ہوا، یا اس لئے کہ اُن کے دل میں تو آئندہ قرض لینے دینے کی نیت ہے تو اس کا ثبوت شرع سے دیجئے کہ آئندہ سال قرض کا لین دین ہونے والا ہو تو آج بیع پر نفع لینا حرام ہو جائے وہ بیع کہ بلا شبہہ حلال تھی حکم تحریم پائے، حالانکہ یہاں تو آیندہ لین دین ہونا بھی معلوم نہیں آئندہ غیب ہے اور غیب مجہول اور انسانی ارادہ ممکن التخلف نکاح میں کہے کہ میں نے تجھے مہینہ بھر یا دس برس بلکہ سو برس کے لئے اپنے نکاح میں لیا تو ناجائز و حرام، اور اگر نکاح کرے اور ارادہ صرف مہینہ بھر یا ایک ہی دن رکھنے کا ہو تو بیشک حلال۔

ثالثاً صفحہ ۱۹۴ پر وہ تصریحات ائمہ کرام مثل امام شمس الائمہ حلوانی و امام شمس الائمہ زرنجری و امام بکر خواہرزادہ و بحر الرائق و رد المحتار وغیرہا یاد کیجئے کہ پہلے بیع کرکے پھر قرض کا لین دین کریں تو ہمارے ائمہ مذہب امام اعظم، امام ابو یوسف اور امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہم سب کے نزدیک بالاتفاق بلا کراہت جائز و حلال ہے کہئے یہ کیوں حلال ہوا، ظاہر ہے کہ یہ معاملہ اُس نے زیادہ لینے ہی کے لئے بطور حیلہ کیا۔

رابعاً اپنی یاد کیجئے جلد دوم فتوٰی نمبری ۴۴ میں حکم تھا کہ گیہوں قرضوں نرخ بازار سے کم کو بیچنا جائز ہے، اس پر سائل نے شبہہ کیا تھا کہ یہاں ربا نہیں تو شبہہ تو ہے اور شبہہ بھی مثل حقیقت حرام۔ اس کا آپ نے جواب فرمایا کہ "خدشہ ربا کا یوں مدفوع ہے کہ گندم وغیرہ اقسام غلہ بعوض دراہم و دنانیر کے فروخت کرنے میں ربا نہیں ہے اور نہ شبہہ ربا، اگر دو سیر گیہوں کہ بازار میں مثلاً دو آنے کو ملتا ہے کوئی شخص بعوض ایک روپیہ نقد بیچے تو بھی درست ہے ایسے ہی اگر نسیہ میں قیمت بڑھائے اور مشتری راضی ہو جائے تب بھی درست ہے"۔[1]

[1] مجموعہ فتاوٰی — کتاب البیوع — مطبع یوسفی لکھنؤ — ۱/۲۹۱

Marfat.com

اقول یہ "اب بھی تب بھی" فقط اٹھ گنی قیمت تک حلال ہے یا بلا قید۔ بر تقدیر اول کیا دلیل شرعی ہے کہ ۲ر کے گیہوں ایک روپے کو بیچنا حلال اور دو یا دس یا سو کو حرام۔ چو آب از سر گزشت چہ یک نیزہ چہ یک دست (جب پانی سر سے گزر گیا تو کیا ایک نیزہ اور کیا ایک ہاتھ، یعنی دونوں برابر ہیں۔ت) بر تقدیر ثانی ہر عاقل جانتا ہے کہ کوئی ذی عقل دو آنے کے گیہوں سَو روپے بلکہ انصافاً ایک روپے کو بھی ہرگز خرید نے نہ بیٹھے گا جب تک کوئی دباؤ نہ ہو اور بیچنے والا ۲ر کا مال دے کر سَو روپے لینے میں ضرور براہِ حیلہ زیادہ ستانی ہی چاہے گا، پھر ربا و شبہہ ربا نہ سہی جیسا کہ اب آپ کو اس تیسرے پہلو پر نوٹ میں بھی ملحوظ نہیں مگر معاملہ حیلہ کے سبب حکم حرمت آنا لازم تھا۔

خامساً (۸۰ تا ۸۵) وہ چھ حیلے یاد کیجئے جو ائمۂ کرام نے ارشاد فرمائے اور رسالہ کے ص ۱۰۰ سے ۱۰۴ تک گزرے یہاں ارتکاب حیلہ سے حکم حلت کیسے ہو گیا۔

سادساً چھ کیا ہزارہا حیل ہیں جن کی تصریحات جلیلہ کلمات ائمہ میں مذکور اگر ان کو جمع کیجئے تو آپ کی اس جلد بھر سے زیادہ ہوں گے سر دست عالمگیری کی کتاب الحیل ہی ملاحظہ ہو کہ ساری کتاب کی کتاب اسی میں ہے۔

سابعاً آپ خود اپنی ہی نہ کہئے، سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مؤطا میں روایت فرمائی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "خرما خرما برابر کرکے بیچو"۔ اس پر عرض کی گئی کہ یارسول اللہ! خیبر پر حضور کے صوبہ دار تو دو صاع کو ایک صاع لیتے ہیں، ارشاد ہوا: انھیں بلاؤ۔ وہ حاضر ہوئے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا نہ کرو۔ عرض کی: یارسول اللہ! وہ قسم جمع کی دو ہی صاع کو جنیب کی ایک صاع بیچتے ہیں یعنی برابر کو مل ہی نہیں سکتی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

بع الجمع بالدراھم ثم ابتع بالدراھم جنیبا[1] — یہ قسم (جمع) روپوں سے بیچ کر وہ قسم (جنیب) روپوں سے خرید لے۔

اس پر آپ حاشیہ لکھتے ہیں:

علمه صورة لاتدخل فیه الربا مع حصول المقصود[2] — رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کو وہ صورت سکھا دی جس میں ربا نہ آنے پائے اور مطلب حاصل ہو جائے۔

---

[1] المؤطا للامام محمد — باب الربو فیما یکال و یوزن — نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی — ص ۳۵۳-۵۴
[2] التعلیق الممجد علی مؤطا محمد — " " " " " — ص ۳۵۴

Marfat.com

جنابِ من! اسی کا نام تو حیلہ شرعیہ ہے پھر اس سے حکم حلت نہ ہو سکنا کیا معنی، کیا رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم وہ بات بتا رہے ہیں جس سے حلت نہ حاصل ہو حرام کا حرام رہے، والعیاذ باللہ تعالےٰ۔

ثامناً اس کے متصل امام محمد رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ابو سعید خدری و ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی وہ حدیث[1] روایت فرمائی جو رسالہ کے ص ۱۹۵ و ۱۹۶ پر گزری اس میں بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے یہی حیلہ تعلیم فرمایا ہے جس پر آپ نے خود حاشیہ لکھا کہ:

اشار الیہ بما یجتنب عن الربا مع حصول المقصود[2]

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسی بات کا اشارہ فرمایا جس میں ربا سے بچ جائے اور مطلب ہاتھ آئے۔

سیدنا امام محمد نے یہ حدیثیں روایت کر کے فرمایا:

بھذا کلہ ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ و العامۃ من فقھائنا[3]

یہ سب باتیں ہماری مختار ہیں اور یہی قول امام اعظم ابو حنیفہ اور ہمارے سب فقہاء کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کا ہے۔

رہا حاشیہ میں آپ کا فرمانا کہ حنفیہ وغیرہم نے اس سے جواز حیلہ پر استدلال کیا اور حق یہ کہ ایسی جگہ اعتبار نیت کا ہے[4]

اقول اولاً یہاں کی کیا تخصیص ہے سبھی جگہ اعتبار نیت کا ہے بایں معنی کہ بدنیت فاسد ارادے سے جو کام کیا جائے گا ممنوع ہوگا حیلہ تو حیلہ اگر بدنیت سے نماز پڑھے تو وہ بھی حرام ہو سے

کلیدِ درِ دوزخ ست آں نماز که در چشم مردم گزاری دراز

(وہ نماز دوزخ کی چابی ہے جس کو تو لوگوں کے دکھلاوے کیلئے لمبا کر کے پڑھے)

ثانیاً رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تعلیم فرما رہے ہیں جس کا خود آپ نے اقرار کیا، تمام

---

[1] الموطا للامام محمد باب الربو فیما یکال و یوزن نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۵۴
[2] التعلیق المجد علی موطا محمد 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
[3] الموطا للامام محمد 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
[4] التعلیق المجد علی موطا محمد 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

Marfat.com

ائمہ مذہب اس پر عمل فرمارہے ہیں جس کا امام محمد نے اظہار کیا، اب یہ آپ کی "والحق" اگر اس کے موافق
ہے چشم ماروشن دلِ ماشاد (ہماری آنکھیں روشن اور ہمارا دل خوش ہے۔ت) اور اگر رسول اللہ
صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ارشاد اور ائمہ مذہب کے اتفاق کے خلاف کچھ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ
چُننی چاہتے ہیں جیساکہ ظاہر عبارت ہے تو وہ آپ ہی کو مبارک رہے اہلِ حق کے نزدیک "بجوئے نیرزد"
(ایک جَو کے لائق بھی نہیں۔ت)

ثالثاً آپ نے کچھ کھولی نہیں کہ کیا نیت ہو تو حیلہ جائز اور کیا ہو تو ناجائز، اگر یہ مقصود کہ بیع میں مبادلہ
دراہم صرف برائے نام ہو، نہ یہ قسم خرما دراہم سے بیچنی مقصود ہو نہ وہ قسم دراہم سے خریدنی بلکہ منظور انھیں دو قسم
کا باہم مبادلہ ہو اور ذکر دراہم بیع تلجیہ کے طور پر محض اسم فرضی تو یہ ضرور صحیح ہے، مگر امام اعظم و امام محمد و جملہ
ائمہ مذہب نے معاذ اللہ اسے کب جائز کیا تھا، حضرت وہ تو حیلہ شرعیہ کو جائز فرمارہے ہیں جس کی خود آپ
کے اقرار سے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے تعلیم دی یہ ناپاک حرکت "حیلہ شرعیہ ہی کب ہوئی" بلکہ
قصداً شرع کی مخالفت اور صورۃً عالم الغیب کو دھوکا دینا، پھر آپ نے جملہ ائمہ مذہب کے مقابل اپنی "والحق"
کی الگ چنائی کاہے پر چنی ۔ اور اگر یہ مقصود کہ اگرچہ یہ قسم روپیوں سے بیچ کر وہ قسم روپیوں سے خریدنی
مقصود ہو مگر اس فعل پر باعث وہی غرض ہو کہ یہ قسم ہماری ملک سے خارج ہو کر وہ قسم داخل ہو جائے اسے
ناجائز کہتے ہو تو قصور معاف، یہ معاذ اللہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اصلاح دینی ہے ابوحنیفہ
۱ وغیرہ ائمہ تو درکنار رہے، ظاہر ہے کہ اسی غرض کی تحصیل کے لئے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے یہ
طریقہ تعلیم فرمایا، خود حدیث صحیح مسلم و صحیح بخاری سے صفحہ ۱۹۵ و ۱۹۶ پر گزرا کہ جب تو مول لینا چاہے تو
یوں کر۔ حدیث کی نہ سنئے اپنی ہی، دونوں جگہ لفظ دیکھئے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ صورت
سکھادی جس میں ربا سے بچ جائے اور مقصود حاصل ہو جائے، کہئے تو وہ کیا مقصود تھا جس کا حاصل کرنا
رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا، اس کے بعد جو آپ نے امام اعظم و امام محمد و ائمہ مذہب کے
رد میں ابن قیم گمراہ کی ایک نقل اس کے استاذ ابن تیمیہ بدمذہب سے ذکر کی ہے اس کا ایک ایک حرف
حرفِ ہذیان یا مجنون کی بڑ ہے، آپ خود اس کے بعد اتنا لکھ گئے کہ یہاں طویل بحثیں ہیں کہ مبسوط کتابوں
میں ملیں گی جس سے آپ کو کہنے کی گنجائش رہی کہ میں نے اس نقل کو مقبول نہ رکھا لہذا ہم بھی اس کے
رد سے تطویل نہ کریں کہ یہاں تو غرض آپ سے مکالمہ ہے۔

ل التعلیق الممجد علیٰ موطا امام محمد باب الربٰو فی یکال ویوزن نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۵۴

Marfat.com

تاسعا جانے دیجئے آپ گول ہی رہیں اور نیت کا پردہ نہ کھولیں اتنا تو آپ کے بیان سے بھی ثابت ہُوا کہ حیلہ نیک نیت سے حلال ہے، جنابِ من! پھر یہاں یہ مطلق جبروتی حکم کیسا کہ ایسے ارتکاب حیلہ سے حکمِ حلت نہیں ہوسکتا۔[1]

قولہ تہذیب الایمان میں ہے۔[2]

اقول مولوی صاحب! عجب ہے کہ آپ جیسا محقق جو اتنے اعلیٰ پائے پر ہو کہ ائمہ مجتہدین کی جانچ پڑتال کرے اُن کا حق و باطل نکالے وہ اور مسائل شرعیہ کے لئے سند لانے میں ایسا گرے کہ مجاہیل و بے قدر و بے وقعت زید و عمرو سب سے استناد کرے کہیں آپ مجالس الابرار سے سند لاتے ہیں کہیں رسالہ اسلمی سے، اور اُتر کر اربعین میاں اسحٰق دہلوی سے، کہیں اور گھٹ کر ان کے کسی شاگرد کی عمدۃ التحریر سے، کہیں سب سے بدتر صراط مستقیم اسمٰعیل دہلوی سے، اُنھیں مجاہیل میں یہ آپ کی تہذیب الایمان ہوگی جس پر بعض اصحاب نے کہا کہ آج تک تہذیب المنطق، تہذیب الکلام، تہذیب الاخلاق، تہذیب الآثار، تہذیب النحو سُنی تھی معلوم نہیں ان بزرگ کو ایمان میں کیا بے تہذیبی سُوجھی کہ اس کی تہذیب لکھی آپ استناد کرتے وقت جب ایسوں کی تقلید تک اُتر آتے ہیں تو مسئلہ نوٹ میں حضرت مولٰنا مولوی محمد ارشاد حسین صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا فتوٰی آپ کے سامنے تھا اور وہ آپ کے ان اکثر مستندین سے ہر طرح اعلیٰ و اعلم و افضل و اکمل تھے کاش اس میں اُن کی تقلید فرمالیتے تو جھگڑا اُٹھتا۔

قولہ انما المحرم ان یقصد بالعقود الشرعیۃ غیر ما شرعھا اللہ لہ فیصیر مخادعا لدینہ، کائد الشرعہ۔[3]

قولہ بے شک حرام یہ ہے کہ عقود شرعیہ سے اس شے کا غیر مقصود ہونا جس کے لئے اللہ تعالٰی نے ان عقود کو مشروع فرمایا کیونکہ ایسا کرنیوالا اسکے دین سے دھوکا اور اسکی شرع سے مکر کرنیوالا ہوگا۔ (ت)

اقول یہ بالکل ہمارے موافق ہے وہ حصر کرتا ہے کہ حیلہ وہی حرام ہے جس میں عقد شرعی سے اُس کا مقصود شرعی مراد نہ ہو، یہ وہی صورت ہُوئی کہ بیچ میں بیع دراہم کا نام بلا قصد مبادلہ محض بطور اسم فرضی لے اس کی حرمت میں کیا کلام ہے اور جب بیع سے حقیقۃً مبادلہ ملک کا قصد کیا تو یہی وہ مقصود شرعی ہے جس کے لئے شرع نے اُسے مشروع فرمایا تو جب آپ کی اسی سند کی رُو سے اس کی حرمت ناممکن۔ پھر نوٹ میں تو اُس کو کچھ دخل ہی نہیں، نوٹ بیچنے خریدنے والے یقیناً یہی چاہتے ہیں کہ بائع کی ملک سے

---

[1] و [2] و [3] مجموعہ فتاوٰی کتاب البیوع مطبع یوسفی لکھنؤ ۱/ ۳۹۸

Marfat.com

نوٹ خارج ہوکر مشتری کی ملک میں آئے اور مشتری کی ملک سے روپے خارج ہوکر بائع کی ملک میں آئیں، شرع نے بیع اسی لئے مشروع کی ہے تو اسی عبارت کے حکم سے اُس کی حلت واجب۔ اگر کہئے مراد یہ ہے کہ اُس نے تھوڑے روپوں کے بدلے زیادہ لینے چاہے مگر روپے دے کر زیادہ روپے لیتا تو سود ہوتا اسی لئے نوٹ بیچ کر روپے لئے کہ جنس بدل جانے سے ربا جاتا رہے۔

اقول تو کیا گناہ کیا، اُس نے گناہ سے بچنا ہی تو چاہا، گناہ سے بچنے کی تدبیر بھی گناہ ہو تو مفر کدھر، شرع نے بیع اس لئے مشروع فرمائی ہے کہ منہیاتِ شرعیہ سے بچ کر اپنا مطلب جائز طریقہ سے حاصل کرلو، وہی اس نے چاہا تو مقصد شرعی کی نہ کہ مخالفت، پھر حُرمت کدھر سے آئی۔

قولہ فان مقصوده حصول الذی حرم اللّٰہ بتلك الحیلة او اسقاط ما اوجبه[1] انتھی۔

قولہ کیونکہ اس حیلہ سے اس کا مقصد اس چیز کو حاصل کرنا ہے جس کو اللہ تعالٰی نے حرام کیا یا اس چیز کو ساقط کرنا ہے جس کو اللہ تعالٰی نے واجب کیا، انتہی۔ (ت)

اقول اوّلاً حرام سے مراد لازم المحرمۃ ہے جس سے حرمت کبھی جُدا نہ ہو یا وُہ جسے حرمت عارض منفک ہے، بر تقدیر اول اُسی لازم المحرمۃ کو اختیار کرے گا یا اس سے کسی امر جائز کی طرف عدول وفرار، پہلی صورت پر حیلہ ہی کب ہوا، صراحۃً حرام میں پڑنا ہوا، پھر اس سے تحریم حیلہ کیوں لازم آئی، اور دوسری صورت میں شاید حرمت اس وجہ سے ہوگی کہ حرام سے کیوں بچا جائز کی طرف کیوں عدول کیا۔ بر تقدیر ثانی شکل وُہ اختیار کرتا ہے جس میں وُہ عارض منفک منفک ہوجائے اور شے حلال محض رہ جائے یا وہ کہ عارض حرمت باقی رہے، صورت ثانیہ پھر حیلہ نہیں اور اولٰی پر حرمت کی کوئی وجہ نہیں۔

ثانیاً دُور کیوں جائیے خود اپنی سُنئے، شراب حرام قطعی اور پیشاب کی طرح نجس بہ نجاست غلیظہ ہے مسلمان کو اس کا بیچنا حرام، چھُونا حرام، اس سے کسی طرح کا نفع لینا حرام۔ اب فرض کیجئے کہ ایک مسلمان کی ملک میں ہزار مٹکے شراب آئی مثلاً یُوں کہ اول نصرانی تھا اب مسلمان ہوگیا وہ نہیں چاہتا کہ اتنا مالِ کثیر ضائع ہوجائے، اس نے نمک ڈال کر سب کو سرکہ کرلیا، آپ خود فرماتے ہیں کہ جائز و روا ہے اپنے رسالہ نفع المفتی میں دیکھئے،

الانتفاع بالمحرم لایجوز کذا قال البرجندی

حرام سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں، یونہی برجندی

---

[1] مجموعہ فتاوٰی کتاب البیوع مطبع یوسفی لکھنؤ ۱/۳۹۸

Marfat.com

فان قلت یشکل ھذا بالسرقین فانہ ینتفع بھا[عہ] فی الایقاد قلت الانتفاع بالنجس بالاستھلاک جائز کاراقۃ الخمر وتخلیل الخمر وھذا کذلک فیجوز[۱] اھ باختصار۔

میں کہا ہے اگر تُو کہے اس پر گوبر کے سبب سے اشکال وارد ہوتا ہے کیونکہ اس سے جلانے میں نفع حاصل کیا جاتا ہے تو میں کہوں گا کہ نجس سے نفع حاصل کرنا نجس کو ہلاک کرکے جائز ہے جیسے شراب کو بہا دینا اور شراب کو سرکہ بنانا اور یہ انھیں صورتوں جیسی ہے لہذا یہ جائز ہے اھ اختصار۔ (ت)

دیکھئے اس نے یہاں حرام خدا کو کام ہی میں لانا چاہا مگر یوں کہ حرام نہ رہا پھر اس میں کیا حرج ہوا۔

قولہ پس اگر نوٹ میں تفاضل قضاءً جائز بھی ہو لیکن دیانۃً فیما بینہ وبین اللہ کسی طرح سے درست نہ ہوگا[۲]

اقول عجب کہ جو کاغذ کو کاغذ ہی جاننے اور بوجہ عرف ثمن اصطلاحی ماننے اور شرع مطہر سے یقیناً معلوم ہُوا کہ اصطلاح عامہ کی پابندی اس پر لازم نہیں وُہ سو کے نوٹ کو روپوں سے کم وبیش پر بیچے تو عنداللہ کسی طرح درست نہ ہو، اور جو اپنے زعم میں کاغذ کو ثمن خلقی کا عین ماننے اور اُسے بعینہٖ چاندی سمجھے وہ یہ ماشہ دو ماشہ بھر چاندی سیر بکی چاندی کو بیچے اور سُود نہ ہو حلال طیب رہے، اس زبردستی کی کوئی حد ہے خیر یہ تو پہلے معروض ہوچکا مگر یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اب مولوی صاحب ربا وشبہہ ربا سے قطعی گزر گئے۔ "علاوہ ازیں" کہہ کر تو اُن کے لحاظ ہی سے گزرے تھے اب یہ صورت لیتے ہیں کہ کوئی ایسا وصف ہے ہی نہیں جس میں ربا یا شبہہ ربا ہو ورنہ قضاءً جائز ہونا محال تھا اور اس سے ظاہر کہ حکم عینیت کا تسمہ لگا نہ رکھا ورنہ ربا یا شبہہ ربا ہوکر دیانۃً، قضاءً ہر طرح حرام ہونا لازم تھا تو عینیت عرفیہ کا اگر نام لیا بھی جائے محض اسم بےمسمّٰی ولفظ بےمعنی ہوگا کہ اس کا حکم واثر شرعی منتفی ہے اور جب ایسا ہے تو حقیقۃً وشرعاً غیریت محضہ رہی اب خود ہی حاصل اُسی قدر ٹھہرا دیا کہ کم روپوں کا مال برضائے خریدار زیادہ کو بیچ لیا، کہئے اس میں کون سا خلافِ دیانت ہے۔

قولہ اسی وجہ سے کتبِ فقہ میں بیع عینہ اور شراء باقل مما باع وغیر ذلک (کسی چیز

عہ الاصوب بہ ۱۲

---

[۱] نفع المفتی والسائل ما یتعلق بالانتفاع بالاشیاء النجسۃ الخ مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۳۶

[۲] مجموعہ فتاوٰی کتاب البیوع مطبع یوسفی لکھنؤ ۲/ ۴۹۸

Marfat.com

کو اس سے کم پر خریدنا جتنے پر بیچا ہے وغیر ذلک ۔ ت) کی ممانعت مذکور ہے[1]۔

اقول اولاً الحمدللہ اب تو آپ کنارے پر آیا چاہتے ہیں، جی ہاں یہ بیع عینہ کے مثل ہے پھر بیع عینہ کو ہمارے ائمہ کرام نے کیا ٹھہرایا ہے، کیا ممنوع، ناجائز، حرام، مکروہ تحریمی۔ حاشا ہرگز نہیں، یہ محض غلط و باطل ہے بلکہ جائز، حلال، روا، درست۔ غایت درجہ اس میں اختلاف ہوا کہ خلافِ اولیٰ بھی ہے یا نہیں، ہمارے امامِ اعظم بلا کراہت مانتے ہیں، امام ابو یوسف خود ثواب و مستحب جانتے ہیں، امام محمد احتیاط کیلئے صرف خلافِ اولیٰ ٹھہراتے، یہ تمام مباحث رسالہ میں صفحہ ۱۶۹، ۱۷۰ و ۱۷۱ و ۱۷۳ تا ۱۷۶ و ۱۷۸ و ۱۷۹، ۱۸۰ بلکہ ۱۶۴ تا ۱۶۶ میں گزرے، اب تو اپنے ہی اقرار پر قائم رہ کر بول اُٹھئے کہ سَو کا نوٹ دو سو کو بیچنا امامِ اعظم کے نزدیک جائز و مباح، امام ابو یوسف کے نزدیک اجر و ثواب، امام محمد کے نزدیک صرف خلافِ اولیٰ۔

ثانیاً وہ خلافِ اولیٰ بھی اس لئے تھا کہ اس وقت تک مسلمان سود کو سُوئر سمجھتے تھے اس کے سایہ سے بھاگتے تھے تو اس امر کی جائز عادت ڈالنے سے اندیشہ تھا کہ مبادا آگے بڑھ جائیں جیسا کہ اس کا بیان صفحہ ۱۶۹ و ۱۷۰، ۱۷۱ وغیرہا پر گزرا، اب کہ علانیہ سود مسلمانوں میں رائج ہو گیا جیتا نگلتے ہیں اور شرمانا درکنار آنکھ تک نہیں جھپکاتے، تو انھیں ایک جائز بات بتانا جس سے اُن کا مقصود حاصل ہو اور اللہ واحد قہار کے عذاب سے بچیں عین خیر خواہی مسلمین ہے اور اس میں ناحق کے شاخسانے نکالنا مسلمانوں کی صریح بدخواہی، ذرا انصاف درکار ہے کہ خود آپ کے اقرار سے صبح آشکار ہے والحمدللہ رب العٰلمین۔

ثالثاً شراء ما باع باقل مما باع عند التحقیق ربح مالم یضمن (کسی چیز کو اس سے کم پر خریدنا جتنے پر بیچا ہے تحقیق کی رُو سے اس لئے حرام ہے کہ اس میں اس چیز پر نفع لینا ہے جس کا ضامن نہیں بنا۔ ت) کے سبب حرام ہے یعنی جو چیز اپنی ضمان میں نہ آئی اس پر نفع لینا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا، ظاہر ہے کہ قیمت جب تک ادا نہ ہوئی خود بائع کی ضمان پر باقی ہے ہلاک ہو جائے تو اس کی جائے مشتری پر اُس کا اثر نہ ہو، ولہذا یہاں درہم و دینار ایک جنس ہیں کما فی الدر وغیرہ (جیسا کہ دُر وغیرہ میں ہے۔ ت) حالانکہ بابِ ربا میں دو جنس ہیں کما فی جمیع الکتب (جیسا کہ تمام کتابوں میں ہے۔ ت) ہاں ثمن اول و ثانی ایک ہی جنس ہو تو شبہہ ربا بھی ہے

---

[1] مجموعہ فتاوٰی کتاب البیوع مطبع یوسفی لکھنؤ ۳۹۸/۱

Marfat.com

بعض نے اسی سے مسئلہ کی تعلیل کی یوں کہ اس نے ہزار کو بیچی اور ابھی قیمت وصول نہ ہوئی ممکن تھا کہ عیب کے سبب واپس ہو کر ثمن نہ ملے اب کہ خود اس نے پانچ سو کو خریدلی، احتمالِ سقوط ساقط ہو گیا تو اس نے پانچ سو دے کر اپنے وہ ہزار پکے کرلئے یوں شبہہ ربا آیا بہر حال ان وجوہ کو یہاں سے کیا علاقہ آپ خواہی نخواہی اسی وجہ سے کہہ رہے ہیں، ہدایہ میں ہے :

من اشتری جاریۃ بالف درھم حالۃ او نسئۃ فقبضھا ثم باعھا من البائع بخمسمائۃ قبل ان ینقد الثمن الاول لایجوز البیع الثانی لان الثمن لم ید خل فی ضمانہ فاذا وصل الیہ المبیع ووقعت المقاصۃ بقی لہ فضل خمس مائۃ و ذٰلک بلاعوض[1]

جس شخص نے ہزار درہم نقد یا ادھار کے بدلے لونڈی خریدی اور اس پر قبضہ کرلیا پھر پہلے ثمن کی ادائیگی سے قبل وہی لونڈی پانچ سو درہم کے بدلے بائع کے ہاتھ فروخت کردی تو دوسری بیع جائز نہ ہوگی کیونکہ ثمن ابھی تک بائع کی ضمان میں داخل نہیں ہُوئے تو جب مبیع دوبارہ اس کے پاس پہنچ گیا اور پانچ سو درہم اس کے بدلے میں ہوگئے تو باقی پانچ سو درہم اس کے زائد بچ گئے اور وہ بلاعوض ہیں۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے :

الذی عقل من معنی النھی انہ استربح مالیس فی ضمانہ ونھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن ربح مالم یضمن وھذا لان الثمن لاید خل فی ضمانہ قبل القبض[2]

وہ جو نہی کے معنی سے سمجھا گیا یہ ہے کہ اس نے اس چیز پر نفع لیا جو اس کی ضمان میں نہیں اور نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اس چیز پر نفع سے منع فرمایا جو اس کے ضمان میں نہ ہو اور یہ اس لئے ہے کہ قبضہ سے پہلے ثمن بائع کی ضمان میں داخل نہیں ہوتا۔ (ت)

اسی میں ہے :

وھذا احسن من تقریر قاضی خان اعتبار الشبھۃ بان الالف

یہ قاضی خان کی اس تقریر سے بہتر ہے جو شبہہ ربا کا اعتبار کرتے ہوئے انھوں نے کی بایں طور

---

[1] الہدایۃ کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۶۰
[2] فتح القدیر " " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/۸۱

Marfat.com

وھو الثمن الاول علی شرف السقوط لاحتمال ان یجد المشتری بھا عیبا فیردہ فیسقط الثمن عن المشتری و بالبیع الثانی یقع الامن عنه فیکون البائع بالعقد الثانی مشتریا الفا بخمسمائۃ[1] انتھی۔

کہ ہزار درہم جو کہ ثمن اول تھا وہ ساقط ہوسکتا تھا اس احتمال کی بنا پر مشتری اس لونڈی میں کوئی عیب پا کر واپس کر دیتا تو اس طرح مشتری سے ثمن ساقط ہوجاتا اور بیع ثانی کی وجہ سے سقوط کا خوف جاتا رہا تو اس طرح بائع عقدِ ثانی کے ساتھ پانچ سو درہم کے عوض ہزار کو خریدنے والا ہوا۔ انتھی (ت)

رابعاً وجہ محقق سے گزر کر دوسری ہی وجہ لیجئے اور یہاں اُس کے عدم جریان سے بھی قطع نظر کیجئے جب بھی آپ کو مفید نہیں کہ اس وجہ پر علتِ حرمت شبہہ ربا ہے آپ ربا و شبہہ ربا سے اتر کر تیسری وجہ سے تحریم لے رہے ہیں تو جہاں شبہہ ربا ہے اُس سے اس پر استناد کیونکر کرسکتے ہیں۔

خامساً آپ "اسی وجہ سے" کہہ کر دونوں مسئلوں میں علتِ حکم ایک بتا رہے ہیں تو واجب تھا کہ حکم بھی ایک ہوتا، کیا شراء ما باع باقل مما باع (کسی چیز کو اس سے کم پر خریدنا جتنے پر بیچا ہے۔ت) بھی صرف دیانۃً حرام ہے قضاءً جائز، فافہم۔

سادساً آپ نے سُنا ہو کہ یہ شراء باقل قیمت ادا ہونے کے بعد بلاشبہہ جائز ہے مثلاً ایک چیز زید نے عمرو کے ہاتھ ہزار روپے کو بیچی عمرو نے روپے ادا کردیئے پھر زید نے وہی چیز عمرو سے پانچسو کو خرید لی کہ چیز کی چیز واپس آگئی اور پانچ سو مفت بچ رہے، یہ جائز و حلال ہے۔ درمختار میں ہے:

فسد شراء ما باع بالاقل قبل نقد الثمن وجاز بعد النقد[2] اھ ملتقطا۔

اپنی ہی فروخت کی ہوئی چیز پہلے ثمن سے کم کے بدلے خریدنا ادائیگیِ ثمن سے پہلے ہو تو جائز نہیں اور اگر ادائیگی کے بعد ہو تو جائز ہے اھ ملتقطا (ت)

آپ کی وجہ پر قیمت ادا ہونے نہ ہونے سے کیا فرق ہوگیا، کم روپے دے کر زیادہ حاصل کرنے کا مقصود بہرحال موجود، مولوی صاحب! مشکل یہ ہے کہ آپ اپنی تحقیق کے زور میں فقہ حنفی سے بیخبر ہیں ورنہ آپ جیسے محقق پر ایسی باتیں مخفی نہ رہتیں۔

---

[1] فتح القدیر کتاب البیوع باب البیع الفاسد مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۷۳
[2] درمختار " " مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۶

Marfat.com

قولہ اور احادیث اس باب میں بکثرت وارد ہیں جن سے حرمت ایسے حیل کی ثابت ہوتی ہے۔

اقول اولاً احادیث اس باب میں بکثرت وارد ہیں جن سے حلت ایسے حیل کی ثابت ہوتی ہے دو بلکہ تین حدیثیں رسالہ کے صفحہ ۱۹۵، ۱۹۶ میں گزریں اور ایک حدیث مؤطا یہاں مذکور ہوئی۔

ثانیاً خود آیۂ کریمہ جواز پر شاہد ہے کہ صفحہ ۱۸۹، ۱۹۰ پر تلاوت ہوئی، فتاوٰی ذخیرہ و فتاوٰی ہندیہ میں ہے:

الاصل فی جواز ھذا النوع من الحیل قول اللہ تعالٰی وخذ بیدک ضغثا فاضرب بہ ولا تحنث وھذا تعلیم المخرج لایوب النبی علیہ وعلٰی نبینا الصلوۃ والسلام عن یمینہ التی حلف لیضربن امرأتہ مائۃ عود وعامۃ المشایخ علی ان حکمہا لیس بمنسوخ وھو الصحیح من المذھب۔[2]

اس طرح کے حیلے جائز ہونے کی اصل اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے کہ اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر مار دو اور قسم نہ توڑو۔ حضرت ایوب نبی اللہ علٰی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے جو اپنی زوجہ مقدسہ کی نسبت قسم کھائی تھی کہ سو لکڑیاں ماریں گے یہ اللہ عزوجل نے اُس قسم سے عہدہ برآ ہونے کا طریقہ تعلیم فرمادیا (کہ قسم بھی پوری ہو جائے اور ایذا بھی نہ پہنچے) اور مشایخ کرام فرماتے ہیں کہ اس آیت کا حکم منسوخ نہیں اور یہی صحیح مذہب حنفی ہے۔

قولہ اگر یہ شبہہ ہو کہ نوٹ ہرگاہ ثمن خلقی نہیں ہے پس حکم اس کا بعینہٖ کیونکر ہوسکتا ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ چونکہ عرفاً وہ عین ثمن خلقی سمجھا گیا اور تمام مقاصد ثمن خلقی کے اس کے ساتھ متعلق ہوئے لاجرم باب تفاضل میں اسی کا اعتبار ہوگا لا سیما دیانۃ فانہا متعلقۃ بالمقاصد وان کانت خفیۃ[3] (خصوصاً دیانت کے اعتبار سے کیونکہ یہ مقاصد سے تعلق رکھتی ہے اگرچہ وہ (مقاصد) پوشیدہ ہوں۔ت)

اقول اولاً یہ ہرگاہ اور چونکہ سرگاہ میں گزر چکیں اگر پہلا بیان صحیح تھا تو یہ شبہہ وہیں دفع

---

[1] مجموعہ فتاوٰی کتاب البیوع مطبع یوسفی لکھنؤ ۱/۳۹۸
[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الحیل الفصل الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۳۹۰
[3] مجموعہ فتاوٰی کتاب البیوع مطبع یوسفی لکھنؤ ۱/۳۹۸

Marfat.com

ہو چکا، پھر " اگر یہ شبہہ ہو" کا محل کیا اور غلط تھا تو اب تو وہی جواب دیا ہے اب کیوں صحیح ہو گیا بات وہی ہے کہ لے دے کر ایک یہی شبہہ آپ کے ہاتھ میں ہے بار بار بتکرار اُس کا اعادہ فرماتے ہیں کہ معنی نہ سہی عبارت تو وزنی ہو جائے، ہاں یہاں تمام مقاصد کا لفظ زائد فرمایا ہے جس کا صاف ابطال اوپر گزرا اور کشف شبہہ بھی بروجہ اتم کر دیا گیا اور یہ بھی سمجھا دیا گیا کہ بہت اچھا باب تفاضل میں اسی کا اعتبار کیجئے تو تفاضل فی القدر حرام مانئے اور خود اپنی ذات گرامی کو سُود حلال کرنے والی جانئے مگر جناب تو اپنی ایک دھن میں کسی کی سُنتے ہی نہیں۔

ثانیاً ہاں ایک لاسیما یہاں اور بڑھائی ہے یعنی جب نوٹ سے تمام مقاصد ثمن متعلق ہیں اور دیانت میں نظر مقاصد ہی پر ہے اگرچہ خفی ہوں نہ صورت پر تو کاغذ اور چاندی کا فرق صورت نہ دیکھا جائیگا مقاصد میں دونوں ثمن خلقی ہیں اس پر نظر ہو گی اور حرمت لازم۔

اقول بجا ہے پھر ایک اشرفی کو ایک روپیہ کیسے حلال ہو گیا وُہ تو نہ صرف مقاصد بلکہ اصل حقیقت میں ثمن خلقی ہیں اور مقاصد میں بھی پندرہ روپے اور ایک پونڈ میں کچھ فرق نہیں سمجھا جاتا۔

ثالثاً حل کروں آپ مقاصد شرعیہ و اغراض انسانیہ میں فرق نہ سمجھے، مقاصد شرع وُہ ہیں جن پر صحت و فساد و حلت و حرمت کا مدار ہے اور اغراض انسانیہ وہ نتائج کہ اُن کے نزدیک انھیں حاصل ہوں مقاصد باختلاف عقود مختلف ہو جاتے ہیں اور نتائج بارہا عقود متباینہ میں متحد رہتے ہیں مثلاً زید اپنا نصف مکان قابل قسمت بلا تقسیم اپنے شریک مساوی کو ہبہ کرکے اپنا قبضہ اٹھائے کہ سارا مکان قبضہ و تصرف شریک میں رہے یا اس کے ہاتھ بیع کر کے ثمن اس کو معاف کر دے، دونوں صورتوں میں نتیجہ واحد ہے انسانی غرض اُن میں فرق نہیں کرتی مگر مقصد شرعی کا اختلاف شدید ہے کہ پہلی صورت فاسد و حرام اور دُوسری صحیح و حلال، یونہی اگر کوئی شخص دس کے پندرہ لینا چاہے اب دس روپوں کو خواہ پندرہ روپیوں کے عوض بیچے خواہ ایک ساورن کے بدلے، اس کی غرض دونوں طرح بلا تفاوت حاصل ہے مگر مقاصد شرعیہ اتنے مختلف ہیں کہ صورت اولٰی سود، ربا، گناہ کبیرہ، حرام قطعی، موجب دخول نار۔ اور دوسری شکل درست، صحیح، حلال، روا، بے اعتراض، بلا انکار۔ نوٹ سے اگر اغراض انسانیہ ثمن خلقی کی طرح بلا تفاوت متعلق ہوں تو اس سے احکام و مقاصد شرعیہ میں اتحاد سمجھ لینا کیسی سخت نادانی ہے، احسان تو نہ مانئے گا کہ کیسے کیسے جواہر زواہر میرا قلم جناب کے قلب پر القاء کرتا ہے، انصاف کیجئے تو ایک یہی نکتہ آپ کی ساری عرق ریزی کا علاج کافی و وافی ہے وللہ الحمد۔

Marfat.com

رابعاً ایک ذرا اور بھی انصاف کی سہی آپ تو کمال مقاصد شناس دیانت پرور ہیں ، اسی جلد دوم کے فتوی نمبری ۷، ۹ میں جو بایں خلاصہ تحریر ہے "خرید کرنا مال کفار سے بایں طور کہ نقد روپیہ ادا کرے تو پوری قیمت معینہ دے اور بعد ایک یا دو یا تین مہینے کے ادا کرے تو فی سیکڑا تین روپے فی ماہ زیادہ اُس قیمتِ معینہ سے دینا ہوگا۔ یہ فی الحقیقت بیان ہے نرخ مال کا یعنی نقد خریدے تو مثلاً سو روپے قیمت دے اور بعد ایک یا دو ماہ یا سہ ماہ کے ادا کرے تو قیمت ایک سو تین یا چھ سو نو دے پس یہ عقد حق خریدار میں جائز ہے اور زیادت ثمن کی فی سیکڑا تین روپے ہر ماہ میں اس میں بھی خریدار کو شرعاً کوئی قباحت نہیں اور درمیان میعاد مذکورہ کے قیمت ادا کرے تو بائع کو اختیار ہے چاہے لے چاہے علی المیعاد لے اس واسطے کہ رجوع اس کا جانب بائع سے طرف حط بعض قیمت کے اور جانب خریدار سے طرف حط اجل کے ہوگا اور ان دونوں میں شرعاً کوئی قباحت نہیں، صح الجواب واللہ اعلم، حررہ محمد عبدالحی عفی عنہ"، ذرا فرمائیے تو یہ تین روپے سیکڑا ہر مہینے پیچھے بڑھانے کا مقصد سوا سود کے کیا ہے خصوصاً وہ بھی کفار کی طرف سے جو بغیر سود کبھی ٹکڑا نہیں توڑتے اور سود کا لینا دینا دونوں قطعی حرام ہیں دونوں پر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے اور فرمایا وہ سب برابر ہیں اسے آپ نے کیا سمجھ کر حلال کردیا اور بلا دغدغہ صح الجواب جڑ دیا، پھر ائمہ کرام کی صاف تصریح ہے کہ اگرچہ قرضوں بیچنے میں نقد سے قیمت زائد لینا جائز ہے والاجل یقابلہ قسط من الثمن مگر ایک بات قطع ہونا لازم۔ اس طور پر بیع کہ بحال نقد اتنے پر بیچی اور بصورتِ فلاں میعاد اتنے پر، یہ حرام و فاسد ہے۔ فتح القدیر میں ہے :

لابدان یکون الاجل معلوما لان جہالتہ تفضی الی المنازعۃ فی التسلم والتسلیم وعلی کل ذٰلک انعقد الاجماع واما البطلان فیما اذا قال بعتکہ بالف حالا و بالفین الی سنۃ فلجہالۃ الثمن۔[2]

میعاد کا معلوم ہونا ضروری ہے کیونکہ اس کی جہالت لینے اور دینے میں جھگڑے کا سبب بنتی ہے اس تمام پر ائمہ کرام کا اجماع منعقد ہے، رہا اس صورت کا بطلان کہ کسی نے کہا میں یہ چیز تیرے ہاتھ نقد ایک ہزار کی اور ایک سال کے ادھار پر دو ہزار کی فروخت کی تو یہ جہالتِ ثمن کی وجہ سے (باطل) ہے۔ (ت)

---

[1] مجموعہ فتاوٰی | کتاب البیوع | مطبع یوسفی لکھنؤ | ۹۵/۱ - ۹۶

[2] فتح القدیر | " | مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر | ۴۶۸/۵ ، ۴۶۹

Marfat.com

پھر اس سے بھی قطع نظر ہو تو خود اجل میں تردید ہے یہ خود مفسد ہے اگرچہ نقد و اجل کی تردید نہ ہو اور صرف دو ہی شقیں مفسد ہیں یہاں تو تین ہیں کہ ایک مہینہ میں دے تو قیمت اور، دو میں یہ اور تین میں یہ۔ فتاوٰی خلاصہ و فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

رجل باع علی انہ بالنقد بکذا و بالنسیئۃ بکذا او الی شہر بکذا و الی شہرین بکذا لم یجز[1]

ایک شخص نے کوئی چیز یوں بیچی کہ نقد اتنے کی اور ادھار اتنے کی یا ایک ماہ کے ادھار پر اتنے کی اور دو ماہ کے ادھار پر اتنے کی، تو یہ بیع جائز نہ ہوئی۔ (ت)

عجب کہ آپ نے حرام در حرام طرح طرح حرام کو کیسے حلال کر دیا، پھر بین المیعاد ثمن قبول کر لینے کو بائع کی طرف سے بعض ثمن کا حط قرار دینا کس قدر عجیب ہے کم میعاد پر اتنا ہی ثمن ٹھہرا تھا اس نے کم کیا کیا، پھر اگر مشتری تین مہینے کے اندر روپیہ دے تو بائع کو اختیار دینا کہ قبول نہ کرے جب تک پوری میعاد گزر کر سود کا پیٹ پورا نہ بھر جائے سب سے عجیب تر ہے میعاد تو خالص حق مشتری ہے۔ کتب ائمہ میں تصریح ہے کہ مدیون میعاد سے پہلے دَین ادا کرے تو دائن کو جبراً قبول کرنا ہوگا۔ اشباہ میں ہے:

الدین المؤجل اذا قضاہ قبل حلول الاجل یجبر الطالب علی تسلیمہ لان الاجل حق المدیون فلہ ان یسقطہ ھکذا ذکرالزیلعی فی الکفالۃ وھی ایضا فی الخانیۃ والنہایۃ[2]

اگر مقروض میعادی قرض کو میعاد پوری ہونے سے قبل ادا کرے تو قرض دہندہ کو اس کے وصول کرنے پر مجبور کیا جائے گا کیونکہ میعاد تو مقروض کا حق ہے اور اس کو اختیار ہے کہ وہ اس کو ساقط کر دے۔ زیلعی نے باب الکفالہ میں یونہی ذکر کیا، اور یہ خانیہ اور نہایہ میں بھی ہے۔ (ت)

خیر یہ چار تو جملہ معترضہ تھے اب ذرا مقاصد شناسی کی خبریں کہئے، ایک مقلد عالم سے بھی ایسی لغزش ضرور تعجب خیز ہے مگر وہ گرانمایہ اجتہاد پایہ محقق کہ امام اعظم کے ارشادات پر کھنے کا ادعا رکھے اس سے ایک اپنے معاصر مقلد کی ایسی جامد تقلید کیسا سخت نمونہ قیامت ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت نہیں سوائے اللہ تعالٰی کی توفیق کے۔ ت) اس کی نظیر یہی ہو سکتی ہے کہ مولوی عالم علی صاحب مراد آبادی نے براہِ خطاء صریح دُودھ کے چچا کو

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب البیوع الباب العاشر نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۱۳۶

[2] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب المداینات ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۳۸

Marfat.com

بھتیجی حلال لکھ دی، خیر وہ تو لکھ گئے اب فتوٰی پہنچا دہلی، امام غیر مقلدان مولوی نذیر حسین صاحب نے بھی بے دھڑک الجواب صحیح لکھ کر اس پر مہر چھپا دی اور اپنے اہالی موالی سب کی لگوادیں، فتوٰی یہاں آیا فقیر نے تحریم کا حکم دیا اور بعض طلبہ نے مجتہد صاحب کی مزاج پرسی کی، اب غیر مقلدوں کے کل فی الکل کی آنکھیں کھلیں سونے سے جاگے، مجتہد جی کو بخاری و مسلم کی حدیثیں سجھائے سے موجھیں اور دوسرا فتوٰی حرمت پر لکھا اور پہلے فتوٰی کا یہ عذر بدتر از گناہ پیش کیا کہ:

قبل ازیں بر فتوائے مولوی عالم علی صاحب کہ در حلت آں نوشتہ بودند بر اعتماد ایشاں بنظر سرسری مہر من کردہ باشد[1]۔

قبل ازیں مولوی محمد عالم صاحب جنھوں نے حلت لکھ دی تھی ان پر اعتماد کرتے ہوئے سرسری نظر سے مہر لگادی گئی۔ (ت)

حلال وحرام خصوصًا معاملۂ فروج میں نظر سرسری کا عذر اپنی کیسی صریح بددیانتی اور آتشِ جہنم پر سخت جرأت و بیباکی کا کھلا اقرار ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اجرؤکم علی الفتیا اجرؤکم علی النار[2]

تم میں سے جو فتوٰی میں زیادہ بیباک ہیں وہ جہنم کی آگ پر زیادہ بیباک ہیں۔ (ت)

خیر یہ تو غیر مقلدی کے لئے لازم بین ہے مگر "براعتماد ایشاں" نے اُن کے اجتہاد کی پوری قیامت توڑ دی، اے سبحان اللہ! مجتہدی کا دعوٰی اور ایک ادنٰی سے ادنٰی مقلد پر حلال وحرام میں یہ تکیہ بھروسا، اور اس کردہ شد کے لطف کو تو دیکھئے کیا شرمایا ہوا صیغۂ مجہول ہے گویا انھوں نے خود اس پر مُہر نہ کی کوئی اور کرگیا، اللہ یوں اپنی نشانیاں دکھاتا اور ائمہ کے مقابلہ کا مزہ چکھاتا ہے نسأل اللہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت مانگتے ہیں۔ ت)

قولہ باقی رہا قول فتح القدیر کالو باع کاغذۃ بالف یجوز[3] انتھی (اگر کسی نے ایک کاغذ ہزار درہم پر بیچا تو جائز ہے انتہی۔ ت)

اقول انتہی نہیں اس کے بعد ولایکرہ[4] (اور مکروہ نہیں ہے۔ ت) بھی ہے اور خود میرا

---

[1] فتاوٰی نذیریہ

[2] سنن الدارمی باب الفتیا وما فیہ من الشدۃ نشر السنۃ ملتان ۱/۵۳

[3] مجموعہ فتاوٰی کتاب البیوع مطبع یوسفی لکھنؤ ۱/۳۹۸

[4] فتح القدیر کتاب الکفالہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/۳۲۴

Marfat.com

فتویٰ آپ کے پیش نظر ہے اُس میں بھی منقول یعنی کاغذ کا ایک پرچہ ہزار روپے کو بیچنا ایسا جائز ہے جس میں اصلاً کراہت بھی نہیں، اسے پردۂ انتھی میں نہ چھپایئے یہ بہت کام کی چیز ہے آپ کو یہ لا یکرہ مکروہ لگتا تھا تو محقق کی شان یہ تھی کہ اُسے نقل کر کے رد فرماتے، آخر امام ابن الہمام اور ان کے ساتھ کے علمائے کرام جنھوں نے اس لا یکرہ کی تصریح فرمائی امام الائمہ امام اعظم سے تو اعظم نہ تھے یہ نہ ہوسکا تھا اور اس کا نقل کرنا ناگوار تھا تو الیٰ آخرہ لکھ دیا ہوتا یہ بھی نہ سہی یجوز تک لکھ کے یونہی چھوڑ دیا ہوتا کہ اخفائے ظاہر کا الزام تو نہ آتا انتھی نے تو موضع تہمت میں غلط بیانی کی، یہ جناب کی شان سے بعید واقع ہوئی۔

قولہ پس مراد اس کی یہ کاغذ نہیں کہ عین ثمن خلقی سمجھا گیا کیونکہ اس کا وجود اُن زمانوں میں نہ تھا بلکہ سادہ کاغذ ہے[1]

اقول اولاً عینیت تو بارہا گھر تک پہنچا دی گئی اس کی آڑ تو چھوڑیئے اور اب فرمایئے کہ نوٹ اور اس پرچۂ کاغذ میں وجہ فرق کیا ہے سادہ پرچہ تو ہزار روپے کو بک سکے مگر جس پر پانچ روپے کا لفظ و ہندسہ لکھ دیا وہ پانچ سے زیادہ کو بیچنا حرام ہو جائے بڑی منحوس گھڑی سے چھاپا تھا کہ چھپتے ہی نوسو پچانوے اُڑ گئے۔

ثانیاً عینیت کے جو قاہر رد ہوئے انھیں جانے دیجئے تو آپ خود اپنے تنزل اخیر میں اُس سے یکسر گزر چکے ہیں مہربانی فرما کر اپنی اس اخیر تقدیر پر فرق کی تقریر سنا دیجئے، جی ہاں سادہ کاغذ ہزار کو بیچنا جائز بتایا ہے اور کیسا کاغذ ناجائز ہے ذرا بتایئے۔

ثالثاً صاف انصاف تو یہ ہے کہ علماء نے مطلق کاغذ فرمایا ہے جو سادہ اور لکھے قلمی اور چھپے نوٹ اور غیر نوٹ سب کو شامل ہے یہ سادگی تو آپ کی زیادت ہے اور مطلق کا کوئی مقید نیا پیدا ہو تو صرف اس بنا پر اُسے حکم مطلق سے اخراج سراسر خلاف فقاہت ہے، ہزارہا حوادث نئے پیدا ہوتے جاتے ہیں اور تا قیامت ہوتے رہیں گے، اُن کے احکام اطلاقات ائمہ کرام سے لئے جاتے ہیں، اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ چیزیں اُس زمانے میں کب تھیں لہذا یہ اُن کی مراد و زیر حکم نہیں۔

رابعاً سنئے تو جناب نے اس جرم پر کہ وہ کاغذ دو پیسہ کا بھی نہیں بیچارے نوٹ کو قصد بیع کے قابل نہ سمجھا بلکہ خود سو روپے بیچنا مقصود بتایا تھا، اب یہ سادہ پرچہ کہ دھیلے چھدام کا بھی نہیں یہ کیسے ہزار روپے کو بکنے لگا یہاں کون سے روپے لایئے گا جن کا بیچنا مقصود بنایئے گا، ایک محقق عالم

---

[1] مجموعہ فتاوی کتاب البیوع مطبع یوسفی لکھنؤ ۱/۳۹۸

Marfat.com

کو لکھتے وقت خود اپنے آگے پیچھے کا خیال تو رہے نہ یہ کہ ایک ہی صفحہ میں نسی ما قدمت یداہ (بھول گیا وہ جو اس کے ہاتھوں نے مقدم کیا۔ت)

خامساً جناب نے یہ بھی ملاحظہ کیا کہ امام ابن الہمام نے یہ یجوز ولایکرہ[1] بلاکراہت جائز ہے کس بحث میں فرمایا ہے، بیع عینہ کی بحث میں، اب وہ بیع عینہ کی ممانعت کدھر گئی یہ تو پانچ ہی سطر میں نسی ما قدمت یداہ ہوگیا، کیا اسی دن کے لئے جناب نے لایکرہ چھوڑ کر انتہی لکھ دی تھی اب تو کہہ دیجئے کہ سَو کا نوٹ دوسو کو بیچنا ایسا جائز ہے جس میں کراہت بھی نہیں، آپ کی اسی انتہی پر انتہا کروں کہ رَدّ و اعتراض کا عدد بفضلہٖ تعالٰے ایک سَو بیس[۱۲۰] تک تو پہنچ گیا وللہ الحمد۔

قولہ ھذا ما سنح لی[2] (یہ وہ ہے جو مجھ پر ظاہر ہوا۔ت)

اقول ای من دون دلیل و مالی لاخفی ولاجلی۔ میں کہتا ہوں بغیر دلیل خفی اور دلیل جلی ہے (ت)

قولہ واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب[3] (اللہ تعالٰے درست بات کو خوب جانتا ہے اور اس کے پاس اُم الکتاب ہے۔ت)

اقول ھو المصوب سے یہاں تک فتوٰی بھر میں ایک یہ جملہ حق و بجا ہے بیشک اللہ عزوجل اعلم بالصواب ہے اور اسی کے پاس ام الکتاب ہے اور اسی ام الکتاب میں یہ پاک خطاب ہے جس سے بیع مذکور برضائے عاقدین کا جواز بے حجاب ہے،

الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم[4]۔ مگر یہ کہ ہو وہ تجارت تمھاری باہمی رضامندی سے۔

اللھم ربنا ارض عنا بکرمك و منّك و رأفۃ حبیبك محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ووفقنا لتجارۃ لن تبور یا عزیز اے اللہ ہمارے پروردگار! اپنے فضل و احسان کے صدقے سے اور اپنے محبوب محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مہربانی کے طفیل ہم سے راضی ہوجا اور ہمیں ایسی تجارت کی توفیق عطا فرما جس

---

[1] فتح القدیر کتاب الکفالۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۳۲۴
[2] مجموعہ فتاوٰی کتاب البیوع مطبع یوسفی لکھنؤ ۱/ ۳۹۸
[3] " " " " " "
[4] القرآن الکریم ۴/ ۲۹

Marfat.com

یا غفور اٰمین والحمد للّٰہ رب العٰلمین وافضل الصلٰوۃ واکمل السلام علی سید المرسلین محمد و اٰلہ وصحبہ اجمعین اٰمین سبحٰنک اللّٰھم وبحمدک اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرک واتوب الیک سبحٰن ربک رب العزۃ عما یصفون و سلٰم علی المرسلین والحمد للّٰہ رب العٰلمین۔

میں خسارہ نہ ہو اے عزت والے اے بخشنے والے! ہماری دعا قبول فرما، تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، بہترین درود اور کامل ترین سلام ہو رسولوں کے سردار محمد مصطفٰے اور آپ کی تمام آل واصحاب پر، اے اللہ! ہماری دعا قبول فرما، تُو پاک ہے اور ہم تیری ہی تعریف کرتے ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہُوں، تیرا رب رب العزّت پاک ہے ان اوصاف سے جو وہ لوگ بیان کرتے ہیں اور سلام ہو رسولوں پر اور تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ت)

الحمدُ للّٰہ کلام اپنے منتہٰی کو پہنچا اور تحقیق مسئلہ ذروۂ اعلٰی کو، تیس سال ہوئے کہ اس کا سوال فقیر سے ہوا اور مسئلہ بالکل حادث تازہ اور اپنی بے بضاعتی کا خوف واندیشہ لہٰذا آغاز جواب ان لفظوں سے کیا، ظاہر ہے کہ نوٹ ایک ایسی حادث چیز ہے جسے پیدا ہوئے بہت قلیل زمانہ گزرا فقہائے مصنفین کے وقت میں اس کا وجود اصلاً نہ تھا کہ ان کے کلام میں اس کا جزئیہ بالتصریح پایا جائے مگر اس وقت جہاں تک خیال کیا جاتا ہے نظر فقہی میں صورت مسئولہ کا جواز ہی معلوم ہوتا ہے، اور عدمِ جواز کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی اور انتہا ان لفظوں پر کہ ھذا ما ظھر لی واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (یہ وُہ ہے جو میرے لئے ظاہر ہوا اور اللہ سبحانہ وتعالٰی بہتر جانتا ہے۔ ت) پھر بفضلِ ربِّ قدیر عزّ جلالہٗ برابر اس کے مؤیدات ظاہر ہوتے رہے:

مؤیدِ اوّل محرم ۱۳۲۴ھ میں مکہ معظمہ کے دو علمائے کرام مولانا عبداللہ احمد میرداد امام مسجد الحرام اور ان کے استاذ مولانا حامد احمد محمد جدّاوی دام بالاکرام نے نوٹ کے متعلق جملہ مسائل فقہیہ کا سوال اس فقیر سے کیا جس کے جواب میں بفضلِ وہاب عزّ جلالہٗ ڈیڑھ دن سے کم میں رسالہ کفل الفقیہ وہیں لکھ دیا، پہلا فتوٰی ایک خفیف ساعت کی نظر تھا یہ رسالہ بفضلہ تعالٰی پہروں کا خوضِ کامل، جہاں تک غور کیا وہی رنگ کھلتا گیا اور کوئی شک سدِّ راہ نہ ہوا، یہ نظرِ اوّلیں کا پہلا مؤید تھا۔

Marfat.com

مؤید دوم اس سے پہلے فتوائے مولوی لکھنوی صاحب چھپ کر زیرِ نظر آچکا تھا، رسالہ میں اس پر بھی خوضِ تام کیا اور نظرِ انصاف نے وہی حکم صاف دیا، یہ دوسرا مؤید اقوی ہُوا کہ ایک ذکی طباع عالم کی دلیل خلاف آگے رکھ کر تنقیح کامل کی اور اس کی بے اثری ظاہر ہوئی۔

مؤید سوم مکہ معظمہ کے اجلّہ علمائے کرام ومفتیانِ عظام نے کفل الفقیہ کو ملاحظہ فرمایا پڑھوا کر سُنا اس کی نقلیں لیں اور بحمد اللہ سب نے یک زبان مدحیں کیں جیسے حضرت شیخ الائمہ والخطباء کبیر العلماء حضرت مولانا احمد ابوالخیر میرداد حنفی حضرت عالم العلما مفتی سابق وقاضی حال علامہ مولانا شیخ صالح کمال حنفی، حضرت مولانا حافظ کتب الحرم فاضل سید اسمٰعیل خلیل حنفی، حضرت مولانا مفتی حنفیہ عبد اللہ صدیق حفظہم اللہ تعالٰی، ان فاضل جلیل نے کہ اس وقت یہی جانب سلطانی سے افتائے مذہب حنفی کے عہدۂ جلیلہ پر ممتاز تھے، کتب خانۂ حرم محترم میں کفل الفقیہ رکھا دیکھ کر بطورِ خود مطالعہ فرمانا شروع کیا فقیر بھی حاضر تھا، مگر اُن سے کوئی تعارف نہ تھا، نہ اس سے پہلے میں نے اُن کو نہ اُنھوں نے مجھ کو دیکھا، حضرت مولانا سید اسمٰعیل افندی اور ان کے بھائی سید مصطفٰی افندی وغیرہما بھی تشریف فرما تھے، حضرت مفتی حنفیہ نے رسالہ مطالعہ کرتے کرتے دفعۃً نہایت تعجب کے ساتھ اپنے زانو پر ہاتھ مارا اور فرمایا:

این کان الشیخ جمال بن عبداللہ بن عمر من ھذا البیان او لفظا ھذا معناہ۔	شیخ جمال بن عبداللہ بن عمر اس بیان تک کیوں نہ پہنچ سکے یا اس کے ہم معنی لفظ کہے (ت)

حضرت مفتی اعظم مکہ معظمہ مولانا جمال بن عبداللہ بن عمر حنفی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کہ سندِ حدیث وفقہ میں اس فقیر کے استاذ الاستاذ ہیں، اور اپنے زمانۂ مبارک میں وہی مفتی حنفیہ تھے اُس جناب رفیع سے نوٹ کے بارے میں استفتاء ہوا تھا حضرت ممدوح قدس سرہٗ نے علمائے ربانی کی جو شان ہے اُس کے مطابق صرف اتنا تحریر فرمایا کہ العلم امانۃ فی اعناق العلماء واللہ تعالٰی اعلم علم علماء کی گردنوں میں امانت ہے واللہ تعالٰی اعلم یعنی کچھ جواب عطا نہ فرمایا حنفیہ کے مفتی حال نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا کہ حضرت ممدوح قدس سرہٗ کا ذہن مبارک ان دلائل کو کیوں نہ پہنچا جو اس رسالہ کا مصنف لکھ رہا ہے، حضرت مولانا سید اسمٰعیل افندی نے تعریف فرمائی کہ مصنف رسالہ یہ موجود ہے حضرت مفتی حنفیہ نہایت کرم واکرام سے ملے اور بہت دیر تک بفضلہ تعالٰی علمی تذکروں کی مجلس گرم رہی۔ ان تمام حضرات علماء کے مدائح وقبول کیسے مؤید جلیل ہوئے، والحمد للہ رب العلمین۔

مؤید چہارم اب کہ کفل الفقیہ دوبارہ مع ترجمہ چھپا، مولوی گنگوہی صاحب کا فتوٰی نظر پڑا، اس کی طرف توجہ کی اور ساتھ ہی چاہا کہ فتوائے جناب مولوی لکھنوی صاحب پر بھی مستقل نظر ہوجائے، خیال تھا کہ مباحث

Marfat.com

تو رسالے ہی میں تمام ہو چکے ہیں غایت درجہ چھ ورق بس ہوں گے مگر فیضِ قدیر سے اضافۂ مضامین کی لگاتار بارش ہوئی اور قلم روکتے روکتے چھ ورق کی جگہ تین جزء کا رسالہ ہو گیا جس نے دونوں کلام مخالف میں کوئی فقرہ لگا نہ رکھا یہ بحمد اللہ تعالٰی اور بھی قوی تر موید عظیم ہوا، رائیں ملنے سے علم پختگی پاتے ہیں اور اس کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ ذی رائے حضرات موافقت فرمائیں۔ دوسری یہ کہ خلاف کرنے والوں کی انتہائی کوششیں سن لی جائیں اور باطل و بے اثر ثابت ہوں، یہ پہلی صورت سے بھی اقوی ہے کہ جب مخالفانہ کوششیں اثبات خلاف میں عرق ریزی کرکے ناکام رہیں، واضح ہو جاتا ہے کہ بحمد اللہ تعالٰی مسئلہ حق ہے اور خلاف کی طرف راہ مسدود، بفضلہ تعالٰی اس مسئلہ نے دونوں قسم سے حظ وافی پایا بالجملہ جہاں تک نظر کی جاتی ہے آسمانِ فیضِ مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متواتر تائیدوں کا نزول ظاہر ہے وللہ الحمد۔ بایں ہمہ حاشا فقیر مجتہد ہے نہ ائمہ مجتہدین کے ادنٰی غلاموں کا پاسنگ، ان کی خاکِ نعل کے برابر بھی منہ نہیں رکھتا، نہ معاذ اللہ شرع الٰہی میں اپنی عقل قاصر کے بھروسے پر کچھ بڑھا سکتا۔ اس فتوٰی اور ان دونوں رسالوں میں جو کچھ ہے جُہد المقل ہے یعنی ایک بینوا محتاج کی اپنی طاقت بھر کوشش۔ اگر حق ہے تو محض میرے مولا پھر اس کے حبیب اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا کرم ہے اور اسی کے وجہ کریم کے لئے حمد اور اس کے فضل سے امید ہے کہ ان شاء اللہ الکریم ضرور حق ہے اس کے گھر کی برکات دلکشا اس کے حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کرم جانفزا نے اپنے گدائے بیقدر پر یہ فیضان کئے ہیں ورنہ کہاں یہ عاجز اور کہاں ڈیڑھ دن سے کم میں یہ رسالہ تصنیف کر دینا، پھر اس کے شہر کریم کے اکابر علمائے کرام نے اس درجہ پسند فرمایا یہ بفضلہ عزوجل سب آثار قبول ہیں اور اگر شاید یہاں علم الٰہی میں کوئی دقیقہ ایسا ہے جس تک نہ میری نظر پہنچی نہ ان علمائے کرام بلد اللہ الحرام کی تو میں اپنے رب عزوجل کی طرف انابت کرتا اور ہر مسئلہ میں اس پر اعتقاد رکھتا ہوں جو اس کے نزدیک حق ہے اور وہ کہتا ہوں جو میرے امام اعظم حضور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا:

فان یك صوابا فمن اللہ تعالٰی وان یك خطأ فمنی ومن الشیطان واللہ ورسولہ بریئان[1]	اگر یہ درست ہے تو اللہ تعالٰی کی طرف سے اور اگر غلط ہے تو میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہے، اللہ تعالٰی اور اس کا رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس سے بری ہیں۔ (ت)
واقول کما قال ابونا اٰدم علی نبینا	اور میں کہتا ہوں جیسے ہمارے باپ آدم نے کہا

[1] سنن ابوداؤد کتاب النکاح باب فیمن تزوج آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۸۸

Marfat.com

الکریم وعلیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم اللھم انک تعلم سری وعلانیتی فاقبل معذرتی وتعلم حاجتی فاعطنی سؤلی وتعلم ما فی نفسی فاغفرلی ذنوبی وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا محمد واٰلہ وصحبہ وابنہ و حزبہ وبارك وسلم ابدا ابدا واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین سبحٰنك اللھم وبحمدك اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرك واتوب الیك قالہ الفقیر احمد رضا القادری البرکاتی البریلوی غفر اللہ تعالٰی لہ وحقق املہ واصلح عملہ والحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی مصطفاہ اٰخر کل کلام واولہ اٰمین۔

(اللہ تعالٰی ہمارے نبی کریم اور حضرت آدم پر بہترین درود وسلام نازل فرمائے) اے اللہ! تو میرے ظاہر و باطن کو جانتا ہے پس میری معذرت قبول فرما، اور تو میری حاجت کو جانتا ہے پس میری مراد مجھے عطا فرما، اور تو اس کو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے پس میرے گناہ معاف فرما۔ اور اللہ تعالٰی ہمارے سردار اور آقا محمد مصطفٰی، آپ کی آل، اصحاب، اولاد اور جماعت پر ہمیشہ ہمیشہ درود، برکت اور سلام نازل فرمائے۔ اور ہماری دُعا کا خاتمہ یہ ہے کہ تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے تُو پاک ہے اے اللہ! اور تیری حمد کے ساتھ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں، یہ بات فقیر احمد رضا قادری برکاتی بریلوی نے کہی، اللہ تعالٰی اس کی مغفرت فرمائے اور اس کی امید کو پورا فرمائے اور اس کے عمل کو درست رکھے، اور تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں اور درود و سلام ہو اس کے منتخب نبی (محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) پر ہر کلام کے اول و آخر میں۔ آمین۔ (ت)

Marfat.com

باب الاستحقاق

(استحقاق کا بیان)

مسئلہ ۲۲۰ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ غلام حسین نے زوجہ نیازن اور ہمشیرہ بنی وارث اپنے اور دو مکان ایک پختہ اور ایک خام جن کی قیمت بقدر چھ سو روپے کے ہے ترکہ چھوڑ کر انتقال کیا' نیاز بی بی کا ایک ہزار روپیہ مہر ذمہ غلام حسین واجب الادا تھا' نیاز بی بی نے بذریعہ مہر دونوں مکانوں پر قبضہ کیا اور مکان پختہ بعوض ساڑھے چار سو روپیہ کے شیخ محمد وزیر کے ہاتھ بیع کیا اور بیعنامہ میں حسبِ معمول صرف اپنا مالک و قابض و متصرف ہونا لکھا اور مشتری کو قبضہ دلا دیا بعدہٗ بائعہ حج کو گئی اس کے پیچھے بنی نے بذریعہ وراثت تین ربع کا مکان پر دعوٰی کیا اور کچہری سے ڈگری پائی ایک ربع مشتری کے پاس رہا، نیاز بی بی حج سے واپس آکر انتقال کر گئی وارثانِ نیاز بی بی نے دعوئ مہر کیا مہر ثابت ہوا بنی پر ڈگری ہوئی تین ربع مکان پختہ اور کل مکان خام مہر میں نیلام ہو گئے اب وارثانِ نیاز بی بی ایک ربع باقی ماندہ کو بھی مہر میں نیلام کر لینا چاہتے ہیں' اس صورت میں شرعًا کیا حکم ہے، آیا وہ بیع کہ نیاز بی بی نے کی تھی جائز ہے یا نہیں اور دعوئ وارثان صحیح ہے یا باطل؛ اور تین ربع کہ مشتری سے نکل گئے اور یہ ربع باقی ماندہ بھی اگر بحکمِ شرع نکل جائے تو آیا وہ ثمن کہ مشتری نے نیاز بی بی کو دیا قابلِ واپسی ہے یا نہیں؛ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں نیاز بی بی نے جس کا مہر مالِ غلام حسین سے زائد تھا کل متروکہ پر جو بذریعہ مہر

Marfat.com

قبضہ کیا صحیح تھا اور اس مذہب پر جس پر اب علماء کا فتوٰی ہے نیاز بی بی ان مکانوں کی مالک مستقل ہو چکی اور وہ بیع کہ اس نے بدست محمد وزیر کی صحیح ونافذ تھی نہ بتی کو اپنا دعوٰی وراثت پہنچتا تھا کہ ادائے مہر تقسیم ترکہ پر مقدم ہے نہ وارثان نیاز بی بی دعوٰی مہر کرسکتے تھے کہ نیاز بی بی اپنی حیات میں اپنا مہر پا چکی آخر کل متروکہ پر اس کا قبضہ کرلینا بذریعہ مہر ہی تھا تو اب دین اداشدہ کا دعوٰی کیا یعنی نہ اس جائداد کا مہر میں نیلام ہونا چاہیے تھا بلکہ حکم یہ تھا کہ نیاز بی بی اپنا مہر پا چکی اور دونوں مکانوں کی وہی مالک ٹھہری ایک مکان وہ اپنی حیات میں بیع کرچکی وہ تمام ملک مشتری ہے دوسرا مکان خام کہ باقی رہا متروکہ نیاز بی بی ٹھہر کر وارثان نیاز بی بی پر تقسیم ہو جائے،

فی الشامی والطحطاوی عن شرح الکنز للعلامۃ الحموی عن الامام العلامۃ علی المقدسی عن جدہ الاشقر عن شرح القدوری للامام الاخصب ان عدم جواز الاخذ من خلاف الجنس کان فی زمانھم لمطاوعتھم فی الحقوق والفتوی الیوم علی جواز الاخذ عند القدرۃ من ای مال کان[1]

شامی اور طحطاوی میں علامہ حموی کی شرح کنز سے بحوالہ امام علامہ علی مقدسی منقول ہے، انھوں نے اپنے دادا اشقر سے بحوالہ شرح قدوری از امام اخصب ذکر کیا کہ خلاف جنس سے وصول کرنے کا عدم جواز مشائخ کے زمانے میں تھا کیونکہ وہ لوگ حقوق میں باہم متفق تھے، آج کل فتوٰی اس پر ہے کہ جب اپنے حق کی وصولی پر قادر ہو چاہے کسی بھی مال سے ہو تو وصول کرلینا جائز ہے۔ (ت)

اور بالفرض اگر اس فتوٰی کو ماخوذ نہ رکھیں تو متروکہ غلام حسین کسی وارث کی ملک نہ تھا نہ نیاز بی بی کی نہ بتی کی،

فان الدین المحیط یمنع ملک الوارث[2]، کما فی الاشباہ وغیرھا۔

کیونکہ تمام مال کا احاطہ کرنے والا قرض وارث کی ملکیت سے مانع ہے، جیسا کہ اشباہ وغیرہ میں ہے۔ (ت)

تو بیع کہ نیاز بی بی نے کی اس شے کی بیع تھی جس کی وہ مالک نہ تھی اور ثمن مشتری سے لے کر اپنے تصرف میں لائی اس صورت میں جبکہ ادائے مہر کے لئے بیع کو ناجائز ٹھہرا کر جائداد مشتری سے نکال لی جائے

---

[1] ردالمحتار کتاب الحجر دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۹۵

[2] الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی الملک ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۲۰۴

Marfat.com

قطعاً مشتری زرِ ثمن کی واپسی کا استحقاق رکھتا ہے وجہ کیا ہے کہ مبیع بھی اس سے لے لیں اور ثمن ادا کردہ بھی واپس نہ دیں پس جو کچھ روپیہ مہر نیاز بی بی سے حاصل ہوا یا اب ہو اس میں سے اول ساڑھے چار سو مشتری کو دیے جائیں جو بچے وارثانِ نیاز بی بی تقسیم کرلیں،

فی الخانیۃ وغیرھا اشتری شیئا فاستحق من یدہ رجع المشتری علی البائع بالثمن[1] اھ ملتقط۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

خانیہ میں ہے کہ کسی نے کوئی شے خریدی پھر اس کے قبضہ میں اس شئی میں استحقاق ثابت ہوگیا (تو وہ اس کے قبضہ سے نکل گئی) تو مشتری بائع سے ثمن واپس لے گا اھ التقاط۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۱ از شہر کہنہ مرسلہ سید فرحت علی صاحب ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص فوت ہوا اس نے ایک زوجہ اور تین پسر نابالغ اور ایک دختر نابالغہ چھوڑی تھی منجملہ ان ورثاء کے زوجہ اور دختر نے کل مکان متوفی اپنا قائم کرکے فروخت کردیا، اب پسران اپنے حصہ شرعی کے واپسی کے خواستگار ہیں، اس اثناء میں مشتری نے کچھ مکان میں جدید تعمیر کیا، اگر حصص پسران عدالت سے قابلِ واپسی قرار پائیں تو صرفہ تعمیر و مرمت جدید ہ از روئے شرع ادا کرنے کے سزاوار ہیں جبکہ پسران استطاعت ادائے صرفہ نہیں رکھتے ہیں یا مشتری مستوجب اس امر کا ہے کہ وہ اپنی عمارت جدید توڑ لے جائے۔

الجواب

اگر ثابت ہو کہ شرعاً مدعیوں کا بھی بیع میں حصہ ہے تو بعد ثبوت حکم تقسیم کردینگے اگر وہ جدید تعمیر جو مشتری نے کی خود مشتری کے حصہ میں پڑے فبہا ورنہ مدعیوں کو جائز ہوگا کہ مشتری سے کہیں اپنی تعمیر جدید ہماری زمین سے توڑ کر لے جا اور وہ کوئی خرچ عمارت و مرمت ان مدعیوں سے لینے کا مستحق نہ ہوگا اور رضامندی باہمی سے یہ بھی جائز ہوگا کہ مشتری مدعیوں سے عمارت جدید کے دام لے کر عمارت انھیں چھوڑ دے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۲ مرسلہ شاہزادہ میاں از ریاست رامپور مسئولہ علی بہادر خاں صاحب ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بکر نے زید کے ہاتھ ایک زمین معافی کی دو نمبروں پر مشتمل بایں الفاظ بیع کی کہ "موازی للعہ پختہ اراضی نمبری ۲۴/۵ ، ۲۳۵/۱۲ بعوض چار سو روپے بدست زید

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب البیع فصل فی الاستحقاق مطبع نولکشور لکھنؤ ۲/ ۴۰۸

Marfat.com

بیع شرعی کیا اگر کوئی سہیم و شریک پیدا ہو ضمان ذمۂ بائع ہے مشتری سے تعلق نہیں فقط۔ بکر نے زرِ ثمن تمام و کمال وصول کرلیا مبیعہ پر مشتری کو قبضہ کرا دیا جب زید نے داخل خارج چاہا حاکم ریاست کو معلوم ہوا کہ بائع کی ملک واقع میں صرف ۱۲ بیگھہ تھی ۱۴ بسوہ زائد پر اس نے دخل کرلیا ہے اور کاغذات تحصیل میں بھی اس کا اندراج بنام بکر ہوگیا ہے اور اس نے وہ مجموعہ ۱۲ بیگھہ بیچ ڈالی جس میں ۱۴ بسوہ زمین سرکاری ہے لہذا حکم صادر ہوا کہ جتنا قطعۂ زمین اس نے بڑھالیا ہے اس کے نام سے خارج کرکے ضبط سرکار ہو باقی ۱۲ بیگھہ کا داخل خارج بنام مشتری ہو چنانچہ حکم کا عملدرآمد ہُوا اور اتنا ٹکڑا قبضہ مشتری سے نکال کر باقی کا داخل خارج اس کے نام ہوگیا اب مشتری اس چودہ بسوہ خارج شدہ کی رسدی قیمت بائع سے واپس لینا چاہتا ہے شرعًا اسے اس کا حق ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر بکر ایک زمین ۱۲ بیگھہ بتا کر زید کے ہاتھ بیچتا اور وہ زمین جتنی بیچی تھی زید کو تمام و کمال ملتی مگر پیمائش میں ۱۴ بسوہ خواہ بیگھوں کم آتی تو زید کو بکر سے ایک پائی واپس لینے کا اختیار نہ ہوتا

لان المساحة وصف فی الممسوح ولم تصر مقصودہ کان یقول کل ذراع بکذا فلم یقابلها الثمن۔

کیونکہ پیمائش وصف ہے اس چیز میں جس کی پیمائش کی جاتی ہے اور وہ (مساحت) مقصود نہیں ہوتی جیسے یوں کہے کہ ہر گز اتنے کا ہے تو اس کے مقابل ثمن نہیں ہوتے۔ (ت)

بلکہ اس کم پر مشتری کی رضا نہ ظاہر ہوتی تو اسے یہ اختیار دیا جاتا کہ یا تو اسی کو پوری قیمت پر قبول کرے یا مبیع پھیر کر ثمن واپس لے لانه فات علیه وصف مرغوب فیه فیتخیر (کیونکہ اس پر پسندیدہ وصف فوت ہوگیا ہے لہذا اس کو اختیار ملے گا۔ ت) درمختار میں ہے:

ان باع صبرة علی انها مائة قفیز بمائة درهم وهی اقل او اکثر اخذ المشتری الاقل بحصته ان شاء او فسخ، وما زاد للبائع، وان باع المذروع علی انه مائة ذراع مثلا اخذ المشتری الاقل بکل

اگر ڈھیر بیچا اس شرط پر کہ یہ سَو بوری ہے سو درہم کے بدلے میں، حالانکہ وہ ڈھیر سَو بوری سے کم یا زیادہ ہے، تو مشتری کو اختیار ہے کہ کمتر کو اس کے حصے کی قیمت کے بدلے میں لے لے یا بیع کو فسخ کردے، اور جو سَو بوری سے زائد ہے وُہ بائع کا ہے، اور اگر مذروع کو مثلِ سابق بیچا کہ یہ مثال کے طور پر سَو گز ہے سو درہم کے بدلے میں تو مشتری کو اختیار ہوگا

Marfat.com

الثمن او ترك واخذ الاکثر بلاخیار للبائع[1]

کہ وہ کمتر کو پورے ثمن کے عوض لے لے یا چھوڑ دے اور اکثر کو مشتری لے لے گا، بائع کو اس میں اختیار حاصل نہ ہوگا۔ (ت)

مگر یہاں یہ صورت نہیں مبیع بتمامہ قبضہ میں رہ کر پیمائش میں کم نہ آئی بلکہ مبیع سے ایک قطعہ ملک ریاست قرار پاکر قبضہ سے نکل گیا، یہ صورت استحقاق کی ہے اور استحقاق میں ضرور مشتری کو اتنے کی قیمت بائع سے واپس لینے کا اختیار ہوتا ہے جتنا مستحق کے دعوے پر اس کے قبضہ سے نکل گیا اور اس میں مثلی وقیمی، مذروع ومعدود وغیرہا سب برابر ہیں، عالمگیری میں ہے:

اذا کان المشتری شیئا واحدا کالثوب الواحد والعبد فاستحق بعضه قبل القبض او بعده فللمشتری الخیار فی الباقی ان شاء اخذه بالحصة وان شاء ترك[2] الخ وعزاه للمحیط وظاهر ان الثوب قیمی مذروع قال فی رد المحتار وان باع المذروع کثوب وارض درمنتقی[3] اھ وقد حکم فی استحقاق بعضه باخذ الباقی بالحصة۔

جب خریدی ہوئی چیز ایک ہو جیسے ایک کپڑا یا غلام، پھر قبضہ سے پہلے یا بعد اس کے بعض میں استحقاق ثابت ہوگیا تو مشتری کو اختیار ہے چاہے تو باقی کو اس کے حصے کی قیمت کے بدلے میں لے لے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے الخ اور اس کو محیط کی طرف منسوب کیا ہے، اور ظاہر ہے کہ کپڑا قیمتی مذروع ہے، ردالمحتار میں کہا کہ اگر مذروع کو بیچا جیسے کپڑا اور زمین، درمنتقی اھ، بے شک اس کے بعض میں استحقاق ثابت ہونے کی صورت میں باقی کو اس کے حصے کی قیمت کے بدلے میں لینے کا حکم کیا گیا ہے (ت)

جامع الفصولین میں ہے:

استحق بعض المبیع فلو لم یمیز الا بضرر کدار وکرم وارض وزوج خف ومصراعی باب

بعض مبیع میں استحقاق ثابت ہوگیا تو (دیکھیں گے کہ) اگر وہ بلانقصان جدا نہیں ہوسکتا جیسے مکان، انگور کی بیل، زمین، موزوں کا جوڑا اور ایک

---

[1] درمختار | کتاب البیوع | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/۷
[2] فتاوٰی ہندیہ | کتاب البیوع | الباب الخامس عشر | نورانی کتب خانہ پشاور | ۳/۱۶۶
[3] ردالمحتار | کتاب البیوع | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۴/۳۱

Marfat.com

وفق یتخیر المشتری والا فلا، ثم لو اورث الاستحقاق عیبا فیما بقی یخیر المشتری کما مر ولو لم یورث عیبا کثوبین استحق احدھما فالمشتری یاخذ الباقی بحصتہ بلاخیار[1]، ملتقطا۔

دروازے کے دوپٹ تو اس صورت میں مشتری کو اختیار ملے گا ورنہ نہیں، پھر اگر استحقاق باقی مبیع میں عیب پیدا کردے تو مشتری کو اختیار ملے گا جیسا کہ گزرچکا ہے اور اگر وہ عیب پیدا نہ کرے جیسے دوکپڑوں میں سے ایک میں استحقاق ثابت ہوجائے تو مشتری باقی کو اس کے حصے کی قیمت کے بدلے میں لے گا اس صورت میں اس کو اختیار نہیں ملے گا، ملتقطاً (ت)

پس صورت مستفسرہ میں زید بکر سے ثمن کے $\frac{14}{9}$ یعنی ستاون روپے پونے بارہ آنے واپس لے سکتا ہے ایک خفیف مقدار کم جس کی مقدار نصف پائی تک بھی نہیں یعنی $\frac{45}{57}$ پائی۔ یہ سوال کا جواب تھا مگر ملاحظہ بیعنامہ سے واضح ہوا کہ یہ بیع فاسد واقع ہوئی کہ اس کے آخر میں شرائط فاسد مذکور ہیں مثلاً یہ کہ اگر جز کل اراضی قبضہ مشتریان سے نکل جائے تو اس کا بار ہرجہ وخرچہ ذمہ بایعان ہے اور جو درخت اراضی میں کھڑے ہیں ان کو آخر سال ۱۳۱۸ف تک قطع کرکے اراضی مکشوف کردیں گے ورنہ درخت بھی قیمت مذکورہ بالا میں بیع متصور ہوں گے اس کو دعوی چوب درختاں نہ رہے گا بیعنامہ میں شرط فاسد کے ذکر سے بیع پر حکم فساد ہوگا۔ درمختار میں ہے:

لوکتب فی الصك فما اتفق المشتری فیھا من نفقۃ اورم فیھا من مرمۃ فعلی البائع یفسد البیع[2]۔

اگر بیعنامہ میں لکھا گیا کہ جو کچھ مشتری مبیع پر خرچ کرے گا یا اس میں مرمت کرے گا وہ بائع کے ذمے ہوگا تو بیع فاسد ہوجائیگی۔ (ت)

تو بائع ومشتری دونوں پر واجب ہے کہ توبہ کریں اور اگر موانع فسخ سے کوئی مانع نہ پایا گیا ہو تو واجب ہے کہ بیع فسخ کردیں، زید زمین واپس دے اور بکر پوری قیمت پھیردے، اگر وہ دونوں نہ مانیں حاکم جبراً فسخ کردے۔

درمختار میں ہے:

یجب علی کل واحد منھما فسخہ

فساد کو ختم کرنے کے لئے قبضہ سے پہلے یا قبضہ

---

[1] جامع الفصولین الفصل السادس عشر اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۲۱۹-۲۲۰
[2] درمختار " " " مطبع مجتبائی دہلی ۲/۴۶

Marfat.com

قبل القبض او بعدہ مادام المبیع بحالہ فی ید المشتری اعداما للفساد لانہ معصیۃ فیجب رفعہا بحر، واذا اصراحدہما علی امساکہ وعلم بہ القاضی فلہ فسخہ جبرا علیہما حقا للشرع، بزازیۃ۔[1]

کے بعد جب تک مبیع مشتری کے پاس اپنے حال میں موجود ہے بیع فاسد کو فسخ کرنا بائع اور مشتری میں سے ہر ایک پر واجب ہے کیونکہ یہ معصیت ہے، اس لئے اس کو دُور کرنا واجب ہے، بحر۔ اور اگر ان میں سے کوئی ایک اس کو برقرار رکھنے پر اصرار کرے اور قاضی کو اس کا علم ہو تو وہ حق شرع کے لئے ان دونوں پر جبر کرتے ہُوئے فسخ کرسکتا ہے، بزازیہ۔ (ت)

اس کے بعد پھر چاہیں تو آپس میں بیع صحیح کرلیں جتنے ثمن پر تراضی ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] درمختار کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۸

Marfat.com

باب البیع السّلم

(بیع سلم کا بیان)

مسئلہ ۲۲۳ از فیروز پور ۲۹ رجمادی الاخرہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کٹوتی کا روپیہ پیشگی دے دیا اور ناج فصل پر لینا ٹھہرا کن کن شرطوں سے جائز ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اسے بیع سلم کہتے ہیں، یہ بارہ ۱۲ شرطوں سے جائز ہوتی ہے اگر ان میں سے ایک بھی کم ہوگی تو بالکل ناجائز اور سُود ہوجائے گی:

(۱) اس شئ کی جنس بیان کردی جائے مثلاً گیہوں یا چاول یا گھی یا تیل، اگر ایک عام بات کہی مثلاً غلّہ لیں گے تو ناجائز ہے۔

(۲) وہ جنس اگر کئی قسم کی ہوتی ہے تو اس کی قسم معین کردی جائے جیسے چاول میں باسمتی ہنس راج، اگر نرے چاول کہے بیع صحیح نہ ہوگی۔

(۳) اس کی صفت بیان کردی جائے مثلاً عمدہ یا ناقص جیسے چنوں میں فرد یا کسیلے۔

(۴) اس کی مقدار معین کردی جائے مثلاً اتنے من، اور یہ بات بھاؤ کاٹ دینے سے بھی حاصل ہوجاتی ہے یعنی فی روپیہ اتنے سیر کہ روپوں کی گنتی معلوم ہونے سے کل کی مقدار خود معلوم ہوجائیگی

Marfat.com

اور جہاں مختلف پسیروں کا رواج ہو وہاں پسیری کی تعیین بھی ضروری ہے کہ فلاں پسیری سے اتنے من اور جہاں کچا پکا دونوں من بولا جائے وہاں اس کی تعیین بھی لازم ہے غرض کوئی بات وہ نہ رہے جس میں آئندہ جھگڑا اٹھنے کی صورت ہو۔

(۵) میعاد معین کر دی جائے جو ایک مہینہ سے کم نہ ہو اگر تعیین نہ کی مثلاً جب چاہیں گے لے لیں گے یا سفر کو جاتا ہوں جب پلٹ کر آؤں گا لے لوں گا تو ناجائز ہوگا۔

(۶) اگر وہ چیز باربرداری کی ہے جس کے یہاں سے وہاں لے جانے میں خرچ ہوگا تو وہ جگہ بھی معین کی جائے جہاں پہنچانا منظور ہے مثلاً فلاں شہر یا فلاں گاؤں میں پہنچتے ہوئے، اس میں بیچنے والے کو اختیار رہے گا کہ اس گاؤں یا شہر کے جس مقام و محلہ میں چاہے پہنچا دے اور جو مکان بھی خاص کر دیا تو وہیں پہنچانا پڑے گا۔

(۷) ثمن کی بھی تعیین ہو جائے مثلاً روپے یا اشرفی۔

(۸) اگر وہ ثمن چند قسم کا ہوتا ہے تو قسم بھی معین کر دے مثلاً اشرفی محمد شاہی یا انگریزی۔

(۹) کھرے کھوٹے کا بیان بھی ہو جیسے لکھنؤ کا روپیہ یا انگریزی چہرہ دار یا جے پور کی چاندی یا اینٹ کا سونا۔

(۱۰) اگر ثمن اس قسم کا ہے کہ اس کے ہر ٹکڑے کے مقابل شے مبیع کا ٹکڑا ہوتا ہے جیسے سونا، چاندی، روپیہ، اشرفی کہ گیہوں روپیہ کے من بھر ہوئے تو اٹھنی کے بیس سیر، چونی کے دس سیر ہوں گے تو ایسی ثمن کی تعیین مقدار بھی ضرور ہے مثلاً اتنے تولہ چاندی یا اس قدر روپے، اور اگر وہاں مختلف وزن کے سکے چلتے ہوں جیسے حیدر آباد میں نوابی و انگریزی روپیہ وہاں سکہ کی تعیین بھی چاہیے۔

یہ دسوں باتیں خاص عقد ایجاب و قبول میں بیان کرنی ضرور ہیں، مثال اس کی یہ ہے کہ زید عمرو سے کہے میں نے تجھ سے بریلی کی تول سے دس من پختہ چاول ہنسراج کھرے بالعوض سو روپے انگریزی چہرہ دار کے آج سے چار مہینے کے وعدہ پر بریلی پہنچتے ہوئے خریدے، وہ کہے میں نے بیچے یا میں نے تجھ سے بدایوں کے وزن سے چار من پکا گھی بھینس کا خالص آج سے دو مہینے کے وعدہ پر مراد آباد پہنچتا ہوا بالعوض چھ اشرفی محمد شاہی بیس بیس روپے والی کے خریدا، وہ کہے میں نے بیچا، یہ سب باتیں خوب خیال کر لی جائیں کہ لوگوں میں آج کل بیع سلم کا بہت رواج ہے۔ ان زبانی شرطوں کے ترک سے حلال کو ناحق اپنے لئے حرام کر لیتے اور خدا کے گناہ میں گرفتار ہوتے ہیں۔

(۱۱) شرط یہ کہ اسی جلسہ میں ثمن ادا کر دیا جائے ورنہ اگر یہ ساری گفتگو کر کے ثمن دیئے بغیر متفرق ہو گئے تو بنا بنایا عقد فاسد و ناجائز ہو جائے گا یہاں تک کہ اگر وہاں سے اٹھ کر گھر میں روپے لینے گیا اور

Marfat.com

بیچنے والے کی نگاہ سے آڑ ہو گئی عقد فاسد ہو گیا۔

(۱۲) وہ چیز اس قسم کی ہو کہ روز عقد سے ختم میعاد تک ہر وقت بازار میں مل سکے ورنہ عقد ناجائز ہوگا اسی لئے اگر گیہوں کی کٹوتی میں یہ لفظ کہہ دئے کہ نئے گیہوں لیں گے اور اس وقت نیا گیہوں بازار میں نہیں تو عقد ناجائز وگناہ ہے اور اسی سبب سے رس کی کٹوتی جو ایکھوں کے وقت کرتے ہیں حرام ہوئی کہ رس اس وقت بازار میں نہیں ہوتا۔

فی تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار بالتلفیق والاختصار، شرطه ای شروط صحته التی تذکر فی العقد سبعة (اجمالا والا فالاربعة الاول منها تشترط فی کل من راس المال والمسلم فیه ثمانیة بالتفصیل، بحر) بیان جنس کبر او تمر، وبیان نوع کمسقی (ما یسقی بالماء الجاری) او بعلی (ما سقته السماء، وفیه عن الخلاصة لایشترط بیان النوع فیما لا نوع له وفیه عن المعراج انما یشترط بیان النوع فی راس المال اذا کان فی البلد نقود مختلفة والا فلا) وصفة کجید اوردئ، وقدر ککذا کیلا، واجل واقله شهر به یفتی، وقدر راس المال ان تعلق العقد بمقداره ربات تنقسم اجزاء السلم فیه علی اجزائه فتح ای بان یقابل النصف

تنویر الابصار، درمختار اور ردالمحتار میں مخلوط عبارات بطور اختصار یوں ہیں کہ بیع سلم کے صحیح ہونے کی وہ شرطیں سات ہیں جن کا عقد میں ذکر کیا جانا (یہ تعداد اجمالی ہے ورنہ پہلی چار شرطیں راس المال (ثمن) اور مسلم فیہ (مبیع) دونوں میں پائی جاتی ہیں تو اس طرح تفصیلاً یہ چار کے بجائے آٹھ ہوئیں، بحر)
(۱) مسلم فیہ کی جنس کا بیان جیسے گندم یا کھجور (۲) نوع کا بیان جیسے نہری پانی سے اس کو سیراب کیا گیا ہے یا بارش کے پانی سے سیراب ہوئی ہے اور اس میں خلاصہ سے منقول ہے کہ جس میں کوئی نوع نہ ہو اس میں نوع کا بیان شرط نہیں اور اس میں معراج سے منقول ہے کہ راس المال میں نوع کا بیان کرنا شرط ہے جبکہ شہر میں مختلف نقود رائج ہوں ورنہ نہیں۔
(۳) مسلم فیہ کی صفت کا بیان جیسے عمدہ یا ناقص۔
(۴) مسلم فیہ کی مقدار کا بیان جیسے کیل کے اعتبار سے اتنی۔ (۵) مدت کا بیان اور سلم میں کم از کم مدت ایک ماہ ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ (۶) راس المال کی مقدار کا بیان اگر عقد کا تعلق راس المال کی مقدار سے ہو بایں طور کہ مسلم فیہ کے اجزاء راس المال کے اجزاء پر منقسم ہوتے ہوں (فتح) اس تقسیم کی صورت یہ ہے

Marfat.com

بالنصف والربع بالربع وھکذا وذٰلك انما یکون فی المثلی)، والسابع بیان مکان الایفاء للمسلم فیہ فیما لہ حمل و مؤنۃ شرط الایفاء فی مدینۃ فکل محلاتھا سواء فیہ حتی لواوفاہ فی محلۃ منھا بری ولیس لہ ان یطالبہ فی محلۃ اخری بزازیۃ ولو عین مکانا تعین فی الاصح فتح وبقی من الشروط قبض راس المال ولو عینا قبل الافتراق بابدانھما وان ناما او سارا فرسخا او اکثر ولو دخل لیخرج الدراھم ان تواری عن المسلم الیہ بطل وان بحیث یراہ لا وھو شرط بقائہ علی الصحۃ لاشرط انعقادہ بوصفھا فینعقد صحیحا ثم یبطل بالافتراق بلا قبض[1]

کہ نصف مسلم فیہ نصف راس المال کے بدلے میں اور چوتھائی چوتھائی کے بدلے میں ہو اسی طرح یہ سلسلہ چلتا جائے، اور یہ صورت صرف مثلی چیزوں میں متحقق ہوسکتی ہے (۷) اس جگہ کا بیان جہاں مسلم فیہ پہنچانا منظور ہے جبکہ مسلم فیہ میں باربرداری اور مشقت ہے، کسی شہر سے پہنچانے کی شرط لگائی تو اس شہر کے تمام محلے اس مسئلہ میں برابر ہیں اگر کسی محلہ میں بائع نے مسلم فیہ کو پہنچا دیا تو بری الذمہ ہوگیا مشتری کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ دوسرے محلہ میں پہنچانے کا مطالبہ کرے (بزازیہ) اور اگر کوئی مکان معین کردیا تو وہی معین ہوگا اصح مذہب پر (فتح) اور باقی رہا شرطوں میں سے راس المال پر قبضہ کرنا اگرچہ راس المال معین ہو اور یہ قبضہ عاقدین کے بدنی طور پر جدا ہونے سے قبل شرط ہے اگرچہ وہ دونوں مجلس میں سو گئے ہوں یا ایک فرسخ یا اس سے کچھ زیادہ اکٹھے چلتے گئے ہوں (اس کے بعد قبضہ کیا ہو) اور اگر رب السلم (مشتری) درہم لینے گھر میں اس طرح داخل ہوا کہ مسلم الیہ (بائع) کی نظر سے اوجھل ہوگیا تو عقد باطل ہوگیا اور اگر وہ نظر آتا رہا تو عقد باطل نہیں ہوا اور راس المال پر مجلس میں قبضہ کرنا عقد سلم کے صحت پر باقی رہنے کی شرط ہے نہ کہ وصف صحت پر اس کے منعقد ہونے کی شرط ہے، تو بیع کا انعقاد صحیح ہوجائے گا پھر راس المال پر قبضہ کئے بغیر دونوں کے جدا ہونے سے باطل ہوجائے گی۔ (ت)

اسی میں ہے:

لایصح فی منقطع لا یوجد فی الاسواق من وقت العقد الی وقت الاستحقاق[2]

ایسی چیز میں عقد سلم صحیح نہیں جو وقت عقد سے وقت استحقاق یعنی ختم میعاد تک بازار میں موجود نہ رہے۔ (ت)

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب البیوع باب السلم مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۴۸
ردالمحتار 〃 〃 〃 ۴/ ۲۰۶-۲۰۷
[2] درمختار 〃 〃 〃 ۲/ ۴۷

Marfat.com

اسی میں ہے:

ولا فی حنطۃ حدیثۃ قبل حدوثھا لانھا منقطعۃ فی الحال[۱] واللہ تعالٰی اعلم

عقد سلم نئی گندم میں اس کے پیدا ہونے سے پہلے صحیح نہیں کیونکہ وہ فی الحال موجود نہیں۔ (ت)

مسئلہ ۲۲۴ از شہر کہنہ دہم ربیع الثانی شریف ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر گیہوں کی کٹوتی جسے بدنی بھی کہتے ہیں اس طور پر کریں کہ روپے دے اور بھاؤ معین نہ کیا بلکہ یہ ٹھہرا کہ فصل کا بھاؤ یا اس سے مثلاً دو سیر زائد لیں گے تو یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

محض ناجائز ہے جب تک مقدار معین نہ کر دی جائے،

فی الدرالمختار شرط صحتہ بیان جنس وقدر ککذا کیلا[۲] اھ ملخصا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے عقد سلم کے صحیح ہونے کی شرط جنس کو بیان کرنا اور مقدار کو بیان کرنا ہے جیسے کیل کے اعتبار سے اتنی ہے اھ تلخیص۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۲۵ از شہر کہنہ دہم ربیع الثانی شریف ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رس کی خریداری اس طور پر کہ ابھی ایکھ کھڑی ہے اور رس خرید لیا اور روپیہ دے دیا، جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

محض ناجائز ہے کہ صورت بیع سلم کی ہے اور بیع سلم انھیں چیزوں میں جائز ہے جو ہنگامِ عقد سے میعادِ استحقاق تک ہر وقت بازار میں موجود رہیں، گھروں میں موجود ہونا کفایت نہیں کرتا اور ظاہر ہے کہ رس اس وقت بازار میں نہیں ہوتا۔ ہدایہ میں ہے:

لایجوز السلم حتی یکون المسلم فیہ موجودا من حین العقد الی

جب تک مسلم فیہ وقت عقد سے لے کر وقت استحقاق تک مسلسل بازار میں موجود نہ رہے بیع سلم

---

[۱] درمختار کتاب البیوع باب السلم مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۴۷

[۲] " " " " ۲/ ۴۸

حين المحل[1] جائز نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

حد الانقطاع ان لایوجد فی الاسواق وان کان فی البیوت کذا فی التبیین شرنبلالیۃ ومثلہ فی الفتح والبحر والنھر[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

نایاب ہونے کا معنٰی یہ ہے کہ چیز بازار میں موجود نہ ہو اگرچہ گھروں میں موجود ہو تبیین شرنبلالیہ میں یونہی ہے اور اس کی مثل بحر، نہر اور فتح میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۶

۸ رجب ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنے یا غیر گاؤں کے اسامیوں کو روپیہ کٹوتی پر دیا اور نرخ کاٹ کر غلہ ٹھہرا لیا اب اگر کسی آفت ارضی یا سماوی کی وجہ سے غلہ نہ پیدا ہو تو یہ شخص اسی نرخ معین کے حساب سے قیمت پانے کا مستحق ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جب عدم پیداوار وغیرہ کی وجہ سے بائع و مشتری اس عقد کو فسخ کریں تو مشتری کو صرف اتنا ہی روپیہ لینا جائز ہے جس قدر اس نے دیا تھا اس سے زیادہ ایک حبہ لینا حرام اور سُود ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لاتاخذ الا سلمك اورأس مالك[3] او کما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم

یعنی یا تو وہ چیز لے یا جتنا روپیہ دیا تھا وہ واپس کرلے اس کے سوا کچھ نہ لے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

مسئلہ ۲۲۷

۴ رمضان المبارک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اسامیان کو بدنی پر روپیہ دیا اور فی روپیہ ۲۰ ثار یا ۹ اثار گندم عمدہ ماہ فلاں میں لینے ٹھہرے لیکن اسامی کے یہاں پیداوار کم ہوئی اور غلہ مذکور ادا نہ کرسکا تو اسے زرقیمت غلہ لینا جائز ہے یا ناجائز؟ یا کہ جو روپیہ دیا ہے وہ لیا جائے؟ اور اگر غلہ وقت معینہ پر لیا جائے تو آیا صاف

---

[1] الهدایہ کتاب البیوع باب السلم مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۹۵

[2] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۰۵

[3] درمختار باب السلم ۲/ ۴۹ و تبیین الحقائق باب السلم ۴/ ۱۱۴

Marfat.com

کرا کر عمدہ لیا جائے یا جیسا پیدا ہوا ہے کس طور پر، اور اگر بحالت باقی آئندہ سال پر غلہ لیا جائے تو کس شرح سے یعنی کہ زرِ قیمت بقیہ غلہ کے گندم بحساب بدنی مذکور لئے جائیں یا کہ بقیہ زر دادہ کے گندم بحساب بدنی لئے جائیں۔
بیّنوا توجروا۔

الجواب

روپیہ دینے والے کو دو ہی بات کا اختیار ہے چاہے جو غلہ جتنا لینا ٹھہرا ہے اب خواہ آئندہ سال اسی قدر لے کہ دانہ بڑھانے کا اختیار نہیں ہے اور چاہے تو اس صورت میں اپنا اتنا ہی روپیہ جس قدر دیا تھا پورا خواہ حساب سے کہ مثلاً سَو روپے پچاس من گیہوں پر دیئے تھے پچیس من ملے تو باقی پچاس روپے واپس لے ایک کوڑی زیادہ حلال نہیں اور یہ جو کرلیتے ہیں کہ جو باقی رہا اس وقت کے بھاؤ اس کے دام کاٹے اور بدنی کے حساب سے ان داموں کا غلہ اس کے ذمہ کر دیا یہ نرا سُود قطعی حرام بلکہ سود در سود ہے۔

فی الدر المختار لو انقطع بعد الاستحقاق خیر رب السلم بین انتظار وجودہ والفسخ واخذ راس مالہ[1] اھ وفیہ لایجوز التصرف للمسلم الیہ فی رأس المال ولا لرب السلم فی المسلم فیہ قبل قبضہ بنحو بیع وشرکۃ ومرابحۃ وتولیۃ ولو ممن علیہ حتی لو وھبہ منہ کان اقالۃ اذا قبل وفی الصغری اقالۃ بعض السلم جائزۃ الخ[2]۔

درمختار میں ہے کہ اگر مسلم فیہ استحقاق کے بعد نایاب ہوگئی تو رب السلم کو اختیار دیا جائے گا کہ یا تو اس کے دستیاب ہونے کا انتظار کرے یا عقد فسخ کرکے راس المال واپس لے لے اھ اور اسی میں ہے قبضہ سے پہلے مسلم الیہ کے لئے راس المال میں اور رب السلم کے لئے مسلم فیہ میں تصرف جیسے بیع، شرکت، مرابحہ اور تولیہ جائز نہیں اگرچہ یہ تصرفات اسی شخص سے کئے جائیں جس پر راس المال یا مسلم فیہ ہے یہاں تک کہ اگر رب السلم نے مسلم الیہ کو مسلم فیہ ہبہ کردیا تو یہ اقالہ ہوگا جبکہ مسلم الیہ اس کو قبول کرے اور صغری میں ہے کہ بعض سلم کا اقالہ جائز ہے الخ۔ (ت)

اور گیہوں جیسے ٹھہرے تھے ویسے لینے کا مستحق ہے اگر عمدہ صاف کی شرط تھی تو عمدہ صاف ہی لے گا،
فی الھندیۃ اسلم فی کندم نیکو او
ہندیہ میں ہے اگر کسی نے گندم میں عقد سلیم کیا اور

---

[1] درمختار کتاب البیوع باب السلم مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۴۷
[2] " " " " ۲/ ۴۹-۴۸

Marfat.com

قال نیک او قال سرہ یجوز ھذا ھو الصحیح والماخوذ بہ کذا فی الغیاثیۃ اھ[1] واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ احکم۔

کہا گندم نیکو یا کہا نیک یا کہا سرہ یعنی کھری تو جائز ہے اور یہی صحیح اور مختار ہے۔ یوں غیاثیہ میں ہے اھ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ احکم (ت)

مسئلہ ۲۲۸ غرہ محرم الحرام ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اینٹوں کی بیع سلم جائز ہے یا نہیں ایسی صورت میں کہ ابھی بیچنے والے نے صرف زمین اس نیت سے لی ہے کہ بعد چار ماہ کے اسی سے مٹی کھود کر اینٹ بنائی جائے گی، خالد نے ابھی سے دو روپیہ ہزار کا نرخ کاٹ کر چار ماہ کے وعدہ پر دو سو روپے اسے دے دیے یہ صورت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جائز ہے جبکہ سانچا معین کردیا گیا ہو اور باقی شرائط بیع سلم متحقق ہوں اور یہ شرط نہ کی گئی ہو کہ اس مٹی سے جو اینٹ بنے گی وہ لی جائے گی،

لانہ منقطع فی الحال کحنطۃ جدیدۃ قبل وجودھا وفی التنویر یصح فیما امکن ضبط صفتہ و معرفۃ قدرہ کمکیل وموزون ومثمن وعددی متقارب کجوز وبیض وفلس و لبن و اٰجر بملبن معین[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

کیونکہ وہ فی الحال نایاب ہے جیسے نئی گندم کی بیع اس کے وجود سے قبل، اور تنویر میں ہے کہ جس چیز کی صفت کو ضبط کرنا اور اس کی مقدار کی پہچان ممکن ہو اس میں سلم جائز ہے جیسے کیلی چیز، ایسی وزنی چیز جو مبیع ہو اور عددی متقارب اشیاء مثلاً اخروٹ، انڈے، پیسے اور معین سانچے کی بنی ہوئی کچی یا پکی اینٹیں۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۹ از آنولہ شفاخانہ مرسلہ شیخ محمد بخش صاحب ڈاکٹر ۶ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ فلوس سکہ رائج الوقت بحساب فی روپیہ ساڑھے سولہ آنہ یعنی تینتیس ۳۳ ٹکہ فروخت ہوتے ہیں اگر زید کسی قدر روپیہ عمرو کو دے اور عمرو سے بحساب فی روپیہ ساڑھے سولہ آنہ یعنی تینتیس ۳۳ ٹکہ بلا تعیین وقت، روز یا ماہ کے

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب الثامن عشر الفصل الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۱۷۹

[2] درمختار کتاب البیوع باب السلم مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۴۱

Marfat.com

کٹوتری کرلے اور عمرو بتدریج فلوس ادا کرے تو کٹوتی فلوس اس صورت سے شرعاً درست ہے یا نہیں اور اگر عمرو فلوس کے ہمراہ دونی یا چونی زید کو دے تو دونی یا چونی ہمراہ فلوس کے عمرو سے لینا جائز ہے یا نہیں؛ اور اگر عمرو باجازت زید کے کسی قدر فلوس کٹوتری شدہ بہ نرخ رائج الوقت خود فروخت کرکے زید کو نقد روپیہ بعوض فلوس دے تو درست ہے یا نہیں؛

الجواب

پیسوں کی بیع سلم (یعنی کٹوتی) میں یہ تینوں صورتیں ناجائز و گناہ ہیں، بیع سلم کی ایک ضروری شرط یہ بھی ہے کہ میعاد عقد میں معین کردی جائے جب یہاں تعیین وقت نہ ہوا بیع حرام ہوگئی،

فی الدر المختار شروط صحتہ التی تذکر فی العقد بیان جنس و نوع و صفۃ و قدر و اجل[1] اھ ملخصاً۔

درمختار میں ہے عقد سلم کے صحیح ہونے کی وہ شرطیں جن کو عقد میں ذکر کیا جاتا ہے یہ ہیں: جنس، نوع، صفت، مقدار اور اجل کا بیان کرنا اھ تلخیص (ت)

پھر بیع سلم جس چیز کی ہو اسے بدل کر دوسری شے لینی جائز نہیں، تو کل یا بعض پیسوں کے عوض میں دونی چونی اٹھنی وغیرہا نہیں لے سکتا بلکہ خاص پیسے ہی لئے جائیں گے،

لقولہ علیہ الصلٰوۃ والسلام لا تاخذ الا سلمك او راس مالك ای الا سلمك حال قیام العقد او راس المال عند انفساخہ فامتنع الاستبدال[2] اھ درمختار۔

کیونکہ نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سوائے اپنے مسلم (مسلم فیہ) یا راس المال کے کچھ مت لے یعنی اگر عقد قائم رہے تو مسلم فیہ اور اگر عقد فسخ ہوجائے تو راس المال لے لے، چنانچہ بدلے میں کوئی اور چیز لینا ممتنع ہوا اھ درمختار (ت)

نہ یہ روا ہے کہ اپنے قبضہ میں آجانے سے پہلے اس میں کوئی تصرف مثل بیع وغیرہ کیا جائے تو عمرو کا باجازت زید خواہ بلااجازت پیسے بیچ کر روپے وغیرہ ان کے بدلہ کی کوئی شے زید کو دینا درست نہیں نہ زید اسے لے سکتا ہے،

فی الدر المختار لایجوز التصرف للمسلم الیہ فی راس المال ولا لرب السلم

درمختار میں ہے کہ قبضہ سے پہلے مسلم الیہ کے لئے راس المال میں اور رب السلم کے لئے مسلم فیہ

---

[1] درمختار کتاب البیوع باب السلم مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۴۸

[2] " " " " ۲/ ۴۹

Marfat.com

فی المسلم فیہ قبل قبضہ بنحو بیع وشرکۃ[1]۔ میں تصرف جیسے بیع اور شرکت ناجائز ہے۔

واللہ تعالٰی اعلم۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۰ کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے مثلاً زید نے بکر کو دس روپے دیئے اس شرط پر کہ آئندہ فصل میں فی روپیہ بیس سیر گندم لوں گا خصوص شرط مذکور پر زید نے فصل مقررہ پر گندم وصول کئے فصل معین میں گندم فی روپیہ ۵ مار فروخت ہوتے ہیں تو زید کو پندرہ سیر گندم جو کہ خلافِ نرخ مل رہے ہیں یہ جائز ہے یا ناجائز؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر یہ روپے زید نے بکر کو قرض دیئے تھے اور شرط یہ کی کہ آئندہ فصل میں فی روپیہ بیس سیر گیہوں لیں گے تو یہ ناجائز اور حرام ہے اور اگر روپیہ گیہوؤں کو قیمت قرار دے کر دیئے تھے تو اس کہنے سے کہ بیس سیر گندم لوں گا بیع نہ ہوئی نرا وعدہ ہوا اب جب گیہوں موجود ہوئے بکر اگر اس بھاؤ پر نہ دے تو اسے اختیار ہے زید جبر نہیں کرسکتا اور اپنی خوشی سے بکر دے تو حلال ہے اور اگر اس وقت گیہوں کی بیع کرلی کہ اس نے کہا بیچے اور اس نے کہا خریدے تو بیع سلم کی سب شرطیں اگر کرلی ہیں اور وہ متحقق ہیں تو جائز ہے اور فی روپیہ دس من زیادہ ملے تو حلال[ع] ہے ورنہ حرام۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۱ از میرانپور کٹرہ ضلع شاہجہانپور مسئولہ محمد صدیق بیگ صاحب ۲۵ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک اسامی کو پانچ روپے دے دئے ہیں اور اس سے یہ قرار پایا ہے کہ بیساکھ میں ساڑھے چار روپے من فرد چنے دیں گے یہ بیع کیسی ہے؟

الجواب

یہ صورت بیع سلم کی ہے اور اس میں بارہ[۱۲] شرطیں ہیں جن کی تفصیل[ف] ہمارے فتاوٰی میں ہے ان میں سے ایک بھی کم ہو تو حرام ہے اور سب جمع ہوں تو جائز، اور اگر وہ آسامی مسلمان نہیں تو جو معاہدہ اس سے ٹھہر جائے حرج نہیں کما مرمرارا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ع: اصل میں اسی طرح ہے ہونا چاہئے "تو بھی حلال ہے۔"

---

[1] درمختار کتاب البیوع باب السلم مطبع مجتبائی دہلی ۲/۴۸

ف: تفصیل کے لئے جلد ہذا میں مسئلہ ۲۲۳ ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

مسئلہ ۲۳۲ از موضع خورد مئو ڈاکخانہ بدوسرائے ضلع بارہ بنکی مرسلہ صفدر علی صاحب ۶ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روپیہ اس شرط پر کسی کو دینا اور مال لینا جائز ہے کہ فصل میں جو نرخ ہوگا ہم فلاں غلہ لیں گے۔

الجواب

فلاں غلہ لیں گے، یہ تو ایک وعدہ ہے کوئی عقد نہیں ہے اس کی پابندی پر جبر نہیں ہو سکتا اُسے اختیار ہے کہ روپیہ پھیر دے اور غلہ نہ دے، اور اگر عقدِ بیع کیا تو یہ بیع سلم ہے اس کی بارہ[ف] شرطیں اگر جمع ہیں حلال ہیں ورنہ حرام، اور اس طور پر کہ فصل کے نرخ پر بیچا خریدا مطلقاً حرام ہے کہ وہ مجہول ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۳ از شہر مرسلہ شوکت علی صاحب ۱۴ جمادی الآخر ۱۳۳۷ھ
کیا حکم ہے اہلِ شریعت کا اس مسئلہ میں کہ زید کچھ روپیہ دہقانوں کو فصل سے پہلے اس شرط پر تقسیم کر دیتا ہے مثلاً جس وقت روپیہ دیا اس وقت گندم خواہ کوئی غلہ ۱۰ مار کا تھا اور اس نے ۱۴ مار فی روپیہ نرخ ٹھہرا کر روپیہ دے دیا اب فصل پر خواہ کوئی نرخ کم و بیش ۱۴ مار سے ہو لیکن وہ فی روپیہ ۱۴ مار کے حساب سے غلہ لے لے گا، بکر کہتا ہے کہ تُو نے سود لیا کیونکہ نرخ سے زیادہ ٹھہرا لیا۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہ صورت بیع سلم کی ہے اگر اس کے سب شرائط پائے گئے تو بلا شبہہ جائز ہے اور کسی طرح سود نہیں اگرچہ دس سیر کی جگہ دس من قرار دے، ہاں اگر جبر ہے تو حرام ہے اگر دس سیر کی جگہ سیر ہی بھر لے، لقولہ تعالٰی الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم[1]۔ اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کی وجہ سے، مگر یہ کہ ہو تمہارے درمیان تجارت تمہاری باہمی رضامندی سے۔ (ت)

اور اگر بیع رضامندی سے ہوئی مگر کوئی شرط رہ گئی مثلاً غلہ کی جنس یا نوع یا صفت یا وزن کی تعیین نہ ہوئی یا وہ چیز ٹھہری جو اس وقت سے وقتِ وعدہ تک ہر وقت بازار میں موجود نہ رہے گی یا میعاد مجہول رکھی یا اسی جلسہ میں روپیہ تمام و کمال ادا نہ کر دیا تو ضرور حرام و سود ہے اگرچہ نرخ بازار سے کچھ زیادہ نہ ٹھہرا ہو اور اگر خریدم و فروختم (میں نے خریدا اور میں نے فروخت کیا۔ ت) کا مضمون درمیان نہ آیا مثلاً اس نے

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۹

ف: یہ بارہ شرطیں جلد ہذا کے مسئلہ ۲۲۳ کے تحت مندرج ہیں۔

Marfat.com

کہا کہ روپیہ کے چودہ سیر لیں گے اس نے کہا دوں گا تو یہ نہ سود ہے نہ حرام، نہ اس کے لئے کسی شرط کی حاجت نہ اسے اس پر مطالبہ پہنچے، اس کی خوشی پر ہے چاہے دے یا نہ دے کہ یہ سرے سے بیع ہی نہ ہوئی نرا وعدہ ہوا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۴ - ۲۲۵ از گھٹنگاہ میو بندہ باغات ضلع جورہاٹ آسام مسئولہ عبیداللہ ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ :

(۱) زید نے بکر کو دو روپے دیئے اور غلہ کا دینا بروقت درو زراعت بہ تعیین وزن مثلاً فی روپیہ کا بیس سیر دھان، اور حال یہ ہے کہ اس وقت بازار کے نرخ سے دوچند ہوتا ہے اب یہ بیع شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟

(۲) زید نے دس بیگھہ زمین خرید کر زراعت کار کو خزانہ پر دیا ہے مگر خزانہ کا روپیہ نقد نہیں وصول کیا یہ بندوبست کیا کہ جب خزانہ کا روپیہ کے ہر روپیہ میں بعد درو زراعت بیس پورے کرکے دھان لوں گا اب یہ بھی نرخ بازار سے دوچند ہوتا ہے، یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

(۱) یہ صورت بیع سلم کی ہے اگر اس کی سب شرطیں ادا ہولیں جائز ہے ورنہ حرام منجملہ ان شرائط کے میعاد معلوم ہو کہ ایک مہینہ سے کم نہ ہو اور وقت درو میعاد غیر معلوم ہو کہ آگے پیچھے ہوتا رہتا ہے لہذا صورت مذکور ناجائز و حرام ہوئی۔ درمختار میں ہے :

لایصح البیع الی الحصاد والدیاس والقطاف لانھا تتقدم وتتاخر[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

فصل کاٹنے، گاہنے اور پھل چننے کی میعاد پر بیع کرنا صحیح نہیں کیونکہ ان میں تقدم و تاخر ہوتا رہتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۲) یہ صورت پہلی سے بھی زیادہ حرام ہے

لانہ بیع الکالئ بالکالئ وقد نھی عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2]، واللہ تعالٰی اعلم۔

کیونکہ یہ ادھار کی ادھار سے بیع ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۷

[2] سنن الدارقطنی " حدیث ۲۶۹ نشر السنۃ ملتان ۳/۷۱

Marfat.com

مسئلہ ۲۳۶ از موضع گھگورہ ڈاکخانہ سندر گنج ضلع رنگپور مرسلہ منشی سفیر الدین صاحب ۲۶ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

زید نے بکر کے پاس ۲۳ من پٹوا دینے کی شرط پر معــہ روپے لئے جب موسم پٹو آیا تو بکر نے اپنے دیے ہوئے روپے کے عوض پٹوا مانگا اس وقت زید پٹوا دینے سے مجبور رہا اور قرض ادا کرنے کے خیال سے اپنے دو بیل فروخت کرنے پر آمادہ ہوگیا یہاں تک کہ ایک بیل کو فروخت کردیا قیمت اس کی پچاس روپے ہوئی، اس بیل کی فروخت کی بات بکر نے سُنتے ہی زید کو کہا اگر بیل کو فروخت کرنا چاہتے ہو تو وہ بیل ہم کو دو، تب زید نے فروخت کیا ہوا ۵۰ روپے قیمت والا بیل ۵۴ روپے قیمت مقرر کرکے اور دیگر ایک بیل ۲۵ روپے قیمت کیے ہوئے بیل کو ۲۰ روپے مقرر کرکے پہلے خریدار سے واپس لاکر بکر کو دے دیا اور بکر نے رسید بھی لے لی اور زید نے ۲۰ روپے نقد بھی دے دیے تھے جبکہ زید نے دو بیل دیے اور عــہ۲۰ بھی دیے تو اب مبلغ ملــہ روپے ہوئے اصل سے دعــہ روپے زیادہ ہوتے ہیں اب مطلب یہ ہے کہ بیع سلم صحیح ہوئی یا کہ نہیں اور اس زیادہ روپے کا کیا حکم ہے؟

الجواب

بیع سلم صحیح تھی اگر سب شرائط جمع ہولئے تھے مگر جبکہ وہ پٹوا دینے سے عاجز آیا اور روپیہ واپس دینا قرار پایا تو بکر پر فرض تھا کہ صرف وہی معــہ روپے واپس لے ان کے عوض بیل لئے یہ حرام، پندرہ روپے زیادہ لئے یہ حرام اور نرا سود،

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتأخذ الا سلمك اوراس مالك[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوائے اس چیز کے جس میں تُو نے عقد سلیم کیا (مسلم فیہ) یا سوائے راس المال کے کچھ مت لے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳۷ تا ۲۳۹ از کچھوچھہ شریف مرسلہ مولانا مولوی سید محمد صاحب سلمہ ۹ صفر ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں:

(۱) زید نے بکر کو ایک من گیہوں و ایک آنہ پیسہ دے کر کہا کہ ایک من گیہوں تم کو بلا معاوضہ چیزے دیتا ہوں اور ایک آنہ پیسہ کے عوض فلاں مہینہ میں گیہوں اوسط درجہ کا یا کہا کہ عمدہ ایک من بیس شار لوں گا۔

(۲) زید نے بکر کو ایک گنی دے کر کہا کہ فلاں مہینہ میں ۲ نوٹ دس دس روپیہ کا لوں گا یا بیس روپیہ کے

---

[1] تبیین الحقائق کتاب البیوع باب السلم المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۴/ ۱۱
درمختار " " مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۴۹

Marfat.com

پیسے لُوں گا۔

(۳) زید نے بکر کو دس روپیہ قرض دیا کہ بعد ایک سال کے ادا کردے اور ایک آنہ پیسہ دیا کہ اس کے عوض بعد ایک سال کے دو روپیہ دے، یہ تینوں صورتیں شرعًا جائز ہیں یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) ایک من گیہوں دینا نہ دینا کچھ ضرور نہیں جملہ شرائط بیع سلم کا تحقق ضرور ہے جن کی تفصیل وتمثیل ہمارے فتاوٰی میں ہے ان میں سے ایک بھی کم ہے تو حرام ہے،

لانہ بیع معدوم لم یرد الشرع بجوازہ وقد نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن بیع مالیس عندہ[1]۔

کیونکہ یہ معدوم کی بیع ہے جس کے جواز پر شرع وارد نہیں ہوئی اور تحقیق رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس چیز کی بیع سے منع فرمایا جو بائع کے پاس موجود نہ ہو۔ (ت)

اور اگر شرائط مجتمع ہوں تو جائز ہے اگرچہ ایک پیسہ کو ہزار من گیہوں خریدے،

قال اللہ عزوجل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم[2]، وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم[3]۔

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا مگر یہ کہ ہو تمہارے درمیان تجارت باہمی رضامندی سے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جب بدلین مختلف نوعوں کے ہوں تو جیسے چاہو بیچو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فی الذخیرۃ اذا اخذ الخبز مفرقا ینبغی ان یبیع صاحب الحنطۃ خاتما او سکینا من الخباز بالف من الخبز[4]

ذخیرہ میں ہے کہ اگر کوئی شخص (گندم اکٹھی دے کر اس کے بدلے میں) روٹیاں متفرق طور پر لینا چاہے تو گندم والے کو چاہئے کہ وہ انگوٹھی یا چھری ہزار روٹیوں کے بدلے میں روٹیاں پکانے والے کے ہاتھ فروخت کرے (پھر روٹیوں والا گندم والے کے

---

[1] درمختار | کتاب البیوع | باب البیع الفاسد | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/۲۴
[2] القرآن الکریم ۴/۲۹
[3] نصب الرایہ | کتاب البیوع | المکتبۃ الاسلامیۃ الریاض | ۴/۴
[4] ردالمحتار | باب الربٰو | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۴/۱۸۶

Marfat.com

ہاتھ وہ انگوٹھی یا چھری گندم کی مطلوبہ مقدار کے عوض بیچ کر گندم لے لے)۔ (ت)

غمزالعیون والبصائر میں ہے:

جواز بیع المقرض من المستقرض ممایساوی طسوجا بعشرۃ دنانیر فانہ علی وفاق الدلیل لانہ بیع موجود مملوک لہ بالقاضی[1]

قرض دینے والے کو قرض مانگنے والے کے ہاتھ دو رتی برابر کوئی چیز دس دینار کے عوض فروخت کرنے کا جواز دلیل کے موافق ہے کیونکہ یہ اپنی موجود ملکیت کا قاضی کے حکم سے سودا ہے (ت)

یہ سب اس حالت میں ہے کہ بیع ہو بعت اشتریت، فروختم خریدم (میں نے بیچا میں نے خریدا۔ت) کہیں لوں گا دوں گا عقد نہیں وعدہ ہے اور اس کے لئے کوئی اثر نہیں کما بیناہ فی فتاونٰا (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے فتاوٰی میں بیان کردیا ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) نوٹ ہوں یا پیسے دونوں کی بیع سلم جائز ہے کہ ثمن اصطلاحی ہیں نہ خلقی، تنویرالابصار و درمختار باب السلم میں ہے:

(یصح فیما امکن ضبط صفتہ ومعرفۃ قدرہ کمکیل وموزون) خرج بقولہ (مثمن) الدراھم والدنانیر لانہا اثمان فلم یجز فیہا السلم (وعددی متقارب کجوز وبیض وفلس[2]

عقد سلم اس چیز میں صحیح ہے جس کی صفت کو ضبط کرنا اور اس کی مقدار کو پہچاننا ممکن ہو جیسے کیلی چیز اور ایسی وزنی چیز جو مثمن یعنی مبیع بنے، اس قید سے دراہم ودنانیر خارج ہوگئے کیونکہ وہ ثمن ہیں جن میں بیع سلم جائز نہیں، اور ایسی چیز جو عددی متقارب ہو جیسے اخروٹ، انڈے اور پیسے (ت)

شرائط بیع سلم موجود ہوں اور ایجاب وقبول ہو لوں گا دوں گا کوئی چیز نہیں، واللہ تعالٰی اعلم

(۳) ایسی بیع حرام ہے کہ یہ روپے کی بیع سلم ہوگی اور وہ جائز نہیں کما تقدم انفا عن الدرالمختار (جیسا کہ ابھی ابھی درمختار کے حوالہ سے گزرا ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴۰: از کرتولی ضلع بدایوں مرسلہ جناب مولوی محمد رضا خاں صاحب ۲۰ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

بیع سلم بحساب فی روپیہ ۱۲ سیر ربیع گزشتہ میں ولید سے کہ کافر ہے قرار پائی اب خریف

---

[1] غمز عیون البصائر الفن الاول بیان ان المعتبر العرف العام لا الخاص ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۳۵

[2] درمختار شرح تنویرالابصار کتاب البیوع باب السلم مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۴۷

Marfat.com

موجودہ میں عمرو کو جس کا روپیہ تھا وہ جنس طے شدہ نہیں دیتا عمرو اگر یہ کرے کہ جس قدر گیہوں ولید کا فراور زید مسلمان کے ذمہ چاہئے ہیں کسی دوسرے شخص کو اپنی ملکیت کے ہبہ کردے اور وہ شخص جس پر واجب الادا ہے عمرو کو خرید کر شخص موہوب لہ کو دے دے یہ جائز ہو گا یا نہیں؟

الجواب

بیع سلم میں حکم ہے کہ جنس قرار یافتہ لے یا جتنا روپیہ دیا تھا واپس لے دوسری چیز عوض میں لینا حرام ہے ہاں اگر بائع کے پاس گیہوں نہیں اور مشتری اپنے پاس سے گیہوں ثالث کو ہبہ کردے پھر بائع اس ثالث سے خرید کر مشتری کے مطالبہ میں دے تو جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کھنڈساری نے ایک موضع کا رس وہاں کے اسامیوں سے ۲۵ روپیہ کے نرخ سے خریدا اور روپیہ دے دیا پھر اس کھنڈساری نے اپنے رس خریدے ہوئے کو وہاں کے زمیندار کے ہاتھ فروخت کر دیا ۲۵ روپیہ کے حساب سے اور کچھ نفع یا نقصان نہیں ہوا۔ پھر زمیندار نے کوشش کی کہ میرا رس کوئی شخص خرید لے اور دوسرے کھنڈساریوں نے ۲۸ روپے تک لگائے جب زمیندار نے دیکھا کہ مجھ کو ۲۸ روپیہ سے زائد نہیں ملتا تو اس نے اپنے اسامیوں سے کہا کہ تم لوگ اپنے اپنے رس کا گڑ بنا لو میرا روپیہ ۳۰ روپیہ کے نرخ حساب سے مجھ کو ادا کر دینا پہلے بائع کو معلوم ہے کہ اس میں اختلاف ہے مگر یہ معاہدہ زمیندار کا اسامیوں سے کہ ۳۰ روپیہ کے حساب سے ادا کر دینا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا بالدلیل توجروا عند الجلیل (دلیل کے ساتھ بیان کریں جلال والے اللہ تعالٰی کے ہاں اجر دئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

پہلی دوسری تیسری یہ سب بیعیں ناجائز و حرام ہوئیں جبکہ رس موجود ہونے سے پہلے عمل میں آئیں جیسا کہ یہاں دستور ہے۔ حدیث میں ہے:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن بیع مالیس عندہ[1] اما ما رخص فی السلم فلہ شرائط منہا عدم انقطاع المسلم فیہ یوم العقد الی یوم الوعد۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس چیز کی بیع سے منع فرمایا جو بائع کے پاس موجود نہ ہو۔ بیع سلم میں جو رخصت دی گئی ہے تو اس کے لئے کچھ شرطیں ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مسلم فیہ عقد والے دن سے لے کر وعدہ والے دن تک بازار سے منقطع نہ ہو۔ (ت)

---

[1] درمختار باب البیع الفاسد مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴

Marfat.com

اور خاص تیسری بیع اگر رس کے وجود پر بھی ہوئی تو ناجائز ہے

لان المشتری فاسد الایملك قبل القبض وبعدہ ایضا لایرتفع الاثم، واللہ تعالٰی اعلم۔

کیونکہ بیع فاسد کے ساتھ خریدی ہوئی چیز مملوک نہیں بنتی قبضہ سے اور بعد بھی اس کا گناہ مرتفع نہیں ہوتا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴۲: از پیلی بھیت محلہ شیر محمد مرسلہ شیخ نادر حسین صاحب ۲۳ جمادی الآخر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع مبین اس مسئلہ میں کہ فی زمانہ جیسا رواج رس نیشکر کے فروخت کا ہے کہ ادھر کھیت میں درخت نمود ہوئے ادھر اس وقت کے نرخ بموجب پیشگی روپیہ دے دیا آیا کسی حیلہ شرعی سے یہ بات جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر وقت تیار ہونے نیشکر کے اس وقت کے نرخ بموجب رس خرید اجائے تو بھی جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز نہیں ہے تو ضرورت کے لئے کوئی حیلہ شرعی بھی ہے یا نہیں کیونکہ زمانہ کا رواج بہت مجبور کررہا ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

نہ درختوں کے نمود پر جائز، نہ نیشکر کی تیاری پر جائز، نہ یہ جائز کہ جب رس موجود ہوجائے اور بکنے لگے اس آئندہ سال کے رس کی بیع کرلیں کہ بیع سلم میں شرط ہے کہ وہ شے وقت عقد سے وقت قرارداد تک کسی وقت بازار سے منقطع نہ ہو پہلی دو صورتوں میں تو اس وقت عقد منقطع تھا کہ گنّے کی تیاری سے رس بازار میں تو نہ آگیا جو شرطِ جواز متحقق ہوا اور پچھلی صورت میں اگرچہ رس وقت عقد موجود ہے مگر وقت قرارداد یعنی آئندہ سال تک موجود نہ رہے گا چندروز بعد بازار سے ختم ہوجائے گا ہمارے تمام ائمہ مذہب کا ان سب صورتوں کے ناجائز وحرام ہونے پر اجماع ہے متون وشروح وفتاوٰی ان کی تحریر سے مالا مال ہیں ہمیں خلافِ مذہب فتوٰی دینے کی کسی طرح اجازت نہیں، ہاں اگر رس کہیں تیار ہوگیا کہیں ابھی ایکھ کھڑی ہے ایسے زمانہ میں جن کے یہاں ہنوز رس نہیں ان سے رس کی بیع سلم کرلینا بلا شبہہ جائز ہے جبکہ وعدہ اتنی قریب مدت کا کیا جائے جس میں اس سال کا رس بازار میں سے ختم نہ ہونے پائے۔ بحرالرائق ودرمختار میں ہے:

مایکتب فی وثیقۃ السلم من قولہ جدید عامہ مفسد لہ ای قبل وجود الجدید اما بعدہ فیصح کما لایخفی[1]

وہ جو عقد سلم کے وثیقہ میں لکھا جاتا ہے کہ اس سال کی جدید (گندم) تو یہ جدید کے موجود ہونے سے مفسدِ عقد ہے لیکن اس کے موجود ہونے کے بعد صحیح ہے۔ (ت)

[1] درمختار کتاب البیوع باب السلم مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۴۸
بحرالرائق کتاب البیع باب السلم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۱۶۰

Marfat.com

اور اس تیاری وغیر تیاری میں کچھ گاؤں یا پرگنہ یا ضلع کا اتحاد بھی شرط نہیں بلکہ اگر اس ضلع بھر میں ابھی کہیں رس بلکہ گنا بھی تیار نہیں اور دوسرے ضلع میں رس بکنے لگا ہے تو جہاں ہنوز معدوم ہے وہاں والے بھی بیع سلم کرسکتے ہیں جبکہ ان دونوں ضلعوں میں اتنا بُعد عظیم نہ ہو کہ ان کے یہاں کی ایکھ ماری جائے یا رس پر کوئی آفت آئے تو وہاں سے رس منگا کر دینے میں سخت شدید مشقت ہو جیسے ہندوستان میں ابھی مفقود ہے اور مثلاً مصر یا برہما میں تیار ہو گیا تو ایسی تیاری پر ہندوستان میں اس کی بیع سلم حلال نہیں۔ درمختار میں ہے :

لو انقطع فی اقلیم دون اٰخر لم یجز فی المنقطع[1]

اگر ایک ملک میں مسلم فیہ نایاب ہے دوسرے میں نہیں تو جہاں نایاب ہے وہاں سلم جائز نہیں (ت)

ردالمحتار میں ہے :

ای المنقطع فیہ لانہ لایمکن احضارہ الا بمشقۃ عظیمۃ فیعجز عن التسلیم ، بحر[2]

یعنی جس ملک میں نایاب ہے کیونکہ سوائے سخت مشقت کے وہاں سے لانا ممکن نہیں لہذا تسلیم سے عجز لازم آئے گا، بحر (ت)

یہ سب اس صورت میں ہے کہ واقع میں وہ عقد بیع شرعی ہو لیکن بعض دستاویزیں رس کی جو آج کل دیکھنے میں آئیں اُن کا مضمون یہ ہے کہ (جو کہ مبلغ اس قدر یافتنی فلاں بن فلاں کے میرے ذمہ واجب الادا ہیں اقرار کرتا ہُوں اور لکھے دیتا ہُوں کہ بعوض مبلغان مذکور کے مال اس کاشت ۱۳۰۰ ف جس کا پیداوار ۱۳۰۱ ف میں ہوگا وقت تیار ہو جانے بیل کے اس نرخ سے فلاں ماہ تک ادا کردوں گا اپنے خرچ میں کسی طرح نہ لاؤں گا) اور سُنا گیا کہ عام دستاویزیں اسی مضمون کی ہوتی ہیں اگر فی الواقع زبانی بھی کلمات بیع درمیان نہیں آتے نہ وہ کہتا ہے کہ میں نے رس تیرے ہاتھ بیچا، نہ یہ کہتا ہے کہ میں نے خریدا بلکہ اسی قسم کی گفتگو ہوتی ہے تو اسے بیع سے اصلاً علاقہ نہیں ، یہ تو ایک وعدہ واقرار ہے کہ زر مطالبہ اس راہ سے ادا کروں گا ، یہ صورت فی نفسہ جواز کی تھی ، اگر کسی کا کسی پر کچھ قرض آتا ہو اور مدیون برضائے خود وعدہ کرلے کہ اس کے بدلے میں تجھے فلاں چیز اس نرخ سے دوں گا تو اس میں کوئی حرج نہیں جس وقت دے گا اس وقت بعوض اس قرض کے بیع ہو جائے گی، اس طریقہ میں نہ پہلے سے کسی قرارداد کی حاجت نہ کوئی شرط درکار، فقط اتنا چاہیے کہ دیتے وقت انھیں باہم معلوم ہو کہ اس بھاؤ پر دی گئی۔ فتاوٰی علامہ خیر الدین رملی میں ہے :

---

[1] درمختار کتاب البیوع باب السلم مطبع مجتبائی دہلی ۲/۴۴

[2] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۰۵

Marfat.com

سئل فی رجل استلم من اٰخر الفی قرش دینا و وعدہ ان یعطیہ بھا زیتا بالسعر الواقع یوم کذا فلما جاء الیوم الموعود وکان سعر الزیت معلوما فیہ ارسل یطلبہ منہ فارسل بہ زیتا ھل یکون بیعا بالسعر المعلوم یومئذ ام لا یکون بیعا وللمدیون طلب الزیت (اجاب) نعم یکون بیعا نافذا والحال ھذہ کما صرح بہ فی مجمع الفتاوٰی والقنیۃ والمجتبٰی معزیا الی النصاب وقد افتی بذلک المرحوم صاحب منح الغفار (الٰی قولہ) والاصل فی ذٰلک ان البیع عندنا ینعقد بالتعاطی فافھم واللہ تعالٰی اعلم[1] ورأیتنی کتبت علٰی ھامشہ مانصہ اقول انما انعقد بالتعاطی لان الذی جری بینھما من قبل انما کان وعدا امالوکان ذٰلک عقدا لما صح لعدم اجتماع شرائط السلم کمالایخفی واذا لم یصح ذٰلک لم یجز التعاطی المبنی علیہ کما صرح بہ فی البحر والدر وغیرھما۔

اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے دوسرے سے دو ہزار (ترکی سکّے) قرش بطور قرض وصول کئے اور وعدہ کیا کہ اس کے بدلے فلاں دن روغنِ زیتون دوں گا اس بھاؤ پر جو اس دن ہوگا۔ پھر جب وعدے کا دن آگیا اور اس دن زیتون کا بھاؤ معلوم تھا چنانچہ قرض دہندہ نے مدیون سے روغنِ زیتون مانگ بھیجا اور اس نے روغنِ زیتون بھیج دیا تو کیا یہ اس دن کے معلوم بھاؤ پر بیع ہوگی یا نہیں ہوگی اور مدیون کو روغنِ زیتون واپس مانگنے کا حق ہوگا؛ آپ نے جواب دیا ہاں بیع نافذ ہوگی اور حال یہی ہے جیسا کہ نصاب کی طرف منسوب کرتے ہوئے مجمع الفتاوٰی، قنیہ اور مجتبٰی میں اس کی تصریح کی گئی ہے اور تحقیق اسی پر مرحوم صاحبِ منح الغفار نے فتوٰی دیا (اس کے اس قول تک کہ) اور اس میں اصل یہ ہے کہ ہمارے نزدیک تعاطی (باہمی لین دین) کے ساتھ بیع منعقد ہوجاتی ہے پس سمجھ اور اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے اھ مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے اس پر یوں حاشیہ لکھا میں کہتا ہوں کہ تعاطی سے صرف اس لئے بیع منعقد ہوئی کہ جو گفتگو اس سے پہلے ان کے درمیان ہوچکی تھی وہ وعدہ تھا لیکن اگر وہ عقد ہوتا تو صحیح نہ ہوتا کیونکہ اس میں عقد سلم کے شرائط جمع نہیں ہیں جیسا کہ پوشیدہ نہیں، تو جب یہ عقد صحیح نہیں تو تعاطی بھی جائز نہیں جس کی بناء اسی عقد پر ہے جیسا کہ بحر اور دُرر وغیرہ میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب البیع باب السلم دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۲۵

Marfat.com

مگر یہاں اور دقت درپیش ہے یہ صورت یوں نہیں کہ پہلے سے بسبب قرض وغیرہ کسی پر کچھ دین آتا تھا جس کے عوض کوئی شے دیگر لینا نہ قرار پایا تھا اس کے بعد مدیون نے بطور خود وعدہ کر لیا کہ میں بعوض دین یہ شے دوں گا یہاں تو وہ روپیہ اسی لئے دیا جاتا ہے کہ اس کے عوض رس لیں گے اور اسی بنا پر لیتا ہے تو اگرچہ بیع نہ سہی مگر قرض کے ذریعہ سے نفع حاصل کرنا ہوا اور وہ سود ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کل قرض جر منفعة فهو ربا[1]۔ جو قرض نفع کھینچے وہ سود ہے۔ (ت)

اب اس عقد کا حاصل یہ ہوا کہ اتنا روپیہ تجھے قرض دیتا ہوں اس شرط پر کہ تو اس کے عوض مجھے اتنا رس دے قرض اگرچہ شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا بلکہ وہ شرط ہی باطل ہو جاتی ہے

علی ما فی الدر و متنه عن الخانیة القرض لایتعلق بالجائز من الشروط فالفاسد منها لایبطله ولکنه یلغو شرط رد شئ اٰخر فلو استقرض الدراهم المکسورة علی ان یؤدی صحیحا کان باطلا وکذا لو اقرضه طعاما بشرط ردہ فی مکان اٰخر وکان علیه مثل ما قبض[2] الخ۔

اس بنا پر جو در اور اس کے متن میں خانیہ سے منقول ہے کہ قرض جائز شرط کے ساتھ متعلق نہیں ہوتا تو فاسد شرط قرض کو باطل نہیں کرتی لیکن دوسری شے لوٹانے کی شرط لغو ہو جاتی ہے، چنانچہ اگر کسی نے چھوٹے درہم قرض لئے اس شرط پر کہ صحیح درہم واپس کرے گا تو یہ شرط باطل ہے اور یوں ہی اگر کسی کو اناج قرض دیا اس شرط پر کہ دوسرے شہر میں واپس لوٹائے گا، اس صورت میں مقروض پر واجب ہے کہ جیسی چیز اس نے قرض لی تھی ویسی ہی واپس لوٹائے الخ (ت)

مگر ایسا قرض خود ہی معصیت و حرام ہے

فی الدر عن الخلاصة القرض بالشرط حرام والشرط لغو بان یقرض علی ان یکتب به الی بلد کذا

در میں خلاصہ سے منقول ہے کہ شرط کرکے قرض دینا حرام ہے اور شرط لغو ہے جیسے کوئی شخص اس شرط پر قرض دے کہ مقروض اس کو فلاں شہر کی طرف

---

[1] کنز العمال حدیث ۱۵۵۱۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۲۳۸

[2] درمختار کتاب البیوع باب القرض مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۴۰

Marfat.com

لیوفی دینہ[1] الخ۔ لکھ دے تاکہ وہاں اس کا قرض ادا کیا جائے الخ (ت)

اور یہاں صراحۃً شرط نہ بھی کریں تاہم بحکم عرف اس کا مشروط ہونا قرض دینے لینے والے دونوں پر ظاہر وآشکارا ہوتا ہے

والمعھود عرفا کالمشروط لفظا فی رد المحتار من اٰخر الحوالۃ عن الفتح عن الواقعات قالوا انما یحل ذٰلک عند عدم الشرط اذا لم یکن فیہ عرف ظاھر فان کان یعرف ان ذٰلک یفعل کذٰلک فلا[2]۔

جو عرف میں معہود ہو وُہ ایسے ہی ہے جیسے لفظاً شرط لگائی گئی ہو رد المحتار میں باب الحوالہ کے آخر میں فتح سے بحوالہ واقعات منقول ہے فقہاء نے کہا ہے کہ عدمِ شرط کے وقت یہ قرض اس وقت حلال ہے جب اس میں (دوسرے شہر کی طرف لکھنے کا) عرف ظاہر نہ ہو چنانچہ اگر معروف ہے کہ وہ ایسا کرے گا تو حلال نہیں۔ (ت)

غرض یُوں بھی جواز حاصل نہ ہُوا، ہاں اس کی صورت یہ ہے کہ جس قدر کا رس خریدنا ہو اتنے روپوں کے عوض اپنی کوئی چیز اس کاشتکار کے ہاتھ ایک قریب وعدہ پر بیچے مثلاً کہے میں نے یہ شئ تیرے ہاتھ سَو روپے کو بیچی اس شرط پر کہ یہ روپے ایک گھنٹہ کے بعد ادا کیے جائیں گے وہ کہے میں نے خریدی اس سے زائد کوئی رس وغیرہ کا ان لفظوں میں نہ ہو پھر وہ شئ مبیع اس کاشتکار کے قبضہ میں دے دے اور اس سے زرِ ثمن نہ لے جب وہ قابض ہوجائے اسی چیز کو اب کاشتکار اس بائع کے ہاتھ سَو روپے پر بیع کردے اور اس میں کوئی میعاد ادائے ثمن مقرر نہ کرے یہ خریدے اور اسی وقت کاشتکار کو روپے دے کر شئے مبیع لے لے، یہ بیع ثانی اور اس کے روپے ادا کرنے کی کارروائی اس مدت وعدہ سے پہلے ہولے جس مدت تک کاشتکار کے لئے بیع سابق میں ثمن مؤجل کیا ہے مثلاً وہاں ایک گھنٹہ کا وعدہ ٹھہرا تھا تو یہ کارروائی گھنٹہ گزرنے سے پہلے ہولے وعلٰی ہذا القیاس، اور بہت ضرور ہے کہ ان دونوں بیعوں سے حقیقۃً خرید وفروخت کا قصد کریں فقط فرضی طور پر نہ ہوں اب اس کی چیز تو اس کے پاس واپس آئی اور کاشتکار کو سَو روپے مل گئے اور اس کے سَو روپے اس کے ذمہ پر دین رہے، جب گھنٹہ یا میعاد جو قرار پائی تھی گزر جائے یہ اپنے اس دین کا کاشتکار سے مطالبہ کرے وہ کہے گھڑی بھر میں تیرا دین دیتا ہوں اگر نہ دوں تو معاہدہ کرتا ہوں کہ اس دین کے عوض فلاں مہینے میں اس نرخ سے اتنا رس ادا کروں گا بعدہٗ اسی

---

[1] درمختار کتاب البیوع باب القرض مطبع مجتبائی دہلی ۲/۴۰

[2] ردالمحتار کتاب الحوالہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۹۶

Marfat.com

مضمون کا اقرار نامہ لکھا جائے جیسا کہ کھنڈساری میں رائج ہے جس کی نقل عبارت اوپر گزری اس طور پر نہ تو بیع سلم ہوئی جس میں اس شے کا بازار میں ہونا مشروط ہوتا نہ قرض ہوا جس سے انتفاع مشروط احرام ٹھہرتا بلکہ بذریعہ بیع صحیح ایک دین اس کاشتکار پر لازم ہوا بعدہٗ اس دین کی نسبت یہ وعدہ و معاہدہ قرار پایا بیع سابق کے بعد جو یہ قرارداد ہوئی اس عقد کی شرط نہ ٹھہرے گی کہ بوجہ شرط فاسد بیع فاسد ہو کر پھر گناہ لازم آئے

فانه لیس بشرط بل وعد مستأنف وقد قال فی رد المحتار ذکر فی البحر انه لو اخرجه مخرج الوعد لم یفسد وصورته کما فی الولوالجیة قال اشترحتی ابنی الحوائط[1] اھ قلت والذی فی الهندیة عن الظهیریة اشتر بصیغة[2] الامر فاذا کان هذا فی الوعد المقارن فکیف فی المفارق فهذا یوجب الصحة اجماعا ولو سلم فالشرط المتأخر لا یلتحق باصل العقد عندهما، و فی روایة عنه رضی الله تعالٰی عنهم و فی اخری له یلتحق وقد صححتہ فعند اختلاف التصحیح لك العمل بایهما شئت لاسیما ماوافق علیه الصاحبان رضی الله تعالٰی عن الجمیع قال فی رد المحتار قوله ولا بیع بشرط اشار بقوله

کیونکہ یہ سرے سے شرط ہی نہیں بلکہ نیا وعدہ ہے۔ تحقیق ردالمحتار میں بحوالہ بحر فرمایا کہ اگر اس نے بطور وعدہ اس کو ذکر کیا تو بیع فاسد نہ ہوگی اور اس کی صورت جیسا کہ ولوالجیہ میں ہے یوں ہے کہ بائع نے کہا تو (انگور کے خوشے) خرید لے میں (باغ کی) دیواریں بنا دوں گا اھ، میں کہتا ہوں کہ ہندیہ میں بحوالہ ظہیریہ امر کے صیغہ کے ساتھ ہے یعنی "اشتر" (تو خرید)، یہ اس وعدے کے بارے میں ہے جو عقد سے مقترن ہو اگر اس سے جدا ہو تو کیسے بیع فاسد ہو سکتی ہے تو یہ صحت بیع کو بالاجماع ثابت کرتی ہے، اور اگر تسلیم کرلیا جائے (کہ یہ شرط ہے) تو شرط مؤخر صاحبین کے نزدیک اصل عقد کے ساتھ لاحق نہیں ہوتی، اور امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول ایک روایت میں یوں ہی ہے، اور ان سے منقول دوسری روایت میں ہے کہ لاحق ہوتی ہے۔ تحقیق دونوں روایتوں کی تصحیح کی گئی ہے، اور جب تصحیحیں مختلف ہوجائیں تو تجھے اختیار ہے ان میں سے جس پر چاہے عمل کرے خصوصًا وہ تصحیح جس پر صاحبین بھی امام اعظم سے متفق ہوں رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ ردالمحتار

---

[1] ردالمحتار — باب البیع الفاسد — داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۲۲

[2] فتاوٰی ہندیہ — کتاب البیوع — الباب العاشر — نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۱۳۶

Marfat.com

بشرط الى انه لابد من كونه مقارنا للعقد لان الشرط الفاسد لو التحق بعد العقد قیل یلتحق عند ابی حنیفة وقیل لا وهو الاصح کما فی جامع الفصولین فی فصل ۳۹ لکن فی الاصل انه یلتحق عند ابی حنیفة وان کان الالحاق بعد الافتراق عن المجلس وتمامه فی البحر قلت هذه الروایة الاخری عن ابی حنیفة وقد علمت تصحیح مقابلها وهی قولهما ویؤیده ماقدمه المصنف تبعا للهدایة وغیرها من انه لو باع مطلقا عن هذه الآجال ثم اجل الثمن الیها صح فانه فی حکم الشرط الفاسد کما اشرنا الیه هناک[1] اھ۔

میں کہا کہ ماتن نے اپنے قول "ولا بیع بالشرط" میں لفظ بالشرط سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ شرط کا عقد کے مقارن ہونا ضروری ہے کیونکہ شرط فاسد اگر عقد کے بعد لگائی گئی تو ایک قول یہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک عقد کو لاحق ہوگی اور ایک قول یہ ہے کہ لاحق نہیں ہوگی اور یہی زیادہ صحیح ہے جیسا کہ جامع الفصولین فصل ۳۹ میں ہے لیکن اصل میں ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک لاحق ہوگی اگرچہ اس کا الحاق مجلس سے عاقدین کے جدا ہونے کے بعد ہو اور اس کی پوری بحث بحر میں ہے۔ میں کہتا ہوں یہی امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی دوسری روایت ہے حالانکہ اس کے مقابل روایت کی تصحیح تو معلوم کرچکا ہے اور وہ صاحبین کا قول ہے اور اس کی تائید کرتا ہے وُہ جو ہدایہ وغیرہ کی اتباع میں مصنف پہلے ذکر کرچکے ہیں وہ یہ کہ اگر کسی نے مذکورہ مدتوں کا عقد میں ذکر کئے بغیر بیع کی پھر ثمن کو ان میعادوں کے ساتھ مؤجل کردیا تو بیع صحیح ہے کیونکہ یہ شرط فاسد کے حکم میں ہے جیسا کہ ہم نے وہاں اس کی طرف اشارہ کردیا اھ (ت)

اس طریقہ سے ایک اور نفع عظیم کی امید ہے وُہ دستاویز جو بطور مذکور لکھی جاتی ہیں نرا وعدہ ہی وعدہ ہوتی ہیں کہ اس شخص کو اس پر جبر کا اصلاً اختیار نہیں ہوتا اگر وہ رس نہ دے تو یہ صرف اپنے روپے کا اس سے تقاضا کرسکتا ہے رس کا مطالبہ نہیں پہنچتا کہ وعدہ کی وفا پر قضاءً جبر نہیں کما نصوا علیہ قاطبۃ (جیسا کہ اس پر تمام فقہاء نے نص کی ہے۔ ت) اور یہ صورت جو ہم نے لکھی علماء فرماتے ہیں ایسی شکل کا وعدہ وعدہ لازمہ ہوجاتا ہے کہ اس کے ایفا پر جبر پہنچتا ہے۔ جامع الفصولین میں ہے:

---

[1] ردالمحتار باب البیع الفاسد مطلب فی البیع بشرط فاسد داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۲۰

Marfat.com

لو ذکرا البیع بلاشرط ثم ذکرا الشرط علی وجه العدة جاز البیع ولزم الوفاء بالوعد اذ المواعید قد تکون لازمة فیجعل لازما لحاجة الناس[1]

اگر بائع اور مشتری نے بغیر شرط کے بیع کا ذکر کیا پھر بطور وعدہ شرط کا ذکر کیا تو بیع صحیح ہے اور وعدہ کو پورا کرنا لازم ہے کیونکہ وعدوں کو پورا کرنا کبھی ضروری ہوتا ہے لہذا لوگوں کی حاجت کے لئے اس کے پورا کرنے کو ضروری قرار دیا جائے گا۔ (ت)

فتاوٰی خیریہ میں ہے:

قد صرح علماؤنا بانهما لو ذکرا البیع بلاشرط ثم ذکرا الشرط علی وجه العدة جاز البیع ولزم الوفاء بالوعد[2]

ہمارے علمائے اس بات کی تصریح فرمائی کہ اگر بائع اور مشتری نے بیع کو بلاشرط ذکر کیا پھر بعد میں شرط کا ذکر وعدہ کے طور پر کیا تو بیع جائز ہے اور وعدہ کو پورا کرنا لازم ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

لو بعده علی وجه المیعاد جاز ولزم الوفاء به لان المواعید قد تکون لازمة لحاجة الناس وهو الصحیح کما فی الکافی والخانیة واقره خسرو هنا والمصنف فی باب الاکراه وابن الملك فی باب الاقالة[3] الخ۔

اگر عقد کے بعد شرط کا ذکر بطور وعدہ کیا تو بیع جائز ہے اور وعدہ کو پورا کرنا لازم ہے کیونکہ وعدوں کو پورا کرنا لوگوں کی حاجت کے پیش نظر کبھی لازم ہوتا ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ خانیہ اور کافی میں ہے۔ خسرو نے یہاں، مصنف نے باب الاکراہ میں اور ابن الملک نے باب الاقالہ میں اس کو برقرار رکھا الخ (ت)

بزازیہ میں ہے:

اذا قال معلقا بان قال ان لم یؤد فلان فانا ادفعه الیك ونحوه یکون کفالة لما علم ان

اگر کوئی بطور تعلیق ضامن بنا بایں صورت کہ کہا اگر فلاں نے قرض کی ادائیگی نہ کی تو میں تجھے ادا کردوں گا یا اس جیسی کوئی اور صورت کی تو یہ کفالت درست ہے

---

[1] رد المحتار بحوالہ جامع الفصولین باب البیع الفاسد داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۲۰

[2] فتاوٰی خیریہ کتاب البیوع باب البیع الفاسد دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۳۸

[3] درمختار " باب الصرف مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۵۸، ۵۰

Marfat.com

المواعید باکتساء صور التعلیق تکون لازمۃ فان قولہ انا احج لایلزمہ لہ شیئ ولو علق وقال ان دخلت الدار فانا احج یلزمہ الحج[1]

کیونکہ تجھے معلوم ہوچکا ہے کہ وعدے تعلیق کی صورت میں لازم ہوتے ہیں چنانچہ کسی کے یوں کہنے سے کہ میں حج کروں گا اس پر کچھ لازم نہیں ہوتا اور اگر یُوں کہا کہ اگر میں گھر میں داخل ہُوا تو حج کروں گا یعنی تعلیق کی تو اس صورت میں (دخول دار سے) اس پر حج لازم ہوگا۔ (ت)

اہل اسلام اس نفیس طریقہ کے بجالانے میں کاہلی نہ کریں اس میں نہ کوئی خرچ ہے نہ حرج نہ دقّت صرف زبانی دو تین لفظوں میں مطلب کامل مراد حاصل گناہ زائل۔ دستاویز تو لکھواتے ہی ہیں صرف اتنا زائد ہے کہ اس سے پہلے ایک چیز اس کے ہاتھ گھنٹہ بھر کے وعدہ پر بیع کر قبضہ میں دے کر فوراً خرید لے اور روپیہ دے دے اور گھنٹہ گزرنے کے بعد دین کی نسبت اس کا وہ وعدہ لے لے اس الٹ پھیر میں نہ کچھ دقّت و محنت ہوگی نہ کوئی پیسہ خرچ ہوگا اور معصیتِ الٰہی سے بچ کر مال حلال ہاتھ آئے گا اللہ عزّوجل توفیق بخشے، آمین!

تنبیہ: یہ قیدیں جو ہم نے ذکر کیں کہ پہلی بیع میں ثمن موجل ہو دوسری میں معجل، اور دوسری بیع اور اس کے ثمن کا ادا کردینا پہلے ثمن کے میعاد مثلاً گھنٹہ گزرنے سے پیشتر ہولے اور دوسری بیع کاشتکار کی طرف سے شیئ مبیع پر قبضہ کرلینے کے بعد ہو انھیں ضرور ملحوظ رکھیں زائد و بیکار تصور نہ کریں یہاں منظور تو یہ ہے کہ کاشتکار کو روپیہ پہنچ جائے اور اس کا دین اس پر قائم رہے تاکہ اس کی نسبت وہ وعدہ ہوسکے اگر دونوں ثمن معجل ہوتے تو جیسے بیع ثانی میں سو روپے اس پر لازم ہوئے اور اس کے سَو روپے اس پر لازم تھے دونوں پر سے برابر ہوکر اتر جاتے یونہی اگر یہ بیع ثانی اور اس کے ثمن دے دینے کی کارروائی اس میعاد مقررہ سے پہلے نہ ہولیتی تو میعاد گزر کر وہ دین پھر معجل ہوجاتا اور دونوں بری الذمہ ہوجاتے اب کہ کاشتکار کا دین اس پر معجل ہوا اور اس کا دین اس پر ہنوز موجل ہے کہ اس کی میعاد نہ آئی اور اس نے اس کے روپے دے دیئے اس نے لے لئے تو اس کا دین اس پر قائم رہے گا،

فی ردالمحتار عن الحلی عن البحر سائر الدیون ای ماسوی النفقۃ یقع التقاص فیہا تقاصا اولا بشرط

ردالمحتار میں حلی سے بحوالہ بحر منقول ہے کہ نفقہ کے سوا تمام قرضوں میں ادلہ بدلہ ہوسکتا ہے چاہے فریقین خود ایسا کریں یا نہ کریں بشرطیکہ دونوں طرف کا

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ کتاب الکفالہ نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۳

Marfat.com

التساوی فلو اختلفا کما اذا کان احدهما جیدا و ردیئا فلابد من رضا صاحب الجید[1] وفی الاشباہ علیہ الف قرض فباع من مقرضہ شیئا بالف مؤجلۃ ثم حلت فی مرضہ وعلیہ دین تقع المقاصۃ الخ[2] قال فی غمز العیون انما قید بالحلول لانہا لولم تحل تقع المقاصۃ لاختلاف الوصف کالجید مع الردی[3]۔

قرض باہم برابر ہو، اور اگر مختلف ہو مثلاً ایک طرف عمدہ اور دوسری طرف ردی ہو تو عمدہ والے کی رضامندی ضروری ہے، اور اشباہ میں ہے کہ ایک شخص پر ہزار روپے قرض ہے اس نے قرض دہندہ کے ہاتھ کوئی چیز ہزار روپے کے بدلے میں ادھار فروخت کر دی پھر مقروض کے مرض الموت میں ادھار کی مدت پوری ہوگئی درانحالیکہ ابھی تک اس پر قرض موجود ہے تو اب یہ قرض، ثمن مؤجل کا بدلہ ہو کر اُتر جائے گا الخ، غمز العیون میں کہا کہ اس کو مدت کے پُورے ہونے کے ساتھ مقید کیا گیا کیونکہ اگر مدت پُوری نہ ہوئی تو ادلہ بدلہ نہ ہوگا کیونکہ وصف مختلف ہے جیسا کہ عمدہ اور ردی میں ہوتا ہے۔ (ت)

اور کاشتکار کی طرف سے بیع ثانی بعد قبضہ ہونے کے ضرورت یہ ہے کہ اگر پیش از قبضہ بائع کے ہاتھ بیع کر دے گا تو بیع فاسد و ناجائز ہوگی غیر کے ہاتھ بیچنے میں تو صرف اشیائے منقولہ پر قبضہ شرط ہے مثلاً عمرو نے زید سے کوئی منقول چیز مول لی اور ہنوز اپنے قبضہ میں نہ آئی کہ بکر کے ہاتھ بیچ ڈالی یہ بیع فاسد ہوئی اور جائداد غیر منقول لے کر پیش از قبضہ غیر بائع کے ہاتھ بیع کر دی تو جائز ہے مگر جس سے مول لی تھی اس کے ہاتھ قبضہ سے پہلے اشیائے غیر منقولہ کی بیع بھی جائز نہیں لہذا قبضہ لازم ہے،

فی الدر المختار صح بیع عقار لایخشی ھلاکہ قبل قبضہ من بائعہ (متعلق بقبض لا ببیع لان بیعہ من بائعہ قبل قبضہ فاسد کما فی المنقول) ولا یصح

درمختار میں ہے غیر منقول جائداد کو اس کے بائع سے لے کر اپنے قبضہ میں کرنے سے پہلے فروخت کرنا صحیح ہے جبکہ اس جائداد کی ہلاکت کا خوف نہ ہو (من بائعہ کا تعلق قبض کے ساتھ ہے بیع کے ساتھ نہیں کیونکہ غیر منقول کو قبضہ سے پہلے اس کے بائع کے ہاتھ فروخت کرنا فاسد ہے جیسا کہ

---

[1] ردالمحتار

[2] الاشباہ والنظائر کتاب المداینات ادارۃ القرآن کراچی ۲/۴۷

[3] غمز عیون البصائر " " " " " " " "

Marfat.com

اتفاقا بیع منقول قبل قبضہ ولو من بائعہ بخلاف ہبتہ واقراضہ ورھنہ واعارتہ من غیر بائعہ فانہ صحیح علی الاصح[1] اھ ملخصا مزیدا من رد المحتار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مال منقول میں ہوتا ہے) اور مال منقول کی بیع قبضہ سے پہلے اگرچہ اس کے بائع کے ہاتھ ہو بالاتفاق صحیح نہیں بخلاف اس منقول کے غیر بائع کو ہبہ کرنے، قرض دینے، رہن رکھنے اور عاریت پر دینے کے کہ یہ اصح قول کے مطابق درست ہے اھ تلخیص (مع ردالمحتار سے کچھ اضافہ کے)۔ (ت)

مسئلہ ۲۴۳: ۲۹ شعبان ۱۳۳۳ھ مرسلہ حافظ ایاز نجیب آباد ضلع بجنور محلہ پورہ

ماہ جون میں جو زراعت نیشکر پر کولھو بدلی ہوتی ہے اور نرخ مال کی یہ شرط قرارداد ہوتی کہ شاہ نگر کے سے ایک روپیہ یا ۸ رکم یا زیادہ طرفین کی رضامندی سے تحریر ہوجاتی ہے اور جو روپیہ اس وقت بوقت تحریر لینا ٹھہرتا ہے وُہ دے دیا جاتا ہے باقی آیندہ مال آتا رہتا ہے اور روپیہ جاتا رہتا ہے آخر اختتام پر کل مال کا حساب وکتاب ہوجاتا ہے اگر صورۃ مذکور جائز ہے تو فبہا ورنہ اس کے جواز کے واسطے کیا حیلہ ہے کیونکہ اس کا عام رواج ہے۔

الجواب

نیشکر کے بدلے جس طرح کہ رائج ہے محض بے اصل وبوجوہ ناجائز ہے اس وقت گنّا بھی موجود نہیں ہوتا اور نہ رس، اس کے جواز کی یہ صورت ہوسکتی ہے کہ مثلاً سو روپیہ کے بدلی کرنی منظور رہے تو اس کی خرید وفروخت کا کچھ نام نہ لیں بلکہ اپنی کوئی چیز سَو روپے کی اس کے ہاتھ ایک معین مدت مثلاً گھنٹہ بھر کے وعدہ پر بیع کریں اور وہ شے اس کے قبضے میں دے دیں اور وہ ابھی گھنٹہ نہ گزرنے پائے کہ شخص مذکور وہی شے سَو روپیہ نقد کو مالک اول کے ہاتھ بیع کردے اور یہ اسی وقت سَو روپیہ اس کے ادا کردے اب اس کی چیز اس کے پاس آگئی اور سو روپیہ نقد اسے پہنچ گئے اور اس کے سو روپیہ اس پر دین رہے جب وہ وعدے کا گھنٹہ گزرے یہ اپنے روپیوں کا اس سے تقاضا کرے وہ کہے میں تیرے روپے دس منٹ میں دوں گا اگر نہ دوں تو وعدہ کرتا ہُوں کہ اپنے روپیوں کے عوض اس نرخ سے رس دوں گا اس کے دستاویز جیسے لکھی جاتی ہے لکھالیں اب اس کی خریداری جائز ہوگئی اس حیلہ شرعیہ کی تحقیق وتفصیل ہمارے فتاوٰی میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] درمختار کتاب البیوع فصل فی التصرف فی المبیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۷
ردالمحتار کتاب البیوع فصل فی التصرف فی المبیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۶۱

Marfat.com

باب الاستصناع

(بیع استصناع کا بیان)

مسئلہ ۲۴۴ مسئولہ حافظ یعقوب خان صاحب ۱۶؍ ربیع الآخر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بڑھئی نے اقرار کیا کہ فلاں قسم کی کرسیاں ایک درجن ایک ماہ کے اندر بقیمت مبلغ سہ؍ کو دوں گا اور جب تک تمہاری کرسیاں تیار نہ کروں اور کسی کا یا اپنا مال نہ بناؤں گا اگر وعدہ خلافی کروں تو کرسیاں مذکورہ بقیمت للعہ؍ کو دوں گا، پس بڑھئی نے وعدہ خلافی کی یعنی اور کسی کا مال بنایا اور کرسیاں بھی ایک ماہ کے بعد دیں پس اس صورت میں حسب اقرار للعہ؍ کو درجن لینا درست ہے یا نہیں ؛

الجواب

صورت مستفسرہ میں وہ کرسیاں اس عقد کی بنا پر نہ للعہ؍ درجن کو لینا جائز نہ سہ ؍ کو بلکہ اس عقد کا فسخ کرنا واجب ہے کہ یہ عقد فاسد ہوا اور عقد فاسد گناہ ہے اور گناہ کا ازالہ فرض، ہاں اگر چاہیں تو عقد کو فسخ کرکے اب یہ کرسیاں بعقد جدید باہمی رضامندی سے جتنے کو ٹھہر جائیں خرید لیں، وجہ یہ ہے کہ کسی سے کوئی چیز اس طرح بنوانا کہ وہ اپنے پاس سے اتنی قیمت کو بنا دے یہ صورت استصناع کہلاتی ہے کہ اگر اس چیز کے یوں بنوانے کا عرف جاری ہے اور اس کی قسم وصفت و حال و پیمانہ و قیمت وغیرہا کی ایسی صاف تصریح ہوگئی ہے کہ کوئی جہالت آئندہ منازعت کے قابل نہ رہے اور اس میں کوئی میعاد

Marfat.com

مہلت دینے کے لئے ذکر نہ کی گئی تو یہ عقد شرعاً جائز ہوتا ہے اور اس میں بیع سلم کی شرطیں مثلاً روپیہ پیشگی اس جلسہ میں دے دینا یا اس کا بازار میں موجود رہنا یا مثلی ہونا کچھ ضرور نہیں ہوتا مگر جب اس میں میعاد ایک مہینہ یا زائد کی لگادی جائے تو وہ عقد بعینہٖ بیع سلم ہوجاتا ہے اور اس وقت تمام شرائط بیع سلم کا متحقق ہونا ضرور ہوتا ہے اگر ایک بھی رہ گئی عقد فاسد ہوگیا،

فی ردالمحتار عن البدائع من شروطه بیان جنس المصنوع و نوعه و قدره و صفته و ان یکون ممافیه تعامل و ان لایکون مؤجلا و الاکان سلما[1] الخ وفیه المراد بالاجل ما تقدم وهو شهر فما فوقه[2] الخ وفی الطحطاوی الاجل تارة یکون کاجل السلم بان کان شهرا فانه یدوهو عنده سلم من غیر تفصیل[3] الخ وفی الهندیة ان ضرب الاجل صار مسلماحتی لایجوز الابشرائط السلم هذا اذاکان ضرب المدة علی وجه الاستمهال بان قال شهرا وما اشبه ذلك اما اذاذکر علی وجه الاستعجال بان قال علی ان تفرغ منه غدا او بعد غد لایصیر سلماکذا فی الصغری[4] اھ ملخصا

ردالمحتار میں بحوالہ بدائع ہے استصناع کی شرطوں میں سے یہ ہے کہ مصنوع (جو چیز بنوانا مطلوب ہے) کی جنس، نوع، صفت اور مقدار کو بیان کرنا اور یہ کہ اس میں لوگوں کا عرف جاری ہو اور یہ کہ اس کی کوئی میعاد مقرر نہ کی جائے ورنہ وہ عقد سلم ہوجائے گا الخ، اور اسی میں ہے کہ میعاد سے مراد وہی ہے جس کا پہلے ذکر ہوچکا ہے یعنی ایک ماہ یا اس سے زیادہ الخ، طحطاوی میں ہے کہ میعاد کبھی سلم کی میعاد جیسی ہوتی ہے یعنی ایک ماہ یا اس سے زائد، تو اس صورت میں بغیر کسی تفصیل کے یہ سلم ہے الخ۔ ہندیہ میں ہے کہ اگر میعاد مقرر کی تو یہ عقد سلم ہوگا جو کہ سلم کی شرطوں کے بغیر جائز نہیں) یہ اس وقت ہے جب بیانِ مدت مہلت طلب کرنے کے طور پر ہو مثلاً ایک ماہ یا اس کی مثل ذکر کیا اور اگر مدت کا بیان طلبِ عجلت کے طور پر ہو مثلاً کہا تجھ سے یہ چیز اس شرط پر بنواتا ہوں کہ تو کل یا پرسوں اس کو بنا کر فارغ ہوجائے تو یہ عقد سلم نہ ہوگا یہ صغری میں ہے اھ تلخیص (ت)

---

[1] و[2] ردالمحتار کتاب البیوع باب السلم دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۱۲

[3] الطحطاوی علی الدر المختار " " دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۱۲۹

[4] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع عشر فی القرض الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۲۰۸

Marfat.com

یہاں کہ میعاد ایک مہینہ یا زائد ہی کی تھی عقد بیع سلم ہوگیا اور بوجہ تردید کہ ایک مہینہ میں تیس اور زیادہ میں چوبیس نہ قیمت معین ہوگی نہ مدت، حالانکہ ان کی تعیین سلم میں ضرور ہے لہذا عقد فاسد ہوگیا بلکہ عند التحقیق استصناع ہر حال میں بیع ہی ہے

کما نص علیہ فی المتون وصححہ المحققون من الشراح ففی النقایۃ الاستصناع باجل سلم تعاملوا فیہ اولا، وبلا اجل فیما یتعامل فیہ بیع والمبیع العین لا العمل[1] اھ ومثلہ فی الاصلاح والملتقی والتنویر وغیرھا وفی الھدایۃ الصحیح انہ یجوز بیعا لا عدۃ والمعدوم قد یعتبر موجودا حکما والمعقود علیہ العین دون العمل ھو الصحیح[2] اھ ملخصا ونحوہ فی الایضاح والدر وغیرھما من الاسفار الغر وقد اوضحنا المقام مع ازالۃ الاوھام بتوفیق الملک العلام فیما علقنا علی رد المحتار۔

جیسا کہ متون میں اس پر نص کی گئی اور محقق شارحین نے اس کی تصحیح فرمائی، چنانچہ نقایہ میں ہے استصناع میں اگر مدت مقرر کی جائے تو وہ سلم ہوجاتا ہے چاہے لوگوں کا عرف اس میں جاری ہو یا نہ ہو اور بغیر مدت مقرر کرنے کے اگر اس میں عرف جاری ہو تو وہ بیع ہے اور مبیع عین (مصنوع) ہے نہ کہ عمل اھ اور اصلاح، ملتقی اور تنویر وغیرہ میں اس کی مثل ہے۔ ہدایہ میں ہے کہ یہ بطور بیع جائز ہے نہ کہ بطور وعدہ۔ اور معدوم کو کبھی حکمی طور پر موجود اعتبار کرلیا جاتا ہے اور معقود علیہ (مبیع) عین ہے نہ کہ عمل، اور یہی صحیح ہے اھ تلخیص، اور اسی کی مثل ہے ایضاح اور در وغیرہ روشن کتابوں میں، اور ہم نے اللہ تعالٰی کی توفیق سے ردالمحتار پر اپنی تعلیقات میں اس مقام کی وضاحت کرتے ہوئے تمام وہموں کا ازالہ کردیا ہے۔ (ت)

اور بیع ہرگز ایسی جہالت ثمن کا تحمل نہیں کرسکتی کہ اتنی مدت ہو تو یہ قیمت اور اتنی ہو تو وہ،

فی الخلاصۃ رجل باع شیئا علی انہ بالنقد بکذا وبالنسیئۃ بکذا اوالی شہر بکذا اوالی شہرین بکذا لم یجز[3]

خلاصہ میں ہے ایک شخص نے کسی شَی کی بیع اس طرح کی نقد اتنے کی اور ادھار اتنے کی یا ایک ماہ کے ادھار پر اتنے کی اور دو ماہ کے ادھار پر اتنے کی، تو جائز نہیں (ت)

---

[1] مختصر الوقایۃ فی مسائل الہدایۃ کتاب البیع نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۰۳

[2] الہدایہ کتاب البیوع باب السلم مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۱۰۲

[3] خلاصۃ الفتاوٰی " فصل خامس الجنس الاول فیما یتعلق بالثمن مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳/ ۶۰

Marfat.com

تو استصناع میں اگرچہ ایک مہینہ یا اس سے زائد نہ ہو جب ایسی تردید کی جائیگی عقد فاسد ہوگا اور فسخ واجب، ھذا ماظھرلی، واللہ تعالیٰ اعلم (یہ وہ ہے جو میرے لئے ظاہر ہوا، اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ت)

مسئلہ ۲۴۵ زید کے دوست نے فرمائش لکھی کہ مجھ کو کحل الجواہر بھیجدو، زید عمرو کے دکان سے قرض خرید لایا، اور بعد دو ایک روز کے واپس کر دیا اس کے یہاں جاکر، اور خیال دل میں یہ تھا کہ شاید وہ دوست قیمت نہ بھیجے تو مجھ کو دینا ہوگی، غرض اس کے سامنے یعنی مالکانِ دکان کو دے دیا اور یہ اس سے کہا بھی مالک کحل الجواہر نے میاں ذراسی بات کے لئے پھر شرمندہ ہونا پڑتا ہے اور قیمت تو میری پڑیا کحل الجواہر پر لکھی ہوئی ہے وہ بھیج دیں گے تم کو قیمت، تم ان کو کحل الجواہر بھیج دو، پس بامر بائع دوبارہ زید نے اس کو لاکر بھیج دیا اپنے دوست کے پاس۔ سوال یہ ہے کہ اس صورت میں مالک کحل الجواہر زید سے قیمت وصول کرنے کا مجاز ہے یا نہیں؟ اب زید نے اس کے امر سے بھیجا ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ضرور وصول کر سکتا ہے کہ فرمائش دوست کا حاصل اگر فرمائش نہ بھی ہو جس میں حقیقۃً خود زید مشتری ٹھہرے تو غایت درجہ توکیل سہی،

والحقوق فی البیوع ترجع الی الوکیل بخلاف النکاح فلیس فیہ الا معبرا او سفیرا کما صرحوا بہ فی عامۃ الکتب۔

بیوع میں حقوق وکیل کی طرف لوٹتے ہیں بخلاف نکاح کے کہ اس میں وکیل محض تعبیر کرنے والا اور سفیر ہوتا ہے جیسا کہ فقہائے نے عام کتابوں میں اس کی تصریح کردی (ت)

تو وکیل سے قیمت وصول کرنے کا یقیناً اختیار ہے اور اس کے کہنے سے خرید نا اس کا مانع نہیں ہو سکتا

فانہ اشارۃ لا اکراہ فالشراء انما وقع من زید برضاہ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کیونکہ یہ مشورہ ہے اکراہ نہیں ہے اور زید سے بیع اس کی رضامندی سے ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اور اس کا علم اتم و مستحکم ترین ہے (ت)

Marfat.com

باب الصرف

(بیع صرف کا بیان)

مسئلہ ۲۴۶ از شاہجہانپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نوٹ پر بٹہ لگانا مثلاً سو روپے کا نوٹ ننانوے کو خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ظاہر ہے کہ نوٹ ایک ایسی حادث چیز ہے جسے پیدا ہوئے بہت قلیل زمانہ گزرا فقہائے مصنفین کے وقت میں اس کا وجود اصلاً نہ تھا کہ ان کے کلام میں اس کا جزئیہ بالتصریح پایا جائے مگر اس وقت جہاں تک خیال کیا جاتا ہے نظر فقہی میں صورت مسئولہ کا جواز ہی معلوم ہوتا ہے اور عدم جواز کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی، بظاہر کہ علت تحریم ربا قدر مع الجنس ہے یہ اگر دونوں متحقق ہوں تو فضل و نسیہ دونوں حرام اور ایک ہو تو فضل جائز نسیہ حرام اور دونوں نہ ہوں تو دونوں حلال،

کما فی عامۃ الاسفار وفی تنویر الابصار علۃ القدر مع الجنس فان وجدا حرم الفضل والنساء وان

جیسا کہ عام کتابوں میں ہے، اور تنویر الابصار میں ہے کہ زیادتی کے حرام ہونے کی علت قدر مع الجنس ہے، اگر یہ دونوں موجود ہوں تو زیادتی اور اُدھار

Marfat.com

عدماحلا وان وجد احدھما حل الفضل وحرم النساء[1] دونوں حرام ہیں اور اگر ایک موجود ہو تو زیادتی حلال اور ادھار حرام ہے اور اگر دونوں معدوم ہوں تو زیادتی اور ادھار دونوں حلال ہیں (ت)

اور مانحن فیہ میں بالبداہۃ دونوں مفقود، عدم مجانست اس لئے کہ یہ کاغذ ہے وہ چاندی، اور انعدام قدر اس طرح کہ یہ نہ مکیل ہے نہ موزون، پس حسب ضابطہ مقررہ یہاں فضل ونسیہ دونوں حلال ہونا چاہئے، مسئلہ کا جواب تو اسی قدر سے ہوگیا لیکن غیر فقیہ کو اس جگہ یہ وہم گزرتا ہے کہ ہر چند اصل حقیقت میں نوٹ صرف ایک چھپے ہوئے کا نام ہے مگر عرف واصطلاح میں گویا وہ بعینہٖ روپیہ ہے اسی لئے ہر جگہ روپیہ کا کام دیتا ہے لین دین میں سو روپے کا نوٹ دینے اور سو روپیہ نقد دینے میں ہرگز تفاوت نہیں سمجھا جاتا عموماً اس کے ساتھ معاملہ اثمان برتا جاتا ہے تو گویا وہ سو روپے تھے کہ بعض ننانوے کے خریدے گئے اور اس کی حرمت میں کچھ شبہہ نہیں تو صورت مسئولہ میں حکم تحریم دیا چاہئے۔

اقول جسے فن شریف فقہ میں کچھ بھی بصیرت حاصل ہے اس کے نزدیک اس وہم کا ازالہ نہایت آسان، نوٹ کے ساتھ معاملہ اثمان برتا جانا اسے حقیقۃً ثمن یعنی احد النقدین نہ کردے گا غایت یہ کہ اثمان مصطلحہ سے ٹھہرے یعنی وہ کہ اصل خلقت میں سلع وکالا ہیں مگر عرف واصطلاح نے انھیں ثمن ٹھہرالیا ہے جیسے پیسے یا بعض بلاد ہند میں کوڑیاں بھی، اور از انجا کہ اثمان اصلیہ سوا زر وسیم کے کچھ نہیں تو اہل عرف اگر غیر ثمن کو ثمن کرنا چاہیں ناچار اس کی تقدیر اثمان خلقیہ سے کریں گے، اسی لئے پیسوں کی مالیت یونہی بتائی جاتی ہے کہ روپے کے سولہ آنے پس نوٹ کو جب عرفاً ثمن کرنا چاہا اس کے اندازے میں بھی اصل ثمن کی جانب رجوع ضرور ہوتی اور یوں قرار دیا گیا کہ فلاں نوٹ سو روپے کا، فلاں دو سو کا، فلاں ہزار کا، مگر یہ صرف تقدیر ہی تقدیر ہے اس سے اتحاد جنس وقدر ہرگز لازم نہیں آتا جیسے اندازہ فلوس سے چونسٹھ پیسے روپے کا عین نہ ہوگئے یونہی اس قرارداد سے وہ نوٹ حقیقۃً سو روپے یا چاندی نہ ہوجائے گا، پس علت ربا کا تحقق ممکن نہیں نہ عاقدین اتباع عرف واصطلاح پر مجبور کہ جو قیمت انھوں نے ٹھہرادی یہ اس سے کم وبیش نہ کرسکیں یہ اپنے معاملہ کے مختار ہیں چاہیں سو روپے کی چیز ایک پیسے کو بیچیں یا ہزار اشرفی کو خریدیں صرف تراضی درکار ہے، آخر نہ دیکھا کہ ایک روپے کے پیسے بہ تعیین عرف ہمیشہ معین رہتے ہیں مگر علماء نے اٹھنی سے زیادہ کے عوض ہیں آٹھ آنے بیچنا روا رکھا، اور سب جانتے ہیں کہ ایک اشرفی کئی روپے کی ہوتی ہے لیکن فقہانے ایک روپے

---

[1] درمختار کتاب البیوع باب الربٰو مطبع مجتبائی دہلی ۲/۴۱

Marfat.com

کے عوض ایک اشرفی خریدنا جائز ٹھہرایا تو جرکیا ہے وہی اختلاف جنس جس کے بعد تفاضل میں کچھ حرج نہیں رہتا

فی الدر المختار ومن اعطی صیرفیا درھما کبیرا فقال اعطنی بہ نصف درھم فلوسا (بالنصف صفۃ نصف) ونصفا (من الفضۃ صغیرا) الاحبۃ صح (ویکون النصف الاحبۃ بمثلہ وما بقی من الفلوس)[1]

درمختار میں ہے کہ کسی نے صراف کو ایک بڑا درہم دیتے ہوئے کہا کہ مجھے نصف درہم کے عوض ایک چھوٹا درہم جو بڑے درہم کے نصف سے ایک حبہ کم ہو دے دے تو یہ بیع صحیح ہے اور چھوٹا درھم جو بڑے کے نصف سے ایک حبہ کم ہے وُہ اپنے مثل کے مقابل ہوجائیگا اور باقی پیسوں کے مقابل ہوگا۔ (ت)

اور اسی میں ہے:

صح بیع درھمین ودینار بدرھم ودینارین لصرف الجنس بخلاف جنسہ[2]۔

دُو درہم اور ایک دینار کی بیع ایک درہم اور دو دیناروں کے بدلے میں صحیح ہے کیونکہ ہر جنس کو اپنی جنس کے خلاف کے مقابل قرار دیا جائے گا۔ (ت)

جب یہاں تک شرعًا جائز رہا تو سَو روپے کا نوٹ ننانوے کے عوض خریدنے میں کیا حرج ہو سکتا ہے کہ یہاں تو نہ قدر متحد نہ جنس واحد، یہ حکم بیع وشرار کا ہے جہاں نفع وانتفاع شرعًا روا۔ البتہ قرض اس طرح پر دیناکہ ننانوے روپے دیتا ہُوں اور ان کے بدلے سَو روپے کا نوٹ لے لُوں گا بے شک ممنوع ہوگا

فان کل قرض جر نفعا فھو ربو نطق بذلک الحدیث والفقہ[3]۔

کیونکہ جو قرض نفع کو کھینچے وہ سُود ہے حدیث اور فقہ اس پر ناطق ہیں (ت)

یہاں تک کہ علمائے تو منفعت سقوط خطر طریق کے سبب ہنڈوی کو ناجائز ٹھہرایا کما ذکروہ اٰخر کتاب الحوالۃ (جیسا کہ فقہا نے اس کا ذکر کتاب الحوالہ کے آخر میں کیا ہے۔ ت) اور اسی طرح بقال کے پاس اس شرط پہ روپیہ پیشگی رکھ دیناکہ حسبِ حاجت وقتاً فوقتاً چیزیں خریدتے رہیں گے صرف اسی نفع کی وجہ سے مکروہ فرمایا

کما فی کراھیۃ الھدایۃ وغیرھا قبیل مسائل متفرقۃ۔

جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں کتاب الکراھیۃ کے تحت مسائل متفرقہ سے تھوڑا پہلے مذکور ہے (ت)

حالانکہ یہ منفعتیں کوئی مال نہیں تو مالیت میں رجحان کیونکر درست ہوگا بیشک یہ امر مقصد شرع کے (کہ صیانت

---

[1] درمختار کتاب البیوع باب الصرف مطبع مجتبائی دہلی ۲/۵۷

[2] ۲/۵۵

[3] کنز العمال حدیث ۱۵۵۱۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۲۳۸

Marfat.com

اموال ناس ہے اور وہی علتِ تحریم ربا کمافی الفتح (جیسا کہ فتح میں ہے۔ ت) بالکل خلاف ہے ھذا ماظھرلی (یہ وہ ہے جو میرے لئے ظاہر ہوا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴۷ مرسلہ شیخ حسین بخش صاحب رضوی فاروقی خیرآبادی ۲۹ رجب ۱۳۰۵ھ

چہ میفرمایند مسند آرایان شرع مبین و مولویان دین متین درباب کہ زید یک درم نزد بکر آورد وگفت کہ ایں درم برگیر وفلوس بدہ بکر منجملہ نرخ فلوس رائج الوقت زید را داد گفت کہ فلوسے چند بموجب نرخ کم اندباز آمدہ برگیرید آید وقت دوم آمدہ باقی ماندہ فلوس برگرفت بموجب شرع لطیف ایں عمل نامشروع ست یا جائز وفلوسہائے باقی ماندہ از روئے شرع شریف ربٰو باشد یا نہ؟ بیّنوا توجروا بحوالۃ الکتاب والیہ المرجع والمآب واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

مسندِ شریعت پر جلوہ افروز ہونے والے دینِ متین کے علماءِ کرام اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ زید ایک درہم بکر کے پاس لایا اور کہا یہ درھم لے لو اور اس کے پیسے دے دو، بکر نے بازار کے نرخ کے مطابق رائج الوقت پیسے زید کو دیتے ہوئے کہا کہ کچھ پیسے کم ہیں پھر کسی وقت آکر لے جانا۔ چنانچہ زید بعد میں کسی وقت آیا اور باقی پیسے لے لئے شریعت لطیفہ کی رُو سے یہ عمل جائز ہے یا ناجائز؟ بقیہ پیسے جو بعد میں لئے گئے سُود ہونگے یا نہیں؟ بحوالہ کتب بیان فرمائیں اور اجر پائیں، اللہ تعالٰی کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے اور وہی بہتر جانتا ہے۔ (ت)

الجواب

در بیع فلوس بدرھم بر مذہب راجح تقابض شرط نیست ہمیں قبضہ یک جانب کافیست پس چوں زید درھم بہ بکر داد قبضہ از یک طرف متحقق شد اگر زید آں دم یک پول ہم نگرفتے روا بودے حالانکہ بعض آں وقت وبعض دیگر وقت دیگر گرفت وہنوز فلس رائج بودہ کاسد نشدہ ہم جائز ماند وہیچ احتمال ربٰو راہ نیافت فی الھندیۃ عن المبسوط اذا اشتری الرجل فلوسا بدراھم ونقد الثمن

راجح مذہب کے مطابق پیسوں کی درہم کے ساتھ بیع میں دوطرفہ قبضہ شرط نہیں بلکہ صرف ایک طرف کا قبضہ کافی ہے لہذا جب زید نے بکر کو درھم دے دیا تو ایک طرف سے قبضہ متحقق ہوگیا، اگر زید اس وقت ایک پیسہ بھی نہ لیتا تب بھی جائز تھا حالانکہ یہاں تو کچھ پیسے اس وقت اور کچھ دوسرے وقت اس نے لئے اور دوسرے وقت تک وہ پیسے رائج تھے کھوٹے نہیں ہوئے تو یہ جائز ہے اور سود کا اس میں کوئی احتمال نہیں، ہندیہ میں مبسوط کے حوالے سے مذکور ہے کہ ایک شخص نے درہموں کے بدلے

Marfat.com

ولو تكن الفلوس عند البائع فالبيع جائز[1] وفيها عن الحاوی وغيره لو اشترى مائة فلس بدرهم فقبض الدرهم و قبض خمسين فلسا فكسدت بطل فی النصف و لو لم تكسد لم يفسد وللمشتری ما بقی من الفلوس[2] اھ ملخصًا و ایں مسئلہ را در فتوائے دیگر ہرچہ تمامتر رنگِ تفصیل دادہ ام، واللہ تعالٰی اعلم۔

میں پیسے خریدے اور ثمن نقد ادا کر دیئے جبکہ بائع کے پاس اس وقت پیسے موجود نہیں تھے تو یہ بیع جائز ہے اھ، اسی میں حاوی وغیرہ کے حوالے سے مذکور ہے کہ اگر کسی نے ایک درہم کے عوض سَو پیسے خریدے بائع نے درہم پر قبضہ کرلیا اور مشتری نے پچاس پیسوں پر قبضہ کرلیا اب پیسے کھوٹے ہو گئے تو نصف میں بیع فاسد ہوگئی اگر وہ کھوٹے نہ ہوتے تو بیع فاسد نہ ہوتی اور مشتری کو باقی پیسے لینے کا حق ہوتا اھ تلخیص، اس مسئلہ کو میں نے دوسرے فتوٰی میں تمامتر تفصیل کا رنگ دیا ہے، اور اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۴۸: از بکسرانواں ڈاکخانہ رسول پور ضلع رائے بریلی مسئولہ عبدالوہاب ۲۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر سے ایک روپیہ کے پیسے بھنائے بکر نے روپیہ لے کر بارہ آنے اُسی وقت زید کو دے دئے اور کہا چار آنے اس وقت نہیں کل یا پرسوں دے دونگا اب بقیہ پیسہ زید کو دوسرے یا تیسرے دن لینا جائز ہے یا ربا لازم آئے گا؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

روپے اور پیسوں کے مبادلہ میں ایک طرف کا قبضہ کافی ہے صورتِ مسطورہ میں کوئی ربا نہ ہوگا، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۹: از کانپور گورکھپوری دکان مرسلہ محمد حی صاحب ۵ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نوٹ مروجہ مبلغ یک صد روپیہ کا ہے اس کا خوردہ نوٹ لیا جائے کم بیش پر جائز ہے یا نہیں؟ خوردہ میں نقد روپیہ ہو یا چھوٹے نوٹ ہوں سَو روپے نقد کے مقابلہ میں سَو روپے کا نوٹ لیا جائے یا اس پر کچھ بٹہ لے کر کمی بیشی جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الصرف الباب الثانی الفصل الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۲۲۴

[2] " " " " " " ۳/۲۲۵

Marfat.com

الجواب

نوٹ کی بیع اور مبادلہ میں کمی بیشی برضامندی فریقین مطلقاً جائز ہے کہ وہ اموالِ ربویہ سے نہیں، ہاں سَو روپے کا نوٹ قرض دیا جائے اور یہ ٹھہرالیا جائے کہ پیسہ اُوپر سَو لیں گے یہ سُود اور حرام قطعی ہے اور اس کے تمام مسائل کی تفصیل اگر درکار ہو تو ہمارے رسالہ کفل الفقیہ الفاھم میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵۰ از گونڈل معرفت قاضی قاسم صاحب مرسلہ سید غلام محی الدین صاحب راندیری ۱۱ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ موتی کے بیوپاری موتیوں کی خرید و فروخت کرتے ہیں سَو روپیہ اور بروقت قیمت لینے دینے کے فیصدی دس روپے کم کے حساب سے معاملہ طے ہوتا ہے پھر بھی اگر خریدنے والا نقد روپے ادا کرے تو فیصد پندرہ روپے کم سے معاملہ طے ہوتا ہے ورنہ مہینے کی میعاد کے بعد ادا کرے تو وہی فیصدی دس روپے کم لینے دینے کا رواج ہے، آیا اس طرح کا معاملہ طے کرنا اور خرید و فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جبکہ باہمی تراضی سے ایک امر متعین منقطع ہو کوئی حرج نہیں،

قال تعالیٰ الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔ — اللہ تعالیٰ نے فرمایا، مگر یہ کہ ہو تمہارے درمیان تجارت باہمی رضامندی سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۵۱ مرسلہ الف خاں مہتمم مدرسہ انجمن اسلامیہ سانگود ریاست کوٹہ راجپوتانہ ۲۳ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان کرام اندریں معاملہ کہ قصبہ سانگود کے مدرسہ انجمن اسلامیہ کا روپیہ عرصہ دراز سے جمع رہتا ہے اس سے کوئی تجارت وغیرہ نہیں ہوتی ہے کہ جس سے روپے کی افزائش کی صورت ہو، لہٰذا اگر ان روپیوں کی اشرفیاں کسی قدر کہ جن کا نرخ اس وقت کمی و بیشی ہو جاتا ہے خرید کر ہمراہ روپیہ ان اشرفیوں کا نرخ اس وقت کے حساب سے زیادہ قیمت پر لگا کر ادھار میں بیع کیا جائیں تو یہ عمل شرعاً درست ہے کہ نہیں یا کہ برائے اطمینان اس عمل کے ساتھ زیور رہن لیا جائے تو یہ طریقہ بیع اشرفیوں کا درست تو نہیں ہے جواب بطریق مذہب حنفی دیا جائے، آفریدگارِ عالم جزائے خیر عنایت فرمائے گا۔ بیّنوا توجروا۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۹

Marfat.com

الجواب

صورت مذکورۂ سوال حرام ہے،

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا ھاء وھاء[1] رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: مگر (یہ اس وقت جائز ہے) جب ہاتھوں ہاتھ ہو یعنی مجلس میں دونوں طرف سے قبضہ کرلیا جائے۔ (ت)

ہاں یہ جائز ہے کہ اشرفیاں وقت ارزانی خریدیں اور وقت گرانی بیچیں یا جاڑا ہل چندہ نوٹ خرید کر ادھار زیادہ کو بیچیں مگر عقد بیع ہو جس میں ثمن ایک مدت معینہ کے بعد دینا قرار پائے، یہ نہ ہو کہ اس کا نوٹ دومہینہ کے وعدے پر قرض دیا اور پیسہ اوپر لینا قرار پایا کہ یہ حرام ہے۔ حدیث میں ہے:

کل قرض جر منفعۃ فھو ربٰو[2] جو قرض نفع کھینچے وہ سود ہے (ت)

بخلاف بیع کہ اس پر نفع لینا جائز ہے،

قال اللہ تعالٰی واحل اللہ البیع وحرم الربٰو[3] اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اللہ تعالٰی نے بیع کو حلال اور سُود کو حرام کیا۔ (ت)

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم[4] جب نوعیں مختلف ہوں تو جیسے چاہو بیع کرو (ت)

اور اس کی کامل تفصیل ہمارے رسالہ "کفل الفقیہ الفاہم" میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۲ ازبرم نگر ڈاکخانہ سرگدا مرسلہ غلام صدیق صاحب مدرس ۱۰ / شوال ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید پیسے کوڑی بیچنے کا پیشہ کرتا ہے جو وقت خریداری روپیہ قیمت کا دیتا ہے اس کو پونے سولہ گنڈے پیسے دیتا ہے اور جو روپیہ قیمت کا اسی وقت نہیں دیتے ہیں دوسرے وقت کا وعدہ کرتے ہیں ان کو یازدہ گنڈے پیسے دیتا ہے اور مدتِ وعدہ اور کمی بیشی نرخ کا جیسے سُود کا شبہہ پڑے کچھ حساب نہیں کرتا ہے بطور نوٹ فروشی یہ بیع بھی صحیح ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

---

[1] صحیح البخاری کتاب البیوع باب بیع الشعیر بالشعیر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ /۲۹۰

[2] کنز العمال حدیث ۱۵۵۱۶ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۶ /۲۳۸

[3] القرآن الکریم ۲ /۲۷۵

[4] نصب الرایہ کتاب البیوع المکتبۃ الاسلامیہ ریاض ۴ /۴

Marfat.com

الجواب

صراف کہ نقد روپیہ دینے والے کو پونے سولہ آنے دے یہ بیع بلاکراہت جائز ہے اور جو روپیہ اس وقت نہ دے دوسرے وقت کا وعدہ کرے اسے روپے کے عوض بارہ آنے دینا بھی جائز ہے، سُود و حرام و گناہ نہیں، صرف مکروہِ تنزیہی یعنی خلافِ اولٰی ہے کہ نہ کرے تو بہتر ہے اور کرے تو حرج نہیں،

فی فتح القدیر و رد المحتار وغیرھما من الاسفار لاکراھۃ فیہ الاخلاف الاولی لما فیہ من الاعراض عن مبرۃ القرض[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

فتح القدیر اور ردالمحتار وغیرہ کتابوں میں مذکور ہے کہ اس میں کراہت نہیں تاہم یہ خلافِ اولٰی ہے کیونکہ اس میں قرض دینے کے احسان سے اعراض ہے، اور اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے (ت)

مسئلہ ۲۵۳ و ۲۵۴ ازبدایوں محلہ سوتھنہ مرسلہ مولوی حامد بخش صاحب خان بہادر ۷ رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ :

(۱) زید نے دس روپیہ کا سرکاری نوٹ بکر کے ہاتھ بارہ روپیہ میں اس شرط سے بیچا کہ بکر اس کو ایک سال میں بارہ روپیہ باقساط یا کل یکمشت ادا کردے تو یہ بیع صحیح ہے اور سُود تو نہیں ہے ؟

(۲) زید نے مختلف دھات کے سکہ دس روپیہ کے جمع کرکر بکر کے ہاتھ عہ پندرہ روپیہ میں بیع کئے اور یہ روپیہ چار ماہ کے بعد لینا چاہا تو یہ بیع صحیح ہے یا نہیں ؟ یا اس پندرہ روپیہ کا غلہ کسی قسم کا کسی نرخ پر ٹھہرالیا تو وہ جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

(۱) نوٹ اگر قرض دیا جائے اور ایک پیسہ زیادہ لینا ٹھہرالیا جائے تو قطعی حرام ہے قال اللہ تعالٰی وحرم الربٰو[2] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اللہ تعالٰی نے سُود کو حرام کیا۔ ت) اور اگر نوٹ روپیہ کے عوض بیع کریں اور اس پر جو قیمت مکتوب ہے اس سے کم یا زیادہ برضائے باہمی معجل خواہ مؤجل باجل معلوم ثمن قرار دیں تو ضرور حلال ہے قال اللہ تعالٰی واحل اللہ البیع[3] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اللہ تعالٰی نے بیع کو حلال کیا۔ ت) جس شخص نے یہ گمان کیا کہ نوٹ عرفاً چاندی کا عین ہورہا ہے تو

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع باب الصرف داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۴۴

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵

[3] 〃 ۲/ ۲۷۵

Marfat.com

دس کا نوٹ بارہ کو بیچنا گویا دس روپے بارہ روپیہ کو بیچنا ہے اور سُود ہے یہ اس کی محض نافہمی اور قواعدِ شرع سے بیگانگی بہ استیلائے وہمی ہے نوٹ اگر چاندی کا ہم جنس نہیں اور قطعاً نہیں جب تو کمی بیشی حرام ٹھہرانا کیا معنی کہ ہمارے ائمہ کرام رضوان اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کے اجماع سے اختلافِ جنس کی حالت میں تفاضل حلال ہے اور اگر بالفرض غلط اسے چاندی کا عین سمجھ لیجئے تو اب دس کا نوٹ دس کو بیچنا عین سُود اور حرام مردود ہوگا اموال ربویہ میں شرع نے مالیت کا لحاظ نہیں فرمایا بلکہ وزن وکیل میں برابری کا حکم دیا ہے تمام کتب میں تصریح ہے کہ جیدہ وردیہ سواء (اس کا عمدہ اور ردی برابر ہیں۔ ت) سادہ کاری کا زیور ایک ماشہ وزن کا ایک ایک روپیہ کی مالیت کا ہوتا ہے پھر کیا شرعاً ماشہ بھر چاندی کی انگوٹھی ایک رُپے کو بیچنی حلال ہوگی حاشا بلکہ قطعاً سُود ہوگی واجب یہ کہ تول میں بلا تفاوت یکساں ہوں تو نوٹ بھی اگر چاندی ہی قرار پاگیا تو ہرگز اس کا لحاظ جائز نہیں کہ مالیت میں دس یا سَو یا ہزار روپے کا ہے بلکہ وزن معتبر ہوگا کانٹے میں ایک طرف نوٹ دوسری طرف چاندی رکھئے دونی چونی جو کچھ چڑھے بس اتنے کو بیچنا حلال اور اس سے ایک پیسہ زیادہ لیا اور سُود کا وبال تو ظاہر ہُوا کہ نوٹ کو چاندی ٹھہرا کر جو لوگ دس کا نوٹ دس ہی کو بیچنا بتارہے ہیں اب اپنے مُنہ آپ سُود کو حلال کرتے اور بندگانِ خدا کو حرام کا راستہ سکھا رہے ہیں، جانے دیں ان کی خاطر ہم نے تسلیم کرلیا کہ نوٹ بالکل چاندی ہے اور روپے سے بدلنے میں اس کی مالیت ہی کی برابری لازم ہے بہت اچھا، جب وُہ چاندی ٹھہرا تو سونا تو نہ ہوسکے گا یا ایک ہی چیز چاندی یا سونے دونوں کی عین ہے اور جب سونا نہیں تو نوٹ اور اشرفی ضرور مختلف الجنس ہیں اور اب تفاضل یقیناً سُود نہیں دو روپے اور ایک اشرفی کو دو اشرفیوں اور ایک روپے کے عوض بیچنے کا جزئیہ دُرمختار[1] وغیرہ کتبِ مذہب میں مصرح ہے صرفا للجنس الٰی خلاف الجنس (جنس کو خلافِ جنس کی طرف پھیرتے ہُوئے۔ ت) یعنی یہ قرار دینگے کہ ایک اشرفی ایک روپے کو بیچی اور دو روپے دو اشرفیوں کے عوض بیع کئے اور یہ صحیح ہے کہ جنس مختلف ہے تو دس روپے کا نوٹ بارہ اشرفیوں کو بیچنا تو سود نہ ہوگا اب اپنے اس مسئلہ کا اندازہ خود ہی کرسکیں گے کہ دس روپے کا نوٹ بارہ روپے کو بیچنا تو سُود اور بارہ اشرفیوں کو بیچنا صحیح وغیر مردود۔

بالجملہ یہ سب ہوسات بے معنی ہیں جن پر شرع مطہر سے اصلاً دلیل نہیں اور ہمارے علمائے کرام قدست اسرارہم کی کرامت ہے کہ حدوث نوٹ سے صدہا سال پہلے اس کا جزئیہ ارشاد فرماگئے۔ فتح القدیر میں فرمایا:

---

[1] درمختار کتاب البیوع باب الصرف مطبع مجتبائی دہلی ۲/۵۵

Marfat.com

لو باع کاغذۃ بالف یجوز ولا یکرہ[1] | یعنی اگر کسی نے کاغذ کا ٹکڑا ہزار روپے کو بیچا جائز ہے اور اصلاً کراہت بھی نہیں۔

اس وقت کاغذ کا ٹکڑا ہزار کو بکتا کہاں تھا وہ یہی نوٹ ہے کہ اب حادث ہوا اور علماء نے صدہا سال پیشتر اس کا حکم بتایا، یہ اجمال ہے اور اس مسئلہ کی باقی تفصیل فتاوٰی فقیر میں ہے اور اہلِ انصاف کو اسی قدر کافی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) غلہ کہ ابھی نہ لیا جائے گا اور وعدہ پر ٹھہرا لیا گیا اس میں تو بیع سلم کی شرائط درکار ہیں جن کی تفصیل و تمثیل سب بتکمیل فتاوٰی فقیر میں مذکور، اور اگر ان دھاتوں میں سونا چاندی دونوں میں سے کچھ نہیں تو دس کے مالیت کی پندرہ روپے کو چار ماہ کے وعدہ پر بیچنا جائز جبکہ ایک طرف سے قبضہ ہو جائے اور اگر سونا یا چاندی بھی ہے تو وعدہ پر بیچنا حرام، ہاں نقد پندرہ روپے کو دس روپے کے مختلف دھاتوں کے سکّے دے دینا صحیح ہے اور سود نہیں،

لما مر صرف الجنس الی خلاف الجنس[2] ای فیکون بالفضۃ ما یساویھا وزنا من الدراھم وبالباقی الباقی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ | جیسا کہ گزرا کہ جنس کو خلاف جنس کی طرف پھیرا جائیگا یعنی چاندی کے بدلے درہم میں سے اس وزن کے برابر ہوگا اور باقی باقی کے بدلے۔ اور اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے (ت)

مسئلہ ۲۵۵ از شہر کہنہ مرسلہ حمایت اللہ خاں صاحب ۲۹ رجب ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ دس روپے کا نوٹ دے کر بارہ روپیہ عوض میں لینا حلال ہے یا حرام؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بیع میں حلال ہے یعنی دس کا نوٹ بارہ یا بیس کو برضائے مشتری بیچے تو کچھ مضائقہ نہیں، فتح القدیر و ردالمحتار وغیرہما کتب معتمدہ میں ہے:

لو باع کاغذۃ بالف یجوز ولا یکرہ[3] | اگر کاغذ کا ٹکڑا ہزار روپے میں بیچا تو جائز ہے اور اس میں کوئی کراہت نہیں (ت)

---

[1] فتح القدیر کتاب الکفالہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/۳۲۴
[2] درمختار کتاب البیوع باب الصرف مطبع مجتبائی دہلی ۲/۵۵
[3] فتح القدیر کتاب الکفالہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/۳۲۴

Marfat.com

اور اصطلاحی طور پر اس کی قیمت معین ہونا بائع اور مشتری کے باہمی رضا کو نہیں روکتا، ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنا مال جو عام نرخ سے دس روپے کا ہو برضائے مشتری سَو روپیہ کو بیچے یا ایک ہی پیسہ کو دے دے۔

قال اللہ تعالیٰ الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم[1] — اللہ تعالیٰ نے فرمایا، مگر یہ کہ ہو تمھارے درمیان تجارت تمھاری باہمی رضامندی سے۔ (ت)

نوٹ کا ثمن اصطلاحی ہونا بھی اس کا مانع نہیں کہ اختلافِ جنس کی حالت میں ہمارے ائمہ کے اجماع سے تفاضل جائز ہے ایک روپے کے پیسے بہ تعیین عرف ہمیشہ معین رہتے ہیں ہر بچہ جانتا ہے کہ روپے کے صرف سولہ آنہ آتے ہیں، نہ پندرہ نہ سترہ۔ یہ عرفی تعیین اور اس کا ثمن مصطلح ہونا عاقدین پر کمی بیشی حرام نہیں کرسکتا، علماء نے تصریح فرمائی کہ اٹھنی سے زیادہ کے عوض میں آٹھ آنے پیسے بیچنا حلال ہے۔ درمختار میں ہے:

من اعطی صیرفیا درھما کبیرا فقال اعطنی به نصف درھم فلوسا و نصفا الاحبة صح و یکون النصف الاحبة بمثله و ما بقی بالفلوس[2]۔ — کسی نے صراف کو ایک بڑا درہم دیتے ہوئے کہا کہ نصف درہم کے پیسے دے دو اور نصف درہم دے دو جس میں سے ایک جبہ کم تر ہو تو بیع صحیح ہوگی نصف درہم ایک جبہ کم اپنی مثل کے مقابل ہوجائیگا اور باقی پیسوں کے مقابل ہوگا (ت)

نوٹ اور پیسے تو اصطلاحی ثمن ہیں سونا چاندی ثمن خلقی ہیں اور ہر شخص جانتا ہے کہ ایک اشرفی کئی روپے کی ہوتی ہے، مگر علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ایک روپیہ ایک اشرفی کو بیچنا صحیح ہے توجہ وہی ہے کہ اختلافِ جنس کے بعد تفاضل جائز ہے، درمختار میں ہے:

صح بیع درھمین و دینار بدرھم و دینارین بصرف الجنس بخلاف جنسه[3] — دو درہموں اور ایک دینار کو دو دیناروں اور ایک درہم کے بدلے فروخت کرنا صحیح ہے جنس کو خلافِ جنس کی طرف پھیرنے کی وجہ سے۔ (ت)

عام اشیاء کی قیمت کا اندازہ روپوں ہی کے ساتھ کیا جاتا ہے اس سے وہ روپے کے عین یا چاندی کی جنس نہیں ہوجاتیں اشرفیوں کا اندازہ بھی یونہی ہے کہ فلاں اشرفی سولہ روپے کی فلاں بیس کی فلاں

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۹

[2] درمختار باب الصرف مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۵۷

[3] " " " ۲/ ۵۵

Marfat.com

پچیس کی - پیسوں کا اندازہ بھی یہی ہے کہ روپے کے سولہ آنے چونسٹھ پیسے اس سے اگر پیسے یا اشرفی روپے کے عین یا چاندی کی جنس ہو جاتے تو ایک اشرفی ایک روپیہ کو کیونکر جائز ہوتی جبکہ بیس روپے کی اشرفی ایک روپے کو بیچنا یا یوں کہئے کہ مشتری کی طرف سے ایک روپیہ پچیس روپے کی اشرفی کو بیچنا صحیح ہوا اور ربا نہ ٹھہرا تو دس کا نوٹ بارہ کو دینا کہاں سے ربا ہو جائیگا پچیس کے اشرفی کہنے نے جس طرح اشرفی کو چاندی نہ کر دیا تھا یونہی دس کا نوٹ کہنا کاغذ کو نقرہ نہ بنا دے گا، عام کتب مذہب میں تصریح ہے کہ علتِ ربا اتحاد قدر و جنس ہے اس کے بعد وزن میں برابری فرض ہے مالیت کا کچھ لحاظ نہیں مثلاً کھری چاندی کا عمدہ زیور کہ صناعی کے باعث اپنے وزن سے دوچند قیمت کا ہو گیا ہو جب چاندی کے عوض بیچیں تو فرض ہے کہ دونوں کانٹے کے تول برابر ہوں اختلاف مالیت پر نظر کرکے کمی بیشی کی تو حرام اور ربا ہو جائے گا یونہی عمدہ سونا پچیس روپے تولے والا خراب سونے دس روپے تولے والے سے بیچیں جب بھی فرض ہے کہ وزن بالکل یکساں ہو اس کا خیال نہ کریں گے کہ اس کی مالیت تو اس سے ڈھائی گنی ہے۔ ہدایہ و درمختار میں ہے:

لایجوز بیع الجید بالردی مما فیہ الربا الا مثلا بمثل لاھدار التفاوت فی الوصف[1]

اموالِ ربویہ میں عمدہ کی بیع ردی کے ساتھ صرف اسی صورت میں جائز ہے کہ وہ برابر برابر ہو کیونکہ یہاں وصف میں تفاوت معتبر نہیں (ت)

اگر نوٹ عرف میں بفرض غلط روپے کا عین ہی سمجھا جاتا ہو تو اب ہم پوچھتے ہیں کہ شرعاً بھی اس پر روپے کی تمام احکام جاری ہونا ضرور ہے یا نہیں، اگر نہیں تو ربا کدھر سے آیا، ابھی فتح القدیر و ردالمحتار وغیرہما سے تصریح گزری کہ کاغذ کا ایک پرچہ ہزار روپے کو بیچنا جائز ہے اور جائز بھی ایسا جس میں نام کو کراہت تک نہیں، خدا انصاف دے تو یہ نوٹ کی بیع مذکور کا صریح جزئیہ ہے جسے علمائے کرام حدوث نوٹ سے صدہا سال پیشتر تحریر فرما گئے اور ثمنیت اصطلاحیہ سے فرق محض جہالت ہے جس کا بیان مشرح گزرا اور اگر آپ کے زعم میں شرعاً بھی نوٹ پر روپے ہی کے احکام ہیں تو اب الٹا ربا تم پر وارد ہوگا روپے کا حکم یہ نہ تھا کہ دوسرے روپے سے اسے بدلو تو مالیت برابر دیکھ لو بلکہ وزن برابر کرنے کا حکم تھا تو چاہئے کہ جو لوگ دس کا نوٹ دس کو بیچیں حرام قطعی اور سود ہو کہ ایک طرف ماشہ بھر وزن ہے اور دوسری طرف دس تولہ بلکہ واجب ہو کہ کانٹے میں نوٹ رکھ کر جتنی چاندی اس پر چڑھے اسی قدر کو بیچیں تو نوٹ میں برابری فرض کرنے والے خود ہی اپنے زعم کے رُو سے سود حلال کر رہے ہیں اس سے بھی قطع نظر سہی نوٹ اگر عین

---

[1] الہدایہ کتاب البیوع باب الربٰو مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۸۱

Marfat.com

ہوگیا تو روپے کا ہوا اشرفی کا تو نہ ہوگا یا ایک ہی چیز سونے اور چاندی دونوں کا عین ہو جائے گی اور ابھی درمختار سے گزرا کہ ایک روپے کی بیع ایک اشرفی سے صحیح ہے اور ہرگز ربا نہیں، نوٹ جبکہ روپے کا عین ٹھہرا تو دس روپے کا نوٹ بارہ اشرفیوں کو بیچنا قطعاً ربا نہ ہوگا اب یہ عجیب حکم پیدا ہوگا کہ دس کا نوٹ بارہ روپے کو بیچو جب تو سُود اور دس کے نوٹ پر بارہ اشرفیاں لے جاؤ تو اصلاً سُود نہیں، غرض ان لوگوں کی مخالفت اصلاً کسی اصل شرعی کی طرف راجع نہیں محض اپنے تخیلات بے سروپا ہیں یہ حکم بیع کا تھا البتہ دس کا نوٹ قرض دینا اور یہ ٹھہرالینا کہ ادائے قرض کے وقت بارہ روپے یا پیسہ اوپر دس روپے لُوں گا یہ حرام اور سُود ہے، حدیث میں ہے :

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کل قرض جر منفعۃ فھو ربا[1]۔ رواہ الحارث بن ابی اسامۃ عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجھہ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا : جو قرض نفع کھینچے وہ سود ہے۔ اس کو حارث بن ابواسامہ نے سیدنا امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کیا (ت)

اور یہ خیال کہ بیع میں زیادہ کو بیچنا کیوں جائز ہوا اور قرض دے کر زیادہ ٹھہرالینا کیوں حرام ہوا یہ تو دونوں ایک ہی سے ہیں یہ وہ مہمل اعتراض ہے کہ کافروں نے شریعت مطہرہ پر کیا اور قرآن عظیم نے اس کا جواب دیا :

قال اللہ تعالٰی قالوا انما البیع مثل الربٰوا و احل اللہ البیع وحرم الربٰوا[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا : کافر بولے بیع تو ایسے ہی ہے جیسے سُود اور رہے یہ کہ اللہ نے حلال فرمائی بیع اور حرام فرمایا سُود۔

فقیر ان مضامین عالیہ کی تفصیل میں بعونہ تعالٰی ایک رسالہ لکھ سکتا ہے مگر عاقل ذی انصاف کو یہی جملے بس ہیں مسلمان انھیں بغور وانصاف دیکھیں اور اہل حق پر جاہلانہ اعتراض سے احتراز کریں والھادی وولی الایادی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵۶ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک نوٹ قیمتی عہ۵ روپے کا زید نے عمرو کے ہاتھ مبلغ عہ۶ روپے کو اس شرط پر بیع کیا کہ ایک روپیہ ماہوار قسط کر کے بارہ مہینہ میں اس زرِ ثمن کو

---

[1] کنز العمال حدیث ۱۵۵۱۶ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۲۳۸/۶
[2] القرآن الکریم ۲۷۵/۲

پورا کردے جو زید نے عمرو سے مقرر کی ہے اور اس کے اطمینان کے لئے عمرو نے اپنے مکان وغیرہ کو مستغرق کردیا کہ اگر روپیہ نہ ادا ہو تو اس سے وصول کرسکے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جبکہ حقیقۃً بائع ومشتری دونوں کو فی الواقع بیع صحیح شرعی مقصود ہو اور فریقین کی سچی رضامندی سے عقد واقع ہو اور نوٹ اسی جلسہ میں مشتری کے قبضہ میں دے دیا جائے تو اختلاف جنس کی حالت میں شرع مطہر نے بازار کے بھاؤ پر کمی بیشی منع نہ کی اور جہاں قرض دینا اور اس پر زیادہ لینا ہو وہ ضرور سُود اور حرام ہے، جہال اگر اس فرق کو نہ جانیں تو یہ وہی امر ہے جس کی خود قرآن عظیم میں تصریح ہے:

قال اللہ تعالٰی قالوا انما البیع مثل الربٰو واحل اللہ البیع وحرم الربٰو[1] اللہ تعالٰی نے فرمایا: کافر بولے بیع تو ایسے ہی ہے جیسے سُود اور ہے یہ کہ اللہ نے حلال فرمائی بیع اور حرام فرمایا سود۔

اور خالی استغراق بے قبضہ شرعاً کوئی چیز نہیں، قال اللہ تعالٰی فرھن مقبوضۃ[2] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: پس رہن قبضہ کیا ہوا۔ت) اور بعد قبضہ اس سے نفع اٹھانا حلال نہیں مثلاً زید کو اس مکان میں رہنا یا کرایہ پر دے کر اس کا کرایہ لینا حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵۷: از مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ مرسلہ حضرت سید ارتضا حسین صاحب ۱۴ رجب ۱۳۲۶ھ
بیع الفلس بالفلسین جائز یا ناجائز؟ زیادہ نیاز

الجواب

راجح یہ کہ ناجائز ہے،

کما حققہ المحقق علی الاطلاق فی الفتح واقرہ علیہ من بعدہ من المحققین کالبحر والنھر والغزی والمقدسی والشرنبلالی وفی الدالمختار حرم الکل محمد وصححہ[3] واللہ تعالٰی اعلم۔ جیسا کہ محقق علی الاطلاق نے فتح میں اس کی تحقیق فرمائی اور بعد میں آنے والے محققین نے اس کو برقرار رکھا جیسے بحر، نہر، غزی، مقدسی اور شرنبلالی۔ اور درمختار میں ہے کہ امام محمد نے سب کو حرام کہا اور اس قول کو صحیح قرار دیا۔ واللہ تعالٰی اعلم(ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵
[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۳
[3] درمختار کتاب البیوع باب الربٰو مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۴۱

Marfat.com

مسئلہ ۲۵۸ ازملک بنگال ضلع نواکھالی مقام ہتیا مرسلہ مولوی عباس علی عرف مولوی عبدالسلام صاحب ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دس روپے دے کر پندرہ روپے کا پیسہ لینا جائز ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بیع میں جائز ہے قال اللہ تعالٰی واحل اللہ البیع[1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور حلال کیا ہے اللہ تعالٰی نے بیع کو۔ ت)، درمختار میں ہے:

صح بیع درھمین ودینار بدرھم ودینارین بصرف الجنس بخلاف الجنس ومثلہ بیع کربر وکر شعیر بکری بر وکری شعیر وکذا بیع احد عشر درھما بعشرۃ دراھم ودینار[2]

جنس کو خلافِ جنس کی طرف پھیرنے کی وجہ سے دو درہموں اور ایک دینار کو دو دیناروں اور ایک درہم کے عوض بیچنا صحیح ہے، اور اسی کی مثل ہے ایک بوری گندم اور ایک بوری جَو کو دو بوری گندم اور دو بوری جَو کے عوض فروخت کرنا، اور اسی طرح گیارہ درہموں کو دس درہم اور ایک دینار کے عوض بیچنا۔ (ت)

اور قرض میں حرام قال اللہ تعالٰی وحرم الربٰو[3] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اس نے سُود کو حرام کیا۔ ت) رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کل قرض جر منفعۃ فھو ربا[4] جو قرض نفع کھینچے وُہ سود ہے۔ (ت)

یعنی اگر دس روپے دو سو چالیس آنے کو بیچے تو حلال، اور اگر دس روپے قرض دے اس شرط پر کہ دو سو چالیس یا ایک سو اکسٹھ ہی آنے لوں گا، تو حرام۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۷۵

[2] درمختار کتاب البیوع باب الصرف مطبع مجتبائی دہلی ۲/۵۵

[3] القرآن الکریم ۲/۲۷۵

[4] کنز العمال حدیث ۱۵۵۱۶ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۶/۲۳۸

Marfat.com

مسئلہ ۲۵۹ مرسلہ مولوی احسان حسین ۲۳ شعبان ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے بہ نیت تجارت ہزار پانسو کے نوٹ کچہری سے خرید کر کے دس روپے کا نوٹ بارہ روپیہ کو قرض فروخت کر کے ایک روپیہ ماہوار سال بھر تک مدیون سے لے لینا مقرر کیا اور اگر دو نوٹ دس دس روپے کے فروخت کئے تو دو روپے ماہوار قسط ایک سال تک مقرر کیا اور مدیون سے تمسک لکھا کر شرط کر لیتے ہیں کہ سال بھر میں ادا نہ کرو گے تو نالش کر کے مع خرچہ کے مدیون کی جائداد سے یا اس کے ضامن سے وصول کیا جائے گا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ صورت ناجائز ہے کہ شرط فاسد مفسد بیع ہے اور بیع فاسد حرام وواجب الفسخ، اور مدار اعمال کا نیت پر ہے واللہ یعلم المفسد من المصلح[1] (اور اللہ تعالٰی جانتا ہے بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے۔ ت) جو فعل سود کی نیت سے کیا جائے قطعاً موجب گناہ ہوگا اگرچہ فی نفسہٖ ربا نہ ہو، اور قرضوں زیادہ کو بیچنا بھی کراہت سے خالی نہیں اور نوٹ کی خرید و فروخت پر کمی بیشی بلاشبہہ جائز ہے والتفصیل فی فتاوٰنا (اور تفصیل ہمارے فتاوٰی میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۰ ۸ رمضان المعظم ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ نوٹ رائج الوقت سو روپیہ کا ایک سو بیس ۱۲۰ روپیہ کو کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا جائے اور دس روپے ماہوار مشتری سے وصول کیا جائے تو یہ فروخت جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

نوٹ مثل اور اشیاء فروختنی کے ایک چیز ہے مالک کو اپنی ملک پر نفع لینے کا بیع وشرائے شرعی میں اختیار ہے جبکہ مشتری کی رضامندی ہو دس روپے کا تھان مشتری کی رضامندی سے سو روپے کو بیچے تو کچھ مضائقہ نہیں پھر وہ روپے چاہے نقد ٹھہریں خواہ قسط بندی سے۔ امام ابن الہمام فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:

لو باع کاغذۃ بالف یجوز ولا یکرہ[2]	اگر کاغذ کا ایک ٹکڑا ہزار درہم کے بدلے میں بیچا تو جائز ہے اور اس میں کراہت نہیں ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۰

[2] فتح القدیر کتاب الکفالہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۳۲۴

Marfat.com

ہاں یُوں کہ سَو روپے قرض دے اور یہ ٹھہرالیا کہ اس کے عوض ایک سو دس روپے کا نوٹ لُوں گا یا سَو روپے کا نوٹ ایک سودس کو بیچا اور قرارداد کیا کہ یہ زرِ ثمن اگر بتدریج دو تو سال بھر تک دس روپے ماہوار دو یہ صورتیں قطعی سُود و حرام ہیں، حدیث میں ہے :

کل قرض جر منفعة فھو ربا۔[1] جو قرض نفع کھینچے وُہ سود ہے۔ (ت)

اور یہ خیال کہ بیع میں زیادہ کو بیچنا کیوں جائز ہوا اور قرض دے کر زیادہ ٹھہرالینا کیوں حرام ہوا دونوں ایک ہی سے ہیں۔ یہ وہ مہمل اعتراض ہے کہ کافروں نے شریعتِ مطہرہ پر کیا اور قرآنِ عظیم نے اس کا جواب دیا :

قال اﷲ تعالٰی قالوا انما البیع مثل الربٰو واحل اﷲ البیع وحرم الربٰو۔[2] اﷲ تعالٰی نے فرمایا : کافر بولے بیع تو ایسی ہی ہے جیسے سود، اور ہے یہ کہ اﷲ تعالٰی نے حلال فرمائی بیع اور حرام فرمایا سود۔ (ت)

واﷲ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بقال کو ایک روپیہ دیا کہ اس کے پیسے دے دے، اس نے ۸/ دئے اور کہا کہ ۸/ کل دُوں گا، یہ چھوڑ دینا گناہ ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

اس صورت کے جواز میں روایات مختلف ہیں لیکن اکثر معتبرات مثل تنویر الابصار و درمختار و فتاوٰی بزازیہ و مبسوط و محیط و ذخیرہ و بحرالرائق و نہرالفائق و فتاوٰی علامہ حانوتی و فتاوٰی ہندیہ وغیرہا میں جواز پر جزم فرمایا تو بہتر بچنا ہے خروجا عن الخلاف (اختلاف سے نکلنے کے لئے۔ ت) اور اگر ایسا کرے تو کچھ گناہ بھی نہیں لجنوح عامة العلماء الی الجواز (عام علماء کا جواز کی طرف میلان ہونے کی وجہ سے۔ ت)، تنویر الابصار میں ہے :

باع فلوسا بمثلھا او بدراھم او بدنانیر فان نقد احدھما جاز وان تفرقا بلا قبض احدھما لم یجز[3] انتھی۔ کسی نے پیسے فروخت کئے اپنی مثل کے عوض یا درہموں یا دیناروں کے عوض، اگر دونوں میں سے ایک نے نقد ادائیگی کی تو جائز ہے اور اگر قبضہ سے پہلے بائع اور مشتری دونوں جُدا ہوگئے تو ناجائز ہے انتہی۔ (ت)

---

[1] کنز العمال حدیث ۱۵۵۱۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۲۳۸

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵

[3] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب البیوع باب الربٰو مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۴۲

Marfat.com

فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے :

اذا اشتری الرجل فلوسا بدراھم ونقد الثمن ولم تکن الفلوس عند البائع فالبیع جائز کذا فی المبسوط وروی الحسن عن ابی حنیفۃ اذا اشتری فلوسا بدراھم ولیس عند ھذا فلوس ولا عند الاٰخر دراھم ثم ان احدھما دفع وتفرقا جاز وان لم ینقد واحد منھما حتی تفرقا لم یجز کذا فی المحیط[1] اھ ملخصًا۔

اگر کسی نے درہموں کے بدلے پیسے خریدے اور ثمن نقد ادا کردیئے مگر بائع کے پاس اس وقت پیسے موجود نہ تھے تو بیع جائز ہے یونہی مبسوط میں ہے، اور حسن نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ اگر کسی نے درہموں کے عوض پیسے خریدے جبکہ نہ اس (بائع) کے پاس پیسے ہیں نہ دوسرے (مشتری) کے پاس درہم ہیں پھر اگر ان میں سے ایک نے ادائیگی کردی اور وُہ جُدا ہوگئے تو جائز اور اگر جُدا ہونے تک دونوں میں سے کسی نے بھی ادائیگی نہ کی تو ناجائز ہے محیط میں یوں مذکور ہے اھ تلخیص (ت)

رد المحتار میں ہے :

سئل الحانوتی عن بیع الذھب بالفلوس نسیئۃ فاجاب بانہ یجوز اذا قبض احد البدلین لما فی البزازیۃ لواشتری مائۃ فلس بدرھم یکفی التقابض من احد الجانبین قال ومثلہ لو باع فضۃ او ذھبا بفلوس کما فی البحر عن المحیط قال فلا یغتر بما فی فتاوی قاری الھدایۃ من انہ لا یجوز بیع الفلوس الی اجل بذھب او فضۃ اھ قلت

حانوتی سے سونے کے پیسوں کے عوض ادھار بیع کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے جواب دیا کہ اگر بدلین میں سے ایک پر قبضہ کرلیا گیا ہے تو جائز ہے، اس دلیل کی وجہ سے جو بزازیہ میں ہے کہ اگر کسی نے ایک درہم کے عوض سو پیسے خریدے تو صرف ایک طرف سے قبضہ کافی ہے اور فرمایا اگر کوئی پیسوں کے بدلے سونا یا چاندی بیچے تو اس کا حکم بھی یہی ہے جیسا کہ محیط کے حوالے سے بحر میں مذکور ہے، اور فرمایا کہ جو فتاوٰی قاری الہدایہ میں ہے اس سے دھوکہ مت کھانا یعنی یہ کہ پیسوں کی سونے یا چاندی کے عوض ادھار بیع ناجائز ہے اھ، میں کہتا ہوں

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الصرف الباب الثانی الفصل الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۲۲۴

Marfat.com

والجواب حمل مافی فتاوی قاری الهدایة علی ما دل علیه کلام الجامع الصغیر من اشتراط التقابض فی الجانبین فلا یعترض علیه بما فی البزازیة المحمول علی ما فی الاصل[1] الخ اھ ملخصًا۔

جواب یہ ہے کہ جو فتاوٰی قاری الہدایہ میں ہے وہ اس پر محمول کیا جائے گا جس پر جامع کا کلام دلالت کرتا ہے یعنی ایک طرف سے قبضہ کرنا شرط ہے لہذا اس پر بزازیہ کی اس عبارت سے اعتراض نہیں کیا جائیگا جو کہ مبسوط کے بیان پر محمول ہے الخ تلخیص (ت)

اسی میں ہے :

لو باع فضة بفلوس فانه یشترط قبض احد البدلین قبل الافتراق لا قبضهما کما فی البحر عن الذخیرة، ونقل فی النهر عن فتاوی قاری الهدایة انه لا یصح تاجیل احدهما ثم اجاب عنه[2] الخ۔ والله تعالٰی اعلم۔

اگر کوئی چاندی کو پیسوں کے عوض بیچے تو اس میں افتراق سے پہلے بدلین میں سے صرف ایک پر قبضہ شرط ہے دونوں پر قبضہ شرط نہیں جیسا بحر میں بحوالہ ذخیرہ مذکور ہے، نہر میں فتاوٰی قاری الہدایہ سے منقول ہے کہ بدلین میں سے ایک کو مؤجل کرنا صحیح نہیں، پھر صاحبِ نہر نے اس کا جواب دیا الخ۔ اور اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۶۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ڈبل پیسہ کہ وزن میں کم ہے منصوری پیسے سے بدلنا اور کچھ کوڑیاں اوپر لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

ناجائز ہے اگرچہ کوڑیاں بھی نہ لے،

کما هو مذهب الامام محمد وهو الراجح والاقرب الی الصواب لتحقق العلة اعنی القدر والجنس ووجود التفاضل قطعا وورود الشرع بحرمته یقینا واما ما ذکروا من حدیث التفرقة

جیسا کہ امام محمد کا مذہب ہے اور وہی راجح اور حق کے قریب ترین کیونکہ اس میں علتِ ربا یعنی قدر وجنس متحقق ہے اور قطعی طور پر تفاضل موجود ہے اور اس کی یقینی حرمت پر شرع وارد ہے اور وہ جو فقہاء نے فرق والی بات ذکر کی ہے کہ اگر کوئی چیز

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع باب الربٰو داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۸۴

[2] ردالمحتار کتاب البیوع باب الصرف داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۳۵

Marfat.com

بین ما اذا دخل تحت المعیار فلا یجوز واما اذا لم یدخل کحفنۃ بحفنتین وفلس بفلسین فیجوز فقد زیفہ العلامۃ المحقق علی الاطلاق فی الفتح[1] بما ترکن الیہ البصائر وتسکن لدیہ الخواطر فلیراجعہ من شاء، قال الشامی وقد نقل من بعدہ کلامہ ھذا واقروہ علیہ کصاحب البحر والنھر والمنح والشرنبلالیۃ والمقدسی[2] انتھی قال العلائی وحرم الکل محمد وصححہ کما نقلہ الکمال[3] انتھی فافھم، واللہ تعالٰی اعلم۔

معیار کے تحت داخل ہو تو بیع ناجائز، اور اگر نہ داخل ہو جیسے ایک مٹھی دو مٹھی کے بدلے میں اور ایک پیسہ دو پیسوں کے بدلے میں تو جائز ہے اس کا رد علامہ محقق علی الاطلاق نے فتح میں کیا ہے جس کی طرف نظریں مائل ہوتی ہیں اور دل سکون پاتے ہیں تو جو چاہے اس کی طرف رجوع کرے، شامی نے کہا کہ اس کے بعد والوں نے اس کا یہ کلام نقل کیا ہے اور انھوں نے اس کو برقرار رکھا ہے جیسے صاحب البحر، نہر، منح، شرنبلالیہ اور مقدسی (انتہی) علائی نے کہا امام محمد نے اس سب کو حرام کہا اور ان کے قول کی تصحیح کی گئی جیسا کہ کمال نے اس کو نقل کیا (انتہی) پس سمجھ۔ اور اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۶۳ تا ۲۶۵: از کاٹھیاواڑ دھوراجی محلہ سیاہی گران مسئولہ حاجی عیسٰی خان محمد صاحب ۸ رجمادی الاولٰی ۱۳۳۰ھ

(۱) زید نے عمرو کے ہاتھ روپے سے نوٹ ایک وعدہ پر بیچا عمرو بوقت ادا نوٹ لایا اور اس نوٹ کے عوض زید سے روپے لے کر قبضہ کرلیا پھر روپے زید کو ادا کردیئے، یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) زید نے عمرو کے ہاتھ ہزار روپے کا نوٹ گیارہ سو کو آٹھ ماہ کے وعدہ پر بیچا اور عمرو سے تمسک لکھالیا پھر زید نے یہ تمسک بکر کو دے دیا کہ تم روپے وصول کرلو عمرو نے بجائے گیارہ سو روپوں کے گیارہ سو کا نوٹ دیا، یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۳) زید نے دلال سے کہا میں ہزار کا نوٹ گیارہ سو کو بیچتا ہوں تم خریدار تلاش کردو، دلال عمرو کے

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع باب الربٰو داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۸۱
فتح القدیر باب الربٰو مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۱۶۲-۶۳
[2] ردالمحتار کتاب البیوع " داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۸۱
[3] درمختار " " مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۴۱

پاس آیا عمرو نے دلال سے کہا میرے لئے خرید لاؤ دلال نے عمرو سے تمسک لکھوا لیا اور زید سے نوٹ خرید کر تمسک دے دیا اور نوٹ لاکر عمرو کو دے دیا، یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) جائز ہے مگر ایک صورت میں کہ وہی نوٹ لے کر آئے اور پہلی قیمت سے کم کو بیچے تو یہ ناجائز ہے،

لکونه شراء ماباع باقل مماباع فان قلت هوثمن والاثمان لاتتعین فی العقود فلا یحکم بانه یبیع ما شری قلت المناط ثمه ایراد العقد علی عین ما ملکه سابقا وهذا منتف عند عدم التعین اما ههنا فالمناط ان یعود الیه عین ملکه کما خرج قال فی التبیین فی تعلیل المسألة لان الثمن لم ید خل فی ضمان البائع قبل قبضه فاذا عاد الیه عین ماله بالصفة التی خرج من ملکه وصار بعض الثمن قصاصا ببعض بقی له علیه فضل بلا عوض فکان ذلك ربح مالم یضمن وهو حرام بالنص[۱] اھ وقال فی الفتح وهذا لان الثمن

کیونکہ یہ اپنی ہی فروخت کردہ شئی کو اس قیمت سے کم پر خریدنا ہے جس پر اس نے فروخت کی تھی اور تو کہے کہ وہ ثمن ہے اور ثمن عقود میں متعین نہیں ہوتے چنانچہ یہ حکم نہیں لگایا جائے گا کہ وہ اسی چیز کو بیچ رہا ہے جس کو اس نے خریدا۔ میں کہتا ہوں کہ وہاں دارو مدار عقد کے بعینہ اس چیز پر وارد کرنے پر ہے جس کا وہ سابق عقد میں مالک ہوا اور وہ عدم تعین کے وقت منتفی ہے، لیکن یہاں دارومدار اس پر ہے کہ اس کا مملوک بعینہ اس کے پاس لوٹ آئے جیسے اس کی ملک سے خارج ہوا تھا۔ تبیین میں اس مسئلہ کی تعلیل یوں فرمائی کہ چونکہ ثمن قبضہ سے پہلے بائع کی ضمان میں داخل نہیں ہوا اور جب اس کا مال بعینہ اس کے پاس لوٹ آیا اسی صفت کے ساتھ جس کے ساتھ اس کی ملک سے خارج ہوا تھا اور بعض ثمن بعض کا بدلہ ہوگئے تو اس کے لئے دوسرے پر کچھ زیادتی بلاعوض رہ گئی تو یہ نفع ہے اس چیز پر جو ابھی ضمان میں نہیں آئی، اور یہ نص سے حرام ہے اھ، فتح میں کہا یہ حکم اس لئے ہے کہ ثمن

---

[۱] تبیین الحقائق باب البیع الفاسد المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۴/ ۵۴

Marfat.com

لا یدخل فی ضمانہ قبل القبض فاذا عاد الیہ الملك الذی زال عنہ بعینہ وبقی لہ بعض الثمن فھو ربح حصل لا علی ضمانہ من جھۃ من باعہ[1] اھ ومثلہ فی سائر الکتب المعللۃ ومعلوم ان الاثمان لاسیما الاصطلاحیۃ وان لم تتعین فی العقود متعینۃ فی الملك قطعا فلیس للمودع ان یبدل دراھم الودیعۃ بدراھم من عندہ فعود ماملك کما خرج ثابت قطعا وعلیہ تدور رحی المنع کما علمت ھذا ماظھر لی وارجوان یکون صوابا ان شاء اللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

قبضہ سے پہلے بائع کی ضمان میں داخل نہیں ہوتے پھر اس کی مملوک جو اس کی ملکیت سے زائل ہوئی تھی بعینہٖ اس کی طرف لَوٹ آئی اور اس کے لیے بعض ثمن باقی رہے تو یہ ایسا نفع ہے جو اس چیز پر حاصل ہوا جو اس کی ضمان میں نہیں اور اس شخص کی طرف سے حاصل ہوا جس کو اس نے یہ چیز بیچی تھی اھ اور اس کی مثل تمام تعلیل بیان کرنے والی کتابوں میں ہے، اور یہ معلوم ہے کہ ثمن خصوصًا اصطلاحی ثمن اگرچہ عقود میں متعین نہیں ہوتے مگر ملک میں قطعی طور پر متعین ہوتے ہیں لہذا جس کے پاس امانت کے طور پر درہم رکھے گئے ہوں وہ اُن کو اپنے پاس سے دوسرے درہموں سے بدل نہیں سکتا چنانچہ مملوک کا لوٹ کر آنا جیسا کہ وہ ملک سے خارج ہوا تھا قطعی طور پر ثابت ہوگیا اور ممانعت کی چکّی اسی پر گھومتی ہے جیسا کہ تُو جان چکا ہے، یہ وُہ ہے جو میرے لئے ظاہر ہُوا اور مجھے امید ہے کہ اِن شاء اللہ تعالٰی یہ درست ہوگا، اور اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے۔ (ت)

(۲) جائز ہے خواہ زید نے بکر کو صرف وصول کرنے کا وکیل کیا ہو یا اس دین کا مالک کرکے قبضہ کرنے کا حکم دیا ہو، غمز العیون میں ہے:

یفھم من فروع الواقعات الحسامیۃ ان لصاحب الدراھم الدین استبدال الدنانیر بھا وعکسہ وھو ظاھر وکثیر الوقوع وھی مسألۃ بیع الدین من المدیون[2]۔

فروع واقعات حسامیہ سے مفہوم ہوتا ہے دراہم کے قرض والے کو اختیار ہے کہ وہ اس کے بدلے دینار لے لے اور اسی طرح اس کا عکس، اور یہ ظاہر اور کثیر الوقوع ہے اور دین کو مدیون کے ہاتھ بیچنے کا مسئلہ ہے۔ (ت)

---

[1] فتح القدیر باب البیع الفاسد مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/۸۱

[2] غمز عیون البصائر مع اشباہ والنظائر الفن الثالث ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۴۱۳

Marfat.com

اشباہ میں ہے :

فی وکالۃ الواقعات الحسامیۃ لوقال وھبت منك الدراھم التی لی علی فلان فاقبضہا منہ فقبض مکانہا دنانیر جاز لانہ صار الحق للموھوب لہ فیملك الاستبدال۔[1]

واقعات حسامیہ کے باب الوکالۃ میں ہے کہ اگر کسی نے دوسرے کو کہا میں نے تجھے وہ درہم ہبہ کردیئے جو میرے فلاں پر ہیں تو ان پر قبضہ کرلے۔ پھر اس نے دراہم کے بدلے دنانیر وصول کرلئے تو جائز ہے کیونکہ یہ موہوب لہ کا حق بن گیا لہٰذا وہ تبدیل کرسکتا ہے۔ (ت)

نیز یہاں اگر عمرو وہی نوٹ جو زید سے خریدا سو روپے کا نوٹ اپنے پاس سے ملا کر یوں گیارہ سو کے عوض دے تو یہ بھی دونوں صورتوں میں جائز ہے، اگر زید نے بکر کو اس دین کا مالک کردیا تھا جب تو ظاہر لان من باع لم یشترو من شری لم یبع (کیونکہ جس نے بیچا اس نے خریدا نہیں اور جس نے خریدا اس نے بیچا نہیں۔ ت) اور اگر زید نے بکر کو وکیل کیا تو ہمارے امام مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک جائز ہے کہ جو چیز کسی قیمت کو بیچی اور قیمت ہنوز ادا نہ ہوئی ہو کسی کو اپنا وکیل کرکے اس کے ذریعہ سے وہ چیز کم قیمت کو خریدے، ہاں اگر بکر وکیل نہ ہوتا صرف رسول ہوتا مثلاً زید بکر سے کہتا کہ یہ تمسک لے جاؤ اور عمرو سے میری طرف سے کہو کہ میرا روپیہ دے دے بکر آکر اس سے کہتا کہ زید تجھ سے اپنا روپیہ مانگتا ہے اس پر عمرو وہی نوٹ جو زید سے خریدا تھا سو کا نوٹ ملا کر بھیج دیتا تو یہ زید کو ناجائز ہوتا کہ یہ خود زید کا خریدنا ہوتا رسول تو بیچ میں نرا ایلچی تھا بخلاف وکیل کہ حقوقِ بیع اسی کی طرف راجع ہوتے ہیں تو یوں ہوا کہ عمرو سے اس نے خریدا اور اس سے زید نے لیا بیچ میں ایک بیع کا توسط ہوگیا لہٰذا زید کو لینا حلال ہوا، غایۃ البیان علامہ اتقانی میں مختصر امام ابوالحسن کرخی سے ہے :

ان وکل البائع من یشتریہ باقل من الثمن الاول فاشتراہ، فالشراء جائز عند ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وقال ابویوسف الشراء لازم للوکیل ولا یلزم الأمر، وقال محمد للأمر بشراء

اگر بائع نے وکیل بنایا کہ وہ بائع کی فروخت کردہ چیز کو ثمن اول سے کم پر خریدے اور اس نے خرید لیا تو یہ خریداری امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک جائز ہے۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا کہ یہ خریداری وکیل کے لئے لازم ہوگی آمر کے لئے لازم نہ ہوگی، اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثالث ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۲۱۳

Marfat.com

فاسد الی ھنا لفظ الکرخی وجہ قول محمد انہ امرہ بما لو باشرہ بنفسہ یکون فاسدا ووجہ قول ابی یوسف العقد لہ زیادۃ فساد بدلیل ابطال الجھاد فلم یجز التوکیل بہ ولابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان الموکل فی المعنی مشتری من الوکیل قاصدا کما اذا اشتری من غیرہ۔[1]

نے فرمایا یہ خریداری فاسد ہے یہاں تک کرخی کے لفظ ہیں، امام محمد کے قول کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اس کام کا وکیل بنایا جس کو اگر یہ خود کرتا تو فاسد ہوتا، امام ابویوسف کے قول کی وجہ یہ ہے کہ عقد میں زیادہ فساد ہے اس دلیل کی وجہ سے کہ اس پر ابطال جہاد کی وعید حدیث میں آئی ہے لہذا اس کی توکیل جائز نہیں، اور امام ابوحنیفہ کے قول کی وجہ یہ ہے کہ مؤکل دراصل وکیل سے خریدتا ہے تو یہ ایسے ہی ہوگا جیسے وہ کسی غیر سے خریدے۔ (ت)

فتاوٰی خلاصہ وفتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

لو باع ثم وکل لاخر حتی یشتری باقل جاز عندہ۔[2]

اگر کسی نے کوئی چیز بیچی پھر کسی کو وکیل بنایا تاکہ وہ اس کو پہلے سے کم قیمت پر خریدے تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک جائز ہے (ت)

تبیین الحقائق میں ہے:

لو اشتراہ الوکیل صح لانہ ما باع ولا بیع لہ ولو باع الوکیل ثم اشتراہ احدھما لایصح اما الوکیل فلانہ باع واما المؤکل فلانہ بیع لہ اھ مختصرا۔[3]

اگر وکیل نے اس کو خریدا تو درست ہے کیونکہ نہ تو وکیل نے اس چیز کو بیچا اور نہ ہی اس کے لئے بیچا گیا، اور اگر وکیل نے اس چیز کو بیچا پھر ان دونوں میں سے کسی ایک نے اس کو (ثمن اول سے کم پر) خریدا تو درست نہیں کیونکہ وکیل نے تو خود اسے بیچا اور مؤکل کے لئے وہ چیز بیچی گئی اھ اختصار (ت)

فتح القدیر میں ہے:

لو اشتری وکیل البائع باقل من الثمن

اگر بائع کے وکیل نے ثمن اول سے کم پر خریدا تو

---

[1] حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق بحوالہ المختصر الکرخی باب البیع الفاسد المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۴/ ۵۴
[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب البیوع الفصل العاشر نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۱۳۳
[3] تبیین الحقائق باب البیع الفاسد المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۴/ ۵۵

Marfat.com

الاول جائز عندہ خلافا لھما لان
تصرف الوکیل عندہ یقع لنفسہ[1] الخ
اقول و بالجملۃ النقل فی المسألۃ
فاش مستفیض فما وقع فی
رد المحتار لو اشتروا بالوکالۃ
عن البائع لایجوز ولو کانوا اجانب
عنہ کما فی قول المصنف او بوکیلہ[2] اھ
سھو عظیم یجب التجنب عنہ
ومنشأہ ان المصنف قال فسد
شراء ماباع بنفسہ او بوکیلہ[3] الخ
والظرف کان متعلقا بباع
وحدہ وتوھم العلامۃ رحمہ
اللہ تعالٰی تعلقہ بکلا لفظی
الشراء و باع علی سبیل التنازع
حیث قال قولہ بنفسہ او وکیلہ
تنازع فیہ کل من شراء
وباع[4] الخ، ثم نقل من
البحر کلاما لایوھم
ما یتخیلہ اصلا انما
فیہ منع شراء البائع

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک جائز ہے
بخلاف صاحبین کے کیونکہ امام صاحب کے نزدیک
وکیل کا تصرف اپنی ذات کے لئے واقع ہوتا ہے اھ
میں کہتا ہوں خلاصہ یہ کہ اس مسئلہ میں نقل عام
تواتر کے ساتھ ہے، اور جو ردالمحتار میں واقع
ہوا ہے کہ اگر بائع کے وکیل ہو کر انھوں نے خریدا
تو ناجائز ہے اگرچہ وہ بائع سے اجنبی ہوں
جیسا کہ مصنف کے قول
"او بوکیلہ" میں ہے اھ یہ بہت بڑا سہو ہے
جس سے بچنا واجب ہے۔ اس سہو کا منشا یہ ہے
کہ مصنف نے کہا اس چیز کو خریدنا فاسد ہے جس کو
بائع نے بذاتِ خود بیچا یا اس کے وکیل نے بیچا الخ
اس عبارت میں ظرف (جار مجرور) صرف باع سے
متعلق تھا جبکہ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے
وہم کیا کہ یہ بطور تنازع باع اور شراء دونوں لفظوں
سے متعلق ہے اسی لئے علامہ نے فرمایا کہ شراء اور
باع میں سے ہر ایک نے مصنف کے قول "بنفسہ
او وکیلہ" میں تنازع کیا الخ اس کے بعد علامہ
شامی نے بحر سے ایسا کلام نقل فرمایا جو علامہ شامی
کے تخیل کا وہم تک نہیں رکھتا کیونکہ اس میں تو بائع

---

[1] فتح القدیر	باب البیع الفاسد	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	۶/۶۸
[2] ردالمحتار	" " "	دار احیاء التراث العربی بیروت	۴/۱۱۵
[3] درمختار	" " "	مطبع مجتبائی دہلی	۲/۲۶
[4] ردالمحتار	" " "	دار احیاء التراث العربی بیروت	۴/۱۱۴

Marfat.com

سواء باع لنفسه او لغیرہ ومن باع له وکیله وسواء کان شراء لنفسه او لغیرہ اما الذی لم یبع ولا بیع له فلا تعرض فیه لمنعه من الشراء اصلا سواء شری لنفسه اولغیرہ کوکیل البائع بالشراء اما ما فی مختصر الکرخی فی صدر الکلام المذکور لایجوز ان یشتری ذٰلک وکیل البائع فی قولهم جمیعا[1] (ملخصًا) فمعناہ وکیله بالبیع کما قدمناہ عن التبیین وفیه لو وکل رجلا ببیع غیرہ فباع ثم اراد الوکیل ان یشتری باقل لنفسه اولغیرہ بامرہ لم یجز[2] اھ (ملخصًا) ومثله فی الهندیة عن المحیط نعم وکیل البائع فی کلام الفتح المذکور بمعنی وکیله بالشراء فتثبت ولا تزل وباللہ التوفیق، واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

کی خریداری کو ممنوع قرار دیا گیا ہے چاہے بائع نے بذاتِ خود بیچا ہو یا اس کے وکیل نے اور چاہے اپنے لئے خریداری کرے یا غیر کے لئے، لیکن وہ شخص جس نے نہ تو خود بیچا نہ ہی اس کے لئے اس چیز کو بیچا گیا اس کی خریداری کی ممانعت سے اس عبارت میں بالکل کوئی تعرض نہیں چاہے وہ اپنے لئے خریدے یا غیر کے لئے جیسے خریداری کے لئے مقرر کردہ وکیل، اور وُہ جو کلام مذکور کے شروع میں مختصر کرخی میں مذکور ہے کہ بائع کے وکیل کا اس چیز کو خریدنا تمام فقہائے کے قول میں ناجائز ہے اس کا معنی وُہ وکیل جس کو بیع کے لئے مقرر کیا گیا تھا جیسا کہ تبیین کے حوالے سے ہم اس کا ذکر پہلے کرچکے ہیں، اسی میں ہے کہ کسی نے دوسرے کو کسی چیز کی بیع کا وکیل بنایا اور اس نے وہ چیز فروخت کردی پھر اسی وکیل کا ارادہ ہوا کہ اس چیز کو ثمن اول سے کم تر ثمن کے عوض اپنی ذات کیلئے یا کسی اور کے لئے اس کے حکم پر خریدے تو یہ ناجائز ہے اھ اور اس کی مثل ہندیہ میں بحوالہ محیط ہے۔ فتح کے کلام مذکور میں وکیلِ بائع سے مراد بائع کا وہ وکیل ہے جس کو خریداری کے لئے اس نے مقرر کیا چنانچہ ثابت قدم رہ مت ڈگمگا، اور توفیق اللہ تعالٰی ہی کی طرف سے ہے، اور اللہ سبحٰنہ وتعالٰی بہتر جانتا ہے۔ (ت)

(۳) جائز ہے اگر عمرو نے کہا خرید لاؤ اور اس نے زید سے خرید کر اسی جلسہ میں قبضہ کرلیا اس صورت میں عمرو کا تمسک لکھ دینا خریداری نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ دلال زید سے خریدنے کے بعد روپے کے اطمینان کے لئے یہ تمسک اسے دے دے جیسا کہ سوال میں مذکور رہے ہاں اگر دلال نے آکر عمرو سے کہا اور عمرو نے جواب دیا کہ میں نے خرید لیعنی عقد بیع وشراء یہیں ہولیا اور تمسک لکھ گیا بعدہٗ دلال نے نوٹ زید سے

[1] حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق بحوالہ مختصر الکرخی باب بیع الفاسد المطبعۃ الکبرٰی مصر ۴/ ۵۴

[2] تبیین الحقائق باب البیع الفاسد المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۴/ ۵۴

Marfat.com

لاکر دیا تو حرام و باطل ہے کہ جلسہ بیع میں نہ نوٹ پر قبضہ ہوا نہ روپوں پر،

فکان افتراقا عن دین بدین وقد نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن بیع الکالئ بالکالئ[1] واللہ تعالٰی اعلم

تو یہ دین سے دین کے بدلے جدائی ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ادھار کی ادھار کے بدلے بیع سے منع فرمایا ہے اور اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے (ت)

مسئلہ ۲۶۶ ازبنارس محلہ کندی گر ٹولہ مسجد بی بی راجی شفاخانہ مرسلہ حکیم عبدالغفور صاحب ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کلابتوں کی بیع ادھار جائز ہے یا نہیں، بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ناجائز ہوگی کہ گو اس میں تین جز وشریک ہیں یعنی سونا، چاندی، ریشم لیکن چونکہ حصہ چاندی کا زیادہ ہے لہذا کلابتوں مذکور حکما چاندی قرار دیا جائے گا اب بوجہ اتحاد جنس یعنی چاندی درمیان کلابتوں اور روپیہ کے بیع ادھار ناجائز ہونا چاہئے، یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ ہزار ہا بندۂ خدا اس معاملہ میں مبتلا ہیں اگر واقعی بیع مرقومہ بالا ناجائز ہے اور اشخاص مرتکب فعل ہذا بیع مذکور سے روک دئے جائیں تو باب تجارت خصوصاً اہالیان بنارس پارچہ فروش کا مسدود ہوجائے گا نوبت فاقہ کشی کی پہنچے گی۔ بیّنوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔

الجواب

کلابتوں میں سونے کا تو صرف رنگ ہی رنگ ہے اور نرے رنگ کا کچھ اعتبار نہیں جبکہ جلانے سے سونا اس میں سے جدا نہ ہوسکتا ہو،

فانہ تمویہ والتمویہ لاعبرۃ بہ لانہ مستھلک کما صرحوا بہ قاطبۃ وفی کافی الامام الحاکم الشھید اذا اشتری لجاما مموھا بفضۃ بدراھم اقل مما فیہ او اکثر فھو جائز لان التمویہ

کیونکہ اس صورت میں یہ سونے کا پانی چڑھانا ہے اور اس کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ یہ ہلاک ہونے والی چیز ہے جیسا کہ تمام فقہائے اس کی تصریح کی ہے امام حاکم شہید کی کافی میں مذکور ہے اگر کسی نے ایسا لگام خریدا جس پہ چاندی کا پانی چڑھایا گیا تھا کچھ درہموں کے بدلے میں جو اس چاندی سے کم

[1] سنن الدارقطنی کتاب البیوع حدیث ۲۶۹ نشر السنۃ ملتان ۳/ ۷۱

Marfat.com

لایخلص الا تری انہ اذا اشتری الدار المموھۃ بالذھب بثمن مؤجل یجوز ذٰلک وان کان ما فی سقوفہا من التمویہ بالذھب اکثر من الذھب فی الثمن اھ[1]۔

ہوں جس کا پانی لگام پر چڑھایا گیا یا اس سے زیادہ ہوں تو یہ بیع جائز ہے کیونکہ پانی چڑھانے میں مستعمل چاندی لگام سے الگ نہیں ہو سکتی، کیا تو نہیں دیکھتا کہ اگر کوئی ثمن مؤجل کے بدلے ایسا مکان خریدے جس پر سونے کا پانی چڑھایا گیا ہے تو یہ بیع جائز ہوگی اگرچہ پانی چڑھانے میں مستعمل سونا ثمن کے سونے سے زیادہ ہو اھ۔ (ت)

مگر چاندی کا خود عین مستقل طور پر اس میں قطعاً موجود کہ وہ چاندی اور ریشم یا سُوت کے تار ہیں ایک دوسرے پر بٹے ہوئے تو اس کی بیع غایت یہ کہ چاندی اور اس کے ساتھ ایک اور چیز کی بیع ہوئی یہ اُسے حکم صرف سے خارج نہ کرے گا جبکہ دوسری جانب بھی ثمن خلقی یعنی سونا یا چاندی یا روپیہ یا اشرفی ہو پس بصورت اتحاد جنس کہ روپیہ یا چاندی کے عوض کلابتوں بیچیں تماثل و تقابض دونوں اور بحالت اختلاف کہ سونے یا اشرفی سے مبادلہ کریں صرف تقابض بدلین بلاشبہہ لازم ہوگا تماثل یہاں یوں کہ ثمن کی طرف چاندی ان تاروں کی چاندی سے جو کلابتوں میں ہیں وزن میں زیادہ ہو تاکہ اس میں سے ان کے مقابل اور باقی اس دوسری چیز ریشم یا سوت کے مقابل ہو جائے اگر ثمن کی طرف چاندی اس کلابتوں کی چاندی سے وزن میں کم یا برابر ہے یا کمی بیشی معلوم نہیں تو بیع حرام و باطل ہے، اور تقابض یوں کہ اسی مجلس میں خریدنے والا کلابتوں اور بیچنے والا اس کی قیمت پر قبضہ کرلے اگر کسی طرف سے ایک لمحہ کے لئے بھی ادھار ہو تو بیع باطل و حرام ہے، درمختار میں ہے:

الاصل انہ متی بیع نقد مع غیرہ کمفضض ومزرکش بنقد من جنسہ شرط زیادۃ الثمن فلومثلہ اواقل اوجہل بطل ولو بغیر جنسہ شرط التقابض فقط[2]۔

قاعدہ یہ ہے کہ جب نقد کو غیر نقد کے ساتھ ملا کر بیچا جائے جیسے مفضض اور مزرکش (جن چیزوں پر سونے چاندی کے پتر چڑھائے گئے ہوں) تو اگر نقد مبیع کے ہم جنس نقد کے بدلے بیچا جائے تو ثمن کا زیادہ ہونا شرط ہے، اگر برابر ہو یا ثمن اس سے کم ہو یا کمی بیشی مجہول ہو تو بیع باطل ہے اور اگر غیر جنس کے نقد کے بدلے میں بیچا جائے تو فقط تقابض (دو طرفہ قبضہ) شرط ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار بحوالہ کافی الحاکم کتاب البیوع باب الصرف داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۳۷

[2] درمختار کتاب البیوع باب الصرف مطبع مجتبائی دہلی ۲/۵۵

Marfat.com

احکام الٰہیہ جل وعلا کے اتباع وامتثال سے ہرگز باب رزق مسدود نہیں ہوسکتا جبکہ وہ رب کریم رؤف رحیم احکام نفس وشیطان کی پیروی اپنی شدید شنیع نافرمانی پر دروازۂ رزق بند نہیں کرتا ع

گناہ بیند و ناں برقرار میدارد

(وہ گناہ دیکھتا ہے اور اس کے باوجود روزی برقرار رکھتا ہے۔ت)

تو اپنے احکام کریمہ کے اتباع پر کیوں بند فرمائے گا مگر ہمارے مسلمان بھائیوں کی حالت سخت قابلِ افسوس ہے جو شخص جس کام میں ہاتھ ڈالے اس پر فرض عین ہے کہ اس کے متعلق جو احکام شرع ہیں انھیں سیکھ لے تاکہ معصیتِ الٰہی میں نہ پڑے ہمارے بھائیوں نے یہ مسئلہ دنیاوی قانون میں جاری کیا اور قانون ربانی میں چھوڑ دیا اگر کوئی مقدمہ دو روپے کا دائر کریں گے پانچ وکیلوں سے پوچھیں گے کہ اس میں کوئی خامی نہ رہ جائے کسی طرح قانون انگریزی کی مخالفت نہ آئے کہ مقدمہ ہاتھ سے جائے مگر کسی دینی کام میں علماء سے دریافت کرنے کی اصلاً حاجت نہیں کہ یہ کیونکر حلال ہے کس طرح حرام کس صورت میں صحیح، کس طور پر فاسد، تو وجہ کیا کہ دو روپے استغفر اللہ بلکہ دو پیسے کا نقصان گراں گزرتا ہے اور نقصانِ دین کی پروا کیا ہے، یہاں بھی اپنی ناواقفی سے یہ گناہِ عظیم سر پر لیا ہے، اگر علم رکھیں یا علماء سے پوچھیں تو یہ کارخانہ بدستور یوں ہی جاری رہے اور خالص حلال وطیب ہو فقط اتنا کریں کہ قیمت میں سونے، چاندی، روپیہ، اشرفی، اٹھنی، چونی، دونی نہ کہیں بلکہ جتنے روپوں کو بیچنا ہو اتنے کے پیسوں یا نوٹ کا نام لیں مثلاً سو روپیہ کا کلابتوں بیچنا ہے تو یوں کہے کہ میں نے یہ کلابتوں تیرے ہاتھ ایک ہزار چھ سو آنے فلوس رائجۃ الوقت کو بیچا، یا بعوض نوٹ احاطہ فلاں رقمی صد روپیہ کے بیع کیا، اب نہ اتحاد جنس ہے کہ تماثل شرط ہو، ظاہر ہے کہ کلابتوں میں چاندی ہے اور یہاں پیسے یا کاغذ، نہ یہ بیع صرف ہے کہ قرضوں مطلقاً حرام ہوتا، بنار کاغذ اصل آفرینش میں ثمن نہیں اور صرف وہی کہ ثمن خلقی ثمن خلقی سے بیع کی جائے، یہ صرف سونا یا چاندی ہے وبس، ہاں ازانجا کہ فلوس ونوٹ اصطلاحاً ثمن ہیں ایک جانب سے قبضہ ضرور ہے کیلا یلزم الافتراق عن دین بدین (تاکہ دین کے بدلے دین سے جدا ہونا لازم نہ آئے۔ت) لہٰذا اگر روپیہ کے پیسے خریدے روپیہ دے دیا اور پیسے پھر دئے جائیں گے تو مذہب راجح ومعتمد میں کچھ مضائقہ نہیں بعینہٖ یہی حالت کلابتوں اور پیسوں یا نوٹ کی ہے کہ صرف ایک طرف سے قبضہ ہو جانا کافی اگرچہ دوسری جانب قرض ہو۔ درمختار میں ہے:

الصرف شرعا بیع الثمن بالثمن ای ماخلق للثمنیة[1] اھ ملخصاً

صرف اصطلاحِ شرع میں ثمن کے بدلے ثمن کی بیع ہے یعنی جسے ثمنیت کے لئے پیدا کیا گیا اھ تلخیص

[1] درمختار کتاب البیوع باب الصرف مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۵۵

Marfat.com

وفی ردالمحتار عن البحر عن الذخیرۃ فی مسألۃ بیع فلس بفلسین باعیانھما ان محمدا ذکرھا فی الصرف الاصل ولم یشترط التقابض (وعللہ من اعتمد من المشائخ) بان التقابض مع التعیین شرط فی الصرف ولیس بہ کما فیہ عنہ عنہا عنھم قلت وقد حققنا المسألۃ بتوفیق اللہ تعالٰی فی فتاوٰنا العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ بما یتعین الوقوف علیہ فانہ بحمدہ تعالٰی نفیس لھم قال ابن عابدین سئل الحانوتی عن بیع الذھب بالفلوس نسیئۃ فاجاب بانہ یجوز اذا قبض احد البدلین لما فی البزازیۃ لو اشتری مائۃ فلس بدرھم یکفی التقابض من احد الجانبین قال ومثلہ ما لو باع فضۃ او ذھبا بفلوس کما فی البحر عن المحیط[2] الخ۔

اور ردالمحتار میں ایک معین پیسے کی دو معین پیسوں کے عوض بیع کے مسئلہ کے ضمن میں بحوالہ بحر ذخیرہ سے منقول ہے کہ بیشک امام محمد نے اس کو اصل کے باب الصرف میں ذکر کیا اور تقابض کو شرط قرار نہیں دیا اور معتمد مشائخ نے اس کی تعلیل یوں بیان کی تعیین کے ساتھ تقابض تو صرف میں شرط ہے حالانکہ یہ صرف نہیں، جیساکہ اسی میں امام ابوحنیفہ، صاحبین اور ان تمام سے منقول ہے قلت (میں کہتا ہوں) بے شک ہم نے اس مسئلہ کی تحقیق اپنے فتاوی "العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ" میں اس انداز سے کر دی ہے جس پر واقفیت حاصل کرنا متعین ہے کیونکہ بحمداللہ یہ ان کے لئے بہت عمدہ ہے۔ امام ابن عابدین نے کہا کہ حانوتی سے سونے کی پیسوں کے عوض ادھار بیع کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ جائز ہے بشرطیکہ بدلین میں سے ایک پر قبضہ کر لیا گیا ہو اس دلیل کی وجہ سے جو بزازیہ میں ہے کہ اگر کسی نے سو پیسے ایک درہم کے عوض خریدے تو صرف ایک طرف سے قبضہ کافی ہے اور فرمایا کہ اگر کسی نے پیسوں کے عوض سونا یا چاندی بیچا تو اس کا حکم بھی ایسا ہی ہے بحر میں محیط کے حوالے سے یونہی منقول ہے الخ (ت)

پھر لیتے وقت یہ ضرور نہ ہوگا کہ خاص پیسے یا نوٹ ہی لیں بلکہ برضائے مشتری ان پیسوں یا نوٹوں کے روپے بھی لے سکتے ہیں،

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع باب الربٰو دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۸۴

[2] " " " " " ۴/۱۸۴

Marfat.com

فانه بیع عین بدین کان علیه فیجوز برضاہ وقد علمت انه لیس بصرف ولا سلم قال فی الدر المختار لو باع ابلا بدراھم او بکر برجاز اخذ بدلهما شیئا اٰخر وکذا الحکم فی کل دین قبل قبضه کمهر و اجرۃ وضمان متلف وبدل خلع وعتق بمال وموروث وموصی به والحاصل جواز التصرف فی الاثمان والدیون کلها قبل قبضها عینی سوی صرف وسلم فلا یجوز اخذ خلاف جنسه لفوات شرطه[1] اھ۔

کیونکہ عین کی اس دین کے بدلے میں بیع ہے جو بائع پر ہے تو اس کی رضامندی سے جائز ہے حالانکہ تو جان چکا ہے کہ یہ صرف اور سلم نہیں ہے، درمختار میں کہا کہ اگر کسی نے درہموں کے بدلے یا ایک بوری گندم کے بدلے اونٹ بیچا تو ان دونوں کے بدلے کوئی اور شَے بھی لے سکتا ہے اور یہی حکم ہے قبضہ سے پہلے ہر دَین کا' جیسے مہر، اجرت، ضائع شدہ شئی کا تاوان، خلع کا بدل، مال کے بدلے آزاد کرنا، مال موروث اور وہ مال جس کی وصیّت کی گئی ہو، خلاصہ یہ ہے کہ تمام ثمنوں اور دَینوں میں قبضہ سے پہلے تصرف جائز ہے (عینی) سوائے صرف اور سلم کے کہ ان میں خلاف جنس ثمن لینا ناجائز ہے بسبب فوت ہو جانے اس کی شرط کے اھ (ت)

ہاں یہ ضرور ہے کہ جس مجلس میں ان کے عوض روپیہ دینا ٹھہرے اسی مجلس میں تمام وکمال روپیہ ادا کر دیا جائے ورنہ یہ معاوضہ یعنی پیسوں یا نوٹوں کے بدلے جو روپیہ دینا قرار پایا ہے ناجائز ہو جائیگا للافتراق عن الکالئ بالکالئ فی ردالمحتار قوله جاز اخذ بدلهما شیئا اٰخر لکن بشرط ان لایکون افتراقا بدین کما یاتی فی القرض[2] اھ (وقال فی قرض الدر) جاز شراء المستقرض القرض ولو قائما من المقرض بدراھم مقبوضة فلو تفرقا قبل قبضها بطل لانه افتراق عن دین بزازیة[3] فلیحفظ۔

دَین کے بدلے دَین کی بیع سے جدا ہونے کی وجہ سے، ردالمحتار میں ہے کہ مصنف کا قول کہ ان دونوں کے بدلے کوئی اور شَے لینا جائز ہے مشروط ہے اس شرط کے ساتھ کہ دین کے ساتھ بائع اور مشتری میں جدائی نہ ہو جیساکہ قرض کے باب میں آرہا ہے اھ اور دُر کے باب القرض میں فرمایا مستقرض کے لئے جائز ہے کہ قرض دہندہ سے درہم مقبوضہ کے عوض قرض کو خرید ے اگر قائم ہو پھر اگر وہ دونوں ان دراہم مذکورہ پر قبضہ سے پہلے متفرق ہوگئے تو خریداری باطل ہو جائے گی کیونکہ یہ قرض سے افتراق ہے (بزازیہ) اس کو

---

[1] درمختار کتاب البیوع فصل فی التصرف فی المبیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۸-۳۷

[2] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۶۶

[3] درمختار " فصل فی القرض مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۹و۴۰

Marfat.com

محفوظ کرلینا چاہئے۔ (ت)

تو دیکھئے صورت بعینہا وہی رہی جوان بالغوں میں جاری ہے صرف ایک لفظ کے تغیر میں حرمت سے حلت ہوگئی، اس مسئلہ کو خوب شائع کرنا چاہئے کہ اہل اسلام جو بلاوجہ گناہ میں مبتلا ہیں معصیت سے نجات پائیں، وباللہ التوفیق، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۶۷: از بجنور در حدود ۱۳۰۱ھ مرسلہ مولوی غلام مصطفٰی صاحب تلمیذ حضرت والا علام قدس سرہٗ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بیع فلوس رائجہ کی جو حکم ثمن میں ہیں بمقابلہ روپیہ کے بیع صرف ہے یا نہیں؟ اور اگر صراف کو روپیہ دیا اس کے پاس کل روپیہ کے پیسے نہ تھے موجود دئے باقی کا وعدہ کردیا تو یہ بیع جائز ہوگی یا نہیں؟ اور جبکہ یہ بیع صرف بسبب صدق تعریف کے کہ بیع الثمن بالثمن ہے قرار دی جائے گی تو اس میں شرائط بیع صرف کے کہ متحد الجنسین میں تماثل اور تقابض اور مختلف الجنسین میں تقابض ہے درصورت جواز کے پائے جائیں گے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بیع الفلوس بالدراہم صرف نہیں نہ اس میں سب احکام صرف جاری،

فان الصرف بیع ما خلق للثمنیۃ بما خلق لہا کما فسرہ بذلک فی البحر[1] وتبعہ فی الدرالمختار[1] واقرہ الشامی وغیرہ ومعلوم ان الفلوس لیست کذا وانما عرض لہا حکم الاثمان بالاصطلاح ما دامت رائجۃ والا فہی عروض کما فی اصل خلقتہا وبعدم کونہ صرفا صرح العلامۃ الشامی عن البحر، وصاحب البحر عن الذخیرۃ عن المشائخ فی باب الربٰو من ردالمحتار[2]

کیونکہ صرف تو خلقی ثمن کو خلقی ثمن کے عوض بیچنے کا نام ہے جیسا کہ اس کی تفسیر بیان کی بحر نے اور درمختار میں اس کی اتباع ہے اور شامی وغیرہ نے اس کو برقرار رکھا اور یہ بات معلوم ہے کہ پیسے ثمن خلقی نہیں انھیں تو جب تک وہ رائج ہیں اصطلاح میں ثمنوں کا حکم عارض ہے ورنہ تو یہ سامان ہیں جیسا کہ اصل خلقت میں تھے اور اس کے بیع صرف نہ ہونے کی تصریح علامہ شامی نے ردالمحتار کے باب الربٰو میں بحر کے حوالہ سے کی اور صاحب بحر نے بحوالہ ذخیرہ عن مشائخ نقل کیا۔ (ت)

---

[1] بحرالرائق کتاب الصرف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۱۹۲
درمختار کتاب البیوع " مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۵۵
[2] ردالمحتار " باب الربٰو داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۸۴

Marfat.com

مگر اس قدر میں شک نہیں کہ جب تاعین رواج ان کے لئے حکم اثمان ہے تو احد الجانبین میں قبض بالید ہونا ضرور ہے،

والا لکان افتراقا عن دین بدین و قد نھی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن بیع الکالئ بالکالئ[1]

ورنہ یہ دین کے بدلے دین سے افتراق ہوگا حالانکہ رسول اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ادھار کے بدلے ادھار کی بیع سے منع فرمایا ہے (ت)

اختلاف اس میں ہے کہ آیا یہ قبضہ جانبین سے مشروط یا ایک ہی جانب میں کافی جس نے اصل خلقت پر نظر کی کہا صرف نہیں پھر تقابض کی کیا حاجت،

وھم الاکثرون وعلیہ نص محمد فی المبسوط واعتمدہ فی المحیط والحاوی والبزازیۃ والبحر الرائق والنھر الفائق وفتاوی الحانوتی وتنویر الابصار والدر المختار والفتاوی الھندیۃ وغیرھا من متون المذھب وشروحہ و فتاوٰیہ وھو مفاد کلام الامام الاسبیجابی کما نقلہ الشامی عن الزین عن الامام۔

اور وہ اکثر ہیں اسی پر امام محمد نے مبسوط میں نص فرمائی اور اسی پر اعتماد کیا گیا ہے محیط، حاوی، بزازیہ، البحر الرائق، النھر الفائق، فتاوٰی حانوتی، تنویر الابصار، درمختار اور فتاوٰی ہندیہ وغیرہ مذہب کے متون، شروح اور فتاوٰی میں، اور یہی مفاد ہے امام اسبیجابی کے کلام کا جیسا کہ اس کو شامی نے بحوالہ زین امام اعظم سے نقل کیا ہے۔ (ت)

اور جس نے ثمنیت مصطلحہ پر لحاظ کیا تقابض شرط ٹھہرایا

کما افتی بہ العلامۃ قاری الھدایۃ واوّلہ الفاضل عمر بن نجیم بما یخرجہ عن الخلاف و نازعہ المحقق الشامی قائلا انہ محمول علی ما دل علیہ کلام الامام محمد فی الجامع الصغیر من اشتراط التقابض من الجانبین وکل ذٰلک مشروح فی ردالمحتار[2]

جیسا کہ اس پر فتوٰی دیا علامہ قاری الہدایہ نے اور فاضل عمر بن نجیم نے اس کی ایسی تاویل کی جو اس کو خلاف سے نکالتی ہے اور محقق شامی نے یہ کہتے ہوئے اس کے ساتھ منازعت کی کہ اس کو اس معنی پر محمول کیا جائے گا جس پر جامع صغیر میں امام محمد کا کلام دلالت کرتا ہے یعنی دونوں جانبوں سے تقابض شرط ہے اور اس تمام کی تفصیل ردالمحتار

[1] سنن الدارقطنی کتاب البیوع حدیث ۲۶۹ نشر السنۃ ملتان ۳/ ۷۱

[2] ردالمحتار کتاب البیوع باب الربٰو دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۸۴

Marfat.com

وغیرہ من الاسفار قال العبد الضعیف غفر اللہ تعالیٰ لہ وما جنح الیہ الفاضل الشامی سیدی محمد بن امین الدین افندی ابن عابدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ من دلالۃ کلام الجامع الصغیر علی ذلک الاشتراط فقد تبع فیہ صاحب البحر والعلامۃ زین الدین عول علی ما وقع فی الذخیرۃ کما ھو ایضا مذکور فی الحاشیۃ الشامیۃ ولکن لی فیہ تأمل بعد فانی راجعت الجامع فوجدت نصہ ھکذا محمد عن یعقوب عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم رجل باع رطلین من شحم البطن برطل من الیۃ او باع رطلین من لحم برطل من شحم البطن او بیضۃ ببیضتین او جوزۃ بجوزتین او فلسا بفلسین او تمرۃ بتمرتین یدا بید باعیانھا یجوز وھو قول ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ وقال محمد رحمۃ اللہ علیہ لا یجوز فلس بفلسین ویجوز تمرۃ بتمرتین[1] انتھی کلامہ الشریف نفعنا اللہ تعالیٰ ببرکاتہ فی الدنیا والاٰخرۃ اٰمین

وغیرہ ضخیم کتابوں میں ہے،یہ عبد ضعیف (اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے) کہتا ہے کہ جس معنی کی طرف علامہ سیدی محمد بن امین الدین آفندی ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مائل ہوئے اس میں انھوں نے صاحب البحر کی پیروی کی اور علامہ زین الدین نے اس پر اعتماد کیا جو ذخیرہ میں واقع ہوا جیسا کہ حاشیہ شامیہ میں بھی مذکور ہے لیکن ابھی تک مجھے اس میں تامل ہے بیشک میں نے جامع صغیر کی طرف رجوع کیا تو اس کی نص کو یوں پایا کہ محمد نے یعقوب سے اور اس نے ابو حنیفہ سے روایت کیا (رضی اللہ تعالےٰ عنہم) کہ ایک شخص نے دو رطل پیٹ کی چربی ایک رطل الیہ کی چربی کے عوض یا دو رطل گوشت ایک رطل پیٹ کی چربی کے عوض بیچا یا ایک انڈہ دو انڈوں کے عوض یا ایک اخروٹ دو اخروٹوں کے عوض یا ایک پیسہ دو پیسوں کے عوض یا ایک چھوہارا دو چھوہاروں کے عوض فروخت کیا اس طور پر کہ ان تمام چیزوں کا لین دین ہاتھوں ہاتھ ہوا اور یہ تمام چیزیں معین تھیں تو یہ بیع ہے اور یہی قول ہے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا، اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے فرمایا کہ ایک پیسے کی بیع دو پیسوں کے عوض ناجائز اور ایک چھوہارے کی بیع دو چھوہاروں کے عوض جائز ہے، امام صاحب کا کلام شریف ختم ہوا، اللہ تعالےٰ ہمیں دنیا و آخرت

---

[1] الجامع الصغیر کتاب البیوع باب البیع فیما یکال او یوزن مطبع یوسفی لکھنؤ ص ۹۰

Marfat.com

فمحمل الاستنباط انما هو قوله رضی الله تعالیٰ عنه یدا بید ولکن قد دری من مارس الفقه ان هذا اللفظ لیس نصا صریحا فی التقابض بالبراجم الا تری علمائنا رحمهم الله تعالیٰ فسروه فی الحدیث معروف بالعینیة کما قال فی الھدایة ومعنی قوله علیه الصلوٰة والسلام یدا بید عینا بعین کذا رواه عبادة بن الصامت رضی الله تعالیٰ عنه[1] انتھی کیف وقد قال اصحابنا رضی الله تعالیٰ عنھم ان التقابض انما یشترط فی الصرف واما ما سواه مما یجری فیه الربٰو فانما یعتبر فیه التعیین فان حمل قوله ھذا فی العبارة التی ذکرنا علی التقابض واستجلب منه اشتراط ذٰلك فی فلس بفلسین کان ایضا مشترطا فی تمرة بتمرتین و بیضة ببیضتین و جوزة بجوزتین فان المسائل کلھا مسوقة بسیاق واحد وھذا لم یقل به ائمتنا فوجب حمله علی

میں اس کی برکات سے نفع عطا فرمائے آمین، تو محل استدلال امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول "یداً بید" (ہاتھ ہاتھ) ہے لیکن فقہی مہارت والا جانتا ہے کہ بیشک یہ لفظ انگلیوں کے پوروں کے ساتھ قبضہ کرنے میں نص صریح نہیں کیا تو نہیں دیکھتا ہمارے علمائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے حدیث معروف میں اس کی تفسیر عینیت کے ساتھ فرمائی ہے جیساکہ ہدایہ میں کہا کہ رسول انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول "یداً بید" کا معنیٰ "عیناً بعین" ہے، یونہی روایت فرمایا ہے اس کو حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے، انتہی۔ اور یہ کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا ہے کہ بے شک باہمی قبضہ تو فقط بیع صرف میں شرط ہے اس کے علاوہ جس میں ربا جاری ہوتا ہے وہاں فقط تعیین معتبر ہے، اگر ہماری ذکر کردہ عبارت میں اس کے قول کو تقابض (دوطرفہ قبضہ) پر محمول کیا جائے اور اس سے ایک پیسے کی دو پیسوں کے عوض بیع میں تقابض کا شرط ہونا اخذ کیا جائے تو پھر ایک کھجور کی دو کے عوض، ایک انڈے کی دو کے عوض اور ایک اخروٹ کی دو کے عوض بیع میں بھی تقابل شرط ہوگا کیونکہ ان تمام مسائل کا سیاق ایک ہی ہے (لہذا حکم بھی ایک ہوگا) حالانکہ ہمارے ائمہ کرام اس کے قائل نہیں ہیں لہذا

---

[1] الھدایہ کتاب البیوع باب الربا مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۸۳-۸۲

Marfat.com

على اشتراط التعين وكان قوله
رضی اللہ تعالیٰ عنه باعيانهما
تفسيرا لقوله يدا بيد والا لكان حشوا
مستغنى عنه فان التقابض فيه
التعيين مع شئ زائد فذكره
بعده خال عن الفوائد ولذا لما
نقل الامام صاحب الهداية هذه
المسئلة عن الجامع الصغير اسقط عنها
تلك الكلمة واقتصر على ذكر العينية
حيث قال قال (اى محمد كما صرح
به العلامة بدر العينى فى البناية[1])
يجوز بيع البيضة بالبيضتين والتمرة
بالتمرتين والجوزة بالجوزتين
ويجوز بيع الفلس بالفلسين باعيانهما[2]
انتهى، فليس فى الجامع ان شاء
الله تعالیٰ دليل على ما ذكره هؤلاء
الاعلام وان كان فمع احتمال
الغير احتمالا بينا لايراد ولا يرام بخلاف
عبارة الاصل اعنى المبسوط فانها
نص اى نص فى عدم اشتراط التقابض كما
سترى ان شاء الله تعالیٰ فعليه فليكن التعويل
والله تعالیٰ ولى التوفيق هذا ما سنح للعبد القاصر

اس کو اشتراطِ تعیین پر محمول کرنا واجب ہے اور امام
صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول "باعیانہما"
ان کے قول "یدا بید" کی تفسیر ہوگا ورنہ یہ قول
لغو اور بلاضرورت ہوگا کیونکہ تقابض میں تعیین کچھ
اضافے سمیت موجود ہے۔ تو پھر اس (تعیین) کو
تقابض کے بعد ذکر کرنا فائدہ سے خالی ہوگا، یہی
وجہ ہے کہ جب امام صاحب ہدایہ نے اس مسئلہ کو
جامع صغیر سے نقل کیا تو اس میں سے یہ کلمہ (یدا بید)
ساقط کرکے فقط عینیت کے ذکر پر اکتفاء کرتے
ہوئے کہا کہ انھوں نے یعنی امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ
علیہ (بنایہ علامہ عینی) نے فرمایا کہ جائز ہے بیع ایک
انڈے کی دو انڈوں کے عوض اور ایک کھجور کی
دو کھجوروں کے عوض اور ایک اخروٹ کی دو اخروٹوں
کے عوض اور ایک معین پیسے کی دو معین پیسوں کے
عوض، انتہی۔ چنانچہ جامع صغیر میں تو ان شاء اللہ
اس پر کوئی دلیل نہ ہوگی جو ان بزرگوں نے فرمایا اور
اور اگر ہو بھی تب بھی غیر کا احتمال بین ہوتے ہوئے
اس کا ارادہ نہیں کیا جائے گا بخلاف اصل یعنی
مبسوط کی عبارت کے کہ وہ تقابض کے شرط نہ ہونے
پر نص ہے جیسا کہ عنقریب ان شاء اللہ تو
دیکھے گا چنانچہ اسی پر اعتماد کرنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ
ہی مالکِ توفیق ہے، یہ وہ ہے جو اس قاصر بندے

---

[1] البنایۃ فی شرح الہدایۃ کتاب البیوع باب الربو المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۳/۱۵۴
[2] الہدایۃ " " مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۸۳

Marfat.com

فتامله فان وجدته حقا فعليك به والافاضرب به الجدار۔

پر منکشف ہوا، اس میں غور کر، اگر تو اس کو حق پائے تو عمل کرنا تجھ پر لازم ہے ورنہ اس کو دیوار پر دے مار۔ (ت)

بالجملہ مذہب راجح پر بیع الفلوس بالدراہم والدنانیر میں ایک ہی جانب کا قبضہ کافی، پس صورت مستفسرہ میں بیع بلاتردد صحیح اور صراف پر مشتری کے لئے باقی پیسے لازم۔

فی المبسوط اذا اشتری الرجل فلوسا بدراھم ونقد الثمن ولم تکن الفلوس عند البائع فالبیع جائز[1] اھ کذا فی الھندیۃ و فیھا عن الحاوی وغیرہ لواشتری مائۃ فلس بدرھم فقبض الدرھم و لم یقبض الفلوس حتی کسدت لم یبطل البیع قیاسا و لوقبض خمسین فلسا فکسدت بطل البیع فی النصف و لو لم تکسد لم یفسد و للمشتری ما بقی من الفلوس[2] اھ ملتقطا وفی التنویر و شرحہ باع فلوسا بمثلھا او بدراھم او بدنانیر فان نقد احدھما جاز وان تفرقا بلا قبض احدھما لم یجز[3] اھ ومسئلۃ المقام یستدعی اکثر من ھذا وفیما ذکرنا کفایۃ، و اللہ تعالٰی اعلم۔

مبسوط میں ہے کہ جب کسی نے درہموں کے عوض پیسے خریدے اور ثمن نقد ادا کر دیئے مگر بائع کے پاس اس وقت پیسے موجود نہیں تو بیع جائز ہے اھ ہندیہ میں یونہی ہے، اسی میں حاوی وغیرہ سے منقول ہے اگر کسی نے ایک درہم کے عوض سَو پیسے خریدے، بائع نے درہم پر قبضہ کرلیا مگر مشتری نے ابھی پیسوں پر قبضہ نہیں کیا تھا کہ وُہ کھوٹے ہوگئے تو قیاس کی رُو سے بیع باطل نہیں ہُوئی اور اگر پچاس پیسوں پر قبضہ کیا تھا کہ وہ کھوٹے ہوگئے تو نصف میں بیع باطل ہوگئی اگر وہ کھوٹے نہ ہوتے بیع فاسد نہ ہوتی اور مشتری باقی پیسے لینے کا حقدار ہوتا اھ تلخیص، تنویر اور اس کی شرح میں ہے کہ کسی نے پیسوں کو ان کی مثل کے عوض یا درہموں کے عوض یا دیناروں کے عوض بیچا پس اگر دونوں میں سے ایک نے نقد ادائیگی کر دی تو بیع جائز ہے اور اگر وہ دونوں قبضہ کئے بغیر متفرق ہوگئے تو ناجائز ہے اھ اس مقام کا مسئلہ اس سے زیادہ تفصیل کا تقاضا کرتا ہے اور جو کچھ ہم نے ذکر کیا اس میں کفایت ہے اور اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے (ت)

---

[1] المبسوط للسرخسی کتاب البیوع باب البیع بالفلوس دار المعرفۃ بیروت الجزء الرابع عشر/ ۲۴
فتاوٰی ہندیۃ کتاب الصرف الفصل الثالث فی بیع الفلوس نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۲۲۵
[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الصرف الفصل الثالث فی بیع الفلوس " " " ۳/ ۲۲۵
[3] درمختار کتاب البیوع باب الربٰو مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۴۲

Marfat.com

مسئلہ ۲۶۸ از دھوراجی ملک کاٹھیاوار کوچہ کھتری اسٹریٹ مسئولہ عبدالکریم ابن قاسم ۷ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ

بخدمت شریف جناب مخدوم و مکرم مجدد مائۃ حاضرہ، تکلیف دینے کا باعث یہ ہے کہ جو رسالہ کفل الفقیہ آپ کی جانب سے شائع ہوا ہے اس میں بعض لوگوں کو شک ہے کہ یہ رسالہ مولانا صاحب کے نام سے کسی دوسرے نے چھپوا کر شائع کر دیئے ہیں اس بات کا بہت چرچا ہو رہا ہے کہ نوٹ کو مال قرار دیا ہے وہ کس طرح سے ہوسکتا ہے، ہمارا اعتماد آپ کے اوپر ہے، مطلب ہمارا یہ ہے کہ اگر حضور کی جانب سے کفل الفقیہ شائع ہُوا ہو تو آپ اپنے دستِ مبارک سے ہم کو جواب دیں تاکہ ان پر عمل کریں اور شک دُور ہو جائے اور جب تک آپ کی طرف سے جواب نہیں آئے گا وہاں تک لوگوں کو بحث بھی رہے گی اور ہم لوگوں کے دل پہ شک رہے گا تو آپ برائے خدا جلد جواب تحریر کریں۔

الجواب

رسالہ کفل الفقیہ الفاہم فقیر ہی کی تصنیف ہے مکہ معظمہ میں وہاں کے ایک عالم جدّہ نے فقیر سے اس کا سوال کیا اور فقیر نے وہیں تصنیف کیا اور متعدد علمائے کرام مکہ مکرمہ نے اس کی نقلیں لیں پھر بعد واپسی فقیر نے اسے طبع کرایا پھر حاجی عیسٰے خاں محمد صاحب نے مع ترجمہ چھپوایا، مدینہ طیبہ میں مصر کے دو جلیل عالموں مدرسین جامع ازہر نے اسے دیکھا اور فرمائش کی کہ اس کے نسخے ہم کو ضرور بھیج دو، ان کو بھیج دئے گئے، نوٹ کا مال ہونا اس رسالہ میں دلائل ساطعہ سے روشن کر دیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

Marfat.com

باب بیع التلجیہ
(دکھلاوے کی بیع کا بیان)

مسئلہ ۲۶۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین صورتِ مسئولہ میں کہ زید نے ایک قطعہ مکان جس کا وہ مالک تھا بدست عمرو اپنی کسی مصلحت سے بلا وصول زرِ ثمن فرضی طریق سے بیعنامہ تصدیق کرادیا اور قبضہ اپنا مبیعہ پر نہیں دیا ہے اور عمرو کی اب یہ خواہش ہے کہ میں اسی مکان کو زید کے فوت ہونے پر اس کے ورثہ کو ہبہ کر دوں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا اسی مکان کا ہبہ کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں، اور اگر ہبہ جائز ہے تو کن کن وجوہات میں واپس ہوسکتا ہے اور کس صورت سے واپس نہیں ہوسکتا۔ بینوا توجروا

الجواب

عمرو کو اگر اقرار وتسلیم یا بیّنۂ عادلہ شرعیہ سے ثابت ہے کہ یہ بیع محض بطور فرضی کی گئی جسے بیع تلجیہ کہتے ہیں تو بیع شرعاً منعقد ہوگئی ولہٰذا اگر عاقدین اسے جائز کر دیں، نافذ ہوجائیگی۔

فی الدر المختار انہ بیع منعقد غیر لازم کالبیع بالخیار[1] الخ وفی ردالمحتار

درمختار میں ہے کہ وہ بیع منعقد ہے مگر لازم نہیں جیسے خیار کے ساتھ بیع الخ اور ردالمحتار میں

---

[1] درمختار کتاب البیوع باب الصرف مطبع مجتبائی دہلی ۲/۵۷

Marfat.com

انهما لو اجازاه جاز والباطل لا تلحقه الاجازة[1] الخ وقولهم باطل ای سیبطل ان لم یجز کما حققناه فیما علقناه علی رد المحتار۔

ہے کہ اگر عاقدین نے اس کی اجازت دے دی تو جائز ہوگی حالانکہ باطل کو اجازت لاحق نہیں ہوتی الخ اور فقہاء کا قول کہ وہ بیع باطل ہے اس کا معنی یہ ہے کہ عنقریب باطل ہوجائے گی اگر اس کی اجازت نہ دی گئی جیسا کہ ہم نے ردالمحتار پر اپنی تعلیق میں اس کی تحقیق کی ہے (ت)

مگر جبکہ قبل اجازت زید نے وفات پائی اب بیع باطل محض ہوگئی،

فان البیع الموقوف یبطل بموت المالك بل والعاقد وان لم یکن مالکا کالفضولی ولا تصح اجازۃ ورثته بعدہ فی الدر المختار حکمه قبول الاجازۃ اذا کان البائع والمشتری والمبیع قائما وکذا یشترط قیام صاحب المتاع ایضا فلا تجوز اجازۃ وارثه لبطلانه بموته[2] (ملخصا)

کیونکہ موقوف بیع مالک کی موت سے باطل ہوجاتی ہے بلکہ عاقد اگرچہ وہ مالک نہ ہو اس کی موت سے بھی باطل ہوجاتی ہے جیسے فضولی کی موت سے، اور اس کی موت کے بعد اس کے وارث کی اجازت سے بیع صحیح نہیں ہوتی، درمختار میں ہے اس کا حکم یہ ہے کہ یہ اجازت کو قبول کرتی ہے جبکہ بائع، مشتری اور مبیع قائم ہوں اور اسی طرح مالک کا قائم ہونا بھی شرط ہے چنانچہ اس کی موت سے بیع کے باطل ہوجانے کی وجہ سے اس کے وارث کی اجازت نہیں۔ (ت)

تو عمرو غیر مالک کا اس مکان کو وارثانِ زید خود مالکان کے نام ہبہ کرنا محض بے معنی ہے اور اگر براہِ دیانت و امانت اپنے ورثہ یا آئندہ خود اپنی بریت کے اندیشہ سے چاہتا ہے کہ بیعنامہ مصدقہ جو محض فرضی تھا بے اثر ہوجائے تو اس کے لئے بھی اس ہبہ بے معنی کی ضرورت نہیں اعلان کردے اور گواہ کرالے یا اقرار نامہ تصدیق کرادے کہ میں اس مکان کا مالک نہیں میرے نام بیع صرف فرضی تھی یہ اظہار ہبہ سے محکم تر بھی ہوگا کہ ہبہ کے لئے شروط ہیں پھر جب تک موانع ہبہ سے کوئی مانع نہ ہو اختیار رجوع بھی ہوتا ہے اور اگر صورت ہبہ ہی اختیار کرے اس کی شکلیں اس طور پر کردے کہ کوئی شرعی اعتراض نہ رہے نہ آئندہ اختیار رجوع ہو تو یہ

---

[1] ردالمحتار | کتاب البیوع | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۴/۷
[2] درمختار | فصل فی الفضولی | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/۳۲

Marfat.com

بھی ایک صورت اس مقصود محمود کے حصول کی ہے،

وانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی[1] بیشک عملوں کا دارومدار تو نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔ (ت)

جس طرح نظر خلق میں وُہ بیع صحیح نافذ ظاہر کی گئی یونہی نظر خلق میں یہ ہبہ تامہ لازمہ ظاہر ہوگا تو اندیشہ سے تحفظ ہوجائے گا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے مثلاً ایک قطعہ مکان وایک حصہ دکان بدست بکر کسی وجہ خاص سے بیع فرضی کرکے قبضہ تام واسطے بکر کے حاصل کرادیا، دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا بکر بہ سبب اس عقد فرضی کے مالک مکان وحصہ دکان کا شرعاً ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

فی الواقع اگر بیّنہ شرعیہ یا اقرار بکر سے ثابت ہے کہ بیع فرضی طور پر کی گئی ہے تو بکر ہرگز مالک مبیع نہیں اگرچہ قبضہ برضائے بائع کیا ہو،

فانہ بیع منعقد موقوف علی اجازتھما الموقوف لایفید الملك بالقبض کما حققناہ فیما علقناہ فی ردالمحتار۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔ کیونکہ یہ بیع منعقد عاقدین کی اجازت پر موقوف ہے اور موقوف میں قبضہ سے ملکیت حاصل نہیں ہوسکتی جیسا کہ ہم نے ردالمحتار پر اپنی تعلیق میں اس کی تحقیق کردی ہے، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ بہتر جانتا ہے (ت)

---

[1] صحیح البخاری باب کیف کان بدؤ الوحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲

Marfat.com

باب بیع الوفاء

(بیع وفاء کا بیان)

مسئلہ ۲۷۱: از ریاست رامپور بزریہ ملاظریف بنگلہ متصل مسجد مرسلہ مولوی محمد علیم الدین صاحب اسلام آبادی ۱۸ جمادی الآخر ۱۳۱۴ھ

ماقولکم رحمکم اللہ ربکم فی جواز بیع الوفاء والانتفاع بہ ھل ھو جائز ام لا، بینوا بادلۃ الکتاب توجروا من اللہ الوھاب فی یوم الحساب۔

آپ کا کیا ارشاد ہے اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے بیع الوفاء کے جواز اور اس سے نفع حاصل کرنے کے بارے میں، کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ کتابوں کے حوالوں سے مدلل بیان فرمائیں، حساب والے دن بہت عطا فرمانے والے اللہ تعالٰی سے اجر دئے جاؤ گے۔ (ت)

الجواب

المسئلۃ طویلۃ الاذیال کثیرۃ الاقوال وسیعۃ المجال بعیدۃ المنال وقد فصلناھا بتوفیق اللہ تعالٰی فی بعض تحریراتنا والذی تقرر و

یہ مسئلہ لمبے دامنوں والا، بہت زیادہ اقوال والا اور وسیع مباحث والا ہے، اور ہم نے اللہ تعالٰی کی توفیق سے اپنی بعض تحریروں میں اس کی تفصیل بیان کردی ہے اور وہ بات جو اس میں ثابت و

Marfat.com

تحرر ان بیع الوفاء رهن لایزید علیه بشئ ولا یخالفه فی شئ قال العلامة خیرالدین رملی فی فتاواه الذی علیه الاکثر انه رهن لایفترق عن الرهن فی حکم من الاحکام قال السید الامام قلت للامام الحسن الماتریدی قد فشا هذا البیع بین الناس وفیه مفسدة عظیمة و فتواك انه رهن وانا ایضا علی ذلك فالصواب ان نجمع الائمة ونتفق علی هذا ونظهره بین الناس فقال المعتبر الیوم فتوٰنا وقد ظهر بین الناس ذلك فمن خالفنا فلیبرز نفسه ولیقم دلیله وفیه اقوال ثمانیة وعلی کونه رهنا اکثر الناس[1] اھ وفیها ایضا بیع الوفاء رهن[2] الخ وفی العقود الدریة من کتاب النکاح باب الولی بیع الوفاء منزل منزلة الرهن[3] الخ وفیها من الرهن بیع الوفاء منزل منزلة الرهن کما صرحوا به[4] ثم ذکر نصوصا تدل علیه فاذن لا یجوز لهذا الذی

ثابت شدہ یہ ہے کہ بیع الوفاء رہن ہے نہ اس سے کچھ زائد اور نہ ہی کسی شئ میں اس کے مخالف ہے، علامہ خیرالدین رملی نے اپنے فتاوٰی میں فرمایا کہ اکثر فقہاء اسی پر ہیں کہ یہ رہن ہے اور کسی حکم میں رہن سے جدا نہیں ہے۔ سید امام کا قول ہے کہ میں نے امام ابوالحسن ماتریدی سے کہا کہ یہ بیع لوگوں میں پھیل گئی اور اس میں فساد عظیم ہے، جبکہ آپ کا فتوٰی ہے کہ یہ رہن ہے اور میں بھی اسی کا قائل ہوں تو بہتر ہے کہ ہم ائمہ کو جمع کرکے اس پر متفق کریں اور اس کو لوگوں میں ظاہر کریں تو انھوں نے فرمایا کہ آج ہمارا فتوٰی معتبر اور لوگوں میں ظاہر ہے لہذا جو ہماری مخالفت کرے اس کو چاہئے کہ وہ خود کو سامنے لائے اور دلیل قائم کرے۔ بیع الوفاء میں آٹھ اقوال ہیں اور اس کے رہن ہونے پر لوگوں کی اکثریت متفق ہے اھ اور یہ بھی اسی میں ہے کہ بیع الوفاء رہن ہے الخ عقود الدریہ کتاب النکاح کے باب الولی میں ہے کہ بیع الوفاء بمنزلہ رہن کے ہے الخ اور اسی میں ہے کہ بیع الوفاء رہن کے بمنزلہ ہے جیسا کہ فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے پھر اس میں ایسی نصوص ذکر کی گئی ہیں جو اس کے رہن ہونے پر دلالت کرتی ہیں، تو ایسی صورت میں اس

---

[1] فتاوٰی خیریۃ — کتاب البیوع — دارالمعرفۃ بیروت — ۱/ ۲۲۶-۲۲۵

[2] " — " — " — ۱/ ۲۲۶

[3] العقود الدریۃ — کتاب النکاح — باب الولی — ارگ بازار قندھار افغانستان — ۱/ ۱۸

[4] " — کتاب الرہن — " — " — ۲/ ۲۵۴

Marfat.com

هو مشتر صورة مرتهن معنی الانتفاع بمشریه المرهون مطلقا علی ما هو الفتوی الاٰن للعلم بمقاصد اهل الزمان وقد علم شرعا ان المعهود عرفا کالمعهود شرطا کما افادہ ھٰھنا العلامۃ السید الطحطاوی ثم العلامۃ السید الشامی فی حواشی الدر وقد افتیت بہ و ھو الحق الواضح جہاں ۱۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

اس شخص کے لئے جو بظاہر مشتری اور درحقیقت مرتہن ہے بالکل جائز نہیں کہ وہ اس خریدی ہوئی مرتہن شے سے نفع حاصل کرے اور اب اہل زمانہ کے مقاصد کو جانتے ہوئے اسی پر فتوٰی ہے، اور تحقیق یہ بات شرعاً معلوم ہے کہ جو چیز عرف میں طے شدہ ہو وہ ایسے ہی ہوتی ہے جیسے اس کی شرط لگائی گئی ہو جیسا کہ اس مقام پر علامہ سید طحطاوی نے پھر علامہ شامی نے درر کے حواشی میں اس کا فائدہ دیا اور بیشک میں نے اسی پر فتوٰی دیا، اور یہی واضح اور کھلا حق ہے۔ اور اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۷۲ از قصبہ منڈوا ضلع فتحپور مرسلہ حافظ محی الدین صاحب ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمرو کی کچھ جائداد اس طرح پر لیا کہ عمرو جب روپیہ زید کا ادا کردے تو اپنی جائداد واپس لے اور جب تک روپیہ ادا نہ ہو تب تک زید اس جائداد کا لگان گورنمنٹی اسی جائداد سے ادا کرے اور جو روپیہ اس جائداد کا لگان گورنمنٹی سے بڑھے وہ روپیہ زید اپنے تصرف میں لاکر یا کرے تو روپیہ بڑھتی کا زید کو لینا جائز ہے یا نہیں، سُود ہوگا یا نہیں؟ اگر سود ہوگا تو ان لوگوں کی نماز جو سُود لیتے نہیں ہیں صرف مہاجنوں کو سود دیتے ہیں زید کے پیچھے ہوگی یا نہیں؟

الجواب

یہ صورت بیع بالوفاء کی ہے اور اس کا حکم مثل رہن کے ہے اور اس سے جو منفعت حاصل ہو حرام ہے، حدیث میں فرمایا:

کل قرض جر منفعۃ فھو ربٰو۔[۱] جو قرض نفع کھینچے وہ سُود ہے۔ (ت)

اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے اگرچہ مقتدی بھی سُود لینے یا دینے والے ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۳ از ریاست چھتاری مدرسہ محمودیہ ضلع بلند شہر مرسلہ امیر حسن طالبعلم ۱۴ رجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی کوئی زمین یا مکان یا دکان عمرو کے ہاتھ

---

[۱] کنز العمال حدیث ۱۵۵۱۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۲۳۸

Marfat.com

بعوض سو روپیہ کے فروخت کی اور باقاعدہ بیعنامہ لکھ پڑھ دیا مگر بیعنامہ سے پہلے یا بعد بائع نے مشتری سے یہ وعدہ پختہ لے لیا کہ جب میں تجھے تیرا زرِ ثمن پورا پورا ادا کروں تو تُو مجھے میری بیع واپس کر دینا اور تا واپسی تو بیع سے فائدہ اٹھاتے جانا، مشتری نے اس بات کو بطیبِ خاطر پسند کر لیا تو کیا یہ بیع جائز ہے اور مشتری کو تا واپسی مبیع سے فائدہ اٹھانا جائز ہے یا کیا ؟

الجواب

اگر واقع میں انھوں نے بیع قطعی کی ہے اور اس میں یہ شرط ملحوظ نہیں، بیع سے جُدا یہ ایک وعدہ ہو لیا تھا بیع صحیح ہُوئی اور اس سے انتفاع مشتری کو جائز، ورنہ تحقیق یہ ہے کہ وُہ بیع نہیں بلکہ رہن ہے اور مشتری کو اس سے انتفاع حرام، یہ بیع صحیح بلا دغدغہ ہونے کی صورت یہ ہے کہ اگر یہ قرارداد عقد سے پہلے ہُوا تھا تو عقد کرتے وقت یہ کہہ لیں کہ ہم اس قرارداد سے باز آئے اب بیع قطعی کرتے ہیں اور اگر عقد کے بعد یہ قرارداد ہو تو بصورت شرط نہ ہو بلکہ صرف ایک وعدہ، ردالمحتار میں ہے :

وفی جامع الفصولین ایضا لو ذکرا البیع بلا شرط ثم ذکر الشرط علی وجہ العدۃ جاز البیع[1]۔

جامع الفصولین میں ہے کہ اگر بیع کا ذکر بلا شرط کیا پھر شرط کو بطور وعدہ ذکر کیا تو بیع جائز ہے (ت)

اسی میں ہے :

فی جامع الفصولین ایضا لو شرطا شرطا فاسدا قبل العقد ثم عقدا لم یبطل العقد اھ قلت وینبغی الفساد لو اتفقا علی بناء العقد علیہ کما صرحوا بہ فی بیع الھزل کما سیاتی اٰخر البیوع وقد سئل الخیر الرملی عن رجلین تواضعا علی بیع الوفاء قبل عقدہ وعقدا البیع خالیا عن الشرط فاجاب بانہ صرح

جامع الفصولین میں یہ بھی ہے کہ اگر عاقدین نے عقد سے پہلے کوئی شرط فاسد لگائی پھر عقد کیا تو عقد باطل نہ ہوگا اھ، میں کہتا ہوں کہ اگر وہ دونوں عقد کی بناء اس شرط فاسد پر کرنے پر متفق ہوئے تو عقد فاسد ہونا چاہئے جیسا کہ فقہاء نے بیع ہزل کے بارے میں تصریح کی ہے جیسا کہ عنقریب بیع کی بحث کے آخر میں آئے گا۔ علامہ خیر الدین رملی سے ان دو شخصوں کے بارے میں سوال کیا گیا جنھوں نے عقد سے پہلے بیع الوفاء کی شرط ٹھہرائی پھر اس شرط سے خالی عقد کیا تو آپ نے

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع مطلب فی الشرط الفاسد داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۲۱-۱۲۰

Marfat.com

فی الخلاصۃ والفیض والتتارخانیۃ وغیرھا بانہ یکون علٰی ما تواضعا[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	وہی جواب دیا جس کی تصریح خلاصہ، فیض اور تتارخانیہ وغیرہ میں کی گئی ہے یعنی یہ بیع اس شرط پر ہوگی جو اُنھوں نے ٹھہرائی تھی۔ اور اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع مطلب فی الشرط الفاسد داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۲۱

Marfat.com

باب متفرقات البیع
(بیع کے متفرق احکام)

مسئلہ ۲۷۴ از موضع دیورنیاں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قیمت مقررہ اسٹامپ سے زیادہ لینا رشوت ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہ رشوت نہیں بلکہ اپنی خریدپر نفع لینا ہے مگر کلام اس میں ہے اسٹامپ بیچنا خود ہی کراہت سے خالی معلوم نہیں ہوتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۵ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنی جائداد بدست زید اپنے سوتیلے بیٹے کے فروخت کی اور قیمت اس کی وصول پاکر پھر زید کے پاس امانت رکھ دی زید نے عہ ماہوار مقرر کردی، ہندہ نے کہا کہ مشاہرہ مجھے کیونکر دیتے ہو، کہا اسے آپ اس جائداد کی توفیر تصور فرمائیے، اس کا جواب ہندہ نے دیا کہ جب اس کی میں مالک نہ رہی تو توفیر کیسی، اس پر کہا کہ میں اپنے پاس سے یہ خدمت کرتا ہوں، ہندہ نے کہا یہ معلل بالغرض ہے اور میرے لئے ناجائز، آیا ہندہ کے لئے یہ رقم لینا ناجائز ہے یا جائز؟ بیّنوا توجروا۔

Marfat.com

الجواب

جائداد ملبیعہ کی توفیر لینی تو صریح ناجائز جس سے ہندہ خود انکار کرتی ہے، اور بطورِ خدمت اگر دیتا واقعی ہو لینا جائز، اور اس کی واقعیت کی یہ نشانی ہے کہ زید اس سے پہلے بھی ہندہ کی اس قدر خدمت کرتا ہو یا اب ہندہ اپنا یہ روپیہ واپس لے لے تو بھی بدستور خدمت کرتا رہے اور اگر ایسا نہ ہو تو اس کا یہ کہنا کہ بطورِ خدمت دیتا ہوں زبانی کہنا ہے بلکہ اس صورت میں ہندہ کا خیال صحیح ہے کہ وُہ اسی غرض سے دیتا ہے کہ ہندہ اپنی یہ رقم کثیر نہ مانگے اور تاحیات ہندہ اسی ماہوار پر ٹالے اس نیت سے دینا دینے والے کو تو صریح ناجائز، اور ہندہ اسے اگر اپنے زرِ امانت میں مجرا کرکے لیتی رہے تو مضائقہ نہیں ورنہ اس کا لینا بھی روا نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۷۶ مرسلہ مولوی احسان حسین صاحب از مسجد جامع ۹ رجب ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس صورت میں کہ ایک تاجرِ کتب فروش نے دوسرے تاجر مشتری کو بقلم خود یہ عبارت تحریر کی کہ قرآن مجید مرتضوی مترجم کی اگر آپ سَو جلد طلب فرمائیں گے تو بارہ[۱۲] آنے فی جلد کے حساب سے دیا جائے گا اور قرآن شریف مرتضوی کا نرخ تاجرانہ خاص آپ کو لکھا گیا ہے انتہی عبارتہٗ اور اس کارڈ پر اپنے دستخط کئے علاوہ اس کے اور کارڈوں پر بھی ان کے دستخط موجود ہیں، جب ان سے جلدیں قرآن شریف کی حسب التحریر ان کے طلب کیں تو اپنی تحریر سے صاف انکار کر گئے کہ نہ میں نے لکھا اور نہ دستخط کئے، تو آیا شرع شریف میں ایسے شخص کے واسطے کیا حکم ہے اور ایفائے وعدہ واجب اور لازم ہے یا نہیں؟ اور معہود کو حقِ مطالبہ پہنچ سکتا ہے یا نہیں؟ اور فیما بین تجاروں کے ہزارہا روپیہ کا تبادلہ ہوا کرتا ہے اور اس سے کوئی منحرف نہیں ہوتا ہے، اور یہ فیما بین تجار کے قرارداد واثق ہوتا ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر واقع میں اس نے لکھا اور دستخط کئے تھے تو انکار کرنے سے جھوٹ بولنے کا گنہگار ہُوا مگر وفائے وعدہ پر جبری مطالبہ نہیں پہنچتا۔ فتاوٰی خانیہ و فتاوٰی ظہیریہ و فتاوٰی عالمگیریہ وغیرہا میں ہے:

ان انجز وعدہ کان حسنا والا فلا یلزمہ الوفاء بالمواعید[۱]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اور اگر وعدہ کو پُورا کرے تو بہتر ہے ورنہ وعدوں کو پُورا کرنا اس پر لازم نہیں۔ اور اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے۔ (ت)

---

[۱] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الاجارۃ الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۴۲۵

Marfat.com

مسئلہ ۲۷۷ ازسرنیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۲ رجب ۱۳۳۱ھ

اکثر لوگ ترکاری خریدنے کے بعد جھگڑا کرکے زیادہ لیتے ہیں۔

الجواب

جھگڑے کی اجازت نہیں، اور زیادہ مانگنا بھی سوال میں داخل ہے، ہاں بطور خود اپنی خوشی سے زیادہ دے دے تو حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

Marfat.com

کتاب الکفالۃ

(ضامن بننے کا بیان)

مسئلہ ۲۷۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی قدر قرض بکر کا ذمہ عمرو کے ہے، زید نے کہا اسے میں ادا کردوں گا، عمرو نے بھی اسے قبول کرلیا، بکر نے کہا عمرو میرے مطالبہ سے بری ہوا میں تجھ سے لوں گا" اس صورت میں بکر کو زید سے اس قرضہ کے مطالبہ کا اختیار رہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں زید اس قرضۂ بکر کا جس کے ادا کا اس نے وعدہ کیا اگر لفظ صرف اسی قدر تھے کفیل نہ ہوا کہ یہ مجرد وعدہ ہے اور وعدہ بے تعلیق بشرط لازم نہیں ہوتا اور بکر کا اس سے کہنا کہ عمرو میرے مطالبہ سے بری ہوا میں تجھ سے لوں گا اور زید کا اس پر سکوت کرنا اول تو سکوت قول نہیں اور ہو بھی تو اس کی غایت اس قدر کہ زید نے قول بکر قبول کیا گویا اس نے کہا تو مجھ سے لینا یہ بھی ایک امر ہے جس کا حاصل وعدہ ہے کہ میں دوں گا اور اس قدر سے کفالت ثابت نہیں ہوتی۔ عالمگیری میں محیط سے ہے:

اذا قال انچہ ترا بر فلان ست من بدہم فھذا وعد لاکفالۃ[1]۔ اگر کہا جو کچھ تمہارا فلاں پر لازم ہے وہ میں دوں گا" تو یہ وعدہ ہے کفالہ نہیں۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکفالۃ الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۲۵۶

Marfat.com

اسی میں بنقل محیط فتاوٰی امام نسفی سے ہے:

من قال لغیرہ ان الدین الذی لك علی فلان انا ادفعه الیك انا اسلمه الیك انا اقضیه لا یصیر کفیلا مالم یتکلم بلفظ یدل علی الالتزام نحو قوله کفلت ضمنت علیّ الیّ وکان الشیخ الامام ظهیر الدین الحسن بن علی المرغینانی یقول اذا اتی بهذہ الالفاظ منجزا لا یکون کفالة واذا اتی بها معلقا بان قال ان لم یؤد فلان مالك علیه فانا اودی فانا ادفع یصیر کفیلا۔[1]

کسی نے دوسرے سے کہا تیرا وہ قرض جو فلاں پر ہے وہ میں دوں گا، میں تیرے سپرد کروں گا، میں ادا کروں گا، وہ کفیل نہیں بنے گا جب تک کوئی ایسا لفظ نہ کہے جو التزام پر دلالت کرتا ہو مثلاً میں کفیل ہوں، میں ضامن ہوں، مجھ پر لازم ہے یا میرے ذمّے ہے۔ امام ظہیر الدین حسن بن علی مرغینانی کہتے تھے اگر یہ الفاظ بطور تنجیز کہے تو کفیل نہ ہوگا اور اگر بطور تعلیق کہے مثلاً یوں کہے کہ تیرا جو دین فلاں پر ہے اگر اس نے نہ دیا تو میں ادا کروں گا یا میں دُوں گا، تو کفیل ہو جائے گا۔ (ت)

ایسا ہی خزانۃ المفتین میں ہے اور اسی پر بزازیہ میں جزم فرمایا:

قائلا لما علم ان المواعید باکتساء صورۃ التعلیق تکون لازمة[2] اھ ونقله فی الحامدیة واقرہ فی العقود الدریة۔

یہ کہتے ہوئے، یہ بات معلوم ہے کہ وعدے جب تعلیق کی صورت اختیار کریں تو ان کو پورا کرنا لازم ہوتا ہے اھ اس کو حامدیہ میں نقل کیا اور عقود دریہ میں برقرار رکھا۔ (ت)

ہاں اگر زید نے یہ کہا کہ یہ نہ دے تو میں ادا کردوں گا تو بلاشبہہ بکر اس قدر روپیہ کا زید سے مطالبہ کرسکتا ہے اور بکر کا عمرو کو مطالبہ سے بری کردینا زید کو بری نہ کردے گا، اگر البتہ عمرو کو قرضہ سے بری کردیتا تو زید پر بھی مطالبہ نہ رہتا۔

فی الدر المختار من القنیة طالب الدائن الکفیل فقال له اصبر حتی یجیئ الاصیل فقال لا تعلق

درمختار میں قنیہ سے منقول ہے کہ قرض دہندہ نے کفیل سے قرض کا مطالبہ کیا تو اس نے کہا کہ صبر کرو تاکہ اصیل آجائے، اس پر قرض دہندہ نے

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکفالۃ الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۲۵۷

[2] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ کتاب الکفالۃ " " " ۶/ ۳

Marfat.com

لی علیہ انما تعلقی علیك ھل یبرأ اجاب نعم وقیل لا وھو المختار۔[1]

کہا میرا اس سے کوئی تعلق نہیں میرا تعلق تو تیرے ساتھ ہے، کیا اس صورت میں اصیل بری ہو جائیگا؟ جواب دیا ہاں، اور ایک قول یہ ہے کہ بری نہیں ہوگا اور یہی مختار ہے۔ (ت)

اور جبکہ وقتِ کفالت عمرو نے بھی اسے جائز رکھا تو اب زید اس سے اس قدر زر میں رجوع کرسکتا ہے گو یہ کفالت بامر عمرو واقع نہ ہوئی،

فی الدرالمختار ولو کفل بامرہ رجع علیہ بما ادی وان بغیرہ لایرجع لتبرعہ الا اذا اجاز فی المجلس فیرجع عمادیۃ[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے اگر مدیون کے امر سے کفیل بنا تو اس پر رجوع کرسکتا ہے اور اگر اس کے امر کے بغیر کفیل بنا تو رجوع نہیں کرسکتا تبرع اور احسان کی وجہ سے مگر جب مجلس کے اندر مدیون نے اجازت دے دی تو رجوع کرسکتا ہے، عمادیہ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷۹: از ریاست رام پور مرسلہ منشی محمد واحد علی صاحب پیشکار حاکم مال ریاست ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ

مطاع و مخدوم عالم جناب معظم و محترم زید افضالہ بصد ادب تسلیم اوصاف حمیدہ جناب عالی مخدومنا جناب حافظ محمد عنایت اللہ صاحب سے سُن کر عزم ہوا کہ خود ہی حاضر ہو کر اپنا ماجرا عرض کروں لیکن "ارادۃ اللہ غالبۃ علی ارادۃ العباد" اسی وقت ایک تار ضروری لکھنؤ سے آگیا جس نے اس وقت حاضری سے مجبور کردیا مجبورًا اپنے معتمد محمد رضا خان صاحب کو خدمت عالی میں ضرورت حال کے لئے بھیجنا پڑا۔ ۶ فروری ۱۸۹۹ء کو ایک شخص کی حاضر ضمانت کرلی ۱۸ فروری تک کے لئے، جس کے الفاظ بعینہٖ سوالِ فتوٰی میں درج ہیں، ۱۸ فروری گزرگئی نہ عدالت نے مکفول عنہ کو مجھ سے کسی وقت ۱۸ یا ۱۸ کے اندر طلب کیا نہ مدعی نے اس مدت میں کسی قسم کی اطلاع عدالت میں کی، اب ڈھائی مہینے کے بعد ہنگام اجراء ڈگری مدعی مجھ سے روپیہ طلب کرتا ہے اور شرعًا مدعی کا وکیل یہ ثابت کرتا ہے کہ چونکہ ضمانت نامہ میں لفظ "مِن" نہیں درج ہے لہٰذا بعد ۱۸ فروری بھی یہ ضمانت باقی رہی، حضور والا! اس زمانے میں ان قیود کے ساتھ الفاظ کسی جگہ ضمانت میں نہیں دیکھے گئے عُرف کے مطابق بہ نیت خالص صرف ۱۸ فروری تک کے لئے ضمانت

---

[1] درمختار کتاب الکفالۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۶۵
[2] درمختار کتاب الکفالۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۶۴

Marfat.com

کی تھی، مخدومی جناب حافظ عنایت اللہ صاحب کی خدمت میں ارادت ہے میں نے سچی کیفیت اپنی عرض کی، فرمایا کہ جو کچھ یہاں ممکن ہے لکھا جاتا ہے لیکن ہندوستان میں اگر کوئی قوت ان جزئیات کی کرسکتا ہے تو جناب مولوی احمد رضا خان صاحب ہیں، بنظرِ رحم حضور کی چشمِ کرم سے امید ہے کہ میری اس وقت کی پریشانی میں جو امداد ہو دریغ نہ فرمائیں گے تا بعدار محمد واحد علی عبارت ضمانت نامہ بعینہٖ درج ذیل ہے جو کہ محمدی بیگم نے دعوٰی المارعنے بنام سید محمد امیر دائر عدالت کیا ہے اور ان سے ضمانت حاضری طلب ہے لہٰذا اقرار کرتا ہوں کہ ۱۸ فروری سنہ حال تک ان کا حاضر ضامن ہوں ۱۸ تاریخ تک مدعا علیہ شہر سے نہیں بھاگیں گے اگر بھاگ گئے تو مطالبہ مدعیہ کا میں ذمہ دار ہوں۔ ۶ فروری ۱۸۹۹ء

الجواب

مکرمی محترمی منشی صاحب زید مجدہم بعد ادائے مراسم سنت ملتمس، فتوٰی نظرِ فقیر سے گزرا میں اس امر میں بکیسر متفق ہوں کہ صورتِ مذکورہ میں ضمانت حاضری ۱۸ فروری تک منتہی ہوگئی اگرچہ جواب ظاہر الروایۃ اس کے خلاف ہے مگر اب عرف و مقاصد ناس قطعاً اسی پر حاکم اور اتباع عرف واجب ولازم، تو یہ حقیقۃً مخالفت ظاہر نہیں بلکہ زمان برکت نشان حضرات ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم میں عرف دائر و سائر یوں ہوتا تو ہم جزم کرتے ہیں کہ حکم ظاہر الروایۃ ضرور مطابق روایت امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ ہوتا ولہٰذا ائمہ تصحیح نے اس روایت پر اسی وجہ سے فتوٰی بھی دیا ہے کہ وہ اشبہ بعرف ناس ہے۔ اسی لئے علماء نے فرمایا:

من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل[1]۔ جو اہلِ زمانہ کو نہیں جانتا وُہ جاہل ہے (ت)

علامہ محقق شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کی تحقیق بروجہ شافی وکافی فرمادی ہے مگر یہاں حقیقتِ امر یہ ہے کہ دو کفالتیں ہیں، ایک[1] کفالۃ بالنفس یعنی حاضر ضامنی، وہ ۱۸ فروری تک موقت ہے اور اس روایت وعرف کی رُو سے بعد ۱۸ کے ختم ہوگئی۔ دوسری[2] کفالۃ بالمال کہ اگر بھاگ گئے تو مطالبہ مدعیہ کا میں ذمہ دار ہوں اس میں اگر توقیت بنظر ماسبق ہے تو جانب شرط میں ہے یعنی اگر ۱۸ فروری تک بھاگ گئے تو مال کا ضامن میں ہوں، اور کفالت کی ایسی شرط کے ساتھ تعلیق جائز ہے، فی الھدایۃ الاصل انہ یصح تعلیقھا بشرط ملائم لھا مثل ان یکون شرطا لوجوب | ہدایہ میں مذکور ہے کفالت کو اس کی مناسب شرط کے ساتھ معلق کرنا صحیح ہے مثلاً وہ شرط وجوب حق

---

[1] درمختار باب الوتر والنوافل مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۹

Marfat.com

الحق کقولہ اذا استحق المبیع اولا مکان الاستیفاء مثل قولہ اذا قدم زید وھو مکفول عنہ اولتعذر الاستیفاء مثل قولہ اذا غاب من البلدۃ۔[1]

کے لئے ہو جیسے اس کا کہنا کہ جب مبیع میں استحقاق ثابت ہوجائے یا وہ شرط وصولی کے امکان کے لئے ہو جیسے اس کا کہنا کہ جب زید آجائے جبکہ وہ زید ہی مکفول عنہ ہو یا وہ شرط وصولی کے تعذر کے لئے ہو جیسے اس کا کہنا کہ وہ شہر سے غائب ہوگیا (ت)

اور یہ صاحب جو آپ کا لطف نامہ لائے ان کے بیان سے معلوم ہوا کہ مدعا علیہ مدت کے اندر ہی فرار ہوگئے اگر یہ حق ہے تو شرط متحقق ہولی، پس اگر مطالبہ سے مراد زر دعوٰی تھا تو اس صورت میں فقیر کے نزدیک مال لازم ہوگیا اگرچہ بعد ۱۰ فروری کے کفالتِ نفس زائل ہوجائے اگرچہ یہاں اصل وہی تھی اور کفالت بالمال اس کی تابع و تاکید تھی کہ جب بوجہ وجود شرط مال لازم ہوگیا تو اب اس کی سبیل ادا ہونا ہے یا طالب کی طرف سے معافی وغیرہ،

فی البزازیۃ کفل بنفسہ علی ان المکفول عنہ اذا غاب فالمال علیہ فغاب المکفول عنہ ثم رجع وسلمہ الی الداین لایبرأ لان المال بحلول المشروط لزمہ فلا یبرأ الا بالاداء او الابراء[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

بزازیہ میں ہے کہ کوئی شخص کفل بالنفس بنا اس شرط پر کہ اگر مکفول عنہ غائب ہوگیا تو مال اس (کفیل) کے ذمے ہے بعد ازاں مکفول عنہ غائب ہوگیا پھر لوٹ آیا اور کفیل نے اس کو دائن کے حوالے کردیا تب بھی بری نہ ہوگا کیونکہ مشروط کے پائے جانے سے مال اس پر لازم ہوگیا تو اب ادائیگی یا صاحبِ حق کی طرف سے معافی کے بغیر بری نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۸۰ از ریاست رامپور متصل موتی مسجد مرسلہ منشی واحد علی صاحب پیشکار محکمۂ مال غرۂ محرم الحرام ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے زید پر محکمۂ دیوانی میں المالہ عہ کی نالش کی، حاکم نے بغرضِ امتحان زید سے حاضر ضامنی طلب کی، خالد نے ۶ فروری ۱۸۹۹ء کو ضمانت نامہ بایں عبارت

---

[1] الہدایۃ کتاب الکفالۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۱۱۸

[2] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکفالہ نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۸

Marfat.com

لکھ دیا جو کہ محمدی بیگم نے دعوی الملاہ عہ؎ کا بنام سید محمد امیر دائر عدالت کیا ہے اور ان سے ضمانت حاضری طلب ہے، لہذا اقرار کرتا ہوں کہ ۱۸ فروری سنہ حال تک میں ان کا حاضر ضامن ہوں ۱۸ تاریخ تک مدعا علیہ شہر سے نہیں بھاگیں گے، اگر بھاگ گئے تو مطالبہ مدعیہ کا میں ذمہ دار ہوں، بنابراں یہ حاضر ضامنی لکھ دی کہ سند ہو، المرقوم ۶ر فروری ۱۸۹۹ء، مگر جس وقت خالد نے زید کی ضمانت حاضری کی اور کفالت نامہ مذکور لکھا اس وقت نہ مدعیہ موجود تھی نہ اس کا کوئی وکیل نہ پیروکار بلکہ حاکم دیوانی بھی نہ تھے، خالد نے بمواجہ زید مکفول عنہ کفالت نامہ لکھا جس پر سررشتہ دار نے بہ حکم ضابطہ لکھ دیا کہ مقر نے بحاضری خود اصالۃً شناخت گواہان حاشیہ تصدیق کی حکم ہوا کہ ناظر مدعا علیہ کو سپرد حاضر ضامن کریں ۶ر فروری ۱۸۹۹ء اس پر ناظر نے یہ کیفیت لکھی کہ منشی واحد علی صاحب ضمانت تصدیق کرا کر محکمہ مال میں چلے گئے مدعا علیہ بھی بعد داخل ہوجانے ضمانت کے عدالت سے چلا گیا لہذا تعمیل سپردگی سے معذور ہوں ۶ر فروری ۱۸۹۹ء اس پر حکم لکھا گیا کہ شامل مسل ہو، ۷ر فروری ۱۸۹۹ء اس کے سوا نہ کوئی قبول منجانب مدعیہ واقع ہوا نہ اسے کوئی اطلاع اس کفالت کی دی گئی نہ ۱۸ر فروری تک مدعیہ خواہ حاکم کسی نے مدعا علیہ کو کفیل سے طلب کیا نہ اس سے کچھ تعرض واقع ہوا ۱۸ر فروری کو حاکم نے مدعیہ سے بوجہ کمی اسٹامپ دعوی نامکمل قرار دے کر تکمیل اسٹامپ چاہی، جب مدعا علیہ نے دیکھا کہ ۱۸ر فروری خالد کے منشائے کفالت بھی گزر گئی اور ضمانت ختم ہوگئی اور اس وقت تک کوئی مطالبہ نہ ہوا اپنے نفس کو قید ضمانت سے فارغ پاکر شہر سے فرار کیا ایک مدت کے بعد جب مدعیہ نے دیکھا کہ مدعا علیہ پر قابو نہ رہا بحیلہ کفالت خالد سے مواخذہ شروع کیا اب مدعیہ کی طرف سے اس اقرار پر زور دیا جاتا ہے کہ ضمانت نامہ میں صرف انتہائے مدت کا ذکر ۱۸ر فروری تک میں ضامن ہوں ابتدائے مدت کا نام نہیں کہ اب سے یا آج سے یا فلاں تاریخ سے ۱۸ تک میں ضامن ہوں ایسی صورت میں ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ ضمانت اس تاریخ پر منتہی نہ ہوگی بلکہ اس کے بعد ہمیشہ کے لئے ضامن ہے لہذا ہمیں اس سے مطالبہ کرنا پہنچتا ہے، مدعیہ نے جو فتوی لکھوایا اس میں بطور تقدم بالحفظ یہ بھی ذکر کیا ہے کہ مدعا علیہ ۱۸ر فروری سے پہلے فرار ہوگئے حالانکہ اس وقت تک کچہری میں اس کا کوئی ذکر نہ کیا نہ ہرگز ۱۸ سے پہلے فرار کا کوئی ثبوت ہے بلکہ حاکم بالا نے ۱۸ کے بعد ایک حکم میں زید کی نسبت اب فرار ہونا لکھا ہے، پس علمائے دین کی خدمت میں استفسار ہے کہ اس صورت میں بعد ۱۸ر فروری کے مدعیہ کو خالد پر حاضر ضامنی مدعا علیہ کا یا زر دعوی کا مطالبہ پہنچتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب صورت مستفسرہ میں کفالت بالنفس بھی بعد ۱۸ر فروری کے زائل اور کفالت بالمال کا خالد سے مطالبہ بھی بے اصل و باطل۔ تحقیق مقام یہ کہ کفالت دو ہیں۔

Marfat.com

(۱) کفالت بالنفس یعنی حاضر ضامنی جو اس کفالت نامہ کا اصل مفاد و مقصود و مراد ہے۔

(۲) کفالت بالمال یعنی مال ضامنی جو اگر مستفاد ہو تو ان لفظوں سے کہ ۸ اتک مدعا علیہ شہر سے نہ بھاگیں گے مطالبہ مدعیہ کا میں ذمہ دار ہوں۔

ہم یہاں دونوں کفالتوں پر کلام محققانہ کریں کہ بعونہ تعالٰی حکم شرعی واضح ہو وباللہ التوفیق۔

کفالت بالمال کا مطالبہ ہندہ کو خالد پر اصلاً نہیں پہنچتا بوجوہ :

وجہ اوّل : خالد نے یہ نہ لکھا کہ اگر زید بھاگ جائے تو ہندہ کے دَین یا مال یا زرِ دعوی یا اس قدر روپے کا میں ذمہ دار ہوں بلکہ مطالبہ کا ذمہ دار ہوا اور مطالبہ و دین میں فرق بدیہی ہے، بزازیہ میں فرمایا :

الکفالۃ فی اللغۃ الضم و ذٰلک قد یکون فی المطالبۃ لا فی اصل الدین کما فی الوکیل مع المؤکل الدین للمؤکل و المطالبۃ للوکیل[1]

کفالہ لغت میں ملانے کو کہتے ہیں اور وہ کبھی مطالبہ میں ہوتا ہے اصل دین میں نہیں ہوتا جیسے مؤکل کے ساتھ وکیل کہ دین مؤکل کے لئے ہے اور مطالبہ وکیل کے لئے۔ (ت)

اور مطالبہ کے معنی حقیقی طلب و تقاضا اصل زبان عربی میں بھی اسی لئے وضع ہے اور فارسی و اردو میں بھی اس معنی حقیقی پر عام محاورات میں علی وجہ الاشتہار دائر و سائر، اگرچہ اردو میں مجازاً آتے ہوئے مال کو بھی کہتے ہوں مطالبہ یعنی مال قابلِ مطالبہ۔ مگر معنی حقیقی یقیناً معروف و مشہور ہیں جن کی نسبت کسی جاہل کو بھی ہجر کا وہم تک نہیں ہو سکتا اور اصولِ فقہ میں مبرہن ہو چکا کہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک مطلقاً اور ایسی جگہ باتفاق ائمہ کرام حقیقت مجاز پر واجب التقدیم ہے جب تک معنی اصلی بنیں مجاز پر حمل جائز نہیں، تو حاصلِ کلامِ خالد صرف اس قدر ہُوا کہ وہ ۸ اتک شہر سے بھاگ گئے تو مدعیہ کے لئے ان سے طلب و تقاضے کا میں ذمہ دار ہوں اسے کفالت مال سے کچھ تعلق نہیں بلکہ صرف تقاضے کا وعدہ ہے خالد کو چاہئے زید سے تقاضا کرے نہ یہ کہ زید سے نہ ملے تو خالد اپنے پاس سے دے۔

فی الھندیۃ عن المحیط عن نوادر ابن سماعۃ عن الامام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ رجل لہ علی رجل

ہندیہ میں محیط کے حوالے سے نوادر ابن سماعہ میں منقول امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کا یہ قول مذکور ہے کہ ایک شخص کا دوسرے کے ذمے کچھ مال

---

[1] فتاوٰی بزازیۃ علی ہامش فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکفالۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۲

Marfat.com

مال فقال رجل للطالب ضمنت لك ما علی فلان انا اقبضه منه وادفعه الیك قال لیس علی ھذا ضمان المال ان یدفعه من عندہ انما ھذا علی ان یتقاضاہ و یدفعه الیه وعلی ھذا معانی کلام الناس[1] اھ ونحوہ فی الخلاصة وغیرھا۔

قرض تھا، ایک تیسرے شخص نے طالبِ قرض سے کہا جو تمھارا فلاں پر قرض ہے میں تیرے لئے اس کا ضامن ہوں، میں اس سے وصول کروں گا اور تجھے دے دُوں گا۔ امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا اس پر مال کا ضمان لازم نہ ہوگا کہ اپنے پاس سے دے بلکہ یہ مدیون سے طلب کرکے طالب کو دے گا اور انہی معانی پر لوگوں کا کلام جاری ہے اھ اور خلاصہ وغیرہ میں اسی کی مثل ہے۔ (ت)

امام شمس الائمہ کردری وجیز میں فرماتے ہیں:

قال للطالب ضمنت لك ما علی فلان ان اقبضه منه وادفعه الیك لیس بکفالة ومعناہ ان یتقاضاہ له ویدفعه الیه اذا قبضه منه علی ھذا معانی کلام الناس[2] اھ۔

کسی شخص نے طالبِ دَین سے کہا جو تیرا فلاں پر قرض ہے میں تیرے لئے اس کا ضامن ہُوں کہ اس سے وصول کرکے تجھے دُوں گا تو یہ کفالہ نہیں بلکہ اس کا معنٰی یہ ہے کہ وُہ مدیون سے مطالبہ کرے گا اور جب اس سے وصول کرلے گا تو طالبِ قرض کو دے دیگا اور یہی مطلب ہوتا ہے لوگوں کے کلام کا اھ (ت)

نیز اس میں اور فتاوٰی القرویہ وغیرہ میں ہے:

قال رجل لصاحب المال من ضمان کردم و پذیرفتم کہ باغ ویرا فروشم وایں مال بتو دہم او قال ضمنت ان اخذ المال من ترکته واوفیك لا تصح الکفالة وان ضمن علی ان یبیع مال نفسه ویوفیه ھذا المقدار صح ویجبر علی البیع وقضاء المقدار[3]۔

کسی شخص نے صاحبِ مال سے کہا میں ضامن ہوں اور میں اس بات کو قبول کرتا ہوں کہ میں مدیون کے باغ کو فروخت کروں گا اور یہ مال تجھے دُوں گا، یا یُوں کہا کہ میں اس کے ترکہ سے مال لے کر تجھ کو دوں گا تو کفالہ صحیح نہیں اور اگر وہ ضامن بنا اس طور پر کہ اپنا مال بیچ کر قرض کی مقدار طالبِ قرض کو دے گا تو کفالہ صحیح ہے چنانچہ اس کو مال بیچنے اور قرض کی مقدار طالب کو دینے پر مجبور کیا جائیگا۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکفالۃ الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۲۵۷

[2] فتاوٰی بزازیۃ علٰی ہامش فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکفالۃ الباب الثانی " " " ۶/۸

[3] " " " " " " " " " " ۶/۱۵-۱۴

Marfat.com

وجہ دوم: اگر بالفرض برخلاف حکم متفق علیہ خواہی نخواہی معنی مجازی ہی پر حمل کیجئے تو یہ کفالت بالمال ۱۸ ار تک بھاگنے پر معلق تھی جب اس مدت میں فرار ثابت نہیں تو لزوم مال کی کوئی صورت نہیں کہ تعلیق کفالت کی ایسی شرط پر صحیح ہے اور اذافات الشرط فات المشروط اصل کلی صریح (جب شرط فوت ہوجائے تو مشروط بھی فوت ہوجاتا ہے، یہ واضح کلیہ ہے۔ ت)

وجہ سوم: یہ بھی فرض کیجئے کہ مطالبہ سے مراد مال ہی تھا اور فرار ۱۸ ار سے پہلے ہی ہوا تو مدعیہ خود اپنے بیان و تسلیم سے کفالت بالمال کو باطل محض مان رہی ہے اسے اپنی ہی قرار دادہ باتوں سے مطالبۂ مال کا کوئی استحقاق نہیں اس کی جانب سے یہاں عمل ظاہر الروایۃ پر زور دیا جاتا ہے اور ۱۸ ار سے پہلے فرار ظاہر کیا گیا جمہور ائمہ کرام کے نزدیک ظاہر الروایۃ کے یہ معنی ہیں کہ جب ابتدائے مدت مذکور نہ ہو صرف انتہا کا ذکر آئے تو کفالت اس وقت کے بعد محقق ہوکر تا حصول برأت ہمیشہ رہے گی اور روز اقرار سے اس وقت تک اصلاً کفالت نہ ہوگی، بالجملہ ظاہر الروایۃ میں ایسی جگہ (تک) بمعنی بعد کے ہے ۱۸ فروری تک ضامن ہوں یعنی ۱۸ ار کے بعد ضمانت شروع ہوگی۔ فتاوٰی خانیہ و ظہیریہ و خزانۃ المفتین میں ہے:

الکفالۃ متی جعلت الی اجل فانما یصیر کفیلا بعد انقضاء الاجل[1]

کفالت جب کسی مدت تک ٹھہرائی جائے تو اس مدت کے گزرنے کے بعد کفیل بنے گا (ت)

سراجیہ میں ہے:

لوکفل بنفسہ الی شہر یصیر کفیلا بعد شہر ھو الاصح[2]

اگر ایک ماہ تک کسی کا کفیل نفس بنا تو ماہ کے گزرنے کے بعد وہ کفیل بنے گا اور وہی صحیح ہے (ت)

خانیہ میں ہے:

رجل کفل بنفس رجل الی ثلثۃ ایام ذکر فی الاصل انہ یصیر کفیلا بعد الایام الثلثۃ، وقال الفقیہ ابو جعفر یصیر کفیلا فی الحال قال وذکر الایام الثلثۃ لتاخیر المطالبۃ الی ثلثۃ ایام،

ایک شخص دوسرے کے نفس کا تین دن تک ضامن ہوا تو اصل میں مذکور ہے کہ تین دن گزرنے کے بعد کفیل بنے گا، اور فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ فی الحال کفیل بن جائے گا اور ایام ثلثہ کا ذکر تین دن تک مطالبہ کی تاخیر کے لئے ہے اور فقیہ ابو جعفر کے

---

[1] خزانۃ المفتین کتاب الکفالۃ الباب الثانی قلمی نسخہ ۲/ ۵۹

[2] فتاوٰی سراجیہ " " نولکشور لکھنؤ ص ۱۲۹

Marfat.com

وغیرہ من المشائخ اخذوا بظاهر الکتاب وقالوا لایصیر کفیلا فی الحال واذا مضت الایام الثلٰثة قبل تسلیم النفس یصیر کفیلا ابدا لایخرج عن الکفالة مالم یسلم[1] اھ مختصرا۔

علاوہ بعض دوسرے مشائخ نے ظاہر کتاب کو اختیار کیا اور کہا کہ فی الحال کفیل نہیں بنے گا پھر جب تین دن گزر گئے اور وہ مکفول لہ کے حوالے اس شخص کو نہ کرسکا جس کا ضامن بنا تھا تو اب ہمیشہ کے لئے کفیل بن جائے گا اور جب تک اس شخص کو مکفول لہ کے حوالے نہ کرے گا کفالت سے خارج نہ ہوگا اھ مختصراً۔ (ت)

علامہ انقروی نے اپنے مجموعہ میں اسے نقل فرماکر وغیرہ من المشائخ اخذوا بظاهر الکتاب[2] (اور اس کے علاوہ دیگر مشائخ نے ظاہر کتاب کو اختیار کیا۔ ت) یہ تحریر فرمایا:

وفی السراجیة وهو الاصح وبه یفتی کذا فی السادس من التاتارخانیة وکذا فی التتمة[3]۔

اور سراجیہ میں ہے کہ وہی اصح ہے اور اسی پر فتوٰی دیا جاتا ہے تاتارخانیہ اور تتمہ میں یوں ہی ہے۔ (ت)

وجیز کردری میں ہے:

کفل الٰی شهر طالبه بعد شهر ویصیر کفیلا فی الحال وبه یفتی[4] اھ ملتقطا۔

ایک ماہ تک کفیل بنا تو ایک ماہ کے بعد اس کا مطالبہ کرے اور فی الحال وہ کفیل بن جائے گا اور اسی پر فتوٰی دیا جاتا ہے اھ التقاط۔ (ت)

جامع الفصولین اواخر فصل ثلثین[30] میں ہے:

لو اراد ان یکفل بنفسه ولا یصیر کفیلا فالحیلة علٰی ظاهر الروایة ان یقول کفلت بنفسه الٰی شهر علٰی ان ابرأ بعده

اگر کوئی چاہے کہ دوسرے کا کفیل بالنفس اس طرح بنے کہ درحقیقت کفیل نہ بنے تو ظاہر الروایۃ پر اس کا حیلہ یہ ہے کہ یوں کہے میں اس کے نفس کا ایک ماہ تک کفیل بنتا ہوں اس شرط پر کہ بعد میں اس سے بری ہوجاؤں گا

---

[1] فتاوٰی قاضیخاں	کتاب الکفالۃ	نولکشور لکھنؤ	۵۸۳/۳
[2] فتاوٰی انقرویہ	"	دارالاشاعۃ العربیۃ افغانستان	۳۱۷/۱
[3] حواشی " " "	"	" " "	۳۱۷/۱
[4] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیۃ "	نوع فی الفاظہ	نورانی کتب خانہ پشاور	۴/۶

Marfat.com

فلا یصیر کفیلا اصلا للحال فی الظاهر اذ فیہ یصیر کفیلا بعدہٗ فلما شرط ان یبرأ بعدہٗ بطل اصلا۔[1]

تو وہ بالکل فی الحال ہی کفیل نہ بنے گا کیونکہ ظاہر الروایۃ کے مطابق ایک ماہ کے بعد اس نے کفیل بننا تھا مگر جب یہ شرط لگائی کہ ایک ماہ بعد اس سے بری ہوجائیگا تو کفالت اصلاً باطل ہوگئی (ت)

حاشیہ انقروی میں ہے:

وھذہ الحیلۃ انما تمشی علی ما قال عامۃ المشائخ انہ لا یصیر کفیلا فی الحال وھو ظاھر الروایۃ علی ما قالہ ابوجعفر۔[2]

اور یہ حیلہ اس بنیاد پر جاری ہے جو عام مشائخ نے کہا کہ وہ فی الحال کفیل نہ ہوگا اور یہی ظاہر الروایۃ ہے، جیساکہ امام ابوجعفر نے کہا۔ (ت)

اور پُرظاہر کہ یہاں اصل مقصود کفالۃ بالنفس تھی وہی مطلوب تھی وہی مکتوب ہُوئی۔ خالد نے لکھا ان سے ضمانتِ حاضری طلب ہے لہذا میں حاضر ضامن ہُوں، حکم لکھا گیا ناظر مدعا علیہ کو سپرد حاضر ضامن کریں کفالت بالمال کا ذکر محض تبعًا بغرض توثیق وتاکید اصل کفالت بالنفس واقع ہوا اور تابع متبوع پر مقدم نہیں ہوسکتا کما فی الدر المختار[عہ] نہ بحال عدم متبوع موجود ہو لہذا ایسی صورت میں جب کفیل کفالت مقصودہ یعنی کفالت بالنفس سے بری ہو کفالت تابعہ یعنی کفالت بالمال سے بری ہوجاتا ہے۔ درمختار میں ہے:

ان قال ان لم اٰت بہ غدا فھو ضامن لما علیہ من المال فلم یواف بہ مع قدرتہ علیہ، ضمن المال لانہ علق الکفالۃ بالمال بشرط متعارف فصح ولا یبرؤ

اگر کہا کہ اگر میں اس کو کل نہ لے کر آیا تو اس پر جو مال ہے میں اس کا ضامن ہوں گا اب قدرت کے باوجود اس نے مطلوب کو حاضر نہ کیا تو کفیل اس مال کا ضامن ہوگا کیونکہ اس نے کفالت بالمال کو ایسی شرط کے ساتھ معلق کیا جو لوگوں میں

[عہ] فی الاصل بیاض واظنہ الدرالمختار ۱۲ (اصل میں بیاض ہے اور میرے گمان میں یہاں درمختار ہے ۱۲۔ت)

---

[1] جامع الفصولین الفصل الثلاثون اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۶
[2] حواشی فتاوی انقروی کتاب الکفالۃ دارالاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ۱/۳۱۷

Marfat.com

عن کفالۃ النفس لعدم التنافی فلو ابرأہ عنہا فلم یواف بہ لم یجب المال لفقد شرطہ[1] اھ باختصار۔

متعارف ہے، تو یہ صحیح ہے، اور وہ کفالت نفس سے بھی بری نہ ہوگا کیونکہ ان دونوں میں کوئی منافات نہیں اگر طالب نے اس کو کفالت نفس سے بری کردیا حالانکہ اس نے مطلوب کو حاضر نہیں کیا، تو اب شرط فوت ہوجانے کی وجہ سے مال اس کے ذمے واجب نہ رہا اھ باختصار (ت)

ردالمحتار میں ہے:

شرطہ ھو بقاء الکفالۃ بالنفس[2]

اس کی شرط یہ ہے کہ کفالتِ نفس باقی رہے (ت)

تو ظاہر الروایۃ کے لحاظ سے ۱۸ فروری تک نہ کفالت بالنفس تھی نہ بالمال، تو اس فرار پر کہ حصول کفالت سے پہلے واقع ہوا ہو الزام مال محض خیال محال۔

وجہ چہارم: اس سے بھی تنزل کیجئے اور بفرضِ غلط یہ بھی مان لیجئے کہ یہاں کفالت بالمال کفالت مستقلہ غیر تابعہ ہے تو کفالت بالنفس بنظر ظاہر الروایۃ گو بعد ۱۸ کے محقق ہو کفالت بالمال اول تھی اور وہ اس کے حال ثبوت میں فرار واقع ہوا تو کیوں نہ موجب مال ہوگا مگر یہ خیال خیالِ اول سے زیادہ فاسد و باطل ہے، ہمارے امامِ اعظم و امامِ ثالث رضی اللہ تعالٰی عنہما کے مذہب مفتی بہ میں ایجاب و قبول دونوں رکن کفالت ہیں اگر مکفول لہ مجلسِ ایجاب میں حاضر نہ ہوا اور اسی مجلس میں قبول نہ پایا جائے کفالت باطل محض و بے اثر ہوتی ہے کہ اس کے بعد اگر مکفول لہ کو خبر پہنچے اور وہ قبول بھی کرلے جب بھی اصلاً مفید نہیں، مبسوط امام محمد سے خلاصہ میں ہے:

اذا کفل رجل لرجل والمکفول لہ غائب فھو باطل وقال ابو یوسف اخرا ھو جائز[3]

اگر کوئی شخص دوسرے کے لئے کفیل بنا درانحالیکہ مکفول لہ غائب ہے تو یہ کفالت باطل ہے اور امام ابو یوسف نے دوسرے قول میں فرمایا کہ وہ جائز ہے۔ (ت)

قدوری وہدایہ میں ہے:

لا تصح الکفالۃ الا بقبول المکفول لہ

مکفول لہ کے مجلس میں قبول کئے بغیر کفالت

---

[1] درمختار کتاب الکفالۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۶۱

[2] ردالمحتار 〃 دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۵۹

[3] خلاصۃ الفتاوٰی 〃 جنس آخر مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۱۶۵

Marfat.com

فی المجلس[1] | صحیح نہیں ہوتی (ت)

بزازیہ میں ہے:

اذاکان المکفول لہ غائبا فھی باطلۃ خلافا للثانی[2] | جب مکفول لہ غائب ہو تو کفالت باطل ہے بخلاف امام ثانی (ابویوسف) کے۔ (ت)

جامع الفصولین والقرویہ میں ہے:

لاتصح الکفالۃ بلا قبول الطالب[3] | طالب کے قبول کئے بغیر کفالت صحیح نہیں (ت)

تنویر میں ہے:

لاتصح (الکفالۃ) بلاقبول الطالب فی مجلس العقد[4] | مجلس عقد میں طالب کے قبول کئے بغیر کفالت صحیح نہیں۔ (ت)

منح الغفار میں امام طرطوسی سے ہے: الفتوی علی قولھما[5] (فتوی طرفین کے قول پر ہے۔ ت) ردالمحتار میں ہے:

واختارہ الشیخ قاسم حیث نقل اختیار ذلك عن اھل الترجیح کالمحبوبی والنسفی وغیرھما واقرہ الرملی وظاھر الھدایۃ ترجیحہ لتاخیرہ دلیلھما وعلیہ المتون[6] اھ ومن المتقرران الفتوی متی اختلف وجب المصیرالی قول الامام | اور شیخ قاسم نے اس کو اختیار کیا کیونکہ انھوں نے اہل ترجیح سے اس کا مختار ہونا نقل کیا جیسے محبوبی اور نسفی وغیرہ، اور خیرالدین رملی نے اس کو برقرار رکھا، اور ظاہر ہدایہ سے بھی اس کی ترجیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ صاحب ہدایہ نے طرفین کی دلیل کو مؤخر کیا اور اسی پر متون وارد ہیں الخ اور یہ بات مسلّم ہے کہ فتوی میں جب اختلاف ہو تو امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] الہدایۃ | کتاب الکفالۃ | مطبع یوسفی لکھنؤ | ۳/ ۱۲۱
[2] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیۃ | نوع آخر | نورانی کتب خانہ پشاور | ۶/ ۶
[3] فتاوٰی القرویۃ | " | دار اشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان | ۱/ ۳۱۷
[4] درمختار شرح تنویر الابصار | " | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/ ۶۳
[5] درمختار بحوالہ طرطوسی | " | " | ۲/ ۶۳
[6] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۴/ ۲۶۹

Marfat.com

مالم یکن الاختلاف اختلاف الزمان و ان المتون مقدمة علیٰ غیرھا فترجح من وجھین ولیس من العلم العدول عن الراجح الی المرجوح کما قد تبین فی محله۔

کے قول کی طرف رجوع لازم ہوتا ہے جبکہ وہ اختلاف اختلافِ زمانہ کی وجہ سے نہ ہو، اور یہ بات بھی مسلّم ہے کہ متون غیرمتون پر مقدّم ہیں تو دو وجہوں سے اس کو ترجیح ہوگئی اور راجح سے مرجوح کی طرف عدول کرنا علم نہیں جیسا کہ اپنے محل میں واضح ہوچکا ہے۔ (ت)

سراجیہ میں ہے:

اذا قال لقوم اشھدوا انی کفیل لفلان بنفس فلان والمکفول به حاضر والطالب غائب فالکفالة باطلة فان قبل انسان عنه توقف علی اجازته[1]

جب کسی نے قوم سے کہا کہ گواہ ہوجاؤ میں فلاں کیلئے فلاں کے نفس کا کفیل ہوں درانحالیکہ مکفول بہ حاضر اور مکفول لہ غائب ہو تو کفالہ باطل ہے اگر کسی شخص نے مکفول لہ کی طرف سے قبول کیا تو اس کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ (ت)

ہندیہ میں محیط سے ہے:

رکنھا الایجاب والقبول عند ابی حنیفة و محمد وھو قول ابی یوسف اولاحتی ان الکفالة لاتتم بالکفیل وحدہ سواء کفل بالمال او بالنفس مالم یوجد قبول المکفول له او قبول الاجنبی عنه فی المجلس العقد اما اذا لم یوجد شیئ من ذٰلك فلا تقف علی ماوراء المجلس حتی لو بلغ الطالب فقبل لم تصح[2] اھ مختصرا

کفالہ کا رکن امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک ایجاب وقبول ہے اور امام ابویوسف علیہ الرحمۃ کا پہلا قول بھی یہی ہے یہاں تک کہ اکیلے کفیل سے کفالہ تام نہیں ہوتا چاہے مال کا کفیل بنے یا نفس کا جب تک کہ مجلس عقد میں مکفول لہ یا اس کی طرف سے کوئی اجنبی شخص قبول نہ کرے اور جب ان دونوں میں سے کسی کی طرف سے قبول نہ پایا گیا تو کفالہ مجلس سے خارج پر موقوف نہ ہوگا یہاں تک کہ اگر طالب (مکفول لہ) کو اس کی خبر پہنچی اور اس نے قبول کرلیا تو صحیح نہ ہوگا اھ اختصار (ت)

یہاں کفالت بالنفس اگرچہ نائب حاکم نے قبول کرلی جس کے لئے اگر جانبِ ہندہ سے حاضر ضامنی لینے

---

[1] فتاوٰی سراجیہ کتاب الکفالہ نولکشور لکھنؤ ص ۱۲۹

[2] فتاوٰی ہندیہ " الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۲۵۲

Marfat.com

کی توکیل ثابت ہو تو نافذاً واقع ہوئی ورنہ اجازتِ ہندہ پر موقوف رہی مگر مجلس عقد میں کفالت بالمال کا قبول اصلاً کسی سے واقع نہ ہوا اور اسے قرار دیا مستقلہ کہ طے کفالت بالنفس من.....عہ۔ لاجرم کفالت مال باطل محض ہوگئی اور کسی وجہ پر ایجاب مال کی صورت نہ رہی، بالجملہ تحقیقاً و الزاماً ہر طرح یہاں کفالت بالمال ممنوع و مدفوع ہی رہی کفالت بالنفس یہاں انظار ظاہرہ کا حصر اس قدر کہ اگرچہ ظاہر الروایہ وہ ہے مگر روایت امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ اوفق بالعرف ہے اور کلام کا عرفِ متکلم پر حمل واجب، تو یہی مرجح ہے اور اسی پر حکم و افتا مناسب۔ خلاصہ و انقرویہ میں ہے:

قول ابی یوسف اشبہ بعرف الناس[1]۔

امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی کا قول عرف کے زیادہ مناسب ہے۔ (ت)

تتمہ و صغرٰی و انقرویہ میں ہے:

ھو اشبہ بعرفنا و نفتی انہ اذا مضت المدۃ المذکورۃ فالقاضی یخرجہ عن الکفالۃ[2]۔

وہ ہمارے عرف کے زیادہ مناسب ہے اور ہم فتوٰی دیتے ہیں کہ جب مدت مذکورہ گزر جائے تو قاضی اس کو کفالہ سے خارج کردے (ت)

ذخیرہ میں ہے:

قال وکان القاضی الامام الاجل ابوعلی النسفی یقول قول ابی یوسف اشبہ بعرف الناس اذا کفلوا الی مدۃ یفھمون بضرب المدۃ انھم یطالبون فی المدۃ لابعدھا[3] الخ۔

قاضی امام الاجل ابوعلی النسفی فرماتے تھے کہ امام ابویوسف کا قول لوگوں کے عرف کے زیادہ مناسب ہے کیونکہ لوگ جب کسی مدت تک کفیل بنیں تو وہ بیانِ مدت سے ہی سمجھتے ہیں کہ مدت کے اندر ان سے مطالبہ کیا جائیگا نہ کہ اس کے بعد الخ۔ (ت)

خانیہ میں ہے:

قال شمس الائمۃ الحلوانی فی قول ابی یوسف انہ یطالب الکفیل بتسلیم النفس فی

شمس الائمہ حلوانی نے کہا امام ابویوسف علیہ الرحمۃ کا یہ قول کہ کفیل سے تسلیم نفس کا مطالبہ تین دن کے

عہ فی الاصل ھکذا و اظنہ کہ کفالت بالنفس کے ضمن میں حاصل نہیں ہو سکتی۔

[1] فتاوٰی انقرویہ کتاب الکفالۃ دارالاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ۱/ ۳۱۷

[2] حواشی " " " "

[3] ردالمحتار بحوالہ ذخیرہ " داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۵۵

Marfat.com

الایام الثلثة ولایطالب بعدها اشبه بعرف الناس[1]

اندر کیا جائے گا بعد میں نہیں، لوگوں کے عرف کے زیادہ مناسب ہے۔(ت)

اسی میں ہے:

قال شمس الائمة الحلوانی کان القاضی الامام الاستاذ ابوعلی النسفی یقول کان الشیخ الامام ابوبکر محمد بن الفضل یعجبه هذه الروایة وکان یقول لوقال بالفارسیة پذیرفتم تنِ فلاں را تا ده روز یصیر کفیلا فی الحال واذا مضت المدة لایبقی کفیلا ولوقال پذیرفتم تنِ فلاں را ده روز یصیر کفیلا بعد عشرة ایام، و بعض المشائخ قالوا اذا قال پذیرفتم تن فلاں را تا ده روز ولم یسلم حتی مضت عشرة ایام یرفع الکفیل الامر الی القاضی حتی یخرجه عن الکفالة وبه کان یفتی الشیخ الامام الاجل ظهیر الدین ویحکی ذٰلك عن جدی رحمهم اللّٰه تعالٰی۔[2]

شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا قاضی امام استاذ ابوعلی نسفی فرمایا کرتے تھے کہ شیخ امام ابوبکر محمد بن فضل اس روایت کو پسند کرتے اور کہتے تھے کہ اگر کسی نے فارسی میں کہا کہ میں نے دس روز تک فلاں کے بدن کو قبول کیا، تو وہ فی الحال کفیل بن جائیگا اور جب مدت گزر جائے گی تو دس دن کے بعد وہ بطور کفیل باقی نہ رہے گا۔ اور اگر کہا میں نے دس روز فلاں کے بدن کو قبول کیا تو وہ دس دن کے بعد کفیل رہے گا۔ اور بعض مشائخ نے کہا کہ اگر کسی نے یوں کہا کہ میں نے فلاں کے بدن کو دس دن تک قبول کیا پھر دس دن گزر گئے اور اس نے مطلوب کو طالب کے حوالے نہ کیا تو اب کفیل یہ معاملہ قاضی کے پاس لے جائے گا تاکہ وہ اس کو کفالت سے خارج کردے، اسی پر شیخ امام اجل ظہیر الدین فتوٰی دیتے تھے، اور میرے جد امجد سے بھی یہی منقول ہے اللہ تعالٰی ان سب پر رحم فرمائے(ت)

ردالمحتار میں ہے:

قلت وینبغی عدم الفرق بین الصور الثلث فی زماننا ای ما اذا قال شهرا

میں کہتا ہوں ہمارے زمانے میں ان تینوں صورتوں میں فرق نہیں ہونا چاہئے (یعنی اگر کہے ایک مہینہ

---

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب الکفالۃ نولکشور لکھنؤ ۴/۵۸۳
[2] " " " " ۴/۵۸۴

Marfat.com

او الی شهر او من الیوم الی شهر) کما هو قول ابی یوسف والحسن لان الناس الیوم لا یقصدون بذلك الا توقیت الکفالة بالمدة وانه لاکفالة بعدها وقد تقدم ان مبنی الفاظ الکفالة علی العرف والعادة ان لفظ عندی للامانة وصارفی العرف للکفالة بقرینة الدین وقالوا ان کلام کل عاقد وناذر وحالف وواقف یحمل علی عرفه سواء وافق عرف اللغة اولا[1] الخ

یا ایک مہینے تک یا آج سے ایک مہینے تک) جیسا کہ امام ابو یوسف اور حسن کا قول ہے کیونکہ آج کل لوگ اس سے سوائے کفالت کی توقیت بالمدۃ کے کچھ ارادہ نہیں کرتے اور یہ کہ اس مدت کے بعد کفالہ نہیں، اور تحقیق گزر چکا ہے کہ کفالہ کے الفاظ کا دارومدار عرف اور عادت پر ہے، بیشک لفظ عندی امانت کے لئے ہے مگر عرف میں دین کے قرینہ کے ساتھ کفالہ کے لئے ہو گیا، اور فقہاء نے کہا کہ ہر عقد کرنیوالے، نذر ماننے والے، قسم کھانیوالے اور وقف کرنے والے کا کلام اس کے عرف پر محمول ہوگا چاہے اس کا عرف لغت کے موافق ہو یا نہ ہو الخ (ت)

وانا اقول (اور میں کہتا ہوں۔ت) حقیقتِ امر یہ ہے کہ ظاہر الروایۃ کو ان واقعات سے اصلاً تعلق نہیں، ان میں بلاشبہہ روایتِ امام ابی یوسف ہی پر افتاء و حکم واجب ہے اور اس کا خلاف محض باطل، آخر اس قدر پر تو اجماع ہے کہ ایجاب رکن کفالت ہے اور جب عرف میں قطعاً یقیناً دس روز تک یا فلاں تاریخ تک کفیل ہونے سے یہی معنی مقصود ومراد ومفہوم ومفاد ہوتے ہیں کہ کفالت اس وقت تک موقت کی جاتی ہے اس کے بعد کفالت نہیں تو بالیقین کفیل نے ہرگز ایجاب نہ کیا مگر کفالت موقتہ ممدودہ کا، اب اگر بعد اس وقت وحد کے کفالت باقی مانیں تو یہ وہ کفالت ہے جس کا ایجاب ہرگز نہ ہوا، اور کوئی عقد بے اپنے رکن کے محقق ہونا بالاجماع باطل ہے تو ظاہر الروایۃ کو ہمارے عرف دائر سائر سے اصلاً تعلق نہیں اور یہاں اس پر حکم سراسر مقاصدِ شرع سے جدا و ظلم ہوگا، لہذا علامہ محقق نے فرمایا:

ماذکرہ الامام النسفی مبنی علی ان المذکور ظاهر الروایة انما هو حیث لاعرف اذ لا وجه للحکم علی المتعاقدین بمالم یقصدا فلیس قضاء بخلاف

امام نسفی نے جو ذکر فرمایا وہ اس بات پر مبنی ہے کہ مذکور ظاہر الروایۃ وہاں ہے جہاں کوئی عرف نہ ہو کیونکہ متعاقدین پر ان کے مقصود کے خلاف حکم کی کوئی وجہ نہیں چنانچہ یہ ظاہر الروایۃ کے

---

[1] ردالمحتار کتاب الکفالۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۵۵

Marfat.com

ظاہر الروایۃ۔[1]   خلاف قضاء نہ ہوئی۔ (ت)

پس صورت مستفسرہ میں قطعاً حکم یہی ہے کہ ۱۰ فروری کے بعد کفالت نہ رہی، بالجملہ اس مسئلہ میں حق ناصع یہ ہے کفالت بالنفس تو ۱۰ فروری کو جزماً حتماً ختم ہوگئی اور اس کے بعد مطالبہ ظلم ہے اور لفظ مطالبہ سے کفالت بالمال کا ایجاب محض بے دلیل ہے اگرچہ ۱۰ فروری سے پہلے فرار ثابت بھی ہو اور اگر اس کا ثبوت نہ ہو جب تو مطالبۂ مال کا معنی مجازی پر بھی اصلاً احتمال ہی نہیں، غرض صورت مستفسرہ میں کفالت بالنفس یقیناً زائل، اور خالد پر مطالبۂ مال کا بھی حکم باطل، یہ حکم قضا ہے، رہی دیانت اگر فی الواقع خالد نے مطالبہ سے مال مراد لیا اور یہی مقصود و مفہوم ہوا اور ۱۰ سے پہلے فرار کی شرط محقق ہوئی اور ہندہ کا زید پر دین دین صحیح تھا تو عنداللہ خالد پر مال لازم آچکا اگرچہ قاضی بوجہ مذکورہ حکم نہیں کرسکتا اللہ سے ڈرے اور بیجا حیلہ و عذر نہ کرے اور اگر ان تینوں امر سے ایک بھی منتفی ہو تو عنداللہ بھی وہ مطالبۂ مال سے بری ہے، ھذا ھو التحقیق واللہ ولی التوفیق وھو سبحانہ وتعالٰی اعلم (یہی تحقیق ہے اور اللہ تعالٰی مالکِ توفیق ہے اور وہ سبحنہ وتعالٰی بہتر جانتا ہے۔ ت)

مسئلہ ۲۸۱ از رامپور مقام مذکور   ۷ ربیع الاول شریف ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ہندہ دائنہ کے لئے ایک مدتِ معہودہ تک عمرو مدیون کا کفیل بالنفس ہوا اور حسبِ تعارف و معنی مقصود و مفہوم بین الناس اس مدت کے گزرنے تک انتہائے کفالت قرار پایا، زید نے اس کفالت کے ضمن میں یہ بھی کہا تھا کہ اگر مدیون اس مدت تک شہر سے بھاگ جائے تو میں مطالبۂ مدعیہ کا ذمہ دار ہوں، اب کہ مدت گزر گئی اور کفالت بالنفس ختم ہوچکی تو آیا وہ کفالت بالمال بھی جو اس کے ضمن میں ذکر کی تھی اس کے ختم سے منتہی ہوگئی یا وہ باقی رہے گی، بینوا توجروا

الجواب

ہاں صورت مستفسرہ میں کفالت بالنفس کے ختم ہوتے ہی کفالت بالمال بھی ختم ہوگئی کہ یہ اسی کی تاکید و توثیق کے لئے اس کی تابع محض تھی جب اصل نہ رہی یہ بھی نہ رہی،

کیف وان زوال الموقتۃ بمرور الوقت زوال من کل وجہ کالابراء فیعمل فی الاصل والفرع	کیسے کفالت بالمال ختم نہ ہوگی حالانکہ وقت گزرنے کے سبب سے کفالت موقتہ کا زوال ہر لحاظ سے اس کا زوال ہوتا ہے جیسے کہ بری کرنا لہٰذا وہ

---

[1] ردالمحتار کتاب الکفالۃ مطلب فی الکفالۃ الموقتۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۵۵

Marfat.com

جمیعا بخلاف موت المطلوب لعدم وضعہ للفسخ کما بیّنہ فی الفتح وغیرہ۔

اصل وفروع دونوں میں عمل کرے گا بخلاف مطلوب کی موت کے، کیونکہ اس کی وضع فسخ کے لئے نہیں ہے جیسا کہ فتح وغیرہ میں اس کو بیان کیا ہے۔ (ت)

درمختار و ردالمحتار میں ہے:

لو ابرأہ عنہا فلم یواف بہ لم یجب المال لفقد شرطہ وھو بقاء الکفالۃ بالنفس[1]

اگر طالب نے کفیل کو کفالت نفس سے بری کر دیا اور اس نے ادائیگی نہیں کی تو کفیل پر مال دینا واجب نہ ہوگا کیونکہ اس کی شرط یعنی کفالتِ نفس کی بقاء فوت ہو گئی ہے۔ (ت)

حواشی ہدایہ میں ہے:

الکفالۃ بالنفس اذا سقطت وجب ان یسقط ما یترتب علیہا من الکفالۃ بالمال لکونہا کالتاکید لہا و لیست بمقصودۃ و لھذا لو ابرأ الکفیل الطالب عن الکفالۃ بالنفس قبل انقضاء المدۃ بطلت الکفالۃ بالمال[2] واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

جب کفالۃ بالنفس ساقط ہو جائے تو اس پر مرتب ہونے والی کفالۃ بالمال کا ساقط ہونا واجب ہے کیونکہ وہ تو کفالت نفس کی تاکید ہے مقصود نہیں، یہی وجہ ہے کہ اگر مدت گزرنے سے پہلے طالب نے کفیل کو کفالتِ نفس سے بری کر دیا کفالت بالمال باطل ہو جائے گی۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۸۲ از ریاست رامپور مسئولہ حاجی نوشہ علی و شیدا علی وچھنو ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

(زید) ڈگری دار نے بصیغہ اجراء ڈگری (عمرو) اپنے کو گرفتار کرایا بکر خالد و حامد عمرو مدیون کی حاضریِ عدالت کے بلاتعیینِ تاریخ حاضر ضامن ہوئے اور ضمانت نامہ بایں شرائط لکھا گیا کہ جس تاریخ کو عدالت (عمرو) مدیون کو طلب کرے گی ضامنان اس کو حاضر کریں گے اگر نہ حاضر کریں گے تو زر ڈگری ذمگی مدیون مذکور ادا کرینگے ضمانت نامہ مذکورہ بعد تکمیل شاملِ مسل ہو کر مدیون سپردِ ضامنان کیا گیا ہر سہ ضامنان

---

[1] درمختار | کتاب الکفالۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/ ۶۱
ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۴/ ۲۵۹
[2] حواشی ہدایہ | " | مطبع یوسفی لکھنؤ | ۳/ ۱۱۵

Marfat.com

اپنی اپنی ضرورتوں سے حدود عدالت مذکور یعنی اپنے مسکنوں سے باہر دُور دراز چلے گئے ان کی عدم موجودگی میں
عدالت سے ایک حکم اس مضمون کا جاری ہوا کہ تاریخ اطلاع یابی حکم ہذا سے ایک ہفتہ کے اندر مدیون کو
حاضر عدالت کریں، یہ حکم بوجہ عدم موجودگی ضامنان ان کے مکانوں پر آویزاں ہوا ہے کسی ضامن کی ذات پر
حکم مذکور کی تعمیل نہیں ہوئی ہے میعاد ہفتہ مندرجہ حکم مذکور گزر جانے پر ڈگری دار نے عدالت سے درخواست
کی ہے کہ ضامنان نے مدیون کو میعاد مقررۂ عدالت کے اندر نہیں حاضر کیا ہے پس بموجب شرط مندرجہ
ضمانت نامہ ڈگری کا ایفاء ضامنان سے کرایا جائے اور بذریعہ قرقی ونیلام جائداد ضامنان زر ڈگری
وصول کرایا جائے اور ضامنان کے قصور نہ حاضر کرنے مدیون کی تائید میں چند اشخاص کے بیانات عدالت میں
کرائے ہیں جنھوں نے بحلف بیان کیا ہے کہ تاریخ تعمیل حکمنامہ مجریہ عدالت پر ہم نے ضامنان کو اسی شہر میں
جو ان کا مسکن ہے دیکھا ہے اس شہادت کے پیش نظر ہونے پر عدالت سے حکم قرقی مال احد الضامن
جاری ہوا ہے اور قرقی حسب قاعدہ عمل میں آئی ہے قرقی سے دُوسرے روز ہر سہ ضامنان نے مدیون کو حاضر
عدالت کیا ہے اور میعاد مندرجۂ حکم مجریہ عدالت کے اندر نہ حاضر کرنے مدیون کی نسبت یہ عذر کیا ہے کہ ہم
ضامنان اپنے مسکنوں پر اس شہر میں موجود نہیں تھے بلکہ اپنے مسکنوں سے باہر دُور دراز گئے ہوئے تھے
اس وجہ سے ہم کو اطلاع اجراءِ حکمِ عدالت کی نہیں ہوئی بہ یوم قرقی واپس آئے ہیں اور فعل قرقی سے علم
اجرائے حکم عدالت کا ہُوا ہے کہ بہ مجرد علم دوسرے ہی روز مدیون کو فوراً عدالت میں حاضر کر دیا ہے علم طلبی
مدیون کے بعد کوئی توقف منجانب ضامنان وقوع میں نہیں آیا ہے اور اپنے عذر عدم موجودگی شہر یعنی بہ مساکن
خود ہا موجودگی مقامات دیگر کی تائید میں ہر سہ ضامنان نے حلف نامہ جات اقراری خود ہا عدالت میں داخل
کئے ہیں کہ عدالت نے مدیون حاضر کردہ کو ضامنان سے لے کر جیل خانہ دیوانی میں بھیج کر ضمانت بالنفس سے تو
ضامنان کو بری کر دیا ہے مگر ضمانت بالمال کا مواخذہ ضامنان پر قائم رکھا ہے پس سوال قابل تصفیہ یہ ہے
کہ جبکہ عدالت سے ضمانت کے وقت یا ضمانت نامہ میں کوئی تاریخ حاضری مدیون کی معین ومقرر نہیں ہوئی تھی
اور حکم مجریہ عدالت جس کے ذریعہ سے طلبی مدیون کی ضامنان سے ہوئی ہے ضامنان کی ذات پر تعمیل نہیں ہوا ہے اور اسی
حکم مجریہ عدالت میں بھی حاضری مدیون کے لئے کوئی تاریخ معین ومقرر نہیں کی گئی ہے بلکہ حکم مذکور کے یہ الفاظ
ہیں (تاریخ اطلاع یابی حکم ہذا سے ایک ہفتہ کے اندر مدیون کو حاضر عدالت کرو) اور ان کارروائیات کے
مقابلہ میں ضامنان بذریعہ حلف نامجات تاریخ اجراء حکمنامہ عدالت اور اس میعاد ایک ہفتہ کے اندر جو
اس میں نسبت حاضری مدیون مقرر تھی اپنی عدم موجودگی بمسکنہائے خود ہا وموجودگی بمقامات دیگر جو بفاصلہ
واقع ہیں ظاہر وثابت کرتے ہیں تو کیا ان حالات کی موجودگی میں بھی ضامنان پر مواخذہ ضمانت بالمال کا شرعاً
عائد وقائم رہ سکتا ہے درحالیکہ مدیون کو بھی بمجرد علم طلبی عدالت حاضر عدالت کر دیا اور وہ جیل خانہ دیوانی

Marfat.com

میں بھی بھیج دیا گیا ہے اور قید بھگت رہا ہے یا یہ کہ بحالت مذکورہ بالا ضامنان پر مواخذہ ضمانت بالمال کا شرعاً قائم و باقی نہیں رہ سکتا ہے اور وہ سبکدوش ہو سکتے ہیں۔

الجواب

دار الافتاء نے بیانِ سائل پر اکتفانہ کرکے اظہارات گواہان کی نقول باضابطہ طلب کیں جو سائل ۱۳ر جمادی الاولیٰ کو حاضر لایا وہ سات گواہ ہیں جن میں ایک ہندو ہے اس کی شہادت تو مسلمانوں پر اصلاً مسموع نہیں لہٰذا اس سے بحث فضول ہے باقی چھ کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) گمن خاں چپراسی مظہر نے بتاریخ ۱۸ر دسمبر تین قطعہ نوٹس بمکان شیخ چھنو و شیدا علی و نوشہ خاں چسپاں کردیئے اس لئے کہ گواہان کی زبانی مظہر کو معلوم ہوا کہ ضامن شہر میں نہیں نوٹس کی خبر معلوم کر کے روپوش ہوگئے ہیں، ہنگام دریافت عورات ضامنان نے کہا تھا کہ ضامنان گھر میں نہیں کہیں چلے گئے ہیں۔

(۲) جلن خاں گواہ تعمیل نوٹس ۴ر جنوری عرصہ ۱۸ یا ۱۹ دن کا ہوا مظہر اپنے کھیتوں پر جا رہا تھا چھنو خاں کے مکان پر شیدا علی نوشہ چھنو خاں کھڑے تھے مظہر جنگل کو چلا گیا پھر جس وقت ادھر سے لوٹ کر آیا اس وقت گمن خاں نے کاغذ کچہری کے چھنو خاں کے مکان پر وہ لگا دیئے مظہر چھنو خاں اور شیدا علی کی ولدیت نہیں جانتا ان دونوں کو پہچانتا ہے بجواب سوال کچہری بیان کیا جس وقت کاغذ چسپاں ہوئے ہیں اس وقت شیدا علی جنگل کو بھینس لے کر گیا تھا اور چھنو خاں کی نسبت سنا کہ بابو کے یہاں گئے ہیں۔

(۳) چھمن گواہ تعمیل نوٹس، کوئی انتیس دن کا عرصہ ہوا جمعہ کے روز مظہر اپنے گھر کے باہر کھڑا تھا وقت دن کے ۱۰، ۱۱ بجے کا تھا شیدا علی و چھنو پسران چھٹن اپنے گھر کے پاس کھڑے باتیں کر رہے ہیں، تھوڑی دیر کے بعد اسی روز گمن خاں شیدا علی و چھنو مذکور کے مکان پر دو کاغذ لگا رہے تھے اس وقت شیدا علی جنگل کو بھینس لے گیا تھا اور چھنو کہیں گیا تھا۔

(۴) شرف الدین، عرصہ کوئی ۱۹ دن کا ہوا چھنو خاں شیدا علی خاں پسران چھٹن خاں نوشہ ولد بنن خاں بیٹھے کنوئیں کے پاس جہاں چھنو خاں و شیدا علی خاں کا مکان ہے کھڑے باتیں کر رہے تھے بس مظہر نے اتنا ہی دیکھا۔

(۵) لڈن خاں، کوئی ۱۹ دن ہوئے گمن خاں سمن لئے محبوب جان کی مسجد کے پاس کھڑے تھے اور بھی کئی آدمی تھے مذکوری نے کہا نوشہ خاں کے گھر پر چسپاں کرتا ہوں مذکوری نے نوشہ خاں ولد بنن خاں کے گھر پر آواز دی کہ نوشہ خاں کہاں ہیں، گھر میں سے ایک لڑکی نکلی اس نے کہا یا تو بابو جی کے یہاں

Marfat.com

گئے ہونگے یا قلعہ کو۔ مذکوری نے سمن نوشہ خاں کے گھر پر چسپاں کر دیا مظہر چلا گیا۔

(۶) امجد حسین، چپراسی سمن لئے محبوب جان کی مسجد کے پاس ۱۹ روز ہوئے جمعہ کے دن پھر رہے تھے نوشہ خاں کو معلوم ہوا کہ قلعہ کو گئے ہیں مذکوری نے نوشہ خاں کے مکان پر سمن چسپاں کر دیا، مظہر چلا گیا، مظہر نوشہ خاں کی ولدیت نہیں جانتا ان کو پہچانتا ہے، یہ تمام شہادتیں بوجوہ کثیرہ محض ناکافی ہیں،

اول چپراسی ۱۸ دسمبر کو سمن چسپاں کرنا بتاتا ہے اور چھمن اور امجد حسین جمعہ کے دن، ۱۸ دسمبر کو شنبہ تھا نہ کہ جمعہ۔

ثانی یہ شہادتیں چوتھی جنوری کو ہوئیں، حسب بیان چپراسی آویزانی سمن کو اس وقت تک سترہ دن ہوئے تھے، امجد حسین ۱۹ دن کہتا ہے، لڈن اور شرف الدین کوئی ۱۹ دن' اور اظہار چھمن کے باضابطہ نقل میں صاف انتیس دن لکھے ہیں، جلن خاں ۱۸ یا ۱۹ کہتا ہے، یوں بھی کم از کم وہی جمعہ کا دن پڑتا ہے۔

ثالث شہادت علی الغائب میں بیان ولدیت بالاتفاق لازم ہے اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب میں تو بیان جد بھی ضرور ہے جبکہ صرف ولدیت موجب معرفت نہ ہو، اور یہی صحیح ہے۔

عالمگیری میں ہے:

یحتاج فی الشہادۃ علی المیت او الغائب الی تسمیۃ الشہود اسم المیت والغائب وابیہما وجدہما وعلی قول ابی یوسف ذکر الاب یکفی کذا فی الذخیرۃ والصحیح ان النسبۃ الی الجد لابد منہ کذا فی البحر الرائق[1]

میت اور غائب پر گواہی کے لئے ضروری ہے کہ گواہ میت اور غائب کا نام' ان کے باپ کا نام اور ان کے دادا کا نام ذکر کریں اور امام ابویوسف کے قول پر صرف باپ کا ذکر کافی ہے ذخیرہ میں یوں مذکور ہے اور صحیح یہ ہے کہ دادا کی طرف نسبت کرنا ضروری ہے یونہی البحر الرائق میں ہے۔ (ت)

یہاں بیان ولدیت درکنار جلن خاں' چھنو و شیدا علی کی نسبت، امجد حسین خاں نوشہ خان کی نسبت ولدیت جاننے ہی سے منکر ہیں، نہ مشہود علیہم کو ان کے سامنے لاکر شناخت کرائی گئی ایسی مجہول گواہی ناقص و مختل ہے۔

رابع چپراسی کہتا ہے گواہان کی زبانی معلوم ہوا کہ ضامن شہر میں ہیں یہ سماعی بیان ہے اور ان مستثنیات میں نہیں جن میں شہادت بالتسامع مقبول ہے۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الشہادات الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۴۵۹/۳

Marfat.com

خامس وہ بھی مجہول، کون گواہ کس کی زبانی۔
سادس کہتا ہے عورات ضامنان نے کہا تھا چپراسی نے کیونکر جانا کہ یہ کہنے والیاں عورات ضامنان ہیں۔
سابع عورات کا کہنا ضامنوں کے شہر میں نہ ہونے کے کیا منافی، گھر میں نہیں کہیں چلے گئے ہر طرح صادق ہے۔
ثامن جلن کا بیان کہ چھنو خاں کی نسبت کہ بابو کے یہاں گئے ہیں سماعی ہے۔
تاسع وہ بھی مجہول۔
عاشر لڈن خاں ایک لڑکی کے بیان کا حاکی ہے۔
حادی عشر وہ بھی مجہولہ بلکہ بظاہر نابالغہ بھی۔
ثانی عشر امجد حسین کا بیان بھی سماعی ہے۔
ثالث عشر مجہول، نوشہ خاں کا معلوم ہوا کیونکر معلوم ہوا کس سے معلوم ہوا۔
رابع عشر شرف الدین کا بیان محض خالی ہے اس سے صرف اتنا نکلتا ہے کہ کوئی ۱۶ دسمبر کو ضامن شہر میں تھے۔
خامس عشر ان چھ گواہیوں میں یہ بیس نقص ہیں؛ چپراسی کے بیان میں چار یعنی ۴، ۵، ۶، ۷۔ جلن خاں کے بیان میں چار ۲، ۳، ۸، ۹۔ چھمن کے بیان میں دو ۱، ۲۔ شرف الدین کے بیان میں دو ۲، ۱۴۔ لڈن خاں کے بیان میں تین ۲، ۱۰، ۱۱۔ امجد حسین خاں کے بیان میں پانچ ۱، ۲، ۳، ۱۲، ۱۳۔

ان سب سے قطع نظر کر کے ان میں ایک شہادت بھی موافقِ دعویٰ نہیں۔ سماعی و مجہول بیان چپراسی کی تائید میں جتنی گواہیاں گزریں سب مدعا کے اجنبی و بے علاقہ ہیں۔ مدعا یہ ہے کہ ضامنوں نے نوٹس دیکھا یا مضمونِ نوٹس پر اطلاع پائی اور وقتِ اطلاع سے سات دن کے اندر مدیون کو حاضر نہ کیا تاکہ حسبِ شرائط مطالبۂ مال ان پر عائد ہو شہادتوں میں اس کا کون سا حرف ہے، دو دن پہلے ۱۶ دسمبر کو شہر میں ہونا جو بیان شرف الدین میں ہے یا ایک دن پہلے روزِ جمعہ کو شہر میں رہنا جو بیان چھمن و امجد حسین میں ہے اس سے تو خود اس دن بھی شہر میں ہونا لازم نہیں آتا باقی حاصل اس قدر کہ نوٹس آنے سے پہلے اسی دن ضامن شہر میں دیکھے گئے جب نوٹس آتے اور مکان پر چسپاں ہوئے اس وقت شید اعلیٰ جنگل کو بھینس لے گیا، چھنو خاں کو سنا کہ بابو کے یہاں گئے ہیں، نوشہ خاں کا معلوم ہوا کہ قلعہ کو گئے ہیں، ان سے زیادہ کوئی حرف بھی شہادتوں میں ہے اس میں اصل مقصود یعنی جنگل یا بابو کے پاس یا قلعہ سے ضامنوں کے لوٹ کر مکان پر آنے اور مضمون

Marfat.com

نوٹس پر اطلاع پانے پر شہادت کہاں ہے کیا قبل آویزانی نوٹس جنگل وغیرہ میں ہونا اسے وجوباً مستلزم ہے کہ پلٹ کر بھی آئیں اور مضمون پر اطلاع پائیں، کیا ممکن نہیں کہ وہی وقت ضامنوں کے باہر جانے کا ہو جاتے وقت چھنو خاں بابو سے ملا، نوشہ خاں قلعہ میں گیا، شیدا علی جنگل میں بھینس کسی کو سپرد کرنے گیا اور ان کاموں سے فارغ ہو کر ویسے ہی باہر جہاں جہاں جانا تھا چلے گئے اور اس روز واپس آئے جس دن وہ اپنا آنا بتاتے ہیں، کیا ہزار بار ایسا نہیں ہوتا کہ آدمی شہر سے جاتے وقت شہر میں کہیں ہوتا جائے، اور جب یہ یقیناً ممکن ہے اور شہادتوں میں اس کے خلاف کوئی حرف نہیں تو شہادات موافق دعویٰ کب ہوئیں لہٰذا واجب الرد ہیں، الشہادۃ ان وافقت الدعوی قبلت والالا (شہادت اگر دعویٰ کے موافق ہو تو قبول کی جائے گی ورنہ نہیں۔ ت) اگر یہ کہئے کہ اگرچہ اس دن ان کی واپسی و اطلاع مضمون جو مدعا ہے شہادات سے ثابت نہیں مگر ظاہر تو ہے کہ ایسا ہی ہوا ہو، ہُوا ہو سے دعوی ثابت نہیں ہوتا اور اگر اس کا ظاہر ہونا تسلیم بھی کرلیں تو قاعدہ مستمرہ فقہیہ ہے کہ الظاہر یصلح حجۃ للدفع لا للاستحقاق (ظاہر دفاع کے لئے حجت ہے نہ کہ استحقاق کے لئے۔ ت) پھر کس بنا پر اسے استحقاق مال کی حجت بنا سکتے ہیں لاجرم حکم شرعی یہی ہے کہ ضامنین صورت مذکورہ میں ضمانتِ نفس وضمانتِ مال دونوں سے مطلقاً بری ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۸۳ تا ۲۸۶: از ریاست رام پور مرسلہ میر سید انوار حسین صاحب بذریعہ مرزا نظر بیگ سابق نائب تحصیلدار بریلی، ۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) کفالت بالمال یعنی کوئی شخص کسی کے مطالبہ میں اپنا مکان مکفول کرے تو یہ کفالت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۲) نالش بربنائے کفالت بالمال یعنی اس بنا پر کہ کفیل نے اپنا مکان دوسرے کے مطالبہ میں مکفول کیا تو شرعاً قابلِ سماعت ہے یا نہیں؟

(۳) زید نے ٹھیکہ کسی حقیت کا لیا اور عمرو نے بلا استدعا و خواہش زید کے اپنا مکان کفالت میں دے دیا تو اس صورت میں عمرو مستحق پانے رقم کا زید سے ہے یا نہیں یعنی اس رقم کی ضمانت تبرع اور احسان سمجھی جائے گی یا کیا؟

(۴) جب کفیل یعنی ضامن خلافِ معاہدہ مندرجہ کفالت نامہ کے دیگر نہج پر روپیہ اُن کو ادا کرے تو وہ مستحق لینے رقم مذکور کا مدیون سے ہے یا نہیں؟ صورتِ کفالت یہ ہے کہ زید نے ایک موضع مستاجری میں لیا

Marfat.com

اور عمرو نے اپنا مکان ضمانت میں مستغرق کرا دیا اور ضمانت نامہ میں یہ لکھا کہ اگر زید کے ذمہ روپیہ باقی مالگزاری کا رہ جائے اور وہ ادا نہ کرے تو جائداد مکفولہ سے نیلام جائداد مالک موضع وصول کرلے مجھ کو نیلام جائداد مکفولہ میں کوئی عذر نہ ہوگا زید کے ذمہ کچھ باقی رہے مالک موضع نے بموجب شرط مندرجہ ضمانت نامہ نیلام کرنے کا قصد کیا تو عمرو مالک مکان نے اپنے مکان کو خلاف شرط مندرجہ ضمانت کے نیلام نہ ہونے دیا بلکہ روپیہ باقیماندہ ذمگی زید عمرو نے قبل نیلام مالک موضع کو دے دیا اس وجہ سے اس روپیہ کا دینا خلافِ دستاویز ضمانت کے وقوع میں آیا۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) کفالت بالمال تو یقیناً جائز ہے مگر شرعاً اس کے معنی یہ ہیں کہ زید کا جو مطالبہ مالی عمرو پر ہوا سے اپنے ذمہ پر لے یُوں کہ ایک مال کا مطالبہ عمرو و بکر دونوں کے ذمہ پر ہو۔ نقایہ میں ہے:

الکفالۃ اما بالنفس وینعقد بکفلت بنفسہ اوعلی اوالی و اما بالمال فتصح وان جھل المکفول بہ اذ صح دینہ نحو کفلت بما لک علیہ او بما یدرکک فی ھذا البیع[1] (ملتقطا)

کفالت یا تو نفس کی ہوتی ہے اور وہ ان لفظوں سے منعقد ہوتی ہے کہ میں اس کے نفس کا کفیل بنا ہوں یا وُہ میرے ذمے یا کفالت مال کی ہوتی ہے اور یہ مال مکفول کے مجہول ہونے کے باوجود صحیح ہوجاتی ہے جبکہ دَین صحیح ہو مثلاً یوں کہے کہ جو تیرا مال فلاں پر ہے یا جو تجھے اس بیع میں حاصل ہوگا میں اس کا ضامن ہوں (ملتقطا)۔ (ت)

یہ جدید و محدث طریقہ کہ جہال میں رائج ہے کہ کوئی مکان دُکان زمین جائداد کسی کے مطالبہ میں کہ اپنے اوپر یا دوسرے پر ہو مستغرق کرتے ہیں کہ وہ اس سے اپنا مطالبہ وصول کرے اور اس جائداد کو مکفول یا مستغرق کہتے ہیں اور باآنکہ جائداد قبضۂ مالک ہی میں رہتی ہے اس وقت سے مالک کو اس میں تصرفات انتقالیہ مثل بیع و ہبہ سے ممنوع جانتے ہیں اور اگر کرے تو باطل سمجھتے اور دائن کو اس کے واپس لینے کا اختیار بتاتے ہیں، یہ سب محض بدعت و اختراع فی الشریعۃ و ہوس باطل و مردود ہے شرعاً اس جائداد سے کوئی حق دائن کا کسی وقت متعلق نہیں ہوتا، نہ مالک اس کے بیع و ہبہ سے ممنوع ہوسکتا ہے شرع مطہر نے توثیق دین کے لئے صرف دو عقد رکھے ہیں کفالت و رہن۔ اس کا رہن نہ ہونا تو بدیہی کہ رہن

---

[1] مختصر الوقایہ فی مسائل الہدایہ (النقایہ) کتاب الکفالۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۲۲-۱۲۳

Marfat.com

کی شرط قبضہ مرتہن ہے رہن بے قبضہ کوئی شے نہیں قال اللہ تعالٰی فرھٰن مقبوضۃ[1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو رہن قبضہ کیا ہوا۔ت) بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

وصف سبحنہ وتعالٰی الرھن بکونہ مقبوضا فیقتضی ان یکون القبض شرطا فیہ صیانۃ لخبرہ تعالٰی عن الخلف ولانہ عقد تبرع للحال فلا یفید الحکم بنفسہ کسائر التبرعات ولو تعاقدا علی ان یکون الرھن فی ید صاحبہ لایجوز الرھن حتی لوھلك فی یدہ لایسقط الدین ولو اراد المرتھن ان یقبضہ من یدہ لیحبسہ رھنا لیس لہ ذٰلك[2]

اللہ سبحٰنہ وتعالٰی نے رہن کو مقبوض ہونے کے ساتھ موصوف فرمایا تو یہ اس بات کا مقتضی ہے کہ قبضہ رہن میں شرط ہو تاکہ اللہ تعالٰی کی خبر خلافِ واقع ہونے سے محفوظ رہے، اور اس لئے بھی کہ یہ تبرع و احسان ہے لہذا باقی تبرعات کی طرح یہ خود مفید حکم نہ ہوگا، اور اگر وہ دونوں اس شرط پر عقد کریں کہ رہن مالک کے قبضہ میں رہے گا تو رہن جائز نہ ہوگا یہاں تک کہ اگر وہ مالک کے قبضہ میں ہلاک ہوگیا تو دین ساقط نہ ہوگا، اور اگر مرتہن ارادہ کرے کہ وہ اس کو مالک کے قبضہ سے لے کر بطور رہن محبوس رکھے تو اس کو ایسا کرنے کا اختیار نہیں۔(ت)

یہ لوگ خود بھی اسے نہ رہن کہتے ہیں نہ رہن سمجھتے بلکہ کفالت، اور اس کا کفالت ہونا رہن ٹھہرنے سے بھی باطل تر ہے کفالت بے کفیل محال اور اس عقد مخترع میں نفس جائداد کفیل ٹھہرتی ہے نہ مالک جائداد اکثر یہ استغراقات صاحب جائداد ان دیون میں کرتا ہے جو خود اس پر ہیں اور کوئی شخص خود اپنا کفیل نہیں ہوسکتا کہ کفالت ہے،

ضم الذمۃ الی الذمۃ[3] کما فی البدائع والھدایۃ وعامۃ الکتب۔

ایک ذمّہ کو دوسرے ذمّہ کے ساتھ ملانا، جیسا کہ بدائع، ہدایہ اور عام کتابوں میں ہے(ت)

یہاں دو ذمہ کہاں ہیں کہ ایک دوسرے سے ضم ہو، ولہذا شرح جامع الصغیر لشیخ الاسلام علی الاسبیجابی پھر فصول استروشنی پھر فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

اذا قال المطلوب للطالب ان لم او افك

جب مطلوب طالب سے کہے کہ اگر میں کل اپنے آپ کو

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۳

[2] بدائع الصنائع کتاب الرہن فصل اما الشرائط ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۱۳۵

[3] الہدایہ کتاب الکفالۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۱۱۲

Marfat.com

بنفسی غدا فعلی المال الذی تدعی فلم یواف لایلزمہ شیئ[1]

تیرے پاس حاضر نہ کروں تو جس مال کا تو دعوٰے کر رہا ہے وُہ مجھ پر لازم ہوگا پھر وہ اپنے آپ کو حاضر نہ کرے تو اس صورت میں اس پر کچھ بھی لازم نہ ہوگا۔ (ت)

اور خود یہ اختراع کرنے والے بھی اتنا سمجھتے ہیں کہ آدمی آپ اپنا ضامن نہیں ہوسکتا، لاجرم جائداد کو ذمہ دار مانتے ہیں، اور شک نہیں کہ جو معنی استغراق یہاں سمجھتے ہیں وہی دوسرے خود اس مدیون کے عوض جائداد مستغرق کرنے ہیں، و لہذا جائداد ہی پر مطالبہ عائد مانتے اور اس میں مالک کے تصرفات انتقال ناجائز جانتے ہیں لیکن جائداد جماد ہے اور ذمہ مکلفین کے ساتھ خاص جانور تو کوئی خاص ذمہ رکھتا نہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

العجماء جبار[2]۔ رواہ مالك و احمد والستة عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه۔

جانوروں پر ضمان نہیں۔ اس کو امام مالک، امام احمد اور ائمہ ستہ نے سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

نہ کہ سنگ وخشت۔ جامع الرموز میں ہے:

الذمة لغة العھد وشرعا محل عھد جری بینه وبین اللہ تعالٰی یوم المیثاق اووصف صار به الانسان مکلفا[3]

ذمّہ لغت میں عہد کو کہتے ہیں اور شرع میں اس عہد کے محل کو کہتے ہیں جو یوم میثاق کو اللہ تعالٰے اور اس محل عہد کے درمیان جاری ہوا یا اس وصف کو کہتے ہیں جس کے ساتھ انسان مکلف ہوا۔ (ت)

تحریر امام ابن الہمام پھر نہر الفائق پھر ردالمحتار میں ہے:

الذمة وصف شرعی به الاھلیة لوجوب ماله وعلیه وفسرھا فخر الاسلام

ذمہ وہ وصف شرعی ہے جس کے ساتھ مالہٗ اور ماعلیہ کی اہلیت وجوب حاصل ہوتی ہے اور

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکفالۃ الفصل الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۲۷۷

[2] صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ ۱/ ۲۰۳ و کتاب الدیات ۲/ ۱۰۲۱ قدیمی کتب خانہ کراچی
صحیح مسلم کتاب الحدود قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۳
مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ دارالفکر بیروت ۲/ ۲۲۸

[3] جامع الرموز کتاب الکفالۃ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۳/ ۱۹۵

Marfat.com

بالنفس والرقبۃ التی لہا عہد[1]۔ فخر الاسلام نے اس کی تفسیریوں کی کہ وہ نفس یا وہ رقبہ جس کے لئے عہد ہے۔ (ت)

توجائداد کا ذمہ دار ہونا محال تو کفالت لغو و واجب الابطال۔ مخترعین اسے مکفول کہتے ہیں، یہ بھی ان کا اختراع ہے ورنہ وہ بھی ان کے طور پر کفیل ہے کما بیّنا وایضا ـــــــــــــ یہاں پانچ چیزیں ہیں: کفیل، مکفول، مکفول عنہ، مکفول لہ، مکفول بہ۔ مکفول بمعنی مضمون بہ تو ذمہ کفیل ہے کما تقدم انفا من کتب المذھب (جیساکہ مذہب کی کتب کے حوالے سے ابھی گزرا ہے۔ت) اور کفالت دیون میں مکفول عنہ مدیون مکفول لہ دائن مکفول بہ وہ دین۔ درمختار میں ہے:

الدائن مکفول لہ والمدیون مکفول عنہ والنفس او المال مکفول بہ ومن لزمتہ المطالبۃ کفیل[2]۔ دائن کو مکفول لہ، مدیون کو مکفول عنہ، نفس یا مال کو مکفول بہ اور جس پر مطالبہ لازم ہے اس کو کفیل کہتے ہیں۔ (ت)

ظاہر ہے کہ جائداد نہ دین ہے نہ دائن نہ مدیون نہ وہ وصف شرعی کہ انسان مکلّف کے لئے ہوتا ہے تو وہ اخیر کے چاروں سے کچھ نہیں، لاجرم کفیل ہے، اور یہ باطل و مستحیل ہے، اگر کہیں کہ ہم صاحب جائداد کو کفیل مانیں گے اور جائداد زیادتِ اطمینان کے لئے ہے کہ دائن اس سے وصول کرے۔

اقول اولاً یہ بداہۃً غلط ہے غالب استغراق صاحب جائداد مدیون کے دیون میں ہوتے ہیں اسے کیونکر اپنا کفیل کہا جاسکتا ہے کما تقدم (جیسے پہلے گزرا ہے۔ ت)

ثانیاً ان استغراقوں میں جائداد ہی پر مطالبہ لکھا جاتا ہے، صاحبِ جائداد اپنا ذمہ اس سے مشغول نہیں کرتا، کوئی حرف ایسا نہیں ہوتا جس سے اس کی ذات ذمہ دار ہو تو وہ کفیل کیونکر ہوسکتا ہے۔ جامع الفصولین پھر بحرالرائق اور فتاوٰی ظہیریہ پھر خزانۃ المفتین اور فتاوٰی نسفی پھر محیط پھر ہندیہ میں ہے:

قال دینك الذی علی فلان انا ادفعہ الیك انا اسلمہ الیك انا اقبضہ لایصیر کفیلا مالم یتکلم کسی نے دوسرے کو کہا کہ تیرا جو فلاں پر دین ہے وہ میں تجھے دوں گا، میں تیرے حوالے کروں گا، میں اس کو وصول کروں گا، توان الفاظ کے

---

[1] ردالمحتار کتاب الکفالۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۴۹

[2] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۲/۵۹

Marfat.com

بلفظ یدل علی الالتزام[1] | ساتھ وُہ کفیل نہ ہوگا جب تک کوئی ایسا لفظ نہ بولے جو التزام پر دلالت کرتا ہو۔ (ت)

ثالثًا خود ان لوگوں کا مزعوم بھی یہی مقصود بھی یہی، جو شخص اپنے خواہ پرائے دین میں جائداد کا استغراق کرے اور روائن ڈگری پاکر مطالبہ میں اسے حبس کرانا چاہے ہرگز نہ سُنیں گے اور یہی جواب دیا جائیگا کہ جائداد ذمہ دار ہے اس کی ذات ذمہ دار نہیں، صاف تصریح ہُوئی کہ وُہ کفیل نہیں جائداد کفیل ہے، ذمہ دار ہی کفیل ہوتا ہے۔

رابعًا بالفرض اگر یُوں ہی کہتا کہ تیرا دین عمرو پر آتا ہے اس کا میں کفیل ہُوں میں ضامن ہوں میں ذمہ دار ہوں اور یہ جائداد اس میں مستغرق کرتا ہُوں جب بھی جائداد بلاشبہہ آزاد رہتی کفیل کا ذمہ مشغول ہوتا اور اسے جائداد کے بیع وہبہ سے کوئی نہ روک سکتا کہ حجر عن التصرف مقتضائے کفالت نہیں کما اوضحناہ فی فتاونا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی وضاحت کر دی ہے۔ ت) بلکہ فقہائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ اگر خود اس شرط پر کفالت کی کہ اپنے اس مکان کی قیمت سے زرکفالت ادا کروں گا جب بھی مکان آزاد ہے اور اس کا بیچنا کچھ لازم نہیں۔ وجیز امام کردری پھر بحر الرائق اور فتاوٰی ذخیرہ پھر عالمگیریہ میں ہے:

ضمن الفاعلی ان یؤدیھا من ثمن الدار ھذہ فلم یبعھا لاضمان علی الکفیل ولا یلزمہ بیع الدار[2] | کوئی شخص ہزار روپے کا ضامن بنا اس شرط پر کہ وُہ اس گھر کے ثمن سے ہزار روپے ادا کرے گا پھر اس نے وُہ گھر فروخت نہ کیا تو کفیل پر ضمان لازم نہیں اور نہ ہی گھر کو فروخت کرنا اس پر لازم ہے۔ (ت)

بالجملہ یہ کفالت و استغراق سراسر بطلان میں مستغرق و باطل و بے اثر و خلافِ حق ہیں ان سے اس جائداد پر کوئی مطالبہ اصلاً قائم نہیں ہوسکتا، اور اگر اپنی ذات کو ذمہ دار بنانے کا کوئی لفظ نہ کہا ہو جیسا کہ اکثر یہی ہے تو اس کی ذات و جائداد دونوں آزاد۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) ہرگز قابلِ سماعت نہیں ہم جوابِ سوالِ اول میں تحقیق کر آئے کہ یہ کفالت باطل محض ہے تو باطل بنیاد پر دعوٰی بھی باطل اور دعوٰی باطلہ مسموع نہیں، نہ مدعا علیہ پر اس کا جواب واجب،

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکفالۃ الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۲۵۷
[2] بحرالرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۲۱۸

Marfat.com

درمختار میں ہے:

(یسأل القاضی المدعی علیہ) عن الدعوی فیقول انہ ادعی علیك کذا فما ذا تقول (بعد صحتہا والا) تصد صحیحۃ (لا) یسأل لعدم وجوب جوابہ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

قاضی مدعا علیہ سے دعوٰی کے بارے میں سوال کریگا اور کہے گا کہ اس شخص نے تجھ پر یہ دعوی کیا ہے تو اس کے بارے میں کیا کہتا ہے بشرطیکہ دعوی صحیح ہو اور اگر دعوی صحیح طور پر دائر نہ ہو تو قاضی سوال نہیں کریگا کیونکہ اس کا جواب دینا مدعا علیہ پر واجب نہیں۔ اور اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے۔ (ت)

(۳) ہم ثابت کر آئے کہ یہ تو کفالت ہی نہیں محض باطل ہے کفالت صحیحہ جبکہ بے اذن مکفول عنہ بطور خود ہو نہ اول اس نے اس سے کفالت کو کہا نہ اسی مجلس میں دائن کے قبول سے پہلے اس پر رضا دی اگرچہ بعد تبدیل مجلس اظہار رضا کیا یا مجلس ہی میں مگر مکفول لہٗ پہلے رضا دے چکا تو ان سب صورتوں میں وہ تبرع محض ہے اور کفیل کو اصیل سے رقم ادا کردہ لینے کا اصلاً استحقاق نہیں۔ درمختار میں ہے:

لوکفل بامر المطلوب بشرط قولہ عنی او علی انہ علی رجع علیہ بما ضمن وان ادی اردأ عینی، وان بغیرہ لا یرجع لتبرعہ الا اذا اجاز فی المجلس فیرجع عمادیۃ (ملتقطا)

اگر مطلوب کے امر سے کفیل بنا بشرطیکہ مطلوب نے کہا ہو کہ تو میری طرف سے ضامن بن یا اس شرط پر کہ وہ مجھ پر لازم الادا ہے تو ادا کردہ دین کے بارے میں مطلوب مطلوب کی طرف رجوع کرے گا اگرچہ اس نے مکفول بہ سے بدتر ادا کیا ہو (عینی) اور اگر مطلوب کے امر کے بغیر کفیل بنا ہو تو رجوع نہیں کرے گا، کیونکہ یہ اس کی طرف سے تبرع واحسان ہے، مگر جب مجلس کے اندر ہی مطلوب نے اس کو کفالت کی اجازت دے دی ہو تو رجوع کرسکتا ہے (عمادیہ) (ملتقطا)۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای قبل قبول الطالب فلو کفل بحضرتہما بلا امرہ فرضی

یعنی طالب کے قبول کرنے سے پہلے (مطلوب نے اجازت دی ہو) اگر وہ دونوں (طالب و

---

[1] درمختار | کتاب الدعوٰی | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/۱۱۶
[2] درمختار | کتاب الکفالۃ | " | ۲/۶۴

Marfat.com

المطلوب اولا رجع ولو رضی الطالب اولا لتمام العقد به فلا یتغیر قہستانی عن الخانیۃ وقدمناہ ایضا عن السراج[1]

مطلوب) کی موجودگی میں بلا امر مطلوب کفیل بنا پھر مطلوب نے پہلے رضامندی ظاہر کردی تو کفیل اس کی طرف رجوع کرسکتا ہے اور اگر طالب نے پہلے رضامندی ظاہر کردی تو رجوع نہیں کرسکتا کیونکہ طالب کی رضامندی کے ساتھ عقد تمام ہوگیا اب اس میں تبدیلی نہیں ہوسکتی (قہستانی بحوالہ خانیہ) ہم سراج کے حوالے سے بھی اس کا ذکر پہلے کرچکے ہیں۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) ہمارے نزدیک یہ تفصیل بھی عندالتحقیق قول طرفین پر مبنی ہے کہ کفالت بے قبول طالب ناتمام مانتے ہیں قول مفتی بہ پر، جبکہ کفالت صرف قول کفیل سے تمام ہوجاتی ہے اگرچہ طالب کی رضا نہ ہو تو مطلوب کی اجازت لاحقہ نہ ہوگی مگر بعد تمام عقد اور وہ تبرعًا واقع ہو لیا تو اب متغیر نہ ہوگا۔ عالمگیریہ میں ہے:

الکفالۃ رکنہا الایجاب والقبول عند ابی حنیفۃ ومحمد وھو قول ابی یوسف اولا ثم رجع وقال تتم بالکفیل وحدہ کذا فی المحیط، ورضا الطالب لیس بشرط عندہ وھو الاصح کذا فی الکافی وھو الاظھر کذا فی فتح القدیر وفی البزازیۃ وعلیہ الفتوی کذا فی النھر الفائق، وھکذا فی البحر الرائق[2]

کفالت کا رکن طرفین کے نزدیک ایجاب وقبول ہے اور امام ابویوسف کا پہلا قول بھی یہی ہے پھر آپ نے اس سے رجوع کرتے ہوئے کہا کہ اکیلے کفیل سے ہی کفالت تمام ہوجاتی ہے یونہی محیط میں ہے، اور طالب کی رضامندی شرط نہیں ہے امام ابویوسف کے نزدیک اور وہی اصح ہے (کافی) اور وہی اظہر ہے (فتح القدیر) اور بزازیہ میں ہے کہ اسی پر فتوٰی ہے۔ اسی طرح النہر الفائق اور البحر الرائق میں ہے۔ (ت)

تو ثابت ہوا کہ صرف وہی کفالت موجب رجوع ہوتی ہے جو امر و حکم مدیون کے بعد ہو ولہذا جملہ متون و عامہ شروح نے صرف امر پر بنائے کار رکھی اور تفصیل مذکور کی طرف توجہ نہ فرمائی بلکہ متن ملتقی و غرر میں فرمایا:

---

[1] ردالمحتار کتاب الکفالۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۷۲

[2] فتاوٰی ہندیہ 〃 الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۲۵۲

Marfat.com

وان کفل بلا امرہ لایرجع علیہ وان اجازھا بعد العلم[1] اھ وھذا باطلاقہ یشمل العلم فی المجلس وبعدہ۔

اگر کوئی حکمِ مطلوب کے بغیر کفیل بنا تو وہ مطلوب کی طرف رجوع نہیں کرسکتا اگرچہ مطلوب نے علم ہونے پر کفالت کی اجازت دے دی ہو اھ یہ عبارت اپنے اطلاق کے ساتھ دونوں صورتوں کو شامل ہے یعنی مجلس کے اندر علم ہوا ہو یا بعد میں۔ (ت)

کافی امام نسفی سے بحر میں ہے:

شمل ما اذا کفل بغیر امرہ ثم اجازھا لان الکفالۃ لزمتہ ونفذت علیہ غیر موجبۃ للرجوع فلا تنقلب موجبۃ لہ[2]

یہ حکمِ مطلوب کے بغیر کفیل بننے اور بعد میں مطلوب کے اجازت دینے کو شامل ہے کیونکہ کفالت اس حال میں لازم و نافذ ہوچکی ہے کہ وہ غیر موجبِ رجوع ہے لہٰذا اب موجبِ رجوع ہونے کی طرف منقلب نہیں ہوگی۔ (ت)

اسی طرح درر میں غایہ سے ہے بلکہ خود فتاوٰی امام قاضیخاں میں ہے:

رجل کفل عن رجل بمال بغیر امرہ ثم اجاز المکفول عنہ الکفالۃ فادی الکفیل شیئا لایرجع علی المکفول عنہ[3]

ایک شخص بغیر حکمِ مطلوب کے اس کی طرف سے کفیل بالمال بنا پھر مکفول عنہ یعنی مطلوب نے کفالت کی اجازت دے دی اور کفیل نے اس کی طرف سے قرض ادا کردیا تو مکفول عنہ کی طرف رجوع نہیں کریگا۔ (ت)

بہرحال یہ حکم کفالت واقعیہ کا ہے یہاں کہ شرعاً کفالت نہیں کچھ مہمل و باطل الفاظ ہیں جن کا نام کفالت و استغراق رکھا ہے یہاں اگر زید کا امر بھی ہوتا عمرو کو زید پر اس رقم کا دعوٰی نہ پہنچتا کہ اگر زید نے کفالت کا امر کیا تھا مثلاً فلاں کا جو مطالبہ مجھ پر ہے اس میں میرا کفیل ہوجا یا اس میں میری ضمانت کرلے اور اس نے یہ مکان مستغرق کردیا کوئی لفظ التزام کا جس سے اس کی ذات ذمہ دار ہو نہ کہا جب تو ظاہر ہے کہ یہ اس کے امر سے نہیں کہ اس نے کفالت کا امر کیا تھا اور یہ کفالت نہیں، اور اگر خود زید نے اس سے استغراق مکان ہی کو کہا تھا تو یہ ایک باطل کا حکم دیا نہ کہ اپنی طرف سے قضائے دین کا جس کے تضمن کے سبب کفالت بالامر کے سبب کفیل کو مکفول عنہ سے وصول کرنے کا اختیار ملتا ہے، ہدایہ میں ہے:

---

[1] غرر الاحکام متن الدرر الحکام | کتاب الکفالۃ | مطبعہ احمد کامل مصر | ۲/۳۰۲

[2] بحر الرائق | " | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۶/۲۲۴

[3] فتاوٰی قاضیخان | " | نولکشور لکھنؤ | ۴/۵۸۰

Marfat.com

ان کفل بامرہ رجع بما ادّی علیہ لانہ قضی دینہ بامرہ[1]

اگر کوئی مکفول عنہ کے امر سے کفیل بنا تو اس کی طرف رجوع کرسکتا ہے کیونکہ اس نے مکفول عنہ کا قرض اس کے حکم سے ادا کیا۔ (ت)

ایسے امر میں کفیل کو مکفول لہ یعنی دائن سے اپنی دی ہُوئی رقم واپس لینے کا اختیار ہوتا ہے کہ اس نے اپنے آپ کو کفیل سمجھ کر ادا کی اور یہ خیال باطل تھا،

ومن دفع شیئًا ظانا انہ علیہ ولم یکن علیہ کان لہ ان یستردہ[2] کما فی العقود الدریۃ وغیرھا۔

اگر کسی نے دوسرے کو یہ سمجھتے ہوئے کوئی شَے دی کہ وُہ دینا اس پر لازم ہے حالانکہ وہ لازم نہ تھی تو اس کو واپس لینے کا حق ہے جیسا کہ عقود الدریہ وغیرہ میں ہے۔ (ت)

مدیون پر اس کو کوئی دعوٰی نہیں پہنچتا، فتاوٰی قاضی خاں وفتاوٰی ہندیہ میں ہے :

رجل قال لغیرہ ولیس بخلیط لہ ادفع الی فلان الف درھم فدفع المامور لایرجع بہ علی الآمر لکن یرجع بہ علی القابض لانہ لم یدفع الیہ علی وجہ یجوز دفعہ[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ایک شخص نے دوسرے کو جو اس کا شریک نہیں ہے کہا کہ فلاں کو ہزار روپے دے دو، اور اس نے دے دئے تو آمر کی طرف رجوع نہیں کرسکتا البتہ قابض کی طرف رجوع کرسکتا ہے کیونکہ مامور نے اس کو ایسی وجہ سے ہزار روپے نہیں دئے جس وجہ سے دینے جائز ہوں، اور اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے۔ (ت)

(۴) اگر یہ کفالت صحیح وجائز ہوتی اور بامر مکفول عنہ وقوع پاتی تو صورتِ مذکورہ میں ضرور عمرو اس رقم کو زید سے واپس لے سکتا نیلام نہ ہونے دیتا، اور روپیہ ادا کر دینا کوئی خلاف قضیۂ کفالت نہیں بلکہ عین اس کا مقتضا ہے کفالت توثیق دین کے لئے ہوتی ہے وہ حاصل ہے نہ کہ نیلام جائداد کفیل کے لئے۔ رہن کے تو عین سے حقِ مرتہن متعلق ہوتا ہے ولہذا اس میں اور سب دائنوں پر مقدم رہتا ہے اور رہن سے غرض یہی ہے کہ راہن سے دَین وصول نہ ہو تو اس کی قیمت سے وصول ہوجائے پھر اگر دَین کی میعاد

---

[1] الہدایۃ کتاب الکفالہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۱۱۹

[2] العقود الدریۃ کتاب الشرکۃ ۱/ ۹۱ وکتاب الوقف ۱/ ۲۲۷ وکتاب المداینات ۲/ ۲۴۹ ارگ بازار قندھار افغانستان

[3] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الکفالہ فصل فی الکفالۃ بالمال مطبع نولکشور لکھنؤ ۳/ ۵۸۹

Marfat.com

گزر جائے اور مرتہن اس کی بیع چاہے راہن باداے دین بلاشک فک رہن کراسکتا ہے کفیل کیوں ممنوع ہوگا مگر ہم بیان کر آئے کہ نہ یہ کفالت ہے نہ یہاں زید پر عمرو کو کسی قسم کا دعوٰی پہنچتا ہے تو اس سے بحث کی حاجت نہ رہی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۸۷ از شہر بریلی مرسلہ حافظ حضور احمد خاں منصرم نقل ساکن ریاست رام پور وارد حال بریلی

کہ زید کی درخواست پر عمرو نے اس کی ضمانت مستاجری اپنی جائداد سے کرکے باضابطہ تصدیق کرادی زید نے پہلے سال میں بدنیتی سے سرکاری روپیہ ادا نہیں کیا اور جائداد مکفولہ کے نیلام کی درخواست دے دی عمرو نے مجبور ہوکر بعذرداری منجملہ الما سے زر ضمانت کہ بموجب پرتہ ما سے داخل سرکار کرکے جائداد مکفولہ اپنی نیلام سے واگزاشت کرالی اور عمرو کے نام عدالت دیوانی میں زر ضمانت اداکردہ صما سے کی بربنائے ضمانت نامہ مصدقہ و داخلہ سرکاری کی نالش رجوع کردی زید مدعا علیہ کو یہ عذر ہے کہ کفالت بالمال شرعاً ناجائز ہے اور حکم دفعہ ۷۹ آئین حامدیہ قانون مجریہ اور عملدرآمد ریاست یہ ہے کہ صیغہ مال میں جو شخص مطالبہ سرکاری کی ضمانت کرکے روپیہ سرکار میں داخل کرے اس کو اصل مستاجر پر دعوٰی رجوع کرکے زر مدخلہ اپنا وصول کرانے کا اختیار حاصل ہے پس ایسے حکم قانون مجریہ اور عمل درآمد ریاست کے مقابلہ میں وہ ضمانت نامہ شرعاً جائز ہوسکتا ہے یا کیا؟ اور قاضی وقت حکم سلطان العصر کے خلاف تجویز فرمانے میں بموجب روایت درمختار:

ولو امر السلطان بعدم سماع الدعوی فلا تسمع الدعوی الخ	اگر سلطان دعوٰی کی عدم سماعت کا حکم دے تو دعوٰی نہیں سنا جائے گا الخ (ت)

ممنوع ہے یا کیا؟

الجواب

کفالت بالمال بلاشبہہ شرعاً جائز ہے مدعا علیہ کا عذر باطل ہے یہاں تک کہ ناجائز مطالبوں کی کفالت صحیح ہے تو مستاجری رائجہ دیہات کا شرعاً ناجائز ہونا صحت کفالت کا مانع نہیں، درمختار میں ہے:

صح ضمان الخراج وکذا النوائب ولو بغیر حق کجبایات زماننا فانها فی المطالبة کالدیون بل فوقها حتی لو اخذت	صحیح ہے ضمان خراج کا، اور اسی طرح نوائب (حکام کی طرف سے مقرر کردہ اموال) کا، اگرچہ وہ نوائب ناحق ہوں، جیسے ہمارے زمانے کے مظالم سلطانی، کیونکہ یہ مطالبہ میں دیون کی مثل ہیں بلکہ اس سے

لہ درمختار کتاب القضاء فصل فی الحبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/۸۱

Marfat.com

من الاكار فله الرجوع علی مالك الارض و علیه الفتوٰی[1] | فوق ہیں یہاں تک کہ اگر کاشتکار سے ایسے اموال جبراً لئے جائیں تو وہ مالک زمین کی طرف رجوع کرسکتا ہے، اور اسی پر فتوٰی ہے (ت)

اور کفالت جبکہ بامر مطلوب ہو جیسا صورتِ سوال میں ہے تو بلا شبہہ کفیل کو اصیل سے وصول کرنے کا اختیار ہے۔ تنویر الابصار میں ہے:

لوکفل بامرہ رجع بما ادی وان بغیرہ لا و لا یطالب کفیل بمال قبل ان یودی عنہ[2] (ملتقطاً) | اگر کوئی مطلوب کے حکم سے کفیل بنا تو قرض ادا کرکے مطلوب کی طرف رجوع کرسکتا ہے اور اگر اس کے حکم کے بغیر کفیل بنا تو رجوع نہیں کرسکتا اور مطلوب کی طرف سے قرض ادا کرنے سے پہلے کفیل اس سے مطالبہ نہیں کرسکتا۔ (ملتقطاً)۔ (ت)

اور یہی مطلب اس قانون کی عبارت منقولہ سوال کا ہے کہ اس کو مستاجر پر دعوٰی کرکے زرمدخلہ وصول کرنے کا اختیار ہے تو اصل منشا سوال کہ حکم شرع وقانون کا اختلاف ہے یہاں منتفی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۸ ازمرادآباد محلہ کسرول متصل مسجد مولسری مرسلہ مولوی حفظ الرشید صاحب ۲۴ شعبان ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ علاقہ ریاست پور میں حاکم وقت کا یہ حکم ہے کہ جو دیہات مستاجری سرکاری میں جائداد ضمانت میں مکفول کرے اسے بیع و رہن و ہبہ نہیں کرسکتا، زید نے اپنی جائداد کا جو ضمانت میں مکفول تھی ہبہ نامہ لکھ دیا اور قبضہ موہوب لہٗ کا کرادیا اور ہبہ نامہ میں یہ لکھ دیا کہ یہ جائداد موہوبہ پر جو مطالبہ برآمد ہو ذمہ موہوب لہ رہے سرکار نے بمنظوری اس امر کے کہ جائداد بدستور مکفول رہے اس ہبہ نامہ کو منظور کرلیا تو یہ ہبہ جائز رہا یا نہیں اور وُہ جائداد یا موہوب لہ اس مطالبہ کے ذمہ دار ہوئے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ہبہ جائز و نافذ و تام ہوگیا لصدورھا عن اھلھا فی محلھا وقد تمت بلحوق القبض (کیونکہ وہ ہبہ کے اہل سے ہبہ کے محل میں صادر ہُوا اور قبضہ کے لاحق ہونے کے ساتھ وہ تام ہوگیا۔ ت) اور وہ کفالت اس کے لئے مانع نہیں ہوسکتی کہ جائداد کی کفالت اصلاً کوئی چیز نہیں جب تک جائداد کسی دین موجود کے مقابل قبضہ دین میں نہ دی جائے تو جائداد جسے لوگ آج کل مکفول یا مستغرق کہتے ہیں شرعاً آزاد محض ہوتی ہے

---

[1] درمختار | کتاب الکفالہ | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/۶۶

[2] درمختار شرح تنویر الابصار | " | " " " | ۲/۶۴

Marfat.com

مالک کو اس میں ہرگونہ تصرف کا اختیار ہوتا ہے پھر ہبہ نامہ میں جو یہ شرط لگائی کہ جائداد موہوبہ پر جو مطالبہ برآمد ہو ذمہ موہوب لہ رہے ظاہر ہے کہ شرط باطل ہے مگر شرط فاسد سے ہبہ فاسد نہیں ہوتا بلکہ خود وُہ شرط باطل و بے اثر رہتی ہے اور موہوب لہ کا اس ہبہ کو قبول کرنا اسے اس شرط فاسد کا پابند نہیں کرتا نہ اس کا یہ قبول کسی طرح بطورِ خود قبول کفالت کا اثر رکھتا ہے پس صورت مستفسرہ میں ہبہ قطعاً صحیح و تام ہے اور جائداد موہوبہ اور ذات موہوب لہ دونوں مطالبہ ریاست سے بری وآزاد۔ توضیح مقام یہ ہے کہ شرع میں کفالت کے معنی ہیں کسی کے ذمہ سے اپنا ذمہ ملا دینا دین میں جیسے بعض کا قول ہے یا مطالبہ میں جیسا کہ قول اصح ہے، ہدایہ و ہندیہ وغیرہما میں ہے:

قیل ھی ضم الذمۃ الی الذمۃ فی المطالبۃ و قیل فی الدین والاول اصح[1] انتھی،

ایک قول یہ ہے کہ کفالت دین میں ذمہ کو ذمہ کے ساتھ ملانا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ مطالبہ میں ذمہ کو ذمہ کے ساتھ ملانا ہے، ... اوّل زیادہ صحیح ہے انتہی

اقول والمراد اعم من مطالبۃ حاضرۃ کما علی مدیون اومتوقعۃ کما فی ضمان الدرك وغیرہ ففی الھندیۃ عن محیط السرخسی لوقال لرجل ما بایعت فلانا فھو علی جائز لانہ اضاف الکفالۃ الی سبب وھو مبایعۃ والکفالۃ المضافۃ الی وقت فی المستقبل جائزۃ لتعامل الناس فی ذلك[2] اھ وفیھا عن الکافی یصح تعلیق الکفالۃ بالشروط کما لوقال ما بایعت فلانا فعلی وما ذاب لك علیہ فعلی وما غصبك فلان فعلی[3]

میں کہتا ہوں مطالبہ سے مراد عام ہے چاہے حاضر ہو جیسے مدیون پر یا متوقع ہو جیسے ضمانِ درک وغیرہ میں۔ ہندیہ میں محیط سرخسی کے حوالے سے ہے کہ اگر کسی نے دوسرے شخص سے کہا جو تم فلاں پر بیچو وہ مجھ پر لازم ہے تو یہ جائز ہے کیونکہ یہ کفالہ کی سبب وجوب یعنی مبایعت کی طرف اضافت ہے اور وہ کفالہ جس کو مستقبل کے کسی وقت کی طرف منسوب کیا جائے جائز ہوتا ہے اس لئے کہ اس میں لوگوں کا تعامل جاری ہے اھ اور اسی میں کافی سے منقول ہے کہ کفالہ کو شروط کے ساتھ معلق کرنا صحیح ہے جیسے کہا کہ جو فلاں کے ساتھ بیع کرو وہ مجھ پر لازم ہے اور تیرا جو حق اس پر ثابت ہو وہ مجھ پر لازم ہے اور جو فلاں نے تجھ سے غصب کیا وہ مجھ پر لازم ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکفالۃ الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۲۵۲

[2] " " " الباب الثانی " " " ۳/۲۵۹

[3] " " " الفصل الخامس " " " ۳/۲۶۱

Marfat.com

اور ظاہر ہے کہ جائداد کوئی صاحب ذمہ نہیں تو زید پر کے مطالبہ میں عمرو کا اپنی جائداد کو مکفول یا مستغرق کرنا بے معنی ہے عمرو خود اس مطالبہ کا کفیل بنتا ہے یا نہیں، اور اگر نہیں تو وہ کون سا ذمہ ہے کہ ذمہ زید کے ساتھ ضم ہوا اور اگر ہاں تو مطالبہ ذمہ عمرو پر ہوا نہ کہ جائداد پر، و لہذا اگر کفیل کی کُل جائداد تلف ہوجائے کفیل مطالبہ سے بری نہیں ہوتا جب اس کے پاس مال آئے گا مطالبہ ممکن ہوگا بخلاف رہن اس میں حق مرتہن خاص شے مرہون سے متعلق ہوجاتا ہے حتی کہ اگر مرہون اس کے پاس ہلاک ہوجائے تو بقدر اس کی قیمت کے دین ساقط ہوجاتا ہے یہاں تک کہ اگر روز قبضہ مرتہن قیمت مرہون دین کے برابر یا اس سے اکثر تھی اور شے مرہون اس کے پاس تلف ہوگئی تو کل دین جاتا رہا، ذخیرہ و ہندیہ میں ہے:

اذا ھلك المرھون فی ید المرتھن او فی ید العدل ینظر الی قیمتہ یوم القبض والی الدین فان کانت قیمتہ مثل الدین سقط الدین بھلاکہ وان کانت قیمتہ اکثر من الدین سقط الدین و ھو فی الفضل امین وان کانت قیمتہ اقل من الدین سقط من الدین قدر قیمۃ الرھن و یرجع المرتھن علی الراھن بفضل الدین۔[1]

اگر مرہون شے مرتہن کے قبضہ میں ہلاک ہوگئی یا عادل کے قبضہ میں ہلاک ہوگئی تو قبضہ والے دن اس شئ کی قیمت اور قرض کو دیکھا جائے گا اگر اس شے کی قیمت قرض کی مثل ہے تو قرض ساقط ہوجائیگا اور اگر قیمت زیادہ ہے تو قرض ساقط ہوجائے گا جو زائد ہے اس میں مرتہن امین ہوگا اور قیمت قرض سے کم ہے مرہون کی قیمت کے برابر ساقط ہوجائے گا اور باقی قرض کے سلسلہ میں مرتہن راہن کی طرف رجوع کرے گا۔ (ت)

مگر یہ اس حالت میں ہے کہ وہ شے دائن کے قبضہ میں دے دی جائے اور دین موجود و متحقق ہو نہ کہ موہوم و متوقع۔ قال اللہ تعالٰی فرھٰن مقبوضۃ[2] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو رہن قبضہ کیا ہوا۔ ت) کافی و ہندیہ میں ہے:

لایصح الرھن الابدین واجب ظاھرا و باطنا او ظاھرا فاما بدین معدوم فلا یصح۔[3]

نہیں صحیح ہے رہن مگر دین واجب کے بدلے میں، چاہے ظاہر ہو یا باطن، لیکن دین موہوم کے بدلے میں صحیح نہیں۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الرھن الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۴۴۷

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۳

[3] فتاوٰی ہندیہ کتاب الرھن الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۴۳۱

Marfat.com

اس کفالت و استغراق مخترع میں کہ جائداد اس کے قبضہ میں نہیں دی جاتی اور بارہا کوئی دین بالفعل موجود بھی نہیں ہوتا جائداد کیونکر اس کے حق میں محبوس ہوسکتی ہے اس کا حاصل تو یہ ہوگا کہ کفیل کو اس کے اس مال مملوک میں تصرفات مالکانہ سے مجور و ممنوع کردیں حالانکہ خود وہ مدیون بھی نہیں بلکہ بہت جگہ ابھی دین کا اصلاً وجود ہی نہیں اور شرعاً خود مدیون بھی، اور وہ بھی ایسا کہ دیون اس کے تمام املاک کو مستغرق و محیط ہوں اپنی ملک میں کسی تصرف مالکانہ سے ممنوع نہیں ہوتا حتی کہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک تو اگر قرضخواہ نالشی ہوں (کہ یہ اپنی جائداد تلف کئے ڈالتا ہے حاکم اسے تصرفات سے روک دے) اور قاضی ان کی نالش قبول کر کے ممانعت کا حکم قطعی صادر کردے جب بھی وہ اصلاً ممنوع نہ ہوگا جس مال کو ہبہ کرے گا ہبہ ہوجائے گا، بیع کرے گا بک جائے گا، وقف کرے گا وقف ہوجائے گا، قرضخواہوں کو جو حق حبس و ملازمت کا دیا گیا وہ اپنے ان طریقوں سے چارہ جوئی کریں اس کے تصرفات کہ اس کی اہلیت سے ناشئی ہیں کسی کے روکے نہ رکیں گے، اور صاحبین کے نزدیک اگرچہ وہ صرف اپنے مال موجود میں بعض تصرفات سے ممنوع ہوسکتا ہے جبکہ دین اس کے اموال کو محیط ہوجائے مگر کب؟ جبکہ بعد نالش قرضخواہان قاضی اس کے ممنوع ہونے کی قضا کردے اور اسے اس قضا کی اطلاع بھی پہنچ جائے اس سے قبل بالاجماع وہ بھی کسی طرف سے ممنوع نہیں۔ محیط و عالمگیری میں ہے:

الحجر بسبب الدین ان یرکب الرجل دیون تستغرق امواله او تزید علی امواله فطلب الغرماء من القاضی ان یحجر علیه حتی لا یهب ماله ولا یتصدق به ولا یقر به لغریم آخر فالقاضی یحجر علیه عندهما، وعند ابی حنیفة لا یحجر علیه ولا یعمل حجره حتی تصح منه هذه التصرفات کذا فی المحیط، ویصح هذا الحجر عندهما وان کان المحجور المدیون غائبا ولکن یشترط علم

قرض کی وجہ سے تصرفات سے روک دینا اس طرح ہے کہ کسی شخص پر اتنے قرض ہوگئے جو اس کے تمام اموال کو محیط ہوگئے یا اس سے زیادہ ہوگئے اور قرضخواہوں نے قاضی سے مطالبہ کیا کہ وہ اس پر پابندی لگائے تاکہ وہ اپنے مال کو نہ تو ہبہ کرے، نہ اس کو صدقہ کرے اور نہ ہی اس کے بارے میں کسی اور قرضخواہ کا اقرار کرے تو صاحبین کے نزدیک قاضی اس پر پابندی عائد کردے گا جبکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک پابندی عائد نہیں کرے گا اور نہ اس پر پابندی نافذ ہوگی یہاں تک کہ اس کے تصرفات مذکورہ صحیح ہوں گے اور صاحبین کے نزدیک اس پر یہ پابندی صحیح ہوگی اگرچہ وہ مدیون جس پر پابندی لگائی گئی غائب ہو، بشرطیکہ پابندی کے بعد اس کو

Marfat.com

المحجور علیه بعد الحجر حتی ان کل تصرف باشرہ بعد الحجر قبل العلم به یکون صحیحا عندھما[1]

پابندی کا علم ہوجائے یہاں تک پابندی کے بعد اس کا علم ہونے سے پہلے جو تصرف اس نے کیا وہ صاحبین کے نزدیک صحیح ہوگا۔ (ت)

فتاوٰی قاضیخان میں ہے:

انما یحجر بعد الحکم لا قبلہ[2]

بیشک مدیون قاضی کے فیصلہ کے بعد ہی تصرفات سے پابند ہوگا اس سے پہلے نہیں۔ (ت)

یہاں دین محیط ہونا درکنار، یہ شخص خود مدیون بھی نہیں بلکہ ہنوز سرے سے دین ہی نہیں، نہ نالش نہ قضا، اور اپنی جائداد میں اس کے تصرفات ناروا، یہ محض باطل وبے اصل وبے معنی ہے پھر یہ کلام بھی اس صورت میں تھا کہ زید پر مطالبہ ہویا ہوگا، اور عمرو نے اپنی جائداد مکفول کی یہاں تو اس پر بھی طرہ یہ ہے کہ خود زید ہی کا معاملہ اور وُہ آپ ہی اپنی جائداد مکفول کر رہا ہے یہاں کون سا دوسرا ذمہ اس کے ذمہ کے ساتھ ملایا گیا ایسی مخترع باتیں شرع مطہر کے نزدیک اصلاً قابلِ التفات نہیں ہوسکتیں، اس مسئلہ کو خوب سمجھ لینا چاہئے کہ آج کل یہ نئی وضع کی کفالت بہت شائع ہوگئی ہے حالانکہ وہ صرف ایجادِ قانون ہے شرع مطہر میں اس کا کہیں نشان نہیں، پس روشن ہُوا کہ زید کا وہ جائداد دوسرے کو ہبہ کردینا قطعاً صحیح ونافذ تھا اور مکفول ہونے سے اس پر اصلاً کوئی اثر نہ آسکتا تھا۔ رہی ہبہ نامہ کی وہ شرط کہ جائداد موہوبہ پر جو مطالبہ برآمد ہو ذمہ موہوب لہ ہے، اوّلاً شرط فاسد ہے کہ نہ مقتضائے عقد ہبہ ہے کہ بلا شرط خود لازم ہوجاتی ہے نہ اس کے ملائم ہے کہ موجب ہبہ یعنی ملک موہوب لہ کی تاکید کرتی اور اس میں احد العاقدین یعنی واہب کا نفع ہے، ایسی شرط شرط فاسد ہوتی ہے اور ہبہ شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا بلکہ وُہ شرط ہی خود باطل ہوجاتی ہے، درمختار میں ہے:

الاصل الجامع فی فساد العقد شرط لایقتضیه العقد ولایلائمه وفیه نفع لاحدھما الخ[3]

فساد عقد میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ وہ شرط ایسی ہو جس کا تقاضا عقد نہیں کرتا اور نہ ہی وہ عقد کے ملائم ہے اور اس میں عاقدین میں سے کسی کا نفع ہو الخ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الحجر الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۶۱

[2] فتاوٰی قاضی خان " مطبع نولکشور لکھنؤ ۴/ ۹۱۸

[3] درمختار باب بیع الفاسد مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۷

Marfat.com

قال فی البحر معنی کون الشرط یقتضیہ العقد ان یجب بالعقد من غیر شرط و معنی کونہ ملائما ان یؤکد موجب العقد کذا فی الذخیرۃ۔[1]

بحر میں کہا کہ شرط کے مقتضائے عقد ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ شرط ایسی ہو کہ شرط لگائے بغیر ہی عقد کے ساتھ واجب ہو اور اس کے ملائم ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ موجب عقد کی تاکید کرے، یوں ہی ذخیرہ میں ہے۔ (ت)

تنویر الابصار و درمختار و ردالمحتار میں ہے:

مایصح ولایبطل بالشرط الفاسد و یلغوا الشرط القرض والھبۃ والصدقۃ[2] الخ۔

وہ جو صحیح ہوتی ہے اور شرط فاسد کے ساتھ باطل نہیں ہوتی بلکہ خود شرط لغو ہوجاتی ہے وہ قرض، ہبہ اور صدقہ ہے الخ (ت)

عالمگیری میں ہے:

الھبۃ والصدقۃ والکتابۃ بشرط متعارف وغیر متعارف یصح ویبطل الشرط۔[3]

ہبہ، صدقہ اور کتابت شرط متعارف اور غیر متعارف کے ساتھ صحیح ہوجاتے ہیں اور شرط باطل ہوجاتی ہے۔ (ت)

موہوب لہ کا اس ہبہ نامہ کو قبول کرنا اسے اس شرط کا پابند نہ کرے گا ورنہ شرط باطل نہ ہوئی بلکہ مؤثر ٹھہری حالانکہ باطل ولغو تھی، شرح اسبیجابی و فتاوٰی تاتارخانیہ و فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

رجل وھب لرجل ھبۃ او تصدق علیہ بصدقۃ علی ان یرد علیہ ثلثھا او ربعھا او بعضھا فالھبۃ جائزۃ ولا یرد علیہ ولا یعوضہ بشیئ۔[4]

کسی شخص نے دوسرے کو کوئی چیز ہبہ کی یا صدقہ دیا اس شرط پر کہ وہ اس کا تیسرا حصہ یا چوتھا حصہ یا بعض حصہ اس کو لوٹا دے گا تو ہبہ جائز ہے اور موہوب لہ واہب کو واپس نہیں لوٹائے گا اور نہ ہی اس کے عوض کوئی شئے دے گا۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب البیع الفاسد داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۲۱

[2] " باب السلم " " " ۴/ ۲۲۸

درمختار شرح تنویر الابصار باب المتفرقات مطبع مجتبائی دہلی ۲/

[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الھبۃ الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۹۶

[4] " " " " " "

Marfat.com

ثانیاً اس سب سے قطع نظر ہو تو اس نے قبول ہبہ نامہ سے کیا شرط قبول کی ہے وُہ مطالبہ کہ جائداد پر برآمد ہو اپنے ذمہ لینا اور ہم سب ثابت کر آئے کہ ایسی صورت میں جائداد پر کوئی مطالبہ برآمد ہو ہی نہیں سکتا تو اس نے ایک امر محال کو قبول کیا قبول ہبہ نامہ سے جدا اگر بطور خود وہ ایسی مہمل و باطل بات کو قبول کرتا تو باطل ہی ہوتا کہ باطل کسی کے قبول کئے سے حق نہیں ہوجاتا تو صورت مستفسرہ میں اس کی ذات و جائداد دونوں ایسے مطالبہ باطلہ سے قطعاً بری ہیں بلکہ اگر فرض کرلیں کہ اس نے (نہ وہ مطالبہ باطلہ کہ جائداد پر برآمد ہو بلکہ) خود وُہ مطالبہ کہ واہب پر نکلے (نہ جائداد موہوبہ کے ذمہ باطلہ پر بلکہ) خود اپنے ذمہ پر (نہ قبول ہبہ نامہ میں بلکہ) خود مستقل طور پر قبول کیا ہوتا جب بھی صورت مذکورہ میں وہ کفالت محض باطل و بے اثر رہتی، ہم اگرچہ ایسے مطالبہ کی کفالت جائز مانیں حالانکہ یہ مطالبہ اس مستاجر سے بھی بارہا محض باطل طور پر ہوتا ہے اس لئے کہ دیہات کا ٹھیکہ جس طرح رائج ہے کہ زمین اجارۂ مزارعان میں رہتی ہے اور توفیر ٹھیکہ میں دی جاتی ہے قطعاً باطل محض ہے جس کے بطلان کا روشن بیان ہمارے فتاوٰی میں ہے۔ فتاوٰی خیریہ میں ہے:

الاجارۃ اذا وقعت علی استھلاك الاعیان قصدا وقعت باطلۃ فعقد الاجارۃ المذکورۃ حیث لم یقع علی الانتفاع بالارض بالزرع ونحوہ بل علی اخذ المتحصل من الخراج الموظف والمقاسمۃ وما علی الاشجار من الدراھم المضروبۃ فھو باطل باجماع ائمتنا والباطل لاحکم لہ باطباق علمائنا۔[1]

اجارہ جب اعیان کو قصداً ہلاک کرنے پر واقع ہو تو وہ باطل واقع ہوتا ہے چنانچہ اجارۂ مذکورہ جب کھیتی سے انتفاع پر واقع نہیں ہوا بلکہ اخراج کی دونوں نوعوں یعنی مؤظف و مقاسمہ سے حاصل ہونے والی پیداوار لینے اور جو کچھ درختوں پر ہے بصورت رائج درہموں کے اس کی اجرت لینے پر واقع ہوا ہے اور یہ ہمارے ائمہ کے اجماع سے باطل ہے اور ہمارے علماء اس پر متفق ہیں کہ باطل کا کوئی حکم نہیں۔ (ت)

توجس سال جس قدر نشتت ہو اسی قدر تمام و کمال حق مالک ہے زیادہ حاصل ہو تو مستاجر کا اس میں کوئی پیسہ نہیں اور کمی پڑے تو مستاجر پر ہرگز اپنے گھر سے اس کا پورا کرنا نہیں اور یہ کفالتیں اسی وقت کے لئے رکھی جاتی ہیں جب مستاجر سے پوری رقم مقررشدہ وصول نہ ہوا اگر مستاجر خود نہ کھا گیا بلکہ فی الواقع کمی ہوئی تو اس سے پوری رقم لینی حرام ہے اور مطالبہ باطل، مگر از انجا کہ مطالبہ ضرور ہوتا ہے اور قانونی طور

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الاجارۃ دارالمعرفۃ بیروت ۲/۱۳۵-۳۶

Marfat.com

سے اس پر جبر پہنچتا ہے اور بزور کچہری حاصل کرلیتے ہیں تو اس کی کفالت کی گنجائش ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

مالیس بحق کالجبایات الموظفة فی زماننا علی الخیاط والصباغ وغیرھما للسلطان فی کل یوم اوشھر فانھا ظلم، اختلف المشائخ فی صحة الکفالة بھا کذا فی فتح القدیر، والفتوی علی الصحة کذا فی شرح الوقایة، وممن یمیل الی الصحة الشیخ الامام علی البزدوی کذا فی الھدایة، وقال النسفی وشمس الائمة قاضیخان مثل قول فخر الاسلام لانھا فی حق توجه المطالبة فوق سائر الدیون والعبرة فی باب الکفالة للمطالبة لانھا شرعت لالتزامھا، ولھذا قلنا ان من قام بتوزیع ھذہ النوائب بالقسط یؤجر وان کان الاخذ فی الاخذ ظالما کذا فی المعراج الدرایة[1]۔

وہ جو ناحق ہے جیسے ہمارے زمانے میں بادشاہ کیلئے درزی اور رنگساز وغیرہ پر یومیہ ماہانہ مقرر کردہ ٹیکس، یہ ظلم ہے، ان کی کفالت صحیح ہونے کے بارے میں ہمارے مشائخ میں اختلاف ہے، فتح القدیر میں یوں ہی ہے اور فتوٰی صحیح ہونے پر ہے، شرح وقایہ میں یونہی ہے اور صحت کی طرف میلان کرنے والوں میں سے شیخ الاسلام علی البزدوی ہیں یونہی ہدایہ میں ہے۔ نسفی، شمس الائمہ اور قاضی خان نے فخر الاسلام کے قول کی مثل کہا کیونکہ یہ توجہ مطالبہ میں تمام دیون سے فوق ہے اور کفالہ کے باب میں اعتبار مطالبہ کا ہے کیونکہ یہ اس کے التزام کے لئے مشروع ہوا اسی واسطے ہم نے کہا کہ جو کوئی ان ٹیکسوں کی عادلانہ تقسیم کے لئے کمربستہ ہوا ماجور ہوگا اگرچہ لینے والا ان کو لینے میں ظالم ہو، معراج الدرایہ میں یوں ہی ہے۔ (ت)

تو اس مطالبہ مشتبہہ کی جو کبھی صحیح کبھی باطل طور پر ہوتا ہے کفالت بدرجہ اولٰی صحیح ہوگی لیکن ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب میں ایجاب وقبول دونوں رکن کفالت ہیں تنہا کفیل کے قبول و التزام مطالبہ سے وہ کفیل نہیں ہوجاتا جب تک اس کے ساتھ مکفول لہ کا اسے قبول کرنا بھی نہ ہو خواہ وہ خود قبول کرے یا اس کی طرف سے دوسرا اگرچہ فضولی۔ ولہذا اگر اس مجلس میں قبول نہ پایا جائے تو کفالت باطل ہوجاتی ہے پھر بعد مجلس اگر مکفول لہ سو بار قبول کرے کچھ مفید نہیں نہ فتوٰی یہاں مختلف ہے، اور فتوٰی جب مختلف ہو تو قولِ امام پر عمل واجب،

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکفالۃ مسائل شتّی نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۲۹۱

Marfat.com

كما نص عليه فى البحر الرائق والخيرية و غيرهما وقد بيناه فى النكاح من فتاونا۔

جیساکہ البحر الرائق اور خیریہ وغیرہ میں ہے اور ہم اس کو اپنے فتاوٰی کی کتاب النکاح میں بیان کر چکے ہیں۔ (ت)

محیط و ہندیہ میں ہے:

امارکنها فالایجاب والقبول عند ابی حنیفة ومحمد رحمهما الله تعالٰی وهو قول ابی یوسف رحمه الله تعالٰی اولا حتی ان الکفالة لاتتم بالکفیل وحده سواء کفل بالمال اوبالنفس مالم یوجد قبول المکفول له او قبول اجنبی عنه فی مجلس العقد او خطاب المکفول له او خطاب اجنبی عنه اما اذا لم یوجد شیئ من ذٰلک فانها لاتقف علی ما وراء المجلس حتی لو بلغ الطالب فقبل لم تصح۔[1]

امام ابوحنیفہ و امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما کے نزدیک کفالہ کا رکن ایجاب و قبول ہے اور امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی کا پہلا قول بھی یہی ہے یہاں تک اکیلے کفیل سے کفالہ تام نہیں ہوتا چاہے وہ مال کی کفالت کرے یا نفس کی جب تک مکفول لہٗ یا اس کی جانب سے کسی اجنبی شخص کا قبول یا خطاب نہ پایا جائے اگر ان میں سے کچھ بھی نہ پایا گیا تو یہ ماورائے مجلس پر موقوف نہ ہوگا یہاں تک کہ اگر طالب تک خبر پہنچی اور اس نے قبول کر لیا تو کفالہ صحیح نہ ہوگا۔ (ت)

منح الغفار میں امام طرطوسی سے ہے: الفتوٰی علٰی قولهما[2] (فتوٰی طرفین کے قول پر ہے۔ ت) ردالمحتار میں ہے:

فی الدرر والبزازیة وبقول الثانی یفتی و فی انفع الوسائل وغیره الفتوی علی قولهما۔[3]

درر اور بزازیہ میں ہے کہ امام ثانی (ابویوسف) کے قول پر فتوٰی دیا جاتا ہے اور انفع الوسائل وغیرہ میں ہے کہ فتوٰی طرفین کے قول پر ہے۔ (ت)

ظاہر ہے کہ قبولِ ہبہ یا اخذ ہبہ نامہ کے وقت رئیس کی طرف سے کوئی قبول کرنے والا نہ تھا اور ہبہ نامہ کے لفظ اس کے ایجاب نہیں ہوسکتے کہ اس میں مطالبۂ باطلہ ذگی جائداد کا ذکر ہے نہ کہ مطالبہ ذگی واہب کا۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکفالۃ الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۲۵۲
[2] درمختار بحوالہ الطرطوسی کتاب الکفالۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۶۳
[3] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۵۱

Marfat.com

اور اگر فرض کیجئے کہ جانب ریاست سے اس وقت اس کفالت جائزہ کا ایجاب یا قبول واہب خواہ کسی شخص اجنبی نے کیا تو اب ایک رکن کفالت جانب فضول سے پایا گیا کفالت منعقد ہوکر اجازت ریاست پر موقوف رہی۔ محیط و ہندیہ میں ہے:

قال اجنبی لغیرہ اکفل بنفس فلان اوبمال عن فلان لفلان فیقول ذلك الغیر کفلت تصح الکفالۃ وتقف علی ماوراء المجلس علی اجازۃ المکفول لہ وللکفیل ان یخرج نفسہ عن الکفالۃ قبل ان یجیز الغائب کفالتہ[1]

اجنبی نے غیر سے کہا کہ تو فلاں کے نفس کا یا فلاں کیلئے فلاں کے مال کا کفیل بن جا، اور وہ غیر کہے کہ میں کفیل بن گیا تو کفالہ صحیح ہوگا اور مجلس کے بعد مکفول لہ، کی اجازت پر موقوف ہوگا اور کفیل کو اختیار ہوگا کہ مکفول لہ کے کفالہ کی اجازت دینے سے پہلے خود کو کفالہ سے خارج کرلے۔ (ت)

مگر ریاست کو اس امر جائز کی اطلاع نہ دی گئی نہ اس کی جانب سے اس کی منظوری ہُوئی بلکہ منظوری اسی امر باطل کی ہُوئی کہ جائداد بدستور مکفول رہے پھر یہ کفالت بے اثر رہی۔ ھکذا ینبغی التحقیق واللہ سبحٰنہ ولی التوفیق (یونہی تحقیق چاہئے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۸۹ مرسلہ سید مقبول عیسٰے صاحب سادات نومحلہ از ریاست جاورہ ملک مالوہ ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسلمان جو تابع شریعت محمدی ہے جس کا نام جمعہ ہے اس نے مسماۃ بنت پیاری سے مہر شرعی پر عقد برضامندی خود بہ اقرار کہ علاوہ نان ونفقہ زوجہ کے میں جمعہ اپنی خوشدامن کو بھی بوجہ عسرت خورد ونوش کے تکلیف ہوگی تو میں ان کے خورد ونوش کا صرفہ بھی اپنے ذمہ لُوں گا اور گھر میں صرفہ خورد ونوش خوشدامن یعنی مسماۃ پیاری کا نہ دُوں تو خدا بخش ضامن جس کے اقرارنامہ ہذا پر دستخط ہیں دے گا اب مسماۃ پیاری کو خورد ونوش واقعہ ہُوئے تو جمعہ اور اس کا ضامن بالاصالۃ مضمون دستاویز سے اقراری ہیں مگر صرفہ خورد ونوش دینے سے حجت وحیلہ حوالہ کرتے ہیں، چنانچہ نقل دستاویز بھی بنا پر ملاحظہ مفتیان کرام ارسال ہے ازروئے احادیث جواب مرحمت فرمایا جائے۔ بینوا توجروا۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکفالۃ الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۲۵۲/۳

Marfat.com

الجواب

پیاری کا نفقہ شرعاً ذمۂ جمعہ واجب نہ تھا اور اس کا یہ لکھ دینا کہ اگر میری خوشدامن کو کبھی خورد و نوش کی تکلیف ہوگی تو ان کے خورد و نوش کا بھی صرفہ اپنے پاس سے دُوں گا محض ایک احسان کا وعدہ تھا اور احسان پر جبر نہیں پہنچتا،

فقد صرحوا قاطبۃ ان لاجبر علی المتبرع وقال اللہ تعالٰی ما علی المحسنین من سبیل[1]

تحقیق تمام فقہاء نے اس کی تصریح کی کہ احسان کرنیوالے پر کوئی جبر نہیں ہوگا اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: احسان کرنے والوں پر کوئی راہ نہیں (ت)

اور وہ جب خود جمعہ پر واجب نہ تھا تو خدا بخش جس نے ضمانت کی اور اقرار نامہ پر یوں دستخط کئے کہ بموجب اقرار نامہ نوشتہ جمعہ جی میں خدا بخش ضامن ہوں مجھ کو یہ ضمانت منظور ہے یہ ضمانت بھی محض باطل و بے اثر ہُوئی کہ جب اصل ہی پر مطالبہ نہیں ضامن پر کیا ہوگا،

کما ھو فی ردالمحتار عن البحر عن البدائع اما شرائط المکفول بہ فالاول ان یکون مضمونا علی الاصیل الخ[2]

جیسا کہ ردالمحتار میں بحر سے بحوالہ بدائع منقول ہے کہ مکفول بہ کی شرطوں میں سے پہلی یہ ہے کہ وُہ اصل پر قابلِ ضمان ہو الخ (ت)

درمختار میں ہے:

شرطھا فی الدین کونہ صحیحا لاضعیفا کبدل کتابۃ فمالیس دینا بالاولٰی نہر[3]

دَین میں کفالہ کی شرط یہ ہے کہ وہ دَین صحیح ہو ضعیف نہ ہو جیسے بدل کتابت، اور جو دَین ہی نہیں اس کی کفالت بدرجہ اولٰی صحیح نہیں، نہر۔ (ت)

البتہ جمعہ کے حق میں اولٰی یہ ہے کہ اگر کوئی عذر صحیح نہ ہو تو اپنا وعدہ پُورا کرے فان الوفاء من مکارم الاخلاق (کیونکہ وعدہ کو پُورا کرنا اعلٰی اخلاقِ کریمانہ میں سے ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۹۰: از ریاست رام پور مرسلہ سید محمد انوار حسین متوطن قدیم قصبہ کندر کی حال مقیم ریاست رام پور ۲۵ جمادی الاولٰی ۱۳۲۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، بحضرت اقدس علامہ محقق و فہامہ مدقق فاضل بریلی دام فیضہم العالی

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۹۱

[2] ردالمحتار کتاب الکفالۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۵۱

[3] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۵۹

Marfat.com

علیٰ کافۃ المسلمین، السلام علیکم ۔ بصد ادب حضور والا میں عرض پرداز ہوں کہ حضور نے تین فتوے متعلق استغراق جائداد عطا فرمائے جو عدالت دیوانی ریاست رام پور میں پیش کئے گئے جن کی بنیاد پر جناب مفتی صاحب عدالت دیوانی ریاست رام پور نے بحوالہ فتووں حضور کے ڈگری بحق مدعا علیہ کے صادر فرمائی اور یہ تجویز فرمایا (یہ مقدمہ بربنائے کفالت مستاجری دائر ہے کہ مدعی نے مدعا علیہ کی مستاجری میں اپنی جائداد مکفول کی تھی لہٰذا سب سے پہلے اس امر کا انفصال ضروری ہے مدعا علیہ نے جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے چند فتوے پیش کئے ہیں فاضل بریلوی نے اس امر کو ثابت کیا ہے کہ ایسی کفالت بالمال جو اس مقدمہ میں زیر بحث ہے شرعاً ناجائز ہے منجانب مدعی ان کی تردید میں کوئی شرعی استدلال یا حکم ریاست پیش نہیں کیا، عدالت نے مسائل شرعیہ پر غور کیا تو فتوی پیش کردہ مدعا علیہ صحیح و لائق پابندی ہیں، پس ایسی حالت میں جبکہ کفالت مذکورہ بھی جائز نہیں تو مدعی نے جو روپیہ بوجہ کفالت مذکور داخل سرکار کیا ہے اس کا دین دار مدعا علیہ شرعاً نہیں ہوسکتا اور دفعہ ۱۷، ۹، قانون حامدیہ مفید مدعی نہیں ہے بلکہ صورت مقدمہ سے غیر متعلق ہے) لچھمی نرائن مدعی ناکامیاب نے بناراضی تجویز مفتی صاحب دیوانی اپیل دائر کیا اور عدالت اپیل میں ایک فتوی حضور والا کا اس تائید میں پیش کیا کہ ایسی کفالت شرعاً جائز ہے اور اپنے سوال میں چند واقعات غیر صحیح تحریر کرکے جناب والا سے فتوی حاصل کیا سوال مذکور میں جو امور خلاف واقعہ درج کئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) دفعہ ۹، آئین حامدیہ کا یہ مضمون تحریر کیا ہے کہ صیغہ مال میں جو شخص مطالبہ سرکاری کی ضمانت کرکے روپیہ سرکار میں داخل کرے اس کو اصل مستاجر پر دعوی رجوع کرکے زر مدخلہ اپنا وصول کرنے کا اختیار حاصل ہے یہ مضمون دفعہ ۹، آئین حامدیہ کا ہرگز نہیں ہے بلکہ دفعہ مذکور تابع دفعہ ۷، ۸، کے ہے دفعہ ۷، کا منشا یہ ہے کہ جب کوئی جائداد مستاجر مکفول کرے تو مالک جائداد کو حق عذرداری کا مابین میعاد پندرہ روز حاصل ہے اور جب استغراق منظور ہوجائے تو حسب منشاء دفعہ ۹، بعد منظوری ضمانت کے استغراق کی نسبت کسی شخص کی عذرداری بارجاع نالش کسی عدالت میں قابل سماعت نہ ہوگی البتہ بمقابلہ مالگزاری کے عذردار مجاز دعوی ہرجہ کا عدالت دیوانی میں حسب ضابطہ ہوسکتا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر مستاجر کسی شخص کی جائداد بلا اس کی مرضی کے خود مکفول کردے تو مالک جائداد بعد منظوری واگذاشت کی نالش نہیں کرسکتا بلکہ ہرجہ کی نالش کرسکتا ہے یہاں ایسا نہیں ہے کیونکہ مالک جائداد نے خود اپنی جائداد مکفول کرائی ہے جیسا کہ مفتی صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ دفعہ ۹، آئین حامدیہ متعلق نہیں۔

(۲) سائل نے اپنے سوال میں یہ بھی تحریر کیا ہے کہ عمرو نے ضمانت اپنی جائداد سے کی جس کا مفہوم ہوتا ہے کہ عمرو نے ضمانت کی حالانکہ عمرو نے ضمانت نہیں کی ہے بلکہ اپنی جائداد کو مکفول کرایا ہے کفالت نامہ

Marfat.com

کی نقل شامل عرضداشت ہذا ہے اس کے ملاحظہ سے واضح ہے کہ عَمرو نے ضمانت نہیں کی ہے بلکہ جائداد کو مکفول کرایا ہے۔

(۳) تیسرا مضمون سوال میں یہ غلط ظاہر کیا ہے کہ زید کا یہ عذر ہے کہ کفالت بالمال شرعاً ناجائز ہے مجھ مدعا علیہ کا ہرگز عذر نہیں ہے بلکہ میرا عذر یہ ہے کہ کسی مطالبہ کی بابت جائداد کو مکفول کرانا شرعاً ناجائز ہے یعنی ضمانت میں جائداد کا استغراق کرانا شرعاً ناجائز ہے۔

(۴) چوتھا مضمون سوال میں یہ بھی خلاف درج کیا ہے کہ زید کی درخواست پر عَمرو نے اس کی ضمانت مستاجری اپنی جائداد سے کی، یہ واقعہ بالکل غلط ہے، مفتی صاحب نے اس واقعہ کو ثابت شدہ نہیں قرار دیا ہے اس غلط اور غیر مطابق سوال کی بنیاد پر حضور نے یہ تجویز فرمایا ہے کہ کفالت بالمال شرعاً ناجائز ہے لہٰذا حضور والا میں نقول ہرسہ فتاویٰ حضور جو سادہ کاغذ پر ہے اور نقل فیصلہ جناب مفتی صاحب دیوانی اور نقل فتویٰ آخر جو باضابطہ عدالت سے حاصل کیا گیا ہے اور نقل اقرار نامہ کفالت اور قانون آئین حامدیہ معطوفہ عرضداشت ہذا درگاہِ والا میں پیش کرکے امیدوار ہوں کہ حضور ہرسہ فتوی سابق و فتوی مابعد پر نظر ثانی فرما کر اور فیصلہ مفتی صاحب دیوانی و نقل اقرار نامہ کفالت و دفعہ ۷، لغایت ۹، قانون مذکور ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمائیں کہ ہرسہ فتاوی سابق پیش کردہ انوار حسین مدعا علیہ مطابق نالش مدعی ہیں یا فتوی آخر پیش کردہ لچھمی نرائن مدعی متعلق مقدمہ ہے اور عذر مدعا علیہ کا شرعاً قابلِ منظوری ہے یا عذر مدعی کا؟ زیادہ حدِ ادب۔

الجواب

دارالافتاء دارالقضا نہیں، یہاں کوئی تحقیق واقعہ نہیں ہوتی، صورتِ سوال پر جواب دیا جاتا ہے، سوال اخیر کے حضور احمد خاں رامپوری ملازم کچہری بریلی منصرم نقل نے پیش کیا (جسے اس سوال حال و ملاحظہ تجویز مفتی صاحب و دیگر کاغذات مدخلہ سائل نے بتایا کہ ہندو مدعی کا سوال تھا اور اسی مقدمہ سے متعلق جس کی نسبت کئی سوال منشی سید انوار حسین مدعی رامپوری نے بوساطت مرزا نظیر بیگ صاحب سابق نائب تحصیلدار بریلی دارالافتاء میں پیش کئے اور ۹، ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ کو جواب دئے گئے تھے) اس میں یہ تھا کہ زید نے عَمرو سے درخواستِ ضمانت کی اور عَمرو نے اسکی درخواست پر اسکی ضمانت کی اور زید کفالت بالمال کو ناجائز کہتا ہے اس میں حکم کیا ہے، اس کا جواب یہی تھا کہ کفالت بالمال یقیناً صحیح ہے اور جبکہ کفیل حسبِ درخواست مکفول عنہ ضامن ہُوا تو بلاشبہہ مطالبہ زرادا کردہ کرسکتا ہے اپنی جائداد سے دو لفظ سوال میں فضول تھا کہ جب عمرو زید کی درخواست پر ضامن ہُوا یعنی اپنا ذمہ زید سے ضم کیا ضمانت مکمل ہوگئی خواہ زرنقد سے کی ہو یا جائداد سے یا صرف زبانی، تینوں طریقے رائج ہیں، اور اصل وہی ضم ذمہ ہے اس کے

Marfat.com

بعد نہ زرنقد داخل کرنے کی ضرورت نہ جائداد کی ضرورت نہ ان کے ہونے سے ضمانت میں کوئی خلل کہ یہ ایک امر زائد غیر متعلق ہیں۔ ہندو مدعی نے سائل ایک مسلمان کو ٹھہرایا اور اصلاً پتہ نہ دیا کہ سوال اس مقدمہ سے متعلق ہے کہ سال گزشتہ جس کی نسبت دارالافتاء سے فتوٰی جاچکا ہے، نہ سوالات سابقہ و سوال مدعی میں مفصل صورت واقعہ یکساں بتائی گئی تھی جس سے دونوں کا خصومت واحدہ سے تعلق ظاہر ہوتا اور علمائے کرام نے ہمیں حکم دیا ہے کہ جس عقد کا سوال میں ذکر ہوا سے صحت پر محمول کرکے جواب دیا جائے۔ وجیز امام کردری میں ہے:

لوسئل عن صحته یفتی بصحته حملا علی استیفاء الشرائط اذ المطلق یحمل علی الکمال الخالی عن موانع الصحة۔[1]

اگر کسی عقد کی صحت سے متعلق سوال کیا جائے تو تمام شرائط کے پائے جانے پر محمول کرتے ہوئے اس کی صحت کا فتوٰی دیا جائے گا کیونکہ مطلق کو ایسے کمال پر محمول کیا جاتا ہے جو موانع صحت سے خالی ہو۔ (ت)

دو سوالوں میں ایسا اختلاف ہونے سے جواب مختلف ہوجانا لازم ہے جس کی ذمہ داری اس پر ہے جس نے سوال مجمل یا غلط پیش کیا، فتاوٰی خیریہ میں ایسے ہی اختلاف سوال کے بارے میں کہ علامہ رملی سے ایک بار سوال ایک طور پر ہوا دوبارہ اس کے خلاف تھا ارشاد فرمایا:

لا شك فی ان المفتی انما یفتی بما الیه السائل ینهی۔[2]

اس میں کوئی شک نہیں کہ مفتی اسی پر فتوٰی دیتا ہے جو خبر سائل اس کے پاس پہنچائے۔ (ت)

نیز دوبارہ ایسے ہی واقعہ میں فرمایا:

السوال الاول لم یذکرلنا فیه ان الاجارة وقعت علی تناول الخراج و نحوہ من الاعیان ومسئلتنا فیه عن الاجارة مطلقا فانصرفت الی تملك المنفعة وقسمنا الاحکام علی الصحیحة والفاسدة

پہلے سوال میں ہمارے لئے اس بات کا ذکر نہیں کیا گیا تھا کہ اجارہ خراج یا اس کی مثل اعیان کے حصول پر موقوف ہے بلکہ اجارہ مطلقہ کے بارے میں سوال کیا تھا تو وہ تملک منفعت کی طرف لوٹا اور ہم نے احکام کو دو قسموں یعنی صحیح اور فاسد پر تقسیم کیا

---

[1] فتاوٰی خیریۃ بحوالہ البزازیۃ کتاب الصلح دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۱۰۳
فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ " الفصل السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۵۲، ۵۱
[2] فتاوٰی خیریۃ کتاب الوکالۃ دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۴۹

Marfat.com

اما حیث کان الواقع انها علی اتلاف الاعیان فھی باطلۃ۔[1]

مگر جب وہ اعیان کے اتلاف پر واقع ہوا ہے تو وہ باطل ہے۔ (ت)

اسی کے ایک تیسرے واقعہ میں ہے:

قد یختلف الجواب باختلاف الموضوع المرفوع لاھل الفتوٰی فلا اعتراض علی المجیب فی الجواب۔[2]

کبھی فتوٰی پوچھنے والوں کے موضوع مرفوع میں اختلاف کی وجہ سے جواب مختلف ہوجاتا ہے اس لئے اس جواب میں مجیب پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا (ت)

اسی میں ایک چوتھے واقعہ پر ہے:

قد استفتی فی ھذہ الحادثۃ بما ھو مختلف الموضوع فی السوال فاختلف الجواب بسبب ذٰلک فلا یتوھم معارضۃ الافتاء فیہ۔[3]

تحقیق اسی حادثہ میں سوال میں مذکور موضوع سے مختلف صورت میں فتوٰی پوچھا گیا تھا لہذا اسی سبب سے جواب مختلف ہوا چنانچہ اس میں افتاء کے معارضہ کا وہم نہ کیا جائے۔ (ت)

ان سب ارشاداتِ شریفہ کا حاصل یہ ہے کہ پہلے اور طرح سوال کئے گئے تھے پچھلے سوال ان کے خلاف تھے لہذا جواب مختلف ہوئے کہ مفتی اسی پر فتوٰی دے گا جو اس کے سامنے پیش کیا جائے گا اس سے کوئی فتووں میں تعارض کا وہم نہ کرے، ہاں اگر اسی وقت معلوم ہوتا کہ یہ سوالِ مدعی اسی مقدمہ سوالات سابقہ سے متعلق ہے جس میں اس نے صورت واقعہ غلط لکھی ہے تو ہرگز جواب نہ دیا جاتا کہ جب مفتی کو سوال کا خلافِ واقع ہونا معلوم ہوجائے تو حکم ہے کہ جواب نہ دے۔ عقود الدریہ میں ہے:

اذا علم المفتی حقیقۃ الامر ینبغی لہ ان لا یکتب للسائل لئلا یکون معینا لہ علی الباطل۔[4]

جب مفتی کو معاملہ کی حقیقت معلوم ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ (جھوٹے) سائل کے لئے فتوٰی نہ لکھے تاکہ وہ باطل پر اس کا مددگار نہ ہو۔ (ت)

ملاحظہ کفالت نامہ تجویز سے ظاہر ہے کہ سوال مدعی محض غلط وفریب ہے اس میں ضمانت اپنی جائداد

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الاجارۃ دارالمعرفۃ بیروت ۲/۱۳۶
[2] " " " ۱/۱۵۹
[3] " " " ۱/۱۸۳
[4] العقود الدریۃ فوائد فی آداب المفتی قبل کتاب الطہارۃ ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/۳

Marfat.com

سے کرنے کے یہ معنی نہیں کہ عمرو ضامن ہوا اور زیادت وثوق کو اپنی جائداد پیش کی جس کا حکم وہ تھا کہ ضمانت جب زید کی درخواست پر ہے بلاشبہہ صحیح ہوگئی کہ ذکر جائداد نہ ہونا فضول ہے بلکہ یہ معنی ہے کہ آپ ضمانت نہ کی جو اپنا ذمہ مشغول نہ کیا خود نفس جائداد کو کفیل بنایا یہ قطعاً باطل محض ہے جیسا کہ جوابات سابقہ میں روشن کردیا گیا مدعی نے کفالت بالمال کو پوچھا اس کا جواب قطعاً یہی تھا کہ صحیح ہے، اب ملاحظہ کاغذات سے ظاہر ہوا کہ یہ اس کی غلط بیانی ہے یہاں صورت واقعہ کفالت بالمال نہ تھی جسے شرع میں کفالت بالمال کہتے ہیں اور اس سے جو معنی خادمانِ شرع سمجھتے ہیں کہ مال مکفول بہ ہو یعنی وہ چیز جس کا مطالبہ کفیل نے اپنے ذمہ لیا بلکہ یہاں کفالت المال باضافت الی الفاعل تھی یعنی خود مال وجائداد کسی مطالبہ کی کفیل ہو یہ قطعاً باطل ہے اور وہ قطعاً صحیح ۔ لاجرم فتوی کہ مدعی نے غلط بیانیوں سے حاصل کیا ہرگز متعلق مقدمہ نہیں متعلق مقدمہ وہی فتاوٰی سابقہ مدخلہ مدعا علیہ ہیں اور عذر مدعی باطل محض اور عذر مدعا علیہ صحیح و واجب القبول ہے واللہ تعالٰی اعلم

Marfat.com

کتاب الحوالہ

(حوالہ کا بیان)

مسئلہ ۲۹۱ از خیر آباد ضلع سیتا پور محلہ میانسرائے مدرسہ عربی قدیم مرسلہ سید فخر الحسن صاحب اوائل رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ میں کہ مسمّی زید سُنّی و حنفی المذہب ہے اور نسبت حرام و ناجائز ہونے لین و دین سودی و جملہ کارروائی متعلقہ معاملہ سُود کے اپنے ملّت کے موافق عقیدہ رکھتا ہے، اتفاق زمانہ سے ایک ضرورت نے زید کو ایسا مجبور کیا کہ باوجود عقیدت و حرمت معاملہ سودی مبلغ پانچہزار روپیہ بحساب ۱۲ فیصدی ماہواری سود زید نے مسمی منو سنگھ مہاجن سے قرض لئے بوجہ حاجتمندی زید کے مہاجن مذکور نے دستاویز میں یہ شرط تحریر کرائی کہ ڈیڑھ سال کے وعدہ پر یہ روپیہ دیا جاتا ہے ششماہی وار سُود ادا کرنا ہوگا بصورت عدم ادائے سود ششماہی وہ زر سود شامل اصل ہوکر سود در سود دینا پڑے گا اگر زید اندر ڈیڑھ سال زر اصل دینا چاہے گا تو سود پورے ڈیڑھ سال کا لیا جاوے گا تحریر دستاویز کے ایک ماہ بعد زید کو اس قدر روپیہ مل گیا کہ پانچہزار روپیہ زر اصل و چھ سو نواسی روپیہ ایک آنہ زر سود ڈیڑھ سال جملہ صمـ سمالعـ اصل و سود دے کر منو سنگھ مہاجن سے دستاویز واپس لے لے مگر زید کو یہ پریشانی لاحق ہے کہ مہاجن کا روپیہ صرف یک ماہ میرے پاس رہا ہے جس کا سُود صرف ہـ ہوتے ہیں بجائے اس کے سمالعـ دے کر سماھـ کا تاوان اٹھانا پڑتا ہے زید نے اپنی

Marfat.com

پریشانی کی کیفیت مسمیان محمود قوم سید و بدری پرشاد کھتری مہاجن سے بیان کی، مسمی محمود نے یہ صلاح دی کہ بالفعل اس روپیہ سے ٹھیکہ داری یا تجارت کی جائے اور بعد انقضائے ایک سال و پانچ ماہ بقیہ مدت مندرجہ دستاویز سلسلہ ٹھیکہ داری وغیرہ منقطع کرکے اور منوسنگھ مہاجن کا قرضہ ادا کرکے دستاویز واپس کرلی جائے امید ہے کہ ٹھیکہ داری یا تجارت کے ذریعہ سے مقدار تاوان [illegible] سے زائد منفعت حاصل ہوجائیگی مسمی بدری پرشاد مہاجن یہ مشورہ دیتا ہے کہ سلسلہ ٹھیکہ داری یا تجارت قائم کرنے میں احتمال نفع و نقصان دونوں قسم کا ہے نقصان کی صورت میں جائداد موجود کے جو ظاہری ذریعہ ہے تلف ہوجانے کا اندیشہ ہے پس اگر شریعت اجازت دے تو مبلغ پانچہزار زر اصل اور [illegible] زر سود یکماہہ جملہ [illegible] جو اس وقت آپ کے واجب الادا ہیں مجھ کو دے کر قرضہ کی اُترائی مجھ پر کرا دیجئے اب منوسنگھ میرے ذمہ عائد ہوجائیگا میں شخص مہاجنی پیشہ ہوں مبلغ [illegible] جو آپ سے ملیں گے اس کو سودی قرضہ میں لگا کر تھوڑے عرصہ میں کل روپیہ [illegible] پورا کرکے اور منوسنگھ کو دے کر دستاویز واپس کرلوں گا یہ ایسی تدبیر ہے جس سے آپ کو قرضہ سے سبکدوشی بھی ہوجائے گی اور جائداد موجودہ کا بھی کچھ نقصان نہ ہوگا بلکہ اس حیلہ میں یہ نفع ہوگا کہ آپ جس قدر دینے [illegible] زر سود کے مواخذہ میں مبتلا ہوتے اس سے محفوظ رہیں گے بظاہر مشورت مسمی بدری پرشاد مناسب اور موجب منفعت دینی و دُنیوی معلوم ہوتی ہے لہذا استصواب ہے کہ مسمی زید کو بروئے ملت حنفیہ و شریعت غرا مشورہ بدری پرشاد پر عمل کرنا جائز ہے یا اس صورت میں علاوہ مواخذہ سود دینے کے مواخذہ سودخوری مبتلا ہونا ہوگا، جواب تفصیلی بحوالہ کتب ملت حنفیہ بہت جلد ارقام فرمایا جائے کہ اس مسئلہ کے دریافت ہونے کی سخت ضرورت درپیش ہے نیز یہ بھی ہدایت فرمایا جائے کہ اگر زید کو صرف دو ہزار روپیہ مل جائے اور موافق مشورہ بدری پرشاد کے بقدر مبلغ دو ہزار روپیہ کے قرضہ کی اُترائی بدری پرشاد پر کردی جائے تو اس صورت میں وہی حکم ہوگا جو کل قرضہ کی اُترائی میں ہوگا یا اس کے علاوہ کچھ دوسرا حکم ہوگا؟

الجواب

قرض تحویل کرا دینے کی رائے بالکل خیر ہے زید اس دوسرے ہندو کو پانچ ہزار اڑتیس خالص قرض کی نیت سے دے پانچہزار سے جتنا زیادہ دیتا ہے اس میں پہلے ہندو کے سود کی نیت نہ کرے پھر پہلے ہندو سے کہہ کر اس کا قرضہ دوسرے پر اتروا دے اور اس میں قانونی احتیاط کرلے کہ دھوکا نہ پائے یوں بالکل سُود دینے سے زید بچ جائے گا چالیس پچاس روپیہ جو زیادہ جائے گا وُہ یوں ہوگا کہ قرض دیا تھا اور مارا گیا یا قرضدار پر چھوڑ دیا سود دینے میں محسوب نہ ہوگا۔ رہا یہ کہ وہ دوسرا ہندو اس روپے کو سُود پر چلائے گا یہ اس کا فعل ہے بلکہ تنہا اس کا بھی فعل نہیں جب تک اسے کوئی قرض لینے والا نہ ملے تو اس کا الزام زید پر نہیں

Marfat.com

آسکتا ہے،

قال تعالٰی لا تزر وازرۃ وزر اخری[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: کوئی بوجھ اٹھانے والا نفس دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

انما المعصیۃ بفعل المستاجر و ھو مختار فیہ فقطع نسبتہ عنہ[2]

بیشک گناہ تو مستاجر کے فعل سے ہے اور وہ مختار ہے (مکرہ نہیں) لہذا اس کی نسبت مالک مکان سے منقطع ہوگئی۔ (ت)

یُوں ہی اگر بعض قرض کے ساتھ ایسا کرسکے تو بعض ہی سے سہی کہ جتنی معصیت سے بچے یا جتنا مال حرام میں دینے سے محفوظ رہ سکے اس قدر کی تدبیر واجب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۲ از خیر آباد مقام مذکور مرسلہ مولوی سید فخر الحسن صاحب ۱۹ شوال ۱۳۲۷ھ

شریعت پناہ جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب ادام اللہ تعالٰی فیوضکم، تسلیم!

اپنی بے استعدادی کو مجبوری میں جائے پناہ اگر نظر آتی ہے تو صرف ذات بابرکات قدسی صفات عالی ہے لہذا باوجود وقوف عدم الفرصتی تکلیف دہی والا پر مجبور ہوکر نہایت ادب سے معافی کا مترصد ہوں استفتا منسلک عریضہ ہذا اولا حضور اقدس میں بھیجا تھا دیررسی جواب کی وجہ سے اس کی نقل رامپور بھی بھیجی تھی پیشگاہ والا سے جواز صورت مسئولہ کا حکم پاکر سائل کو ہدایت تدبیر فراہمی روپیہ کی کی گئی تھی کہ ؎

قسمت کو دیکھئے کہ کہاں ٹوٹی جاکمند

دو چار ہاتھ جبکہ لبِ بام رہ گیا

پورے روپے کی تدبیر نہ ہونے پائی تھی کہ رامپور سے جواب خلافِ حکمِ والا ملا، یہ امر میرے عرض کرنے کا محتاج نہیں ہے کہ امور خیر و اصلاح کار میں بھی کچھ وساوس و ابلیس آدم رو و مانع پیش آتے ہیں صاحب معاملہ کے خیالات و جوابات رامپور سے ایسے تبدیل کئے گئے کہ وُہ کہتا ہے کہ جب تک رامپور کی تردید میں براہین قاطعہ و دلائل مستحکم از روئے ملت حنفیہ نہ دیکھوں گا کسی طرح جواز تحویل کو تسلیم نہیں کرسکتا مجھ ہیچمدان کو بجز اس کے کہ ذات بندگان عالی سے پناہ چاہوں کوئی چارہ کار نہیں ہے لہذا نقل جوابات مرسلہ علمائے رامپور

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴

[2] الہدایۃ کتاب الکراہیۃ فصل فی البیع مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۷۰

Marfat.com

ارسال خدمت کرکے گزارش ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو کمترین کو اس ضغطہ سے نجات دیجئے ؎

پناہ جو بدرت آدم بعجز و نیاز — کہ آستانِ تو حاجت روائے من باشد

(پناہ ڈھونڈتے ہُوئے عجز و نیاز کے ساتھ تیرے دروازے پر آیا ہُوں تاکہ تیرا آستانہ میرا حاجت روا بن جائے۔ ت)

زیادہ بجز تمنائے حصول قدمبوسی کے کیا عرض کروں، عریضہ ادب کمترین فخر الحسن عفاعنہ از خیرآباد ۱۹ شوال ۱۳۲۷ھ۔

(جواب علمائے ریاست رامپور)

الجواب واللہ سبحٰنہ موفق للصدق والصواب (اللہ سبحانہ وتعالٰی سچائی اور درستگی کی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔ ت) ایسی صورت میں زید کو بروئے ملت حنفیہ مشورہ بدری پرشاد پر عمل ناجائز و حرام ہے بیشک اس صورت میں علاوہ مواخذہ سُود دینے سے مواخذہ سود خوری میں مبتلا ہونا ہے، تفصیل یہ ہے کہ زید کا مبلغ صمہ بدری پرشاد کو دے کے منوسنگھ کے قرضہ کی اترائی بدری پرشاد پر کردینے کے معنی بظاہر یہ ہیں کہ زید مبلغ صمہ بدری پرشاد کو اس شرط پر قرض دے کہ وُہ منوسنگھ والے قرض مبلغ صمہ للعہ ۱ر ذمگی زید کو زید کی طرف سے ادا کرکے دستاویز واپس لے لے اور منوسنگھ کے دین کو بدری پرشاد پر حوالہ کردے،

قال فی تنویر الابصار فی تفسیر الحوالۃ ھی نقل الدین من ذمۃ المحیل الی ذمۃ المحتال علیہ[1] انتھی۔

تنویر الابصار میں حوالہ کی تفسیر میں کہا کہ وہ دین کو محیل کے ذمہ سے محیل علیہ کے ذمہ کی طرف منتقل کرنا ہے انتہی۔ (ت)

تو بدری پرشاد کا صمہ ۱ر لے کے اور سالعہ ۱۲ ۱ر بڑھا کے صمہ للعہ ادا کرنا زید کو سالعہ ۱۲ ۱ر سود دینا ہے کیونکہ یہ سالعہ ۱۲ ۱ر جو بدری پرشاد زید کی طرف سے منوسنگھ کو ادا کرے گا یہ رقم کسی مال کے عوض میں ثابت نہیں ہوتی تو بالضرور زید کے صمہ ۱ر قرض دئے ہوئے روپوں کا نفع ہوگا،

وفی الاشباہ کل قرض جر نفعا حرام انتھی درمختار[2]، فی جواھر الفتاوی اذا کان مشروطا صار قرضا فیہ منفعۃ

اشباہ میں ہے کہ جو قرض نفع کھینچے وُہ سود ہے انتہی (درمختار)، جواہر الفتاوٰی میں ہے کہ اگر وہ مشروط ہو تو ایسا قرض ہوگا جس میں نفع ہو اور

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار — کتاب الحوالہ — مطبع مجتبائی دہلی — ۲/ ۶۹

[2] " — فصل فی القرض — " " " — ۲/ ۴۵

Marfat.com

وھو ربا انتھی شامی[1]، قال فی الکفایۃ الربٰو فی الشرع عبارۃ عن فضل مال لایقابلہ عوض فی معاوضۃ مال بمال[2] انتھی۔

وہ سود ہے انتھی (شامی)، کفایہ میں کہا سود شرع میں اس مالی زیادتی کو کہتے ہیں جس کے مقابل کوئی عوض نہ ہو جبکہ یہ مالی معاوضات میں ہو انتھی (ت)

اور اس صورت میں سود دینے کا مواخذہ تو ظاہر ہے کیونکہ سالعلہ ار جو منجانب زید منو سنگھ کو پہنچیں گے یہ رقم سود ہے جو زید نے اپنے ذمہ دین تسلیم کرکے بدری پرشاد پر حوالہ کئے، غایت یہ ہے کہ زید نے خود نہیں دئے دلوائے اور چونکہ بر تقدیر صرف دو ہزار کی اترائی کے موافق شرط مذکور بقدر دو ہزار کے سود بھی بدری پرشاد اپنے پاس سے ادا کرے گا تو اس صورت میں وہی وجہ عدم جواز کی ہے جو پہلی صورت میں تھی لہذا یہ اور وہ دونوں ناجائز ہیں، ھذہ صورۃ الجواب واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

المجیب فقیہ الدین عفاعنہ

اصاب من اجاب
محمد معز اللہ مدرس مدرسہ عالیہ رامپور

ذٰلک کذٰلک
محمد منور علی (مہر)

ذٰلک کذٰلک
محمد عنایت اللہ عفی عنہ

الجواب صحیح والرای نجیح واللہ تعالٰی اعلم
محمد لطف اللہ (مہر)

الجواب الجواب واللہ سبحانہ اعلم بالصواب
ابوالافضال محمد فضل حق

بیشک صورت مذکورہ میں دونوں صورتیں ناجائز ہیں فقط
ہدایت اللہ خاں ولد حافظ عنایت اللہ خاں

استفتاء

برضمیر معدلت پیرائے ارباب شریعت غرا مخفی مباد کہ ایک سوال کے دو جواب متضاد موصول ہوئے یعنی حضرات دار الافتاء اہلسنت وجماعت بریلی نے جواز صورت مسئولہ کا حکم دے کر بنظر عمل بالخیر ہونے کے اس امر کو واجب العمل فرمایا اور حضرات علمائے رامپور نے اس امر واجب العمل کو ناجائز وحرام تحریر فرمایا ہے زیادہ مصیبت یہ ہے کہ جس ضرورت کے واسطے استفتاء کیا گیا تھا اس کا کچھ چارہ کار نہیں بتلایا حالانکہ بفحوائے الدین یسر پیرو ملت اسلام کے واسطے آسانی کا دروازہ کھول دیا گیا ہے اب نہایت ضرور ہوا کہ منجملہ ہر دو جوابات کے ایک جواب غلط ہو کر اس کی غلطیاں براہین قاطعہ سے

---

[1] ردالمحتار فصل فی القرض دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۸۴
[2] الکفایۃ مع فتح القدیر باب الربٰو مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/۱۴۷

Marfat.com

ثابت کی جائیں اور بعد قائم ہو جانے امرِ حق کے اس کی تعمیل کی ہدایت فرمائی جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب، بملاحظہ مولانا المکرم جناب مولوی سید محمد فخر الحسن صاحب اکرمکم اللہ تعالٰی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

نوازش نامہ اس وقت تشریف لایا اہالی دار الافتا بعزم آرہ شاہ آباد جلسہ مدرسہ فیض الغربا پابرکاب ہیں اجمالی جواب فوری گزارش ہے کہ تکلیفِ انتظار بھی نہ ہو اور ایک مسلمان کہ سُود کی بلا سے بچتا ہے مبادا تاخیر میں وہ معاملہ ہاتھ سے نکل جائے اگر ضرورت ہوگی اِن شاء اللہ تعالٰی اور تفصیل کر دی جائیگی وباللہ التوفیق۔

مولٰنا آپ نے بنظر عجلت سوال وہاں ارسال فرمایا اگر یہ جواب لکھ کر بھیجتے تو مامول تھا کہ ان صاحبوں کی نظر لغزش نہ کرتی بطور خود زلّت نظر بعید نہیں مگر بعد علم بالحق مخالفت مظنون نہیں ہوتی الا من عنَدَ وھواہ عَبدَ (سوائے اس شخص کے جو عناد اختیار کرے اور اپنی نفسانی خواہش کی پرستش کرے۔ت) ان صاحبوں کا بڑا منشاء غلط یہ ہے کہ بعد اس حوالہ کے بھی زید ہی کو مدیون سمجھے ہوئے ہیں اور وہ دوسرا ہندو جو ادا کرے گا اسے زید کی طرف سے ادا کرنا گمان کر رہے ہیں کہ لکھتے ہیں بدری پرشاد منوسنگھ والے قرضہ ذمگی زید کو زید کی طرف سے ادا کرکے دستاویز واپس لے نیز لکھتے ہیں یہ سالعہ ۱۲ بدری پرشاد زید کی طرف سے منوسنگھ کو ادا کرے گا نیز لکھتے ہیں سالعہ ۱۲ منجانب زید منوسنگھ کو پہنچیں گے ان کے سارے خیالات کا مَنبع بلکہ سراپا تحریر کا محصل یہی زعم ہے اور وہ اصلاً صحیح نہیں حوالہ میں (جسے قرضہ کی اترائی کہتے ہیں) اصل مدیون (جسے محیل کہتے ہیں) دَین سے بری ہو جاتا ہے دَین اس پر نہیں رہتا اس دوسرے پر ہو جاتا ہے جس نے اپنے اوپر لیا (جسے محتال علیہ کہتے ہیں) محتال علیہ وہ دین محیل کی طرف سے ادا نہیں کرتا بلکہ خود اپنے اوپر کا دین دائن کو (جسے محتال و محتال لہ کہتے ہیں) دیتا ہے۔

تنویر الابصار میں ہے:

الحوالۃ نقل الدین من ذمۃ المحیل الی ذمۃ المحتال علیہ[1]۔ حوالہ محیل کے ذمہ سے دین کو محتال علیہ کے ذمہ کی طرف منتقل کرنے کا نام ہے (ت)

نہر الفائق پھر عالمگیریہ میں ہے: ھو الصحیح[2]۔

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الحوالۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۶۹

[2] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ النہر الفائق " نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۲۹۵

Marfat.com

تنویر میں ہے :

بریٔ المحیل من الدین بالقبول[1]

محتال علیہ کی طرف سے قبول کے بعد محیل قرض سے بری ہوجاتا ہے۔ (ت)

فتح القدیر و درمختار میں ہے :

ھل توجب البراءۃ من الدین المصحح نعم[2]

کیا حوالہ دَین صحیح سے برارت کا موجب ہے، جواب ہاں۔ (ت)

محیط سرخسی و فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے :

اما احکامھا فمنھا براءۃ المحیل عن الدین[3]

حوالہ کے احکام میں سے ایک یہ ہے کہ محیل قرض سے بری ہوجاتا ہے۔ (ت)

یہاں تک کہ اب اگر دائن اصل مدیون کو دَین بخش دے یا معاف کرے تو باطل ہے کہ جو دَین اس پر رہا ہی نہیں اس کی بخشش یا معافی کیا معنی، اور اگر محتال علیہ کو معاف کردے معاف ہوجائے گا۔ فتاوٰی ظہیریہ و فتاوٰی ہندیہ میں ہے :

فلو ابرأ المحتال المحیل عن الدین او وھبہ لہ لایصح علیہ الفتوی[4]

اگر محیل کو محتال علیہ قرض سے بری کرے یا قرض اس کو ہبہ کرے تو صحیح نہیں، اسی پر فتوٰی ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے :

اجماع علی ان المحتال لو ابرأ المحال علیہ من الدین او وھبہ منہ صح ولو ابرأ المحیل او وھبہ لم یصح[5]

اس پر اجماع ہے کہ اگر محتال محتال علیہ کو قرض سے بری کردے یا اس کو قرض ہبہ کردے تو صحیح ہے اور اگر محیل کو بری کیا یا اس کو قرض ہبہ کیا تو صحیح نہیں۔ (ت)

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الحوالہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۶۹

[2] درمختار بحوالہ فتح القدیر " " ۲/ ۶۹

[3] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ المحیط السرخسی " الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۲۹۶

[4] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ الظہیریہ " " " " ۳/ ۲۹۶

[5] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۸۸

Marfat.com

ولہذا اب اگر اصل مدیون اس اترے ہوئے دَین کے بدلے کوئی چیز دائن کے پاس رہن رکھے صحیح نہیں کہ دَین اس پر رہا ہی نہیں یہ رہن کاہے کے عوض رکھتا ہے، کافی شرح وافی پھر عالمگیریہ میں ہے:

لو احال بدینه فرهن لا یصح[1]۔

اگر محیل نے قرض پر کسی کا حوالہ کردیا پھر دائن کے پاس کچھ رہن رکھا تو صحیح نہیں۔ (ت)

اور اگر پہلے سے اس دَین کے بدلے کوئی رہن دائن کے پاس رکھا ہوا تھا حوالہ ہوتے ہی دائن سے واپس لے لے گا کہ اب دَین اس پر نہ رہا۔ محیط امام شمس الائمہ سرخسی پھر ہندیہ میں ہے:

اذا احال الراهن المرتهن بالدین علی غیرہ یسترد الرهن[2]۔

جب راہن نے مرتہن کا قرض کسی اور پر حوالہ کردیا تو اب رہن واپس لے سکتا ہے (ت)

حوالہ کے بعد دائن کو اصلاً اختیار نہیں رہتا کہ اصل مدیون سے اپنے دَین کا مطالبہ کرے، ہاں اگر محتال علیہ حوالہ ہونے سے مکر جائے اور قسم کھالے اور محیل ومحتال کسی کے پاس گواہ نہ ہوں یا محتال علیہ مفلس مرجائے کہ جائداد یا مال نقد یا قرض نہ چھوڑے نہ کوئی اس کی طرف سے ضامن ہو تو صرف اس صورت میں حوالہ باطل ہوکر دَین پھر اصل مدیون پر عود کرتا ہے، عود کرنے کے معنی ہی خود یہ ہیں کہ اس سے پہلے اس پر دَین نہ رہا تھا، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق للامام الزیلعی میں ہے:

لم یرجع المحتال علی المحیل الا ان یتوی حقه فاذا توی علیه عاد الدین الی ذمة المحیل والتوی عند ابی حنیفة رضی اللّٰه تعالٰی عنه احد الامرین اما ان یجحد المحتال علیه الحوالة ویحلف ولا بینة للمحیل ولا للمحتال له او یموت مفلسا بان لم یترك مالا عینا لادینا ولا کفیلا[3] (ملخصًا)

محتال محیل کی طرف رجوع نہیں کرسکتا مگر اس وقت کرسکتا ہے جب اس کا حق ہلاک ہوجائے، ہلاکت کی صورت میں دَین محیل کے ذمہ کی طرف لوٹ آتا ہے، اور ہلاکت کی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک دو صورتیں ہیں یا یہ کہ محتال علیہ حوالہ کا انکار کرے اور قسم کھاجائے جبکہ محیل اور محتال لہٗ کے پاس گواہ نہ ہوں یا محتال علیہ مفلس ہوکر مرجائے نہ کوئی عین چھوڑے نہ دَین اور نہ ہی کوئی کفیل۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ الکافی کتاب الحوالہ الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۲۹۶

[2] " " بحوالہ المحیط السرخسی " " " " ۳/ ۲۹۶

[3] تبیین الحقائق " المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ بولاق مصر ۴/ ۱۷۲-۱۷۳

Marfat.com

تنویر الابصار و درمختار میں ہے :

لایرجع المحتال علی المحیل الا بالتوی و ھو باحد امرین ان یجحد المحال علیہ الحوالہ و یحلف و لابینۃ لہ او یموت مفلسا بغیر عین و دین و کفیل و قالا بھما و بان فلسہ الحاکم[1]

ہلاکت کی صورت کے علاوہ محتال محیل کی طرف رجوع نہیں کرسکتا اور ہلاکت دو میں سے ایک امر کے ساتھ ہوتی ہے یا محتال علیہ حوالہ کا انکار کرکے قسم کھاجائے اور محتال لہ کے پاس گواہ نہ ہوں یا محتال علیہ مفلس ہوکر مرجائے اور کوئی عین، دین یا کفیل نہ چھوڑے، اور صاحبین نے کہا ان دو صورتوں سے بھی اور ہلاکت متحقق ہوتی اور حاکم کے اس (محتال علیہ) کو مفلس قرار دینے سے بھی۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

ظاھر کلامھم متونا و شروحا تصحیح قول الامام و نقل تصحیحہ العلامۃ قاسم ولم ار من صحح قولھما[2]

متون و شروح میں فقہاء کے کلام سے ظاہر امام ابوحنیفہ کے قول کی تصحیح ہے اور علامہ قاسم نے امام صاحب کے قول کی تصحیح کو نقل کیا، میں نے کسی کو نہیں دیکھا جس نے صاحبین کے قول کی تصحیح کی ہو (ت)

ان تصریحات و تصحیحات و ھو الصحیح و علیہ الفتوی (وہی صحیح ہے اور اسی پر فتوٰی ہے۔ ت) کے بعد پھر یہ گمان کرنا کہ بدری پرشاد زید کی طرف سے ادا کرے گا وُہ سود زید کی طرف سے منوسنگھ کو دیا جائے گا کیسی فاحش غلطی ہے، سبحان اللہ! جب نہ یہ مدیون رہا نہ اس پر مطالبہ، نہ یہ دیتا ہے نہ دائن اب اس سے لے سکتا ہے تو یہ سود دینے والا کس حساب سے ٹھہرا، طرفہ یہ کہ تنویر الابصار کی عبارت خود نقل کی کہ حوالہ اس کے ذمہ سے اس کے ذمہ پر دین کا کردینا ہے، جب دَین منتقل ہوگیا تو وہ اپنی طرف سے ادا کرے گا کہ اس کا ذمہ دَین سے مشغول ہے یا اس کی طرف سے ادا کرے گا جس کے ذمہ پر دَین نہیں اور اس صورت میں زید کو سود خور ٹھہرانا اور بھی عجیب تر ہے، بالفرض غلط ہوتا تو اتنا ہوتا جس کا خود ان صاحبوں نے اعتراف کیا کہ زید نے خود نہیں دئے دلوائے، نہ یہ کہ معاذ اللہ اس نے خود سُود لیا، تفصیل کے لئے عرض کرچکا ہُوں کہ ضرورت ہوئی تو پھر گزارش ہوگی، ذی انصاف کے لئے اسی قدر کافی ہے و باللہ التوفیق واللہ سبحانہ و تعالٰی اعلم۔

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الحوالہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۶۹

[2] ردالمحتار 〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۹۳

Marfat.com

مسئلہ ۲۹۳ تا ۲۹۷ از کاٹھیاواڑ مسئولہ حاجی عیسٰی خان محمد صاحب ۸ جمادی الاولٰی ۱۳۳۰ھ

(۱) زید نے عمرو سے کہا میرے بکر پر روپے آتے ہیں تم وصول کرکے اپنے پاس جمع اور تصرف کا تمھیں اس میں اختیار ہے جب مجھے ضرورت ہوگی لے لوں گا، یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) زید نے عمرو کے ہاتھ ہزار کا نوٹ بارہ سو کو چار مہینے کے وعدہ پر بیچا اور تمسک لکھا لیا پھر زید نے بکر سے گیارہ سو کا نوٹ بارہ سو کو خریدا اور کہہ دیا کہ عمرو پر میرے بارہ سو آتے ہیں وصول کرلو اور اطمینان کے لئے وہ تمسک کہ عمرو نے لکھا تھا بکر کو دے دیا، یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۳) زید نے ہزار کا نوٹ گیارہ سو کو عمرو کے ہاتھ وعدہ پر بیچا اور یہ شرط کرلی کہ سو روپے نقد ابھی لوں گا اور باقی ہزار روپے میعاد پر اور ہزار کا تمسک لکھا لیا پھر زید نے بکر سے ہزار کا نوٹ ساڑھے دس سو کو خریدا اور پچاس فورًا ادا کردئے اور ہزار کا عمرو پر حوالہ کردیا اور اطمینان کے لئے وہی عمرو کا لکھا ہوا تمسک بکر کو دے دیا، یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۴) ہنڈی کی کیا تعریف ہے؟

(۵) جبکہ ہنڈی حرام ہے تو کوئی صورت شرعًا ایسی ممکن ہے کہ جائز طور پر ہنڈی کا مطلب اس سے حاصل ہوجائے۔

الجواب

(۱) جائز ہے فانه توكيل بالقبض وتسويغ للقرض (کیونکہ یہ قبض کے لئے وکیل بنانا اور قرض دینا ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) جائز ہے

لانه حوالة ومقابلة الاجل بقسط من الثمن والكل يجوز كما فى فتح القدير۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کیونکہ یہ حوالہ ہے اور اجل کے مقابلہ میں ثمن کا کچھ حصہ ہے اور یہ سب جائز ہے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے (ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۳) جائز ہے، یہ وہی صورت سابقہ ہے فقط اتنا فرق ہے کہ اس میں بعض ثمن معجل اور باقی مؤجل ہے اور اس میں کل مؤجل اور بحال اختلاف جنس و قدر یہ سب جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۴) زید عمرو کے پاس کچھ روپیہ بطور قرض اس شرط پر جمع کرے کہ یہ روپیہ فلاں شہر میں فلاں شخص کو ادا کیا جائے یا یہ کہ میں خود فلاں شہر میں پاؤں، اس کا نام ہنڈی ہے، یہ ناجائز و گناہ ہے اور اس پر جو بعض وقت کمی بیشی ہوتی ہے جسے منّی کہتے ہیں وہ نرا سُود اور حرام قطعی ہے اور بطور قرض دینے سے

Marfat.com

یہ مراد نہیں کہ قرض کہہ کر دے بلکہ جب معاملہ یوں ہوا کہ اگر یہ روپیہ عمرو کے پاس سے بے اس کے قصور کے گم جائے چوری ہو جائے کسی طرح جاتا رہے جب بھی زید اپنا روپیہ اس سے بھروالے تو اسی کا نام قرض ہے اگرچہ دیتے وقت قرض کا لفظ نہ کہا ہو جمع کرنا کہا ہو جو امانت کو بھی شامل ہے اور یہاں عام طور پر یہی ہے کہ عمرو کو ہر طرح اس روپے کا دیندار جانیں گے اور کسی طرح ضائع ہو بے تاوان لئے نہ مانیں گے تو معلوم ہوا کہ امانت نہیں بلکہ قرض ہے امانت ہوتی تو بے اس کے قصور کے اگر روپیہ جاتا رہتا تو اس سے کچھ نہ لیا جاتا معہذا یہاں جمع کرنا اور دوسری جگہ اس کا عوض لینا یہ خود ہی حاصل قرض ہے امانت تو بعینہا واپس لی جاتی ہے نہ اس کا عوض، اور جب یہ قرض دینا ہوا اور زید اس میں یہ فائدہ پاتا ہے کہ اگر روپیہ کسی کے ہاتھ اس شہر کو بھیجتا یا اپنے ساتھ لے جاتا تو راستے میں جاتے رہنے کا اندیشہ تھا عمرو کو بطور قرض دینے سے یہ اندیشہ جاتا رہا تو یہ ایک نفع ہے کہ زید نے قرض دے کر حاصل کیا اور قرض دینے والے کو قرض پر جو نفع جو فائدہ حاصل ہو وہ سب سود اور نرا حرام ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

كل قرض جر منفعة فهو ربا۔[1] قرض سے جو فائدہ حاصل کیا جائے وہ سود ہے۔

لہذا ہنڈی ناجائز ہوئی۔ ردالمحتار میں ہے:

صورتها ان يدفع الى تاجر مالا قرضا ليدفعه الى صديقه وانما يدفعه قرضا لا امانة ليستفيد به سقوط خطر الطريق وقيل هي ان يقرض انسانا ليقضيه المستقرض في بلد يريده المقرض ليستفيد به سقوط خطر الطريق كفاية۔[2]

اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص تاجر کو کچھ مال قرض دے تاکہ وہ اس کے دوست کو دے دے تو بلاشبہہ یہ مال اس کو بطور امانت نہیں بلکہ بطور قرض دیتا ہے اور اس سے راستہ کے خطرہ کے سقوط کا فائدہ اٹھاتا ہے، اور ایک قول میں اس کی صورت یہ ہے کہ کسی کو قرض دے تاکہ مقروض وہ قرض اس شہر میں قرض دہندہ کو واپس کرے جس شہر میں وہ لینا چاہتا ہے تو اس سے وہ راستہ کے خطرہ کے سقوط کا فائدہ اٹھاتا ہے (کفایہ)۔ (ت)

(۵) ہاں ممکن ہے روپیہ نہ دے بلکہ نوٹ اور قرض نہ دے بلکہ بیع کرے اس شرط پر کہ خریدار اس کی قیمت کا حوالہ فلاں شہر کے فلاں تاجر پر کر دے کہ ہم خود یا اپنے کسی وکیل کے ذریعہ سے وہاں وصول

---

[1] کنز العمال حدیث ۱۵۵۱۶ فصل فی لواحق کتاب الدین موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۲۳۸
[2] ردالمحتار کتاب الحوالہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۹۵

Marfat.com

کرلیں یہ جائز ہے اور مطلب پُورا حاصل ہے اور اب کمی بیشی بھی روا ہے سَو کا نوٹ ننا نوے کو بیچیں خواہ ایک سوایک کو۔ کما حققناہ فی کفل الفقیہ (جیسا کہ اس کی تحقیق ہم نے کفل الفقیہ میں کردی ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

باع بشرط ان یحیل علی المشتری بالثمن غریما لہ ای للبائع بطل ولو باع بشرط ان یحتال بالثمن صح لانہ شرط ملائم کشرط الجودۃ بخلاف الاول[1]

اگر کسی نے کوئی چیز اس شرط پر فروخت کی ثمن کے بدلے میں بائع اپنے کسی قرضخواہ کا حوالہ مشتری پر کریگا تو بیع باطل ہے اور اگر اس شرط پر بیع کی مشتری ثمن کا حوالہ کسی اور شخص پر کرے گا تو جائز ہے کیونکہ یہ شرط عقد کے مناسب و ملائم ہے جیسے کہ جودت کی شرط بخلاف پہلی صورت کے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ لانہ شرط ملائم لانہ یؤکد موجب العقد اذا الحوالۃ فی العادۃ تکون علی الاملأ والاحسن قضاء فصار کشرط الجودۃ در[2]۔

ماتن کا قول کہ بیشک یہ شرط عقد کے ملائم ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ موجب عقد کو پکا کرتی ہے کیونکہ حوالہ عام طور پر صاحبِ ثروت اور بہتر ادائیگی کرنے والوں پر کیا جاتا ہے، تو یہ شرطِ جودت کی مثل ہوگیا، درر۔ (ت)

ہاں اس شرط پر بیچا کہ تو اس کی قیمت فلاں شہر میں مجھے دینا، یہ ناجائز ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

ومنہ (ای من الشروط الفاسدۃ المفسدۃ للبیع) ان یدفع الثمن فی بلد اٰخر او یھب البائع منہ کذا بخلاف ان یحط من ثمنہ کذا، لان الحط ملحق بما قبل العقد بحر[3] اھ مختصرًا۔

بیع کو فاسد کرنے والی شروطِ فاسدہ میں سے یہ ہے کہ شرط لگائی جائے کہ مشتری کسی دوسرے شہر میں ثمن ادا کرے گا یا بائع ثمن میں سے اتنے مشتری کو ہبہ کرے گا بخلاف اس کے کہ بائع ثمن سے اتنے گھٹائے گا کیونکہ گھٹانا عقد کے ماقبل کو لاحق ہوتا ہے، بحر اھ مختصراً (ت)

---

[1] درمختار | کتاب الحوالہ | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/ ۶۰
[2] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۴/ ۹۵-۲۹۴
[3] " | باب بیع الفاسد | " " | ۴/ ۱۲۱

Marfat.com

یہ فرق خوب یاد رہے کہ غلطی ہوکر حرام میں وقوع نہ ہوجائے واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم۔

مسئلہ ۲۹۸ از چتوڑگڑھ علاقہ اودے پور راجپوتانہ، مسئولہ عبدالکریم صاحب ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ شنبہ

زید نے پانچسو روپے بکر کے پاس اس غرض سے جمع کئے کہ بذریعہ ہنڈی کے سالم کے نام بمبئی پہنچ جائے اور بکر نے ہنڈی کو سالم کے پاس بمبئی روانہ بھی کردیا اور سالم کو مل بھی گیا اور سالم اس ہنڈی کو خالد ساہوکار کے پاس لے گیا اور کہا کہ اس ہنڈی کے روپے دیجئے، خالد ساہوکار نے روپے دینے سے انکار کیا لہذا سالم نے ہنڈی مذکور کو واپس کیا اور واپس آنے میں پندرہ یوم کی دیر بھی ہوئی، اور ساہوکاروں کا قاعدہ ہے کہ جتنے روز میں ہنڈی واپس آتی ہے اتنے روز کا ہرجا جمع کنندہ کو دیا جاتا ہے تو آیا اس ہرجا کا لینا جائز ہے یا نہیں؛ اگر جائز نہیں ہے تو زید کو بہت نقصان پہنچے گا کیونکہ کافر تاجر مسلمان تاجر سے اپنے مذہب کے موافق ہرجانہ ضرور لے گا اور مسلمان اس سے باز رہے گا، اور ایسا ہو نہیں سکتا کہ تمام مسلمان تجارت کو چھوڑ دیں، تجارت تو کتاب وسنّت سے ثابت ہے، علاوہ اس کے تمام علماء ودانشمند اہل اسلام اس وقت مسلمانوں کو تجارت کرنے پر زور دے رہے ہیں تو اگر یہ ہرجانہ مذکور ناجائز رکھا جائے گا تو مسلمانوں کو دوطرفہ نقصان ہوگا ایک تو دینے کی وجہ سے اور دوسرے نہ لینے کی وجہ سے فقط۔

الجواب

ہنڈی سرے سے خود ہی ناجائز ہے متون میں ہے السفنجۃ حرام (ہنڈی حرام ہے۔ ت) حدیث میں ہے، کل قرض جر منفعۃ فھو ربا[1] (جو قرض نفع حاصل کرے وہ سود ہے۔ ت) اور پھر اس پر جرمانہ دوسرا ناجائز ہے مگر یہ عمل اگر محض کفار سے ہے کہ اس دکان میں اصالۃً یا بالواسطہ کسی مسلمان کی شرکت نہیں تو نہ بنیت اس عقد فاسد کے بلکہ اسی نیت سے کہ یہ مسلمان سے لیتے ہیں اور غیر مسلم کا بلاغدر ملتا ہے لینے میں حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

نوٹ

سترھویں جلد کتاب الحوالہ پر ختم ہوئی،
اٹھارھویں جلد کا آغاز کتاب الشہادۃ سے ہوگا۔

---

[1] کنز العمال فصل فی لواحق کتاب الدین حدیث ۱۵۵۱۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۲۳۸

Marfat.com

اہلِ علم حضرات کے لئے خوشخبری

فتاویٰ رضویہ

۱۷ جلدیں

خصوصیات جدید ایڈیشن

● عربی فارسی عبارات کے مقابل سلیس اُردو ترجمہ
● نادر اور قیمتی حوالہ جات کی تخریج، بقیدِ جلد، صفحہ اور مطبعِ کتاب
● عبارات کی پیرابندی قامہ و ڈیش کے ساتھ
● کتابت اعلیٰ، کاغذ بہترین، آفسٹ طباعت، جلد مضبوط ڈائی دار
● ہر جلد کے ساتھ مآخذ و مراجع کے عنوان سے سینکڑوں کُتب اور اُن کے مصنفین بمع سِن وفات
● سائز ۲۰×۳۰، صفحات ہر جلد اوسطاً ۷۵۰

باقی جلدوں پر تیز رفتاری سے کام جاری ہے

○

ملنے کے پتے

رضا فاؤنڈیشن ○ مکتبہ تنظیم المدارس ○ مکتبہ قادریہ
جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری گیٹ، لاہور

Marfat.com

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل عظیم الشان فقہی انسائیکلوپیڈیا

العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ

فتاوٰی رضویہ

جلد 18

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

تصنیف لطیف: اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا

ALAHAZRAT NETWORK

اعلحضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ (الحديث)

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

www.alahazratnetwork.org

جلد شانزدہم ۱۸

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودہویں صدی کا عظیم الشان فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز
۱۲۷۲ھ ـــــــ ۱۳۴۰ھ
۱۸۵۶ء ـــــــ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور۔ پاکستان (۵۴۰۰۰)
فون نمبر: ۷۶۵۷۳۱۴

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

1/1

نام کتاب ——— فتاوٰی رضویہ جلد ۱۸

تصنیف ——— شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

فیضانِ کرامت ——— مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

سرپرستی ——— مولانا صاحبزادہ محمد عبد المصطفٰے ہزاروی ناظم اعلٰی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور و شیخوپورہ

اہتمام ——— مولانا صاحبزادہ قاری نصیر احمد ہزاروی ناظم شعبہ نشر و اشاعت

" " " " " " " "

ترجمہ عربی عبارات ——— حافظ محمد عبد الستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

پیش لفظ ——— "

" " " " " " " "

ترتیب فہرست ——— "

" " " " " " " "

تخریج و تصحیح ——— مولانا نذیر احمد سعیدی، مولانا محمد اکرام اللہ بٹ، مولانا محمد عبد اللہ

کتابت ——— محمد شریف گل، کریال کلاں (گوجرانوالہ)

پیسٹنگ ——— مولانا محمد منشا تابش قصوری معلم شعبۂ فارسی جامعہ نظامیہ لاہور

صفحات ——— ۷۲۸

اشاعت ——— ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ / جولائی ۲۰۰۰ء

مطبع ———

ناشر ——— رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

قیمت ———

www.alahazratnetwork.org

○

ملنے کے پتے:

○ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

۰۳۰۰/۹۴۱۵۳۰۰ ۷۶۶۵۷۷۲

○ مکتبۂ اہلسنت، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

○ ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

○ شبیر برادرز، ۴۰ بی، اردو بازار، لاہور

اجمالی فہرست

○ پیش لفظ ____ ۵
○ فہرست مضامین مفصل ____ ۹
○ فہرست ضمنی مسائل ____ ۶۵
○ کتاب الشہادت ____ ۹۳
○ کتاب القضاء والدعاوی ____ ۱۳۹

www.alahazratnetwork.org

فہرست رسائل

○ انصح الحکومۃ ____ ۲۵۵
○ الھبۃ الاحمدیۃ ____ ۵۱۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

www.alahazratnetwork.org

الحمد للہ! اعلیٰحضرت امام المسلمین مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خزائن علمیہ اور ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں عہد حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظر عام پر لانے کے لئے دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ ماہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری سے مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا کی متعدد تصانیف شائع کرچکا ہے مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ المعروف بہ فتاوی رضویہ کی تخریج و ترجمہ کے ساتھ عمدہ و خوبصورت انداز میں اشاعت ہے۔ فتاوی مذکورہ کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ / مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا اور بفضلہ تعالیٰ جل مجدہ وبعنایت رسولہ الکریم تقریباً گیارہ سال کے مختصر عرصہ میں اٹھارھویں جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس سے قبل کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الجنائز، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الایمان، کتاب الحدود والتعزیر، کتاب السیر، کتاب الشرکۃ، کتاب الوقف، کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، اور کتاب الکفالہ پر مشتمل سترہ جلدیں شائع ہوچکی ہیں جن کی تفصیل سنین، مشمولات، مجموعی صفحات اور ان میں شامل رسائل کی تعداد کے اعتبار سے حسب ذیل ہے،

جلد نمبر	عنوانات	اسئلہ جوابات	تعداد رسائل	سنین اشاعت	صفحات
۱	کتاب الطہارت	۲۲	۱۱	شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ — مارچ ۱۹۹۰ء	۸۳۸
۲	〃	۳۳	۷	ربیع الثانی ۱۴۱۲ — نومبر ۱۹۹۱	۷۱۰
۳	〃	۵۹	۶	شعبان المعظم ۱۴۱۲ — فروری ۱۹۹۲	۷۵۶
۴	〃	۱۳۲	۵	رجب المرجب ۱۴۱۳ — جنوری ۱۹۹۳	۷۶۰
۵	کتاب الصلوٰۃ	۱۴۰	۶	ربیع الاول ۱۴۱۴ — ستمبر ۱۹۹۳	۶۹۲
۶	〃	۴۵۷	۴	ربیع الاول ۱۴۱۵ — اگست ۱۹۹۴	۷۳۶
۷	〃	۲۶۹	۷	رجب المرجب ۱۴۱۵ — دسمبر ۱۹۹۴	۷۲۰
۸	〃	۳۳۷	۶	محرم الحرام ۱۴۱۶ — جون ۱۹۹۵	۶۲۴
۹	کتاب الجنائز	۲۷۳	۱۳	ذیقعدہ ۱۴۱۶ — اپریل ۱۹۹۶	۹۴۶
۱۰	کتاب الزکوٰۃ، صوم، حج	۳۱۶	۱۶	ربیع الاول ۱۴۱۷ — اگست ۱۹۹۶	۸۳۲
۱۱	کتاب النکاح	۴۵۹	۶	محرم الحرام ۱۴۱۸ — مئی ۱۹۹۷	۷۳۴
۱۲	کتاب النکاح، طلاق	۳۲۸	۳	رجب المرجب ۱۴۱۸ — نومبر ۱۹۹۷	۶۸۸
۱۳	کتاب الطلاق، ایمان، حدود وتعزیر	۲۹۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۱۸ — مارچ ۱۹۹۸	۶۸۸
۱۴	کتاب السیر (ا)	۳۳۹	۷	جمادی الآخر ۱۴۱۹ — ستمبر ۱۹۹۸	۷۱۲
۱۵	〃 (ب)	۸۱	۱۵	محرم الحرام ۱۴۲۰ — اپریل ۱۹۹۹	۷۴۴
۱۶	کتاب الشرکۃ، کتاب الوقف	۴۴۲	۳	جمادی الاولٰی ۱۴۲۰ — ستمبر ۱۹۹۹	۶۳۲
۱۷	کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الکفالہ	۱۵۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۲۰ — فروری ۲۰۰۰	۷۱۶

www.alahazratnetwork.org

اٹھارھویں جلد

یہ جلد فتاوٰی رضویہ قدیم جلد ہفتم مطبوعہ سُنّی دارالاشاعت مبارکپور اعظم گڈھ بھارت کے صفحہ ۲۹۱ سے آخر تک ۱۵۲ سوالوں کے جوابات اور ۳۸۰ صفحات پرمشتمل ہے۔ اس جلد کی عربی وفارسی عبارات کا ترجمہ راقم الحروف نے کیا ہے۔ اس سے قبل گیارھویں، بارھویں، تیرھویں، سولھویں اور سترھویں جلد بھی راقم کے ترجمہ کے ساتھ شائع ہوچکی ہیں۔ پیش نظر جلد بنیادی طور پر کتاب الشہادۃ اور کتاب القضاء والدعاوی

کے مباحث جلیلہ پر مشتمل ہے، تاہم متعدد ابواب فقہیہ وکلامیہ وغیرہ کے مسائل ضمناً زیر بحث آئے ہیں، مسائل ورسائل کی مفصل فہرست کے علاوہ مسائل ضمنیہ کی الگ فہرست بھی قارئین کرام کی سہولت کیلئے تیار کردی گئی ہے، انتہائی وقیع اور گرانقدر تحقیقات وتدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل دو رسالے بھی اس جلد کی زینت ہیں:

(۱) انفس الحکومۃ فی فدل الخصومۃ (۱۳۲۱ھ)

شرکت ومیراث کے اُلجھے ہوئے ایک مسئلہ کا انتہائی شاندار فیصلہ

(۲) الہبۃ الاحمدیۃ فی الولایۃ الشرعیۃ والعرفیۃ (۱۳۳۳ھ)

دینی اور دنیاوی ولایت وحکومت کی مجتہدانہ تحقیق اور اس بارے میں ایک غلط فتوے کا رد بلیغ۔

○

حافظ محمد عبدالستار سعیدی
ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ
جولائی ۲۰۰۰ء

www.alahazratnetwork.org

فہرست مضامین مفصل

کتاب الشہادۃ

www.alahazratnetwork.org

شاہد کسے کہتے ہیں۔ ۹۴

فاسق کی گواہی مردود اور قبول کرنے والا گنہگار ہے۔ ۹۴

شہادت کی تعریف اور اس کے قبول کی شرائط کا بیان۔ ۹۴

شرائط شہادت کے اقسام کا سوال۔ ۹۴

حقوق العباد میں تقدم دعوٰی خود شرط شہادت ہے ۹۴

بے صحت دعوٰی شہادت ہرگز مسموع نہیں۔ ۹۴

جو اپنے اہل زمانہ کو نہ جانے وہ جاہل ہے۔ ۹۴

آج کل جہالت شائع ہے اس لئے تمام شرائط شہادت کا اجتماع مشکل ہے۔ ۹۴

مشہود بہ زمین یا دار ہو تو کم از کم تین حدوں کا ذکر واجب ہے۔ ۹۵

جائداد غیر منقولہ کی تعیین اشارہ سے بھی ہوسکتی ہے۔ ۹۵

صاحبین کے نزدیک گھر مشہور و متعین ہو تو صرف نام سے بھی شہادت ہوسکتی ہے۔ ۹۵

قاضی مطلق اور قاضی مقید کا بیان۔ ۹۵

مجتہد فیہ میں قاضی مطلق جس پہلو کا فیصلہ کرے نافذ ہوگا۔ ۹۵

اگر گواہ کہیں کہ ہمیں حدود کا نام نہیں معلوم تو قاضی اپنے دو امین ان کے ساتھ لگادے گا کہ موقع پر اشارہ سے حدود متعین کردیں پھر اس کی بنیاد پر فیصلہ کرے گا۔ ۹۵

اشیائے مشہورہ کے بارے میں امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف۔ ۹۶

جامع فصولین کی بحث ۹۶
قول منقول فی المذہب کے خلاف امام ابن ہمام کی بحث مقبول نہیں۔ ۹۷
امام ابن ہمام درجۂ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے ۹۷
صاحب جامع الفصولین کی بحث کا منشاء اور ان کے قیاس مع الفارق کا اظہار اور مصنف علیہ الرحمۃ کی تحقیق۔ ۹۸
ذکر حدود کی ضرورت علم مقدار مشہود بہ کے لئے ہے۔ ۹۸
اصل دار بلا تعیین مقدار کوئی چیز نہیں جس کا قاضی حکم کرے۔ ۹۸
جائداد کی نزاع میں جائداد کی تعیین کے لئے کن کن چیزوں کا ذکر ضروری ہے ۹۸
مشہود لہٗ اور علیہ کی بھی تعیین ضروری ہے۔ ۹۹
رفع اشتباہ کی صورت میں نام و لقب کافی ہے ورنہ باپ کا نام اور امام صاحب کے نزدیک دادا کا نام ضروری ہے۔ ۹۹
عورت کے لئے شوہر کا نام کافی ہے۔ ۹۹
مسئلہ کے جزئیات کا ذکر۔ ۹۹
لفظ اشہد بلفظ المضارع رکن شہادت ہے ۱۰۱
شروع شہادت سے پہلے لفظ اشہد باللہ (قسم خدا کی میں سچ کہوں گا) کہلانا ہرگز کافی نہیں، یہ حلف ہے لفظ شہادت کا کلام شہادت پر داخل ہونا ضروری ہے۔ ۱۰۱
گواہوں سے حلف لینا شرعاً جائز نہیں۔ ۱۰۱
گواہ جھوٹ بولے تو اس کی ہلاکت ہوگی۔ ۱۰۱
فیصلہ کے چند اطراف کا ذکر۔ ۱۰۲
گواہ کے لئے پابند نماز پابند جماعت ہونا ضروری ہے ورنہ گواہی تسلیم نہ کی جائے گی۔ ۱۰۳
جاہل کی گواہی بھی نامقبول، جاہل فاسق ہوتا ہے ۱۰۳
شرع میں عالم کی تعریف اور علم کی حد۔ ۱۰۴
نوکر کی گواہی آقا کے حق میں مقبول نہیں۔ ۱۰۴
بیان مدعا علیہم سے اقرار دعوٰی ثابت ہونے کے بعد گواہوں کے تزکیہ کی درخواست نامقبول ہے ۱۰۵
گواہ پیش ہوئے اور مدعا علیہم نے اقرار کیا تو فیصلہ بربنائے اقرار ہوگا۔ ۱۰۵
قاضی نے گواہوں کا تزکیہ کرلیا ہو تب بھی تزکیہ کی درخواست ناقابل قبول ہوگی۔ ۱۰۵
فرد بدعت مانع سوال تزکیہ نہیں۔ ۱۰۶
شوہر نے مہر کے عوض جائداد دی، عورت نے قبضہ کیا، گواہوں کے بیان سے یہ ثابت ہوا، اس کے بعد مہر کے مقدار کا جاننا ضروری نہیں۔ ۱۰۷
اس امر کا بیان کہ گواہوں کا مبیع کی قیمت بیان کرنا کہاں ضروری ہے اور کہاں ضروری نہیں ۱۰۷
حقوق کے ثبوت کے لئے دو عادل گواہ ضروری ہیں۔ ۱۰۸
نکاح کی گواہی سماع کی بنیاد پر بھی دی جاسکتی ہے۔ ۱۰۹
مرد و زن کا بوجہ دراز تک میاں بیوی کی طرح

رہنا نکاح کی علامت مشتبہ سے ہے ۔ ۱۰۹
شوہر کا اقرار بھی مثبت نکاح ہے ۔ ۱۱۰
ہبہ بالعوض مشاع اور مشترک اشیاء بھی ہو سکتا ہے، یہ بیع کی طرح ہے ۔ ۱۱۰
غلام اور آزاد کو ملا کر بیچا تو بیع باطل ہے ۔ ۱۱۰
اپنے غلام اور دوسرے غلام کو ملا کر بیچا تو اس کے غلام میں بیع نافذ ہوگی ۔ ۱۱۰
طلاق کے متعدد گواہوں کا بیان ۔ ۱۱۱
طلاق میں سنی سنائی گواہی مقبول نہیں ۔ ۱۱۴
ان دس چیزوں کا بیان جن میں شہادت کیلئے حضور اور مشاہدہ ضروری نہیں ۔ ۱۱۴
کسی کی گواہی کسی کے حق میں مقبول نہیں ۔ ۱۱۴
طلاق کی گواہی صرف سن کر دی تو مقبول نہیں ۔ ۱۱۵
ایک مرد ایک عورت کی گواہی سے بھی طلاق ثابت نہیں ہوتی ۔ ۱۱۵
اس عورت کا حکم جو گواہی سے طلاق ثابت نہ کر سکی مگر شوہر نے حقیقۃً طلاق دی ہے ۔ ۱۱۵
اصل وقف میں شہادت سماعی مقبول ہے اور ضمناً ملکیت وقف کا ثبوت بھی ہو سکے گا ۔ ۱۱۶
بہت سی باتیں ضمناً ثابت ہوتی ہیں قصداً نہیں ۔ ۱۱۶
ضمناً ثابت ہونے والی چند چیزوں کی مثالیں ۔ ۱۱۶
کون کون چیز اصل وقف میں داخل ہے اور کون کون سی شرائط ہیں ۔ ۱۱۸
وقف کی شہادت لوجہ اللہ ہے جس کے لئے دعوٰی ضروری نہیں، اور ادائے شہادت میں تاخیر سے گواہ مردود الشہادۃ ہو جاتا ہے ۔ ۱۱۸
شہادت حسبہ کا بیان ۱۱۸
قاضی مطلق فاسق کی شہادت پر فیصلہ کرے تو فیصلہ نافذ ہے ۔ ۱۱۸
راشی ، فاسق ، پاگل ، نابالغ ، فاتر العقل کی گواہی مقبول نہیں ۔ ۱۲۰
اندھے ، مرتد ، غلام ، بچے ، مجنون کی گواہی کا حکم ۔ ۱۲۱
ڈاکٹر کی تجویز ظن وتخمین ہے ، یہ شہادت نہیں ، اس کی بنیاد پر کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا ۱۲۲
اگر شاہد گواہی میں فیما علم یا فیما احسب کا لفظ ملا دے تو گواہی رد کر دی جائیگی ۔ ۱۲۲
گواہ سے اس کا مشاہدہ پوچھا جاتا ہے اس کا علم ویقین نہیں پوچھا جاتا ۔ ۱۲۲
شہادت کے لئے اسلام شرط ہے غیر مسلم کی شہادت نامقبول ہے ۔ ۱۲۳
زائد باتوں میں اختلاف سے شہادت پر اثر نہیں پڑتا ۔ ۱۲۴
ان باتوں کا بیان جو زائد میں آتی ہیں ۔ ۱۲۴
قاضی زائد باتوں کی بنیاد پر گواہوں کو متہم گردان سکتا ہے ۔ ۱۲۵
شہادتِ طلاق میں کہاں تاخیر جائز ہے اور کہاں نہیں ۔ ۱۲۵

شہادت طلاق کی ادا میں تاخیر کی مختلف صورتیں۔ ۱۲۵
داڑھی خشخشی کرانے والا مردود الشہادت ہے ۱۲۶
ماں کی گواہی بیٹی کے حق میں نامعتبر ہے۔
نابالغ کی گواہی نامقبول ہے۔ ۱۲۷
واقعۃً طلاق ہو گئی عورت گواہوں سے ثابت نہ کرسکی تو کیا حکم ہے۔ ۱۲۷
ایک غلط فیصلہ کا ابطال۔ ۱۲۷
شوہر نے عورت پر دعویٰ کیا اس نے کہا یہ مجھے طلاق دے چکا ہے تو شرعاً عورت مدعی ہے ۱۲۸
صرف عورت کے بیان سے طلاق ثابت نہ ہوگی ۱۲۸
دو رجعی طلاق تک میاں بیوی کو ایک ساتھ رہنے کا حکم ہے۔ ۱۲۸
طلاق کے وقت میں گواہوں کا اختلاف ہو تو یہ موجب رد نہیں۔ ۱۲۹
آج کل عموماً فیشن ایبل ہوٹلوں میں ملازمین کو شراب اور سور کے گوشت کا اہتمام کرنا ہوتا ہے یہ فسق ہے۔ ۱۲۹
فاسق شرعاً گواہ نہیں ہوسکتا۔ ۱۲۹
باپ کی گواہی اولاد کے حق میں معتبر نہیں۔ ۱۲۹
ایک گواہ سے طلاق ثابت نہیں ہوتی۔ ۱۲۹
حکم اللہ و رسول کا ہے اس کے خلاف دنیا کسی کو مجال دم زدن نہیں۔ ۱۳۱
عالم عادل حاکم کا حکم اس وقت قابل اپیل ہوتا ہے کہ اس کے حکم میں خطائے بین ہو۔ ۱۳۲
حاکم عادل کے حکم کے صواب ہونے میں تردد ہو تب بھی اپیل مسموع نہیں۔ ۱۳۲
گواہوں پر حلف رکھنا باطل ہے۔ ۱۳۳
بادشاہ کا خلاف شرع حکم نافذ نہ ہوگا۔ ۱۳۳
گواہ کو حلف دلانا بعض علماء کے نزدیک قاضی مجتہد کی رائے پر موقوف ہے۔ ۱۳۴
قسم کھانے کی علت صدق کے غلبۂ ظن کا حصول ہے۔ ۱۳۴
آج کل جھوٹی حلف عام ہو گئی۔ ۱۳۵
گواہوں کے حلف دلانے کا قول مرجوح مخالف اجماع مذہب ہے۔ ۱۳۵
قول مرجوح پر فیصلہ و فتویٰ جہل و خلاف اجماع ہے ۱۳۵
مدعی کا حلف مسلم نہیں۔ ۱۳۵
قاضی نکاح پڑھانے کی گواہی دے تو نامقبول ہے۔ ۱۳۶
شوہر کے اقرار نکاح کے گواہ ہوں تو نکاح ثابت ہے۔ ۱۳۶
جن لوگوں کے پیشے علانیہ فسق کے ہوں جیسے دلال، وکلاء۔ ان کی گواہی نامقبول، اور ان کو کوئی اعزاز کا منصب دینا جائز نہیں۔ ۱۳۷

کتاب القضاء والدعاوی

گواہی اور دعویٰ میں مطابقت نہ ہونے کی ایک صورت اور اس کا حکم۔ ۱۳۹
وکالت نکاح مستلزم وقوع تزویج نہیں۔ ۱۳۹

دعوٰی سے مطابقت نہ رکھنے والی شہادت محض مہمل ہوتی ہے۔ ۱۴۰
تنہا عورتوں کی گواہی مثبت نکاح نہیں ہوسکتی ۱۴۰
کوچہ غیر نافذہ میں انھیں لوگوں کا حق ہے جن کے دروازے قدیم سے اس کوچہ میں ہوں۔ ۱۴۱
ایسے راستہ میں تصرف کے لئے اس کے ہر ہر ساکن کی اجازت ضروری ہے۔ ۱۴۲
ایسے کوچہ میں اپنی حد سے اوپر نیا دروازہ قائم کرنا ظلم ہے۔ ۱۴۲
کوچہ غیر نافذہ کے تمام شرکائے دروازہ کے لئے راضی ہوگئے کہ ایک نے اپنا مکان بیچ دیا، نیا پڑوسی آیا وہ راضی نہیں تو دروازہ نہیں توڑا جا سکتا۔ ۱۴۲
جو کسی کی ایک بالشت زمین ظلماً لے قیامت کے دن ساتویں طبق تک دھنسا دیا جائیگا۔ ۱۴۳
زید کی بہن عمر کے نکاح میں، عمر کی بہن زید کے نکاح میں، دونوں عورتوں کے مرنے کے بعد ان کے مہروں میں مقاصہ ہوگا۔ ۱۴۴
کسی جائداد میں کوئی شخص سالہا سال تصرف کرتا رہے اور ایک شخص سب دیکھتا اور سنتا ہے، اگر یہ دوسرا شخص اس جائداد پر دعوٰی کرے دعوٰی مسموع نہ ہوگا۔ ۱۴۶
متعدد کتب فقہ سے مسئلہ کی توضیح۔ ۱۴۶
مصنف کی تحقیق اور جزئیات مختلفہ کی جمع و تطبیق۔ ۱۵۲
جس مسئلہ میں مورث کا دعوٰی ہی مسموع نہیں اسکی موت کے بعد وارث کا دعوٰی بھی مقبول نہیں ۱۵۵
تحقیق کے ایک سوال میں پانچ تنقیحیں۔ ۱۵۶
تین حصہ داروں میں دو نے ایک کی رضا کے بغیر تقسیم کی، یہ تقسیم باطل ہے۔ ۱۵۷
دو حصہ داروں نے جائداد تقسیم کی تیسرے کا جائداد میں جزء شائع تھا تقسیم توڑ دی جائیگی۔ ۱۵۷
ایک ترکہ کی تقسیم۔ ۱۵۷
پہلی تنقیح ۱۵۷
دوسری تنقیح ۱۵۸
شریک کے حصہ کی بیع فضولی کی بیع ہے اس کی اجازت پر موقوف ہوگی۔ ۱۵۸
بیع کی خبر پاکر خاموش رہنا اجازت نہیں ہے۔ ۱۵۸
بیع موقوف کی اجازت مورث کی موت کے بعد وارث نہیں دے سکتے۔ ۱۵۸
تیسری تنقیح ۱۵۹
بیع فضولی بیع موقوف ہوتی ہے، مالک نے خود بیع توڑ دی تو بیع موقوف باطل ہوگئی۔ ۱۵۹
بائع نے غلط فہمی سے ایک جائداد کو اپنا حصہ سمجھ کر بیچ دیا اور وہ واقعۃً اس کا حصہ نہ تھا، تو وہ بیع میں داخل نہ ہوگا۔ ۱۵۹
زید کی کسی چیز کو عمر نے بیچا، زید کو اس عقد کے جائز کرنے کا حق حاصل ہے، اس چیز پر زید کوئی دعوٰی کرے تو اس سے بیع کی اجازت کا حق ساقط نہ ہوگا۔ ۱۶۰
چوتھی تنقیح۔ ۱۶۰
پانچویں تنقیح۔ ۱۶۰

شرکت ملک میں شریک دوسرے کے حصہ میں اجنبی ہوتا ہے ۱۶۰

شرکت ملک کی تعریف ۱۶۰

خصوصا کی صورتوں میں مملوکہ ہر ذرے پر شریک کا حق ہوتا ہے ۱۶۱

تنقیح کی روشنی میں جائداد کی حقیقت کا فیصلہ۔ ۱۶۱

ہندستان کا یہ عرف ہے کہ شوہر عورت کو زیور کا مالک نہیں کرتا ۱۶۳

زیور کے عورت کی ملک ہونے کے لئے شوہر کی جانب سے تصریح ضروری ہے۔ ۱۶۳

شوہر نے زیور کو مہر میں دینے کی تصریح کی تو مہر میں محسوب ہوگا، اور احسان اور ہبہ کے طور پر دیا تو محسوب نہ ہوگا۔ ۱۶۳

شوہر نے زیور کا صرف مالک بنایا، جہت کی تصریح نہ کی، عورت مہر سے الگ کہتی ہے، اور دیگر ورثہ مہر میں دینے کا دعوی کرتے ہیں، تو ورثہ کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔ ۱۶۴

عورت کے پاس شوہر نے کچھ بھیجا عورت اس کو تحفہ کہتی ہے اور شوہر مہر قرار دیتا ہے اور چیز سڑنے گلنے والی ہو تو شوہر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔ ۱۶۴

مذبذب کا بیان مسموع نہیں۔ ۱۶۵

تنہا عورتوں کی گواہی مقبول نہیں ۱۶۵

وارث کے لئے وصیت درست نہیں۔ ۱۶۵

لڑکا باپ کے عیال میں ہو اور باپ کی اعانت کے طور پر جو کمائے وہ باپ کا ہے۔ ۱۶۶

لڑکے نے باپ کے عیال سے الگ ہو کر کمایا یا ذاتی مال سے کوئی تجارت کی، یا باپ کے کسب سے الگ کوئی کسب کیا یہ سب بیٹے کا ہوگا۔ ۱۶۷

باپ نے بیٹے کو کچھ دینے کے لئے کہا، اور نہیں دیا تو باپ پر جبر نہیں ہو سکتا۔ ۱۶۷

بیٹے نے باپ کی مزدوری کی، یہ جائز نہیں۔ ۱۶۸

میراث کا حق اللہ تعالے کا مقرر کردہ ہے اس کو نہ باپ باطل کر سکتا ہے نہ بیٹا رد کر سکتا ہے۔ ۱۶۸

باپ حالت صحت میں اپنی ملک زائل کر دے تو حق وراثت ختم ہو جائے گا۔ ۱۶۹

وارث کو حق میراث سے محروم کرنے والے کے لئے حدیث میں وعید شدید۔ ۱۶۹

دو بیویوں میں عدم مساوات پر وبال۔ ۱۶۹

چار دفعات پر مشتمل ایک استفتاء۔ ۱۶۹

جو شخص کسی قسم کا قہر و تسلط رکھتا ہو اس کو کسی قسم کا تحفہ اور دعوت خاصہ قبول کرنے کا اختیار نہیں۔ ۱۷۰

ان اشخاص کی تفصیل جو اصحاب قہر و تسلط میں آتے ہیں۔ ۱۷۰

ماتحت اپنے افسر کی دعوت قبول کر سکتا ہے جس پر اس کا دباؤ نہ ہو۔ ۱۷۰

ایسے شخص سے ہدیہ و دعوت بھی قبول کر سکتا ہے جو اس منصب سے پہلے بھی اس قسم کا معاملہ رکھتا تھا۔ ۱۷۰

اپنے قریبی محارم کا ہدیہ قبول کرنے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ ۱۷۰

کام پڑنے کے وقت مذکورہ بالا اصحاب سے بھی ہدیہ و دعوت نہیں قبول کر سکتا۔ ۱۷۱

دعوت نہ قبول کرنے کی علت تہمت رعایت ہے
اس لئے دعوت کے بعد بھی رعایت نہ کرنے کی
عادت سے دعوت جائز نہیں ہو سکتی۔ ۱۷۱
منصب کی وجہ سے ہدیہ کی ممانعت کا حکم
حدیث شریف سے۔ ۱۷۱
مذکورہ بالا مسائل کے نصوص فقہیہ۔ ۱۷۱
اسلامی ریاستیں جو کفار کے غلبہ میں ہوں اُن
کے مسلمان والیوں کی طرف سے جو حکام مقدمات
فیصل کرنے پر مقرر ہیں وہ شرعاً قاضی ہیں اور
انھیں جو جائز اختیار تفویض ہوں وہ اختیارات
شرعی ہیں۔ ۱۷۳
جاہل قاضی شرع ہو سکتا ہے۔ ۱۷۵
فاسق قاضی بنا دیا جائے تو قاضی ہو جائیگا
لیکن اس کا قاضی بنانا گناہ ہے۔ ۱۷۵
قاضی کو بعض احکام شرع کے اجراء کا مجاز نہیں کیا
اور جن کا مجاز کیا ان میں اتباع شرع سے نہ روکا
تو ایسی تحقیق جائز ہے اور قضا متحقق ہے۔ ۱۷۶
بعض احکام میں اتباع شرع سے روکا تب
بھی قضا متحقق ہے، البتہ ایسی قضا کا
قبول کرنا حرام ہے۔ ۱۷۶
مسلمانوں کے معاملہ میں قاضی کا مسلمان ہونا
شرط ہے۔ ۱۷۶
جہاں اسلامی ریاست نہ ہو وہاں تراضی
اہل اسلام سے قاضی بنایا جا سکتا ہے۔ ۱۷۶
ایسا بھی نہ ہو تو اعلم علماء بلد جو عالم دین ہو
قاضی ہے۔ ۱۷۷
اعلم علماء البلد عالم دین کی اتباع من حیث العلم
اور من حیث الحکم ہر طرح واجب ہے۔ ۱۷۷
نکاح خواں قاضی جو گاؤں میں مقرر ہوتے ہیں
یہ کچھ نہیں ہیں۔ ۱۷۷
جو شخص کسی دوسرے کے لئے اس کی اجازت
کے بغیر اور کسی مجبوری کے بغیر خرچ کرے اس کا
معاوضہ کسی سے نہیں لے سکتا۔ ۱۷۸
جو چیز عاریۃً دی یا اس کے عاریۃً دینے کا
رواج ہو وہ باقی ہو تو لے سکتا ہے اور باقی
نہ ہو تو کسی سے مطالبہ نہیں۔ ۱۷۸
عاریت کی چیز کسی نے خرچ کی یا تلف کر دی
اس سے تاوان لیا جا سکتا ہے۔ ۱۷۸
بھائی کے کفن دفن میں جتنا بطریق سنت
خرچ کیا وہ مجرا کر سکتا ہے۔ ۱۷۸
مسلمانوں پر کافر کو کوئی حکومت نہیں۔ ۱۷۹
مسلمانوں کا کافروں کے طریقے پر نکاح کرنا
جائز نہیں۔ ۱۷۹
کافروں سے دینی کام میں مدد لینی جائز نہیں ۱۷۹
جو مسلمان ایسے ناجائز کاموں کے طرفدار ہوں
شرعاً تعزیر کے مستحق ہیں اور ان پر توبہ
لازم ہے۔ ۱۷۹
صرف قبالہ سے شرعاً کوئی حکم نہیں ثابت ہوتا۔ ۱۸۰
آجکل عام طور سے عرف یہی ہے کہ باپ بیٹے
کو کوئی جائداد ہبہ کرنا چاہتا ہے، تو اس کو

خرید کر قبالہ لڑکے کے نام کرا دیتا ہے تو یہ
لڑکے کے نام خریداری نہ ہوئی ہبہ ہوا۔ ۱۸۱
اگر ہبہ پر موہوب لہٗ کا قبضہ ہو ملک ثابت ہوگی
قبضہ نہ ہو ملک ثابت نہ ہوگی۔ ۱۸۱
کورٹ کا نیلام بیع شرعی نہیں۔ ۱۸۱
اصل مالک کا اس بیع پر راضی ہونا ضروری ہے ۱۸۱
عورت کی زمین پر اس کی اجازت سے اسی کے لئے
مکان بنایا تو مکان عورت کا ہوگا خرچہ عورت پر
قرض ہوگا۔ ۱۸۲
عورت کی اجازت کے بغیر اپنے لئے بنایا تو مکان
بنانے والے کا ہوگا۔ ۱۸۲
اور عورت کی اجازت کے بغیر عورت کے لئے بنایا
تو مکان عورت کا' اور شوہر متبرع قرار دیا جائیگا۔ ۱۸۲
واہب اور موہوب لہ میں سے کوئی بھی قبضہ سے
پہلے مرگیا تو ہبہ باطل ہوگیا۔ ۱۸۲
عورت مہر مثل کے برابر یا کم کا دعوی کرے تو مہر مثل
دیا جائے۔ ۱۸۳
مہر مثل سے زائد کا دعویٰ شوہر کی رضا یا گواہان
شرعی کے بغیر ثابت نہ ہوگا۔ ۱۸۳
غیر معتبر گواہوں کا کچھ اعتبار نہیں۔ ۱۸۳
دو سوالوں پر مشتمل ایک استفتاء۔ ۱۸۳
سوال اول ۱۸۳
ایک شخص نے چند افراد کی موجودگی میں اپنی ساس
سے زنا کا اقرار کیا بعد ازاں اس کا انکار کیا'
اس کا شرعی حکم۔ ۱۸۳
سوال دوم۔ ۱۸۴
جواب سوال اول۔ ۱۸۴
عالم دین اعلم علماء بلد خود قاضی ہوجاتا ہے ۱۸۶
مسلمانوں کا راضی ہو کر کسی کی طرف فیصلہ خصومات
میں رجوع لانا اس کو قاضی بنا دیتا ہے۔ ۱۸۶
چودہ امور میں دعویٰ کے بغیر گواہی مسموع ہے ۱۸۷
اعلم علماء البلد اور قاضی بتراضی المسلمین کا فیصلہ
قضائے شرعی ہے۔ ۱۸۸
حکم اس کو کہتے ہیں جس کو طرفین فیصل مقرر
کریں۔ ۱۸۸
حد، قود، دیت علی العاقلہ کے علاوہ حکم کا
فیصلہ بھی قضائے قاضی کی طرح نافذ ہے۔ ۱۸۸
متارکہ صرف قول سے ہوتا ہے اس لئے شوہر
کا کوئی فعل متارکہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ ۱۸۸
تفریق کا وکیل ہو سکتا ہے اور وکالت کو معلق
کیا جا سکتا ہے تو ایسی وکالت کے نتیجہ میں عالم
نے تفریق کر دی تو متارکہ ہوگیا۔ ۱۸۹
فضولی نے حکم دیا فریقین نے راضی ہو کر نافذ
کر دیا، نافذ ہوگیا۔ ۱۸۹
مادر زن کے ساتھ زنا کا ایک بار بھی اقرار
کر لینے سے حرمت مصاہرت ثابت ہوجاتی ہے
شوہر کا بار بار اقرار کرنا ضروری نہیں۔ ۱۹۰
مقر اپنے اقرار سے رجوع کرے تو نامقبول ہے ۱۹۰
جواب سوال دوم ۱۹۱
اسلامی ریاستوں کے مسلمان امراء اگرچہ
ریاست پر کافروں کا تغلب ہو ۱۹۱

www.alahazratnetwork.org

کسی عالم مستجمع شرائط صالح قضاء کو قاضی بنا دیں تو وہ شرعاً بھی قاضی ہو جاتا ہے، کسی مقدمہ کے فریق اس کو معزول نہیں کرسکتے۔ ۱۹۱
مسلمان امیر نے جن جن امور میں قضاء کا اختیار دیا سب کا یہ مجاز ہوگا۔ ۱۹۱
کافر کے قاضی بنانے سے قاضی نہ ہوگا۔ ۱۹۲
جہاں کفار کا تغلب ہو وہاں مسلمانوں پر کسی کا قاضی بنانا واجب ہے۔ ۱۹۲
کافر کے بنانے سے مسلمان حَکَم بھی نہیں ہو سکتا۔ ۱۹۳
ابتداءً اول بدل کے ذریعہ بیع ہو جاتی ہے لیکن جس چیز کا عقد بیع فاسد کے ذریعہ کیا اب اس کو تعاطی کے ذریعہ بیع نہیں کرسکتے۔ ۱۹۳
ایک عورت کو پوری جائداد وہ مہر کے عوض بیع کردی دوسری کو اس میں کوئی حق نہ پہنچے گا ہاں دوسری کو محروم کرنے کی نیت سے ایسا کیا تو مجرم ہوا ۱۹۴
مہر کے لئے فوراً یا تاخیر سے ادائیگی کی کوئی تصریح نہ ہو تو مدار وہاں کے عرف پر ہوگا۔ ۱۹۴
ان بلاد کا عرف یہی ہے کہ موت یا تفریق کے بعد طلب کرتے ہیں تو اس سے قبل عورت کا دعویٰ مسموع نہ ہوگا ۱۹۴
ورثہ میں سے کسی نے تبرعاً مورث کی طرف سے مہر ادا کردیا تو اس کو دوسرے ورثہ سے مطالبہ کا حق نہیں اور تبرعاً نہ ہو تو وصول کرسکتا ہے اور اس کی ادائیگی کے لئے مورث کی جائداد کی بیع روک سکتا ہے۔ ۱۹۴
دین اگر ترکہ کو مستغرق نہ ہو تو وارث اپنا حصہ بیع کرسکتا ہے۔ ۱۹۴
دین ادا کرنے سے قبل ترکہ میں اور میت کے دین میں مرہون جائداد میں ورثہ کا تصرف نافذ نہ ہوگا۔ ۱۹۵
کسی وارث کا مورث کے دین سے حصہ رسدی ادا کرنا اس کے تصرفات کو جائز نہ کرے گا تاوقتیکہ کل دین ادا نہ ہو جائے۔ ۱۹۵
ایک جائداد میں کوئی مالکانہ تصرف کرتا ہے دوسرے کو اس کی تملیک کرتا ہے، پھر ایک مدعی جو شہر میں موجود جو ان حالات سے مطلع ہو دعویٰ کرے کہ یہ میری ملک ہے دعویٰ مسموع نہ ہوگا۔ ۱۹۷
کسی جائداد میں غیر کو تصرفات کرتے ہوئے کسی کا چپ رہنا اپنی اجنبیت اور متصرف کی ملکیت کا صریح اقرار ہوگا۔ ۱۹۷
مذکورہ مسئلہ کے بارے میں کتب ائمہ سے جزئیات متعددہ۔ ۱۹۷
شفعہ کے بارے میں ایک استفتاء۔ ۲۰۰
جو دیوار کسی کے استعمال میں ہو بحکم ظاہر اسی کی ہے کسی نے کسی چیز کا دعویٰ کیا تو یہ دعویٰ اس امر کو تسلیم کرتا ہے کہ مدعا علیہ کا اس چیز پر قبضہ ہے۔ ۲۰۱
دعویٰ دلیل شرعی (گواہ) سے ثابت ہوتا ہے۔ ۲۰۱
بیع نامہ کی اطلاع پانے کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے ہر ہر لفظ سے آگاہ ہوا، نہ اس

بنیاد پر اطلاع پانے والے پر کوئی الزام قائم کیا جا سکتا ہے۔ ٢٠٢
ظاہر کا فائدہ مدعا علیہ کو پہنچتا ہے مدعی کو نہیں۔ ٢٠٢
کسی عقد بیع کا تسلیم کرنا الفاظ زائدہ کا تسلیم کرنا نہیں ہے۔ ٢٠٢
جو حدی مبیع میں داخل نہیں۔ ٢٠٢
بیع نامہ پر گواہی کرنا بھی شئ مبیعہ پر ملک کے دعوی سے مانع نہیں۔ ٢٠٢
کسی چیز کا بھاؤ کرنا اس کے ہبہ کی درخواست کرنا اپنی ملک نہ ہونے کا اقرار ہے، کسی دوسرے کی ملک ہونے کا اقرار نہیں ہے۔ ٢٠٣
یہ مسئلہ زیادات کا ہے جو ظاہر الروایہ سے ہے اور اکثر سے اسی کی تصحیح ہو رہی ہے۔ ٢٠٣
جو اکثر کا قول ہے اسی پر عمل ہے۔ ٢٠٤
قاضی خاں کی تصحیح دوسرے پر مقدم ہے۔ ٢٠٥
قاضی کے فیصلہ کی بنیاد مدعی کی دلیل اور مدعا علیہ کا اقرار یا انکار ہے۔ ٢٠٥
گاؤں لڑکے کو ہبہ کر دیا تو اب اس کی آمدنی میں والدین کو دعوی کا حق نہیں، ہاں والدین پر بر و احسان موجب سعادت دارین ہے۔ ٢٠٦
تنگدست والدین کا نفقہ کشادہ دست لڑکے پر ہے۔ ٢٠٦
مدعی اپنے دعوی میں جائداد متنازعہ کی حدود میں ترمیم کرے اور اس کی صحیح توجیہ کرے
تو دعوی قبول ہوگا۔ ٢٠٧
اور اس باب میں شاہد اور مدعی دونوں کا ایک حکم ہے۔ ٢٠٧
مکانات کی بے پردگی کے مسائل۔ ٢٠٨
انسان اپنی ملک میں تصرف کا مطلقاً اختیار رکھتا ہے۔ ٢٠٨
اپنے نقصان کی وجہ سے پڑوسی کو اپنی ملک میں تصرف کرنے سے روک نہیں سکتے۔ ٢٠٨
اپنی بے پردگی سے پڑوسی کو دروازہ اور جنگلہ رکھنے سے روک نہیں سکتے، خود اپنے پردے کا انتظام کریں۔ ٢٠٨
احناف کے ائمہ خمسہ امام اعظم، ابو یوسف، محمد بن حسن، زفر اور حسن ابن زیاد رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں۔ ٢٠٩
فتوی مختلف ہو تو ظاہر الروایہ کی طرف رجوع واجب ہوگا۔ ٢١٠
جو کچھ ظاہر الروایہ سے خارج ہے وہ مرجوع عنہ ہے اور ہمارے ائمہ کا مذہب نہیں ہے۔ ٢١٠
متاخرین نے لاضرر ولاضرار پر فتوی دیا لیکن یہ بھی وہاں جہاں ضرر شدید ہو۔ ٢١٠
ضرر شدید میں مکان کا گر جانا، انتفاع کے لائق نہ رہنا کہ بالکل روشنی ختم ہو جائے وغیرہ۔ ٢١١
جو خود اپنی دیوار گرا کر یا نیچی رکھ کر اپنا ضرر رکھے

www.alahazratnetwork.org

وہ دوسرے کو اپنے پردہ کرنے پر مجبور نہیں کرسکتا۔ ۲۱۱
لاضرر ولاضرار کا لحاظ دونوں طرف ہونا چاہئے ۲۱۲
جائداد میں کسی کے تصرفات کو دیکھ کر ساکت رہنا صریح دلیل ہے کہ جائداد میں ساکت رہنے والے کا حق نہیں ہے۔ ۲۱۲
مورث کے ترکہ کو متصرف کا دین مستغرق ہو تب بھی دعوٰی وراثت غیر مسموع ہوگا۔ ۲۱۳
وارث دین ادا کرکے ترکہ چھڑا سکتا ہے۔ ۲۱۴
ترکہ کی تقسیم ۲۱۴
استحقاق شیوع مقارن سے ہبہ کو باطل کردے گا۔ ۲۱۴
ادائیگی قرض کے دعوٰی کے ثبوت کے لئے قرضخواہ کا اقرار یا اقرار کے گواہ کافی ہیں۔ ۲۱۵
بھرپائی کے رسید دلیل شرعی نہیں۔ ۲۱۵
مہمل دعوٰی پر شہادت فضول ہے۔ ۲۱۵
نفی پر گواہی نامقبول ہے۔ ۲۱۵
شرعاً تحریر کا اعتبار نہیں۔ ۲۱۵
دلائل شرعیہ تین ہیں، بینہ، اقرار، نکول ۲۱۵
ایک غلط تجویز کا سوال ۲۱۶
کچہری کی تجویز کا خلاصہ ۲۱۶
مدعیہ محمدی بیگم اپنا دعوٰی مندرجہ ذیل وجوہ سے ثابت نہ کرسکی شرعاً،
(۱) گواہ کئی وجہ سے مجروح ہیں۔ ۲۱۷
(۲) شرعاً ایجاب وقبول نہیں پایا گیا۔ ۲۱۷
(۳) تعیین ثمن مفقود ہے۔ ۲۱۷
(۴) دعوٰی اور گواہی میں مطابقت نہیں۔ ۲۱۷
(۵) ایجاب وقبول مجلس واحدہ میں نہیں۔ ۲۱۷
(۶) ایک گواہ کی گواہی اپنے فعل پر ہے جو نامقبول ہے۔ ۲۱۷
ضابطہ کی مخالفت۔ ۲۱۷
اسٹامپ سادہ وغیر رجسٹرڈ جس کو گورنمنٹ قبول نہیں کرتی، عقلاً،
(۱) بائع کی نہ تحریر نہ دستخط جبکہ وہ پڑھا لکھا ہے ۲۱۸
(۲) گواہ عزیز واقارب میں نہیں۔ ۲۱۸
(۳) حدود جنوبی وشمالی مشکوک۔ ۲۱۸
(۴) مہر ضرور ہے مگر وہ محفوظ نہیں رہتی۔ ۲۱۸
اعلٰیحضرت کی تنقید۔ ۲۱۸
مقدمہ اول وجہ شرعی کے چار نمبروں کا جواب ۲۱۸
ثبوت بیع کے دو معنی ہیں، فی الواقع اور عندالقاضی
ایجاب وقبول پر موقوف صرف اول ہے۔ ۲۱۸
تحقیق ایجاب وقبول کی مختلف صورتیں۔ ۲۱۹
عقود ومعاملات میں صرف معنی کا اعتبار ہے ۲۱۹
دستاویز بیعنامہ بطور مرسوم لکھ کر گواہیاں کراکر مشتری کو دینا اور اس کا لینا ایجاب و قبول کے لئے کافی ہے۔ ۲۱۹
والدین اپنے روپے سے جائداد خرید کر بیعنامہ اپنے بچوں کے نام لکھاتے ہیں یہ تملیک و ہبہ ہے۔ ۲۱۹
مقدمہ دوم ۲۲۰

www.alahazratnetwork.org

ثبوت عند القاضی عقد کے گواہ اور اقرار عاقد کے گواہ دونوں طرح ہوجاتا ہے۔ ۲۲۰
شرعاً کی وجہ خامس کا جواب۔ ۲۲۰
ایک گواہ اقرار کا ہو اور ایک عقد کا، گواہی ثابت ہوگی۔ ۲۲۰
شہادت اقرار کے بعد تفتیش عقد کی حاجت نہیں رہتی۔ ۲۲۱
مقدمہ سوم ۲۲۱
عقلاً کی وجہ اولا کا جواب
کتابت کی تین قسم ہے، ۲۲۱
(۱) نامعلوم جیسے ہوا پانی پر لکھنا، یہ باطل ہے۔ ۲۲۱
(۲) مرسوم طریقہ معہودہ پر لکھنا، یہ معتبر ہے ۲۲۱
(۳) معلوم غیر مرسوم معہودہ طریقہ پر نہ ہو، یہ نیت یا دلیل نیت کے ساتھ تو معتبر ہے ورنہ نہیں۔ ۲۲۱
دلیل نیت کی صورتیں ۲۲۱
املا یعنی عبارت بتا کر لکھوانا اپنے لکھنے سے قوی تر ہے۔ ۲۲۱
غیر مرسوم طور پر خود لکھے تو بے گواہ معتبر نہیں اور دوسرے سے لکھوائے تو بے گواہ معتبر ہے
مقدمہ چہارم ۲۲۲
بیع کی گفتگو دو معنوں میں مستعمل ہے، مشورہ بیع اور عقد بیع۔ ۲۲۲
مقدمہ پنجم ۲۲۲
کوئی شہادت حاکم نے مقدمہ کے ایک امر میں قبول کی تو دوسرے امر میں رد نہیں کرسکتا۔ ۲۲۲
فائدہ جلیلہ مہمہ۔ ۲۲۳
مقدمہ ششم ۲۲۳
غیر ثقہ اہل شہادت ہے۔ ۲۲۳
شہادت فاسق مقبول نہ ہونے سے مراد۔ ۲۲۳
فاسق کی شہادت کا قبول کرنا واجب نہیں البتہ قبول کرے تو صحیح ہوگی۔ ۲۲۳
فاسق کی شہادت قبول کرنے والا گنہگار ہے۔ ۲۲۳
فاسق کی قضاء اور شہادت دونوں صحیح ہے البتہ قاضی بنانے والا شہادت قبول کرنے والا گنہگار ہوں گے۔ ۲۲۴
مقدمہ ہفتم ۲۲۴
زید نے مکان پر دعوی کیا میں نے بکر سے خریدا ہے اور عمرو قابض کہتا ہے میں نے بکر سے خریدا ہے، تو دونوں مدعی ہیں۔ ۲۲۴
قابض کے حق میں ڈگری کی صورتیں ۲۲۴
آٹھواں مقدمہ ۲۲۶
کسی گواہ کی گواہی کے بعد مدعی کا یہ کہنا کہ یہ جھوٹا ہے اور بیان سے پہلے جھوٹا کہنے میں فرق ہے۔ ۲۲۶
دوسری قسم کے گواہ قبول ہوں گے۔ ۲۲۶
مدعی نے کہا میرے گواہ نہیں اور مدعی علیہ نے حلف اٹھایا اس کے بعد مدعی نے گواہ پیش کئے، قبول کئے جائیں گے۔ ۲۲۶

www.alahazratnetwork.org

تنقید وجوہ شرعی ۲۲۸
بحث اول ۲۲۸
اقرار کے گواہوں کو ایجاب و قبول کا گواہ قرار دیا گیا۔ ۲۲۸
بحث دوم تنقید وجہ خامس ۲۲۸
صرف اپنے ہی فعل کی گواہی نہیں بلکہ بائع کے افعال کی بھی گواہی دی اس لئے یہ گواہی مقبول ہوگی۔ ۲۲۸
بحث سوم تنقید وجہ سادس ۲۲۹
اقرار بیع کے پانچ گواہ ہیں ۲۲۹
بحث چہارم تنقید وجہ اول ۲۲۹
حاکم کے پاس شہادتِ اقرار کے بعد ایجاب و قبول کے گواہی کی ضرورت نہیں ۲۲۹
بحث پنجم وجہ چہارم کی تنقید۔ ۲۲۹
جب مدعا علیہ کا بیان شہادت عقد ہے ہی نہیں اور گواہ اقرار عقد کے ہیں، تو مدعیہ اور گواہ کے بیان میں مخالفت نہیں۔ ۲۲۹
بحث ششم وجہ چہارم کی مزید تنقید ۲۲۹
مدعیہ اور گواہ کے بیان میں تخالف سے گواہ کے بیان پر کوئی اثر نہیں پڑتا، اگر مدعی کا بیان پہلے ہو۔ ۲۲۹
بحث ہفتم تنقید وجہ ہفتم ۲۳۰
گواہوں کے تزکیہ کے بغیر ان کو فاسق کہنا صحیح نہیں۔ اور یہاں فیس اسٹامپ جمع کرنے کے سلسلہ میں ان گواہوں پر اعتبار ہو چکا ہے تو
بحکم مقدمہ پنجم شہادت بیع میں بھی اعتبار ہونا چاہئے۔ ۲۳۱
وجہ ضابطہ کی تنقید۔ ۲۳۱
جب حسب قاعدہ سرکاری اس بیعنامہ کی اسٹامپ کچہری نے قبول کر لیا، تو اب اس کو کچہری کے ضابطہ کے اصول سے ناقابل قبول بتانا غلط ہے۔ ۲۳۱
بحث ہشتم وجوہ عقل کی تنقید ۲۳۱
اسٹامپ قبول کرنے کے لئے ان شہادتوں کو کس عقلی دلیل سے تسلیم کیا۔ ۲۳۱
رجسٹری فیس وصول کرنے کے بعد اس کے عدم قبول کا عذر غلط ہے۔ ۲۳۱
لکھنے سے زیادہ لکھانے کا اعتبار ہے۔ ۲۳۱
قبول شہادت میں زائد باتوں میں اختلاف کا کوئی اعتبار نہیں۔ ۲۳۱
فیصلہ تجویز غلط ہے، فیصلہ مدعیہ محمدی بیگم کے حق میں ہوا۔ ۲۳۲
استغراق جائداد بے قبضہ شرعاً ناجائز ہے رہن معہ قبضہ صحیح ہے لیکن اس سے مرتہن کا منافع اٹھانا جس کو رہن دخلی کہتے ہیں ناجائز ہے۔ ۲۳۲
معدوم جائداد کے لئے وعدہ بے معنی ہے مہر معجل کے دعوی کا عورت کو ہر دم حق حاصل ہے۔ ۲۳۲
مہر بر ولی معقود علیہ ہے۔ ۲۳۲

www.alahazratnetwork.org

مہر معجل ہے تو جائداد موجودہ عورت کو دے دے یا اس کے پاس بعوض مہر رہن رکھ دے اور جو باقی بچے اس کو آئندہ شوہر دے تو اس کی رضا سے لیتی جائے، نہ دے تو نالش کے ذریعہ نیلام کرائے، اور جو مقدار مہر سے زائد ہو اس کو واپس کر دے۔ ۲۳۲

آج کل خلافِ جنس پر قابو پائے تو اپنا حق وصول کرسکتا ہے۔ ۲۳۲

جب کل مہر کے عوض جائداد ہبہ ہو کل مہر ساقط ہوگیا چاہے کتنا بھی ہو۔ ۲۳۳

ہبہ بالعوض ابتداءً و انتہاءً بیع ہے۔ ۲۳۳

مشتری کے لئے ثمن میں کچھ ملک باقی نہیں رہتی۔ ۲۳۳

جہاں مقاصہ ہو وہاں مقدار کا بیان بلکہ معلوم ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ ۲۳۳

مسلمانوں پر کسی بھی معاملہ میں ہنود کی گواہی معتبر نہیں۔ ۲۳۴

تنہا عورتوں کی گواہی سے طلاق ثابت نہیں ہوتی ۲۳۴

گواہی نہ ہونے کی صورت میں شوہر کو قسم کھلائی جائے، قسم کھا کر طلاق کا انکار کر دے گا تو عورت کا دعوٰی رد ہوجائے گا اور قسم کھانے سے انکار کرے تو طلاق ثابت ہوگی۔ ۲۳۴

نصاب شہادت برائے طلاق۔ ۲۳۵

زمانہ طلاق کے بارے میں گواہوں کا اختلاف کچھ مضر شہادت نہیں۔ ۲۳۵

بادشاہِ اسلام یا قاضی قضاۃ نے جسے قاضیوں کے مقرر کرنے کا حق ہے، جس شخص کو جن قواعد و شرائط کے ساتھ حکم کیا، یا پوری ریاست کیلئے جو قواعد وضوابط بنائے ان کی پابندی متعلقہ افراد کے لئے ضروری ہے، عدم پابندی کی صورت میں فیصلہ کالعدم ہوگا۔ ۲۳۵

قضا کو زمان و مکان، خصومت اور دیگر شرائط کے ساتھ مقید کرنا جائز ہے۔ ۲۳۶

باہر جانے کے لفظ سے فرار ثابت نہیں ہوتا۔ ۲۳۶

بھاگ جانے میں باہر جانے سے ایک امر زائد ہے۔ ۲۳۷

زیادت بے ثبوت زائد ہرگز ثابت نہیں ہوسکتی۔ ۲۳۷

اقل متیقن ہوتا ہے۔ ۲۳۷

مدیون کے مدیون پر دعوٰی صحیح نہیں۔ ۲۳۷

موت کے بعد ملک منتقل ہوجاتی ہے۔ ۲۳۸

دائنِ میت اور مدیون میت اگر میت کے وارث ہوں تو مدیون کے مدیون پر دعوٰی صحیح ہے۔ ۲۳۸

تحقیق مقام۔ ۲۳۸

میت کے مدیون پر میت کا وارث یا وصی دعوٰی کرسکتا ہے میت کا قرضدار نہیں۔ ۲۳۸

میت پر دعوٰی ثابت کرنے کے لئے بھی وصی یا وارث کا حضور شرط ہے۔ ۲۳۸

میت کے مدیون پر دین اور خود میت پر دین

www.alahazratnetwork.org

اگر کسی اور طریقہ سے ثابت ہوجائے تو مدیون کے مدیون پر دعوی ہو سکے گا۔ ۲۳۸

میت کے دو لڑکے ہوں، ایک نے باپ پر اپنا ایک ہزار قرض بتایا اور اتنا ہی ترکہ ہے مگر کسی اجنبی پر قرض ہے موجود لڑکے کی گواہی اجنبی پر قبول ہوگی، قرضہ دوسرے لڑکے کے آنے کے بعد دلایا جائے گا۔ ۲۳۹

میت پر ایک وارث کی موجودگی میں قرض ثابت ہوا بقیہ ورثہ کے حق میں بھی ثابت ہوجائیگا۔ ۲۴۰

ایک وارث نے میت کا قرضہ کسی پر ثابت کیا سب وارثوں کو حصہ ملے گا۔ ۲۴۰

میت کی ماں کے مہر میں سے میت کی بیوی کا کس جہت سے کتنا حصہ ہوگا ۲۴۱

فیصلہ دستاویز یا دستخط پر نہیں گواہی پر ہے۔ ۲۴۲

کسی کا حق ہو تو چاہے اقرار نہ کرے پھر بھی دینا شرعاً ضروری ہے۔ ۲۴۲

جھوٹے اقرار کی پابندی لازم نہیں۔ ۲۴۲

سوال اول ۲۴۲

تزکیہ شہود سے متعلق سوال ۲۴۲

سوال دوم ۲۴۳

مزکی کا خود عادل ہونا ضروری ہے مجہول الحال کسی کا تزکیہ نہیں کرسکتا۔ ۲۴۳

مزکی کے عادل ہونے کی شرط پر ائمہ ثلاثہ کا اتفاق ہے۔ ۲۴۴

کاذب فاسق کا تزکیہ صحیح نہیں۔ ۲۴۴

المجہول لایعرّف المجہول۔ ۲۴۴

فاسق یا مستور کی تعدیل صحیح نہیں۔ ۲۴۴

مزکی عادل نہ ملے تو جو لوگ تزکیہ کرتے ہوں سب اس کی عدالت یا فسق میں متفق ہوں اور قاضی کو اطمینان قلب ہو کہ سچ کہتے ہیں تو قبول کرسکتا ہے۔ ۲۴۴

متفقہ خبر اور قاضی کی تحری صدق، خبر متواتر کے منزلہ میں ہے۔ ۲۴۴

طامع اور مفلس نہ ہونا، اور لوگوں سے اختلاط ہونا شرائط اولویت تزکیہ میں سے ہے۔ ۲۴۵

عارف اسباب جرح، عالم دین کو ترجیح دیجائیگی ۲۴۵

وصف علم سبب پر راجح ہے۔ ۲۴۵

جاہل کو اسباب جرح و تعدیل میں امتیاز دشوار ہے۔ ۲۴۵

قاضی اپنے صوابدید کے موافق اجتماعی یا انفرادی گواہی لے سکتا ہے، ہاں دو عورتوں کی گواہیاں ساتھ ساتھ ہوں گی۔ ۲۴۵

آج کل کے وکلا جس طرح جرح کرتے ہیں کہ گھیر کر سچ کو جھوٹا بناتے ہیں، یہ سخت ممنوع ہے۔ ۲۴۶

شہادۃ علی الزیادۃ مردود ہے، مقبول ہونے کی یہ صورت ہے کہ مدعی دعوی اور شہادت میں تطبیق کرے۔ ۲۴۷

مسئلہ کے نصوص اور توفیق کی مثالیں۔ ۲۴۷

مدعی جب کسی کے لئے ایک چیز کا اقرار کرچکا تو

اس کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ ۲۵۰

شہادت جب بعض میں مردود ہو کل میں مردود ہوگی، آٹھ مسائل کا استثنا ہے۔ ۲۵۰

بیعانہ کا حکم ۲۵۲

ایجاب و قبول ثقہ گواہوں سے ثابت ہو یا بائع کا اقرار ثابت ہو تو بیع ثابت ہے رجسٹری ہو یا نہ ہو، ثمن دیا گیا ہو یا نہ دیا گیا ہو۔ ۲۵۲

اپنے حق مرور سے باہر کوچہ غیر نافذہ میں دروازہ کھولنے میں اختلاف فتوی ہے معتمد اور ظاہر الروایہ یہ ہے کہ جائز نہیں۔ ۲۵۲

متون نقل مذہب کے لئے ہیں۔ ۲۵۳

قاضیخان کی تصحیح سے عدول نہیں کرنا چاہیے۔

○ انصح الحکومۃ فی فصل الخصومۃ

(شرکت و میراث کے الجھے ہوئے ایک مسئلہ کا انتہائی شاندار فیصلہ) ۲۵۵

ان چیزوں کی فہرست جس کا فیصلہ مطلوب ہے۔ ۲۵۶

پانچ قطعہ مکانات کی تفصیل مع چوحدی۔ ۲۵۶

عرضی دعوی اور کارروائی مقدمہ کی تفصیل۔ ۲۵۷

جواب دعوی ۲۵۷

مدعا علیہ نمبر ۲ ۲۵۷

تفصیل آمد و خرچ مجموعی ۲۵۸

۶ قطعہ دستاویز متعلقہ جائداد ۲۵۸

کارروائی متعلق دستاویز ۲۵۸

گیارہ تنقیحات ۲۶۰

تجویز تنقیح ع۱ ۲۶۰

تجویز تنقیح ع۲ ۲۶۲

رہن ملک مرتہن نہیں ہوتا۔ ۲۶۲

مرتہن رہن کو ہبہ نہیں کرسکتا۔ ۲۶۲

تجویز متعلقہ تنقیح ع۳ ۲۶۳

غیر مدیون کو دین کا مالک بنانا صحیح نہیں۔ ۲۶۳

تجویز متعلقہ تنقیح ع۴ ۲۶۴

رہن مشاع فاسد ہے۔ ۲۶۵

رہن دخلی شرعاً حرام ہے۔ ۲۶۵

رہن صحیح و فاسد کا حکم ایک ہے۔ ۲۶۵

انتقال مرتہن کے بعد اس کے ورثاء اس کی جگہ مرتہن ہوجاتے ہیں۔ ۲۶۵

راہن یا مرتہن کے مرنے سے رہن باطل نہیں ہوتا۔ ۲۶۵

خریداری میں روپیہ والد کا ہونا ملک والد کو مستلزم نہیں۔ ۲۶۶

لادعوی کسی شرط واقعی پر معلق کرنا بلا شرط لادعوی ہے۔ ۲۶۷

کسی شخص کا بیان اس قدر کہ اس کی ذات کے لئے نافع ہو بلا دلیل مقبول نہیں ہوسکتا اور جس قدر فریق دیگر کے لئے نافع ہے اس کے حق میں حجت ہوجاتا ہے۔ ۲۶۷

کوئی مقر اپنے اقرار سے بدعوی سہو و لغزش پھر نہیں سکتا۔ ۲۶۸

تجویز تنقیح ع۵ ۲۶۸

تجویز متعلقہ تنقیح ع۶ ۲۶۹

www.alahazratnetwork.org

شرکت کا علم ہونا شریک ہونے کو مستلزم نہیں ۲۷۰
تجویز متعلقہ تنقیح ۷ ۲۷۰
تجویز متعلقہ تنقیح ۸ ۲۷۰
تجویز متعلقہ تنقیح ۹ ۲۷۱
کسی کے ساتھ نیکی پر ثواب کی امید ہے مگر استحقاق معاوضہ نہیں۔ ۲۷۳
کوئی شخص نیک سلوک اور احسان کرکے جبراً عوض نہیں مانگ سکتا۔ ۲۷۳
دوسرے کے امر کے بغیر اس کا قرضہ ادا کرنیوالا اس سے واپس نہ پائے گا۔ ۲۷۳
تجویز متعلقہ تنقیح ۱۰ ۲۷۳
شرعاً دو دائن مدیون کو تقسیم نہیں کرسکتے نہ غیر مدیون سے دین کا مبادلہ ممکن ہے۔ ۲۷۵
حکم ۲۷۵
دین مہر کے عوض جو جائداد دی گئی وہ مبیع ہوتی، عورت اپنی زندگی میں اس میں ہر قسم کے تصرفات کی مختار ہے۔ ۲۷۸
معاوضہ مہر میں شوہر کے ورثہ کا کوئی دعویٰ نہیں ۲۷۸
تحکیم کا حکم، پنچ مقرر کرنے کے بعد حکم کے فیصلہ سے مکرنے پر حکم پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔ ۲۷۹
پہلے پنچوں کا فیصلہ حق ہو تو بعد والے اسی کو نافذ کریں، ورنہ حق فیصلہ کریں۔ ۲۷۹
فیصلہ سے پہلے فریقین کو تحکیم باطل کرنے کا اختیار ہے فیصلہ کے بعد فیصلہ لازم ہوجاتا ہے ۲۷۹
کسی کے مکان کا پانی پڑوسی کے مکان سے ہوکر بہتا رہا ہو تو اس پڑوسی کو اس پانی کے روکنے کا حق نہیں۔ ۲۸۰
استحقاق کا ثبوت پڑوسی کے اقرار سے یا گواہان عادل سے ہوگا، یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو پڑوسی قسم کھا کے انکار کردے انکار ہوجائیگا۔ ۲۸۰
پانی کا مدتوں سے بہنا یا گھر کے ڈھال کا ادھر ہونا ثبوتِ حق کے لئے کافی نہیں ہے۔ ۲۸۰
پڑوسی کو نالی بند کرنے کا حق نہیں۔ ۲۸۱
شوہر نے اپنا کوئی مکان بیوی کے مہر کے عوض بیع کردیا، دوسری بیوی کی اولاد کو یہ حق نہیں کہ اپنی ماں کے مہر کے عوض اس کو نیلام کراسکیں۔ ۲۸۲
مذکورہ بالا مسئلہ پر پانچ وجوہ سے استدلال ۲۸۳
وجہ اول ۲۸۳
بیع صحیح میں قبضہ شرط ملک نہیں۔ ۲۸۳
بیع بالعوض اور ہبہ بشرط العوض کا فرق۔ ۲۸۳
ہبہ بشرط العوض المعین ابتداءً ہبہ اور انتہاءً بیع ہے۔ ۲۸۳
وجہ ثانی ۲۸۴
جو چیز عورت کے قبضہ میں ہے وہ شوہر کے قبضہ میں مانی جائے گی۔ اس کا مطلب عورت کے قبضہ کی نفی نہیں۔ ۲۸۴
مقبوض المقبوض مقبوض۔ ۲۸۴
وجہ ثالث ۲۸۴
قابض القابض قابض۔ ۲۸۴

وجہ رابع ۲۸۴
حدیث انت ومالك لابيك کا مطلب۔ ۲۸۴
ترکہ ثبوت ملک ہے۔ ۲۸۴
وجہ خامس ۲۸۵
ہبہ بے قبضہ تمام نہیں۔ ۲۸۵
زوجیت مانع رجوع ہبہ ہے۔ ۲۸۵
امراۃ ما في يدها في يد الزوج کا تعلق اس صورت سے ہے کہ عورت کوئی چیز اپنے پاس رکھتے ہوئے شوہر کو ہبہ کردے، تو ہبہ صحیح ہے۔ ۲۸۵
زوجیت کے ثبوت کی چار صورتیں۔ ۲۸۵
صرف دستاویزوں سے زوجیت کا ثبوت نہ ہوگا۔ ۲۸۶
نکاح کا اقرار اس بات کا اقرار ہے کہ اس وقت نکاح میں ہے۔ ۲۸۶
وہ چار چیزیں جس میں سن کر گواہی دی جاسکتی ہے۔ ۲۸۶
والدین جہیز کے کسی سامان کو عاریت بتائیں تو بغیر شہادت یہ دعویٰ مسموع نہ ہوگا۔ ۲۸۷
شوہر کسی زیور کے بارے میں یہ دعویٰ کرے تو مسموع ہوگا۔ ۲۸۷
تمادی کا عذر شرعاً کوئی چیز نہیں۔ ۲۸۸
مبیع کے معیب بعیب فاحش ہونے میں یا ہلاک ہونے کی صورت میں ثمن میں اختلاف ہو تو بائع کے گواہ وہ نہ ہوں تو مشتری کی قسم
یا انکار پر فیصلہ ہوگا۔ ۲۸۹
گواہ کی موجودگی میں مدعا علیہ نہ تو خود قسم کھا سکتا ہے نہ مدعی قسم طلب کرسکتا ہے۔ ۲۸۹
یمین اور بینہ دونوں قاضی کے سامنے ہونا ضروری ہے۔ ۲۸۹
گواہ شہر میں موجود ہوں تو مدعی مدعا علیہ سے قسم کا مطالبہ نہیں کرسکتا۔ ۲۹۰
غیبت کی مسافت کے سلسلہ میں مجتبیٰ کی عبارت کی توضیح۔ ۲۹۱
چار سوالات پر مشتمل ایک مفصل استفسار۔ ۲۹۱
تحلیف کی ایک صورت کی توضیح۔ ۲۹۱
تحلیف میں احتیاط یہی ہے کہ دعویٰ کے جزو و کل دونوں کو شریک کیا جائے۔ ۲۹۴
حلف دعویٰ پر لیا جاتا ہے جو چیزیں دعویٰ سے خارج ہیں ان پر نہیں۔ ۲۹۴
یمین نہ تو دعویٰ فاسدہ پر مرتب ہوتی ہے نہ معدوم پر۔ ۲۹۴
گواہ بعض دعویٰ پر گواہی دے مقبول ہے۔ ۲۹۴
وزن قیمت میں کم ہونا بعضیت نہیں۔ ۲۹۵
اشیاء غائبہ میں قیمت کا ذکر مدعی کی تعیین کے لئے ہوتا ہے۔ ۲۹۵
فائدہ دعویٰ الزام ہے بواسطہ اقامت حجت۔ ۲۹۵
مجہول میں الزام متحقق نہیں ہوتا۔ ۲۹۵
عین کی معرفت وصف سے نہیں ہوتی۔ ۲۹۵

قیمت کی معرفت وصف سے ہوتی ہے۔ ۲۹۵

مدعی غائب ہو تو جواہرات اور ریشمی کپڑے میں وزن کا ذکر موتی میں اس کی گولائی روشنی اور وزن کا ذکر ضروری ہے۔ ۲۹۵

یمین اور بیع میں ذراع وصف ہے اور لغو ہے دعوی اور شہادت میں اس کا اعتبار ہے۔ ۲۹۶

کسی کلام مستقل میں کوئی قید ہو تو دوسرے کلام مستقل میں اس کا اعتبار نہ ہوگا۔ ۲۹۷

شہادت میں الفاظ قاطع احتمال ہونا چاہیے۔ ۲۹۷

حلف میں آج کل جو کچھ کہلایا جاتا ہے مثلاً واللہ اس باب میں جو کہوں گا حق کہوں گا یمین منعقدہ ہے اور مدعا علیہ پر یمین غموس لازم ہے۔ ۲۹۸

مطلق کا اقرار مقید کا اقرار نہیں۔ ۲۹۹

ایسی چیز پر تحلیف صحیح نہیں جس کے انکار سے مدعا علیہ پر دعوی کی ڈگری نہ دی جا سکے۔ ۲۹۹

قسم اس بات پر دلائی گئی کہ کوئی چیز اس فہرست میں کہ بابت متروکہ ضیاء النساء بیگم ہے مدعا علیہا کے پاس نہیں، نہ ضیاء النساء بیگم کے مرنے کے بعد قبضہ مدعا علیہا میں آئی، قسم دلاتے وقت خط کشیدہ ٹکڑا رہ گیا، تو تحلیف صحیح نہ ہوگی۔ ۲۹۹

مدعی کی طلب پر حلف لینا حاکم کا کام ہے خود مدعی حلف دلائے صحیح نہ ہوگی۔ ۳۰۰

مدعی مال سے بری کر سکتا ہے حلف سے نہیں، یہ تو حاکم کا حق ہے۔ ۳۰۰

مدعی اور حاکم دونوں مدعا علیہ کو حلف سے بری کریں تو بھی بری نہ ہوگا۔ ۳۰۱

حلف بروجہ صحیح تام نہ ہوئی، تو گو مدعی کے طلب پر قاضی نے دلائی ہو، دوبارہ صحیح طور پر قسم دلانا ضروری ہے۔ ۳۰۲

متولی وقف، وصی اگر متعلقہ اشیاء میں کوئی عقد خود کریں تو انہیں قسم دلائی جا سکے گی ورنہ نہیں۔ ۳۰۳

جھوٹی گواہی کا کوئی کفارہ نہیں، آئندہ کے لئے کسی بات کی جھوٹی قسم کھانے کا کفارہ ہے۔ ۳۰۳

جھوٹے گواہ کے بارے میں حدیث میں وعید شدید۔ ۳۰۴

جہاں شہادت قابل اعتبار ہو مدعا علیہ کو قسم دلائی جائے گی۔ ۳۰۴

حاکم تنہا قسم کا مطالبہ نہیں کر سکتا ہے، مدعی قسم طلب کرے تو قاضی مدعا علیہ پر قسم رکھے۔ ۳۰۴

شرعی قضاء کا طریقہ ۳۰۵

مسئلہ کی فقہی نصوص ۳۰۵

حقوق العباد میں دعوی شرط شہادت ہے۔ ۳۰۷

انتفاء شرط سے مشروط منتفی ہو جاتا ہے۔ ۳۰۷

ایک غلط فتوی کی تنقید ۳۰۸

زید نے عمرو کے خلاف شکایت کی کہ اس نے مجھے دعوت نہیں دی، عمرو نے کہا میں نے دعوت دی تھی، لوگوں نے عمرو سے قسم کھلائی، اس صورت میں نہ دعوی ہے نہ مدعی نہ مدعا علیہ

www.alahazratnetwork.org

نہ قسم کھلانے کی ضرورت۔ ۳۰۸

مذکورہ بالا حلف کے بارے میں اگر کوئی یہ کہے کہ ہم حلف کو نہیں جانتے تو کوئی جرم نہیں، قائل پر کفر وفسق کا فتویٰ جہالت۔ ۳۰۸

جاہل کو فتویٰ دینا حرام ہے۔ ۳۰۹

جو بے علم فتویٰ دے آسمانوں اور زمین کے فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔ ۳۰۹

من لم یعرف اهل زمانه فهو جاهل۔ ۳۰۹

مدعی اور منکر کی شناخت علماء پر بھی مشکل ہے ۳۰۹

مسلمان پر معصیت کا حکم لگانے سے قبل تنقیح ضرور کرلینا چاہئے۔ ۳۰۹

اولاد کا والدین کے حقوق کا لحاظ نہ کرنا گناہ کبیرہ ہے ۳۱۰

اطاعت والدین کے ترغیب کی ۸ حدیثیں ۳۱۰

ایک دلگداز حدیث شریف ۳۱۰

ایک بار کے اشعار سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کا گریہ اور اس کے بیٹے کو زجر و توبیخ ۳۱۳

انت ومالک لابیک حکم دیانت ہے قضاءً

باپ اور بیٹے کی ملک جدا ہے۔ ۳۱۴

لڑکے کے مال میں مجبور باپ کے حقوق۔ ۳۱۴

فقیر باپ اپنے مالدار لڑکے کے مال سے ضرورت بھر لے سکتا ہے۔ ۳۱۵

غائب کے مال سے زوجہ اور ابوین اپنے حق کی جنس سے بغیر قضائے قاضی بھی لے سکتے ہیں۔ ۳۱۵

اپنے اقرار پر آدمی کا مواخذہ ہوگا۔ ۳۱۶

مرض الموت کا ہبہ رضائے ورثہ پر موقوف ہوتا ہے۔ ۳۱۶

شرکت طاریہ مفسد ہبہ نہیں۔ ۳۱۶

خریداری مشتری کی طرف سے قرار دینا ممکن ہو تو اسی پر نافذ ہوگی۔ ۳۱۷

عام طور سے باپ بیٹے کے نام کوئی چیز خریدتا ہے تو مقصد ہبہ کرنا ہوتا ہے۔ ۳۱۷

باپ نے بیٹے کے لئے اقرار کیا، اب کہتا ہے مصلحۃً ایسا کیا تھا، گواہی کے بعد باپ کا دعویٰ تسلیم ہوگا، قسم کے بعد بیٹے کا قول معتبر ہوگا، نکول کی صورت میں ڈگری باپ کی ہوگی۔ ۳۱۷

ثبوت زوجیت کے ایک فیصلہ کی تنقید۔ ۳۱۹

صحت نکاح صحت توکیل پر موقوف نہیں۔ ۳۲۰

نکاح فضولی بھی جائز ہے، نفاذ البتہ طرفین کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ ۳۲۰

نکاح فضولی پر فیصلہ کرنے کے لئے یہ ضروری تنقیح ہے کہ اجازت پائی گئی یا نہیں۔ ۳۲۰

بعد کی اجازت پہلے کی وکالت کے مثل ہے۔ ۳۲۱

صحت شہادت کے لئے مشہود علیہ کو وقوعہ کے وقت پہچاننا ضروری ہے پہلے سے جان پہچان ضروری نہیں۔ ۳۲۱

دو مرد اور ایک عورت کی شہادت کہ یہ فلاں عورت ہے اس وقت ضروری ہے کہ مقرہ نقاب میں ہو۔ ۳۲۲

گواہ مقرہ کو دیکھ کر گواہی دینا بیان کرے تو

www.alahazratnetwork.org

مقرہ کو دکھا کر اطمینان کرلینا چاہیے کہ یہ وہی
عورت ہے۔ ۳۲۲
اختلافات ۳۲۳
جو امور اصل دعوٰی سے زائد ہوں ان کا اختلاف
مخلِ شہادت نہیں۔ ۳۲۳
غیر مضر اختلافات کی چند مثالیں ۳۲۳
حکامِ شرع کو تنبیہ کہ آج کل جس طرح زبردستی
گواہوں کا تضاد خواہ مخواہ نکالا جاتا ہے یہ
زیادتی ہے، اور اس سے مسلمانوں کے حقوق
پر غلط اثر پڑتا ہے۔ ۳۲۳
مسئلہ دائرہ پر فقہی نصوص کچہریوں کی مذموم
جرح پر سخت تنقید۔ ۳۲۴
جرح مدفوع ہے۔ ۳۲۶
قاضی ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت
نادرہ کو ان کا مذہب بتانا غلط ہے۔ ۳۲۷
روایت نادرہ پر عمل صحیح نہیں۔ ۳۲۷
جو کچھ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے ہمارا
مذہب نہیں۔ ۳۲۷
قول مرجوح پر فتوٰی جہل اور خرقِ اجماع ہے ۳۲۷
عمل اسی پر ہے جو اکثر کا قول ہے۔ ۳۲۷
امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر فتوٰی
دینا واجب ہے۔ ۳۲۷
قاضی جب اپنے مذہب کے قول معتمد کے
خلاف فیصلہ کرے نافذ نہ ہوگا۔ ۳۲۸
گواہوں کے مختلف بیان میں تطبیق۔ ۳۲۹
عدمِ ذکر ذکرِ عدم نہیں۔ ۳۲۹
ایک گواہ نے زید کے عمر سے پوچھنے کا ذکر کیا
دوسرا خاموش ہے، ان بیانوں میں کوئی
اختلاف نہیں۔ ۳۳۰
ایک گواہ نے کہا فلاں کو وکیل کیا، دوسرے
نے اضافہ کیا کہ اس کے بعد معزول کیا یا
وکالت کے حق میں گواہی مقبول عزل میں نہیں۔ ۳۳۰
عدم ذکر اور ذکر کا اختلاف قرآن عظیم میں بھی
ہے در اصل یہ اختلاف ہے ہی نہیں۔ ۳۳۰
ایک اختلاف میں تطبیق ۳۳۱
محاورہ زبان کی تحقیق ۳۳۲
قعدۂ اولٰی میں امام کے بھول کر کھڑے ہوجانے
کا مسئلہ۔ ۳۳۲
ایک اور اختلاف کی تنقیح۔ ۳۳۲
کسی شخص کو جاننا اس کے ساتھ شناسائی و
تعارف کو کہتے ہیں فقط نام سن لینے کو۔ ۳۳۲
کسی کا نام معلوم کرلینے کے لئے پہلے سے اس
کو جاننا ضروری نہیں۔ ۳۳۲
ایک اور اختلاف۔ ۳۳۳
احتمال سے استدلال باطل ہوجاتا ہے۔ ۳۳۳
چھوہارے، بتاشے اور شیرینی کا اختلاف۔ ۳۳۳
مہر نکاح میں مقصود نہیں وہ تابع اور
زائد ہے۔ ۳۳۴
نکاح کے وقت مہر نہ ہونے کی شرط
لگائی، نکاح صحیح اور مہر مثل ثابت ہوگا۔ ۳۳۴

www.alahazratnetwork.org

گواہ اور مدعی میں مہر کی مقدار میں اختلاف ہو تو نکاح دونوں میں سے جو کم ہو اس پر ہوگا۔ ۳۳۴

نکاح کے علاوہ دیگر عقود میں بدل میں اختلاف ہو تو دعویٰ رد کر دیا جائیگا۔ ۳۳۵

مہر کے اختلاف خواہ باہم گواہوں میں ہوں یا گواہ اور مدعی میں ہوں دعویٰ نکاح اور شہادتوں سے ثبوت نکاح کو مطلقاً کچھ ضرر نہیں دیتے۔ ۳۳۵

نکاح کی دعوت دینے اور نہ دینے کا اختلاف ۳۳۶

دعویٰ بے اصل ہے یا فیصلہ ۳۳۶

۲۴، ۲۵ تاریخ کا فرق ۳۳۶

عوام آنے والی رات کو دن کے تابع مانتے ہیں اور اہل اسلام گزشتہ رات کو۔ لیالی حج کا اس سے استثناء ہے۔ ۳۳۶

انگریزی تقویم میں بارہ بجے رات سے تاریخ بدلتی ہے۔ ۳۳۶

گواہی کا ایک اور خلل۔ ۳۳۷

نکاح کے ثبوت کے لئے نکاح پڑھانے والے کی گواہی معتبر نہیں۔ ۳۳۷

مکان محلہ سے خاص ہے۔ ۳۳۷

مکان سے سوال کی نفی محلہ سے سوال کی نفی نہیں کرسکتی۔ ۳۳۷

"اور کچھ نہ پوچھا" "کچھ نہ پوچھا" کا فرق۔ ۳۳۷

نفی سوال نفی علم کو مستلزم نہیں۔ ۳۳۷

فعل مامور کی نسبت آمر کی طرف ہوتی ہے۔ ۳۳۷

نکاح نامہ کا حکم ۳۳۸

"ساتھ" اور "بعد آنے" میں اختلاف ۳۳۸

"اور" عربی کے واؤ کا ترجمہ ہے۔ یہ لفظ معیت، ترتیب، تراخی، تعقیب سب سے خالی ہے۔ ۳۳۸

فرعون اور قوم لوط میں تقریباً دو ہزار برس کا فاصلہ ہے۔ ۳۳۸

قبلیت و معیت جمع نہیں ہوسکتیں۔ ۳۳۸

ایسے اختلافات سے شہادت باطل نہیں ہوتی۔ ۳۳۸

ایک اور بے اثر اختلاف ۳۳۸

دلیل کذب نہ پائے جانے کو دلیل کذب قرار دینا درست نہیں۔ ۳۳۹

عدم ذکر ذکر عدم نہیں۔ ۳۳۹

دیگر اعتراضات ۳۳۹

مدعا علیہ کا نام شروع میں نہ بتانے اور بعد میں بتانے سے متعلق بحث۔ ۳۳۹

کچہریوں میں گواہ کا بیان قلم بند کرنے کا ضابطہ۔ ۳۳۹

بیان میں قلم بند نہ ہونے والی باتوں کا ذکر بعد میں ہی ہوگا۔ ۳۳۹

گواہ کوئی ضروری بات مجلس بدلنے کے بعد بھی بڑھوا سکتا ہے۔ ۳۳۹

جو اضافے محل تہمت ہوں ان کو بھی مجلس شہادت ختم ہونے سے پہلے بڑھوا سکتا ہے۔ ۳۴۰

www.alahazratnetwork.org

منہ دیکھنے میں نام لینے سے زیادہ تعین ہے۔ ۳۴۰

ادائے شہادت کے لئے نام جاننا یا چہرہ دیکھنا ضروری ہے۔ ۳۴۱

وقت نکاح کی جہالت سے گواہی پر اثر نہیں پڑتا۔ ۳۴۱

شاہدین یا مدعی وشاہد کے بیان میں زمان ومکان کا اختلاف ہو تب بھی گواہی مقبول ہے تو تو دو کی صورت میں بدرجۂ اولیٰ مقبول ہوگی۔ ۳۴۱

نامقبول شہادت کو سن کر وقت ضائع کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ ۳۴۲

آدمی کی شہادت اپنے فعل پر نامقبول ہے ۳۴۳

آج کل کی اصطلاح کا وکیل نکاح سفیر محض ہوتا ہے۔ ۳۴۳

مبلغ اپنے پیغام پہنچانے کا ذکر اپنی شہادت میں کرسکتا ہے۔ ۳۴۳

تبلیغ اور فعل نفس کے فرق کی مثال۔ ۳۴۳

نکاح خواں قاضی ادائے شہادت سے قبل اپنے عہدے سے استعفا دے چکا ہو تو اس کی شہادت غیر مسموع ہے۔ ۳۴۳

عدم تعیین تاریخ وماہ وسال، یا اسم منکوحہ و اسمائے گواہان، شہادت کی نامقبولیت کا سبب نہیں۔ ۳۴۴

گواہوں نے کہا بڑی لڑکی مگر ہم اسکو جانتے نہیں تو گواہی مقبول ہے شوہر سے کہا جائے گا کہ اس امر کا ثبوت فراہم کردو کہ بڑی لڑکی یہی مدعا علیہا ہے۔ ۳۴۴

قاضی کو چاہئے کہ شہادت مکمل ہو تو فیصلہ کرے، مطلق ہو تو مقید کرائے، ناقص ہو تو کامل کرائے، مجمل ہو تو مفسر کرائے۔ ۳۴۵

مدعی کو شرعی طریقہ پر دعوی کرنے کا ڈھنگ نہ ہو تو قاضی تعلیم کرائے گا۔ ۳۴۵

ناکح اور منکوحہ کے نام نہ لینے کا اعتراض۔

ایک اور گواہی ۳۴۶

چند امور کی گواہی میں کسی ایک امر میں گواہی مردود ہونے سے بقیہ امور میں مردود ہونا ضروری نہیں۔ ۳۴۶

درمختار کی ایک عبارت کی توضیح۔ ۳۴۷

جہالت مدعی علیہا کی ایک اور شہادت۔ ۳۴۷

ایک اور لغو اعتراض ۳۴۷

دو مہینہ دس دن کو تین مہینہ کہنے پر اعتراض کا جواب۔ ۳۴۹

کسی وقت کے جزء قلیل وکثیر کو پورا کہہ دینا عرب کا دستور ہے۔ ۳۴۹

قرائن ۳۵۰

عدم دعوی کے قرائن کی تنقیح۔ ۳۵۰

تصریح شہادتوں کے خلاف قرائن پر حکم ناممکن ہے۔ ۳۵۰

مشاہدہ اور ثابت بالشہادہ کا ایک حکم ہے۔ ۳۵۰

مجرد تہمت سے شہادت رَد نہیں ہوتی۔ ۳۵۱

رامپور میں عورتوں کے رات میں پیدل گھومنے کا رواج ہے۔ ۳۵۱

مفتی وحاکم دونوں پر لازم ہے کہ جہاں کی نسبت حکم یا فتویٰ دیں خاص وہاں کے رسم ورواج پر لحاظ کریں۔ ۳۵۱

کسی جگہ کے اپنے رواج کے ساتھ دوسری جگہ کا رواج معارض نہیں ہوسکتا اگرچہ وہ کیسا ہی عام کیوں نہ ہو۔ ۳۵۱

شخص مبحوث کے افعال وحرکات کے خلاف عام رسم ورواج پر حکم نہیں ہوسکتا۔ ۳۵۱

عصمت جہاں کی عادت وحرکات کا شمہ بیان ۳۵۱

واقعہ کی قرین عقل تفصیل۔ ۳۵۱

مدعیہ کے بیان کے کچھ گوشے۔ ۳۵۲

تنقیحات پر تنقید ۳۵۶

دوسری تیسری تنقیح فضول ان سے دعوٰی کے ثبوت وعدم ثبوت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ۳۵۷

اکراہ کے ساتھ نکاح صحیح ہے۔ ۳۵۷

عدم کفایت کے ثبوت کا بار بذمہ مدعا علیہا تھا ۳۵۷

اصل یہ ہے کہ مرد وعورت ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ ۳۵۷

سینہ کا اُبھار، مُوئے زیر ناف کا اُگنا، ڈاڑھی، آواز کا بوجھل ہونا شرعاً مثبت بلوغ نہیں۔ ۳۵۸

عارضہ مبہم لفظ ہے، شہادت میں گول بات مقبول نہیں۔ ۳۵۸

فیصلہ ناقص وقبل از وقت ہے۔ ۳۵۸

اختیار قاضی سے متعلق دو سوالوں پر مشتمل ایک استفتاء۔ ۳۵۹

خود مختار حاکم اسلام، رئیس مملکت یا باتفاق رعایا بنایا ہوا قاضی مطلق یا ان کا بنایا ہوا قاضی ماذون باستخلاف جس مقدمہ میں کسی اہل قضا کو فیصلہ کا حکم دے وُہ فیصلہ قاضی شرع کا فیصلہ ہے ان کے نقض کا کسی کو اختیار نہیں۔ ۳۵۹

قاضی اپنے مذہب معتمد کے خلاف فیصلہ دے تو نافذ نہ ہوگا۔ ۳۵۹

ایک غلط فیصلہ کی تنقید۔ ۳۶۰

شفیع کو جائداد کے بیع کے قابل بھروسہ خبر ملتے ہی یہ اعلان کرنا چاہئے کہ میں شفعہ کا طالب ہوں، ذراسی تاخیر بھی شفعہ باطل کردے گی، اسی کو طلب مواثبت کہتے ہیں۔ ۳۶۰

بائع یا مشتری یا جائداد کے پاس جاکر لوگوں کو گواہ بنانا بھی ضروری ہے کہ میں شفعہ طلب کرتا ہُوں، اس کو طلب اشہاد کہتے ہیں مواثبت کے بعد یہ بھی ضروری۔ ۳۶۰

اگر کوئی شفیع طلب مواثبت اور طلب اشہاد سے قبل خصومت کرے شفعہ باطل ہوگا۔ ۳۶۰

طلب خصومت سے پیشتر کی طرف اسناد علم اور اسناد علم الی الماضی میں فرق ہے۔ ۳۶۰

شفیع کو طلب اشہاد سے قبل علم نہ ہوسکا تو یمین کے ساتھ اس کا قول معتبر ہوگا اور بینہ مشتری

www.alahazratnetwork.org

پر، اور طلب اشہاد سے پہلے علم کا مقر ہو، اور طلب مواثبت کا مدعی تو بینہ شفیع پر۔ ۳۶۱
طلب خصومت کے وقت شفیع نے مواثبت اور اشہاد کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ گویائی کے باوجود خاموش رہا تو یہ بھی انکار قرار دیا جائیگا، مدعی سے گواہ طلب ہوں گے، گواہوں نے طلب مواثبت و اشہاد کے بارے میں دعویٰ مدعی کے خلاف بیان دیا دعویٰ رد ہوگا۔ ۳۶۱
گواہ طلب مدعی کے وقت بائع اور مشتری دونوں کا رہنا بیان کرے، مگر ان کے پہچاننے سے انکار کرے، تو گواہی مردود ہوگی۔ ۳۶۲
شہادت کی تکمیل مدعی کا کام ہے، مدعا علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔ ۳۶۳
جمہور حنفیہ کے نزدیک مستثنیٰ الحکم میں مسکوت عنہ کے ہوتا ہے۔ ۳۶۳
ایک جملہ استثنائیہ کی توضیح۔ ۳۶۳
گواہ کا اختلاف ۳۶۳
مشہود بہا اگر موجود ہو تو اشارہ ورنہ نام، وہ بھی اس طرح کی تمیز و تعیین ہو جائے ضروری ہے۔ ۳۶۳
آج کل کی گواہی کا ناقص طریقہ مروج ہے۔ ۳۶۳
مشتری نے طلب مواثبت کا انکار کیا اس کا قول قسم کے بعد معتبر ہوگا اس کا بینہ مقبول نہ ہوگا بینہ شفیع پر ہوگا۔ ۳۶۳
طلب اشہاد کا انکار ہو تب بھی مشتری کی قسم ہے ہاں یہ اور شفیع دونوں بینہ پیش کریں تو شفیع کا بینہ اولیٰ ہوگا۔ ۳۶۳
جب شفیع کے گواہ خود ہی کہیں علم کے بعد فوراً طلب مواثبت نہیں ہوئی شفعہ باطل ہوگا۔ ۳۶۴
تناقض دعویٰ جس کا ضرر بجانب مدعی ہے مانع صحت دعویٰ نہیں۔ ۳۶۵
تناقض اور جزو متروک میں فرق ہے۔ ۳۶۷
مدعی نے پہلے مطلق دعویٰ کیا پھر اس کی تقیید کی سماعت مقید پر ہوگی۔ ۳۶۸
تناقض وہ مبطل ہے جس سے کسی دوسرے کی حق تلفی ہو۔ ۳۶۸
فتاویٰ خلاصہ کے ایک جزئیے کی تشریح۔ ۳۶۹
مصنوع زیور کی زکوٰۃ خلاف جنس دی جائے تو قیمت صناعی کا اعتبار ہوگا، وزن کا نہیں۔ ۳۷۰
اختلاف گواہاں کی تنقید ۳۷۰
ذکر اور عدم ذکر میں اختلاف نہیں۔ ۳۷۰
ایک گواہ کہے زید نے یہ کام کیا، دوسرا کہے یاد نہیں کس نے کیا، ان دونوں میں کوئی اختلاف نہیں۔ ۳۷۰
رقعہ و کاغذ میں بعض مواقع میں عام و خاص کی نسبت ہوتی ہے خاص کی نفی عام کی نفی کو مستلزم نہیں۔ ۳۷۱
کوئی آدمی کسی سے کچھ لکھوائے عرف عام میں فعل آمر کی طرف منسوب ہوگا۔ ۳۷۱
شہادت میں اس اختلاف کا اعتبار ہے جس کا اثر اصل پر ہو۔ فاضل اختلاف کا

اعتبار نہیں۔ ۳۷۱
ایک گواہ نے کہا مدعی کے ساتھ فلاں تھا دوسرے نے کہا نہیں، یہ اختلاف کچھ مضر نہیں۔ ۳۷۲
فقتق شہادت کے لئے جہالت وہ معتبر ہے جو طریق حکم کو مسدود کرے۔ ۳۷۳
مرتہن نے زیور کی مقدار دو سو تولہ تسلیم کی چاندی کا ہونے سے انکار کیا، شہادت صرف چاندی ہونے کی طلب کی جائے گی زیور کی تعداد کی تحقیق غیر ضروری ہے۔ ۳۷۳
شاہد نے مدعا علیہ پر مدعی کے کچھ پیسے ہونے کی شہادت دی، تعداد نہ بتائی، گواہی ثابت ہے تین پیسے دلائے جائیں گے۔ ۳۷۳
عوام اس کو مدعی کہتے ہیں جو کچہری میں پہلے نالش کردے، شرع میں بسا اوقات اس کا الٹا ہوتا ہے، مدعی اور مدعا علیہ میں تمیز دشوار کام ہے۔ ۳۷۴
زید نے عمرو پر ہزار روپے کا دعوی کیا، عمرو نے کہا میں ادا کرچکا ہوں، عمرو مدعی ہوا اور زید مدعا علیہ۔ ۳۷۵
عام طور سے زیور گرو رکھنے والے سو کا مال پچاس میں رکھتے ہیں مرتہن اس کو ۲۵ کا بتائے تو ظاہر کے خلاف ہے، اس سے گواہ مانگے جائیں گے۔ ۳۷۵
راہن زیور چاندی کا بتائے، مرتہن ستلور کا، مرتہن کے گواہ نامقبول ہوئے۔ راہن نے نہ قسم کھائی نہ انکار کیا تو فیصلہ کی راہ مسدود ہوگئی۔ ۳۷۵
مدعی کے محض دعوی پر فیصلہ نہیں ہوگا مدعا علیہ سے قسم طلب کرنا ضروری ہے۔ ۳۷۶
مرتہن ظاہر کے خلاف دعوی کرے تو گواہوں سے ثابت کرنا ہوگا اور ہدایہ کے قول القول قول المرتہن کا صورتِ مسئلہ سے تعلق نہیں۔ ۳۷۷
فقہا جب یہ فرماتے ہیں کہ فلاں کا قول معتبر ہے تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ قسم کے بعد۔ ۳۷۷
مدعی حلف نہ طلب کرے تو قاضی فیصلہ نہ کرے گا۔ ۳۷۷
جو فیصلہ اصول شرع کے خلاف ہو وہ فیصلہ ہی نہیں، نہ اسے منسوخ کرنے کی ضرورت۔ ۳۷۷
طریق حکم۔ ۳۷۸
مرتہن نے مرہون تلف کردی تو قرض ساقط اور مرتہن سے فاضل کا تاوان دلایا جائیگا۔ ۳۷۸
دو سوالوں پر مشتمل استفتاء۔ ۳۷۸
سوال اول ۳۷۸
سوال دوم ۳۷۹
ہندہ اس امر کی دعویدار ہے کہ میری ماں کا نکاح بتعداد مہر پچاس ہزار روپیہ بکر کے ساتھ ہوا ہے بکر سے بقدر حصۂ فرائض دلایا جائے بکر مجیب ہے کہ تعداد مہر مجھے یاد نہیں مگر والدۂ ہندہ نے مہر مجھے معاف کردیا ابراء مہر کی شہادت عند العدالت کافی و مثبت نہ ہوئی اب عند الشرع

www.alahazratnetwork.org

عدالت کو کیا کرنا چاہیے۔ ۳۷۹
بیانات شہود اربعہ متعلق سوال اول۔ ۳۷۹
بیان مرد اول کا۔ ۳۷۹
بیان دوسرے مرد کا۔ ۳۷۹
بیان پہلی عورت کا۔ ۳۷۹
لڑکی نے اپنے باپ پر ماں کی مہر سے حصہ وراثت کا دعویٰ کیا، باپ نے ابراء مہر کا جواب دیا، طریق حکم کیا ہے۔ ۳۸۰
بیان دوسری عورت کا۔ ۳۸۰
سوال اول کا جواب۔ ۳۸۰
بغیر مشاہدہ کے گواہی نامقبول ہے۔ ۳۸۰
دس معاملات میں سن کر گواہی دے سکتے ہیں ۳۸۰
شہادت بالتسامع کی علت۔ ۳۸۱
مہر نکاح کے تابع ہو کر ان امور سے ضرور ہے کہ اس کی گواہی سن کر دی جا سکتی ہے مگر مہر کی معافی ان میں سے نہیں۔ ۳۸۱
جن امور میں سن کر گواہی جائز ہے اگر گواہ ادائے شہادت کے وقت سماع کی تصریح کر دے، شہادت نامقبول ہے قبضہ کی بنا پر شہادت جائز لیکن ادائے شہادت کے وقت تصریح کی کہ قبضہ کی بنا پر شہادت دیتا ہوں، تو مردود ہے۔ ۳۸۱
شاہد علی الشہادۃ بنانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اصل گواہ یہ کہے میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں، تو اس گواہی پر گواہ ہو جا۔ ۳۸۳
گواہ نے ادائے شہادت کے لفظ اشہد یا اس کے ہم معنی لفظ نہ کہا تو شہادت نہ ہوگی بخبرہ جائے گی۔ ۳۸۳
عورتوں اور مردوں کے بیان میں تخالف مقرر ہو تو گواہی نامعتبر ہوگی۔ ۳۸۴
مرض موت کا ہبہ وصیت کے حکم میں ہے۔ ۳۸۴
سوال دوم کا جواب ۳۸۵
مدعی اثبات ابراء نہ کر سکے مدعا علیہ پر قسم ہے، ۳۸۵
مدعا علیہ قسم سے انکار کرے تو ابراء ثابت، اور قسم کھائے تو دعویٰ ثابت۔ ۳۸۵
مہر کے دعویٰ میں مہر مثل سے کم یا برابر کا دعویٰ کیا اور زوج نے ابراء کا، تو عدم ثبوت ابراء کی صورت میں مدعی کا دعویٰ بلا قسم ثابت ہو جائے گا۔ ۳۸۵
مہر مثل کے دعویٰ سے کم اور زائد ہونے کی مختلف صورتوں میں طریقہ فیصلہ کا بیان ۳۸۵
ہبہ کے تصفیہ کا ایک سوال، پہلی گواہی۔ ۳۹۰
دوسری گواہی، تیسری گواہی۔ ۳۹۰
اعتراضات مفتی (۱) قبضہ ناقصہ
" " (۲) " "
" " (۳) " " اور اختلاف شہادت
" " (۴) اختلاف شہادت
" " (۵) ہبہ میں ایجاب کے ساتھ قبول ضروری قبضہ قبول کے قائم مقام نہ ہوگا ۳۹۱
اعتراضات مفتی (۶) مدعا علیہا کے شاہدوں کے

network.org

بیان سے قبضہ واہب ثابت ہے۔ ۳۹۲

سوال دوم ۳۹۲

جواب سوال اول ۳۹۳

مسئلہ اولیٰ کافی، کفایہ، تنویر، ہدایہ اور در میں یہ ہے کہ قبول ہبہ میں ایجاب کی طرح رکن ہے۔ ۳۹۳

مختصر مختلف نہایہ، درایہ، عینی اور عام شروح میں ہے کہ قبول رکن ایجاب نہیں یہی قول امام ہے۔ ۳۹۳

راجح معتمد ومفتی بہ یہی ہے کہ قبول ہبہ رکن نہیں۔ ۳۹۳

تحقیق یہی ہے کہ ہبہ میں قبضہ سے ملک اور قبول دونوں ثابت ہوتے ہیں۔ ۳۹۳

قبضہ بلا اذن یا بہ اذن اسی مجلس ہبہ میں ضروری نہیں، بعد کو بھی ہو سکتا ہے بشرطیکہ قبضہ سے پہلے رد نہ ہو۔ ۳۹۳

عمل ہمیشہ استحسان پر ہوتا ہے۔ ۳۹۳

لفظ ناخذ اعاظم لفظ افتاء سے ہے۔ ۳۹۴

قبول ہبہ کے رکن نہ ہونے کی دلیل، اور اس کی نظیر۔ ۳۹۴

ترجیح مزید۔ ۳۹۴

محیط کی توثیق اور بحر کی تضعیف ۳۹۵

واہب نے موہوبہ کو فارغ نہ کیا اور کہا کہ قبضہ دلادیا، تو کذب ہوگا۔ ۳۹۶

عاریت کا قبضہ بھی مالک ہی کا قبضہ ہے۔ ۳۹۶

اجیر اور مرتہن کا قبضہ مستقل ہے۔ ۳۹۶

بے اجرت لوگوں کو مکان دے رکھا ہے اس مکان کو اپنے چھوٹے لڑکوں کو ہبہ کیا ہبہ صحیح ہے رہنے والوں کا تخلیہ ضروری نہیں۔ ۳۹۶

عاقل کا کلام صحت پر محمول کیا جائے گا۔ ۳۹۷

گواہ نے قبضہ دلانے کی گواہی دی مطلب قبضہ تامہ ہوگا۔ ۳۹۸

قبضہ دلایا کہنے کے بعد یہ کہنے کی ضرورت نہیں اپنا قبضہ ہٹا کر ہر چیز سے فارغ کر کے قبضہ دلا دیا۔ ۳۹۸

الشیئ اذا ثبت ثبت بلوازمہ ۳۹۸

جزئیات فقہیہ ۳۹۸

گواہ نے کہا یہ دونوں میاں بیوی ہیں نکاح کا ذکر نہیں کیا، گواہی مقبول ہے۔ ۳۹۹

مسئلہ مسئولہ میں گواہیاں مکمل ہیں۔ ۴۰۰

موہوب لہ کا غیر واہب کے املاک واسباب سے خالی ہونا ضروری نہیں۔ ۴۰۰

مرتہن، اجیر یا عاریۃً متقین کے علاوہ کوئی مکان میں ہو وہ مکان کا قابض نہیں، نہ اس کے رہنے سے موہوب لہ کے قبضہ میں فرق آئے۔ ۴۰۱

مفتی صاحب کے تیسرے اعتراض کا جواب اور گواہی کی توثیق۔ ۴۰۱

مدت کا اختلاف اور اختلافِ شہادت مضر نہیں۔ ۴۰۲

موہوب لہ کا ہبہ کے وقت ملک واہب سے خالی ہونا ضروری نہیں قبضہ کے وقت خلو ضروری ہے۔ ۴۰۲

واہب زندگی بھر مکان موہوب لہ میں رہا،

www.alahazratnetwork.org

اس کا حاصل یہ ہے کہ قبضہ نہ ہوا، یہ نفی کی شہادت ہے جو نامقبول ہے۔ ۴۰۲
یہ گواہی مقبول ہوگی کہ قبضہ کے وقت واہب کا سامان مکانِ موہوبہ میں تھا۔ ۴۰۳
قبضۂ تامہ کے بعد واہب زندگی بھر مکان موہوبہ میں غصباً یا اجارۃً رہے ہبہ میں کچھ خلل نہیں۔ ۴۰۳
مدعی نے کہا میں نے یہ مکان تیرے باپ سے خریدا، مدعا علیہ جو قابض تھا اس نے اس امر کے گواہ پیش کئے کہ میرا باپ زندگی بھر اس میں رہا، گواہی مقبول نہ ہوگی۔ ۴۰۳
جواب سوال دوم ۴۰۴
مدعا علیہ نے ہبہ کا انکار کیا اور گواہ پیش کیا کہ اس جائداد پر ہمیشہ واہب کا قبضہ رہا گواہ دے دیں ۴۰۵
مدعی گواہ نہ پیش کرسکا تو مدعا علیہ کو قسم دلائی جائے گی۔ ۴۰۵
مدعی نے اپنے دعویٰ میں زیور کی قیمت، وزن اور صفت بتائی۔ گواہ نے وزن کا ذکر نہیں کیا، گواہی مقبول ہے یا نہیں۔ ۴۰۵
مدعی کے تفصیل بتانے کا مقصد دعویٰ کی تعیین ہے۔ مجہول پر قضا نہیں ہوتی۔ ۴۰۶
جو چیز حاضر ہو اس کی تعیین کے لئے اشارہ کافی ہے۔ اگرچہ اوصاف غلط بیان کئے ہوں۔ ۴۰۶
غیر موجود میں ایسی تفصیل ضروری ہے کہ پوری تعیین بقدر امکان و احتیاج حاصل ہو۔ ۴۰۷
چاندی اور سونے میں وزن ہی مقدار ہے اس لئے اس کے بیان کے بغیر چارہ نہیں۔ ۴۰۷
غصب اور رہن میں قدرے جہالت کا تحمل ہوتا ہے عاریۃ میں نہیں۔ ۴۰۸
غصب اور رہن میں قیمت نہ بتائی گواہی مقبول ہے۔ ۴۰۸
عالمگیری کی ایک روایت کا مصداق۔ ۴۰۸
غیر موزوں پر موزوں کا قیاس صحیح نہیں۔ ۴۱۰
امانت استہلاک کے بعد غصب ہوجاتی ہے۔ ۴۱۱
ثبوتِ دعویٰ اور قضائے قاضی بینہ یا اقرار مدعا علیہ یا قسم یا نکول عن الحلف پر موقوف ہوتے ہیں۔ ۴۱۲
حکم کے چھ ارکان کا بیان ۴۱۲
تجویز کا مجبور سا نہیں، تو اس کی بنیاد پر پیمائش بیکار ہے۔ ۴۱۳
مدعی علیہ سے گواہی لینا بیکار ہے۔ ۴۱۳
تقسیم اور شرکت میں منافاۃ ہے۔ ۴۱۳
شہادت علی النفی کی ایک مثال۔ ۴۱۴
شرع میں مدار معنی پر ہے اس کے مقابلہ میں صورت کا لحاظ نہیں۔ ۴۱۴
میں نے ودیعت ادا کردی صورۃً دعویٰ ہے لیکن حقیقت میں انکار ودیعت ہے۔ ۴۱۴
قدیم سلبی مفہوم ہے۔ ۴۱۴
صورتِ مسئولہ میں تجویز کی تحریر کے باوجود فیصلہ نہیں ہوا۔ ۴۱۴
بغیر رکن کے وجود شئی محال ہے۔ ۴۱۴

جن مواقع میں حکام کے تصرفات حکم کا درجہ نہیں رکھتے دوسرے حکام اس کی سماعت کر سکتے ہیں۔ ۴۱۵

ایسے معاملات کی بعض انواع کی طرف اشارہ۔ ۴۱۵

ایک جائداد کی تقسیم اور حقیت سے متعلق مختلف مقدمات اور فتاویٰ کا جائزہ۔ ۴۱۵

مورث کی دو بیبیاں ایک خاندانی اور ایک طوائف اور چار لڑکے دو خاندانی سے اور دو طوائف سے۔ ۴۱۷

مورث کی جائداد کی تفصیل۔ ۴۱۸

روئداد کارروائی حق وراثت اور اس کی تقسیم کی۔ ۴۱۹

مدعی علیہ کا بیان ۴۲۰

چشتی قوم کا رواج ۴۲۰

فریقین کے صلحنامہ کا خلاصہ ۴۲۰

بیان بدرالدین ۴۲۰

درخواست داخل وخارج تحصیل چونیاں آباد۔ ۴۲۲

بیان اللہ بخش ۴۲۲

پروانہ بنام پیشکار ۴۲۲

بیان بدرالدین وغیرہ ۴۲۳

فتویٰ مولوی عبدالرحیم صاحب بابت ثبوت نسب۔ ۴۲۳

فتویٰ مولوی عطا محمد صاحب، نسب کا انکار۔

صلحنامہ کے موافق جائداد کی حقیت کی تقسیم۔ ۴۲۴

سند مولوی نور الدین بابت نکاح بدرالدین

درنگ بجری۔ ۴۲۴

سند دوم بابت نکاح ۴۲۴

نکاح کے گواہان کا بیان ۴۲۴

دربارۂ درخواست ابتدائی حکم۔ ۴۲۴

دربارہ دوران بندوبست درخواست داخل خارج

بیان اللہ بخش بعد درخواست مذکور ۴۲۴

درخواست تقرر ثالثان ۴۲۷

منسوخی ثالثان کی عرضی ۴۲۸

فریقین اور حکام مقدمہ کو ہدایات (جواب) ۴۲۸

حکم اللہ ورسول کے لئے ہے۔ ۴۲۸

تنقیدات مصنف ۴۲۹

ثالثوں کا فیصلہ باطل ہے:

(۱) یہ شرعاً ثالث بھی نہ تھے۔

(۲) ثالث ہوں تو بھی اس خاص فیصلہ کا ان کو حق نہ تھا۔

(۳) ان کا فیصلہ باہمی اختلاف رائے کی وجہ سے نامعتبر ہے۔ ۴۲۹

تینوں ثالثوں کا فیصلہ مخالفِ شرع ہے۔ ۴۲۹

ثالثوں کے فیصلہ کے بطلان کی وجوہ۔ ۴۳۰

وجہ اول ۴۳۰

ثالثی کے لئے فریقین کی فیصلہ کے وقت تک رضامندی ضروری ہے۔ ۴۳۰

وجہ دوم ۴۳۱

ثالث ایسا فیصلہ نہیں کر سکتے جس کا اثر نابالغوں کے حق تک پہنچے۔ ۴۳۱

وجہ سوم ۔۔۔ ۴۳۱

چند شخص ثالث ہوئے تو ان کا متفق علیہ حکم ہی نافذ ہوگا۔ ۔۔۔ ۴۳۲

وکیل، وصی، ناظر، قاضی، سب کا یہی حکم ہے۔ ۔۔۔ ۴۳۲

مذکورہ بالا حکم سے تین امور مستثنیٰ ہیں۔ ۔۔۔ ۴۳۴

وجہ چہارم ۔۔۔ ۴۳۴

کاغذ اول رپورٹ پٹواری ۔۔۔ ۴۳۴

پہلا اعتراض ۔۔۔ ۴۳۴

کاغذات سے نسب ثابت نہیں۔ ۔۔۔ ۴۳۵

بیان صرف ایک بھائی کا ہے دوسرے کا نہیں۔ ۔۔۔ ۴۳۵

دوسرا اعتراض ۔۔۔ ۴۳۵

اس نے بھی بھائی ہونا تسلیم نہیں کیا ہے بلکہ قبل نکاح کی اولاد مانا ہے۔ ۔۔۔ ۴۳۵

الولد للفراش وللعاہر الحجر۔ ۔۔۔ ۴۳۵

تیسرا اعتراض ۔۔۔ ۴۳۵

پٹواری کا بیان شہادت نہیں ہوسکتا۔ ۔۔۔ ۴۳۵

کاغذ دوم رواج عام۔ ۔۔۔ ۴۳۵

چوتھا اعتراض۔ ۔۔۔ ۴۳۵

کاغذ رواج عام میں اقرار مجہول ہے، اور یہ باطل ہے۔ ۔۔۔ ۴۳۶

مجہول مقر لہ قرائن سے تعیین نہیں کی جاسکتی۔ ۔۔۔ ۴۳۶

ظاہر اور قرینہ مدعی کو مفید نہیں۔ ۔۔۔ ۴۳۸

پانچواں اعتراض ۔۔۔ ۴۳۸

لفظ بیوہ کی تحقیق ۔۔۔ ۴۳۸

چھٹا اعتراض ۔۔۔ ۴۳۸

رواج عام واجب العرض کا مطلب۔ ۔۔۔ ۴۳۹

ساتواں اعتراض ۔۔۔ ۴۳۹

رواج عام کی تحریر سے نسب ثابت نہیں ہوتا۔ ۔۔۔ ۴۳۹

آٹھواں اعتراض ۔۔۔ ۴۴۰

محافظہ وسجلات کے سند ہونے کی بحث۔ ۔۔۔ ۴۴۰

نواں اعتراض ۔۔۔ ۴۴۲

دسواں اعتراض ۔۔۔ ۴۴۳

شیخ ابوالعباس کے لفظ اسناء کی توضیح۔ ۔۔۔ ۴۴۳

گیارھواں اعتراض ۔۔۔ ۴۴۳

کتاب القاضی الی القاضی کی تحقیق ۔۔۔ ۴۴۳

بارھواں اعتراض ۔۔۔ ۴۴۵

رواج عام سے استناد کی مزید تنقید۔ ۔۔۔ ۴۴۵

تیرھواں اعتراض ۔۔۔ ۴۴۶

مفتیوں کے فتویٰ کے موافق طلاق کا اقرار کیا ۔۔۔ ۴۴۶

بعد کو پتہ چلا فتویٰ غلط تھا طلاق نہیں پڑی۔ ۔۔۔ ۴۴۶

کاغذ سوم صلحنامہ پیر بدرالدین۔ ۔۔۔ ۴۴۶

چودھواں اعتراض ۔۔۔ ۴۴۶

دستاویز پر فیصلہ نہیں ہوسکتا۔ ۔۔۔ ۴۴۷

پندرھواں اعتراض ۔۔۔ ۴۴۸

دواوین قضاء کے کون سے کاغذات قابل سند ہیں۔ ۔۔۔ ۴۴۸

سولھواں اعتراض ۔۔۔ ۴۴۸

کن مقدمات میں دفتر قضاء کے احکام پر فیصلہ ہوگا۔ ۴۴۸

سترھواں اعتراض ۴۴۸

دفتر قضاء کے احکام کا حکم کتاب القاضی الی القاضی کا ہے جبکہ اس کے شرائط پائے جائیں۔ ۴۴۸

اٹھارھواں اعتراض ۴۴۸

اصل صلحنامہ کی دیگر کمزوریاں ۴۴۸

اعتبار اس کا ہے جو تمسک لکھانے والے نے اپنی زبان سے کہا اس کا کچھ اعتبار نہیں جو کاتب نے لکھا۔ ۴۴۹

اعتبار واقف کے لفظوں کا ہے نہ کہ کاتب کی تحریر کا۔ ۴۴۹

اعتبار اس کا ہے جو نفس الامر میں واقع ہوا ہے۔ ۴۴۹

الخط یشبہ الخط۔ ۴۴۹

انیسواں اعتراض ۴۵۰

جب وارث متعدد ہوں تو ایک کے اقرار سے مورث پر نسب نہیں ثابت ہوگا۔ ۴۵۰

قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی روایت جو مذہب امام کے خلاف ہو مسلم نہیں۔ ۴۵۰

بہ اخذ الکرخی کا لفظ مفتی بہ ہونے کی علامت نہیں۔ ۴۵۰

ساکت کی طرف کوئی قول نہیں منسوب ہوتا۔ ۴۵۱

بیسواں اعتراض ۴۵۱

ایسے رشتے کا اقرار جو اپنے غیر پر نسب لازم کرتا ہو شرعاً بعید ضعیف ہے۔ ۴۵۱

اکیسواں اعتراض ۴۵۲

قضائے قاضی کو جس قید سے مقید کیا جائے اس کے ساتھ مقید ہوگی۔ ۴۵۳

فریقین نے اس شرط کے ساتھ حکم بتایا کہ وراثت ثابت ہو تو حصہ تقسیم ہو، تو وراثت ثابت ہوئے بغیر حکم کے اختیار سے خارج ہوگی۔ ۴۵۴

چوتھے کاغذ شجرہ نسب کی تنقید ۴۵۴

بائیسواں اعتراض ۴۵۴

کاغذ پنجم اظہار نخچن آباد ۴۵۵

تیئیسواں اعتراض ۴۵۵

شرع مطہرہ کاغذی جمع خرچ پر اصلاً لحاظ نہیں فرماتی۔ ۴۵۵

دفتر کا میدان اہلمد کی سبز چراگاہ ہے۔ ۴۵۵

چوبیسواں اعتراض ۴۵۶

فریقین کی رضامندی کے بعد حاکم کا یہ آرڈر کر بندوبست جاری ہے اس میں درخواست دو بے معنی ہے۔ ۴۵۶

پچیسواں اعتراض ۴۵۶

چھبیسواں اعتراض ۴۵۶

کاغذ ششم، تحریر مولوی نورالدین۔ ۴۵۷

ستائیسواں اعتراض ۴۵۷

تحریری ادائے شہادت کا رواج تو قانونی

www.alahazratnetwork.org

کچہریوں میں بھی نہیں۔ ۴۵۷
اٹھائیسواں اعتراض ۴۵۷
انتیسواں اعتراض ۴۵۸
تیسواں اعتراض ۴۵۸
صرف ایک شاہد کے بیان و اقرار سے نکاح ثابت نہیں ہوتا۔ ۴۵۸
اکتیسواں اعتراض ۴۵۸
بتیسواں اعتراض ۴۵۹
سند ہفتم شہادات ۴۵۹
تینتیسواں اعتراض ۴۵۹
شہادت میں لفظ اشہد یا اس کا ہم معنی ضروری ہے۔ ۴۵۹
شہادت میں لفظ شہادت رکن ہے۔ ۴۶۰
چونتیسواں اعتراض ۴۶۰
پینتیسواں اعتراض ۴۶۱
چھتیسواں اعتراض ۴۶۱
لفظ اشہد کے تعین کی کئی وجہیں ہیں قسم ان میں سے ایک وجہ ہے۔ ۴۶۱
سینتیسواں اعتراض ۴۶۲
کچہریوں میں جو حلف دلوایا جاتا ہے اس سے اشہد کا تقاضا پورا نہیں ہوتا۔ ۴۶۲
"خدا کی قسم سچ کہوں گا" یمین منعقدہ ہے۔ ۴۶۲
یمین منعقدہ میں کفارہ کی ادائیگی سے کام نکل سکتا ہے۔ ۴۶۲
ہفت اقلیم اور لاکھ روزے بھی یمین غموس کا کفارہ نہیں ہو سکتے۔ ۴۶۲
اڑتیسواں اعتراض ۴۶۲
شہادت و خبر کا فرق۔ ۴۶۲
انتالیسواں اعتراض۔ ۴۶۳
شہادت میں لفظ اشہد امر تعبدی ہے اس پر دوسرے الفاظ کا قیاس جائز نہیں۔ ۴۶۳
کافر کی گواہی مسلمانوں کے خلاف مقبول نہیں۔ ۴۶۳
چالیسواں اعتراض ۴۶۴
لفظ "چندکس" تو تک بولا جاتا ہے۔ ۴۶۴
تواتر کی تحقیق ۴۶۴
اکتالیسواں اعتراض ۴۶۵
نبی پر بھی خبر متواتر مقبول ہے۔ ۴۶۵
بیالیسواں اعتراض ۴۶۶
سات سوالوں پر مشتمل استفتاء۔ ۴۶۶
حکم کے موافق شرع فیصلہ کو فریقین پر ماننا لازم ہے، اور خلاف شرع فیصلہ کی پابندی کسی پر نہیں۔ ۴۶۷
فیصلہ میں یہ شرط لگانا کہ جو حکم نہ مانے چار ہزار روپے فریق مخالف کو دے حرام و باطل ہے۔ ۴۶۸
شہادت مدعی سے لی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ کسی خفیہ طریقہ پر بھی اطمینان کر لینے میں حرج نہیں۔ ۴۶۸
رشوت دے کر فیصلہ لینا حرام ہے۔ ۴۶۹
فاسق حکم کا فیصلہ موافق شرع ہو تو مانا جائیگا۔ ۴۶۹

www.alahazratnetwork.org

قاضی اور حَکَم کا ذاتی فیصلہ حکم کے لئے کافی نہیں۔ ۴۶۹

رشوت دینا اور لینا کب حرام ہے اور کب نہیں۔ ۴۶۹

رشوت دینے والے، لینے والے اور ان کے دلال پر اللہ تعالٰی کی لعنت۔ ۴۷۰

حاکم کو قرض خواہ کی رضا کے بغیر از خود ادائیگی قرض کی قسط بندی جائز نہیں۔ ۴۷۰

ثبوت دعوٰی کے بعد فوراً حکم موافق دعوٰی ضروری ہے تاخیر سے فسق اور عزل لازم ہوتا ہے۔ ۴۷۰

حکم مذکور سے دو امر مستثنٰی ہیں۔ ۴۷۰

ابطال تاجیل کی مختلف وجہیں۔ ۴۷۰

قسط بندی ایک قسم اجل ہے۔ ۴۷۱

اجل حق مدیون ہے۔ ۴۷۱

قاضی صرف بینہ، اقرار یا نکول کی بنیاد پر قضا کرسکتا ہے۔ ۴۷۱

بلا ثبوت اثبات محض باطل و نامقبول ہے۔ ۴۷۱

دعوٰی شرط قضا ہے۔ ۴۷۱

بلا دعوٰی قضا۔ کرنے کا حاکم کو اختیار نہیں۔ ۴۷۱

قاضی و حاکم کا مشورہ ماننا کسی پر واجب نہیں۔ ۴۷۱

حر مکلف پر جبر بلا وجہ شرعی باطل ہے۔ ۴۷۲

غیر دائن برائے دائن کو مؤجل نہیں کرسکتا۔ ۴۷۲

اگر دائن نے مدیون کو کہا کہ جا اور ہر مہینے مجھے اتنے پیسے دے دیا کر، تو یہ تاجیل نہ ہوئی۔ ۴۷۲

ایک ایسی صورت جس میں بظاہر مدعی پر بینہ نہیں اور مدعا علیہ پر قسم نہیں۔ ۴۷۳

ایفائے وعدہ کا مسئلہ۔ ۴۷۳

وعدہ کی وفا پر جبر نہیں ہوسکتا۔ ۴۷۳

نابالغوں کی ولایت سے متعلق ایک سوال۔ ۴۷۳

باپ کے ہوتے ہوئے نہ دادا کو حق ولایت ہے نہ نانی کو۔ ۴۷۳

شوہر نے عورت کے مہر سے انکار کیا اور لڑکے نابالغ ہیں تو قاضی نابالغوں پر جس کو وصی مقرر کرے وہ دعوٰی کرسکے گا، اور اقرار ہو تو کسی کو اس پر دعوٰی کا حق نہیں۔ ۴۷۳

باپ کو اپنی بیوی کے مہر سے انکار ہو اور بچے نابالغ ہوں باپ کو اس مقدمہ میں ہرگز نابالغوں کا ولی نہیں بنایا جاسکتا، قاضی کسی امین مشفق و مصلح کو وصی مقرر کرے۔ ۴۷۵

وصی کے تقرر میں قاضی کی رائے کا اعتبار ہے۔ ۴۷۶

عورت مہر مثل سے زائد کا دعوٰی کرے اس کے گواہان قبول کئے جائیں گے۔ ۴۷۷

عورت مہر مثل سے کم کا دعوٰی کرے تو گواہ کی ضرورت نہیں، ہاں شوہر اگر اس سے مہر کا مدعی ہو تو بجائے یمین کے عورت کے گواہ مقبول ہیں۔ ۴۷۸

قاضی کو عورت کا مہر مثل نہ معلوم ہو تو یا تو امین اشخاص کے ذریعہ اس کو معلوم کرے یا عورت سے اس پر گواہ طلب کرے۔ ۴۷۸

درر الحکام اور عنایہ کی عبارتوں کی توضیح۔ ۴۷۹

مقر پر شہادت نہیں، چار مسئلوں کا استثناء ہے۔ ۴۷۹

www.alahazratnetwork.org

اقرار کے لئے مجلس قضا شرط نہیں۔ ۴۸۰

مدعی نے گواہ پیش کئے، مدعا علیہ نے اقرار کرلیا تو فیصلہ گواہی کی بنیاد پر نہیں اقرار کی بنیاد پر ہوگا۔ ۴۸۰

شوہر ابرا۔ کا مدعی ہو تو اس سے گواہ طلب کئے جائیں اور بصورت عدم گواہ عورت کو حلف دلایا جائیگا۔ ۴۸۱

اقرار براءت اور اقرار مال میں گواہوں کے قبول اور عدم قبول کے اصول۔ ۴۸۱

حقوق العباد کے معاملہ میں احتیاط لازم ہے۔ ۴۸۲

قرضدار نے قرض ادا کرنے کا دعوٰی کیا تو اس کو گواہ دینا ہوگا، نہ کہ قسم کھائے، گواہ نہ دے تو قرضخواہ پر قسم ہے۔ ۴۸۲

زید کے عمرو پر دو اشرفی۔ عمرو نے کہا اچھا میں ان اشرفیوں کے تیس روپے وقتِ حساب مجرا دوں گا۔ یہ اقرار ہے اور عمرو ماخوذ ہوگا۔ ۴۸۳

اگر یہ کہا اچھا میں تیس روپے وقتِ حساب مجرا دوں گا، یہ وعدہ ہے۔ ۴۸۳

اقرار اور وعدہ کا قاعدہ کلیہ ۴۸۳

دستاویز بلا شہادت نامقبول ہے۔ ۴۸۴

منصب میں میراث نہیں چلتی، اس میں چھوٹے بڑے کا بھی لحاظ نہیں جو اہل ہے اس کو دیا جائے، اہلیت میں سب مساوی ہوں تو دینے والے کی صوابدید پر ہے۔ ۴۸۵

کسی مکان پر ایک شخص مالکانہ تصرف کرتا رہا، دوسرا مدتوں دیکھتا رہا اور خاموش رہا، اب ملکیت کا دعوٰی کرے نامسموع ہے۔ ۴۸۶

صدر یا امیر قوم کب اپنی رائے پر عمل کرے گا اور کب کمیٹی کی رائے کا پابند ہوگا۔ ۴۸۸

کسی چیز کو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خصوصیت قرار دینے کے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔ ۴۸۸

ہر عطائی کمال حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے خاص ہے اور دوسروں کو انھیں کے واسطے سے حاصل ہے۔ ۴۸۹

مشورہ کے بعد حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنی رائے پر عمل کرنے کا حکم یہ حضور کی خصوصیت نہیں ہے۔ ۴۹۰

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر مشورہ کرنا واجب تھا یہ آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔ ۴۹۰

ہر حاکم مشورہ لے کر اپنی رائے پر عمل کرسکتا ہے اگرچہ تمام رایوں کے خلاف ہو جبکہ مشورہ سے اپنی رائے کی غلطی ظاہر نہ ہو۔ ۴۹۰

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مشورہ کے محتاج نہ تھے ان کا مشورہ تعلیم امت وغیرہ فوائد کے لئے تھا۔ ۴۹۰

صاحب رائے صائب اپنی رائے پر چلے اور دوسرے جو اس درجہ کے نہیں، وہ بھی اسی کی رائے پر چلیں۔ ۴۹۱

خود فقیہ اور صاحب رائے نہیں تو افقہ اور اورع کی رائے پر چلے۔ ۴۹۱

www.elahazratnetwork.org

اتبعوا السواد الاعظم کا حکم اعتقاد کے بارے
میں ہے۔ مسائل فرعیہ فقہیہ کو اس سے علاقہ نہیں۔ ۴۹۲
ہر مجتہد کا بعض مسئلہ جمہور کے خلاف ہے۔ ۴۹۲
ایسے مسائل کی فہرست ۴۹۲
اجماع کے لئے ایک وقت کے تمام مجتہدین کا
اتفاق درکار ہے۔ ۴۹۳
کسی مجلس کے فیصلہ کو اجماع ٹھہرانا سخت سے
سخت نادانی ہے۔ ۴۹۳
شہر بھر کے فقہاء کا اتفاق تو اجماع درکنار فقیہ
کے مقابل اصلاً حجت نہیں ہوتا۔ ۴۹۳
مجتہد کا اپنی رائے چھوڑ کر دوسروں کی رائے پر
عمل کرنا صحیح نہیں۔ ۴۹۳
مصنف علیہ الرحمۃ کی تحقیق کہ حکم کی دو قسمیں ہیں،
شرعی اور غیر شرعی۔ ۴۹۴
حکم شرعی وغیر شرعی کی تعریفیں اور مثالیں۔ ۴۹۴
چاندی کو چاندی کے عوض بیچنے میں مساوات
شرعاً لازم ہے۔ ۴۹۴
سونے کو چاندی کے عوض بیچنے میں مساوات
ضروری نہیں عاقدین کو کمی بیشی کا اختیار ہے۔ ۴۹۴
پونڈ کی قیمت پندرہ روپے ہونا حکم شرعی نہیں
لیکن روپے کے بدلے سوا گیارہ ہی ماشے
چاندی ہونا حکم شرعی ہے۔ ۴۹۴
قسم اول یعنی حکم شرعی کی دو صورتیں ہیں۔ ۴۹۴
حکم شرعی مصرح بحکم واحد میں اسی کی اتباع
ضروری ہے، چاہے صدر کی رائے ہو یا ارکین
کی کل کی ہو یا بعض کی یا کسی کی نہ ہو۔ ۴۹۵
حکم شرعی مصرح بحکمین بلا ترجیح آراء یا تصحیح
جانبین ہو، اس میں اختیار ہے کہ جس پر چاہے
عمل کرے۔ ۴۹۵
جس حکم شرعی کی تصریح کتب میں نہیں اس کی
چار صورتیں ہیں۔ ۴۹۵
صدر و اراکین میں سے کوئی فقیہ نہیں تو سب
کی رائے معطل، اہل فقہ کی طرف رجوع کریں۔ ۴۹۵
صرف صدر فقیہ ہے ایسی صورت میں سب پر
لازم ہے کہ کتب میں غور و خوض کرنے کے بعد
وہ جو رائے دے سب مانیں۔ ۴۹۶
ارکان متفق ہوں تو صدر کی رائے کچھ نہیں،
ارکان کی متفقہ رائے پر عمل ہو، اور اختلاف کی
صورت میں افقہ کے قول پر عمل ہو۔ ۴۹۶
سب غیر افقہ ہوں تو کثرت رائے پر عمل کرے۔ ۴۹۶
مساوی الرائے اختلاف کریں اور کثرت رائے
نہ بن سکے تو جس پر صدر کا دل جمے اس پر عمل کرے۔ ۴۹۷
تطفل علی الفتح ۴۹۷
قسم دوم میں تین صورتیں ہیں۔ ۴۹۹
ایسے امور جن میں شرعاً اختیار ہے اور معاملہ
وقف ہے، تو شرط واقف سب پر
مقدم ہے۔ ۴۹۹
شرط واقف نص شارع کی طرح واجب الاتباع
ہے۔ ۴۹۹
امور اختیاریہ چندہ سے متعلق ہوں اور امر مالی ہو

قوان میں چندہ دہندوں کی رائے کا اتباع ضروری ہے ۴۹۹
امور مطلق اختیاری ہے صدر صاحب کی رائے نہیں اور ارکان اہل فن ہوں تو ان کی رائے مقدم ہے ۴۹۹
خود صدر صاحب کی رائے ہو تب بھی انسب یہی ہے کہ کثرت رائے پر عمل کرے۔ ۴۹۹
مَن ابتلی ببلیتین اختار اھونہما۔ ۵۰۰
تنبیہ۔ ۵۰۱
مسلمانوں کے کم کام ایسے نکلیں گے جن میں شرع کی طرف سے ابتداءً خواہ بوجہ عارضی کوئی تحدید نہ ہو۔ ۵۰۱
حکم کے لئے علم و فہم کامل سے چارہ نہیں۔ ۵۰۱
حق یہ ہے کہ مسلمان بے علم دین ایک قدم نہیں چل سکتا۔ ۵۰۱
جب ایک مکان شارع عام کے ایک جانب ہو اور دوسرا دوسری جانب، تو ان میں کسی کو دوسرے کے مکان کی بے پردگی کا دعوی غلط ہے ۵۰۲
اصل مذہب یہ ہے کہ ہر شخص اپنی خاص ملک میں ہر قسم کے تصرف کا اختیار ہے، یہی ظاہر الروایۃ معتمد علماء کا مفتی بہ اور ائمہ حنفیہ کا قول ہے۔ ۵۰۲
جب فتوی میں اختلاف ہو تو ظاہر الروایۃ پر عمل ہوگا ۵۰۲
متأخرین نے بطور استحسان دفع ضرر بیّن پر نگاہ رکھی۔ ۵۰۳
ضرر بین سے متعلق مصنف علیہ الرحمہ کی تحقیق۔ ۵۰۳
غیر فقیہ کا ضرر بین کے بارے میں گمان۔ ۵۰۳
ترجیح بلا مرجح اور ترجیح مرجوح ناجائز ہے۔ ۵۰۳
ایک شخص کے مکان میں نہایت وسیع سایہ دار گنجان درخت ہے اس کے برابر ایک محتاج کا گھر ہے جس پر سایہ اس درخت ہی کا ہے بلاشبہ اس کے قطع میں پڑوسی کا اضرار ہے مگر ہرگز مالک اس سے ممنوع نہیں ہوسکتا۔ ۵۰۳
ضرر بین کی چار شرطیں۔ ۵۰۳
شرط اول گھر گرائے یا بالکلیہ قابل انتفاع نہ رکھے۔ ۵۰۴
حدیث "لاضرر ولاضرار" عام مخصوص منہ البعض ہے۔ ۵۰۴
شرط دوم ضرر میں صاحب ملک کا فعل مستقل ہو، جار کے فعل کو اس میں دخل نہ ہو۔ ۵۰۵
شرط سوم وہ ضرر ثابت اور مستحق ہو محتمل اور متوقع نہ ہو۔ ۵۰۶
شرط چہارم وہ ضرر ناممکن الاحتراز ہو۔ ۵۰۶
اپنی دیوار میں چھت کے قریب روشندان رکھنے سے پڑوسی کو روکنے کا حق نہیں۔ ۵۰۶
جب دروازے اور جنگلے سے نگاہ عورتوں کی قیامگاہ پر پڑے تو بند کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ ۵۰۶
جب ضرر ممکن التحرز ہو اور صاحب ملک بچاؤ کرلے تو اس کو اپنی ملک میں تصرف سے روکا نہیں جاسکتا۔ ۵۰۹
متعنت کا دعوی مسموع نہیں۔ ۵۰۹

○ الھبۃ الاحمدیۃ فی الولایۃ

الشرعیۃ والعرفیۃ (دینی اور دنیاوی ولایت وحکومت کی مجتہدانہ تحقیق اور اس بارے میں ایک غلط فتوے کا رد بلیغ) ۵۱۱

دیوانی کا غیر مسلم جج قاضی شرعی ہے یا نہیں، اور وہ کسی کو اپنے ملک میں تصرف سے روک دے تو وہ مجبور ہوگا یا نہیں۔ ۵۱۲
غلط جواب ۵۱۲
جاہل قاضی ہو سکتا ہے۔ ۵۱۲
فاسق قاضی ہو سکتا ہے۔ ۵۱۳
قضاء کا اصل منشاء ۵۱۳
قاضی کے لئے اجتہاد و عدالت وغیرہ کی شرط شرط اولویت ہے۔ ۵۱۴
غلام کو قاضی بنایا وہ آزاد ہو گیا تو اس کی قضاء صحیح ہے۔ ۵۱۵
کافر کو قاضی بنایا پھر وہ مسلمان ہو گیا تو اس کی قضا بحال ہے۔ ۵۱۶
رشوت لے کر فیصلہ کرے تو متاخرین کا فتویٰ ہے کہ قضاء نافذ ہے۔ ۵۱۶
قاضی کو بادشاہ نے حق فیصلہ کرنے سے روکا تو قضا حرام ہے۔ ۵۱۷
کافر بادشاہ قاضی مقرر کر سکتا ہے؟ ۵۱۷
صحیح جواب از مصنف علیہ الرحمۃ۔ ۵۱۹
نص قرآنی کے خلاف اجتہاد بے اصل ہے ۵۱۹
ولایت مجبرہ کی تعریف ۵۱۹
تحقیق حق کے لئے چند تمہیدی مقدمات۔ ۵۱۹
مقدمۂ اولیٰ ۵۱۹
ولایت کے اقسام ۵۲۰
ولایت عرفیہ بادشاہوں کو حاصل ہے۔ ۵۲۰
ولایت شرعیہ حقیقیہ اللہ تعالٰی کو، اور عطا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو، پھر ان کی نیابت میں جس کو عام یا خاص جتنی آپ نے دی۔ ۵۲۰
آیۂ کریمہ "اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم" میں تکرارِ "اطیعوا" کی حکمت۔ ۵۲۰
مقدمۂ دوم ۵۲۰
ولایت عرفیہ اور شرعیہ کے گیارہ فرق۔ ۵۲۱
عرفیہ اور شرعیہ میں عام خاص من وجہ کی نسبت ہے۔ ۵۲۱
باپ کے سامنے سلطان کو دربارۂ نکاح ولایت شرعیہ حاصل نہیں ہوتی۔ ۵۲۱
ولایت خاصہ ولایت عامہ سے اقوی ہے۔ ۵۲۱
حضور صلی اللہ علیہ وسلم زوجین یا ان کے والدین کی مرضی کے خلاف نکاح کر دیں نافذ ہے۔ ۵۲۲
دنیا میں ولایت عامہ ولایت خاصہ سے قوی تر ہے۔ ۵۲۲
ولایت عرفیہ میں تنفیذ سے مراد تحصیل ثمرات حسیہ دنیویہ ہے اگرچہ احکام شرعیہ حاصل نہ ہوں۔ ۵۲۲
ولایت شرعیہ میں تنفیذ سے مراد اثبات معانی شرعیہ دینیہ ہے اگرچہ موانع صوریہ زائل نہ ہوں۔ ۵۲۲

www.alahazratnetwork.org

مقدمۂ سوم ۵۲۳

بادشاہوں کا مقصد صرف ولایت عرفیہ ہے۔ ۵۲۳

غیر مسلم بھی اس ولایت عرفیہ کا طالب بلکہ بہت دنوں سے مسلم بادشاہوں کا مطمح نظر بھی یہی ہے۔ ۵۲۳

انگریز گورنمنٹ نے بھی کسی کے دین میں مداخلت کا کبھی دعویٰ نہیں کیا۔ ۵۲۳

گورنمنٹ سود کی ڈگری دیتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اتنا روپیہ ادا کر دو، یہ مطلب نہیں کہ سود حلال ہے۔ ۵۲۳

مقدمۂ چہارم ۵۲۴

ولایت عرفیہ شرعاً بھی عام ہے، ہندو مسلم کسی کی تخصیص نہیں۔ ۵۲۴

اسلام نے ولایت دینیہ کو اہل اسلام کے ساتھ خاص فرمایا۔ ۵۲۴

ولایت عرفیہ زیر اثر احکام تکوینیہ ہے۔ ۵۲۴

شریعت کی بحث صرف احکام تشریعیہ سے ہے۔ ۵۲۴

دو آیتوں کی تفسیر۔ ۵۲۴

قرآن مجید غلط تعبیر اور تقریر علی الغلط سے طاہر و منزہ ہے۔ ۵۲۴

ولن یجعل اللہ للکٰفرین علی المؤمنین سبیلا میں سبیل سے مراد سبیل دینی شرعی ہے۔ ۵۲۴

مسلمانوں پر کافر کی تقلید و تحکیم صحیح نہیں۔ ۵۲۵

ذمی، غلام یا بچہ نے فیصلہ کیا پھر ذمی مسلمان ہوا، غلام آزاد ہوا، بچہ بالغ ہوا، فیصلہ نافذ نہ ہوگا۔ ۵۲۵

ذمی کی گواہی مسلمان پر نہیں۔ ۵۲۶

جو شہادت کا اہل ہے وہی قضاء کا اہل ہے۔ ۵۲۶

اہلیت شہادت کے لئے جو شرائط ہیں وہی اہلیت قضا کے لئے شرائط ہیں۔ ۵۲۶

صلاحیت قضاء کی شرائط۔ ۵۲۷

قضاء اعظم الولایات اور شہادت ادنی الولایات ہے۔ ۵۲۷

جو ادنی الولایات کے اہل نہیں وہ بدرجۂ اولیٰ اعظم الولایات کے اہل نہیں۔ ۵۲۷

گیارہ کتابوں کی عبارت کا حوالہ۔ ۵۲۸

جو لوگ دار الحرب میں مسلمان ہوئے سلطان اسلام کو بھی ان پر ولایت نہیں۔ ۵۲۸

اختلاف دارین قاطع ولایت ہے۔ ۵۲۸

بہت سے امور میں خود سلطان اسلام کو مسلمانوں پر بھی ولایت نہیں۔ ۵۲۸

اشباہ پر تطفل ۵۲۹

وقف میں ناظر کے ہوتے قاضی کا تصرف نافذ نہیں ۵۳۰

یتیم کے اولیاء کی موجودگی میں قاضی اور سلطان کا تصرف نافذ نہیں۔ ۵۳۰

تطفل علی الدر ۵۳۰

مقدمہ پنجم ۵۳۱
بہت سے معاملات میں مقصود صرف وجود شے ہوتا ہے اس کے لئے ولایت عرفی کافی ہے۔ ۵۳۱
ایسے امور جن میں معنی شرعی غیر موجود کا پیدا کرنا ہو اس کے لئے ولایت شرعیہ ہی درکار ہے۔ ۵۳۲
متلاعنین جب تک اہلیت لعان پر باقی ہیں یا شوہر خود اپنی تکذیب نہ کرے وہ باہم نکاح نہیں کرسکتے۔ ۵۳۲
قاصرہ نے بالغ ہوتے ہی اپنے نفس کو اختیار کیا بے تفریق قاضی اپنے نکاح سے الگ نہ ہوگی۔ ۵۳۳
اجنبیہ کے طلاق کو نکاح پر معلق کرنیوالے کے بارے میں حنفی اور شافعی قاضی کے احکامات کا فرق۔ ۵۳۴
وقف صحیح کی تفسیخ کے احکام وشرائط۔ ۵۳۵
قاضی کن کن لوگوں کو مجبور کرسکتا ہے۔ ۵۳۶
حجر کی دو قسمیں ۵۳۷
بے وقوف پر حجر کے بارے اختلاف ائمہ ۵۳۷
بعض صورت سلطان اسلام کا حجر بھی صرف حجر حسی ہوتا ہے جو مفتی لوگوں کو حیلہ باطلہ بتائے اس کو فتوی سے روکا جائے گا۔ ۵۳۸
طبیب جاہل کا بھی وہی حکم ہے۔ ۵۳۸
کنٹرول کا حکم شرعی ۵۳۸
سرکاری نیلام میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ ۵۳۹
معاملات قسم دوم میں ولایت شرعیہ درکار ہے۔ ۵۴۱
ان امور میں کسی خاص فرد کے لئے ولایت شرعی ثابت کرنے کے لئے خاص حکم شرعی کی ضرورت ہے۔ ۵۴۱
ولایت شرعیہ کبھی فقیر مفلس کو بھی حاصل اور کہیں سلطان اسلام کو بھی حاصل نہیں۔ ۵۴۱
مقدمہ ششم ۵۴۱
تقلید قضاء فک حجر ہے اس میں بھی معاملات اور ولایت کی مذکورہ بالا صورتیں جاری ہونگی۔ ۵۴۱
قضائے دنیوی میں والی اور قاضی کسی کا مسلم ہونا ضروری نہیں دینی میں دونوں کا مسلم ہونا ضروری ہے۔ ۵۴۱
جہاں مسلمان والی نہ ہو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنے میں سے ایک کو والی وقاضی مقرر کریں۔ ۵۴۱
عدم صحۃ تقلد القضاء عن الکافر معتمد علیہ مسئلہ ہے۔ ۵۴۳
قضائے دینی کے لئے پورے ملک کے بادشاہ کا مسلمان ہونا ضروری نہیں۔ ۵۴۳
اسلامی ریاست کے مسلم والی قاضی مقرر کرسکتے ہیں۔ ۵۴۳
نصب خلافت کے طریقے۔ ۵۴۴
متغلب بھی حاکم ہوسکتا ہے۔ ۵۴۴
عبارت ہندیہ ومسکین کی توجیہ۔ ۵۴۴

www.alahazratnetwork.org

ایسے شہر جن پر کفار کی حکومت ہے دار الحرب نہیں ہیں بلکہ دار الاسلام ہیں۔ ۵۴۶

جن شہروں میں احکام کفر کا غلبہ نہ ہو بلاد اسلام ہیں۔ ۵۴۶

حکومت کفار والے شہروں کی تین قسم اور تقلید قضاء کے بارے میں ان کا حکم۔ ۵۴۷

جو ضرورتیں خاص قضائے دینی میں آتی ہیں اگر مسلمان قاضی نہ ہوں تو مسلمان ایسے امور کے لئے قاضی شرع مقرر کریں۔ ۵۴۷

بغیر استطاعت دنیاوی حکومت قائم کرنے کا مسلمانوں کو حکم نہیں، بلکہ اپنے معاملات مالی اور دیوانی بھی اسی طرح طے کرلیں تو بہت خوب ہے۔ ۵۴۹

شرعی امور کو شرعی طریقہ پر فیصل کرانے کے بعد اس کا اجراء کچہریوں سے کرایا جاسکتا ہے۔ ۵۴۹

سنی متدین عالم اپنے علاقہ کا قاضی شہر ہے ۵۴۹

ولایت کے فتوی پر تیس تنقیدیں ۵۵۰

عہ ۱ نصوص کا تعلق مسئلہ مسئولہ سے نہیں۔ ۵۵۰

عہ ۲ تعلق ہو تو نصوص تام نہیں۔ ۵۵۰

عہ ۳ نصیں غیر مسلم کے ذکر سے خالی نہیں۔ ۵۵۰

عہ ۴ نصوص میں جاہل سے مراد غیر مجتہد ہے۔ ۵۵۱

عہ ۵ عبارت شامی مزعوم فتوی کے خلاف ہے ۵۵۱

قوم درزی کا کوئی دین نہیں وہ خود اپنے کو مسلمان کہتے ہیں۔ ۵۵۲

عہ ۶ کافر اور غلام کی ولایت اہل اسلام پر نافذ نہیں۔ ۵۵۲

عہ ۷ مفتی نے اپنے ہی کلام سے اپنے دعوی کی تردید کی۔ ۵۵۳

عہ ۸ کافر کے لئے مطلق ولایت ثابت ہے مگر اس سے ولایت شرعیہ کا ثبوت نہ ہوگا، اور مطلق ولایت ثابت نہیں۔ ۵۵۳

عہ ۹ قاضی کے فرض منصبی کی تحقیق۔ ۵۵۳

عہ ۱۰ علم و اتقاء صحت قضاء کی شرط نہیں اولویت کی شرط ہے، اسلام البتہ شرط صحت ہے۔ ۵۵۴

عہ ۱۱ شرط اسلام اڑا دینے پر عیسائی کی امامت صلوۃ سے معارضہ۔ ۵۵۵

جمعہ میں فاسق کی اقتداء جائز ہے جبکہ جمعہ ایک جگہ ہوتا ہو۔ ۵۵۵

عہ ۱۲ ایک اور معارضہ جس کو وضو کے لئے پانی اور مٹی دونوں نہ ملے وہ کیا کرے۔ ۵۵۶

عہ ۱۳ رشوت لے کر دئے ہوئے فیصلہ کا بطلان امر اجماعی نہیں۔ ۵۵۶

عہ ۱۴ مختلف فیہ غیر مصحح مسئلہ میں ضرورتاً کسی ایک جانب کے اختیار کرنے سے یہ لازم نہیں کہ بزعم خود ضرورت قرار دے کر نصوص قطعیہ کے خلاف کوئی حکم دیا جائے۔ ۵۵۶

عہ ۱۵ رشوت لے کر حق فیصلہ کے عدم نفاذ کا حکم امر خارج کی وجہ سے ہے۔ ۵۵۶

راشی کے فیصلہ کے عدم نفاذ کی وجہ ہو جو ابن ہمام کی مخرجہ ہے لائق اعتماد نہیں۔ ۵۵۶

www.alahazratnetwork.org

عدم اخلاص سے نفی ثواب ہوگا کہ نفی صحت۔ ۵۵۵
مزدوری کی نیت سے نماز پڑھی فرض ساقط ہوجائے گا۔ ۵۵۷
اب فتویٰ اسی پر ہے کہ امامت کی اجرت جائز ہے۔ ۵۵۸
مسئلہ قضاء بالرشوت پر نا اہل قاضی کا قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ ۵۵۸
ع۱۶ قضاء بہ رشوت میں متقدمین اور متاخرین کا اختلاف نہیں۔ ۵۵۸
امام سرخسی و امام بزدوی کے سن ہائے وفات ۵۵۸
ع۱۷ قاضی رشوت کے فیصلہ کے نفاذ کی وجہ عدم وجدان قاضیان عدالت شامی کا قول ہے۔ ۵۵۸
علامہ شامی کا سن وفات ۵۵۸
ع۱۸ زمانہ فخر الاسلام (۴۸۲ھ) میں عام طور سے قاضی عدل ہوتے تھے۔ ۵۵۹
مفتی ابو السعود کا سن وفات ۵۵۹
ع۱۹ علامہ شامی پر تطفل ۵۵۹
ع۲۰ خیانت نقل ۵۵۹
ع۲۱ قضاۃ اسلام کے بارے میں امام جلال الدین بزدوی کی حیرت۔ ۵۶۰
ع۲۲ قاضی نہ ہوں تو کیا علاج ہے۔ ۵۶۱
ع۲۳ کتب مذہب میں مذکورہ جزئیہ کے خلاف قیاس کی گنجائش نہیں۔ ۵۶۱
ع۲۴ اجتہاد کے لئے لیاقت درکار ہے۔ ۵۶۱
ع۲۵ نص قرآنی کے خلاف اجتہاد حرام ہے۔ ۵۶۱
ع۲۶ مسئلہ کا کوئی جزئیہ مرجوحہ ہوتا بھی تو ظاہر الروایۃ کے خلاف مردود ہوتا۔ ۵۶۱
ع۲۷ نفاذ قضاء غیر مسلم کا کوئی جزئیہ ہوتا بھی تو مسئلہ مذکورہ میں وہ حکم ہوتا جو انفع الوقف ہو نہ کہ قاطع وقف ہو۔ ۵۶۲
ع۲۸ خیرخواہانہ گزارش ۵۶۲
ع۲۹ غلط فتوے کا ازالہ مفتی اور مصدقین سب پر فرض ہے۔ ۵۶۳
خفیہ گناہ کی توبہ خفیہ اور علانیہ کی علانیہ۔ ۵۶۴
ع۳۰ موجودہ کچہریوں کے تجربے کے بعد بھی جو وقف کیا وہ نافذ اور جائز ہے۔ ۵۶۴
ناحق مسئلہ بتانے کا وبال مفتی کے سر ہے۔ ۵۶۴
حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے دربار میں بھی کوئی اپنی طلاقت لسانی سے ناحق فیصلہ کرائے نافذ نہ ہوگا۔ ۵۶۵
زمانہ خراب ہے مگر اللہ والے موجود ہیں اور نصیحت کارگر ہے۔ ۵۶۵
حرام کھانے سے فاقہ بہتر ہے۔ ۵۶۶
شفعہ کے ایک معاملہ سے سوال۔ ۵۶۶
وجہ اول مدعی بہا کی تعیین نہ ہو تو دعوی رد ہے ۵۶۷
تعیین کے دو طریقے ہیں، اشارہ اور بیان حدود۔ ۵۶۷
وجہ دوم متعلقات دعوی کی عدم تعیین اور وعدہ نشان دہی ثبوت دعوی کے لئے کافی نہیں، تو خود مدعی بہ کی عدم تعیین اور وعدہ نشان دہی بدرجہ اولیٰ شہادتوں کے رد کی موجب ہوگی۔ ۵۶۸

وجہ سوم، مدعیٰ علیہا کے گواہوں نے مدعا بہ کی تعیین کی اس شہادت کو مجہول کہنا غلط ہے۔ ۵۶۸

وجہ چہارم، مدعیٰ علیہا کی گواہی میں مکان مدعیٰ بہ نہیں اور مدعی کی گواہی میں ہے تو وہاں جہالت مضر نہ ہوگی اور یہاں مضر ہوگی۔ ۵۶۸

شفیع نے بیع کو صراحۃً تسلیم کیا ہو یا دلالۃً تسلیم کے لئے حدود مبیع کی تعیین ضروری نہیں۔ ۵۶۸

وجہ پنجم، شہادت میں گواہوں کو مدعی اور مدعیٰ علیہ دونوں کی تعیین ضروری ہے۔ ۵۶۹

مسئلہ مسئولہ میں مدعی اور مدعیٰ علیہا دونوں کے گواہوں نے بغیر ان دونوں کی طرف اشارہ کئے گواہی دی ہے تو مردود ہوں گے تو دونوں کے گواہ۔ ۵۶۹

وجہ ششم، مدعی اور مدعیٰ علیہا دونوں کے گواہوں نے ولایت ناقص بیان کی۔ ۵۶۹

نقل عبارت میں کوتاہی۔ ۵۷۰

مشہود لہا یا علیہا عورت ہو اور غائب ہو تو صرف شوہر کا نام لیا کافی نہ ہوگا والد کا نام بھی لینا پڑے گا۔ ۵۷۰

ایوب شاہ اور ایوب علی میں اختلاف کی تاویل ممکن ہے۔ ۵۷۱

مدن میاں اور ودن میاں کا اختلاف شدید ناقابل تاویل ہے۔ ۵۷۱

وجہ ہفتم، مدعی نے جو فتوی پیش کیا اس میں عدم قبول شہادت کی جو چھ وجہیں پیش کی گئی ہیں سب کی سب خود مدعی کے گواہوں میں موجود ہیں۔ ۵۷۱

تبدیلی نام اختلافِ شہادت کے عیوب بھی مدعی کے گواہوں میں ہیں اور انکی نشاندہی۔ ۵۷۱

اختلافِ شہادت کا مرجع دو گواہوں میں سے ایک کا کذب ہے۔ ۵۷۲

مشہود بہ کے علاوہ کا اختلاف قادح شہادت نہیں۔ ۵۷۲

کذب و اکذاب میں فرق ہے۔ ۵۷۲

مدعی نے ایک ہزار کا دعوی کیا اور گواہوں نے کہا پانچ سو دئے ہیں، تو یہ مشہود بہ میں اختلاف ہے۔ ۵۷۲

فتوی ثانیہ مدعی میں مدعیٰ علیہا پر یہ الزام قائم ہوئے:

(۱) عدم مطابقت دعوٰی والشہادۃ

(۲) مدعی و گواہان میں اختلاف

(۳) مدعیٰ علیہا کا دعوی بابت تسلیم ۱۵ نومبر پایۂ ثبوت کو نہ پہنچا۔ ۵۷۳

تنقیح ۵۷۳

مدعیٰ علیہا کا دعوی بابت تعیین وقت نہیں تسلیم لہذا علم کا ہے تعیین دعوی سے خارج ہے۔ ۵۷۴

مشہود بہ قول محض ہو تو زمان و مکان کا اختلاف مضر نہیں۔ ۵۷۴

شہادت کبھی بھی موجب نہیں ہوتی ہمیشہ مظہر ہی ہوتی ہے۔ ۵۷۵

www.alahazratnetwork.org

دعوٰی صرف مدعی کا قول ہوتا ہے اور شہادت اسی کی مخبر۔ ۵۷۵
ایک گواہ نے کہا فلاں نے کوفہ میں اپنی عورت کو طلاق دی فلاں دن، اور دوسرے نے بصرہ میں کسی دوسرے دن طلاق دینے کی گواہی دی اگر دونوں دنوں میں اتنا فاصلہ ہے کہ آدمی کوفہ سے بصرہ جاسکے شہادت مقبول ہے۔ ۵۷۵
فتوٰی ثانی میں جو وجہ مدعی علیہا کے گواہ کے رد کی بتائی اسی سے مدعی کے گواہ بھی رد ہوگئے۔ ۵۷۶
دعوٰی اور شہادت دونوں میں تخمیناً ذکر ہو تو مردود ہے۔ ۵۷۶
وجہ ہشتم ثبوت شفعہ کے لئے دار ملاصق کا وقت بیع سے وقت حکم تک ملک شفیع ثابت ہونا ضروری ہے۔ ۵۷۷
صرف اتنی گواہی سے کام نہ چلے گا کہ یہ ملک شفیع ہے۔ ۵۷۷
دار مشہود بہا کے پاس گواہی گزرے تو اس کی طرف اشارہ اور غائب ہو تو چوحدی کا بیان ضروری ہے۔ ۵۷۹
ظاہر حال مدعی کو مفید نہیں۔ ۵۸۰
ترکہ کے ایک مسئلہ میں شہادتوں کی نوعیت سے سوال اور طریق حکم سے استفسار۔ ۵۸۰
گواہ کسی جائداد کو کسی کی ملک بتائیں تو شہادت عند الشرع معتبر ہے، حاکم کو یہ پوچھنے کا حق نہیں کہ یہ جائداد اس کو کس ذریعہ سے ملی۔ ۵۸۱
قبضہ اقوی اسباب ملک سے ہے، اس کی بنیاد پر ملکیت کی شہادت نہ مانی جائے تو باب شہادت مسدود ہوگا۔ ۵۸۲
ایک گواہ بیع کی شہادت دیتا ہے اور دوسرا اقرار بیع کی، گواہی مقبول ہے۔ ۵۸۳
گواہوں نے یہ کہا "زید نے اپنے لڑکے کو یہ دکان دی" اور لڑکا عرصہ دراز سے اس میں تصرف کرتا رہا، تو دینا بمعنی ہبہ مانا جائیگا ۵۸۳
بیعناموں کی چوحدی میں کسی چیز کو کسی کی ملک کہنا شہادت شرعی نہیں ہے۔ ۵۸۴
بیعناموں کے محرر اگر یہ گواہی دیں کہ بیعنامے ہم نے لکھے حدود میں فلاں مکان کو فلاں کی ملکیت لکھا، یہ بھی شہادت نہیں۔ ۵۸۴
شاہد مستور الحال ہو اور حاکم کو شبہ گزرے تو وہ وجہ ملک سے تفتیش کرسکتا ہے۔ ۵۸۴
ایک گواہ نے کہا زید نے یہ مکان مولا بخش کے ہاتھ بیچا، دوسرا کہے مولا بخش نے اقرار کیا کہ یہ مکان میں نے زید سے خریدا، یہ ایک امر پر گواہی نہیں ہے، اس لئے مردود ہے۔ ۵۸۴
اقرار اور دعوٰی کا فرق۔ ۵۸۴
واہب کے "دیا" کہنے اور شاہد کے "دیا" کہنے میں فرق ہے، قرائن قول معطی کے ساتھ ہوتے ہیں۔ ۵۸۵
مبہم گواہی کے بارے میں قاضی استفسار

www.alahazratnetwork.org

کرسکتا ہے۔ ۵۸۵
"حکم ولایت شرعیہ میں فیصلہ نہ کرے" اس
جملہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ۵۸۵
ولایتِ شرعیہ کے خلاف حکم نافذ ہی نہیں اس
کو توڑنے کے لئے اپیل کی ضرورت نہیں۔ ۵۸۵
نابالغ کو دینے کی نیت سے جو کچھ بنوایا نابالغ
کی ملک ہو گیا۔ ۵۸۶
بالغہ کے لئے بنوایا تو جب تک اس کا قبضہ
نہ کرادے ہبہ صحیح نہیں ہوتا۔ ۵۸۶
"میرے لئے نابالغی میں کچھ بنوایا تھا" مجہول
ہونے کی وجہ سے یہ دعویٰ مردود ہوگا۔ ۵۸۶
مورث کے موت کے بعد متعین سامان پر
دعویٰ کرنا بالغی میں میرے لئے مورث نے
بنوایا۔ مدعی معین سامانوں کا ہبہ گواہوں
سے ثابت کرے یا ورثہ اقرار کریں تو دعویٰ
مدعی کے حق میں ہوگا، ثابت نہ کر سکے یا ورثہ
انکار کریں اور گواہ نہ ہوں تو منکرین کو
حلف دلایا جائے گا، حلف لے لیں تو دعویٰ
رد، انکار کریں تو دعویٰ ثابت۔ ۵۸۷
رشوت لینے دینے والے دونوں جہنمی ہیں،
کسی کا حق چھپانے یا اپنا نکالنے کے لئے جو
دیا جائے وہ رشوت ہے، اپنے سے اوپر
ظلم دفع کرنے کو جو دیا جائے وہ رشوت نہیں۔ ۵۸۸
غیر مسلموں کو پنچ بنانا حرام ہے۔ ۵۸۸
مرد یا تو عورت کو اچھی طرح رکھے یا طلاق دے ۵۸۸

مدعی کے گواہ فسق یا عدم موافقت دعویٰ و
الشہادۃ کی وجہ سے مردود ہوتے ہیں۔ ۵۸۹
عدم شہادت کی صورت میں طلب مدعی پر
مدعیٰ علیہ پر حلف ہوگا۔ ۵۸۹
مفتی کے لئے جو چیزیں ضروری ہیں ان کا بیان۔ ۵۹۰
کسی چیز پر تصرف کرتے دیکھ کر خاموش رہا اور
بعد میں دعوت وراثت کیا نامسموع ہوگا۔ ۵۹۱
مشترک راستہ کو اپنے گھر میں شامل کرنا ظلم
ہے ایسے راستہ میں دروازہ اور کھڑکی لگانے
کا وہاں کے باشندوں کو حق ہے۔ ۵۹۱
کوچہ سربستہ میں اپنے دروازہ سے اوپر
دروازہ قائم نہیں کر سکتے۔ ۵۹۲
ایک جائداد پر قبضہ غاصبانہ کا مقدمہ ۵۹۲
حجت شرعیہ بینہ، اقرار یا انکار ہے۔ ۵۹۲
ظاہر وغیرہ کی حجت ہوسکتا ہے استحقاق کی نہیں ۵۹۳
گواہی رد ہونے کے باوجود مدعی بہ کا جز
حصہ مدعی کو دلانا فیصلہ شرعی نہیں۔ ۵۹۳
مجہول شخص اور مجہول شئے پر گواہی نامقبول۔ ۵۹۵
شخص غائب کی تعیین کے لئے باپ اور دادا
دونوں کا نام ضروری ہے۔ ۵۹۵
گواہ جب کسی امر کو متردد طور پر کہے تو اقل متعین
کو نہیں مانا جائے گا گواہی رد ہوگی۔ ۵۹۵
بینہ نہ ہونے کی صورت میں طلب مدعی پر
مدعا علیہ پر حلف متوجہ ہوتا ہے۔ ۵۹۵
منکر پر گواہ پیش کرنا نہیں ہے۔ ۵۹۷
ایک شخص اپنی ملک میں کتنی ہی اونچی دیوار

اٹھائے پڑوسی کو ہوا اور دھوپ بند ہونے کی شکایت کا حق نہیں۔ ۵۹۸
کسی کا اپنے ملک میں ایسا تصرف جس سے دوسرے کا مکان گر جائے یا روشنی بالکل بند ہو جائے ممنوع ہے۔ ۵۹۹
مسجد کی دیوار کے جز حصہ پر بھی کسی نے مکان بنایا ڈھا کر دیوار خالی کی جائے گی۔ ۶۰۰
مدعی کا مدعا علیہ سے خرچہ وصول کرنا شرعاً جائز نہیں۔ ۶۰۱
باپ کا اپنے نابالغ بچہ کے مقدمہ میں کسی کو حاکم بنانا جائز ہے۔ ۶۰۲
حَکَم کا فیصلہ خلافِ شرع ہو تو ناقابل قبول ہے۔ ۶۰۲
ایک فیصلہ کی تصدیق اور ایک فتوی کی تغلیط ۶۰۲
"میں نے فلاں عورت کا نکاح فلاں سے کردیا" ۶۰۲
یہ اپنے فعل کی گواہی ہے اور نامقبول ہے۔ ۶۰۳
زید نے کہا اگر میں تم دونوں کو ماروں تو میری بیوی کو طلاق، اور مارا، تو یہ گواہی دے سکتے ہیں کہ اس نے اپنی عورت کو طلاق دی، تفصیل بتادی تو گواہی مقبول نہ ہوگی۔ ۶۰۴
شہادتِ نکاح بیانِ نام مزوج وکیل و شہود کی محتاج نہیں۔ ۶۰۵
گواہ جب یہ بیان دے کہ عورت نے اندر سے نکاح کی اجازت دی، اندر اور عورتیں بھی تھیں، اس سے توکیل ثابت نہ ہوگی۔ ۶۰۵
نکاح فضولی کے ذریعہ بھی ہو سکتا ہے۔ ۶۰۵
جب شہادت میں شوہر کا ذکر مجمل ہو تو شہادت قبول نہ ہوگی۔ ۶۰۵
نکاح فعل کے ساتھ ملحق ہے، اس میں اختلافِ زمانہ مسقط شہادت ہے۔ ۶۰۶
وکیل بالنکاح والخلع جب ایسے نکاح کے اثبات کی گواہی دیں تو مقبول نہیں۔ ۶۰۷
جملہ مستقلہ اور مربوطہ سے گواہی میں فرق پڑتا ہے۔ ۶۰۷
نکاح کی گواہی میں پڑھنے اور پڑھوانے میں کوئی فرق نہیں۔ ۶۰۸
وکیل کی گواہی مطلقاً ناجائز نہیں بلکہ جب اپنا فعل بتا کر شہادت دے گا گواہی رد ہوگی۔ ۶۰۸
جو گواہ گفتگو میں کچھ اور گواہی میں کچھ اپنے کہے ہونے کی خود ہی تردید کرے، قابلِ شہادت نہیں۔ ۶۰۹
معاملہ مسئولہ میں نکاح فضولی بھی نہ ہوا۔ ۶۰۹
نکاح خواں کا رجسٹر کوئی شہادت نہیں ہے۔ ۶۰۹
نکاح فضولی بالکل باطل نہیں ہوتا بلکہ موقوف منعقد ہوتا ہے۔ ۶۰۹
فتوی رامپور پر دلنشین تنقیدیں ۶۰۹
کسی وکیل کا ادعائے وکالت بحالِ انکارِ موکل مسموع نہیں۔ ۶۱۰
جس نے بے علم فتوی دیا اس پر آسمان زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ ۶۱۲
کسی عورت کو بے پردہ بالقصد دیکھنا موجبِ فسق ہے۔ ۶۱۳

دادی نے اپنے لڑکوں کو روپیہ دیا کہ اس سے اپنے نام مکان خرید لو، اب پوتی کا یہ کہنا ہے کہ دادی کی نیت یہ تھی کہ اس مکان میں میں اور میری والدہ رہیں اس لئے مکان ہمارا ہے۔ یہ دعوٰی غلط ہے اعتبار لفظ کا ہے نیت کا نہیں۔ ٦١٥

میاں بیوی ایک ساتھ رہتے ہیں، شوہر کل آمدنی لاکر بیوی کو دے دیتا ہے، عورت گھر کے تمام مصارف اسی سے پورے کرتی ہے، اس کو شرع میں تمون کہتے ہیں، اس صورت میں روپیہ کل شوہر کا ہی رہتا ہے۔ ٦١٥

رہائش مشترک نہ ہو اور شوہر اپنے عورت کے حصہ کا نفقہ اس کو الگ دے تو اس کی مالک عورت ہوگی، جو بچائے گی اس کا ہوگا۔ ٦١٥

اولاد کے لئے جو نفقہ ہے وہ دفع حاجت کے لئے ہے تو اس میں جو بچا ملک شوہر پر رہے گا۔ ٦١٦

عورت اور دیگر محارم کے نفقہ کا فرق۔ ٦١٦

بحرالرائق کے سبقت قلمی کی تصحیح ٦١٧

عورت اور بچوں کا نفقہ ایک ساتھ عورت کو دیا تو عورت اس کی مالک نہ ہوگی۔ ٦١٧

مشاع اور مجہول کا ہبہ صحیح نہیں۔ ٦١٨

عورت نے شوہر کو روپیہ دیا اور تقاضا نہیں کیا یہ دلیل تملیک نہیں۔ ٦١٨

ساکت کی طرف قول منسوب نہیں کیا جاتا۔ ٦١٨

لڑکی نے باپ سے کہا آپ نے میرے روپے سے مکان خریدا لہذا مکان میرا۔ گواہوں سے روپیہ کی معینہ مقدار ثابت کر دے گی تو باپ اتنے روپیہ کا مقروض ہوگا، مکان پھر بھی باپ ہی کی ملک رہے گا۔ ٦١٨

ایک بدلینت قاضی کی تلبیس پر سخت تنبیہ۔ ٦٢١

قضا کے بعد گواہ اس وقت نہیں لئے جاتے جب ان کی گواہی سے دعوٰی ثابت ہو جائے ثبوت نہ ہو تو مزید گواہوں کا سننا قاضی پر فرض ہے۔ ٦٢١

عدم ثبوت قضاء نہیں۔ ٦٢١

ایسے قاضی کا حکم ماننا حرام ہے۔ ٦٢٢

ایسا قاضی سزائے قتل کا مستحق ہے لیکن یہاں سزا دینے والا بادشاہ اسلام نہیں۔ ٦٢٢

جب باپ نے طلاق کے بغیر لڑکی کا دوسرا نکاح پڑھایا، وہ دیوث ہے۔ ٦٢٢

لڑکی بدستور اپنے شوہر کی بیوی ہے۔ ٦٢٢

مدعی کے دعوٰی کے بغیر گواہی نہیں۔ ٦٢٢

نکاح خواں نے اپنے نکاح پڑھانے کی گواہی دی تو وہ مقبول نہیں۔ ٦٢٣

زنا کی تہمت لگائی اور گواہ نہ پیش کئے تو حد قذف کے لائق ہیں۔ ٦٢٣

ہندوستان میں بادشاہ اسلام نہیں اس لئے حد قذف نافذ نہیں ہو سکتی۔ ٦٢٣

جو جھوٹے مشہور ہوں ان کی گواہی کبھی مقبول نہ ہوگی۔ ٦٢٣

فاسق معلن کی امامت مکروہ ہے۔ ٦٢٣

توبۂ صادقہ سے ان کا حال بدل جائے تو ان کے پیچھے نماز جائز ہوگی۔ ۶۲۲
ہبہ صرف زبان سے مکمل نہیں ہوتا۔ ۶۲۴
مردہ کو گواہ قرار دینے سے ہبہ ثابت نہ ہوگا۔ ۶۲۴
قابلِ تقسیم چیز کا ہبہ بلا تقسیم صحیح نہیں۔ ۶۲۵
احد المتعاقدین میں سے کوئی قبضہ سے پہلے مرجائے ہبہ باطل ہے۔ ۶۲۵
دعوی ہبہ اس بات کا اقرار ہے کہ موہوبہ واہب کی ملک ہے۔ ۶۲۵
اسلام میں تسلیم ملک کے بعد تمادی کوئی چیز نہیں۔ ۶۲۶
جب تعین تاریخ یوم ماہ موجود ہو تو ۲۹، ۲۷ میں ہونے کہنے سے جہالت نہ ہوگی۔ ۶۳۴
دعوی ملک میں تاریخ میں اختلاف ناقض شہادت ہے طلاق میں نہیں۔ ۶۳۴
کفالہ، حوالہ، قذف، وصیت، رہن، دین، قرض، بیع وشراء، عتاق، وکالۃ، طلاق، اقرار، ابراء میں زمان ومکان میں اختلاف قبولِ شہادت میں مضر نہیں۔ ۶۳۵
ترکِ سلام وکلام مہاجرت ہے، مہاجرت اور عداوت میں عام وخاص من وجہ کی نسبت ہے۔ ۶۳۶
عداوت دنیویہ کی مثالیں ۶۳۶
مہاجرت کو عداوتِ دنیویہ سمجھنا غلط ہے، یہ عداوت دینیہ بھی ہوسکتی ہے۔ ۶۳۷
عداوت دنیویہ جب تک فسق وفجور کی طرف منجر نہ ہو شہادت قبول ہوگی۔ ۶۳۷
عداوت دنیویہ کے سبب شہادت نہ قبول کرنا متاخرین کا مذہب ہے۔ ۶۳۸
صحیح اور معتمد یہ ہے کہ قبول ہے۔ ۶۳۸
مصنف کی تحقیق کہ متاخرین بھی مطلقاً عداوت دنیوی کو عدم قبول کا سبب نہیں قرار دیتے۔ ۶۳۹
طرفداری مطلقاً مانع قبول شہادت نہیں۔ ۶۴۰
مخاصم کی شہادت قبول نہیں اس کا مطلب فریق مقدمہ ہے۔ ۶۴۰
جب دوستی اس حد کی ہو کہ ایک دوسرے کے مال میں بے تکلف تصرف کریں تو گواہی قبول نہیں۔ ۶۴۱
مقدمہ جب طویل ہوجائے تو پیروکار، بھائی، ابن عم کی شہادت مقبول نہ ہوگی۔ ۶۴۲
گواہوں میں اختلاف کی تطبیق۔ ۶۴۲
فعل کبھی مباشر کبھی آمر کی طرف منسوب ہوتا ہے ۶۴۳
عدم ذکر ذکرِ عدم نہیں ایسے اختلاف خود قرآن میں ہیں۔ ۶۴۴
بعض وقت ظروف کی نسبت میں دو جہتیں ہوتی ہیں جن کو قرآن سے متعین کیا جاتا ہے۔ ۶۴۴
گواہوں کا بیان ایسا مختلف نہیں کہ تاویل نہ ہوسکے سب میں تطابق ممکن ہے۔ ۶۴۵
دعوی سے زائد باتوں کے اختلاف سے گواہی پر اثر نہیں پڑتا۔ ۶۴۶

www.alahazratnetwork.org

دعوی کے وقت قاضی کو دوسرا رنگ بتایا اور ادائے شہادت کے وقت دوسرا یہ اختلاف بھی مضر نہیں۔ ۶۴۶

مدعی اور مدعا علیہ کے کپڑوں یا سواری کے رنگ میں گواہوں نے اختلاف کیا، گواہی مقبول ہے۔ ۶۴۷

ایقاع طلاق کے الفاظ کے بارے میں گواہوں نے اختلاف کیا، گواہی مقبول ہے۔ ۶۴۸

معمولی اختلاف سے شہادت غیر مقبول ہوں تو حقوق ضائع ہوں، ظالم اموال اور فروج پر دسترس پالیں۔ ۶۴۹

آج کل کچہریوں میں وکیلوں کے جرح کی مذمت ۶۴۹

قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی روایت نادرہ کو ان کا مذہب قرار دینا فقاہت کے خلاف ہے۔ ۶۵۰

مجرد تہمت وریب کی بنا پر شہادت رد نہ کی جائیگی۔ ۶۵۰

جو کچھ ظاہر الروایۃ سے خارج ہے ہمارے ائمہ کا مذہب نہیں ہے۔ ۶۵۱

قول مرجوح پر قضاء و افتاء جہل اور خرق اجماع ہے۔ ۶۵۱

امام اعظم کے قول پر فتویٰ اور قضاء واجب ہے ۶۵۱

نصوص فقہیہ۔ ۶۵۱

قاضی کو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق فیصلہ کا حکم ہوا اس نے کسی دوسرے مذہب کے موافق حکم کیا معزول ہوگا۔ ۶۵۱

قول ضعیف قاضی مجتہد کے فیصلہ سے قوی ہو جاتا ہے۔ ۶۵۵

جو فیصلہ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہو باطل ہے۔ ۶۵۵

روایت نادرہ کا حکم مطلقاً شبہہ کی بنیاد پر نہیں بلکہ جب قاضی کو گواہوں کے جھوٹ ہونے کا ظن ہو۔ ۶۵۵

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں خیر القرون ختم ہو چکا تھا، کذب شائع اور عدم اعتماد عام ہو چکا تھا جھوٹ کا ابتلاء سے عام شہادتوں کو مطلقاً بے اعتبار نہیں کرے۔ ۶۵۶

چھ ہی مہینہ کے بعد واقعہ طلاق کو گواہوں میں شبہہ کا سبب بنانا بھی غلط ہے۔ ۶۵۶

مردوں کی سخت گیری کے لحاظ سے عورتوں کی سرکشی نادر ہے۔ ۶۵۷

مردوں کے بنسبت عورتوں کو طلاق سخت ناگوار ہے۔ ۶۵۷

مردوں میں غصہ کے وقت طلاق کی وبا عام ہے۔ ۶۵۷

حلال وحرام کا مسئلہ ضرور محل احتیاط ہے لیکن طلاق میں دونوں طرف یکساں خطرہ ہے۔ ۶۵۸

شہادت جہاں تک ممکن ہو صحت پر حمل کی جائے گی۔ ۶۵۸

کثرت شہادت میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ ۶۵۸

وثیقہ نویس ہزاروں دستاویز لکھتا ہے اور سب کا گواہ ہوتا ہے۔ ۶۵۸

گورنمنٹ کی مخبری فسق ہے مگر متہم کو انکار ہو تو

تنقیح ضروری ہے۔ ۶۵۹
بیع بالوفاء کا ایک مقدمہ ۶۵۹
تنقیحات ۶۵۹
تجویز عدالت ۶۵۹
حکم ۶۵۹
بطلان دعویٰ کے دلائل ۶۶۹
ع۱ وارث اور مورث شخص واحد کے مثل ہیں
مورث کے اقرار کے خلاف وارث کا دعویٰ
تناقض ہے اور یہ مبطل دعویٰ ہے۔ ۶۶۹
ع۲ واپسی دستاویز کا مدعا علیہ کی ملک ہو
صرف رسید پانے کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ ۶۶۹
دستاویز مدعی کی ملک ہو تو دعویٰ میں کاغذ کی
مقدار اور صفت بیان کرنا ضروری ہے۔
ع۳ بنیوں کو سود کے حساب میں کمال مہارت
ہوتی ہے، دعویٰ میں حساب بہت گندہ ہے
اس لئے یہ قرینہ واضحہ ہے کہ دعویٰ غلط ہے۔ ۶۷۰
حساب کی غلطی کا بیان ۶۷۱
مدعی کا ظاہر حال جس دعویٰ کی تکذیب کرے
مقبول نہیں۔ ۶۷۲
اقرار کے بعد خطا کا دعویٰ مردود ہے۔ ۶۷۲
شہادتوں کا نقص۔ ۶۷۲
ع۱ حقوق عباد میں شہادت کی شرط صحت
دعویٰ ہے۔ ۶۷۲
ع۲ شہادت کے لئے "گواہی دیتا ہوں" کہنا
ضروری ہے اخبار کے الفاظ سے گواہی صحیح نہیں۔ ۶۷۳
قسم کھا کر کہا "تو میری عورت نہیں" طلاق
واقع نہ ہوگی۔ ۶۷۳
ع۳ لفظ اشہد یا شہادت میدہم یا گواہی دیتا
ہوں، کو شہادت سے متصل ہونا چاہئے ورنہ
شہادت مقبول نہ ہوگی۔ ۶۷۶
قسم اور مقسم میں جو زیادتی تاکید کے لئے ہو وہ
مضر نہیں۔ ۶۷۶
قسم اور مقسم میں سکوت سے فاصلہ ہو
تو قسم صحیح نہیں۔ ۶۷۷
شہود بہ اور لفظ اشہد میں فصل کی مثالیں۔ ۶۷۸
شریعت میں شہادت کسی دوسرے پر آنیوالے
حق کی خبر ہے۔ ۶۷۸
مسئلہ شہادت بہت نازک ہے۔ ۶۷۸
"یہ فلاں کی ملک ہے اور اس کا حق اس طرح
گواہی نہیں دے سکتا" یہ کہنا ہوگا کہ اس کا
حق ہے۔ ۶۷۸
معین الحکام کی ایک عبارت کی توضیح، اور
علامہ طرابلسی کی توضیح پر نظر۔ ۶۷۹
اس امر کی نصوص کہ حاکم نے کہا کس امر کی گواہی
دیتے ہو، تو شاہد نے اپنے بیان میں لفظ اشہد
نہ کہا تب بھی گواہی مقبول نہ ہوگی۔ ۶۷۹
سوال جواب میں دہرایا ہوا مانا جاتا ہے۔ ۶۸۰
مدعی نے دعویٰ میں ماضی کا لفظ استعمال کیا،
دعویٰ مقبول نہیں، اور گواہی میں ایسا کیا تو
گواہی مقبول نہیں۔ ۶۸۱

غیر موجود پر شہادت دی، تو مدعی، مدعا علیہ اور مدعو بہ کی طرف اشارہ ضروری ہے۔ ۶۸۲
غائب میں باپ کے ساتھ دادا کا نام بھی ضروری ہے۔ ۶۸۲
شاہد کا حاضر کو پہچاننا ضروری۔ ۶۸۳
گواہ مدعی، مدعی علیہ اور مدعو بہ کا نام و نسب بیان کریں اور اس کو نہ پہچانیں، تو گواہی نامقبول ہے۔ ۶۸۳
غیر شہادت میں حاضر پر اشارہ کا مطلب ایسا لفظ ہے کہ حاضر کی طرف اس سے اشارہ ہو۔ اعضاء کا اشارہ جب کلام سے متعلق ہو تو یہ بھی کلام کے معنی ہو جاتا ہے۔ ۶۸۴
غیر متبنیٰ کی ولدیت گود لینے والے کی طرف کرنا از روئے قرآن غلط ہے۔ ۶۸۵
شہادت میں تعریف کا مطلب معہود ذہنی نہیں ہوتا بلکہ الفاظ سے تعین ضروری ہے۔ ۶۸۶
غیر دعویٰ یہ ہو کہ بیعنامہ اور کرایہ نامہ میں زوجہ کا نام فرضی ہے، حقیقۃً یہ معاملہ شوہر سے ہے، اور گواہی میں نہ اپنے علم کا ذکر نہ مدعا علیہ کے اقرار کا۔ گواہوں کا صرف یہ بیان کہ مدعی نے ہم سے کہا باطل اور مردود ہے۔ ۶۸۶
زوجہ کی ملک کو اپنی طرف منسوب کرنا شائع و ذائع ہے۔ ۶۸۶
میاں بیوی میں یہ انبساط ہی ہے کہ ایک دوسرے کو اپنی زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔ ۶۸۸
وکیل موکل کی ملک کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے یہی حال نوکر کا آقا کی ملک میں ہے، وصی کا یتیم کی ملک میں متولی کا مال وقف میں ہے۔ ۶۸۸
کسی چیز کے بارے میں دعویٰ کیا "میری ہے" پھر کہا وقف ہے، دعویٰ مسموع ہو گا۔ ۶۸۸
قرآن عظیم میں یتیم کے مال کو اولیاء کا مال کہنا علت اصلاح و نگرانی ہے۔ ۶۸۹
قرآن عظیم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی مالداری کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مالداری کہا۔ ۶۹۰
پردہ نشینوں کا روپیہ ان کے شوہروں کو ہی دیا جائیگا اور وہی رسید دیں گے۔ ۶۹۰
خاص خاص گواہان مدعی پر الگ الگ تنقیدیں۔
شاہدوں کے اشارہ اختلاف۔ ۶۹۱
زمان و مکان میں اختلاف شہادت کو مضر نہیں مگر یہ کہ دونوں گواہ یہ کہیں کہ ہم دونوں مدعی کے ساتھ ایک دن اور ایک ہی جگہ تھے۔ ۶۹۲
شہادت میں مجاز مقبول نہیں۔ ۶۹۵
جب گواہ قابل اطمینان نہ ہوں تو زائد باتوں میں اختلاف بھی مضر شہادت ہے۔ ۶۹۶
شاہد کے بیان میں تعارض۔ ۶۹۶
شاہد کو جب شہادت یاد نہ ہو تو لکھی یادداشت پر گواہی باطل ہے۔ ۶۹۶
امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تحریر سے گواہی اس وقت مقبول ہے کہ گواہ اس کا انظہار نہ کرے۔ ۶۹۰
جو علم مقدار فرض کفایہ نہ سیکھے فاسق مردود الشہادۃ ہے۔ ۶۹۰

جب گواہوں کی حالت مشتبہ ہو تو تحری صدق ضروری ہے۔ ۶۹۹

وجوہ اشتباہ ۷۰۰

تجویز اور فیصلہ پر تنقید۔ ۷۰۱

دعوی صحیح نہیں تو آگے کی کاروائی بیکار ہے۔ ۷۰۱

گواہی باطل ہو اور مدعا علیہ اقرار یا انکار کچھ نہ کرے تو طریقہ حکم مسدود ہے۔ ۷۰۱

تنقیح ۱ گواہوں سے ثابت نہیں۔ ۷۰۱

رسید بھی ثابت نہیں۔ ۷۰۲

تجویز کا تناقض ۷۰۲

رسید پر دستخط کرنا معاملہ کے سود ہونے کی دلیل نہیں بلکہ سود نہ ہونے کی دلیل ہے، اور اس سے تنقیح ۲، ۳ باطل ہوجاتی ہے۔ ۷۰۲

تجویز کا شہادتوں کو رد اور تحریر یعنی رسید سے اس کی تائید ماننا باطل ہے۔ ۷۰۳

مجوز نے رسید ہی کی ایک اور بری غلطی ظاہر کی ۷۰۳

خط خط کے مشابہ ہوتا ہے اس کا اعتبار نہیں۔ ۷۰۳

مظنون در مظنون پر فیصلہ کی بنیاد غلط ہے۔ ۷۰۵

فیصلہ میں شہادت مردودہ پر اعتبار کیا۔ ۷۰۶

اصل واقعہ کو صحیح ماننا، اور صرف رجسٹری نہ ہونے سے اعتبار نہ کرنا غلط ہے۔ ۷۰۶

یہ کہنا کہ مرتہن نے شئی مرہونہ کو کرایہ پر دیا لہذا کرایہ اور مرہون کے جملہ محاصل حق راہن نہیں غلط ہے۔ ۷۰۶

صحیح حکم یہ ہے کہ مرتہن مرہون کو بے اجازت راہن کرایہ پر دے تو کرایہ مرتہن کی ملک خبیث ہے صدقہ کرے یا راہن کو دے۔ ۷۰۶

ایسی رقم کو اصل قرض میں مجرائی کے لائق قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ ۷۰۷

ساتویں تنقیح بھی مدعا علیہا ثابت ہے۔ ۷۰۷

قبضہ مرتہن کا اقرار خودکشی وارث مدعی نے کیا ہے۔ ۷۰۸

نویں تنقیح بے فائدہ اور قابل قیام بھی نہیں۔ ۷۰۹

دوسرے کے پیسہ سے کوئی چیز خریدی بیع مشتری کے حق میں ثابت ہے۔ ۷۰۹

بقیہ تنقیحیں غیر متعلق اور غیر مفید ہیں۔ ۷۱۰

حکم شرعی یہ ہے کہ جج کا فیصلہ باطل ہے اور مدعا علیہ دعوی باطلہ مدعیان سے بری۔ ۷۱۰

مشتری کہتا ہے آٹھ آنہ قیمت طے ہوئی تھی بائع نے ساڑھے چار روپیہ بتایا۔ ایسی صورت میں جو اپنا دعوی گواہوں سے ثابت کرے اسی کے حق میں فیصلہ ہوگا۔ ۷۱۰

دونوں طرف گواہان عادل ہوں تو بائع کے گواہ معتبر ہوں گے۔ ۷۱۰

دونوں گواہ پیش نہ کرسکیں تو مشتری سے قسم طلب ہوگی، انکار پر بائع کے حق میں فیصلہ ہوگا اور قسم کھالے تو بائع سے بھی قسم لی جائیگی، وہ انکار کرے تو فیصلہ بحق مشتری، اور وہ بھی انکار کرے تو بیع کے فسخ کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ ۷۱۰

www.alahazratnetwork.org

شفعہ کا ایک معاملہ ۷۱۱

دعوٰی تام و عام ہے۔ ۷۱۲

طلب شفعہ کی حکایت کو دعوٰی سمجھنے کی غلطی۔ ۷۱۳

تعیین کی دو قسمیں ۷۱۳

مشاع اشیاء میں تعیین سے مراد تعیین مقدار ہے ۷۱۳

مشاع کی بیع بالاجماع بیع جائز ہے۔ ۷۱۳

عرضی دعوٰی اور بیان شاہدین میں تطبیق کا بیان۔ ۷۱۳

یہ اعتراض بے معنی ہے کہ مدعی نے عرضی دعوٰی میں طلب عند المشتری کیا، اور گواہ کے بیان میں طلب عند المبیع بھی ہے۔ ۷۱۳

دس حصوں میں سے ایک کا مطلب یہ بھی ہے کہ ہر حصہ میں سے ایک ایک حصہ۔ ۷۱۴

قرآن شریف کی آیت بین احد من رسلہ کا مطلب بین احد واحد من رسلہ ہے۔ ۷۱۴

جب مدعی کا حق شفعہ صرف بعض مبیع میں ہو تو شفعہ کے صفقہ میں تفریق جائز ہے۔ ۷۱۴

مشتری بیع کی واقعیت کا مدعی ہے اور بائع کے وارثان فرضی ہوں گے، وارثوں سے گواہ مانگے جائیں گے، اور وہ گواہ پیش نہ کریں تو قسم سے مشتری کا قول معتبر ہوگا، قسم سے انکار کرے تو بیع کے فرضی ہونے کا حکم ہوگا۔ ۷۱۵

وارثان بائع اگر اس مضمون کی گواہی پیش کریں مقبول ہوگی ورنہ نہیں کہ بعد بیع بائع اور مشتری دونوں نے اقرار کیا تھا کہ ہم نے بیع فرضی کیا۔ ۷۱۵

مشتری بیع قطعی کا مدعی ہو اور مدعا علیہ بیع تلجئہ کا گواہ بائع پیش کرتا ہوں گے، مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔ ۷۱۶

مشتری سے گواہ مانگنا اور ان سے بحث خلاف ضابطہ ہے۔ ۷۱۶

تلجئہ کے مدعیوں کو صرف یہ گواہی پیش کرنا ہوگی کہ مشتری نے بعد بیع اس کے فرضی ہونے کا اقرار کیا۔ ۷۱۶

بائع اس مکان میں مرتے دم تک رہا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مشتری کا قبضہ نہ ہوا، یہ صحت بیع کے منافی نہیں۔ ۷۲۰

بائع مرجائے تو گواہوں کا یہ کہنا کہ مکان بائع کا ہے غلط ہے، مردہ کسی چیز کا مالک نہیں۔ "مکان بائع کا تھا" یہ کہنے سے نہیں ثابت ہوتا کہ انھوں نے بیع نہیں کیا۔ ۷۲۱

استصحاب حال کی گواہی حادث گواہی کے خلاف معتبر نہیں۔ ۷۲۱

بائع اور اس کی بیوی میں اختلاف ہونے سے بھی بیع کا فرضی ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ ۷۲۱

بائع بیع کے فرضی ہونے کا اقرار کرے تو بھی فرضی نہیں قرار پائے گی۔ ۷۲۲

بائع کا بیع کے فرضی ہونے کا قول متناقض ہے اور متناقض دعوٰی مردود ہے۔ ۷۲۲

مجمل گواہی معتبر نہیں۔ ۷۲۳

فاسق معلن کی گواہی معتبر نہیں۔ ۷۲۳

www.alahazratnetwork.org

مستور کی گواہی جب تک دلائل صادقہ سے غلبۂ ظن نہ ہو جائے مردود ہے۔ ۲۳

قاضی کو گواہ کے کذب کا گمان غالب ہو یا کذب و صدق دونوں کا مساوی گمان ہو بیع باطل ہے۔ ۲۳

مدعا علیہ کو گواہوں کی ضرورت نہیں۔ ۲۴

مدعا علیہ کے گواہوں پر فیصلہ کی تنقیدوں کا جواب ۲۴

مستور الحال ہونا مطلقاً مردود نہیں، اور فی ما نحن فیہ میں طرفین کے گواہ مستور الحال ہیں ۲۴

قیمت زائد لکھوانا بیع کے فرضی ہونے کی دلیل نہیں

رجسٹرار کے سامنے بیع ثمن ادا نہ کرنا بھی بیع کے فرضی ہونے کی دلیل نہیں ۲۵

رجسٹرار کے سامنے زرِ ثمن کی پیشگی ادائگی بھی بیع کے فرضی ہونے کا ثبوت نہیں۔ ۲۵

بائع کا رجسٹری آفس سے دستاویز چھڑانا بھی فرضیت بیع کی دلیل نہیں۔ ۲۵

فیصلہ نے دس گواہوں میں سے صرف دو کا ذکر کیا اس لئے کہ وہ سب ناقابل ذکر تھے اس سے فیصلہ پر اثر نہیں پڑتا۔ ۲۶

حکم شرعی، فیصلہ قابلِ منسوخی ہے۔ ۲۷

مورث کے ترکہ سے کس دین کی ادا مقدم ہے۔ ۲۷

راہن نے مکان مرہونہ پر قبضہ کا دعویٰ گواہوں سے ثابت کر دیا تو رہن ثابت ہوگی، اگر راہن کا اس مکان پر قبضہ ہو تو مرتہن کی طرف سے عاریۃً مانی جائے گی۔ ۲۸

ایسی صورت میں راہن کا قبضہ سب قرضخواہوں پر مقدم ہوگا۔ ۲۸

مشاع کا رہن فاسد ہے مگر رہن میں صحیح و فاسد سب کا حکم ایک ہے۔ ۲۸

راہن نے صرف رہن کا دعویٰ کیا تو دعویٰ مسموع نہیں اگرچہ گواہوں نے قبضہ کی بھی گواہی دی۔ ۲۹

راہن نے قبضہ کا بھی دعویٰ کیا لیکن قبضہ کے گواہ نہ پیش کرے گا تب بھی رہن ثابت نہ ہوگا۔ ۳۰

مرہون پر مرتہن کے قبضہ سے پہلے راہن کو رجوع کرنے کا حق حاصل ہے۔ ۳۰

صرف دستاویز میں قبضہ کا ذکر ہو اور گواہوں سے اس کی تصدیق نہ ہو سکی تو بھی رہن ثابت نہیں۔ ۳۰

مہر عام قرضوں کی طرح ہے۔ ۳۱

مکان کا پختہ قبضہ ہے اور قبضہ دلیل ملک۔ ۳۳

نابدان قدیم سے جدھر ہے اسی طرف بہانے کا حق حاصل ہے، اس کے خلاف تصرف بیجا ہے ۳۴

وقف کے کرایہ دار کی بدنیتی ظاہر ہو تو قاضی جائداد اس کے ہاتھ سے نکال لے۔ ۳۵

کرایہ بڑھ گیا اور وقف کی جائداد کا مستاجر کرایہ دینا نہ چاہے تو اجارہ فسخ کر دیا جائے۔ ۳۵

مدعا علیہ کا صرف زبانی بیان قابلِ سماعت نہیں، نہ اس کے سبب خصومت کسی دوسرے کی طرف منتقل ہو سکتی ہے۔ ۳۵

قاضی پر واجب ہے کہ مدعی جب دعویٰ ثابت کر دے فیصلہ اس کے حق میں کر دے مقدمہ مزید کارروائی کے لئے آگے بڑھانا جائز نہیں۔ ۳۵

دعوٰی اس کے خلاف ہوگا جس کا قبضہ ہو۔	۳۶۔	دستاویز حجت نہیں۔	۳۷۔

www.alahazratnetwork.org

فہرست ضمنی مسائل

فوائد تفسیریہ

آیہ کریمہ "اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم" میں تکرارِ "اطیعوا" کی حکمت۔ ۵۲۰

دو آیتوں کی تفسیر ۵۲۲

ولن یجعل اللّٰہ للکٰفرین علی المؤمنین سبیلا میں سبیل سے مراد سبیل دینی ہے۔ ۵۲۴

قرآن شریف کی آیت بین احد من رسلہ کا مطلب بین احد واحد من رسلہ ہے ۷۱۴

فوائد حدیثیہ

حدیث انت ومالک لابیک کا مطلب۔ ۲۸۴

ایک دلگداز حدیث شریف ۳۱۰

عقائد وکلام

www.alahazratnetwork.org

حکم اللّٰہ ورسول کا ہے اس کے خلاف دنیا میں کسی کو مجال دم زدن نہیں۔ ۱۳۱

ہر عطائی کمال حضور صلے اللّٰہ تعالٰے علیہ وسلم کے لئے خاص ہے اور دوسروں کو انھیں کے واسطہ سے حاصل ہے۔ ۴۸۹

رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ تعالٰے علیہ وسلم مشورہ کے محتاج نہ تھے ان کا مشورہ تعلیم امت وغیرہ فوائد کے لئے تھا۔ ۴۹۰

اتبعوا السواد الاعظم کا حکم اعتقاد کے بارے میں ہے مسائل فرعیہ فقہیہ کو اس سے علاقہ نہیں۔ ۴۹۲

قوم درزی کا کوئی دین نہیں وہ خود اپنے کو مسلمان

کہتے ہیں۔ ۵۵۲

طہارت

ایک معارضہ جس کو وضو کے لئے پانی اور مٹی دونوں نہ ملے وہ کیا کرے۔ ۵۵۶

نماز

قعدۂ اولیٰ میں امام کے بھول کر کھڑے ہوجانے کا مسئلہ۔ ۳۳۲

مزدوری کی نیت سے نماز پڑھی فرض ساقط ہوجائے گا۔ ۵۵۷

احکام مسجد

مسجد کی دیوار کے جزء حصہ پر بھی کسی نے مکان بنایا ڈھاکر دیوار خالی کی جائے گی۔ ۶۰۰

امامت

جمعہ میں فاسق کی اقتدا جائز ہے جبکہ جمعہ ایک جگہ ہوتا ہو۔ ۵۵۵

فاسق معلن کی امامت مکروہ ہے۔ ۶۲۳

توبہ صادقہ سے ان کا حال بدل جائے تو ان کے پیچھے نماز جائز ہوگی۔ ۶۲۳

زکوٰۃ

مصنوع زیور کی زکوٰۃ خلافِ جنس دی جائے تو قیمت صناعی کا اعتبار ہوگا وزن کا نہیں۔ ۳۸۰

میاں بیوی میں یہ انبساط ہی ہے کہ ایک دوسرے کو اپنی زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔ ۶۸۴

نکاح

نکاح کی گواہی سماع کی بنیاد پر بھی دی جاسکتی ہے۔ ۱۰۹

مردوزن کا عرصہ دراز تک میاں بیوی کی طرح رہنا نکاح کی علامت مشتبہ سے ہے۔ ۱۰۹

شوہر کا اقرار بھی مثبت نکاح ہے۔ ۱۱۰

قاضی نکاح پڑھانے کی گواہی دے تو نامقبول ہے۔ ۱۳۶

شوہر کے اقرار نکاح کے گواہ ہوں تو نکاح ثابت ہے۔ ۱۳۹

وکالت نکاح مستلزم وقوع تزویج نہیں۔ ۱۳۹

تنہا عورتوں کی گواہی مثبت نکاح نہیں ہوسکتی۔ ۱۴۰

مسلمانوں کو کافروں کے طریقے پر نکاح کرنا جائز نہیں۔ ۱۶۹

مادرِ زن کے ساتھ زنا کا ایک بار اقرار کرلینے سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہوجاتی ہے۔

شوہر کا بار بار اقرار کرنا ضروری نہیں۔ ۱۹۰

صرف دستاویزوں سے زوجیت کا ثبوت نہ ہوگا۔ ۲۸۶

نکاح کا اقرار اس بات کا اقرار ہے کہ اس وقت نکاح میں ہے۔ ۲۸۶

صحتِ نکاح صحتِ توکیل پر موقوف نہیں۔ ۳۲۰

نکاحِ فضولی بھی جائز ہے، نفاذ البتہ طرفین کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ ۳۲۰

www.alahazratnetwork.org

مہر نکاح میں مقصود نہیں وہ تابع اور زائد ہے ۳۴۴

نکاح نامہ کا حکم ۳۴۸

اکراہ کے ساتھ نکاح صحیح ہے۔ ۳۵۰

صرف ایک شاہد کے بیان و اقرار سے نکاح ثابت نہیں ہوتا۔ ۳۵۸

حضور صلے اللہ علیہ وسلم زوجین یا ان کے والدین کی مرضی کے خلاف نکاح کر دیں نکاح نافذ ہے ۵۲۲

نکاح فضولی کے ذریعہ بھی ہو سکتا ہے۔ ۶۰۵

نکاح فضولی بالکل باطل نہیں ہوتا بلکہ موقوف منعقد ہوتا ہے۔ ۶۰۹

جب باپ نے طلاق کے بغیر لڑکی کا دوسرا نکاح پڑھا یا وہ دیوث ہے۔ لڑکی بدستور اپنے شوہر کی بیوی ہے۔ ۶۲۲

مہر

شوہر نے مہر کے عوض جائداد دی، عورت نے قبضہ کیا، گواہوں کے بیان سے یہ ثابت ہوا اس کے بعد مہر کے مقدار کا جاننا ضروری نہیں ۱۰۷

زید کی بہن عمر کے نکاح میں، عمر کی بہن زید کے نکاح میں، دونوں عورتوں کے مرنے کے بعد ان کے مہروں میں مقاصہ ہو گا۔ ۱۴۴

شوہر نے زیور کا صرف مالک بنایا، جہت کی تصریح نہ کی، عورت مہر سے الگ کہتی ہے، اور دیگر ورثہ مہر میں دینے کا دعویٰ کرتے ہیں، تو ورثہ کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہو گا۔ ۱۶۴

عورت مہر مثل کے برابر یا کم کا دعویٰ کرے تو مہر مثل دیا جائے۔ ۱۸۳

مہر مثل سے زائد کا دعویٰ شوہر کی رضا یا گواہان شرعی کے بغیر ثابت نہ ہو گا۔ ۱۸۴

ایک عورت کو پوری جائداد مہر کے عوض بیع کر دی دوسری کو اس میں کوئی حق نہ پہنچے گا ہاں دوسری کو محروم کرنے کی نیت سے ایسا کیا تو مجرم ہوا۔ ۱۹۴

مہر کے لئے فوراً یا تاخیر سے ادائیگی کی کوئی تصریح نہ ہو تو مدار وہاں کے عرف پر ہو گا۔ ۱۹۴

مہر معجل کے دعویٰ کو عورت کو ہر دم حق حاصل ہے ۲۳۲

جب کل مہر کے عوض جائداد دیدی ہو کل مہر ساقط ہو گیا چاہے کتنا ہی ہو۔ ۲۳۳

دین مہر کے عوض جو جائداد دی گئی وہ مبیع ہو گی عورت اپنی زندگی میں اس میں ہر قسم کے تصرفات کی مختار ہے ۲۰۸

شوہر نے اپنا کوئی مکان بیوی کے مہر کے عوض بیع کر دیا، دوسری بیوی کی اولاد کو یہ حق نہیں کہ اپنی ماں کے مہر کے عوض اسکو نیلام کرا سکیں۔ ۲۸۲

نکاح کے وقت مہر نہ ہونے کی شرط لگائی نکاح صحیح اور مہر مثل ثابت ہو گا۔ ۳۳۴

گواہ اور مدعی میں مہر کی مقدار میں اختلاف ہو تو نکاح دونوں میں سے جو کم ہو اس پر ہو گا۔ ۳۳۴

مہر نکاح کے تابع ہو کر ان امور سے ضرور ہے کہ اس کی گواہی سن کر دی جا سکتی ہے مگر مہر کی معافی ان میں سے نہیں۔ ۲۸۱

عورت مہرِ مثل سے کم کا دعویٰ کرے تو گواہ کی ضرورت نہیں ، ہاں شوہر برائے مہر کا مدعی ہو تو بجائے یمین کے عورت کے گواہ مقبول ہیں۔ ۴۲۷

مہر عام قرضوں کی طرح ہے۔ ۴۳۱

طلاق

طلاق کے متعدد گواہوں کا بیان ۱۱۱

طلاق میں سنی سنائی گواہی مقبول نہیں۔ ۱۱۴

طلاق کی گواہی صرف سُن کر دی تو مقبول نہیں۔ ۱۱۵

ایک مرد ایک عورت کی گواہی سے بھی طلاق ثابت نہیں ہوتی۔ ۱۱۵

اس عورت کا حکم جو گواہی سے طلاق ثابت نہ کر سکی مگر شوہر نے حقیقۃً طلاق دی ہے ۱۱۵

شہادتِ طلاق میں کہاں تاخیر جائز ہے اور کہاں نہیں۔ ۱۲۵

شہادتِ طلاق کی ادا میں تاخیر کی مختلف صورتیں۔ ۱۲۵

واقعۃً طلاق ہوگئی عورت گواہوں سے ثابت نہ کر سکی تو کیا حکم ہے۔ ۱۲۷

صرف عورت کے بیان سے طلاق ثابت نہ ہوگی ۱۲۸

دو رجعی طلاق تک میاں بیوی کو ایک ساتھ رہنے کا حکم ہے۔ ۱۲۸

طلاق کے وقت میں گواہوں کا اختلاف ہو تو یہ موجب رد نہیں۔ ۱۲۹

ایک گواہ سے طلاق ثابت نہیں ہوتی۔ ۱۲۹

متارکہ صرف قول سے ہوتا ہے اس لئے شوہر کا کوئی فعل متارکہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ ۱۸۸

تنہا عورتوں کی گواہی سے طلاق ثابت نہیں ہوتی۔ ۲۳۳

نصاب شہادت برائے طلاق۔ ۲۳۵

زمانہ طلاق کے بارے میں گواہوں کا اختلاف کچھ مضر شہادت نہیں۔ ۲۳۵

مفتیوں کے فتوٰی کے موافق طلاق کا اقرار کیا بعد کو پتہ چلا فتوٰی غلط تھا طلاق نہیں پڑی۔ ۳۴۶

قاصرہ نے بالغ ہوتے ہی اپنے نفس کو اختیار کیا بے تفریق قاضی اپنے نکاح سے الگ نہ ہوگی۔ ۵۳۳

اجنبی کے طلاق کو نکاح پر معلق کرنے والے کے بارے میں حنفی اور شافعی قاضی کے احکامات کا فرق۔ ۵۳۴

قسم کھا کر کہا "تو میری عورت نہیں" طلاق واقع نہ ہوگی۔ ۶۷۳

نسب

الولد للفراش وللعاھر الحجر۔ ۴۳۵

رواجِ عام کی تحریر سے نسب ثابت نہیں ہوتا ۴۳۹

جب وارث متعدد ہوں تو ایک کے اقرار سے مورث پر نسب نہیں ثابت ہوگا۔ ۴۵۰

ایسے رشتے کا اقرار جو اپنے غیر پر نسب لازم کرتا ہو شرعاً بعید ضعیف ہے۔ ۴۵۱

متبنیٰ کی ولدیت گود لینے والے کی طرف کرنا
ازروئے قرآن غلط ہے۔ ٦٨٥

نفقہ

تنگدست والدین کا نفقہ کشادہ دست
لڑکے پر ہے۔ ٢٠٦
غائب کے مال سے زوجہ اور ابوین، اپنے
حق کی جنس سے بغیر قضائے قاضی بھی
لے سکتے ہیں۔ ٣١٥
میاں بیوی ایک ساتھ رہتے ہیں، شوہر کل
آمدنی لاکر بیوی کو دے دیتا ہے، عورت
گھر کے تمام مصارف اسی سے پورے کرتی
ہے، اس کو شرع میں تبرع کہہ سکتے ہیں، اس
صورت میں روپیہ کل شوہر کا ہی رہتا ہے۔ ٦١٥
رہائش مشترکہ نہ ہو اور شوہر اپنے عورت کے
حصہ کا نفقہ اس کو الگ دے دے تو اس کی
مالک عورت ہوگی، جو بچائے گی اس کا ہوگا۔ ٦١٥
اولاد کے لئے جو نفقہ ہے وہ دفع حاجت کیلئے
ہے تو اس میں جو بچا ملک شوہر رہے گا۔ ٦١٦
عورت اور دیگر محارم کے نفقہ کا فرق۔ ٦١٦
عورت اور بچوں کا نفقہ ایک ساتھ عورت
کو دیا تو عورت اس کی مالک نہ ہوگی۔ ٦١٧

معاشرت

دو بیویوں میں عدم مساوات پر وبال۔ ١٦٩

حدود و تعزیر

جو مسلمان ایسے ناجائز کاموں کے طرفدار ہوں
شرعاً تعزیر کے مستحق ہیں اور ان پر توبہ لازم ہے۔ ١٦٩
زنا کی تہمت لگائی اور گواہ نہ پیش کئے تو
حدِ قذف کے لائق ہیں۔ ٦٢٣
ہندوستان میں بادشاہ اسلام نہیں اس لئے
حدِ قذف نافذ نہیں ہوسکتی۔ ٦٢٣

سِیَر

مسلمانوں پر کافر کو کوئی حکومت نہیں۔ ١٦٩
جہاں کفار کا تغلب ہو وہاں مسلمانوں پر کسی کا
قاضی بنانا واجب ہے۔ ١٩٢
کافر کے بنانے سے مسلمان حکم بھی نہیں ہوسکتا۔ ١٩٣
ایسے شہر جن پر کفار کی حکومت ہے دار الحرب
نہیں ہیں بلکہ دار الاسلام ہیں۔ ٥٢٦
جن شہروں میں احکام کفر کا غلبہ نہ ہو
بلاد اسلام ہیں۔ ٥٢٦
کافر اور غلام کی ولایت اہلِ اسلام پر
نافذ نہیں۔ ٥٥٢

حجر

قاضی کن کن لوگوں کو مجبور کرسکتا ہے۔ ٥٣٧

حجر کی دو قسمیں ۵۲۷

بے وقوف پر حجر کے بارے اختلاف ائمہ ۵۲۷

موجودہ کچہریوں کے حجر کے بعد بھی نہ وقف کیا وہ نافذ اور جائز ہے۔ ۵۶۲

شرکت

شرکت ملک میں شریک دوسرے کے حصہ میں اجنبی ہوتا ہے۔ ۱۶۰

شرکت ملک کی تعریف ۱۶۰

شیوع کی صورت میں مملوک کے ہر ذرے پر شریک کا حق ہوتا ہے۔ ۱۶۱

لڑکا باپ کے عیال میں ہو اور باپ کی اعانت کے طور پر جو کمائے وہ باپ کا ہے۔ ۱۹۶

لڑکے نے باپ کے عیال سے الگ ہو کر کمایا یا ذاتی مال سے کوئی تجارت کی یا باپ کے کسب سے الگ کوئی کسب کیا یہ سب بیٹے کا ہوگا۔ ۱۹۷

شرکت کا علم ہونا شریک ہونے کو مستلزم نہیں۔ ۲۰۰

بیع

غلام اور آزاد کو ملا کر بیچا تو بیع باطل ہے۔ ۱۱۰

اپنے غلام اور دوسرے غلام کو ملا کر بیچا تو اس کے غلام میں بیع نافذ ہوگی۔ ۱۱۰

شریک کے حصہ کی بیع فضولی کی بیع ہے اس کی اجازت پر موقوف ہوگی۔ ۱۵۸

بیع کی خبر پا کر خاموش رہنا اجازت نہیں ہے ۱۵۸

بیع موقوف کی اجازت مورث کی موت کے بعد وارث نہیں دے سکتے۔ ۱۵۸

بیع فضولی بیع موقوف ہوتی ہے، مالک نے خود بیع توڑی تو بیع موقوف باطل ہو گئی۔ ۱۵۹

بائع نے غلط فہمی سے ایک جائداد کو اپنا حصہ سمجھ کر بیچ دیا اور وہ واقعۃً اس کا حصہ نہ تھا تو وہ بیع میں داخل نہ ہوگا۔ ۱۵۹

زید کی کسی چیز کو عمر نے بیچا، زید کو اس عقد کے جائز کرنے کا حق حاصل ہے، اس چیز پر زید کوئی دعوی کرے تو اس سے بیع کی اجازت کا حق ساقط نہ ہوگا۔ ۱۶۰

کورٹ کا نیلام بیع شرعی نہیں۔ ۱۸۱

اصل مالک کا اس بیع پر راضی ہونا ضروری ہے۔ ۱۸۱

ابتداءً اول بدل کے ذریعہ بیع ہو جاتی ہے لیکن جس چیز کا عقد بیع فاسد کے ذریعہ کیا اب اس کو تعاطی کے ذریعہ بیع نہیں کر سکتے۔ ۱۹۳

بیع نامہ کی اطلاع پانے کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے ہر ہر لفظ سے آگاہ ہوا، نہ اس بنیاد پر اطلاع پانے والے پر کوئی الزام قائم کیا جا سکتا ہے۔ ۲۰۲

کسی عقد بیع کا تسلیم کرنا الفاظ زائدہ کا تسلیم کرنا نہیں ہے۔ ۲۰۲

چوحدی مبیع میں داخل نہیں۔ ۲۰۲

بیع نامہ پر گواہی کرنا بھی شئی مبیعہ پر ملک کے دعوی سے مانع نہیں۔ ۲۰۲

www.alahazratnetwork.org

مشتری کے لئے ثمن میں کچھ ملک باقی نہیں رہتی ۲۳۳
جہاں مقاصہ ہو وہاں مقدار کا بیان بلکہ معلوم ہونا
بھی ضروری نہیں۔ ۲۳۳
بیعانہ کا حکم ۲۵۲
ایجاب وقبول ثقہ گواہوں سے ثابت ہو یا بائع
کا اقرار ثابت ہو تو بیع ثابت ہے، رجسٹری
ہو یا نہ ہو، ثمن دیا گیا ہو یا نہ دیا گیا ہو۔ ۲۵۲
خریداری میں روپیہ والدہ کا ہونا ملک والدہ کو
مستلزم نہیں۔ ۲۶۲
مبیع کے معیب بعیب فاحش ہونے میں یا
ہلاک ہونے کی صورت میں ثمن میں اختلاف ہو تو
بائع کے گواہ وہ نہ ہوں تو مشتری کی قسم یا انکار
پر فیصلہ ہوگا۔ ۲۸۹
خریداری مشتری کی طرف سے قرار دینا ممکن ہو
تو اسی پر نافذ ہوگی۔ ۳۱۸
چاندی کو چاندی کے عوض بیچنے میں مساوات
شرعاً لازم ہے۔ ۴۹۴
سونے کو چاندی کے عوض بیچنے میں مساوات ضروری
نہیں عاقدین کو کمی بیشی کا اختیار ہے۔ ۴۹۴
پونڈ کی قیمت پندرہ روپے ہونا حکم شرعی نہیں
لیکن روپے کے بدلے سوا گیارہ ہی ماشے
چاندی ہونا حکم شرعی ہے۔ ۴۹۴
بیع بالوفاء کا ایک مقدمہ ۶۵۹
مشاع کی بیع بالاجماع جائز ہے۔ ۷۱۳
بائع اسی مکان میں مرتے دم تک رہا، اس سے
یہ ثابت ہوتا ہے کہ مشتری کا قبضہ نہ ہوا، یہ
صحتِ بیع کے منافی نہیں۔ ۷۲۰

وقف

اصل وقف میں شہادت سماعی مقبول ہے اور
ضمناً ملکیت وقف کا ثبوت بھی ہو سکے گا۔ ۱۱۶
کون کون سی چیز اصل وقف میں داخل ہے
اور کون کون سی شرائط ہیں۔ ۱۱۸
وقف کی شہادت لوجہ اللہ ہے جس کے لئے
دعویٰ ضروری نہیں، اور ادائے شہادت میں
تاخیر سے گواہ مردود الشہادۃ ہوجاتا ہے۔ ۱۱۸
اعتبار واقف کے لفظوں کا ہے نہ کہ کاتب
کی تحریر کا۔ ۴۴۹
شرط واقف نص شارع کی طرح
واجب الاتباع ہے۔ ۴۹۹
وقف میں ناظر کے ہوتے قاضی کا تصرف
نافذ نہیں۔ ۵۳۰
وقف صحیح کی تفصیل کے احکام وشرائط ۵۳۵

وکالت

تفریق کا وکیل ہو سکتا ہے اور وکالت کو معلق
کیا جا سکتا ہے تو ایسی وکالت کے نتیجہ میں
عالم نے تفریق کر دی تو متارکہ ہوگیا۔ ۱۸۹
گواہ جب یہ بیان دے کہ عورت نے اندر سے
نکاح کی اجازت دی، اندر اور عورتیں بھی تھیں

اس سے توکیل ثابت نہ ہوگی۔ ۶۰۵
فتویٰ رامپور پر دستش تنقیدیں ۶۰۵
کسی وکیل کا ادعائے وکالت بحال انکار موکل مسموع نہیں۔ ۶۱۰

اقرار

گواہ پیش ہوئے اور مدعا علیہم نے اقرار کیا تو فیصلہ بربنائے اقرار ہوگا۔ ۱۰۵
ایک شخص نے چند افراد کی موجودگی میں اپنی ساس سے زنا کا اقرار کیا بعدازاں اس کا انکار کیا، اس کا شرعی حکم۔ ۱۸۳
مقر اپنے اقرار سے رجوع کرے تو نامقبول ہے ۱۹۰
کسی جائداد میں غیر کو تصرفات کرتے ہوئے کسی کا چپ رہنا اپنی اجنبیت اور متصرف کی ملکیت کا صریح اقرار ہوگا۔ ۱۹۷
کسی چیز کا بھاؤ کرنا اس کے ہبہ کی درخواست کرنا اپنی ملک نہ ہونے کا اقرار ہے، کسی دوسرے کی ملک ہونے کا اقرار نہیں ہے۔ ۲۰۳
جھوٹے اقرار کی پابندی لازم نہیں۔ ۲۴۲
کوئی مقر اپنے اقرار سے بدعوی سہو ولغزش پھر نہیں سکتا۔ ۲۶۸
اپنے اقرار پر آدمی کا مواخذہ ہوگا۔ ۳۱۶
زید کے عمرو پر دو اشرفی، عمرو نے کہا اچھا میاں ان اشرفیوں کے تیس روپے وقت حساب مجرا دوں گا، یہ اقرار ہے اور عمرو ماخوذ ہوگا۔ ۴۸۳
اقرار کے بعد خطا کا دعویٰ مردود ہے۔ ۶۷۲

امانت

امانت استہلاک کے بعد غصب ہوجاتی ہے ۴۱۱

عاریت

جو چیز عاریۃً دی یا اس کے عاریۃً دینے کا رواج ہو وہ باقی ہو تو لے سکتا ہے اور باقی نہ ہو تو کسی سے مطالبہ نہیں۔ ۱۷۸
عاریت کی چیز کسی نے خرچ کی یا تلف کر دی اس سے تاوان لیا جا سکتا ہے۔ ۱۷۸
والدین جہیز کے کسی سامان کو عاریت بتائیں تو بغیر شہادت یہ مسموع نہ ہوگا۔ ۲۸۷
شوہر کسی زیور کے بارے میں دعویٰ کرے تو مسموع ہوگا ۲۸۷
عاریت کا قبضہ بھی مالک ہی کا قبضہ ہے۔ ۳۹۶
غصب اور رہن میں قدرے جہالت کا تحمل ہوتا ہے عاریت میں نہیں۔ ۴۰۹

ہبہ

ہبہ بالعوض مشاع اور مشترک اشیاء بھی ہوسکتا ہے، یہ بیع کی طرح ہے۔ ۱۱۰
ہندوستان کا یہ عرف ہے کہ شوہر عورت کو زیور کا مالک نہیں کرتا۔ ۱۶۳
زیور کے عورت کی ملک ہونے کے لئے شوہر کی جانب سے تصریح ضروری ہے۔ ۱۶۳
شوہر نے زیور کو مہر میں دینے کی تصریح کی تو

مہر میں محسوب ہوگا، اور احسان اور ہبہ کے طور
پر دیا تو محسوب نہ ہوگا۔ ۱۶۳
آج کل عام طور سے عرف یہی ہے کہ باپ
بیٹے کو کوئی جائداد ہبہ کرنا چاہتا ہے تو اس کو
خرید کر قبالہ لڑکے کے نام کرا دیتا ہے تو یہ لڑکے
کے نام خریداری نہ ہوئی ہبہ ہوا۔ ۱۸۱
اگر ہبہ پر موہوب لہ کا قبضہ ہو ملک ثابت ہوگی
قبضہ نہ ہو ملک ثابت نہ ہوگی۔ ۱۸۱
واہب اور موہوب لہ میں سے کوئی بھی قبضہ سے
پہلے مرگیا تو ہبہ باطل ہوگیا۔ ۱۸۲
استحقاق شیوع مقارن ہے ہبہ کو باطل
کر دے گا۔ ۲۱۲
والدین اپنے روپے سے جائداد خرید کر جو نام
اپنے بچوں کے نام لکھاتے ہیں یہ تملیک ہبہ ہے ۲۱۹
ہبہ بالعوض ابتداءً و انتہاءً بیع ہے۔ ۲۲۳
ہبہ بے قبضہ تمام نہیں۔ ۲۸۵
زوجیت مانع رجوع ہبہ ہے۔ ۲۸۵
مرض الموت کا ہبہ رضائے ورثہ پر موقوف
ہوتا ہے۔ ۳۱۶
شرکت طاریہ مضر ہبہ نہیں۔ ۳۱۶
عام طور سے باپ بیٹے کے نام کوئی چیز خریدتا
ہے تو مقصد ہبہ کرنا ہوتا ہے۔ ۳۱۷
مرض موت کا ہبہ وصیت کے حکم میں ہے۔ ۳۸۴
اعتراضات مفتی (۱) قبضہ ناقصہ
" " (۲) " " "
اعتراضات مفتی (۳) قبضنا قصہ اور اختلاف شہادت
" " (۴) اختلاف شہادت
" " (۵) ہبہ میں ایجاب کے ساتھ
قبول ضروری قبضہ قبول کے قائم مقام نہ ہوگا۔ ۳۹۱
راجح معتمد مفتیٰ بہ یہی ہے کہ قبول ہبہ رکن نہیں
تحقیق یہی ہے کہ ہبہ میں قبضہ سے ملک اور قبول
دونوں ثابت ہوتے ہیں۔ ۳۹۳
قبضہ بلا اذن یا با اذن اسی مجلس ہبہ میں ضروری
نہیں، بعد کو بھی ہو سکتا ہے بشرطیکہ قبضہ
سے پہلے رُد نہ ہو۔ ۳۹۳
قبول ہبہ کے رکن نہ ہونے کی دلیل اور اس
کی نظیر۔ ۳۹۴
واجب نے موہوب کو فارغ نہ کیا اور کہا کہ
قبضہ دلا دیا، تو کذب ہوگا۔ ۳۹۶
بے اجرت لوگوں کو مکان دے رکھا ہے اس
مکان کو اپنے چھوٹے لڑکوں کو ہبہ کیا ہبہ صحیح ہے
رہنے والوں کا تخلیہ ضروری نہیں۔ ۳۹۶
موہوب لہ کا غیر واہب کے املاک و اسباب
سے خالی ہونا ضروری نہیں۔ ۴۰۰
مرتہن، اجیر یا عاریۃً مقیمین کے علاوہ کوئی
مکان میں ہو وہ مکان کا قابض نہیں، نہ
اس کے رہنے سے موہوب لہ کے قبضہ میں
فرق آئے۔ ۴۰۱
موہوب لہ کا ہبہ کے وقت ملک واہب سے
خالی ہونا ضروری نہیں قبضہ کے وقت خلو ضروری ہے ۴۰۲

قبضۂ تامہ کے بعد واہب زندگی بھر مکان موہوبہ میں غصباً یا اجارۃً رہے ہبہ میں کچھ خلل نہیں۔ ۴۰۳

گواہوں نے یہ کہا "زید نے اپنے لڑکے کو یہ دکان دی" اور لڑکا عرصہ دراز سے اس میں تصرف کرتا رہا تو دینا بمعنی ہبہ مانا جائے گا۔ ۵۸۳

نابالغ کو دینے کی نیت سے جو کچھ بنوایا نابالغ کی ملک ہوگیا۔ ۵۸۶

بالغہ کے لئے بنوایا تو جب تک اس کا قبضہ نہ کرادے ہبہ صحیح نہیں ہوتا۔ ۵۸۶

مشاع اور مجہول کا ہبہ صحیح نہیں۔ ۶۱۸

عورت نے شوہر کو روپیہ دیا اور تقاضا نہیں کیا یہ دلیل تملیک نہیں۔ ۶۱۸

ہبہ صرف زبان سے مکمل نہیں ہوتا۔ ۶۲۲

مردہ کو گواہ قرار دینے سے ہبہ ثابت نہ ہوگا۔ ۶۲۲

قابل تقسیم چیز کا ہبہ بلا تقسیم صحیح نہیں۔ ۶۲۵

احد المتعاقدین میں سے کوئی قبضہ سے پہلے مرجائے ہبہ باطل ہے۔ ۶۲۵

دعویٰ ہبہ اس بات کا اقرار ہے کہ موہوبہ واہب کی ملک ہے۔ ۶۲۵

اجارہ

بیٹے نے باپ کی مزدوری کی یہ جائز نہیں۔ ۱۶۸

اجیر اور مرتہن کا قبضہ مستقل ہے۔ ۳۹۶

اب فتویٰ اسی پر ہے کہ امامت کی اجرت جائز ہے۔ ۵۵۸

وقف کے کرایہ دار کی بدنیتی ظاہر ہو تو قاضی جائداد اس کے ہاتھ سے نکال لے۔ ۷۳۵

کرایہ بڑھ گیا اور وقف کی جائداد کا مستاجر کرایہ دینا نہ چاہے تو اجارہ فسخ کردیا جائے۔ ۷۳۵

شفعہ

شفعہ کے بارے میں ایک استفسار۔ ۲۰۰

شفیع کو جائداد کے بیع کے قابل بھروسہ خبر ملتے ہی یہ اعلان کرنا چاہئے کہ میں شفعہ کا طالب ہوں، ذرا سی تاخیر بھی شفعہ باطل کردے گی اسی کو طلب مواثبت کہتے ہیں۔ ۳۶۰

بائع یا مشتری یا جائداد کے پاس جاکر لوگوں کو گواہ بنانا بھی ضروری ہے کہ میں شفعہ طلب کرتا ہوں، اس کو طلب اشہاد کہتے ہیں مواثبت کے بعد یہ بھی ضروری۔ ۳۶۰

اگر کوئی شفیع طلب مواثبت اور طلب اشہاد سے قبل خصومت کرے شفعہ باطل ہوگا۔ ۳۶۰

شفیع کو طلب اشہاد سے قبل علم نہ ہوسکا تو یمین کے ساتھ اس کا قول معتبر ہوگا اور بینہ مشتری پر، اور طلب اشہاد سے پہلے علم کا مقر ہو، اور طلب مواثبت کا مدعی تو بینہ شفیع پر۔ ۳۶۱

طلب اشہاد کا انکار ہو تب بھی مشتری کی قسم ہے، ہاں یہ اور شفیع دونوں بینہ پیش کریں تو شفیع کا بینہ اولیٰ ہوگا۔ ۳۶۲

جب شفیع کے گواہ خود ہی کہیں علم کے بعد فوراً طلب مواثبت نہیں ہوئی شفعہ باطل ہوگا۔ ۳۶۴
شفعہ کے ایک معاملہ سے سوال۔ ۵۶۶
شفیع نے بیع کو صراحۃً تسلیم کیا ہو یا دلالۃً تسلیم کے لئے حدود مبیع کی تعیین ضروری نہیں۔ ۵۶۸
شفعہ کا ایک معاملہ ۶۱۱
جب مدعی کا حق شفعہ صرف بعض مبیع میں ہو تو شفعہ کے صفقہ میں تفریق جائز ہے۔ ۶۱۴

قسمت

تین حصہ داروں میں دو نے ایک کی رضا کے بغیر تقسیم کی یہ تقسیم باطل ہے۔ ۱۵۷
دو حصہ داروں نے جائداد تقسیم کی تیسرے کا جائداد میں جزو شائع تھا تقسیم توڑ دی جائیگی۔ ۱۵۷

رہن

رہن مع قبضہ صحیح ہے لیکن اس سے مرتہن کا منافع اٹھانا جس کو رہن دخلی کہتے ہیں ناجائز ہے ۲۳۲
رہن ملک مرتہن نہیں ہوتا۔ ۲۶۲
مرتہن رہن کو ہبہ نہیں کرسکتا۔ ۲۶۲
رہن مشاع فاسد ہے۔ ۲۶۵
رہن دخلی شرعاً حرام ہے۔ ۲۶۵
رہن صحیح و فاسد کا حکم ایک ہے۔ ۲۶۵
انتقال مرتہن کے بعد اس کے ورثہ اس کی جگہ مرتہن ہوجاتے ہیں۔ ۲۶۵
راہن یا مرتہن کے مرنے سے رہن باطل نہیں ہوتا۔ ۲۶۵
راہن زیور چاندی کا بتائے، مرتہن سلور کا، مرتہن کے گواہ نامقبول ہوئے، راہن نے نہ قسم کھائی نہ انکار کیا تو فیصلہ کی راہ مسدود ہوگئی۔ ۲۷۵
یہ کہنا کہ مرتہن نے شئی مرہونہ کو کرایہ پر دیا لہذا کرایہ اور مرہون کے جملہ محاصل حق راہن نہیں غلط ہے۔ ۴۰۶
صحیح حکم یہ ہے کہ مرتہن مرہون کو بے اجازت راہن کرایہ پر دے تو کرایہ مرتہن کی ملک خبیث ہے صدقہ کرے یا راہن کو دے۔ ۴۰۶
راہن نے مکان مرہونہ پر قبضہ کا دعوٰی گواہوں سے ثابت کردیا تو رہن ثابت ہوگی، اگر راہن کا اس مکان پر قبضہ ہو تو مرتہن کی طرف سے عاریۃً مانی جائے گی۔ ۴۲۷
مشاع کا رہن فاسد ہے مگر رہن میں صحیح و فاسد سب کا حکم ایک ہے۔ ۴۲۸
راہن نے صرف رہن کا دعوٰی کیا تو دعوٰی مسموع نہیں اگرچہ گواہوں نے قبضہ کی بھی گواہی دی۔ ۴۲۹
راہن نے قبضہ کا بھی دعوٰی کیا لیکن قبضہ کے گواہ نہ پیش کرے گا تب بھی رہن ثابت نہ ہوگا۔ ۴۳۰
مرہون پر مرتہن کے قبضہ سے پہلے راہن کو

رجوع کرنے کا حق حاصل ہے۔ ۷۳۰
صرف دستاویز میں قبضہ کا ذکر ہو اور گواہوں سے اس کی تصدیق نہ ہوسکی تو بھی رہن ثابت نہیں۔ ۷۳۰

یمین

گواہوں سے حلف لینا شرعاً جائز نہیں۔ ۱۰۱
گواہوں پر حلف رکھنا باطل ہے۔ ۱۳۳
گواہ کو حلف دلانا بعض علما۔ کے نزدیک قاضی مجتہد کی رائے پر موقوف ہے۔ ۱۳۳
قسم کھانے کی صدق کے غلبۂ ظن کا حصول ہے۔ ۱۳۳
آج کل جبری حلف عام ہوگئی۔ ۱۳۵
مدعی کا حلف مسلّم نہیں۔ ۱۳۵
گواہی نہ ہونے کی صورت میں شوہر کو قسم کھلائی جائے، قسم کھا کر طلاق کا انکار کرے گا تو عورت کا دعویٰ رد ہو جائے گا اور قسم کھانے سے انکار کرے تو طلاق ثابت ہوگی۔ ۲۳۳
گواہ کی موجودگی میں مدعا علیہ نہ تو خود قسم کھا سکتا ہے نہ مدعی قسم طلب کرسکتا ہے۔ ۲۸۹
تحلیف کی ایک صورت کی توضیح۔ ۲۹۳
تحلیف میں احتیاط یہی ہے کہ دعویٰ کے جز و کل دونوں کو شریک کیا جائے۔ ۲۹۴
حلف دعویٰ پر لیا جاتا ہے جو چیزیں دعویٰ سے خارج ہیں ان پر نہیں۔ ۲۹۴
یمین نہ تو دعویٰ فاسدہ پر مرتب ہوتی ہے نہ معدوم پر۔ ۲۹۴
حلف میں آج کل جو کچھ کہلایا جاتا ہے مثلاً واللہ اس باب میں جو کہوں گا حق کہوں گا یمین منعقدہ ہے اور مدعا علیہ پر یمین غموس لازم ہے۔ ۲۹۸
ایسی چیز پر تحلیف صحیح نہیں جس کے انکار سے مدعا علیہ پر دعویٰ کی ڈگری نہ دی جا سکے۔ ۲۹۹
مدعی کی طلب پر حلف لینا حاکم کا کام ہے خود مدعی حلف دلائے صحیح نہ ہوگی۔ ۳۰۰
مدعی مال سے بری کرسکتا ہے حلف سے نہیں، یہ تو حاکم کا حق ہے۔ ۳۰۰
مدعی اور حاکم دونوں مدعا علیہ کو حلف سے بری کریں تو بھی بری نہ ہوگا۔ ۳۰۱
حلف بروجہ صحیح تام نہ ہوئی، تو گو مدعی کے طلب پر قاضی نے دلائی ہو، دوبارہ صحیح طور پر قسم دلانا ضروری ہے۔ ۳۰۲
متولی وقف، وصی اگر متعلقہ اشیاء میں کوئی عقد خود کریں تو انھیں قسم دلائی جا سکے گی ورنہ نہیں۔ ۳۰۳
جھوٹی گواہی کا کوئی کفارہ نہیں، آئندہ کے لئے کسی بات کی جھوٹی قسم کھانے کا کفارہ ہے۔ ۳۰۴
جہاں شہادت ناقابل اعتبار ہو مدعا علیہ کو قسم دلائی جائے گی۔ ۳۰۴
حاکم تنہا قسم کا مطالبہ نہیں کرسکتا ہے۔ مدعی قسم طلب کرے تو قاضی مدعا علیہ پر قسم رکھے۔ ۳۰۴

www.alahazratnetwork.org

"خدا کی قسم سچ کہوں گا" یمین منعقدہ ہے۔ ۴۶۲

یمین منعقدہ میں کفارہ کی ادائیگی سے کام نکل سکتا ہے۔ ۴۶۲

ہفت اقلیم اور لاکھ روزے بھی یمین غموس کا کفارہ نہیں ہو سکتے۔ ۴۶۲

قسم اور مقسم میں جو زیادتی تاکید کے لئے ہو وہ مضر نہیں۔ ۴۷۶

قسم اور مقسم میں سکوت سے فاصلہ ہو تو قسم صحیح نہیں۔ ۴۷۷

حظر و اباحت

گواہ کے لئے پابندِ نماز یا پابندِ جماعت ہونا ضروری ہے ورنہ گواہی تسلیم نہ کی جائے گی۔

جاہل کی گواہی بھی نامقبول، جاہل فاسق ہوتا ہے ۱۰۳

داڑھی، فاسق، پاگل، نابالغ، فاتر العقل کی گواہی مقبول نہیں۔ ۱۲۰

شہادت کے لئے اسلام شرط ہے غیر مسلم کی شہادت نامقبول ہے۔ ۱۲۳

داڑھی خشخشی کرانے والا مردود الشہادت ہے ۱۲۶

آجکل عموماً فیشن ایبل ہوٹلوں میں ملازمین کو شراب اور سور کے گوشت کا اہتمام کرنا ہوتا ہے یہ فسق ہے۔ ۱۲۹

فاسق شرعاً گواہ نہیں ہو سکتا۔ ۱۲۹

باپ کی گواہی اولاد کے حق میں معتبر نہیں۔ ۱۲۹

جن لوگوں کے پیشے علانیہ فسق کے ہوں جیسے دلال، وکلاء، ان کی گواہی نامقبول، اور ان کو کوئی اعزاز کا منصب دینا جائز نہیں۔ ۱۳۷

کوچہ غیر نافذہ میں انھیں لوگوں کا حق ہے جن کے دروازے قدیم سے اس کوچہ میں ہوں۔ ۱۴۱

ایسے راستہ میں تصرف کے لئے اس کے ہر ہر ساکن کی اجازت ضروری ہے۔ ۱۴۲

ایسے کوچہ میں اپنی حد سے اوپر نیا دروازہ قائم کرنا ظلم ہے۔ ۱۴۲

کوچہ غیر نافذہ کے تمام شرکاء دروازہ کیلئے راضی ہو گئے کہ ایک نے اپنا مکان بیچ دیا، نیا پڑوسی آیا وہ راضی نہیں تو دروازہ نہیں توڑا جا سکتا۔ ۱۴۲

باپ نے بیٹے کو کچھ دینے کے لئے کہا، اور نہیں دیا تو باپ پر جبر نہیں ہو سکتا۔ ۱۶۷

جو شخص کسی قسم کا قہر و تسلط رکھتا ہو اس کو کسی قسم کا تحفہ اور دعوت خاصہ قبول کرنے کا اختیار نہیں۔ ۱۷۰

ماتحت اپنے افسر کی دعوت قبول کر سکتا ہے جس پر اس کا دباؤ نہ ہو۔ ۱۷۰

ایسے شخص سے ہدیہ و دعوت بھی قبول کر سکتا ہے جو اس منصب سے پہلے بھی اس قسم کا معاملہ رکھتا تھا۔ ۱۷۰

اپنے قریبی محارم کا ہدیہ قبول کرنے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ ۱۷۰

کام پڑنے کے وقت مذکورہ بالا اصحاب سے بھی

ہدیہ و دعوت نہیں قبول کر سکتا۔ ۱۷۱

دعوت نہ قبول کرنے کی علت تہمت رعایت ہے اس لئے دعوت کے بعد بھی رعایت نہ کرنے کی عادت سے دعوت جائز نہیں ہو سکتی۔ ۱۷۱

کافروں سے دینی کام میں مدد لینی جائز نہیں۔ ۱۷۹

مکانات کی بے پردگی کے مسائل۔ ۲۰۸

انسان اپنی ملک میں تصرف کا مطلقاً اختیار رکھتا ہے۔ ۲۰۸

اپنے نقصان کی وجہ سے پڑوسی کو اپنی ملک میں تصرف کرنے سے روک نہیں سکتے۔ ۲۰۸

اپنی بے پردگی سے پڑوسی کو دروازہ اور جنگلہ رکھنے سے روک نہیں سکتے، خود اپنے پردے کا انتظام کریں۔ ۲۰۸

فاسق کی شہادت قبول کرنے والا گنہگار ہے ۲۲۳

فاسق کی قضاء اور شہادت دونوں صحیح ہے البتہ قاضی بنانے والا شہادت قبول کرنے والا گنہگار ہوں گے۔ ۲۲۴

استغراق جائداد بے قبضہ شرعاً ناجائز ہے۔ ۲۳۲

آج کل کے وکلاء جس طرح جرح کرتے ہیں کہ گھیر کر سچ کو جھوٹا بناتے ہیں، یہ سخت ممنوع ہے۔ ۲۴۶

اپنے حق مرور سے باہر کوچۂ غیر نافذہ میں دروازہ کھولنے میں اختلاف فتویٰ ہے، معتمد اور ظاہر الروایہ یہ ہے کہ جائز نہیں۔ ۲۵۲

کسی کے مکان کا پانی پڑوسی کے مکان سے ہو کر بہتا رہا ہو تو اس پڑوسی کو اس پانی کے روکنے کا حق نہیں۔ ۲۸۰

پڑوسی کو نالی بند کرنے کا حق نہیں۔ ۲۸۱

فقیر باپ اپنے مالدار لڑکے کے مال سے ضرورت بھر چرا سکتا ہے۔ ۳۱۵

نامقبول شہادت کو سن کر وقت ضائع کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ ۳۴۲

رشوت دے کر فیصلہ لینا حرام ہے۔ ۴۶۹

رشوت دینا اور لینا کب حرام ہے اور کب نہیں۔ ۴۶۹

مکلف پر جبر بلا وجہ شرعی باطل ہے۔ ۴۷۲

ایفائے وعدہ کا مسئلہ ۴۷۳

وعدہ کی وفا پر جبر نہیں ہو سکتا۔ ۴۷۴

حقوق العباد کے معاملہ میں احتیاط لازم ہے۔ ۴۸۲

اپنی دیوار میں چھت کے قریب روشندان رکھنے سے پڑوسی کو روکنے کا حق نہیں۔ ۵۰۶

جب دروازے اور جنگلے سے نگاہ عورتوں کی قیامگاہ پر پڑے تو بند کرنے کا حکم دیا جائیگا۔ ۵۰۶

جب ضرر ممکن التحرز ہو اور صاحب ملک بچاؤ کر لے تو اس کو اپنی ملک میں تصرف سے روکا نہیں جا سکتا۔ ۵۰۹

حرام کھانے سے فاقہ بہتر ہے۔ ۵۶۶

رشوت لینے دینے والے دونوں جہنمی ہیں، کسی کا حق چھپانے یا اپنا نکالنے کے لئے جو دیا جائے

www.alahazratnetwork.org

وہ رشوت ہے، اپنے اوپر سے ظلم دفع کرنے کو جو دیا جائے وہ رشوت نہیں۔ ۵۸۷

غیر مسلموں کو پنچ بنانا حرام ہے۔ ۵۸۸

مشترکہ راستہ کو اپنے گھر میں شامل کرنا ظلم ہے ایسے راستہ میں دروازہ اور کھڑکی لگانے کا وہاں کے باشندوں کو حق ہے۔ ۵۹۱

کوچہ سربستہ میں اپنے دروازہ سے اوپر دروازہ قائم نہیں کرسکتے۔ ۵۹۲

ایک شخص اپنی ملک میں کتنی ہی اونچی دیوار اٹھائے پڑوسی کو ہوا اور دھوپ بند ہونے کی شکایت کا حق نہیں۔ ۵۹۸

کسی کا اپنے ملک میں ایسا تصرف جس سے دوسرے کا مکان گرجائے یا روشنی بالکل بند ہوجائے ممنوع ہے۔ ۵۹۹

مدعی کا مدعا علیہ سے خرچہ وصول کرنا شرعاً جائز نہیں۔ ۶۰۱

کسی عورت کو بے پردہ بالقصد دیکھنا موجب فسق ہے۔ ۶۱۳

آج کل کچہریوں میں وکیلوں کے جرح کی مذمت۔ ۶۲۹

نابدان قدیم سے جدھر ہے اسی طرف بہانے کا حق حاصل ہے، اس کے خلاف تصرف بیجا ہے۔ ۶۳۳

وصیت

وارث کیلئے وصیت درست نہیں۔ ۱۶۵

میراث

ایک ترکہ کی تقسیم ۱۶۷

میراث کا حق اللہ تعالٰے کا مقرر کردہ ہے اس کو نہ باپ باطل کرسکتا ہے نہ بیٹا رد کرسکتا ہے ۱۶۸

باپ حالت صحت میں اپنی ملک زائل کردے تو حق وراثت ختم ہوجائیگا۔ ۱۶۹

دین اگر ترکہ کو مستغرق نہ ہو تو وارث اپنا حصہ بیع کرسکتا ہے۔ ۱۹۲

دین ادا کرنے سے قبل ترکہ میں اور میت کے دین میں مرہون جائداد میں ورثہ کا تصرف نافذ نہ ہوگا۔ ۱۹۵

کسی وارث کا مورث کے دین سے حصہ رسدی ادا کرنا اس کے تصرفات کو جائز نہ کریگا تاوقتیکہ کل دین ادا نہ ہوجائے۔ ۱۹۵

وارث دین ادا کرکے ترکہ چھڑا سکتا ہے ۲۱۴

ترکہ کی تقسیم ۲۱۴

موت کے بعد ملک منتقل ہوجاتی ہے۔ ۲۳۸

ایک وارث نے میت کا قرضہ کسی پر ثابت کیا سب وارثوں کو حصہ ملے گا۔ ۲۴۰

میت کی ماں کے مہر میں سے میت کی بیوی کا

www.alahazratnetwork.org

کس جہت سے کتنا ہوگا۔ ۲۴۰

ایک جائداد کی تقسیم اور حقیت سے متعلق مختلف مقدمات اور فتاوٰی کا جائزہ۔ ۲۱۵

مورث کے ترکہ سے کس دین کی ادا مقدم ہے۔ ۲۲۷

فوائد اصولیہ

حقوق العباد میں تقدم دعوٰی خود شرط شہادت ہے۔ ۹۲

بے صحتِ دعوٰی شہادت ہرگز مسموع نہیں۔ ۹۲

مجتہد فیہ میں قاضی مطلق جس پہلو کا فیصلہ کرے نافذ ہوگا۔ ۹۵

مرورِ مدت مانع سوال تزکیہ نہیں۔ ۱۰۶

عالم عادل حاکم کا حکم اس وقت قابل اپیل ہوتا ہے کہ اس کے حکم میں خطا بیّن ہو۔ ۱۳۲

حاکم عادل کے حکم کے صواب ہونے میں تردد ہو تب بھی اپیل مسموع نہیں۔ ۱۳۲

دعوٰی دلیل شرعی (گواہ) سے ثابت ہوتا ہے۔ ۲۰۱

ظاہر کا فائدہ مدعا علیہ کو پہنچتا ہے مدعی کو نہیں۔ ۲۰۲

ثبوت عند القاضی عقد کے گواہ اور اقرار عاقد کے گواہ دونوں طرح ہوجاتا ہے۔ ۲۲۰

زیادت بے ثبوت زائد ہرگز ثابت نہیں ہوسکتی۔ ۲۲۷

اقل متیقن ہوتا ہے۔ ۲۲۷

مدیون کے مدیون پر دعوٰی صحیح نہیں۔ ۲۳۷

المجہول لا یخبر المجہول۔ ۲۴۳

فاسق یا مستور کی تعدیل صحیح نہیں۔ ۲۴۴

لا دعوٰی کسی شرط واقعی پر معلق کرنا بلا شرط لا دعوٰی ہے۔ ۲۶۶

مقبوض المقبوض مقبوض۔ ۲۸۳

وجہ ثالث ۲۸۴

قابض القابض قابض ۲۸۳

ترک ثبوت ملک ہے۔ ۲۸۳

فائدہ دعوٰی الزام ہے بواسطہ اقامت حجت۔ ۲۹۵

مجہول میں الزام متحقق نہیں ہوتا۔ ۲۹۵

عین کی معرفت وصف سے نہیں ہوتی۔ ۲۹۵

کسی کلام مستقل میں کوئی قید ہو تو دوسرے کلام مستقل میں اس کا اعتبار نہ ہوگا۔ ۲۹۷

مطلق کا اقرار مقید کا اقرار نہیں۔ ۲۹۹

حقوق العباد میں دعوٰی شرط شہادت ہے۔ ۳۰۷

انتفاء شرط سے مشروط منتفی ہوجاتا ہے۔ ۳۰۷

عدمِ ذکر ذکرِ عدم نہیں۔ ۳۲۹

احتمال سے استدلال باطل ہوجاتا ہے۔ ۳۳۳

مکان محلہ سے خاص ہے۔ ۳۳۷

مکان سے سوال کی نفی محلہ سے سوال کی نفی نہیں کرسکتی۔ ۳۳۷

نفی سوال نفی علم کو مستلزم نہیں۔ ۳۳۷

فعل مامور کی نسبت آمر کی طرف ہوتی ہے۔ ۳۳۷

www.alahazratnetwork.org

قبلیت و بعیت جمع نہیں ہو سکتیں۔ ۳۳۸
دلیل کذب نہ پائے جانے کو دلیل کذب قرار دینا درست نہیں۔ ۳۳۹ 6
عدم ذکر ذکر عدم نہیں ۳۳۹
طلب خصومت سے پیشتر کی طرف اسناد علم اور اسناد علم الی الماضی میں فرق ہے۔ ۳۶۰
جمہور حنفیہ کے نزدیک مستثنیٰ حکم میں مسکوت عنہ کے ہوتا ہے۔ ۳۶۳
تناقض دعویٰ جس کا ضرر بجانب مدعی ہے مانع صحتِ دعویٰ نہیں۔ ۳۶۵
تناقض اور جزو متروک میں فرق ہے۔ ۳۶۷
تناقض وہ مبطل ہے جس سے کسی دوسرے کی حق تلفی ہو۔ ۳۶۹
کوئی آدمی کسی سے کچھ لکھوائے عرف عام میں فعل آمر کی طرف منسوب ہوگا۔ ۳۷۱
عاقل کا کلام صحت پر محمول کیا جائے گا۔ ۳۹۷
الشئی اذا ثبت ثبت بلوازمہ۔ ۳۹۸
غیر موزوں پر موزوں کا قیاس صحیح نہیں۔ ۴۱۰
تقسیم اور شرکت میں منافاۃ ہے۔ ۴۱۳
شرع میں مدار معنی پر ہے اس کے مقابلہ میں صورت کا لحاظ نہیں۔ ۴۱۳
بغیر رکن کے وجود شئی محال ہے۔ ۴۱۳
مجہول متعرلہ قرائن سے تعیین نہیں کی جاسکتی۔ ۴۳۶
ظاہر اور قرینہ مدعی کو مفید نہیں۔ ۴۳۸
اعتبار اس کا ہے جو نفس الامر میں واقع ہوا ہے۔ ۴۴۹
الخط یشبہ الخط۔ ۴۴۹
ساکت کی طرف کوئی قول منسوب نہیں ہوتا۔ ۴۵۱
قضائے قاضی کو جس قید سے مقید کیا جائے اسی کے ساتھ مقید ہوگی۔ ۴۵۳
نفی پر بھی خبر متواتر مقبول ہے۔ ۴۶۵
بلا ثبوت اثبات محض باطل و نامقبول ہے۔ ۴۷۱
دعویٰ شرط قضا ہے۔ ۴۷۱
کسی چیز کو رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کی خصوصیت قرار دینے کے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔ ۴۸۸
مشورہ کے بعد حضور صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کو اپنی رائے پر عمل کرنے کا حکم یہ حضور کی خصوصیت نہیں ہے۔ ۴۹۰
رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم پر مشورہ کرنا واجب تھا، یہ آپ کی خصوصیات میں سے ہے ۴۹۰
ہر حاکم مشورہ لے کر اپنی رائے پر عمل کر سکتا ہے اگرچہ تمام راویوں کے خلاف ہو جبکہ مشورہ سے اپنی رائے کی غلطی ظاہر نہ ہو۔ ۴۹۰
صاحب رائے صاحب اپنی رائے پر چلے اور دوسرے جو اس درجہ کے نہیں، وہ بھی اسی کی رائے پر چلیں۔ ۴۹۱
خود فقیہ اور صاحب رائے نہیں تو افقہ اور اورع کی رائے پر چلے۔ ۴۹۱
ہر مجتہد کا بعض مسئلہ جمہور کے خلاف ہے۔ ۴۹۲
اجماع کے لئے ایک وقت کے تمام مجتہدین کا اتفاق درکار ہے۔ ۴۹۳

کسی مجلس کے فیصلہ کو اجماع ٹھہرانا سخت سے سخت نادانی ہے۔ ۴۹۳

شہر بھر کے فقہاء کا اتفاق تو اجماع درکنار فقیہ کے مقابل اصلاً نہیں ہوتا۔ ۴۹۳

مجتہد کا اپنی رائے چھوڑ کر دوسروں کی رائے پر عمل کرنا صحیح نہیں۔ ۴۹۳

حکم شرع مصرح بحکم واحد میں اسی کی اتباع ضروری ہے، چاہے صدر کی رائے ہو یا اراکین کی بکل کی ہو یا بعض کی، یا کسی کی نہ ہو۔ ۴۹۵

حکم شرع مصرح بحکمین بلا ترجیح آراء یا تصحیح جانبین ہو، اس میں اختیار ہے کہ جس پر چاہے عمل کرے۔ ۴۹۵

من ابتلی ببلیتین اختار اھونھما۔

حدیث لاضرر ولا ضرار عام مخصوص منہ البعض ہے۔ ۵۰۴

نص قرآنی کے خلاف اجتہاد بے اصل ہے۔ ۵۱۹

شریعت کی بحث صرف احکام تشریعیہ سے ہے ۵۲۲

ولایت شرعیہ کبھی فقیر مفلس کو بھی حاصل اور کبھی سلطان اسلام کو بھی حاصل نہیں۔ ۵۳۱

عدم صحۃ تعلق القضاء عن الکافر معتمد علیہ مسئلہ ہے۔ ۵۴۳

نصوص میں جاہل سے مراد غیر مجتہد ہے۔ ۵۵۱

عدم اخلاص سے نفی ثواب ہوگا نہ کہ نفی صحت۔ ۵۵۷

مسئلہ قضاء بالرشوۃ پر نااہل قاضی کا قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ ۵۵۸

اجتہاد کے لئے لیاقت درکار ہے۔ ۵۶۱

نص قرآنی کے خلاف اجتہاد حرام ہے۔ ۵۶۱

مشہود بہ قول محض ہو تو زمان و مکان کا اختلاف مضر نہیں۔ ۵۷۴

شہادت کبھی بھی موجب نہیں ہوتی ہمیشہ مخبر ہی ہوتی ہے۔ ۵۷۵

ظاہر حال مدعی کو مفید نہیں۔ ۵۸۰

جملہ مستقلاً اور مربوطاً سے گواہی میں فرق پڑتا ہے۔ ۶۰۷

فعل کبھی مباشر کبھی آمر کی طرف منسوب ہوتا ہے ۶۴۳

عدم ذکر ذکر عدم نہیں، ایسے اختلاف خود قرآن میں ہیں۔ ۶۴۶

قول ضعیف قاضی مجتہد کے فیصلہ سے قوی ہوجاتا ہے۔ ۶۵۵

جو فیصلہ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہو باطل ہے۔ ۶۵۵

مدعی کا ظاہر حال جس دعویٰ کی تکذیب کرے مقبول نہیں۔ ۶۷۲

سوال جواب میں دہرایا ہوا مانا جاتا ہے۔ ۶۸۰

شہادت میں مجاز مقبول نہیں۔ ۶۹۵

استصحاب حال کی گواہی حادث گواہی کے خلاف معتبر نہیں۔ ۷۲۱

مستور کی گواہی جب تک دلائل صادقہ سے غلبۂ ظن نہ ہوجائے مردود ہے۔ ۷۲۳

مکان کا پیشتر قبضہ ہے اور قبضہ دلیل ملک۔ ۷۲۳

www.alahazratnetwork.org

ولایت

نابالغوں کی ولایت سے متعلق ایک سوال۔ ۴۷۴
باپ کے ہوتے ہوئے نہ دادا کو حقِ ولایت ہے نہ نانی کو۔ ۴۷۴
باپ کو اپنی بیوی کے مہر سے انکار ہو اور بچے نابالغ ہوں باپ کو اس مقدمہ میں ہرگز نابالغوں کا ولی نہیں بنایا جا سکتا۔ قاضی کسی امین مشفق و مصلح کو وصی مقرر کرے۔ ۴۷۵
ولایت کے اقسام ۵۲۰
ولایت عرفیہ بادشاہوں کو حاصل ہے۔ ۵۲۰
ولایت عرفیہ اور شرعیہ کے گیارہ فرق۔ ۵۲۱
باپ کے سامنے سلطان کو دربارۂ نکاح ولایت شرعیہ حاصل نہیں ہوتی۔ ۵۲۱
ولایت خاصہ ولایت عامہ سے اقوی ہے۔ ۵۲۱
بادشاہوں کا مقصد صرف ولایت عرفیہ ہے۔ ۵۲۲
ولایت عرفیہ شرعاً بھی عام ہے، ہندو مسلم کسی کی تخصیص نہیں۔ ۵۲۲
اسلام نے ولایت دینیہ کو اہل اسلام کے ساتھ خاص فرمایا۔ ۵۲۲
ولایت عرفیہ زیر اثر احکام تکوینیہ ہے۔ ۵۲۲
جو لوگ دار الحرب میں مسلمان ہوئے سلطانِ اسلام کو بھی ان پر ولایت نہیں۔ ۵۲۸
اختلاف دارین قاطع ولایت ہے۔ ۵۲۸
بہت سے امور میں خود سلطان اسلام کو مسلمانوں پر ولایت نہیں۔ ۵۲۸
یتیم کے اولیاء کی موجودگی میں قاضی اور سلطان کا تصرف نافذ نہیں۔ ۵۳۰

افتاء و رسم المفتی

قول منقول فی المذہب کے خلاف امام ابن ہمام کی بحث مقبول نہیں۔ ۹۷
امام ابن ہمام درجۂ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے۔ ۹۷
ڈاکٹر کی تجویز ظن وتخمین ہے، یہ شہادت نہیں، اس کی بنیاد پر کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ ۱۲۲
گواہوں کے حلف دلانے کا قول مرجوح مخالف مخالف اجماع مذہب ہے۔ ۱۳۵
قول مرجوح پر فیصلہ وفتویٰ جہل وخلاف اجماع ہے۔ ۱۳۵
مذہب کا بیان مسموع نہیں۔ ۱۶۵
جو اکثر کا قول ہے اسی پر عمل ہے۔ ۲۰۴
قاضیخان کی تصحیح دوسرے پر مقدم ہے۔ ۲۰۵
فتویٰ مختلف ہو تو ظاہر الروایۃ کی طرف رجوع واجب ہوگا۔ ۲۱۰
جو کچھ ظاہر الروایۃ سے خارج ہے وہ مرجوع عنہ ہے اور ہمارے ائمہ کا مذہب نہیں ہے۔ ۲۱۰
متون نقل مذہب کے لئے ہیں۔ ۲۵۳
قاضیخان کی تصحیح سے عدول نہیں کرنا چاہئے۔ ۲۵۳
ایک غلط فتویٰ کی تنقید۔ ۳۰۸
مذکورہ بالا حلف کے بارے میں اگر کوئی یہ کہے کہ ہم حلف کو نہیں جانتے تو کوئی جرم نہیں قائل پر کفر وفسق کا فتویٰ جہالت۔ ۳۰۸
جاہل کو فتویٰ دینا حرام ہے۔ ۳۰۹
جو بے علم فتویٰ دے آسمانوں اور زمین کے

www.alahazratnetwork.org

فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔ ۳۰۹
من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل۔ ۳۰۹
مدعی اور منکر کی شناخت علماء پر بھی مشکل ہے۔ ۳۰۹
مسلمان پر معصیت کا حکم لگانے سے قبل تنقیح ضرور کرلینا چاہئے۔ ۳۰۹
قاضی ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نادرہ کو ان کا مذہب بتانا غلط ہے۔ ۳۲۷
روایت نادرہ پر عمل صحیح نہیں۔ ۳۲۷
جو کچھ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے ہمارا مذہب نہیں۔ ۳۲۷
قولِ مرجوح پر فتویٰ جہل اور خرقِ اجماع ہے۔ ۳۲۷
عمل اسی پر ہے جو اکثر کا قول ہے۔ ۳۲۷
امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر فتویٰ دینا واجب ہے۔ ۳۲۷
مفتی وحاکم دونوں پر واجب ہے کہ جہاں کی نسبت حکم یا فتویٰ دیں خاص وہاں کے رسم ورواج پر لحاظ کریں۔ ۳۵۱
کسی جگہ کے اپنے رواج کے ساتھ دوسری جگہ کا رواج معارض نہیں ہوسکتا اگرچہ وہ کیسا ہی عام کیوں نہ ہو۔ ۳۵۱
شخص مبعوث کے افعال وحرکات کے خلاف عام رسم ورواج پر حکم نہیں ہوسکتا۔ ۳۵۱
عمل ہمیشہ استحسان پر ہوتا ہے۔ ۳۹۳
لفظ ناخذ اعاظم لفظ افتا سے ہے۔ ۳۹۳
قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی

روایت جو مذہب امام کے خلاف ہو مسلّم نہیں۔ ۴۵۰
بہ اخذ الکرخی کا لفظ مفتی بہ ہونے کی علامت نہیں۔ ۴۵۰
اصل مذہب یہ ہے کہ ہر شخص اپنی خاص ملک میں ہر قسم کے تصرف کا اختیار رہے، یہی ظاہر الروایۃ متعدد علماء کا مفتی بہ اور ائمہ حنفیہ کا قول ہے۔ ۵۰۲
جب فتویٰ میں اختلاف ہو تو ظاہر الروایۃ پر عمل ہوگا۔ ۵۰۲
متاخرین نے بطور استحسان دفع ضرر بیّن پر نگاہ رکھی۔ ۵۰۳
راشی کے فیصلہ کے عدم نفاذ کی وجہ ہو جو ابن ہمام کی تحریر ہے لائقِ اعتماد نہیں۔ ۵۵۶
غلط فتوے کا ازالہ مفتی اور مصدقین سب پر فرض ہے۔ ۵۶۳
ناحق مسئلہ بتانے کا وبال مفتی کے سر ہے۔ ۵۶۴
مفتی کے لئے جو چیزیں ضروری ہیں ان کا بیان۔ ۵۹۰
جس نے بے علم فتویٰ دیا اس پر آسمان زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ ۶۱۲
قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیادات نادرہ کو ان کا مذہب قرار دینا فقاہت کے خلاف ہے۔ ۶۵۰

www.alahazratnetwork.org

جو کچھ ظاہر الروایۃ سے خارج ہے ہمارے ائمہ کا مذہب نہیں ہے۔ ٤٥١
قول مرجوح پر قضاء وافتاء جہل اور خرق اجماع ہے۔ ٤٥١
امام اعظم رحمہ اللہ کے قول پر فتوی اور قضاء واجب ہے۔ ٤٥١

منطق

رقعہ و کاغذ میں بعض مواقع میں عام و خاص کی نسبت ہوتی ہے خاص کی نفی عام کی نفی کو مستلزم نہیں۔ ٣٧١
قدیم سلبی مفہوم ہے۔ ٣١٤
عرفیہ اور شرعیہ میں عام خاص من وجہ کی نسبت ہے۔ ٥٢١
ترک سلام وکلام مہاجرت ہے، مہاجرت اور عداوت میں عام و خاص من وجہ کی نسبت ہے۔ ٦٣٦

لغت

لفظ بیوہ کی تحقیق ٤٣٦
شیخ ابو العباس کے لفظ امشاء کی توضیح۔ ٤٣٣
لفظ "چندکس" نوتک بولا جاتا ہے۔ ٤٦٣

فوائد فقہیہ

شاہد کسے کہتے ہیں۔ ٩٣
شہادت کی تعریف اور اس کے قبول کی شرائط کا بیان۔ ٩٣
جائداد غیر منقولہ کی تعیین اشارہ سے بھی ہوسکتی ہے۔ ٩٥
قاضی مطلق اور قاضی مقید کا بیان ٩٥
اشیائے مشہورہ کے بارے میں امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف۔ ٩٦
رفع اشتباہ کی صورت میں نام ولقب کافی ہے ورنہ باپ کا نام اور امام صاحب کے نزدیک دادا کا نام ضروری ہے۔ ٩٩
لفظ اشہد بلفظ المضارع رکن شہادت ہے۔ ١٠١
فیصلہ کے تین اطراف کا ذکر۔ ١٠٢
شرع میں عالم کی تعریف اور علم کی حد۔ ١٠٤
ان دس چیزوں کا بیان جن میں شہادت کے لئے حضور اور مشاہدہ ضروری نہیں۔ ١١٤
کسی کی گواہی کس کے حق میں مقبول نہیں۔ ١١٦
بہت سی باتیں ضمناً ثابت ہوتی ہیں قصداً نہیں۔ ١١٦
ضمناً ثابت ہونے والی چند چیزوں کی مثالیں۔ ١١٦
شہادت حسبہ کا بیان ١١٨
گواہی اور دعوی میں مطابقت نہ ہونے کی ایک صورت اور اس کا حکم ١٣٩
حقیقت کے ایک سوال میں پانچ تنقیحیں۔ ١٥٦

جاہل قاضی شریح ہوسکتا ہے۔ ۱۷۵
صرف قبالہ سے شرعاً کوئی حکم نہیں ثابت ہوتا۔ ۱۸۰
چودہ امور میں دعویٰ کے بغیر گواہی مسموع ہے۔ ۱۸۷
حکم اس کو کہتے ہیں جس کو طرفین فیصل مقرر کریں۔ ۱۸۸
متاخرین نے لاضرر ولاضرار پر فتویٰ دیا لیکن یہ بھی وہاں جہاں ضرر شدید ہو۔ ۲۱۰
لاضرر ولاضرار کا لحاظ دونوں طرف ہونا چاہئے۔ ۲۱۲
دلائل شرعیہ تین ہیں، بینہ، اقرار، نکول۔ ۲۱۵
عقود ومعاملات میں صرف معنی کا اعتبار ہے ۲۱۹
شہادت اقرار کے بعد تفتیش عقد کی حاجت نہیں رہتی۔ ۲۲۱
کتابت کی تین قسم ہے۔ ۲۲۱
دلیل نیت کی صورتیں ۲۲۱
بیع کی گفتگو دو معنوں میں مستعمل ہے۔ ۲۲۲
غیر ثقہ اہل شہادت ہے۔ ۲۲۳
حاکم کے پاس شہادت اقرار کے بعد ایجاب و قبول کے گواہی کی ضرورت نہیں۔ ۲۲۹
ہر ہر ولی معقود علیہ ہے۔ ۲۳۲
فیصلہ دستاویز یا دستخط پر نہیں گواہی پر ہے۔ ۲۴۲
بیع صحیح میں قبضہ شرط ملک نہیں۔ ۲۸۳
بیع بالعوض اور ہبہ بشرط العوض کا فرق۔ ۲۸۳
ہبہ بشرط العوض المعین ابتداءً ہبہ اور انتہاءً بیع ہے۔ ۲۸۳
زوجیت کے ثبوت کی چار صورتیں۔ ۲۸۵
تمادی کا عذر شرعاً کوئی چیز نہیں۔ ۲۸۸
وزن قیمت میں کم ہونا بعضیت نہیں۔ ۲۹۵
اشیاء غائبہ میں قیمت کا ذکر مدعی کی تعیین کے لئے ہوتا ہے۔ ۲۹۵
قیمت کی معرفت وصف سے ہوتی ہے۔ ۲۹۵
تعیین اور بیع میں ذراع وصف ہے اور لغو ہے دعویٰ اور شہادت میں اس کا اعتبار ہے ۲۹۶
شرعی قضاء کا طریقہ ۳۰۵
بعد کی اجازت پہلے کی وکالت کے مثل ہے۔ ۳۲۱
ایک اختلاف میں تطبیق۔ ۳۳۱
آدمی کی شہادت اپنے فعل پر نامقبول ہے۔ ۳۴۱
آجکل کی اصطلاح کا وکیل نکاح سفیر محض ہوتا ہے۔ ۳۴۳
درمختار کی ایک عبارت کی توضیح۔ ۳۴۷
مشاہدہ اور ثابت بالشہادہ کا ایک حکم ہے۔ ۳۵۰
اصل یہ ہے کہ مرد وعورت ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ ۳۵۷
سینہ کا ابھار، موئے زیر ناف کا اگنا،

داڑھی، آواز کا بوجھل ہونا شرعاً مثبت بلوغ نہیں۔ ۴۵۸

توام اس کو مدعی کہتے ہیں جو کچہری میں پہلے نالش کرے، شرع میں بسا اوقات اس کا الٹا ہوتا ہے، مدعی اور مدعا علیہ میں تمیز دشوار کام ہے۔ ۴۶۴

فقہاء جب یہ فرماتے ہیں کہ فلاں کا قول معتبر ہے تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ قسم کے بعد۔ ۴۷۷

جن معاملات میں سن کر گواہی دے سکتے ہیں۔ ۴۸۰

شہادت بالتسامع کی علت۔ ۴۸۰

حکم کے چار ارکان کا بیان۔ ۴۱۲

ثالثی کے لئے فریقین کی فیصلہ کے وقت تک رضامندی ضروری ہے۔ ۴۲۰

چند شخص ثالث ہوئے تو ان کا متفق علیہ حکم ہی نافذ ہوگا۔ ۴۳۲

وکیل، وصی، ناظر، قاضی، سب کا یہی حکم ہے۔ ۴۳۲

رواج عام واجب الغرض کا مطلب۔ ۴۳۹

دستاویز پر فیصلہ نہیں ہوسکتا۔ ۴۴۷

اعتبار اس کا ہے جو تمسک لکھانے والے نے اپنی زبان سے کہا اس کا کچھ اعتبار نہیں جو کاتب نے لکھا۔ ۴۴۹

شرع مطہر نرے کاغذی جمع خرچ پر اصلاً لحاظ نہیں فرماتی۔ ۴۵۵

ابطال تاجیل کی مختلف وجہیں۔ ۴۷۰

قسط بندی ایک قسم اجل ہے۔ ۴۷۱

اجل حق مدیون ہے۔ ۴۷۱

ایک ایسی صورت جس میں بظاہر مدعی پر بیّنہ نہیں اور مدعا علیہ پر قسم نہیں۔ ۴۷۳

اقرار اور وعدہ کا قاعدہ کلیہ۔ ۴۸۳

مصنف علیہ الرحمۃ کی تحقیق کہ حکم کی دو قسمیں ہیں، شرعی اور غیر شرعی۔ ۴۹۴

حکم شرعی وغیر شرعی کی تعریفیں اور مثالیں۔ ۴۹۴

قضاء بیّن کی چار شرطیں۔ ۵۰۴

ولایت مجبرہ کی تعریف۔ ۵۱۹

قضاء اعظم الولایات اور شہادت ادنی الولایات ہے۔ ۵۲۸

تعیین کے دو طریقے ہیں: اشارہ اور بیان حدود۔ ۵۶۷

کذب و اکذاب میں فرق ہے۔ ۵۷۲

دعوی صرف مدعی کا قول ہوتا ہے اور شہادت اسی کی مخبر۔ ۵۷۵

اقرار اور دعوی کا فرق۔ ۵۸۴

واہب کے "دیا" کہنے اور شاہد کے "دیا" کہنے میں فرق ہے، قرائن قول معلی کے ساتھ ہوتے ہیں۔ ۵۸۵

مجہول شخص اور مجہول شئے پر گواہی نامقبول۔ ۵۹۵

شخص غائب کی تعیین کے لئے باپ اور دادا دونوں کا نام ضروری ہے۔ ۵۹۵

www.alahazratnetwork.org

اسلام میں تسلیم ملک کے بعد تمادی کوئی چیز نہیں۔ ۶۲۶
کفالہ، حوالہ، قذف، وصیت، رہن، دین، قرض، بیع وشراء، عتاق، وکالہ، طلاق، اقرار، ابراء میں زمان ومکان میں اختلاف قبولِ شہادت میں مضر نہیں۔ ۶۳۵
موجود پر شہادت دی تو مدعی، مدعا علیہ اور مدعو بہ کی طرف اشارہ ضروری ہے۔ ۶۸۲
شاہد کا حاضر کو پہچاننا ضروری۔ ۶۸۳

ضمان و تاوان

مرتہن نے مرہون تلف کر دی تو قرض ساقط اور مرتہن سے فاضل کا تاوان دلایا جائے گا۔ ۳۴۸

www.alahazratnetwork.org

ترغیب و ترہیب

گواہ جھوٹ بولے تو اس کی ہلاکت ہوگی۔ ۱۰۱
جو کسی کی ایک بالشت زمین ظلماً لے قیامت کے دن ساتویں طبق تک دھنسا دیا جائیگا۔ ۱۴۳
وارث کو حقِ میراث سے محروم کرنے والے کے حدیث میں وعید شدید۔ ۱۶۹
جھوٹے گواہ کے بارے میں حدیث میں وعید شدید۔ ۳۰۴
اولاد کا والدین کے حقوق کا لحاظ نہ کرنا گناہِ کبیرہ ہے۔ ۳۱۰
اطاعت والدین کے ترغیب کی ۸ حدیثیں۔ ۳۱۰
رشوت دینے والے، لینے والے اور ان کے

دلال پر اللہ تعالیٰ کی لعنت۔ ۴۷۰
خفیہ گناہ کی توبہ خفیہ اور علانیہ کی علانیہ۔ ۵۶۴
جو علم مقدار فرض کفایہ نہ سیکھے فاسق مردود الشہادۃ ہے۔ ۶۹۸

فضائل و مناقب

عارف اسباب جرح، عالم دین کو ترجیح دی جائیگی۔ ۲۲۵
وصف علم سب پر راجح ہے۔ ۲۲۵
قرآن مجید غلط تعبیر اور تقریر علی الغلط سے طاہر و منزہ ہے۔ ۵۲۴
متقی متدین عالم اپنے علاقہ کا قاضی شرع ہے ۵۲۹

تاریخ و تذکرہ

فرعون اور قوم لوط میں تقریباً دو ہزار برس کا فاصلہ ہے۔ ۳۳۸
امام سرخسی و امام بزدوی کے سن ہائے وفات ۵۵۸
علامہ شامی کا سنِ وفات۔ ۵۵۸
زمانہ فخر الاسلام (۴۸۲ھ) میں عام طور سے قاضی عدل ہوتے تھے۔ ۵۵۹
مفتی ابو مسعود کا سنِ وفات۔ ۵۵۹

قرض

بھائی کے کفن دفن میں جتنا بطریق سنت خرچ کیا

وہ مجاز کر سکتا ہے۔ ۱۷۸

عورت کی زمین پر اسی کی اجازت سے اسی کے نے مکان بنایا تو مکان عورت کا ہوگا خرچہ عورت پر قرض ہوگا۔ ۱۸۲

آج کل خلافِ جنس پر قابو پائے تو اپنا حق وصول کرسکتا ہے۔ ۲۳۲

میّت کے مدیون پر میّت کا وارث یا وصی دعویٰ کرسکتا ہے جبکہ میّت کا قرضدار نہیں۔ ۲۲۸

میّت کے مدیون پر دین اور خود میّت پر دین اگر کسی اور طریقہ سے ثابت ہوجائے تو مدیون کے مدیون پر دعویٰ ہو سکے گا۔ ۲۲۸

میّت کے دو لڑکے ہوں، ایک نے باپ پر اپنا ایک ہزار قرض بتایا اور اتنا ہی ترکہ ہے جو کسی اجنبی پر قرض ہے موجود لڑکے کی گواہی اجنبی پر قبول ہوگی، قرضہ دوسرے لڑکے کے آنے کے بعد دلایا جائے گا۔ ۲۲۹

میّت پر ایک وارث کی موجودگی میں قرض ثابت ہوا بقیہ ورثہ کے حق میں بھی ثابت ہوجائے گا۔ ۲۴۰

غیر مدیون کو دین کا مالک بنانا صحیح نہیں۔ ۲۶۳

شرعاً دو دائن مدیون کو تقسیم نہیں کر سکتے نہ غیر مدیون سے دین کا مبادلہ ممکن ہے۔ ۲۶۵

حاکم کو قرض خواہ کی رضا کے بغیر از خود ادائیگی قرض کی قسط بندی جائز نہیں۔ ۲۷۰

غیر دائن پرائے دین کو موجل نہیں کر سکتا۔ ۲۷۲

اگر دائن نے مدیون کو کہا کہ جا اور ہر مہینے مجھے اتنے پیسے دے دیا کر، تو یہ تاجیل نہ ہوئی۔ ۲۷۲

قرضدار نے قرض ادا کرنے کا دعویٰ کیا تو اس کو گواہ دینا ہوگا نہ کہ قسم کھائے، گواہ نہ دے تو قرضخواہ پر قسم ہے۔ ۲۸۲

اسماء الرجال

احناف کے ائمہ خمسہ امام اعظم، ابو یوسف، محمد بن حسن، زفر اور حسن ابن زیاد رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں۔ ۲۰۹

جرح و تعدیل

www.alahazratnetwork.org

سوال اول ۲۴۲

تزکیۂ شہود سے متعلق سوال۔ ۲۴۲

سوال دوم ۲۴۳

مزکی کا خود عادل ہونا ضروری ہے مجہول الحال کسی کا تزکیہ نہیں کرسکتا۔ ۲۴۳

مزکی کے عادل ہونے کی شرط پر ائمہ ثلاثہ کا اتفاق ہے۔ ۲۴۴

کاذب فاسق کا تزکیہ صحیح نہیں۔ ۲۴۴

متنفقہ خبر اور قاضی کی تحری صدق، خبر متواتر کے منزلہ میں ہے۔ ۲۴۴

طامع اور مفلس نہ ہونا، اور لوگوں سے اختلاط ہونا شرط اور اولویت تزکیہ میں ہے۔ ۲۴۵

جاہل کو اسباب جرح و تعدیل میں امتیاز دشوار ہے ۳۴۵

توقیت و تقویم

۲۴، ۲۵ تاریخ کا فرق۔ ۳۳۶

عوام آنے والی رات کو دن کے تابع جانتے ہیں اور اہل اسلام گزشتہ رات کو۔ لیالی حج کا اس سے استثناء ہے۔ ۳۳۶

انگریزی تقویم میں بارہ بجے رات سے تاریخ بدلتی ہے۔ ۳۳۶

زبان و بیان

محاورہ زبان کی تحقیق ۳۳۷

"اور کچھ نہ پوچھا" "کچھ نہ پوچھا" کا فرق ۳۳۷

"متصلاً" اور "بعد آنے" میں اختلاف۔ ۳۳۸

"اور" عربی کے واؤ کا ترجمہ ہے، یہ لفظ معیت، ترتیب، تراخی، تعقیب سب سے خالی ہے۔ ۳۳۸

کسی وقت کے جزء قلیل وکثیر کو پورا کہہ دینا عرب کا دستور ہے۔ ۳۳۹

تہذیب و تمدن

رامپور میں عورتوں کے رات میں پیدل گھومنے کا رواج ہے۔ ۳۵۱

عام طور سے زیور گرو رکھنے والے سو کا مال پچاس میں رکھتے ہیں، مرتہن اس کو ۲۵ کا

بتائے تو ظاہر کے خلاف ہے، اس سے گواہ مانگے جائیں گے۔ ۳۰۵

حبشی قوم کا رواج ۳۲۰

مردوں کی سخت گیری کے لحاظ سے عورتوں کی سرکشی نادر ہے۔ ۶۵۷

مردوں کے بہ نسبت عورتوں کو طلاق سخت ناگوار ہے۔ ۶۵۷

مردوں میں غصہ کے وقت طلاق کی وبا عام ہے ۶۵۷

زوجہ کی ملک کو اپنی طرف منسوب کرنا شائع و ذائع ہے۔ ۶۵۷

لعان

متلاعنین جب تک اہلیت لعان پر باقی ہیں یا شوہر خود اپنی تکذیب کرے وہ باہم نکاح نہیں کر سکتے۔ ۵۳۲

سیاست

قضائے دینی کے لئے پورے ملک کے بادشاہ کا مسلمان ہونا ضروری نہیں۔ ۵۳۳

اسلامی ریاست کے مسلم والی قاضی مقرر کر سکتے ہیں۔ ۵۳۳

نصب خلافت کے طریقے۔ ۵۳۴

متغلب بھی حاکم ہو سکتا ہے۔ ۵۳۴

بغیر استطاعت دنیاوی حکومت قائم کرنے کا مسلمانوں کو حکم نہیں بلکہ اپنے معاملات مالی اور

دیوانی بھی اسی طرح طے کرلیں تو بہت خوب ہے۔ ۵۲۹

بر و صلہ

جو شخص کسی دوسرے کے لئے اس کی اجازت کے بغیر اور کسی مجبوری کے بغیر خرچ کرے اس کا معاوضہ کسی سے نہیں لے سکتا۔ ۱۷۸
ورثہ میں سے کسی نے تبرعاً مورث کی طرف سے مہر ادا کر دیا تو اس کو دوسرے ورثہ سے مطالبہ کا حق نہیں۔ اور تبرع نہ ہو تو وصول کرسکتا ہے۔ ۱۹۴
گاؤں لڑکے کو ہبہ کر دیا تو اب اس کی آمدنی میں والدین کو دعویٰ کا حق نہیں، ہاں والدین پر بر و احسان موجب سعادت دارین ہے۔ ۲۰۶
کسی کے ساتھ نیکی پر ثواب کی امید ہے مگر استحقاق معاوضہ نہیں۔ ۲۷۴
کوئی شخص نیک سلوک اور احسان کر کے جبراً عوض نہیں مانگ سکتا۔ ۲۷۴
دوسرے کے امر کے بغیر اس کا قرضہ ادا کرنے والا اس سے واپس نہ پائے گا۔ ۲۷۴
انت و مالک لابیک حکم دیانت ہے قضاءً باپ اور بیٹے کی ملک جدا ہے۔ ۳۱۴
لڑکے کے مال میں مجبور باپ کے حقوق۔ ۳۱۴

متفرقات

جامع الفصولین کی بحث ۹۶
صاحب جامع الفصولین کی بحث کا منشاء اور ان کے قیاس مع الفارق کا اظہار اور مصنف علیہ الرحمۃ کی تحقیق۔ ۹۸
ایک غلط فیصلہ کا ابطال ۱۲۷
ان اشخاص کی تفصیل جو اصحاب قہر و تسلط میں آتے ہیں۔ ۱۷۰
غیبت کی مسافت کے سلسلہ میں مجتبیٰ کی عبارت کی توضیح۔ ۲۹۱
ثبوت زوجیت کے ایک فیصلہ کی تنقید۔ ۳۱۹
کسی شخص کو جاننا اس کے ساتھ آشنائی و تعارف کو کہتے ہیں نہ کہ فقط نام سن لینے کو۔ ۳۳۴
چھوہارے، بتاشے اور شیرینی کا اختلاف۔ ۳۳۳
منہ دیکھنے میں نام لینے سے زیادہ تعین ہے۔ ۳۴۰
تبلیغ اور فعل نفس کے فرق کی مثال۔ ۳۴۳
دو مہینہ دس دن کو تین مہینہ کہنے پر اعتراض کا جواب۔ ۳۴۹
ایک جملہ استثنائیہ کی توضیح۔ ۳۹۳
فتاویٰ خلاصہ کے ایک جزئیے کی تشریح۔ ۳۹۹
محیط کی توثیق اور بحر کی تضعیف۔ ۳۹۵
عالمگیری کی ایک روایت کا مصداق۔ ۴۰۸
درر الحکام اور عنایہ کی عبارتوں کی توضیح۔ ۴۷۹
تطفل علی الفتح ۴۹۷

اشباہ پر تطفل ۵۲۹

تطفل علی الدر ۵۳۰

عبارت ہندیہ و مسکین کی توجیہ۔ ۵۴۲

علامہ شامی پر تطفل ۵۵۹

بحرالرائق کے سبقتِ قلم۔ ۶۱۷

معین الحکام کی ایک عبارت کی توضیح اور علامہ طرابلسی کی توضیح پر نظر۔ ۶۲۹

✣ ✣ ✣

www.alahazratnetwork.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الشّہادۃ

(گواہی کا بیان)

مسئلہ ۱: از دولت پور ضلع بلند شہر مرسلہ رئیس بشیر محمد خان صاحب ۵ شعبان ۱۳۲۹ھ

ازروئے شرع شریف کے شاہد کی کیا تعریف ہے اور کون سی شہادت شرع شریف میں مانی جاتی ہے؟ بتفصیل ارقام فرمائیں۔

الجواب

شاہد وہ جو مجلس قضا میں بلفظ اشہد یا گواہی میدہم (میں گواہی دیتا ہوں۔ ت) یا گواہی دیتا ہوں کسی حق کے ثابت کرنے کی خبر دے اور قبول شہادت کے لئے شاہد کا عاقل بالغ صحیح یاد والا، انکھیارا اور مدعا علیہ پر اپنی گواہی سے الزام قائم کرنے کی لیاقت والا ہونا لازم ہے، اور یہ کہ اسی شہادت میں بوجہ قرابت ولادت یا زوجیت یا عداوت وغیرہا اس پر تہمت نہ ہو، اور فاسق کی گواہی بھی مردود ہے اور قبول کرنے والا گنہگار، اور تفصیل تام کتب فقہ میں ہے، درمختار میں ہے،

اخبار صدق لاثبات حق بلفظ الشهادة فی مجلس القاضی شرطها العقل الکامل والضبط والولایة فیشترط

کسی حق کو ثابت کرنے کے لئے مجلس قاضی میں لفظ شہادت کے ساتھ سچی خبر دینا (شہادت شرعی ہے)، شہادت کی شرطیں یہ ہیں شاہد کا عاقل بالغ صحیح یادداشت والا اور مدعا علیہ پر ولایت رکھنے والا

الاسلام لو السدعی علیہ مسلما وعدم قرابۃ ولاد او زوجیۃ اوعداوۃ دنیویۃ اودفع مغرم اوجر مغنم[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

ہوتا چنانچہ اگر مدعا علیہ مسلمان ہو تو شاہد کا مسلمان ہونا شرط ہوگا (نیز یہ بھی شرط ہے کہ) شاہد کو مشہود لہ کے ساتھ ولادت یا زوجیت کے اعتبار سے قرابت حاصل نہ ہو اور نہ ہی کوئی دنیوی عداوت ہو، اور شاہد کو اس گواہی سے دفعِ تاوان یا حصولِ منفعت جیسی سہولت بھی حاصل نہ ہوتی ہو۔ (ت)

مسئلہ ۲: از رامپور مرسلہ مولانا ظہور الحسن صاحب ومولوی ارشد علی صاحب ۲۰ ذوالقعدہ ۱۳۱۹ھ

سوال از حضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب، فتوٰی محررہ مولوی منور علی صاحب دربارۂ مقدمہ فردوس بیگم مدعیہ میں جو جناب والا نے یہ لفظ تحریر فرما کر مُہر کی ہے: اگر شہادت شہود مندرجہ سوال جامع شرائط شہادت ہے تو فیصلہ بحق مدعیہ ہونا چاہئے، آیا شرائط شہادت میں سے تعیین مشہود بہ ساتھ حدود بیان کرنے کے اگر مشہود بہ اراضی یا مکان ہو ہے یا نہیں؟ اور صرف مکان متنازعہ بول دینا بلا بیان حدود صحت شہادت کے واسطے کافی ہے یا نہیں؟ اور تعیین مشہود علیہ و مشہود لہ ساتھ ذکر اسم اب وجد کے اگر مشہودین میں سے نہ ہوں شرط شہادت ہے یا نہیں؟ اور لفظ اشھد شہادت کے لئے ضروری ہے یا نہیں؟ اگر یوں شہادت لی جاتی ہو کہ گواہ سے اول یوں حلف لیا اشھد باللہ سچ کہوں گا بعدہ اس سے دریافت کیا فلاں مقدمہ میں کیا جانتے ہو اس نے بیان شروع کردیا اور اس بیان میں اشھد یا شہادت دیتا ہوں یا گواہی دیتا ہوں کہ ایسا ہے نہ کہا تو یہ شہادت قابلِ قبول ہے یا نہیں؟ اور ایسی شہادت کی بنا پر اگر قاضی فیصلہ کردے تو وہ فیصلہ قابلِ نفاذ ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان کیجئے اجر دئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اس فتوٰی پر اپنی تحریر جداگانہ لکھی ہے اور اس میں بحکم احتیاط جس کا لحاظ فتوٰی میں خصوصاً اس زمانۂ شیوع جہل میں اہم ضروریات سے ہے صراحۃً یہ قید ذکر کی کہ دونوں گواہان مدعیہ اگر جامع شرائط شہادت ہیں اور ان کا بیان حاکم مجوز کے سامنے حسبِ شرائط ہولیا ہے تو بیع بنام فردوس بیگم ضرور ثابت ہے اس میں تمام شرائط تحمل شہادت وجملہ شرائط ادائے شہادت وجمیع شرائط صحت دعوٰی سب کی طرف اشارہ تھا کہ حقوق العباد میں تقدم دعوٰی خود شرط شہادت ہے تو بے صحت دعوٰی شہادت ہرگز مسموع نہیں، فقیر کو معلوم تھا کہ جہل شائع ہے اور اجتماع شرائط کم متوقع ومن لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل[2]

[1] درمختار کتاب الشہادات مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۰

[2] " باب الوتر والنوافل " " " ۱/ ۹۹

(اور جو اپنے زمانہ والوں کو نہیں جانتا وُہ جاہل ہے۔ ت) لہذا تصریحًا بالقصد یہ قیود ذکر کردیں اور اس فتوی کی تصدیق و تصحیح پسندنہ کی۔ مشہور یہ جب عقار مثلاً ارض یا دار ہو توشہادت میں کم از کم تین حدوں کا ذکر واجب ہے اس کے بغیر شہادت ہرگز قبول نہیں مگر یہ کہ شہود دار کے پاس حاضر ہو کر بمواجہ مدعی و مدعا علیہ خود قاضی یا اس کے دو امینوں کے سامنے اشارہ سے تعیینِ حدود کر دیں تو ذکر حدود کی حاجت نہیں فان تعیین الحاضر بالاشارۃ (کیونکہ حاضر شے کی تعیین اشارہ سے ہوتی ہے۔ ت) یا اگر دار ایسی معروف و مشہور ہے کہ اس کا نام لینا ہی علم کو بس ہے تو صاحبین کے نزدیک تحدید ضرور نہیں امام اب بھی مانتے ہیں اور یہی صحیح ہے مگر اگر قاضی کو خاص مذہب امام یا مذہب صحیح پر قضا کے ساتھ مقید نہ کیا گیا ہو بلکہ اسے قاضی کرنے والے نے اختیار دیا ہو وہ اگر ایسی مشہور دار میں بے تحدید قبول شہادت کر کے قضا کردے گا نافذ ہو جائے گی لوقوعہ فی مجتھد فیہ (بسبب واقع ہونے اس کے مجتہد فیہ میں۔ ت) ورنہ باطل ہوگی لکونہ معزولا فیہ کما فی البحر والاشباہ والدر وغیرھا (کیونکہ اس میں وہ معزول ہے جیسا کہ بحر، اشباہ اور دُر وغیرہ میں ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

یشترط التحدید فی دعوی العقار کما یشترط فی الشھادۃ علیہ ولوکان العقار مشھورا خلافا لھما الا اذا عرف الشھود الدار بعینھا فلا یحتاج الی ذکر حدودھا۔[1]

عقار (غیر منقول جائداد) کے دعوٰی میں حدود کو بیان کرنا شرط ہے جیسا کہ اس پر گواہی میں بیان شرط ہے اگرچہ وہ عقار مشہور ہو بخلاف صاحبین کے، مگر گواہان جب دار کو خصوصی طور پر پہچانتے ہوں تو بیانِ حدود کی حاجت نہیں۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

جامع الفصولین و فتاوٰی ہندیہ و عقود الدریہ وغیرہا میں ہے:

شھدا بدار وقالا لانعرف حدودھا اذا مشینا الیہ نکشف لانعرف اسماء الحدود فان القاضی یقبل ذٰلک منھما اذا عدلا و یبعثھما مع المدعی والمدعی علیہ وامینین لہ لیقف الشھود علی

دو گواہوں نے کسی کے لئے دار کی گواہی دی اور کہا کہ ہم اگر گھر کی طرف جائیں تو اس کی حدود کو پہچانتے ہیں مگر اس کی حدود کے نام نہیں جانتے تو قاضی ان کی گواہی کو قبول کرے گا بشرطیکہ ان دونوں گواہوں کی تعدیل ہوگئی۔ قاضی دونوں گواہوں کو مدعی مدعا علیہ اور اپنے دو امینوں کے ساتھ بھیجے گا تاکہ وہ گواہ

---

[1] درمختار کتاب الدعوٰی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۱۵-۱۱۶

الحدود بحضرة امینی القاضی فاذا وقفا علیھا فقالا ھذہ حدود دار شھدنا بہ لھذا المدعی یرجعون الی القاضی و یشھد الامینان انھما وقفا وشھد اوباسماء الحدود فحینئذ یقضی بالدار وکذا القریۃ والحانوت وجمیع الضیاعات[1]

قاضی کے امینوں کی موجودگی میں گھر کی حدوں کی شناخت کرائیں جب وہ گواہ گھر کی حدوں پر واقف ہوئے اور کہا کہ یہی حدیں ہیں اس گھر کی جس کی گواہی ہم نے اس مدعی کے لئے دی ہے، اب یہ قاضی کے پاس لوٹ آئیں گے اور دونوں امین اس بات کی گواہی دیں گے کہ ان گواہوں نے گھر اور اس کی حدوں پر ہم کو واقف کیا ہے تو قاضی اس گھر کا فیصلہ مدعی کے حق میں کر دے گا اور یہی حکم ہے گاؤں، دکانوں اور تمام غیر منقول جائدادوں کا۔ (ت)

جامع الرموز میں ہے:

فیہ رمز الی انہ یحد ولو مشھورا وھذا عندہ خلافا لھما فلو لم یحد وقضی بصحۃ ذلک نفذ[2]

اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ مدعی کی جانب سے حدود کو بیان کیا جائے گا اگرچہ (حدود) مشہور ہو، یہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہے بخلاف صاحبین کے، چنانچہ اگر بیان حدود کے بغیر قاضی نے صحت دعوٰی کا فیصلہ دے دیا تو (صاحبین کے نزدیک) نافذ ہوجائے گا۔ (ت)

مگر صرف جامع الفصولین میں اپنی رائے یہ تحریر فرمائی کہ اگر شاہدین ملک متنازع فیہ کی شہادت دیں اور مدعی و مدعا علیہ کا اتفاق ہو کہ جس دار کی انہوں نے شہادت دی ہے وہی متنازع فیہ ہے تو اصل دار میں شہادت قبول ہونا مناسب معلوم ہوتا ہے اولًا برمز فش فتاوٰی امام رشید الدین سے نقل کیا شھادتھم بالملک بلاذکر الحدود لا تقبل[3] (حدود کو بیان کئے بغیر ملکیت پر ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ ت) پھر اپنی بحث ذکر کی کہ:

اقول الغرض ھو التمیز عند القاضی فینبغی ان یصح حکمہ بحسب ما تمیز

میں کہتا ہوں غرض تو یہ ہے کہ وہ (دار) قاضی کے نزدیک ممتاز ہوجائے لہٰذا اس کا فیصلہ ممتاز شے کی حد تک صحیح ہونا چاہئے، چنانچہ

---

[1] جامع الفصولین الفصل السابع فی تحدید العقار الخ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰۲

[2] جامع الرموز کتاب الدعوٰی مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۴/۲۶۷

[3] جامع الفصولین الفصل السابع فی تحدید العقار اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰۱

فلو شھدا بملك المتنازع فیہ والخصمان تصادقا علی ان المشھود بہ ھو المتنازع فیہ، ینبغی ان تقبل الشھادۃ فی اصل الدار وان لم یذکرا الحد ولعدم الجھالۃ المفضیۃ الی النزاع فی اصل الدار فلو وقع النزاع فی حدودہ بعد الحکم باصلہ فذلك الامر اٰخر تسمع فیہ الخصومۃ براسہ کما ان الجارین لو تنازعا فی حدود داریھما لا فی اصلیھما یسلم لکل منھما اصل دارہ وتسمع الخصومۃ فی الحد، واللہ تعالٰی اعلم۔[1]

اگر دو گواہوں نے متنازع فیہ گھر کے بارے میں کسی کی ملکیت کی گواہی دی اور مدعی و مدعا علیہ دونوں نے تصدیق کردی کہ متنازع فیہ گھر وہی ہے جس کے بارے میں شہادت دی گئی تو اصل گھر کے بارے میں ان کی گواہی مقبول ہونی چاہئے اگرچہ حدود کو انھوں نے بیان نہ کیا ہو کیونکہ یہاں ایسی جہالت معدوم ہے جو اصل گھر میں جھگڑے کا باعث بنے، اگر اصل گھر کے فیصلہ کے بعد اس کی حدود میں نزاع واقع ہو تو یہ الگ معاملہ ہے جس میں نئے سرے سے خصومت مسموع ہوگی جیسا کہ دو پڑوسیوں میں ان کے گھروں کی حدود کے بارے میں نزاع واقع ہو نہ کہ اصل گھروں کے بارے میں تو ہر ایک کا اصل گھر اس کے حوالے کیا جائے گا اور اس کی حدوں کے بارے میں خصومت مسموع ہوگی، واللہ تعالٰی اعلم (ت)۔

www.alahazratnetwork.org

ظاہر ہے کہ اعتبار منقول فی المذہب کا ہے نہ کہ بحث کا، حتی کہ علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ منقول کے مقابل امام ابن ہمام کی ابحاث بھی مقبول نہیں حالانکہ وہ بالغ درجۂ اجتہاد مانے جاتے ہیں۔ ردالمحتار کتاب الحج میں ہے:

قد قال تلمیذہ العلامۃ قاسم ان ابحاثہ المخالفۃ للمذھب لا تعتبر فافھم۔[2]

ابن ہمام کے شاگرد علامہ قاسم نے کہا کہ ان کی جو ابحاث خلاف مذہب ہیں ان پر اعتبار نہیں کیا جائے گا، پس غور کرو۔ (ت)

طحطاوی کتاب الطلاق فصل ثبوت النسب میں ہے:

النص ھو المتبع فلا یعول علی

اتباع تو نص کی ہی کی جائے گی اس کے

---

[1] جامع الفصولین الفصل السابع فی تحدید العقار اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/۰۲-۱۰۱

[2] ردالمحتار کتاب الحج باب الجنایات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۰۶

7/7

البحث معه[1] ہوتے ہوئے بحث پر اعتماد نہیں کیا جائیگا۔ (ت)

اقول وبالله التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ سے ہے۔ ت) ظاہراً ان کی نظر اس طرف گئی کہ ذکرِ حدود کی حاجت تمیزِ ذات مشہود بہ کے لئے ہے ولہذا فرمایا کہ بعد تصادق خصمین اصل دار میں شہادت مقبول ہوجانی چاہئے حدود میں تنازع پڑے تو اس کا مقدمہ جدا ہولے گا حالانکہ ذکر حدود کی ضرورت علم مقدار مشہود بہ کے لئے ہے، دُرر و غرر وغیرہا کتب معتمدہ میں ہے:

ان قدرها لایصیر معلومًا الّا بالتحدید[2]۔ گھر کی مقدار کا تعین اس کی حدوں کو بیان کئے بغیر معلوم نہیں ہوسکتا۔ (ت)

تو اصل دار بلا تعیین مقدار کیا چیز ہے جس کا قاضی حکم کرے یہ تو ایسا ہے کہ زید عمرو پر ہزار روپے کا دعوٰی کرے شہود شہادت دیں کہ اس کا اس پر کچھ آتا ہے کیا یہ گواہی اصل دین کے اثبات میں مقبول ہوجائے گی ہرگز نہیں،

ولم یقل به احد وبه ظهر الجواب عن قیاسه علی مسئلة الجارین فانهما لم یختلفا فی اصل داریهما فالتسلیم لعدم النزاع علی جهة القضاء وانما یحتاج القاضی الی علم المقدار فیما یدعی به عنده فیرید القضاء به علی المنکر۔ اس کا قائل کوئی بھی نہیں اور اسی سے مسئلہ جارین پر اس کے قیاس کا جواب ظاہر ہوگیا کیونکہ وہاں دونوں پڑوسیوں میں ان کے اصل گھروں کے بارے میں اختلاف واقع نہیں ہوا چنانچہ وہاں قضاء کی جہت سے نزاع معدوم ہونے کی وجہ سے تسلیم متحقق ہوئی، بیشک قاضی اس بات کا محتاج ہے کہ اس گھر کی مقدار اُسے معلوم ہو جس کا دعوٰی اس کے پاس کیا گیا ہے اور وہ منکر کے خلاف اس کا فیصلہ کرنا چاہتا ہے۔ (ت)

اگر ایسی شہادت مقبول ہو تو لازم کہ دعوٰی بھی بلا تعیین حدود قبول ہوجائے وہی وجہ وہاں بھی جاری ہے کہ اصل دین اس وقت حکم چاہتا ہے حدود میں نزاع پڑے تو یہ مقدمہ جُدا ہولے گا حالانکہ یہ جملہ کتب مذہب کے خلاف ہے، خود جامع الفصولین میں ہے:

لوادعی عقارا فلابد من ذکر بلدة اگر عقار (غیر منقول) کا کہا تو اس شہر کا ذکر ضروری

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الطلاق فصل فی ثبوت النسب دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۲۴۱

[2] الدرر الحکام شرح غرر الاحکام کتاب الدعوٰی میر محمد کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۳۱

فیما المدعی ثم من ذکر المحلۃ ثم السکۃ ثم حدودہ فلو ذکر حدین لایکفی ولو ذکر الثلثۃ کفی وکل جواب عرفتہ فی الدعوی فھو الجواب فی الشہادۃ[1] اھ مختصرا۔

ہے جس میں مدعی ہے پھر محلہ، گلی اور عقار کی حدود کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے، اگر اس نے دو حدوں کا ذکر کیا تو کافی نہیں اور اگر تین کا ذکر کیا تو کافی ہے اور جو حکم تُو نے دعوی میں پہچانا وہی حکم شہادت میں ہے اھ مختصراً۔ (ت)

بالجملہ نظر حاضر میں یہ بحث قابل اعتماد نہیں مشہود لہ وعلیہ کی تعیین ضرور ہے مگر تحقیق یہ ہے کہ وہاں مقصود صرف رفع التباس ہے جس طرح ہو یہاں تک کہ اگر صرف نام یا تنہا لقب یا مجرد صفت ہی سے رفع اشتباہ ہوجائے بس ہے ورنہ ذکر نام ونام پدر بالاتفاق اور نام جد امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک ضرور ہے اور یہی صحیح ہے ہاں اگر قاضی ماذون صرف نام ونام پدر پر قبول کرکے قضا کردے نافذ ہوجائے گی عورت کے لئے نام وزوجیت کافی ہے، درمختار میں ہے:

فلو قضی بلا ذکر الجد نفذ فالمعتبر التعریف لاتکثیر الحروف حتی لو عرف باسمہ فقط او بلقبہ وحدہ کفی[2]

اگر دادا کا ذکر کئے بغیر قاضی نے قضا کردی تو نافذ ہوگی اس میں معتبر تو صرف پہچان کرانا ہے نہ کہ گفتگو میں زیادہ الفاظ استعمال کرنا یہاں تک کہ اگر محض نام سے اس کی پہچان ہوجائے یا تنہا لقب سے شناخت ہوجائے تو کافی ہے۔ (ت)

جامع الفصولین، ملتقط وفصول عمادیہ وہندیہ ومنح الغفار وتنقیح الحامدیہ میں ہے:

والحاصل ان المعتبر انما ھو حصول المعرفۃ وارتفاع الاشتراک[3]

خلاصہ یہ کہ اعتبار تو صرف شناخت کے حصول اور اشتراک واشتباہ کے خاتمے کا ہے (ت)

جامع الفصولین میں ہے:

المعتبر ھو حصول المعرفۃ وارتفاع الالتباس بای شیئ کان[4]

اعتبار اس بات کا ہے شناخت حاصل ہوجائے اور اشتباہ دور ہوجائے چاہے کسی بھی شے سے ہو۔ (ت)

---

[1] جامع الفصولین الفصل السادس اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷۳
[2] درمختار کتاب الشہادات مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۱
[3] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ الفصول العمادیہ کتاب الشہادۃ الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۴۵۹
[4] جامع الفصولین الفصل التاسع اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۰

ردالمحتار میں ہے :

قولہ او بلقبہ وکذا بصفتہ کما افتی بہ فی الحامدیۃ فیمن یشھد ان المرأۃ التی قتلت فی سوق کذا یوم کذا فی وقت کذا قتلھا فلان تقبل بلا بیان اسمھا و اسم ابیھا حیث کانت معروفۃ لم یشارکھا فی ذلک غیرھا[1]

صاحب درمختار کا قول او بلقبہ (یا اس کے لقب سے شناخت ہو جائے) ایسا ہی حکم ہے اس کی صفت کے ساتھ شناخت کا، جیسا کہ فتاوٰی حامدیہ میں اس پر فتوٰی دیا گیا ہے اس شخص کے بارے میں جو گواہی دے کہ فلاں دن، فلاں وقت، فلاں بازار میں جو عورت قتل کی گئی اس کو فلاں نے قتل کیا ہے تو اس عورت اور اس کے باپ کا نام بیان کئے بغیر شہادت قبول کرلی جائے گی جبکہ وہ مقتولہ عورت مشہور ہو اور اس وصف میں اس کے ساتھ کوئی اور شریک نہ ہو۔ (ت)

عقود الدریہ میں ہے :

قالوا فی ثبوت ھلال رمضان شھد وا انہ شھد عند قاضی مصر کذا شاھدان برؤیۃ الھلال وقضی القاضی بھا ووجد استجماع شرائط الدعوی قضی القاضی بشھادتھا فانظروا حفظکم اللہ تعالٰی الی تولھم قاضی بلدۃ کذا ولم یذکروا اشتراط اسم ابیہ وجدہ لانہ لایلتبس بغیرہ اذا القاضی فی ذلک الوقت واحد لا اثنان کما ھو المعلوم[2]

ہلالِ رمضان کے ثبوت کے بارے میں فقہاء نے کہا: گواہوں نے گواہی دی کہ فلاں شہر کے قاضی کے پاس دو گواہوں نے چاند دیکھنے کی شہادت دی اور قاضی نے ان کی شہادت پر فیصلہ دیا اور تمام شرائط دعوٰی پائی گئیں تو قاضی ان کی گواہی پر فیصلہ کردے گا تو دیکھو اللہ تعالٰی تمہاری حفاظت فرمائے ان کے اس قول کی طرف کہ انھوں نے کہا "فلاں شہر کا قاضی" اور اس کے باپ اور دادا کے نام کو ذکر کرنے کی شرط کا تذکرہ انھوں نے نہیں کیا کیونکہ اس وقت شہر کا قاضی ایک ہی ہے، دو نہیں جیسا کہ معلوم ہے۔ (ت)

اشباہ میں ہے :

تکفی النسبۃ الی الزوج لان المقصود

عورت کی نسبت زوج کی طرف کرنا کافی ہے کیونکہ

---

[1] ردالمحتار کتاب الشہادات دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۷۲
[2] العقود الدریۃ " ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/ ۳۴۶

الاعلام[۱] اھ۔	مقصود تو شناخت کرانا ہے اھ (ت)

لفظ اشھد قطعاً رکن شہادت ہے بے اس کے شہادت شہادت ہی نہیں قبول و عدم قبول تو دوسرا درجہ ہے، تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

ورکنھا لفظ اشھد لاغیر الی قولہ فتعین[۲]۔	شہادت کا رکن لفظِ اَشْھَدُ (میں گواہی دیتا ہوں) ہے نہ کہ اس کا غیر (ماتن کے قول فتعین تک)۔ (ت)

انھیں میں ہے:

لزم فی الکل من المراتب الاربع لفظ اشھد بلفظ المضارع بالاجماع وکل ما لایشترط فیہ ھذا اللفظ کطہارۃ ماء ورؤیۃ ھلال فھو اخبار لاشہادۃ[۳]۔	چاروں مراتب میں سے ہر ایک میں لفظ اَشْھَدُ بصیغہ مضارع بالاجماع لازم ہے، اور جس جگہ یہ لفظ شرط نہیں جیسے پانی کی طہارت اور چاند کی رؤیت تو وہ خبر دینا ہے نہ کہ شہادت۔ (ت)

شروع شہادت سے پہلے یہ کہلوا لینا کہ "اشھد باللہ سچ کہوں گا" ہرگز کافی نہیں کہ وہ حلف ہے نہ کہ شہادت، اور "اشھد" کلام شہادت پر داخل ہونا لازم نہ کہ حلف پر۔ شاہدوں سے حلف لینا تو شرعاً جائز بھی نہیں کما فی الدر وغیرہ لانا امرنا باکرام الشھود (جیسا کہ در وغیرہ میں ہے کیونکہ ہمیں گواہوں کے احترام کا حکم دیا گیا ہے۔ ت) ظاہر ہے کہ حکام و شہود و خصوم و تمام حُضّار ان الفاظ کو حلف ہی سمجھتے حلف ہی کہتے حلف ہی کی نیت کرتے ہیں اور رکن شہادت وہ اشھد ہے جو بمعنی خبر ہو نہ وہ کہ بمعنی حلف و قسم ہے۔ تبیین الحقائق و عالمگیریہ میں ہے:

ورکنھا لفظ اشھد بمعنی الخبر دون القسم[۴]۔	رکنِ شہادت لفظِ اَشْھَدُ ہے جبکہ خبر کی نیت سے ہو نہ کہ قسم کی نیت سے۔ (ت)

اشھد باللہ سچ کہوں گا ایک قسم ہوگئی جس کا کفارہ بہت آسان ہے کلام شہادت پر اشھد داخل نہ ہوا جس میں غلط گوئی موجب ہلاکت ہوتی،

---

[۱] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الشہادات ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۳۸۶
[۲] درمختار شرح تنویر الابصار " مطبع مجتبائی دہلی ۲/۹۰
[۳] " " " " " " ۲/۹۱
[۴] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ تبیین الحقائق " نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۴۵۰

کما نص علیہ العلماء الکرام فی حکمۃ عدم تحلیف الشاھد و وضع ھذا اللفظ عوضہ ان شاھد الزور لما اراد اھلاک مال المشھود علیہ عوض باھلاک ذاتہ بخلاف ما لو حلف اذ کان یسیرا علیہ کفارتہ۔

جیسا کہ گواہوں سے حلف نہ لینے اور اس کے بجائے لفظ اَشْھَدُ رکھنے کی حکمت کے بارے میں علماء کرام نے نص فرمائی ہے کہ جھوٹا گواہ جب مشہود علیہ کے مال کی ہلاکت کا ارادہ کرے تو اس کا بدلہ اُسے ہلاکت ذات کی صورت میں ملتا ہے بخلاف قسم کے گواہ پر اس کا کفارہ ادا کردینا آسان ہوتا ہے (ت)

غرض ایسی شہادت ہرگز شہادت نہیں اور اس پر جو قضا ہوا اصلاً نافذ نہیں

لانتفاء احد اطراف القضاء وھو الطریق فان القاضی انما یقضی بالبینۃ او النکول او الاقرار فاذا انعدمت انعدم القضاء۔

اطرافِ قضاء میں سے ایک یعنی طریق کے منتفی ہونے کی وجہ سے کیونکہ قاضی گواہوں یا انکار مدعا علیہ یا اقرار مدعی علیہ کے ذریعے ہی فیصلہ کرتا ہے جب یہ معدوم ہوں تو قضاء بھی معدوم ہوگی (ت)

فتاوٰی خیریہ میں ہے، وما نظمہ ابن الغرس فی الفواکہ البدریۃ (ابن الغرس نے فواکہ بدریہ میں نظم کیا۔ت) ؎

اطراف کل قضیۃ حکمیۃ ... ست یلوح بعدھا التحقیق
حکم ومحکوم بہ ولہ ... ومحکوم علیہ وحاکم وطریق[1]

(ہر قضاء کے چھ اطراف ہوتے ہیں جن کے بعد تحقیق ظاہر ہوتی ہے، حکم[1]، محکوم بہ[2]، محکوم لہ[3]، محکوم علیہ[4]، حاکم[5] اور طریق[6]۔ت)

وبفقد واحد من اطراف القضیۃ یفقد الحکم وبذلک یعرف بطلان المحضر المذکور۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اطرافِ قضاء میں سے ایک کے مفقود ہونے کی وجہ سے حکم مفقود ہوجاتا ہے اور اسی سے مذکورہ دستاویز کا بطلان بھی معلوم ہوجاتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب ادب القاضی دار المعرفۃ بیروت ۲/۹

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۳: ۹ شوال ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ جسکو ہندہ کو دوسرے ضلع سے اپنے مکان کو روانہ کیا، اثنائے راہ میں بکر بہ نیت فاسد بھگا کر اپنے یہاں لے گیا، زید نے نالشِ فرار کی، ہندہ نے بیان کیا زید مجھے جا بجا دکھ دینے کو کہتا تھا میں نے نہ نکلی اس نے تین بار کہا میں نے تجھے طلاق دی اور شہادت میں اپنا حقیقی بھائی اور رشتہ کا چچا اور ایک عورت کہ روٹی پکانے پر ہندہ کے یہاں نوکر ہے پیش کرتی ہے، اور یہ تینوں شخص جاہل وغیر پابند نماز ہیں، اس صورت میں طلاق ثابت ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

طلاق و نکاح ہم مسلمانوں کے شرعی و دینی معاملے ہیں ان کا ثبوت اسی طور پر ہونا لازم جس طرح شریعت مطہرہ میں مقرر کیا گیا ہے، شریعتِ مطہرہ میں پابند نماز نہ ہونا تو معاذ اللہ حد درجہ کا فسق ہے تارکِ جماعت کی گواہی سے بھی طلاق ثابت نہیں ہوتی۔ عالمگیری میں ہے:

کل فرض لہ وقت معین کالصلوۃ والصوم اذا اخر من غیر عذر سقطت عدالتہ[1]

جس فرض کا وقت معین ہے جیسے نماز اور روزہ اگر کوئی بلاعذر اس میں تاخیر کرے تو اس کا عادل ہونا ساقط ہوجاتا ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

اذا ترک الرجل الصلوۃ استخفافا بالجماعۃ بان لا یستعظم تفویت الجماعۃ کما یفعلہ العوام او مجانۃ او فسقا لا تجوز شہادتہ[2]

اگر کوئی شخص بطور تحقیر باجماعت نماز نہ پڑھے بایں طور کہ جماعت کے فوت ہوجانے کو کوئی بڑی بات نہ سمجھے جیسا کہ عوام الناس کرتے ہیں یا بلاوجہ یا بطور فسق وفجور جماعت کو ترک کرے تو اسکی گواہی ناجائز ہے۔ (ت)

اور ان کا جاہل ہونا دوسری وجہ ان کی ردِ شہادت کی ہے، درمختار میں ہے:

لا تقبل شہادۃ الجاھل علی العالم لفسقہ بترک ما یجب تعلمہ شرعا

جاہل کی گواہی عالم کے خلاف قبول نہیں کی جائیگی کیونکہ جن احکام شرعیہ کا سیکھنا اس پر واجب ہے[3]

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۴۶۶

[2] " " " " " " ۳/ ۴۶۶

فحینئذ لا تقبل شہادتہ علی مثلہ و لا علی غیرہ و للحاکم تعزیرہ علی ترکہ ذلک ثم قال والعالم من یستخرج المعنی من التراکیب کما یحق و ینبغی[1]

اس کو ترک کرنے کی وجہ سے وہ فاسق ہوگیا، تو اس صورت میں یعنی فاسق ہونے کی صورت میں تو اس کی گواہی نہ اپنے جیسے جاہل اور نہ ہی غیر جاہل پر قبول کی جائے گی اور اس ترک تعلم پر حاکم اس کو بطور تعزیر سزا دے سکتا ہے پھر کہا کہ عالم وہ ہے جو تراکیب الفاظ سے معنی کا استخراج کرسکے جیسا کہ ثابت اور مناسب ہے۔ (ت)

پھر صورت میں تیسری وجہ اور ہے کہ وہ ہندہ کی نوکر ہے اور نوکر کی گواہی آقا کے حق میں مقبول نہیں، درمختار میں ہے:

لا تقبل شہادۃ الاجیر الخاص لمستاجرہ مسانہۃ او مشاھرۃ او الخادم[2] الخ

اجیر خاص (مزدور یا نوکر) کی گواہی اپنے مستاجر کے حق میں قبول نہیں کی جائے گی چاہے اجرت سالانہ ہو یا ماہانہ، یا اجیر خاص سے مراد خادم (تابع یا شاگرد خاص ہے)۔ (ت)

پس صورت مستفسرہ میں طلاق ثابت نہیں زید و ہندہ بدستور زوج و زوجہ مانے جائیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ از ریاست ٹونک محلہ متوخیل وزیر گنج مرسلہ حسن رضا خاں ۸ ربیع الاول شریف ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ مسماۃ ہندہ مدعیہ کے شوہر کا انتقال ہوگیا اس نے خسر ضامن مہر و نیز مدعا علیہ ثانی ضامن چڑھاوا و جہیز پر تین دعوے عدالت شریعت میں پیش کئے۔ ثبوت ہر سہ دعوی میں ہشت مع قاضی شہادتین شرعیہ بمواجہہ مدعا علیہم پیش ہوئیں کہ عدالت شرع میں پذیرا و تسلیم ہوچکیں و حصر بھی فریقین سے کرچکی تھی و نیز مدعا علیہم کے بیانات سے بھی اقرار ثابت ہے، ادخال ثبوت سے بعد پانچ ماہ کے ایک مدعا علیہ نے درخواست خلاف شرع پیش کی کہ اب گواہان مدعیہ پر جرح ہے تزکیہ کرادیا جائے، وکیل مدعیہ نے بھی عرض بدیں خلاصہ پیش کی کہ اب جرح کرنا مدعا علیہ کا اور درخواست تزکیہ کی شرعاً ناجائز ہے، پس تزکیہ ایسے وقت میں ایسے معاملہ داد و ستد میں جس کا مذکورہ بالا ہوچکا ہے بعد پانچ ماہ کے درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

[1] درمختار کتاب الشہادۃ باب القبول وعدمہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۵

[2] " " " " ۲/ ۹۵-۹۶

الجواب

اگر بیان مدعا علیہم سے دعوی مدعیہ کا اقرار ثابت ہولیا جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے جب تو خود واضح کہ یہ درخواست جرح گواہان اصلاً قابلِ سماعت نہیں خود ان کا اقرار ان پر ڈگری ہونے کو کافی

فانہ حجۃ شرعیۃ یکفی للقضاء علی صاحبہ فکما ان المدعی لایکلف باقامۃ بینۃ بعد اقرار المدعا علیہ وکذلک لایکلف باثبات عدالۃ الشہود اذ کل ذلک صار مستغنی عنہ بعدہ۔

اس لئے کہ اقرار حجت شرعیہ ہے جو اقرار کرنیوالے پر قضاء کے لئے کافی ہے۔ تو جس طرح مدعا علیہ کے اقرار کے بعد مدعی گواہ پیش کرنے کا مکلف نہیں بنایا جاتا اسی طرح وہ گواہوں کی عدالت ثابت کرنے کا مکلف بھی نہیں بنایا جائے گا کیونکہ اقرار کے بعد ان تمام چیزوں کی حاجت نہیں رہتی۔ (ت)

علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اگر بعد اقامت بینہ مدعا علیہ نے اقرار کردیا تو اس پر ڈگری بوجہ اقرار ہوگی نہ کہ بوجہ بینہ۔

فی رد المحتار عن البحر الرائق لو اقر بعد البینۃ یقضی بہ لابہا۔[1]

البحر الرائق کے حوالے سے ردالمحتار میں مذکور ہے کہ اگر مدعا علیہ نے مدعی کی طرف سے گواہ پیش کرنے کے بعد اقرار کرلیا تو فیصلہ اقرار کی بنیاد پر ہوگا نہ کہ گواہوں کی بنیاد پر۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

تو اب گواہوں کی عدالت و عدم عدالت سے کیا بحث رہی بلکہ خود بوجہ اقرار مدعا علیہم پر ڈگری ثابت، اور اگر بروجہ کافی ان کے بیان سے ثابت نہ ہو تو دیکھا جائے کہ قاضی نے گواہوں کا تزکیہ کرلیا یعنی اگر خود ان کی عدالت سے آگاہ تھا تو مزکی معتمد سے ان کے عدل جائز الشہادۃ ہونے کی تنقیح کرلی تھی یا نہیں، اگر کرچکا تھا تو اس حالت میں بھی یہ جرح مجرد کی درخواست ناقابلِ شنوائی ہے کہ بعد تزکیہ جرح مجرد پر گواہی گزری تو وہ بھی نامقبول ہے نہ کہ مدعا علیہ کا نرا بیان۔ درمختار میں ہے:

لاتقبل الشہادۃ علی جرح مجرد بعد التعدیل[2] (ملخصاً)

تزکیہ کے بعد جرح مجرد پر شہادت قبول نہیں کی جائے گی (ملخصاً)۔ (ت)

اور اگر ہنوز تزکیہ نہ ہوا تھا کہ مدعا علیہم نے یہ درخواست دی تو بلاشبہہ قاضی پر واجب کہ یہ

---

[1] ردالمحتار کتاب الدعوی دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۴۲۳

[2] درمختار کتاب الشہادات باب القبول وعدمہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۹۷

درخواست سنے اور عدالت شہود کی تحقیقات کرے اگرچہ ادائے شہادت کو مہینے گزر چکے ہوں کہ مرورِ مدت مانع سوال تزکیہ نہیں اور مذہب مفتی بہ پر یہ تفتیش اس زمانہ میں مطلقاً لازم اور بعد طلب وطعن مدعا علیہ تو بالاتفاق کی جائے گی، درمختار میں ہے:

لا یسأل عن شاھد بلا طعن من الخصم الا فی حد وقود وعندھما یسأل فی الکل ان جھل بحالھم، بحر، بہ یفتی[1]۔

حدود وقصاص کے علاوہ دیگر مقدمات میں مدعا علیہ کی طرف سے طعن کے بغیر قاضی گواہوں کا حال دریافت نہ کرے، صاحبین کے نزدیک ہر صورت میں دریافت کرے جبکہ قاضی کو ان کا حال معلوم نہ ہو، بحر، اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ یسأل ای وجوبا قال فی البحر والحاصل انہ ان طعن الخصم سأل عنھم فی الکل و الا سئل فی الحدود والقصاص وفی غیرھا محل الاختلاف[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم

ماتن کا قول کہ "سوال کرے" یعنی قاضی پر گواہوں کا حال دریافت کرنا واجب ہے۔ بحر میں فرمایا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اگر مدعا علیہ کی طرف سے طعن ہو تو تمام مقدمات میں گواہوں کا حال دریافت کرے ورنہ حدود وقصاص میں دریافت کرے جبکہ باقی مقدمات میں محلِ اختلاف ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو اپنی زندگی وصحت میں بعوض دینِ مہر کے اپنی جائداد منقولہ وغیر منقولہ قیمتی تخمیناً چار سو روپیہ کے دی اور قبضہ کرادیا اب زید مرگیا ورثہ نے اپنے حصہ کا دعوٰی کیا اور کہا کہ یہ جائداد متروکہ ہے ہندہ نے بیان کیا میرا مہر پانچسو روپیہ کا تھا اور میرا خاوند زید بعوض دینِ مہر کے گواہوں کے رُوبرو مجھے قبضہ دے گیا ہے اور شہادت معتبر سے یعنی دو گواہوں سے ثابت ہوگیا ہے کہ زید نے ہمارے سامنے بعوض دینِ مہر کے ہندہ کو جائداد دی اور قبضہ کرادیا لیکن تعداد دینِ مہر کی یاد نہیں کہ کس قدر تھا تو اس صورت میں مہر ہندہ کا وہی سمجھا جائے گا جو زید اپنی زندگی میں دے مرا یا مہرِ مثل لازم آئے گا یا کم از کم مہر دس درہم سمجھا جائے گا اور ورثہ بھی اس جائداد میں حصہ پائیں گے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

[1] درمختار کتاب الشہادات مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۱

[2] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۰۲

الجواب

جبکہ دو گواہان عادل شرعی شہادت شرعیہ کاملہ ادا کریں کہ ان کے سامنے یہ مال اور فلاں حبہ مذکورہ اس عورت کو اس کے فلاں شوہر نے بعوض دین مہر دی تو یہ گواہی کامل ہے عورت کی ملک بذریعہ خریداری بعوض مہر اس مال وجائداد میں ثابت ہوگئی وارثوں کا دعوٰی ساقط ہوا گواہی میں بیان مقدار مہر کی کچھ حاجت نہ تھی کہ اس وجہ سے شہادت میں قصور سمجھا جائے، نہ اب اس بحث کی کوئی ضرورت کہ مہر کتنا تھا یا کس قدر سمجھا جائے آخر وہ کتنا ہی تھا ذمہ زید سے ساقط ہوگیا اور اس کے بدلے یہ مال وجائداد ملک ہندہ میں آگیا۔ ردالمحتار میں ہے :

اشار الی انھما لو شھدا بالشراء ولم یبینا الثمن لم تقبل وتمامہ فی البحر وقال الخیر الرملی فی حاشیتہ علیہ المفھوم من کلامھم فی ھذا الموضع وغیرہ انہ فیما یحتاج فیہ الی القضاء بالثمن لابد من ذکرہ وذکر قدرہ ووصفتہ ومالایحتاج فیہ الی القضاء بہ لاحاجۃ الی ذکرہ[1]

ماتن نے اشارہ کیا ہے اس بات کی طرف کہ گواہ اگر خریداری کی گواہی دیں اور ثمن نہ بیان کریں تو ان کی گواہی قبول نہ ہوگی، اس کی مکمل بحث بحر میں ہے، امام خیرالدین رملی نے اس کے حاشیہ میں فرمایا کہ اس مقام پر اور دیگر مقامات پر فقہاء کی کلام سے مفہوم حاصل ہوتا ہے کہ یہ حکم مذکور تب ہے جب ثمن کے ذریعے قضاء کی حاجت ہو اس صورت میں ثمن، اس کی مقدار اور اس کی صفت کا ذکر ضروری ہے اور جہاں ثمن کے ذریعے قضاء کی حاجت نہیں وہاں ثمن کو ذکر کرنا ضروری نہیں۔ (ت)

اسی میں مبسوط سے ہے :

وان قالا اقرعندنا انہ باعھا منہ واستوفی الثمن ولم یسمیا الثمن فھو جائز لان الحاجۃ الی القضاء بالملك للمدعی دون القضاء بالعقد فقد انتھی حکم العقد باستیفاء الثمن[2]

اور اگر گواہوں نے کہا اس نے ہمارے پاس اقرار کیا کہ اس نے فلاں شخص کے ہاتھ گھر فروخت کیا اور ثمن وصول کرلئے، گواہوں نے ثمن کو بیان نہیں کیا تو یہ جائز ہے کیونکہ یہاں حاجت ملک مدعی کی قضاء کی ہے نہ کہ عقد کے بارے میں قضاء کی تو بلاشبہ ثمن کی وصولی سے حکم عقد انتہاء کو پہنچ گیا۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الشہادات باب الاختلاف فی الشہادۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۹۰

[2] " " " " " " " " " " ۴/ ۳۹۰

منحۃ الخالق علی البحر الرائق میں کلام مذکور کے بعد فرمایا:

ولان الجہالۃ انما توثر لانہا تفضی الی منازعۃ مانعۃ من التسلیم والتسلم الاتری ان مالایحتاج الی قبضہ فجہالتہ لاتضر وھو المصالح عنہ بخلاف مایحتاج الی قبضہ وھو المصالح علیہ فاذا اقر باستیفاء الثمن فلاحاجۃ ھنا الی تسلیم الثمن فجہالتہ لاتمنع القاضی من القضاء بحکم الاقرار[1] اھ ومن تامل ھذہ الکلمٰت ظھر لہ الحکم فی مسألتنا ھذہ ظھورا بینا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اس لئے کہ بیشک جہالت یہاں مؤثر ہے کیونکہ وہ ایسے نزاع کا باعث ہے جو تسلیم وتسلم سے مانع ہے، کیا تُو نہیں دیکھتا کہ جہاں قبضہ کی حاجت نہ ہو اس کی جہالت مضر نہیں اور وہ مصالح عنہ ہے (جس شَے پر نزاع واقع ہوا) بخلاف اس چیز کے جس پر قبضہ کی حاجت ہے اور وہ مصالح علیہ ہے (جس شَے پر صلح ہوئی)۔ اور جب بائع نے ثمن وصول کرلینے کا اقرار کرلیا تو یہاں تسلیم ثمن کی حاجت نہ رہی لہذا ثمن کی جہالت قاضی کو بوجہ اقرار قضا سے مانع نہیں ہوگی اھ جو شخص ان کلمات میں غور کرے اس پر ہمارے زیر بحث مسئلہ کا حکم خوب واضح ہوجائیگا واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو عورت قوم طوائف بوجہ آشنائی کسی مرد کے پاس عرصہ دراز تک بغیر ہونے نکاح کے بخانہ او رہم صحبت رہی اور پھر اس مرد نے بوجہ مذکور جو ہبہ نامہ جائداد مشترک کا بنام ہذا عوض دین مہر کے اس عورت کے نام لکھ دیا اور اس میں لکھا ہو کہ نکاح میرا ساتھ اس کے ہوگیا ہے تو یہ اقرار مرد کا بمقابلہ حقدار شرعی شخص ثالث کے شرعاً ثبوت ہونے نکاح کا کافی ہے یا نہیں؟ اور شہادت سماعی یا کسی شخص واحد کی کافی ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور شرعاً شہادت کیسی اور کن آدمیوں کے واسطے ثابت ہونے نکاح کے جائز اور معتبر ہوگی؟ اور ایسا ہبہ نامہ بھی جائداد مشترک کا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

شہادت شخص واحد کی ثبوتِ نکاح کے لئے کافی نہیں، دو مرد یا ایک مرد و دو عورت عادل ہونا چاہئے

فی الدر المختار ونصابہا لغیرھا من الحقوق سواء کان الحق مالا او

درمختار میں ہے، امور مذکورہ کے سوا دیگر حقوق میں نصاب شہادت دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہے

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الشہادات باب الاختلاف فی الشہادۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۱۱۶

غیرہ کنکاح وطلاق ووکالۃ ووصیۃ و استہلال صبی ولو للارث رجلان او رجل وامرأتان ولزم فی الکل لفظ اشہد لقبولہا والعدالۃ لوجوبہ[1] اھ ملخصًا۔

چاہے وہ حق مال ہو یا غیر مال جیسے نکاح، طلاق، وکالت، وصیت اور بچے کا آواز نکالنا اگرچہ گواہی وراثت کے لئے ہو، اور تمام مراتب میں قبول شہادت کے لئے لفظ اَشْہَدُ (میں گواہی دیتا ہوں) لازم ہے اور وجوب قبول کے لئے شاہد کا عادل ہونا ضروری ہے اھ تلخیص (ت)

اور شہادت سماعی ثبوت نکاح کے لئے کافی ہے جب گواہ یہ کہیں کہ یہ امر ہمارے نزدیک مشہور ہے

فیہ ایضا بل فی العزمیۃ عن الخانیۃ معنی التفسیر ان یقولا شہدنا لانا سمعنا من الناس اما لو قالا لم نعاین ذٰلک ولکنہ اشتہر عندنا جازت فی الکل وصححہ شارح الوہبانیۃ وغیرہ[2]، واللہ تعالٰی اعلم۔

یہ بھی اسی میں ہے بلکہ عزمیہ (حاشیہ درر) میں خانیہ سے منقول ہے کہ تفسیر شہادت (بالتسامع) کا معنٰی یہ ہے کہ گواہ یوں کہیں ہم اس لئے شہادت دیتے ہیں کہ ہم نے لوگوں سے سنا ہے، لیکن اگر وہ یوں کہیں کہ ہم نے اس کا معائنہ نہیں کیا لیکن وہ ہمارے نزدیک مشہور ہے تو سب میں شہادت جائز ہے، شارح وہبانیہ وغیرہ نے اس کو صحیح قرار دیا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

www.alahazratnetwork.org

اور مرد وزن کا عرصہ دراز تک مثل زن وشو یکجا خانہ وہم صحبت رہنا عمدہ علامات مثبتہ نکاح سے ہے

فی فتاوٰی قاضیخان ولو رأی رجلا وامرأۃ یسکنان فی منزل وینبسط کل واحد منہما علی صاحبہ کما یکون بین الازواج حل لہ ان یشہد علی نکاحہما[3]، وفی الہدایۃ وکذا لو رأی انسانا جلس مجلس القضاء یدخل علیہ الخصوم حل لہ ان یشہد

فتاوٰی قاضیخان میں ہے اگر کسی نے ایک مرد اور عورت کو ایک گھر میں رہائش پذیر اور ایک دوسرے سے میاں بیوی کی طرح بے تکلف ہوتے دیکھا تو اس کے لئے حلال ہے کہ وہ ان دونوں کے نکاح کی گواہی دے۔ اور ہدایہ میں ہے کہ یوں اگر کسی نے ایک شخص کو مسندِ قضا پر بیٹھے ہوئے دیکھا کہ لوگ اس کے پاس مقدمات لا رہے ہیں

---

[1] درمختار | کتاب الشہادات | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/ ۹۱

[2] ″ | ″ | ″ | ۲/ ۹۳

[3] فتاوٰی قاضیخان | کتاب النکاح فصل فی دعوی النکاح | نولکشور لکھنؤ | ۱/ ۱۸۵

علی کونہ قاضیا وکذا اذا رأی رجلا و امرأۃ یسکنان بیتا و ینبسط کل واحد الی الأخر انبساط الازواج [1]

تو حلال ہے کہ وہ اس کے قاضی ہونے کی گواہی دے یوں اگر مرد اور عورت کو ایک گھر میں رہائش پذیر اور ایک دوسرے سے میاں بیوی کی طرح بے تکلفی کرتے دیکھا تو ان کے نکاح کی گواہی دے سکتا ہے (ت)

اور صرف اقرارِ مرد بھی ثبوتِ نکاح کے لئے کافی ہے بلکہ بعد اقرار کے منکر ہو اور عورت اس کی حیات میں یا بعد موت کے تصدیقِ نکاح کرے تاہم نکاح ثابت اور زن مستحق ارث و مہر ہے،

فی العالمگیریۃ رجل اقر انہ تزوج فلانۃ بالف درھم فی صحۃ او مرض ثم جحدہ وصدقتہ فی حیاتہ اوبعد موتہ فھو جائز و لھا المیراث والمھر [2] الخ۔

عالمگیریہ میں ہے، اگر کسی مرد نے حالتِ مرض یا صحت میں اقرار کیا کہ اس نے فلاں عورت سے ہزار درہم کے عوض نکاح کیا ہے پھر اس اقرار سے انکار کیا حالانکہ عورت نے اس مرد کی زندگی میں یا اس کی موت کے بعد اس کی تصدیق کی تو نکاح جائز ہوگا اور عورت میراث اور مہر کی مستحق ہوگی الخ (ت)

اور ہبہ بالعوض حکم بیع میں ہے مشاع ومشترک ہونا موہوب کا اس کی صحت کو مضر نہیں بلکہ حصہ واہب میں ہبہ صحیح و نافذ رہے گا،

فی الدر المختار اما لو قال وھبتك بکذا فھو بیع ابتداء وانتہاء [3] وفیہ ایضا وبطل بیع قن ضم الی حر بخلاف قن ضم الی قن غیرہ فیصح بحصتہ فی عبدہ [4] اھ ملتقطا، واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے کہ اگر کسی نے کہا میں نے یہ چیز اتنے کے بدلے تجھے ہبہ کی تو یہ ابتداءً اور انتہاءً بیع ہے اور یہ بھی اسی میں ہے کہ اس غلام کی بیع باطل ہے جس کو آزاد کے ساتھ ملاکر فروخت کیا جائے بخلاف اس غلام کے جس کو دوسرے کے غلام کے ساتھ ملاکر بیچا جائے کیونکہ یہاں بائع کے حصہ کی بیع اس کے غلام میں صحیح ہوگی اھ التقاط، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] الہدایۃ — کتاب الشہادات — مطبع یوسفی لکھنؤ — ۳/ ۱۵۸

[2] فتاوٰی ہندیۃ — کتاب الاقرار الباب السادس عشر — نورانی کتب خانہ پشاور — ۴/ ۲۰۶

[3] درمختار — کتاب الھبۃ — مطبع مجتبائی دہلی — ۲/ ۱۶۴

[4] " — کتاب البیوع باب البیع الفاسد — " " " — ۲/ ۲۳

مسئلہ از بیسلپور مرسلہ قاضی فراست علی صاحب ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۴ھ

مسماۃ کا بیان ہے کہ میرے نکاح کو تخمیناً اٹھارہ برس ہوئے مسمی عبدالرحیم کے ساتھ ہوا عرصہ دو ڈھائی ماہ کا ہوا کہ میرے خاوند نے یہ دو مرتبہ کہا کہ تجھ کو طلاق ہے کہ جو تو اس بات کو صحیح نہ کرا دے بعد اس کے چند شخصوں نے طرفین کو سمجھا کر جھگڑا دُور کرا دیا پھر دوبارہ کہ عرصہ بارہ روز کا ہوا صندوق مجھ سے میرے خاوند نے مانگا میں نے ان کو منع کیا وہ صندوق مجھ سے لیتے تھے اور میں نہیں دیتی تھی میرے شوہر نے یہ لفظ کہا کہ تجھ کو طلاق جو تو کچھ کرنہ گزارے، پھر مجھ سے کہا کہ تجھ کو طلاق ہے تجھ کو طلاق ہے تجھ کو طلاق ہے اس وقت میاں محمد امین اور میری والدہ موجود تھیں اور زوجہ حسین بخش کہ میرے اور ان کے درمیان میں ایک دیوار ہے اس پر کھڑی ہوئی تھیں سوائے اس کے اور کوئی موجود نہ تھا محمد امین میرے ماموں کا لڑکا ہے اور یہ جھگڑا میری والدہ کے مکان میں ہوا فقط۔

بیان مسمی عبدالرحیم شوہر مسماۃ کا یہ ہے کہ میرے نکاح کو عرصہ تخمیناً سترہ اٹھارہ برس کا ہوا، دس گیارہ ماہ سے میں اپنی خسرال میں ہوں میری خوشدامن نے کئی مرتبہ یہ کہا کہ تم علیحدہ چلے جاؤ پھر عرصہ بارہ روز کا ہوا میں نے کہا کہ میری چیز بست نکال کر باہر رکھ دو میں نے صندوق کو ہاتھ لگایا تو ساس ہماری بولی کہ تجھ کو صندوق سے کیا تعلق ہے وہ تو اس کے باپ نے اس کو دیا ہے میرے کوئی نہیں ہے جو تمہارا مقابلہ کرے اتنے میں محمد امین دوڑ آیا اس نے کہا ہٹ جاؤ صندوق کو مت چھوؤ اچھا نہیں ہے تمہارے لئے میں نے کہا کیا تم مجھے مارو گے تو کہا پٹ کر ذلیل ہو کر یہاں سے جاؤ گے پھر میں نے گھر میں اپنے کہا کہ تو ہٹ جا ماں ان کی بولی تو ہٹ جا تیرے چوٹ نہ لگ جائے، وہ ہٹ گئی اور چارپائی پر علیحدہ جا بیٹھی پھر میں نے امین سے کہا کہ کھایا پیا تم کو حرام ہے اور طلاق ہے کہ جو تم اب مجھ کو نہ مارو، امین نے کہا کہ یہی بات ہے، پھر میں نے کہا کہ یہی بات ہے کہ تجھ کو کھایا پیا حرام ہے اور طلاق کہ تم مجھ کو نہ مارو، چچی سے میں نے کہا کہ اب جو کچھ تم کو کرانا ہے کرواؤ، پھر انھوں نے کہا کہ ان کے بہنوئی قادر بخش کو اور بھائی محمد بخش کو اور بھائی محمد ظہور کو بلاؤ انھوں نے طلاق دی ہے میں کھڑا رہا اتنے میں کلن اپنے گھر میں سے آئے انھوں نے کہا کہ میں نے بھی سنا ہے یہاں تک آواز آرہا تھا کہ تم نے طلاق دی پھر میں نے کہا کہ اور کوئی الزام پکڑ دو کہ میں کھڑا ہوا ہوں لوگوں کو آنے دو پھر میں نے کہا کہ کس کے سامنے طلاق دی مقابلہ میرا اور تمہارا اور چچی کا ہو رہا تھا یہ طوفان باندھنا اچھا نہیں ہے، اتنے میں قادر بخش پہلے آئے انھوں نے مجھ سے کہا کہ کیا واہیات مچائی ہے، میں نے کہا کچھ واہیات نہیں میں اپنی چیز علیحدہ کر رہا تھا، امین میرے مقابلہ کو آیا تھا تو میں اس سے یہ لفظ کہہ رہا تھا انھوں نے اس کا طومار باندھا ہے اور لڑائی کے وقت جو بہشتی

www.alahazratnetwork.org

دروازہ پر کھڑے تھے اور حسین بخش مجھ کو بلانے کو گئے تھے اور جو بھی بلاتے رہے میں نے اس کے جواب میں یہ کہا کہ میری کوئی لڑائی اور جھگڑا نہیں ہے آتا ہوں کلن مجھ سے عداوت رکھتے ہیں اس کو چار آدمیوں سے دریافت کرلو فقط۔

بیان والدہ مسماۃ کا یہ ہے کہ میں اپنا کام کرتی تھی دونوں میاں بی بی میں صندوق پر جھگڑا ہو رہا تھا اس کے شوہر نے کہا کہ تجھ کو طلاق جو تو کچھ کر نگزارے بعد اس کے اسی وقت تین مرتبہ یہ کہا کہ تجھے طلاق ہے تجھے طلاق ہے تجھے طلاق ہے، اس وقت یہاں محمد امین موجود تھا اور حسین بخش کی زوجہ کو میں نے دیوار پر کھڑے ہوئے نہیں دیکھا وہ کہتی تھی کہ میں دیوار پر کھڑی تھی اور میرے بھائی کلن کی زوجہ ایک لفظ سُن کر آگئیں فقط طلاق کا۔

بیان زوجہ حسین بخش کا یہ ہے کہ ان کے گھر میں دونوں میں بہت دیر سے رنج ہو رہا تھا مجھ کو یہ نہیں معلوم کہ کس بات پر ہو رہا تھا میں اس وقت دیوار پر کھڑی تھی صندوق دونوں کے ہاتھ میں تھا زوجہ یہ کہتی کہ صندوق نہ لے جاؤ یہیں کیونکر کھول کر دیکھ لو' اور خاوند اس کا یہ کہتا تھا کہ میں صندوق لیجاؤں گا' اسی پر اس کے خاوند نے کہا کہ میں نے طلاق دی میں نے طلاق دی، اور اس وقت محمد امین اور والدہ مسماۃ کی موجود تھی فقط بقلم محمد یعقوب علی

www.alahazratnetwork.org

العبد قاضی فراست علی بقلم خود یہ بیان کیا اور دوبارہ پوچھا گیا تو لفظ میں کی جگہ تجھ کو بیان کیا، میں نے زوجہ حسین بخش کو اول ہی مرتبہ جب سوال کیا کہ بیان کرو تو بجواب اس کے کہا کہ میں نے سُنا اور یہ کہا کہ میں کم سُنتی ہوں، بقلم خود قاضی محمد فراست علی بقلم یعقوب علی، تحریر تاریخ ۷ ماہ جمادی الاولی ۱۳۱۳ھ۔

بیان محمد امین کا یہ ہے کہ عرصہ آٹھ روز کا ہوا کہ دونوں میں لڑائی ہونے لگی میں نے جا کر ان سے کہا آہستگی سے بات کرو جو تم کہو میں دلوا دوں بعد اسکے صندوق پر چھینا جھپٹی ہونے لگی انھوں نے مارا اس کی ناک میں سے خون نکلا تو صندوق الگ دیدیا گیا پھر لوٹ پھیر ہونے لگی اسی صندوق پر انھوں نے یہ کہا کہ جو کچھ کرنگزارے تجھ کو طلاق ہے ایک زبان میں تین دفعہ کہا تجھ کو طلاق ہے ایک زبان میں تین دفعہ کہا تجھ کو طلاق ہے اس کے بعد میرے والد آگئے ان سے کہا کہ باہر جاؤ' وہاں پر میں تھا اور جو اس وقت کوئی موجود نہ تھا میری پھوپھی تھی اور پھوپھی کی لڑکی تھی فقط۔

بیان کلن پڑوسی کا یہ ہے کہ عرصہ آٹھ روز کا ہوا کہ میں باہر سے اپنے گھر میں سُنا کر شور و غوغا بہت سے مچا ہُوا تھا میرے گھر میں ذکر کیا کہ آج عبدالرحیم نے اپنے گھر میں بہت مارا میں نے کہا اس سے مجھے کیا ہے میں روٹی کھانے کو بیٹھ گیا صندق کے لئے دونوں میں کھینچا تانی ہو رہی تھی میں نے اپنے گھر میں سنا کہ تجھے طلاق ہے کرنگزارے بعد کو تین مرتبہ کہا تجھے طلاق تجھے طلاق تجھے طلاق، بعد کو میں گیا میں نے کہا کہ اب

نکلو باہر ہو، انھوں نے کہا کہ مجھے مارو گے، میں نے کہا کہ مجھے کیا مطلب ہے۔

بیان محمد بخش میرے مکان پر امین گئے اور کہا کہ پھوپھی نے تجھ کو بلایا ہے کہ عبدالرحیم نے اپنے گھر میں طلاق دی دریافت کیا آن کر کے تو زبانی محمد امین کے اور ان کی والدہ یعنی مسماۃ کے، اور مسماۃ سے معلوم ہوا کہ طلاق دی اور کسی کی زبانی نہیں معلوم ہوا۔ 8

بیان ظہور الدین میرے پاس پہلے پہلے واسطے بلانے کے امین آئے دوبارہ حسین بخش بلانے کو آئے بعد کو پھر امین آئے اور بیان کیا کہ وہاں سب لوگ جمع ہیں میں گیا تو یہ سب لوگ وہاں موجود تھے وہ دونوں ماں بیٹے مجھے کچھ کہنے تھے لیکن میں نے ان کو جھڑک دیا ان کا حال کچھ سُنا نہیں یہ کہہ دیا کہ جو کچھ ہوا وہ ہوا دو چار روز میں اور مکان لے کر جا رہیں گے لیکن یہ لوگ جو اول میں مجھ کو بلانے آئے تھے انھوں نے مجھ سے کہا کہ طلاق دی ہے۔

بیان قادر بخش میں مسماۃ کے مکان پر گیا تو وہاں پر محمد امین نے اور عبدالرحیم کی خوشدامن نے کہا کہ عبدالرحیم نے طلاق دے دی میں وہاں خاموش بیٹھا رہا جس وقت کہ بھائی محمد بخش و ظہور الدین آئے تو انھوں نے کہا طلاق کا قصہ اچھا نہیں ہے تم اپنا کنارہ کر لو اور عرصہ چہار روز میں مکان لے لو یہاں سے سب چیز خوشی بخوشی اٹھا لو۔

بیان شیخ ننھے یہ سب صاحب بیٹھے تھے محمد بخش و قادر بخش و ظہور الدین ان کے بھائی صاحب محمد بخش کہہ رہے تھے کہ اپنا مکان لے لو اور اپنی چیز بست نکال کر لے جاؤ۔

بیان حسین بخش گواہ عبدالرحیم میں یہاں شیخ ظہور الدین کے مکان میں کام کر رہا تھا جبو بہشتی نے مجھ سے آن کر کہا کہ عبدالرحیم نے اپنے گھر میں مارا ہے تم جا کر بچاؤ میں گیا کہا بھائی! یہاں آؤ بات سن جاؤ، یہ نہیں آئے میں لوٹ آیا، اس کے تھوڑی دیر میں یہ سنا کہ عبدالرحیم نے طلاق دی میں نے طلاق کا لفظ اپنے بڑے لڑکے سے سُنا اور راستہ میں امین مجھ کو ملے کہا کہ بھائی شیخ ظہور الدین کو بلانے جاتا ہوں عبدالرحیم نے اپنے گھر میں طلاق دی ہے۔

بیان جبو بہشتی عبدالرحیم میں اور گھر میں لڑائی ہو رہی تھی میں عبدالرحیم کو بلاتا رہا کہ عورتوں سے کیا لڑائی لڑتے ہو عبدالرحیم میرے بلانے سے نہیں آئے اور نہ میں نے کوئی لفظ طلاق کا سُنا فقط۔

یہ بیانات میرے رُوبرو تحریر ہوئے العبد قاضی فراست علی بقلم خود

بعد سلام مسنون التماس ہے کا غذ ہذا واسطے طلب فتویٰ کے ارسال خدمت ہوتا ہے تصدیع خدمت ہے کہ کل مراتب مندرجہ بالا ملاحظہ فرما کر فتویٰ طلاق خواہ عدم طلاق کا تحریر فرما کر ابلاغ فرمائیے، عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہوں گے فقط۔ راقم قاضی محمد فراست علی از بھیلپور

الجواب

صورت مستفسرہ میں گواہیاں محض ناکافی ہیں ان سے طلاق ہرگز ثابت نہیں ہوسکتی نتھے وجّو کے بیان میں تو طلاق سُننے کا ذکر ہی نہیں اور محمد بخش و ظہور الدین و قادر بخش و حسین بخش اوروں کی زبانی سُننا بیان کرتے ہیں اور طلاق ان چیزوں سے نہیں جن میں سُنی سنائی پر گواہی مقبول ہوسکے۔ درمختار میں ہے:[1]

لا یشھد احد بمالم یعاینہ بالاجماع الا فی عشرۃ منھا العتق والولاء عند الثانی والمھر علی الاصح والنسب والموت والنکاح والدخول وولایۃ القاضی واصل الوقف وقیل وشرائطہ علی المختار کما مر فلہ الشھادۃ اذا اخبرہ بھذہ الاشیاء من یثق الشاھد بہ من خبر جماعۃ لایتصور تواطؤھم علی الکذب بلاشرط عدالۃ او شھادۃ عدلین الا فی الموت فیکفی العدل ولو انثی وھو المختار ومن فی یدہ شیئ سوی رقیق یعبر عن نفسہ فلک ان تشھد انہ لہ ان وقع فی قلبک انہ ملکہ والا لا (ملتقطا)۔

اور بغیر معاینہ کوئی شخص بالاجماع گواہی نہیں دے سکتا سوائے ان چیزوں کے عتق، امام ابویوسف کے نزدیک ولاء، اصح قول کے مطابق مہر، نسب، موت، نکاح، دخول، ولایت قاضی، اصل وقف اور کہا گیا ہے کہ قول مختار کے مطابق شرائط وقف جیسا کہ گزر چکا ہے، تو ان دس اشیاء مذکورہ کی گواہی سُن کر دینا بھی جائز ہے جبکہ شاہد کو ایسا شخص خبر دے جس پر شاہد اعتماد کرتا ہو یعنی ایسی جماعت کی خبر سے شاہد کو تسامع حاصل ہو جس جماعت کا جھوٹ پر متفق ہونا متصور نہیں یہاں مخبرین کی عدالت شرط نہیں، یا دو عادل مردوں کی شہادت سے سوائے موت کے اس میں ایک ہی عادل کی خبر کافی ہے اگرچہ خبر دینے والی عورت ہو اور یہی مختار ہے، اور جس شخص کے قبضہ میں کوئی شے ہو سوائے اپنا حال بیان کرسکنے والے غلام کے تو تجھے اختیار ہے کہ تو قابض کے لئے اس مقبوضہ شئی کی ملکیت کی گواہی دے بشرطیکہ تیرے دل میں یہ بات واقع ہو کہ یہ قابض کی ملک ہے ورنہ نہیں (ملتقطاً)۔ (ت)

اور والدہ مسماۃ کی گواہی یوں مردود ہے کہ وہ مدعیہ کی ماں ہے اور ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی کی گواہی بیٹے بیٹی، پوتے پوتی، نواسے نواسی کے لئے اور ان کی ان کے لئے مقبول نہیں۔ درمختار میں ہے:

---

[1] درمختار کتاب الشہادات مطبع مجتبائی دہلی ۲/۹۲

لاتقبل من الفرع لاصله واٰن علا و بالعکس للتھمۃ[1] (ملخصًا)

تہمت کی وجہ سے فرع کی گواہی اصل کے حق میں مقبول نہیں اگرچہ اصول اوپر تک چلے جائیں اور یُونہی اس کے برعکس (یعنی اصل کی گواہی فرع کے حق میں قبول نہ ہوگی) (ملخصًا)۔ (ت)

کلّن کی گواہی یُوں مردود ہے کہ وہ صاف کہہ رہا ہے کہ میں نے اپنے گھر میں سے عبدالرحیم کو طلاق دیتے سُنا اور آڑ میں سے سُننے پر گواہی بعض صورتوں کے سوا ہرگز مقبول نہیں کہ آواز آواز سے مشابہ ہوتی ہے خصوصًا جب گواہ بیان کردے کہ میں نے آڑ میں سے سُنا تو مطلقًا مردود ہے، درمختار میں ہے :

لایشھد علی محتجب بسماعه منه الا اذا تبین القائل بان لم یکن فی البیت غیرہ لکن لو فسر لاتقبل درر[2] الخ۔

نہ گواہی دے اُس شخص پر جو آڑ کے پیچھے پوشیدہ ہے اس کی آواز کو سُن کر سوائے اس کے کہ ظاہر واضح ہوجائے کہ اس مکان میں قائل کے علاوہ کوئی دُوسرا موجود نہیں، لیکن اگر شاہد آڑ کی سماعت کو بیان کردے تو اس کی گواہی نہ ہوگی درر الخ (ت)

اب نہ رہے مگر محمد امین و زوجہ حسین بخش قطع نظر اس سے کہ ان کی شہادتوں میں کتنے خلل شرعی ہیں خصوصًا زوجہ حسین بخش کا بیان مضطرب ہے اگر کوئی خلل نہ بھی ہوتا تو صرف ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی سے طلاق ثابت نہیں ہوسکتی دو مرد عادل یا ایک مرد دو عورتیں ثقہ درکار ہیں۔ درمختار میں ہے :

نصابھا لغیرہ من الحقوق کنکاح و طلاق رجلان اورجل و امرأتان[3] (ملتقطًا)

امور مذکورہ کے سوا دیگر حقوق میں نصاب شہادت دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہے جیسے نکاح و طلاق وغیرہ میں (ملتقطًا)۔ (ت)

مگر یہ ثبوت و عدم ثبوت قاضی و دیگر خلائق کے نزدیک ہے واقع میں اگر عورت سچی ہے اس کے سامنے اسے تین طلاق دی ہیں تو عورت پر فرض ہے کہ جس طرح جانے اس سے جُدا ہوجائے پھر اگر جدا نہ ہوسکے تو وبال مرد پر ہے یہ الزام سے بری رہے گی جب تک اس کے پاس رہے ہاتھ لگانے پر سچے دل سے ناراض ہو اور اپنی حد قدرت تک اس سے بچنے میں ہمیشہ کوشش کرتی رہے والمسئلۃ منصوص

---

[1] درمختار کتاب الشہادات باب القبول وعدمہ مطبع مجتبائی دہلی ۹۴/۲

[2] ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۹۱-۹۲/۲

[3] ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۹۱/۲

علیھا فی الدر المختار ورد المحتار وغیرھما من الاسفار (اس مسئلہ پر درمختار اور ردالمحتار وغیرہ ضخیم کتابوں میں نص کی گئی ہے۔ ت) اور اگر واقع میں بھی عورت جھوٹی ہے اور یہ حیلہ کرکے اس سے جدا ہوجائے گی تو عمر بھر گرفتار گناہِ عظیم رہے گی اور معاذاللہ لعنتِ الٰہی و لعنتِ ملائکہ کی مستحق ہوگی کما تفیدہ صحاح الاحادیث (جیسا کہ احادیث صحیحہ اس کا فائدہ دیتی ہیں۔ ت) واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از ریاست رامپور متصل زیارت شاہ ولی اللہ صاحب مرسلہ مولوی ہدایت اللہ خاں صاحب ۶ ذی الحجہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ اور زید و عمرو میں ایک زمین کے بابت تخالف ہے، ہندہ کا قول ہے کہ یہ زمین مملوک و مقبوض ہندہ ہے۔ زید و عمرو کہتے ہیں کہ یہ زمین بکر کی تھی اس نے عرصہ تخمیناً ۵۵ سال کا گزرا کہ واسطے قبرستان کے وقف کردی تھی مگر کسی کو اس کا متولی نہ کیا تھا اور یہ زمین موروثی بکر کی ہے وقف و موروثی ہونے کی سماعی شہادت زید و عمرو کی ہے، قابلِ تحقیق و دریافت یہ امر ہے کہ زید و عمرو کی صرف اس قدر سماعی شہادت سے کہ یہ زمین موروثی بکر کی ہے یہ زمین ملک بکر شرعاً قرار دی جائے گی یا نہیں؛ بعدہٗ زید و عمرو کی سماعی اس شہادت سے کہ وہ زمین بکر نے وقف کردی ہے شرعاً موقوفہ قرار دی جائے گی یا نہیں؛ جواب اس کا بحوالہ کتاب و مسائل مفتی بہ درج ہو۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں اگر زید و عمرو شرائط شہادت کے جامع اور ان کا بیان جملہ شرائط عامہ و خاصہ کو مستجمع واقع ہوا تو زمین متنازع فیہا کا قبرستان کے لئے وقف ہونا ثابت ہوجائے گا کہ اصل وقف میں شہادت سماعی ضرور مقبول ہے اور صحت وقف مالکیت واقف پر موقوف، تو قبل وقف زمین کا مملوک بکر ہونا ضمن ثبوت میں رتبۂ ثبوت پائے گا اگرچہ ابتداءً اثبات ملک کے لئے شہادت سماعی کافی نہیں،

وکم من شیئ یثبت ضمنا ولا یثبت قصدا کاخبار مجوسی اتی بلحم ان فلانا المسلم ارسلہ الیك بھذا ھدیۃ لك فانہ یقبل قولہ فی المعاملات والھدایا منھا، ثم یثبت الحل ضمنا

بہت سی چیزیں ضمناً ثابت ہوتی ہیں قصداً ثابت نہیں ہوتیں جیسے کسی شخص کے پاس کھانا لانے والے مجوسی کا خبر دینا کہ اس کو فلاں مسلمان نے یہ کھانا تیرے لئے بطور ہدیہ دے کر تیرے پاس بھیجا ہے بیشک مجوسی کا قول معاملات میں مقبول ہوتا ہے اور تحائف بھیجنا معاملات میں سے ہے پھر اس

وان کان قول الکافر لایقبل فی الدیانات ومنها الحل والحرمۃ اصلا، ثم رأیت بحمد اللہ التعلیل بعین ھذا فی تبیین الحقائق للامام الزیلعی حیث قال رحمہ اللہ تعالٰی علیہ ملکا بحدود ینسب الی فلان بن فلان الفلانی وھو لم یعرفہ بوجھہ ونسبہ ثم جاء الذی نسب الیہ الملک وادعی ان المحدود ملکہ علی شخص حل لہ ان یشھد استحسانا لان النسب یثبت بالتسامع فصار المالک معلوما بالتسامع والملک بالمعاینۃ ولو لم یسمع مثل ھذا ضاع حقوق الناس لان فیھم المحجوب ومن لایبرز اصلا ولایتصوران یراہ متصرفا فیہ ولیس ھذا اثبات الملک بالتسامع وانما ھو اثبات النسب بالتسامع وفی ضمنہ اثبات الملک بہ وھو لایمتنع وانما یمتنع اثباتہ قصدا۔[1]

کھانے کا حلال ہونا ضمناً ثابت ہوجائے گا اگرچہ امور دینیہ میں کافر کا قول بالکل مقبول نہیں ہوتا اور حلال وحرام ہونا امور دینیہ میں سے ہے پھر میں نے بحمد اللہ یہی تعلیل بعینہٖ علامہ زیلعی کی تبیین الحقائق میں دیکھی جہاں آپ نے فرمایا کہ ایک شخص نے ملک کو اس کی حدود کے ساتھ دیکھا کہ فلاں ابن فلاں کی طرف منسوب ہوتی ہے جبکہ اس نے مالک کو نہ تو چہرے سے پہچانا اور نہ ہی اس کے نسب کو جانا پھر وہ شخص آیا جس کی طرف ملک محدود کی نسبت کی جاتی ہے اور خاص اسی ملک محدود کے مالک ہونے کا دعوٰی کیا تو شاہد کو اس کی ملک پر گواہی دینا بطور استحسان حلال ہے کیونکہ نسب سماع سے ثابت ہوجاتا ہے لہذا مالک لوگوں سے سُن کر اور ملک دیکھ کر معلوم ہوگیا اور اگر اس طرح کی گواہی مسموع نہ ہو تو لوگوں کے حقوق ضائع ہوجائیں گے کیونکہ لوگوں میں کچھ نقاب پوش ہوتے ہیں اور کچھ ایسے ہوتے ہیں بالکل سامنے نہیں آتے تو ایسے شخص کو ملک میں تصرف کرتے ہوئے دیکھنا شاہد کے لئے متصور نہیں، اور یہ تسامع سے ملک کو ثابت کرنا نہیں ہے بلکہ یہ تو تسامع سے نسب کا اثبات ہے اور اس کے ساتھ ضمن میں ملک کا اثبات ہے اور یہ ممتنع نہیں، ممتنع تو قصداً تسامع سے ملک کا اثبات ہے۔ (ت)

مسئلہ کُتب میں دوار اور متون وشروح وفتاوٰی میں مستفیض وآشکار ہے، تنویر میں ہے،

تقبل فیہ الشھادۃ بدون الدعوی و | وقف میں بلادعوٰی شہادت قبول کی جاتی ہے اور

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الشہادۃ المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۴/ ۲۱۷

الشہادۃ بالشہرۃ لاثبات اصلہ وان صرحوا بہ لالشرائطہ[1]

اصل وقف کے اثبات کے لئے شہرت کی گواہی مقبول ہے اگرچہ گواہ اس کی صراحت کردیں اور شرائط وقف کے اثبات کے لئے شہرت کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فی المنح کل مایتعلق بصحۃ الوقف ویتوقف علیہ فہو من اصلہ ومالایتوقف علیہ فہو من الشرائط[2]

منح میں ہے ہر وہ چیز جس کا تعلق صحتِ وقف کے ساتھ ہے اور وقف کی صحت اس پر موقوف ہے وہ اصلِ وقف سے ہے اور جس پر صحتِ وقف موقوف نہیں وہ شرائطِ وقف سے ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

بیان الجہۃ ہو بیان المصرف ویأتی انہ من الاصل لامن الشرائط فالمراد من الشرائط مایشرطہ الواقف فی کتاب وقفہ لاالشرائط التی یتوقف علیہا صحۃ الوقف کالملک والافراز والتسلیم عند القائل بہ ونحو ذٰلک مما مر اول الباب[3]

بیان جہت مصرف کا بیان ہے اور آگے آئے گا کہ وہ اصل وقف سے ہے نہ کہ شرائط سے، تو وہاں شرائط سے مراد وہ شرطیں ہیں جو واقف نے اپنے وقف نامے میں ذکر کی ہیں وہ شرطیں مراد نہیں جن پر صحتِ وقف موقوف ہے جیسے ملک، جدا کرنا اور تسلیم اس کے نزدیک جو اس کے شرط ہونے کا قائل ہے اور دیگر شرائط جو باب کے شروع میں گزرچکی ہیں۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

یہاں واجب الملاحظہ بات یہ ہے کہ وقف پر شہادت شہادت لوجہ اللہ ہے جسے شہادت حسبہ کہتے ہیں اور شاہد حسبہ اگر بلا عذر شرعی ادائے شہادت میں تاخیر کرے مثلاً وقف پر ناجائز قبضہ ناروا تصرفات دیکھا کرے اور خاموش رہے پھر کھڑا ہو اور گواہی دے کہ یہ وقف ہے تو اس کی شہادت مردود ہے کہ وہ اتنے دنوں باطل پر سکوت کرنے اور وقف پر ظلم روا رکھنے سے فاسق ہوگیا اور فاسق کی گواہی قبول نہیں تو اس کی شہادت کا ماننا ہی اس کی شہادت نہ ماننے کو مستلزم ہے ہاں اگر قاضی ایسی گواہی

---

[1] درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۸-۳۸۷
[2] ردالمحتار " " " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۴۰۳
[3] " " " " " " " " " " " " " " ۳/ ۴۰۴

مان کر قضا کردے تو نافذ ہوجائے گی جبکہ اسے ایسی قضا کا اختیار ہو اور اگر مقید و پابند کیا گیا ہے کہ مذہب حنفی صحیح و مفتی بہ کے موافق فیصلہ کرے تو ایسی شہادت کی بنا پر قضائے قاضی بھی مردود اور فیصلہ واجب الرد ہے کہ خلاف تقیید میں وہ قاضی نہیں بلکہ احد من الرعایا ہے۔ رد المحتار میں ہے:

شاھد الحسبة اذا اخرھا بغیر عذر لا تقبل لفسقه اشباہ من القنیة وقال ابن نجیم فی رسالة المؤلفة فیما تسمع فیه الشہادة حسبة ومقتضاہ ان الشاھد فی الوقف کذلك[1]

شاہد حسبہ (لوجہ اللہ شہادت دینے والا) اگر بلا عذر شہادت میں تاخیر کرے تو فسق کی وجہ سے اس کی شہادت مقبول نہ ہوگی (اشباہ بحوالہ قنیہ)، ابن نجیم نے ان امور کے بارے میں جن میں شہادت حسبہ مسموع ہوتی ہے تالیف کردہ اپنے رسالے میں فرمایا کہ اس کا مقتضٰی یہ ہے کہ وقف میں گواہی دینے والے کا حکم بھی ایسا ہی ہو۔ (ت)

عقود الدریہ میں ہے:

سئل فیما اذا باع زید عقارہ المعلوم من عمرو وتصرف بہ عمرو مدة مدیدة ورجلان معاینان مشاھدان لذلك کلہ ومطلعان علیہ ویریدان الاٰن ان یشھد احسبة بان العقار وقف کذا وقد اخرا شہادتھما بلاعذر شرعی ولا تاویل فھل حیث کان الامر کما ذکر لا تقبل شہادتھما **الجواب** شاھد الحسبة اذا اخر شہادتہ بلا عذر شرعی مع تمکنه من ادائھا لا تقبل شہادتہ کما فی الاشباہ وغیرھا[2]۔

سوال کیا گیا کہ زید نے اپنی مشہور و معروف زمین عمرو کے ہاتھ فروخت کی اور عمرو عرصہ دراز تک اس میں تصرف کرتا رہا جبکہ دو مرد اس سب کچھ کو دیکھتے رہے اور اس پر مطلع رہے اب وہ دونوں لوجہ اللہ گواہی دینا چاہتے ہیں کہ یہ زمین وقف شدہ ہے اور ان دونوں نے بغیر کسی عذر شرعی اور بغیر کسی تاویل کے گواہی میں تاخیر کی تو کیا یہاں بھی معاملہ وہی ہے جو مذکور ہوا کہ ان دونوں کی گواہی قبول نہیں کی جائیگی، **جواب**: شاہد حسبہ اگر بلا عذر شرعی شہادت میں تاخیر کرے باوجودیکہ وہ اس کی ادائیگی پر قادر ہو تو اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی جیسا کہ اشباہ وغیرہ میں ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

ولو قضی بشہادة فاسق

اگر قاضی فاسق کی شہادت پر فیصلہ کردے تو

---

[1] رد المحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۴۰۳

[2] العقود الدریۃ کتاب الشہادۃ ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/ ۳۳۶

لغذ) واثم فتح (الا ان یمنع منه) ای من القضاء بشہادۃ الفاسق (الامام فلا ینفذ لما مرانہ یتأقت ویتقید بزمان و مکان وحادثۃ وقول معتمد حتی لاینفذ قضاؤہ باقوال ضعیفۃ۔[1]

نافذ ہوگا اور قاضی گنہگار ہوگا (فتح) لیکن اگر حاکم نے قاضی کو فاسق کی شہادت پر فیصلہ کرنے سے منع کیا تو نافذ نہ ہوگا کیونکہ قاضی کو مخصوص زمانے، مخصوص جگہ، مخصوص حادثے اور معتمد قول پر فیصلہ کرنے کے ساتھ مقید کیا جاسکتا ہے یہاں تک کہ اقوال ضعیفہ کی بنیاد پر کیا ہوا اس کا فیصلہ نافذ نہ ہوگا۔ (ت)

ان سب امور کا لحاظ ضرور ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ تا ۱۲: از دولت پور ضلع بلند شہر مرسلہ رئیس اشبیر محمد خاں صاحب ۵ شعبان ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں:

(۱) اگر کچھ طمع ناجائز سے کوئی شخص شہادت دے تو اس کی شہادت کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟

(۲) جو شخص پابندِ صوم وصلوٰۃ نہ ہو اور مسکرات کا پابند ہو ایسے شخص کی شہادت شرعاً مانی جاسکتی ہے یا نہیں؟

(۳) جو اس سالم کے کیا علامات ہیں ازروئے شرع شریف لکھا؟

(۴) شہادت شاہد کے واسطے عمر کی قید ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو کس عمر سے کس عمر تک قابلِ شہادت مانا جاتا ہے؟

الجواب

(۱) اظہارِ سائل سے معلوم ہوا کہ طمع ناجائز سے مراد رشوت ہے، ایسی شہادت باطل محض مردود ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الراشی والمرتشی فی النار[2] رواہ الطبرانی فی الصغیر عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں جہنمی ہیں۔ اس کو طبرانی نے معجم صغیر میں سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار کتاب الشہادات مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۱

المعجم الصغیر دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۲۸

[2] المعجم الاوسط للطبرانی حدیث ۲۰۲۶ مکتبۃ المعارف الریاض ۳/ ۲۹

(۲) ہرگز نہیں کہ وہ فاسق ہے اور فاسق کی شہادت مردود ہے،

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو چھان بین کرلو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۳) باتیں مطابق عقل کے ہوں کام عاقلانہ ہوں کبھی عاقلوں کبھی پاگلوں کے سے قول فعل نہ کرے، یہ تصرفات کے لئے ہے، اور اگر امثال شہادت وروایت وقضا وافتا کے لئے سلامت حواس مقصود ہو تو یہ بھی ضرور ہے کہ شاہد وراوی کی یاد صحیح ہو سخت بھولنے والا نہ ہو اور قاضی ومفتی کی فہم وفکر ٹھیک ہو۔ درمختار میں ہے:

الشھادۃ شرطھا العقل الکامل والضبط[2]۔	شہادت کے لئے کامل عقل اور یادداشت شرط ہے۔ (ت)

اسی کی کتاب القضا میں ہے:

ینبغی ان یکون موثوقا بہ فی عفافہ وعقلہ وصلاحہ وفہمہ وعلمہ ومثلہ فیما ذکر المفتی[3] واللہ تعالٰی اعلم۔	قاضی معتمد علیہ ہونا چاہئے پاکدامنی، عقل، صلاح، فہم اور علم میں۔ اور مذکورہ امور میں مفتی بھی قاضی کی مثل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۴) ادائے شہادت کے لئے بالغ ہونا شرط ہے نابالغ کی گواہی معتبر نہیں، نہ اتنا بوڑھا ہو کہ بوجہ پیرانہ سالی دماغ صحیح نہ رہا بات یاد نہ رہے کچھ کا کچھ کہے۔ درمختار میں ہے:

لاتقبل من اعمی مطلقا ومرتد ومملوك وصبی ومغفل ومجنون الا ان تحملا فی الرق والتمییز وادیا بعد الحریۃ والبلوغ[4]۔	اندھے کی گواہی مطلقًا قبول نہیں کی جائے گی اور نہ ہی مرتد، غلام، بچے، غافل اور پاگل کی مگر جب غلام اور بچہ غلامی اور تمیز کی حالت میں تحمل شہادت کریں اور آزادی وبلوغ کے بعد شہادت ادا کریں تو قبول ہوگی۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۶

[2] درمختار کتاب الشہادات مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۰

[3] " کتاب القضاء " " " ۲/ ۷۳-۷۲

[4] " کتاب الشہادات " " " ۲/ ۹۴

اسی میں ہے، شرائط الاداء الضبط[1] الخ (ادائے شہادت کی شرطوں میں سے یادداشت کا ہونا ہے الخ ۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳: از رامپور محلہ مسجد ملا فقیر اخون صاحب مرسلہ نثار اللہ خاں ۲۱ شعبان ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مسلم ڈاکٹر نے ایک صرٹیفکیٹ بلوغ عمر عمرو کو اس امر کا دیا ہے کہ عمرو کی اس وقت ۱۸ اور ۱۹ سال کے درمیان میں عمر معلوم ہوتی ہے میری رائے میں اور عمرو کے چہرہ وغیرہ سے اس کی عمر ایسی نہیں معلوم ہوتی اب مونچھوں کا آغاز ہوا ہے پس سرٹیفکیٹ ڈاکٹر جو بمنزلہ شہادت کے ہے ایسے زمانہ کی بابت جس میں ڈاکٹر نے مشاہدہ نہیں کیا ہے محض اپنے قیاس اور رائے سے اظہار عمر کرتا ہے اور نسبت اپنی رائے کے ظاہر کرتا ہے کہ رائے کی غلطی ممکن ہے تو ایسی صورت میں یہ شہادت قابل قبول عدالت ہوگی یا نہیں؟

الجواب

اسے شہادت سے کوئی تعلق نہیں، نہ اس پر شہادت کی تعریف صادق آتی ہے، یہ ایک رائے اور قیاس وتخمینہ ہے جس پر اسے خود وثوق نہیں اور اس میں غلطی کا احتمال بتاتا ہے شہادت کی تو شان یہ ہے کہ اگر شاہد اپنی آنکھ کی دیکھی ہوئی بات پر گواہی دے اور اس میں فیما اعلم یا فیما احسب کا لفظ ملا دے یعنی میرے خیال میں ایسا ہوا تھا یا میرے علم ویقین میں ایسا ہے تو گواہی رد کردی جائیگی کہ گواہ سے اس کا مشاہدہ پوچھا جاتا ہے اس کا علم ویقین نہیں پوچھا جاتا، نہ کہ جہاں نہ علم نہ یقین بلکہ خود غلطی کا اقرار، درمختار جلد ۴ ص ۳۷۵:

حتی لو زاد فیما اعلم بطل للشک[2] یہاں تک کہ اگر شاہد یہ لفظ بڑھا دے کہ میرے علم میں ایسا ہے تو شک کی بنیاد پر گواہی باطل ہوگی۔ (ت)

ردالمحتار میں بحرالرائق سے ہے:

لو قال لفلان علی الف درھم فیما اعلم لایصح الاقرار، ولو قال المعدل ھو عدل فیما اعلم اگر کہے کہ میرے علم کے مطابق فلاں کے مجھ پر ہزار درہم ہیں تو یہ اقرار صحیح نہیں ہوگا، اور اگر تعدیل کرنیوالے نے کہا میرے علم کے مطابق وہ عادل

---

[1] درمختار کتاب الشہادات مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۰

[2] " " " " " " ۲/ ۹۰

لایکون تعدیلا[1] واللہ تعالٰی اعلم۔ | ہے تو یہ تعدیل نہ ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۱: مسئولہ سراج الدین جج بہاولپور (پنجاب) ۱۵ شعبان المکرم ۱۳۳۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بعالیخدمت حضرت مولٰنا جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب مدفیوضکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آیا مسلمان مرد وعورت کے نکاح کے اثبات میں غیر مسلم کی شہادت پر حصر کرنا جائز ہے، حسب ذیل صورتوں میں کس طرح حکم دینا چاہئے:

(ا) ایک مسلم مرد کا نکاح ایک مسلمہ عورت کے ساتھ ہوا، گواہان ایجاب وقبول میں ایک گواہ یا دونوں گواہ غیر مسلم ہیں، آیا نکاح ثابت قرار دیا جاسکتا ہے؟

(ب) انعقاد نکاح کے وقت کی کوئی شہادت ہیں لیکن غیر مسلم گواہ بروئے شہرت عامہ اس مسلم کا مسلمہ کے نکاح سُننا بیان کرتے ہیں، آیا ایسی صورت میں نکاح ثابت قرار دیا جاسکتا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

نہ پہلی صورت میں نکاح ثابت ہوسکتا ہے، درمختار میں ہے:

شرط حضور شاھدین مسلمین لنکاح مسلمۃ۔[2] | مسلمان عورت کے نکاح کے لئے دو مسلمان گواہوں کا موجود ہونا شرط ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

نہ دوسری صورت میں مانا جاسکتا ہے، درمختار میں ہے:

الشھادۃ شرطھا الولایۃ فیشترط الاسلام لو المدعی علیہ مسلما۔[3] | شہادت کی شرط ولایت ہے چنانچہ مدعی علیہ اگر مسلمان ہو تو شاہد کا مسلمان ہونا شرط ہوگا۔ (ت)

اور قاعدہ کلیہ یہ کہ کسی مسلمان مرد خواہ عورت پر نکاح، طلاق، بیع، ہبہ، اجارہ، وصیت، جہاں بھر کے کسی معاملہ میں کافر کی شہادت اصلاً کسی طرح مسموع نہیں،

قال اللہ تعالٰی ولن یجعل اللہ للکٰفرین علی المؤمنین سبیلا۔[4] واللہ تعالٰی اعلم۔ | اللہ تعالٰی نے فرمایا، اللہ تعالٰی کافروں کیلئے مومنوں پر ہرگز کوئی سبیل نہ بنائیگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار | کتاب الشہادات | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۴/۳۷۰

[2] درمختار | کتاب النکاح | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۸۶-۸۶

[3] ؎ | کتاب الشہادات | ؎ | ۲/۹۰

[4] القرآن الکریم ۴/۱۴۱

مسئلہ ۱۶ ازریاست رامپور مرسلہ جناب امداد حسین صاحب مورخہ ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بشیر نے اپنی زوجہ مسماۃ اکبری کی رخصت کا دعوٰی کچہری دیوانی میں مسماۃ اکبری اور اس کی دادی مسماۃ محبوبہ پر کہ جس نے مسماۃ اکبری کو روک لیا تھا کیا مسماۃ اکبری نے باوجود اطلاع کچہری کے جواب دہی نہیں کی بلکہ سکوت کیا مسماۃ محبوبہ کچہری میں جوابدہ ہوئی اور منکرِ نکاح ہوئی، بشیر سے ثبوتِ نکاح طلب کیا گیا اس نے پانچ گواہ پیش کئے، تین گواہوں نے کہ جن کے نام عبدالعزیز، میر محمد، نتھے ہیں اس امر کی شہادت ادا کی کہ مسماۃ اکبری نے ہمارے سامنے جھنا چودھری کو اپنے نکاح کے واسطے وکیل کیا، جھنا چودھری نے نکاح بشیر کے ساتھ پڑھوا دیا نکاح ہوگیا" اور چندہ میاں اور احسان ہر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ جھنا چودھری نے ہمارے سامنے مسماۃ اکبری بنت علی حسین کا نکاح بشیر ولد منا کے ساتھ پڑھوایا اور بشیر نے قبول کیا، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ گواہان مذکور میں یہ اختلاف ہیں کہ ایک نے بیان کیا ہے مسماۃ اکبری پستہ قد ہے دوسرے نے لانباقد بیان کیا ہے ایک نے دالان میں ایک نے آنگن میں جوتے ہوئے ہیں نکاح ہونا بیان کیا ہے، ایک نے عمر دس بارہ سال اور باقیوں نے عمر بیس اور پچیس سال بیان کی ہے، آیا ان اختلافات کی وجہ سے شہادت قابلِ قبول ہے یا نہیں؟ اور باوجود سکوت مسماۃ اکبری اور مسماۃ محبوبہ نسبتِ عمر قابلِ قبول شرعًا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہ باتیں زائد ہیں ان میں اختلاف سے شہادت پر کوئی اثر نہیں پڑتا جبکہ شہود ثقات وعدول و قابلِ قبول ہوں، اور اگر ایسے نہیں اور حاکم نے انہیں متہم سمجھا اور ایسے اختلافوں کی بنا پر ان کی شہادتیں رَد کردیں تو اسے اس کا اختیار ہے۔ عالمگیریہ میں محیط سے ہے:

فی نوادر ابن سماعۃ عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی قال ابوحنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ اذا اتہمت الشھود فرقت بینھم ولاالتفت الی اختلافھم فی لبس الثیاب وعدد من کان معھم من الرجال والنساء ولاالی اختلاف المواضع بعد ان تکون الشھادۃ علی الاقوال وان کان الشھادۃ

نوادر ابن سماعہ میں امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے مروی ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر گواہوں پر تہمت پاؤں تو ان میں تفریق کردوں گا اور ایسے اختلاف کی طرف التفات نہیں کروں گا کہ ان کا لباس کیا تھا اور ان کے ساتھ کتنے مرد اور عورتیں تھیں اور نہ ہی جگہوں کے اختلاف کی طرف التفات کروں گا بشرطیکہ شہادت اقوال پر ہو، اور اگر شہادت افعال پر ہو تو جگہوں کا

على الافعال فالاختلاف في المواضع اختلاف في الشهادة قال ابو يوسف اذا اتهمتهم ورأيت الريبة فظننت انهم شهود الزور افرق بينهم و اسألهم عن المواضع والثياب و من كان معهم فاذا اختلفوا في ذلك فهذا عندي اختلاف ابطل به الشهادة كذا في المحيط[1] والله تعالٰى اعلم.

اختلاف شہادت میں قرار پائے گا۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے کہا کہ اگر گواہوں کے بارے میں میرے دل میں کوئی تہمت اور شک آئے اور میرا گمان ہو کہ یہ جھوٹے گواہ ہیں تو میں ان کو جدا جدا کروں گا اور ان سے لباس، جگہ اور ان کے ساتھ موجود افراد کے بارے میں پوچھوں گا اگر اس میں ان کے بیان مختلف ہوئے تو میرے نزدیک گواہی میں اختلاف ہے جس کی بنیاد پر میں گواہی مسترد کردوں گا، محیط۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ از ملک بنگال معرفت محمد شجاعت علی خاں طالب علم مدرسہ منظر اسلام ۲۵ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

برائے شہادت طلاق تاوانستی چیست؟ بیّنوا توجروا۔

شہادت طلاق میں تاخیر اور کوتاہی کا کیا حکم ہے؟ بیان کرو اجر پاؤ گے۔ (ت)

الجواب

اگر طلاق رجعی است بتاخیر شہادت اثم نشود مگر آنکہ بداند کہ رجعت نکرد و عدت گزشت و باز بے نکاح تصرف میخواہد آنگاہ تاخیر روا نیست، ہمچناں اگر طلاق بائن است و بے تجدید نکاح دست از تصرف ندارد یا مغلظہ است و بے تحلیل بحبالہ نکاح آوردن خواہد اداے شہادت بے دعوٰی ہیچ مدعی فرض ست و اگر بے عذر تاخیر کند مردود الشہادۃ بود در اشباہ است شاہد الحسبۃ اذا اخر شہادتہ بلا عذر یفسق و لاتقبل شہادتہ[2]

اگر طلاق رجعی ہے تو گواہی میں تاخیر کرنے سے گنہگار نہ ہوگا مگر وہ شخص جو جانتا ہے کہ خاوند نے رجوع نہیں کیا اور عدت گزر چکی ہے اور وہ بغیر نکاح جدید اس عورت کو اپنے تصرف میں لانا چاہتا ہے تو اس صورت میں تاخیر شہادت جائز نہیں، اسی طرح طلاق بائن کی صورت میں اگر خاوند تجدید نکاح کے بغیر تصرف سے دستبردار نہیں ہوتا یا طلاق مغلظہ دی ہے اور حلالہ کے بغیر دوبارہ اس کو نکاح میں لانا چاہتا ہے تو ایسی صورت میں کسی مدعی کے دعوٰی کے بغیر ہی شہادت کی ادائیگی فرض ہے اگر بلا عذر تاخیر کرے گا تو مردود الشہادۃ ہوجائے گا،

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب ادب القاضی الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۳۴۵
[2] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب القضاء والشہادات والدعاوی ادارۃ القرآن کراچی ۱/۲۹۳

کما فی القنیۃ در قنیہ قولے آوردہ است کہ مدتش پنج روز ست وصواب آنست کہ مدار بر تاخیر ازوقت حاجت ست کم باشد یا بیش کما بینہ فی غمز العیون۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اشباہ میں ہے کہ شاہد حسبہ (لوجہ اللہ گواہی دینے والا) اور بلاعذر گواہی میں تاخیر کرے تو فاسق ہوجانے کی وجہ سے اس کی گواہی قبول نہیں کی جائیگی جیسا کہ قنیہ میں ہے، اور قنیہ میں یہ قول مذکور ہے کہ اس

تاخیر کی مدت پانچ دن ہے۔ صحیح یہ ہے کہ حکم مذکور کا مدار بوقت ضرورت گواہی میں تاخیر پر ہے چاہے مدت کم ہو یا زیادہ، جیسا کہ غمز العیون میں بیان کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ از ریاست رامپور کٹرے باز خاں مسئولہ غلام حبیب خاں ۸ محرم ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید و بکر ایک باغ میں نصف نصف کے شریک تھے، زید نے اپنا حصہ نصفی بدست خالد سات سو روپے میں بیع کیا اور واسطے اتلاف حق شفع بکر کے بیعنامہ میں بجائے سات سو روپے کے دو ہزار لکھا لے گئے سات سو روپے نقد رُوبرو سے رجسٹرار بائع کو دے گئے اور نسبت تیرہ سو روپے قیمت غیر واقعی کے یہ تحریر کیا گیا کہ میں نے مشتری کو معاف کئے جس کا ثبوت بابت سات سو روپے قیمت واقعی کے بیانات گواہان بکر سے بھی ظاہر ہے۔ پس ایسی صورت میں شرعاً کیا ہونا چاہئے؟ بیّنوا توجروا۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

اس میں تین شہادتیں ہیں اگر ان کے بیان اور شرائط کو جامع بھی ہوں تو ان میں دو باقرار خود داڑھی خشخاش کراتے ہیں اور یہ فسق ہے اور فاسق کی شہادت مقبول نہیں،

قال تعالٰی ذوا عدل منکم[1] وقال تعالٰی ممن ترضون من الشھداء[2] واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا، تم میں سے دو عادل گواہ۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا، ان میں سے جنھیں گواہوں میں سے تم پسند کرتے ہو۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے اور اس کا علم اتم واحکم ہے (ت)

مسئلہ ۱۹ از رامپور محلہ گنج مرسلہ محمد یونس صاحب ۹ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ شرع متین میں کہ زید کی اور ہندہ کی آپس میں نا اتفاقی ہوئی اس کے

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۹۵

[2] " " ۲/ ۲۸۲

دو تین روز کے بعد ہندہ نے مشہور کیا کہ مجھے طلاق ہوگئی، زید نے پوچھا کیسے؟ جواب دیا عرصہ تین ماہ کا ہوا میں بوجہ شراب خوری پردہ کرتی تھی اور کہتی تھی کہ سامنے جب آؤں گی شراب چھوڑ دو گے، آخر ایک روز آیا اور یہ کہا کہ سامنے کر دو میں قسم کھا چکا ہوں، دریافت کیا کیا قسم کھائی ہے؟ تو یہ کہا اگر شراب پیوں تو جورو کو طلاق ہے اور تین مرتبہ کہا، اور اس تین ماہ کے عرصہ میں سیکڑوں مرتبہ شراب پی اور تین ماہ تک ہندہ زید کے پاس رہی اور روز ماں باپ کے پاس جاتی رہی، اس تین ماہ کے عرصہ میں کچھ نہیں کہا جب نااتفاقی ہوئی تو یہ بات مشہور کی، ہندہ سے دریافت کیا گیا کہ تم تین ماہ تک زید کے پاس رہیں جب سے تم نے کیوں نہیں کہا، ہندہ جواب نہ دے سکی، ہندہ کی ماں نے کہا کہ اسے یاد نہ رہی، گواہ ایک ہندہ کی ماں اور ایک ہندہ کا بھتیجا عمر ۱۳ یا ۱۴ برس اور ایک لڑکا خدمت گار عمر دس سال ہے، اس حالت پر طلاق ثابت ہے یا نہیں؟ اور زید قطعی انکار کرتا ہے نہ میں نے قسم کھائی ہے نہ میں اس بات سے خبردار ہوں۔

الجواب

اگر یہی گواہ ہیں تو طلاق ثابت نہیں کہ نہ ماں کی گواہی بیٹی کے لئے معتبر نہ نابالغ کی گواہی مسموع، ہندہ کا بھتیجا بھی اگر نابالغ ہے جب تو ایک گواہ بھی نہ ہوا اور اگر وہ بالغ ہے تو ایک ہی گواہ ہوا، بہرحال ثبوت نہیں، مگر اللہ عزوجل ہر غیب کا جاننے والا ہے، اگر واقع میں اس شخص نے وہ کلمات کہے اور پھر شراب پی تو اللہ کے نزدیک ضرور عورت پر طلاق ہوگئی اور تین بار کہا تو بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور عورت سے جدا ہو جائے اگر وہ نہ مانے اور عورت کو تحقیق صحیح طور پر معلوم ہے کہ زید نے وہ کلمات تین بار کہنے کے بعد پھر شراب پی تو عورت پر فرض ہے کہ جیسے جانے اس سے دور بھاگے اُسے اپنے اوپر قابو نہ دے، اگر ہندہ اپنی سی کوشش پوری کرے اور اس سے بھاگنے پر قدرت نہ پائے تو گناہ زید پر رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۲۰ از دارجلنگ ملٹری کلب گھر مرسلہ شمس الدین بیرا ۲۵ رجب مرجب ۱۳۳۱ھ

جناب مولانا صاحب حامی دین متین دام اقبالکم بعد ادائے آداب حضور والا کی خدمت میں عرض کرتا ہوں انجمن اسلامیہ دارجلنگ نے یہ فیصلہ کیا ہے حضور کے دولت خانہ کا انصاف ہونا چاہئے انجمن نے زبردستی طلاق لکھوا دیا اور میرے اوپر ڈگری کر دیا نقل جو میں نے مانگی تو نقل کا مجھ سے پانچ روپیہ لیا از روئے شرع شریف انصاف فرمائیں۔

الجواب

فیصلہ انجمن ملاحظہ ہُوا، اس صورت میں ہرگز طلاق ثابت نہیں انجمن نے محض غلط و باطل و خلاف شرع

فیصلہ کیا۔

(۱) اس نے بنائے طلاق بیانِ زن پر رکھی شمس الدین نے اپنی زوجہ جلیبن پر انجمن میں درخواست دی تھی کہ اس کے افعال ایسے ہیں میرا انتظام کردیا جائے عورت نے جواب میں طلاق دینا بیان کیا مجوزوں نے فیصلہ میں لکھا مدعا علیہا کے بیان سے ثابت ہے کہ مدعی نے اپنی بی بی مدعا علیہا کے سامنے اور اختر علی آبدار و پیر محمد گواہان مدعا علیہا کے رُوبرو طلاق مختلف اوقات میں تین دفعہ دے دی ہے انجمن نے جسے مدعا علیہا کہا وہ شرع میں مدعیہ ہے کہ طلاق دئے جانے کا دعوی کرتی ہے آج تک کسی نے مدعی کے بیان کو اس کے لئے سند مانا ہے، خانگی مثل مشہور ہے: باطل است آنچہ مدعی گوید (باطل ہے وہ جو مدعی کہتا ہے۔ت) یہ بالکل شرع مطہر کے خلاف ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لو یعطی الناس بدعواھم لادعی ناس دماء رجال واموالھم[1] — اگر لوگوں کو ان کے دعوٰی کے مطابق دیا جائے تو البتہ کچھ لوگ دوسروں کے خون اور مال کا دعوٰی کردیں گے۔(ت)

(۲) اس بنائے باطل پر فیصلہ میں لکھا حکم شریعت ہے کہ جب طلاق کے متعلق ایک ذرا بھی ثبوت پہنچ جائے تو پھر کسی صورت میں بھی شریعت زن وشوہر کو باہم زندگی بسر کرنے کی اجازت نہیں دے سکتی۔ یہ محض غلط ہے شریعت نے ایک سے دو طلاق رجعی تک بلا تکلف زن وشوہر کو زندگی بسر کرنے کی اجازت دی ہے اللہ عزوجل قرآن مجید میں فرماتا ہے:

الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف اوتسریح باحسان[2] — طلاق دو مرتبہ ہے پھر اچھے طریقے سے روک لینا ہے یا احسان کے ساتھ چھوڑدینا ہے(ت)

بلکہ تین طلاق میں بھی یہ کہنا غلط ہے کہ اس کی اجازت کسی صورت میں نہیں، بصورتِ حلالہ میں ضرور اجازت ہے، قرآن عظیم میں ہے:

فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ[3] — پھر اگر تیسری طلاق دے دی تو اب وہ عورت اس (خاوند سابق) کے لئے حلال نہیں تاوقتیکہ کسی اور سے نکاح نہ کرلے۔(ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الاقضیہ باب الیمین علی المدعی علیہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۴

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۹

[3] " ۲/ ۲۳۰

پھر یہاں تین طلاقوں کا ثبوت مان لینا بھی محض ناواقفی ہے دو گواہ اگر طلاق پر گواہی دیں اور وقت مختلف بتائیں تو اگرچہ یہ اختلاف طلاق میں کہ قول ہے موجب رَدِّ شہادت نہیں مگر اس کے یہ معنی ہیں کہ دونوں کی مجموعہ شہادت سے ایک طلاق ثابت ہوگی نہ یہ کہ جدا جدا دو طلاقیں ثابت ہوں گی اور تین گواہ ہوں تو تین طلاقیں ثابت ہو جائیں یہ نرا بے اصل ہے کہ ان میں سے جدا جدا کسی طلاق پر نصاب شہادت کامل نہ ہوئی اور کوئی طلاق تنہا ایک کی گواہی سے ثابت نہیں ہو سکتی۔ دُرِّمختار میں ہے: 9

نصابہا لغیرہا من الحقوق سواء کان الحق مالا او غیرہ کنکاح و طلاق رجلان اور جل وامرأتان[1]

حقوق مذکورہ کے سوا دیگر حقوق کے لئے نصابِ شہادت دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہے چاہے وہ حق مال ہو یا غیر مال جیسے نکاح و طلاق (ت)

(۳) انجمن کے سامنے صرف دو گواہ گزرے ایک پیر محمد خدمتگار ہوٹل اوڈ لیسنڈ دوسرا اختر علی اسی ہوٹل کا آبدار، خدمتگاران ہوٹل جن کے متعلق شراب و خنزیر وغیرہما حرام ونجس اشیاء کا خریدنا بنانا پکانا کھلانا رہتا ہے ہرگز عادل شرعی نہیں ہو سکتے اور اگر بالفرض یہ لوگ ثقہ بھی ہوں تو اختر علی خود حبیبن مدعیہ کا باپ ہے اور باپ کی گواہی اولاد کے حق میں مقبول نہیں تو پیر محمد اکیلا رہ گیا اور ایک کی گواہی مقبول نہیں، دُرِّمختار میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

لا تقبل (ای الشہادۃ) من الفرع لاصلہ وبالعکس للتہمۃ[2]

تہمت کی وجہ سے فرع کی گواہی اصل اور اس کے برعکس یعنی اصل کی گواہی فرع کے حق میں قبول نہیں کی جائے گی۔ (ت)

بحرالرائق میں ولوالجیہ سے ہے:

تجوز شہادۃ الابن علی ابیہ بطلاق امرأتہ اذا لم تکن لامہ اولضرتہا لانہا شہادۃ علی ابیہ وان کان لامہ اولضرتہا لا تجوز لانہا شہادۃ

بیٹے کی گواہی باپ کے خلاف کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے جائز ہے بشرطیکہ وہ گواہی اس کے بیٹے کی ماں یا اس کی سوکن کے حق میں نہ ہو کیونکہ یہ گواہی باپ کے خلاف ہے (ذکر اس کے حق میں جو ناجائز ہے) اور اگر وہ

---

[1] دُرِّمختار کتاب الشہادات مطبع مجتبائی دہلی ۹۱/۲

[2] ؍ ؍ ؍ ۹۳/۲

لامه[1] الخ وقد بسط الکلام ویظھر بھذا ان ھذا ھو اصح ما یعتمد علیہ للشھادۃ مسائل کثیرۃ منقولۃ عن الجامع الکبیر۔

گواہی بیٹے کی ماں یا اس کی سوکن کے حق میں ہو تو ناجائز ہے کیونکہ یہ شاہد کی شہادت اس کی ماں کے لئے ہُوئی الخ۔ صاحبِ بحر نے اس پر مفصل کلام کیا اور اس سے ظاہر ہُوا کہ یہی اصح اور شہادت کے بارے میں ان مسائلِ کثیرہ کے لئے معتمد علیہ ہے جو جامع کبیر سے منقول ہیں۔ (ت)

بالجملہ فیصلہ محض بے بنیاد ہے اور طلاق ہرگز ثابت نہ ہوگئی ڈگری غلط دی گئی، ہاں اگر واقع میں شمس الدین نے حبیبن کو تین طلاقیں دی ہیں تو عورت اس پر حرام ہوگئی بے حلالہ اس سے نکاح نہیں کرسکتا، اللہ عزوجل جانتا ہے ہر ظاہر و پوشیدہ کو۔ اللہ سے ڈرے اور حق نہ چھپائے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱: از ریاست رام پور کوچہ لنگر خانہ مرسلہ سراج الدین صاحب آہنگر ۱۰ رجب مرجب ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع مبین اہل اسلام بیچ اس مسئلہ کے ایک عورت نے جو بذاتِ خود اپنے شوہر سے ناراض نہیں ہے اس کا باپ اس کے شوہر سے ناراض ہے اور اس کا باپ چاہتا ہے کہ شوہر اول سے چھڑا کر بجائے دیگر بالالا اس کا عقد کرادے، عورت اپنے باپ کے پاس اور اس کے قبضہ میں ہے اس کے باپ نے اس عورت کی طرف سے وکالۃً دعوی باطلہ اثبات طلاق کا عدالت میں دائر کردیا، اس مقدمہ میں بذاتِ خود عورت کا بیان یا اظہار نہیں ہُوا ہے شوہر کو دینے طلاق سے قطعی انکار ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنی زوجہ کو ہرگز ہرگز طلاق نہیں دی ہے عورت کی طرف سے جو گواہان مسموع ہوئے ہیں وہ سب غیر ثقہ اور رشتہ دار اس کے باپ کے ہیں ان کی شہادت مصنوعی و تعلیمی معلوم ہوتی ہے جس کے بابت عدالت نے جس کے رُوبرو ان کے اظہارات ہُوئے ہیں تحریر کیا ہے کہ ان کے بیان میں وہم صدق بھی نہیں بلکہ گمان غالب کذب ہے شوہر کی طرف سے جو گواہان بطلانِ دعوٰی طلاق میں پیش ہوئے ہیں وُہ آدمی نیک و نمازی اور حاجی اور معززین اپنی قوم کے چودھری ہیں انھوں نے جو بیانات گفتگوئے صلح باہمی عورت اور اس کے پدر کی زبان کا بہت عرصہ بعد طلاق مبینہ کے لکھ لیا ہے اس سے وقوعہ طلاق غلط اور بے وجود ثابت ہوتا ہے اس لحاظ سے حاکم عدالت نے وقوعہ طلاق کو غیر ثابت قرار دیا ہے اب زوجہ کی طرف سے بناراضی اس حکم کے مرافعہ کیا گیا ہے ـــــــــــــ

[1] بحرالرائق کتاب الشہادات باب من تقبل شہادتہ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/۸۱-۸۰

——— چونکہ یہ معاملہ نہایت نازک حلت وحرمت کا ہے لہذا حاکم عدالت کو بحال رکھنا فیصلہ حاکم عدالت اول کا اولٰی ہے یا واقعہ طلاق کو حسب پیروکاران عورت ثابت قرار دینا اولٰی ہے شرعاً اولویت ہر دو امر سے کس میں ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اس مقدمہ میں نقول تجویزات ابتدائی واپیل نظر سے گزریں جلیل القدر مفتی ذی علم مجوز اول نے اس بنا پر کہ گواہان طلاق عادل نہیں اور حاکم کو ان کی تحری صدق نہ ہوئی بلکہ وہم صدق بھی نہ ہوا اور ان کے کذب کا ظن غالب ہوا اور ایسے گواہوں میں تاوقتیکہ تحری صدق نہ ہو ان کی شہادت پر عمل حرام ہے اگر قاضی عمل کرے خود آثم وفاسق ومستحق عزل ہوگا دعوی طلاق باطل فرمادیا محکمۂ اپیل نے وہ حکم اس بنا پر منسوخ کیا کہ شہادتیں حلفیہ تھیں اور روبکار ریاست سے ثابت ہے کہ محض اس وجہ پر کہ گواہ مستور ہیں ان کی شہادت کو مسترد نہ کیا جائے گا کہ گواہ کا تزکیہ صرف بذریعہ حلف کافی ہے نیز اس کی یہ تائید پیش کی کہ پدر مدعیہ نے قسم ایسی بحوالہ قرآن شریف لرز کر کھائی کہ مدعا علیہ کچھ بول نہ سکا، یہ دونوں تجویزوں کا خلاصہ ہے۔ دار الافتاء شریعت محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی خدمت گار ہے حکم اللہ ورسول کے لئے ہے ان الحکم الا للہ[1] (نہیں ہے حکم مگر اللہ کے لئے۔ ت) کسی شخص کو جبکہ مسلمان ہو رعیت ہو خواہ حاکم وافسر، والی ملک خواہ سلطان ہفت کشور، حکم خدا ورسول کے حضور اصلاً مجالِ دم زدن نہیں۔ الاسلام گردن نہادن نہ کہ گردن کشیدن (اسلام گردن جھکانے کا نام ہے نہ کہ گردن کھینچنے کا۔ ت)، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرة من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضللا مبینا[2]۔

کسی مسلمان مرد یا عورت کو نہیں پہنچتا کہ جب اللہ ورسول کوئی حکم فرمادیں تو انہیں اپنا ذاتی کوئی اختیار باقی رہے اور جس نے اللہ ورسول کی نافرمانی کی وہ کھلی گمراہی میں پڑا۔

شریعتِ محمدیہ علٰی صاحبہا وآلہٖ افضل الصلٰوۃ والتحیۃ شریعت ابدیہ غیر منسوخہ ہے قیامت تک جس کا کوئی حکم بدلا نہیں جاسکتا، سلطان بلکہ سلطان سے بھی بڑھ کر خلیفۂ روئے زمین کو اصلاً اختیار نہیں کہ روبکار یا دستور العمل اس کے کسی حکم کے خلاف نافذ کریں، نہ ہرگز حکام کو حلال ہے کہ ایسے روبکار وغیرہ پر

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۴۰
[2] ؍؍ ۳۳/ ۳۶

عمل کریں، نہ ہرگز حاکمانِ مرافعہ کو جائز ہوسکتا ہے کہ ایسے کسی حکم کو برقرار رکھیں، مسلمان حاکم یا رئیس یا سلطان کیونکر ان سخت جانگزا وعیدوں کو سہو و محو کرسکتے ہیں جو واحد قہار عزّ جلالہ نے قرآن عظیم میں من لم یحکم بما انزل اللّٰہ[1] (جو اللہ تعالٰی کے نازل کئے ہوئے پر فیصلہ نہ کرے۔ ت) پر فرمائی ہیں شریعت مطہرہ کے حکم سے اولاً مفتی محکمہ ابتدائی کا وہ حکم سرے سے قابلِ اپیل ہی نہ تھا محکمہ ججی پر لازم تھا کہ اپیل سُنتا ہی نہیں کہ وہ حکم ایک عام حاکم عالم عادل نے کیا تھا اور ایسے حکم کا مرافعہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب اس سے یقیناً حکم میں خطائے بین واضح ظاہر واقع ہوئی ہو جس میں اصلاً جائے تردد نہیں یہاں تک کہ اگر اس کا حکم خطا ہونا محتمل و مشکوک ہو جب بھی اپیل مسموع نہیں کہ احتمال خطا ظہور خطا نہیں نہ کہ حکم صاف صواب مطابق شرع واقع ہو پھر اپیل کی جائے ایسی اپیل زنہار قابلِ سماعت نہیں، معین الحکام میں ہے؛

القاضی نظرہ فی احکام غیرہ مختلف، فاما العالم العدل فلا یتعرض لاحکامہ بوجہ قال ابو حامد علی القاضی ان لایتعرض لقضیۃ امضاھا الاول الا علی وجہ التجویز لہا ان عرض فیہا عارض بوجہ خصومۃ، فاما علی وجہ الکشف لہا والتعقیب فلا وان سألہ الخصم ذٰلک، وھذا فیما جھل حالہ من احکامہ ھل وافق الحق او خالفہ، فھٰذا الوجہ الذی نفی عنہ الکشف والتعقیب الا ان یظھر لہ خطأ بین ظاھر لم یختلف فیہ وثبت ذٰلک عندہ فیردہ ویفسخہ عن المحکوم بہ علیہ[2]

قاضی کا دوسرے قاضی کے فیصلوں پر نظر کرنا مختلف فیہ ہے لیکن عالم عادل قاضی کے فیصلوں میں کسی طرح تعرض نہیں کیا جائیگا۔ ابو حامد نے کہا قاضی پر واجب ہے کہ وہ کسی ایسے فیصلہ کا تعرض نہ کرے جسے قاضی اول نافذ کرچکا ہے، ہاں اس فیصلہ کو جائز قرار دینے کے لئے تعرض کرے گا جبکہ بطور خصومت اس فیصلہ کو کوئی عارضہ لاحق ہو، لیکن بطور تفتیش و مواخذہ اس کا تعرض نہیں کرسکتا اگرچہ فریق مخالف اس کا مطالبہ کرے، اور یہ اس صورت میں ہے جب قاضی اول کے فیصلے کا حال مجہول ہو کہ وہ حق کے موافق ہے یا مخالف اور تفتیش و مواخذہ کی نفی کا تعلق بھی اسی صورت کے ساتھ ہے مگر جب قاضی اول کے فیصلہ میں کھلم کھلا خطا ہو جس میں کسی کا اختلاف نہ ہو اور قاضی ثانی کے ہاں وہ پایہ ثبوت کو پہنچ جائے تو وہ قاضی اول کے فیصلہ کو منسوخ اور محکوم بہ سے اُسے رد کرسکتا ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۴۴

[2] معین الحکام کتاب القضاۃ فصل فی نقض القاضی احکام غیرہ مصطفی البابی مصر ص ۳۰

اسی میں ہے:

قیام المحکوم علیه بطلب فسخ الحکم عنه ان کان قیامه علی القاضی العالم العادل لم تسمع دعواه[1]

محکوم علیہ اگر اپنے خلاف فیصلہ کی فسوخی کا مطالبہ کرے تو عالم عادل قاضی کے خلاف اس کا دعوٰی مسموع نہ ہوگا۔ (ت)

فوائد بدریہ پھر غمز العیون قاعدہ اولٰی نوع ثانی میں ہے:

قضاء القاضی العدل لایتعقب و یحمل حاله علی السداد بخلاف غیره[2]

عادل قاضی کے فیصلہ پر مؤاخذہ نہیں کیا جائے گا اور اس کے حال کو درستگی پر محمول کیا جائے گا بخلاف غیر عادل قاضی کے۔ (ت)

ثانیاً گواہوں پر حلف رکھنا اول تو خود ہی باطل ہے یہاں تک کہ ہمارے علماء کرام نے فرمایا اگر سلطان قاضیوں کو گواہوں سے حلف لینے کا حکم دے علماء پر فرض ہے کہ اسے نصیحت کریں کہ اے بادشاہ! وہ حکم نہ دے کہ نہ مانیں تو تیرا غضب ہو اور مانیں تو اللہ عزوجل کا غضب۔ اشباہ والنظائر و درمختار میں ہے:

وهذا نظم الدرر امر السلطان انما ینفذ اذا وافق الشرع والا فلا۔ اشباه من القاعدة الخامسة وفوائد شتی فلو امر قضاته بتحلیف الشهود وجب علی العلماء ان ینصحوه ویقولوا له لا تکلف قضاتك الی امر یلزم منه سخطك او سخط الخالق تعالٰی[3]۔

یہ درر کی عبارت ہے کہ امر سلطان اسی وقت نافذ ہوگا جب موافقِ شرع ہو ورنہ نہیں، اشباہ کے پانچویں قاعدے اور فوائد متفرقہ میں ہے کہ اگر سلطان اپنے قاضیوں کو گواہوں سے حلف لینے کا حکم دے تو علماء پر واجب ہے کہ اس کو نصیحت کریں اور کہیں کہ تو اپنے قاضیوں کو ایسی چیز کا مکلف مت بنا جس سے تیری (بصورتِ ترک) یا اللہ تعالٰی کی (بصورتِ عمل) ناراضگی لازم آئے۔ (ت)

ولہذا علامہ محقق علی مقدسی نے تہذیب کا کلام آئندہ نقل کرکے رد فرمایا۔ منحۃ الخالق

---

[1] معین الحکام کتاب القضاۃ فصل فی قیام المحکوم علیہ بطلب فسخ الحکم عنہ مصطفی البابی مصر ص ۳۴

[2] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الاول ادارۃ القرآن کراچی ۱/۴۲۱

[3] درمختار کتاب القضاء فصل فی الحبس مطبع مجتبائی دہلی ۸۱/۲

میں ہے:

قال العلامۃ المقدسی بعد ذکر ما فی التہذیب لایخفی انہ مخالف لما فی الکتب المعتمدۃ۔[1]

علامہ مقدسی نے تہذیب کی عبارت نقل کرنے کے بعد فرمایا مخفی نہ رہے کہ یہ کتب معتمدہ کی تصریحات کے مخالف ہے۔ (ت)

دوم بعض متاخرین کہ برخلاف مذہب اس طرف گئے وہ اسے قاضی مجتہد کی رائے پر رکھتے ہیں اور اب صدہا سال سے کوئی قاضی مجتہد نہیں، ابو السعود ازہری پھر طحطاوی علی الدر پھر ردالمحتار میں ہے:

نقل عن الصیرفیۃ جواز التحلیف وھو مقید بما اذا راٰہ القاضی جائزا ای بان کان ذا رأی اما اذا لم یکن لہ رأی فلا۔[2]

صیرفیہ سے منقول ہے کہ گواہوں سے حلف لینا جائز ہے، یہ جواز مقید ہے اس صورت کے ساتھ کہ قاضی اس کو جائز سمجھے جبکہ قاضی اہل رائے ہو اور اگر وہ اہل رائے نہ ہو تو حلف مذکور جائز نہ ہوگا۔ (ت)

شامی میں ہے:

والمراد بالرأی الاجتہاد۔[3] رائے سے مراد اجتہاد ہے۔ (ت)

سوم اس سے بھی قطع نظر ہو تو ان بعض کا برخلاف مذہب اس طرف میل اس ضرورت سے تھا کہ حلف کے سبب حاکم کو ان کے صدق پر غلبۂ ظن حاصل ہو، بحر میں تہذیب قلانسی سے ہے:

فی زماننا لما تعذرت التزکیۃ بغلبۃ الفسق اختار القضاۃ کما اختار ابن ابی لیلی استحلاف الشھود لغلبۃ الظن۔[4]

ہمارے زمانے میں چونکہ فسق کے غلبہ کی وجہ سے گواہوں کا تزکیہ متعذر ہو گیا ہے لہذا غلبۂ ظن کے حصول کے لئے قاضیوں نے گواہوں سے حلف لینے کو اختیار کیا جیسا کہ ابن ابی لیلٰی کا مختار ہے۔ (ت)

ظاہر ہے کہ یہ ان متاخرین کے زمانے تک تھا جب تک جھوٹے حلف سے مستور لوگ پرہیز کرتے تھے

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الشہادات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۹۳
[2] ردالمحتار کتاب القضاء فصل فی الحبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۴۴
[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍
[4] بحرالرائق کتاب الشہادات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۶۳

خصوصاً پرلے لئے، اور اس زمانہ میں جھوٹے حلف ایک بات ہوگئے لاکھوں کی گنتی پر ہوں گے جو روپے دو روپے بلکہ اس سے بھی کم پر بلکہ نری خاطر دوستی یا فریق ثانی سے ادنٰی رنجش یا کسی خفیف بے معنی غرض کے لئے حلف کے پھنکے اڑاتے ہیں تو وہ ضرورت جس کے لئے مذہب سے عدول ہوتا ہو اصلاً مندفع نہیں، اب یہیں دیکھئے کہ یہ گواہیاں حلفی تھیں اور تجربہ کار دانا ذی علم مجوز کو غلبہ وظن صدق درکنار وہم صدق بھی نہ ہوا بلکہ غلبہ ظن کذب ہی رہا، ہر عاقل جانتا ہے کہ اب اگر صرف حلف گواہان کو قائم مقام تزکیہ مانا جائے تو ہزاراں ہزار دروازہ ظلم کھل جائیں لوگ چار چار آنے کے دو گواہ حلفی گزار کر مخلوق کی جائدادیں لے جائیں جوروئیں چھین لیں وہ فساد اُٹھے جس کا بیان ناممکن ہو تو اب اس قول مرجوح بلکہ مخالف اجماع مذہب کے طرف میل باطل محض وخرق اجماع جہل صرف تو تھا ہی کہ درمختار میں ہے:

الحکم والفتیا بالقول المرجوح جہل وخرق للاجماع[1]

قول مرجوح پر فیصلہ اور فتوٰی دینا جہل اور خلاف اجماع ہے۔ (ت)

فتح ابواب ظلم وقطع گردن مظلومان بھی ہوگا ولایرضاہ من لہ عقل ودین (کوئی عاقل اور دیندار اس کو پسند نہیں کرتا۔ ت) سائل اولویت پوچھتا ہے کہ فیصلہ اول بحال رکھنا اولٰی ہے یا طلاق ثابت قرار دینا، اولویت کیسی، حاکم مرافعہ اولٰی کو شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اطاعت چاہیے اور احکم الحاکمین جل جلالہ کے دربار میں اپنی حاضری دربار پرسش سے ڈرے اس پر لازم فرض ہوگا کہ حکم جج کو منسوخ اور فیصلہ اولٰی کو بحال کرے۔ رہی وہ تائید کہ پدر مدعیہ نے لرز کر حلف کیا اور مدعا علیہ نہ بولا ایسی بات ہے جسے نہ شرع سے تعلق نہ علم سے لگاؤ۔ پدر مدعیہ یہاں خود مدعی ومخاصم ہے مدعی کا حلف اگر سُن لیا جائے تو ہر جھوٹا جیتے اور حق وانصاف کے گلے کا تسمہ نہ لگا رہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لویعطی الناس بدعواہم لادعی ناس دماء رجال واموالہم ولکن الیمین علی المدعی علیہ[2] رواہ الشیخان عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اگر لوگوں کو ان کے دعوٰی کے سبب سے دیا جائے تو کچھ لوگ دوسروں کے خون اور مال کا دعوٰی کردیں گے لیکن قسم مدعی علیہ پر ہے۔ اس کو شیخین نے سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار رسم المفتی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۵

[2] صحیح مسلم کتاب الاقضیہ باب الیمین علی المدعی علیہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۴

صحیح البخاری کتاب التفسیر باب قول تعالٰی ان الذین یشترون بعہد اللہ الخ " " " " " ۲/ ۶۵۳

ریاست اسلامی کے حکام پر لازم ہے کہ احکام اسلام ہی کا اتباع کریں اللہ تعالیٰ توفیق دے، آمین ۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ ۲۲ مسئولہ ابو محمد یوسف حسین متعلم مدرسہ اسلامیہ ساپور ۲۰ ذوالحجہ ۱۳۳۲ھ شنبہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا انتقال ہوگیا اس کی بیوی ہندہ اور بھائی عمرو موجود ہیں ہندہ نے جائداد کا دعویٰ کیا ہے، عمرو یہ ثابت کرتا ہے کہ نکاح نہیں ہوا، ہندہ کی طرف سے ناکح نے شہادت دی ہے کہ میں نے نکاح پڑھا ہے، اور ہندہ کی بہن فاطمہ نے بھی شہادت دی ہے کہ نکاح ہوا، شاہدین انکار کرتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ عمرو کے ملازم ہیں، مگر بہت سے لوگ جن سے زید نے اپنے نکاح کا اقرار کیا ہے شہادت دیتے ہیں کہ ہم سے زید نے نکاح کا اقرار کیا ہے، ایسی صورت میں ہندہ مستحق جائداد ہے یا نہیں؟ فتح القدیر میں ایک صورت درج ہے جو تحریر کی جاتی ہے ملاحظہ فرمائی جائے اس سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ شہادت علی اقرار الزوج معتبر ہے،

واذا جحد احد الزوجین النکاح فاما اصلہ اوشرطہ ففی اصلہ لو جحد الزوج فاقامت بینۃ بہ او علی اقرارہ قبلت ولا یکون جحودہ طلاقاً۔[1] فتح القدیر جلد ۳ ص ۱۱۵ مطبع نولکشور لکھنؤ

اگر زوجین میں سے کوئی اصلِ نکاح یا شرطِ نکاح کا انکار کرے تو اصل کی صورت میں اگر زوج منکر ہے اور زوجہ نے نکاح پر یا شوہر کے اقرار نکاح پر گواہ قائم کردیے تو ان کی گواہی قبول کرلی جائے گی اور شوہر کا انکار طلاق نہ ہوگا۔ (ت)

امید کہ جواب براہِ کرم جلد مرحمت فرمایا جائے ۔

الجواب

نکاح پڑھانے والے کی گواہی مذکور معتبر نہیں لانہا شہادۃ علی فعل نفسہ وشہادۃ المرء علی فعل نفسہ لاتقبل[2] کما فی خزانۃ وغیرھا (کیونکہ یہ اپنے ہی فعل پر گواہی ہے اور کسی شخص کی گواہی اس کے اپنے فعل سے قبول نہیں کی جاتی جیسا کہ خزانہ وغیرہ میں ہے ۔ ت) اور بہن تنہا شاہد ہے بلکہ نصف، البتہ اقرار زوج پر اگر دو شاہد قابل قبول گواہی دیتے ہیں تو کافی ہے کہ وارثان زوج قائم مقام زوج ہیں اور اقرار زوج زوج پر حجت اور اس کے لئے عبارت مذکورہ فتح القدیر کفایت ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

---

[1] فتح القدیر کتاب النکاح مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۱۷

[2] فتاویٰ قاضی خاں کتاب الشہادات فصل ومن الشہادۃ الباطلۃ نولکشور لکھنؤ ۳/ ۵۴۳

مسئلہ ۲۲: از احمد آباد گجرات محلہ چھیپان پانچ پیپلی مکان چھیپان سلطان جی علی جی کوڑے والے
مسئولہ پیرزادہ غلام نبی صاحب ۱۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ان مسئلوں میں کہ ان دنوں شہر ناگور ضلع جودھپور مارواڑ میں ایک انجمن کمیٹی مدرسہ اسلامیہ حمیدیہ کے نام سے مقرر ہوئی جس میں ممبران ومنتظمان بازار کے بیٹھنے والے مثل دکاندار کفن وخوشبو فروش برائے مردہ ودلال ہیں ان کی شہادت شرع شریف کے نزدیک مقبول ہے یا باطل، اور ایسے اشخاص قابل ممبر مدرسہ ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ہمارے بلاد میں کوئی پیشہ ور صرف کفن فروشی پر قناعت نہیں کرتا بزاز کپڑا بیچتا ہے اسی سے کفن بھی لیا جاتا ہے اسی سے شادی کے کپڑے، اسی سے روزانہ پہننے کے۔ یونہی کوئی خاص حنوط فروش بھی نہیں کافور وغیرہ عام کاموں کے لئے جن دکانوں سے ملتے ہیں انھیں سے اس کے لئے بھی حاصل کئے جاتے ہیں۔ اس کی وجہ سے ان کی شہادت میں کوئی فرق نہیں آسکتا ہاں دلال کا کام وکلا کی طرح جھوٹ سچ ملانا ہے اور ان کی گواہی ضرور مردود، اور انھیں کسی جلسہ دینیہ کا منتظم بنانا نہ چاہئے۔ اسی طرح وکلا مختار وغیرہم تمام ان لوگوں کو جن کے پیشے یا دیگر افعال علانیہ فسق ہوں جیسے داڑھی منڈانا وغیرہ۔ تبیین الحقائق میں ہے:

لانہ فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعًا[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کیونکہ فاسق کی تقدیم میں اس کی تعظیم ہے جبکہ مسلمانوں پر ان کی توہین شرعًا واجب ہے (ت)
واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] تبیین الحقائق باب الامامۃ والحدث فی الصلوٰۃ مطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/ ۱۳۴

کتاب القضاء والدعاوی

(قضاء اور دعوٰی کا بیان)

مسئلہ ۲۴ از رام پور ۱۳ ربیع الاول شریف ۱۳۰۶ھ

www.alahazratnetwork.org

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ لاولد فوت ہوئی، بعد وفات ہندہ کے زید اجنبی اپنے آپ کو شوہر ہندہ ظاہر کرتا ہے اور ثبوت دعوٰی میں دو مرد اور دو عورتیں پیش کرتا ہے، مردوں کا یہ بیان ہے کہ ہندہ نے جو ہم سے پردہ کرتی تھی پردے کے اندر سے نکاح خواں کو جو باہر بیٹھا تھا اجازت دی کہ میرا نکاح زید کے ساتھ پڑھا دو، مسماۃ مکان کے اندر اور ہم سب لوگ صحن میں باہر بیٹھے تھے، عورتوں کا یہ بیان ہے کہ ہم مسماۃ ہندہ کے قریب بیٹھے تھے مسماۃ متوفیہ نے نکاح کا خود اقرار کیا تھا، اس صورت میں دعوٰی زید کا ثابت ہوا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر گواہان مذکور کا بیان صرف اسی قدر ہے جو سائل نے تحریر کیا تو وہ شہادتیں محض ناکافی و بیکار ہیں قطع نظر بعض وجوہ خلل و نقصان کے دونوں مردوں کی گواہی اثبات زوجیت سے متعلق ہی نہیں، نہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے نکاح ہوا نہ یہی بیان کرتے ہیں کہ وہ اس کی زوجہ تھی بلکہ صرف اتنا کہتے ہیں کہ ہندہ نے فلاں کو اپنے نکاح کا وکیل کیا اس سے اگر ثابت ہوگی تو اس کی وکالت، اور وکالت مستلزم وقوع تزویج نہیں کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) تو دعوائے مدعی و بیان گواہان اصلاً مطابق

نہیں، اور قاعدہ کلیہ ہے کہ ایسی شہادت محض مہمل ہوتی ہے۔

فی الفتاوی الہندیۃ والخیریۃ وغیرھما الشہادۃ ان وافقت الدعوی قبلت والا لا۔[1]

فتاوٰی ہندیہ وخیریہ وغیرہما میں ہے شہادت جب دعوٰی کے موافق ہو قبول ہے ورنہ نہیں۔ (ت)

رہیں دونوں عورتیں ان کا بیان بھی اگر اور وجہ سے سالم مان لیا جائے تو یوں نامقبول ہے کہ نصاب کامل نہیں تنہا عورتوں کی گواہی ہرگز مثبت نکاح نہیں ہوسکتی،

فی الدرالمختار نصابہا لغیرھا من الحقوق کنکاح رجلان اورجل وامرأتان ولم تقبل شہادۃ اربع بلا رجل اھ ملخصا[2]، واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے: شہادت کا نصاب حقوق وغیرہ مثلاً نکاح میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں، اور مرد کے بغیر چار عورتوں کی شہادت مقبول نہیں اھ ملخصاً واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۵: ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک چھوٹا سا کوچہ غیرنافذہ چند قدم کی مسافت کا جس میں گنتی کے گھر ہیں، شارع عام سے مغرب کی طرف جاکر شمال کو پھر مغرب پھر شمال کو گیا اور سربستہ ہوگیا اس کوچہ کے سرے پر زید کا مکان واقع ہے جس کی شرقی دیوار میں شرق رویہ دروازہ شارع عام کے قریب ہے اور اس کے آگے چند گز کا صحن جس سے اُترتے ہی شارع عام کا کنارہ ہے اس مکان کی جنوبی و مغربی دیوار میں اس کوچہ غیرنافذہ میں ہیں زید نے دیوار جنوبی میں ایک جدید دروازہ کوچہ سربستہ کی طرف نکالا اور اس کے آگے خاص اس راستے کی زمین میں ایک سیڑھی دروازہ پر جانے کو بنائی بعض ساکنان کوچہ اس فعل پر ناراض ہیں آیا یہ دروازہ نکالنا اور سیڑھی بنانا اسے جائز تھا یا ناجائز؟ اور وہ اس فعل سے گنہگار ہوا یا نہیں اور اس نے حقِ غیر میں ناحق تصرف کرکے ظلم کیا یا نہیں؟ اور اس سیڑھی کا کھود ڈالنا اور دروازے کا بند کردینا شرعاً اس پر واجب ہے یا نہیں؟ اور ایسے تصرف کے جائز ہونے کے لئے تمام ساکنانِ کوچہ کی رضامندی چاہئے یا اکثر کی رضا کافی ہے اگرچہ بعض ناراض ہوں۔ بینوا توجروا۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشہادات الباب السابع فی الاختلاف نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۴۹۲

[2] درمختار کتاب الشہادات مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۱

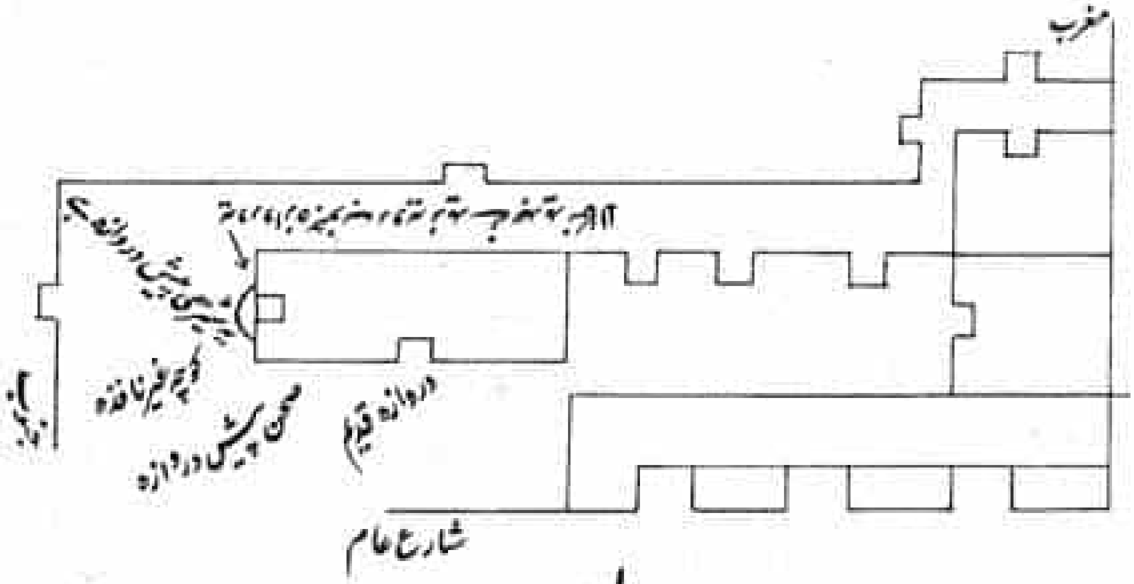

الجواب

بیشک صورت مستفسرہ میں زید نے ظلم کیا اور سخت گناہ میں مبتلا ہوا، اس کی جنوبی دیوار سے ختم کوچہ تک جو راستہ گیا ہے وہ صرف ان لوگوں کا حق خاص ہے جو اندر رہتے ہیں زید کا اس میں کچھ دعوٰی نہیں اس کا حق مرور فقط اس کی شرقی دیوار سے اوپر اوپر یعنی شارع عام کی طرف ہے اس کے نیچے یعنی اپنے دروازہ و صحن دروازہ کی حد سے اندر اتر کر نیا دروازہ نکالنے کا اسے کوئی استحقاق نہیں۔ فتاوٰی امام قاضیخان میں ہے:

رجل له دار فی سکۃ غیر نافذۃ لها باب اراد ان یفتح لها بابا اٰخر اسفل من بابها اختلفوا فیه والصحیح انه لیس له ذٰلك۔[1]

کسی شخص کا بند گلی میں مکان ہو اور اس کا دروازہ بھی اس میں ہو اگر وہ دوسرا دروازہ نچلی طرف کھولنا چاہے تو فقہاء کرام نے اس میں اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ اسے یہ حق نہیں ہے۔ (ت)

امام خیر الدین رملی استاذ صاحب درمختار اپنے فتاوٰی خیریہ میں یہ عبارت خانیہ نقل کرکے فرماتے ہیں:

مثله فی کثیر من کتب المذهب[2] (بہت سی کتب میں حکم ایسے ہی ہے۔ ت) اسی میں ہے:

ونقل فی التاتارخانیۃ عن الفتاوی العتابیۃ انه لیس له ذٰلك وعلیه الفتوٰی۔[3]

اور تاتارخانیہ میں فتاوٰی عتابیہ سے منقول ہے کہ اس کو یہ حق نہیں ہے اور اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضیخان کتاب الصلح باب فی الحیطان نولکشور لکھنؤ ۳/ ۹۱۱
[2] فتاوٰی خیریہ کتاب الدیات فصل فی الحیطان دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۲۰۳
[3] " " " " "

اسی میں ہے:

المتون علی المنع وھو ظاھر الروایۃ کما صرح بہ فی جامع الفصولین فلیکن المعول علیہ[1]

متون منع پروارد ہیں اور یہی ظاہر روایت ہے جیساکہ جامع الفصولین میں اس کی تصریح ہے اور اسی پر اعتماد چاہئے۔ (ت)

اور خاص راستے کی زمین میں سیڑھی بنانا اور زیادہ ظلم اشد وگناہ عظیم ہے جب دروازہ نکالنا ناجائز ہوا حالانکہ وہ اپنی دیوار میں ایک عمارت تھی راستے کی زمین اس میں نہ دبتی تھی تو خاص پرائے حق کی زمین میں تعمیر کیونکر حلال ہوسکتی ہے یہاں تک کہ علماء تصریح فرماتے ہیں اگر اس فعل سے اس کوچے والوں کا کوئی حرج بھی نہ ہو جب بھی ناجائز ہے، ہدایہ میں ہے:

لیس لاحد من اھل الدرب الذی لیس بنافذ ان یشرع کنیفا ولا میزابا الا باذنھم لانھا مملوکۃ لھم ولھذا وجبت الشفعۃ لھم علی کل حال فلا یجوز التصرف اضربھم او لم یضر الا باذنھم[2]

بندگلی والوں میں سے کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ بیت الخلاء یا پرنالہ گلی والوں کی مرضی کے بغیر باہر نکالے کیونکہ یہ گلی ان سب کی مشترکہ ملکیت ہے اسی اشتراک کی بناء پر ان سب کو ہر حال میں شفعہ کا حق ہے لہذا کوئی ضرررساں تصرف ان کی مرضی کے بغیر وہاں جائز نہیں۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

درمختار میں ہے:

فی غیر النافذ لایجوز ان یتصرف باحداث مطلقا اضربھم اولا الا باذنھم[3]

بندکوچہ والوں میں سے کسی کو باقیوں کی اجازت کے بغیر ایسا تصرف کرنے کا مطلقاً حق نہیں جو ان کے لئے ضرررساں ہو یا نہ ہو (ت)

اور اس قسم کا تصرف جائز ہونے کو ایک ایک ساکن کوچہ کی رضامندی درکار ہے اکثر کی رضا ہرگز کافی نہیں یہاں تک کہ اگر سو میں ایک بھی ناراض ہے تو ہرگز جواز نہیں حتی کہ اگر سب نے راضی ہوکر اجازت دے دی پھر ان میں ایک نے اپنا مکان بیچ ڈالا تو اب مشتری کو اختیار ہے کہ مزاحمت کرے اور ازالہ کرادے اگرچہ پہلے سب اہل کوچہ راضی ہوچکے تھے، ردالمحتار میں ہے:

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الدیات فصل فی الحیطان دارالمعرفۃ بیروت ۲/۲۰۳

[2] الہدایہ " باب ما یحدثہ الرجل فی الطریق مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۵۹۶

[3] درمختار " " " " مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۹۹

قولہ الا باذنھم ای کلھم حتی المشتری من احد ھم بعد الاذن لما فی الخانیۃ رجل احدث بناء او غرفۃ علی سکۃ غیر نافذۃ ورضی بھا اھل السکۃ فجاء رجل من غیر اھلھا و اشتری دارا منھا کان للمشتری ان یامر صاحب الغرفۃ برفعھا اھ ما تخانی۔[1]

ماتن کا قول "ان کی اجازت کے بغیر" یعنی سب کی اجازت حتی کہ اجازت کے بعد اگر کسی نے وہاں مکان خریدا تو اس کی اجازت بھی ضروری ہے، خانیہ میں ہے کسی نے بند کوچہ میں کوئی تعمیر یا کھڑکی بنائی اور کوچہ والوں نے رضامندی ظاہر کردی ہو تو باہر سے آنے والے ایک آدمی نے اس کوچہ میں کوئی مکان خریدا تو خریدار کو اب حق ہے کہ وہ کھڑکی والے کو بند کرنے پر مجبور کرے اھ ساتخانی (ت)

بالجملہ زید پر شرعاً واجب ہے کہ فوراً اس دروازے کو بند کرکے بطور قدیم دیوار کرلے اور سیڑھی کا نام و نشان باقی نہ رکھے ورنہ سخت وعید شدید کا مستحق ہوگا، صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اخذ من الارض شیئا بغیر حقہ خسف بہ یوم القیٰمۃ الی سبع ارضین۔[2]

جو کسی قدر زمین ناحق لے لے قیامت کے دن زمین کے ساتویں طبقے تک دھنسا دیا جائے گا۔

حکم بن حارث سلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اخذ من طریق المسلمین شبرا جاء یوم القیٰمۃ یحملہ من سبع ارضین۔ اخرجہ الضیاء والطبرانی[3] باسناد حسن۔

یعنی جو شخص مسلمانوں کے راستے میں سے ایک بالشت بھر دبا لے قیامت کے دن وہ زمین وہاں سے لے کر ساتویں طبقے تک اٹھا کر اسکی گردن پر رکھی جائیگی اور اسی طرح خدا تعالٰی کے حضور حاضر ہوگا والعیاذ باللہ تعالٰی۔ (اسے ضیاء اور طبرانی نے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا۔ ت)

زید کو چاہئے من دو من ڈھیلے گردن پر چنوا کر دیکھے اگر نہ اٹھا سکیں تو سمجھ لے کہ ساتوں طبقے کا اتنا بڑا ٹکڑا کیونکر اٹھا کر چلا جائے گا۔ اللہ تعالٰی مسلمانوں کو نیک توفیق عطا فرمائے، آمین! واللہ سبحانہ

---

[1] ردالمحتار کتاب الدیات باب ما یحدثہ الرجل فی الطریق وغیرہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۳۸۱

[2] صحیح البخاری ابواب المظالم والقصاص باب اثم من ظلم شیئا من الارض قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۳۲

[3] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۳۱۷۲ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۳/۲۱۵

وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (اللہ تعالٰی بڑے علم والا ہے اور اس جل مجدہ کا علم اتم و اکم ہے۔ ت)

مسئلہ ۲۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین زادہم اللہ شرفا اس صورت میں کہ مسماۃ راحت النساء ہمشیرہ محمد عیوض علی خاں کی میر ارشد علی کے نکاح میں اور مسماۃ مہر النساء ہمشیرہ میر ارشد علی کی محمد عیوض علی خاں کے نکاح میں تھیں ہر دو زوج و زوجات نے بدون ادائے دین مہر کے وفات پائی اب ورثہ ہر دو زوجات دین مہران کا ان کے شوہروں کے متروکہ سے طلب کرتے ہیں ورثہ مسماۃ راحت النساء ہمشیرہ محمد عیوض علی خاں فریق مقابل سے کہتے ہیں کہ دین مہر ہماری مورثہ کا تمھارے مورث پر اور تمھاری مورثہ کا ہمارے مورث پر ہے اول ان دونوں مہروں کا باہم معاوضہ اور مبادلہ کرلیا جائے بعد معاوضہ اور مبادلہ کے جس فریق کے جس قدر باقی نکلے وہ نقداً ادا کی جائے اور جو نقداً ادا نہ ہوسکے تو جائداد باقی دار سے مطالبہ کیا جائے در جواب اس کے ورثہ مسماۃ مہر النساء ہمشیرہ میر ارشد علی کہتے ہیں کہ جو جائداد محمد عیوض علی خاں پر لعوض دین مہر اپنے مورثہ کی ہم نے قبضہ کرلیا ہے ہم وہی جائداد دیں گے اور مقابلہ اور معاوضہ دین بالدین نہیں کریں گے دریں صورت از روئے شرع شریف حق بجانب کس فریق کے ہے۔ بینوا توجروا۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

جس حالت میں مہر زر نقد ہے اور جائداد اس کی جنس سے نہیں پس ورثہ مہر النساء جب جائداد پر قابض ہونے سے بے رضائے ورثہ راحت النساء اس کے مالک نہ ہوگئے ہر دو مہر باہم متقاص ہوکر اگر ایک کا مہر زائد ہو ما بقی کی نسبت دوسری عورت کے ورثہ کو اختیار ہے خواہ زر نقد دیں یا جائداد سے ادا کریں،

فی بحث الدین من الاشباہ والنظائر والیفاؤہ واستیفاؤہ لایکون الا بطریق المقاصۃ عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ[1] الخ و فی مبحث الملک منہ وللوارث استخلاص الترکۃ بقضاء الدین ولو مستغرقا[2] قال العلامۃ حموی

اشباہ ونظائر کے دین کے باب میں ہے کہ اس کا پورا لین دین سوائے ادل بدل کے جائز نہیں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کے ہاں الخ، اور اس پر ملک العلماء کی بحث میں ہے وارث کو حق ہے کہ وہ قرضہ ادا کرکے ترکہ کی خلاصی کرائے اگرچہ وہ تمام ترکہ قرضے میں بند ہو۔ علامہ حموی نے اس پر

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی الدین ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۲۰۹

[2] " " القول فی الملک " " " " ۲/ ۲۰۵

تحت قولہ ولا ینفذ بیع الوارث الترکۃ
المستغرقۃ بالدین وانما یبیعہ القاضی 10
اقول ینبغی ان یکون البیع بحضرۃ الورثۃ
لما لھم من حق امساکھا وقضاء الدین
من مالھم[1] الخ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب
والیہ تعالٰی المرجع والمآب۔

فرمایا، اور وارث کا ایسے ترکہ کو فروخت کرنا جو تمام کا تمام قرض میں بند ہے جائز نہیں، اس کو صرف قاضی فروخت کرے گا۔ میں کہتا ہوں وارثوں کی موجودگی میں فروخت کرنا مناسب ہوگا کیونکہ ان کو حق ہے کہ وہ ترکہ کو روک لیں اور قرض خود ادا کریں الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب والیہ تعالٰی مرجع والمآب۔ (ت)

مسئلہ ۲۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنے آپ کو بنتِ لیلٰی اور دخترِ زید کہا کہ اور تمام کاغذات میں اور دستاویزات میں ہمیشہ اپنا حسب یونہی لکھا اور زینب باوجود سکونت یک شہر ویک محلہ وموافقت سالہا سال ہندہ کی کہ دونوں اسی حال پر سن رسیدہ ہوگئیں، اپنے آپ کو مجہول النسب کہتی اور کاغذات میں بنت نامعلوم لکھتی، اس بناء پر جب زینب نے سمجھا کہ اب موت قریب آئی اور میرے کوئی وارث شرعی نہیں ۲۴ جمادی الاولٰی ۱۲۹۶ھ کو ہندہ واولادِ ہندہ کے روبرو اپنی کُل جائداد کی وصیت اپنی دخترِ متبنٰی اور مختار سربراہ کار کے نام کردی اور لکھ دیا کہ یہی دونوں بعد میرے میری کل جائداد کے مالک وارث ہوں گے، اس وصیت وتکمیل وصیت کے چند عرصہ بعد زینب نے بتاریخ ۱۹ فروری ۱۸۸۰ء قضا کی اس کے انتقال کرتے ہی ایک شخص اجنبی نے براہِ غصب اس تمام جائداد پر قبضہ کرلیا موصی لہما نے بربنائے وصیت دعوٰی کیا کہ بعد تنقیح تمام وہ وصیت بحکم شرح فتوائے علماء سے صحیح ونافذ وتام ولازم قرار پاکر ۱۱ جنوری ۱۸۸۲ء کو حکام وقت کے یہاں سے وہ جائداد موصی لہما کو مل گئی یہ سب واقعات ہندہ واولادِ ہندہ کے روبرو ہوئے لیکن کسی نے ترکہ زینب پر دعوٰی نہ کیا نہ اپنا کچھ استحقاق بتایا اور اس سے پہلے ماہ جون ۱۸۸۲ء میں حکام وقت کی طرف سے جائداد کو لاوارثی قرار دے کر دعوٰی یہی ہوا کہ محکمہ بالا سے اسی بنا پر کہ پہلے سے کیوں نہ کہا تھا خارج ہوگیا، اس تحقیق وتنقیح اور لاوارثی ٹھہراتے اور دعوٰی دائر ہونے کے وقت بھی ہندہ اور اولادِ ہندہ نے خبر نہ لی نہ اپنی وراثت کا ادعا کیا، جب موصی لہما کو جائداد ملی انھوں نے فوراً اس میں تصرفات مالکانہ شروع کردئے، نصف جائداد تو اسی وقت ایک شخص کو پیروی مقدمہ کے عوض میں دی کہ اس نے اوروں کے ہاتھ بیچ کر سب برابر کردی نصف باقیماندہ پر بلا منازعت منازع خود

---

[1] غمز عیون البصائر الفن الثالث، القول فی الملک ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۲۰۵

10/10

قابض و متصرف رہی بلا مزاحم اس کے تحصیل تشخیص کرتے اور اپنے صرف خاص میں لاتے اور ان سب امور پر بھی ہندہ و اولادِ ہندہ کو خوب اطلاع تھی کہ وہ سب اسی شہر میں حاضر و موجود تھے نہ کہ غائب و مفقود، بلکہ اسی عرصہ میں موصی لہما نے اس نصف باقیماندہ سے بھی چند دیہات بیچ ڈالے کہ اب معدود باقی ہیں اور جب سے مشتریان تصرفات مالکانہ کرتے ہیں ہندہ و اولادِ ہندہ نے تصرف، بیع و انتقال کے وقت بھی کبھی دعوٰی نہ کیا یہاں تک کہ ۱۲ ر اکتوبر ۱۸۷۹ء کو ہندہ فوت ہوگئی ورثۂ ہندہ اس کے مرنے پر بھی دو سال سے زیادہ تک محض ساکت رہے اب باغوائے بعض مردان ۱۹ ر فروری ۱۸۸۲ء کو موصی لہما پر بریں بنا دعوٰی دائر کیا کہ زینب موصیہ اور مدعیوں کی ماں ہندہ دونوں حقیقی بہنیں تھیں ہندہ زینب کی وارث ہوئی اور ہم ہندہ کے ورثا ہیں اور اظہار کرتے ہیں کہ ہندہ زینب کو اپنی بہن کہتی ہے اور شاید بعض دستاویزیں بتائیں کہ ان میں ہندہ بہن اور ہم ہمشیرزادہ لکھے گئے، آیا یہ دعوٰی ان کا شرعاً قابلِ سماعت ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

دعوٰی مدعیان ہرگز قابلِ سماعت نہیں، نہ کوئی ٹکڑا جائداد کا موصی لہما سے انھیں دلایا جائے نہ باب اس وصیت کے نفاذ و لزوم میں کلام ہوسکے، ہندہ و ورثائے ہندہ کا اس مدتِ مدید تک سکوت اور باوصف ان واقعات مختلفہ وگیرودار کے محض ساکت رہنا سالہا سال و تصرفات و بیع و انتقال کے مطلق تعرض نہ کرنا قرینۂ واضحہ ہے کہ یہ دعوٰی ان کا محض مکر و تزویر و تلبیس و فریب ہے ہمارے ائمہ اصحاب متون و شروح و فتاوٰی تصریح فرماتے ہیں کہ جب ایک جائداد میں کوئی شخص ایک مدت تک خود تصرفاتِ مالکانہ کرتے رہے یا وہ بیع خواہ ہبہ خواہ اور طرح سے دوسرے کو تملیک کردے اور وہ دوسرا ایک زمانہ تک اس میں متصرف رہے پھر ایک مدعی عاقل بالغ جو اسی شہر میں موجود اور ان حالات پر مطلع ہو اور اب تک ارجاعِ دعوٰی سے کوئی عذر معقول قابلِ قبول اسے مانع نہ ہو، دعوٰی کرنے لگے یہ جائداد میری ملک ہے اب وہ دعوٰی بجہت میراث ہو خواہ کسی دوسرے سبب سے ہرگز نہ سنا جائے گا اور اس کا ان تصرفات کے وقت خاموش رہنا اپنی جہت اور متصرف کے مالکیت کا صریح اقرار قرار پائے گا۔

فی فتاوی العلامۃ المرحوم سیدی محمد بن عبد اللّٰہ الغزی التمرتاشی مصنف تنویر الابصار سئل عن رجل لہ بیت فی دار یسکنہ مدۃ مزیدۃ علی ثلث سنوات ولہ جار بجانبہ والرجل

سیدی محمد بن عبداللہ الغزی مرحوم مصنف تنویر الابصار کے فتاوٰی میں ہے آپ سے ایسے شخص کے متعلق سوال ہوا جس کا ایک حویلی میں مکان ہے وہ اس میں تین سال سے زائد مدت سے رہائش پذیر چلا آرہا ہے اور وہ پڑوس والے کے علم اور اطلاع کے

www.alahazratnetwork.org

المذکور یتصرف فی البیت المزبور ھدما وعمارۃ مع اطلاع جارہ علی تصرفہ فی المدۃ المذکورۃ فھل اذا ادعی البیت اوبعضہ بعد ما ذکر من تصرف الرجل المذکور فی البیت ھدما وبناء فی المدۃ المذکورۃ تسمع دعواہ ام لا اجاب لا تسمع دعواہ علی ما علیہ الفتوی انتھی[1]، وفی فتاوی الفاضل المحقق خیر الملۃ والدین الرملی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سئل فی رجل اشتری من اُخرستۃ اذرع من ارض بید البائع وبنی بھا بناء وتصرف فیہ ثم بعدہ ادعی رجل علی البانی المذکور ان لہ ثلثۃ قراریط و نصف قیراط فی المبیع المذکور ارثا عن امہ ویرید ھدمہ والحال ان امہ تنظرہ یتصرف بالبناء والانتفاع المذکورین ھل لہ ذلک ام لا وھل تسمع دعواہ مع تصرف المشتری ورؤیۃ امہ لہ واطلاعھا علی الشراء المذکور والتصرف المزبور مدۃ مدیدۃ ام لا، اجاب لا تسمع دعواہ والحال ما نص اعلاہ لان علمائنا نصوا فی متونھم و شروحھم وفتاواھم ان تصرف المشتری فی المبیع مع اطلاع الخصم ولوکان اجنبیا

باوجود اس مکان میں گرانے بنانے کے تصرفات مدت مذکورہ میں کرتا چلا آرہا ہے، تو مدت مذکورہ میں تصرفات مذکورہ کے باوجود پڑوسی اس کے کل یا بعض مکان پر بعد میں دعوٰی کرے تو کیا یہ دعوٰی مسموع ہوگا یا نہیں، تو انھوں نے جواب میں فرمایا نہیں سنا جائے گا، اسی پر فتوٰی ہے اھ، فاضل محقق خیر الملۃ والدین الرملی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے فتاوٰی میں ہے کہ ان سے ایسے شخص کے متعلق سوال ہوا جس نے دوسرے شخص کی مقبوضہ زمین میں سے چھ گز زمین خریدی اور وہاں تعمیر کی اور تصرفات کیے پھر اس کے بعد ایک اور شخص نے اس خرید کردہ زمین میں سے ساڑھے تین قیراط پر دعوٰی کر دیا کہ یہ حصہ مجھے میری ماں سے میراث ملا ہے اور وہ اس تعمیر کو گرانا چاہتا ہے حالانکہ اس کی ماں خریدار کی تعمیر اور تصرفات کو زندگی میں دیکھتی رہی ہے تو کیا اس دعوٰی کا اس کو حق ہے یا نہیں، ______ حالانکہ ماں کو اس زمین کی خرید و فروخت اور اس پر خریدار کے تصرفات کی اطلاع مدت بھر رہی، کیا یہ دعوٰی مسموع ہوگا تو انھوں نے جواب میں فرمایا کہ یہ دعوٰی مسموع نہ ہوگا جبکہ مذکورہ بالا حالات تھے، کیونکہ ہمارے علماء نے اپنے متون، شروح اور فتاوٰی میں تصریح کی ہے کہ خریدار کا مبیع چیز پر فریق مخالف اگرچہ اجنبی ہو،

---

[1] العقود الدریۃ بحوالہ الفتاوٰی الغزی کتاب الدعوٰی ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۴

بنحو البناء والغرس والزرع يمنعه من سماع الدعوى قال صاحب المنظومة اتفق اساتيذنا على انه لاتسمع دعواه ويجعل سكوته رضى للبيع قطعا للتزوير والاطماع والحيل والتلبيس وجعل الحضور وترك المنازعة اقرارا بانه ملك البائع، وقال في جامع الفتاوى وذكر في منية الفقهاء رأى غيره يبيع عروضا فقبضها المشتري وهو ساكت وترك منازعة، فهو اقرار منه بانه ملك البائع انتهى[1]، وفيها سئل في رجل تلقى بيتا عن والده وتصرف فيه كما كان والده من غير منازع ولا مدافع مدة تنوف عن خمسين سنة والأن برز جماعة يدعون البيت لجدهم الاعلى، فهل تسمع دعواهم مع اطلاعهم على التصرف المذكور واطلاع اٰبائهم وعدم مانع يمنعهم عن الدعوى، اجاب لاتسمع هذه الدعوى[2]

کی اطلاع کی موجودگی میں تعمیر، زراعت اور پودوں کی کاشت جیسے تصرفات کرنا اس فریق کے دعوٰی کے مسموع ہونے کے لئے مانع ہے، اور صاحب منظوم نے فرمایا کہ ہمارے اساتذہ ایسے دعوٰی کے نامسموع ہونے پر متفق ہیں اور جھوٹ، لالچ، حیلہ سازی اور تلبیس کے خاتمہ کے لئے مخالف فریق کے سکوت کو بیع پر رضامندی اور اس کی موجودگی اور عدم تنازع کو یہ اقرار تصور کیا جائے گا کہ زمین فروخت کرنیوالے کی ملکیت تھی، اور جامع الفتاوٰی میں فرمایا منیۃ الفقہا میں مذکور ہے کہ دوسرے کو سامان فروخت کرتے ہوئے دیکھا اور خریدار نے قبضہ کیا تو بھی خاموش رہا اور کوئی اعتراض نہ کیا تو یہ اس کا اقرار متصور ہوگا کہ یہ سامان فروخت کرنیوالے کی ملک ہے اھ، اور اس میں ہے ایک شخص نے اپنے والد سے مکان حاصل کیا اور اس میں اسی طرح تصرف کرتا رہا جس طرح اس کا والد اس میں بغیر روک ٹوک پچاس سال سے زائد عرصہ تک تصرف کرتا رہا ہے اور اب ایک گروہ نے اپنا دعوٰی کرنا شروع کردیا کہ یہ مکان اس کے جد اعلٰی کی ملک ہے تو کیا ان کی تصرفات مذکورہ پر اطلاع اور ان کے باپ کو اطلاع اور دعوٰی سے کوئی مانع نہ ہونے کے باوجود اب ان کا یہ دعوٰی مسموع ہوگا، تو جواب میں فرمایا کہ یہ دعوٰی مسموع نہ ہوگا۔

www.alahazratnetwork.org

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الدعوی دار المعرفۃ بیروت ٢/٨٣-٨٤
[2] " " " " " ٢/٥٥

وفیها عن البزازیة علیه الفتوی قطعا للاطماع الفاسدة[1] وفی الولوالجیة ثم الخیریة والحامدیة وغیرهما رجل تصرف زمانا فی ارض ورجل اخر رأی الارض والتصرف ولم یدع ومات علی ذٰلك لم تسمع بعد ذٰلك دعوی ولده فتترك علی ید المتصرف لان الحال شاهد[2] انتهی، وفی الخیریة وبه افتی شیخ الاسلام شهاب الدین احمد الحلبی المصری[3]، وفی الدر المختار اذا سکت الجار وقت البیع والتسلیم وتصرف المشتری فیه زرعا وبناء فحینئذ لا تسمع دعواه علی ما علیه الفتوی قطعا للاطماع الفاسدة[4] انتهی، قال خاتمة المحققین مولانا السید محمد عابدین رحمة الله تعالٰی علیه فی الحاشیة قوله اذا سکت الجار وغیره من الاجانب بالاولی فتخصیص الجار بالذکر لانه مظنة انه فی حکم القریب والزوجة، قوله وقت البیع والتسلیم ای

اسی میں ہے بزازیہ کے حوالے سے کہ اسی پر فتوٰی ہے تاکہ فاسد لالچ وغیرہ کا خاتمہ ہوسکے، ولوالجیہ، پھر خیریہ اور حامدیہ وغیرہا میں ہے کہ ایک شخص زمانہ بھر زمین میں تصرف کرتا رہا اور دوسرا شخص اس زمین اور اس میں ان تصرفات کو دیکھتا رہا اور کوئی دعوٰی نہ کیا اور فوت ہوگیا تو اس کے بعد اس کی اولاد کا اس زمین پر دعوٰی مسموع نہ ہوگا تو اس زمین کو قابض کے تصرف میں باقی رکھا جائیگا کیونکہ حال اس کا شاہد ہے، اور خیریہ میں ہے کہ اسی پر شیخ الاسلام شہاب الدین احمد حلبی مصری نے فتوٰی دیا ہے، درمختار میں ہے جب پڑوسی خرید و فروخت اور قبضہ دینے اور خریدار کے تعمیر و زراعت کے تصرفات کو دیکھتا ہوا خاموش رہے تو مفتٰی بہ قول کے مطابق اب اس کا دعوٰی مسموع نہ ہوگا تاکہ فسادِ طمع کو ختم کیا جاسکے اھ، حاشیہ میں خاتم المحققین مولانا سید محمد عابدین رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا، ماتن کا قول جب پڑوسی خاموش رہے، تو دوسرے اجنبی لوگ بالاولٰی، پڑوسی کا ذکر خاص طور پر اس لئے کیا کہ قرب و الصاق کی وجہ سے گمان دعوٰی کا مقام ہے، اس کا قول "قبضہ اور بیع کے وقت" یعنی جب ان

www.alahazratnetwork.org

---

[1] فتاوٰی خیریہ — کتاب الدعوٰی — دارالمعرفۃ بیروت — ۲/ ۵۹

[2] " — " — " " " — ۲/ ۵۵

[3] " — " — " " " — ۲/ ۵۹

[4] درمختار — مسائل شتّٰی — مطبع مجتبائی دہلی — ۲/ ۳۴۷

وقت علمه بهما کما افادہ کلام الرملی السابق وقد علمت ان البیع غیر قید بل مجرد السکوت عند الاطلاع علی التصرف مانع من الدعوی، قوله زرعا و بناء المراد به کل تصرف لایطلق الا للمالک فهما من قبیل التمثیل، قوله لاتسمع دعواہ ای دعوی الاجنبی ولو جارا[1]۔ وفی الخیریة وقد کثر افتاء الحنفیة عن علماء مصر بتساوی الجار مع الاجنبی فی الحکم المذکور لاشتراکهما فی العلم والعلة الموجبة بعدم سماع دعوی الجار بعد تصرف المشتری زرعا و بناء علی ماعلیه الفتوی قطع الاطماع الفاسدة وسد باب التزویر والتلبیس وهذا القدر مشترک بین الجار والاجنبی[2] الخ۔ وفی العقود الدریة فی تنقیح الفتاوی الحامدیة ثم ان ما فی الخلاصة والولوالجیة یدل علی ان البیع غیر قید بالنسبة الی الاجنبی ولو جارا بل مجرد الاطلاع علی التصرف مانع من الدعوی[3] الخ، وفیهما بعد نقل فتوی العلامة الغزی کما ذکرناها فانظر کیف افتی بمنع سماعها من غیر القریب بمجرد

چیزوں کا پڑوسی کو علم ہو جائے جیسا کہ رملی کے کلام سے معلوم ہُوا، آپ کو معلوم ہے کہ بیع کا ذکر بطور قید نہیں بلکہ مشتری کے تصرفات پر اطلاع سے خاموشی اس کے دعوٰی سے مانع ہے، اس کا قول "زراعت و تعمیر" تو اس سے مراد ہر وہ تصرف جو صرف مالک ہی کر سکتا ہے ان دونوں کا ذکر بطور تمثیل ہے۔ اس کا قول "اس کا دعوٰی غیر مسموع ہوگا" سے مراد یہ ہے ہر اجنبی خواہ پڑوسی ہو، کا دعوٰی غیر مسموع ہوگا، بحوالہ رملی، اور خیریہ میں ہے: مصر کے حنفی علماء کے فتاوٰی میں اکثر طور پر پڑوسی کو اجنبی کے مساوی حکم دیا گیا ہے کیونکہ مشتری کے زراعت و تعمیر کے تصرفات پر اطلاع کے بعد دونوں علم اور عدم سماعت دعوٰی کی علت میں مساوی ہیں، حالانکہ فتوٰی کی بنیاد فاسد لالچ اور جھوٹ اور دھوکہ کو ختم کرنا ہے اور وہ دونوں میں مشترک ہے اجنبی ہو یا پڑوسی ہو، الخ۔ عقود الدریہ و تنقیح الفتاوٰی میں ہے کہ: پھر خلاصہ اور ولوالجیہ کے بیان میں اس بات پر دلالت ہے کہ بیع کا ذکر بطور قید نہیں کسی بھی اجنبی کے لئے خواہ وہ پڑوسی ہو بلکہ صرف تصرف پر اطلاع ہی دعوٰی سے مانع ہے الخ۔ ان دونوں کتب میں علامہ غزی کے فتوٰی کو جسے ہم نے ذکر کیا ہے نقل کرنے کے بعد، فرمایا: دیکھو انھوں نے پہلے بیع کا دعوٰی نہ ہونے اور پندرہ سال یا زائد

www.alahazratnetwork.org

[1] رد المحتار، مسائل شتی، داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۷۴

[2] فتاوٰی خیریہ، کتاب الدعوٰی، دارالمعرفۃ بیروت ۲/۶۰

[3] العقود الدریہ، "، ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۴

التصرف مع علمه بسبق البیع وبدون مضی خمس عشرة سنة او اکثر[1] وفیها لم یقیدوه بمدة ولا بموت کما تری[2]، وفیها ولیس ایضا مبنیا علی المنع السلطانی کما فی المسئلة الآتیة (قال الفقیر المجیب یعنی مسئلة عدم سماع الدعوٰی خمس عشرة سنة وھو مثال للمنفی لا للنفی) ثم قال بل ھو حکم اجتھادی نص علیه الفقھاء کما رأیت فاغتنم تحریر ھذہ المسئلة فانه مفردات ھذا الکتاب والحمد ﷲ المنعم الوھاب[3] انتھی، وفی رد المحتار من مسائل شتی مجرد السکوت عند الاطلاع علی التصرف مانع وان لم یسبقه بیع[4] وفیه من کتاب القضاء اما دعوی الاجنبی ولو جارا فلابد فی منعھا من السکوت بعد الاطلاع علی تصرف المشتری ولم یقیدوہ بمدة[5] الخ وفیه من اٰخر کتاب الوقف لیس لھذا مدة محدودة

عرصہ کے ذکر نہ ہونے کے باوجود کسی بھی اجنبی کے دعوٰی کے غیر مسموع ہونے کو کیسے ذکر فرمایا ہے، اس میں مذکور ہے کہ جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو کسی مدت یا موت سے فقہاء کرام نے مقید نہیں کیا، اور اس میں یہ بھی ہے کہ کسی حاکم کے منع پر نہیں ہے جیسا کہ آئندہ مسئلہ میں آرہا ہے، مجیب کہتا ہے کہ پندرہ سال کی مدت کا ذکر عدمِ سماعِ دعوٰی میں منفی کی مثال ہے نفی کی نہیں، پھر فرمایا، بلکہ اجتہادی حکم ہے جیسے کہ تم فقہاء کرام کی اس پر تصریح کو دیکھ رہے ہو، اس مسئلہ کے بیان کو غنیمت سمجھو کیونکہ یہ اس کتاب کے منفرد مسائل میں ہے، الحمدﷲ المنعم الوہاب اھ۔ اور رد المحتار کے مسائل مختلفہ میں ہے: مشتری کے تصرفات پر مطلقاً اطلاع دعوٰی کے لئے مانع ہے اگرچہ پہلے بیع کی اطلاع نہ پائی ہو اور اسی کتاب میں کتاب القضاء سے ہے کہ مشتری کے تصرفات پر اطلاع کے وقت سکوت کرنا اگرچہ بیع کا علم پہلے نہ ہوا ہو اجنبی خواہ پڑوسی کے دعوے کے لئے مانع ہے، اس کو انھوں نے کسی مدت سے مقید نہیں کیا الخ، اور اسی میں کتاب الوقف کے آخر میں ہے کہ اس کے لئے کسی مدت کی حد نہیں ہے،

---

[1] العقود الدریۃ کتاب الدعوٰی ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۴
[2] " " " " " ۲/۴
[3] " " " " " ۲/۴
[4] رد المحتار مسائل شتی داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۷۳
[5] " " کتاب القضاء " " " ۴/۳۴۳

واما عدم سماع الدعوی بعد مضی خمس عشرۃ سنۃ اذا ترکت بلا عذر فذالك فی غیر ھذہ الصورۃ[1] الخ قال الفقیر المجیب غفر اللہ تعالٰی لہ وانما اکثرنا من النقول فی ھذہ المسئلۃ لان منھم من وضعھا فی البیع خاصۃ کالعلائی فی الدر المختار والزاھدی فی القنیۃ[عـہ] وابن نجیم فی الاشباہ واٰخرین فی اٰخر ومنھم من قید تصرف المشتری بالزرع والبناء کالفاضل الدمشقی فی الدر والعلامۃ الغزی فی التنویر او الغرس ونحوہ ایضا کالمحقق الرملی فی الفتاوٰی و منھم صورھا بموت المتصرف ودعوی المدعی علی ورثتہ کما فی فتاوی الخلاصۃ ومنھم من قررھا فی عکس ذٰلك اعنی موت غیر المتصرف ودعوٰی ورثتہ علی المتصرف علی ما فی الولوالجیۃ ومنھم من ادرج فی التصویر سکوتہ ھذا مدۃ تنوف عن کذا وکذا سنۃ کالخیریۃ وغیرہ ومنھم قصر الحکم علی الجار و

لیکن پندرہ سال کے بعد دعوٰی کا غیر مسموع ہونا جبکہ بلا عذر دعوٰی کا ترک کیا ہو، تو اس کا تعلق اس صورت سے نہیں ہے الخ۔ مجیب غفر اللہ تعالٰی کہتا ہے ہم نے اس مسئلہ میں کثیر نقول اس لئے پیش کی ہیں کہ بعض نے اس مسئلہ کو بیع میں خاص کیا ہے جیسا کہ علامہ علائی نے درمختار میں اور علامہ زاہدی نے قنیہ میں اور ابن نجیم نے الاشباہ میں اور دیگر حضرات نے اپنی کتب میں بیان کیا، اور بعض حضرات نے مشتری کے خاص تعمیر اور زراعت کے تصرفات میں اس کو وضع کیا ہے جیسا کہ فاضل دمشقی نے در میں اور علامہ غزی نے تنویر اور بعض نے پودے لگانے کو بھی شامل کیا ہے جیسا کہ محقق رملی نے اپنے فتاوٰی میں اور بعض نے اس کی صورت تصرف کرنیوالے کی موت کے بعد اس کے وارثوں پر مدعی کے دعوٰی کو بنایا ہے جیسا کہ خلاصۃ الفتاوٰی میں، اور بعض نے اس کی صورت بالعکس بیان کی یعنی غیر قابض کی کی موت کے بعد اس کے وارثوں کا قابض متصرف پر دعوٰی، جیسا کہ ولوالجیہ میں اور بعض نے اس میں اجنبی کی خاموشی اتنے یا اتنے سال سے زائد کو صورت میں شامل کیا ہے جیسا کہ علامہ خیر الدین وغیرہ نے، اور بعض نے اس حکم کو صرف پڑوسی تک محدود کیا اور

[عـہ] فی الاصل ھکذا واظنہ انہ "قنیۃ" ۱۲ عبد۔ اصل میں اسی طرح ہے اور میرے گمان کے مطابق یہ لفظ قنیہ ہے ۱۲ عبد (ت)

---

[1] رد المحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۴۴۶

ولم يفصح انه في غيره جار حتى اشتبه
ذلك على بعض الفضلاء كالسيد الحموي
والشيخ صالح بن عبد الله الغزي الى
ان دفعه العلامة الرملي في ما سردنا من
جواهر نصوص الفتح ان كل ذلك
محض تصوير للمسئلة وتقرير للاسئلة من
دون حصر ولا قصر وان لا تقدير
بمدة ولا تقييد بموت ولا تخصيص
بجوار ولا بتصرف دون تصرف بعد
ان كان مما لا يطلق الا للملاك ولا امتناع
عن السماع قطعا للاطماع الا للسكوت
وترك النزاع مع الوقف والاطلاع على
تصرف واختراع ولئلا يشتبه ما نحن فيه
بمسئلة عدم سماع الدعوى بعد مضي
خمس عشرة سنة فانها تعم ما اذا وقع التصرف
او لا وحصل الاطلاع ام لا وهي مسئلة تلاطمت
فيها الآراء والاحلام وتشاجرت الظنون
والافهام ومن قال فيها بعدم السماع
فانما بنى الامر على النهي السلطاني ثم اضطربت
كلماتهم في مجاريها فمن تارك
لها على الاطلاق ومن مستثن لاشياء
ثم لم يتفقوا في المستثنيات
على كلمة واحدة ومنهم من
عمم باخراج كل ما فيه عذر
للمدعى وهو اجمع و اصوب

یہ ذکر نہ کیا کہ غیر میں بھی یہ حکم جاری ہے حتی کہ بعض فضلاء
کو اشتباہ ہو گیا جیسے سید حموی اور شیخ صالح بن عبد اللہ
الغزی حتی کہ علامہ رملی کو اس کا دفاع کرنا پڑا ،
اور ہم نے فتح کے نصوص کے جواہر ذکر کئے کہ یہ تمام
بیانات مسئلہ کی محض صورتیں ہیں اور سوالات کی
تقریر ہے اس میں کوئی حصر، مدت کی تحدید، موت
کی قید، پڑوسی کی تخصیص نہیں ہے اور نہ ہی کسی
تصرف کا تعین ہے سوائے اس کے کہ وہ تصرف
مالکانہ ہو اور مشتری کے تصرفات و اختراعات پر
اطلاع کے بعد سکوت ہو اور نزاع نہ پایا جائے
تو فساد و لالچ کو ختم کرنے کے لئے دعوی کی سماعت
ممتنع ہوگی اور اس لئے بھی کثیر نقول ذکر کی ہیں تاکہ
اس مسئلہ کا پندرہ سال کے بعد عدم سماع والے مسئلہ
سے اشتباہ نہ رہے، کیونکہ اس مسئلہ کا دائرہ عام
ہے مشتری کا تصرف ہو یا نہ ہو پھر اس کی اطلاع
اجنبی کو ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو اور اس مسئلہ میں آراء اور
دلائل، ظنون اور افہام کا ٹکراؤ ہے جنہوں نے
وہاں دعوی غیر مسموع کہا ہے انہوں نے سرکاری
ممانعت کی بنا پر کہا ہے پھر سرکاری ممانعت کو
جاری کرنے میں فقہاء کرام کے کلام میں اختلاف ہے
بعض نے علی الاطلاق اس کو جاری مانا ہے اور
بعض نے بعض وجوہ سے استثناء کیا ہے پھر
مستثنیات میں کسی ضابطہ پر اتفاق نہ کیا بعض نے
جہاں مدعی کا عذر ہو وہاں سرکاری حکم سے علی العموم
استثناء مانا ہے یہی موقف جامع اور درست ہے

ثم عظم الاعتراک فی دعوی المیراث فقوم یسمعون و أخرون یمنعون کما فصله الفاضل المحقق العلامۃ سیدی امین الدین الشامی فی العقود الدریۃ ومنشؤہ عـه ورود امر الامارۃ مع استثنائھا و أخرھی بدونه کما ذکرہ ایضا فی رد المحتار بخلاف ما نحن فیه فلا یقید بمدۃ ولا یبتنی علی نھی و انما ھی حکم من الفقھاء الکرام قطعا لمادۃ الزور والتلبیس کما قد سمعت وھذا مما یستوی فیه دعوی الارث وغیرہ ولذا رأیتھم مطلقین القول ھھنا من دون تخصیص ولا استثناء ولا جرم ان افتی به الرملی فی مسئلتین موقتین فی دعوی الارث کما قرأنا علیک فافھم و تثبت فان المقام مزلۃ الاقدام۔

پھر بڑی معرکہ آرائی میراث کے دعوٰی میں ہوئی بعض نے اس دعوٰی کو قابلِ سماعت قرار دیا اور بعض نے غیر مسموع قرار دیا جیسا کہ اس کی تفصیل فاضل محقق علامہ سیدی امین الدین شامی نے عقود الدریہ میں فرمائی اس اختلاف کا منشاء اور وجہ امیر کا حکم ہونا ہے کہ یہ حکم قابلِ استثناء ہے یا نہیں، جیسا کہ یہ بھی رد المحتار میں مذکور ہے اس تفصیل کے برخلاف ہمارے زیر بحث مسئلہ میں تو کوئی مدت مقررہ ہے اور نہ ہی یہ سرکاری حکم منع پر مبنی ہے بلکہ یہ فقہاء کرام کا اجتہادی حکم ہے جو کہ جھوٹ اور حیلہ سازی کے خاتمہ کے لئے ہے جیسا کہ آپ نے سنا، اور اس میں وراثت اور غیر وراثت کا دعوٰی مساوی ہے یہی وجہ ہے کہ یہاں فقہاء نے مطلق قول فرمایا ہے جیسے تم نے دیکھا ہے کہ وہ یہاں نہ تخصیص کرتے ہیں اور نہ ہی استثناء کرتے ہیں، بہرحال رملی نے دعوٰی وراثت کے دو مسئلوں میں یہی فتوٰی دیا ہے جیسا کہ ہم نے آپ کو بیان کیا ہے، سمجھو اور ثابت قدم رہو کیونکہ پھسلنے کا مقام ہے۔

پس صورت مستفسرہ میں جبکہ موصی لہا نے جائداد میں اس قدر تصرفات کئے نصف ملتے ہی بیع ڈالی اور لینے والے نے اوروں کے ہاتھ بیچی ادھر وہ آئی گئی فیصل ہوئی ادھر جو باقی رہی اس میں موصی لہا تحصیل تشخیص کرتے رہے، کچھ اس میں سے بھی جدا کی جس پر خریدار قابض متصرف ہوئے اس عرصہ تک یہ مدعی کیونکر اپنا حق چھوڑے بیٹھے رہے اور اپنی اس قدر جائداد کثیر کا زید و عمرو و من و تو کے ہاتھوں میں لوٹ پھیر جب کہ دیکھا، اگر فی الواقع یہ صاحبِ حق ہوتے تو کیونکر اس قدر مدت تک صبر کرتے، آخر نہ دیکھا کہ امام علامہ

عـه فی الاصل ھکذا واظنه انه منشؤہ ورود امر الامارۃ مع استثنائھا ۱۲ منه۔

محمد بن عبداللہ غزی قدس سرہ الشریف نے تو کچھ اوپر تین برس گزرنے میں دعوٰی نامسموع ٹھہرایا یہاں تو چھ سال سے اونچے ہوچکے، بالجملہ اگر ایسی حالت میں ہندہ زندہ ہوتی اور خود دعوٰی کرتی تو اس کی بھی نہ سنی جاتی اب کہ اس کے مرنے کے بھی کئی سال بعد ان مدعیوں کو یاد آیا کہ ہندہ تو زینب کی بہن تھی اور ہم اس کے ہمشیرہ زاد اور وہ خواہر کہلاتی جاتی، ان کی بات پر کوئی بھی التفات نہ کیا جائے گا اور جائداد بدستور موصی لہما کے قبضہ میں رکھی جائے گی،

فی الفتاوی الخیریۃ فعلم بذلك ان الام لوکانت حیۃ ثم ادعت بعد ذلك لا تسمع دعواھا وما منع المورث فی مثلہ منع الوارث بالاولٰی وفی الحاشیۃ الشامیۃ من لا تسمع دعواہ لمانع لا تسمع دعوی وارثہ بعدہ کما فی البزازیۃ وغیرھا انتہی[2]، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

فتاوٰی خیریہ میں ہے، تو اس سے معلوم ہوا کہ ماں اگر زندہ ہوتی پھر بعد میں دعوٰی کرتی تو اس کا دعوٰی مسموع نہ ہوگا اور جہاں مورث کا دعوٰی مسموع نہ ہو تو وہاں وارث کا دعوٰی بطریق اولٰی نہ سنا جائے گا[1]۔ اور حاشیہ شامی میں ہے، جب مانع کی وجہ سے کسی کا دعوٰی مسموع نہ ہو تو اس کے بعد اس کے وارث کا دعوٰی وہاں مسموع نہ ہوگا اھ، جیسا کہ بزازیہ وغیرہ میں ہے انتہی۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۲۸

۲۲ ربیع الثانی شریف ۱۳۰۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیانِ شرع متین اس صورت میں کہ مسمیان وجیہ الدین وکریم الدین پسران نظام الدین مالک مشترک بحصہ مساوی ۱۰ بسوہ حقیت زمینداری موضع رچھا پرگنہ فرید پور کے تھے ۱۵ اپریل ۱۸۴۹ء کو وجیہ الدین احد الشریکین نے وفات پائی نجم النساء زوجہ صدق النساء مادر و نظام النساء ہمشیرہ حقیقی ذوی الفروض وکریم الدین برادر علاتی عصبہ، جملہ چار وارث شرعی چھوڑے، تاریخ ۱۵ ماہ مذکور کو صدق النساء مادر وجیہ الدین فوت ہوئی اس کی وارث مسماۃ نظام النساء دختر ہوئی اور ۱۱ ستمبر ۱۸۵۳ء کو کریم الدین نے قضا کی، مسماۃ بیگم زوجہ مسماۃ کنیز شیریں دختر ذوی الفروض و مسماۃ نظام النساء ہمشیرہ علاتی عصبہ وارث فوت ہوئے مگر تمام حقیت دیہہ مذکور پر قبضہ بطور خود لبعوض دین مہر بیوگان مورثان کا رہا کہ ۱۸۶۳ء میں ۵ بسوہ حسب نالش نجم النساء کی تقسیماً علیحدہ ہوگئے اور ۵ بسوہ مسماۃ کنیز شیریں و بیگم نے بدست قربان علی

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الدعوٰی دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۸۸

[2] ردالمحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۴۳۶

فروخت کر ڈالے اور ۱۸۷۶ء میں اول مساۃ بیگم مری، اس کی وارث صرف مساۃ کنیز شیریں دختر ہوئی، بعدہٗ مساۃ نظام النساء اعلیٰ درجہ کی حصہ دار اور جو با نتظار بیباقی دین مہر میں بیوگان کے قبضۂ جائداد سے دست کش تھی فوت ہوئی، اس کے وارث محمد عوض و کریم بخش نبیرگان شنار اللہ عم حقیقی متوفیہ بحق عصوبت ہوئے دین مہر مساۃ نجم النساء کا ۱۸۷۷ء میں اور دین مہر مساۃ بیگم کا ۱۸۸۲ء تک آمدنی جائداد سے ادا ہوگیا باوجود بیباق ہوجانے دین مہر کے نجم النساء نے منجملہ ۵ بسوہ کے ۳ بسوہ بدست مساۃ بیگم زوجہ قربان علی مذکور اور بھائی رنجھ کے فروخت کر ڈالے اور ۲ بسوہ تمسک موسومہ موہن چند میں مکفول کی کردہ بسوات مکفولۃ العلت ڈگری مطالبہ مذکور تاریخ ۲۰ مارچ ۱۸۸۸ء کو بخریداری ممتاز حسین پسر قربان علی نیلام ہوگئی یکم اگست ۱۸۸۶ء کو محمد عوض و کریم بخش وارثان نظام النساء نے کل حق حقوق اپنا واقع ۱۰ بسوہ مذکور بدست مساۃ الٰہی بیگم بیع کیا کہ بوجہ خریداری کے مشتریہ نے نالشات دیوانی میں دائر کرکے ڈگریات اثبات حق و دخل بقدر ۳ بسوہ کے بمقابلہ مساۃ نجم النساء و نیز مشتریان اس کی کے علیحدہ علیحدہ حصہ دار حاصل کیں، بعد اس کے مساۃ کنیز شیریں مہاجرہ حسب اتفاق بریلی آئی، ممتاز حسین مدعا علیہ نے ایک مختار نامہ عام مساۃ کنیز شیریں سے اپنے حقیقی بھائی عاشق علی کے نام تحریر کرالیا، چنانچہ عاشق علی مذکور نے بعد چلے جانے مساۃ کنیز شیریں کے نالش منجانب کنیز شیریں بدیں بیان رجوع کی ہے کہ ۳ بسوہ ڈگری شدہ الٰہی بیگم پر بذریعہ وراثت وجیہ الدین کے مساۃ کنیز شیریں کو رسدی حصہ ملے، مدعا علیہا کو یہ عذر ہے کہ ۱۰ بسوہ متروکہ مورثان میں مساۃ نجم النساء کو ۱ بسوہ ۵ بسوانسی اور مساۃ کنیز شیریں کو مع مساۃ بیگم کے ۲ بسوہ ۷ بسوانسی اور محمد عوض و کریم بخش مدعا علیہما کو ۵ بسوہ ۷ بسوانسی پہنچے تو جملہ حصہ داران نے کل حقوق اپنے فروخت کر ڈالے بعلم مقامی ان کے مشتریان مالک ہیں، اور بوجہ عدم شمول مساۃ نظام النساء کے تقسیم و نیز بیع منجانب نجم النساء و نیز مساۃ کنیز شیریں کے جہاں تک حصہ شرعی مشتریہ مدعا علیہا ہے کالعدم ہے اور بیع مستلزم تفریق حصص بائع ہے فقط بوجوہات معروضہ بالا کے شرعاً دعویٰ اجرائے توریث مدعیہ نسبت ۳ بسوہ مقبوضہ الٰہی بیگم مدعا علیہا کے قابل قبول ہے یا نہیں اور عذر مدعا علیہا کس قدر قابل لحاظ ہے؟ بحوالۂ کتب بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں کنیز شیریں کا دعویٰ محض باطل و بے بنیاد ہے، اس مسئلہ کی تحقیق میں چند امور تنقیح طلب جن کا حکم معلوم ہونے کے بعد باذن اللہ تعالیٰ خود ہی منکشف ہو جائے گا،

(۱) پانچ پانچ بسوہ کی تقسیم کہ نجم النساء نے کرائی صحیح ہے جس کے سبب ترکۂ وجیہ الدین میں حصہ کنیز شیریں صرف اسی پٹی سے متعلق ہے جو نجم النساء کے ہاتھ میں تھی یا باطل اور اس کا حق دونوں پٹیوں میں شائع۔

(۲) بالمان وغیرہا اثمان جملہ ورثہ کے حصص متروکات میں کس کس قدر ہیں۔

(۳) بیعیں کہ نجم النساء و بیگم و کنیز شیریں و نیلام کنندگان نے کیں کہاں تک اثر رکھتی ہیں جس سے ظاہر ہو کہ مشتریوں کے ہاتھ میں کتنی حقیتیں اثر بیع سے محفوظ و قابل دعوٰی وارثان ہیں۔

(۴) ان محفوظ حقیتوں میں رسدی حصے کے حساب سے کنیز شیریں و الفی بیگم کا حق کس نسبت سے ہے۔

(۵) شرکت ملک میں ایک شریک کو دوسرے کے حق سے کتنا تعلق ہے۔ باقی رہا یہ کہ نجم النساء و بیگم و کنیز شیریں کی بیعیں کیا حالت رکھتی ہیں اور مشتریوں کو بوجہ تفریق صفقہ کیا کیا اختیار حاصل اور اس کے سوا اور امور متعلقہ معاملہ سے تعرض نہ کروں گا کہ یہ باتیں اس مسئلہ میں زیربحث نہیں۔

اب بتوفیق اللہ تعالٰی ہر امر کا جواب لیجئے۔

تقسیم مذکور محض باطل و بے اثر ہے۔ **اولاً** نظام النساء اس میں شریک نہ کی گئی، ہدایہ میں ہے:

فظھر شریك ثالث لھما والقسمۃ بدونہ فاسدۃ باطلۃ۔[1] جب دو کے ساتھ تیسرا شریک ظاہر ہوجائے تو پھر اس کے بغیر تقسیم باطل قرار پائے گی۔ (ت)

ثانیاً ظاہر ہے کہ نظام النساء کا حق وجیہ الدین و کریم الدین دونوں کے ترکہ میں بوجہ شیوع تھا تو الفی بیگم کہ بوجہ شراء اس کے ورثہ کے قائم مقام ہوئی دونوں حصص میں استحقاق شائع رکھتی ہے اور ایسا استحقاق بالاجماع باعث انتقاض تقسیم ہوتا ہے، عالمگیری میں ہے:

ان استحق جزء شائع من النصیبین انتقضت القسمۃ۔[2] اگر دو حصوں کا استحقاق شائع جز یعنی ناقابل انقسام ہو تو وہ تقسیم ختم ہوجائے گی۔ (ت)

پس ظاہر ہوا کہ یہ پٹیاں محض نامعتبر ہیں اور ترکہ میں ورثہ خواہ شراء جتنے حقدار ہیں سب کا حق بدستور مجموع ۱۰ بسوہ میں شائع یہاں تک کہ جو ذرہ زمین لیجئے اس میں سب کا استحقاق حصہ رسد ہے فان ھذا ھو معنی الشیوع کما نصوا علیہ قاطبۃ (کیونکہ شیوع کا معنی یہی ہے جیسا کہ فقہاء نے اس پر نص کی ہے۔ ت)

تفصیل حصص: وجیہ الدین جس کا ترکہ صورت مذکورہ میں ۹۶ سے منقسم ہو کر یوں بٹا:

نجم النساء ۲۴، نظام النساء ۶۷، کنیز شیریں ۵ کما یظھر بالتخریج (جیسا کہ مسئلہ کی تخریج سے ظاہر ہے) اس کے پانچ بسوہ کی تقسیم یہ ہوئی:

نجم النساء: ۱ بسوہ ۵ بسوانسی، نظام النساء: ۳ بسوہ ۹ بسوانسی ۱۵ ۵/۶ کچوانسی،

---

[1] الہدایہ کتاب القسمۃ باب دعوی الغلط مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۴۱۹

[2] فتاوٰی ہندیہ الباب العاشر فی القسمۃ یستحق الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۲۲۵

کنیز شیریں : ۵ بسوانسی ۴ ۱/۲ کچوانسی۔

اور کریم الدین جس کا ترکہ آٹھ سے تقسیم پاکر یوں پہنچا :

بیگم : ۱ ، کنیز شیریں : ۴ ، نظام النساء : ۳

اس کے پانچ بسوہ یوں منقسم ہوئے :

بیگم : ۱۲ بسوانسی ۱۰ کچوانسی ، کنیز شیریں : ۲ بسوہ ۱۰ بسوانسی ، نظام النساء : ۱ بسوہ ۱۷ بسوانسی ۱۰ کچوانسی۔

یہاں سے ظاہر ہے کہ ترکہ وجیہ الدین میں حصہ نظام النساء ۳ بسوہ ۱۰ بسوانسی گمان کرنا غلط تھا جس میں اس کے حق شرعی سے ۴ ۱/۲ کچوانسی کی زیادتی اور کنیز شیریں کے حق میں اسی قدر کی کمی کی گئی۔ بیع ہر شخص کی اپنی ہی ملک میں نافذ ہوتی ہے اور بیع ملک غیر بے اذن غیر اجازت پر موقوف رہتی ہے اگر نہ جائز رکھے باطل ہوجائے۔ فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے :

اذا باع الرجل مال الغیر عندنا یتوقف البیع علی اجازۃ المالک[1]۔

جب بغیر اجازت کسی کے مال کو فروخت کیا ہو تو ہمارے نزدیک وہ بیع مالک کی اجازت پر موقوف ہوگی (ت)

اور مجرد سکوت یعنی بیع کی خبر پانا اور خاموش رہنا اجازت نہیں۔ عالمگیری میں ہے :

www.alahazratnetwork.org

بلغ المالک ان فضولیا باع ملکہ فسکت لایکون اجازۃ[2]۔

مالک کو اطلاع ملی کہ ایک اجنبی نے اس کی ملکیت فروخت کردی ہے مالک خاموش رہا تو یہ اجازت نہ ہوگی۔ (ت)

اور بعد موت مالک اس کے ورثہ جائز نہیں کرسکتے، فتاوٰی خانیہ میں ہے :

اذا مات المالک لاینفذ باجازۃ الوارث[3]۔

جب مالک فوت ہوجائے تو اس کے ورثاء کی اجازت سے بیع نافذ نہ ہوگی۔

پس نجم النساء و بیگم و کنیز شیریں کی بیعیں اگر نافذ ہوئیں تو صرف انھیں کے حصوں یعنی ۱ بسوہ ۵ بسوانسی ۱۲ بسوانسی ۱۰ کچوانسی ۲ بسوا ۱۰ بسوانسی میں ہوئیں۔ عالمگیری میں ہے :

عبد بین رجلین غصبہ احدھما

ایک عبد دو مالکوں کی مشترک ملک تھا ان میں سے

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب البیع فصل فی البیع الموقوف نولکشور لکھنؤ ۲/ ۳۵۱

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب البیوع الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۱۵۳

[3] فتاوٰی قاضی خاں کتاب البیع فصل فی البیع الموقوف نولکشور لکھنؤ ۲/ ۳۵۱

من صاحبه فباعه بالف درهم ودفعه الی المشتری جاز البیع فی حصته۔[۱]

ایک نے غصب کرکے فروخت کردیا اور مشتری سے ہزار درہم لے کر اس کو قبضہ دے دیا تو فروخت کرنیوالے کے اپنے حصہ میں بیع جائز ہوگی (ت)

اور بیع نیلام کا غیر نافذ ہونا تو اظہر من الشمس کہ جب نجم النساء اپنا حصہ بدست بیگم زوجہ قربان علی بیچ چکی تھی تو اب جائداد میں اس کا کیا باقی تھا جو اس کے قرضہ میں نیلام کیا جاتا بہرحال نفاذ بیع انھیں تین حصوں یعنی مجموع ۱۰ بسوہ سے ۴ بسوہ ۷ بسوانسی ۱۰ کچوانسی تک محدود ہے باقی ۵ بسوہ ۱۲ بسوانسی ۱۰ کچوانسی نفاذ بیع سے محفوظ ہیں، دونوں ترکوں میں حصہ نظام النساء کی محفوظی تو ظاہر خواہ بیعیں اس کی حیات میں ہوئیں یا بعد کہ برتقدیر اول اس کے بے اجازت دئے انتقال کرنے اور برتقدیر ثانی اس بیع نے جو مالکوں یعنی محمد عوض و کریم بخش نے بدست الٰہی بیگم کی اگلی سب بیعوں کو جہاں تک ان کے حصوں سے متعلق نہیں باطل کردیا۔ ردالمحتار میں ہے:

فی البزازیة عن القاعدی طرو البات یبطل الموقوف اذا احدث لغیر من باشر الموقوف کما اذا باع المالک ما باعه الفضولی من غیر الفضولی ولو ممن اشتری من الفضولی اھ ملخصا۔[۲]

بزازیہ میں قاعدی سے منقول ہے کہ قطعی فیصلے کا طاری ہونا موقوف بیع کو باطل کردیگا جب موقوف عمل کرنے والے کے غیر سے جدید بیع ہوجائے مثلاً فضولی نے جس چیز کو فروخت کیا اسی کو مالک نے کسی غیر فضولی کے پاس فروخت کردیا ہو اگرچہ یہ غیر وہی ہو جس کو فضولی نے فروخت کیا تھا اھ ملخصا (ت)

www.alahazratnetwork.org

تو مجموع ۱۰ بسوہ سے ۵ بسوہ ۷ بسوانسی ۵ ۵/۶ کچوانسی ملک الٰہی بیگم ہوئیں۔ رہی کنیز شیریں اس نے اور اس کی ماں بیگم نے اگرچہ اپنی مقدار حصص سے بہت زائد یعنی ۵ بسوہ کی بیع کی مگر یہ بیع ان کے صرف انھی حصوں پر مقتصر رہی جو کہ ترکۂ ذاتی کریم الدین سے انھیں ملی تھی نہ بدیں سبب کہ انھوں نے بعد تقسیم یہی پانچ بسوے بیع کئے جو بالتعیین ترکۂ کریم الدین فرض کرلئے گئے تھے کہ یہ فرض و تعیین تو شرعاً محض بیہودہ و بے معنی تھی کما اسلفنا (جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔ ت) بلکہ اس وجہ سے کہ انھیں صرف انھی حصص کی بیع مقصود تھی اور اسی قدر پر عقد وارد کیا کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) تو ۵ بسوانسی ۴ ۱/۹ کچوانسی کہ ترکہ وجیہ الدین سے انھیں پہنچیں ان کی بیع میں داخل نہ ہوئیں بلکہ غیر مالک یعنی نجم النساء خواہ نیلام کنندگان نے

۱؎ فتاوٰی ہندیہ کتاب الشرکۃ الباب السادس فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۳۴۵

۲؎ ردالمحتار کتاب البیوع فصل فی الفضولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۴۲

بے اذنِ مالکان بیچیں تو بیع اگر حیاتِ بیگم میں واقع ہوئی تو بوجہ موت بلا اجازت اس کے حصے یعنی ا بسوانسی ۵/۶ کچوانسی میں باطل محض ہوگئی جسے کنیز شیریں بھی نافذ نہیں کرسکتی کما قد منا عن الھندیۃ (جیسا کہ ہم پہلے ہندیہ سے نقل کرچکے ہیں۔ت) اور اس کے بعد ہوئی تو مثل حصہ کنیز شیریں اجازتِ کنیز شیریں پر موقوف رہی جس کی تنفیذ وابطال کا اختیار کنیز شیریں کو اب تک حاصل ہے۔

ولا تکون دعونہا مسقطۃ لخیارھا ومعینۃ لابطال البیع کما حققہ المولی المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر شرح الھدایۃ۔

اس کا دعوٰی اس کے خیار کو ساقط کرے گا نہ بطلانِ بیع کے لئے معاون ہوگا جیسا کہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر شرح ہدایہ میں اس کی تحقیق فرمائی ہے۔(ت)

بہرطور مجموع ۱۰ بسوہ سے ۵ بسوانسی ۴ ۱/۶ کچوانسی پر کنیز شیریں کو ہر طرح دعوٰی پہنچتا ہے۔

نسبت حصص ہماری تقریر سے واضح ہوگیا کہ ۱۰ بسوہ سے کس قدر حقیت کنیز شیریں والٰہی بیگم کے لئے محفوظ اور اس میں ہر ایک کا حق کتنا ہے، اب ان دونوں کے حصوں میں نسبت دریافت کرنے کے لئے بغرض تیسیر طریق سب کسور کو کسر اصغر یعنی سدس ۱/۶ کچوانسی کا مجنس کیجئے تو حصہ الٰہی بیگم ۱۲۸۷۵ ہے اور نصیب کنیز شیریں ۶۲۵ یہ دونوں توافق بخمس خمس خمس بجزء من مائۃ وخمسۃ وعشرین رکھتے ہیں اول کا وفق ۱۰۳ دوم کا پانچ تو حصہ کنیز شیریں کو حق الٰہی بیگم سے وہی نسبت ہوئی جو پانچ کو ۱۰۳ سے ہوتی ہے اسی سے ہر جزو جائداد میں ان کا رسدی حصہ معلوم ہوجائے گا یعنی بوجہ بطلان تقسیم وبقائے شیوع جائداد محفوظ ۵ بسوہ ۲ بسوانسی ۱۰ ۱/۶ کچوانسی کا جو ٹکڑا جو ذرہ جہاں کہیں ہوگا اس کے ۱۰۸ اسہام سے ۵ سہم کنیز شیریں اور ۱۰۳ الٰہی بیگم کے ہیں۔

شرکت ملک میں ہر شریک دوسرے کے حصے سے محض اجنبی ہوتا ہے۔ عالمگیری میں ہے:

شرکۃ ملک ان یتملک رجلان شیئا من غیر عقد الشرکۃ بینھما نحو ان یرثا مالا اویوھب لھما اویملکا بالشراء اوالصدقۃ لایجوز لاحدھما ان یتصرف فی نصیب الاٰخر الا بامرہ وکل واحد منھما کالاجنبی فی نصیب صاحبہ ویجوز بیع احدھما نصیبہ بغیر اذنہ[1] اھ ملتقطا۔

شرکتِ ملک یہ ہے کہ دو شخص کسی ایک چیز کے عقدِ شرکت کے بغیر مالک ہوجائیں مثلاً دونوں ایک چیز کے وارث ہیں یا ایک چیز دونوں کو ہبہ ہوئی یا خریداری یا صدقہ کے ذریعہ ایک چیز کے مالک بنے تو اس میں دونوں میں سے کوئی بھی دوسرے کے حصہ میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف نہیں کرسکتا اور اپنے حصہ میں دونوں ایک دوسرے سے اجنبی ہیں لہٰذا ہر ایک اپنے حصہ میں دوسرے کی اجازت کے بغیر تصرف کرسکتا ہے اھ ملتقطا (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشرکۃ الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۳۰۱

www.alahazratnetwork.org

تنویر الابصار میں ہے :

11 شرکۃ ملک وھی ان یملک متعدد عینا او دینا بارث او بیع او غیرھما وکل اجنبی فی مال صاحبہ[1] الخ۔

شرکتِ ملک یہ ہے کہ متعدد اشخاص عین یا دین میں وراثت یا بیع یا کسی اور طرح مشترکہ مالک ہوجائیں اور ہر ایک دوسرے کے حصہ میں اجنبی ہوگا الخ (ت)

توظاہر ہے کہ اگر ان میں ایک کسی غاصب پر دعوٰی کرکے اپنے مقدار حصہ میں اپنا اثبات ملک واستقرار حق کرائے تو اس ثبوت واستقرار میں دوسرے شریک کا ہرگز کوئی استحقاق نہیں آسکتا کہ جو سہام ایک کو پہنچتے ہیں دوسرے کا اس میں کیا حق ہے اس کے لئے اس کے سہام جُدا ہیں پس ایک کے تقرر حق میں مزاحم ہونا گویا بعینہٖ یہ کہنا ہے کہ تو اپنے سہام میں مجھے شریک کرلے اور اپنے خاص حق سے مجھے کچھ دے دے اس کے کوئی معنی نہیں، نہ ایسا دعوٰی قابلِ سماعت، ہاں اگر ایک شریک بے تقسیم شرعی ملک مشاع سے کسی معین ٹکڑے پر قبضہ کرلے تو بیشک دوسرے کا اس پر دعوٰی پہنچتا ہے کہ جب شیوع ہے ہر ہر ذرہ میں دونوں کا استحقاق ہے

فلا یقبض شیئا معینا الا وقد قبض ملک صاحبہ مخلوطا مع ملکہ نفسہ کما نص علیہ فی الکتب جمیعا۔

توکسی معین چیز کا قبضہ دوسرے کے حصہ پر مخلوط قبضہ کے بغیر اپنے حصہ پر نہ ہوسکے گا جیسا کہ تمام کتب میں اس پر تصریح ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

یا ایک شریک جھوٹا دعوٰی کرکے اپنے حق سے زیادہ میں اپنے لئے اثبات ملک کرالے تو بھی دوسرے کی مزاحمت بجا ہے کہ اس نے اس کے حق میں دست اندازی کی یدل علی کل ذٰلک فروع جمۃ مذکورۃ فی کتب المذھب (اس پر کتب مذہب میں مذکور کثیر فروعات دال ہیں۔ ت) غرض ان دو صورتوں کے سوا مجرد اثبات ملک واستقرار حق میں دوسرے شریک کی مزاحمت محض بیہودہ و نامسموع ہے۔ جب یہ امور منقح ہولئے اور پر ظاہر کہ یہاں احتمال صحت دعوٰی کی صورت اولٰی یعنی قبض شے معین مفرز تو واقع نہ ہوئی کہ الٰہی بیگم نے ان ۸ بسوہ ۱۰ بسوانسی کا پٹی بانٹ کر اگر کوئی مستقل قبضہ بالتعیین نہ کیا تو صرف صورت ثانیہ یعنی حق سے زیادہ اثبات ملک کرالینے کا دیکھنا باقی رہا اگر یہ ۳ بسوہ ۱۰ بسوانسی حق الٰہی بیگم سے زائد ہیں تو بیشک کنیز شیریں کو صرف قدر زائد میں اختیار مزاحمت ہے ورنہ اصلاً نہیں، مگر ہم تحقیق کر آئے کہ ترکہ وجیہ الدین و کریم الدین کی جدائی جو اس تقسیم باطل کا حاصل تھی محض غلط ہے بلکہ وہ ساری جائداد جس طرح حیات ہر دو برادر میں مختلط وغیر منقسم تھی اب تک بدستور

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الشرکۃ مطبع مجتبائی دہلی ١/٣٧٠

اسی حالت پر ہے تو صرف ان ۵ بسووں میں جو نجم النساء کے ہاتھ میں تھے کنیز شیریں کا حق جاننا اور دوسری پٹی میں نہ ماننا محض غلطی ہے بلکہ حکم شیوع جو ٹکڑا جہاں کہیں ہے ہر ایک میں کنیز شیریں و الٰہی بیگم حصہ رسد شریک ہیں اب اگر اس فرضی جُدائی کو اصلاً نظر سے ساقط کیجئے جب تو نہایت ظاہر کہ الٰہی بیگم نے اپنے حق سے بہت کم میں اثبات ملک کرایا حق اس کا ۵ بسوہ ۷ بسوانسی ۵ ۵/۹ کچوانسی تھا اور ڈگری صرف ۳ بسوہ ۱۰ بسوانسی کی حاصل کی پھر کنیز شیریں اس کے حق خاص میں سے کس چیز کا حصہ مانگتی ہے۔ اور اگر یہ خیال کیجئے کہ گو تقسیم شرعی نہیں مگر دو ٹکڑے جدا جدا ہو لئے جن میں ایک پر قربان علی دوسرے پر اس کی زوجہ و پسر قابض ہوئے اور الٰہی بیگم نے بھی صرف ایک فریق پر دعوٰی کیا، تو اس نظر سے بھی دعوٰی الٰہی بیگم اس کے حصہ رسد سے کم ہے کہ اس پٹی میں بعد استثنائے حصہ نجم النساء کہ بدست بیگم زوجہ قربان علی بیع ہوا ۴ بسوہ ۵ بسوانسی حق الٰہی بیگم و کنیز شیریں ہیں انہیں بلحاظ نسبت مذکورہ ۳۰ پر تقسیم کیجئے تو حاصل قسمت ۱۳ ۵/۹ کچوانسی ہے جسے ۵ میں ضرب دینے سے ۳ بسوانسی ۹ ۴/۹ کچوانسی ہوتی ہیں اسی قدر رسدی حصہ کنیز شیریں ہے اور باقی ۴ بسوہ ۱ بسوانسی ۱۰ ۵/۹ کچوانسی حق الٰہی بیگم تھے جس میں اس نے تین بسوہ دس بسوانسی میں اپنی ملک ثابت کرائی تو کنیز شیریں کے حق میں کون سی مزاحمت کی دعوٰی کنیز شیریں کا حاصل یہ ہے کہ اس قدر بھی تیری ملک نہیں یا اگرچہ تیری ملک ہے مگر اس میں سے کچھ مجھے واپس دے حالانکہ اس سے زائد اس کی ملک ہے اور ملک غیر پر دعوٰی کرنا محض بے معنی اور اگر ان سب تحقیقات نفیسہ سے قطع نظر کیجئے اور خواہی نخواہی مان ہی لیجئے کہ تقسیم مذکور صحیح تھی اور یہی ۵ بسوہ بالتعیین ترکہ وجیہ الدین تھے اور خاص انھیں میں استحقاق کنیز شیریں ہے تاہم اس تقدیر باطل پر بھی دعوٰی کنیز شیریں کہ حصہ رسدی پاؤں کوئی معنی نہیں رکھتا رسدی حصہ کا تو یہ حاصل کہ جس قدر پر الٰہی بیگم نے ڈگری پائی یا وہ ۵ بسوانسی کہ باقی رہیں دونوں ٹکڑوں میں الٰہی بیگم و کنیز شیریں اپنے اپنے حصوں کی نسبت سے شریک ہیں بحساب اربعہ متناسبہ اس مقدار ڈگری شدہ میں جو کچھ حصہ کنیز شیریں نکلے اب لے باقی حصہ الٰہی بیگم ہو اور ۵ بسوانسی میں دونوں کا دعوٰی رہے حالانکہ اس تقدیر باطل پر الٰہی بیگم جس قدر ترکہ وجیہ الدین سے استحقاق رکھتی تھی اس سے ۴ ۱/۹ کچوانسی زیادہ کی ڈگری پاچکی کما یظھر مما اسلفنا بیانہ (جیسا کہ ہمارے پہلے بیان سے ظاہر ہے۔ت) تو رسدی حصہ مانگنے کے کیا معنی بلکہ قدر زائد یعنی ۴ ۱/۹ کچوانسی کا دعوٰی کرنا تھا، غرض ساری غلطی کا منشا یہ ہے کہ کنیز شیریں یعنی اس کے مختار عام نے اثبات ملک و استقرار حق کرانے کو بالتعیین ایک پارۂ معینہ مفرزہ منقسم پر قبضہ کرلینا سمجھا ہے حالانکہ ان کا بدیہی فرق ایسا نہیں جو کسی پر مخفی رہے، پس بہ نہایت وضوح روشن ہوگیا کہ کنیز شیریں کا دعوٰی اصلاً وجہ صحت و قابلیت سماعت نہیں رکھتا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۲۹
۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ذی مقدور تھا اس نے اپنی بیوی کو اپنی حیات میں زیور طلائی اور نقرئی بنادیا وہ اس کے مہر میں متصور کیا جائے گا یا کیا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

عرف عام وشائع ہمارے بلاد میں یہ ہے کہ عورتوں کا مالک کردینا نہیں ہوتا بلکہ شوہر ہی کی ملک سمجھا جاتا ہے جب تک صراحۃً یا دلالۃً شوہر کی جانب سے تملیک ظاہر نہ ہو،

ومعلوم ان الدفع الیھن یحتمل التملیک والعاریۃ والعاریۃ ادنی فھی الثابتۃ مالم یدل علی خلافھا۔

یہ واضح بات ہے کہ ان کو دینے میں تملیک اور عاریۃ دونوں احتمال ہیں تو جب تک عاریۃ کے خلاف دلیل موجود نہ ہو تو عاریۃ ہونا ثابت ہوگا۔ (ت)

البتہ وہ استعمال میں عورتوں ہی کے رہتا ہے مگر اس سے ملکِ زناں ثابت نہیں ہوتی۔ بحرالرائق پھر ردالمحتار وعقود الدریہ میں ہے،

لایکون استمتاعھا بمشریہ ورضاہ بذلک دلیلا علی انہ ملکھا ذلک کما تفھمہ النساء والعوام وقد افتیت بذلک مرارا[1]۔

خاوند کی خریدی ہوئی چیز سے فوائد حاصل کرنا اور اس پر خاوند کا راضی ہونا بیوی کی ملکیت کی دلیل نہیں بن سکتا جیسا کہ عورتیں اور عوام سمجھے ہوئے ہیں میں نے متعدد بار اس پر فتوٰی دیا ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

پس اگر گواہانِ عادل شرعی سے عورت کو اس زیور کا مالک کردینا نہ ثابت ہو تو وہ بدستور ملکِ شوہر پر ہے اس کا متروکہ ٹھہر کر سب ورثہ پر حسبِ فرائض منقسم ہوگا اور اگر ثابت ہو کہ شوہر نے عورت کو اس زیور کا مالک کردیا تھا تو بیشک وُہ تنہا عورت کی ملک ہے، اب اس صورت میں اگر شوہر نے تصریح کی تھی کہ یہ تیرے مہر میں دیتا ہوں تو اس قدر مہر سے مجرا ہوگا اور اگر مہر کے سوا اور کسی جہت کی تصریح کی تھی مثلاً کہا یہ زیور میں نے تجھے احساناً دیا یا ہبہ کیا تو ہرگز مہر میں محسوب نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے،

بعث الی امرأتہ شیئا ولم یذکر جھۃ عند الدفع غیر جھۃ المھر کقولہ شمع اوحناء ثم قال انہ من المھر

خاوند نے بیوی کو کوئی چیز دیتے ہوئے مہر یا کوئی اور وجہ ذکر نہ کی مثلاً اس نے چراغ یا مہندی کے لئے کہا اور پھر کہا کہ یہ مہر کے طور پر دی ہے تو

---

[1] العقود الدریۃ کتاب الدعوٰی ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۳۵

لم یقبل قنیۃ، لو قوعہ ھدیۃ فلا ینقلب مھرا اھ ملخصا۔

خاوند کی بات نہ مانی جائیگی (قنیہ)، کیونکہ وہ ہدیہ بن چکا ہے تو اب مہر میں تبدیل نہ ہوسکے گا اھ ملخصاً (ت)

اور اگر صرف تملیک معلوم ہوئی اور یہ کچھ نہ ثابت ہوا کہ مہر میں دیا تھا یا مہر سے جدا اور زوجہ کو مہر سے الگ دینے کا دعوٰی ہے اور دیگر ورثہ مہر میں دینا بیان کرتے ہیں تو دیگر ورثہ کا قول ان کی قسم کے ساتھ مقبول ہوگا جب تک عورت گواہان عادل سے نہ ثابت کرادے کہ مجھے مہر سے جدا اس کا مالک کیا وہ زیور مہر ہی ٹھہرے گا۔

تنویر الابصار و درمختار و ردالمحتار میں ہے:

لو بعث الی امرأتہ شیئا ولم یذکر المھر ولا غیرہ فقالت ھو ھدیۃ وقال ھو من المھر او عاریۃ فالقول لہ بیمینہ والبینۃ لھا فی غیر المھیاء للاکل[2] اھ ملخصۃ۔

جب خاوند نے بیوی کو کوئی چیز بھیجی اور مہر وغیرہ کا کوئی ذکر نہ کیا تو بیوی کہتی ہے یہ ہدیہ ہے اور خاوند کہتا ہے یہ مہر تھا یا عاریتاً تھا، تو خاوند کی بات قسم لے کر مان لی جائے گی اور عورت کی بات گواہی کے ساتھ مانی جائے گی، یہ صورت کھانے پینے والی چیزوں میں نہ ہوگی اھ ملخصاً (ت)

خیریہ میں ہے:

سئل فیما اذا بعث شیئا من جنس النقدین اوما لا یتسارع الیہ الفساد ثم اختلفا فقال الزوج انما بعثتہ لیحسب من المھر وقالت ھو ھدیۃ ھل القول قولہ ام قولھا اجاب القول قولہ کما صرح بہ قاضیخان وغیرہ یعنی بیمینہ معللا بانہ المملک وھو اعرف بجھۃ التملیک[3] اھ ملخصا۔

سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے بیوی کو نقد درہم و دینار یا ایسی چیز جو جلد خراب نہ ہونے والی ہو، بھیجی، پھر دونوں کا اختلاف ہوا۔ خاوند کہتا ہے کہ یہ مہر کے حساب میں تھی اور بیوی کہتی ہے یہ ہدیہ ہے، تو کیا خاوند کی بات مانی جائے گی یا بیوی کی؟ تو جواب دیا کہ خاوند کی بات قسم لے کر مانی جائے گی جیسا کہ قاضیخان نے یہ تصریح کی ہے اس وجہ سے کہ خاوند دینے والا ہے تو وہی تملیک کی وجہ بہتر جانتا ہے اھ ملخصاً (ت)

عقود الدریہ میں ہے:

---

[1] درمختار	کتاب النکاح	باب المہر	مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۲۰۳
[2] "	"	"	"	۱/ ۲۰۳
ردالمحتار	"	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/ ۳۶۴
[3] فتاوٰی خیریہ	"	"	دارالمعرفۃ بیروت	۱/ ۲۹

الوارث لقیامہ مقام مورثہ فیصدق فی جہۃ التملیك فصولین۱؎ مما یکون القول فیہ للمملك اھ ملخصا، واللہ تعالٰی اعلم۔

وارث چونکہ مورث کے قائم مقام ہے اس لئے جہت تملیک کے بیان میں اس کی تصدیق کی جائے گی، جامع الفصولین، وہاں جہاں مالک بنانے والے کی بات مانی جاتی ہو اھ ملخصًا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۰: ۸ /شعبان ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے مسماۃ ہندہ میری زوجہ نے مرتے وقت مجھے اپنا مہر بمواجہہ چار عورتوں کے معاف کردیا وارثانِ ہندہ نے جوان عورتوں سے دریافت کیا ان میں سے دو نے محض انکار کیا، ایک کا بیان مذبذب رہا، چوتھی سے ابھی پوچھنے کی نوبت نہ آئی، ایسی حالت میں شرع شریف ایسی گواہیوں پر معافیِ مہر کا حکم دیتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نہ مذبذب بیان مسموع اذلاشہادۃ الاعن علم (کیونکہ شہادت بغیر علم نہیں ہوتی۔ ت) نہ یہاں ایک کی گواہی معتبر اگرچہ مرد ہو لاشتراط العدد نصا (گواہوں کی تعداد مشروط ہونے پر نص ہے۔ ت)، نہ تنہا عورتوں کی شہادت مقبول اگرچہ دو چار ہوں کما نص علیہ القراٰن العزیز (جیسا کہ اس پر قرآن عزیز نے نص فرمائی ہے۔ ت) نہ وارث کے لئے مرض موت کی معافی بے اجازت دیگر ورثہ نافذ ہوسکے،

لانہ فی حکم الوصیۃ ولا وصیۃ لوارث الا ان یجیزھا الورثۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

وارث کے لئے وصیت نہیں مگر جہاں باقی ورثاء جائز تسلیم کرلیں، کیونکہ یہ معاملہ وصیت کے حکم میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۱: از کلانور ضلع گورداسپور مرسلہ شیخ مراد علی صاحب آنریری مجسٹریٹ ۲۵ /شوال ۱۳۱۰ھ

حضرتِ من مولٰنا فیاض واریں جناب مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب خاص مقیم بریلی زاد اللہ فیضانہ۔ بعد السلام علیکم وتمنائے زیارت قدمین شریف کے التماس ہے کہ ایک صورت مسئلہ کی عرض کیا چاہتا ہے، جناب اس کے مقابلہ میں تحریر مسئلہ کی فرمائیں، ایک شخص کا ایک قبیلہ یعنی عورت زوجہ اور ایک اس زوجہ کا فرزند ہے اس کے سوا اس شخص کا دوسرا زوجہ ہے اس کا بھی ایک فرزند ہے اور دو دختر ہیں اس شخص نے بنحاطر زوجہ ثانی کے اول قبیلہ کے فرزند کو محروم الارث کرنا چاہتا ہے اور اس کی والدہ کو اخراجات

۱؎ العقود الدریۃ کتاب الدعوٰی ارگ بازار قندھار افغانستان ۲ /۱۸ و ۱۹

دینے سے دست بردار ہے اور جس فرزند اول قبیلہ کو محروم کرنا چاہتا ہے بالغ اور جوان ہے ابتدا میں یہ اپنے باپ کے ساتھ کمانے میں بصورت تجارت کے شامل رہا اور پورا مددگار، پھر کچھ عرصہ علیحدہ ہوکر چند سال نوکری میں مصروف رہا بحالت نوکری اس کے باپ نے بہت خواہش سے نوکری سے جُدا کردیا، وجہ اس کا یہ ہے کہ اس شخص کے باپ کے زراعت کا کام بہت ہے اور ماسوا اس کے تنازعات اس کے لوگوں کے ساتھ بہت رہتے ہیں اجب وہ نوکری سے بموجب خواہش باپ کے الگ ہوا تو مقابلہ بھی لوگوں سے کرتا رہا، غرض اس نے کل کارروائی باپ کی کو بخوبی انجام دیا، باپ الگ ایک جگہ دوسرے شہر میں دکانداری کرتا رہا، باپ نے پیداوار زمینداری سے جو زیر اہتمام اس فرزند کے تھا چہارم حصہ پیداوار کا بلا خرچہ (خرچہ اپنے ذمہ رکھ کر) دیتا گیا، کچھ عرصہ تک وفا کیا اب بالکل بپاس خاطر زوجہ دوسری کے اور اس زوجہ کے فرزندان اور دختران کے پہلے قبیلہ اور اس کے فرزند بالغ کو جواب دے دیا اور اپنی خدمات سے الگ کردیا، اب اس کے پاس کوئی اثاثہ نہیں ہے اور نہ توفیق ہے کہ باہر جاکر تلاش نوکری کی کرے، باپ کے قبضہ میں دو قسم کی جائداد ہے ایک وہ جو جدی ہے دوسری وہ جو بشمولیت اس فرزند بالغ کے خود پیدا کیا ہے، اس کے بارہ میں شرع شریف کا کیا حکم ہے کہ آیا فرزند بالغ کچھ لے سکتا ہے کہ نہیں؟ اور اگر باپ محروم کرنا چاہے تو کرسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

تجارت زراعت وغیرہا جس کام میں فرزند نے اپنے باپ کی اعانت و مددگاری کے طور پر کچھ کمایا وہ صرف ملک پدر ہے یعنی جب تک اس کا خورد و نوش ذمہ پدر تھا اور اپنا کوئی ذاتی مال وکسب جداگانہ نہ رکھتا تھا بلکہ اسے حرفت وکسب پدری میں جس طرح سعید بیٹے اپنے باپ کی اعانت کرتے اور اسے کام کی تکلیف سے محفوظ رکھتے ہیں اس کا معین و مددگار تھا تو جو کچھ ایسی وجہ وحالت میں کمایا سب باپ کا ہے جس میں بیٹے کے لئے کوئی حق ملک نہیں، فتاوٰی خیریہ پھر عقود الدریہ میں ہے:

حیث کان من جملة عیاله والمعینین له فی اموره واحواله فجمیع ما حصله بکده وتعبه فهو ملك خاص لابیه لاشیئ له فیه حیث لم یکن له مال ولو اجتمع له بالکسب جملة اموال لانه فی ذلك لابیه معین حتی لوغرس

جب وہ والد کی عیال میں ہے اور والد کے معاونین میں سے ہے تو ایسی صورت میں والد کے امور اور احوال میں جو بھی اس کی محنت وکاوش سے حاصل ہوگا وہ خاص والد کی ملکیت ہوگا اس میں اس کے بیٹے کا مال نہ ہونے کی صورت میں کوئی ملکیت نہ ہوگی اگرچہ اس بیٹے کی محنت سے بہت سے اموال جمع ہوئے ہوں کیونکہ وہ اس میں والد کا معاون ہے

شجرۃ فی ھذہ الحالۃ فھی لابیہ نص علیہ علماؤنا رحمھم اللہ تعالٰی۔[1]

حتی کہ اگر وہ کوئی پودا لگائے تو اس حالت میں پودا والد کا ہوگا، اس پر ہمارے علمائے کرام رحمہم اللہ تعالٰی نے تصریح فرمائی ہے۔(ت)

اور جو کچھ مال اس کے سوا پیدا کیا یعنی اس زمانہ میں کہ اس کا خورد و نوش باپ سے جدا تھا یا اپنے ذاتی مال سے کوئی تجارت کی یا کسب پدری سے الگ کوئی کسب خاص مستقل اپنا کیا جیسے صورت مستفسرہ میں نوکری کا روپیہ یہ اموال خاص بیٹے کے ٹھہریں گے۔ خیریہ و عقود میں ہے:

سئل فی ابن کبیر ذی زوجۃ وعیال لہ کسب مستقل حصل بسببہ اموال اھل ھی لوالدہ اجاب ھی للابن حیث لہ کسب مستقل واما قول علمائنا یکون کلہ للاب فمشروط کما یعلم من عباراتھم بشروط منھا اتحاد الصنعۃ وعدم مال سابق لھما وکون الابن فی عیال ابیہ فاذا عدم واحد منھا لایکون کسب الابن للاب وانظر الی ما عللوا بہ المسألۃ ان الابن اذا کان فی عیال الاب یکون معینا لہ فمدار الحکم علی ثبوت کونہ معینا لہ فیہ فاعلم ذلک[2] اھ ملخصا۔

ایسے جوان شادی شدہ عیالدار بیٹے جس کا اپنا مستقل کاروبار ہے اور کاروبار میں اموال حاصل ہوئے، کے متعلق سوال ہوا کہ کیا یہ اموال اس بیٹے کی ملک ہوں گے یا والد کے ہوں گے، جواب دیا کہ بیٹے کی ملک ہیں جبکہ یہ بیٹے کا اپنا مستقل کاروبار ہے ہمارے علمائے کرام کا یہ ارشاد کہ وہ تمام والد کا ہے ان کا یہ ارشاد چند شرطوں سے مشروط ہے جیسا کہ ان کی عبارات سے معلوم ہے ان شرائط میں سے بعض یہ ہیں کہ باپ بیٹے کا کام ایک ہو، بیٹے کا پہلے سے اپنا مال نہ ہو، بیٹا باپ کے عیال میں شامل ہو تو ان شرائط میں سے جب کوئی شرط مفقود ہو تو بیٹے کی کمائی والد کے لئے نہ ہوگی، مسئلہ کے بیان میں علماء کی ذکر کردہ علت پر غور کرنا چاہئے انھوں نے فرمایا، جب بیٹا باپ کی عیال میں شامل ہو اور اس کا معاون ہو تو حکم کا مدار اس پر ہے کہ وہ اس میں باپ کا معاون ہو، یہ معلوم ہونا ضروری ہے اھ ملخصا۔(ت)

مگر جو چہارم حصہ پیداوار میں باپ نے اسے دینا کہا تھا اس کا دعوٰی اسے کسی حالت میں نہیں پہنچتا کہ اگر وہ کہنا محض بطور وعدہ و احسان تھا اور غالب یہی ہے جب تو ظاہر کہ لاجبر فی التبرع (تبرع میں جبر نہیں۔ ت) اور اگر بروجہ معاوضہ محنت و عقد اجارہ تھا تو جہالت اجر و فساد اجارہ سے قطع نظر بیٹے کو

۱؎ و ۲؎ العقود الدریۃ کتاب الدعوٰی حاجی عبدالغفار ارگ بازار قندھار افغانستان ۲ /۱۴

اپنے کام کی اجرت باپ سے لینی جائز نہیں، نہ اس کی خدمت پر اجیر بن سکتا ہے کہ خدمتِ پدری طاعتِ الٰہی ہے اور طاعات پر اجارہ ناجائز، علامہ طحطاوی حاشیہ درمختار کتاب الفرائض میں فرماتے ہیں:

الولد اذا أجر نفسه لوالده ليخدمه و كذا المرأة اجرت نفسها من زوجها لتخدمه لم يجز لان خدمتها تقع صلة للزوج قضاء مستحقة فلم تجز الاجارة[1] اھ ملخصا۔

جب بیٹے نے اپنے آپ کو والد کا یا بیوی نے اپنے آپ کو خاوند کا مزدور بنایا تاکہ یہ ان کی خدمت کرسکیں تو یہ جائز نہ ہوگا کیونکہ یہ خدمت خاوند کے لئے صلہ ہے لہذا وہ اس خدمت کا حقدار ہے تو اجارہ جائز نہ ہوگا اھ ملخصا (ت)

خزانۃ المفتین میں فتاوٰی امام قاضیخان سے ہے:

الاب اذا استاجر ابنه البالغ فعمل الابن لا اجر له[2]۔

باپ جب اپنے بالغ بیٹے کو اجیر بنائے اور بیٹا کام کرے تو بیٹے کو اجرت نہ ملے گی۔ (ت)

رہا باپ کا اسے اپنی میراث سے محروم کرنا وہ اگر یوں ہو کہ زبان سے لاکھ بار کہے کہ میں نے اسے محروم الارث کیا یا میرے مال میں اس کا کچھ حق نہیں یا میرے ترکہ سے اسے حصہ نہ دیا جائے یا خیال جہال کا وہ لفظ بے اصل کرمیں نے اسے عاق کیا یا انہیں مضامین کی لاکھ تحریریں لکھے رجسٹریاں کرائے یا اپنا کل مال اپنے فلاں وارث یا کسی غیر کو ملنے کی وصیت کرجائے ایسی ہزار تدبیریں ہوں کچھ کارگر نہیں، نہ ہرگز وہ ان وجوہ سے محجوب الارث ہوسکے کہ میراث حق مقرر فرمودہ رب العزۃ جل وعلا ہے جو خود لینے والے کے اسقاط سے ساقط نہیں ہوسکتا بلکہ جبراً دلایا جائے گا اگرچہ وہ لاکھ کہتا رہے مجھے اپنی وراثت منظور نہیں میں حصہ کا مالک نہیں بنتا میں نے اپنا حق ساقط کیا پھر دوسرا کیونکر ساقط کرسکتا ہے۔

قال اللّٰہ تعالٰی یوصیکم اللّٰہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین[3]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ تعالٰی تمہیں اولاد کے متعلق وصیت فرماتا ہے بیٹے کو دو بیٹیوں کا حصہ ہے (ت)

اشباہ میں ہے:

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الفرائض دارالمعرفۃ بیروت ۴/ ۳۶۷
[2] خزانۃ المفتین کتاب الاجارۃ قلمی نسخہ ۲/ ۱۶۲
[3] القرآن الکریم ۴/ ۱۱

لوقال الوارث ترکت حقی لم یبطل حقہ[1]	اگر وارث کہے میں نے اپنا حصہ چھوڑا تو اس سے اس کا حق باطل نہ ہوگا۔ (ت)

غرض بالمقصد محروم کرنے کی کوئی سبیل نہیں، ہاں اگر حالتِ صحت میں اپنا مال اپنی مِلک سے زائل کردے تو وارث کچھ نہ پائے گا کہ جب ترکہ ہی نہیں تو میراث کا ہے میں جاری ہو مگر اس قصد ناپاک سے جو فعل کریگا عنداللہ گنہگار و ماخوذ رہے گا۔ حدیث میں ہے حضور پُرنور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من فرمن میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ یوم القیٰمۃ۔ رواہ ابن ماجۃ[2] عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	جو اپنے وارث کو اپنا ترکہ پہنچنے سے بھاگے اللہ تعالٰی روزِ قیامت اس کی میراث جنت سے قطع فرمادے۔ (اسے ابن ماجہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

یونہی ایک زوجہ کے پیچھے دوسری کی خبرگیری نہ کرنی دوہرا گناہ اور بنصِ قرآن حرام قطعی ہے۔ حدیث میں ہے حضور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا کانت عندہ امرأتان فلم یعدل بینھما جاء یوم القیٰمۃ وشقہ ساقط۔ رواہ الترمذی[3] وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ وابن حبان والحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	جس کے دو بیبیاں ہوں اور وہ انھیں برابر نہ رکھے قیامت کے دن اس حال پر آئے کہ اس کی ایک طرف کی کروٹ گری ہوئی ہو (اسے ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲ تا ۳۵: از بلگرام شریف ضلع ہردوئی محلہ سلطرہ مرسلہ حضرت سید محمد زاہد صاحب ۴ جمادی الآخر ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائلِ ذیل میں:

(۱) زید کہ ایک علاقہ کا حاکم وقت کی جانب سے منتظم مقرر ہے بذاتِ خود حاکم نہیں ہے کہ کوئی حکم یا فیصلہ قطعی کرسکتا ہے تو ایسی صورت میں اگر بکر جو اسی علاقہ میں رہتا ہے بغیر کسی خواہش و دباؤ کے

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثالث احکام النقد الخ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۱۶۰
[2] سنن ابن ماجہ ابواب الوصایا باب الحیف فی الوصیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹۸
[3] جامع الترمذی ابواب النکاح باب ماجاء فی التسویۃ بین الضرائر امین کمپنی دہلی ۱/۱۳۶

بموجب رواج یا اخلاق انسانی کے زید کی دعوت کرے یا کوئی تحفہ کسی قسم کا پیش کرے تو اس کا لینا داخلِ رشوت ہے یا نہیں اور جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) زید بحکم حاکم وقت کے تحقیقات کے واسطے اسی علاقہ میں جس کا وہ مہتمم ہے کسی فریق کے مکان پر جائے یا بصورت نہ ہونے فریق ثانی بمقابلہ حاکم کے تحقیقات تجویز کو جائے اس وقت کھانا کھلانا بکر کا یا معمولی تحفہ پیش کرنا اور زید کو اس کا قبول کرنا داخلِ رشوت و ناجائز ہوگا یا جائز درحالیکہ بغیر خدمت گزاری بکر کے بھی زید کا طریقِ عمل یکساں ہے۔

(۳) بخلاف ہر دو دفعات کے اگر زید حاکم مختار و فیصلہ قطعی کر سکتا ہے تو زید کو اپنے حدود علاقہ کے اندر دعوت و تحفہ کا قبول کرنا کیسا ہے، جائز یا ناجائز؟

(۴) جس حالت میں زید کے طریقِ عمل سے بکر واقف ہو جائے کہ دعوت و تحفہ سے زید میرے حق میں کچھ رعایت نہ کرے گا اپنے طریقِ عمل پر پورا قائم رہے گا اور باوجود اس عمل کے نمبر ۱ و ۲ کا برتاؤ کرے تو جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

جو شخص بذاتِ خود خواہ از جانب حاکم کسی طرح کا قہر و تسلط رکھتا ہو جس کے سبب لوگوں پر اس کا کچھ بھی دباؤ ہو اگرچہ وہ فی نفسہ ان پر جبر و تعدی کرے دباؤ نہ ڈالے اگرچہ وہ کسی فیصلہ قطعی بلکہ غیر قطعی کا بھی مجاز نہ ہو جیسے کوتوال، تھانہ دار، جمعدار یا دہقانیوں کے لئے زمیندار مقدم پٹواری یہاں تک کہ پنچایتی قوموں یا پیشوں کے لئے ان کا چودھری، ان سب کو کسی قسم کے تحفہ لینے یا دعوتِ خاصہ (یعنی وہ دعوت کہ خاص اسی کی غرض سے کی گئی ہو کہ اگر یہ شریک نہ ہو تو دعوت ہی نہ ہو) قبول کرنے کی اصلاً اجازت نہیں مگر تین صورتوں میں، اول اپنے افسر سے جس پر اس کا دباؤ نہیں، نہ وہاں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس کی طرف سے یہ ہدیہ و دعوت اپنے معاملات میں رعایت کرانے کے لئے ہے۔ دوم ایسے شخص سے جو اس کے اس منصب سے پہلے بھی اسے ہدیہ دیتا یا دعوت کرتا تھا بشرطیکہ اب سے اسی مقدار پر ہے ورنہ زیادت روا نہ ہوگی مثلاً پہلے ہدیہ و دعوت میں جس قیمت کی چیز ہوتی تھی اب اس سے گراں قیمت پر تکلف ہوتی ہے یا تعداد میں بڑھ گئی یا جلد جلد ہونے لگی کہ ان سب صورتوں میں زیادت موجود اور جواز مفقود، مگر جبکہ اس شخص کا مال پہلے سے اس زیادت کے مناسب زائد ہو گیا ہو جس سے سمجھا جائے کہ یہ زیادت اس شخص کے منصب کے سبب نہیں بلکہ اپنی ثروت بڑھنے کے باعث ہے۔ سوم اپنے قریب محارم سے، جیسے ماں باپ اولاد بہن بھائی نہ چچا ماموں خالہ پھوپھی کے بیٹے کہ یہ محارم نہیں اگرچہ عرفاً انھیں بھی بھائی کہیں۔ محارم سے مطلقاً اجازت ظاہر عبارت قدوری پر ہے ورنہ امام سغناقی نے نہایہ

پھر امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اسے بھی صورت دوم ہی میں داخل فرمایا کہ محارم سے بھی ہدیہ و دعوت کا قبول اسی شرط سے مشروط کہ پیش از حصول منصب بھی وہ اس کے ساتھ یہ برتاؤ برتتے ہوں مگر یہ کہ اسے یہ منصب ملنے سے پہلے وہ فقرا تھے اب صاحب مال ہوگئے کہ اس تقدیر پر پیش از منصب عدم ہدیہ و دعوت بربنائے فقر سمجھا جائے گا اور فی الواقع اظہر من حیث الدلیل یہی نظر آتا ہے کہ جب باوصف قدرت پیش از منصب عدم یا قلت و بعد منصب شروع یا کثرت بربنائے منصب ہی سمجھی جائے گی اس تقدیر پر صرف دو ہی صورتیں مستثنیٰ رہیں پھر بہرحال جو صورت مستثنیٰ ہوگی وہ اسی حال میں حکم جواز پاسکتی ہے جب اس وقت اس شخص کا کوئی کام اس سے متعلق نہیں ورنہ خاص کام پڑنے غرض متعلق ہونے کے وقت اصلاً اجازت نہیں خواہ وہ افسر ہو یا بھائی یا پہلے سے ہدیہ وغیرہ دینے والا بلکہ ایسے وقت عام دعوت میں شریک ہونا بھی نہ چاہئے نہ کہ خاص، پھر جہاں جہاں ممانعت ہے اس کی بنا صرف تہمت و اندیشہ رعایت پر ہے حقیقۃً وجود رعایت ضرور نہیں کہ اس کا اپنے عمل میں کچھ تغیر نہ کرنا یا اس کا اس کی عادت بے لوثی سے آگاہ ہونا مفید جواز ہوسکے۔ دنیا کے کام امید ہی پر چلتے ہیں، جب یہ دعوت و ہدایا قبول کیا کرے گا تو ضرور خیال جائے گا کہ شاید اب کی بار کچھ اثر پڑے کہ مفت مال دینے کی تاثیر مجرب و مشاہد ہے اس بار نہ ہوئی اس بار ہوگی، اس بار نہ ہوئی پھر بھی ہوگی، اور یہ حیلہ کہ اس کا ہدیہ و دعوت بربنائے اخلاق انسانیت ہے نہ بلحاظ منصب، اس کا رَد خود حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرما چکے ہیں، جب ایک صاحب کو تحصیل زکوٰۃ پر مقرر فرما کر بھیجا تھا انھوں نے اموال زکوٰۃ حاضر کئے اور کچھ مال جدا رکھے کہ یہ مجھے ملے ہیں فرمایا اپنی ماں کے گھر بیٹھ کر دیکھا ہوتا کہ اب کتنے تحفے ملتے ہیں یعنی یہ ہدایا صرف اسی منصب کی بنا پر ہیں اگر گھر بیٹھا ہوتا تو کون آکر دے جاتا، اس مسئلہ کی تفاصیل میں اگرچہ کلام بہت طویل ہے مگر یہاں جو کچھ مذکور ہوا بعونہٖ تعالٰی خلاصہ تنقیح و صالح تحویل ہے،

فی الدرالمختار ویرد ھدیۃ التنکیر للتقلیل وھی ما یعطی بلا شرط اعانۃ بخلاف الرشوۃ الا من ابن عمہ السلطان والباشا وقریبہ المحرم او ممن جرت عادتہ بذلک بقدر عادتہ ولا خصومۃ لھما و یرد دعوۃ خاصۃ

درمختار میں ہے وُہ ہدیہ کو رَد کردے۔ ہدیہ کی تنکیر قلت کے لئے، اور یہ وُہ ہے کہ اس کو اعانت کی شرط کے بغیر دیا جائے بخلاف رشوت کہ اس میں اعانت کی شرط ہوتی ہے۔ قاضی صرف چار حضرات سے ہدیہ وصول کرسکتا ہے بادشاہ، گورنر، اپنے قریبی محارم، اور جس سے پہلے وصول کی عادت جاری تھی وُہ بھی عادت کے مطابق، بشرطیکہ آخری دونوں کا

www.alahazratnetwork.org

وھی التی لایتخذھا صاحبھا لو
لاحضور القاضی ولا یجیب
دعوۃ خصم ولو عامۃ للتھمۃ[١] اھ
ملخصا، وفی ردالمحتار الاصل
فی ذٰلک ما فی البخاری عن
ابی حمید الساعدی قال
استعمل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ
وسلم رجلا علی الصدقۃ فلما قدم
قال ھذا لکم وھذا الی
قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
ھلا جلس فی بیت ابیہ او بیت
امہ فینظر ایھدی لہ امر لا وتعلیل
النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
دلیل علی تحریم الھدیۃ التی
سببھا الولایۃ فتح، قال فی النھر الظاھر
ان المراد بالعمل ولایۃ ناشئۃ
عن الامام او نائبہ کالساعی والعاشر اھ
قلت ومثلھم مشائخ القری والحرف
وغیرھم ممن لہ قھر وتسلط
علی من دونھم فانہ یھدی الیھم
خوفا من شرھم اولیروج عندھم ورأیت
فی حاشیۃ شرح المنھج للعلامۃ محمد الداودی
الشافعی الفقیہ قال ع ش ومن العمال مشائخ

مقدمہ اس کے ہاں نہ ہو، اور وہ خاص دعوت کو رد کر دے۔
خاص دعوت وہ ہے جس میں اگر قاضی نہ ہو تو دعوت نہ ہو،
اور مقدمہ کے کسی فریق کی دعوت قبول نہ کرے اگرچہ
یہ دعوت عام ہو کیونکہ مقام تہمت ہے اھ ملخصا۔
اور ردالمحتار میں ہے: اس میں اصل یہ ہے کہ
بخاری شریف میں ابوحمید الساعدی رضی اللہ تعالٰی
عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
ایک شخص کو صدقہ پر عامل بنایا تو جب وہ واپس آیا تو اس
نے صدقات پیش کرتے ہوئے عرض کی کہ یہ مال آپ
کے بیت المال کا ہے اور یہ میرا ہے۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے فرمایا یہ اپنے باپ یا ماں کے گھر بیٹھ کر
کیوں نہیں دیکھتا کہ اس کو ہدیہ ملتا ہے یا نہیں، تو
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیان کردہ وجہ ایسے
ہدیہ کی حرمت کی دلیل جو کسی عہدہ کی بنا پر ملے، فتح۔
اور نہر میں فرمایا، ظاہر ہے کہ ولایت وعہدہ سے مراد
یہ ہے کہ وہ امام یا نائب امام کی طرف سے
سونپا گیا ہو جیسا کہ زکوٰۃ یا عشر وصول کرنے والا، اھ۔
میں کہتا ہوں اسی طرح دیہاتوں اور حرفتوں کے نگران
وغیرہ جن کو اپنے ماتحتوں پر تسلط اور غلبہ ہوتا ہے
کیونکہ ان کے شر کا خوف یا ان سے طمع ہوتا ہے،
میں نے علامہ محمد داودی شافعی فقیہ کی شرح منہج میں
دیکھا ہے انھوں نے ع ش کے حوالہ سے فرمایا
عاملین میں سے بازاروں، شہروں کے نگران اور

www.alahazratnetwork.org

---

[١] درمختار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ٢/٧٥-٧٤

الاسواق والبلدان وباشروا الاوقاف وكل من يتعاطى امرا يتعلق بالمسلمين انتهى، وعبارة القلانسی ولا يقبل الهدية الا من ذی رحم محرم او وال مقدم عليه فی الرتبة ووجهه ان منع قبولها انما هو للخوف من مراعاته لاجلها وهو ان راعى الملك ونائبه لم يراعه لاجلها، قوله المحرم هذا القيد لابد منه ليخرج ابن العم نهر قوله ولا خصومة لهما قال فی البحر والحاصل ان من له خصومة لا يقبلها مطلقا و من لا خصومة له فان كان له عادة قبل القضاء قبل المعتاد والا لا اى سواء كان محرما او غيره على ما مر عن شيخ الاسلام، قال فی البحر فلو كان من عادته الدعوة فی كل شهر مرة فدعاه كل اسبوع بعد القضاء لا يجيبه ولو اتخذ له طعاما اكثر من الاول لا يجيبه الا ان يكون ماله قد زاد كذا فی التاتارخانية اھ[1] اھ ملتقطا

اوقاف کے ذمہ دار اور تمام ایسے لوگ جن کو مسلمانوں کے امور سے متعلق کیا گیا ہو اھ، اور قلانسی کی عبارت یوں ہے کہ وُہ صرف اپنے ذی رحم محرم یا اپنے سے بڑے مرتبہ والے کسی والی کا ہدیہ قبول کرسکتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہدیہ قبول کرنے کی ممانعت صرف اس وجہ سے ہے کہ کہیں ہدیہ کی وجہ سے ہدیہ والے کی رعایت نہ کرے تو اگر وہ بادشاہ یا اس کے نائب کی رعایت کرے گا تو وہ اس کی رعایت نہ کرینگے، اور اگر کرے گا تو ہدیہ کی وجہ سے نہ کرے گا۔ ماتن کا قول محرم' تو یہ قید ضروری ہے تاکہ چچازاد اس اجازت سے خارج ہو جائے' نہر۔ اور اس کا قول کہ خصومت نہ ہو (یعنی ان کا مقدمہ نہ ہو) تو بحر میں فرمایا حاصل یہ کہ ان کا ہدیہ مطلقاً قبول نہ کرے اور جس کا مقدمہ نہ ہو تو اگر قضائے قبل اس سے ہدیہ وصول کرنے کی عادت تھی تو عادت سے زائد قبول کرنے کی ممانعت ہے، اگر وُہ ایسا نہیں تو پھر قبول نہ کرے اھ، یعنی محرم ہو یا نہ ہو جیسا کہ شیخ الاسلام سے منقول گزرا، بحر میں فرمایا، اگر قضا سے قبل ایک ماہ پر دعوت کی عادت تھی تو اب قضاء کے بعد ہر ہفتہ دعوت شروع کردی تو قبول نہ کرے اور اگر اب کھانا زیادہ پُر تکلف ہو تو قبول نہ کرے، ہاں دعوت قبول کرنے والا پہلے سے زیادہ مالدار ہو گیا تو قبول کرے جیسا کہ تاتارخانیہ

www.alahazratnetwork.org

---

[1] ردالمحتار کتاب القضاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۱۰ تا ۳۱۲

وفی الھندیۃ یقبل الھدیۃ من الوالی الذی ولاہ ولوکان للخلیفۃ خصومۃ لم یقبل ھدیتہ الا بعد الحکم کذافی العتابیۃ اھ[1]، وفی فتح القدیر قال شیخ الاسلام قالوا ما ذکر فی الضیافۃ فمحمول علی ما اذاکان المحرم لم یجری بینھما الدعوۃ والمھاداۃ وصلۃ القرابۃ واحدث بعد القضاء ذٰلک فاذاکانت الحالۃ ھذہ فھوکالاجنبی سواء وما فی الھدیۃ محمول علی انہ کان جری بینھما المھاداۃ وصلۃ القرابۃ قبل القضاء فاذا اھدی بعد القضاء لاباس بقبولہ انتھی فقد اٰل الحال الی انہ لافرق بین القریب والغریب فی الھدیۃ والضیافۃ[2] الخ واللہ تعالٰی اعلم۔

ہندیہ میں ہے کہ قاضی اپنے والی کی دعوت قبول کرے جس نے اس کی تقرری کی ہے اور خلیفہ کا کوئی مقدمہ اس کے پاس ہو تو پھر فیصلہ کرنے کے بعد اس کی دعوت قبول کرے، جیسا کہ عتابیہ میں ہے اھ ملتقطا، اور فتح القدیر میں فرمایا: شیخ الاسلام نے فرمایا، فقہاء کرام نے کہا ہے کہ ضیافت کے متعلق جو مذکور ہے وہ اس بات پر محمول ہے کہ محرم کی عادت اگر پہلے سے ہدیہ، دعوت اور قرابت کا سلسلہ جاری نہ ہو اور اب قضاء کے بعد ہدیہ دے تو ایسی حالت میں وہ محرم اور اجنبی مساوی ہیں، اور جو ہدیہ سے متعلق مذکور ہے وہ پہلے سے جاری ہدیہ اور صلہ قرابت پر محمول ہے اگر یہ قضا کے بعد بھی ہدیہ دے تو قبول کرنے میں قباحت نہیں ہے اھ تو حال کا مآل یہ ہوا کہ ضیافت اور ہدیہ کے معاملہ میں قریبی اور غیر قریبی کا کوئی فرق نہیں الخ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۳۶: از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ یعقوب علی خاں ۱۳ رمضان مبارک ۱۳۱۱ھ

اکمل کامل و افضل افاضل مولانا احمد رضا خاں صاحب بعد ابلاغ مراسم سلام مصدع خدمت ہے کہ اب بادشاہی اسلام کا ہندوستان میں نشان باقی نہیں اور جو بعض بعض ملک میں نواب اسلام ہیں وہ بھی اجرائے تمام احکام شرعی کے مجاز نہیں اور عہدۂ قضا تو جب سے مفقود ہے برائے نام قاضی ہیں طلبوس علم سے مبرا اور ان میں بھی شاذ چیدہ چیدہ، باوجود ان وجوہات کے وہ قاضی وحکام ہنود وغیرہ ولایت عامہ کا خاصہ رکھتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر نہیں تو قاضی شرع کسے قرار دیا جائے کہ اسے ولایت صبی وصبیہ کی ہو۔ زیادہ نیاز۔

الجواب

اسلامی ریاستوں میں والیان مسلمین جن حکام کو مقدمات فیصل کرنے پر مقرر کرتے ہیں وہ شرعًا قاضی ہیں

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب القضاء الباب التاسع فی رزق القاضی نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۳۳۰

[2] فتح القدیر کتاب ادب القاضی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۳۷۲

والی کی طرف سے جو اختیارات جائز انھیں سپرد ہوں گے وہ اختیار شرعی ہیں اگرچہ یہ ریاستیں زیر غلبہ کفار ہوں

فی جامع الفصولین کل مصر فیہ وال مسلم من جہۃ الکفار تجوز فیہ اقامۃ الجمع و الاعیاد و اخذ الخراج و تقلید القضاء و تزویج الایامی لاستیلاء المسلم علیہم و اما طاعۃ الکفرۃ فہی موادعۃ و مخادعۃ الخ[1] ویأتی تمامۃ و نحوہ فی رد المحتار عن التتارخانیۃ وعن معراج الدرایۃ عن المبسوط وعن شرح مسکین عن الاصل۔

جامع الفصولین میں ہے جس شہر میں کفار کی طرف سے مقرر کردہ مسلمان والی ہو تو وہاں جمعہ، عیدین، خراج وصول کرنا، قاضی حضرات کو مقرر کرنا اور یتیم لڑکیوں کا نکاح کردینا جائز ہے کیونکہ مسلمانوں کا وہاں غلبہ ہے، رہا یہ کہ کفار کی اطاعت ہے تو یہ عارضی معاملہ اور دکھاوا ہے الخ اس کی مکمل بحث عنقریب آئے گی، اور ردالمحتار میں تاتارخانیہ سے ایسا ہی منقول ہے اور اس میں معراج الدرایہ بحوالہ مبسوط اور شرح مسکین بحوالہ اصل سے بھی منقول ہے۔ (ت)

اور ان کا جاہل ہونا مذہب اصح پر منافیِ قضا نہیں کہ جاہل عالم سے فتوٰی لے کر کام کرسکتا ہے،

فی جامع الفصولین کونہ عالما او مجتہدا لیس بشرط[2]

جامع الفصولین میں ہے کہ قاضی کا عالم یا مجتہد ہونا شرط نہیں ہے۔ (ت)

یونہی غیر ثقہ بلکہ فاسق ہونا بھی، اگرچہ فاسق کو قاضی کرنا گناہ ہے،

فی الفتح والوجہ تنفیذ قضاء کل من ولاہ سلطان ذوشوکۃ وان کان جاھلا فاسقا وھو ظاھر المذھب عندنا فیحکم بفتوی غیرہ[3] اھ وفی الدرالمختار الفاسق اھلھا فیکون اھلہ لکنہ لایقلد وجوبا و یاثم مقلدہ کقابل شہادتہ بہ یفتی[4]

فتح میں ہے کہ صحیح وجہ یہ ہے کہ جس کو صاحبِ شوکت سلطان قاضی مقرر کردے اگرچہ وُہ جاہل فاسق ہو اس کی قضا ہمارے ہاں نافذ ہوجائے گی یہی ظاہر مذہب ہے اور ایسی صورت میں وُہ قاضی دوسرے کے فتوے پر عمل کرے گا اھ، اور درمختار میں ہے فاسق شہادت کا اہل ہے تو قضا کا اہل ہوگا لیکن لازم ہے کہ ایسے کو مقرر نہ کیا جائے اور مقرر کرنے والا گنہگار ہوگا جیسا کہ ایسے کی شہادت قبول کرنے والا گنہگار ہوگا، اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

---

[1] و [2] جامع الفصولین الفصل الاول فی القضاء وما یتصل بہ المطبعۃ الازہریہ مصر ۱/۱۴

[3] فتح القدیر کتاب ادب القاضی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/۳۵۷

[4] درمختار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۲/۷۱

اسی طرح بعض احکام مثل حدود میں اجرائے حکم شرع سے ممنوع ہونا بھی کہ اگرچہ ممانعت یوں ہے کہ وہ مدعی جس میں شرع سے مخالفت کرتے ہیں اس قاضی کے حدِ سماعت ہی سے خارج رکھی اور اسے جن مقدمات کے سننے کا اختیار دیا ان میں اتباعِ شرع سے منع نہ کیا جب تو ظاہر کہ قضا بر طرح صالحِ تخصیص ہے کما نص علیہ فی الاشباہ وغیرھا (جیسا کہ اس پر اشباہ وغیرہ میں تصریح ہے۔ ت) اور اگر یوں کہ بعض امورِ مفوضہ میں مطابق شرع حکم دینے سے منع کیا تاہم قضا متحقق ہے اگرچہ ایسی جگہ اس کا اختیار کرنے والا فاسق ہے،

فی الدر المختار یجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافرا ذکرہ مسکین وغیرہ الا اذا کان یمنعہ عن القضاء بالحق فیحرم[1]

درمختار میں ہے کہ سلطان عادل ہو یا ظالم اس کا قاضی مقرر کرنا جائز ہے اور اگر کافر ہو تو بھی جائز ہے اس کو مسکین وغیرہ نے ذکر کیا ہے، ہاں اگر کافر قاضی کو حق کے فیصلوں سے منع کرے تو پھر اس کی طرف سے تقرری حرام ہوگی۔ (ت)

ہاں مسلمانوں کے معاملات اور اطفال مسلمین کے ولایات میں قاضی کا مسلمان ہونا شرط ہے ہندو وغیرہ کفار کو مسلمان پر اصلاً ولایت نہیں ہوسکتی،

www.alahazratnetwork.org

قال اللہ تعالٰی ولن یجعل اللہ للکٰفرین علی المؤمنین سبیلا[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اللہ تعالٰی کافروں کو مسلمانوں پر کوئی ولایت نہ دے گا۔ (ت)

غرض اسلامی ریاستوں میں قاضیان ذی اختیار شرعی کا موجود ہونا واضح، اور جہاں اسلامی ریاست اصلاً نہیں وہاں اگر مسلمانوں نے باہمی مشورہ سے کسی مسلمان کو اپنے فصل مقدمات کے لئے مقرر کرلیا تو وہی قاضی شرعی ہے،

فی جامع الفصولین بعد ما مرعنہ اولا، واما فی بلاد علیہا ولاۃ کفار فیجوز للمسلمین اقامۃ الجمع والاعیاد ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین[3] الخ ونحوہ فیما مرمعہ من الکتاب۔

جامع الفصولین میں اولاً مذکور کے بعد ذکر کیا کہ لیکن وہ شہر جہاں کافر والی ہوں تو وہاں مسلمانوں کی رضا و اتفاق سے جمعہ، عیدین کا قیام اور قاضی کا تقرر جائز ہوگا الخ، ایسا ہی اس کے ساتھ کتاب میں بھی مذکور ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۷۳

[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۱

[3] جامع الفصولین الفصل الاول فی القضاء اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۴

اور اگر ایسا نہ ہو تو شہر کا عالم کہ عالم دین و فقیہ ہو اور اگر وہاں چند علماء ہیں تو جو ان سب میں زیادہ علمِ
دین رکھتا ہو وہی حاکم شرع و والی دین اسلام و قاضی و ذوی اختیار شرعی ہے مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنے 12
کاموں میں اس کی طرف رجوع کریں اور اس کے حکم پر چلیں، یتیمانِ بے ولی پر وصی اس سے مقرر کرائیں نابالغان
بے وصی کا نکاح اس کی رائے پر رکھیں ایسی حالت میں اس کی اطاعت من حیث العلم واجب ہونے کے علاوہ
من حیث الحکم بھی واجب،

فی الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ وفی العتابی اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور موکلۃ الی العلماء ویلزم الامۃ الرجوع الیھم ویصیرون ولاۃ فاذا عسر جمعھم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائہ فان کثروا فالمتبع اعلمھم فان استووا اقرع بینھم وقال السمھودی وھذا من حیث انعقاد الولایۃ الخاصۃ فلاینافی وجوب طاعۃ العلماء مطلقا[1] الخ۔

حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے کہ عتابی میں ہے کہ جب سلطانِ اسلام سے زمانہ خالی ہو تو پھر امور علماء کے سپرد ہوں گے اور وہی والی قرار پائیں گے اور امت پر لازم ہوگا کہ ان کی طرف رجوع کریں اور ایک عالم پر اجتماع سب کے لئے دشوار ہو تو ہر علاقہ اپنے علماء کی اتباع کرے اور اگر ایک علاقہ میں علماء کثیر ہوں تو بڑے عالم کی اتباع ہوگی، تو اگر وہ سب مساوی ہوں تو ایک کو قرعہ اندازی کے ذریعہ متعین کریں۔ سمہودی نے فرمایا یہ بیان ولایت خاصہ کے متعلق ہے تو علماء کی مطلق اطاعت کے وجوب کے منافی نہ ہوگا الخ۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

رہے یہ نکاح خوانی کے قاضی جو گاؤں گاؤں مقرر ہوتے ہیں یہ کوئی چیز نہیں، نہ انھیں کچھ ولایت،
کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۷: یکم صفر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس باب میں کہ ایک بھائی نے چھوٹے بھائی کی شادی کی بعد انتقال والدین کے، اپنے پاس سے رسوماتِ شادی میں مثل زیور اور پارچہ وغیرہ میں صرف کیا بعدہٗ اولاد ہونے میں صرف کیا، اور جب اس بھائی کا انتقال ہوا تو صرف تجہیز و تکفین اور چہلم وغیرہ کا کیا پس اس صورت میں زوجہ اور دختر کے حصے کس قدر ملنا چاہئے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

سائل مظہر کہ چھوٹا بھائی وقتِ شادی بالغ تھا، قریب بیس برس کے عمر ہوگی، اور اس کا اپنا کچھ

[1] الحدیقۃ الندیۃ النوع الثالث من الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۳۵۱

2/2

مال نہ تھا، نہ بڑے بھائی نے مالِ مشترک سے اس کی شادی کا صرف کیا بلکہ خاص اپنا ذاتی مال اٹھایا اور اس صرف کی نہ چھوٹے بھائی نے درخواست کی تھی نہ بڑے نے اس سے اجازت لی بلکہ بطورِ خود جیسے والدین اپنے بچّوں اور ان کے نہ ہونے کی حالت میں بڑے بھائی اپنے چھوٹوں کی شادیاں کرتے ہیں شادی کردی، پس صورتِ مستفسرہ میں بڑا بھائی اُن مصارف کو کسی سے مجرا نہیں لے سکتا،

فان من انفق فی امر غیرہ بغیر امرہ ولامضطر الیہ فانہ یعد متبرعا فلایرجع بشیئ۔

کیونکہ جس نے غیر کے معاملہ میں اس کے حکم اور کسی مجبوری کے بغیر خرچ کیا تو وہ خرچہ بطورِ نیکی ہوگا لہذا اس خرچہ کی وصولی کے لئے رجوع نہ کرسکے گا۔ (ت)

ہاں اگر رسم و رواجِ عام ظاہر سے کسی شئی کی نسبت ثابت ہو کہ یہ چیز سامانِ شادی میں اس قوم میں محض بطورِ عاریت دی جاتی ہے دے ڈالنا مقصود نہیں ہوتا تو صرف اس شے کا استحقاق بڑے بھائی کو ہے اگر وہ شے موجود ہے لے لے اور تلف ہوگئی تو کسی سے مطالبہ نہیں کرسکتا فان العواری امانات لاتضمن الابالتعدی (کیونکہ عاریتاً لی ہوئی چیزیں امانت ہوتی ہیں ضائع کئے بغیر ان کا ضمان نہ ہوگا۔ ت) اور اگر چھوٹے بھائی یا اس کی زوجہ نے خود خرچ کردی تلف کرڈالی تو جس نے کی اس سے اس کا تاوان لے سکتا ہے، اسی طرح بھائی کے اولاد ہونے میں جو اٹھایا اس کا بھی مطالبہ کسی سے نہیں جبکہ بطرزِ عرف صرف احسان و سلوک منظور ہوتا ہو، اور اگر عرف سے یہ ثابت ہو کہ اس تقریب میں جو کچھ بڑا بھائی چھوٹے کے یہاں دیتا ہے وہ بطورِ قرض ہوتا ہے کہ جب اس کے یہاں تقریب ہو تو اسے معاوضہ دینا پڑتا ہے تو اس صورت میں وہ قرض ہے اس کا عوض ترکۂ برادر سے پائے گا کما یستفاد ذٰلک من نص الفتاوی الخیریۃ (جیسا کہ فتاوٰی خیریہ کی تصریح سے مستفاد ہے۔ ت) اور صورتِ مسئولہ میں جبکہ بڑا بھائی چھوٹے کا وارث ہے کہ زوجہ و دختر کے ساتھ بھائی بھی حصہ پاتا ہے تو جو کچھ اس نے چھوٹے بھائی کے کفن و دفن بقدرِ سنّت میں لگایا اسی قدر مجرا لے سکتا ہے اس سے زائد جو کچھ فاتحہ سوم و چہلم وغیرہ میں اٹھایا وہ بھی نرا احسان تھا جسے کسی سے مجرا نہ پائے گا کما نص علیہ العلامۃ الطحطاوی فی فرائض حاشیۃ علی الدرالمختار (جیسا کہ علامہ طحطاوی نے حاشیہ درمختار میں اس پر تصریح کی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۰: از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی صاحب غرہ ۲ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایّامِ سابق میں قصبہ بڑودانی میں حاکم ہنود تھا اس کو بادشاہِ اسلام نے مشرف باسلام کرکے عہدۂ قضاء پر مقرر کیا تھا بعد معدود الایام کے وہ راہی سوئے جناں ہوا اس کی اولاد سے وارث مسلم نہ تھا اولادِ ہنود اس کی اس کے قائم مقام ہوئی اور دفتر قضا بھی اس کے قبضہ میں رہا ان ایّام میں

مسلمان وہاں کے مذہب سے واقف نہ تھے موافق حکم حکام ہنود نکاح ہوتا رہا اب جماعت اہل اسلام اپنا قاضی مسلم مقرر کیا چاہتی ہے، درست ہے یا کہ وہی حکام ہنود عہدۂ قضاء پر قائم رہے اور چند ملازم مسلم اس کے طرفدار کس سزا کے مستحق ہیں ان مسائل میں جو حکم مصدق بالتصدیق ہو بیان فرمائیں بعبارت کتب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

الجواب

شریعت مطہرہ میں مسلمانوں پر کوئی عہدہ حکومت کسی کافر کو دینا روا نہیں،

قال اللہ تعالٰی لن یجعل اللہ للکٰفرین علی المؤمنین سبیلا[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ تعالٰی ہرگز کافروں کو مومنین پر ولایت نہ دے گا۔ (ت)

نہ مسلمان کے نکاح بطریقۂ کفار کرنے روا ہیں۔

قال اللہ تعالٰی ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: شیطانوں کے راستوں کی پیروی نہ کرو۔ (ت)

نہ مسلمانوں کو دینی کام میں کافر سے مدد لی جاسکتی ہے۔ حدیث میں ہے،

www.alahazratnetwork.org

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انا لا نستعین بمشرک[3]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ہم کسی مشرک سے مدد نہ لیں گے۔ (ت)

جو مسلمان اس ہندو کے طرفدار و مددگار ہیں شرعاً مستحقِ تعزیر و گنہگار ہیں،

قال اللہ تعالٰی لا یتخذ المؤمنون الکٰفرین اولیاء من دون المؤمنین[4]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: مومن کفار کو اپنا دوست نہ بنائیں مومنین کے علاوہ۔ (ت)

ان پر اس ناجائز طرفداری سے توبہ لازم ہے،

قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[5] واللہ تعالٰی اعلم

اللہ تعالٰی نے فرمایا: گناہ اور عداوت میں ایک دوسرے سے تعاون مت کرو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/۱۴۱
[2] القرآن الکریم ۲/۱۶۸
[3] المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الجہاد حدیث ۱۵۰۰۹ ادارۃ القرآن کراچی ۱۲/۳۹۵
[4] القرآن الکریم ۴/۱۴۴
[5] " " ۵/۲

مسئلہ ۳۹: از بنارس کندی گر ٹولہ مسجد بی بی راجی شفاخانہ مرسلہ مولوی حکیم عبدالغفور صاحب غرہ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چاند محمد کے چار پسر تھے، تاج محمد، لطف اللہ، کریم اللہ، عبدالواحد۔ اور ایک دختر جان بی بی۔ چاند محمد نے ایک مکان خام سفالہ پوش اپنے روپے سے تاج محمد کے نام نیلام میں خریدکیا، کچھ روز بعد چاند محمد نے ایک مکان خام سفالہ پوش اور تھوڑی سی زمین تاج محمد مذکور اور لطف اللہ پسر ثانی کے نام اپنے روپے سے خریدکیا، بوقتِ خرید دونوں پسر بالغ تھے، چونکہ واقعہ ستر برس کا ہے لہذا یہ نہیں معلوم کہ الفاظ بیع وشراء کے کس کی جانب مضاف تھے لیکن قبالہ مکان وزمین چاند محمد نے تاج محمد ولطف اللہ کے نام کیا مگر قبضہ کسی کو نہ دیا کرایہ مکان ہمیشہ آپ لیتے رہے، بعد چند سال کے تاج محمد ایک پسر فیض اللہ کو چھوڑ کر اپنے والد وبرادران وخواہر کی حیات میں قضا کیا بعدہٗ چاند محمد نے دونوں مکان توڑکر مع زمین کے اس پر مکان پختہ اپنے روپے خاص سے تیار کیا بعدازاں لطف اللہ نے انتقال کیا، غرض دونوں پسر جن کے نام مکان زمین خرید کی گئی انتقال کرگئے، بعدہٗ چاند محمد کو اتفاق سفرحج کا ہوا بوقت سفرحج کریم اللہ وعبدالواحد وغیرہ نے اپنے والد سے کہا کہ فیض اللہ تو محجوب ہوگئے لیکن ان کو کچھ دینا چاہئے، بوجہ کہنے پسران کے چاند محمد نے کہا کہ فلاں مکان دیا جائے، چنانچہ سادہ کاغذ پر لکھ بھی دیا لیکن قبضہ نہ دیا چونکہ کاغذ گم ہوگیا لہذا مجبوری ہے ورنہ اس کے مضمون سے اطلاع دی جاتی، بعد واپسی سفرحج کے چاند محمد نے فیض اللہ محجوب اور ایک اپنے پسر عبدالواحد کو لے کر مکان تحریر میں قیام کیا، بعدازاں چاند محمد کریم اللہ وعبدالواحد وجان بی بی کو چھوڑ کر انتقال کرگیا، اس وقت مکان مذکور میں فیض اللہ محجوب اور عبداللطیف مقیم ہیں، خلاصہ سوال یہ ہے کہ فیض اللہ اس مکان میں سے حصہ پائیں گے یا وہ مکان پائیں گے جو ان کے نام چاند محمد نے بوقتِ سفرحج کے لکھا تھا یا کچھ نہ پائیں گے، اگر مکان متنازع فیہ میں سے حصہ پائیں گے تو اس قدر مالیت دی جائے گی جو ان کے والد تاج محمد کے نام خرید ہوئی تھی یا جس قدر عمارت چاند محمد نے بعد انتقال تاج محمد کے بنوائی تھی سب فیض اللہ کو مع اس زمین سابق کے ملے گی، بینوا توجروا۔

الجواب

مجرد قبالہ کوئی حجت شرعیہ نہیں، نہ صرف اس کی بناء پر کچھ حکم ہوسکتا ہے نہ کوئی اپنا استحقاق ثابت کرسکتا ہے، فتاوٰی امام قاضی خاں والاشباہ والنظائر وفتاوٰی خیریہ وعقود الدریہ وغیرہا میں ہے،

واللفظ للرملی اما الثبوت بمجرد اظہار الحجۃ بلا بینۃ شرعیۃ فلا قائل بہ من ائمۃ الحنفیۃ المعتمد علی

(رملی کے الفاظ ہیں، محض خط کو حجت ظاہر کرنا ثبوت کے لئے بغیر گواہی کے، تو ائمہ احناف میں سے جن کے قول پر اعتماد ہے کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔

قولهم لان الخط رسم مجرد خارج عن حجج الشرع الثلث التی ھی البینۃ والاقرار والنکول وھذا لاتوقف فیہ لاحد[۱]

کیونکہ خط محض تحریر ہے جو شرعی تین دلائل سے خارج ہے شرعی دلائل گواہی، اقرار اور قسم سے انکار ہیں، اس میں کسی کو توقف نہیں ہے۔ (ت)

خصوصاً صورتِ مستفسرہ کا قبالہ تو بنظرِ عرفِ غالب بھی قابلِ لحاظ نہیں، ایسی صورت میں اکثر یہی ہوتا ہے کہ باپ بطورِ خود خرید کر بغرض تخفیف خرچ و تقلیل مسافت قبالہ اولاد کے نام کرا دیتا ہے مقصود اولاد کو تملیک کرنا ہوتا ہے نہ کہ فضولی بن کر کوئی عقد از جانب اولاد کرنا جس کا نفاذ اجازت اولاد بالغین پر موقوف ہے یعلم ذٰلك کل من عرف العرف الشائع بینھم (جو آپس کے مشہور عرف کو جانتا ہے اسے یہ معلوم ہے۔ ت) و لہٰذا اس عقد کے بعد بالغین کو بلا تامل تحریر قبالہ وغیرہ تکمیلات عرفیہ کرا دیتے ہیں اولاد کے منتظر نہیں رہتے۔ یہ قبالہ ان کے نام کرانا بحکم عرف جانب مشتری سے دلیل تملیک و ہبہ ہوتا ہے، چاند محمد کا بعد تحریر قبالجات مکانات پر اپنا قبضہ رکھنا شکست و ریخت بنائے عمارت پختہ وغیرہا تصرفات مالکانہ کرتے رہنا فیض اللہ کو محجوب الارث مان کر اس کے لئے کسی جائداد لکھنے کی ذکر کرنا یہ سب معاملات دلیل واضح ہیں کہ وہ خریداریاں چاند محمد نے اسی عرف غالب کے طور پر کی تھیں اور از انجا کہ تاج محمد و لطف اللہ پیش از قبضہ مکانات انتقال کرگئے وہ ہبہ عرفی باطل ہوگیا اور مکانات بدستور ملک چاند محمد پر رہے۔ اگر بعقد شرعی اس کی ملک میں آگئے تھے، ورنہ اکثر یہ نیلام کردہ ڈگریوں میں ہوا کرتے ہیں ہرگز بیع نافذ شرعی نہیں، نہ ان کے سبب وہ شے ملک مشتری میں داخل ہو جب تک اصل مالک اس بیع کو جائز و نافذ کریں کما بیّناہ بتوفیق اللہ تعالٰی فی فتاوٰنا (جیسا کہ اس کو ہم نے اللہ تعالٰی کی توفیق سے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ ت)

درمختار میں ہے:

یمنع الرجوع فیھا موت احد العاقدین بعد التسلیم فلو قبلہ بطل[۲] اھ ملتقطا۔

عقد کرنے والے دونوں فریقوں میں سے ایک کی موت ہبہ میں رجوع کے لئے مانع ہے جب ہبہ پر قبضہ کے بعد موت واقع ہوئی ہو اور اگر قبضہ سے قبل موت واقع ہوئی تو ہبہ باطل ہو جائیگا اھ ملتقطا (ت)

پس فیض اللہ کا اس مکان میں اصلاً حق نہیں، ہاں اگر شہادت مقبولہ شرعیہ سے ثابت کرتا کہ خاص عقد بیع بنام تاج محمد واقع ہوا چاند محمد اس ایجاب و قبول میں محض فضولی تھا، پھر تاج محمد نے اس شرار فضولی کو جائز

---

[۱] فتاوٰی خیریہ کتاب ادب القاضی ۲/ ۱۲، باب خلل المحاضر والسجلات ۲/ ۱۹، کتاب الوقف ۱/ ۲۰۳ و ۲۲۸، کتاب الدعوٰی ۲/ ۴۶ ، اشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب القضاء والشہادۃ ۱/ ۳۳۸

[۲] درمختار کتاب الہبۃ باب الرجوع فی الہبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۱

کیا اور مالک مکان ہُوا تو البتہ جو مکان ملک تاج محمد تھا اس سے بقدر اپنے سہم شرعی کے فیض اللہ کو ملتا اور اس کے عملہ قدیم کا تاوان بھی بقدر اپنے حصہ کے ترکہ چاند محمد سے پاتا جسے اس نے توڑ ڈالا تھا، مگر یہ عمارت پختہ کہ چاند محمد نے اپنے روپے سے بنائی اس میں فیض اللہ کا یوں بھی حق نہ ہوتا جب تک شہادت شرعیہ سے ثابت نہ کرتا کہ یہ تعمیر چاند محمد نے بطور خود تاج محمد ہی کے لئے بنائی یا تاج محمد نے اس سے درخواست کرکے بنوائی،

فی الدر عمّر دار زوجتہ بمالہ باذنہا فالعمارۃ لہا والنفقۃ دین علیہا ولو لنفسہ بلا اذنہا فالعمارۃ لہ ولہا بلا اذنہا فالعمارۃ لہا وھو متطوع فی البناء، ولو اختلفا فی الاذن وعدمہ ولا بینۃ فالقول لمنکرہ بیمینہ، وفی ان العمارۃ لہا اولہ فالقول لہ[1] اھ ملخصًا۔

دُر میں ہے اگر خاوند نے اپنے مال سے بیوی کا مکان تعمیر کیا اگر بیوی کی اجازت سے کیا تو مکان بیوی کا ہوگا اور خرچہ بیوی پر قرض ہوگا اور اگر بیوی کی اجازت کے بغیر اپنے لئے تعمیر کیا تو عمارت خاوند کی ہوگی، اگر بیوی کے لئے اس کی اجازت کے بغیر بنایا تو عمارت بیوی کی ہوگی اور تعمیر خاوند کی طرف سے مفت ہوگی، اور اگر اذن اور عدم اذن دونوں کا اختلاف ہوا اور گواہی نہ ہو تو منکر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا، اور عمارت کی ملکیت میں اختلاف ہو کہ بیوی کا ہے یا خاوند کا ہے تو خاوند کا قول معتبر ہوگا اھ ملخصًا (ت)

یُوں ہی وہ مکان کہ وقت سفر حج چاند محمد نے فیض اللہ کو دیا اور قبضہ دینے سے پہلے انتقال کیا اس میں بھی فیض اللہ کا کوئی حق نہ رہا،

لما علمت ان موت احدھما قبل القبض یبطل الھبۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کیونکہ تجھے معلوم ہے کہ قبضہ سے قبل ایک کی موت ہبہ کو باطل کردیتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۳
۵ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کہتی ہے کہ میرا مہر پانسو روپیہ تھا اور گواہ کہتے ہیں کہ نکاح تو ہمارے سامنے ہُوا لیکن مہر یاد نہیں تو ہندہ کو کس قدر مہر بموجب شرع شریف کے ملنا چاہئے۔ بیّنوا توجروا۔

(۲) ہندہ کہتی ہے کہ مہر میرا مبلغ پانسو روپیہ کا تھا اور گواہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ہمارے سامنے مہر پانسو روپے کا باندھا گیا تھا اور ہم گواہ تھے لیکن مجوزان گواہوں پر اطمینان نہیں کرتے ہیں تو بموجب شرع شریف کے کس قدر مہر ہونا چاہئے۔ بیّنوا توجروا۔

---

[1] [illegible]

الجواب

(۱) اگر یہ پانسو روپے ہندہ کا مہرِ مثل یا مہرِ مثل سے کم ہے تو پورے پانسو دلائے جائیں گے گواہوں کی کچھ حاجت نہیں، اور اگر زیادہ ہے تو جتنا مہرِ مثل ہے اس قدر ضرور دلایا جائے، باقی زیادتی بے شہادت شرعی یا بے قبول زوج کے نہ دلائیں گے، فتاوٰی قاضیخان وعالمگیری میں ہے:

ان کان النکاح معروفا کان القول قول المرأۃ الی مھر مثلھا یدفع ذلك الیھا۔[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر نکاح مشہور ومعروف ہے تو مہرِ مثل تک بیوی کا دعوٰی قبول ہوگا اور اسے دے دیا جائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۲) اگر وُہ گواہ شرعاً قابلِ اطمینان نہیں تو ان کا ہونا نہ ہونا برابر ہے اس صورت میں مہرِ مثل تک ہندہ کی بات بے گواہ مان لی جائے گی اس سے زیادتی مقبول نہ ہوگی جب تک شوہر یا اس کے وارث تسلیم نہ کریں یا عورت گواہانِ شرعی سے ثبوت نہ دے۔

مسئلہ ۲۴۲ و ۲۴۳ از الٰہ آباد محلہ دوندے پور مکان صوبیدار مرحوم مرسلہ مولوی محمد عبید اللہ صاحب ۳ جمادی الاولٰی ۱۳۱۲ھ

جامع الکمالات العلمیہ والعملیہ حاوی الفنون الاصلیۃ والفرعیۃ مخدومی المعظم ومطاع مخدوم الاشان جناب مولوی احمد رضا خان صاحب دام مجدہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، یہ استفتاء پنجاب سے آیا ہے اصل مستفتی صاحب ذی علم کی عبارت بعینہا درج استفتاء ہے۔

سوال اوّل: چہ میفرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ شخصے روبروئے چند اشخاص اقرار نمود کہ با والدہ منکوحہ خود زنا نمودم بعد از چہار پنج ماہ مثلاً منکوحہ خود را درخانہ خود آورد و آباد شد، گرفت مردمان طعن کردند از اقرار سابق رجوع نمود حکومت ایں امر پیش عالم شہر برد شہود براقرارش بحضور آں پیش قاضی شہادت ادا نمودند عالم موصوف بموجب شہادت حکم بحرمت آں منکوحہ کرد، براں حکم راضی شدہ ہموں وقت

سوال اوّل: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے چند اشخاص کے رُوبرو یہ اقرار کیا کہ میں نے اپنی منکوحہ کی والدہ سے زنا کیا ہے، اس کے چند ماہ بعد وہ اپنی منکوحہ کو اپنے گھر لایا اور آباد کرلیا، لوگوں نے اس پر طعن کیا تو وہ اپنے سابقہ اقرار سے پھر گیا، یہ فیصلہ شہر کے عالم کے پاس گیا تو گواہوں نے اس کے اقرار پر قاضی کے سامنے شہادت دی تو عالم مذکور نے بموجب شہادت اس پر منکوحہ کے حرام ہونے کا حکم دیا

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الوصایا فصل فی تصرفات الوصی الخ نولکشور لکھنؤ ۴/۸۵۹

زوجہ خود را حوالہ والد آں نمودہ و از خانہ بیروں کرد آیا در صورت مزبورہ منکوحہ برآں مقر حرام میشود یا نہ وبعد گزشتن عدت نکاحش با شخص دیگر جائز یا نہ؟ بیّنوا توجروا۔

تو وہ شخص اس حکم پر راضی ہوگیا اسی وقت اس نے زوجہ کو اس کے والد کے حوالے کردیا اور اپنے گھر سے نکال دیا، کیا مذکورہ صورت میں اقرار کرنے والے پر اس کی بیوی حرام ہوگئی ہے یا نہیں؟ اور عدت گزارنے کے بعد وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔ (ت)

سوال دوم: ایک اور مسئلہ بھی جناب محرر تحریر دام مجدہم نے جناب والا سے دریافت فرمایا ہے اس کے سوال کو بھی انھیں کی عبارت سے عرض کرتا ہوں،

"مسئلہ دیگر از فاضل علامہ بریلوی دام فیضہم پرسش فرمایند کہ حاکمانِ وقت کہ مقدمہ برضائے فریقین حوالہ عالمے مے نمایند و ازاں عالم استدعائے فیصلہ مے نمایند عالم موصوف دراں مقدمہ حکم قاضی دارد یا حکم ست واگر فریقین یا کہ یک فریق بلا اذن حاکم آنرا معزول کند معزول می شود کہ بسبب حوالہ کردن حاکم وقت حکم قاضی گرفت بغیر عزل حاکم معزول نمی گردد، بتفصیل جواب ایں سوالات از علامہ موصوف استدعا کنند"۔ انتہت بالفاظہا۔

"دوسرا مسئلہ علامہ فاضل بریلوی دام فیضہم سے پوچھیں کہ حاکمانِ وقت نے فریقین کی رضامندی سے مقدمہ ایک عالم کے سپرد کیا اور اس سے فیصلہ طلب کیا، تو عالم مذکور کو اس مقدمہ میں قاضی کی حیثیت حاصل ہوگی یا ثالث کی؟ اگر دونوں یا ایک فریق حاکم کی اجازت کے بغیر اس کو معزول کردیں تو وہ معزول قرار پائے گا یا حاکم وقت کے سپرد کرنے کی وجہ سے اس کا حکم قاضی والا ہوگا کہ حاکم کے معزول کئے بغیر معزول نہ ہوگا، اس سوال کا جواب علامہ صاحب سے بالتفصیل حاصل کریں۔" سائل کے الفاظ ختم۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

الجواب

(۱) سائل فاضل بعد استکشاف وانمودند کہ مراد بقاضی مذکور فی السوال ہماں عالم ست غیر او عالمے جید دراں بلدہ نیست اہالی بلدہ وقت حاجت بمرضی خود رجوع باو می نمایند آں اعلم اہل بلد گاہے فیصلہ نزاع مے نماید وگاہے جواب می دہد قاضی شرع آنجا کسے نیست مردمان شہر

وضاحت طلب کرنے کے بعد سائل نے یہ ظاہر کیا ہے کہ سوال میں مذکور قاضی سے مراد عالم ہے جس سے بڑا کوئی عالم شہر میں نہیں ہے، شہر والے لوگ اپنی ضرورت پر اپنی مرضی سے اس عالم سے رجوع کرتے ہیں تو شہر کا یہ بڑا عالم کبھی تنازع میں فیصلہ سناتا ہے اور کبھی جواب دے دیتا ہے، اس شہر میں کوئی قاضی شرع

کہ شخصے مذکور روبروئے ایشاں چندیں بار بمجالس
متفرقہ اقرار زنا بمادر زنش کردہ باز بہ انکار و جحود
اقرار خود حسب معمول ماجرا پیش عالم موصوف بردند
و تصفیہ ایں امر باستماع شہود خواستند آں کس
نیز پیش عالم رفتہ گفت کہ اینان برمن دروغ بستہ اند
گاہے اقرار ایں کار نہ کردہ ام از روئے شرع شریف
فیصلہ ایں امر فرمایند اگر اقرار من بموجب شریعت
ثابت شود زوجہ مرا از من تفریق نمایند عالم
موصوف باستدعائے اہالی بلدہ و آں مقر شہود را
طلب نمود اقرار پیش مردمان بسیار کردہ بود مگر
چہار اشخاص را کہ نزد وے معتبر بودند پیش خواند گواہان
نزد عالم بحضور آں مقر بغیبت زنش اد ائے شہادت
کردند بعد ثبوت عالم بثبوت اقرار زنا حرمت زن
حکم کرد مقر را فرمود کہ زن را فی الحال حوالہ والدش
کن و الدمنکوحہ بمجلس حکم حاضر بود مقر تسلیم نمود و گفت
اینکہ ہمچناں کنم مجلس برخاست مقر ہموں وقت زن
را حوالہ پدرش نمود زوجہ را دریں باب دخلے نہ بود
محض زوج و اہالی بلدہ درخواست ایں فیصلہ نمودند
لکن زوجہ بریں قضا و حکم راضی گشت انتہی و
در سوال افزودند کہ اگر زن را دریں صورت بشخصے
دیگر نکاح رواست بسبب تفریق عالم ست یا بسبب
حوالت کردن زوج و محکم را اختیار تفریق مثل
قاضی ہست یا نے انتہی ، در صورت مستفسرہ کہ
بلاد بوجہ استیلائے نامسلمانان از قاضی شرع
خالی ست اگر ہمہ از تصریح علمائے کرام کہ دریچمقام

نہیں ہے وہ لوگ جن کے روبرو مذکور شخص نے مختلف
مجلسوں میں متعدد بار اپنی منکوحہ کی والدہ سے زنا
کا اقرار کیا بعدازاں اس نے اپنے اقرار سے انکار
کیا تو ان لوگوں نے حسب معمول ماجرا عالم موصوف
کے ہاں پیش کیا اور گواہوں کی شہادت پر اس ماجرا کا
فیصلہ طلب کیا اور وہ مذکور شخص بھی عالم کے پاس گیا
اور کہا کہ ان لوگوں نے مجھ پر افتراء باندھا ہے میں نے
اس کام کا اقرار نہیں کیا لہذا آپ از روئے شرع شریف
اس معاملہ کا فیصلہ فرمادیں اگر بموجب شرع میرا اقرار
ثابت ہوجائے تو میری بیوی کو مجھ سے جدا کردیں ، تو عالم
موصوف نے شہر والوں اور اس اقرار کرنے کے مطالبہ
پر گواہ طلب کئے اگرچہ متعدد لوگوں کے سامنے اس نے
اقرار کیا ہے مگر صرف چار گواہ جو عالم مذکور کے نزدیک
معتبر تھے طلب کئے اور گواہوں نے اقرار کرنے والے
کی موجودگی اور اس کی بیوی کی غیر موجودگی میں گواہی
دی تو عالم مذکور نے اقرار کے ثابت ہوجانے پر اس
شخص پر اس کی بیوی کے حرام ہونے کا فیصلہ
فرمایا ، اور مقر کو حکم دیا کہ عورت کو فوراً اس کے والد
کے حوالے کردے جبکہ منکوحہ کا والد فیصلہ کی مجلس میں موجود
تھا ، مقر نے اس فیصلہ کو تسلیم کرتے ہوئے کہا کہ
میں ایسے ہی کروں گا ، مجلس ختم ہوگئی ، اور مقر نے
اسی وقت عورت کو اس کے والد کے سپرد کردیا ،
عورت کا اس میں کوئی دخل نہ ہوا اور محض شہر والوں
اور خاوند کی درخواست پر یہ فیصلہ ہوا ، لیکن بیوی نے
اس فیصلہ کو راضی خوشی قبول کیا ، وضاحت ختم ہوئی ،

www.alahazratnetwork.org

عالم دین کہ اعلم اہل بلد باشد قاضی و والی شرع
میشود فی النوع الثالث من الفصل
الثانی من الباب الثانی من
الحدیقۃ الندیۃ الطریقۃ
المحمدیۃ للعلامۃ العارف باللہ
سیدی عبد الغنی النابلسی
قدس سرہ القدسی عن
الفتاوی العتابیۃ للامام
الاجل ابی نصر احمد
بن محمد بن عمر البخاری
العتابی المتوفی سنۃ ۵۸۶ھ
اذا خلا الزمان من سلطان
ذی کفایۃ فالامور
موکلۃ الی العلماء ویلزم
الامۃ الرجوع الیہم ویصیرون
ولاۃ فاذا عسر جمعہم
علی واحد استقل کل
قطر باتباع علمائہ فان
کثروا فالمتبع اعلمہم
فان استووا اقرع
بینہم[1] الخ۔ قطع نظر
کنیم تا رجوع مسلمین بلد بسوئے او در خصومات
وتراضی باو در قضایا و رضا بحکمش در فیصلہا

سوال میں انھوں نے یہ اضافہ کیا ہے، اگر اس صورت
میں عورت کو دوسرے شخص سے نکاح جائز ہو تو یہ
جواز عالم کی تفریق سے ہوگا یا خاوند کی طرف سے بیوی
کو اس کے والد کے سپرد کرنے کی وجہ سے ہوگا،
اور کیا ثالث کو قاضی کی طرح تفریق کا اختیار ہے یا
نہیں (اضافہ ختم ہوا)۔ مسئولہ صورت میں حکم یہ ہے
کہ جو علاقے کفار کے غلبے کی وجہ سے قاضی سے خالی
ہوں تمام علماء کرام کی تصریح کے مطابق ایسے مقامات
میں جو شہر کا بڑا عالم ہو وہ قاضی قرار پاتا ہے اور شرعاً
والی بن جاتا ہے۔ طریقہ محمدیہ کی شرح حدیقہ ندیہ کی نوع
ثالث کے باب ثانی کی فصل ثانی مصنفہ علامہ عارف باللہ
سیدی عبدالغنی النابلسی (قدس سرہ القدسی) میں
فتاوی عتابیہ مصنفہ امام اجل ابونصر احمد بن محمد بن عمر
بخاری عتابی متوفی ۵۸۶ھ کے حوالے سے منقول ہے
کہ جب زمانہ شرعی سلطان سے خالی ہو تو امور علماء کے
سپرد ہو جاتے ہیں اور امت پر لازم ہو جاتا ہے کہ
وہ ان علماء کی طرف رجوع کرے اور یہ علماء والی بن جاتے
ہیں، تو جب تمام لوگوں کا ایک عالم پر اجتماع دشوار
ہے تو ہر علاقہ اپنے علماء کی اتباع کرے اور اگر علاقہ
میں علماء کثیر ہوں تو پھر سب سے بڑے عالم کی اتباع
ہوگی اور اگر سب برابر ہوں تو قرعہ اندازی سے تعیین کیا جائے الخ،
اس سے قطع نظر شہر کے مسلمانوں کا اپنے تنازعات میں
اس کی طرف رجوع کرکے فیصلے لینا اور اس کے فیصلوں کو

www.alahazratnetwork.org

[1] الحدیقۃ الندیۃ النوع الثالث من الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۳۵۱

برائے قضائے شرعی او بسندست کہ ہمچو حالت تراضی مسلمین نائب مناب تقلید و تولیۂ سلطان دین ست فی جمعۃ رد المحتار عن معراج الدرایۃ عن المبسوط لو الولاۃ کفارا یجوز للمسلمین اقامۃ الجمعۃ ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین [1] اھ وفی قضائہ عن التاتارخانیۃ اما بلاد علیہا ولاۃ کفار فیجوز للمسلمین اقامۃ الجمع والاعیاد ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین اھ قال وعزاہ مسکین فی شرحہ الی الاصل ونحوہ فی جامع الفصولین [2] اھ ای فی الفصل الاول منہ مثلہ بحروفہ وعنہ نقل فی البحر وایجا شہادت شنودن وحکم نمودن را ہیچ حاجت بتقدیم دعوی از جانب زن نبود زیرا کہ حرمت فرج از حقوق رب العزۃ عزوعلا است و اثبات مصاہرت از ابواب شہادت حسبہ فی وقف رد المحتار تحت قولہ والذی تقبل فیہ الشہادۃ حسبۃ بدون الدعوی اربعۃ عشر ما نصہ وھی الوقف

رضامندی سے قبول کرنا یہ بھی اس عالم کی شرعی قضاء کے لئے خود سند ہے کیونکہ ایسی صورت میں مسلمانوں کا متفق ہونا سرکاری ولایت اور تقرری کے قائم مقام ہوجاتا ہے۔ رد المحتار کے جمعہ کے باب میں معراج الدرایہ سے بحوالہ مبسوط منقول ہے اگر والی کافر ہوں تو مسلمانوں کو جمعہ کا قیام اور قاضی کا تقرر جائز ہے وہ مسلمانوں کی رضامندی سے قاضی ہوجاتا ہے اھ، اسی کے باب القضاء میں تاتارخانیہ سے منقول ہے وہ علاقے جن پر کفار والی ہیں وہاں مسلمانوں کو جمعہ، عیدین قائم کرنا جائز ہے اور ان کا باہمی رضامندی سے مقرر کردہ قاضی، قاضی قرار پائے گا، فرمایا اس کو مسکین نے اپنی شرح میں مبسوط کی طرف منسوب کیا ہے، اور جامع الفصولین میں بھی اس طرح ہے یعنی اس کی پہلی فصل میں انہی حروف کے ساتھ ایسے مذکور ہے اور اسی سے بحر میں منقول ہے۔ یہاں شہادت کی سماعت اور فیصلہ کرنے کے لئے عورت کی طرف سے دعوی کی حاجت نہیں ہے کیونکہ شرمگاہ کی حرمت حقوق اللہ میں سے ہے اور حرمت مصاہرت کا اثبات شہادت حسبہ (یعنی حقوق اللہ کے تحفظ کے لئے) کے باب سے ہے، رد المحتار کے باب الوقف میں ماتن کے قول "وہ مقام جہاں حسبہ شہادت بغیر دعوی قبول ہوتی ہے وہ چودہ مقام ہیں" اس کی عبارت یوں ہے، وہ مقام،

---

[1] رد المحتار باب الجمعۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۴۰ - ۴۱

[2] رد المحتار کتاب القضاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۰۸

وطلاق الزوجۃ (الٰی قولہ) وحرمۃ المصاھرۃ[1] الخ پس حکم تفریق کہ از عالم مذکور صادر شد قضائے شرعی تام و نافذ و واجب الاتباع ست از ہموں وقت مدت عدت بشمار آید و اگر ازیں ہم درگزریم و حضور پدر زن نیز از جانب او بروجہ وکالت فی الخصومۃ درخواست حکم نمودہ باشد تا بتراضی خصمین معنی تحکیم پدید آمدے واورا اختیار تفریق ہمچو قاضی بحکم تحکیم حاصل شدے فان المحکم لہ الحکم فی کل مالیس بحد ولاقود ولا دیۃ علی عاقلۃ فی التنویر حکما رجلا فحکم بینھما ببینۃ او اقرار او نکول صح لوفی غیر حد وقود و دیۃ علی عاقلۃ[2] اھ و نیز زن را از خانہ برآوردن و حوالت بہ پدرش کردن کہ از زوج صادر شد ایں راہم بجائے متارکہ نہیم جائیکہ زن مدخولہ باشد و شوئے چیزے از الفاظ متارکہ بر زبان نیاوردہ ہمچناں دستش گرفتہ بدست پدر داد و بناء علی ظاھر مافی البحر وغیرہ واللفظ لہ لا تحقق للمتارکۃ الا بالقول ان کانت مدخولا بھا کقولہ تارکتک او تارکتھا او خلیت سبیلک

وقف، طلاق زوجہ، اسکے قول "حرمت مصاہرت" الخ، تو عالم مذکور کا حکم تفریق شرعی قضا کے طور تام اور نافذ اور واجب الاتباع ہے اور اسی وقت سے عدت شمار ہوگی، اگر ہم اس حیثیت کو درگزر بھی کرلیں تو عورت کی طرف سے اس کے والد کا بطور وکیل مقدمہ حاضر ہونا بھی فیصلہ کا مطالبہ قرار پاکر دونوں فریقوں کی طرف سے مقدمہ کی پیشی سے عالم مذکور کے لئے ثالثی کا حکم ظاہر کرتا ہے جس سے بحیثیت ثالث قاضی کی طرح اس کو تفریق کے فیصلہ کا اختیار حاصل ہوتا ہے کیونکہ ثالث کو حدود، قصاص، دیت کے ماسوا فیصلہ کرنا جائز ہے۔ تنویر میں ہے کہ دونوں فریقوں نے ایک شخص کو ثالث بنایا تو اس نے گواہی یا اقرار یا قسم سے انکار کی بنا پر فیصلہ کیا تو صحیح ہے بشرطیکہ حدود، قصاص اور عاقلہ پر دیت کا معاملہ نہ ہو اھ۔ نیز بیوی کو گھر سے نکال کر اس کے باپ کے سپرد کرنا خاوند کا یہ عمل متارکہ کے قائم مقام ہوسکتا ہے جہاں پر بیوی مدخولہ ہو اور خاوند نے متارکہ کا لفظ زبان سے ادا نہ کیا ہو، اور یوں ہی بیوی کا ہاتھ پکڑ کر اس کے والد کے سپرد اس کو کردیا ہو، بحر وغیرہ کے ظاہر بیان کے مطابق۔ بحر کے الفاظ ہیں کہ متارکہ کا تحقق خاوند کے قول کے بغیر نہ ہوگا جبکہ بیوی مدخولہ ہو، مثلاً قول یوں ہو میں نے تجھے

www.alahazratnetwork.org

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۴۰۲

[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب القضاء باب التحکیم مطبع مجتبائی دہلی ۲/۸۲

اوخلیت سبیلہا اوخلیتہا[1] الخ وان کان لا یبعد ان یقوم الفعل الدال علیہ مقام القول وانما المراد نفی التحقق بمجرد الترک علی عزم ان لا یعود کما یتبین بمقابلتہ

بہ تاہم گفتن زوج مرعالم راکہ اگر اقرار من ثبوت یابد زن مرا از من جدا کن توکیل بتفریق ست و توکیل تعلیق را مے پذیرد فی بیوع رد المحتار عن البزازیۃ تعلیق الوکالۃ بالشرط جائز[2] پس تفریق عالم بحکم توکیل متارکہ از جانب شوئے شد و حکم فرقت و عدت و ملک نفس بعد ازاں بررُوئے کار آمد و اگر ازیں جملہ وجوہ پنجگانہ دامن نظر برچینیم و ہمچناں گیریم کہ عالم بے قضا و بے تحکیم و بے توکیل برسم فضولی حکم تفریق نمودہ است نیز رنگ نفاذ یافت زیراکہ حکم فضولی نزد ما باطل نیست بلکہ برتنفیذ متخاصمین موقوف اینجا کہ زن و شوہر ہردو براں حکم راضی شدند و براں لبستہ تنفیذش کردند بنفاذ انجامید و تسلیم لاحق ہمچو تحکیم سابق گردید کما نص علیہ فی رد المحتار

چھوڑا، یا اس کو چھوڑا، یا میں نے تیرا راستہ کھول دیا، یا اس کا راستہ کھول دیا گے، الخ۔ اور اگر کوئی ایسا فعل جو قول کے قائم مقام بن سکتا ہو تو اس فعل کو قول پر دال قرار دینا بعید نہیں ہے۔ بحر کے قول میں صرف دوبارہ عود نہ کرنے کے عزم کے طور پر بیوی کو ترک کرنے پر متارکہ کا عدم تحقق مراد ہے جیسا کہ مقابلہ کے طور پر اس کو ذکر کرنے سے ظاہر ہو رہا ہے، تاہم خاوند کا عالم مذکور کو یہ کہنا اگر میرے اقرار کا ثبوت ہو جائے تو میری بیوی کو مجھ سے جدا کر دو، یہ عالم کو اپنی طرف تفریق کا وکیل بنانا ہے جبکہ توکیل میں تعلیق ہو سکتی ہے۔ رد المحتار کے بیوع کے باب میں بزازیہ سے منقول ہے کہ توکیل کو کسی شرط سے معلق کرنا جائز ہے، پس اس صورت میں عالم کا تفریق کرنا خاوند کی طرف سے اس کو متارکہ کی توکیل کی بناء پر ہے، اس تفریق پر حکم فرقت، عدت اور بیوی کا خود مختار ہونا مرتب ہو کر نافذ ہوا ہے، اگر ہم پانچ مذکورہ وجوہ سے صرف نظر کر بھی لیں اور یہ قرار دیں کہ عالم مذکور نے بغیر قضا، بغیر تحکیم (ثالثی) اور بغیر توکیل یہ تفریق کی ہے اور بطور فضولی یہ کارروائی کی ہے، تب بھی یہ تفریق نافذ ہو جائے گی کیونکہ ہمارے نزدیک فضولی کا عمل باطل قرار نہیں پاتا بلکہ فریقین کی تنفیذ پر موقوف رہتا ہے جبکہ یہاں مرد اور عورت دونوں نے

---

[1] بحر الرائق کتاب النکاح باب المہر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۱۶۲

[2] رد المحتار کتاب البیوع باب ما یبطل بالشرط الفاسد الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۳۰

عن الطحطاوی عن الهندیة عن المحیط وفی البحر لو حکم بغیر رضاهما لم یجز الا ان یجیزا بعد الحکم[1] اھ مختصرا وفیه عن المحیط لو امر القاضی رجلا ان یحکم بین رجلین لم یجز اذا لم یکن ماذونا بالاستخلاف الا ان یجیزه القاضی بعد الحکم او یتراضی علیه الخصمان[2] اھ بالجملہ کیفما کان فرقت میان ایں زن وشو حاصل شد و در فتوائے سابقہ روشن کردہ ایم کہ اقرار زنا بمادر زن مثبت حرمت مصاہرت ست و اصرار برآں نامشروط و رجوع ازاں نامقبول پس بعد عدت عناں زن ہم بدست زن باشد جز ایں کس باهر کہ خواهد عقد زنا شوئی بندد۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

اس عالم کے عمل پر رضامندی ظاہر کر دی ہے اور اس کے عمل کے نفاذ کو پختہ کر دیا تو وہ عمل نافذ ہوگیا اگرچہ عالم کے عمل کے بعد راضی ہوئے لیکن بعد کا تسلیم کرنا بھی تحکیم سابق کی طرح ہے یعنی گویا انھوں نے اس کو پہلے ثالث بنایا اور تسلیم کرلیا۔ جیسا کہ اس پر ردالمحتار میں طحطاوی سے بحوالہ ہندیہ تصریح منقول ہے کہ محیط میں ایسے ہے۔ اور بحر میں ہے اگر کسی نے فریقین کی اجازت کے بغیر ثالثی فیصلہ دیا تو جائز نہ ہوگا الّا یہ کہ فریقین فیصلہ کے بعد اس کو تسلیم کرلیں اھ مختصرا۔ اور اسی میں محیط سے منقول ہے اگر قاضی نے کسی شخص کو فریقین میں فیصلہ کرنے کا حکم دیا تو قاضی کا حکم جائز نہ ہوگا بشرطیکہ قاضی کو اپنا خلیفہ بنانے کی اجازت نہ ہو، مگر اس صورت میں کہ اس شخص کے فیصلہ کے بعد قاضی اس کی توثیق کردے یا فریقین اس شخص کے فیصلہ کو باہمی رضامندی سے تسلیم کرلیں، تو وہ فیصلہ نافذ ہوجائیگا اھ خلاصہ یہ کہ اس مرد وعورت کے درمیان متارکہ اور فرقت ہوچکی ہے، اور پہلے ہم اپنے فتوٰی میں واضح کرچکے ہیں کہ اپنی بیوی کی والدہ سے زنا کے اقرار سے حرمت مصاہرہ ثابت ہوجاتی ہے اور یہ کہ حرمت کے لئے اس اقرار پر اصرار کرنا شرط نہیں ہے اور اس اقرار سے رجوع بھی صحیح نہیں ہے، پس عدت گزرجانے کے بعد یہ عورت خود مختار ہے وہ اس مرد کے سوا جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[1] بحرالرائق کتاب القضاء باب التحکیم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۲۹
[2] بحوالہ المحیط " " " " " ۷/ ۲۵

(۲) والیے کہ تفویض خصومتے بعالمے مستجمع شرائط صلوح للقضاء کند اگر او خود مسلمان ست ہمچو نوابان ریاستہائے اسلامیہ اگرچہ زیر دست سلطان کافر باشد سپردنش بلاریب معتبر بود و عالم درخصوص آں خصومت مثل قاضی شدہ کہ بعزل ہیچ یکے از فریقین از قضا نرود زیرا کہ والی را چوں اختیار تقلید قضاء در جملہ امورست در امرے خاص بالاولٰی باشد والقضاء مما یتخصص بکل ما خصہ المقلد کما نصوا علیہ وفی جامع الفصولین والبحر والتاتارخانیۃ والمبسوط والمعراج وغیرہا کل مصر فیہ والٍ مسلم من جہۃ الکفار تجوز فیہ (و لفظ الاخیر من یجوز لہ[1]) اقامۃ الجمع والاعیاد واخذ الخراج وتقلید القضاء وتزویج الایامٰی لاستیلاء المسلم علیہم[2] اھ وفی البحر عن المحیط الامام الذی استعمل القاضی امر رجلا ممن یجوز شہادتہ ان یحکم بین رجلین وھو

(۲) قضا کی اہلیت والی شرط کا جامع عالم ہو تو اس کو کسی والی نے کوئی مقدمہ سپرد کیا ہو اگر وہ والی خود مسلمان ہے جیسا کہ اسلامی ریاستوں کے نواب حضرات اگرچہ وُہ کافر سلطان کے ماتحت ہیں تو یہ سپردداری بلاشک معتبر ہوگی، اور اس خاص مقدمہ میں وہ عالم قاضی کی مثل ہوگا کہ فریقین میں سے کسی کے معزول کرنے سے وہ معزول نہ ہوگا کیونکہ جب ایسے والی کو جملہ اختیار والے قاضی کی تقرری کا اختیار ہے تو خاص ایک اختیار والے قاضی کی تقرری کا اختیار بطریق اولٰی ہوگا اور قضاء ان امور میں سے ہے کہ تقرری کرنے والے کی تخصیص کی وجہ سے خاص ہوجاتی ہے جیسا کہ اس پر فقہاء نے تصریح فرمائی ہے۔ جامع الفصولین، بحر، تاتارخانیہ، مبسوط اور معراج وغیرہ میں ہے وہ تمام شہر جن میں کفار کی طرف سے مسلمان والی ہوں وہاں اقامتِ جمعہ، عیدین، خراج کی وصولی، قاضیوں کا تقرر اور یتیم لڑکیوں کا نکاح کرنا جائز ہے، آخری کے الفاظ میں (جن کو جائز ہے) کیونکہ ان پر مسلمان والی ہے اھ، بحر میں محیط سے منقول ہے کہ جو امام قاضی کی تقرری کرتا ہے وُہ ایسے شخص کو فیصلہ کرنے کا حکم دے جو شہادت کی اہلیت رکھتا ہو تو جائز ہوگا اور وہ شخص

www.alahazratnetwork.org

---

[1] ردالمحتار بحوالہ المعراج الدرایۃ باب الجمعۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۴۰

[2] جامع الفصولین الفصل الاول فی القضاء اسلامی کتب خانہ کراچی ۳/ ۱۰۲

بحرالرائق کتاب القضاء فصل فی التقلید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۴

بمنزلة القاضی المولی[1] اھ واگر مفوض کافر ست مفوض الیہ تفویض او بر مذہب معتمد مؤید بدلائل شرعیہ وقواعد ملیہ قاضی نشود وجہہ اقول ان الکافر لاولی فکیف یولی قال تعالٰی لن یجعل اللہ للکٰفرین علی المؤمنین سبیلا[2]۔ المولی بالفتح انما یستفید نفاذ القول من المولی بالکسر قال المحقق علی الاطلاق فی الفتح اذا لم یکن سلطان و لامن یجوز التقلد منہ کما ھو فی بلاد المسلمین غلب علیھم الکفار کقرطبۃ فی بلاد المغرب الاٰن یجب علی المسلمین ان یتفقوا علی واحد منھم[3] اھ مختصرا۔ قال فی النھر ھذا ھو الذی تطمئن النفس الیہ فلیعتمد[4] اھ قال الشامی الاشارۃ بقولہ ھذا الی ما افادہ کلام الفتح من عدم صحۃ تقلد القضاء من کافر[5] الخ اقول

قاضی کے قائم مقام ہوگا اھ، اور اگر تقرر کرنے والا خود کافر ہو تو شرعی دلائل اور دینی قواعد سے مؤید قول کے مطابق مقرر کردہ شخص قاضی نہ ہوگا، میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ کافر خود مسلمانوں کا ولی نہیں تو دوسرے کو کیسے ولی بنا سکتا ہے اللہ تعالٰی نے فرمایا، اللہ تعالٰی ہرگز کافروں کو مسلمانوں پر راہ نہ دے گا۔ مولی (فتح کے ساتھ) کے قول کا نفاذ مولی (کسرہ کے ساتھ) سے مستفاد ہوتا ہے۔ محقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا جب مسلمانوں کا نہ کوئی سلطان ہو نہ ہی کوئی ایسا والی جو قاضیوں کا تقرر کرسکے جیسا کہ مسلمانوں کے بعض علاقوں پر کفار کا غلبہ مغرب میں ہوا ہے مثلاً قرطبہ آج کل، تو مسلمانوں پر وہاں واجب ہے کہ وہ اپنے اتفاق سے کسی ایک پر راضی ہوجائیں اھ مختصراً۔ نہر میں فرمایا، اسی پر طبیعت مطمئن ہے لہٰذا اسی پر اعتماد چاہیے اھ، علامہ شامی نے فرمایا، ھذا کے ساتھ ان کا اشارہ فتح کے اس کلام کی طرف ہے جس میں کافر کی طرف سے تقرری قضا کرنا درست کہا گیا ہے الخ۔ میں کہتا ہوں کہ پہلے

---

[1] بحرالرائق کتاب القضاء باب التحکیم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۲۵

[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۱

[3] فتح القدیر کتاب ادب القاضی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۳۶۵

[4] ردالمحتار بحوالہ النہر کتاب القضاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۰۸

[5] ردالمحتار " " " "

ویؤیده ما قدمنا فی مسألة الاولی
عن المبسوط والمعراج وجامع 13
الفصولین وغیرها ثم رأیت
العلامة البحر ایده به فی البحر
حیث قال بعد نقل کلام الکمال و
ویؤیده ما فی جامع الفصولین[1] الخ
وظاہراً حکم نیز نشود اگر فتین متخاصمین پیش
او ہمیں بربنائے تفویض حاکم ست قال فی
رد المحتار فی البحر عن البزازیة
قال بعض علمائنا اکثر قضاة
عهدنا فی بلادنا مصالحون لانهم
تقلدوا القضاء بالرشوة و یجوز
ان یجعل حاکما بترافع القضیة
واعترض بان الرفع لیس علی
وجه التحکیم بل علی اعتقاد انه
ماضی الحکم الا تری ان
البیع ینعقد ابتداء بالتعاطی
لکن اذا تقدمه بیع باطل او فاسد
وترتب علیه التعاطی لا ینعقد
البیع لکونه ترتب علی
سبب آخر فکذا هنا[2] اھ
باختصار آرے اگر خصمین برضائے خود

مسئلہ میں ہم نے جو مبسوط، معراج، جامع الفصولین وغیرہ کا بیان نقل کیا ہے وہ اس کی تائید کرتا ہے، پھر میں نے علامہ بحر کو اسی سے اس کی تائید بحر میں کرتے ہوئے دیکھا جہاں انھوں نے کمال کے کلام کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ جامع الفصولین کا بیان اس کی تائید کررہا ہے الخ۔ ظاہر یہ ہے کہ کافر کا مقرر کردہ قاضی ثالث بھی نہیں بن سکتا بشرطیکہ فریقین اس نظریہ سے اس کے ہاں پیش ہوں کہ یہ حاکم کا مقرر کردہ ہے، ردالمحتار میں ہے کہ بحر میں بزازیہ سے منقول ہے کہ ہمارے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ہمارے علاقہ کے اکثر قاضی ثالث ہیں کیونکہ انھوں نے رشوت سے قضاء حاصل کی ہے تو قاضی نہ ہوئے، تاہم اگر مقدمہ پیش ہو تو وہ ثالث کی حیثیت سے فیصلہ کرسکتے ہیں، اس پر اعتراض ہوا کہ ان کے ہاں مقدمہ بطور ثالث پیش نہیں ہوا بلکہ فریقین نے اس اعتقاد پر پیش کیا کہ وہ قاضی نافذ الحکم ہے، تو یہ فیصلہ درست نہ ہوگا، کیا دیکھتے نہیں کہ ابتداءً بیع لین دین سے منعقد ہوجاتی ہے لیکن وہی بیع پہلے باطل یا فاسد ہوچکی ہو تو اب لین دین کے تبادلہ سے وہ بیع منعقد نہ ہوگی کیونکہ یہ دستی لین دین کا تبادلہ اب پہلے فاسد سبب پر مرتب ہے تو یہاں بھی اگرچہ ابتداءً ثالث ہوسکتا تھا لیکن اب فاسد عمل پر مرتب ہونے کی وجہ سے وہ ثالث قرار نہ پائیگا

---

[1] بحر الرائق کتاب القضاء فصل فی التقلید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۲۶۳

[2] رد المحتار " باب التحکیم داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۴۸-۳۴۷

13/13

سوئے او ترافع کنند حکم می شود و پیش از حکم بعزل ہر یکے متعزل گردد کما ھو حکم الحکم وھو ظاھر، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

اھ مختصرا۔ ہاں اگر فریقین اپنی مرضی سے ثالث سمجھ کر اس کے ہاں پیشی کریں تو وہ ثالث ہو سکے گا اور فیصلہ سے قبل فریقین میں سے ہر ایک کی معزولی سے معزول قرار پائے گا جیسا کہ ثالثی کا حکم و قانون ہے، اور یہ واضح بات ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ زید کی دو زوجہ ہیں، زید نے زوجہ اول کو کل جائداد اپنی بالعوض مہر بیع کر دی اور قبضہ و دخل مثل نفس خاص اپنے کے کرا دیا۔ اب زوجہ ثانی کہتی ہے کہ میرا ابھی مہر ادا کرو ورنہ میں نالش کرکے نصف جائداد بالعوض اپنے مہر کے تقسیم کرا لوں گی، آیا زوجہ ثانی تقسیم کرا لینے نصف جائداد کی مستحق ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ ابھی مہر تجھ کو بذریعہ نالش وصول نہیں ہو سکتا تا وقتیکہ طلاق نہ ہو جائے میں محنت مزدوری کرکے ادا کروں گا، آیا یہ قول زید کا درست ہے یا غلط؟

الجواب

صورتِ مسئولہ میں جب زید نے وہ جائداد زوجہ اولٰی کے ہاتھ بیع کر دی زوجہ ثانیہ کو اس سے نصف جائداد عوض مہر لینے کا اختیار نہیں اور دربارۂ مہر جب شرط تعجیل و تاجیل سے عاری ہو اعتبار

www.alahazratnetwork.org

عرف ہے ان دیار کا عرف نہیں کہ قبل از فراق مہر ادا کیا جائے پس مطالبہ زوجہ ثانیہ محض نامسموع، البتہ اس کا مہر ذمہ زید واجب الادا ہے یہ حکم قضا صحیح ہے مگر دیانۃً اگر اس کا اس بیع سے زوجہ ثانیہ کو محروم رکھنا ہے تو اپنی اس نیت فاسد اور اس بیع پر کہ مبنی اس نیت پر ہے عنداللہ ماخوذ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید فوت ہوا اور ترکہ زید متوفی کا عوض دین مہر زوجہ ہندہ کے مکفول تھا عمرو نے نالش انفکاک رہن بادائے ایک سو تریسٹھ روپیہ دین مہر کے عدالت میں دائر کرکے ڈگری حاصل کی اور بحکم عدالت کل دین مہر ہندہ کو عمرو نے ادا کر دیا بعدہٗ ہندہ نے اپنا حصہ بدست حسینی دختر اپنی کے بیع کر دیا اب حسینی حصہ ہندہ کا چاہتی ہے اس صورت میں حسینی بلاادائے دین مہر اس کے جو کل عمرو نے ادا کر دیا ہے حصہ ہندہ کا تقسیم کرا سکتی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

سائل مظہر ہے کہ وہ ادا کرنا جانب عمرو سے بطریق تبرع نہ تھا اور یہ دین ترکہ سے کم ہے اور سوا اس کے میت پر اور دین نہیں پس تصرف ہندہ کا اپنے حصہ میں بیع کے ساتھ صحیح ہوا کہ دین غیر مستغرق مانع ملک ورثہ نہیں مگر باوجود اس کے بوجہ تعلق حق دائن یا مرہون کے لئے محبوس رہے گا، اور دائن اگر

بیع کو جائز نہ رکھے تو وہ بیع مذہب راجح پر نفاذ نہ پائے گی،

قال العلامۃ السید الطحطاوی فی حاشیۃ الدر من کتاب الفرائض حکم الترکۃ قبل قضاء الدیون کحکم المرھون بدین علی المیت فلا تنفذ تصرفات الورثۃ فیھا ھذا اذا کانت الترکۃ اقل من الدین او مساویۃ لہ واما اذا کان فیھا زیادۃ علیہ ففی نفوذ تصرفات الورثۃ وجھان احدھما النفوذ الی ان یبقی قدر الدین واظھرھما عدم النفوذ علی قیاس المرھون[1] اھ عــہ زادہ۔

علامہ سید طحطاوی نے در کے حاشیہ میں کتاب الفرائض میں فرمایا: میت پر قرض کی ادائیگی سے قبل اس کا ترکہ قرض میں رہن کے حکم میں ہوگا تو اس ترکہ میں ورثاء کے تصرفات نافذ نہ ہوں گے جبکہ ترکہ قرض سے کم یا مساوی ہو لیکن اگر ترکہ قرض سے زائد ہو تو اس میں دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ زائد میں ورثاء کا تصرف نافذ ہوگا یہاں تک کہ مقدار دین باقی رہ جائے، دوسری یہ کہ ان کا تصرف نافذ نہ ہوگا مرہون چیز پر قیاس کی وجہ سے، دونوں صورتوں میں یہ دوسری زیادہ ظاہر ہے اھ عجم زادہ۔ (ت)

پس مشتریہ تاوقتیکہ ترکہ الفایا ابراء دین سے نہ ہو جائے حصہ ہندہ پر قبضہ نہیں کر سکتی اور صرف اس کا بقدر حصہ رسدی اپنے کے ادا کر دینا کافی نہ ہوگا جب تک کل دین ادا نہ ہو جائے،

کما ذکرنا من ان الدین ولو لم یکن محیطا یمنع نفاذ تصرفات الورثۃ۔

جیسے ہم نے ذکر کیا کہ دین اگرچہ وراثت کو محیط نہ ہو وہ ورثاء کے تصرفات کے نفاذ سے مانع ہے۔ (ت)

ہاں اگر دائن روا رکھے اور اس امر پر راضی ہو جائے تو اسے اختیار ہے کہ جبس اس کے حق کے لئے تھا پس حسینی اس تقدیر پر قابض ہو سکتی ہے اور حصہ ہندہ کے عوض ان کے ثمن حق دائن میں محبوس رہیں گے کما ھو حکم المرھون المصرح بہ فی المتون (جیسا کہ متون میں مرہون چیز کا حکم تصریح شدہ ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیانِ شرع متین اس صورت میں، چالیس برس کا عرصہ ہوا

عــہ لفظ عجم زادہ کے بعد اصل میں بیاض ہے۔

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الفرائض دار المعرفۃ بیروت ۴/۳۶۷

مسمی زید فوت ہُوا، بعد وفات شوہر بموجودگی دیگر ورثاء شرعی کل متروکہ زید پر مسماۃ ہندہ زوجہ بعوض دین مہر قابض ودخیل ومتصرف مالکانہ ہوئی اور تین لڑکیاں بھی زید کی تھیں، گو دین مہر کثیر التعداد تھا اور اس قدر جائداد مورث نہ تھی کہ مکتفی دین مہر کو ہو اور منجملہ جائداد متروکہ شوہری مسماۃ نے ایک قطعہ زمین بعد وفات شوہر بعوض مبلغ صہ روپیہ رہن رکھا اور اس میں یہ لفظ تحریر ہے کہ مالکانہ قابض ودخیل ومتصرف ہوں اور اس فعل مالکانہ کو ورثاء تسلیم کرتے رہے اور بھی افعالِ مالکانہ بلاشرکت احدے ہوتے رہے، چنانچہ اس متروکہ شوہری سے اپنے بھتیجوں کو ایک مکان پختہ اراضی شوہری میں بنوایا اور بعلم و آگاہی واطلاع اور موجودگی ورثاء ایک مدت تک تعمیر ہوتا رہا، کوئی مزاحم ومعترض نہ ہوا، اور یہ سب افعال ملکیتی تسلیم ہوتے رہے، اور لڑکیاں جو شوہر نے چھوڑی تھیں کبھی بارج ومزاحم نہ ہوئیں' نہ تقسیم چاہی نہ ترکہ معین ہوا، بالکلیہ زوجہ مالک وقابض ومتصرف رہی اور جمیع افعال ملکیت پر عملدرآمد ہوتا رہا کوئی مخالفت نہ کی اور اس کے بعد بحیات مسماۃ ہندہ ایک دختر اس کی فوت ہوئی' بعد وفات اس کے بھی حسب دستور سابق وہی افعال ملکیت مسماۃ ہندہ کے ہوتے رہے کسی لڑکی نے نہ تقسیم چاہی نہ ترکہ طلب کیا، مجرد اپنی والدہ ہندہ کے پاس آتی جاتی رہیں اور شفقت مادرانہ ہوتی رہی اب عرصہ پندرہ سولہ سال کا ہوا کہ مسماۃ ہندہ فوت ہوئی اور اس کے ورثاء میں سے دو لڑکیاں اور دو بھتیجے ہیں بموجب فرائض شریف کے دو دو لڑکیوں کے اور ایک ایک برادر زادہ کا حصہ ہوتا ہے اور ۶ سے مسئلہ قرار پاتا ہے چونکہ اب لڑکیوں سے کہ حصہ قلیل ہوا جاتا ہے اور برادر زادگان مستحق حصہ شرعی ہیں محض اتلاف حق کے لئے چالیس برس کے بعد یہ امر بیان ہوتا ہے کہ آج تک کبھی اس امر کا تذکرہ بھی نہیں آیا تھا کہ مسماۃ ہندہ کل ترکہ پر قابض بوجہ ترکہ ہوگئی ہوگی اور کبھی یہ حیلہ پیش ہوتا ہے کہ جنازہ اُٹھتے وقت اکثر مہر معاف بھی ہوجاتا ہے، رواجاً معاف کردیا ہوگا، اور کبھی یہ بیان کہ معاف کردیا اس امر کا بیان کنندہ سوائے ان دو لڑکیوں متوفیہ کے کہ وہ خود اپنی کمی ترکہ کے سبب سے اور باغواء اپنے اہل ددھیال کے اس وقت بیان کرتی ہیں کبھی سابق بیان بھی نہیں کیا ابطال وکمی حق برادر زادگان مسماۃ متوفیہ کے لئے باوجود عملدرآمد ہونے افعال ملکیت مسماۃ ہندہ کے ۲۵، ۳۰ سال تک اور اظہار قبضہ دین مہر اور عدم اظہار معافی مہر سوائے بیان سال حال مجرد بیان خیالی دو لڑکیوں کا بغیر علم وآگاہی دیگر بزرگان خاندان کے اور نہ ہونے کسی وثیقہ تحریری کے بلکہ برخلاف اس کے عمل درآمد ہوتا رہا اور کسی وارث نے یہ ذکر نہ کیا اور انتقالات تحریری اور زبانی مسماۃ ہندہ ہمیشہ مسلم کئے پس ایسی حالتوں میں یہ مہر معاف سمجھا جائے گا یا کیا؟ اور تقسیم ترکہ اب مسماۃ ہندہ کی ہوگی یا شوہر ہندہ کی قرار دینا چاہئے اور یہ عملدرآمد کیسا سمجھا جائے گا؟ بینوا توجروا۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

صورت مستفسرہ میں دعوی دختران ہرگز قابلِ سماعت نہیں، نہ اب وہ ترکہ شوہر ٹھہر سکے، نہ مجردان کے بیان سے مہر کی معافی سمجھی جائے اور بیان بھی کیسا مضطرب کہ کبھی تو بربنائے رواج یہ احتمالی حکم کہ جنازہ اٹھتے وقت مہر معاف ہوجاتا ہے یہاں بھی ہوگیا ہوگا، حالانکہ یہ کلیہ بھی غلط ہے، کوئی معاف کردیتا ہے کوئی نہیں کرتا، اور سب معاف کردیا کرتے تو کیا تھا، خاص ہندہ کی معافی ثابت ہونا چاہئے تھی اور کبھی کچھ سمجھ کر یہ قطعی دعوی کہ معاف کردیا اگر معاف کردیا تھا تو تم نے بربنائے مہر کل جائداد پر ہندہ کو کیوں قبضہ کرنے دیا تھا اور چوبیس پچیس برس تک اس کے تصرفات مالکانہ دیکھ کر کیوں خاموش رہیں اور اس کے انتقال پر بھی یہ پندرہ سولہ برس کا سکوت کس لئے تمہارا خاموشی چہل سالہ شرعاً قرینہ واضحہ ہے کہ دعوی بربنائے زور و تلبیس و اتلاف حق برادرزادگان ہے، ہمارے ائمہ اصحاب متون و شروح و فتاوی تصریح فرماتے ہیں کہ جب ایک جائداد میں کوئی شخص ایک مدت تک خود تصرفاتِ مالکانہ کرتا رہے یا بیع خواہ ہبہ خواہ کسی اور طرح دوسرے کو تملیک کرے اور وہ دوسرا ایک زمانہ تک اس میں متصرف رہے پھر ایک مدعی جو اس شہر میں موجود ہو اور ان حالات پر مطلع ہو دعوی کرنے لگے کہ یہ جائداد میری ملک ہے اب وہ دعوی بجہت میراث ہو خواہ کسی دوسرے سبب سے ہرگز ہرگز نہ سنا جائے گا اور اس کا ان تصرفات کے وقت خاموش رہنا اپنی اجنبیت اور متصرف کی مالکیت کا صریح اقرار قرار پائے گا،

www.alahazratnetwork.org

فی فتاوی العلامۃ المرحوم سیدی محمد بن عبد اللہ الغزی التمرتاشی مصنف تنویر الابصار سئل عن رجل لہ بیت فی دار یسکنہ مدۃ تزید علی ثلث سنوات ولہ جار بجانبہ والرجل المذکور یتصرف فی البیت المذکور ہدما وعمارۃ مع اطلاع جارہ علی تصرفہ فی المدۃ المذکورۃ فہل اذا ادعی البیت او بعضہ بعد ما ذکر من تصرف الرجل المذکور فی البیت ہدما وبناء فی المدۃ المذکورۃ تسمع دعواہ ام لا اجاب لا تسمع دعواہ علی ما علیہ الفتوی[1] وفتاوی الامام

سیدی علامہ محمد بن عبداللہ الغزی التمرتاشی مرحوم مصنف تنویر الابصار کے فتاوی میں ہے کہ ان سے ایسے شخص کے متعلق سوال ہوا جو ایک حویلی کے کمرہ میں عرصہ زائد از تین سال سے رہائش پذیر ہے اور وہ اپنے اس کمرہ میں توڑ پھوڑ و مرمت کرتا رہا اس کا پڑوسی اس کے یہ تصرفات دیکھتا رہا تو اب اس پڑوسی کو مذکورہ تصرفات پر اطلاع کے باوجود اس کمرہ کے کل یا بعض پر دعوی کا حق ہے اور کیا اس کا دعوی قابلِ سماعت ہوگا یا نہیں، تو انھوں نے جواب میں فرمایا کہ اس کا دعوی قابلِ سماعت نہ ہوگا اسی پر فتوی ہے، اور امام علامہ

[1] العقود الدریۃ بحوالہ فتاوی غزی کتاب الدعوی ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۲

العلامة خير الملة والدين الرملي سئل
في رجل اشترى من أخر ستة اذرع
من ارض بيد البائع وبنى بها بناء و
تصرف فيه ثم بعده ادعى رجل على
الباني المذكور ان له ثلثة قراريط
ونصف قيراط في المبيع المذكور ارثا
عن امه ويريد هدمه والحال ان
امه تنظره يتصرف بالبناء والانتفاع
المذكورين هل له ذلك ام لا؟
اجاب لا تسمع دعواه لان علماءنا
نصوا في متونهم وشروحهم وفتاويهم ان
تصرف المشتري في المبيع مع اطلاع
الخصم ولو كان اجنبيا بنحو البناء والغرس
والزرع يمنعه من سماع الدعوى قال صاحب
المنظومة اتفق اساتيذنا على انه
لا تسمع دعواه ويجعل سكوته رضا
للبيع قطعا للتزوير والاطماع والحيل
والتلبيس وجعل الحضور و
ترك المنازعة اقرارا بانه ملك
البائع اهـ ملخصا وفيها ايضا سئل
في رجل تلقى بيتا عن والده
وتصرف فيه كما كان والده من
غير منازع ولا مدافع مدة تنوف

خیر الدین رملی کے فتاوٰی[1] میں ہے ان سے سوال ہوا
کہ ایک شخص نے دوسرے سے چھ ذراع زمین
خریدی جو کہ بائع کے قبضہ میں تھی جس کو خریدنے کے
بعد خریدار نے اس پر تعمیر کی اور دیگر تصرفات کئے پھر
بعد میں ایک اور شخص نے اس خریدار مذکور پر دعوٰی
کر دیا کہ مبیع زمین میں ساڑھے تین قیراط میری ملکیت
ہے جو مجھے والدہ سے وراثت میں ملی ہے اور وہ تعمیر کو
گرانے کا مطالبہ کر رہا ہے حالانکہ مدعی کی والدہ خریدار
کو تعمیر وغیرہ تصرفات کرتے ہوئے دیکھتی رہی ہے تو
اس مدعی شخص کو اس دعوٰی کا حق ہے یا نہیں انھوں نے
جواب میں فرمایا کہ اسکا دعوٰی مسموع نہ ہوگا کیونکہ ہمارے علماء
نے متون، شروح اور فتاوٰی میں نص فرمائی ہے کہ مبیع میں
خریدار کے تصرفات پر مخالف کو اطلاع ہونے کے
باوجود کہ وہ تعمیر، پودے اور زراعت جیسے تصرفات
کر رہا ہے اتنی مدت خاموش رہنا اس کے دعوٰی
کی سماعت کے لئے مانع ہے اگرچہ ایسا مدعی
اجنبی کیوں نہ ہو، صاحب منظومہ نے فرمایا کہ ہمارے
اساتذہ نے فرمایا ہے کہ ایسے شخص کا دعوٰی قابل سماعت
نہ ہوگا اور اس کی خاموشی کو اس بیع پر رضامندی
قرار دیا جائیگا تاکہ فریب، لالچ، حیلہ سازی اور
تلبیس کا دروازہ بند ہو سکے اور موجودگی کے باوجود
اس کا منازعت نہ کرنا یہ اس بات کا اقرار ہے
کہ یہ چیز بائع کی ملکیت تھی اھ ملخصا، اور اس میں
یہ بھی ہے کہ ایک شخص نے اپنے والد سے مکان حاصل

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الدعوٰی دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۸۷ و ۸۸

عن خمسين سنة والآن برز جماعة يدعون ان البيت لجدهم الاعلى فهل تسمع دعواهم مع اطلاعهم على التصرف المذكور واطلاع اٰبائهم وعدم مانع يمنعهم من الدعوى، اجاب لاتسمع هذه الدعوى[1] وفيها عن البزازية عليه الفتوى قطعا للاطماع الفاسدة[2] وفي الولوالجية ثم الخيرية ثم الحامدية وغيرهما رجل تصرف زمانا في ارض ورجل اٰخر رأى الارض و التصرف ولم يدع ومات على ذٰلك لم تسمع بعد ذٰلك دعوى ولده فتترك على يد المتصرف لان الحال شاهد[3] وفي الخيرية و به افتى شيخ الاسلام شهاب الدين احمد الحلبي المصري[4] وفي العقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامدية مجرد الاطلاع على التصرف مانع من الدعوى[5] و

کیا اور اپنے والد کی طرح اس میں بغیر رکاوٹ و ممانعت تقریباً پچاس سال کی مدت تک تصرفات کرتا رہا اور اب ایک جماعت نے دعوٰی شروع کر دیا کہ یہ مکان ہمارے جدِ اعلٰی کا ہے تصرفاتِ مذکورہ پر ان کو اور ان کے آباء کو اطلاع ہوتے ہوئے باوجود ان کا منع نہ کرنا حالانکہ رکاوٹ نہ تھی، تو کیا اس گروہ کا دعوٰی قابلِ سماعت ہے، تو انھوں نے جواب میں فرمایا کہ یہ دعوٰی مسموع نہ ہوگا اور اس میں بزازیہ سے منقول ہے کہ اسی پر فتوٰی ہے تاکہ طمعِ فاسد کا سدِ باب ہو سکے۔ ولوالجیہ پھر خیریہ پھر حامدیہ وغیرہا میں ہے کہ ایک شخص زمانہ بھر زمین میں تصرف کرتا ہے اور دوسرا شخص زمین اور اس میں تصرفات دیکھتا رہا اور کوئی دعوٰی نہ کیا اسی حال میں وہ فوت ہوگیا تو اب اس کے بیٹے کا دعوٰی قابلِ سماعت نہ ہوگا بلکہ زمین کو قابض کے پاس رہنے دیا جائے گا کیونکہ اس پر حال شاہد ہے، اور خیریہ میں ہے کہ شہاب الدین شیخ الاسلام احمد حلبی مصری نے اسی پر فتوٰی دیا ہے۔ عقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ میں ہے کہ تصرفات پر اطلاع ہونا ہی دعوٰی کے لئے مانع ہے اور

---

[1] فتاوٰی خیریہ | کتاب الدعوٰی | دار المعرفۃ بیروت | ۲/۵۵
[2] " " | " | " | ۲/۵۹
[3] " " بحوالہ الفتاوی الولوالجی | " | " | ۲/۵۵
[4] " " | " | " | ۲/۵۹
[5] العقود الدریہ | " | ارگ بازار قندھار افغانستان | ۲/۲

فیھا لم یقیدہ بموت و لا بمدۃ کما تری[1] وفی رد المحتار من مسائل شتی مجرد السکوت عند الاطلاع علی التصرف مانع وان لم یسبقہ بیع[2] و فی الدر المختار باع عقارا او حیوانا او ثوبا وابنہ و امرأتہ او غیرھما من اقاربہ حاضر یعلم بہ ثم ادعی الابن مثلاً انہ ملکہ لا تسمع دعواہ کذا اطلقہ فی الکنز والملتقی وجعل سکوتہ کالافصاح قطعا للتزویر والحیل[3] عـہ

اس میں ہے کہ فقہاء نے اس حکم کو موت اور مدت سے مقید نہیں فرمایا جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو، اور رد المحتار کے مسائل شتی میں ہے کہ اطلاع ہوجانے پر سکوت ہی دعوٰی کے لئے مانع ہو گا اگرچہ پہلے بیع نہ ہو ——— اور درمختار میں ہے ایک شخص نے زمین یا جانور یا کپڑا فروخت کیا جبکہ اس کا بیٹا یا بیوی یا دیگر اقارب حاضر تھے اور جانتے تھے پھر مثلاً بیٹے نے دعوٰی کردیا کہ فروخت شدہ چیز میری ہے تو اس کا دعوٰی مسموع نہ ہوگا۔ اس کو کنز اور ملتقی میں یوں ہی مطلق ذکر کیا اور اس موقعہ پر سکوت کو اقرار کی طرح قرار دیا تاکہ حیلہ سازی اور فریب کاری کا سدباب ہو سکے۔ (ت)

مسئلہ ۲۳: از رامپور مرسلہ سید محمد منور علی صاحب تحصیلدار بھوپال ۲۲ شعبان معظم ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنا ایک مکان جس کا جدار ملاصق زید ہے غیبت زید میں جبکہ وہ اپنی نوکری پر بھوپال میں تھا عمرو کے ہاتھ بیع کیا اور بیعنامہ بعبارت معمولی لکھا اس مکان کے جانب شمال جو دیوار مکان مبیع و مکان شفیع میں حدفاصل ہے اصل الفاظ بیع کے ذکر میں اس دیوار پر ایراد عقد کا کچھ تذکرہ نہیں، نہ تفصیل عملہ مبیعہ میں باآنکہ ایک ایک چیز مفصلاً لکھی ہے اس کا نام ہے حدود مبیع جہاں لکھے ہیں وہاں زیر حد شمالی یہ لفظ ہیں (شمالی مکان میاں منور علی و پاکھ کلاں شامل میاں منور علی و دیوار سراسر داخل مبیعہ ہذا) زید جب بھوپال سے آیا اور بیع پر اطلاع پائی مدعی شفعہ ہوا اور عرضی میں بنائے شفعہ ثابت کرنے کو یہ الفاظ لکھے (امراؤ بیگم مدعا علیہا بالغ نے مکان مدعا بہا

عـہ: اصل میں ایک صفحہ کی بیاض ہے شاید جواب مکمل دستیاب نہ ہوا۔

---

[1] العقود الدریہ کتاب الدعوٰی ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۴

[2] رد المحتار مسائل شتی دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۷۳

[3] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۴۶

معلوم مقبوضہ اپنا عوض مبلغ سات عہ قیمت اصل وواقعی بموجب بیعنامہ رجسٹری شدہ ۲۲ اگست ۱۸۸۹ء بلغیت بدست مدعا علیہ بیع صحیح شرعی کیا) دیوار مذکور جس پر ہمیشہ سے زید و مورث زید کا قبضہ تھا اور رہے مکان زید کی کھپریلیں اور ان کی ترکیبیں اس پر پڑی ہیں اور ہندہ وعمرو کا کوئی قبضہ اس پر نہ تھا نہ ہے، نہ ان کے مکان کی کوئی کڑی یا ترک وغیرہ اس دیوار پر ہے، اب عمرو مدعی ہوا کہ یہ دیوار مکان مبیع ہندہ کی ہے اور میں بحکم بیع اس کا مالک ہوں زید سے دلا دی جائے مگر کوئی ثبوت اس دیوار میں اپنی ملک کا نہ دے سکا سوا اس کے کہ زید نے دعوی شفعہ میں بوجہ عبارت مذکورہ امراؤ بیگم نے اپنا مکان مقبوضہ بیع صحیح شرعی کیا اس بیعنامہ کو مسلم رکھا اور اس کے حوالہ دینے سے زید کا بیعنامہ دیکھنا ظاہر ہے اور اس میں دیوار مذکور بھی داخل بیع تھی تو زید کا بذریعہ شفعہ اسے طلب کرنا صریح اقرار ہو چکا کہ دیوار ملک عمرو مشتری ہے حالانکہ زید نے ہرگز بیعنامہ نہ دیکھا نہ اس کے سامنے لکھا گیا نہ وہ اس وقت اس شہر میں تھا اثبات بنائے شفعہ کے لئے تاریخ رجسٹری معلوم کرکے عرضی دعوٰی میں ذکر بیعنامہ کیا تھا۔ اس صورت میں علمائے شرع مطہر سے استفسار ہے کہ زید کا وہ الفاظ لکھنا دیوار ملک عمرو ہونے کا شرعًا اقرار قرار پائے گا یا نہیں؟ اور اس بناء پر عمرو کا استحقاق اس دیوار پر ثابت ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

صورت مستفسرہ میں دعوٰی عمرو محض بے ثبوت ہے، نہ اس بناء پر دیوار اسے دلائی جاسکتی ہے

اوّلاً جبکہ دیوار حسب تحریر سوال زید کے استعمال میں ہے اور عمرو وہندہ کا کوئی عملہ اس پر نہیں جس سے ان کا استعمال ثابت ہو تو بحکم ظاہر دیوار ملک خاص زید ہے۔ تنویر الابصار و درمختار وغیرہما میں ہے:

الحائط لمن جذوعہ علیہ[1] دیوار اس کی ہے جس کا اس پر شہتیر ہے۔ (ت)

معین الحکام میں ہے:

ان لاحدھما علیہ جذوع ولا شیئ علیہ للاٰخر یقضی بہ لرب الجذوع لانہ مستعملہ[2]۔ ایک فریق کا اس پر شہتیر ہے اور دوسرے کا کچھ نہیں ہے تو دیوار کا فیصلہ شہتیر والے کے حق میں ہوگا کیونکہ وہ اس کو استعمال کررہا ہے (ت)

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الدعوٰی باب دعوی الرجلین مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۲۷

[2] معین الحکام الباب التاسع والاربعون مصطفی البابی مصر ص ۱۹۳

اور خود عمرو جبکہ تخلیۂ دیوار کا نالشی ہوا تو اپنا خارج اور زید کا ذوالید و قابض ہونا تسلیم کرلیا بہرحال عمرو اس مقدمہ میں شرعاً مدعی ہے پس تاوقتیکہ ثبوت مقبول شرعی سے اپنا دعوی ملک منور نہ کرے مقبول نہیں ہوسکتا دعوی شفعہ میں زید کا حوالۂ بیعنامہ دینا کون سی دلیل شرعی ہے کہ اس نے بیعنامہ دیکھا اور اس کا لفظ لفظ تسلیم کرلیا بیان سائل کہ اثبات بنائے شفعہ کے لئے تاریخ رجسٹری معلوم کرکے ذکر بیعنامہ کیا گیا ہرگز قابلِ التفات نہیں۔

ثانیاً اگر فرض کریں کہ بیان مذکور سائل بعید از قیاس نہ ہے تو غایت یہ کہ یہ ایک قرینۂ ظاہرہ ہوگا اور ظاہر مدعی کو کام نہیں دیتا، نہ اس کی بناء پر ثبوت ملک ہوسکتا ہے۔ درمختار وغیرہ عامہ کتب فقہیہ میں ہے:

الظاھر یصلح حجۃ للدفع لا للاستحقاق۔[1] ظاہر دفع کی صلاحیت رکھتا ہے نہ کہ ثبوت استحقاق کی۔ (ت)

ثالثاً تسلیم ہی کیجئے کہ اس سے نہ صرف ظاہراً بلکہ قطعاً و یقیناً زید کا بیعنامہ کو دیکھ کر حوالہ دینا اور عبارت مذکورہ لکھنا ثابت ہے تاہم اس سے کس قدر ثبوت ہوا یہ کہ زید مکان مبیع کو مملوک و مقبوض ہندہ جانتا اور بیع کو صحیح مانتا اور بذریعہ شفعہ لینا چاہتا ہے اس سے اب کب زید کو انکار ہوا وہ اب بھی کہے گا کہ واقعی ہندہ نے اپنا ہی مکان مملوک و مقبوض بیع کیا اور یہ بیع صحیح بھی ہے اور میں بذریعہ شفعہ اس کا خواستگار بھی ہوا، رہی یہ دیوار، نہ یہ مملوک و مقبوض ہندہ تھی نہ اس پر بیع وارد ہوئی، نہ میں نے شفعہ میں مانگی، الفاظ عقد بیع میں مکان ہندہ کا ذکر ہے مکان ہندہ جس قدر تھا وہی ایجاب و قبول میں داخل ہوا، اسی کو بذریعہ شفعہ طلب کیا گیا ذکر حدود عقد بیع نہیں نہ وہ حاکی ایجاب و قبول ہے، تو تسلیم صحت بیع سے تسلیم صحت جملہ الفاظ زائدہ مندرجہ بیعنامہ کیونکر لازم ہوسکتی ہے، علماء تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے بیعنامہ پر خود اپنی گواہی لکھ کر مہر کردی تاہم یہ اس کا اقرار نہ قرار پائے گا کہ شے مبیع ملک بائع ہے میری ملک نہیں وہ اس گواہی کردینے کے بعد بھی مکان مبیع پر دعوی ملک کرسکتا ہے جبکہ اس کے الفاظ سے صراحۃً اس کا خلاف نہ ثابت ہو۔ درمختار میں ہے:

یؤیدہ مسألۃ کتابتہ وختمہ علی صك البیع فانہ لیس باقرار۔ اس کی تائید اس مسئلہ سے ہوتی ہے، فروختگی کی رسید پر گواہ کے دستخط اور مہر ہونے کے باوجود

---

[1] درمختار کتاب القضاء مسائل شتی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۸۶

بعدم ملکہ[1]

یہ اس کے مالک نہ ہونے کا اقرار نہیں

رابعًا ان سب سے قطع نظر کرکے مان ہی لیں کہ نفس عقد دیوار پر بھی وارد ہوا اور وہ بھی طلب شفعہ میں داخل تھی تاہم اس سے زید کا اس قدر اقرار حاصل ہوگا کہ یہ دیوار میری ملک نہیں، نہ یہ کہ عمرو کی ملک ہے ہمارے مذہب راجح میں کہ ظاہر الروایہ ہے اور اکثر تصحیحات ائمہ اسی جانب ہیں، اگر زید عمرو سے کوئی چیز مانگے کہ مجھے ہبہ کردے یا عاریۃً دے دے یا میرے ہاتھ بیچ ڈال یا اس کے مثل اور اقوال، تو ان سے صرف اپنی ملک نہ ہونے کا اقرار ثابت ہوتا ہے عمرو کی ملک ہونے کا اقرار نہیں نکلتا زیادات وصغری و ینابیع وعمادیہ وتتارخانیہ وسراجیہ ومغنیہ ووہبانیہ وخانیہ وغیرہا میں اسی کی تصحیح کی، امام اجل قاضیخان نے افادہ فرمایا کہ یہ اقرار ہو بھی تو بجب ظاہر ہے اور ظاہر حجت استحقاق نہیں تو مدعی اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ رد المحتار میں منح الغفار سے ہے:

الحاصل ان روایۃ الجامع ان الاستیام والاستیجار والاستعارۃ ونحوھا اقرار بالملك للمساوم منه والمستاجر منه وروایۃ الزیادات انه لایکون ذلك اقرارا بالملکیۃ وھو الصحیح کذا فی العمادیۃ وحکی فیھا اتفاق الروایات علی انه لاملك للمساوم ونحوہ فیه[2]

جامع الصغیر کی روایت کے مطابق سودا لگانا، اجارہ پر طلب کرنا اور عاریتًا مانگنا یہ قابض جس سے چیز لی یا مانگی جارہی ہے کی ملکیت کا اقرار ہے اور زیادات کی روایت کے مطابق یہ اس کی ملکیت کا اقرار نہ ہوگا، یہی صحیح ہے جیسا کہ عمادیہ میں ہے اور اس میں مذکورہ صورت میں ملک نہ ہونے پر روایات کا اتفاق بیان کیا گیا ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

قال الانقروی والاکثر علی تصحیح مافی الزیادات وانه ظاھر الروایۃ[3]

انقروی نے کہا کہ اکثریت کا موقف زیادات کی تصحیح ہے، اور یہ ظاہر الروایۃ ہے۔ (ت)

انقرویہ میں ہے:

فی الصغری عین فی ید رجل

صغری میں ہے کہ کوئی چیز کسی شخص کے قبضہ سے

---

[1] درمختار کتاب الاقرار مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۳۲

[2] رد المحتار بحوالہ منح الغفار ؍؍ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۴۵۳

[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۴/ ۴۵۳

اقدم اٰخر علی الشراء منہ یکون اقرارا بملکیۃ العین للبائع علی روایۃ الجامع وعلی روایۃ الزیادات لا وھو الصحیح اھ[1] وکذا فی التاتارخانیۃ من الصغری و الینابیع وفی السراجیۃ الاقدام علی الاستیام لایکون اقرارا بملکیۃ ذلک لذی الید علی روایۃ الزیادات وعلی روایۃ الجامع یکون اقرارا والاول اصح وکذا فی المنیۃ فظھران فیہ اختلاف التصحیح والاکثر علی تصحیح ما فی الزیادات وانہ ظاھر الروایۃ وقال قاضیخان روی ھشام عن محمد ان المساومۃ اقرار منہ لہ بالملک والصحیح ماذکر فی ظاھر الروایۃ انہ اقرار من حیث الظاھر فلا یصلح حجۃ للاستحقاق اھ مختصرا۔

خریدنا چاہتا ہے تو یہ اس چیز پر بائع کی ملکیت کا اقرار ہے جامع کی روایت کے مطابق جبکہ زیادات کی روایت کے مطابق ایسا نہیں اور یہی صحیح ہے اھ، اور تاتارخانیہ میں صغرٰی اور ینابیع سے ایسے منقول ہے۔ اور سراجیہ میں ہے کہ کسی سے چیز کو خریدنے کا اقدام یہ قابض کی ملکیت کا اقرار نہیں ہے زیادات کی روایت پر جبکہ جامع کی روایت کے مطابق یہ اقرار ہے اور اول صحیح ہے، اور منیہ میں بھی ایسے ہی ہے، تو ظاہر ہوا کہ اس مسئلہ کی تصحیح میں اختلاف ہے اور اکثریت زیادات کی تصحیح پر ہے اور یہ کہ ظاہر الروایت ہے، اور قاضی خان نے فرمایا کہ ہشام نے امام محمد سے روایت کیا ہے کہ خریدنے کا اقدام قابض کی ملکیت کا اقرار ہے، اور صحیح وہ ہے جو ظاہر الروایۃ میں ہے کہ یہ ظاہر میں اقرار ہے تو یہ ظاہری معاملہ استحقاق کے لئے حجت نہیں بن سکتا اھ مختصراً (ت)

عقود الدریہ میں ہے:

القاعدۃ ان العمل بما علیہ الاکثر[2]

قاعدہ کے مطابق اکثریت کی رائے پر عمل ہے۔ (ت)

قرۃ العیون میں ہے:

قلت فیفتی بہ لترجحہ بکونہ ظاھر الروایۃ وان اختلف التصحیح[3]

میں کہتا ہوں کہ تو اس پر فتوٰی دیا جائے کیونکہ اکثریت اور ظاہر الروایت کی وجہ سے یہی راجح ہے اگرچہ تصحیح میں اختلاف ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

---

[1] فتاوٰی القرویہ کتاب الدعوٰی الباب الثانی عشر دارالاشاعۃ العربیہ قندھار افغانستان ۲/ ۱۴۹

[2] العقود الدریۃ مسائل وفوائد شتی من الحظر والاباحۃ حاجی عبدالغفار وپسران " " ۲/ ۳۵۶
ردالمحتار باب صلوٰۃ المریض داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۱۰

[3] قرۃ عیون الاخیار کتاب الاقرار مصطفی البابی مصر ۲/ ۹۸

غمز عیون البصائر میں ہے:

فی تصحیح القدوری للعلامۃ قاسم ان مایصححہ قاضیخان من الاقوال یکون مقدما علی مایصححہ غیرہ لانہ کان فقیہ النفس[1]۔

علامہ قاسم کی قدوری میں ہے کہ اقوال میں سے جس کو قاضیخان صحیح قرار دیں وہ دوسروں کی تصحیح پر مقدم ہے کیونکہ یہ فقیہ النفس ہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

کن علی ذکر مما قالوا لایعدل عن تصحیح قاضیخان فانہ فقیہ النفس[2]۔

ترفقہاء کے قول کے مطابق عمل کر جو کہتے ہیں قاضیخان کے قول سے اعراض نہ کیا جائے کیونکہ وہ فقیہ النفس ہیں (ت)

تو یہ اقرار حق عمرو میں کچھ نافع نہ ہُوا، مانا کہ دیوار حسب اقرار زید ملک زید نہیں مگر ملک عمرو ہونے کا اقرار بھی تو نہیں، تو مدعی بے بینہ عادلہ شرعیہ یا اقرار مدعا علیہ یا نکول محض اپنے زعم پر کوئی چیز کسی سے کیونکر لے سکتا ہے اور قاضی کیونکر دلا سکتا ہے، فتاوٰی خیریہ میں ہے:

القاضی انما یقضی بالبینۃ او الاقرار او النکول[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

قاضی صرف گواہی یا اقرار یا قسم سے انکار پر فیصلہ کرے گا، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۳۴ ۳ شوال المکرم ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں جبکہ کسی شخص کا گاؤں بلاقید آمدنی ہو یعنی جب پیداوار اچھا ہو آمدنی معقول ہو اور خراب تو کم اور یہ گاؤں اس کے والدین نے ایام نابالغی میں اس کے نام کیا بعد بلوغ باہم ایک پنچایت نامہ ۱۳۰۸ھ میں بخیال زمانہ نازک ہوا پنچ نے والدین کے نام چھ سو روپے سالانہ اس کے گاؤں کی آمدنی سے دینا اس کے ذمہ قرار دے اور کوئی تفرق حصص والدین نہ کی بلکہ لکھا کہ یہ جملہ آمدنی بدست والد رہے گی وہ جس قدر چاہیں گے خود لیں گے اور جس قدر چاہیں گے اس کی والدہ کو دیں گے اس کا باپ ۱۳۱۳ھ میں فوت ہوگیا اب اس کی ماں علیحدہ ہو کر پچاس روپے ماہوار کل بیٹے سے لینا چاہتی ہے تو شرعاً چھ سو روپے سالانہ سے کس قدر والدہ کو چاہئے کس قدر لڑکے کو؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] غمز عیون البصائر کتاب الاجارات ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۵۵
[2] ردالمحتار کتاب الھبۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۵۱۳
[3] فتاوٰی خیریہ کتاب الدعوٰی دارالفکر بیروت ۲/ ۶۴

الجواب

سائل مظہر کہ یہ گاؤں اس کے والد کا تھا اس نے اپنی زوجہ کو مہر میں دیا پھر زوجہ سے اس پسر نابالغ کے نام ہبہ کرالیا پھر بعد بلوغ اس بناء پر کہ آمدنی جائداد کا تحفظ چاہتے ہیں یہ پنچایت نامہ ہوا، والدین صاحب مال و زیور ہے محتاجِ نفقہ نہیں، اس صورت میں لڑکا گاؤں کا مالک مستقل ہوگیا اور یہ پنچایت محض بے معنی تھی جس کی پابندی ہرگز لازم نہیں ہوسکتی کہ شرط حکم صحت دعوٰی ہے اور دعوٰی طلب حق، اور یہاں والدین کا کوئی حق جائداد و توفیر میں نہ رہا تھا کہ ان کا دعوٰی صحیح ہوسکتا اور یہ پنچایت پنچایت ٹھہرتی، غایت یہ کہ اس کا قبول کرلینا لڑکے کی طرف سے ایک وعدہ قرار دیا جائے گا اور وعدہ کی وفا پر جبر نہیں۔ عالمگیری میں ہے:

لایلزمہ الوفاء بالمواعید۔[1] وعدوں کا ایفاء ضروری نہیں ہے۔ (ت)

ہاں ماں کی خدمت دارین کی سعادت ہے جس قدر ہو بہتر ہے یہ امر دیگر ہے اور انسان کی اپنی مرضی پر ہے جبکہ حالت یہ ہے کہ ماں محتاجِ نفقہ نہیں ورنہ بقدر نفقہ دینا واجب۔ عالمگیری میں ہے:

یجبر الولد الموسر علی نفقۃ الابوین المعسرین مسلمین کانا او ذمیین قدرا علی الکسب او لم یقدرا۔[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

والدین تنگ دست ہوں تو امیر بیٹے کو بہر صورت ان کے نفقہ پر مجبور کیا جائے گا، والدین مسلمان ہوں یا ذمی وہ کسب پر قادر ہوں یا نہ ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۲۹: از ریاست رامپور بزریا ملا ظریف گھر منشی عبدالرحمان خاں مرحوم مرسلہ عبدالرؤف خاں
۱۳ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان زید نے خریدا، وقت خرید کے حد رابع کوچہ تھا، جب زید نے دعوٰی بنام عمرو کیا تو اسی حد رابع میں جو بیعنامہ میں کوچہ نافذہ لکھا تھا بموجب حد مندرج بیعنامہ کوچہ نافذہ لکھا گیا عمرو نے بھی اس کو مان لیا دوران مقدمہ میں زید کو معلوم ہوا کہ قبل رجوع دعوٰی ہذا سے بکر نے کوچہ نافذہ کو بند کرلیا اپنا مکان بجائے حد مذکور بنالیا ہے زید نے ایک سوال پیش قاضی اسی مضمون کا باظہار اس کے کہ پہلے وقت شرا کے کوچہ تھا قبل رجوع دعوٰی سے بکر نے اسی حد میں کوچہ بند کرکے اپنا مکان بنالیا ہے وقت رجوع دعوٰی کے میں نے نہ دیکھا تھا اب دیکھا تو تبدیل حد مذکور کی ہوگئی ہے بصورتِ مذکورہ توفیق

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الاجارۃ الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۴۲۷
[2] " کتاب الطلاق الباب السابع عشر الفصل الخامس " " " ۱/ ۵۶۴

ہوگی یا نہیں اور اس توفیق سے دعوٰی زید قابلِ سماعت ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان کرو اجر دئے جاؤ گے۔ت)

الجواب

ہاں اور دعوٰی میں کچھ خلل نہ رہا،

فی جامع الفصولین برمز شیخ الاسلام شمس الائمۃ السرخسی ان الشاھد لواخطاء فی بعض الحد ثم تدارك واعاد الشھادۃ و اصاب قبلت شھادتہ لو امکن التوفیق سواء تدارك فی المجلس اوفی مجلس اٰخر ومعنی امکان التوفیق ان یقول کان صاحب الحد فلانا الا انہ باع دارہ من فلان اٰخر وما علمنا بہ اویقول کان صاحب الحد بھذا الاسم الا انہ سمی بعد ذلك بھذا الاسم الاٰخر وما علمنا بہ وعلی ھذا القیاس فافھم ھذا اذا ترك الشاھد احد الحدود او غلط فیہ ولو ترك المدعی احد الحدود او غلط فیہ فحکمہ کالشاھد جملۃ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جامع الفصولین میں شیخ الاسلام سرخسی کی علامت دے کر کہا کہ اگر حد بندی کے بیان میں گواہ خطا کرے اور پھر خطا کا ازالہ کرکے شہادت دے اور درستی کردے تو یہ شہادت مقبول ہوگی بشرطیکہ دونوں بیانوں میں موافقت ہوسکے خطا کا ازالہ اسی مجلس میں کردے یا کسی دوسری مجلس میں کرے' اور موافقت کا معنٰی یُوں کہ حد بندی والا فلاں ہے' کہہ کر پھر کہے، اگر اس نے اپنا مکان دوسرے کو فروخت کیا جو فلاں ہے اور اس کا مجھے علم نہیں، یا یُوں کہ حدود والے کا نام یہ ہے، پھر کہے، بعد میں اس کا یہ دوسرا نام بتایا گیا ہے اور مجھے علم نہیں ہے علٰی ہذا القیاس، اس کو سمجھو، یہ گواہ کے متعلق ہے کہ وہ حدود میں سے کسی حد کا ذکر چھوڑ دے یا غلطی کرے تو اگر مدعی حد بندی کے بیان میں ایسا کرے تو اس کا حکم بعینہٖ گواہ کی طرح کا ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ از ریاست رامپور مرسلہ منا بھائی ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۱۵ھ

صورت یہ ہے کہ زید کے مکان کے بالاخانوں کے ایک ہی سمت اور سلسلے میں بہت دریچے ہیں جن میں سے دو دریچے جدید ہیں اور باقی تمام قدیم، ہندہ کا مکان زید کے مکان کے مقابل کوئی ستر قدم کے فاصلے پر ہے اور ان دونوں مکانوں کے درمیان ایک وسیع شارع عام اور ایک کھنڈر واقع ہے۔

---

[1] جامع الفصولین الفصل السابع فی تحدید العقار الخ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/۹۵

ہندہ نے اس بناء پر کہ اس کے مکان کی بے پردگی ہوتی ہے منجملہ تمام دریچوں کے پانچ دریچے بند کرادینے یا ان کے سامنے دیوار قائم کرادینے کی نالش دائر کردی ان پانچ دریچوں میں سے دو جدید ہیں جن کا ذکر اوپر آچکا اور باقی قدیم، چنانچہ فریقین کی شہادت سے یہ بات ثابت ہے اور درحقیقت اس بے پردگی کا باعث یہ ہے کہ ہندہ کا ایک مکان جو مانع بے پردگی تھا باختیار ہندہ منہدم ہوگیا اور اب بے پردگی میں دریچہائے متنازع فیہا اور زید کے مکان کے دوسرے دریچے اور وہ لوگ جو بہ سواری اسپ و فیل و شتر وغیرہ شارع عام سے گزرتے ہیں سب برابر ہیں۔ زید ہندہ سے کہتا ہے کہ دریچے بند ہوجانے سے میرے ہزار با روپے کے مکانات غارت ہوجائیں گے اور تمھارا ہر طرح سے صرف دس بارہ گز دیوار بلند کرلینے سے پردہ ہوسکتا ہے اور اگر تمھیں بار ہو تو صرف بھی میں ہی دُوں گا، اس صورت میں علمائے کرام سے سوال یہ ہے کہ آیا مطابق مذہب ائمہ حنفیہ ہندہ زید کو اپنی ملک میں تصرف سے مانع ہوسکتی ہے اور ہندہ دریچے بند کرادینے کی مستحق ہے۔ جواب مدلل بنقل روایات ہو۔ واللہ لایضیع اجر المحسنین (اللہ تعالٰی نیکی والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ ت)

الجواب

صورت مستفسرہ میں دعوی ہندہ باطل و نامسموع ہے، ائمہ حنفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اصل مذہب و ظاہر الروایۃ و مرجح و مصحح و مفتی بہ یہ ہے کہ انسان اپنی ملک میں تصرف کا مطلقاً اختیار رکھتا ہے دوسرا اپنے کسی نفع نقصان کی وجہ سے مالک کو اپنی ملک خاص مستقل میں کسی تصرف سے منع نہیں کرسکتا، خود محرر المذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ مبسوط میں کہ کتب ستہ ظاہر الروایۃ سے ہے، ارشاد فرماتے ہیں:

ان کف عما یوذی جارہ فہو احسن، و لایجبر علی ذٰلک ولو فتح صاحب البناء فی علو بنائہ بابا اوکوۃ لم یکن لصاحب الساحۃ منعہ ولصاحب الساحۃ ان یبنی فی ملکہ مایستر جہتہ[1]

اپنے پڑوسی کو تکلیف دہ امور نہ کرے تو اچھا ہے جبکہ اس پر اسے مجبور نہیں کیا جاسکتا، اگر مکان والے نے مکان کے اوپر دروازہ یا کھڑکی کسی کے صحن کی طرف کھولی تو صحن والے کو منع کا حق نہیں ہے تاہم اس کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی ملکیت میں عمارت بناکر اس کی کھڑکی کو بند کرے۔ (ت)

وجیز امام شمس الائمہ کردری میں ہے:

---

[1] فتح القدیر بحوالہ المبسوط الامام محمد کتاب القضاء مسائل شتی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۴۱۱
خلاصۃ الفتاوی کتاب الحیطان مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۲۶۳

الامام ظہیر الدین کان یفتی بجواب الروایۃ[1] 14

امام ظہیر الدین اس روایت پر فتوٰی دیا کرتے تھے۔ (ت)

اسی میں ہے:

قال فی الفتاوٰی عن استاذنا انہ یفتی علی قول الامام[2]

انھوں نے اپنے فتاوٰی میں فرمایا کہ ہمارے استاذ سے مروی ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالٰی کے اس قول پر فتوٰی دیا کرتے تھے۔ (ت)

محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں: الوجہ لظاھر الروایۃ[3] (فتوٰی کی وجہ ظاہر الروایۃ ہے۔ ت)

شرح تنویر میں ہے:

جواب ظاھر الروایۃ عدم المنع مطلقا وبہ افتی طائفۃ کالامام ظہیر الدین وابن الشحنۃ ووالدہ وبحدق الفتح وفی قسمۃ المجتبی وبہ یفتی واعتمدہ المصنف ثم فقال وقد اختلف الافتاء وینبغی ان یعول علی ظاھر الروایۃ[4]

ظاہر الروایۃ میں جواب مطلقًا منع نہیں ہے، اسی پر ایک جماعت کا فتوٰی ہے، جیسا کہ امام ظہیر الدین، ابن شحنہ اور ان کے والد، اسی کو فتح میں ترجیح دی ہے، اور مجتبٰی کے باب القسمۃ میں ہے اور اسی پر فتوٰی دیا جائے، اور مصنف نے اسی پر اعتماد کرتے ہوئے وہاں فرمایا فتووں میں اختلاف ہے جبکہ ظاہر روایت پر اعتماد چاہیے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

بحر الرائق میں ہے:

ذکر العلامۃ ابن الشحنۃ ان فی حفظہ ان المنقول عن ائمتنا الخمسۃ ابی حنیفۃ وابی یوسف ومحمد وزفر والحسن بن

علامہ ابن شحنہ نے فرمایا مجھے یاد ہے کہ ہمارے پانچوں ائمہ ابوحنیفہ، ابویوسف، محمد، زفر اور حسن بن زیاد رضی اللہ تعالٰی عنہم سے منقول ہے کہ اپنی ملکیت

---

[1] فتاوٰی بزازیۃ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الحیطان نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۴۱۳

[2] " " " " " " ۶/۴۱۸

[3] فتح القدیر کتاب القضاء مسائل شتّی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/۴۱۳

[4] درمختار شرح تنویر الابصار " " مطبع مجتبائی دہلی ۲/۸۶

14
14

زیاد رضی اللہ تعالٰی عنہم انہ لایمنع عن التصرف فی ملکہ وان اضر بجارہ قال و ھو الذی امیل الیہ واعتمدہ وافتی بہ تبعا لوالدی شیخ الاسلام رحمۃ اللہ تعالٰی[1]

میں تصرف سے منع نہ کیا جائے اگرچہ پڑوسی کو اس سے تکلیف ہو اور فرمایا مجھے یہی پسند ہے اسی پر اعتماد کرتا ہوں اور فتوٰی دیتا ہوں یہ اپنے والد شیخ الاسلام کی پیروی میں کرتا ہوں رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ۔ (ت)

اور فقہ کا قاعدہ مقرر ہے کہ جب فتوٰی مختلف ہو ظاہر الروایۃ کی طرف رجوع واجب ہے اور اس سے عدول ناجائز، اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ جو کچھ ظاہر الروایۃ سے خارج ہے مرجوع عنہ ہے اور ہمارے ائمہ کا مذہب نہیں،

صرح بکل ذٰلک فی الخیریۃ والبحر والدر ورد المحتار وغیرھا من معتمدات الاسفار وقد سردنا نصوصھم فی کتاب النکاح وغیرہ من فتاوٰنا۔

اس تمام کی تصریح خیریہ، بحر، دُر اور رد المحتار وغیرہا قابلِ اعتماد کُتب میں ہے، ان کی نصوص کو ہم نے اپنے فتاوٰی کے باب النکاح میں جمع کر دیا ہے۔ (ت)

متاخرین نے کہ برخلاف مذہب جملہ ائمہ مذہب بنظر لاضرر ولاضرار فی الاسلام[2] منع پر فتوٰی دیا صاف تصریح فرمائی کہ اس کا محل وہاں ہے کہ مالک کا وہ تصرف دوسرے کو ضرر شدید صریح پہنچاتا ہو جس کی وجہ سے اس کا مکان گر جائے یا اصلاً قابلِ انتفاع نہ رہے ورنہ بالاجماع ممانعت نہیں۔ تنویر الابصار میں ہے:

لایمنع الشخص من تصرفہ فی ملکہ الا اذا کان الضرر بینا[3]

کسی شخص کو اپنی ملکیت میں تصرف سے منع نہ کیا جائیگا الا یہ کہ اس سے واضح ضرر پیدا ہو۔ (ت)

بحر میں ہے:

صحح النسفی فی الحمام ان الضرر ان کان فاحشا یمنع والا فلا والحاصل ان الذی علیہ غالب المشائخ من

امام نسفی نے تصحیح فرمائی ہے کہ اگر حمام کی وجہ سے فحش ضرر ہو تو منع کیا جائے ورنہ نہیں، حاصل یہ ہے کہ اس قسم کے مسائل میں متاخرین کی غالب اکثریت

---

[1] بحر الرائق کتاب القضاء مسائل شتی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۳۳
[2] نصب الرایۃ کتاب الجنایات باب مایحدث الرجل فی الطریق الخ مکتبۃ الاسلامیہ ریاض ۴/ ۳۸۴
[3] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب القضاء مسائل شتی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۸۵

المتاخرین الاستحسان فی اجناس ھذہ المسائل و افتی طائفۃ بجواب القیاس المروی واختار فی العمادیۃ المنع اذا کان الضرر بینا وظاھر الروایۃ خلافہ۔[1]

نے استحسان پر عمل کیا اور ایک گروہ نے قیاس کے مطابق جواب دیا ہے اور عمادیہ میں منع مذکور ہے جب ضرر واضح ہو، اور ظاہر روایت اس کے خلاف ہے (ت)

ردالمحتار میں فتح القدیر سے ہے:

ترك القیاس فی موضع یتعدی ضررہ الی غیرہ ضررا فاحشا وھو المراد بالبین وھو مایکون سببا للھدم او یخرج عن الانتفاع بالکلیۃ وھو مایمنع الحوائج الاصلیۃ کسد الضوء بالکلیۃ و اختاروا الفتوی علیہ فاما التوسع الی منع کل ضرر ما فیسد باب انتفاع الانسان بملکہ کما ذکرنا قریبا۔[2]

جہاں غیر کو اس کا ضرر فاحش پہنچے وہاں قیاس کو ترک کیا جائے گا اور واضح ضرر سے یہی مراد ہے کہ دوسرے کی عمارت کے انہدام کا سبب بنے یا انتفاع کلی طور پر ختم ہوجائے وہ یہ کہ حوائج اصلیہ مثلاً روشنی کو مکمل ختم کردے اسی پر فتوی ہے لیکن ہر قسم کے ضرر کی وجہ سے منع کرنا وسیع ہو تو پھر انسان اپنی ملکیت میں تصرف و انتفاع سے محروم ہوجائیگا جیسا کہ قریب ذکر ہوا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

یہاں اگر فرض کیا جائے کہ اب ہندہ کا ایسا ہی ضرر ہے جس کے سبب اس کا مکان اصلاً قابل انتفاع نہ رہا تو یہ ضرر دریچوں نے نہ پہنچایا کہ وہ تو قدیم سے ہیں اب تک ہندہ نے اپنے مکان سے کیونکر انتفاع کیا بلکہ یہ نقصان اس دیوار ہندہ کے انہدام سے پیدا ہوا جو حسب بیان سائل خود باختیار ہندہ منہدم ہوئی اور کوئی شخص خود اپنے لئے سبب ضرر پیدا کرکے دوسرے کا گریبان گیر نہیں ہوسکتا ورنہ کل کو ہندہ اپنی دیوار پردہ سے گز دو گز اور اتار کر شارع عام بند کرنے کی خواستگار ہوگی کہ لوگوں کے گزرنے سے میری بے پردگی ہے ایسے مہمل دعوے اگر سُن لئے جائیں تو ایک عورت کہ محلّہ کے وسط میں رہتی ہو اہل محلہ کی عافیت تنگ کرسکتی ہے اپنے کچے جھونپڑے کی چاروں دیواریں گرا کر چار طرف کی نشست گاہوں پر دعوٰی کردے کہ ان سے میری بے پردگی ہے سب تیغا کرادی جائیں یا ان کے سامنے دیواریں کھنچوادی جائیں گرانے وقت کوئی اس کا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا کہ وہ کہے گی میں اپنی مِلکِ خاص میں تصرف کرتی ہوں تم کون، اور جب

---

[1] بحرالرائق کتاب القضاء مسائل شتی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۳۳

[2] ردالمحتار " " دارا حیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۶۱

گرا بھی تو اب لوگوں کی نشستگاہوں سے اس کا ضرر ظاہر ہے۔ انصاف اس وقت مفتی کیا فتوٰی اور قاضی کیا حکم دے گا، کیا ہندہ کے اپنے پیدا کئے ہوئے ضرر کے سبب اس کا لایعنی دعوٰی سُن لیا جائے گا یا اسی کو اپنا پردہ بدستور درست کرلینے کا حکم کردیا جائے گا خصوصاً جس حالت میں کہ زید محض تبرع و احسان یہ بھی کہتا ہے کہ میں اپنے صرف سے دیوار اونچی کردوں، پھر ہندہ کا نہ ماننا سوا تعنت و ایذا رسانی کے کس امر پر محمول ہوسکتا ہے ولاضرر ولاضرار فی الاسلام[1] (اسلام میں ضرر رسانی جائز نہیں ہے۔ ت) بالجملہ صورت مستفسرہ میں ہمارے جملہ ائمہ مذہب رضی اللہ عنہم کے اصل مذہب مفتی بہ پر تو دعوٰی ہندہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں، انصافاً مختار متاخرین بھی اس صورت سے بیگانہ ہے کہ افراط جانب زید سے نہیں فعلیك بترك الاعتساف والانصاف خیر الاوصاف (کج روی کو ترک کرنا لازم ہے اور انصاف بہترین خوبی ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۱: از ملک اپر برہما منڈلہ زیگو بازار مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی جائداد اپنی زوجہ ہندہ کے قبضہ میں چھوڑی بعد ازیں انتقال کیا، اور اپنی بہن کا نواسہ عمرو اور زوجہ ہندہ کو چھوڑا بعد وفات زید کے جائداد متروکہ پر ہندہ قابض رہی، اب ہندہ نے وہ جائداد جو اس کے قبضہ میں تھی اس میں سے کچھ بنام خالد اپنے بھتیجے کو ہبہ کرکے دستاویز رجسٹری کرادی اور کچھ اپنی بہن زینب و فاطمہ اور کچھ کلثوم اپنی بہن متوفاۃ کی بیٹی کو اور دو بھتیجوں کو تقسیم کرکے ان کے نام رجسٹری کرادی، بعد اس کے ہندہ نے انتقال کیا، اب عمرو جائداد مذکورہ کا دعوٰی کرتا ہے شرعاً جائداد کس کو ملنا چاہئے۔ بیّنوا توجروا۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

اگر عمرو عاقل بالغ اسی شہر میں موجود ہندہ کے ان تصرفات پر مطلع تھا اور دعوٰی نہ کیا اب بعد انتقالِ ہندہ مدعی ہوا تو یہ دعوٰی اصلاً قابلِ سماعت نہیں کہ ان تصرفوں پر مطلع ہو کر ساکت رہنا صریح دلیل ہے کہ عمرو کا جائداد میں کوئی حق نہ تھا، خلاصہ میں ہے:

رجل تصرف فی ارض زمانا ورجل اٰخر یری تصرفہ فیھا ثم مات المتصرف ولم یدع الرجل

ایک شخص ایک زمانہ سے زمین میں تصرف کررہا ہے اور دوسرا شخص زمین میں اس کے تصرفات کو دیکھ رہا ہے پھر تصرف کرنے والا فوت ہوا تو اب وہ

[1] نصب الرایۃ کتاب الجنایات باب مایحدثہ الرجل فی الطریق المکتبۃ الاسلامیۃ ریاض ۴/ ۳۸۴

حال حیاتہ لا تسمع دعواہ بعد وفاتہ[1]

کے بعد دوسرے نے زمین پر دعوٰی کیا تو اس کا دعوٰی مسموع نہ ہوگا کیونکہ اس کی زندگی میں دوسرے نے دعوٰی نہ کیا۔ (ت)

عقود الدریہ میں ہے:

فی فتاوی المرحوم العلامۃ الغزی صاحب التنویر سئل عن رجل لہ بیت فی دار یسکنہ مدۃ تزید علی ثلث سنوات ولہ جار بجانبہ والرجل المذکور یتصرف فی البیت المزبور ھدما وعمارۃ مع اطلاع جارہ علی تصرفہ فی المدۃ المذکورۃ فہل اذا ادعی البیت او بعضہ تسمع دعواہ اجاب لا تسمع دعواہ علی ما علیہ الفتوی[2]

علامہ غزی صاحب تنویر کے فتاوٰی میں ہے ان سے سوال ہوا کہ ایک شخص کا حویلی میں مکان ہے وہاں وہ تین سال سے زائد عرصہ رہائش پذیر ہے اور وہ اپنے مکان میں توڑ پھوڑ اور مرمت کا کام کرتا رہا اس کے پڑوس والا شخص اس کے ان تصرفات کو دیکھتا رہا اور مدت مذکورہ میں خاموش رہنے کے باوجود اب اس مکان کے کل یا بعض پر دعوٰی کرے تو اس کا دعوٰی مسموع ہوگا یا نہیں؟ تو جواب میں فرمایا کہ فتوٰی کے مطابق اب اس کا دعوٰی مسموع نہ ہوگا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اور اگر عمرو اس وقت تک بچہ یا مجنون یا غائب تھا اب عاقل بالغ ہُوا یا اطلاع پائی تو اگر ثابت ہو کہ زید کی جائداد قبضہ ہندہ میں بطور ہبہ یا بالعوض دین مہر تھا جب بھی دعوٰی عمرو نامقبول ہونا خود ظاہر، اور اگر اس کا ثبوت نہ ہو تو دیکھیں گے کہ دین مہر ہندہ ترکہ کو مستغرق یعنی اس کی قیمت سے زائد یا مساوی ہے یا نہیں، اگر مستغرق ثابت ہو جب بھی عمرو کا اصل بنائے دعوٰی عن ملک بذریعہ وراثت حاصل ہی تھا کہ دین جب ترکہ کو محیط ہو تو وارث اس کے مالک نہیں ہوتے نہ وہ اسے لے سکتے ہیں کل جائداد ادائے دین میں صرف کی جائیگی،

اشباہ میں ہے:

الدین المستغرق للترکۃ یمنع ملک الوارث[3]

میت پر قرضہ اس کے ترکہ کے برابر یا زائد ہو تو وارث کی ملکیت کے لئے مانع ہے۔ (ت)

---

[1] العقود الدریۃ بحوالہ الخلاصۃ کتاب الدعوٰی ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۳

[2] العقود الدریۃ کتاب الدعوٰی ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۴

[3] الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی الملک ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۲۰۴

ہاں اگر عمرو کہے کہ میں تمام وکمال دین مہر اپنے پاس سے ادا کئے دیتا ہوں تو بیشک اسے اختیار ہوگا کہ دین ادا کرکے ترکہ چھڑالے۔ اشباہ میں ہے:

للوارث استخلاص الترکۃ بقضاء الدین ولو مستغرقا۔[1]

وارث کو قرضہ ادا کرکے ترکہ کو حاصل کرلینے کا حق ہے اگرچہ وہ ترکہ قرضہ میں مستغرق ہو۔ (ت)

اس صورت میں اور نیز جبکہ دین مستغرق نہ ہو بعد ادائے دین جو باقی بچے اس کے ثلث میں زید کی وصیت اگر اس نے کچھ کی ہو نافذ کرکے مابقی برتقدیر عدم موانع ارث وانحصار ورثۃ فی المذکورین چار سہم ہوکر ایک سہم ہندہ اور تین سہام عمرو کو ملیں گے ان تقدیرات پر جن میں کل جائداد مملوکہ ہندہ نہ ٹھہری جتنے ہبہ ہندہ نے جس جس کے نام کئے سب باطل ہوجائیں گے چہارم حصہ جو ہندہ کو پہنچا اس کے وارثان شرعی پر حسب فرائض تقسیم ہوجائیگا۔ درمختار میں ہے:

الاستحقاق شیوع مقارن لاطاری فیفسد الکل[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

غیر منقسم حصوں کا استحقاق ابتداء سے مقارن ہو طاری نہ ہو تو تمام حصوں کو فاسد کردے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۲: از ریاست رامپور مرسلہ علی احمد خان صاحب ۱۹ جمادی الآخرہ ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مدعی ہوا کہ میں نے آٹھ ہزار روپے یافتنی عمرو کے میرے ذمے تھے عمرو کو پہنچادئے اور چند گواہ متفق اللفظ والمعنی حاکم کے حضور گزرائے جنہوں نے بالاتفاق رقم مذکور کی نسبت عمرو کے اقرار وصول کرنے پر شہادت دی زید نے اس رقم کی رسیدیں بھی پیش کیں جن کی تحریر سے بھی عمرو کو اقرار ہے، عمرو اس کے جواب میں کہتا ہے کہ ان میں ایک رسید تین سو کی تو میں نے دی ہی نہیں اور دو رسیدیں ایک تین سو اور ایک دو سو چالیس کی زید نے چالاکی سے بڑھالی ہیں وہ سو اور یہ صرف چالیس کی میں نے دی تھی، اس مضمون پر عمرو نے چند گواہ دئے کہ یہ رسیدیں سو اور چالیس کی عمرو نے لکھی تھیں، اس صورت میں دفع دعوٰی زید کے لئے یہ گواہ مقبول ہیں یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورت مسئولہ میں نہ عمرو کا یہ جواب مقبول نہ اس میں اس مضمون کی شہادت مسموع۔ شرع میں

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی الملک ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۲۰۵

[2] درمختار کتاب الہبہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۰

ایسی جگہ اقرار حجتِ شرعیہ ہے اور اس پر شہادت ثبوت دعوٰی کے لئے کافی ووافیہ، جامع الفصولین فصل حادی عشر میں ہے:

لوادعی قضاء دینه اشهدا انه اقر باستیفائه تقبل[1]۔

اگر مدعی نے قرض ادا کرنے کا دعوٰی کیا ہو دو گواہوں نے یہ شہادت دی کہ مدعی نے قرض وصول کرلینے کا اقرار کیا ہے، تو شہادت مقبول ہوگی۔ (ت)

بخلاف رسیدات کہ یہ کوئی حجت نہیں حاصل انکارِ عمرو یہ ہوگا کہ منجملہ آٹھ ہزار کے سات سو مجھے نہ ملے کہ اس قدر کی رسید میری لکھی ہوئی نہیں، ایسا فضول جواب بعد ثبوت اقرار کیا قابلِ التفات ہوسکتا ہے، بالفرض اگر ایک رسید کو بھی عمرو نہ مانتا یا اصلاً کوئی رسید ہوتی ہی نہیں تو ثبوتِ اقرار ثبوتِ ایصال کو بس تھا اور جب یہ جواب خود مہمل ہے تو اس پر شہادت بھی قطع نظر اس سے کہ معنیٰ نفی پر شہادت ہے جس کا حاصل یہ کہ اتنے روپے نہ پہنچے خود فضول و مہمل ہے کہ یہ شہادت ایسی ہی چیز سے متعلق ہے جس کا وجود و عدم یکساں، تو بعد ثبوت حجتِ شرعیہ ایک امر غیر حجت میں خلل ہو بھی تو کیا۔ فتاوٰی قاضیخان و اشباہ والنظائر و فتاوٰی خیریہ و عقود الدریہ وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے:

واللفظ للعلامة الرملی فی فتاوی الخیریة عند علماء الحنفیة انه لا اعتبار بمجرد الخط ولا التفات الیه حجج الشرع ثلثة وهی البینة او الاقرار او النکول کما صرح به فی الاقرار الخانیة[2]۔

فتاوٰی میں علامہ رملی کے الفاظ ہیں کہ علماءِ احناف کے ہاں یہ بات ثابت شدہ ہے کہ محض خط کا کوئی اعتبار ہے نہ وہ قابلِ توجہ ہے کیونکہ شرعی دلائل تین ہیں، گواہی یا اقرار یا قسم سے انکار، جیسا کہ خانیہ کے باب الاقرار میں تصریح ہے (ت)

اسی میں ہے:

القاضی لایقضی الا بالحجة وهی البینة او الاقرار او النکول کما فی اقرار الخانیة وقد نقله الشیخ زین فی اشباهه ونظائره فی

قاضی صرف حجت پر فیصلہ دے گا اور وہ صرف گواہی یا اقرار یا قسم سے انکار ہے جیسا کہ خانیہ کے باب الاقرار میں ہے اور اس کو شیخ زین الدین نے اپنی اشباہ و نظائر میں کتاب القضاء کے شروع

---

[1] جامع الفصولین — الفصل الحادی عشر — اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶۴

[2] فتاوٰی خیریہ — کتاب القضاء — دار الفکر بیروت ۲/۱۲

اول کتاب القضاء[1] ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

میں ذکر کیا ہے ۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۳: از ریاست رامپور محلہ مدرسہ مولوی حکیم نجم الغنی خاں صاحب طبیب شفاخانہ فوجی ریاست رامپور ۱۶ رجب ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یعقوب علی خاں نے اپنے برادر عینی عبدالغنی خاں اور ان کی زوجہ وپسر محمدی بیگم ونجم الغنی خاں پر حاکم شرع کے حضور نسبت مکان مسکونہ مدعا علیہم دعوٰی دخلیابی بریں بنا دائر کیا کہ یہ مکان عبدالغنی خاں نے ۱۹ مئی ۱۸۹۰ء کو علی محمد خاں کے ہاتھ بیع کیا پھر یکم جون ۱۸۹۰ء کو اس سے کرایہ پر لیا بعدہ علی محمد خاں مالک مشتری نے ۱۳ جولائی ۱۸۹۰ء کو میرے ہاتھ بیچا عبدالغنی خاں اصالۃً اور انکی زوجہ وپسر بالتبع بذریعہ کرایہ قابض اب تخلیہ نہیں کرتے عبدالغنی خاں نے دعوٰی مدعی قبول کیا اور علی محمد خاں نے بھی اس کی تصدیق کی محمدی بیگم ونجم الغنی خاں نے جواب دیا کہ دعوٰی بسازش عبدالغنی خاں برادر حقیقی مدعی دائر ہوا ہے عبدالغنی خاں نے یہ مکان یکم جنوری ۹۰ء کو مجھ محمدی بیگم کے ہاتھ تین سو روپے کو بیچ کر بیعنامہ مُہری اپنا مرتب بگواہی گواہان کرکے مجھے حوالہ کردیا اور زرثمن میرے مہر میں مجرا کیا مجھے مالک مستقل بناکر قابض کرادیا جب مجھے معلوم ہوا کہ بیعنامہ غیر مصدقہ رجسٹری ہے تو میرے اعتراض پر رجسٹری کرادینے کا وعدہ کیا اور لطائف الحیل میں رکھا پھر کہہ دیا ہمارا تمہارا معاملہ زن وشو کا ہے تصدیق کی کیا ضرورت، پھر خارجاً اس بیع فرضی کی کارروائی کی، محمدی بیگم نے اپنے ثبوت میں بیعنامہ مذکورہ مُہری عبدالغنی خاں اور آٹھ مرد دو عورتیں گواہ پیش کئے حاکم مجوز نے حسب سرکلر مجریہ نواب خلد آشیاں کے جس کاغذ بے رجسٹری کے ثبوت پر وجہ وجیہ گزر جائے تو اسے ثبوت میں لینے اور باضابطہ تحقیقات کرنے کی نسبت حکام بالا سے اجازت لے کر بعد تحقیقات فیس اسٹامپ وتاوان رجسٹری لے کر شل کاغذات مصدقہ سمجھا جائے حاکم مجوز نے بعد سماع ثبوت اجازت تحقیقات مزید حاصل کی پھر بعد مزید تحقیقات فیس اور تاوان لے لیا، یہ ثبوت وتحقیقات انھیں گواہان پیش کردہ محمدی بیگم سے ہوئے ان میں سید حشمت علی ویوسف علی خاں صاحبان شہود ایجاب وقبول ہیں کہ ہمارے سامنے عبدالغنی خاں نے اپنی زوجہ محمدی بیگم سے کہا یہ مکان میں نے تمہارے ہاتھ تین سو روپے کو بیچا اور زرثمن تمہارے مہر میں مجرا کیا بیعنامہ دو چار روز میں لکھا دوں گا محمدی بیگم نے کہا میں نے سید اشرف علی کاتب بیعنامہ اور شمس الدین خاں غلام محی الدین خاں نثار علی شاہ عبدالرزاق خاں پانچوں گواہان حاشیہ بیعنامہ ہیں، ان میں کاتب کا بیان ہے میں نے یہ بیعنامہ عبدالغنی خاں کے کہنے سے لکھا عبارت عبدالغنی خاں بتاتے گئے مہر اپنی انھوں نے اپنے ہاتھ سے لگائی، عبدالرزاق خاں نے کہا میں مولوی عبدالغنی خاں کے بیٹے سے ملنے گیا مولوی عبدالغنی خاں نے مکان متنازعہ کا کاغذ نکالا اور کہا کہ یہ مکان

میں نے اپنی زوجہ محمدی بیگم کے ہاتھ تین سو روپے کو بیچا ہے تم اس پر اپنی گواہی لکھ دو میں نے لکھ دی ان کے علاوہ باقر حسین و منور بیگم و فرخندہ بیگم نے شہادت دی۔ حاکم مجوز نے اس پر یہ تجویز صادر فرمائی کہ بیع بنام محمدی بیگم اس بیعنامہ سادہ سے ثابت نہیں، نہ شرعاً نہ ضابطۃً نہ عقلاً۔

شرعاً بدیں وجہ کہ مدار ثبوت بیع قولی مجلس واحد میں وجود ایجاب و قبول پر ہے عدالت نے خود اظہار محمدی بیگم لیا جس میں اس نے بیان کیا کہ یہ مکان شوہر مظہرہ نے بمعاوضہ سہ صد روپیہ منجملہ مہر مظہرہ بیع کر کے کاغذ میرے حوالہ کیا کاغذ بعد گفتگوئے بیع لکھا گیا گفتگوئے بیع یہ ہوئی تھی بائع نے کہا میں کاغذ بیعنامہ تمہیں لکھوائے دیتا ہوں میں نے کہا آمین، وقت گفتگوئے بیع اور لانے بیعنامہ کے کوئی نہ تھا صرف میرا خاوند اور میں تھی، اولاً صرف یہ کہنا بائع کا کہ بیعنامہ لکھوائے دیتا ہوں وعدہ ہے نہ ایجاب، بالفرض ایجاب بھی ہوتا تو تعیین ثمن ایجاب و قبول میں ضرور ہے وہ یہاں مفقود۔ دوم گواہی یوسف علی خاں و سید حشمت علی صریح زوری و مصنوعی خلاف بیان مدعا علیہا ہے یہ صاف صاف اپنے سامنے ایجاب و قبول ہونا بیان کرتے ہیں اور مدعا علیہا لکھا چکی کہ وقت گفتگوئے بیع کوئی نہ تھا اور گفتگوئے بیع وہ تھی، غلام محی الدین خاں لکھتا ہے بائع نے سقفِ مکان جیعہ پر مجھ سے کہا تھا کہ میں نے اپنا مکان بقیمت سہ صد روپیہ بدست محمدی بیگم بیچا میں نے زیر سقف نزد محمدی بیگم آکر دریافت کیا تو مسماۃ نے کہا میں نے یہ مکان بقیمت سہ صد خرید ا ہے تم گواہی کر دو، اگر عدالت کلام بائع کو جو بالائے سقف کہا ایجاب قرار دیتی ہے تو قبول مدعا علیہا نے زیر سقف ظاہر کیا ہے مجلس مغائر ہے اور وہ موجب بطلان و عدم انعقاد بیع ہے۔ شمس الدین خاں لکھتا ہے بائع نے بالائے سقف کہا میں نے یہ مکان بدست محمدی بیگم فروخت کیا ہے تم بھی گواہی کر دو پھر مظہر محمدی بیگم کے پاس آیا اور مبارک دی، محمدی بیگم نے کہا ہاں پرسوں میرے زوج نے یہ مکان میرے ہاتھ بیچا ہے، اگر قول بائع کو ایجاب مان لیا جائے تو قبول ندارد کہ محمدی بیگم نے اپنے خریدنے سے خبر دی ہے جس سے پایا جاتا ہے کہ بیع پہلے ہوئی، اشرف علی کاتب نے صرف کتابت بیعنامہ یعنی اپنے فعل پر گواہی دی ہے، ایسی گواہی جائز نہیں۔ باقر حسین گواہ صرف اقرار کا ہے بوجہ واحد ہونے کے نصاب نہیں، علاوہ بریں جملہ گواہ رجال غیر ثقہ غیر معتمد ہیں کوئی قرینہ صداقت شہادت نہیں؛ نہ بیعنامہ رجسٹر شدہ بر کاغذ اسٹامپ نہ محررہ بقلم بائع نہ دستخط اس کے، نہ گواہی کسی اہل محلہ کی۔ فرخندہ بیگم نواسی مدعا علیہا کی گواہی بحق نانی غیر مقبول ہے، نثار علی شاہ صریح نامقبول الشہادۃ کہ باقرار خود داڑھی مونچھ چودہ ۱۴ سال سے صفا رکھتا ہے۔

ضابطۃً اس بنا پر کہ اس زمانہ فتنہ میں بلحاظ سد باب زور سرکار نے دستور العمل مرتب فرما دیا ہے جس میں پیش از تقرر کونسل زیادہ دس ۱۰ روپے سے ہونا رجسٹری انتقالات قطعی جائداد غیر منقول لازمی تھا

زمانہ کونسل میں زائد از پنجاہ روپیہ لازمی رکھ کر بہت سے قیود اسٹامپ وغیرہ بڑھا دئے گئے بلحاظ پابندی دستور العمل قدیم و جدید بیعنامہ سادہ عند العدالت ساقط الاعتبار ہے خاصۃً ایسے محل پر کہ حسب تحریر مدعا علیہا بائع آدم فریبی و جعلساز ہے، مانا کہ عدالت نے اسٹامپ و فیس لے لیا ہے مگر مقصود سوا اس کے نہ تھا کہ عدالت انکشاف اصلیت معاملہ کرکے عذر کسی کا باقی نہ رکھے۔

عقلاً حالت اشتباہی بیعنامہ ظاہر ہے، بائع لکھا پڑھا آدمی ہے نہ اس کے قلم کی تحریر نہ دستخط نہ اہل محلہ یا عزیز و اقارب کی شہادت، نہ اسٹامپ، نہ وثیقہ نویس رجسٹری کا لکھا ہوا، حدود جنوبی و شمالی مشکوک مہر عرفاً محفوظ نہیں رہتی جس کا دستیاب ہونا اہل خانہ کو دشوار ہو، جس حالت میں بیع مدعا علیہا ثبوت کو نہ پہنچی اس بناء پر اوّل مدعا علیہا کو کوئی منصب اعتراض کا بیعنامہ رجسٹری شدہ موسومہ مدعی و بائع مدعی پر نہیں۔ دوم ہر دو بیعنامہ مدخلہ مدعی رجسٹری شدہ و باضابطہ نہیں۔ سوم بائع کو ہر دو بیع منظورہ مدعی مسلم و مقبول ہیں، لہذا حکم ہوا کہ فیصلہ بحق مدعی ہو کر خرچہ مدعی ذمہ محمدی بیگم و نجم الغنی خاں عائد ہو فقط۔ اب علمائے شرع سے استفسار ہے کہ شرعاً اس صورت میں حکم کیا ہے شہادت پیش کردہ محمدی بیگم بوجوہ مذکورہ مردود ہیں یا نہیں؛ شہود پر نہ کوئی جرح کی گئی نہ وہ مجروح ہیں، ایسی حالت میں انھیں بلا ثبوت غیر ثقہ و غیر معتمد قرار دینا کیسا ہے؟ عبد الرزاق خاں کا ذکر تجویز میں اصلاً نہ فرمایا گیا جس کے ملاحظہ کے بعد باقر حسین تنہا گواہ اقرار نہیں ثبوت بیع کیلئے خاص ایجاب و قبول پر شہادت گزرنا ضرور ہے یا اقرار بائع کا ثبوت بھی کافی، اور برتقدیر ثبوت اقرار یہاں فیصلہ شرعاً بحق یعقوب علی خاں ہونا چاہئے یا بحق محمدی بیگم؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب۔ طالب حق یہاں چند امر ملحوظ رکھے کہ باذنہٖ تعالٰی وضوح حکم میں دقت نہ رہے،

اوّل ثبوتِ بیع کے دو معنی ہیں، ثبوت فی نفسہٖ یعنی بیع فی الواقع کا موجود و منعقد ہونا، اور ثبوت عند القاضی یعنی حاکم کے نزدیک اس کا پایۂ ثبوت کو پہنچنا۔ ثبوت فی نفسہٖ نہ صرف بیع قولی بلکہ ہر بیع کا قولی ہو یا فعلی وجود ایجاب و قبول پر موقوف ہے کہ وہ ارکان عقد ہیں اور کوئی عقد بے اپنے رکن کے متحقق نہیں ہوسکتا ہاں ایجاب و قبول اس سے عام ہیں کہ قولاً ہوں یا فعلاً، صراحۃً ہوں یا دلالۃً، عبارۃً ہوں یا اقتضاءً، خطاباً ہوں یا کتابۃً، غرض کوئی قول کوئی فعل طرفین سے ایسا ہونا چاہئے جو باہم مبادلۂ مال بالمال کی تراضی پر دلیل ہو کہ ان عقود میں معنی ہی اعتبار رکھا ہے زبانی تلفظ پر مدار نہیں، ولہذا علماء تصریح فرماتے ہیں کہ بیع جس طرح بعت اشتریت کہنے سے ہوجاتی ہے یونہی تحریر سے بھی کہ قلم بھی ایک زبان ہے۔ اشباہ

میں ہے :

الکتابۃ یصح البیع بہا قال فی الھدایۃ والکتاب کالخطاب[1]	تحریری بیع صحیح ہے جس کو ہدایہ نے بیان کیا اور تحریر زبانی خطاب کی طرح ہے (ت)

ولہذا فرماتے ہیں تعاطی سے بھی ہوجاتی ہے جہاں نہ تقریر نہ تحریر، ایک تھان رکھا ہے بزاز سے پوچھا قیمت کیا ہے؟ کہا دس روپے، اس نے روپے رکھ کر تھان اٹھالیا، اس نے روپے لے لئے بیع ہوگئی اگرچہ نہ بزاز نے فروختم کہا نہ اس نے خریدم۔ ہدایہ میں ہے :

المعنی ھو المعتبر فی ھذہ العقود لھذا ینعقد بالتعاطی فی النفیس والخسیس ھو الصحیح لتحقق المراضاۃ[2]	ان عقود میں معنی معتبر ہوتا ہے لہذا دستی ادل بدل سے اعلٰی اور ادنی چیز میں بیع منعقد ہوجاتی ہے کیونکہ فریقین کی رضامندی پائی گئی ہے (ت)

اور شک نہیں کہ دستاویز بیعنامہ بطور مرسوم ومعہود لکھ کر گواہیاں کراکر مشتری کو حوالہ کرنا اور اس کا بخوشی لے لینا قطعاً دلیل تراضی ہے۔ عندالانصاف اسی قدر تحقق ایجاب وقبول کے لئے کافی ہے اگرچہ اس سے پہلے زبانی گفتگو صرف اسی قدر آئی ہو کہ اس نے کہا میں بیعنامہ تمہیں لکھوا کر دیتا ہوں، اس نے کہا آمین کہ یہاں تک اگرچہ صرف وعدہ وپسند تھا مگر بیعنامہ بطور مذکور لکھوا کر دینا لینا دلیل تراضی ہوکر ایجاب قبول ہوگیا جس طرح شائع وذائع ہے کہ والدین کوئی جائداد اپنے روپے سے خرید کر بیعنامہ اپنے کسی بچے کے نام لکھواتے ہیں تمام عالم جانتا ہے کہ اس سے مقصود اسی کی تملیک ہی ہوتی ہے اور وہ جائداد اسی بچے کی ٹھہرتی ہے اگرچہ زبان پر ہبہ کا حرف بھی نہ آیا احکام الصغار علامہ استروشنی میں ذخیرہ وتجنیس سے ہے :

امرأۃ اشترت ضیعۃ لولدھا الصغیر من مالھا وقع الشراء للام لانھا لا تملک الشراء للولد وتکون الضیعۃ للولد لانھا قصدت الھبۃ والام تملک ذٰلک ویقع قبضھا عنہ[3]	ایک عورت نے اپنے مال سے نابالغ بیٹے کے لئے زمین خریدی، یہ خریداری والدہ کی ہوگی کیونکہ وہ نابالغ بیٹے کے لئے خریدار نہیں ہوسکتی اور یہ زمین بیٹے کی ہوگی کیونکہ ماں ہبہ کرنے والی ہوئی کیونکہ ماں کو ہبہ کا حق ہے اور پھر بیٹے کی طرف سے قبضہ لیا ہے۔ (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثالث احکام الکتابۃ ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۱۹۶

[2] الہدایہ کتاب البیوع مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۲۵-۲۴

[3] احکام الصغار علی ہامش جامع الفصولین باب فی مسائل البیوع اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۷

دوم ثبوت عند القاضی جس طرح شہادت اصل عقد سے ہوتا ہے یعنی گواہ کہیں ان دونوں نے ہمارے سامنے خرید و فروخت کیا، یونہی شہادت اقرار سے بھی کہ گواہ کہیں ہمارے سامنے اس نے اقرار بیع کیا، جامع الفصولین فصل ۱۱ میں برمز تّ ملتقی الامام الحاکم الشہید سے ہے:

ادعی بیعا وشہدا انہ اقر بالبیع تقبل[۱] (ملتقط)

ایک شخص نے بیع کا دعوٰی کیا اور دو گواہوں نے اس کے بیع کے اقرار پر شہادت دی تو شہادت قبول ہوگی (ملتقط)۔ (ت)

یوں ہی شہادت مختلط سے بھی یعنی ایک گواہ عقد بیع پر شہادت دے اور دوسرا اقرار بیع پر، بیع ثابت ہوجائے گی۔ جامع الفصولین میں برمز فقظ فتاوٰی امام قاضی ظہیر سے ہے:

فی البیع والاجارۃ والصلح لو شہد احدھما بعقد والاٰخر باقرارہ بہ لایضر[۲]

بیع، اجارہ اور صلح کے معاملات میں ایک نے شہادت دی کہ عقد کیا ہے دوسرے نے اقرار کی شہادت دی تو یہ اختلاف مضر نہیں۔ (ت)

اسی میں برمز بس مبسوط سے ہے:

ادعی شراء وشہد احدھما بہ والاٰخر انہ اقربہ تقبل[۳]

مدعی نے خریداری کا دعوٰی کیا، ایک گواہ نے خریدنے کی اور دوسرے نے خرید کرنے کے اقرار کی شہادت دی تو مقبول ہوگی۔ (ت)

اسی میں برمز لط لطائف الاشارات سے ہے:

شہد بنحو بیع والاٰخر باقرارہ بہ تقبل[۴]

ایک نے بیع کی اور دوسرے نے اس بیع کے اقرار کی شہادت دی تو مقبول ہوگی۔ (ت)

اسی میں ہے:

ادعی الشراء وشہد احدھما ببیع

مدعی نے خریداری کا دعوٰی کیا، ایک نے فروخت

---

[۱] جامع الفصولین الفصل الحادی عشر اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶۴
[۲] " " " " " ۱/ ۱۶۳
[۳] " " " " " ۱/ ۱۶۴
[۴] " " " " " ۱/ ۱۶۴

وشهد الآخر" کہ بائع از وے ثمنش طلب کرد" تقبل لان طلب الثمن اقرار منه بالبیع[1]

کرنے اور دوسرے نے یہ شہادت دی کہ بائع نے اس مشتری سے قیمت طلب کی ہے شہادت مقبول ہوگی کیونکہ قیمت طلب کرنا فروخت کرنے کا اقرار ہے (ت)

یہاں سے ثابت ہُوا کہ شہادتِ اقرار کے بعد شہادتِ ایجاب وقبول کی اصلاً حاجت نہیں ولہذا تنہا اقرار کی گواہی کافی ہوجاتی ہے ولہذا ایک گواہ اقرار کے ساتھ ایجاب وقبول کی ایک ہی شہادت کافی ہے حالانکہ نفس عقد پر صورت اولیٰ میں شہادت اصلاً نہیں اور صورتِ ثانیہ میں نصاب ناتمام، اور جب شہادت اقرار کے ساتھ نفس عقد کی تفتیش ہی نہ رہی تو آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ اس کے ہوتے حاکم کو اس بحث کی کچھ گنجائش نہیں کہ مشتری کے لفظ تو معلوم ہی نہ ہوئے یا بیان اس مجلس میں نہ تھا یا اس کا کلام انشائے قبول نہ تھا اخبار تھا یہ تحقیقات تو نفس ایجاب وقبول سے متعلق تھی جب شہادت اقرار بائع کی نسبت ہے بیع ثابت ہوگئی الفاظ مشتری یا اتحاد و تعدد مجلس سے کیا بحث رہی۔

سوم املا یعنی عبارت بتاتے جانا اور دوسرے سے لکھوانا اپنے لکھنے سے کسی طرح کم نہیں بلکہ اس سے اقوی ہے، علماء فرماتے ہیں کتابت تین قسم ہے، ایک نامعلوم جیسے ہوا یا پانی پر لکھنا، یہ محض باطل ہے۔ دوسری مرسوم یعنی طریقہ معہودہ مقررہ پر لکھنا جس طرح خطوط میں القاب و آداب سے آغاز یا تمسکات میں منکہ فلاں بن فلاں سے شروع، یہ ضرور معتبر ہے۔ تیسری معلوم غیر مرسوم جیسے کاغذ پر وہ تحریر کہ طریقہ معہودہ پر نہ ہو اس کے ساتھ جب تک نیت یا دلیل نیت نہ پائی جائے معتبر نہیں، دلیل نیت مثلاً لکھ کر گواہ کرنا یا عبارت بنا بنا کر دوسرے سے لکھوانا کہ قول راجح میں اس کے بعد گواہ کرنے کی حاجت نہیں تو ثابت ہوا کہ عبارت بتا کر لکھوانا اپنے لکھنے سے قوی تر ہے کہ غیر مرسوم طور پر خود لکھے اور گواہ نہ کرے تو معتبر نہیں اور دوسرے سے لکھوائے تو بے گواہ کئے معتبر ہے۔ عقود الدریہ میں ہے:

فی الزیلعی والملتقی اٰخر الکتاب فی مسائل شتّٰی قالوا الکتاب علٰی ثلث مراتب، مستبین مرسوم وھو ان یکون معنونا ای مصدرا بالعنوان وھو ان یکتب فی صدرہ من فلان الٰی فلان علٰی

زیلعی اور ملتقی مسائل شتّٰی کے آخر میں ہے فقہاء کرام نے فرمایا تحریر تین مراتب پر ہے، ایک یہ کہ واضح معنون ہو وہ یہ کہ اس کے شروع میں یہ عنوان ہو کہ فلاں سے فلاں کی طرف جیسا کہ چٹھی میں طریقہ مروج ہے، یہ چٹھی بالکل زبانی گفتگو

---

[1] جامع الفصولین الفصل الحادی عشر اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶۶

ماجرت به العادة فهٰذا کالنطق فلزم حجة ، ومستبین غیر موسوم کالکتابة علی الجدران واوراق الاشجار او علی الکاغذ لاعلی الوجه المعتاد فلا یکون حجة الابانضمام شیئ اخرالیه کالنیة والاشهاد علیه والاملاء علی الغیر حتی یکتبه لان الکتابة قد تکون للتجربة ونحوها وبهذه الاشیاء تتعین الجهة وقیل الاملاء بلا اشهاد لایکون حجة والاول اظهر، وغیر مستبین کالکتابة علی الهواء والماء وهو بمنزلة کلام غیر مسموع ولایثبت به شیئ من الاحکام وان نوی اھ و مثلہ فی الهدایة وفتاوٰی قاضی خان[1]

کی طرح حجت ہے ، دوسری واضح غیر معنون جیسا کہ کسی دیوار پر، درخت کے پتوں یا عام کاغذ پر غیر مروجہ طریقہ پر لکھی گئی ہو یہ کسی دوسری چیز کی مدد کے بغیر حجت نہ ہوگی مثلاً نیت یا گواہی یا دوسرے کو املاء کے بغیر حجت نہ بنے گی کیونکہ ایسی تحریر کبھی تجربہ کے لئے ہوتی ہے لہذا مذکور قرائن سے اس کی وجہ متعین ہو سکے گی ، بعض نے کہا ہے کہ املاء کی صورت میں جب تک گواہی نہ ہو حجت نہ بنے گی لیکن اول قول درست اور اظہر ہے ، تیسری وُہ کہ واضح نہ ہو جیسا کہ ہوا اور پانی پر تحریر ہو تو اس کی حیثیت غیر مسموع کلام جیسی ہے اس سے کوئی حکم ثابت نہ ہو سکے گا اگرچہ نیت بھی کی ہو اھ ۔ ھدایہ اور فتاوٰی قاضی خان میں بھی ایسے ہی ہے ۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

چہارم بیع نام ایجاب وقبول کا ہے اور وُہ جب الفاظ میں ہو خود گفتگو ہے اور کسی شے کی گفتگو بمعنی اس چیز کی بات چیت اور مشورے اور قرار کے بھی مستعمل مثلاً کسی کے نکاح کا مشورہ ہوا ہو تو اس سے کہیں آج تمھارے بیاہ کی گفتگو تھی اس کے یہ معنی نہیں کہ ایجاب وقبول ہوگیا بلکہ وہ مشورہ اور بات چیت مراد ہے تو لفظ گفتگوئے بیع دو معنی کو محتمل ، اوّل اضافت بیانیہ یعنی وہ گفتگو کہ بیع ہے اس تقدیر پر اس سے مقصود نفس ایجاب وقبول ہوگا ۔ دوم اضافت لامیہ یعنی بیع کا مشورہ اور اس کی بات چیت ، اس تقدیر پر ہرگز اس کے معنی ایجاب وقبول نہیں بلکہ پیش از عقد اس کے باب میں مکالمہ باہمی وھذا ظاھر جدا (اور یہ خوب ظاہر ہے ۔ ت)

پنجم جب کسی معاملے کے متعلق کوئی شہادت پیش ہو اور حاکم اسے ایک امر میں قبول کرلے تو اسی مقدمہ کے متعلق کسی دوسرے امر میں بھی اسے رَد نہیں کرسکتا سوا بعض صورت استثناء کے ،

---

[1] العقود الدرية کتاب الدعوٰی ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۱۹

نہ کہ خاص اسی امر میں کہ یہ تو حاکم کا صریح تناقض ہوگا۔ درمختار میں ہے:

الشھادۃ اذا بطلت فی البعض بطلت فی الکل الا فی عبد بین مسلم ونصرانی فشھد نصرانیان علیھما بالعتق قبلت فی حق النصرانی فقط اشباہ قلت وزاد محشیھا خمسۃ اخری معزیۃ للبزازیۃ۔[1]

شہادت جب بعض حصہ میں باطل ہو تو کل میں باطل قرار پاتی ہے مگر ایک صورت میں کہ مسلمان اور نصرانی کا مشترکہ غلام ہو تو دو نصرانیوں نے شہادت دی کہ دونوں مالکوں نے اسے آزاد کردیا ہے، یہ شہادت صرف نصرانی مالک کے حصہ میں مقبول ہے، میں کہتا ہوں کہ محشی نے ایسی مزید پانچ صورتوں کا اضافہ کیا ہے اور یہ بزازیہ کی طرف منسوب ہیں۔(ت)

ردالمحتار وغیرہ میں ان صور استثناء کا مفصل بیان ہے جنہیں اس مقدمہ سے کوئی تعلق نہیں،

اقول واذا ثبت ان الشھادۃ اذا بطلت فی البعض بطلت فی الکل لزمہ انھا اذا قبلت فی البعض قبلت فی الکل والا لبطلت فی البعض فبطلت فی الکل مع انھا قد قبلت فی البعض ھذا خلف فاحفظہ فانہ فائدۃ جلیلۃ مھمۃ۔

اقول (میں کہتا ہوں) جب ثابت ہے کہ بعض میں باطل کل میں باطل ہوجاتی ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ شہادت بعض میں مقبول ہو تو کل میں مقبول ہوجائے ورنہ بعض میں باطل ہونے سے کل میں باطل ہوجائے گی حالانکہ بعض میں مقبول ہوچکی ہے تو کل میں باطل ہونا متحقق نہ ہوا، یہ مفروض کے خلاف ہے اس کو محفوظ کرلو کیونکہ یہ فائدہ جلیلہ ہے۔(ت)

www.alahazratnetwork.org

ششم غیر ثقہ اہل شہادت ہے اور شہادت فاسق مقبول نہ ہونے کے یہ معنی کہ اس کی شہادت کا قبول واجب نہیں، نہ یہ کہ صحیح ہی نہیں، یہاں تک کہ اگر حاکم صریح فاسقوں کی شہادت قبول کرلے تو وہ بھی مقبول ہوجائے گی اگرچہ حاکم اس قبول کے باعث آثم ہو۔ بحرالرائق و درمختار میں ہے:

والنظم للدر باب القبول وعدمہ ای من یجب علی القاضی قبول شھادتہ ومن لایجب لا من یصح قبولھا او لا یصح لصحۃ الفاسق مثلا کما حققہ المصنف تبعا لیعقوب باشا

الفاظ در کے ہیں، باب القبول وعدمہ، یعنی کس کی شہادت کو قبول کرنا قاضی پر واجب ہے اور کس کو قبول کرنا واجب نہیں، یہ مطلب نہیں کہ کس کو قبول کرنا صحیح ہے یا نہیں، کیونکہ مثلاً فاسق کی شہادت قبول کرنا صحیح ہے جیسا کہ مصنف نے یعقوب پاشا

---

[1] درمختار کتاب الشہادۃ باب القبول وعدمہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۸

وغیرہ[1]۔ (وغیرہ کی اتباع میں محقق کیا ہے۔ (ت))

دررو غرر میں ہے:

لوقبل القاضی وحکم بہا کان اٰثما لکنہ ینفذ وفی الفتاوی القاعدیۃ ھذا اذا غلب علی ظنہ صدقہ وھو مما یحفظ[2]۔

اگر قاضی نے فاسق کی شہادت قبول کرکے فیصلہ دے دیا تو نافذ ہوجائے گا لیکن قاضی گنہگار رہوگا۔ فتاوٰی قاعدیہ میں ہے یہ تب ہوگا جب قاضی کو ظن غالب ہو کہ فاسق سچا ہے، یہ محفوظ کرنے کے قابل ہے (ت)

تنویر الابصار وجامع البحار و شرح علائی کتاب القضاء میں ہے:

اھلہ اھل الشھادۃ والفاسق اھلہا فیکون اھلہ لکنہ لایقلد وجوبا ویاثم مقلدہ کقابل شھادتہ بہ یفتی وقیدہ فی القاعدیۃ بما اذا غلب علی ظنہ صدقہ فلیحفظ درر[3] اھ ملتقطا۔

قضاء کا اہل وہی ہے جو شہادت کا اہل ہو، اور فاسق شہادت کا اہل ہے لہٰذا وہ قضاء کا اہل ہے لیکن اس کو قضاء پر مقرر نہ کیا جائے اس کو قضاء پر مقرر کرنے والا گنہگار رہوگا، جیسا کہ اس کی شہادت قبول کرنے والا گنہگار ہوگا، اسی پر فتوٰی دیا جائے، اور فتاوٰی قاعدیہ میں اس کو قاضی کے ظن غالب سے مقید کیا ہے کہ فاسق کی شہادت صدق پر مبنی ہے، اس کو محفوظ کرو، درر، اھ ملتقطا۔ (ت)

ھفتم اگر زید مثلاً کسی مکان پر دعوٰی کرے کہ یہ میرا ہے میں نے بکر سے خریدا ہے اور عمرو مدعا علیہ جس کے قبضے میں وہ مکان ہے جواب دے کہ بلکہ مکان میرا ہے میں نے بکر مذکور سے خریدا ہے تو اس صورت میں وہ مدعا علیہ مدعی اور یہ مقدمہ باب دعوی الرجلین سے ہوجائے گا دونوں طرف سے شہادت مسموع ہوگی اور اب یہ دیکھیں گے کہ ان میں ایک نے اپنی خریداری کی تاریخ بیان کی ہے یا دونوں نے یا کسی نے نہیں، اور اگر دونوں نے بیان کی ہے تو تاریخ ذوالید کی مقدم ہے یعنی عمرو جس کے قبضے میں مکان ہے یا خارج کی یعنی زید جس کے قبضے میں نہیں ان سب صورتوں میں ڈگری صاحبِ قبضہ کی ہوگی مگر جبکہ خارج کی تاریخ مقدم ہو غرض یہاں اول ترجیح تقدم تاریخ سے ہے کہ اس کے بعد قبضہ ہونے نہ ہونے پر بھی لحاظ نہیں ہوتا اس کے بعد ترجیح قبضے سے ہے کہ دوسرے کی تاریخ مقدم نہ ہو تو ہر طرح اسی کو ترجیح رہتی ہے۔ فتاوٰی

---

[1] درمختار کتاب الشہادۃ باب القبول وعدمہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۳

[2] الدرر الحکام شرح غرر الاحکام کتاب القضاء نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۴۰۳

[3] درمختار شرح تنویر الابصار 〃 مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۷۱

عالمگیریہ میں ہے :

ان ادعیا الشراء من واحد وکانت العین 15
فی ید احدھما فھی لذی الید سواء ارخ
ام لم یورخ اذا ارخا وتاریخ الخارج اسبق
فیقضی بھا للخارج کذا فی الکافی اھ ملتقطا۔[1]

اگر دو شخص ایک شخص سے کسی چیز کی خریداری کے مدعی ہوں تو جس کا قبضہ ہوگا وہی مالک قرار دیا جائے گا وہ تاریخ بیان کرے یا نہ کرے برابر ہے اور دونوں نے تاریخ بیان کی تو غیر قابض مدعی کی تاریخ پہلے ہو تو قابض کو مالک قرار دیا جائیگا، کافی میں یونہی ہے اھ ملتقطا (ت)

فصول عمادی پھر فتاوٰی ہندیہ باب فیما تدفع بہ دعوی المدعی میں ہے :

اذا ادعی عینا فی یدی رجل انی اشتریتہ من فلان منذ سبعۃ ایام وقال ذوالید لابل ھو ملکی اشتریتہ من ذلک الذی تدعی الشراء منہ منذ عشرۃ ایام واقام البینۃ یکون لاسبقھما تاریخا۔[2]

ایک شخص کسی چیز کے متعلق جو کہ دوسرے کے قبضہ میں ہے دعوٰی کیا کہ میں نے یہ چیز فلاں شخص سے ایک ہفتہ قبل خریدی ہے قابض نے کہا یہ غلط ہے بلکہ یہ چیز میری ملک ہے میں نے اسی فلاں شخص سے ایک عشرہ قبل خریدی ہے اور قابض نے اپنے دعوٰی پر گواہی پیش کردی تو یہ چیز پہلی تاریخ والے یعنی قابض کی ملک قرار دی جائے گی (ت)

بیانِ سائل سے معلوم ہُوا کہ یہاں محمدی بیگم کے مدعیہ ہوجانے پر بھی بحث کی گئی ہے حالانکہ یہ تو بہت واضح بات ہے جب اس نے اپنی خریداری کا دعوٰی کیا مدعیہ ہوجانے میں کیا شبہ رہا کما ذکرنا (جیسا کہ ہم ذکر کرچکے ہیں۔ ت) علماء تو یہاں تک تصریح فرماتے ہیں کہ اگر زید عمرو پر دعوٰی کرے کہ یہ مال جو اس کے قبضہ میں ہے میرا ہے، عمرو جواب دے کہ بلکہ بکر کا ہے اس نے ودیعۃً مجھے سپرد کیا ہے تو عمرو مدعی ہوگیا حالانکہ اس نے اپنی ملک کا دعوٰی بھی نہ کیا تو دعوٰی شراء میں مدعیہ نہ ہوجانے کے کیا معنی، جامع الفصولین فصل ۱۰ میں برمز فش فتاوٰی امام رشید الدین سے ہے :

اذا طلب المدعی یمین ذی الید انہ ودیعۃ لیس لہ ذلک لانہ جعل نفسہ مدعیا فی انہ ودیعۃ ولا یمین

مدعی نے قابض سے قسم کا مطالبہ کیا کہ یہ چیز اس کے قبضہ میں بطور امانت ہے تو مدعی کو قابض سے قسم لینے کا حق نہیں کیونکہ قابض نے یہ ظاہر کرکے کہ میرے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الدعوی الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۴۰
[2] ″ ″ کتاب الدعوی الباب السادس فیما تدفع بہ دعوی المدعی ″ ″ ″ ۴/۵۱

15/15 علی المدعی[1] — پاس یہ فلاں کی امانت ہے امانت کا مدعی بن گیا ہے جبکہ مدعی سے قسم کا مطالبہ درست نہیں ہے (ت)

ہشتم فرق ہے اس میں کہ مدعی بعد صدور شہادت اپنے شہود کی نسبت اقرار کرے کہ انھوں نے جھوٹی گواہی دی یا یہ حاضر واقعہ نہ تھے کہ اس تقدیر پر وہ اپنے اقرار پر مواخذ ہوگا کما افادہ فی البحر والشامیۃ وغیرھما (جیسا کہ بحر اور فتاوی شامی میں اس کا افادہ کیا ہے۔ ت) اور اس میں کہ مدعی پیش از شہادت کہے میرا کوئی گواہ نہیں یا کہے میں جو شہادت لاؤں محض جھوٹی اور جعلی ہوگی یا کہے فلاں فلاں جو کچھ گواہی میرے لئے دیں وہ جھوٹ ہے اس کے بعد وہ گواہ پیش کرے اور فلاں فلاں اس کے واسطے شہادت دیں تو مذہب صحیح میں یہ شہادت مان لی جائے گی اور مدعی کے وہ پہلے اظہار و اقرار اس کے قبول میں خلل انداز نہ ہوں گے کہ یہاں توفیق ممکن ہے انسان نسیان کے لئے ہے ممکن کہ مدعی کو اس وقت یہی یاد تھا کہ کوئی شخص حاضر واقعہ نہ تھا یا خاص فلاں و فلاں موجود نہ تھے لہذا اس وقت یہ اظہار کیا اور بعد کو یاد آیا اور گواہ حاضر لایا، درمختار میں ہے:

تقبل البینۃ لو اقامھا المدعی وان قال قبل الیمین لا بینۃ لی سراج خلافا لما فی شرح المجمع عن المحیط[2]

اگر مدعی نے مدعی علیہ کی قسم سے پہلے گواہی پیش کردی تو قبول کرلی جائے گی اگرچہ وہ قبل ازیں کہہ چکا ہو کہ میرے پاس گواہ نہیں ہیں، سراج۔ اور وہ جو کہ محیط سے شرح المجمع میں منقول ہے یہ اس کے خلاف ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

حاشیہ علامہ ابراہیم حلبی پھر ردالمحتار میں ہے:

(قولہ خلافا لما فی شرح المجمع) لیس فیہ ماینافی ذلک بل حکی قولین[3]

اس کے قول (شرح المجمع کے خلاف) کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اس کے منافی ہے بلکہ انھوں نے دو قول نقل کئے ہیں۔ (ت)

تنویر الابصار و شرح مدقق دمشقی میں ہے:

(قال لا بینۃ لی وطلب یمینہ فحلفہ

ایک نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں لہذا مدعی علیہ

---

[1] جامع الفصولین — الفصل العاشر — اسلامی کتب خانہ کراچی ١/١٣٣

[2] درمختار — کتاب الدعوی — مطبع مجتبائی دہلی ٢/١١٧-١١٨

[3] ردالمحتار — " — داراحیاء التراث العربی بیروت ٤/٢٢٣

القاضی ثم برھن) علی دعواہ بعد الیمین (قبل ذٰلک) البرھان عند الامام (منہ) وکذا لو قال المدعی کل بینۃ اٰتی بہا فھی شھود زور ثم برھن علی الحق قبل خانیۃ وبہ جزم فی السراج کما مر (وقیل لا) یقبل والاصح القبول لجواز النسیان ثم التذکر کما فی الدرر واقرہ المصنف[1] اھ مختصرا۔

سے قسم لی جائے، تو قاضی نے قسم لے لی، پھر مدعی نے گواہی پیش کردی تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک، اور یونہی اگر مدعی نے کہا ہو کہ میں جو بھی گواہ پیش کرونگا وہ گواہ جھوٹے ہوں گے، پھر بعد میں مدعی نے اپنے حق میں گواہی پیش کردی تو مقبول ہوگی، خانیہ۔ اور اسی پر سراج میں جزم کیا ہے جیسا کہ گزرا ہے، بعض نے کہا یہ گواہی قبول نہ ہوگی، اور اصح یہ ہے کہ قبول ہوگی کیونکہ ہوسکتا ہے کہ بھول جانے کے بعد یاد آئی ہو یا پہلے علم نہ تھا اب گواہی کا علم ہوگیا ہو، جیسا کہ درر میں ہے، اور مصنف نے اسے ثابت مانا ہے اھ مختصراً۔ (ت)

حاشیہ علامہ طحطاوی میں ہے:

لان الشھادۃ تتعلق بالشھود ویجب علیھم اداؤھا ویاثم کاتمھا وھذا القول منہ لایثبت زور العدل لانہ قبل الشھادۃ[2] الخ۔

کیونکہ گواہی کا تعلق گواہوں سے ہے اور ان پر شہادت کا ادا کرنا واجب اور گواہی چھپانے والا گنہگار ہے، مدعی کے کہنے سے وہ جھوٹے نہ ہوگئے کیونکہ مدعی کی یہ بات شہادت کی ادائیگی سے قبل ہے الخ۔ (ت)

غرر میں ہے: الاصح القبول[3] (اصح قبول کرنا ہے۔ ت)، درر میں ہے:

لجواز ان یکون لہ بینۃ اوشھادۃ فنسیھا ثم ذکرھا او کان لایعلمہا ثم علمہا۔[4]

ہوسکتا ہے کہ فی الواقع گواہی تھی تو وہ بھول گیا اور اب یاد آگئی، یا علم نہ تھا اب معلوم ہوگیا (ت)

جامع الفصولین برمز فقط ہے:

وکذا لو قال کل بینۃ اٰتی بہا

یونہی اگر مدعی نے کہہ دیا کہ جو بھی شہادت پیش کروں

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار | کتاب الدعوٰی | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/ ۱۱۹
[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار | " | دارالمعرفۃ بیروت | ۳/ ۳۰۰
[3] الدرر الحکام شرح غرر الاحکام | " | نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی | ۲/ ۳۳۷
[4] " | " | " | ۲/ ۳۳۷

فھی زور ثم اتی اوقال کل شہادۃ لیشہد لی فلان وفلان فھی کذب ثم شہدا۔[1]

وُہ جھوٹی ہے یایُوں کہا فلاں فلاں کی ہر شہادت میرے حق میں جھوٹ ہے اس کے گواہوں نے شہادت دی مقبول ہوگی۔(ت)

جب یہ مقدمات ثمانیہ ممہد ہوئے بفضلہٖ تعالٰی حکمِ مسئلہ واضح ہوگیا اور چند مفید بحثوں نے رنگ انجلا پایا:

بحث اوّل سید اشرف علی، شمس الدین خاں، غلام محی الدین خاں، عبدالرزاق خاں، باقر حسین کی گواہی میں اصلاً کوئی غبار نہیں وہ صاف صاف شاہد اقرار عبدالغنی خاں ہیں نہ شاہدان مجلس ایجاب وقبول تو غلام محی الدین خاں وشمس الدین خاں کے بیانات پر یہ اعتراض کہ اگر کلام بائع کو ایجاب قرار دیں تو قبول اس مجلس میں نہیں یا محمدی بیگم کا بیان قبول نہیں اخبار ہے محض بے محل ہے، نہ ان شاہدوں نے دعوٰی کیا کہ ہم حاضر مجلس ایجاب وقبول تھے نہ ان کے بیان کئے ہوئے الفاظ حکایت ایجاب وقبول ہیں وُہ صراحۃً اقرارات عبدالغنی خاں بیان کررہے ہیں جن کے بعد محمدی بیگم کا کلام زیر سقف ہونا یا خبر محض ہونا یا اصلاً کچھ نہ ہونا کچھ بھی مضر نہیں، نہ اس پر لحاظ، کمابیناہ فی الامرالثانی (جیسا کہ اسے امر ثانی میں بیان کیا گیا ہے۔ت)

www.alahazratnetwork.org

بحث دوم سید اشرف علی نے صرف اپنے فعل پر شہادت ہرگز نہ دی بلکہ اس گواہی میں صراحۃً عبدالغنی خاں کا کتابت بیعنامہ کے لئے حکم کرنا اور خود عبارت بتاتے جانا اور اپنے ہاتھ سے مہر لگانا مذکور ہے، یہ افعال واقوال عبدالغنی خاں کے ہیں یا سید اشرف علی کے، ان کے ساتھ اگر اپنا لکھنا بیان ہوا تو ان سب پر شہادت کیوں صرف اپنے فعل پر شہادت قرار پاگئی۔

فی الھندیۃ عن المحیط عن النوادر عن الامام ابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ اذاشھد شاھدان ان فلانا امرنا ان نبلغ فلانا انہ قد وکلہ ببیع عبدہ وقد اعلمناہ او امرنا ان نبلغ امرأتہ انہ جعل امرھا

ہندیہ میں محیط سے منقول کہ نوادر روایات میں سے امام ابویوسف سے منقول ہے کہ جب دو گواہ شہادت دیں کہ فلاں شخص نے ہمیں کہا کہ ہم فلاں کو یہ اطلاع دے دیں کہ اس نے اس کو وکیل بنایا ہے کہ اس کے غلام کو فروخت کردے تو ہم نے اس فلاں کو اطلاع پہنچادی یا گواہوں نے یہ شہادت دی کہ اس شخص

---

[1] جامع الفصولین الفصل العاشر اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۶

بین ھا فبلغناھا وقد طلقت نفسھا جازت شھادتھما[1]

نے ہمیں کہا کہ ہم اس کی بیوی کو مطلع کردیں کہ اس نے اسے طلاق کا اختیار دیا ہے تو ہم نے اس کی بیوی کو مطلع کردیا ہے اور اس کی بیوی نے اپنے نفس کو طلاق دے دی ہے' تو یہ شہادت جائز ہوگی۔ (ت)

بحث سوم ظاہر ہوا کہ باقر حسین تنہا گواہ اقرار نہیں بلکہ اس کے پانچ گواہ ہیں اور ایسی جگہ یہ بحث کہ ثبوت بیع ایجاب وقبول بمجلس واحد سے ہوتا ہے معنی ثبوت میں تفرقہ نہ کرنے سے ناشی و ثبوت فی نفسہٖ ہے ثبوت عند القاضی کے لئے صرف ثبوت اقرار کافی ہے۔

بحث چہارم اظہار محمدی بیگم میں کہیں ایجاب وقبول کی نفی نہیں، نہ اس کے بیان مذکور تجویز میں کوئی لفظ حصر ہے کہ اس کے سوا زن وشوہر میں در بارۂ بیع کوئی کلام نہ آیا نہ باوصف شہادات اقرار حاکم کے حضور تذکرۂ ایجاب وقبول آنا کچھ ضرور۔ محمدی بیگم نے وقوع عقد و الفاظ ایجاب وقبول کو ان لفظوں میں ادا کردیا کہ یہ مکان شوہر نے بیع کرکے کاغذ میرے حوالہ کیا اور وہ گفتگوئے بیع جو اس نے بیان کی کہ میں بیعنامہ تمھیں لکھوائے دیتا ہوں، میں نے کہا آمین، بیان ایجاب وقبول نہ تھی بلکہ وہ گفتگو بمعنی قرارداد و مشورۂ بیع تھی جیسا کہ صراحۃً اس کے لفظ سے ظاہر ہے اگر کہئے ممکن کہ اس کی مراد گفتگوئے بیع سے یہی ایجاب وقبول تو ہم کہیں گے ممکن کہ اس کی مراد وہی قرارداد و مشورہ ہو غیب پر حکم کردینا اور امر محتمل سے ایک معنی بطور خود سمجھ لینا کیونکر صحیح ہوا بلکہ جب لفظ صراحۃً مشورے ہی کے ہیں تو اسی پر حمل واضح، ہاں اگر اس کے کلام میں تصریح ہوتی کہ اس کے سوا بیع کا کوئی مکالمہ عبدالغنی خاں نے مجھ سے نہ کیا تو یہ معنی ٹھیک ہوتے اور جب ایسا نہیں تو عقلاً و نقلاً احتمال قاطع استدلال۔

www.alahazratnetwork.org

بحث پنجم ہمیں سے ظاہر ہوا کہ یوسف علی خاں و سید حشمت علی کے بیانوں کو اظہار محمدی بیگم سے اصلاً تنافی نہیں، وہ دو وقت کسی اور کے ہونے کا انکار کرتی ہے، وقت مشورہ اور وقت دادن بیعنامہ وقت ایجاب وقبول کسی کے موجود ہونے نہ ہونے کا اس کے اظہار میں کچھ ذکر نہیں اور یہ دونوں وقت ایجاب وقبول اپنا ہونا بیان کرتے ہیں وقت قرارداد و وقت عطائے بیعنامہ سے کچھ بحث نہیں تو منافات کہاں ہوئی اور ایسی محتمل بات پر مسلمانوں کی گواہی محض زوری و جعلی کیونکر ٹھہر سکی۔

بحث ششم اگر فرض ہی کیجئے کہ گفتگوئے بیع سے محمدی بیگم کی مراد ایجاب وقبول ہی ہے جب بھی بر بنائے مذہب صحیح کہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب ہے اس کے اظہار سے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشہادات الباب الرابع الفصل الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۴۷۲

شاہدینِ ایجاب وقبول کی شہادت پر اصلاً آنچ نہیں آتی، بیانِ سائل سے معلوم ہوا کہ محمدی بیگم کا اظہار سید حشمت علی و یوسف علی خاں بلکہ تمام شہود کے اظہار سے پہلے ہوا اور امرِ ہشتم میں واضح ہوچکا کہ اگر محمدی بیگم صراحتاً اپنے اظہار میں یوں لکھاتی کہ ایجاب وقبول کی جو شہادت دی محض جھوٹا ہے نری بناوٹ کرتا ہے اور اس کے بعد شہادت گزرتی اظہار مدعیہ یعنی محمدی بیگم سے اسے کچھ مضرت نہ تھی جب مردوں کے حق میں یہ قرار دیا جاتا ہے کہ مدعی بھول گیا تو عورات خصوصاً اس عمر میں زیادہ مستحق اس عذر کی ہیں خلاف مذہب صحیح امام مسلمانوں کی شہادت کو مصنوعی بتادینے کا کوئی حق نہ تھا۔

بحث ہفتم ان ابحاث سے روشن ہُوا کہ یہ سات شہادتیں فی نفسہا ہر غبار و اعتراض سے پاک وصاف ہیں رہا شہود کو غیر ثقہ و نامعتمد بتانا قطع نظر اس سے کہ اگر بے دلیل شرعی صرف اس بنا پر ہو کہ ان کی تحقیقات نہ کی گئی تو یہ کمی خود حاکم کی طرف سے ہے حاکم پر واجب ہے کہ احوالِ شہود سے خود بروجہ کافی آگاہ نہ ہو تو خفیہ تحقیقات کرے جس سے معلوم ہو کہ ان کی شہادت قابلِ اعتبارِ شرع ہے یا نہیں اگرچہ فریقِ ثانی کی طرف سے اس کی تحریک نہ بھی ہو بے تحقیقات کے جزافاً ثقہ غیر ثقہ کہہ دینے کے کوئی معنی نہیں، درمختار میں ہے:

عندھما یسأل فی الکل اذا جھل بحالھم بہ یفتی[1]

صاحبین کے نزدیک قاضی جب گواہوں کے حالات کو نہ جانتا ہو تو اسے تمام قسم کے گواہوں کے متعلق معلومات حاصل کرنے کا حق ہے، اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے: یسأل ای وجوبا[2] (قاضی پر واجب ہے کہ معلومات حاصل کرے۔ ت)

منحۃ الخالق میں علامہ خیر رملی سے ہے:

مقتضاہ ان القاضی یاثم بترک السؤال[3]

اس کا مطلب یہ ہوا کہ معلومات حاصل نہ کرنے پر قاضی گنہگار ہوگا۔ (ت)

بحر میں ہے:

وفی السراجیۃ والفتوٰی علی انہ یسأل فی السر[4]

اور سراجیہ میں ہے کہ فتوٰی یہ ہے کہ قاضی انکے متعلق خفیہ طریقہ سے معلومات حاصل کرے۔ (ت)

---

[1] درمختار | کتاب الشہادات | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/۹۱
[2] ردالمحتار | " " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۴/۳۷۲
[3] منحۃ الخالق علی البحرالرائق | " " | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۷/۶۳
[4] بحرالرائق | " " | " " " | ۷/۶۳

www.alahazratnetwork.org

یہاں محلِ نظر یہ ہے کہ اسی بیعنامہ محمدی بیگم کے تحقیقات میں حاکم نے انھیں شہود کی شہادت پر اعتماد کیا اور اسی کی بنا پر یہ پابندی سرکلر بیعنامہ کو ثابت مان کر فیس اسٹامپ و تاوان رجسٹری لیا تو اب انھیں شہادتوں کو اسی ثبوت میں نامعتبر و مردود بتانے کا کوئی محل نہ رہا جیسا کہ امر نہم میں واضح ہو چکا وہ غیر ثقہ نہیں فرضاً کھلے فساق ہوتے جب حاکم خود انھیں قبول کرکے حکم کر چکا شہادت نافذ ہو گئی، امر ششم میں واضح ہوا کہ فاسق بھی اہلِ شہادت ہے پھر بعد قبول رَد کے کیا معنی، سائل نے نہ عبارت سرکار پیش کی جس کی تعمیل پر حاکم کی یہ کارروائی تھی نہ اس امر کے متعلق تجویز حاکم کی یہ کارروائی تھی نہ اس امر کے متعلق تجویز حاکم کی نقل نظر سے گزری کہ اس قبول و تنفیذ شہادات کا حال کما ینبغی منکشف ہوتا پھر بھی اس قدر میں شک نہیں کہ یہ امر بہت قابلِ لحاظ ہے اور مخالفت ضابطہ کا جواب تو اس سے بداہۃً واضح اگرچہ خدام شرع کو بحمد اللہ تعالیٰ ضوابط شرع مطہر کے سوا کسی ضابطے سے بحث نہیں، جب خود صاحبانِ ضابطہ ہی نے وہ سرکلر جاری کیا اور اسی کے مطابق اب بعد ظہور وجہ وجیہ و اجازت و حصول تحقیقات مزیدہ کاغذ مثل کاغذات رجسٹری ٹھہر گیا تو مخالفتِ ضابطہ کہاں رہی، فیس و تاوان رجسٹری لینے کے بعد بھی سادہ و ساقط الاعتبار رہتا تو یعنی چہ، کیا سرکلر اس لئے وضع ہوا تھا کہ اسٹامپ کے دام رجسٹری کا تاوان سب کچھ لے لیجئے اور پھر کہہ دیجئے کہ کاغذ سادہ ہے ساقط الاعتبار ہے یہ کہنا تو پہلے ہی حاصل تھا فیس و تاوان کس بات کے لئے اور اس میں کون سا رفع عذر ہوا جسے مقصود عدالت بتایا جاتا ہے کیا قبل ظہور وجہ وجیہ و تحقیقات مزیدہ کاغذ سادہ کو سادہ کہا جاتا تو شکایت ہوتی اب کہ بعد ان تمام مراتب کے فیس و تاوان لے کر مصدقہ بنا کر سادہ ساقط الاعتبار کہہ دینے سے کوئی عذر باقی نہ رہا۔

بحث ہشتم قرائن صدق شہادات کی یوں نفی کہ نہ بیعنامے پر رجسٹری نہ کاغذ اسٹامپ کا، نہ بائع کے ہاتھ کا لکھا، نہ دستخط، نہ اہل محلہ و اقارب کی شہادت کہ انھیں سے بعض کو بے ثبوتی بیعنامہ کا دلیل عقلی بنایا گیا ہے اصلاً قابلِ التفات نہیں۔

اولاً یہ اعتراض خود اپنے حکم پر ہے کہ انھیں شہادات کو ذریعۂ ثبوت وجہ وجیہ مان کر فیس و تاوان لیا گیا۔

ثانیاً رجسٹری و اسٹامپ نہ ہونا اگر دلیل عقلی بطلان شہادات ہو تو انھیں کی بنا پر فیس و تاوان لے کر کاغذ کو مصدقہ رجسٹری و اسٹامی بنانا طرفہ دور کا رنگ ہوگا کہ مصدق ماننا تو موقوف ہوا قبول شہادات پر اور قبول شہادات مصدقہ ہونے پر۔

ثالثاً امر سوم میں واضح ہو چکا کہ اپنے لکھنے سے دوسرے پر املا اقوی ہے۔

رابعاً یہ سب زوائد و فضول باتیں ہیں شرع مطہر میں قبول شہادات کو وجوداً و عدماً ان باتوں سے

علاقہ نہیں، شہود اگر معتبر شرعی ہیں ان کی شہادت کا قبول واجب اگرچہ یہ امور سب منتفی ہوں ورنہ نہیں اگرچہ یہ امور سب موجود ہوں، یہ سرسری نگاہ سے اتنے ابحاث ہیں اور ہنوز بہت امور باقی ہیں کہ بخیال تطویل ترک کئے۔

بالجملہ تجویز بوجہ کثیرہ غیر صحیح ہے اور اس مسئلہ میں حکم شرعی یہ ہے کہ اگر ان سات شاہدوں میں دو گواہ بھی معتبر شرعی ہیں خواہ وہ صرف اقرار عبدالغنی خاں کے گواہ ہوں یا صرف ایجاب وقبول کے یا ایک اقرار کا ایک ایجاب وقبول کا، تو از انجا کہ یہاں محمدی بیگم دونوں وجوہ ترجیح کی جامع ہے تاریخ بیع بھی اسی کی پہلی ہے اور قبضہ بھی اسی کا ہے لہذا ہر طرح فیصلہ بحق محمدی بیگم ہونا لازم، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۳ از رامپور ۱۸ رمضان المبارک ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور ہندہ کا نکاح ہوا مہر موجل ومعجل کے ساتھ، زید نے جائداد مملوکہ موجودہ خود مہر معجل ہندہ میں مستغرق کردی اور یہ بھی اقرار کیا کہ آئندہ جو جائداد مجھ کو کسی ذریعہ سے حاصل ہو تا مقدار مہر معجل ہندہ مستغرق ومکفول سمجھی جائے اگر یہ تحریر واقرار زید شرعاً صحیح ہے فہو المراد، ورنہ جو شرعاً قابل قبول قضا ہو وہ الفاظ بتائے جائیں جو کہ لکھے جائیں جو شرعاً نافذ وجاری ہوں فقط۔

الجواب

شرعاً استغراق جائداد بلا قبضہ جس طرح آجکل رائج ہے محض مہمل وبے معنی ہے، ہاں رہن مع قبضہ مرتہن ضرور عقد شرعی ہے مگر وہ دخل حرام اور اس سے نفع لینا حرام، اور زید کا وعدہ نسبت جائداد آئندہ اور بھی مہمل تر ہے معدوم کی نسبت اقرار کیا معنی، مہر معجل کا دعوٰی عورت کو پیش از وقوع وطی ہر وقت پہنچتا ہے اور بعد وطی بھی لان کل وطأۃ معقود علیہا (کیونکہ ہر وطی پر عقد ہے۔ ت) تو جائداد موجود مہر میں دے دے یا عورت کے پاس رہن شرعی کر دے اور باقی جو جائداد پیدا ہو عورت برضائے شوہر یونہی لیتی جائے نہ دے تو نالش وسوال اختتامی ونیلام سے کاربرآری آج کل رائج ہے جس میں دو صورتیں شرعی بھی نکل سکتی ہیں، ایک دیانۃً صرف مقدار دین کو خود نیلام میں لے کر زائد کو واپس دینا بناء علی ما افتی بہ الأن من اخذ الحق من خلاف الجنس (اب موجودہ فتوٰی کی بناء پر صاحب حق اپنا حق خلاف جنس میں حاصل کرسکتا ہے۔ ت)، دوسرے نیلام مقدار مطالبہ سے زائد پر ہونا اور مقدار زیادت کو مدیون کا لے لینا فانہ یکون تنفیذ البیع کما نصوا علیہ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا (تو یہ بیع کو نافذ کرنا قرار پائے گا جیسا کہ فقہاء کی اس پر تصریح ہے، اور جو اللہ تعالٰی سے ڈرے وہ اس کے لئے راستہ بنا دیتا ہے۔ ت)

مسئلہ ۵۵: مرسلہ محمد اللہ یار خاں مقیم ریاست رامپور محلہ بزریا ملا ظریف گھر منشی عبدالرحمن مرحوم

۲۶ ربیع الاول ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے اوپر مہر تیس ہزار تیس اشرفی رائج الوقت عقد کیا اس کے بعد زید نے دو دکانیں مملوکہ اپنی بعوض کل دین مہر ہندہ کو ہبہ کردیں اور کاغذ ہبہ نامہ رجسٹری شدہ سرکاری بھی مسماۃ ہندہ نے برضا و رغبت بشہادت مردمان ثقات کے اپنے کل دین مہر کا ادا ہونا اور ایک حبہ زید کے ذمہ نہ رہنا قبول کرلیا یہاں تک کہ زید کی زندگی میں دس روپیہ ماہوار کرایہ دکانوں کا گیارہ برس آٹھ مہینے سے لیتی رہی اور اب زید مرگیا اب بھی لیتی ہے اور اپنی تمام عمر لے گی، اب سائل سوال کرتا ہے کہ زید نے ہبہ نامہ میں تفصیل تیس ہزار تیس اشرفی کی نہیں لکھی ہے اور جو قرار پایا تھا تو اب زید نے یوں لکھا دیا کہ مسماۃ ہندہ کے کل دین مہر کے ادا ہونے کے بدلے یہ دکانیں مجھ زید نے لکھ دیں اب ایک حبہ میرے ذمہ دین مہر مسماۃ ہندہ کا دینا باقی نہ رہا، پس لفظ کل کے تحریر کرنے سے زید بری الذمہ ہوگیا یا نہیں، اب زید مرگیا، مسماۃ ہندہ نے دو ہزار روپیہ کی بابت مہر کی پھر نالش کردی ہے یہ دعوٰی مسماۃ ہندہ کو عدالت میں پہنچتا ہے یا نہیں ؟

الجواب

www.alahazratnetwork.org

دعوٰی مذکورہ محض باطل و نامسموع ہے، جب ہبہ کل مہر کے عوض ہندہ نے قبول کرلیا کل مہر بحکم مقاصہ ساقط ہوگیا اب اس میں سے کسی جز کا دعوٰی صریح ظلم ہے،

فان الھبۃ بالعوض بیع ابتداء وانتھاء کما فی الدر المختار[1] والمشتری لایبقی لہ ملک فی شیئ من الثمن وامثال المقام لایحتاج الی التسمیۃ بل ولا الی علم المقدار لعدم الحاجۃ الی التسلیم والتسلم فی الھندیۃ ھذا بیع لایحتاج فیہ الی التسلیم وبیع ما لم یعلم البائع والمشتری مقدارہ اذا کان لایحتاج فیہ

تو بیشک ہبہ بالعوض ابتداء وانتہاء بیع ہے جیسا کہ درمختار میں ہے اور خریدار کی ادا کردہ ثمن میں ملکیت ختم ہوجانے گی ایسے مقامات پر مبیع وبیع کا ذکر بلکہ مقدار مبیع کا علم بھی ضروری نہیں کیونکہ یہاں لینا دینا کچھ نہیں ہوتا، ہندیہ میں ہے کہ یہ ایسی بیع ہے جس میں کچھ سونپنے کی ضرورت ہے نہ ہی مبیع کی مقدار کا جاننا بائع یا مشتری کو ضروری ہے تو جس بیع میں سونپنا اور قبضہ دینا نہ ہو تو وہاں مقدار

---

[1] درمختار کتاب الہبۃ باب الرجوع فی الھبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۶۴

الی التسلیم جائز الا یری ان من اقر انہ غصب من فلان شیئا او اقر ان فلانا اودعہ شیئا ثم ان المقر اشتری ذٰلک الشیئ من المقر لہ جاز وان کان لایعرفان مقدارہ۔ واللہ اعلم۔

کے علم کے بغیر بیع جائز ہے، کیا دیکھا نہیں کہ کوئی شخص اقرار کرے کہ میں نے فلاں کی چیز غصب کی ہے یا یہ اقرار کرے اس نے میرے پاس امانت رکھی پھر اقرار کرنے والا مقرلہ سے وہ چیز خرید لے تو جائز ہے اگرچہ دونوں کو چیز کی مقدار کا علم نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۶ از لشکر گوالیار محلہ بکہ مرسلہ محمد بخش ۲۱ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس معاملے میں کہ مسماۃ حمزہ نے اپنے شوہر پر اس بیان سے طلاق کا دعوٰی پیش کیا ہے کہ میرے شوہر نے بموجودگی چار عورتوں کے ایک جلسہ میں مجھ کو تین بار طلاق دی اس کو عرصہ دو مہینے کا ہوا اب ان چار عورتوں میں ایک عورت زمانہ طلاق کا تخمینًا ڈیڑھ سال بیان کرتی ہے اور دوسری عورت سوا یا ڈیڑھ سال کہتی ہے اور باقی دو عورتوں کی نسبت مسماۃ کا یہ بیان ہے کہ مجھ کو ان کی شہادت دلانا منظور نہیں، علاوہ ان کے دو مرد مسلمان اور تین مرد ہندو جن کی نسبت مسماۃ سننے نہ سننے کی لاعلمی بیان کرتی ہے ان میں ایک گواہ زمانہ طلاق کا چودہ پندرہ ماہ کا بیان کرتا ہے اور دوسرا قریب دو سال بیان کرتا ہے اور تین ہندو کوئی سوا برس کوئی ڈیڑھ برس اور مسماۃ زمانہ طلاق کا دو مہینے کا بتاتی ہے اور شوہر کو طلاق دینے سے انکار ہے، پس اس صورت میں مسماۃ کا دعوٰی طلاق کا شہادت مذکورہ سے شرعًا کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

مسلمانوں پر کسی معاملے میں ہنود کی گواہی اصلًا معتبر نہیں، نہ تنہا عورتوں کی گواہی سے طلاق ثابت ہوسکے کم سے کم دو مسلمان مرد عاقل بالغ متقی پرہیزگار یا ایک مرد دو عورتیں سب مسلمان عاقل بالغ متقی پرہیزگار درکار ہیں اگر ایسے گواہ نہیں تو شوہر سے قسم لی جائے اگر وہ قسم کھا کر طلاق ہونے سے انکار کرے دعوٰی حمزہ رَد ہوجائے گا اور اگر شوہر قسم نہ کھائے تو طلاق ثابت ہوجائے گی اور اگر ویسے گواہ شرعی موجود ہیں تو دعوٰی طلاق آپ ہی ثابت ہے اور مدعیہ و گواہان اور نیز باہم گواہوں کا زمانہ طلاق میں اختلاف کچھ مضر شہادت نہیں، درمختار میں ہے:

یشترط الاسلام لو المدعی علیہ مسلما[1]

اگر مدعٰی علیہ مسلمان ہو تو گواہوں کا مسلمان ہونا شرط ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الشہادات مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۰

www.alahazratnetwork.org

اسی میں ہے :

ونصابها للنکاح والطلاق رجلان اورجل وامرأتان ولا تقبل شهادة اربع بلا رجل[1] اھ مختصرًا۔

نکاح وطلاق کے لئے نصابِ شہادت دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں، مرد کے بغیر چار عورتوں کی شہادت مقبول نہ ہوگی اھ مختصرًا (ت)

عالمگیری میں ہے :

اختلفا فی الوقت اوالمکان فان کان المشهود به قولامحضا کالبیع والاجارة والطلاق والعتاق جازت شهادتهما[2] اھ ملخصا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر دونوں گواہوں کا وقت یا مکان میں اختلاف ہو اور شہادت والا معاملہ گفتگو سے متعلق ہو مثلاً بیع، اجارہ، طلاق اور عتاق، تو یہ شہادت جائز ہے اھ ملخصًا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۵: از ریاست رامپور مرسلہ منشی واحد علی صاحب پیشکار محکمہ مال ۱۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں :

(۱) جو ضوابط و احکام واسطے فیصلہ خصومات اور رجوع نالش کے خلیفہ یا قاضیِ وقت نے مقرر کئے ہیں ان کی پابندی حاکم کو شرعًا لازم و واجب ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

(۲) زید نے اپنی تحریر میں لکھا ہے کہ (عمرو شہر سے باہر گئے ہیں) از روئے احکام شرعی الفاظ مذکورہ سے فرار عمرو ثابت ہے یا نہیں بلکہ صرف معمولی طور پر جانا پایا جاتا ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) والیِ ملک حاکم اسلام یا اس کے یہاں کے افسر بالادست مثل قاضی القضاۃ نے جسے اس نے لوگوں کو عہدۂ قضاء پر اپنے دستخطوں سے مقرر کردینے کا اختیار دیا ہو بالجملہ جس کے نصب سے حاکم شرعًا حاکم ہوجاتا ہے اور بے رضائے فریقین فیصلہ کرنے کا اختیار پاتا ہے ایسے شخص نے جس کے نصب میں جو شرائط حکم قضا کے لئے لگائے ہوں یا سلطان خواہ اس کے ماذون مجاز نے جسے وضع ضوابط کا اختیار ہو جو ضابطے فیصلہ خصومات و رجوع مقدمات کے واسطے مقرر کئے ہوں ان کی پابندی صورتِ اولٰی میں اس خاص حاکم اور ثانیہ میں اس ریاست کے تمام حکام پر خواہی نخواہی ضرور ہے، ان کے خلاف جو فیصلہ

---

[1] درمختار کتاب الشہادات مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۱

[2] فتاوٰی ہندیہ " الباب الثامن نورانی کتب خانہ کراچی ۳/ ۵۰۲

ہوگا سراسر مردود وبے اثر و نامعتبر ہوگا جیسے کسی راہ چلتے کا کوئی فیصلہ بطور خود کردینا۔ درمختار میں ہے:

القضاء یتخصص بزمان ومکان وخصومۃ حتی لو امر السلطان بعدم سماع الدعوی بعد خمسۃ عشر سنۃ فسمعہا لم ینفذ[1]۔

قضاء کو مکان، زمان اور مقدمہ سے مختص کیا جاسکتا ہے حتی کہ اگر سلطان نے حکم دیا کہ پندرہ سال گزرجانے کے بعد دعوی کی سماعت نہ ہوگی تو کسی قاضی نے یہ سماعت کی تو فیصلہ نافذ نہ ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

عزاہ فی الاشباہ الی الخلاصۃ وقال فی الفتح الولایۃ تقبل التقیید والتعلیق بالشرط[2]۔

اشباہ میں اس کو خلاصہ کی طرف منسوب کیا ہے اور فتح میں فرمایا کہ ولایت شرط کے ساتھ مقید اور معلق ہوسکتی ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

فیکون القاضی معزولا عن سماعہا لما علمت من ان القضاء یتخصص[3]۔

قاضی اس کی سماعت سے بے اختیار ہوگا کیونکہ تمہیں معلوم ہے کہ قضاء کو خاص کیا جاسکتا ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ہاں اگر ان دو صورتوں کے سوا کسی قاضی غیر مجاز نے بے اذن والی بطور خود کچھ ضوابط مقرر کئے ہوں تو ان کی پابندی کسی پر لازم نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) الفاظ مذکورہ سے فرار عمرو ہرگز ثابت نہیں، "باہر جانا" ترجمہ خروج کا ہے اور فرار کا ترجمہ "بھاگ جانا"۔ خروج سے "فرار" ہرگز لازم نہیں۔ اللہ عزوجل زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں فرماتا ہے:

فخرج علی قومہ من المحراب[4]۔ اپنی قوم پر محراب سے باہر آئے۔

اللہ تعالٰی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرماتا ہے:

ومن حیث خرجت فول وجہک شطر المسجد الحرام[5]۔ باہر جاؤ تو اپنا منہ کعبے کی طرف کرو۔

---

[1] درمختار کتاب القضاء فصل فی الحبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۸۱

[2] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۴۲

[3] " " " " " " ۴/ ۳۴۳

[4] القرآن الکریم ۱۹/ ۱۱

[5] " ۲/ ۱۴۹

صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے فرماتا ہے :

ان کنتم خرجتم جہادا فی سبیلی وابتغاء مرضاتی[1]
اگر تم نکلے ہو میری راہ میں جہاد کرنے اور میری مرضی چاہنے تو کافروں سے دوستی نہ کرو۔

ظاہر ہے کہ بھاگ جانے میں باہر جانے سے ایک امر زائد ہے اور زیادت بے ثبوت زائد ہرگز ثابت نہیں ہوسکتی، ہدایہ وغیرہا کتب مذہب میں جابجا ہے الاقل ھو المتیقن (قلیل یقینی امر ہوتا ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۹ از ریاست ٹونک محلہ قافلہ مرسلہ مولوی سید ظہور اللہ صاحب ۱۷ شوال ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ بلاوصول دین مہر خود در زندگی بکر زوج اپنے کے فوت ہوگئی اس نے ایک بکر زوج خود اور دو پسر ایک عمرو اور دوسرا زید وارث چھوڑے، بعد تخمیناً آٹھ سال کے عمرو بھی فوت ہوگیا اور اس نے ایک زوجہ اور دو پسر اور دو دختر وارث چھوڑے، اب زوجہ عمرو نسبت بکر خسر خود کے اس طرح سے دعویدار ہوئی کہ میرا دین مہر میرے زوج عمرو کے ذمہ چاہئے اور عمرو کی والدہ ہندہ کا دین مہر ذمہ بکر خسر میرے کے واجب ہے جس میں عمرو کا بھی حصہ ہے پس اس کے حصہ میں سے اول یہ دین مہر مجھ کو وصول کرایا جاکر مابقی اس کا مجھ کو اور دو پسر اور دو دختر اولاد عمرو پر موافق فرائض اللہ تقسیم کیا جائے، بجواب مطالبہ ہذا بکر پدر عمرو کو یہ عذر ہے کہ دعوٰی زوجہ عمرو کا دو طرح سے مجھ پر نہیں پہنچا اول تو یہ کہ زوجہ عمرو وارث ہندہ کی نہیں دوسرے بقول اس کے اس کا دین مہر اپنے زوج عمرو پر ہے اور عمرو کی والدہ ہندہ کا دین مہر مجھ بکر پر بقول اس کے باقی ہے تو گویا دعوٰی اس کا مدیون کے مدیون پر ہوا جو عند الشرع قابل سماعت نہیں بموجب اس روایت کے،

لو اقام البینۃ علی مدیون مدیونہ لایقبل ولا یملک اخذ الدین[2] کذا فی الخلاصۃ۔
اگر کسی نے اپنے مقروض کے مقروض پر گواہی پیش کی تو مقبول نہ ہوگی اور وہ قرض حاصل کرنے کا حقدار نہ ہوگا جیسا کہ خلاصہ میں ہے (ت)

صورت مسئولہ میں اگر جواب بکر کا موافق کتاب کے ہے تو اس استفتاء پر مواہیر ثبت فرمائی جائیں اور اگر خلاف شرع بکر کا جواب ہے تو اس کا حکم مع روایت ذیل میں قلمبند فرمایا جاکر مواہیر ثبت فرمائی جائیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۰/ ۱

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الدعوٰی الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۰۸

بیّنوا توجروا (بیان کرو اجر دئے جاؤ گے۔ ت)۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں زوجہ عمرو کا دعوٰی صحیح و مسموع اور بکر کے عذرات باطل و مدفوع ہیں، زوجہ عمرو ضرور وارث ہندہ نہیں مگر اب وہ دین بھی دینِ ہندہ نہیں فان الموت ناقل للملک (کیونکہ موت ملکیت کو منتقل کرتی ہے۔ ت) بعد موت ہندہ بقدر حصہ عمرو دین عمرو ہوا اور زوجہ عمرو وارثہ عمرو بھی ہے اور دائنہ بھی مہر زوجہ وغیرہ دیون کہ ذمہ عمرو ہوں جبکہ محیط ترکہ نہ ہوں تو ما بقی بعد انفاذ وصایا علی حسب الفرائض خود ملک ورثہ ہے جن میں زوجہ بھی ہے تو اس قدر میں بکر خود مدیون زوجہ عمرو ہے نہ مدیون مدیون اور قدر دیون مہر وغیرہ میں اگرچہ ترکہ ملک عمرو پر باقی رکھا جائے لانصرافها الی حاجۃ المیت (میت کی اپنی حاجت کیلئے ترکہ مشغول ہونے کی وجہ سے) مگر دائن میت و مدیون میت جبکہ دونوں وارثان میت ہوں تو ایسے دائن کا ایسے مدیون مدیون پر دعوٰی قطعاً مسموع و مقبول ہے، عدم سماع یا عدم قضا اس صورت میں ہے کہ وہ دونوں یا ان میں ایک میت سے اجنبی ہو۔ تحقیق مقام کہ یہ دائن میت کو مدیون میت پر دعوٰی کرکے وصول پا سکنے کے لئے دو باتوں کی حاجت ہے،

www.alahazratnetwork.org

اوّلاً میت کا دین اس پر ثابت کرے اور جب یہ میت سے اجنبی ہے اسے ملک میت مدیون میت پر ثابت کرنے کا کیا استحقاق ہے فانہ لایصلح خصما عنہ (کیونکہ وہ اس کا فریق بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا) اس کے لئے میت کے وصی یا وارث کا دعوٰی درکار ہے۔

ثانیاً اپنا دین میت پر ثابت کرے اور جب مدعا علیہ میت سے اجنبی ہے میت پر اثبات دین کے لئے اس کا حضور کافی نہیں فانہ لایقدر خصما عنہ (کیونکہ یہ بطور فریق اسکی طرف سے پیش نہیں ہوسکتا) میت کا جو کوئی وصی یا وارث ہو تو میت پر دین ثابت کرنے کے لئے ان میں کسی کا حاضر ہونا ضرور ہے غرض عدم سماع کی وجہ عدم امکان ثابت ہے اگر دونوں امر کا ثبوت کسی طرح ہوجائے تو دعوٰی ضرور قابل قبول ہے ولہذا اگر دین دائن ذمہ میت نزد قاضی ثابت ہو اور مدیون میت مدیون میت ہونے کا اقرار کرے تو قاضی مدیون میت سے دائن میت کو دین دلادے گا، خلاصہ و ہندیہ میں ہے،

لو اقام البینۃ علی مدیون مدیونہ لاتقبل ولا یملک اخذ الدین منہ اما اذا ثبت الدین فی ترکتہ عند القاضی واقر رجل عند القاضی اھ

اگر اپنے مقروض کے مقروض پر گواہی پیش کی تو مقبول نہ ہوگی اور وہ قرض وصول کرنے کا مقتدر نہ ہوگا، لیکن جب میت کے ترکہ میں قرض (کسی پر) قاضی کے ہاں ثابت ہوجائے اور قرضدار شخص یہ اقرار کرے

للمیت علیہ دینا قدرہ کذا یأمرہ بالدفع الی رب الدین۔[1]

کہ مجھ پر میت کا قرض ہے جس کی مقدار یہ ہے تو قاضی اس کو ادائیگی کا حکم دے گا کہ میت پر جس کا قرض ہے اس کو دے دے۔(ت)

ولہذا اگر دائن میت وارث میت ہو اور مدیون میت اجنبی اور دوسرا وارث حاضر نہیں تو مدیون میت پر دین میت ثابت کرنے کے حق میں اس دائن وارث کا دعوٰی مسموع ہوگا اور بوجہ اول اس مدیون پر دین میت کی ڈگری کردینگے مگر بوجہ ثانی وہ دین اس مدعی کو ابھی نہ دلائیں گے کہ مدیون اجنبی ہے اور دوسرا وارث غائب۔ محیط و عالمگیریہ میں ہے:

رجل مات ولہ ابنان احدھما غائب فادعی الحاضر ان لہ علی ابیہ الف درھم دینا ولا مال للمیت غیر الف درھم علی رجل فانی اقبل بینۃ الابن الحاضر فی اثبات الدین علی الاجنبی ولا اسمع بینتہ علی ابیہ بدینہ ولا اقضی لہ من الالف التی قضیت علی الاجنبی بشیئ فاوقف الالف حتی یجیئ الاخ کذا فی المحیط۔[2]

ایک شخص فوت ہوا اس کے وارث دو بیٹے تھے جن میں سے ایک غائب ہے تو حاضر بیٹے نے اپنے باپ پر ایک ہزار درہم قرض کا دعوٰی کیا جبکہ میت (باپ) کا ایک غیر شخص پر ایک ہزار قرض کے بغیر کوئی ترکہ نہ ہو تو اس صورت میں حاضر بیٹے کی گواہی کہ غیر شخص پر باپ کا قرض ہے، میں قبول کروں گا، اور اس کی اپنے باپ پر قرض کی گواہی کو نہ سنوں گا، اور نہ ہی غیر پر ثابت قرض میں سے حاضر بیٹے کو کچھ دلاؤں گا اور میں غیر پر باپ کے ثابت شدہ قرض ہزار درہم کو موقوف رکھوں گا تاوقتیکہ اس کا غائب بھائی نہ آجائے، ایسے ہی محیط میں ہے۔(ت)

www.alahazratnetwork.org

اور جب دائن و مدیون دونوں وارثان میت ہیں جس طرح یہاں بکر و زوجہ عمرو تو اب سماع و قبول کی تمام وجوہ متحقق ہیں زوجہ عمرو اپنی وراثت کے سبب بکر کے دین میت کا دعوٰی کرسکتی ہے اور وراثت بکر کے سبب اس کے مواجہ میں میت پر اپنے دین کا دعوٰی۔ واقعات پھر جامع الفصولین میں ہے:

احد الورثۃ ینتصب خصما عن المورث فیمالہ وعلیہ الخ۔[3]

ورثاء میں سے ایک کو مورث کی طرف سے لین دین کے لئے فریق مقرر کیا جائے گا الخ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الدعوٰی الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۰۸
[2] " " الباب الخامس " " کراچی ۴/ ۳۹
[3] جامع الفصولین الفصل الثامن والعشرون اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۴

خزانۃ المفتین میں ہے :

لو ادعی علی المیت دینا بحضرۃ احد الورثۃ یثبت الدین فی حق الکل وکذا لو ادعی احد الورثۃ دینا علی انسان للمیت واقام بینۃ یثبت الدین فی حق الکل ویدفع الی الحاضر نصیبہ مشاعاً الخ۔[1]

اگر کسی نے میت پر قرض کا دعوٰی کرکے ورثاء میں سے ایک کی موجودگی میں ثابت کردیا تو وہ قرض تمام ورثاء پر ثابت ہوجائے گا اور یونہی ورثاء میں سے ایک نے اپنے والد کا قرض کسی شخص پر ثابت کردیا اور گواہ بھی پیش کردئے تو یہ قرض تمام ورثاء کے حق میں ثابت ہوجائے گا اور ثابت کرنے والے موجود وارث کو غیر منقسم حصہ کے طور پر بطور حصہ اس کو دے دیا جائیگا الخ (ت)

لاجرم جامع الفصولین میں فتاوی امام رشید الدین سے نقل کیا ،

لایملک الدائن اثبات الدین علی مدیون المیت ولا علی الموصی لہ ولو اثبت علی من یصح اثباتہ علیہ کوصی ووارث ثبت لہ حق الاستیفاء منہما ولو انکر وارثہ وجود ترکۃ بیدہ فللدائن اثباتہا لا لو اجنبیا فلا تقبل علیہ بینۃ الدائن اذ لیس بخصم فی اثبات الملک للمیت۔[2]

میت کے قرضخواہ کو میت کے مقروض یا موصٰی لہ پر قرض ثابت کرنے کا اختیار نہیں اور اگر اس نے ایسے شخص پر قرض ثابت کردیا جس پر اثبات سے وصی اور وارث کے لئے حق ثابت ہوجاتا ہے تو اس کو وصی اور وارث سے اپنا قرض وصول کرنے کا حق ہوگا اور اگر وارث میت کا ترکہ اپنے قبضہ میں ہونے سے انکار کردے تو قرض خواہ کو قبضہ کے اثبات کا حق ہوگا اور اگر اجنبی شخص انکار کرے تو اس کے خلاف قرض خواہ کی گواہی مقبول نہ ہوگی کیونکہ وہ اجنبی میت کی ملکیت کے اثبات میں فریق نہیں ہے (ت)

پس صورت مسئولہ میں زوجہ عمرو کا دعوٰی ضرور صحیح ہے مگر مہر ہندہ سے جس قدر حصہ عمرو ہو اس میں سے وہ مقدار کہ ترکہ عمرو سے خود حصہ بکر ہوتی چھوڑ کر باقی پر دعوٰی پہنچے گا ،

لانہا لادعوی لہا ولا فی الذی لزوجہا وما کان لزوجہا قد سقط منہ ما ورثہ منہ ابوہ کما

کیونکہ اس میں خود بیوی کو اور نہ ہی اس کے خاوند کے حصہ میں دعوٰی ہے اور جو خاوند کا حصہ تھا اس میں سے والد جتنے کا وارث بنا ساقط ہوجائیگا

---

[1] خزانۃ المفتین کتاب الدعوٰی فصل دعوی المیراث قلمی نسخہ ۲/۸۲

[2] جامع الفصولین الفصل الثامن والعشرون اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۳۵

سقط اولاالربع من مہرھندۃ لصیرورتہا حق المدیون بنفسہ وھو الزوج۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ 16

جس طرح اوّلاً اس میں سے چوتھائی حصہ ہندہ کے مہر کا ساقط ہوگیا ہے اس وجہ سے کہ وُہ خود مدیون کا حق بن گیا اور وہ خود خاوند ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶۰: از بریلی محلہ گندہ نالہ مرسلہ ظہور حسن ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ

زید وہندہ نے جو حقیقی بہن زید کی ہے خالد کو ایک دستاویز لکھ دی ہندہ کی طرف سے جو ناخواندہ ہے اور پردہ نشین ہے زید اس کے حقیقی بھائی نے دستخط کی بایں عبارت (ہندہ بقلم زید) اس دستاویز میں لکھا کہ زر مندرجہ دستاویز ہم نے وصول پالیا ایسا ہی زید نے لکھا بلاتفریق مقدار روپیہ کے اور دونوں نے جائداد غیر منقولہ مکفول کی' وقت رجسٹری کے ہندہ نے اقرار تحریر دستاویز اور وصولیابی زر مندرجہ دستاویز سے اقرار کیا' اور چونکہ ہندہ ناخواندہ اور پردہ نشین ہے زید نے ہندہ کی طرف سے حسب بالا دستخط کردی اب خالد نے دونوں سے مطالبہ دستاویز کیا' اور شناخت ہندہ کی اس کے دوسرے بھائی حقیقی اور بھتیجے نے کی کہ مسماۃ مقرہ و نویسندہ دستاویز ہندہ ہے جس نے اقرار کیا ہے خالد مطالبہ دستاویز کا دونوں مدیون سے کرتا ہے ہندہ یہ عذر کرتی ہے کہ میں نے روپیہ نہیں لیا اور دستاویز پر نہ میرے دستخط ہیں اور نہ نشانی ہے زید میرا بھائی میری دستخط کرنے کا مجاز نہ تھا اور ہندہ ایک نظیر ہائی کورٹ کی پیش کرتی ہے جس کا یہ مضمون ہے کہ صرف اقرار وصولیابی زر کافی نہیں ہے جب تک کہ مدیون کے دستخط یا نشانی نہ ہو۔

سوال: آیا اقرار تحریر دستاویز و اقرار وصولیابی زر مندرجہ دستاویز جو سامنے مصدق دستاویز کے ہندہ نے کیا ہے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو رائے حکام انگلشیہ ہائیکورٹ عدالت انگریزی کو بمقابلہ حکم شرعی کے فوقیت دی جائے گی یا نہیں اور ہندہ پر پابندی اپنے اقرار کی شرعاً لازم ہے یا یہ پابندی حکم ہائیکورٹ کی اور دائن و مدیون یعنی دونوں فریق تابع شریعت اسلام ہیں اور کوئی فریق منکر شرع شریف کا نہیں ہے۔

الجواب

حکم اللہ و رسول کے لئے ہے جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان الحکم الا للہ[1] (حکم نہیں مگر اللہ کا۔ ت) جب ہندہ منکر ہے تو شہادت عادلہ شرعیہ دو مرد یا ایک مرد دو عورت ثقہ کی درکار ہے

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۵۷

16/16

کہ ہندہ نے ہمارے سامنے روپیہ لیا ہمارے سامنے اقرار کیا فقط دستاویز اگرچہ خود ہندہ کے دستخط بالقلم خود اس پر لکھے ہوتے یا اہلکار رجسٹری کی تحریر کہ میرے سامنے اقرار کیا اصلاً کافی نہیں۔ فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

القاضی انما یقضی بالحجۃ والحجۃ ھی البینۃ او الاقرار اما الصك فلا یصلح حجۃ۔[1]

قاضی صرف حجت کی بناء پر فیصلہ کرسکتا ہے اور حجت، گواہی یا اقرار یا قسم سے انکار ہے اور رسید کسی طرح حجت نہیں بن سکتی۔ (ت)

رہا یہ کہ ہندہ کس چیز کی پابندی کرے ہندہ اپنے معاملہ کو خوب جانتی ہے اگر واقعی اس پر روپیہ عنداللہ چاہئے تو اسے انکار کرنا سخت حرام ہے اس پر فرض ہے کہ حق کو قبول کرے اور عنداللہ نہ چاہئے تو اگرچہ اس نے کسی دباؤ سے یا ناواقفی سے یا کسی وجہ سے اقرار غلط کردیا ہو اس کی پابندی اس پر اصلاً لازم نہیں، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۲: ازرام پور متصل زیارت شاہ ولی اللہ صاحب مرسلہ حافظ مولوی عنایت اللہ خاں صاحب ۱۶ ذی القعدہ ۱۳۱۹ھ

www.alahazratnetwork.org

سوال اول: زید اور عمرو تو بیت طرز عمل تزکیۂ شہود میں مختلف الاقوال ہیں، زید کہتا ہے کہ تین طرح سے قاضی شاہد کے چال چلن کے بابت تحقیق و دریافت کرسکتا ہے، ۱رسول بھیج کر یا ۲رقعہ مزکی کے نام بھیج کر یا ۳خود قاضی موقع پر جاکر مصلیان مسجد محلہ یا دیگر اشخاص اہل محلہ سے، اور اس تیسری صورت میں قاضی پر یہ لازم نہیں ہے کہ جس شخص کو کہ وہ جانتا ہو مخصوص اسی سے دریافت حال شاہد کرے بلکہ نمازی صورت ہو شخص غیر معلوم سے بھی وہ دریافت حال کرسکتا ہے، اور اس شخص مجہول الحال کے نام و دریافت کرنے یا اس کا نام دفتر قضاء میں برائے علم آئندہ درج کرنے کی قاضی کو کوئی ضرورت نہیں ہے، یہ تحقیقات قاضی برسر موقع قاضی کے اطمینان اور مقدمہ کے فیصلہ کرنے کے لئے رائے قائم کرنے کو شرعاً کافی ہے انتہی کلامہ۔

عمرو کا یہ بیان ہے کہ شرعی اصول پر بقول صاحبین تزکیۂ شہود کا دو طرح سے ہوسکتا ہے سراً وعلانیۃً جو کتاب الشہادۃ غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار و دیگر کتب فقہیہ میں بصراحت مذکور ہے، یہ بھی بیان عمرو کا ہے کہ مزکی ایسا شخص ہو جو لوگوں کے احوال سے خوب واقف ہو اور ان سے اختلاط رکھتا ہو اور بنفسہٖ عادل ہو اور جرح وغیر جرح میں

---

[1] فتاوٰی قاضیخاں کتاب الوقف فصل دعوی الوقف نولکشور لکھنؤ ۴/۲۲۲، الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الدعوٰی والشہادات الخ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۳۳۸

فرق کرسکتا ہونا بھی اور مفلس نہ ہو۔ قاضی علی الخصوص ایسے ہی شخص کو جو بصفات مذکورہ متصف ہو مزکی مقرر کرسکتا ہے، پس اس امر میں دو قسم کی واقفیت ضرور ہے ایک بذاتہ علم قاضی بصفات منتسب الی المزکی۔ دوسرے اطلاع مزکی نسبت احوال شہود مطلوبۃ التزکیہ بعد تشریح اقوال زید وعمرو مفتیان شرع شریف سے یہ امر دریافت طلب ہے کہ ازروئے شرع زید کا قول صحیح اور قابل عمل ہے یا عمرو کا جواب صاف بحوالہ روایات مستندہ کتب فقہیہ عنایت ہو۔

سوال دوم: زید کا قول ہے کہ اگر کسی ضرورت سے قاضی برسر موقع تحقیقات کرے تو جو گواہ موقع پر جمع ہوں وہ علیحدہ بٹھلائے جائیں اور ان میں سے ایک ایک شخص کو قاضی اپنے رُوبرو طلب کرکے ضرور سوالات کرے، اور فریقین یا وکلاء فریقین کو بھی موقع سوالات و جرح کا دیا جاوے، سب اہل محلہ کو ایک جلسہ میں ان سے قاضی کے دریافت حال کرنے میں یہ نقص ہے کہ سب لوگ حال مستفسرہ کو یک زبان ہوکر کہیں گے اور اس صورت میں اصلی واقعہ کا انکشاف قابلِ اطمینان نہ ہوگا، بکر کہتا ہے کہ جیسا زید کہتا ہے ایسا نہیں ہونا چاہیے بلکہ قاضی ایک ہی جلسہ میں کل گواہان سے دریافت حال کرکے قلم بند کرکے قاضی کا ایسا کرنا خلافِ شرع نہیں ہے۔ یہ تحقیقات قاضی کے اطمینان کے واسطے ہے، مفتیانِ شرع شریف سے یہ التماس ہے کہ ازروئے شرع مبارک زید کا قول قابل عمل ہے یا بکر کا؟ بحوالہ کتب وعبارت جواب عنایت ہو۔

الجواب

(۱) زید کا قول باطل ہے مزکی کا عادل ہونا ضرور ہے، مجہول الحال خود محتاج تزکیہ ہے وہ دوسرے کا تزکیہ کیا کرسکتا ہے۔ معین الحکام میں ہے:

ینبغی للقاضی ان یختار للمسألۃ عن الشہود من ھو اوثق الناس واورعھم دیانۃ واعظمھم درایۃ واکثرھم خبرۃ واعلمھم بالتمییز فطنۃ فیولیہ المسألۃ لان القاضی مامور بالتفحص عن العدالۃ فیجب علیہ المبالغۃ والاحتیاط فیہ اھ[1]

گواہوں کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے قاضی ایسے حضرات کو مقرر کرے جو مناسب ترین دیانت میں متقی، سمجھداری میں بڑے، خبرداری میں کثیر، اور پرکھنے کا زیادہ علم رکھتے ہوں تو ایسے لوگوں کو یہ معاملہ سپرد کرے کیونکہ قاضی گواہوں کے عدل کو معلوم کرنے کا پابند ہے، تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس معاملہ میں مبالغہ اور احتیاط سے کام لے اھ

[1] معین الحکام الفصل السادس فصل فی المسألۃ عن الشہود مصطفی البابی مصر ص ۸۵ و ۸۶

ردالمحتار مسئلہ تعدیل الخصم للشہود بیان مذہب امام میں ہے:

تزکیۃ الکاذب الفاسق لاتصح[1]	جھوٹے اور فاسق گواہوں کا تزکیہ درست نہیں (ت)

نیز مذہب صاحبین میں ہے:

تصح ان کان من اھلہ (ای اھل التعدیل) بان کان عدلا[2]	تزکیہ کرنے والا اہل ہو تو صحیح ہے یعنی تزکیہ گواہوں کو عادل ثابت کرنا تب صحیح ہوگا جب وہ خود عادل ہو۔ (ت)

ظاہر ہوا کہ مزکی میں عدالت باتفاق ائمہ ثلثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم شرط ہے، تہذیب پھر بحرالرائق پھر درمختار میں ہے:

المجھول لایعرف المجھول[3]	مجہول الحال کسی مجہول کو معلوم نہیں کرسکتا۔ (ت)

خانیہ و ہندیہ میں ہے:

ان کان فاسقا او مستورا لایصح تعدیلہ[4]	مزکی اگر فاسق یا مستور الحال ہو تو اسے عادل قرار دینا صحیح نہیں ہے (ت)

اگر شاہد کے ہمسایگان مسکن و بازار و اہل محلہ میں کوئی ثقہ نہ ملے نہ اس کے بارے میں کوئی تواتر صحیح شرعی ہو تو قاضی اہل محلہ کے بیان پر دو شرط سے اعتماد کرسکتا ہے ایک یہ کہ وہ سب بالاتفاق یکزبان ایک ہی بات کہتے ہوں سب اسے عادل کہیں یا سب مجروح ہی بتاتے ہوں، دوسرے یہ کہ قاضی کے قلب میں آئے کہ یہ سچ کہہ رہے ہیں تو اس وقت ان کا اتفاق مع التحری کے قائم مقام تواتر ہوجائے گا اور تواتر میں عدالت کی حاجت نہیں، نہ یہ کہ جس نمازی صورت محلے والے مجہول الحال سے چاہیں پوچھ لے اور یہی کافی ہو یہ محض افترائے زید ہے۔ محیط و عالمگیریہ میں ہے:

ان لم یجد فی جیرانہ واھل سوقہ من یصلح للتعدیل یسأل اھل محلتہ، وان وجد کلھم غیر ثقات یعتمد فی ذلک علی تواتر الاخبار، و	اگر پڑوس اور بازار والوں میں کسی کو تعدیل کا اہل نہ پائے تو پھر قاضی اہل محلہ کے متعلق سوال و استفسار کرے اگر ان میں سے کسی کو بھی اہل نہ پائے تو پھر گواہوں کے متعلق متواتر خبروں پر اعتماد کرے

---

[1] ردالمحتار کتاب الشہادات داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۷۳
[2] " " " " ۴/۳۷۳
[3] درمختار بحوالہ البحر عن التہذیب " مطبع مجتبائی دہلی ۲/۹۱
[4] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ قاضیخان " الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۵۲۴

كذٰلك اذا سأل جيرانه واهل محلته وهم غير ثقات فاتفقوا على تعديله او جرحه ووقع فى قلبه انهم صدقوا كان ذٰلك بمنزلة تواتر الاخبار[1]۔

اور یوں ہی جب گواہوں کے پڑوس اور اہل محلّہ سے پُوچھا حالانکہ یہ تمام لوگ تو غیر ثقہ ہیں، اور وہ تمام گواہوں کو عادل بتاتے ہیں یا مجروح بتاتے ہیں تو قاضی اگر ان کو سچا سمجھتا ہے تو ان کے قول پر عمل کرلے یہ بھی متواتر خبروں کی طرح ہے (ت)

تمرونے جو صفات مزکی میں بیان کیں قاضی کو مناسب ہے کہ ایسے ہی شخص کو مزکی مقرر کرے طامع و مفلس نہ ہونا اور لوگوں سے اختلاط شرائط اولویت ہیں جبکہ ان سے ارجح وصف مثل علم فقدان کے معارض نہ ہو مثلاً محلہ میں فقیر گوشہ گزین عالم دین ہے اور غنی مخالط للناس جاہل تو عالم ہی کو مزکی کرے کہ وصف علم سب پر راجح اور اس میں زیادہ حاجت ہے، گوشہ گزیں اپنے معتمدین سے پُوچھ کر تزکیہ کرسکتا ہے اور جاہل کو اسباب جرح و تعدیل میں امتیاز دشوار۔ محیط و ہندیہ میں ہے:

ينبغى للقاضى ان يختار للمسألة عن الشهود من كان عدلا صاحب خبرة بالناس و ان لا يكون طماعا وينبغى ان يكون فقيها يعرف اسباب الجرح والتعديل وان يكون غنيا وان وجد عالما فقيرا وغنيا ثقة غير عالم او عالما ثقة لا يخالط الناس وثقة غير عالم يخالط الناس اختار العالم[2] واللّٰه تعالٰى اعلم۔

قاضی کو مناسب ہے کہ گواہوں کی تعدیل کیلئے ایسے لوگوں کو مقرر کرے جو خود عادل اور خبردار ہوں اور وہ لالچی نہ ہوں، بہتر ہے کہ وُہ فقہ والے ہوں تاکہ جرح و تعدیل کے اسباب کو پہچانتے ہوں اگر وہ غنی ہوں تو بہتر ہے اگر عالم فقیر ہو اور غنی ثقہ ہو اور عالم نہ ہو یا عالم ثقہ ہو لیکن لوگوں سے میل جول نہیں اور غیر عالم ثقہ ہے اور لوگوں سے میل جول رکھتا ہے تو ان حالات میں عالم کو ترجیح دے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

(۲) حق یہ کہ یہ امر رائے قاضی پر مفوض ہے اگر گواہوں پر کوئی بدگمانی ہو تو قاضی پر واجب ہے کہ انھیں جدا جدا ادائے شہادت کا حکم دے مگر دو عورتوں کہ ان کی شہادت مل کر شرعاً بجائے شہادت واحدہ ہے ان میں تفریق نہیں لقوله تعالٰى ان تضل احدٰهما فتذكر احدٰهما الاخرٰى[3] (اللہ تعالٰی کے ارشاد کے مطابق کہ عورتوں میں سے ایک غلطی کرے تو دوسری یاد دلائے۔ ت) اور اگر قاضی کو اطمینان کافی ہو کہ یہ لوگ اہل صدق و

---

[1] و [2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشہادات الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۵۲۹

[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۲

دیانت میں ہر ایک اپنے علم کے مطابق شہادت دے گا کہ دوسرے کی سُنی سیکھی پر تو تفریق کی حاجت نہیں مگر اس زمانے میں ایسا اطمینان شاذ و نادر ہے۔ مبسوط امام محمد پھر محیط پھر عالمگیریہ میں ہے :

اذا ارتاب القاضی فی امر الشھود فرق بینھم ولایسعہ غیر ذٰلک[1] قاضی کو گواہوں کے متعلق شک ہو تو جدا جدا کرکے شہادت لے، اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں (ت)

درمختار میں ہے :

(ورجل وامرأتان) ولایفرق بینھما لقولہ تعالٰی فتذکر احدٰھما الاخرٰی[2] ایک مرد اور دو عورتیں ہوں تو عورتوں کو جدا جدا نہ کرے کیونکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا وہ دونوں ایکدوسری کو یاد دلائیں (ت)

رہے وکلاء کے سوالات جرح جس کا حاصل چار طرف سے گھیر کر گھبرا لینا اور سچے کو خواہی نخواہی جھوٹا بنا چھوڑنا ہے یہ سخت بدعت شنیعہ مردودہ ہے اس سے احتراز فرض ہے کہ ہمیں اکرام شہود کا حکم ہے اور یہ خاص اہانت، خطیب و ابن عساکر اور مالک نے اپنے جزء میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

www.alahazratnetwork.org

اکرموا الشھود فان اللہ یستخرج بھم الحقوق ویدفع بھم الظلم[3] واللہ تعالٰی اعلم۔ گواہوں کا احترام کرو کیونکہ ان کے ذریعے اللہ تعالٰی بندوں کے حقوق ظاہر فرماتا ہے اور ظلم کو دفع فرماتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶۳ از رامپور راج دوارہ مرسلہ عبدالرحمٰن خاں ۱۸ ذی القعدہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید و عمرو نے دعوٰی حصہ موروثی مکانات کا باستثنائے بعض عملہ مکانات کے دائر کیا اور گواہان نے بلا استثنائے عملہ کے مکانات بحیثیت موجودہ کو مملوکہ مورث قرار دیا پس یہ شہادت شہادت علی الزیادۃ ہے یا نہیں۔ دوم یہ کہ جب مدعی نے استثناء کیا اور لکھ دیا کہ فلاں عملہ فلاں کا ہے پس اس کا دعوٰی مدعی کرسکتا ہے یا نہیں۔ سوم یہ کہ شہادت شاہد کی جب بعض مدعابہا میں مردود عندالقاضی قرار پائے تو باقی میں قابل قبول ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۴۴۵

[2] درمختار کتاب الشہادات مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۱

[3] تاریخ بغداد ترجمہ ۳۱۷۷ ابراہیم بن عبدالصمد دار الکتاب العربی بیروت ۶/ ۱۳۹
تہذیب تاریخ ابن عساکر ترجمہ احمد بن محمد الکلبی دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۵۳

الجواب

اظہارِ سائل وملاحظہ فیصلہ متعلقہ مقدمہ سے واضح ہوا کہ مدعیان نے حصۂ مکان مدعا بہا بذریعہ وراثت سے بعض علما اس لئے استثناء کیا کہ وہ خود بنا کردہ مدعیان ہے اور بعض اس لئے کہ بعض مدعا علیہم نے بعد موت مورث بنوایا ہے اور اس کے ایک قطعہ سے ۲۲ گز زمین کو بھی استثناء کیا اس لئے کہ وہ خاص احد المدعیین ہے باقی بعد الاستثناء ملک مورثان قرار دے کر اس میں سے اپنے سہام کا دعوٰی کیا شہود نے جملۃً بلا استثناء مجموع مکان ملکِ مورثان ہونے کی شہادت دی یہ شہادت ضرور شہادت علی الزیادۃ ہے اور اصلاً قابلِ قبول نہیں، مدعیان بعض علمیں اپنا حق نہیں بتاتے کہ وہ معمول مدعا علیہم ہے اور شہود بلا استثناء جمیع اجزائے مکان میں ان کا حق ثابت کرتے ہیں شہادۃ علی الزیادہ ہمیشہ مردود ہوتی ہے مگر جبکہ مدعی اپنے دعوٰی اور شہود کے بیان میں توفیق وتطبیق کردے مثلاً مدعی نے مکان سے ایک کوٹھری کا استثناء کیا تھا شہود نے بلا استثناء شہادت دی مدعی نے تطبیق کی کہ وہ کوٹھری بھی پہلے میری ہی تھی شاہدوں کو اسی وقت کا حال معلوم تھا بعد کو میں نے وہ کوٹھری بیچ ڈالی لہذا دعوٰی سے استثناء کردیا، یہاں بھی اگرچہ توفیق ممکن تھی کہ بعد موت مورث وہ مکان گر گیا اور بعض مدعا علیہم نے اپنے روپے سے تعمیر کیا مگر استحساناً امکان توفیق کافی نہیں بالفعل توفیق کردینا ضرور ہے اور وہ مدعیوں سے واقع نہ ہوا لہذا شہادت ناقابلِ قبول رہی بلکہ یہاں اگر صرف زبانی دعوٰی توفیق بھی کافی نہ ہوتا اس پر گواہ دینے ضرور تھے کہ یہ توفیق ایسے امر سے نہ تھی جو صرف ان کی زبان سے ادا ہوسکتا لہذا جب شہادت شرعیہ سے توفیق کا ثبوت نہ دیتے مقبول نہ ہوتی اور وہ اصلاً نہ ہوا تو شہادت مذکورہ ضرور مردودہ ہے، درمختار میں ہے:

الشہادۃ باکثر من المدعی باطلۃ بخلاف الاقل للاتفاق فیہ[1]

دعوٰی سے زائد شہادت باطل ہے جبکہ بالاتفاق دعوٰی سے کم ہو جائز ہے۔ (ت)

فتح القدیر وبحرالرائق میں ہے:

المراد بالموافقۃ المطابقۃ او کون المشہود بہ اقل من المدعی بہ بخلاف ما اذا کان اکثر[2]

موافق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ شہادت مطابق ہو یا مدعٰی سے کم ہو بخلاف جبکہ زائد ہو۔ (ت)

انھیں میں ہے:

من المخالفۃ المانعۃ ما اذا شہدت باکثر، ومن فروعہا دار فی

قبولیت کے لئے مانع وہ مخالفت ہے جو کہ شہادت دعوٰی سے زائد ہو، اور اس کی تفریعات میں ایک

---

[1] درمختار باب الاختلاف فی الشہادۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۸

[2] بحرالرائق بحوالہ فتح القدیر " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۱۰۳

يد رجلين اقتسماها وغاب احدهما فادعى رجل على الحاضران له نصف هذه الدار شاعا فشهدوا ان له النصف الذى فى يد الحاضر فهى باطلة لانها باكثر من المدعى به ولو ادعى دارا واستثنى طريق الدخول وحقوقها ومرافقها فشهدوا انها له ولم يستثنوا شيئا لاتقبل وكذا لو استثنى بيتا ولم يستثنوه الا اذا وفق فقال كنت بعت ذلك البيت منها فتقبل[1]

یہ ہے کہ ایک مکان دو حضرات کے قبضہ میں ہے دونوں نے تقسیم کیا اور ایک غائب تھا تو اس نے موجود حاضر فریق پر دعوی کردیا میرا اس مکان میں غیر منقسم حصہ ہے تو گواہوں نے شہادت دیتے ہوئے کہ اس کا نصف وہ ہے جو حاضر موجود کے قبضہ میں ہے تو یہ شہادت باطل ہے کیونکہ یہ مدعٰی سے زائد ہے (یوں ہی) دعوی مکان ہو اور اس دعوٰی میں داخلہ کے راستہ اور دیگر حقوق و سہولیات کا استثناء کیا تو گواہوں نے مکان کی شہادت اس کے حق میں دیتے ہوئے راستہ حقوق اور سہولیات کا استثناء نہ کیا، شہادت مقبول نہ ہوگی اور یونہی مدعی نے حویلی میں سے ایک کمرہ کا استثناء کیا اور گواہوں نے نہ کیا مگر مدعی ان کی موافقت میں کہہ دے کہ وہ کمرہ میں نے فروخت کردیا تھا تو قبول ہوگی۔ (ت)

نیز بحر میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

والحاصل انهم اذا شهدوا باقل مما ادعى تقبل بلا توفيق وان كان باكثر لم تقبل الا اذا وفق، فلو ادعى الفا فشهدا بالف وخمسمائة فقال المدعى كان لى عليه الف وخمسمائة الا انى ابرأته من خمس مائة او قال استوفيت منه خمس مائة ولم يعلم به الشهود تقبل وكذا فى الالف والالفين و لايحتاج الى اثبات التوفيق

حاصل یہ کہ جب گواہوں نے دعوٰی سے کم چیز کی شہادت دی تو قبول ہوگی اور موافقت بنانے کی ضرورت نہ ہوگی اور اگر زیادہ کی شہادت ہو تو پھر موافقت بنائے بغیر قبول نہ ہوگی مثلاً مدعی نے ہزار کا دعوٰی کیا گواہوں نے ڈیڑھ ہزار کی شہادت دی مدعی کہہ دے میرا قرضہ اس پر ڈیڑھ ہزار تھا لیکن میں نے اس کو پانچسو معاف کردئے یا میں نے پانچ صد پہلے وصول کرلئے ہیں یہ گواہوں کو معلوم نہیں ہوا، تو اب شہادت مقبول ہوگی، ہزار اور دو ہزار میں بھی ایسے ہوگا، موافق بنانے میں گواہی کی

---

[1] بحرالرائق بحوالہ فتح القدیر باب الاختلاف فی الشہادۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/۱۰۳

بالبينة لان الشئ انما يحتاج الى اثباته بالبينة اذا كان سببا لايتم بدونه ولا ينفرد باثباته كما اذا ادعى الملك بالشراء فشهد الشهود بالهبة فانه ثمة يحتاج الى اثباته بالبينة، اما الابراء فيتم به وحده ولو اقر بالاستيفاء يصح اقراره ولا يحتاج الى اثباته لكن لابد من دعوى التوفيق هنا استحسانا والقياس ان التوفيق اذا كان ممكنا يحمل عليه وان لم يدع التوفيق تصحيحا للشهادة وصيانة لكلامه وجه الاستحسان ان المخالفة بين الدعوى والشهادة ثابتة صورة فاذا كان التوفيق مرادا تزول المخالفة وان لم يكن مرادا لاتزول بالشك فاذا ادعى التوفيق ثبت التوفيق وزالت المخالفة و ذكر الشيخ الامام المعروف بخواهر زاده ان محمدا شرط فی بعض المواضع دعوی التوفيق ولم يشترط فی البعض وذلك محمول على ما اذا ادعى التوفيق اوذلك جواب القياس فلابد من دعوى التوفيق[1]

ضرورت نہیں کیونکہ کسی چیز کو گواہی سے ثابت کرنے کی ضرورت تب ہوتی ہے کہ وہ ایسا سبب ہو جس کے بغیر چیز تام نہ ہو اور وہ اکیلے ثابت نہ ہوسکے جیسا کہ مدعی نے خریداری کے ذریعے ملک کا دعوٰی کیا اور گواہوں نے ہبہ کے ذریعے ملک ثابت کی تو ایسی صورت میں اس کے اثبات کے لئے گواہی کی ضرورت ہے لیکن بری کرنا ایسی چیز ہے جو اکیلے بغیر سبب تام ہوجاتی ہے اور اگر وصولی کا اقرار کرتا ہے تو اقرار صحیح ہے اس کے اثبات کی ضرورت نہیں ہے تاہم اس کے ساتھ موافقت کا دعوٰی بطور استحسان ضروری ہے جبکہ قیاس میں یہی ہے کہ اگر توفیق ممکن ہو تو اس پر محمول کریں گے اگرچہ توفیق کا دعوٰی نہ بھی ہو تاکہ شہادت صحیح ہوسکے اور کلام غلط نہ ہوسکے استحسان کی وجہ یہ ہے کہ دعوٰی اور شہادت میں صورۃً مخالفت ثابت ہے تو اگر توفیق مراد بنے تو مخالفت زائل ہوگی، اور اگر وہ مراد نہ ہو تو مخالفت زائل نہ ہوگی، مراد ہونے نہ ہونے میں شک کی وجہ سے مخالفت ختم نہ ہوگی تو جب موافقت کا دعوٰی ہوگا تو مخالفت ختم ہوجائے گی اور توفیق ثابت ہوجائے گی اور شیخ امام المعروف خواہرزادہ نے ذکر فرمایا ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے بعض جگہ پر موافقت کے دعوٰی کو بیان فرمایا ہے اور بعض جگہ اس کو بیان نہیں کیا اور اس کو دعوٰی موافقت پر محمول کیا جائے گا یا اس کو قیاس کا جواب قرار دیا جائیگا لہٰذا دعوٰی موافقت ضروری ہے۔ (ت)

---

[1] بحر الرائق   باب الاختلاف الشہادۃ   ایچ ایم سعید کمپنی کراچی   ۷/ ۱۰۴

مدعی جب ایک چیز کا دوسرے کے لئے اقرار کرچکا اب اپنے لئے دعوٰی نہیں کرسکتا لاجل التناقض (تناقض کی وجہ سے۔ت) شہادت جب بعض میں مردود ہو کل میں مردود ہے مگر آٹھ مسائل مذکورہ شروح اشباہ میں اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ت) ان کا محصل یہ کہ شہادت کو اگر دو چیزوں سے تعلق ہے ایک میں وہ نصاب کامل ہے دوسرے میں نہیں یا ایک میں تہمت سے دوری ہے دوسرے میں نہیں یا ایک پر شاہدوں کو ولایت شہادت ہے دوسرے پر نہیں توجہاں نصاب کامل ولایت حاصل تہمت زائل ہے اتنے میں مقبول ہوگی دوسرے میں مردود۔ درمختار میں ہے:

الشھادۃ اذا بطلت فی البعض بطلت فی الکل الافی عبد بین مسلم ونصرانی فشھد نصرانیان علیھما بالعتق قبلت فی حق النصرانی فقط اشباہ[1] قلت وزاد محشیھا خمسۃ اخری معزیۃ للبزازیۃ اھ وراجع للسبع البواقی ردالمحتار وما علقناعلیہ، واللہ تعالٰی اعلم۔

جب بعض چیز میں شہادت باطل ہو تو کل چیز میں باطل ہوجائے گی مگر ایک صورت میں کہ غلام مسلمان اور نصرانی کا مشترکہ ہو تو دو نصرانیوں نے گواہی دی کہ انہوں نے غلام آزاد کردیا ہے تو ان کی شہادت فقط نصرانی کے متعلق قبول ہوگی، اور اس کے محشی نے پانچ صورتوں کا اس پر اضافہ کیا ہے جن کو انھوں نے بزازیہ کی طرف منسوب کیا ہے اھ، اور باقی صورتوں کے لئے ردالمحتار اور اس پر ہمارے حاشیہ کی طرف رجوع کرو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۶۳: از رامپور مرسلہ نظام علی خاں ۱۹ ذی القعدہ ۱۳۱۹ھ

فردوس بیگم مدعیہ کا دعوٰی ہے کہ مکان محدودہ مندرجہ عرضی دعوٰی سعیدی بیگم نے بدست مدعیہ عوضی ۱۱۰۰ کے بتاریخ یکم فروری ۱۹۰۰ء بیع قطعی کیا مدعیہ نے برقبول بیع ۵۰ بیعانہ کے مدعا علیہا مذکور کو دئے اور باقی روپے کا دینا یکم مارچ ۱۹۰۰ء کو وقت تصدیق وتکمیل بیعنامہ ٹھہرا بعدہ ۵۰ مدعی علیہانے بعد کو مدعیہ سے لے کر مطالبہ سرکاری میں ۲۰ فروری ۱۹۰۰ء کو داخل عدالت کئے، مدعی علیہا نے حسب وعدہ تکمیل بیعنامہ نہیں کرایا اور بایزادی قیمت مکان مذکور بدست عباسی بیگم وغلام محمد خاں فروخت کرڈالا بدیں بنا دعوٰی ۱۰۰۰ بقیہ زرثمن تکمیل وتصدیق بیعنامہ مدعا علیہا سے کرادی جائے اور دخل مدعیہ کا مکان متنازعہ پر کرادیا جائے سعیدی بیگم مدعا علیہا کو بیع کرنے مکان اور لینے ۵۰ بیعنامہ اور ۵۰

---

[1] درمختار باب القبول وعدمہ مطبع مجتبائی دہلی ۹۸/۲

مندرجہ دعویٰ سے قطعی انکار ہے منجانب مدعیہ جو گواہ ثبوت دعویٰ میں گزرے ہیں ان میں سے نظام علی خاں گواہ نے بیان کیا کہ عرصہ تخمیناً ڈیڑھ سال کا ہوا بوقت چار گھڑی دن رہے سعیدی بیگم زوجہ عبدالرشید خاں مدعا علیہا نے مکان متنازعہ کہ متصل مکان مظہر کے ہے بدست فردوس بیگم مدعیہ [illegible] ر کو بیع کیا مدعا علیہا نے کہا میں نے [illegible] ر کو فردوس بیگم کے ہاتھ مکان بیچا اور مدعیہ نے کہا کہ میں نے قبول کیا اسی وقت [illegible] ر بیعانہ کے بذریعہ مجبور سے میاں مدعیہ نے مدعا علیہا کو دے اور باقی روپے کے نسبت وقت رجسٹری دستاویز بمدت یک ماہ دینا قرار پایا تھا یہ واقعہ پہلی تاریخ انگریزی مہینے کے ہوا تھا اس کے کوئی ۲۵ دن کے بعد مدعا علیہا مذکور نے اپنے ماموں مسمی ابراہیم خاں کو بمکان مظہر بھیجا مدعیہ اس وقت میرے مکان پر مہمان تھی ابراہیم خاں نے مدعیہ سے میری معرفت کہلا بھیجا کہ سعیدی بیگم نے تم کو بلایا ہے چلو اور [illegible] ۲ ر بھی لے چلو کہ وہ عدالت میں بابت کورس داخل کریگی چار پانچ دن میں بیعنامہ تصدیق ہوگا تو یہ [illegible] ۲ ر صر بیعانہ زرثمن میں محسوب ہونگے چنانچہ فردوس بیگم گئی اور [illegible] ۲ ر لے گئی تھی مجھ کو اپنے بھانجے احمد نبی عرف پیارے کے ہمراہ لے گئی تھیں چنانچہ بمواجہہ پیارے مدعیہ نے وہ [illegible] ۲ ر حسب الطلب سعیدی بیگم کو دے دیئے اور مدعا علیہا نے داخل عدالت کر دیئے نشان دہی مکان متنازعہ کی کردوں گا، مولوی ارشد علی گواہ عرف مجبورے میاں کا بیان ہے کہ مجھے تخمیناً یاد ہے کہ عرصہ تخمیناً ڈیڑھ سال کا ہوا ہے کہ صبح کے وقت نظام علی خاں میرے پاس آئے تھے کہ فردوسی بیگم کی طرف سے یا ہاجرہ فردوسی بیگم دونوں کی طرف سے اس قدر بھول گیا ہوں بیعنامہ مکان کا دینا چاہتا ہوں مظہر کو اول سے علم تھا کہ مکان کی یعنی مکان متنازعہ کی بیع ہوتی ہے چنانچہ بمکان سعیدی بیگم مظہر نظام علی خاں علی احمد خاں گئے عورتیں اندر مکان کوٹھے میں ہو گئیں ہم جا کر چارپائیوں پر بیٹھ گئے مظہر نے آواز دے کر کہا کہ نظام علی خاں فردوسی بیگم کی طرف سے بیعانہ دیا چاہتے ہیں چونکہ سعیدی بیگم اندر کوٹھے کے تھیں اور سعیدی بیگم کی بہن اور ماں بھی تھیں اس وجہ سے میں نے اپنے ذہن میں سعیدی بیگم سے مخاطب ہو کر کہا کہ مکان بیچتی ہو اندر سے آواز آئی بیچتی ہوں یہ نہیں یاد کہ کس نے جواب دیا، میں نے اندر ہاتھ بڑھا کر صر دے دیئے، نہیں معلوم کس نے اپنے ہاتھ میں بیعانہ لیا اور عورات اندر تھیں مگر مجھے معلوم نہیں کون تھیں، علی احمد خاں جس کی موجودگی وقت ایجاب و قبول نظام علی خاں گواہ نے بیان کی ہے وہ اپنے بیان میں نسبت ایجاب و قبول یا بیع مکان متنازعہ کچھ بیان نہیں کرتا، احمد نبی خاں گواہ مدعیہ لکھتا ہے کہ عرصہ ڈیڑھ سال کا ہوا کہ سعیدی بیگم زوجہ عبدالرشید خاں نے مکان متنازعہ بدست فردوس بیگم مدعیہ بقیمت [illegible] ر بیچا تھا اور مدعا علیہا مذکور نے کہا تھا کہ میں نے اپنا مکان [illegible] ر کو فردوس بیگم کے ہاتھ بیچا اور مدعیہ نے کہا کہ میں نے قبول کیا اور پانچ روپے بیعانہ کے

بھورے میاں کے ہاتھ سے سعیدی بیگم کو مدعیہ نے دیئے تھے اور جس وقت علی احمد خاں و بھورے میاں آئے تھے تو سعیدی بیگم دالان میں بیٹھی رہی تھیں اور مدعیہ کوٹھری میں ہو گئی تھیں بھورے میاں کے سامنے گفتگو بیع و شرا کی ہو کر صد روپیہ بیعانہ کے دیئے گئے اور دوسری مرتبہ گفتگو بیع و شراء ہوئی تھی مدعیہ نے کہا تھا کہ بھورے میاں کے ہاتھ میں بیعانہ دلوادوں گی اور گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ سوال علمائے دین و مفتیانِ شرع متین سے یہ ہے کہ بیانات گواہان مندرجۂ بالا سے بموجودگی اپنے وقت بیع و شراء کے درمیان متعاقدین ظاہر کرتے ہیں آیا بیع و شرا مکان متنازعہ کی باہم متعاقدین شرعاً واقع ہو گئی کہ قابلِ نفاذ ہے یا نہیں ہوئی، موافق مسائل شرعی کے حسبۃً للہ جواب عنایت فرمائیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں نظام علی خاں و احمد نبی خاں عرف پیارے خاں گواہان مدعیہ کا بیان ذکر ایجاب و قبول متعاقدین پر بھی شامل ہے اور سعیدی بیگم کے اقرار بالبیع پر بھی ان دونوں سے جو بات ہوئی شہادت میں لئے جانے کے لئے کافی ہے بیعانہ وغیرہ امر فضول ہے جسے بیع سے کچھ تعلق نہیں بھورے میاں گواہ مدعا علیہا کا بیان محض مختل مہمل ہے، دونوں گواہان مدعیہ اگر جامع شرائط شہادت ہیں ان کا بیان حاکم مجوز کے سامنے حسبِ شرائط ہو گیا ہے تو بیع بنام فردوس بیگم ضرور ثابت ہے، باقی روداد مقدمہ مذکورہ سوال بھی مدعیہ کی مؤید ہے، میری رائے میں بصورت مذکورہ فیصلہ بحق مدعیہ ہونا لازم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ٦٥ از رام پور بازار نصر اللہ خاں مرسلہ فدا علی خاں صاحب ١٣ ذی القعدہ ١٣٢١ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے مکان کے کوچہ غیر نافذہ میں دروازہ جدید دوسرا عمرو کے حق مرور کی طرف منجانب اسفل جس طرف زید کے واسطے شرعاً حق مرور نہ تھا برآمد کیا ہے اور عمرو اس فتح باب کا مانع ہے پس وہ احداث شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور عمرو کو منع کرنا پہنچتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں قول معتمد و ظاہر الروایۃ مفتی بہا و اجب العمل یہی ہے کہ زید کو اس دروازہ جدید کا احداث جائز نہیں عمرو کو حق منع حاصل ہے،

فی رد المحتار لو اراد فتح باب اسفل من بابه والسکة غیر نافذة

رد المحتار میں ہے اگر کوئی شخص بند گلی میں اپنے دروازہ سے نچلی جانب دروازہ یا کھڑکی کھولنا چاہے

يمنع منه وقيل لا، وفي كل من القولين اختلاف التصحيح والفتوى قال في الخيرية والمتون على المنع فليكن المعول عليه[1] اھ ورأيتني كتبت على هامشه ما نصه فقد نقل في جامع الفصولين ان له ذلك مطلقا وعليه الفتوى ونقل في الخيرية عن التتارخانية عن العتابية انه ليس له ذلك وعليه الفتوى وهو الذي صححه في الخانية قال في الخيرية ومثله في كثير من كتب المذهب قال وهو ظاهر الرواية كما صرح به في جامع الفصولين فليكن المعول عليه اھ قلت كيف لا وقد نصوا ان الفتوى متى اختلف رجح ظاهر الرواية كما في البحر الرائق وغيرها وصرحوا ان قاضيخان فقيه النفس لا يعدل عن تصحيحه كما في غمز العيون وغيره واطبقوا ان التقديم للمتون لانها الموضوعة لنقل المذهب كما في الدر وغيره فقد ترجح بوجوه[2]، والله سبحٰنه وتعالٰى اعلم۔

تو اس کو منع کیا جائے اور بعض نے کہا منع نہ کیا جائے اور دونوں اقوال میں فتوی اور تصحیح کا اختلاف ہے، خیریہ میں کہا کہ متون منع پر وارد ہیں اور اسی پر ہی اعتماد چاہئے اھ مجھے اسی پر اپنا حاشیہ یاد ہے کہ جس کی عبارت یہ ہے کہ جامع الفصولین میں منقول ہے کہ اس کو مطلقاً یہ اختیار ہے اور اسی پر فتوٰی ہے، اور خیریہ میں تاتارخانیہ سے اور وہاں عتابیہ سے منقول ہے کہ اس کو یہ اختیار نہیں ہے اور اسی پر فتوٰی ہے اور اسی خانیہ میں ترجیح ہے خیریہ میں فرمایا کہ اکثر کتب میں اسی طرح ہے اور کہا یہ ظاہر الروایۃ ہے جیسا کہ جامع الفصولین میں ہے تو اسی پر اعتماد چاہئے، میں کہتا ہوں کیونکر نہ ہو کہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جب فتوٰی میں اختلاف ہو تو ظاہر الروایۃ کو ترجیح ہوتی ہے جیسا کہ بحرالرائق وغیرہ میں ہے، اور یہ بھی انھوں نے تصریح فرمائی ہے کہ چونکہ قاضی خان فقیہ النفس ہیں لہذا اس کی تصحیح سے عدول نہ کیا جائیگا جیسا کہ غمز العیون وغیرہ میں ہے، اور سب کا اتفاق ہے کہ متون کو اولیت ہے کیونکہ وہ مذہب کو بیان کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں جیسا کہ دُر وغیرہ میں ہے تو یہ کئی وجوہ سے ترجیح یافتہ ہے، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب القضاء مسائل شتی داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۶۰
[2] جدالممتار علی ردالمحتار

انصح الحکومۃ فی فصل الخصومۃ

۱۳۲۱ھ

(جھگڑا ختم کرنے کے لئے خالص ترین فیصلہ)

مسئلہ ۶۶

فیصلہ نالش تجویز حکیم عبدالعزیز بیگ پنچ مقبول متخاصمین از روئے اقرار نامہ مورخہ ۵ ذی القعدہ ۱۳۲۰ھ مطابق ۳ فروری ۱۹۰۳ء

سید محمد افضل صاحب ولد سید محمد امیر علی صاحب مختار مرحوم ساکن بریلی متصل جامع مسجد بریلی مدعی سید محمد احسن صاحب ولد سید محمد امیر علی صاحب مختار مرحوم و سید افضال حسین صاحب ولد سید محمد افضل صاحب مذکور ساکنان محلہ مذکورہ مدعا علیہما دعوی توفیر موضع جگت پور پرگنہ و تحصیل و ضلع بریلی محال زردہ معافی واقع جگت پور مذکور محال سبز و سفید و مفروقہ واقعہ جگت پور محال سفید و کنڈسار موضع جگت پور مذکور مع منافع کنڈسار مذکور از اپریل ۱۸۹۸ء لغایت دسمبر ۱۹۰۲ء و بقایائے توفیر مذکور و کنڈسار مذکور ذمہ اسامیان بابت مدت مذکور لغایت مارچ ۱۹۰۳ء بصیغہ قرض دادنی دامود رداس وغیرہ و تقسیم پنج قطعہ مکانات محدودہ ذیل واقع محلہ مذکور و سرمایہ مکان محدودہ ذیل ۱؎ بابت مدت مذکور و اثاث البیت متروکہ پدری،

نمبر ۱	نمبر ۲	نمبر ۳	نمبر ۴	نمبر ۵
مکان مسکونہ شرقی غربی مکان مدعی مکان مدعا علیہ عبدالکریم خاں بدست فریقین جنوبی کوچہ نافذہ شمالی اراضی منسوبہ بنام سید احمد حسین ابن سید نثار الدین حسین	مکان خریدہ محمد حسین وغیرہ بدست والدہ فریقین و اشخاص دیگر و مبیع باقی شرکا بدست فریقین شرقی غربی مکان مدعی مکان مدعا علیہ جنوبی مکان سید اکرام علی ولد سید کرامت علی شمالی اراضی مذکور سید رضا حسین پربھودیال	مکان تین ربع مرہون سید غازی الدین بنام فریقین و یک ربع مبیع سید احمد حسین بنام سید امیر حسن و سید افضال پسران مدعی احمدی بیگم زوجہ مدعا علیہ شرقی غربی مکان پربھودیال مکان مدعا علیہ جنوبی شمالی مکان اراضی سید اکرام علی پربھودیال سید کرامت علی و سید نظام علی	مکان مرہون عبدالکریم خاں نزد محمد احسن مدعا علیہ و پسران مدعی شرقی غربی مکان مدعی شاہراہ جنوبی شمالی کوچہ نافذہ مکان مدعی و مکان منسوبہ بنام مدار طوائف	مکان خریدہ احمد حسین صاحب بنام سید محمد احسن و پسران مدعی شرقی غربی مکان احمد حسین شاہراہ معروف بنام مدار طوائف جنوبی شمالی مکان مدعی مرور این مکان و مکان مدار طوائف مذکور

ہر سہ فریق مذکورین نے بروئے اقرار نامہ مورخہ ۵ ذی القعدہ ۱۳۲۰ھ مطابق ۴ فروری ۱۹۰۳ء کو واسطے تصفیہ نزاعات مسطورہ بالا کے برضائے خود پانچ مجاز و ماذون مقرر کیا مقدمہ بحاضری ہر سہ فریق مذکورین ہمارے سامنے پیش ہوا سید محمد افضل صاحب مدعی مذکور نے سید محمد احسن صاحب مدعا علیہ مسطور پر دعوی کیا کہ موضع جگت پور و معافی و مفروقہ مذکوران اور کھنڈسار موضع جگت پور مع جملہ اسباب بیل وغیرہ و شل کرہا آہنی وغیرہ میرے اور ان سید محمد احسن مدعا علیہ کے شرکت بالمناصفہ میں ہے اوائل ۱۸۹۰ء تک میں اور مدعا علیہ مذکور بشرکت اکجائی کام کرتے رہے اپریل ۱۸۹۰ء سے میں پیلی بھیت چلا گیا جب سے مجھے توفیرات مذکورہ و منافع کھنڈسار مذکور نہ ملی بقسمت حساب مجھے ان سید محمد احسن مدعا علیہ سے دلائی جائے اور جو بقایا ذمہ اسامیان وغیرہ ہے بابت توفیر جگت پور و معافی و مفروضہ و کھنڈسار جگت پور مذکورات ہو اس کے نصف میں مرے استقرار حق کا حکم کیا جائے اثاث البیت متروکہ والد جس کی فہرست پیش کرتا ہوں ان سید محمد احسن کے قبضہ میں ہے نصف اس سے مجھ کو دلایا جائے

مکانات محدودہ بالا میں بذریعہ وراثت پدری ومادری وبیع ورہن میرا اور ان سید محمد احسن کا بالمناصفہ حق ہے
دستاویزوں میں سید افضال حسین وسید امیر حسن مرحوم پسران مدعی واختری بیگم زوجہ محمد احسن مذکور کا نام فرضی ہے 17
سوا مکان ۱ کے کہ اس میں اراضی کا کچھ حصہ خریدکردہ والد ہے اور زیادہ حصہ میری نانی صاحبہ ولایتی بیگم کے والد
میر سید محمد صاحب کا خریدکردہ ہے ان کے تین وارث ہوئے: سید نثار الدین حسین پسر اور ولایتی بیگم و لالہ بیگم
دختران، اس میں سے نانی صاحبہ ولایتی بیگم نے اپنے حصہ کا ہبہ نامہ میری والدہ سردار بیگم کے نام لکھ دیا اور
سید نثار الدین حسن صاحب نے اپنے حصہ کا ہبہ نامہ میرے اور سید محمد احسن کے نام لکھا لالہ بیگم دختران کا جس قدر
حصہ اراضی میں تھا اس کا ہبہ نامہ سید محمد احسن کے نام لکھا گیا اور تعمیر اس کی کل والد صاحب مرحوم نے اپنے روپیہ
سے کی ہے مکانات مذکورہ تقسیم یکجائی کر دی جائیں کہ نزاع نہ رہے کمی بیشی بجائے قسمت روپیہ سے پوری کر دی جائے
مکان ۵ کرایہ پر رہا جس قدر زرکرایہ حاصل ہوا اس کا حساب ان سید محمد احسن سے لے کر میرا نصف ان سید محمد احسن
سے مجھے دلایا جائے، سید محمد احسن صاحب مدعا علیہ مذکور نے بیان کیا کہ کھنڈسار جگت پور تنہا میں نے کی ان
سید محمد افضل کی اس میں کوئی شرکت نہیں مکان ۱ کا ہبہ نامہ میرے نام ہے اس کا تنہا مالک میں ہوں مکان ۲
میں ان سید محمد افضل صاحب کی شرکت تسلیم ہے نیز یہ مکان ۳ میں بقدر اپنے حصہ کے شریک ہیں مکان ۴
وہ میری خرید کئے اور بنائے ہوئے ہیں مگر نام افضال حسین وامیر حسن کا بھی درج ہے تقسیم مکانات یکجائی بروئے معاوضہ
کمی بیشی جس طرح مجوز کی رائے میں مناسب ہو مجھے منظور ہے اثاث البیت متروکہ پدری جو میرے پاس ہے اس کا
نصف ان سید محمد افضل صاحب کو دے دیا جائے اور جو کچھ ان سید محمد افضل صاحب کے پاس ہے اس کا
نصف مجھے دلایا جائے، سید افضال حسین مدعا علیہ مذکور نے بیان کیا کہ مکان ۳ کے سوا کل مکانات متنازعہ
میرے دادا سید اکبر علی صاحب مرحوم نے اپنے روپیہ سے خریدے ہیں اور رہن لئے ہیں اور جس جس کو جتنا دینا
منظور تھا اس کا نام بیعنامہ ورہن نامہ میں درج کرا دیا، مکان ۴ میرے حصہ کے قدر میرا مرحوم نے کر بعد
انتقال سید امیر علی صاحب رہن لیا، مکان ۳ کی نسبت دونوں مدعا علیہما نے بیان کیا کہ یہ مکان سید امیر علی صاحب
نے ہماری خالہ زاد بہن، پھوپھی قادری بیگم بنت سید نجم الدین احمد زوجہ سید وارث علی کو ہبہ کر دیا تھا اس میں
جگت پور کی کھنڈسار ہوتی تھی اور اب بھی مکان خالی کر کے قبضہ نہ دلایا مگر چالیس روپیہ مجھ سید محمد احسن نے قادری بیگم
مذکورہ کو دئے سید محمد احسن صاحب مذکور نے توفیر ومنافع کھنڈسار وکرایہ مکان وبقایان مذکوران کا حساب
مطلوب من ابتدائے یکم نومبر ۱۸۹۹ء لغایت ۳۰ نومبر ۱۹۰۲ء جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اور قرضہ دامودر داس ہم
فریقین پر تمام وکمال بالمناصفہ تھا اور ہے اگرچہ پانچسو روپیہ کا رقعہ بنام دامودر داس تنہا میرے نام سے تحریر ہوا
سید محمد احسن اب اس سے انکار کرکے مجھے نقصان پہنچانا چاہتے ہیں، انصاف بعد تحقیقات اس کا نصف بھی

www.alahazratnetwork.org

7/17

ان سید محمد احسن صاحب پر ڈالا جائے۔

آمدنی [illegible] — خرچ [illegible]

ازکھنڈسار جگت پور	ازتوفیر جگت پور	کرایہ مکان [illegible]	نقصان کھنڈسار ابھی پور زیا	نقصان کھنڈسار پالسو کا لپو
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
بقایا ذمہ اسامیان موضع جگت پور بابت کھنڈسار و دیہ مع مکان وغیرہ	خرید اراضی محمدی جان	مرمت جملہ مکانات سوائے مکان [illegible]		
[illegible]	[illegible]	[illegible]		
قرضہ سابق بموجودگی سید محمد افضل صاحب	عیدین	خیرات و نیاز	خوراک خانہ	
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	

نیز سید محمد احسن صاحب نے بیان کیا کہ مبلغ [illegible] معرفت شیخ تصدق حسین صاحب اور [illegible] معرفت سید فرحت علی صاحب اور تخمیناً دس پندرہ متفرق اس پانچ سال میں میرے پاس سے ان سید محمد افضل صاحب کو پہنچے ہیں جو اسی گوشوارہ خرچ میں کہ پیش کیا گیا ہے مندرج ہیں فقط ہر حساب سید محمد افضل صاحب کو دکھایا گیا انھوں نے [illegible] معرفت شیخ تصدق حسین صاحب اور [illegible] معرفت سید فرحت علی صاحب پانا قبول کیا اور باقی متفرق کو فرمایا مجھ کو یاد نہیں اور گوشوارہ مذکورہ کے رقوم کی نسبت سید محمد احسن صاحب سے حلف چاہا اور وجوہ خرچ میں عذر کیا کہ انصافاً جو اس میں میرے ذمہ ہونا چاہئے میرے یافتی سے مجرا ہو جائے باقی سے میں بری کیا جاؤں ان سید محمد احسن صاحب حسب الطلب جملہ رقوم آمد و خرچ گوشوارہ پر حلف کر لیا سید محمد احسن صاحب و سید افضال حسین صاحب مدعا علیہما مذکورین نے دفع دعویٰ سید محمد افضل صاحب مدعی مذکور میں نسبت مکانات سات دستاویزیں مفصلہ ذیل سنداً پیش کیں:

متعلق مکان [illegible]

ہبہ نامہ از لاڈلی بیگم زوجہ سید برکات علی و سید محمد شاہ ولد میر بادشاہ بنام سید محمد احسن مذکور

مورخہ ۲۸ جون ۱۸۸۰ء

متعلق مکان [illegible]

بیعنامہ اراضی و دروازہ از محمد حسین ولد خیراتی بنام سردار بیگم والدہ فریقین و سید اکرام علی وغیرہ

مورخہ ۱۰ جون ۱۸۶۷ء

بیعنامہ اراضی از سید اکرام علی وغیرہ بنام فریقین

مورخہ ۳۰ جون ۱۸۷۷ء

متعلق مکان [illegible]

رہن نامہ رجسٹری شدہ میعادی ۵۲ سال بطور بیع الوفاء از سید غازی الدین حسین ولد سید نثار الدین حسین بنام فریقین بابت [illegible] ربع مکان مذکور

مورخہ ۲۲ جون ۱۸۸۱ء

بیعنامہ۵ از سید احمد حسن ولد سید نثار الدین حسین
بنام سید امیر حسن و سید افضال حسین
پسران سید محمد افضل مدعی و احمدی بیگم زوجہ
سید محمد احسن مدعا علیہ بابت کل ربع باقی مکان مذکور

مورخہ ۱۰ رجون ۱۸۸۴ء

متعلق مکان عـ۳

رہن نامہ۶ بعوض مبلغ ماعہ از عبد الکریم خاں کنبوہ
نصف مکان بدست سید محمد احسن مذکور
و نصف بدست سید امیر حسن و سید افضال حسین مذکوران

مورخہ ۴ رجون ۱۸۹۴ء

متعلق مکان عـ۵

بیعنامہ۷ اراضی مع خشب و بنا
نصف بنام سید محمد احسن مذکور
نصف بنام سید امیر حسن و سید افضال حسین مذکوران

مورخہ ۱۰ رنومبر ۱۸۸۴ء

یہ سب دستاویزیں سید محمد افضل مدعی کو دکھائی گئیں سید محمد افضل مدعی نے ان کی تصدیق فرمائی مگر دستاویز عـ۵ و عـ۶ و عـ۷ متعلقہ مکان عـ۳ و عـ۴ و عـ۵ میں سید امیر حسین و سید افضال حسین و احمدی بیگم کے نام فرضی بتائے اور کہا کہ ایک ربع مکان عـ۳ و اراضی مکان عـ۵ سید امیر علی صاحب والد فریقین نے خریدکیں اور مکان عـ۵ کی تعمیر بھی انھیں کی دستاویزوں میں اور ناموں کے اندراج سے ان کا مقصود ایک نہیں دونوں بھائیوں کو دینا تھا جسے مختلف صورتوں میں ظاہر کیا کبھی ہم دونوں بھائیوں کے نام درج فرمائے جیسے دستاویز عـ۳ و عـ۴ میں کبھی میری جگہ میرے بیٹوں کے جیسے دستاویز عـ۷ میں و لہذا نصف میں سید محمد احسن کا نام ہوا اور نصف میں میرے دونوں بیٹوں کا کہ حقیقتاً ہم دونوں بھائیوں کو بالمناصفہ کرنا مقصود تھا کبھی میری جگہ میرے بیٹوں اور سید محمد احسن کی جگہ ان کی زوجہ احمدی بیگم کا جیسا دستاویز عـ۵ میں دستاویز عـ۶ بعد انتقال والد صاحب مرحوم تحریر ہوئی اور اسی طریقہ جاریہ پر میری جگہ میرے بیٹوں کے نام لکھے گئے زر رہن خالص میرا اور سید محمد احسن کا تھا امیر حسن اور افضال حسین کا اس میں کچھ نہ تھا اس کی تعمیر میرے اور محمد احسن کے مشترک روپیہ سے ہوئی۔ مکان عـ۱ کی دستاویز ہبہ نامہ کل مکان مذکور سے متعلق نہیں لہذا واہبان نے خود حقوق کا لفظ لکھا ہے اس کے متعلق دو ہبہ نامہ اور ہیں ایک از جانب ولایتی بیگم بنام سردار بیگم والدہ فریقین دوسرا از جانب سید نثار الدین حسین بنام فریقین یہ دونوں کاغذ سید محمد احسن کے پاس ہیں اس مکان کی عمارت بھی والد صاحب مرحوم نے اپنے روپیہ سے بنوائی ہے۔

عـہ اصل میں صاف پڑھا نہ گیا اندازہ سے بنا دیا۔

تنقیحات ذیل قائم

(۱) آیا مکان ۱ میں بذریعہ ترکہ مادری یا تعمیر پدری یا ہبہ نامہ سید نثار الدین حسین بنام فریقین سید محمد افضل صاحب مدعی کا کون حق ہے؟

(۲) آیا مکان ۳ سید امیر علی صاحب مرحوم نے قادری بیگم مذکورہ کو ہبہ کیا اور اگر کیا تو اس کا کیا اثر ہے؟

(۳) آیا مکان ۳ و ۴ و ۵ میں سید افضال حسین ایک فریق مقدمہ کا کوئی حق ہے؟

(۴) ان تینوں مکانوں میں سید محمد افضل صاحب کو حق مرتہنی حاصل ہے، اگر ہے تو کس قدر؟

(۵) آیا کھنڈ سار جگت پور خالص سید محمد احسن صاحب کی ہے سید محمد افضل صاحب کی اس میں شرکت نہیں؟

(۶) مدات خرچ پیش کردہ مدعا علیہما کیا کیا رقم ذمہ سید محمد افضل صاحب ہونا چاہئے؟

(۷) اثاث البیت متروکہ سید امیر علی صاحب مرحوم فریقین کے قبضہ میں کیا کیا ہے اور اس کی تقسیم کیونکر چاہئے؟

www.alahazratnetwork.org

(۸) مکانات کی تقسیم یکجائی کس طرح ہونا مناسب ہے؟

(۹) آیا ضمانت قرضہ واحود رد اس بابت رقعہ محررہ سید محمد افضل تنہا ذمہ سید محمد افضل صاحب ہے اور باقی قرضہ فریقین پر کس قدر ہے؟

(۱۰) بقایا مندرجہ گوشوارہ مذکورہ میں سید محمد افضل صاحب کا حصہ کس قدر ہے؟

تجویز (۱) مکان ۱ کی نسبت سید محمد افضل صاحب مدعی کا دعوٰی قطع نظر اس سے کہ محض غیر معین تھا مدعی مذکور نے کوئی شہادت خواہ کوئی دستاویز اپنے مفید پیش نہ کی سید محمد احسن صاحب مدعا علیہ کو کوئی ہبہ نامہ اس مکان کے کسی جز کا ازجانب ولایتی بیگم بنام سردار بیگم والدۂ فریقین یا ازجانب سید نثار الدین حسین بنام فریقین لکھا جانا تسلیم ہے مدعی مذکور نے صرف اپنے ماموں سید محمد شاہ صاحب خلف سید میر بادشاہ صاحب کے بیان پر (کہ سید محمد احسن صاحب مدعا علیہ کے ماموں اور خسر بھی ہیں) حصر رکھا۔ سید محمد شاہ صاحب مذکور بوجہ امراض معذور ہیں اور اس مکان نمبرا میں اپنی دختر و داماد سید محمد احسن صاحب مدعا علیہ کے پاس رہتے ہیں مجوز نے مکان مذکور میں جا کر ان کا اظہار لیا۔ سید محمد شاہ

عـــہ تحریر ۵ شامل مسل ہے ۱۲

صاحب مذکور نے بیان کیا کہ یہ مکان جس میں اس وقت موجود ہوں میرے نانا میر سید محمد صاحب کا تھا ان کے صرف تین وارث ہوئے: میری والدہ ولایتی بیگم اور خالہ لاڈ بیگم اور ماموں سید نثار الدین حسین، ان ماموں صاحب نے اپنا حصہ یعنی نصف مکان مذکور اپنی دونوں بہنوں میری والدہ وخالہ کو ہبہ بلاتقسیم کردیا ان ماموں صاحب کے بیٹوں سید غازی الدین حسین وسید احمد حسین نے اب تک کوئی تعرض نہ کیا میری تینوں بہنوں سردار بیگم والدہ سید محمد افضل وسید محمد احسن اور برکاتی بیگم وآبادی بیگم نے اپنی والدہ ولایتی بیگم سے پہلے وفات پائی، ولایتی بیگم مذکور کا میں تنہا وارث ہوں، بعد انتقال والدہ میں اور میری خالہ لاڈ بیگم نصف نصف اس تمام مکان کے مالک ہوئے ہم دونوں مالکان مکان مذکور نے یہ مکان تمام وکمال ان سید محمد احسن کو ہبہ کردیا تعمیر کی نسبت کہا میں اس وقت یہاں نہ تھا میری والدہ زندہ تھیں یہ میرے علم میں نہیں کہ میری والدہ کے روپے سے بنا یا سید امیر علی کے روپے سے تعمیر ہوا، ظاہر ہے کہ ان گواہ کے بیان میں کوئی لفظ مفید مدعی نہیں البتہ دستاویز مذکورہ کے تینوں فریق مقدمہ کے مصدقہ ومسلّم ہیں اس میں سے دستاویز ۲ میں مکان ۳ کی حد غربی میں کہ یہی مکان نمبر ایک ہے سردار بیگم زوجہ سید امیر علی کا نام لکھا ہے اور دستاویز ۶ میں مکان ۴ کی حد شرقی میں کہ یہی مکان ۱ ہے مکان محمد احسن مرتہن ومحمد افضل بیگ پر ایک قرینہ ہے جس سے مستفاد ہوتا ہے کہ ۱۸۹۰ء تک یہ مکان ۱ سردار بیگم والدہ فریقین کی طرف منسوب تھا اور ۱۸۹۴ء میں فریقین کی طرف مضاف ہوا مگر قطع نظر اس سے کہ مجرد نسبت واضافت خواہی نخواہی دلیل ملک نہیں اور وہ بھی ایسی کہ مدعی کے ثبوت استحقاق میں بکار آمد ہو خود سید افضل صاحب مدعی نے اپنی نیک نیتی سے صاف اقرار کیا کہ ولایتی بیگم کا سردار بیگم یا سید نثار الدین حسین صاحب کا فریقین کو اپنے اپنے حصص واقعہ مکان مذکور ہبہ کرنا بلاتقسیم تھا اور اب تک کہ سردار بیگم وسید نثار الدین حسین کی وفات ہوچکی مکان بدستور نامقسم ہے غالباً بیان مدعی نسبت ہبہ ناموں مذکورہ صحیح ہے اور انھیں کی بناء پر ۱۸۹۰ء تک مکان ملک سردار بیگم اور ۱۸۹۴ء میں مکان ملک فریقین تصور کیا جاتا ہو لیکن قابلِ قسمت شے میں ہبہ شرعاً ناجائز ہے اور جبکہ تقسیم سے پہلے موہوب لہ یا وارث انتقال کرجائے جیسا کہ بیان ہوا وہ ہبہ محض باطل وکالعدم ہوجاتا ہے عالمگیری جلد ۴ ص ۱۳۱:

لاتصح فی مشاع یقسم[1]   تقسیم سے قبل مشاع چیز کا ہبہ صحیح نہیں۔ (ت)

درمختار صفحہ ۵۱۲:

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الہبہ الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۷۶

المیم موت احد العاقدین بعد التسلیم فلو قبلہ بطل[1]

ہبہ کے فریقین میں سے ایک کی موت قبضہ دینے کے بعد میم سے مراد ہے اگر قبضہ سے پہلے ہو تو ہبہ باطل ہوجائے گا۔ (ت)

تو ان دونوں ہبہ کی نسبت کسی بحث و تفتیش کی حاجت نہیں کہ خود باقرار مدعی ان کا باطل ہونا ثابت ہے اور اگرچہ بعینہٖ یہی وجہ اس مکان میں سید محمد احسن صاحب مدعا علیہ کے حق کو بھی باطل کرے گی کہ جب مکان بالاتفاق موروثی اور ہنوز نامنقسم ہے تو سید نثار الدین حسین صاحب کا اپنا حصہ اپنی بہنوں ولایتی بیگم و لالہ بیگم کو ہبہ کرنا باطل ہوا اور نصف میں ان کے بیٹوں سید غازی الدین حسین و سید احمد حسین کا حق ملک رہا اور اب جو سید محمد شاہ صاحب و لالہ بیگم نے اپنی مشاع و نامنقسم حصے سید محمد احسن صاحب کو بذریعہ ہبہ نامہ نمبر ایک ہبہ کئے یہ ہبہ بھی ناجائز ہوا اور لالہ بیگم کی وفات سے ان کے حصہ کا ہبہ محض باطل ہو کر ان کے بھتیجوں سید غازی الدین حسین و سید احمد حسین کا حق قرار پایا سید محمد شاہ صاحب زندہ ہیں اگر اپنا حصہ کہ ترکہ ولایتی بیگم سے انھیں پہنچا جدا تقسیم کراکر سید محمد احسن صاحب کو قبضہ دے دیں ہبہ صحیح ہوجائیگا ورنہ باطل، مگر ان وجوہ کا نفع ان اشخاص کی طرف راجع ہے جو فریقین مقدمہ نہیں اور اس ہبہ کے بطلان سے مدعی کو کوئی فائدہ نہیں کہ سردار بیگم والدہ مدعی کا اپنی والدہ ولایتی بیگم سے پہلے انتقال کرنا بالاتفاق ولیقین ثابت ہے لہٰذا سید محمد افضل صاحب مدعی مذکور کا دعوٰی اس مکان ۲ پر کسی وجہ سے قابل سماعت نہیں۔

(۲) تنقیح دوم کی نسبت اس قدر کہنا بس ہے کہ یہ ہبہ اگر ثابت بھی ہو تو محض بے معنی ہے سید محمد احسن صاحب مدعا علیہ نے اولاً اپنے بیان میں[2] صاف تسلیم کیا کہ سید محمد افضل صاحب مدعی مکان ۲ میں بقدر اپنے حصہ کے شریک ہیں بعدہٗ اظہار میں مدعا علیہما نے اس تمام مکان کا بنام قادری بیگم ہبہ ہونا ظاہر ہوگیا حسب طلب مدعا علیہما سید محمد افضل صاحب مدعی سے بھی اس ہبہ کی نسبت سوال ہوا انھوں نے اتنا اقرار کیا کہ سید امیر علی صاحب مرحوم نے قادری بیگم سے کہا تھا کہ اگر تم یہاں رہو تو یہ مکان تمھیں دیتا ہوں مگر وہ نہ رہیں ان سب سے قطع نظر کیجئے بالفرض سید امیر علی صاحب مرحوم نے تمام مکان کے تین ربع نامنقسم ہنوز رہن ہیں اور راہن ملک مرتہن نہیں ہوتا کہ اسے ہبہ کردینے کا اختیار ہو ایک ربع باقی اگر ملک سید امیر علی صاحب ہو بھی تو رہن مشاع ہے کہ بعد انتقال سید امیر علی اور کا ہبہ باطل ہوگیا۔

---

[1] درمختار کتاب الہبہ باب الرجوع فی الہبہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۱

[2] تحریر ۲ شامل مسل ۱۲

(۳) تنقیح سوم ایک ظاہر بات تھی دستاویزات عہ و عہ و عہ میں سید افضال حسین کا نام زمرۂ مشتریان و مرتہنان میں موجود ہے دستاویز سب فریقوں کے مصدقہ مسلمہ ہیں سید محمد افضال حسین صاحب یا سید محمد احسن صاحب کا باوجود تسلیم صحت دستاویزات یہ ادعا کہ سید افضال حسین صاحب کا نام فرضی ہے بے ثبوت کافی ہرگز مسموع نہ ہوگا نہ دونوں فریق مذکور نے اس کا کوئی ثبوت پیش کیا مگر سید افضال حسین صاحب نے نیک نیتی سے اپنے اظہاروں میں صاف اقرار کردیا کہ مکان عہ عبدالکریم خاں والا میرے چچا صاحب نے رہن لیا میرا اس میں کچھ روپیہ نہ تھا تو صاف ظاہر ہوا کہ رہن نامہ میں سید افضال کا نام محض فرضی ہے اگر یہ کہئے کہ اصل دائن نے اپنا روپیہ راہن کو قرض دے کر سید افضال حسین کا نام اس غرض سے درج دستاویز کرایا کہ وہ دین ان کا قرار پائے اور ضرور عرف و رواج سے یہی ظاہر ہے بزرگ اپنے روپے سے کوئی عقد کرتے اور اپنے کسی خورد کا نام اسی غرض سے درج دستاویز کراتے ہیں کہ وہ ملک یا حق ان کے لئے قرار پائے مگر شرعاً یہ ارادہ رہن میں محض بے اثر ہے کہ یہ غیر مدیون کو دین کا مالک کرنا ہوگا اور وہ صحیح نہیں۔ درمختار ص ۵۱۵ :

تملیك الدین ممن لیس علیه باطل[1] غیر مدیون کو دین کا مالک بنانا باطل ہے۔ (ت)

نیز سید افضال حسین صاحب نے اپنے اس اظہار میں کہ اپنی طرف سے اصالۃً اور اپنے چچا سید محمد احسن صاحب کی طرف سے بذریعہ مختارنامہ عام بہ صاف اقرار فرمایا کہ مکان عہ کی تمام بیع و رہن حقیقۃً سید امیر علی صاحب مرحوم نے اپنے روپے سے اپنے لئے بیع و رہن لئے اور اپنی طرف سے جس جس کو جس جس قدر کا مالک یا مستحق کرنا چاہا ان کا نام بیعنامہ و رہن نامہ میں درج کرادیا، اور واقعی عادات ناس سے معہود یہی ہے بائع سے گفتگوئے بیع و شراء خود کرتے ہیں ایجاب و قبول میں یہ لفظ نہیں ہوتے کہ بائع کہے کہ میں نے فلاں شے تیرے فلاں فلاں عزیز کے ہاتھ بیچی یہ کہے میں نے اپنے فلاں فلاں عزیزوں کی طرف سے قبول کی بلکہ گفتگو باہم ختم ہوجاتی ہے اس کے بعد دستاویز میں اپنے جس عزیز کا نام چاہتے ہیں لکھوادیتے ہیں یہ بیع حقیقۃً خود انھیں اشخاص عاقدین کے لئے منعقد ہوکر دستاویز میں اندراج نام عزیزاں ان عزیزوں کے نام ہبہ ہوتا ہے، ردالمحتار میں ہے :

عہ تحریر عہ ۱۴ شامل مسل ۱۲

---

[1] درمختار کتاب العلم فصل فی التخارج مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۳۵
کتاب الھبۃ فصل فی مسائل متفرقۃ " " " ۲/ ۱۶۵

الاب اشتری لہا فی صغرھا او بعد ما کبرت وسلم الیہا و ذٰلک فی صحتہ ولاسبیل للورثۃ علیہ ویکون للبنت خاصۃ[1] اھ منح۔

باپ نے اپنی صحت و تندرستی میں بیٹی کے لئے کوئی چیز خرید کر اس کے قبضہ میں دے دی وہ چیز خاص بیٹی کے لئے ہوگی خواہ بالغہ ہو یا نابالغہ ہو دیگر ورثاء کا اس چیز پر کوئی حق نہ ہوگا۔ اھ منح (ت)

عقود الدریہ جلد ۲ ص ۲۸۱:

امرأۃ اشترت لولدھا الصغیر بمالہا علی ان لاترجع بالثمن علی الولد جاز استحسانا و تکون مشتریۃ لنفسہا ثم تصیر ھبۃ منہا للصغیر[2]۔

کسی عورت نے اپنے نابالغ بیٹے کے لئے اپنے مال سے کوئی چیز خریدی اس عہد پر کہ بیٹے سے رقم نہ لوں گی تو استحساناً جائز ہے اور وہ خریداری عورت کی اپنے لئے ہوگی پھر عورت کی طرف سے بیٹے کو ہبہ قرار پائے گی۔ (ت)

اور جب حسب اقرار سید افضال حسین صاحب بیع مکان عہ میں ان کا نام بذریعہ ہبہ ہے اور ہبہ مشاع بعد انتقال واہب باطل ہوجاتا ہے تو ثابت ہوا کہ ہر سہ مکانات مذکور نمبر ۳ و ۴ و ۵ میں سید افضال حسین صاحب کا کوئی حق ملک و رہن اصلاً نہیں۔

www.alahazratnetwork.org

(۴) مکان نمبر ۴ کی نسبت بالاتفاق اظہارات ہر سہ فریق ثابت ہوا کہ اس کی بیع و رہن نامہ سب حقیقۃً بنام سید امیر علی صاحب مرحوم تھی اندراج نام دیگراں اسی قاعدہ معہودہ بزرگان کی بنا پر تھا بالخصوص مدعا علیہ کا بیان کہ یہ تمام و کمال مکان سید امیر علی صاحب مرحوم نے فریقین کے خالہ زاد ہمشیر قادری بیگم کو ہبہ کردیا صراحۃً اس کے متروکہ امیر علی صاحب ہونے کا اقرار ہے۔ جب سید امیر علی نے انتقال فرمایا اور ان کے وارث یہی دو صاحبزادے سید محمد افضل صاحب و سید محمد احسن صاحب ہوئے تو مکان کے متروکہ مورث ہونے کا اقرار نصف مکان بذریعہ وراثت ملک سید محمد افضل صاحب ہونے کا اقرار ہوا لیکن یہ اقرار حق راہن پر کہ نہ حاضر ہے نہ فریق مقدمہ ہے مؤثر نہ ہوگا تو ایک ربع مکان مذکور باقرار

عہ تحریر ۱ و ۱۴ شامل مسل ۱۲

---

[1] ردالمحتار کتاب العاریۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۵۰۶

[2] العقود الدریہ کتاب الوصایا باب الوصی ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۳۳۷

سید محمد احسن متروکہ سید امیر علی صاحب اور تین ربع مرہونہ سید امیر علی صاحب قرار پائیں گے یہ رہن اگرچہ بوجہ مشاع ہونے کے فاسد اور بوجہ دخلی ہونے کے شرعاً حرام ہے مگر تا وصول دین اس پر قبضہ رکھنے کا اختیار ضرور حاصل، اس بارے میں رہن صحیح و فاسد کا حکم ایک ہی ہے۔ درمختار صفحہ ۶۱۶:

لا یصح رھن مشاع مطلقا ثم الصحیح انہ فاسد[1]

غیر منقسم چیز کا رہن مطلقاً صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ وہ رہن فاسد ہوگا۔ (ت)

اسی میں ہے ص ۶۲۸:

کل حکم عرف فی الرھن الصحیح فھو الحکم فی الرھن الفاسد کرھن المشاع (ملخصاً)[2]

جو حکم صحیح رہن کا ہے وہ حکم فاسد رہن، مثلاً غیر منقسم رہن چیز، کا ہے۔ (ت)

اور بعد انتقال مرتہن اس کے ورثہ اس کی جگہ مرتہن ہو جاتے ہیں، درمختار ص ۶۲۳:

لا یبطل الرھن بموت الراھن ولا بموت المرتھن ولا بموتھما ویبقی الرھن رھنا عند الورثۃ[3]

راہن یا مرتہن یا دونوں کی موت سے رہن باطل نہیں ہوتا بلکہ ان کے ورثاء میں رہن باقی رہے گا۔ (ت)

تو اس مکان کے تین ربع کی مرتہنی بنام فریقین اگرچہ حسب اقرار فریقین بطور اسم فرضی تھی مگر بعد انتقال مرتہن اصلی واقعی و حقیقی ہوگئی اور اس میں کسی فریق کو نزاع بھی نہیں ایک ربع باقی کے بیعنامہ میں تین نام مندرج ہوئے سید امیر حسن مرحوم و سید افضال حسین پسران مدعی و احمدی بیگم زوجہ سید محمد احسن صاحب مدعا علیہ، ان میں سید افضال حسین صاحب تو اپنے اقرار مذکور تنقیح سوم کے رُو سے جُدا ہوگئے لیکن ہر سہ فریق کا اتفاق سید امیر حسن و احمدی بیگم پر اثر نہیں ڈال سکتا کہ اقرار حجت قاصرہ ہے اثر صرف مقر کی اپنی ذات تک محدود رہتا ہے ہم صدر تنقیح سوم میں بیان کر آئے کہ دستاویزات مصدقہ مسلمہ ہر سہ فریق میں ان کاموں کا اندراج دفع دعوٰی دیگران کے لئے بس ہے جب تک وہ بینہ سے ان اسماء کا فرضی ہونا ثابت کریں جس کا ثبوت اصلاً فریقین سے کسی نے نہ دیا تو اس ربع میں اقرارات کا اثر صرف ایک ثلث موسوم سید افضال حسین پر پڑے گا، اور وہ باقرار ہر سہ فریق متروکہ سید امیر علی صاحب قرار پا کر سید محمد افضل صاحب و سید محمد احسن صاحب میں نصف نصف ہوا سید امیر حسن مرحوم و احمدی بیگم

---

[1] درمختار کتاب الرہن باب ما یجوز ارتہانہ وما لا یجوز مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۶۸

[2] درمختار کتاب الرہن فصل فی مسائل متفرقہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۷۹

[3] درمختار کتاب الرہن باب التصرف فی الرہن مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۷۷

نہ فریق مقدمہ میں نہ ان کے ابطال حق پر فریقین سے کسی نے کوئی ثبوت دیا لہٰذا اس قدر میں کسی کا دعوٰی مسموع نہیں سید امیر حسن مرحوم کے وارث صرف ان کے والد سید محمد افضل صاحب مدعی ہیں تو اس ربع کا ایک ثلث کہ شرعاً ملک سید امیر حسن مرحوم تھا وراثۃً بلکہ سید محمد افضل صاحب ہوا سید محمد افضل صاحب کو بھی اگرچہ اقرار تھا کہ یہ مکان متروکہ پدری ہے جس کے رُو سے اگرچہ اقرارات ہر سہ فریق حق سید امیر حسن مرحوم پر موثر نہ ہوا مگر جب ثلث بدعوی ارث سید محمد افضل صاحب کو پہنچے سید محمد احسن صاحب ان کے اقرار پر مواخذہ کرکے اس ثلث میں نصف کے مدعی ہوسکتے تھے لیکن سید محمد احسن صاحب بعد اقرار مذکور ہر سہ فریق کے صراحۃً تحریر کرچکے کہ امیر حسن کے حق کی بابت گزارش ہے کہ روپیہ والد صاحب کا تھا اور اس سے بیع و رہن کیا گیا اگر شرعاً اس میں میرا حق ہے تو مجھ کو دعوٰی ہے اور نہیں ہے تو دعوٰی نہیں ہے فقط اور اوپر معلوم ہوتا ہے کہ شرعاً سید امیر حسن مرحوم کے حق میں سید محمد احسن کا کوئی حق نہیں نہ خریداری میں روپیہ والد کا ہونا ملک والد کو مستلزم۔ فتاوٰی خیریہ ص ۲۰۱:

لایلزم من الشراء من مال الاب ان یکون المبیع للاب۔[1]

والد کے مال سے خرید کردہ چیز ضروری نہیں کہ والد کے لئے ہو۔ (ت)

اور لادعوٰی کسی شرط واقعی پر معلق کرنا بلا شرط لادعوٰی ہے، درمختار ص ۴۰۰:

علقه بامر کائن کان اعطیته شریکی[عـه] فقد ابرأتك وقد اعطاہ صح۔[2]

برأت کو معلق کیا کسی امر ماضی محقق پر جیسے طالب کا مدیون سے کہنا کہ اگر تُو نے فلاں چیز میرے شریک کو دی تو میں نے تجھ کو بری الذمہ کیا حالانکہ مدیون وُہ چیز اس کے شریک کو دے چکا تو یہ تعلیق صحیح ہوگی۔ (ت)

ردالمحتار جلد ۴ ص ۳۴۹:

لانه علقه بشرط کائن فتنجز۔[3]

کیونکہ اس نے پائی جانیوالی شرط پر معلق کیا ہے تو فوراً نافذ ہوگیا۔ (ت)

تو سید محمد افضل صاحب کا اقرار حصہ سید امیر حسن مرحوم کے بارے میں سید محمد احسن صاحب کے لادعوے

عـه شریکی کی جگہ اصل میں بیاض ہے۔

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب البیوع دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۱۹

[2] درمختار کتاب البیوع باب مایبطل بالشرط الفاسد الخ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۵۳

[3] ردالمحتار 〃 〃 〃 مکتبہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۲۵

سے رد ہوگیا، اشباہ ص ۲۵۵،

المقرلہ اذا رد الاقرار ثم عاد الی التصدیق فلا شیئ لہ[۱]

مقرلہ نے جب اقرار کو رد کردیا اور بعد میں اقرار کی تصدیق کردی تو بھی محروم رہے گا (ت)

ایضاً صفحہ ۲۵۳،

المقرلہ اذا کذب المقر بطل اقرارہ[۲] الخ۔

مقرلہ نے جب اقرار کرنے والے کو جھوٹا قرار دیا تو اقرار باطل ہوجائے گا الخ (ت)

تو یہ ثلث کہ ملک سید امیر حسن مرحوم تھا خاص ملک سید محمد افضل صاحب ہوا اور نصف اس ثلث اسمی سید افضال حسین صاحب کا ان کی ملک قرار پایا تھا مجموعہ ڈیڑھ ثلث یعنی اس رابع مبیع کا نصف مملوکہ سید محمد افضل صاحب ہوا مکان ۲ کی اگرچہ سید محمد احسن صاحب مدعا علیہ کا اپنے اظہار میں بیان کہ وہ میرا خرید کیا ہوا ہے صریح سہو ہے وہ مکان بیع نہیں رہن ہے مگر سید محمد احسن صاحب مذکور نے اپنے اظہار میں نیک نیتی سے تسلیم فرمالیا کہ اس مکان میں نصف ان کا حصہ عہ۱ ہے جو انھوں نے خواجہ محمد حسن صاحب کے قبضہ میں مع نصف مکان ۳ مستغرق کیا ہے انھوں نے اپنی تحریر میں صراحۃً اقرار کرلیا کہ یہ رہن کنندہ سار مشترک کی آمدنی سے لیا گیا اور تحریر کردیا کہ جب سید محمد افضل صاحب شریک کنندہ سار رہن تو نصف ان کا اور نصف میرا ہے فقط، لاجرم یہ نصف بھی سید محمد افضل صاحب سے ہے، یہی حالت ہے اس کی نسبت اگرچہ بیان و اظہار سید محمد احسن صاحب بہت مختلف واقع ہوئے مگر ہر شخص کا بیان اس قدر کہ اس کی ذات کے لئے نافع ہو بلا دلیل قابل قبول نہیں ہوسکتا اور جس قدر فریق دیگر کے لئے نافع ہے اس کے حق میں حجت ہوجاتا ہے سید محمد احسن صاحب نے اپنے اظہار میں صاف فرمایا ہے کہ نصف مکان ۲ کے ساتھ مکان ۳ پھاٹک والا احمد حسین والا کہ اس کا بھی نصف میرا ہے اسی قرضہ خواجہ عہ۲ صاحب میں مستغرق ہے نیز سید محمد احسن صاحب کے مختار عام سید افضال حسین صاحب نے اپنے اظہار عہ۳ اور اپنے بیان عہ۴ دونوں میں صاف فرمایا ہے کہ مکان ۲ کے سوا کہ

عہ۱ خط کشیدہ عبارت اندازہ سے بنائی گئی ہے۔

عہ۲ تحریر ۳ شامل مسل ۱۲

عہ۳ تحریر ۱۹ شامل مسل ۱۲

عہ۴ تحریر ۱۸ شامل مسل ۱۲

---

[۱] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الاقرار ادارۃ القرآن کراچی ۲/۲۲

[۲] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/۱۹

وہ تو سید امیر علی صاحب مرحوم کے بعد رہن لیا گیا باقی سب مکانات ان کے دادا سید امیر علی صاحب مرحوم نے اپنے روپے سے بیع و رہن لئے ہیں اور اپنی طرف سے جس جس کو جتنا دینا منظور تھا اس اس کا نام بیعنامہ اور رہن نامہ میں درج کرادیا اور سید محمد احسن صاحب نے اپنے اظہار میں فرمایا ہے کہ سید افضال حسین میرا مختار عام ہے اس مقدمہ دائرہ میں جو بیان سید محمد افضال حسین صاحب نے کئے مجھ کو قبول و منظور ہیں اور سید محمد احسن صاحب نے اپنی اخیر تحریر[1] میں خود صاف لکھا کہ یہ بیع و رہن والد صاحب کے روپے سے تھے تو اپنے اگلے بیانوں کو صراحۃً رَد فرمایا بالجملہ باقرار مدعا علیہا ثابت ہوا نیز اس کی تعمیر کی نسبت سید محمد احسن صاحب مجوز سے زبانی فرمادیا گیا تھا کہ کھنڈسار جگت پور کے روپے سے ہوئی اور یہ کہ اس وقت سوا اس کے ہماری کوئی آمدنی نہ تھی بعدہٗ اظہار میں اس عمارت کی نسبت بہت تفصیل بیان فرمائی ہے جس سے اس کی کچھ متفرق ہے مشترک کچھ خاص ان کے ثابت ہوتے ہیں اور تحریر فرمایا ہے پہلے جو میں نے مکان نمبر ۸ کی نسبت تعمیر عملہ کی مجوز صاحب سے عرض کیا تھا کہ کھنڈسار جگت پور کی آمدنی سے کہ وہ میرا سہو تھا صحیح یہ[2] ہے جو میں نے مفصل لکھا مگر کوئی مقر اپنے اقرار سے بدعوی سہو و لغزش پھر نہیں سکتا، اشباہ ص ۲۵۴،

اذا اقر بشیئ ثم ادعی الخطاء لم تقبل[1]۔ جب کسی چیز کا اقرار کرکے پھر خطا کا دعوٰی کرے تو یہ دعوٰی قبول نہ ہوگا۔ (ت)

alahazratnetwork.org

تو میں اس امر میں شک کی کوئی وجہ نہیں پاتا کہ تمام و کمال مکان نمبر ۸ بھی نصف ملک سید محمد افضل صاحب ہے اور اس پر ایک قرینہ واضحہ یہ بھی ہے کہ سید محمد احسن صاحب اپنے اظہار[3] میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ مکان نمبر ۸ تمام و کمال میں نے اور سید محمد افضل نے بالمناصفہ دامودر داس کی دستاویز میں ہزار والی میں مستغرق کیا ہے۔

(۵) سید محمد احسن صاحب نے بکمال نیک نیتی اپنے بیان و اظہار میں جابجا صاف تسلیم کرلیا کہ کھنڈسار جگت پوران کی اور سید محمد افضل صاحب کی مشترک ہے خود ابتدائی بیان جس میں اس کھنڈسار کو تنہا اپنی فرمایا ہے اسی کے آخر میں آمد و خرچ پیش کردہ سید افضال حسین کو صراحۃً لکھ دیا کہ میرا اور سید محمد افضل صاحب کا بشرکت ہے اس آمد میں آمدنی کھنڈسار مذکور شامل ہے بلکہ حساب طلب بھی اس آمدنی کا ہوا تھا

---

[1] تحریر ۲۱ شامل مسل ۱۲

[2] تحریر ۱۹ شامل مسل ۱۲

[3] تحریر ۱۹ شامل مسل ۱۲

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الاقرار ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۲۰

جو فریقین کی مشترک ہے تو اس میں آمدنی کھنڈسار مذکور کا درج فرمانا ہے صراحۃً دلیل شرکت تھا نہ کہ جب بیان شرکت کی تصریح بھی کر دی نہ کہ جب تحریر میں صاف لکھ دیا کہ یہ کھنڈسار میری اور سید محمد افضل صاحب کی شرکت میں ہے، لہٰذا مجموعہ آمدنی تہ سالہ عـہ سے نصف یعنی الـلعہ حق افضل صاحب ہیں۔

(۶) ملت خرچ میں اراضی محمد ولی جان فریقین کا مشترک ہونا اور اس کی قیمت کی مبلغ فریقین کے قرضے بالمناصفہ ہونا فریقین کو تسلیم ہے اور الـلعہ کہ قرضخواہ کو رقم خلاف شرع یعنی سود میں سید محمد احسن صاحب کے ہاتھ سے گئی ان کے حلف کے بعد سید محمد افضل صاحب نے مشترک ہونا قبول کر لئے مرمت مکانات کی للعہ جن کی تفصیل فریقین سے کوئی نہ بتا سکا نہ ان کے معلوم ہونے کا کوئی ذریعہ کہ کس قدر کس مکان کی مرمت میں صرف ہوا مکان عہ کے سوا باقی چاروں مکانوں پر بحصہ مساوی قابل انقسام وہی مکان عہ میں جب کہ سید محمد افضل صاحب کا کوئی حق ثابت نہ ہوا اور سید محمد احسن صاحب اسے تنہا اپنی ملک بتاتے ہیں تو اس رقم کا ایک ربع مبعہ ۲/۲/۳ پائی خاص سید محمد احسن صاحب پر اور باقی ربع کا نصف مبعہ ۳۰/۲/۳ پائی ذمہ سید محمد افضل صاحب ہوا عیدین و خیرات و نیاز و خوراک خانہ وغیرہ سب کی نسبت سید محمد احسن صاحب کو اپنے بیان تحریری عـہ میں اقرار ہے کہ یہ بعد جانے سید محمد افضل صاحب کے خود سید محمد احسن صاحب نے صرف کئے البتہ کنبے داری کے خرچ شادی و غمی کو فریقین نے مشترک تسلیم کیا اس پر ہم مجوز نے سید محمد احسن صاحب سے اس رقم کی فہرست طلب کی مگر سید محمد احسن صاحب مدعا علیہ نے اس رقم کا حصہ ذمہ سید محمد افضل صاحب ڈالنے سے دستبرداری کی اور قبول فرمایا کہ یہ خفیف رقم بھی میرے ہی ذمے رکھی جائے کھنڈسار ابھی پوٹر تو دیا کی نسبت خود محمد احسن صاحب اپنے تحریری عـہ بیان میں اقرار فرماتے ہیں کہ وہ میں نے خود کی تھی محمد افضل کی کوئی شرکت نہیں تھی فقط نیز اپنے اظہار عـہ میں اس کھنڈسار بالی بور کمال پور سب کی نسبت تحریر فرماتے ہیں کہ سید محمد افضل صاحب کے پیلی بھیت جانے کے ایک دو سال بعد میں نے سید محمد افضل صاحب سے کوئی اجازت نہیں لی تھی تو یہاں سے ظاہر ہوا کہ ان میں کسی کھنڈسار میں سید محمد افضل صاحب کی شرکت نہ تھی نہ سید محمد افضل صاحب کو ان میں شرکت تسلیم ہے اور سید محمد احسن صاحب کا لکھنا کہ نہ سید محمد افضل صاحب نے مجھ سے کہا کہ میں ان کھنڈساروں میں شریک نہیں ہوں ان کو علم تھا کہ یہ کھنڈساریں کی گئی ہیں اور کسی کام کی بابت بھی کوئی خاص اجازت نہ لی جاتی تھی ہمیشہ ان کے شریک پیلی بھیت سے آیا کرتے اور یہ بھی آتے وہ سب خرچ اس کھنڈساری آمدنی سے ہوتا تھا فقط کچھ انھیں

عـہ۱ تحریر عـہ۲ شامل مسل ۱۲

عـہ۲ تحریر عـہ۳ شامل مسل ۱۲

عـہ۳ تحریر ۱۹ شامل مسل ۱۲

مفید نہیں سید محمد افضل صاحب نے انھیں شرکت کی نفی نہ کی تو اقرار بھی نہ کیا اور علم ہونا شریک ہونے کو مستلزم نہیں کھنڈساروں کی مخلوط آمدنی جن میں مشترک کھنڈسار جگت پور بھی تھی مہمانداری سے سید محمد افضل صاحب وغیرہ میں خرچ ہونا بھی ان کھنڈساروں میں دلیل شرکت نہیں جو ان کے جانے کے سال دو سال بعد سید محمد احسن صاحب نے بطور خود بے اجازت لئے کیں۔ آخر خود سید محمد احسن صاحب صراحۃً لکھ چکے ہیں کہ ابھی پوڑہ نودیا کی کھنڈساروں میں سید محمد افضل صاحب کی شرکت نہیں اگرچہ دلائل موجب شرکت ہوتے تو ان میں بھی شرکت ثابت ہوتی جس سے خود مدعا علیہ کو انکار ہے تو ثابت ہوا کہ ان سب کھنڈساروں میں نقصانات سید محمد افضل صاحب پر ڈالنے کی کوئی وجہ نہیں پس مدات خرچ میں صرف تین مدیں ذمہ سید محمد افضل صاحب ہوئیں، نصف قیمت اراضی ولی محمد خاں و نصف رقم ناجائز سود کہ قرض خواہ کو گئی وبابت مرمت مکان کُل معہ ع۱ ۱۲؍ ۲ ۵/۶ پائی کل حاصلہ معہ ۲ ۵/۶ پائی کہ نصف آمدنی ان کی باقی الماعہ ۱۰ ۱/۴ پائی سے منہا ہوکر الماللعہ ۲ ۵/۶ پائی رہے لیکن سید محمود حسن صاحب نے دعویٰ کیا کہ مبلغ عہ بمعرفت شیخ تصدق حسین اور عہ معرفت سید فرحت علی اور تخمیناً دس پندرہ روپے متفرق سید محمد افضل صاحب کے پاس پہنچے ہیں جو اسی گوشوارۂ خرچ میں مندرج ہیں پہلی دو رقموں کا سید محمد افضل صاحب نے اقرار کیا تو یہ عہ اور مجرا ہوکر الماللعہ ۲ پائی سید محمد افضل کی باقی ذمہ سید محمد احسن صاحب پر رہے یہ حساب ظاہراً سید افضال حسین صاحب مختار عام سید محمد احسن صاحب بہت جلدی میں تحریر فرمایا ہے رقم خرچ رقم آمدنی کے برابر بمحاصلہ عہ قائم کی اور تتمہ نہ دارد لکھ دیا اور مدات خرچ کی جو تفصیل فرمائی ان کا جوڑ صرف عہ حاصلہ معہ آنا ہے اسی روپے کا فرق ہے اور ایسی ہی سو روپے کی غلطی رقم بقایا میں ہے جس کا خود اقرار تحریر فرمایا ع۲ مگر از انجا کہ ذمہ مدعی ان تین مدوں کے سوا باقی سے بری ہے اس تحقیقات کی کچھ حاجت نہیں کہ یہ اسی لہ رکی غلطی کہاں گئی۔

(۷) اثاث البیت کے دعوی سے فریقین نے دست ع۳ برداری لکھ دی۔

(۸) مکان ۱ میں تو کوئی سید محمد افضل صاحب کا ثابت نہ ہوا اور مکان نمبر ۴ فریقین کے پاس رہن ہے نمبر ۳ کے بھی تین ربع فریقین کے پاس رہن ہیں رہن مملوک مرتہن نہیں ہوتا اس مکان کا ربع اگرچہ مملوک ہے مگر بوجہ اختلاط رہن وہ یکجائی نہ ہو سکے گا تو صرف دو مکان قابل تقسیم یکجائی ہے مکان نمبر ۲ جس کا نصفا نصف ہونا ابتداء سے مسلّم فریقین تھا اور مکان نمبر ۵ کے اب نصفا نصف ثابت ہوا ان دونوں مکانوں کا مفصل تخمینہ

ع۱ تحریر ع۲ شامل مسل ۱۲

ع۲ تحریر ع۱۵ و ع۱۶ شامل مسل ۱۲

ع۳ تحریر ع۲ شامل مسل ۱۲

معتبر راجوں نے بمواجہ سید محمد احسن صاحب کیا مکان ۲ کی قیمت[عہ۱] مالعہ ۱۹ قرار پائی اور مکان ۳ کی[عہ۲]
امالعہ ۴۳۹ یہاں اتفاقاً قرعہ برداری درکار تھی مگر سید محمد احسن صاحب نے کہا کہ مکان نمبر ۵ میرے
والد کو بہت پسند تھا وہ اس میں سوتے تھے یہ مجھے مل جائے اور زیادت کا معاوضہ مجھ سے دلایا جائے
سید محمد افضل صاحب پہلے فرما چکے تھے کہ جو مکان وہ پسند کرلیں لے لیں اور کمی بیشی کا معاوضہ ہو جائے
بعد اس پسند کے بھی سید محمد افضل صاحب نے اسے منظور رکھا لہٰذا مکان ۲ خالص سید محمد افضل صاحب
اور مکان ۳ خالص سید محمد احسن صاحب کا قرار پایا اور بابت کمی حصہ سید محمد افضل صاحب میں آئی
مالعہ ۸ سید محمد احسن صاحب پر سید محمد افضل صاحب کی واجب الادا ہوئی کہ رقم سابق سے مل کر
مجموع اسالعہ ۲ ر ۳ پائی ہوئی۔

(۹) صمار قرض دامودر داس کو سید محمد احسن صاحب نے اپنے بیان تحریری میں بکمال نیک نیتی
صاف تسلیم فرما لیا کہ یہ قرضہ ان پر اور سید محمد افضل صاحب مشترکا ہے، باقی قرضہ کی نسبت تحقیقات
درپیش تھی کہ ۶ مئی ۱۹۰۳ء کو جناب سید محمد احسن صاحب مدعا علیہ نے ایک درخواست بدیں مضمون
پیش کی کہ مبلغ الصاعہ ۹ ۵ پائی جو سید محمد افضل صاحب کی بہی میں ان کے قلم کی تحریر کی ہوئی ان کی
تحویل میں باقی ہیں مجھ کو مجرا دلائی جائیں عریضہ شامل مسل فرمایا جائے، یہ دعویٰ جدید کئی مہینے بعد جناب
سید محمد احسن صاحب کو یاد آیا بیان تحریری مورخہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۶ مارچ ۱۹۰۳ء میں ان
کا کوئی تذکرہ نہیں تھا و لہٰذا اس کی نسبت کوئی تنقیح قائم نہ ہوئی تھی نہ ایسے جدید دعویٰ کا کسی فریق کو اختیار
تھا مگر جناب سید محمد احسن صاحب کے اصرار پر درخواست شامل مسل کی گئی اور سید محمد افضل صاحب
سے جواب طلب ہوا انھوں نے اس رقم کے اپنے پاس رہنے سے صاف انکار کیا سید محمد احسن صاحب
نے شہادتیں پیش کیں جن میں اس رقم کی نسبت سید محمد افضل صاحب کے پاس رہنا کسی شاہد نے اصلاً
بیان نہ کیا بلکہ سید محمد حسین صاحب برادر عم زاد فریقین نے اتنا کہا یہ میں نے نہ سنا کہ محمد افضل اپنے ساتھ
کچھ نہ لے گئے نہ میں نے سنا کہ کچھ روپیہ تحویل میں ہے یا محمد افضل لے گئے ہیں بلکہ یہ سنا کہ پیلی بھیت میں
محمد افضل نے کچھ زیور گرو رکھا کچھ روپیہ مقبول حسین خاں نے دیا، مرزا ہدایت بیگ نے بیان کیا میں نے
کبھی نہ سنا کہ کچھ روپیہ محمد افضل پیلی بھیت لے گئے نہ محمد احسن نے بیان کیا نہ کسی نے یہ تو نا اتفاقی

عہ۱ تحریر ۱۲ شامل مسل ۱۲۔

عہ۲ تحریر ۱۱ شامل مسل ۱۲۔

بیان کیا، باقی گواہوں کے بیان میں اصلاً کچھ تذکرہ نہیں، سید محمد احسن صاحب نے یہ شہادتیں اس غرض سے پیش کیں کہ تمام آمدنی کی تحویل سید محمد افضل صاحب کے پاس ہونا ثابت کریں یہ شہادتیں اس امر کے اثبات میں بھی ناتمام ہیں سید مہدی حسن صاحب و سید ممتاز علی صاحب و مرزا ہدایت بیگ صرف شیرے کی آمدنی سید محمد افضل صاحب کے پاس آنا بیان کرتے ہیں، سید محمد احسن صاحب صاف کہتے ہیں کہ یہ میرے علم میں کچھ نہیں کہ تحویل ان دونوں بھائیوں میں کس کے پاس ہوتی تھی سید محمد افضل صاحب کے بھی دیکھنے سے معلوم ہوا کہ وہ اوپر سے دادنی و یافتنی کی رقمیں جدا جدا لکھتے آئے ہیں اور یافتنی کی مجموع رقوم کو تتمہ قرار دیتے ہیں اگرچہ بعد مجرائی دادنی و تتمہ جو تحویل میں باقی نہیں قرار پاسکتا بارہ سو سے قدرے زائد ایک رقم اختر حسین خاں کی دادنی اور بارہ سو ان سے یافتنی دونوں مدوں میں تھی یہ یافتنی ملا کر رقم تتمہ [illegible] لکھی گئی تھی اس کے بعد کے حساب میں وہ رقم دادنی و یافتنی دونوں میں سے چھوڑ دی ہے اور یوں مالہ [illegible] دادنی اور مالہ [illegible] یافتنی لکھے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ حساب برابر ہے تتمہ کچھ نہیں ایسی رقم و تحویل میں باقی ٹھہرانا سخت عجیب ہے ولہذا آج تک سید محمد احسن صاحب نے اس کا کوئی ذکر نہ فرمایا نہ وہ ان کے خیال میں تھا بلکہ بیان تحریری میں صراحۃً اس کے خلاف تحریر تھا کہ سید محمد افضل صاحب کو شاید بیس پچیس روپے گئے ہوں گے اگر یہ پندرہ سولہ سو کی رقم بھی پیلی بھیت جانے کے وقت ان کے پاس ہی ہوتی تو اتنی بڑی رقم کثیر چھوڑ کر صرف بیس پچیس روپے کے ذکر پر کیوں قناعت فرمائی جاتی، اور وہ بھی لفظ شاید کے ساتھ، پھر اس درخواست کے دو روز بعد یعنی ۸ مئی کو جو تفصیل قرضہ سید محمد احسن صاحب مدعا علیہ نے پیش کی اس میں تو اس نزاع کو یک سر طے فرمادیا اور یہی ان کی نیک نیتی سے متوقع تھا اس کے آخر میں صراحۃً تحریر فرمایا کہ اس کے سوا کوئی مطالبہ سید محمد احسن صاحب وغیرہ کا ذمہ سید محمد افضل صاحب نہیں ہے سوائے [illegible] کے کہ معرفت شیخ تصدق حسین صاحب و سید فرحت علی صاحب کے سید محمد افضل صاحب کو پہنچے ہیں، الحمدللہ کہ حق واضح فرمادیا، اس دعوی کے جواب میں ۱۱ مئی کو سید محمد افضل صاحب نے بھی ایک جدید دعوی [illegible] کا پیش کیا محاسبات میں سید افضال حسین صاحب مختار عام نے یہ رقم نقد آمدنی کھنڈسار کی بتائی تھی کہ آسامیوں سے علاوہ اس کے آئی تھی مگر شرائط پیش کردہ میں اس کا کچھ ذکر نہ تھا سید افضال حسین صاحب نے بعد استفسار بیان کیا کہ یہ رقم ادھر سے آئی ادھر گئی یعنی یافتنی میں آئی دادنی میں گئی لہذا قائم نہ کی گئی اس پر سید محمد افضل صاحب نے استفسار کیا کہ کس دادنی میں گئی انہوں نے خالص اپنے قرضے میں دی یا مشترک میں اس کا جواب ۱۲ مئی کو سید محمد احسن صاحب نے لکھا کہ یہ رقم تحویل میں نہیں رہی بلکہ قرضے میں السطہ بھیر میں گئی صرف میرے ذمے پر تنہا قرضہ کوئی نہ تھا بلکہ مشترک قرضہ متعلق کھنڈسار کے تھا اس میں گئی، شرعاً شریک کا حلفی بیان ایسے امور میں مقبول ہے اگرچہ اصلاً تفصیل نہ بتائے۔

www.alahazratnetwork.org

درمختار صفحہ ۳۴۳ :

سئل قاری الہدایۃ عن طلب محاسبۃ شریکہ فاجاب لا تلزمہ بالتفصیل و مثلہ المضارب والوصی والمتولی، نہر۔[1]

قاری الہدایہ سے سوال ہوا کہ کوئی شخص اپنے شریک سے حساب کا مطالبہ کرے تو جواب دیا کہ ہم تفصیلی حساب لازم نہیں کریں گے۔ اسی طرح مضارب، وصی اور متولی کا معاملہ ہے، نہر۔ (ت)

تو ان سولہ سو (۱۶۰۰) کی طرح یہ دو ہزار بھی ناقابلِ سماعت ہیں، اس جملہ معترضہ کے بعد اصل تنقیح بقیہ قرضہ کی طرف عطف عنان کریں سمہ سا عــہ کہ قرضے کے دکھائے گئے اور سید محمد احسن صاحب نے اپنے بیان تحریری میں فرمایا کہ وہی قرضہ اب تک چلا آتا ہے اس میں سے سمہ صحا قرضہ دستاویز واقعہ دامودر داس تو یقیناً اب تک چلا آتا ہے باقی رقوم کی تفصیل جو سید محمد احسن صاحب نے بابت ۱۳۰۶ فصلی جبکہ سید محمد افضل صاحب پیلی بھیت گئے تھے اور اب بابت شروع ۱۳۱۰ فصلی اپنی بہی سے لکھائی اور وہ شامل مسل ہے، اس کے ملاحظہ سے واضح ہے کہ اس قرضے میں ایک حبہ قرضہ سید فرحت علی صاحب کے کچھ باقی نہیں ۱۳۱۰ھ میں سب رقوم جدید ہیں سید فرحت علی صاحب کے ۱۳۰۶ھ میں الــعہ لکھے تھے اور بابت ۱۳۱۰ میں صمابـ تحریر ہیں سید محمد احسن صاحب نے اپنی اخیر تحریر میں ذکر فرمایا ہے کہ اب یہ لــسـ بھی ادا ہوگئے ان کے فقط صحا باقی ہیں تو دامودر داس کے سمہ صحا اور سید فرحت علی صاحب کے صحا جملہ للعــ نکال کر لــعـ سا عــہ ۹ سید محمد احسن صاحب نے ادا کئے اور یہ قرضہ مشترک تھا تو سید محمد احسن صاحب کا حاصل دعوٰی یہ ہوا کہ اس کا نصف یعنی الــعـہ ۹ کہ سید محمد احسن صاحب نے از جانب سید محمد افضل صاحب ادا کئے ہیں سید محمد افضل صاحب سے ان کو دلائے جائیں قرضہ اگر بابت کھنڈسار مشترک ہوتا تو یہ امر دیکھنا کہ قرضہ مذکور سید محمد احسن صاحب نے کس مال سے ادا کیا اگر آمدنی مشترک کھنڈسار سے ادا ہوا تو کوئی وجہ مطالبہ نہیں کہ مشترک مال سے ادا ہوا اور اب سید محمد احسن صاحب کا وہ بیان مورخہ ۱۲ مئی وارد ہوتا کہ الـعالعـ ۱۲ نقد آمدنی کھنڈسار اور بھوسے تھے جو قرضہ مشترک کے ادا میں گئے مگر سید محمد احسن صاحب اپنے بیان تحریری میں صاف لکھ چکے ہیں کہ یہ قرضہ سابق میں جبکہ خرچ ان کے یعنی سید محمد افضل صاحب کے متعلق تھا ہوا تھا بابت خرچ خانگی کے جو ان کی بہی سے ثابت ہے اور اخیر تحریر مورخہ ۸ جون ۱۹۰۳ء میں لکھا قرضہ سمہ سا عــہ میں سمہ صحا قرضہ دامودر داس کے ہیں اور صما لــعــہ ۹ جو دیگر صاحبان کا متفرق چاہئے یہ بات خرچ خانگی ہے کھنڈسار رنگت پور میں کبھی نقصان نہ ہوا نہ اس کو اس سے کچھ

---

[1] درمختار کتاب الشرکۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷۳

www.alahazratnetwork.org

8/8 تعلق ہے ان دونوں بیانوں سے صاف روشن ہوا کہ اس قرضہ کو عقد شرکت کے مال یعنی کھنڈسار سے کچھ علاقہ نہیں بلکہ خانگی ہیں جو قرضہ دونوں صاحبوں پر تھا وہ سید محمد احسن صاحب نے ادا کیا ہے اب اگر اس کی ادا مال مشترک سے ہوئی (جیسا کہ اس بیان اخیر سے پتا چلتا ہے کہ کھنڈسار کسی وقت محتاج قرضہ نہ ہوئی تھی اور یہیں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس المحال علیہ کا قرضہ کھنڈسار کے ادا میں صرف ہونا غالباً سہو بیان تھا) جب تو ظاہر ہے کہ سید محمد احسن صاحب کو اس قرضہ کی بابت کوئی دعویٰ نہیں پہنچتا اور اگر فرض ہی کر لیا جائے کہ یہ قرض سید محمد احسن صاحب نے خاص اپنے مال سے خواہ کسی سے قرض لے کر ادا کیا تو یہ ایک قرض ہے کہ ایک بھائی پر آتا تھا دوسرے نے بطور خود ادا کر دیا بھائی کے ساتھ حسن سلوک ہوا اور نیک سلوک پر ثواب کی امید ہے مگر معاوضہ ملنے کا استحقاق نہیں کہ کوئی شخص نیک سلوک و احسان کر کے عوض جبراً نہیں مانگ سکتا ولہٰذا کتابوں میں تصریح ہے کہ جو شخص دوسرے کا قرضہ بے اس کے امر کے ادا کر دے وہ اس سے واپس نہ پائے گا۔ عقود الدریہ جلد ۲ ص ۲۰۷؛

المتبرع لا یرجع بما تبرع به علی غیرہ کما لو قضی دین غیرہ بغیر امرہ ۱؎

غیر پر نیکی کرنے والا نیکی میں دی ہوئی چیز واپس نہ پائیگا جیسے غیر کی طرف سے اس کے امر کے بغیر قرض ادا کر دے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اسی طرح جامع الفصولین وغیرہ میں ہے، تو ثابت ہوا کہ سید محمد احسن صاحب کو کوئی مطالبہ بابت قرضہ سید محمد افضل صاحب پر نہیں پہنچتا دستاویز ورقہ کا مطالبہ ہے تو دامودر داس کا ہے اور ان صمار کا نصف ہے تو سید فرحت علی صاحب کا ہے اس میں سید محمد افضل صاحب کو عذر بھی ہے کہ سید فرحت علی صاحب کے پانسو باقی ہیں مجموع اڑھائی سو ہوں گے مگر اس کی تحقیقات کی یہاں ضرورت نہیں یہ دعوی سید محمد احسن صاحب کا نہیں اس میں مدعی ہوں تو سید فرحت علی صاحب ہوں گے جن کو اس مقدمہ سے تعلق نہیں۔

(۱۰) سید محمد احسن صاحب نے بقایا ذمہ آسامیان المحال علیہ لکھی ہے جو پہلے براہ سہو المحال علیہ لکھی گئی اور بعد کو اس کی تصحیح فرمادی ہے اس رقم میں بقایا بابت مکان عبدالکریم خاں والا اور بقایا رس جگت پور ذمہ آسامیان اور بقایا تو فیر ذمہ آسامیان دیہہ شامل ہے اور اس کی اور تفصیل وہی ہے کہ اس میں اس قدر وصولی یعنی متوقع الوصول اور اس قدر غیر وصولی ہے جس کے وصول کی امید

۱؎ العقود الدریۃ کتاب المداینات ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۲۴۸

نہیں اور اپنے رقعہ مورخہ ۲۲؍ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ میں اقرار فرمایا کہ بقایا رسے تخمیناً اللعہ کا رس اور وصول ہوگیا ہے اور اس تخمینہ کو ان کے مختار عام سید افضل حسین صاحب نے بعد بہت محاسبات کے یوں ظاہر فرمایا کہ اللعہ کا رس حقیقتاً وصول ہوا ہے تو اس قدر تو بقایا میں نہ رہا اور اس کا نصف سماللعہ ذمہ سید محمد احسن صاحب یا فتنی سید محمد افضل صاحب اور واجب الادا ہو کر اس وقت یکمشت مجموعی رقم ان کے ذمے اللعہ ۳/ ۲ باقی ہوئی بقایا رقم اللعہ کی نسبت اگرچہ محمد احسن صاحب کی یہ خواہش ہو کہ کمی وصول کا کچھ کم کرکے باقی کی تنصیف کردی جائے خواہ دستاویز میں بانٹ دی جائیں خواہ ایک سے دوسرے کو ان کا معاوضہ دلا کر جملہ بقایا ایک فریق کی کردی جائے کہ اب کھنڈسار میں شرکت رکھنا منظور نہیں اور سید محمد افضل صاحب بھی قطعی شرکت پر راضی نہیں مگر تحصیل بقایا سے اپنے آپ کو معذور محض بتاتے ہیں کہ میں اسامیوں کو جانتا بھی نہیں ہمیشہ کام سید محمد احسن صاحب نے کیا اور اسامیان انھیں کے قبضے میں ہیں مجھے کچھ وصول نہ ہوسکے گا مگر شرعاً دو دائن مدیون کو تقسیم نہیں کرسکتے نہ غیر مدیون سے دین و تبادلہ ممکن لہذا اس بقایا کو خواہ وصول ہو یا غیر وصول بدستور اس کے حال پر چھوڑنا لازم، اور جس فریق کو جس قدر ان میں سے وصول ہوتا جائے اس کا نصف دوسرے کو ادا کرنا واجب البتہ اگر کسی مد میں بقایا اس قدر سے کم ثابت ہو جو سید محمد احسن صاحب نے بیان کی ہے تو ظاہر ہوگا کہ اس قدر اور ان کو وصول ہوگیا تھا لہذا اس کمی کا نصف بھی سید محمد افضل صاحب ادا کرنا ان کے ذمے لازم ہوگا سید محمد احسن صاحب نے بقایا بابت رس ذمہ اسامیان جگت پور اللعہ ہر لکھاتی ہے کہ اللعہ بعد کو وصول ہو کر سماللعہ رہے بعد کو یہ عذر کہ اس میں سہو ہوا ان میں للعہ بابت خرید جائداد نیلام ہیں باقی اس جگت پور کے ہیں قابل رقم نہیں کہ وہ کاغذ جعلی تھا اور یہ رقم خرید نیلام ایک غیر وصولی رقم ہے جسے سید محمد احسن صاحب غیر وصولی نقصان میں ڈال چکے ہیں اور کوئی اقرار کنندہ آئندہ اپنے اقرار میں اپنی مفید غلطی و سہو بتانے کا مجاز نہیں خصوصاً اس حالت میں کہ یہ غلطی انھوں نے تقریباً دو مہینے بعد ظاہر کی جعلی کاغذ ۱۶؍ ذی الحجہ کو پیش کیا تھا اور یہ غلطی ۸؍ صفر کو بتائی ہے مع ہذا خود ان کی بہی کے ملاحظہ سے ظاہر ہوا کہ یہ رقم اس میں بھی سہو ہوتی رہی بعد کو بڑھائی گئی ہے جو اوپر لکھے ہوئے جوڑ سے بڑھتی ہے اور اس کی تحریر بھی صاف جدا قلم و سیاہی سے نظر آتی ہے ۱۳۰۸ف اور ۱۳۰۹ف کا جمع خرچ بھی سید محمد احسن صاحب کے ملاحظہ سے یہ امر ظاہر ہے لہذا کسی طرح یہ استثناء قابل قبول نہیں اسی قطع شرکت کی غرض سے فریقین نے یہ بھی چاہا کہ کھنڈسار جگت پور کے کڑھاؤ (جس میں سید محمد افضل صاحب نے نو بیان کیا تھا اور سید محمد احسن صاحب نے سات تسلیم کئے) قیمت لگا کر ایک فریق کو دلا دیئے جائیں سید محمد احسن صاحب نے ان کی مجموعی قیمت

لعہ تجویز کی اور لکھا کہ سید محمد افضل صاحب اس قدر قیمت میں خود لے لیں یا ہم کو دے دیں۔ سید محمد افضل صاحب نے خود لینا پسند کیا پس حصہ سید محمد احسن صاحب کے صہ للعہ ان کی یافتنی مذکور سے کم ہو کر للعہ ۲ر ۳ پائی ان کے لئے محمد احسن صاحب پر رہے اور کڑھاؤ ساتوں سید محمد افضل صاحب کے ہوئے لہذا حسب ذیل حکم ہوا :

(۱) جملہ مکانات متنازعہ میں سید افضال حسین صاحب کا دعوٰی نہیں۔

(۲) مکان سکونہ نمبر ۱ میں سید محمد افضل صاحب کا کوئی حق نہیں۔

(۳) مکان نمبر ۳ کے تین ربع جمیع سے نصف ملک سید محمد افضل صاحب اور ایک ربع مرہون سے نصف ان کا مرہون ہے۔

(۴) مکان نمبر ۴ عبدالکریم خاں والا بالمناصفہ سید محمد افضل و محمد احسن صاحبان کے مرتہنی میں ہے۔

(۵) مکان نمبر ۵ احمد حسین خاں والا خالص ملک سید محمد احسن صاحب قرار پایا اس میں سید محمد افضل صاحب کا کوئی حق نہ رہا۔

(۶) مکان نمبر ۲ محمد بخش والا خالص ملک سید محمد افضل صاحب قرار پایا اس میں سید محمد احسن صاحب کا کوئی حق نہ رہا۔

www.alahazratnetwork.org

(۷) اثاث البیت میں کسی فریق کا دوسرے پر دعوٰی نہ رہا۔

(۸) بقایا بدیں تفصیل بابت رس ذمہ اسامیان جگت پور سما للعہ ۴ر ۲، بابت توفیر ذمہ اسامیان دیہہ لغایۃ ۱۳۰۹ف مالللعہ، بقایا بابت مان پور و پرساکھیڑا مالعہ ۱۲ر، مطالبہ مرتہنان بابت مکان مرہون عبدالکریم خاں والا ۱ سما للعہ ۱ر مجموع الصالحہ آخر ۱۳۰۹ف تک سید محمد افضل صاحب و سید محمد احسن صاحب کے بالمناصفہ ہیں ان میں جو کچھ جس فریق کو وصول ہوا اس کا نصف دوسرے کو ادا کرے اگر کسی مد میں اس مقدار سے کمی ظاہر ہو تو سید محمد احسن صاحب پر لازم ہوگا کہ اس کمی کا نصف سید محمد افضل صاحب کو ادا کریں۔

(۹) کھنڈسار جگت پور میں شروع ۱۳۰۰ف سے سید محمد افضل صاحب کی شرکت رہی اس کے ساتوں کڑھاؤ سید محمد افضل صاحب کے قرار پائے سید محمد احسن صاحب وہ ساتوں کڑھاؤ سید محمد افضل صاحب کے مکان پر پہنچوادیں، سید محمد افضل صاحب کرایہ و باربرداری ادا کریں گے۔

(۱۰) قرضہ دامودر داس بابت دستاویز ۔۔۔ واقعہ صمارد دونوں فریق سید محمد افضل و سید محمد احسن صاحبان پر نصف نصف ہے اس کی وجہ سے جو کچھ بار یا مطالبہ آئے گا دونوں فریق پر بحصہ مساوی

ہوگا شروع سنہ ۱۳۰۶ھ ف تک جبکہ سید محمد افضل صاحب پیلی بھیت گئے ہیں جو رقم سید فرحت علی صاحب
کی یافتنی ذمہ فریقین تھی اس میں سے بعد ۱۱ آخر سنہ ۱۳۰۹ھ ف تک جو کچھ باقی رہا جو حسب بیان سید محمد احسن
صاحب مجموع عصمار روپے اور حسب بیان سید محمد افضل صاحب مجموع دو سو یا ڈھائی سو مارھے
یہ قرضہ بھی پانسو کی مقدار تک جتنا ثابت ہو سید محمد افضل و سید محمد احسن صاحبان پر نصفا نصف ہے
ان تینوں مدات مذکورہ کے سوا باقی قرضے سے فریقین بری ہیں۔

(۱۱) آخر سنہ ۱۳۰۹ھ ف تک بابت جملہ حساب کتاب فریقین میں ایک کے دوسرے پر یافتنی محسوب و مجرا
ہوکر ایک ہزار سات سو اٹھانوے روپے دو آنے تین پائی اور ایک پائی کے آٹھ حصوں سے تین
حصے سید محمد احسن صاحب پر سید محمد افضل کے یافتنی نکلے یہ سید محمد احسن صاحب رقم مذکور ان
سید محمد افضل صاحب کو ادا کریں سنہ ۱۳۱۰ فصلی کا حساب بابت توفیر دیہہ علیحدہ ہے فقط
۹ ربیع الاول شریف سنہ ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۶ جون سنہ ۱۹۰۳ء

مسئلہ ۶۷ از پیلی بھیت محلہ بھورے خاں مرسلہ امیر حسن خاں صاحب ۲۲ ربیع الاول شریف ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اسلام و شرع متین اہلسنت وجماعت اس مسئلہ میں کہ مسمی حافظ محمد میر خاں
نے منجملہ ۱۰ بسوہ ۱۳ بسوانسی ۶ کچوانسی ۱۳ انوانسی ۷ تنوانسی کے ۵ بسوہ حقیت زمینداری موضع منڈریا
پرگنہ پیلی بھیت و ایک منزل مکان سکونہ واقع پیلی بھیت قیمتی معۃ ؎ اپنی زوجہ مسماۃ اشرف بیگم کو بالعوض
دین مہر تعدادی عہ ؎ روپے کے دے کر داخل خارج کرا کر قبضہ مستقل دے دیا اس کے بعد محمد میر خاں ساڑھے چار
برس زندہ رہے بعد انتقال محمد میر خاں کے جو ۵ بسوہ ۱۳ بسوانسی ۶ کچوانسی ۱۳ انوانسی ۷ تنوانسی و دیگر جائداد
معافیات وغیرہا جو بنام محمد میر خاں کے تھی اس میں سے حق چہارم مسماۃ اشرف بیگم کو ملا اور بقیہ ورثائے محمد میر خاں پر
تقسیم ہوگئی مسماۃ اشرف بیگم کل جائداد مذکورۂ بالا پر ساڑھے انیس برس مالکانہ قابض و دخیل رہی بعد اس کے
جائداد مذکور کو مسماۃ مذکور نے مختلف ایام میں اپنی حیات میں بدست امیر حسن خاں بالعوض مبلغ معۃ ؎ روپے
کے فروخت کرکے داخل خارج وغیرہ اپنی موجودگی میں بنام امیر حسن خاں کرا دیا وقت بیع سے اس وقت تک
امیر حسن خاں مشتری برابر قابض و دخیل ہے تحریر بیعنامہ سے ایک سال تک مسماۃ زندہ رہی اب انتقال مسماۃ کو
عرصہ ڈیڑھ برس کا ہوا جس وقت مسماۃ نے جائداد بیع کی تھی اس وقت وارثان محمد میر خاں عاقل و بالغ تھے اور
اسی محلہ کے ساکن بلکہ قریب مکان مبیعہ کے سکونت رکھتے تھے اور رکھتے ہیں اور جس وقت داخل خارج بنام
امیر حسن خاں مسماۃ نے کرایا تو اس کے اشتہار وغیرہ موضع میں آویزاں کئے گئے اور اسی موضع میں وارثان محمد میر خاں

کی حیثیت علیحدہ تھی اور اب ہے کوئی عذر کسی قسم کا نہیں کیا بعد اس کے امیر حسن خاں نے ۵ بسوانسی منجملہ ۵ بسوہ خرید کردہ اپنے کے ایک مسجد کے نام وقف کر دیں کسی نے کوئی عذر نہیں کیا ان سب کارروائیوں سے وارثان محمد میر خاں بخوبی آگاہ اور واقف تھے اب وارثان محمد میر خاں نے دعوٰی کیا ہے کہ یہ جائداد بالعوض دین مہر کے دی گئی مگر حین حیات یعنی مسماۃ اپنی حیات تک اس کی مالک تھی اور بعد وفات مسماۃ کے جائداد مذکور بالا وارثان محمد میر خاں کو پہنچی، آیا اس حالت میں یہ جائداد ورثائے شوہر مسماۃ کو شرعاً واپس ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مسئولہ میں وہ جائداد ہرگز ورثائے شوہر کو واپس نہیں ہو سکتی، نہ ان کا دعوٰی اصلاً سنا جائے گا کہ وہ صریح حیلہ و فریب ہے اور بعوض دین مہر جو کچھ جائداد دی جائے وہ بیع ہے اور بیع کا مشتری کے حین حیات تک ہونا کیا معنی، یہ محض مہمل و بیہودہ عذر ہے، فتاوٰی خیریہ میں ہے،

قال صاحب المنظومۃ اتفق اساتیذنا علی انہ لاتسمع دعواہ ویجعل سکوتہ رضی للبیع قطعا للتزویر والاطماع والحیل والتلبیس وجعل الحضور وترك المنازعۃ اقرارا بانہ ملك البائع، وقال فی جامع الفتاوی و ذکر فی منیۃ الفقہاء ای غیرہ یبیع عروضا فقبضہا المشتری وھو ساکت وترك منازعتہ فھو اقرار منہ بانہ ملك البائع انتہی[1]۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

صاحبِ منظومہ نے فرمایا ہمارے اساتذہ کا اتفاق ہے کہ اس کا دعوٰی مسموع نہ ہوگا اور اس کے سکوت کو بیع پر رضامندی قرار دیا جائے گا تاکہ جعل سازی اور لالچ، دھوکہ دہی اور حیلے ختم کئے جاسکیں اور اس کی موجودگی اور منازعت نہ کرنا اس بات کا اقرار قرار دیا جائے گا کہ یہ بائع کی ملکیت تھا، اور جامع الفتاوٰی میں فرمایا اور ذخیرۃ الفقہاء میں مذکور ہے کہ ایک شخص دوسرے کو سامان فروخت کرتے ہوئے دیکھ رہا ہو تو مشتری کے قبضہ کرنے پر وہ خاموش رہا اور منازعت نہ کی تو وہ اس بات کا اقرار ہے کہ یہ بائع کی ملکیت ہے اھ۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶۳

۱۳ / جمادی الاولٰی ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و عمرو میں باہم نزاع تھی دونوں نے برضائے خود پنچایت کی پنچوں نے فیصلہ کر دیا مگر انگریزی طور پر اس کا نفاذ نہ ہوا فریقین پھر تنازعہ کرتے رہے دوبارہ پھر پنچایت برضائے فریقین ہوئی نفاذ اس کا بھی قانونی طور پر نہ ہوا تھا لہذا فریقین کو گنجائش انحراف رہی یہاں تک کہ

[1] فتاوٰی خیریۃ کتاب الدعوٰی دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۸۶-۸۷

نوبت کچہری میں نالش کی پہنچی اب پھر سہ بارہ پنچایت قرار پائی اس صورت میں ان پنچوں کو اگلے فیصلوں کی نسبت کیا کرنا چاہئے انھیں بحال رکھیں یا وہ منسوخ ہوگئے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

کسی کو پنچ کرکے جب تک وہ فیصلہ نہ کرے ہر فریق کو اس کی پنچایت سے عدول کا اختیار رہتا ہے مگر جب اس نے حکم کردیا اب وہ فریقین کو لازم ہوگیا اس سے پھرنے کا دونوں میں سے کسی کو اختیار نہیں ہوتا قانونی نفاذ ہونا کچھ ضرور نہیں تو صرف بربنائے انحراف فریقین وہ فیصلے منسوخ نہیں ہوسکتے ان پنچوں کو چاہئے ان فیصلوں کو دیکھیں ان میں جو فیصلہ مطابق شریعت موافق مذہب حنفی ہو، پنچوں پر لازم ہے کہ اسے نافذ کریں بحال رکھیں کہ موافق شرع کا خلاف مخالف شرع ہوگا اور مخالف شرع فیصلہ دینے کا کسی کو اختیار نہیں، اور اگر اگلے دونوں فیصلے خلافِ شرع خلافِ مذہب تھے تو پنچوں پر لازم ہے کہ انھیں باطل کرکے موافقِ شرع فیصلہ کریں،

فی تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار ینقض واحد منھما نقض التحکیم بعد وقوعه (قبل الحکم) فان حکم لزمھما ولا یبطل حکمه بعزلھما لصدوره عن ولایة شرعیة[1] اھ ملتقطا وفی رد المحتار عن بحر الرائق لو رفع حکمه الی حکم اٰخر حکماہ بعد فالثانی کالقاضی یمضیه ان وافق رأیه والا ابطله[2] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

تنویرالابصار، درمختار اور ردالمحتار میں ہے کہ ثالث کے فیصلے سے قبل فریقین میں سے ہر ایک کو ثالثی ختم کرنے کا اختیار ہے اور ثالث نے فیصلہ سنادیا تو دونوں فریقوں پر لازم ہوجائیگا اور اب وہ حکم فریقین کے کالعدم کرنے سے باطل نہ ہوگا کیونکہ وہ فیصلہ شرعی ولایت کی بنیاد پر صادر ہوا ہے اھ ملتقطاً، اور ردالمحتار میں بحرالرائق سے منقول ہے کہ اگر فریقین ثالثی فیصلہ کو بعد میں اپنے بنائے ہوئے کسی دوسرے ثالث کے پاس پیش کریں تو وہ اس فیصلہ کو نافذ کرنے میں قاضی کی طرح ہوگا اگر اس کی رائے کے موافق ہو تو نافذ کرے ورنہ باطل کردے اھ۔ واللہ تعالٰے اعلم (ت)

---

[1] درمختار کتاب القضاء باب التحکیم مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۸۲
ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۴۸

[2] " " " " " " " " ۴/ ۳۴۹-۵۰

مسئلہ ٦٩ ازجالندھر محلہ راستہ دروازہ پھگواڑہ مرسلہ محمد احمد صاحب ٣ جمادی الاولٰی ١٣٢٢ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی آبادی سے سالہا پہلے عمرو کے گھر کا تمام برساتی پانی اور روزمرہ کا پانی چلا آیا ہے جب زید نے اس حویلی کو خریدا اور ازسرنو بنائی تو زید نے اپنے گھر میں سے عمرو کے پانی گزرنے کا حق ثابت کرکے اپنی دیوار میں ایک بدرو رکھ کر اپنے گھر کے صحن میں ایک پختہ نالی بنا کر اس میں اپنا تمام پانی اور عمرو کے گھر کا تمام پانی ڈال کر باہر کو نکال دی جس کو عرصہ ٣٣ سال کا ہوچکا ہے کہ عمرو کے گھر کا ہر ایک قسم کا پانی مثل دستورِ سابقہ زید کے گھر سے گزر کر شارع عام میں جا گرتا ہے، زید کی وفات کے بارہ سال بعد ماشکیوں کے بے وقت پانی دینے کی وجہ سے عمرو نے اپنے گھر میں ایک کنواں لگوالیا ہے اب زید متوفی کی زوجہ سوائے برساتی پانی کے روزمرہ کے پانی کو بند کرتی ہے اور عمرو کی طرف سے پانی نکلنے کو کوئی راستہ نہیں بجز زید کی طرف سے، اور یہ بھی واضح ہو کہ زید نے حسنِ سلوک کی وجہ سے عمرو کا پانی اپنے گھر میں جاری نہیں کیا بلکہ استحقاق پچھلا ثابت کرکے عمرو کا پانی اپنے گھر میں جاری رکھا ہے؛ اب علمائے کرام سے دریافت کیا جاتا ہے کہ حسبِ شریعت صورت مندرجہ بالا میں عمرو کو اپنے گھر کا پانی گزارنا زید متوفی کے گھر سے بلا رضامندی زوجہ زید متوفی کے جائز ہے یا نہیں؟ اور زید متوفی کی زوجہ بوجوہات بالا عمرو کے پانی کو شرعًا بند کرسکتی ہے یا نہیں؟ بیّنوا بالصواب جزاکم اللہ تعالٰی یوم الحساب۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

اگر صورتِ واقعہ یہی ہے کہ عمرو کا ہر قسم کا پانی بارانی وغیر بارانی بالاستحقاق مکانِ زید سے گزر کر جاتا ہے تو زوجہ زید کو عمرو کے کسی پانی کو روکنے کا ہرگز اختیار نہیں لان الحق لایرد والمسیل لایُنقض (کیونکہ حق رَد نہیں ہوسکتا اور پانی کے بہاؤ کو روکا نہیں جاسکتا۔ ت) یہاں زوجہ زید کو بھی عمرو کے مطلق استحقاق سے انکار نہیں، نزاع اس میں ہے کہ برسات کے سوا روزمرہ کے پانی بہانے کا بھی عمرو کو حق ہے یا نہیں، اس کے لئے زمین عمرو کا ڈھال مکانِ زید کی طرف ہونا مکانِ زید میں عمرو کی طرف سے آنے والے پانی کے لئے بدرو ہونا اس کے ثبوت کو کافی نہیں کہ یہ استحقاق ہر قسم کے پانی کو عام ہے بلکہ اس کا ثبوت صرف تین طور پر ہے یا تو وارثانِ زید اقرار کریں کہ واقعی عمرو کو استحقاق عام حاصل ہے یا عمرو گواہان عادل سے اپنا عموم استحقاق ثابت کرادے یعنی گواہ شہادت دیں کہ عمرو کو ہر قسم کے پانی بہانے کا حق اس مکان میں حاصل ہے یا گواہی دیں کہ زید یا وارثانِ زید نے اس کے عموم استحقاق کا ہمارے سامنے اقرار کیا اور اگر فقط اتنی ہی گواہی دیں گے کہ ہم نے مدتوں سے عمرو کا ہر قسم کا مکانِ زید میں جاتے دیکھا تو اس سے کچھ ثبوت نہ ہوگا،

لانہ لایدل علی الاستحقاق لجواز ان (یہ استحقاق پر دلالت نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ زید کی

یکون برضا زید ان یتصرف عمرو فی حق زید من دون ان یکون لعمرو فیہ حق یجبر علیہ۔

مرضی سے عمرو نے اس کے حق میں تصرف کیا ہو اور وہ عمرو کی ملک نہ ہو جس پر مجبور کیا جا سکے۔ (ت)

اور اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو زوجۂ زید سے قسم لی جائے کہ عمرو کو غیر بارانی پانی اس مکان زید میں بہانے کا حق نہیں اگر وہ قسم کھانے سے حاکم کے حضور انکار کرے گی عمرو کا حق ثابت ہو جائے گا۔

فی الہندیۃ ادعی علی اٰخر حق المرور و رقبۃ الطریق فی دارہ فالقول قول صاحب الدار ولو اقام المدعی البینۃ انہ کان یمر فی ھذہ الدار لم یستحق بھذا شیئا کذا فی الخلاصۃ[1] فان اقام البینۃ علی ان لہ حق المسیل وبینوا انہ لماء المطر من ھذا المیزاب فھو لماء المطر لیس لہ ان یسیل ماء الاغتسال والوضوء فیہ وان بینوا انہ لماء الاغتسال والوضوء فھو کذٰلک ولیس لہ ان یسیل ماء المطر فیہ وان قالوا لہ فیھا حق مسیل ماء ولم یبینوا لماء المطر اوغیرہ صح والقول لرب الدار مع یمینہ انہ لماء المطر اولماء الوضوء والغسالۃ کذا فی محیط السرخسی[2]، ولو لم تکن للمدعی بینۃ اصلا استحلف صاحب الدار ویقضی فیہ بالنکول کذا فی الحاوی[3] ولو اراد اھل الدار ان یبنوا حائطا لیسد واسیلہ لم یکن لھم ذٰلک کذا فی البدائع[4] اھ ملتقطا واللہ تعالٰی اعلم۔

ہندیہ میں ہے ایک شخص نے دوسرے پر دعوٰی کیا کہ مجھے یہاں سے گزرنے کا حق ہے حالانکہ راستہ مدعی علیہ کی حویلی میں ہے تو حویلی والے کی بات معتبر ہوگی اور اگر مدعی یہ گواہی بھی پیش کر دے کہ وہ یہاں سے گزرتا تھا تو اس کا حق ثابت نہ ہوگا خلاصہ میں یوں ہے اگر وہ گواہی پیش کر دے کہ مجھے یہاں سے پانی بہالیجانے کا حق ہے تو گواہوں نے اگر کہا کہ اس پرنالے سے بارش کا پانی یہاں بہتا ہے تو صرف بارش کا پانی بہتا ہوگا اس کو غسل و وضو کا پانی وہاں بہالیجانے کا حق نہ ہوگا اور اگر گواہوں نے غسل و وضو کے پانی کے متعلق بیان کیا تو بارش کا پانی گزارنے کا حق نہ ہوگا اور اگر انھوں نے مطلقاً پانی بہنے کی بات کی ہو بارش یا غسل وغیرہ کا ذکر نہ کیا تو بیان صحیح ہوگا جبکہ اس صورت میں حویلی والے کی بات قسم کے ساتھ معتبر ہوگی کہ وہ پانی بارش کا ہے یا غسالہ کا پانی ہے جیسا کہ محیط سرخسی میں ہے، اگر مدعی کے پاس کوئی گواہ نہ ہو تو حویلی والے سے قسم لی جائیگی اور اگر وہ قسم سے انکار کرے تو اس پر فیصلہ دیا جائیگا، حاوی میں یوں ہے اگر حویلی والے چاہیں کہ پانی روکنے کے لئے دیوار بنادیں تو ان کو یہ اختیار نہ ہوگا، بدائع میں یوں ہے اھ ملتقطاً، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

[1] تا [3] فتاوٰی ہندیہ کتاب الدعوٰی الباب الحادی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۰۴
[4] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۴/۱۰۶

مسئلہ از ریاست رام پور متصل مسجد جامع مرسلہ یحییٰ خان ۱۳ ذی القعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ عرصہ تخمیناً تین سال کا ہوا کہ مسمی زید نے چند قطعہ مکانات واقع شہر رام پور بنام مسماۃ ہندہ زوجہ خود بعوض دین مہر بیع کرکے بیعنامہ بنام ہندہ تحریر کردیا اور حسب قاعدہ رجسٹری کرادی اور قبضہ بھی مکانات پر ہندہ کا کرادیا اور زید خود ایک موضع میں رہنے لگا بعد ازاں زید کی زوجہ متوفیہ اولٰی کے بطن سے جو اولاد ہے اس نے بابت حق وحصہ شرعی منجملہ دین مہر یافتنی والدہ خود ذمّہ زید کے زید پر کچہری میں نالش کرکے کچہری سے ڈگری حاصل کی اور ڈگری مذکور جاری کراکے صیغہ اجرائے ڈگری میں مکانات مذکورہ کو قرق کرایا، قاعدہ مروجہ کچہری یہ ہے کہ اگر کوئی جائداد صیغہ اجراء ڈگری میں قرق کی جائے اور کوئی شخص بربنائے قبضہ مستقلاً اس کی بابت عذر کرے تو بشرط ثبوت قبضہ مستقلانہ عذر دار کی وہ جائداد قرق سے واگزاشت ہوجاتی ہے، اب مسماۃ ہندہ نے نسبت قرقی مکانات اپنے کے کچہری میں عذر داری کی کہ یہ مکانات مملوکہ ومقبوضہ میرے ہیں، قرق سے واگزاشت فرمائے جائیں ثبوت میں بیعنامہ اقراری زید اور بہت سے گواہان پیش کئے کہ جن کی شہادت سے مالک وقابض ہونا ہندہ کا بموجب بیعنامہ بذریعہ سکونت ومرمت مکانات و وصول کرایہ اور حسب اقرار زید کے ثابت ہے، سوالاتِ جرح میں گواہوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ زید گاؤں میں رہتا ہے، کبھی کبھی رام پور میں آتا ہے تو اپنی زوجہ مسماۃ ہندہ اور اپنی اولاد کے پاس انھیں مکانات میں ٹھہرتا ہے دو چار روز رہ کر پھر گاؤں کو چلا جاتا ہے ڈگری داران حجت پیش کرتے ہیں کہ حسب روایات فقہ مندرجہ ذیل قبضہ ہندہ کا نہیں ہے شرعاً زوجہ مع متاع خود بقبضہ شوہر ہے لہذا مکانات بھی مقبوضہ شوہر ہیں روایات

لان المرأۃ وما فی یدھا فی ید الزوج[1] بحرالرائق۔ وفی الاشباہ ہبۃ المشغول لا یجوز الا اذا وھب الاب لطفلہ[2] قلت وکذا الدار المعارۃ والتی وھبتھا لزوجھا علی المذھب لان المرأۃ ومتاعھا فی ید الزوج فصحت التسلیم

کیونکہ عورت اور اس کے زیر قبضہ تمام خاوند کے قبضہ میں ہے، بحرالرائق۔ اور اشباہ میں ہے کہ مشغول چیز کا ہبہ ناجائز ہے مگر وہ کہ والد نے نابالغ لڑکے کے لئے کیا ہو، اور میں کہتا ہوں یوں ہی جب مکان عاریتاً ہو اور وہ مکان جو بیوی نے خاوند کو ہبہ کیا ہو، یہ مذہب ہے کیونکہ عورت اور سامان خاوند کے قبضہ میں ہے تو ہبہ پر قبضہ صحیح ہوجائیگا،

---

[1] بحرالرائق کتاب الدعوٰی باب التحالف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/۲۲۶
[2] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الہبۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۴۰

اذا وهب لرجل دارا والواهب ساكن فيها لا تصح الهبة بخلاف ما اذا وهبت الزوجة لزوجها وهي ساكنة فيها لانها و ما في يدها في يد ہ[1] ۱۲ خزانة۔

اور جب ایک شخص نے اپنا مکان دوسرے کو ہبہ کیا حالانکہ واہب خود اس میں رہائش پذیر ہے تو یہ ہبہ صحیح نہ ہوگا بخلاف جبکہ عورت اپنا رہائشی مکان خاوند کو ہبہ کرے تو صحیح ہے کیونکہ خود عورت اور اس کا سامان خاوند کے قبضہ میں ہے ۱۲ خزانہ (ت)

کیا روایات مذکورہ صورت مقدمہ مذکورہ سے متعلق ہیں اور از روئے روایات مذکورہ مکانات مقبوضہ ہندہ نہیں متصور ہوں گے؟ یا روایات مذکورہ معاملہ ہبہ سے متعلق ہیں جس میں قبضہ ضرور ہے اور اسی صورت سے متعلق ہیں کہ جہاں کوئی شہادت قبضہ کی نہ گزرے اس مقدمہ میں بیعنامہ اقراری شوہر اور شہادت قبضہ نزد جز زید کی موجود ہے، تو روایات مذکورہ اس مقدمہ سے غیر متعلق ہیں یا کیا؟ جوابات بحوالہ روایات معتبرہ تحریر فرمائیے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں مکانات مملوکہ ہندہ کا واگزاشت کرنا حاکم پر واجب ہے اور ان کا نیلام سخت حرام، ڈگری داروں کی حجت محض باطل و صریح جہالت،

اوّلاً جب بیع بنام ہندہ گواہوں سے ثابت ہے تو ملک ہندہ ثابت ہے اور قبضے کی بحث سرے سے لغو بے معنی کہ بیع صحیح میں قبضہ شرط ملک نہیں نفس عقد سے شے ملک بائع سے نکل کر ملک مشتری میں داخل ہوجاتی ہے اذا لم یکن توقف ولا خیار (جب بیع میں اختیار اور وقف نہ ہو ت) یہ تو صراحۃً بیعنامہ بعوض مہر تھا اگر ہبہ نامہ بعوض مہر ہوتا جب بھی قبضے کی اصلاً حاجت نہ تھی حالانکہ ہبہ بے قبضہ تمام نہیں ہوتا اور وجہ یہ کہ ہبہ بالعوض (نہ بشرط العوض) اگرچہ صورۃً و اسماً ہبہ ہے مگر نظراً بمعنی حقیقۃً و حکماً بیع ہے تو محتاج قبضہ نہیں۔ درمختار میں ہے:

الهبة بشرط العوض المعين هبة ابتداء فيشترط التقابض في العوضين و يبطل بالشيوع بيع انتهاء فترد بالعيب وخيار الرؤية و توخذ

معین چیز کے عوض ہبہ ابتداءً ہبہ ہے اس لئے عوضین میں قبضہ شرط ہے اور غیر منقسم ہوجانے پر باطل ہوجائے گا اور یہ بشرط العوض ہبہ انتہاءً بیع ہے اس لئے عیب اور خیار الرؤیۃ کی بناء پر واپس

---

[1] خزانۃ المفتین کتاب الہبہ قلمی نسخہ ۲/۱۵۳

بالشفعة هذا اذا قال وهبتك على ان تعوضنی کذا اما لو قال وهبتك بکذا فهو بیع ابتداء وانتهاء[1] اھ اختصار۔

ہو سکتا ہے اور شفعہ کے دعوٰی پر لیا جاسکتا ہے یہ حکم اس صورت میں ہے کہ ہبہ دینے والا کہے یہ چیز میں تمھیں فلاں چیز کے عوض ہبہ کرتا ہوں اور اگر یوں کہا ہو کہ میں تجھے ہبہ کرتا ہوں تو یہ ابتداءً و انتہاءً بیع ہے اھ اختصار (ت)

ثانیاً اگر بفرض باطل قبضہ کی حاجت بھی ہو تو جبکہ شہادت شرعیہ کافیہ سے قبضہ ہندہ رنگ ثبوت پائے اس پر ان عبارات سے ایراد محض جہل وعناد، مستدلوں نے یہ بھی نہ دیکھا کہ علماء ما فی یدھا فی یدہ فرمارہے ہیں یعنی جو کچھ عورت کے قبضے میں ہے وہ ازانجا کہ عورت خود قبضہ شوہر میں ہے بالواسطہ قبضہ شوہر میں ہے کہ مقبوض المقبوض مقبوض اس میں صراحۃً قبضہ زن کا اثبات اور اسی کے ذریعہ سے قبضہ شوہر کا قرارداد ہے نہ کہ قبضہ زن کی راساً نفی۔ علماء نے ما فی یدھا فرمایا ہے نہ کہ لیس فی یدھا۔

ثالثاً ایسا ہو تو خود قبضہ شوہر بھی منتفی ہوجائے گا اور کلام اپنے مقصود پر نقض کرتا پلٹ آئے گا کہ قبضہ شوہر بواسطہ قبضہ زن مانا تھا بقیاس مساوات کے قابض القابض قابض جب سرے سے قبضہ زن منتفی ہوجائیگا قبضہ شوہر کہ اس کے واسطے سے تھا کہاں سے آئے گا ھل ھذا الاجھل مبین (یہ مکمل جہالت ہے۔ ت) تو خود یہی روایات کہ ڈگری داروں نے پیش کیں ان کا صریح رد ہیں۔

رابعاً کلام علماء باب حدیث انت ومالك لابیك[2] سے ہے جیسے بیٹے کے لئے ارشاد ہوا کہ وہ اس کا مال سب اس کے باپ کا ہے کوئی عاقل اس سے یہ وہم نہیں کرسکتا کہ بیٹے کی ملک کی نفی فرمائی ہے ایسا ہو تو باپ بیٹے کا وارث نہ ہوسکے، اور آیۂ کریمہ لابویه لكل منهما السدس[3] (اور میت کے ماں باپ ہر ایک کو اس کے ترکہ سے چھٹا۔ ت) کا معاذ اللہ صاف انکار لازم آئے کہ ارث ترکہ مورث میں جاری ہوگی اور ترکہ ثبوت ملک جب ملک منتفی تو ارث کہاں، یونہی علماء کے اس کلام سے کہ زن ومقبوضات زن سب مقبوض شوہر ہیں قبضہ زن کے نفی کی طرف کسی ذی عقل کا گمان نہیں جاسکتا بلکہ وہ حقیقی بالذات ہے اور یہ حکمی بالواسطہ۔

---

[1] درمختار | کتاب الھبہ | باب الرجوع فی الہبہ | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/ ۱۶۴

[2] مسند امام احمد بن حنبل | حدیث عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ | دارالفکر بیروت | ۲/ ۲۰۴

[3] القرآن الکریم | ۴/ ۱۱

خامسًا اگر ان عبارات کا یہی مطلب باطل قرار دیا جائے کہ عورت کا قبضہ سرے سے معدوم ہے اس کا ہاتھ شرعًا ہاتھ نہیں جیسے صبی لایعقل کا ہاتھ، تو تمام کتب مذہب متون و شروح و فتاوٰی سب کے اجماعی مسائل مردود و باطل ہوجائیں، کتب مذہب کا اجماع قطعی ہے کہ ہبہ بے قبضہ تمام نہیں ہوسکتا نیز اجماع قطعی ہے کہ زوجیت مانع رجوع ہے شوہر نے اگر اپنی زوجہ کو کوئی شئی ہبہ کی اور قبضہ کرا دیا کہ تکمیل ہوگئی، اب اسے رجوع کا اختیار نہیں مذہب کی جو کتاب اٹھا لیجئے اس میں ان دونوں مسئلوں کی تصریح پائیے مگر اس مطلب باطل کی تقدیر پر ان دونوں میں ایک مسئلہ ضرور باطل ہے کہ جب عورت کا قبضہ شرعًا قبضہ ہی نہیں بلکہ اس کے شوہر ہی کا قبضہ ہے تو اب وہ چیز جو شوہر نے ہبہ کرکے اس کے قبضہ میں دی ہبہ تمام اور عورت مالک ہوئی یا نہیں، اگر کہئے ہوئی تو پہلا مسئلہ باطل ہوا کہ یہ ہبہ بے قبضہ تمام و کامل ہوگیا اور اگر کہئے نہ، تو دوسرا مسئلہ باطل ہوگیا کہ جب عورت کے لئے ہبہ ہو ہی نہیں سکتا تو رجوع ناجائز ماننا کیا معنی، غرض یہ ایسی بدیہی البطلان بات ہے جسے کوئی جاہل بھی گوارا نہ کرسکے، اور یہیں سے واضح ہوا کہ عبارات مذکورہ سوال کو صورت بیع سے متعلق ہونا درکنار وہ مطلقًا ہر صورت ہبہ سے بھی متعلق نہیں آخر نہ دیکھا کہ ہبۂ شوہر برائے زن میں ان کا اجراء محض باطل ہے بلکہ وہ صرف ہبۂ زن برائے شوہر میں ہیں کہ یہاں موہوب کا متاع زن سے مشغول ہونا مانع تمام نہیں ہے کہ یہ شغل مانع قبضۂ شوہر نہیں کہ زن و متاع زن سب مقبوض شوہر ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ مرسلہ لال محمد صاحب احسن منزل مرزا پور ۲۶ صفر ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کے پاس اس کے مکان میں ہندہ عرصہ چالیس سال سے ہے زید نے لاولد ہندہ کو اپنے مکان میں چھوڑ کر وفات پائی اور اپنے زمانۂ حیات میں زید نے بذریعہ چند دستاویزات کے ہندہ کو اپنی زوجہ منکوحہ لکھا ہے اور اپنے جملہ جائداد میں سے بعض جائداد ایک جزو دین مہر کے دیا بھی ہے اب ہندہ کے دعوٰی زوجیت کے لئے بمقابلہ زید متوفی کے دوسرے شرعی ورثا کے جو منکر زوجیت ہندہ کے ہیں زید کی تحریر و تسلیم زوجیت ہندہ جو بذریعہ اس کے دستاویزات رجسٹری شدہ کے ہوئے، اگر ہندہ کو اپنے نکاح کے شہود وغیرہ نہ ملیں شرعًا ثبوت کافی ہے یا نہیں، اور ہندہ اس جائداد کے پانے کی جو زید نے اس کو بعوض ایک جزو دین مہر کے دی اور باقی حصہ دین مہر کے پانے کی باقی متروکہ زید سے مستحق ہے یا نہیں، اور زید کے متروکہ سے وراثتًا کس قدر حصہ ہندہ کا ہے؟ بحوالۂ کتب جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب

اگران دستاویزوں پر گواہ شرعی موجود ہیں کہ ہمارے سامنے زید نے لکھوائیں اور ہندہ کو اپنی زوجہ بتایا کہ ہمارے سامنے جز جائداد ہندہ کو مہر میں دیا تھا اقرار زید کے گواہ ہوں کہ وہ ہندہ کو اپنی زوجہ کہتا تھا یا کچھ نہ سہی وہ لوگ جو اس مدت مدید تک زید و ہندہ کو باہم ایک مکان میں مثل زن و شوہر رہتے دیکھا کئے اور وہ اس بناء پر شہادت شرعیہ دیں کہ ہندہ زوجہ زید ہے یا عام طور پر ہندہ کا زوجہ زید ہونا مشہور ہو بعض شاہدان شرعی اسی شہرت کے اعتماد پر زوجیت ہندہ کی گواہی دیں تو زوجیت ثابت ہوجائیگی اور خاص گواہان نکاح پیش ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہندہ اپنا مہر وحصہ پانے کی مستحق ہوگی اور اس کا حصہ بعد ادائے مہر و دیگر دیون و وصایا چہارم متروکہ ہے اور اگر ان صورتوں میں کچھ نہ پائی جائے تو نری دستاویزیں اگرچہ ہزار رجسٹری شدہ ہوں بے شہادت معتبرہ کے کوئی چیز نہیں۔ جامع الفصولین میں ہے:

ادعت نکاحه فشهد احدهما انها امرأته والاٰخر انها کانت امرأته تقبل وکذا لو شهد احدهما انه اقر انها امرأته والاٰخر انه اقر انها کانت امرأته لان الشهادة باقرارہ بنکاح کان شهادة باقرارہ بنکاح حالی۔[1]

عورت نے ایک مرد پر اپنے نکاح کا دعوٰی کیا، ایک گواہ نے کہا کہ یہ اس کی بیوی ہے، دوسرے نے کہا یہ اس کی بیوی تھی، تو یہ گواہی مقبول ہوگی۔ اسی طرح شہادت میں ایک گواہ کہے کہ مرد نے اقرار کیا ہے کہ یہ اس کی بیوی ہے، دوسرا گواہ کہے کہ اس نے اقرار کیا کہ یہ اس کی بیوی تھی، یہ گواہی مقبول ہوگی، کیونکہ گزشتہ نکاح کی شہادت یہ موجودہ نکاح کی شہادت ہے۔ (ت)

عالمگیریہ میں ہے:

الشهادة بالشهرة والتسامع تقبل فی اربعة اشیاء بالاجماع وهی النکاح والنسب والموت والقضاء کذا فی محیط السرخسی۔[2]

شہرت اور سماع کی بناء پر چار چیزوں میں بالاجماع شہادت مقبول ہے وہ چار، نکاح، نسب، موت اور قضاء ہیں، جیسا کہ محیط سرخسی میں ہے۔ (ت)

فتاوٰی خیریہ میں ہے:

لایعمل بمجرد الدفتر ولا بمجرد الحجة

محض خط اور محض رجسٹر پر بغیر حجت عمل نہ ہوگا کیونکہ

---

[1] جامع الفصولین الفصل الحادی عشر اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶۲

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشہادات الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۴۵۷

لما صرح به علمائنا من عدم الاعتماد علی الخط وعدم العمل بہ[1] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

ہمارے علماء نے فرمایا ہے کہ نہ خط پر اعتماد ہے نہ اس پر عمل کیا جائے اھ، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۷: از پیلی بھیت محلہ پنجابیاں مرسلہ جناب شیخ عبدالعزیز صاحب ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر ورثاء میں سے شوہر دعوٰی کرے کہ فلاں زیور میں نے اس کو کل یا جزو بنوا کر استعمال کے واسطے دیا تھا اور اسی طرح سے اس کے والدین وغیرہ دعوٰی کریں کہ فلاں فلاں زیور اور دیگر اشیاء ہم نے اس کے جہیز میں دی تھیں اس کے استعمال کے واسطے، وہ ہم کو واپس ملنی چاہئیں، کیا یہ دعویدار اپنے دعوے کے موافق مستوجب واپسی کے ہوسکتے ہیں اور عنداللہ استحقاقِ واپسی ان کو حاصل ہے یا نہیں؟ بیان فرمائیے ثواب پائیے۔

الجواب

والدین کا دعوٰی کہ ہم نے فلاں شئی جہیز میں عاریۃً دی تھی بے شہادت عادلہ مسموع نہیں کہ خلاف عرف ظاہر ناشئی ہے، شوہر کا قول سُن لیا جائیگا، جو زیور اس نے بنوا کر دیا جب وہ تملیک کر دینے کا مقر نہیں تو بغیر شہادت عادلہ ملک ہبۃ ثابت نہ ہوگی،

لان الدافع ادری بجھۃ الدفع ولا عرف قاضیا ھٰھنا۔

کیونکہ دینے والا بہتر جانتا ہے کہ اس نے کس طرح دیا ہے جبکہ یہاں واضح عرف نہیں جس پر فیصلہ دیا جائے۔ (ت)

درمختار میں ہے،

جھز ابنتہ بجھاز وسلمھا ذٰلک لیس لہ الاسترداد منھا وبہ یفتی والحیلۃ ان یشھد عند التسلیم الیھا انہ انما سلمہ عاریۃ[2]۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

بیٹی کو جہیز دیا اور اس کو سونپ دیا تو باپ والد کو واپسی کا حق نہیں ہے، فتوٰی اسی پر ہے، اور واپسی کا حیلہ یہ ہے جہیز دیتے ہوئے گواہ بنالے کہ میں نے یہ عاریۃً دیا ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الوقف دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۱۸

[2] درمختار کتاب النکاح باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۰۳

مسئلہ مرسلہ صفدر علی صاحب ۱۴ شوال ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک موضع شراکت زید اور عمرو چلا آتا تھا اور زید بوجہ نمبرداری اس پر قابض اور دخیل تھا زید نے بلا اجازت عمرو کے ایک باغ جو واقع موضع مذکور تھا فروخت کرکے قیمت اپنے تصرف میں لایا اور عمرو کو بابت حصہ اس کے کچھ نہ دیا جواب عمرو نے تقسیم موضع مذکور کی کرائی تو یہ امر معلوم ہوا جب عمرو نے اپنے حصہ کا مطالبہ زید سے طلب کیا تو زید نے عذر تمادی کا پیش کیا، صورت ہذا میں حقوق عمرو کا عنداللہ ذمہ زید کے ہے یا نہیں؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا (بیان فرمائیے ثواب پائیے۔ ت)

الجواب

بیشک ہے اور عذر تمادی محض باطل و مہمل،

فی الاشباہ الحق لایسقط بتقادم الزمان[1] اشباہ میں ہے کہ زمانہ قدیم ہوجانے پر حق ساقط نہ ہوگا۔ (ت)

زید سخت گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا کہ عمرو کا حصہ بے اس کی اجازت کے بیچ کر کھا گیا،

قال اللہ تعالٰی لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[2] اللہ تعالٰی نے فرمایا: آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اب دُوسرا گناہ عظیم یہ جھوٹا عذر مردود پیش کرتا ہے اللہ عزوجل سے ڈرے اور روز قیامت کی سخت شدتیں نارِ دوزخ کے قہر عذاب اپنے سر نہ لے۔

مسئلہ ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

زید نے عمرو سے ایک شے ایک روپے کو خریدی، زید نے پوچھا یہ شے کتنے کو دو گے، اس نے کہا ایک روپے کو، مشتری اس کو خرید کے گھر لے آیا بطور قرض، دوسرے روز جب دام دینے گیا تو بائع نے کہا میاں! میں نے تو اس کے دو روپے کہے تھے، مشتری کو اس امر میں کہ بائع نے اس کے دریافت پر وقت بیع کے ایک روپیہ کہا ذرا بھی شک نہیں، اب شے مبیعہ یا ہلاک ہوگئی ہے بلکہ نہیں معیب بعیب فاحش ہے زرثمن یا اصل مبیعہ کا کس طرح فیصلہ ہے بائع و مشتری دونوں نمازی اور ایک دوسرے کے نزدیک موتمن بھی ہیں۔ بیّنوا توجروا بالروایۃ الصحیحۃ وھی لکم عند الحساب اجر و ذخیرۃ (بیان کرو اجر پاؤ، صحیح روایت سے ہو اور وہ تمہارے لئے روزِ حساب اجر اور ذخیرہ ہے۔ ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب القضاء ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۳۵۳

[2] القرآن الکریم ۲/۱۸۸

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں جبکہ مبیع ہلاک یا معیب بعیب فاحش ہوگئی ہے تحالف نہیں بلکہ بائع سے گواہ لئے جائیں گے اگر اس نے بینۂ شرعیہ سے ثابت کردیا کہ دو روپے ثمن ٹھہرے تھے تو وہی دینے ہوں گے اور اگر نہ دے سکا تو مشتری سے قسم لی جائیگی اگر اس نے حلف کرلیا کہ ایک ہی روپیہ قرار پایا تھا تو ایک ہی دینا آئے گا اور حلف سے نکول وانکار کیا تو دو روپے کی ڈگری کی جائیگی۔ 19

فی الدرالمختار لاتحالف اذا اختلفا بعد هلاك المبيع او خروجه عن ملكه او تعيبه بما لايرد به وحلف المشتری[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے مبیع کے ہلاک ہوجانے یا مشتری کی ملکیت سے نکل جانے کے بعد یا ایسے عیب پیدا ہونے کے بعد جس کی وجہ سے واپس نہ ہوسکے اختلاف ہو تو دونوں سے قسم جائز نہیں اور مشتری سے قسم لی جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ از بلدوانی مرسلہ منشی ولایت حسین صاحب ٹھیکیدار ۶ رجمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع اس امر میں کہ زید نے اپنا مال بکر کے پاس امانت رکھا، جب بکر سے طلب کیا تو بکر نے مال دینے سے انکار کیا بوجہ مال نقد اور زیور ہونے سے زید نے حاکم وقت کے یہاں دعوٰی دائر کیا اور گواہان ثبوت حاکم کے روبرو حاضر کئے بکر بوجہ کرنے انکار کے قسم شرعی کھانے کو موجود ہے، جب ثبوت مدعی موجود ہووے تو بموجب حکم شرع شریف کے بکر قسم کھا سکتا ہے یا نہیں ایا موجودگی شہادت مدعی کے، فقط۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

صورتِ مذکورہ میں اگر بکر بطور خود قسم کھانا چاہتا ہے تو محض نامسموع، اگر کھا بھی لے گا دعوٰی مدعی کو نقصان نہ پہنچے گا، اور اگر بکر سے زید قسم لیتا ہے تو اسے بھی اس کا اختیار نہیں اور اس حالت میں بھی یہ قسم ناقابلِ سماعت۔ قسم مدعا علیہ کا وقت جب ہے کہ مدعی نے شہادت مقبولہ نہ پیش کی ہو۔ درمختار میں ہے:

اصطلحا علی ان یحلف عند غیر قاض ویکون بریئا فهو باطل لان الیمین

مقدمہ کے فریقین نے اتفاق کرلیا کہ کسی غیر قاضی کے سامنے قسم کھا کر بری ہوجائے تو یہ باطل ہے کہ فریق

---

[1] درمختار کتاب الدعوٰی باب التحالف مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۲۱

19/19

حق القاضی مع طلب الخصم ولا عبرۃ لیمین ولا نکول عند غیر القاضی[1]۔

مخالف کے مطالبہ پر قسم صرف قاضی کا حق ہے غیر قاضی کے پاس قسم یا قسم سے انکار کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

الیمین کالخلف عن البینۃ فاذا جاء الاصل انتھی حکم الخلف[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

قسم گویا گواہی کا خلف ہے تو جب اصل آجائے تو خلیفہ کا حکم ختم ہوجاتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶ از ریاست رامپور مرسلہ سید نصیر الدین صاحب ۱۴ شوال مکرم ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمرو پر بلا تحریر دستاویز بربنائے شہادت گواہان دس روپے کی نالش دائر کی اور تاریخ موعود پر گواہان ثبوت دعوٰی کو بذریعہ کچہری کے طلب کرایا اس تاریخ پر کسی وجہ سے سماعت بیان گواہان کی نہ ہوئی اور تاریخ دوسری کچہری نے واسطے حاضر کرنے انھیں گواہان ثبوت کے مقرر کئے اور عمرو مدعا علیہ کو دعوٰی مدعی سے قطعی انکار ہے جب کہ تاریخ ثانی ادخال شہادت کے واسطے مقرر ہوئی تو مدعی نے اس تاریخ پر ایک درخواست کچہری میں پیش کی کہ مدعا علیہ کا حلف لیا جائے گواہ اپنے ستوانا نہیں چاہتا، تو اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسی صورت میں مدعا علیہ حلف اٹھانے پر مجبور کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر گواہ شہر میں موجود ہیں تو مدعا علیہ سے حلف نہیں لے سکتا بلکہ مدعی ہی سے گواہ لئے جائیں گے اور اگر دور ہیں تو حلف مانگ سکتا ہے،

فی الدر المختار قال المدعی لی بینۃ حاضرۃ فی المصر وطلب یمین خصمہ لم یحلف ولو غائبۃ عن المصر حلف وقدر فی المجتبی الغیبۃ بمدۃ

درمختار میں ہے مدعی نے کہا میرے گواہ شہر میں ہیں، اس کے بعد اس نے مدعٰی علیہ سے قسم کا مطالبہ کیا تو قسم نہ لی جائیگی ہاں اگر شہر میں موجود نہ ہوں تو قسم لے لی جائیگی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کے قول پر، بعض نے فرمایا کہ گواہوں کا مسافتِ سفر تک غائب

---

[1] درمختار کتاب الدعوٰی مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۱۶
[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/۱۱۸

السفر[1] اھ اقول عبارۃ المجتبی علی مافی قرۃ العیون قال بینتی غائبۃ عن المصر حلف عند ابی حنیفۃ وقیل قدر الغیبۃ بمسیرۃ سفر[2] اھ وقد قالوا کما فی البحر وغیرہ ان لوبعد مکان القاضی بحیث ان حضر للشہادۃ لم یؤوہ اللیل الی اھلہ لم یلزمہ الحضور، فافھم، واللہ تعالٰی اعلم۔

ہونا معیار ہے جیسا کہ مجتبٰی میں ہے۔ میں کہتا ہوں قرۃ العیون میں مجتبٰی کی عبارت یوں ہے مدعی نے کہا میرے گواہ شہر سے غائب ہیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک قسم لی جائیگی، بعض نے فرمایا مسافت سفر پر ہونا گواہوں کا غائب ہونا مراد ہے اھ، حالانکہ فقہاء کرام نے فرمایا جیسا کہ بحر وغیرہ میں ہے کہ اگر قاضی کا مقام اتنی دور ہے کہ گواہ شہادت کیلئے حاضر ہوں تو واپس رات گھر نہیں پہنچ سکتے تو ایسی صورت میں مدعی کو گواہوں کا حاضر کرنا لازم نہ ہوگا، اس کو سمجھو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ از ریاست رام پور مکان حافظ محمد عنایت اللہ خاں صاحب متصل مرزا شاہ ولی اللہ صاحب صاحبزادہ امجد علی خاں صاحب ۱۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مقدمہ میں عدالت سے جانب مدعا علیہا حسب درخواست مدعی حلف متوجہ ہوا اور حلف لینے کے لئے دوسرے محکمہ کے نام عدالت نے حکم دیا جس مضمون کے ساتھ واسطے لینے حلف کے ہدایت اور ایما ہوا وہ حسب یادداشت عدالت دیوانی معطوفہ سوال ہذا ہے محکمہ حلف گیرندہ نے ہر ہر چیز انکاری و اقراری کی بابت جدا جدا حلف لیا لیکن عدالت دیوانی کی یادداشت کے جواب میں جو یادداشت جوابی لکھی ہے وہ معطوفہ سوال ہذا ہے اور یہ امر بھی لائق اظہار ہے کہ جن الفاظ اور مضمون کے ساتھ حلف لیا گیا وہ حسب منشاء وکیل مدعی لیا گیا اب مدعی کو یہ عذر ہے کہ حسب منشاء تحریر عدالت حلف نہیں لیا گیا کیونکہ منشاء حکم عدالت کا یہ تھا کہ مدعا علیہا سے اس طرح پر حلف لیا جائے تاکہ اشیائے مندرجہ فرد میں سے کل یا جزو یعنی کوئی چیز اس فہرست میں کی اس قیمت اور اس وزن کی یا اس سے کم قیمت اور کم وزن کی بابت متروکہ ضیاء النساء بیگم کے مدعی علیہا کے پاس ہیں یا نہ ضیاء النساء بیگم کے مرنے کے بعد مدعا علیہا کے قبضہ میں آئے اور عدالت گیرندہ حلف نے مضمون انکار کل کے ساتھ نہ قید متروکہ ضیاء النساء بیگم کی لگائی نہ حلف کل یا جزو یعنی اس قیمت اور وزن کے اشیاء پر جو مندرجہ فرد ہیں یا اس سے کم قیمت اور کم وزن پر لیا گیا لہٰذا امور ذیل کے بابت جواب مطلوب ہے:

---

[1] درمختار کتاب الدعوٰی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۱۹

[2] قرۃ عیون الاخیار " مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۵۰

اوّل جو یادداشت عدالت گیرندہ حلف نے بجواب یادداشت عدالت دیوانی تحریر کی ہے اس سے پورے طور پر تعمیل حکم عدالت دیوانی ہوگئی یا نہیں۔

دوم یادداشت عدالت دیوانی میں جو یہ مضمون تحریر ہے (کہ اشیائے مندرجہ فرد ملسلکہ حسب وزن و قیمت مندرجہ فرد متروکۂ ضیاء النساء بیگم سے کل یا جزو یعنی کوئی چیز اس فہرست میں کی بابت متروکہ ضیاء النساء بیگم کے پاس مدعا علیہا کے نہیں ہے الخ) اس کا منشا یہ ہے کہ اشیائے مندرجہ فرد حسب وزن و قیمت مندرجہ فرد میں کل چیزیں یا بعض چیزیں اس قیمت اور وزن کی جو مندرجہ فرد ہیں مدعا علیہا کے پاس نہیں ہیں ضیاء النساء بیگم کے مرنے کے بعد مدعا علیہا کے قبضہ میں آئیں یا منشا حکم عدالت یہ ہے کہ کل یا جزو اشیائے مندرجہ بہ تعداد قیمت مندرجہ یعنی اسی قیمت اور وزن کے اشیاء یا اس سے کم وزن اور قیمت کے اشیاء بابت متروکہ ضیاء النساء بیگم مدعا علیہا کے پاس نہیں ہیں نہ مسماۃ مذکور کے مرنے کے بعد مدعا علیہا کے قبضہ میں آئیں یعنی لفظ کل اور جزو کا اطلاق تعداد اشیاء پر ہے یعنی کل اور جزو اشیاء کا مراد ہے یا قیمت اور وزن کا کل اور جزو مراد ہے۔

سوم یادداشت میں محکمۂ گیرندۂ حلف نے جو لفظ متروکہ ضیاء النساء بیگم تحریر نہیں کیا اس سے حلف کی تعمیل میں کوئی نقصان تو پیدا نہیں ہوا اس لئے کہ مکرر مدعا علیہا سے بابت متروکہ ضیاء النساء بیگم سوال کر کے حلف لیا گیا ہے دوسرے اس کل پر نفی مطلق سے نفی مقید ہوگئی یا نہیں۔

چہارم ایک مرتبہ جن الفاظ کے ساتھ وکیل مدعی نے جس کو حق حلف لینے کا حاصل تھا چاہا اسکے موافق حلف لیا گیا اب دوبارہ مدعی کو یا عدالت کو دوسرے طور پر پھر حق حلف لینے کا حاصل ہے یا نہیں۔

پنجم اشیاء متدعویہ کے انکار پر حلف لیا جاتا ہے نہ غیر متدعویہ پر، پس یہ بات لائق دریافت ہے کہ جب مدعی نے ایک عدد زیور وغیرہ کے وزن اور قیمت کے ساتھ مقید کر کے دعویٰ کیا تو اس وزن اور قیمت سے کم مقدار اور وزن کے وہ شے متدعویہ قرار پائے گی یا نہیں۔

نقل یادداشت عدالت دیوانی بمقدمہ خیر النساء بیگم مدعیہ بنام امیر النساء بیگم بنت صاحبزادہ محمد باقر علی خاں زوجہ صاحبزادہ محمد ہادی علی خاں صاحب مرحوم مدعا علیہا ساکن محلہ قریب گھیر عثمان خاں دعویٰ دلا پانے کی حصہ فرائض از جائداد متروکہ مسماۃ ضیاء النساء بیگم مدعا علیہا نے نسبت جائداد مدعا علیہا اکثر کی نسبت انکار ترکۂ ضیاء النساء بیگم سے کیا ہے اور مدعیہ نے نسبت جائداد منقولہ بحالت انکار حلف مدعا علیہا پر کیا ہے اور مدعا علیہا کو ادائے حلف میں انکار نہیں ہے اور فریقین اہل خاندان سے ہیں اس لئے تعمیل حلف کونسل خاندان کے ذریعہ سے ہونا مناسب ہے لہذا بذریعہ یادداشت ہذا نقل حکم و نقل فرد اشیاء مرسل ہو کر گزارش ہے کہ کاغذات ہذا بنا بر تعمیل حلف کونسل خاندان میں ارسال

فرمائے جائیں کہ مدعا علیہا سے اسی طرح حلف لیا جائے کہ اشیائے مندرجہ فرد منسلکہ حسب وزن وقیمت مندرجہ فرد متروکہ ضیاء النساء بیگم سے کل یا جزو یعنی کوئی چیز اس فہرست میں کی بابت متروکہ ضیاء النساء بیگم کے پاس مدعا علیہا کے نہیں ہے نہ ضیاء النساء بیگم کے مرنے کے بعد مدعا علیہا کے قبضہ میں آئی اشیاء مندرجہ کی قیمت اور وزن اور تعداد اول مدعا علیہا کو سنا کر بمواجہہ وکلاء فریقین حلف لیا جائے۔ دستخط حاکم

نقل یادداشت محکمہ گیرندہ حلف حسب صدور حکم اجلاس اعلیٰ ضمنہ ناصیہ

یادداشت حاکم عدالت دیوانی ضلع بمقدمہ خیر النساء بیگم مدعیہ بمواجہہ امیر النساء بیگم مدعا علیہا بدعوی دلایندگی سہام منجملہ ۸ اسہام مالیتی مبلغ ما عہ صما روپیہ از کل جائداد منقولہ متروکہ مسماۃ ضیاء النساء بیگم واقع شہر رام پور قیمتی عہ روپیہ فہرست منسلکہ زیور وظروف وغیرہ حرفاً حرفاً مدعا علیہا کو بمواجہہ وکلاء فریقین بشناخت صاحبزادہ فرخ طور خاں بہادر مدعیہ سنائے گئے اور قرآن شریف ہاتھ میں دیکر بموجب منشاء مضمون یادداشت عدالت دیوانی متوجہ بحلف کیا گیا مدعا علیہا نے ہر ایک عدد زیور طلائی ونقرئی ودیگر سامان نقرئی مندرجہ فہرست معہ تعداد ووزن وقیمت سن کر بحلف بیان کیا کہ کل اشیائے زیور طلائی ونقرئی ودیگر سامان نقرئی اس قیمت اور اس تعداد اور اس وزن کا میرے پاس نہیں ہے اور کل پارچہ ہائے پوشیدنی قسم گوٹہ وغیرہ ہر ایک تفصیل وار سن کر بحلف کہا کہ میرے پاس اس تعداد اور اس قیمت کے نہیں ہیں جملہ سامان فروش تفصیل وار سن کر دو غلیچہ رنگ سیاہ قیمتی عہ روپیہ کی نسبت حلفاً کہا کہ میرے پاس ہیں لیکن اس قیمت کے نہیں ہیں باقی کل قسم فرش کے بابت حلف مذہبی نسبت عدم موجودگی کیا سامان چوبی مفصلاً مدعا علیہا کو سنایا گیا منجملہ کل سامان کے بیس عدد چوکیاں چوب ساز قیمتی مبلغ تیس روپے کی نسبت حلف سے انکار کیا اور دو پلنگ نواڑ کلاں قیمتی مبلغ بیس روپے کی نسبت مدعا علیہا نے بحلف کہا کہ میرے پاس ہیں لیکن قیمت کا حال معلوم نہیں ما بقی کل سامان چوبی کی عدم موجودگی پر حلف لیا چونکہ کارروائی حلف کی بہ تعمیل حکم اجلاس اعلیٰ حسب منشا عدالت دیوانی ہوگئی لہذا اجملہ کاغذات ذریعہ یادداشت ہذا باجلاس اعلیٰ نواب مدار المہام صاحب بہادر مرسل ہیں فقط دستخط حاکم بیّنوا توجروا۔

الجواب

کل یا جزء سے مراد یہی ہے کہ اشیائے مدعی بہا جمیع یا بعض نہ یہ کہ خود وہ اشیاء یا ان سے کم وزن و قیمت کی چیزیں خود عبارت حاکم دیوانی میں تفسیر موجود تھی کہ اشیائے مندرجہ فرد حسب وزن وقیمت مندرجہ فرد سے کل یا جز یعنی کوئی چیز اس فہرست میں کی اور یہی طریقہ مقررہ استحلاف ہے کہ احتیاطاً بعض دعوٰی بھی شامل حلف کرلیتے ہیں۔

ہندیہ میں ہے :

یحلف باللہ ما ھذا العین لفلان بن فلان ولا شیئ منہ یجمع بین الکل والبعض احتیاطا کذا فی المحیط۔[1]

حلف یوں دے گا خدا کی قسم یہ خاص چیز یا اس کا کچھ حصہ فلاں بن فلاں کا نہیں ہے قسم میں اس چیز کے کل اور بعض کو ذکر کرے احتیاطاً، محیط میں ایسے ہے۔ (ت)

عامہ کتب میں تمام امثلہ دیکھی جائیں یہی بڑھاتے ہیں کہ ولا شیئ منہ (اس میں سے کوئی چیز نہیں۔ت) نہ یہ کہ ولا شیئ اٰخر اقل منہ قیمۃ ووزنا (نہ کسی اور چیز کو جو اس سے قیمت اور وزن میں کم ہے۔ت) اس میں یہ ہے کہ حلف دعوٰی پر لیا جاتا ہے نہ کہ امر خارج عن الدعوٰی پر۔ ہدایہ میں ہے :

وان عجز عن ذٰلک وطلب یمین خصمہ استحلفہ علیہا۔[2]

مدعی اگر گواہ پیش کرنے سے عاجز ہو اور مخالف کی قسم کا مطالبہ کرے تو قسم لی جائے (ت)

غایۃ البیان میں ہے :

ای ان عجز المدعی عن اقامۃ البینۃ وطلب یمین المدعی علیہ استحلفہ القاضی حینئذ علی دعواہ۔[3]

یعنی اگر مدعی گواہی پیش کرنے سے عاجز ہو اور مدعی علیہ سے قسم کا مطالبہ کرے تو اس پر قاضی مدعی علیہ سے دعوٰی کے متعلق قسم لے (ت)

یمین دعوٰی صحیحہ کے سوا فاسدہ پر مترتب ہوتی نہیں معدوم پر کیونکر مترتب ہوسکتی ہے، عالمگیریہ میں ہے :

الاستحلاف یجری فی الدعاوی الصحیحۃ دون فاسدتہا کذا فی الفصول العمادیۃ۔[4]

قسم صحیح دعووں پر جاری ہوگی فاسد دعووں پر نہ ہوگی، فصول العمادیہ میں یونہی ہے (ت)

اور بعض دعوٰی داخل دعوٰی ہے ولہذا اگر شاہدین یا ایک بعض دعوٰی پر شہادت دیں قدر بعض

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الدعوٰی الباب الثالث الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۷

[2] الھدایۃ کتاب الدعوٰی مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۲۰۱

[3] غایۃ البیان

[4] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الدعوٰی الباب الثالث الفصل الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۳

میں قبول کرلیں گے۔ خانیہ میں ہے :

اذاادعی کل الدار فشہد وا لہ بنصف الدار ان جازت شہادتھم ویقضی لہ بالنصف من غیر توفیق۔[1]

مدعی نے کل مکان کا دعوٰی کیا تو گواہوں نے نصف مکان کی شہادت دی فیصلہ نصف مکان پر ہوگا بغیر موافقت پیدا کئے (ت)

بخلاف دیگر اشیاء مخالفۃ الوزن والقیمۃ کہ وہ غیر مدعٰی بہا ہیں اور وزن وقیمت میں کم ہونا بعضیت نہیں ہر عاقل جانتا ہے کہ مثلاً دو تولے سونے کے دو بالے قیمتی ساٹھ روپے اور دو بالے ایک تولے سونے کے تیس روپے قیمت کے ہوں، یہ بالے ان کے بعض وجز نہیں بلکہ غیر وجدا چیز ہیں، شیئ غیر حاضر میں ذکر وزن وقیمت اس کی تعریف وتعیین ہی کے لئے ہے تو اسکا غیر معین کا غیر ہے نہ جز۔ ہدایہ میں ہے :

لایقبل الدعوی حتی یذکر شیئا معلوما فی جنسہ وقدرہ لان فائدۃ الدعوی الالزام بواسطۃ اقامۃ الحجۃ والالزام فی المجہول لایتحقق فان کان عینا فی ید المدعی علیہ کلف احضارھا لیشیر الیہا بالدعوی وکذا فی الشہادۃ والاستحلاف لان الاعلام باقصی مایمکن شرط وذلک بالاشارۃ فی المنقول، وان لم تکن حاضرۃ ذکر قیمتہا لیصیر المدعٰی معلوما لان العین لاتعرف بالوصف والقیمۃ تعرف بہ۔[2]

جنس اور قدر میں معلوم چیز کے ذکر کے بغیر دعوٰی قبول نہ ہوگا کیونکہ دعوٰی کا فائدہ حجت کے ذریعہ الزام قائم کرنا ہے اور مجہول کا الزام متحقق نہیں ہوسکتا اور اگر وہ چیز مدعٰی علیہ کے قبضہ میں ہو تو اس کو حاضر کرنے کا پابند بنایا جائے گا تاکہ مدعی اس کی طرف دعوٰی کرتے ہوئے اشارہ کرسکے، اور شہادت اور قسم میں بھی ایسے کیا جائے کیونکہ تمام مراحل میں ہر ممکن حد تک تعارف ضروری ہے اور یہ منقول چیز میں اشارہ سے ہی حاصل ہوسکتا ہے اگر وہ چیز حاضر نہ ہو تو اس کی قیمت ذکر کرے تاکہ مدعا واضح ہوسکے کیونکہ خاص چیز کا تعارف اس کے وصف سے نہیں بلکہ اس کی قیمت سے ہوتا ہے (ت)

ہندیہ میں ہے :

اذاادعی جوھرا لابد من ذکر الوزن اذاکان غائبا وکان المدعی علیہ

اگر کسی جوہری چیز کا دعوٰی ہو تو اس کے وزن کا ذکر ضروری ہے اگر وہ غائب ہو اور مدعا علیہ اس کے قبضہ

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الشہادات باب من الشہادۃ التی یکذب المدعی مطبع نولکشور لکھنؤ ۴/۵۴۶

[2] الہدایہ کتاب الدعوٰی مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۲۰۰

منکرا کون ذٰلك فی یدہ كذا فی السراجیة و فی اللؤلؤ یذکر دورہ وضوءہ ووزنہ کذا فی خزانة المفتین[1]

سے انکاری ہو، سراجیہ میں یوں ہے اور موتیوں کے دعوٰی میں اس کی گولائی، چمک اور وزن کو ذکر کرے جیسا کہ خزانۃ المفتین میں ہے (ت)

وجیز امام کردری نوع اخیر فصل خامس عشر من الدعوٰی میں ہے:

فی دعوی الدیباج والجوھر یشترط ذکر الوزن اذا لم یکن حاضرا وان حاضرا فلا لتفاوت القیمة بتفاوت الوزن[2]

ریشمی کپڑے اور جواہر میں وزن کا ذکر شرط ہے جب حاضر نہ ہو اور اگر حاضر ہو تو ضروری نہیں کیونکہ وزن کے اختلاف سے قیمت میں اختلاف ہوتا ہے (ت)

اسی کی نوع مذکور میں ہے:

ذکر لوتادّعی من ندنیجا طولہ بذرعان خوارزم کذا وشھدوا بذلك کذلك بحضرة الزندنیجی فذرع فاذا ھو ازید او انقص بطلت الشھادة والدعوی کما اذا خالف سن الدابة الدعوی او الشھادة وقولھم الذرع وصف فیلغو فی الحاضر ذٰلك فی الایمان و البیع لا فی الدعوی والشھادة فانھما اذا شھدا بوصف فظھر خلافہ لایقبل وذکر ایضا ادعی حدیدا مشارالیہ و ذکر انہ عشرة امناء فاذا ھو عشرون او ثمانیة تقبل الدعوی والشھادة لان الوزن فی مشار الیہ لغو[3] اھ قلت وقولاہ علی اختلاف فھما مجمعان

زندنیجا کا دعوٰی کیا اس کی پیمائش خوارزمی گزوں سے بتائی کہ اتنی ہے اور گواہوں نے بھی یہی گواہی دی زندنیجی حاضر کی گئی اور پیمائش کرنے پر مذکورہ پیمائش سے کم یا زیادہ ہوئی تو دعوٰی اور شہادت دونوں باطل ہوجائیں گی جیسا کہ دعوٰی اور شہادت میں جانور کی عمر کا معاملہ ہے، باقی رہا فقہاء کا یہ ارشاد کہ پیمائش وصف ہے تو حاضر میں اس کا ذکر لغو ہوتا ہے تو یہ ضابطہ قسم اور بیع میں ہے دعوٰی اور شہادت میں نہیں کیونکہ ان دونوں میں جب وصف کو ذکر کیا تو اس کا خلاف ظاہر ہونے پر مقبول نہ ہونگے، اور یہ بھی ذکر کیا کہ موجود لوہے پر اشارہ کرتے ہوئے دعوٰی کیا اور بتایا کہ اس کا وزن دس من ہے تو وہ بیس یا آٹھ من نکلا تو دعوٰی اور شہادت مقبول ہوگی کیونکہ مشار الیہ

www.alahazratnetwork.org

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الدعوٰی الباب الثانی الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۲

[2] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش الفتاوی الہندیہ کتاب الدعوی نوع من الفصل الخامس عشر ؍؍ ؍؍ ۵/ ۴۲۵

[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۵/ ۴۲۱

علی اعتبار الوزن فی الغائب اما الاول فظاھر فانہ اذا اعتبر الوصف فی الحاضر فاعتبار العین فی الغیب اولی بدرجتین اما عرفت فی موضعہ ان الذراع وصف والقدر عین واما الثانی فلان الالغاء للاشارۃ فاذا انتفی انتفی۔

میں وزن کا ذکر لغو ہے اھ قلت (میں کہتا ہوں) اس کے دونوں متخالف قول غائب چیز میں وزن کے اعتبار میں جمع ہو سکتے ہیں پس اول ظاہر ہے اس لئے کہ جب حاضر میں وصف کا اعتبار ہوگا تو غائب میں بطریقِ اولیٰ دو درجہ ہوگا کیا معلوم نہیں کہ ذراع وصف اور قدر عینی چیز ہے اور دوسرا اس لئے کہ لغو ہونا اشارہ کی وجہ سے ہے تو جب اشارہ معدوم ہو جائے تو لغو ہونا معدوم ہو جائیگا (ت)

غرض وکیل مدعیہ کا یہ عذر مسموع نہیں اب باقی امور کی طرف چلئے پیش از حلف جو مکالمہ محکمہ حلف گیرندہ وحالفہ میں آیا وہ نہ یادداشت میں مسطور نہ سوال میں مذکور جس پر بالخصوص رائے قائم کی جائے مگر ملاحظۂ یادداشت محکمۂ حلف سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ فرد اشیائے مدعی بہا بابت متروکہ ضیاء النساء بیگم امیر النساء بیگم کو سنا کر اسے متوجہ حلف کیا گیا یعنی اس سے کہا گیا کہ ان اشیاء کی نسبت بحلف بیان کر و اس نے کلام مذکور یادداشت کہا جو ہر طرح سخن مستقل ہے اور اس میں ترکہ ضیاء النساء بیگم کا کہیں ذکر نہیں ہو سکتا تو عبارت حلف سے پیشتر کسی کلام میں ذکر متروکہ آجانا نفس حلف میں ذکر نہیں ہو سکتا جس نے ان معاملات میں علمائے کرام کی احتیاطیں دیکھی ہیں وہ اس کا ناکافی ہونا جانے گا جہاں آہستہ سے کسی لفظ کے بڑھا لینے کا احتمال پاتے ہیں وہاں اس کے قطع کی ہدایت فرماتے ہیں مثلاً شاہد کہے یہ چیز اس مدعی کی ملک ہے اور اس کا حق یوں نہ مانیں گے کہ شاید حق کے بعد آہستہ سے نہیں کہہ لے بلکہ یوں کہلوائیں گے کہ اور اس کا حق ہے یوں ہی مدعی سے تو جہاں کچھ بڑھانے کی بھی حاجت نہیں صرف قطع نیت و صرف ارادت سے کام چلتا ہے وہاں کیونکر پسند کریں گے۔ ہندیہ میں ہے:

فی فتاوی النسفی ینبغی للشاھد ان یقول فی شہادتہ ایں عین ملک ایں مدعی است وحق وی است حتی لا یمکن ان یلحق بہ وحق وے نے بنفی وکان الشیخ الامام فخر الاسلام علی البزدوی یقول اذا قال المدعی فلاں چیز ملک من ست وحق من لا یکتفی بہ وینبغی ان یقول وحق من ست ویقول فی قولہ

فتاوٰی نسفی میں ہے گواہ کو چاہئے کہ وہ اپنی شہادت میں یوں کہے یہ عین چیز اس مدعی کی ملک ہے اور اس کا حق ہے تاکہ نفی کے لاحق ہونے کا احتمال نہ رہے اور امام شیخ فخر الاسلام علی بزدوی فرماتے ہیں جب مدعی کہے یہ چیز میری ملک ہے اور میرا حق تو کافی نہ ہوگا بلکہ یوں کہے اور میرا حق ہے، اور اپنے قول میں "فلاں کے قبضہ میں ناحق" کی بجائے "فلاں کا قبضہ ناحق ہے"

وبدست فلاں بناحق بدست فلاں بناحق است وکذٰلک فی نظائرہ وحق لایلحق بہ کلمۃ النفی قال الاحتیاط فی ھذا ولکن ھذا الاحتیاط فی موضع یطالب بالتسلیم کذا فی الذخیرۃ۔[1]

اور اسی قسم کے بیان میں، ایسا چاہئے تاکہ نفی کے احق ہونے کا احتمال نہ رہے، اور فرمایا احتیاط یہی ہے، لیکن یہ احتیاط وہاں ضروری ہے جہاں قبضہ لینے کا مطالبہ ہو، جیسا کہ ذخیرہ میں ہے۔ (ت)

اور اگر پیشتر بابت متروکہ ضیاء النساء بیگم سوال کرکے حلف لئے جانے کے یہ معنی ہوں کہ اول امیر النساء بیگم سے کہلوالیا گیا کہ وہ دربارہ متروکہ ضیاء النساء بیگم حلف سے کہے گی یا واللہ اس باب میں جو کہے گی حق کہے گی کما ھو رائج فی زماننا (جیسا کہ ہمارے زمانہ میں رائج ہے۔ ت) تو یہ محض مردود و باطل ہے جو حلف شرع مطہر نے مدعا علیہ پر لازم کیا ہے اس سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا کہ یہ دربارہ مستقبل یمین منعقدہ ہے جس کا کفارہ بہت آسان اور یہاں مقصود وہ یمین ہے کہ اگر کاذب ہو تو غموس ہو جس کا انجام معاذ اللہ ہلاکت ہے اور اس کے لئے کوئی کفارہ ہی نہیں، شرح ہدایہ للعلامۃ الاتقانی صدر باب الاستحلاف میں ہے:

الیمین الکاذبۃ مھلکۃ فالمدعی علیہ متی اتوی حق المدعی فالشرع جعل الیمین الکاذبۃ حقالہ حتی تصیر مھلکۃ ایاہ بازاء ما اھلک من المال اھلاکا بازاء اھلاکہ۔[2]

جھوٹی قسم ہلاکت ہے، تو مدعٰی علیہ جب مدعی کے حق کو ضائع کرتا ہے تو شریعت نے مدعی کے لئے جھوٹی قسم کو حق قرار دیا ہے تاکہ وہ مدعٰی علیہ کے لئے مال کو ہلاک کے عوض ہلاکت بن جائے۔ (ت)

اسی طرح کافی و نتائج الافکار وغیرہا اسفار میں ہے کلام مذکور امیر النساء بیگم کا اولاً نفی مطلق ہونا محلِ نظر ہے پاس بمعنی ملک بھی مستعمل ہے کسی سے کوئی کتاب عاریۃً مانگے اور وہ اس کے کتب خانہ میں نہ ہو تو کہہ سکتا ہے کہ میرے پاس نہیں اگرچہ دور رکھی ہے اول متروکہ ضیاء النساء بیگم سے مباین ہے اور دوم خاص من وجہ بہرحال اس کی نفی اس کی نفی کو مستلزم نہیں اور عموم ہی مانئے تاہم بے ضابطگی واضح، یہ استلزام نکتہ بعد الوقوع سہی مگر شرعاً یمین اس طور پر لینی چاہئے کہ نکول کرے تو دعوی کا بذل یا اقرار ظاہر ہو

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشہادات الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۴۶۰/۳ و ۴۶۱
[2] غایۃ البیان

یہاں ہرگز ایسا نہیں اگر بے تقیید متروکہ مطلق قسم لیتے کہ فلاں فلاں اشیاء اس قیمت و وزن کی تیرے پاس نہیں وہ قسم کھانے سے انکار کرتی تو مطلق کا اقرار ہوتا جو مقید کا اقرار قرار نہ دیا جاسکتا تو نکول مہمل و فضول رہتا، جامع الفصولین میں ہے:

لایفید تحلیفہ لانہ لنکول ھو کاقرار[1]

اس کو قسم دینا مفید نہیں کیونکہ اس کے انکار پر وہ اقرار قرار پائے گا۔ (ت)

عقود الدریہ میں ہے:

فائدۃ التحلیف القضاء بالنکول فاذا لم یجز القضاء بالنکول عما ذکر فکیف یجوز التحلیف بہ لان التحلیف انما یقصد لنتیجتہ و اذا لم یقض بالنکول فلا ینبغی الاشتغال بہ وکلام العقلاء یصان عن اللغو کما اشار لذلک فی البحر والمنح[2] اھ باختصار۔

قسم کھلانے کا فائدہ انکار قسم پر فیصلہ کرنا مقصود ہے تو جہاں قسم کے انکار پر فیصلہ جائز ہو قسم کھلانا کیونکر جائز ہوگا، کیونکہ مقصود نتیجہ خیز قسم ہے اور جب قسم کے انکار پر فیصلہ نہ کیا جاسکے تو قسم کا شغل نہ کیا جائے حالانکہ عقلاء کے کلام کو لغو ہونے سے بچایا جاتا ہے جیسا کہ اس کی طرف بحر اور منح میں اشارہ ہے اھ با ختصار۔

ان امور میں زیادہ فکر کی حاجت نہیں جب کہ بالبداہۃ آشکارا ہے کہ حلف مذکور محض ناکافی و مہمل واقع ہوا اور حکم حاکم دیوانی کی اصلاً تکمیل نہ ہوئی حاکم نے یادداشت میں صراحۃً یہ الفاظ لکھے تھے کہ کوئی چیز اس فہرست میں کے بابت متروکہ ضیاء النساء بیگم پاس مدعا علیہا کے نہیں ہے نہ ضیاء النساء بیگم کے مرنے کے بعد مدعا علیہا کے قبضے میں آئی اس دوسرے فقرے پر مطلق لحاظ نہ ہوا صرف پاس نہیں موجود نہیں پر حلف لیا گیا جس نے حلف کو محض ناقص و ناقابل قبول کردیا ممکن کہ بعد انتقال ضیاء النساء بیگم اشیائے دعوٰی کل یا بعض قبضۂ امیر النساء بیگم میں آئی ہوں اور اب موجود نہ ہوں اب اس کے قبضے میں نہ ہوں صرف کردی ہوں تلف کردی ہوں ہبہ کردی ہوں تو قبضۂ موجودہ و وجود فی الحال کی نفی سے کیا کام نکلا لاجرم حلف میں مدعیہ کے لئے فقرہ کثیر متروک ہوئی اور اس کی حق تلفی صاف محتمل رہی۔ جامع الفصولین میں ہے:

ذکر الخصاف فی دعوی الودیعۃ اذا لم تکن حاضرۃ یحلفہ باللہ مالہ ھذا المال الذی ادعاہ فی یدک ودیعۃ

خصاف نے ذکر کیا ہے کہ امانت کے دعوٰی میں اگر چیز حاضر نہ ہو تو مدعٰی علیہ سے یوں قسم لی جائے کہ خدا کی قسم وہ مال جو تیرے قبضہ میں بطور امانت ہونے

---

[1] جامع الفصولین الفصل الخامس عشر اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰۲

[2] العقود الدریۃ تنقیح فتاوٰی حامدیہ کتاب الدعوٰی ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۳۹

ولا شیئ منه ولا له قبلك حق منه لانه متی اتلفه او دل انسانا علیه لم یکن فی یده فیکون علیه قیمته فلا یکتفی بقوله فی یدك بل یضم الیه ولا له قبلك حق منه احتیاطاً[1]۔

کا دعوٰی کرتا ہے وہ اس کا حق نہیں اور نہ اس میں کچھ اس کا حق ہے اور نہ ہی تیری طرف اس کا کوئی حق ہے، کیونکہ جب اس نے امانت کو تلف کر دیا ہو یا کسی اور کو دے دی اور اپنے قبضہ میں نہ ہو، تو اس صورت میں اس پر قیمت لازم ہوگی، تو تیرے قبضہ والی بات کافی نہ ہوگی بلکہ اس کے ساتھ، اور تیری طرف کوئی حق اس کے لئے نہیں ہے، شامل کرنا بطور احتیاط ضروری ہے۔ (ت)

حلف دینا مدعی یا وکیل مدعی کا حق نہیں حق حاکم ہے حق مدعی حلف لینا یعنی طلب حلف ہے و بس، ولہذا اگر مدعی خود حاکم کے سامنے دار القضاء میں بطور خود مدعا علیہ کو حلف دے لے مقبول نہیں اگرچہ وہ حلف بروجہ کافی ہی دیا گیا ہو۔ عالمگیریہ میں ہے:

لو حلف بطلب المدعی بیمینه بین یدی القاضی من غیر استحلاف القاضی فهذا لیس بتحلیف لان التحلیف حق القاضی کذا فی القنیة وهکذا فی البحر الرائق[2]۔

اگر مدعی از خود قاضی کی موجودگی میں مدعی علیہ سے قسم طلب کرے تو قاضی کی طلب کے بغیر قسم کھلانا جائز نہیں کیونکہ قسم کا مطالبہ اور قسم کھلانا قاضی کا حق ہے، قنیہ اور بحرالرائق میں یوں ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

المدعی لو اسقطه ای الیمین قصدا بان قال برئت من الحلف او ترکته علیه او وهبته لایصح وله التحلیف بخلاف البراءة عن المال لان التحلیف للحاکم، بزازیة[3]۔

مدعی نے اگر مدعی علیہ سے قسم کو ساقط کرتے ہوئے کہا میں نے تجھے قسم سے بری کیا، یا، تجھ سے قسم لینا میں نے ترک کیا یا میں نے تجھے یہ حق ہبہ کر دیا تو مدعی کا قصداً قسم کو ساقط کرنا صحیح نہ ہوگا کیونکہ قسم کھلانا قاضی حاکم کا حق ہے، اس کے برخلاف اگر مدعی اس کو مال سے بری کر دے تو جائز ہے، بزازیہ۔ (ت)

اسی میں ہے:

---

[1] جامع الفصولین الفصل الخامس عشر اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹۵
[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الدعوٰی الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۳
[3] درمختار کتاب الدعوٰی مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۲۰

الیمین حق القاضی مع طلب الخصم[1]

فریقِ مخالف کے مطالبہ پر قسم قاضی کا حق ہے(ت)

اسی میں ہے:

ونقل المصنف عن القنیۃ ان التحلیف حق القاضی فما لم یکن باستحلافہ لم یعتبر[2]

مصنف نے قنیہ سے نقل کیا ہے کہ قسم کھلانا قاضی کا حق ہے تو جو قسم قاضی کی جانب سے نہ ہو وہ معتبر نہیں(ت)

تو ہدایت صاحب حق یعنی حاکم کے خلاف جو ناکافی و ناتمام حلف رکھا گیا اگرچہ خود وکیل مدعیہ یا مدعیہ نے آپ ہی لکھا ہو کیا معتبر ہوسکتا ہے بلکہ ناکافی حلف تو خود حاکم کا رکھا ہوا بھی مقبول نہیں اسے بیکار ٹھہرا کر دوبارہ حلف دینا ہوگا۔ محیط و جامع الفصولین و تبیین الحقائق و عالمگیریہ و درر الحکام و درمختار وغیرہا عامہ اسفار میں ہے:

فی کل موضع وجبت الیمین فیہ علی البتات فحلف علی العلم (ولفظ جامع الفصولین عن المحیط فحلفہ القاضی علی العلم) لا تکون معتبرۃ حتی لا یقضی علیہ بالنکول ولا تسقط الیمین عنہ[3]

جس مقام پر قطعیت پر قسم چاہئے تو وہاں علم کی قسم کھائی (اور جامع الفصولین میں محیط سے منقول الفاظ یہ ہیں) تو قاضی وہاں اس سے علم کی قسم لی، تو یہ معتبر نہ ہوگی حتی کہ ایسی قسم کے انکار پر فیصلہ نہ کرسکے گا اور نہ ہی قسم ساقط ہوگی(ت)

وجیز امام کردری نوع ثالث فصل سابع کتاب القضا میں ہے:

من لہ حق الحلف علی البتات اذا حلف القاضی خصمہ علی العلم یبقی لخصمہ حق البتات[4]

جہاں پر صاحبِ حق کو قطعیت پر قسم مطلوب ہو وہاں قاضی مدعی علیہ سے علم کی قسم لے تو دوسرے فریق یعنی مدعی کو قطعیت پر قسم کا حق باقی ہے(ت)

ان عبارات سے واضح کہ حلف جب فی نفسہٖ ناکافی ہو تو اگرچہ دونوں صاحب حق اعنی مدعی و قاضی کی مرضی مجتمع ہوجائے جب بھی مقبول و مسقط حلف نہ ہوگا اور بہ طلب مدعی دوبارہ حلف دینا لازم آئے گا۔

فانھم رتبوا عدم اعتبارہ علی وقوعہ

جس طرح قسم واجب تھی اس کے خلاف قسم پر فقہاء نے

---

[1] درمختار — کتاب الدعوٰی — مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۱۶

[2] ؍؍ — ؍؍ — ؍؍ ۲/ ۱۱۶

[3] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ التبیین کتاب الدعوٰی الباب الثالث الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۲۴

جامع الفصولین — الفصل الخامس عشر — اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹۴

[4] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب القضاء فصل سابع نوع ثالث ؍؍ ؍؍ ۵/ ۲۰۵

لاعلی الوجه الذی وجب لوکان بلاتحلیف القاضی لم یعتبر قط وان وقع علی الوجه الواجب کما سلف وکذا لوکان بلا طلب المدعی۔ فی جامع الفصولین اواخر الفصل الخامس عشر عن فتاوی رشید الدین القاضی لوحلف بغیر طلب المدعی ثم طلب المدعی تحلیفه فله ان یحلفه ثانیا[1] اھ فعلم ان وقوعه لاعلی الوجه الواجب مستقل بالرد و ان وقع بطلب المدعی و تحلیف القاضی۔

عدم اعتبار کو مرتب کیا ہے کہ قاضی کی طرف سے قسم طلب کئے بغیر صحیح طور بھی قسم ہوئی تو ہرگز معتبر نہ ہوگی جیسا کہ گزرا ہے اور یونہی اگر وہ قسم مدعی کے مطالبہ کے بغیر ہوئی ہو، جامع الفصولین کی پندرھویں فصل میں فتاوٰی رشید الدین سے منقول ہے کہ قاضی نے اگر مدعی کے مطالبہ کے بغیر قسم لے لی اور اس کے بعد مدعی نے قسم کا مطالبہ کیا ہو تو اس کو دوبارہ قسم کھلانے کا حق ہوگا اھ، تو معلوم ہوا کہ واجبی طور کے خلاف ہونا یہ نا اعتباری کی مستقل وجہ ہے اگرچہ یہ مدعی کے مطالبہ اور قاضی کے قسم لینے پر ہو۔ (ت)

پس صورت مستفسرہ میں لازم کہ حاکم امیر النساء بیگم سے دوبارہ حلف تام شرعی بروجہ صحیح و کافی لے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ از ریاست رام پور تھانہ کجیانے متصل زیارت نعیم شاہ صاحب، مرسلہ سید چھٹن میاں صاحب، غرہ جمادی الاولٰی ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے ایک منزل مکان اپنا وقف کرکے زید کو متولی اس کا کردیا، زید قابض مکان مذکور ہے، اب زید پر بکر نے دعوی ایک دیوار چھپت و پاکھے مکان اپنے کا دائر کچہری کیا، زید نے بکر کی دیوار چھپت و پاکھے سے انکار کیا، بکر نے حصر دعوی اپنے کا حلف زید پر کیا، زید کہتا ہے کہ میں مالک مکان موقوفہ نہیں ہوں مجھ پر شرعاً حلف متوجہ نہیں ہوتا ہے، پس دریافت کیا جاتا ہے کہ زید پر حلف شرعاً نسبت دعوی بکر آتا ہے یا بوجہ متولی اور غیر مالک مکان ہونے کے حلف متوجہ نہیں ہوتا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

فی الواقع صورت مستفسرہ میں زید متولی پر حلف متوجہ نہیں متولی پر حلف صرف اس وقت میں آتا ہے جب خود اس پر کسی عقد کا دعوی کیا جائے مثلاً کوئی مدعی ہو کہ فلاں زمین وقفی اس نے میرے اجارے میں دی عقد تمام ہوگیا اور اب قبضہ نہیں دیتا یا اس کے مثل اور دعوی۔ تنویر الابصار میں ہے:

---

[1] جامع الفصولین الفصل الخامس عشر اسلامی کتب خانہ پشاور ۱/۲۰۵

الوصی والمتولی وابوالصغیر یملك الاستحلاف ولایحلف بہ[1]

وصی، متولی، نابالغ کا باپ قسم لے سکتے ہیں اور ان سے قسم نہیں لی جاسکتی۔ (ت)

درمختار و تنویرالابصار و بحرالرائق میں ہے:

لایستحلف الاب فی مال الصبی ولاالوصی فی مال الیتیم ولاالمتولی للمسجد والاوقاف الااذاادعی علیہم العقد[2]

والد سے نابالغ بیٹے کے مال سے متعلق، ولی سے یتیم کے مال اور متولی سے مسجد واوقاف کے متعلق قسم نہ لی جائے گی ان سے قسم صرف اس صورت میں لی جائیگی جب ان پر کسی عقد کا دعوٰی ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ لایستحلف الاب اھ ای لوجنی الصبی جنایۃ فانکرابوہ اووصیہ اوادعی احد جدار المسجد اوالدار الموقوفۃ اوانہ انفق علی الوقف شیئا باذن المتولی السابق[3]۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

ماتن کا قول کہ "باپ سے قسم نہ لی جائے گی الخ" یعنی بچّے کی جنایت کا دعوٰی ہو اور باپ اس کا انکار کرے یا اس بچّے کے لئے وصی ہو وہ انکار کرے یا کوئی متولی پر مسجد یا وقف شدہ مکان اور اس کی دیوار کا دعوٰی کرے یا یہ کہ اس نے پہلے متولی کی اجازت سے وقف پر اپنا مال خرچ کرنے کا دعوی کیا ہو تو ان پر قسم نہ ہوگی۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۷۹: از شہر مدرسہ اہلسنت مسئولہ مولوی عبدالرحیم متعلم مدرسہ مذکور جمادی الآخر ۱۳۳۰ھ

ماقولکم رحمکم اللہ (اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے آپ کا کیا فرمان ہے۔ ت) کہ زید کا نکاح ہندہ سے ہوا اور اس سے ایک لڑکا عمرو پیدا ہوا بالقضائے الٰہی زید فوت ہوا البتہ زید خالد موجود ہے جو دادا عمرو کا ہوتا ہے اب بوجہ نزاع جائداد کے خالد دادا عمرو کا یہ قول ہے کہ زید کا نکاح ہندہ سے نہیں ہوا تھا اور نیز قاضی جس نے نکاح پڑھایا تھا اس سے اس امر میں جھوٹ بلوانا چاہتا ہے کہ جھوٹی گواہی

---

[1] درمختار شرح تنویرالابصار	کتاب الدعوٰی	مطبع مجتبائی دہلی	۲/ ۱۱۸
[2] " " " "	کتاب الوقف	"	۱/ ۳۰۱
بحرالرائق	کتاب الدعوٰی	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۷/ ۲۰۹
[3] ردالمحتار	کتاب الوقف	داراحیاء التراث العربی بیروت	۳/ ۴۲۹

دے دو کہ میں نے نکاح نہیں پڑھایا کفارہ ادا کردیا جائے گا، آیا جائز ہے کہ قاضی نکاح کچہری میں کہہ دے کہ میں نے نکاح نہیں پڑھایا یا سچ بولے اور شہادت کا ذمہ میں کفارہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب

جھوٹی قسم جو آئندہ کی بابت کھائی جائے اس کا کفارہ ہے اور جھوٹی گواہی کا کچھ کفارہ نہیں۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"جھوٹی گواہی دینے والا گواہی دینے کی جگہ سے اپنے پاؤں ہٹانے نہیں پاتا کہ اللہ تعالٰی اس کے لئے جہنم واجب کردیتا ہے۔" واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از نباہیڑہ علاقہ ریاست ٹونک مرسلہ خدا بخش ابراہیم ۳۰ رمضان ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بحکم شرح شریف میں دعوٰی کیا مبلغ للعہ کا مدعا علیہ نے مالعہ کا اقرار کیا باقی رقم مذکور سے انکار کیا تو عدالت شریعت نے مدعی کے پاس سے ثبوت طلب کیا اس میں مدعی نے پانچ گواہ پیش کئے گواہ مذکور عدالت شریعت میں قابل التفات کے نہیں اس وجہ سے کہ گواہوں میں اختلاف بہت اور مجہول گواہی دینے سے عدالت شریعت نے گواہی نامنظور فرمائی اور از روئے حدیث شریف کے مدعا علیہ پر قسم کا حکم دیا وہ حدیث شریف یہ ہے:

البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر[1] گواہی مدعی پر اور قسم منکر پر لازم ہے (ت)

آیا اس صورت میں حدیث شریف کا مطلب یہی ہے کہ گواہ پیش ہونے پر بھی مدعا علیہ پر بھی قسم عائد ہوتی ہے یا نہیں، جواب استفتاء بحوالہ کتب وعبارت عنایت فرمائیں اس لئے کہ میرے مقدمہ کی پیشی ۴ شوال ۱۳۳۸ھ ہے براہ کرم جواب جلد عنایت ہو۔

الجواب

شہادت کے موجود ہوتے مدعی مدعا علیہ کا حلف طلب نہیں کرسکتا مگر شہادت وہ ہے کہ مفید مدعا ہے ورنہ نام شہادت ہے حقیقۃً شہادت معدوم ہے ایسی صورت میں مدعا علیہ پر حلف عائد ہوسکتا ہے مگر حاکم بطور خود اس پر حلف نہیں رکھ سکتا بلکہ مدعی کا طلب کرنا شرط ہے وہ چاہے کہ مدعا علیہ سے حلف لیا جائے

---

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الدعوٰی باب البینۃ علی المدعی الخ دار صادر بیروت ۱۰/ ۲۵۲
صحیح البخاری کتاب الرہن باب اذا اختلف الراہن والمرتہن قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۴۲
جامع الترمذی ابواب الاحکام باب ماجاء ان البینۃ علی المدعی امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۶۰

تو قاضی اس سے حلف لے اس لئے کہ حلف حق مدعی ہے جس طرح حلف لینا حقِ قاضی ہے بالجملہ جب مدعی شہادت اصلاً نہ دے یا جو گواہ پیش کرے ان سے ثبوتِ دعوی نہ ہو تو اگر مدعی مدعا علیہ کا حلف نہ مانگے مقدمہ خارج 20
کردیا جائے،

لانہ ادعی ولم ینور دعواہ بالبینۃ والمدعی علیہ منکر وھذا لا یطلب حلفہ فانسدت طرق القضاء۔

کیونکہ دعوٰی کرکے گواہی پیش نہ کرے اور مدعی علیہ منکر ہے مدعی اس سے قسم بھی طلب نہ کرے تو فیصلہ کے راستے بند ہوگئے۔ (ت)

اور اگر مدعی حلف مانگے تو بطور خود مدعا علیہ پر قسم نہیں رکھ سکتا اگر رکھے گا اور وہ حلف سے انکار کردے یا نکارٗ معتبر نہ ہوگا کہ حلف لینا حق قاضی ہے حاکم برطلب مدعی مدعا علیہ پر حلف رکھے اب اگر مدعا علیہ حلف سے انکار کردے تو دعوی ڈگری کیا جائے اور حلف کرلے تو ڈسمس۔ ہدایہ میں ہے:

اذا صحت الدعوی سأل القاضی المدعی علیہ عنہا لینکشف وجہ الحکم فان اعترف قضی علیہ بہا، وان انکر سأل المدعی البینۃ لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الک بینۃ فقال لا فقال لک یمینہ سأل ورتب الیمین عما فقد البینۃ فلابد من السوال لیمکنہ الاستحلاف وان احضرھا قضی بہا لانتفاء التہمۃ عنہا، وان عجز عن ذلک وطلب یمین خصمہ استحلفہ علیہا لما روینا ولابد من طلبہ لان الیمین حقہ الا تری انہ کیف اضیف الیہ بحرف اللام فلابد

جب دعوٰی صحیح ہو تو قاضی مدعا علیہ سے دعوٰی کے متعلق سوال کرے تاکہ فیصلہ کا طریقہ واضح ہوسکے تو اگر مدعٰی علیہ دعوٰی کو مان لے تو اس کے خلاف دعوٰی کا فیصلہ کردے اور اگر وہ انکار کرے تو اب قاضی مدعی سے گواہ طلب کرے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدعی کو فرمایا کیا تیرے پاس گواہی ہے تو اس نے کہا نہیں ہے، تو آپ نے فرمایا اب تجھے مدعی علیہ کی قسم کا حق ہے پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدعی سے پوچھا اور قسم کو گواہی نہ ہونے پر مرتب فرمایا تو گواہی کا سوال ضروری ہے تاکہ موجود نہ ہونے پر قسم لی جاسکے، اور اگر مدعی نے گواہی پیش کردی تو قاضی اس پر فیصلہ کردے کیونکہ کوئی اعتراض نہ رہا اور اگر گواہی پیش کرنے سے معذور رہے اور وہ مدعٰی علیہ سے قسم طلب کرے تو قاضی قسم لے جیسا کہ ہم نے روایت کیا مدعی کا قسم طلب کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ اس کا حق ہے، دیکھا نہیں کہ

من طلبه[1] الخ فانظر الی قوله ان احضرها قضی بها فانما اراد البینة المثبتة للدعوی والیها الاشارة فی قوله و ان عجز عن ذلك، فمن اتی ببینة لم تفد فقد عجز عن اقامتها علی دعواه۔

حدیث کے الفاظ میں قسم کو مدعی کی طرف حرف لام سے مضاف کیا ہے تو مدعی کا طلب کرنا ضروری ہے، اھ، مصنف کے قول "اگر گواہی پیش کردے تو فیصلہ دے دے" پر غور کرو، تو یہ گواہی صرف وہی ہو سکتی ہے جو دعوٰی کے لئے مُثبت ہو اور ایسی ہی گواہی کے متعلق اشارۃً فرمایا، اگر اس سے عاجز ہو، تو اگر مدعی گواہی پیش کرے جو مفید نہ ہو تو وہ اپنے دعوٰی پر گواہی سے عاجز ہوا، اھ(ت)

غایۃ البیان میں ہے:

اذا قال المدعی لی بینة حاضرة وطلب الیمین لم یستحلف عند ابی حنیفة رضی الله تعالٰی عنه احتج بما روی عن رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم انه قال للمدعی الك بینة قال لا قال لك یمینه فالنبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم رتب الیمین علی البینة فدل علی ان الیمین انما تکون حجة عند عدم البینة ولان الیمین الکاذبة مهلکة فالمدعی علیه متی اتوی حق المدعی فالشرع جعل الیمین الکاذبة حقا له حتی تصیر مهلکة ایاه بازاء ما اهلك من المال اهلاکا بازاء اهلاك وانما یستحق اتواء الحق علی المدعی اذا لم تکن بینة فاما اذا کان له بینة لایتوی حقه بل

جب مدعی نے بتایا کہ میرے گواہ موجود ہیں، اس کے باوجود قسم کا مطالبہ کرے تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک قاضی قسم نہ لے گا، ان کی دلیل، نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مدعی سے یہ استفسار کہ کیا تیری گواہی ہے اس نے جواب میں عرض کیا نہیں ہے، تو اس کو فرمایا تجھے قسم کا حق ہے، تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قسم کو گواہی پر مرتب فرمایا تو اس سے معلوم ہوا کہ قسم تب حجت ہوگی جب گواہی نہ ہو، اور اس لئے بھی کہ جھوٹی قسم ہلاکت ہے مدعٰی علیہ جب مدعی کا مال ضائع کرے تو شریعت نے مدعی کو اس کی جھوٹی قسم کا حق دیا ہے تاکہ جھوٹی قسم مدعٰی علیہ کے لئے ہلاکت بن جائے تاکہ مدعی کا مال ہلاک کرنے کے بدلے اس کو ہلاکت ملے، تو اس وجہ میں مدعٰی علیہ مدعی کے حق کو نقصان تب پہنچا سکے گا جب مدعی کے پاس گواہی نہ ہو تو جب تک گواہی

---

[1] الهدایة   کتاب الدعوٰی   مطبع یوسفی لکھنؤ   ٣/ ٢٠١

یمکنه اثبات حقه بالبینة فلا یجعل الیمین المھلکة حقالہ فی ھذہ الحال لانه فی غیر وقته[1] اھ ومعلوم ان الاتواء حاصل مع بینة لم تثبت دعواہ فکانت کلا بینة بناءً علی ان البینة اذا لم توافق الدعوی و منه الشھادۃ بالمجھول بقیت بلا دعوی والدعوٰی شرط الشھادۃ فی حقوق العباد وانتفاء الشرط انتفاء المشروط فظھر انه عجز من البینة فله طلب حلف المدعی علیه۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اس کا حق ضائع نہ کرسکے گا بلکہ مدعی اپنے حق کو گواہی کے ذریعے ثابت کرے گا لہذا اس حال میں ہلاک کرنیوالی قسم مدعی کا حق نہ بنے گی کیونکہ وہ وقت نہیں ہے اھ اور یہ بات واضح ہے کہ ایسی گواہی جو دعوٰی کو ثابت نہ کرسکے تو وہ کالعدم قرار پائے گی اس بناء پر کہ وہ گواہی دعوٰی کے موافق نہ ہوئی، اس کی ایک صورت یہ ہے کہ شہادت مجہول ہو تو گویا دعوٰی ثابت نہ ہوا، حالانکہ شہادت کے لئے دعوٰی ضروری شرط ہے تو جب شرط نہ ہوئی تو مشروط نہ ہوا، تو ظاہر ہوگیا کہ دعوٰی پر گواہی سے عاجز ہے تو اسے قسم طلب کرنے کا حق ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۸۱ از شہر مسئولہ غلام رسول ۲۷ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

www.alahazratnetwork.org

ایک پنچایت قائم ہوئی اور ایک شخص پر ایک امر میں حلف قائم کیا اور سب پنچوں نے اسے منظور کیا اس شخص نے حلف سے بیان کیا وہ معاملہ فیصل ہوگیا بعد کو چند اشخاص نے پنچ سے علیحدہ ہو کر یہ کہا کہ حلف کو نہیں جانتے اور ہمارے یہاں حلف نہیں ہے ہم حلف کو نہیں جانتے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مسئولہ میں یہ قول قائل کا کہ ہم حلف کو نہیں جانتے ہمارے یہاں حلف نہیں ہے اگر وہ شخص اہلِ اسلام سے ہے اور بوجہ جہالت و نادانی یہ قول کرتا ہے تو گنہگار ہے تو یہ چاہئے اور اگر جانتا ہے کہ یہ حکم شرع ہے اور تکذیب کرتا ہے یا اہانت کرتا ہے تو حکم کفر عائد ہوتا ہے اس لئے کہ یہ حکم حدیث مشہور البینة للمدعی والیمین علی من انکر[2] (گواہی مدعی کو لازم اور قسم مدعی علیہ منکر پر ہے۔ ت) سے ثابت ہے

---

[1] غایۃ البیان

[2] صحیح البخاری کتاب الرہن باب اذا اختلف الراہن والمرتہن قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۴۲

جامع الترمذی ابواب الاحکام باب ما جاء ان البینة علی المدعی امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۶۰

سنن الدارقطنی باب فی المرأۃ تقتل اذا ارتدت نشر السنۃ ملتان ۴/ ۲۱۸

السنن الکبرٰی کتاب الدعوٰی باب البینة علی المدعی الخ دار صادر بیروت ۱۰/ ۲۵۲

اور اجماع تمام امت مرحومہ کا اس پر ہے، ہذا صورت الجواب واللہ اعلم بالصواب فقط

بیشک حلف حدیث مشہور سے ثابت ہے۔ الجواب صحیح العبد المجیب محمد عبدالغفار خاں عفی عنہ

العبد محمد ہدایت اللہ عفی عنہ محمد عبدالجبار خاں عفی عنہ مُہر

الجواب

سائل غلام رسول ترہ فروش رام پوری نے واقعہ بیان کیا کہ ان کی برادری کا کوئی شخص بدایوں سے آیا تھا حسب رواج قوم اسے دعوت دینی تھی، ایک برادر اسے دعوت دینے گیا وہ نہ ملا پھر پنچایت میں دعوت نہ دئے جانے کا شاکی ہوا اس پر اس برادر سے کہا گیا تم حلف سے کہہ دو کہ تم دعوت دینے گئے تھے اس نے حلف سے کہہ دیا اس پر چند اشخاص نے وہ لفظ کہے، نیز غلام رسول نے بیان کیا کہ وہ اور حافظ علاء الدین اور جما تین شخص مجیب کے پاس گئے اور واقعہ مذکورہ ہمارے سامنے حافظ مذکور نے مجیب سے کہا اور فتوی طلب کیا جس پر یہ جواب لکھا،

نشان انگوٹھا
غلام رسول

اگر یہ بیان واقعی ہے تو یہاں ہرگز نہ کوئی شرعی دعوی تھا نہ کوئی مدعی نہ مدعا علیہ نہ کسی پر حلف عائد، اسے حدیث البینۃ للمدعی والیمین علی من انکر[1] (گواہی مدعی کے ذمہ اور قسم مدعی علیہ منکر پر ہے۔ ت) کے تحت میں داخل کرنا صریح جہل وظلم ہے اور بالفرض باطل اگر اس کا کہنا کہ میں دعوت دینے گیا تھا دعوی ہوتا تو منکر تو بدایوں والا تھا اس پر حلف آتا نہ کہ مدعی پر، یہ دوسری جہالت شدیدہ ہے، بلاشبہہ ایسا حلف شریعت میں نہیں اور اس نے ٹھیک کہا تو اس پر حکم گناہگاری و توبہ تیسری جہالت ہے اور سب سے سخت تراشدہ وہ کہ اس باطل محض کو معاذ اللہ حکم شرع ٹھہرا کر اس کی تکذیب کے سبب مسلمان پر حکم کفر عائد کرنا، حالانکہ اگر عقل سے کام لینا ہو تو باطل محض کو حکم شرع قرار دینے ہی پر یہ کہنا لازم کہ یہ قرار دینے والا اگرچہ بوجہ جہالت و نادانی یہ قول کرتا ہے تو گنہگار ہے توبہ چاہئے اور اگر جانتا ہے کہ یہ حکم شرع نہیں اور قصداً اللہ و رسول پر جھوٹی شریعت کا افترا کرتا ہے تو حکم کفر عائد ہوتا ہے اس لئے کہ قرآن عظیم میں ہے،

---

[1] صحیح البخاری کتاب الرھن باب اذا اختلف الراھن والمرتھن قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۴۲
جامع الترمذی ابواب الاحکام باب ماجاء ان البینۃ علی المدعی امین کمپنی دہلی ۱/۱۶۰
سنن الدارقطنی باب فی المرأۃ تقتل اذا ارتدت نشر السنۃ ملتان ۴/۲۱۸
السنن الکبری للبیہقی کتاب الدعوی والبینات دار صادر بیروت ۱۰/۲۵۲

انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون[1] ۳۰۹ جھوٹ کا افترا وہ لوگ کرتے ہیں جو مومن نہ ہوں (ت)

اور فرماتا ہے :

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[2] جو لوگ اللہ تعالٰی پر جھوٹ افترا باندھتے ہیں وہ فلاح نہ پائیں گے۔ (ت)

ظاہر صورت اولٰی ہے کہ بوجہ جہالت ایسا کہا ہے جس پر "ھذا صورۃ الجواب" بنائے گشیدہ قرینہ ہے مگر یہ فقط اس قول باطل ہی کا گناہ نہیں جاہل کو فتوٰی دینا کس نے حلال کیا، حدیث میں ہے :

من افتی بغیر علم لعنتہ ملٰئکۃ السمٰوٰت والارض[3] اوکما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ جو بے علم فتوٰی دے آسمانوں اور زمین کے فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں (یا جس طرح حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا۔ ت)

والعیاذ باللہ تعالٰی، اور بالفرض اگر سائل کا بیان غلط ہے اور مجیب سے واقعہ بیان نہ کیا گیا جب بھی اتنے بیان سوال سے مجیب کا یہ ظہرالینا کہ تروفروشوں کی قومی پنچایت میں کوئی شرعی دعوٰی پیش ہوا اور یہ کہ انھوں نے منکر پر حلف رکھا جہالت ہے قومی پنچایتوں کو کون نہیں جانتا ومن لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل[4] (جو اہلِ زمانہ کو نہیں جانتا وہ جاہل ہے۔ ت) اور مدعی و منکر کی شناخت ہزاروں جگہ علماء کو تو سخت دشوار ہوتی ہے نہ کہ جہال، مگر مجیب نے اپنے شہر کے تروفروشوں کو شاید امام مجتہد فرض کرلیا، مسلمان پر حکم معصیت بلکہ ایک وجہ پر حکم کفر لگانے کے لئے تنقیح ضرور تھی کہ کیا معاملہ کیسا حلف، مگر اسے تو وہ جانے جسے علم و دین سے حصہ عطا ہوا۔ بہرحال جواب رام پور جہل و ظلم ضرور، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۲: از عظیم آباد پٹنہ مرسلہ قاضی محمد عبدالوحید صاحب ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے انتقال کیا اور شوہر اور ایک شیرخوار بچہ اور ایک نانی اور دو بھائی حقیقی چھوڑے۔ بعد وفات ہندہ آپس میں من حیث ترکہ پانے کے نزاع واقع ہوئی، ہندہ کے بھائیوں نے ہندہ کے شوہر سے دین مہر خالدہ اخت ہندہ کا جو قبل شوہر ہندہ کے نکاح میں

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۵
[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶
[3] کنزالعمال بحوالہ ابن عساکر حدیث ۲۹۰۱۸ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۰/ ۱۹۳
الفقیہ والمتفقہ باب ماجاء من الوعید لمن افتی بغیر علم حدیث ۱۰۴۳ دار ابن جوزی ریاض ۲/ ۳۲۷
[4] درمختار باب الوتر والنوافل مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۹

تھی اور بعد لاولد فوت ہونے اس کے ہندہ نکاح میں آئی تھی ادا کاری کا مطالبہ کیا اور چونکہ خالدہ اخت ہندہ کا دین مہر واقعی واجب الادا تھا تو جو حصہ مہر متروکہ کا شوہر نے پایا وہ شوہر ہندہ نے محض دیانتداری سے بعوض دین مہر چھوڑ دیا، مگر ازانجا کہ برادران ہندہ کی جس نے اپنا دین مہر معاف کر دیا تھا نیت صاف نہ تھی چہارم حصہ متروکہ ہندہ کو ابھی اسی دین مہر سابق میں ملا کر ہضم کرنا چاہا اور ہندہ کی نانی کو بھی نالش پر ابھارا تو شوہر ہندہ نے محض بغرض استحفاظ حصہ چہارم اپنے مصلحتہً یہ بیان کرنا شروع کیا کہ ہندہ نے مرض الموت میں اپنی کل جائداد اپنے شیر خوار بچہ کو ہبہ کردی جس کا کوئی گواہ بجز شوہر ہندہ کے نہ تھا اور بعض مقامات میں بذریعہ تحریری شوہر ہندہ نے اس وقت تک ہبہ کا اقرار کیا کہ وہ ششم حصہ بھی خود اپنے مال سے اسم فرضی اپنے پسر کے خرید لیا اور بعد برابر کا غذات وغیرہ پر خود اپنے اور اپنے شیر خوار لڑکے کی طرف سے بحیثیت ولایت کے دستخط کرتا رہا اور برابر وہ جائداد پسر ہندہ کے قبضہ میں حسب حصۂ رسد کے رہی تا اینکہ وہ لڑکا عاقل و بالغ ہوا پھر اس کی شادی بھی ہوئی تو اب وہ لڑکا کل متروکہ اپنے مادر متوفیہ ہندہ پر دعوٰی کرتا ہے اور چہارم حصہ پدری اور اس حصہ پر جو اس کے باپ شوہر ہندہ نے اپنے پسر کے نام سے اسم فرضی ہندہ کی نانی سے خریدا تھا دونوں کو ہضم کرنا چاہتا ہے اور کچہری میں مقدمہ دائر کیا ہے اور اپنے پدر کے اقرار ہبہ کو جو شل خریداری ششم حصہ کو وہ مصلحتہً بیان کرتا رہا استدلال میں پیش کرتا ہے اور کسی حال میں باوجود فہمائش بلیغ منازعت سے باز نہیں آتا اور باپ کی تعظیم و تکریم تو درکنار ماں پدر کو غلط اور لغو جانتا ہے اور حقوق پدری کا مطلق خیال نہیں کرتا تو ایسی صورت میں علمائے دین کا اس مصلحتی اقرار پدر متعلق ہبہ کے کیا ارشاد ہے اور اس پسر کے احمق تکرار و فساد کو صحیح و درست جانتے ہیں یا بالعکس؟ بینوا توجروا۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

اولاد کو حقوق پدری کا خیال نہ کرنا اس کے ساتھ تمرد و مخالفت سے پیش آنا اپنے لئے عذاب شدید نار و غضب رب قہار کا واجب کرتا ہے، اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں فرض کیا کہ والدین کے ساتھ احسان کرو، انھیں ہُوں نہ کہو، ان سے اعزاز و اکرام کا کلام کرو، اُن کے لئے خاص محبت سے تذلل کا بازو بچھاؤ، ان کے لئے دُعا کرو کہ الٰہی! ان پر رحم فرما جیسا انھوں نے مجھے بچپن میں پالا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لایدخلون الجنۃ العاق لوالدیہ والدیوث والرجلۃ من النساء[1]۔ رواہ

تین شخص ہیں کہ جنت میں نہ جائیں گے، ماں باپ کو ستانے والا اور دیوث اور مردانی وضع بنانے والی عورت

---

[1] سنن النسائی کتاب الزکوٰۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۳۵۷

کشف الاستار عن زوائد البزار کتاب البر والصلۃ باب الحقوق مطبع موسسۃ الرسالۃ بیروت ۲/ ۳۷۲

النسائی والبزار باسنادین نظیفین والحاکم فی صحیحه المستدرك عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما۔

(اس کو نسائی اور بزار نے صاف سندوں سے اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ مستدرک میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

نیز فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ثلثة لا یقبل الله عزوجل منهم صرفا و لاعدلا عاق ومنان ومکذب بقدر[1] رواه ابن ابی عاصم فی کتاب السنة باسناد حسن عن ابی امامة رضی الله تعالٰی عنه۔

تین شخص ہیں کہ اللہ تعالٰی نہ ان کے نفل قبول کرے نہ فرض: ماں باپ کو ایذا دینے والا اور صدقہ دے کر فقیر پر احسان رکھنے والا اور تقدیر کا جھٹلانے والا (اس کو ابن ابی عاصم نے سندِ حسن کے ساتھ کتاب السنۃ میں حضرت ابی امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

نیز حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ملعون من عق والدیه ملعون من عق والدیه ملعون من عق والدیه[2] رواه الطبرانی والحاکم عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه۔

ملعون ہے جو اپنے ماں باپ کو ستائے، ملعون ہے جو اپنے ماں باپ کو ستائے، ملعون ہے جو اپنے ماں باپ کو ستائے (اس کو طبرانی اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

نیز حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

رضا الله فی رضا الوالد وسخط الله فی سخط الوالد[3] رواه الترمذی و

اللہ کی رضا والد کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضی والد کی ناراضی میں (اس کو ترمذی اور حاکم نے

---

[1] العلل المتناهیة حدیث ۲۳۹ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۱۵۱
مجمع الزوائد باب ماجاء فیمن یکذب بالقدر الخ دار الکتاب بیروت ۷/ ۲۰۶
[2] المعجم الاوسط حدیث ۸۲۹۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۹/ ۲۲۶
الترغیب والترھیب بحوالہ الطبرانی والحاکم حدیث ۴ مصطفی البابی مصر ۳/ ۲۸۷
[3] المستدرک للحاکم کتاب البر والصلۃ دار الفکر بیروت ۴/ ۱۵۲
جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء من الفضل فی رضا الوالدین امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۲

الحاکم بسند صحیح عن عبد اللّٰہ بن عمرو والبزار عن عبد اللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما۔

صحیح سند کے ساتھ عبداللہ بن عمرو اور بزار نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ (ت)

نیز حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کل الذنوب یؤخر اللّٰہ تعالٰی منہا ماشاء الٰی یوم القیٰمۃ الا عقوق الوالدین فان اللّٰہ یعجلہ لصاحبہ فی الحیاۃ قبل الممات[1]۔ رواہ الحاکم والاصبہانی والطبرانی فی الکبیر عن ابی بکرۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔

سب گناہوں کی سزا اللہ تعالٰی چاہے تو قیامت کیلئے اٹھا رکھتا ہے مگر ماں باپ کو ستانا کہ اس کی سزا مرنے سے پہلے زندگی میں پہنچاتا ہے (اس کو حاکم، اصبہانی اور طبرانی نے کبیر میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

مال کے لئے ماں باپ سے مخاصمت کتنی بے حیائی بیباکی کافر نعمتی ناپاکی ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تعقن والدیک وان امراک ان تخرج من اہلک ومالک[2]۔ رواہ الامام احمد بسند صحیح علی اصولنا والطبرانی فی الکبیر۔

www.alahazratnetwork.org

خبردار ماں باپ کی نافرمانی نہ کر اگرچہ وہ تجھے حکم دیں کہ اپنے جورو بچوں مال ومتاع سب سے نکل جا (اس کو امام احمد نے ہمارے اصول پر صحیح سند کے ساتھ اور طبرانی نے کبیر میں روایت کیا۔ ت)

دوسری روایت میں ہے:

اطع والدیک وان اخرجاک من مالک ومن کل شیئ ھو لک[3]۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط بسند صالح کلاھما عن معاذ بن جبل رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔

اپنے ماں باپ کا حکم مان اگرچہ وہ تجھے تیرے مال اور تیری سب چیزوں سے تجھے باہر کردیں (اسے طبرانی نے اوسط میں، اسے اور مذکورہ بالا حدیث (دونوں) کو معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

او ناشکر، خدا ناترس! مال لایا کہاں سے، تیرا گوشت پوست استخوان سب تیرے ماں باپ

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب البر والصلۃ دار الفکر بیروت ۴/ ۱۵۶

[2] مسند امام احمد بن حنبل حدیث حضرت معاذ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۲۳۸

[3] المعجم الاوسط للطبرانی حدیث ۷۹۵۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۸/ ۳۶۰

کا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انت ومالك لابیك (تو اور تیرا مال سب تیرے باپ کا)

یہ اس وقت ارشاد ہوا کہ ایک صاحب حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! مال وعیال رکھتا ہوں اور میرے ماں باپ مجھ سے سب مال لینا چاہتے ہیں یعنی پھر میں اور میرے بال بچے کیا کھائیں گے، فرمایا:

"تو اور تیرا مال سب تیرے باپ کا ہے تجھے اس سے انکار نہیں پہنچتا۔"

رواہ ابن ماجۃ۱؎ بسند صحیح عن جابر والطبرانی فی الکبیر عن سمرۃ بن جندب وعبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

اس کو ابن ماجہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت جابر اور طبرانی نے کبیر میں حضرت سمرہ بن جندب اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔(ت)

حدیث میں ہے ایک شخص حاضر خدمت ہو کر عرض رساں ہوئے:

ان ابیہ یرید ان یاخذ مالہ۔ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ میرا مال لے لینا چاہتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ادعہ لی انہیں ہمارے حضور میں حاضر لاؤ۔ جب حاضر ہوئے ان سے ارشاد ہوا تمہارا بیٹا کیا کہتا ہے تم اس کا مال لینا چاہتے ہو، عرض کی حضور اس سے پوچھ دیکھیں کہ میں وہ مال لے کر کیا کرتا ہوں، یہی اس کی پھوپھی اور اس کی قرابتیں یا میرا اور میرے بال بچوں کا خرچ، اتنے میں جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حاضر ہوئے اور عرض کی، یا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم! اس مرد پیر نے اپنے دل میں کچھ اشعار تصنیف کئے ہیں جو ابھی خود اس کے کان نے نہیں سنے یعنی ہنوز زبان تک نہ لایا، حضور پر نور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اپنے دل میں کچھ اشعار تصنیف کئے ہیں جو ابھی تمہارے کان نے بھی نہ سنے وہ سناؤ۔ ان صاحب نے عرض کی، اللہ ہمیشہ حضور کے معجزات سے ہمارے دل کی نگاہ ہمارا یقین بڑھاتا ہے، پھر یہ اشعار عرض کرنے لگے:

غذوتك مولودا و منتك یافعا	تعل بما اجنی علیك و تنھل
اذا لیلة ضافتك بالسقم لم ابت	لسقمك الا ساھرا اَتَمَلْمَلُ
تخاف الردی نفسی علیك وانھا	لتعلم ان الموت حتم موكل

۱؎ سنن ابن ماجہ ابواب التجارات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۶۷

المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۶۹۶۱ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۷/۲۳۰

كانى انا المطروق دونك بالذى — طرقت به دونى فعينى تهمل
فلما بلغت السن والغاية التى — اليك مدى ما كنت فيك اؤمل
جعلت جزائى غلظة و فظاظة — كانك انت المنعم المتفضل
فليتك اذ لم ترع حق ابوتى — فعلت كما الجار المجاور يفعل
واوليتنى حق الجوار و لم تكن — على بمال دون مالك تبخل

میں نے تجھے غذا پہنچائی جب سے تُو پیدا ہُوا اور تیرا بار اٹھایا جب سے تو ننھا ہوا میری کمائی سے تو بار بار مکرر سیراب کیا جاتا، جب کوئی رات بیماری کا غم لے کر تجھ پر اترتی میں تیری ناسازی کے باعث جاگ کر لوٹ کر صبح کرتا میرا جی تیرے مرنے سے ڈرتا حالانکہ اسے خوب معلوم تھا کہ موت یقینی ہے اور سب پر مسلط کی گئی ہے میری آنکھیں یُوں بہتیں کہ گویا وہ مرض جو شب کو تجھے ہُوا تھا نہ مجھے، مجھے ہوا تھا نہ تجھے، میں نے تجھے یوں پالا اور جب تُو پروان چڑھا اور اس حد کو پہنچا جس میں مجھے امید لگی ہوئی تھی کہ اس عمر کا ہو کر تو میرے کام آئے گا تو تُو نے میرا بدلہ سختی و درشت خوئی کیا گویا تیرا ہی مجھ پر فضل واحسان ہے، اے کاش جب تو نے حق پدری کا لحاظ نہ کیا تھا تو ایسا ہی کرتا جیسا پاس کا ہمسایہ کرتا ہے ہمسایہ میں کا حق تو مجھے دیا ہوتا اور مجھ پر اس مال سے کہ اصل میں تیرا نہیں میرا ہی تھا بخل نہ کرتا۔

ان اشعار کو استماع فرما کر حضور پر نور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے گریہ کیا اور بیٹے کا گریبان پکڑ کر ارشاد فرمایا:

اذهب انت ومالك لابيك[1] - رواه الطبرانى فى المعجم الصغير والبيهقى فى دلائل النبوة عن جابر بن عبد الله رضى الله تعالٰى عنهما -

جا تُو اور تیرا مال سب تیرے باپ کا ہے (اس کو طبرانی نے معجم صغیر اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

حکم سعادت تو یہ ہے مگر بایں ہمہ قضاءً باپ بیٹے کی ملک جدا ہے۔ باپ اگر محتاج ہو تو بقدر حاجت بیٹے کے فاضل مال سے بے اس کی رضا و اجازت کے لے سکتا ہے زیادہ نہیں اور یہ لینا بھی

---

[1] المعجم الصغیر للطبرانی باب من اسمہ محمد ترجمہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۶۳/۲
دلائل النبوۃ للبیہقی باب ماجاء فی اخبارہ من قال فی نفسہ شعرا الخ " " " ۵/۶-۳۰۴

کھانے پینے، پہننے، رہنے کے لئے، اور حاجت ہو تو خادم کے واسطے بھی، بیٹے کے روپے پیسے سونے چاندی ناج کپڑے یا قابل سکونت پدر مکان سے ہو۔ ہاں یہ اشیاء نہ ملیں تو انھیں اغراض ضروریہ کے لئے اس کے اور اموال سے جو خلاف جنس حاجت ہوں بحکم حاکم یا حاکم نہ ہو تو علی المفتی بہ بطور خود بھی لے سکتا ہے مثلاً کھانے کی ضرورت ہے اناج یا روپیہ نہ پایا تو کپڑے برتن لے سکتا ہے یا کپڑوں کی ضرورت ہے اور دام یا کپڑے نہ ملے تو ناج وغیرہ بیچ کر بنا سکتا ہے نہ یہ کہ اس کی جائداد ہی سرے سے اپنی ٹھہرالے۔ درمختار میں ہے:

فی المبتغی للفقیر ان یسرق من ابنه الموسر ما یکفیه ان ابی ولا قاضی ثمة والا اثم[1]

مبتغی للفقیر میں ہے کہ باپ اپنے بیٹے کے انکار پر اس کا اتنا مال چوری کرلے جتنا اس کو نفقہ کے لئے ضرورت ہے جبکہ وہاں قاضی نہ ہو ورنہ گنہگار ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

سیاتی قریبا لو انفق الابوان ما عندهما للغائب من ماله علی انفسهما وهو من جنس النفقة لا یضمنان لوجوب نفقة الابوین والزوجة قبل القضاء حتی لو ظفر بجنس حقه فله اخذه ولذا فرضت فی مال الغائب بخلاف بقیة الاقارب ونحوه فی المنح والزیلعی وفی زکاة الجوهرة ان الدائن اذا ظفر بجنس حقه له اخذه بلا قضاء ولا رضاء وفی الفتح عند قوله ویحلفها باللّٰه ما اعطاها النفقة وفی کل موضع جاز القضاء بالدفع کان لها ان تاخذ بغیر قضاء

عنقریب آئے گا کہ اگر غائب بیٹے کا مال پاس ہو تو والدین اپنی ضرورت نفقہ کے لئے اسے صرف کرلیں اور وہ مال بھی جنس نفقہ ہو تو والدین ضامن نہ ہوں گے کیونکہ والدین اور بیوی کا نفقہ قضاء کے بغیر بھی واجب ہے لہذا وہ اپنے حق والی جنس پر قابو پالیں تو قبضہ کرسکتے ہیں، اسی وجہ سے غائب کے مال میں ان کا نفقہ بقدر ضرورت نافذ ہوتا ہے بخلاف باقی اقارب کے۔ اسی طرح کا بیان منح، زیلعی اور جوہرہ کے باب زکوۃ میں ہے، قرض خواہ اپنے حق والی جنس پر قابو پانے پر لے سکتا ہے خواہ رضا اور قضاء نہ ہو۔ اور فتح میں اس کے قول کہ "بیوی سے قاضی قسم لے گا کہ خاوند نے مجھے نفقہ نہیں دیا" کے تحت ہے، جہاں قاضی کو بیوی کے لئے نفقہ نافذ

---

[1] درمختار کتاب الطلاق باب النفقہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۴

من مالہ شرعا اھ فیقول المبتغی ولاقاضی ثمۃ محمول علی ما اذا کان یاخذہ من خلاف جنس النفقۃ، فلا حاجۃ فیھا الی القاضی وتمامہ فی حاشیۃ الرحمتی وقد اطال واطاب[1]

کرنے کا اختیار ہے وہاں بیوی کو یہ جائز ہے کہ شرعاً وہ بغیر قضاء خاوند کے مال سے حاصل کرلے اھ، تو مبتغی کا یہ قول کہ "وہاں قاضی نہ ہو" یہ اس صورت پر محمول ہے جبکہ غیر جنس نفقہ سے لے، تو جنس نفقہ کی صورت میں قاضی کی ضرورت نہیں، یہ تمام بیان رحمتی کے حاشیہ میں ہے انھوں نے اچھی طوالت سے بیان کیا ہے۔ (ت)

یہاں کہ شوہر ہندہ نے کل متروکہ اپنے پسر کے نام جانب ہندہ سے ہبہ بتایا اور اسی پر کارروائی کی وہ شرعاً اپنے اقرار پر مواخذ ہے اور اس کا دعوٰی کہ اس وقت اپنی چہارم بچانے کے لئے ایسا مصلحۃً محض غلط کہہ دیا تھا ہرگز یوں مسموع نہیں جب وہ خود اتنی مدت تک چہارم کے لئے جھوٹ ظاہر کرتے رہنے کا مقر ہے تو کیا اعتبار ہے کہ اس کے وہی بیانات ممتدہ سچے ہوں اور اب بیٹے کی حرکات کے باعث ناراض ہوکر اس کے اضرار کے لئے یہ اظہار کرتا ہو، غرض کوئی مقر صرف اپنے اقرار سے پھر کر نفع نہیں پا سکتا، مرض الموت کا ہبہ جبکہ وارث کے نام ہو اگرچہ تمام وکمال اجازت دیگر ورثہ پر موقوف رہتا ہے اور بعض نہ مانیں تو ان کے حق میں باطل ہوجاتا ہے مگر ماننے والے کے حق پر ضرور نافذ رہتا ہے اور یہ شیوع کہ بعد کو عارض ہوا تمامی ہبہ کو مضر نہیں ہوتا، تنویر میں ہے:

المانع شیوع مقارن لاطارئ[2]

غیر منقسم حصہ ہونا ابتداءً مانع ہے بعد والا طاری ہو تو مانع نہیں ہے۔ (ت)

ہندیہ میں ہے:

لایمنع الشیوع صحۃ الاجازۃ[3]

غیر منقسم ہونا صحتِ اجازت کے لئے مانع نہیں ہے۔ (ت)

تو وہ اجازت شوہر ہندہ اس کے اپنے حق چہارم پر ضرور اثر انداز ہوئی، اور اسے محض دعوٰی چہارم پانے کا کوئی حق نہ ہوگا۔ رہا ثانی کا ششم کہ اس کے عدم تسلیم کے باعث محفوظ رہا تھا جبکہ اسے اپنے پسر کے

---

[1] ردالمحتار کتاب الطلاق باب النفقۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۷۸ - ۶۷۷

[2] درمختار کتاب الہبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۰

[3] فتاوٰی ہندیۃ

نام خریدا وہ بھی اسی کا ہوگیا اگر اصل خریداری اسی کی طرف سے اسی کے نام سے ہوئی جب تو ظاہر ہے کہ ابتداءً لڑکا ہی اس کا مالک ہوا اور اگر خود خریدا اور بیعنامے میں لڑکے کا نام لکھا دیا تو اب یہ نہ ٹھہرائیں گے کہ خریداری سے اصل مالک یہ خود ہوا،

لان الشراء متی وجد نفاذا علی المشتری نفذ[1] کما فی الدر وغیرہ۔

کیونکہ خریداری کا جب نفاذ مشتری (خریدار) پر ہو تو بیع نافذ ہوجائے گی، جیسا کہ دُر وغیرہ میں ہے۔ (ت)

اور پھر لڑکے کے نام بیعنامہ لکھانا اس کی طرف سے پسر کو ہبہ ہوا لانہ دلالۃ التملیک وقد بیناہ فی فتاونا (کیونکہ یہ مالک بنانے پر دلالت ہے، اس کو ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ ت) تاکہ وہم گزرے کہ جب ما ورائے ششم کا بوجہ ہبہ ہندہ حسب اقرار شوہر ہوچکا اور یہ ششم بذریعہ شراء اس شخص کی ملک ہوا اور ہنوز نامنقسم ہے تو بیٹے کے نام لکھا دینا شیئ مشاع کا اپنے شریک کو ہبہ کرنا ہوا اور وہ علی المذہب المعتمد جائز نہیں۔ درمختار میں ہے:

تم بالقبض فی مقسوم ومشاع لایقسم الا فی ما یقسم ولو لشریکہ کما فی عامۃ الکتب فکان ھو المذہب[2] الخ مختصرا۔

تقسیم شدہ اور ناقابل تقسیم کے قبضہ سے ہبہ تام ہوجاتا ہے مگر اس غیر منقسم کا ہبہ جو قابل تقسیم ہو قبضہ سے تام نہ ہوگا اگرچہ یہ ہبہ شریک کو ہی کیوں نہ ہو، جیسا کہ عام کتب میں ہے تو وہی مذہب ہے الخ مختصراً (ت)

بلکہ جب وہ مال اس کے قبضہ میں پہنچا اور یہ اقرار کرچکا تھا کہ وہ تمام و کمال بذریعہ ہبہ ملک پسر ہے تو اپنے اسی اقرار پر مواخذ ہوکر یہ ششم بھی سپرد پسر کرنا ہوگا اور وہ بیعنامہ میں اس کا نام لکھانا اس کی تکمیل ٹھہرے گا، بالجملہ اس اقرار کے باعث اب یہ دعوٰی ایسا نہ رہا جیسا کہ ایک وارث ثابت الوراثت کا دعوی صاف و آسان ہوتا۔ اب حکم یہ ہے کہ صورت مستفسرہ میں اگر مہر ہندہ واقعی معاف ہوگیا اور اس کے بھائی اسے ناحق دباتے تھے اور اس کے پاس کوئی ذریعہ تحفظ سوا اس اقرار کے نہ تھا جسے اب وہ غلط و بربنائے مصلحت بتاتا ہے تو اوّلاً اس سے گواہ مانگے جائیں گے اگر گواہان شرعی سے ثبوت دے دے کہ یہ اقرار محض کاذب و فرضی تھا فبہا ورنہ بیٹے سے حلف لیا جائے کہ واللہ میرے باپ کا اقرار مذکور

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع باب المتفرقات داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۲۰
[2] درمختار کتاب الہبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۵۹

www.alahazratnetwork.org

سچا تھا اور قرض نہ تھا اگر وہ حلف سے انکار کرے تو اس کے باپ کا دعوٰی ثابت مانا جائے گا اور حلف کرلے تو رَد ہوجائے گا۔ درمختار میں ہے :

اقر رجل بمال فی صك واشهد علیه به ثم ادعی ان بعض هذا المال المقربه قرض وبعضه ربا علیه فان اقام علی ذٰلك بینة تقبل وان کان متناقضا لانا نعلم انه مضطر الی هذا الاقرار[1] شرح وهبانیة۔

ایک شخص نے رسید میں درج مال کا دوسرے کیلئے اقرار کیا اور مدعی نے اس پر شہادت پیش کی پھر مقر نے کہا کہ اس مال میں سے کچھ قرض ہے اور کچھ سُود ہے اس پر مقر نے گواہ پیش کر دئے تو یہ گواہی قبول کی جائے گی اگرچہ یہ بات پہلے اقرار کے متناقض ہے کیونکہ ہمیں علم ہے کہ وہ اس اقرار پر مجبور تھا، شرح وہبانیہ۔ (ت)

اسی میں ہے :

اقر ثم ادعی المقر انه کاذب فی الاقرار یحلف المقرله ان المقر لم یکن کاذبا فی اقراره عند الثانی وبه یفتی درر[2]۔

اقرار کرکے پھر کہتا ہے میں نے جھوٹا اقرار کیا ہے تو مقرلہ (جس کے حق میں اقرار کیا) سے قسم لی جائیگی کہ اقرار کرنیوالے نے سچا اقرار ہے نہ کہ جھوٹا، یہ امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک ہے اور اسی پر فتوٰی دیا جائے گا، درر۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

یہ فیصلہ قضا ہے اور فیصلہ سعادت وہ تھا انت ومالك لابیك[3] تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔ اپنے دونوں جہان کی بھلائی چاہتا ہے تو اسی فیصلہ پر سر رکھ دے کہ یہ فیصلہ اس کے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ہے اور مسلمان وہی ہے جو ان کا فیصلہ دل سے مان لے، اللہ عزوجل فرماتا ہے تیرے رب کی قسم مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے باہمی جھگڑوں میں تجھے حکم نہ بنائیں پھر تیرے فیصلہ سے اپنے دلوں میں اصلاً تنگی نہ پائیں گے اور قبول کرلیں مان کر[4]۔ اللہ عزوجل توفیق عطا فرمائے، آمین! واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] درمختار کتاب الاقرار فصل مسائل شتی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۴۰
[2] درمختار " " " ۲/ ۱۳۳
[3] مسند امام احمد بن حنبل ترجمہ عمرو بن شعیب دارالفکر بیروت ۲/ ۲۰۴
[4] القرآن الکریم ۴/ ۶۵

مسئلہ ۸۳ از ریاست رامپور محلہ متصل دروازہ انگوری باغ مرسلہ علی رضا خاں ۱۱ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ

علمائے دین ومفتیان شرع متین کی خدمت میں بعد ادائے آداب بزرگاں گزارش ہے کہ ہندہ شب کو اپنے باپ کے مکان سے نکل کر زید کے مکان پر آئی اور زید سے برضائے خود نکاح کرلیا، ہندہ کے باپ نے استغاثہ فراری دختر کا کیا اور ہندہ بحکم سرکار اپنے باپ کے سپرد کردی گئی اور زید نے نالش مفتی کے یہاں کی، مفتی صاحب نے دعوٰی فسخ کردیا، عرضی دعوی اور جواب دعوٰی اور جواب و تنقیح عدالت وثبوت مدعی وصفائی مدعاعلیہا و اظہارات گواہان وفیصلہ عدالت سب کی نقلیں حاضر ملاحظہ ہیں اس ثبوت پر دعوٰی مفتی نے خارج کردیا ہے، اب علمائے دین کی خدمت میں عرض ہے کہ بعد ملاحظہ کاغذات حکم شرعی سے معزز فرمائیں۔ عرضی علی رضا خاں برادر حسن رضا خاں ساکن رامپور۔

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب اللہ عزوجل تبارک وتعالٰی احکم الحاکمین عزجلالہ نے خادمان علم سے عہد لیا ہے کہ جب تم سے کسی مسئلہ شرعیہ کا استفسار ہو بے رورعایت حق کا اظہار ہو ورنہ معاذ اللہ مستحق لجام نار ہو، فیصلہ مع جملہ کاغذات مرسلہ نظر سے گزرا بنگاہ اولین واضح ہوا کہ معزز ذی علم مجوز کی نظر کو یہاں بوجوہ کثیر سخت لغزشوں کا سامنا ہوا محض ناکافی مقدمہ پر فیصلہ دے دیا گیا جو کسی طرح جائز نہ تھا، ذی علم مجوز نے بناءِ فیصلہ چند امور پر رکھی ہے:

(۱) ابطال مبنائے ثبوت دعوٰی

(۲) قرائن سے ظہور غلطی دعوٰی

مگر افسوس کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ ان میں کوئی وجہ قوانین شرع مطہر کی معیار مبارک پر صحیح نہ اتری تفصیل موجب تطویل لہٰذا مختصر وجوہ غلطی فیصلہ پر اقتصار کریں وباللہ التوفیق۔

بنائے دعوٰی

(۱) ذی علم مجوز نے اس دعوٰی کا اصلی مبنٰی اس امر کا ثابت ہونا قرار دیا ہے کہ عصمت جہاں بیگم نے حسن رضا خاں کے ساتھ اپنے نکاح کا وکیل بوستاں خاں کو کیا ہے کیونکہ بذریعہ ولی جائز کے نکاح ہونے کا دعوٰی نہیں ہے بلکہ بوستاں خاں شخص اجنبی ہے اور مدعاعلیہا بوستاں خاں کی توکیل سے منکر ہے یہاں تک کہ فرمایا صحت نکاح موقوف توکیل ہے جب توکیل غیر ثابت ہے تو اگر نکاح ہو بھی گیا توبوجہ عدم صحت توکیل کے نکاح ثابت نہیں، یہاں تمام کتب مذہب کی روشن تصریحوں سے سخت ذہول

واقع ہوا، صحتِ نکاح ہرگز تقدم توکیل پر موقوف نہیں، نہ ثبوت نکاح ثبوت توکیل سابق علی النکاح پر۔ اگر کوئی فضولی راہ چلتا محض بلا اجازت وبلا اطلاع ہندہ کا نکاح زید سے خواہ زید کی طرف سے فضولی ہوکر اس کا نکاح ہندہ سے کردے اور طرف ثانی یعنی پہلی صورت میں زید اور دوسری صورت میں ہندہ خود یا اس کا وکیل یا ولی یا اس کی طرف سے بھی کوئی راہ چلتا اسی مجلس میں دو گواہوں کے سامنے کہ سنتے سمجھتے ہوں قبول کرلے نکاح ضرور صحیح ومنعقد ہوجائے گا جبکہ کوئی اس قابل ہو کہ اسے خبر پہنچے اور وہ اس فعل فضولی کو روا رکھے تو جائز ہوسکے گا ہاں اس کا نفاذ خود منکوحہ یا ناکح یا دونوں یا ان کے اولیا کی اجازت پر موقوف رہے گا یعنی منکوحہ یا ناکح صرف ایک کی طرف سے کوئی فضولی تھا تو اس کی اپنی اجازت چاہئے اگر بالغ ہو ورنہ ولی کی اور دونوں کی طرف سے فضولیوں نے ایجاب وقبول کیا تو دونوں کی اپنی اجازت پر توقف ہوگا اگر بالغ ہوں یا اولیا کی اگر نابالغ ہوں یا ایک کی اپنی اور دوسرے کے ولی کی اگر ایک بالغ دوسرا نابالغ ہو بہرحال صحتِ نکاح میں شبہہ نہیں، ایسا نکاح اگر حاکم کے سامنے ثابت ہو تو ہرگز اس بناء پر رَد نہ کرے گا کہ توکیل تو ہوئی ہی نہ تھی لہذا نکاح ثابت نہیں بلکہ اس وقت تنقیح اس کی لازم ہوگی کہ آیا اجازت پائی گئی یا نہیں، اگر بعد نکاح اجازت قولاً خواہ فعلاً کسی طرح ثابت ہو ضرور ثبوت نکاح کا حکم کرے گا ورنہ نہیں۔

www.alahazratnetwork.org

درمختار فصل فضولی میں ہے:

کل تصرف صدر منه کبیع وتزویج وطلاق واعتاق وله مجیز حال وقوعه العقد موقوفا[1]

فضولی شخص کا ایسا تصرف کہ اس کے تصرف کے وقت کوئی جائز کرنے والا موجود ہو مثلاً بیع، نکاح کرنا، طلاق واعتاق، تو یہ تصرفات موقوف طور پر منعقد ہوں گے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

الموقوف من قسم الصحیح وهو احد طریقین للمشائخ وهو الحق[2]

موقوف تصرف صحیح اقسام میں سے ہے، یہ مشائخ کے دو طریقوں میں سے ایک ہے اور یہی حق ہے۔ (ت)

فتاوٰی خیریہ وبحرالرائق وردالمحتار وغیرہا عامہ اسفار میں ہے:

---

[1] درمختار | کتاب البیوع | فصل فی الفضولی | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/۳۱
[2] ردالمحتار | " | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۴/۳

الاجازۃ اللاحقۃ کالوکالۃ السابقۃ ۔[1] بعد کی اجازت سابق وکالت کی طرح ہے۔(ت)

21 تو وکالت بوستاں خاں کو صحت نکاح کا موقوف علیہ اور ثبوت توکیل بوستاں خاں کو ثبوت دعوٰی کا اصل مبنی ماننا دونوں باتیں ناقابل قبول ہیں۔

(۲) جلال خاں و امجدی بیگم و سروری بیگم گواہان توکیل ہیں، ذی علم مجوز نے صحت دعوٰی کا دوسرا مبنی گواہوں کا مقرہ کو پہچاننا قرار دیا اور اس پر اعتراض کیا کہ جلال خاں کو عدم شناخت مقرہ کی تسلیم ہے اپنے اظہار میں لکھایا ہے کہ عصمت جہاں بیگم پردہ نشین ہے جس وقت گواہی دریافت کرنے کے لئے میں گیا تھا اس وقت کے علاوہ میں نے عصمت جہاں بیگم کو نہیں دیکھا تھا میں نے عصمت جہاں بیگم کو ایسے پہچانا کہ اس نے اپنا نام مجھے بتایا اور عورات نے بھی مجھ کو بتایا یہ شناخت کافی نہیں اول تو وہ عورات غیر معین ان کا نام گواہ نے نہ لیا کہ ان کی حیثیت کا اندازہ ہوتا نہ صراحت کی کہ کس طرح اس کو بتایا ان سے قطع نظر تعریف اناث بلاشمول مرد نیک اصلاً قابل قبول نہیں پس بوجہ عدم شناخت مقرہ شہادت جلال خاں کی کالعدم ہے، سروری بیگم و امجدی بیگم کی شہادتوں میں نقصان نہ بھی ہوں تو بلاشمول شہادت مرد حجت نہیں پس شناخت و توکیل دونوں مفقود ہیں ذی علم معزز مجوز نے لحاظ نہ فرمایا کہ جلال خاں کو فی الحال عصمت جہاں بیگم کی شناخت نہ ہونی تسلیم ہے یا یہ کہ اس وقت سے پہلے نہ پہچانتا تھا گواہ کو وقت شہادت مشہود علیہا کا پہچاننا چاہئے یا پہلے سے جان پہچان ہونا ضروری ہے، جلال خاں نے یہ کہا کہ اس وقت کے علاوہ میں نے عصمت جہاں بیگم کو نہ دیکھا تھا یا یہ کہ اس وقت بھی میں نے عصمت جہاں بیگم کو نہ دیکھا تھا اور جب صراحۃً وہ اس وقت عصمت جہاں بیگم کو دیکھنا بیان کر رہا ہے تو کسی مرد یا عورت کی تعریف کی کیا ضرورت تھی اگر کوئی عورت بھی اس سے نہ کہتی کہ یہ عصمت جہاں بیگم ہے جب وقت اقرار اس نے خود اپنی آنکھ سے اسے دیکھا اور اسکا منہ دیکھ کر پہچانی ہوئی عورت کے اقرار پر گواہ ہوا تو اس قدر صحت شہادت کے لئے یقیناً کافی و وافی تھا لاکھوں مردوں پر ایسی ہی شہادتیں تحمل کی جاتی ہیں کہ شاہدین نے اس وقت سے پہلے انھیں کبھی نہ دیکھا تھا کیا یہ شہادتیں مردود ہیں یا شاہدوں کو لازم ہے کہ کہیں سے اپنی جان پہچان سے دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں پکڑ کر لائیں اور پہلے انھیں دکھا کر مشہود علیہ کی تعریف کرالیں اس کے بعد تحمل شہادت کریں کوئی عاقل اس کا قائل نہیں خود وہ عبارت کہ ذی علم مجوز نے فیصلہ کے ساتھ اپنی تجویز کی سند میں پیش کیں تجویز کی زد پر گواہ عادل ہیں کیا ذی علم مجوز نے درمختار کی یہ عبارت نقل نہ کی،

او یری شخصہا ای القائلۃ مع شہادۃ یا یہ کہنے والی عورت کہ میں فلانی بنت فلاں بن فلاں ہوں

www.alahazratnetwork.org

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع فصل فی الفضولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۳۹

اثنین بانها فلانة بنت فلان بن فلان[1]

اس پر اس کے ساتھ دو گواہ بھی ہوں۔ کہ شخص کو دیکھا جا رہا ہو۔ (ت)

کیا اسکی شرح میں ردالمحتار کی یہ عبارت نقل نہ کی:

احترز برؤیة شخصها عن رؤیة وجهها قال فی جامع الفصولین حسرت عن وجهها وقالت انا فلانة بنت فلان بن فلان وهبت لزوجی مهری فلا یحتاج الشهود الی شهادة عدلین انها فلانة بنت فلان مادامت حیة اذ یمکن للشاهد ان یشیر الیها[2]

شخصیت کو دیکھنے کے قول نے چہرے کو دیکھنے سے بچا دیا، جامع الفصولین میں فرمایا، عورت نے چہرے سے پردہ اٹھایا اور کہا کہ میں فلانہ بنت فلاں بن فلاں اپنا مہر اپنے خاوند کو دیا تو گواہوں کو یہ کہنے والے دو عادل گواہوں کی ضرورت نہیں کہ وہ فلانہ بنت فلاں بن فلاں ہے کیونکہ اس کی زندگی میں گواہ کا اشارہ سے بتانا ممکن ہے (ت)

کیا شامی کی یہ عبارت نقل نہ کی:

کذا اذا وکلت بالتزویج فهو علی هذا اه ای ان رأوها او کانت وحدها فی البیت یجوز ان یشهدوا علیها بالتوکیل[3]

یوں ہی جب عورت نے اپنے نکاح کے لئے وکیل بنایا اور عورت کو گواہ دیکھ سکتے ہوں یا وہ مکان میں اکیلی ہو تو گواہوں کو اس کی وکالت پر شہادت جائز ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

کیا ان عبارتوں میں صاف تصریح نہ تھی کہ دو مرد یا ایک مرد دو عورات کی تعریف اس وقت ضرور ہے جب مقرہ شاہد کے سامنے نقاب یا برقع میں ہو کہ اس کے قد و قامت و بدن وجسامت کا اندازہ کپڑوں میں چھپا نظر آتا ہے چہرہ نہیں دکھائی دیتا اور اگر منہ کھول کر کہے کہ میں فلانہ بنت فلاں بن فلاں ہوں، تو جب تک عورت زندہ ہے گواہ کو اصلاً تعریف کی حاجت نہیں، غرض بربنائے عدم تعریف شہادت جلال خاں کا کالعدم قرار پانا اور اس کی بنا پر سروری بیگم واحمدی بیگم کی گواہیوں کا شہادت مرد سے خالی رہ جانا اور اس کی بنا پر توکیل بوستاں خاں کا ثابت نہ ہونا اور اسکی بنا پر دعوی نکاح کا بے ثبوت رہنا یہ سب بنائے فاسد علی الفاسد ہے، ہاں یہاں ضرور قصور رہا کہ شاہد جبکہ عصمت جہاں بیگم کو پہلے سے نہ پہچانتا تھا کہ وقت توکیل اسے دیکھ کر خود ہی پہچان لیتا اور وقت شہادت اپنے علم ذاتی سے گواہی دیتا کہ وہ عورت جس نے میرے سامنے توکیل کی عصمت جہاں بیگم

---

[1] درمختار کتاب الشہادات مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۲

[2] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۶۳

[3] " کتاب النکاح " " " ۲/ ۲۶۲

ہی تھی بلکہ اس نے اسی وقت منکوحہ کو دیکھا اور اسی کی زبانی یا اور عورات کے بیان سے بھی جانا تھا کہ یہ عصمت جہاں بیگم ہے تو احتمال تھا کہ واقع میں وہ کوئی اور عورت تھی جس نے بفریب اپنے آپ کو عصمت جہاں بیگم ظاہر کیا اس شبہہ کے رفع کو حاکم پر لازم تھا کہ عصمت جہاں بیگم کو وقت شہادت جلال خاں کے سامنے کرتا اور اس کا منہ کھلوا کر شاہد سے گواہی لیتا کہ یہ وہی عورت ہے جسے تُو نے وقتِ توکیل دیکھا تھا اگر جلال خاں شناخت کرتا تو اس کی گواہی کامل تھی ورنہ باطل مگر یہ قصور شاہد کا نہیں، شاہد کا کیا زور تھا کہ عصمت جہاں بیگم کو جو اس وقت اپنی توکیل سے منکر اور برسرِ خلاف ہے بالجبر حاضر لاتا اور اس کا منہ کھول کر دیکھ کر گواہی دیتا یہ کام تو حاکم کا تھا جو متروک رہا اور محض بے ترتیب و نامکمل مقدمہ پر فیصلہ دے دیا گیا مجوز کا فرمانا کہ شناخت کرانا منکوحہ کا گواہ مذکور کو شرط تھا جو متروک ہے نہایت حق و بجا ہے واقعی شناخت کرنا گواہ کا کام تھا وہ اس نے متروک کیا کہ نہ وہ اس کے اختیار میں تھا نہ اس سے چاہا گیا ہاں شناخت کرانا حاکم کا کام تھا وہ ضرور متروک رہا مگر ترتیب مقدمہ میں مجوز کا خود قصور رکھنا اور اپنے فعل کا الزام گواہ کو دے کر بلا وجہ شہادت و دعوی رد فرما دینا ایک سخت تعجب انگیز بات ہے۔

(۳) **اختلافات**، ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مذہب میں اختلاف وہ مضر ہے جو اصل معاملہ پر اثر انداز ہے زائد وفضول باتیں کہ ان میں ہوں تو ضرر نہیں محض لغو اور نظر انداز ہیں ان میں اختلافات ہزار ہوں اصلاً قابل لحاظ نہیں یہاں دعوٰی صرف اس قدر ہے کہ عصمت جہاں بیگم سے میرا نکاح ہوا ہے وہ مجھے دلا دی جائے مہر وغیرہ کچھ زیر بحث نہیں تو شاہدوں یا شہود و دعوٰی میں مقدار مہر یا جنس مہر کا اختلاف اصل دعوٰی میں کچھ مخل نہیں کیا اگر مہر میں دس اشرفیاں ٹھہری ہوں تو نکاح ہوگا بیس ٹھہری ہوں تو نہ ہوگا اور جب مہر در بارۂ نکاح ایک امر زائد ہے تو محض بالائی لغو باتیں کہ بوستان خاں کے جاتے وقت جلال خاں دروازہ میں کھڑا تھا یا اس کے پیچھے پیچھے گیا تھا، عصمت جہاں بیگم نے تین بار اجازت دی یا ایک بار کہا تھا، جلال خاں نے عصمت جہاں بیگم سے سوال کیا یا اس نے خود بے سوال کہا تھا، عصمت جہاں بیگم نے شمس بیگم کے کہنے پر بوستان خاں سے خطاب کیا یا وہ کہنے نہ پائی تھی کہ اس نے کہہ دیا، نکاح میں بتاشے بٹے تھے یا چھوہارے یا مٹھائی۔ محمد حسین خاں اپنے بیٹے کے ساتھ آیا یا بعد وغیرہ وغیرہ لغویات کا کیا ذکر، میں بعونہٖ تعالٰی ان تمام امور پر تفصیلاً بحث کیا چاہتا ہوں یہاں اس عام جامع مہم و نافع قاعدہ کو خوب سمجھ لیا جائے کہ فیصلوں میں بار بار ایسی بیکار بحثیں پیش آتی ہیں اور ان کے سبب مسلمانوں کے حقوق پر برا اثر پڑتا ہے، بہت ادب سے تاکیدی گزارش کی جاتی ہے کہ اسلامی عدالتیں توجہ تام سے ان احکام شرعیہ کو سُنیں اور ان پر کاربند رہیں کہ حقوق مسلمین ضائع نہ ہوں صفر ۱۳۱۶ھ

میں اسی ریاست سے مقدمہ بگا بیگم بنام عباس علی خاں کا فیصلہ بغرض استصواب یہاں آیا تھا اس میں بھی ایسے ہی زائد ولغو اختلافات کی بنا پر ذی علم مجوز نے دعوٰی مدعیہ رُد فرمایا تھا جس کا جواب مظہر صواب بتفصیل تام یہاں سے بھیج دیا گیا انھیں جواہر زواہر سے چند کلمات کا التقاط پھر کیا جاتا ہے زائد وفضول وبیکار باتوں میں تفاوت اصلاً لائق التفات نہیں ۔ وجیز امام کردری میں ہے :

التناقض فیما لایحتاج الیہ لایضر اصله فی الجامع الصغیر[1] اھ

غیر ضروری چیز میں تناقض ہو تو اصل واقعہ کے ثبوت میں مضر نہیں ہے اس کی اصل جامع صغیر میں ہے اھ (ت)

جامع الفصولین کی فصل ۱۱ میں ہے :

القاضی لوسأل الشهود قبل الدعوی عن لون الدابة فقالوا کذا ثم عند الدعوی شهدوا بخلاف ذٰلك اللون تقبل لانه سأل عما لا یکلف الشاهد بیانه فاستوی ذکرہ وترکه ویخرج منه مسائل کثیرة[2]۔

قاضی نے اگر دعوٰی سے قبل گواہوں سے جانور کا رنگ پُوچھا تو انھوں نے کوئی رنگ بتایا اور دعوٰی کے ساتھ گواہوں نے کوئی دوسرا رنگ بتایا تو ان کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ اس نے ایسی چیزوں کا سوال کیا جن کے بیان کا شاہد پابند نہیں تھا تو ان چیزوں کا ذکر اور عدم ذکر برابر ہے اور اس قاعدے سے بہت مسائل کی تخریج ہے (ت)

www.alahazratnetwork.org

خلاصہ اور ہندیہ میں ہے :

لوسأل القاضی الشهود عن لون الدابة وذکروا ثم شهدوا عند الدعوی وذکروا الصفة علی خلافه تقبل والتناقض فیما لایحتاج الیه لایضر[3] کذا فی الخلاصة۔

اگر قاضی نے دعوٰی سے قبل گواہوں سے جانور کا رنگ پوچھا انھوں نے کوئی بتایا اور دعوٰی کے ساتھ انھوں نے کوئی دوسرا رنگ بتایا تو دعوٰی مقبول ہوگا اور یہ تناقض غیر ضروری چیزوں میں ہے لہذا مضر نہ ہوگا جیسا کہ خلاصہ میں ہے ۔ (ت)

خانیہ وبحر الرائق وظہیریہ وعالمگیریہ میں ہے :

لو اختلفا فی الثیاب التی کانت علی الطالب

اگر گواہوں نے ان کپڑوں میں جو طالب ، مطلوب

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش الفتاوی الہندیہ کتاب الشہادات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۲۵۱
[2] جامع الفصولین الفصل الحادی عشر اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶۰
[3] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشہادات الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۴۶۰

او المطلوب او الراكب او قال احدهما كان معنا فلان و قال الاٰخر لم يكن معنا ذكر في الاصل انه يجوز ولا تبطل هٰذه الشهادة۔[1]

یا سواری پر تھے کے متعلق مختلف بیان دیا، یا ایک نے کہا ہمارے ساتھ فلاں تھا اور دوسرے نے کہا نہیں تھا تو امام محمد نے اصل (مبسوط) میں فرمایا کہ یہ شہادت جائز ہوگی باطل نہ ہوگی (ت)

فتاوٰی قاعدیہ و فتاوٰی القرویہ میں ہے:

قال الشهادة لو خالفت الدعوى بزيادة لايحتاج الى اثباتها او بنقصان كذٰلك فان ذٰلك لايمنع قبولها مثاله لو شهدا على اقراره بمال فقالا اقر في يوم كذا والمدعي لم يذكر اليوم او شهدا ولم يؤرخا والمدعي ارخ او شهدا انه اقر في بلد كذا وقد اطلق المدعي او ذكر المدعي المكان ولم يذكراه او ذكر المدعي مكانا وهما سميا غير ذٰلك المكان او قال المدعي اقر وهو راكب فرس او لابس عمامة وقال اقر وهو راجل او راكب حمارا ولابس قلنسوة واشباه ذٰلك فانه لايمنع القبول لان هٰذه الاشياء لايحتاج الى اثباتها فذكرها والسكوت عنها سواء كذا لو وقع مثل هٰذا التفاوت في الشهادتين لايضر۔[2]

انھوں نے فرمایا اگر دعوٰی سے زائد کسی ایسے امر میں جو دعوٰی کے اثبات میں ضروری نہیں یا یوں ہی کسی کمی جس سے دعوٰی میں کوئی اثر نہیں پڑتا، میں گواہوں نے اختلاف کیا تو اس سے دعوٰی کو قبول کرنے میں کوئی ممانعت نہیں، مثلاً گواہوں نے بیان دیا کہ فلاں نے میرے پاس مال کا اقرار کیا گواہوں نے کہا فلاں روز اس نے اقرار کیا حالانکہ مدعی نے دعوٰی میں کسی دن کو ذکر نہ کیا، یوں ہی گواہوں نے اقرار کی تاریخ بیان نہ کی جبکہ دعوٰی میں تاریخ کا ذکر ہے، یا یوں کہ گواہوں نے کہا کہ فلاں شہر میں اقرار کیا جبکہ مدعی نے کسی شہر کو ذکر نہ کیا ہو یا مدعی نے جگہ ذکر کی اور گواہوں نے جگہ کو ذکر نہ کیا، یا مدعی نے دعوٰی میں ایک جگہ ذکر کی گواہوں نے دوسری جگہ کو ذکر کیا، یا مدعی نے کہا اس نے گھوڑے پر سواری یا عمامہ پہنے ہوئے اقرار کیا جبکہ گواہوں نے پیدل یا گدھے پر سواری یا ٹوپی پہنے اقرار کا ذکر کیا تو ایسے اختلاف سے دعوٰی کے مقبول ہونے میں ممانعت نہ ہوگی کیونکہ مذکورہ

www.alahazratnetwork.org

---

[1] بحرالرائق کتاب الشہادات باب الاختلاف فی الشہادۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۱۱۳

[2] فتاوٰی القرویہ ؍؍ الثامن فی الاختلاف الخ دارالاشاعۃ العربیہ قندھار افغانستان ۱/ ۹۵-۳۹۴

اشیاء دعوی کے اثبات کے لئے ضروری نہیں ہیں اس لئے ان کا ذکر اور عدمِ ذکر برابر ہے یونہی ان چیزوں میں اگر گواہوں نے بھی اپنے بیانات میں اختلاف کیا تو دعوی کے لئے مضر نہیں ہے (ت)

اصل شہادت میں اتفاق شافی ووافی کے بعد بعض فضولیات میں ایسے نامؤثر بلکہ آسان اختلاف کو دستاویز بناکر شہادات متفقہ کو رَد کردینے کا اگر فتح باب ہو تو عامۂ حقوق ضائع ہوجائیں ظالمین اموال و فروج پر دسترس پائیں مظلوم اپنے حق سے محروم رہ جائیں کچہریاں صرف اعانت ظلم کے صیغے نظر آئیں، کہ انسان نسیان کے لئے ہے اور زوائد ضائعہ کی طرف نہ ذہن ابتداءً التفات تام کرتا ہے نہ حافظہ انتہاءً ان کا اہتمام ایسی کسی بات میں اختلاف ہوجانا درست نہیں بلکہ غالب ہے خصوصاً اس بدعت شنیعہ کے ہاتھوں جو آج کل کے وکلا نے اتلاف حقوق وتکذیب صدوق کے لئے تراشی اور قضات نے اس پر تقریر کی کہ محض براہِ مغالطہ شہود کا بیان متزلزل کردینے کے لئے صدہا سوالات فضول ومہملات سو سو طرح کے پیچ دے کر کرتے اور شرع نے جن کے اکرام کا حکم دیا جنھیں ذریعۂ دادرسی مظلوم بنایا ان کے اغوار وتضلیل وازلال وتذلیل میں کوئی دقیقہ نامرعی نہیں رکھتے، اس بیہودہ بے معنی کشاکش پریشان کن میں آدمی کے آئے حواس جاتے ہیں خصوصاً نساء وضعفاء وارباب سلامت صدور اور وہ لوگ جنھیں کچہریوں کا اتفاق کم ہو یہ تو ان حضرات کے نزدیک وہ ہیں جب فہرست شہود میں ایسوں کا نام پاتے ہیں برائے تفاخر فرماتے ہیں وہ بہت سیدھے مسلمان ہیں دیکھنا دو سوالوں میں بول جائیں گے جس کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ بھولا راست باز جھوٹا ٹھہرتا ہے اور جھوٹا فسوں ساز سچا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

المؤمن غر کریم والفاجر خب لئیم[1]۔ رواہ ابوداؤد والترمذی والحاکم بسند جید عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

مومن کریم ہونے پر دھوکہ کھاتا ہے اور فاجر شخص شاطر ہونے کی بنا پر دھوکہ ساز ہوتا ہے۔ اس کو ابوداؤد، ترمذی اور حاکم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (ت)

وہاں ایسے کسی اختلاف یسیر کا بھی اصلاً واقع نہ ہونا ہی تعجب ہے تو ان پر نظر کا حاصل سوا اضاعت حقوق واعانت عقوق کے اور کیا قرار پاسکتا ہے والعیاذ باللہ تعالٰی، پُرظاہر کہ اس میں حرج صریح ہے اور حرج بنص قطعی مدفوع، جامع الفصولین میں ہے:

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی حسن المعاشرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۰۲

عدم القبول فی امثالہ یفضی الی الحرج و التضییق وتضییع کثیر من الحقوق وامرنا بیسرلا بعسر والحرج مدفوع شرعا[1]	ایسی صورتوں میں دعوٰی کا غیر مقبول ہونا ، حرج اور تنگی اور کثیر حقوق کے ضیاع کا باعث ہوسکتا ہے حالانکہ ہمیں آسانی کا حکم ہے مشکل کا نہیں حالانکہ حرج شرعًا مدفوع ہے۔ (ت)

روایت نادرہ ابی یوسف کو مذہب امام ابی یوسف کہنا کس قدر خلاف قباحت ہے، نہ قاضی ومفتی کو اس پر عمل کی اجازت، جامع صغیر ومبسوط امام محمد و بحرالرائق و اشباہ والنظائر و زواہر الجواہر و درمختار و فتاوٰی صغری و فصول عمادی و خزانۃ المفتین و جامع الفصولین و غایۃ البیان و فتاوٰی الغرویہ و ردالمحتار و فتاوٰی خلاصہ و کافی و لسان الحکام و معین الحکام و عقود دریہ و وجیز کردری و فتاوٰی خانیہ و فتاوٰی ظہیریہ و فتاوٰی قاعدیہ وغیرہا کتب معتمدہ مذہب کی عبارات کثیرہ اوپر گزریں کہ اس روایت نادرہ کے سراسر خلاف ہیں اور انھیں پر انحصار نہیں عامۂ کتب مذہب میں اس کا خلاف موجود، تو اور ہیں بھی یہ صرف روایت ابی یوسف ہے برخلاف امام اعظم وہمام اقدم رضی اللہ تعالٰی عنہ تو جماہیر کے خلاف امام کے خلاف ظاہر الروایۃ کے خلاف دلیل کے خلاف بے تصحیح صریح و ترجیح رجیح المراد افتا ایک روایت شاذہ نادرہ پر فیصلہ کیونکر روا۔ ائمہ وعلماء کی روشن تصریحات ہیں کہ جو کچھ ظاہر الروایۃ سے خارج ہے ہمارے ائمہ کا مذہب نہیں وہ مرجوع عنہ ہے، قول مرجوح پر افتاء و قضا جہل و خرق اجماع ہے نہ کہ مرجوع عنہ کہ سرے سے قول ہی نہ رہا، لاجرم ایسے فیصلے کو منسوخ کردینے کا حکم فرمایا، ردالمحتار میں ہے :

قد صرحوا بان العمل بما علیہ الاکثر[2]	فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ اکثریت کے قول پر عمل ہوگا۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے :

یجب علینا الافتاء بقول الامام[3]	ہم پر امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول پر فتوٰی ضروری ہے۔ (ت)

خیریہ میں ہے :

المقرر عندنا انہ لایفتی و	ہمارے ہاں یہ بھی مسلّم ہے کہ فتوٰی اور عمل صرف

---

[1] جامع الفصولین الفصل الحادی عشر فی الاختلاف بین الدعوٰی اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶۶
[2] ردالمحتار فصل فی البئر دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۵۱
[3] بحرالرائق کتاب القضاء فصل فی التقلید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۲۶۹-۷۰

لایعمل الا بقول الامام الاعظم اھ[1]۔	امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول پر ہوگا اھ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ماخلف ظاہر الروایۃ لیس مذھبا لاصحابنا[2]۔	جو ظاہر روایت کے خلاف ہو وہ ہمارے اصحاب کا مذہب نہیں ہے (ت)

بحرالرائق میں ہے:

ماخرج عن ظاھر الروایۃ فھو مرجوع عنہ والمرجوع عنہ لم یبق قولا لہ[3]۔	جو قول ظاہر روایت سے خارج ہو وہ مرجوع عنہ ہوتا ہے اور جو مرجوع عنہ ہو وہ امام صاحب کا قول نہیں رہتا۔ (ت)

تصحیح القدوری و درمختار میں ہے:

الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل وخرق للاجماع[4]۔	فتوٰی اور حکم مرجوح قول پر جہالت اور اجماع کے خلاف ہے۔ (ت)

حواشی ثلثہ سادات ثلثہ ابراہیم حلبی واحمد مصری ومحمد شامی میں ہے:

اولی من ھذا بالبطلان الافتاء بخلاف ظاھر الروایۃ اذا لم یصحح والافتاء بالقول المرجوع عنہ[5]۔	ظاہر روایت جن کی تصحیح نہ ہوئی ہو کے خلاف فتوٰی دینا اور مرجوع عنہ پر فتوٰی دینا اس سے بھی زیادہ باطل ہے (ت)

تنویر وشرح علائی میں ہے:

لایخیر الا اذا کان مجتھد أبل المقلد (لایخیر اذا لم یکن مجتھدا کذا فی بعض النسخ) متی خالف معتمد مذھبہ لاینفذ حکمہ وینقض ھو المختار	خیار نہیں ہوگا مگر جبکہ وہ مجتہد ہو بلکہ قاضی مقلد بھی جب اپنے قابل اعتماد مذہب کے خلاف کرے تو جائز نہیں اس کا حکم نافذ نہ ہوگا اور کالعدم قرار پائے گا'

---

[1] فتاوٰی خیریہ	کتاب الشہادات	دارالفکر بیروت	۲/ ۳۳
[2] ردالمحتار	کتاب احیاء الموات	داراحیاء التراث العربی بیروت	۵/ ۲۷۸
[3] بحرالرائق	کتاب القضاء فصل فی التقلید	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۶/ ۲۷۰
[4] درمختار	مقدمۃ الکتاب	مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۱۵
[5] ردالمحتار	خطبۃ الکتاب	داراحیاء التراث العربی بیروت	۱/ ۵۱

للفتوٰی ۱؎ — یہی فتوٰی کے لئے مختار ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

القاضی مامور بالحکم باصح اقوال الامام فاذا حکم بغیرہ لم یصح ۲؎ — قاضی، امام صاحب کے اصح اقوال پر حکم کا پابند ہے اگر غیر اصح پر حکم دیا تو صحیح نہ ہوگا۔ (ت)

(۴) تفصیل اختلافات کی طرف چلئے، جلال خاں کے بیان سے اس کا وقت آنے بوستاں خاں کے کھڑا ہونا بیرونی دروازہ میں پہلے سے اور مسماتوں کے بیان سے جلال خاں و کالے خاں کا ان کے پیچھے پیچھے آنا ثابت ہے یہاں اظہاروں کی عبارات پر قدرے بے غوری واقع ہوئی، جلال خاں کا بیان یہ ہے جب بوستاں خاں اندر مکان کے چبوترے پر گئے ہیں تو میں دروازہ اندرونی میں مکان کے اندر کھڑا تھا مجھ میں اور بوستاں خاں میں تخمیناً فاصلہ ۴ گز کا تھا اور امجدی بیگم سروری بیگم کہتی ہیں پھر محمد رضا خاں اور بوستاں خاں گھر میں آئے اور پیچھے پیچھے کالے خاں و جلال خاں بھی آئے عورتیں ان گواہوں کے گھر میں آتے وقت کا حال بیان کرتی ہیں کہ آگے آگے بوستاں خاں اور پیچھے پیچھے جلال خاں گھر میں آئے اور جلال خاں گھر میں داخل ہونے کے بعد اس وقت کا حال کہتا ہے جب بوستاں خاں اندر مکان کے چبوترے پر گیا تھا ان میں کیا اختلاف ہوا بوستاں خاں اور اس کے پیچھے جلال خاں گھر میں آئے جلال خاں دروازہ اندرونی پر رک رہا بوستاں خاں چبوترہ پر گیا دونوں بیان صادق ہیں ذی علم مجوز کی نظر نے اس لفظ میں لغزش فرمائی ہے کہ جلال خاں کے بیان سے وقت آنے بوستاں خاں کے، حالانکہ اس کا یہ بیان مکان کے اندر چبوترہ پر بوستاں خاں کے جانے کے وقت کا ہے، کہاں بوستاں خاں کا مکان میں آنا اور کہاں اس کا اندرونی مکان چبوترہ پر جانا۔

(۵) جلال خاں نے بیان کیا میں نے اس عورت سے دریافت کیا کہ تم کیا کہتی ہو تو اس نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کا اختیار حسن رضا خاں کے ساتھ نکاح پڑھوانے کے لئے بوستاں خاں کو دیا، مسماتان مذکور دریافت کرنا جلال خاں کا عصمت جہاں بیگم سے بیان نہیں کرتیں سروری بیگم و امجدی بیگم نے اگر عصمت جہاں بیگم سے جلال خاں کا دریافت کرنا بیان نہ کیا تو یہ بھی تو نہ کہا کہ جلال خاں نے دریافت نہ کیا، بے اس کے پوچھے خود ہی عصمت جہاں بیگم نے بتایا تھا پھر یہ اختلاف کیا ہوا کیا عدم ذکر ذکر عدم ہوتا ہے، بھلا یہ تو لغو و فضول بات ہے خاص متعلق اصل معاملہ میں تصریح علماء ہے کہ شاہدین میں جب ایک ایک بات بیان کرے دُوسرا نہ بیان کرے

۱؎ درمختار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۷۲

۲؎ ردالمحتار کتاب القضاء فصل فی الحبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۲۶

توجتنی بات میں دونوں متفق ہیں شہادت مقبول ہوگی اور جتنی بات صرف ایک کے بیان میں ہے وہ بوجہ عدم نصاب شہادت ثابت نہ ہوگی مثلاً زید وعمرو نے گواہی دی کہ بکر نے خالد کو وکیل کیا زید نے اپنی شہادت میں اتنا اور بڑھایا کہ پھر معزول کردیا عمرو نے عزل کا ذکر نہ کیا تو وکالت ثابت ہوجائے گی اور معزولی ثابت نہ ہوگی، فصول عمادیہ و فتاوٰی عالمگیریہ وغیرہما میں ہے:

لوشھدا بالوکالۃ وزاد احدھما انہ عزلہ جازت شھادتھما علی الوکالۃ ولم تجز علی العزل[1]

اگر گواہوں نے وکالت کی گواہی دی اور ایک نے یہ بات زائد کہی کہ وہ معزول ہوچکا ہے تو نفس وکالت پر دونوں کی شہادت مقبول ہوگی، معزولی کی زائد بات معتبر نہ ہوگی۔ (ت)

(٦) مسماتان مذکور کہتی ہیں عصمت جہاں بیگم نے تین مرتبہ کلمات اجازت کہے جلال خاں تین مرتبہ اجازت دینا بیان نہیں کرتا، یہ بھی وہی عدم ذکر و ذکر عدم میں فرق نہ کرنا ہے جلال خاں یہ بھی تو نہیں کہتا کہ عصمت جہاں بیگم نے تین مرتبہ نہ کہا صرف ایک ہی بار کہا تھا، اس مقدمہ بگا بیگم بنام عباس علی خاں میں بھی اسی قسم کے اختلافات تجویز فرمائے گئے تھے جنھیں فقیر نے اپنے فتوٰی میں لکھا، رب العزت جل وعلا نے سورۂ نمل میں فرمایا:

www.alahazratnetwork.org

یٰموسٰی لاتخف انی لایخاف لدی المرسلون[2]

اے موسٰی (علیہ السلام)! آپ خوف نہ کریں میرے حضور رسولوں کو خوف نہیں ہوتا (ت)

اور سورۂ قصص میں فرمایا:

یٰموسٰی اقبل ولاتخف انک من الاٰمنین[3]

اے موسٰی (علیہ السلام)! آگے بڑھو خوف نہ کرو آپ بیشک امن والوں میں ہیں (ت)

اور سورہ طٰہٰ میں ارشاد ہوا:

قال خذھا ولاتخف سنعیدھا سیرتھا الاولٰی[4]

فرمایا اسے پکڑو اور خوف نہ کرو ہم اسے عنقریب پہلی حالت پر پھیردیں گے (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ الفصول العمادیۃ کتاب الشہادات الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ٣/٥٠٧
[2] القرآن الکریم ٢٧/١٠
[3] القرآن الکریم ٢٨/٣١
[4] " " ٢٠/٢١

ان دونوں سورتوں میں ذکر ندا ہے یہاں نہیں بلکہ جملہ لا تخف کے سوا ہر جگہ نیا کلام نقل فرمایا ہے، کیا معاذ اللہ یہ قرآن مجید کا اختلاف ٹھہرے گا، ہماری رائے میں ایک بڑا اختلاف ذکر سے رہ گیا، اظہارات کی نقلیں کہ یہاں آئی ہیں ان میں سروری بیگم و امجدی بیگم کے بیان میں جتنی جگہ عصمت جہاں بیگم کا نام آیا ہے سب جگہ مع لفظ بیگم ہے اور جلال خاں کے بیان میں ایک جگہ لفظ بیگم نہیں تو ارشاد فرمانا تھا کہ عورتیں عصمت جہاں بیگم کہتی ہیں اور جلال خاں نے ایک جگہ بے لفظ بیگم کہا لہذا گواہیاں بوجہ اختلاف مردود ہیں۔

(۷) جلال خاں نے بیان کیا کہ جب بوستاں خاں اندر مکان کے گئے تو حسن رضا خاں کی ہمشیرہ سے کہا کہ تم اس عورت سے میرے روبرو کہلوا دو، چنانچہ انھوں نے اس عورت سے کہا کہ تم خود اپنے منہ سے کہو، تو اس نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کا اختیار الخ، مسماتوں نے یہ کہا ہے کہ بوستاں خاں نے میری بڑی نند سے کہا کہ بیگم اب لڑکی سے کہو کہ کیا کہتی ہے جو میں بھی سنوں، میری نند کہنے بھی نہ پائی کہ عصمت جہاں بیگم نے کہا کہ میں ہوں عصمت جہاں بیگم میں نے حسن رضا کے ساتھ الخ۔ سارے اختلافوں میں یہ بڑا بھاری اختلاف ہے کہ ظاہراً نفی و اثبات کا فرق ہے، جلال خاں کہتا ہے شمس بیگم کے کہنے پر عصمت جہاں بیگم نے کہا عورتیں کہتی ہیں شمس بیگم کہنے بھی نہ پائی تھی کہ اس نے کہہ دیا مگر انصاف کیجئے تو یہ اعتراض بھی مہمل ہے۔

اوّلاً اظہار جلال خاں کی نقل جو یہاں آئی اس کی عبارت یہ ہے بوستاں خاں اندر مکان کے گئے حسن رضا کی ہمشیرہ سے جا کر کہا کہ تم میرے رُوبرو کہلوا دو، چنانچہ انھوں نے اس عورت سے کہا کہ کہہ دو، تب اس عورت نے اپنی زبان سے کہا کہ میں نے اپنے نفس کا اختیار کہہ دو ایک چار حرفی کلمہ ہے، شمس بیگم عصمت جہاں بیگم کے پاس بیٹھی تھی اس نے آہستہ سے کہا کہ کہہ دو سروری بیگم و امجدی بیگم نے نہ سنا سروری بیگم کے بیان میں کہیں نہیں کہ وہ اس وقت شمس بیگم یا عصمت جہاں بیگم کے پاس ہی زانو سے زانو ملائے بیٹھی تھی اور خصوصاً امجدی بیگم نے تو صاف بیان کیا ہے کہ جوان عورت ہوں میراثنیوں سے پردہ ہے میں اس وقت اوٹ میں ہو گئی تھی دولائی اوڑھ کر اوٹ کر کے ذرا آڑ سے بیٹھی تھی خصوصاً ایسے وقت لوگوں کے کان دُلہن کے بیان کی طرف لگے ہوتے ہیں بالائی لوگوں کے ایں و آں کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔

ثانیاً محتمل کہ ادھر تو شمس بیگم نے اس سے کہا کہہ دو یا یہی کہ تم خود اپنے منہ سے کہو ادھر عصمت جہاں بیگم نے بوستاں خاں سے خطاب شروع کر دیا، دونوں بیان ایسے متصل معاً واقع ہوئے کہ سامع کو اشتباہ ہو کہ یہ عصمت جہاں بیگم نے بطور خود کہا یا شمس بیگم کے کہنے سے کہا جلال خاں غیر آدمی اس نے حسب عادت زنان دوشیزہ نیک گمان کیا کہ شمس بیگم کے کہنے ہی سے کہا ہوگا سروری بیگم عصمت جہاں بیگم کی بھانجی ہے

وہ اپنی خالہ کے طلاقت لسانی سے خوب آگاہ تھی جس کا اظہار عصمت جہاں بیگم کے اظہاروں میں ہوا ہے جن کا بیان ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آتا ہے اس نے جانا کہ اس کی نچلی طبیعت کا گرم توسن کیا محتاج مہمیز ہوتا شمسن بیگم کے منہ سے پوری بات بھی نہ نکلی تھی کہ اس نے توکیل کا خطبہ پڑھنا شروع کر دیا۔ ذرا غور سے سروری بیگم کے لفظ دیکھئے وہ یہ نہیں کہتی کہ میری سند کچھ نہ بولی بلکہ کہتی ہے میری سند کہنے بھی نہیں پائی کہ عصمت جہاں بیگم نے کہا یعنی اس کا کہنا ختم نہ ہوا تھا کہ عصمت جہاں بیگم نے خطاب آغاز کیا۔ اہل زبان جانتے ہیں کہ کسی فعل کا ہو پانا اس کے تمامی واختتام پر ہوتا ہے نہ کہ وسط و آغاز میں۔ مثلاً امام قعدۂ اولیٰ بھول کر تیسری رکعت کو کھڑا ہوا سیدھا نہ ہوا تھا کہ مقتدی نے تسبیح کی امام نے بعد سلام کہا تم نے بیجا بتایا تمھاری نماز نہ ہوئی کہ قعدۂ اولے سے کھڑے ہو کر عود کا محل نہیں تو مقتدی کہے گا آپ ابھی اُٹھنے بھی نہ پائے تھے کہ میں نے بتایا یعنی قیام ہنوز تمام نہ ہوا تھا۔

(۸) مسماتوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ بوستاں خاں کو لڑکی پہلے سے نہ جانتی تھی آگے بڑھ کر لکھا کہ اجازت دیتے وقت کہا بوستاں خاں بھائی تم کو وکیل کیا جب مدعا علیہا بوستاں خاں کو پہلے سے نہ جانتی تھی تو بوستاں خاں کا نام کیسے جانا کیونکہ مسماتوں نے کسی جگہ نہ لکھا کہ کس نے اس کا نام بتا دیا تھا۔ یہ اعتراض بھی سخت حیرت انگیز ہے۔

اولاً تو کسی شخص کو جاننا اس کے ساتھ شناسائی و تعارف کو کہتے ہیں اجنبی آدمی جسے کبھی نہ دیکھا ہو اس وقت اس کا نام کسی کی زبان سے سُن لینے سے یہ نہ کہا جائیگا کہ ہم اسے جانتے ہیں۔

ثانیاً بالفرض کہا بھی جائے تو امجدی بیگم و سروری بیگم نے جاننے کی مطلقاً نفی کب کی وہ تو صاف کہہ رہی ہیں کہ پہلے سے نہ جانتی تھی کیا کسی کا نام معلوم کرنے کے لئے یہ بھی ضرور ہے کہ پہلے سے اُسے جانے ورنہ نام معلوم نہیں ہو سکتا۔ عورتوں کو اس بیان کی کیا ضرورت تھی کہ عصمت جہاں بیگم نے بوستاں خاں کا نام کس سے سنا۔ ایسے مواقع کے عام معمولی واقعات پر نظر فرمائی جاتی تو خود معلوم ہو جاتا کہ عصمت جہاں بیگم کو اس کا نام کیونکر معلوم ہوا۔ ذی علم مجوز نے خود فرمایا ہے کہ بوستاں خاں اجنبی شخص تھا سروری بیگم کے اظہار میں ہے کہ جو مرد اس وقت مکان میں آئے جلسے کی نصف عورتوں کا ان سے پردہ تھا امجدی بیگم نے خود اپنا بیان کیا کہ میرا کوئی رشتہ بوستاں خاں سے نہیں ہمارے خاندان میں پردہ کا رواج ہے ایسے جلسے میں غیر مرد ہرگز بلا اطلاع نہیں جاتے ضرور اول سے کہا گیا کہ بوستاں خاں اذن لینے کو آتے ہیں اور جب وہ آیا اور اس نے شمسن بیگم سے کہا کہ بیگم میرے سامنے کہلوا دو ضرور عصمت جہاں بیگم نے معلوم کیا کہ یہی بوستاں خاں ہے پھر نام معلوم کرنے کو بعید از عقل بتانا کیونکر قرین عقل ہوا۔

ثالثاً واقعات رائجہ کو جانے دیجئے ذرا اظہارات جلال خاں و بوستاں خاں و امجدی بیگم و سروری بیگم پر

نظر فرمائیے یہ سب بالاتفاق کہہ رہے ہیں کہ بوستاں خاں کے گھر میں جانے سے پہلے عصمت جہاں بیگم سے بوستاں کے نام کی توکیل کرالی گئی تھی دوبارہ بوستاں خاں اپنے سامنے توکیل کرانے کو گھر میں گیا تو عصمت جہاں بیگم کو اس کے جانے سے پہلے ضرور اس کا نام معلوم ہوچکا تھا آگے جو بیباکی و بیحیائی کا اعتراض فرمایا ہے اس کا حال بعونہٖ تعالٰے ذکر قرائن میں آتا ہے۔

(۹) بوستاں خاں نے اوّل بیان کیا ہے کہ جب میں اندر گیا تو عصمت جہاں دالان میں پشت پھیرے بیٹھی تھی پھر آخر قول میں لکھایا کہ جب میں گیا تو اس نے مجھ سے ایسا پردہ کیا تھا کہ میں نصف چہرہ دیکھ سکتا تھا اور اُوپر کے حصے پر گھونگھٹ تھا یہ دونوں قول متناقض ہیں جب پشت پھیرے بیٹھی تھی تو نصف چہرہ دکھائی دینا محالات سے ہے،

اوّلاً یہ محال سہی کیا پیٹھ پھیرے بیٹھنے والے کو وقت خطاب ادھر منہ کرنا بھی محال ہے بوستاں خاں نے اوّل بیان میں یہ کہا ہے کہ میں مکان میں گیا تو پشت پھیرے عصمت جہاں بیگم بیٹھی تھی، یہ نہیں کہا کہ اخیر تک وہ پشت ہی پھیرے بیٹھی تھی، آخر بیان میں یہ کہا ہے کہ وقت نکاح میں نے عصمت جہاں کو ناک کے نیچے سے دیکھا تھا نصف اُوپر کی ناک پر گھونگھٹ تھا یہ نہیں کہا کہ جس وقت میں مکان میں گیا اسی وقت عصمت جہاں کو اس طرح اپنے سامنے بیٹھا پایا پھر دونوں میں منافی کیا ہوئی، یہاں جو نقل اظہار آئی اس کے الفاظ یہ تھے اور اگر بالفرض بیان آخر میں وہی لفظ ہوں کہ جب میں گیا تو اس نے مجھ سے ایسا پردہ کیا تھا کہ میں نصف چہرہ الخ جب بھی بات صریح ظاہر ہے وہ مکان میں جاتے وقت کا ابتدائی حال ہے اور یہ وقت خطاب پردہ و حجاب کا یہاں بھی یہ نہ کہا کہ جب میں گیا تو وہ ایسی بیٹھی تھی کہ میں نصف چہرہ الخ۔

ثانیاً ممکن کہ عصمت جہاں بیگم اوّل تا آخر پشت پھیرے ہی بیٹھی رہی ہو مگر بیان میں یہ کہیں نہیں آیا کہ وہ دیوار سے ملی بیٹھی تھی وہ وسط دالان میں ہوگی بوستاں خاں مزید وثوق کے لئے خود اندر گیا تھا کہ میرے سامنے عصمت جہاں بیگم اقرارِ توکیل کرے اس نے اقرار سُن لیا مگر سمجھا کہ مقرہ کی معرفت چہرہ چاہئے کہ طریق توثیق جو اس کا مقصود خاص تھا اس میں ہے لہٰذا وہ آگے بڑھا اور سامنے سے عصمت جہاں بیگم کو دیکھا، کیا یہ بھی محال ہے بغرض مثبت اختلاف مستدل ہے اور احتمال قاطع استدلال ہے۔

(۱۰) شفیع حیدر خاں کی خاص متعلق معاملہ گواہی کو جس طرح محض بے علاقہ خیال فرمایا گیا اس کا ذکر تو بعونہٖ تعالٰے دیگر اعتراضات کے جواب میں آئے گا یہاں ہماری اختلاف یہ بتایا گیا ہے کہ اس کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ جلسے میں شریک ہی نہ تھا اس لئے کہ بوستاں خاں بعد نکاح کے تقسیم ہونا بتاشوں کا اور صاحبزادے نظام الدین خاں چھوہاروں کا اور یہ گواہ خلاف ان کے تقسیم ہونا شیرینی کا بیان کرتا ہے واقعی

www.alahazratnetwork.org

شفیع حیدر خاں سے یہ بھاری غلطی ہوئی کہ اس نے بتاشوں کو شیرینی کہا اسے کیا معلوم تھا کہ بتاشے کتنے ہوتے ہیں ؛

اوّلاً ذی علم مجوز نے سُنا ہوگا کہ حسب رسم قدیم نکاح میں چھوہارے ضرور ہوتے ہیں پھر کہیں ان کے ساتھ شکر بھی ہوتی ہے کہیں بتاشے چھوٹے کہیں بڑے ، کہیں اور قسم کی مٹھائی ، اور شیرینی کا لفظ ان سب کو عام ہے ، یہاں اگر چھوہارے اور بتاشے تقسیم ہوئے اور ایک گواہ نے ایک شے دوسرے نے دوسری کا خاص نام تیسرے نے عام ذکر کیا ، کیا گناہ ہوا !

ثانیاً بعض لوگ نکاح ختم ہوتے ہی معاً اُٹھ جاتے ہیں اور خرموں کی تقسیم معاً ہوتی ہے ممکن کہ نظام الدین خاں بھی فوراً اُٹھ گیا ہو اس کے سامنے خرما ہی تقسیم ہوئے تھے بعد کو بتاشے بٹے ، وہ اس نے نہ دیکھے کہ انھیں بیان کرتا ، بوستان خاں شفیع حیدر خاں نے خرموں کی تقسیم کا ذکر ضروری جانا کہ وہ تو عادۃً تقسیم ہوتے ہی ہیں دوسری چیز جو تقسیم ہوئی اس کا بیان کیا اگرچہ وہ بھی محض بے ضرورت و زائد تھا۔

(۱۱) مہر میں بوستان خاں نے قسم اشرفی نادر شاہی اور اس گواہ نے محمد شاہی بیان کی ہے حالانکہ شہادت ایک وقت اور جلسے کی ہے یہ دلیل ہے کہ گواہ مذکور شریک جلسہ نہ تھا۔

www.alahazratnetwork.org

(۱۲) نیز گواہ نے تعداد اشرفی کی خلاف دعوی مدعی کے بیان کی ہے مدعی نے اپنے بیان میں دس لکھا ہے گواہ نے بیس ، پس یہ شہادت کالعدم ہے ، تمام اختلافات میں یہی دو اصل معاملہ نکاح سے کچھ متعلق ہیں کہ مہر بدل نکاح ہے مگر اگر کتب فقہ پر نظر فرمائی جاتی تو ظاہر ہوتا کہ مہر نکاح میں مقصود نہیں وہ محض تابع و زائد ہے ، یہاں تک کہ عقد نکاح میں اگر نفی مہر کی شرط کر لی جائے نکاح صحیح ہوجائے گا اور مہر مثل لازم آئے گا تو ایسی چیز جس کا سرے سے ہونا نہ ہونا ہی اصل نکاح پر کچھ اثر نہیں ڈالتا اس کی کمی بیشی یا سکّہ کے تفاوت سے کیا ضرر ہو سکتا ہے ، لاجرم ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ نے تصریح فرمائی کہ ایک گواہ ہزار روپے مہر بتائے اور دوسرا پندرہ سو ، یا گواہ سو اشرفی مہر کہتے ہوں اور مدعی ڈیڑھ سو ، یا مدعی ہزار دینار بتاتا ہو اور گواہ دو ہزار ، سب صورتوں میں نکاح ثابت ہے ، اور ان اختلافات سے گواہیوں یا دعوٰی پر کوئی بُرا اثر نہ پڑے گا۔ ہدایہ و کافی و تبیین الحقائق و فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے ؛

واللفظ لھا فی النکاح یصح باقل المالین عند ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ سواء کانت الدعوی من الزوج او من المرأۃ ، ویستوی

الفاظ عالمگیری کے ہیں نکاح کے باب میں ، امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہاں دو مذکور رقموں میں سے کم رقم پر نکاح درست قرار پائیگا دعوٰی مرد کا ہو یا عورت کا اس میں بڑی رقم کا

فیہ دعوی اقل المالین او اکثرھما فی الصحیح[1]

دعوٰی ہو یا کم کا ہو کوئی فرق نہیں صحیح مذہب میں۔ (ت)

جامع الفصولین میں ہے :

اختلفا فی قدر البدل لاتقبل الا فی النکاح[2]

کسی بدل میں گواہوں کا اختلاف ہو تو نکاح کے علاوہ کسی اور معاملہ میں قبول نہ ہوگی (ت)

درمختار میں ہے :

شھد واحد بشراء عبد اوکتابتہ علی الف و آخر بالف و خمس مائۃ ردت و صح النکاح بالف مطلقا استحسانا[3] (ملتقط)

گواہوں میں سے ایک نے عبد خریدنے یا اس کی کتابت میں ہزار اور دوسرے نے ڈیڑھ ہزار کا ذکر کیا تو شہادت مردود ہوگی، اور اگر نکاح میں یہ اختلاف ہو تو استحسانا ایک ہزار پر شہادت قبول ہوگی (ملتقطا)۔ (ت)

تبیین الحقائق پھر قرۃ العیون میں ہے :

ولیستوی فیہ دعوی اقل المالین فی الصحیح لاتفاقھما فی الاصل وھو العقد فالاختلاف فی التبع لایوجب خللا فیہ[4]

کم مقدار میں دونوں کی گواہی متفق ہو پائیگی کیونکہ اس اصل مقدار میں دونوں متفق ہیں اور اصل سے زائد میں اختلاف خلل کا موجب نہیں ہے (ت)

جب کتب مذہب میں روشن تصریحیں ہیں کہ مہر کے اختلافات خواہ باہم گواہوں میں ہوں خواہ گواہ مدعی میں ہوں دعوٰی نکاح اور شہادتوں سے ثبوت نکاح کو مطلق کچھ ضرر نہیں دیتے یہی مذہب امام ہے یہی استحسان ہے یہی صحیح ہے تو حاکم یا مفتی کو اس سے عدول کیونکر حلال ہوا۔

(۱۳) حسن رضا خاں مدعی نے اپنے اظہار ۱۹ اکتوبر میں بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے نکاح میں اپنے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشہادات الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۵۰۶
الہدایۃ " باب الاختلاف فی الشہادۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۱۶۸

[2] جامع الفصولین الفصل الحادی عشر اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶۳

[3] درمختار کتاب الشہادات باب الاختلاف فی الشہادۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۹۹

[4] قرۃ عیون الاخیار " " " مصطفی البابی مصر ۱/۱۶۲

پھوپھی زاد بھائی محمد حسین خاں کو شریک کیا تھا محمد حسین خاں گواہ اپنی شرکت جلسہ نکاح میں بیان نہیں کرتا اس گواہ کو بروز خانہ تلاشی زبانی والدہ مدعی کے نکاح کا علم ہوا جس سے بے اصلیت دعوٰی کی معلوم ہوتی ہے محمد حسین خاں کی گواہی وکالت یا عقد نکاح سے متعلق نہیں بلکہ وہ صرف عصمت جہاں بیگم کے جواب دعوٰی کی تکذیب کرتی ہے مگر سخت قابلِ افسوس بات ہے کہ اظہار حسن خاں کی نقل جو یہاں آئی اس میں صاف یہ لفظ لکھے ہیں میں نے کسی کو نہیں بلایا میری شہر میں رشتہ داری ہے محمد حسین خاں میرے پھوپھی زاد بھائی ہیں میں نے ان کو نہیں بلایا تھا اور محمد حسین خاں کی زوجہ کو بھی نہیں بلایا تھا میں نے بار بار بہ تکرار سائل سے دریافت کیا کہ اس نقل میں کوئی تفاوت تو نہ ہوا اس نے بوثوق تمام کہا کہ ایک حرف کا ہرگز فرق نہیں میں نے کئی بار کہا کہ فیصلے میں تو یہ لکھا ہے، سائل نے باصرار کہا کہ اظہار میں وہی تھا کہ نہیں بلایا فیصلے میں اس کا عکس نقل کیا ہے اب اس کو کیا کہا جائے میں نہیں کہہ سکتا کہ ایسی حالت میں بے اصلی دعوٰی کی معلوم ہوتی ہے یا فیصلے کی۔

(۱۴) نکاح نامہ جو ثبوت میں پیش کیا گیا اس میں تاریخ نکاح ۲۵ راپریل ہے دعوٰی اس نکاح کی بابت ہے جس کا وقوع بقول مدعی ۲۴ راپریل کو ہوا ہے یہ وجہ بھی واسطے بے اصلیت دعوٰی کے ظاہر ہے۔ ذی علم مجوز نے نکاح نامہ کو وجہ ثبوت میں لیا اور بوجہ اختلاف تاریخ بے اصلی دعوٰی کے دلیل قرار دیا، یہاں اولاً جو فقہی مباحث میں خادمِ فقہ پر پوشیدہ نہیں مگر اتنی بات تو تمام فہم ہے کہ عوام رات کو روز گزشتہ کا تابع ٹھہراتے ہیں شب آئندہ کے بارہ بجے جو آنے والا ہوا سے آج دن میں کہیں گے کہ آج رات کے بارہ بجے آئے گا اور اہلِ علم باتباع شرع رات کو روزِ آئندہ کا تابع مانتے ہیں شبِ جمعہ اس رات کو کہیں گے جس کی صبح کو جمعہ ہو نہ کہ وہ جو بعد جمعہ آئی سوا لیالی حج کے کہ وہ حج میں تابع روزہا ئے گزشتہ ہیں لہذا اگر دسویں شب میں طلوع صبح سے پہلے وقوف عرفہ کرلیا حج ہوگیا کہ وہ رات عرفہ ہی کی رات ہے یہ نکاح آدھی رات کو یا اس کے قریب اپریل کی پچیسویں شب میں ہوا جس کی صبح کو ۲۵ تھی مدعی نے عرف عام عوام کے طور پر ۲۴ راپریل کہی کہ رات تابع روزِ گزشتہ سمجھی نکاح نامہ میں ذی علم قاضی نے ۲۵ راپریل لکھی کہ شب تابع روزِ آئندہ تھی۔

ثانیاً جب انگریزی تاریخ انگریزی مہینہ تحریر میں آیا اور انگریزی میں تاریخ میں رات آدھی رات سے بدلتی ہے ولہذا ریل و تار کے دفاتر میں آدھی رات سے آدھی رات تک پورے ۲۴ گھنٹے شمار ہوتے ہیں فلاں ریل گاڑی ۱۴ بجے چلے گی یعنی دن کے دو بجے، یہ تار ۲۰ بجے دیا گیا یعنی شام کے ۸ بجے۔ ممکن کہ نکاح خواں نے ۱۲ بجے جانا سمجھ کر خیال کیا ہو کہ انگریزی تاریخ بدل گئی لہذا ۲۵ راپریل لکھی۔

(۱۵) نکاح نامہ میں سکونت مدعا علیہا کی محلہ مدرسہ تحریر ہے قاضی نکاح خواں جس سے ترتیب و خانہ پُری نقشہ کے متعلق ہے اس نے اپنی گواہی میں تحریر کرایا ہے کہ میں نے اس کی سکونت کی بابت دریافت

نہ کیا تھا پس بلا دریافت نقشہ میں سکونت کا اندراج یہ کارروائی برادر مدعی کی ہے جیسا کہ نکاح خواں نے بیان کیا ہے کہ یادداشت نکاح نامہ برادر حسن رضا خاں سے میں نے لکھائی تھی، **اولاً** مقدمہ موجودہ میں نکاح خواں 22
کی شہادت کہ اس عہدہ سے استعفا کے بعد اپنے فعل پر ہے حاکم کو اس کا لینا سننا ہی ممنوع تھا لانہ اشتغال بما لا یصح کما سیاتی (کیونکہ یہ غیر صحیح کام میں مشغولیت ہے جیسا کہ آئیگا۔ت) اور جب وہ شہادت شرعاً کوئی چیز نہیں تو اس کے اختلاف سے دعوٰی پر اثر ڈالنا لغو محض۔

ثانیاً قاضی کے اظہار میں یہ ہے کہ حسن رضا خاں کے بھائی سے کاغذ لکھوایا تھا میں نے یہ دریافت نہیں کیا کہ لڑکی کی عمر کس قدر ہے میں نے اور کچھ نہیں پوچھا کہ لڑکی کون سے مکان میں رہتی ہے اور کوئی بات میں نے نہیں دریافت کی، یہاں اس دریافت کی نفی ہے کہ لڑکی کس مکان میں رہتی ہے نہ اس دریافت کی کہ کس محلہ میں رہتی ہے، ظاہر ہے کہ مکان محلہ سے خاص ہے اس سے سوال کی نفی محلہ سے سوال کی نفی نہیں کرسکتی جبکہ سوق عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ محلہ سے سوال کیا کہ وہ کہتا ہے اور کچھ نہیں پوچھا اور کوئی بات دریافت نہ کی، یہ اور کا لفظ بڑھانا ہی صاف کہہ رہا ہے کہ اسی قدر پوچھا اس سے زیادہ کچھ نہ پوچھا اگر اس نے اتنا بھی نہ پوچھا ہوتا تو یہ نہ کہتا کہ اور کچھ نہ پوچھا بلکہ یُوں کہتا کہ میں نے کچھ نہ پوچھا ان دونوں محاوروں کا فرق اہلِ زبان پر ظاہر ہے، رہا یہ کہ آخر کیا پوچھا اس کا پتہ ظاہر نے ان لفظوں سے دیا کہ اس نے برادر حسن رضا خاں سے کاغذ لکھوایا تھا یعنی خانہ پُری نقشہ کے لئے جتنی ضرورت ہے بس اسی قدر پوچھا اور محمد رضا خاں سے خانہ پری کو کہا اور کچھ نہ پوچھا کہ عمر کتنی ہے کس مکان میں رہتی ہے۔

www.alahazratnetwork.org

ثالثاً اندراج نقشہ کے لئے واقفیت درکار ہے خواہ بعد سوال ہو یا بلا سوال تو نفی سوال نفی علم کو مستلزم نہیں وقت نکاح کی گفتگو دن میں لوگوں کے تذکرہ سے اس نے بے دریافت کے سُن لیا ہوگا کہ عصمت جہاں بیگم محلہ مدرسہ میں رہتی ہے بلکہ اتفاقاً تذکرہ مردمان کی بھی حاجت نہیں پیشہ نکاح خوانی والے کو اکثر اہلِ شہر سے واقفیت ہوجاتی ہے اور عصمت جہاں بیگم کا باپ خود ایک مشہور آدمی تھا اس کا نام اس وقت ضرور لیا گیا تھا کہ مسعود خاں کی بیٹی کا نکاح ہے جیسا کہ خود قاضی کے اظہار میں موجود ہے وہ جانتا تھا کہ مسعود خاں ساکن محلہ مدرسہ ہے لہذا عصمت جہاں بیگم کی سکونت مدرسہ اسے بلا دریافت معلوم ہوگئی۔ محمد رضا خاں نے جب بحکم قاضی خانہ پری کی جس کا قاضی کو اعتراف ہے تو وہ خود قاضی کی خانہ پری تھی اور یہ کارروائی قاضی کی کارروائی ہوئی نہ کہ محمد رضا خاں کی،

فان فعل المامور یرجع الی الاٰمر لاسیما فیما لا تتعلق الحقوق

کیونکہ مامور کا فعل آمر کی طرف راجع ہوتا ہے خصوصاً ان امور میں جہاں حقوق کا تعلق مامور سے نہیں ہوتا

بالماھور کما ھٰھنا۔ جیسا کہ یہاں ہے (ت)

(۱۶) تعداد مہر مندرج نکاح نامہ۔ اس کا جواب ۱۲ میں گزرا، نکاح نامہ اگر ہو تو ایک گواہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا اور گواہ و مدعی کے بیان میں اختلاف تعداد مہر دعوی نکاح کو اصلاً مضر نہیں کما علمت۔

(۱۷) محمد حسین خاں نے اپنا آنا بمکان حسن رضا خاں بروز خانہ تلاشی بہمراہی اپنے پسر محمد حسن خاں کے بیان کیا ہے محمد حسین خاں لکھاتا ہے کہ میرے والد جب آئے تھے کہ اظہار ہو چکا تھا اپنے بعد آنا اپنے باپ کا بیان کیا ہے **اوّلاً** محمد حسین خاں کے بیان میں یہ ہے کہ میں آیا اور میرا لڑکا آیا، اس میں ہمراہی کا لفظ کہیں نہیں لفظ (اور) حرف (و) کا ترجمہ ہے جس سے نہ معیت مفہوم ہو نہ ترتیب نہ تراخی نہ تعقیب، صرف اشتراک پر دلیل ہے کما صرح بہ جمیع کتب الاصول (جیسا کہ تمام کتب اصول میں اس کی تصریح ہے۔ ت) یہاں تو محمد حسین خاں نے اپنے اور اپنے لڑکے کے لئے دو فعل جدا جدا ذکر کئے کہ میں آیا اور میرا لڑکا آیا، اگر ایک ہی فعل میں لفظ "اور" کے ساتھ جمع کرتا ہرگز معیت مفہوم نہ ہوتی، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وجاء فرعون ومن قبلہ والمؤتفکٰت بالخاطئۃ[1] فرعون آیا اور اس سے پہلے والے اور گناہ کا ارتکاب کرنے والے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ایک کلمہ جاء میں سب کو جمع فرمایا یہاں اس بیان کی کیا ضرورت کہ فرعون و قوم لوط میں تقریباً دو ہزار برس کا فاصلہ تھا کہ خود من قبلہ فرعون پر واؤ کے ساتھ معطوف ہے قبلیت و معیت کیونکر جمع ہوتیں۔

ثانیاً بالفرض محمد حسین خاں یہی کہتا کہ میں اپنے لڑکے کے ساتھ آیا تھا اور محمد حسن خاں کہتا میرے بعد آئے تو اس اختلاف کا بھی کچھ اثر نہ پڑتا، فتاوٰی ظہیریہ و فتاوٰی عالمگیریہ وغیرہما کی عبارت نمبر ۳ میں گزری کہ

لو قال احدھما کان معنا فلان وقال الاٰخر لم یکن معنا ذکر فی الاصل انہ یجوز ولا تبطل ھذہ الشھادۃ[2] ایک گواہ نے کہا ہمارے ساتھ فلاں تھا اور دوسرے نے کہا ہمارے ساتھ نہیں تھا تو اصل میں ذکر فرمایا کہ یہ گواہی جائز ہے باطل نہ ہوگی (ت)

(۱۸) جو واقعات محمد حسن خاں نے لکھائے محمد حسین خاں نہیں لکھا تا کیونکر لکھاتا حالانکہ وہ اظہار عصمت جہاں بیگم کے بعد آیا تھا جیسا کہ محمد حسن خاں نے بیان کیا محمد حسین خاں اگر وہ سب واقعات لکھاتا تو اس بیان محمد حسن کی تکذیب ہوتی کہ اظہار ہو چکا تھا کچھ باقی تھا جب میرے والد آئے، یہ طرفہ بات ہے کہ دلیل

---

[1] القرآن الکریم ۶۹/ ۹

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشہادات الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۵۰۹

کذب نہ پائے جانے کو دلیل کذب قرار دیا جاتا ہے، ——— معہذا اوپر واضح ہو چکا کہ اگر دونوں معاً آتے اور ایک کچھ واقعات بیان کرتا کہ دوسرے کے بیان میں نہ آتے ہرگز اختلاف نہ تھا کہ عدم ذکر ذکرِ عدم نہیں۔ یہ تھے وہ تمام بے اصل و بے اثر اختلافات جن کی بنا پر ذی علم مجوز نے شہادتوں کو رد فرما دیا اب شہادات پر دیگر اعتراضات کی طرف چلئے۔

دیگر اعتراضات

(۱۹) جلال خاں نے تمام اظہار میں مدعا علیہا کا نام نہ لیا اس کا اظہار نسبت ایک عورت غیر معین کے قلمبند ہوا ہے بعد پورا لکھا دینے اظہار کے اس نے کہا اور کچھ نہ لکھاؤں گا بعد سننے اظہار اور کرنے انکار کے اس نے بیان کیا کہ جس کا یہ نکاح ہوا تھا اس عورت نے اپنا نام عصمت جہاں بیگم بنت مولوی مسعود خاں بتایا تھا،

اولاً یہاں جو نقل اظہار جلال خاں آئی اس میں شروع سے یہ لفظ ہیں محمد رضا خاں نے مجھ سے کہا یہ عورت عصمت جہاں بیگم حسن رضا خاں کے ساتھ نکاح کرتی ہے تم گواہی دو۔ پھر یہ لفظ ہیں میں گھر میں اندر گیا تو والدہ حسن رضا خاں نے عصمت جہاں کو مجھ کو دکھا دیا، تو کیونکر صحیح ہو کہ تمام اظہار میں مدعا علیہا کا نام نہ لیا۔

www.alahazratnetwork.org

ثانیاً کچہریوں کا ضابطہ یہ ہے کہ گواہ بیان کرتا ہے اور اہلکار لکھتا جاتا ہے ظاہر ہے کہ کہنے اور لکھنے میں بڑا فرق ہے کچھ الفاظ کا رہ جانا مستبعد نہیں ولہذا یہ امر لازم رکھا گیا ہے کہ اظہار لکھ کر گواہ کو سنا لیا جائے کہ کہیں کچھ فرق کچھ کمی بیشی ہو تو صحیح ہو جائے اظہار اس وقت مکمل سمجھا جاتا ہے جب بعد سنانے کے تطبیق ہو جائے اب اگر کچھ لفظ لکھنے سے رہ جائیں تو فرمائیے گواہ کیا کرے اگر سکوت کرتا ہے تو اظہار ناقص رہتا ہے بتاتا ہے تو یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ تو بیان سننے کے بعد کہتا ہے اگر واقعی ابتدائی اظہار جلال خاں میں وہ فقرے کہ ہم نے اوپر نقل کئے مکتوب نہیں تو ذی علم مجوز نے بہت مناسب تحریر فرمایا کہ اظہار ایک غیر معین عورت کی نسبت قلمبند ہوا ہے قلمبند یونہی ہوا ہوگا جس کی تصحیح جلال خاں نے سناتے وقت کر دی۔

ثالثاً یہی سہی کہ گواہ نے اوّلاً تمام اظہار میں عصمت جہاں بیگم کا نام نہ لیا مگر ابھی کہ مجلس اظہار ختم نہ ہوئی گواہ نے وہاں سے قدم نہ ہٹایا اگر ایک امر کہ اگلے بیان کے کسی حرف سے اصلاً مخالف نہ تھا زائد کیا کیا گناہ ہوا خصوصاً وہ بھی کہ شاہد کو اس کا بیان نہایت ضرور تھا، ادائے شہادت کہ اللہ عزوجل نے اس پر فرض کیا ہے اس کے ناقص رہا جاتا تھا۔ بھلا یہاں تو ابھی مجلس نہ بدلی تھی شاہد وہاں سے ہٹنے بھی نہ پایا تھا، علمائے کرام یہاں تک تصریح فرماتے ہیں کہ اگر شاہد عدل مجلس شہادت بدلنے کے بعد دوسری مجلس میں آکر کہے کہ جس کے باب میں میں نے گواہی دی اس مدعی کا یہ نام ہے یا مدعا علیہا کا نام مجھ سے چھوٹ

گئی تھا اس کا یہ نام ہے جب بھی قبول کرلیں گے اور شہادت میں اصلاً نقص نہ جانیں گے کہ ان ناموں کا بیان سے رہ جانا کوئی محلِ تہمت نہیں اور اگر مجلس ہنوز نہ بدلی جب تو موضع شبہہ وتہمت کی تبدیلیں بھی قبول کرلیں گے مثلاً گواہی دی کہ اس مدعی کے اس مدعاعلیہا پر ہزار روپے آتے ہیں، ختم شہادت کے بعد کہا میں بھول گیا تھا پانسو آتے ہیں یا مجھے یاد نہ رہا تھا دو ہزار آتے ہیں ان تبدیلیوں سے قبول شہادت میں کچھ فرق نہ آئے گا جبکہ مجلس ہنوز نہ بدلی ہو اور شاہد شاہد شرعی ہو یہاں کہ نہ مجلس بدلی نہ شاہد نے کوئی تبدیلی کی صرف ایسی بات بیان کرتا ہے جس میں بتصریح علماء تہمت نہیں اور اس کا تدارک ادائے فریضۂ شہادت کے لئے اس پر لازم تھا بعد سماع اظہار اس کے بڑھانے کو وجہِ نقص قرار دینا اصلاً صحیح نہیں ہوسکتا، کافی وبحرالرائق وعنایہ وعالمگیریہ وغیرہا میں ہے:

واللفظ للھندیۃ ان کان عدلا قبلت شہادتہ فی غیر موضع الشبہۃ مثل ان یدع لفظۃ الشہادۃ او یترک ذکر اسم المدعی او المدعی علیہ او الاشارۃ الی احدھما سواء کان فی مجلس القضاء او فی غیرہ اما فی موضع شبہۃ التلبیس کما اذا شہد بالف ثم قال غلطت بل ھی خمسمائۃ او بالعکس تقبل اذا قال فی المجلس، وبعد ما قام عن المجلس فلم تقبل[1] اھ باختصار۔

الفاظ عالمگیری کے ہیں، اگر گواہ عادل ہو تو موضع شبہہ کے غیر میں اس کی یہ شہادت کہ لفظ شہادۃ یا مدعی یا مدعی علیہ کا نام یا دونوں میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ چھُوٹ گیا مقبول ہوگی خواہ مجلس قضاء ہو یا غیر ہو لیکن مقام شبہہ میں مثلاً پہلے اس نے ہزار کی شہادت دی اب کہتا ہے یہ غلطی ہوئی بلکہ پانچ سو ہے یا اس کا عکس کرتا ہے تو مجلس قضاء میں قبول کی جائیگی اور مجلس قضاء ختم ہونے کے بعد قبول نہ ہوگی اھ اختصاراً (ت)

www.alahazratnetwork.org

رابعاً بفرض غلطیہ بھی سہی کہ جلال خاں کا پچھلا الحاق نہ مانا جائے کا پھر کیا ہوا اسی قدر نا کہ عصمت جہاں بیگم کا نام اس نے نہ لیا مگر اس سے غیر معین عورت پر شہادت کہاں سے لازم آئی وہ صراحۃً کہہ چکا کہ میں نے اس عورت کا منہ دیکھا تھا نام سے تو وہ تعیین ہو بھی نہیں سکتی جو منہ دیکھنے سے ہوتی ہے تو وہ ضرور ایک معین عورت پر گواہی دے رہا ہے جو اس کی دیکھی ہوئی ہے ہاں مجوز کو معلوم نہ ہوا کہ عصمت جہاں بیگم ہی وہ عورت ہے جسے گواہ نے دیکھا اور اس پر گواہی ادا کی یا وہ کوئی اور عورت تھی ہم اوپر بیان کر آئے کہ اس کا چارۂ کار مجوز کے ہاتھ میں تھا نہ کہ گواہ کے، مجوز نے عصمت جہاں بیگم کو کیوں نہ بلوایا شاہد کے سامنے

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الشہادات الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۴۶۳

اس کا منہ کیوں نہ کھلوایا کہ وہ شناخت کرتا عصمت جہاں بیگم اگر ذی عزت خاندان سے پردہ نشین مخدرہ تھی کہ کچہری میں اس کا آنا مناسب نہ تھا حاکم نے اپنے امین کے ساتھ جلال خاں کو عصمت جہاں بیگم کے مکان پر بھیج کر تکمیل شہادت کرائی ہوتی، خود شہادت کامل نہ ہونے دینا اور شاہد پر اعتراض کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ بالجملہ کچھ خاص اسم ونسب ہی کے ساتھ معرفت لازم نہیں بلکہ یا یہ ہو یا معرفت چہرہ۔ جامع الفصولین میں ہے:

المعرفۃ بالوجہ او بالنسب لابد منہا لاداء الشہادۃ۔[1]	شہادت کی ادائیگی میں چہرے یا نسب کی شناخت ضروری ہے۔ (ت)

اس اظہار میں اگر قسم اول متروک تھی ثانی مذکور تھی اور اس کی تکمیل بدست حاکم تھی فافہم۔

(۲۰) سروری بیگم واجدی بیگم کی شہادتوں پر اعتراض فرمایا کہ مدت واقعہ کی بلا ایراد حرف یا کے اس طرح بیان کی ہے کہ عرصہ سات آٹھ ماہ کا ہوا جو مجہول وہ مدت ہے ایسی شہادت بوجہ جہالت شرعاً قابل قبول نہیں، بلا ایراد حرف یا کا ذکر تو بیکار ہے حرف یا کے ساتھ ہوتا جب بھی تعیین نہ ہوتا بلکہ جب تعیین نہ ہونا اور اظہر تھا مگر ذی علم مجوز نے اتنا خیال نہ فرمایا کہ ثبوت نکاح تعیین زمان پر موقوف نہیں نہ جہالت زمانہ اس کو مضر، تردد و تردید سے آخر اسی قدر تو مفہوم ہوگا کہ گواہ کو تاریخ یاد نہیں پھر کیا حرج ہوا۔ علماء تو فرماتے ہیں اگر حاکم گواہ سے وقت پوچھے اور وہ صراحۃً اپنی بے علمی بیان کرے کچھ مضر نہیں کہ یہ لغو زائد بات ہے جس کی تعیین کی ضرورت نہیں، وہ تو جیز کردری پھر قرۃ العیون میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

لو سألہما القاضی عن الزمان او المکان فقالا لانعلم تقبل لانہما لم یکلفا بہ[2] وفیہا عن الدر المنتقی عن الفتح وغیرہ لایکلف الشاہد الی بیان الوقت والمکان[3] اقول وبون بین بین اختلافہما فی المکان او الزمان وبین تردد احدہما فی احدہما فان کلا	اگر قاضی جگہ یا زمانہ کے متعلق گواہوں سے سوال کرے اور وہ لاعلمی ظاہر کریں تو گواہی قبول ہوگی کیونکہ وہ اس کے پابند نہیں ہیں اھ۔ اسی میں الدر المنتقی سے فتح وغیرہ کے حوالہ سے مذکور ہے کہ گواہ کو مکان یا زمان کے بیان کا پابند نہیں کیا جائے گا اھ، میں کہتا ہوں گواہوں کا زمان یا مکان کے بیان میں اختلاف اور دونوں میں سے ایک کا بیان میں تردد کرنا، ان دو صورتوں میں واضح فرق ہے۔ اختلاف کی

---

[1] جامع الفصولین الفصل التاسع اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۲

[2] و [3] قرۃ عیون الاخیار کتاب الشہادات باب الاختلاف فی الشہادۃ مصطفی البابی مصر ۱/۱۵۱

المختلفین قاطع بمقالہ و باختلاف الزمان والمکان یختلف الفعل و ما الحق بہ اما الس دد فلو یقطع بشئی فلو یکن الاکعدم البیان فلاخلف فلا محذور۔

صورت میں دونوں کی بات ایک دوسرے کی بات کیلئے قاطع ہے جبکہ تردد کرنیوالا دوسرے کی بات کا قاطع نہیں ہے تو یہ عدم بیان کی طرح ہے جس سے دوسرے کا خلاف نہ ہوا تو خرابی نہ ہوئی۔ (ت)

(۲۱) بوستان خاں کی شہادت غیر معتبر کہ وکیل نکاح ہے بذریعہ وکالت خود عقد کرانا مدعا علیہا کا بیان کیا ہے اور وکیل کی شہادت جس امر میں وہ وکیل ہو ناجائز ہے۔ یہ اعتراض اگر کچھ اصلیت رکھتا تو نہ فقط شہادت بوستان خاں بلکہ خود حاکم مجوز پر بھی تھا بیان مدعی و تنقیحات مجوز سے ظاہر ہے کہ پیش از شہادت علم مجوز میں چکا تھا کہ اسے وکیل بنایا گیا ہے اور یہ اپنی وکالت سے وقوع تزویج کی شہادت دے گا تو اسی وقت مجوز پر لازم تھا کہ اسے ہرگز شہود میں نہ لیں اور نہ اتنی طویل دیر تک سماع شہادت و جرح وغیرہ میں اپنا اور اس کا اور وکلائے فریقین کا وقت ضائع نہ فرمائیں کہ جو امر اصلاً صحیح نہیں اس سے اشتغال تضییع وقت کے علاوہ ممنوع و ناجائز و گناہ ہے، قنیہ و درمختار وغیرہما میں ہے:

تکرہ تحریما لانہ اشتغال بما لا یصح[1]

مکروہ تحریمہ ہے کیونکہ یہ غیر صحیح امر میں اشتغال ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

مگر بحمد اللہ نہ ذی علم مجوز کا وقت ضائع ہوا نہ گواہ کا، نہ اس سماع شہادت میں مجوز نے کوئی شرعی گناہ کیا کہ شرعاً بوستان خاں کی شہادت اس مقدمہ میں ضرور قابل سماعت و قبول تھی وکیل کی شہادت جس امر میں وہ وکیل ہو اس وقت ناجائز ہے کہ مشہود بہ یعنی امر مقصود بالشہادت خود اس وکیل کا فعل ہو کہ انسان کی شہادت اپنے فعل پر مقبول نہیں خود عبارات متمسکہ فیصلہ میں قرۃ العیون سے ہے:

قولہ والوکیل ای بالنکاح قولہ لو باثبات النکاح ای لا تقبل باثبات النکاح لانہا شہادۃ علٰی فعلہ[2]

اس کا قول "اور وکیل یعنی نکاح کا۔ اس کا قول اگر نکاح کے اثبات میں ہو، یعنی اثبات نکاح میں قبول نہ کیا جائے گا کیونکہ یہ اپنے فعل پر شہادت ہے۔ (ت)

نیز یہی علت درمختار سے نقل فرمائی مگر یہاں ایسا نہیں، یہاں فعل و مشہود بہ دو ہیں نکاح کی اجازت دینی

---

[1] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب العیدین مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۱۴

[2] قرۃ عیون الاخیار کتاب الشہادات باب القبول وعدمہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۱۱

کہ عصمت جہاں بیگم کا فعل تھا اور تولی عقد یعنی ایجاب یا قبول کرنا کہ قاضی نکاح خواں کا فعل تھا ان دونوں میں بوستان خاں کا کوئی فعل نہیں وہ بیچ میں صرف مبلّغ اجازت تھا جیسا کہ ان بلاد کے عرف عام میں ہر وکیل نکاح کا حال ہے کہ نکاح پڑھوانا قاضی سے مقصود ہوتا ہے اور یہ وکیل صرف مبلّغ اجازت نہ یہ کہ آپ تولی عقد کرے والمعھود عرفا کالمشروط لفظا کما نصوا علیہ قاطبۃ (عرف میں معینہ چیز لفظوں میں مشروط کی طرح ہے جیسا کہ اس پر سب نے نص کی ہے۔ت) ولہذا ذی علم مجوز نے بھی عقد کرانا کہا نہ کہ عقد کرنا اور مبلّغ کی شہادت مقبول ہے اگرچہ وہ اپنا فعل تبلیغ بھی شہادت میں بیان کرے۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

عن ابی یوسف فی النوادر اذا شھد شاھدان ان فلانا امرنا ان نبلغ فلانا انہ قد وکلہ ببیع عبدہ وقد اعلمناہ او امرنا ان نبلغ امرأتہ انہ جعل امرھا بیدھا فبلغناھا وقد طلقت نفسھا جازت شھادتھما ولو قالا نشھد انہ قال لنا خیر امرأتی فخیرناھا فاختارت نفسھا لاتقبل شھادتھما کذا فی المحیط۔[1]

امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے نوادر میں مروی ہے کہ جب کوئی گواہ یہ شہادت دے کہ مجھے فلاں نے حکم دیا ہے کہ ہم فلاں کو یہ بات پہنچادیں کہ اس نے اس فلاں کو بیع کا وکیل بنایا ہے اور ہم نے اس تک وہ بات پہنچا دی، یا یہ شہادت دی کہ ہمیں حکم دیا کہ ہم اس کی بیوی کو اطلاع دیں کہ اس نے طلاق کا اختیار اسے تفویض کیا ہے تو ہم نے بیوی کو اطلاع کردی ہے اور اس نے اپنے آپ کو طلاق دے دی ہے، یہ گواہی جائز ہے، اور اگر گواہوں نے کہا ہم شہادت دیتے ہیں کہ اس نے ہمیں اپنی بیوی کی طلاق کا اختیار سونپا ہے اور ہم نے اس کی بیوی کو اختیار دے دیا اور اس نے اپنے آپ کو طلاق دے دی ہے تو یہ شہادت قبول نہ ہوگی، محیط میں ایسا ہی ہے۔(ت)

(۲۲) سید فضل علی شاہ قاضی نکاح خواں اگرچہ نیک آدمی اور بہت اچھا ہے لیکن شہادت بوجہ جہالت غیر مفید ہے کہ شہادت مذکورہ سے نہ تعیین تاریخ ثابت ہے نہ مہینہ نہ اسمائے گواہان نہ وکالت نہ اسم منکوحہ جو شرط ہے اس مقدمہ میں، سید صاحب موصوف کی شہادت محض نامسموع ہے اور یہی وہ شہادت ہے جس کا سننا اور اس میں اپنا اور شاہد و وکلائے فریقین کا وقت ضائع کرنا مجوز کو ہرگز جائز نہ تھا کہ جب وہ پیش از شہادت عہدہ نکاح خوانی سے مستعفی ہوچکے اور اب خود اپنے فعل یعنی عقد کرنے پر گواہی دے رہے ہیں تو یہ شہادت ہرگز صحیح نہیں اور اس کا سننا سنانا سب ناجائز و تضییع وقت تھا۔ اس شہادت پر اعتراض

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشہادات الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۴۷۲

یہ ہے نہ یہ کہ تعیین تاریخ و ماہ و ذکر اسماء گواہان و وکالت سے خالی ہونے کے باعث بوجہ جہالت غیر مفید ہے شہادتِ نکاح میں ان اشیاء سے کسی کا ذکر اصلاً لازم نہیں، تاریخ و ماہ کی نسبت عبارات نمبر ۲ میں گزریں اور وکالت و اسمائے گواہان کا ذکر اس سے بھی زیادہ لغو و غیر ضروری، کیا ذی علم مجوز کسی کتاب سے ثبوت دے سکتے ہیں کہ شہادت نکاح میں جب تک اسماء گواہان و وکالت کا ذکر نہ ہو مردود ہے؟ ہرگز نہیں، رہا اسم منکوحہ اگرچہ قاضی صاحب نے عصمت جہاں بیگم کا نام زبانی نہ لیا صرف اتنا کہا کہ نام رجسٹر میں لکھا ہے مگر یہ ضرور کہا کہ مسعود خاں کی دختر نے اپنے نفس کا اختیار دیا مسعود خاں کی دختر جو اپنے نفس کا اختیار دینے کے قابل ہو ایک یہی عصمت جہاں بیگم ہے، اس کی دو چھوٹی بہنیں بہت صغیر سن ہیں کہ کسی تصرف کی اجازت دینے کے قابل نہیں اور مقصود منکوحہ کا تعین ہے اگرچہ کسی طرح ہو کچھ نام لینے ہی کی ضرورت نہیں مثلاً گواہ گواہی دیں کہ زید نے اپنی بڑی لڑکی کا نکاح کیا شہادت مقبول ہے یہاں تک کہ اگر گواہ یہ بھی کہیں کہ مگر ہم نہیں جانتے کہ یہ مدعا علیہا زید کی بڑی لڑکی ہے جب بھی گواہی مقبول ہوگی اور مدعی سے اس پر گواہ لئے جائیں گے کہ یہی مدعا علیہا اس کی دختر کلاں ہے، عالمگیریہ میں ہے:

فی الخزانۃ قالا زوج الکبری لکن لا ندری الکبری یکلفہ باقامۃ البینۃ ان الکبری ھذہ۔[1]

خزانہ میں ہے کہ گواہوں نے بڑی لڑکی کا ذکر کیا اور ساتھ ہی کہا لیکن ہمیں بڑی لڑکی کا تعارف نہیں ہے تو گواہوں کو پابند کیا جائیگا کہ بیان کریں کہ بڑی لڑکی یہ ہے۔ (ت)

جامع الفصولین میں ہے:

شھدا انہ زوج بنتہ منہ ولا نعرفہا بوجہہا فلو لم تکن لہ الا بنت واحدۃ تقبل لزوال الجہالۃ۔[2]

گواہوں نے شہادت دی کہ اس نے اپنی لڑکی کا فلاں سے نکاح کیا ہے لیکن ہم لڑکی کو چہرہ سے نہیں پہچانتے تو اگر اس شخص کی ایک ہی لڑکی ہو تو شہادت قبول کی جائیگی کیونکہ جہالت نہ رہی (ت)

(۲۳) محمد جان کی شہادت ضرور لغو و مہمل ہے کہ وہ صراحۃً کہتا ہے میں نے نہ سنا کیا نام مسماۃ کا لیا تھا اور نام کے علاوہ بھی کوئی پتہ اصلاً نہیں بتاتا مگر علی حسین کی گواہی اگرچہ لغو رہی کہ ناکح و منکوحہ کسی کا نام نشان نہیں لیکن انصافاً وہ لغو رکھی گئی شاہد جب ایسی گول مجمل بات کہے تو حاکم کو حکم ہے کہ اس سے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشہادات الباب السابع الفصل الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۵۰۳
[2] جامع الفصولین الفصل العشرون فی دعوی النکاح الخ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۷

استفسار کرے تاکہ بات صاف ہوجائے ناتمام بات کہے تو اس سے پوچھے کہ بات پوری ہو جائے۔

معین الحکام میں ہے:

ینبغی ان یسھل اذن البینات ولا یمطلھم فاذا حضروا انسھم وقربھم وبسطھم وسألھم عن شہادتھم فان کانت تامۃ قیدھا وان کانت ناقصۃ سألھم عن بقیتھا وان کانت مجملۃ سألھم عن تفسیرھا۔[1]

گواہوں کی اجازت کا معاملہ آسان بنانا مناسب ہے اس معاملہ میں گواہوں کو تاخیر میں مبتلا نہیں کرنا ہوگا جب وہ حاضر ہوجائیں تو قاضی ان کو اُنس، قُرب اور فراخی دے کر ان سے شہادت لے اگر شہادت مکمل ہو تو نوٹ کرلے ورنہ ناقص ہو تو بقیہ امور پوچھے اور اگر شہادت مجمل ہو ان سے تفسیر پوچھے۔ (ت)

اور یہ تلقین نہیں بلکہ نظر ہے جس کے لئے قاضی مقرر ہوا، اکثر ابنائے زمانہ جاہل ہیں وہ نہیں جانتے کہ شہادت میں شرعاً کیا کیا ضرور ہے اگر انھیں کے بیان پر چھوڑا جائے عام شہادتیں ناقص وناتمام اتریں گی اور حقوق مسلمین ضائع ہوں گے ولہذا اگر حاکم جانے کہ مدعی دعوی بروجہ صحیح ادا نہ کرسکے گا تو اسے اجازت ہے کہ مدعی کو دعوٰی کرنے کا طریق سکھا دے ورنہ وہی حاصل ہوگا کہ صاحبِ حق حق سے محروم رہے گا،

عالمگیریہ میں ہے:

رجل لایحسن الدعوی والخصومۃ فامر القاضی رجلین فعلماہ الدعوی والخصومۃ ثم شھد اعلی تلك الدعوی جازت شہادتھما ان کانا عدلین ولاباس بذلك علی القاضی بل ھو جائز فیمن لایقدر علی الخصومۃ ولایحسن الدعوی خصوصا علی قول ابی یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی کذا فی الظھیریۃ۔[2]

اگر کوئی شہادت یا بحث کا طریقہ نہیں جانتا تو قاضی دو آدمیوں کو حکم دے کہ وہ اس کو شہادت اور بحث سکھائیں پھر وہی دو شخص اگر اس دعوٰی کے گواہ ہوں تو ان کی شہادت جائز ہوگی بشرطیکہ وہ دونوں شخص عادل ہوں اس میں قاضی پر کوئی اعتراض نہ ہوگا بلکہ یہ جائز ہوگا جبکہ مدعی شخص دعوٰی اور بحث بہتر کرنے کی قدرت نہیں رکھتا خصوصاً امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے قول پر ظہیریہ میں یوں ہے۔ (ت)

---

[1] معین الحکام الفصل السادس فی سیرتہ مع الخصوم مصطفی البابی مصر ص ۲۳

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشہادات الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۴۸۵

(۲۴) شفیع حیدر خاں کی شہادت پر اعتراض کہ وہ گواہ نہ توکیل کا ہے نہ شناخت کا، جو الفاظ نکاح کے بابت گواہی دی ہے اس میں نہ نام ناکح کا لیا نہ منکوحہ کا، سخت تعجب خیز ہے، نقل اظہار کہ یہاں آئی اس کا شروع ان لفظوں سے ہے "عرصہ کم و بیش سات ماہ کا ہوا کہ حسن رضا خاں کا نکاح مسماۃ عصمت جہاں بیگم مولوی مسعود خاں کی بیٹی سے ہوا میرے روبرو میں اس جلسہ نکاح میں شریک تھا" اب اسے کیا کہا جائے یہ تو کھلا گواہ نکاح ہے اور ناکح و منکوحہ دونوں کا نام لے رہا ہے، ہاں اخیر میں یہ لکھا ہے کہ بوستاں خاں باہر آئے اور کہا کہ چندا میاں نکاح پڑھاؤ تب قاضی صاحب نے خطبہ پڑھا بعد ایجاب و قبول نکاح پڑھایا، یہاں بیشک زوجین کا نام نہ لیا پھر کیا ضرور تھا جبکہ اول صراحۃً بتا چکا۔

(۲۵) نظام الدین خاں کی گواہی کا وہی حال ہے جو نمبر ۲۲ میں علی حسین کی نسبت گزرا۔

(۲۶) جلال خاں کا حصہ بیان بابت انعقاد نکاح اس وجہ سے قابلِ لحاظ نہیں کہ جبکہ اس کی شہادت نسبت ثبوت توکیل جو اصل بنا و موقوف علیہ صحت دعوی ہے کالعدم ہے تو اس بارے میں اس کا حصہ بیان کیا معتبر ہوسکتا ہے،

اولاً بیانات سابقہ میں واضح ہوگیا کہ نہ ثبوت توکیل موقوف علیہ صحت دعوٰی تھا نہ جلال خاں کی گواہی نسبت توکیل کالعدم، دونوں باتیں غلط ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

ثانیاً بالفرض اگر ایک حصہ بیان بوجہ عدم تعریف مقبول نہ ہو تو دوسرا حصہ بیان کہ امر جداگانہ کے متعلق ہے کیوں مردود ہونے لگا، نمبرہ میں فصول عمادیہ و فتاوی عالمگیریہ سے گزرا کہ ایک گواہ نے صرف وکالت پر گواہی دی دوسرے نے وکالت و عزل دونوں پر یعنی وکیل بھی کیا پھر معزول بھی کردیا تو دوسرے کی گواہی دربارہ عزل مردود ہے کہ نصاب تام نہیں اور دربارہ وکالت مقبول کہ اس پر نصاب کامل ہے، درمختار میں ہے،

شھدا بالف وقال احدھما قضی خمس مائۃ قبلت بالالف الا اذا شھد معہ اٰخر[1]
دونوں نے ایک ہزار کی گواہی دی اور ایک نے یہ بھی کہہ دیا کہ اس نے پانچ سو ادا کردئے ہیں تو ایک ہزار میں گواہی درست ہوگی مگر جب پانچ سو کی ادائیگی میں کوئی دوسرا اس کا ہمنوا گواہ ہو۔ (ت)

دیکھو یہاں بھی ایک گواہ کا یہ حصہ شہادت کہ مدعا علیہ پر ہزار روپے آتے تھے مقبول ہوا اور دوسرا حصہ کہ ان میں سے پانچسو ادا کرچکا ہے نہ سُنا گیا کتب فقہ میں اس کی بکثرت نظیریں ملیں گی۔

---

[1] درمختار کتاب الشہادات باب الاختلاف فی الشہادۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۰۰

اما قول الدر الشهادة اذا بطلت فی البعض بطلت فی الکل[1] فقد حققنا فیما علقنا علی رد المحتار ان معناہ ان المشهود به الواحد لایقبل مرة ویرد اخری بل اذا رد رد مطلقا ابدا الا اذا کان له تعلق بامرین وقام به وجه الرد نظرا الی احدهما دون الاٰخر کما فی صور الاستثناء الثمان منها شرب الخمر الثابت بشهادة رجل وامرأتین یقبل فی حق العتق والطلاق المعلقین به لا فی حق الحد اذ لاشهادة للنساء فی الحدود وهکذا فی البواقی ولیس المراد ان الشاهد بعدة امور فردت شهادته فی احدها لامر یختص به لا نقدح فی الشاهد ردت فی الامور الباقیة ایضا فان هذا باطل قطعا[2] ثم ذکرت الفرعین المذکورین۔

لیکن دُر کا یہ قول کہ جب بعض شہادت باطل ہوئی تو کل باطل ہوجائے گی، تو اس کی تحقیق ہم نے ردالمحتار پر اپنے حاشیہ میں کردی ہے کہ اس کا معنٰی یہ ہے کہ ایک مشہود بہ (جس بات کی شہادت دی جارہی ہو) کو ایک دفعہ رَد کرنے پر دوبارہ قبول کرنا جائز نہیں جب رَد کردیا تو رَد ہی ہوگا دوبارہ قبول نہ ہوگا بشرطیکہ اس ایک مشہود بہ کا تعلق دو مختلف صورتوں سے نہ ہو اور اگر اس کا تعلق دو مختلف صورتوں سے ہے اور ایک صورت رَد کی ہے دوسری نہیں ہے، جیسا کہ آٹھ استثناؤں میں سے ایک یہ کہ شراب خوری جب ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے ثابت ہو تو یہ شہادت شراب خوری سے معلق کردہ امور عتق اور طلاق میں مقبول ہے اور یہی شہادت شراب خوری پر حد کے لئے مقبول نہ ہے کیونکہ حد میں عورتوں کی شہادت جائز نہیں، یُوں ہی باقی امور میں بھی۔ ردالمحتار کی عبارت کا یہ مطلب نہیں کہ گواہ جب متعدد امور کی شہادت دے اور ایک میں شہادت اس کی خصوصیت کی بناء پر مردود ہوجائے تو باقی امور میں بھی شہادت مردود ہوجائے کیونکہ یہ بات قطعًا باطل ہے پھر میں نے اس پر مذکورہ دو فرعیں ذکر کی ہیں۔ (ت)

(۲۷) محمد حسن خاں کی شہادت اس وجہ سے لغو ہے کہ اس تمام بیان میں کہیں تذکرہ نام مدعا علیہا کا نہیں، نہ کوئی ثبوت اس کی شناخت کا ہے بلکہ ایک حکایت ہے کہ کوٹھری میں سے جو آواز آرہی تھی اُس کا اعادہ کیا ہے، یہ اعتراض بھی تمام شہادت پر نظر نہ فرمانے سے ناشئی ہے،

اوّلاً محمد حسن خاں نے جہاں یہ کہا ہے کہ ایک کوٹھری جس میں کواڑ نہیں ہیں پردہ پڑا تھا اس میں سے یہ آواز آرہی تھی کہ میں اپنی خوشی سے آئی ہوں میری سوتیلی ماں سے ہمیشہ رنج رہتا تھا میرے والد مولوی مسعود خاں شہر میں نہیں ہیں حسن رضا کے ساتھ میرا بیڑا بھی ہوچکا تھا اس وجہ سے میں یہاں چلی گئی اور ان سے آکر کہا میرا آج ہی نکاح کردو نہیں تو میں جیسے پہلے چلی گئی تھی ویسے ہی چلی جاؤں گی، وہاں یہ بھی کہا ہے کہ

---

[1] درمختار کتاب الشہادات باب قبول الشہادۃ وعدمہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۱

[2] جدالممتار علی ردالمحتار

پردہ سے مُنہ بھی نکالا تھا میں نے منہ بھی دیکھا تھا پھر ثبوت شناخت کی کیا ضرورت، یہاں بھی وہ مباحث پیش آئیں گے جو امر ۱۹ و ۲۰ میں نسبت شہادت جلال خاں گزرے محمد حسن خاں صرف کوٹھری کی آواز کا حاکی نہیں بلکہ آواز والی کو اسی وقت منہ دیکھ کر پہچانے ہوئے ہے۔

ثانیاً دربارۂ نام مدعا علیہا وہ بحث جو زیر امر ۲۲ گزری عائد ہے مولوی مسعود خاں کی بیٹی جو اس اظہار کے قابل ہو صرف عصمت جہاں بیگم ہے رفع جہالت کو اس قدر بس ہے اگرچہ نام نہ لیا گیا، یہ اور اس کو باپ کی گواہی ثبوت نکاح کے لئے نہ تھی بلکہ اس سے بیان عصمت جہاں بیگم کی تکذیب مقصود ہے کہ وہ برضائے خود آئی ہے نہ کہ دوسری طرح۔

(۲۸) محمد حسن خاں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ تھانہ دار نے نہال الدین خاں اور محمود خاں سے کہا تم نے اس کوٹھری میں یہ بھی دیکھ لیا کہ کوئی اور تو نہیں انھوں نے کہا اس میں ہماری ہی بھانجی ہے اور کوئی نہیں یہ قول بھی محمد حسن خاں کا غلط ہے اس لئے کہ مسماۃ نہال الدین خاں کی بہن اور محمود خاں کی بھتیجی ہے نہ کہ بھانجی۔

اولاً کسی امر عظیم میں اشتغال کے وقت آدمی کی زبان ایک آدھ لفظ میں بہک جانا کچھ مستبعد نہیں ہوتا محمود خاں کے لئے اس واقعہ کا سخت امر عظیم ہونا باتفاق فریقین ثابت ہے فریق عصمت جہاں بیگم کے طور پر تو ظاہر حق کہ ایک فیصلہ میں بیان کیا گیا ہے کہ مسعود خاں اسی صدمہ سے دوران مقدمہ مر گیا محمود خاں ان کا حقیقی بھائی ہے اگر بھتیجی کا بھانجی شدت صدمہ میں زبان سے نکل جائے کیا جائے تعجب ہے اور فریق حسن رضا خاں کے طور پر یوں کہ معاذ اللہ حقیقی بھتیجی نوجوان کنواری باپ کے یہاں سے بھاگ کر ایک شخص کے یہاں چلی گئی اور خود نکاح کر لیا اور باپ بالجبر بلانا چاہتا ہے تو چچا اور بھائی کے سامنے یہ صاف صاف اظہار میں تھانے دار کو کہہ رہی ہے میں نہیں جانتی کون سے پیڑ پہ رہتے ہیں کس باغ کی مولی ہیں عیاذاً باللہ یہ کیا تھوڑے صدمہ کا مقام ہے پھر اتنی زبان بہکنا کیا محال، اور جب یہ ممکن اور ضرور ممکن تو مجوز ذی علم نے کیونکر یقین کر لیا کہ یہ محمد حسن خاں کی غلطی ہے کیا محتمل نہیں کہ محمود خاں ہی کی غلطی ہو اسی نے گھبراہٹ اور سخت رنج کی حالت میں بھانجی کہا محمد حسن خاں نے جو اس سے سُنا وہی نقل کر دیا اسے اپنی طرف سے تصرف کا کیا اختیار تھا مع ہذا کیا محال ہے کہ عصمت جہاں بیگم کی ماں محمود خاں کی رشتہ کی بہن ہو تو بھانجی کہنے میں کوئی غلطی بھی نہیں۔

ثانیاً بالفرض اگر یہ لغزش محمد حسن خاں ہی نے کی تو کیا الزام ہے کیا یہاں عصمت جہاں بیگم کی نسبت قرابت کا کوئی مقدمہ پیش تھا کہ بھتیجی کی جگہ بھانجی کہنے میں فرق پڑ گیا یا شاید خواہ مدعی کا اس کے بھانجے ہونے

www.alahazratnetwork.org

میں کوئی نفع مجتبی ہونے میں کوئی نقصان تھا پھر ایسے لغو و فضول امر سے جس کے لئے مقدمہ میں کوئی اثر نہیں اعتراض لغو ہیچ ہے۔

(۲۹) یہ بھی لغویت قول گواہ مذکور ہے کہ اس نے واقعہ کی مدت قطعی آٹھ ماہ کی بیان کی ہے اور یہ حساب کہ تاریخ عقد ۲۴ اپریل ۱۹۱۰ء سے تا روز ادائے شہادت کہ ۴ دسمبر ۱۹۱۰ء ہے مدت سات ماہ نو دن ہوتے ہیں تو یہ شہادت متعلق کسی واقعہ ماقبل کے ہے۔

اولاً سخت حیرت ہے کہ یہاں جو نقل اظہار آئی اس میں صاف یہ لفظ ہیں عرصہ تخمیناً آٹھ ماہ کا ہوا کہاں تخمیناً کہاں قطعاً۔

ثانیاً اللہ عزوجل فرماتا ہے:

الحج اشھر معلومٰت[1] زمانہ حج چند ماہ معلوم ہیں۔

اشھر بصیغہ جمع فرمایا جس کا اقل تین ہے حالانکہ وہ صرف یکم شوال سے دہم ذی الحجہ تک دو مہینے دس دن، اور امام شافعی کے نزدیک نہم تک دو مہینے نو دن ہیں۔ ردالمحتار میں علامہ مصطفٰی رحمتی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما کے حاشیہ درمختار سے ہے:

www.alahazratnetwork.org

اطلق اشھر فی قولہ تعالٰی الحج اشھر معلومٰت علی شھرین وبعض الثالث[2]	اشھر جمع کا اطلاق، اللہ تعالٰی کے قول "اشھر معلومات" میں دو ماہ اور ایک ماہ کے کچھ حصے پر کیا گیا ہے (ت)

جب دو مہینے نو دن کو تین مہینے کہنا جائز ٹھہرا تو سات مہینے نو دن کو آٹھ مہینے کہنے میں کیا گناہ ہوا، ہاں اگر محمد حسن خاں قید لگاتا کہ پورے آٹھ مہینے ہوئے یا بے کم وبیش یا کامل تو ضرور اعتراض کا محل تھا، معالم التنزیل میں ہے:

شوال وذوالقعدۃ وتسع من ذی الحجۃ وانما قال اشھر بلفظ الجمع لان العرب تسمی الوقت تاما بقلیلہ وکثیرہ فیقول اتیتک یوم الخمیس	شوال، ذوالقعدہ اور نو دن ذی الحجہ ہیں، اس کے باوجود اشھر جمع کا لفظ فرمایا، کیونکہ عرب لوگ کچھ وقت کا تمام وقت پر اطلاق کرتے ہیں، وہ کہتا ہے میں جمعرات کو تیرے پاس آیا حالانکہ

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۷

[2] ردالمحتار

وانما اتاہ فی ساعۃ منہ ویقولون زرتک العام وانما زارہ فی بعضہ[1] اھ مختصراً۔

آنا صرف ایک ساعت میں ہوا، یوں ہی کہتے ہیں میں نے اس سال تیری زیارت کی حالانکہ زیارت کچھ حصہ میں کی ہے اھ مختصراً (ت)

ولہذا جب احتمال مجاز رفع کرنا چاہا قرآن عظیم نے قید کمال بڑھا کر تلک عشرۃ کاملۃ[2] (یہ دس کامل ہیں۔ ت) فرمایا کشاف میں زیر قولہ تعالٰی حولین کاملین (دو سال کامل۔ ت) لکھا توکید کقولہ تعالٰی،

تلک عشرۃ کاملۃ لانہ مما یتسامح فیہ فتقول اقمت عند فلان حولین ولم تستکملھما[3]۔

یہ دس کامل ہیں، کیونکہ یہ ان امور میں سے ہے جن میں تسامح سے کام لیا جاتا ہے، تو کہتا ہے میں نے فلاں کے پاس دو سال قیام کیا حالانکہ تو نے پورے دو سال نہ کیا۔ (ت)

شہادتوں پر دیگر اعتراضات کا بھی خاتمہ ہوگیا، اب قرائن سنئے:

قرائن: (۳۰) واقعہ حیرت خیز خلافِ عقل ہے، عورت پردہ نشین ناکتخدا معزز نامی شخص کی بیٹی کا پاپیادہ تنہا شب میں بلا اعانت شخص دیگر کے محلہ در محلہ سے بانچ انگوری کمتہ آنا بخواہش نکاح کی کرنا اور بلا علم شرکت اعزا و معززین محلہ بوکالت اجنب ناآشنا و شہادت اشخاص غیر شناسا نکاح ہونا اصلاً قابل باور ہونے کے نہیں اور اس سے پہلے توکیل بوستاں خاں کی نسبت فرمایا مدعا علیہا پردہ نشین شریف زادی ہے اس بیباکی و بے حیائی کے ساتھ ایک شخص اجنب سے ایسے شرم کے وقت جو ذلیل ترین عورت بھی ایسی باتیں نہیں کرسکتی بلحاظ رسم و رواج شرفا اصلاً عقل سلیم اس کو باور نہیں کرسکتی یہ جملہ کارسازی مصلحتی و صنعتی ہے۔

اوّلاً صریح شہادتوں کے خلاف قرائن پر حکم ناممکن۔ علماء فرماتے ہیں،

ان البینۃ کاسمھا مبینۃ والثابت بالشھادۃ کالثابت بالمشاھدۃ۔

البینۃ اپنے نام کی بناء پر واضح کرنے والا ہوتا ہے، شہادت سے ثابت شدہ چیز مشاہدہ سے ثابت شدہ کی طرح ہے (ت)

---

[1] معالم التنزیل علی ہامش تفسیر الخازن تحت آیۃ الحج اشہر مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۰

[2] القرآن الکریم ۲/۱۹۶

[3] الکشاف للزمخشری تحت آیۃ حولین کاملین انتشارات آفتاب قم ایران ۱/۳۶۹-۳۷۰

آدمی جس طرح آنکھوں دیکھی بات کو محض اس بنا پر رد نہیں کرسکتا کہ قرینہ اس کے خلاف ہے یوں ہی ثابت بالشہادۃ کو، قرائن سے غایت درجہ اگر ہوگا تو یہ کہ بیان شہود میں ریب وتہمت پیدا ہو اور محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کتاب الاصل میں تحریر فرماتے ہیں کہ ریب وتہمت کے سبب گواہیاں رد نہیں ہوسکتیں،

فی الھندیۃ عن المحیط عن الاصل القاضی وان کان یتھمھم فالشھادۃ لا ترد بمجرد التھمۃ۔[1]

ہندیہ میں محیط سے اصل (مبسوط) کے حوالہ سے ہے کہ اگر قاضی گواہوں کو متہم بھی کرے تب بھی محض تہمت کی بنا پر شہادت مردود نہ ہوگی (ت)

شریف زادیوں کا مکان سے جاکر باختیار خود نکاح کرلینا اگرچہ رسم عام نہیں مگر شرعًا ممنوع وحرام نہیں اگر تلاش کیجئے تو رامپور ہی میں اس کی بیس نظیریں ملیں گی اور رات کو پیادہ گلی کوچوں میں پھرنا تو وہاں بکثرت شائع ہے جس طرح لکھنؤ میں، بریلی میں شریف خاندان اسے سخت عیب سمجھتے ہیں مگر رامپور میں اگر یہ عیب ہے تو برائے گفتن ہے عملی طور پر اکثر خاندانوں میں عیب نہیں بلکہ وہاں بہت جگہ منگنی وغیرہ کی تقریبوں میں شب کو آپ ڈھول بجاتی ہوئی نکلنے کی رسم ہے ان میں کنواریاں بیاہیاں جوان بڑھیاں سب طرح کی ہوتی ہیں اور بعض بیباکیں تو مردانہ لباس پہن کر پیچھے کی جوڑی لگا کر گلی گشت کی ہیں یہاں تک مسموع ہوا کہ بعض اونچے گھروالیاں اسی وضع میں سڑک پر مقتول ملیں والعیاذ باللہ رب العٰلمین مفتی وحاکم دونوں پر لازم کہ جہاں کی نسبت حکم یا فتوٰی دیں خاص وہاں کے رسم ورواج پر لحاظ کریں دوسرا رواج اگرچہ کیسا ہی عام ہو وہاں کے اپنے رواج کا معارض نہیں ہوسکتا۔

www.alahazratnetwork.org

ثانیًا رسم ورواج کے قرائن تو اس وقت ڈھونڈھئے کہ خود اصل شخص مبحوث عنہ کے افعال واقوال، حرکات واعمال پر اطلاع نہ ہو جب خود اس کی حالت معلوم، پھر دوسروں کے رواج سے اس پر حکم کیا معنی، یہاں دو باتیں حیرت خیز وتعجب انگیز اور عقل سلیم سے بعید سمجھی گئیں، ایک تو عصمت جہاں بیگم کا پاپیادہ گھر سے تنہا چلا جانا، دوسرے اجنبی شخص بوستان خاں سے بیباکانہ یہ گفتگو کرجاتی بوستان خاں میں نے تمہیں اپنے نکاح کا وکیل کیا۔ ان دونوں باتوں کی زندہ نظیریں بدرجہا ان سے زائد خود عصمت جہاں بیگم کے افعال واقوال میں موجود، یہی عصمت جہاں بیگم مدعا علیہا یہی عورت پردہ نشین ناکتخدا یہی معزز نامی شخص کی بیٹی یہی نوجوان کنواری شریف زادی ابھی قریب زمانہ ہوا اس نکاح سے دو ہی مہینے پہلے اپنے مکان

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب ادب القاضی الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۳۴۵

بے اشتباہ کو چھوڑ دینا اصلاً کوئی وجہ نہ رکھتا تھا۔ لاجرم قرین قیاس یہی ہے کہ جیسا وہ کہتا ہے وہی واقع
ہوا اور اس نے اپنی دیانت خواہ سادگی سے بیان واقعہ میں کوئی تصنّع نہ کیا جو گزرا تھا بے کم و بیش 23
وہی بیان کر دیا ورنہ وہ بناوٹ چاہتا تو اسے یہ کہنا بہت آسانیاں دیتا کہ عصمت جہاں بیگم ڈولی میں اپنی بھانجی
کے پاس آئی اور نکاح کی خواستگار ہوئی، ہم نے دیوانی و فوجی دونوں مقدموں کے کاغذات فریقین و گواہان
فریقین کے اظہارات بتفصیل دیکھے اصلاً کسی حرف سے نہ تو عصمت جہاں بیگم کے دامن عصمت میں کوئی لوث
التباس نظر آتا ہے نہ بیان حسن رضا خاں میں کوئی امر بعید از قیاس، غیب کا علم عالم الغیب عزّ جلالہٗ
کو ہے مگر رُو داد وں کا ملاحظہ بے رُو رعایت حالت واقعہ یہ بتاتا ہے کہ عصمت جہاں بیگم ضرور اپنے نام کی
عصمت جہاں ہے حاشا اس پر کسی بد وضعی کا ثبوت نہیں مگر اس کی طبیعت خلقۃً خوش باش و آزادی پسند
لطیف و ظریف واقع ہوئی ہے وہ صدموں کا تحمل درکنار محکومی و دست تنگی سے بھی بیزار ہے حبیب النسا بیگم
اس کی سوتیلی ماں ہے حسب عادت زنان بلکہ رواج عام ہر زمان اس عداوت کے رشتے سے
عصمت جہاں بیگم کو اذیت پہنچتی تھی اور کچھ نہ ہو تو کم از کم وہ محض محکوم و دست تنگ رکھی گئی تھی اس کی آزاد
طبیعت اس قید و بند سے بھاگتی تھی جیسا کہ وہ خود اپنے اظہار میں در پردہ شاکی ہے کہ میرے پاس
روپیہ علیحدہ نہیں رہتا ہے چچا ماں بھائی سے کہہ کر چیز منگا سکتی ہوں ایسی چیز جس کو میرا جی چاہے
اور یہ لوگ منع کریں نہیں منگا سکتی ہوں، انھیں وجوہ سے وہ ایک بار تنگ آکر اسٹیشن تک فرار کر چکی
اس بار پکڑی گئی اور پھر اس کو اسی قید کا سامنا ہوا اور مظنون ہے کہ اب بوجہ فرار قید و تشدد میں اور
اضافہ ہوا ہو وہ وقت کی منتظر تھی اس کا باپ بمبئی گیا ادھر سوتیلی ماں کو ستانے کا زیادہ موقع ملا ہوگا
ادھر اس نے اپنی آزادی قائم کرنے کا اچھا وقت پایا سوچی کہ اگلی بار بھی پہلا ہی سا فرار ہوا تو اسی طرح
بیکار جائے گا وہ تدبیر کیجیے کہ ہمیشہ کو آزاد ہو جایئے حسن رضا خاں سے اس کا بیڑا ہو چکا تھا جیسا کہ
خود اس کی ماں نے اپنے ایک اظہار میں اقرار کیا ہے اسے سب کے ظاہر ڈولی منگا کر حسن رضا خاں
کے یہاں جانے کا حسب رسم زمانہ کوئی موقع نہ تھا لہٰذا اس کا پاؤں ایک بار نکل چکا تھا رات آنے کی منتظر تھی
اس کے یہاں معمولاً آٹھ یا نو بجے رات کو سو جاتے ہیں جیسا کہ خود اس نے اپنے اظہار میں لکھایا ہے باپ گھر
میں نہ تھا ماں بھائی نو بجے سو گئے اس نے دس بجے راہ مقصود لی اس کے بھائی نے سوتے وقت اچکن ٹوپی
اتار کر رکھ دی تھی یہ سمجھی کہ چاندنی رات ہے کہ صفر کی آٹھویں شب تھی اور ابھی راستہ چل رہا ہے جیسا کہ خود
اس کی طرف کے اظہاروں میں ہے کہ راہ میں اس کے چچا وغیرہ لوگ ملے تھے اپنے لباس میں کہیں پہچانی
نہ جائے لہٰذا بھائی کی شکر گزاری کے ساتھ اس کی اچکن ٹوپی زیب بدن کی اور وہی ہوا جو وہ سمجھتی تھی کہ

اب کسی نے نہ پہچانا یہاں تک کہ وہ اپنی بھانجی کے گھر میں آگئی، یہاں کی عورتیں اجنبی جوان کو آتے دیکھ کر ضرور گھبرائی ہوں گی مگر یہ محل اس کے کھل جانے کا تھا اس کے اتنے کہنے پر کہ میں ہوں عصمت جہاں بیگم، وہ گھبراہٹ اب اس تعجب سے بدل گئی ہو گی کہ تم اس وقت اس وضع میں کہاں، اور اس کا اس نے وہی جواب دیا ہوگا جو اپنی خود مختاری کے اظہار میں کہہ چکی تھی کہ میری سوتیلی ماں مجھے زہر دیے دیتی ہے میرا نکاح کر دو ورنہ پہلے کی طرح پھر چلی جاؤں گی وہ خوب سمجھ لی تھی کہ اس کی آزادی قائم کرنے کا اگر کوئی ذریعہ ہے تو یہی نکاح ہے کہ اس کے بعد وہ لوگ مجبور ہو جائیں گے، شوہر کا گھر اسٹیشن کا کمرہ نہ ہوگا جہاں سے ضامن شاہ خاں پکڑے جائیں اس نکاح کے لئے ضرور تھا کہ اس کے اعزہ و اقارب و اہل محلہ نہ بلائے جائیں کہ یہ تو بالکل برعکس مراد ہوتا تو اس کو یہاں قرینہ بے اصلی دعویٰ ٹھہرانا اصل مطلب سے غفلت پر مبنی ہے۔ تلاشی کے وقت اچکن ٹوپی کا مدعی کے یہاں سے برآمد ہونا بھی اسی کا مؤید ہے کسی طرح قرین قیاس نہیں کہ لوگ ڈاکہ ڈالنے جائیں اور فقط روپے آٹھ آنے کے دو استعمالی کپڑے لے کر چلے آئیں پھر انھیں اپنے یہاں رکھ چھوڑیں یہاں تک کہ کئی دن بعد تلاشی میں نکلیں حالانکہ کپڑا فوراً پہچانے جانے کی چیز ہے، لاجرم وہ اسی طرح آئے جس طرح مدعی بیان کرتا ہے اور انھیں گھر میں رکھنے سے احتراز نہ کیا کہ خود پہننے والی ہی موجود تھی اور اس نے اپنی خوشی سے نکاح کیا تھا مدعی مطمئن تھا کہ فساد نہ اُٹھے گا آخر کئی روز تک اس کے چچا بھائی خاموش رہے۔ تھانے میں بھی خبر نہ کی بلکہ چچا اور بھائی اور بہنوئی خود یہاں آکر اس سے مل گئے جیسا کہ حبیب النساء بیگم و عصمت جہاں بیگم و نہال الدین خاں کے اظہار سے ثابت ہے وہ اقرار کرتا ہے کہ محمد رضا خاں مجھ کو اندر مکان کے لے گئے تھے اور دوسرے اظہار میں یہ بھی لکھایا ہے کہ محمد رضا خاں نے لڑکی سے کہہ دیا تھا کہ تمھارے بھائی آتے ہیں، کیا جو کوئی بھگا کر لاتا ہے اس کے بھائی کو یوں مکان کے اندر لے جاتا ہے، آگے نہال الدین خاں کا کہنا کہ بعد لے جانے کے محمد رضا خاں نے مجھ سے کہا کہ تم کیوں آئے ہو چلے جاؤ ہم تم کو ماریں گے، محض نامقبول ہے، ان لوگوں کو نامنظور ہوتا تو پہلے ہی مکان میں کیوں جانے دیتے، ہاں شاید اس نے اندر جا کر اپنی بہن کو کچھ بہکانا یا دھمکانا شروع کیا ہو، اس پر محمد رضا خاں نے ایسا کہا ہو نیز مدعی کو اطمینان تھا کہ کسی نے فساد چاہا بھی تو عصمت جہاں بیگم جوان عورت خود مختار ہے اس پر کسی کی ولایت جبریہ نہیں وہ اپنی عصمت پر تہمت نہ رکھے گی، اور ہوا بھی ایسا ہی، وہاں جو اس کا اظہار ہوا ہے اس میں سارا واقعہ کہہ سنایا مگر جب بالجبر باپ کے یہاں بھیج دی گئی یہاں اسے پڑھایا ہوا سبق پڑھنا پڑا، اس سلسلہ وار قرین قیاس واقعہ کو دیکھ کر کچھ بھی اس کا تعجب نہیں رہتا کہ عصمت جہاں بیگم نے کیونکر دوستاں خاں سے خطاب نو کیل

کیا ہوگا مگر زیادہ تعجب تو اس کا ہے کہ عصمت جہاں بیگم کے اظہارات جو اس نے اجنبی مردوں حکام وغیرہم کے سامنے دھڑلے کی صفائی سے آٹھ دس صفحہ مطول پر لکھائے ہیں جن میں وُہ عندلیب ہزار داستان بن کر چہکی ہے جن میں کہیں نہ تو اس کی تیوری پر میل آیا نہ اس کی آنکھ جھپکی نہ اس کی زبان بہکی ہے انھیں ملاحظہ فرما کر اتنی بات کو بعید از عقل سلیم کہا جاتا ہے کہ بجائی بوستاں خاں میں نے تمھیں اپنے نکاح کا وکیل کیا، ان اظہاروں کا دیکھنے والا انگشت بدنداں رہ جاتا ہے کہ کمسن نوجوان پردہ نشین شریف زادی جسے غیر مردوں سے بات کرنے کا اتفاق تو بالائے طاق بقول اس کے یہ بھی نہیں جانتی کہ میرے مکان کے دروازہ کے سامنے کس کا مکان ہے وُہ اور خاص اہلکاران حکومت کے سامنے چالاک وکیلوں کے پیچ در پیچ جرحوں کے مقابل یہ کچھ طراریں دکھا یا یوں صفائی سے نکل جانا سچ پُوچھئے تو بعید از عقل سلیم اسے کہئے اس کے ابتدائی اظہار پر پھیجتے دار بیان کا تسلسل دیکھ کر وکلائے مدعی کو گمان ہوا تھا کہ شاید اس کے قانون دان باپ نے اسے اظہار لکھ کر دے دیا ہے جسے پڑھ کر سنا رہی ہے جس کا جواب اس نے وہ چمک کر دیا کہ کاغذ دیکھنے والے پر لعنت ہے کتنا پہلو دار جواب ہے، معلوم نہیں اس کاغذ کو کہتی ہے جس کی نسبت وکیل مدعی نے شبہ کیا یا اس کاغذ کو جس پر اس کا اظہار لکھا جا رہا ہے اور وکیل وغیرہ کے پیش نظر ہے، خیر یہاں تو شبہ صحیح تھا تو وہ بے اصل مگر جرحوں کے جواب تو وہ لکھوا کر نہ لا سکتی تھی وہاں اس کی تیز زبانیاں شیوا بیانیاں قابل تماشہ ہیں اس کے باپ کی نسبت کوتوال ریاست نے لکھایا ہے کہ تجربہ کار قانون دان مشہور ہے مگر موازنہ تو صاف کہہ رہا ہے کہ عصمت جہاں بیگم کا اظہار اس کے باپ کے اظہار سے کہیں زیادہ چاق و بالطراق ہے وُہ ان اجنبی مردوں نہ صرف اجنبی بلکہ حاکمانہ اظہار لینے والوں اور مخالفانہ جرحیں کرنے والوں کے مجمع میں اپنی ظریف طبیعت کے رنگ کو بھی نہ بھُولی زہر یا دھتورے کے لڈو جنھیں کھلا کر اسے اور اس کے سارے کو بیہوش کر دینا بتایا گیا ہے ان کی تعداد و وزن تخمین سے وکلا نے سوال کیا تھا جس کا جواب لکھاتی ہے کتنے نہیں بتا سکتی نہ یہ بتا سکتی ہوں کہ پانچ تھے یا پانچ سے زیادہ تھے، آٹھ تھے یا آٹھ سے زیادہ تھے، تخمینہ سے بھی نہیں بتا سکتی کہ دس تھے یا اس سے زیادہ تھے چار یا پانچ تخمیناً تھے، ان چار پانچ کا وزن نہیں بتا سکتی، نہ ایک لڈو کا وزن تخمیناً بتا سکتی ہُوں کہ ماشہ بھر یا تولہ بھر یا چھٹانک بھر تھا یا سیر بھر تھا یا من بھر تھا۔ سوال تھا کہ ایک لڈو کتنے نوالوں میں کھا لیتی تھیں، جواب دیا یہ نہیں بتا سکتی، نہ یہ کہہ سکتی ہوں کہ ایک لڈو کے آٹھ یا دس یا بیس یا پچاس نوالے ہوتے تھے۔ سوال تھا کہ لڈو کھانے کے کتنی دیر بعد یہاں سے روانہ ہوئی، کہا تخمیناً بھی نہیں بتا سکتی۔ وکیل نے پُوچھا ایک گھنٹے بعد یا ڈیڑھ گھنٹے بعد۔ کہا میں کچھ

نہیں کہہ سکتی سب گھنٹے بعد، پھر ایک سوال کے جواب میں کہا آنے میں اور کھانا کھانے کے وقت تک چار پانچ گھنٹے ہوئے یہ نہیں کہہ سکتی مجھ کو مشتبہ تھا، وکیل نے پوچھا مشتبہ آپ کو کیوں تھا، اس پر بولی آپ نے لفظ "ہ" زیادہ کر دیا مجھ کو کتاب سے بتلادو یہ میری سمجھ میں نہیں آتا، زہر کے لڈو کھانے کے آثار سے سوال ہوا اس کا جواب دیتی ہے ہم کو یاد نہیں کہ کلیجے پر جلن تھی یا نہیں ہم کو یاد نہیں کہ پیٹ میں درد ہوا تھا یا نہیں، یہ بھی یاد نہیں کہ گلے میں سوزش ہوئی تھی یا نہیں، آئینہ ہمارے ہاتھ میں نہ تھا کہ میں دیکھتی کہ آنکھیں سُرخ ہوگئی تھیں یا کیا، مجھے یاد نہیں کہ میرے گلے میں خشکی تھی یا نہیں، تین مہینے سے اونچا عرصہ ہوا۔ یہ بھی نہیں کہہ سکتی کہ کسی کو پیاس تھی کہ نہیں، میں نہیں کہہ سکتی میرے سر میں درد ہوا یا نہیں، میں نہیں کہہ سکتی کہ چکا چوند ہوا یا نہیں، نہ میں نے پاگل دیکھا، نہ میں جانوں' نہ کودنا' اچھلنا' جنون' لڑکھڑانا' پاؤں کا پھڑکنا' ناچنا' واہی تباہی' ہوا میں ہاتھ مارنا' ان سب باتوں کو میں نہیں جانتی، یہاں تک کہ لکھا ق ہے کسی مرد نے کہا پلنگ پر لیٹ جاؤ میں لیٹ گئی پلنگ پر لیٹنے کے بعد صبح تک ہوش نہ ہوا صبح کو اٹھی جب معلوم ہوا کہ مجھے خراب و بے عزت کیا پا جامے کی کلیوں پر خون لگا تھا یہ نہیں معلوم کس نے خراب کیا، جب تک مظلومہ ملزمان کے قبضہ میں رہی مظلومہ سے بڑا کام حسن رضا خاں ڈراؤ دھمکا کر کرتا رہا، کچہریوں کے اظہار اور وکلاء کی جھاڑ میں بڑے بڑے مرد گھبرا جاتے ہیں نہ کہ عورت نہ کہ کمسن نہ کہ پردہ نشین نہ کہ ناکتخدا نہ کہ ایسے بھنورے کی پلی جسے یہ بھی خبر نہیں کہ اس کے دروازے کے سامنے کس کا مکان ہے نہ کہ ایسی گلفشانیاں یہ حرف گیریاں نہ کہ کلیوں کے خون تک کا صفائی سے بیان' یہ سب اس کی آزاد بیباک طبیعت کے چھچھے تھے، پھر اسے اتنا کہنا کیا محال تھا کہ بھائی بوستاں خاں! میں نے تمہیں وکیل نکاح کیا غرض یہاں مدعائے مدعی کے خلاف کوئی قرینہ نہیں بلکہ قرائن بھی اسی کی طرف ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

تنقیحات

فیصلے کے تمام اعتراضات متعلق دعویٰ و شہادات سے فروغ پایا اتنے مختصر لفظ تنقیحات کی نسبت بھی گزارش ہیں کہ ذی علم مجوز نے تین تنقیحیں کیں:

(۱) عصمت جہاں بیگم بالغہ کا نکاح اس کی رضا و توکیل سے ہوا یا نکاح نہ ہوا اور وہ نابالغہ تھی اور حسن رضا خاں اس کا کفو نہ تھا۔

(۲) آیا پیش از نکاح بیڑا ہوا۔

(۳) آیا مدعا علیہا اپنے باپ کے گھر سے تنہا پیدل رات کو آئی یا بالجبر بھگا لی گئی۔ پچھلی دو تنقیحوں پر تجویز

دی ہے کہ سوا محمد حسن خاں کے کوئی شہادت نسبت امر دوم نہ گزری شہادت مذکورہ صحیح ہوتی تو بوجہ عدم کفایت کالعدم تھی پس امر دوم بھی غیر ثابت ہے اور نسبت امر سوم بھی کوئی ثبوت سوا ایک حصہ بیان شفیع حیدر خاں کے پیش نہ ہوا وہ بھی غیر ثابت ہے اگر شہادت صحیح بھی گزرتی تو بوجہ عدم کفایت کالعدم ہوتی ہماری رائے میں **اولاً** امر اخیر کی تنقیح قائم کرنی اور اس پر تجویز دینی ہی محض فضول تھی، اس محکمہ میں حسن رضا خاں کی طرف سے دعویٰ نکاح و رخصت تھا نہ کہ عصمت جہاں بیگم کی طرف سے دعویٰ جرم، تو آنا بخوشی ہوا یا بالجبر، اس کی بحث یہاں محض بیکار تھی، آنا درکنار خود نکاح اگر بالجبر ہو صحیح و نافذ ہے کہ نکاح و طلاق میں اکراہ ان کی صحت میں مخل نہیں۔ درمختار کتاب الاکراہ میں ہے :

صح نکاحہ وطلاقہ وعتقہ[1] الخ۔ اس کا نکاح، طلاق اور عتق صحیح ہے الخ (ت)

ثانیاً تنقیح دوم اس سے زیادہ عبث و لغو تھی کہ نکاح میں بیڑا ہونے نہ ہونے کو تو اصلاً دخل ہی نہیں کیا اگر بیڑا پہلے ہو جاتا تو نکاح صحیح و جائز تھا، نہ ہوتا تو نہ تھا، پھر اسے معرض بحث میں لانا اور اس پر تجویز سنانا لیعنی چہ۔

ثالثاً ان دو بیکار تنقیحوں کی جگہ پہلی تنقیح کے ہی دو جزء اخیر کو یعنی عصمت جہاں بیگم کا نابالغہ ہونا حسن رضا خاں کا اس کے کفو نہ ہونا مستقل تنقیح کرنا تھا کہ نفس حکم میں شرعاً ان باتوں کو دخل عظیم تھا مگر وہ ایک بے اتفاقی کے ساتھ پہلی تنقیح میں ضمناً ذکر کر دی گئیں اور مطلقاً ان کی نسبت تحریر فرما دیا کہ ثبوت ذمہ مدعی و تردید ذمہ مدعا علیہا، حالانکہ ان میں جزء اخیر یعنی عدم کفاءت کا بار ثبوت ذمہ مدعا علیہا تھا وہ اس میں مدعیہ تھی کہ اصل کفاءت ہے لان الناس بنو اب و ام (کیونکہ تمام لوگ باپ اور ماں کی اولاد ہیں۔ ت)

رابعاً فیصلہ میں ان دونوں ضروری جزء تنقیح کی نسبت کسی تجویز کا ذکر نہیں عدم کفاءت کا تو کوئی ثبوت عصمت جہاں بیگم کی طرف سے نہ گزرا وہ قابل ثبوت تھی بلکہ وہ کاغذات دیکھنے میں آئے ہیں جن سے معاملہ عدم کفاءت بالعکس معلوم ہوتا ہے یعنی عصمت جہاں بیگم بہ نسبت حسن رضا خاں کے بہت کم قوم ہے اور ضرور ذی علم مجوز نے بھی اس کی یہ مہمل بات ناقابل التفات جانی اور خود اس کی طرف سے اس کی بحث سے مطلق سکوت نے ظاہر کر دیا کہ وہ صرف برائے گفتن کچھ الفاظ تھے جن کے نیچے معنی نہ تھے بلوغ کے بارے میں مسل میں نظیرن و مجبورن دائیوں کے اظہار ہیں جن میں وہ لکھاتی ہیں کہ عصمت جہاں بیگم جس کو ہم نے

---

[1] درمختار کتاب الاکراہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۹۷

ابھی دیکھا ہے عرصہ ڈھائی تین سال سے بالغ ہے۔ مجوز نے سوال فرمایا کہ بلوغ کے آثار بتاؤ، اس پر جواب دیا کہ جوان عورت کی چھاتیاں پوری ہوتی ہیں چنانچہ اس کی چھاتیاں پوری ہیں عارضہ جو عورات کو ہوتا ہے وہ عارضہ بھی اس کو موجود ہے اور اسی قسم کا ایک بیان بوستاں خاں نے اپنے اظہار میں کیا ہے وہ کہتا ہے علامات بلوغ کے میں نے دیکھے ہیں کیونکہ وہ میرے سامنے آئی تھی اس وجہ سے میں کہتا ہوں کہ وہ بالغ ہے وہ جسیم عورت تھی اور سینہ کی چوڑائی وغیرہ اور جسم اس کا معمولی عورت سے زیادہ تھا اور چھاتیاں اس کی مثل انار بڑے کے تھیں نکاح ہونے کے بعد دیکھی تھیں یہاں اعتراض کو گنجائش تھی کہ جب ذی علم مجوز نے دائیوں کے اس بیان پر کہ وہ ڈھائی تین سال سے بالغہ ہے قناعت نہ کی تھی تو انھوں نے جو علامات بتائیں بدرجۂ اولٰی قابلِ قناعت نہ تھیں پستان کا ابھار شرعاً مثبت بلوغ نہیں۔ ردالمحتار میں ہے،

لااعتبار لنبات العانۃ ولا اللحیۃ واما نھود الثدی فذکر الحموی انہ لایحکم بہ فی ظاھر الروایۃ وکذا ثقل الصوت کما فی شرح النظم الھاملی ابوالسعود وکذا شعر الساق والابط والشارب[1]

زیر ناف بالوں یا داڑھی اُگنے کا اعتبار نہیں لیکن پستانوں کا اُبھرنا، تو حموی نے ذکر کیا ہے کہ اس سے بلوغ کا حکم نہ کیا جائے گا ظاہر روایت میں۔ یوں آواز کا ثقل بھی جیسا کہ شرح نظم الہاملی ابوسعود میں ہے اور یوں ہی پنڈلی، بغل اور مونچھوں کے بال کا حکم ہے (ت)

اور عورتوں کا عارضہ نہیں معلوم انھوں نے حیض کو کہا یا کسی اور عارضۂ نسائی کو، شہادت میں ایسی گول بات نہیں لی جاتی، تاہم اتنا ضرور ہے کہ اس کا بالغہ ہونا ذی علم مجوز کو تسلیم ہے جب تو اس کی توکیل پر صحتِ نکاح کو موقوف فرمایا ورنہ نابالغہ کی توکیل و عدم توکیل یکساں ہے اور جب یہ دونوں بحثیں ذی علم مجوز کے نزدیک طے شدہ تھیں اور بیشک ثبوت نکاح و توکیل پر کافی شہادتیں گزر گئیں، صرف شہادت توکیل میں اتنا قصور خود منجانب مجوز باقی رہا کہ عصمت جہاں بیگم کو جلال خاں کے سامنے لاکر منہ دکھا کر شناخت کرائی جاتی، اگر وہ شناخت کردیتا مقدمہ اس روش پر جو آج کل اسلامی ریاستوں اور خود رام پور میں شائع ہو رہی ہے بہمہ وجوہ مکمل ہوجاتا اور فیصلہ بحق مدعی لازم تھا۔ بالجملہ فیصلہ ناتمام و ناقص اور سراسر پیش از وقت ہے، اور جتنی وجوہ شہادات مدعی و ثبوت دعوی پر اعتراض فرمائے ہیں سب بے اصل ہیں، مقدمہ اس تکمیل کا محتاج ہے جس کا ہم نے ذکر کیا اور اس کے بعد فیصلہ بحق مدعی ہونا لازم۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الحجر فصل بلوغ الغلام بالاحتلام داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۹۷

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۳۵: از لاہور محلہ بازار حکیماں مرسلہ مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی ۲۳ شعبان ۱۳۲۲ھ

سوال اوّل: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ جس قاضی کو تقلید قضا از جانب سلطان وقت یا از جانب عام رعایا حاصل ہو اور وہ از جانب مقلد خود ماذون بخلافت ونیابت بھی ہو وہ قاضی حاکم عدالت شریعت کو کسی مقدمہ خاص میں یہ تحریر لکھیں حال یہ کہ وہ حاکم عدالت شریعت بھی قاضی کے ماتحتوں میں سے ایک حاکم ہے (کہ اگر ہمشیرگانِ زید کا حصہ مال زید میں ہو تو بعد تحقیق دلایا جائے) اور بعد چند روز حاکم مذکور کو یہ تحریر بھیجے کہ فلاں مقدمہ کا فیصلہ بہت جلدی کرکے حکم نامہ بتعجیلت میرے حضور میں پیش کریں پس حاکم شریعت نے بعد تحقیقات شرعی باتفاق مفتیان عدالت کل عذرات مدعا علیہ دفع کرکے ہمشیرگانِ زید کو متروکۂ زید میں ڈگری دلائی، اب یہ امر دریافت ہے کہ اس ڈگری دلانے کو حکم قاضی کہنا چاہئے یا کیا، اور اس حکم مجمع علیہ کو تاوقتیکہ خلاف کتاب اللہ وسنتِ مشہورہ واجماع نہ ہو خود حاکم شریعت مذکور یا قاضی دیگر اس کا نقض کرسکتا ہے شرعاً بعد ایک زمانہ کے یا نہیں؟ اور اگر حاکم مذکور نے حکم مذکور نقض کرکے خلاف حکم اول حکم دے دیا تو قابل اجرا شرعاً حکم اول رہے گا یا ثانی۔

سوال دوم: ایک شخص رئیس ریاست اسلام ہے جس کو عزل ونصب اہلکاران وعمالان ریاست کا اختیار حاصل ہے اور اس کو قاضی ماذون بالخلافت بھی کہہ سکتے ہیں اس رئیس نے کسی ایسے شخص کو جو اس رئیس کا نائب فی التحریر ہے یہ حکم دیا کہ یہ شخص فلاں مقدمہ کا فیصلہ شرعی کردے اس حکم کے بعد اس نائب نے اس مقدمہ میں فیصلہ شرعی کردیا پس دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ نائب، رئیس کے اس حکم دینے کے بعد نیابت فی القضا کا مصداق ہوسکتا ہے یا نہیں اور اس نائب کا حکم شرعی دیا ہوا بجائے حکم رئیس کے ہے یا نہیں؟ نقض اس حکم کا رئیس یا وہ خود نائب کرسکتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(ا) والی ملک رئیس خود مختار حاکم اسلام یا بحال ضرورت حسب روایات جامع الفصولین وتتارخانیہ وردالمحتار وغیرہا اتفاق رعایا سے قاضی مطلق بنایا ہوا یا ان کا مقلد قاضی ماذون بالاستخلاف جس مقدمہ میں کسی اہل قضا کے فیصلہ کا حکم دے وہ فیصلہ فیصلۂ قاضی شرع ہے کسی کو اس کے نقض کا اختیار نہیں مگر جبکہ اپنے مذہب معتمد مفتی بہ کے خلاف واقع ہوا ہو تو منقوض ہوگا بلکہ راساً صحیح ہی نہ ہوا اگرچہ خلاف اجماع نہ ہو۔ ردالمحتار میں ہے:

القاضی مامور بالحکم باصح اقوال الامام فاذا حکم بغیرہ لم یصح[1]

قاضی امام صاحب رحمہ اللہ تعالٰی کے صحیح ترین قول پر حکم کا مامور ہے اگر اس کے بغیر حکم کیا تو وہ حکم صحیح نہ ہوگا۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب القضاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۴۶

درمختار میں ہے :

لایخیر الا اذا کان مجتھد ابل المقلد متی خالف معتمد مذھبہ لاینفذ حکمہ وینقض ھوالمختار للفتوی کما بسطہ المصنف فی فتاواہ وغیرہ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم

اختیار نہ ہوگا مگر مجتہد کو بلکہ مقلد جب اپنے قابل اعتماد مذہب کے خلاف حکم کرے گا تو وہ نافذ نہ ہوگا اور اس کو کالعدم قرار دیا جائے گا، یہی فتوٰی کیلئے مختار ہے جیسا کہ مصنف وغیرہ نے اس کو اپنے فتاوٰی میں مبسوط کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۲) فی الواقع وہ حکم میں استجماع شرائط صحت منقوض نہیں ہوسکتا ہاں اگر خلاف مذہب معتمد ہو رد کردیا جائے گا اور نفاذ نہ پائے گا فتاوٰی علامہ قاسم بن قطلوبغا میں ہے :

لیس للقاضی المقلد ان یحکم بالضعیف ولو حکم لاینفذ[2] اھ مختصرا و تمامہ فی فتاونا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مقلد قاضی کو جائز نہیں کہ وہ ضعیف قول پر حکم دے اور اگر اس نے ایسا کیا تو نافذ نہ ہوگا اھ مختصراً، اور اس کی مکمل بحث ہمارے فتاوٰی میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶۰ از ریاست رامپور محلہ گھیر مرسلہ محمد رفیق خاں ۱۷ شوال ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بمقدمہ عبدالعلی خاں ولد محمد عمر خاں بنام محمد رفیق خاں ولد محمد سعید خاں حاکم دیوانی نے یہ فیصلہ صادر فرمایا ہے کہ مع نقول اظہارات گواہان فریقین حاضر ملاحظہ ہے یہ فیصلہ شرعاً صحیح و قابل بحالی ہے یا باطل و قابل منسوخی؟ بینوا توجروا۔

الجواب

کاغذات نظر سے گزرے یہ فیصلہ محض مہمل و مختل واقع ہوا، عبدالعلی خاں نے وقت رجسٹری عندالبائع والمشتری طلب مواثبت و اشہاد کا دعوٰی کیا رفیق خاں کا جو بیان مندرج فیصلہ ہے اس میں اس طلب کا نہ انکار نہ اقرار بلکہ جواب دعوٰی اس امر پر مبتنی ہے کہ مدعی کو قبل رجسٹری علم بالبیع ہوچکا اور اس نے نہ فقط تسلیم کیا بلکہ صراحۃً لینے سے انکار کردیا یہاں جو مسئلہ اسناد الی الماضی فیصلہ میں مذکور ہوا اور اس میں شفیع کا مدعی ہونا ذکر کیا اس مسئلہ کے فہم میں سخت لغزش واقع ہوئی طلب خصومت سے پیشتر کی طرف

---

[1] درمختار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۸۲

[2] ردالمحتار بحوالہ فتاوٰی علامہ قاسم بن قطلوبغا کتاب القضاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۳۵

اسناد علم وہ اسناد الی الماضی نہیں کہ اس قدر سے تو شفیع کو چارہ نہیں، اگر عین وقت خصومت عند القاضی اپنا علم بالبیع بیان کرے اور شفعہ کا مدعی ہو شفعہ باطل ہوجائے گا کہ اس نے طلب مواثبت و اشہاد دونوں چھوڑ کر طلب خصومت سے آغاز کیا اور طلب واحد کو تینوں طلب کے قائم مقام کیا چاہتا ہے یہ باطل و مبطل شفعہ ہے کما بینہ المولی خیر الدین الرملی فی الفتاوی الخیریۃ[1] لنفع البریۃ (جیسا کہ اس کو آقا خیر الدین الرملی نے فتاوی خیریہ لنفع البریہ میں ذکر کیا ہے۔ ت) بلکہ وہ اسناد الی ما قبل الاشہاد ہے اگر شفیع کہے کہ اشہاد سے پہلے مجھے علم نہ ہوا تھا تو یمین کے ساتھ مصدق ہوگا اور مشتری پر بیّنہ، اور اگر کہے کہ اس سے پہلے مجھے علم ہُوا اور میں نے طلب مواثبت کی تو شفیع پر بیّنہ کما حققناہ فیما علقناہ علی رد المحتار (جیسا کہ ہم نے ردالمحتار پر اپنے حاشیہ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) مگر یہاں یہ مسئلہ اصلاً زیر بحث نہیں کہ جب طلب مواثبت و اشہاد عند البائع والمشتری کا اقرار انکار مدعا علیہ نے کچھ نہ کیا یہ سکوت ہے اور مذہب اصح میں سکوت بے آفت بھی انکار ہے، درمختار میں ہے :

لو سکت کان انکارا فتسمع البینۃ علیہ الا ان یکون اخرس، اختیار[2]۔

اگر خاموش ہُوا تو انکار ہوگا جس پر گواہی سُنی جائیگی لیکن اگر گونگا ہو تو پھر انکار نہیں، الاختیار۔ (ت)

alahazratnetwork.org

بحرالرائق میں ہے :

وبہ افتیت لما ان الفتوی علی قول الثانی فیما یتعلق بالقضاء[3]۔

میں نے اسی پر فتوٰی دیا کیونکہ قضاء کے متعلق امام ابویوسف کے قول پر فتوٰی ہوتا ہے (ت)

تو صورت دائرہ میں مدعی علی حالہ مدعی رہا اور بارِ ثبوت اسی پر ہوا اور اتنا خود مجوز کو بھی تسلیم ہے اگرچہ اس کی وجہ دوسری سمجھی تو مدار مقدمہ بیّنہ مدعی سے ثبوت دعوٰی پر رہا اب اس کے گواہوں پر نظر ڈالئے تو ایک گواہی بھی اصلاً اس کے مفید نہیں، سید عطاء الحق و محمد علی خاں تو بالکل خلاف دعوٰی و خلاف واقع شہادت دے رہے ہیں زمین بے عمارت بیع ہوئی اور اسی پر شفیع نے دعوٰی کیا مکان مشتری نے بعد شراء بنایا اور یہ دونوں گواہ شفیع کی طلب اس لفظ سے بیان کر رہے ہیں کہ مکان

---

[1] فتاوٰی خیریۃ | کتاب الشفعۃ | دار المعرفۃ بیروت | ۲/ ۱۵۴
[2] درمختار | کتاب الدعوٰی | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/ ۱۱۵
[3] بحرالرائق | " | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۷/ ۲۰۳

محمد توفیق خاں نے جو لیا ہے میں نے اپنے شفعہ میں لیا اس مکان کا میں شفیع ہوں۔ فیاض خاں کہتا ہے کہ اسد علی خاں یعنی بائع نے کاغذ رجسٹرار کے سامنے پیش کیا رجسٹرار صاحب نے کاغذ پڑھ کر سنایا تو عبدالعلی خاں نے کہا کہ رفیق خاں نے جو زمین بیچی ہے میں نے اپنے شفعہ میں لی اور بیان کرتا ہے کہ کاغذ رجسٹرار صاحب نے اول سے آخر تک مدعی مدعا علیہ کو سنایا تھا یہاں طلب شفیع کو سنانے پر مرتب کرتا ہے اور سنانا اول سے آخر تک کہتا ہے تو مواثبت کا ثبوت درکنار ظاہراً مواثبت فوت ہوئی غالباً انھیں وجوہ سے ذی علم مجوز نے بھی ان تین گواہوں کو نظر انداز کیا اگرچہ نہایت قابل افسوس یہ بات ہے کہ یہ گواہان مدعی ہو کر خود ان کے مقر اور بیان مدعا علیہ کے موافق شہادت دے رہے ہیں اسے نظر انداز کرنا قرین انصاف نہ تھا کچھ بیان اس کا عنقریب آئیگا ان شاء اللہ تعالٰی، رہے تین گواہ اور فیصلہ کا سارا دارومدار انھیں پر ہے ان میں رجسٹرار صاحب کی گواہی تو محض کالعدم ہے وہ طلب مدعی کے وقت بائع ومشتری کا موجود ہونا ضرور بیان کرتے ہیں مگر ان لفظوں کا نہ کہ ان کے مصداق کا۔ شہادت وہ ہے جو اپنے علم سے ناشئی ہو اور وہ اتنا بھی نہیں کہتے کہ بائع ومشتری اگر میرے سامنے آئیں تو ان کو شناخت کرلوں گا بلکہ اسے بھی اس شرط پر مشروط کرتے ہیں کہ اگر یاد آگئے تو شناخت کرلوں گا پھر مدعی نے نہ ان سے شناخت کرانے کی کوشش کی نہ ظاہر ہوا کہ انھیں یاد آتے یا نہیں تو ایسی گواہی محض پادر ہوا ہے وقت رجسٹری نسبت حاضری تسلیم مشتری ہرگز اس کا اقرار نہیں کرتا کہ شفیع نے میرے سامنے طلب کی رجسٹری امر آنی نہیں امر ممتد زمانی ہے اس ناقص گواہی کی تکمیل ذمہ مدعی تھی، وکلائے مدعا علیہ پر کیا ضرور تھا کہ گواہی مدعی کے رفع نقصان کی درخواست کرتے تو فیصلہ کی یہ تحریر کہ رجسٹرار صاحب کی بابت نسبت شناخت عاقدین کے وکیل مدعا علیہ نے کوئی درخواست پیش نہیں کی اور سکوت کیا تو یہ سکوت دلیل تسلیم کی ہے نہایت عجیب ہے جب گواہی مخالف میں صریح نقص موجود ہے تو سکوت اس بنا پر ہوگا کہ وہ خود ہی ناقص و ناممکمل ہے ہمیں اس میں گفتگو کی کیا حاجت، نہ یہ کہ سکوت کیجئے تو ناقص کو کامل مان لیجئے یہ کون سا قاعدہ عقل یا نقل کا ہے، نہیں نہیں بلکہ یوں کہئے کہ گواہی محض ناممکمل تھی اور اس کی تکمیل اپنے نفع کے لئے مدعی پر لازم تھی تو مدعی کا سکوت صاف دلیل ہے کہ وہ اس کی تکمیل سے عاجز تھا یا کم از کم اس کو مکمل کرنا نہ چاہا اور ناقابل اسناد رکھا بلکہ غور کیجئے تو غالباً صاف ثابت ماننا پڑے کہ رجسٹرار صاحب کو نہ عاقدین یاد آئے نہ ان کی شناخت کر سکے، اظہارات سے ظاہر ہے کہ وہ بمواجہہ عاقدین لئے گئے متعدد گواہوں نے ان حاضرین کو اشارہ سے بتایا رجسٹرار صاحب اگر پہچان سکتے تو صاف کہتے کہ وہ دونوں یہی ہیں۔ مولوی نعمت اللہ نے اتنا بھی نہ کہا کہ طلب مدعی کے وقت بائع ومشتری موجود تھے صرف اس قدر کہا کہ یہ یاد نہیں کہ سوا اہلکاران رجسٹری اور بائع ومشتری اور عبدالعلی خاں کے کوئی اور اس وقت تھا یا نہیں،

www.alahazratnetwork.org

قطع نظر اس سے کہ یہاں بائع ومشتری مستثنٰی میں ہیں اور جمہور حنفیہ کے نزدیک مستثنٰی سے سکوت عنہ ہوتا ہے اور سکوت بیان نہیں تو بائع ومشتری کی نسبت گواہ کو کچھ یاد ہونا اصلاً ثابت نہ ہوا یہاں جب گواہ نے یہ کہا کہ یاد نہیں کہ کوئی اور تھا یا نہیں، تو اس "یانہیں" نے حکم کو مردود کردیا اور یہ استثناء حکم مردود سے ٹھہرا جس کا حاصل یہ ہوا کہ مستثنٰی لوگوں کی نسبت احد الامرین یاد ہے، ہونا یا نہ ہونا نہ یہ کہ خاص ہونا یاد ہے، اس کی توزیع یوں ہوسکتی ہے کہ ملازمین رجسٹری کی نسبت ہونا یاد ہو اور بائع ومشتری کی نسبت نہ ہونا پس دونوں مذہب پر یہ شہادت بالاتفاق مہمل ونا کافی ہے معہذا مولوی نعمت اللہ کا بیان صراحۃً مدعی و دیگر گواہان مدعی کی تکذیب کرتا ہے وہ لفظ طلب یہ بیان کرتا ہے کہ صاحبو تم گواہ رہنا کہ بیعہ میں نے اپنے شفعہ میں لیا اور صاف تصریح کرتا ہے کہ یہ لفظ کہے تھے یعنی نقل بالمعنٰی نہیں نقل باللفظ ہے اور اسی پر قناعت نہ کی بلکہ صریح حصر کردیا کہ یہی لفظ کہے تھے حالانکہ مدعی و دیگر گواہان سب کے بیان میں لفظ طلب ان کے غیر اور ان سے زائد ہیں، نیاز علی خاں کی گواہی اگر صاف بھی ہوتی تو ایک تنہا کیا قابلِ سماعت تھی مگر اس نے صرف عبد العلی خاں کہا ہے مجرد اسم کے سوا کوئی تعیین تمیز کا بیان نہ کیا نہ وقتِ اظہار اس کو اشارہ سے بتایا یہ اعتراض نہ تنہا اس پر بلکہ باقی سب گواہوں پر بھی ہے فریقین میں کسی نہ کسی کی تعیین ہر ایک کے اظہار میں متروک ہوتی ہے اور شرعاً ایسی نامعین گواہی معتبر نہیں، ائمہ کرام تو حاضر پر اشارہ شرط بتاتے ہیں۔ عالمگیری میں ہے:

یحتاج فی الشھادۃ علی الحاضر الی الاشارۃ الی المدعی علیہ والمدعی[1] الخ۔

کسی حاضر پر شہادت میں مدعی یا مدعٰی علیہ کی طرف اشارہ ضروری ہے الخ (ت)۔

اور آج کل عامیانہ روش میں جو توصیف بلفظ مدعی ومدعا علیہ پر قناعت کی جاتی ہے ان شہود نے یہ لفظ بھی بعض فریقین کی نسبت نہ کہے تو صرف نام کیا کافی ہوسکتا ہے عبد العلی خاں ہزاروں ہیں بالجملہ گواہان مدعی میں اصلاً کوئی گواہی قابلِ التفات نہیں تو یہاں اس مسئلہ سے استناد کہ بینہ مشتری سے بینہ شفیع اولٰی ہے محض باطل وبے معنی ہے پہلے بینہ ہو بھی تو لے جب تو اولویت وعدم اولویت میں بحث کی جائے۔ علاوہ بریں روایات منقولہ فیصلہ اس صورت میں ہیں کہ جب یہ دعوی طلب کرے اور وہ انکار کرے اس کو علم ہوا اور طلب نہ کی فیصلہ میں درمختار سے نقل کیا:

انکر المشتری طلب المواثبۃ فانہ یحلف علی العلم وان انکر طلب

مشتری نے مواثبہ کے طلب سے انکار کیا تو علم کے متعلق حلف لیا جائے اور اگر گواہی کے

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الشہادات الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۴۵۹

الاشہاد حلف علی البینات ولو برھن فبینۃ الشفیع احق[1]

طلب سے انکار کرے تو بینہ پر حلف لیا جائے اور اگر بینہ پیش کریں تو شفیع کا بینہ اولٰی ہوگا۔ (ت)

نیز نقل کیا،

مشتری میگوید کہ تو روز پنجشنبہ دانستہ و طلب نکردہ قول قول مشتری بود لانہ ینکر الطلب والبینۃ علی الشفیع[2]

مشتری کہتا ہے تو نے جمعرات جان لیا اور مطالبہ نہ کیا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہ طلب کا منکر ہے اور بینہ شفیع پر ہے۔ (ت)

نیز عالمگیری سے لکھا،

اقام المشتری بینۃ ان الشفیع علم بالبیع ولم یطلب الشفعۃ و اقام الشفیع البینۃ انہ طلب حین علم فالبینۃ بینۃ الشفیع[3]

مشتری نے گواہی پیش کی کہ شفیع نے بیع کا علم ہونے کے باوجود شفعہ کا مطالبہ نہ کیا اور شفیع نے گواہی پیش کردی کہ اس نے علم ہوجانے پر شفعہ کا مطالبہ کیا ہے تو شفیع کی گواہی معتبر ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اسی طرح بقیہ عبارت میں تصویر مسئلہ دعوٰی طلب وانکار طلب میں ہے اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ نفی مجرد پر گواہی مقبول نہیں فان البینات للاثبات کما اثبتہ الائمۃ الاثبات (تو بیشک شہادت اثبات کیلئے ہوتی ہے جیسا کہ ائمہ نے اسکو ثابت کیا ہے) مگر یہاں مشتری یا اسکے گواہوں نے صرف انکار طلب پر قناعت نہ کی بلکہ صاف یہ کہا کہ بعد بیع شفیع کو اطلاع دی گئی اور اس نے لینے سے صریح انکار کیا یہ شہادت نفی نہیں شہادت اثبات ہے اور اس کی تاریخ مقدم ہے اور گواہی گواہان شفیع اس کے معارض نہیں ہوسکتی ان کا علم اس قدر کو محیط ہے جتنا شفیع سے وقت رجسٹری صادر ہوا انھوں نے ہرگز نہ کہا کہ اس سے پہلے شفیع نے لینے سے انکار نہ کیا تھا یا شفیع کو اس سے پہلے علم بالبیع ہوا تھا اور نہ وہ ایسا کہہ سکتے تھے اور اگر کہتے تو مقبول نہ ہوتا کہ اب انکی شہادت شہادت

---

[1] درمختار | کتاب الشفعۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/ ۲۱۶

[2]

[3] فتاوٰی ہندیہ | الباب الثالث | نورانی کتب خانہ پشاور | ۵/ ۱۷۳

علی النفی ہوتی وانما البینات للاثبات (حالانکہ گواہی اثبات کیلئے ہوتی ہے۔ ت) یہاں اگرچہ کلام بروجہ دیگر ممکن مگر مقصود یہ ہے کہ روایات منقولہ فیصلہ یوں بھی صورت مقدمہ سے جُدا ہیں نظر بروئداد ظاہر یہی ہے کہ واقع میں شفیع کو پہلے سے علم ہوچکا تھا اب کہ نگاہ عوام میں وقعت دعوٰی پیدا کرنے کے لئے اس کا منتظر رہا کہ جب بیعنامہ رجسٹری میں پیش ہو تو رجسٹرار کے سامنے طلب بجالائے تاکہ ایک قیمتی گواہ طلب کا مل جائے لہذا وہ خاص اسی دن اسی وقت محکمہ رجسٹری میں پہنچا جبکہ بیعنامہ رجسٹری ہونے کو تھا اگر اسے پہلے سے کچھ علم نہ تھا تو خاص اسی دن تاریخ وقت کی تعیین کسی الہام کے ذریعہ سے ہوئی یا خواب سے اور خود اس کے گواہوں سے دو گواہ صاف بتا رہے ہیں کہ پیش از طلب اسے علم ہولیا تھا، سید عطاء الحق نے کہا کہ عبدالعلی خاں قبل پیش ہونے بیعنامہ کے گھنٹہ بھر اول یہ کہہ گئے تھے کہ میں طلب شفعہ کروں گا۔ محمد علی خاں کہتا ہے رجسٹری کے محکمہ کے باہر مجھ سے عبدالعلی خاں نے کہا تھا کہ میں طلب شفعہ کروں گا، مشفوعہ کا کاغذ آج تصدیق ہوگا ایسی صریح باتوں کو جن سے خود گوایان مدعی بطلان شفعہ کی شہادت دے رہے ہیں نظر انداز کرنا بہت نامناسب تھا اس فیصلہ کے بطلان پر اور بھی وجوہ ہیں مگر جس قدر مذکور ہوا اظہارِ حق کے لئے ان شاء اللہ تعالٰی کافی ووافی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از ریاست رامپور محلہ گھیر فتح محمد خاں مرسلہ سعید الرحمن خاں ۲۰ شعبان ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ مسمی زید نے جو مسلمان ہے مسمی بکر کے پاس جو ہندو ہے زیور نقرئی وزنی دوصد روپیہ بھر بالعوض ایک سو پندرہ روپیہ کے بشرح سود فیصدی دو روپیہ ماہوار رہن کیا بکر نے جانچ وزن زیور کا کرکے نقرئی سمجھ کر رکھ لیا اور زرسود زید بکر کو ماہ بماہ ادا کرتا رہا، اب جو زید نے بکر پر عدالت میں دعوی انفکاک رہن باداے ایک سو پندرہ روپیہ زر رہن کے کیا تو بکر یہ عذر کرتا ہے کہ وہ زیور مرہونہ نقرئی نہیں تھا بلکہ قسم جرمن سلور کا تھا جو نہایت کم قیمت جنس بمقابلہ نقرہ کے ہے مگر بکر نے کوئی شہادت اس بارہ میں پیش نہیں کی زید کی طرف سے جو گواہ گزرے ہیں وہ متفق اللفظ زیور کا نقرئی ہونا بیان کرتے ہیں البتہ تفصیل زیور میں کچھ اختلاف بیانی ہے جو اس وجہ سے قابلِ لحاظ نہیں ہے کہ حسب دعوی زید زیور کا وزنی دوصد روپیہ ہونا مسلمہ بکر ہے۔ بکر کو صرف عذر قسم زیور یعنی نقرہ وجرمن سلور ہونے میں ہے عدالت نے بلاکسی شہادت کے قول مرتہن کو تسلیم کرکے فیصلہ دیا ہے جس کی نقل شامل استفتاء ہذا ہے اور زید نے بناراضی اس فیصلہ عدالت کے مرافعہ بعدالت بالادست کیا ہے نقل وجوہات اپیل بھی منسلکہ استفتاء ہذا ہے بعد ملاحظہ فیصلہ عدالت ووجوہات اپیل حسبۃً للہ فتوی تحریر فرمایئے کہ فیصلہ عدالت جو بحوالہ ایک روایت فقہ کے ہے صحیح ودرست ہے یا غیر صحیح اور قابل منسوخی ہے یہ ملحوظ فرمایا جائے کہ مرتہن ہندو اور راہن

مسلمان ہے اور حسبِ رواج بازار جو کوئی زیور رہن رکھتا ہے اول جانچ اس کی بخوبی کرلیتا ہے کہ وہ کس قسم کا ہے اور کس مالیت کا ہے بوقتِ رہن مرتہن نے جانچ کرکے اور اس کو قسم نقرہ تسلیم کرکے رہن کیا تھا فقط۔

الجواب

فیصلہ نظر سے گزرا، سخت افسوس کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ باستثناء اتنی بات کے کہ ذی علم فاضل مجوز نے اس میں دو تنقیحیں قائم فرماکر تنقیح دوم خلاف مدعا علیہ تجویز فرمائی، باقی وہ سرتاپا باطل و خلافِ شرع واقع ہوا، تنقیحیں یہ ہیں:

(۱) آیا مدعی نے زیور نقرہ مندرجہ عرض دعوٰی بعوض ماعہ مدعا علیہ کے پاس رہن رکھا تھا کہ اب تک بقبضہ مدعا علیہ ہے، اب مدعی بہ ادائے ماعہ زیور طلب کرتا ہے باوجود اقرار فک نہیں کرتا ثبوت ذمہ مدعی۔

(۲) آیا زیور جو رہن سلور کا تھا نقرہ کہہ کر مدعا علیہ کو دھوکا دے کر ماعہ لے لئے ثبوت ذمہ مدعا علیہ۔

تنقیح اول کو فاضل مجوز نے تین وجہ سے خلاف مدعی فیصل کیا:

وجہ اول جہالت شہادت کہ کسی شہادت سے تفصیل زیور مطابق عرضی دعوٰی بقید وزن و قیمت ثابت نہیں جس کا اظہار و تعین ضروری ہے۔

وجہ دوم اختلاف باہمی شہود، اور وہ دو ہیں:

(۱) پہلے گواہ نے مدعی کا دکان مدعا علیہ پر بہمراہی شفیع خاں آنا نہیں بیان کیا، گواہ ۲ نے دکان مدعا علیہ کا آنا بہمراہی شفیع خاں بیان کیا ہے، حالانکہ جلسہ واحد کے گواہ ہیں۔

(۲) گواہ ۱ نے ایک کاغذ مدعی کا لکھنا اور ۲ نے اس کے خلاف مدعا علیہ کا ایک رقعہ فارسی میں اپنے ہاتھ سے لکھ کر مدعی کو دینا تحریر کرایا ہے حالانکہ مدعا علیہ فارسی لکھنا نہیں جانتا، نہ مدعی نے مدعا علیہ کا رقعہ لکھنا عرضی دعوٰی نہ اظہار میں لکھا بلکہ مدعی نے اپنے اظہار میں ایک شخص غیر سے رقعہ لکھانا مدعا علیہ کا اقراری اپنا بیان کیا ہے حالانکہ توافق درمیان شہادت کے شرط ہے۔

وجہ سوم تناقض دعوٰی کہ مدعی نے جو تفصیل زیور عرضی دعوٰی میں تحریر کی اس کو مالیتی دو سو روپیہ تحریر کی اور جو وزن ہر عدد کا تحریر کیا از روئے میزان کل زیور ماعہ بھر ہوتا ہے اور جو

بیانِ مدعی عدالت میں تحریر ہوا اس میں وزن زیور دو۲۰۰سو روپیہ بھر ہونا لکھایا ہے لغو بیانی مدعی بداہۃً واضح ہے کہ فی زماننا زیور نقرہ دو۲۰۰سو روپیہ بھر قیمتی دوسو روپے کا کسی عنوان نہیں ہوسکتا۔ یونہیں تنقیح دوم کو خلاف مدعا علیہ فیصل فرمایا اور تصریح کی کہ امر مذکور بحق مدعا علیہ غیر ثابت ہے کہ اس قول کی کہ مدعی زیور جرمن سلور نقرئی ظاہر کرکے رہن رکھا کوئی شہادت منجانب مدعا علیہ نہ گزری نہ مثل آمدہ فوجداری میں کوئی ثبوت قول مدعا علیہ کا ہے اس وجہ سے کہ مسل مذکور بربنائے عدم پیروی خارج ہوئی ہے۔ تنقیحوں کی نسبت یہ تجویزیں دیکھ کر فرمایا لیکن چونکہ مدعا علیہ کو اقبال ہے کہ مدعی زیور وزنی دوسو روپیہ بعوض ماعہ رہن رکھ کر روپیہ لے گیا مگر زیور مرہونہ جرمن سلور کا ہے اور مدعی کو دعوٰی ہے کہ میں نے زیور چاندی کا رکھا یعنی غیر اس کے جو عدالت میں مدعا علیہ نے پیش کیا تو لائق تصفیہ یہ ہے کہ بصورت عدم ثبوت قول فریقین بحالت اقبال فریقین بصراحت مذکورہ کس کا قول لائق اعتبار ہے، مسئلہ یہ ہے کہ جب ایسے دعوٰی میں کہ راہن کہے میں نے زیور اس کا غیر رہن رکھا ہے اور مرتہن کہے یہی رکھا ہے، قول مرتہن معتبر ہے کہ وہ قابض ہے (ترجمہ درمختار جلد رابع ص ۴۰۰) چونکہ نفس رہن و تعداد زر رہن میں اختلاف نہیں پس جبکہ

www.alahazratnetwork.org

قول مرتہن معتبر ہے مگر بحلف لیکن یہاں استدعا مدعا علیہ کی نسبت اخذ حلف مدعی کے نہیں تو قابل نفاذ حکم حسب قول مدعا علیہ زیور مرہونہ یہی جرمن سلور کا رہا جو بادلئے ماعہ ر دعوٰی مدعی لائق ڈگری ہے بنابراں حکم ہوا کہ دعوٰی مدعی واسطے دلائے جانے اسی زیور موجودہ کے بادائے ماعہ ر کے بحق مدعی ڈگری ہو انتہی تمام تجویز و فیصلہ کا حاصل اسی قدر ہے، اس میں تنقیح دوم خلاف مدعا علیہ تجویز ہونا ضرور حق و بجا ہے باقی تمام تجویز میں براہ بشریت غلطی ہوئی۔ تنقیح اول کو خلاف مدعی تجویز فرمانے کی تینوں وجہیں محض ناکافی۔ تناقض دعوٰی جس کا فرد خود جانب مدعی عائد ہو ہرگز مانع صحت دعوٰی نہیں، پہلے وہ زیور نقرہ وزنی ماعہ کا مدعی تھا پھر صرف وزنی ما بیان کیا اس میں اپنے ہی لئے ضعہ بھر چاندی کی کمی کر لی اسے جز متروک کہتے ہیں نہ کہ تناقض

جس کا حاصل یہ کہ اب اس کا دعوٰی صرف دوسو روپے بجز زیور نقرئی کی نسبت رہا زیادہ کا دعوٰی متروک ہوگیا نہ کہ تمام وکمال باطل ٹھہرا۔ جامع الفصولین جلد اول ص ۱۲۵ میں ہے :

التناقض علی نفسہ لایمنع صحۃ الدعوی لانہ ادعی اولا کل المال لنفسہ ثم ادعی بعضہ فقد ادعی انقص من الاول فتسمع[1]

اپنے معاملہ میں تناقض صحتِ دعوٰی کے لئے مانع نہیں ہے اس لئے کہ پہلے کل مال کا دعوٰی اپنے لئے کیا پھر بعض مال کا، تو یہ پہلے مال سے کم ہے تو قابلِ سماعت ہوگا۔ (ت)

ایضاً ص ۱۲۷ :

ادعاہ مطلقا فقال المدعی علیہ فی دفعہ انہ کان ادعاہ بسبب فقال المدعی انا ادعیہ الاٰن بذٰلک السبب و ترکت دعوی الملک المطلق تسمع دعواہ ثانیا ویبطل الدفع[2]

کسی نے مطلقاً دعوٰی کیا تو مدعی علیہ نے دفاع میں کہا اس نے تو سبب سے متعلق دعوٰی کیا تھا اس پر مدعی نے کہا میں اسی سبب کے متعلق دعوٰی کررہا ہوں اور پہلا مطلق دعوٰی ترک کرتا ہوں تو سماعت دوبارہ ہوگی اور مدعٰی علیہ کا دفاع باطل ہوجائیگا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ایضاً ص ۱۲۵ :

ادعی علیہ اربعۃ اشیاء سماھا فانکر فحلف ثم قال المدعی کنت اخذت الاثنین من الاربعۃ وبرھن علی الاثنین تقبل[3]

ایک نے دوسرے پر چار چیزوں کا دعوٰی کیا مدعاعلیہ نے انکار کردیا اور قسم اٹھالی، پھر مدعی نے دعوٰی میں کہا کہ میں نے دو چیزیں چار میں سے لے لی تھیں اور باقیماندہ پر دو گواہ پیش کئے تو گواہی قبول ہوگی (ت)

ایضاً ص ۱۲۵ :

التناقض انما یمنع اذا تضمن ابطال حق علی احد[4]

تناقض اس وقت مانع ہوگا جب اس سے کسی کا کسی پر حق باطل ہوتا ہو۔ (ت)

---

[1] جامع الفصولین الفصل العاشر اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/۱۵۳
[2] " " " " " ۱/۱۲۷
[3] " " " " " ۱/۱۲۵
[4] " " " " " ۱/۱۲۵

فتاوٰی خلاصہ میں ہے:

24 ادعی علی اٰخر نصف دار معین ثم ادعی بعد ذٰلک جمیع الدار لایسمع عہ وعلی القلب یسمع[1]۔

ایک نے دوسرے پر کسی معین دار کے نصف کا دعوٰی کیا پھر کل دار کا دعوٰی کردیا تو یہ دعوٰی قابلِ سماعت نہیں، اگر اس کا عکس ہو تو قابلِ سماعت ہوگا۔ (ت)

عالمگیری جلد چہارم ص ۲۵۰:

لو ادعی انہا لہ ورثہا من ابیہ ثم ادعی ہو مع اٰخر انہما ورثاھا من المیت و

کسی نے ایک حویلی کے متعلق دعوٰی کیا یہ میری ہے اور مجھے والد کی وراثت میں ملی ہے پھر اس نے

عہ والصواب انہ یسمع فی الوجہین جمیعا الا اذا کان قال وقت دعوی النصف لاحق لی فیہا سوی النصف فحینئذ لاتسمع دعویاہ جمیعا کذا فی المحیط[2] اھ ھندیۃ، اقول وذٰلک للتناقض الصریح بین قولیہ وقد عاد یدعی اکثر مما ادعی اولا فبطل القولان بخلاف ما اذا ادعی اولا جمیع الدار ثم ادعی نصفہا و قال لاحق لی فیہا سوی النصف حیث تقبل الدعوی الثانیۃ لانہ من باب ترک بعض الدعوی والتناقض علی نفسہ لایضر صحۃ الدعوٰی کما اسمعناک من جامع الفصولین ۱۲ منہ۔

عہ درست یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں قابلِ سماعت ہے ہاں اگر نصف کے دعوٰی کے وقت یہ کہہ دیا ہو کہ باقی میں میرا حق نہیں تو اس صورت میں دونوں دعوے قابلِ سماعت نہ ہوں گے، جیسا کہ محیط میں ہے اھ ہندیہ۔ میں کہتا ہوں یہ اس لئے کہ اس صورت میں اس کے دونوں قول میں تناقض ظاہر ہے کہ پہلے دعوٰی کے مقابلہ میں دوسرے میں زیادہ کا مدعی ہے لہذا دونوں قول باطل ہوں گے اس کے برخلاف جب پہلے کل دار کا مدعی ہو اور بعد میں نصف کا، اور ساتھ ہی کہہ دیا ہو کہ باقی میں میرا حق نہیں ہے تو دوسرا دعوٰی قبول کیا جائے گا کیونکہ پہلے دعوٰی کے بعض کو اس نے ترک کردیا جبکہ اپنے حق میں تناقض صحت دعوٰی کو مضر نہیں ہے جیسا کہ قبل ازیں ہم نے آپ کو جامع الفصولین سے سنایا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الدعوٰی الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۸۹

[2] فتاوٰی ہندیہ " الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۷۰

www.alahazratnetwork.org

اقاما البینۃ علٰی ذٰلک تقبل کذا فی الخلاصۃ۔[1]

کسی دوسرے کے اشتراک سے دعوٰی کیا کہ یہ حویلی ان دونوں کو میّت سے وراثت میں ملی ہے اور اس پر انھوں نے گواہی پیش کردی تو گواہی مقبول ہوگی۔ خلاصہ میں اسی طرح ہے۔ (ت)

مدعی کی لغو بیانی بھی ہرگز ثابت نہیں، چاندی کا نرخ کم ہونا اسے مستلزم نہیں کہ دو سو روپے کا قیمتی نہ ہوسکے کیا صنعت کوئی چیز نہیں، کیا اس سے شَے کی مالیت اضعافاً مضاعفۃً نہیں ہوجاتی، دہلی کے سادہ کاری کے چھلے انگوٹھیاں تونگے تعویذ وزن میں حباب کے مثل ہوتے ہیں اور قیمت کس درجہ زیادہ۔ ولہٰذا تصریح عام ہے کہ ان کی زکوٰۃ خلاف جنس سے دی جائے تو قیمت صناعی کا اعتبار ہوگا نہ کہ وزن کا معراج الدرایہ و نہر الفائق و ردالمحتار وغیرہا میں ہے:

لہ ابریق فضۃ وزنہ مائتان وقیمتہ ثلثمائۃ۔[2]

کسی کا چاندی کا کوزہ جس کا وزن دو سو درہم ہے اور اس کی قیمت تین سو درہم ہے (ت)

نیز جامع الرموز و شامی وغیرہما میں ہے:

ابریق فضۃ وزنہ مائۃ درھم وقیمتہ بصناعتہ مائتان۔[3]

چاندی کا کوزہ وزن سو درہم اور اس کی بناوٹی قیمت دو سو درہم ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

وغیر ذلک تصریحات فقہائے کرام دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ سو روپے بھر زیور کی بھی قیمت دو سو روپے بلکہ زائد ہوسکتی ہے نہ کہ دو سو روپے بھر کی قیمت دو سو روپے ہونا محال ٹھہرے، اختلاف گواہان کی وجہ اول تو سخت عجیب ہے، شفیع خاں کا اس وقت ہمراہ مدعی ہونا اگر ایک گواہ نے بیان کیا تو دوسرے نے اس سے انکار تو نہ کیا کہ باہم اختلاف گمان کیا جائے اسے اصل مقدمہ سے کیا تعلق تھا جس کا بیان ہر گواہ پر لازم ہوتا ہے اور بالفرض باطل اگر لازم ہوتا بھی تو دوسرے کا بیان بوجہ ترک امر ضروری ناقص ٹھہرتا اختلاف شہادت اس وقت بھی نہ کہہ سکتے کہ ذکر و عدم ذکر تخالف نہیں بلکہ ذکر و ذکر عدم، ہم بارہا فیصلہائے ریاست کے ایسے خود قرار دادہ اختلاف پر بحث کرچکے اور آیات قرآنیہ سنا چکے ہیں کہ ایک ہی قصے کے بیان میں رب عزوجل نے ایک جگہ ایک بات ذکر فرمائی دوسری جگہ ترک فرمائی کیا معاذ اللہ اسے قرآن عظیم

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الدعوٰی الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۸۱

[2] ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ المال داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۰

[3] جامع الرموز کتاب الزکوٰۃ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۳۱۱

ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ المال داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۰

کا اختلاف قرار دیا جائے گا حالانکہ رب عزوجل فرماتا ہے،

افلا یتدبرون القراٰن و لوکان من عند غیر اللّٰہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا۔[1] کیا قرآن میں تدبر نہیں کرتے اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں کثیر اختلاف پاتے۔(ت)

اور اس کی تو لاکھوں مثالیں ملیں گی کہ بہت باتیں جو قرآن عظیم نے ذکر قصص میں ترک فرمائیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابہ کرام نے بیان فرمائیں، کیا یہ اللہ ورسول کا اختلاف بیان ٹھہرے گا والعیاذ باللہ تعالٰی۔ اختلاف دوم کی بھی حالت اسی کے قریب ہے گواہ اول نے مدعی کا ایک کاغذ لکھنا بیان کرکے صاف کہہ دیا کہ یاد نہیں کس نے لکھا تھا تو وہ اس کے کلام میں ذکر تحریر کالعدم ہوگیا ایک شخص کہے زید نے فلاں کام کیا دوسرا کہے یاد نہیں کس نے کیا تو اس میں کیا اختلاف بیان ہُوا، معہذا اگر اس کا وہی قول لیجئے کہ مدعی نے ایک کاغذ لکھا تو اس کے کلام میں یہ کہاں ہے کہ مدعا علیہ نے کچھ نہ لکھا اس کا ترک ذکر ہے نہ ذکر نفی اور گواہ دوم مدعا علیہ کا ایک رقعہ لکھنا بیان کرکے کہتا ہے اور کوئی رقعہ نہیں لکھا گیا تھا یہ بظاہر اس تقدیر پر کہ گواہ اول کے بیان میں مدعی کا کاغذ لکھنا بالجزم فرض کرلیں اختلاف مذکورہ فیصلہ سے زیادہ اختلاف موہوم ہوسکتا ہے کہ وہاں اثبات تھا اس میں نفی ہے مگر ذی علم فاضل مجوز نے اسے قلم انداز فرمایا اور وجوہ اختلاف میں نہ لیا اور ایسا ہی چاہئے تھا کہ یہاں اثبات ونفی ایک شیئ پر وارد نہیں جس سے اختلاف پیدا ہو عرف ناس سے آگاہ جانتا ہے کہ ایسی جگہ رقعہ صرف اس کاغذ کو کہتے ہیں جو سند کے لئے بطور صک ودستاویز تحریر ہوتا ہے، گواہ اول نے لفظ رقعہ نہ کہا کاغذ کہا وہ رقعہ سے عام ہے اور خاص کی نفی عام کی نفی کو مستلزم نہیں، ممکن کہ عام دوسرے فرد کے ضمن میں متحقق ہو یعنی مدعی نے کوئی رقعہ لکھا ہو بلکہ اور کوئی کاغذ مثل یادداشت فہرست زیور وغیرہ تحریر کیا ہو، اس میں کیا تناقض ہُوا، ذی علم مجوز کا یہ فرمانا کہ حالانکہ مدعا علیہ فارسی لکھنا نہیں جانتا معلوم نہیں کس بنا پر ہے کیا مدعا علیہ کا زبانی انکار ہُوا وہ مان لیا یا اس کی نفی پر کوئی شہادت گزری حالانکہ ایسی نفی پر شہادت اصلاً مسموع نہیں۔ شخص غیر اور خود مدعا علیہ کے لکھنے میں کیا منافات ہے اگر اظہار گواہ دوم میں یہ لفظ کہ اپنے ہاتھ سے لکھا نہ ہو جب تو ظاہر ہے کہ لکھوانے کو لکھنا کہنا برابر عرف شائع ہے خود اسی فیصلہ میں مجوز نے فرمایا کہ مدعی نے تفصیل زر لو عرضی دعوٰی میں تحریر کی وزن ہر عدد کا تحریر کیا حالانکہ عرضی دعوٰی غالباً وکلاء لکھتے ہیں نہ کہ خود مدعی۔ اور اگر اظہار میں اپنے ہاتھ سے لکھنے کا ذکر ہے جب بھی کیا دونوں کا لکھنا جمع نہیں ہوسکتا۔ کیا اکثر ایسا نہیں ہوتا کہ آدمی خود مسودہ کرکے جس کے متعلق ہے

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۸۲

اسے دکھا کر پسند کرا کر دوسرے سے صاف کرا دیتا ہے خصوصاً وہ کہ بدخط ہو۔ کیا ممکن نہیں کہ اس نے جو لکھ کر دیا کہیں مشکوک تھا مدعی نے تبدیل چاہی اس نے دوسرے سے لکھوا دیا اور اصل یہ ہے کہ ایسی فضول باتوں میں اختلاف پر نظر نامعتبر، اگر اس نے خود لکھا تو کیا فائدہ دوسرے سے لکھوایا تو کیا نقصان، مدعی نے لکھا تو کیا نفع، مدعا علیہ نے لکھا تو کیا ضرر، اور اگر دونوں نے لکھا یا کسی نے نہ لکھا تو اس سے معاملہ پر کیا اثر۔ ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مذہب مہذب و ظاہر الروایۃ و قول امام و معتمد جماہیر کتب مستندہ میں اختلاف صرف وہ مضر ہے جو اصل معاملہ پر خلل انداز ہو زائد و فضول باتیں کہ یوں ہوں تو دعوی میں خلل نہیں یوں ہوں تو ضرر نہیں محض نظر انداز ہیں ان میں اختلاف اصلاً قابلِ لحاظ نہیں ہم نے اپنے فتاوٰی میں ریاست رامپور ہی کے ایک فیصلہ پر اس مسئلہ کے متعلق کتب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے لے کر بحر الرائق وغیرہ کتب معتمدہ متاخرین تک بائیس کتابوں کی سند پیش کی ہے یہاں اسی قدر کافی کہ فتاوٰی خلاصہ و فتاوٰی عالمگیری وغیرہما میں تصریح ہے کہ:

التناقض فیما لا یحتاج الیہ لا یضر[1] — اگر غیر ضروری چیز میں تناقض ہو تو مضر نہیں ہے۔ (ت)

ذی علم مجوز نے تو ایک کا ہمراہی شفیع خاں بیان کرنا دوسرے کا اسے ذکر نہ کرنا اختلاف مضر قرار دیا اور فتاوٰی امام قاضی خاں و بحر الرائق و فتاوٰی ظہیریہ و فتاوٰی عالمگیریہ میں امام نص صریح امام محرر المذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے تصریح ہے کہ اگر ایک نے کہا فلاں شخص اس وقت ساتھ تھا دوسرے نے صاف انکار کیا کہ وہ ساتھ نہ تھا جب بھی شہادت میں خلل نہیں کہ مطلب سے زیادہ باتوں میں اختلاف ناقابلِ التفات ہے عبارت یہ ہے:

قال احدھما کان معنا فلان وقال الاٰخر لم یکن معنا فلان ذکر فی الاصل انہ یجوز ولا تبطل ھذہ الشھادۃ[2] — ایک نے کہا وہ فلاں ہمارے ساتھ تھا دوسرے نے کہا ہمارے ساتھ نہ تھا، تو اصل میں امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ شہادت باطل نہ ہوگی۔ (ت)

جہالت شہادت بھی وہ مضر ہوتی ہے جس سے طریق حکم مسدود ہو ورنہ تصریح ائمہ ہے کہ مذہب اصح وارجح و معتمد میں ہرگز مضر نہیں، فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

رجل ادعی فی دار رجل طریقا و — ایک شخص نے دوسرے کی حویلی میں اپنے راستہ کا

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشہادات الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۴۶۰

[2] " " " الباب الثامن " " " ۳/ ۵۰۹

اقام البینۃ فشھد الشھود بان لہ طریقا فی ھذہ الدار جازت شھادتھم وان لم یحدوا الطریق لان الجھالۃ انما تمنع قبول الشھادۃ اذا تعذر القضاء بھا وھٰھنا لایتعذر فان عرض الباب العظمی یجعل حکما لمعرفۃ الطریق[1] اھ مختصرا۔

دعوٰی کیا اور اس پر گواہ پیش کئے تو گواہوں نے گواہی دے دی کہ اس حویلی میں اس کا راستہ ہے تو یہ شہادت جائز ہے اگرچہ حویلی میں راستہ موجود نہیں پاتے، کیونکہ جہالت وہاں شہادت کی قبولیت میں مانع ہوتی ہے جب وُہ قضا کو متعذر بنائے جبکہ یہاں متعذر نہیں ہے کیونکہ بڑے دروازے کی چوڑائی سے راستے کا فاصلہ معلوم ہوسکتا ہے اھ مختصراً۔ (ت)

اسی میں ہے:

قدمت ما ھو الاظہر الاشھر[2]

میں مشہور اور اظہر کو پہلے لاتا ہُوں۔ (ت)

طحطاوی و ردالمحتار میں ہے:

قدمہ قاضی خان فکان ھو المعتمد[3]

قاضی نے اس مسئلے کو پہلے ذکر کیا ہے لہذا یہی قابلِ اعتماد ہے۔ (ت)

عالمگیری میں ہے:

الاصح ان ھذہ الشھادۃ مقبولۃ علی کل حال کذا فی المحیط[4]

یہ شہادت بہرصورت مقبول ہے جیسا کہ محیط میں ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اور یہاں طریق حکم واضح ہے جسے عنقریب بیان کریں گے ان شاء اللہ تعالٰی ظاہر ہے کہ شہادت اس امر کے لئے درکار ہوتی ہے جس میں فریقین مختلف ہوں نہ کہ اس کے لئے جس میں اتفاق ہو ایک سو پندرہ روپے کے عوض زیور رہن رکھا جانا اور اس کا دوسو روپے بھر وزن میں ہونا مرتہن کو خود قبول ہے تو وزن پر شہادت کی اصلاً حاجت نہ تھی اختلاف اس میں تھا کہ زیور چاندی کا تھا یا

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الدعوٰی باب الیمین رجل ادعی نولکشور لکھنؤ ۳/۵۱۱

[2] " " مقدمۃ الکتاب " ۱/۲

[3] ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ باب العشر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۵

[4] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الدعوٰی الباب الحادی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۰۴

جز من سلور کا ، اس کی نسبت دونوں گواہوں نے بالاتفاق موافق دعویٰ شہادت ادا کی تو یہ بینۂ اس اقرار مرتہن سے مل کر ثبوت دیتی ہے کہ چاندی کا زیور وزن میں دو سو روپے بھر ماعلیہ کے عوض مرہون تھا اب طریق حکم میں کیا خفا ہے شہادتیں جب کہ مانع قبول نہ رکھیں مجوز پر لازم تھا کہ دو سو روپے بھر نقرئی زیور ماعلیہ سے لے کر راہن کو واپس دینا مرتہن پر لازم کرے اعداد زیور کا شہادت سے تحقیق نہ ہونا مانع حکم نہ ہوگا کہ جنس شئی مدعی مع وزن و قدر زر رہن معلوم ہولی اسی قدر اس پر الزام حق کے لئے کافی و وافی ہے ، معین الحکام ص ۱۴۴ میں ہے ،

لوقالوا نشهد ان له علیه دراهم لا نعرف عددها فهی ثلثة ، وکذا لو شهدوا ان علیه دریهمات جعلت ثلثة ثم حلف علی شهادتهم لان الشهود قد بیّنوا بشهادتهم شیئا معلوما وهی الدراهم ویحلف مع شهادتهم لجواز ان یکون اکثر من ذلك[1]

اگر گواہوں نے کہا ہم شہادت دیتے ہیں کہ اس کے دوسرے پر دراہم ہیں جن کی مقدار معلوم نہیں تو تین درہم کا حکم ہوگا اور یونہی اگر انھوں نے دراہم کی جگہ دریہمات کہا یعنی جمع کی تصغیر بتائی تو بھی تین ہی ہونگے پھر قاضی اس شہادت کے ساتھ ساتھ مدعا علیہ سے قسم لے گا کہ اس سے زائد نہیں ، کیونکہ گواہوں نے ایک معلوم چیز کی شہادت دی یعنی دراہم جس کی تعداد معلوم نہیں ، قسم اس لئے لی جائے گی کہ ہوسکتا ہے تعداد تین سے زیادہ ہو ، زائد کے انکار پر قسم ہوگی (ت)

www.alahazratnetwork.org

دیکھو فقط اتنی شہادت پر کہ مدعا علیہ پر مدعی کے کچھ روپے ہیں یا تھوڑے سے درم ہیں حالانکہ گواہ صاف کہہ رہے ہیں کہ ہمیں گنتی نہیں معلوم کہ کتنے روپے آتے ہیں شرع نے گواہی مقبول رکھی اور اقل درجہ یعنی تین روپے لازم کئے اور اسے ایک شئے معلوم پر شہادت دینا فرمایا یعنی روپے جس سے فقط جنس مدعی بہ کا علم ہوا نہ کہ عدد وزن مجموع کا جس کے علم سے گواہوں نے صاف انکار کر دیا تو یہاں کہ شاہدوں نے جنس بھی بتائی کہ چاندی کا تھا اور مجموعی وزن بھی بتایا کہ دو سو روپے بھر تھا اور خود یہ مجموعی وزن فریقین کو تسلیم بھی ہے یہ کیونکر شہادت مجہولہ قرار پاکر رد ہوسکتی ہے ۔ غرض تنقیح اول کی تجویز سراسر غلط واقع ہوئی ، اس کے بعد فیصلے میں اور سخت بھاری غلطیاں ہوئیں جن کا اندازہ بھی دشوار ہے ذی علم فاضل مجوز نے یہاں مدعی اور مدعا علیہ کی شناخت میں غور نہ کیا عوام کا خیال یا عرف یہ ہے کہ جو کچہری میں پہلے آکر نالشی ہو مطلقاً وہی مدعی ہے اور جواب دینے والا مدعا علیہ ۔ مگر شرع مطہر میں ہزار بار

---

[1] معین الحکام الباب الحادی والعشرون مصطفی البابی الحلبی مصر ص ۱۱۶

اس کا عکس ہوجاتا ہے جو نالش لے کر آیا مدعا علیہ ٹھہرتا اور جواب دہندہ مدعی قرار پاتا ہے۔ ولہذا علماء فرماتے ہیں کہ مدعی و مدعا علیہ میں تمیز کرنی ایک سخت مہم و دشوار کام ہے جس میں غور کامل حاکم پر فرض تام ہے مثلاً زید عمرو پر مدعی ہوا کہ اس پر میرے ہزار روپے قرض آتے ہیں، عمرو نے جواب دیا میں ادا کر چکا ہوں، اب عمرو مدعی ہے کہ ادائے دین کا دعوٰی کرتا ہے اور زید مدعا علیہ کہ انکار رکھتا ہے، ذی علم پر اس کے نظائر کا وفور مخفی نہیں، یہاں جب کہ مرتہن نے دو سو روپے بھر وزن کا زیور رہن لے کر ماہ ماہ قرض دینے کا اقرار کیا اور ہر شخص جانتا ہے کہ کوئی دنیادار علی الخصوص وابستہ والا ہندو ہرگز دو روپے کا مال رہن لے کر ماہ ماہ قرض نہ دے گا، ہندوؤں کا تو عام قاعدہ ہے کہ برابر قیمت کا زیور بھی ہرگز قبول نہیں کرتے جب تک مقدار دین سے ڈیوڑھا دُونا نہ ہو، تو ظاہر یہی ہے کہ وُہ زیور ضرور چاندی کا تھا اور ضرور ماہ ماہ سے زیادہ قیمت کا تھا جب تو ہندو نے اس پر ماہ ماہ روپے دیے۔ اب اس کا یہ ادعا کہ راہن نے مجھے دھوکا دے کر جرمن سلور کا زیور چاندی کا بتا کر ماہ ماہ روپے مجھ سے لے لئے محض خلاف ظاہر ہے جو بے شہادت صحیحہ ہرگز قابل قبول نہیں ورنہ ہر شخص ہمیشہ ایسے ہی دھوکے کا ادعا کر کے لوگوں کا مال ہضم کرلیا کرے کہ آج کل شہادتوں کا معیار شرع پر ٹھیک اترنا بہت دشوار ہے خصوصاً جہاں فضول و زوائد محض باتوں کے ذکر و عدم ذکر پر گواہیاں رَد ہوتی ہوں تو معاملہ خود ان کی قسم پر آکر ٹھہرے گا جو لینے دینے کریں انھیں قسم کھاتے کیا لگتا ہے اور اس فیصلہ موجودہ کا سا فیصلہ ہوا تو قسم کی بھی حاجت نہیں یوں ہی مال ہضم ہے، کیا شرع مطہر اسے گوارا کرسکتی ہے حاشا وکلا، سخت عجب یہ ہے کہ فاضل مجوز کو خود معلوم تھا کہ جرمن سلور کا زیور بتانے میں مرتہن ہی شرعاً مدعی ہوگیا اور راہن اس بارہ میں مدعا علیہ ہے جب تو اس تنقیح دوم کا بار ثبوت مرتہن پر رکھا تھا، ثبوت مدعی پر ہوتا ہے یا منکر پر۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

البینۃ علی من ادعی والیمین علی من انکر[1] گواہی مدعی کے ذمہ اور قسم منکر پر ہے۔ (ت)

تو قطعاً مانا کہ مرتہن مدعی ہے اور قطعاً جانا کہ اس کا ثبوت دینا اس پر ہے اور صاف تصریح فرمائی کہ وہ اصلاً ثبوت نہ دے سکا اور ظاہر ہے کہ راہن نے جرمن سلور ہونے کا اقرار نہ کیا نہ وہ اس پر قسم کھانے

---

[1] صحیح البخاری کتاب الرھن ١/٣٤٢ و جامع الترمذی ابواب الاحکام ١/١٦٠
سنن الدارقطنی باب فی المرأۃ تقتل اذا ارتدت نشر السنۃ ملتان ٤/٢١٨
السنن الکبرٰی کتاب الدعوٰی والبینات دار صادر بیروت ١٠/٢٥٢

سے منکر ہوا تو بینہ، اقرار، نکول تینوں طریقے معدوم، اور محض اس مدعی یعنی مرتہن کے زبانی بیان پر جزم مسلّم ہونا مقبول، یُوں ہو تو لوگوں کے جان و مال ہلاک و تلف ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لو یعطی الناس بدعواھم لادعی ناس دماء رجال واموالھم ولکن الیمین علی المدعی علیہ[1]

لوگ اگر اپنے دعوٰی پر دے دئے جائیں تو لوگوں کے خون اور مال کا دعوٰی کر بیٹھیں، ہاں یوں ہے کہ مدعا علیہ پر قسم ہے۔

اور یہیں سے ظاہر ہُوا کہ روایت درمختار کو اس سے علاقہ نہیں وُہ وہاں ہے کہ مرتہن خلاف ظاہر کا مدعی نہ ہو تو آپ ہی اس کا قول معتبر ہوگا کہ وہ قابض ہے یہاں خود فاضل مجوز کو اعتراف ہے کہ مرتہن امر خلاف ظاہر کا مدعی ہے جب تو تنقیح دوم میں لکھا تھا کہ ثبوت ذمہ مدعا علیہ، کیا جس کی بات ظاہر کے مطابق ہو اس پر بار ثبوت ہوا کرتا ہے تو روایت درمختار سے استناد صراحۃً خود اپنی تجویز بار ثبوت کے خلاف ہے، اگر ادعائے خلاف ظاہر کی حالت کو بھی یہ روایت شامل ہو تو بنیوں کی ایک ایک دیا سلائی لاکھ لاکھ روپے کی ہوجائے، زید نے کسی بنئے سے کچھ رہن رکھ کر لاکھ روپے قرض لے جب وہ قرض ادا کرنے گئے بنیا دیا سلائی کی ایک ڈبیا دکھائے کہ یہ رہن رکھ کر لاکھ روپے مجھ سے لے گئے تھے مدیون گواہ پیش کرے ان میں کسی لفظ زائد و بیکار کے ذکر و ترک کا اختلاف پڑجائے جس سے عام شہادتوں کا خالی ہونا سخت ہی دشوار ہے گواہیاں تو یُوں رَد ہوگئیں اور اب قول مرتہن کا معتبر ہے حکم ہوجائے کہ راہن کو ڈگری دی گئی مگر کیسی، یوں کہ یہی دیا سلائی قابل نفاذ حکم ہے لاکھ روپے ادا کرکے دیا سلائی گھر کو لے جائے، اس صورت کو باطل مانئے تو کیوں، حالانکہ روایت درمختار کا اطلاق اسے بھی شامل ہے اس میں اسی قدر تو ہے کہ،

قال الراھن الرھن غیر ھذا وقال المرتھن بل ھذا ھو الذی رھنتہ عندی فالقول للمرتھن لانہ القابض[2]

یعنی راہن نے کہا مرہون اور چیز تھی، مرتہن نے کہا بلکہ یہی تھی، تو قول راہن کا معتبر ہے کہ وہ قابض ہے۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الاقضیۃ باب الیمین علی المدعی علیہ قدیمی کتب خانہ کراچی ٢/٧۴

[2] درمختار کتاب الرہن مطبع مجتبائی دہلی ٢/٢٦٧

اس لاکھ روپے اور دیا سلائی کی ڈبیہ کا مسئلہ کیونکر خارج کیجئے گا۔ رہن یہی تھی یا اور چیز تھی یہاں بھی صادق۔ لاجرم ماننا پڑے گا کہ یہ اس صورت کو شامل نہیں جس میں مرتہن خلاف ظاہر ادعا کرے تو بعینہٖ یہی علت یہاں بھی ہے، مرتہن خلافِ ظاہر ہی کا مدعی ہوا ہے جب تو اس تنقیح کا بارِ ثبوت اس پر تھا، لاجرم عالمگیریہ میں فرمایا:

قال الظاھر یکذبہ (ای المرتھن) فیما قال فلا یقبل قولہ اذا جحد الراھن ذٰلک کذا فی المحیط۔[1]

ظاہر حال اس کو یعنی مرتہن کو جھوٹا قرار دیتا ہے لہذا اس کا قول معتبر نہ ہوگا جبکہ راہن اس کا انکار کر رہا ہے، محیط میں یونہی ہے۔ (ت)

پھر اس سے بھی عجیب تر یہ ہے کہ اس روایت غیر متعلقہ کے بھی خلاف کیا گیا روایت میں قول مرتہن کیلئے مانا ہے اور قول کسی کا معتبر ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس سے حلف لیا جائے گا اگر حلف کرے اس کا قول مقبول ہو خود فاضل مجوز کو اقرار ہے کہ قولِ مرتہن معتبر ہے مگر بحلف، صورت دائرہ میں بے حلف ہی اسی کا قول معتبر ہوگیا اور اس کا عذر یہ تحریر فرمایا کہ مدعی نے اس کے حلف کی استدعا نہ کی، سبحان اللہ اگر مدعی نے استدعا نہ کی تھی اور مجوز کے زعم میں مرتہن پر حلف عائد تھا تو بلا حلف فیصلہ کیونکر دے دیا گیا اگر مدعی گواہ نہ دے سکے اور حلف مدعا علیہ کی خود استدعا بھی نہ کرے کہ ان کچہریوں میں یہ معمول کالمنسوخ ہو رہا ہے تو اب قاضی کو حکم ہے کہ بلا گواہ و بلا حلف خود بخود قول مدعا علیہ خلاف مدعی قبول کرکے فیصلہ دے دے، فتاوٰی امام قاضیخاں و اشباہ والنظائر و فتاوٰی خیریہ میں ہے:

القاضی لایقضی الا بالحجۃ وھی البینۃ اوالاقرار والنکول۔[2]

قاضی صرف حجت کی بناء پر فیصلہ کرے گا اور وہ حجت گواہی یا اقرار یا قسم سے انکار ہے۔ (ت)

پھر لطف یہ کہ ساری بلا تو مدعی بیچارے کے سر پڑی کہ ماحصل۔۔۔۔۔ چہرہ دار دے کر دو روپے کا کھلونا لے لے اور نام یہ فرمایا گیا کہ مدعی کی ڈگری ہوئی۔ بالجملہ اس فیصلہ کا منسوخ کرنا لازم ہے بلکہ اسے تو منسوخ کرنا

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الرہن الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۴۹۲

[2] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الوقف فصل فی دعوی الوقف نولکشور لکھنؤ ۴/۷۲۳

فتاوٰی خیریہ کتاب الدعوٰی دار المعرفۃ بیروت ۲/۵۱

الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب القضاء والشہادات ادارۃ القرآن کراچی ۱/۳۳۸

بھی کیا کئے منسوخ تو وہ ہو جو کچھ وجود بھی رکھتا ہو نہ یہ کہ تجویز کہ اصلاً کسی اصل شرعی عقلی عرفی سے لگاؤ نہیں رکھتی جس میں مرتہن کو کہ مدعی ہو لیا مقبول القول مانا گیا اور وہ بھی ایسا کہ اس کی نری زبان بلا حلف مقبول، نسأل اللہ العفو والعافیۃ انصافاً (ہم اللہ تعالٰی سے عفو ومعافی کا سوال کرتے ہیں انصاف کے طور پر)

یہاں **طریق حکم** یہ ہے کہ اگر گواہان راہن کی وہ دونوں شہادتیں بروجہ شرعی گزر چکی ہیں تو ان سے زیور نقرئی وزنی دو سو روپے بھر ہونا ضرور ثابت ہے۔ مرتہن پر لازم کیا جائے کہ چاندی کا زیور اتنے وزن کا پیش کرے اگر وہ لے آئے اور اسی تفصیل کے مطابق ہو جو راہن نے بیان کی فبہا اور اگر راہن کہے کہ یہ وہ زیور نہیں تو اب روایتِ درمختار اس مسئلہ سے متعلق ہوگی راہن تفصیل پر گواہ نہ لایا تو مرتہن سے حلف لے، اگر وہ حلف کرے تو وہی نقرئی دو سو روپے بھر کا زیور کہ مرتہن پیش کرے مرہون قرار پائے راہن ما عــہ رد کرے کہ وہ چاندی کا زیور لے لے، اور اگر مرتہن زیور نقرہ سے منکر ہی رہے تو یہ ٹھہرے گا کہ زیور اس نے تلف کردیا ایک سو پندرہ روپے بھر کے عوض تو مرتہن کا دین ساقط ہوگیا باقی پچاسی روپے بھر چاندی راہن کو واپس دے۔ عالمگیری باب رہن الفضۃ بالفضۃ میں ہے:

یجوز رھن الدراھم والدنانیر فان رھنت بجنسہا فھلکت ھلکت بمثلہا من الدین وان اختلفا فی الجودۃ وھذا عند ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ[1] الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

دراہم ودیناروں کا رہن رکھنا جائز ہے تو اگر یہ بجنسہا رہن رکھے گئے ہوں تو ہلاک ہوجانے پر ان کی مثل لازم ہوگی اگرچہ دونوں فریق جید اور ردی ہونے میں اختلاف بھی کریں اور یہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہاں ہے الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۸۹: از ریاست رامپور محلہ گھیر مردان خاں مرسلہ ضیاء الدین صاحب
۸ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ

سوال اوّل: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس صورت میں کہ ہندہ دعویدار مہر کی پدر اپنے سے بقدر حصہ فرائض کے ہے اور پدر اس کا ابراء دین مہر کا مجیب ہے ثبوت ابراء دین مہر میں دو مرد اور دو عورتیں پدر ہندہ نے گزرانے ہیں جن کا حرف بحرف بیان نقل کرکے گزارش ہے کہ بروایات فقہیہ بیان شہود مشمولہ فتوٰی ثبوت ابراء دین مہر میں کافی ہے یا نہیں؟

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الرہن الباب العاشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۴۷۳

سوال دوم: ہندہ دعویدار اس امر کی ہے کہ میری ماں کا نکاح بتعداد مہر پچاس ہزار روپیہ بکر کے ساتھ ہوا ہے بکر سے بقدر حصہ فرائض دلا دیا جائے بکر مجیب ہے کہ تعداد مہر مجھے یاد نہیں مگر والدہ ہندہ نے مہر مجھے معاف کر دیا ابراء مہر کی شہادت بھی پیش کی لیکن شہادت مذکور عند العدالت کافی و مثبت نہ ہوئی ہندہ ثبوت تعداد مہر میں یہ کہتی ہے کہ مجھے ثبوت تعداد مہر کا اس وقت دینا تھا جب کہ مدعا علیہ یعنی بکر کمی بیشی تعداد مہر میں کلام کرتا بکر کو تعداد مستدعویہ سے اقرار و انکار نہیں بلکہ سکوت ہے صرف ابراء کا دعوٰی تھا جس کو ثابت نہ کر سکا، اب عند الشرع عدالت کو درصورت عدم ثبوت ابراء دین مہر ڈگری بحق مدعیہ باوجود نہ ثابت کرنے تعداد دین مہر کے دینی چاہئے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

بیانات متعلق سوال اوّل

بیان مرد اوّل کا: گواہی اللہ کے واسطے دیتا ہوں کہ میں بکر کے یہاں بیٹھا تھا کہ عمرو بغرض فاتحہ پڑھنے کے آئے بعد فاتحہ کے عمرو نے زید برادر بکر سے دریافت کیا کہ بکر کی بی بی نے اپنا مہر بخش دیا یا نہیں میرے سامنے زید برادر بکر نے کہا کہ میرے اور کریم کے سامنے بخش دیا اور عمرو سے کہا کہ تم سب لوگ گواہ رہنا وقت ۱۲ بجے دن کے بعد کا تھا بکر کی بی بی کے مرنے کے دوسرے یا تیسرے روز کا یہ ذکر ہے خوب یاد نہیں، سوال: عمرو نے دریافت کیا تھا کہ بکر کی بی بی نے مہر بخش دیا یا لڈن کی ماں نے؟ مجھے یاد نہیں کہ کیا کہا تھا جس کے جواب میں زید نے کہا کہ مہر بخش دیا، زید نے اور بھی چند مرتبہ ہمارے روبرو بیان کیا کہ لڈن کی ماں نے مہر بخش دیا۔ سوال: بکر کی بی بی کے انتقال کو کس قدر مدت گزری؟ تخمیناً اٹھارہ بیس سال ہوئے۔ سوال منجانب بکر: کریم مسماۃ کے حقیقی بھائی تھے؟ جواب: میں جہاں تک خیال کرتا ہوں حقیقی تھے۔

بیان دوسرے مرد کا: اللہ کو حاضر ناظر جان کر گواہی دیتا ہوں اللہ کے واسطے یہ گواہی دیتا ہوں میں نے مسماۃ شفیع یعنی بکر کی بی بی کے میاں فیض اللہ شاہ کی بیٹی کی فاتحہ کو گیا تھا میں نے زید برادر بکر سے دریافت کیا کہ کریم کی بہن لڈن کی ماں نے مہر بکر کو بخش دیا زید اور کریم دونوں نے کہا لڈن کی ماں نے مہر معاف کر دیا اور یہ کہا کہ اس بات پر گواہ رہنا اٹھارہ انیس سال کا عرصہ گزرا وقت دوپہر کا تھا یہ واقعہ مرنے سے دوسرے دن کا ہے۔

بیان عورت کا: عرصہ تخمیناً بیس سال کا گزرا کہ بکر کی بی بی نے اپنے خاوند بکر کو مہر بخش دیا تھا تین مرتبہ سوال کیا کہ کس کو بخشا، جواب دیا بکر کو سوال مہر کی تعداد معلوم نہیں تعداد مہر کی بابت اس وقت ذکر میرے سامنے نہیں ہوا زبیدہ بکر کی بی بی تھیں مہر بخشنے سے دو روز بعد انتقال ہو گیا دق میں مبتلا تھیں

دو گھڑی رات گئی تھی عورتیں تھیں مرد کوئی نہیں، فقط ان کے بھائی موجود تھے، خالد نے منجانب بکر دریافت کیا کہ زید اس وقت کہاں تھے؛ کیا گھر میں موجود تھے؟

دوسری عورت کا بیان: گواہی دیتی ہوں اللہ کے واسطے میں بکر کے گھر ان کی بی بی کی دریافت حال کے واسطے گئی تھی بکر کی بیٹی نے ان سے کہا مہر کی بابت کیا کہتی ہو، انھوں نے آنکھ کھولی اور کہا میں نے مہر بخش دیا اور میرے حقوق بھی ان سے بخشوا دیجیو، دو گھڑی رات گئی تھی، کس قدر مرد تھے؟ کوئی نہیں صرف عورتیں تھیں، جس نے پہلے گواہی دی ہے یہ تھیں؛ کہا موجود تھی مہر کے معاف کرنے سے دو روز بعد مرگئیں جس وقت مہر معاف کیا ہے اس وقت ہوش و حواس باقی تھے۔

الجواب

(۱) بیانات شہود اربعہ نظر سے گزرے ان میں ایک بیان بھی اس قابل نہیں کہ اس کی جانب کچھ بھی التفات کیا جائے محض مہمل و مختل ہیں۔ شہادت شہود و مشاہدہ و حضور و معاینہ سے ہے دونوں مردوں میں کوئی خود اپنے سامنے زوجۂ مدعا علیہ کا مہر معاف کرنا نہیں بیان کرتا بلکہ برادرانِ زن و شوہر یا صرف برادرِ شوہر سے اپنا سُننا بیان کرتے ہیں اور معافیِ مہر ان مسائل استثناء سے نہیں جن میں سماعی بات پر شہادت دینی جائز ہے، ہدایہ میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

لایجوز للشاھد ان یشھد بشیئ لم یعاینہ الا النسب والموت والنکاح والدخول وولایۃ القاضی وھذا استحسان والقیاس ان لاتجوز لان الشھادۃ مشتقۃ من المشاھدۃ وذٰلک بالمعاینۃ ولم یحصل فصار کالبیع، وجہ الاستحسان ان ھذہ الامور تختص بمعاینۃ اسبابھا خواص من الناس ویتعلق بھا احکام تبقی علی انقضاء القرون فلولم یقبل فیھا الشھادۃ بالتسامع

گواہوں کو جائز نہیں کہ بغیر دیکھے کوئی گواہی دیں ماسوائے نسب، موت، نکاح، دخول یعنی جماع اور قاضی کی ولایت، کے یہ استحسان ہے جبکہ قیاس یہ ہے کہ ان امور میں بھی جائز نہ ہو کیونکہ لفظ شہادت مشاہدہ سے مشتق ہے اور یہ معاینہ سے ہی ہوسکتا ہے جبکہ یہاں معاینہ نہیں ہے لہذا یہ امور بھی دیگر معاملات بیع وغیرہ کی طرح ہوتے ہیں لیکن استحسان اس لئے کہ یہ امور اپنے اسباب کے معاینہ سے مختص ہوتے ہیں جن کا معاینہ خاص لوگ کرتے ہیں انہی اسباب کی بناء پر ان امور کے احکام زمانہ بھر باقی رہتے ہیں تو اگر ان میں سننے سنانے پر شہادت

ادی الی الحرج وتعطیل الاحکام بخلاف البیع لانہ یسمعہ کل واحد[1]۔

قبول نہ کی جائے تو حرج اور احکام کی تعطیل تک معاملہ پہنچ جائے بخلاف بیع وغیرہ امور کہ ان کو ہر ایک سنتا ہے۔ (ت)

بزازیہ میں کہ دربارۂ مہر شہادت سماعی کی اجازت دی اس کے معنی یہ ہیں کہ مقدار مہر پر حاضران جلسہ نکاح سے جماعت عظیم یا ثقہ عادل دو مردوں یا ایک مرد دو عورتوں کے بیان سن کر گواہی دینی جائز ہے کہ جب نکاح پر شہادت بالتسامع روا ہوئی تو مہر بھی اس کا تابع ہے نہ یہ کہ کسی سنائی معافی مہر پر شہادت جائز ہو علماء نے مہر کو کہا ہے نہ کہ معافی مہر کو، اور ان دونوں میں فرق بدیہی ہے، درمختار میں ہے:

لایشھد احد بمالم یعاینہ بالاجماع الا فی عشرۃ منھا العتق والولاء عند الثانی والمھر علی الاصح بزازیۃ الخ[2]۔

کوئی بھی بغیر معاینہ شہادت نہ دے گا بالاجماع، مگر صرف دس چیزوں میں جن میں عتق، ولاء اور امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے ہاں مہر بھی اصح قول کے مطابق شامل ہے بزازیہ الخ۔ (ت)

طحطاوی میں ہے:

لان المھر تبع للنکاح ذکرہ عبدالبر[3]۔

کیونکہ مہر نکاح کے تابع ہے، اس کو امام عبدالبر نے ذکر کیا ہے۔ (ت)

قرۃ العیون میں ہے:

لانہ من توابع النکاح فکان کاصلہ[4]۔

کیونکہ نکاح کے توابع میں سے ہے لہذا اس کا وہی حکم ہے جو اصل کا ہے۔ (ت)

جامع الفصولین میں ہے:

الشھادۃ بالسماع من الخارجین من بین جماعۃ حاضرین فی البیت عقد النکاح

نکاح والے گھر سے نکلنے والے لوگوں سے سن کر یہ شہادت جائز و مقبول ہے کہ مہر اتنا ہے دوسرے

---

[1] الہدایۃ کتاب الشہادات مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۱۵۸
[2] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۲
[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار " دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۲۳۶
[4] قرۃ عیون الاخیار " مصطفی البابی مصر ۱/ ۶۹

بان الجہر کذا تقبل لا ممن سمع من غیرھم[1] (بالمعنی)۔

دوسروں سے سُن کر یہ شہادت جائز نہیں، (بالمعنی)۔ (ت)

اور بالفرضِ باطل اگر یہاں شہادت بالسماع جائز بھی ہوتی تو جبکہ شاہدوں نے اپنی شہادت میں سماع ہونے کی تصریح کردی قابل قبول نہ رہی، ہدایہ میں ہے،

وینبغی ان یطلق اداء الشہادۃ ولا یفسر، اما اذا فسر للقاضی انہ یشھد بالتسامع لم تقبل شہادتہ کما ان معاینۃ الید فی الاملاك مطلق للشہادۃ، ثم اذا فسر لاتقبل کذا ھذا[2]

مناسب ہے کہ گواہ شہادت کو مطلق رکھیں اور تفسیر نہ کریں اور اگر قاضی کے ہاں تفسیر کردی کہ میں سُن کر شہادت دے رہا ہوں تو یہ شہادت مقبول نہ ہوگی جیسا کہ قبضہ کا بیان املاک میں مطلق ہے پھر اگر کوئی اس کو بیان کردے کہ صرف قبضہ معلوم ہے ملکیت معلوم نہیں تو ملکیت میں یہ شہادت قبول نہ ہوگی، اسی طرح یہاں ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے،

وان فسر الشاھد للقاضی ان شہادتہ بالتسامع او بمعاینۃ الید ردت علی الصحیح الا فی الوقف والموت[3]

اگر قاضی کے ہاں گواہ نے تفسیر کردی میری شہادت سماع یا قبضہ پر مبنی ہے تو رَد کردی جائے گی صحیح قول پر، ماسوائے موت اور وقف کے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ان دونوں شہادتوں کی حقیقت تو اس قدر ہے مگر شاہدین نے یہ چاہا کہ اپنی سماعی گواہی کو شہادۃ علی الشہادۃ کے دائرہ میں لے آئیں اور غالباً اسی لئے بیان اصول میں یہ لفظ ذکر کئے کہ تم لوگ گواہ رہنا تاکہ شرط تحمیل کی تکمیل کریں لیکن ان سے بہت باتیں رہ گئیں جن کے سبب یہ مقصد بھی پورا نہ ہوا اور شہادت بدستور ناکارہ رہی،

اوّلاً اصول یعنی برادران زن وشو کا بیان شہادت نہیں حکایت ہے کہ ان کے بیانوں میں "گواہی دیتا ہوں" کا لفظ نہیں تو یہ شہادت علی الحکایۃ ہوئی جس کا حاصل وہی شہادت بالتسامع ہے نہ کہ شہادۃ علی الشہادۃ۔ درمختار میں ہے،

---

[1] جامع الفصولین الفصل الثانی عشر اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶۲

[2] الہدایۃ کتاب الشہادات مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۱۵۸

[3] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۲ و ۹۳

کیفیتہا ان یقول الاصل مخاطبا للفرع اشھد علی شھادتی انی اشھد بکذا[1]

اس کی کیفیت یہ ہے کہ اصل گواہ فرع کو خطاب کرتے ہوئے کہے کہ میں یہ گواہی دیتا ہوں تو میری اس گواہی پر گواہ بن جا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ انی اشھد بکذا قید بقولہ اشھد لانہ بدونہ لایسعہ ان یشھد علی شھادتہ[2]

اس کا قول "انی اشھد بکذا" یہ اس کے قول "اشھد" کے لئے قید ہے کیونکہ اس قید کے بغیر وہ اپنی گواہی پر گواہ نہیں بنا سکتا۔ (ت)

ہدایہ وطحطاوی میں ہے:

لابدان یشھد عندہ کما یشھد عند القاضی لینقلہ الی مجلس القاضی وھو بالشین الثالثۃ[3]

اصل کے لئے ضروری ہے کہ فرع کے سامنے اس طرح شہادت دے جس طرح قاضی کے ہاں شہادت دیتا تاکہ فرع اسی کو مجلسِ قضاء میں نقل کرسکے اس طرح کہ تیسرے شین یعنی اصل کی شہادت کو دہرائے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ثانیاً اصل کا فرع سے یہ کہنا ضروری ہے کہ میری شہادت کا شاہد رہنا یا درانِ زن وشو دونوں کے کلام میں شہادت پر اشہاد نہیں بلکہ صرف اتنا ہے کہ تم سب لوگ گواہ رہنا یا یہ کہ اس بات پر گواہ رہنا یہ اس قدر کافی نہیں اور اس کی بناء پر جو شہادت علی الشہادت دی جائے مردود ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

قید بقولہ اشھد علی شھادتی لانہ لوقال اشھد علیّ بذلك لم یجز لاحتمال ان یکون الاشھاد علی نفس الحق المشھود بہ فیکون امرا بالکذب وبعلی لانہ لوقال بشھادتی لم یجز لاحتمال ان یکون امرا بان یشھد

اشھد بشھادتی (میری شہادت پر شہادت دے) کے ساتھ اس لئے مقید کیا کیونکہ اگر اس کی بجائے بذلك (اس امر کی) کہے تو جائز نہ ہوگا کیونکہ اس میں احتمال رہے گا کہ اصل واقعہ پر گواہ بنا رہا ہے جو جھوٹ کہنے کا حکم قرار پائے گا، اور علی شھادتی (میری شہادت پر) سے مقید اس لئے

---

[1] درمختار کتاب الشہادات باب الشہادۃ علی الشہادۃ — مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۰۰

[2] ردالمحتار " " " — داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۹۳

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار " " — دارالمعرفۃ بیروت ۳/۲۵۹

مثل شہادتہ بالکذب[1]

کیا کہ اگر "علی" کی بجائے "لشہادتی" لام کے ساتھ دے تو جائز نہیں کیونکہ احتمال رہے گا کہ اس کی شہادت جیسی شہادت دے جو کہ جھوٹ کا حکم قرار پائے گا۔ (ت)

اسی طرح حموی و طحطاوی وغیرہما میں ہے۔

ثالثاً شاہد دوم کا بیان یہ ہے کہ زید اور کریم دونوں نے یہ کہا کہ لڈن کی ماں نے مہر معاف کردیا اور یہ کہا کہ اس بات پر گواہ رہنا۔ اس عبارت سے کچھ نہ کھلا اور یہ کہا کا عطف "معاف کردیا" پر ہے یا "دونوں نے کہا" پر، بلکہ اول ہی قریب ہے، اس تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ عورت نے مہر معاف کیا اور لوگوں سے کہا کہ میری اس گواہی پر گواہ رہنا، تو شاہد دوم کا بیان اس ٹوٹے پھوٹے بیان تحمیل سے بھی خالی ہے۔

www.alahazratnetwork.org

بالجملہ وُہ شہادتیں محض نامسموع ہیں۔ رہیں عورتیں، اوّل تو وہ تنہا رہ گئیں اور تنہا دو عورتوں کی گواہی بالاجماع مقبول نہیں پھر ان کے بیانوں میں خود جو تخالف اور مردوں کے بیان کی مخالفت ہے، اس سب سے قطع نظر کیجئے تو ان کی شہادت صاف کہہ رہی ہے کہ یہ معافی مرض الموت میں ہوئی عورت دق میں مبتلا تھی یہ اس کی عیادت کو گئی تھیں آخر وقت کی حالت تھی بیٹی نے پوچھا مہر کی بابت کیا کہتی ہو، انھوں نے آنکھ کھولی اور کہا میں نے مہر بخش دیا اور میرے حقوق بھی ان سے بخشوا دیجو، دو روز کے بعد انتقال ہوگیا اور مرض الموت میں معافی وصیت ہے کہ وارث کیلئے بے اجازت دیگر ورثہ نافذ نہیں۔ درمختار میں ہے:

یعتبر حال العقد فی تصرف منجز فان کان فی الصحۃ فمن کل مالہ والا فمن ثلثہ، والمراد التصرف الذی ھو انشاء ویکون فیہ معنی التبرع وھبتہ ووصیتہ[2] اھ مختصراً۔

فوری نافذ ہونے والے معاملہ میں اس کے اجراء کا حال معتبر ہے اگر یہ صحت میں ہو تو تمام مال میں نافذ ہوگا ورنہ تو ثلث میں نافذ ہوگا، اور مراد وہ تصرف ہے جو بطور انشاء ہو اور اس میں تبرع، ہبہ یا وصیت کا معنٰی ہو، اھ، مختصراً۔ (ت)

طحطاوی میں ہے:

---

[1] ردالمحتار کتاب الشہادات باب الشہادۃ علی الشہادۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۹۳

[2] درمختار کتاب الوصایا باب العتق فی المرض مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۲۶

والابراء والصدقة مثل ما ذکر قہستانی۔[1] اپنے حق سے کسی کو بری کرنا اور صدقہ بھی مذکور کی مثل ہوگا، قہستانی۔ (ت) 25

تو عورتوں کی شہادت بجائے نافع ہونے کے مدعی ابراء کو اور مضر ہے کہ وہ ابراء ہوا بھی تو ایسے وقت ہوا کہ بے اجازت مدعیہ مدعا علیہ کو مفید نہیں، کلام یہاں ہنوز اور باقی ہے مگر اس قدر بھی وضوح میں کافی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) جبکہ بکر اثبات ابراء نہ کرسکا حاکم ہندہ سے حلف لے اگر وہ حلف سے انکار کرے ابراء ثابت ہوجائیگا اور دعوی مدعیہ رَد کردیا جائیگا، اور اگر حلف کرلے تو دعوٰی ابراء باطل ہوگیا، اب ہندہ کا دعوٰی مہر باقی ہے حاکم نظر کرے کہ پچاس ہزار کا مہر جس کا ہندہ دعوٰی کرتی ہے آیا مادر ہندہ کے مہرِ مثل سے زائد تو نہیں، اگر زائد نہ ہو تو ہندہ ہرگز محتاج گواہان نہیں کہ مقدار مہرِ مثل تک زن و وارثانِ زن کا بیان بے حاجت شہادت مقبول ہے کہ بوجہ موافقت مہرِ مثل ان کا قول موافق ظاہر ہے اور جس کا قول موافق ظاہر ہو وہ مدعا علیہ ہے اور جو مدعا علیہ ہے بار ثبوت اس پر نہیں اس کے مخالف پر ہے یہاں تک کہ اگر مہر مثل عورت یا اس کے ورثہ کا شاہد ہو یعنی ان کے دعوٰی سے مساوی یا زائد ہو اور مرد کمی کا دعوٰی کرے اور فریقین گواہ دے دیں تو عورت کے گواہ مسموع بھی نہ ہوں گے کہ شہادت اثبات خفی کے لئے ہے نہ کہ اظہار ظاہر کے واسطے، یہاں اگر بکر پچاس ہزار سے کم کسی مقدار کا تعین بتاتا تو وہ مدعی تھا اس سے گواہ مانگے جاتے اگر گواہان عادل سے مقدار اقل کا ثبوت دے دیتا تو ہندہ کو اسی قدر کا حصہ دلایا جاتا اور گواہ نہ دے سکتا تو ہندہ سے قسم لے کر اس کا دعوٰی ڈگری کردیا جاتا اس صورت میں پچاس ہزار کے گواہ دے دیتی تو سُن لئے جاتے کہ مدعی کی جانب گواہ نہ تھے اور اگر کوئی گواہ نہ دیتی اور قسم کھانے سے بھی انکار کرتی تو اسی مقدار اقل کا حصہ پاتی جس کا بکر مدعی ہوتا اب کہ بکر کمی کا دعوٰی بھی نہیں کرتا نہ اسے پچاس ہزار کی مقدار سے انکار ہے تو بیان ہندہ کہ شہادت مہرِ مثل سے روشن ہے صاف بے مزاحم ہے اور اسے پوری ڈگری پانے کا استحقاق ہے اور اگر مہرِ مثل پچاس ہزار سے کم تھا تو اب ہندہ در بارۂ زیادت ضرور مدعیہ ہوگی، اور بکر کا کہنا کہ مجھے تعدادِ مہر یاد نہیں ہرگز جواب کافی و صحیح نہیں اسے یُوں نہ چھوڑا جائے گا بلکہ حاکم اس سے سوال کرے آیا مہر پچاس ہزار کا بندھا تھا، اگر وہ کہے اتنا تھا تو کچھ کم کرکے پُوچھے جو مقدار مہر مثل سے ہنوز زائد ہو اگر وہ اس کی بھی نفی کرے تو اور گھٹا کر دریافت کرے یہاں تک کہ مقدار مہرِ مثل تک پہنچے اگر وہ اس کی بھی نفی کرے تو حاکم اس سے قسم لے اگر وہ قسم

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الوصایا باب العتق فی المرض دارالمعرفۃ بیروت ۴/۳۲۶

کھالے اور ہندہ اپنے دعوٰی کے گواہ نہ دے سکے تو حاکم صرف بقدر حصہ مہرِ مثل کے ہندہ کو ڈگری دے مثلاً مہرِ مثل تیس ہزار ہے اور بکر نے اس کی بھی نفی کی اور قسم کھالی اور ہندہ نے پچاس ہزار کے گواہ نہ دئے تو ہندہ کو تیس ہزار کا حصہ دلایا جائے اور بکر قسم کھانے سے انکار کرے تو پورے پچاس ہزار کا۔ اور اگر بکر سوال حاکم پر انکار اقرار کچھ نہ کرے یہی کہتا رہے کہ مجھے یاد نہیں تو حاکم اسے جبر کرے کہ مقدار مہر بتائے اگر نہ مانے قید کرے یہاں تک کہ کسی مقدار کی تعیین کا مقر ہو اب اگر یہی پچاس ہزار قبول کئے تو ہندہ پوری ڈگری پائے اور اب بھی اسے اثبات مقدار کی حاجت نہ رہی اور اگر کم مانے تو حاکم نظر کرے کہ جو مقدار اس نے مانی عورت کے مہرِ مثل سے تو کم نہیں اگر کم نہ ہو تو اب مہرِ مثل بکر کا شاہد ہوگا اور وہ خالص مدعا علیہ رہے گا اور بارِ ثبوت ہندہ پر آئے گا اگر گواہان عادل دے دے گی پورے دعوٰی کی ڈگری پائے گی اور اس صورت میں اگر بکر اقل کے گواہ بھی دے گا تو اسی وجہ سے جو اوپر جانب ہندہ میں مذکور ہوئی شاہدانِ ہندہ کے مقابل مسموع نہ ہونگے ہاں اگر ہندہ گواہ نہ لاسکی تو بکر کے گواہ سن لئے جائیں گے اور ہندہ مقدار اقل کا حصہ پائے گی اور دونوں گواہ نہ دے سکے تو بکر سے قسم لی جائے اگر قسم کھالے تو مقدار اقل کا حصہ ہندہ کو دلایا جائے اور قسم سے انکار کرے تو پھر بے حاجت گواہان پورا دعوٰی ڈگری ہو اور اگر یہ مقدار کہ بکر نے مانی مہرِ مثل سے بھی کم ہے تو اب مہرِ مثل کسی کا شاہد نہیں اس لئے کہ دعوٰی بکر سے زائد اور دعوٰی ہندہ سے کم ہے اب ان میں جو گواہ دے دے گا اسی کا قول ثابت ہوگا اور دونوں گواہ دے دیں تو مہرِ مثل کے حصہ کی ڈگری دی جائے گی اور کوئی نہ دے سکے تو بکر سے قسم لی جائے اگر انکار کرے تو ہندہ کا پورا دعوٰی ڈگری ہو اور قسم کھالے تو ہندہ سے قسم لی جائے اگر انکار کرے تو حصہ اقل دلائی جائے اور وہ بھی قسم کھالے تو مہرِ مثل کے حصہ کی ڈگری ہو۔ یہ سب تفصیل اس صورت میں ہے کہ مادرِ ہندہ کا مہرِ مثل معلوم ہو اور اگر نہ معلوم ہو تو حاکم کو اختیار ہے چاہے ہندہ سے پچاس ہزار کے گواہ طلب کرے چاہے اپنے معتمدوں کے ذریعے عورت کا مہرِ مثل تحقیق کرکے کارروائی بالا عمل میں لائے۔

جامع الفصولین میں مختلفات امام ابی اللیث سے ہے:

ادعت المرأۃ مهرها علی ورثۃ زوجها تصدق الی تمام مهر مثلها عند ح لان مهر المثل یحکم عندہ فمن شهد له فله القول[1]

اگر عورت نے خاوند کے ورثاء پر ایک ہزار مہر کا دعوٰی کیا تو مہرِ مثل کی مقدار تک عورت کی تصدیق کی جائیگی امام صاحب رحمہ اللہ تعالٰی کے ہاں، کیونکہ ان کے ہاں مہرِ مثل فیصل ہوتا ہے، تو مہرِ مثل جس کی تائید کرے گا اس کا قول معتبر ہوگا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

---

[1] جامع الفصولین الفصل العشرون اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۹

اسی میں عدّہ سے ہے:

ادعت مهرا علی وارث الزوج وانکر وارثه یوقف قدر مهر مثلها ویقول القاضی لوارثه کان مهرها کذا او اعلی من ذلک لوقال لا قال کان کذا ودون ماقاله فی المرة الاولی الی ان ینتهی الی مقدار مهر مثلها۔[1]

عورت نے خاوند کے وارث پر مہر کا دعوٰی کیا اور وارث انکار کرتا ہے تو مہر مثل معلوم کرکے قاضی وارث سے مہر مثل سے زائد مقدار وارث سے پوچھیگا کہ اس کا اتنا مہر ہے یا اس سے زائد ہے اگر وارث انکار کرے تو پھر قاضی پہلے سے کم مقدار پوچھے حتی کہ مہر مثل تک پہنچ کر وارث سے سوال ختم کردے (ت)

درمختار میں ہے:

اختلفا فی قدره حال قیام النکاح فالقول لمن شهد له مهر المثل بیمینه وای اقام بینة قبلت سواء شهد مهر المثل له اولها اولا ولا، وان اقاما البینة فبینتها مقدمة ان شهد مهر المثل له وبینته مقدمة ان شهد مهر المثل لها لان البینات لاثبات خلاف الظاهر وان کان مهر المثل بینهما تحالفا فان حلفا او برهنا قضی به وان برهن احدهما قبل برهانه لانه نور دعواه وموت احدهما کحیاتهما فی الحکم۔[2]

نکاح کی موجودگی میں خاوند بیوی کا مہر کی مقدار میں اختلاف ہوا تو اس کی بات معتبر ہوگی جس کی تائید مہر مثل کریگا ساتھ قسم لی جائیگی جس نے گواہ پیش کئے اسکی بات تو مقبول ہوگی خواہ مہر مثل اسکا یا بیوی یا دونوں کا ہے یا کسی کا نہ ہو اگر خاوند اور بیوی دونوں گواہ پیش کریں تو بیوی کی گواہی کو ترجیح ہوگی اگر مہر مثل مرد کی تائید کرے اور مرد کی گواہی کو ترجیح ہوگی اگر مہر مثل بیوی کی تائید کرے کیونکہ گواہی سے ظاہر کا خلاف ثابت کیا جاتا ہے اور اگر مہر مثل دونوں کے دعووں کے درمیان ہو تو دونوں سے اپنے اپنے دعوٰی پر قسم لی جائے گی، اگر دونوں نے قسم کھائی یا دونوں نے گواہی پیش کی تو قاضی مہر مثل پر فیصلہ کرے اور اگر صرف ایک نے اپنے دعوٰی پر گواہی پیش کی تو اسکی گواہی قبول کی جائے کیونکہ اس نے اپنے دعوٰی کو واضح کردیا اور دونوں میں سے ایک کی موت ہو تو دونوں کی حیات والا ہی حکم ہوگا۔ (ت)

---

[1] جامع الفصولین الفصل العشرون اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۹

[2] درمختار کتاب النکاح باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۰۳-۲۰۲

ردالمحتار میں ہے:

قولہ لمن شھد لہ مھر المثل ای فیکون القول لھا ان کان مھر مثلھا کما قالت او اکثر ولہ ان کان کما قال او اقل وان کان بینھما ای اکثر مما قال واقل مما قالت ولا بینۃ تحالفا ولزم مھر المثل کذا فی الملتقی وشرحہ، قولہ وان کان ھذا بیان لثالث الاقسام، فانہ اذا لم یقیما البینۃ او اقاماھا قد یشھد مھر المثل لہ اولھا او یکون بینھما فقد مر بیان القسمین الاولین فی المسألتین، وھذا بیان الثالث وقولہ فان حلفا راجع الی المسألۃ الاولی وقولہ او برھنا راجع الی الثانیۃ لکن کان علیہ حذف قولہ تحالفا لانہ اذا برھنا لا تحالف قولہ تحالفا فان نکلت المرأۃ وجب الفان واذا نکل یقضی بالفین ما عرف ان ایھما نکل لزمہ دعوی الاخر وصورۃ المسألۃ فیما اذا ادعت الالفین وادعی ھو الالف وکان مھر المثل الفا وخمسمائۃ قولہ قضی بہ ای بمھر المثل اھ[۱] مختصرا۔

ماتن کا قول "مہر مثل جس کی شہادت" یعنی بیوی کی بات مانی جائے گی جب مہر مثل اتنا ہو یا زائد ہو اور خاوند کی بات مانی جائے گی جب مہر مثل اس کے قول کے برابر ہو یا کم ہو، اگر دونوں کے درمیان ہو یعنی مرد کے دعوٰی سے زائد اور بیوی کے دعوٰی سے کم ہو، تو گواہی نہ ہونے کی صورت میں دونوں سے قسم ہوگی اور مہر مثل لازم ہوگا۔ ملتقٰی اور اس کی شرح میں یوں ہے۔ ماتن کا قول "ان کان" یہ تیسری قسم کا بیان ہے، تین قسمیں یہ ہیں: (۱) دونوں نے گواہی پیش نہ کی (۲) یا دونوں نے پیش کی اور مہر مثل کسی ایک کی تائید کرے (۳) یا مہر مثل دونوں کے دعووں کے بین بین ہو، تو ماتن نے پہلے دونوں مسئلوں میں پہلی دو قسموں کا بیان بتایا اور اب یہ تیسرے کا بیان ہے، اس کا قول "دونوں نے اگر قسم کھائی" یہ پہلے مسئلہ کا بیان اور اس کا قول "دونوں نے گواہی پیش کی" یہ دوسرے کا بیان ہے لیکن "دونوں قسم دیں" والے قول کو حذف کرنا مناسب تھا کیونکہ جب گواہی پیش کردیں تو قسم نہیں ہوگی، اس کا قول "دونوں قسم دیں" تو عورت قسم سے انکار کرے تو خاوند کا دعوٰی ہزار کا واجب ہوگا اور اگر خاوند قسم سے انکار کرے تو عورت کا دو ہزار فیصلہ کن ہوگا جیسا کہ معلوم ہوچکا کہ جب ایک قسم سے انکار کرے تو دوسرے کا دعوٰی ثابت ہوجاتا ہے، یہاں مسئلہ کی صورت یہ ہے، عورت کا دعوٰی دو ہزار، مرد کا ایک ہزار جبکہ مہر مثل ڈیڑھ ہزار ہو، اس کا قول "اس پر فیصلہ دے" یعنی مہر مثل پر، اھ مختصراً۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

---

[۱] ردالمحتار کتاب النکاح باب المہر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۶۲-۳۶۱

فتاوٰی قاضی خاں وفتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

اذا ادعت مہرھا علی وارث زوجہا اکثر من مہر مثلہا ان کان الوارث مقرا بالنکاح یقول لہ القاضی أکان مہرھا کذا اکثر من مہر مثلہا فان قال الوارث لا، یقول القاضی أکان کذا یذکر مہرا دون الاول لکنہ اکثر من مہر مثلہا ان قال لا یقول لہ القاضی أکان کذا الی ان یاتی القاضی علی مقدار مہر المثل، فبعد ذٰلک اذا قال الوارث لا الزمہ القاضی مقدار مہر المثل و یحلفہ علی الزیادۃ ھذا اذا کان القاضی یعرف مقدار مہر مثلہا فان کان لا یعرف یامر امناء بالسوال ممن یعلم او یکلفہا اقامۃ البینۃ علی ما تدعی لہ[1]

جب عورت خاوند کے وارث پر مہرِ مثل سے زائد مہر کا دعوٰی کرے تو اگر وارث نکاح کا اقرار کرتا ہے تو قاضی کو چاہئے کہ وہ مہرِ مثل سے زائد کا وارث سے اقرار کرائے اگر وہ انکار کرے تو پھر پہلے سے کم کا اقرار کرائے اگر وُہ انکار کرے تو اور نیچے آئے اور جب قاضی مہرِ مثل پر آجائے اور اس پر بھی وارث انکار کرے تو قاضی مہرِ مثل کو اس پر واجب کردے اور زیادہ سے انکار پر اس سے قسم لے، یہ جب ہے کہ قاضی مہرِ مثل معلوم کرچکا ہو اور اگر اسے مہرِ مثل کی مقدار معلوم نہیں تو قاضی کو چاہئے کہ وہ اہل کاروں کو حکم دے کہ وہ اس شخص سے پوچھیں جو اس عورت کے مہرِ مثل کی مقدار کو جانتا ہو، یا پھر عورت کو پابند بنائے کہ وُہ اپنا مہرِ مثل ثابت کرنے کیلئے گواہ پیش کرے جو مقدار ثابت کریں (ت)

جامع الفصولین میں ہے:

مات فادعت امرأتہ المسمی فقالت ورثتہ نعلم ان لک مہرا ولا نعلم قدرہ یجبرون علی البیان ومعنی الجبر ان یحبسوا حتی یقروا بمقدار المہر بقیام الورثۃ مقام الزوج[2] - واللہ تعالٰی اعلم۔

خاوند فوت ہوا تو بیوی نے مقررہ مہر کا دعوٰی کیا تو ورثاء نے کہا کہ ہم جانتے ہیں کہ تیرا مہر ہے لیکن ہمیں مقدار کا علم نہیں تو ان کو مجبور کیا جائے گا کہ وُہ مقدار بتائیں، اور جبر کا مطلب یہ ہے کہ ان کو مہر کی مقدار کے اقرار تک محبوس کیا جائے، کیونکہ ورثاء خاوند کے قائم مقام ہیں۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ فتاوٰی قاضیخاں کتاب الدعوٰی الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۰۲

[2] جامع الفصولین الفصل العشرون اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/۲۶۲

مسئلہ ۹۰ تا ۹۱: از ریاست جاورہ ملک مالوہ محلہ شاہ گنج ڈاکخانہ کہنہ مرسلہ حضرت سید مقبول علی میاں صاحب ۲۵ شعبان ۱۳۲۶ھ

سوال اول: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مبین اس مسئلہ میں کہ زید ایک شخص متمول و صاحب ازواج و اولاد و املاک تھا اس کے انتقال کے بعد باہم بعد چند برس کے بابت تقسیم ایک مکان کے جس میں مرتے دم تک زید متوفی مع سب اولاد و ازواج کے رہتا تھا اور اسی مکان میں انتقال کیا تکرار پیدا ہوئی تا اینکہ ایک پسر نے بقدر اپنے حصہ کے تقسیم کرا پانے نالش کی ایک سوتیلی بہن عذر دار جوابدہ ہوئی کہ یہ مکان میرے باپ زید نے اپنی زندگی میں میری ماں فرید بیگم کو ہبہ کیا ہے ہبہ نامہ ضائع ہوگیا اور قبضہ میری ماں کا وقت ہبہ ہوگیا اور بعد ماں کے میں قابض ہوں اور تین گواہ قبضہ کے پیش کئے جن کے بیان میں اختلاف کثیر ہے ایک کہتا ہے سات برس اور دوسرے کہتے ہیں بارہ تیرہ برس ہوئے اور پسر خواہندہ تقسیم کو ہبہ سے لاعلمی و انکار ہے اور گواہان پسر خواہندہ تقسیم کے بیان بمضمون واحد نسبت عدم ہبہ اور رہنے قبضہ جمیع ورثاء انتقال مورث سے آج تک مؤید دعوی خواہندہ تقسیم ہے حالانکہ مکان مذکور میں دیگر ورثاء بھی اب تک سکونت رکھتے ہیں اور مستدعی تقسیم کا بھی کسی قدر اسباب اس مکان کی ایک کوٹھری میں اب تک رکھا تھا پس ایسی صورت میں قبضہ مشکوک میں از روئے شرع شریف ہبہ حق مادر دختر بقول دختر بطور جائز متصور ہوسکتی ہے یا حالات صورت قبضہ سے ہبہ ناجائز ہوئی۔ بیّنوا توجروا فقط۔

ملخص گواہی سید امیر شاہ: مکان متنازعہ کو رسول خاں نے مسماۃ صنوبر بیگم مدعا علیہا کو ہبہ کیا ہے جس کو عرصہ بہت ہوا یعنی چھ سات سال کا ہوا ہبہ کی تکمیل میرے رُوبرو ہوئی اور اس وقت دوسری زوجہ کو جو شامل رہتی تھی علیحدہ کرکے مسماۃ صنوبر بیگم مدعا علیہا کا تنہا قبضہ کرا دیا تھا اور وہ دوسری زوجہ کو پٹھان ٹولی کے مکان میں بود و باش کرا دی گئی تھی بعد نوشت ہبہ نامہ۔

ملخص گواہی سلطان ولد نذر محمد خاں: رسول خاں جمعدار نے اپنی حیات میں مکان متنازعہ کو صنوبر بیگم کو ہبہ کیا تھا ہبہ تحریری ہُوا تھا اور جمعدار صاحب کے دستخط بھی ہوئے تھے ہبہ نامہ تحریر ہونے کے بعد قبضہ دلا دیا گیا تھا جمعدار نے قبضہ دلانے سے اول جو کچھ ان کا مال و اسباب تھا چوکی میں بھیج دیا تھا۔ مدعا علیہا ۱ کو مدعا علیہا ۲ نے اس مکان میں رکھا ہے خوشحال خاں مدعا علیہا ۳ ان کی والدہ کی اجازت سے رہتے ہیں مکان کو ہبہ ہوئے تیرہ سال ہوگئے ہوں گے جمعدار نے اپنے مرنے سے چھ سات اول ہبہ نامہ لکھا تھا تاریخ یاد نہیں مکان متنازعہ کا کوئی حصہ مدعی کے قبضہ میں نہیں ہے مدعی کی والدہ کا سامان بعد قبضہ کے علیحدہ کردیا میرے سامنے علیحدہ کردیا تھا بعد کو ہم نے دستخط ہبہ نامہ پر کئے تھے۔

ملخص گواہی عبد المجید خاں : مدعا علیہا ۲ کو جمعدار نے مکان متنازعہ ہبہ کر دیا تھا اندازاً بارہ سال کا عرصہ ہوا جب ہبہ نامہ لکھا گیا تھا اس پر میری شہادت ہوئی تھی اس وقت مدعا علیہ ۲ کا قبضہ بھی مکان متنازعہ پر کرا دیا تھا جمعدار نے اس مکان کو خالی کر کے اپنا کل اسباب دوسرے مکان میں رکھوا دیا اور مستورات کو بھی اس مکان سے علیحدہ کر دیا اور ہمارے سامنے جمعدار مذکور نے کہا کہ میں نے مدعا علیہا کا قبضہ دلا دیا ہے اور یہ مکان آپ کو دیا مدعا علیہا ۲ اس وقت موجود تھیں اور ان سے یہ سب جمعدار نے کہہ دیا تھا مدعا علیہا کو ہبہ نامہ سپرد کر دیا تھا مکان متنازعہ میں اس وقت سوائے مدعا علیہا کے اور کوئی نہیں تھا اور کوئی ہو تو مجھ کو معلوم نہیں یہ مجھے معلوم نہیں کہ سوائے زوجہ خوشحال خاں و خوشحال خاں مدعا علیہا ۲ اور کون کون مکان مذکور میں رہتا ہے مدعا علیہا ۲ کو جب دستاویز سنائی گئی تو اس وقت مضمون سنا تھا مضمون ہبہ نامہ کا یہ یاد ہے کہ یہ لکھا ہوا تھا کہ اور سب کو تو حصہ دے دیا ہے تم کو اب یہ مکان ہبہ کیا جاتا ہے تم قبضہ کر لو جمعدار نے اردو میں اپنا نام لکھا تھا مجھے نہیں معلوم کہ زوجہ خوشحال خاں و خوشحال خاں مکان متنازعہ میں کس کی اجازت سے رہتے ہیں آیا مدعا علیہا ۲ نے اجازت دی ہے یا نہیں۔

اعتراضات مفتی

سید امیر شاہ کی شہادت، معاینہ قبضہ مدعا علیہا ۲ : اور پر مکان متنازعہ فیہ وقت ہبہ کرنے رسول خاں جمعدار کے مکان مذکورہ کو یوں بیان کیا ہے کہ دوسری زوجہ کو جو شامل رہتی تھی علیحدہ کر کے مسماۃ صنوبر بیگم کو تنہا قبضہ دلا دیا ہے اور رسول خاں کے اسباب سے مکان کو خالی کرنا نہیں بیان کیا ہے اور نہ رسول خاں کا خود علیحدہ ہونا اس مکان سے بیان کیا ہے حالانکہ تمامیت قبضہ کے لئے واہب کے اسباب مقبوضہ جو اس مکان موہوبہ میں رکھا ہوا ہو اور خود ذات واہب سے اس مکان موہوبہ کا خالی ہونا ضروری ہے ہبہ میں وقت قبضہ کے۔ اور رسول خاں کا اسباب مقبوضہ اس مکان میں ہونا وقت ہبہ گواہوں کی گواہی سے ثابت ہے اور خود رہنا ان کا اس مکان میں سب کو ظاہر ہے اور بہرام خاں کی گواہی سے ثابت ہے کہ جمعدار مرنے تک اس مکان میں رہے، سید امیر شاہ کی گواہی ہوئی اور پر معاینہ قبضہ ناقصہ کے لہٰذا انکی شہادت معتبر نہیں ہے۔

سلطان خاں کی گواہی میں اوپر معاینہ قبضہ کے خود نکلنا رسول خاں کا مکان مذکورہ سے واسطے قبضہ دلانے کے بیان نہیں کیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ مدعی کی والدہ کا سامان بعد قبضہ کے علیحدہ کر دیا تھا اس سے یہ معلوم ہوا کہ مدعی کی والدہ کا سامان قبضہ دلانے کے وقت اس مکان میں رکھا تھا بعد کو علیحدہ کیا گیا اور قبضہ کے وقت مکان موہوبہ مدعی کی والدہ کے سامان مقبوضہ کے ساتھ مشغول تھا، تو یہ بیان بھی

قبضہ ناقصہ کا ہوا لہذا یہ گواہی بھی معتبر نہیں۔

عبدالمجید خاں کی گواہی جو اوپر معاینہ قبضہ کی ہے اس میں یہ نقصان ہے کہ ذات رسول خاں سے خلو اس مکان کا نہیں بیان کیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ مکان متنازعہ میں اس وقت سوائے مدعا علیہا کے اور کوئی نہیں تھا اور کوئی ہو تو مجھے معلوم نہیں، اس تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ عبدالمجید خاں کو پورا علم مکان کے خالی ہونے کا نہ تھا تو یہ گواہی بھی قبضہ ناقصہ کی ہوئی۔ جائز ہے کہ اس مکان میں اور کوئی ہو سوائے موہوب لہا کے اس کے ہونے کے سبب سے قبضہ موہوب لہا کا تام نہ ہوا اور عبدالمجید خاں کی گواہی جو اقرار واہب پر ہے اور ہمارے سامنے جمعدار مذکور نے کہا کہ میں نے مدعا علیہا ۲ کو قبضہ دلا دیا تو یہ گواہی اوپر اقرار قبضہ کے اور دونوں گواہوں سابق کی گواہی ہے اور پر معاینہ قبضہ کے اس اختلاف کے سبب سے یہ گواہی عبدالمجید خاں کی مقبول نہیں ہے۔ مثل اور خارجی تحقیقات سے ثابت ہے کہ مدعا علیہا اول اور ان کے شوہر بہرام خاں قدیم سے اس مکان میں رہتے ہیں اور اپنے اموال اور اسباب کے قابض اور متصرف ہیں اس مکان میں اب بھی قبل بھی قابض اور متصرف تھے اور مکان موہوب کا مشغول ہونا قبضہ موہوب لہا کے وقت ایسے اسباب کے ساتھ کہ موہوب لہا کے قبضہ میں نہ ہو دوسرے شخص کے قبضہ میں ہو مانع تمامیت قبضہ ہے اور کسی گواہ نے خلو مکان کا مدعا علیہ ۱ اور اس کے شوہر اور دونوں کے اسباب سے بیان نہیں کیا اس صورت میں بھی مشاہدہ قبضہ ناقصہ کا ہوا کہ مانع ہے تمامیت قبضہ کا، مکان موہوب اگر قبل از ہبہ موہوب لہا کے قبضہ تامہ میں فرض کیا جائے تو انعقاد عقد ہبہ کے لئے صراحۃً قبول کرنا موہوب لہ کا ایجاب ہبہ کو چاہئے فقط قبضہ قائم مقام قبول نہ ہوگا اور عقد ہبہ منعقد نہ ہوگی اس صورت میں سب گواہوں نے یہ بیان کیا رسول خاں نے ہمارے سامنے مکان متنازعہ کو مدعا علیہا ۲ کو ہبہ کیا یہ تو ایجاب ہی ہے اور یہ کسی نے نہیں بیان کیا کہ مدعا علیہا ۲ نے اس ہبہ کو قبول کیا یا نہیں، کیا تو ایجاب ہوئی بغیر قبول صریح کے، تو اس صورت میں عقد ہبہ منعقد نہ ہوا تو وہ مکان ہبہ کے سبب سے مملوک موہوب لہا کا نہ ہوا، گواہان مذکورہ کی گواہی کے نقصانات سے اور مدعی کے متعدد گواہوں کے بیان سے کہ جمعدار کے اکثر اہل وعیال اور زوجات اس مکان متنازعہ فیہ میں حیات رسول خاں اور بعد ممات رسول خاں سب مشترک رہتے تھے اور اس مکان میں سب قابض تھے اور قبضہ تامہ جو شرط ہبہ ہے وہ متحقق نہیں ہوا تھا مسماۃ صنوبر بیگم کے واسطے، لہذا میری رائے میں یہ آتا ہے کہ بابت مکان متنازعہ فیہ کا ہبہ مدعا علیہا ۲ کو ثابت نہیں ہے، مکان مذکور میراث کے طور پر وارثان رسول خاں پر تقسیم کیا جائے فقط دستخط مولوی محمد جمل۔

سوال دوم: زید نے مکان کا ہبہ بنام مسماۃ آفریدہ بیگم اپنی ایک زوجہ کے منجملہ ازواج لکھا ہبہ نامہ

کی تحریر کے بعد مکان موہوبہ پر بدستور قبضہ واہب کا تاحیات واہب رہا یعنی واہب مع اپنے اطفال و ازواج کے مع اس زوجہ کے جس کے نام ہبہ لکھا مرتے وقت تک اس مکان میں رہا بعد وفات زید ورثائے زید بالاجمال وبالاشتراک اس مکان پر قابض رہے اب وقت درخواست ہونے تقسیم مکان کے باہم شرکا کے وہ ہبہ ظاہر ہو کر از روئے شرع شریف جائز ہوگی یا ناجائز قرار پائے گی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) اس مقدمہ میں تحقیق حکم شرعی تنقیح چند مسائل پر موقوف فنقول وباللہ التوفیق (تو ہم کہتے ہیں اللہ تعالٰی کی توفیق سے۔ ت)

مسئلہ اولٰی ہمارے مشائخ مذاہب رحمہم اللہ تعالٰی کو اختلاف ہے کہ قبول بھی مثل ایجاب رکن ہبہ ہے یا نہیں،

مشی علی الاول فی الکافی والکفایۃ والتنویر والدر وھبۃ الھدایۃ وقال الاتقانی انہ قول الامام علاؤ الدین فی تحفۃ الفقہاء ومشی علی الثانی فی الحصر والمختلف والنھایۃ والدرایۃ والعنایۃ والعینی وعامۃ الشروح قال الاتقانی انہ قول الامام شیخ الاسلام خواھر زادہ فی مبسوطہ وبہ جزم فی کتاب الایمان من الھدایۃ والکرمانی والتاویلات ومحیط السرخسی۔

کافی، کفایہ، تنویر، در اور ہدایہ کے ہبہ میں اول کو اختیار کیا، اور اتقانی نے کہا کہ تحفۃ الفقہاء میں امام علاؤ الدین نے یہی فرمایا ہے اور حصر، مختلف، نہایہ، درایہ، عنایہ، عینی اور عام شروح میں ثانی کو اختیار کیا۔ اتقانی نے کہا کہ شیخ الاسلام خواہرزادہ نے مبسوط میں یہ فرمایا اور اسی پر ہدایہ کے کتاب الایمان میں اور کرمانی اور تاویلات اور محیط سرخسی نے اعتماد کیا ہے۔ (ت)

alahazratnetwork.org

اور راجح ومعتمد ومفتٰی بہ یہ ہے کہ قبول رکن نہیں غایت یہ کہ شرط ثبوت ملک ہو پھر قبضہ کہ مجلس میں ہو اگرچہ بے اذن صریح واہب یا باذن واہب ہو اگرچہ بعد مدت وہ اس قبول کا قائم مقام ہو جائیگا قول حق اور تحقیق یہ ہے کہ قبضہ بنفسہٖ شرط ثبوت ملک ہے اور وہی دلالت قبول بھی ہو جائے گا، رہا پیش از قبضہ حاجت اس قدر ہے کہ قبول کا منافی یعنی رَدو امتناع نہ پایا جائے۔ امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی نے بدائع میں تصریح فرمائی کہ رکنیت قبول قول امام زفر وقیاس ہے اور استحسان عدم رکنیت ہے[1] اور معلوم ہے کہ عمل ہمیشہ استحسان پر ہے الا فی مسائل عدیدۃ لیست ھذہ

---

[1] بدائع الصنائع کتاب الہبۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۱۱۵
فتح القدیر بحوالہ البدائع " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۷/ ۴۸۰

منھا (مگر متعدد مسائل میں، جن میں سے یہ نہیں ہے۔ ت) اور فتاوٰی قاضی خاں ونیز حاوی الفتاوٰی میں قبضۂ موہوب لہ بعد مجلس کو جب کہ باذن واہب ہو مثبت ملک ٹھہرایا اگرچہ موہوب لہ نے قبول کردم نہ کہا ہو اور صراحۃً فرمایا، بہ ناخذ[1] (ہم یہی اختیار کرتے ہیں۔ ت) یہ لفظ اعاظم الفاظ افتا سے ہے کما فی الدر[2] وغیرھا (جیسا کہ در وغیرہ میں ہے۔ ت) قبضہ اگرچہ قائم مقام قبول ہے مگر قبول رکن ہوتا تو ماورائے مجلس پر موقوف نہ رہ سکتا،

لان الایجاب لفظ واللفظ عرض والعرض لایبقی زمانین فلایکن ارتباط القبول بہ الااذا تحقق فی مجلسہ لان الشرع جعل المجلس جامعا للکلمات۔

کیونکہ ایجاب لفظ ہے اور لفظ عرض ہے اور عرض دو زمانوں میں باقی نہیں رہتا لہٰذا قبول کا اس سے ربط نہ ہوگا مگر جبکہ وہ اسی مجلس میں متحقق ہو کیونکہ شریعت نے مجلس کو متفرقات کا جامع قرار دیا ہے۔ (ت)

خود ہدایہ و درمختار وغیرہما عامہ کتب میں تصریح فرمائی کہ اگر زید نے قسم کھائی کہ ہبہ نہ کروں گا پھر عمرو سے کہا یہ شے میں نے تجھے ہبہ کی اور عمرو نے ہبہ قبول نہ کیا قسم ٹوٹ گئی کہ ہبہ فقط اس کے ایجاب سے متحقق ہوگیا اگرچہ عمرو نے قبول نہ کیا اور اگر قسم کھائی کہ نہ بیچے گا پھر عمرو سے کہا میں نے یہ شے تیرے ہاتھ بیچی اور عمرو نے قبول نہ کیا قسم نہ ٹوٹی کہ بیع بے ایجاب و قبول دونوں کے متحقق نہ ہوگی تو بے قبول مشتری بیچا صادق نہ آیا۔ یہ تیسری وجہ اس قول کی ترجیح کی ہے کہ عام کتب معتمدہ حتی کہ ان میں بھی جو رکنیت کی تصریح کرتی تھیں یہ مسئلہ یونہی مسطور ہے جس سے عدم رکنیت روشن و منصور ہے۔

اما تعلیل الکفایۃ والکافی الحنث فی الھبۃ بانہ اتی بما ھو مقدورہ والیمین انما تنسحب علی ما ھو فعلہ ولیس الا الایجاب فمنقوض بعدم الحنث فی البیع کما لایخفی فانہ ثمہ ایضا لایقدر

ہبہ کی حنث کی بحث میں کفایہ اور کافی کا یہ علت بیان کرنا کہ وہ اپنا مقدور ہی بجا لاسکتا ہے جبکہ قسم اس کے فعل پر ہی مرتب ہوتی ہے اور صرف ایجاب ہی اس کا فعل ہے، یہ علت بیع میں عدم حنث کی وجہ سے سالم نہیں رہے گی جیسا کہ مخفی

---

[1] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ الحاوی الفتاوٰی کتاب الہبۃ الباب الثانی نورانی کتب خانہ کراچی ۴/ ۳۷۷
فتاوٰی قاضی خاں کتاب الہبۃ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۶۹۶
[2] درمختار مقدمۃ الکتاب مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۵

الا علی الایجاب و لا یحنث به فیه وفاقا[1]

نہیں، کیونکہ یہاں بھی وہ صرف ایجاب پر قادر ہے حالانکہ اس میں بالاتفاق ایجاب سے حنث نہیں ہے (ت)

نتائج الافکار میں ہے:

فی البدائع اما رکن الهبة فهو الایجاب من الواهب فاما القبول من الموهوب له فلیس برکن استحسانا والقیاس ان یکون رکنا وهو قول زفر وفی قول قال القبض ایضا رکن[2] الخ۔

بدائع میں ہے لیکن ہبہ میں رکن وہ واہب کا ایجاب ہے جبکہ موہوب لہ کا قبول کرنا استحسانا رکن نہیں ہے حالانکہ قیاس اس کے رکن ہونے کا مقتضی ہے امام زفر رحمہ اللہ تعالٰی کے ایک قول میں ہے کہ قبضہ بھی رکن ہے الخ (ت)

عالمگیری میں ہے:

لوقال وهبت منك هذا العبد والعبد حاضر فقبضه جازت الهبة وان لم یقل قبلت کذا فی الملتقط، ولوکان العبد غائبا فقال له وهبت منك عبدی فلانا فاذهب واقبضه فقبضه جاز وان لم یقل قبلت وبه ناخذ کذا فی الحاوی للفتاوی[3]

اگر کسی نے کہا میں نے تجھے یہ عبد حاضر ہبہ کیا تو اس نے قبضہ کرلیا تو ہبہ جائز ہوجائیگا اگرچہ موہوب لہ نے قبول کرنے کا قول نہ کیا ہو، ملتقط میں یوں ہے اور اگر عبد غائب ہو تو یوں کہا کہ میں نے اپنا فلاں عبد تجھے ہبہ کیا تو جاکر قبضہ کرلے اس نے قبضہ کرلیا تو ہبہ جائز ہوگا اگرچہ موہوب لہ نے "میں نے قبول کیا" نہ کہا ہو، ہم نے اسی کو اختیار کیا ہے حاوی للفتاوی میں یونہی ہے (ت)

www.alahazratnetwork.org

اسی طرح فتاوی امام اجل قاضی خاں[4] میں ہے۔

اقول و بما قررنا ظهر ما فی

اقول (میں کہتا ہوں) ہم نے جو تقریر کی اس سے

---

[1] نتائج الافکار فی کشف الرموز والاسرار کتاب الهبة مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ٧/ ٤٨٠

[2] " " " " " " " " "

[3] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی فیما یجوز من الهبة وما لایجوز نورانی کتب خانہ پشاور ٤/ ٣٧٧

[4] فتاوٰی قاضیخان کتاب الهبة نولکشور لکھنؤ ٤/ ٦٩٦

المحیط من انه لایشترط فی الهبة القبول وان استشکله فی البحر وذٰلك لانه ان اس ید خصوص القبول بالقول فغیر لازم قطعا وان اکتفی بالقبول دلالة فاشتراط القبض مغن عنه فانه یدل علیه فلایکون شرطا بحیاله نعم یشترط ان لایوجد منافیه کما اشرنا الیه۔

محیط میں بیان کردہ یہ بات واضح ہوگئی کہ ہبہ میں قبول کرنا شرط نہیں ہے اگرچہ بحر میں اس پر اشکال کیا ہے، یہ اس لئے کہ اگر قبول سے مراد خاص زبانی قبول کا لفظ کہنا مراد ہو تو یہ قطعاً ضروری نہیں ہے اور اگر دلالۃً قبول کرنا مراد ہے تو قبضہ کی شرط اس کو کافی ہے کیونکہ قبضہ قبول کرنے پر دال ہے لہذا ہبہ میں قبول کرنا کسی طرح شرط نہ ہوگا، ہاں یہ شرط ضرور ہے کہ وہاں قبولیت کے منافی کوئی چیز نہ پائی جائے جیسا کہ ہم نے پہلے اشارہ کیا ہے۔(ت)

شرعاً وعقلاً وعرفاً جب تک مالک مکان خود مکان میں ہو اسی کا قبضہ ہے اس کا مال اسباب رکھا ہو تو اسی کا قبضہ ہے اس کے اہل وعیال رہتے ہوں تو اسی کا قبضہ ہے ولہذا اگر مکان ہبہ کیا اور ہنوز خود واہب یا اس کا اسباب یا اہل وعیال مکان میں ہیں ان سے تخلیہ نہ کیا اور موہوب لہ سے کہتا ہے میں نے تجھے قبضہ دیا تو اس کا یہ کہنا صحیح نہیں۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

لایصح قوله اقبضها وسلمت اذا کان الواهب فیه او اهله اومتاعه کذا فی التاتارخانیة[1]۔

جب واہب خود یا اس کے اہل وعیال یا اس کا سامان مکان میں موجود ہو تو واہب کا یہ کہنا کہ قبضہ کرلو یا میں نے سپرد کردیا، مکان کے قبضہ کیلئے صحیح نہ ہوگا، تاتارخانیہ میں یوں ہے(ت)

اسی طرح اگر کوئی شخص مالک کی اجازت سے عاریۃً یعنی بے اُجرت رہتا ہے تو جب بھی مکان قبضہ مالک ہی میں ٹھہرے گا کہ مرتہن یا مستاجر کی طرح اس کا قبضہ مستقل نہیں بلکہ قبضہ مالک ہی کی فرع اور اسی سے مستفاد ہے تو اس کا نافی نہ ہوگا بلکہ اس کی تقریر وتاکید کرے گا ولہذا اگر مکان جس میں بلا اجرت اور لوگوں کو سکونت دے رکھی ہے مالک نے اپنے نابالغ بچہ کو ہبہ کیا ہبہ کرتے ہی ملک پسر ہوگیا ان لوگوں سے تخلیہ درکار نہیں کہ ان کا قبضہ خود قبضہ واہب ہے اور اپنے ولد صغیر کو ہبہ کرنے میں خود اپنا ہی قبضہ مطلوب ہے، امام زیلعی تبیین الحقائق میں فرماتے ہیں:

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الھبۃ الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۸۰

لو وهب من ابنه الصغير دارا والاب ساكنها ومتاعه فيها جازت الهبة، وملكها الابن بمجرد قوله وهبتها له لانها في يده وسكناه ومتاعه فيها لاينافي يده بل يقررها فتكون هي في قبضه وهو الشرط، ولو كان يسكنها غيره باجر لايجوز لما ذكرنا ان في الغاصب والمرتهن والمستاجر ان كل واحد منهم قابض لنفسه وعامل لنفسه بخلاف المودع لان يده يد المالك) وان كان بغير اجر جازت الهبة وملكها الابن بمجرد العقد ذكره محمد رضي الله تعالٰى عنه في المنتقى۔[1]

اگر باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کو مکان ہبہ کیا حالانکہ باپ اس میں سکونت پذیر ہے یا باپ کا سامان اس میں موجود ہے تو ہبہ جائز ہوگا اور یہ کہہ دینے سے کہ میں نے بیٹے کو یہ مکان ہبہ کیا بیٹا مالک ہوجائیگا کیونکہ نابالغ کے لئے باپ کا قبضہ ہی کافی ہونے کی وجہ سے مکان میں باپ کی رہائش اور سامان قبضہ کے منافی نہیں ہے بلکہ یہ قبضہ کا ثبوت ہے لہذا یہ بیٹے کے قبضہ میں ہے یہی قبضہ شرط ہے اور اگر اس مکان میں باپ کا غیر کوئی کرایہ دار ہو تو یہ قبضہ ہبہ کے لئے صحیح نہ ہوگا، اس کی وجہ ہم نے ذکر کردی ہے یعنی غاصب، رہن لینے والے، اُجرت پر لینے والے کے بارے میں ذکر کیا کہ یہ لوگ اپنی ذات کے لئے قابض اور عامل ہوتے ہیں، اس کے بخلاف امانت پاس رکھنے والا، کہ اس کا قبضہ امانت کے طور پر مالک کا قبضہ قرار پاتا ہے، اور اگر باپ کے ہبہ کردہ مکان میں کوئی دوسرا بغیر کرایہ رہائش پذیر ہے تو مذکورہ صورت میں ہبہ جائز اور ہبہ کردینے سے نابالغ بیٹا مالک قرار پائے گا۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے اس کو منتقی میں ذکر فرمایا ہے۔ (ت)

اور قبضہ دلانے کے معنی شرعاً وعقلاً وعرفاً یہی ہیں کہ اپنا قبضہ اٹھا کر اس کا قبضہ کرا دیا جائے ورنہ جب تک اپنا قبضہ موجود ہے اس کا قبضہ کیونکر ہوگا کہ شیئ اپنے منافی کے ساتھ جمع نہیں ہوتی آخر نہ دیکھا کہ جب تک تخلیہ تامہ نہ ہو واہب کے اس قول کو کہ میں نے تجھے قابض کر دیا صحیح نہ مانا اور کلام مدعی کا ہو خواہ شاہد خواہ کسی عاقل کا وہ معنی صحیح ہی پر محمول ہوگا۔ جامع الفصولین فصل اربعین میں ہے:

مطلق كلام العاقل او تصرفه يحمل على الصحة بقضية الاصل وكذا

عاقل کے کلام اور تصرف کو اصل قاعدہ کے مطابق صحت پر محمول کیا جائے گا اور یوں ہی اس کی

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الہبہ المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۵/ ۹۵، ۹۶

الشہادۃ علی ھذا[1]۔ شہادت کو بھی۔ (ت)

تو گواہ جب شہادت دیں کہ واہب نے ہبہ کیا اور قبضہ کرادیا اس کے یہی معنٰی ہیں کہ اپنا قبضہ اٹھا کر موہوب لہ کو قابض کردیا اور اوپر معلوم ہوچکا کہ جب تک وہ خود یا اس کا اسباب یا اہل وعیال یا کوئی ساکن جو بلا اجر اس کی اجازت سے رہتا ہو مکان میں موجود ہے واہب کا قبضہ نہ اٹھا تو قبضہ دلانا صادق نہ ہوا حالانکہ شہود قبضہ دلانے کی گواہی دے رہے ہیں تو بالضرورت اس شہادت کے یہی معنی ہیں کہ تخلیہ تمام ہولیا اور واہب و متاعِ واہب و اہل وعیالِ واہب وغیرہم جملہ مذکورین جن کی بقا قبضۂ واہب کی بقا ہو اس وقت مکان میں نہ تھے بالجملہ قبضہ دلانے کی شہادت بعینہٖ تخلیہ و فراغ کی شہادت ہے جس کے بعد اس کے ذکر صریح کی اصلاً حاجت نہیں جس طرح حاکم کے حضور نکاح کی گواہی میں شہود کا اتنا کہنا کافی ہے کہ فلاں مدعی نے فلاں مدعا علیہا سے نکاح کیا تمام شرائط کی تفصیل کہ اس وقت دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں عاقل بالغ سامع فاہم موجود تھے اور مجلس واحد میں انھوں نے ایجاب وقبول سُنے وغیرہ ذٰلک بیان کرنے کی حاجت نہیں لان الشیئ اذا ثبت ثبت بلوازمہ (کیونکہ جب کوئی چیز ثابت ہوتی ہے تو وہ اپنے لوازمات سمیت ثابت ہوتی ہے۔ ت) ولہذا شہادت ہبہ خواہ دعوی ہبہ کی تصویروں میں جہاں دیکھئے علمائے کرام قدست اسرارہم نے اسی قدر پر قناعت فرمایا ہے کہ ہبہ کیا اور قبضہ دے دیا اس کے ساتھ یہ نہیں بڑھاتے کہ اور واہب خود بھی مکان سے الگ ہوگیا اور اپنا مال و اسباب بھی نکال لیا اور اپنے اہل وعیال کو بھی جدا کردیا اور جو لوگ بلا اجارہ اجازۃً رہتے تھے ان کو بھی ہٹادیا اس کے بعد قبضہ کرایا، تو وجہ وہی ہے کہ یہ سارا بیان اُتنے کہنے میں آگیا کہ قبضہ کرادیا جیسے جملہ شرائطِ نکاح اس لفظ میں آگئے کہ نکاح کیا جامع الفصولین آخر فصل ۱۱ میں ہے:

شھد احدھما کہ ایں بخواست ایں زن را وشھد الاخر کہ ایں زن خود را بایں داد تقبل[2]۔

ایک نے شہادت دی کہ اس نے عورت کو نکاح کی پیشکش کی ہے اور دوسرے نے یوں شہادت دی کہ عورت نے خود اپنے آپ کو اس کے نکاح میں دیا تو یہ شہادت مقبول ہوگی۔ (ت)

خزانۃ المفتین میں ہے:

قال ھذہ امرأتی او قال ھذہ منکوحتی وشھد وا انہ کان تزوجھا تقبل

مرد نے کہا یہ میری بیوی ہے، یا کہا میری منکوحہ ہے اور گواہوں نے شہادت میں کہا کہ اس نے اس

---

[1] جامع الفصولین الفصل الاربعون اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۳۲

[2] " " الفصل الحادی عشر " " " ۱/۱۶۸

هذہ الشہادۃ۔[1] | سے نکاح کیا تو یہ شہادت قبول ہوگی۔(ت)

بلکہ عالمگیری میں اسی سے ہے،

شہدوا انہا امرأتہ وحلالہ ولم یذکروا العقد المختار انہ یجوز۔[2]

گواہوں نے کہا یہ اس کی بیوی ہے اور اس کیلئے حلال ہے اور نکاح کا ذکر نہ کیا تو مختار مذہب ہے کہ یہ شہادت جائز ہے۔(ت)

خانیہ پھر ہندیہ ج ۳ ص ۵۰۱ میں ہے،

ادعی دارا فی ید رجل انہا لہ فجاء بشاہدین وشہدا ان فلانا وہبہا لہ وقبضہا منہ وھو یملکہا الخ۔[3]

کسی شخص کے مقبوضہ مکان کے متعلق ایک شخص نے دعوٰی کیا کہ یہ میرا ہے اور اس پر دو گواہ پیش کئے جنھوں نے شہادت دی کہ یہ مکان مدعی کو فلاں شخص نے ہبہ کیا اور اس نے اس سے قبضہ لیا تو مدعی مالک ہوگا الخ۔(ت)

ایضاً صفحہ ۵۱۱،

شہد احدہما ان المدعی اقرانہ وہبہ للذی فی یدیہ وقبضہ منہ وشہد الاٰخر انہ اقرانہ نحلہ للذی فی یدیہ وقبضہ[4] (ای تقبل)۔

ایک گواہ نے کہا کہ مدعی نے اقرار کیا کہ قابض نے یہ مکان اسے ہبہ کیا ہے اور اس نے قبضہ لیا ہے جبکہ دوسرے گواہ نے کہ اس نے یہ اقرار کیا ہے کہ اس نے یہ مکان قابض کو عطیہ دے کر قبضہ دیا ہے تو شہادت قبول کی جائیگی۔(ت)

ایضاً ج ۴ ص ۸۷،

ادعی الہبۃ مع القبض[5] الخ ایضا ادعی ان فلانا وہبہا لہ وقبضہا منہ[6]

ہبہ مع قبضہ کا دعوٰی کیا الخ، نیز دعوٰی کیا کہ فلاں نے اسے ہبہ کیا اور قبضہ اس نے لے لیا،

---

[1] خزانۃ المفتین کتاب الشہادات باب الاختلاف بین الدعوی والشہادۃ قلمی نسخہ ۲/۱۱۳
[2] فتاوٰی ہندیہ " " الباب السابع الفصل الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۵۰۳
[3] " کتاب الشہادات الفصل الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۵۰۱
[4] " " الباب الثامن " " " " ۳/۵۱۱
[5] " " کتاب الدعوی الباب التاسع " " " ۴/۸۷
[6] " " " " " " " " ۴/۸۷

ایضادعوی الہبۃ والصدقۃ مع القبض فیہما مستویان[1]

نیز ہبہ اور صدقہ کے دعوی کے ساتھ قبضہ لینے کا دعوی ہو تو دونوں کا حکم مساوی ہے۔ (ت)

فتاوٰی قاضی خاں:

دار فی ید رجل فاقام رجل البینۃ انہ اشتراھا من فلان غیر ذی الید بالف درھم وھو یملکہا ونقدہ الثمن واقام اٰخر البینۃ ان فلانا اٰخر وھبہا منہ وقبضہا[2]

ایک شخص کے مقبوضہ مکان کے متعلق دوسرے نے گواہ پیش کئے کہ یہ مکان میں نے قابض شخص کے غیر سے ہزار روپے کے عوض خریدا ہے جبکہ وہ مالک ہے اور اس کی قیمت نقد ادا کی ہے اور دوسرے ایک شخص نے اسی مکان کے متعلق گواہ پیش کئے کہ فلاں دوسرے شخص نے یہ مکان مجھے ہبہ کیا اور قبضہ دیا ہے۔ (ت)

پس صورت مستفسرہ میں سید امیر شاہ و عبدالمجید خاں کی شہادتیں کہ ہبہ و معاینہ قبضہ کی ہیں قبضۂ تامہ بتا رہی ہیں اور ان پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتے کہ رسول خاں کی ذات و متاع سے تخلیہ نہ بیان کیا بیشک بیان کیا کہ قبضہ دلانے کے خود یہی معنی ہیں یونہی بہرام خاں اور اس کی زوجہ اور ان کے اسباب سے بھی تخلیہ اسی میں آگیا کہ جو باجازت مالک بلا اجرت رہتا ہو اس کا قبضہ بھی قبضۂ مالک ہے تو قبضہ دلانا اس سے تخلیہ کو مستلزم کما حققنا انفا (جیسا کہ ابھی ہم نے تحقیق کی ہے۔ ت) بلکہ زیادات صاحب محیط و فصول عمادی و بحر الرائق و منح الغفار و درمختار و عالمگیری وغیرہا معتمدات میں تو یہاں تک تصریح ہے کہ غیر واہب کے ملک و اسباب سے موہوب کا مشغول ہونا تمامی ہبہ کا سرے سے مانع ہی نہیں۔ فصول و ہندیہ میں ہے:

اشتغال الموھوب بملک غیر الواھب ھل یمنع تمام الھبۃ ذکر صاحب المحیط فی الباب الاول من ھبۃ الزیادات انہ لایمنع[3]

کسی موہوب چیز کا واہب کے غیر کی ملکیت میں مصروف ہونا کیا ہبہ کے تمام ہونے سے مانع ہے، صاحب محیط نے زیادات کے ہبہ کے باب اول میں ذکر کیا کہ مانع نہیں ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الدعوٰی الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۸۷

[2] فتاوٰی قاضیخاں " فصل فی دعوی الملک بالسبب نولکشور لکھنؤ ۳/ ۴۸۷

[3] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ الفصول العمادیۃ کتاب الہبۃ الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۸۰

درمختار میں ہے :

26 شغلہ بغیر ملک واھبہ لایمنع تمامھا [1] واہب کی ملکیت کے غیر میں مصروف ہونا مانع نہیں ہے۔ (ت)

اور جب کہ کلام شاہد اس حکم سے کہ ہم بیان کرچکے جملہ موانع صحت ارتفاع پر محمول اور وقت قبضہ مجرد کسی شخص غیر موہوب لہ کا مکان میں موجود ہونا مانع تمامی قبضہ نہیں جب کہ نہ وہ قبضہ مستقلہ رکھتا ہو جیسے مرتہن ومستاجر، نہ اس کا قبضہ قبضہ مالک ہو جیسے اہل وعیال ومودع ومستعیر کہ مانع قبضہ غیر ہے نہ کہ مجرد وجود غیر، اور ہر شخص کہ مکان میں ایک ساعت کے لئے موجود ہو مکان کا قابض نہیں کہلاتا کیا سائل کہ سوال کے لئے آنے یا نوکر یا ملاقات کے لئے آنے والا دوست وغیرہم قابضان مکان گنے جاتے ہیں، ہرگز نہیں، عبدالمجید خاں کا کہنا کہ اس وقت سوا مدعا علیہا کے اور کوئی نہ تھا اور کوئی ہو تو مجھے معلوم نہیں ہرگز شہادت قبضہ تامہ میں خلل انداز نہیں، ہاں اگر وہ یہ کہتا کہ اس وقت اور کسی کا بھی قبضہ ہو تو مجھے معلوم نہیں تو بیشک بیان اول کے منافی ہوتا۔ قبضہ صنوبر بیگم کی شہادت تو وہ صاف ادا کرچکا جس کے یہی معنی ہیں کہ اور کوئی قابض نہ تھا پھر کسی غیر قابض کا ہونا نہ ہونا اگر اسے معلوم نہ ہو بلکہ پچاس اشخاص غیر قابضین کا ہونا معلوم ہو تو کیا اثر ہے، کیا موہوب لہ کے قبضہ لیتے وقت اگر اس کے نوکر چاکر یا عزیز اقربا یا تحمل شہادت کے لئے بعض اہل محلہ وغیرہم ساتھ ہوں تو قبضہ تامہ نہ ہوگا کس نے لازم کیا ہے کہ موہوب لہ اس وقت تنہا مکان میں چھوڑ دیا جائے کوئی فرد بشر اس کے پاس نہ جانے پائے، اور جب یہ دونوں شہادتیں معاینہ قبضہ کی ہیں اور معاملہ ہبہ کا ہے تو مدت میں اختلاف کہ ایک چھ سات سال دوسرا بارہ سال بتاتا ہے کچھ مضر نہیں۔ فتاوٰی قاضی خاں وفتاوٰی عالمگیریہ میں ہے :

ان اختلفوا فی عقد لایثبت حکمہ الابفعل القبض کالھبۃ والصدقۃ والرھن فان شھدوا علی معاینۃ القبض و اختلفوا فی الایام والبلدان جازت شھادتہم فی قول ابی حنیفۃ وابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما ولو شھدوا علی

ایسا عقد جس میں قبضہ کے عمل کے بغیر حکم ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ ہبہ، صدقہ اور رہن تو اس میں اگر گواہوں نے قبضہ دیکھنے کی شہادت دی اور وقت اور مقام میں گواہوں کا اختلاف ہوا ہو تو امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالٰی کے نزدیک یہ شہادت قبول کی جائے گی اور گواہوں نے

---

[1] درمختار کتاب الہبہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۵۹

6/6

اقرار الراھن والمتصدق والواھب بالقبض جازت الشھادۃ فی قولھم[1]

واہب، صدقہ کرنے والے اور راہن کے اس اقرار پر کہ قبضہ دے دیا تو بالاتفاق سب کے قول میں یہ شہادت مقبول ہوگی۔(ت)

فتاوٰی صغرٰی میں ہے:

لوشھد ابرھن واختلفا فی زمانہ او مکانہ وھما یشھدان علی معاینۃ القبض تقبل وکذا شراء وھبۃ وصدقۃ[2]

اگر دونوں گواہوں نے رہن رکھنے کی شہادت دی اور مکان وزمان میں اختلاف کیا تو قبضہ دیکھنے کی گواہی دی تو شہادت مقبول ہوگی اور یونہی خریداری، صدقہ اور ہبہ کا حکم ہے۔(ت)

بالجملہ یہ دونوں شہادتیں ہبہ ہونا اور صنوبر بیگم کا قبضہ تامہ ہوجانا بروجہ کافی بیان کررہی ہیں ان کے مقابل جانب مدعی کی شہادت کہ واہب کا اسباب مقبوضہ وقت ہبہ اس مکان میں تھا یہ تو اصلاً وارد نہیں کہ موہوب کا وقت ہبہ ملک واہب سے خلو ضرور نہیں وقت قبضہ موہوب لہ ضرور ہے اور وقت ہبہ وقت قبضہ سے مقدم ہے تو اس شہادت کو ان شہادات سے کچھ مس نہیں اور یہ شہادتیں کہ واہب تادم مرگ اس مکان میں رہا یا بہرام خاں اور اس کی زوجہ ہمیشہ سے اس میں رہتی ہیں، ان کا حاصل اگر ہے تو اتنا کہ تخلیہ ہوا صنوبر بیگم کا قبضہ تامہ نہ ہوا تو یہ سب شہادتیں نفی پر ہیں اور نفی پر شہادت مقبول نہیں جب تک متواتر نہ ہو جسے شہر کا ہر چھوٹا بڑا ہر عالم جاہل جانتا ہو اور عام لوگوں کی گواہیاں اس پر گزرجاتیں۔ فتاوٰی صغرٰی وجامع الفصولین ومعین الحکام میں ہے:

لاتقبل لانھا قامت علی النفی لان قولھما کان فی مکان کذا نفی معنی ولوکان اثباتا صورۃ اذالغرض نفی ماقامت علیہ البینۃ الاولٰی[3]

شہادت قبول نہ کی جائے گی کیونکہ یہ نفی پر شہادت ہے کیونکہ گواہوں کا کہنا کہ فلاں مکان میں تھا، اگرچہ یہ صورۃً اثبات ہے مگر معنیً غرض یہ ہے کہ پہلی گواہی سے جو چیز ثابت ہوتی ہے اس کی نفی کی جائے۔(ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشہادات الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۵۰۹

[2] فتاوٰی صغرٰی

[3] جامع الفصولین بحوالہ فتاوٰی صغرٰی الفصل الثانی عشر اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۲

عالمگیری میں ذخیرہ سے ہے :

الا ان تاتی العامۃ وتشھد بذلك فیؤخذ بشھادتھم[1]۔

مگر عام لوگ بتائیں تو اس پر لی گئی شہادت قبول ہوگی۔ (ت)

نیز ان دونوں میں ہے :

الا ان تکون ظاھر استفیضا یعرفہ کل صغیر وکبیر وکل عالم وجاھل[2]۔

مگر ظاہر مشہور کہ ہر چھوٹا بڑا، عالم وجاہل اسے جانتا ہو۔ (ت)

اور یہاں مستفیض متواتر شہادتیں خاص اس امر پر گز رفی درکار تھیں کہ وقت قبضہ صنوبر بیگم رسول خاں یا اس کا اسباب اس مکان میں موجود تھا یا فلاں لوگوں کا قبضہ تھا اور یہ مجمل بات کہ فلاں ہمیشہ سے اس میں رہتے ہیں یا مرتے دم تک رہے اصلاً کافی نہیں کہ ان شہادتوں کی بنا استصحاب حال پر ہوگی اور موہوب لہا کی شہادتیں خاص اس وقت تخلیہ تامہ بتارہی ہیں تو وہ شہادات ان کے معارض نہیں ہوسکتیں کہ تخلیہ صرف ایک ساعت خفیف وقت قبضہ ضرور تھا اس کے بعد عمر بھر خود رسول خاں کا قبضہ باجازت صنوبر بیگم خواہ بلااجازت غصباً رہے تو جو ملک کہ صنوبر بیگم کے لئے بعد ہبہ قبضہ تامہ سے ثابت ہولی زائل نہیں ہوسکتی کما لا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) جامع الفصولین فصل عاشر میں ہے :

www.alahazratnetwork.org

ادعی دارا انی اشتریتہ من ابیك وبرھن ذوالید انہ ملك ابیہ الی یوم موتہ ومات وترکہ میراثا لاتقبل بینتہ لانھم شھدوا باستصحاب الحال والمدعی اثبت الزوال[3]۔

کسی نے ایک شخص کے مقبوضہ مکان پر دعوٰی کیا یہ مکان میں نے تیرے والد سے خریدا ہے جبکہ قابض کہتا اور شہادت پیش کرتا ہے کہ یہ موت تک میرے والد کی ملکیت رہا اور اس نے اپنی موت پر اس کو بطور ترکہ میراث چھوڑا ہے، تو قابض کی یہ شہادت قبول نہ ہوگی کیونکہ یہ سابقہ حال پر شہادت ہے جبکہ مدعی ملکیت کے زوال کو ثابت کررہا ہے۔ (ت)

اور جب کہ شہادتیں صنوبر بیگم کو بعد ہبہ قبضہ دلانا بیان کررہی ہیں تو قبول صنوبر بیگم اصلاً ضرور نہیں

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشھادات الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۵۱۴

[2] " " " " " ۳/ ۵۱۶

[3] جامع الفصولین الفصل العاشر اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۵۰

شہادتوں میں اس کا عدم بیان درکنار اگر بیان عدم ہوتا جب بھی مضر نہ تھا کہ قبضہ جو مجلس ہبہ میں ہو اگرچہ بے اذن واہب یا باذن واہب ہو اگرچہ مجلس ہبہ کے بعد وہ مطلقاً مثبت ملک موہوب لہ ہو اور یہی دلیل قبول ہے اگرچہ موہوب لہ نے صراحۃً قبول ہبہ نہ کیا ہو۔ شلبی علی التبیین میں امام قاضی خاں سے اور حاوی الفتاوٰی و فتاوٰی عالمگیریہ وغیرہا میں ہے :

وھذا نص الھندیۃ لوقال وھبت منک ھذا العبد والعبد حاضر فقبضہ جازت الھبۃ وان لم یقل قبلت کذا فی الملتقط، ولوکان العبد غائبا فقال لہ وھبت منک عبدی فلانا فاذھب واقبضہ فقبضہ جاز وان یقل قبلت وبہ ناخذ کذا فی الحاوی للفتاوٰی[1]۔

یہ ہندیہ کی عبارت ہے، اگر کسی نے کہا یہ عبد میں نے تجھے ہبہ کیا، عبد حاضر تھا موہوب لہ نے اسی وقت عبد کو قبضہ میں لے لیا تو ہبہ صحیح ہوجائیگا اگرچہ زبانی "میں نے قبول کیا" نہ کہا ہو جیسا کہ ملتقط میں ہے، اور اگر عبد غائب اور کہا فلاں عبد میں نے تجھے ہبہ کیا جاکر قبضہ کرلو پس اس نے قبضہ کرلیا تو اگرچہ زبانی قبول کرنے کی بات نہ کی ہو تو بھی ہبہ جائز ہے، ہمارا یہی مختار ہے، الحاوی للفتاوٰی میں یوں ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اسی طرح امام فقیہ النفس قاضیخاں نے اسے بہ ناخذ (ہم اسے ہی اختیار کرتے ہیں۔ ت) فرمایا، سوال میں بیان گواہان کا خلاصہ لکھا ممکن کہ پورا بیان دیکھنے سے کوئی اور بات پیدا ہو مگر جس قدر خلاصہ ہمارے سامنے پیش ہوا اس میں سید امیر شاہ و عبدالمجید خاں کی شہادتیں اعتراضات سے پاک ہیں اگر بیان کامل میں کوئی بات مضر شہادات نہیں اور یہ دو گواہیاں قابل قبول شرع اور بروجہ شرعی گزر گئی ہوں تو ضرور ہبہ مکان بحق صنوبر بیگم ثابت ہے اور مکان تقسیم سے بری۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) سائل کو تحریر ہبہ نامہ سے اعتراف بے قبضہ موہوب لہ میں کلام ہے اور قاضی ریاست نے مدعیہ ہبہ و قبضہ کا دعوٰی سماعت کیا اور اس پر گواہ لے جیسا کہ سوال اول سے ظاہر ہے اور ہم اس کے جواب میں واضح کر آئے کہ ان میں دو شہادتیں اگر بروجہ مقبول شرعی گزری ہوں تو ہبہ تام و ثابت ہے اور ساعت قبضہ موہوب لہا سے پہلے اور بعد آج تک اور دن کا اس میں رہنا بسنا قابض

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الہبہ الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۷۷
[2] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الہبہ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۶۹۹

ہونا مخل صحت ہبہ نہیں تو اس تقدیر پر اس سوال دوم کے لئے کوئی منشا باقی نہیں، ہاں اگر یہ گواہیاں شرعاً مخدوش و نامقبول ہوں تو ان گواہیوں پر کہ اب تک واہب کا قبضہ رہا اب بھی التفات نہ ہوگا کہ شہادت علی النفی معتبر نہیں بلکہ مدعیہ ہبہ کی درخواست پر خواہندہ تقسیم سے حلف لیا جائے گا کہ اس کے علم میں واہب نے کبھی موہوب لہا کو قبضہ نہ دلایا اگر وہ حلف سے انکار کرے گا ہبہ ثابت ہوجائے گا اور حلف کرے گا تو ہبہ غیر ثابت قرار پاکر مکان میں سے اس خواستگار تقسیم کا حصہ جدا کردیا جائے گا، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۲: از ریاست رامپور بنگلہ آزاد خاں مرسلہ مفتی لطف اللہ صاحب خلف مفتی محمد سعداللہ صاحب ۱۴ ذیقعدہ ۱۳۲۶ھ

بخدمت مبارک جناب مولانا مخدوم و مکرم ذی المجد والکرم جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب دام مجدکم! بعد سلام مسنون التماس ہے کہ ایک شخص نے دعوٰی عاریت زیور کا کیا ہے اس میں صفت وزن اور قیمت کا اظہار کیا ہے شہود نے مطابق گواہی دی ہے لیکن وزن نہیں بیان کیا ہے اسی نقصان کے نظر سے شہادت مقبول نہیں ہوئی ہے مدعی عذر دار نے روایت ذیل فتاوٰی عالمگیری میں پیش کی ہے،

ان وقعت الدعوی فی عین غائب لایدری مکانہ بان ادعی رجل علی رجل انہ غصب منہ ثوبا او جاریۃ ولایدری انہ قائم او ھالك ان بین الجنس والصفۃ والقیمۃ فدعواہ مسموعۃ وبینتہ مقبولۃ۔[1]

اگر ایسی چیز کے متعلق دعوٰی ہو جو غائب ہو اور معلوم نہ ہو کہ کہاں ہے یوں کہ کسی نے دوسرے کے خلاف دعوٰی کیا کہ اس نے میرا کپڑا یا لونڈی غصب کر رکھی ہے معلوم نہیں کہ موجود ہے یا ضائع ہوگئی ہے اور مدعی نے اس پر شہادت میں جنس، صفت اور قیمت بیان ہو تو اس کا دعوٰی مسموع اور گواہی مقبول ہوگی۔(ت)

ظاہر ہے کہ روایت ہذا متعلق بغصب ہے کیا یہی حکم عاریت میں بھی جاری ہوسکتا ہے یعنی مثل غصب کے عاریت میں بھی اگر شہود وزن کا ذکر نہ کریں گے جب بھی شہادت مقبول ہوگی چونکہ نظر عالی نہایت وسیع ہے اور محققانہ مسلک ہے لہذا آپ کی خدمت با عظمت میں تصدیعہ دیا جاتا ہے کہ جواب باصواب سے آگاہ فرمایا جائے مقدمہ کی تاریخ ۱۱ دسمبر ۱۹۰۸ء مقرر ہے، امید کہ ورود جواب سے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الدعوٰی الباب الثانی الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۵

قبل میعاد شرف حاصل ہوگا۔

خاکسار نیازمند دیرین محمد یوسف (مہر) از ریاست رام پور ۸ دسمبر ۱۹۰۸ء

الجواب

اللّٰھم لك الحمد (یا اللہ! تمام حمدیں تیرے لئے ہیں۔ت) اصل مقصود دعوٰی و شہادت دونوں میں تعیین مدعی بہ ہے کہ قضا ممکن ہو فان القضاء بمجھول غیر معقول (مجہول چیز کا فیصلہ عقل کے خلاف ہے۔ت) درمختار میں ہے:

شرطها ای شرط جواز الدعوی معلومیة المال المدعی اذ لایقضی بمجھول[1] اس کی شرط یعنی دعوٰی کی شرط یہ ہے کہ وہ مال معلوم ہو جس کا دعوٰی کیا گیا ہے کیونکہ مجہول چیز کا فیصلہ نہیں ہوتا۔(ت)

پھر جو شَے حاضر ہو اس کی طرف اشارہ تعیین کے لئے کافی ہے۔ جامع الفصولین میں ہے:

تسمع الدعوی بحضرتہ عند الاشارۃ الیہ وحینئذ یستغنی عن ذکر الاوصاف و الوزن والنوع[2] مدعٰی کے حاضر ہونے پر اس کی طرف اشارہ سے دعوٰی مسموع ہوگا اور اس صورت میں دعوٰی میں چیز کے اوصاف، وزن اور اس کی نوعیت بیان کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔(ت)

اسی میں ہے:

لوکان عینا حاضرا لایشترط ذکر اوصافہ[3] اگر کسی موجود حاضر چیز سے متعلق دعوٰی ہو تو اس کے اوصاف کو ذکر کرنا شرط نہیں۔(ت)

یہاں تک کہ وزن بیان نہ کرنا درکنار اگر غلط و خلاف واقع بیان کیا ضرر نہ کرے گا لان التسمیۃ تلغو عن الاشارۃ (کیونکہ اشارہ کی وجہ سے اوصاف کا ذکر لغو ہوجاتا ہے۔ت) بزازیہ میں ہے:

ادعی حدیدا و ذکر انہ عشرۃ امناء فاذا ھو عشرون او ثمانیۃ تقبل الدعوی حاضر لوہے کو اشارہ کرکے دعوٰی کیا اور بیان کیا کہ یہ دس من ہے جبکہ وہ بیس من یا آٹھ من نکلا تو

---

[1] درمختار کتاب الدعوٰی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۱۵
[2] جامع الفصولین الفصل السادس اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷۷
[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/ ۷۹

www.alahazratnetwork.org

والشہادۃ لان الوزن فی المشار الیہ لغو[1]

دعوٰی اور شہادت دونوں مقبول ہیں کیونکہ مشار الیہ چیز میں وزن کا بیان لغو ہوتا ہے۔ (ت)

اور جو شیئ حاضر نہ ہو اس میں جنس وقدر بالجملہ اس قدر اشیاء کا بیان ضروری ہے جن سے اس کی پوری تعیین بقدر امکان واحتیاج حاصل ہو، کنزالدقائق وتبیین الحقائق میں ہے:

(لایصح الدعوی حتی یذکر شیئا علم جنسہ وقدرہ) لان فائدتہا الالزام بواسطۃ الاشہاد ولایتحقق الاشہاد ولاالالزام فی المجہول فلایصح[2]

کوئی دعوٰی صحیح نہیں ہوتا جب تک شیئ کو ذکر کرکے اس کی جنس اور قدر کو بیان نہ کیا جائے کیونکہ دعوٰی کا مفاد گواہی کے ذریعے الزام ثابت کرنا ہے جبکہ الزام اور گواہی مجہول چیز میں متحقق نہیں ہوسکتے اس لئے دعوٰی صحیح نہ ہوگا۔ (ت)

قرۃ العیون میں ہے:

معلومیۃ المال المدعی ای ببیان جنسہ وقدرہ بالاجماع لان الغرض الزام المدعی علیہ عند اقامۃ البینۃ ولاالزام فیما لایعلم جنسہ وقدرہ[3]

جس مال کا دعوٰی ہو اس کا جنس اور مقدار بیان سے معلوم ہونا بالاجماع ضروری ہے کیونکہ غرض یہ ہے کہ مدعی علیہ کو گواہی کے وقت الزام دیا جائے جبکہ جنس اور قدر معلوم ہوئے بغیر الزام متحقق نہیں ہوگا۔ (ت)

اور ظاہر ہے کہ سونے چاندی میں قدر وہی وزن ہے، جامع الفصولین میں ہے:

فی الذہب والفضۃ المقدار ہو الوزن[4]

سونے اور چاندی کے دعوٰی میں ضروری بیان وزن کا ہے (ت)

تو بیان وزن ضروری ہے اور بغیر اس کے دعوٰی ہو یا شہادت صحیح نہیں، بحرالرائق میں ہے:

اشار باشتراط معلومیۃ الجنس و

جنس اور قدر کے معلوم ہونے کی شرط میں انہوں

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش الفتاوٰی الہندیۃ کتاب الدعوٰی الفصل الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۴۲۱

[2] تبیین الحقائق کتاب الدعوٰی المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۴/ ۲۹۱

[3] قرۃ عیون الاخیار " مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۱۶

[4] جامع الفصولین الفصل السادس اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷۵

القدر الی انہ لابد من بیان الوزن فی الموزونات[1] نے اشارہ کیا ہے کہ وزنی چیز میں وزن کا بیان ضروری ہے (ت)

عبارت عالمگیری سے اس مقدمہ میں استناد صحیح نہیں اولاً غصب وعاریت میں فرق ظاہر ہے کہ غصب ان مستثنیٰ اشیاء سے ہے جن کے دعوٰی میں قدر سے جہالت تحمل کی جاتی ہے، ردالمحتار میں ہے:

یستثنی من فساد الدعوی بالمجہول دعوی الرھن والغصب لما فی الخانیۃ معزیا الی رھن الاصل اذا شھدوا انہ رھن عندہ ثوبا ولم یسموا الثوب ولم یعرفوا عینہ جازت شھادتھم والقول للمرتھن فی ای ثوب کان وکذلک فی الغصب اھ فالدعوی بالاولی اھ بحر[2]

مجہول چیز کے دعوٰی کے حکم سے رہن اور غصب کا دعوٰی مستثنیٰ ہے کیونکہ خانیہ میں اصل (مبسوط) کے رہن کے حوالہ سے ہے کہ جب گواہوں نے شہادت میں کہا کہ اس شخص نے فلاں کے پاس کپڑا رہن رکھا ہے اور کپڑے کا نام ذکر نہ کیا اور نہ ہی گواہ کپڑے کو جانتے ہیں تو یہ شہادت جائز ہوگی اور کپڑے کے تعین میں مرتہن کا قول معتبر ہوگا کہ وہ کون سا کپڑا ہے، اور غصب میں بھی حکم یہی ہے اھ (شہادت میں جہالت جب قابل اعتبار ہے) تو یہاں دعوٰی میں بطریق اولٰی جائز ہوگی اھ بحر (ت)

ولہذا اس میں ذکر قیمت کی بھی حاجت نہیں، خود اسی عبارت عالمگیری میں کلام منقول سوال کے متصل ہی تھا:

وان لم یبین القیمۃ اشار فی عامۃ الکتب انہا مسموعۃ کذا فی الظھیریۃ[3]

دعوٰی میں اگر قیمت کا بیان نہ ہو تو عام کتب میں دعوٰی کے مسموع ہونے کا اشارہ ہے، جیسا کہ ظہیریہ میں ہے (ت)

ثانیاً روایت مذکورہ کو بعض ائمہ اس صورت پر محمول کرتے ہیں کہ مدعا علیہ غصب کا مقر ہو اور عام مشائخ رحمہم اللہ تعالٰی اگرچہ یہ تخصیص نہیں کرتے مگر ان کے نزدیک وہ قبول دعوٰی و شہادت فرض

---

[1] بحرالرائق کتاب الدعوی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۱۹۵

[2] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۴۲۰

[3] فتاوٰی ہندیہ " الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۵

حق حبس مدعا علیہ میں ہے یعنی تاکہ حاکم اسے حبس کرے کہ شئی مدعی حاضر لائے نہ کہ ابتداءً اسی قدر شہادت پر ڈگری دی جائے۔ جامع الفصولین میں ہے:

لوادعی عینا غائبا لایعرف مکانہ بان ادعی انہ غصب منہ ثوبا او قنا ولایدری قیامہ او ھلاکہ فلو بین الجنس والصفۃ والقیمۃ تقبل دعواہ، ولولم یبین قیمتہ اشار فی عامۃ الکتب الی انھا تقبل فانہ ذکر فی کتاب الرھن لو ادعی انہ رھن عندہ ثوبا وھو ینکر تسمع دعواہ، وذکر فی کتاب الغصب ادعی انہ غصب منہ امۃ وبرھن یسمع وبعض مشایخنا قالوا انما تسمع دعواہ لو ذکر القیمۃ وھذا ھو تاویل ما ذکر فی الکتاب وقال الفقیہ الاعمش رحمہ اللہ تاویل ما ذکر فی الکتاب ان الشھود شھدوا علی اقرار المدعی علیہ بالغصب فثبت غصب القن باقرارہ فی حق الحبس والحکم جمیعا، وعامۃ المشایخ علی ان ھذہ الدعوی والبینۃ تقبل ولکن فی حق الحبس واطلاق م رحمہ اللہ تعالٰی فی الکتاب یدل علیہ ومعنی الحبس

کسی ایسی موجود غائب چیز کا دعوٰی کیا جس کے مقام کا علم نہیں جیسا کہ کسی دوسرے پر کپڑے یا غلام کو غصب کرنے کا دعوٰی کیا اور کہا معلوم نہیں کہ وہ مغصوب قائم ہے یا ہلاک ہوگیا ہے، تو ایسی صورت میں اگر مدعی نے اس چیز کی جنس، صفت اور قیمت کو بیان کیا تو دعوٰی مقبول ہوگا اور اگر قیمت کا ذکر نہ کیا تو عام کتب میں مقبول ہونے کا اشارہ ہے، کیونکہ انھوں نے کتاب الرہن میں ذکر کیا کہ ایک نے اگر کپڑے کے رہن کا دعوٰی کیا تو مدعٰی علیہ نے انکار کیا تو مدعی کا دعوٰی مسموع ہوگا، اور انھوں نے کتاب الغصب میں یوں ذکر کیا ہے ایک شخص نے دعوٰی کیا کہ فلاں نے میری لونڈی غصب کی ہے اور گواہ پیش کردئے تو یہ دعوٰی مسموع ہوگا اور بعض مشائخ نے ذکر کیا کہ اگر قیمت ذکر کی تو دعوٰی مسموع ہوگا یہ کتاب میں مذکور کی تاویل ہے اور فقیہ ابواعمش رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ کتاب الغصب میں مذکور کی تاویل یہ ہے کہ گواہوں نے مدعٰی علیہ کے غصب کے اقرار پر شہادت دی ہو تو اقرار کی بنا پر غلام کا غصب قید اور حکم دونوں میں ثابت ہوگا جبکہ عام مشائخ نے یوں ذکر کیا کہ یہ دعوٰی اور گواہی قبول ہوگی لیکن صرف حبس میں، جبکہ کتاب میں مصنف رحمہ اللہ تعالٰی کا مطلق بیان اس کی تائید پر دلالت کرتا ہے اور حبس کا معنٰی یہ ہے کہ مدعٰی علیہ

www.alahazratnetwork.org

ان یحبسه حتی یحضره لیعید البینة علی عینه فلو قال لااقدر علیه حبس قدر مالوقدر احضره ثم یقضی علیه بقیمته۔[1]

کو قید میں اس وقت تک رکھا جائے جب تک وہ غلام کو حاضر نہ کردے تاکہ حاضر ہوجانے پر گواہوں سے دوبارہ غلام کی تعیین پر شہادت لی جائے اگر اس دوران قیدی کہے کہ میں اس کو حاضر کرنے پر قادر نہیں ہوں تو اس وقت تک قید رکھا جائے کہ اگر قدرت ہوتی تو وہ ضرور حاضر کردیتا اس اندازے کے بعد تیسرے مرحلہ پر قاضی اس پر قیمت کا حکم دے گا (ت)

ثالثاً اگر ان سب سے قطع نظر ہو تو اس عبارت میں صورت ثوب وکنیز فرض کی ہے اور وہ موزونات سے نہیں ان میں جنس وصفت وقیمت ہی تعیین کرنے والے تھے اس سے یہ لازم نہیں آسکتا کہ زیور میں بھی ذکر وزن ضروری نہ ہو حالانکہ وہ موزون ہے اور کتب مذہب میں تصریح ہے کہ بیان قدر وکیل و وزن ضروری ہے کما تقدم (جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ ت) آخر نہ دیکھا کہ اگر دعوی ایسے ریشمیں کپڑے کا ہو جو وزن سے بکتا ہے بیان وزن لازم ہے، اسی عالمگیریہ میں ہے:

اذا ادعی دیباجا فان کان عینا یشترط الاشارة الیه وعند ذلك لاحاجة الی بیان الوزن وسائر اوصافه وان کان دینا ففیه اختلاف المشایخ هل یشترط ذکر الوزن فعامتهم یشترط وهو الصحیح ذخیرة اھ مختصرا۔[2]

اگر دیباج کپڑے کا دعوی ہو تو اگر سامنے حاضر ہو تو اس کی طرف اشارہ کرنا دعوی میں شرط ہے اس صورت میں وزن اور دیگر اوصاف کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر وہ دیباج حاضر نہیں تو اس صورت میں مشائخ کا اختلاف ہے کہ کیا وزن کا بیان ضروری ہے جبکہ تمام فقہاء نے اسی کو شرط قرار دیا ہے اور یہی صحیح ہے، ذخیرہ، مختصراً۔ (ت)

اسی میں ہے:

اذا ادعی جوهرا لابد من ذکر الوزن اذا کان غائبا وکان المدعی علیه منکرا کون ذلك فی یده کذا فی السراجیة۔[3]

جب جواہر کا دعوی ہو تو وزن کا ذکر ضروری ہے جب وہ جواہر غائب ہو اور مدعی علیہ اپنے قبضہ ہونے کا انکار کرتا ہو، سراجیہ میں یوں ہے۔ (ت)

---

[1] جامع الفصولین الفصل السادس اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/۷۳

[2] فتاوی ہندیہ کتاب الدعوی الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۶

[3] " " " " " " " ۴/۷

جامع الفصولین میں ہے :

فی دعوی الدیباج ھل یشترط ذکر الوزن ، الصحیح انہ یشترط وذکر فی "جف" انہ فی دعوی الدیباج والجوھر یشترط ذکر الوزن[1]۔

دیباج کے دعوٰی میں کیا وزن کا ذکر شرط ہے جبکہ صحیح یہ ہے کہ شرط ہے جامع الفتاوٰی میں ذکر کیا کہ دعوٰی دیباج اور جوہر میں وزن کا ذکر شرط ہے (ت)

یہ سب اس صورت میں ہے کہ دعوٰی استرداد عاریت کا ہو اگر دعوٰی استہلاک کا تھا یعنی اتنا زیور اسے عاریۃً دیا تھا اس نے تلف کردیا تو اب یہ بعینہٖ دعوٰی غصب ہے اور اس کا حکم وہ ہے کہ اوپر مذکور ہوا ،

وذٰلك لان الامانات تنقلب مضمونات بالتعدی والامین یعود بہ غاصبا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

یہ اس لئے کہ امانتیں دخل اندازی کی بنا پر مضمون ہوجاتی ہیں اور امانت رکھنے والا غاصب قرار دیا جاتا ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۳: از ریاست رامپور مرسلہ سید مسعود شاہ صاحب تحویلدار باورچی خانہ انگریزی ریاست رامپور ۷ ربیع الآخر ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمی زید نے ایک منزل مکان منہدمہ (یعنی ہر چہار جانب دیوار ہائے شکستہ بقدر ساڑھے تین درعہ بلند موجود تھیں) چار سو پچیس درعہ اراضی مسمی بکر سے خرید کرکے مکان پختہ تعمیر کیا اور پس پشت مکانِ نو تعمیر کے ۱۲ گز عرض اور سراسر طول اراضی برائے آبچک چھوڑی۔ مسمی عمرو نے جس کا مکان پس پشت پر ہے جزو اراضی آبچک میں مداخلت ناجائز کیا اس کے تخلیہ کا زید نے عمرو پر دعوٰی کیا عمرو نے یہ جوابدہی کی اراضی مدعا بہ ملکیت مدعی نہیں بلکہ میری مملوکہ ہے اور دستاویز پر میری گواہی نہیں ہے مگر عمرو نے کوئی ثبوت اپنی ملکیت کا اور باطل ہونے دستاویز بیعنامہ کا پیش نہیں کیا عدالت نے جو پیمائش اراضی کی کرائی تو بموجب تعداد مندرجہ بیعنامہ کے اراضی مدعیہ آبچک مکان مدعی پائی گئی مگر عدالت نے دعوٰی مدعی کو اس بنا پر نامنظور فرمایا کہ اس مقدمہ میں شہادت بالبینہ یا اقبال یا نکول نہیں ہے جس پر مدار فیصلہ ہونا چاہئے زید نے شہادت دستاویز بیعنامہ کو کافی تصور کرکے شہادت بالبینہ پیش نہیں کیا ورنہ وہ بہت سی شہادتیں بالبینہ پیش کرسکتا تھا اور اب بھی پیش کرسکتا ہے اس صورت میں عدالت کو دعوٰی نامسموع فرمانا چاہئے تھا

---

[1] جامع الفصولین الفصل السادس اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷۹

یا زید کو ہدایت واسطے پیش کرنے شہادت بالبینہ کے فرمانی لازم تھی؟ اور اب عدالت مرافعہ میں شہادت بالبینہ مدعی کہ جس کو اس نے عدالت ابتدائی میں پیش نہیں کیا ہے پیش کرسکتا ہے یا نہیں؟ جو واسطے حق رسی و انصاف کے ضروری ہے نقل فیصلہ ہمراہ اس استفتا کے پیش کی جاتی ہے۔

الجواب

تجویز ملاحظہ ہوئی، ذی علم مجوز کا یہ فرمانا کہ "ثبوت دعوٰی کا بینہ سے ہوتا ہے یا اقرار مدعا علیہ سے یا نکول عن الحلف سے، یہاں ان تین وجوہ شرعیہ سے کوئی نہیں" بہت صحیح ہے مگر ساتھ ہی یہ لحاظ بھی ضرور تھا کہ جس طرح ثبوت دعوٰی بغیر ان تین کے نہیں ہوسکتا یوں ہی قضائے قاضی بھی بغیر ان تین اور چوتھی یمین کے ناممکن ہے ان تین سے کوئی ہو تو مدعی کو ڈگری دے اور ان کے بدلے مدعا علیہ کی یمین ہو تو ڈِسمس (DISMISS) کرے اور چاروں نہ ہوں تو حاکم ڈگری ڈسمس کچھ نہیں کرسکتا اصلاً فیصلہ نہیں دے سکتا اور دے گا تو وہ فیصلہ بھی باطل و نامسموع ہوگا کہ حکم کے چھ ارکان ہیں ان میں سے جو رکن مفقود ہو حکم باطل و مردود ہے ان چھ میں ایک طریق حکم ہے اور وہ حقوق العباد میں انھیں چار اشیاء میں منحصر، تو جہاں ان میں سے کچھ نہ ہو طریق مسدود اور فیصلہ غلط و مردود۔ درمختار میں ہے:

ارکانہ ستۃ علی نظمہ ابن الغرس بقولہ ؎

قاضی کے فیصلے کے چھ رکن ہیں جن کو ابن الغرس نے اپنی نظم میں یوں بیان کیا ؎

www.alahazratnetwork.org

اطراف کل قضیۃ حکمیۃ
ست یلوح بعدھا التحقیق
حکم ومحکوم بہ ولہ
ومحکوم علیہ وحاکم وطریق[1]

ہر فیصلہ کے معاملہ میں چھ پہلو ہیں
جن کے بعد تحقیق واضح ہوگی
حکم، محکوم بہ، محکوم لہ،
محکوم علیہ، حاکم اور وجہ حکم

ردالمحتار میں ہے:

ای لاتکون محلا لثبوت حق المدعی فیہا وعدمہ الابالاستجماع ھذہ الشروط الستۃ والطریق فیما یرجع الی حقوق العباد المحضۃ عبارۃ عن الدعوی والحجۃ وھی اما البینۃ او الاقرار او الیمین او النکول عنہ[2] اھ ملتقطا۔

یعنی کسی محل میں مدعی کے حق یا عدم حق کا ثبوت ان چھ شرطوں کے پائے جانے کے بغیر نہیں ہوسکتا اور خالص حقوق العباد میں فیصلے کا طریقہ، دعوٰی اور حجت یعنی گواہی یا اقرار یا قسم یا انکار قسم ہے اھ (ت)

---

[1] درمختار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۷۱

[2] ردالمحتار کتاب القضاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۹۶ - ۲۹۷

فتاوٰی قاضی خاں پھر بحرالرائق پھر فتاوٰی خیریہ میں ہے :

انما ینفذ القضاء عند شرائطہ من الخصومۃ وغیرھا فاذا لم توجد لم ینفذ[1]

کسی مقدمہ وغیرہ میں فیصلہ اپنی شرائط پائے جانے پر نافذ ہوگا جب تمام شرائط نہ پائے جائیں تو نافذ نہ ہوگا (ت)

نیز فتاوٰی علامہ خیرالدین رملی میں ہے :

صرح فی البحر فی مواضع متعددۃ انہ لایعمل بالتنافیذ الواقعۃ فی زماننا لعدم استیفائھا الشرائط الحکمیۃ التی نص علیھا ابن الغرس فی الفوائد البدریۃ بقولہ حکم ومحکوم بہ ولہ ومحکوم علیہ وحاکم وطریق[2]

بحر میں متعدد مواضع پر تصریح ہے کہ ہمارے زمانہ میں نافذ اکثر فیصلے قابل عمل نہیں کیونکہ ان میں فیصلہ کی تمام شرطیں جمع نہیں ہیں جن کو ابن الغرس نے فوائد البدریہ میں یوں بیان کیا ہے : حکم، محکوم بہ، لہ و محکوم علیہ و حاکم وطریق۔

یہاں تین چیزوں یعنی بینہ، اقرار، نکول کا نہ ہونا خود مجوزکو تسلیم اور چوتھی یعنی یمین کا نہ ہونا بھی واضح ۔ نہ مدعی نے طلب حلف کیا نہ حاکم نے مدعا علیہ سے حلف مانگا نہ مدعا علیہ نے حلف کیا تو بغیر اصلاً کسی طریق شرعی کے مجوز کو فیصلہ کرنے کا کیا اختیار تھا ایسا ہی اختیار فرض کیا جائے تو دعوی پیش ہوتے ہی تحریر فرما دینا تھا کہ حکم ہوا کہ دعوی مدعی نامسموع ہوا آخر اسی پر یہی تو الزام ہوتا کہ بلا وجہ شرعی دعوٰی نامسموع کیا وہ الزام اب بھی حاصل ہے تو زمین پیمائش کرانے اور مدعا علیہ کے دس گواہ سُننے سے سوا تطویل لاطائل کے کچھ مفاد نہ ہوا جب شرعاً بیعنامہ میں گزوں کی تعداد لکھی ہوئی کوئی حجت شرعیہ نہ تھی اور فی الواقع وہ اصلاً حجت نہیں تو پیمائش کرانی محض فضول ہوئی، شرع مطہر نے گواہ مدعی پر رکھے ہیں اور قسم مدعا علیہ پر تو مدعا علیہ یعنی منکر سے ثبوت انکار پر گواہ لینا کوئی معنی نہ رکھتا تھا حدیث میں ارشاد ہوا :

البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر[3]

گواہی مدعی کے ذمہ اور قسم منکر کے ذمہ ہے (ت)

---

[1] فتاوٰی خیریہ بحوالہ فتاوٰی قاضیخاں کتاب ادب القاضی دارالمعرفۃ بیروت ۲/۹

[2] " " " " " " " " " ۲/۲۳-۲۴

[3] صحیح البخاری کتاب الرہن ۱/۳۴۲ وجامع الترمذی ابواب الاحکام ۱/۱۶۰ وسنن الدارقطنی نشر السنۃ ملتان ۴/۲۱۸
نصب الرایہ کتاب الدعوٰی باب الیمین المکتبۃ الاسلامیہ ریاض ۴/۹۵

ہدایہ وبحرالرائق میں ہے:

لقوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم البینة علی المدعی والیمین علی من انکر قسم والقسمة تنافی الشرکة۔[1]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق، گواہی مدعی کے ذمہ اور قسم انکار کرنے والے کے ذمہ، یہ تقسیم ہے اور تقسیم اشتراک کے منافی ہے۔ (ت)

پھر تجویز میں فرمانا کہ "ان کے اظہارات کے ملاحظہ سے ثابت ہے کہ دروازہ مدعا علیہ بدستور جائے قدیم پر ہے اور مدعی نے جو دیوار مکان خود تعمیر کی ہے بجائے بنیاد قدیم تعمیر کی ہے" صراحۃً شہادت علی النفی کا قبول کرنا ہے "دروازہ مدعا علیہ جائے قدیم پر ہونے کا اسی قدر حاصل کہ مدعا علیہ نے ملک مدعی میں کوئی تصرف نہ کیا، یونہی دیوار مدعی بجائے بنیاد قدیم تعمیر ہونے کا اسی قدر محصل کہ مدعی نے کوئی آنچ نہ چھوڑی جس میں مدعا علیہ تصرف کرتا تو یہ صاف صاف نفی پر شہادتیں ہیں کہ اعتبار معنی کا ہے نہ کہ لفظ کا۔

ہدایہ وکافی وبحر وغیرہا میں ہے:

الاعتبار للمعانی دون الصور فان المودع اذا قال رددت الودیعة فالقول قوله مع الیمین وان کان مدعیا للرد صورة لانه ینکر الضمان۔[2]

معانی کا اعتبار ہے صورتوں کا نہیں، کیونکہ جب امانت رکھنے والا کہے کہ میں نے امانت واپس کردی ہے تو اس کی بات قسم کے ساتھ مان لی جائے گی اگرچہ صورتاً وہ واپس کرنے کا دعوٰی کررہا ہے، وجہ یہ ہے کہ واپسی کا دعوٰی کرکے اپنے ذمہ سے ضمان کا انکار کررہا ہے۔ (ت)

بلکہ یہاں معنیً وصورۃً ہر طرح نفی ہے کہ قدم خود مفہوم سلبی ہے یعنی حادث وجدید نہ ہونا۔ بالجملہ جس قدر کارروائی اس مقدمہ میں واقع ہوئی سب محض بیکار وبے اثر وبیگانہ وبے ثمر ہوئی۔ میں نہیں کہتا کہ غلط فیصلہ ہوا، یہ تو جب کہا جائے کہ فیصلہ ہوا ہو اور اس میں خطا ہو۔ یہاں تو سرے سے فیصلہ ہوا ہی نہیں، یہ تجویز جس کا نام عوام میں فیصلہ رکھا جائے ہرگز فیصلہ ہی نہیں، ایک کاغذ سادہ ہے کہ فیصلہ کے چھ رکن شرع مطہر نے مقرر فرمائے اور یہاں رکن ششم معدوم ہے اور بغیر رکن کے وجود شیئ محال جس کی تصریحیں ابھی کتب معتمدہ سے گزریں تو مقدمہ ہنوز روز اول پر ہے مدعی بلاشبہہ

---

[1] بحرالرائق کتاب الدعوٰی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۲۰۴

[2] بحرالرائق بحوالہ الہدایہ " " ۷/ ۱۹۳

گواہ دے سکتا ہے اور ان کا سُننا حاکم پر فرض ہے اگر وہ نہ سُنے تو دوسرے محکمہ میں اس کے گواہ سُنے جائیں۔ معین الحکام میں ہے:

المواضع التی تصرفات الحکام فیہا لیست بحکم ولغیرھم من الحکام تغییرھا والنظر فیہا علی انواع کثیرۃ وانا اذکر عشرین نوعاً (الی ان قال) النوع التاسع التصرف فی انواع الحجاج بان یقول لااسمع البینۃ لانك حلفت قبلہا مع علمك بہا وقدرتك علی احضارھا فلغیرہ من الحکام ان یفعل ما ترکہ۔[2]

وہ مقامات جہاں حکام کے تصرفات، حکم و فیصلہ نہیں بنتے اور دوسرے حکام کو ان میں تبدیلی اور غور کا اختیار ہے، یہ کثیر اقسام ہیں اور میں بیس اقسام ذکر کر رہا ہوں، اور آگے فرمایا، نویں قسم، بحث کی انواع میں تصرف ہے، یوں کہ قاضی کہے کہ میں تیرے گواہوں کی شہادت نہ سُنوں گا کیونکہ قبل ازیں تو گواہوں کو جاننے اور ان کو پیش کرنے پر قدرت کے باوجود قسم دے چکا ہے' تو اس حکم کو تبدیل کرنے کا دوسرے حکام کو اختیار ہے (ت)

www.alahazratnetwork.org

حاکم اپیل کو اختیار ہے کہ خود گواہ سُنے اور مقدمہ حسب شرح ترتیب دے یا محکمہ ابتدائی کو واپس بھیجے کہ بعد تکمیل شرعی و اسماع گواہان مدعی وہاں فیصل ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۴: از ریاست بہاولپور ملک پنجاب تحصیل منچن آباد ڈاکخانہ صادق پور موضع واڑہ سراج الدین مرسلہ پیر نور محمد صاحب ولد پیر قمر الدین صاحب ذات چشتی ۳ رجب المرجب ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پیر صدر الدین نے ۱۲۸۶ھ میں ایک طوائف مسماۃ رنگ بھری سے نکاح کیا اس وقت رنگ بھری کے دو نابالغ بیٹے اللہ بخش و الٰہی بخش موجود تھے اور تیسرا جوان بیٹا اللہ دتا تھا صدر الدین نے وقت نکاح مذکور سے رنگ بھری کو مثل ازواج کے پردے میں رکھا جب تک وہ بے پردہ اپنے پیشہ حرام میں تھی، یہ دونوں بچے کہ خورد سال تھے ماں کے ساتھ پیر مرحوم کے یہاں رہے جن میں ایک کی شادی بھی پیر موصوف نے کردی رنگ بھری کا بڑا بیٹا اب تک الگ اور اپنے پیشہ حرام میں ہے صدر الدین مرحوم کے دو بیٹے زوجہ خاندانی مسماۃ نور سائن

---

[1] معین الحکام الرکن السادس مصطفی البابی مصر ص ۳۸

[2] " " " " " ص ۴۰

سے تھے بدرالدین و سراج الدین پیر مرحوم کی کچھ جائداد علاقہ ریاست بہاولپور اور کچھ پاکپتن شریف علاقہ انگریزی میں حسب تفصیل ذیل تھی :

علاقہ ریاست : واڑہ پیراں کل ، چک قمرالدین ۳۲۲ حصہ سوم ، بلاڑہ پیرنبی بخش حصہ سوم ، بلاڑہ صدرالدین کل ۔
علاقہ انگریزی ، واڑہ پیراں کلاں ، بلاڑہ پیراں حصہ سوم ، شیخوپور ملکیت ایک چاہ ۔

صدرالدین نے ۱۳؍ شوال ۱۳۰۹ھ مطابق ۱۱؍ مئی ۱۸۹۲ء میں انتقال کیا اللہ بخش و الٰہی بخش نے اپنے آپ کو پسران متوفی قرار دے کر ضلع منٹگمری میں بعض جائداد واقع علاقہ انگریزی کا داخل خارج چاہا ، جون ۱۸۹۲ء میں عنایت اللہ پٹواری کے سامنے بدرالدین و فریق دوم کے بیانات ہوئے جن میں بدرالدین نے ان کے پسران صدرالدین ہونے سے انکار اور انھوں نے اس کا اظہار کیا شیخ لطافت علی نائب تحصیلدار نے ۲۰؍ ستمبر ۱۸۹۲ء کو ایک نقل رواج عام اقوام چشتی کے بنا پر جو بغرض ملاحظہ حاضر ہے چاروں کو فرزند صدرالدین قرار دے کر اندراج نام کا حکم دیا بدرالدین نے منشی عزیزالدین اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے یہاں اپیل کی بالآخر تنہا بدرالدین نے کسی دباؤ یا مصلحت سے راضی نامہ کر لیا جس میں کل جائداد ہر دو علاقہ کا ذکر ہے مگر جب مجوزنے بدرالدین کا بیان لیا تو اس نے صرف جائداد علاقہ انگریزی کی نسبت تصفیہ ہونا بیان کیا اور فریق دوم نے بھی اس کا یہ بیان تسلیم کیا اس بنا پر ۲۵؍ فروری ۱۸۹۳ء کو وہ مقدمہ وہاں فیصل ہو گیا جائداد واقع علاقہ انگریزی کے ½ میں نام اللہ بخش و الٰہی بخش اور ½ میں نام سراج الدین و بدرالدین مندرج ہوا سراج الدین اس راضی نامہ میں شریک نہ تھا نہ وہ وہاں موجود تھا مگر بدرالدین نے اس اظہار سے کہ وہ میرا حقیقی بھائی ہے میرا اس کا نفع نقصان مشترک ہے اس کی طرف سے راضی نامہ کر لیا ، اس صلح نامہ کی بناء پر فریق ثانی نے یکم جون ۱۸۹۳ء کو جائداد واقع ریاست کے داخل خارج کی بھی درخواست تحصیل منچن آباد میں دی جس کی کارروائی ملاحظہ کاغذات سے ظاہر ہوگی جس میں بیان کیا جاتا ہے کہ بدرالدین و سراج الدین نے ۲۲؍ اگست ۱۸۹۳ء کو دعوی اللہ بخش و الٰہی بخش تسلیم کیا اور ۳؍ اکتوبر ۱۸۹۳ء کو کاردار نے حکم دیا کہ محکمہ بندوبست میں درخواست دے کر اندراج نام کرالیں لیکن انھوں نے کوئی درخواست نہ دی نہ اندراج نام ہوا اس وقت کار بندوبست جاری تھا بلکہ دسمبر ۱۸۹۲ء میں ختم ہو چکا تھا بجائے اس کے ۲۹؍ دسمبر ۱۸۹۸ء کو فریق ثانی نے پھر اسی تحصیل منچن آباد میں درخواست اندراج نام دی جو ۲۳؍ مارچ ۱۸۹۹ء کو بوجہ عدم پیروی خارج ہوئی جب ۱۹۰۶ء میں بندوبست جدید ہوا مدعیوں نے یہاں چارہ جوئی کی ۲۵؍ جون ۱۹۰۶ء کو داخل خارج منظور ہو کر ۹ جنوری ۱۹۰۷ء کو محکمہ مشیرت مال سے منسوخ ہو گیا ناچار ۲۷؍ مئی ۱۹۰۷ء کو مدعیان نے نظامت بہاولپور میں نالش دخلیابی

www.alahazratnetwork.org

27

وائر کی جو شیخ حسین بخش صاحب ناظم کے یہاں سے ۳۱ر مارچ ۱۹۰۸ء کو ڈسمس ہوئی مدعیان نے افسر مال کے یہاں اپیل کی ۱۹ر اکتوبر ۱۹۰۸ء کو یہاں سے بربنائے فتوائے ثالثان کامیابی پائی جس کی حالت یہ ہے کہ بحکم مولوی عبدالمالک صاحب افسر مال فریقین نے ثالثی کی طرف رجوع کی چار ذی علم ثالث قرار پائے، مولوی عطا محمد صاحب مدرس بھوگا نوالہ، مولوی عبدالرحیم صاحب اول مدرس عربی خانقاہ مہاران شریف، مولوی اللہ بخش چک نادر شاہی، مولوی جمال الدین ساکن ماڑی میاں صاحب۔ اور شرط تحریر ہوئی کہ اگر روداد مسل سے مدعیوں کا اولاد پیر صدر الدین ہونا شرعاً ثابت ہو تو ان کی وراثت کے باب میں فتوائے ثالثان ناطق ہوگا۔ ثالث اول الذکر نے نسب ثابت نہ مانا باقیوں نے اثبات کیا، افسر مال نے کثرت رائے پر فیصلہ دیا مدعا علیہم نے اخیتی میں نگرانی کی جس پر مولوی رحیم بخش صاحب رزیڈنٹ جوڈیشل ممبر نے تحریر فرمایا کہ (جو عذرات واقعات پر ہیں ہم ان کو زیر بحث لانا نہیں چاہتے کیونکہ ڈگری بربنائے فیصلہ ثالثی ہوئی ہے) لہذا ہر دو فتوائے ثالثان و فیصلہ نظامت و فیصلہ افسر مال و اظہارات گواہان فریقین و دیگر کاغذات متعلقہ کے نقول باضابطہ خدمت علمائے دین میں حاضر کرکے امیدوار کہ خالصاً لوجہ اللہ حکم شریعت مطہرہ سے آگاہ فرمائیں کہ تین ثالث صاحبوں کا پہلا فتویٰ اور ثالث چہارم کا فتوائے دوم ان میں کون سا مطابق شرع شریف ہے اور فتوائے اول میں جن جن وجوہ سے مدعیان کو ثابت النسب مانا ہے وہ شرعاً صحیح ہیں یا غلط، نیز ازروئے اقرار نامہ ثالثی مدعا علیہم اس فتوائے ثالثان کے پابند ہوئے یا نہیں، اور بالجملہ روداد مسل موجود سے بحکم شرع شریف دعوائے مدعیان ڈگری ہونا چاہئے یا ڈسمس، کاغذات متعلقہ کی مکمل نقول تو حاضر خدمت ہیں مگر آسانی ملاحظہ کے لئے واقع استفتاء کا خلاصہ یہاں گزارش:

(۱) علاقہ آزروئے آب میں عنایت اللہ پٹواری کے سامنے بدر الدین وغیرہا کا بیان رپورٹ حکم آج زبانی بدر الدین پسر متوفی کے معلوم ہوا کہ مسمی صدر الدین والد مظہر فوت ہوگیا، مظہر و سراج الدین ہر دو پسر وارث و قابض ہیں نیز ظاہر کیا حسب تفصیل ذیل والد مظہر رنگ بھری کنجی کو لے کر اس جگہ واڑہ پیران سے

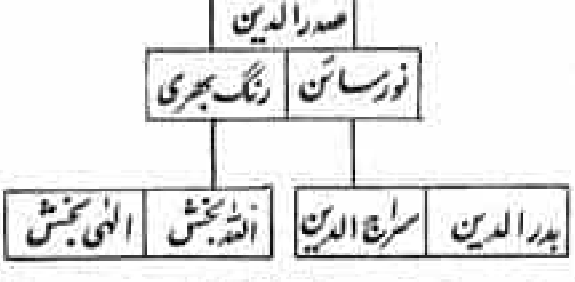

چلا گیا اور دیہات پار علاقہ ریاست بہاولپور میں بہت عرصہ تک رہا کیونکہ اس وقت چچا ہمارا محمد بخش برادر خورد والد مظہر زندہ تھا اس کے خوف سے اپنے دیہہ میں نہ آیا ان دنوں میں یہ دو تولد ہیں، جب چچا ہمارا مر گیا تب نکاح اس کے ساتھ کیا اور اس جگہ آکر آباد ہوا یہ ہر دو پھلگ والد مظہر کے ہیں اللہ بخش و الٰہی بخش نے ظاہر کیا کہ

والد ہمارے نے ہم کو بطور دوسرے فرزندان کے پرورش کی ہے کچھ فرق نہیں کیا، چاہتے ہیں کہ ہم چاروں کا نام 27/27
بحصہ برابر درج کیا جائے لہذا گھاتہ ہذا بمراد حکم مناسب پیش کرتا ہوں، ۹ جون ۱۸۹۲ء عنایت اللہ پٹواری۔

(۲) رواج عام اقوام چشتی پرگنہ پاک پٹن ضلع منٹگمری کتاب جلد ۲ سنہ ۱۸۷۲ء موجودہ دفتر فارسی محافظ خانہ مندرجہ صفحہ لغایت ۹۰، ہمراہ عورت کمین مثل کنجری و موچیانی و ترکھانی و میچھانی کے نکاح بموجب شرع شریف کے جائز ہے اگر کوئی صاحب جائداد ہمراہ ایسی عورت کے نکاح کرلے تو اولاد اس کی مثل عورت ہم کف کے مالک ہوتی ہے۔ اگر ایسی عورت بدون نکاح رہے اور اس سے اولاد پیدا ہو تو ایسی اولاد حرام کی ہوتی ہے ان کو وراثت سے کچھ حصہ نہیں ملتا (نظائر) موضع واڑہ پیران میں مسمی صدرالدین نے ہمراہ عورت بیوہ قوم پیرنی کے نکاح کرلیا ہے اولاد اس کی بعد وفات صاحب جائداد کے مالک ہوگی۔

(۳) راضی نامہ مدخلہ کچہری اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ضلع منٹگمری ما یانکہ بدرالدین و سراج الدین و اللہ بخش و الٰہی بخش پسران پیر صدرالدین ہیں حسب ذیل مواضعات واقع علاقہ انگریزی و واقع ریاست بہاولپور خاص ملکیت پیر صدرالدین صاحب والد منظہران کی ہے ہم فریقین کل جائداد زرعی پر وقت وفات والد صاحب سے قابض ہیں اس لئے ہم فریقین نے برضامندی خود آپس میں اس طرح تصفیہ کیا ہے کہ کل جائداد مندرجہ بالا علاقہ انگریزی و ریاست کے پانچ حصے کئے، تین حصے بدرالدین و سراج الدین کو دیں گے اور دو حصے کل جائداد زرعی سے اللہ بخش و الٰہی بخش کو دیں گے، جس قدر زیادہ نصف سے بدرالدین و سراج الدین کو دیا گیا اس کا سبب یہ ہے کہ وہ بسبب سرداری کے بڑے ہیں، سراج الدین اس وقت موجود نہیں اس کی طرف سے مجھ بدرالدین ذمہ دار ہے کہ وہ اور میں بدرالدین حقیقی بھائی ہیں ۲۵ فروری ۱۸۹۲ء۔

(۴) بیان بدرالدین و تصدیق مدعیان نسبت راضی نامہ مذکورہ، استفسار بدرالدین ولد صدرالدین باقرار صالح ۲۵ فروری ۱۸۹۲ء صدرالدین متوفی ہمارے والد کی جائداد زرعی علاقہ تحصیل پاکپٹن میں حسب ذیل ہے، واڑہ پیران کلاں سالم بلاڑہ پیران سوم حصہ شیخو پور میں ایک چاہ کی اراضی، والد مر گیا جب سے میرا اور سراج الدین میرے برادر حقیقی اللہ بخش و الٰہی بخش برادران سوتیلی والدہ ہماری کا قبضہ جائداد پر علی الحساب بسبب تنازع رہا ہے، اب برضامندی یہ فیصلہ کیا ہے کہ کل پانچ حصے کرکے تین پانچویں مجھے اور سراج الدین کو ملے اور دو پانچویں اللہ بخش و الٰہی بخش کو، جو زیادہ حصہ نصف سے مجھے اور سراج الدین کو دیا ہے وہ بوجہ اس کے ہے کہ میں اور سراج الدین بڑے بھائی ہیں، سراج الدین پار ریاست میں ہے اور میرا اور اس کا نفع نقصان مشترکہ ہے لہذا میں اس کی جانب سے

ذمہ دار ہوں۔ بدرالدین بقلم خود۔ دستخط عزیز الدین اسسٹنٹ کلکٹر درجہ اول۔ استفسار۔ اللہ بخش و الٰہی بخش پسران صدرالدین باقرار صالح ۲۵ فروری ۱۸۹۳ء۔ بدرالدین برادر کلاں اپنے کا بیان ہم نے سنا یہ صحیح اور منظور ہے۔ اللہ بخش و الٰہی بخش بقلم خود۔

(۵) شجرہ نسب و حقوق مالکان موضع واڑہ پیران کلاں تحصیل پاکپٹن ضلع منٹگمری مرتبہ ۱۸۹۳ء شیخ قریشی المعروف چشتی

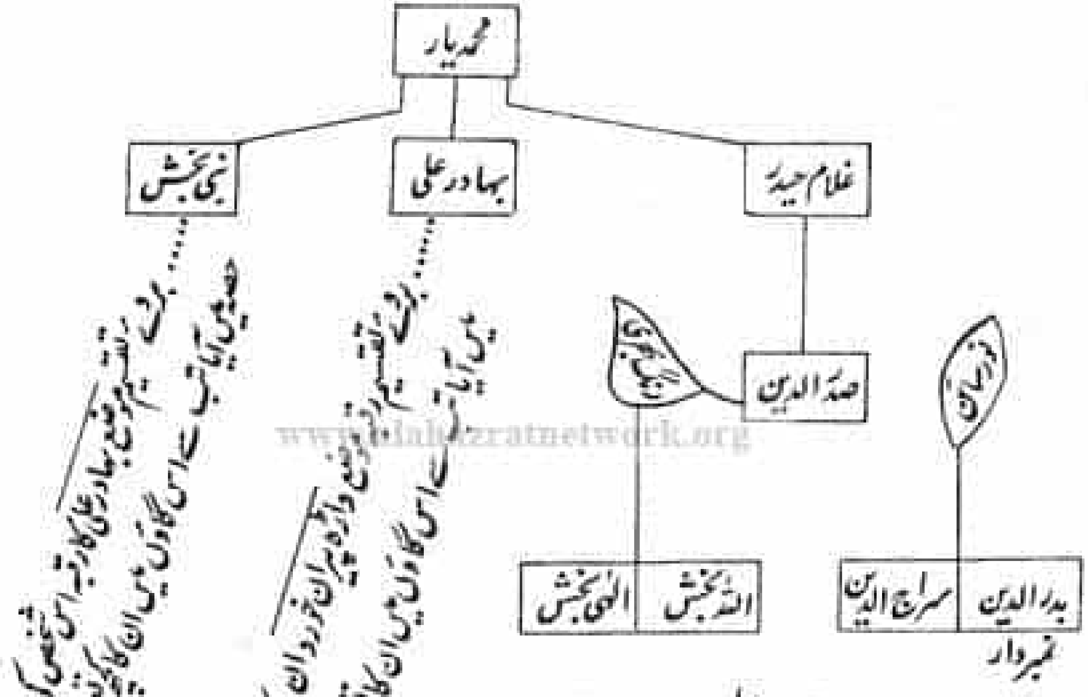

۵ حصہ ذیل

بدرالدین و سراج الدین بحصہ برابر　　　اللہ بخش و الٰہی بخش بحصہ برابر

تین حصہ　　　دو حصہ

بموجب حکم ۲۵ فروری ۱۸۹۳ء حصص ملکیت برخلاف حصہ جدی کے رسمی قرار پائے۔

(۶) درخواست ابتدائی مشمولہ مسل نمبری ۲۳ موضع بلاڑہ صدرالدین تحصیل منٹگمری آباد بابت داخل خارج مظہران برادر حقیقی و سراج الدین و بدرالدین برادران سوتیلے ہمارے کا راضی نامہ ہوا۔ نقل فیصلہ پیش کرکے ملتمس کہ موضع مذکورہ کا ۲/۵ حصہ ہمارے نام داخل خارج فرمایا جائے۔ یکم جون ۱۸۹۳ء العبد اللہ بخش و الٰہی بخش پسران صدرالدین اللہ بخش بقلم خود۔ بیان سائل لیا جائے براد تکمیل مسل حوالہ قانون گو ہو۔ یکم جون ۱۸۹۳ء ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ۔

(۷) بیان اللہ بخش مشمولہ مسل نمبری ۲۳ - نام اپنا اللہ بخش باپ کا نام صدر الدین عمر تخمیناً ـــ سال حاضر آکر لکھوایا کہ مظہر اور الٰہی بخش برادر مظہر و بدر الدین و سراج الدین پسران شیخ صدر الدین ہر چہار وارث بحصہ برابر ہیں بدر الدین و سراج الدین نے ملکیت موضع بلاڑہ صدر الدین میں ہمارا نام درج نہیں کرایا اس باعث تکرار تھا برادری میں تصفیہ ہمارا ہوچکا ہے بموجب راضی نامہ ۲/۵ حصہ بنام مظہر و الٰہی بخش داخل خارج فرمایا جائے، اللہ بخش بقلم خود۔ بعد تصدیق حکم ہوا کہ باجرائے پروانہ بدر الدین و سراج الدین والٰہی بخش بنا بر قلمبندی بیان طلب کیا جائے، یکم جون ۱۸۹۳ء، آج مسل پیش ہوئی حکم ہوا کہ فریقین مقدمہ طلب ہوکر بیان ان کا قلمبند کیا جائے، ۱۳/ جون ۹۳ء، مسل پیش ہوئی آج تک نہ فریقین مقدمہ حاضر ہوتے ہیں نہ رپورٹ پیشکار شامل مسل ہوئی لہٰذا حکم ہوا کہ مقرر پیشکار کو لکھا جائے کہ جلد مطلوبگان کو بھجوادیں، ۲۹/ اگست ۱۸۹۳ء۔

(۸) پروانہ بنام پیشکار صادق پور مشمولہ مسل نمبری ۲۳ - اندریں مقدمہ ۱۳/ جون کو طلبی فریقین برائے قلمبندی بیانات کی گئی تھی، آج تک ان کی جانب سے نہ رپورٹ شامل مسل ہوئی نہ فریقین حاضر آئے ہیں لہٰذا مکرر قلمی ہے کہ آپ فی الفور فریقین کو بھجوادیں، ۲۹/ اگست ۱۸۹۳ء فریقین کو باخذ مچلکہ روانہ کارداری میں کیا جائے ۱/ ستمبر ۹۳ء، حکم سے اطلاع پائی سراج الدین بیمار ہے بروقت صحتیابی اس کے حاضر ہوجائیں گے، ۲/ ستمبر ۹۳ء العبد بدر الدین العبد اللہ بخش، جناب عالی مطلوبگان کو ہدایت احضار کی گئی اور العبد کرائے گئے ہیں سراج الدین سخت بیمار ہے بعد شفا حاضر ہوگا ۸/ ستمبر ۹۳ء۔

www.alahazratnetwork.org

(۹) بیان بدر الدین وغیرہ مشمولہ مسل نمبری ۲۳ واقع ۲۲/ اگست ۹۳ء، سوال اللہ بخش و الٰہی بخش پسران صدر الدین نے لکھوایا ہے کہ تم نے کل ملکیت صدر الدین کی محکمہ بندوبست میں اپنے نام درج کاغذات موضع بلاڑہ صدر الدین کرالی ہے حالانکہ مظہران بھی وارث ہیں منظمری سے فیصلہ ہوچکا ہے کہ ۲/۵ حصہ مظہران اور ۳/۵ حصہ تمہارا قرار پایا ہے نام مظہران درج کاغذات فرمایا جائے تم کو اس ایزادی میں کیا عذر ہے؟

(جواب) مظہران کو کسی طرح کا عذر اس ایزادی میں نہیں ۲/۵ حصہ میں نام اللہ بخش و الٰہی بخش کا ایزاد فرمایا جائے، العبد بدر الدین بقلم خود، العبد سراج الدین۔ چونکہ اس ایزادی میں فریقین کو کچھ عذر نہیں لیکن یہ مسل بصیغہ وراثت دائر ہے وراثت کا فیصلہ محکمہ بندوبست میں ہوچکا ہے فریقین کو ہدایت ہو کہ درخواست ایزادی نام گذرانکر حسب ضابطہ ایزادی کرادیں مسل پیشی سے خارج ہوکر داخل دفتر ہو۔ مورخہ ۲۳/ اکتوبر ۱۸۹۳ء - چونکہ یہ مسل ماہ اکتوبر میں داخل دفتر نہ ہوئی

اب داخل دفتر ہو ۲۳ر نومبر ۱۸۹۳ء۔

(۱۰) سند مولوی نورالدین تونگیروی نکاح خواں شیخ صدرالدین و رنگ بھری پیش کردہ مدعاعلیہم،
بر حکام واضح باد کہ بتاریخ ۱۲۸۶ھ ہجری مقدس ایں خادم الشرع عقد نکاح پیر صدرالدین چشتی ولد
پیر غلام حیدر چشتی در موضع کلاچی رُو برُوئے گواہان قمرالدین نمبردار کلاچی واکبر علی ساکن کلاچی و مولوی
غلام قادر ساکن چمن شاہ با رنگ بھری کنجری ولد نامعلوم بستہ اللہ بخش والٰہی بخش قبل ازیں نکاح
پیدا بودند، تحریر ۲۲ر ربیع الاول ۱۳۱۰ھ العبد نورالدین تونگیروی گواہ شد غلام قادر ساکن چمن شاہ

(۱۱) سند مولوی مذکور پیش کردہ مدعیان،
بر علماء وحکام واضح باد کہ صدرالدین ولد پیر
غلام حیدر چشتی را بطور نصیحت چند سال قبل
از نکاح مشہورہ گفتہ کہ با رنگ بھری
نکاح کردۂ یا نے، صدرالدین گفت من
خفیہ از برادری روبروئے دو کس گواہان
مسماۃ مذکورہ نکاح کردہ بودم گفتم آفرین
شمارا کہ ایں کار بہتر کردۂ۔ تحریر ۲۶ر ربیع الاول
۱۳۱۰ھ خادم الشرع نورالدین تونگیروی۔
حشمت علی اقرار المقر۔

مدعی حضرات کی پیش کردہ سند از مولوی مذکور
علماء وحکام پر واضح ہو کہ صدرالدین ولد پیر
غلام حیدر چشتی کو نکاح مذکورہ سے قبل چند
سال بطور نصیحت کہا تھا کہ تم نے رنگ بھری سے
نکاح کیا ہے یا نہیں کیا، صدرالدین نے جواب
میں کہا کہ میں نے برادری سے خفیہ دو گواہوں
کی موجودگی میں مسماۃ مذکورہ سے نکاح کیا ہے
تو میں نے کہا کہ تمھیں آفرین ہے کہ تم نے یہ کام
بہت اچھا کیا۔ تحریر ۲۶ر ربیع الاول ۱۳۱۰ھ
خادم شرع نورالدین تونگیروی وحشمت علی۔

(۱۲) بیان مولوی غلام قادر مسل نمبری ۱ فیصلہ ۲ر جولائی ۱۹۰۶ء تحصیل منچن آباد ضلع بندوبست
باقرار صالح نام اپنا غلام قادر ولد مولوی جان محمد عرصہ سال سکنہ چمن شاہ تحصیل پاکپتن، عرصہ تخمیناً
ازتیس ۳۰ سال کا گزرا ہوگا کہ پیر صدرالدین کا نکاح اللہ بخش والٰہی بخش کی والدہ رنگ بھری سے مولوی نورالدین
صاحب نے روبروئے مظہر، قمردین، اکبر علی شاہ پڑھا تھا اس وقت اللہ بخش سات آٹھ سال کا تھا
قرآن شریف مولوی صاحب مذکور سے پڑھا کرتا تھا الٰہی بخش تخمیناً چار سال کا تھا۔ یہ ہر دو شخص اللہ بخش
الٰہی بخش اس نکاح سے پہلے موجود تھے جب بدرالدین و قاسم علی کو اس شہادت کی ضرورت پیش آئی
کہ یہ دونوں لڑکے قبل از نکاح موجود تھے اور مولوی صاحب مذکور سے انھوں نے تحریر حاصل کی تو شہادت
کے دستخط میں نے کر دیئے میرے دستخط اس کاغذ پر موجود ہیں مظہر کو یہی حال معلوم ہے العبد مولوی غلام قادر۔

(۱۳) درباره درخواست ابتدائی مدعیان در تحصیل منچن آباد مشمول مسل نمبری ۴ گزارش ہے کہ ۱۵ شوال ۱۸۹۲ء میں پیر صدر الدین پدر فریقین کا انتقال ہوگیا ہم چہار برادران کا بابت تقسیم ترکہ پدری تنازعہ ہو کر نالش کی نوبت پہنچی جو بتاریخ ۳ فروری ۱۸۹۳ء فیصلہ اکسٹرا اسسٹنٹ ضلع منٹگمری داخل خارج حسب ذیل املاک از روئے آب و ریاست بہاولپور بدر الدین و سراج الدین اللہ بخش و الٰہی بخش ہو کر عملدر آمد ہوا ان املاک ریاست ہذا میں قبضہ ادائے مالگزاری (۲/۵) و کاشت برداشت ۲/۵ حصہ موقع پر موجود ہے لہذا عارض کو ۲/۵ بلا زرہ بدر الدین بنام مظہران داخل خارج فرمایا جائے ۲۹ دسمبر ۱۸۹۸ء اللہ بخش و الٰہی بخش بقلم خود، برائے تکمیل حوالہ قانونگو ہو اور بذریعہ پروانہ اسامیاں طلب کی جائیں، ۲۹ دسمبر ۱۸۹۸ء۔

(۱۴) حکم ظہری پرچہ کھتونی مشمولہ مسل نمبری ۱۴ - آج مسل پیش ہوئی، پایا گیا کہ فریقین نے بعد دینے درخواست باوصف اجرائے احکامات کے پیروی نہیں کی لہذا حکم ہوا کہ مسل مقدمہ بعدم پیروی خارج ہو ۲۳ مارچ ۱۸۹۹ء۔

(۱۵) درخواست در بندوبست جدید۔ درخواست غلطی بندوبست بموجب فیصلہ شیخ عزیز الدین کلکٹر ضلع منٹگمری، اگرچہ حقیقت پر از وقت وفات پدرم قبضہ مالگزاری بموجب فیصلہ مذکور الصدر ہمارا چلا آتا ہے بموجب غلطی بندوبست داخل خارج کاغذات سرکاری نہ ہوا چونکہ اب دوران بندوبست ہے لہذا مستدعی کہ داخل خارج ہمارے نام بموجب فیصلہ انگریزی و پرچہ مالگزاری ۲/۵ حصہ فرمایا جائے۔ نقل فیصلہ و پرچہ ملکیت شامل درخواست ہے، یکم جنوری ۱۹۰۶ء مستدعی اللہ بخش ولد پیر صدر الدین۔

(۱۶) بیان اللہ بخش بعد درخواست مذکور، نام اپنا اللہ بخش ولد پیر صدر الدین ذات چشتی عمر ۵۰ سال بتا کر بیان کیا والد مظہر فوت ہوچکا ہے اس کے چار پسر تھے بدر الدین سراج الدین فوت ہوچکے ہیں غلطی بندوبست سے بعد فوت صدر الدین کے بدر الدین سراج الدین کا داخل خارج وراثت ہو کر عملدر آمد ہوگیا اور مظہر و الٰہی بخش کے نام اندراج نہ ہوا ضلع انگریزی میں مقدمہ دائر ہوا جس سے یہ قرار پایا کہ ۲/۵ حصہ مظہر و الٰہی بخش کے لئے جائیں جس کی نقل شامل درخواست ہے چاہتا ہوں ۲/۵ حصہ پر داخل خارج فرمایا جائے۔ اللہ بخش ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ۲ جنوری ۱۹۰۶ء۔

(۱۷) درخواست تقرر ثالثان مشمولہ مسل ۱۶ مرجوعہ ۲۷ اپریل ۱۹۰۸ء - کل مقدمہ سپرد ثالثان کر کے اعتراضات قانونی و رواجی چھوڑ دئے گئے ہیں لکھ دیتے ہیں کہ اگر موجودہ روئداد مسل سے مدعیان کا اولاد صحیح النسب ہونا پیر صدر الدین موصوف سے ثابت ہوجائے تو مجھ مدعا علیہ کو واپسی جائداد سے

www.alahazratnetwork.org

کچھ انکار نہ ہوگا اگر ان کا شرعاً نسب ثابت نہ ہو تو پھر ان کا میراث سے کچھ تعلق نہ ہوگا اور بشرط اولاد صحیح النسب ہونے کے فتوائے ثالثان ناطق ہوگا اور ہمیں کچھ عذر نہ ہوگا، ۱۰ اجون ۱۹۰۸ء، بمقام صادق پور روبرو افسر صاحب مال مولوی عبدالمالک۔ العبد اللہ بخش مدعی بقلم خود، العبد الٰہی بخش مدعی بقلم خود، العبد احمد شاہ مدعا علیہ بقلم خود۔ تحریر ہوا کہ مولوی صاحبان تمام موضع چک بھوگا نوالہ میں جمع ہو کر بموجب روئداد مسل کے فتویٰ دیں۔ امور تنقیح بحث طلب یہ ہیں کہ آیا مدعیان پیر صدرالدین کی اولاد صحیح النسب ہے یا نہیں۔ دوسرا اراضی نامہ مصدقہ ضلع منٹگمری کا شرعاً کیا اثر ہے، فیصلہ کثرت رائے ثالثان پر کیا جائے گا فتویٰ چار یوم کے اندر داخل ہو، ۱۰ اجون ۱۹۰۸ء دستخط افسر مال۔

(۱۸) فتویٰ مولوی عبدالرحیم وغیرہ مشمولہ مسل نمبری ۱۶۔ مدعیان نے ایک صلحنامہ از جانب والدہ چپ مدعا علیہما پیش کیا جس میں صریح لکھا ہے کہ مدعیان پیر صدرالدین کے بیٹے ہیں۔ علاوہ بریں معتبر شہادت سے ثابت ہے کہ پیر صدرالدین مورث مدعیان کو اپنا بیٹا تسلیم کرتا تھا بدرالدین و سراج الدین نے تحصیل میں بھی مدعیان کو اپنے بھائی پیر صدرالدین کے بیٹے قرار دے کر لکھوایا ہے کہ بیشک حسب مضمون صلحنامہ ریاست میں بھی ملکیت کا عملدرآمد ہونا چاہئے۔ علاقہ آزروئے آب میں بھی پٹواری کے سامنے سراج الدین و بدرالدین نے مدعیان کو اپنے بھائی لکھوائے ہیں۔ بر رواج عام اقوام چشتی اور شجرہ نسب جو ضلع منٹگمری میں لکھا ہے مدعیان پیر صدرالدین کی اولاد اور وارث لکھے ہیں اور اس پر پیر صدرالدین اور بعض شاہدان نفی نسب کے ثبوت پر گواہیں موجود ہیں شہادت مدعا علیہما نفی پر مشتمل ہیں اور شہادات نفی مقبول نہیں ہوتے۔ پس بوجہ اقرار پیر صدرالدین بولدیت مدعیان اور تسلیم بدرالدین و سراج الدین اخوت مدعیان کو فتویٰ شرعی یہ ہے کہ مدعیان کا نسب پیر صدرالدین سے ثابت ہے۔

اذا اقر وارث واحد بوارث كمن ترك ابنا فاقر باخ لا يثبت نسبه عندهما و قال ابو يوسف يثبت و به اخذ الكرخي لانه لما قبل في الميراث قبل في النسب وان كان اكثر من واحد بان كان رجلين

جب ایک وارث دوسرے کے وارث ہونے کا اقرار کرے جیسا کہ میت کا بیٹا اپنے بھائی کا اقرار کرے تو شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھائی کا نسب ثابت نہ ہوگا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ نسب ثابت ہو جائے گا اور امام کرخی نے اسی کو اختیار کیا ہے کیونکہ ایک کے اقرار سے جب وارث ہونا ثابت ہو جاتا ہے تو نسب میں اس کا قول تسلیم کیا جائے گا اور

اورجلا وامرأتين فصاعدا يثبت النسب باقی ارهم بالاجماع لکمال النصاب و يستحق حظه من نصيب المقر[1] اھ حموی[12] قرة العیون۔

ایک سے زائد ورثاء مثلاً دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں کسی کے وارث ہونے کا اقرار کریں تو اس اقرار سے نسب بالاجماع ثابت ہوجائے گا کیونکہ شہادت کا نصاب کامل ہے اور اقرار کرنے والوں کے حصہ میں یہ بھی شریک ہوگا اھ ۱۲ حموی قرۃ العیون (ت)

مولوی نورالدین صاحب نکاح خواں کی تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ بوقت نکاح ثانی مدعیان موجود تھے اور دوسری تحریر میں ہے کہ نکاح مشہور سے پہلے پر صدرالدین کا نکاح مخفی والدہ مدعیان کے ساتھ تھا ہر نکاح مخفی جو روبرو دو گواہان کے ہو معلن ہوجاتا ہے اور شرعاً جائز نافذ ہے باپ نے جب اقرار کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور ماں اس کی آزاد ہے تو یہ اقرار فرزندی اقرار ہوگا اس عورت کے منکوحہ ہونے پر۔ درمختار، طحطاوی، قنیہ ۱۲ نورالہدایہ العبد عبدالرحیم اول مدرس عربی خانقاہ مہاران شریف، اللہ بخش چک نادرشاہی، احقر العباد جمال الدین بقلم خود۔

(۱۹) فتوٰی مولوی عطا محمد مشمولہ مسل نمبری ۱۶۔ ملاحظہ مسل سے ظاہر کہ مدعیان نے بابت اثبات نسب و وراثت تین امر پیش کئے، ایک شہادت، دوسرا اقرار پیر صدرالدین بذریعہ نقل رواج عام جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اولاد موجودہ صدرالدین از رنگ بھری وارث ہوں گے اس رواج عام پر مہر صدرالدین بھی ہے گو اس میں نام اللہ بخش و الٰہی بخش نہیں لیکن اولاد بحسب الظاہر رنگ بھری و صدرالدین بغیر ان دونوں کے اور کوئی نہیں لہٰذا ضرورۃً یہی تصور کئے جائیں گے، تیسرا اسلنامہ جس میں بدرالدین کی طرف سے اقرار صریح ہے لیکن اقرار سراج الدین نہیں ثابت ہوتا کہ سراج الدین موقع پر نہ تھا۔ ایسا ہی کسی اور جگہ مسل مقدمہ سے اقرار سراج الدین ثابت نہیں جس وقت تحصیلدار چکن آباد نے مخاطب ہوکر فرمایا تم کو اس ایزادی میں کوئی عذر ہے تو سراج الدین نے بیان کیا کہ کوئی عذر نہیں، اس سے تسلیم صلحنامہ بحق جائداد ثابت ہوتا ہے نہ بحق ثبوت نسب جیسا کہ استفہام تحصیلدار و جواب سے ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن احقر کو بہ نسبت ہر ایک امر ان تینوں میں سے بحق ثبوت نسب اعتراض ہے۔ امر اول شہادت۔ رکن شہادت شرع شریف میں لفظ اشھد یا اس کا ہم معنی چنانچہ گواہی میدہم ہے۔ درمختار:

---

[1] قرۃ عیون الاخیار کتاب الاقرار باب اقرار المریض مصطفی البابی مصر ۲/۱۴۹

وركنها لفظ اشهد لاغير لتضمنه معنى مشاهدة وقسم و اخبار للحال فكانه يقول اقسم بالله لقد اطلعت على ذٰلك و انا اخبر به وهذه المعانی مفقودة فی غيره فتعين[1]

شہادت کا رکن لفظِ شہادت ہے دوسرا کوئی لفظ رکن نہیں کیونکہ یہ لفظ مشاہدہ کے معنی اور قسم اور حال کی خبر کو متضمن ہے گویا کہ گواہ نے یوں کہا کہ میں قسم کھاتا ہوں کہ میں نے اس واقعہ پر اطلاع پائی اور میں اس کی خبر دیتا ہوں جبکہ یہ معانی کسی دوسرے لفظ میں نہیں پائے جاتے لہذا یہی لفظ شہادت متعین ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

ولا يخلو عن معنى التعبد اذ لم ينقل غيره[2]

اور شہادت عبادت سے خالی نہیں جبکہ شارع کی طرف سے دوسرا کوئی لفظ اس عبارت میں منقول نہیں ہوا (ت)

تنویر الابصار :

لزم فی الکل لفظ اشهد بلفظ المضارع بالاجماع لقبولها والعدالة لوجوبه[3]

تمام گواہیوں میں اشہد کا لفظ مضارع بالاجماع لازم ہے قبولیت کے لئے اور گواہوں کی عدالت وجوب کی بناء پر ضروری ہے (ت)

قرۃ العیون میں ہے :

حتى لو قال اعلم او اتيقن لا تقبل شهادته لان النصوص ناطقة بلفظ الشهادة فلا يقوم غيرها مقامها[4]

حتی کہ اگر گواہ نے "میں جانتا ہوں" یا "یقین رکھتا ہوں" کہہ دیا تو قبول نہ ہوگا کیونکہ تمام نصوص لفظ الشہادۃ کو بیان کر رہی ہیں اس کی جگہ دوسرا لفظ قائم مقام نہ بنے گا (ت)

مولوی اسحٰق دہلوی کا غیر ضروری کہنا لفظ اشہد کو مخالف نصوصِ فقہاء ماثور ہے اور بس،

---

[1] درمختار — کتاب الشہادات — مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۰

[2] ردالمحتار — " — داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۷۰

[3] درمختار شرح تنویر الابصار — " — مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۱

[4] قرۃ عیون الاخیار — " — مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۶

ظاہر ہے کہ شہادات مندرجہ مسل میں لفظ اشہد یا اس کے ہم معنی کا کہیں نام و نشان نہیں لہٰذا یہ شہادات قبول کرنا شرعاً ناجائز ہے۔ امر ثانی اقرار صدر الدین مع نقل رواج عام میں یہ اعتراض ہے کہ دفاتر سلطانیہ اور سجلات محافظ کے امور مندرجہ تب حجت ہوتے ہیں کہ ان کے یا محافظ دفتروں کے ہاتھ محفوظ رہیں۔ اگر فریقین مقدمہ یا اجنبی کے ہاتھ میں آجائیں تو حجت نہیں ہوتے۔ شامی جلد ۴ ص ۳۲۱:

سجل القاضی لایزوّر عادۃ حیث کان محفوظا عند الامناء بخلاف ما کان بید الخصم[1]

قاضی کے دفتری امور کے کاغذات جعل سازی سے عادۃً اس وقت محفوظ ہوتے ہیں جب وہ امین لوگوں کے پاس محفوظ ہوں بخلاف جب وہ مخالف فریق کے ہاتھ میں ہوں۔ (ت)

چونکہ نقل رواج عام بذریعہ مدعیان پہنچی اور اصل سجل کا ملاحظہ نہ ہوا حجت شرعی نہ ہوگی۔ امر ثالث صلحنامہ میں یہ اعتراض ہے کہ فقط اقرار بدر الدین بر ثبوت نسب ثابت ہوتا ہے سراج الدین کا اقرار بر نسب کسی جگہ سے ثابت نہیں پس اقرار ایک بدر الدین بموجودگی سراج الدین مثبت نسب نہیں ہوسکتا۔ تنویر الابصار:

www.alahazratnetwork.org

لو اقر رجل بنسب فیہ تحمیل علی غیرہ لایصح الاقرار، ومن مات ابوہ فاقر باخ شارکہ فی الارث ولم یثبت نسبہ[2] (ملخصًا)

اگر ایک شخص کسی کے نسب کا اقرار کرے جس سے دوسرے کے حصہ پر زد پڑے تو یہ اقرار صحیح نہ مانا جائے گا، اگر کسی کا والد فوت ہو اور اپنے بھائی کا اقرار کرے تو یہ بھائی اس کے ساتھ وراثت میں شریک ہوگا لیکن اس ایک کے اقرار سے والد سے نسب ثابت نہ ہوگا (ملخصاً)۔ (ت)

عبارت قرۃ العیون سے مطلب مولوی صاحبان ثابت نہیں، عبارت مذکورہ سے مقصود بیان اس صورت کا ہے کہ مقر وارث واحد ہو کہ اس کے ساتھ کوئی وارث نہ ہوا، اگر وارث دیگر ہو تو ثبوت نسب اقرار واحد شخص سے بموجب روایت امام ابو یوسف بھی نہیں ہوسکتا۔ خود قرۃ العیون کی اس سطر سے پہلے ملاحظہ فرمائیے:

قال فی البدائع ان الوارث لوکان کثیرا

بدائع میں فرمایا اگر ورثاء کثیر ہوں تو ایک کے کسی

---

[1] ردالمحتار کتاب القضاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۰۹

[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الاقرار باب اقرار المریض مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۳۸

فاقر واحد منهم باخ آخر ونحوه لايثبت نسبه ولايرث معهم ولو اقر منهم رجلان اورجل وامرأتان يثبت نسبه بالاتفاق، ولوكان الوارث واحدا فاقر به يثبت عند ابي يوسف خلافا لابي حنيفة ومحمد وبقول ابي يوسف اخذ الكرخي اھ وظاهر المتون على ترجيح قولهما كما لايخفى۔ قرۃ العیون ج ۲ ص ۱۳۱۔

بھائی کے متعلق اقرار کرنے سے اس بھائی کی نسب ثابت نہ ہوگی اور باقی ورثاء کے حصوں میں شریک نہ ہوگا، اور اگران ورثاء میں سے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں اقرار کریں تو پھر بالاتفاق نسب ثابت ہوجائے گا، اور اگر ایک ہی وارث اقرار کرے تو امام ابویوسف کے نزدیک نسب ثابت ہوگا بخلاف امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی، امام ابویوسف کے قول کو امام کرخی نے لیا ہے جبکہ ظاہر متون نے صاحبین کے قول کو ترجیح دی ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ قرۃ العیون جلد ۲ ص ۱۳۱ (ت)

چونکہ صورت مقدمہ میں بدرالدین کے ساتھ دوسرا وارث سراج الدین ہے تو اقرار بدرالدین کیلئے کا بموجب روایت امام ابویوسف بھی ثبت نسب نہ ہوگا، سرد و تحریرات مولوی نورالدین قابل اعتبار نہیں کیونکہ ان تحریرات سے نہیں جو شرعاً حجت ہو باقی رہا اقرار بحق جائداد تو اقرار بدرالدین سے ضرور شرکت فی الوراثۃ اس کے حق میں ثابت ہے سراج الدین کا قول روبروئے تحصیلدار بظاہر تسلیم صلحنامہ بحق جائداد ہے وبلحاظ استقلال کلام وعدم ضمیر راجع کلام مستانف ہوگی مبنی بر اقرار نہ ہوگی، بہرحال شرکت فی الوراثۃ درکل جائداد یا درحصہ بدرالدین بموجب ضمانت وثابت ہوگی اور بموجب صلحنامہ اقرار بدرالدین مستحق وراثت علی حسب صلحنامہ ہوں گے۔ خادم الشرع عطا محمد مدرس چھوگانوالا القلم خود فقط

(۲۰) رپورٹ ثالثان مشمولہ مسل نمبری ۱۶۔ گزارش ہے کہ سوائے تحقیقات جدید کے مظہران فیصلہ نہیں کرسکتے اور اب تحقیقات جدید کا موقع نہیں رہا کہ احمد شاہ مدعا علیہ نے محکمہ پریذیڈنسی میں واسطے منسوخی ثالثان کے عرضی دی ہے اور بیان کیا ہے کہ مسل واسطے ملاحظہ کے محکمہ مذکورالصدر میں طلب کی گئی ہے اس واسطے تحقیقات جدید ملتوی کی گئی پھر جب حکم ہو تحقیقات کی جائیگی ۲۱ جون ۱۹۰۵ء العبد اللہ بخش چک نادر شاہی العبد عطا محمد مدرس عربیہ چھوگانوالا، العبد عبدالرحیم اول مدرس عربیہ مہاران شریف۔

قرۃ عیون الاخیار کتاب الاقرار باب اقرار المریض مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۳۷

(۲۱) نقل عرضی منسوخی ثالثان شمولہ مسل نمبری ۱۶۔ جناب عالی افسر صاحب مال نے من مدعا علیہ کو ثالث مقرر کرنے کو ارشاد فرمایا تھا لیکن سائل نے انکار کیا تھا اور اس میں رضامند نہیں تھا عدالت موصوف نے مجھ سے جبراً اقرار نامہ ثالثی داخل کرالیا ہے جس میں سائل بالکل رضامند نہیں جیسا کہ پہلے سے رضامند نہیں تھا لہٰذا التماس ہے کہ تقرر ثالثی منسوخ فرمایا جائے اور جیسی کارروائی قبل از تقرر ثالثی تھی ویسی ہی جاری کی جائے ۲۱ جون ۱۹۰۸ء فدوی احمد شاہ ولد سراج الدین بقلم خود۔

نقل حکم پریذیڈنٹ۔ مسل کا ملاحظہ کیا گیا درخواست تقرر ثالثان دستخطی شاکی ہے، ایک اعلیٰ افسر کی نسبت بدظنی کی کوئی وجہ ہے اس لئے ناقابلِ التفات قرار دے کر مسل براد کارروائی ضابطہ واپس جائے۔ دستخط پریذیڈنٹ صاحب۔

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب (یا اللہ! حق اور درستی عطا فرما۔ ت) قبل اس کے کہ ہم بتوفیقِ الٰہی یہاں حکم شرعی بیان کریں اتنی گزارش فریقین مقدمہ و حکام سب سے ضرور کہ معاملہ اہل اسلام کا ہے ریاست مسلمانوں کی ہے ابتداءً ہی ہر فریق پر فرض تھا کہ حکم شرع پر گردن رکھتا، حکام پر فرض تھا کہ شرع مطہر کے موافق فیصلہ کرتے۔

www.alahazratnetwork.org

قال اللہ تعالٰی فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما۔[1]

(اللہ تعالٰی نے فرمایا:) اے نبی! تیرے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنی باہمی نزاع میں تجھے حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تو حکم فرمائے اس سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور دل سے مان لیں۔

وقال تعالٰی الم تر الی الذین یزعمون انھم اٰمنوا بما انزل الیک وما انزل من قبلک یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا بہ ویرید الشیطٰن ان یضلھم ضلٰلا بعیدا۔[2]

(اور اللہ تعالٰی نے فرمایا:) کیا تُو نے انھیں نہ دیکھا جن کا دعوٰی ہے کہ وہ ایمان لائے قرآن مجید اور اگلی کتابوں پر، پھر یہ چاہتے ہیں کہ مخالفانِ خدا و رسول کی بات پر فیصلہ رکھیں حالانکہ انھیں تو ان سے منکر ہونے کا حکم تھا اور شیطان چاہتا ہے انھیں دور کی گمراہی میں ڈال دے (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۶۵

[2] القرآن الکریم ۴/ ۶۰

وقال تعالیٰ یٰایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انہ لکم عدو مبین[1]

(اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے آجاؤ یعنی ہر بات میں احکام اسلام ہی کی پیروی کرو اور شیطانی راہ کے پیچھے نہ جاؤ بیشک وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔

وقال تعالیٰ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الفٰسقون[2] وقال تعالیٰ فاولٰئک ھم الظٰلمون[3]

(اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) جو شریعت مطہرہ کے مطابق حکم نہ کریں تو وہی لوگ فاسق ہیں (اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) وہی لوگ ظالم ہیں۔

اب کہ معاملہ ثالثی تک پہنچا اور اہل علم ثالث کئے گئے اور ان سے فتوٰی طلب ہوا تو خود ہی تمام بادی چھنٹ گئی اور صرف شرع مطہر پر بنائے کار رہی ولہذا اقرار نامہ میں فریقین نے لکھ دیا تھا کہ "کل مقدمہ سپرد ثالثان کرکے اعتراضات قانونی اور رواجی چھوڑ دئے گئے ہیں" اب صرف اتنا دیکھنا رہا کہ فتوائے ثالثان صحیح و مطابق قواعد شرعیہ ہے یا نہیں، اور اس جانچ میں صرف قواعد شریعت مطہرہ پر نظر لازم، قانونی یا رواجی جھگڑوں کی طرف اصلاً التفات نہیں، نہ یہ کہ معاذ اللہ شرعی احکام کو تاویلات دُور از کار کرکے قانون ورواج کی طرف ڈھالنا کہ یہ ان تمام آیات کریمہ کے صریح مخالف ہوگا، واللہ الہادی۔

www.alahazratnetwork.org

اب ہم بیان حکم شرعی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں وباللہ التوفیق، کاغذات ملاحظہ ہوئے یہ فیصلہ کہ ثالثوں نے کیا اور اسی پر افسر مال نے مدار حکم رکھا شرعاً محض باطل ہے اس کا بطلان بہت وجہ سے ہے،

ایک یہ کہ فیصلہ کرنے والے شرعاً ثالث ہی نہ تھے، نہ ان کو اصلاً فیصلہ کا اختیار تھا، ان کا فیصلہ کسی راہ چلتے اجنبی کی بات سے زیادہ وقعت رکھتا ہے۔

دوم اگر وہ ثالث فرض بھی کئے جائیں جب بھی انھیں خاص اس فیصلہ کا اختیار نہ تھا جو انھوں نے دیا۔

سوم اس سے بھی قطع نظر ہو تو ان کا فیصلہ بوجہ باہمی اختلاف رائے کے نامعتبر ہے۔

چہارم ان سب سے درگزریے اور نفس فیصلہ کو دیکھئے جو تین ثالثوں نے کیا تو وہ خود ہی یکسر مخالف شرع واقع ہوا ـــــ اب ان سب وجوہ کو بتوفیق اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں،

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۰۸
[2] القرآن الکریم ۵/۴۷
[3] " " ۵/۴۵

وجہ اوّل: پنچوں کو فیصلہ کا اختیار اس وقت ہوتا ہے کہ ان کے حکم دینے تک فریقین ان کے پنچ ہونے پر راضی رہیں، اگر ایک فریق بھی پنچ کے حکم دینے سے ایک آن پہلے اس کی ثالثی پر ناراضی ظاہر کرے فوراً وہ ثالثی سے نکل جائے گا اور اسے حکم دینے کا کچھ اختیار نہ رہے گا اور حکم دے تو اصلاً نہ سنا جائیگا یہاں تک کہ ہمارے علماء فرماتے ہیں اگر تمام ترتیب وتکمیل مقدمہ کے بعد جب صرف حکم دینے کی دیر رہی تھی ثالث نے ایک فریق سے کہا میرے نزدیک حجت تجھ پر قائم ہوگئی میں تجھ پر حکم دیا چاہتا ہوں اس نے کہا میں تیرے ثالثی سے راضی نہیں، بس یہ کہتے ہی ثالث کو اختیار جاتا رہا اب وہ کچھ حکم نہیں کرسکتا۔ درمختار جلد ۴ صفحہ ۵۲۰ میں ہے:

(ینقض داحدھما بنقضہ) ای التحکیم بعد وقوعہ[1]	ثالث بننے والے کے فیصلہ کو ایک فریق بھی رد کرسکتا ہے (ت)

ردالمحتار جلد ۴ صفحہ ۴۲۵ میں ہے:

لکل منھما عزلہ قبل الحکم[2]	ثالث کے فیصلہ سے قبل کوئی ایک فریق بھی ثالث کو معزول کرسکتا ہے (ت)

www.alahazratnetwork.org

فتاوٰی عالمگیری جلد ۳ ص ۱۲۱ میں محیط سے ہے:

لو وجّہ الحکم القضاء علی احدھما یرید بہ انّ الحکم قال لاحد الخصمین قامت عندی الحجۃ بما ادعی علیک من الحق ثم ان الذی توجہ علیہ الحکم عزلہ ثم حکم علیہ بعد ذٰلک لاینفذ حکمہ علیہ[3]	اگر حَکم کسی ایک فریق پر فیصلہ متوجہ کرے، سے مراد یہ ہے کہ حکم ایک فریق کو کہے کہ دعوٰی کرنیوالے کی حجت میں تجھ پر قائم سمجھتا ہوں کہ حق ہے پھر یہ فریق اس کو معزول کردے اور اس کے باوجود حَکم اس فریق کے خلاف فیصلہ دے دے تو وہ فیصلہ نافذ نہ ہوگا۔ (ت)

یہاں کہ احمد شاہ نے قبل حکم ثالثان ثالثی سے اپنی ناراضی بذریعہ عرضی ظاہر کی ثالثی فوراً منسوخ ہوگئی اور ثالثان کا فیصلہ ایسا ہی ہوگیا جیسے راہ چلتا کوئی اجنبی کچھ کہہ جائے اور اس کی نسبت یہ عذر کہ

---

[1] درمختار کتاب القضاء باب التحکیم مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۸۲

[2] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۵۰

[3] فتاوٰی ہندیہ " الباب الرابع والعشرون نورانی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور ۳/ ۳۹۸

درخواست تقرر ثالثان احمد شاہ کی دستخطی ہے کچھ بکار آمد نہیں، احمد شاہ نے عرضی میں فقط یہی بیان نہ کیا کہ مجھ سے جبراً تقرر ثالثان کرالیا ہے میں رضامند نہ تھا بلکہ صاف لکھ دیا ہے کہ "سائل بالکل رضامند نہیں جیسا کہ پہلے رضامند نہ تھا" اس کا اس قدر لکھنا منسوخی ثالثی کے لئے کافی ہے پس ثالثی باطل محض ہوگئی اور یہ فیصلہ اصلاً قابلِ التفات نہیں۔

وجہ دوم: بالفرض اگر ثالثی باقی بھی رہتی تو ملاحظہ مسل سے ظاہر کہ مدعا علیہم میں ایک لڑکا خدا بخش نابالغ بھی ہے اور جب کہ فیصلہ بحق مدعیان دیا گیا تو اس کا ضرر اسے بھی پہنچے گا اور ثالثوں کو کوئی اختیار نہیں کہ ایسا فیصلہ دیں جس کا اثر نابالغ پر پڑے۔ ردالمحتار جلد ۴ ص ۴۴۳ میں ہے:

لا یصح حکمہ بما فیہ ضرر علی الصغیر بخلاف القاضی۔[1]

نابالغ کے خلاف ضرر رساں فیصلہ حکم نہیں دے سکتا بخلاف قاضی کہ وہ ایسا کرسکتا ہے۔ (ت)

اور وجہ اس کی ظاہر کہ ثالثی کا حاصل فریقین کا باہمی ایک صلح کرلینا ہے احمد شاہ کو کیا اختیار کہ ایسی صلح کرے جس سے اس کے نابالغ بھائی کو نقصان پہنچے۔ درمختار صفحہ ۳۵۲ میں ہے:

(التحکیم) صلح معنی فلا یصح تعلیقہ ولا اضافتہ عند الثانی وعلیہ الفتوی کما فی قضاء الخانیۃ۔[2]

تحکیم یعنی کسی کو ثالث بنانا معنیً صلح ہے لہذا اس کی تعلیق واضافت جائز نہیں، یہ امام ثانی یعنی امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک ہے اور اسی پر فتوی ہے، جیسا کہ خانیہ کی قضاء میں ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال فی الدرر فانہ تولیۃ صورۃ وصلح معنی اذلا یصار الیہ الا بتراضیھما لقطع الخصومۃ بینھما۔[3]

درر میں فرمایا: یہ صورۃً تولیت ہے اور معناً صلح ہے کیونکہ اس سے دونوں فریقوں کی رضامندی سے ان کے جھگڑے کو ختم کرنا مطلوب ہوتا ہے۔ (ت)

وجہ سوم: ہم پہلے کہہ چکے ہیں اور خود فریقین نے تسلیم کیا کہ قانونی و رواجی باتیں سب بالائے طاق رکھی گئیں معاملہ صرف شریعت مطہرہ کے سپرد ہے اور یہی فرض تھا، اب شرع مطہر کا حکم سنئے

---

[1] ردالمحتار کتاب القضاء باب التحکیم داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۴۹

[2] درمختار کتاب البیوع باب المتفرقات مطبع مجتبائی دہلی ۲/۵۳

[3] ردالمحتار " باب ما یبطل بالشرط الفاسد الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۲۸

ثالثی جب متعدد اشخاص کے سپرد کی جائے تو ان کا وہی حکم مسلّم و قابلِ اعتبار ہوگا جو وہ سب باتفاق رائے فیصلہ کریں اور اختلاف پڑے تو ان میں کسی کا حکم قابلِ لحاظ نہیں ایسے مقامات میں کثرت رائے پر نظر نہیں ہوسکتی جہاں کوئی اختیار متعدد اشخاص کو سپرد کیا گیا ہو مثلاً چند شخصوں کو وکیل کیا تو ان سب کی رائے متفق ہونا ضرور ہے یا متعدد اشخاص کو اپنے مال کا وصی کیا تو جو تصرف ہوگا سب کی مجموعی رائے سے ہوسکے گا یا چند اشخاص کو وقف کا متولی کیا تو اس میں بھی بعض یا اکثر کی رائے سے کچھ نہ ہوسکے گا جب تک سب کی رائے متفق نہ ہو بعینہٖ یہی حالت ثالثوں کی ہے اور ان سب کی وجہ یہی ہے کہ اختیار دینے والا مجموع کی رائے پر راضی ہوا تھا نہ کہ بعض کی۔ اشباہ والنظائر صفحہ ۱۵۲ میں ہے:

الشیئ المفوض الی اثنین لایملک احدھما کالوکیلین والوصیین والناظرین والقاضیین والحکمین[1]

جو چیز دو کو تفویض کی جائے ایک واحد مالک نہ ہوگا جیسا کہ دو وکیل، دو وصی، دو منتظم، دو قاضی اور دو ثالث۔ (ت)

ہدایہ جلد دوم ص ۱۳۲ میں ہے:

اذا وکل وکیلین فلیس لاحدھما ان یتصرف فیما وکلا بہ دون الاخر وھذا فی تصرف یحتاج فیہ الی الرأی کالبیع والخلع وغیر ذٰلک لان الموکل رضی برأیھما لابرأی احدھما[2]

جب کسی نے دو وکیل بنائے تو جس معاملہ میں دونوں وکیل ہیں ایک وکیل دوسرے کے بغیر اس میں تصرف نہیں کرسکتا، یہ ان امور میں ہے جن میں مشورہ کی ضرورت ہوتی ہے جیسے بیع اور خلع وغیرہ، کیونکہ موکل دونوں کی رائے پر راضی ہے ایک کی رائے پر نہیں (ت)

اسی کے صفحہ ۵۷۰ میں ہے:

الولایۃ تثبت بالتفویض فیراعی وصف التفویض وھو وصف الاجتماع اذھو شرط مقید[3]

ولایت تفویض سے ثابت ہوتی ہے لہٰذا تفویض کے وصف کی رعایت ضروری ہے اور یہ دونوں کی اجتماعی رائے کا وصف ہے (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الوکالۃ ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۱۶ تا ۱۸

[2] الہدایۃ کتاب الوکالۃ فصل فی تصرف الوکیلین مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۱۹۱

[3] الہدایۃ کتاب الوصایا باب الوصی وما یملکہ " " " ۴/ ۶۹۰

اسی کے صفحہ ۹۲ میں ہے :

لوحکما رجلین لابد من اجتماعھما لانہ امر یحتاج فیہ الی الرأی[1] 28

اگر دونوں فریقوں نے دو ثالث بنائے تو دونوں کی اجتماعی ثالثی ضروری ہے کیونکہ یہ ایسا معاملہ ہے جس میں مشورہ کی ضرورت ہوتی ہے (ت)

ان عبارات میں دو کا ذکر صرف تصویر مسئلہ ہے قید حکم نہیں کہ دلیل مذکور ہدایہ دو اور دس سب کو شامل ہے ، لاجرم ادب الاوصیاء ہامش جامع الفصولین جلد دوم صفحہ ۳۴۵ میں ہے ،

فی الخانیۃ وغیرھا ان حکم ھذا الفصل انہ لا یتمکن احد الوصیین او الاوصیاء من التصرف بدون حضور رأی الباقی الافیما لابد منہ او لایکون فیہ مدخل للرأی وھو اشیاء معدودۃ الخ[2]

خانیہ وغیرہ میں ہے کہ اس معاملہ کا حکم یہ ہے کہ دو یا زیادہ وصی میں سے کسی ایک کو باقیوں کے بغیر تصرف کا حق نہیں مگر جب کوئی اہم مجبوری ہو یا معاملہ ایسا ہو جس میں مشورہ کی ضرورت نہ ہو جبکہ یہ چند امور ہی ہیں الخ (ت)

اسی کے صفحہ ۳۵۲ میں ہدایہ سے ہے :

اقر الوصیان بان معھما ثالثاً ملک القاضی نصب الثالث معھما اعترافاً بالعجز عن التصرف[3]

دو وصیوں نے اپنے ساتھ تیسرے وصی کا بھی اقرار کیا ہو تو قاضی کو اختیار ہوگا کہ وہ کسی تیسرے کو ان کے ساتھ مقرر کرے کیونکہ ان دونوں نے تصرف سے اپنے عجز کا اعتراف کیا ہے (ت)

یہ مسئلہ ہدایہ کتاب الشہادۃ صفحہ ۱۰۹ میں ہے ،

ونصھا الوصیان اذا اقرا ان معھما ثالثاً یملک القاضی نصب ثالث معھما لعجزھما عن التصرف باعترافھما[4]

اس کی عبارت یہ ہے دو وصیوں نے اقرار کیا کہ ان کے ساتھ تیسرا بھی ہے تو قاضی کو اختیار ہوگا کہ کسی تیسرے کو ان دونوں کے ساتھ مقرر کرے کیونکہ انھوں نے خود اپنے اعتراف سے تصرف سے عجز ظاہر کیا ہے ۔ (ت)

---

[1] الہدایۃ کتاب القضاۃ باب التحکیم مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۱۴۴

[2] آداب الاوصیاء علی ہامش جامع الفصولین فصل فی تعدد الاوصیاء اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۳۴۵

[3] " " " " " " " " " " " " " ۲/۳۵۳

[4] الہدایۃ کتاب الشہادات باب من یقبل شہادتہ ومن لایقبل مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۱۶۴

28
28

عنایہ بامش الفتح ج ۶ ص ۴۹۶ میں ہے:

شهادتهما بثالث معهما اعتراف بعجزهما عن التصرف لعدم استقلالهما به[1]

اپنے ساتھ تیسرے کے بارے میں ان کی شہادت اس بات کا اعتراف ہے کہ وہ تصرف میں عاجز ہیں کیونکہ وہ اس میں استقلال نہیں رکھتے۔ (ت)

فتح القدیر جلد مذکور صفحہ ۴۹۴ میں ہے:

وصيا الميت لما شهدا بالثالث فقد اعترفا بعجز شرعي منهما عن التصرف الا ان يكون هو معهما[2]

میت کے دو وصی ہیں انھوں نے جب اعتراف کیا کہ ہمارے ساتھ تیسرا ہے تو انھوں نے اپنے شرعی عجز کا اظہار کردیا کہ تیسرے کے بغیر ہم تصرف نہیں کرسکتے (ت)

نیز اشباہ صفحہ ۱۴۸ میں ہے:

ماثبت لجماعة فهو بينهم على سبيل الاشتراك الا فی مسائل[3] الٰی اخره وعد تلثا ليس هذه منها۔

جو امر جماعت کے لئے ثابت ہو تو وہ پوری جماعت اس میں شریک ہوگی ماسوائے چند مسائل کے جن کا عدد تین ہے یہ مسائل ان میں سے نہیں۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

تو یہاں کہ اختلاف رائے واقع ہوا ثالثوں میں کسی کا فیصلہ معتبر نہ رہا۔

وجہ چہارم: اگر یہ وجوہ کچھ بھی نہ ہوتے تو فیصلہ خود ہی اصول شرع کے بالکل خلاف ہوا ہے رُوداد مسل اثبات نسب اللہ بخش و الٰہی بخش میں شرعاً محض ناکافی ہے ثالثوں نے اس کے لئے سات چیزوں سے استناد کیا چھ ثبوت تحریری یعنی کاغذات نمبر ۱، ۲، ۳، ۵، ۹، ۱۱ جن کا خلاصہ سوال میں گزرا اور ساتواں ثبوت زبانی یعنی شہادات مگر بہت افسوس کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ ان میں ایک بھی میزان شرع پر کامل و کافی نہیں۔

کاغذ اوّل رپورٹ پٹواری

(۱) فتوائے ثالثان کا بیان کہ "پٹواری کے سامنے سراج الدین و بدرالدین نے مدعیان کو اپنے بھائی

---

[1] العنایۃ علی ہامش فتح القدیر کتاب الشہادات باب من یقبل شہادتہ ومن لایقبل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۴۹۳

[2] فتح القدیر " " " " " " " " ۶/ ۴۹۴

[3] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب النکاح ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۲۴۴

لکھوائے ہیں "سخت عجب ہے اولاد وہ اگر ہے تو صرف بدرالدین کا بیان جس میں اظہار سراج الدین کا نام نہ نشان۔

(۲) اس کے کس لفظ کس حرف میں بدرالدین نے اللہ بخش و الٰہی بخش کو اپنا بھائی کہا اس نے تو صاف اس کے خلاف یہ بیان کیا کہ وہ دونوں قبل از نکاح پیدا ہوئے ہیں اس سے اتنا بھی نہ کھلا کہ نطفۂ پیر صدرالدین سے پیدا ہوئے۔ کنچنیاں جو بلا نکاح رکھی جاتی ہیں مقید نہیں ہوتیں کیا خبر ان کی اولاد کس سے ہے، نہ ہرگز اس بیان میں پیر بدرالدین نے معاذ اللہ صراحۃً اپنے باپ کو زنا کی طرف نسبت کیا کنچنی کو لے کر چلا جانا گانا ناچ دیکھنے سننے کے لئے بھی ہوسکتا ہے کچھ زنا ہی ضرور نہیں، اور بالفرض غلط اگر بدرالدین کی یہی مراد مانی جائے تو بھی ان کے بھائی ہونے کا اقرار کہاں ہوا، ایسی اولاد بے نکاح کو شرع اس صاحب نطفہ کی اولاد کب مانتی ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الولد للفراش وللعاھر الحجر۔[1] بچہ اس کا جس کا نکاح ہے اور زانی کیلئے پتھر۔

(۳) بالفرض اس میں اگر سراج الدین کا بھی نام ہوتا اور بھائی ماننے کی صریح تصریح بھی، جب بھی کیا حجت ہوسکتا کہ یہ نہ سراج الدین کا بیان ہے نہ بدرالدین کا بلکہ ایک پٹواری کا قول ہے کہ انھوں نے ایسا بیان کیا جس کی عدالت بھی معلوم نہیں، کیا شرع میں کسی کا اقرار ایک شخص واحد مجہول العدالۃ کے بیان سے ثابت ہوسکتا ہے ہرگز نہیں،

قال اللہ تعالٰی واشھدوا ذوی عدل منکم۔[2] اللہ تعالٰی نے فرمایا: اپنے میں سے دو عادل گواہ بناؤ۔ (ت)

پٹواریوں کی سیکڑوں رپوٹیں اپنے تھوڑے سے فائدے کے لئے خلاف واقع گزرا کرتی ہیں ہر شخص جسے زمینداری سے تعلق رہا ہے اسے اپنے تجربے سے جانتا ہے میں نہیں کہتا کہ عنایت اللہ نے ایسا کیا مگر تحسین ظن اور چیز ہے اور حجت شرعیہ دوسری چیز۔

کاغذ دوم رواج عام

(۴) رواج عام کی نسبت ثالثوں کا فرمانا کہ اس میں مدعیوں کو پیر صدرالدین نے وارث لکھا ہے

---

[1] صحیح البخاری کتاب البیوع و کتاب الوصایا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۷۶ و ۳۸۳
مسند امام احمد بن حنبل ترجمہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۱/۵۹

[2] القرآن الکریم ۶۵/۲

بہت سخت عجب ہے رواجِ عام کی عبارت سامنے موجود ہے اس میں نہ مدعیوں کا نام ہے نہ مدعیوں کی ماں کا نام، صرف اس قدر ہے کہ "صدر الدین نے ہمراہ عورت بیوہ قوم پیرنی کے نکاح کرلیا ہے اولاد اس کی بعد وفات صاحب جائداد کے مالک ہوگی" اس سے کیا ثابت ہوا کہ کون عورت اور کس کی اولاد یہ اقرار اگر ہے تو محض مجہول کے لئے ہے جس کی جہالت سخت فاحشہ ہے بیوہ عورت قوم پیرنی لاکھوں ہیں اور ایسے مجہول کے لئے اقرار بالاتفاق باطل ہے۔ ہدایہ جلد دوم صفحہ ۱۶۵ میں ہے:

جہالۃ المقربہ لایمنع صحۃ الاقرار لان الحق قد یلزمہ مجہولا بان اتلف مالایدری قیمتہ بخلاف الجہالۃ فی المقرلہ لان المجہول لایصلح مستحقا۔[1]

جس چیز کا اقرار کیا جائے وہ مجہول ہو تو مانع اقرار نہیں کیونکہ حق مجہول ہوتے ہوئے بھی لازم ہوجاتا ہے یُوں کہ اقرار کیا کہ چیز تلف کی ہے جس کی قیمت معلوم نہیں بخلاف مقرلہ یعنی جس کے حق میں اقرار کیا ہو کیونکہ مجہول شخص مستحق نہیں بن سکتا۔ (ت)

بحرالرائق جلد ہفتم ص ۲۰۲ میں ہے:

جہالۃ المقرلہ مانعۃ من صحتہ ان تفاحشت کل واحد من الناس علی کذا۔[2]

مقرلہ کی جہالت فاحشہ اقرار کی صحت کے لئے مانع ہے اس میں تمام لوگ شامل ہیں۔ (ت)

تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق جلد پنجم ص ۴ میں ہے:

لوکان المقربہ مجہولا لایمنع صحۃ الاقرار بخلاف الجہالۃ فی المقرلہ سواء تفاحشت اولا لان المجہول لایصلح مستحقا ھکذا ذکر شمس الائمۃ وذکر شیخ الاسلام فی مبسوطہ والناطفی فی واقعاتہ انہا اذا تفاحشت لایجوز وان لم تتفاحش جاز۔[3]

اگر مقربہ یعنی جس چیز کا اقرار ہو، مجہول ہو تو وہ اقرار کی صحت کے لئے مانع نہیں بخلاف مقرلہ کے خواہ یہ جہالت وسیع ہو یا نہ ہو کیونکہ مجہول شخص مستحق نہیں ہوسکتا، شمس الائمہ نے یوں ذکر کیا ہے جبکہ شیخ الاسلام نے اپنی مبسوط میں اور ناطفی نے اپنی واقعات میں فرمایا کہ اگر جہالت فحش ہو تو مانع ہے اور یہ جہالت کھلی نہ ہو تو اقرار جائز ہے۔ (ت)

---

[1] الہدایہ — کتاب الاقرار — مطبع یوسفی لکھنؤ — ۳/۲۳۰

[2] بحرالرائق — " — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۷/۲۵۰

[3] تبیین الحقائق — " — المطبعۃ الکبری الامیریہ بولاق مصر — ۵/۴

اسی طرح فتاوٰی عالمگیریہ جلد چہارم ص ۹۵ میں ہے ۔

اشباہ والنظائر صفحہ ۲۵۴ میں ہے الاقرار للمجہول باطل[1] الخ (مجہول شخص کے لئے اقرار باطل ہے الخ ۔ ت) اس پر ثالث چہارم یعنی مولوی عطا محمد صاحب نے جو یہ خیال کیا کہ " گو اس میں نام اللہ بخش والٰہی بخش نہیں ہے لیکن چونکہ اولاد محب النظاہر رنگ بھری وصدر الدین کی بغیر ان دونوں کے اور کوئی نہیں، لہذا ضرورۃً یہی تصور کئے جائیں گے، میں اس کے لئے بھی شرع میں کوئی اصل نہیں پاتا اولاً کیا اگر کوئی اقرار کرے کہ ایک شخص ساکن ہندوستان کے ہزار روپے مجھ پر قرض آتے ہیں توجو کوئی ہندوستانی اس پر دعویدار ہو کر کھڑا ہوگا ہم باور کرلیں گے کہ وُہ یہی ہے جس کی نسبت اقرار کیا تھا نہیں بلکہ ضرور اسے ثبوت دینا ہوگا اس قدر شدید جہالت درکنار زید اگر کہے خالد کے مجھ پر سَو روپے آتے ہیں پھر خالد نامی ایک شخص مدعی ہو کہ میں خالد ہوں میرے روپے آتے ہیں ہرگز اس قدر سے ثبوت دعوٰی نہ ہوگا اور مقر کا اس کے حق میں انکار کرنا حلف کے ساتھ مان لیا جائے گا ۔ وجیز امام کردری پھر ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۵۵۰ میں ہے :

اذا اقر بمال لمسمی فادعی رجل انہ هو وانکر یصدق بالحلف مالہ علی شئی[2] جب ایک نے کسی مسمّٰی شخص کے حق میں مال کا اقرار کیا اور دوسرے نے دعوٰی کیا وُہ مسمّٰی میں ہوں لیکن اقرار کرنے والا اس کا انکار کرتا ہے تو انکار کی قسم کے ساتھ تصدیق کی جائے گی کہ مدعی کا اس پر یہ مال نہیں ہے ۔ (ت)

توجب صراحۃً نام لے دینے سے بھی ثبوت نہ ہوگیا کہ ایک نام کے ہزاروں ہوتے ہیں تو اتنی سخت مجہول بات کہ بیوہ پیرنی کیا مفید ثبوت ہوسکتی ہے اگر کہئے یہاں ثبوت کا پتہ یوں چلتا ہے کہ آخر رنگ بھری سے پیر صدر الدین نے نکاح کیا ہے اور وُہ قوم کی پیرنی ہے یوں ہم نے سمجھ لیا کہ وُہ عورت یہی ہے، ہم کہیں گے کیا ثبوت ہے کہ تحریر رواج عام کے وقت رنگ بھری نکاح صدر الدین میں تھی اور ہو بھی تو غایت درجہ ایک قرینہ ہے جسے مفتی نے خود ظاہر کیا اور ہدایہ وغیرہ تمام کتابوں میں تصریح ہے کہ :

الظاہر یصلح حجۃ للدفع ظاہر حال دفاع کی دلیل ہوسکتا ہے

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الاقرار ادارۃ القرآن کراچی ۲/۲۰
[2] ردالمحتار

لا للاستحقاق[1]

استحقاق کی نہیں۔ (ت)

یعنی ظاہر سے سند لانا مدعا علیہ کو مفید ہوسکتا ہے مدعی کو اصلاً مفید نہیں اور یہاں اللہ بخش والٰہی بخش مدعی ہیں تو ظاہر انھیں کیا بکار آمد ہوسکتا ہے اگر کہئے رواج عام کی تاریخ ۱۳۰۲ھ اور نکاح کی تاریخ ۱۲۸۶ھ کہ مولوی نورالدین نکاح خواں نے اپنی تحریر میں لکھائی دونوں کے ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ وقت تحریر رواج رنگ بھری نکاح پیر صدرالدین میں تھی تو اس کا جواب عنقریب آتا ہے کہ تحریر مولوی نورالدین اصلاً شہادت میں لئے جانے کے قابل نہیں نہ اس پر کوئی التفات ہوسکتا ہے اور یہ امر خود مفتی موصوف کو بھی مسلّم ہے۔

(۵) ثانیاً بلکہ رواج عام کی عبارت تو یہ کہہ رہی ہے کہ وہ عورت جس کی نسبت اقرار تھا رنگ بھری نہ تھی کوئی اور تھی اس میں عورت کو بیوہ لکھا ہے اور بیوہ وہ جس کا شوہر مرگیا ہو، رنگ بھری کنچنی تھی پیر صدرالدین سے نکاح کے ہونے تک اسی اپنے پیشۂ ناجائز میں تھی ایسی عورت کو بیوہ نہیں کہتے۔ حسنِ اتفاق سے ۱۵ شعبان معظم ۱۳۱۲ھ روز چہار شنبہ کو فریق دوم شیخ اللہ بخش بھی چنیوٹ آباد سے ہمارے پاس آئے ہم نے اس خیال پر کہ شاید اہل پنجاب میں بیوہ کا کوئی اور محاورہ ہو فریق اول ان کے ہمراہی سے پہلے ہی دریافت کرلیا تھا مزید اطمینان کے لئے ان فریق دوم سے بھی استفسار کیا انھوں نے بھی جواب دیا کہ بیوہ اسی کو کہتے ہیں جس کا پہلا خاوند مرگیا ہو، ہم نے پوچھا تمھاری والدہ کا پیر صدرالدین سے پہلے کسی اور شخص سے بھی نکاح ہوا تھا، کہا کوئی نہیں، تو صاف ظاہر ہوا کہ رواج عام کی تحریر رنگ بھری سے متعلق نہیں، اس کا جواب فریق دوم کو کچھ بن نہ آیا مگر احمد شاہ فریق اول کی طرف اشارہ کرکے کہا یہی بتادے کہ پیر صدرالدین نے اور کسی عورت سے نکاح کیا تھا، اس کا جواب ان کو دے دیا گیا کہ تم مدعی ہو تمھاری دلیل کی تصحیح تمھارے ذمہ ہے مدعا علیہ پر اس کا کوئی بار ثبوت نہیں، ہو گی کوئی عورت بیوہ جس سے پیر صدرالدین نے نکاح کیا اور لا ولد مرگئی ہو۔

(۶) فرض کیجئے کہ رواج عام میں رنگ بھری کا صاف نام اور پورا پتہ لکھا ہوتا پھر بھی کیا کام آتا، یہ مطلب تو ہو نہیں سکتا تھا کہ رنگ بھری کی جو اولاد ہو مطلقاً پیر صدرالدین کی وارث ہوگی اگرچہ نطفۂ پیر صدرالدین سے نہ ہو آخر رنگ بھری کا بیٹا اللہ دتا بھی تو ہے اسے کیوں نہیں وارث

---

[1] الہدایہ کتاب القضاء فصل فی القضاء بالمواریث مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۱۴۷

ردالمحتار باب القسامۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۰۵

ٹھہراتے، تو بالضرورۃ مطلب یہ ہے کہ رنگ بھری کی جو اولاد نطفۂ پیر صدر الدین سے ہو وہ پیر موصوف کی وارث ہوگی، اب یہ بیان ایک شرطیہ کی حیثیت میں آگیا جس سے یہ بھی ظاہر نہیں ہوتا کہ پیر صدر الدین کے رنگ بھری سے کوئی اولاد ہے بھی یا نہیں، اگر فرض کیجئے کہ رنگ بھری کے بچہ سرے سے ہوتا ہی نہیں جب بھی واجب العرض میں یہ لکھا سکتے تھے کہ نطفۂ پیر صدر الدین سے اس کی اولاد پیر موصوف کی وارث ہوگی جس کا مطلب وہی ہوتا ہے کہ اگر ہو، اور اس میں سر یہ ہے کہ رواج عام و واجب العرض ایک قاعدہ و قانون وضع کرنا ہوتا ہے جس پر آئندہ جزئیات کی بنا ہو جیسا کہ خود صاحب افسر مال نے فقرہ ۱۲ میں فرمایا کہ "یہ ایک رواج عام مثال قرار دی گئی جس پر آئندہ فیصلجات خاندان کی وراثت کا مدار ہے" اور ظاہر ہے کہ ایسی عام باتیں حکم شرطیہ میں ہوتی ہیں یعنی ایسا ہو تو یہ ہوگا نہ کہ کسی واقعہ کی خبر دینا کہ ایسا ہو گیا مثلاً درمختار جلد سوم صفحہ ۴۶۲ میں ہے:

ما یکون کفراً اتفاقاً یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا[1]

یعنی جو بات بالاتفاق کفر ہے وہ اعمال و نکاح سب کو باطل کر دیتی ہے اور اس کی اولاد ولد الزنا ہے۔

اس کے یہ معنی نہیں کہ جس سے کلمۂ کفر صادر ہو خواہی نخواہی اس کے لئے کوئی منکوحہ و اولاد ہے بلکہ وہی مطلب ہے کہ اگر اس کے کوئی منکوحہ ہو تو نکاح جاتا رہے گا اگر اس کے بعد اس سے اولاد ہوگی تو ولد الزنا ہوگی بعینہ یہاں بھی یہی معنی ہیں۔ نظیر کے لئے بیان واقعہ تو وہ ہے کہ پیر صدر الدین نے ایسی عورت سے نکاح کر لیا ہے پھر وہی قانونی حکم پر تفریع ہے کہ پیر صدر الدین سے اگر اس کے اولاد ہوئی تو وارث ہوگی ظاہر ہے کہ اس قدر محصل رواج تسلیم کرنے پر بھی کچھ ثابت نہ ہوا کہ اللہ بخش و الٰہی بخش کس کے نطفہ سے ہیں، عبارت رواج عام بر تقدیر تصریح نام بھی اتنا بتاتی کہ اولاد رنگ بھری جو نطفۂ پیر صدر الدین سے وارث ہوگی یہ کس نے بتایا کہ یہ دونوں نطفۂ پیر صدر الدین سے ہیں تو تحریر رواج عام سے استناد محض بے معنی ہے۔

(۷) یہاں سخت استعجاب اس کا ہے کہ فیصلہ صاحب افسر مال فقرہ ۱۲ میں عبارت رواج عام سے ایک فقرہ یہ نقل ہوا ہے کہ "اس کی اولاد نرینہ موجود ہے" اور یہی فقرہ لطافت علی صاحب تحصیلدار انگریزی کے فیصلہ میں ہے ہمارے سامنے رواج عام کی دو نقلیں باضابطہ موجود ہیں ایک ضلع منٹگمری سے

---

[1] درمختار　کتاب الجہاد　باب المرتد　مطبع مجتبائی دہلی　۱/۳۵۹

آتی ہوئی اور دوسری ریاست سے لیکن دونوں میں اس فقرے کا اصلاً پتہ نہیں اب اصل عبارت رواج عام اگر فی الواقع اس فقرے سے خالی ہے جب تو امر ظاہر ہے ورنہ اس کا ہونا ان وجوہ کا سبب جو اوپر گزریں اور آئندہ آتی ہیں ثبوت نسب عیان میں تو بکار آمد نہیں مگر ایسی تحریرات کے نامعتبر و ساقط ہونے کے لئے جس کی بحث ہم ابھی کیا چاہتے ہیں ایک کافی نظیر قابل یادداشت ہے۔

(۸) یہ سب اس وقت ہے کہ وہ نقل جو مدعیوں نے پیش کی شرعاً سند میں لے لینے کے قابل فرض کرلی جائے ورنہ درحقیقت وہ محض لاشئی ہے، مولوی عطا محمد صاحب کا اس پر اعتراض بہت ٹھیک ہے فی الواقع محاضر و سجلات جہاں قابلِ اعتبار ہوتے بھی ہیں تو اسی قدر کہ حاکم مجوز اپنے دفتر پر جو اس کے حفظ میں اس کے مہر و نشان کے ساتھ زیرِ نگہبانی ہے اعتماد کرسکتا ہے مدعی مدعا علیہ جو کاغذ پیش کریں بے شہادت مقبولۂ شرعیہ اصلاً قابلِ التفات نہیں، ردالمحتار جلد ۴ ص ۳۰۸ میں ہے:

الدیوان وضع لیکون حجۃ عند الحاجۃ فیجعل فی ید من لہ ولایۃ القضاء، وما فی ید الخصم لایؤمن علیہ التغییر بزیادۃ او نقصان[1]

کاغذی ریکارڈ حاجت کے وقت دلیل بنانے کیلئے تیار کیا جاتا ہے اس لئے ایسے شخص کے قبضہ میں ہوتا ہے جو قضاء کی ولایت والا ہو اور جو مخالف فریق کے قبضہ میں ہو وہ کمی بیشی سے محفوظ نہیں۔ (ت)

نیز صفحہ مذکورہ میں ہے:

قال ابو العباس یجوز الرجوع فی الحکم الی دواوین من کان قبلہ من الامناء اھ ای لان سجل القاضی لایزور عادۃ حیث کان محفوظا عند الامناء بخلاف ماکان بید الخصم[2]

ابو العباس نے فرمایا: سابق امین لوگوں کے ریکارڈ کی طرف کسی حکم میں رجوع کیا جاسکتا ہے اھ یعنی اس لئے کہ قاضی کا دفتری ریکارڈ جعل سازی سے عادتاً محفوظ ہوتا ہے جب وہ امین لوگوں کے پاس محفوظ ہو بخلاف جب وہ مخالف فریق کے قبضہ میں ہو۔ (ت)

اسی کی جلد مذکور صفحہ ۳۰۹ میں ہے:

ویجب تقییدہ ایضا بما اذا کان

یہ قید بھی ضروری ہے کہ جب وہ ریکارڈ قاضی کے

---

[1] ردالمحتار کتاب القضاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۰۸

[2] " " " " " ۴/ ۳۰۹

دفترہ محفوظا عندہ فلوکانت کتابتہ فیما علیہ فی دفتر خصمہ فالظاہر انہ لایعمل بہ خلاف لما بحثہ ط لان الخط مما یزور وکذا لوکان لہ کاتب والدفتر عند الکاتب لاحتمال کون الکاتب کتب ذٰلک علیہ بلا علمہ[1]۔

پاس محفوظ ہو، تو اگر ایک کے خلاف تحریری ریکارڈ اس کے مخالف کے پاس ہو تو ظاہر یہ ہے کہ اس پر عمل نہ ہوگا۔ طحطاوی کی بحث اس کے خلاف ہے کیونکہ خط میں جعلسازی ہوسکتی ہے اور یوں ہی اگر قاضی کا کاتب ہو اور ریکارڈ کاتب کے پاس ہو تو احتمال ہے کہ کاتب نے قاضی کے علم کے بغیر دوسرے کے خلاف لکھ دیا ہو۔ (ت)

فتاوٰی خیریہ ج ۲ ص ۱۰ میں ہے:

والخط لایعتمد علیہ ولایعمل بہ ولایعمل بمکتوب الوقف الذی علیہ خطوط القضاۃ الماضیین لان القاضی لایقضی الا بحجۃ وھی البینۃ والاقرار والنکول کما فی الاقرار الخانیۃ[2]۔

خط پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اس پر عمل کیا جاسکتا ہے اور گزشتہ قاضیوں کے خط سے لکھا ہوا وقف نامہ قابلِ عمل نہیں کیونکہ فیصلہ حجت کی بناء پر ہی قاضی کرسکتا ہے اور شرعی حجت صرف گواہی، اقرار اور قسم سے انکار ہے جیسا کہ خانیہ کی بحث اقرار میں ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

بعینہ اسی طرح اشباہ والنظائر صفحہ ۲۰۵ میں ہے، ہدایہ جلد دوم ص ۱۰۴ میں ہے:

انما الخلاف فیما اذا وجد القاضی شہادتہ فی دیوانہ اوقضیتہ لان مایکون فی قمطرہ فہو تحت ختمہ ویومن علیہ من الزیادۃ والنقصان فحصل لہ العلم بذٰلک، ولاکذٰلک الشہادۃ فی الصک لانہ فی ید غیرہ[3]۔

اختلاف صرف اس صورت میں ہے کہ جب قاضی ریکارڈ یا فیصلہ میں کسی شہادت کو پائے اور اگر ریکارڈ قاضی کے خاص مُہر والے بکس میں ہو تو کمی بیشی سے محفوظ سمجھا جائے گا تو اس سے قاضی کو علم ہوجائیگا کسی کاغذ پر لکھی ہُوئی شہادت کا معاملہ ایسا نہیں کیونکہ وُہ غیر کے تصرف میں ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب القضاء باب کتاب القاضی الی القاضی دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۵۴

[2] فتاوٰی خیریہ " باب التحکیم دارالمعرفۃ بیروت ۲/۱۹

[3] الہدایۃ کتاب الشہادات فصل مایتحملہ الشاہد علی ضربین مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۱۵۷

اسی طرح ردالمحتار جلد ۴ ص ۳۰۹ میں ہے۔ فتح القدیر جلد ۶ ص ۱۹ میں ہے :

انی اری انہ اذا کان محفوظا مامونا علیہ من التغیر کان یکون تحت ختمہ فی خریطتہ المحفوظۃ عندہ ان یترجح العمل بہا بخلاف ما اذا کان عند غیرہ لان الخط یشبہ الخط[1]

میری رائے ہے کہ جب محفوظ اور تغیر سے اطمینان ہو کہ اس کے پاس محفوظ بیگ مُہر زدہ میں ہو تو اس پر عمل کو ترجیح ہے بخلاف جبکہ وہ غیر کے پاس ہو کیونکہ خط دوسرے خط کے مشابہ ہوسکتا ہے (ت)

(۹) یہیں سے ظاہر ہوا کہ فیصلہ صاحب افسر مال فقرہ ۲۵ میں جو اس کاغذ کے اعتبار پر قول شیخ ابو العباس سے استناد کیا بجائے خود نہیں شیخ ابو العباس کے کلام میں کلرکوں یعنی کاتبوں محرروں کا ذکر نہیں بلکہ امناء فرمایا ہے اور اس سے مراد خود قضاۃ ہیں جس پر قبلہ کا لفظ دال ہے یعنی قاضی اپنے سے پہلے امناء کے دفتروں پر عمل کرسکتا ہے جب کہ وہ ان کے پاس محفوظ رہا ہو، ولہذا درمختار میں اس کے بعد خیریہ سے نقل کیا :

ان کان للوقف کتاب فی سجل القضاۃ وھو فی ایدیھم اتبع ما فیہ استحسانا۔

جب وقف کی کتاب قاضی کے ریکارڈ میں ہو اور اس کی نگرانی اور قبضہ میں ہو تو استحساناً اس کے مندرجات کی اتباع کی جائیگی (ت)

اور اگر امین سے عام بھی مراد ہو تو دفاتر زمانہ کچھ امنائے شرعیہ ہی کے ہاتھ میں محفوظ نہیں رہتے بلکہ محافظ دفتر وغیرہم اکثر نامسلم بھی ہوتے ہیں جو شرعاً کسی طرح امین نہیں ہوسکتے، نہ ان کی حفاظت پر اعتماد، نہ ان کے قول یا فعل پر اعتبار، یہی حالت نقل نویسوں اور قاریوں اور سامعوں کی ہے اور جو کوئی کچہریوں کی کارروائی سے آگاہ ہے وہ ایسے کاغذات پر دستخط حکام کی بھی حقیقت جانتا ہے، کارکن لوگ عام ازیں کہ مسلم ہوں یا کافر، ثقہ ہوں یا فاسق، انھوں نے کام کیا اور کاغذات کا ایک انبار حاکموں کے سامنے دستخطوں کے لئے رکھ دیا، حاکم کو ایک اجمالی حالت کے سوا تفصیل پر بھی پوری اطلاع نہیں ہوتی، نہ کہ نقول کے ایک ایک حرف کا خود مقابلہ کرنا یہ تو قطعاً نہیں ہوتا، نہ وہ ایسے متفرقات کی طرف توجہ کی فرصت پاسکتے ہیں پھر دستخط حاکم ہونے نے کیا فائدہ دیا، اب یہیں دیکھئے

---

[1] فتح القدیر کتاب الشہادات فصل فی کیفیۃ الاداء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۲۶۵

[2] ردالمحتار کتاب القضاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۰۹

صاحب افسر مال عبارت رواج عام سے یہ فقرہ نقل کرتے ہیں کہ "اس کی اولاد نرینہ موجود ہے" اور ہمارے سامنے دو نقلیں باضابطہ حاضر ہیں ایک میں بھی ان لفظوں کا پتہ نہیں تو معلوم ہوا کہ نقول میں کمی بیشی ہو جاتی ہے اور وہ صالح اعتماد نہیں۔

(۱۰) علامہ شامی نے جہاں شیخ ابو العباس کا یہ کلام نقل کیا اس کے متصل ہی یہ افادہ فرمایا کہ دفتر جب بروجہ کامل زیر نگہداشت حاکم محفوظ ہو اس کا اعتبار بھی صرف بضرورت ان مقدمات میں ہے جن کو زمانہ مدید گزر چکا، شاہدوں کا انتقال ہو گیا، تازہ معاملہ ان میں داخل نہیں، وہ شرع کی اسی اصل کلی کے نیچے ہے کہ لا یعتمد علی الخط و لا یعمل بہ (خط پر اعتماد اور عمل نہ کیا جائیگا۔) نرے کاغذ پر نہ اعتماد ہو نہ اس پر اعتبار ہو سکے، عبارت شیخ ابو العباس کے متصل کلام فتاوٰی خیریہ جو ابھی ہم نے ذکر کیا نقل کرکے فرماتے ہیں:

والظاھر ان وجہ الاستحسان ضرورۃ احیاء الاوقاف و نحوھا عند تقادم الزمان بخلاف السجل الجدید لامکان الوقوف علی حقیقۃ ما فیہ باقرار الخصم او البینۃ فلذا لا یعتمد علیہ۔[1]

استحسان کی وجہ ظاہری طور پر یہ ہے کہ قدیم اوقاف اور اس جیسے امور کو زندہ رکھنے کے لئے ضرورت ہے برخلاف جدید ریکارڈ کے کہ اس میں حقیقت پر اطلاع فریق کے اقرار یا گواہی سے ممکن ہے اس لئے اس پر اعتماد نہیں کیا جائیگا۔

(۱۱) صاحب افسر مال نے فقرہ ۲۵ میں ایسے کاغذات کو کتاب القاضی الی القاضی کے قبیل سے مان کر معتبر ٹھہرانا چاہا ہے، یہ فقرہ بہت قابل قدر ہے، ہم بخوبی تسلیم کرتے ہیں کہ ایسے کاغذات جو کچہریوں سے آئیں کتاب القاضی الی القاضی کے قبیل سے ٹھہرائے جائیں مگر اب یہ دیکھنا رہا کہ کتاب القاضی الی القاضی کن شرائط سے مقبول ہو سکتی ہے، تمام کتب میں تصریح ہے کہ اس کا قبول صرف اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ قاضی شرع جسے سلطان اسلام نے فصل مقدمات کے لئے مقرر کیا ہو اس کے سامنے مثلاً کوئی شرعی گواہی گزری اس نے دوسرے شہر کے قاضی شرع کے نام خط لکھا کہ میرے سامنے اس مضمون پر شہادت شرعیہ قائم ہوئی اور اس خط میں اپنا اور مکتوب الیہ کا نام و نشان پورا لکھا جس سے امتیاز کافی واقع ہو اور وہ خط دو گواہان عادل کے سپرد کیا کہ یہ میرا خط قاضی فلاں شہر کے نام ہے وہ باحتیاط اس قاضی کے پاس لائے اور شہادت ادا کی کہ آپ کے نام یہ خط فلاں قاضی فلاں شہر نے ہم کو دیا اور ہمیں

---

[1] ردالمحتار کتاب القضاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۰۹

گواہ کیا کہ یہ خط اس کا ہے اب یہ قاضی اگر اس شہادت کو اپنے مذہب کے مطابق ثبوت کے لئے کافی سمجھے تو اس پر عمل کرسکتا ہے اور بہتر یہ ہے کہ قاضی کاتب خط لکھ کر ان گواہوں کو سُنا دے یا اس کا مضمون بتا دے اور خط بند کرکے ان کے سامنے سربمہر کردے، اور اولیٰ یہ کہ اس کا مضمون ایک کُھلے ہوئے پرچہ پر الگ لکھ کر بھی ان شہود کو دے دے کہ اسے یاد کرتے رہیں یہ اگر مضمون پر بھی گواہی دیں کہ خط میں یہ لکھا ہے اور سربمہر خط اس قاضی کے حوالے کریں یہ زیادہ احتیاط کے لئے ہے ورنہ خیر اسی قدر کافی ہے کہ دو مردوں یا ایک مرد دو عورتوں عادل کو خط سپرد کرکے گواہ کرلے اور وہ باحتیاط یہاں لاکر شہادت دیں بغیر اس کے اگر خط ڈاک میں ڈال دیا یا اپنے آدمی کے ہاتھ بھیج دیا تو ہرگز مقبول نہیں اگرچہ وہ خط اسی قاضی کا معلوم ہوتا ہو اور اس پر اس کی اور محکمۂ قضا کی مُہر بھی لگی ہو اور اس کے سوا اور شرائط بھی ہیں کہ ہم نے اپنے فتاوٰی کتاب الصوم میں ذکر کیں۔ درمختار میں ہے:

القاضی یکتب الی القاضی بحکمہ وان لم یحکم کتب الشہادۃ لیحکم المکتوب الیہ بہا علی رأیہ وقرأ الکتاب علیہم او اعلمہم بما فیہ وختم عندہم وسلم الیہم بعد کتابۃ عنوانہ وھو ان یکتب فیہ اسمہ واسم المکتوب الیہ وشہرتہما واکتفی الثانی بان یشہدھم انہ کتابہ وعلیہ الفتوی ولا یقبل کتاب من محکم بل من قاض مولی من قبل الامام[1] (ملخصًا)۔

ایک قاضی اپنے فیصلہ کو نفاذ کے لئے دوسرے قاضی کی طرف بھیجے گا، اور فیصلہ نہ کیا ہو تو شہادت لکھ بھیجے گا تاکہ مکتوب الیہ قاضی شہادت پر اپنی رائے سے فیصلہ دے، بھیجتے وقت قاضی گواہوں کو خط سُنائے گا یا اس کا مضمون بتا کر مُہر لگائے گا عنوان اور پتہ لکھ کر گواہوں کے سپرد کردے گا، چٹھی میں اپنا اور مکتوب الیہ قاضی کا نام اور گواہوں کی شہادت قلمبند کرے گا جبکہ دوسرا (مکتوب الیہ) قاضی گواہوں سے شہادت لینے پر اکتفاء کرے گا کہ یہ فلاں قاضی کا خط ہے فتوٰی اسی پر ہے صرف باقاعدہ سرکاری قاضی کی چٹھی قبول ہوگی ثالث کی چٹھی قبول نہ ہوگی (ملخصًا)(ت)۔

دُرر وغُرر میں ہے:

لا یقبلہ ایضا الا بشہادۃ رجلین او رجل وامرأتین لان الکتاب

مکتوب الیہ قاضی چٹھی کو دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت کے بغیر قبول نہ کرے گا

---

[1] درمختار کتاب القضاء باب کتاب القاضی الی القاضی مطبع مجتبائی دہلی ۲/۸۲-۸۳

www.alahazratnetwork.org

قد یزور ؤ اذ الخط یشبہ الخط و الخاتم یشبہ الخاتم فلایثبت الا بحجۃ تامۃ۔[1]

کیونکہ چٹھی میں جعل سازی ہوسکتی ہے بوجہ اس کے کہ خط خط کے اور مہر مہر کے مشابہ ہوتا ہے لہٰذا چٹھی کامل شہادت کے بغیر پایۂ ثبوت کو نہ پہنچے گی۔ (ت)

ظاہر ہے کہ یہ کاغذات اصلاً ان شرائط پر نہیں آتے تو ان کا رَدّ واجب ہوا اور ان کا قبول کرنا محض خلاف شریعت، لہٰذا کاغذات کے متعلق یہ بیان ہم نے ان چار نمبروں میں کئے ان تمام کاغذات کے رَد کو کافی و وافی ہیں جن سے ثالثوں نے استناد کیا ہے لہٰذا ہمیں آئندہ کاغذات کے متعلق زیادہ بحث کی ضرورت نہ ہوگی ان چار نمبروں کے بیانات سمجھ لینے والا بے تکلف جان سکتا ہے کہ ان میں سے کوئی کاغذ اس پیمانے پر نہیں جو شریعت مطہرہ میں درکار ہے تو وہ کاغذ با دی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ میں نہیں کہتا کہ مدعیوں کی طرف کے جو کاغذ ہیں انھیں کی یہ حالت ہے بلکہ فریقین کے کاغذی ثبوت کی یہی کیفیت ہے کہ شریعت مطہرہ کے دربار میں وہ ایک کاغذی ناؤ سے زیادہ نہیں، ہم اگر اپنے بیان میں کسی کاغذ سے استناد کریں گے تو وہ الزاماً ہوگا نہ کہ تحقیقاً۔

(۱۲) مجھے رواج عام کی نسبت زیادہ تحریر کی ضرورت نہیں البتہ صرف افسر مال کے اس فقرہ[12] کے متعلق کہ "اس تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ کل ناکتان کی موجودگی میں یہ واقعہ قلمبند ہوا اور اللہ بخش و الٰہی بخش کا صحیح النسب ہونا امر محقق تھا اور کسی کو شک و شبہ نہیں تھا یہاں تک کہ یہ ایک رواج عام مثال قرار دئے گئے جس پر آئندہ فیصلجات خاندان کی وراثت کا مدار ہے، لطافت علی صاحب تحصیلدار کی ایک تحقیقات کا بیان کردینا مناسب ہے وہ اپنے فیصلہ ۲۰ ستمبر ۱۹۲۱ء فقرہ پنجم میں لکھتے ہیں کہ "عام تحقیقات اور موقع سے ظاہر ہے کہ بدرالدین کو خصوصاً اور اقوام چشتی گردو نواح کو عموماً طبعاً اپنی شرافت کے یہ امر نہایت ناگوار ہے کہ پیرنی زادگان یعنی عذرداران کو جائداد میں حصہ دیا جائے۔" اس تحقیقات کو بیان موصوف صاحب افسر مال سے ملاکر دیکھنا اس خیال کی ایک واضح راہ دیتا ہے کہ مدعیان وہ نہیں جن کی نسبت معززان قوم حصہ دار ہونے پر راضی ہوچکے اور خاندان کے لئے اسے ایک نظیر بنا چکے یہ وہی معززان قوم تو ہیں جن میں ان کو حصہ دئے جانے پر عام ناراضی ہے تو ضرور ہے کہ وہ مدعیان کو صرف پیرنی زادہ سمجھتے تھے نہ کہ پیرزادہ، اور رواج عام میں اس اولاد پیرنی کی نسبت رضامندی دی گئی ہے جو پیرزادہ یعنی نطفہ پیر صدرالدین سے ہو۔

---

[1] الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام کتاب القضاء باب کتاب القاضی میر محمد کتب خانہ کراچی ۲/ ۴۱۴

(۱۳) احمد شاہ کا اس کتاب پر اعتراض نہ کرنا جس سے صاحب افسر مال نے فقرہ ۲۵ میں استناد کیا ہے بالبداہۃ اس بناء پر نہیں کہ وہ اپنے علم ولیقین سے جانتا ہے کہ پیر صدر الدین نے یہ تحریر لکھی یا اس پر مُہر کی وُہ تحریر احمد شاہ کی ولادت سے بھی پہلے کی ہے اس کا سکوت اس عام غلطی کی بناء پر ہے جو آج کل لوگوں میں پھیلی ہوئی ہے کہ ایسے کاغذات کو جو کچہریوں سے بے شرائط کتاب القاضی الی القاضی آتے ہیں رواجاً وقانوناً مستند سمجھے جاتے ہیں اس کے ذہن میں بھی وہی رواج وقانون تھا یہ شرعی مسئلہ کہ فتوٰی دینے والے عالموں اور فیصلہ کرنے والے حاکموں پر بھی مخفی رہا، احمد شاہ اسے کیونکر جان سکتا تھا بلکہ اگر اسے معلوم بھی ہوتا جب بھی وُہ کچہری میں ایسے اعتراض کا موقع نہ پاتا کہ قانونی بات کی مخالفت پر کیونکر کھڑا ہوسکتا تھا اب کہ بالاتفاق فریقین تمام رواجی وقانونی باتیں ترک کر دی گئیں اور معاملہ شریعت مطہرہ کے سپرد ہوا وہ مبنٰی جس کی بناء پر احمد شاہ معترض نہ ہُوا تھا زائل وباطل ہوگیا یہ تو اعتراض سے اس کا سکوت ہے اگر وہ اسی عام غلط فہمی پر بنا کرکے اس کاغذ کے مستند ہونے کی تصریح بھی کر دیتا جب بھی وُہ اقرار کہ بنائے باطل پر مبنی تھا شرعاً باطل ہوتا، جامع الفصولین والاشباہ والنظائر صفحہ ۱۱۹ میں ہے:

اقر بالطلاق بناء علی ما افتی بہ المفتی ثم تبین عدم الوقوع فانہ لایقع[1]

کسی شخص نے مفتی کے فتوٰی کی بناء پر طلاق کا اقرار کیا پھر واضح ہُوا کہ طلاق کا وقوع نہیں ہُوا تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ (ت)

یہ بحث یاد رکھنے کی ہے کہ اور کاغذات کی نسبت بھی اگر احمد شاہ کے عدم اعتراض سے استناد ہو تو سب کا یہی جواب شافی وکافی ہے۔

کاغذ سوم صلحنامہ پیر بدر الدین

(۱۴) یہ کاغذ مدعیوں کا سب سے زیادہ مابہ الاستناد ہے ہر محکمہ میں اپنے دعوٰی کی بناء اسی پر رکھی ہے اور عموماً فیصلہ کرنے والوں نے بھی اسے کوئی بڑی چیز سمجھا یہاں تک کہ اگر خلاف بھی کیا تو بربنائے اعتباری جلکہ اور وجوہ سے، اس سب کا منشاء وہی ہے کہ آج کل ہندیوں کے ذہن میں رواج قانون کے باعث قانونی باتیں اصول مسلّمہ کے طور پر جمی ہوئی ہیں اگرچہ شرع مطہر میں ان کی کچھ اصل نہ ہو مدعیان و قانونی حکام سے تعجب نہیں، عجب تو ان اہل علم سے ہے جن سے شرعی سوال ہوا اور شریعت کا حکم

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الاقرار ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۲۱

دریافت کیا گیا اور ان سے جن کو شرعی فیصلہ کے لئے مقدمہ سپرد ہوا اور جن سے فریقین نے صاف کہہ دیا کہ قانونی رواجی باتیں چھوڑ دی گئیں محض احکام شرعیہ سے فیصلہ کرو، تاہم ان صاحبوں نے توجہ نہ فرمائی اور اپنے فتوٰی اور اپنے فیصلہ میں ایسی چیز معتبر مانی جو شرعاً محض بے بنیاد ہے ہم عنقریب فتاوٰی قاضی خاں وفتاوٰی خیریہ والاشباہ والنظائر سے لکھ آئے کہ قاضی صرف تین طور پر حکم دے سکتا ہے یا تو گواہان شرعی قائم ہوں یا مدعا علیہ دعوٰی تسلیم کرلے یا اس پر حلف رکھا جائے اور وہ قسم سے انکار کردے ان کے سوا نرا کاغذ کوئی چیز نہیں، نہ اس پر عمل ہوسکے، نیز فتاوٰی خیریہ جلد ۲ ص ۱۱ میں ہے:

المقرر عند علماء الحنفیة انه لا اعتبار بمجرد الخط ولا التفات الیه اذ حجج الشرع ثلثة وھی البینة او الاقرار او النکول کما صرح به فی اقرار الخانیة فلا اعتبار بمجرد المحضر المذکور ولا التفات الیه الا اذا ثبت مضمونه بالوجه الشرعی اعنی باحدی الحجج الشرعیة الثلث المشار الیھا[1]

علمائے احناف کے ہاں طے شدہ ہے کہ محض خط قابلِ التفات ہے اور نہ ہی قابلِ اعتبار ہے کیونکہ شرعی دلائل صرف تین ہیں، گواہی، اقرار اور قسم سے انکار، جیسا کہ خانیہ نے اقرار کی بحث میں تصریح کی ہے لہٰذا محضرنامہ مذکور قابلِ اعتبار اور قابلِ التفات نہ ہوگا سوائے اس کے کہ اس کا مضمون شرعی طریقہ یعنی مذکور شرعی دلائل سے ثابت ہوجائے (ت)

نیز اسی کے صفحہ ۲۲ جلد ۲ میں ہے:

ابرز کتاب من السجل فوجد فیه کذا وکذا ولیس الموجود فیه سوی خط فی ورق لیس من حجج الشرعی فی شیئ[2] (ملتقطا)۔

قاضی نے پہلے ریکارڈ میں سے چٹھی نکالی اس میں کوئی مضمون لکھا ورق پایا تو وہ شرعی دلیل کے بغیر حجت نہ بنے گا (ملتقطا)۔ (ت)

جوہرہ نیرہ ج ۳ ص ۲۴۵ میں ہے:

ولا یقبل الکتاب الا بشھادة رجلین اورجل وامرأتین لان الکتاب یشبه الکتاب فلا یثبت الا بحجة

کوئی مکتوب دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت کے بغیر مقبول نہ ہوگا کیونکہ مکتوب دوسرے مکتوب کے مشابہ ہوتا ہے لہٰذا شرعی حجۃ

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب ادب القاضی دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۱۳

[2] " " " " " " باب خلل المحاضر والسجلات " ۲/ ۲۳

تامۃ[1] ... کے بغیر پایۂ ثبوت کو نہ پہنچے گا اھ (ت)

دیکھو کیسی صاف تصریحیں ہیں کہ ایسی جملہ تحریرات نرے کاغذ ہیں جن میں سیاہی سے نقش بنے ہوئے ہیں اور وہ شرع میں حجت ہونا درکنار اصلاً التفات کے قابل نہیں۔

(۱۵) دواوین قضاۃ یعنی دفتر حکام لیجئے تو ہم ۹۰٭ میں ردالمحتار و ہدایہ و فتح القدیر و خیریہ سے بیان کر آئے کہ دفتر حکام وہی معتبر ہے جو خاص ان کی حفاظت میں ان کے مُہر و نشان کے نیچے ہو اور یہ کہ آج کل کے محافظ دفتری مسلمانوں کے ساتھ بھی خاص نہیں نہ کہ ثقہ عادل کے ساتھ اور نہ کہ جو نقل فریق کے ہاتھ میں ہو ہرگز قابلِ اعتماد نہیں۔

(۱۶) ۸٭ میں یہ بھی گزرا کہ دفتر حکام کا اعتبار بھی بضرورت ان مقدمات میں ہے جن کو زمانہ دراز گزرا اور ان پر ثبوت شرعی نہیں مل سکتا جہاں کہ معاملہ تازہ ہے حاکم خود اپنے دفتر پر کارروائی نہ کرے گا بلکہ انہیں طرق شرعیہ بینہ و اقرار و نکول کی طرف رجوع ضروری ہوگی اس پر ردالمحتار کی عبارت گزری، نیز اسی میں ہے:

لابد من تقییدہ بتقادم العہد کما قلنا توفیقا بین کلامھم[2] ... قدیم زمانہ کی قید ضروری ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے فقہاء کرام کے کلام میں تطبیق دیتے ہوئے۔ (ت)

(۱۷) خود صاحب افسر مال نے ان کاغذات کا بہت اچھا فیصلہ کر دیا کہ انہیں کتاب القاضی الی القاضی کے باب سے سمجھا جائے واقعی کچہری سے آئی ہوئی نقلیں اگر محمول ہو سکتی ہیں تو اسی پر اور تمام کتب مذہب کا اتفاق ہے کہ کتاب القاضی الی القاضی بے شہادت عادلہ کاملہ ہرگز معتبر نہیں اگرچہ اس پر قاضی کے دستخط اور دارالقضاء کی مہر بھی ہو، اس پر عبارات کتب ۱۱٭ میں گزریں۔

(۱۸) بلکہ انصافاً صلحنامہ کی عبارت کتاب القاضی الی القاضی کی حد تک پہنچ ہی نہیں سکتی، شہادت ہونا نہ ہونا بالائے طاق، صلحنامہ حاکم نے خود لکھا، نہ اس کے سامنے لکھا گیا، نہ مسل میں یہی بیان ہے کہ پیر بدرالدین نے حاکم کے سامنے اس کے لکھنے یا اس پر دستخط کرنے سے اقرار کیا بلکہ حاکم کے سامنے استفسار پر جو اس کا بیان ہونا ذکر کیا جاتا ہے اور جس پر فریق کی تصدیق بھی موجود ہے وہ بیان تحریر صلحنامہ سے قاصر ہے صلحنامہ میں کل جائداد ریاست و انگریزی کی نسبت تصفیہ ہونا مذکور ہے اور بیان استفسار میں صرف جائداد علاقہ انگریزی ذکر ہے جس سے شبہ کیا جا سکتا ہے کہ پیر بدرالدین نے قطع نزاع و رفع فساد

---

[1] الجوہرۃ النیرۃ ... کتاب آداب القاضی ... مکتبہ امدادیہ ملتان ... ۲/ ۲۴۵

[2] ردالمحتار ... کتاب القضاء ... داراحیاء التراث العربی بیروت ... ۴/ ۳۰۹

کے لئے جائداد علاقہ انگریزی میں مدعیوں کو دو خمس دینا گوارا کرلیا کہ وہ قلیل و کم حیثیت ہے بڑا حصہ اس کا اور 29
ریاست کی وافر جائداد اپنے اور اپنے بھائی کے لئے کافی سمجھی، راضی نامہ میں کاتب نے خود فریق کی تحریک سے
تمام جائداد کا ذکر کردیا ہو تو وہ کچھ مؤثر نہیں ہوسکتا ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اعتبار اس کا ہے جو تمسک
لکھانے والے نے اپنی زبان سے کہا اس کا کچھ اعتبار نہیں جو کاتب نے لکھا، فتاوٰی خیریہ جلد ۱ صفحہ ۱۲۸
میں ہے:

العبرۃ بما تلفظ بہ الواقف لالما کتب الکاتب فمن عبارات علمائنا العبرۃ لما ھو الواقع فی نفس الامر[1] اھ۔

واقف کے تلفظ کا اعتبار ہے نہ کہ کاتب کی لکھائی کا جیسا کہ ہمارے علماء کرام کی عبارات میں ہے کہ صرف نفس الامر واقع کا اعتبار ہے۔ (ت)

بدر الدین کا لکھا ہوا نام کوئی دلیل شرعی نہیں کہ اسی کے قلم سے ہے نہ نشان خط ملنے کا کوئی اعتبار، ہدایہ و عالمگیری وغیرہا عامہ کتب مذہب میں تصریح ہے کہ الخط یشبہ الخط[2] (خط خط کے مشابہ ہوتا ہے۔ ت)
اس کی کچھ عبارتیں اوپر بھی گزریں، نیز اشباہ والنظائر صفحہ ۳۹۱ وغیرہا میں ہے:

فاستکتب وکان بین الخطین مشابھۃ ظاھرۃ دالۃ علی انھما خط کاتب واحد لایحکم علیہ بالمال فی الصحیح[3]۔

اس نے کچھ لکھوایا اور دونوں خطوں میں واضح مشابہت ہے کہ ایک ہی کاتب کے معلوم ہوتے ہیں تو مالی معاملات میں اس لکھائی پر فیصلہ نہ دیا جائے گا صحیح قول میں۔ (ت)

اور بالفرض دستخط اسی نے کئے جب بھی کچھ بعید نہیں کہ اس نے صرف جائداد انگریزی کی نسبت کہا اور کاتب نے عمداً یا غلطاً کل کی نسبت لکھ دیا اور اس نے اس اعتماد پر کہ جو میں نے کہا وہی لکھا ہوگا خاص نظر نہ کی اور دستخط کردئے ایسا ہونا کچھ دور نہیں۔ ہدایہ جلد دوم ص ۷۱۵ میں ہے:

اذا کتب کتاب الشراء علی وصی کتب کتاب الوصیۃ علی حدۃ وکتاب الشراء علی حدۃ لان ذلک احوط، ولو

کوئی شخص جب وصی کا تقرر کرکے اس کو خریداری کا اختیار لکھوانا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ وصیت نامہ اور اس کا اختیار نامہ علیحدہ علیحدہ لکھوائے کیونکہ اس میں

---

[1] فتاوٰی خیریۃ کتاب الوقف دار الفکر بیروت ۱/۱۳۹-۴۰
[2] الہدایۃ کتاب الشہادۃ فصل ما یتحملہ الشاہد علٰی ضربین مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۱۵۷
[3] الاشباہ والنظائر الفن الثالث احکام الکتابۃ ادارۃ القرآن کراچی ۲/۱۹۸

29
29

کتب جملۃ عسی ان یکتب الشاھد شھادتہ فی اٰخرہ من غیر تفصیل فیصیر ذٰلک حملالہ علی الکذب[1]

احتیاط ہے، اگر دونوں کو اکٹھا لکھوایا تو ہوسکتا ہے کہ گواہ اپنی شہادت آخر میں بغیر تفصیل درج کرے جس کی بنا پر وُہ تحریر جھوٹ پر محمول ہوجائے (ت)

اسی کے حاشیہ پر کافی امام نسفی سے ہے :

کتب اشتری من فلان وصی فلان و اشھد علیہ قوما وفیھم من لم یشھد علی الایصاء فربما یشھد بالکل فیکون حملا لہ علی الکذب[2]

کاتب نے یوں لکھا کہ فلاں نے فلاں سے چیز خریدی اور کچھ لوگوں کی گواہی بھی لکھی اور ان گواہوں میں کوئی ایسا شخص بھی تھا جو وصیت کے وقت موجود نہ تھا تو ہوسکتا ہے کہ وہ خریداری کی شہادت میں وصیت کی شہادت بھی کہہ دے تو اس سے گواہ کو جھوٹ پر آمادہ کرنا لازم آتا ہے (ت)

کیا ہم علانیہ نہیں دیکھتے ہیں کہ اس نے مجوز کے سامنے صرف جائداد انگریزی کا اقرار کیا ہے تحریر صلحنامہ کے بعد حاکم کے سامنے بیان اس کی تصدیق وتحقیق کے لئے ہوتا ہے نہ یہ کہ فیصلہ تو قرار پایا ہو ایک ہزار پر اور بیان میں اقرار کرے پانچ سو کا پھر فریق بھی سُن کر تصدیق کرے کہ یہ بیان صحیح ہے۔

www.alahazratnetwork.org

(۱۹) ان سب امور سے اگر قطع نظر بھی کی جائے تو اس کا حاصل کتنا، صرف اس قدر کہ پیر بدرالدین نے مدعیوں کو اپنا بھائی تسلیم کیا مولوی عطا محمد صاحب کا اس پر اعتراض بہت صحیح ہے کہ جب وارث متعدد ہوں تو ایک کے اقرار سے مورث پر نسب نہیں ثابت ہوسکتا یہ اگرچہ خود اپنے اقرار پر ماخوذ ہو جبکہ اس پر قائم رہے مگر دوسروں پر اس کا اثر کچھ نہیں پڑ سکتا امام ابو یوسف کی روایت اول تو خلاف مذہب امام اعظم مختار ہونی مسلم نہیں، نہ بہ اخذ الکرخی کہنے سے اس کا مفتٰی بہ ہونا ثابت، اور یہ ایک لفظ دیکھنا اور ظاہر المتون علی ترجیح قولہما چھوڑ دینا بس عجیب ہے۔

ثانیاً وہ روایت صراحۃً اس صورت میں ہے کہ ایک ہی وارث ہو اور وہ دوسرے کی نسبت وراثت کا اقرار کرے اور دو یا زیادہ وارثوں میں سے ایک نے اقرار کیا تو بالاتفاق نسب ثابت نہ ہوگا، ثالثوں کی نظر نے یہاں کوتاہی کی، اسی قرۃ العیون کو اگر ایک ورق پہلے دیکھتے تو یہ دھوکا نہ ہوتا۔ وہ عبارت مولوی عطا محمد کے فیصلہ میں گزری، اور جامع الفصولین جلد ۲ صفحہ ۵۴

---

[1] الہدایہ کتاب الوصایا باب الوصی وما یملکہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۶۹۳
[2] حواشی الہدایۃ مع الہدایہ " " " " " " " " ۴/ ۶۹۳

میں ہے :

الوارث لو واحدا فاقر بابن اخر للمیت لا یثبت نسبه من المیت خلافا لابی یوسف والشافعی واجمعوا انه یشارکه فی الارث لنا ان مجرد تحمیل النسب علی الغیر لا یقبل کما لو اقر به فی حیاته او علی انسان اٰخر او کان فی الورثة غیره[1] اھ۔

اگر ایک وارث نے میّت کے لئے کسی اور بیٹے کا اقرار کیا تو اس کے ایک اقرار سے اس کا نسب میّت سے ثابت نہ ہوگا اس میں امام ابویوسف اور امام شافعی رحمہما اللہ تعالٰی کا خلاف ہے تاہم اس پر سب کا اتفاق ہے کہ وُہ مقرلہ وراثت میں شریک ہوگا ہماری دلیل یہ ہے کہ غیر کی طرف نسب منسوب کرنا بغیر دلیل معتبر اور مقبول نہیں جیسا کہ زندہ شخص کی طرف یا دوسرے شخص کا نسب یا وارثوں میں کوئی دوسرا بھی ہو اھ (ت)

ملاحظہ مسل سے واضح ہے کہ اس اقرار میں پیر سراج الدین شریک نہ تھا بلکہ وہ اس تحریر کے وقت موجود بھی نہ تھا اس کی طرف سے اگر اس اقرار کا رد ثابت نہیں تو اس کی تسلیم کا بھی پتہ نہیں غایت درجہ سکوت ہے، اور شرع کا قاعدہ مقررہ ہے کہ لا ینسب الی ساکت قول (کسی ساکت کی طرف کوئی قول منسوب نہ ہوگا۔ ت) جامع الفصولین واشباہ والنظائر و ردالمحتار وغیرہا میں اس کی تصریح ہے یعنی سکوت کرنے والے کو کسی بات کا قائل نہیں ٹھہرایا جاتا مستثنٰی صورتیں جو ان کتابوں اور ان کے شروح وحواشی میں ذکر کی ہیں یہ مسئلہ ان میں داخل نہیں۔ اظہار تحصیل منچن آباد سے جو صاحب افسر مال نے پیر سراج الدین کا بھی اس اقرار کو تسلیم کرنا نکالا ہے اس کا حال ان شاء اللہ عنقریب آتا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

(۲۰) شرع مطہر میں ایسے رشتے کا اقرار جس میں اپنے غیر پر نسب لازم کرنا ہو جیسے کسی کو اپنا بھائی بتانا کہ اس میں باپ پر نسب لازم کیا گیا خود اس مقر کے مال میں بھی اتنا ضعیف وکمزور مانا گیا ہے کہ جب تک کوئی دور کے رشتہ کا ضعیف سا ضعیف وارث موجود ہو بلکہ کوئی رشتہ دار بھی نہیں صرف مولی الموالاۃ ہو اس وقت تک یہ شخص جس کے نسب کا اقرار کیا ہے خود مقر کے ترکہ میں سے کچھ نہیں پاسکتا تمام کتب میں اس کی تصریح ہے ایسے واضح اور مشہور مسئلہ کو چھوڑ کر روایت امام ابویوسف کے وہ معنی قرار دینا اور اسے مفتی بہ ٹھہرانا سخت عجیب ہے۔ طحطاوی ج ۴ ص ۳۷۳ میں ہے :

ان کان للمقر وارث معلوم غیر الزوجین

اگر اقرار کرنے والے کے اپنے قریب بعید کوئی بھی

---

[1] جامع الفصولین الفصل التاسع والعشرون اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۴۵

قریب او بعید فهو اولی بالمیراث من المقرلہ لانہ لما لم یثبت نسبہ منہ لایزاحم الوارث المعروف ولامزاحمۃ اذا کان الوارث احد الزوجین وان لم یکن لہ وارث مزاحم استحق المقرلہ میراثہ لان للمقر ولایۃ التصرف فی مال نفسہ عند عدم الوارث[1]

زوجین کے علاوہ معروف وارث موجود ہوں تو مقرلہ کی نسبت وہ معروف وارث وراثت کا زیادہ حقدار ہے کیونکہ جب مقرلہ کا نسب ثابت نہیں ہے، تو وہ معروف ورثاء کے مقابل نہیں آسکتا، اور جب زوجین میں سے کوئی ایک دوسرے کا وارث ہو تو وہاں کوئی مزاحمت نہ ہوگی، اور اگر ان مقرلہ کے مقابل کوئی بھی معروف وارث نہ ہو تو پھر مقرلہ مقر کی وراثت کا حقدار ہے کیونکہ مقر کو اپنے مال میں تصرف کی ولایت ہے۔ (ت)

جامع الرموز صفحہ ۶۱۳ میں ہے:

ولو اقر رجل بنسب من غیر ولاد قریب بینھما کالاخ والعم والجد وابن الابن لایصح اقرارہ بالنسب[2]

اگر مقر (اقرار کرنیوالے) نے ولادت کے علاوہ کسی قریبی رشتہ کا اقرار کیا جیسے بھائی، چچا، دادا، پوتا ہونے کا۔ تو یہ اقرار نسب صحیح نہ ہوگا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ایضاح شرح اصلاح للعلامہ ابن کمال پاشا قلمی ص ۲۲۶ میں ہے:

لایصح لما فیہ من تحمیل النسب علی غیرہ فلا یرث الا عند عدم وارث معروف قریبا کان او بعیدا[3]

یہ صحیح اس لئے نہیں کہ اس میں غیر پر نسب ٹھونسنا ہے تو کسی قریب یا بعید معروف وارث کی عدم موجودگی میں ہی مقرلہ وارث ہوسکے گا

اگر ایک اس کے اقرار سے نسب ثابت ہوجاتا تو وارث قوی کا ضعیف تر وارث سے محروم کردینا کیا معنی رکھتا بلکہ واجب ہوتا کہ اس سے نیچے درجے کے جتنے ورثاء ہوں سب اس کے آگے محروم ہوں لیکن ایسا قطعاً نہیں تو ثابت ہوا کہ نسب ثابت نہ ہوا۔

(۲۱) ایسے نسب کا اقرار اگرچہ مقر کے مال پر نافذ ہو مگر یہ ایک فقہی فتوٰی ہے اور حکم یا قاضی کو مطلقاً اختیار نہیں ہوتا کہ وہ صورت مقدمہ میں جو حکم مسئلہ پائیں اس پر فیصلہ کردیں ان کا حکم اس حد

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الفرائض دارالمعرفۃ بیروت ۴/۳۰۳

[2] جامع الرموز کتاب الاقرار مکتبۃ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران ۳/۴۵۸

[3] ایضاح شرح اصلاح

تک محدود رہتا ہے جس قدر انھیں قاضی یا حکم کرنے والے نے اختیار دیا ہے مثلاً تقلید قضا میں سلطان نے یہ قید لگا دی کہ تجھے فلاں روز قضا کا اختیار دیا تو اسی دن اس کا حکم قاضی ٹھہرے گا دوسرے دن کچھ نہیں یا یہ تخصیص کردی کہ تجھے فلاں مکان میں اختیارِ قضا ہے تو وہ اس مکان کے اندر ہی قاضی رہے گا اس سے باہر کچھ اختیار نہیں رکھتا یا یہ شرط لگا دی کہ تجھے فلاں فلاں قبیلے یا فلاں فلاں اشخاص پر قاضی کیا تو وہ انھیں کا فیصلہ کرسکتا ہے ان کے ماوراء میں مثل اور رعایا کے ہے علٰی ہٰذا القیاس جو قید لگا دی جائے اس کے ساتھ مقید رہے گا کہ وہ بذاتِ خود والی نہیں بلکہ دوسرے کے ولایت دینے سے ولایت پاتا ہے تو وہ جس شرط کے ساتھ اختیار دے گا اسی کے ساتھ مختص رہے گا بعینہٖ یہی حال حکم کا ہے قاضی کی تولیت جانب فریقین سے تو فریقین ثالثوں کو جن شرائط کا پابند کریں گے اسی قدر انھیں اختیار فیصلہ ہوگا باقی میں وہ ایک راہ چلتے اجنبی کے مثل ہیں، اشباہ ص ۲۲۳ میں ہے:

القضاء یجوز تخصیصہ وتقییدہ بالزمان والمکان واستثناء بعض الخصومات کما فی الخلاصۃ۔[1]

قضاء کو کسی زمانہ، مکان اور بعض خصومات سے مقید اور مخصوص کرنا جائز ہے، جیسا کہ خلاصہ میں ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

درمختار جلد چہارم ص ۴۲ میں ہے:

القضاء یتخصص بزمان ومکان و خصومۃ حتی لو امر السلطان لعدم سماع الدعوی بعد خمسۃ عشر سنۃ فسمعہا لم ینفذ۔[2]

قضاء کو کسی زمانہ، مکان اور خصومت سے مختص کرنا جائز ہے حتی کہ اگر سلطان نے پندرہ سال بعد دعوٰی کی سماعت روک دیا ہو اور قاضی نے اس مقررہ مدت کے بعد سماعت کی تو نافذ نہ ہوگی (ت)

ردالمحتار صفحہ مذکورہ میں ہے:

قال فی الفتح الولایۃ تقبل التقیید و التعلیق بالشرط کقولہ اذا وصلت الی بلدۃ کذا فانت قاضیہا والاضافۃ کجعلتک قاضیا فی راس الشھر و

فتح میں فرمایا کہ ولایت شرط سے تعلیق وتقیید کو قبول کرسکتی ہے مثلاً سلطان کا یہ کہنا کہ جب تم فلاں شہر پہنچ جاؤ تو تم وہاں کے قاضی ہوجاؤ گے اور اضافت ونسبت کو بھی قبول کرسکتی ہے کہ میں نے

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب القضاء ادارۃ القرآن کراچی ۱/۳۶۹
[2] درمختار کتاب القضاء فصل فی الحبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/۸۱

والاستثناء کجعلتك قاضیا الا فی قضیة فلان ولا تنظر فی قضیة کذا[1] (ملخصًا)

تجھے فلاں ماہ کے شروع سے قاضی بنایا، اور ولایت استثناء کو بھی قبول کرسکتی ہے مثلاً یوں کہہ جائے کہ میں نے تجھے فلاں کیس کے ماسوا میں قاضی بنایا یا یوں کہ فلاں کیس کو زیر غور نہ لانا۔ (ت)

نیز صفحہ ۵۳۱ میں ہے:

یکون القاضی معزولا عنہا لما علمت ان القضاء یتخصص[2]

قاضی کی قضاء خاص ہوسکتی ہے اس لئے وہ اس تخصیص کی بناء پر معزول ہوتا ہے (ت)

درمختار صفحہ ۵۳۹ جلد ۴ میں ہے:

التحکیم تولیة الخصمین حاکما یحکم بینھما[3]

ثالثی دو فریقوں کا کسی کو حاکم بنانا کہ وہ ان دونوں میں فیصلہ کرے۔ (ت)

یہاں فریقین نے اقرارنامہ ثالثی میں یہ قید لگادی تھی کہ اگر ان کا شرعًا نسب ثابت نہ ہو تو ان کا میراث سے کچھ تعلق نہ ہوگا اور بشرط اولاد صحیح النسب ہونے کے فتوٰی ثالثان ناطق ہوگا جس کا صاف حاصل یہ تھا کہ نسب ثابت نہ ہو تو در بارہ وراثت انھیں حکم کا اختیار نہیں ثالث چہارم نے کہ ثبوت نسب نہ مانا اور وراثت مال کی نسبت فیصلہ دیا معلوم نہیں یہ کس اختیار سے تھا نہیں سے ظاہر ہوا کہ صاحب افسر مال کا فقرہ ۲۵ میں فیصلہ ثالث چہارم سے یہ استناد کہ اصل مطلب کی بات یعنی وراثت مال انھوں نے بھی مان لی ہے اسی قدر کافی ہے ایک محض بے اثر چیز سے استناد ہے۔

کاغذ چہارم شجرہ نسب

(۲۲) شجرہ نسب جو منٹگمری سے آیا اس کی نسبت علاوہ ان اعتراضوں کے جوایسے کاغذات کی نسبت مکرر گزر چکے اور ثابت کردیا گیا کہ وہ شرعًا استناد درکنار التفات کے بھی قابل نہیں یہ شجرہ حاکم کی کسی اپنی تحقیقات پر مبنی نہیں بلکہ اسی صلحنامہ بدرالدین پر اس کی بناء ہے اور ہم دلائل قاہرہ سے ثابت کر آئے کہ وہ اپنی ذاتی نامعتبری کے علاوہ ثبوت نسب کے بارہ میں محض مہمل ہے تو یہ شجرہ کہ اس پر مبنی تھا

---

[1] ردالمحتار کتاب القضاء فصل فی الحبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۴۲

[2] " " " " " ۴/ ۳۴۳

[3] درمختار " باب التحکیم مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۸۲

اسی کی طرح باطل و بے عمل ہے ہاں جائداد انگریزی میں بدرالدین کی طرف سے قطع نزاع کے لئے اس کے یہ الفاظ قابلِ لحاظ ہیں کہ "حصہ ملکیت برخلاف حصہ جدی کے" رسمی قرار پایا۔

کاغذ پنجم ۹ اظہار منچن آباد

(۲۳) کاغذات کے متعلق جو نفیس جلیل ابحاث شرعیہ ہم بار بار لکھ آئے اور ثابت کر آئے کہ شرع مطہر ایسے نرے کاغذی تبع خرچ پر اصلاً لحاظ نہیں فرماتی وہی بحثیں اس کاغذ کے بھی مہمل و بیکار ہونے کے لئے کافی تھیں مگر اس کاغذ کی حالت نے ان عظیم بحثوں کی اور بھی تائید و تصدیق کر دی اور خود ہی ایک واضح نظیر ہو کر زبانِ حال سے صاف بتا دیا کہ دیکھو شرع مطہر حکیم ہے وہ ایسی وجوہ سے نری کاغذی بات کو نامعتبر فرماتی ہے یکم جون ۱۸۹۳ء کو اللہ بخش نے تحصیل منچن آباد میں درخواست دی کاردار صاحب نے طلبی فریقین کا حکم دیا ۱۳ جون کو پھر پیشی ہوئی اب مکرر حکم طلبی تحریر ہوا ۲۹ اگست کو پیشی ہوئی اور کاردار صاحب نے لکھا کہ اب تک نہ فریقین آئے نہ کوئی رپورٹ پیش کار کی شامل ہوئی اب حکم تاکیدی طلبی کا بھیجا گیا ۶ ستمبر کو باخذ محلکہ طلبی ہوئی ۷ ستمبر کو فریقین کی اطلاع یابی اور سراج الدین کی بیماری کا عذر تحریر ہوا ۸ ستمبر کو پیشکار نے اسی مضمون کی رپورٹ تحصیل میں بھیجی ادھر تو یہ کارروائی ہو رہی ہے ادھر ۲۲ اگست کو بدرالدین اور سراج الدین حاضر ہو گئے اظہار بھی دے گئے حکم بھی ہو چکا مقدمہ ختم بھی ہو گیا مسل داخل دفتر بھی ہو گئی اور ۲۹ اگست کو پھر کاردار صاحب شاکی ہیں کہ ۱۳ جون سے اب تک کوئی نہیں آیا اس خوابِ پریشان کی کیا تعبیر کہی جائے ۲۲ سے ۲۹ تک ایسی مدت بھی تو طویل نہ گزری تھی کہ کاردار صاحب اور تمام اہل محکمہ کسی کو یاد نہ رہا کہ ابھی فریقین حاضر ہو کر اظہار دے چکے ہیں مقدمہ ختم ہو چکا ہے اب یہ دوبارہ پیشی کیسی اور مکرر طلبی کس لئے، اور محلکوں کی شدت کس بنا پر، ناچار صاحب افسر مال کو بھی فقرہ ۱۲ میں تسلیم کرنا پڑا کہ اہلمد ایسی بدعنوانیاں بطور خود کر لیتے ہیں حاکم کو اطلاع بھی نہیں ہوتی اور احکام جاری کر دیتے ہیں اور خود ہی حکم اخیر بھی لکھ دیتے ہیں کبھی یہ کہ داخل دفتر ہو کبھی یہ کہ بند و بست میں پیروی کرو اور یہ بھی تصریح فرمائی کہ دفتر والوں سے سازش ہو کر بھی ایسی کارروائیاں ہو جاتی ہیں اور یہ بھی کہ یہ میدان اہلمدوں کی سبز چراگاہ ہے جب یہ سب کچھ ثابت ہے تو کون سی دلیل قائم ہے کہ یہ دوبارہ طلبی اور بار بار کی پیشیوں کے احکام بھی اہلمدوں کے بطور خود لکھے ہوئے ہیں اور ۲۲ اگست کا اظہار و حکم ان کی سبز چراگاہ سے دور و محفوظ ہے حاکم کے دستخطوں کو دیکھا جائے تو وہ ان احکام پر بھی ہیں نرے دستخط شرع میں کوئی حجت کہ سیکڑوں بن سکتے ہیں،

اور متعدد کتابوں سے اس کی تصریح گزری غرض دفتر والوں کو خودمختاریاں ماننے بغیر چارہ نہیں اور انھیں پلیش خولیش کچھ تحریروں سے خاص کر لینے اور فلاں تحریر کو ان سے محفوظ ماننے کی کوئی وجہ نہیں، یہی شناعتیں تو ہیں جن کے سبب شرع مطہر نے ان کا دربار ہی جلا دیا اور سبز چراگاہوں کا راستہ یک قلم بند فرمایا۔

(۲۴) پھر اس پر کاروادصاحب کا جو حکم بتایا جاتا ہے کتنے مزہ کا ہے ایک فریق داخل خارج کی درخواست کرتا ہے دوسرے کو کہتے ہو کہ وہ بلا عذر قبول کر رہا ہے پھر بندوبست میں درخواست دینے پر اسے ملتوی کرنا کیا معنیٰ رکھتا ہے یہ اظہار اگر واقعی ہوتا تو کاروار صاحب فوراً حکم انتقال دیتے اور اسی کا موقع تھا جیسا کہ خود صاحب افسر مال کو فقرہ ۱۰ میں تسلیم ہے کہ "کاروار کو انتقال کا حکم دینا تھا" غرض یہ حکم اگرچہ فریقین راضی ہوں مگر انتقال ابھی نہ ہونا چاہئے بلکہ بندوبست جاری ہے اس میں درخواست دو ایک ایسا عجیب حکم ہے جس کی نظیر انھیں سبز چراگاہوں میں مل سکتی ہے جاہلوں تک میں تو مثل مشہور ہے کہ دو دل راضی تو کیا کرے گا قاضی۔ لہٰذا قرین قیاس یہی ہے کہ ۸ ستمبر تک فریقین کی حاضری نہ ہوئی جیسا کہ مسل سے واضح ہے اور یہ ۲۲ اگست کا اظہار اور بے معنی حکم اسی دفتری سازشوں اور سبز چراگاہوں کی سیاہ کاری ہے۔

(۲۵) لطف یہ کہ بندوبست اس تاریخ سے پہلے کبھی کا ختم ہو چکا تھا اور کاروار صاحب یہ ہدایت کریں کہ بندوبست جاری ہے اس میں درخواست دو، دیکھو فیصلہ صاحب افسر مال فقرہ ۱۲، پھر اگر یہاں تسلیم کیا جائے کہ بندوبست اس وقت جاری تو مدعیوں کا اس میں درخواست نہ دینا کیا معنی بدر الدین و سراج الدین کی رضامندی کو وہ ایک بار آزما چکے تھے کہ بقول ان کے راضی نامہ کر کے کاربند نہ ہوئے اور ان کا اندراج نام نہ کرایا جس پر انھیں تحصیل میں عرضی دینی پڑی کیا انھوں نے نہ سنا تھا کہ آزمودہ را آزمودن جہل ست (آزمائے ہوئے کو آزمانا جہالت ہے۔ ت) اب دونوں بھائی اقرار لکھا چکے اور بندوبست جاری تھا تو مدعی ہرگز اپنا کام پختہ کر لینے سے نہ بیٹھتے، پھر خوبی یہ کہ جب چھ سال بعد بندوبست جدید میں غلطی کی اصلاح چاہی تو اس درخواست میں بھی مدعیوں نے اس اقرار و تسلیم ہر دو برادران کا کوئی ذکر نہ کیا بلکہ صلحنامہ منتگمری ہی کو دستاویز بنایا اگر تحصیل پنچن آباد میں دونوں بھائیوں نے یوں بلا عذر ان کے نام انتقال تسلیم کر لیا ہو تو سب سے زیادہ بنائے کار اسی پر رکھنی تھی نہ یہ کہ درخواست میں اس کا نام تک نہیں۔

(۲۶) صاحب افسر مال فقرہ ۱۱ میں اپنے یہاں کے محکموں کے سخت شاکی ہیں اور وہاں کے انتقالات کو بہت سنگلاخ دشوار گزار راہ بتاتے ہیں مگر سختیاں وہیں پیش آتی ہیں جہاں منازعت ہو مزاحمت ہو، کیا اس کی کوئی نظیر بتائی جا سکتی ہے کہ فریقین راضی نامہ کر لیں ایک فریق

اس کا اجرا چاہے دوسرا بلا عذر قبول کرتے باینہمہ بار بار کی تحریکوں کے بعد سولہ سال تک معاملہ ہنوز روز اول ہے یہ اسی امر کی تائید کرتا ہے کہ اگر واقع ہوتا اس قدر، ہوگا کہ پیر بدر الدین نے جھگڑا کاٹنے کے لئے علاوہ انگریزی کی تھوڑی جائداد سے چھوٹا حصہ رسمی طور کا جیسا مصالحتوں میں ہوتا ہے، نہ جدی حصہ جیسا برابر کے بھائیوں کو دیا جاتا ہے مدعیوں کو دینا گوارا کیا، پیر سراج الدین نے بھی اس پر سکوت کیا مگر ریاست کی جائداد نہ کبھی دینی چاہی نہ اس میں مزاحمت ترک کی نہ مدعیوں کے پاس کوئی کافی ثبوت تھا وہ ارادہ کرتے تھے اور بیٹھ رہتے تھے تحصیل پنچن آباد میں درخواست دی اور حاضر نہ ہوئے، بقول مدعیان محکمہ بندوبست کی ہدایت ہوئی اور وہاں نہ گئے اس کے بعد تحصیل میں پھر درخواست دی اور پیروی کو نہ آئے یہ سب قرائن ان کے بے اصل دعوٰی کے ہیں اور کچھ بھی قرینہ نہ ہوتا تو بار ثبوت ان کے ذمہ تھا جس سے وہ آج تک سبکدوش نہ ہوئے بالجملہ اس کاغذ پنجم کی حالت سب سے زیادہ ردی ہے ثبوت میں اس کا نام لینا شرع تو شرع عقل عرفی سے بھی میل نہیں رکھتا۔

کاغذ ششم ۱۱ تحریر مولوی نورالدین

(۲۷) رہے کاغذ کی بے اعتباری تو دلائل قاہرہ سے بارہا ہم ثابت کر آئے مگر یہ کاغذ ایک شہادت ہے کوئی فیصلہ نہیں کسی کاغذ محکمہ کی نقل نہیں کوئی تمسک نہیں جن میں کاغذی ثبوت برخلاف اصول شرع آجکل قابل توجہ سمجھے گئے ہیں جو کسی واقعہ کی شہادت ادا کرنا چاہے وہ ایک پرچہ پر لکھ کر کسی فریق کو دے دے اور فریق اسے محکمہ میں پیش کرے کہ یہ فلاں کا بیان ہے جس کے ساتھ اتنی شہادت بھی نہ ہو کہ فلاں نے ہمارے سامنے یہ کاغذ لکھا یہ دستخط اسی کے ہیں اس نے ہمارے سامنے کئے محض فریق کے زبانی بیان پر وہ کاغذ شہادت میں لے لیا جائے ایسا تو شاید قانون و رواج میں بھی نہ ہوگا شرع کا حکم تو پہلے ہی سن چکے کہ بجوئے نخرند۔

(۲۸) صاحب افسر مال نے فقرہ ۹ میں مولوی نورالدین پیش کردہ مدعا علیہ کو یوں مشکوک ٹھہرایا کہ اس میں اہتمام کیا گیا ایک روپیہ کے کاغذ پر لکھائی گئی حالانکہ فریق مقدمہ جسے رواجاً اپنی سند سمجھے اس میں رواجی استحکام کی کوشش کوئی منشاء شک نہیں ہوسکتی شاید اگر سادہ پرچہ لکھا ہوتا تو اسی پر یہ شک ہوتا کہ کچے کاغذ کا کیا اعتبار، مگر انصافاً اگر شک ہوتا ہے تو تحریر پیش کردہ مدعیان زیادہ محلِ ریب ہے نورالدین کی اپنے دل کی لکھی ہوئی اتنی ہی بات ہے جو اس نے تحریر اول میں لکھی کہ نکاح میں نے پڑھایا اور یہ دونوں وقت نکاح موجود تھے اگر اس وقت اس کے ذہن میں یہ ہوتا کہ میرے پڑھاتے ہوئے نکاح

سے پہلے خفیہ نکاح ہو لیا تھا تو وہ ضرور اسے ذکر کرتا یا کم از کم ایسا لفظ نہ لکھتا جو اس کے علم کے خلاف مدعیوں پر ناحق برا اثر ڈالتا مگر جب وہ تحریر دے چکا اور مدعیوں کو اس سے اپنا ضرر ظاہر ہوا تو تیسرے دن یہ دوسری تحریر پیدا کی گئی یا جس طرح ممکن ہوا ایک عاجز مولوی سے لی گئی۔

(۲۹) نرے کاغذی ثبوت ماننے والوں کو یہ کہنا پڑے گا کہ دونوں تحریریں مولوی نورالدین کی ہیں اور اس نے یا تو پہلی تحریر میں اخفائے حق کیا اور مدعا علیہ کی خاطر یا کسی طمع سے مدعیوں کو ضرر پہنچانا چاہا یا دوسری تحریر میں خلافِ حق بات بنائی اور مدعیوں کے لحاظ خواہ کسی لالچ سے مدعا علیہ کو نقصان رسانی چاہی بہرحال اس کی شہادت ساقط ہو گئی اور اس کی بات قابلِ التفات نہ رہی۔

(۳۰) بالجملہ مدعیوں کا یہ کاغذ پیش کرنا ان کو نافع تو کچھ نہ ہوا مگر ان کے ضرر کا دروازہ کھول گیا اسی کاغذ سے ظاہر ہو گیا کہ وہ اپنی ماں کے نکاح مشہور کے وقت اپنا موجود ہونا تسلیم کرتے ہیں اور اس لاعلاج مرض کا یوں مداوا چاہتے ہیں کہ نورالدین کہتا تھا کہ پیر صدرالدین نے کہا تھا کہ ایک نکاح خفیہ دو گواہوں کے سامنے پہلے ہو لیا تھا نکاح مشہور کے وقت ان کا موجود نہ ہونا تو یہ خود مان چکے، رہا یہ کہ پہلے کوئی خفیہ نکاح ہوا تھا اس کا ثبوت دینا ان پر عائد ہوا جس سے وہ آج تک عہدہ برآ نہ ہوئے، عہدہ برآ نہ ہونا درکنار اس کی طرف رُخ بھی نہ کیا اور کیونکر رُخ کرتے وہ جانتے ہیں کہ اس کا چارہ ان کی قدرت میں نہیں، کیا فقط نورالدین کا بیان نکاح کو ثابت کر دے گا کیا شرع میں اس کی کوئی نظیر ہے کہ صرف ایک شاہد کے بیان اقرار سے نکاح ثابت ہو جائے تمام کتب اور خود قرآن عظیم میں تصریح ہے کہ کم از کم دو گواہوں کی ضرورت ہے تو مدعیان نہ نکاح مشہور سے پیدا ہوئے نہ نکاح خفیہ ثابت کر سکے پھر کس بنا پر وارث بن بیٹھے۔

(۳۱) فرض کیجئے کہ نکاح خفیہ مان بھی لیا جائے تو اس کی کوئی مدت بیان میں نہ آئی کہ کب اور نکاح مشہور سے کتنا پہلے ہوا نورالدین نے صرف چند سال کہا جس کا صدق تین بلکہ اردو کا چند دو سال پر بھی ممکن، اور گواہ نکاح مولوی غلام قادر کا بیان ہے کہ نکاح مشہور کے وقت اللہ بخش آٹھ سال اور الٰہی بخش چار برس کا تھا غرض اس قدر میں شک نہیں کہ حالت مبہم ہے اور تحریر مولوی نورالدین سے کچھ نہیں ثابت ہو سکتا کہ ان کی ولادت بعد نکاح خفیہ ہوئی، نہ اقرار پیر صدرالدین میں اس کا کچھ تذکرہ۔ صدرالدین نے اتنا ہی تو کہا کہ پہلے نکاح خفیہ کر چکا ہوں، یہ کب کہا کہ مدعی اسی نکاح خفیہ سے پیدا ہیں، مدعی درکنار اس نے نکاح خفیہ و مشہور کے بیچ میں اپنی کوئی اولاد ہونے کا اصلاً ذکر نہ کیا پھر خفیہ نکاح سے مدعیوں کا پیر صدرالدین کی اولاد ہونا کیونکر ثابت ہوا عجب ہے کہ صاحب افسر مال نے فقرہ ۹ میں ایسے مہمل کاغذ کو جواب دندان شکن فرمایا جو انصافاً خود اپنے پیش کرنے والے ہی کو ضرر رساں ہے۔

(۳۲) ثالث صاحبان اور صاحب افسر مال نے فقرہ ۹ و ۲۱ میں یہ تو لکھا کہ صحت نکاح کے لئے دو گواہ کافی ہیں اسی قدر سے اعلان ہوجاتا ہے، بیشک ہوجاتا ہے، اور ضرور کافی ہیں مگر اس طرف کسی صاحب نے توجہ نہ فرمائی کہ دو گواہوں کے سامنے ہونے کا ثبوت بھی تو درکار ہے یا بلا ثبوت رجمًا بالغیب مان لیا جائے گا کیا ان گواہوں نے خود آکر ثالثوں یا صاحب افسر مال کے سامنے شہادت دی کیا انھوں نے اپنی شہادت پر دو شاہد عدل اپنے نائب کرکے بھیجے اور انھوں نے براعات شرائط شرعیہ شہادۃ علی الشہادۃ ادا کی یا کیا ہوا کچھ بھی نہ ہوا دو گواہ ہونے کا ثبوت کیا ہے پیر صدر الدین کا اقرار، ان کے اقرار کا ثبوت کیا ہے؟ مولوی نورالدین کا بیان، ان کے بیان کا ثبوت کیا ہے؟ ایک کاغذ میں کچھ حرف لکھے ہوئے ہیں، اس کاغذ کا ثبوت کیا ہے؟ صرف مدعیوں کا بیان، تو حاصل یہ ٹھہرا کہ نری مدعیوں کی زبان نکاح خفیہ کی گواہ ہے اور اسی کی بناء پر اسے مانا گیا ہے حالانکہ ع

باطل ست آنچہ مدعی گوید

(جو کچھ مدعی نے کہا ہے وہ باطل ہے۔ت)

ایسا ثبوت اگر مان لیا جائے تو نرے عرضی دعوٰی ہی پر کیوں نہ مدعیوں کو ڈگری دیا جایا کرے آخر وہ اس میں بھی تو کہا کرتے ہیں کہ ہم حق پر ہیں ہمارا بیان سچا ہے غرض اس کاغذ کا سند میں نام لینا بھی شرعًا عقلًا عرفًا کسی طرح کوئی معنی نہیں رکھتا۔ الحمدللہ تمام کاغذی سندوں کے جواب سے فراغ پایا اور واضح ہوگیا کہ ان میں ایک پرچہ بھی قابل استناد نہیں۔ اب امر ہفتم کی طرف چلئے۔

www.alahazratnetwork.org

سند ہفتم شہادات

(۳۳) شہادتوں پر مولوی عطا محمد صاحب کا اعتراض بہت حق و بجا ہے فی الواقع شرع مطہر نے حقوق العباد میں لفظ اشہد یا اس کا ترجمہ کہ گواہی می دہم یا گواہی دیتا ہوں رکن شہادت قرار دیا ہے بغیر اس کے ہرگز شہادت متحقق نہیں ہوسکتی خالی خبر ہوگی جو یہاں اصلًا قابل التفات نہیں، تمام کتب مذہب میں اس کی تصریح ہے، ہدایہ جلد دوم ص ۱۰۱ میں ہے:

ولا بد فی ذٰلک کلہ من العدالۃ ولفظۃ الشہادۃ فان لم یذکر الشاہد لفظۃ الشہادۃ وقال اعلم او اتیقن لم تقبل شہادتہ[1]

ان سب میں عدالت اور لفظ شہادت ضروری ہے اگر گواہ نے لفظ شہادت نہ کہا اور میں جانتا ہوں یا مجھے یقین ہے کہا تو شہادت مقبول نہ ہوگی۔ (ت)

---

[1] الہدایۃ کتاب الشہادۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۲/۱۵۵

اسی میں ہے :

اما لفظة الشھادة فلان النصوص نطقت باشتراطھا اذ الامر فیھا بھذہ اللفظة ولان فیھا زیادة توکید فان قولہ اشھد من الفاظ الیمین کقولہ اشھد باللہ فکان الامتناع عن الکذب بھذہ اللفظة اشد۔[1]

لفظ شہادت تو اس لئے کہ تمام نصوص نے اس کو شرط کہا ہے کیونکہ شہادت کا حکم اسی لفظ سے بیان ہوا ہے اور اس لئے کہ اس لفظ میں تاکید زیادہ ہے کیونکہ شاہد کا اشھد کہنا، یہ قسم کے الفاظ میں سے ہے (جیسے اشھد باللہ قسم ہے) لہٰذا اس لفظ میں جھوٹ سے امتناع زیادہ قوی ہے (ت)

فتح القدیر جلد ۶ صفحہ ۱۰۰ میں ہے :

وقد وقع الامر بلفظ الشھادة فی قولہ تعالٰی واقیموا الشھادة للہ وقولہ علیہ الصلوة والسلام اذا رأیت مثل الشمس فاشھد فلزم لذلک لفظ الشھادة۔[2]

اللہ تعالٰی کے ارشاد اقیموا الشھادة (شہادت قائم کرو) اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ارشاد اذا رأیت مثل الشمس فاشھد (یعنی جب سورج کی مثل دیکھ لے تو شہادت دے) تو اس سے لفظ شہادت لازم ہوا کیونکہ یہاں لفظ شہادت سے حکم دیا گیا ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

فتاوٰی عالمگیریہ جلد ۳ صفحہ ۴۵۰ میں ہے :

واما رکنھا فلفظ اشھد بمعنی الخبر دون القسم ھکذا فی التبیین۔[3]

لیکن شہادت کا رکن، تو لفظ اشھد بمعنی خبر ہے بمعنی قسم نہیں ہے، تبیین میں یونہی ہے (ت)

اسی طرح بحر الرائق جلد ہفتم ص ۶۱ میں ہے۔ درمختار و ردالمحتار و قرۃ العیون کی عبارتیں فتوائے مولوی عطا محمد صاحب میں گزریں اور خود تکثیر عبارات کی کیا حاجت جبکہ علماء نے قرآن عظیم ہی کا نص اس پر ذکر فرمایا۔

(۳۴) صاحب افسر مال کا فقرہ ۲۵ میں اس ناممکن الجواب اعتراض پر یہ اعتذار پیش کرنا کہ فقہا نے لفظ اشھد کی شرط تو ضرور لگائی مگر اس کی علت یہی ہے کہ اشھد میں معنی قسم ہیں تو معنی قسم جس لفظ سے پورے کرلئے جائیں شرط حاصل ہوجائے گی سخت عجیب ہے جس کی نظیر یہی ہوسکتی ہے کہ نماز

---

[1] الہدایۃ	کتاب الشہادۃ	مطبع یوسفی لکھنؤ	۱۵۵/۳
[2] فتح القدیر	کتاب الشہادات	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	۴۵۶/۶
[3] فتاوٰی ہندیہ	" " الباب الاول	نورانی کتب خانہ پشاور	۴۵۰/۳

کے لئے شرع میں ہیئت تو ضرور مقرر ہے جس میں قیام و رکوع و سجود و قعود وغیرہا ارکان ہیں مگر ان سب سے مقصود تعظیم الٰہی ہے تو وہ جس طرح حاصل ہو نماز ادا ہوجائے گی کچھ ان ارکان کی ضرورت نہیں، شہادت میں لفظ اشہد شرط نہیں بلکہ فقہاء نے اسے رکنِ شہادت لکھا ہے جیسا کہ تبیین الحقائق و بحرالرائق و عالمگیریہ سے گزرا اور کوئی شے بغیر اپنے رکن کے متحقق نہیں ہوسکتی۔

(۳۵) سخت عجب یہ ہے کہ کتابیں صاف تصریحیں کررہی ہیں اور کوئی لفظ اس کے قائم مقام نہیں ہوسکتا، درمختار سے گزرا:

هذه المعاني مفقودة في غيره فتعين[1]	یہ معنی اس کے غیر میں مفقود ہے تو یہ متعین ہے۔ (ت)

اسی طرح بحرالرائق جلد ۷ ص ۶۱ میں قرۃ العیون سے گزرا، لا یقوم غیرها مقامها[2] (دوسرا اس کے قائم مقام نہیں ہوسکتا۔ ت)

بحرالرائق جلد ۷ ص ۶۲ میں ہے:

شرط لجميع انواعها لفظ اشهد بالمضارع فلا يقوم غيره مقامه وقد منا ان لفظها ركن[3]	تمام اقسام شہادت میں لفظ اشہد مضارع ہے لہٰذا دوسرا لفظ اس کے قائم مقام نہیں ہوسکتا جبکہ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ یہی لفظ رکن ہے۔ (ت)

پھر اس کا مطلب یہ ٹھہرانا کہ کچھ اس لفظ کی خصوصیت نہیں بالکل دن کو رات سے تفسیر کرنا ہوگا۔

(۳۶) یہ بھی محض غلط ہے کہ اس کی علت معنی قسم ہے بلکہ معانی کثیرہ کا اجتماع جن میں سے ایک معنی قسم بھی ہے، درمختار کی عبارت گزری:

لتضمنه معنى مشاهدة وقسم واخبار للحال[4]	کہ مشاہدہ قسم اور حال کے معنی کو متضمن ہے۔ (ت)

فتح القدیر جلد ۶ صفحہ ۱۱ میں ہے:

---

[1] درمختار	کتاب الشہادات	مطبع مجتبائی دہلی	۲/۹۰
[2] قرۃ عیون الاخیار	" "	مصطفی البابی مصر	۱/۵۲
[3] بحرالرائق	" "	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۷/۶۲
[4] درمختار	" "	مطبع مجتبائی دہلی	۲/۹۰

لفظة الشهادة اقوی فی افادة تاکید متعلقها من غیرها من الالفاظ کا علم و ایتقن لما فیها من اقتضاء معنی المشاهدة و المعاینة التی مرجعها الحس[1]

شہادت کا لفظ اپنے متعلق کی تاکید میں دوسرے ہم معنی الفاظ کی نسبت اقوٰی ہے جیسے کہ لفظ "میں جانتا ہوں" مجھے یقین ہے، کے مقابلہ میں، کیونکہ شہادت کا لفظ مشاہدہ اور معاینہ جس کا مرجع حس ہے، کو چاہتا ہے۔ (ت)

بلکہ عالمگیری سے گزرا کہ اشھد بمعنی خبر رکن ہے نہ بمعنی قسم۔

(۳۷) یہ بھی ہرگز مسلم نہیں کہ کچہریوں میں حلف کے معنی پورے کرائے جاتے ہیں کہیں یہ کہلوایا جاتا ہے سچ کہوں گا خدا میری مدد کرے کہیں یوں کہ خدا کو حاضر ناظر جان کر سچ کہوں گا ان الفاظ کو یمین سے کچھ تعلق نہیں اور اگر وہی لفظ کہلوائے جائیں جو صاحب افسر بال نے لکھے کہ خدا کی قسم میں سچ کہوں گا تو یہ یمین منعقدہ ہوتی یعنی آئندہ کی نسبت جس کے خلاف کرنے پر پندرہ سیر گیہوں یا تین روزوں میں کام نکل سکتا ہے بخلاف اشھد کہ اس میں یمین غموس ہے کہ سلطنت ہفت اقلیم یا لاکھ روزے بھی اس کا کفارہ نہیں ہو سکتے تو اس میں اس کے معنی کا ادا ہو جانا کیونکر ممکن۔

www.alahazratnetwork.org

(۳۸) دوسرا لفظ صاحب افسر بال نے یہ لکھا کہ خدا کو حاضر ناظر سمجھ کر شہادت دوں گا یہ بھی ایک وعدہ ہے جو کسی اشھد کے معنی پورے نہیں کر سکتا، علماء تصریح فرماتے ہیں کہ شہادت بلفظ مضارع بمعنی حال لازم ہے درمختار سے ابھی گزرا واخبار للحال[2] (حال کی خبر دینا ہے۔ ت) ردالمحتار ج ۴ ص ۳۷۵ میں ہے:

فلو قال شھدت لا یجوز لان الماضی موضوع للاخبار عما وقع فیکون غیر مخبر فی الحال[3]

اگر اس نے "شھدت" بلفظ ماضی کہا تو ناجائز ہے کیونکہ ماضی گزشتہ واقعہ کی خبر کے لئے وضع کیا گیا ہے تو یہ ماضی، حال کی خبر نہ دے گا (ت)

جب صیغہ ماضی معتبر نہ ہوا جو یمین میں مثل صیغہ حال ہے حلفت باللہ اور احلف باللہ کا ایک ہی حکم ہے تو شہادت دوں گا صیغہ استقبال کیا حیثیت رکھتا ہے جس کا حاصل یہ ہو گا کہ یہ قسم کھاؤں گا

---

[1] فتح القدیر | کتاب الشہادات | المکتبۃ النوریۃ الرضویہ سکھر | ۶/۴۵۶
[2] درمختار | " | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/۹۰
[3] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۴/۳۷۰

کیا اس کہنے سے قسم ہوجاتی ہے یا جھوٹ سے باز رہ سکتا ہے۔

(۳۹) اور اصل حقیقت امر یہ ہے کہ تعین لفظ اشہد میں جو علتیں توجیہیں بیان میں آئیں از قبیل نکات و لطائف ہیں وہ ایک حکم تعبدی ہے یعنی شرع مطہر نے خاص اسی لفظ کو معین فرمادیا تو اب اس سے تجاوز جائز نہیں۔ ردالمحتار جلد ۴ ص ۳۰۵ و بحرالرائق جلد ۷ ص ۶۰-۶۱ میں ہے:

اقتصر علیہ اتباعا للماثور ولا یخلو عن معنی التعبد اذلم ینقل غیرہ[1] — اس نے اس پر اقتصار کیا، منقول و ماثور کی پیروی کرتے ہوئے جبکہ یہ تعبد کے معنی سے خالی نہیں، اور اس کا غیر منقول نہیں۔ (ت)

تو اس کی علت تلاش کرنا اور اس کا دوسری جگہ اجرا چاہنا سرے سے باطل ہوگیا، ان تقریرات سے آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ ہندی کچہریوں میں جہاں لفظ اشہد نہیں کہلواتے اور ان بے معنی الفاظ مذکورہ یا ان کے امثال سے حلف لیتے ہیں وہ زنہار اصول شرع سے مطابقت نہیں کہا سکتا، شئی اگر اپنی ضد سے مکمل ہوسکتی ہو دن کی اگر رات سے تکمیل ہوسکتی ہو تو ان الفاظ میں اصول شرع کو مکمل سمجھ سکیں، انگریزی و ہندی کچہریوں میں مثبت سمجھے ہوئے دعوے اگر شرعاً غیر مثبت ٹھہریں تو کیا استحالہ ہے بلکہ اصول شرع کے اتباع نہ کرنے سے شرعاً ان کا غیر مثبت ہونا خود ہی لازم، نہ یہ کہ ان کو مثبت بنانے کے لئے اصول شرع تبدیل کردیئے جائیں، یہاں کی کچہریوں میں کفار کی گواہیاں مسلمانوں پر عموماً سنی جاتی ہیں اور ان پر فیصلے ہوتے ہیں اور وہ دعوے مثبت ٹھہرائے جاتے ہیں اسے کون سے اصول شرع سے تطبیق دی جائے گی حالانکہ رب العزت جل وعلا فرماتا ہے:

لن یجعل اللہ للکفرین علی المؤمنین سبیلا[2] — اللہ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا۔ (ت)

خود صاحب افسر مال اپنے اسی فیصلہ فقرہ ۱۳ میں فرماتے ہیں: "قبضہ کی بابت ریلا رام پیشکار اور غلام حیدر خاں پیشکار کی شہادت شامل مسل ہے اور ان کی شہادت سے ثابت ہے کہ قبضہ رہا، پس دو معزز اہلکاروں کی شہادت معتبر شہادت ہے ہمارا فرض ہے کہ اس کو قبول کریں اور یقین کے ساتھ قبول کریں" حالانکہ شرع مطہر اسے حرام بتاتی ہے فاسق کی نسبت تو ارشاد ہوا:

یایھا الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا ان تصیبوا قوما — اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو کہ کہیں کسی قوم کو بے جانے ایذا

---

[1] ردالمحتار بحوالہ البحرالرائق کتاب الشہادات داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۷۰

[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۱

بجهالة فتصبحوا علی ما فعلتم نٰدمین[1] | دو، پھر اپنے کیے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔ (ت)

ذکر کفار، والعیاذ باللہ العزیز الغفار۔

(۳۰) صاحب افسر مال فقرہ ۳ میں اس شہادت مدعیان کو متواتر حقیقی بناتے ہیں کہ "یہ شہادت تواتر تک پہنچ چکی ہے جس کے خلاف ہونے کا احتمال نہیں" اور عجب یہ کہ مدعیوں کے تیس گواہ کے مقابل مدعا علیہ کے پینتالیس گواہوں کو لفظ "چند کس" سے تعبیر فرماتے ہیں جس کی انتہا نو تک ہے یہ مجمل جرح کہ وہ یا اجیر ہیں یا اس فریق کے جتھے والے ہر طرف کے گواہوں پر ہو سکتی ہے جو ان میں معزز ہوئے ان پر طرفداری اور باقیوں کو اجورہ داری کا الزام لگا دینا کیا دشوار ہے، ان الزامات کی راہ تو شرع مطہر نے گواہوں میں عادل ہونے کی شرط لگا کر بند فرمائی تھی جب یہ شرط اٹھ گئی بلکہ گواہ کے مسلمان ہونے کی بھی قید نہ رہی تو ہر گونہ الزام آسان ہے جس میں دونوں فریق کی حالت یکساں ہے بلکہ اس نوٹ کی بناء پر جو صاحب افسر مال نے اپنے آخر فیصلہ میں دیا جس میں مدعیوں کو اخلاقاً و عادۃً مدعا علیہ سے بہت بہتر بتایا اور مدعا علیہ کو چالباز کمینہ عادت کا آدمی شریر وغیرہ بالفاظ سخیف سے یاد فرمایا احتمال طرفداری گواہان مدعیان کی طرف زیادہ قائم ہوتا ہے ظاہر ہے کہ خوش اخلاق و نکوسیر آدمی کا جتھا بھاری ہوتا ہے، مکار شریر چالباز سے لوگ نفرت کرتے ہیں اگرچہ لطافت علی صاحب تحصیلدار نے جو تحقیقات موقع لکھی وہ اس کا عکس ظاہر کرتے ہیں اور معزز خاندان چشتیاں کو مدعیوں سے نفرت بتاتے ہیں بہرحال یہ زائد و خارج از بحث باتیں ہیں، کلام اس میں ہے کہ وہ تواتر جس میں خلاف کا احتمال بھی نہ رہے اس کے یہ معنی نہیں جس میں فریقین کے انتخاب کو کوئی دخل ہو ہر فریق اپنی مرضی کے گواہ چھانٹ چھانٹ کر اسم نویسی کرائے یہ تیس بتائے وہ پینتالیس لے آئے بلکہ تواتر کے یہ معنی ہیں کہ وہاں کے تمام لوگ چھوٹے بڑے عالم جاہل سب اس امر سے واقف ہوں عام لوگ یک زبان و متفق اللسان ایک ہی بات کہیں۔ فتاوٰی عالمگیری جلد ۳ ص ۵۲۱ میں اس کے معنی یہ لکھے ہیں کہ:

ان تاتی العامة وتشهد بذٰلك فيؤخذ بشهادتهم كذا فی الذخیرۃ[2] | اگر عام لوگ یہی بات کہیں اور یہی شہادت دیں تو یہ شہادت قبول کرلی جائے گی، جیسا کہ ذخیرہ میں ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۶

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشہادات الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۵۱۴

نیز اسی کے صفحہ ۱۵۳ پر اس کی تشریح یوں فرمائی :

30 کونه ظاهرا مستفیضا یعرفه کل صغیر و کبیر و کل عالم و جاهل کذا فی الذخیرۃ[1]۔

اس کے ظاہر مستفیض ہونے کی وجہ سے کہ اس کو ہر بڑا چھوٹا، عالم اور جاہل جانتا ہے جیسا کہ ذخیرہ میں ہے۔ (ت)

ظاہر ہے کہ یہاں ایسا نہیں فہرست گواہان کے ملاحظہ سے ظاہر ہے کہ ایک ہی خاندان کے لوگ مدعی کے گواہ ہیں کچھ لوگ مدعا علیہ کے، ایک ہی بستی کے کچھ لوگ اِدھر کے شاہد ہیں کچھ لوگ اُدھر کے۔ ایک بھائی اِدھر کا گواہ ہے تو دوسرا حقیقی بھائی دوسری طرف کا۔ بھانجا مدعیوں کا گواہ ہے تو ماموں مدعا علیہ کا۔ تواتر حقیقی کی صورت ہوتی تو معاملہ بدیہیات سے ہوجاتا کہ متواترات اقسام بدیہی سے ہیں اور بدیہی پر دلیل قائم کرنا بے معنی، تو صاحب افسر مال کو اپنے فیصلہ میں، نمبر ابتدائی کے علاوہ کہ متعلق واقعات ہیں انیس نمبر بحث کے کیوں لکھنے پڑتے یا ادھر تواتر ہوجاتا تو ہم کو ۲۱ کے مقابل ۲۴ نمبر لکھنے کی کیا ضرورت ہوتی۔ بزازیہ اور قرۃ العیون ج ۲ ص ۶۰۰ میں ہے :

فی المحیط ان تواتر عند الناس وعلم الکل یقضی بفراغ ذمته لانه یلزم تکذیب الثابت بالضرورۃ والضروریات مما لم ید خلها شک[2]۔

محیط میں ہے اگر لوگوں میں تواتر ہے اور سب جانتے ہیں تو اس کے ذمہ کی فراغت کا حکم کردیا جائے گا کیونکہ یہ بدیہی طور پر ثابت ہے اور اسے نہ ماننے پر ضروری معلوم شدہ کی تکذیب لازم آئے گی جبکہ ضروری بدیہی امور میں شک کا دخل نہیں ہوسکتا۔ (ت)

(۱۴) اگر ۳۰ گواہ ہونے کے سبب شہادت مدعیان متواتر ہوگئی تو شہادت مدعا علیہ بدرجہ اولٰی متواتر ہوگی کہ اس کے ۵۴ گواہ ہیں اور اب وہ اعتراض جو ثالثوں اور مجوزنے فقرہ ۲۲ میں اس پر کیا کہ وُہ شہادت نفی ہے اور نفی پر شہادت مقبول نہیں باطل ہوجائے گا کہ شہادت جب متواتر ہو یقیناً مقبول ہے اگرچہ نفی پر ہو۔ فتاوٰی ظہیریہ و فتاوٰی بزازیہ و اشباہ والنظائر صفحہ ۲۱۴ میں ہے : تقبل بینۃ النفی المتواتر[3] (نفی پر متواتر بات کو بطور دلیل قبول کیا جائیگا۔ ت) درمختار جلد ۲ ص ۶۰۰ میں ہے :

شہادۃ النفی المتواتر مقبولۃ[4]۔

متواتر نفی کو شہادت کے طور قبول کیا جائیگا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشہادات الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۵۱۵

[2] قرۃ عیون الاخیار کتاب الشہادۃ باب القبول وعدمہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۴۱

[3] الاشباہ والنظائر بحوالہ ظہیریہ وبزازیہ الفن الثانی کتاب القضاء والشہادۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۳۵۲

[4] درمختار کتاب الشہادات باب القبول وعدمہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۸

30
30

(۲۴) بحمد اللہ تعالٰی آفتاب سے زیادہ روشن ہوا کہ ثالثوں نے جن سندوں پر بنائے فیصلہ رکھی سب محض ناکارہ و بے اعتبار ہیں، روئداد مسل مدعیوں کا نسب اصلاً ثابت نہیں کرتی سخت محل افسوس یہ ہے کہ ثالث صاحبوں نے خود یہ سمجھ لیا تھا کہ مسل کے موجودہ کاغذات وشہادات ناکافی ہیں اور بے تحقیقات مزید کے حقیقت معاملہ سمجھ میں نہیں آسکتی، ملاحظہ ہو رپورٹ ثالثان کاغذ عہ۲ گذارش ہے کہ سوائے تحقیقات جدید کے منظران فیصلہ نہیں کرسکتے ہیں، یہاں ثالثوں نے روئداد مسل پر فیصلہ کرنے سے صاف استعفا دے دیا یا باوصف اس کے بلا تحقیق جدید فیصلہ کیا، اس سے زیادہ عجیب تر یہ ہے کہ صاحب افسرمال خود موقع پر تحقیقات کے لئے تشریف لے گئے اور علاقہ کے تمام سرآوردہ اشخاص اور چشتیوں کو طلب کیا مگر بے تحقیقات جدید کہ اسی کی شرعاً ضرورت تھی، معاملہ بربنائے روئداد ناکافی مسل سپرد ثالثان کرادیا۔ دیکھو فیصلہ افسرمال فقرہ عہ۲۳، میں نہیں کہتا کہ مدعیوں کا اولاد پیر صدر الدین نہ ہونا ثابت ہے غیب کا علم اللہ عزوجل کو ہے ہاں یہ ضرور کہتا ہوں کہ ان کا اولاد پیر صدر الدین ہونا ثابت نہیں تمام کاغذات وشہادات موجودہ مسل ان کا نسب ثابت کرنے میں عاجز و قاصر ہیں، ان کا دعوٰی نامسموع ہونے کے لئے ثبوت عدم درکار نہیں، عدم ثبوت کافی ہے اور وہ بلاشبہہ حاصل، لہٰذا دعوٰی مدعیان باطل۔ یہاں اور ابحاث فقہیہ بھی باقی ہیں مگر جس قدر گزارش ہوا ذی انصاف متبع شرع کے لئے اسی قدر بس ہے وباللہ التوفیق، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۵ تا ۱۰۱ از دولت پور ضلع بلند شہر مرسلہ رئیس بشیر محمد خان صاحب ۵ شعبان ۱۳۲۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو شخصوں میں زر مہر کا جھگڑا ہے ان دونوں شخصوں نے اہل اسلام کے دو شخصوں کو پنچ اور ایک کو سرپنچ اس جھگڑے کے فیصلے کے واسطے باقاعدہ بنادیا، پنچان و سرپنچ صاحب نے بالاتفاق اپنی اور نیز اپنی جماعت کثیر اہل اسلام پابند صوم وصلوٰۃ سے ایک فیصلہ تجویز کردیا، فیصلہ سنانے کے قبل پنچان و سرپنچ و نیز دیگر شریک رائے اہل اسلام نے ہر دو فریق کو کہ جن کی جانب سے پنچ و سرپنچ بنائے گئے تھے یہ تجویز سنادی کہ جو فیصلہ ہم دو فریق کو سنادیں گے وہ تم دونوں کو بخوشی خاطر قبول و منظور ہوگا یا نہیں، اور اس فیصلہ میں خواہ کسی فریق کا کیسا ہی نقصان کثیر ہو وہ برداشت کرنا ہوگا ہر دو فریق نے نہایت رضامندی سے اس تجویز کو قبول اور منظور کیا اس کے بعد پنچان و سرپنچ صاحب نے بآواز بلند مجمع کثیر میں اس فیصلہ کو جو باہم نزاعی تھا سنایا ایک فرقہ نے اس کو منظور کرلیا اور ایک فرقہ نے اس کو نامنظور کیا، اب جس فرقہ نے اس کو نامنظور کیا تو از روئے شرع شریف کے اس معاہدہ کی تکمیل جو بروقت فیصلہ سنانے کے ہر دو فریق سے منظور کرالی تھی اس پر عمل کرنا چاہئے یا نہیں؟

(۲) دو شخصوں میں تبادلہ جائداد پر جھگڑا تھا ان دونوں شخصوں نے اس کے فیصلہ کے واسطے دو پنچ اور

ایک سرپنچ بنائے، پنچ و سرپنچ صاحبان نے دونوں شخصوں سے چار چار ہزار روپیہ جمع کرالیا اور ایک جماعت کثیر اہلِ اسلام کے رُوبرو حلف شرعی و خدا اور رسول کو درمیان و کلام مجید درمیان کرکے یہ وعدہ ہر دو شخصوں سے کرالیا کہ جو تم دونوں شخصوں میں سے ہمارا فیصلہ کیا ہوا نہ مانے گا ہم اس کا روپیہ ضرور دوسرے کو دے دیں گے ان دونوں شخصوں نے جن کی جائداد کا جھگڑا تھا اس بات کو قبول و منظور کرلیا اور پختہ عہد و پیمان شرعی کے ساتھ یہ کہہ دیا کہ اگر ہم میں سے جو کوئی فیصلہ کئے ہوئے کو نہ مانے اس کا روپیہ آپ دوسرے کو دینا ہم کو یہ بات قبول و منظور ہے، اب پنچان و سرپنچ صاحبان نے اپنا فیصلہ کیا ہوا دونوں شخصوں کو سنایا، ایک نے منظور کرلیا اور ایک نے نہیں منظور کیا، جس نے کہ نہیں منظور کیا اس کا روپیہ حسب وعدہ نیز پنچ یا سرپنچ صاحبان کے دوسرے کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) اگر کسی شخص کو پنچ یا سرپنچ کسی فیصلہ کے لئے بنایا جائے تو وہ صرف یکطرفی شہادت و ثبوت خفیہ پر اپنی تجویز لکھ سکتا ہے یا نہیں اور ایسی تجویز جائز ہے یا نہیں؟

(۴) اگر پنچ سرپنچ نے ایک فریق سے بوجہ طمع ناجائز کے سازو اتفاق کرکے فریق دوم کے خلاف فیصلہ دیا ہو تو ایسے شخصوں کا فیصلہ کیا ہوا از روئے شرع جائز ہوگا یا ناجائز؟

www.alahazratnetwork.org

(۵) اگر کوئی شخص قرآن مجید ہاتھ میں لے کر قسم کھائے اور پھر اس قسم کے خلاف کرے تو ایسا شخص قابل قاضی و حاکم بنانے کے ہے یا نہیں اور اس کا فیصلہ مانا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(۶) حاکم و قاضی کو شہادت لینا باقاعدہ ضرور ہے یا نہیں یا صرف اس کا ذاتی علم فیصلہ کرنے کے واسطے جائز ہے یا ناجائز؟

(۷) از رُوئے شرع شریف کے رشوت لینا کیسا گناہ ہے اور رشوت لینے والا حاکم و قاضی و شاہد معتبر ہے یا غیر معتبر، اس کا فیصلہ کیا ہُوا قابل تسلیم ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) اگر فیصلہ مطابق شرع ہو ہر فریق کو ماننا لازم ہے اور باطل و خلافِ شرع ہو تو کسی پر اس کی پابندی نہیں،

قال اللہ تعالٰی ان الحکم الا للہ [1] اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: حکم صرف اللہ تعالٰی کا ہے (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۵۷

اور ماننے نہ ماننے پر کوئی خاص معاہدہ کرلیا ہو تو اس کی پابندی ضروری نہیں کہ ایک مہمل شرط ہے کوئی عقد شرعی نہیں۔

شرط اللہ احق واوثق[1] قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی کی شرط کردہ زیادہ پختہ اور قوی حق ہے، یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۲) وہ شرط حرام باطل تھی اور وہ روپیہ ہر ایک کو اس کا واپس دینا فرض اور دوسرے کو دینا حرام،

قال اللہ تعالٰی لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا، آپس میں ایک دوسرے کے مال کو باطل طور پر مت کھاؤ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۳) شہادت شرع میں صرف مدعی سے لی جاتی ہے مدعا علیہ سے گواہ لینا کچھ ضرور نہیں اور گواہان قبول شرعی کے ساتھ اگر کسی خفیہ تحقیقات سے اطمینان کرلیا تو اس میں بھی حرج نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

www.alahazratnetwork.org

البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر[3] رواہ الدارقطنی والبیہقی وابن عساکر عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال النووی سند البیہقی حسن وصحیح۔

گواہی مدعی کے ذمہ اور قسم منکر پر ہے۔ اس کو دارقطنی، بیہقی اور ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ امام نووی نے فرمایا: بیہقی کی سند حسن اور صحیح ہے (ت)

ہاں اگر حاکم نے خلاف شرع ناجائز بے ضابطہ کارروائی کی تو وہ جس حد کی ناجائز ہوگی اس کے قابل اس پر حکم ہوگا سائل نے کوئی تفصیل نہ بیان کی کہ صورت خاصہ کا حکم دیا جاتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۴) اظہار سائل سے معلوم ہوا کہ طمع ناجائز سے مراد کچھ لے کر فیصلہ دینا ہے ایسا فیصلہ مطلقاً مردود

---

[1] صحیح البخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الولاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۷۷

[2] القرآن الکریم ۲/۱۸۸

[3] صحیح البخاری کتاب الرہن ۱/۳۴۲ و جامع الترمذی ابواب الاحکام ۱/۱۶۰ و سنن الدارقطنی ۴/۲۱۸ السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الدعوٰی والبینات دارالفکر بیروت ۱۰/۲۵۲

وبے اعتبار ہے۔ فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے :

اجمعوا انه اذا ارتشی لاینفذ قضاؤہ فیما ارتشی[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

فقہاء نے اجماع کیا ہے کہ قاضی نے جس فیصلہ میں رشوت لی ہے وہ فیصلہ نافذ نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۵) حلف کا حکم جواب سوال چہارم میں گزرا، اگر شرعاً اس قسم کا خلاف اسے کرنا چاہئے تھا تو اس پر کچھ الزام نہیں اور وہ حاکم و قاضی بنائے جانے میں مخل نہیں اور اگر ناجائز تھا تو ایسے کو قاضی حاکم نہ بنایا جائے اور اگر بنایا گیا تو اس کا فیصلہ اب بھی مانا جائے گا اگر مطابق شرع ہو، فتح القدیر میں ہے :

ان الفسق لایوجب العزل فولایته قائمة وقضائه بحق فلم لاینفذ[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

قاضی کا فسق موجب عزل نہیں تو اس کی ولایت قائم اور فیصلہ حق ہے تو کیونکر نافذ نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۶) فتوٰی اس پر ہے کہ قاضی و حاکم کا ذاتی علم فیصلہ کے واسطے کافی نہیں، نہ اسے اس پر فیصلہ دینا جائز، اشباہ میں ہے :

الفتوی علی عدم العمل بعلم القاضی فی زماننا کما فی جامع الفصولین[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

ہمارے زمانہ میں آج فتوٰی یہ ہے کہ قاضی کے علم پر مبنی فیصلہ پر عمل جائز نہیں ہے جیسا کہ جامع الفصولین میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۷) رشوت لینا مطلقاً گناہ کبیرہ ہے لینے والا حرام خوار ہے مستحق سخت عذاب نار ہے، دینا اگر بمجبوری اپنے اوپر سے دفع ظلم کو ہو تو حرج نہیں اور اپنا آتا وصول کرنے کو ہو تو حرام ہے اور لینے دینے والا دونوں جہنمی ہیں اور دوسرے کا حق دبانے یا اور کسی طرح ظلم کرنے کے لئے دے تو سخت تر حرام اور مستحق اشد غضب و انتقام ہے،

فی وصایا الہندیة عن فتاوی الامام قاضیخاں ان بذل المال لاستخراج

ہندیہ کے وصایا میں امام قاضی خاں کے فتاوٰی سے منقول ہے کہ دوسرے پر اپنے حق کو حاصل کرنے کے لئے

---

[1] فتاوٰی قاضیخان کتاب الدعوٰی والبینات نولکشور لکھنؤ ۳/ ۴۶۰

[2] فتح القدیر کتاب ادب القاضی المکتبة النوریة الرضویہ سکھر ۶/ ۳۵۸

[3] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب القضاء والشہادات ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۳۵۳

حق لہ علی اٰخر رشوۃ وان بذل لدفع الظلم عن نفسہ ومالہ لایکون رشوۃ اھ[1] والمسألۃ تحتاج الی زیادۃ تقریر وتحریر وتنقیح وتنقیر لاتفرغ لہ الاٰن و باللہ التوفیق۔

مال خرچ کرے تو رشوت ہے اور اگر اپنے پر ہونے والے ظلم یا اپنے مال پر ناجائز دخل کو ختم کرنے کے لئے مال خرچ کرے تو یہ رشوت نہ ہوگی اھ، اور یہ مسئلہ تقریر، تحقیق، چھان بین، تنقیح اور تحقیق کو چاہتا ہے جس کی فی الحال فرصت نہیں، وباللہ التوفیق (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعن اللہ الراشی والمرتشی والرائش الذی یمشی بینھما۔[2] رواہ الامام احمد عن ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اللہ کی لعنت رشوت دینے والے اور لینے والے اور ان کے دلال پر۔ اسے امام احمد رحمہ اللہ نے ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا (ت)

قاضی وشاہد کا مسئلہ جواب ششم وہفتم میں گزرا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۲: از رامپور چوک حیدر علی خاں مرسلہ محمد ایاز صاحب ٹھیکیدار ۱ رمضان ۱۳۲۹ھ

www.alahazratnetwork.org

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے دعوٰی زرقرضہ اپنے کا بنام بکر دائر کیا حاکم نے ڈگری زرقرضہ بنام بکر صادر فرمایا مگر اپنی تجویز میں قسط بندی کردی، دریافت طلب یہ امر ہے کہ شرعاً حاکم کو بدون رضامندی مدعی اختیار قسط بندی کا حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب

حاکم کو نہ ہرگز اپنی طرف سے قسط بندی بے رضائے مدعی کردینے کا اختیار نہ اس کی اس قسط بندی کا کوئی اعتبار، بلکہ وہ ایک لغویات محض ناقابل التفات ہے، حاکم کا فرض ہے کہ جب دعوٰی اس کے نزدیک ثابت ہوجائے فوراً مطابق دعوٰی حکم دے اگر تاخیر کرے گا فاسق ومعزول ومستحق تعزیر ہوگا،

الاولٰی لرجاء الصلح بین الاقارب الثانیۃ اذا استمھل المدعی[3]، کما

مہلت دینا اقارب میں صلح ہے یا مدعی جب اس کا اظہار کرے، جیسا کہ الاشباہ

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الوصایا الباب التاسع فی الوصی الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۱۵۰

[2] مسند امام احمد ترجمہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۵/۲۷۹

فی الاشباہ[1] ولاحاجۃ الی استثناء ثالثۃ ذکرھا وھو ما اذاکان عندہ فیہ ریبۃ لان الکلام اذا اثبت الامر۔

میں ہے، اور تیسرے کے استثناء کی حاجت نہیں ہے اور وہ یہ کہ جب قاضی کو اس میں شک ہو، کیونکہ یہ کلام اس صورت میں ہے جب قاضی کے ہاں معاملہ ثابت ہوجائے۔ (ت)

ذکر برخلاف دعوٰی اپنی طرف سے کوئی بات بڑھا دے۔ غمز العیون میں ہے:

یجب علی القاضی الحکم بمقتضی الدعوی عند قیام البینۃ علی سبیل الفور فلو اخر اثم ویعزل ویعزر کما فی جامع الفصولین[2]۔

قاضی پر لازم ہے کہ دعوٰی پر گواہی مل جانے پر اس کے مطابق فیصلہ فوراً کردے اگر تاخیر کریگا تو گنہگار ہوگا اور معزول اور تعزیر کا مستحق ہوگا جیسا کہ جامع الفصولین میں ہے۔ (ت)

قسط بندی ایک قسم اجل ہے اور اجل حق مدیون ہے۔ ہدایہ وخانیہ واشباہ وغیرہا میں ہے:

الاجل حق المدیون فلہ ان یسقطہ[3]۔

مہلت مقروض ومدیون کا حق ہے تو اسی کو ساقط کرنے کا حق ہے۔ (ت)

تو یہ مدیون کے لئے ایک ایسے حق کا ثابت کرنا ہے جس کا کوئی ثبوت نہ تھا، نہ بینہ نہ اقرار نہ نکول، تو بلا ثبوت اثبات محض باطل ونامقبول۔ خانیہ واشباہ وخیریہ وغیرہا میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

القاضی لایقضی الابالحجۃ وھی البینۃ او الاقرار والنکول[4]۔

قاضی صرف دلیل پر فیصلہ کرسکتا ہے اور وہ صرف گواہی، اقرار اور قسم سے انکار ہے۔ (ت)

طرفہ یہ کہ ثبوت درکنار خود مدیون جس کے لئے حاکم نے یہ حق ثابت کرنا چاہا اس حق کا اپنے لئے مدعی نہ تھا مدعا علیہ نے کب کہا تھا کہ یہ مطالبہ مجھ پر قسط بندی سے واجب ہے اور ظاہر ہے کہ دعوٰی شرط قضا ہے بلادعوٰی خود قضا کر بیٹھنے کا حاکم کو کیا اختیار ہے، اور اگر مراد انشاء تنجیم ہو یعنی دین تو موجل باقساط نہ تھا مگر میں اس کی قسط بندی کرتا ہوں تو یہ منصب قضا سے محض بیگانہ ایک مشورہ ہے جس کا قبول کرنا کسی پر واجب نہیں، نہ اسے پرائے مال پر کچھ اختیار ہے، نہ یہ کہ جبر پہنچتا ہے کہ مال تو تیرا واجب ہے مگر ابھی نہ لے، غایت

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب القضاۃ والشہادات ادارۃ القرآن کراچی ۱/۳۶۰
[2] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الثانی " " " " " " " ۱/۳۶۰
[3] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب المداینات " " " ۲/۴۸
[4] " " " کتاب القضاۃ والشہادات " " " ۱/۳۳۴

یہ کہ مدیون کو بزعم خود کم استطاعت سمجھا ہو، مگر یہ سمجھ بھی محض بے اصل ہے، بیان سائل سے معلوم ہوا کہ یہ دین ایک عقدِ بیع کا ثمن تھا اور ایسی حالت میں اسے بلا بینہ ناقابلِ ادا مان لینا صحیح نہیں۔ خانیہ و ہندیہ وغیرہما میں ہے:

ان کان الدین واجبًا بدلًا عما ھو مال کالقرض وثمن المبیع القول قول مدعی الیسار، روی ذٰلک عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وعلیہ الفتوی لان قدرتہ کانت ثابتۃ بالبدل فلا یقبل قولہ فی زوال تلک القدرۃ۔[1]

اگر وصولی کسی مالی بدل کی وجہ سے ضروری ہو مثلاً قرض یا مبیع کا ثمن ہے تو قابلِ ادائیگی ہونے کی بات مانی جائے گی، یہی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے اور اسی پر فتوٰی ہے کیونکہ مبدل حاصل کرلینے سے مدیون کی قدرتِ ادائیگی ثابت ہے لہٰذا اس قدرت کے زوال کی بات نہ سُنی جائیگی۔ (ت)

اس انشائے تاجیل کا حاصل اگر دائن کو منع کرنا ہے تو یکمشت اپنا دین نہ لے تو یہ حجر مکلف پر حجر بلاوجہ شرعی ہے اور وہ باطل ہے اور اگر اس کا حاصل مدیون سے یہ کہنا ہے کہ تو مثلاً مہینہ پیچھے اتنا ادا کیا کر، تو ایسا دائن خود کہے تو تاجیل نہ ہوگی اور جس وقت چاہے یکمشت لے سکے گا نہ کہ غیر دائن جسے دین سے کوئی تعلق نہیں پرائے دین کو مؤجل کردے۔ اشباہ میں ہے:

قال الدائن للمدیون اذھب واعط کل شھر کذا فلیس بتاجیل لانہ امر بالاعطاء۔[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر وصولی کرنے والا مدیون سے کہے کہ جا ماہانہ اتنی قسط دے دیا کر، تو یہ مہلت کا بیان نہیں ہے کیونکہ یہ ادائیگی کا حکم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۳: از شہر بریلی محلہ روہیلے ٹولہ مسئولہ جناب ملک اعجاز ولی خاں صاحب زید مجدہم ۱؍رمضان ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید بنام بکر بابت غلہ قیمتی سعہ؎ بایں دعویدار ہے کہ میرا غلہ ناجائز طور پر لے لیا ہے دلایا جائے، بکر کو لینے غلہ سے اقبال ہے مگر وہ کہتا ہے کہ میرا قرضہ بذمہ زید چاہئے تھا میں نے یہ غلہ قیمتی سعہ؎ مذکورہ بالا اپنے قرضہ میں لیا ہے اس قسم کا بیانِ بکر انکار دعوی مدعی ہے یا نہیں اور زید ثبوت نہ پیش کرکے خواستگار حلفِ بکر ہے تو بکر پر شرعاً حلف متوجہ ہوتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا بالکتاب وتوجروا یوم الحساب (کتاب یعنی قرآن کریم

---

[1] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ قاضی خاں کتاب ادب القاضی الباب السادس العشرون نورانی کتب خانہ کراچی ۳/ ۴۱۳

[2] الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی الدین ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۲۱۳

سے بیان کیجئے روزِ حساب اجر دئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں بکر دعوٰی زید یعنی غلہ لے لینے کا مقر اور اپنے قرضہ کا مدعی ہے یہاں نہ زید کے ذمہ کوئی ثبوت دینا رہا نہ بکر پر حلف آسکتا ہے،

لانہ مقر و مدع وکلاھما لاحلف علیھما واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کیونکہ یہ اقرار کرنے یا دعوٰی کرنے والا ہے جبکہ ان دونوں پر قسم نہیں ہے واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۳: از قصبہ شاہ آباد ضلع ریاست رامپور مرسلہ قمر علی خاں عرف چندا خاں ۱۰ ربیع الاول ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید و عمرو و بکر نے چند دیہات سرکاری اجارہ پر لئے بعد کو باہم شرکا میں تقسیم دیہات آپس میں ہوگئی جس کے حصہ میں جو دیہہ آیا وہ اس کی ادائے جمع سرکاری کا ذمہ دار رہا اقرار نامہ تقسیم لکھ کر تصدیق ہوگئی، اس اقرار نامہ میں زید نے یہ لکھا کہ میں ایک ہزار روپے کمی قرعہ یعنی توفیر کے بکر کو باقساط ادا کروں گا، اب بکر اس ایک ہزار روپے کا دعویدار ہے، زید عذر کرتا ہے کہ ایک رقم مبہم کا مجھ سے اقرار کرایا ہے ہر شخص اپنے حصہ کے دیہات پر قابض ہے، یہ ہزار مجھ پر کیسے چاہئیں جو دیہات مدعی کے لئے نامزد ہوئے وہ بقبضہ مدعی ہیں بعد تقسیم میرے قبضہ میں نہ آئے نہ ان کی توفیر مجھے ملی ان کی توفیر بکر مدعی پاتا ہے لہذا زرِ توفیر بذمہ مدعا علیہ کیسے چاہئے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ شرعاً ایسا اقرار مقر پر لازم الوفا ہے یا نہیں؟ نقل اقرار نامہ ہمرشتہ سوال ہے۔

الجواب

ملاحظہ اقرار نامہ و بیان سائل سے واضح ہوا کہ یہ دیہات ریاست سے ان تین شخصوں نے مستاجرانہ لئے تھے ریاست نے زرمنافع ۵ ہزار پیشگی ان سے لیا اس میں سے قریب نصف زید نے دیا اور بکر نے کہ بندوبست کچھ نہ دیا مگر ریاست زرمستاجری پر ضمانت لیتی ہے یہ کفالت تنہا جانداد بکر سے ہوئی لہذا اسے شریک کیا گیا وقت تقسیم ۸؍ کا حصہ زید کا قرار پایا اور ۴ ؍ ۳ کا باقی شریکوں کا۔ جو دیہات بکر کو دئے گئے ان کی چوتی میں کہ بکر کو ملتی بقدر ایک ہزار روپے کی تھی لہذا زید نے یہ اقرار نامہ لکھ دیا، یہ نہ کوئی عقد شرعی ہے نہ اقرار شرعی، نہ بکر کا زید پر کچھ آتا ہے نہ زید کہتا ہے کہ اس کا مجھ پر اتنا آتا ہے، نہ کسی ثالث کا دین کہ بکر پر آتا ہو زید اس کی کفالت کرتا ہے محض ایک مہمل تحریر ہے جس کا حاصل ایک وعدہ بے معنی سے زائد نہیں ایسے وعدہ کی وفا پر جبر نہیں ہوسکتا نہ بکر کو اصلاً مطالبہ کا استحقاق ہے۔ ہندیہ و اشباہ

وبزازیہ وغیرہا میں ہے:

لاجبر علی الوفاء بالوعد[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ وعدہ وفائی پر جبر نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۵: از رامپور محلہ بارہ دری محمود خاں مسئولہ جناب عبداللہ خاں صاحب ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین درمیان اس مسئلہ کے کہ ہندہ تین نابالغ لڑکے لڑکیوں کی نانی ہے اور زید ان نابالغ بچوں کا باپ ہے، سعیدہ ان نابالغ بچوں کی ماں، زوجہ فوت ہوگئی، ان نابالغ بچوں کی جائداد غیر منقولہ علاقہ انگریزی میں واقع ہے۔ ہندہ نے اس جائداد کی نگرانی وغیرہ کے لئے برضامندی زید سرٹیفکیٹ ولایت حاصل کرلیا ہے۔ اب ہندہ نے بولایت انھیں نابالغان اور باستدلال حصول سرٹیفکیٹ از علاقہ انگریزی زید پر نابالغان کی طرف سے مہر کی نالش کی ہے۔ زید نے عدالت ججی ریاست رامپور میں ان نابالغ بچوں کے ولی دوران مقدمہ ہونے کی درخواست کی ہے، اور بکر باپ زید کا یعنی دادا نابالغان درخواست کرتا ہے کہ شرعاً مجھے حق ولایت نابالغان حاصل ہے لہذا دوران مقدمہ کے لئے ولی نابالغان مقرر کردیا جاؤں، یہ تینوں درخواستیں متضاد ہیں، مفتیان شرع متین سے یہ دریافت طلب امر ہے کہ مسماۃ ہندہ جو سرٹیفکیٹ ولایت باجازت باپ نابالغان علاقہ انگریزی میں حاصل کرچکی اس کی ولایت ریاست ہذا کے مقدمات میں مقابلہ زید مدعا علیہ قائم وبرقرار رہے گی یا زید مدعا علیہ ولی دوران مقدمہ ان نابالغ بچوں کا مقرر ہوسکتا ہے یا بکر دادا ولی دورانِ مقدمہ مقرر ہوسکتا ہے اور اس کی نسبت دو صورتیں ہیں اگر زید ولی مقرر نہ ہو تب یہ ولی قائم ہوسکے گا یا زید کے ولی قائم ہونے کی حالت میں اس کو حقِ ولایت نابالغان حاصل ہے بصراحت روایاتِ کتبِ فقہ جواب عنایت ہو۔ فقط المرقوم ۱۱ جون ۱۹۱۲ء

www.alahazratnetwork.org

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں نہ نانی کوئی شے ہے نہ وہ سرٹیفکیٹ کوئی چیز، نہ زید اپنی ولایت منتقل کرسکتا تھا نہ باپ کے ہوتے دادا کو استحقاقِ ولایت ہے۔ یہ کارروائیاں سب مہمل وبے معنی ہیں ہاں اگر زید پر سعیدہ کا مہر آتا ہو اور انکار کرے تو قاضی شرع اپنی طرف سے جسے چاہے نابالغوں پر وصی

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الاجارہ الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۴۲۷
الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الحظر والاباحۃ ادارۃ القرآن کراچی ۲/۱۱۰
العقود الدریۃ مسائل وفوائد شتی من الحظر والاباحۃ ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۳۵۳

کرے یہ وصی دعوٰی کرسکے گا اور اگر زید مہر کا معترف ہے جب تو اس پر نابالغوں کی طرف سے دعوٰی مہر نانی کرے خواہ دادا خواہ کوئی اصلًا قابلِ سماعت نہیں۔ جامع الصغار فصل النکاح میں ہے:

ماتت عن زوج واولاد صغار وعلی الزوج المھر فان اقر الزوج بالمھر لم یؤخذ منہ لان الاب یملک حفظ مال صغیرہ وان انکر ینصب القاضی وصیا فیثبت علیہ المھر ویؤخذ منہ ویدفع الی الوصی فانہ بانکارہ تظھر خیانتہ وعند ظھور الخیانۃ یکون للقاضی ولایۃ دفع مال الصغیر الی وصی غیرہ۔[1] واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

بیوی نے خاوند اور نابالغ بچے وارث چھوڑے اور خاوند کے ذمہ مہر باقی ہے اگر خاوند مہر کا اقرار کرتا ہے تو خاوند سے مہر وصول نہ کیا جائے گا کیونکہ اپنے نابالغ بچوں کے مال کا وہی محافظ ہے اور اگر خاوند اپنے ذمہ مہر کا انکار کرے تو قاضی بچوں کے حق میں کسی کو وصی بنا کر مہر کو ثابت کرے تو خاوند سے مہر وصول کرکے وصی کے سپرد کرے کیونکہ خاوند کے انکار سے اس کی خیانت واضح ہوگئی جبکہ خیانت کے ظاہر ہوجانے پر قاضی کو اختیار مل جاتا ہے کہ بچوں کا مال وصی کے سپرد کردے۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۱۰۶: از ریاست رامپور متصل اصطبل سرکاری عیدگاہ دروازہ مرسلہ حسن جہاں بیگم
۱۵ رجب ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نانی نابالغین نے نابالغین کی طرف سے برفاقت ابن زید نابالغان کے باپ پر نابالغین کی والدہ متوفیہ کے دینِ مہر کی نالش کی ہے اور زید دینِ مہر سے منکر ہے اور چاہتا ہے کہ میں ولی دورانِ مقدمہ مقرر کیا جاؤں اور نیز والدِ زید بھی خواستگار ہے حالانکہ دادا کی حالت بھی ٹھیک نہیں ہے اور خوف تلف جائداد نابالغین کا پورا اندیشہ ہے اور نانی مشفقہ امینہ ہے اور مصلحہ ہے پس استفسار اس امر کا ہے کہ ان تینوں میں سے ولی دورانِ مقدمہ کون ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں جبکہ زید مہر کا منکر ہے تو وہ اس مقدمہ میں ہرگز ولی نہیں ہوسکتا بلکہ حاکم پر لازم ہے کہ کسی دوسرے امین متدین کارگزار کو نابالغوں پر وصی کرے اگر دادا ٹھیک نہیں اور اس سے

---

[1] جامع الصغار علی ہامش جامع الفصولین آداب الاوصیاء فصل النکاح اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۱۱۴

ضرر نابالغان کا اندیشہ ہے اور نانی امینہ مصلحہ مشفقہ ہے تو وہی باپ دادا سے احق ہے ورنہ قاضی شرع جس کو مناسب جانے۔ جامع احکام الصغار میں ہے:

ماتت عن زوج واولاد صغار وعلی الزوج المھر فانکر ینصب القاضی وصیا فیثبت علیہ المھر ویؤخذ منہ ویدفع الی الوصی فانہ بانکارہ تظھر خیانتہ وعند ظھور الخیانۃ یکون للقاضی ولایۃ دفع مال الصغیر الی وصی غیرہ۔[1]

بیوی نے خاوند اور نابالغ بچے وارث چھوڑے اور خاوند کے ذمہ مہر باقی ہے اور خاوند انکار کرتا ہے تو قاضی کسی کو وصی مقرر کرے جو مہر کو ثابت کرکے وصول کرے کیونکہ مہر کا انکار کرکے خاوند نے خیانت کردی جبکہ خیانت کے ظہور پر قاضی کو مال وصول کرکے کسی وصی کو دینے کا اختیار مل جاتا ہے (ت)

اسی عبارت سے واضح ہوا کہ اگر قاضی کے نزدیک ثابت ہوجائے کہ مہر آتا تھا اور زید منکر ہوا تو نہ فقط اس مقدمہ یا مہر کے بارہ میں بلکہ تمام اموال نابالغان سے زید کی ولایت اٹھا دی جائے گی لظھور خیانتہ وانعدام صیانتہ فخرج عن امانتہ (خیانت ظاہر ہونے اور حفاظت معدوم ہوجانے پر امانت سے محروم ہوگیا۔ ت) اور جملہ اموال نابالغان نانی مصلحہ امینہ کو سپرد کئے جائیں گے یا جو رائے قاضی میں اصلح وانسب ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۲: از ریاست رامپور محلہ گھیر شرف الدین خاں متصل فیلخانہ کہنہ مسئولہ غلام جعفر خاں صاحب ۱۸ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی منکوحہ مدخولہا کو طلاق مغلظہ دی بعد ازاں منکوحہ زید بدیں بیان دعویدار ہوئی کہ بوقت عقد نکاح مبلغ سوا لاکھ روپیہ اور پچیس اشرفیاں محمد شاہی تعداد دین مہر مقرر ہوئے تھے اور یہ کل دین مہر بذمہ زید اس وقت تک واجب الادا ہے، بناء بریں میرا کل دین مہر زید سے دلایا جائے زید مدعا علیہ مجیب ہوا کہ تعداد دین مہر یاد نہیں کہ بوقت عقد نکاح کس قدر مسمّٰی ہوا تھا مگر نکاح ہوا اور مدعیہ نے کل دین مہر یافتنی اپنا بزمانہ حلالت مدعا علیہا اللہ کے واسطے معاف وابرا کردیا مدعیہ نے چند کس گواہ پیش کئے اور سب نے بیان کیا کہ بوقت عقد نکاح سوا لاکھ روپیہ اور پچیس اشرفیاں محمد شاہی دین مہر کے مقرر ہوئے تھے اور

---

[1] جامع الصغار علی ہامش جامع الفصولین آداب الاوصیاء فصل النکاح اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۴

کسی گواہ نے یہ بیان نہیں کیا کہ دینِ مہر اب تک بذمۂ زید مدعا علیہ واجب الادا ہے صرف گواہانِ مدعیہ نے اسی قدر بیان کیا کہ سوا لاکھ روپے اور پچیس اشرفیاں محمد شاہی وقت عقد نکاح کے دینِ مہر مقرر ہوا تھا تو ایسی حالت میں گواہی گواہان مدعیہ کے معتبر ہوں گی یا نہیں اور مدعیہ دلاپانے مہر مذکورہ کے مستحق ہوگی یا نہیں، اور اگر عورت ثبوت مہر پر گواہ پیش کرے اور مرد ابراء مہر پر گواہ پیش کرے تو شرعاً کس کے گواہ اولی بالقبول ہوتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: صورتِ مسئولہ میں موافق روایت مفتی بہا کے شرعاً شہادت گواہان مدعیہ معتبر اور مقبول نہیں اور مدعیہ دلاپانے مہر کے مستحق نہیں،

قال فی درر الاحکام ناقلا عن العنایۃ ادعت المرأۃ الف المھر بانھا واجبۃ علی الزوج الی یومنا ھذا وقال الزوج انک قد ابرأتنی منھا فاقامت المرأۃ شھودا وشھدوا بالف المھر ولم یبینوا انھا واجبۃ علیہ الی یومنا ھذا لم تقبل شھادتھم علی الاصح۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ العبد المجیب محمد شجاعت علی مدرس مدرسہ ارشاد العلوم۔

دررالحکام[1] میں عنایہ سے منقول ہے عورت نے خاوند پر مہر کے ہزار کا دعوی کیا کہ آج اس کے ذمہ ہے اور خاوند کہتا ہے کہ تو نے اس میں کچھ سے مجھے بری کردیا ہے تو عورت نے گواہ پیش کئے جنھوں نے ہزار مہر کی گواہی دی اور بیان میں انھوں نے آج تک باقی ہونے کی بات نہ کی تو صحیح قول کے مطابق یہ گواہی قبول نہ ہوگی، واللہ تعالٰی اعلم۔ العبد المجیب محمد شجاعت علی مدرس مدرسہ ارشاد العلوم (ت)

www.alahazratnetwork.org

الجواب صحیح محمد عبد الغفار خاں۔

الجواب صواب ابو الافضال محمد فضل حق۔

فی الواقع صورت مسئولہ عنہا شہادت شہود مدعیہ ناکافی اور بروقت تعارض شہود اثبات مہر و ابراء کے شہود ابراء اولی بالقبول ہیں۔ واللہ سبحنہ اعلم محمد منور العلی۔

الجواب

صورت مذکورہ میں گواہان زن کی شہادت در بارۂ مقدار مہر مسمی مقبول و معتبر ہے جس مقدار کا وہ دعوی کرتی ہے اگر اس کے مہر مثل سے زائد ہے جب تو ظاہر ہے کہ وہ در بارۂ زیادت مدعیہ ہے اور یہ شہادت

---

[1] الدرر الحکام

اس کے دعوٰی کے مطابق گزری تو بحال استجماع شرائط معروفہ ضرور واجب القبول ہے،

لانہا نورت دعوٰہا بالبینۃ والبینۃ کاسمہا مبینۃ والثابت بشہادۃ عدلین کالثابت بمشاہدۃ العین۔

کیونکہ بیوی نے اپنا دعوٰی گواہوں سے واضح کردیا، اور بینہ اپنے نام کی طرح روشن کرنے والا ہوتا ہے اور دو گواہوں عادلوں کی شہادت سے ثابت شدہ چیز ایسے ہے جیسے آنکھ کے مشاہدہ سے ثابت ہوتی ہے۔ (ت)

اور اگر مہر مثل کے برابر یا اس سے کم ہے جب بھی شہادت مفید و مقبول ہے اگرچہ عورت اس صورت میں صرف مدعا علیہا ہے کہ اگر گواہ نہ دیتی اسے حلف کرنا پڑتا اور ایسی جگہ حلف سے بچنے کے لئے مدعا علیہ کے گواہ مسموع ہیں، درر الاحکام باب المہر میں ہے،

ان اقامت بینۃ قبلت وان اقامہا الزوج قبلت ایضا لان البینۃ تقبل لرد الیمین کما اذا اقام المودع بینۃ علی رد الودیعۃ الی المالک تقبل[1]۔

اگر بیوی نے گواہی پیش کردی تو مقبول ہوگی اگر خاوند نے پیش کی تو وہ بھی قبول ہوگی کیونکہ قسم کو رَد کرنے کے لئے گواہی مقبول ہوتی ہے جیسے امین امانت مالک کو واپس کرنے پر شہادت پیش کرے تو قبول کی جائیگی (ت)

www.alahazratnetwork.org

بلکہ اگر مہر مثل معلوم نہ ہو اور شوہر اس مقدار کو مہر مثل نہ مانے تو عورت کو آپ ہی گواہ دینے کی حاجت ہوتی کہ اتنا مہر تھا یہ وہی شہادت ہے جو اس سے شرع طلب فرماتی تو عدم قبول کی وجہ کیا ہے یا یہ گواہ دیتی کہ اس کا مہر مثل اس قدر یا اس سے زائد ہے، پھر اسے حلف کرنا پڑتا کہ اس قدر مہر مقرر ہوا تھا اس شہادت نے اُس شہادت اور حلف دونوں سے غنی کردیا، بہرحال مفید و واجب القبول ہوئی۔ فتاوٰی امام قاضیخاں و فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے،

ھذا اذا کان القاضی یعرف مقدار مہر مثلہا فان کان لایعرف یأمرامناءہ بالسوال عمن یعلم او یکلفہا اقامۃ البینۃ علی ما تدعی[2]۔

یہ اس صورت میں جب قاضی مہر مثل کی مقدار جانتا ہو تو اگر اسے معلوم نہ ہو چاہئے کہ وہ اپنے قابل اعتماد عملہ کو کہے کہ وہ معلومات والوں کو پوچھیں یا قاضی عورت کو پابند کرے کہ وہ اپنے مہر مثل کے دعوٰی کو ثابت کرنے کے لئے گواہ پیش کرے۔ (ت)

---

[1] درر الاحکام فی شرح غرر الاحکام کتاب النکاح باب المہر میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/۳۴۷

[2] فتاوٰی امام قاضیخاں کتاب الدعوٰی والبینات فصل فیما یتعلق بالنکاح الخ نولکشور لکھنؤ ۴/۲۹۵

درمختار میں ہے:

یشترط فی ثبوت مہر المثل اخبار رجلین اورجل وامرأتین ولفظ الشہادۃ فان لم یوجد شہود عدول فالقول للزوج بیمینہ[1]	مہر مثل ثابت کرنے کے لئے دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی اور اس میں لفظ شہادت شرط ہے اور اگر عادل گواہ نہ ملیں تو خاوند کا قول قسم لے کر تسلیم کیا جائے۔(ت)

ہدایہ میں ہے:

من تزوج امرأۃ ثم اختلفا فی المہر فالقول قول المرأۃ الی تمام مہر مثلہا[2]	اگر زوجین مہر میں اختلاف کریں تو مہر مثل کی حد تک بیوی کی بات معتبر ہے(ت)

عبارت منسوبہ درر الحکام وعنایہ کہ،

ادعت المرأۃ الف المہر بانہا واجبۃ علی الزوج الی یومنا ہذا وقال الزوج انک قد ابرأتنی منہا فاقامت المرأۃ شہودا وشہدوا بالف المہر ولم یبینوا انہا واجبۃ علیہ الی یومنا ہذا لم تقبل شہادتہم علی الاصح[3]	عورت نے ہزار مہر کا دعوٰی کیا کہ یہ آج تک خاوند کے ذمہ واجب ہے اور خاوند کہتا ہے کہ تُو نے مجھے سے مجھے بری کر دیا ہے تو عورت نے گواہی پیش کی تو گواہوں نے ہزار کی گواہی دی اور آج تک ذمہ میں واجب ہونے کو بیان نہ کیا تو صحیح قول پر وہ گواہی قبول نہ ہوگی۔(ت)

اگر ان میں اسی طرح ہو جب بھی مسئلہ دائرہ سے متعلق نہیں وہاں کلام اس صورت میں ہے کہ عورت جس مقدار مہر کا دعوٰی کرتی ہے شوہر کو وہ مقدار تسلیم ہے اور معافی کا مدعی ہے شہود نے اب تک مہر ذمہ شوہر پر واجب ہونے کا ذکر نہ کیا تو ان کی شہادت کو دعوی زوج سے تو کچھ مس نہ ہوا، رہی مقدار مہر زوج کو خود اس کا اقرار تھا اور مقر پر شہادت مسموع نہیں،

الا فی اربع لیس ہذا منہا کما فی البحر بل فی کل موضع	مگر چار میں کہ یہ ان میں سے نہیں ہے جیسا کہ بحر میں ہے بلکہ ہر ایسے مقام میں جہاں اگر گواہی نہ ہو

---

[1] درمختار | کتاب النکاح | باب المہر | مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۲
[2] الہدایۃ | " | " | المکتبۃ العربیہ کراچی ۲/۳۱۲
[3] الدرر الحکام

یتوقع ضرر من غیر المقر لولاھا فیکون ھذا اصلا کما فیه ایضا **اقول** والوجه فیه ان الاقرار حجة ملزمة بنفسه من دون حاجة الی قضاء القاضی ولذا یصح فی غیر مجلس القضاء ونصوا ان القضاء علی المقر قضاء مجازا والشھادة انما ھی یسمعھا القاضی فیلزم فاقامتھا علی المقر سعی فی تحصیل الحاصل وھو باطل بخلاف ما اذا افادت فائدة لم یفدھا الاقرار وھی التعدیة لان الاقرار حجة قاصرة۔

تو وہاں غیر مقر کی طرف سے ضرر کا خطرہ ہو، تو یہ قاعدہ ہوگا جیسا کہ یہ بھی اسی میں ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) اس میں وجہ یہ ہے کہ اقرار ایسی حجت ہے جو معاملہ کو خود لازم کرتی ہے بغیر قاضی کی قضاء کے، اسی لئے یہ اقرار مجلس قضاء کے بغیر بھی صحیح ہوتا ہے اور فقہاء نے نص کی ہے اقرار پر قاضی کی کارروائی کو مجازاً قضاء کہا جاتا ہے جبکہ شہادت کو قاضی سُن کر حکم کو لازم کرتا ہے تو مقر پر گواہی کو پیش کرنا تحصیل حاصل ہے جو کہ باطل ہے بخلاف اس صورت کے جس میں شہادت سے ایسا فائدہ حاصل ہو جو اقرار سے نہ ہوتا ہو اور وہ فائدہ حکم کو متعدی بنانا ہے کیونکہ اقرار ناقص حجت ہے۔ت)

www.alahazratnetwork.org

یہاں تک کہ بعد شہادت اگر مدعا علیہ اقرار کردے تو حاکم بربنائے اقرار حکم کرے گا نہ کہ بربنائے شہادت۔ بحرالرائق میں ہے:

لو برھن المدعی ثم اقر المدعی علیه بالملك له یقضی له باقرار لا ببینة اذ البینة انما تقبل علی المنکر لا علی المقر انتہی[1] **اقول** ووجھه ظاھر لما قدمنا لانه لما اقر قبل القضاء لزم الحق من دون التزام فلو یبق مساغ للالزام والقضاء بالشھادة الزام۔

جب مدعی گواہی پیش کرچکا ہو اور اس کے بعد مدعی علیہ مدعی کی ملکیت کا اقرار کرے تو قاضی اقرار کی بناء پر فیصلہ دے گا کیونکہ گواہی صرف منکر کے خلاف قبول کی جاتی ہے اقرار پر نہیں اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) اس کی وجہ ظاہر ہے جس کو ہم نے بیان کیا ہے کہ جب قضاء سے قبل اقرار کردے گا تو حق خود بغیر الزام کے لازم ہوجائے گا تو اقرار کے بعد قاضی کی طرف سے لازم کرنے کا جواز نہیں رہتا جبکہ شہادت کی بنا پر فیصلہ الزام ہوتا ہے۔ (ت)

---

[1] بحرالرائق کتاب الدعوٰی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۲۰۳
[2] " " " ۷/ ۲۰۳

اس وجہ سے وہاں شہادتِ زن نامقبول تھی بخلاف مسئلہ دائرہ کے یہاں شوہر اس مقدارِ مہر کا مقر نہیں تو گواہانِ زن ضرور قابلِ قبول ہیں مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ اسی قدر پر عورت کو ڈگری دی جائیگی 31
بلکہ شوہر سے ابراء پر گواہ طلب کئے جائیں گے اگر اس نے گواہانِ شرعی سے ابراء ثابت کردیا اور عورت کی طرف سے اس کا کوئی دفع صحیح نہ پایا گیا یا وہ گواہ نہ دے سکا اور عورت کا حلف چاہا اور عورت نے حلف سے انکار کردیا تو ان دونوں صورتوں میں عورت کا مطالبہ رد کردیا جائے گا اور اگر عورت نے عدمِ ابراء پر حلف کرلیا تو اپنے پورے مطالبہ کی ڈگری پائے گی جس قدر اس نے شہادت سے ثابت کردیا اب وہ گواہی اس کے کام آئے گی۔ عقود الدریہ میں ہے :

بینۃ البراءۃ اولٰی من البینۃ علی المال ان لم یؤرخا او ارخ احدھما فقط او ارخا سواء بینۃ المطلوب علی انك اقررت بالبراءۃ اولٰی من بینۃ الطالب علی انك اقررت بالمال بعد اقراری بالبراءۃ وبینۃ الطالب اولٰی ان قال انك اقررت بالمال بعد دعواك اقراری بالبراءۃ۔[1]

براءۃ پر گواہی مال پر گواہی سے اولٰی ہے جب دونوں فریق یا ایک فریق نے تاریخ نہ بیان کی ہو یا دونوں نے ایک ہی تاریخ بیان کی ہو مطلوب شخص کی گواہی کہ تو نے برأت کا اقرار کیا، اولٰی ہے طالب کی اس گواہی سے کہ تو نے مال کا اقرار میرے برأت کے اقرار کے بعد کیا ہے اور طالب کی یہ گواہی اولٰی ہے کہ تو نے مال کا اقرار اپنے اس دعوٰی کے بعد کیا کہ میں نے تیرے لئے برأت کا اقرار کیا ہے (ت)

جامع الفصولین فصل عاشر میں ہے :

بینۃ الابراء اولٰی من بینۃ ان لہ علیہ کذا فی الحال۔[2]

برأت کی گواہی اولٰی ہے اس گواہی سے کہ اس کے ذمہ فی الحال اتنا مال ہے (ت)

اسی میں وہیں ہے :

الاصل ان الموجب والمسقط اذا تعارضا یؤخر المسقط اذ السقوط یکون بعد الوجوب۔[3]

قاعدہ یہ ہے کہ جب موجب اور مسقط کا مقابلہ ہو جائے تو مسقط کو مؤخر قرار دیا جائے گا کیونکہ سقوط بعد از وجوب ہوتا ہے (ت)

---

[1] العقود الدریۃ کتاب الشہادۃ ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۳۵۰
[2] جامع الفصولین الفصل العاشر اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۴۳
[3] " " " " " " ۱/ ۱۴۷

31
31

یہاں سے سوال دوم کا جواب بھی واضح ہوگیا کہ بینۂ ابراء بینۂ وجوب پر مرجح ہے اگرچہ گواہان زن یہ تصریح بھی کردیتے کہ آج تک مہر واجب الادا ہے،

فانهم انما یقولون بالاستصحاب فمعناها نفی الابراء والایفاء ولاشهادة علی النفی بل انما یرجع نفیهم الی علمهم وعدم العلم لیس علما بالعدم، والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

کہ وُہ استصحاب کا قول کرتے ہیں تو اس کا معنی یہ ہوا کہ برات اور ادائیگی نہ ہوئی ہے جبکہ کسی نفی پر شہادت جائز نہیں بلکہ ان کی یہ بات ان کے علم کی نفی کی طرف راجع ہوتی ہے جبکہ علم نہ ہونا نہ ہونے کا علم نہیں ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۸: از رامپور محلہ گنج از جانب سبزہ فروشاں معرفت سدن کنجڑا ۴ شعبان ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمی اللہ دین کے ذمہ مسمی بھورے چودھری کی دو اشرفیاں مبلغ تیس۳۰ روپیہ کی واجب الادا ہیں جب اس نے طلب کیں تب جواب دیا کہ میں بھورے چودھری کو عبدالکریم اور نور محمد اور فتسوہ کے سامنے دے چکا جب اس نے دریافت کیا تو انھوں نے بالاتفاق کہا کہ ہمارے سامنے ہرگز تم نے نہیں دیں تم غلط کہتے ہو جب دیکھا کہ سب نے انکار کیا اور میرا جھوٹ کھُلا تو اللہ دین نے کہا اچھا میں ان اشرفیوں کے مبلغ تیس روپیہ بروقت حساب کتاب کے مجرا دوں گا اور یہ اقرار چند آدمیوں کے سامنے کیا کہ جس میں چھدا اور کلن اور اشخاص مذکورین موجود تھے پھر جب وقت حساب کا ہوا تو پھر انکار کردیا اور اس اقرار سے رجوع کیا اور قسم کھا کر کہتا ہے کہ میں تو تینوں شخصوں مذکورین کے سامنے ادا کرچکا میں نہیں دوں گا، تو اب ایسی صورت میں کہ جب اقرار گواہوں کے سامنے اشرفیوں کے تیس۳۰ روپیہ ادا کرنے کی بابت کرچکا اور پھر انکار کیا تو یہ انکار بعد الاقرار معتبر ہوگا یا وہی اقرار مقدم کہ جس کا ثبوت گواہوں سے ہے قائم رہے گا اور اللہ دین کے ذمہ تیس روپیہ اشرفیوں کے بھورے چودھری کے واجب الادا ہوں گے یا نہ؟ بیّنوا توجروا۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

یہ امر دین ہے اور معاملہ حقوق العباد کا ہے احتیاط لازم ہے یہاں جو بھورے چودھری نے آکر بیان کیا اس میں یہ سوال تھا کہ اللہ دین قسم کھاتا ہے اس کی قسم معتبر ہے یا نہیں اور اس کا جواب دیا گیا تھا کہ جب وُہ ادا کردینا بتاتا ہے کہ دین کا اقرار کرچکا اور ادا کا دعوٰی کیا تو اب وہ مدعی ہے اور چودھری مدعا علیہ۔ اور مدعی کی قسم معتبر نہیں بلکہ وہ گواہوں سے ثبوت دے کہ ادا کرچکا اگر ثبوت نہ دے سکے اور

چودھری کا حلف مانگے تو چودھری پر حلف آئے گا کہ مجھے اوا نہ کئے میرا مطالبہ اس پر اب تک ہے اگر چودھری قسم سے انکار کرے تو کچھ نہ پائے اور قسم کھالے تو ڈگری دیا جائے۔ رہے چودھری کے گواہ کہ تو نے نہیں دئے اصلاً معتبر نہیں کہ شہادت نفی ہے اور نفی پر گواہی مقبول نہیں اور یہاں یہ ٹھہرانا کہ گواہ کے ہوتے حلف کی ضرورت نہیں محض بے معنی ہے، نہ چودھری پر گواہ ہیں نہ اللہ دین پر حلف،

وهذا کله ظاهر لمن له ادنی المام بخدمة الفقه الشریف فلم یکن لیقع فیه الارتیاب ولکن لاحول ولاقوۃ الا بتوفیق العزیز الوهاب۔

یہ تمام ظاہر ہے اس شخص پر جس کو فقہ شریف کی خدمت میں ادنیٰ حصہ بھی ہے تو اس میں شک نہیں ہونا چاہئے، لیکن اقدام اور قوت اللہ تعالٰی کی توفیق کے بغیر نہیں۔ (ت)

اس قدر صورت کا تو حکم یہ تھا اور سوال میں اکثر عبارات سائلین اپنے فہم کے لائق بالمعنی نقل کرتے ہیں اور جہاں اختلاف لفظ سے حکم بدلتا ہے وہاں ان کے سبب وقت واقع ہوتی ہے اور حق رسی دشوار ہوجاتی ہے خصوصاً بہت خدا ناترس وکلائے مفتعلہ ساختہ الفاظ تعلیم کرتے ہیں جن سے کمی پوری ہوجائے اور یہ سخت مزلۂ اقدام ہے والعیاذ باللہ تعالٰی، پس اگر شہادات عادلہ شرعیہ متفقہ سے ثابت ہوا کہ اللہ دین نے وہ لفظ کہے کہ اچھا میں ان اشرفیوں کے تیس روپے وقت حساب مجرا دوں گا، یہ تو ضرور اقرار ہے کہ اسی زر مدعی کا دینا مانتا ہے اور اقرار کے بعد انکار مسموع نہیں، روپے دیتا ہوں گے، اور اگر اتنا کہنا ثابت ہو کہ اچھا میں تیس روپے وقت حساب مجرا دوں گا تو اسے اقرار ٹھہرانا محل تامل ہے، ظاہر عبارت سوال یہ ہے کہ یہ کلام مبتدا ہے اور مجرا دوں گا وعدہ ہے اور وعدہ کہ کلام مبتدا میں ہو اقرار نہیں اور اچھا کہ بعد منازعت کہا معنی قبول عطا قطعی للنزاع کا احتمال رکھتا ہے اور قبول عطا قبول وجوب نہیں اور اقرار قبول وجوب ہے اور اب زر مدعی کی طرف اشارہ نہیں اور مجرا دینا وادنی ہونا چاہتا ہے اور کلام مبتدا میں کوئی مال وادنی ماننا بھی اقرار نہیں فلیثبت فیه۔

فتاوی قاضی خان میں ہے:

الاصل فیه ان الکلام اذا خرج علی وجه الکنایة عن المال الذی ادعاہ المدعی یکون اقرارا، رجل قال لغیرہ اقض الالف التی لی علیك فقال ساعطیکها او غدا اعطیکها او فاتزنها او انتقدها

قاعدہ یہ ہے کہ مدعی علیہ کی ایسی کلام جس سے مدعی کے دعوی مال کا کنایہ بنتا ہو تو وہ اقرار ہوگا ایک شخص دوسرے کو کہے کہ وہ ہزار جو میرا تیرے ذمہ ہے اس کو ادا کر، تو وہ جواب میں کہے دوں گا یا کل دوں گا یا ان کو وزن کر یا انگوٹھی کر تو یہ مدعی کی

کان اقرارا بالملک، ولو قال اتزن او انتقد لایکون اقرارا۔[1] | ملکیت کا اقرار ہوگا، اور اگر یوں کہے میں وزن کرتا ہوں یا گنتی کرتا ہوں، تو یہ اقرار نہ ہوگا (ت)

فتاوٰی ہندیہ میں ہے:

اذا قال مرا بفلان دہ درم دادنی ست قال لایلزمہ شیئ مالم یقل ہو علی اوفی رقبتی او ذمتی او ھو دین واجب او حق لازم کذا فی الظہیریۃ[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ | اگر کسی نے یوں کہا مجھے فلاں کے دس درم دینے ہیں، تو اس سے کچھ لازم نہ ہوگا جب تک میرے ذمہ یا مجھ پر، یا میری گردن پر، یا وہ قرض واجب یا حق لازم کے الفاظ نہ کہے۔ ظہیریہ میں یونہی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۹: مسئولہ محمد عبدالقیوم صاحب زمیندار قادر پور پرگنہ سرونج ریاست دارالاسلام ٹونک
۲۳ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں، زید کی بیوی ہندہ اپنے شوہر کی تیرہ چودہ برس بعد ایک دستاویز جو کہ بحیثیت ہبہ کے ہے پیش کرتی ہے اور بیان کرتی ہے کہ میرے شوہر نے اپنی حیات میں یہ دستاویز مجھے لکھ دی تھی اس پر ایک مفتی کے دستخط بھی ہیں لیکن باضابطہ اس کی تصدیق سرکاری دفتر میں نہیں ہوئی ہے نہ وہ اصل دستاویز یا اس کی نقل سرکاری دفتر میں رکھی گئی ہے البتہ مفتی صاحب کے دستخط بحیثیت تصدیق کے ہیں ونیز اس جائداد کا جھگڑا بعد انتقال زید کے ہوا تھا لیکن اس وقت اس نے اس تحریر کو پیش نہیں کیا ایسی صورت میں کیا وہ دستاویز مانی جانے کے قابل ہو سکتی ہے اور شریعت پاک اس تصدیق شدہ دستاویز ونیز متذکرہ کو جس کی نقل یا اصل سرکاری دفتر میں نہیں رکھی گئی ہے صحیح تسلیم فرما کر ہندہ کو فائدہ بخش سکتے ہیں۔ بیان کرو تم اور اجر پاؤ تم فقط۔

الجواب

کوئی دستاویز ثبوت میں پیش نہیں کی جا سکتی جب تک اس کے ساتھ شہادت نہ ہو۔ علماء فرماتے ہیں:

لایعمل بالکتاب لان الخط یشبہ | لکھائی پر عمل واجب نہیں کیونکہ خط ایک دوسرے

---

[1] فتاوٰی قاضیخان کتاب الاقرار فصل فیما یکون الاقرار نولکشور لکھنؤ ۳/ ۶۱۳
[2] فتاوٰی ہندیہ " الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۵۷

الخط والخاتم یشبه الخاتم کما فی الاشباہ والهدایة والهندیة وغیرها۔[1]

کے مشابہ ہوتا ہے اور مُہر دوسری مہر کے مشابہ ہوتی ہے جیسا کہ اشباہ، ہدایہ اور ہندیہ وغیرہا میں ہے۔ (ت)

خصوصًا اس حالت میں کہ بعد موت جھگڑا ابھی ہوا اور اس نے دستاویز پیش نہ کی اب اتنے برسوں کے بعد ظاہر کرتی ہے دستاویز درکنار ایسا دعوٰی ہی قابلِ سماعت نہیں،

به یفتی قطعا للتزویر والتلبیس کما فی الخیریة[2] والعقود الدریة وغیرهما۔ والله تعالٰی اعلم۔

اسی پر فتوٰی ہے تاکہ جعلسازی اور تلبیس کا خاتمہ ہوسکے جیسا کہ خیریہ، عقود الدریہ وغیرہما میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱: مرسلہ قاضی حسام الدین صاحب از تعلقہ راویر ضلع مشرقی خاندیس ۱۵ جمادی الاولٰی ۱۳۳۲ھ

ایک شخص فوت ہوا اور اس کے تین لڑکے عاقل و بالغ ہیں اور لیاقت میں تینوں مساوی ہیں تو ایسی حالت میں قضاۃ کا کون مستحق ہے، خلفِ اکبر کا رتبہ وحق برادرانِ خورد سے کم ہے یا زیادہ؟

الجواب

www.alahazratnetwork.org

کوئی منصب نہ میراث ہے نہ بڑے چھوٹے پر موقوف، جو لائق تر ہو وہ کیا جائے، اور سب مساوی ہوں تو منصب دینے والا جسے چاہے دے، اور اگر ان سب سے کوئی اجنبی زیادہ لائق ہے تو وہی مستحق ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۱: مرسلہ میاں جان شاہ خلیفہ وجانشین حضرت حاجی غلام احمد صاحب مرید میاں احمد علی شاہ صاحب سکینہ ریاست رامپور محلہ بذریہ ہمت خاں ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید لاوارث نے اپنے مکان مملوکہ ومقبوضہ کی نسبت اپنے مریدوں سے ایک مرید بکر نامی کو جو دس سال کی عمر سے اس کی اطاعت و خدمتگزاری میں شبانہ روز بسر کرتا تھا خرقہ خلافت وتبرکات وغیرہ عطا فرما کے اس کو اپنی سجادہ نشینی

---

[1] الاشباہ والنظائر مع غمز عیون البصائر کتاب القضاء والشہادات ادارۃ القرآن کراچی ۱/۳۳۸
الہدایہ کتاب القاضی الی القاضی مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۱۳۹ و ۱۵۰
فتاوٰی ہندیہ کتاب القضاء الباب الثالث والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۳۸۱
[2] فتاوٰی خیریہ کتاب الدعوٰی دارالمعرفۃ بیروت ۲/۴۸

کی خدمت تفویض کی اور ساتھ ہی اس کو یہ وصیت کی کہ یہ مکان تجھ کو ہبہ کرتا ہوں میرے انتقال کے بعد تم اس مکان میں اپنی سکونت رکھ کر مکان مذکورہ میں میرا اور میرے پیر و مرشد نیز دیگر اولیاء و پیرانِ عظام کی علی الدوام فاتحہ عرس بطریق فقراء اپنے اہتمام سے سال بسال کرتے رہنا، اور میرے مرید بغرض شرکت عرس بیرونجات وغیرہ سے آئیں ان کو مکان مسطور میں مقیم کر کے ان کے خورد و نوش کا بھی انتظام کرنا اور جس طرح کہ میں اوراد و اشغال و چلہ کشی وغیرہ خود کرتا اور اپنے مریدوں وغیرہ کو تلقین اور سلسلہ و طریقہ پیری و مریدی وغیرہ کی تعلیم دیتا رہتا ہوں یہی معمول رکھنا۔ اور زید نے بخیال کم استطاعتی و بے بضاعتی اپنے سجادہ نشین بکر کے مکان مذکورہ کی نسبت بیع کی ممانعت کر کے رہن کی اجازت دی، بعد اس وصیت کے زید نے مکان مذکورہ پر بکر کا قبضہ کامل طور سے کرا دیا، بکر ایک تارک الدنیا فقیر ہے، وصیت پیر و مرشد کو بجان و دل قبول و منظور کر لیا اور زید نے اس وصیت کے کئی سال بعد سفرِ آخرت اختیار کیا بکر زید کی وصیت کے موافق زمانہ اٹھارہ سال سے مکان مذکور پر بلا شرکت غیرے قابض و متصرف ہے اور جملہ خدمات کی بجا آوری میں مامور و مشغول ہے بلکہ بسبب انہدام مکان مذکور و نیز برائے سرانجام فاتحہ عرس بباعث تنگدستی مکان مسطور کو رہن کر کے حسب وصیت زید تمیم امورات مفوضہ کو بجالانا مقدم سمجھا ہے ان امور مذکورہ بالا کے اکثر و بیشتر لوگ و اہلِ محلہ بخوبی واقف و شاہد ہیں، اب ایک عمرو نامی شخص دنیا دار جو اپنے کو متولی زید کے پیر و مرشد کے مزار کا قرار دیتا ہے بوجہ طمع نفسانی و بحرص مفاد دنیاوی اس وصیت زید کو اٹھارہ سال کے بعد کالعدم ظاہر کر کے یہ کہتا ہے کہ زید مجھ کو یہ وصیت کر گیا ہے کہ مکان مسطور فروخت کر کے میرے پیر و مرشد کے مزار کی مرمت و روشنی وغیرہ کرنا، پس صورت مذکورہ بالا میں مکان مقبوضہ اٹھارہ سالہ موہبہ شرعاً قبضہ بکر سے علیحدہ ہو کر فروخت ہو سکتا ہے یا نہیں اور خواہش نفسانی عمرو دنیا دار کی موافق شرع شریف کے جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

سائل مظہر ہے کہ عمرو وہیں کا ساکن ہے اور مدت دراز سے زید کو اس مکان پر قبضہ کے تصرفات مالکانہ مثل ہدم و تعمیر وغیرہ کرتے دیکھ رہا ہے اور اب تک ساکت رہا اب ۱۸ سال کے بعد اس وصیت کا مدعی ہوا، پس صورت مستفسرہ میں عمرو کا دعوٰی اصلاً قابلِ سماعت نہیں۔ فتاوٰی امام شیخ الاسلام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی میں ہے:

سئل عن رجل لہ بیت فی دار یسکنہ مدۃ تزید علٰی ثلث سنوات

سوال ہوا ایسے شخص کے متعلق کہ ایک حویلی کے کمرہ میں تین سال سے زائد مدت سے مقیم ہے

ولہ جار بجانبہ والرجل المذکور فی البیت متصرف فی البیت المزبور ھدما وعمارۃ مع اطلاع جارہ علی تصرفہ فی المدۃ فھل اذا ادعی البیت او بعضہ بعد ماذکر من تصرف الرجل المذکور فی البیت ھدما وبناءً فی المدۃ المذکورۃ تسمع دعواہ ام لا اجاب لاتسمع دعواہ علی ماعلیہ الفتوی۔[1]

اور شخص مذکور اس کمرہ میں ہر طرف کا تصرف گرانا، بنانا کرتا چلا آرہا ہے اس کے پڑوس میں دوسرا شخص ہے جو مذکورہ مدت سے اس کے تصرفات مذکورہ کو دیکھ رہا ہے، تو کیا اس پڑوسی کو اس کمرے کے کل یا بعض پر دعوٰی کا حق ہے باوجودیکہ وہ سب کچھ تصرفات دیکھتا رہا ہو۔ جواب دیا کہ اس کے دعوٰی کی سماعت نہ ہوگی مفتی بہ قول کے مطابق۔ (ت)

وجیز کردری میں ہے: علیہ الفتوی قطعا للاطماع الفاسدۃ[2] (اسی پر فتوٰی فاسد طمع کو ختم کرنے کے لئے ہے۔ ت) رد المحتار میں ہے:

مجرد السکوت عند الاطلاع علی التصرف مانع من الدعوی قولہ زرعا وبناء المراد بہ کل تصرف لایطلق الا للمالک فھما من قبیل التمثیل قولہ لاتسمع دعواہ ای دعوی الاجنبی ولو جارا۔[3]

تصرفات مذکورہ پر اطلاع کے باوجود خاموشی دعوٰی کے لئے مانع ہے، ماتن کا قول "زراعت وتعمیر" سے مراد تمام ایسے تصرفات جو صرف مالک کے لئے جائز ہیں یہ دونوں بطور تمثیل ذکر کئے، اس کا قول اس کا دعوٰی نہ سنا جائے گا یعنی ہر اجنبی کا خواہ پڑوسی ہو۔ (ت)

عقود الدریہ میں ہے:

مجرد الاطلاع علی التصرف مانع من الدعوی ولم یقیدوہ بمدۃ ولا بموت ولیس مبنیا علی المنع السلطانی بل ھو حکم اجتہادی نص علیہ الفقہاء[4]، ملتقطا، واللہ تعالٰی اعلم۔

تصرفات پر اطلاع ہی دعوٰی سے مانع ہے کسی مدت یا موت کی قید کے بغیر یہ بات فقہاء نے ذکر کی ہے یہ حکم سرکاری پابندی کی بنا پر نہیں ہے بلکہ یہ اجتہادی حکم ہے جس کو فقہاء نے بالاتفاق بیان کیا ہے ملتقطا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] العقود الدریہ بحوالہ فتاوی غزی کتاب الدعوی ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۴

[2] فتاوی بزازیہ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب النکاح الفصل التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۲۶

[3] رد المحتار مسائل شتی داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۷۴

[4] العقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ کتاب الدعوی ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۴

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۱۱۲ از انجمن نعمانیہ لاہور ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ

امیر یا امام یا صدر قوم کو شرعاً مسلمانوں کا مشورہ لینے کے بعد کثرتِ رائے کا اتباع لازمی ہے یا اس کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنی رائے پر عمل کرے خواہ وہ رائے کثرتِ رائے کے خلاف ہی ہو مثلاً انجمن یا مجلس کی صورت میں اس کے متعلقہ کاموں کے لئے ماتحت مجلسیں ہر فن کے ماہرین کی بنادی گئی ہوں اور کل اس عام مجلس کا ایک صدر یا امام یا امیر بھی منظور کرلیا گیا ہو تو خاص فن کی مجلس کے فیصلہ کے خلاف صدر مجلس مذکور کو ان کی رائے حاصل کرلینے کے بعد یہ اختیار ہوگا کہ ان کے فیصلہ کے خلاف حکم دے دے اور وہ قابلِ اتباع ہو یا نہیں یعنی زید جو اس دعوے کا حامی ہے کہ صدر کو کثرتِ رائے کا اتباع لازمی نہیں وہ اپنے دعوٰی کے ثبوت میں فخرِ کائنات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثال پیش کرتا ہے کہ بعض اوقات صحابہ علیہم الرضوان سے مشورہ لینے کے بعد بھی اپنی ذاتی رائے پر عمل کیا اور کلام قدیم میں بھی انھیں الفاظ میں حکم آیا کہ،

وشاورھم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللہ[1] ۔ اور کاموں میں ان سے مشورہ لو اور جو کسی بات کا ارادہ پکا کرلو تو اللہ پر بھروسہ کرو۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

یعنی اپنی عزیمت پر عمل کرنے کا اختیار دے دیا زید یہ بھی کہتا ہے کہ آج کل کی مجلسوں میں کثرتِ رائے کا اتباع ایک زمانہ حال کے غیر مذاہب کے رویہ کا اتباع ہے جو درحقیقت مضر ہوتا ہے مثلاً کثرت رائے آج کل کے ایسے مسلمان کی جو مذہبی اتباع میں نہایت کمزور ہوتے ہیں کسی شرعی معاملہ میں بوجہ آرام طلبی و مصلحتِ زمانہ کے خلاف ہوجائے تو کیا اس شرعی مسئلہ کے خلاف کرنا جائز ہوجائے گا۔ عمرو بکر وغیرہ زید کے مقابل میں یہ استدلال کرتے ہیں کہ یہ خاصہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے تھا بعد میں امت مرحومہ کو اتباع سوادِ اعظم کا حکم دیا گیا اور من شذ شذ فی النار[2] (جو جماعت سے علیحدہ رہا وہ جہنم میں علیحدہ کیا گیا۔ ت) کا وعید سنایا گیا اور لاتجتمع امتی علی الضلالۃ[3] (میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔ ت) کی کسوٹی دی گئی اجماع ادلہ شرعی میں قرار پایا جس پر اہل سنت وجماعت کے مذاہب

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۵۹

[2] المستدرک للحاکم کتاب العلم دار الفکر بیروت ۱/ ۱۱۵

[3] " " " ۱/ ۱۱۵-۱۱۶

الدرر المنتثرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ حدیث ۴۵۹ المکتبۃ الاسلامی بیروت ص ۱۹۰

اربعہ کی بنیاد ہے، نیز زید کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ ہر ایک امر کے متعلق اس کے اہلِ فن کی مجلسیں مقرر کر دی گئی ہوں تو ان کا فیصلہ کیوں اجماع کا حکم نہ رکھے گا اور اس کے خلاف صدر کو عمل کرنے کا کیوں اختیار ہونا چاہئے کیونکہ صدر آخر ایک شخص ہے اس کو ایک مجلس کے متفقہ فیصلہ توڑ دینے کا اختیار دینا خالی از خطر نہیں ہوسکے گا اس کے مفسدہ اور مصلحت پر بھی نظر رہنا چاہئے، براہِ کرم ان کے جواب سے با دلائل ترجیح بہت جلد مطلع فرما دیں۔

المستفتی
سلیم اللہ خاں جنرل سیکرٹری انجمن نعمانیہ لاہور

المستفتی
تاج الدین احمد سیکرٹری انجمن نعمانیہ لاہور

المستفتی
نور بخش فنانشل سیکرٹری انجمن نعمانیہ لاہور

الجواب

دلیل کہ زید نے بیان کی، بجائے خود صحیح ہے۔ خصائص بے دلیل صحیح اختصاص ثابت نہیں ہوتے، مواہب شریف میں ہے:

الخصائص لا تثبت الا بدلیل صحیح قالہ فی شرح تقریب الاسانید[1]۔ خصائص صحیح دلیل کے بغیر ثابت نہیں ہوتے، یہ بات انھوں نے تقریب الاسانید کی شرح میں ذکر کی ہے۔ (ت)

اسی طرح فتح الباری وغیرہ میں ہے۔ یوں تو ہر فضل عطائی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہی سے خاص ہے کہ وہی اصل و منبع و مبدء و مرجع ہر فضل ہیں ؎

وکل اٰیٍ اتی الرسل الکرام بھا فانما اتصلت من نورہ بھم[2]
انما مثلوا صفاتك للنا س کما مثل النجوم الماء[3]

(جو معجزات مرسلین لائے ہیں وہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نور سے ان تک پہنچے وہ لوگوں کے لئے آپ کی صفات کے مظہر بنے جس طرح ستاروں کیلئے پانی مظہر بنتا ہے۔ ت)

---

[1] المواہب اللدنیہ المقصد الرابع الفصل الثانی المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۶۰۰
[2] " " " " ۲/ ۵۸۲
[3] المجموعۃ النبہانیہ فی المدائح النبویہ حرف الہمزہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۷۷

مگر حقائق عطایائے محمدیہ میں یہ فضل کہ بعد مشورہ بھی اپنی رائے پر اعتماد وجائز ہو علمائے کرام نے خصائص حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے نہ گنا البتہ وجوب مشورہ کو خصائص والا سے شمار کیا کما فی انموذج اللبیب للامام السیوطی والمواھب للامام القسطلانی (جس طرح کہ امام سیوطی کی انموذج اللبیب اور امام قسطلانی کی مواہب میں ہے۔ ت) بلکہ ہمارے علمائے کرام نے ہر حاکم ذی رائے کے لئے اس کے عموم کی تصریح فرمائی کہ مشورہ کرے پھر عمل اپنی ہی رائے پر کرے اگرچہ سب رائے دہندوں کے خلاف ہو یعنی جبکہ مشورہ سے اپنی رائے کی غلطی ظاہر نہ ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو محتاج مشورہ نہیں بلکہ ہر امر میں اپنے رب کے سوا تمام جہان سے غنی و بے نیاز ہیں حضور کا مشورہ فرمانا غلاموں کے اعزاز بڑھانے اور انہیں طریقہ اجتہاد سکھانے امت کے لئے سنت قائم فرمانے کے لئے تھا وہ خود فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اما ان اللہ ورسولہ لغنیان عنہا ولکن جعلہا اللہ رحمۃ لامتی فمن استشار منہم لم یعدم رشدا ومن ترکہا لم یعدم غیا۔[1] رواہ ابن عدی والبیہقی فی الشعب بسند حسن عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

واضح ہو کہ اللہ تعالٰی اور اس کا رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مشورہ سے مستغنی ہیں لیکن اللہ تعالٰی نے مشورہ کو میری امت کیلئے رحمت بنایا ہے تو جو مشورہ کرے گا وہ رہنمائی کو معدوم نہ پائے گا اور جو نہ کرے گا وہ خطا کو معدوم نہ پائے گا۔ اس کو ابن عدی اور بیہقی نے شعب میں سندِ حسن کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ (ت)

امام حسن بصری فرماتے ہیں:

قد علم اللہ انہ مابہ الیہم من حاجۃ، ولکنہ اراد ان یستن بہ من بعدہ۔[2] رواہ سعید بن منصور فی سننہ وابن المنذر وابی حاتم والبیہقی۔

اللہ تعالٰی جانتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ان کے مشورہ کی حاجت نہیں لیکن ارادہ فرمایا کہ آپ کے بعد آپ کی سنت جاری کی جائے، اس کو سعید بن منصور نے اپنی سنن میں اور ابن منذر، بیہقی اور ابو حاتم نے روایت کیا ہے (ت)

---

[1] شعب الایمان للبیہقی حدیث ۷۵۴۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/۷۶
درمنثور بحوالہ البیہقی وابن عدی وشاورھم فی الامر کے تحت مکتبہ آیۃ اللہ العظمٰی قم ایران ۲/۹۰
[2] المواہب اللدنیہ المقصد الرابع الفصل الثانی المکتب الاسلامی بیروت ۲/۶۰۱

www.alahazratnetwork.org

امت کے لئے فائدۂ مشورہ یہ ہے کہ تلاحق انظار و افکار سے بارہا وہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ صاحب رائے کی نظر میں نہ تھی اس کا انتظار ہے اور بعد مشورہ بھی کوئی جدید امر کہ اپنی رائے میں ترمیم کرنا واضح نہ ہوا تو رائے روشن مشورۂ بے ضیاء سے احق بالاتباع ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں،

استفت قلبك وان افتاك المفتون[1]۔ رواه البخاری واحمد فی التاریخ عن وابصة بن معبد الجهنی رضی الله تعالٰی عنه۔

اپنے دل سے فتوٰی لے اگرچہ مفتی حضرات تجھے فتوٰی دیں۔ اس کو بخاری نے تاریخ اور احمد نے حضرت وابصہ بن معبد جہنی رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک اس کے حق میں کثرت رائے کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ ذی رائے ہے تو اپنی ہی رائے کا اتباع کرے اگرچہ تمام رائے دہندہ خلاف پر ہوں اور غیر کے لئے بھی یہ ہے کہ جو ان میں اعلٰی و افقہ و اورع ہے اس کی رائے پر چلے اگرچہ وہ اکیلا اور اس کے خلاف پر کثیر ہوں۔ معین الحکام میں ہے،

ان کان فی المصر قوم من اهل الفقه شاورهم، لان الله تعالٰی امر رسوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم بذلك، فان اتفقوا علی شیئ وکان رأیه کرأیهم فصل الحکم، وان اختلفوا نظر الی اقرب الاقوال من الحق وامضی ذلك وان کان من اهل الاجتهاد، ولا یعتبر السن ولا کثرة العدد لان الاصغر والواحد قد یوفق للصواب فی حادثة مالا یوفق الاکبر والجماعة[2]۔

اگر شہر میں اہلِ فقہ ہوں تو ان سے مشورہ کرے کیونکہ اللہ تعالٰے نے اپنے رسول صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو مشورہ کا حکم فرمایا ہے پس اگر ان کا کسی معاملہ پر اتفاق ہو اور اس کی رائے ان کی رائے کے مطابق ہو تو حکم حاصل ہوگیا اور اگر ان کا اختلاف ہو تو اقرب الی الحق قول کو پاکر اس پر عمل کرے اگرچہ وہ اہلِ اجتہاد میں سے ہو، عمر اور عدد کی کثرت کا اعتبار نہیں کیونکہ کبھی کم عمر اور واحد شخص کسی حادثہ میں درستگی کو پالیتا جس کو بڑا اور جماعت نہیں پاتے۔ (ت)

---

[1] کنز العمال بحوالہ تخ حدیث ۲۹۲۳۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۲۵۰
مسند احمد بن حنبل مروی از وابصہ بن معبد المکتب الاسلامی بیروت ۴/۲۲۸
[2] معین الحکام الرکن الثانی من ارکان القضاء المقضی بہ مصطفی البابی مصر ص ۲۷

اسی طرح محیط پھر ہندیہ میں ہے :

(وزاد) وینبغی ان یکون ھذا علی قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ اما علی قول محمد رحمہ اللہ تعالٰی فتعتبر کثرۃ العدد ثم قال وان لم یکن القاضی من اھل الاجتہاد وقد وقع الاختلاف بین اھل الفقہ اخذ بقول من ھو افقہ و اورع عندہ[1]۔

اور انھوں نے یہ زائد بات کی کہ یہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول ہونا مناسب ہے لیکن امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول پر کثرتِ عدد کا اعتبار ہے ، اور پھر فرمایا اگر قاضی اہلِ اجتہاد میں سے نہ ہو تو فقہاء کرام کے اختلاف کی صورت میں زیادہ فقیہ اور پرہیزگار کے قول کو اپنائے ۔ (ت)

نیز معین الحکام میں ہے :

وان اختلفوا علی الامیر فرأی بعضھم رأیا ، ورأی بعضھم رأیا غیرہ لم یعمل مع اکثرھم ولکن ینظر فیما اختلفوا فیہ فما رأہ صوابا قضی بہ وانفذہ وکذٰلک ینبغی للقاضی ان یفعل ذٰلک اختلف علیہ المشاورون من الفقہاء[2]۔

اگر مشورہ دینے والوں میں اختلاف ہو کسی کی رائے کچھ اور کسی کی رائے کچھ ہو تو اکثریت کی رائے پر عمل نہ کرے بلکہ غور کرکے درست رائے قائم کرے اور اس پر عمل کرتے ہوئے فیصلہ دے کر نافذ کرے ، اور قاضی کو بھی یہی کرنا چاہئے جب مشورہ دینے میں فقیہ لوگوں میں اختلاف پایا جائے (ت)

عمرو بکر وغیرہما کے استدلال محض باطل ہیں اتباعِ سوادِ اعظم کا حکم اور من شذ شذ فی النار[3] (جو جدا ہوا وہ جہنم میں گیا۔ت) کی وعید صرف دربارۂ عقائد ہے مسائل فرعیہ فقہیہ کو اس سے کچھ علاقہ نہیں صحابہ کرام سے ائمہ اربعہ تک رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کوئی مجتہد ایسا نہ ہوگا جس کے بعض اقوال خلافِ جمہور نہ ہوں سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مطلقاً جمع زر کو حرام ٹھہرانا ، ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نوم کو اصلاً حدث نہ جاننا ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کا مسئلہ ربا ، امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مسئلہ مدتِ رضاع ، امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہما کا مسئلہ متروک التسمیہ عمداً ،

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب ادب القاضی الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۳۱۴
[2] معین الحکام فصل فی تبع الفقہاء للنظر فی حکم القاضی مصطفٰی البابی مصر ص ۳۳
[3] المستدرک للحاکم کتاب العلم دارالفکر بیروت ۱/۱۱۵

امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مسئلہ طہارت سور کلب و تعبد غسلات سبع، امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مسئلہ نقض وضو بلحم جزور وغیرہ ذلک مسائل کثیرہ کو جو اس وعید کا مورد جانے خود شذ فی النار[1] (جو جدا ہوا جہنم میں ڈالا گیا۔ ت) کا مستحق بلکہ اجماعِ امت کا مخالف اور "نولہ ما تولی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا[2]" (ہم اس کو پھیر دیں گے جب وہ پھرا، ہم اس کو جہنم میں ڈال دیں گے اور وہ بُرا ٹھکانا ہے۔ ت) کا مستوجب ہوگا اور حدیث اجماع اور بھی بعید تر۔ اجماع میں ایک وقت کے تمام مجتہدین کا اتفاق درکار ہے ایک کے خلاف سے بھی اجماع نہیں رہتا اور کسی مجلس کے فیصلہ کو اجماع ٹھہرانا سخت سے سخت نادانی ہے شہر بھر کے فقہاء کا اتفاق تو اجماع درکنار فقیہ کے مقابل اصلاً حجت نہیں ہوتا، نہ کہ ارکین مجلس کا فیصلہ جن میں اکثر بے علم ہوتے ہیں بلکہ بہت جگہ کل۔ بدائع میں ہے:

ان اشکل علیہ حکم الحادثۃ استعمل رأیہ فی ذٰلک وعمل بہ والافضل ان یشاور اھل الفقہ فان اختلفوا اخذ بما یؤدی الی الحق ظاھرا وان اتفقوا علی رای یخالف رأیہ عمل برأی نفسہ ایضا لکن لاینبغی ان یعجل[3] الخ (ملخصا)

اگر کسی حادثہ میں مشکل پیش آئے اپنی رائے کو عمل میں لائے اور افضل یہ ہے کہ اس معاملہ میں اہل فقہ سے مشورہ کرے، اگر ان میں اختلاف ہو تو جو ظاہر طور پر حق کے قریب ہو اسے اختیار کرے اور اگر وہ اس کی رائے کے خلاف کسی رائے پر اتفاق کریں تو اس کو اپنی رائے کا ترک جائز نہیں لیکن عجلت مناسب نہیں الخ (ت)

محیط میں ہے:

اتفقوا علی شیئ ورأی القاضی بخلاف رأیھم لاینبغی ان یترک رأی نفسہ[4]

اگر ان کا اتفاق قاضی کی رائے کے خلاف ہو تو قاضی کو اپنی رائے ترک کرنا جائز نہیں ہے۔ (ت)

معین الحکام میں ہے:

فاذا اجتمع فقہاء البلد علی شیئ

جب شہر کے فقہاء کا کسی رائے پر اتفاق ہو اور

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب العلم دار الفکر بیروت ۱/ ۱۱۵
[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۵
[3] بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع کتاب ادب القاضی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۵
[4] محیط

وكان رأيه خلاف ذلك فلا ينبغى ان يجعل بالحكم حتى يكتب فيه الى غيرهم ويشاورهم ثم ينظر الى احسن ذلك فيعمل به، لان المشورة بالكتاب من الغائب بمنزلة المشورة بالخطاب من الحاضر، فان خالف رأيه رأيهم قضى برأى نفسه، لان رأيه اصوب عنده ورأى غيره ليس بصواب[1]

قاضی کی رائے کے خلاف ہو تو قاضی کو جلدی مناسب نہیں حتی کہ دوسروں سے خط وکتابت اور مشورہ کرے پھر ان آراء میں غور کرکے بہتر رائے کو عمل میں لائے کیونکہ خط وکتابت کے ذریعہ غائب شخص سے مشورہ ایسے ہی ہے جیسے خطاب کے ذریعہ حاضر شخص سے مشورہ ہے اس کے باوجود اگر اس کی رائے ان کی رائے سے مختلف ہو تو اپنی رائے پر عمل کرے اور فیصلہ دے کیونکہ اس کے لئے اپنی رائے پر عمل درست ہے اور دوسرے کی رائے اس کے ہاں درست نہیں ہے۔ (ت)

یہ دلائل پر کلام تھا، رہا حکم **فاقول** وباللہ التوفیق اس میں تفصیل کثیر ہے، معاملہ دائرہ دو قسم ہے: شرعی یا اس کا غیر۔ یہاں شرعی سے مراد وہ امر ہے جس سے حکم وتحدید شرعی متعلق ہو اختیار مکلف پر نہ چھوڑا گیا ہو اور غیر سے وہ جسے شرع نے ہمارے اختیار پر رکھا ہے مثلاً چاندی چاندی کے عوض بیچنے میں مساوات لازم فرمادی ہے کمی بیشی کا اختیار نہیں اور سونا چاندی کے عوض بیچنے میں کوئی حد مقرر نہ فرمائی، عاقدین کو اختیار ہے کہ پندرہ کی اشرفی ہزار روپیہ کو لیں دیں خواہ ایک پیسے کو،

لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا اختلف النوعان فبيعوا كيف شئتم[2]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کی وجہ سے کہ جب دو مختلف جنس ہوں تو پھر جیسے چاہو فروخت کرو۔ (ت)

تو پونڈ کی قیمت پندرہ روپے ہونا حکم شرعی نہیں لیکن روپے کو بدلے سوا گیارہ ہی ماشے چاندی ہونا حکم شرعی ہے۔ **قسم اول** میں پھر دو صورتیں ہیں، کتب میں اس کا حکم مصرح ہے یا حادثہ جدیدہ ہے کہ اس کا حکم نصوص فقہی سے نکالنا محتاج نظر تفقہ ہے پھر جس کا حکم مصرح ہے وہ ایک ہی حکم ہے جس سے تجاوز ناجائز یا دونوں طرح کے حکم ہیں اور مکلف کو روا ہے ان میں جس پر چاہے عمل کرے، پہلی صورت یہ کہ حکم واحد متفق علیہ ہو یا اگرچہ اختلاف ہے مگر قول راجح ومعتمد ایک ہی ہے خواہ یوں کہ فتویٰ ایک ہی

---

[1] معین الحکام الرکن الثانی من ارکان القضاء المقضی بہ مصطفی البابی مصر ص ۲۸،۲۷

[2] نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ کتاب البیوع المکتبۃ الاسلامیہ ریاض ۴/۴

جانب دیا گیا یا دوسری جانب کی ترجیح ان وجوہ پر کہ خادمِ فقہ جانتا ہے ضعیف و مضمحل ہے بہرحال دوسرا قول ناقابلِ اخذ ہے۔

فان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل وخرق للاجماع[1] درمختار عن تصحیح القدوری للعلامۃ قاسم۔

تو بالتحقیق فتوٰی اور فیصلہ مرجوح قول پر کرنا جہالت ہے اور اجماع کے خلاف ہے، یہ درمختار میں علامہ قاسم کی تصحیح القدوری کے حوالہ سے ہے۔ (ت)

اس صورت میں اسی حکم کا اتباع واجب ہے خواہ وہ رائے صدر ہو یا رائے اراکین کل یا بعض ہو یا سب کے خلاف ہو اذ لا حکم لاحد مع الشرع المطہر (شریعتِ مطہرہ کے مقابلہ میں کوئی حکم معتبر نہیں۔ ت) اور دوسری صورت یہ کہ دونوں قول بلا ترجیح آرا ہوں یا ترجیح دونوں طرف متکافی ہو یہ صورت قسم دوم سے ملتحق ہے کہ ایسی حالت میں مکلف مختار ہے جس پر چاہے عمل کرے۔ درمختار میں ہے:

فی وقف البحر وغیرہ متی کان فی المسألۃ قولان مصححان جاز القضاء والافتاء باحدھما[2]۔

بحر وغیرہ وقف میں ہے، جب کسی مسئلہ میں دو مختلف قول ہوں اور دو صحیح قرار دئے گئے ہوں تو ان میں ایک پر فتوٰی اور قضا جائز ہے۔ (ت)

ردالمحتار کتاب القضاء میں ہے:

ومثلہ یقال فی المقلدین فیما لم یصرحوا فی الکتب بترجیحہ واعتمادہ[3]۔

کتب میں جس مسئلہ پر ترجیح کی تصریح نہ ہو تو دو مقلدوں کے متعلق یہی بات کہی جائے گی (ت)

اور جس کا حکم کتب میں نہیں تو اب چار صورتیں ہیں یا[1] تو صدر و اراکین سب فقیہ متفقہ صاحبِ نظر و تصرفاتِ صحیحہ ہیں یا[2] صرف صدر یا[3] صرف اراکین کل یا بعض یا[4] کوئی نہیں بہرحال اس میں جو ایسا نہ ہو اس کی رائے کا کچھ اعتبار نہیں صدر ہو یا رکن تو شکل چہارم میں صدر و اراکین سب کی رائے امرِ شرعی میں مہمل و معطل ہے اگرچہ ایک ہی رائے پر متفق ہوں بلکہ ان پر فرض ہے کہ اہلِ علم فقیہ متفقہ کی طرف رجوع

---

[1] درمختار	مقدمۃ الکتاب	رسم المفتی	مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۱۵
[2] ؍؍	؍؍	؍؍	؍؍	۱/ ۱۴
[3] ردالمحتار	کتاب القضاء		داراحیاء التراث العربی بیروت	۴/ ۳۰۳

www.alahazratnetwork.org

اور اس کے ارشاد پر عمل کریں۔

قال اللہ تعالٰی فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون[1] — اللہ تعالٰی نے فرمایا، اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پوچھو۔ (ت)

درمختار میں ہے:

ولایخلوا الوجود عمن یمیز ھذا حقیقۃ لاظنا وعلی من لم یمیز ان یرجع لمن یمیز لبراءۃ ذمتہ[2] — ظنی نہیں حقیقی علم والوں سے وجود خالی نہیں علاوہ ازیں اگر خود تمیز نہ کرسکے تو برات ذمہ کے لئے تمیز والوں کی طرف رجوع کرے۔ (ت)

اور شکل دوم میں جبکہ صدر متفقہ اور ارکین خالی ہیں تو اس پر واجب ہے کہ جو حکم وہ کتب معتمدہ سے بعد غور کامل اور فحص بالغ سمجھا اس پر حکم دے، رائے ارکین کی کثرت بلکہ اجماع کا بھی اصلاً لحاظ نہ کرے اور خود ارکین کو روا نہیں کہ اس کا خلاف کریں کہ یہ علم کا مقابلہ جہل سے ہوگا اور وہ جہل مرکب ہے،

قال تعالٰی فلم تحاجون فیما لیس لکم بہ علم[3] — اللہ تعالٰی نے فرمایا: مجھ سے اس معاملہ میں کیوں بحث کرتے ہو جس کا تمھیں علم نہیں ہے (ت)

اور شکل سوم میں صدر کی رائے کوئی چیز نہیں پھر اگر ارکین میں جو متفقہ ہیں ایک رائے پر متفق ہیں اسی پر حکم کرے، اور مختلف ہیں تو جسے ان میں افقہ و اورع سمجھے اس کا اتباع کرے کما قدمناہ عن المحیط والھندیۃ (جیسا کہ ہم نے پہلے محیط اور ہندیہ سے بیان کیا ہے۔ ت)، سراجیہ پھر تنویر و دُر میں ہے:

اذا اختلف مفتیان فی جواب حادثۃ اخذ بقول افقھھما بعد ان یکون اورعھما[4] — جب کسی حادثہ میں دو مفتیوں کا اختلاف ہو تو ان میں افقہ اور پرہیزگار کے قول کو اختیار کرے (ت)

اور اگر تفقہ میں متقارب اور ورع میں یکساں ہیں تو اب کثرت رائے کی طرف میل کرے فان مظنۃ

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/۷

[2] درمختار مقدمۃ الکتاب رسم المفتی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۵

[3] القرآن الکریم ۳/۶۶

[4] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۲/۷۲

الاصابۃ فیھا اکثر عند من لایعلم وھو اعذر لہ عند ربہ عزوجل (کیونکہ اکثریت کی رائے
میں درستگی کا احتمال زیادہ ہے یہ چیز نہ جاننے والے کے لئے عنداللہ بڑا عذر ہے۔ ت) اور اگر 32
کثرت بھی کسی طرف نہ ہو مثلاً چار متفقہ ہیں دو ایک طرف دو ایک طرف، تو جس طرف دل گواہی دے
کہ یہ احسن یا احوط فی الدین ہے اس طرف میل اولٰی ہے ورنہ مختار ہے جس پر چاہے عمل کرے اور اب یہ
صورت قسم دوم کی طرف راجع ہوجائے گی۔ معین الحکام میں ہے:

ذکر الحسن بن زیاد فی ادب القاضی لہ الجاھل بالعلم اذا استفتی فقیھا فافتاہ بقول احد اخذ بقولہ ولایسعہ ان یتعدی الی غیرہ، وان کان فی المصر فقیھان کلاھما رضا یأخذ عنھما، فان اختلفا علیہ فلینظر ایھما یقع فی قلبہ انہ اصوبھما وسعہ ان یاخذ بہ، فان کانوا ثلثۃ فقھاء واتفق اثنان اخذ بقولھما ولایسعہ ان یتعدی الی قول الثالث۔[1]

حسن بن زیاد نے اپنی ادب القاضی میں ذکر کیا ہے کہ کوئی جاہل جب کسی فقیہ سے سوال کرے اور وہ اسے کسی ایک قول پر فتوٰی دے تو وہ اس فتوٰی کو اپنائے اور غیر کی طرف جانے کی اس کو اجازت نہیں۔ اگر شہر میں دو مساوی فقیہ ہوں تو دونوں سے چاہے رجوع کرے، اگر دونوں میں اختلاف ہو تو اسے چاہئے کہ غور کرے جس کی بات دل میں درست لگے اس کو اپنائے تو یہ جائز ہے اور اگر شہر میں تین فقیہ ہوں اور دو کی رائے متفق ہو تو ان کی بات کو اپنائے اور تیسرے کی طرف رجوع کی گنجائش اسے نہ ہوگی (ت)

www.alahazratnetwork.org

ردالمحتار میں ہے:

قال فی الفتح وعندی انہ لواخذ بقول الذی لایمیل الیہ قلبہ جاز لان ذلک المیل وعدمہ سواء الخ۔[2]

فتح میں کہا ہے کہ اگر اس قول کو اپنایا جس کی طرف قلبی میلان نہیں تو میرے نزدیک جائز ہے کیونکہ اس کا میلان اور عدم میلان برابر ہیں الخ (ت)

اقول عارضہ ماذکر الامام الحسن بن زیاد وھو من ائمتنا المجتھدین۔

اقول (میں کہتا ہوں امام حسن بن زیاد کا ذکر کردہ قول اس کے معارض ہے جبکہ وہ ہمارے ائمہ اعظم

---

[1] معین الحکام الرکن الثانی من ارکان القضاء المقضی بہ مصطفی البابی مصر ص ۲۷
[2] ردالمحتار کتاب القضاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۰۳

تلامذة امامنا الاعظم فالاخذ بہ اولٰی من بحث المحقق۔

رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مجتہد تلامذہ میں سے ایک امام ہیں تو محقق صاحب کے قول کے مقابلہ میں اس امام کے قول کو اپنانا بہتر ہے (ت)

شکلِ اول میں صدر متفقہ کو اپنی رائے پر عمل چاہئے کثرتِ رائے خلاف پر نظر نہیں کما قدمناہ عن معین الحکام والمحیط والعلمگیریۃ (جیسا کہ ہم پہلے معین الحکام، محیط اور عالمگیریہ سے اس کا ذکر کر آئے ہیں۔ت) ہاں اگر اراکین میں کوئی اس سے افقہ واعلم ہے اور اس کے خلاف کے سبب اس کی رائے میں تزلزل آگیا تو روا ہے کہ اس افقہ کا اتباع کرے خواہ اب بھی اپنی ہی رائے پر قائم رہے، یہ صورت بھی قسم دوم سے ملحق ہوجائے گی۔ محیط و ہندیہ میں ہے:

ان اشار ذٰلک الرجل الی شیئ ورأی القاضی بخلاف رأیہ فالقاضی لایترک رأی نفسہ فان اتہم القاضی برأیہ لما ان ذٰلک الرجل افضل وافقہ عندہ لوقضی برأی ذٰلک الرجل ارجوان یکون فی سعۃ من ذٰلک وان لم یتہم القاضی برأیہ لاینبغی لہ ان یترک رأی نفسہ[1]

اگر یہ شخص قاضی کو کسی چیز کا مشورہ دے اور قاضی کی رائے اس کے خلاف ہو تو قاضی اپنی رائے کو ترک نہ کرے اور اگر قاضی اپنی رائے کو اس بنا پر اہم نہ سمجھے کہ وہ شخص اس سے افقہ اور افضل ہے تو اس بنا پر اگر اس شخص کی رائے پر عمل کرلے تو مجھے امید ہے قاضی کو یہ گنجائش ہے اور اگر قاضی اس شخص کی رائے کو اہم نہیں سمجھتا تو اسے اپنی رائے کا ترک مناسب نہیں ہے۔ (ت)

درمختار میں ملتقط سے ہے:

قضی بما رأہ صوابا لابغیرہ الا ان یکون غیرہ اقوی فی الفقہ ووجوہ الاجتہاد فیجوز ترک رأیہ برأیہ[2]

اپنی رائے پر قاضی فیصلہ دے مگر جب غیر کی رائے کو فقہ اور وجوہ اجتہاد میں اقوی قرار دے تو اس کے مقابلہ میں اپنی رائے کا ترک قاضی کو جائز ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب آداب القاضی الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۳۱۴

[2] درمختار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۲/۷۲

لکن ھذا اذا اتھم رأی نفسہ ففی الھندیۃ عن المحیط[1]، ونقل ماذکرناہ بمعناہ۔

لیکن یہ تب جائز ہے کہ اپنی رائے کو اس کے مقابلہ میں اہم نہ جانے، تو ہندیہ میں محیط سے معناً وہ نقل کیا جس کو ہم نے ذکر کیا ہے۔(ت)

یہ احکام قسم اول کے تھے۔

قسم دوم میں یعنی جہاں جہاں شرعاً اختیار دیا گیا ہے تین صورتیں ہیں، ایک یہ کہ وہ انجمن کسی وقف سے متعلق ہو اور یہ امر دائر شروط واقف میں داخل۔ اس صورت میں جو شرط واقف کا مقتضی ہو اس پر عمل کیا جائے خواہ رائے صدر یا ارکین یا بعض کے موافق ہو یا سب کے خلاف کہ شرط واقف مثل نص شارح واجب الاتباع ہے کما نصوا علیہ الا فیما استثنی وھو مفصل فی الاشباہ والغمز وحواشی الدر وغیرھا (جیسا کہ انھوں نے اس پر نص فرمائی ہے ماسوائے ان استثنائی صورتوں کے جن کی تفصیل اشباہ، غمز اور حواشی الدر وغیرہا میں ہے۔ت) دوم چندہ سے اس کی کارروائی ہو اور امر دائر متعلق بمال، اس صورت میں چندہ دہندوں کی رائے کا اتباع ہے صدر وارکین ان کے خلاف اجازت صرف مال کے مختار نہیں لان المال فی ھذہ الصورۃ لایخرج عن ملك المعطین کما حققناہ فی کتاب الوقف من فتاوٰنا (کیونکہ عطیہ دینے والوں کی ملکیت سے اس صورت میں مال خارج نہ ہوگا جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی کی کتاب الوقف میں اس کی تحقیق کی ہے۔ت) جیسے قسم اول سے دو صورتیں ملحق بقسم دوم ہوئی تھیں یونہی قسم دوم سے یہ صورتیں راجع بقسم اول ہیں کہ بعارض وقف و ملك غیر ان میں جانب شرع سے تحدید ہوگئی تخییر نہ رہی۔ سوم ان دونوں کے علاوہ یعنی وقف ہو تو امر دائر کسی شرط واقف سے تعلق نہ ہو یا چندہ کا کام ہو تو امر دائر متعلق بمال نہ ہو یا چندہ دہندوں کی طرف سے انجمن کو اذن عام ہو حقیقتاً یہی صورتیں قسم دوم ہیں یہاں اگر اس امر میں صدر ذی رائے نہیں اور ارکین جیسا کہ سوال میں ہے ماہر فن، جب تو ظاہر کہ وہاں سے اپنی رائے پر وثوق بے معنی ہے غایت یہ کہ کسی خاص معاملہ میں کسی وجہ سے رائے ارکین میں اسے کوئی شبہہ ہے تو اور متدین ماہروں سے تفتیش کرکے اطمینان کرلے، بالجملہ یہ صورت شکل سوم کے مقارب اور احالۃً یہاں ویسی ہی طرز عمل مناسب، یونہی اگر صدر خود بھی اس امر کا ماہر ذی رائے ہے تو یہ صورت شکل اول کے مشابہ ہوگی مگر از انجا کہ کسی طرف کوئی مطالبہ شرعی نہیں، بہر صورت یہاں مصلحۃً صدر کو یہی مناسب ہے کہ کثرت رائے

---

[1] ردالمحتار کتاب القضاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۰۳

پر عمل کرے کہ باعث وحشت وبددلی اراکین وبد انتظامی مجلس نہ ہو، علماء نے تشریع مشورہ و نزول کریمہ وشاورھم فی الامر[1] کی ایک مصلحت یہ بھی لکھی ہے عـہ معالم میں ہے:

قال قتادۃ ومقاتل فان سادات العرب کانوا اذا لم تشاور فی الامر شق ذٰلک علیھم فامر اللہ تعالٰی نبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یشاورھم فان ذٰلک اعطف لھم واذھب لاضغانھم واطیب لنفوسھم[2]

حضرت قتادہ اور مقاتل نے فرمایا: عرب سرداروں سے جب مشورہ نہ ہُوا تو ان کی یہ بات گراں گزرتی اس لئے اللہ تعالٰی نے اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ان سے مشورہ کا حکم فرمایا کیونکہ اس سے ان پر شفقت کا اظہار اور ان کے دل کی خلش دُور، اور ان کے نفوس مطمئن ہونے کا سامان ہوگا۔ (ت)

اور شک نہیں کہ ابتداءً ترکِ مشورہ میں وہ ایحاش نہیں جو بعد مشورہ رائے اکثر پر عمل نہ کرنے میں ہے اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں: بشروا ولا تنفروا[3] (خوشخبری دو اور نفرت پیدا نہ کرو۔ ت) ہاں اگر خلاف میں کوئی مصلحت اس مصلحت سے اعظم اور اس کے ترک میں کوئی مفسدہ اس مفسدہ سے اشد ہو تو من ابتلی ببلیتین اختار اھونھما[4] (جو دو مصیبتوں میں مبتلا ہو تو آسان کو اپنائے۔ ت) پر عمل کرے۔

www.alahazratnetwork.org

ھذا کلہ ما ظھر لی اخذا من کلماتھم وارجو ان یکون منتھی المقال فی ھذا المقام وباللہ التوفیق۔

یہ تمام بحث وُہ ہے جو میں نے ان کے کلام سے ظاہر پاکر حاصل کی، تو مجھے امید ہے کہ اس مقام میں یہ بحث کی انتہا ہے، اور توفیق صرف اللہ تعالٰے کی طرف سے ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۵۹
[2] معالم التنزیل علی ہامش تفسیر الخازن تحت آیۃ وشاورھم فی الامر مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۳۹
[3] صحیح مسلم کتاب الجہاد قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۲
صحیح البخاری کتاب العلم " " " ۱/ ۱۶
[4] الاسرار المرفوعۃ حدیث ۸۵۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۲۱۵

عـہ اصل کی عبارت پڑھی نہ جاسکی مگر مطلب میں خلل نہیں۔

تنبیہ: کسی امر کو قسم دوم سے ٹھہرانے میں احتیاط بلیغ و نظر غائر درکار ہے، مسلمانوں کے کم کام ایسے نکلیں گے جن میں شرع مطہر کی طرف سے ابتداءً خواہ بوجہ عارض کوئی تحدید نہ ہو، اب یہیں دیکھئے کہ خالص قسم دوم میں طبائع اکثر اہل زمانہ کے سبب تنفیر کا اندیشہ پیدا ہو کر ایک تحدید شرعی نکل آئی تو حکم کے لئے علم و فہم کامل سے چارہ نہیں اور حق یہ کہ مسلمان بے علم دین ایک قدم نہیں چل سکتا اللہ عزوجل علم دے اس پر عمل دے اس کو قبول فرمائے بجاہ حبیبہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی آلہ وصحبہ اجمعین والحمد للہ رب العٰلمین، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۲: از ریاست رامپور محلہ چیلاپا تالاب مرسلہ مولوی ہدایت الرسول صاحب
۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، عمرو نے پختہ مکان بنایا جس کا دروازہ شارع عام پر واقع ہے اس مکان پر بالاخانے بھی تعمیر کئے، ان بالاخانوں میں اسی شارع عام کی طرف چار چھوٹی چھوٹی کھڑکیاں بھی ضرورۃً رکھی ہیں اسی سمت میں شارع عام سے فاصلہ پر بکر کا مکان واقع ہے، ان کھڑکیوں کی وجہ سے بکر کو اپنی بے پردگی کی شکایت واقع ہوئی اور اہل محلہ سے کہا کہ ان کھڑکیوں کے سامنے آڑ کرا دینا چاہئے جس سے ہمارے مکان کا سامنا نہ رہے۔ عمرو نے اہل محلہ کے کہنے سے ان روشندانوں پر جستی چادر سے ایسا سائبان ڈال دیا کہ سوا نیچے کی سڑک کے اور کچھ نظر نہیں آتا پھر روشندانوں میں لوہے کی سلاخیں لگا دیں اور اڑنگوں سے خوب مضبوط جڑوا دیا کہ کسی طرح وہ چادر اٹھ نہ سکے، اب بحالت موجودہ ان سے کسی کے مکان کا سامنا مطلقاً نہ رہا، یہ سب کچھ کرکے بکر کو دکھایا گیا جس کو اچھی طرح جانچ کر بکر نے اہل محلہ کے سامنے اپنی رضامندی ظاہر کی اور بتراضی طرفین وہ کھڑکی نما روشندان قائم ہوگئی جو عرصہ ۳ برس سے بدستور قائم ہیں فی الحال بکر نے ایک رنجش تازہ کی وجہ سے ان سہ سالہ قائم شدہ روشندانوں کی مسدودی کا دعوی اس بے اصل اور خلاف واقعہ اظہار پر کیا ہے کہ مذکورہ کھڑکیوں کے سائبان اٹھا کر اس کے مکان کی بے پردگی کی جاتی ہے حالانکہ وہ سائبان مطابق بیان بالا نہایت مضبوط جڑے ہوئے ہیں جن کا اٹھانا ناممکن ہے، چنانچہ اس کا معائنہ حاکم عدالت کو بھی کرا دیا گیا ہے اور نیز اگر موجودہ استحکام سے اور کوئی زیادہ استحکامی حالت تجویز کی جائے تو عمرو اس کے لئے بھی تیار ہے۔ غرض یہ ہے کہ بکر اندر سے سائبان اٹھا کر جھانکنے کا وہم بے اصل رفع کرلے۔ اس واقعہ صحیحہ کو عرض کرکے امیدوار حکم شرعی کا ہوں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جب صورت واقعہ یہ ہے کہ سوال میں مذکور ہوئی تو اس صورت میں بکر کا دعوٰی باطل و نامسموع اور ہمارے ائمہ متقدمین ومتاخرین کے اجماع سے مردود و مدفوع ہے، ہمارے جمیع ائمہ کرام رضی اللہ عنہم کا اصل مذہب تو یہ ہے کہ ہر شخص اپنی ملک خاص میں جس سے دوسرے کا حق متعلق نہ ہو ہر قسم تصرف کا اختیار رکھتا ہے اگرچہ اس سے بالتبع دوسرے کا ضرر لازم آتا ہو، بہت اکابر نے اسی پر فتوٰی دیا۔
درمختار میں ہے:

ظاهر الرواية عدم المنع مطلقا وبه افتى طائفة كالامام ظهير الدين وابن الشحنة ووالده ورجحه فى الفتح وفى قسمة المجتبٰى وبه يفتى واعتمده المصنف ثمه فقال وقد اختلف الافتاء وينبغى ان يعول على ظاهر الرواية۔[1]

ظاہر روایت مطلقاً عدم منع پر ہے اسی پر ایک جماعت مثلاً امام ظہیر الدین، ابن شحنہ اور ان کے والد کا فتوٰی ہے اور فتح میں اسی کو ترجیح دی ہے اور مجتبٰی کی قسمت کی بحث میں "بہ یفتی یعنی اسی پر فتوٰی ہے" فرمایا، اور مصنف نے اسی پر اعتماد کرتے ہوئے وہاں فرمایا کہ فتوٰی مختلف ہے اور مناسب یہی ہے کہ ظاہر روایت پر اعتماد کیا جائے۔(ت)

www.alahazratnetwork.org

بحر الرائق میں ہے:

وذکر العلامة ابن الشحنة ان فى حفظه ان المنقول عن ائمتنا الخمسة ابى حنيفة وابى يوسف ومحمد وزفر والحسن بن زياد انه لايمنع عن التصرف فى ملكه وان اضر بجاره قال وهو الذى اميل اليه واعتمده وافتى به تبعا لوالدى شيخ الاسلام رحمه الله تعالٰى۔[2]

علامہ ابن شحنہ نے فرمایا کہ میری یاد میں ہے کہ ہمارے پانچوں ائمہ ابوحنیفہ، ابویوسف، محمد، زفر اور حسن بن زیاد رحمہم اللہ تعالٰی سے ثابت ہے کہ کسی کو ذاتی ملکیت میں تصرف منع نہیں کیا جائے گا اگرچہ پڑوسی کو ضرر ہو۔ اور فرمایا اسی کی طرف میرا میلان ہے اور اعتماد ہے اور اپنے والد شیخ الاسلام کی اتباع میں میرا یہی فتوٰی ہے۔(ت)

---

[1] درمختار کتاب القضاء مسائل شتّٰی مجتبائی دہلی ۲/۸۶
[2] بحر الرائق " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/۳۳

محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا: والوجه لظاهر الروایة[1] (معتبر وجہ ظاہر روایت کے لئے ہے۔ ت) اور معلوم ہے کہ فتوٰی جب مختلف ہو تو ظاہر الروایۃ پر عمل واجب ہے

كما في البحر والخيرية ورد المحتار وغيرها عامة الاسفار۔

جیسا کہ بحر، خیریہ اور ردالمحتار وغیرہا عام کتب میں ہے۔ (ت)

اس تقدیر پر تو دعوٰی سرے سے بے بنیاد ہے مگر متاخرین نے بنظرِ مصلحت وحدیث:

لا ضرر ولا ضرار[2]۔ رواه احمد عن عباس وابن ماجة عنه وعن عبادة رضي الله تعالٰی عنهم بسند حسن۔

ضرر رسانی جائز نہیں۔ اس کو احمد نے عباس سے اور ابن ماجہ نے ان سے اور عبادہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بسند حسن روایت کیا (ت)

بطور استحسان دفع ضرر بیّن پر نظر کی ہے **اقول** فقیر اس سے یہ گمان کرتا ہے کہ بیّن کے معنٰی ہیں ظاہر واضح، تو کیسا ہی ضرر کسی حالت میں جبکہ مخفی نہ ہو مالک کو اپنی ملک میں تصرف سے باز رکھنے کا پروانہ ہے حالانکہ یہ محض وہم وسوئے فہم ہے۔ شرع مطہر نے ملک کی وضع اطلاق تصرف کے لئے فرمائی ہے مالک کو اس کی ملک میں تصرف سے روکنا کیا ضرر نہیں، اور حدیث فرماتی ہے: لا ضرر ولا ضرار[3] (ضرر رسانی جائز نہیں۔ ت) تو کیا وجہ ہے کہ مطلقًا دوسرے کے ضرر کو خود مالک کے ضرر پر ترجیح دی جائے حالانکہ یہ ترجیح بلا مرجح بلکہ بارہا ترجیح مرجوح ہے کہ مالک صاحب حق ہے اور صورت یہ مفروض ہے کہ دوسرے کا اس ملک سے حق متعلق نہیں کما فی السفل لرجل والعلو لاٰخر (جیسے نچلا حصہ ایک کا ہو اور بالائی حصہ دوسرے کا۔ ت) ایک شخص کے مکان میں نہایت وسیع سایہ دار گنجان درخت ہے اس کے برابر ایک محتاج کا گھر ہے جس پر سایہ اسی درخت ہی کا ہے بلاشبہہ اس کے قطع میں جار کا اضرار ہے مگر ہرگز مالک اس سے ممنوع نہیں ہوسکتا۔ فتح القدیر وجامع الفصولین میں فرمایا:

واللفظ للجامع رجل له شجرة يستظل بها جاره اراد قطعها لا يمنع منه ولو تضرر به جاره اذ رب الشجرة بالقطع يمنعه عن الانتفاع

کسی شخص کا درخت ہو اور اس کا پڑوسی اس سے سایہ حاصل کرتا ہے اور مالک درخت اکھاڑنا چاہتا ہے تو پڑوسی کے ضرر کی وجہ سے مالک کو اکھاڑنے سے نہ روکا جائے گا، ہوسکتا ہے کہ درخت

---

[1] فتح القدیر مسائل منثورۃ من کتاب القضاء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۴۱۴

[2] و [3] مسند امام احمد بن حنبل از مسند عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۳۱۳

بملکہ[1] کا مالک اپنی ملکیت سے پڑوسی کو انتفاع سے روکنا چاہتا ہو۔ (ت)

خادمِ فقہ سمجھتا ہے کہ یہاں چار شرطیں ہیں جن کے اجتماع سے وہ ضررِ بیّن متحقق ہوگا :

شرطِ اول : وہ ضرر کثیر فاحش ہو یعنی دارِ جار کو گرادے یا بالکل قابلِ انتفاع نہ رکھے دیوار کمزور کرنا اول میں داخل ہے اور حاجتِ اصلیہ سے باز رکھنا دوم۔ محقق نے فتح میں فرمایا :

قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاضرر ولاضرار لاشك انہ عام مخصوص للقطع بعدم امتناع کثیر من الضرر کالتعازیر والحدود ومواظبۃ طبخ ینتشر بہ دخان قد یخبس فی خصوص اماکن فیتضرر بہ جیران لایطبخون لفقرھم خصوصا اذا کان فیھم مریض یتضرر بہ و کما اریناك من التضرر بقطع الشجرۃ المملوکۃ للقاطع فلابد ان یحمل علی خصوص من الضرر وھو مایؤدی الی ھدم بیت الجار و نحوہ من الضرر البیّن الفاحش، والحاصل ان القیاس ان یفعل صاحب الملك مابدالہ مطلقا لانہ یتصرف فی خالص ملکہ وان کان یلحق الضرر بغیرہ لکن یترك القیاس فی موضع یتعدی ضررہ الی غیرہ ضررا فاحشا، وھو المراد

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد لاضرر ولاضرار (یعنی ضرر رسانی جائز نہیں) عام مخصوص البعض ہے کیونکہ بہت سے ضرر ایسے ہیں جن سے یقیناً ممانعت نہیں ہے مثلاً تعزیرات اور حدود اور مسلسل آگ سے کچھ پکانا جس سے دھوئیں کا پھیلاؤ بعض جگہ گھٹن پیدا کرتا ہے تو اس سے اپنے پڑوسیوں کو ضرر ہوتا ہے جو اپنے فقر کی وجہ سے کھانا نہیں پکاتے خصوصاً جبکہ پڑوسیوں میں مریض جیسے اسکی وجہ سے ضرر پہنچتا ہو، جیسا کہ ہم آپ کو مالک کا اپنے درخت کو کاٹنے پر ضرر بتا رہے ہیں، تو ضروری ہے کہ مذکور حدیث میں ضرر سے خاص ضرر مراد لیا جائے اور وہ جس سے پڑوسی کے مکان گرنے کا خدشہ ہو یا اس طرح کا جو کوئی واضح ضرر ہو۔ حاصل یہ ہے کہ قانون کے مطابق ملکیت والا اپنی ملکیت میں جو چاہے تصرف کرسکتا ہے کیونکہ وہ خالص اپنی ملکیت میں تصرف کررہا ہے اگرچہ اس سے دوسرے کو ضرر بھی ہو، تاہم یہ قیاس و قانون ایسی جگہ نافذ نہ ہوگا جہاں پڑوسی کو واضح طور پر ضرر پہنچتا ہو، یہی ضرر جس سے دوسرے کے مکان

www.alahazratnetwork.org

---

[1] جامع الفصولین الفصل الخامس والثلاثون اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۹۶

بالبين وهو مايكون سببا للهدم وما يوهن البناء سبب له او يخرج عن الانتفاع بالكلية وهو ما يمنع من الحوائج الاصلية كسد الضوء بالكلية ، واختاروا الفتوى عليه واما التوسع الى منع كل ضرر ما فيسد باب الانتفاع بملك الانسان كما ذكرنا قريبًا (ملتقطا)۔

گرنے یا کمزور ہونے کا خطرہ ہو، مراد ہے یا ایسا ضرر کہ دوسرے کو اپنی ملکیت کے انتفاع سے بالکل محروم کردے وہ یہ کہ اس کو اپنی حوائج اصلیہ سے روک دے، مثلاً بالکل روشنی کا ختم ہوجانا، فقہاء کرام نے اسی پر فتوٰی کو مختار قرار دیا ہے لیکن یہ کہ ہر ضرر کو ممنوع قرار دینے تک توسیع تو انسان کو اپنی ملکیت سے انتفاع سے محروم کردیگی جیسا کہ قریب ہی ہم نے ذکر کیا ہے (ملتقطا)۔ (ت)

اسی طرح عقود دریہ میں حواشی اشباہ علامہ بیری زادہ سے ہے۔

شرط دوم: اس ضرر میں اس کا فعل مستقل ہو فعل جار کو اس میں دخل نہ ہو ورنہ اصلاً لحاظ نہ ہوگا مثلاً اس کی چھت سے جار کے زنانہ کا سامنا نہیں مگر زنانہ کے پاس کوئی باغیچہ اور مکان ہے اس کا سامنا ہے یا اس کی چھت سے جار کی چھت ملی ہوئی ہے اور آڑ نہیں کہ عورتیں اس باغیچہ یا اپنی چھت پر آئیں اور یہ اپنی سقف پر جائے تو بے پردگی ہو یہ ضرر میں محسوب نہیں کہ زنانہ کا سامنا نہیں عورتیں ایسی جگہ کیوں آئیں یہ جار کا فعل ہوا۔ تنقیح الحامدیہ میں ہے:

لزيد طبقة فيها طاقة قديمة مقابلة لقصر ورواق حادثين فی دار جاره عمرو فقام عمرو يكلفه سد الطاقة زاعما انها تشرف على القصر والرواق المذكورين والحال انهما ليسا محل قرار نسائه وجلوسهن بل محله سفل الدار، فهل ليس له تكليفه بذلك۔[2]

زید کے مکان کی دوسری منزل ہے جس میں قدیم کھڑکی ہے اور کھڑکی کے مقابل پڑوسی عمرو کی حویلی میں جدید برآمدہ اور باغیچہ ہے عمرو ضد کرکے کھڑکی کو بند کرانے پر اس خیال سے مجبور کرے کہ کھڑکی والا باغیچہ اور برآمدہ مذکورہ کو جھانکتا ہے حالانکہ وہ باغیچہ اور برآمدہ عمرو کی مستورات کی آرام گاہ اور نشستگاہ نہیں بلکہ مستورات کی اصل وہ جگہ مکان کی پست جگہ میں ہے تو ایسی صورت میں عمرو کو یہ حق نہیں کہ وہ کھڑکی والے کو بند کرنے پر مجبور کرے۔ (ت)

---

[1] فتح القدير مسائل منثورة من كتاب القضاء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر پاکستان ۶/ ۱۵-۴۱۴

[2] العقود الدریہ کتاب القضاء باب الحبس مسائل شتی ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/ ۳۳۰

فتاوی امام فقیہ ابواللیث رحمہ اللہ تعالٰی پھر فتح القدیر وجامع الفصولین میں ہے :

واللفظ لہ لولا یقع بصرہ فی دار جارہ ولکن یقع بصرہ علیھم لوکانوا علی السطح لایمنعہ اذا استویا فی الضرر لانہ ان کان یقع بصرہ علیھم یقع بصرھم علیہم ایضا فی السطح کذا۔[1]

لفظ جامع الفصولین کے ہیں، اگر مکان والے کی نظر پڑوسی کے گھر میں نہیں پڑتی لیکن اگر پڑوس والے چھت پر اور کھلی جگہ ہوں تو نظر پڑتی ہے تو ایسی صورت میں پڑوسی کو منع کرنے کا حق نہیں ہے جبکہ دونوں اس ضرر میں برابر ہیں کیونکہ جب ایک کی نظر پڑے گی تو دوسرے کی بھی ان پر نظر پڑے گی جب چھت پر ہوں گے۔ (ت)

اسی طرح وجیز کردری میں ہے۔

شرط سوم : وہ ضرر ثابت ومتحقق ہو محتمل ومتوقع معتبر نہیں مثلاً چھت کے قریب بلند دیوار میں تابدان ہیں کہ اگر سیڑھی لگا کر اوپر چڑھ کر جھانکے تو ہمسایہ کے زنانے کا سامنا ہو اس کا اعتبار نہ ہوگا اور وہ روشندان بند نہ کئے جائیں گے۔ عقود الدریہ میں ہے :

سئل فی رجل لہ قاعۃ رفیعۃ البناء ملاصقۃ لدار جارہ ففتح فی اعلاھا بالقرب من سقفھا قمریتین للضوء فقط لیس فیھما اشراف علی حریم الجار الا بالصعود الیھما بسلم عال قام جارہ الأن یکلفہ سدّھما بدون وجہ شرعی فھل یمنع الجار من ذلک؟ الجواب نعم۔[2]

ان سے ایک شخص کے متعلق سوال ہوا کہ اس کا بڑا بلند مکان جو اس کے ساتھ ملا ہوا پڑوسی کا مکان ہے تو بلند محل والے اس شخص نے روشنی کے لئے چھت کے قریب اپنے مکان میں دو روشندان پڑوسی کی طرف نکالے جبکہ ان روشندانوں سے پڑوس کے اہل خانہ کو جھانکنے کا کوئی ذریعہ نہیں ماسوائے اس کے کہ بلند سیڑھی لگا کر ان سے جھانکا جائے تو اب پڑوسی ضد کرکے ان روشندانوں کو کسی شرعی وجہ کے بغیر بند کرائے تو کیا پڑوسی کو اس سے روکا جائیگا، جواب دیا کہ ہاں پڑوسی کو اس مطالبہ سے منع کیا جائے گا۔ (ت)

شرط چہارم : وہ ضرر ناممکن الاحتراز ہو یعنی جس تصرف سے پیدا ہوا ہے اس کے ازالہ کے اور کوئی چارہ کار نہ ہو ورنہ منع تصرف لازم نہ ہوگا۔ بحرالرائق میں کتاب الاستحسان امام ابوبکر رازی

---

[1] جامع الفصولین الفصل الخامس والثلاثون اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۶۸

[2] العقود الدریہ کتاب القضاء باب الحبس مسائل شتی ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/ ۳۳۰

سے ہے:

الدار اذا کانت مجاورۃ للدور فاراد صاحبہا ان یبنی فیہا تنورا للخبز الدائم کما یکون فی الدکاکین او رحی للطحین او مدقات للقصارین لم یجز لان ذٰلک یضر بجیرانہ ضررا فاحشا لایمکن التحرز عنہ فانہ یاتی منہ الدخان الکثیر الشدید، ورحی الطحن ودق القصارین یوھن البناء بخلاف الحمام فانہ لایضر الا بالنداوۃ ویمکن التحرز عنہ بان یبنی حائطا بینہ وبین جارہ وبخلاف التنور الصغیر المعتاد فی البیوت۔[1]

ایک مکان دوسرے مکان سے ملا ہوا ہو تو ایک مکان والا اپنے مکان میں دائمی کاروباری تنور روٹیوں کے لئے یا آٹا پیسنے کے لئے چکّی یا دھوبی گھاٹ بنائے تو جائز نہ ہوگا کیونکہ اس سے پڑوس کو کھلا ضرر ہے جس سے بچنا ممکن نہیں ہے کیونکہ کثیر وشدید دُھواں وہاں سے آئے گا اور چکّی اور دھوبی گھاٹ سے پڑوس والے مکان کی عمارت کمزور ہوتی ہے اس کے برخلاف حمام ہو تو جائز ہے کیونکہ اس سے رطوبت کا نقصان ہے لیکن اس سے بچنا ممکن ہے کہ اپنے اور پڑوس کے درمیان دیوار بنادے، اسی طرح گھریلو تنور جو کہ عادتاً گھروں میں ہوتا ہے وہ بھی جائز ہے (ت)

www.alahazratnetwork.org

جب یہ اصل منع ہولی مسئلہ دائرہ کی طرف چلئے، یہ تو پہلے معلوم ہو لیا کہ ہمارے جملہ ائمہ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مذہب مہذب صحیح مرجح پر تو دعوٰی بکر سرے سے بے بنیاد ہے اور بہت اکابر اس صورت کو فتوائے متاخرین سے بھی جُدا مانتے ہیں اور اس پر وہی اصل حکمِ ائمہ جانتے ہیں کہ بالاخانے میں دروازہ و دریچہ نکالنے سے اصلاً منع نہ کیا جائے گا جس کی بے پردگی ہو وہ اپنا پردہ بنالے اپنی دیوار اونچی کرلے۔ امام عمادالدین نے فصول میں باآنکہ قول متاخرین اختیار کیا، اس مسئلہ میں عدم منع ہی کو مؤید فرمایا اور محقق علی الاطلاق نے اسے مقرر رکھا، فتح میں بعد نقل مسئلہ مذکورہ فتاوٰی امام سمرقندی میں فرمایا:

قال فی فصول العمادی وعلی قیاس المسألۃ المتقدمۃ وھی ان لایمنع صاحب الساحۃ من ان یفتح صاحب العلو کوۃ

فصول عمادی میں فرمایا: پہلے مسئلہ پر قیاس کے طور اور وہ یہ کہ صحن والا بالاخانے والے کو روشندان اور کھڑکی نکالنے سے منع نہیں کرسکتا

---

[1] بحرالرائق کتاب القضاء مسائل شتّٰی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۳۲، ۳۳

ینبغی ان یقال فی ھذہ لیس للجار حق المنع من الصعود وان کان بصرہ یقع فی دار جارہ الاتری ان محمدا رحمہ اللہ تعالٰی لم یجعل لصاحب الساحۃ حق منع صاحب البناء عن فتح الکوۃ فی علوہ مع ان بصرہ یقع فی الساحۃ۔[1]

اس بناء پر یہ حکم مناسب ہے کہ پڑوسی کو یہ حق نہیں کہ دوسرے کو اپنے مکان پر چڑھنے سے منع کرے اگرچہ چھت پر جانے سے پڑوسی کے گھر نظر پڑتی ہو، آپ دیکھتے نہیں کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے صحن والے کو حق نہیں دیا کہ وہ بالاخانہ والے کو کھڑکی نکالنے سے منع کرے حالانکہ ظاہر ہے کہ اوپر کھڑکی سے صحن میں نظر پڑتی ہے۔ (ت)

کتاب الحیطان امام حسام شہید و بحرالرائق و خلاصہ و وجیز کردری و انقرویہ وغیرہا میں ہے:

لوفتح صاحب البناء فی علو بنائہ بابا او کوۃ لایلی صاحب الساحۃ منعہ بل لہ ان یبنی مایستر جھتہ۔[2]

اگر عمارت والا اپنے بالاخانے سے کھڑکی یا دروازہ نکالے تو صحن والے کو حق نہیں بلکہ اس کو چاہئے کہ وہ اپنی طرف کوئی پردہ لگائے (ت)

ارباب الفتوٰی میں ہے:

رجل وکل وکیلا عن زوجتہ باع لھا قطعۃ ارض لجارہ لہ ان یفتح طیاقا مطلۃ علی حوش الموکلۃ المذکورۃ ولیس لہا ان تمنعہ فان استضرت منہ تبنی جدارا فی ارضھا[3] اھ ملخصا۔

ایک شخص نے اپنی بیوی کی طرف سے وکیل بنایا تاکہ بیوی کی زمین کا کچھ حصہ پڑوسی کو فروخت کرے اگر پڑوسی نے وہاں سے کھڑکی نکالی جس سے موکلہ عورت کی چاردیواری میں نظر پڑتی ہو تو عورت اسے منع کرنے کا حق نہیں رکھتی اگر وہ اس سے ضرر محسوس کرتی ہے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنی زمین میں پردہ کے لئے دیوار بنالے اھ (ت)

ان کے حکم سے بھی بکر کو کچھ اختیار دعوٰی نہیں۔ رہا قول مضمرات وغیرہا جس میں اس صورت کو داخل فتوائے متاخرین مانا اور بیشک ہمارے بلاد میں یہی اوفق وارفق ہے اس قول پر بھی بکر کو اصلا راہ دعوٰی نہیں کہ جب ان پرجست کے سائبان جڑوادئے جن کے بعد صرف سڑک کا سامنا رہا تو ضرر کثیر فاحش درکنار

---

[1] فتح القدیر مسائل منثورۃ من کتاب القضاء مطبع نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۴۱۵
[2] فتاوٰی انقرویہ کتاب القضاء مسائل الحیطان ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/ ۳۹۶
فتاوٰی بزازیہ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الحیطان الفصل الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۴۱۴
[3] ارباب الفتوٰی

سرے سے بکر کا ضرر ہی نہ رہا اسی قول میں یہ ہے کہ،

اذا کانت الکوۃ لنظر وکانت الساحۃ محل الجلوس للنساء یمنع وعلیہ الفتوی۔ اگر کھڑکی دیکھنے کی غرض سے بنائی اور پڑوسی عورتوں کی نشست گاہ صرف وہی صحن والا برآمدہ ہے

تو اس صورت میں کھڑکی بنانے سے منع کیا جائے گا اور اسی پر فتوٰی ہے (ت)۔

یہاں وہ کہ نظر آتا ہے محل جلوس زنان نہیں سڑک ہے اور وہ کہ محل جلوس زنان ہے نظر نہیں آتا تو نہ دریچہ دریچۂ نظر ہوا نہ محل محلِ نساء۔ عقود الدریہ میں ہے:

سئل فی رجل لہ طبقۃ فی دارہ لہا ثلاث شبابیك مطلات علی الشارع فقط قام رجل من اھل المحلۃ یعارضہ فی اعادۃ الشبابیك المذکورۃ فھل لیس لہ معارضۃ فی ذلك الجواب نعم[1] سوال ہوا کہ ایک شخص کی حویلی میں اس کا بالاخانہ ہے جس میں تین کھڑکیاں ہیں جن سے صرف سڑک پر نظر پڑتی ہے تو اہل محلہ میں سے ایک شخص اٹھ کر مذکورہ کھڑکیوں پر اعتراض کرے تو کیا اس معترض کو حقِ اعتراض تو نہیں؟ الجواب ہاں اسے حق نہیں ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

بالجملہ صورتِ مسئولہ میں دعوٰی بکر ہمارے ائمہ متقدمین وعلمائے متاخرین کسی کے قول پر اصلاً قابلِ سماعت نہیں نیز بیان مذکور سے ظاہر ہوا کہ اس حالت میں اس کا انسداد چاہنا شرط چہارم سے مردود ہے کہ ضرر ممکن التحرز تھا اور اس کا چارہ کار عمرو نے کردیا جسے حسبِ بیان سائل بکر نے بھی قبول کیا اور تین سال تک اس پر راضی رہا اور یہ گمان کہ اگرچہ سائبان قبضوں سے جڑ دئے گئے مگر قبضے اکھڑ سکتے ہیں اور ایسا کیا تو پھر بے پردگی ہوگی شرط سوم سے مردود ہے کھلے ہوئے طاقچے تک سیڑھی لگا کر چڑھ جانا آسان ہے یا جڑے ہوئے قبضے اکھیڑ کر سائبان اٹھا دینا جب اس صورت کا احتمال قریب مسموع نہ ہوا یہ احتمال بعید کیونکر مسموع ہو سکے گا اور اگر ایسے مہمل احتمالات مان لئے جائیں تو دریچے مٹی یا چوکوں سے بند کر دینا کیا نافع ہوگا جو مضبوط جڑے ہوئے قبضے اکھیڑ کر سائبان اٹھا دیگا کیا وہ مٹی کی چھاپ میں روزن نہیں کر سکتا یا ایک آدھ چوکا نہیں نکال سکتا بلکہ غالباً یہ اس سے آسان تر ہوگا تو دعوٰی انسداد محض تعنت ہوا اور متعنت کا دعوٰی مسموع نہیں ہو سکتا یہ تو حکم ہے، رہا بکر کا وہم اس کا علاج اور نیز اس سے زیادہ استحکام کے سوال کا جواب وہی ہے جو

---

[1] العقود الدریہ کتاب القضاء باب الحبس مسائل شتی ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/ ۳۳۰

محرر مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کتاب الاصل میں باب قسمۃ الدار سے کچھ پہلے فرمایا:

وفتح صاحب البناء فی علو بنائہ بابا لم یکن لصاحب الساحۃ منعہ و لصاحب الساحۃ ان یبنی فی ملکہ مایسترہ[1]

اگر عمارت والا اپنی عمارت کے بالائی حصہ میں دروازہ بنائے تو صحن والے کو منع کا حق نہیں بلکہ اس کو چاہئے کہ وہ اپنی ملکیت میں پردے کا انتظام کرے۔ (ت)

یعنی عمرو کو اجازت دی جائے کہ اپنے دریچوں پر سے سائبان بالکل اتار کر دریچے پورے کھول دے اور بکر سے کہا جائے کہ تو اپنے مکان کا پردہ بنالے کہ عمرو کو اس پر ایڑیاں نکال کر جھانکنے کا قابو نہ ہوگا اور بے پردگی کا وہم جاتا رہے گا اور اگر اب بھی اندیشہ ہو کہ بکر نے اپنی دیوار اونچی کی تو عمرو اپنے مکان کو سہ منزلہ کرکے اس میں دریچے نکالے گا اور پھر بے پردگی ہوگی تو قاطع ہر گونہ وہم یہ ہے کہ بکر اپنے صحن پر جست کی چادریں ڈال کر پاٹ لے کہ پھر عمرو تو عمرو آسمان کی نظر سے بھی تحفظ ہوجائے گا ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا و مولٰینا محمد و اٰلہٖ وصحبہ اجمعین اٰمین، واللہ تعالٰی اعلم۔

www.alahazratnetwork.org

---

[1] فتح القدیر بحوالہ الاصل قبیل باب قسمۃ الدار مسائل شتی من کتاب القضاء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۴۱۲

رسالہ

الھبۃ الاحمدیۃ فی الولایۃ الشرعیۃ والعرفیۃ ۱۳۳۳ھ

(شرعی اور عرفی ولایت کے بارے میں احمدی ہبہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۱۴: از گولڑہ ضلع راولپنڈی مرسلہ قاری عبدالرحمٰن صاحب ۷ جمادی الآخرہ ۱۳۳۳ھ

جناب عالی مدظلہ العالی ان دونوں فتووں کی نسبت جناب کی کیا رائے ہے یعنی واقعی غیر مسلم مسلمانوں کا قاضی ہوسکتا ہے جیسا کہ مفتی عبداللہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے، والتسلیم (نقل فتوٰی مطبوعۂ مستشار العلماء)

عہ مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی سید عبدالسلام، ۲۹ رجون جمع کردہ لطف الرحمٰن ساکن کرنال متعلق ابطال وقف نواب عظمت علی خاں جاگیردار کرنال جن کو ڈپٹی کمشنر کرنال نے بحیثیت جج دیوانی حکمًا مجبور کردیا تھا اس کے بعد انھوں نے وقفنامہ مورخہ ۲۵ راگست ۱۹۰۰ء رجسٹری شدہ ۲۵ ستمبر ۱۹۰۰ء لکھا اس فتوے میں یہ ثبوت دینا چاہا ہے کہ جج انگریز قاضی شرع ہے اور اس کے احکام مثل قاضی شرع ثبت احکام شرعیہ ہیں اس کے ساتھ دوسرا فتوٰی اسی مستشار العلماء کا چھپا ہے کہ جب جج قاضی شرع ہے اور قاضی کا حجر جائز تو عظمت علی خاں مجبور ہوگئے اور وقف باطل ہے ۱۲۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے حنفیہ اس بات میں کہ ہندوستان میں جج عدالت دیوانی کا جو انگریز ہو شرع محمدی کے بموجب قاضی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: حنفی مذہب کی رُو سے ملک ہندوستان کی موجودہ حالت میں دیوانی عدالت کا جج مسلم بمنزلہ شرعی قاضی کے ہے اور اس کے فیصلے اسی طرح شرعاً قابل نفاذ ہوں گے جس طرح ایک مسلمان قاضی کے ہوسکتے ہیں بشرطیکہ وہ فیصلے مذہب اسلام کے مطابق اور شریعت محمدی کے موافق ہوں۔

ثبوت: حنفی مذہب کی کتابوں میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی کا منصبی فرض اور بحیثیت قاضی ہونے کے اس کا اصلی کام یہ ہے کہ وہ بذریعہ اس طاقت اور قوت کے جو بادشاہ کی طرف سے اسے حاصل ہو عام اس سے کہ وہ بادشاہ مسلم ہو یا غیر مسلم، حقدار کی حق رسی کردے جبکہ اس کا حقدار ہونا اسلامی احکام اور شرعی قوانین کے مطابق ثابت ہو پھر یہ ثبوت قاضی کو خود اپنے علم سے حاصل ہو یعنی جبکہ وہ خود اسلامی مسائل اور شرعی احکام سے پورا واقف ہو یا یہ بات بذریعہ کسی لائق مفتی کے فتوٰی دینے کے اسے حاصل ہو یعنی جبکہ وہ خود اسلامی مسائل اور شرعی احکام سے واقف نہ ہو۔ شیخ الاسلام برہان الدین مرغینانی فرماتے ہیں:

www.alahazratnetwork.org

فالصحیح ان اھلیۃ الاجتہاد شرط الاولویۃ فاما تقلید الجاھل فصحیح عندنا خلافا للشافعی رحمہ اللہ وھو یقول ان الامر بالقضاء یستدعی القدرۃ علیہ ولا قدرۃ دون العلم ولنا انہ یمکنہ ان یقضی بفتوی غیرہ ومقصود القضاء یحصل بہ وھو ایصال الحق الی مستحقہ۔ ھدایۃ[1] ج ۶ ص ۳۶۰۔

تو صحیح یہ ہے کہ اجتہاد کی شرط اولی ہونے کی ہے لیکن جاہل کا تقرر تو ہمارے نزدیک یہ صحیح ہے امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کا اس میں اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں قضاء کا معاملہ اس قدرت کا متقاضی ہے جبکہ علم کے بغیر قدرت اس پر نہیں ہوسکتی اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جاہل کو دوسرے کے فتوٰی پر عمل ممکن ہے اور قضاء کا مقصد اس سے حاصل ہوجاتا ہے اور وہ حقدار کو حق دینا ہے۔ ہدایہ ج ۶ ص ۳۶۰۔ (ت)

محقق شیخ ابن الہمام فرماتے ہیں:

وقد اختلف فی قضاء الفاسق فاکثر الائمۃ علی انہ لاتصح ولایتہ کالشافعی

فاسق کی قضا میں اختلاف ہے اکثر ائمہ کرام کی رائے ہے کہ یہ صحیح نہیں مثلاً امام شافعی رحمہ اللہ

---

[1] الہدایہ کتاب ادب القاضی مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۱۳۲

وغیرہ کما لا تقبل شہادتہ، وعن علمائنا
33 الثلاثۃ فی النوادر مثلہ لکن الغزالی قال اجتماع ھذہ الشروط من العدالۃ والاجتہاد وغیرھما متعذر فی عصرنا لخلو العصر عن المجتہد والعدل فالوجہ تنفیذ قضاء کل من ولاہ سلطان ذو شوکۃ وان کان جاھلا فاسقا وھو ظاھر المذھب عندنا، فلو قلد الجاھل الفاسق صح ویحکم بفتوی غیرہ۔ فتح القدیر[1] جلد ۶، ص ۳۵۷۔

وغیرہ فرماتے ہیں کہ جس طرح فاسق کی شہادت قابل قبول نہیں اسی طرح اس کی ولایت بھی صحیح نہیں ہے اور ہمارے تینوں ائمہ کا نوادر میں یہی قول ہے لیکن غزالی نے فرمایا کہ عدالت، اجتہاد اور دیگر شرائط کا جمع ہونا ہمارے زمانہ میں دشوار ہے کیونکہ یہ زمانہ عدل و اجتہاد سے خالی ہے تو صحیح طور یہ ہے کہ صاحب شوکت سلطان جس کو بھی ولایت سونپ دے اس کی قضاء نافذ ہوگی اگرچہ وہ جاہل فاسق ہو اور ہمارا ظاہر مذہب یہی ہے تو اگر وہ سلطان، جاہل فاسق کا تقرر کردے تو صحیح ہوگا اور وہ قاضی دوسرے کے فتوے پر فیصلے دے گا۔ فتح القدیر جلد ۶ ص ۳۵۷۔ (ت)

نیز محقق موصوف فرماتے ہیں:

فالصحیح انھا لیست شرطا للولایۃ بل للاولویۃ فاما تقلید الجاھل فصحیح عندنا ویحکم بفتوی غیرہ خلافا للشافعی ومالک واحمد وقولھم روایۃ عن علمائنا نص محمد فی الاصل ان المقلد لا یجوز ان یکون قاضیا ولکن المختار خلافہ قالوا القضاء یستدعی القدرۃ علیہ ولا قدرۃ بدون العلم قلنا یمکنہ القضاء بفتوی غیرہ ومقصود القضاء و

تو صحیح یہ ہے کہ اجتہاد ولایت کی شرط نہیں ہے بلکہ اولٰی ہونے کی شرط ہے لیکن جاہل کا تقرر تو ہمارے نزدیک یہ صحیح ہے اور غیر کے فتوے پر فیصلے دے گا۔ امام شافعی، امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ تعالٰی کا موقف اس کے خلاف ہے اور ہمارے ائمہ سے بھی یہ قول مروی ہے، امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے اصل (مبسوط) میں اس پر نص فرمائی ہے کہ کوئی مقلد قاضی نہیں بن سکتا لیکن مختار اس کے خلاف ہے، ائمہ فرماتے ہیں کہ قضا کا منصب اس پر قدرت کا متقاضی ہے جبکہ علم کے بغیر قدرت نہیں ہوتی، ہمارا جواب یہ ہے کہ بے علم

---

[1] فتح القدیر کتاب ادب القاضی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/۳۵۷

www.alahazratnetwork.org

هو ايصال الحق الى مستحقه ودفع الظلم يحصل به فاشتراطه ضائع۔ فتح القدير[1] جلد ۶ ص ۳۵۹۔

دوسرے کے فتوی پر فیصلے دینا ممکن ہے جبکہ قضاء کا مقصد صرف مستحق کو حق عطا کرنا اور ظلم کا دفاع کرنا ہے اور وہ اس طریقہ سے حاصل ہوسکتا ہے لہذا اجتہاد کی شرط بے مقصد ہے۔ فتح القدیر جلد ۶ ص ۳۵۹۔ (ت)

کتاب فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

ويكون من اهل الاجتهاد والصحيح ان اهلية الاجتهاد شرط الاولوية كذا في الهداية حتى لو قلد جاهل وقضى هذا الجاهل بفتوى غيره يجوز كذا في الملتقط[2]۔ جلد ۳ ص ۳۰۷۔

قاضی اہل اجتہاد سے ہو جبکہ صحیح یہ ہے کہ اجتہاد کی شرط صرف اولٰی ہونے کے لئے ہے۔ ہدایہ میں ایسے ہے حتی کہ اگر جاہل کا تقرر کیا گیا اور وہ دوسروں کے فتوی پر فیصلے دے تو جائز ہے جیسا کہ ملتقط میں ہے۔ جلد ۳ ص ۳۰۷ (ت)

عبدالرحمن آفندی مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں فرماتے ہیں:

وفي الشمني اجتماع هذه الشرائط من الاجتهاد والعدالة وغيرهما متعذر في عصرنا لخلو العصر عن المجتهد والعدل فالوجه تنفيذ قضاء كل من ولاه سلطان ذو شوكة وان كان جاهلا فاسقا[3]۔ جلد ۲ ص ۱۵۱۔

www.alahazratnetwork.org

شمنی میں ہے کہ اجتہاد، عدالت وغیرہ کی شرائط کا جمع ہونا ہمارے زمانہ میں دشوار ہے کیونکہ یہ زمانہ اجتہاد اور عدل سے خالی ہے، تو صحیح وجہ یہ ہے کہ جس کو بھی صاحب شوکت سلطان قاضی مقرر کرے اس کی قضاء نافذ ہوگی خواہ وہ فاسق جاہل ہی کیوں نہ ہو۔ جلد ۲ ص ۱۵۱ (ت)

علامہ ابن عابدین کتاب ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

قوله والفاسق اهلها سيأتي بيان الفسق والعدالة في الشهادات وافصح بهذه الجملة دفعا للتوهم من

ماتن کا قول کہ فاسق قضا کا اہل ہے تو شہادات کے بیان میں فسق اور عدالت کی بحث آئے گی، ماتن نے یہ قول یہاں اس لئے بیان کیا تاکہ ان لوگوں کا

---

[1] فتح القدیر کتاب ادب القاضی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۳۵۹-۶۰

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب ادب القاضی الباب الاول نورانی کتب خانہ کراچی ۳/ ۳۰۷

[3] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کتاب القضاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۱۵۱

قال ان الفاسق ليس باهل للقضاء، فلا يصح قضاؤه لانه لا يؤمن عليه لفسقه وهو قول الثلاثة واختاره الطحاوي، قال العيني وينبغي ان يفتى به خصوصا في هذا الزمان اھ اقول لو اعتبر هذا لانسد باب القضاء خصوصا في زماننا فلذا كان ما جرى عليه المصنف هو الاصح كذا في الخلاصة وهو اصح الاقاويل كما في العمادية نهر[1] جلد ۴ ص ۳۳۰۔

توہم ختم ہو جو یہ کہتے ہیں کہ فاسق قاضی بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا لہذا اس کی قضا صحیح نہیں ہے کیونکہ فسق کی وجہ سے اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا یہ قول تینوں اماموں کا ہے جسے طحاوی نے اختیار کیا ہے، امام عینی نے فرمایا اس قول پر فتوٰی مناسب ہے خصوصاً موجودہ زمانہ میں' اھ' میں کہتا ہوں کہ اگر اس قول کا اعتبار کیا گیا تو پھر قضا کا دروازہ بند ہوجائے گا خصوصاً ہمارے اس زمانہ میں، لہذا مصنف جس قول پر قائم ہے وہی اصح ہے، خلاصہ میں ایسے ہے اور یہ سب سے اصح قول ہے جیسا کہ عمادیہ میں ہے نہر۔ جلد ۴ ص ۳۳۰ (ت)

نیز علامہ موصوف فرماتے ہیں:

www.alahazratnetwork.org

قال في البحر وبه علم ان تقليد الكافر صحيح وان لم يصح قضاؤه على المسلم حال كفره اھ وهذا ترجيح لرواية صحة التولية اخذا من كون الفتوى على انه لا ينعزل بالردة خلافا لما مشى عليه المصنف في باب التحكيم من رواية عدم الصحة وفي الفتح قلد عبد فعتق جاز قضاؤه بتلك الولاية بلا حاجة الى تجديد بخلاف تولية صبي فادرك، ولو قلد كافر فاسلم قال

بحر میں فرمایا کہ اس سے معلوم ہوا کہ کافر کا تقرر صحیح ہے اگرچہ اس کے کفر کی بناء پر مسلمان پر اس کی قضا صحیح نہ ہوگی اھ، اور یہ اس روایت کی ترجیح قرار پائے گی جس میں کافر کی تولیت کو صحیح کہا گیا ہے یہ اس فتوٰی سے ماخوذ ہے جس میں یہ ہے کہ قاضی کے مرتد ہوجانے پر وہ معزول متصور نہ ہوگا، یہ مصنف کے عدم جواز والے موقف کے خلاف ہے جس کو انھوں نے تحکیم کے باب میں بیان کیا ہے اور فتح میں ہے کہ جب غلام کا تقرر ہوا ہو اور وہ آزاد ہوگیا تو اسی پہلی تقرری پر ہی اس کی قضا جائز ہوگی نئی تقرری کی ضرورت نہیں اس کے برخلاف جب بچے کی تقرری ہوئی اس کے بعد وہ بالغ ہوجائے،

---

[1] ردالمحتار کتاب القضاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۹۹

محمد هو علی قضائه فصار الکافر کالعبد والفرق ان کلا منهما له ولایة وبه مانع وبالعتق والاسلام یرتفع، اما الصبی فلا ولایة له اصلا۔ رد المحتار[1] جلد ۴ صفحہ ۳۲۹۔

اگر کافر کی تقرری ہوئی پھر وہ مسلمان ہوجائے تو امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ وہ پہلی تقرری ہی قضاء کرے گا تو یوں کافر عبد کی طرح حکم پائے گا، اور ان دونوں اور بچے میں فرق یہ ہوگا کہ یہ دونوں ولایت کے اہل تھے لیکن ان کا کفر اور غلام ہونا عمل قضا سے مانع تھا اور اب وہ ختم ہوگیا ہے لیکن نابالغ ولایت کا اہل ہی نہیں تھا اس لئے بلوغ کے بعد دوبارہ تقرری ضروری ہے۔ (ت)

نیز فرماتے ہیں:

فی الخانیة اجمعوا انه اذا ارتشی لاینفذ قضاؤہ فیما ارتشی فیه اھ قلت حکایة الاجماع منقوضة بما اختارہ البزدوی واستحسنه فی الفتح وینبغی اعتمادہ للضرورۃ فی ھذا الزمان والا بطلت جمیع القضایا الواقعة الأن لانه لا تخلو قضیة عن اخذ القاضی الرشوۃ المسماۃ بالمحصول قبل الحکم اوبعدہ فیلزم تعطیل الاحکام وقد مرعن صاحب النھر ترجیح ان الفاسق اھل للقضاء انه لو اعتبر العدالة لانسد باب القضاء فکذا یقال ھھنا۔ رد المحتار[2] جلد ۴ ص ۳۳۵۔

خانیہ میں ہے کہ فقہاء نے بالاجماع فرمایا کہ قاضی نے جس کیس میں رشوت لی ہے اس میں اس کی قضاء نافذ نہ ہوگی، میں کہتا ہوں یہ اجماع امام بزدوی کے مختار اس قول سے جس کو فتح میں مستحسن قرار دیا اور (فی زمانہ ضرورت کی بنا پر اس پر اعتماد مناسب ہے) سے ٹوٹ جائیگا ورنہ اجماع کے پیش نظر آج تمام فیصلے باطل ہوجائیں گے کیونکہ کوئی کیس بھی قاضی کے اس عنوان کی رشوت جس کو وہ محصول کہتے ہیں، سے خالی نہیں ہے جس کو وہ فیصلہ سے قبل یا بعد وصول کرلیتے ہیں اس تمام فیصلے کا معطل ہونا لازم آئے گا جبکہ صاحب نہر کی یہ روایت گزرچکی ہے جس میں انہوں نے فاسق کی اہلیت قضاء کو ترجیح دی اور کہا ہے کہ اگر عدالت کا اعتبار کیا جائے تو پھر قضاء کا دروازہ ہی بند ہوجائے گا، یہاں یہی کہا جاسکتا ہے۔ (ت)

علامہ جمال الدین زیلعی بجواب امام شافعی رحمۃ اللہ جن کے نزدیک جاہل کی قضاء درست نہیں ہے

---

[1] رد المحتار کتاب القضاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۹۸

[2] " " " " ۴/۳۰۳

فرماتے ہیں :

ولنا ان المقصود ایصال الحق الی المستحق وھو یحصل بالعمل بفتوی غیرہ ۔ تبیین[1] الحقائق ج ۴ ص ۱۷۶۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ قضاء سے مقصود یہ ہے کہ مستحق کو اس کا حق دلایا جائے تو غیر کے فتوٰی پر عمل سے یہ حاصل ہوجاتا ہے ۔ تبیین الحقائق ج ۴ ص ۱۷۶۔ (ت)

شیخ الاسلام علاء الدین حصکفی[عــه] درمختار میں فرماتے ہیں :

ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافرا ذکرہ مسکین وغیرہ الا اذا کان یمنعہ عن القضاء بالحق فیحرم[2]۔ جلد ۴ ص ۳۳۹۔

مسکین وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ سلطان عادل ہو یا ظالم ہو بلکہ کافر بھی ہو تو اس کی طرف سے قاضی کی تقرری جائز ہے مگر وہ جب قاضی کو حق پر فیصلہ سے منع کرتا ہو تو پھر تقرری حرام ہوگی ۔ جلد ۴ ص ۳۳۹۔ (ت)

علامہ شامی کتاب ردالمحتار میں فرماتے ہیں :

قولہ ولو کافرا فی التتارخانیۃ الاسلام لیس بشرط فیہ ای فی السلطان الذی یقلد[3]۔ ج ۴ ص ۳۳۹۔

ماتن کا قول " اگرچہ کافر ہو " تاتارخانیہ میں ہے کہ قاضی کی تقرری کرنے والے سلطان کیلئے مسلمان ہونا شرط نہیں ہے ۔ ج ۴ ص ۳۳۹۔ (ت)

روایت مندرجہ بالا میں سے روایت نمبر ۱ و ۳ و ۴ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قاضی کا فرض منصبی یہی ہے کہ حقدار کی حق رسی اور مظلوم سے رفعِ ظلم کردے جس کے لئے نہ اس کے عالم ہونے کی ضرورت ہے اور نہ متقی پرہیزگار ہونے کی ، اگر خود عالم ہو تو خیر ، ورنہ دوسرے کے فتوٰی دینے سے اپنے اس غرض کو پورا کرے گا اور ظاہر ہے کہ ایسا کرنا طاقت کے ذریعہ سے ہوسکتا ہے جو بادشاہِ وقت کا عطیہ ہوا ' روایت نمبر ۵ ، ۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی میں علم اور اتقا کی شرط اس لئے چھوڑ دی گئی ہے کہ ایسے قاضی کا ملنا جو عالم ہو اور علم کے ساتھ اتقا بھی رکھتا ہو مشکل اور سخت مشکل ہے ، روایت نمبر ۶ ' ۸

عــه صحیح حصکفی ہے حصن کیفا کی طرف نسبت ۱۲۔

---

[1] تبیین الحقائق	کتاب القضاء	المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ بولاق مصر	۴/۱۷۶
[2] درمختار	"	مطبع مجتبائی دہلی	۲/۷۳
[3] ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۴/۳۰۸

سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ علم اور اتقا کی شرط مان لی جائے تو فیصلوں کا دروازہ ہی بند ہو جائے گا، روایت نمبر ۹ سے بالخصوص یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ رشوت لے کر فیصلہ کیا ہوا باوجود بالاجماع باطل ہونے کے متاخرین نے اس لئے جائز اور نافذ مان لیا ہے کہ ایسا نہ کرنے میں فیصلوں کا دروازہ ہی بند ہوا جاتا ہے کیونکہ قاضی غیر قرشی کا وجود ہی مفقود ہے ، روایت نمبر ۱۰، ۱۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ قضا کا عہدہ اور اس کے اختیارات دینے کے لئے دینے والے بادشاہ کا مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے ۔ روایت نمبر ۹ سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلم میں قاضی ہونے کی کافی لیاقت ہے اگرچہ مسلمانوں پر اس کے احکام نافذ نہیں ہوتے ، جب روایات مندرجہ بالا سے معلوم ہوگیا کہ قاضی کے لئے علم اور پرہیزگاری کی شرط کو فقہائے متاخرین نے اس لئے چھوڑ دیا ہے کہ اس کے ماننے سے فیصلوں کا دروازہ بند ہو جائے گا تو ظاہر ہے کہ ملک ہندوستان میں اسلام کی شرط ماننے سے بھی فیصلوں کا دروازہ بند ہو جائیگا اور مسلمانوں کے لئے یا کم از کم اسی جگہ کے مسلمانوں کے لئے جہاں کا قاضی (جج) مسلمان نہ ہو حق رسی کی کوئی صورت نہیں رہے گی کیونکہ گورنمنٹ کو تمام اہل مذاہب سے یکساں تعلق ہے اور اس لئے مسلمان قاضی مقرر کرنے کی پابندی نہیں ہوسکتی تو جس جگہ کا قاضی مسلمان نہ ہوگا وہاں یہ مشکل ضرور پیدا ہوگی اور اس میں کچھ شک نہیں کہ حقدار کی حق رسی کی طاقت اور اس کا علم میں لانا جو منصب قضا کا اصل مقصود ہے جس طرح ایک مسلمان سے باوجود عالم پرہیزگار نہ ہونے کے ممکن ہے اسی طرح ایک غیر مسلم قاضی سے بھی ممکن ہے ، لہذا اس ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ ہر جگہ مسلمان قاضی کا ملنا متعذر اور سخت مشکل ہے نیز اس بات کو کہ قضا کی اصل غرض ایصال حق کے حاصل ہونے میں مسلم اور غیر مسلم دونوں یکساں ہیں ، شرعاً یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ملک ہندوستان میں دیوانی عدالت کا جج بموجب شرع محمدی کے قاضی ہوسکتا ہے عام اس سے کہ وہ مسلم یا غیر مسلم اور مسلم ہونے کی شرط کا اسی ملک تک محدود ہونا ضروری ہے جہاں اسلامی گورنمنٹ ہو ، ھذا ما استقر علیہ رأئی (یہ وہ ہے جس پر میری رائے ٹھہری ۔ ت) واللہ بالصواب ۔

کتبہ العبد المذنب المفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

المجیب مصیب
احمد علی عفی عنہ

صح الجواب
محمد حسن عفی عنہ

الجواب صحیح
محمد اکرام الحق

الجواب صحیح
محمد عمر خاں عفی عنہ

الجواب نعم الجواب
محمد یار عفی عنہ امام مسجد طلائی لاہور نقلعہ

الجواب صحیح
غلام رسول مدرس مدرسہ حمیدیہ

قد اصاب من اجاب محمد عالم مدرس مدرسہ حمیدیہ

اس زمانے میں جج کو بشرطیکہ وہ موافق شرع کے حکم دے بضرورت قاضی کا حکم دیا جاسکتا ہے۔

محمد لطف اللہ مہر سابق مفتی حیدرآباد دکن ساکن علیگڑھ ۱۲ مئی ۱۹۱۲ء

الجواب صحیح محمد امانت اللہ غفر اللہ مدرس مدرسہ اسلامیہ علی گڈھ ۱۲ مئی ۱۹۱۲ء

اظنہ صحیحا ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرًا (میرے گمان میں یہ صحیح ہے ہوسکتا ہے اللہ تعالٰی اس کے بعد کوئی صورت پیدا فرمائے۔ ت) الفقیر محمد ابراہیم عفی عنہ نمبردار کرنال و قاضی تحصیل کرنال بعلم خود ۲۰ جون ۱۹۱۲ء

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم ، الحمد للہ لا ولی سواہ والصلٰوۃ والسلام عدد العلم والکلم علی الاولی بالمومنین من انفسھم وعلٰی اٰلہ وصحبہ واولیائہ وحزبہ اجمعین اٰمین!

بسم اللہ الرحمن الرحیم، سب تعریفیں اللہ تعالٰی کیلئے جس کے سوا کوئی مددگار نہیں، اور علم اور کلمات کی تعداد برابر صلٰوۃ وسلام ہو اس ذاتِ گرامی پر جو مومنوں کی جانوں سے بھی ان کے قریب ہے اور آپ کی آل واصحاب واولیاء اور جماعت سب پر، آمین! (ت)

مولٰنا! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ، فقیر ان فتووں کی نسبت اس سے بہتر کیا کہہ سکتا ہے جو حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حدیث ذیل میں ارشاد فرمایا:

اذا وُسّد الامر الٰی غیر اھلہ فانتظر الساعۃ۔[1] رواہ البخاری عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جس وقت امور نااہلوں کے حوالے کئے جانے لگیں گے تو قیامت کا انتظار کرو۔ اس کو بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

یہ فتوے محض اجتہاد پر مبنی ہیں اور اجتہاد بھی وہ جو آج تک ابوحنیفہ و شافعی درکنار ابوبکر صدیق و عمر فاروق کو بھی میسر نہ ہوا نہ ہوسکتا تھا رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین یعنی نص قطعی قرآن عظیم کے مقابل بے اصل ومحض جامع قیاس بے اساس، نسأل اللہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ ت) تحقیق حق کے لئے تمہید چند مقامات سودمند، **فاقول** و باللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) **مقدمہ اولٰی** حقیقت امر یہ ہے کہ ولایت مجبرہ جس کی تعریف ہے تنفیذ القول علی غیرہ شاء او ابی (دوسرے پر اپنا قول نافذ کرنا

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب من سئل علمًا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۴

وہ مانے یا نہ مانے۔ت) دوقسم ہے عرفیہ دنیویہ کہ بادشاہ کو رعایا حکام کو محکومین پر ہوتی ہے اسی کے سبب سلاطین کو والیانِ ملک کہا جاتا ہے اور شرعیہ دینیہ کہ حقیقۃً اللہ عزوجل پھر اس کی عطا سے اس کے رسول اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو ہے وبس، جس کی حقیقت ذاتیہ کا بیان اس آیہ کریمہ میں ہے: مالھم من دونہ من ولی[1] (اللہ تعالٰے کے سوا ان کا کوئی ولی نہیں۔ت) اور حقیقت عطائیہ کا بیان اس آیہ کریمہ میں النبی اولٰی بالمؤمنین من انفسھم[2] (نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مومنوں کی جانوں سے بھی ان کے قریب ہیں۔ت) اور دونوں کا جمع اس آیہ کریمہ میں:

وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضللا مبینا[3]

مومن مرد یا عورت کسی کو اپنا اختیار نہیں ہے جب اللہ تعالٰے اور اس کا رسول صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کسی معاملہ کا فیصلہ فرما دیں اور جو اللہ تعالٰے اور اس کے رسول صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی نافرمانی کرے گا وہ کھلی گمراہی کا مرتکب ہوگا۔ (ت)

پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریع و تفویض وانابت سے اُسے ہے جسے اُنھوں نے جتنی بات میں اپنی ولایت اصلیہ سے اختیار ظلی عطا فرمایا ماذون مطلق کو مطلق اور ماذون امر خاص کو اس امر خاص میں جس کا بیان کریمہ الذی بیدہ عقدۃ النکاح[4] (وہ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ت) اور کریمہ واسمعوا اطیعوا[5] (سنو اور اطاعت کرو۔ت) میں ہے اور ان انواع ثلثہ یعنی ذاتیہ وعطائیہ وظلیہ کا اجتماع اس کریمہ میں اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم[6] (اللہ تعالٰے کی اطاعت کرو اور اس کے رسول صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اور اولی الامر کی۔ت) اقول یہی سر ہے کہ نوع دوم پر اطیعوا مکرر آیا کہ ذاتیہ وعطائیہ دو حقیقتیں ہیں اور نوع سوم کو اسی اطیعوا دوم کے نیچے مندرج فرمایا کہ ظل اصل سے جدا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

مقدمہ دوم: دونوں ولایتوں میں بحسب مناشی ونتائج ولوازم ومقاصد جو فرق ہیں ان کی بہت تعبیرات ہیں:

---

[1] القرآن الکریم ۱۸/ ۲۶ — [2] القرآن الکریم ۳۳/ ۶
[3] " ۳۳/ ۳۶ — [4] " ۲/ ۲۳۷
[5] " ۶۴/ ۱۶ — [6] " ۴/ ۵۹

(۱) ولایت عرفیہ غلبہ واستیلاء سے حاصل ہوتی ہے اور شرعیہ بعطائے شرع۔

(۲) عرفیہ ملکی مسئلہ ہے اور شرعیہ مذہبی و دینی۔

(۳) عرفیہ مقصد سلاطین ہے اور شرعیہ مقصود خاص دین۔

(۴) عرفیہ عالم اسباب میں احکام تکوینیہ الٰہیہ کا آلہ ہے یعنی کن کا تکن یہ امر واقع ہو یہ نہ ہو۔
اور شرعیہ احکام تشریعیہ الٰہیہ کا مثلاً کن یکن (یہ کرو یہ نہ کرو)۔

(۵) عرفیہ تصرفات کے ثمرات حسیہ کی مثمر ہوتی ہے اور شرعیہ معانی دینیہ کی۔

(۶) عرفیہ سے شئے غیر موجود موجود ہو جاتی ہے اور شرعیہ سے حکم شرعی غیر حاصل حاصل۔

(۷) عرفیہ دنیا میں مؤثر ہے اور شرعیہ عقبیٰ میں معتبر۔

(۸) عرفیہ کی نافرمانی قوانین سلاطین کی خلاف ورزی ہے اور شرعیہ کی ناحقانی اللہ عزوجل کی معصیت۔

(۹) عرفیہ کا لحاظ عام ہے کہ بادشاہ کی ہر رعیت پر ہے مسلم ہو یا کافر، اور شرعیہ کا لحاظ خاص کہ اس سے صرف مسلمانوں کو کام ہے۔

(۱۰) عرفیہ کا عمل خاص ہے کہ ہر بادشاہ کی قلمرو تک محدود اور شرعیہ کا عمل دنیائے اسلام پر عام ہے شرق میں ہو یا غرب میں۔

www.alahazratnetwork.org

(۱۱) عرفیہ فوج وسپاہ و تیغ و سلاح کے سایہ میں ہے اور شرعیہ فقیر و محتاج کو بھی بقدر عطا حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ظلی عطیہ، یہ تمام مضامین اور ان دونوں ولایتوں میں عموم وخصوص من وجہ ہونا اس مثال سے روشن، سلطان نے زید کی قاصرہ کا اپنے پسر سے نکاح کر لیا اور زید راضی نہیں اس نے انکار کر دیا اس تصرف کے تمام ثمرات حسیہ دنیا میں مرتب ہو جائیں گے شئی غیر موجود موجود ہو جائے گی یعنی عورت کہ پہلے قبضہ میں نہ تھی اب آجائے گی دوسرا شخص مزاحمت پر قدرت نہ پائیگا مزاحمت کرے گا مستوجب غضب سلطانی و سزائے نافرمانی ہوگا، عورت مر جائیگی تو یہ بزعم زوجیت اس کا ترکہ لے گا پھر اگر بادشاہ تو مسلم ہے تو اسے واقع میں بھی نکاح و مباح جانے گا اور اپنے تصرف کو صحیح وصاف مانے گا، یہ تمام امور احکام تکوینیہ الٰہیہ سے صادر ہو جائیں گے مگر احکام تشریعیہ کہ نکاح شرعی بولایت شرعیہ سے پیدا ہوتے اصلاً متحقق نہ ہونگے نہ وہ عورت اس کے لئے شرعاً حلال ہوگی نہ بعد مرگ ایک کو دوسرے کا مال وراثۃً جائز ہوگا کہ باپ کے سامنے سلطان کو دربارۂ نکاح ولایت شرعیہ نہ تھی تو نکاح نکاح فضولی ہوا اور ولی شرعی کے رد سے باطل ہو گیا،

لان الولایۃ الخاصۃ اقوی من — کیونکہ خاص ولایت عام ولایت سے اقوٰی ہے

الولایۃ العامۃ[1] کما فی الاشباہ وغیرھا **اقول** یعنی الظلیۃ اما الاصلیۃ فما کان لظل ان یقاوم الاصل بل یضمحل دونہ ولذا لو زوج النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قاصرۃ رجل من قاصر رجل تم النکاح ولزم ولم یکن لابویھما خیرۃ اصلا بل کذٰلک لو زوج صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رجلا عاقلا بالغا من امرأۃ کذا بدون رضاھما لنفذ النکاح ولم یکن لھما الخیرۃ من انفسھما کما نصوا علیہ وقد نطق بہ القرآن العزیز۔

جیسا کہ الاشباہ وغیرہ میں ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) ولایت ظلیہ ایسے ہے لیکن ولایت اصلیہ، تو ظلیہ اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی بلکہ وہ اصلیہ کے مقابلہ میں کمزور ہوتی ہے اور اسی لئے اگر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کسی قاصرہ (نابالغہ ومجنونہ ولونڈی) کا نکاح کسی قاصر مرد سے کردیں تو ان کے والدین کو قطعًا کوئی اختیار نہ رہے گا، اور حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کا یہ نکاح لازم ونافذ ہوگا بلکہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کسی عاقل بالغ مرد کا کسی عورت سے نکاح کردیں تو ایسے ہی لازم نافذ ہوگا اور اس مرد وعورت کو اپنے بارے میں کوئی اختیار نہ ہوگا جیسا کہ فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے اور قرآن پاک نے اس کو بیان کیا ہے (ت)

اور اگر زید نے اپنی قاصرہ کا نکاح عمرو سے کردیا اور سلطان کی ناراضی ہے اس نے حکمًا اس نکاح کو ناجائز رکھا اور رخصت سے روک دیا عند اللہ اس تصرف کے تمام معانی شرعیہ ترتیب پائیں گے عورت کہ اس کے لئے حلال نہ تھی حلال ہوگئی حکم غیر موجود شرعی ہوگیا دوسرا اگر بے افتراق بموت وطلاق اس سے نکاح کرے گا مستحق غضب جبار وسزائے نار ہوگا عورت مرجائے گی تو عمرو بحکم زوجیت اس کے ترکہ کا شرعًا بقدر حصہ مالک ہوگا، یہ تمام باتیں احکام تشریعیہ الٰہیہ سے ثابت ہوجائیں گی مگر احکام تکوینیہ کہ ولایت عرفیہ سے آتے اصلًا حاصل نہ ہوں گے نہ وہ عورت اس کے قبضہ میں آئے گی نہ یہ دعوٰی ارث کرسکے گا کہ سلطان کے سامنے باپ کو کیا اختیار، اور یہ نکاح کہ رائے سلطانی میں خلاف قانون تھا قانونًا باطل ہوچکا،

لان الولایۃ العامۃ املک من الولایۃ الخاصۃ فی الدنیا۔

کیونکہ ولایت عامہ دنیا میں ولایت خاصہ سے زیادہ قوی ہے (ت)

اسی قیاس پر صدہا صورتیں ہیں، اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ ولایت عرفیہ میں تنفیذ سے مراد تحصیل ثمرات حسیہ دنیویہ ہے اگرچہ احکام شرعیہ حاصل نہ ہوں اور ولایت شرعیہ میں مراد اثبات معانی شرعیہ دینیہ ہے اگرچہ

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ السادسۃ عشر ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۹۱

موانع صوریہ زائل نہ ہوں۔

مقدمہ سوم: دونوں ولایتوں کے جو فرق بیان ہوئے ان کا ملاحظہ ہر عاقل پر دو امر واضح کرے گا ایک یہ کہ ہر سلطنت کو اسلامی ہو یا غیر اسلامی اپنے ملک پر ولایت قسم اول ہوتی ہے دوسرے یہ کہ یہی ولایت مطمح نظر سلاطین ہے اسی میں منازعت ان کے نزدیک بادشاہ کی مخالفت قرار پاتی ہے، وہ یہی ولایت چاہتے ہیں کہ فوج و لشکر و تیغ و تبر کی لازم و ملزوم ہے نہ وہ کہ ہر فقیر مفلس بے زر بے پر کے لئے موسوم ہے ولایت قسم دوم کسی نامسلم سلطنت کو مقصود ہونا تو کوئی معنی ہی نہیں رکھتا کہ قصداً اتباع شرع سے ناشئی ہے نامسلم کو مذہب اسلام کی کب پیروی ہے صدہا سال سے خود مسلمان بادشاہوں کا مقصد اصلی وہی ولایت عرفی ہے وہ اپنے حکم کا نفاذ چاہتے ہیں اگرچہ حکم شرعی نہ ہو جیسا کہ ہزاروں کارناموں سے واضح ہے تو کوئی نامسلم سلطنت کیونکر پابند ولایت شرعیہ ہو سکتی ہے ولایت قسم اول کہ مقصد سلاطین ہے بلاشبہ ہندوستان میں گورنمنٹ انگلشیہ کو بلا نزاع حاصل ہے جس میں کسی فریق کو خلاف نہیں اور خود گورنمنٹ کو اس قدر منظور ہے اس نے کبھی نہ کہا کہ مجھے ہر فریق کے دین و مذہب میں مداخلت ہے بلکہ اس کے خلاف ہمیشہ یہی اعلان کیا اور کرتی ہے کہ ہمیں کسی قوم کے دین و مذہب میں دست اندازی نہیں اور یقیناً ہر ایسی گورنمنٹ جسے اللہ تعالیٰ نے عقل معاش بر وجہ کمال اور ملک داری کا سلیقہ عنایت فرمائے اسے یہی شایان ہے حکام و رعایا سب جانتے ہیں کہ گورنمنٹ والی ملک ہے اس کا حکم یہاں نافذ ہے جو چیز وہ جسے دلائے مل جاتی ہے منع کر دے رک جاتی ہے رعیت اس کا حکم مانتی اور اس کا خلاف مضر جانتی ہے، یہ وہی وجود و عدم شئی کے ثمرات ہوئے کہ نتائج ولایت عرفیہ ہیں مگر ہرگز نہ حکام کا دعوی نہ رعایا کا خیال کہ گورنمنٹ کسی کے دین و مذہب میں دست اندازی و مداخلت رکھتی شریعت کے احکام غیر موجود و موجود کر دیتی یا کرنا چاہتی ہے۔ اب یہی دیکھئے کہ گورنمنٹ روزانہ سود کی ڈگریاں دیتی ہے اس کا صرف یہ مطلب ہے کہ مدعا علیہ اتنی رقم مدعی کو دے یہ ہرگز نہیں کہتی کہ مسلمان سود لینے دینے کو شرعاً حلال جانیں یا ڈگری کے سبب اس لینے والے کے لئے سود کو از روئے شریعت اسلامیہ مباح جانیں، اسی طرح تمام احکام میں اسے اپنے ملک میں تعمیل حکم سے کام ہے اور اسی میں اس کی اطاعت ہے نہ یہ کہ ان احکام کو آخرت میں بھی بکار آمد سمجھو جو کام ولایت شرعیہ کا ہے اور قانون کو عین شریعت اسلامیہ مانو اس پر نہ وہ کسی کو مجبور کرتی ہے نہ اس سے اسے اصلاً بحث، تو بلاشبہ گورنمنٹ والی ملک ہی بننا چاہتی ہے اور وہ ضرور والی ملک با اختیار ہے مگر کسی مذہب و ملت کی والی دین بننا نہیں چاہتی نہ اس سے اسے سروکار ہے تو اس کے خلاف ٹھہرانا خود گورنمنٹ کے بارے میں غلط بیانی اور اس

کے خلاف منشاء اظہار ہے۔

مقدمہ چہارم: شریعت مطہرہ اسلامیہ علی صاحبہا وآلہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ نے ولایت عرفیہ کو جس سے آدمی والیِ ملک اور حاکم و بادشاہِ وقت ہوجاتا ہے اور رعایا کو اس کی پابندی لازم ہوتی ہے اس کے حال پر چھوڑا ہے، اسے مسلم نامسلم کسی سے خاص نہ فرمایا جس طرح وہ عرف میں کسی سے خاص نہیں اس لئے کہ وہ زیر اثر احکام تکوینیہ ہے جسے خدا دے اسے ملے اور شریعت کی بحث صرف احکام تشریعیہ سے ہے۔

قال الله تعالٰی قل اللّٰھم ملك الملك تؤتی الملك من تشاء وتنزع الملك ممن تشاء[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: آپ فرما دیجئے اے ملک کے مالک تو جسے چاہے ملک عطا فرمائے اور جس سے چاہے واپس لے لے۔ (ت)

اس من تشاء میں کوئی خصوصیت اسلام کی نہیں، ولہذا قرآن مجید نے زمانہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بادشاہِ مصر کو جابجا بلفظ ملک تعبیر فرمایا،

وقال الملك انی اری[2] وقال الملك ائتونی به[3] ما کان لیاخذ اخاہ فی دین الملك[4]

بادشاہ نے فرمایا میں دیکھ رہا ہوں، بادشاہ نے کہا اسے میرے پاس لاؤ، بادشاہ کے دین میں بھائی کو پکڑنا جائز نہیں۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اور وہ غلط تعبیر سے پاک و منزہ ہے، یوں ہی حضرت بلقیس کو ان کے اسلام سے پہلے قول ہدہد میں بلفظ انی وجدت امرأۃ تملکھم[5] (میں نے ایک عورت کو ان کا بادشاہ پایا۔ ت) ذکر فرمایا اور وہ تقریر علی الغلط سے طاہر و مبرا ہے، تو ثابت ہوا کہ بادشاہ اگرچہ نامسلم ہو ضرور والیِ ملک اور ولایت قسم اول رکھتا ہے مگر مسلمان پر ولایت قسم دوم دینیہ شرعیہ جس سے مسلمان کے حق میں حکم غیر موجود شرعی مذہبًا موجود ہوجائے اور دینی حیثیت سے آخرت میں اس کے کام آئے صرف مسلمان کے ساتھ خاص فرمائی ہے اور کلمہ حصر و تصریح نفی دونوں طور پر اسے صاف فرما دیا ہے کہ کسی کو مجال تاویل و ابدائے احتمال نہ رہے اول اس آیہ کریمہ میں انما ولیکم الله ورسوله والذین اٰمنوا[6] (تمہارا ولی اللہ تعالٰی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ لوگ جو ایمان لائے۔ ت) اور اس آیہ کریمہ میں ولن یجعل

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۲۶
[2] القرآن الکریم ۱۲/ ۴۳
[3] " ۱۲/ ۵۴
[4] " ۱۲/ ۷۶
[5] " ۲۷/ ۲۳
[6] " ۵/ ۵۵

اللہ للکفرین علی المؤمنین سبیلا[1] (اور اللہ تعالٰی نے کافروں کو مومنوں پر ہرگز اختیار نہیں دیا۔ت) یہاں قطعاً وہی سبیل دینی شرعی مراد ہے کہ سبیل دنیوی کا انتفاع خلافِ مشاہدہ و اشہاد ہے، قرآن عظیم اس معنی کی آیات سے مشحون ہے۔ حلبی علی الدر پھر شامی میں ہے:

الکافر لایلی علی ولدہ المسلم لقولہ تعالٰی ولن یجعل اللہ للکفرین علی المؤمنین سبیلا۔[2]

کافر اپنے مسلم بیٹے کا ولی نہیں کیونکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اللہ تعالٰی نے کافروں کو مومنوں پر ہرگز اختیار نہیں دیا (ت)

نہایہ پھر عالمگیریہ پھر طحطاوی پھر ابن عابدین میں ہے:

تقلید الذمی لیحکم بین اھل الذمۃ صحیح لابین المسلمین وکذلک التحکیم۔[3]

ذمی کا تقرر ذمیوں میں فیصلہ کرنے کے لئے صحیح ہے مسلمانوں میں فیصلہ کرنے کے لئے نہیں، اور ثالثی کا بھی یہی حکم ہے (ت)

تنویر الابصار میں ہے:

لوحکما عبدا فاعتق اوصبیا فبلغ او ذمیا فاسلم ثم حکم لاینفذ۔[4]

اگر فریقین نے کسی غلام کو ثالث بنایا اب وہ آزاد ہوگیا یا نابالغ کو بنایا تو وہ بالغ ہوگیا، یا ذمی کو بنایا تو وہ مسلمان ہوگیا پھر اس کے بعد وہ فیصلہ کرے تو نافذ نہ ہوگا۔ (ت)

درمختار کتاب الشہادات میں ہے:

شرطھا الولایۃ فیشترط الاسلام لو المدعی علیہ مسلما۔[5]

شہادت کی شرط ولایت ہے اگر مدعا علیہ مسلمان ہو تو گواہ کا مسلمان ہونا شرط ہوگا۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/۱۴۱
[2] ردالمحتار کتاب النکاح باب الولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۱۲
[3] ردالمحتار بحوالہ المنیۃ عن النہایۃ کتاب القضا باب التحکیم " " ۴/۳۴۸
حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب القضاء باب التحکیم دارالمعرفۃ بیروت ۳/۲۰۷
[4] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب القضاء " مطبع مجتبائی دہلی ۲/۸۲
[5] درمختار کتاب الشہادات " " " ۲/۹۰

www.alahazratnetwork.org

اور کتاب القضایا میں ہے :

اهل اهل الشهادة وشرط اهليتها شرط اهليته فان كلا منهما من باب الولاية[1]

قاضی کی اہلیت وہی ہے جو شہادت کی اہلیت ہے اور شہادت کی اہلیت وہی ہوگی جو مدعا علیہ کی اہلیت ہوگی کیونکہ یہ دونوں امر ولایت سے متعلق ہیں۔ (ت)

ہدایہ میں ہے :

لا ولاية لكافر على مسلم لقوله تعالٰى ولن يجعل الله للكفرين على المؤمنين سبيلا[2]

کافر کو مسلمان پر ولایت نہیں کیونکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے : اللہ تعالٰے نے کافروں کو مومنوں پر ہرگز اختیار نہیں دیا۔ (ت)

اسی کی شہادات میں ہے :

لا تقبل شهادة الذمی علی المسلم لانه لا ولاية له بالاضافة اليه[3]

مسلم کے خلاف ذمی کی شہادت قبول نہ ہوگی کیونکہ اس کو مسلمان پر ولایت نہیں ہے (ت)

مختصر امام قدوری میں ہے :

لا تصح ولاية القاضی حتی یجتمع فی المولّٰی شرائط الشهادة[4]

قاضی کی ولایت اس وقت تک صحیح نہ ہوگی جب تک میں شہادت کی شرائط پائی جائیں۔ (ت)

ہدایہ میں ہے :

لان حكم القضاء يستقى من حكم الشهادة لان كل واحد منهما من باب الولاية فكل من كان اهلا للشهادة يكون اهلا للقضاء وما يشترط

کیونکہ قاضی کا فیصلہ شہادت کے حکم سے مستفاد ہوتا ہے کیونکہ یہ دونوں امر از قبیل ولایت ہیں تو جو شہادت کا اہل ہوگا وہی قضاء کا اہل ہوگا' تو جو چیز شہادت کی اہلیت میں شرط ہے وہ قضا

---

[1] درمختار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۲/۷۱

[2] الهدایة کتاب النکاح باب الاولیاء والاکفاء مطبع یوسفی لکھنؤ ۲/۲۹۸

[3] الهدایة کتاب الشهادت باب من یقبل شهادته الخ " " " ۳/۱۶۲

[4] المختصر للقدوری کتاب آداب القاضی مطبع مجیدی کانپور ص ۲۸۳

www.alahazratnetwork.org

لاهلیة الشهادة یشترط لاهلیة القضاء[1] | کی اہلیت میں شرط ہوگی۔ (ت)

فتاوٰی امام قاضی خان میں ہے:

لاولایة للصبی والمجنون ولا المملوك ولا الکافر علی المسلم[2] | نابالغ، مجنون، غلام اور کافر کو مسلمان پر ولایت نہیں (ت)

بدائع ملک العلماء مسعود کاشانی میں ہے:

لاشهادة للکافر علی المسلم اصلا[3] | مسلم کے خلاف کافر کی شہادت معتبر نہیں (ت)

اسی میں ہے:

لاولایة للکافر علی المسلم لانه لاامراث بینهما، ولان الکافر لیس من اهل الولایة علی المسلم لان الشرع قطع ولایة الکافر علی المسلمین قال الله تعالٰی ولن یجعل الله للکٰفرین علی المؤمنین سبیلا، وقال صلی الله تعالٰی علیه وسلم الاسلام یعلو ولا یعلٰی الخ[4] | کافر کو مسلمان پر ولایت نہیں کیونکہ دونوں میں میراث نہیں، اور اس لئے کہ کافر کو مسلمان پر ولایت کی اہلیت نہیں ہے کیونکہ شریعت نے مسلمانوں پر کافر کی ولایت کو ختم کردیا ہے، اللہ تعالٰی نے فرمایا اللہ تعالٰی نے کافروں کو مومنوں پر ہرگز اختیار نہیں دیا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اسلام غالب ہوگا مغلوب نہیں الخ۔ (ت)

اسی میں ہے:

الصلاحیة للقضاء لها شرائط منها العقل والبلوغ والاسلام فلایجوز تقلید المجنون والصبی والکافر، لان القضاء من باب الولایة بل هو اعظم الولایات وهؤلاء لیست لهم اهلیة ادنی الولایات وهی | قضاء کی صلاحیت کے لئے چند شرائط ہیں ان میں سے عقل، بلوغ، اسلام ہے تو مجنون، نابالغ اور کافر کی تقرری جائز نہ ہوگی کیونکہ قضاء از قبیل ولایت ہے بلکہ اعظم ولایات میں سے ہے جبکہ ان لوگوں کو ولایت میں سے ادنٰی ولایت جو شہادت میں ہے

---

[1] الہدایہ کتاب ادب القاضی مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۱۳۲

[2] فتاوٰی قاضی خاں کتاب النکاح فصل فی الاولیاء نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۶۳

[3] بدائع الصنائع کتاب الشہادت فصل اما الشرائط فی الاصل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۲۶۶

[4] ؍؍ کتاب النکاح فصل واما بیان شرائط الجواز ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/ ۲۳۹

الشہادۃ فلان لایکون لھم اھلیۃ اعلاھا اولٰی[1] ومن لایصلح قاضیا لایجوز قضاؤہ ضرورۃ[2] اھ ملتقطا۔

وہ بھی نہیں تو لازماً اعلٰی ولایت کے وہ اہل بطریق اولٰی نہ ہوں گے اور جو قاضی کی صلاحیت نہیں رکھتا اس کی قضاء لازماً جائز نہ ہوگی اھ ملتقطاً (ت)

یہ گیارہ کتابوں کی عبارات ہیں مختصر امام قدوری، فتاوٰی امام قاضی خاں، بدائع امام ملک العلماء، ہدایہ امام برہان الدین، نہایہ امام سغناقی، تنویر الابصار، درمختار، حلبی، طحطاوی، شامی، فتاوٰی عالمگیریہ۔ اور خود کثرتِ عبارات کی کیا حاجت کہ بلا مبالغہ صدہا ہیں بلکہ شریعت نے ان مسلمانوں پر سلطانِ اسلام کو بھی ولایت نہ دی جو دارالحرب میں اسلام لائے اور ہنوز ہجرت کرکے ہمارے دار میں نہ آئے

قال اللہ تعالٰی عزوجل والذین اٰمنوا ولم یھاجروا مالکم من ولایتھم من شیئ حتی یھاجروا[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت نہ کی تمھیں ان سے کوئی ولایت نہیں حتی کہ وہ ہجرت کرلیں۔ (ت)

کتبِ فقہ میں مسائل کثیرہ اس اصل پر مبنی ہیں کہ بحالت اختلاف دار سلطان اسلام کو ولایت نہیں، راجع ابواب نکاح الکافر والمستامن وغیر ذٰلک (نکاح کافر ومستامن وغیرہما کے ابواب کی طرف رجوع کرو۔ ت) ہدایہ میں ہے:

اختلاف الدارین یقطع الولایۃ ولھذا یمنع التوارث[4]

دارالاسلام و دارالحرب کا اختلاف ولایت کو ختم کردیتا ہے اسی لئے آپس کا وارث ہونا ممنوع ہے۔ (ت)

تو بحالتِ اختلافِ دین غیر مسلم کو مسلم کے دینی احکام میں مداخلت کیونکر حکم شرعی ہوسکتی ہے بلکہ ولایت شرعیہ کا دائرہ اس سے بھی تنگ تر ہے، خود سلطانِ اسلام کو، خود اس کی ملک میں خود اسکی مسلمان رعایا پر صدہا باتوں میں شریعتِ مطہرہ نے ولایت شرعیہ نہ دی اس کی نظیر وہی تزویج قاصرہ گزری کہ سلطان یا قاضی اسلام کا کیا ہوا نکاح نافذ نہیں اور باپ بھائی یا چچا یا کسی عصبہ بلکہ عصبۃ ہو

---

[1] بدائع الصنائع کتاب آداب القاضی فصل واما بیان من یصلح للقضاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۷

[2] " " " فصل واما بیان من افترض علیہ قبول الخ " " " ۴/۷

[3] القرآن الکریم ۸/۷۲

[4] الھدایہ کتاب الشہادۃ باب من یقبل شہادتہ ومن لایقبل مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۱۶۲

تو ذوالارحام، اور وہ بھی نہ ہوں تو مولی الموالاۃ کا کیا ہوا نافذ۔ تنویر الابصار میں ہے :

34 الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ بشرط اسلام فی حق مسلمۃ فان لم تکن عصبۃ فالولایۃ للام ثم للاخت ثم لولد الام ثم لذوی الارحام (ثم مولی الموالاۃ اھ در) ثم للسلطان ثم القاضی نص علیہ فی منشورہ[1] (ملخصاً)

مسلمان لڑکی کے نکاح کی ولایت اس کے عصبہ بنفسہ کو حاصل ہوگی بشرطیکہ یہ مسلمان ہو، اور اگر عصبہ نہ ہو تو ولایت ماں کو پھر حقیقی بہن کو اور پھر ماں کی طرف سے اولاد کو اس کے بعد پھر ذوی الارحام پھر مولی موالات کو حاصل ہوگی (مولی موالات اسکو کہتے ہیں جس کے ہاتھ پر کوئی کافر مسلمان ہو) اھ در، پھر سلطان پھر قاضی جس کی سند قضا میں تصریح کردی گئی ہو نکاح صغار کی ولایت پر، اس کو ولایت حاصل ہوگی (ملخصاً)۔ (ت)

اشباہ میں ہے :

ولہذا قالوا ان القاضی لایزوج الیتیم والیتیمۃ الاعند عدم ولی لھما فی النکاح ولو ذارحم محرم[عہ] او اما او معتقا[2]

اسی لئے انھوں نے فرمایا کہ قاضی یتیم لڑکے اور لڑکی کا نکاح نہیں کرسکتا مگر جب ان کا کوئی ولی نکاح موجود نہ ہو اگرچہ یہ ولی ذو محرم یا ماں یا آزاد کرنے والا ہو۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

درمختار میں ہے :

فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ[3]

اگر بعید شخص نے اقرب کی شہر میں موجودگی کے باوجود نکاح کردیا تو اقرب کی اجازت پر نکاح موقوف رہے گا۔ (ت)

عہ اقول قید المحرم لامفہوم لہ وکان ینبغی عکس الترتیب فان المعتق مقدم علی الام والام علی ذی رحم ۱۲ منہ غفر لہ۔

عہ اقول (میں کہتا ہوں) یہاں محرم کی قید مفہوم سے بالاتر ہے، اور مناسب تھا کہ ترتیب میں یوں عکس ہوتا کہ آزاد کرنیوالا ماں سے اور ماں ذی محرم سے مقدم کرتے، کیونکہ ترتیب یوں ہے ۱۲ منہ غفرلہ۔ (ت)

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب النکاح باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲-۱۹۳

[2] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ السادسۃ عشر ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۹۱

[3] درمختار کتاب النکاح باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۴

دوسری نظیر اوقاف ہیں وقف میں متولی شرعی کا تصرف معتبر اور اس کے ہوتے سلطانِ اسلام و قاضی کا تصرف بے اثر۔ فتاوی امام رشید الدین پھر اشباہ میں ہے:

لا یملك القاضی التصرف فی الوقف مع وجود ناظرہ ولو من قبلہ[1]

قاضی وقف میں تصرف کا مالک نہیں ہوگا جبکہ اس کا متولی موجود ہو اگرچہ یہ متولی اسی قاضی کا مقرر کردہ ہو۔ (ت)

فتاوی وبری پھر فتوی علامہ قاسم بن قطلوبغا پھر لسان الحکام میں ہے:

لاتدخل ولایۃ السلطان علی ولایۃ المتولی فی الوقف[2]

وقف میں متولی کی ولایت کے خلاف سلطان کی ولایت مؤثر نہ ہوگی۔ (ت)

تیسری نظیر اموال قاصرین ہیں کہ اولیائے اموال پھر اس کے ولی شرعی مقدم ہیں اور سلطان و قاضی ساتویں درجہ میں۔ قنیہ پھر اشباہ میں ہے:

لایملك القاضی التصرف فی مال الیتیم مع وجود وصیہ ولو کان منصوبہ[3]

وصی کی موجودگی میں یتیم کے مال میں قاضی تصرف کا مالک نہیں ہے اگرچہ یہ وصی اس نے ہی مقرر کیا ہو۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

درمختار میں ہے:

ولیہ ابوہ ثم وصیہ ثم وصی وصیہ ثم جدہ الصحیح ثم وصیہ ثم وصی وصیہ ثم الوالی ثم القاضی[عہ][4]

اس کا ولی باپ پھر وصی پھر وصی کا وصی پھر حقیقی دادا پھر اس کا وصی پھر اس کے وصی کا وصی، پھر والی پھر قاضی (ت)

عہ کان علیہ ان یقول والقاضی بالواو لانہ والوالی فی مرتبۃ واحدۃ ایھما تصرف جاز ۱۲ منہ غفرلہ۔

عہ یوں کہنا لازم تھا "والقاضی" یعنی واو کے ساتھ، کیونکہ قاضی اور والی کا مرتبہ یہاں مساوی ہے دونوں میں سے جو بھی تصرف کرے جائز ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر بحوالہ فتاوی رشید الدین الفن الاول قاعدہ ۱۶ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۹۲

[2] لسان الحکام مع معین الحکام الفصل العاشر فی الوقف مصطفی البابی مصر ص ۲۹۶

[3] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الوصایا ادارۃ القرآن کراچی ۲/۱۲۵

[4] درمختار کتاب الماذون مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۰۳

لہذا حدیث میں ارشاد ہوا:

السلطان ولی من لا ولی لہ[1] سلطان اس شخص کا ولی ہوگا جس کا کوئی ولی نہ ہو۔ (ت)

شریعتِ مطہرہ نے جس حکم کو اس قدر محدود فرمایا ہو اسے اتنا وسیع کردینا شریعتِ جدیدہ قائم کرنا ہوگا۔ ان دونوں مقدمات سے واضح ہُوا کہ جو ولایت گورنمنٹ کی مقصود و مدعا ہے شرع مطہر اس کا انکار نہیں فرماتی اور جو ولایت شرع مطہر مسلمان پر مسلمان کے لئے خاص فرماتی ہے گورنمنٹ کو نہ اس سے بحث نہ اس کا دعوٰی، تو کیا نہ کہا جائے گا کہ اس کی مخالفت شرع اور گورنمنٹ دونوں پر تہمت۔ فنسأل اللہ السلامۃ (ہم اللہ تعالٰی سے سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔ ت)

مقدمہ پنجم: اُوپر معلوم ہوا کہ مقصود کبھی وجود شَے ہوتا ہے کبھی حدوث حکم شرعی، قاضی کے یہاں جو مقدمات دائر ہوتے ہیں دونوں قسم کے ہیں اکثر قسم اوّل کے ان کی تنفیذ بمعنی اول و منع موانع ثمرات حسیہ مقصود ہے، مثلاً:

(۱) زید نے عمرو کی جائداد دبا لی۔

(۲) قرض لیا اور ادا نہیں کرتا۔

(۳) چیز بیچی اور قبضہ نہیں دیتا۔

(۴) مول لی اور قیمت نہیں دیتا۔

(۵) ترکہ میں حق ہے اور قابض نہیں ہونے دیتا۔

(۶) مورث نے وصیت کی تھی وارث نہیں مانتا۔

(۷) شوہر رخصت کرالایا اور نان نفقہ نہیں دیتا۔

(۸) طلاق بائن دے دی ہے اور نہیں چھوڑتا۔

(۹) چیز عاریت لی تھی اور واپس نہیں کرتا۔

(۱۰) وقف میں ناجائز تصرف کر رہا ہے وغیرہ وغیرہ۔

ان عام صورتوں میں کہ روزانہ جن کی حاجت پڑتی اور جن کے مقدمات دائر ہوتے رہتے ہیں حقدار کی حق رسی اور مظلوم سے دفع ظلم صرف تنفیذ بمعنی اول مانگتی ہے کہ معانی شرعیہ تو خود موجود ہیں،

---

[1] سنن ابو داؤد کتاب النکاح باب الولی آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۸۴
جامع الترمذی ابواب النکاح باب ماجاء لانکاح الا بولی امین کمپنی دہلی ۱/۱۳۰

www.alahazratnetwork.org

اور معلوم ہوا کہ اس تنفیذ کے لئے ولایت قسم دوم کی حاجت نہیں، نہ صرف وہ اس کے لئے کافی، بلکہ ولایت قسم اول کی حاجت، اور تنہا وہی یہاں وادرسی کے لئے بس ہے۔ دوسرے وہ جن میں مسلمانوں کے کسی کام میں معنی شرعی غیر موجود کا اپنی ولایت ونیابت حضرت رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ سے پیدا کرنا ہو مثلاً:

(۱) جمعہ وعیدین میں کسی کو امام بنانا۔

(۲) کسی کو خطیب جمعہ مقرر کرنا کہ ہر مسلمان صالح امامت نماز پنجگانہ، جمعہ وعیدین کی امامت نہیں کرسکتا نہ جمعہ کا خطبہ پڑھ سکتا ہے نہ اس کے پڑھنے پڑھانے سے نماز صحیح ہو جب تک ماذون من جہۃ السلطان نہ ہو جہاں اذن سلطان ناممکن ہو بضرورت نصب عامہ مسلمین معتبر ہے کما نص علیہ فی تنویر الابصار والدر المختار وعامۃ الاسفار (جیسا کہ اس پر تنویر الابصار، درمختار اور عام کتب میں تصریح ہے۔ ت) تو لیاقت خطبہ وامامت مذکورہ ایک معنی شرعی دینی ہے اور پیش از اذن سلطان مثلاً زید کو حاصل نہیں، اذن دیتے ہی ثابت ومحقق ہوجائے گی اس کے لئے قطعاً ولایت قسم دوم درکار۔

(۳) زن وشو لعان کریں۔

www.alahazratnetwork.org

(۴) عنین بعد مرافعہ وتاجیل یکسال وانقضائے اجل وطلب زن طلاق نہ دے تو دونوں صورتوں میں بر نیابت ولی مطلق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان میں تفریق کرنا یعنی خود منکوحۂ غیر کو طلاق بائن دے دینا اور شوہر مانے یا نہ مانے نکاح ثابت کا اس کے قول سے قطع ہو کر شرعاً زوج کا زوجہ زوجہ کا زوج پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوجانا ایسا کہ اگر اس کے بعد قربت کریں تو نہ فقط دنیا میں بلکہ اللہ عزوجل کے نزدیک بھی حرام کار ٹھہریں جب تک از سر نو نکاح نہ کریں اور صورت لعان میں تو نکاح بھی نہیں کرسکتے جب تک مرد وزن دونوں اہلیت لعان پر باقی رہیں اور شوہر خود اپنی تکذیب نہ کرے۔ درمختار میں ہے:

فان التعنا بانت بتفریق الحاکم فیتوارثان قبل تفریقہ[1]

اگر دونوں نے لعان کرلیا تو حاکم کی تفریق سے بائنہ ہوجائیگی اور قاضی کی تفریق سے قبل مرد وعورت ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

تکون الفرقۃ تطلیقۃ بائنۃ عندھما وقال ابو یوسف ھو تحریم

طرفین کے نزدیک قاضی کی تفریق طلاق بائنہ ہوگی جبکہ امام ابو یوسف رحمہم اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ یہ

---

[1] درمختار کتاب الطلاق باب اللعان مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۲

مؤبد[1] ابدی تحریم ہے۔ (ت)

ہدایہ میں ہے،

سیأتی فی بابه انها حرمة مؤبدة مادا ما اهلا للعان فاذا خرجا عن اهلیة اللعان او احدهما له ان ینکحها وکذا لو اکذب نفسه حد وله ان ینکحها[2]۔

عنقریب متعلقہ باب میں آئے گا کہ یہ ابدی حرمت ہے جب تک مرد و عورت لعان کے اہل ہیں اور جب دونوں یا ایک کی اہلیت لعان نہ رہے تو دوبارہ نکاح کرسکتے ہیں، اور یونہی اگر مرد نے اپنے آپ کو جھوٹا قرار دیا حد لگائی جائیگی اور اس کو جائز ہوگا کہ وہ عورت سے دوبارہ نکاح کرلے۔ (ت)

درمختار باب العنین میں ہے،

بانت بالتفریق من القاضی ان ابی طلاقها بطلبها[3]

قاضی کی تفریق سے عورت بائنہ ہوجائے گی اگر مرد طلاق دینے سے انکار کرے یہ تفریق بیوی کے مطالبہ پر ہوگی۔ (ت)

(۵) قاصرہ نے بفور بلوغ اپنے نفس کو اختیار کیا نکاح سے نہ نکلی، شوہر کو اب بھی اس سے وطی حلال ہے، ایک مرجائے گا دوسرا ترکہ پائیگا اگر بعد مرافعہ و تفریق قاضی عنداللہ حرام ہوجائے گی اور بے تجدید نکاح حلت نہ رہے گی اب ایک مرے گا دوسرے کو ترکہ نہ ملے گا۔ مبسوط پھر عالمگیریہ میں ہے،

www.alahazratnetwork.org

یحل للزوج ان یطأها مالم یفرق القاضی بینهما[4]

قاضی جب تک دونوں میں تفریق نہ کرے خاوند کو وطی کرنا حلال ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے،

یتوارثان فی هذا النکاح قبل ثبوت فسخه[5]

اس نکاح کے فسخ ہونے سے قبل دونوں ایک دوسرے کے وارث بنیں گے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الطلاق باب اللعان داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۸۹

[2] الہدایہ

[3] درمختار کتاب الطلاق باب العنین مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۵۳

[4] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ المبسوط کتاب النکاح الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۸۶-۲۸۵

[5] ردالمحتار کتاب النکاح باب الولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۰۷

(۶) اپنے حکم سے اختلافی مسئلہ کو اتفاقی کر دینا ائمہ مجتہدین کا اختلاف اٹھا کر متفق کر لینا مثلاً مرد و عورت دونوں شافعی المذہب ہیں مرد نے پیش از نکاح حلف کیا کہ تجھ سے نکاح کروں تو تجھ پر طلاق، پھر نکاح کر لیا، زوجین کے مذہب میں طلاق نہ ہوئی کہ امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک یمین مضافہ باطل ہے انھیں باہم قربت حلال ہے، بعدہٗ عورت نے دعوٰی کر دیا حاکم حنفی المذہب نے صحت یمین و وقوع طلاق وبینونت زن کا حکم کیا اب عنداللہ ان میں حرمت ثابت ہو گئی ایسی کہ امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی یہی فرمائیں گے کہ دونوں اجنبی و اجنبیہ ہیں بے نکاح جدید اسے ہاتھ لگانا ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہے، اور اگر زوجین حنفی ہوں نکاح ہوتے ہی عورت پر طلاق بائن ہو گئی لوقوعہ قبل الخلوۃ (کیونکہ یہ طلاق قبل از دخول ہے۔ ت) ان دونوں کے مذہب میں حرمت ثابت ہو گئی کہ اضافت یمین ہمارے نزدیک صحیح ہے اب مثلاً عورت نے قاضی شافعی کے یہاں دعوٰی کر دیا قاضی نے بطلان یمین وعدم طلاق کا حکم دیا اب عنداللہ ان میں حلت ثابت ہو گئی ایسی کہ ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم بھی یہی فرمائیں گے کہ یہ دونوں زوج و زوجہ ہیں یہاں تک کہ اس کے حکم سے پہلے جو وطی کر چکا تھا اب اس پر بھی حکم حلت ہو گیا۔ بحرالرائق پھر ردالمحتار میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

قال ان تزوجت فلانۃ فھی طالق ثلث فتزوجہا فخاصمتہ الی قاض شافعی وادعت الطلاق فحکم بانہا امرأتہ وان الطلاق لیس بشیئ حل لہ ذٰلک، ولو وطئہا الزوج بعد النکاح قبل الفسخ ثم فسخ یکون الوطی حلالا اذا فسخ واذا فسخ لایحتاج الی تجدید العقد[1]۔

اگر کسی نے کہا میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو اس کو تین طلاق ہیں، تو اب اس سے نکاح کیا تو عورت نے کسی شافعی قاضی کے ہاں طلاق کا دعوٰی کیا تو اس قاضی نے (اپنے مذہب پر) فیصلہ دیا کہ یہ اس کی بیوی ہے اور یہ طلاق کچھ نہیں تو ایسی صورت میں وہ عورت خاوند کے لئے حلال ہو گی اور اگر خاوند نے اس عورت سے فسخ سے قبل وطی کر لی تو حلال ہو گی اور جب یمین وتعلیق فسخ ہو گئی تو اب تجدید نکاح کی حاجت نہیں۔ (ت)

وجہ یہ کہ قضائے شرعی نے کہ حقیقۃً حکم رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے سلطان و قاضی حضور کے نائب و حکم رساں ہیں اختلاف مجتہدین کو اٹھا دیا اور ہر امام و مجتہد پر اس واقعہ میں اسی کو حکم الٰہی جاننا لازم ہو گیا۔

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح باب التعلیق داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۹۶

(۷) قاصر و قاصرہ جن کے لئے کوئی ولی نہیں اپنی ولایت یعنی ولی مطلق النبی اولٰی بالمؤمنین من انفسہم[1] (نبی مومنوں کی جانوں سے زیادہ تر ولی ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ ت) کی نیابت سے ان میں نکاح کرکے تمام دینی احکام مثلاً قربت کی حلت کہ پہلے حرام تھی نفقہ کا وجوب کہ پہلے لازم نہ تھا وراثت کا اثبات کہ پہلے ثابت نہ تھی عنداللہ موجود و متحقق کردینا وقد تقدم نقلہ (اس کی نقل گزر چکی ہے۔ ت)

(۸) زید نے اپنی ملک خاص بحالت صحت نفس وثبات عقل وقف صحیح شرعی کی اور متولی شرعی مقرر کرکے اس کے قبضہ میں دے دی تمام مفتٰی بہ مذاہب پر وقف صحیح و لازم ہوگیا اور زید کا اس میں کوئی حق ملک نہ رہا اس کے بعد وارثوں نے دعوٰی کیا یا خود زید ہی نے درخواست فسخ دی اور حاکم نے اس کے فسخ کا حکم دیا بشرطیکہ وقف پر رجسٹری نہ ہو چکی تھی اور قاضی مذہب مفتٰی بہ پر قضا سے مقید نہ تھا جس طرح قضاۃ زمانہ مقید ہیں بلکہ خود امام مجتہد تھا جو اب صدہا سال سے کوئی نہیں یا سلطان نے اسے مذہب خاص امام اعظم پر قضا کے لئے مقرر کیا تھا اگرچہ فتوٰی اس کے خلاف پر ہو یا اسے مذہب امام پر مطلقاً قضایا خلاف میں جسے چاہے اختیار کی اجازت دی تھی جو اس زمانہ میں نہیں تو ان شرائط کے ساتھ ایسے قاضی کے حکم سے اس وقف بے رجسٹری کا زائل اور ملک زائل کا عنداللہ حاصل ہو جانا۔ درمختار میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

اطلق القاضی بیع الوقف غیر المسجل لوارث الواقف فباع صح وکان حکما ببطلان الوقف لعدم تسجیلہ حتی لوباعہ الواقف اوبعضہ اورجع عنہ ووقفہ لجہۃ اخری وحکم بالثانی قبل الحکم بلزوم الاول صح الثانی لوقوعہ فی محل الاجتہاد کما حققہ المصنف وافتی بہ تبعا لشیخہ و قارئ الہدایۃ والمولا

اگر قاضی نے بے رجسٹری وقف کو اس کے وارث کے لئے فروخت کی اجازت دے دی اور فروخت کردیا تو یہ بیع صحیح ہوگی اور قاضی کا یہ حکم اس وقف بے رجسٹری کو باطل کرنا قرار پائے گا حتی کہ واقف نے خود اس کو یا اس کے بعض کو فروخت کردیا یا پہلے وقف سے رجوع کرکے کسی دوسرے عنوان سے دوبارہ وقف کردیا اور قاضی نے دوسرے عنوان کے وقف کو پہلے وقف سے قبل لازم کردیا تو دوسرے وقف کا حکم صحیح ہوگا کیونکہ قاضی کا یہ حکم محل اجتہاد میں واقع ہوا ہے جیسا کہ مصنف نے

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۶

ابی السعود لکن حملہ فی النہر علی القاضی المجتہد اھ[1] وکتبت علیہ مانصہ اقول وکذلک القاضی المقلد المقلد لیقضی بمذہب ابی حنیفۃ مطلقا وکذا المأذون لہ ان یقضی بہ مطلقا او بما شاء فی الخلافیات وھذا ظاہر جدا لانعدام المانع وھو کونہ معزولا بالنسبۃ الی القول الضعیف[2]

اس کی تحقیق فرمائی اور اس پر اپنے شیخ کی اتباع اور قاری الہدایہ اور علامہ مسکین کی اتباع میں فتوٰی دیا، لیکن نہر میں اس کو انھوں نے مجتہد قاضی کی رائے پر محمول کیا اھ۔ میں نے اس پر حاشیہ لکھا جس کی عبارت یہ ہے، میں کہتا ہوں کہ کسی با اختیار قاضی کا مقرر کردہ مقلد قاضی کہ وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب پر مطلقاً فیصلہ دے اور وہ قاضی جس کو مطلقاً اجازت ہے کہ خلافیات میں اپنی صوابدید پر فیصلہ دے، ان کا فیصلہ بھی ایسا ہی نافذ ہوگا، یہ بالکل ظاہر ہے کیونکہ قاضی کے معزول ہونے والا ضعیف قول بھی یہاں نہیں ہے جو مانع بنے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لوقضی الحنفی بصحۃ بیعہ فحکمہ باطل لانہ لایصح الا بالصحیح المفتی بہ فھو معزول بالنسبۃ الی القول الضعیف وما افتی بہ قاری الہدایۃ من صحۃ الحکم ببیعہ قبل الحکم بوقفہ فمحمول علی ان القاضی مجتہد[3]

اگر حنفی قاضی نے اس وقت کی بیع کی صحت کا حکم دیا تو اس کا حکم باطل ہوگا کیونکہ اس کے حکم کی صحت صرف صحیح مفتٰی بہ قول پر ہوگی، تو یہ قاضی ایک ضعیف قول کی بناء پر معزول قرار پائے گا اور جو قاری الہدایہ نے وقف کے حکم نامہ سے قبل بیع کے حکم کی صحت پر فتوٰی دیا ہے تو وہ اس بات پر محمول ہے کہ وہ قاضی مجتہد ہو۔ (ت)

حلبی علی الدر پھر ابن عابدین میں ہے:

ومثل القاضی المجتہد من قلد مجتہدا یراہ[4] اھ اقول

مجتہد قاضی کی طرح ہے وہ قاضی جس کو اپنی رائے میں کو شاں کے طور پر مقرر کیا گیا ہے اھ اقول

[1] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۵
[2] جدالممتار علی ردالمحتار
[3] و [4] ردالمحتار کتاب الوقف داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۹۴

www.alahazratnetwork.org

ای اذا لم یکن مقیدا بالقضاء بالمفتی بہ فی المذہب الحنفی کقضاۃ زماننا وھو ظاھر والا کان رجوعا الی ما وقع الفرار منہ فانہ اذا لم یصح القضاء بالمرجوح کیف یصح بتقلید مذھب اٰخر فرجع حاصلہ الی ما کتبت وباللہ التوفیق۔

(میں کہتا ہوں) یعنی جب وہ مذہب حنفی میں مفتی بہ قول پر قضاء کا پابند نہ بنایا گیا ہو جیسا کہ ہمارے زمانہ کے قاضی۔ اور یہ ظاہر بات ہے ورنہ فرار والی چیز کی طرف رجوع کرنا لازم آئے گا، کیونکہ مرجوح قول پر قضاء صحیح نہ ہو تو دوسرے مذہب کی تقلید کیسے صحیح ہوگی، لہذا حاصل وہی ہے جو میں نے لکھا ہے، اور توفیق صرف اللہ تعالٰی سے ہے۔ (ت)

(۹) بعض حجر تو خود بحکم شرع ثابت ہیں جیسے مجنون اور نا سمجھ بچے کا ہر تصرف قولی اور معتوہ وصبی عاقل کا دائر بین النفع والضرر سے محجور ہونا کہ وہ اس کی اہلیت ہی نہیں رکھتے اور بعض وہ ہیں کہ بحکم حاکم ثابت ہوتے ہیں جیسے صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی کے نزدیک مدیون کو بوجہ دین اور امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے قول صحیح مفتی بہ پر سفیہ کو بوجہ سفہ ممنوع التصرف کردینا۔ حجر بحکم حاکم بھی تنفیذ کی طرح دو قسم ہے:

اول حسی کہ ایک آدمی ایک فعل سے حکماً باز رکھا جائے بغیر اس کے کہ کوئی معنی جدید شرعی حادث ہو۔

دوم شرعی کہ اس کے سبب تصرف کا حکم شرعی مسدود ہوجائے، انسان کی اہلیت کہ عطائے رب العزت ہے باطل وبے اثر ہو کر بہائم کے ملحق ہوجائے۔

www.alahazratnetwork.org

اول تنفیذ ولایت قسم اول کا ہے اور دوم علی الاختلاف ولایت قسم دوم کا۔ اس دوم کی ولایت شرعیہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک تو اصلاً سلطان اسلام کو بھی نہیں۔ ہدایہ میں اسی کو ترجیح دی کہ فرماتے ہیں:

قال ابوحنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ لایحجر علی الحر العاقل البالغ السفیہ وتصرفہ فی مالہ جائز وان کان مبذرا مفسدا یتلف مالہ، وقال ابویوسف ومحمد رحمہما اللہ تعالٰی یحجر علی السفیہ ویمنع من التصرف فی مالہ لابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان فی سلب ولایتہ اھدار

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ حر عاقل بالغ بیوقوف کو محجور (یعنی تصرفات سے روکنا) جائز نہیں ہے اور اس کا اپنے مال میں تصرف کرنا جائز ہے اگرچہ وہ فضول خرچی اور فاسد کرتے ہوئے مال کو تلف کردے اور امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی نے فرمایا ایسے بیوقوف کو محجور قرار دینا اور مال میں تصرف کرنے سے روکنا جائز ہے، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ اس کی ولایت کو ختم کرنا، اس کی آدمیت کو

آدمیته والحاقة بالبھائم وھو اشد ضررا من التبذیر فلا یتحمل الاعلی لدفع الادنی[۱] اھ مختصرا وقد قدم قول الامام واخر دلیله واجاب عن دلیلھما وکذٰلک فعل فی الحجر بسبب الدین۔

کو معطل کرنا اور حیوانوں سے لاحق کرنا ہے اور یہ چیز اس کے لئے مال کی فضول خرچی سے زیادہ مضر ہے لہٰذا اس کے ادنیٰ ضرر کو ختم کرنے کے لئے بڑے ضرر کو نہ اپنایا جائے گا اھ مختصراً، انھوں نے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول کو مقدم ذکر کیا اور ان کی دلیل کو آخر میں لا کر صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی کی دلیل کا جواب دیا اور مصنف نے دین کے سبب مجبوری کے عمل میں بھی یہی طریقہ اختیار فرمایا۔ (ت)

اور صاحبین رحمہما اللہ کے طور پر بھی بہت مواقع میں سلطان اسلام کا حجر بھی صرف حسی ہوتا ہے نہ کہ شرعی، مثلاً مفتی ماجن وطبیب جاہل و مکاری مفلس پر حجر کہ بحکم سلطان بھی صرف صورۃً ہوگا شرعاً ان کے تصرفاتِ صحیحہ باطل نہ ہوجائیں گے۔ درمختار میں ہے:

لا یحجر علی حر مکلف بسفه وفسق ودین وغفلة بل یمنع مفت ماجن یعلم الحیل الباطلة کتعلیم الردة لتبین من زوجھا او تسقط عنھا الزکاۃ وطبیب جاھل ومکار مفلس[۲]

حر مکلف کو بیوقوفی، فسق، دین اور غفلت کی وجہ سے مجبور نہ کیا جائے گا بلکہ ماجن مفتی جو لوگوں کو باطل حیلے سکھاتا ہو مثلاً بیوی کو خاوند سے علیحدگی اختیار کرنے کے لئے مرتد ہونے اور اس سے زکوٰۃ ساقط کی تعلیم دینا، نیز جاہل طبیب اور مکار مفلس کو روک دیا جائے گا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله بل یمنع اشار به الی انه لیس المراد به حقیقة الحجر وھو المنع الشرعی الذی یمنع نفوذ التصرف لان المفتی لو افتی بعد الحجر واصاب جاز

ماتن کا قول "بلکہ منع کیا جائے گا" اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ ممانعت حقیقی پابندی نہیں بلکہ اس سے مراد شرعی ممانعت ہے جو تصرف کے نفاذ کو روکتی ہے کیونکہ اگر وہ مفتی حجر والی کارروائی کے بعد فتوٰی درست دے تو جائز ہے

۱؎ الہدایہ کتاب الحجر باب الحجر للفساد مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۳۵۱-۵۲
۲؎ درمختار کتاب الحجر مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۹۸

www.alahazratnetwork.org

وکذا الطبیب لو باع الادویۃ نفذ فدل ان المراد المنع الحسی کما فی الدر عن البدائع[1]

اور یونہی وہ طبیب اگر دوا فروخت کرے تو یہ کارروائی نافذ ہوگی تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ منع محض حسی کارروائی ہے جیسا کہ درر میں بدائع سے نقل کیا گیا ہے۔ (ت)

اسی قبیل سے ہے سلطان کا ایام گرانی میں یا فوج کے لئے اشیاء کا بھاؤ کاٹ دینا کہ اگر بائع برضائے مشتری زیادہ کو بیچے شرعاً جائز و نافذ ہے گا آخرت میں مستحق عذاب نہ ہوگا اگرچہ دنیا میں سلطان اسے سزا دے اور اگر اس سلطانی مقرر کردہ بھاؤ پر محض بخوف سلطان بیچے تو وہ شے مشتری کیلئے عنداللہ حلال نہ ہوگی۔ درمختار میں ہے:

لایسعر حاکم لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتسعروا فان اللہ ھو المسعر القابض الباسط الرازق الا اذا تعدی الارباب عن القیمۃ تعدیا فاحشا فیسعر بمشورۃ اھل الرأی و فی الاختیار ثم اذا سعر وخاف البائع ضرب الامام لو نقص لایحل للمشتری[2] اھ ای اذا باع للخوف کما عبر القھستانی فسقط نظر الشامی و تحقیقہ فی جد الممتار۔

حاکم بھاؤ مقرر نہ کرے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے بھاؤ مقرر نہ کرو کیونکہ اللہ تعالٰی ہی بھاؤ بنانے والا ہے وہی تنگی وہی وسعت وہی رزق دینے والا ہے، مگر جب تجار قیمت میں فحش گرانی کریں تو پھر حاکم اہل الرائے سے مشورہ کے بعد بھاؤ مقرر کرے تو جائز ہے، اور اختیار میں ہے پھر جب حاکم بھاؤ مقرر کردے اور بائع کو حاکم کی سزا کا خوف ہو اگر اس نے کم بھاؤ پر دیا تو مشتری کو اس بھاؤ خریدنا جائز نہیں اھ یعنی جب بائع محض خوف کی وجہ سے (بغیر رضا) فروخت کرے تو مشتری کو جائز نہیں جیسا کہ قہستانی نے یہ تعبیر کی ہے، تو اب علامہ شامی کا اعتبار ساقط ہوگیا اور اس کی تحقیق جد الممتار میں ہے۔ (ت)

(۱۰) بے اذن و رضائے مدیون اس کی جائداد زرڈگری میں نیلام کردینا خود رسا بحکم سلطنت موجود ہو جائے گا، کلام اس میں ہے کہ شرعاً بھی وہ بیع صحیح و نافذ اور شیئ مبیع مشتری کے لئے عنداللہ حلال ہوجائے گی اس پر خواہ اس کے ورثہ پر کہ اس کے بعد اسے اپنی ملک صحیح شرعی جانیں آخرت میں کچھ مواخذہ نہ ہوگا یہ مختلف فیہ ہے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ تو اسے سلطان اسلام کیلئے بھی

---

[1] ردالمحتار کتاب الحجر داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۹۳
[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۹-۲۴۸

جائز نہیں مانتے، ہدایہ میں اسی کو ترجیح دی اور اس پر دلیل قاطع ارشاد کی، فرماتے ہیں:

قال ابو حنیفة رضی الله تعالیٰ عنه لا احجر فی الدین لان فی الحجر اهدار اهلیته فلا یجوز لدفع ضرر خاص فان کان له مال لم یتصرف فیه الحاکم لانه تجارة لاعن تراض فیکون باطلا بالنص، وقالا اذا طلب غرماء المفلس، حجر القاضی علیه وباع ماله ان امتنع من بیعه، قلنا المستحق قضاء الدین والبیع لیس بطریق متعین لذلک کیف وان صح البیع کان الحبس اضرارا بهما بتاخیر حق الدائن وتعذیب المدیون فلا یکون مشروعا[1] اھ مختصرا۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا میں دین میں کسی کو مجبور نہ کروں گا کیونکہ حجر میں آدمی کی اہلیت معطل ہوتی ہے لہٰذا کسی ضرر خاص کو ختم کرنے کے لئے اہلیت کو ختم کرنا جائز نہیں ہے، اگر ایسے شخص کا مال ہو تو حاکم اس میں تصرف نہ کرے کیونکہ یہ اس کی رضا کے بغیر تجارت قرار پائیگی جو ناجائز اور بذریعہ نص باطل ہے، اور صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی فرماتے ہیں کہ اگر مطالبہ والے حضرات قاضی سے مطالبہ کریں کہ اس پر حجر (مالی تصرف میں پابندی) لگادے اور اس کے مال کو جبراً فروخت کرنے تو قاضی ایسا کرے، ہم امام صاحب رحمہ اللہ کی طرف سے کہتے ہیں مطالبہ والوں کا حق صرف دین کی ادائیگی ہے اور مطلوب کے مال کو فروخت کرنا یہ واحد طریقہ نہیں ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ اگر اس کے مال کی فروخت جائز ہو تو اس کو قید کرنا دوہرا ضرر ہوگا، ایک حق والوں کے حق میں تاخیر اور دوسرا مدیون کو سزا دینا، تو یہ ناجائز ہے اھ مختصراً (ت)

عنایہ میں ہے:

لکنه (ای الحبس) مشروع بالاجماع فلم یصح البیع[2]

لیکن وہ یعنی قید کرنا بالاجماع مشروع ہے تو مال کا فروخت کرنا جائز نہ ہوگا۔ (ت)

صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی کے مفتی بہ قول پر کہ بشرائطہا اجازت ہے صریح احداث حکم جدید شرعی وتبدیل توقف بنفاذ و حرمت بحلت کی حاجت ہے۔ یہ دس مثالیں مقدمات قسم دوم کی ہیں ان میں تنفیذ بمعنی دوم درکار ہے اور نیا حکم شرعی کہ اب تک حاصل نہ تھا حاصل کرنے کی ضرورت ہے تو اس کے

---

[1] الہدایہ کتاب الحجر باب الحجر بسبب الدین مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۳۵۶-۵۷

[2] العنایۃ علی ہامش فتح القدیر کتاب الحجر " " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۸/ ۲۰۷

عنداللہ صحیح و مقبول اور آخرت میں بکار آمد ہونے کے لئے ولایت قسم اول کافی نہیں بلکہ قطعاً ولایت قسم دوم کی حاجت ہے اور وہ بھی باختلاف صور مختلف کہ ہر امر محتاج ولایت شرعیہ میں ہر ولی شرعی حتی کہ سلطان اسلام کے احکام سے بھی حکم موجود شرعی نہیں بدلتا نہ حکم جدید شرعی حادث ہو جس کے نظائر بیان ہوئے، تو قسم دوم میں مطلقاً والیان ملک مراد لینا درکنار مطلقاً والیان شرع بھی مراد نہیں بلکہ خصوصی مواضع میں شرع مطہر سے ثابت ہونا درکنار کہ شرع نے اس امر میں فلاں کو حکم جدید شرعی پیدا کرنے کا اختیار بخشا ہے بغیر اس کے شریعت پر اجتراء اور وہ پہلی توسیع قطعاً شرع مطہر پر افترا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

تنبیہ: ان تمام تقریرات و مسائل سے روشن ہوگیا کہ کسی امر میں کسی کے لئے ولایت شرعیہ ہونا ہم مسلمانوں کا ایک دینی مذہبی مسئلہ ہے جو خاص لحاظ سے شرع پر مبنی ہے کہیں ہر فقیر مفلس کے لئے ہے اور کہیں سلاطین اسلام کو بھی نہیں، تو اس کے انکار کو انکار سلطنت سے کوئی علاقہ نہیں، آخر نہ دیکھا کہ صدہا جگہ حکم شریعت نے خود سلطان اسلام بلکہ خلیفۃ المسلمین کے لئے بھی ولایت شرعیہ نہ مانی اس سے ان کے سلطان، بادشاہ و حاکم وقت و والی ملک ہونے کا انکار نہ ہوا کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) وباللہ التوفیق۔

www.alahazratnetwork.org

مقدمہ ششم: جس طرح بعض حجر محتاج حکم حاکم ہیں بے حکم سے کبھی حجر حسی حاصل ہوتا ہے کبھی شرعی، جس کا بیان گزرا، یوں ہی تقلید قضا کہ فک حجر ہے دست نگر حکم والی ہے اور اس میں بھی تقسیم حسی و شرعی یا دنیوی و دینی ہے قضائے دنیوی کے لئے تو صرف منجانب والی تقرر بس ہے اگرچہ نہ وہ والی مسلم ہو نہ مولی، کہ جس ملک میں جس مذہب و ملت کے احکام جسے حاکم مقرر کریں گے ضرور وہ حکم پر قادر اور اس کا حکم وہاں نافذ، اور وہاں کی رعایا پر بحکم والیان ملک لازم القبول ہوگا، یہ وہی ولایت قسم اول ہے اور تمام مقدمات قسم اول کے لئے کافی و وافی ہے لیکن قضائے دینی شرعی کہ ولایت قسم دوم ہے اور مقدمات قسم دوم یعنی مسلمان کے حق میں احداث حکم جدید شرعی نافع آخرت کیلئے درکار ہے اس کے لئے جس طرح مولی یا مقلَّد بالفتح یعنی اس قاضی کا مسلم ہونا شرع مطہر نے لازم مانا جس کا روشن ثبوت گزرا، یونہی مولی یا مقلِّد بالکسر یعنی وہ والی شہر حاکم ذی اختیار صاحب فوج و خزانہ جس کے حکم کی طرف اس کا نصب و عزل منتہی ہو اس کا اسلام بھی لازم ہے کہ قضا و ولایت مستقلہ نہیں بلکہ ولایت مقلِّد سے مستفاد، اور معدوم مفید وجود نہیں ہوسکتا۔ فتح القدیر میں ہے:

اذا لم یکن سلطان ولا من یجوز التقلد منہ کما فی بعض بلاد

جب کوئی سلطان ہو اور نہ ہی کوئی ایسا حاکم جس کی طرف سے قاضی کی تقرری ہوسکے جیسا کہ

المسلمین غلب علیهم الکفار یجب علیهم ان یتفقوا علی واحد منهم یجعلونه والیاً فیولی قاضیا ویکون هو الذی یقضی بینهم وکذا ینصبوا لهم اماما یصلی بهم الجمعة۔[1]

مسلمانوں کے وہ علاقے جہاں کفار نے غلبہ پالیا ہے تو وہاں کے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے کسی ایک پر اتفاق کرکے اس کو والی قرار دیں تو وہ کسی کو قاضی مقرر کردے اور وہ لوگوں میں فیصلے کرے اور یونہی وہ مسلمان کسی کو جمعہ کا امام مقرر کریں جو جمعہ کی نماز پڑھائے۔(ت)

جامع الفصولین میں ہے:

کل مصرفیه وال مسلم من جهة الکفار تجوز فیه اقامة الجمع والاعیاد واخذ الخراج وتقلید القضاء وتزویج الایامی لاستیلاء المسلم علیهم واما فی بلاد علیها ولاة کفار فیجوز للمسلمین اقامة الجمع والاعیاد ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین ویجب علیهم طلب وال مسلم۔[2]

ہر ایسا شہر جس میں کفار کی طرف سے کوئی مسلمان والی مقرر ہو اس شہر میں جمعہ وعیدین کا قیام، خراج وصول کرنا، قاضی کی تقرری اور یتیم بچیوں کا نکاح جائز ہوگا کیونکہ اس طرح مسلمانوں کا ان پر غلبہ ثابت ہے اور لیکن وہ علاقے جہاں کفار ہی والی ہوں وہاں مسلمانوں کی رضامندی سے مقرر شدہ قاضی ہی بااختیار قاضی ہوگا تو وہاں مسلمانوں کو جمعہ وعیدین کا قیام جائز ہوگا اور مسلم والی کے لئے جدوجہد ان پر واجب ہوگی۔(ت)

درمختار میں ہے:

لوفقد وال لغلبة کفار وجب علی المسلمین تعیین وال وامام للجمعة، فتح۔[3]

اگر غلبہ کفار کی بنا پر مسلمان والی مفقود ہو تو مسلمانوں پر اپنے طور کسی قاضی اور جمعہ و عیدین کے امام کا تقرر واجب ہوگا، فتح (ت)

بعینہٖ اسی طرح معراج الدرایہ و تاتارخانیہ و ردالمحتار وغیرہا میں ہے کہ ان کی عبارات

---

[1] فتح القدیر | کتاب ادب القاضی | مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر | ۶/۳۶۵

[2] جامع الفصولین | الفصل الاول | اسلامی کتب خانہ کراچی | ۱/۱۴

[3] درمختار | کتاب القضاء | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/۷۳

بعونہ تعالٰی عنقریب آتی ہیں، نہر الفائق میں عبارت فتح القدیر نقل کرکے فرمایا :

ھذا ھو الذی تطمئن النفس الیہ فالیعتمد۔[1]	یہی وجہ ہے جس پر نفس مطمئن ہوتا ہے تو اس پر اعتماد چاہئے۔ (ت)

ابن عابدین نے اسے نقل کرکے فرمایا :

الاشارۃ بقولہ ھذا الی ما افادہ کلام الفتح من عدم صحۃ تقلد القضاء من کافر۔[2]	اس کے قول "ھذا" سے فتح کے کلام سے جو فائدہ حاصل ہوا کہ کافر کی طرف سے قاضی کی تقرری صحیح نہیں ہے، کی طرف اشارہ ہے۔ (ت)

اور یہ خود نص محرر المذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کتاب الاصل میں ہے کما سیاتی ان شاء اللہ تعالٰی (جیسا کہ ان شاء اللہ تعالٰی آگے آئے گا۔ ت) یہ تمام نصوص صریحہ واضحہ قاطعہ ہیں کہ قضائے شرعی یعنی مذکور کے لئے مولی و مولٰی دونوں کا اسلام ضرور ہے **اقول** وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) ہاں اس کے لئے بادشاہ ملک کا مسلمان ہونا ضرور نہیں جیسے بادشاہ نامسلم کے زیر حکم کوئی اسلامی ریاست کا والی جس کی مسند نشینی بحکم و منظوری بادشاہ نامسلم ہوتی ہو کسی مسلمان کو اپنی رعایا پر عہدہ قضا دے قاضی شرعی ہوجائے گا اگرچہ بالواسطہ اس کی قضا بادشاہ نامسلم کی طرف مستند ہوتی کہ اسے والی شہر نواب مسلمان نے مقرر کیا اور وہ نواب بادشاہ نامسلم کا مقرر کیا ہوا ہے اور مقلد مقلد مقلد ہے بلکہ وہ نواب مسلمان والی شہر صاحب فوج و خزانہ خود ایک اعلٰی درجہ کا قاضی ہے۔

درمختار میں ہے :

ثم الوالی بالطریق الاولٰی۔[3]	پھر والی بطریق اولٰی۔ (ت)

شامی میں ہے :

ای ثبوت الولایۃ للوالی اولٰی لان القاضی یستمدھا منہ۔[4]	یعنی والی کے لئے ثبوت ولایت بطریق اولٰی ہوگی کیونکہ قاضی اس سے تقرر پاتا ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار بحوالہ النہر کتاب القضاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۰۸

[2] ؏ ؏ ؏ ؏ ؏ ۴/ ۳۰۸

[3] درمختار کتاب الماذون مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۰۳

[4] ردالمحتار ؏ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۱۱

اور پر ظاہر کہ اس کا تقرر بلا واسطہ منظوری بادشاہ نا مسلم ہوا تو نظر بر استفادہ وسبب وقضا تعلد قضا من سلطان غیر مسلم کہہ سکتے ہیں اگرچہ یہاں حقیقت امر یہ ہے کہ ولایت نواب والی ملک اپنی ولایت عرفیہ یعنی غلبہ واستیلا سے مستفاد ہے کہ شرع مطہر نے والی مسلم کے لئے صرف اسے بھی سبب حصول ولایت معتبر وعندالشرع مانا ہے۔ فتاوٰی امام قاضی خاں پھر بحرالرائق پھر ردالمحتار میں ہے:

السلطان یصیر سلطانا بامرین بالمبایعۃ معہ من الاشراف والاعیان وبان ینفذ حکمہ علی رعیتہ خوفا من قھرہ فان بویع ولم ینفذ فیھم حکمہ لعجزہ عن قھرھم لایصیر سلطانا فاذا صار سلطانا بالمبایعۃ فجار ان کان لہ قھر وغلبۃ لاینعزل[1]

سلطان کی تقرری دو چیزوں سے حاصل ہوتی ہے ایک اشراف اور اعیانِ حکومت کی بیعت، اور دوسرا رعیت پر اس کے دبدبے کی بنا پر اس کے حکم کا نافذ ہونا، تو اس کی بیعت ہوئی لیکن رعیت پر دبدبہ قائم نہ ہونے کی وجہ سے اس کا حکم نافذ نہ ہوسکا تو سلطان نہ بن سکے گا تو جب سلطان بن گیا اور اپنے دبدبے اور غلبہ کی بنا پر ظلم کیا تو معزول نہ قرار پائے گا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

فصول عمادیہ پھر ہندیہ میں ہے:

ذکر فی الفتاوی ایضا تجوز صلٰوۃ الجمعۃ خلف المتغلب الذی لامنشور لہ من الخلیفۃ اذاکانت سیرتہ فی رعیتہ سیرۃ الامراء ویحکم فیما بین رعیتہ بحکم الولایۃ لان بھذا تثبت السلطنۃ فیتحقق الشرط۔

فتاوٰی میں بھی مذکور کہ ایسے سلطان کی اقتداء میں جمعہ جائز ہوگا جو خود غلبہ پاکر خلیفہ کی منظوری کے بغیر اقتدار پر فائز ہوگیا بشرطیکہ رعیت میں امراء کی سی سیرت قائم کرچکا ہو وہ اپنی ولایت کی بنا پر رعیت میں حکم نافذ کرچکا ہو کیونکہ اس سے سلطنت قائم ہوگئی تو شرط متحقق ہوگئی۔ (ت)

خلاصہ پھر بحرالرائق پھر طحطاوی پھر ابن عابدین میں ہے:

المتغلب الذی لاعھد لہ ای لامنشور لہ ان کان سیرتہ فیما بین الرعیۃ

خلیفہ کی منظوری کے بغیر غلبہ پانے والے نے رعیت میں امراء کی سی سیرت قائم کرلی اور اپنی

---

[1] ردالمحتار کتاب القضاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۰۵

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب ادب القاضی الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۳۰۷

سیرۃ الامراء ویحکم بینہم بحکم الولاۃ تجوز الجمعۃ بحضرتہ[1] 35

ولایت کی بناء پر حکم تسلیم کرواچکا ہو اس کی موجودگی میں جمعہ قائم ہوسکے گا۔ (ت)

غایت یہ کہ اس کی ولایت عرفیہ طریقہ شرعیہ سے مستفاد یعنی بحکم امیر المومنین نہیں تو یہ ایک تواب کیا آج صدہا سال سے تمام روئے زمین کے سلاطینِ اسلام ایسے ہی ہیں، اپنے استیلا ہی کے باعث سلطانِ اسلام ہیں وہ اسے بھی حاصل اور منظوری بادشاہ اس کی معین ہے نہ کہ مخل، رہا بوجہ منظوری سببِ اس کی قضاء کو تقلید بادشاہ غیر مسلم کی طرف منسوب کرسکتے ہیں یہی دونوں صورتیں عبارت مسکین،

یجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر سواء کان کافرا او مسلما کذا فی الاصل[2]

قضاء کی تقرری سلطان عادل خواہ ظالم سے ہوگی اس کا مسلمان ہونا اور کافر ہونا برابر ہے اصل (مبسوط) میں یونہی ہے (ت)

اور عبارت ہندیہ،

ذکر فی الملتقط والاسلام لیس بشرط فیہ ای فی السلطان الذی یقلد کذا فی التاتارخانیۃ۔[3]

ملتقط میں ذکر کیا کہ سلطان میں اسلام شرط نہیں ہے یعنی جو سلطان قاضی کی تقرری کرے۔ تاتارخانیہ میں یونہی ہے (ت)

میں مراد ہیں اور اس پر دلیل قاطع یہ کہ مسکین نے اسے اصل سے نقل کیا، اصل مبسوط امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نام ہے، مبسوط کی عبارت یہ ہے جو ردالمحتار کتاب الصلوۃ میں بحوالہ معراج الدرایہ منقول'

البلاد التی فی ایدی الکفار بلاد الاسلام لابلاد الحرب لانہم لم یظہروا فیہا حکم الکفر بل القضاۃ و الولاۃ مسلمون یطیعونہم عن ضرورۃ او بدونہا وکل مصر فیہ وال

وہ بلاد جو کفار کے قبضے میں آئے ہیں وہ بلادِ اسلام ہیں بلادِ کفر نہیں ہیں کیونکہ کافر وہاں کفر کے احکام کو مسلط نہیں کرپائے بلکہ وہاں قاضی اور والی حضرات مسلمان ہیں وہ ایک ضرورت کے تحت یا ضرورت کے بغیر کفار کے ماتحت ہیں، وہ شہر جس میں

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوۃ باب الجمعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۳۷-۳۸

[2] شرح الکنز لملا مسکین علی ہامش فتح المعین کتاب القضاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۲۶

[3] فتاوٰی ہندیہ کتاب ادب القاضی الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۳۰۷

من جهتهم یجوزله اقامة الجمع و الاعیاد والحد وتقلید القضاء لاستیلاء المسلم علیهم فلو الولاة کفارا یجوز للمسلمین اقامة الجمعة ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین و یجب علیهم ان یلتمسوا والیا مسلماً[1]

کفار کی طرف سے مقرر کردہ والی ہو تو جمعہ، عیدین اور حد کا قیام اور قاضیوں کا تقرر اس سے جائز ہے کیونکہ مسلمانوں کا کفار پر غلبہ ہے، تو اگر والی کفار ہوں تو مسلمانوں کو جمعہ کا قیام جائز ہوگا اور مسلمانوں کی رضامندی سے قاضی ہو تو وہ بااختیار قاضی ہوگا اور مسلمانوں پر مسلمان والی کے لئے کوشش لازم ہے۔ (ت)

اور ہندیہ نے اسے تاتارخانیہ سے نقل کیا، تاتارخانیہ کی پوری عبارت یہ ہے جو ردالمحتار کتاب القضاء میں منقول ہے:

الاسلام لیس بشرط فیه ای فی السلطان الذی یقلد و بلاد الاسلام التی فی ایدی الکفرة لاشك انها بلاد الاسلام لا بلاد الحرب لانهم لم یظهروا فیها حکم الکفر، والقضاة مسلمون والملوك الذین یطیعونهم عن ضرورة مسلمون ولو کانت عن غیر ضرورة منهم ففساق وکل مصر فیه وال من جهتهم تجوز فیه اقامة الجمع والاعیاد واخذ الخراج و تقلید القضاة وتزویج الایامی لاستیلاء المسلم علیه، واما بلاد علیها ولاة کفار فیجوز للمسلمین اقامة الجمع والاعیاد ویصیر القاضی

اسلام اس میں شرط نہیں یعنی اس سلطان میں جو قاضی کی تقرری کرتا ہے اور جو مسلمانوں کے علاقے کفار کے قبضہ میں ہیں بےشک وہ بلادِ اسلام ہیں نہ کہ بلادِ حرب، کیونکہ کفار وہاں احکام کفر غالب نہیں کرپائے جبکہ وہاں قاضی مسلمان ہیں اور وہاں کے ملوک اگر کفار کے ماتحت ضرورت کی وجہ سے ہیں تو وہ مسلمان ہیں اور اگر بغیر ضرورت ماتحت بنے ہوئے ہیں تو وہ فاسق ہیں اور وہ تمام شہر جن میں کفار کی طرف سے مسلمان والی مقرر ہیں وہاں جمعہ وعیدین کا قیام اور خراج کی وصولی اور قاضیوں کا تقرر اور یتیم بچوں کا نکاح جائز ہے کیونکہ یہاں مسلمان کو ولایت حاصل ہے لیکن وہ بلاد جہاں کفار والی ہوں تو وہاں مسلمانوں کو جمعہ و عیدین کا قیام جائز ہے اور وہاں مسلمانوں کی

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰة باب الجمعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۴۰-۴۱

قاضیا بتراضی المسلمین فیجب علیھم ان یلتمسوا والیا مسلما منھم [1]

باہمی رضامندی سے مقرر شدہ قاضی با اختیار قاضی ہوجائے گا تو مسلمانوں کو لازم ہوگا کہ وہ کوئی اپنا مسلمان والی بنانے کیلئے کوشاں رہیں۔ (ت)

ان نفیس وجلیل عبارات نے صاف صاف ایسے شہروں کی تین قسمیں فرمائیں: ایک وہ ملک جس میں بادشاہ مسلمان ہے مگر نامسلمان حکومت کے زیر اثر ہوگیا ہے جیسے آج کل بخارا شریف۔ اس کا بیان کتاب الاصل میں "او بدونھا" اور تاتارخانیہ میں "فضلا" تک ہے۔ دوسرے وہ کہ ریاست بااختیار صاحب فوج وخزانہ اسلامی ہے اور بادشاہ غیر مسلم، اس کا بیان دونوں عبارتوں میں "وکل مصر" سے "لاستیلاء الکفار علیھم" تک ہے۔ تیسرے وہ کہ ان پر والی بھی مسلمان نہیں عام ازیں کہ بادشاہ نامسلم نے تنہا اپنا قبضہ رکھا ہو یا کوئی غیر اسلامی ریاست قبول کی ہو' جیسے رجواڑے۔ اس کا بیان دونوں عبارات کے بقیہ میں ہے جواز تقلید قضائے شرعی دو صورت پیشیں سے خاص فرمایا، اور سوم میں بعینہ وہی جو فتح القدیر وجامع الفصولین سے گزرا، ارشاد کیا کہ اب قضائے شرعی تراضی مسلمین پر رہے گی اب بھی اگر تقلد قضا شرعی صحیح ہو تو اس تخصیص اور اس تفریق حکم کے کیا معنے تھے اور عبارت امام محقق علی الاطلاق نے تو اس مفاد صریح کو اور بھی اوضح واصرح فرمادیا کہ،

اذا لم یکن من یجوز التقلید منہ [2] الخ۔

جب کوئی ایسا نہ ہو جس کی طرف سے قاضی کی تقرری ہوسکے الخ (ت)

تو روشن ہوا کہ نامسلم سے تقلد قضاء شرعی انھیں دو صورت وساطت مولیٰ مسلم میں ہے کہ پہلی صورت میں بادشاہ مسلم اور دوسری میں نواب مسلم ہے، صورت سوم میں یہ حکم ہرگز نہ رکھا اور صراحۃً اس کا عدم جواز ظاہر فرمادیا تو مسکین وہندیہ کہ انھیں اصل وتاتارخانیہ کا حوالہ دے رہے ہیں قطعاً ان کی یہی مراد لازم ورنہ حوالہ باطل اور نقل خلاف اصل ہوجائے گی' ہاں ان دونوں کے اختصار شدید نے اثارت وہم کی جس کے سبب بحرالرائق نے قول مسکین نقل کرکے عبارت مذکورۂ فتح القدیر وجامع الفصولین سے اس کا رد فرمایا کہ:

فی فتح القدیر ما یخالفہ (واقول) ما اسلفنا

فتح القدیر میں وہ ہے جو اسکے مخالف ہے (اور جو ہم نے

---

[1] ردالمحتار | کتاب القضاء | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۴/۳۰۹

[2] فتح القدیر | کتاب ادب القاضی | مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر | ۶/۳۶۵

ثم قال) ویؤیدہ ما فی جمیع الفصولین (ونقل ما قدمنا)[1] ۔

پہلے بیان کیا اسکو نقل کیا پھر کہا جامع الفصولین کا بیان اس کی تائید کرتا ہے اور ہمارے پہلے بیان کو نقل کیا) (ت)

یوں ہی درمختار نے قولِ مسکین ذکر کرکے کلام فتح سے اس کا تعقب کیا اور نہر الفائق نے کلام فتح نقل فرما کر اسی پر اعتماد لازم بتایا، یہ سب کچھ کلام مسکین میں حوالہ کتاب الاصل دیکھنے پر ہوا جو محرر المذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ کی کتب ظاہر الروایۃ سے ہے اس درجہ قوتِ عظیمہ کے تخیل پر بھی ان اکابر محققین نے اس پر اعتماد نہ فرمایا مگر بحمداللہ تعالٰی عبارت اصل یونہی ہندیہ کی منقول عنہا تاتارخانیہ کی اصل عبارت دیکھنے سے تمام سحاب شبہات واوہام کا پردہ چاک کرکے حق کا چاند چمکا دیا،

والحمد للہ رب العٰلمین ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق۔

تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے جو سب جہانوں کا پالنے والا ہے۔ تحقیق یوں چاہئے، اور اللہ تعالٰی زیادہ علم والا توفیق کا مالک ہے (ت)

مقدمہ ہفتم: ایک صورت ضرورۃً پیش آتی ہے کہ والی بھی مسلمان نہ ہو اور واضح ہوا کہ عام احکام جن کی روزانہ حاجت پڑتی ہے ان میں تو صرف ولایت قسم اول درکار ہے ولایت شرعیہ پر توقف نہیں مگر مسلمانوں کی دینی ضرورتیں وہ بھی آتی ہیں جن کے لئے بغیر ولایت شرعیہ سلطان اسلام بھی کافی نہیں ان میں خاص خاص حاجتوں کے لئے فریقین راضی ہوں تو حکم مقرر کرسکتے ہیں مگر بعض جگہ حکم کافی نہیں یا ایک فریق تحکیم پر راضی نہیں، وہاں کیا کیجئے کہ دینی حکم کے لئے دنیوی طریقہ کافی نہیں، اس طریقہ پر ہو جو باجازت شرع احکام شرعیہ کا احداث کرسکے اور آخرت میں کام دے اس کے لئے تمام کتب مذکورہ اور خود محرر مذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ حکم دیا کہ مسلمان اپنی ایسی دینی حاجتوں کے لئے اپنی تراضی سے ان امور کا قاضی شرع مقرر کرلیں اور ایک لفظ یہ فرمایا کہ کوئی مسلمان والی تلاش کریں کہ وہ قضائے شرعی کا افادہ کرے اس صورت دوم کا وجوب تو یہاں حسب نص قرآن عظیم ساقط ہے؛

قال اللہ تعالٰی فاتقوا اللہ ما استطعتم[2] وقال اللہ تعالٰی لا یکلف اللہ

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو اپنی استطاعت کے مطابق اللہ تعالٰی سے ڈرو۔ اور فرمایا: اللہ تعالٰی

---

[1] بحرالرائق کتاب القضاۃ فصل یجوز التقلید من السلطان الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۲۷۴

[2] القرآن الکریم ۶۴/۱۶

نفسا الا وسعھا[1]۔ صرف وسعت کے مطابق کسی کو تکلیف دیتا ہے۔ (ت)

بلکہ وجوب درکنار یہاں اس کا جواز بھی نہ ہونا چاہئے کہ اس میں اثارت فتنہ ہے اور فتنہ جائز نہیں، اس میں اسلام و مسلمین کا ذلت پر پیش کرنا ہے اور یہ روا نہیں مگر صورت اولٰی یعنی اپنی ان دینی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے اپنی تراضی سے ان امور کا قاضی مقرر کرلینا اور نصب امام و خطیب جمعہ و امام عیدین و تفریق لعان و عنین و تزویج قاصرین و قاصرات بلاولی و فسخ نکاح بخیار بلوغ و امثال ذلک امور جن میں کوئی مزاحمت قانونی نہیں اس کے ذمہ رکھنا بلاشبہہ میسر ہے گورنمنٹ نے کبھی اس سے ممانعت نہ کی۔ جن قوموں نے اپنی جماعتیں مقرر کرلیں اور اپنے معاملات مالی و دیوانی قسم اول بھی باہم طے کر لیتے ہیں گورنمنٹ کو ان سے بھی کچھ تعرض نہیں اور ایسے مقدمات جو عاقل لوگ مصارف و دوا دوش سے بچنے کے لئے باہمی پنچایت سے فیصل کرلیتے ہیں گورنمنٹ ان کو کب مانع آتی ہے مگر یہ کہئے کہ خود مسلمان کو اپنے دینی امور دینی طور پر ہونے منظور نہ ہوں تو گورنمنٹ کو اس سے کیا بحث۔ تم مسلمان ہو، دین تمہارا ہے، تم جانو تمہارا کام۔ پھر اگر ان خاص امور کے لئے شرعی قاضی بتراضی مقرر کئے ہوئے کا حکم نفاذ بمعنی اول ہوتا نہ دیکھئے تکمیل حکم شرع یوں کرلیجئے، اس کے بعد مقدمات قسم دوم بھی قسم اول کی طرف عائد ہوجائیں گے تکمیل نفاذ حسی کے لئے گورنمنٹ نے لاکھوں روپے ماہوار کے صرف سے کچہریاں کھول رکھی ہیں تنفیذ وہاں سے ہوجائے گی، یوں دونوں مقصد دین و دنیا حاصل ہیں اور بفضلہٖ تعالٰی تمام حاجتیں روا اور ضرورتیں زائل ہیں وللہ الحمد، بلکہ مسلمان اگر اپنے دین کو دین سمجھیں اور امور شرعیہ بطریقہ شرعیہ انجام دینا چاہیں تو تلاش کی بھی حاجت نہیں، ہر قطر و ضلع میں جو عالم سُنّی صحیح العقیدہ متدین ہو حکم شرعی کی تکمیل اس کے یہاں کرلیں اور تنفیذ کے لئے گورنمنٹی محکمے کھلے ہوئے ہیں، فتاوٰی امام عتابی پھر حدیقہ ندیہ امام عبدالغنی نابلسی رحمہما اللہ تعالٰی میں اسی ولایت شرعیہ کی نسبت ہے:

اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور موکلۃ الی العلماء ویلزم الامۃ الرجوع الیہم ویصیرون ولاۃ فاذا عسر جمعہم علی واحد استقل کل قطر

جب زمانہ باکفایت سلطان سے خالی ہو تو معاملات علماء کے سپرد ہوتے ہیں اور امت پر ان کی طرف رجوع لازم ہوتا ہے اور علماء والی بن جاتے ہیں، تو جب لوگوں کو ایک عالم کی طرف رجوع دشوار ہو تو ہر علاقہ اپنے اپنے عالم کی طرف

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۸۶

باتباع علمائه فان کثروا فالمتبع اعلمهم[1] رجوع میں مستقل ہوگا، تو اگر علماء علاقہ میں کثیر ہوں تو بڑا عالم قابلِ اتباع ہوگا۔ (ت)

بحمد اللہ تعالٰی ان مقدمات جلیلہ نے ان فتووں کے حرف حرف کا بطلان آفتاب سے زیادہ روشن کردیا جس کے بعد کسی ذی فہم کو کوئی حالت منتظرہ باقی نہ رہی پھر بھی زیادت ایضاح للقاصرین کے لئے ہر جگہ ردِ کلام مردود سے تعلق بتادینا اور بعض افاضات تازہ کا اضافہ کرنا انسب واولٰی۔ فاقول و باللہ التوفیق (تو میں کہتا ہوں اور اللہ تعالٰی سے توفیق ہے۔ ت):

اول: کلام حاکم نامسلم کی ولایت شرعیہ میں تھا جسے بادشاہ نامسلم نے مقرر کیا سائل نے اسی سے سوال کیا تھا مجیب نے اسی سے جواب دیا اور ثبوت کی سرخی دے کر جو گیارہ عبارتیں گنائیں ان میں پہلی نو مُعتَقَد بالفتح اور اخیر کی دو مقلِد بالکسر سے متعلق ہیں۔ ان دو کا بیان شافی مقدمہ ششم میں گزرا کہ انھیں یہاں سے متعلق سمجھنا محض نادانی و بے فہمی ہے وہ صرف اس صورت سے متعلق ہیں کہ ریاست اسلامی کا والی مولٰی ہو اور بادشاہ نامسلم۔

دوم: بفرض باطل اگر یہ دو عام ہوتیں ہرگز تمام نہ ہوتیں کہ کلام تو قاضی نامسلم میں ہے ان دو نے اگر بفرض غلط بادشاہ نامسلم سے تقلد قضاء شرعی مسلم کے لئے مطلقاً جائز رکھا تو نامسلم کے لئے جواز کیونکر ہوگیا، کیا قاضی مسلم و نامسلم کا شرعاً ایک حکم ہے۔

قال اللہ تعالٰی افنجعل المسلمین کالمجرمین مالکم کیف تحکمون[2] اللہ تعالٰی نے فرمایا: کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں کی طرح کردیں، تمھیں کیا ہوا کیسا فیصلہ کرتے ہو۔ (ت)

سوم: رہیں وہ نو، ان میں سے آٹھ میں نامسلم کا نام تک نہیں، پہلی تیسری چوتھی نویں میں جاہل کا ذکر ہے اور چھٹی آٹھویں میں فاسق اور دوسری پانچویں میں جاہل و فاسق دونوں کا۔ کیا جاہل و فاسق مسلمان نہیں یا مسلم و نامسلم شرعاً یکساں ہیں، جو حکم ان کے لئے شرع نے مانا ہو ان پر قیاس کرکے نامسلم کے لئے بھی ثابت ہوجائے گا، کیا ایسا تعدیہ شرع پر تعدی نہیں و من یتعد حدود اللہ[3] (جو اللہ تعالٰی کی حدود سے تجاوز کرے۔ ت) کا کیا حکم ہے۔

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ الخلق الخامس من الاخلاق الستین الخ المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ فیصل آباد ۱/ ۳۵۱

[2] القرآن الکریم ۶۸/ ۳۵

[3] " ۲/ ۲۲۹

چہارم: طرفہ یہ کہ یہاں جاہل سے مراد ہر غیر مجتہد ہے کہ اسے مجتہد کے مقابل اطلاق کیا ہے خود عبارت ہدایہ منقولہ فتوٰی میں ہے:

الصحیح ان اھلیۃ الاجتھاد شرط الاولویۃ فاما تقلید الجاھل فصحیح عندنا۔[1]

صحیح یہ ہے کہ اجتہاد اولٰی ہونے کی شرط ہے تو لیکن جاہل کی تقرری (قضاء کے لئے) تو ہمارے نزدیک صحیح ہے۔ (ت)

بایں معنی آج تمام دنیا کے عالم اور خود یہ مفتی اور ان کے اساتذہ و اساتذہ اساتذہ صدہا سال سے سب جاہل ہیں کہ کوئی مجتہد نہیں اور ان کے طور پر ان کا اور مجوس و ہنود و نصارٰی و یہود سب کا ایک حکم ہے کیا یہ قابلِ تسلیم عقلِ سلیم ہے۔

پنجم: گیارہ میں یہ دس تو محض بے علاقہ و بیگانہ تھیں مگر سب میں لطیف تر وہ ایک باقیماندہ عبارت ردالمحتار یعنی ساتویں ہے جو اول تا آخر سراسر مزعوم فتوٰی کا رد و ابطال ہے اور مفتی کو اس سے استناد کا خیال ہے مفید و نامفید میں فرق نہ کرنا ایسا دشوار نہ تھا جیسا خود مضر کو مفید سمجھنے میں اشکال ہے، بحرالرائق میں تو یہ فرمایا کہ اگر سلطانِ اسلام کسی نامسلم کو اپنے حکم سے قاضی کردے جب بھی تاوقتیکہ وہ مسلمان نہ ہوجائے مسلمان پر اس کی قضا صحیح نہیں کہ فرمایا:

لم یصح قضاؤہ علی المسلم حال کفرہ۔[2]

کافر کی قضاء حالتِ کفر میں مسلم پر صحیح نہیں ہے (ت)

اور اس سے استناد اس پر ہوتا ہے کہ اگر بادشاہ نامسلم بھی نامسلم کو قاضی کردے اور وہ نامسلم ہی رہے جب بھی مسلمانوں پر اس کی قضاء قضائے شرعی ہے، صحتِ تقلید کے معنی یہ تھے کہ اگر بعد تقلید مسلمان ہوجائے گا تقلید جدید کی حاجت نہ ہوگی نیز قبل اسلام غیر مسلمین پر اس کی قضا صحیح ہوجائے گی نہ یہ کہ مسلمین پر قضائے شرعی ہو، اسی ردالمحتار کے اسی صفحہ میں ہے:

تنبیہ، ظھر من کلامھم حکم القاضی المنصوب فی بلاد الدروز فی

تنبیہ، فقہاء کے کلام سے شام کے علاقہ بلاد دروز میں مقرر قاضی کا حکم واضح ہوا کہ دروز

---

[1] الہدایۃ کتاب ادب القاضی مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۱۳۲

[2] بحرالرائق کتاب القضاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۲۵۹

ردالمحتار بحوالہ البحر ؍؍ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۹۸-۹۹

القطر الشامی ویکون درزیا ویکون نصرانیا فکل منہما لایصح حکمہ علی المسلمین فان الدرزی لاملۃ لہ کالمنافق والزندیق و ان سمی نفسہ مسلما وھذا کلہ بعد کونہ منصوبا من طرف السلطان او ماموربہ بذلک والا فالواقع انہ ینصبہ امیر تلک الناحیۃ ولا ادری انہ ماذون لہ بذلک ام لا ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔[1]

یا نصرانی ہو تو اس کی قضاء مسلمانوں پر جائز نہیں کیونکہ درزی کی کوئی ملت نہیں ہے جیسا کہ منافق اور زندیق کی ملت نہیں ہے اگرچہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہلائے، یہ تمام اس صورت میں ہے جب اس کو سلطان کی طرف سے مقرر کیا گیا ہو یا ایسے کو مقرر کرنے کا مامور ہو اور اگر واقع یہ ہو کہ اس علاقہ کے کسی امیر کی طرف سے درزی قاضی مقرر شدہ ہو اور معلوم نہیں کہ وہ امیر اس بات کا ماذون ہے یا نہیں، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (ت)

ششم : یہ اول عبارت تھا آخر یہ ہے کہ فتح نے فرمایا کافر غلام اگرچہ ایک نوع ولایت رکھتے ہیں مگر ان میں صحت ونفاذ سے مانع موجود ہے جب تک یہ آزاد اور وہ مسلمان نہ ہوگا ان کی قضاء صحیح و نافذ نہ ہوگی یعنی اس کی مطلقاً اور اس کی مسلمان پر کہ فرمایا:

لہ ولایۃ وبہ مانع وبالعتق والاسلام یرتفع۔[2]

اس کو ولایت ہوئی اور غلامی اور کفر اس کو مانع تھا اب عتق اور اسلام حاصل ہوجانے پر مانع ختم ہوگیا۔ (ت)

اور اس سے استناد اس پر کیا جاتا ہے کہ اس کی قضا مطلقاً قضائے شرعی ہے، صحت تقلید کے وہ معنی بھی اس میں واضح فرمادئے تھے کہ،

لوقلد کافر القضاء فاسلم قال محمد ھو علی قضائہ فصار الکافر کالعبد۔[3]

اگر کفر کی حالت میں قاضی مقرر ہوا تو مسلمان ہوگیا، امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا وہ پہلی تقرری پر قاضی ہے تو یہ کافر غلام کی طرح ہوا۔ (ت)

اور عبد (غلام) میں فرمایا:

---

[1] ردالمحتار کتاب القضاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۹۹
[2] فتح القدیر کتاب ادب القاضی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/۳۵۷
[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۶/۳۵۷

قلد عبد فعتق جاز ان یقضی بتلك الولایۃ من غیر حاجۃ الی تجدید[1] | عبد تھا جو قاضی مقرر ہوا اب وہ آزاد ہوگیا تو اس پہلی تقرری ولایت پر اس کی قضاء جائز ہوجائیگی نئی تقرری کی ضرورت نہ ہوگی۔ (ت)

ہفتم: طرفہ تر یہ کہ اس روایت مقتم کا خود حاصل یہ بتایا کہ غیر مسلم میں قاضی ہونے کی کافی لیاقت ہے اگرچہ مسلمانوں پر اس کے احکام نافذ نہیں ہوتے مگر اگر یہ ٹھہرے کہ ؎

خود گفتہ وخود نداند کہ چیست

(اپنے کہے ہوئے کو خود نہیں جانتا کہ کیا ہے۔ ت)

تو اس کی بات جُدا ہے۔

ہشتم: کافی لیاقت سے اگر مراد مطلق قضاء کی لیاقت تو صحیح ہے کہ نا مسلم کو نا مسلم پر ولایت شرعیہ مل سکتی ہے جیسے اپنے نابالغ بچوں پر۔ درمختار میں ہے:

للکافر ولایۃ علی کافر مثلہ اتفاقا[2] | کافر کو اپنے جیسے کافر پر ولایت بالاتفاق حاصل ہوگی۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اسی میں ہے:

الکافر یجوز تقلیدہ القضاء لیحکم بین اھل الذمۃ[3] | اہل ذمہ میں فیصلے کے لئے کافر کو قاضی مقرر کرنا جائز ہے۔ (ت)

مگر اس سے مسلمانوں کے دینی امور میں ان پر ولایت شرعیہ کیونکر لازم، اور اگر عام مراد تو محض باطل اور نصوص قطعیہ قرآن عظیم و تصریحات جملہ ائمہ وکتب کے خلاف ہے جس کا بیان مقدمہ چہارم میں گزرا۔ غرض ثبوت کی یہ حالت تھی کہ گیارہ میں دس بیگانہ و بیکار اور ایک سراپا مخالف و ضار، استنباط کا حال اسی سے آشکار کہ الشجرۃ تنبئ عن الثمرۃ (درخت اپنے پھل کی اطلاع دیتا ہے۔ ت)۔

نہم: روایت ۱، ۳، ۸ سے یہ نتیجہ نکالا کہ قاضی کا فرض منصبی یہی ہے کہ حقدار کی حق رسی اور مظلوم سے رفع ظلم کرے جس کے لئے نہ عالم کی ضرورت نہ پرہیزگار کی۔ اس سے مراد اگر صرف تنفیذ یعنی

---

[1] فتح القدیر | کتاب ادب القاضی | مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر | ۹/۳۵۷
[2] درمختار | کتاب النکاح باب الولی | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۹۳
[3] درمختار | کتاب القضاء | " " " | ۲/۷۱

اول ہے تو حصر باطل بلکہ اس کا فرض منصبی یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کے لئے احکام شرعیہ نا حاصلہ حاصل کردے قیامت کو ان کے لئے مواخذۂ الٰہیہ سے نجات کی صورت کرے ائمہ مجتہدین کے اختلاف اٹھا کر مختلف فیہ کو مجمع علیہ کرے۔ اور اگر مراد عام ہے تو یہ قسم دوم ہرگز صرف دنیوی طاقت کا کام نہیں اس کیلئے مولٰی و موٰلی دونوں کا اسلام لازم اگرچہ عالم و متقی ہونا ضرور نہ ہو جیسا کہ مقدمہ ششم میں گزرا۔

دہم: روایت ۲، ۵، ۶، ۸ سے یہ لیا کہ قاضی میں علم و اتقا کی شرط اس نے چھوڑ دی کہ ایسے قاضی کا ملنا سخت مشکل ہے، علم و اتقا کی شرط مان لی جائے تو فیصلوں کا دروازہ ہی بند ہوا، اور اس پر یہ قیاس کیا کہ ہندوستان میں اسلام کی شرط ماننے سے بھی فیصلوں کا دروازہ ہی بند ہو جائے گا لہذا اسلام کی قید بھی اڑا دی۔ خود اس فتوٰی کی روایت ۱، ۳، ۴ میں تصریح ہے کہ علم شرط اولویت ہے نہ شرط صحت۔ یہی حال اتقا کا ہے، فصول امام استروشنی پھر غایۃ البیان امام اتقانی میں ہے:

كون القاضي عدلا ليس بشرط ايضا حتى قال اصحابنا رضي الله تعالٰى عنهم ان الفاسق يصلح ان يكون قاضيا والعدالة شرط الاولوية في ظاهر الرواية[1]۔

قاضی کا عادل ہونا بھی شرط نہیں ہے حتی کہ ہمارے اصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم نے فرمایا بے شک فاسق قاضی بننے کی صلاحیت رکھتا ہے جبکہ عدالت اولیٰ ہونے کی شرط ہے ظاہر الروایۃ میں۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

الفاسق اهل للقضاء حتى لو قلد يصح الا انه لا ينبغي ان يقلد هذا هو ظاهر المذهب وعليه مشايخنا رحمهم الله تعالٰى وقال الشافعي رحمة الله تعالٰى عليه الفاسق لا يجوز قضاؤه[2]۔

فاسق قاضی بننے کی صلاحیت رکھتا ہے حتی کہ اگر وہ ہو جائے تو صحیح ہے مگر یہ مناسب نہیں کہ اس کی تقرری کی جائے، یہی ظاہر مذہب اور ہمارے مشائخ رحمہم اللہ تعالٰی اس پر اعتماد کرتے ہیں البتہ امام شافعی رحمہم اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ فاسق کی قضاء درست نہیں ہے۔ (ت)

بدائع ملک العلماء میں ہے:

كذا العدالة عندنا ليست بشرط لجواز

یونہی تقرری کے لئے عدالت شرط نہیں لیکن کمال

---

[1] غایۃ البیان

[2] الہدایۃ　　کتاب ادب القاضی　　مطبع یوسفی لکھنؤ　　۳/۱۳۲

التقلید لکنها شرط الکمال فیجوز تقلید الفاسق وتنفذ قضایاہ اذا لم یجاوز فیها حد الشرع وعند الشافعی رحمه الله تعالٰی شرط الجواز ۔[1]

کے لئے یہ شرط ہے لہذا فاسق کی تقرری اور اس کی قضاء کا نفاذ جائز ہے جب اپنے فیصلوں میں اس نے شرع سے تجاوز نہ کیا ہو، اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کے ہاں عدالت جوازِ قضا کے لئے شرط ہے۔ (ت)

اور اسلام قطعاً شرطِ صحت ہے جس کا ثبوت قرآن عظیم ونصوصِ ائمہ سے گزرا اولویت کی شرطوں سے اگر درگزر کی گئی تو اس سے شرطِ صحت کو بھی اڑا دینے کا جواز کیونکر لازم آیا یعنی علماء نے غیر اولٰی کو صحیح مانا ہے لہذا ہم باطل کو حق مانے لیتے ہیں کیونکہ جیسا خلافِ اولٰی ویسا ہی باطل ایک ہی بات ہے۔

یازدہم: نماز فاسق کے پیچھے مکروہ ہے پھر بھی جمعہ میں جہاں ایک ہی جگہ جمعہ ہوتا ہو علماء نے بضرورت اس کراہت سے درگزر کی ہے، فتح القدیر میں ہے:

فی الدرایة قال اصحابنا لاینبغی ان یقتدی بالفاسق الا فی الجمعة لان فی غیرها یجد اماما غیرہ اھ یعنی انه فی غیر الجمعة بسبیل من ان یتحول الی مسجد اٰخر ولا یأثم فی ذٰلك ذکرہ فی الخلاصة وعلی هذا یکرہ فی الجمعة اذا تعددت اقامتها فی المصر علی قول محمد وهو المفتی به لانه بسبیل من التحول حینئذ ۔[2]

درایہ میں ہے کہ ہمارے اصحاب رحمہم اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ فاسق کی اقتداء جمعہ کے بغیر مناسب نہیں کیونکہ جمعہ کے ماسوا نمازوں کے لئے امام دوسرا مل جاتا ہے یعنی غیر جمعہ میں گنجائش ہے کہ وہ دوسری مسجد میں چلا جائے تو گنہگار نہ ہوگا۔ اس کو خلاصہ میں بیان کیا تو اس وجہ کی بنا پر جمعہ میں بھی ایسے امام کی اقتداء مکروہ ہوگی جب جمعہ شہر میں متعدد جگہ ہوتا ہو جیسا کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کا قول ہے اور وہی مفتٰی بہ قول ہے کیونکہ اس صورت میں بھی اسے دوسرے امام جمعہ کے لئے گنجائش ہے (ت)

لہذا اگر کہیں صرف جاہل مسلمان ہوں جن کو سورۂ فاتحہ بھی صحیح یاد نہیں، جیسے دیہات بلکہ قصبات بلکہ ہندوستان کے شہروں میں لاکھوں آدمی اسی طرح کے ہیں اور کوئی پادری صاحب شوقیہ طور پر فاتحہ اور چند سورتیں ٹھیک یاد کرچکے ہوں تو اس فتوے کی رائے میں بضرورت ان پادری صاحب کو

---

[1] بدائع الصنائع — کتاب ادب القاضی — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۷/۳

[2] فتح القدیر — کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ۱/۳۰۴

www.alahazratnetwork.org

امام کرکے جمعہ پڑھ لیں گے کہ علمائے بضرورت شرط اولویت سے درگزر کی تھی یہ بضرورت شرط اسلام اڑا دیں گے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دوازدہم: فاقد الطہورین میں اختلاف ہے کہ تاخیر کرے یا تشبہ، درمختار میں ہے:

یؤخرھا عندہ وقالا یتشبہ بالمصلین وجوبا ثم یعید بہ یفتی والیہ صح رجوعہ[1]

امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک موخر کرے اور صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی کے نزدیک نمازیوں سے تشبہ کرنا واجب ہے پھر بعد میں اعادہ کرے، اسی پر فتوٰی ہے، اور امام صاحب کا اس طرف رجوع صحیح ثابت ہے۔ (ت)

بالجملہ اس پر اجماع ہے کہ نماز نہیں پڑھ سکتا مگر اس فتوے کے طور پر بے وضو ہی نمازیں پڑھا کرے کہ اس سے زائد ضرورت کس کی ہوگی اور ضرورت سے اس فتوے نے شرط اصحت بھی ساقط مان لی ہیں۔

سیزدہم: روایت ۸ سے یہ واضح بتانا کہ رشوت لے کر فیصلہ بالاجماع باطل سخت عجیب ہے حالانکہ خود اسی روایت کی عبارت منقولۂ فتوٰی میں اس کا رد موجود ہے کہ اجماع کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ امام فخر الاسلام بزدوی کا مختار یہ ہے کہ وہ فیصلہ نافذ ہے، اور اسی کو امام محقق علی الاطلاق نے فتح میں ترجیح دی۔

www.alahazratnetwork.org

چاردہم: مختلف فیہ مسئلہ میں بالفرض ایک طرف ترجیح نہ بھی ہوتی محل ضرورت میں اسے اختیار کرنے سے کیونکر لازم آتا کہ اسے سند بنا کر دوسری جگہ بزعم ضرورت اپنی رائے سے نصوص قطعیہ قرآن عظیم و اجماع جمیع ائمہ کے خلاف چلئے مذکورہ مسئلہ جس میں فتوائے ائمہ مختلف ہوا اس میں ایک جانب کو ضرورت کے باعث بالخصوص معتمد کرلینے کو رد قرآن و اجماع کی حجت بنا لیجئے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

پانزدہم: بفرض باطل بطلان فیصلۂ رشوت پر اجماع ہی ہوتا تو فیصلہ قطعاً اہل سے محل میں صادر ہوا تھا امر خارج وجہ بطلان ہوتا جو انتہائی کوشش کے بعد یہ بتایا گیا ہے کہ قضا عمل لوجہ اللہ ہے اور جب رشوت لے کر قضا کی، عمل اپنے لئے ہوا نہ کہ اللہ عزوجل کے لئے۔ فتح القدیر میں ہے:

حاصل امر الرشوۃ فیما اذا قضی

رشوت کی بحث کا حاصل یہ ہے کہ حق فیصلہ میں

---

[1] درمختار کتاب الطہارۃ فصل فی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۴۴

بحق ایجابها فسقه وقد فرض ان الفسق لایوجب العزل فولایته قائمة وقضاؤه بحق فلم لاینفذ وخصوص هذا الفسق غیر مؤثر وغایة ماوجد به انه اذا ارتشی عامل لنفسه یعنی والقضاء عمل للّٰہ تعالٰی [1]

رشوت لی تو اس کا حکم فسق ہے اور مفروض یہ ہے کہ وہ معزولی کا موجب نہیں تو اس کی ولایت قائم ہے تو اس کا حق فیصلہ کیوں نہ نافذ ہوگا اور یہ خاص فسق فیصلہ کے لئے مؤثر نہیں ہوگا، اور انتہائی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ جب قاضی رشوت لے گا تو گویا وہ اپنی ذات کے لئے عامل ہوا جبکہ قضاء کا عمل اللہ تعالٰی کی رضا کے لئے ہوتا ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال فی النهر تبعا للبحر وانت خبیر بان کون خصوص هذا الفسق غیر مؤثر ممنوع بل یؤثر بملاحظة کونه عملا لنفسه وبهذا یترجح ما اختارہ السرخسی اھ [2]

بحر کی اتباع میں نہر میں کہا تجھے علم ہے کہ اس خاص فسق کا غیر مؤثر ہونا ممنوع ہے بلکہ اپنے لئے عامل ہوجانے کے پیش نظر یہ مؤثر ہوگا، اس اعتبار سے امام سرخسی کے مختار کو ترجیح حاصل ہوجائیگی اھ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اقول یہ کہ محقق علی الاطلاق نے نکالا اور اس پر اعتماد نہ فرمایا واقعی اصلاً لائق اعتماد نہیں کہ عمل لوجہ اللہ تعالٰی نہ ہونے سے اخلاص گیا، اور عدم اخلاص نفی ثواب کرتا ہے نہ کہ نفی صحت۔ ردالمحتار میں ہے:

الاخلاص شرط للثواب لا للصحة [3]

اخلاص ثواب کیلئے شرط ہے صحت عمل کے لئے نہیں (ت)

یہاں تک کہ اگر کسی سے کہا جائے اس وقت کی نماز پڑھ تجھے ایک اشرفی دیں گے وہ اسی نیت سے نماز پڑھے فرض ساقط ہوجائے گا اگرچہ ثواب نہ پائے گا نہ اشرفی کا مستحق ہوگا۔ درمختار میں ہے:

قیل لشخص صل الظهر ولك دینار فصلی بهذه النیة ینبغی ان تجزئه ولا یستحق

ایک شخص کو کسی نے کہا تو ظہر کی نماز پڑھے تو تجھے دینار ملے گا، تو اس نے اس نیت سے نماز پڑھی تو مناسب حکم یہ ہے اس کی نماز جائز قرار پائیگی

---

[1] فتح القدیر کتاب ادب القاضی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۳۵۸
[2] ردالمحتار کتاب القضاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۰۳
[3] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب شروط الصلوٰۃ " " " ۱/ ۲۷۸

الدینار[1]

اور دینار کا مستحق نہ ہوگا۔ (ت)

اشباہ میں ہے:

اما الاجزاء فلما قدمنا ان الریاء لایدخل الفرائض فی حق سقوط الواجب واما عدم استحقاق الدینار فلان اداء الفرض لایدخل تحت عقد الاجارۃ[2]۔

نماز کو جائز کہنا اس لئے جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ ریاکاری واجب کے سقوط میں فرائض پر اثرانداز نہیں ہوتی، باقی رہا استحقاق دینار کا معاملہ تو وہ اس لئے کہ فرض کی ادائیگی عقد اجارہ کے تحت داخل نہیں ہوتی۔ (ت)

بلکہ اب فتوٰی جواز اجرت امامت پر ہے اور شک نہیں کہ اجیر عامل للنفس ہے نہ کہ عامل ﷲ تعالٰی حالانکہ اس کی نماز قطعاً صحیح ہے بہرحال قضا بر رشوت میں جو کچھ خلل ہے امر خارج میں ہے اہلیت برقرار ہے تو جہاں اہلیت شرعاً منتفی ہے اس کا اس پر قیاس کیونکر ممکن۔

شانزدہم: یہ بھی غلط ہے کہ فیصلہ مذکورہ رشوت میں قول متقدمین بطلان ہے اور متاخرین نے نفاذ مانا بلکہ قول بطلان اختیار امام شمس الائمہ سرخسی ہے اور قول نفاذ اختیار امام فخر الاسلام بزدوی کہ ان کے معاصر بلکہ ان سے وفات میں متقدم ہیں، امام بزدوی کی وفات شریف ۴۸۲ھ میں ہے اور امام سرخسی کی حدود ۴۸۰ھ یا حدود ۴۹۰ھ میں۔

ہفدہم: یہ بھی غلط ہے کہ قائلان نفاذ نے نفاذ اس ضرورت سے مانا ہو کہ اب سب حکام رشوت خوار ہیں نہ مانیں تو فیصلہ کا دروازہ بند ہوگا یہ امر صرف علامہ شامی نے اپنے زمانے کی نسبت لکھا جو اسی تیرھویں صدی میں تھے جن کے انتقال کو ابھی اسّی سال ہوئے ہیں ۱۲۵۲ھ میں وصال فرمایا۔ قائلان نفاذ کے دلائل واضحہ وہ ہیں کہ گزرے۔

ہجدہم: یہ ضرورت زمانہ امام فخر الاسلام میں کیونکر ہوتی حالانکہ درمختار میں معروضاتِ مفتی ابوالسعود سے ہے:

لما وقع التساوی فی قضاۃ زماننا فی وجود العدالۃ ظاھرا ورد الامر

جب ہمارے زمانے کے قاضی حضرات ظاہراً عدالت میں مساوی ہوں تو حکم ہے کہ علم، دیانت

---

[1] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب شروط الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۶۰

[2] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الثانیۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۶۳

بتقدیم الافضل فی العلم والدیانۃ والعدالۃ[1]

اور عدالت میں جو افضل ہو اس کو ترجیح دی جائے۔ (ت)

اس پر اسی ردالمحتار میں فرمایا:

ھذا کان فی زمنہ وقد وجد التساوی فی عدمھا الآن فلینظر من یقدم[2]

یہ ان کے زمانہ میں تھا حالانکہ اب عدم عدالت میں سب مساوی ہیں تو اب ترجیح میں غور کرنا ہوگا۔ (ت)

مفتی ابوالسعود دسویں صدی ہجری کے آخر میں تھے ۹۸۲ھ میں انتقال فرمایا، جب ان کے زمانہ تک تمام قاضی ظاہر العدالۃ تھے تو زمانہ امام اجل بزدوی میں کہ ان سے پورے پانسو برس پہلے تھا سب رشوت خوار کیسے ہوئے۔

نوزدہم: اپنے زمانے تیرھویں صدی کی نسبت جو علامہ شامی نے لکھا وہ بھی محلِ نظر ہے قضاۃ اگر محصول سلطنت کے لئے لیتے تھے جیسے یہاں کورٹ فیس لی جاتی ہے تو وہ رشوت قاضی کیونکر ہوسکتی ہے اور اگر اپنے ہی لئے لیتے تھے جب بھی حدِ رشوت میں اس کا آنا مشکل کہ یہ محصول عام طور پر لیا جاتا ہے نہ کہ خاص اس فریق سے جس کے موافق فیصلہ دینا ہے اور رشوت کسی کا کام بنانے کے لئے لی جاتی ہے نہ کہ مطلق، یوں ہی اجرت، تو وہ لینا محض ایک غصب ہوگا جو فسق ہے اور فسق مانع نفاذ نہیں۔

بستم: فتوے میں یہ عبارت علامہ شامی فکذا یقال ھنا (یہاں بھی یوں کہا جائے گا۔ت) تک نقل کی اس کے متصل انھوں نے فرمایا، وانظر ماسنذکرہ فی اول باب التحکیم (اسے دیکھو جو ہم شروع باب تحکیم میں ذکر کریں گے) اسے چھوڑ دیا۔ شروع باب تحکیم میں یہ فرمایا ہے:

تنبیہ، فی البحر عن البزازیۃ قال بعض علمائنا اکثر قضاۃ عھدنا فی بلادنا مصالحون لانھم تقلدوا القضاء بالرشوۃ ویجوز ان یجعل حاکما بترافع القضیۃ واعترض بان

تنبیہ، بزازیہ سے بحر میں ہے فرمایا، بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ہمارے علاقہ کے اکثر قاضی حضرات اس زمانہ میں ثالث ہیں کیونکہ انھوں نے رشوت کے ذریعہ تقرری حاصل کی ہے ان کے ہاں مقدمہ پیش کرنے پر ان کا ثالثی فیصلہ قرار پائے گا اور یہ

---

[1] درمختار، کتاب القضاء، مطبع مجتبائی دہلی ۲/۷۱
[2] ردالمحتار، ″، داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۰۰
[3] ردالمحتار، ″ ″ ″ ″ ۴/۳۰۳

الرفع ليس على وجه التحكيم بل على اعتقاد انه ماضي الحكم وحضور المدعى عليه قد يكون بالاشخاص والجبر فلا يكون حكما الا ترى ان البيع قد ينعقد ابتداء بالتعاطي لكن اذا تقدمه بيع باطل او فاسد وترتب عليه التعاطي لا ينعقد البيع لكونه ترتب على سبب آخر فكذا هنا ولهذا قال السلف القاضي النافذ حكمه اعز من الكبريت الاحمر اھ قال ط وبعض الشافعية يعبر عنه بانه قاضي ضرورة اذ لا يوجد قاض فيما علمناه من البلاد الا وهو راش و مرتش اھ وانظر ما قدمناه اول القضاء[1]

اعتراض کہ ان کے ہاں دعوٰی ثالثی کی بنا پر نہیں ہوتا بلکہ اس اعتقاد پر کیا جاتا ہے کہ یہ فیصلہ لازم ہوگا اور ان کے ہاں مدعا علیہ کی حاضری عملہ کے ذریعہ اور جبراً ہوتی ہے تو ثالث نہ ہوئے، آپ دیکھتے نہیں کہ دستی تبادلہ سے ابتداءً بیع ہوجاتی لیکن جب پہلے یہ بیع باطل یا فاسد ہوچکی ہو تو اس کے بعد یہ دستی تبادلہ بیع نہیں بن سکتی کیونکہ اب یہ ایک اور سبب پر مرتب ہے تو یہاں بھی معاملہ ایسا ہے اور اسی وجہ سے سلف نے فرمایا کہ ایسا قاضی جس کا حکم نافذ ہوتا ہو بہت کم ہے اھ طحطاوی نے کہا اور بعض شافعی حضرات نے اس کو یوں تعبیر کیا ہے کہ یہ ضرورت کی بنا پر قاضی ہیں اس لئے کہ ہمارے معلومات میں تمام بلاد کے قاضی رشوت لینے اور دینے والے ہیں اھ، جو ہم نے قضاء کے باب کی ابتداء میں بیان کیا ہے اسے دیکھو۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

بست ویکم: بلکہ یہیں اس کے متصل یہ عبارت تھی:

وفي الحامدية عن جواهر الفتاوى قال شيخنا وامامنا جمال الدين البزدوي انا متحير في هذه المسألة لا اقدر ان اقول تنفذ احكامهم لما ارى من التخليط والجهل والجراءة فيهم، و لا اقدر ان اقول لا تنفذ لان اهل زماننا كذلك فلو افتيت بالبطلان ادى الى ابطال الاحكام جميعا يحكم

اور حامدیہ میں جواہر الفتاوٰی سے منقول ہے کہ ہمارے شیخ اور امام جمال الدین بزدوی نے فرمایا میں اس مسئلہ میں حیران ہوں، نہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ان کے حکم نافذ ہیں کیونکہ فیصلوں میں انکی جہالت، جرأت اور خلط دیکھ رہا ہوں اور نہ ہی یہ کہہ سکتا ہوں کہ نافذ نہیں ہیں کیونکہ ہمارے اہل زمانہ اسی طرح ہیں اگر میں باطل ہونے کا فتوٰی دوں تو اس سے تمام فیصلوں کا کا باطل ہونا لازم آتا ہے، اللہ تعالٰی ہی ہمارے اور زمانہ کے قاضیوں کے درمیان فیصلہ فرمائیگا

---

[1] ردالمحتار کتاب القضاء باب التحکیم داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۴۸-۳۴۷

الله بیننا و بین قضاۃ من ماننا افسدوا
36 علینا دیننا و شریعۃ نبینا صلی الله
تعالٰی علیہ وسلم لم یبق منھم الا
الاسم والرسم[1] اھ۔

انھوں نے ہمارا دین اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شریعت کو فاسد کیا اب ان میں دین و شریعت کا صرف نام و رسم باقی ہے اھ۔ (ت)

سبحان اللہ! ائمہ کرام و علمائے اعلام تو اسلامی سلطنتوں میں مسلمان سلاطین کے مسلمان قضاۃ میں یُوں فرمائیں بعض حیران ہوں کہ ان کو کیونکر قاضی شرعی مانا جائے بعض تصریح فرمائیں کہ وہ قاضی نہیں پنچ ہیں پھر اسے بھی رُد فرمادیں کہ پنچ کہنا بھی ٹھیک نہیں انھیں قاضی ضرورت ماننا جیسا کہ علامہ شامی کا اس عبارت میں خیال تھا بعض شافعیہ کا قول کہیں سلف صالح سے نقل کریں کہ قاضی شرعی کبریت احمر سے بھی زیادہ نادر ہے اور یہاں یہ حکم بالجزم ہے کہ اگرچہ نامسلم سلطنت ہو اگرچہ نامسلم حکام ہوں سب قاضی شرعی ہیں فسبحٰن مقلب القلوب والابصار۔

بست و دوم: اس ضرورت سے ائمہ غافل نہ تھے، مقدمہ ہفتم دیکھو کہ خود محرر مذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس صورت ضرورت کو ذکر فرمایا اور اس کا علاج بتایا جسے ہم نے موافق قانون وقت کر دکھایا، پھر زعم ضرورت کی کیا گنجائش رہی اور محض باتباع ہوا مخالفت قرآن و تبدیل شریعت واقع ہوئی والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔

www.alahazratnetwork.org

بست و سوم: جب خاص جزئیہ کتب مذہب اور خود ارشادات محرر مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ میں صاف صاف بالتصریح موجود تھا تو اس کے خلاف اور تمام نصوص کے خلاف اور خود قرآن عظیم کے خلاف مفتی کو اجتہاد لایعنی و قیاس بے معنی کے کیا معنی، اور ایسی جگہ ھذا ما استقر علیہ رأیی (میری رائے اسی پر قائم ہوئی ہے۔ ت) کی صدا لگانی کس نے مانی۔

بست و چہارم: بالفرض تصریح جزئیہ نہ بھی ہوتی تو اجتہاد کی لیاقت کس گھر سے آئی۔

بست و پنجم: ایہم برعلم تو نصِ قرآنی کے مقابل اجتہاد کیسا۔

بست و ششم: بفرض باطل کوئی جزئیہ نادرہ شاذہ ہوتا بھی تو ظاہر الروایۃ و نصوص متواترہ و تصریحات متظافرہ اور خود آیات متکاثرہ کے مقابل مردود ہوتا اور اس پر فتوٰی دینا حسب

---

[1] ردالمحتار کتاب القضاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۰۴

36/36

تصریح علماء کرام جہل وخرق اجماع ہوتا، تصحیح القدوری پھر درمختار میں ہے:

الحکم والفتیا بالقول المرجوح جہل وخرق للاجماع[1]	مرجوح قول پر فیصلہ اور فتوٰی جہالت اور اجماع کے خلاف ہے۔ (ت)

جہاں کہ وہ بھی ہاتھ میں نہیں اس کی سخت شناعت کس درجہ چہیں۔

بست وہفتم: بفرضِ محال اگر مرجوح نہیں کوئی قول مساوی بھی گھڑ لیا جاتا جب بھی اس کے سبب ابطال وقف روا نہ ہوتا کہ مسائل مختلف فیہا میں فتوٰی اس پر واجب ہے جو وقف کے لئے انفع ہو، نہ اس پر کہ وقف کا ناقض ہو کما نصوا علیہ فی غیرما کتاب (جیسے کہ کثیر کتب میں فقہاء کرام نے تصریح فرمائی۔ ت)

بست وہشتم: مفتی ومصدقین ومستفتی واہلِ معاملہ سب صاحبوں سے خیرخواہانہ معروض۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولٰئک الذین ھدٰھم اللہ واولٰئک ھم اولوا الالباب[2]	اے نبی! خوشی کی خبر دے میرے بندوں کو جو کان لگا کر بات سنیں پھر بہتر کی پیروی کریں وہی ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی اور وہی عقلمند ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

اور فرماتا ہے:

والذین اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموا انفسھم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبھم ومن یغفر الذنوب الا اللہ ولم یصروا علٰی ما فعلوا وھم یعلمون ۝ اولٰئک جزاؤھم مغفرۃ من ربھم وجنٰت تجری من تحتھا الانھٰر خٰلدین فیھا ونعم اجر العٰملین[3] ۝	اور جنت ان کے لئے تیار کی گئی ہے کہ جب کوئی بدی یا گناہ کر بیٹھیں اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی بخشش مانگیں اور اللہ کے سوا کون گناہ بخشے اور اپنے کئے پر دانستہ ہٹ نہ کریں ان کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے معافی ہے اور باغ جن کے نیچے نہریں ہیں ہمیشہ ان میں رہیں اور کام والوں کا کیا اچھا نیگ۔

---

[1] درمختار مقدمۃ الکتاب رسم المفتی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۵

[2] القرآن الکریم ۳۹/ ۱۷، ۱۸

[3] " " ۳/ ۱۳۵-۱۳۶

ابوداؤد، ترمذی نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما اصر من استغفر[1] جس نے معافی مانگ لی اس نے ہٹ نہ کی۔

امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

ان الحق قدیم ولا یبطل الحق شیئ و مراجعۃ الحق خیر من التمادی فی الباطل[2] رواہ الدارقطنی والبیھقی و ابن عساکر عن ابی العوام البصری۔

بیشک حق قدیم ہے حق کو کوئی چیز باطل نہیں کرتی حق کی طرف رجوع باطل پر قائم رہنے سے بہتر ہے (اس کو دارقطنی، بیہقی اور ابن عساکر نے ابو العوام البصری سے روایت کیا ہے۔ ت)

یہ فرمان امیر المومنین نے اپنے قاضی ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ارسال فرمایا۔

خوشی و شادمانی ہے انھیں جو سنیں اور گردن رکھیں انسان سے خطا مستبعد نہیں مگر خیر الخطائین التوابون[3] خطاکار کی خیر اس میں ہے کہ توبہ کرے رواہ احمد والترمذی وابن ماجۃ والحاکم وصححہ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (اس کو احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے صحیح کہہ کر انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ ت) حق کی طرف رجوع سے عار وسوسۂ ابلیس ہے اس کا ساختہ بہتر یا اس کے ارشاد کی اطاعت جو قرآن مجید میں فرما چکا کہ خطا پر اصرار نہ کیا تو میں نے تمہارے لئے جنت تیار کر رکھی ہے۔ شیطان سمجھاتا ہے کہ رجوع کی تو علم وعقل کو بٹا لگے گا۔ دشمن جھوٹا ہے اور اللہ سچا کہ اچھی بات سن کر ماننے والے ہی ہدایت پر ہیں اور وہی عقل والے ہیں اللہ توفیق دے۔

بست ونہم: یہ فتوے چھپ کر شائع ہوئے ان کا ضرر متعدی ہوا، کہاں دہلی کرنال کہاں راولپنڈی گوگڑہ جہاں سے یہاں آیا، اس کا ازالہ مفتی ومصدقین سب پر فرض ہے، جیسے یہ فتوے شائع ہوئے یوں ہی ان کا بطلان، ان سے رجوع ملک میں شائع کریں، اس میں اللہ کی رضا ہے اللہ کے رسول کی رضا ہے، خلق کے نزدیک عزت ووقعت ہے، حق پسند کا لقب ملنا بڑی دولت ہے، رسول اقدس

www.alahazratnetwork.org

---

[1] جامع الترمذی ابواب الدعوات احادیث شتی من ابواب الدعوات امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۹۵

[2] سنن الدارقطنی کتاب الاقضیۃ والاحکام نشر السنۃ ملتان ۴/ ۲۰۶

[3] جامع الترمذی ابواب صفۃ القیامۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۷۳

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

اذا عملت سیئۃ فاحدث عندھا توبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ[1] رواہ الامام احمد فی الزھد والطبرانی فی الکبیر عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

جب تو گناہ کرے تو فوراً توبہ کر، خفیہ کی خفیہ اور علانیہ کی علانیہ۔ (اس کو امام احمد نے زہد میں اور طبرانی نے کبیر میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند حسن روایت کیا۔ ت)

افسوس کہ چھاپنے والے صاحب نے تمہید میں لکھا تھا "بغرض اطلاع عام مسلمان اور علمائے حنفیہ ہندوستان عرض کیا جاتا ہے" اور آخر میں لکھا تھا "یہ مضمون اہل اسلام ہند اور علمائے حنفیہ کے روبرو پیش کرتا ہے"۔ ممکن کہ قریب مواضع دیوبند و تھانہ بھون بھیجا اور جواب موافق ملا یا سکوت رہا ہو یہاں اب تین برس کے بعد ایک بندۂ خدا نے بھیجا اور اس کی صحت و بطلان سے استفتاء کیا اول ہی آجاتا تو مفتی و مصدقین پر حق جلد کھل جاتا، مانناہ ماننا جب بھی توفیق پر تھا اب بھی توفیق پر ہے،

وحسبنا اللہ ونعم الوکیل واللہ یھدی من یشاء الٰی صراط مستقیم۔ ہمیں اللہ تعالٰی کافی ہے اور وہ اچھا وکیل ہے اور اللہ تعالٰی ہی جسے چاہتا ہدایت فرماتا ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

سیئم: اشاعت فتوے میں لکھا ہے کہ جائداد کرنال کے واقف حکماً مجور و ممنوع التصرف کردئے گئے تھے اور حکام رجسٹری کو ممانعت کی گئی تھی کہ ان کی کسی دستاویز انتقال پر رجسٹری نہ کریں اس کے احکام امتناعی کرنال، مظفر نگر، الٰہ آباد تین محکموں سے ۴ اگست لغایت ۲ ستمبر ۱۹۰۰ء صادر ہو چکے تھے، پھر بھی یہ لکھا ہے کہ انھوں نے ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء کو اپنی جائداد کا وقف نامہ لکھا اور ۵ ستمبر ۱۹۰۰ء کو اس پر رجسٹری ہوئی۔ احکام امتناعی کے بعد رجسٹری کیونکر ہوئی تو وہ بھی حکم ہے جس سے فک حجر متصور ہو یا بطور خود کسی اہلکار کی حکم عدولی، بہرحال یہ قانونی بحث ہے شریعت مطہرہ کے حکم میں بلاشبہ وہ وقف صحیح ہوکر تام و نافذ و لازم ہے جائداد ملک واقف سے خارج ہوکر خالص ملک الٰہی عزوجل ہوگئی، اور اب ان فتووں کی رُو سے ورثاء وقف کو باطل کرکے اس پر مالکانہ قابض ہوگئے اس کا وبال عنداللہ مفتی و مصدقین کے سر ہے بقائے جائداد تک اس مال خدا میں جتنے تصرفات مالکانہ نسلاً بعد نسل ہوا کریں گے ہمیشہ ان کا وبال مفتی و مصدقین کی زندگی میں اور بعد موت قبر میں پہنچا کرے گا

---

[1] الزہد للامام احمد بن حنبل ترجمہ الامام احمد بن حنبل الدیان للتراث قاہرہ مصر ص ۳۵

خود فتوے نے تسلیم کیا ہے کہ احکام قانونی شرعاً وہی مفید ہیں جو مطابق شرع ہوں نا مسلم تو نا مسلم خود قاضیانِ اسلام بلکہ سلاطینِ اسلام اگر کوئی چیز زید کو برخلاف حکم شرع دلادیں وہ ہرگز اس کے لئے حلال نہ ہوجائے گی احکامِ سلاطین دنیا تک ہیں آخرت میں کام نہیں آسکتے، سلاطین درکنار خود صاحبِ شریعت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

انکم تختصمون الی فلعل بعضکم ان یکون الحن بحجتہ من بعض فاقضی لہ علی نحو مما اسمع فمن قضیت لہ بحق مسلم فانما ھی قطعۃ عن النار فلیأخذھا اولیترکھا۔[1] رواہ الائمۃ مالک واحمد والستۃ عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

صاف ارشاد فرمایا کہ ایک اگر اپنی چرب زبانی کے باعث حجت میں بازی لے جائے اور ہم اسے ڈگری دے دیں اور واقع میں اس کا حق نہ ہو تو ہمارا ڈگری فرمانا اسے مفید نہ ہوگا وہ مال نہیں اس کے حق میں جہنم کی آگ کا ٹکڑا ہے چاہے لے یا چھوڑ دے (اسکو امام مالک، احمد اور ائمہ صحاح ستہ نے ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔ت)

مفتی ومصدقین پر فرض ہے کہ جس طرح اپنے غلط فتوے سے یہ آتشِ دوزخ کا ٹکڑا ورثہ کو دلایا یونہی اپنی صحیح ولوجہ اللہ کوششوں سے انھیں اس سے بچانے کی فکر کریں ورنہ انما علیك اثم الاریسیین (کاشتکاروں کا گناہ تجھی پر ہے۔ت) اللہ واحد قہار سے ڈریں اور ولیحملن اثقالھم واثقالا مع اثقالھم ولیسئلن یوم القیمۃ عما کانوا یفترون[2] (اور وہ اپنا بوجھ اُٹھائیں گے اور اپنے بوجھ کے ساتھ مزید بوجھ اٹھائیں گے، اور ضرور ان سے قیامت کے روز ان کی افترا بازی پر سوال ہوگا۔ت) کی جانگزا آفت سے پرہیز کریں۔ یہ ضرور ہے کہ بہت ابنائے دنیا کو ملا ہوا مال چھوڑنا سخت دشوار بلکہ نا ممکن ہوتا ہے مگر زمانہ اللہ کے ڈر والے بندوں سے خالی نہیں اور نصیحت نفع دیتی ہے وذکر فان الذکری تنفع المؤمنین[3] (آپ یاد دہانی کرائیں تو بیشک یاد دہانی مومنوں کو نفع دے گی۔ت) ابلیس کہ دشمن راہ خدا ہے دوسروں کے بتانے میں آپ کے باطل

---

[1] صحیح مسلم — کتاب الاقضیہ — قدیمی کتب خانہ کراچی — ۲/۷۴
صحیح البخاری — کتاب الحیل وکتاب الاحکام — " " " — ۲/۱۰۳۰ و ۱۰۶۲
مؤطا امام مالک — کتاب الاقضیہ — میر محمد کتب خانہ کراچی — ص ۶۳۲
مسند احمد بن حنبل — المکتب الاسلامی بیروت — ۲/۲۰۳ و ۲۹۰ و ۳۰۸

[2] القرآن الکریم ۲۹/۱۳

فتووں کا حیلہ سکھائے گا کہ اتنے مولوی حلال کررہے ہیں عذاب ہے تو ان کی گردن پر، مگر جب آپ حضرات خود ہی خوفِ خدا کرکے حق حکم ان پر ظاہر کریں گے تو کیا عجب کہ اللہ عزوجل اپنے بندوں کو حرام مال سے بچنے اور وقف خدا پر تصرف نہ کرنے کی توفیق بخشے اور جب وہ رئیس جاگیردار ہیں تو شاید اسی پران کا ذریعہ رزق منحصر نہ ہو اور ہو تو رزق اللہ عزوجل کے ذمۂ کرم پر ہے حرام کھانے سے فاقہ لاکھ جگہ بہتر ہے اور اس میں حکام کی کچھ مخالفت نہیں جس پر ڈگری ہو وہ مجبور کیا جاتا ہے جس کی ڈگری ہو اگر خدا سے ڈرے اور اس مال کو چھوڑ دے حکام کو ہرگز اس سے تعرض نہ ہوگا۔ کیا اچھا ہو کہ روزِ قیامت اللہ واحد وقہار کے حضور کھڑے ہونے سے ڈریں اور قلیل و ذلیل و فانی مال چھوڑ کر جلیل و جزیل و باقی ثواب لیں۔ بہرحال مفتی ومصدقین پر اپنے فرض سے ادا ہونا فرض ہے یہ محض خالص اسلامی غرض ہے۔ دیکھیں کون بندۂ خدا سبقت کرتا اور رضائے الٰہی و ثوابِ عقبٰی و ثنائے دنیا کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ اللہ عزوجل توفیق دے،

فستذکرون ما اقول لکم و افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد[1] و حسبنا اللہ و نعم الوکیل۔

تو عنقریب یاد کروگے جو تمہیں کہہ رہا ہوں، میں اپنا معاملہ اللہ تعالٰی کے سپرد کرتا ہوں، بتحقیق اللہ تعالٰی بندوں کو دیکھتا ہے، ہم کو اللہ تعالٰی کافی ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

وصلی اللہ تعالٰی وبارک وسلم علٰی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین اٰمین والحمد للہ رب العالمین، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وحکمہ عزشانہ احکم۔

مسئلہ ۱۱۵: از ریاست رامپور محلہ لال قبر مرسلہ سید احمد حسن صاحب ۲۷ شوال المکرم ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے ۱۵ نومبر ۱۹۱۴ء کو ایک مکان خریدا، ۱۷ جنوری ۱۹۱۵ء کو زید نے اس پر دعوٰی شفعہ کیا اور ۸ جنوری کو علم بیع ہونا اور اسی وقت طلب مواثبت و اشہاد بجالانا بیان کیا اور اس پر پانچ گواہ دیئے ہندہ نے ستات گواہ تسلیم شفعہ کے پیش کئے حاکم نے ان گواہوں پر اعتماد فرماکر دعوٰی رَد کردیا مدعی نے اپیل کی اور گواہان ہندہ پر بہت سی جرحیں نکالیں اور ان کے متعلق دو فتوے داخل کئے سائل نے بریلی دارالافتاء سے

---

[1] القرآن الکریم ۴۰/ ۴۴

فتویٰ چاہا اس پر فیصلہ و اظہارات جملہ گواہان فریقین کی نقول باضابطہ لانے کا حکم ہوا، سائل نے نقول حاصل کیں اور حسب الحکم مع نقل ہر دو فتوائے مدخلۂ مدعی حاضر دار الافتاء ہیں امید کہ بعد ملاحظہ حکم شرعی سے خالصاً لوجہ اللہ اطلاع عطا ہو۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب نقول مذکورہ مطلوبۂ دار الافتاء مدخلۂ سائل ملاحظہ ہوئیں باضابطہ نقلیں اس لئے طلب کی تھیں کہ تجربہ سے سائلوں کا خلافِ رُوداد اظہار کرکے فتویٰ لینا ثابت ہولیا تھا جس میں سراسر اضاعتِ وقت دار الافتاء تھی، فیصلہ و اظہارات کا ملاحظہ بنگاہِ اولین بتاتا ہے کہ مدعی اپنے دعوی شفعہ کو بروجہ شرعی ثابت کرنے میں محض ناکام رہا، عند الشرع دعوی واجب الرد ہے جیسا کہ ذی علم فاضل مفتی نے کیا۔ تمام ابحاث کہ دونوں فتووں میں ظاہر کی گئیں ان پر فرداً فرداً نظر اور ہر باطل کا ابطال مستقل ایک وقت چاہتا تھا مگر ہر دُو فتوے مدخلۂ مدعی خود ہی رَدِّ دعوی کو کافی وافی ہیں ان سے زیادہ ثبوت کی حاجت نہیں کہ وہ خود مسلّمۂ مدعی ہیں لہٰذا انھیں وجوہ مقبولۂ مدعی و مفتیان مدعی سے بطلانِ دعوٰی ثابت کرکے صرف ایک وجہ شرعی اور اضافہ کریں جس کی طرف فیصلہ میں بھی توجہ مبذول نہ ہوئی۔

www.alahazratnetwork.org

وجہِ اوّل: پہلے فتوے میں گواہِ ہندہ سید ابو القاسم پر یہ اعتراض ہے کہ اس کے بیان میں مدعی بہا کا تعین نہیں، مدعی بہا یہاں مکان ہے اس کی تعیین کے دُو طریقے ہیں: ایک نشان دہی، دوسرے بیانِ حدود۔ دونوں اس کے بیان میں نہیں، ایسی حالت میں گواہی کیونکر مقبول ہوسکتی ہے اور اس پر قاضی خاں کی تین عبارتیں پیش کیں، سید ابو القاسم کے بیان میں وعدۂ نشان دہی ہے کہ مکان کو موقع پر بتادُوں گا۔ پانچوں گواہانِ مدعی نے بھی صرف وعدۂ نشان دہی کیا ہے جب وہ کافی نہیں تو مدعی کی پانچوں گواہیاں مدعا بہا سے خالی اور واجب الرد و نامقبول ہوئیں کہ ان میں نہ بیانِ حدود ہے نہ نشاندہی، بلکہ رحمت علی خاں نے صراحۃً کہا ہے منظہر حدیں مکان متنازعہ کی نہیں بتاسکتا' منظہر حدیں دیکھنے نہیں گیا تھا، گواہیوں میں وقت طلب شفعہ جانب مکان اشارۂ مدعی کا بیان نہ گواہ کا اشارہ ہوا نہ بیانِ حدود۔ مدعی نے اس وقت اشارہ کیا ہو گواہ تو نہیں بتاتے کہ وہ کون سا مکان ہے جس کی طرف اشارہ کرکے طلبِ مواثبت کی تھی فتوی مدعی کو تسلیم ہے کہ اسکی

عہ: فتوے میں ہر جگہ یہ لفظ منظہر ہے کہ محض مہمل و بے معنی ہے ۱۲۔

تعیین کے دو ہی طریقے تھے ، نشاندہی یا بیانِ حدود ، اور وہ دونوں یہاں مفقود ، لہٰذا پانچوں گواہیاں مردود۔

وجہ دوم : عجب یہ کہ گواہی ہندہ میں مکان خود مدعی بہ نہیں بلکہ اس کا دعوٰی تسلیمِ شفعہ کا ہے مکان صرف متعلقاتِ دعوٰی سے ہے تو جہاں وعدۂ نشاندہی کافی ہو کر صرف ایک شے متعلق دعوٰی کی تعیین نہ ہونے سے فتوائے مدعی نے شہادتوں کو ناممکن القبول بنایا تو یہاں کہ خود مکان ہی مدعی بہ ہے وعدۂ نشان دہی ناکافی ہو کر بیانِ گواہان میں اس کا عدمِ تعیین کیوں نہ ان تمام شہادات کو واجب الرد کرے گا۔

وجہ سوم : فتوے نے گواہانِ ہندہ محمد صدیق خاں، محمد سعید خاں ، محمد علی خاں پر بھی یہی عدمِ تعیین مدعی بہ کا اعتراض کر کے فرمایا اس لئے شہادت ان کی بالمجہول شرعًا لغو و باطل ہے اور اس پر قاضی خاں اور عالمگیریہ کی عبارتیں پیش کیں۔ یہ سب سے عجیب تر ہے ان تینوں کے اظہار خود موقع پر ہوئے اور نقول میں ہر ایک کے ساتھ صاف تصریح ہے کہ نشاندہی کر دی تو اوّلاً ان کی شہادت کو بالمجہول کہنا کیسا صریح لغو و باطل ہے۔

ثانیًا جب بالفعل نشاندہی بھی تعیین کو کافی نہ ہوتی تو پانچوں گواہان مدعی کے بیان میں کہ نشاندہی کا صرف وعدہ ہے سو درجہ زائد ان کو شہادت بالمجہول و لغو و باطل کرے گا۔

وجہ چہارم : وہی کہ گواہی مدعا علیہا میں مکان مدعی بہ نہیں جب یہاں نشاندہی کافی نہ ہوتی شہادات مدعی میں کہ خود مکان مدعی بہ ہے وعدہ کس درجہ باطل و ناکام ہوگا۔

تنبیہ : ان افادوں کے بعد دار الافتاء کو اس بحث کی طرف توجہ کی اصلاً حاجت نہیں کہ اس عدمِ تعیین کا جواب فیصلہ میں یہ فرمایا کہ تسلیم اسقاط ہے اس میں تعیین کی ضرورت نہیں اور فتوے نے اس پر رَد کیا کہ اس حالت میں ہے کہ اسقاط بالفاظ صریحہ ہوا ہو ورنہ تسلیم لغو اور بعد تسلیم اختیار دعوٰی حاصل ، اور اس پر عالمگیری کی عبارت پیش کی ، اگرچہ یہ جواب ہرگز صحیح نہیں۔

اوّلًا وہ عبارت عالمگیری تسلیم دلالۃً میں ہے مثلاً خبر بیع سُن کر خاموش رہنا اُٹھ جانا یا مشتری سے جلیعہ کی خریداری یا ہبہ یا اجارہ کی خواہش ، اور یہاں تسلیم ان لفظوں میں بیان ہوتی ہے کہ اچھی بیگم نے مکان خرید لیا میں بہت خوش ہوا ، اس کے لینے سے میں خوش ہوں ، مناسب ہے اچھا کیا ، یہ دلالۃً تسلیم کی شق میں کیونکر جا سکتے ہیں۔

ثانیًا دلالۃً تسلیم میں بھی صرف علم شفیع بالبیع درکار ہے نہ کہ تسلیم میں تعیین حدود جس پر

یہاں بحث ہے، خود اسی عبارت عالمگیری میں تسلیم صریح امایجری مجراہ میں فرمایا:

سواء علموا بالبیع اولم یعلموا ان کان بعد البیع[1]	بیع کے بعد ہو تو بیع کا علم ہو یا نہ ہو برابر ہے۔ (ت)

اور دلالۃً میں فرمایا:

لایسقط حقہ ثمہ الا بعد العلم[2]	وہاں حق ساقط نہ ہوگا مگر علم کے بعد۔

وجہ پنجم: فتوے نے گواہ ہشتم سید اچھے میاں کی شہادت پر یہ اعتراض کیا کہ تعیین و تعریف مدعی و مدعاعلیہ کی کرنا گواہ پر ضروری ہے بلا اس کے گواہی نامعقول ہے اور تعریف و تعیین بصورت موجودگی مدعی و مدعاعلیہ وقت ادائے شہادت اشارہ سے چاہئے یہ یہاں مفقود ہے اور اس پر عالمگیری کی عبارت پیش کی۔ گواہ کے لفظ یہ ہیں: "اس میں پیارے میاں صاحب مدعی حاضر عدالت نے فرمایا یہ مکان تم نے اچھی بیگم کے نام خریدا ہے مناسب ہے۔" اگر مدعی کا نام اور یہ صفت کہ مدعی اور یہ وصف کہ حاضر عدالت ان تینوں کا اجتماع تعیین و تعریف کے لئے کافی نہیں بلکہ بوجہ حضور مدعی خاص اشارہ ہی لازم تھا تو مدعی کے پانچوں گواہوں میں بعینہٖ یہی حالت ہے ایک نے بھی مدعی کی طرف اشارہ نہ کیا سب نے پیارے میاں مدعی حاضر عدالت ہی کہا ہے یا برادر مدعی سید وزیر علی نے اتنا اور بڑھایا جن کو شجاعت علی کہتے ہیں تو ثابت ہوا کہ بحکم فتوائے مدخلہ مدعی پانچوں گواہان مدعی کی گواہیاں مردود ہیں۔

وجہ ششم: دوسرا اعتراض اسی گواہ پر عدم تعیین مدعا علیہا سے کیا کہ بصورت عدم موجودگی عام آدمی کی تعیین ولدیت وغیرہ سے چاہئے تھی وہ بھی متحقق ان کے بیان میں نہیں ہے لہذا شہادت ان کی شرعاً ہرگز قابل قبول نہیں اس پر بھی وہی عبارت عالمگیری سند ہے، یہاں اتنا فرق ضرور ہے کہ سید اچھے میاں نے صرف اچھی بیگم کہا اور گواہان مدعی سوائے سید وزیر علی کے بیان میں بھی اگرچہ اچھی بیگم کی ولدیت مذکور نہیں مگر خبر و طلب یعنی شاہ علی حیدر کے اخبار اور مدعی کے طلب شفعہ میں بیان زوجیت ہے، مخبر نے کہا مکان مدن میاں کی بی بی اچھی بیگم نے مول لیا الخ مدعی نے کہا جس قیمت کو یہ مکان مدن میاں کی بیوی اچھی بیگم نے مول لیا، فتوٰی میں یہ عبارت عالمگیری اس لفظ تک نقل فرمائی:

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشفعہ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۱۸۲

[2] " " " " ۵/ ۱۸۲

یحتاج الی تسمیۃ الشھود اسم المیت واسم الغائب واسم ابیھما[1]	گواہوں کے نام اور میت اور غیر حاضر اور ان کی ولدیت کے نام ضروری ہیں۔ (ت)

اس کا ظاہر یہ ہے کہ بیان ولدیت ضرور ہے جس سے چاروں گواہان مذکورۂ مدعی کے بیان بھی خالی ہیں مگر یہاں کارروائی اور ہے فتوے نے ناقص عبارت نقل کی اور اس کا تتمہ کہ مضر جملہ شاہدان مذکور مدعی تھا چھوڑ دیا اس کے بعد عبارت عالمگیری یوں ہے:

واسم جدھما شرط الخصاف ذکر الجد للتعریف وھکذا ذکر فی الشروط، ومن مشایخنا من قال ھذا قول ابی حنیفۃ ومحمد رحمھما اللہ تعالٰی اما علٰی قول ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی فذکر الاب یکفی کذا فی الذخیرۃ، والصحیح ان النسبۃ الی الجد لابد منھا کذا فی البحر الرائق[2]	یعنی غیر مشہور شخص کہ حاضر نہیں ضرور ہے کہ اس کا نام اس کے باپ کا نام اس کے دادا کا نام گواہ لیں امام خصاف نے تعریف کیلئے دادا کا ذکر شرط فرمایا ہے ایسا ہی کتاب الشروط میں ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے کہا کہ دادا کا نام لینا ضروری ہونا حضرت سیدنا امام اعظم و امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی کا قول ہے، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک باپ کا نام کافی ہے ایسا ہی ذخیرہ میں ہے اور صحیح یہ ہے کہ دادا کا نام لئے بغیر چارہ نہیں ایسا ہی بحرالرائق میں ہے۔

www.alahazratnetwork.org

یہاں تک عالمگیری کی پوری عبارت تھی جس میں صرف باپ کے نام تک نقل فرما کر باقی چھوڑ دی اب اگر ولدیت کی حاجت نہ بھی ہو تو عبارت مذکورہ کا صاف ارشاد ہے کہ ایک تقیید کافی نہیں دو ضرور ہیں یہی ہمارے امام مذہب کا مذہب ہے اور یہی صحیح ہے تو ان گواہان مدعی نے کہ فقط مدن میاں کی بی بی اچھی بیگم نے کہا ایک ہی تقیید ہوتی اور تعیین کے لئے ناکافی ہو کر صحیح مذہب امام اعظم میں شہادتیں مردود ہوئیں جب آدمی اور اس کے باپ کا نام کافی نہیں کہ وہ تک شرکت نادر نہیں، ممکن کہ اور شخص بھی اس نام کا ہو جس کا باپ بھی اس کے باپ کا ہمنام ہو لہذا نام جد ضروری ہے عورت اور اس کے شوہر کا نام کیوں کافی ہونے لگا، یہاں بھی ممکن کہ اور عورت بھی اس نام کی ہو جس کا شوہر بھی اس کے شوہر کا ہمنام ہو، لہذا تقیید دیگر بھی ضروری ہے۔ تو بے سید وزیر علی انھوں نے ضرور دو نام لئے شوہر کے ساتھ اچھی بیگم کے باپ کا نام ایوب شاہ بھی بتایا

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشہادۃ الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۴۵۹/۳

[2] " " " " " " " " "

مگر افسوس کہ شوہر کا نام ددن میاں لیا اور شاہ حیدر علی کے بیان میں بھی یونہی کہا کہ مکان اچھی بیگم ددن میاں کی بی بی نے خرید لیا، یہ نام لینا نہ لینے سے بدرجہا بدتر ہوا نہ لیا جاتا تو مدعا علیہا میں ایک نوع جہالت رہتی اور نام بدل دیا تو مدعا علیہا خود بدل گئی کہ وہ اچھی بیگم بنت ایوب شاہ جو مدن میاں کی بی بی ہے یقیناً اس اچھی بیگم بنت ایوب شاہ کی غیر ہے جو اسی وقت میں ددن میاں کی بی بی ہو، اس کے بیان کو بھی یہی فتوائے مدخلہ مدعی کافی ہے، مدعا علیہا کے گواہ محمد شاہ خاں کے بیان میں یہ جملہ واقع ہوا مظہر اچھی بیگم مدعا علیہا کو جانتا ہے اس کے باپ کا نام ایوب علی ہے، اس پر فتوے نے اعتراض فرمایا کہ ان کے بیان میں ایک نقصان یہ بھی ہے کہ انھوں نے ولدیت مدعا علیہا کی غلط بیان کی ہے کہ جس کا یہ شاہد ہے اس کو خود تسلیم ہے لہذا اس کی گواہی کیونکر قابل قبول ہوسکتی ہے اور اس پر عالمگیری کی سند دی، یونہی یہاں بھی سید وزیر علی کی نسبت کہا جائے گا کہ ان کے بیان میں ایک نقصان یہ بھی ہے کہ انھوں نے زوجیت مدعا علیہا کی غلط بیان کی ہے کہ جس کا یہ شاہد ہے اس کو خود تسلیم ہے لہذا اس کی گواہی کیونکر قابل قبول ہوسکتی ہے بلکہ انصافاً ایوب شاہ و ایوب علی میں وہ تباین نہیں جو مدن میاں و ددن میاں میں ہے ممکن کہ نام ایوب علی شاہ ہو اور اختصاراً کسی نے ایوب شاہ کہا کسی نے اخیر کا کلمہ تعظیمی کم کرکے ایوب علی؛ بخلاف مدن و ددن کہ قطعاً دو متغایر نام ہیں بہرحال اسی وجہ ششم پر بھی پانچوں شہادات مدعی رد ہیں۔

وجہ ہفتم : مدعی کے فتوائے اولیٰ نے جملہ شہادات مدعی کو ان چھ وجوہ سے باطل کیا نہ یوں کہ مجموع پر چھ ہوں بلکہ ہر گواہی چھ وجہ سے مردود ہے، اب اس فتوے میں بعض شہادتوں پر دو اعتراض اور ہیں کہ وہ بھی مدعی کی بعض شہادات پر وارد ہیں یونہی بعض دیگر کا ابطال مدعی کے فتوائے دوم سے ہے یوں مل کر ان فتووں نے ساتویں وجہ سے جملہ شہادات مدعی باطل کی ہیں ان کا بیان سنئے:

اوّل شہادت محمد شاہ خاں پر تبدیل نام کا اعتراض کہ اس سے سخت تر شہادت سید وزیر علی پر وارد ہے۔

دوم : شہادت منور حسین پر اس کا جزو بیان غلط ہونے سے اعتراض کہ اس نے کہا مجھے ثمن وصول ہوگیا تھا حالانکہ واقع میں اس وقت تک وصول نہ ہوا تھا فتوے نے اس کی نسبت

www.alahazratnetwork.org

کہا تھا کہ عدالت کو بھی تسلیم ہے ہم نے فیصلہ میں کہیں اس کی صریح تسلیم نہ پائی بلکہ جواب وہ دیا ہے کہ بر تقدیر وقوع بھی شہادت سے دفع مضرت کرے جس کا بیان عنقریب آتا ہے بہرحال یہ اعتراض گواہ مدعی احسان خاں بلکہ ننھے مرزا پر بھی ہے ان کے کلام میں بھی تناقض ہے ننھے مرزا نے کہا مظہر گل نور خاں کے چبوترہ پر قریب مکان متنازعہ بیٹھا ہوا تھا اس کو عرصہ کوئی ڈھائی مہینہ کا ہوا پھر کہا مظہر چبوترہ کے نیچے بیٹھا تھا اور آدمی چبوترہ پر تھے اسے اگر استدراک ہی کہئے تو احسان خاں نے اولاً کہا جب سے مظہر اس جلسہ میں آیا اور جب تک گیا مظہر سے کسی کی بات نہ ہوئی، بعد کو کہا یا مظہر گل نور خاں سے باتیں کررہا تھا یہ ضرور تناقض ہے اور تناقض میں کذب سے مفر نہیں کہ دونوں باتیں سچی نہیں ہوسکتیں عالمگیری میں مبسوط سے ہے :

لم تقبل شہادتھما لانا نتیقن بکذب احدھما[1] دونوں کی گواہی قبول نہ ہوگی دونوں میں سے ایک کے جھوٹا ہونے کا ہمیں یقین ہے۔ (ت)

فیصلہ نے منور حسین خاں کی طرف سے وہ جواب دیا کہ وہی احسان خاں اور ننھے مرزا پر سے اس اعتراض کا جواب ہوتا یعنی یہ امر صلب شہادت سے خارج ہے اور شرعاً نقض غیر مشہود بہ مضر شہادت نہیں اور اس پر یہ عبارت شرح وقایہ تحریر فرمائی :

www.alahazratnetwork.org

الاکذاب فی غیر المشہود بہ لا یمنع القبول[2] مشہود بہ کے غیر میں جھٹلانا قبولیت کے لئے مانع نہیں ہے۔ (ت)

یہ عبارت اگرچہ چنداں متعلق نہ ہو کہ کلام کذب میں ہے نہ اکذاب میں بلکہ اس کے لئے یہ عبارت خلاصہ و ہندیہ ہے کہ :

التناقض فیما لا یحتاج الیہ لا یضر[3] غیر ضروری معاملہ میں تناقض مضر نہیں ہے (ت)

مگر فتوائے مدعی نے خود بھی کذب و اکذاب میں فرق نہ کرکے اس کا یہ رَد کیا کہ بصورت منسوب ہونے گواہ کے صریح جھوٹ کے ساتھ گواہی اس کی نامقبول ہے خواہ یہ لغو بیانی اس کی مشہود بہا سے خارج ہو یا نہ ہو اور اس پر یہ عبارت عالمگیری پیش کی :

فی العیون شہد الرجلان علی اٰخر عیون میں ہے کہ دو گواہوں نے ایک شخص کے

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الشہادات الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۵۰۸

[2] شرح الوقایۃ " " باب قبول الشہادۃ وعدمہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۱۶۹

[3] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ الخلاصۃ کتاب الشہادات الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۴۶۰

بالف وانہ قد قضاہ خمسمائۃ و قال الطالب لی علیہ الف وما قضانی شیئا والشہود اوھموا فی الشہادۃ علی القضاء تقبل شہادتہما ان عدلا ولو قال شہادتہم بالالف حق وبالقضاء باطل لاتقبل شہادتہما لانہ نسبہما الی الفسق کذا فی المحیط[1] (ملتقطا)۔

ذمہ ہزار کی گواہی دی اور کہا کہ پانصد اس نے ادا کردئے ہیں جبکہ مدعی کہتا ہے کہ میرا اس کے ذمہ پورا ہزار ہے ابھی اس نے کچھ بھی ادا نہیں کیا اور گواہوں کو ادائیگی کے متعلق شہادت میں وہم ہوا ہے تو ان کی شہادت قبول ہوگی بشرطیکہ دونوں گواہوں کو عادل قرار دیا گیا ہو اور اگر طالب یعنی مدعی نے کہا ان گواہوں کی ہزار کے متعلق گواہی حق ہے اور ادائیگی کے متعلق شہادت باطل ہے تو گواہوں کی شہادت مقبول نہ ہوگی کیونکہ اس صورت میں اس نے گواہوں کی نسبت فسق ظاہر کیا ہے، محیط میں ایسے ہی ہے (ملتقطا)۔ (ت)

مگر نہ جانا کہ صورت عالمگیری کو یہاں سے کچھ علاقہ نہیں جب مدعی ہزار روپے کا مطالبہ بتاتا ہے اور گواہ کہتے ہیں ہزار تھے پانسو ادا ہوچکے ہیں تو وہ صراحۃً ہزار کے مطالبہ کو غلط اور صرف پانسو کا مطالبہ بتارہے ہیں اسے مشہود بہ سے خارج ماننا عجیب ہے۔

www.alahazratnetwork.org

سوم: یہاں تک فتوائے اولٰی کے حرف حرف پر کلام ہولیا اب دوسرا سُنئے،

فتوائے ثانیہ مدعی کا خلاصہ یہ ہے کہ:

اولاً مدعا علیہا کا بیان تھا کہ ۱۰ نومبر یعنی تاریخ بیع ہی بیٹی کو علم بیع ہوا، مدعی شریک مشورہ تھا، اس نے بعد البیع تسلیم کی ان میں پہلے دو فقرے کسی گواہ مدعا علیہا نے بیان نہ کئے تو شہادت مطابق دعوٰی نہیں لہٰذا نامقبول، عینی میں ہے:

موافقۃ الشہادۃ للمدعی ان تتحد انوعا وکما ووزمانا[2]

مدعی کے لئے شہادت کی موافقت یوں ہے کہ وہ نوع، مقدار اور زمانہ کے اعتبار سے متفق ہوں۔ (ت)

ثانیاً گواہان مدعا علیہا میں محمد سعید خاں، محمد صدیق خاں، محمد علی خاں جن کی شہادت ۲۳ اپریل کو ہوئی اس وقت سے چار مہینے پہلے مدعی کا وہ قول بتاتے ہیں کہ مکان اچھی بیگم نے مول لیا، میں خوش ہُوا تو حساب سے اس قول کا وقت اواخر دسمبر آتا ہے اور منور حسین خاں، محمد شاہ خاں

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشہادت الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۴۹۵

[2] البنایۃ فی شرح الہدایۃ للعینی کتاب الشہادات المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۳/ ۲۴۷

سید اچھے میاں شروع جنوری روز جمعہ کو مدعی کا یہ کہنا بیان کرتے ہیں اور خود مدعا علیہا ۱۵ نومبر ہی کو وقوع تسلیم بتاتی ہے اب بیان گواہان کو موجب تسلیم مانیے یا تسلیم گزشتہ کی خبر۔ برتقدیر اول جبکہ حسب بیان مدعا علیہا شفعہ ۱۵ نومبر کو تسلیم و ساقط ہوچکا تھا، پھر دسمبر و جنوری میں مکرر سقوط کیسا، الساقط لا یعود (ساقط شدہ بحال نہیں ہوتا۔ت) برتقدیر ثانی خبر کے لئے مخبر بہ کا ثبوت لازم، مخبر بہ قول مدعا علیہا ہے بیان گواہان سے جس کا ثبوت نہیں لہذا یہ خبر تسلیم مثبت تسلیم نہیں۔

ثالثاً مدعا علیہا ۱۵ نومبر کو تسلیم بتاتی ہے گواہ بعد کو، تو دونوں بیان متعارض ہوکر ساقط ہوں گے اور حق شفعہ جو طلبین سے مستقر ہوچکا ہے ثابت رہے گا۔ قاضیخاں میں ہے،

المدعی اذا اکذب الشھود فی ماشھد والہ او فی بعضہ لا تقبل شھادتھم[1]

مدعی جب گواہوں کو اپنے حق میں کل بیان یا بعض کو جھٹلادے تو شہادت قبول نہ ہوگی (ت)

یہ حاصل ہے تمام تطویل فوائد ثانیہ کا، بلکہ زیادت ضبط و ایضاح کے ساتھ، مگر افسوس کا محل ہے کہ اس میں ایک حرف بھی صحیح نہیں،

اولاً مدعی علیہا کا دعوی تسلیم شفعہ بعد العلم بالبیع ہے اس کے سوا تعیین وقت نہ اس کے دعوی کا حقیقۃً جزء ہے نہ مدار، نہ اس کے بیان کی حاجت نہ اس میں اختلاف سے مضرت، تسلیم یہاں بالقول ہوئی، اور قول قابل تکرر ہے، اور شہود ایک جلسہ خاصہ کا بیان نہیں کرتے بلکہ صراحۃً جدا جدا جلسوں کا ذکر کرتے ہیں، قول محض میں اگر شہادتیں یا شہادت و دعوی دربارۂ زمانہ ایسا اختلاف کریں اصلاً کچھ مضر نہیں، نہ ہرگز اسے شہادت و دعوی یا باہم دو شہادتوں کی عدم مطابقت کہہ سکیں، عالمگیری میں ہے،

ان کان المشھود بہ قولا محضا کالبیع والاجارۃ والطلاق والعتاق والصلح والابراء، واختلفا فی البلدان او فی الشھور جازت شھادتھما ولا تبطل الشھادۃ باختلاف الشاھدین فی الایام والبلدان الا ان یقولا کنا مع الطالب

جس چیز کی شہادت ہے وہ اگر خالص گفتگو ہے مثلاً بیع، اجارہ، طلاق، عتاق، صلح اور بری کرنا، جن کا تعلق زبان سے ادائیگی کے ساتھ ہے، اور گواہوں نے ان امور میں علاقے یا مہینے کے بیان میں اختلاف کیا تو دونوں کی شہادت قبول ہوگی، اور دونوں گواہوں کا ایام، شہروں کا اختلاف شہادت کو باطل نہ کرے گا، مگر اس صورت میں

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الشہادات فصل فی تکذیب المدعی نولکشور لکھنؤ ۴/ ۵۰۵

فی موضع واحد فی یوم واحد ثم اختلفا فی الایام والمواطن والبلدان فان اباحنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال انا اجیز الشھادۃ وعلیھم ان یحفظوا الشھادۃ دون الوقت وقال ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی الامر کما قال ابوحنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی القیاس وانا استحسن وابطل ھذہ الشھادۃ بالتھمۃ الا ان یختلفا فی الساعتین من یوم واحد فیجوز کذا فی فتاوٰی قاضیخان (ملتقطا)۔

جب دونوں یہ کہہ چکے ہوں کہ ہم دونوں ایک جگہ ایک وقت میں طالب کے ہمراہ تھے پھر اس کے بعد ایام، مقامات اور شہروں کا اختلاف بیان کریں تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں میں اس شہادت کو جائز قرار دوں گا کیونکہ گواہوں کے ذمہ اصل شہادت کو محفوظ کرنا ہے نہ کہ وقت کو، اور امام ابویوسف فرماتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد قیاس کے مطابق ہے میں استحسان کرتا ہوں اور میں اس شہادت کو تہمت کی بناء پر باطل کہتا ہوں، ہاں اگر دونوں کا اختلاف صرف ایک دن میں مختلف گھنٹوں کے متعلق ہو تو شہادت جائز ہوگی، فتاوٰی قاضیخاں میں یونہی ہے (ملتقطا)۔

www.alahazratnetwork.org

ثانیاً اعتراض دوم عجیب عمل ہے اس شہادت میں کوجب و مخبر کی تردید کیسی شہادت ہمیشہ مخبر ہی ہوتی ہے اس کی تعریف ہی میں اخبار بحق داخل ہے اور مخبر بہ صرف قول مدعا علیہا ہونے سے ایراد اس سے بھی عجیب تر مخبر بہ ہمیشہ دعوٰی ہوتا ہے اور دعوٰی ہمیشہ قول صرف مدعی۔ اسی کے اثبات کے لئے شہادت ہوتی ہے شہادت سے پہلے اس کا ثبوت درکار ہو تو شہادت لغو ہے کہ امر ثابت کیا محتاج اثبات ہے اور اگر یہ مقصود کہ اس کا دعوٰی اور ان کا بیان زماناً مختلف ہے تو یہ وہی پہلا اعتراض ہے جس کا رد ہو چکا۔

ثالثاً یہی حال تعارض کا ہے نفس تسلیم میں دعوائے مدعا علیہا و جملہ شاہدان مدعا علیہا متفق ہیں، اختلاف اگر ہے تو زمانہ کا، اور وہ قول محض میں مضر نہیں ہے۔ عالمگیری میں ہے:

شھدا ان فلانا طلق امرأتہ فشھد احدھما انہ طلقھا بالبصرۃ والاٰخر انہ طلقھا بالکوفۃ، لو شھدا بذٰلک فی یومین متفرقین من الایام

دونوں گواہوں نے شہادت دی کہ فلاں نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے ایک نے کہا بصرہ میں دوسرے نے کہا کوفہ میں دی ہے، اگر دونوں نے متفرق دنوں کی بات کی ہے جن میں کوئی شخص اپنی سواری

لہ فتاوٰی ہندیۃ کتاب الشہادات الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۵۰۷-۸

وبینھما قدر مایسیرالراکب من الکوفۃ الٰی مکۃ جازت شھادتھما[1] (ملتقطاً)۔

کے ذریعے ان دونوں شہروں میں سے ایک سے دوسرے میں پہنچ سکتا ہو مثلاً کوفہ سے مکہ تک ان دونوں میں جاسکتا ہے تو شہادت جائز ہوگی (ت)

یہ رَد ہے اس تمام فتوائے ثانیہ کا اور شفعہ بر ثبوت طلبین مستقر ہو لینے کا روہی حال ہمارے بیانات سابقہ لاحقہ سے واضح۔ خیر یہ تو اس فتوے کی حالت تھی، کہنا یہ ہے کہ بفورِ علم بالبیع طلب مواثبت و اشہاد بجالانا قطعًا ایسی چیز ہے کہ دوبار نہیں ہوسکتی کہ علم بالبیع متکرر نہیں ہوسکتا تو مدعی اور اس کے شاہدان کا بیان وقت میں بھی یقینًا متفق چاہئے، اگر زمانہ اس کے زمانہ سے آگے پیچھے بتائیں تو شہادت و دعوٰی ضرور مختلف ہیں اور وہی عباراتِ ہدایہ و عینی کہ فتوائے ثانیہ نے ردِ شہادات مدعا علیہما کے لئے زعم کی تھیں ردِ شہادات مدعی کو کافی ووافی ہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ مدعی نے علم بالبیع اور بفورِ علم طلب کی تاریخ ۱۰ جنوری بتائی اس کی گواہیاں ۲۰ مارچ کو گزریں کہ اکہتر دن یا دو مہینے گیارہ دن کا فاصلہ ہے، لیکن سیّد گوہر علی کے بیان میں ہے کہ کوئی مہینہ سے کم ہوا ہوگا لہذا شہادت مخالف دعوٰی و مردود، رحمت علی خاں بالتعیین بلاتخمین کہتا ہے عرصہ دو ڈھائی ماہ کا ہوا جس کے پچھتر دن ہوئے، بیانِ مدعی سے چار دن زیادہ۔ احسان خاں اگرچہ تخمینہ کرتا ہے مگر زائد کا اور اس سے بھی زیادہ کی طرف بڑھتا ہے، وہ زائد دن میں تردد کرتا ہے کہ کوئی عرصہ تخمینًا ڈھائی پونے تین مہینے کا ہو یعنی پچھتر یا بیاسی یا تراسی دن ہوئے اور مدعی کے قول سے اکہتر ہی ہیں تو دو گواہ وجوہِ خاصہ سے فتوائے اولٰی نے رَد کئے تھے تین فتوائے ثانیہ نے رَد کئے، پانچوں رد ہوگئے بلکہ عند التحقیق خود یہ فتوائے ثانیہ ہی پانچوں کو رَد کردے گا، سیّد وزیر علی اور چھٹے مرزا نے اگرچہ عرصہ تخمینًا ڈھائی ماہ کا کہا جو بیانِ مدعی سے موافقت کو بھی محتمل، مگر امرِ محتمل شہادت میں نہیں لیا جاتا کہ احتمال جانب مخالفت کا بھی رہا اور موافقت دعوٰی کی شرط قبولِ شہادت تھی ثابت نہ ہوئی ولہذا اگر گواہ زمانہ مرور بیان کرے بوجہ جہالت مردود ہے، جہالت تخمینہ میں بھی موجود ہے، یہ متحقق نہ ہوا کہ یہ واقعہ آٹھ ہی جنوری کا ہے ممکن ہے کہ قبل کا ہو، تو دعوٰی سے مطابقت کب ہوئی۔ عالمگیری میں ہے:

شھد الشھود ان لھٰذا المدعی علٰی ھٰذا المدعی علیہ دہ دوازدہ درم لاتقبل لمکان الجھالۃ، وکذٰلک اذا ادعی دہ دوازدہ

گواہوں نے گواہی دی کہ اس مدعی کے فلاں مدعا علیہ پر دس بارہ درہم ہیں، شہادت قبول نہ ہوگی، اور یونہی جب مدعی نے اپنے دعوٰی میں دس بارہ

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشہادت الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۵۰۸

درم لاتسمع دعواہ وکذلک اذا ذکرالتاریخ
37 فی الدعوی علی ھذا الوجہ بان قال
ایں عین ملک من ست ازدہ دوازدہ سال
فانہ لاتسمع دعواہ، وکذلک اذا ذکر
الشھود التاریخ فی شھادتھم علی
ھذا الوجہ لاتقبل شھادتھم کذا فی
الذخیرۃ۔[1]

درم کہا تو دعوٰی قابلِ سماعت نہ ہوگا، اور یوں جب تاریخ کو دعوٰی میں اس انداز سے بیان کرتے ہوئے کہا دس بارہ سال سے اس چیز کا مالک ہوں تو سماعت نہ ہوگی اور یونہی گواہوں نے اگر تاریخ کو اسی انداز سے بیان کیا تو ان کی شہادت مقبول نہ ہوگی۔ ذخیرہ میں ایسے ہی ہے۔ (ت)

وجہ ہشتم: یہاں تک گواہان مدعا علیہا پر تمام اعتراضات کا رَد ہوگیا۔ ہر دو فتوائے مدعی کا ایک ایک فقرہ مسترد ہوگیا اور روشن ہوا کہ وہ فتوے اگرچہ بظاہر تائید مدعی کے لئے ہیں حقیقۃً ابطال دعوی شفعہ کررہے ہیں ان سے ایک ایک گواہی مدعی سات سات وجہ سے مردود ہے۔ اب ہم وہ وجہ ذکر کریں جس کا وعدہ کیا تھا ثبوت شفعہ کے لئے لازم ہے کہ دار مشفوع بہا جس کے ذریعہ سے شفیع دعوٰی شفعہ کرے قبل بیع سے وقت حکم تک ملک شفیع میں رہے کہ وقت بیع اس کی ملک شرط شفعہ ہے اور بعد بیع قبل حکم اس کا اپنی ملک سے اخراج دلیل اعراض ہے ولہذا اگر مشتری مشفوع بہا میں ملک شفیع تسلیم نہ کرے شفیع کی طرف سے اس مضمون کی شہادت لازم ہے کہ مشفوع بہا قبل بیع مشفوعہ سے اس وقت تک ملک شفیع ہے ہمارے علم میں اس کی ملک سے خارج نہ ہوئی، اگر گواہوں نے صرف اتنا کہا کہ مشفوع بہا ملک شفیع ہے کافی نہ ہوگا۔ عالمگیریہ شرائط شفعہ میں ہے:

منھا ملک الشفیع وقت الشراء فی الدار التی یاخذ بھا الشفعۃ۔[2]

شرائط میں سے شفعہ کرنے والے کی سودے کے وقت اس مکان کی ملکیت ہے جس کی بنا پر شفعہ کررہا ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

یبطلھا بیع مایشفع بہ قبل القضاء

شفعہ کے فیصلہ سے قبل شفعہ کا سبب بننے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشہادۃ الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۲۶۲
[2] " " کتاب الشفعۃ الباب الاول " " ۵/۱۶۱

بالشفعة مطلقا علم ببیعها ام لا وکذا لوجعل مایشفع به مسجدا[1]۔

والی زمین کو فروخت کرنا مطلقاً شفعہ کو باطل کردے گا اس کی بیع کا علم ہو یا نہ ہو اور یوں ہی اگر اس زمین کو مسجد بنادیا ہو (ت)

نیز درمختار میں ہے،

واذا طلب الشفیع سأل القاضی الخصم عن مالکیۃ الشفیع لمایشفع بہ فان اقر بہا او نکل عن الحلف علی العلم او برھن الشفیع انہا ملکہ سألہ عن الشراء[2] الخ۔

جب شفعہ والا مطالبہ کرے تو قاضی دوسرے فریق سے اس مکان کی ملکیت کے متعلق سوال کرے جس کے سبب شفعہ کا دعوٰی کیا ہے اگر وہ فریق مدعی کی ملکیت کا اقرار کرے یا اپنے علم سے متعلق قسم دینے سے انکار کردے یا مدعی اس کی اپنی ملکیت پر شہادت پیش کردے تو پھر قاضی اس مکان کے سودے کے متعلق سوال کرے الخ۔ (ت)

ردالمحتار میں زیر قول برھن الشفیع (شفعہ والا گواہ پیش کرے۔ ت) محیط سے اور عالمگیریہ میں محیط و ذخیرہ سے ہے،

فی الاجناس بین کیفیۃ الشہادۃ فقال ینبغی ان یشہدوا ان ھذہ الدار التی بجوار الدار المبیعۃ ملک ھذا الشفیع قبل ان یشتری ھذا المشتری ھذہ الدار وھی لہ الی ھذہ الساعۃ لانعلمہا خرجت عن ملکہ فلوقال ان ھذہ الدار لھذا الجار لایکفی[3]۔

www.alahazratnetwork.org

اجناس میں شہادت کی کیفیت کے بیان میں ہے، تو فرمایا کہ گواہوں کو چاہیے کہ وہ یہ بیان کریں کہ مدعی فروخت شدہ مکان کے پڑوس والے مکان کا اس مکان کی فروخت سے قبل تاحال مالک چلا آرہا ہے اور مدعی ہی مالک ہے اس کی ملکیت سے خارج ہونے کا ہمیں کوئی علم نہیں ہے اگر گواہوں نے صرف اتنا کہا کہ پڑوس کا یہ مکان اس پڑوسی کا ہے تو کافی نہ ہوگا۔ (ت)

یہاں مشتری نے مشفوع بہا میں ملک مدعی تسلیم نہ کی تو مدعی پر اقامت بینہ بروجہ مذکور لازم تھی پانچ

---

[1] درمختار کتاب الشفعہ باب مایبطلہا مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۱۵

[2] " " باب طلب الشفعہ " ۲/ ۲۱۲

[3] فتاوٰی ہندیہ " الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۱۷۹

ردالمحتار " باب طلب الشفعۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۴۴

گواہوں میں سے تین نے تو اس کا نام ہی نہ لیا، ننھے مرزا نے یوں کہا "مدعی جس مکان میں رہتا ہے وہ ملکیت سولہ برس سترہ برس سے گویا کہ مدعی کی اب تک ہے" گویا کو شہادت سے کیا علاقہ۔ اور آگے چل کر اور بھی تخریب کر دی کہ مظہر نے محلہ میں مظفر شاہ کی زبانی سُنا کہ مدعی کا مکان جس میں مدعی رہتا ہے ملک کی گواہی اور ایک شخص کی سماعی، ہاں صرف برادر مدعی سید وزیر علی نے کہا ہے کہ جس مکان کے ذریعہ سے مدعی نے مکان کے شفعہ کا دعوٰی کیا ہے وہ مکان قبل بیع سے اب تک ملک مدعی میں ہے یہ شہادت بھی باطل ہے،

اولاً ملک مکان پر شہادت کے لئے ضرور ہے کہ یا مکان حاضر کی طرف اشارہ ہو جیسا ابھی عبارت عالمگیری سے گزرا کہ،

ان ھذہ الدار التی بجوار الدار المبیعۃ[1] | بیشک یہ مکان جو فروخت شدہ مکان کے پڑوس میں ہے۔ (ت)

یا غائب ہے تو اس کے حدود کا بیان ہو، عالمگیریہ میں ہے:

فی الشھادۃ علی المحدود لابد من ذکر الحدود وکذا فی الخلاصۃ[2] | محدود چیز کے متعلق شہادت میں اس کے حدود کو بیان کرنا ضروری ہے جیسا کہ خلاصہ میں ہے (ت)

یہاں دونوں مفقود، لہذا شہادت مردود۔

ثانیاً یہ وہی گواہی ہے جس میں تبدیل نام واقع ہوئی ہے جس کا بیان وجہ ششم میں گزرا۔

ثالثاً کچھ نہ ہو تو تنہا ایک کی گواہی ہے ملک ثابت نہیں ہو سکتی لہذا امر سے سے بنائے شفعہ پایۂ ثبوت کو نہ پہنچا اور دعوٰی بے ثبوت رہا، رہا یہ کہ خود اسی مکان متنازعہ فیہ کے بیعنامہ اسمی مدعا علیہا میں حد شمال مکان مولوی شجاعت علی تحریر ہے اور بیعنامہ عاقدین پر حجت ہوتا ہے لہذا یہ مدعا علیہا کی طرف سے مکان مشفوع بہ میں ملک مدعی کی تسلیم ہے ذی علم فاضل مفتی صاحب نے اسی بنا پر تنقیح بحق مدعی فیصل فرمائی مگر ہماری تقریر سابق سے واضح ہے کہ صرف وقت بیع مشفوعہ میں ملک شفیع کافی نہیں بلکہ جب سے وقت حکم تک ملک مستمر درکار ہے بیعنامہ سے ثابت ہوا تو اتنا کہ وقت بیع مذکور مکان مشفوع بہ ملک مدعی تھا اس سے وقت طلب اول حسب بیان مدعی بھی

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشفعہ الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۱۷۹
[2] " کتاب الشہادۃ الباب الخامس " " " ۳/۴۸۵

ملک مدعی ثابت نہیں ہوتی نہ کہ اب تک کہ بیع ۱۵ نومبر کو ہوئی اور مدعی نے وقتِ طلب مرجنوری بیان کیا، ممکن ہے کہ اس بیع میں اس کی ملک سے نکل گیا ہو اور یہاں استصحاب یعنی اس وقت ملک ثابت تھی اور زوال معلوم نہیں تو اب تک ملک مانی جائے گی کافی نہیں کہ یہ ظاہر ہے اور ظاہر حجت دفع ہے نہ کہ حجت استحقاق، اور شفیع کو منظور استحقاق ہے تو استصحاب بکار آمد نہیں۔ عالمگیریہ میں ہے:

الظاهر لایصلح للاستحقاق فلابد من ثبوت ملکه بحجة لاستحقاق الشفعة۔[1] ظاہر حال کسی استحقاق کو ثابت کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تو ثبوت ملکیت کے لئے اس کے پاس شفعہ کے استحقاق کی دلیل کا ہونا ضروری ہے (ت)

اگر کہئے یہ تنقیح تو فیصلہ میں بحق مدعی فیصل ہوچکی تو اس کا جواب بھی فتوائے اولیٰ مدخلہ مدعی دے گا کہ تجویز عدالت بلا دلیل وحجت ہے جو شرعاً ہرگز قابلِ نفاذ نہیں۔ اشباہ میں ہے:

والحکم اذا کان لادلیل علیه لم ینفذ انتھی[2] جب حکم کی دلیل نہ ہو تو وہ نافذ نہیں ہوتا انتہی (ت)

بالجملہ ہر وجہ ہر جہت ہر پہلو سے دعویٰ مدعی باطل اور شریعت مطہرہ کے حکم سے فیصلہ بحق مدعا علیہا ہونا لازم۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۶ تا ۱۱۸: از ضلع بجنور قصبہ نگینہ محلہ میر سرائے مسئولہ جلال الدین عطار بروز یکشنبہ ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام سوالاتِ مندرجہ ذیل میں:

(۱) حافظ جلال الدین و نظام الدین و مولا بخش بھائی علاتی ہیں ان کو ترکہ میں نزاع ہے، اول یہ کہ دو دکانیں جن میں ان کے والد نشست و برخاست کرتے تھے حافظ جلال الدین مدعی ہیں کہ یہ ملک والد صاحب مرحوم سے ہے، اور نظام الدین کہتا ہے کہ والد صاحب کی نہیں بلکہ والدہ صاحبہ کو یہ ملی ہیں حافظ جلال الدین اپنے مدعا کے ثبوت میں منجملہ شہادتوں کے ایک شہادت حدود سے کرتے ہیں یعنی ان دکانوں کی جن کے مکانات سے حدود ملتے ہیں ان کے بیعنامہ کے حدود میں ملک والد صاحب کہتے ہیں اور لکھنے والے والد صاحب کی ملک بتلاتے ہیں، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ شہادت

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشفعہ الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۱۷۴

[2] الاشباہ والنظائر القاعدۃ الاولٰی الفن الاول ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۴۳

باوجود اس کے کہ سبب ملک والدصاحب نہیں بیان کرتے عندالشرع معتبر ہے یا نہیں ، اگر معتبر ہے تو ناشی حکم (اس امر کا کھوج لگانا اور جرح کرنا کہ تم کو کس ذریعہ سے ملک مولابخش معلوم ہوئی، یا تم نے بیعنامہ دیکھا ہے یا تمہارے سامنے بیع ہوئی ہے) حق حاصل ہے یا نہیں ؟

(۲) اور نیز حافظ جلال الدین اپنے مدعا میں ایک شہادت یہ گزرانتا ہے کہ ایک شاہد یہ بیان کرتا ہے کہ ان دکانوں کا بیعنامہ میرے سامنے ہوا اور بائع نے میرے سامنے بیع کی ، اور دوسرا شاہد بیان کرتا ہے کہ مشتری نے میرے سامنے اس کی بیع لینے کا اقرار کیا کہ میں نے فلاں سے یہ دکانیں خریدی ہیں ، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ شہادت عندالشرع معتبر ہے یا نہیں ؟

(۳) حافظ جلال الدین کہتا ہے کہ ایک مکان والدصاحب نے مجھ کو ہبہ کیا تھا جس میں میں نے ان کی زندگی میں ہی چھپر کا دالان بنا لیا تھا اور تقریباً اس میں بیس پچیس سال رہا ، بعد میں مجھ کو اس میں تنگی ہوئی اور دوسری دکان کرایہ پر لے کر اس صورت سے رہنے لگا کہ مکان موہوبہ میں اپنا تصرف وقبضہ بالکل رہا، اس کے بعد والدصاحب نے دوسری دکان جو دکان موہوبہ سابق کے بغل میں ایک جانب کو واقع اور ملکیت میں اپنی زوجہ یعنی میری سوتیلی مادر کے تھا مجھ کو ملا کر دے دیا اور مادر صاحبہ سے بھی کہلا دیا کہ میں نے دے دیا جیسا میرا بیٹا نظام الدین ہے ویسا ہی جلال الدین ہے چنانچہ میں نے اس دوسری دکان کو بھی لے کر اپنے والد اور مادر کی زندگی میں اپنی سابق دکان کے ساتھ ملحق کر لئے درمیان کی دیوار نکال دی اور اس کے سامنے ہی ایک دالان بنا لیا اب سوال یہ ہے کہ عندالشرع ان دونوں دکانوں کا میرے لئے ہبہ درست ہوا یا نہیں ، اور میرے شاہدان دونوں مکانوں کی بابت دینا والدصاحب اور والدہ صاحبہ کی جانب سے بیان کرتے ہیں یہ شہادت فقط دینے کی ہبہ پر محمول ہوگی یا عاریۃً پر اور اس میں قاضی یا حکم کو شاہدان سے یہ حق دریافت کرنے کا حاصل ہے یا نہیں کہ دکان جلال الدین کو ہبہ دیا گیا تھا یا عاریۃً ۔ بینوا توجروا۔

الجواب وباللّٰہ التوفیق

(۱) اگر شاہدان نے صرف اس پر اکتفا کیا کہ یہ دکانیں مولابخش کی ہیں اور سبب ملک نہ بیان کیا تو یہ شہادت مجملہ عندالشرع معتبر ہے اور دکانیں مولابخش کی ہی مانی جائیں گی اور قاضی یا حکم

کو اس کا حق حاصل نہیں ہے کہ گواہان سے تفتیش کرے کہ تم کو کس سبب اور ذریعہ سے ملکِ فلاں ہونا ثابت ہوا ،

ومن فی یدہ شئ فلك ان تشهد انه له ان وقع فی قلبك ذٰلك والا لا[1] الخ تنویر الابصار ، وفی الهدایة ومن کان فی یدہ شئ سوی العبد والامة وسعك ان تشهد انه له لان الید اقصی ما یستدل به علی الملك اذھی مرجع الدلالة فی الاسباب کلها[2] ، قال فی نهایة انه لادلیل لمعرفة الملك فی حق الشاهد سوا الید لان اکثرما فی الباب ان یعاین اسباب الملك من الشراء و نحوه الا ان الشراء انما یفید الملك اذا کان المبیع ملکا للبائع و ذٰلك لایعرف الا بالید فلولم یجز اداء الشهادة بحکم الید لسد باب الشهادة حتی حل للقاضی ان یقضی بحکم الید کما یحل للشاهد[3] انتهی -

اور اگر کوئی شئ کسی کے قبضہ میں بطور ملکیت ہو دل پر گزرے تو تجھے جائز ہے کہ اس چیز کی اس کے لئے شہادت دے ورنہ نہیں الخ تنویر الابصار ۔ اور ہدایہ میں ہے غلام اور لونڈی کے علاوہ کوئی چیز کسی کے قبضہ میں ہو تو تجھے گنجائش ہے کہ تو یہ شہادت دے کہ یہ چیز اس کی ہے کیونکہ قبضہ ملکیت کی دلیل کے لئے فیصلہ کن ہے کیونکہ یہ تمام اسباب میں دلالت کا مرجع ہے ۔ نہایہ میں فرمایا اگواہ کے پاس ملکیت کی معرفت کے لئے قبضہ کے علاوہ کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ اس باب میں اکثر طور نظر آنے والے اسباب خریداری وغیرہ ہیں لیکن خریداری بھی اس وقت مفید ملک ہے جب یہ معلوم ہو کہ مبیع بائع کی ملکیت تھا اور بائع کی ملکیت اس کے قبضہ سے ہی معلوم ہو سکتی ہے اور اگر قبضہ کی بناء پر ملکیت کی گواہی جائز نہ ہو تو شہادت کا دروازہ ہی بند ہو جائے ۔ حتی کہ قاضی کو جائز ہے وہ قبضہ کی بناء پر ملکیت کا فیصلہ دے جس طرح گواہ کو یہ شہادت دینا جائز ہے اھ (ت)

(۲) یہ شہادت معتبر ہے

کما فی فوائد السمیة فی باب الاختلاف

جیسا کہ فوائد السمیہ کے اختلاف شہادت کے باب

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الشہادات مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۲

[2] الہدایہ " " مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۱۵۹

[3] النہایہ شرح الہدایہ

بالشهادة ناقلا عن صاحب الدرر ولو شهد احدهما ان فلانا باع منه و أخر ان فلانا اقر بالبيع منه تقبل الخ۔

میں صاحبِ دُرر سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ اور گواہوں میں سے ایک نے شہادت دی کہ فلاں نے یہ چیز اس کو فروخت کی ہے اور دوسرے نے شہادت دی کہ فلاں نے اس کے پاس فروخت کرنے کا اقرار کیا ہے، تو مقبول ہوگی الخ (ت)

(۳) حافظ جلال الدین کے لئے ان دونوں مکانوں کا ہبہ عند الشرع درست ہوگیا اور باپ کا دینا قرائنِ ہبہ اور تملیک کے موجود ہوتے ہوئے ہبہ ہی مانا جائے گا اور اتنی مدت دراز تک تصرفِ مالکانہ اور عدمِ تعرض والد کا واضح قرینہ تملیک ہے لہذا شاہدین کی شہادت میں لفظ دینا ہبہ ہی پر محمول ہوگا عاریت پر نہیں ہوسکتا اور قاضی یا حکم کو شاہدین سے یہ استفسار کرنا کہ عاریۃً دیا تھا یا ہبۃً عند الشرع کوئی حق نہیں بلکہ یہ شہادت ہبہ ہی پر محمول ہوگی، ردالمحتار میں ہے:

وفی خزانۃ الفتاوی اذا دفع لابنہ مالا فتصرف فیہ الابن یکون للاب الا اذا دلت دلالۃ التملیک بیری[1] الخ۔

خزانۃ الفتاوی میں ہے اگر کسی نے بیٹے کو مال دیا جس میں بیٹا باپ کی دی ہوئی اجازت سے تصرف کرتا ہو وہ مال باپ کا ہوگا مگر جب باپ کی طرف سے تملیک کا واضح قرینہ موجود ہو تو بیٹے کا تصور ہوگا، بیری الخ (ت)

وفی فوائد السمیۃ صحت بمثل قولہ نحلت وھبت کذا لہ جعلت اما وھبت فانہ صریح فیہ واما نحلت وھی بمعنی اعطیت فلانہ مستعمل فیہ واما جعلت لہ فلان اللام للتملیک واللہ اعلم بالصواب۔ راقم بشیر احمد عفی عنہ۔

فوائد السمیہ میں ہے میں نے اس کو عطیہ دیا، اس کو ہبہ کیا۔ یونہی اس کے لئے کردیا، میں نے اسے ہبہ کیا۔ ان الفاظ سے ہبہ صحیح قرار پائیگا وھبت سے تو اس لئے کہ اس میں تملیک کی تصریح ہے نحلت سے اس لئے کہ یہ اعطیت (میں نے عطا کیا) کے معنی میں ہے کیونکہ ایسی معنی میں مستعمل ہے، لیکن جعلت لہ سے اس لئے کہ اس میں لام تملیک کے لئے ہے، واللہ تعالٰی اعلم بالصواب، راقم بشیر احمد عفی عنہ۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الھبۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۵۰۸

الجواب

(۱) بیعناموں کی حدود میں ملک فلاں لکھا ہونا حجت نہیں،

فان القاضی انما یقضی بالبینة او الاقرار او النکول اما الکتاب فلیس من الحجة فی شیئ کما فی الخانیة والخیریة[1] وغیرھما۔

کیونکہ قاضی صرف گواہی یا اقرار یا قسم سے انکار پر فیصلہ دیتا ہے لیکن تحریر کوئی حجت نہیں ہے جیسا کہ خانیہ اور خیریہ میں ہے۔ (ت)

اس کے ساتھ اگر کاتبانِ بیعنامہ کی زبانی شہادتیں یوں ہی کہ یہ بیعنامے ہم نے لکھے اور ان کے حدود میں فلاں مکان ملکِ فلاں لکھا تو یہ بھی کوئی چیز نہیں کہ یہ شہادت ملک پر نہیں بلکہ اپنے ایک فعل پر ہے اور اگر وُہ یوں گواہی دیتے ہیں کہ یہ مکان ملکِ مولابخش ہے کہ حدود بیعنامہ میں اس کی ملک لکھا ہے تو یہ بھی اصلاً مسموع نہیں کہ کتابت صک غیر مقر پر حجت نہیں، ہاں اگر وہ مطلقاً یہ مکان ملکِ مولابخش ہونے کی گواہی دیتے ہوں اور تحریر حدود کو اس کا متبع بتاتے ہوں تو گواہی مسموع ہے اور اگر وُہ عادل شرعی ہیں تو حکم یا قاضی کو اس جرح کا کوئی حق نہیں کہ تم نے کیونکر اس کی ملک جانی، ہاں اگر مستور ہوں اور حکم کو شبہہ گزرے تو سوال کرے والمسئلة توخذ من جامع الفصولین وغیرہ (یہ مسئلہ جامع الفصولین وغیرہ سے لیا گیا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) یہ شہادت اگر پوری تعیین بائع و مشتری کے ساتھ ہو بھی کہ ایک گواہ گواہی دے کہ میرے سامنے یہ مکان زید بن بکر نے مولٰی بخش بن فلاں بن فلاں کے ہاتھ بیع کیا، اور دوسرا گواہ گواہی دے کہ میرے سامنے مولٰی بخش بن فلاں بن فلاں نے کہا کہ میں نے یہ مکان زید بن عمرو بن بکر سے خرید کیا جب بھی اصلاً مسموع نہیں کہ دونوں شہادتیں کسی امرِ واحد پر وارد نہیں، نہ کسی کا بیان کہ میں نے خرید کیا دوسرے پر حجت ہوسکے اور اسے شہادت علی الاقرار سمجھنا محض بے معنی ہے کہ یہ کہنا کہ میں نے خرید کیا اقرار نہیں دعوٰی ہے، اقرار و دعوٰی میں زمین آسمان کا بل ہے، اقرار مقر پر کوئی حق لازم کرتا ہے بخلاف اس صورت کے کہ ایک گواہ گواہی دے کہ اس بائع نے میرے سامنے اس مشتری کے ہاتھ یہ چیز بیع کی، دوسرا گواہی دے کہ میرے سامنے اس بائع نے اقرار کیا کہ میں نے یہ چیز اس مشتری کے ہاتھ بیع کی یہ ضرور اقرار کی شہادت ہے اور دونوں شہادتوں سے واحد پر وارد کہ بیع میں صیغہ انشاء و صیغہ اقرار دونوں یکساں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب القضاء باب خلل والمحاضر والسجلات دار الفکر بیروت ۲/۱۹۰۲۳

(۳) فرق ہے اس میں کہ زید عمرو سے کہے کہ یہ مکان میں نے تجھے دیا اور اس میں کہ بکر گواہی دے یہ مکان زید نے عمرو کو دیا تھا دینا ہبۃً بھی ہوتا ہے عاریۃً بھی اجارۃً بھی، مدار قرائن پر رہتا ہے اگر دلالتِ تملیک پائی جائے ہبہ سمجھا جائے گا ورنہ نہیں، دلائل قرائن قولِ معطی کے ساتھ مقترن ہوتے ہیں یہ جو حکایت کر رہا ہے کہ زید نے دیا تھا اس کے ساتھ کون سا قرینہ مقترن ہے لہذا شہادت محض مہمل و ناکافی ہے ایسی مبہم بات میں قاضی استفسار کر سکتا ہے اور مدعی کو اس سے روکنے کا حق نہیں کہ اگر استفسار نہ ہوگا شہادت مبہم ہو کر لغو و بیکار رہ جائے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۹ از گوالیار محمود الحسن بادی ۲ ر ذی الحجہ ۳۳ھ روز شنبہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و حماۃ الشرع المتین کسی معاملہ متنازعہ فیہ میں کسی شخص قرار دادہ احد المتخاصمین کو حکم قرار دے دیں اور وہ حکم ولایت شرعیہ میں نہ فیصلہ کرے تو کیا شرعاً اس کی منسوخی کے واسطے احد المتخاصمین باب القضاء میں یا کسی دیگر طریقہ سے چارہ جوئی کر سکتا ہے؟

الجواب

حکم کا ولایت شرعیہ میں فیصلہ نہ کرنا دو معنی رکھتا ہے، ایک یہ کہ اسے اس فیصلہ کی شرعاً ولایت نہ تھی عام ازیں کہ وہ خود اہل ولایت سے نہ تھا یا اس خاص فیصلہ کی اسے ولایت نہ تھی جیسے قود و حدود میں تحکیم جائز نہیں، دوسرے یہ کہ حکم کو فی نفسہ اور اس خاص مقدمہ کے اعتبار سے بھی ولایت شرعیہ تھی مگر اس نے اس ولایت کے حدود میں فیصلہ نہ کیا اس سے باہر گیا یعنی خلافِ شرع حکم دیا بہر حال کچھ بھی معنی ہوں وہ فیصلہ مردود و باطل ہے اور کسی طرح نافذ نہیں ہو سکتا منسوخ تو وہ کیا جائے جو کچھ وجود بھی رکھتا ہو، ہاں اگر فریق ثانی نہ مانے تو اس کے اظہار بطلان کیلئے دار القضا میں رجوع کی جائے اور قاضی پر واجب کہ اسے رد کر دے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۰ مسئولہ محمد حسن صاحب تحصیلدار بجنور ۲۴ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مورث نے کچھ زیور نقرئی و طلائی برتن وغیرہ کے اس نیت سے تیار کرائے کہ بوقتِ شادی اپنی فلاں لڑکی کو بطور جہیز دینگے وقتاً فوقتاً کسی کسی زیور کو جو تیار ہو کر آتے رہے اپنے اعزا و احباب کو یہ کہہ کر دکھایا بھی کہ فلاں لڑکی کو بطور جہیز بوقت شادی دینے کے لئے بنوایا ہے، منجملہ اشیاء مسطور بالا بعض اشیاء دختر مذکورہ کے زمانہ عدم بلوغ میں تیار ہوئے تھے اور بعد بلوغ قطعی طور سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کون کون سے قبل از بلوغ تیار ہوئے تھے اور کون سے بعد بلوغ۔ بعد بلوغ دختر مذکورہ مورث زائد

ازیک سال زندہ رہے اور کل اشیاء بدستور بحالت موجودہ بر قبضہ مورث رہیں۔ مورث نے دختر مذکورہ کی شادی سے قبل انتقال کیا، اس صورت میں اشیاء متذکرہ بالا شرعاً متروکہ متوفی قابل ورثہ ہیں یا تنہا ملکِ دختر متصور ہوں گی اور مورث کی محض نیت ہبہ وصیت کی حد تک پہنچتی ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

کسی مال سے مالک کی ملک بے کسی دلیل ثابت واضح کے منتقل نہیں مانی جا سکتی۔ ائمہ کرام فرماتے ہیں :

لاینزع شیئ من ید احد الا بحق ثابت معروف۔	مشہور طور پر حق کے ثبوت کے بغیر کسی کے قبضہ سے چیز کو چھڑانا صحیح نہیں ہے۔ (ت)

یہ پہلے فتوٰی میں بیان ہولیا کہ اگر لڑکی نابالغہ تھی جو کچھ اس کی نیت سے بنوایا ملکِ دختر ہوگیا باپ کا اس نیت سے یہ تصرف ہی اس وقت قائم مقام ہبہ ہے اور باپ کا قبضہ ہی نابالغ کا قبضہ ہے ہبہ تام و کامل ہوگیا اور بالغہ تھی تو قبل تسلیم موت واہب سے ہبہ تھا بھی تو باطل، رہا یہ کہ بعض نامعلوم اشیاء قبل بلوغ اس کے لئے بنوائی تھیں اس کا ثبوت درکار، دختر اگر خود یونہی مجہول دعوٰی کرتی ہے کہ کچھ میری نابالغی میں بنوایا تھا تو دعوٰی ہی مسموع نہیں کہ دعوٰی مجہول نامقبول۔ درمختار میں ہے :

شرط جواز الدعوی معلومیۃ المال المدعی اذ لایقضی بمجہول[1]	دعوٰی کے جواز کے لئے مال مدعٰی کا معلوم ہونا شرط ہے کیونکہ مجہول چیز کا فیصلہ درست نہیں۔ (ت)

اور اگر وہ معین اشیاء کا دعوٰی کرے مگر گواہ تعین نہ کریں تو گواہان نامسموع کہ شئے مجہول پر شہادت مردود۔ عالمگیری میں ہے :

شرائطہا منہا مایرجع الی المشہود بہ وھو ان یکون بمعلوم فان کان بمجہول لاتقبل[2]	اس کی شرائط میں سے ایک یہ ہے جو مشہود بہ سے متعلق ہے کہ وہ معلوم ہو تو اگر مجہول ہو تو شہادت مقبول نہ ہوگی۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الدعوٰی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۱۵

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشہادات الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۴۵۱

ہاں اگر دختر دعوٰی بالتعیین کرے اور گواہان اشیاء معینہ نہ دے سکے اور دیگر ورثہ پر حلف رکھے اور وہ حلف کرلیں دعوٰی رَد ہوجائے گا اور حلف سے انکار کردیں تو دعوٰی ثابت ہوجائے گا اور وہ اشیاء بعینہ دختر کو دلادی جائینگی

کما ھو الحکم المعروف فی النکول (جیسا کہ قسم کے انکار میں حکم معروف ہے۔ت)

اور اگر صورت یہ ہے کہ ورثہ خود اقرار کرتے ہیں کہ مورث نے بعض اشیاء اس دختر کی نابالغی میں اس کے لئے بنوائی تھیں تو جو شے معین کریں وہ ملک دختر ہوں گی ورنہ کچھ نہیں،

فان الھبۃ تملیک وتملیک المجھول لایجوز فالاقرار بھبۃ مجھولۃ لایجوز۔

کیونکہ ہبہ تملیک کا نام ہے جبکہ تملیک مجہول ناجائز ہے، تو مجہول چیز کے ہبہ کا اقرار جائز نہیں۔(ت)

ہندیہ میں ہے:

قال لاخر انت فی حل مما اخذت لم یحل لہ الاخذ[1]

ایک نے دوسرے کو کہا کہ جو تُو نے لیا وہ تجھے حلال ہے تو اسکو وُہ لینا حلال نہ ہوگا۔(ت)

www.alahazratnetwork.org

درمختار میں ہے:

جھالۃ المقربہ لاتضر الا اذا بین سببا تضرہ الجھالۃ کبیع واجارۃ[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جس چیز کا اقرار کیا گیا اسکا مجہول ہونا مضر نہیں لیکن جب اقرار میں ایسے سبب کو بیان کرے جس میں جہالت مضر ہو جیسے بیع اور اجارہ۔ واللہ تعالٰی اعلم(ت)

مسئلہ ۱۲۱: از رام پور محلہ پل پختہ متصل زیارت بھورے میاں مسئولہ عبدالحکیم ۹ صفر ۱۳۳۲ھ دوشنبہ

رشوت کی تعریف اور اس کی وعید۔

الجواب

رشوت کے لئے فرمایا:

الراشی والمرتشی کلاھما فی

رشوت دینے والا اور لینے والا دونوں جہنّم

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الھبۃ الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۸۲

[2] درمختار کتاب الاقرار مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۳۰

النار[1] | میں ہیں۔ (ت)

یہ اس صورت میں ہے کہ دینے والا مستحق رہے گا کسی کا حق چھپانا اور اپنا حق نکالنے کیلئے جو دیا جائے وہ رشوت ہے اور اپنے اوپر سے دفع ظلم کردیا جائے تو رشوت نہیں، ہاں ظالم کے حق میں وہ بھی رشوت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۲: مسئولہ رحمت علی خاں از بجے پور سانگانیر دروازہ جوہری بازار دکان عبدالرحمن وعبدالغنی خیاط ۹ رجب ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمی رحمت علی خاں اور اس کی زوجہ مسماۃ آبادی بیگم کے باہمی نااتفاقی تھی چنانچہ مسماۃ کی جانب سے دعوی واپسی جہیز عدالت میں دائر ہوکر دس پانچ اشخاص اہل ہنود متخاصمین کی جانب سے پنچ مقرر ہوئے اور عدالت سے پنچان ہنود کے سپرد فیصلہ کے لئے کہا گیا، پنچان نے بجائے اس کے کہ مقدمہ واپسی جہیز میں فیصلہ دیتی یہ فیصلہ صادر کیا کہ رحمت علی خاں اپنی زوجہ کو نہ طلاق دے سکے اور نہ دوسری شادی کرسکے اور نان ونفقہ میں نصف جائداد مسماۃ کو دی جائے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ بروئے شرع شریف اس فیصلہ کی پابندی رحمت علی خاں پر لازم ہے یا نہیں؟

www.alahazratnetwork.org

الجواب

وہ فیصلہ محض مردود وباطل اور خلاف شرع وناقابل قبول ہے۔ اس کا کوئی اثر فریقین میں سے کسی پر نہیں پڑسکتا، علاوہ بریں وہ پنچایت سرے سے مردود وباطل ہے،

کما فی الھدایۃ والدرالمختار والعالمگیریۃ وغیرھا عامۃ الکتب۔	جیسا کہ ہدایہ، درمختار اور عالمگیریہ وغیرہا عام کتب میں ہے۔
قال اللہ تعالٰی ولن یجعل اللہ للکٰفرین علی المؤمنین سبیلا۔[2]	اللہ تعالٰی نے فرمایا اللہ تعالٰی ہرگز کافروں کو مومنوں پر راہ نہ دے گا۔ (ت)

ہاں شرعاً رحمت علی خاں پر یہ فرض ہے کہ یا تو عورت کو اچھی طرح رکھے یا اچھی طرح طلاق دے دے،

قال تعالٰی فامسکوھن بمعروف او	اللہ تعالٰی نے فرمایا، ان کو بھلائی کے ساتھ پاس

---

[1] الترغیب والترھیب ۳/ ۱۸۰۔ مجمع الزوائد باب فی الرشاء ۴/ ۱۹۹۔ کنز العمال حدیث ۱۵۰۷۷، ۶/ ۱۱۳

[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۱

فارقوھن بمعروف[1] ۔ واللہ تعالٰی اعلم

روک لو یا ان کو بھلائی کے ساتھ جدا کر دو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۳: مسئولہ غلام گیلانی از شمس آباد کیمل پور ۱۰ شعبان ۱۳۳۴ھ سہ شنبہ

مدعی بینہ آورد امانزد قاضی بکسے وجہ مقبول نشد نہ از وجہ فسق یا عدم توافق شہادت بادعوٰی یا یک گواہ موافق بود دیگر مخالف مدعی دریں صور ایں بینہ را کالعدم تصور بدہ بر منکر حلف عائد خواہد شد یا نہ فقط۔

مدعی نے گواہی پیش کی لیکن فاسق ہونے یا شہادت کے دعوٰی کے موافق نہ ہونے یا ایک گواہ موافق اور دوسرا مخالف میں سے کسی وجہ سے قاضی کے ہاں گواہی مقبول نہ ہوئی ان صورتوں میں مدعی نے گواہی کو کالعدم قرار دیا تو کیا منکر پر قسم عائد ہوگی یا نہیں، فقط۔ (ت)

الجواب الملفوظ

پیداست کہ دریں صورت مدعی از اقامت بینہ عاجز ماند ہر چہ برسم گواہان پیش کنند بینہ نہ باشد بینہ آنست کہ بچو اسم خود بینہ باشد پس بطلب مدعی بلاشبہہ حلف بر مدعی علیہ عائد گردد، واللہ تعالٰی اعلم۔

www.alahazratnetwork.org

اس صورت میں ظاہر ہے کہ مدعی گواہی پیش کرنے سے عاجز رہا اس نے گواہی کے طور پر جن کو پیش کیا وہ بینہ نہ ہوئے، بینہ اپنے نام کی طرح واضح کرنے والا ہوتا ہے، پس مدعی کے مطالبہ پر مدعی علیہ پر قسم عائد ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۴: مسئولہ شمس الدین از نصیر آباد ضلع اجمیر شریف مسجد گودام چرم
۱۷ ذوالقعدہ ۱۳۳۴ھ دوشنبہ

فتوٰی دینے کے لئے مفتی کو کتنا علم پڑھنا ضروری ہے اور کتنی مہارت علوم دینیہ میں ہونی چاہیے فقط۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/۲

الجواب

حدیث و تفسیر و اصول و ادب و قدر حاجت ہیأت و ہندسہ و توقیت اور ان میں مہارت کافی اور ذہن صافی اور نظر وافی اور فقہ کا کثیر مشغلہ اور اشغال دنیویہ سے فراغ قلب اور توجہ الی اللہ اور نیت لوجہ اللہ اور ان سب کے ساتھ شرط اعظم توفیق من اللہ جو ان شروط کا جامع وہ اس بحر ذخار میں شناوری کر سکتا ہے مہارت اتنی ہو کہ اس کی اصابت اس کی خطا پر غالب ہو اور جب خطا واقع ہو رجوع سے عار نہ رکھے ورنہ اگر خواہی سلامت بر کنار است۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۵ مسئولہ محمد سلیمان طالب علم مدرسہ فیض احمدی کانپور ۳۰ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ ذیل میں کہ زید صاحب جائداد کے انتقال کے قریب اس کی زوجہ مسماۃ ہندہ سے لوگوں نے کہا کہ زید کے انتقال کا وقت قریب ہے اپنا دین مہر زید کو معاف کردو تاکہ آخرت میں اس کو مواخذہ نہ ہو، مسماۃ ہندہ مذکورہ نے کہا کہ اگر میں اپنا مہر معاف کردوں تو زید کا بھائی بکر اس جائداد میں سے اپنا حصہ لے لے گا اور بقیہ جائداد مجھ کو اور میری دونوں لڑکیوں کو کافی نہ ہوگی اور ہم لوگ سخت تکلیف اٹھائیں گے، لوگوں نے کہا کہ تم معاف کردو اور ہم ذمہ داری کرتے ہیں کہ یہ جائداد تمھارے ہی قبضہ میں رہے گی اور بکر کو ہرگز قابض نہ ہونے دینگے چنانچہ مسماۃ ہندہ نے جس قدر مہر کہ قیمتِ جائداد سے زائد تھا اسی وقت زید کو معاف کردیا، بعد اس کے زید نے انتقال کیا اور بعد انتقال زید کے جائداد زید پر قابض ہوئی اور اپنی باقی عمر اس پر مالکانہ تصرف کرتی رہی، چنانچہ دونوں لڑکیوں کی شادی کے وقت کچھ جائداد کو متفرق طور پر بقدر ضرورت بیع ڈالا اور بکر برادر زید مرحوم کچھ نہیں بولا اور جب تک مسماۃ ہندہ زندہ رہی بکر نے کبھی کوئی دعوی کچہری میں اپنے حق پانے کا نہیں کیا اور نہ کبھی ہندہ سے کہا کہ میرا حق مجھ کو دے دو، البتہ اور لوگوں سے کہا کرتا تھا کہ میرا بھی اس جائداد میں حق ہے اب ہندہ نے بعد وفات زید کے تخمیناً پندرھویں سال انتقال کیا اور بعد انتقال ہندہ کے بکر دعوی کرتا ہے کہ جائداد زید میں میرا حق میراث مجھ کو ملنا چاہئے اور منافع جائداد مذکور ہندہ کی دونوں لڑکیوں کو لینے نہیں دیتا اور کہتا ہے کہ جب تک میرا حق مجھ کو نہ دو گی تم لوگوں کو لینے نہ دوں گا۔ اس صورت میں جائداد متروکہ زید میں سے کہ جس پر اس کی زوجہ ہندہ بعوض بقیہ مہر کے چودہ پندرہ برس قابض و متصرف مالکانہ رہی ہے شرعاً بکر کو حق مل سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا بالسند والکتاب توجروا من رب الاسباب (سند اور کتاب سے بیان کیجئے، رب الارباب سے اجر دئے جاؤ گے۔ت)

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں بکر کا دعوٰی مدفوع اور اصلاً نامسموع، شیخ الاسلام ابوعبداللہ محمد عبداللہ غزی تمرتاشی نے اپنے فتاوٰی میں تصریح فرمائی ہے کہ،

لاتسمع الدعوی بعد ثلث سنین قطعا للحیل والتزویر والاطماع الفاسدۃ[1] (ملتقطا)۔	حیلہ سازی، جھوٹ اور فاسد لالچ کے احتمال کی وجہ سے تین سال کے بعد دعوٰی قطعاً قابلِ سماعت نہ ہوگا (ملتقطا)۔ (ت)

اسی طرح خیریہ و عقود الدریہ و ردالمحتار وغیرہا میں ہے، والتفصیل فی فتاونا (اور اس کی تفصیل ہمارے فتاوٰی میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۶: مرسلہ ناصر الدین خاں ساکن پیلی بھیت محلہ بشیر خاں ۲ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اور عمرو کے دروازوں کے سامنے ایک اراضی چودہ فٹ چار انچ طویل اور پانچ فٹ نو انچ عریض بغرض مرور کے ہے، عرصہ پندرہ سولہ سال سے زید نے بجائے دروازہ کے کھڑکی کرلی اور اس سے آمد و رفت جاری رکھی، پھر زید نے اس کو تقریباً ایک سال تک بند رکھا اور اسی حالت میں اپنے مکان کا بیعنامہ مع جملہ حقوق داخلی و خارجی کے بکر کو کردیا اور اس بیعنامہ میں اس کھڑکی کا ذکر نہیں اور اس بیعنامہ میں دوسری کھڑکی کا بھی ذکر نہیں ہے جو اس مکان میں دوسری طرف لگی ہوئی ہے بکر نے مکان خریدنے کے بعد کھڑکی کھول لی جس کو تقریباً تیرہ چودہ سال ہوتے اب عمرو نے اس اراضی کو اپنے گھر میں عرصہ تین ماہ سے ڈال لیا ہے اور ایک دروازہ جدید اراضی مرور میں لگایا ہے جو ملاحظہ نقشہ سے ظاہر ہوگا، آیا زید کو اپنی کھڑکی کھولنے کا حق تھا یا نہیں اور اگر حق حاصل تھا تو وہی حق مشتری بکر کو حاصل ہے یا نہیں اور عمرو اس اراضی کو اپنے مکان میں الحاق کرنے کا مجاز ہے یا نہیں؟

الجواب

عمرو کو کوئی استحقاق اس زمین کے الحاق کا نہیں، یہ سراسر ظلم ہے اور اس سے باز آنا اس پر

---

[1] ردالمحتار کتاب القضاء فصل فی الحبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۴۴
العقود الدریۃ کتاب الدعوٰی ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۳
فتاوٰی خیریۃ " دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۴۹

واجب اور بکر اس کھڑکی کے کھولنے کا اختیار رکھتا ہے مکان مع جمیع حقوق اس نے خریدا ہے حقوق میں یہ مرور بھی ہے عمرو و بکر دونوں کو یکساں اس میں حق مرور حاصل ہے عمرو کا اس میں دیوار قائم کرنا تصرف باطل ہے اور اس کا انہدام لازم۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، لیس لعرق ظالم حق[1] (ظالم کے دخل کا کوئی حق نہیں۔ ت) دروازۂ جدید کہ عمرو نے نکالا ہے اس کے نکالنے کا اس کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اندر کی جانب نہیں باہر کی طرف ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۷: مرسلہ اکبر خاں ساکن ریاست رامپور محلہ جھنڈا بڑے پیر صاحب
۲۶ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ

مقدمہ عباسی بیگم زوجہ عنایت احمد خاں و عنایت احمد خاں ولد عبدالرحیم خاں بنام کریم بخش ولد رحیم بخش، دعوٰی یہ کہ مدعا علیہ نے مدعیہ کی اراضی مرور ۱۲ گرہ عرض اور ۸ گز ۲ گرہ طویل دبا کر دیوار بنالی محکمہ دیوانی نے گوایان مدعی کا بیان ناقص و مجہول و باہم مختلف و نیز مخالف دعوٰی مان کر بکیسر خارج کیا محکمہ ججی سے صرف چار گرہ کی ڈگری ہوئی کہ اس قدر میں مدعیہ کو مردہ نکالنے کی وسعت ہوجائے گی محکمہ عالیہ اپیل نے شہادت مدعیہ راجح ٹھہرا کر کل دعوٰی ڈگری فرمایا یہ تمام تجویزیں مع نقول باضابطہ گوایان فریقین دارالافتاء میں حاضر کرکے استدعا ہے کہ اس صورت میں جو حکم شرعی ہو ارشاد ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب

ان الحکم الا للہ[2] (حکم صرف اللہ تعالٰی ہی کا ہے۔ ت) حکم اگر شریعت کے لئے ہے اور بیشک حکم شریعت ہی کے لئے ہے حکام اگر اس لئے مقرر ہوتے ہیں کہ مطابق شرع فیصلہ کریں اور بیشک وہ اسی لئے مقرر ہوتے ہیں اور یہی ان کا فرض ہے تو شریعت مطہرہ نے قاضی کے حضور ثبوت دعوٰی کے صرف تین طریقے رکھے ہیں، بینہ، اقرار، نکول۔ اور جہاں تینوں معدوم ثبوت معدوم، اور قضا بحق مدعی ناممکن۔ فتاوٰی امام اجل قاضیخاں میں ہے:

القاضی انما یقضی بالحجۃ والحجۃ وھی البینۃ اوالاقرار اوالنکول[3]

قاضی صرف حجت کی بنا پر فیصلہ کرے گا اور حجت صرف گواہی یا اقرار یا قسم سے انکار ہے (ت)

---

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الغصب باب لیس لعرق ظالم الخ دار صادر بیروت ۶/ ۹۹
صحیح البخاری کتاب الحرث ۱/ ۳۱۴ و سنن ابی داؤد کتاب الخراج ۲/ ۸۱

[2] القرآن الکریم ۶/ ۵۷

[3] فتاوٰی قاضیخاں کتاب الوقف نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۴۲
فتاوٰی خیریہ کتاب القاضی الی القاضی باب خلل المحاضر والسجلات دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۱۹ و ۵۱

محکمہ دیوانی نے شہادات مدعیہ کو مجروح کیا محکمہ ججی نے اول جرح کو مقبول رکھا کہ منصف صاحب نے گواہان مدعی پر اعتبار نہیں کیا ہے جبجہائے معقولہ و روایات شرعیہ سے مؤکد اپنی رائے کو فرمایا ہے ظاہراً دیوار کا بڑا ہونا اگر معلوم ہو تو یہ مدعیہ کو کچھ نافع نہیں۔ ائمہ دین ہدایہ وغیرہ عامہ کتب میں فرماتے ہیں: 38

الظاھر یصلح حجۃ للدفع لا للاستحقاق۔[1] ظاہر حال دفاع کے لئے حجت بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے استحقاق کے لئے نہیں۔ (ت)

یہ مصلحت کہ مدعیہ مردہ نکال سکے کوئی حجت شرعیہ تو شرعیہ عرفیہ بھی نہیں کوئی اپنی مصلحت کے لئے بلا ثبوت شرعی پرایا مال نہیں لے سکتا یہ فرمانا کہ گواہان ثبوت سے کم از کم جس قدر زمین کا ڈال لینا پایا جائے اس قدر تخلیہ کرا دینا چاہئے حکم شریعت سے اصلاً مطابق نہیں جس کا بیان ابھی آتا ہے پھر فیصلہ خود بھی اس کے خلاف ہے ہمارے سامنے سات گواہان مدعی کے اظہار ہیں بشیر حسن خاں، رفیق محمد خاں، ممتاز الدین خاں، عطاء اللہ خاں، مشتاق حسین خاں، ممتاز علی خاں، غفور حسن خاں، اور آٹھواں عاشق حسین خاں جس کا بیان نہ ہوا، ان میں سے ممتاز الدین خاں نے تو کوئی مقدار بیان ہی نہ کی اور اس کی نسبت محکمہ عالیہ اپیل نے بھی اسی قدر لکھا کہ ممتاز الدین خاں کی شہادت مجہول ہو بھی تو اور بہت سی شہادت موجود ہے باقی کسی کے بیان میں دس گرہ سے کم عرض نہیں اور ڈگری صرف چار گرہ پر دی گئی جس سے صاف ظاہر کہ محکمہ ججی نے بھی وہ شہادتیں قبول نہ فرمائیں جیسا کہ ان کی بے اعتباری کو جبجہائے معقولہ و روایات شرعیہ سے مؤکد ہونا فرمایا ہے ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ ثابت دس گرہ ہو اور ڈگری چار گرہ کی۔ لاجرم وہی لحاظ مصلحت ہوتی ہے کہ مردہ نکل سکے یہ ایک نیک صلاح ہے کہ کسی طرح حکم کی حد میں نہیں آسکتی، یہیں سے تجویز محکمہ عالیہ اپیل کے اس جملہ کا جواب واضح ہوگیا کہ ظاہر ہے کہ صاحب جج بہادر نے مدعیان کی شہادت کو مانا ہے محکمہ عالیہ نے خود جانب شہادات توجہ فرمائی محکمہ دیوانی کے اعتراضات میں بعض کے جواب دیئے بعض کے جواب سے اعراض کرتے ہوئے فرمایا کہ اور بہت سی شہادت موجود ہے ان تمام اعتراض وجواب اور ان کے مالہ وما علیہ پر بحث موجب طول ہے اور بیان حکم محکم شرع مطہر کے لئے اس کی حاجت نہیں، یہاں صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ محکمہ دیوانی نے شہادتوں کو ناقص و مجہول و مختلف و مخالف دعوٰی فرمایا اور وہ بیشک ایسی ہی ہیں ان کے وجوہ

---

[1] درمختار کتاب القضاء مسائل شتی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۸۶
الہدایہ کتاب ادب القاضی " مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۱۴۷

18
18

اختلال کثیرہ وافر ہیں جن کی تفصیل موجب تطویل۔ ہم صرف اس قدر پر اقتصار کریں کہ ان میں سے کسی نے بھی ایک شے معین اور ایک شخص معین پر شہادت نہ دی جس پر قضا ممکن ہو لہذا یکسر مہمل ونامسموع ہیں۔

بیان بشیر حسن خاں کچھ نالہ تھا کچھ زمین ہے چوڑا دونوں کا تخمیناً دس یا بارہ گرہ ہے اور وہ زمین آٹھ یا نو گز لمبی ہے پوٹھا کریم بخش نے اپنے مکان میں داب لی ہے، کریم بخش کی ولدیت نہیں معلوم۔ اراضی مذکور کریم بخش نے اپنے مکان میں اندر تین پونے تین برس ہوئے مظہر کے سامنے ڈالی ہے۔

بیان ممتاز الدین خاں مدعی کی چوکھٹ کے برابر دو پوٹھے تھے، بائیں ہاتھ کا پوٹھا دس بارہ گرہ چوڑا ہے اس میں سے نکل کر مدعی کا پرنالہ آیا ہے مدعا علیہ ہیں وہ دبا گیا جن کا نام اور ولدیت مظہر کو نہیں معلوم مظہر ان کو پہچانتا ہے ان کے مکان کی دیوار گرتی جاتی تھی اور وہ بڑھاتے جاتے تھے انھوں نے مذکور پوٹھا دبالیا۔

بیان رفیق محمد خاں عباسی بیگم کی مملوکہ مقبوضہ زمین تخمیناً دس یا بارہ گرہ عرضاً اور طولاً تخمیناً آٹھ نو گز کریم بخش نے دبالی ہے، کریم بخش کے باپ کا نام یاد نہیں مظہر اس کو پہچانتا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

بیان عطاء اللہ خاں عباسی بیگم کے مرور کی اراضی میں سے آٹھ گرہ اور چار گرہ نالی کی کل دس یا بارہ گرہ اراضی چوڑی اور نو یا پونے نو گز لمبی کریم بخش مدعا علیہ نے اپنے مکان میں ڈال کر دیوار بنالی ہے جس کی وجہ سے دکھن رُخ کا پاکھا پھر کہا پوٹھا مدعیہ کے دروازے کا دیوار میں دب گیا ہے مذکورہ زمین عباسی بیگم اور ان کے شوہر عنایت احمد خاں کی ہمیشہ سے مملوکہ مقبوضہ چلی آئی ہے کریم بخش مدعا علیہ کے باپ کا نام نہیں معلوم، مظہر اس کو پہچانتا ہے، اراضی مذکور کو ڈالے ہوئے تخمیناً تین سال کا عرصہ ہوا مدعا علیہ نے اراضی مذکور کو ایک وقت میں نہیں ڈالی تھوڑی تھوڑی ڈالی، آخری مرتبہ کو مدعا علیہ نے جو اراضی ڈالی ہے اس کو تین سال ہوئے۔

بیان مشتاق حسین خاں کوئی عرصہ تین یا چار سال کا ہوا تخمیناً کریم بخش مدعا علیہ نے تین یا چار گرہ تخمیناً نالے اور سات یا آٹھ گرہ راستہ میں سے کل دس یا بارہ گرہ چوڑی اور آٹھ یا نو گز لمبی زمین ڈال کر دیوار بنالی ہے مذکورہ نالی اور زمین مملوکہ و مقبوضہ عنایت احمد خاں اور ان کی زوجہ عباسی بیگم مدعیان کی ہے، کریم بخش کی ولدیت نہیں معلوم، مظہر اس کو پہچانتا ہے، پہلی مرتبہ جو مظہر کے سامنے دیوار بنی اس کو تخمیناً چار برس کا عرصہ ہوا دوسری بار بننے کو تخمیناً سال بھر ہوا۔

بیان ممتاز علی خاں عرصہ تخمیناً تین چار برس کا ہوا کہ کریم بخش مدعا علیہ جس کے باپ کا نام نہیں معلوم، مظہر اس کو پہچانتا ہے، اس نے چار گرہ نالی کی زمین اور آٹھ گرہ راستہ کی زمین چوڑی اور نو یا آٹھ گز لمبی لے کر اپنے مکان میں ڈال لی ہے۔

بیان غفور حسین خاں عرصہ تخمیناً تین چار سال کا ہوا کہ تین چار گرہ نالی کی زمین اور سات آٹھ گرہ راستہ کریم بخش نے اپنے مکان میں ڈال لیا، مظہر کریم بخش کی ولدیت نہیں جانتا کریم بخش کو پہچانتا ہے، جو زمین کریم بخش نے ڈال لی ہے یہ مولوی عنایت احمد خاں مدعی کے تصرف میں تھی۔ یہ ان تمام بیانوں کا خلاصہ ہے ان میں جو وجوہ اختلال ہیں خادمِ فقہ پر مخفی نہیں مگر یہ دو اجمال ان سب کو شامل ہیں کہ ان میں کسی نے نہ شخص معین پر شہادت دی ہے نہ شے معین پر،

اول اس لئے کہ مدعا علیہ کی طرف نہ اشارہ کیا نہ ولدیت بتائی، ولدیت بتانی درکنار بالاتفاق سب نے ولدیت جاننے ہی سے انکار کیا ایسی شہادت مجہول اور محض ناقابل قبول۔ عالمگیریہ میں ہے:

شرط الخصاف ذکر الجد للتعریف وھکذا ذکر فی شروط، ومن مشایخنا من قال ھذا قول ابی حنیفۃ ومحمد رحمھما اللہ تعالٰی اما علی قول ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی فذکر الاب یکفی کذا فی الذخیرۃ والصحیح ان النسبۃ الی الجد لابد منہا کذا فی البحر الرائق۔[1]

امام خصاف نے شناخت کے لئے جد کے ذکر کو شرط قرار دیا ہے اور شروط میں یُوں ذکر فرمایا ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی کا قول ہے جبکہ امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے قول پر شناخت کے لئے باپ کا ذکر کافی ہے، ذخیرہ میں یوں ہے، اور صحیح یہ ہے کہ دادے کی طرف نسبت شناخت کے لئے ضروری ہے، بحرالرائق میں یونہی ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

دوم جس نے کہے مترددلفظ کہے دس یا بارہ گرہ، آٹھ یا نو گز یا پونے نو گز، تین یا چار گرہ، سات یا آٹھ گرہ۔ یہ نفس مشہود بہ میں جہالت وموجب رد وبطلان شہادت ہے۔ یہ نہیں کہ ایسی جگہ کم سے کم مان لیں گے، نہیں بلکہ بالکل رد کردیں گے۔ عالمگیری میں ہے:

اذا ادعی بالفارسیۃ دوازدہ درم وشھد الشھود ان لھذا المدعی علی ھذا

جب کسی نے فارسی میں بارہ درم کا دعوٰی کیا اور گواہوں نے گواہی دی کہ اس مدعی کے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشہادات الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۴۵۹

المدعی علیہ دہ دوازدہ درہم لاتقبل لمکان الجہالۃ، وکذٰلک اذا ادعی دہ دوازدہ درہم لاتسمع دعواہ وکذالک اذا ذکر التاریخ فی الدعوی علی ھذا الوجہ بان قال ایں عین ملک من ست از دہ دوازدہ سال فانہ لاتسمع دعواہ، وکذٰلک اذ ذکر الشھود التاریخ فی شھادتھم علی ھذا الوجہ لاتقبل شھادتھم کذا فی الذخیرۃ۔[1]

مدعی علیہ پر دس بارہ درہم ہیں جہالت کی وجہ سے یہ شہادت مقبول نہ ہوگی، اور یوں ہی اگر مدعی نے دس بارہ درہم کا دعوٰی کیا تو اس کا دعوٰی قابلِ سماعت نہ ہوگا، اور یونہی اگر گواہوں نے اپنی شہادت میں ایسی تاریخ ذکر کی تو ان کی شہادت مقبول نہ ہوگی۔ ذخیرہ میں یوں ہے۔ (ت)

لہذا شہادتیں سب مردود اور دعوٰی محض بے ثبوت وواجب الرد، اور فیصلہ مفتی صاحب لازم القبول، حکم شرعی یہ ہے اور حکم نہیں مگر شرع کے لئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۸: ۲۵ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ اور نصیبہ نے اپنے ترکہ پدری کے تقسیم کا دعوٰی عمرو برادر خورد اور مسماۃ زبیدہ خاتون بیوہ اور بکر پسر زید برادر کلاں کے نام دائر کچہری کیا۔ زبیدہ خاتون بیوہ اور بکر پسر مدعا علیہا مجیب ہوئے کہ ترکہ مظہرہ مدعیات غلط اور غیر صحیح ہے جس قدر جز ہمارے مورث زید کا مملوکہ مقبوضہ چالیس سال کا ہے وہ مستثنٰی ہو کر جس قدر متروکہ پدری مدعیات ثابت کریں اس کے تقسیم میں کچھ عذر نہیں ہے۔ عمرو برادر خورد مدعا علیہ بوجہ سازش مدعیات ضمناً مقبل دعوی اور ظاہر ایک جزو کا بذریعہ خریدار مدعیات و مدعا علیہا ۲ و ۳ کا دعویدار ہوا کچہری سے مطابق تنقیحات ہر ایک سے بعذر دعوٰی کے ثبوت و تردید طلب ہوا۔ مدعیات نے ایک مرتبہ گواہ طلبی بذریعہ کچہری کرا کر بعذر عدم تعمیل سمن ثبوت داخل کرنے سے گریز کیا مگر بذریعہ سمن طلبی گواہان کرا کر تاریخ موعود پر گواہان حاضر کو ہدایت حاضری تاریخ ثانی بعذر عدم حاضری جملہ گواہان کچہری سے رخصت کرا دیا۔ سہ بارہ بذریعہ سمن جملہ گواہان حاضر کچہری کرائے گئے اور باوجود حاضری گواہان بہ کچہری بدیں مضمون درخواست پیش کی کہ گواہان کا اعتماد نہیں ہے لہذا جملہ مدعا علیہم مجیب سے حلف لے لیا جائے، پس دریافت طلب امر یہ ہے کہ بحالت موجودگی گواہان در مجلس قضا مدعیات کا انحصار بحلف مدعا علیہم مجیب شرعاً صحیح ہے یا

www.alahazratnetwork.org

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشہادات الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۴۶۲

غیر صحیح، اور صورت مسئولہ میں مدعا علیہما مجیب پر حلف متوجہ ہوتا ہے یا نہیں، دوسرے جبکہ مدعیات اپنے دعوٰی کو ثابت نہ کرسکیں تو اب مدعا علیہما ۲ و ۳ کو اپنی جوابدہی کے موافق ثبوت دینے کی ضرورت باقی رہی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں مدعیات کا مدعا علیہم سے حلف طلب کرنا صحیح نہیں نہ مدعا علیہم پر حلف متوجہ ہو۔ بحرالرائق میں ہے:

ان لم تکن للمدعی بینۃ حلف القاضی المدعی علیہ بطلب المدعی لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم للمدعی الک بینۃ قال لا فقال لک یمینہ سأل ورتب الیمین علی فقد ان البینۃ[1]۔

اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں تو پھر قاضی مدعی علیہ سے قسم کا حلف لے اگر مدعی طلب کرے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدعی کو فرمایا کیا تیرے پاس گواہ ہیں، اس نے کہا نہیں، فرمایا تجھے اس کی قسم لینی ہوگی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود سوال فرمایا اور مرتب فرمایا کہ قسم گواہ نہ ہونے پر ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اسی میں ہے:

ثبوت الحق فی الیمین مرتب علی العجز عن اقامۃ البینۃ بما رویناہ فلا یکون حقہ دونہ[2]۔

قسم کا حق گواہ پیش کرنے سے عاجز ہونے پر مرتب ہوتا ہے اس حدیث کے سبب جو ہم نے روایت کی ہے تو اس عجز کے بغیر قسم کا حق نہ ہوگا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

لو حاضرۃ فی مجلس الحکم لم یحلف اتفاقا[3]۔

اگر وہ قاضی کی مجلس میں حاضر ہوں تو بالاتفاق قسم لینا جائز نہیں (ت)

جب مدعی اثبات دعوٰی سے عاجز ہو، منکر کو ثبوت دینے کی حاجت نہیں،

---

[1] بحرالرائق کتاب الدعوٰی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۲۰۳
[2] بحرالرائق کتاب الدعوٰی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۲۱۰
[3] درمختار کتاب الدعوٰی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۱۹

فان البینة علی من ادعی والیمین علی من انکر[1] واللہ تعالٰی اعلم۔ | کیونکہ گواہ پیش کرنا مدعی پر اور قسم مدعٰی علیہ پر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۹: از سہسرام ضلع گیا ندار دروازہ مرسلہ قادر بخش صاحب ۳ شوال ۱۳۳۵ھ

ایک مسجد محلہ مدار دروازہ میں واقع ہے جس کے اُترجانب کی دیوار سے ایک ہندو حلوائی نے اپنا مکان مسجد مذکور کی دیوار سے دیوار ملا کر اس طرح اٹھایا کہ جس سے مسجد کے اُترجانب ایک فرخانہ جھنجری نما ہوا کے لئے ایک کھڑکی تھی اس کو اپنی نو دیوار سے بند کردیا ہے جس سے ہوا بالکل بند ہوگئی ہے اب نمازیوں کو بسبب بند ہوجانے ہوا کے ازحد تکلیف ہے اور جانب اتر و پورب کچھ اینٹ دیوار جدید فصیل مسجد پر زیادہ کرکے بنا لیا ہے جو قریب دو انچ کے ہوگی مسجد کی فصیل پر اس کی اینٹ چڑھی ہوئی ہے اور ایک جانب پورب سے وہ ناگوار[عہ] معلوم ہوتی ہے یہ مسجد زمانہ چھپن برس کی بنی ہوئی ہے اس نے آج یہ نیا کام بنایا ہے، از روئے شرع شریف اس میں کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر کوئی شخص دیوار مسجد کے متصل اور اسی کی ہوا میں دیوار اٹھائے تو کتنی ہی بلند کرے اسے ممانعت نہ ہوگی کہ خاص اپنی ملک میں تصرف کر رہا ہے اور مسجد کا کوئی ضرر نہیں، نمازیوں کے لئے ایک طرف کی ہوا رکنا کوئی ضرر نہیں جس کے سبب کسی شخص کو اپنی ملک میں تصرف سے روکا جائے۔

جامع الفصولین میں ہے:

اراد ذوالساحۃ ان یبنی فیہا و یرفع بناءہ فقال ذوالبناء انک تسد علی الریح والشمس فلا ادعک ترفع البناء فلہ منعہ لا فی ظاہر الروایۃ لان ذاالساحۃ منعہ عن الانتفاع بملکہ ولم یتلف علیہ ملکا | خالی جگہ پر مالک تعمیر کرنا چاہتا ہے اور عمارت بلند کرتا ہے تو دوسری عمارت والا اعتراض کرتے ہوئے کہتا ہے تو ہوا اور دھوپ کو مجھ پر بند کر رہا ہے اس لئے میں تجھے عمارت بلند کرنے

عہ اصل میں اسی طرح ہے۔

---

[1] صحیح البخاری | کتاب الرہن | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/۳۴۲
جامع الترمذی | ابواب الاحکام | امین کمپنی دہلی | ۱/۱۶۰
السنن الکبرٰی | کتاب الدعوات | دارصادر بیروت | ۱۰/۲۵۲

www.alahazratnetwork.org

ولا منفعة فلا یمنع کرجل لہ شجرۃ یستظل بہا جارہ اراد قلعہا لایمنع منہ ولو تضرر بہ جارہ، اذ ربّ الشجرۃ بالقلع یمنعہ عن الانتفاع بملکہ۔[1]

دوں گا تو اسے منع کرنے کا حق نہیں ہے ظاہر روایت میں، کیونکہ یہ خالی جگہ والے کو اپنی ملکیت سے انتفاع منع کرتا ہے جبکہ عمارت والے کی ملکیت اور اس کے انتفاع میں نقصان نہیں، لہٰذا جگہ والے کو عمارت بلند کرنے سے منع نہیں کیا جائے گا، جیسا کہ ایک آدمی کا درخت جس سے پڑوس والے کو سایہ حاصل ہوتا ہو درخت والے کو اس کے اکھاڑنے سے نہیں روکا جاسکتا حالانکہ پڑوسی کو اس سے ضرر ہے، کیونکہ درخت کا مالک اکھاڑ کر اپنی ملکیت سے دوسرے کے نفع کو روک دیا ہے۔ (ت)

فتح القدیر و ردالمحتار میں ہے:

والحاصل ان القیاس فی جنس ھذہ المسائل ان یفعل المالک ما بدا لہ مطلقا لانہ متصرف فی خالص ملکہ لکن ترک القیاس فی موضع یتعدی ضررہ الی غیرہ ضررا فاحشا وھو المراد بالبین وھو ما یکون سببا للھدم او یخرج عن الانتفاع بالکلیۃ وھو ما یمنع الحوائج الاصلیۃ کسد الضوء بالکلیۃ واختاروا الفتوی علیہ فاما التوسع الی منع کل ضرر ما فیسد باب انتفاع الانسان بملکہ کما ذکرنا قریبا۔[2]

www.alahazratnetwork.org

اور حاصل یہ ہے کہ اس قسم کے مسائل میں قیاس یہ ہے کہ مالک اپنی ملکیت میں جو چاہے تصرف کرے کیونکہ وہ اپنی خالص ملک میں تصرف کررہا ہے لیکن بعض ایسے مقامات میں جہاں مالک کا تصرف دوسرے کے لئے فحش ضرر پیدا کرے وہاں یہ قیاس متروک ہوگا، اور فحش ضرر سے ایسا تصرف ہی مراد ہے جو دوسرے کے مکان کے گرنے کا سبب ہو یا دوسرے کو اپنی ملکیت میں انتفاع سے مکمل طور پر محروم کردے وہ یوں کہ اس کے حوائج اصلیہ کو ختم کردے مثلاً کلیۃً روشنی کا ختم کردینا، اور اسی پر فتوٰی کو فقہاء نے پسند کیا ہے لیکن ہر قسم کے ضرر کی وجہ سے منع کو وسیع کرنا اس سے تو انسان کا اپنی ملکیت سے انتفاع کا دروازہ بند ہوجائے گا، جیسا کہ قریب ہم ذکر کرچکے ہیں۔ (ت)

---

[1] جامع الفصولین الفصل الخامس والثلاثون اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۲۶۶

[2] فتح القدیر مسائل شتّی من کتاب القضاء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/۴۱۵

ردالمحتار کتاب القضاء مسائل شتّی داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۶۱

جامع الفصولین میں ہے:

الضوء من الحوائج الاصلیۃ والشمس والریح من الحوائج الزائدۃ۔[1]

روشنی حوائج اصلیہ میں سے ہے اور دھوپ اور ہوا حوائج زائدہ میں سے ہے۔ (ت)

البتہ اگر دیوار مسجد کا کوئی حصہ اگرچہ جو بھر اس کی دیوار نے دبا لیا ہے تو اس جزء دیوار کا ازالہ و ہدم لازم ہے، درمختار میں ہے:

یجب ھدمہ ولو علی جدار المسجد۔[2]

اس کا گرانا واجب ہے اگرچہ مسجد کی دیوار پر ہو۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

اذا کان ھذا فی الواقف فکیف بغیرہ فمن بنی بیتا علی جدار المسجد وجب ھدمہ[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

جب یہ حکم واقف میں ہے تو غیر میں کیسے نہ ہو، تو جس نے مسجد کی دیوار پر کمرہ بنایا اس کا گرانا واجب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۰: از جاچڑاں ریاست بہاولپور تحصیل خان پور مرسلہ مولوی محمد یار صاحب ۷ ربیع الآخر ۱۳۳۲ھ

www.alahazratnetwork.org

چہ فرمایند علمائے دین اندریں صورت کہ زید در قطعہ اراضی بعد ثبوت استحقاق شفعہ با عمرو چنیں اظہار کرد مصرفہ اراضی را براں قدر کہ صرف کردی ازیں جانب وصول کردہ ازیں قطعہ اراضی بیزار شو۔ عمرو ازیں دعوی زید انحراف کلی ورزیدہ انکار قطعی نمود پس زید بعد ادائے فیس کہ شرط استماع دعوی ست دعوی خود بعرض عدالت کردہ پس از حصول مدعا دربارہ فیس ہذا کہ وقت عرضی دعوی ادائش ساخت از روئے قانون گورنمنٹی مطالبہ اش

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے شفعہ اراضی کے استحقاق کے بعد عمرو خریدار سے کہا کہ تُو نے جو کچھ اس زمین پر صرف کیا ہے اتنا مجھ سے وصول کرکے زمین چھوڑ دے، عمرو نے زید کے دعوی کو تسلیم نہ کرتے ہوئے زید کے مطالبہ سے قطعی انکار کردیا تو زید نے فیس کورٹ وغیرہ ادا کرکے جو کہ دعوی کے لئے شرط تھی اپنا دعوی عدالت میں پیش کردیا زید نے اپنا مدعٰی عدالت سے حاصل کرلینے یعنی اپنے حق ڈگری ہوجانے کے بعد عمرو پر مقدمہ کی فیس کا دعوی کردیا جس کا گورنمنٹ کے

---

[1] جامع الفصولین الفصل الخامس والثلاثون اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۲۶۷
[2] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۷۹
[3] بحرالرائق فصل احکام المسجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/۲۵۱

برعمرو قائم نمود پس ایں چنیں مطالبہ فیس کہ جوازش منسوب برواج ست عندالشرع صحیح ست یا نہ۔ بیّنوا توجروا۔

قانون کے مطابق عمرو کو ادا کرنا لازم آتا ہے تو کیا ایسے مروج قانون کے مطابق زید کو عمرو سے یہ فیس وصول کرنا درست ہے یا نہیں، شرعاً کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا (ت)

الجواب

آنرا کہ حکم شرع مطہر درکارست نزد شرع شریف خرچہ مدعی بر مدعی علیہ عائد نتواں شد گو مدعی محق باشد اگر بے رضایش گیرد مدعا علیہ از وواپس تواں گرفت اگر ندہد مواخذہ ومطالبہ برگردنش ماند در عقود الدریۃ[1] فرمودہ رجل کفل آخر عند زید بدین معلوم ثم طلبہ زید بہ والزمہ بہ لدی القاضی، فطلب الرجل من زید ان یمھلہ بہ فابٰی الا ان یدفع لہ الرجل قدر ما صرفہ فی کلفۃ الالزام فدفعہ لہ ثم دفع لہ المبلغ المکفول بہ ویرید الرجل مطالبۃ زید بما قبضہ زید منہ من کلفۃ الالزام فھل لہ ذلک (الجواب) نعم حیث الحال ما ذکر۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

شرعی حکم یہ ہے کہ شرع شریف میں مدعی کا خرچہ مدعٰی علیہ پر عائد نہیں ہوتا اگرچہ مدعی حق پر ہو، اگر مدعی نے مدعٰی علیہ سے اس کی رضامندی کے بغیر خرچہ وصول کرلیا ہو تو مدعٰی علیہ اس سے واپس لے سکتا ہے، اگر واپس نہ دے تو شرعاً مدعی کی گردن پر یہ مطالبہ ومواخذہ باقی رہے گا، عقود الدریہ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو زید کے دین معلوم کا کفیل بنایا، پھر زید نے کفیل سے مطالبہ کرتے ہوئے قاضی کے ہاں اس پر دین کی ادائیگی لازم کردی تو اس کفیل شخص نے زید کو مہلت کے لئے کہا تو زید نے مہلت دینے سے انکار کردیا مگر یہ کہا اگر تو قاضی کے ہاں دعوی الزام پر خرچ شدہ رقم ادا کردے تو تجھے مہلت دے دوں گا، اس پر کفیل شخص نے خرچہ کی رقم ادا کردی پھر مہلت کے مطابق وہ رقم جس کی کفالت تھی زید کو ادا کردی اس موقعہ پر کفیل نے زید سے مطالبہ کیا کہ مقدمہ کے خرچہ کی رقم جو تو نے وصول کی وہ مجھے واپس کرے، آیا اس واپسی کے مطالبہ کا کفیل شخص کو حق ہے، جواب دیا گیا مذکورہ حال پر حق حاصل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۱: از ریاست رامپور محلہ محل مرتی خاں ۲۷ شوال ۱۳۳۶ھ

زید نے اپنے نابالغ بچے بکر کے مقدمہ میں پنچوں کو حکم کردیا تو آیا باپ بیٹے کے مقدمہ میں کسی کو حکم کرسکتا ہے یا نہیں؟ اور فیصلہ پنچایت قابلِ پابندی ہے یا نہیں؟

---

[1] العقود الدریۃ کتاب الکفالۃ ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/ ۳۰۸

الجواب

باپ کا اپنے نابالغ بچے کے مقدمہ میں کسی کو حکم کرنا جائز ہے مگر وہ فیصلہ اگر خلافِ شرع ہو جیسا کہ مقدمہ متعلقہ سوال میں ملاحظہ فیصلہ سے ظاہر ہوا تو وہ اصلاً قابلِ پابندی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۲ از رامپور

چندا نے وحیدی پر دعویٰ حق زوجیت کا کیا، وحیدی کو زوجہ چندا ہونے سے انکار ہے، مدعی کی طرف سے جو گواہان گزرے ہیں ان میں سے احسان الحق و اشتیاق احمد اپنے آپ کو گواہان نکاح قرار دیتے ہیں جن کے بیان شاملِ سوال ہذا ہیں مفتی صاحب ثانی نے مدعا علیہا کا اجازت دینا قرار نہیں دیا ہے تجویز مفتی صاحب بھی ہمراہ سوال ہے بعض علمائے رامپور نے مفتی صاحب کی تجویز فیصلہ کے خلاف فتویٰ[عہ] دیا ہے اسے ملاحظہ فرما کر جواب ارشاد ہو۔

عہ نقل فتویٰ رامپور: کیا فرماتے ہیں علمائے دین، زید نے اپنی بیوی ہندہ کے رخصت کرا پانے کی نالش عدالت میں بربنائے نقل رجسٹر نکاح خواں و گواہی گواہان دائر کی اور گواہان نے یہ بیان کیا کہ جلسۂ نکاح منعقد ہوا اور ہندہ نے ہم سے یہ کہا کہ میرا نکاح زید کے ساتھ پڑھوا دو اور ہم کو اپنے نفس کا اختیار دیا ہم لوگ نکاح کے گواہ تھے اور غلام سرور وکیل تھے چنانچہ ہم نے وکیل سے کہہ دیا اور وکیل نے قاضی سے کہہ دیا قاضی نے نکاح پڑھا دیا اور بعد نکاح چھوہارے اور شیرینی تقسیم ہوئی اور ہندہ زید کے یہاں بعد نکاح کے حسبِ رواج زمانہ رہی۔ پس ایسی حالت میں نکاح صحیح شرعی ہندہ کا زید کے ساتھ ہو گیا یا کہ نکاح فضولی ہے بوجہ عدمِ اجازت ہندہ کے صحیح نہیں ہوا۔ بینوا توجروا۔

الجواب: سبحانہ الموفق بالصدق والصواب (وہ پاک ذات صدق وصواب کی توفیق دینے والی ہے۔ ت) صورتِ مسئلہ میں نکاح صحیح و شرعی ہندہ کا زید کے ساتھ ہو گیا اس لئے کہ بیانِ گواہان سے معلوم ہوتا ہے کہ جلسۂ نکاح منعقد ہوا اور حسبِ قاعدہ رواج نکاح ہوا اگر نکاح بطور فضولی کے منعقد ہوا ہے تو اجازت ہندہ کی بعد نکاح کے ثابت ہے اس لئے کہ جلسۂ نکاح کا منعقد ہونا اور کثیر لوگوں کا جمع ہونا اور ہندہ کا اجازت دینا نکاح پڑھوانے کی یہ دلیل اس امر کی کافی ہے کہ ہندہ کو علم نکاح کا ہوا اور بعد نکاح کے ہندہ کا بمکان زید رہنا یہ فعل ضرور دلیل اجازت ہندہ بعد نکاح کے ہے، اور برائے اجازت یہ ضروری نہیں ہے کہ اجازت قول سے ہی ہو بلکہ فعل سے بھی اجازت ہونا کافی ہے وہ یہاں متحقق ہے لہٰذا نکاح صحیح و شرعی زید کے ہندہ کا ہو جانا یقینی ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ویثبت الاجازۃ لنکاح الفضولی بالقول و ... فضولی کے نکاح کی اجازت قول اور فعل سے ثابت

(باقی برصفحہ آئندہ)

www.alahazratnetwork.org

کی نقل بھی حاضر کی جاتی ہے، اب علمائے محققین سے عرض ہے کہ آیا تجویز مفتی صاحب دیوانی صحیح ہے یا استغفاء۔ اور جزئیات فقہ کس رائے کے مثبت ہے، اور یہ بھی واضح رہے کہ گواہان مذکور سے مسماۃ وحیدی بیگم کا کوئی بھی رشتہ نہیں ہے جس سے کہ مابین گواہ مذکورین وحیدی بیگم کا نکاح ناجائز ہو پس گواہان مذکور ذی رحم محرم نہ ہونے کے باوجود اپنا بے پردہ ہونا بیان کرنا موجب فسق ہے یا نہیں؟ فاسق کی شہادت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب، فیصلہ جناب مفتی صاحب واظہار ہر شش گواہ مدعی کی باضابطہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

والفعل کذا فی البحر الرائق انتہی بقدر الحاجۃ ھذہ صورۃ الجواب، واللہ تعالٰی اعلم۔

ہو جاتی ہے، ایسے ہی بحرالرائق میں ہے اھ بقدر حاجت یہ جواب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

العبد المجیب
محمد ہدایت اللہ عفرلہ

محمد عنایت اللہ ولد محمد ہدایت اللہ

العبد

محمد حبیب اللہ خاں ولد محمد عنایت اللہ خاں

برتقدیر صدق مقال نکاح ثابت ہے فقط
محمد عبدالغفار خاں عفی عنہ

الجواب الجواب واللہ سبحانہ اعلم بالصواب
محمد فضل حق عفی عنہ

الجواب صحیح
مخدوم علی عفی عنہ

جواب صحیح ہے
احمد امین عفی عنہ مدرس دوم مدرسہ عالیہ

المجیب صحیح واللہ اعلم بالصواب
الراجی الی اللہ محمد خلیل اللہ عفا عنہ اللہ

قد صح الجواب
محمد عبدالرباب عفی عنہ

الجواب صحیح
بندہ محمد مرتضی حسن عفی عنہ

محمد خلیل اللہ عفا عنہ اللہ الراجی الی اللہ

ان النکاح صحیح ولا شریک لہ
قاسم علی عفی عنہ

ل فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الفصل السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۹۹

www.alahazratnetwork.org

نقلیں اور فتوائے رامپور ملاحظہ ہوئے تفصیل موجب تطویل اور فرصت قلیل اور سائل کو تعجیل، لہذا اجمالاً مدارکِ عالیہ فقہیہ کی طرف اشارت کریں وباللہ التوفیق، فتوائے رام پور محض باطل وبے شعور، عقل ونقل دونوں سے دور، اور حکم مفتی صاحب کہ دعوٰی نامسموع ضرور صحیح اور طریق حکم میں مسلک صحیح کی یہ تصریح۔

مدعی نے چھ گواہ پیش کئے:

(۱) عنایت احمد ولد عبدالرحیم خاں جس کی شہادت ہے کہ ۸ رجون میں مظہر نے چند آمدعی حاضر عدالت کا نکاح وحیدی بنت قمرالدین خاں کے ساتھ پڑھایا۔ ذی علم مجوز نے ایک اسی گواہ کی تعدیل فرمائی ہے کہ بہت اچھے نہایت عمدہ آدمی ہیں باقی سب کو مستور لکھا ہے جو ان کی اصطلاح میں فاسق بلکہ کافر کو شامل، یہ گواہ کتنا ہی عمدہ ثقہ ہو مگر اپنے فعل پر گواہی دے رہا ہے کہ میں نے پڑھایا لہذا اس کی شہادت مسموع نہیں، البتہ صرف نکاح ہونے کی گواہی دیتا اور اپنا نکاح پڑھانا نہ بیان کرتا تو سُنی جاتی۔ فتاوٰی خانیہ وفتاوٰی عالمگیریہ وخزانۃ المفتین میں ہے:

اذا ادعت امرأۃ علی ورثۃ الزوج مھرھا فانکرت الورثۃ نکاحھا وکان الشاھد تولی تزویجھا قال یشھد علی النکاح ولایذکر العقد عن نفسہ۔[۱]

جب عورت نے خاوند کے ورثاء پر اپنے مہر کا دعوٰی کیا تو ورثاء نے اس کے نکاح کا انکار کردیا ہو جبکہ اس عورت کے نکاح کا گواہ خود اس کے نکاح کا ولی تھا تو انھوں نے فرمایا کہ وہ گواہ نکاح کی شہادت دے اور یہ ذکر نہ کرے کہ میں نے اسکا نکاح پڑھایا۔ (ت)

تاتارخانیہ وہندیہ وخزانۃ المفتین میں ہے:

لو ان رجلا حلف بطلاق امرأتہ ثلثا ان ضرب ھذین الرجلین فضربھما وسمعھما ان یشھدا علیہ بطلاق امرأتہ ثلثا ولایخبران کیف کان وان اخبرا لاتقبل شھادتھما کذا فی التاتارخانیۃ۔[۲]

اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ اگر میں ان دو مردوں کو ماروں تو میری بیوی کو تین طلاق، تو اس نے دونوں کو مارا تو ان دونوں مردوں کو جائز ہے کہ وہ اس شخص پر بیوی کی تین طلاقوں کی شہادت دیں اور یہ نہ بتائیں کہ طلاق کیسے ہوئی، اور اگر طلاق کی وجہ بتائی تو شہادت قبول نہ ہوگی۔ تاتارخانیہ میں یونہی ہے۔ (ت)

---

[۱] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ فتاوٰی قاضیخاں کتاب الشہادات الباب الرابع، الفصل الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۴۸۳

[۲] " " " " " " " " " " " " "

فتاوٰی بزازیہ وعالمگیریہ میں ہے

شہدا علی رجل انہ قال ان مسست جسدکما فامرأتہ کذا او عبدہ حر و مس جسدنا لا تقبل ولو شہدا انہ قال ان مسست ثیابکما وفعل تقبل وفی فتاوی القاضی لو اراد الشہود ان یشہدوا فی ھذہ المسائل یشہدون بالطلاق والعتاق مطلقا بلا بیان السبب۔[1]

دو گواہوں نے یہ شہادت دی کہ فلاں شخص نے کہا تھا کہ اگر میں تم دونوں کے جسم کو مس کروں تو میری بیوی کو طلاق یا میرا عبد آزاد ہے جبکہ اس شخص نے ہمارے جسم کو مس کرلیا ہے تو یہ شہادت مقبول نہ ہوگی، اور اگر گواہوں نے اپنے جسم کی بجائے کپڑوں کا ذکر کرتے ہوئے شہادت دی اور کہا اس نے ایسا کرلیا ہے تو شہادت مقبول ہوگی۔ اور فتاوٰی قاضی خاں میں ہے کہ اگر گواہ حضرات ان مسائل میں گواہی دینا چاہیں تو سبب بیان کئے بغیر مطلقاً طلاق وعتاق کی شہادت دیں۔ (ت)

(۲) یٰسین خاں ولد قسیم خاں یہ کہتا ہے عرصہ تخمیناً سات یا ساڑھے سات ماہ کا ہوا کہ مظہر جیندا ولد کلن مدعی حاضر عدالت کے مکان پر گئے وحیدی بنت قمر الدین خاں نے زور سے آواز دی کہ جیندا ولد کلن سے میرا نکاح پڑھوادو، وحیدی نے گواہان کو اجازت دی گواہان نے نکاح پڑھوادیا فیصلہ میں اس پر ایک اعتراض یہ فرمایا ہے کہ اس نے گواہوں کے نام ظاہر نہیں کئے کہ کس کو اجازت دی مگر شہادت بالنکاح بیان نام مزوج ووکیل وشہود کی محتاج نہیں۔ ایک یہ اعتراض ہے کہ وحیدی کی اجازت بذریعہ سماع آواز بیان کرتا ہے اور خود کہتا ہے کہ اندر اور عورتیں بھی تھیں اس سے ثبوتِ توکیل میں خلل آیا نہ نفس انعقاد عقد میں کہ بذریعہ فضولی بھی ممکن۔ ہاں ایک اعتراض یہ ہے کہ جیندا کی ولدیت غلط بیان کی، واقعی اگر عبدالکریم کا عرف کلن نہ ہو تو یہ بھاری اعتراض ہے اور کچھ نہ ہو تو اس کی شہادت میں ذکرِ زوج مجمل ہے گواہان نے نکاح پڑھوادیا، کس سے پڑھوادیا اسی سے جس کی نسبت وحیدی نے اجازت دی تھی یا دوسرے سے، شہادت میں ایسی محتمل بات نہیں لی جاتی،

کما یشہد بہ من شاھد کلمات العلماء فی باب خلل المحاضر والسجلات وغیر ذلک۔

جیسا کہ علمائے کرام کے مقالوں اور کاغذی ریکارڈ وغیرہ میں خلل سے متعلق کلام کا مشاہدہ کرنے والا گواہی دے گا۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ فتاوٰی بزازیہ کتاب الشہادۃ الباب الرابع الفصل الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۴۸۳

نیز اس کی شہادت میں ایک اور خلل بھی ہے جس کا بیان آگے آتا ہے ان شاء اللہ تعالٰی

(۳) غلام صمدانی خاں ولد صاحبزادہ افتخار علی خاں فیصلہ کہ اس پر یہ اعتراض ہیں اس نے وحیدی کا کوئی لفظ کہنا بیان نہ کیا نہ وکیل کا ذکر کیا۔ یہ وہی بات ہے کہ اس سے توکیل بے ثبوت ہوگی نہ کہ نفس انعقاد۔ اس شہادت میں پورا خلل یہ ہے کہ چندا مدعی حاضر عدالت کا نکاح وحیدی بنت قمرالدین خاں کے ساتھ ہوا قمرالدین خاں شاید وحیدی کے باپ ہیں ان کا نام ہے، اس شاید نے مشہود علیہا کو مشکوک و محتمل و مجہول کردیا۔ شہادت و شاہد میں بین تنافی ہے۔

(۴) احسان الحق ولد غلام سرور، اس کا بیان ہے کہ عرصہ سات ساڑھے سات کا ہوا کہ چندا ولد کریم اللہ کا نکاح وحیدی بنت قمرالدین خاں کے ساتھ ہوا، وحیدی نے منظر کو اپنے نفس کا اختیار دیا اور اشتیاق احمد کو کہ میرا نکاح پڑھوا دو، منظر نے چندا کے ساتھ پڑھوا دیا، غلام سرور وکیل سے منظر نے کہہ دیا اور غلام سرور نے خود سُن لیا، وکیل اور گواہان کے کہنے کے بموجب قاضی نے نکاح پڑھا دیا۔ نکاح ملحق بالافعال ہے کہ بے فعل تمام نہیں ہوتا تو اس میں اختلاف زمانہ مسقط شہادت ہے اور ایسی جگہ قول مردود مثلاً سات یا ساڑھے سات مقبول نہیں۔ عالمگیریہ و خانیہ وغیرہما میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

ان کان المشھود بہ قولا لایتم الا بفعل کالنکاح واختلف الشھود فی المکان اوالزمان اوفی الانشاء والاقرار لاتقبل شھادتھم[1]

جس چیز کی گواہی دی جارہی ہے وہ ایسا قول ہو جو فعل و عمل سے تمام ہو جیسے نکاح وغیرہ اور گواہوں کا مکان یا زمان یا انشاء اور اقرار میں اختلاف ہو تو ان کی شہادت مقبول نہ ہوگی۔ (ت)

عالمگیریہ و ذخیرہ میں ہے:

اذا ادعی دہ دوازدہ درہم لاتسمع دعواہ وکذلک اذا ذکر التاریخ فی الدعوی علی ھذا الوجہ بان قال ایں عین ملک من ست از دہ دوازدہ سال فانہ لاتسمع دعواہ وکذلک اذا ذکر الشھود التاریخ فی شھادتھم علی ھذا

جب دعوٰی دس بارہ درہم کا کرے تو وہ قابل سماعت نہ ہوگا اور یوں ہی اگر دعوٰی میں تاریخ کو اس طرح ذکر کرے مثلاً یوں کہے یہ چیز دس بارہ سال سے میری ملک ہے تو بھی دعوٰی مسموع نہ ہوگا، اور یونہی اگر گواہوں نے شہادت میں مہینہ اور تاریخ کو اس طرح ذکر کیا

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشہادات الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۵۰۹

الوجه لاتقبل شہادتہم[1] | قرابت داروں کی شہادت مقبول نہ ہوگی۔ (ت)

اس کی رد شہادت کی ایک وجہ تو یہ ہے جو شہادت آلِ یٰسین خاں میں بھی تھی دوسری اور بھاری وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو وکیل بالنکاح بتاتا اور اپنے فعل سے کارِ نکاح تمامی کو پہنچنا بیان کرتا ہے ایسی شہادت مردود ہے۔ خلاصہ میں ہے:

الوکیلان بالنکاح او الخلع اذا شہدا باثبات ذٰلك النکاح او ذٰلك الخلع لاتقبل[2] | نکاح یا خلع کے دو وکیل اگر اس نکاح یا خلع کے اثبات میں شہادت دیں تو مقبول نہ ہوگی۔ (ت)

اسی میں ہے:

رجلان شهدا علٰی رجل انه قال لهما ان مسست جسدکما فعبدی هذا حر فشهدا انه مس جسدهما لایقبل لانهما شهدا فی امرتم بهما بخلاف شهدا انه قال ان مسست ثیابکما وقد مس انه یقبل ویعتق الغلام لان الثیاب غیرهما[3] | دو مردوں نے ایک شخص کے متعلق گواہی دی کہ اس نے کہا تھا اگر میں تمہارے جسم کو چھوؤں تو میرا غلام آزاد ہے، اور پھر شہادت دی کہ اس نے ہمارے جسم کو مَس کیا ہے تو یہ شہادت مقبول نہ ہوگی کیونکہ انھوں نے ایسی چیز کی شہادت دی ہے جس کا اتمام خود ان سے ہوا ہے بخلاف جب جسم کی بجائے اپنے کپڑوں کو چھونے کا ذکر کریں اور پھر اس کے مَس کر لینے پر شہادت دیں تو مقبول ہوگی اور غلام آزاد قرار پائے گا کیونکہ ان کے کپڑے ان کا غیر ہیں۔ (ت)

(۵) اشتیاق احمد ولد کریم اللہ برادر مدعیٰ اس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں عرصہ تخمیناً ساڑھے سات ماہ کا ہوا قمرالدین کی بیٹی وحیدی اس کا نام اس کا نکاح چندا ولد کریم اللہ کے ساتھ ہوا وحیدی نے مجھ سے اور احسان الحق سے کہا کہ میں نکاح چندا کے ساتھ کرتی ہوں میرا نکاح کرا دو میں اجازت دیتی ہوں، حافظ غلام سرور نے نکاح پڑھوایا ہمارے دو گواہیوں کے ساتھ، اس کے بیان میں یہ جملہ کہ قمرالدین کی بیٹی وحیدی اس کا نام مستقل جملہ ہے جس نے مابعد کے بیانِ نکاح کو اس

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الشہادات الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۴۶۲
[2] خلاصۃ الفتاوٰی " الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۶۹
[3] " " " " ۴/ ۷۰

لفظ سے کہ گواہی دیتا ہوں الگ کر دیا کہ وہ بلا عطف مستقل جملہ منفصلہ ہے کہ اس کا نکاح الخ ہاں اگر یوں ہوتا کہ گواہی دیتا ہوں کہ اتنا عرصہ ہوا کہ قمر الدین کی بیٹی کا جس کا نام وحیدی ہے چندا سے نکاح ہوا تو یہ جملہ گواہی دیتا ہوں کے تحت میں ہوتا اب محتمل رہ گیا کہ اس نے سب سے اشد واعظم حلف گواہی دیتا ہوں صرف اتنے جملہ کی نسبت کہا کہ قمر الدین کی بیٹی کا وحیدی نام ہے، باقی بیان اس حلف اعظم سے جدا رکھا تو یہ نکاح پر شہادت نہ ہوئی، محتمل بیان شہادت میں نہیں لیا جاتا فیصلہ نے ان دونوں شہادتوں پر اختلاف سے اعتراض فرمایا کہ احسان الحق کہتا ہے میں نے نکاح پڑھوا دیا، اشتیاق احمد کہتا ہے غلام سرور نے پڑھوا دیا یہ کوئی اختلاف نہیں نکاح پڑھایا یعنی خود متولی عقد ہوا اور پڑھوایا یعنی دوسرے سے اور اس میں واسطہ و واسطہ در واسطہ سب یکساں ہیں، وحیدی نے ان دونوں سے کہا ان دونوں نے غلام سرور سے کہا غلام سرور نے نکاح خواں سے کہا تو نکاح خواں نے پڑھایا اور ان سب نے پڑھوایا، ہاں ان کے بیانوں میں اور اختلافات ہیں، احسان الحق کہتا ہے وحیدی نکاح سے اول بھی جایا آیا کرتی تھیں۔ اشتیاق احمد کہتا ہے اس سے اول نہیں آئی گئی تھیں، احسان الحق کہتا ہے نکاح خواں نے آواز دے کر دریافت کیا کہ یہ لڑکی بیوہ ہے، آواز آئی کہ بیوہ ہے، اشتیاق احمد کہتا ہے قاضی صاحب نے اندر کسی سے دریافت نہیں کیا تھا، احسان الحق کہتا ہے قاضی صاحب میرے بعد آئے تھے اشتیاق احمد کہتا ہے احسان الحق دس سے اول نہیں آئے تھے قاضی صاحب قریب دس بجے تشریف لائے تھے ہم نے ایسے زوائد پر التفات نہ کیا، فیصلہ نے دوسرا اعتراض یہ فرمایا کہ یہ دونوں وکیل بالنکاح ہیں اور وکیل بالنکاح کی شہادت ناجائز نہیں، خلاصہ میں بعد عبارت مذکورہ اولٰی ہے:

اما اذا شہد الوکیلان بالبیع انہ ملک المشتری او شہد الوکیلان بالنکاح انہا منکوحتہ یقبل فی الاجناس[1]

لیکن اگر بیع کے دو وکیلوں نے یہ شہادت دی کہ اس چیز کا خریدار مالک بن گیا ہے یا نکاح کے دو وکیلوں نے یہ شہادت کہ بطور فلاں کی منکوحہ ہے تو شہادت مقبول ہوگی۔ (ت)

بلکہ اس اعتراض کی تحقیق وہ ہے جو شاہد چہارم میں ہم نے ذکر کی۔ وکلائے نکاح کی ایسی گواہیاں ضرور مردود ہیں۔

(۶) سجاد علی خاں ولد منور علی خاں، اس کا بیان متناقض ہے کہتا ہے وحیدی نے اپنے نفس کا اختیار گواہوں کو دیا، گواہ چوکھٹ پر تھے وکیل چوکھٹ کے اندر تھا، جو الفاظ وحیدی نے

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الشہادات الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۶۹

گواہان سے کہ منظر کو یاد نہیں وہ الفاظ منظر نے سُنے بھی نہیں، پہلا فقرہ توکیل پر شہادت ہے اور پچھلا اس شہادت سے صاف برأت، نیز کہتا ہے وحیدی اور چندا کا رسم تھا اسی وجہ سے چندا مدعی کے مکان پر نکاح ہُوا یہ ان کے مکان میں جاتے تھے وہ ان کے مکان میں آتے تھے اس سے اول 39
وحیدی کے آنے جانے کا حال مجھ کو معلوم نہیں، اس گواہ کو نہیں معلوم ہوتا کہ ابھی کیا کہہ چکا تھا اور اب کیا کہتا ہے، ایسے مغفل کی کیا شہادت، اور ہوتی بھی تو وہ تنہا تھا ایک کی شہادت ان حقوق میں مسموع نہیں، فیصلہ نے اسی گواہ اور نکاح خواں عنایت احمد کی شہادتوں پر نکاح فضولی منعقد ہونا تسلیم فرمایا ہے اور ازاں کہ وحیدی کی اجازت درکنار اسے نفس نکاح سے انکار ہے فرمایا پس یہ نکاح شرعاً باطل ہے ہم ان دونوں شہادتوں کا حال بیان کر آئے تو ہرگز نکاح فضولی بھی ثابت نہیں اور بالفرض ثابت ہوتا تو نکاح فضولی ہرگز باطل نہیں بلکہ منعقد موقوف علی الاجازۃ ہوتا ہے وحیدی کا اس وقت نفس نکاح سے انکار بعد نکاح اجازت قولی یا فعلی کا کب مبطل ہو سکتا ہے ممکن کہ اس وقت سن کر جائز کیا ہو اب کسی نااتفاقی کے باعث سرے سے وقوع نکاح کی منکر ہو گئی تو دعوی نکاح ثابت کرنا تھا اور اجازت وحیدی کا مدعی سے ثبوت مانگنا کہ حق ظاہر ہو اور ہوا ہے تو حقدار کو پہنچے کہ قاضی کا نصب اسی ایصال حقوق و ابطال عقوق کے لئے ہوتا ہے مگر ہم ثابت کر آئے کہ اصلاً وقوع نکاح ہی ثابت نہیں، نہ اصیل سے نہ وکیل سے نہ فضولی سے، نکاح خواں کا رجسٹر کوئی چیز نہیں، حروف صامت ہیں جن کی زبان ناطق وہی نکاح خواں جس کی شہادت یہاں اصلاً مسموع نہیں، اشباہ والنظائر میں ہے:

لایعتمد علی الخط ولا یعمل بہ فلا یعمل بمکتوب الوقف الذی علیہ خطوط القضاۃ الماضین لان القاضی لا یقضی الا بالحجۃ وھی البینۃ اوالاقرار اوالنکول کما فی وقف الخانیۃ۔[1]

لکھائی اور خط پر نہ اعتماد ہوگا نہ عمل، تو ماضی کے دور کے قاضی حضرات کے مکتوب وقف پر اب عمل نہ ہوگا کیونکہ کوئی قاضی حجت کے بغیر فیصلہ نہیں دے سکتا بلکہ حجت صرف گواہی، اقرار یا قسم سے انکار ہے جیسا کہ خانیہ کے وقف میں ہے (ت)

یہیں فتوائے رام پور کا بطلان واضح ہوا **اولاً** اس نے انھیں نامقبول و نامسموع شہادتوں پر بنا کی کہ بیانات گواہان سے ثابت ہوتا ہے کہ جلسہ نکاح منعقد ہوا اور حسب قاعدہ و رواج

[1] الاشباہ والنظائر کتاب القضاء والشہادات الخ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۳۳۸

www.alahazratnetwork.org

نکاح ہوا حالانکہ نکاح ہونے پر اصلاً ایک شہادت معتمدہ بھی نہیں جیسا کہ اوپر مفصلاً معلوم ہوا۔

ثانیاً خود سمجھا کہ صرف اتنی بات دعوی مدعی مطالبہ رخصت کا اثبات نہ کرے گی لہذا اس میں یہ پیوند لگایا کہ اگر نکاح بطور فضولی کے منعقد ہوا تو اجازت ہندہ بعد نکاح ثابت ہے اجازت کے لئے دو امر درکار تھے عورت کو اطلاع ہونا اور اس کا جائز رکھنا اول کے ثبوت کو یہ بے معنی دلیل گھڑی کہ اس لئے کہ جلسہ نکاح کا منعقد ہونا اور کثیر لوگوں کا جمع ہونا اور ہندہ کا اجازت دینا نکاح پڑھوانے کے لئے دلیل کافی ہے کہ ہندہ کو علم نکاح ہوا یہ اس پر موقوف ہے کہ ہندہ کا وہاں ہونا ثابت ہو کہ کثیر لوگ نکاح کے لئے جمع ہونے سے اس کی اطلاع پر استدلال کیا جائے یہاں سرے سے جلسہ نکاح کا انعقاد ہی ثابت نہیں کہ شہادتیں سب مختل و مہمل ہیں۔

ثالثاً نکاح خواں کہتا ہے نکاح میں ۱۵ یا ۲۰ آدمی سے کم نہ تھے، اشتیاق احمد کہتا ہے جلسۂ نکاح میں ۲۵ یا ۳۰ آدمی ہوں گے، احسان الحق بھی یہی کہتا اور لفظ اندازاً اور اضافہ کرتا ہے، اسی طرح یٰسین خاں تخمیناً کہتا ہے، قطع نظر اس سے کہ یہ شہادتیں شرعاً مردود ہیں، ۱۵، ۲۰ یا ۲۵، ۳۰ کیا ایسا کثیر مجمع ہے جس کی اطلاع گھر کے اندر پہنچنی ضرور ہے خصوصاً اس حالت میں کہ نکاح خواں کہہ رہا ہے کسی عورت سے دریافت کا قاعدہ نہیں گواہان کے اعتبار پر نکاح پڑھوا دیا' کسی عورت سے کچھ دریافت نہ کیا۔ غلام صمدانی کہتا ہے نکاح رات کے ساڑھے دس بجے ہوا تھا جلسہ نکاح میں مظہر نو بجے پہنچا تھا، قاضی صاحب میرے سامنے آئے تھے، قاضی جی نے میرے سامنے عورتوں سے کچھ نہیں پوچھا، اشتیاق احمد کہتا ہے قاضی صاحب نے گواہوں سے دریافت کیا تھا انھوں نے کہا بیوہ ہیں اندر کسی سے دریافت نہیں کیا تھا صرف ایک احسان الحق کہتا ہے کہ نکاح خواں نے ہم سے بھی دریافت کیا اور آواز دے کر دریافت کیا کہ یہ لڑکی بیوہ ہے آواز آئی کہ بیوہ ہے یہ مستوران ثقہ نہایت عمدہ آدمی کی تکذیب کرتا ہے اور نہ سہی تو کیا ہے اور نہ سہی تو آواز آئی سے کیا ثابت ہوا اور اس سے کیونکر معلوم ہوا کہ وحیدی کو اطلاع ہوئی۔

رابعاً اطلاع درکنار سرے سے وحیدی کا اس مکان میں ہونا ہی ثابت نہیں اس کا وہاں آنا ایک تو احسان الحق و اشتیاق احمد نے بیان کیا یہ دونوں اپنے لئے مدعی تو کیل ہیں ان کو تو اس کے بیان کی ضرورت ہی لاحق تھی مگر کسی وکیل کا ادعائے وکالت بحال انکار موکل مسموع نہیں ہو سکتا۔ باطل ست آنچہ مدعی گوید (مدعی جو کچھ کہتا ہے باطل ہے۔ ت) یٰسین خاں کہتا ہے وحیدی نے زور سے آواز دی کہ میرا نکاح پڑھوا دو، یہ اس کی تراشش باقی سب گواہوں سے

جُدا ہے پھر خود کہتا ہے کوٹھی میں اور بھی عورتیں تھیں اس نے تو آواز کا دروازہ بند کیا آگے کہتا ہے یہ نہیں بتا سکتا کہ کوٹھی میں کون کون عورتیں تھیں یہاں سے اس علم کا بھی سدِّباب ہُوا کہ وحیدی بھی کیونکہ اس کا وہاں موجود ہونا جانا لاجرم سُنی سنائی کسی کی بتائی یا محض جزافاً ذاتی۔ سجاد علی خاں صاف تو کہتا ہے کہ وحیدی پردہ نشین ہے منظر سے پردہ ہے وحیدی کوٹھری میں تھی اول تو یہی نہیں معلوم کہ کہاں کی کوٹھری میں تھی پھر یہ کیونکر جانا کہ وہاں تھی یہی گواہ توکیل گواہان پر شہادت بھی دے رہا ہے اور اسی منہ میں کہتا ہے کہ میں نے وُہ الفاظ سُنے تک نہیں تو جس طرح کسی کی تعلیم سے توکیل پر گواہی دے دی یونہی وہاں وحیدی کے ہونے کے۔ کیا ایسے مہمل و بے سروپا بیانوں سے عورت کا وہاں موجود ہونا ثابت ہو سکتا ہے حاشا۔

خامساً طرفہ تر فتوٰی کا یہ قول ہے کہ ہندہ کا اجازت دینا نکاح کے لئے دلیل کافی ہے کہ ہندہ کو علم ہوا اجازت دینے کا حال تو اوپر معلوم ہوا کہ وہ مدعیان توکیل اور تیسری اس غیبی آواز پر شہادت اور جو تھی ہیں آواز تک نہیں یونہی ایمان بالغیب کے سوا کہیں اس کا پتہ نہیں، مگر لطف یہ ہے کہ جب ہندہ کا قبل عقد اجازتِ نکاح دینا ثابت ہے تو نکاح فضولی کب رہا جس کے لئے اجازت فعلی گھڑنے کو آپ یہ دردِ سر اٹھا رہے ہیں۔ سبحان اللہ! خود نکاح کی اجازت دینا مانئے اور اس سے صرف اتنا نتیجہ نکالئے کہ اسے نکاح کی خبر ہوئی، رہی اجازت وہ آگے فعل سے ہو رہے گی ایسے اجتماع ہوش و حواس کی حالت میں افتا و تصدیقات کی تکلیف اٹھائی ذہنی مگر ہے یہ کہ خود سمجھا کہ جلسہ کا انعقاد اور آدمیوں کا اجتماع ہندہ کی اطلاع کو کافی نہیں، ناچار اجازت کا شگوفہ بڑھایا اگرچہ اس نے ساری تقریر کو عقل سے بیگانہ کر دکھایا۔

سادساً اب دعوٰی کے دوسری شق کا ثبوت دینے کی طرف توجہ ہُوئی کہ بعد نکاح ہندہ کا بمکان زید رہنا یہ فعل ضرور دلیل اجازت ہندہ بعد نکاح ہے لہذا نکاح صحیح شرعی زید کے ساتھ ہندہ کا ہو جانا یقینی ہے، ہم بیان کر آئے کہ وحیدی کا وہاں جانا ہی ثابت نہیں نہ کہ دو ایک روز رہنا۔ اس شگوفے کا ذکر ان دو مدعیان وکالت کے سوا کسی کے بیان میں نہیں۔ یٰسین خاں نے اتنا کہا ہے کہ ہم نکاح کے بعد مدعی کے مکان پر وحیدی کو چھوڑ آئے تھے اس سے رہنا ثابت نہیں ہوتا، ہاں احسان الحق نے کہا ہے بعد نکاح ایک آدھ روز وہاں رہی پھر اپنی والدہ کے گھر چلی آئی، اشتیاق احمد نے ایک یا ڈیڑھ دن اور بڑھایا کہ بعد نکاح کے ایک دو دن اسی مکان میں رہی ظاہر ہے کہ رہنا وہاں ہونے کی فرع ہے اور وہاں ہونے کا اظہار یہ اپنے دعوٰی وکالت و گواہی نکاح کے لئے کر رہے ہیں جس میں وہ متہم ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

سابعًا خود احسان الحق کہتا ہے کہ نکاح ہونے کے بعد سب چلے گئے اس کے بعد دو ایک یا ایک آدھ روز وحیدی کے وہاں رہنے کا علم اسے کیونکر ہوا اپنا معاینہ بیان نہیں کرتا، نہ یہ ان مواقع میں ہے جن میں سماع پر شہادت روا ہو تو بیان بے ثبوت ہے یہی حال اشتیاق احمد کا ہے اگر وہ چندا ہی کے مکان میں نہ رہتا ہو۔

ثامنًا اگر نکاح فضولی وحیدی کے مکان پر ہوتا اور وہ بعد علم نکاح حسب دستور رخصت ہو کر چندا کے یہاں جاتی تو یہ ضرور اجازت فعلی کی حد میں آسکتا، یہاں تو یہ ظاہر کیا جارہا ہے کہ نکاح چندا ہی کے مکان پر ہوا اور وحیدی کو اطلاع کا کوئی ثبوت نہیں معدود اشخاص کا باہر جمع ہونا اور اندر سے کچھ دریافت کرنا کیا موجب اطلاع زناں ہے اسی زخم نا مندمل کے بھرنے کو فتوائے رامپور نے وہ فقرہ اضافہ کیا جس نے اس فتوے کو نقل کے ساتھ عقل سے بھی بعید کردیا اور جب اس وقت اطلاع نہ ہوئی بعد نکاح معًا ہوئی کیا ضرور اور اس کا کیا ثبوت۔ ممکن کہ ایک آدھ یا دو ایک روز کے بعد ہی اسے خبر دی ہو جس پر وہ فورًا اپنی ماں کے یہاں چلی گئی۔

تاسعًا منصب استحقاق سخت دشوار ہے اس میں شاید ولعل سے کام نہیں چلتا بلکہ احتمال دافع استحقاق وقاطع استدلال۔ شہادت میں کہاں ہے کہ یہ رہنا بالاختیار تھا ممکن کہ مجبورًا بطور حبس رہی ہو اگرچہ اسی قدر کہ وہ پردہ نشین تھی اور سواری نہ ملنے دی۔

www.alahazratnetwork.org

عاشرًا بالفرض باختیار رہی رہی مگر لڑنے جھگڑنے میں وقت گزارا اور چلی آئی اور اپنے نفس پر قدرت نہ دی تو اجازت فعلی کس گھر سے آئیگی، وہ پانچ ادعائے اطلاع پر تھے یہ پانچ اجازت پر تلک عشرۃ کاملۃ۔ جن سے آفتاب کی طرح واضح ہوگیا کہ یہاں وحیدی کی طرف سے اجازت فعلی ماننا محض سفسطہ ہے اور وہ بھی اس جوش کے ساتھ کہ نکاح صحیح شرعی ہوجانا یقینی ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اسی نے سوال میں یہ لفظ اضافہ کیا کہ ہندہ زید کے یہاں بعد نکاح حسب رواج زمانہ رہی مگر اس لفظ حسب رواج زمانہ کا ان بیچارے دونوں مدعیان توکیل کے بیان میں بھی پتہ نہیں حتی المقدور اجازت فعلی بنانے کے لئے از پیش خویش اضافہ ہوا ہے، ناراض ہونے کی بات نہیں، اسلامی خیرخواہی کے لئے عرض ہے کہ اتنے علم وعقل والوں کو امور شرعیہ میں دخل دینا فتوٰی لکھوانا، تصدیق کرنا شرعًا حرام حرام حرام سخت کبیرہ ہے۔ ابن عساکر امیر المؤمنین مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے راوی کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من افتی بغیر علم لعنتہ ملٰئکۃ السماء والارض[1] والعیاذ باللہ تعالٰی

جس نے بغیر علم کے فتوٰی دیا اس پر آسمان وزمین کے فرشتوں کی لعنت۔ (ت)

---

[1] الفقیہ والمتفقہ باب ماجاء من الوعید لمن افتی بغیر علم حدیث ۱۰۴۳ دار ابن جوزی ریاض ۲/ ۳۲۷
کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن علی حدیث ۲۹۰۱۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۹۳

احسان الحق واشتیاق احمد کا وحیدی سے پردہ نہ ہونا جبکہ سامنے آنا بے ستری کے طور پر ہو مثلاً سر کے بال یا گلے یا پیٹ یا بازو یا کلائی کا کوئی حصہ کھلا ہوا یا باریک کپڑے پہنے جن سے بدن چمکے اور یہ اس پر راضی ہوں، مانع نہ ہوں، نگاہ پھیر نہ لیتے ہوں، ضرور ان کے لئے بھی موجب فسق ہے ورنہ نہیں۔

عالمگیریہ میں ہے:

یقبل تعدیل المرأۃ لزوجہا وغیرہ اذا کانت امرأۃ برزۃ تخالط الناس وتعاملھم کذا فی محیط السرخسی[1]	عورت کا اپنے خاوند کو عادل قرار دینا مقبول ہوگا جبکہ یہ عورت باہر نکل کر لوگوں میں اختلاط اور ان سے معاملات کرتی ہو۔ جیسا کہ محیط سرخسی میں ہے۔ (ت)

حدیث میں ہے:

النظرۃ الاولٰی لک والثانیۃ علیک[2]	پہلی نگاہ تجھے معاف ہے اور دوسری نگاہ پر تجھ پر گناہ ہے۔ (ت)

کلام کریم میں ہے:

لاتزر وازرۃ وزر اخری[3] واللہ تعالٰی اعلم۔	کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۱۳۳: از علی گڑھ مدرسۃ العلوم مرسلہ مولوی عبداللہ صاحب ناظم دینیات و محمد نصرت شیر خاں محرر دینیات ۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی والدہ محترمہ کی ملک میں ایک کھیت تھا اس کو فروخت کردیا اس کے روپے سے ایک مکان خریدنے کا ارادہ کیا جب مکان تجویز ہوگیا اور قیمت کا معاملہ بائع سے طے ہوگیا اس وقت زید نے اپنی والدہ سے دریافت کیا کہ اس مکان کا بیعنامہ آپ کے نام کرادوں یا جس کے نام ارشاد فرمائیں زید کی والدہ کے بجز زید کے اور کوئی فرزند و دختر نہ تھی اس وجہ سے زید کی والدہ نے فرمایا کہ تو ہی اپنے نام کرالے چنانچہ زید نے بموجب حکم اپنی والدہ کے اپنے نام مکان کا بیعنامہ کرالیا اور اس بیعنامہ کو عرصہ چالیس سال کا تخمیناً ہوا ہے اس وقت زید کی زوجہ اولٰی مع بعض اولاد کے موجود تھی اس مکان کے خریدنے کے پہلے اور بعد کو بھی زید نے چند جگہ اپنے خاندان میں کسی عورت

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشہادات الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۵۲۸

[2] شرح معانی الآثار کتاب النکاح باب حلۃ النظر قبل التزوج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۰

[3] القرآن الکریم ۷/ ۱۶۴

سے عقدِ ثانی کا ارادہ بزمانۂ حیات اپنی والدہ اور زوجہ کے پختہ طور سے کرلیا اور دونوں کو اس کا علم قطعی طور سے ہوا لیکن اس پر بھی زید کی والدہ نے زید سے یہ نہیں فرمایا کہ تو اس مکان کو اپنی زوجہ یا اپنی اولاد کے نام منتقل کردے بلکہ زید کی ماں نے اسی مکان میں سالہاسال تک سکونت فرماکر وفات پائی آخر دم تک کوئی بات اس مکان کی نسبت نہیں فرمائی، زید نے بعد وفات اپنی زوجہ اولٰے کے تخمیناً عرصہ بیس سال کا ہوا ایک عورت سے نکاح کرلیا زید اس مکان کو جس کو اس کی والدہ مرحومہ نے زید کے نام کرادیا تھا اسے زوجۂ ثانیہ کے مہر میں دینا چاہتا ہے اور ایک دوسرا مکان جو اس مکان کے محاذ میں زید نے خریدا ہے اس کو اپنی زوجۂ اولٰی متوفیہ کے اولاد کو تبرعاً دینا چاہتا ہے اس حالت میں زید کی بڑی لڑکی خالدہ یہ دعوٰی کرتی ہے کہ جس مکان کو آپ مہر میں ہماری مادر صاحبہ کے دینا چاہتے ہیں وہ مکان ہماری والدہ مرحومہ کا اور ہمارا ہے کیونکہ ہماری دادی صاحبہ مرحومہ کی دلی نیت یہ تھی کہ ہماری والدہ صاحبہ اور ہم آپ کے ساتھ اس مکان میں رہیں اور ہماری دادی صاحبہ نے آپ کا نام بیعنامہ میں فرضی طور پر کرادیا تھا۔

دوسرا دعوٰی خالدہ کا یہ ہے کہ جب یہ مکان خرید اگیا تو صرف اس میں ایک کوٹھا بہت نیچا تھا اس کو آپ نے اونچا کرایا اور اس کے آگے سہ دری مرتب کرائی اور دروازہ مسقف بنوایا اور باسٹھ گز زمین پچاس روپے کو خرید کرکے آپ نے اس مکان میں شامل کی یہ سب روپیہ آپ نے ہماری والدہ سے لیا اور وہ سب روپیہ ہماری والدہ کا تھا کیونکہ جس قدر روپیہ آپ اپنی چالیس روپے کی تنخواہ میں سے بچا کر ماہ بماہ ہم کو روانہ کرتے تھے وہ ہماری والدہ کے نان ونفقہ اور ہمارے اخراجات کا تھا علاوہ بریں ہماری والدہ صاحبہ مع ہمارے دوسرے تیسرے سال نانی صاحبہ کے گھر جاتی تھیں اور وہاں دو دو مہینے یا تین تین مہینے رہنا ہوتا تھا اور ہمارا سب کا کھانا نانی صاحبہ کے ذمہ ہوتا تھا اس عرصہ میں جس قدر روپیہ ماہواری آپ روانہ کرتے تھے وہ بچتا تھا وہ سب روپیہ ہماری والدہ کا اور ہمارا تھا اس کے سوا ہمارے نانا صاحب کے مرید اور شاگرد نانا صاحب کے مکان پر آتے تھے وہ ہماری والدہ صاحبہ یا ہم کو کچھ روپیہ دیتے تھے وہ ہماری والدہ صاحبہ کا اور ہمارا ہوتا تھا۔

زید خالدہ کے اول دعوٰی ملکیت مکان کا یہ جواب دیتا ہے کہ اصل مکان جبکہ میری والدہ مرحومہ نے اپنی ذاتی رضامندی سے میرے نام کرادیا تو اس کے بعد یہ کہنا سراسر فضول ہے کہ ان کی دلی نیت تمہاری ملک میں دینے کی نہ تھی اور آپ کا نام فرضی تھا کیونکہ بیع وشراء میں باعتبار شریعت کے دلی نیت کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ ظاہری الفاظ یا تحریر کا اعتبار ہوتا ہے، اور زید خالدہ کے دوسرے دعوٰی مالکیت روپے کا یہ جواب دیتا ہے کہ جو کچھ تمہاری والدہ کے پاس پس انداز روپیہ تھا وہ میری ہی

کمائی کا روپیہ تھا اور جس وقت میں نے تمھاری والدہ سے زمین کے خریدنے اور دکان کے مول لینے کو یا مرمت مکان کو یا درمیانی دیوار بنانے کو روپیہ طلب کیا اس مرحومہ نے مجھ سے یہ نہیں کہا کہ اس وقت آپ کا ذاتی روپیہ تو میرے پاس نہیں، ہاں میرا ذاتی روپیہ موجود ہے یا کسی کی امانت میرے پاس رکھی ہے اس وقت آپ لے کر اپنا کام چلالیں بعد کو بتدریج ادا کردیں، اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ روپیہ میری کمائی کا پس انداز تھا جو میں نے اس مرحومہ سے لیا۔

دوسرا جواب شرعی طور پر یہ ہے کہ اس مرحومہ نے مرتے دم تک اس روپے کی نسبت کبھی یہ نہیں کہا کہ جو روپیہ آپ نے فلاں فلاں وقت مجھ سے لے کر مکان میں لگایا تھا وہ میرا ذاتی روپیہ تھا اس کو آپ نے مجھ کو واپس نہیں دیا اب آپ اس روپے کو میری طرف سے کسی مدرسہ اسلامیہ یا مسجد یا کسی اور کار خیر میں لگادیں تاکہ مجھ کو اس کا ثواب پہنچتا رہے، اس سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جو روپیہ میں نے اس سے لیا میرا ہی مملوک تھا۔

اور تیسرا جواب زید کا یہ ہے کہ اگر بالفرض محال یہ بھی تسلیم کیا جائے کہ انھوں نے اپنا مملوک ہی روپیہ مجھ کو دیا تھا جب کہ آخری دم تک اس کو مجھ سے طلب نہ کیا اور نہ اس کی نسبت بوقت وفات مجھ کو کچھ وصیت کی تو وہ روپیہ انھوں نے مجھ کو بخش دیا یعنی وہ روپیہ مجھے واپس لینے کی غرض سے نہیں دیا بلکہ اس روپیہ کا مجھ کو مالک بنا دیا تھا، پس علمائے دین سے استفسار ہے کہ زید کی خالدہ بیٹی کے دونوں دعوی ازروئے شرع شریف حق ہیں یا زید کے جوابات حق ہیں؟

الجواب

خالدہ کا پہلا دعویٰ محض باطل و نامسموع ہے اعتبار لفظ کا ہے نہ کہ محض نیت کا فقد نصوا ان العبرۃ بما تلفظ لابما نوی (فقہائے کرام نے تصریح کی ہے کہ لفظ کا اعتبار ہے نیت کا نہیں۔ت) روپیہ زوجہ کو خرچ کے لئے دیا جاتا ہے اس کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ زن و شوہر عیال ایک جگہ رہتے ہیں ایک خرچ ہے شوہر سب آمدنی اسے دے دیتا ہے وہ اپنے اور شوہر اور سب گھر کے مصارف اس سے اٹھاتی ہے، اس صورت میں وہ روپیہ تمام و کمال ملک شوہر پر رہتا ہے، عورت کا خرچ بھی ملک شوہر پر ہوتا ہے اسے شرع میں تموین کہتے ہیں، عقد نکاح کا اصل موجب یہی ہے، ظاہر ہے کہ اس میں جو کچھ پس انداز ہوگا شوہر کا ہے۔ دوسری صورت یہ کہ زن و شو جُدا ہیں شوہر اسے نفقہ بھیجتا ہے یا ایک ہی جگہ ہیں مگر عورت کے خرچ کا اسے جُدا دیتا ہے، عام ازیں کہ وقت معین پر مثلاً ماہوار رقم معین مثلاً دس روپے خاص بحکم قاضی خواہ بتراضی یا تعیین کچھ نہیں وقتاً فوقتاً مختلف مقداریں اسکے

خرچ کے لئے بھیجتا یا اسے دیتا ہے ، اس صورت میں جو کچھ اسے دیا وہ ملکِ زن ہوگیا ، اس میں سے جو کچھ بچے گا ، خواہ عورت کی جزرسی سے یا یوں کہ وہ مہینوں اپنی ماں کے یہاں رہی اور مصارف ماں نے کئے بہرحال عورت ہی اس کی مالک ہے۔ بحرالرائق و ردالمحتار میں ہے :

المفروضة او المدفوعة لها ملك لها فلها الاطعام منها والتصدق وفی الخانية لو اكلت من مالها او من المسألة لها الرجوع عليه بالمفروض۔[1]

عورت کے لئے مقرر شدہ یا اس کو ادا شدہ کی وہ مالک ہے تو اس میں سے اس کو کھلانے اور صدقہ کرنے کا حق ہے ، اور خانیہ میں ہے اگر عورت اپنے مال میں سے کچھ کھائے یا وصول کردہ سے مقرر شدہ کیلئے عورت خاوند سے رجوع کرسکتی ہے۔ (ت)

ظاہر ہے کہ یہاں واقع صورت ثانیہ ہے کہ زید اسے خرچ بھیجا کرتا تھا تو چاہئے کہ عورت ہی اس کی مالکہ ہو

اقول مگر یہاں ایک نکتہ اور ہے زن و ولد کے نفقہ میں فرق ہے وہ جزائے احتباس ہے اور جبکہ نفقہ اسے دیا گیا اس کی ملک ہوگیا اگر وہ نہ اٹھائے بلکہ دوسری جگہ سے اپنا خرچ چلائے تو اس سے واپس نہیں لے سکتا اور اگر اس نے مثلاً مہینے یا سال بھر کا اسے دے دیا اور اس کے پاس سے چوری گیا وہ اس سے اور نہیں مانگ سکتی اور نفقہ ولد وغیرہ دفعِ حاجت کے لئے ہے وہ اگر اسے خرچ نہ کریں اپنی حاجت دوسرے طور پر روا کرلیں تو اس مدت کا ان کا نفقہ ذمہ پدر نہیں ، اس صورت میں اگر ان کا نفقہ مثلاً کچھ ماہوار بحکم حاکم مقرر ہوا ہو جب بھی آئندہ کے لئے اس سے نہیں لے سکتے جب تک یہ خرچ نہ ہوجائے کہ پہلی حاجت دفع ہوگئی اور اگر اس نے دیا اور ان کے پاس سے چوری ہوگیا اسے دوبارہ دینا ہوگا کہ حاجت دفع نہ ہوئی تو اس میں سے جو کچھ پس انداز کریں وہ ان کی ملک نہیں بلکہ ملکِ پدر ہے کہ معلوم ہوا کہ حاجت سے زائد ہے مگر یہ کہ ان کو ہبہ دے تو البتہ وہ مالک ہوں گے، ذخیرہ پھر بحرالرائق میں ہے :

فرق بين نفقة الزوجات وكسوتهن و بين نفقة المحارم وكسوتهم فان فی الاقارب اذا مضی الوقت

بیویوں کے لئے نفقہ و لباس میں اور ذی محرم کیلئے نفقہ اور لباس میں فرق ہے کیونکہ اقارب کے نفقہ و لباس میں سے کچھ باقی ہو اور وقت گزر جائے

---

[1] ردالمحتار کتاب الطلاق باب النفقہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۴۹
بحرالرائق " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/۱۸۴

وبقی شیئ من الدراھم والکسوۃ فان القاضی لایقضی باخری فی الاحوال کلھا لانھا باعتبار الحاجۃ فی حقھم، وفی حق المرأۃ معاوضۃ عن الاحتباس ولھذا اذا ضاعت النفقۃ اوالکسوۃ من ایدیھم یفرض لھم اخری لما ذکرنا۔[1]

تو قاضی اس کے عوض کچھ اور کسی حالت میں دینے کا حکم نہیں کرسکتا کیونکہ ان کے لئے یہ خرچہ حاجت کے اعتبار سے ہوتا ہے اور بیویوں کے حق میں ان کو محبوس رکھنے کا معاوضہ ہوتا ہے اس لئے ان کے خرچہ میں سے اگر ان کے پاس ضائع ہوجائے تو قاضی ان کے عوض کے لئے حکم نافذ کرے گا جیسا کہ ہم نے ذکر کردیا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

النفقۃ فی حق القریب بقدر الحاجۃ والکفایۃ وفی حق الزوجۃ معاوضۃ عن الاحتباس ولذا لو مضی الوقت وبقی منھا شیئ یقضی باخری لھا لالہ وکذا لوضاعت۔[2]

قریبی کے حق میں نفقہ بقدر حاجت وکفایت ہوتا ہے اور زوجہ کے حق میں پابندی کا معاوضہ ہوتا ہے اس لئے بیوی کے حق میں سے کچھ بقایا ہو تو وقت گزرجانے کے باوجود مزید ادا کرنے کا حکم دے گا اور قریبی کے لئے ایسا نہیں ہے اور یونہی اگر ضائع ہوجائے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اس پر حواشی فقیر غفرلہ میں ہے:

اقول سبق قلمہ وصوابہ (وبعکسہ لوضاعت) ای یقضی باخری لہ لعدم اندفاع الحاجۃ لالھا لوصول العوض الیھا۔[3]

اقول (میں کہتا ہوں) یہ قلم کی سبقت ہے، ورنہ درست اس کا عکس ہے، اگر ضائع ہوجائے یعنی قریبی کے لئے نفقہ ضائع ہوجائے تو قاضی اس کے لئے مزید کا حکم دے گا کیونکہ اس کی حاجت پورا کرنا ہے، بیوی کے لئے ایسا نہیں کیونکہ وہ عوض کی حقدار ہے جو اسے مل گیا ہے۔ (ت)

یہاں سے خالدہ کے اس دعوٰی کا کہ جس قدر بچا تھا ہمارا اور ہماری والدہ کا تھا اپنی نسبت بطلان توظاہر ہوگیا اس کی ماں کی نسبت بھی صحیح نہ رہا۔ سوال سے ظاہر کہ زید تنہا عورت کا نفقہ اسے نہ بھیجتا تھا بلکہ مع اولاد، اور اس میں کوئی تفصیل نہ تھی کہ اتنا زوجہ کے لئے اتنا اولاد کے واسطے بلکہ مجملاً بغرض صرف

---

[1] بحرالرائق کتاب الطلاق باب النفقۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/ ۱۷۸

[2] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۶۲

[3] جدالممتار علی ردالمحتار

ارسال ہوتا تھا تو اسے عورت کے لئے تملیک نہیں کہہ سکتے کہ علاوہ شیوع مجہول القدر ہے مقصود یقیناً یہ ہے کہ جتنا عورت کے صرف میں آئے وہ اٹھائے جتنا بچّوں کے خرچ میں آئے ان پر صرف کرے نہ یہ کہ عورت اور ہر بچے کو بحصہ مساوی مالک کیا اور جہالت قدر مبطل ہبہ ہے۔ بحرالرائق میں ہے:

یشترط فی صحۃ ہبۃ المشاع الذی لایحتمل القسمۃ ان یکون قدرا معلوما[1]۔

مشاع یعنی جو تقسیم نہ ہوسکے ایسی چیز کے ہبہ کی صحت کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کی قدر معلوم ہو۔ (ت)

تو ثابت ہوا کہ وہ بھیجنا بھی تو یوں ہی تھا نہ کہ تملیک، لہذا جو کچھ بچا ملک زید ہی تھا ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق (تحقیق یوں چاہئے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا ولی ہے۔ ت) یہاں سے ظاہر ہوا کہ دوسرے دعوی خالدہ کے تین جواب جو زید نے دئے اگرچہ ان میں دو پچھلے صحیح نہیں، زن و شو کا معاملہ ایسا ہوتا ہے کہ شرف و شرم والیاں اس میں تقاضائے دین پسند نہیں کرتیں تو نہ مانگنا یا وصیت نہ کرنا دلیل تملیک نہیں ولاینسب الی ساکت قول (خاموش کی طرف بات منسوب نہیں ہوتی۔ ت) مگر پہلا جواب کہ وہ میری ہی ملک تھا صحیح ہے، نہ اس طور پر کہ زید نے کہا، بلکہ جس طرح ہم نے تقریر کی۔ رہا خالدہ کا بیان کہ اس کے نانا کے مریدین و تلامذہ اسے اور اس کی ماں کو کچھ دیتے تھے اس کا ثبوت اس کے ذمہ ہے کہ اس روپے میں سے اس کی ماں نے زید کو دیا اگر بتعین مقدار اسے شہود عدول سے ثابت کردے تو اس کا حاصل اس قدر ہوگا کہ زید اتنے روپے کا مدیون ہے، مکان پر خالدہ وغیرہا کسی کو دعوی نہیں پہنچتا کہ روپیہ قرض دیا ہے نہ کہ مکان کا کوئی حصہ مول لیا ہے والدیون تقضی بامثالہا (قرضوں کی ادائیگی ہم مثل سے ہوتی ہے۔ ت) خیریہ میں ہے:

لایلزم من الشراء من مال الاب ان یکون المبیع للاب[2]۔

والد کے مال سے خریدی گئی چیز کو یہ لازم نہیں کہ وہ باپ کی ہوجائے۔ (ت)

تعین و مقدار کی ضرورت یہ ہے کہ بے اس کے دعوی مسموع نہیں مثلاً خالدہ کہے اس میں کچھ روپیہ زر نذر کا تھا نہ سنا جائے گا، ہندیہ میں ہے:

لوکان المدعی بہ مجہولا فان القاضی

جس چیز کا دعوٰی ہے وہ اگر مجہول ہو تو قاضی اس

www.alahazratnetwork.org

---

[1] بحرالرائق کتاب الہبۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۲۸۶

[2] فتاوٰی خیریہ کتاب البیوع دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۱۹

لایسمع دعواہ ھکذا فی النھایۃ[1] — دعوٰی کو نہ سُنے گا، نہایہ میں ایسے ہی ہے (ت)

یہ حکم قضا ہے دیانۃً اگر زید جانتا ہو کہ اس میں زر نذر بھی تھا تو اس پر لازم ہے کہ واپس دے اور مقدار نہ معلوم ہو تو آسان طریقہ یہ ہے کہ جو مکان ان کو تبرعاً دینا چاہتا ہے اس روپے کے عوض میں دے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۴ تا ۱۴۷ از دیوی تحصیل گوجر خاں ضلع راولپنڈی مرسلہ میر غلام اول مدرس ۱۳ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک قاضی قضا کرتا ہے لیکن قضا بالکل ہی واقع کے خلاف ہے قاضی کو یقین دے دیا جاتا ہے کہ آپ کا فیصلہ بالکل خلاف واقع ہے اس میں حق شناسی نہیں ہوئی تو قاضی کہتا ہے کہ جاؤ جی جو کچھ ہوا ہو ہولیا، اب قضا پر قضا نہیں ہوتی نصاب سے زیادہ گواہ نہیں لئے جاسکتے حالانکہ قاضی صرف دو گواہ لیتا ہے اور ایک گواہ کی رائے پر فیصلہ کردیتا ہے چونکہ اس کی دلی منشا بھی اسی فیصلہ پر ہے اور واقعہ یوں ہے ایک آدمی اپنا گاؤں چھوڑ کر دوسرے گاؤں میں جا رہتا ہے وہاں جس کے مکان میں رہتا ہے اس کے ساتھ اپنی نابالغہ لڑکی کا عقد شرعی روبرو گواہان کردیتا ہے شادی نہیں ہوتی یعنی روٹی وغیرہ نہیں کی جاتی اور ڈھول وغیرہ نہیں بجایا جاتا اس کا گھر بار رکھالیتا ہے گاؤں کے سب لوگوں کو پتہ ہوجاتا ہے کہ نکاح ہوگیا کچھ عرصہ کے بعد ناچاقی ہوجاتی ہے لڑکی کا خاوند لاہور ملازم ہے اس کی عدم موجودگی میں اس کا گھر چھوڑ کر لڑکی کے والدین لڑکی کو لے کر اپنے اصلی گاؤں میں آجاتے ہیں اور اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ طلاق دلا کر لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کردیا جائے لڑکی کا باپ کئی مسلمانوں کو کہتا ہے جو ابھی زندہ ہیں کہ طلاق لے دو وہ اس کے ساتھ لاہور جانے پر تیار ہوتے ہیں بلکہ اسے یقین دلاتے ہیں کہ طلاق لے دیں گے چونکہ جس اصلی گاؤں میں اب لڑکی کے والدین ہیں اس گاؤں کے لوگوں کی مرضی تھی کہ یہ اپنی لڑکی کا نکاح اپنے بھتیجے سے کردے ان کی شہ وغیرہ سے وہ بغیر طلاق لئے نکاح کردینے پر آمادہ ہوجاتا ہے اس گاؤں کے نکاح خواں کی مرضی نہیں یہ نکاح پر نکاح ہو، پھر اس حالت میں کہ پہلا نکاح اس نکاح خواں کے لڑکے نے ہی پڑھا تھا جو اب فوت ہوگیا ہے اس مجبوری کو دیکھ کر لڑکی کا باپ تیسرے گاؤں کے قاضی کے پاس جاتا ہے کہ شاید اس کے طفیل کام بن جائے خاوند لاہور ہے بغیر اس کے علم کے ایک تیسرا آدمی اس بات کو سُن کر اس قاضی کے پاس جاتا ہے کہ یہ آگے نکاح ہوا ہوا ہے قاضی نے پوچھا کہ کوئی گواہ موجود ہیں جواب ملا

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الدعوٰی الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۲

کہ گو نکاح خواں اور چند گواہ مر گئے ہیں لیکن پھر بھی کئی گواہ موجود ہیں قاضی نے کہا کہ زیادہ گواہوں کی ضرورت نہیں صرف دو گواہ میرے پاس لے آؤ، اس بیچارے کو پتہ نہ لگا کہ قاضی صرف دو گواہ کیوں مانگتا ہے اس کی حکمت آگے ظاہر ہو جاتے گی کہ مسلق پڑھتے ہوئے قاضی نے کیوں دو گواہ مانگے جب دو گواہ قاضی کے پاس آئے تو ان میں سے ایک نے پورے طور پر بیان کیا کہ نکاح ہوا اور ایجاب و قبول ہوا ہے قاضی نے کوئی سوال نہ کیا دوسرے گواہ نے جب ٹھیک طور پر گواہی دینی شروع کی تو قاضی نے جھٹ سوال کیا کہ شادی ہوئی تھی یا ناتا۔ اس نے کہا ناتا، قاضی جی کی چاندی ہو گئی، وہ چاہتا بھی یہی تھا، یہ سن کر بغیر مزید سوالات فیصلہ دے دیا کہ نکاح ثابت نہیں ہوا شہادت نہیں ہے حالانکہ ناتا کہنے والے نے اسی وقت کہا کہ میری مراد یہ تھی کہ شادی نہیں ہوئی بلکہ ناطہ میں ضرور ایجاب و قبول ہوا ہے اس واسطے شادی کے مقابلہ میں میں نے ناتا کہا، مگر قاضی نے باور نہ کیا اور پھر کہا گیا اور بھی کتنے آدمی ہیں جو اس نکاح کے وقت موجود تھے، قاضی نے کہا کہ نصاب ہو چکا ہے اس سے زیادہ گواہ نہیں لینا چاہتا قاضی کے لئے راہ بن گیا فوراً اس گاؤں میں جا کر لڑکی کا نکاح دوسرے آدمی سے کر دیا حلوے مانڈے کھاتا چلتا بنا۔ اس قضا سے مسلمانوں میں عجب حیرت ہے خاص کر اس گاؤں اور گردو نواح کے لوگوں کو جن کو اس نکاح کی خبر تھی ان گواہوں کو جو نکاح میں موجود تھے ان معتبر مسلمانوں کو جن کو لڑکی کا باپ کہتا تھا کہ طلاق دلوا دو کہ قاضی جی نے خوب قضا کی خاوند کو خبر ہی نہیں دو سو میل پر بیٹھا ہے قاضی بغیر طلاق کے اس عورت کا نکاح دوسرے آدمی سے پڑھ دیتا ہے، عجب عجب عجب، پتہ کے گاؤں کے لفظ ناطہ ایک ایسا مل گیا ہے جو سب باتوں کو رد کر دیتا ہے اس بات پر غور کرنے نہیں دیتا کہ اگر معاملہ صاف ہوتا تو طرفین کے آدمی میرے پاس کیوں آتے کیا میرے بغیر اس گاؤں میں نکاح کوئی نہیں پڑھ سکتا' جب گواہ پیش کرنے کو کہا جاتا ہے تو قاضی کہتا ہے کہ نصاب پورا ہو گیا، جب شریعت کی طرف رجوع کرنے کو کہا جاتا ہے تو یہ کہہ کر چپ کر دیا جاتا ہے کہ قضا پر قضا نہیں ہوتی لیکن یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ دو گواہوں میں سے ناطہ کہنے والے کو کیوں سچا سمجھا جاتا ہے اور دوسرے کو جھوٹا اور کیوں قاضی نے بغیر مزید تحقیقات نکاح پر نکاح پڑھ دیا۔ قاضی کے اس مسئلہ نے تمام عورت والوں کو ڈرا دیا ہے جس کا جی چاہے خاوند کی عدم موجودگی میں دو گواہ پیش کر دے جن میں سے ایک کہہ دے کہ اس عورت کا نکاح نہیں ہوا پس عورت کے ساتھ قاضی جی سے نکاح پڑھوا لے اور عورت والا بیچارہ منہ دیکھتا کا دیکھتا رہ جائے۔ جناب من! اب خوب تحقیق کر کے جواب سے سرفراز فرما دیں کیونکہ قاضی جی کی اس قضا سے اس علاقے کے مسلمانوں میں عجب ہلچل اور کھلبلی پڑی ہوئی ہے اور حیران ہیں کہ جیتے خاوند

کی عورت بلا طلاق کیونکر دوسرے مرد پر حلال ہوگئی، اگر یہ تمام باتیں درست ہیں تو مہربانی فرما کر فتوٰی دیں :

(۱) عام مسلمانوں کے واسطے کیا حکم، آیا وہ اس قضا کو مان لیں جو ان کے خیال میں بالکل ناجائز ہے کیونکہ وہ یقینی طور پر جانتے ہیں کہ یہ نکاح پہلے ہوا ہے بعض نکاح کے موقع پر موجود تھے بعض وہ ہیں جن کو لڑکی کا باپ طلاق کے واسطے کہتا تھا۔

(۲) قاضی کے واسطے کیا حکم ہے جس نے دانستہ دو گواہ لئے گو ان گواہوں کے مطلب میں کوئی فرق نہ تھا مگر خود قاضی نے ناتا کا لفظ نکلوا کر پہلے گواہ کو جھوٹا جانا اور دوسرے گواہ کی شہادت پر جاکر اس عورت کا نکاح دوسرے آدمی سے پڑھ دیا جس گاؤں میں اس کا نکاح پہلے ہوا تھا وہاں کے کسی بھلے مانس نے پوچھا تک نہیں۔

(۳) لڑکی کے والدین کے لئے کیا حکم ہے جنھوں نے نکاح پر نکاح ہوایا ان سے بعد میں پوچھا گیا کہ تم نے ایسا کیوں کیا حالانکہ تم پہلے طلاق لینے پر تیار تھے تو کہتے ہیں کہ قاضی جی نے بغیر طلاق حلال کر دیا۔

www.alahazratnetwork.org

(۴) لڑکی کے خاوند کے لئے کیا حکم ہے جس کو اب تک لاہور سے رخصت ہی نہیں ملی ادھر قاضی جی اس کی عورت دوسرے کو دلوا چکے ہیں کیا وہ قاضی جی کی قضا کو مان کر اپنی عورت سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

الجواب

ایسا شخص قاضی نہیں ابلیس ہے اور اس کا ناتے اور شادی میں فرق کرنا شیطانی تلبیس ہے ناتا ہی اصل نکاح ہے تو عورت کا منکوحۂ غیر ہونا انھیں دونوں گواہوں سے ثابت ہولیا تھا قاضی نے ہٹ دھرمی سے اسے نہ مانا اور گواہوں کے سننے سے انکار اس کی خباثت قلبی تھی نصاب کے بعد اور گواہوں کی حاجت نہ ہونا اس صورت میں ہے جب کہ نصاب سے ثبوت ہوجائے اس کے نزدیک ابھی ثبوت نہ ہوا تو اور گواہ سُننا فرض تھا مگر اس نے قصداً نہ چاہا اسے تو حرام قطعی کو حلال کرنا اور خود زنا کا دلال بننا تھا وُہ اور گواہ کیسے سُنتا اور یہ جواب کہ قضا پر قضا نہیں ہوتی اس کی تیسری شیطنت ہے اول تو نکاح خواں شرعاً قاضی نہیں ہوتے ان کو قاضی کہنا ایسا ہے جیسے لونڈوں کے میاں جی بے علم کو مولوی صاحب کہنا اور ہو بھی تو اس نے کون سی قضا کی تھی جو بدل نہ سکے اتنا ہی تو تھا کہ اس کے نزدیک نکاح ثابت نہ ہوا عدم ثبوت کوئی قضا نہیں۔

(۱) اس ناپاک حکم کا ماننا مسلمانوں پر حرام ہے۔[۲]

(۲) قاضی سزائے شدید کا مستحق ہے مگر یہاں کون سزا دے، حاکم اسلام سزا دیتا ہے بلکہ وہ اس ناپاک پر قتل تک کرسکتا ہے کہ ایسا شخص یسعون فی الارض فسادا[۱] (زمین پر فساد پھیلانے کی کوشش کرتا ہے۔ ت) میں داخل ہے۔

(۳) لڑکی کا باپ دیوث ہے جس نے اپنی بیٹی زنا کے لئے دی بلکہ والدین کا یہ کہنا کہ قاضی نے بغیر طلاق حلال کردیا کلمۂ کفر ہے کہ انھوں نے قاضی کے کہنے سے زنا کو حلال جانا واستحلال المعصیۃ کفر (گناہ کو حلال سمجھنا کفر ہے۔ ت) ان کا آپس میں نکاح نہ رہا دونوں نئے سرے سے مسلمان ہوکر پھر آپس میں نکاح کریں۔

(۴) لڑکی اپنے خاوند کی منکوحہ ہے وہ اسے لے اور یوں نہ ملے تو لڑکی کے باپ اور قاضی پر زوجیت کا دعوٰی کرکے لے سکتا ہے۔ معاذ اللہ کیا کیا فساد کا زمانہ آگیا ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۸: از رامہ تحصیل گوجرخاں ضلع راولپنڈی ڈاکخانہ جاتلی مسئولہ تاج محمود صاحب ۵ محرم ۱۳۳۹ھ

اگر ایک نکاح خواں بغیر دعوٰی مدعی کے گواہی دے کہ مدعی علیہ نے دختر معلومہ نابالغہ کا نکاح مدعی کے فلانے بیٹے کو کردیا ہے، مدعی نے بیٹے معلوم کے لئے قبول کیا ہے حالانکہ یہ نکاح خواں بہت جاہل اور دائمی دشمن مدعی کا ہے آیا یہ شہادت قابلِ اعتبار ہوگی یا نہیں؟

الجواب

جب دعوٰی نہیں تو مدعی کیسا، اور اگر یہ مطلب ہو کہ مدعی نے اسے گواہ نہ لکھایا تو یہ شرطِ شہادت نہیں اس نے اگر شہادت میں اپنا نکاح پڑھانا ذکر کیا تو مقبول نہیں لانہ شہادۃ علی فعل نفسہ (کیونکہ یہ اپنے خلاف شہادت ہے۔ ت) ورنہ اگر گواہ ثقہ ہے قابل قبول ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۹: از ضلع دربھنگہ مقام مدھوبنی محلہ جولاہہ ٹولہ متصل جامع مسجد مرسلہ خان محمد صاحب ۱۱ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

نوری مومن اور اس کے ساتھی نے مسجد میں بیان کیا کہ ہم خان محمد کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے کیونکہ اس کی ماں کو اس کے پہلے شوہر نے طلاق نہیں دی تھی کہ اس کے والد نے اس سے نکاح کرلیا چونکہ یہ نکاح صحیح نہ ہوا اس لئے اس کے ماں باپ دونوں زانی اور یہ لوگ ولد الزنا ہوئے اور ولد الزنا کے پیچھے نماز درست نہیں ہے۔ کئی دفعہ کہنے پر خان محمد نے اس پر پنچایت بٹھائی جس میں چند معزز اشخاص کے

---

[۱] القرآن الکریم ۵/ ۳۳

سامنے نوری سے ثبوت طلب کیا گیا اور کہا گیا کہ خان محمد کے والد کو چالیس برس ہوئے اب تک تم لوگ کیوں نہ بولے، اتنے دن تک خان محمد کے پیچھے نماز کیوں پڑھتے رہے، خان محمد اور اس کے بھائی کی شادی اپنے خاندان میں کیوں کی؟ نوری نے کوئی گواہی پیش نہیں کی بلکہ اقرار کیا کہ ہم نے رنج اور غصہ کی وجہ سے ایسا کہا ہے، ہم سے قصور ہوا، اب ہم خان محمد اور اس کے بھائی کو ولد الزنا نہیں کہیں گے اور برابر ان لوگوں کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ اب عرض یہ ہے کہ نوری اور اس کے ساتھی کا اگر پنچایت والا بیان صحیح ہے تو وہ لوگ حدِ قذف کے قابل ہیں یا نہیں، اگر ہیں تو خود ان لوگوں کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے، ان لوگوں کی گواہی ہمیشہ مردود ہوگی یا نہیں، اگر پہلا بیان سچ ہے تو چالیس برس نہ بولنے خان محمد کے پیچھے نماز پڑھنے اور اس کے شادی بیاہ اپنے خاندان میں کرنے سے نوری اور اس کے ساتھی کس سزا کے مستحق ہیں اور کس حکم کے قابل ہیں؟

الجواب

ان لوگوں کا پہلا بیان جھوٹا اور سراسر جھوٹ ہے،

قال اللہ تعالٰی اذ لم یأتوا بالشھداء فاولئک عند اللہ ھم الکذبون[1]○ اللہ تعالٰی نے فرمایا: جب وہ گواہ پیش نہ کریں تو وہ اللہ تعالٰی کے ہاں جھوٹے ہیں۔ (ت)

اور وہ اس بیان کے سبب ضرور حدِ قذف کے مستحق ہیں۔

قال اللہ تعالٰی فاجلدوھم ثمانین جلدۃ[2] اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان کو اسّی کوڑے مارو۔ (ت)

گواہی کا وہ مردود ہونا کہ ولا تقبلوا لھم شھادۃ ابدا[3] (اور ان کی گواہی کبھی نہ مانو۔ ت) اس حالت میں ہے کہ حدِ قذف لگ جائے یہاں نہیں ہو سکتا البتہ وہ مردود ہونا حاصل ہے جو جھوٹے کذاب کی گواہی کے لئے ہے جبکہ وہ بار بار یہ جھوٹ بک چکے ہوں۔ عاجز آکر خان محمد نے پنچایت کی ہو یا اس کے سوا اور جھوٹوں کے ساتھ معروف و مشہور ہوں کہ جھوٹ ان کی عادت ہو تو کبھی ان کی گواہی مقبول نہ ہوگی اگرچہ توبہ کرلیں۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے،

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۳

[2] " ۲۴/ ۴

[3] " ۲۴/ ۴

المعروف بالکذب لاعدالۃ لہ فلا تقبل شہادتہ ابدا وان تاب بخلاف من وقع فی الکذب سہوا او ابتلی مرۃ ثم تاب کذا فی البدائع[1]

جھوٹ میں مشہور شخص عادل نہیں ہے تو اس کی شہادت کبھی مقبول نہ ہوگی اگرچہ وہ توبہ بھی کرلے بخلاف اس شخص کے جو بھول کر جھوٹ میں مبتلا ہوا یا کبھی ایک مرتبہ جھوٹ بولا ہو پھر توبہ کرلے، تو اس کی شہادت قبول ہوگی، ایسے ہی بدائع میں ہے۔ (ت)

ایسے لوگ فاسق معلن ہیں اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور اسے امام بنانا گناہ ہے، اور جو نماز اس کے پیچھے پڑھی جائے اس کا پھیرنا واجب، ہاں اگر توبہ کرلیں اور ان کا حال صلاح کے ساتھ بدل جائے تو اس وقت ان کے پیچھے نماز میں حرج نہ ہوگا جبکہ باقی شرائط جواز وحلت امامت کے جامع ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۰: از بنی ضلع پشاور مدرسہ قادریہ محمودیہ واقع مسجد جہل گزی مولوی حمداللہ صاحب قادری محمودی ۲ ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے ماموں عمرو پر اپنے نانا کے متروکہ سے جو عمرو کے قبضے میں ہے اپنی ماں متوفاۃ کے حق میراث کا دعوٰی کیا، عمرو جواب دہ ہوا کہ یہ مال ۲۶ برس میرے قبضے میں ہے دعوٰی میں تمادی عارض ہے نیز تیری ماں نے اپنا حصہ میراث اپنی حیات میں مجھے ہبہ کردیا تھا جس کے گواہوں میں اب کوئی زندہ نہیں، زید کہتا ہے یہ مال تجارت کا ہے اب تک میرے نانا کا نام مندرج کاغذات رہا میں نے اور ماں نے تمھیں امین جانا اور بنظر تجارت ترقی کا خیال رہا، امید تھی کہ جب داخل خارج ہوگا حصہ مادری میں میرا نام درج کراؤ گے ڈیڑھ سال سے تم نے داخل خارج کرایا اور صرف اپنا نام مندرج کرایا لہذا میں مدعی ہوا گواہان مردہ سے ثبوت ہبہ کیسے ہوسکتا ہے، نہ مال مشترک کا ہبہ صحیح نہ میراث میں تمادی مانع۔ نیز تمھارے دعوٰی میں تناقض ہے کہ ہبہ کا بھی ادعا کرتے ہو اور تمادی عذر بھی۔ اس صورت میں زید حق پر ہے یا عمرو؛ عبارات عربی کا اردو ترجمہ فرمادیا جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

زید کا دعوٰی صحیح و مقبول ہے اور عمرو کے عذر باطل و مخذول۔ ہبہ صرف اس کی زبان سے کیسے ثابت ہوسکتا ہے، اموات کو گواہ قرار دینا عجب جہل بے مزہ ہے، ایسی شہادت لبھی ہو تو چاہیے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشہادات الباب الرابع الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۴۶۸

جس کا مال چاہے چھین لے کہ تُو نے یا تیرے باپ نے مجھے ہبہ کردیا یا میرے ہاتھ بیچا اور ثمن پالیا تھا بیس پچیس معززین اس کے گواہ تھے جو سب مرچکے اور بالفرض باطل اگر ہبہ ہوتا بھی تو مال مشترک صالح قسمت 40
قبل تقسیم ہبہ کرنا اگرچہ شریک کے لئے ہو محض ناتمام ہے جسے موت واہب قبل تسلیم نے باطل کردیا۔
تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

(لا) تتم بالقبض (فیما یقسم و) (لو) وھبہ (لشریکہ) لعدم تصور القبض الکامل کما فی عامۃ الکتب فکان ھو المذھب[1]

قابلِ تقسیم چیز کا ہبہ قبضہ کے بعد بھی ناتمام رہتا ہے اگرچہ اپنے شریک کو ہبہ کیا ہو کہ اس میں بلا تقسیم قبضہ کاملہ متصور ہی نہیں جیسا کہ عام کتب میں تصریح ہے تو یہی مذہب حنفی ہے۔

اُسی میں ہے:

(والمیم موت احد العاقدین) بعد التقسیم فلو قبلہ بطل[2]

موہوب لہ کو قبضہ کاملہ دینے کے بعد واہب یا موہوب لہ کا مرجانا ہبہ میں رجوع کا مانع ہے اور اگر قبضہ کاملہ سے پہلے ان میں سے کوئی مرجائے گا تو ہبہ سرے سے باطل ہوجائے گا۔

www.alahazratnetwork.org

بلکہ اس کے دعوٰی ہبہ نے اسی کو ظاہر دیا اس سے صاف ظاہر ہوا کہ مال کو وہ متروکہ پدر مانتا اور اپنی بہن کا اس میں حق ارث جانتا ہے جب تو اپنے لئے ہبہ از جانب خواہر کا مدعی ہے اور اس صورت میں چھتیس نہیں سو برس گزر جائیں دعوٰی ساقط نہیں ہوسکتا۔ فتاوٰی خیریہ میں ہے:

سئل فیما اذا ادعی زید علی عمرو محدودا انہ ملکہ ورثہ عن والدہ فاجابہ المدعی علیہ انی اشتریتہ من والدک وانی ذو ید علیہ من مدۃ تزید علی اربعین سنۃ وانت مقیم معی فی بلدۃ ساکت من غیر عذر یمنعک عن الدعوی، ھل یکون ذلک من باب الاقرار

سوال ہوا کہ زید نے عمرو پر ایک زمین کا دعوٰی کیا کہ میری ملک ہے باپ کے ترکہ سے میں اس کا وارث ہوں عمرو نے جواب دیا کہ میں نے تیرے باپ سے خرید لی تھی اور چالیس برس سے زائد ہوئے کہ میں اس پر قابض ہوں اور تو ایک شہر میں میرے ساتھ ساکن اور بلا عذر ساکت ہے کیا اس صورت میں کیا عمرو مورث زید سے بذریعہ

---

[1] درمختار کتاب الہبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۵۹

[2] " کتاب الہبۃ باب الرجوع فی الہبۃ " ۲/ ۱۶۱

٥/٥

بالتلقی من مورثیه فیحتاج الی بینة تشهد له بالشراء ولا ینفعه کونه واضعا یده علیه المدة المذکورة **اجاب** نعم دعوی ذلك التلقی عن ابی المودع ودعوی تلقی الملك من المورث اقرار بالملك له ودعوی الانتقال منه الیه فیحتاج المدعی علیه الی بینة وصار المدعی علیه مدعیا وکل مدع یحتاج الی بینة ینور بها دعواه ولا ینفعه وضع الید المدة المذکورة مع الاقرار المذکور لیس من باب ترك الدعوی بل من باب المؤاخذة بالاقرار ومن اقر بشیئ لغیرہ اخذ باقرارہ ولو کان فی یدہ احقابا کثیرۃ لا تعد وھذا مما لا یتوقف فیه۔[1]

شراءً ملک حاصل کرنے کا مدعی ہوگا اور اسے اس انتقال پر گواہ دینے ہوں گے اور چالیس برس سے زائد اس کا قبضہ اور زید کا سلوک عمرو کو کچھ نفع نہ دے گا۔ **جواب**: فرمایا ہاں یہ عمرو کا دعوٰی ہے کہ مجھے دعوٰی ہے کہ مجھے تیرے مورث سے ملی ہے اور ارث زید سے ملنے کا اقرار تو اس کی ملک کی اور سے اقرار ہے اور اس کا دعوی کہ بذریعہ انتقال شرعی مجھے ملی تو اب عمرو اس پر گواہ دینے کا محتاج ہے کہ یہ مدعی ہوگیا اور ہر مدعی کو شہادت پیش کرنی لازم ہے جس سے اس کا دعوٰی ثابت ہو اور وہ چالیس برس سے زائد کا قبضہ اسے اقرار مذکور کے ساتھ کچھ بھی نافع نہیں، نہ یہ تمادی کے باب سے ہے بلکہ باب اقرار سے کہ ہر مقر اپنے اقرار پر ماخوذ ہے اگرچہ وہ شَے بے شمار قرنوں جگوں سے اس کے قبضہ میں ہو، یہ ایسی واضح بات ہے جس میں شبہہ کو دخل نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۱: از ریاست رامپور موٹے کلن کی کنیان مرسلہ مولوی محمد عنایت اللہ خان صاحب ۲۰ صفر ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس امر میں کہ ہندہ نے دعوی تفریق از زوجیت بجہت وقوع سہ طلاق مغلظہ بنام عباس علی خاں[عہ] نے مجھ کو بتاریخ فلاں بہ دادن سہ طلاق مغلظہ حبالۂ نکاح اپنے سے آزاد کیا عباس علی خاں کو دینے طلاق سے ہندہ کے انکار ہے اور

عہ عباس علی خاں بعدالت دیوانی محکمہ ابتدائی میں رجوع کیا اور دعوی اپنے میں بصراحت لکھا۔

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الدعوٰی دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۸۰ و ۸۱

کہتا ہے کہ میں بتاریخ مذکورہ شہر میں موجود نہ تھا، ہندہ نے چار مرد مسمیان تفضل حسین خاں و غلام ناصر خاں و غلام محی الدین خاں و کلن خاں اور دو عورتیں مسماتان ظہورن بیگم و فاطمہ بیگم بہ ثبوت وقوع طلاق پیش کئے، ان میں سے پانچ نے ہنگام ادائے شہادت بمواجہ خود عباس علی خاں کا طلاق دینا عندالعدالت بیان کیا اور ایک نے یعنی کلن خاں نے ادائے شہادت اقراری کی اور نیز جانب ہندہ سے ہنگام تحقیقات محلے کے تین شخصوں نے اوپر موجودگی عباس علی خاں کے شہر ہذا میں بتاریخ مذکورہ ادائے شہادت کی، عدالت نے دعوی ہندہ کو بے اصل اور شہادت شہود کو غیر مقبول قرار دے کر دعوی ہندہ کو نامسموع فرمایا اور وجوہ بے اصلیت دعوے اور نامقبولی شہادت شہود پیش کردہ ہندہ اپنے فیصلہ میں تحریر فرمائیں، پہلی وجہ نامقبولی شہادت و شہود کی ان الفاظ پر قائم کی کہ جملہ گواہوں نے بالاتفاق اپنے اظہاروں میں بیان کیا کہ اشہد باللہ گواہی دیتے ہیں کہ عرصہ چھبیس ستائیس دن کا ہوا کہ خالی کا مہینہ تھا ساتویں تاریخ بدھ کا روز تھا آٹھ بجے دن کے تھے کہ عباس علی خاں نے اپنی زوجہ کو تین طلاقیں دیں یہ کہ جملہ گواہان بجائے اناث مدعیہ مسموعہ عدالت نے دینا طلاق بمرور چھبیس ستائیس روز لکھایا ہے اور اس قسم کا بیان بیان زمان خواہ بدعوی ہو خواہ بشہادت بوجہ جہالت تاریخ شرعاً بموجب روایت ہذا کے نامقبول ہے

ادعی بالفارسیۃ دوازدہ درہم وشہد الشہود ان لہٰذا المدعی علی ہٰذا المدعی علیہ دوازدہ درہم لاتقبل لمکان الجہالۃ، وکذٰلک اذا ادعی دہ دوازدہ درہم، لاتسمع دعواہ وکذٰلک اذا ذکرت التاریخ فی الدعوی علی ہٰذا الوجہ بان قال ایں عین ملک من است از دہ دوازدہ سال فانہ لاتسمع دعواہ وکذٰلک اذا ذکر الشہود التاریخ فی شہادتہم کذا فی الذخیرۃ، عالمگیریۃ۔[1]

(اگر کسی نے) فارسی میں دس گیارہ درہم کا دعوٰی کیا اور گواہوں نے گواہی دی کہ اس مدعی کے اس مدعی علیہ پر دس بارہ درہم ہیں تو شہادت مقبول نہ ہوگی کیونکہ مجہول ہے اور یوں ہی دس بارہ کا دعوٰی بھی مسموع نہ ہوگا اور یوں ہی اگر دعوٰی میں تاریخ مجہول ذکر کی یوں کہ یہ چیز دس بارہ سال سے میری ملکیت میں ہے تو بھی دعوٰی مسموع نہ ہوگا اور ایسے ہی اگر گواہوں نے اپنی شہادت میں ایسی تاریخ بیان کی تو ان کی شہادت مقبول نہ ہوگی، ذخیرہ میں یونہی ہے، عالمگیریہ (ت)۔

وجہ دوم عدم مقبولی شہادت تفضل حسین خاں و غلام ناصر خاں و غلام محی الدین خاں پر

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشہادات الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۴۶۲

www.alahazratnetwork.org

قائم کی ان الفاظ پر جو ان کے اظہاروں سے نقل کئے جاتے ہیں تفضل حسین خاں اپنے اظہاروں میں بیان کرتا ہے اس طلاق دینے کے بعد سے اب تک میری اور عباس علی خاں کی بات چیت نہیں ہے اور نہ سلام علیک بگاڑ ہے نہ میں بات چیت اور سلام علیک مدعا علیہ سے کرتا ہوں اور مدعا علیہ مجھے دیکھ کر منہ پھیر لیتا ہے ، غلام ناصر خاں اپنے اظہار میں لکھایا ہے کہ مدعیہ کا اگر کسی سے جھگڑا ہو تو مظہر اس میں کوشش و طرفداری کریگا جو عزیز ہوتا ہے وُہ طرفداری کرتا ہے مظہر مدعیہ کا عزیز ہے اس واسطے میں بھی طرفداری کروں گا ، اس بیان پر عدالت نے یہ وجہ نامقبولی شہادت شہود قائم کی کہ منجملہ گواہان تفضل حسین خاں سے عداوت دنیوی مدعا علیہ ثابت ہے اور اثبات عداوت خود باقرار گواہ ظاہر ہے کہ وہ باظہار خود لکھاتا ہے کہ روز طلاق سے مظہر کا مدعا علیہ سے بگاڑ ہے نہ بات چیت ہے نہ سلام علیک ، غلام ناصر خاں و غلام محی الدین خاں پیرو کار مقدمہ اور شامل مدعیہ ہیں کہ ان دونوں نے بھی باظہار خود لکھایا ہے کہ اگر مدعیہ سے کسی کا تنازعہ ہو تو ہم کوشش و طرفداری مدعیہ کی کریں گے اور گواہی مخاصم مقدمہ اور عدوی دنیوی شرعاً بموجب روایت ہٰذا نامقبول ہے ،

ولا شهادة عدو اذا كانت العداوة لاجل الدنيا لان العداوة لاجل الدنيا حرام فمن ارتكبها لا يؤمن من التقول عليه[1] ۱۲ عینی۔

دشمن کی شہادت قبول نہ ہوگی جب یہ دشمنی دنیاوی ہو کیونکہ دنیا کی خاطر دشمنی حرام ہے تو جس نے یہ ارتکاب کیا اس کے جھوٹ بولنے کا خطرہ رہتا ہے ۱۲ اعلیٰ (ت)

www.amanatnetwork.org

تیسری وجہ عدم مقبول شہادت شہود یہ قائم کی کہ باہم شہادت شہود میں اختلاف ہیں وہ الفاظ کہ جن میں عدالت نے اختلاف ثابت کیا ہے اظہاروں سے نقل کئے جاتے ہیں کہ تفضل حسین خاں بیان کرتا ہے کہ اس لڑکی کو میں نے پرورش نہیں کیا میری بیوی نے پرورش کیا ہے اور سامانِ شادی بھی اسی نے دیا ہے ، اور غلام ناصر خاں نے کہا کہ تفضل حسین خاں نے پرورش کیا ہے اور سامان شادی بھی اسی نے دیا ہے اور درمیان غلام ناصر خاں و غلام محی الدین خاں یہ اختلاف ہے کہ غلام ناصر خاں اپنے بیان میں لکھاتا ہے کہ پہلی مرتبہ جو طلاق دی تو یوں کہا تھا کہ بگا میں نے تجھ کو طلاق دی ، اور غلام محی الدین خاں نے بیان کیا کہ میں نے تجھ کو طلاق دی اس کی طرف نسبت کرکے ، اور غلام محی الدین خاں اور تفضل حسین خاں میں یہ اختلاف ہے کہ غلام محی الدین خاں نے بیان کیا کہ مدعا علیہ جو آیا تھا تو امراؤ بیگم زوجہ تفضل حسین خاں کو سلام علیک کی تھی اور سب سے ، اور تفضل حسین خاں کہتا ہے کہ نہیں کی تھی اور بیان کرتا ہے کہ جس

---

[1] البناية في شرح الهداية

وقت مدعا علیہ آیا تھا تو میں دروازہ میں بلانے کو گیا تھا اور درمیان غلام ناصر خاں و غلام محی الدین خاں کے بیان میں یہ فرق ہے کہ غلام ناصر نے بیان کیا ہے کہ میں غلام محی الدین خاں سے پہلے چلا گیا تھا اور غلام محی الدین خاں کہتے ہیں کہ میں نے غلام ناصر خاں کو وہاں ہی چھوڑا تھا ، ظہورن بیگم و فاطمہ بیگم و کلن خاں کے بیان میں یہ فرق ہے کہ ہر دو مسماتان کہتی ہیں کہ عباس علی خاں مدعا علیہ کے جانے کے بعد بنجا بیگم نے دالان میں سے کہا تھا کہ تم سب اور کلن خاں کو گواہی دینی ہوگی اور دروازہ میں کچھ نہیں کہا تھا اور کلن خاں کہتے ہیں کہ مجھ سے بنجا بیگم نے دروازہ میں کہ دالان سے تین چار گز کے فاصلہ پر واقع ہے یہ مضمون کہا تھا کہ کلن خاں تم کو گواہی دینی ہوگی کہ عباس علی خاں نے تم سے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنی زوجہ کو تین طلاق دے دی ، ظہورن بیگم و فاطمہ بیگم اپنے اظہار میں بیان کرتی ہیں کہ مدعیہ نے بجواب مدعا علیہ کے کہا کہ اب میں نہیں جاؤں گی جب تک کہ وہ لوگ جو پہلے مجھ کو ضمانت کر کے لے گئے تھے نہ آئیں گے ، اس پر مدعا علیہ نے کہا کہ تو میری جورو نہ ہوئی ان لوگوں کی ہوئی ، پھر طلاق دے دی ، اور تفضل حسین خاں لکھا تا ہے کہ مدعا علیہ نے کہا کہ ابھی لے جاؤں گا بجواب مدعا علیہ مدعیہ نے کہا کہ جو لوگ مجھ کو پہلے ضمانت کر کے لیگئے تھے اگر وہی آئینگے تو میں جاؤنگی اس پر مدعا علیہ نے کہا کہ میں نے تجھ کو طلاق دی ، اور غلام محی الدین خاں لکھا تا ہے کہ مدعا علیہ نے مدعیہ زوجہ اپنی سے کہا کہ میں نے نائن کو اور ڈولی بھی بھیجی تھی تو کیوں نہیں آئی ، اس پر بنجا بیگم نے کہا کہ مجھ کو جانے میں کچھ عذر نہیں ہے مگر جو لوگ مجھ کو پہلے ضمانت کر کے لے گئے تھے وہی آکر لے جائیں گے تو میں جاؤں گی ان سوالات جرح وکلاء مدعا علیہا ز گواہان مدعیہ سے اکثر اختلاف بگواہی گواہان مدعیہ اس قسم کے پائے گئے جو باعث بے اصلیت شہادت و نامقبول عدالت پائے گئے گو یہ اختلافات بحالت ہونے گمان غالب صداقت دعویٰ شہادت مانع قبول نہ تھی لیکن چونکہ مقدمہ ہذا حل و حرمت کا ہے اور عدالت ایسے محل پر کہ شادی فریقین کو صرف چھ سات ماہ گزرے ہیں کہ وصال میں انفصال سر پر آیا مدعا علیہ باوجود گوارہ نہ ہونے بود و باش سہ چہار روزہ مدعیہ بخانہ والدین صرف انکار مدعیہ پر نہ آئی اپنے سے ہنوز بخانہ شوہر طلاق دے کر چلا گیا بہت شبہات واقع ہیں اس بنا پر بمذہب ابی یوسف وہ اختلافات بالضرورۃ اس زمانے میں کہ اکثر مخلوق نے پیشہ ادائے شہادت زور اختیار کر لیا ہے مانع قبول شہادت شہود ہیں بموجب روایت ہذا کے ،

اذا ارتاب القاضی فی امر الشهود فرق بينهم ولا يسعه غير ذلك و يسألهم ايضا اين كان هذا ومتى

جب قاضی کو گواہوں کے متعلق شک ہو تو ان کو علیحدہ علیحدہ کر دے اس کے علاوہ قاضی کو اختیار نہیں ہے اور قاضی ہر ایک سے جگہ اور وقت کا

كان هذا ويكون هذا السؤال بطريق الاحتياط وان كان لايجب هذا على الشهود فی الاصل، فاذا فرقهم فان اختلفوا فی ذٰلك اختلافا يفسد الشهادة ردها وان كان لايفسدها لايردها وان كان يتهمهم فالشهادة لا ترد بمجرد التهمة فی نوادر ابن السماعة عن ابی يوسف رحمه الله تعالٰی قال ابو حنيفة اذا اتهمت الشهود فرقت بينهم ولا التفت الٰی اختلافهم فی لبس الثياب وعدد من كان معهم من الرجال والنساء ولا الی اختلافات المواضع بعد ان تكون الشهادة على الاقوال وان كان الشهادة على الافعال فالاختلاف فی المواضع اختلاف فی الشهادة قال ابو يوسف اذا اتهمتهم ورأيت الريبة فظننت انهم شهود الزور فرقت بينهم و سألتهم عن المواضع والثياب ومن كان معهم فاذا اختلفوا فی ذٰلك فهٰذا عندی اختلاف ابطل به الشهادة كذا فی المحيط[1] ۱۲۔

سوال کرے کہ واقعہ کب اور کہاں ہوا، یہ سوال بطور احتیاط ہوگا اگرچہ گواہوں پر یہ بیان کرنا لازم نہیں ہے، تو جدا کرنے پر جگہ اور وقت میں دونوں کا بیان ایسا مختلف ہو جس سے شہادت میں فساد ہو تو اس کو رَد کردے اور وہ اختلاف ایسا ہو جس سے شہادت فاسد نہ ہوتی ہو تو رَد نہ کرے اور اگر گواہوں میں اتفاق پایا جائے تو محض تہمت کی بناء پر رَد نہ کرے۔ ابن السماعۃ کے نوادر میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے روایت ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا ہے جب گواہوں پر تہمت پاؤں تو ان میں تفریق کردوں گا اور ایسے اختلاف کی طرف التفات نہ کروں گا کہ ان کا لباس کیا اور انکے ساتھ کتنے مرد اور عورتیں تھیں اور نہ ہی جگہوں کے اختلاف کی طرف التفات کروں گا بشرطیکہ شہادت اقوال پر ہو اور اگر شہادت افعال پر ہو تو جگہوں کا اختلاف شہادت کا اختلاف قرار پائے گا۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا جب مجھے شک ہو اور میں گمان کروں کہ گواہ جھوٹے ہیں تو میں دونوں کو ایکدوسرے سے جدا کرکے ان سے مواضع اور لباس کے کپڑوں اور واقعہ میں موجود مرد و عورتوں کی تعداد کے متعلق سوال کروں گا اگر وہ ان امور میں اختلاف کریں تو میرے نزدیک یہ ایسا اختلاف ہوگا جس کی بناء پر میں شہادت کو باطل قرار دوں گا، محیط میں یونہی ہے ۱۲۔ (ت)

[1] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ المحیط کتاب ادب القضاء الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۳۴۵

www.alahazratnetwork.org

چہارم یہ کہ معاملہ ہذا اقسام دعاوی حلال وحرام سے ہے ایسے محل پر واجبات سے ہے کہ تاوقتیکہ گواہان ثقات ومعتمد سے وقوع طلاق متحقق نہ ہو اور بر بیان مجرد ایسے اشخاص کے حکم تفریق بین الزوجین دینا بجز اس کے کہ اپنی جان کو ماخوذ بہ گناہ کیا جائے کوئی نتیجہ نہیں عدالت کی رائے میں کوئی گواہان میں سے ایسا نہیں کہ جس کی شہادت کے اطمینان پر حکم تفریق بین الزوجین دیا جائے اس لئے کہ غلام ناصر خاں مردمان گواہی پیشہ سے ہے اکثر مقدمات میں گواہیاں اس کے وقت تلاش موجود نکل سکتی ہیں اور صدہا مخبریان دروغ لوگوں پر کرنا شروع کی تھیں کہ عند التحقیق سرکار اصل ان کی نہ نکلی گواہی مخبر بوجہ فسق قابل قبول نہیں، تفضل حسین خاں پیشتر ازیں بمقدمہ جعل سازی سزایاب ہوچکا ہے غلام محی الدین خاں عرف ننھے خاں اور کلن خاں جن کا حال ہم کو نہیں معلوم تھا ان کا حال ہم نے خفیہ طور پر بذریعہ آدم معتبر ومعتمد خود دریافت کرایا یہ ہر دو گواہ بھی عند الدریافت آدم معتمد ثقات اور مقبول الشہادۃ نہ پائے گئے بنابر روایت شامی کے کہ جو ذکر کی جائے گی اور بعض گواہ ان میں سے مستور الحال ہیں اور بعض فاسق ہیں اور گواہی مستور وفاسق کی جب تک تحری صدق نہ ہو اور عدالت ظاہر نہ ہو قابل اعتماد نہیں،

کما قال فی الدر الفاسق اھل لھا فیکون اھلا لکنه لایقلد وجوبا ویاثم مقلده کقابل شھادته به یفتی وقیده فی القاعدیة بما اذا غلب ظنه صدقه فلیحفظ، درر[1] ومقتضی الدلیل ان لایحل ان یقضی بھا فان قضی جاز ونفذ اھ ومقتضاه الاثم وظاھر قوله تعالٰی ان جاءکم فاسق بنبا فتبینوا انه لایحل قبولھا قبل

جیسے درمختار میں فرمایا کہ فاسق شہادت کا اہل ہے تو وہ قضاء کا اہل ہے لیکن اس کا تقرر نہ کیا جانا یہ لازمی بات ہے اور اس کی تقرری منظور کرنے والا گنہگار رہوگا جیسا کہ اس کی شہادت قبول کرنے والا گنہگار ہے اسی پر فتوٰی ہے۔ فتاوٰی قاعدیہ میں فاسق کے متعلق اہل قضاء وشہادت ہونے کو اس قید سے مقید کردیا کہ جب تقرر کرنیوالے کو فاسق کے صدق کا گمان ہو، اس کو محفوظ کرلو، درر۔ اور دلیل کا مقتضٰی یہ ہے کہ فاسق کو فیصلہ دینا حلال نہیں تو اگر اس نے کوئی فیصلہ کردیا تو جائز اور نافذ ہوگا اھ اس کا

---

[1] درمختار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۷۱

تعرف حاله وقولهم بوجوب
السؤال عن الشاهد سرا و
علانية طعن الخصم
اولا في سائر الحقوق
على قولهما المفتى به
يقتضي الاثم بتركه لانه
للتعريف عن حاله حتى لا يقبل
الفاسق وصرح ابن الكمال
بان من قلد فاسقا
ياثم واذا قبل القاضي
شهادته ياثم اھ وفي
الفتاوى القاعدية هذا
اذا غلب على ظنه
صدقه وهو مما
يحفظ اھ قلت والظاهر
انه لا ياثم ايضا
لحصول التبيين المامور
به في النص تأمل،
قال ط فان لم يغلب
على ظن القاضي صدقه
فان غلب كذبه عنده
او تساويا فلا يقبلها
اي لا يصح قبولها

مقتضی یہ ہے کہ گناہ ہوگا، اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد "اگر فاسق کوئی خبر دے تو اس کی وضاحت طلب کرو" کا ظاہری تقاضا یہ ہے کہ اس کی شہادت کا قبول کرنا اس کے حال کی تحقیق سے قبل حلال نہیں ہے جبکہ فقہاء کرام کا گواہ کے متعلق فرمانا کہ خفیہ طور پر اور اعلانیہ بھی اس کی تفتیش کی جائے فریق مخالف کا اس پر طعن ہو یا نہ ہو خواہ تمام حقوق میں ہو، صاحبین کے مفتی بہ قول کے مطابق تو فقہاء کرام کی اس بات کا تقاضا ہے یہ کام ترک کرنے پر گناہ ہوگا کیونکہ یہ کام گواہ سے متعلق معلومات کے لئے ہے حتی کہ فاسق ہو تو گواہی قبول نہ کی جائیگی، اور ابن کمال نے تصریح کی ہے کہ جس نے فاسق کی تقلید کی وہ گناہگار ہوگا اور جب قاضی فاسق کی شہادت قبول کرے گا تو وہ گنہگار ہوگا۔ فتاویٰ قاعدیہ میں ہے یہ جب ہے کہ تقرری اور شہادت قبول کرنے والے نے فاسق کے صدق کا گمان کیا ہو، یہ بات محفوظ رکھنے کے قابل ہے اھ قلت (میں کہتا ہوں) ظاہر یہ ہے کہ گنہگار نہ ہوگا، کیونکہ نص میں بیان کردہ حکم کے مطابق تفتیش ہو چکی ہے، غور کرو۔ ط نے کہا اگر قاضی کو گواہ فاسق کے صدق پر غلبہ ظن ہو خواہ اس کذب پر غلبہ ظن ہو یا اس کا صدق و کذب قاضی کے نزدیک مساوی ہو تو شہادت کو قبول نہ کرے یعنی قبول

www.alahazratnetwork.org

؎ ردالمحتار کتاب القضاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۹۹

اصلاً هذا ما یعطیه المقام
شامی[1] ۱۲ ولا یقبل قول المستور فی
فی ظاهر الروایة وعن ابی حنیفة
انه یقبل قوله فیها جریا
علی مذهبه یجوز القضاء به
وفی ظاهر الروایة هو و
الفاسق سواء حتی یعتبر
فیهما اکبر الرای ۱۲ هدایة[2]
ولهذا اجوز ابوحنیفة رحمه الله
تعالٰی القضاء بشهادة المستور
فیما یثبت بشبهات اذا لم یطعن
الخصم قال ولکن ما ذکره
فی الاستحسان اصح فی
زماننا فان الغالب فی اهل
الزمان الفسق فلا تعتمد
روایة المستور ما لم یتبین عدالته
کما لا تعتمد شهادته فی
القضاء قبل ان یظهر
عدالته وفی ظاهر الروایة هو والفاسق
سواء حتی یعتبر فیهما ای فی المستور والفاسق اکبر
رای فان کان غالب الرای صدقهما یقبل
قولهما والا فلا عینی[3] ۱۲۔

کرنا بالکل صحیح نہ ہوگا، یہ مقام کی بحث ہے، شامی
اور مستور الحال کی بات ظاہر روایت کے مطابق
قابل قبول نہیں ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ
تعالٰی سے مروی ہے کہ اس کی بات قبول ہوگی
جیسا کہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالٰی کا مذہب ہے
جب شہادت قبول ہوگی تو قضاء بھی جائز ہوگی
اور جبکہ ظاہر الروایت میں مستور الحال اور فاسق
کا حکم مساوی ہے حتی کہ ان دونوں میں رائے
کے غلبہ کا اعتبار ہے، ہدایہ۔ اور اس لئے امام
ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مستور الحال کی قضا
کو ایسے معاملات میں جائز قرار دیا ہے جو شبہات
کے باوجود مخالف فریق کے طعن نہ کرنے پر ثابت
ہوجاتے ہیں، فرمایا، لیکن آپ نے استحسان میں
جو فرمایا ہمارے زمانے میں وہ اصح قول ہے کیونکہ
اس زمانہ میں فسق غالب ہے تو مستور الحال کا
معاملہ جب تک واضح نہ ہوجائے اس پر اعتماد نہ
کیا جائے گا جیسا کہ قضاء کے معاملہ میں اس
کی شہادت پر اعتماد ظہور عدالت کے بغیر نہیں
کیا جاتا تو ظاہر روایت میں اس کا اور فاسق کا
حکم مساوی ہے حتی کہ ان دونوں کے متعلق غلبہ
رائے میں ان کا صدق ہو تو ان کی بات
مقبول ہوگی ورنہ نہیں، عینی ۱۲۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب القضاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۰۰
[2] الہدایۃ کتاب الکراہیۃ فصل فی الاکل والشرب مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۵۲
[3] البنایۃ " " " " " المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۴/ ۲۰۰

www.alahazratnetwork.org

اور جن گواہوں کی نسبت عدالت نے نامقبول شہادت پر وجوہات قائم کئے ہیں اور فاسق اور مستور الحال لکھا ہے بہت تھوڑا زمانہ گزرا ہے کہ عدالت نے ان میں سے اکثر کی گواہی قبول کی ہے اور بعد اس کے کوئی امر ان سے ایسا سرزد نہیں ہوا ہے کہ جس سے فاسق اور مستور الحال ہوگئے ہوں اور ان کی گواہی پر اعتماد نہ رہا ہو اور بابت تفضل حسین خاں کے لکھا ہے کہ یہ مقدمہ جعل سازی میں سزایاب ہوچکا ہے یہ صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ عدالت ماتحت نے اس پر جعل سازی قائم کی تھی حالانکہ وُہ بری تھا اسی واسطے وہ مرافعہ میں بری ہوگیا اس کی سند اس کے پاس موجود ہے اور غلام ناصر خاں کو عدالت نے اپنے فیصلہ میں گواہی پیشہ اور مخبر قرار دیا ہے اور اس کو اس سے انکار ہے اور کہتا ہے کہ یہ امر بالکل بے ثبوت ہے اگر عدالت کے پاس کوئی ثبوت ہو بیان کرے۔ اب علمائے دین دار سے استفسار اس امر کا ہے کہ دعوی ہندہ کا ثابت ہے یا نہیں؟ اور شہادۃ شہود کافی ہے یا نہیں؟ اور عدالت نے جو وجوہات نامقبولی شہادت شہود بیان کئے ہیں صحیح ہیں یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں اگر دُو مرد یا ایک مرد دو نوں عورتیں ثقہ عادل شرعی ہیں اور انھوں نے شہادت بروجہ شرع ادا کی تو دعوی طلاق ضرور ثابت ہے اور فیصلہ بحق مدعیہ کرنا واجب، عامہ وجوہ نامقبولی شہادات کہ فیصلہ میں مذکور ہوئیں اصلاً بے اصل و ناقابل قبول ہیں (جہالت تاریخ) شہود کے چھبیس ستائیس دن کہنے کو جہالت تاریخ قرار دینا **اوّلاً** سخت عجب ہے جبکہ صراحۃً تعیین تاریخ و یوم و ماہ سب کچھ ان کے کلام میں مذکور۔

ثانیاً روایت منقولہ فیصلہ دعوی ملک میں ہے طلاق کا اس پر قیاس باطل و مہجور۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اگر ایک شاہد نے کہا آج طلاق دی دوسرے نے کہا کل، طلاق ثابت ہے اور شہادت متقبل، بحر الرائق و اشباہ والنظائر و زواہر الجواہر و درمختار وغیرہا میں ہے،

قال احدھما طلقھا الیوم والاٰخر انہا طلقھا امس یقع الطلاق [1]	ایک گواہ نے کہا اس نے بیوی کو آج طلاق دی ہے دوسرے نے کہا اس نے گزشتہ روز طلاق دی ہے تو طلاق ثابت ہوگی۔ (ت)

فتاوٰی صغری و فصول عمادی و خزانۃ المفتین و جامع الفصولین و غایۃ البیان و فتاوٰی القرویہ

---

[1] درمختار کتاب الوقف فصل فیما یتعلق بوقف الاولاد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۹۸

ورد المحتار آخر الوقف میں ہے :

لواختلف الشاھدان فی زمان او مکان او انشاء او اقرار اوکان ھذا الاختلاف فی قول محض کبیع وطلاق واقرار وابراء لایمنع القبول[1]	اگر دونوں گواہوں کا اختلاف زمان، مکان، انشاء اور اقرار میں ہوا اور گواہی کا تعلق کلام والے معاملہ سے جیسے بیع، طلاق، اقرار اور بری کرنے سے ہو تو یہ اختلاف گواہی کی قبولیت سے مانع نہ ہوگا۔ (ت)

خلاصہ وجامع الفصولین وبحر الرائق والقرویہ میں ہے :

الاختلاف فی زمان اومکان او انشاء واقرار فی القول المحض لایمنع قبولھا مطلقا[2] اھ مختصرین۔	زمان، مکان یا انشاء واقرار کا محض کلام والے معاملہ میں یہ اختلاف شہادت کی قبولیت کیلئے مانع نہ ہوگا اھ مختصرین (ت)

کافی ولسان الحکام وبحر الرائق میں ہے :

اذا اختلف الشاھدان فی الزمان او المکان فی البیع والشراء والطلاق والعتاق والوکالۃ والوصیۃ والرھن والدین والقرض والبراءۃ والکفالۃ والحوالۃ والقذف تقبل[3]	بیع شراء، طلاق، عتاق، وکالت، وصیت، رہن، دین، قرض، براءت، کفالہ، حوالہ اور قذف میں جب گواہوں کا اختلاف زمانہ یا مکان میں ہو تو شہادت مقبول ہوگی۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

---

[1] رد المحتار کتاب الوقف فصل فیما یتعلق بوقف الاولاد داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۴۴۳
فتاوٰی القرویۃ کتاب الشہادۃ الفصل الثامن دارالاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ۱/۳۹۹
جامع الفصولین الفصل الحادی عشر اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶۳
[2] " " " " " " " ۱/۱۶۴
فتاوٰی القرویۃ کتاب الشہادۃ الفصل الثامن دارالاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ۱/۳۹۹
بحر الرائق " باب الاختلاف فی الشہادۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/۱۲
[3] " " " " " " " " "
لسان الحکام الفصل الثالث فی الشہادۃ نوع فی الاختلاف فی الشہادۃ مصطفی البابی مصر ص ۲۳۰

معین الحکام میں ہے:

وشهدا بالخلع او البيع او الهبة او الصدقة او الرهن او الصلح واختلفا في المكان او الزمان قبلت[1]

اگر گواہی کا تعلق خلع، بیع، ہبہ، صدقہ، رہن یا صلح سے ہو اور دونوں گواہ مکان یا زمان میں اختلاف کریں تو شہادت مقبول ہوگی (ت)

جامع الفصولین و الفرویہ میں دربارۂ اختلافِ تاریخ ہے:

الاختلاف فی القول لا یمنع[2]

قولی معاملہ میں تاریخ کا اختلاف گواہی کی مقبولیت کے لئے مانع نہیں ہے (ت)

(عداوت دنیویہ) تفضل حسین خاں کا مدعا علیہ سے ترک سلام وکلام اولاً مہاجرت ہے اور مہاجرت وعداوت میں عموم وخصوص من وجہ، باپ اپنے بیٹے اور بھائی بھائی اور دوست دوست سے کسی بات پر کشیدہ ہو کر ترک سلام وکلام کرتا ہے مگر عداوت نہیں ہوتی ولہا نظائر فی عهد الصحابة بل و عهد النبوة مع قوله تعالٰی رحماء بینهم (اللہ تعالٰی کے فرمان کہ "آپس میں رحم کرنے والے ہیں" کے باوجود صحابہ کرام بلکہ زمانۂ نبوت میں اس کے نظائر موجود ہیں۔ ت) تو عام کو ایک خاص پر بلا دلیل حمل کردینا کیونکر صحیح، لاجرم شرح وہبانیہ للمصنف و لابن الشحنہ و الشرنبلالی و لسان الحکام و درمختار وغیرہا میں ہے:

مثال العداوة الدنيوية ان يشهد المقذوف على القاذف و المقطوع عليه الطريق على القاطع الطريق و المقتول وليه على القاتل و المجروح على الجارح وقد يتوهم بعض المتفقهة و الشهود ان كل من خاصم شخصا في حق يصير عدوة و ليس كذلك بل العداوة تثبت

دنیاوی عداوت کی مثال متہم ہونیوالے کی تہمت لگانے کے خلاف، ڈکیتی سے متاثر ہونیوالے کی ڈاکو کے خلاف، مقتول کے ولی کی قاتل کے خلاف، مجروح ہونیوالے کی جارح کے خلاف شہادت ہے، بعض فقیہ بننے والے اور بعض گواہ لوگوں کا خیال ہے کہ ہر مخاصمت والے کی ایک دوسرے کے خلاف عداوت قرار پاتی ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں بلکہ عداوت کا ثبوت ان صورتوں

---

[1] معین الحکام الباب الثالث عشر مصطفٰی البابی مصر ص ۱۰۷

[2] جامع الفصولین الفصل الحادی عشر اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶۲

فتاوٰی الفرویہ کتاب الشہادات الفصل الثامن دارالاشاعت العربیہ قندھار افغانستان ۱/۳۹۹

بنحو ما ذکرت[1] اھ ملتقطا۔ — کے سبب ہوتا ہے جیسے میں نے ذکر کی ہیں اھ ملتقطا (ت)

ثانیا مہاجرت کو عداوت ہی مانئے تو دنیویہ کا کیا ثبوت۔ مسلمان کے اقوال افعال کو حتی الامکن محمل حسن پر اتارنا واجب کما نطقت بہ الاٰیات والاحادیث (جیسا کہ آیات واحادیث نے اسے بیان کیا ہے۔ ت) کیا یہ مہاجرت اس بناء پر ناممکن کہ مدعا علیہ نے تین طلاقیں دفعۃً دیں اور یہ شرعاً حرام، تو بوجہ ارتکاب معصیت اس سے مہاجرت کی فیکون من الدین لا للدنیا وھو لایمنع القبول کما نص الفحول (تو وہ دین کے متعلق ہوگی نہ کہ دنیوی، جبکہ یہ مانع نہیں ہے جیسا کہ بڑوں نے اس پر نص کی ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

تقبل من عدو بسبب الدین لانھا من التدین[2] — دین کے سبب عداوت والے کی شہادت مقبول ہے کیونکہ یہ دین پسندی ہے۔ (ت)

ثالثا دنیویہ ہی سہی مگر ہمارے تمام ائمہ کے اصل مذہب منصوص علیہ میں ہر عداوت دنیویہ مطلقاً مانع شہادت نہیں جب تک موجب فسق نہ ہو منع مطلق امام شافعی کا مذہب ہے نہ کہ ہمارے ائمہ کا، اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ وقتِ اختلاف ترجیح ظاہر الروایۃ کی طرف رجوع واجب کما فی البحر والدر والخیریۃ ورد المحتار وغیرھا من معتمدات الاسفار (جیسا کہ بحر، در، خیریہ، رد المحتار وغیرہا قابل اعتماد کتب میں ہے۔ ت) نہ کہ جہاں روایت وہی ہو وہاں غیر کی طرف کیونکر مصیر، رد المحتار میں ہے:

بقی ھنا تحقیق وتوفیق وھو انہ ذکر فی القنیۃ ان العداوۃ الدنیویۃ لاتمنع قبول الشھادۃ مالم یفسق بھا وانہ الصحیح وعلیہ الاعتماد وان ما فی المحیط والواقعات من ان شھادۃ العدو علی عدوہ لاتقبل اختیار المتاخرین والروایۃ — یہاں تحقیق اور توفیق باقی ہے وہ یہ کہ قنیہ میں مذکور ہے کہ عداوت دنیوی میں جب تک فاسق نہ ہوجائے اس کی شہادت قبول ہوگی اور کہا کہ یہ صحیح ہے اور اس پر اعتماد ہے، جبکہ محیط اور واقعات میں یہ بیان ہے کہ دشمنی والے کی ایک دوسرے کے خلاف شہادت قبول نہ ہوگی یہ متاخرین کا

---

[1] لسان الحکام الفصل الثالث مصطفی البابی مصر ص ۲۴۲ - ۲۴۳

[2] درمختار کتاب الشہادات باب القبول وعدمہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۵

المنصوصة تخالفها وانه مذهب الشافعیؒ وقال ابوحنیفة رحمه الله تعالٰی تقبل اذاکان عدلا وفی المبسوط ان کانت دنیویة فهٰذا یوجب فسقه فلا تقبل شهادته اھ ملخصاً[1] والحاصل ان فی المسألة قولین معتمدین احدهما عدم قبولها علی العدو وهٰذا اختیار المتاخرین وعلیه صاحب الکنز والملتقی، ثانیهما انها تقبل الا اذا فسق بها واختاره ابن وهبان وابن الشحنة اھ مختصراً۔

کا مختار ہے حالانکہ منصوص روایت اس کے خلاف ہے، اور کہا کہ یہ امام شافعی کا مسلک ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ یہ شہادت قبول ہوگی جب وہ عادل ہو، اور مبسوط میں ہے کہ جب دنیوی عداوت ہو تو یہ موجب فسق ہے تو مقبول نہ ہوگی اھ ملخصاً۔ اور حاصل یہ ہے کہ اس مسئلہ میں دو معتمد قول ہیں، ایک یہ کہ عدالت والوں کی ایک دوسرے کے خلاف شہادت نامقبول ہے اور یہ متاخرین کا مختار ہے اور اسی پر صاحب کنز و ملتقٰی کا اعتماد ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ عداوت والوں کی شہادت مقبول ہے تاوقتیکہ وہ فاسق نہ ہوجائیں، اور اس کو ابن وہبان اور ابن شحنہ نے اختیار کیا ہے اھ مختصراً۔ (ت)

کنز الروس میں ہے:

شهادة العدو علی عدوه لاتقبل لانه متهم وقال ابوحنیفة تقبل اذا کان عدلا قال استاذنا وهو الصحیح وعلیه الاعتماد لانه اذا کان عدلا تقبل شهادته وان کان بینهما عداوة بسبب امر الدنیا[2] اھ اثره فی البحر۔

عداوت والے کی ایک دوسرے کے خلاف شہادت مقبول نہیں کیونکہ وہ محلِ تہمت ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا جب عادل ہو تو مقبول ہے، اور ہمارے استاذ نے فرمایا یہی صحیح ہے اور اسی پر اعتماد ہے کیونکہ جب عادل ہو تو اس کی شہادت مقبول ہے اگرچہ ان میں دنیوی عداوت ہو اھ، اور بحر میں اسے نقل کیا ہے۔ (ت)

شرح وہبانیہ و لسان الحکام میں ہے:

---

[1] ردالمحتار کتاب القضاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۰۱
[2] بحرالرائق بحوالہ کنز الروس کتاب الشہادات باب من تقبل شہادتہ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۸۶

شهادة العدو على عدوه الصحيح انها تقبل سواء كانت العداوة دينية او دنيوية فانها لا تقدح فى العدالة[1]

صحیح یہ ہے کہ عداوت والے کی شہادت مقبول ہے خواہ یہ عداوت دینی ہو یا دنیوی، کیونکہ یہ عدالت کو متاثر نہیں کرتی۔ (ت)

رابعًا وباللہ التوفیق، نظرِ تدقیق میں تحقیق یہ ہے کہ علمائے متاخرین بھی مطلقاً رنجش کو مسقطِ شہادت نہیں کہتے جب تک اس حد تک نہ پہنچے کہ قلب و عقلِ ایمانی پر مستولی ہو کر عدالت انسانِ عادل پر غالب آجائے جس کے باعث باآنکہ اس کی عدالت ثابت، یہاں جھوٹی گواہی دینے کا مظنہ پیدا ہوا اور اس شخص کے معاملۂ خاص میں اس کے صدق و عدالت پر اطمینان نہ رہے، ان کی تعلیلات اس معنی پر شاہدِ عدل ہیں، خود فیصلہ میں امام عینی سے نقل کیا:

لا یؤمن من التقول علیہ[عـہ]۔

جھوٹ والے پہلو کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا (ت)

اسی طرح بحرالرائق و درمختار وغیرہما میں ہے، اور اب یہ مذہب منصوص سے چنداں بعید نہیں وہاں فسق حاضر و ظاہر پر بنائے کار ہے یہاں فسق مظنون و مخفی وارتفاع امان پر، اور اس کی نظیر اس کی ضد یعنی محبت ہے کہ وہ بھی جب اس درجہ تک بالغ ہو کہ یہ اس کے معاملہ میں متہم ہوجائے تو اس کے نفع میں اس کا قول مقبول نہیں اصل محبت بالاجماع مانع شہادت نہیں کما سیأتی (جیسا کہ آگے آئے گا۔ ت) یونہی اصل عداوت تو حاصل حکم یہ ٹھہرا کہ اگر عداوت نے بالفعل فاسق کردیا تو بالاتفاق اس کی شہادت اس دشمن اور اس کے غیر سب کے معاملہ میں مطلقاً مردود، اور اگر اس مرتبہ قوت پر ہے کہ گو فی الحال مرتکب فسق نہ ہوا مگر اس کے معاملہ میں عداوت کا پلہ عدالت پر غالب ہے تو غیر عدو کے بارے میں بالاتفاق مسموع، اور خاص عدو کے ضرر پر اختیارِ متاخرین میں نامقبول، اور اگر ایسا نہیں تو مطلقاً بالاتفاق مقبول،

هذا هو التحقيق الذى يعطيه كلامهم و يشده الدليل فعليه فليكن التعويل۔

تحقیق یہی ہے جو ان کے کلام سے حاصل ہوتی اور دلیل اس کی تائید کرتی ہے اس پر اعتماد چاہئے۔ (ت)

عـہ: یہ عبارت اندازہ سے بنائی گئی۔

---

[1] لسان الحکام الفصل الثالث مصطفی البابی مصر ص ۲۴۳

تو عند التحقیق مجرد اس اظہار تفضل حسین خاں سے عداوت یا لغمان لینا کسی قول پر صحیح نہیں جب تک اس کی ترجیح جانب عدالت پر ثابت نہ کی جائے ھکذا ینبغی التحقیق واﷲ ولی التوفیق (تحقیق یُوں چاہئے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے۔ ت)

(طرفداری) غلام ناصر خاں کا کہنا جو کچھ کوشش اور پیروی ہو سکے گی کروں گا اگر اس بناء پر مانع قبول ماننے کہ جو کسی کام میں کوشش و پیروی کرے مطلقاً مردود و مثل نفس مخاصم ہے تو بداہۃً باطل کہ اس میں سرے سے شہادت کا دروازہ ہی بند ہوتا ہے نفس شہادت ہی مشہود لہ کیلئے کوشش اور اس کے کام کی پیروی ہے کما تشھد بہ اللام فی شھد لہ (جیسا کہ "شھد لہ" کا لام اس کی گواہی دیتا ہے۔ ت) اور اگر اس بناء پر کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ خواہ مدعیہ حق پر ہو یا باطل پر، ہر طرح میں اسی کا ساتھ دوں گا، تو کلام میں ہرگز اس کا ذکر نہیں اور از پیش خویش معنی فاسد پر حمل کرکے جو اعتراض ہو وہ اپنے حمل پر ہے نہ کہ اصل قول پر، کیوں نہ کہئے کہ ہو سکنے سے اس کے کلام میں امکان شرعی مراد، حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ[1]. رواہ الامام احمد ومسلم فی صحیحہ عن جابر بن عبد اﷲ رضی اﷲ تعالٰی عنھما۔

تم میں سے جس سے ہو سکے کہ اپنے بھائی کو نفع دے تو دینا چاہئے (اسے امام احمد و مسلم نے اپنی صحیح میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

جو معنی "ہو سکنے" کے یہاں ہیں وہی وہاں۔ لفظ طرفداری کلام غلام ناصر خاں میں ہے بھی نہیں، کلام غلام محی الدین خاں میں ہے، عند الانصاف وہ بھی اسی قیاس پر ہے اس نے ہرگز نہ کہا کہ مدعیہ حق پر ہو یا ناحق پر، میں ہر طرح اس کا طرفدار ہوں گا' اور امر حق میں طرفداری نہ ممنوع نہ مانع قبول' ورنہ وہی سد باب شہادت لازم آئے۔ علماء جو مخاصم مقدمہ کی شہادت نامقبول بتاتے ہیں جسے مجوز فیصلہ نے ایک روایت محض بیگانہ پر محمول کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ خود فریق مقدمہ ہو جیسے شریک یا وکیل یا نابالغ کا وصی، نہ یہ کہ مطلقاً معین کو مخاصم و فریق مقدمہ بنا دیجئے، بدائع پھر بحر پھر ردالمحتار میں ہے،

شرط اداء الشھادات لایکون خصما

شہادت ادا کرنے کی شرط یہ ہے کہ اس معاملہ

---

[1] صحیح مسلم کتاب السلام باب استحباب الرقیۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۲۳

فلا تقبل شھادۃ الوصی للیتیم والوکیل لموکلہ[1]

میں گواہی کی مخاصمت نہ ہو، تو وصی کی یتیم کے حق میں اور وکیل کی موکل کے حق میں شہادت مقبول نہ ہوگی۔ (ت)

بشرح وہبانیہ للمصنف ولسان الحکام وبحرالرائق میں ہے:

لوخاصم الشخص آخر فی حق لا تقبل شھادتہ علیہ فی ذٰلک الحق کالوکیل لاتقبل شھادتہ فیما ھو وکیل فیہ، والوصی لاتقبل شھادتہ فیما ھو وصی فیہ والشریک لاتقبل شھادتہ فیما ھو شریک فیہ ونحو ذٰلک[2]

اگر کوئی کسی حق میں دوسرے سے مخاصم ہے تو اس حق میں ایک دوسرے کے خلاف شہادت مقبول نہ ہوگی، جیسا کہ وکیل کی شہادت اس کی وکالت والے معاملہ میں اور وصی کی جس معاملہ میں وہ وصی ہے اور شریک کی جس میں اس کی شرکت ہے، قبول نہ ہوگی۔ (ت)

ہر ذی عقل جانتا ہے کہ ایک دوست خالص اپنے سچے دلی دوست کا ضرور طرفدار ہوتا ہے خصوصاً حقیقی بھائی پھر باتفاق علما دوست وبرادر کی شہادت یقیناً مقبول ومسموع ہے جب تک دوستی اس حد کو نہ پہنچے کہ ایک دوسرے کے مال میں نہ صرف زبانی بلکہ واقعی اپنے مال کی طرح جو چاہے بے تکلف تصرف کرے۔ معین الحکام وفتاوٰی تمرتاشی ودرمختار میں ہے:

اما الصدیق لصدیقہ فتقبل الا اذا کانت الصداقۃ متناھیۃ بحیث یتصرف کل فی مال الاٰخر[3]

لیکن دوست کی دوست کے حق میں شہادت مقبول ہوگی بشرطیکہ وہ دوستی انتہائی جس میں وہ ایک دوسرے کے مال میں بلا اجازت تصرف کرتے ہوں، نہ ہو۔ (ت)

کنز وغیرہ عامہ متون میں ہے:

تقبل لاخیہ وعمہ وابویہ رضاعا وام امرأتہ وبنتھا وزوج بنتہ و

بھائی، چچا، والدین رضاعی، بیوی کی ماں، بیوی کی پہلے خاوند سے بیٹی، داماد، والد کی بیوی

---

[1] ردالمحتار کتاب الشہادات دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۸۰

[2] لسان الحکام الفصل الثالث مصطفی البابی مصر ص ۲۴۲

[3] درمختار کتاب الشہادۃ باب القبول وعدمہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۹۳

امرأة ابنه وابيه[1] | اور والد کے بیٹے (علاتی بھائی) کے حق میں شہادت مقبول ہوگی۔ (ت)

علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اگر گواہ مقدمہ میں مدعا علیہ سے لڑیں جھگڑیں شہادت کو ضرر نہیں جبکہ عادل ہوں اس سے زیادہ اور کیا طرفداری ہوگی۔ خزانۃ المفتین و بحرالرائق و درمختار میں ہے:

تخاصم الشھود والمدعی علیه تقبل لو عدولا[2] | مدعیٰ علیہ اور گواہوں کی مخاصمت ہو تو گواہی مقبول ہے بشرطیکہ گواہ عادل ہوں۔ (ت)

تنبیہ: مسئلہ برادر تمام متون و عامہ شروح و فتاوٰی میں یونہی اطلاق وارسال پر ہے قنیہ میں اسے اس قید سے مقید کیا کہ ایسا نہ ہو کہ مقدمہ نے بہت طول کھینچا اور یہ بھائی اپنے بھائی کی حمایت میں برسوں سے اس مقدمہ کی پیروی و کوشش و مخاصمہ و کاوش میں رہا، اب اگر اس مقدمہ میں بھائی کیلئے گواہی دے گا مقبول نہ ہوگی کہ اس ممتد کارروائی نے گویا اسے شریک مخاصم کردیا۔ علامہ ابن وہبان نے نظم الفرائد میں اسے بلفظ قیل نقل کیا اور شرح میں قیاساً فرمایا کہ باقی اقارب و اجانب کا بھی یہی حکم ہو جبکہ برسوں پیروی مقدمہ کرچکے ہوں۔ بحرالرائق میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

فی القنیة امتدت الخصومة سنین ومع المدعی اخ وابن عم یخاصمان له مع المدعی علیه ثم شهدا له فی هذہ الخصومة بعد هذہ الخصومات لاتقبل شهادتهما اھ وذکر ابن وهبان وقیاس ذلك ان یطرد ذلك فی کل قرابة وصاحب تردد مع قرابته اوصاحبه الی المدعی فی الخصومة سنین ویخاصم له | قنیہ میں ہے کئی سال تک مدعی کی حمایت میں اس کا بھائی اور چچازاد، مدعیٰ علیہ کے خلاف مخاصمت میں شریک ہیں پھر وہ بھائی اور چچازاد اسی مخاصمت کے مقدمہ میں مدعی کے حق میں گواہی دیں تو یہ شہادت مقبول نہ ہوگی اھ، ابن وہبان نے ذکر کیا ہے کہ یہ قاعدہ ہر قرابت میں جاری ہوگا اور اپنے قریبی کے تردد اور مدعی کی مصاحبت میں کئی سال سے شامل ہے اور مدعی کے حق میں مدعی کے ساتھ

---

[1] کنز الدقائق کتاب الشہادات باب القبول وعدمہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۰
[2] بحرالرائق کتاب الشہادات باب من تقبل شہادتہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۹۳
درمختار " " باب القبول وعدمہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۳

ومعه على المدعى ثم يشهد له بعد ذلك فانه ينبغى ان لا تقبل والفقه فيه انه لما طال التردد مع المخاصم والمخاصمة له مع المدعى عليه صار بمنزلة الخصم للمدعى عليه اھ[1]۔

مدعا علیہ کے خلاف مخاصمت کر رہا ہے پھر وہ مدعی کے حق میں اس تردد اور مخاصمت میں گواہی دے تو اسے قبول کرنا مناسب نہیں اور اس میں نکتہ یہ ہے کہ جب مدعی کے حق میں مدعی علیہ کے خلاف طویل مدت شریک رہا تو وہ گویا خود مدعی علیہ کے خلاف مخاصم بن گیا اھ (ت)

وہبانیہ میں ہے :

وقد قيل لابن العم والاخ لم يجز
اذا خاصما معه سنينا واخرو[2]

(چچا زاد اور بھائی کے متعلق بیشک یہ کہا گیا ہے کہ جب مدعی کے حق میں کئی سال کے بعد تک وہ مدعا علیہ کے خلاف مخاصم رہے ہوں تو ان کی گواہی مدعی کے حق میں جائز نہیں ہے۔ ت)

بظاہر کہ یہاں یہ صورت بھی نہیں تو صرف اتنی بات پر شہود کو خصم ٹھہرا دینا محض بے اصل ہے۔

(اختلافات) کہ بیان شہود میں پیدا کئے ان میں کوئی اصلا صالح التفات نہیں۔

اولاً تفضل حسین خاں نے اپنی بی بی کا پرورش کرنا بتایا غلام ناصر خاں نے تفضل حسین خاں کا یہ کیا اختلاف ہوا ممکن کہ تربیت مباشرۃً امراؤ بیگم نے کی اور مال و رضا جانب تفضل حسین خاں سے' تو بلحاظ مباشرت اس سے نفی اور بنظر مال و اجازت اس کے لئے اثبات دونوں حق ہیں۔

قال الله تعالٰی وما رميت اذ رميت ولكن الله رمى[3] فتح الامير الحصن ولم يفتح هو بل العسكر كلاهما صحيح كما قد علم فى محله۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا : جب آپ نے مارا آپ نے نہ مارا لیکن اللہ تعالٰی نے مارا۔ امیر نے قلعہ فتح کیا اس نے فتح نہ کیا بلکہ لشکر نے فتح کیا، یہ کلام ہر طرح صحیح ہے، جیسا کہ وہ اپنے محل میں معلوم ہے۔ (ت)

ایسے امور کا صاحب خانہ کی طرف نسبت کرنا شائع و ذائع ہے لانه الاصل وعن رأيه يصدر (کیونکہ

---

[1] بحر الرائق کتاب الشہادات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۹۳
[2] الوہبانیۃ
[3] القرآن الکریم ۸/ ۱۷

صاحبِ خانہ اصل اور صاحب رائے ہے۔ ت) اور اختلاف غلام ناصر خاں وغلام محی الدین خاں کا ادعا سخت ہی تعجب خیز ہے کلام محی الدین میں بگا کو ندا کی نفی بھی تو نہیں صرف عدمِ ذکر ہے وہ ذکرِ عدم کیونکر ہوا، رب العزت جل وعلا نے سورۂ نمل میں فرمایا:

یٰموسٰی لاتخف انی لایخاف لدی المرسلون [1]	اے موسٰی علیہ وعلٰی نبینا الصلوٰۃ والسلام، مت خوف کرو، میں وہ ذات ہوں کہ میرے ہاں رسولوں کو خوف نہیں ہوتا۔ (ت)

اور سورۂ قصص میں ہے:

یٰموسٰی اقبل ولاتخف انک من الاٰمنین [2]	اے موسٰی علیہ السلام! آگے بڑھو اور خوف نہ کرو، آپ امن والوں میں سے ہیں۔ (ت)

اور سورۂ طٰہٰ میں ارشاد ہوا:

قال خذھا ولاتخف سنعیدھا سیرتھا الاولٰی [3]	فرمایا اسے پکڑو اور خوف نہ کرو ہم اس کو عنقریب پہلی حالت پر پھیر یں گے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ان دونوں سورتوں میں ذکرِ ندا ہے، یہاں نہیں بلکہ جملہ لاتخف کے سوا ہر جگہ نیا کلام نقل فرمایا ہے۔ کلن خاں اور ظہورن بیگم و فاطمہ بیگم کے بیانوں میں اختلاف گمان کرنا محض قلتِ تدبر سے ناشی ہے۔ سائل سے استفسار پر واضح ہوا کہ کلن خاں غیر شخص ہے بگا بیگم اس سے پچھتی ہے وہ دالان میں تھی اور یہ دروازے میں۔ اب دونوں بیان صاف صاف حق و صحیح ہیں بے غوری کے باعث یہ گمان ہوا کہ دروازے کا لفظ دونوں کلام میں بگا بیگم سے متعلق ہے یعنی کلن خاں کہتا ہے بگا بیگم نے دروازے میں آکر مجھ سے کہا ظہورن بیگم وفاطمہ بیگم کہتی ہیں بگا بیگم نے دالان میں سے کہا دروازے میں کچھ نہ کہا حالانکہ حقیقۃً عورات کے بیان میں قید لفظ بگا بیگم کی طرف ناظر ہے جس طرح مجوز نے سمجھا اور کلن خاں کے کلام میں خود کلن سے متعلق ہے یعنی میں دروازے میں تھا کہ بگا بیگم نے مجھ سے کہا ایسی ظرف متکلم ومخاطب دونوں کے لئے محتمل مستقل ہوتی ہے زید نے مجھ سے مسجد میں کہا اس کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ زید مسجد میں تھا جو اس نے مجھ سے

---

[1] القرآن الکریم ۲۷/ ۱۰
[2] " ۲۸/ ۳۱
[3] " ۲۰/ ۲۱

کہا اور یہ بھی کہ میں مسجد میں تھا کہ اس نے کہا و لہٰذا قرائن سے ایک معنی کی تعیین کرتے ہیں مثلاً قسم کھائی کہ تجھے مسجد میں گالی نہ دُوں گا، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ میں جب وقت مسجد میں ہوں گا تجھے گالی نہ دوں گا و لہٰذا اگر وہ شخص مسجد میں ہُوا اور اس نے باہر سے گالی دی حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ تجھے مسجد میں ماروں گا تو اس کے یہ معنی کہ جب تُو مسجد میں ہوگا تجھے نہ ماروں گا و لہٰذا اگر وہ شخص بیرونِ مسجد ہے اور اس نے مسجد میں سے اسے مارا قسم نہ ٹوٹے گی۔ اشباہ میں ہے:

قال ان شتمته فی المسجد او رمیت الیه فشرط حنثه کون الفاعل فیه وان ضربته او جرحته او قتلته او رمیته کون المحل فیه[1]۔

اگر کسی نے کہا میں اسے مسجد میں گالی دُوں یا مسجد سے اسے تیر ماروں، اس کی قسم ٹوٹنے کی شرط یہ ہے کہ فاعل مسجد میں ہو اور اگر کہا میں اس کو ضرب لگاؤں یا زخمی کروں یا قتل کروں یا تیر ماروں تو پھر شرط یہ ہے کہ مفعول مسجد میں ہو۔ (ت)

ظہورن بیگم و فاطمہ بیگم کے بیان میں احتمال اول مقصود ہے اور کلن خاں کے بیان میں دوم و لہٰذا اس نے دالان و دروازہ کا فاصلہ بتایا کہ تین چار ہی گز ہے جس کے سبب بگا بیگم نے دالان میں سے جو بات کی میں نے دروازے میں سُنی۔ یہ تو تحقیق ہے اور بالفرض اس سے قطع نظر بھی کیجئے اور دونوں کلام میں ظرف کو بگا بیگم ہی کے واسطے قرار دیجئے تاہم وہ دونوں بیان بداہۃً بگا بیگم کے دو کلاموں کے حکایت ہیں ایک میں کلن خاں مخاطب تھا کہ تم کو گواہی دینا ہوگی دوسرے میں اور لوگ کہ تم سب اور کلن خاں کو گواہی دینی ہوگی وہ کلن خاں سے کہا تھا یہ اس کے جانے کے بعد تو ایک کا دروازہ دوسرے کا دالان میں ہونا کیا محال ہے نہ ہرگز شرط شاہد ہے کہ اس تمام جلسے میں جس سے جو بات اصل امر نزاع میں کہی جائے اس سب کو اس کا علم محیط اور اس کے حفظ میں حاضر ہو، یہیں سے سلام علیک کہنے نہ کہنے کا جواب ظاہر معہذا ممکن کہ تفضل حسین خاں جب دروازے پر مدعا علیہ کو بلانے گیا اس نے اس سے سلام علیک نہ کی پھر یہ اس کے بعد مکان میں آیا اس نے سلام علیک کرتے نہ دیکھا اپنے عدم علم کی بناء پر نفی کی اور غلام محی الدین خاں نے دیکھا لہٰذا اپنے علم کی بنا پر اثبات، ظہورن بیگم و فاطمہ بیگم و تفضل حسین خاں و غلام محی الدین خاں کے بیان میں جو مکالمہ زن و شو کے حکایات ہیں ان کا حاصل کہیں مختلف و متنافی نہیں اسے اختلاف بتانے کے رد میں وہی تین آیتیں کہ ابھی تلاوت کی گئیں

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الایمان ادارۃ القرآن کراچی ۱/۲۷۷

اور قرآن عظیم کے عامۂ قصص اور تمام احادیث منقولہ بالمعنی و بزیادت ونقص رواۃ جن کے تودہ تودہ نظائر صحیح بخاری کے اور ابواب اور صحیح مسلم کے ایک ہی سیاق میں مل سکتے ہیں کافی ووافی۔ کوئی عاقل اسے اختلاف نہیں کہہ سکتا۔ رہا غلام ناصر خاں وغلام محی الدین خاں کا اختلاف، ممکن کہ واقع میں غلام ناصر خاں پہلے چلا گیا ہو غلام محی الدین خاں نے اسے جاتے نہ دیکھا "استصحابًا" کہا وہیں چھوڑ آیا تھا۔

ثانیًا بالفرض اگر یہ سب اختلاف مسلم بھی ہوں تو زائد وفضول ولغو وبیکار باتوں میں تفاوت اصلًا لائق التفات نہیں بگا بیگم کو تفضل حسین خاں نے پرورش کیا یا اس کی زوجہ نے مدعا علیہ نے طلاق دینے میں "اے بگا" کہا یا بے ندا اس سے خطاب کیا، اس نے امراؤ بیگم وغیرہا سے سلام علیک کی یا نہ کی، غلام محی الدین خاں پہلے اٹھ گیا یا غلام ناصر خاں، بگا بیگم نے کلن خاں سے دروازے میں کچھ کہا یا نہیں، بجواب عباس علی خاں جب تک ضامن نہ آئیں جانے سے انکار ان لفظوں سے ادا کیا یا ان سے ان میں کون سی بات کی نفی یا اثبات طلاق دینے نہ دینے سے تعلق یا معاملہ پر کچھ اثر رکھتی ہے تو ایسی مہملات پر نظر کے کوئی معنی نہیں۔ وجیز امام کردری میں ہے:

التناقض فیما لایحتاج الیہ لایضر اصلہ فی الجامع الصغیر الخ۔[1]

غیر ضروری کے متعلق تناقض مضر نہیں، اس کی اصل جامع الصغیر میں ہے الخ (ت)

www.alahazratnetwork.org

جامع الفصولین فصل ۱۱ میں ہے:

القاضی لوسأل الشھود قبل الدعوی عن لون الدابۃ فقالوا کذا، ثم عند الدعوی شھدا بخلاف ذٰلک اللون تقبل لانہ سأل عما لایکلف الشاھد بیانہ فاستوی ذکرہ وترکہ ویخرج منہ مسائل کثیرۃ۔[2]

قاضی نے اگر دعوٰی سے قبل گواہوں سے جانور کا رنگ پوچھا تو انھوں نے کوئی رنگ بتایا پھر قاضی نے دعوٰی کے موقعہ پر ان سے سوال کیا تو انھوں نے دُوسرا رنگ بتایا یہ شہادت مقبول ہوگی کیونکہ قاضی نے ان سے ایسی چیز کا سوال کیا جس کے بیان کے وہ پابند نہیں تو ایسی چیز کا ذکر کرنا نہ کرنا مساوی ہے اس ضابطہ سے بہت سے مسائل کی تخریج ہوتی ہے۔ (ت)

خلاصہ وہندیہ میں ہے:

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ کتاب الشہادات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۲۵۱

[2] جامع الفصولین الفصل الحادی عشر اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶۰

لوسأل القاضی الشهود عن لون الدابة وذکروا ثم شھدوا عند الدعوی و ذکروا الصفة علی خلافه تقبل و التناقض فیما لایحتاج الیه لایضر[1]

اگر قاضی نے گواہوں سے جانور کے رنگ کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے کوئی رنگ بتایا پھر دعوی کے موقعہ پر انھوں نے کوئی دوسرا رنگ بتایا تو شہادت مقبول ہوگی کیونکہ غیر ضروری چیز میں تناقض مضر نہیں ہے (ت)

خانیہ و بحرالرائق و ظہیریہ و عالمگیریہ میں ہے:

لواختلفا فی الثیاب التی کانت علی الطالب والمطلوب او المرکب او قال احدھما کان معنا فلان وقال الاٰخر لم یکن معنا ذکر فی الاصل انه یجوز لا تبطل ھذہ الشھادة[2]

اگر گواہوں نے طالب، مطلوب یا سواری کے جانور پر کپڑے میں اختلاف کیا یا ایک نے کہا فلاں ہمارے ساتھ تھا اور دوسرے نے کہا وہ ہمارے ساتھ نہ تھا اصل (مبسوط) میں مذکور ہے کہ یہ شہادت جائز ہے اور اسے باطل نہ کہا جائیگا (ت)

فتاوی قاعدیہ و فتاوی القرویہ میں ہے:

قال الشھادة لوخالفت الدعوی بزیادة لایحتاج الی اثباتھا او بنقصان کذلک فان ذلك لایمنع قبولھا مثاله لوشھدا علی اقرارہ بمال فقالا اقر فی یوم کذا والمدعی لم یذکرالیوم اوشھدا ولم یؤرخا والمدعی ارخ، او شھدا انه اقرفی بلد کذا وقد اطلق المدعی، او ذکر المدعی المکان ولم یذکراہ

فرمایا اگر شہادت کسی غیر ضروری اضافہ یا نقصان کی وجہ سے دعوی سے مختلف ہوجائے تو گنجائش ہے کہ اس کی قبولیت سے انکار نہ کیا جائے مثلاً گواہوں نے ایک شخص کے اقرار بالمال کی شہادت دیتے ہوئے کہا اس نے فلاں روز اقرار کیا حالانکہ مدعی نے اس دن کا ذکر نہ کیا یا یوں کہ مدعی نے اپنے دعوی میں کوئی تاریخ ذکر کی اور گواہوں نے وہ تاریخ نہ ذکر کی یا یہ کہ گواہوں نے کسی شہر کا ذکر کیا حالانکہ مدعی نے کسی شہر کو ذکر نہ کیا یا یہ کہ مدعی

---

[1] فتاوی ہندیہ کتاب الشہادات الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۴۶۰
[2] بحرالرائق " " باب الاختلاف فی الشہادۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۱۱۳
فتاوی ہندیہ " " الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۵۰۹

او ذکر المدعی مکانا وھما سمیا غیر ذلك المکان، اوقال المدعی اقر وھو راکب فرس اولابس عمامۃ، وقالا اقر وھو راجل اوراکب حمار اولابس قلنسوۃ واشباہ ذلك فانہ لایمنع القبول لان ھذہ الاشیاء لایحتاج الی اثباتھا فذکرھا والسکوت عنھا سواء وکذا لووقع مثل ھذا التفاوت بین الشھادتین لایضر[1]

نے جگہ کا ذکر کیا اور گواہوں نے وہ جگہ ذکر نہ کی، یا یہ کہ مدعی نے جگہ کا ذکر کیا اور گواہوں نے کسی دوسری جگہ ذکر کیا یا یہ کہ مدعی نے دعوٰی میں کہا کہ گھوڑے پر سواری کی حالت میں اقرار کیا یا عمامہ پہنے ہوئے اقرار کیا اور گواہوں نے پیدل یا گدھے پر سواری کی حالت میں یا ٹوپی پہننے کی حالت وغیرہ کا، تو ان غیر ضروری امور میں اختلاف گواہی کی قبولیت کے لئے مانع نہ ہوگا، کیونکہ یہ چیزیں وہ ہیں جن کا اثبات ضروری نہیں ہے تو ان کا ذکر اور عدم ذکر مساوی ہے اور یونہی اگر اس قسم کا اختلاف دونوں گواہوں کی شہادت میں ہو تو مضر نہ ہوگا۔ (ت)

بلکہ علماء تو معاملہ طلاق وعتاق میں نفس الفاظ ایقاع کے اختلاف لسانی کو نظر انداز کرتے ہیں ایک گواہ کہے زید نے اپنی زوجہ سے کہا انت طالق یا غلام سے انت حر، دوسرا کہے طلاق دادمت یا آزادت کردم، یا ایک کہے زید نے اس وقت عربی میں کلام کیا تھا دوسرا کہے کہ فارسی میں، ان سب صورتوں میں شہادت مقبول ہے اور طلاق وعتاق ثابت، پھر ان بالائی لغویات کا لحاظ یعنی چہ۔ درمختار میں ہے:

شھد احدھما انہ قال لعبدہ انت حر والاٰخر انہ قال آزادی تقبل[2]

اگر ایک نے شہادت دی کہ اس نے اپنے غلام کو "انت حر" (عربی) اور دوسرے گواہ نے کہا کہ اس نے غلام کو فارسی میں آزاد کہا گواہی قبول ہوگی۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

شھد احدھما انہ اعتق بالعربی والاٰخر بالفارسی تقبل[3]

ایک نے شہادت دی کہ اس نے غلام آزاد کرتے ہوئے عربی میں اور دوسرے نے شہادت میں کہا کہ اس نے فارسی میں کہا، شہادت مقبول ہوگی (ت)

---

[1] فتاوٰی الغرویۃ بحوالہ الفتاوی القاعدیۃ کتاب الشہادات دارالاشاعۃ العربیہ قندھار ۱/ ۲۹۴-۹۵

[2] درمختار کتاب الوقف فصل فیما یتعلق بوقف الاولاد مجتبائی دہلی ۱/ ۳۹۸

[3] البحرالرائق کتاب الشہادات باب الاختلاف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۱۱۰-۱۱۱

اشباہ میں ہے :

شھد احدھما انہ اعتقہ بالعربیۃ والاٰخر بالفارسیۃ تقبل بخلاف الطلاق والاصح القبول فیھما۔[1]

ایک نے شہادت دی کہ اس نے عربی میں، اور دوسرے نے شہادت دی کہ اس نے فارسی میں آزاد کہا، مقبول ہوگی بخلاف طلاق کے، لیکن صحیح یہ ہے کہ عتاق وطلاق دونوں میں مقبول ہے۔ (ت)

ثالثاً اصل شہادت میں اتفاق شافی ووافی کے بعد بعض فضولیات میں ایسے مؤثر بلکے آسان اختلافوں کو جنھیں معاملے سے کچھ تعلق نہ ہو دستاویز بناکر شہادت متفقہ کو رَد کر دینے کا اگر فتح باب ہو تو عامۂ حقوق ضائع ہوجائیں ظالمین اموال وفروج پر دسترس پائیں مظلوم اپنے حق سے محروم رہ جائیں کچہریاں صرف اعانت ظلمہ کے صیغے نظر آئیں کہ انسان نسیان کے لئے ہے اور زوائد ضائعہ کی طرف نہ ذہن ابتداءً التفات تام کرتا ہے نہ حافظہ انتہاءً ان کا اہتمام ایسی کسی بات میں ایک آدھا اختلاف ہوجانا نادر نہیں بلکہ کثیر و غالب ہے خصوصاً اس بدعت شنیعہ کے ہاتھوں جو آجکل کے وکلاء نے اتلاف حقوق وتکذیب صدوق کے لئے تراشی اور قضاۃ نے اس پر تقریر کی کہ محض براہ مغالطہ شہود کا بیان متزلزل کردینے کے لئے صدہا سوالات فضول ومہملات سو سو طرح کے پیچ دے کر کرتے اور شرع نے جن کے الزام کا حکم دیا جنھیں ذریعہ وادرسی مظلوم بنایا ان کے اغوا وتضلیل وازلال وتذلیل میں کوئی دقیقہ نامرعی نہیں رکھتے اس بیہودہ بے معنی کشاکش پریشان کن میں آدمی کے آئے ہوئے حواس جاتے ہیں خصوصاً نساء وضعفاء وارباب سلامت صدر اور وہ لوگ جنھیں کچہریوں کا اتفاق کم ہوا کہ یہ تو ان حضرات کے سخرہ ودستمال ہیں جب فہرست شہود میں ایسوں کا نام پاتے ہیں براہِ تفاخر فرماتے ہیں وہ بہت سیدھے مسلمان ہیں دیکھنا دو سوالوں میں بول جائیں گے جس کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ بھولا راستباز جھوٹا ٹھہرتا ہے اور جھوٹا فسوں کار سچا، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

المؤمن غر کریم والفاجر خب لئیم۔[2] رواہ ابوداؤد والترمذی والحاکم بسند جید عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

مومن کریم ہونے کی بنا پر دھوکا کھاتا ہے اور فاجر شخص قابلِ ملامت ہونے کی وجہ سے دھوکا باز ہوتا ہے۔ اسے ابوداؤد، ترمذی اور حاکم نے جید سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر کتاب الدعوٰی والشہادات ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۳۴۵

[2] سنن ابی داؤد کتاب الادب نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۶۶۰

وہاں ایسے کسی اختلاف یسیر کا بھی اصلاً واقع نہ ہونا بے تعجب ہے تو ان پر نظر کا حاصل سوا اضاعت حقوق و اعانت عقوق کے اور کیا قرار پاسکتا ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی، پُرظاہر کہ اس میں حرج صریح ہے اور حرج بنص قطعی مدفوع۔ جامع الفصولین میں ہے:

عدم القبول فی امثالہ یفضی الی الحرج والتضییق وتضییع کثیر من الحقوق و امرنا بیسر لابعسر والحرج مدفوع شرعاً[1]

ایسی صورتوں میں قبول نہ کرنا حرج، تنگی اور بہت سے حقوق کے ضیاع کا سبب بنتا ہے جبکہ ہمیں یُسر کا حکم ہے تنگی اور دشواری پیدا کرنے کا حکم نہیں نیز حرج شرعاً مدفوع ہے۔ (ت)

(روایت نادرۂ ابی یوسف) کو مذہب امام ابو یوسف کہنا کس قدر خلاف فقاہت ہے نہ قاضی و مفتی کو اس پر عمل و حکم کی اجازت۔ جامع صغیر و مبسوط امام محمد و بحرالرائق و اشباہ النظائر و زواہر الجواہر و درمختار و فتاوٰی صغرٰی و فصول عمادی و خزانۃ المفتین و جامع الفصولین و غایۃ البیان و فتاوٰی الغرویہ و ردالمحتار و فتاوٰی خلاصہ و کافی و لسان الحکام و معین الحکام و عقود الدریہ و وجیز کردری و فتاوٰی خانیہ و فتاوٰی ظہیریہ و فتاوٰی قاعدیہ وغیرہا کتب معتمدہ مذہب کی عبارات کثیرہ اوپر گزریں کہ اس روایت نادرہ کے صراحۃً خلاف ہیں اور انھیں پر انحصار نہیں، عامہ کتب مذہب میں اس کا خلاف موجود اور اس روایت کا مخالف ظاہر الروایۃ ہونا خود عبارت منقولہ فیصلہ سے ثابت۔ فیصلہ سے جس قدر سائل نے نقل کیا وہ یہیں سے ہے کہ اذا ارتاب القاضی (جب قاضی کو شک ہو۔ ت) حالانکہ اصل عبارت محیط ان الفاظ سے شروع ہے، قال فی الاصل اذا ارتاب القاضی الخ[2] (اصل (مبسوط) میں فرمایا جب قاضی شک میں مبتلا ہو الخ۔ ت) جس سے صاف ظاہر کہ محرر المذہب امام محمد نے کتاب الاصل میں کتب ستۂ ظاہر الروایۃ سے ہے بے حکایت خلاف تصریح صاف فرمائی کہ شاہدوں کا زمان و مکان میں بھی اختلاف مطلقاً مضر شہادت نہیں جہاں ہے "ہے" یعنی افعال نہ طلاق و عتاق و بیع و امثالہا اقوال چہ جائے اختلاف ثیاب و مراکب و حضار واقعہ نساء و رجال' اور صاف یہ بھی ارشاد فرما دیا کہ مجرد تہمت و ریب کی بناء پر شہادت رد نہ کی جائے گی، نیز اسی عبارت سے یہ بھی ثابت کہ نوادر میں بھی یہ صرف روایت ابی یوسف ہے برخلاف امام اعظم و ہمام اقدم رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] جامع الفصولین   الفصل الحادی عشر   اسلامی کتب خانہ کراچی   ۱/ ۱۶۲

[2] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ المحیط کتاب ادب القضاء الباب الخامس   نورانی کتب خانہ پشاور   ۳/ ۳۳۵

توجماہیر کے خلاف، امام کے خلاف، ظاہر الروایۃ کے خلاف، دلیل کے خلاف، بے تصحیح صریح و ترجیح رجیح ائمۂ افتا، ایک روایت شاذہ نادرہ پر فیصلہ کیونکر روا، ائمہ و علماء کی روشن تصریحات ہیں کہ جو کچھ ظاہر الروایۃ سے خارج ہے ہمارے ائمہ کا مذہب نہیں وہ مرجوع عنہ ہے قول مرجوح پر افتاء و قضاء جہل و خرق اجماع ہے نہ کہ مرجوع عنہ کہ سرے سے قول ہی نہ رہا، لاجرم ایسے فیصلے کو منسوخ کر دینے کا حکم فرمایا اور اگر والی مولی جس نے قاضی کو عہدۂ قضا دیا تصریح کر دی کہ مذہب امام یا قول صحیح پر عمل کرنا جیسا کہ غالبا یونہی ہوتا ہے جب تو ایسا فیصلہ قطعاً اجماعاً سرے ہی سے باطل و نامعتبر و محض بے اثر جسے منسوخ کرنے کی بھی حاجت نہیں کہ قاضی اب ماورائے مذہب میں معزول و مثل احد من الناس ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

قد صرحوا بان العمل بما علیہ الاکثر۔[1] فقہاء نے تصریح کی ہے کہ عمل اکثریت کے موقف پر ہوگا۔ (ت)

امداد الفتاح علامہ شرنبلالی میں ہے:

القاعدۃ العمل بما علیہ الاکثر۔[2] قاعدہ ہے کہ عمل اکثریت کے موقف پر ہوگا۔ (ت)

شرح الاشباہ للعلامۃ البیری و عقود الدریہ میں ہے:

المقرر عند المشایخ انہ متی اختلف فی مسألۃ فالعبرۃ بما قالہ الاکثر۔[3] مشائخ کے ہاں ثابت شدہ ہے کہ جب مسئلہ میں اختلاف ہو تو اکثریت کے قول کا اعتبار ہوگا۔ (ت)

تنویر الابصار و درمختار و ملتقی و سراجیہ وغیرہا میں ہے:

یاخذ القاضی کالمفتی بقول ابی حنیفۃ علی الاطلاق۔[4] مفتی کی طرح قاضی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول کو علی الاطلاق لے گا۔ (ت)

ثلثۂ اخیرہ میں ہے: ھو الاصح[5] (وہی اصح ہے۔ ت) بحرالرائق میں ہے: یجب علینا الافتاء

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ قبل باب التیمم دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۵۱
[2] العقود الدریۃ بحوالہ الشرنبلالی مسائل و فوائد من الحظر والاباحۃ الخ ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۳۵۶
[3] " " بیری " " " مقدمۃ الکتاب " " ۱/۳
[4] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب القضاء مجتبائی دہلی ۲/۷۲
[5] درمختار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۲/۷۲

بقول الامام[1] (ہم پر امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی کے قول پر فتوٰی دینا واجب ہے۔ ت) خیریہ میں ہے:

المقرر ایضا عندنا انہ لایفتی ولا یعمل الا بقول الامام الاعظم[2] الخ۔

ہمارے ہاں یہ بھی ثابت شدہ ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی کے قول کے بغیر نہ فتوٰی دیا جائے اور نہ عمل کیا جائے الخ (ت)

ردالمحتار صدر کتاب احیاء الموات میں ہے:

وذلك عجیب لما قالوا ان ماخالف ظاھر الروایۃ لیس مذھبا لاصحابنا[3]۔

یہ امر عجیب ہے کیونکہ ان فقہاء کرام نے فرمایا کہ جو ظاہر الروایۃ کے خلاف ہو وہ ہمارے اصحاب کا مذہب نہیں ہے۔ (ت)

بحرالرائق کتاب القضاء میں ہے:

ماخرج عن ظاھر الروایۃ فھو مرجوع عنہ لما تقرر فی الاصول من عدم امکان صدور قولین مختلفین متساویین من مجتھد والمرجوع عنہ لم یبق قولا لہ[4]۔

جو ظاہر الروایت سے خارج ہے وہ مرجوع عنہ ہے کیونکہ انھوں نے اصول میں یہ امر ثابت شدہ قرار دیا ہے کہ مجتہد سے دو مساوی مختلف قول صادر ہونا ممکن نہیں اور جس قول سے رجوع کرلیا ہو تو وہ مجتہد کا قول نہیں رہتا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

خیریہ اواخر شہادات میں ہے:

ھذا ھو المذھب الذی لایعدل عنہ الی غیرہ وما سواہ روایات خارجۃ عن ظاھر الروایۃ وماخرج عن ظاھر الروایۃ فھو مرجوع عنہ والمرجوع عنہ لم یبق قولا لہ[5]۔

مذہب یہی ہے جس سے غیر کی طرف عدول نہیں کیا جاسکتا اور اس کے ماسوا روایات ظاہر الروایۃ سے خارج ہیں اور جو ظاہر الروایۃ سے خارج ہو وہ مرجوع عنہ ہے اور جو مرجوع عنہ ہو وہ مجتہد کا قول نہیں رہتا۔ (ت)

---

[1] بحرالرائق کتاب القضاء فصل فی التقلید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۷۰-۲۶۹

[2] فتاوٰی خیریہ کتاب الشہادات دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۳۳

[3] ردالمحتار کتاب احیاء الموات داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۷۸

[4] بحرالرائق کتاب القضاء فصل فی التقلید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۲۷۰

[5] فتاوٰی خیریہ کتاب الشہادات دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۳۳

تصحیح القدوری و درمختار میں ہے :

الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل و خرق للاجماع[1]

کوئی حکم یا فتوٰی مرجوح قول پر ہو تو وہ جہالت اور اجماع کے مخالف ہے۔(ت)

حواشی ثلٰثہ سادات ثلٰثہ ابراہیم حلبی و احمد مصری و محمد شامی میں ہے :

اولٰی من ھذا بالبطلان الافتاء بخلاف ظاھر الروایۃ اذا لم یصحح والافتاء بالقول المرجوع عنہ[2]

اس سے زیادہ باطل یہ ہے کہ فتوٰی دینا ظاہر الروایہ کے خلاف جس کی تصحیح نہ ہو، اور مرجوع عنہ قول پر فتوٰی دینا ہے۔(ت)

تنویر و شرح علائی میں ہے :

لایخیر اذ لم یکن مجتھدا بل المقلد متی خالف معتمد مذھبہ لاینفذ حکمہ وینقض ھو المختار للفتوی کما بسطہ المصنف فی فتاویہ غیرہ[3]

مجتہد کے غیر کو اختیار نہ ہوگا بلکہ مقلد جب اپنے معتمد علیہ مذہب کے خلاف فیصلہ دے تو وہ نافذ نہ ہوگا اور اس کو کالعدم قرار دیا جائے گا، یہی فتوٰی کیلئے مختار ہے جیسا کہ مصنف نے اپنے دوسرے فتاوٰی میں اس کو بسط سے بیان کیا ہے۔(ت)

www.alahazratnetwork.org

انھیں میں ہے :

(قضی فی مجتھد فیہ بخلاف رأیہ) ای مذھبہ مجمع وابن کمال (لاینفذ مطلقا) ناسیا او عامدا عندھما والائمۃ الثلثۃ (وبہ یفتی) مجمع و وقایۃ وملتقی، وقیل بالنفاذ یفتی وفی شرح الوھبانیۃ للشرنبلالی قضی من لیس مجتھدا کحنفیۃ زماننا

قاضی نے مجتہد فیہ مسئلہ میں اپنی رائے یعنی اپنے مذہب کے خلاف، مجمع اور ابن کمال (مطلقاً نافذ نہ ہوگا) خواہ قصداً ہو یا سہواً، صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کے ہاں (اسی پر فتوٰی ہے) مجمع وملتقٰی اور وقایہ، اور بعض نے کہا نفاذ پر فتوٰی ہے۔ علامہ شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے ہمارے زمانہ کے حنفی قاضی کی طرح غیر مجتہد

---

[1] درمختار مقدمۃ الکتاب مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۵

[2] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۱

[3] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۲/۷۲

بخلاف مذھبہ عامدا لاینفذ اتفاقا وکذا ناسیا عندھما، ولو قیدہ السلطان بصحیح مذھبہ کزماننا تقید بلاخلاف لکونہ معزولا عنہ اھ وقد غیرت بیت الوھبانیۃ فقلت

ولو حکم القاضی بحکم مخالف
لمذھبہ ماصح اصلا یسطر[1]

نے اپنے مذہب کے خلاف قصدًا فیصلہ دیا تو بالاتفاق نافذ نہ ہوگا، اور یوں ہی بھول کر دیا تو صاحبین کے ہاں وہ بھی نافذ نہ ہوگا، اور اگر سلطان نے قاضی کو اپنے مذہب کے صحیح پر فیصلہ کا پابند کیا جیسا کہ ہمارے زمانہ میں پابند کیا جاتا ہے تو بغیر اختلاف وہ نافذ نہ ہوگا کیونکہ قاضی کے دائرۂ اختیار سے باہر ہے اھ، اور میں نے وہبانیہ کے شعر کو تبدیل کرتے ہوئے یوں کہا ہے: اگر قاضی نے اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ دیا تو قطعًا صحیح نہ ہوگا یوں لکھا جائے۔ (ت)

ردالمحتار میں قبیل باب التحکیم ہے:

القاضی مامور بالحکم باصح اقوال الامام فاذا حکم بغیرہ لم یصح[2]

جو قاضی امام صاحب کے اقوال میں سے اصح قول پر فیصلہ کا پابند بنایا گیا ہو جب وہ اس کے غیر پر فیصلہ دے تو صحیح نہ ہوگا۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

اما المقلد فانما ولاہ لیحکم بمذھب ابی حنیفۃ فلا یملک المخالفۃ فیکون معزولا بالنسبۃ الی ذلک الحکم[3]

اگر مقرر کرنے والے نے قاضی کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کے مذہب کا پابند کیا ہو وہ مخالفت کا مجاز نہ ہوگا کیونکہ وہ ایسے حکم کا مجاز نہ تھا۔ (ت)

برہان شرح مواہب الرحمٰن پھر غنیہ ذوی الاحکام شرح دررالحکام میں ہے:

ھذا صریح الحق الذی یعض علیہ بالنواجذ[4]

یہ صریح حق ہے جس کو دانتوں سے مضبوط پکڑنا چاہیے۔ (ت)

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۸۰
[2] ردالمحتار کتاب القضاء فصل فی الحبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۴۶
[3] فتح القدیر کتاب ادب القاضی فصل آخر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۳۹۷
[4] غنیہ ذوی الاحکام شرح دررالاحکام کتاب القضاء میر محمد کتب خانہ کراچی ۲/ ۴۱۰

فتاوٰی علامہ قاسم بن قطلوبغا میں ہے:

لیس للقاضی المقلد ان یحکم بالضعیف لانہ لیس من اھل الترجیح فلا یعدل عن الصحیح الا لقصد غیر جمیل ولو حکم لاینفذ لان قضاءہ قضاء بغیر الحق لان الحق ھو الصحیح وماوقع من ان القول الضعیف یتقوی بالقضاء المراد بہ قضاء المجتہد کما بین فی موضعہ۔[1]

مقلد قاضی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ ضعیف قول پر فیصلہ دے کیونکہ وہ اہل ترجیح میں سے نہیں ہے تو وہ صحیح قول سے عدول نہیں کرسکتا سوائے کسی غیر پسندیدہ وجہ کے، اگر اس نے ایسا فیصلہ دیا تو وہ فیصلہ نافذ نہ ہوگا کیونکہ یہ فیصلہ ناحق ہے کیونکہ صحیح قول پر ہی حق ہے، اور یہ قول کہ ضعیف کو فیصلہ قوی بنادیتا ہے تو اس سے مراد مجتہد کا فیصلہ ہے جیسا کہ اس کے مقام پر واضح کیا گیا ہے۔ (ت)

فوائد بدریہ علامہ ابن الغرس میں ہے:

واما المقلد المحض فلا یقضی الا بما علیہ العمل والفتوی۔[2]

لیکن خالص مقلد تو وہ صرف اس پر فیصلہ دے سکتا ہے جس پر فتوٰی اور عمل ہو۔ (ت)

رسائل علامہ زین بن نجیم میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

اما القاضی المقلد فلیس لہ الحکم الا بالصحیح المفتی بہ فی مذھبہ ولاینفذ قضاؤہ بالقول الضعیف۔[3] اھ اٰثر ھذہ الخمس جمیعا فی ردالمحتار۔

لیکن خالص مقلد تو وہ صرف اپنے مذہب کے صحیح مفتٰی بہ قول پر فیصلہ دے سکتا ہے ضعیف قول پر فیصلہ دے تو وہ نافذ نہ ہوگا اھ ان پانچوں عبارات کو ردالمحتار میں نقل کیا ہے (ت)

ان روایات صحیحہ صریحہ کثیرہ شہیرہ متوافرہ متظافرہ سے شمس وامس کی طرح واضح ہوا کہ مجوز نے اس روایت پر فیصلہ کرنے میں سراسر خلاف حکم کیا اس بنا پر فیصلہ واجب النقض بلکہ سرے سے باطل محض ہے یہ سب اس تقدیر پر ہے کہ فیصلہ کو اس روایت نادرہ کے موافق فرض کرلیجئے ورنہ انصاف یہ کہ وہ اس کے بھی موافق نہیں، یہ روایت نادرہ مطلقاً ایسے اختلافات یسیرہ کو مانع شہادت نہیں ٹھہراتی بلکہ اس حالت میں جب قرائن صحیحہ امارات صریحہ سے قاضی کو مرتبہ ظن حاصل ہو کہ یہ گواہ جھوٹی گواہی دے رہے ہیں کہ اس میں صاف

---

[1] ردالمحتار بحوالہ فتاوٰی قاسم بن قطلوبغا کتاب القضاء فصل فی الحبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۲۵

[2] ردالمحتار " فوائد بدریۃ ابن الغرس " " " " " " "

[3] ردالمحتار " رسائل ابن نجیم کتاب ادب القضاء الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ص ۲۳۵

شرطِ مذکور :

اذا اتهمتهم ورأیت الریبة فظننت انهم شهود الزور[1]	جب میں ان کو متہم پاؤں اور مشکوک معاملہ دیکھوں تو میں گمان کرتا ہوں کہ یہ گواہ جھوٹے ہیں (ت)

صرف تہمت پر بھی قناعت نہ فرمائی بلکہ زیادہ کیا کہ میں ان میں ریب دیکھ لوں مجھے ان کی شاہد کذب ہونے پر گمان غالب حاصل ہو جائے یہاں مجوز نے ان تمام شہادات میں کیا ریب دیکھ لیا کس بنا پر ان کی یہ گواہی جھوٹ ہونے پر ظن ہاتھ آیا۔

(ریب وتہمت) اس بنا پر کہ اکثر مخلوق نے پیشۂ شہادت زُور اختیار کر لیا ہے محض بے اصل ہے شیوعِ کذب وعدمِ اعتماد خود زمانۂ امام ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی میں کہ قرونِ خیر منقضی ہو چکے تھے شہادت احادیث صحیحہ متحقق ہو لیا تھا ولہذا صاحبین نے برخلاف مذہب صاحب مذہب رضی اللہ عنہم ظاہر عدالت پر اطمینان نہ رکھا خفیہ وآشکارا تحقیق وتزکیہ لازم کیا علماء نے تصریح فرمائی کہ یہ اختلاف اختلافِ برہان نہیں اختلافِ زمان ہے۔ درمختار میں ہے :

لایسأل عن شاھد بلا طعن من الخصم الا فی حد وقود وعندھما یسأل فی الکل ان جہل بحالہم سرا وعلنا به یفتی وھو اختلاف زمان لانہما کانا فی القرن الرابع ولو اکتفی بالسر جاز مجمع وبه یفتی سراجیة[2]	قاضی فریقِ مخالف کے اعتراض کے بغیر گواہوں کی تفتیش نہ کرے ماسوائے قصاص اور حد کے اور صاحبین کے نزدیک تمام مقدمات میں تفتیش کر سکتا ہے اگر قاضی گواہوں کے حال سے ناواقف ہو، تجر، خفیہ اور اعلانیہ بھی۔ اسی پر فتوٰی ہے اور یہ زمانہ کے اختلاف کا معاملہ ہے کیونکہ صاحبین قرن رابع میں تھے، اگر خفیہ تفتیش کرے تو بھی صحیح ہے، اسی پر فتوٰی ہے، سراجیہ۔ (ت)

تو اس روایت میں یہ شیوعِ کذب کی عام بے اطمینانی قطعاً مراد نہیں ورنہ قید وشرط کی حاجت نہ تھی بلکہ بالخصوص ان گواہوں میں کوئی ریب واضح پیدا ہونا مقصود ہے ولہذا "رأیت الریب" فرمایا، پُر ظاہر کہ اس عام احتمالی بات سے ان شہود کے کاذب ہونے پر ظن نہیں ہو سکتا اور روایت میں صراحۃً فرمایا فظننت انہم شہود الزور[3] (تو میں گمان کرتا ہوں کہ یہ گواہ جھوٹے ہیں۔ ت) شادی

---

[1] فتاوٰی ہندیة کتاب ادب القضاء الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۳۴۵
[2] درمختار کتاب الشہادات مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۱
[3] فتاوٰی ہندیہ کتاب ادب القضاء الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۳۴۵

کے چھ سات مہینے بعد طلاق ہونا بھی کچھ موجب ریب نہیں جس طرح تین چار دن بھی والدین کے یہاں نہ چھوڑنے کو
مجوزنے فرطِ محبت پر محمول کرکے اسے مبناے ریب ٹھہرایا ہے یُوں ہی برابر کا احتمال یہ بھی موجود کہ بربنائے 42
خشونت و شدت و سخت گیری ہو جس کا خاتمہ تین طلاق پر ہوا، عورتیں مردوں کے ہاتھ میں قیدی ہیں،
رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اللہ اللہ فی النساء فانھن عوان بین ایدیکم[1] — اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو عورتوں کے حق میں کہ وہ تمھارے ہاتھ میں قیدی ہیں۔

بدمزاج لوگ عورت کو دو دن بھی والدین کے یہاں بخوشی نہیں چھوڑتے نہ بربنائے کمال اُنس و محبت
بلکہ شدت و غلظت و اظہار حکومت، بلکہ یہاں یہی احتمال زیادہ راجح تھا **اوّلاً** عورات کا ضعف۔
الرجال قوامون علی النساء[2] (مرد عورتوں پر قوی منتظم ہیں۔ ت) سرکشی زناں بہ نسبت سخت گیری
مرداں نادر ہے۔

ثانیاً برخلاف معتاد جملہ بلاد اول بار بھی عورت کا بلضمانت جانا تندمزاجی شوہر سے ترس شدید
کا پتہ دے رہا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

ثالثاً نام طلاق جس قدر عورتوں کو سخت شدید ناگوار ہے مردوں کو نہیں کہ اس میں انھیں اپنی
بدنامی کا بھی زیادہ لحاظ ہوتا ہے لوگ کیا کہیں گے کیا سمجھیں گے، کیوں چھوڑ دیا، اور اس کے ساتھ اپنے
عیش باقی اور آنے والی عمر کا خیال کہ زنانِ ہند میں نکاح ثانی عار ہے۔ تو بے طلاق دیئے از پیش خویش
چھوڑنا مشغلہ بنانے اور اس پر مقدمہ لڑانے کی جرأت تو تنہا عورت سے بہت بعید اور سخت محل شبہات
ہے، ہاں جاہل مرد جب جوشِ حکومت میں غضب پر آتے ہیں کبھی ایک طلاق پر نہیں رکتے بلکہ تین پر بھی
اتفاقاً ٹھہرتے ہیں پھر جب غصہ اترتا اور نادم ہوتے ہیں لاعلاج مرض کا علاج ڈھونڈھتے ہیں ایسا
ہی خوفِ خدا ہوا تو صبر کر بیٹھے ورنہ انکارِ طلاق سہل نسخہ ہے بہرحال اس قدر میں شک نہیں کہ ایسے
ضعیف احتمالات بنائے ظننت انھم شھود الزور (تجھے گمان ہو کہ گواہ جھوٹے ہیں۔ ت) نہیں
ہوسکتے تو صاف واضح ہوا کہ فیصلہ اس روایت کے بھی موافق نہیں محض اوہام پر مبنی ہے۔

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین کتاب آداب النکاح دارالفکر بیروت ۵/۳۵۲
احیاء العلوم کتاب آداب النکاح الباب الثالث مطبعۃ المشہد القاہرہ ۲/۴۲
[2] القرآن الکریم ۴/۳۴

(**معاملۂ حلال وحرام**) خود محل احتیاط شدید ہے، مگر یہاں حلت وحرمت کا پلّہ دونوں طرف یکساں اگر واقع میں طلاق نہ ہوئی اور مطلقۂ ثلاث ٹھہرا کر اجازت نکاح ثانی دیں تو معاذ اللہ اجازت زنا ہے اور واقع میں ہوگئی اور بدستور زوجہ بنا کر قبضۂ طلاق دہندہ میں رکھیں تو عیاذًا باللہ اجازت زنا ہے۔ دونوں طرفین کانٹے کی تول برابر ہیں، ہاں اتنا ضرور ہے کہ شوہر کی طرف وہ شبہات ہیں جو ابھی مذکور ہوئے اور مدعا علیہ کا کذب کچھ مستبعد نہیں کہ اس کا اپنا نفع ذاتی ہے خصوصًا عوام سے ایسے مواقع میں کما قد علمت (جیسا کہ آپ معلوم کرچکے۔ت) اور شہود کثیر و متعدد ہیں اور ان کا اپنا ذاتی معاملہ نہیں ایک خود غرض کا کاذب ہونا بہت مسلمانوں کے پرائے پیچھے اپنا دین بیچنے سے آسان ہے۔ غایۃ البیان میں ہے:

الشھادۃ تحمل علی الصحۃ ما امکن[1]۔

شہادت کو ممکن حد تک صحت پر محمول کیا جائے۔(ت)

عنایہ میں ہے:

عند المخالفۃ تعارض کلام المدعی و الشاھد فالمرجح لصدق الشاھدات الاصل فی الشھود العدالۃ لاسیما علی قول ابی یوسف ومحمد رحمھما اللہ تعالٰی، ولایشترط عدالۃ المدعی لصحۃ دعواہ فرجحنا جانب الشھود عملا بالاصل[2] اھ کذا رأیتہ ماثورا عنھا فی بعض منقولاتی۔

مدعی کی بات اور گواہوں کے بیان میں تعارض ہو تو ہم گواہوں کی بات کو ترجیح دیں گے کیونکہ گواہوں میں عدالت اصل ہے خصوصًا امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی کے قول پر، جبکہ مدعی کا صحتِ دعوٰی کے لئے عادل ہونا شرط نہیں ہے تو ہم اصل پر عمل کرتے ہوئے گواہوں کے موقف کو ترجیح دیں گے اھ، میں نے اپنے بعض منقولات میں یوں مذکور پایا ہے۔(ت)

www.alahazratnetwork.org

(**جرحِ شہود**) کثرتِ شہادت کوئی قدح شرعی نہیں، احکامِ الٰہیہ دو قسم ہیں: تکوینی و تشریعی، کسی کے سامنے وقوعِ وقائع متعلق باول ہے اور ان میں اس کی شہادت کا قبول متعلق بثانی، کیا تکوین نے کوئی حد مقرر فرمادی ہے کہ اتنے سے زائد وقائع ایک شخص کے سامنے واقع نہ ہوں گے یا تشریع نے کوئی تحدید بتادی ہے کہ اتنے بار سے زیادہ شہادت شاہد مقبول نہ ہوگی، صکاک کو دیکھئے جس کا واقعی پیشہ ہی تحریر دستاویزات ہے سال میں سیکڑوں لکھتا اور وہ ہر ایک کا گواہ ہے پھر مذہب صحیح میں

---

[1] غایۃ البیان

[2] العنایۃ علی ہامش فتح القدیر کتاب الشہادات باب الاختلاف فی الشہادۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۵۰۱

یہ کثرتِ شہادت اس کی گواہی میں خلل انداز نہیں، خلاصہ وخزانۃ المفتین میں ہے:

شہادۃ الصکاکین تقبل علی الاصح۔[1] وثیقہ نویس کی شہادت مقبول ہے اصح قول کے مطابق۔ (ت)

بزازیہ والفرویہ میں ہے:

شہادۃ الصکاکین تقبل فی الصحیح۔[2] صحیح قول کے مطابق وثیقہ نویس کی شہادت مقبول ہے (ت)

ذخیرہ وغیاثیہ وفتح القدیر وہندیہ میں ہے:

اما شہادۃ الصکاکین فالصحیح انھا تقبل اذا کان غالب حالھم الصلاح۔[3] لیکن وثیقہ نویسوں کی شہادت، تو صحیح یہ ہے کہ مقبول ہے بشرطیکہ ان کا غالب حال درست ہو۔ (ت)

مخبری بروجہ مذکور ضرور فسق ہے مگر غلام ناصر خاں کو اس سے انکار بحت ہے اور جرح تفضل حسین خاں کا جواب سوال میں مذکور، مجوزنے روایت مذکورہ شامی پر محمول کرنے سے ننھے خاں کلن خاں کے فسق کی طرف اشارہ کیا مگر سبب نہ بتایا اور ظہورن بیگم و فاطمہ بیگم مستورات کو شاید پردۂ مستوری میں رکھا حالانکہ بعد تنقیح کے ذمہ قاضی لازم وضوح حال ممکن تھا۔

بالجملہ فیصلہ کے بیانات بالا محض باطل و مختل اور روایت نادرہ ضعیفہ پر بنائے حکم رکھنے سے فیصلہ خود ناجائز ومہمل۔ اور مدارِ حکم صرف اسی قدر پر ہے جو ابتداءً گزرا کہ ان میں کوئی بھی نصاب شہادت بروجہ کفایت موجود تو بلاشبہہ تینوں طلاقیں ثابت اور فیصلہ بحق مدعیہ ہونا لازم۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۴۲: از ریاست رامپور مرسلہ مولوی مفتی عبدالقادر خاں صاحب صدر الصدور ۴ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے سرقطعہ مکانات وغیرہا پاس مساۃ ہندہ بالعوض مبلغ ضمنہ[؟] بیع بالوفا کرکے مساۃ کا قبضہ بعد تحریر وتصدیق کردینے دستاویز بیع بالوفانامہ

---

[1] خزانۃ المفتین کتاب الشہادات قلمی نسخہ ۲/۱۰۷

[2] فتاوٰی الفرویہ بحوالہ بزازیہ الفصل الاول دارالاشاعۃ العربیہ قندھار افغانستان ۱/۳۰۶

[3] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ الذخیرۃ والغیاثیہ وفتح القدیر کتاب الشہادات الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۴۶۹

کی معرفت عمر برادر مسماۃ ہندہ بعد فراغ از اسباب خود مکانات مرہونہ پر کرادیا۔ من بعد مسماۃ ہندہ نے جائداد مرہونہ کرایہ پر مسمی خالد کو ذریعہ کرایہ نامہ مصدقہ کے دے کر قبضہ کرایہ دار مسمی مذکور کا جائداد مرہونہ پر کرادیا، چنانچہ روز رہن سے تخمیناً پندرہ سال تک مسمی زید راہن برابر بہ صورت دیکھتا رہا اور عقد مذکور کی صحت کا مقر رہا بالآخر راہن مذکور نے انتقال کیا اور وقتِ فوت تک اس نے کسی قسم کا عذر نہیں کیا ہندہ نے بعد فوت راہن کچہری میں دلاپانے زر رہن کا دعوٰی کرنا چاہا اس ارادہ ہندہ سے ورثائے راہن مطلع ہوئے تو بطور پیش بندی ورثائے راہن خلاف مضمون دستاویز اور خلاف قول راہن بنام مرتہنہ و شوہر مرتہنہ اس بیان سے کچہری میں دعویدار ہوئے کہ پدر مدعیان نے مبلغ صمـــہ عہ بشرح سود ۱۳ ر۱ پائی فیصدی ماہوار بہ تحریر دستاویز تمسک کفالتی باستغراق جائداد و بکر (شوہر مرتہنہ) سے قرض لینا چاہا جس کو مسمی بکر مذکور نے قبول و منظور کیا اور بوقت تکمیل معاہدہ دستاویز سودی کو اپنے حق میں تحریر کرانا خلاف شان ثقاہت سمجھ کر بجائے دستاویز تمسک کفالتی کے دستاویز بیع بالوفا بجائے اپنے نام کے اپنی زوجہ (مرتہنہ) کا نام تحریر کرایا اور بواسطے اخفاء لفظ سود کے رقم سود قرار یافتہ کی بابت ایک دوسری دستاویز بنام نہاد کرایہ نامہ برادر راہن سے تحریر کرائی جس میں للعـہ رقم سود قرار یافتہ کو بلفظ کرایہ تحریر کرایا قبض و دخل مرتہنہ و شوہر مرتہنہ یا کرایہ دار مذکور کا کبھی نہیں ہوا چنانچہ مبلغ صمـ لـما ســہ ؎ بابت سود بحساب للعـہ ماہوار اور مبلغ الـــــہ منجملہ زر اصل ذریعہ تمسک نوشتہ (بکر) شوہر مرتہنہ من بعد بمامہ ـــــہ بشرح سود ـــــہ ماہوار بہ منہائی رقم سود الــــہ سودی اصل کی پدر مدعیان نے (بکر) کو ادا کئے علاوہ الــــہ مندرجہ بالا کے سمـ لـما عـہ بابت سود بکر کے پاس پہنچی کل مقدار رقم ادا کردہ کی صمـ لـما عـہ ہے بموجب شرع شریف معاملہ بیع بالوفا حکم رہن میں ہے اور رہن میں قبضہ لازمی ہے اور موافق مذہب اسلام سُود کا لینا قطعاً ناجائز ہے اور رقم کرایہ بابت مرہونہ راہنان سے لینا بھی نادرست ہے اس لئے جس قدر رقم بنام نہاد کرایہ راہن سے وصول کی ہے وہ کل رقم لائق مجرائی و محسوبی باصل زر رہن ہے اور زر فاضل کی واپسی کے مستحق ہم وارثان راہن ہیں لہذا اصل دستاویز بیع بالوفانامہ و کرایہ نامہ بالیفائے کل زر مندرجہ بیعنامہ بالوفا یعنی صمـــہ بتجویز انفکاک رہن و مبلغ اعـ لـما عـہ ؎ زر فاضل مسماۃ ہندہ و بکر سے مدعیان کو دلائے جائیں بتردید دعوٰی مدعیان از جانب بکر شوہر مرتہنہ جواب دیا گیا کہ پدر مدعیان سے جو معاہدہ ہوا تھا وہ مسماۃ ہندہ سے ہوا تھا اصل فریق معاملہ مسماۃ مرتہنہ مذکورہ ہے زر ثمن بھی ملک اسی کا ہے من مدعا علیہ نے کوئی رقم کرایہ یا زر اصل وصول نہیں کی نہ رسیدات دیں، مدعیان کو بوجہ عروض تمادی شش سالہ حق دعوٰی حاصل نہیں ہے

www.alahazratnetwork.org

اور از جانب مرتہنہ (مدعا علیہا) بتردید دعوی مدعیان مذکور کو جواب دیا گیا کہ زر ثمن ملک مجھ مدعا علیہا ہے دستاویز اقراری مورث مدعیان میں عقد بیع بالوفا۔ مجھ مدعا علیہا سے ہونا تحریر ہے شرعًا اس سے انکار کرنے کا حق مورث مدعیان کو بحیات خود نہیں تھا نہ مدعیان کو خلاف قول مورث خود ایسا حق حاصل ہے کیونکہ انکار بعد اقرار شرعًا درست نہیں ہے اور مکانات مرہونہ پر قبضہ مجھ مرتہنہ کا ہوگیا تھا اور کرایہ دار شخص ثالث کے پاس منجانب مجھ مرتہنہ کرایہ پر تھے جس سے قطعہ کلاں بضرورت خود واپس لے لیا گیا ہے مدعیان یا پدر مدعیان سے ایک حبہ وصول نہیں ہوا اگر کرایہ دار شخص ثالث سے کچھ وصول ہوا تو اس کے مجرا پانے کا کوئی حق شرعًا مدعیان کو نہیں ہے کیونکہ وہ شخص غیر اور مدعا علیہا کا کرایہ دار ہے بعد کارروائی ہائے مذکور کچہری نے تنقیحات ذیل وضع کیں،

(۱) گنیشی لال (زید) مورث مدعیان نے مدعا علیہ ۱ (بکر) سے مبلغ صمـ بطور قرض لینا چاہا جس کو مدعا علیہ مذکور نے بشرح سود ۱۳ ر ۱۱ پائی فیصدی ماہوار بہ تحریر دستاویز تمسک کفالتی باستغراق جائداد دنیا قبول کیا، ثبوت ذمہ مدعیان و تردید ذمہ مدعا علیہما ۱ و ۲۔

(۲) مدعا علیہ مذکور نے وقت تکمیل معاہدہ کے اظہار اخذ ربا و دستاویز سودی کو خلاف شان سمجھ کر دستاویز بیعنامہ بالوفا میعادی دس سال تحریر کرایا۔ ثبوت ذمہ مدعیان و تردید ذمہ مدعا علیہما ۱ و ۲۔

(۳) مدعا علیہ ۱ (بکر) نے بوجہ مذکورہ بالا دستاویز میں بجائے نام اپنے کے مدعا علیہا ۲ (ہندہ مشتریہ) کا نام بحیثیت راہن درج کرایا اور واسطے اخفائے سود کے رقم سود قرار یافتہ کی بابت دوسری دستاویز کرایہ نامہ باسم فرضی مول چند عم حقیقی مدعیان سے نمائشی طور پر تحریر کرائی جس میں للعہ رقم سود قرار یافتہ ماہواری کو بہ لفظ کرایہ تبدیل کرکے درج کرایا ثبوت ذمہ مدعیان و تردید ذمہ مدعا علیہا ۱ و ۲۔

(۴) حسب قرارداد مذکورہ مِن ابتدائے ۱۷ دسمبر ۱۹۰۱ء لغایۃ دسمبر ۱۹۱۲ء مبلغ صمـ للعہ بابت سود بشرح للعہ ماہوار باخذ رسید نوشتہ مدعا علیہ مذکور کو ادا کئے گئے اور ۲ جنوری ۱۹۱۳ء کو الـ باخذ تمسک اور عمـ بحساب عہ ماہوار مِن ابتدائے جنوری ۱۹۱۳ء لغایۃ اپریل ۱۹۱۵ء مدعا علیہ مذکور بکر کو ادا کئے گئے ثبوت ذمہ مدعیان و تردید ذمہ مدعا علیہا ۱ و ۲۔

(۵) جائداد مندرجہ دستاویز موروثی ہے جس میں مدعیان بحیات گنیشی لال (زید راہن)

www.alahazratnetwork.org

پدرمدعیان اس کے حصہ دار تھے، ثبوت ذمہ مدعیان وتردید ذمہ مدعا علیہما ع۱و۲ ۔

(۶) جو رقم مدعا علیہ ع۱ نے مورث مدعیان سے بنام نہاد کرایہ وصول کی ہے وہ لائق محسوبی ومجرائی باصل زرِ رہن ہے اور زرفاضل قابل واپسی مدعیان ہے، ثبوت ذمہ مدعیان وتردید ذمہ مدعا علیہما ع۱و۲ ۔

(۷) دستاویز بیعنامہ برضا ورغبت مورث مدعیان بنام مدعا علیہا ع۲ (ہندہ) تحریر ہوئی ہے پس مدعیان کو اپنے مورث کے قول کے خلاف دعوٰی کرنے کا حق بمقابلہ مدعا علیہ ع۱ نہیں رہا۔ ثبوت ذمہ مدعا علیہما ع۱ وع۲ وتردید ذمہ مدعیان۔

(۸) دعوٰی مدعیان کو تمادی عارض ہے۔ ثبوت ذمہ مدعا علیہما ع۱و۲ وتردید ذمہ مدعیان ۔

(۹) مورث مدعیان نے جو مکانات متنازعہ مدعا علیہا ع۲ ہندہ کے ہاتھ بیع بالوفا کئے ہیں زرثمن اس کا مالک مدعا علیہا ع۲ ہے، ثبوت ذمہ مدعا علیہا وتردید ذمہ مدعیان۔

(۱۰) مکانات مندرجہ بیعنامہ بالوفا پر قبضہ حسب قاعدہ شرعی مدعا علیہا ع۲ ہندہ کا ہوگیا تھا اور موہن چند کے پاس منجانب مدعا علیہا ع۲ ہندہ کرایہ پر ہے جس میں سے ایک قطعہ گودام واپس لے لیا گیا ہے، ثبوت ذمہ مدعا علیہا ع۲ ہندہ وتردید ذمہ مدعیان ۔

(۱۱) دعوٰی مدعیان کو دفعہ ۵۱ قانون رجسٹری ودفعہ ۹۲ قانون شہادت عارض ہے، ثبوت ذمہ مدعا علیہما ع۱و۲ وتردید ذمہ مدعیان ۔

(۱۲) جو تحریر بنام نہاد رسید ایک کتاب مدعیان نے داخل کی ہے وہ بے ضابطہ وخلافِ قانون قابلِ ضبطی ہے، ثبوت ذمہ مدعا علیہما ع۱ و ع۲ وتردید ذمہ مدعیان، بعدہ کچہری نے اپنی تجویز نسبت ہر امر تنقیح کے بطریق مندرجہ تحت صادر کی۔

(تجویز)

تنقیح ع۱ کے بارہ میں میری رائے یہ ہے کہ موتی شاہ اور وزیر خاں کی شہادت میں حسب مراد تنقیح ع۱ کے گنیشی لال (زیدراہن) مورث مدعیان اور عبدالغفار خاں کے مابین معاہدہ قرضہ ضمنی ۵۰۰ کا بشرح سود للعہ ماہوار اور جائداد مندرجہ دستاویز کی کفالت کیلئے دینا بحق مدعیان ثابت ہے۔

تنقیح ع۲و۳ درحقیقت ایسے امور میں جن کا شہودی ثبوت ناممکن ہے البتہ امور مذکورہ کا ثبوت نیت میں ہوتا ہے اور نیت مذکورہ حالات ذیل میں ثابت ہوتی ہے یعنی مدعا علیہ ع۱ (بکر شوہر مرتہنہ) مسلمان ہے اور پیشکار کچہری بھی ہے اس لئے برے معاملات میں اس کو خود معاہدہ کرنا اور دستاویز زوجہ

کے نام لکھنا عین مصلحت ہے اسی طرح سود کا لینا کسی مسلم اور خاص کر ذی علم شخص کو سراسر معیوب ہے لہذا رقم سود کا نام بدل کر کرایہ کا نام لکھنا ایک حیلہ ضرور ہے۔ دوسرے رقم [illegible] کو خود وصول کرنا (جس کی بابت آئندہ تصریح کی جائے گی) اور رقم کرایہ مندرجہ کتاب کا خود وصول کر کے اپنے دستخط کرنا اور مدعا علیہا ۲ (دہندہ مرتہنہ) کا نام نہ لکھنا صاف طور پر اس نیت کو جو تنقیحات ۲ و ۳ کا ماحصل ہے ثابت کر رہا ہے اس لئے میں ان دونوں تنقیحوں کو بحق مدعیان قرار دیتا ہوں۔

تنقیح ۴ کے متعلق میری تجویز ہے کہ (محمد رضا خاں و مظہر حسین خاں) کی شہادت سے [illegible] کے پہلے پہنچنے کا اقرار مدعا علیہ ۱ اور [illegible] روبرو گواہان مذکور گنیشی لال (زید راہن) کا مدعا علیہ ۱ کو دینا جملہ [illegible] کا پاس مدعا علیہ مذکور پہنچنا اور عبدالعزیز و سید عبدالعزیز کی شہادت سے [illegible] کے پہلے پہنچنے کا اقرار اور [illegible] گواہان کی موجودگی میں دیا جانا جملہ [illegible] کا پاس مدعا علیہ ۱ کے پہنچنا اور (عجائب الدین و احمد نبی خاں ولد مسیتا خاں) کی شہادت سے [illegible] کے پہلے پہنچنے کا اقرار اور [illegible] کا نقد روبرو گواہان مذکور دیا جانا جملہ [illegible] کا پاس مدعا علیہ مذکور پہنچنا اور (حیدر علی خاں و عبدالرحیم خاں) کی شہادت سے [illegible] کے پہلے پہنچنے کا اقرار مدعا علیہ مذکور اور [illegible] کا نقد گواہان مذکور کے روبرو دیا جانا جملہ [illegible] کا پاس مدعا علیہ مذکور پہنچنا اور (الطاف علی خاں و محمد بشیر و انور بیگ) کی شہادت سے [illegible] کا پہلے پہنچنے کا اقرار اور [illegible] کا نقد گواہان مذکور کے روبرو دیا جانا جملہ [illegible] کا پاس مدعا علیہ مذکور پہنچنا اور (بجن ولد غلام محی الدین و حید حسین) کی شہادت سے [illegible] کا پہلے پہنچنے کا اقرار مدعا علیہ ۱ اور [illegible] کا بمواجہ گواہان مذکور نقد دیا جانا [illegible] پاس مدعا علیہ مذکور پہنچنا ثابت ہے مضمون شہادت مصرحہ بالا میں ثابت ہے کہ بعض حصہ کل رقم موصولہ کا اقرار اور بعض حصہ مشاہدہ گواہان (جنکے روبرو رقوم دیگئی ہیں ثابت ہوتا ہے جن رقوم کے اقرار کی شہادت ہے ان کی صداقت کا یہ قوی قرینہ ہے کہ دیگر شہادتیں اس کی بالترتیب تائید کرتی ہیں اور اس کے متعلق رسیدات مدعا علیہ مذکور (شمولہ کتاب رسیدات ہے جس کی بابت ہم آئندہ تفصیلی بحث کریں گے) پیش ہوتی ہیں جو شہادت اقرار کی کامل تائید کرتی ہیں اس لئے اس رقم اقراری کے ایصال کو بوجہ تائید شہادت تحریری میں ثابت قرار دیتا ہوں، لیکن منجملہ [illegible] کل رقم مودی بنام نہاد کرایہ کے [illegible] کی ایسی رقم ہے جس کے متعلق مدعیان نے کوئی رسید پیش نہیں کی اور تحریر کرتے ہیں کہ مدعا علیہ ۱ کے براہ بدنیتی اس رقم کی رسیدات نہیں دیں بوجہ نہ ہونے شہادت تحریری کے قابل منہائی جانتا ہوں جس کے منہا ہونے کے بعد [illegible] باقی رہتے ہیں اس لئے باتفاق شہادت مدعیان و

تحریرات مدعا علیہ عہ رقم صہ للعہ عہ کا پاس مدعا علیہ مذکور حسب اطمینان کچہری پہنچنا ثابت ہے ایصال رقوم مندرجہ بالا کے ثبوت میں جو کتاب رسیدات مدعیان نے پیش کی اس کتاب میں سوائے رقم عہ کے باقی جملہ رقوم درج ہیں جن کی وصول کے بابت مدعا علیہ کے دو قسم کے دستخط ہیں ایک بنام عبدالغافر خاں دوسرا بنام دولہ خاں جو دستخط بنام عبدالغافر خاں تحریر ہیں ان کے ثبوت میں مدعیان نے متعدد گواہان عہدہ داران متعلق شناخت تحریر خط و دستخط طلب کرائے ہیں اور واسطے مطابقت دستخطوں کے پندرہ قطعہ ثمن وغیرہ مجریہ کچہری دیوانی اور بیس قطعات اطلاعنامجات مجریہ کچہری فوجداری پیش کئے جن پر مدعا علیہ عہ کے مسلم دستخط ثبت ہیں شہادت عہدہ داران مذکور اور مطابقت و معائنہ دستخطہائے مثبتہ کاغذات مذکور دوم مثبت لپشت ثمن ابتدائی مثل ہذا و دستخطہائے اطلاعیابی و نیز احکام کچہری میں باطمینان کچہری ثابت ہے کہ کتاب رسیدات پر جس قدر دستخط بنام عبدالغافر خاں تحریر ہیں وہ یقیناً مدعا علیہ عہ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں اور تحریر بھی اسی کے ہاتھ کی ہے اور جس جگہ دستخط بنام دولہ خاں تحریر ہیں ان کی طرز تحریر اور رشان خط اور روشن قلم سے ثابت ہے کہ وہ بھی مدعا علیہ عہ کے ہاتھ کی ہیں اور اکثر شہادت قول سے یہ امر ثابت ہے کہ مدعا علیہ عہ کا عرف دولہ خاں بھی ہے۔ واسطے ثبوت اور جانچ اس امر کے کہ دستخط مثبتہ کتاب رسیدات فی الواقع مدعا علیہ مذکور کی ہیں دو طریقے ہیں ایک تو شہادت ایسے اشخاص کی جو مدعا علیہ مذکور کے دستخط پہچانتے ہیں، دوسرے مطابقت ان دستخطوں سے جو تحقیقی طور پر مدعا علیہ مذکور کی ہیں، پس دونوں طریقوں مصرحہ بالا سے کچہری کو اطمینان اس امر کا ہوگیا کہ دستخطہائے مثبتہ کتاب رسیدات یقیناً مدعا علیہ مذکور کے ہیں۔

فقرہ ثانی تنقیح عہ یعنی رقم الـ ؁ کی ادائیگی اور رقعہ کی تحریر کی بابت میری یہ رائے ہے کہ شہادت شیخ عفران و محمد علی خاں سے الـ ؁ کا پاس مدعا علیہ عہ پہنچنا ثابت ہے اور منشی فدا علی خاں پیشکار دیوانی اور منشی گوری سہائے ناظر فوجداری و منشی فیاض علی خاں پیشکار کچہری جج با بو شمس الدین سب انسپکٹر پولیس و سید فرزند علی ناظر سیکریٹریٹ و منشی تشکیل احمد اہلمد فوجداری و منشی سید احمد وکیل کی شہادت سے بخوبی ثابت ہے کہ رسید الـ ؁ کی مدعا علیہ عہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے اور اسی کے دستخط اس پر ثبت ہیں اس کے علاوہ دیگر دستخطہائے مدعا علیہ مذکور مثبتہ کاغذات ثمن و اطلاعنامجات و لپشت ثمن و نیز احکام کچہری کے معائنہ و مطابقت سے حسب اطمینان کچہری ثابت ہے کہ دستخط مثبتہ رقعہ الـ ؁ کے اور تحریر خاص مدعا علیہ عہ کے ہاتھ کی اور اسی کے دستخط ہے جس میں کسی قسم کا شک و شبہ باقی نہیں رہا یقیناً یہ رقم منجملہ زر رہن

کے ہے اور رقعہ میں حوالہ صمہ؁ زر رہن کا دیا گیا ہے لہذا بمنشاء ۹۲ دفعہ ۱۷ قانون رجسٹری ریاست کے رسید مذکور کا رجسٹری ہونا لازمی ہے اور چونکہ وہ رجسٹری نہیں کرائی گئی اس لئے بمنشاء دفعہ ۴۹ قانون رجسٹری مذکور ثبوت میں لینے کے قابل نہیں ہے بناء براں اس رقم الــــــ کا ادا ہونا بوجہ نقص قانونی کے غیر ثابت قرار دیا جاتا ہے۔

تنقیح ۵ یعنی جائداد مرہونہ کا موروثی مدعیان ہونا اور بحیات گنیشی لال مدعیان کا حصہ دار ہونا کسی شہادت سے ثابت نہیں ہے اس لئے اس تنقیح کو میں خلاف مدعیان فیصل کرتا ہوں۔

تنقیح ۶ کے بارہ میں میری یہ رائے ہے کہ جو رقم مدعا علیہ ۱ نے (بحیثیت شوہر مرتہنہ) مورث مدعیان (زید راہن) سے بنام نہاد کرایہ وصول کی ہے اور جس کے ایصال کو کچہری نے ثابت قرار دیا ہے بقدر صمہ؁ حسب تصریحات صدر ہوتی ہے میرے نزدیک وہ رقم بوجوہ قابل مجرائی بر زر اصل ہے۔ اول یہ کہ کچہری دیوانی سے یہ امر طے ہو چکا ہے کہ بیع بالوفا بمذہب حنفی حکم رہن میں ہے اور شئی مرہونہ کا کرایہ اور دیگر محاصل حق راہن اور قابل مجرائی بر زر رہن ہے جیسا کہ نقول فیصلجات پیش کردہ مدعیان سے ثابت ہے، دوم یہ کہ شہادت اشرف علی خاں و دیگر گواہان سے یہ امر ثابت ہے کہ کرایہ نامہ برضامندی و اجازت گنیشی لال (زید راہن) لکھا گیا تھا کہ رقم کرایہ خود گنیشی لال نے وقتاً فوقتاً ادا کی جیسا کہ تجویز تنقیح ۱۳ سے ثابت ہے اس رضامندی و اجازت راہن سے حسب فتوی مدرسہ اہلسنت بریلی پیش کردہ خود مدعا علیہما رہن باطل ہو گیا اور رقم زر رہن قرضہ خالص ہو گیا پس بلا اختلاف وہ رقم جو بنام نہاد کرایہ وصول ہوئی ہے وہ لائق مجرائی بر زر رہن ہے، سوم یہ کہ حسب تصریح مندرجہ تجویز تنقیح ۱ قبضہ مرتہن ثابت نہیں ہوا تو اس صورت میں بھی قرضہ سادہ اور رقم موصولہ بنام نہاد کرایہ ضرور لائق محسوبی و مجرائی بر زر اصل رہن ہے۔

تنقیح ۷ و ۸ کے متعلق کوئی ثبوت قانونی پیش نہیں کیا گیا اس لئے وہ بھی مدعا علیہما غیر ثابت ہے۔

تنقیح ۹ کے متعلق صرف حافظ عثمان خان نے شہادت دی ہے مگر وہ مثبت اس تنقیح کی نہیں ہے۔

تنقیح ۱۰ بوجوہ ذیل میرے نزدیک بھی مدعا علیہا ۲ ثابت نہیں ہے، اول یہ کہ جس قدر گواہان جانب مدعا علیہا ۲ (ہندہ مرتہنہ) میں پیش ہوئے ہیں ان کی شہادت سے پورے طور پر فارغ ہونا کل مکانات کا اسباب و سامان راہن سے ثابت نہیں ہے اس لئے کہ کل گواہان مدعا علیہ ۲ بیان

کرتے ہیں کہ مکانات مذکور میں اوپر بھی درجات ہیں اور اوپر کے درجات میں ہم نہیں گئے، پس ظاہر ہے کہ جب اوپر کے درجوں میں ان گواہوں نے خود جا کر نہیں دیکھا تو ان گواہوں کی شہادت سے فارغ ہونا کل مکانات کا اسباب و سامان راہن سے جو شرط ضروری قبضہ مرہونہ کی ہے کس طرح ثابت مانا جا سکتا ہے۔

ثانیاً یہ کہ شہادت مذکور سے تعلق عمر خاں قبضہ گیرندہ کا بھی نہیں ہوتا، چونکہ وہ فوت ہو گیا ہے اس لئے اس کا یعنی واسطے حصول قبضہ کے موجود ہونا ضروری تھا۔

ثالثاً اہم وجہ بے اثری قبضہ محمد عمر خاں یہ ہے کہ بضمن تجویز تنقیح ع۹ اصل صاحب معاملہ ہونا مدعا علیہا ع۲ (رہندہ مرتہنہ) کا غیر ثابت ہے اور بضمن تجویز تنقیح ع۱ مابین مولوی عبد الغافر خاں و گنیشی لال کے معاہدہ ہونا ثابت ہے، ایسی حالت میں منجانب مدعا علیہ ع۲ محمد عمر خاں (عمر برادر مرتہنہ) کا قبضہ کب مفید ہو سکتا ہے۔

رابعاً یہ کہ مدعیان نے نقل فیصلہ اجلاس عالیہ جوڈیشلی بمقدمہ جانی بیگم اپیلانٹ بنام نایاب بیگم رسپانڈنٹ مورخہ ۹ دسمبر ۱۹۱۴ء میں اس امر کے ثبوت میں پیش کیا ہے کہ اجازت دینا قبضہ کی ثابت نہیں ہے جو باتباع حکم موصوف مبطل رہن ہے، اس میں شک نہیں کہ فیصلہ موصوفہ میں یہ امر تجویز فرمایا گیا ہے کہ راہنہ کی اجازت قبضہ دینے کی مرتہنہ کو ثابت نہیں جو ضروری ہے اور اس مقدمہ میں مدعا علیہا ع۲ (رہندہ مرتہنہ) کا عمر خاں (عمر برادر رہندہ) کو قبضہ لینے کی اجازت لینا کسی شہادت سے ثابت نہیں ہے، پس بتقلید فیصلہ اجلاس اعلیٰ اگر اجازت راہنہ پر اجازت مرتہنہ قیاس کی جائے تو بلا شبہہ قبضہ زیر بحث میں اجازت مرتہنہ ثابت نہ ہونے سے رہن باطل ہوتا ہے اور یہ امر ظاہر ہے کہ جب رہن میں اجازت قبضہ دینے کی امر ضروری ہے تو قبضہ کے لئے اجازت دینا بدرجہ اولیٰ ضروری ہوگا کیونکہ اسی پر مدار قبضہ مرتہنہ ہے۔

خامساً یہ کہ شہادت مدعا علیہا ع۲ (رہندہ مرتہنہ) میں نسبت ثبوت مکانات و خلو مکانات اختلاف بین ہے۔

تنقیح ع۱۱ کے متعلق کوئی ثبوت قانونی یا نظیر ایسی پیش نہیں ہوئی جس سے میں تنقیح مذکور کو ثابت قرار دوں میرے نزدیک اس مقدمہ میں دفعہ ۱۵ قانون رجسٹری ریاست اور دفعہ ۹۲ قانون شہادت کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

تنقیح ع۱۲ بھی غیر ثابت ہے بلکہ تردید اس کی ثابت ہے کیونکہ رسید کرایہ کے لئے بمنشاء دفعہ ۱۴

قانون رجسٹری کے رجسٹری ہونا ضروری نہیں ہے البتہ ٹکٹ رسید کی ضرورت ہے چونکہ اس پر ٹکٹ رسید نہیں تھا اس کا تاوان ایک روپیہ وصول ہوگیا ہے اس لئے بمنشا مدب دفعہ ۵۲ قانون اسٹامپ ریاست قابلِ قبول ہے اور حسب اعتراض مدعا علیہما لائقِ ضبطی و خلاف قانون و بے ضابطہ نہیں ہے بوجوہاتِ بالا حکم ہوا کہ دعوی مدعیان بتجویز انفکاک رہن مجرائی کل زرمندرجہ بیعنامہ بالوفا و واپسی لا منفک ۵۳۲ زرفاضل بواپسی دلائی جانی بیعنامہ بالوفا و کرایہ نامہ اقراری مورِث چند بنام مدعا علیہما عہ ۲ اور ڈگری ہوا اور دعوی مدعیان واپسی الغاصلہ[1] کی خارج ہوا، لہٰذا اب سوالات مندرجہ تحت جواب طلب ہیں:

(۱) آیا وارث کو اپنے مورِث کے اقرار کے خلاف ایسے ادعا کا حق شرعاً حاصل ہے یا نہیں؟

(۲) آیا قاضی کو بلا موجودگی بینہ و اقرار و نکول کے محض اپنے قیاس کی بنا پر دستاویز مصدقہ سرکاری کے فرضیت کا حکم کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور ایسا حکم قابلِ بحالی ہے یا منسوخی؟

(۳) آیا شرعاً قاضی کو عمل بالخط بصورت انکار مدعا علیہ از تحریر خود الخط یشبہ الخط[1] (خط، خط کے مشابہ ہوتا ہے۔ ت) کے خلاف جائز ہے یا نہیں؟ اور رسید پیش کردہ مدعی بصورت موجودہ جس کی بابت کوئی گواہ شہادت ادا نہیں کرتا ہے کہ ہمارے سامنے رسید لکھی گئی ہے صرف قیاساً شناختِ خط کے گواہ پیش ہوئے ہیں قابلِ قبول ہے یا نہیں؟

(۴) آیا بیع بالوفا میں غیر بائع یعنی کرایہ دار سے بعد قبضہ شرعی جو روپیہ بذریعہ کرایہ وصول کیا جائے وہ زرِ اصل میں قابلِ مجرائی ہے یا نہیں؟

(۵) اگر خود بائع بالوفا کا یہ ادعا ہو کہ میں نے فرضی کرایہ نامہ از غیر تحریر و تصدیق کرایا تھا درحقیقت کرایہ من بائع بالوفا نے ادا کیا ہے تو یہ صورت اجارہ باذن راہن کی ہے یا نہیں؟

(۶) آیا شہادت گواہان معمولی و غیر ثقہ مدعیان سے بمقابلہ مدعا علیہما مقر لہا دستاویزات و اقرارات گنیشی لال (زید راہن) کی فرضیت ثابت بھی ہوسکتی ہے اور ایسی فرضیت کی شرعاً کوئی سند ہے؟

(۷) آیا محض دو گواہوں کے (جس میں ایک سزا یافتہ ہے اور دوسرا گواہ جہاں ملازم ہے وہاں

www.alahazratnetwork.org

؎۱ العقود الدریۃ کتاب الدعوٰی ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۱۹

مدعی تحویلدار ہے) اور مدعی کا اس پر ہر وقت اثر ہے اس قدر بیان سے کہ گفتگوئے معاہدہ شوہر مرتہنہ اور بائع بالوفا کے درمیان میں ہمارے سامنے صمے قرض دینے کے متعلق ہوئی تھی تو ایسی صرف دو شہادتوں کی بنیاد پر کہ جو دستاویزات کی تصدیق ہونے سے بیشتر کی شہادت خلاف دستاویزات مصدقہ ادا کریں اور نہ اپنی موجودگی ہنگام تصدیق دستاویزات بیان کریں اور نہ مسماۃ ہندہ مشتریہ بیع بالوفا کے کسی اقرار کے متعلق شہادت ادا کریں کچہری دستاویزات مصدقہ کو شرعاً فرضی قرار دے سکتی ہے اور مدعا علیہا ۲ (مشتریہ بیع بالوفا) کا حق شرعاً ضائع ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور ایسی شہادت مدعا علیہا مذکورہ کی مقابلہ میں شرعاً کیا اثر رکھتی ہے؟ جس قدر گواہ منجانب مدعیان پیش ہوئے ہیں وہ سب مستور الحال اور غیر ثقہ ہیں کچہری نے کسی گواہ کی حیثیت تحت اظہار تحریر نہیں کی ہے کہ یہ گواہ کیسی حیثیت کا ہے حالانکہ حکم ریاست جاری و نافذ ہے کہ ہر گواہ کے ختم بیان پر کچہری کی جانب سے نوٹ حیثیت گواہ کا لکھا جائے کہ گواہ کچہری کے نزدیک کیسی قسم کا ہے آیا ثقہ یا غیر ثقہ یا مستور الحال ہے جس سے گواہ کی معتبری کا اندازہ ہو سکے۔

پس ایسی حالت میں شہادت گواہان مدعیان پر حاکم اپیل کو شرعاً کیا حکم دینا چاہئے؟

(۸) آیا مدعیان حسب قول خود بشرح سود ۱۲؍ ۱ پائی سود فیصدی ماہوار رقم سود صمے قرار داد ہونا بیان کرکے للعہ ماہوار میزان قائم کرکے ادائیگی بیان کرتے ہیں اور نیز گواہ بھی اسی طرح شہادت ادا کرتے ہیں لیکن بحساب ۱۲؍ ۱۱ پائی فیصدی ماہوار کی رقم صمے پر سود للعہ ۱۰ پائی ہوتا ہے تو ایسی تناقض عرضی دعوی وشہادت علی الزیادات پر کچہری مقدمہ کی ڈگری شرعاً کر سکتی ہے اور اگر کچہری ڈگری ایسی صورت میں صادر کرے تو وہ ڈگری شرعاً قابل بحالی ہے یا منسوخی؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اللّٰھم لک الحمد یا وھاب اسئلک ھدایۃ الحق والصواب (اے اللہ! حمدیں تیرے لئے ہیں، اے عطا کرنے والے! میں تجھ سے حق اور ہدایت کی رہنمائی چاہتا ہوں۔ ت)

کلام طویل اور فرصت قلیل اور طبیعت علیل اور سائل کو تعجیل، لہذا چند مفید وکافی کلمات پر اقتصار اور انھیں کے ضمن میں جواب سوالات ضروریہ کا اظہار ہو وباللہ التوفیق سائل نے دار الافتاء میں عرضی دعوی وبیان تحریری وفیصلہ وعبارت رسیدات مندرجہ بہی اور بیعنامہ وکرایہ نامہ اور مدعی کے بیس گواہان تحوقی شاہ، وزیر خاں، محمد رضا خاں، منظر حسین، عبد العزیز خاں، سید عبد العزیز،

حافظ عجائب الدین خاں، احمد خاں ولد میاں خاں، حیدر علی خاں، عبدالرحیم خاں، الطاف علی، محمد بشیر، انور بیگ، نجن، حیدر حسین، اشرف علی خاں، احمد خاں ولد عبدالنبی خاں، نجف علی خاں، محمد عفران، فولی خاں کے اظہارات کی نقول پیش کیں جبکہ رسیدات و بیانات موتی شاہ و وزیر خاں کی باضابطہ باقی سادہ، ان کے ملاحظہ سے واضح ہوا کہ نہ دعوی صحیح نہ شہادتیں نہ فیصلہ منصب افتاء شرع مطہر کا حکم بتانا ہے اور زمانہ حسب ارشاد حدیث وہ کہ معروف منکر ہے اور منکر معروف۔ اہلِ اسلام حکم شرع پر گردن رکھیں اگرچہ غلط رواج سے بیگانہ نظر آئے۔

دعوے

دعوٰی تین وجہ سے باطل ہے:

اوّل وارث ومورث مثل شخص واحد ہیں، مورث کے اقرار ثابت کے خلاف وارث کا دعوٰی تناقض ہے اور غیر محل خفا میں تناقض مبطل دعوی۔ وجیز امام کردری پھر بحرالرائق جلد ہفتم ص ۳۹ پھر فتح اللہ المعین جلد ۳ ص ۴۲ پھر طحطاوی علی الدرالمختار جلد ۳ ص ۲۱۶ میں ہے:

اعلم ان التناقض کما یکون من متکلم واحد یکون من متکلمین کمتکلم واحد حکما کوارث ومورث[1]

معلوم ہونا چاہیے کہ جس طرح تناقض ایک متکلم کے کلام میں ہوتا ہے اسی طرح ایسے دو متکلم حضرات کے کلاموں میں جو ایک متکلم کے حکم میں ہوں، مثلاً وارث اور مورث دونوں کا کلام ایک متکلم کے حکم میں ہے۔ (ت)

فتح المعین وطحطاوی صفحات مذکورہ میں اس کے بعد ہے:

وفی ھذا دلالۃ ظاہرۃ علی ما نقلہ الشیخ حسن (یعنی العلامۃ الشرنبلالی) فی رسالۃ الابراء عن فتاوی الشیخ الشلبی حیث حکی الاجماع علی ان دعوی الوارث لاتسمع فی شیئ لاتسمع فیہ دعوی مورثہ ان لوکان حیا فادعی[2]

اور اس میں شیخ حسن یعنی علامہ شرنبلالی کی رسالہ الابراء میں شیخ شلبی کے فتاوٰی سے منقول کلام پر ظاہر دلالت ہے جہاں انھوں نے یہ اجماع ذکر کیا ہے کہ جہاں مورث اپنی زندگی میں کوئی دعوٰی کرتا تو اس کا دعوٰی وہاں مقبول نہ ہوتا وارث کا ایسا دعوٰی قابلِ سماعت نہ ہوگا۔ (ت)

دوم واپسی دستاویزات کے دعوٰی میں حکم شرعی یہ ہے کہ اگر کاغذ دستاویز ملک مدعا علیہ

---

[1] و [2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب القضاء مسائل شتی دارالمعرفۃ بیروت ۳/۲۱۶

تو دعوی راسا باطل، صرف رسید پانے کا دعوی کرسکتا ہے اگر نہ پاتی ہو اور اگر مالک مدعی ہے تو ضرور ہے کہ دعوی میں کاغذ کی مقدار اور اس کی صفت بیان کرے ورنہ دعوی بوجہ جہالت نامسموع، یہاں مدعیوں نے ان میں سے کچھ نہ بیان کیا لہذا دعوی مدفوع۔ حاوی زاہدی وقنیہ باب المداینات وعقود الدریہ جلد دوم صفحہ ۲۰۸،

طلب القبالة من رب الدین بعد القضاء فللمدیون طلبها منهم ان کانت الکاغذة مملوکة له وان کانت مملوکة للدائن فله طلب وثیقة القضاء منه ولابد فی صحة دعوی القبالة من بیان قدر الکاغذة وصفتها وبیان قدر المال المکتوب فیها[1] (ملخصًا)

قرض کی ادائیگی کے بعد قرضخواہ سے دستاویزات طلب کرنا مقروض کا حق ہے بشرطیکہ وہ دستاویزات مقروض کی ملکیت ہوں، اور اگر وہ قرض خواہ کی ملک ہوں تو پھر مقروض کو صرف ادائیگی کی رسید کے مطالبہ کا حق ہے اور دستاویزات کے دعوی میں مدعی پر لازم ہے کہ وہ ان دستاویزات کی مقدار اور ان کی صفت اور ان میں درج شدہ مال کی مقدار کو بیان کرے (ملخصًا)۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ریاست رامپور میں علاقہ قدیم پر اسٹامپ کی قید بہت جدید ہے اگر ان دستاویزوں تک نہ تھی جب تو ظاہر اور تھی تو جب بھی اس قدر تعیین مدعی بہ کے لئے کافی نہیں کبھی کاغذ کم قیمت کا پیش ہوتا ہے جس پر تاوان لے کر رجسٹری کردیتے ہیں کبھی جتنی قیمت کا قانوناً چاہئے خزانے میں نہیں ہوتا تو دو قطعے دئے جاتے ہیں کبھی عبارتِ دستاویز قطعاً اسٹامپ پر پوری نہیں آتی سادہ ضمیمہ لگاتے ہیں تو صرف اس قدر کہ اس نوعیت کی دستاویز پر اتنے کا اسٹامپ ہوگا، تعیین کاغذ نہیں کرسکتا بلکہ دعوی میں اس کا بیان ضرور ہے کہ کاغذ کس قیمت کا ہے، ایک قطعہ ہے یا دو، تنہا ہے یا مع ضمیمہ، ضمیمہ ہے تو کس مقدار و صفت کا ہے، یہاں ان میں سے کچھ مذکور نہیں لہذا دعوی مسموع نہیں۔

سوم دعوی زر کے ساختہ پرداختہ ہونے پر ایک اور قرینہ واضحہ بھی ہے، بنیوں کو حساب خصوصاً سود کے محاسبات میں کمال مشق و مہارت ہوتی ہے لیکن عرضی دعوی تیز شہود مدعی کے بیانوں پر حساب بہت گندا ہے اولاً مدعیوں نے پانچ ہزار پر شرح ماہوار فیصدی ۱۲ ار ۱۱ پائی بتائی پھر سب نے ماہوار للعہ حالانکہ شرح مذکور سے پانچ ہزار پر للعہ ۱۰ پائی ماہوار ہوتا ہے بننے کا ہر مہینے

---

[1] العقود الدریۃ کتاب المداینات ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۲۵۰

سود میں آٹھ آنے ماہوار سے زیادہ دینا اور پندرہ برس تک اسی غلطی پر جما رہنا اور کبھی متنبہ نہ ہونا عادۃً معقول نہیں۔

ثانیاً ۱۷ دسمبر سنہ ۱ سے ختم ماہ تک پندرہ دن ہوتے ہیں مدعیوں نے ان کی بابت بائیس روپے رکھے اور یہی رسید میں دکھائے۔ دسمبر ۳۱ دن کا ہے اس کے ۱۵ دن کے شرح مذکور پر ۱ عہ ۲۳/۳۱ پائی ہوئے کہ اکیس روپے سے تین پیسے بھی زائد نہیں نہ کہ پورے بائیس اور اگر للعہ ہی شرح لیں تو ان پندرہ دن کے ۱ عہ ۲۳/۳۱ پائی ہوئے اب بھی بائیس روپے میں ۱۱ر سے زائد زیادہ گئے، کیا ضیاء الدین ۱ آنہ سود کے حساب میں زیادہ دیگا۔

ثالثاً ایک ہزار زر اصل سے ادا ہونے کے بعد حسب شرح اقراری مدعیان للعہ ۸ پائی ماہوار رہا نہ کہ عہ جو مدعیوں نے لکھا کہ ہر مہینے پر ۶ر ۷ پائی زائد ہے اور اگر چالیس ہی روپے لیں تو عہ ۲ر ۳ پائی ہوا اب بھی ۲/۵ پائی کی زیادت ہے حساب میں اسے بھی غلط کہیں گے اور مرورِ زمان سے اس کی مقدار روپوں کو پہنچے گی۔

رابعاً یہ ہزار کی ادا ۳ جنوری سنہ ۱۳ کو بتائی اور جب سے آخر اپریل سنہ ۱۵ تک ماہ ۱۱ر پہنچی عہ کے حساب سے صرف ۲۸ عہ کے حساب سے یہ رقم یکم جنوری سے پورے ۲۸ ماہ کی ہوتی حالانکہ ان کے زعم پر جنوری کے پہلے دو دن تک للعہ کی پوری رقم باقی تھی اس پر جنوری کے دو یوم کے ۱۲ر ۱۰ ۲۲/۳۱ پائی ہوتے اور عہ کے حساب سے صرف ۲ر ۳ ۲/۳۱ پائی رہ گئے ساڑھے آٹھ آنے سے زیادتی کی کمی ہے، یہ سب اغلاط دعوے پر ہے شرح اقراری مدعیان ۱۷ دسمبر سنہ ۱ سے آخر اپریل سنہ ۱۵ تک حساب یہ ہوا۔

ایام	روپے	آنے	پائی	ایام	روپے	آنے	پائی
۱۵ ایام دسمبر سنہ ۱ بشرح للعہ ۱۰ پائی	۲۱	۰	۸ ۱۰/۳۱	۲۹ جنوری سنہ ۱۳ بشرح للعہ ۸ پائی	۳۲	۸	۹ ۱/۳۱
از جنوری سنہ ۲ لغایة دسمبر سنہ ۱۲ گیارہ سال	۵۷۴۰	۱۰	۰	از فروری سنہ ۱۳ لغایة اپریل سنہ ۱۵ ۲ سال ۳ ماہ	۹۳۹	۶	۰
یکم و دوم جنوری سنہ ۱۳	۲	۱۲	۱۰ ۲۲/۳۱				
				مجموع	۶۷۳۶ R	۶ A	۳ ۳/۳۱ P

کل ۹ر۴ [illegible] پائی دیئے تھے لیکن مدعی اور گواہ اور رسیدات سب ۱۱ر [illegible] دینا بتاتے ہیں محال عادی ہے کہ ہوشیار بنیا تیرہ چودہ برس غلطی میں پیچاں رہ کر ۹، روپے ۴ آنے، $\frac{29}{31}$ پائی حساب سے زیادہ دے دے یہ ہرگز معقول نہیں اور ایسا دعوٰی کہ ظاہر حال مدعی جس کی تکذیب کرے مقبول نہیں، بحرالرائق میں ہے:

ان من شرط سماع الدعوی ان لایکذب المدعی ظاھر حالہ ثم رأیت ابن الغرس فی الفوائد الفقھیۃ (صرح بہ فقال) ومن شروط صحۃ الدعوی ان یکون المدعی بہ مما یحتمل الثبوت بان لایکون مستحیلا عقلا اوعادۃ، فان الدعوی والحال ماذکر ظاھرۃ الکذب لان المستحیل العادی کالمستحیل العقلی[1] (ملخصاً)

دعوٰی کے قابلِ سماعت ہونے کے لئے شرائط میں سے ہے کہ مدعی کا ظاہر حال اس دعوٰی کی تکذیب نہ کرتا ہو، پھر میں نے فوائدِ فقہیہ میں ابن الغرس کی تصریح دیکھی تو انھوں نے کہا کہ دعوٰی کی صحت کیلئے شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ جس چیز کا دعوٰی کیا ہو وہ قابلِ ثبوت بھی ہو یوں کہ وہ عقلاً یا عادۃً محال نہ ہو کیونکہ اگر دعوٰی ایسا ہو کہ وہ ظاہراً جھوٹ ہو تو قابلِ سماعت نہ ہوگا کیونکہ محال عادی محال عقلی کی طرح ہوتا ہے (ملخصاً)۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

غایت درجہ یہاں عذر خطا ہوگا یعنی مدعیوں نے براہِ غلط اس شرح کا اقرار کیا مگر بعد اقرار ادعائے خطا مردود و بیکار۔ فتاوٰی قاضیخاں و اشباہ والنظائر و قنیہ و درمختار و عقود الدریہ وغیرہا میں ہے:

اقر بشیئ ثم ادعی الخطا لم تقبل[2]

ایک چیز کا اقرار کرکے پھر اس کی خطا کا دعوٰی کرے تو قبول نہ ہوگا۔ (ت)

شہادات

ان شہادتوں کے بطلان پر کچھ وجوہ عامہ ہیں کہ ہر وجہ سب کو شامل اور کچھ خاصہ کہ بعض سے خاص مگر ان سے بھی کوئی گواہی خالی نہیں لہذا وہ بھی وجہ عام ہیں، وجوہِ عامہ سات ہیں:

اول حقوق العباد میں صحتِ دعوٰی شرطِ شہادت ہے اگر دعوٰی صحیح نہیں اس پر کوئی شہادت کیسے ہی اعلٰی درجۂ وثوق کی ہو اصلاً مسموع نہیں اذ فات الشرط فات المشروط (جب شرط فوت ہوجائے تو مشروط فوت ہوجاتا ہے۔ ت) تنویر الابصار میں ہے:

---

[1] بحرالرائق کتاب الدعوٰی باب التحالف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۲۲۴

[2] درمختار کتاب الاقرار فصل مسائل شتی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۴۰

43 تقدم الدعوی فی حقوق العباد شرط قبولہا[1] — حقوق العباد کے متعلق پہلے دعوٰی ہونا شہادت کی قبولیت کے لئے شرط ہے۔ (ت)

اور ہم ثابت کرچکے کہ یہ دعوٰی صحیح نہیں لہذا تمام شہادتیں یہ اور ان کے سوا اور جس قدر ہوں سب باطل۔

دوم حقوق العباد میں شرط شہادت وہ لفظ ہے جو انشاء گواہی کے لئے ہو بلفظ اخبار کچھ بھی کہا جائے ہرگز قبول نہیں۔ معین الحکام میں ہے:

اعلم ان اداء الشہادۃ لایصح بالخبر البتۃ فالخبر کیف تصرف لایجوز الاعتماد علیہ[2] — واضح ہو کہ خبر کے طور پر شہادت کی ادائیگی ہرگز صحیح نہیں کیونکہ خبر جیسی بھی ہو وہ قابل اعتماد نہیں ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

لابد من انشاء الاخبار عن الواقعۃ المشہود بھا والانشاء لیس بخبر فاذا قال الشاہد اشھد کان انشاء ولو قال شہدت لم یکن انشاء[3] — جس واقعہ کی شہادت دی جائے وہ بطریقہ انشاء ہو کیونکہ وہ خبر نہ ہوگی جب گواہ اشھد (گواہی دیتا ہوں) کہے تو یہ انشاء ہے اور اگر اس نے شہدت (میں نے شہادت دی ہے) کہا تو انشاء نہ ہوگی۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اسی میں ہے:

لایقع الانشاء باسم الفاعل نحو انا شاہد عندك بكذا فھذا لیس انشاء[4] ملخصا — اسم فاعل کے صیغہ سے مثلاً "میں گواہی دینے والا ہوں" کہا تو یہ انشاء نہیں ہے۔ ملخصا (ت)

گواہ پر قسم خلاف مذہب و خلاف شرع ہے بعض متاخرین نے نظر بضرورت جو اس بدعت کو گوارا کیا تھا کہ لوگ جھوٹی شہادت پر جری ہیں جھوٹی قسم سے بچیں گے اب وہ بھی باقی نہیں قسم پر شہادت سے زیادہ جرأت ہے اس سے قطع نظر ہو تو قسم مشہود بہ پر ہوتی تھی مثلاً خدا کی قسم اس زید پر اس عمرو کا اتنا روپیہ فلاں سبب سے آتا ہے یہاں اس کے خلاف تمام اظہاروں میں قسم شہادت دینے پر کھائی ہے کہ خدا کی قسم سچ گواہی دیتا ہوں اس نے "گواہی دیتا ہوں" کو انشائے شہادت نہ رکھا بلکہ اخبار کے لئے متعین کردیا کہ قسم داخل نہیں ہوتی مگر جملہ خبریہ پر، ولہذا اگر کہے خدا کی قسم میری زوجہ نہیں اگرچہ اس سے طلاق کی نیت بھی کرے طلاق

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الشہادات باب الاختلاف فی الشہادۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۹۸

[2] و [3] و [4] معین الحکام الفصل الثامن مصطفی البابی مصر ص ۸۹

فتاویٰ رضویہ

نہ ہوگی کہ طلاق انشا ہے اور قسم نے اس جملے کو خاص خبریہ کر دیا، درمختار میں ہے:

لست لك بزوج اولست لی بامرأة لواکدہ بالقسم لاتطلق اتفاقا لان الیمین قرینة ارادة النفی[1]	میں تیرا خاوند نہیں ہوں یا تُو میری بیوی نہیں ہے، اگر اس کلام کو قسم سے مؤکد کر دیا تو بالاتفاق طلاق نہ ہوگی کیونکہ قسم اس بات کا قرینہ ہے کہ یہاں نفی کا ارادہ ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لان الیمین لتاکید مضمون الجملة الخبریة فلایکون جوابه الااخبارا[2]	کیونکہ قسم جملہ خبریہ کے مضمون کی تاکید کے لئے ہے تو اس کا جواب صرف خبر ہوگا۔ (ت)

سراج وہاج وعالمگیریہ میں ہے:

اتفقوا جمیعا انه لوقال واللّٰہ ماانت لی بامرأة لایقع شیئ وان نوی[3]	سب نے اتفاق کیا ہے کہ اگر خاوند نے کہا خدا کی قسم تُو میری بیوی نہیں ہے، تو ارادہ طلاق کے باوجود طلاق نہ ہوگی۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

بحرالرائق میں ہے:

واللّٰہ ماانت لی بامرأة لایقع عند الکل وان نوی[4]	خدا کی قسم تُو میری بیوی نہیں ہے کہا تو سب کے نزدیک طلاق نہ ہوگی اگرچہ طلاق کی نیت ہو (ت)

بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

اذاقال واللّٰہ ماانت لی بامرأة لایقع الطلاق وان نوی بالاتفاق لان الیمین علی النفی تتناول الماضی وھوکاذب فی ذالك فلایقع به شیئ[5] (ملتقطا)۔	جب کہے خدا کی قسم تُو میری بیوی نہیں ہے تو طلاق نہ ہوگی اگرچہ نیت کی ہو یہ بالاتفاق ہے کیونکہ نفی پر قسم ماضی کو شامل ہے جبکہ یہ جھوٹ ہے تو اس سے کچھ نہ واقع ہوگا (ملتقطا)۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الطلاق باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۲
[2] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۵۳
[3] فتاوٰی ہندیہ " الفصل الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۵
[4] بحرالرائق کتاب الطلاق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۳۰۵
[5] بدائع الصنائع کتاب الطلاق فصل واما الکنایة " " " ۳/۱۰۷

تو ثابت ہوا کہ ان میں کوئی شہادت ہرگز شرعاً شہادت ہی نہیں سب افسانہ گوئی وقصہ خوانی ہیں۔

سوم اشہد، گواہی میدہم، گواہی دیتا ہوں سب سے سخت تر قسم ہے اور مشہود بہ مقسم علیہ یعنی وہ بات جس پر یہ شدید قسم کھائی۔ درمختار میں ہے:

رکنھا لفظ اشھد لاغیر لتضمنہ معنی مشاھدۃ وقسم واخبار للحال فکانہ یقول اقسم باللہ لقد اطلعت علی ذلک وانا اخبربہ وھذہ المعانی مفقودۃ فی غیرہ فتعین[1]

اس کا رکن صرف اشہد کا لفظ ہے اور کچھ نہیں کیونکہ یہ لفظ مشاہدہ اور قسم اور حال کی خبر ہے گویا اس نے یوں کہا خدا کی قسم میں نے اس پر اطلاع پائی اور اس کی خبر دے رہا ہوں جبکہ یہ معانی اس لفظ کے غیر میں مفقود ہیں، تو یہی متعین ہے۔ (ت)

جامع الفصولین جلد اول ص ۱۲۱:

فی لفظ الشھادۃ من التاکید مالیس فی لفظ الخبر لانہ یمین باللہ تعالٰی معنی[2]

لفظ شہادت میں جو تاکید ہے وہ خبر کے لفظ میں نہیں ہے کیونکہ اشہد معنًی اللہ تعالٰی کی قسم ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

تبیین امام زیلعی ج ۴ ص ۲۱۰:

النصوص ناطقۃ بالاستشھاد فلا یقوم مقامھا غیرھا لما فیھا من زیادۃ توکید لانھا من الفاظ الیمین فیکون معنی الیمین ملاحظا فیھا[3]

تمام نصوص شہادت کے مطالبہ پر ناطق ہیں تو کوئی دوسرا لفظ اس کے قائم مقام نہ ہوگا کیونکہ اس میں تاکید زیادہ ہے اس لئے کہ اس میں قسم کا معنی ملحوظ ہے لہذا یہ قسم کے الفاظ میں ہے۔ (ت)

ہدایہ میں فرمایا:

النصوص نطقت باشتراطھا ولان فیھا زیادۃ توکید فان قولہ اشھد من الفاظ الیمین فکان الامتناع عن

تمام نصوص اس کی شرط پر ناطق ہیں اور اس لئے کہ اس میں تاکید زیادہ ہے تو اس کا اشہد کہنا قسم کے الفاظ میں سے ہے تو اس لفظ سے

---

[1] درمختار | کتاب الشہادات | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/ ۹۰
[2] جامع الفصولین | الفصل التاسع | اسلامی کتب خانہ کراچی | ۱/ ۲۲-۱۲۱
[3] تبیین الحقائق | کتاب الشہادۃ | المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ بولاق مصر | ۴/ ۲۱۰

الکذب بھذہ اللفظۃ اشد[1] — کذب کا امتناع شدید ہے۔ (ت)

اور قسم و مقسم علیہ کا اتصال شرط ہے جب ان میں وہ چیز فاصل ہو کر نہ قسم ہے نہ اس کی تاکید، تو قسم اس سے بے تعلق و بے اثر ہوجاتی ہے۔ فتاوی امام قاضی خاں و فتاوی عالمگیریہ میں ہے:

لو قال خدائے را و پیغمبر را پذیرفتم کہ فلاں کار نہ کنم لایکون یمینا لان قولہ پیغمبر را پذیرفتم لایکون یمینا فاذا تخلل بین ذکر اللہ تعالٰی وبین الشرط ما لایکون یمینا یصیر فاصلا فلایکون یمینا[2]۔

اگر یوں کہے میں خدا تعالٰی اور پیغمبر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو قبول کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ فلاں کام نہ کروں گا تو قسم نہ ہوگی کیونکہ پیغمبر کو قبول کرتا ہوں کہنا قسم نہیں ہے تو جب اللہ تعالٰی اور شرط کے ذکر میں کوئی غیر قسم والے الفاظ فاصل بن جائیں تو قسم نہ ہوگی۔ (ت)

انہیں میں ہے:

لو قال باللہ العظیم کہ بزرگتر از باللہ العظیم نیست کہ ایں کار نہ کنم یکون یمینا کما لو قال باللہ العظیم الاعظم وھذہ الزیادات تکون للتاکید فلایصیر فاصلا[3]۔

اگر کہا اللہ عظیم کی قسم، اللہ تعالٰی سے بزرگ تر کوئی نہیں، میں فلاں کام نہ کروں گا تو یہ قسم ہوگی کیونکہ ایسے ہے جیسے کہ اللہ تعالٰی العظیم الاعظم کی قسم، تو یہ زیادتی عظمت کی تاکید ہے تو وہ فاصل نہ ہوگی۔ (ت)

اسی طرح فتاوی سمرقند و فتاوی خلاصہ میں ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

ویشترط عدم الفاصل من سکوت ونحوہ ففی الصیرفیۃ لو قال علی عھد اللہ وعھد الرسول لاافعل کذا لایصح لان عھد الرسول صار فاصلا اھ ای لانہ لیس قسما

سکوت اور ایسی دوسری چیز کا فاصل نہ بننا قسم میں شرط ہے تو صیرفیہ میں ہے اگر کہا اللہ تعالٰی کے عہد اور رسول کے عہد پر میں ایسا نہ کروں گا، یہ صحیح نہیں کیونکہ "رسول کا عہد" درمیان میں فاصل بن گیا ہے اھ یعنی یہ قسم نہیں ہے بخلاف

---

[1] الہدایہ کتاب الشہادۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۱۵۵

[2] فتاوی ہندیہ بحوالہ فتاوی قاضیخاں کتاب الایمان نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۵۸

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۲/۵۷، ۵۸

بخلاف عهد اللہ[1] (ملتقطا)

عہد اللہ کے (ملتقطا)۔ (ت)

خانیہ میں ہے:

رجل اخذہ السلطان واراد ان یحلفہ فقال لہ قل بایزد قال بایزد قال کہ بروز آدینہ بیائی قال بروز آدینہ بیایم فلم یأت لایحنث علیہ لانہ لما قال لہ قل بایزد وسکت صار فاصلا فلا یصیر یمینا[2]

ایک شخص کو سلطان نے پکڑلیا اور اس سے قسم لیتے ہوئے سلطان نے کہا، تو کہہ کہ اللہ تعالٰی کی قسم، اس نے کہا اللہ کی قسم تو کل آئے گا' تو گرفتار ہونے والے نے کہا میں کل آؤں گا، وہ اگر نہ آئے تو اس پر وہ حانث نہ ہوگا، کیونکہ جب سلطان نے اس کو کہا تو کہہ اللہ کی قسم، پھر سلطان خاموش ہوا، تو یہ خاموشی فاصل بن گئی، تو قسم نہ ہوئی۔ (ت)

اسی طرح بزازیہ وغیرہا میں ہے، اور شک نہیں کہ کلام دیگر بھی مثل سکوت ہے بلکہ اس سے زائد کما فی البحر وقد عرفت المسائل فی الشفعۃ وخیار البکر۔

جیسا کہ بحر میں ہے جبکہ تو شفعہ اور باکرہ کے خیار کی بحث میں مسائل معلوم کرچکا ہے (ت)

www.alahazratnetwork.org

اور ظاہر کہ مشہود بہ وہ چیز ہے جس کی نزاع ہے مدعی جس کا مدعی ہے مدعا علیہ جس کا منکر ہے مدعی جسے شہادت سے ثابت کیا چاہتا ہے ان تمام گواہیوں میں "گواہی دیتا ہوں" کے بعد اس کا ایک حرف نہیں، بالائی چلے ہیں۔ محمد رضا خاں گواہی دیتا ہوں ۳ء میں مظہر جمعہ خاں کے یہاں ملازم تھا، مظہر حسین گواہی دیتا ہوں اتنا عرصہ ہوا میں گنیشی کے مکان پر بیٹھا تھا، عبدالعزیز خاں گواہی دیتا ہوں نو سال ہوئے مظہر گنیشی کے مکان پر تھا، سید عبدالعزیز گواہی دیتا ہوں اتنا عرصہ ہوا مظہر لپسر گنیشی کو لکھنے کی مشق کرا رہا تھا، عجائب الدین خاں گواہی دیتا ہوں مئی کا مہینہ تھا میں دکان عطاری کرتا ہوں گنیشی کا آدمی دوا لینے نسخہ لایا، احمد خاں ولد میاں خاں گواہی دیتا ہوں مئی ۳ء کو میں رام پور آیا تھا، حیدر علی خاں گواہی دیتا ہوں اتنا عرصہ ہوا میں گنیشی کے پاس چاول لینے گیا، عبدالرحیم خاں گواہی دیتا ہوں مظہر گنیشی کو بلانے گیا ناظم صاحب نے بلوایا تھا، سید الطاف علی گواہی دیتا ہوں اتنا عرصہ ہوا مظہر گنیشی کی دکان پر تھا، محمد بشیر گواہی دیتا ہوں بعد

---

[1] ردالمحتار کتاب الایمان داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۴۶

[2] فتاوٰی قاضیخاں " نولکشور لکھنؤ ۲/۲۸۲

ظہر کے منظہر اپنے گھر کو جارہا تھا، انور بیگ گواہی دیتا ہوں اتنا عرصہ ہوا منظہر گنیشی کے یہاں بیٹھا تھا، نجن خاں گواہی دیتا ہوں منظہر رگنا تھ پرشاد کا ملازم تھا، سید حیدر حسین گواہی دیتا ہوں میں خان بہادر کو بلانے گنیشی کے یہاں گیا، احمد خاں ولد عبدالغنی گواہی دیتا ہوں منظہر گنیشی کے یہاں نوٹ تڑانے گیا، نجف علی خاں گواہی دیتا ہوں اتنا عرصہ ہوا منظہر گنیشی کی بیٹھک میں تھا، محمد غفران گواہی دیتا ہوں اتنا عرصہ ہوا منظہر عبدالغافر خاں کے مکان پر تھا، اشرف علی خاں گواہی دیتا ہوں اتنے سال ہوئے دولھا صاحب اور ایک منشی جی گنیشی کی بیٹھک میں آئے، موتی شاہ گواہی دیتا ہوں منصور خاں نے میرے گھر آکر مجھ سے کہا میرا زیور گروی رکھا دو۔ وزیر خاں گواہی دیتا ہوں اتنا زمانہ ہوا میرے ہاتھ میں چوٹ لگ گئی تھی۔

کیا یہی فقرے ما بہ النزاع ہیں کیا انھیں جملوں کا دعوٰی ہے کیا انھیں کو مدعی ثابت کرانا چاہتا ہے ہرگز نہیں تو یہ قطعاً مشہود بہ نہیں، مشہود بہ وہ حق ہے جسے شاہد مشہود علیہ پر بتاتا ہے، شلبیہ علی الزیلعی میں بنایہ سے ہے:

في الشرع الشهادة اخبار بحق لشخص على غيره عن مشاهدة[1] الخ۔

شریعت میں مشاہدہ کی بناء پر کسی حق کی خبر دینا کہ فلاں کا غیر کے ذمہ ہے الخ (ت)

ظاہر ہے کہ یہ جملے وہ حق نہیں اور ان کا قسم یا تاکید قسم نہ ہونا بدیہی، تو شہادت ومشہود بہ یعنی قسم و مقسم علیہ میں فاصل اور قسم وشہادت کے مبطل ہیں۔ گواہی ان فقروں سے متصل ہوتی نہ کہ مقصود و مشہود سے، معاملہ شہادت ودعوی بس نازک ہے، ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ اگر یوں دعوی کرے کہ یہ چیز میری ملک ہے اور میرا حق، یا گواہ شہادت دے کہ یہ چیز اس مدعی کی ملک ہے اور اس کا حق، یہ دعوی وشہادت کافی نہ مانیں گے کہ ممکن ہے کہ میرا یا اس کا حق کہنے کے بعد آہستہ سے لفظ "نہیں" ملالے بلکہ یوں کہنا لازم کہ میرا یا اس کا حق ہے۔ فتاوی امام نسفی و فتاوی عالمگیریہ وغیرہما میں ہے:

ينبغي للشاهد ان يقول في شهادة ايں عين ملك ايں مدعى ست وحق وے ست حتى لا يمكن ان يلحق به وحق

گواہ کو چاہئے کہ وہ شہادت میں یوں کہے یہ اس مدعی کی ملک ہے اور اس کا حق ہے تاکہ اس کو نفی لاحق نہ ہو سکے یعنی صرف اس کا حق "ہے"

---

[1] حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق کتاب الشہادات المطبعۃ الکبری الامیریہ مصر ۴/ ۲۰۶

ویسے نفی وکان الشیخ الامام فخر الاسلام علی البزدوی یقول اذا قال المدعی فلاں چیز ملک من ست وحق من لایکتفی بہ وینبغی ان یقول وحق من ست ویقول فی قولہ و بدست فلاں بناحق بدست فلاں بناحق ست وکذلک فی نظائرہ حتی لایلحق بہ کلمۃ النفی[1]

نہ کہے، ایسا نہ ہو کر حق کے ساتھ "نہ ہے" لاحق ہوجائے، امام شیخ فخر الاسلام بزدوی فرماتے تھے کہ اگر گواہ نے یہ کہا فلاں چیز میری ملک ہے اور میرا حق، تو کافی نہ ہوگا، بلکہ "میرا حق ہے" کہے، اور فلاں کا قبضہ ناحق کی بجائے، فلاں کا قبضہ ناحق ہے، یوں ہی اس کے نظائر میں، تاکہ اس کو نفی لاحق نہ ہوسکے۔ (ت)

جب اسے نہ مانا کہ کہیں چپکے سے لفظ "نفی" نہ بڑھالے تو یہاں تو کسی حرف کے بڑھانے گھٹانے کی حاجت ہی نہیں فقط نیت کافی ہے "گواہی دیتا ہوں" کو صرف ان فقروں سے متعلق کیا جو اس کے متصل ہیں باقی داستان گو تی کردی۔ معین الحکام میں ہے،

اذا قال الحاکم للشاھد بای شیئ تشھد؟ فقال حضرت عند فلان فسمعتہ یقرأ بکذا، او اشھد فی علی نفسہ بکذا او شھد بینھما بصدور البیع او غیر ذلک من العقود لایکون اداء شھادۃ، و لایجوز للحاکم الاعتماد علی شیئ من ذلک[2]

جب حاکم نے گواہ سے پوچھا تو کس چیز کی گواہی دیتا ہے؟ تو اس نے کہا میں فلاں کے پاس حاضر تھا تو میں نے اسے فلاں چیز کا ذکر کرتے ہوئے سنا، یا اس نے مجھے اتنی چیز کا گواہ بنایا، یا کہا میں دونوں فریقوں کے درمیان بیع صادر ہونے کی گواہی دیتا ہوں یا اس کے علاوہ کسی سودے کی، تو یہ شہادت کی ادائیگی نہ ہوگی اور نہ ہی حاکم کو اس بیان پر اعتماد ہوگا۔ (ت)

ہمارے نزدیک اس کی بہتر تعلیل یہی ہے کہ حضرت عند فلان شہادت ومشہود بہ میں فاصل ہوگیا

ولا محل لان یقال لم یقل اشھد لان السوال معاد

یہ محل ایسا نہیں کہ اشھد نہ کہنے کو وجہ بنایا جائے کیونکہ (قاضی کا یہ کہنا تو کیا شہادت دیتا ہے)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشہادات الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۶۱-۲۶۰

[2] معین الحکام الفصل الثامن مصطفی البابی مصر ص ۸۹

فی الجواب ولذا لم یبنیه علیه العلامة
الطرابلسی وانما علله بانه خبر عن
ماض ویحتمل التغیر **اقول** وفیه
نظر ویرده فروع جمة لا تحصی قال
فی جامع الفصولین (مش) لو
شهدا انه کان ملکه فکانما شهدا انه
ملکه فی الحال ولا یجوز للقاضی ان
یقول امروز ملک وے دانید فعلی ھذا
لوادعی دینارا شهدا انه کان
له علیه کذا او قالا او را این قدر
زر در ذمه این بود ینبغی ان تقبل کما
فی العین وفی (ط) ما یدل علی
قبولها وفیه وکذا لو شهد
احدهما انه ملکه والاٰخر انه
کان ملکه تقبل شهادتهما
لاتفاقهما انه له فی الحال
معنی لما مر وکذا الشهادة علی
النکاح والاقرار به ففی (فش)
ادعت نکاحه فشهد احدهما انه
اقر انها امرأته والاٰخر انه اقر انها
کانت امرأته تقبل، لان الشهادة
باقرار بنکاح کان شهادة باقرار
بنکاح حالی لان ما ثبت یبقی
وکذا لو ادعی انها امرأتی
او منکوحتی وشهدا انه

سوال کا جواب میں اعادہ ہوتا ہے اسی لئے
علامہ طرابلسی نے اس کو بنیاد نہیں بنایا اور
وجہ یہ بتائی کہ یہ ماضی سے خبر ہے جو خلاف کا
احتمال رکھتی ہے **اقول** (میں کہتا ہوں کہ)
ماضی والی وجہ قابل غور ہے بہت سے مسائل
اس کو رد کرتے ہیں۔ جامع الفصولین میں فرمایا
(مش)، اگر دونوں گواہوں نے شہادت دی کہ
یہ اس کی ملک تھی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ
فی الحال اس کی ملک ہے اور قاضی کو یہ حق
نہیں کہ وہ کہے کہ کیا آج ملک مانتے ہو، تو اس
بنا پر اگر مدعی دینار کا دعوٰی کرے اور گواہ شہادت
دیں کہ اس کا دین مدعی علیہ کے ذمے تھا یا یوں
کہیں کہ اتنی مقدار زر اس کے ذمہ تھا گواہی قبول
کی جائے گی جیسا کہ عین چیز میں مقبول ہوگی، اور
طحطاوی میں ذکر کردہ اس کی قبولیت پر دال ہے
اور اس میں ہے اور یونہی اگر ایک گواہ نے کہا
یہ اس کی ملک ہے، اور دوسرے نے کہا اس کی
ملک تھی، دونوں کی شہادت قبول ہوگی کیونکہ معنیً
دونوں کا اتفاق ہے کہ فی الحال ملک ہے جیسا کہ
گزرا، اور یونہی نکاح اور نکاح کے اقرار کی
شہادت کا معاملہ ہے (فش) میں ہے کہ عورت
نے ایک مرد سے نکاح کا دعوٰی کیا، ایک گواہ نے
کہا کہ مرد نے اس کے بیوی ہونے کا اقرار کیا ہے
اور دوسرے نے کہا کہ یہ اس کی بیوی تھی، تو شہادت
مقبول ہوگی، کیونکہ نکاح کے متعلق اقرار کی شہادت

www.alahazratnetwork.org

كان تزوجها ولم يتعرضا للحال
تقبل، ولو ادعى انه كان له
لا تقبل لان اسناد المدعى يدل
نفى الملك فى الحال اذ
لا فائدة للمدعى فى الاسناد
مع قيام ملكه فى الحال
بخلاف الشاهدين لو
اسندا ملكه الى الماضى
لا يدل على النفى فى الحال
لانهما لا يعرفان بقاءه
الا بالاستصحاب والشاهد
قد يحترز عن الشهادة
بما ثبت باستصحاب الحال
لعدم تيقنه بخلاف المالك
لانه كما يعلم ثبوت ملكه
يقينا يعلم بقاءه يقينا اھ[1] ببعض
اختصار وفى الدرر والغرر
وتنوير الابصار والدر المختار
ادعى الملك فى الحال و
شهد الشهود ان هذا العين
كان ملكه تقبل لان
ما ثبت فى زمان يحكم ببقائه
ما لم يوجد

موجودہ نکاح کے اقرار کی شہادت ہے کیونکہ
ثابت شدہ چیز باقی رہتی ہے، اور یوں ہی اگر مرد
نے دعوٰی کیا کہ یہ میری بیوی ہے یا منکوحہ ہے اور
دونوں گواہوں نے شہادت دی کہ اس نے اس
عورت سے نکاح کیا تھا اور انھوں نے حال کو
بیان نہ کیا تو شہادت مقبول ہوگی، اور اگر مدعی
نے کہا ہو کہ نکاح تھا تو پھر یہ گواہی مقبول نہ ہوگی
کیونکہ مدعی کا ماضی کی طرف منسوب کرنا دال ہے کہ
فی الحال ملک نہیں کیونکہ فی الحال ملک ہو تو پھر ماضی
کی طرف منسوب کرنا مدعی کو مفید نہیں ہے اس کے
برخلاف گواہوں کا ماضی کی طرف منسوب کرنا حال کی
نفی پر دال نہیں کیونکہ ان کو بقا کا علم صرف استصحاب
حال سے ہوسکتا ہے جبکہ بعض اوقات گواہ استصحاب
سے ثابت شدہ چیز کی گواہی سے احتراز کرتا ہے
کیونکہ وہ یقینی نہیں ہے جبکہ مالک خود اپنی ملکیت
کے ثبوت کو جانتا ہے اسی طرح وہ بقاءِ ملکیت
بھی یقینی طور پر جانتا ہے، بعض اختصار کے ساتھ
عبارت ختم ہوئی۔ درر، غرر، تنویر الابصار اور
درمختار میں ہے اگر مدعی نے اپنی حالیہ ملکیت کا
دعوٰی کیا اور گواہوں نے یہ شہادت دی کہ یہ چیز
اس کی ملک تھی تو یہ شہادت مقبول ہوگی کیونکہ جب
کوئی چیز ایک زمانہ میں ثابت ہو تو جب تک اس
کے ثبوت کا زوال ثابت نہ ہوجائے اس وقت

www.alahazratnetwork.org

[1] جامع الفصولین الفصل الحادی عشر اسلامی کتب خانہ کراچی ۱ /۱۶۲

المزیل اھ[1] فالوجہ فی تعلیلہ ما ذکرنا وباللہ التوفیق وللہ الحمد، واللہ تعالٰی اعلم۔

تک اس کی بقاء کا حکم دیا جائے گا اھ، تو اس کی علت کی وجہ وہی ہے جو ہم نے بیان کی ہے، توفیق اللہ تعالٰی سے اور تمام حمدیں اللہ تعالٰی ہی کے لئے ہیں، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

ولی خاں کی گواہی بھی اسی بحث کا محل ہے مگر وہ اپنے فعل پر شہادت ہے اور خود مجوز نے اسے قبول نہ کیا لہٰذا اس کی طرف زیادہ توجہ کی حاجت نہیں۔

چہارم حاضر پر شہادت میں مدعی و مدعا علیہ دونوں کی طرف اشارہ ضرور ہے اور غائب و میت کا نام و نسب بتانا جس میں سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک ذکر جد بھی لازم، اور اسی پر فتوٰی ہے مگر جب غنا ہے، ذخیرہ و ہندیہ وغیرہما میں ہے:

یحتاج فی الشہادۃ علی الحاضر الی الاشارۃ الی المدعی علیہ والمدعی ویحتاج الی تسمیۃ الشہود اسم المیت والغائب وابیہما وجدھما[2]

حاضر شخص کے خلاف شہادت میں مدعی اور مدعی علیہ کی طرف اشارہ کی ضرورت ہے، اور گواہوں کا میت اور غیر حاضر اور ان کے والد اور دادا کا نام لینا ضروری ہے۔ (ت)

بحر میں ہے:

والصحیح ان النسبۃ الی الجد لابد منہ[3]

صحیح یہی ہے کہ دادے کی طرف نسبت ضروری ہے۔ (ت)

شہادات تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

(ھی) ان (علی حاضر یحتاج الشاھد الی الاشارۃ (الی) ثلثۃ مواضع اعنی (الخصمین والمشہود بہ لوعینا) لادینا (وان علی

شہادت اگر حاضر کے خلاف ہو تو گواہ کو تین چیزوں کی طرف اشارہ کی ضرورت ہوگی، مدعی، مدعی علیہ اور مشہود بہ اگر وہ عین چیز ہو، نقد نہ ہو، اور اگر غائب کے خلاف ہو جیسے

---

[1] درمختار کتاب الدعوٰی باب دعوی الرجلین مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۲۰

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشہادات الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۴۵۹

[3] بحر الرائق باب الشہادۃ علی الشہادۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۱۲۵

www.alahazratnetwork.org

غائب) کمافی نقل الشھادۃ (او میت فلان) لقبولھا (من نسبتہ الی جدہ فلایکفی ذکر اسمہ واسم ابیہ وصناعتہ الا اذا کان یعرف بھا لامحالۃ) بان لایشارکہ فی المصر غیرہ[1]

نقل شہادت کی صورت ہو، یا میت کے متعلق ہو تو اس وقت شہادت کی قبولیت کے لئے ان کو دادے کی طرف منسوب کرنا ضروری ہے تو اس کا اور اس کے باپ کا اور پیشہ کا نام ذکر کرنا کافی نہیں ہے ہاں اگر ان کے ذکر سے لازمی طور پر معرفت ہوجائے مثلاً اس نام کا شہر میں کوئی دوسرا نہ ہو۔ (ت)

فتاوٰی ابن رشید الدین وجامع الفصولین میں ہے:

لوکانت الشھادۃ علی الحاضر یحتاج الشاھد الی الاشارۃ الی ثلثۃ مواضع الی الخصمین والمشھود بہ ولوعلی غائب اومیت فسماہ ونسبہ الی ابیہ فقط لاتقبل حتی ینسبہ الی جدہ[2]

شہادت اگر حاضر کے خلاف ہو تو تین چیزوں کی طرف اشارہ ضروری ہے، مدعی، مدعی علیہ اور مشہود بہ کی طرف۔ اور غائب اور میت سے متعلق ہو تو ان کا نام اور ان کے باپ کا نام کافی نہ ہوگا بلکہ ان کے دادے کا نام ذکر کیا جائے تو شہادت قبول ہوگی۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اسی میں ہے:

اماالغائب فلابد من ذکر جدہ عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی وھوالصحیح والفتوی علی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی۔[3]

لیکن غائب شخص کے متعلق ہو تو اس کے دادے کا ذکر بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک ضروری ہے یہی صحیح ہے اور فتوٰی امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی کے قول پر ہے۔ (ت)

اسی طرح عامہ کتب مذہب میں ہے **اقول** مگر اس میں یہ ہے کہ حاضر پر شہادت میں شاہد کا اسے پہچاننا ضرور ہے جبکہ اصل شاہد ہو ذکر شاہد علی الشاہد، کماافادہ العلامۃ ابن قاضی سماوۃ (جیسا کہ علامہ ابن قاضی سماوۃ نے اس کا افادہ فرمایا ہے۔ ت) محیط پھر جامع الفصولین

---

[1] درمختار کتاب الشہادات مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۱

[2] جامع الفصولین الفصل التاسع اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۹

[3] " " " " " " ۱/ ۱۱۹

میں ہے:

یحتاج الی اداء الشہادۃ بمحضر منہ فلابد من معرفتہ بوجہ لیمکنہ الشہادۃ علیہ وعند غیبتہ او موتہ یحتاج الی الشہادۃ باسمہ ونسبہ فلابد من معرفۃ اسمہ ونسبہ[1]

حاضر کے متعلق شہادت اس کے سامنے ضروری ہے تاکہ ضروری شناخت ہوسکے اور غیب ہونے کی صورت میں یا موت کی صورت میں اس کے نام اور اس کے نسب کو بیان کرنے کی ضرورت ہوگی تاکہ اس کے نام اور نسب کی ضروری معرفت ہوسکے۔ (ت)

ولہذا اگر گواہ حاضر کا پورا نام ونسب بیان کریں اور اسے پہچانتے نہ ہوں گواہی مردود ہے ــــ جامع الفصولین میں ہے:

شہدا علی امرأۃ باسمہا ونسبہا وھی حاضرۃ فقال القاضی للشہود ھل تعرفون المدعی علیہا فقالوا لا لاتقبل شہادتہم[2]

دو گواہوں نے عورت کے خلاف شہادت دیتے ہوئے اس کا نام ونسب بیان کیا اور وہ موجود تھی، تو قاضی نے گواہوں سے پوچھا کہ تمھیں اس عورت کی شناخت ہوگئی ہے؟ تو انھوں نے کہا نہیں، تو ان گواہوں کی شہادت قبول نہ ہوگی۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اور حاضر میں معرفت شاہد کا بتانے والا یہی اشارہ ہے نام ونسب سیکھ کر بھی کہہ سکتے ہیں جیسے ابھی اسی فرع میں گزرا تو حاضر پر گواہی بے اشارہ قبول نہیں مدعی اور مدعا علیہ دونوں کی طرف اشارہ لازم ہے اور یہ سب گواہیاں اس سے خالی ہیں مدعیوں کی طرف اشارہ اصلاً کسی میں نہیں۔

پنجم یوں ہی مدعا علیہ کی جانب سوائے شہادت وزیر خاں کہ محض مہمل وبے معنی ہے کما یأتی (جیسا کہ آگے آئے گا۔ ت) بلکہ اس کا اشارہ بھی شہادت میں نہیں اس سے خارج وجدا ہے، اس نے یہ نہ کہا کہ یہ دولھا خاں آئے بلکہ "دولھا خاں صاحب پیشکار آئے" تو کلام میں اشارہ نہیں اگرچہ اس کے ساتھ جو شہادت کلام ہے کہ زبان سے ادا ہوتا ہے ذکر ہاتھ سے، تو شہادت اشارہ سے خالی ہے جس طرح اپنی زوجہ سے کہے تجھ پر اتنی طلاق اور تین انگلیاں

---

[1] جامع الفصولین الفصل التاسع اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۲

[2] " " " " " ۱/ ۲۱-۱۲۰

اٹھائے تین طلاق ہوجائیں گی کہ اس اشارے سے کلام متعلق ہوا۔ بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

کذا اذا اشار الی عدد الثلاث بان قال لہا انت طالق ھکذا ایشیر بالابہام والسبابۃ والوسطی لان الاشارۃ متی تعلقت بہا العبارۃ نزلت منزلۃ الکلام اذا اقامت الاشارۃ مع تعلق العبارۃ بہا مقام الکلام صار کانہ قال انت طالق ثلثا[1]

یُوں ہی جب تین عدد کا اشارہ کرتے ہوئے خاوند نے کہا تجھے یہ طلاق۔ انگوٹھا، شہادت کی انگلی اور درمیان والی انگلی سے اشارہ کیا کیونکہ اشارہ کے ساتھ عبارت ہو تو اس اشارہ کو کلام کے قائم مقام کیا جاتا ہے تو جب اشارہ عبارت سے متعلق ہو تو "تجھے تین طلاق" جیسی کلام کی طرح ہوجائیگا(ت)

ردالمحتار میں فتاوی امام قاضیخان سے ہے:

قال انت طالق واشار بثلاث اصابع ونوی الثلاث ولم یذکر بلسانہ فانہا تطلق واحدۃ[2]

خاوند نے "تجھے طلاق" کے ساتھ تین انگلیوں کا اشارہ کیا اور تین طلاقوں کی نیت کی اور زبان سے اشارۃً ذکر نہ کیا تو ایک طلاق ہوگی کیونکہ اشارہ کا تعلق عبارت سے نہیں ہے۔ (ت)

اور اگر کہے "تجھ پر طلاق" اور تین انگلیاں اٹھائے دل میں بھی تین ہی کی نیت کرے ایک ہی طلاق پڑے گی کہ اس اشارے سے کلام کا تعلق نہ ہوا۔

ششم گنیشی مردہ ہے اس کے نہ دادا کا نام اصلاً کسی نے لیا نہ باپ کا، بلکہ بعض نے صراحۃً اس کے باپ کا نام معلوم ہونے سے انکار کیا تو شہادتیں سب مختل و پُر قصور ہیں۔ ناظر یہاں تعجب کرے گا کہ رسید عبدالعزیز نے شہادت اور محمد رضا خاں نے جواب جرح میں بتایا ہے کہ گنیشی کے باپ کا نام رام چندر ہے اور ولی خاں نے شہادت میں کہا ہے عبدالغافر نے رسید لکھوا دی میں نے کہا گنیشی کی ولدیت رامچندر لکھ دیجئے تو ان تین نے تو باپ کا نام بتایا مگر اس کا یہ تعجب دوسرے سخت استعجاب سے بدل جائیگا جب اسے معلوم ہوگا کہ گنیشی کا باپ رامچندر نہیں بلکہ للاہل ہے جیسا کہ خود اس نے اسی بیعنامہ بنام نوشان بیگم کے عنوان میں لکھا ہے وہ رامچندر کا متبنی تھا اور متبنی کو بیٹا بتانا قرآن عظیم کے خلاف ہے۔

---

[1] بدائع الصنائع کتاب الطلاق فصل واما بیان صفۃ الواقع بہا الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۱۰۹-۱۰۹
[2] ردالمحتار باب الصریح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۴۸

قال تعالٰی وما جعل ادعیاء کم ابناء کم ذٰلکم قولکم بافواھکم واللہ یقول الحق و ھو یھدی السبیل ۝ ادعوھم لاباۤئھم ھو اقسط عند اللہ[1][2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ نے تمہارے لے پالکوں کو تمہارا بیٹا نہ ٹھہرایا، یہ تمہارے اپنے منہ کا کہنا ہے اور اللہ حق بات فرماتا اور وہی راہ دکھاتا ہے۔ انھیں ان کے اصل باپوں کی طرف نسبت کرو، یہ اللہ کے یہاں زیادہ انصاف کی بات ہے۔

تو یہ ان شاہدوں کا کذب ہوا اور قرآن عظیم کی مخالفت اور نہ بتانے سے اُلٹا بتانا بدتر، اور اگر بعض نے بالفرض راجمندر ہی اس کا باپ ہوتا تو یہ نام سید عبدالعزیز نے شہادت میں یوں نہ لیا کہ گنیشی ابن فلاں پر شہادت دی ہو بلکہ ختم شہادت پر ایک مستقل جملہ کہا کہ گنیشی کے باپ کا نام راجمندر ہے اس میں بھی لفظ مذکور تک نہ کہا معلوم نہیں کون سے گنیشی کا باپ۔ یونہی محمد رضا خاں نے ایسا ہی مستقل جملہ کہا ہے وہ بھی جواب جرح میں جو ختم شہادت کے بعد ایک مبتدع طریقہ ہے ولی خاں نے اسے اجبار ابھی نہ کہا بلکہ استدعا کی کہ یہ ولدیت لکھ دو، اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ واقع میں یہی ولدیت ہو، اس نے ہاتھی خانے کا تحویلدار بھی کہا مگر کہاں کا ہاتھی خانہ، یہ نہ بتایا، شہادت میں ذہنی تصورات سے کام نہیں چلتا کہ مقصود ہے تعریف، و تعریف تعریف ہے یعنی یہ بتانا کہ شاہد اسے پہچانتا ہے یہ تعریف الفاظ سے ہوں گی ذکر قائل کے مافی الذہن سے لہٰذا سب شہادتیں مہمل ہیں۔

ہفتم عبدالغافر خاں پر دعوٰی عائد ہونے کی بنا اس پر ہے کہ بیعنامہ و کرایہ نامہ میں زوجہ عبدالغافر خاں کا نام فرضی ہو حقیقۃً یہ عقد عبدالغافر خاں سے ہوئے ہیں شہادتوں سے اس کا ثبوت دو ہی صورتوں میں منحصر، ایک یہ گواہ اپنے ذاتی علم سے اس پر شہادت دیں، دوسرے یہ کہ ان کے سامنے عبدالغافر خاں نے زوجہ کا نام فرضی اور اپنا واقعی ہونے کا اقرار کیا ہو اس کی گواہی دیں لیکن تمام شہادتیں ان دونوں وجہ سے خالی ہیں اپنا ذاتی علم تو کسی نے بیان نہ کیا بلکہ بعض مثل حیدر علی خاں و محمد بشیر وغیرہما نے اپنے علم کی صاف نفی کی ہے، اکثر نے گنیشی کا قول بیان کیا ہے کہ میں نے عبدالغافر خاں سے پانچ ہزار قرض لئے اور اپنے مکان دکان رہن یا مکفول کئے ان کا کرایہ یا سُود دیتا ہوں گنیشی یہاں بجائے مدعی ہے، باطل ست آنچہ مدعی گوید (باطل ہے جو کچھ مدعی کہتا ہے۔ ت) اگر مدعی کے کہنے سے ثبوت ہو جائے تو گنیشی کا بیان تو گواہوں سے سنا مدعیوں کا بیان تو خود مجوز کے سامنے ہوا بس اس قدر

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/۴
[2] القرآن الکریم ۳۳/۵

پر فیصلہ ہو جاتا شہادتوں کی کیا حاجت تھی، عبدالغافر خاں کا جو قول شاہدوں نے بیان کیا وہ پانچ قسم ہے :

(۱) محمد رضا خاں و منظور حسین "بہت دن ہوگئے روپیہ کرایہ کا دو" کس کا کرایہ کا ہے کا کرایہ، یہ محض مجمل و مہمل۔

(۲) محمد رضا و منظور حسین "کرایہ ہمارا چاہئے" عبدالعزیز خاں "ہمارا کرایہ دلوائیے" احمد خاں ولد میاں خاں "ہمارا کئی مہینے کا کرایہ دلوائیے" حیدر علی خاں "ہمارا کرایہ بہت عرصہ سے نہ پہنچا" عبدالرحیم خاں "کرایہ کا روپیہ بہت دنوں سے نہیں دیا ہے ہم کو دو" سید الطاف علی "آپ نے ہمارا تین سال کا کرایہ ادا نہیں کیا ہے" محمد بشیر "ہمارا کرایہ بہت دنوں کا" انور بیگ "ہمارا کرایہ تین سال سے" حیدر حسین "کئی مہینے سے ہمارا کرایہ نہ دیا" ان میں اپنی طرف اضافت ہے مگر یہ نہیں کہ کس چیز کا کرایہ۔

(۳) سید عبدالعزیز "۸ مہینے کا مکان کا کرایہ دیجئے" یہ دوم کا عکس ہے کرایہ مکان کا بتایا اور اضافت نہیں۔

(۴) عجائب الدین خاں "کرایہ مکانوں کا جو میرا ہے تم نے نہ دیا" نجن "ہمارا سات مہینے کرایہ مکانوں کا" ان دو میں دونوں ہیں مگر مکان مبہم مکان انھیں میں منحصر نہیں جن کا معاملہ زوجہ عبدالغافر خاں سے ہوا ہے اس سے اتنا سمجھا گیا کہ عبدالغافر خاں نے کچھ اپنے مکان گنیشی کو کرایہ پر دئے ان کا کرایہ مانگا۔

(۵) وہ الفاظ جن میں خاص غرض پر روشنی ڈالنی چاہی ہے، سید الطاف علی "ایک دن میں نے مولوی عبدالغافر خاں سے دریافت کیا، فرمایا اگر جائداد رہن رکھ کر منافع لیا جائے خصوصًا ہنود سے سود تو جائز ہے" یہ مثل قسم اول ہے ایک عام بات بطور مسئلہ ہے خاص اپنا ذکر نہیں۔ محمد رضا خاں "یہ بھی وجہ ہے کہ ہمارے رہن میں خلل کرے گا" حیدر علی خاں "میں نے بیع الوفا کرالیا ہے بیع الوفا سے نفع اٹھانا جائز ہے" محمد بشیر "دکانیں اور گودام گنیشی کے میرے پاس رہن ہیں یہ اس کا کرایہ ہے" ان تین بیانوں میں ہرگز اس کا اقرار نہیں کہ زوجہ کا نام فرضی ہے حقیقۃً معاملہ میرا ہے صرف اپنی طرف اضافت ہے مجرد اضافت دستاویز اقراری گنیشی ومصدقہ رجسٹری ومسلمہ فریقین کو کیونکر باطل کردے گی زوج و زوجہ میں ایسا ہی انبساط ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کے مال کو بلاتکلف اپنی طرف اضافت کرتا ہے ولہذا ایک دوسرے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا کہ یہ دینا نہ ہوا بلکہ گویا خود لینا۔ فتح القدیر میں ہے :

للاشتراك فی المنافع فكان الدافع الی　　　منافع میں اشتراک کی بناء پر ان کو دینا گویا

هؤلاء کالدافع لنفسہ من وجہ[1] — خود کو دینا ہوا۔ (ت)

وکیل خصومت مِلک موکل کو اپنی طرف نسبت کرتا ہے بلکہ ایک خدمتگار اپنے آقا کی ملک کو، بلکہ وصی مال یتیم کو، بلکہ موقوف علیہ بلکہ متولی مال وقف کو، حالانکہ وقف خالص مِلک الٰہی عزوجل ہے کسی مخلوق کا اصلاً مملوک نہیں، یہ سب بیک گونہ بوجہ اختصاص انھیں اپنی جانب اضافت کرتے اور اپنی ملک کہتے ہیں تو شوہر نے معاملۂ زوجہ کو اگر اپنا کہا کیا بعید کہا، بلکہ شرفا میں قطعاً یہی معہود ہے عورت کا کوئی مطالبہ کسی اجنبی پر آتا ہو یا عورت نے رہن کیا ہو تو اجانب میں بیٹھ کر یہ نہ کہیں گے کہ ہماری بی بی کا اتنا روپیہ دے، وہ ہماری بی بی نے یہ رہن کیا ہے بلکہ یوں ہی کہ ہمارا اتنا دے، وہ ہم نے رہن لیا ہے۔ وجیز امام کردری میں ہے:

ادعی انہ وکیل عن فلان بالخصومۃ فیہ ثم ادعاہ لنفسہ لایقبل لان ما ھو لہ لایضیفہ الی غیرہ بخلاف ما اذا ادعاہ لنفسہ ثم ادعی انہ وکیل لفلان بالخصومۃ لعدم المنافاۃ فان الوکیل بالخصومۃ قد یضیف الی نفسہ یکون المطالبۃ لہ[2]۔

کسی نے کہا کہ میں فلاں کی طرف سے اس معاملہ کی جواب دہی کا وکیل ہوں پھر اسی چیز کو اپنی ملکیت ہونے کا دعوٰی کرے تو یہ مقبول نہ ہوگا کیونکہ اپنی چیز کو دوسرے کی طرف منسوب نہیں کیا جاتا، اس کے برعکس پہلے اپنی ملکیت کا دعوٰی کیا، پھر بعد میں یہ دعوٰی کرے کہ اس چیز کی جواب دہی کے لئے میں فلاں کی طرف سے وکیل ہوں تو جائز ہوگا، اس صورت میں منافات نہیں ہے کیونکہ وکیل بالخصومۃ کبھی چیز کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے تو اس کو مطالبے کا حق ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

ادعی علیہ انہا لہ ثم ادعی انہا وقف علیہ یسمع لصحۃ الاضافۃ بالاخصیۃ انتفاعاً[3]۔

پہلے دعوٰی کیا کہ یہ میری ملکیت ہے، پھر دعوٰی کیا کہ یہ مجھ پر وقف کی گئی ہے تو دعوٰی مقبول اور قابل سماعت ہوگا کیونکہ اپنے لئے انتفاع کی خصوصیت کی بناء پر اپنی طرف منسوب کرسکتا ہے۔ (ت)

خزانۃ المفتین میں ہے:

---

[1] فتح القدیر کتاب الزکوٰۃ باب من یجوز دفع الصدقۃ الیہ الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۲۰۹
[2] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ نوع فی التناقض نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۱۹
[3] " " " " " " " " " " ۵/۳۱۸

ادعی الصحدود لنفسہ ثم ادعی انہ وقف الصحیح من الجواب ان کان دعوی الوقفیۃ بسبب التولیۃ یحتمل التوفیق لان فی العادۃ یضاف الیہ باعتبار ولایۃ التصرف والخصومۃ[1]

دعوی کیا یہ محدود جائداد میری ہے پھر دعوی کیا کہ یہ وقف ہے، تو صحیح جواب یہ ہے کہ اگر اس وقف کی تولیت کی وجہ سے اپنی طرف منسوب کیا تو دونوں دعووں میں موافقت ہوسکتی ہے کیونکہ عادۃً متولی کو تصرف اور خصومیت کی ولایت ہوتی ہے اس کی بنا پر اس کی طرف منسوب ہوتی ہے (ت)

رب عزوجل فرماتا ہے:

ولا تؤتوا السفہاء اموالکم التی جعل اللہ لکم قیما[2]

اپنے وہ مال جن کا اللہ تعالٰی نے تمہیں منتظم بنایا ہے بے سمجھ لوگوں کو نہ دو۔ (ت)

امام سعید بن جبیر تلمیذ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم فرماتے ہیں:

ھو مال الیتیم یکون عندك یقول لاتؤتہ ایاہ وانفقہ علیہ حتی یبلغ وانما اضاف الی الاولیاء فقال اموالکم لانھم قوامھا ومدبروھا[3]

یتیم کا مال ہے جو تیرے پاس ہے، اللہ تعالٰی نے فرمایا یہ مال یتیم کو نہ دو اور اس پر خرچ کرو حتی کہ بالغ ہوجائے، اس مال کو اللہ تعالٰی نے اولیاء کی طرف اس لئے منسوب فرمایا کہ وہ اس کے نگران اور منتظم ہیں۔ (ت)

یہی تفسیر عکرمہ سے منقول کما فی المعالم وغیرھا (جیسا کہ معالم وغیرہ میں ہے۔ ت) بلکہ رب العزت نے فرمایا:

ووجدك عائلا فاغنی[4] (اور آپ کو محتاج پایا تو اس نے غنی کردیا۔ ت)

یہ مال ام المؤمنین خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالٰی عنہا کا ہے جسے مولٰی تعالٰی نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] خزانۃ المفتین کتاب الوقف فصل فی دعوی الوقف والشہادۃ علیہ قلمی نسخہ ۱/۲۲۵

[2] القرآن الکریم ۴/۵

[3] معالم التنزیل علی ہامش تفسیر الخازن تحت آیۃ ۴/۵ مصطفی البابی مصر ۱/۴۲۸

[4] القرآن الکریم ۹۳/۸

کا مال فرمایا کہ غنا بمال غیر نہیں۔ محقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا،

۹۳/۸ قال اللہ تعالٰی ووجدك عائلا فاغنی ای بمال خدیجۃ وانما کان منہا ادخالہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فی المنفعۃ علی وجہ الاباحۃ والتملیك احیانا۔[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا، آپ کو اس نے محتاج پایا تو اس نے غنی کردیا، یعنی حضرت خدیجہ کے مال سے، اور اس لئے کہ آپ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی طرف سے ان کے مال میں دخل اختیار تھا، اختیار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مباح اور کبھی ملک کے طور پر تھا۔ (ت)

بالجملہ ان میں کوئی صرف مثبت دعوٰی نہیں، ہاں موتی شاہ و وزیر خاں کی کوشش مدعیوں کو قابل مشکوری تھی کہ وہ صراحۃً ساری گفتگو عبدالغافر خاں و گنیشی میں بتاتے ہیں ان کی مہمل و متناقض گواہیوں کا حال آئندہ آتا ہے مگر انھوں نے نری ناتمام گفتگو پر خاتمہ کردیا وقوع عقد سے صراحۃً انکار کیا، موتی شاہ "میرے سامنے کچھ اور معاملہ نہیں ہوا لکھت پڑھت کچھ نہ ہوئی زبانی بات تھی" وزیر خاں "پھر مجھے کچھ نہیں معلوم، میرے سامنے کچھ دستاویز کی تکمیل نہ ہوئی" اشرف علی خاں "اس کاغذ کا لکھا جانا بتاتا ہے جس میں قمر یحیٰ زوجہ عبدالغافر خاں کا نام ہے" عبدالغافر خاں کا گھر آنا اور روپیہ کچہری کو لے جانا بلکہ دستاویزیں اپنے نام چھڑانا کسی طرح زوجہ کا اسم فرضی ہونے کا شبہہ بھی نہیں دلاتا نہ کہ دلیل ہو۔ ولی خاں و عفران خاں ہزار روپے زر اصل سے عبدالغافر خاں کو دئے جانے اور ان کی رسید لکھنے کے گواہ ہیں،

اوّلاً ان دونوں کی گواہی خود مجوز نے نہ مانی اور اس ہزار کی ڈگری نہ دی۔

ثانیاً تقریر سابق اس وہم کے دفع کو بس ہے، مخدرات کا روپیہ ان کے ازواج ہی کو دیا جائیگا اور وہی رسید دیں گے۔ احمد خاں ولد عبدالغنی خاں و نجف علی خاں اس مد کے گواہ ہیں کہ عبدالغافر خاں نے گنیشی سے گودام کا ایک حصہ پندرہ روپے ماہوار کرائے پر مانگا۔ ان گواہیوں نے تو روشن طور پر ثابت کردیا کہ یہ مکان عبدالغافر خاں سے بیع یا رہن نہ ہوئی ورنہ کرائے پر لینے نہ جاتا، غایت یہ کہ حسب زعم مدعیان خلاف اقرار صریح مورث قبضہ نہ ہوا تھا تو بذریعہ نالش قابض ہوجاتا نہ کہ ایک چیز کا پندرہ روپے مہینہ کرایہ دینا چاہتا، بالجملہ کوئی شہادت اس دعوٰی کا اثبات نہیں کرتی کہ اصل معاملہ

---

[1] فتح القدیر باب الزکوٰۃ باب من یجوز دفع الصدقۃ الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۲۰۹

عبدالغافر خاں سے ہے اور زوجہ کا نام فرضی ہے بلکہ یہ دو شہادتیں اس کا رَد ہیں۔

وجوہِ خاصہ وجوہِ عامہ کے بعد ان کی طرف زیادہ توجہ کی حاجت نہیں، نہ وقت میں وسعت، مگر بعض کا تذکرہ کریں۔

(**اختلافِ شہادت و دعوٰی**) **اوّل** مدعی کہتا ہے قبض و دخل مدعا علیہما کا جائداد مرہونہ پر کبھی ایک منٹ کے لئے نہیں ہوا۔ محمد بشیر "قبضہ جائداد پر عبدالغافر خاں کا تھا اب تک گودام پر عبدالغافر خاں اور رام کنور کا ہے دونوں کے قفل پڑے ہیں عبدالغافر خاں کا کچھ غلہ وغیرہ گودام میں ہے مجھے نہیں معلوم کہ روپیہ لینے سے قبضہ جائداد پر پیشتر ہوا تھا یا بعد، گودام پر اب تک قبضہ عبدالغافر خاں کا ہے اور گنیشی کا بھی قبضہ ہے" یعنی مرد سے کا۔

دوم مدعی کہتا ہے اصل معاملہ عبدالغافر خاں سے ہے زوجہ کا نام فرضی، احمد خاں ولد عبدالغنی خاں و نجف علی خاں کی شہادتیں صراحۃً اس کا رَد کر رہی ہیں کما مر آنفا۔

سوم مدعی کہتا ہے حقیقۃً سود لیا اور اس کے اخفاء کے لئے کرایہ نامہ فرضی لکھوایا۔ انور بیگ "گنیشی نے بچا کر سود کی کارروائی فرضی ہے گودام اور مکان میرا رہن ہے۔"

www.alahazratnetwork.org

چہارم مدعی کہتا ہے بشرح سود ۱۳ ر ۱۱ پائی سیکڑہ ماہواری موتی شاہ ۱۴ کا سود ٹھہرا تھا۔

پنجم حسب دعوائے مدعیان رسید بہی پیش کردہ میں صرف اس سود کی رقوم ہیں جو گنیشی نے مدعا علیہ کو دیا لیکن سید الطاف علی کا بیان ہے "میں نے گنیشی سے دریافت کیا یہ کتاب کس بابت ہے؟ کہا میں نے مولوی عبدالغافر خاں سے کچھ روپے قرض لئے تھے اس کے کچھ سود وغیرہ کا حساب ہے" گنیشی کا یہ "وغیرہ" دعوی مدعیان کا نقض ہے۔

ششم یہ رسید بہی بھی شاید بنا کر پیش کی ہے وہ مدعیوں اور شاہدوں کی تکذیب کرتی ہے مدعیوں کا بیان ہے کہ "ابتدائے ۱ر دسمبر ۱۹۰۷ء لغایۃ دسمبر ۱۹۱۲ء بشرح للعہ ماہوار مدعا علیہ کو باخذ رسیدات نوشتہ نامبردہ ادا کی گئی" لیکن رسید بہی میں نومبر ۱۹۱۳ء میں للعہ للعہ کی دو رقمیں درج ہیں تو آخر دسمبر ۱۹۱۳ء تک للعہ پہنچی۔

(**اختلافِ شاہدان**) **ہفتم** بیان مدعیان کے سلسلے کو تمام گواہوں نے اول سے آخر تک نباہا ہے کہ ۱۵ یوم دسمبر ۱۹۰۷ء کے ہیر پھیر ختم ۱۹۱۲ء تک ہر مہینے کے للعہ انھیں کے لحاظ سے اخیر رقم للعہ رکھی ہے اور شاہدوں کے مشاہدے سے جولائی ۱۹۱۶ء تک پہنچی ہوئی اعلامیہ للعہ حالانکہ رسید بہی سے یہ رقم اعلامیہ ہے اور رقم اخیر للعہ۔

ھشتم موتی شاہ و وزیر خاں دونوں ایک جلسے کے گواہ ہیں قول محض میں اختلاف زمان ومکان مضر نہیں اس لئے کہ وہ مکرر ہوسکتا ہے مگر یہ طویل تقریر اور ابتدائی مول تول کے دونوں نے بیان کئے عادۃً ہرگز دو بار نہیں ہوتے کہ ایک بار گنیشی عبدالغافر خاں کو بلائے، عبدالغافر خاں آپ نے مجھے بلایا تھا، گنیشی بلایا تھا مجھے پانچ ہزار روپے کی ضرورت ہے، عبدالغافر خاں میں دوں گا میرا اطمینان کیا ہوگا، گنیشی زنانہ مکان گودام دکان ضمانت میں دوں گا اس روپے کا نفع کیا لیا جائیگا، دولھا خاں ڈیڑھ روپیہ کا قاعدہ رام پور میں ہے وہی لیا جائیگا، گنیشی آپ میرے مہربان ہیں کچھ کم کرکے کہدیجئے، دولھا خاں ایک روپیہ، گنیشی میں عرض کرتا ہوں اس کو منظور کرلینا للعہ ماہوار آپ لے لیا کریں، دولھا خاں ذرا چُپ ہوئے پھر کہا یہ تو ۱۴ر سے بھی ایک پائی کم ہوتا ہے، گنیشی اب آپ اسے ہی منظور کرلیں ہماری آپ کی محبت ہے، دولھا خاں آپ کاغذ کی تکمیل کریں روپیہ تیار ہے دوں گا، پھر فریقین سو رہے اور ۲۱ دن بعد گنیشی پھر عبدالغافر خاں کو بلائے اور اول تا آخر سب وہی گفتگو پیش آئی فریقین اس پہلی گفتگو کو ایسا بھول جائیں کہ خواب فراموش ہوجائے اور از سرِ نو آغاز کریں مگر تمام سوال جواب وہی رہیں ترتیب تک نہ بدلے، وہی بلانے کی وجہ پوچھنی وہی پانچ ہزار کی ضرورت وہی اطمینان کا سوال وہی انھیں کفالتوں کا بیان وہی سود کا سوال وہی حسب قاعدہ شہر ڈیڑھ روپیہ وہی تخفیف چاہنا وہی اس پر ایک روپیہ پھر وہی کہ میری مانئے للعہ ماہوار اس پر وہی تامل اور وہی جواب کہ ۱۴ر سے بھی ایک پائی کم ہوا اور بالآخر وہی قبول کہ روپیہ تیار ہے کاغذ لکھواؤ اسے ہرگز عقل سلیم قبول نہیں کرتی تو ضرور جلسہ واحدہ کے گواہ ہیں لیکن یہ انھیں کے بیان سے محال ہے موتی شاہ کی شہادت ۹ر اکتوبر [illegible] کو ہوئی اور وہ بالجزم کہتا ہے "عرصہ اسکو سولہ برس کا ہوا" تو روز گفتگو ۹ر اکتوبر [illegible] ہوا، وزیر خاں کی شہادت ۳۱ر مارچ [illegible] کو ہوئی اور وہ بالجزم کہتا ہے کہ "سولہ برس پانچ مہینے ہوئے" تو روز گفتگو ۳۱ر اکتوبر [illegible] ہوا، ۹ و ۳۱ دونوں ایک ہوجائیں تو یہ شہادتیں دائرۂ امکان میں آئیں لیکن وہ محال تو یہ بھی باطل و واجب الاہمال۔ خانیہ و ہندیہ میں ہے :

لاتبطل الشہادۃ باختلاف الشاھدین فیما بینھما فی الایام والبلدان الاان یقولا کنا مع الطالب فی موضع واحد فی یوم واحد[1]	دونوں گواہوں کا زمانہ اور شہروں میں اختلاف شہادت کو باطل نہ کرے گا ماسوائے اس کے کہ وہ دونوں ایک جگہ ایک دن میں طالب کے ساتھ ہونے کی بات کریں۔ (ت)

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشہادات الباب الثامن فی الاختلاف بین الشاہدین نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۵۰۶

مبسوط و عالمگیریہ میں ہے ،

شهد احدهما انه طلقها یوم الجمعة بالبصرة و الاٰخر انه طلقها فی ذٰلك الیوم بعینه بالکوفة لم تقبل شهادتهما لانا نتیقن بکذب احدهما فان الانسان فی یوم واحد لایکون بالبصرة والکوفة بخلاف ما اذا شهد احدهما انه طلقها بالکوفة والاٰخر انه طلقها بالبصرة ولم یوقتا وقتا فهناك الشهادة تقبل[1]

ایک گواہ نے کہا اس نے بصرہ میں جمعہ کے روز بیوی کو طلاق دی ، اور دوسرے نے کہا کہ اس نے اُسی جمعہ کے روز کوفہ میں طلاق دی تو دونوں کی یہ شہادت مقبول نہ ہوگی کیونکہ ہمیں ان میں سے ایک کے جھوٹا ہونے کا یقین ہے کیونکہ ایک ہی روز میں انسان کوفہ اور بصرہ میں نہیں ہوتا اس کے برخلاف جب ایک نے کہا کہ اس نے بصرہ میں اور دوسرے نے کہا کوفہ میں طلاق دی اور دونوں نے کوئی وقت نہ بتایا تو اس صورت میں شہادت مقبول ہوگی ۔ (ت)

نہم سید عبدالعزیز و عبدالعزیز خاں ایک جلسے کے گواہ ہیں ان کے بیان میں شروع ستمبر ہے اس کے بیان میں ۳۰ ستمبر ۔

دہم سید عبدالعزیز کا بیان ہے مظہر لیپر گنیشی کو لکھنے کی مشق کرا رہا تھا اتنے میں مولوی عبدالغافر خاں تشریف لائے گنیشی کے پاس ' اور کہا پانچ مہینے کا مکان کا کرایہ دو سو بیس روپے دیجئے ' اس پر گنیشی نے رام کنور سے کہا کتاب حساب کی لے آؤ ، وہ لے گئے ، گنیشی نے مولوی عبدالغافر خاں کو کتاب دی ، بعد مولوی عبدالغافر کے چلے جانے کے مجھ سے گنیشی نے کہا اس کتاب میں کیا لکھا ہے ، تو اس میں یہ لکھا تھا کہ آخر اگست ۸ء تک کرایہ وصول ہوا یعنی پانچ ماہ کا مطالبہ آتے ہی کیا کتاب سے دیکھنے سے پہلے ، لیکن عبدالعزیز خاں کہتا ہے "عبدالغافر خاں تشریف لائے اور گنیشی سے کہا ہمارا کرایہ دلوائیے ، گنیشی نے کہا حساب کر لیجئے ، اور رام کنور سے کہا کتاب لے آؤ ، وہ کتاب حساب کی لائے ، عبدالغافر نے دیکھ کر کہا پانچ مہینے کا ہمارا کرایہ بقدر دو سو بیس کے واجب ہے وہ دیدیجئے ۔

یازدہم عبدالعزیز خاں کہتا ہے " اس کے بعد گنیشی نے وہ کتاب ایک شخص کو جو گنیشی کے لڑکے کو پڑھا رہا تھا بلا کر دکھائی ، اس نے پڑھا ، میرے کان تک آواز آئی " یہ شخص وہی عبدالعزیز ہیں " لیکن ان کا بیان ہے " اس وقت آٹھ سات آدمی تھے ایک مظہر اور عبدالغافر خاں مسلمان باقی ہندو "

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الشہادات الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۵۰۸

قران کو وہاں عبدالعزیز خاں کے ہونے ہی سے انکار ہے۔

دوازدہم حیدر علی و عبدالرحیم ایک جلسے کے گواہ ہیں حیدر علی خاں کا بیان ہے "عبدالغافر چلے گئے اس کے بعد گنیشی نے حساب کی کتاب مجھے دی اور کہا پڑھ کر سنا دیجئے کہ عبدالغافر خاں نے کیا لکھا ہے میں نے گنیشی سے پوچھا کیسا روپیہ ہے کہاں مکان اور گودام رہن ہے اس کے سود کا ہے اس کے بعد میں چلا آیا چاولوں کے واسطے روپیہ دے کے۔ عبدالرحیم خاں کہتا ہے "عبدالغافر خاں جب چلے گئے گنیشی نے کتاب ایک آدمی کو جوان کے پاس بیٹھا تھا دکھائی کہ اس میں کیا لکھا تھا اس نے سنایا پھر انھیں صاحب نے پوچھا یہ روپیہ کیسا عبدالغافر خاں کو دیا گنیشی نے کہا مکان اور گودام اور دکان رہن ہے اس کا کرایہ ہے اس پر اس شخص نے کہا کرایہ بہت ہوگا گنیشی نے کہا للعہ ماہوار دیتا ہوں انھیں صاحب نے چلتے وقت گنیشی کو عہ دے کہ چاول بھجوا دینا" ان اختلافوں کو جانے دیجئے کہ **اولاً** حیدر علی نے دو چیزیں بتائیں مکان اور گودام، اور عبدالرحیم نے دکان بھی بڑھائی۔

ثانیاً گنیشی کا جواب حیدر علی نے یہ بتایا کہ سود کا ہے عبدالرحیم نے یہ کہ کرایہ ہے۔

ثالثاً ایسا ہی اختلاف یہ ہے کہ حیدر علی خاں کہتا ہے "گنیشی نے اپنے پسر سے کہا حساب کی بہی لے آؤ، وہ لے کر آیا اور عبدالغافر خاں کو دی" عبدالرحیم خاں کہتا ہے "گنیشی کو دی۔"

رابعاً حیدر علی خاں کہتا ہے "گنیشی نے کہا پہلے کتنی رقم آپ کے پاس پہنچی" عبدالغافر خاں نے کہا سمہ للعہ " اس پر گنیشی نے اپنے بیٹے سے کہا عبدالغافر خاں کو کرایہ کا روپیہ دو، کوٹھری سے لاکر الما عہ دے دئے، عبدالرحیم خاں اس کا عکس بیان کرتا ہے کہ الما عہ دے دئے، پھر گنیشی نے کہا اس سے پہلے رقم کس قدر گئی ہے، کہا سمہ للعہ۔

خامساً تخالف شدید یہ ہے کہ عبدالرحیم کہتا ہے "اس شخص یعنی حیدر علی خاں نے کرایہ پوچھا، گنیشی نے للعہ ماہوار بتایا، حیدر علی خاں کہتا ہے " تعداد ماہواری کرایہ کی مجھے گنیشی نے نہیں بتائی۔"

سیزدہم محمد رضا خاں کہتا ہے "عبدالغافر خاں نے کتاب پر وصول ڈال دیا اور پڑھ کر سنایا کہ آخر مارچ سنہ تک کا کرایہ معرفت موتی چند کے وصول پایا" جس کا حاصل یہ کہ کرایہ کسی اور نے اس نے موتی چند کے ہاتھ بھیجا لیکن کتاب یعنی رسید بہی کی عبارت یہ ہے " آخر مارچ سنہ تک کرایہ موتی چند سے وصول ہوا۔"

چہاردہم سب شاہد للعہ ماہوار کے حساب پر چلے ہیں جس کے فیصدی ۱۳ ار ۱۱ ۲۴/۱۸ پائی

ہوئے لیکن موتی شاہ کہتا ہے" ۱۴ر کا سود ٹھہرا تھا" یہاں یا وجہ چہارم میں مجاز کا عذر کہ بقاعدۂ رفع و اسقاط موتی شاہ نے ۱۴ر ایک پائی کم یا زائد کو مجاز ۱۴ر کہا مقبول نہیں کہ شہادت میں مجاز نہیں لے سکتے۔

وجیز امام کردری جلد ۵ ص ۳۲۲ میں ہے:

الحکم لما اتصل بالشہادۃ و شرط فیھا العلم مثل الشمس لم یحتمل فیھا المجاز الذی یصح نفیہ واما الدعوی فاخبار مجرد لایتصل بہ الحکم فاتسع فیہ لدفع المناقضۃ عند الافصاح بالتوفیق۔[1]

حکم جب شہادت سے متصل ہو اور شہادت میں شرط ہے کہ واقعہ کا سورج کی طرح واضح علم ہو اور اس میں مجاز کا احتمال نہ ہو جس کی نفی کرنا پڑے لیکن دعوٰی تو وہ خالص خبر ہے جس میں فیصلہ نہیں ہو سکتا تو اس میں وسعت ہے کہ تناقض کو ختم کرنے کے لئے موافقت کو ظاہر کیا جائے۔ (ت)

پانزدہم احمد خاں ولد میاں خاں اور عجائب الدین خاں ایک جلسے کے گواہ ہیں احمد خاں مئی ۹ سنہ کا واقعہ بتاتا ہے کہ عبدالغفار خاں نے کہا کہ آٹھ مہینے کا کرایہ چاہئے جس کے ساعث[عہ] ہوتے ہیں، گنیشی نے کہا اس سے پہلے کتنی رقم پہنچی، کہا سماعت[عہ] حسب رسید ہی و شہادت سید عبدالعزیز اگست سنہ تک تھی جب سے ختم اپریل سنہ تک ۸ مہینے ہوتے ہیں تو اسی وقت تک کا کرایہ ہوا لیکن عجائب الدین خاں یہی شروع مئی سنہ ۹ لکھا کر کہتا ہے" مولوی عبدالغفار خاں نے جواب دیا سماعت[عہ] اول پہنچی اور ساعث[عہ] اب گنیشی نے پوچھا یہ سب کتنے ہوئے، عبدالغفار خاں نے کہا سملاللعہ[عہ] بابت کرایہ کے ہمارے پاس پہنچی اکتوبر سنہ تک کا" یہ اکتوبر سنہ کا ہے تو ستمبر سنہ سے اس تک دو ہی مہینے ہوئے اور ماہوار ماعث ٹھہرا اور سنہ ۹ کا ہے تو چودہ مہینے ہوئے اور ماہوار کچھ اوپر پچیس ہی رہے۔

شانزدہم محمد رضا خاں و منظر حسین ایک جلسے کے گواہ ہیں وہ گنیشی کا کہنا یہ بتاتا ہے" کل تم آنا تمہیں بھی روپیہ دوں گا" یہ کہتا ہے" کل ہم روپیہ پہنچا دیں گے"۔

ہفدہم نجن و حیدر حسین ایک جلسے کے گواہ ہیں نجن[عہ] کہتا ہے کہ کتاب اس وقت نہیں ملتی کل آکر آپ روپیہ لے لیں، سید حیدر حسین کا بیان ہے عبدالغفار خاں سے گنیشی نے کہا

عہ خط کشیدہ عبارت اندازہ سے درست کی اصل میں پڑھی نہیں گئی۔

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ کتاب الدعوٰی نوع فی التناقض نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۲۲

کتاب تلاش کرکے میں روپیہ خود بھیج دوں گا یا آپ آکر لے جائیں۔ تجمن کہتا ہے عبدالغفار خاں نے کہا کاغذ پر آپ رسید لے لیں کل کچہری سے آؤں گا تو کتاب پر جب مل جائے گی دستخط کروں گا" حیدر حسین کا بیان ہے کہ کتاب کل میرے پاس بھیج دینا وصول لکھ دوں گا۔

ہیجدہم احمد خاں ولد میاں خاں گنیشی کو کہتا ہے "گورے چٹے تھے" موتی شاہ کا بیان ہے "گندمی رنگ تھا" جب گواہوں کی حالت قابلِ اطمینان نہ ہو جیسی یہاں ہے تو اس قسم کے اختلافات پر بھی نظر کی جاتی ہے، محیط و ہندیہ میں ہے:

قال ابویوسف اذا رأیت الریبۃ فظننت انھم شھود الزور فرقت بینھم واسألھم عن المواضع والثیاب ومن کان معھم فاذا اختلفوا فی ذٰلک فھذا عندی اختلاف ابطل بہ الشھادۃ[1]

امام ابویوسف رحمہ اللہ نے فرمایا: جب شک کی بنا پر مجھے یہ گمان ہو کہ گواہ جھوٹے ہیں تو ان دونوں کو جدا کرکے ان سے جگہ اور لباس کے متعلق اور ان کے ساتھ موجود لوگوں کے متعلق سوال کروں گا اگر وہ ان امور میں اختلاف کریں تو میرے نزدیک یہ اختلاف ایسا ہے کہ میں شہادت کو باطل کردوں گا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

(تناقض شاھد) نوزدہم محمد رضا خاں نے پہلے "معرفت مولچند" بتایا پھر کہا "صہ۹ پر یہ عبارت لکھی تھی "مولچند سے وصول ہوا"۔

بستم موتی شاہ نے للعہ ماہوار بتایا پھر کہا ۱۲ر سود۔

بست و یکم سید الطاف علی نے خود اپنی شہادت نقض کر دی رقوم سابق و لاحق و مجموعی بیان کرکے کہا "میں نے اس کو نوٹ کر لیا تعداد رقم کی پرسوں میں نے دیکھی ہے اگر نہ دیکھتا تو اس وقت رقم کی شہادت نہ بیان کر سکتا" شاہد کو جب شہادت یاد نہ ہو تو اپنی لکھی یادداشت کی بنا پر گواہی امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک مطلقاً باطل ہے۔ متن تنویر میں ہے:

لا یشھد من رأی خطہ ولم یذکرھا۔[2]

جس نے خط دیکھا اور اس کا مضمون یاد نہ ہو تو وہ اس کی شہادت نہ دے۔ (ت)

بزدوی وغیرہ نے اسی کو قول امام محمد بتایا تقویم میں اسی کو صحیح کہا، ردالمحتار میں ہے:

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب القضاء الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۳۴۵

[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الشہادات مطبع مجتبائی دہلی ۲/۹۲

فی البزدوی الصغیر اذا استیقن انه خطه وعلم انه لم یزد فیه شیئ بان کان مخبوأعندہ وعلم بدلیل اٰخر انه لم یزد فیه لکن لایحفظ ما سمع فعندهما لایسعه ان یشهد، وعند ابی یوسف یسعه وما قاله ابو یوسف هو المعمول به وقال فی التقویم قولهما هو الصحیح، جوھرہ[1]

بزدوی صغیر میں ہے جب اس کو یقین ہو کہ یہ خط اس کا ہے اور یہ معلوم ہو کہ اس میں کوئی زیادتی نہیں کی گئی اور وُہ خط اس کے پاس بند تھا اور دیگر دلائل سے بھی معلوم ہوا کہ اس میں کوئی زیادتی نہیں کی گئی لیکن خط کا سُنا ہوا مضمون یاد نہیں کیا تو طرفین کے نزدیک اس صورت میں شہادت دینے کی گنجائش نہیں اور امام ابویوسف رحمہ اللہ کے ہاں اسے شہادت دینا جائز ہے، اور ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی نے جو فرمایا وہی معمول بہ ہے اور تقویم میں فرمایا کہ طرفین رضی اللہ تعالٰی عنہما کا قول صحیح ہے، جوہرہ (ت)

قول امام ثانی پر اگرچہ فتوٰی دیا گیا مگر وہ اس صورت میں ہے کہ گواہ حاکم کے سامنے یہ ظاہر نہ کرے کہ اپنا لکھا دیکھ کر گواہی دے رہا ہوں اس اظہار کے بعد بالاتفاق اس کی شہادت مقبول نہیں۔ بحرالرائق وطحطاوی علی الدرالمختار و عالمگیریہ میں ہے:

ثم الشاهد اذا اعتمد علٰی خطه علی القول المفتی به و شهد فللقاضی ان یسأله هل تشهد عن علم اوعن خط ان قال عن علم قبله وان قال عن الخط لا[2] (ملخصاً)

پھر گواہ کو جب اپنے خط پر اعتماد ہے کہ اسی کا ہے اور گواہی دی تو مفتٰی بہ قول میں جائز ہے، لیکن قاضی اس سے سوال کرے کہ تو اپنے علم کی بناء پر شہادت دے رہا ہے یا خط کی بناء پر اگر وہ یہ کہے کہ اپنے علم کی بناء پر شہادت دے رہا ہوں تو شہادت کو قبول کرلے، اور اگر وُہ کہے کہ خط کی بنا پر دے رہا ہوں تو قبول نہ کرے (ملخصاً)۔ (ت)

تنبیہ: یہاں جو فقول سادہ اظہار محمد رضا خاں، منظور حسین آئیں ان میں اظہار محمد رضا

---

[1] ردالمحتار کتاب الشہادات دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۷۵

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار 〃 دار المعرفۃ بیروت ۳/۲۳۶

بحرالرائق 〃 ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/۷۲

فتاوٰی ہندیہ 〃 الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۴۵۶

خاں میں سابق پہنچی ہوئی رقم اعا ؁ لکھی ہے اور لہالہ حال کی ملاکر ہمہ ؁ یہ دعویٰ و دیگر شہادات ورسید بھی سب کے خلاف ہے اور اظہار مظہر حسین میں اولاً رقم سابق اعا ؁ اور چند سطر کے بعد اعا ؁ ہے یہ تناقص ہے اگر ان رقوم میں خطائے نقل ہو تو یہ تین وجہیں اختلاف دعویٰ و شہادت، و اختلاف شاہدین، و تناقض شاہد میں اور اضافہ ہوں گی۔

بست و دوم (حالت گواہان) (۱) موتی شاہ (۲) غفران اقراری سزا یافتہ ہیں (۳) عجائب الدین خاں پتنگ ساز پتنگ فروش گواہی پیشہ ہے (۴) حیدر علی خاں گواہی پیشہ ہے (۵) احمد خاں ولد میاں خاں باجہ فروش ہے (۶) محمد رضا خاں (۷) مظہر حسین بنیوں کے یہاں سود کے تقاضے اور وصول کرکے لانے پر کم درجے کے نوکر ہیں (۸) عبدالعزیز خاں وثائق نویس ہیں، اور صحیح مسلم شریف میں امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکل الربا و مؤکلہ وکاتبہ وشاہدیہ وقال ھم سواء۔[1]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سُود کھانے والے اور کھلانے والے اور اس کا کاغذ لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر، اور فرمایا وہ سب برابر ہیں۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

(۹) ولی خاں (۱۰) عبدالرحیم خاں (۱۱) اشرف علی خاں (۱۲) محمد بشیر (۱۳) مظہر حسین (۱۴) نجف علی خاں سب جاہل و ناخواندہ ہیں بلکہ اظہر یہ کہ ان میں اکثر یا سب اپنے ضروری فرائض سے آگاہ نہ ہوں اور جو اس قدر بھی فقہ نہ سیکھے اس کی شہادت مردود ہے۔ مجتبٰی شرح قدوری و نہر الفائق و درمختار باب التعزیر میں ہے:

من ترك الاشتغال بالفقه لا تقبل شهادته والمراد ما يجب عليه تعلمه۔[2]

جس نے فقہ سے مشغولیت ختم کردی اسکی شہادت مقبول نہیں یعنی جس نے واجبی حد تک فقہ سے بھی تعلق نہ رکھا۔ (ت)

(۱۵) سید الطاف علی (۱۶) عبدالرحیم خاں (۱۷) نجن (۱۸) اشرف علیخاں (۱۹) مظہر حسین (۲۰) نجف علی خاں (۲۱) وزیر خاں سب بلا ضمن کچہری کے ناخواندہ مہمان ہیں عرف حال میں اہل حیثیت

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساقات باب الربٰو قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۷

[2] درمختار کتاب الحدود باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۲۷

اسے بے عزتی سمجھتے ہیں (۲۲) ولی خاں درگاداس کے یہاں چار روپے کا ملازم ہے (۲۳) عبدالرحیم خاں ایک چپراسی ہے۔ (۲۴) محمد بشیر ایک مذکوری (۲۵) اشرف علی خاں (۲۶) نجف علی خاں دونوں گاڑی بان (۲۷) احمد خاں ولد عبدالنبی خاں ۶ روپے کا فیلبان (۲۸) وزیر خاں یہ بھی ہاتھی بان ہے (۲۹ و ۳۰) جہاں یہ دونوں فیلبانی پر نوکر ہیں اس کارخانے کا تحویلدار مدعی ہے اور وہی انھیں تنخواہ دیتا ہے۔

(**تحری صدق**) ایسی جگہ تحری صدق لازم تھی اس کی حالت سخت عجیب ہے مدعیوں نے پیش خویش ایک نہایت مرتب منتظم سلسلہ وصول کرایہ پر شہادتوں کا مسلسل کیا کہ ۱ دسمبر [illegible] سے چار برس ۲ ماہ تک تو گنیشی ایسا خوش دہندہ رہا کہ مہینے کے مہینے للعہ دیتا رہا بلکہ بکمال فیاضی زوبر سکہ میں دوہرے دئے یہاں تک کا وصول اقرار عبدالغافر خاں سے رکھا آگے گنیشی کی یہ حالت ہے کہ تین تین برس گزر جائیں ایک پیسہ بے تقاضا نہیں دیتا مگر ہر تقاضے پر اگرچہ ہزاروں کا مطالبہ ہو روپیہ برابر تیار رکھتا ہے کبھی یہ نہیں کہتا کہ آج اتنی کمی ہے کل پوری کر دوں گا پھر روپیہ تیار ہے تو مہینوں برسوں رکھ کیوں چھوڑتا ہے اور عبدالغافر خاں کو برسوں ماہ بماہ لیتا رہا اب مدتہائے مدت تک کیوں ساکت رہتا ہے اس کی حکمت وہ دونوں جانتے ہوں گے، پھر ہر تقاضے پر گنیشی کے مسلمان بیٹھے ہوتے ہیں نہ نوکر جن کا ہزار ہا ہونا معتبر نہیں کہ نوکر کی کون سنتا ہے بلکہ اجنبی اگرچہ وہ جو نہ کبھی پہلے گئے نہ بعد کو۔ یہ اس لئے کہ مسلم پر کافر کی شہادت مقبول نہیں، پھر کئی دفعہ اس وقت دو سے کم مسلمان حاضر نہیں ہوتے کہ نصاب کامل رہے اور وہ ہر بار پہلے سے جا بیٹھتے ہیں یا عبدالغافر خاں کے ساتھ کہ ہمرے سے گفتگو سنیں اور ہر بار عبدالغافر خاں کو اٹھا کر اٹھتے ہیں کہ پوری گفتگو کے شاہد رہیں برسوں کے متفرق جلسے ہیں کبھی اس انتظام میں فرق نہیں آیا، اب دنیا بھر کا قاعدہ ہے کہ جس حساب کے لئے کتاب موجود ہے اس پر رقم کا وصول دائن کے ہاتھ کا لکھا ہوا دستخط کیا ہوا ہے اس میں ماضی کا اطمینان کافی ہے اسے دہرانے کی کیا حاجت، اب جو دینا ہو اگر معلوم نہیں اس کا پوچھنا اور دے کر رسید لینا ہی ہوتا ہے مگر گنیشی ہر مطالبہ پر پوچھتا ہے کہ پہلے کتنا پہنچا رقم مال دے کر پھر پوچھتا ہے اب تک کل کتنا ہوا یہ اس لئے کہ ہر بار کے حاضرین کہ رقم حال کے شاہد معاینہ ہوں گے ہر رقم سابق کے شاہد اقرار ہو جائیں، پھر مجموعہ پوچھنے کی بھی حاجت ہے کہ رقم حال پر بھی اقرار ہو جائے، یوں ہر رقم سابق و سابق بر سابق سب کا ہر بار اقرار ہوتا رہا

www.alahazratnetwork.org

عہ خط کشیدہ جملے اندازے سے بنائے گئے کہ جلد بندی میں کٹ گئے تھے۔ عبدالمنان

کرا فروں کا سلسلہ منظم رہے اور ہر رقم حال پر معاینہ بھی اقرار بھی اور مآل للعجب رقم اخیر کے سوا سب کی گواہ رسید بھی بھی، پھر تحریر رسید بھی پڑھوا کر سننا بعید نہیں، جاہل ناخواندہ کو ایسا ہی چاہئے کہ نوشتہ دائن پر اطمینان ہو مگر ہوشیار بنیا کسی اپنے قریب یا نوکر یا دوست ہندو پر اعتماد نہیں کرتا التزام کے ساتھ مسلمان ہی سے پڑھواتا ہے اگرچہ اس سے شناسائی نہ ہو یہ اُسی شہادت علی المسلم کے لئے ہے، پھر یہ حضرات اگرچہ اپنے ذاتی معاملات اگرچہ بہت قریب کے بالکل بھولے ہوئے ہوں ہر بات کا جواب یاد نہیں سے ہو لیکن اس اصول کا معاملہ مدت تک پورا یاد رکھتے ہیں سابق کی رقم الگ، حال کی الگ، مجموعہ کی الگ، وقت الگ۔ پھر جو کوئی پوچھتا ہے کہ یہ روپیہ کیسا دیا اور بنیا سُود بتاتا ہے یہ سوال جواب عبدالغافر خاں کے چلے جانے کے بعد ہی ہوتا ہے کسی نے اس کے سامنے نہ پوچھا یہ اس لئے کہ سامنے میں اگر عبدالغافر خاں اس کا رد کرتا بات بگڑتی اور اگر قبول کرتا یا ساکت رہتا کہ وہ بھی قبول ہے تو اس کا خلاف ہوتا کہ تحفظ شان علم کے لئے اخفا چاہا، اہل انصاف دیکھیں ایسی ہوشیاری کے ساتھ سلسلہ بہ سلسلہ ایک سلک میں منسلک کی ہوئی ترتیب وار گواہیاں کبھی سنی ہیں جن کی لائن چپراسی، مذکوری، فیلبان، گاڑی بان، باجہ فروش، کنکیا ساز، محصلان سود، بنیوں کے خدمتی، چار چار چھ چھ روپے کے ذکر جاہل ناخواندے مل کر اس خوبصورتی سے بنا رہے ہیں اس سے بڑھ کر تحری صدق اور کیا ہوگی اور اس پر پوری رجسٹری اس نے کر دی کہ رقومات میں جو اغلاط مدعیوں سے واقع ہوئے سب گواہ اسی ڈگر پر چلے ہیں غلطی کے لئے کوئی معیار نہیں ہوتا مدعیوں سے غلطیاں ہوئی تھیں اور بالفرض سب شاہد بھی غلطی کرتے تو جدا جدا اغلاط ہوتے، کسی نے کہیں غلطی کی کسی نے کہیں، یہاں یہ نہیں بلکہ وہی غلطیاں انھیں مواقع پر ہیں جس سے ظاہر کہ سب ایک سانچے کے ڈھلے ہوئے ہیں، لطف یہ کہ پانچ ہزار کب کے ادا ہو چکے اس کے بعد بنیا برسوں نئی رقمیں خوشی خوشی دے رہا ہے یہاں تک کہ اعلام تقریباً تین ہزار روپے زیادہ پہنچتا ہے ستمبر ۱۱ء تک ہی پانچہزار سے مامعہ زیادہ جا چکے تھے زر اصل سے ایک حبہ باقی نہ رہا تھا مگر جنوری ۱۳ء میں ایک ہزار منجملہ زر اصل بھیجتا ہے مگر اسے معلوم نہ تھا کہ نوشان بیگم کے نام اور موتی چند کے کرایہ کی آڑ میں فرضی ہیں میرا اصل معاملہ عبدالغافر خاں سے ہے وہ سود لے رہے ہیں اور سود ناجائز ہے جو دیا جائے رقم اصل میں مجرا ہونا لازم ہے اب میں کاہے کے ہزار بھیجتا ہوں اور ان کو بھی منجملہ کہتا ہوں اور کاہے پر اور رقمیں دیے چلا جاتا ہوں اگر مدعیوں اور گواہوں کے بیان سچ ہوتے تو ضرور پانچہزار پہنچتے ہی بنیا ہاتھ روک لیتا مدعا علیہ نہ مانتا تو کچہریوں کے دروازے کھلے تھے جو نالش اب ہوئی وہی کرتا اور دستاویزیں واپس لیتا اور ایک پیسہ زیادہ نہ دیتا مگر وہ عمر بھر غفلت میں لٹتا رہتا اور بحکم آنکہ پدر اگر نتواند پسر تمام کند یہ تمام تحقیقیں تدقیقیں تکمیل مت میں اپنے بیٹوں کے لئے چھوڑ جاتا ہے

جو یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ان کا باپ احمق تھا عقل ان کو ہے، یہ ہے دعوٰی اور یہ ہیں گواہیاں۔

تجویز و فیصلہ

اس کی نسبت کچھ کہنے کی حاجت نہیں **اولاً** سرے سے دعوٰی ہی صحیح نہیں، اور جب دعوٰی صحیح نہ ہو تو مدعا علیہ سے جواب بھی نہیں لیا جاتا، نہ کوئی کارروائی چلے، شہادتیں گزریں اور غیر صحیح دعوٰی کی ڈگری ہو یہ سراسر باطل ہے۔ درمختار میں ہے:

یسأل القاضی المدعی علیہ عن الدعوی بعد صحتہا والاتصدر صحیحۃ لایسأل[1]

صحتِ دعوٰی کے بعد قاضی مدعا علیہ سے پوچھے اور اگر دعوٰی صحیح نہیں تو مدعا علیہ سے کچھ نہ پوچھے۔ (ت)

ثانیاً گواہیاں باطل ہیں اور مدعا علیہ کا اقرار یا نکول نہ ہونا بدیہی تو قضا کی راہ مسدود اور حکم باطل ہیں۔ فتاوٰی امام قاضیخاں و اشباہ والنظائر میں ہے:

القاضی لایقضی الا بالحجۃ وھی البینۃ اوالاقرار والنکول[2]

قاضی صرف حجت و دلیل کی بناء پر فیصلہ دے سکتا ہے اور حجت تین چیزیں ہیں، گواہی، اقرار اور قسم سے انکار۔ (ت)

بایں ہمہ اجمالاً دو ایک حرف اس کے متعلق بھی لکھنا مناسب کہ تفصیل ایک مستقل رسالہ ہوگی، دو وجہیں یہ ہوتیں۔

سوم تنقیح ۱ کو بربنائے شہادت موتی شاہ و وزیر خاں بحق مدعیان ثابت ماننا صراحۃً باطل ہے، ردِ شہادات میں اس کا بیان مفصل گزرا۔

چہارم تنقیح ۲ و ۳ کی نسبت تجویز کو خود اقرار ہے کہ شہادت سے ان کا ثبوت نامکن ہے پھر محض اس بناء پر کہ مدعا علیہ مسلمان معزز ذی علم ہے ان کو بحق مدعیان مان لینا سراسر خلاف انصاف ہے یوں تو اہل علم و معززین پر کفار و فجار کے دعوی سود ہمیشہ بے شہادت مسموع ہوجائیں گے زید کو ہزاروں روپے دے دیں اور خالد مسلمان ذی علم پر دعوی کردیں کہ زید اس کا علاقہ دار ہے اصل میں سود خالد نے لیا اور مسلم و

---

[1] درمختار کتاب الدعوٰی مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۱۶

[2] الاشباہ والنظائر بحوالہ الخانیہ الفن الثانی کتاب القضاء ادارۃ القرآن کراچی ۱/۳۳۸

عالم ہونے کے سبب نام دوسرے کا کیا۔

پنجم رسید بھی خود ہی ثابت نہیں،

اولاً آئندہ اس کی تصریح کی جائے گی۔

ثانیاً اس کے اختراعی ہونے پر ایک واضح قرینہ نومبر سنہ میں دو بار ملنے کا اقرار ہے رسید بھی میں مذکور نہیں کہ کس مہینے کا مطالبہ ہے کسی مہینے میں وصول ہونا اُسی مہینے کے مطالبہ ہونے پر دلیل نہیں پہلے کا بھی ہوتا ہے پیشگی بھی ہوتا ہے اگر یہ رسیدات عبدالغفار خاں کی ہوتیں یوں مبہم و مجمل مکرر نہ ہوتیں۔

ثالثاً رسید بھی انھیں اغلاط پر مرتب ہوئی ہے جو مدعیوں نے دعوے میں کیں جن کا بیان وجوہ ابطال دعویٰ میں گزرا اگر رسیدات واقعی ہوتیں حساب صحیح پر ہوتیں، اور بالفرض اگر مسلم ہو تو ہم وجہ ہفتم عام میں ثابت کر چکے کہ مطالبہ زوجہ کو شوہر کا اپنے دستخط سے وصول کرنا بیجا نہیں۔

ششم ایک ہزار کی رقم منجملہ زر اصل کو عبدالغفار خاں کا وصول کرنا ماننا اور اس کی ڈگری نہ دینا تجویز کا صریح تناقض ہے اگر ایصنا ثابت ہے تو حقدار کو حق سے محروم کرنا کار قضا نہیں قاضی اس لئے مقرر ہوتا ہے کہ حقدار کو حق دلائے، نہ اس لئے کہ حق مانے اور محروم کر دے، اور اگر ثابت نہیں تو اس کے وصول کرنے سے استدلال کیا معنی۔

ھفتم رسیدات پر دستخط کرنے اور ہزار کی رقم خود وصول کرنے کو تنقیحات ۲ و ۳ کے حاصل کا مثبت ماننا الٹی منطق ہے بلکہ یہ ان کا صریح رَد ہے کہ اس میں اس امر شنیع کی اپنی نسبت اعلان ہے جس کا اخفا رچا یا تھا اگر واقعی یہ سُود کی رقمیں ہوتیں عبدالغفار خاں جس طرح دستاویز میں الگ رہا ان وصولوں میں بھی خود نہ پڑتا مسماۃ کے بھائی وغیرہ کسی اور کا پردہ رکھتا۔ کیا فقط دستاویز میں نام ہونے سے اعلان ہوتا ہے جس پر گواہان حاشیہ یا اہل رجسٹری ہی واقف ہوتے اور یہ سالہا سال تک بارہا علانیہ برملا مسلمانوں ہندوؤں سب کے سامنے وصول کرنا باعث اعلان نہیں، کیا گواہ نہیں کہہ رہے ہیں کہ وہ اور دیکھنے والے ہندو تک متعجب ہوئے کہ یہ مسلمان ہو کر کیونکر سُود لیتے ہیں نوٹ کرنے والوں نے اسے نوٹ کیا مولویوں سے مسئلہ پوچھا یا تھیوں پر بیٹھ کر تذکرہ کیا خود ایک ہندو نے اپنے نوکر سے نوٹ کرنے کو کہا اور ان سب سے زائد موتی شاہ و وزیر خاں کی شہادتیں ہیں کہ علانیہ سود کی گفتگو مول تول کرنا بتاتے ہیں موتی شاہ کہتا ہے "فریقین کی گفتگو میں آدمی ہندو مسلمان بہت تھے" وزیر خاں کہتا ہے "مسلمان زائد تھے ہندو کم تھے" موتی شاہ کہتا ہے "وقت گفتگو دن کے دس بجے

کا تھا، اس واقعہ کے یاد رکھنے کا ذریعہ یہ ہے کہ ۱۰۰ کا سود ٹھہرا تھا حالانکہ مسلمان کبھی سود نہیں لیتے ہیں" جو ایسا بیباک ہو اُسے اخفا کیا معنی، لہذا یہ تمام بیانات تصنیف شدہ ہیں۔

ہشتم تنقیح ۸ کے متعلق جن شہادتوں اور ان کے بالترتیب بیانوں سے استدلال کیا ان کے بکثرت ابطال مباحث سابقہ میں گزرے حاجتِ اعادہ نہیں، اس تنقیح کا ایک حرف بھی بحقِ مدعیان ثابت نہیں مگر غنیمت ہے کہ تجویز نے ان تمام شہادتوں کو خود بھی ناکافی مانا کہ" اس رقم اقراری کے ایصال کو بوجہ تائید شہادت تحریری کے میں ثابت قرار دیتا ہوں" یعنی وہ نہ ہوتی تو میں ان گواہیوں کو نہ مانتا' معلوم ہوا کہ سب گواہیاں ناکافی ہیں، شہادت تحریری کیا ہے، وہی رسید بہی جس کی ردی حالت اوپر گزری اور پوری تفصیل بعونہٖ تعالیٰ آگے آتی ہے تو مؤید رہا نہ مؤید اور ثبوت تنقیح باطل و مسترد۔

نہم ذی علم مجوز نے مدعیوں اور شاہدوں اور رسید بہی جن کے کاذب ہونے کی ایک اور دلیل ظاہر کی جو ہمارے خیال میں بھی نہ بھتی فرمایا" منجملہ رقم مودی بنام کرایہ ماہ کی ایسی رقم ہے جس کے متعلق مدعیان نے کوئی رسید پیش نہ کی' اور تحریر کرتے ہیں کہ مدعا علیہ نے براہِ بدنیتی اس رقم کی رسیدات نہ دیں' جو کتاب رسیدات مدعیان نے پیش کی اس میں سوائے رقم ماہ کے باقی رقوم درج ہیں"، لیکن مدعیان و گواہان و رسید بہی صرف اخیر ۷ ماہ کی رقم ماہ کی رسید نہ دینی بتاتے ہیں تو بیان ذی علم مجوز کے مقابل سب جھوٹے ہیں، یہاں سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ تجویز کس اعلیٰ درجہ بیداری مغز پر ہے جس نے ان سب کے ایسے اغلاط پر مفید[عہ] روشنی ڈالی۔

دہم رسیدات جن پر بلفظ عبد الغافر خاں دستخط ہیں ان کے نوشتہ عبد الغافر ہونے کا یہ ثبوت کرانا کہ گواہوں نے ان دستخطوں کا خط پہچانا اور اتنے کاغذات کچہری کے دستخطوں سے دستخط ملے لہذا یقیناً مدعا علیہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں' محض خلافِ شرع باطل ہے کتبِ مذہب میں تصریحات قاہرہ ہیں کہ خط مشابہ خط ہوتا ہے اور بن سکتا ہے اور یہ کہ اس پر اعتماد جائز نہیں اور یہ کہ قاضی اس پر فیصلہ نہیں دے سکتا۔ بنانے والوں کا جسے تجربہ ہو اور وہ جانتا ہے کہ ایسا بنا لیتے ہیں کہ خود صاحبِ خط کو دیکھ کر اشتباہ ہو جاتا ہے اور وہ تمیز نہیں کر سکتا کہ میرا لکھا ہے یا دوسرے کا، پھر اوروں کی شناخت کیا چیز ہے۔ ہدایہ[1] میں ہے: الخط یشبہ الخط فلا یعتبر (خط ایک دوسرے

عہ خط کشیدہ لفظ اندازہ سے بنایا گیا۔

---

[1] الہدایہ کتاب الشہادات مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۵۷/۲

کے مشابہ ہوتا ہے لہذا معتبر نہیں۔ت) فتح القدیر میں ہے:

الخط لاینطق وھو متشابہ[1] | خط بولتا نہیں وہ متشابہ چیز ہے۔(ت)

درمختار میں ہے، لایعمل بالخط[2] (خط پر عمل نہ ہوگا۔ت) فتاوٰی امام قاضیخاں میں ہے:

لایصلح حجۃ لان الخط یشبہ الخط[3] | چونکہ خط ایک دوسرے کے مشابہ ہوتا ہے وہ حجت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا(ت)

نیز خانیہ میں ہے:

اخرج المدعی خطا باقرار المدعی علیہ بذلك فانکران یکون خطہ فاستکتب وکان بین الخطین مشابھۃ ظاھرۃ لایقضی بہ ھو الصحیح[4] | مدعی نے مدعا علیہ کے اقرار کا خط پیش کیا تو مدعا علیہ نے اپنا خط ہونے سے انکار کردیا تو قاضی مدعا علیہ سے تحریر لکھوائے اور دونوں تحریروں میں واضح مشابہت پائی جائے اس کے باوجود صحیح یہ ہے کہ قاضی اس خط پر فیصلہ نہ دے۔(ت)

اشباہ والنظائر میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

لایعتمد علی الخط ولایعمل بہ[5] | خط پر نہ اعتماد کیا جائے نہ عمل۔(ت)

کافی شرح وافی میں ہے:

الخط یشبہ الخط وقد یزور ویفتعل[6] | خط ایک دوسرے کے مشابہ ہوتا ہے اور جھوٹا اور جعلی ہوتا ہے۔(ت)

عینی علی الکنز میں ہے:

الخط یشبہ الخط فلا یلزم حجۃ لانہ | خط چونکہ ایک دوسرے کے مشابہ اور من گھڑت

---

[1] فتح القدیر

[2] درمختار کتاب القضاء باب کتاب القاضی الی القاضی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۸۳

[3] فتاوٰی قاضیخاں کتاب الوقف فصل فی دعوی الوقف الخ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۴۲

[4] " " کتاب الدعوی والبینات باب الدعوٰی " ۴/ ۲۶۶

[5] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب القضاء الخ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۳۳۸

[6] کافی شرح وافی

یحتمل التزویر[1]

ہوسکتا ہے لہذا حجت ہونا لازم نہ آئے گا۔ (ت)

45 مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے:

الکتاب قد یزور ویفتعل والخط یشبہ الخط والخاتم یشبہ الخاتم[2] مختصرا۔

مکتوب کبھی جھوٹا اور جعلی ہوتا ہے اور ایک دوسرے کے مشابہ ہوتا ہے اور مہر ایک دوسرے کے مشابہ ہوتی ہے، مختصرا (ت)

ظہیریہ و شرح الاشباہ للعلامۃ البیری و ردالمحتار میں ہے:

لا یقضی القاضی بذلک عند المنازعۃ لان الخط مما یزور ویفتعل[3]

قاضی کسی نزاع میں مکتوب پر فیصلہ نہ دے کیونکہ خط جعلی اور من گھڑت ہوسکتا ہے۔ (ت)

فتاوٰی امام ظہیر الدین مرغینانی و غمز العیون میں ہے:

العلۃ فی عدم العمل بالخط کونہ مما یزور ویفتعل ای من شانہ ذلک وکونہ من شانہ ذلک یقتضی عدم العمل بہ وعدم الاعتماد علیہ وان لم یکن فی نفس الامر کما ھو ظاہر[4]

خط پر عمل نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ جعلی اور من گھڑت ہوسکتا ہے، اور جب وہ ایسا ہوسکتا ہے تو اس کا تقاضا ہے کہ اس پر عمل اور اعتماد نہ کیا جائے اگرچہ نفس الامر میں وہ ایسا نہ ہو جیسا کہ وہ ظاہر ہے۔ (ت)

یازدھم جن پر بلفظ دولھا خاں دستخط ہیں اور اکثر وہی ہیں ۹۳ رسیدوں میں صرف ۴ پر عبدالغفار خاں ہے اور ۸۹ پر دولھا خاں، ان کی نسبت اتنا بھی نہیں پہچاننے والوں نے شان خط پر گواہی دی یا کسی کاغذ کچہری پر یہ دستخط ملے یہاں صرف اس قدر سے کام لیا گیا کہ اس کی شان شان دستخط سابق سے ملتی ہے یعنی ظن در ظن قیاس در قیاس اور اس پر حکم یہ کہ "دستخط یقیناً مدعا علیہ کے ہیں" انا للہ و انا الیہ راجعون ○

---

[1] رمز الحقائق فی شرح کنز الدقائق کتاب الشہادات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۸

[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کتاب القضاء فصل فی کتاب القاضی الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۱۶۵-۱۶۶

فتاوٰی ہندیہ کتاب الشہادات الباب الثالث والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۳۸۱

[3] ردالمحتار بحوالہ البیری کتاب القضاء باب کتاب القاضی الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۵۲

[4] غمز عیون البصائر بحوالہ الفتاوی الظہیریہ مع الاشباہ والنظائر الفن الثانی ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۳۳۹

دوازدہم یہ کمی کہ مدعا علیہ کا نام تو عبدالغافرخاں ہے اور ان میں دولہا خاں، اسے یوں پورا فرمایا کہ "اکثر شہادتوں سے ثابت کہ مدعا علیہ کا عرف دُولہا خاں بھی ہے" شہادتوں کا رُدی حال اوپر گزرا اگر ان کے علاوہ اور شہادتیں مراد ہیں تو انھوں نے یہ شہادت دی کہ عبدالغافرخاں کو دولہا خاں بھی کہتے ہیں یا یہ کہ دولہا خاں جہاں لکھا اس سے یہی عبدالغافرخاں مراد ہیں، اور اگر یہی شہادتیں مراد تو سخت عجب۔ شہادتوں پر اعتماد تو بذریعہ شہادت تحریری یعنی رسیدات مذکورہ ہوا، اب ان رسیدات پر اعتماد ان شہادتوں سے ہو کھلا دَور ہے۔

سیزدہم منجملہ زر اصل ایک ہزار کا عبدالغافرخاں کو پہنچنا ولی خاں وغیرہ ان کی شہادتوں سے (جن کا حال اوپر گزرا) ثابت ماننا اور رسید و رقعہ یقیناً تحریر عبدالغافرخاں جاننا مگر اس بنا پر کہ رقعہ بے رجسٹری ہے لہٰذا بموجب فلاں دفعہ قانون رجسٹری ریاست ثبوت میں لینے کے قابل نہیں اس کی ڈگری نہ دینا سخت عجب ہے بحکم دفعہ رقعہ ثبوت میں لیا جانا نہ سہی شہادتوں کا ثبوت کدھر گیا اگر شہادتیں قابل قبول نہ تھیں ان سے ثبوت ماننا کیا معنی، اور مقبول تھیں تو ان پر عمل نہ کرنا یعنی چہ، یہ شریعت مطہرہ کے بالکل خلاف ہے، ہاں یوں کہنا تھا کہ شہادتیں ان وجوہ سے (کہ ہم نے فتوٰی میں بیان کیں) باطل ہیں اور کوئی رقعہ بے شہادت نہیں لیا جا سکتا خصوصاً اس میں نقص قانونی بھی ہے لہٰذا ہزار کا پہنچنا اصلاً ثابت نہیں تو بات صحیح ہوتی۔

www.alahazratnetwork.org

چاردہم تنقیح ۵ خود فیصلہ نے بھی مدعیان ثابت نہ مانی، تنقیح ۲ کو تین دلیلوں سے ثابت گمان کیا جن میں دو بے علاقہ محض ہیں اور ایک باطل، اول بیع وفا حکم رہن میں ہے اور مرہون کا کرایہ اور دیگر محاصل حق راہن اور قابل مجرائی بزر رہن ہے، حکم شرع یہ ہے کہ مرتہن بے اجازت راہن شخص ثالث کو کرایہ دے تو کرائے کا مالک مرتہن ہے ہرگز وہ ملک راہن نہیں، ہاں اس کے حق میں خبیث ہے تصدق کر دے یا راہن کو دے دے اگر حق راہن ہوتا تصدق کا حکم کیونکر ہو سکتا۔ فتاوٰی قاضیخاں و فتاوٰی عالمگیریہ وغیرہما میں ہے:

ان أجر المرتھن من اجنبی وکانت الاجارۃ بغیر اذن الراھن یکون الاجر للمرتھن یتصدق بہ[1] (ملخصاً)

رہن لینے والے نے مکان کو رہن رکھنے والے کی اجازت کے بغیر کسی تیسرے شخص کو کرایہ پر دے دیا تو اجرت و کرایہ مرتہن (رہن لینے والے) کا ہوگا وہ اس کو صدقہ کر دے گا (ملخصاً)۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ قاضیخاں کتاب الرہن الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۴۶۳

وجیز کردری وحموی علی الاشباہ میں ہے :

أجر المرتھن الرھن من اجنبی بلا اجازۃ الراھن فالغلۃ للمرتھن ویتصدق بھا عند الامام ومحمد کالغاصب یتصدق بالغلۃ او یردھا علی المالک[1] اھ قلت ای ویطیب لہ لانہ نماء ملکہ اخص الطرفین لانھا تطیب للمرتھن عند الامام الثانی رضی اللہ تعالٰی عنھم فلا یتصدق بشیئ ۔

کسی رہن چیز کو مرتہن نے راہن کی اجازت کے بغیر اجنبی شخص کو کرایہ پر دے دیا تو کرایہ کی آمدن مرتہن کی ہوگی اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی کے نزدیک وہ اسے صدقہ کرے گا جیسا کہ غاصب مغصوبہ چیز کی آمدن کو صدقہ کرتا ہے یا مالک کو واپس ادا کرتا ہے اھ ، میں کہتا ہوں یہ آمدن مالک کے لئے طیب ہے کیونکہ اس کی ملکیت کی آمدن ہے ۔ مصنف نے طرفین رحمہما اللہ تعالٰی کا خصوصیت سے اس لئے ذکر کیا ہے کہ امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک یہ آمدن مرتہن کے لئے طیب ہے لہذا صدقہ نہ کرے ۔ (ت)

یہاں اگر ہے تو یہی صورت ہے اس میں زرکرایہ اصل میں مجرا کرنے کا حکم ایسا ہے کہ زید نے عمرو سے پانچہزار قرض لئے عمرو نے شخص ثالث بکر سے کچھ ناجائز رقمیں حاصل کیں اب زید کہے میرا قرض ادا ہوگیا کیونکہ تو ایک راہ چلنے ناجائز رقم لے چکا اس میں زید کو مجنون نہ کہا جائے گا ، اگر یہ وجہ اوّل اس صورت کو شامل تو حکم یقیناً باطل ، اور اگر یہ مراد کہ یہ اجارہ باذن راہن تھا لہذا وہ مالک اجرت ہوا اور لی مرتہن نے ، تو زر اصل میں محسوب ہونی چاہئے ، تو یہ وجہ نہ رہی بلکہ وجہ دوم ہوگئی ، وجہ دوم یہی ہے کہ اجارہ باذن راہن تھا لہذا " رہن باطل اور کرایہ لائق مجرائی ، یہ انھیں شہادات باطلہ اشرف علی وغیرہ پر مبنی ہے جن کے وجوہ بطلان روشن ہوگئیں اور جن کو خود مجوز نے ناکافی جانا جیسا کہ ابھی رد ۱۳ میں گزرا ۔ سوم یہ کہ قبضہ مرتہن ثابت نہیں ، اس کی بحث ابھی آتی ہے ، قبضہ یقیناً ثابت ہے ۔ اور بالفرض نہ سہی تو اس سے کرایہ اصل میں کیوں مجرا ہونے لگا ، غایت یہ کہ یہ غاصب ہوا اور غاصب کہ مغصوب کو کرایہ پر دے مالک کرایہ خود غاصب ہوگا نہ کہ مغصوب منہ جیسا کہ ابھی گزرا ، ہاں اجارہ باذن راہن ثابت ہونا درکار تھا تو یہی وجہ دوم ہے کہ باطل ہے ، بالجملہ اصلاً کوئی تنقیح بحق مدعیان ثبوت کا نام بھی نہیں رکھتی ۔

پانزدھم تنقیح ، بلاشبہہ بحق مدعا علیہ ثابت ہے جس کا بیان ابطال دعوٰی کی وجہ اول

---

[1] غمز عیون البصائر بحوالہ البزازیۃ مع الاشباہ والنظائر ، الفن الثالث کتاب الرہن ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۱۳-۱۱۲

میں گزرا۔

شانزدھم تنقیح ۹ قابل بحث نہیں، نہ اس کا ثبوت شرعاً کچھ نافع مدعا علیہا تھا نہ عدم ثبوت کچھ مضر، تنقیح ۱۰ وہ قطعاً بحق مدعا علیہا ایسے قطعی ثبوت سے ثابت ہے کہ ٹالے ٹل نہیں سکتا تجویز میں اس پر ایک طویل بحث ہے کہ قبضۂ مرتہنہ اس کی شہادتوں سے ثابت نہیں مگر یہ بحث محض بیہودہ و دور از کار ہے شہادتوں سے قبضۂ مرتہنہ کا ثبوت نہ سہی بلکہ یہ فرض کرلیجئے کہ شہادتوں سے راہن کا مرتے دم تک ان مکانوں پر قابض رہنا ثابت ہو جب بھی قبضۂ مرتہنہ یقیناً ثابت ہے اور ورثۂ راہن کا اس سے انکار مسموع نہیں وہ قبضۂ راہن عاریۃً باجازت مرتہنہ سمجھا جائیگا جو ہرگز رہن میں مخل نہیں، وجہ یہ کہ گنیشی صراحۃً بیعنامہ میں اقرار کرتا ہے کہ "بدست نوشان بیگم بیع کیا میں نے اور زرثمن تمام وکمال بعد صحت عقد بیع ایجاب وقبول طرفین کے مجھ بائع نے مشتریہ مذکورہ سے وصول پاکر قبض ودخل مشتریہ کا مبیعہ مذکورہ پر کرادیا اور قبضہ ملکیت اپنی سے خارج کرلیا اور مشتریہ نے باداے کل زرثمن مجھ بائع سے قبضۂ مالکانہ اپنا مبیعہ مذکورہ پر کرلیا" بعد اس اقرار قطعی کے قبضۂ مرتہنہ میں کلام کی گنجائش نہ رہی، نہ اسے کوئی شہادت دینے کی اصلاً حاجت، نہ شہادت سے ثابت نہ ہونا اسے کچھ مضر، بلکہ قبضۂ راہن ثابت ہو تو وہ بھی منجانب مرتہنہ ہے۔ جواہر الفتاوی امام کرمانی وعقود الدریہ علامہ شامی میں ہے:

رھن دارہ واعترف بالقبض الا انہ لم یتصل بہ القبض فاذا تصادقا علی القبض والاقباض یؤخذ باقرارہ[1]

کسی نے اپنا مکان رہن رکھا اور مرتہن کے قبضہ کا اعتراف کیا لیکن عملاً مرتہن کا قبضہ نہ ہوا تو دونوں نے جب قبضہ لینے اور دینے پر اتفاق کرلیا تو اب راہن کے اقرار کو لیا جائیگا۔ (ت)

نیز ہر دو کتاب مذکور میں ہے:

رجل رھن دارہ والراھن متصرف فیہ حتی مات ثم اختلف المرتھن و ورثۃ الراھن انہ کان مقبوضا ام لا فان اقام المرتھن البینۃ علی اقرار الراھن بالرھن و

ایک شخص نے اپنا مکان رہن رکھا اور خود راہن ہی اپنی موت تک اس میں تصرف کرتا رہا پھر مرتہن اور راہن کے ورثاء میں مرتہن کے قبضہ میں ہونے نہ ہونے کا اختلاف ہوا اگر مرتہن نے راہن کے اس اقرار پر کہ اس نے رہن رکھا اور

---

[1] العقود الدریۃ بحوالہ جواہر الفتاوی کتاب الرہن ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۲۵۹

التسلیم یحکم بصحۃ الرھن ودعوی فساد الرھن لاتقبل بظاھر ماکان فی ید المرتھن لانہ لماحکم علیہ باقرارہ بالرھن حمل علی ان الید کانت ید العاریۃ[1]

مرتہن کو سونپ دیا ہے، گواہ پیش کر دیئے تو رہن کے صحیح ہونے کا فیصلہ دیا جائے گا، اور ظاہراً راہن کے قبضہ کی بناء پر فسادِ رہن کا حکم نہ ہوگا کیونکہ راہن کے اقرار پر جب حکم ہوا اس کے ظاہری قبضہ کو عاریۃً قبضہ پر محمول کیا جائیگا (ت)

غرض تجویز میں ۱۲ تنقیحیں ۹ بجانب مدعا علیہا جن میں چار بیکار اور ۲ یقیناً بحق مدعا علیہا ثابت ہفتم بحق مدعا علیہ و دہم بحق مدعا علیہا۔

ھفدھم تنقیح ۹ بے معنی ہے وُہ قائم کرنے ہی کی نہ تھی جس کے ثبوت یا عدم سے کسی فریق کو کچھ نفع نہ ضرر، خصوصاً مدعا علیہا پر اس کا بارِ ثبوت رکھنا تو سخت عجیب تر۔ بیع مسماۃ کے نام ہوئی اس کے شوہر نے روپیہ اس کی طرف سے دیا، گنیشی نے زرِ ثمن تمام وکمال مشتریہ سے وصول پانے کا اقرار لکھا اب اس بحث کا کیا محل رہا کہ روپیہ مسماۃ کی ملک تھا یا نہیں یہ دلیل ملک ہے جو خلاف کا مدعی ہو ثبوت اس کے ذمہ ہے نہ کہ مدعا علیہا پر، ورنہ تمام بیوع و اجارات سخت دقت میں پڑجائیں ہر مشتری اور ہر مستاجر پر یہ ثبوت پیش کرنا لازم ہو کہ روپیہ اس کی ملک تھا اور یہ لازم بھی کیوں ہو، بالفرض روپیہ اس کی ملک نہ تھا دوسرے کے روپے سے باجازت یا بلااجازت اس نے خریدی تو اس سے شرا اس کا کیوں نہ رہا، قاعدہ شرعیہ ہے کہ:

الشراء اذا وجد نفاذا علی المشتری نفذ[2]، کما فی الدرالمختار وغیرہ۔

خریداری جب خرید کرنے والے کے حق میں پائی جائے تو اس پر خریداری کا حکم دیا جائے گا، جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے (ت)

فتاوٰی خیریہ میں ہے:

لاتثبت الدار للاب بقول الابن اشتریتہا من مال ابی اذ لایلزم من الشراء من مال الاب ان یکون المبیع

بیٹے کے اس کہنے پر کہ میں نے باپ کے مال سے خریدا ہے باپ کی ملکیت مکان پر ثابت نہ ہوگی کیونکہ باپ کے مال سے خریدنے پر یہ لازم نہیں آتا

---

[1] العقود الدریۃ بحوالہ جواہر الفتاوٰی کتاب الرھن ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۲۵۹

[2] ردالمحتار کتاب البیوع باب المتفرقات داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۲۰

للاب لانہ یحتمل القرض والغصب[1] کہ بیع باپ کے لئے ہوتی کیونکہ باپ کے مال کو بطور قرض یا غصب استعمال کرنیکا احتمال موجود ہے۔ (ت)

ہیجدہم تنقیح ۱۱ و ۱۲ شرعاً بیکار ہیں قانونی باتیں ہیں کہ ثابت ہوتیں تو مدعا علیہ کو قانوناً مفید تھیں، نہ ثابت ہوتیں تو اس کا کچھ ضرر نہیں، اب نہ رہی مگر تنقیح ۸، یہ قابل بحث نہیں، نہ اس کا ثبوت شرعاً کچھ نافع مدعا علیہ تھا، نہ عدم ثبوت کچھ مضر۔ یہ پچاس وجوہ ہیں، تین سے دعوٰے باطل ہے، ۲۹ سے شہادتیں، ۱۸ سے تجویز۔ اور انھیں کے ضمن میں مراتب سوال کا جواب مع زیادت کثیرہ آگیا اور حکم اخیر یہ ہے کہ فیصلہ جج سراسر بے اصل و واجب الرد ہے اور مدعا علیہما دعوائے باطلۂ مدعیان سے یکسر بری۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۳: مسئولہ حافظ محمود حسن صاحب ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۱۶ھ

زید نے عمرو عطار کو ایک نسخہ دکھلایا کہ اس کی قیمت کیا ہے، اس نے کہا آٹھ آنے، زید نے کہا بنا دو آج تیار کردو، عطار نے کہا دو تین روز میں ہوگا، زید نے کہا تو مجھ کو بذریعہ پارسل بھیج دینا؟ پارسل جو بیرنگ آیا اس میں قیمت للعہ لکھی ہے محصول ۱۲ ار بالجملہ اختلاف قیمت کے مقدار میں ہے، زید کہتا ہے ۸ر قیمت کہی گئی جس پر میں نے تیاری کے لئے حکم کیا اور عمرو فرماتا ہے میں نے للعہ کہے تھے، پس قول عند الشرع کس کا معتبر ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جو گواہان شرعی سے اپنا دعوٰی ثابت کردے اُسی کے حق میں حکم کیا جائے گا، اور اگر دونوں طرف شہادت کافیہ ہو تو عمرو بائع کے گواہ معتبر ہونگے کہ وہ مثبت زیادت ہے، اور اگر کوئی گواہان شرعی نہ دے سکے تو زید مشتری سے پہلے حلف لیا جائے کہ واللہ میں نے عمرو سے للعہ کو یہ دوا نہ خریدی ۸ر کو خریدی تھی، اگر مشتری قسم کھانے سے انکار کرے فیصلہ بحق بائع ہے، اور قسم کھالے تو اب بائع سے حلف لیا جائے کہ واللہ میں نے یہ دوا زید کے ہاتھ ۸ر کو نہ بیچی للعہ کو بیچی تھی اگر بائع حلف سے انکار کرے فیصلہ بحق مشتری ہوا اور اگر وہ بھی قسم کھالے تو چیز واپس دی جائے اور باہم وہ دونوں مل کر بیع فسخ کرلیں یا حاکم درخواست پر فسخ کردے۔

فی الدرالمختار اختلف المتبایعان فی درمختار میں ہے فروخت کرنے والے اور خریدار کے

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب البیوع دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۱۹

قد رجّح حکم لمن برھن وان برھنا فلمثبت الزیادۃ، وان عجزا ولم یرض واحد منھما بدعوی الاٰخر تحالفا وبدیٔ بیمین المشتری لو بیع عین بدین ویقتصر علی النفی فی الاصح وفسخ القاضی البیع بطلب احدھما اوطلبھما ولاینفسخ بالتحالف ولا بفسخ احدھما بل بفسخھما بحروم من نکل منھما لزمہ دعوی الاٰخر بالقضاء اھ[1] مختصرا وفی ردالمحتار فی الزیادات یحلف البائع واللہ ما باعہ بالف ولقد باعہ بالفین ویحلف المشتری باللہ ما اشتراہ بالفین ولقد اشتراہ بالف[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمیان طے پانے والی رقم میں اختلاف ہوگیا تو دونوں میں سے جو بھی گواہ پیش کردے اس کے حق میں حکم ہوگا، اور اگر دونوں نے گواہ پیش کردیئے تو رقم میں زیادتی والے کے حق میں فیصلہ ہوگا اور اگر دونوں گواہ نہ پیش کرسکیں اور کوئی بھی دوسرے کے حق میں دستبردار نہ ہو تو دونوں سے قسم لی جائے اور قسم میں پہل مشتری سے کی جائے جبکہ یہ بیع مال کی نقد کے بدلے ہو، اور قسم نفی پر کافی متصور ہوگی اصح قول کے مطابق، اور ایک دونوں کے مطالبہ پر قاضی بیع کو فسخ کردے، اور اگر دونوں قسم دیں تو اس سے بیع خود بخود فسخ نہ ہوگی، دونوں فریقوں میں سے ایک کے فسخ کرنے پر فسخ نہ ہوگی بلکہ دونوں کے اتفاق سے فسخ ہوگی، بحر۔ اور دونوں میں سے کوئی قسم سے انکار کرے تو دوسرے کا دعوٰی قضاءً لازم ہوجائیگا اھ مختصرا۔ اور ردالمحتار میں ہے کہ زیادات میں فرمایا کہ بائع یوں قسم کھائے خدا کی قسم میں نے اس کو ایک ہزار میں نہیں دو ہزار میں فروخت کیا ہے، اور مشتری یوں قسم کھائے کہ خدا کی قسم میں نے دو ہزار میں نہیں خریدی میں نے تو ایک ہزار میں خریدی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۴۴: از ریاست رامپور گھیر شرف الدین خاں مرسلہ اسمٰعیل خاں ۱۶ شعبان المعظم ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ عرضی دعوٰی اور اظہار محمد نبی خاں اور محمد حسن شاہدین ہمرشتہ آیا شہادت دونوں گواہوں کی مطابق دعوٰی ومثبت دعوٰی ہے یا نہیں، اور دونوں شہادتیں باہم مطابق ہیں یا نہیں اور محمد نبی خاں کا ایک جگہ یہ کہنا کہ مدعی نے کہا کہ ان پنج قطعات کو جس قیمت کو پڑتے

---

[1] درمختار کتاب الدعوٰی باب التحالف مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۲۱

[2] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۴۳۰

پڑے میں نے اپنے حق شفعہ میں لیا اور مدعی عرضِ دعوٰی میں لکھتا ہے کہ پنج قطعات میں سے جو سہام مبیعہ از روئے پرتہ کے پڑیں گے میں نے اُسی قیمت کو بحق شفعہ لئے ہر دو نوں بیان مخالف ہیں یا نہیں' اور یہ خلاف بیانی محمد نبی خاں کی مبطلِ شہادت ہے یا نہیں، دوسرے محمد نبی خاں نے طلب شفعہ کرنا عند المبیع اور موجودگی مشتری بیان کی ہے اور مدعی طلب عند المشتری تحریر کرتا ہے آیا دونوں میں مخالفت ہے یا نہیں' اور محمد حسن کی شہادت خلاف اس سبب سے ہو سکتی ہے یا نہیں کہ بلحاظ اندراج عرضی دعوی مدعی کا طلب شفعہ کرنا نسبت سہام مبیعہ پنج قطعات مندرجہ میں سے دریافت ہوتا ہے اور شہادت محمد حسن سے بلحاظ خبر دینے علی گوہر خاں کے طلب شفعہ کرنا نسبت ایک غیر معین کے پنج قطعات مکانات سے معلوم ہوتا ہے اور نیز شہادت مذکور محمد حسن مجہول شہادت ہے اس کے بیان سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ وہ حصہ کون سے قطعہ سے ہے یا ہر ایک قطعہ سے، اور نیز یہ اعتراض کہ شاہدین کا بیان باہم مختلف ہے محمد نبی خاں طلب شفعہ کرنا نسبت مجموعہ پنج قطعات مکانات کے اور محمد حسن خاں طلب شفعہ نسبت ایک حصہ کے بیان کرتا ہے شرعًا عائد ہو سکتا ہے یا نہیں ؟ فقط۔

اور کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید نے اپنا ایک سہم منجملہ دس سہام چھ قطعات مکانات سے جو اس کو وراثۃً پہنچا تھا بدست بکر بیع کیا عمرو نے نسبت پانچ مکانات کے کہ عمرو کا شفعہ انھیں پانچ قطعات میں تھا طلب مواثبت واشہاد کر کے دعوٰی دائر عدالت کیا، اب سوال یہ ہے کہ بوجہ تفریق صفقہ یہ دعوٰی جائز ہوگا یا ناجائز ؟ بینوا توجروا۔

اور کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ مکان مذکورہ میں دسواں حصہ زید کا تھا وہ اس نے بدست بکر بیع کیا' دریافت طلب امر یہ ہے کہ بعض شاہد نے دسواں حصہ بیع کرنا بیان کیا اور بعض نے یہ کہا کہ زید نے اپنے حصص چھ قطعہ مکانات سے گویا ہر ایک قطعوں میں دس دس سہام قرار دے کر ایک ایک سہم کا بیع کرنا اور طلب شفعہ کرنا بیان کیا یہ اختلاف موجب سقم شہادت ہے یا نہیں ؟ فقط۔

الجواب

کاغذات نظر سے گزرے، ابحاثِ فقہی پر یہاں سے کچھ کہنا ہے مگر نہ تفصیل کی فرصت نہ تطویل کی ضرورت، لہٰذا چند اجمالی جملوں اشعاری اشاروں پر قناعت عرضی دعوی میں محمد اسمٰعیل خاں بنام محمد اکبر خاں دعوی دہانید، ایک ایک سہام منجملہ دس دس سہام از پنج منزل مکانات مندرجہ بیع نامہ بحق شفعہ محدودات ذیل واقع رامپور محلہ شرف الدین خاں حسب مرسوم عام محاکم زمانہ دعوی تامہ واضحہ ہے جس میں نہ کوئی ابہام منافی صحت، نہ بیان شاہدین کو اس سے مخالفت، آگے بیان تفصیل میں یہ لفظ حکایات طلب ہیں

واقع ہوئے کہ پنج قطعہ مکانات میں سے جو سہام مبیعہ ازروئے پرتے کے پڑیں گے میں نے اسی قیمت کو بحق شفعہ خود لئے اسے وجہ مخالفت دعوی وشہادت ٹھہرایا ہے حالانکہ یہ دعوٰی نہیں حکایت الفاظ طلب ہے اور اس میں بھی جو ابہام واقع ہوا ایک ہی سطر بعد اُسے واضح کردیا ہے کہ قدوی سہام مبیعہ پر پنج قطعات میں سے مدعا علیہ سے بدون قیمت اصلی ازروئے پرتہ کے بحق شفعہ کے طلب کرتا ہے کھل گیا کہ پرتہ ناظر بقیمت ہے نہ کہ ناظر بہ سہام۔ معہذا یہاں ابہام سہام تعیین دعوی وطلب کے منافی ہی نہیں تعیین دو قسم ہے: تعیینِ ذات کہ شیئ فی نفسہٖ محدود ومفرز ومتمیز ہو اور تعیینِ قدر کہ اگرچہ مشاع ومخلوط ہے مگر اس کی مقدار معلوم ومعہود ہے۔ ہر عاقل جانتا ہے کہ شئے مشاع میں تعیین دوم ہوسکتا ہے تعیین اول بے دفع شیوع ناممکن ہے اور بیع صرف تعیین ثانی چاہتی ہے، نہ تعیین اول کہ بیع مشاع جائز بالاجماع، اور شفعہ مبیع پر اُسی حیثیت موجودہ سے وارد ہوگا مفرز ہے تو مفرز اور مشاع ہے تو مشاع۔ شیوع جب کہ مانع بیع نہیں، مانع طلب ودعوٰی شفعہ بھی نہیں وکل ذٰلک واضح جلی عند کل طالب فضلا عن عالم (یہ طالب علم پر واضح اور روشن ہے چہ جائیکہ فاضل ہو۔ ت) مدعی نے ازروئے پرتہ تو باعتبار ثمن کہا اور جو سہام کا ابہام بنظر ابہام ذات رکھا کہ مشاع ضرور مبہم الذات ہوتا ہے نہ کہ بنظر ابہام قدر بلکہ خود اس کا تعیین لفظ مبیعہ سے بتادیا کہ بیع نہ ہوئی مگر معلوم القدر کی، پھر دعوٰی شہادت میں تخالف کدھر سے آیا، غایت یہ کہ شہود نے ابہام ذات کا جُدا ذکر نہ کیا، نہ اس کی حاجت تھی کہ وہ خود شیوع سے مستفاد۔ اظہار محمد نبی خاں میں کہیں نہیں کہ مدعی نے مکانات مبیعہ کے پاس جاکر شفعہ طلب کیا بلکہ لکھا ہے کہ فوراً مدعی نے کہا کہ ان پنج قطعات کو (اشارہ مدعی نے کیا تھا) میں نے شفعہ میں لیا اس وقت عبدالرحمٰن خاں بھی موجود تھا اس کی موجودگی میں یہ سب گفتگو ہوئی تو صاف طلب عند المشتری بتاتا ہے نہ کہ عند المبیع۔ کیا فقط اشارہ اگرچہ دور سے ہو عندیت ہے اس نے تو آگے چل کر اور صاف تر کہا ہے کہ اسمٰعیل خاں نے زیر درخت نیب سڑک پر کھڑے ہوکر طلب شفعہ کیا مکانات متنازعہ متفرق ہیں جہاں طلب شفعہ کیا تھا اس جگہ سے سب مکانات دِکھتے تھے مدعی نے کل مکان کی جانب اشارہ کیا تھا اور بالفرض اس بیان سے طلب عند المبیع بھی ثابت ہو تو کیا طلب عند المشتری کی اس میں صریح تصریح نہیں پھر بیان مدعی وشاہد میں کیا تخالف ہوا۔ کیا مدعی کے کلام میں کوئی حرف طلب عند المبیع سے انکار کا ہے یا طلب عند المشتری بے طلب عند المبیع یا دونوں کا اجتماع مسقط شفعہ ہے یا ذکر اول بے ذکر ثانی مخل دعوی ہے یا عند المبیع طلب میں حق زیادہ ملتا عند المشتری طلب میں کم ہوجاتا ہے پھر اسے شہادۃ علی الزیادۃ سے کیا علاقہ، یا عدمِ ذکر و ذکرِ عدم میں

فرق نہ کرنے کا منشا کیا ہے۔ شہادت محمد حسن پر جملہ اعتراضات اس کا تمام کلام نہ دیکھنے سے ناشی، اس کی صدر عبارت یہ ہے: علی گوہر خاں نے کہا اکبر خاں نے دس حصوں سے ایک حصہ چھ قطعہ مکانات میں سے دولھا خاں کے ہاتھ بیچا ہے اس پر فوراً اسمٰعیل خاں نے کہا ان پنج قطعات مکانات میں سے (مکانات کی جانب اشارہ کیا) جس قیمت کو وہ پڑتے میں آئے میں نے شفعہ میں لیا ایک حصہ کہنے سے ضرور یہ معنی بھی محتمل کہ مجموع مکانات سے صرف ایک حصہ بیع ہوا اب نہیں معلوم کہ وہ حصہ کس مکان کا ہے تو اس خبر پر جو طلب ہوئی طلب مجہول ہوئی اور اب یہ یہاں بیان مدعی و بیان شاہد دیگر سب کے خلاف ہوا مگر اتفاقاً اس عبارت سے یہ بھی محتمل کہ ہر مکان کے دس حصوں سے ایک ایک حصہ بیع ہوا اور وہی مدعی نے طلب کیا ایک ایک میں سے ایک ایک کا حذف کر دینا مستبعد نہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

لا نفرق بین احد من رسلہ[1] ای بین احد و احد۔

ہم رسولوں میں سے کسی ایک کا فرق نہیں کرتے یعنی اللہ تعالٰی کے رسولوں میں ہر ایک ایک میں فرق نہیں کرتے۔ (ت)

عبارت مظہر صرف اسی قدر رہتی جب بھی اسے مخالف بیان مدعی و بیان گواہ آخر کہنا ٹھیک نہ تھا، غایت یہ کہ بوجہ احتمال ناکافی ہوتی مگر محمد حسن خاں نے صرف اسی قدر بیان نہ کیا بلکہ آگے چل کر مطلب صراحۃً کھول دیا جس سے وہ احتمال اٹھ گیا اور کلام بلاشبہہ بیان مدعی و شاہد آخر کے مطابق ہوگیا وہ کہتا ہے سوا ایک ایک سہام مبیعہ کے باقی جملہ مکانات میں سے نو نو سہام اسمٰعیل خاں و غلام جعفر خاں کے ہیں یہ دعوی اسمٰعیل خاں نے پنج قطعات میں سے ایک ایک سہام مبیعہ کا کیا ہے ان تصریحات کے بعد اعتراضات ابہام و جہالت و مخالفت مدعی و مخالفت شاہد سب خلاف انصاف ہیں۔ شفعہ میں تفریق صفقہ مضر نہیں جبکہ مدعی کا حق صرف بعض مبیع میں ہو۔ ردالمحتار میں ہے:

لو کان شفیعا لاحدھما یاخذ التی ھو شفیعھا اتفاقا لان الصفقۃ وان اتحدت فقد اشتملت علی ما فیہ الشفعۃ وعلی ما لیست فیہ

اگر دو رقبوں میں سے ایک میں شفعہ رکھتا ہو تو بالاتفاق اس رقبہ کو ہی لے سکے گا جس میں اس کو شفعہ کا حق ہے، سودا اگرچہ ایک ہے مگر اس کا ایک حصہ شفعہ والا ہے اور دوسرا حصہ

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۵

فحکم بھا فیما تثبت فیہ اداء لحق العبد کذا فی درر البحار و شرح المجمع[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

شفعہ والا نہیں ہے تو جس حصہ میں شفعہ ہے اس میں شفعہ کا حکم کیا جائے گا تاکہ بندے کا حق ادا ہوسکے۔ درر البحار اور شرح المجمع میں یونہی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۵ از ریاست رامپور محلہ جھولوں والی امل مسئولہ سید محمد شاہ صاحب سپرنٹنڈنٹ ڈاکٹران اسپ دربریلی غرہ شعبان ۱۳۳۰ھ

علمائے کرام سے سوال ہے کہ جو اقرار نسبت بیع کسی شے کے محکمہ رجسٹری میں روبروئے رجسٹرار کے جو فقیہ متقی اور قاضی شہر بھی ہو معہ گواہان حسب قاعدہ کرکے تصدیق کرادے، اس کے خلاف بعد اس کے انتقال کے اس کے ورثہ شرعًا یہ کہنے کے مجاز ہیں کہ وہ اقرار غیر صحیح اور فرضی تھا یا نہیں، اور ان کا یہ قول شرعًا معتبر ہوگا یا کیا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں ان کا قول معتبر نہیں بلکہ مشتری کہ بیع فرضی ہونے کا منکر ہے اُس کا قول معتبر ہے، وارثان بائع کو گواہان شرعی عادل ثقہ سے ثبوت دینا ہوگا کہ بیع فرضی تھی اگر ثبوت دے دیں فبہا ورنہ مشتری سے حلف چاہیں تو اس سے قسم لی جائے اگر وہ قسم کھالے کہ بیع فرضی نہ تھی تو ورثاء کا دعوٰی فرضیت رَد کردیا جائیگا اور بیع ثابت رہے گی، اور اگر مشتری قسم کھانے سے انکار کردے تو بیع فرضی ثابت ہوگی اور مشتری کو مبیع پر دعوٰی نہ رہے گا۔ جامع الفصولین و طحطاوی و ردالمحتار میں ہے:

اقر ومات فقال ورثتہ انہ اقر تلجئۃ حلف المقرلہ باللہ لقد اقر لك اقرارا صحیحا[2]۔

اقرار کرکے فوت ہوگیا تو اس کے وارثوں نے کہا کہ میت کا یہ اقرار فرضی تھا تو اس صورت میں مقرلہ یعنی جس کے حق میں اقرار ہے سے قاضی حلف لے کہ کیا تیرے حق میں اسکا اقرار صحیح تھا۔ (ت)

پھر ورثاء بائع اگر صرف اس مضمون کی گواہی دیں کہ قبل بیع بائع و مشتری میں قرارداد ہولیا تھا کہ ہم فرضی

---

[1] ردالمحتار کتاب الشفعۃ باب مایبطلہا داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۵۷

[2] ردالمحتار کتاب الاقرار داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۴۵۸

بیع کرینگے تو یہ شہادت کافی نہیں کہ ممکن کہ اس قرار داد کے بعد پھر بیع قطعی پر راضی ہو لئے ہوں، تو جب تک بعد بیع فریقین متفق نہ ہوں کہ بیع اسی قرار داد فرضی پر ہوئی صرف ایک فریق کے کہنے سے فرضی نہ مانی جائے گی۔ یونہی اگر یہ گواہی دیں کہ بعد بیع بائع نے کہا تھا کہ میں نے بیع فرضی کی تو یہ بھی کافی نہیں کہ خود بائع اگر موجود ہوتا اور یہ ادعا کرتا مسموع نہ ہوتا جب کہ مشتری اسے تسلیم نہ کرتا خصوصاً جب کہ پیش از بیع قرار داد فرضی کا ثبوت نہیں، ہاں اگر بعد بیع مشتری کے اقرار فرضیت کو گواہان ثقہ عادل سے ثابت کریں تو مشتری پر حجت ہوگا۔ درمختار میں ہے:

لو ادعی احدھما بیع التلجئۃ و انکر الاٰخر فالقول لمدعی الجد بیمینہ ولو برھن احدھما قبل ولو برھنا فالتلجئۃ۔[1]

اگر ایک نے فرضی بیع کا دعوٰی کیا اور دوسرے نے فرضی ہونے کا انکار کیا تو صحیح بیع کہنے والے کی بات اس سے قسم لے کر تسلیم کی جائے گی، اور اگر دونوں میں سے ایک نے گواہی پیش کی تو قبول ہوگی اور اگر دونوں نے گواہی پیش کی تو پھر فرضی کہنے والے کی گواہی معتبر ہوگی۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ لو برھن احدھما الاظھر قول الخانیۃ لو برھن مدعی التلجئۃ قبل لان مدعی الجد لایحتاج الی برھان لان البرھان یثبت خلاف الظاھر۔[2]

اس کا قول کہ "اگر ایک گواہی پیش کرے تو قبول ہوگی" کا مطلب بقول خانیہ اظہر یہ ہے کہ وہ گواہی والا فرضی بیع کا مدعی ہو تو قبول ہوگی کیونکہ صحیح بیع کے مدعی کو دلیل کی ضرورت نہیں اس لئے کہ دلیل سے خلاف ظاہر کو ثابت کیا جاتا ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

فی المنار فان تواضعا علی الھزل باصل البیع واتفقا علی بناء العقد علی المواضعۃ یفسد

منار میں ہے کہ دونوں فریق اصل بیع کے فرضی ہونے پر متفق ہوئے اور دونوں سودے کے وقت بھی اسی فرض ہونے پر متفق رہے تو بیع

---

[1] درمختار کتاب البیوع باب الصرف مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۵۷
[2] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۴۵

البیع فلا یملك بالقبض وان اتفقا علی الاعراض بان قالا بعد البیع اعرضنا وقت البیع عن الھزل الی الجد فالبیع صحیح والھزل باطل وان اختلفا فی البناء علی المواضعة والاعراض عنھا فالعقد صحیح عندہ خلافا لھما فجعل صحة الایجاب اولی لانھا الاصل وھما اعتبرا المواضعة الا ان یوجد ما یناقضھا کما اذا اتفقا علی البناء[1] اھ مختصرا، اقول ولا یذھب عنك ان قولھما فی ما علم تقدم تواضعھما علی الھزل فالمواضعة الثابتة باتفاقھما لا تزول بادعاء احدھما الاعراض عندھما وھو الذی رجحه المحقق فی التحریر بخلاف ما اذا عقدا عقدا ثم ادعی احدھما المواضعة فلا تقبل اتفاقا ما لم یبرھن لانه یسعی فی نقض ما تم من جھته[2] اھ من حاشیتنا علی رد المحتار۔

فاسد ہوگی اور قبضہ کے باوجود مالک نہ ہوں گے اور اگر انھوں نے اپنے طے شدہ سے اعراض کرتے ہوئے سودے کے صحیح بیع کا ارادہ کرلیا اور دونوں نے بیع کے بعد کہا کہ ہم نے سودے کے وقت طے شدہ فرضی کے بجائے قطعی بیع کرلی تھی تو بیع صحیح ہوگی اور فرض و مذاق باطل قرار پائیگا اور اگر اس معاملہ میں اختلاف ہوجائے کہ طے شدہ کی بجائے صحیح اور قطعی بیع کا ارادہ کیا تھا یا نہیں تو امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک بیع صحیح قرار دی جائے گی، صاحبین کا اس میں خلاف ہے امام صاحب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بیع کی صحت کو ترجیح دی کیونکہ بیع میں اصل صحت ہے اور صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی نے دونوں کے طے کردہ کو اس وقت تک معتبر قرار دیا جب تک اس کا مناقض نہ پایا جائے جس طرح کہ طے کردہ پر بنا کرنا پایا گیا اھ مختصراً میں کہتا ہوں یہ بات پیش نظر ہے کہ صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی کے نزدیک دونوں کا باتفاق طے کردہ فرضی منصوبہ ایک فریق کے اعراض سے ختم نہ ہوگا کیونکہ وہ دونوں کا طے کردہ ہے، اسی کو محقق صاحب نے تحریر میں ترجیح دی ہے اس کے برخلاف وہ صورت کہ دونوں نے مطلق سودا کرلیا، پھر ایک یہ کہے کہ ہم نے فرضی طے کیا تھا تو اسکی بات بالاتفاق قبول نہ کی جائیگی کیونکہ وہ اپنی تام کی ہوئی بیع کو ختم کرنا چاہتا ہے الا یہ کہ وہ اس پر گواہ پیش کر کے اس کو ثابت کرے۔ ردالمحتار پر ہمارے حاشیہ کی عبارت ختم ہوئی۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع باب الصرف داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۴۵

[2] جدالممتار علی ردالمحتار

درمختار میں ہے:

اقر بمال فی صك واشهد علیه به ثم ادعی ان بعض هذا المال ربا علیه فان اقام علی ذلك بینة تقبل، وان كان متناقضا لانا نعلم انه مضطر الی هذا الاقرار شرح وهبانیة و حرر شارحها الشرنبلالی انه لایفتی بهذا الفرع لانه لاعذر لمن اقر غایته ان یقال بانه یحلف المقرله علی قول ابی یوسف المختار للفتوی فی هذه ونحوها[1] اھ قلت وبه جزم المصنف۔

ایک شخص نے رسید میں درج مال کا اقرار کیا اور اس پر گواہی پائی گئی پھر اقرار کرنیوالے نے دعوی کردیا کہ اس میں سے کچھ مال مجھ پر سُود ہے اگر اس نے اس دعوی پر گواہ پیش کردئے تو یہ شہادت قبول کی جائیگی اگرچہ یہ دعوی اس کے اقرار سے متناقض ہے کیونکہ ہمیں واضح طور پر معلوم ہے کہ اسکو اس اقرار کے بغیر چارہ نہیں تھا شرح وہبانیہ میں جس کو اس کے شارح شرنبلالی نے تحریر کیا ہے کہ اس پر فتوی نہ دیا جائے کیونکہ اقرار کرنے والے کو کوئی عذر نہیں ہے زیادہ سے زیادہ یہ کہ جس کے حق میں اس نے اقرار کیا ہے اس سے قسم لی جائے امام ابویوسف کے قول پر جوکہ اس جیسے مسئلہ میں فتوی کے لئے مختار ہے۔ میں کہتا ہوں اسی پر مصنف نے جزم فرمایا ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ردالمحتار میں نور العین سے ہے:

فی دعوی التلجئة یدعی الوارث علی المقرله فعلا له وهو تواضعه مع المقر فی السر فلذا یحلف[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

فرضی بیع کے دعوی میں مقرلہ کے خلاف وارثوں کا دعوی ہوجاتا ہے کہ اس نے اقرار کرنیوالے سے خفیہ سمجھوتہ کیا ہے اس لئے اس سے قسم لی جائیگی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۶ تا ۱۳۹: از ریاست رامپور مرسلہ سید صاحب موصوف غرہ شعبان ۱۳۳۰ھ

استفتاء بخدمت فضائل منزلت اعلٰحضرت مولانا المولوی حافظ حاجی احمد رضا خاں صاحب عم فیضہم!

ہندہ نے بنام سعید النساء وغیرہا پانچ کس ورثاء زید وطلیا بی مکان کایوں دعوٰی کیا کہ ہندہ نے

---

[1] درمختار کتاب الاقرار فصل فی مسائل شتی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۴۰

[2] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۴۵۸

مکان متنازعہ زید سے خریدا ہے، زید فوت ہوگیا ہے، ورثاء زید مکان پر قابض ہیں، دخل دلایا جائے، مدعا علیہم کو بیعنامہ مکان مذکور کا تصدیق کرادینا تسلیم ہے مگر کہتے ہیں کہ بیع فرضی ہوئی تھی، زید نے سعید النساء اپنی زوجہ کے دین مہر اور نان نفقہ کے خوف سے بیعنامہ فرضی کردیا تھا زرثمن کا داد وستد نہیں ہوا نہ مدعیہ کا قبضہ مکان متنازعہ پر ہوا، مدعیہ کی جانب سے پانچ مرد اور چار عورتوں نے قطعیت بیع اور زرثمن ادا کرنے کی بابت شہادت دی ہے مگر عدالت نے اپنے فیصلے میں لکھا ہے کہ صرف دو گواہ مدعیہ کی طرف سے پیش ہوئے ہیں ان کی شہادت خلافِ قیاس ہے اور مستور ہونے کے سبب ناقابلِ التفات خلافِ قیاس ہونے کی اور بھی وجوہ لکھی ہیں جو نقل فیصلہ میں مذکور ہیں یہ نقل فیصلہ ملاحظہ کے لئے پیش کیا جاتا ہے اب سوال یہ ہے:

(۱) بیع فرضی ہونے کے لئے شرعاً کچھ شرائط ہیں محض اس قدر شہادت دلوادینے سے کہ عاقدین نے بیع کے بعد اقرار فرضی ہونے کا کیا تھا بیع فرضی ثابت ہوجائیگی، جن جن گواہوں نے یہ شہادت دی ہے ان کو عدالت نے خود مستور الحال لکھا ہے لیکن بعض ان میں سے ایسے بھی ہیں جن کو اپنی سزایابی سابقہ اور بالفعل اپنی داڑھی منڈوانا تسلیم ہے۔

(۲) جو وجوہ شہادت مدعیہ کی نسبت عدالت نے خلافِ قیاس ہونے کے لکھے ہیں کیا وہ شرعاً ایسے ہیں جن سے شہادت ناقابلِ تسلیم ہوجائے۔

(۳) کیا قاضی کا یہ فعل اس کے فیصلہ پر مؤثر ہوگا کہ بجائے چھ مرد اور چار عورتوں کے صرف دو کا پیش ہونا اپنے فیصلہ میں ظاہر کرے حالانکہ مسل میں سب کے بیان موجود ہیں۔

(۴) کیا ایسا فیصلہ حاکم مرافعہ کی عدالت میں شرعاً قابل بحالی ہوسکتا ہے؟

نقل فیصلہ اور نقول بیانات گواہان فریقین عدالت سے باقاعدہ حاصل کرکے پیش کئے جاتے ہیں جواب مرحمت ہو۔ والاجر عنداللہ۔

الجواب

جواب سوالِ اوّل

فیصلہ و اظہارات فریقین تمام و کمال ملاحظہ ہوئے تنقیحات فقہیہ کے اعتبار سے تو یہاں بہت کچھ کہنا ہے مگر بتوفیقہ تعالٰی چند مختصر افادات پر اقتصار کریں کہ بعونہ تعالٰی اظہارِ صواب و ایضاحِ جواب کے لئے اسی قدر بس ہے۔

(۱) اس مقدمہ میں فریقین کو اتفاق ہے کہ زید یعنی سید صادق شاہ نے مکان متنازع فیہ کا

بیع نامہ اپنی مجاوج جہندہ یعنی فاطمہ بیگم کے نام کیا اور اس کی رجسٹری کرادی، حاکم شہر قاضی مفتی فقیہہ متقی نے اس کی تصدیق فرمائی، اختلاف جدو ہزل میں ہے یعنی آیا یہ بیع صحیح قطعی تھی یا محض نمائشی فرضی۔ سعیدہ بیگم زوجہ وغیرہا پانچ کس ورثائے سید صادق شاہ فرضی بتاتے ہیں اور فاطمہ بیگم مشتریہ قطعیہ۔ اس صورت میں شرعاً سعیدہ بیگم وغیرہا مدعی ہیں کہ ایک امر ظاہر الثبوت کا مٹانا چاہتے ہیں اور فاطمہ بیگم مدعا علیہا کہ اس کا بیان موافق ظاہر ہے لہذا بار ثبوت سعیدہ بیگم وغیرہا پر ہے فاطمہ بیگم کو اصلاً کسی گواہ کی حاجت نہیں اس کا صرف زبانی بیان قسم کے ساتھ معتبر ہے۔ درمختار میں ہے:

لوادعی احدھما بیع التلجئۃ وانکر الاخرفالقول لمدعی الجد بیمینہ[1]	ایک فریق کا دعوٰی ہے کہ بیع فرضی ہے دوسرا منکر ہے تو صحیح بیع کے مدعی کی بات قسم کے ساتھ معتبر ہوگی (ت)

ردالمحتار میں ہے:

مدعی الجد لایحتاج الی برھان لان البرھان یثبت خلاف الظاھر[2]	قطعی ہونے کی مدعی کو دلیل کی ضرورت نہیں کیونکہ دلیل خلافِ ظاہر کو ثابت کرتی ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

تو فاطمہ بیگم پر بار ثبوت رکھنا اور اس کے گواہوں سے بحث اور ان پر اعتراض سب بلاوجہ و بیکار و خلاف ضابطۂ فقہیہ ہے۔

(۲) ورثائے صادق شاہ کو بیع فرضی ثابت کرنے کے لئے صرف دو گواہ ثقہ متقی عادل شرعی اس مضمون کے دینا کافی کہ بعد بیع نامہ فاطمہ بیگم نے ہمارے سامنے اقرار کیا کہ یہ بیع میرے نام فرضی ہوئی ہے اس کے سوا نہ اور کچھ شرائط درکار، نہ اور کسی بیان سے ان کو نفع۔

اب ہم گواہان ورثہ پر نظر کرتے ہیں ان کی طرف سے بانکے میاں، چھٹن میاں، سید مجیب شاہ، حاجی محمد رضا خاں، شاہنواز خاں، نیاز احمد خاں، محمد یوسف خاں، ننا خاں، سید محمد شاہ نو مرد اور صغرٰی و عجوبہ دو عورتیں، جملہ گیارہ گواہ پیش ہوئے، ان میں یوسف خاں کا بیان تو اتنا ہے کہ یہ مکان میاں صادق شاہ کا تھا وہ اس میں مرتے دم تک رہے، پچھلے فقرہ سے اگر ثابت ہے

---

[1] درمختار کتاب البیوع باب الصرف مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۵۷

[2] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۴۵

تو اتنا کہ فاطمہ بیگم کا قبضہ نہ ہوا پھر بیع کے لئے قبضہ کیا ضرور، بیع ہبہ نہیں کہ بے قبضہ تمام نہ ہو، اور پہلے فقرہ سے فاطمہ بیگم کو بھی انکار نہیں جب وہ صادق شاہ سے خریدنا بتاتی ہے تو خود مقر ہے کہ 46
مکان صادق شاہ کا تھا پھر اس سے کیا ثابت ہوا، اس گواہ نے یہ بھی کہا ہے کہ سننے میں آیا کہ انھوں نے مجاور کے نام مکان کردیا یہ اگر سماعی نہ ہوتا تو فاطمہ بیگم کا کچھ مؤید ہوتا مشہود لہم یعنی ورثہ کو اس سے کچھ فائدہ نہیں، نبا خاں اور سید محمد شاہ کی گواہیاں یہ ہیں کہ مکان متنازعہ میاں صادق شاہ کا ہے یہ صریح غلط و باطل ہے، سید صادق شاہ کا انتقال ہوگیا اور میت کسی شے کا مالک نہیں تو اب مکان ان کا کسی طرح نہیں۔ غرض "ہے" کہنا تو یوں باطل ہے اور "تھا" کہنے سے دم مرگ تک ان کی ملک رہنا ثابت نہیں کہ انتقال بیع کا منافی ہو لہذا یہ تینوں شہادتیں محض مہمل ہیں بلکہ بالفرض اگر ان کے بیان یوں ہوتے کہ یہ مکان سید صادق شاہ کا تھا دم مرگ تک وہی اس کے مالک رہے اور وقت انتقال اسے اپنے وارثوں کے لئے میراث چھوڑا جب بھی مفید نہ ہوتے کہ اس شہادت کا مبنی استصحاب ہوتا یعنی ان کی ملک معلوم تھی اور انتقال تک بیع پر علم نہ ہوا لہذا اپنے علم کی بنا پر تادم مرگ ان کی ملک کہا مشتریہ نے جب کہ بیع تامہ مصدقہ و مسلمہ فریقین سے انتقال ثابت کردیا وہ گواہیاں بے سود ہوگئیں۔

www.alahazratnetwork.org

جامع الفصولین میں ہے:

ادعی دارا انی اشتریته من ابیك و برهن ذوالید انه ملك ابیه الی یوم موته و مات، وترکه میراثا لاتقبل بینته لانهم شهدوا باستصحاب الحال والمدعی اثبت الزوال[1]

ایک شخص نے یہ دعوٰی کیا کہ یہ مکان میں نے تیرے والد سے خریدا ہے اور قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ مکان میرے والد کی موت تک اس کی ملک رہا ہے اور اس نے اپنی موت پر اس کو بطور میراث چھوڑا ہے تو قابض کی طرف سے یہ گواہی قبول نہ کی جائے گی کیونکہ گواہوں کی یہ شہادت استصحاب حال کی بنا پر ہے جبکہ مدعی اس سابقہ ملکیت کے زوال کو ثابت کررہا ہے۔ (ت)

نیاز احمد خاں فقط اتنا کہتا ہے اور وہ بھی اہل محلہ سے سنا ہوا کہ صادق شاہ اور ان کی بی بی میں نااتفاقی تھی پھر اس سے کیا ہوا۔ حاجی محمد رضا خاں بھی نااتفاقی کا گواہ ہے اور یہ کہ جب بی بی کا نان نفقہ مقرر ہوا صادق شاہ نے نوکری چھوڑ دی پھر اس سے بیع کیونکر فرض ہوگئی دنیا میں لاکھوں

---

[1] جامع الفصولین الفصل العاشر اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۵۰

6/6

آدمی اپنی عورتوں سے ناراض ہوتے ہیں کیا اس سے ان کے تمام انتقالات فرضی ٹھہر جاتے ہیں۔ یہ پانچوں فیصلہ میں اصلاً قابلِ ذکر بھی نہ تھیں ہاں مذکور ہوتیں تو اس طرح کہ فلاں فلاں اظہار محض مہمل و بیکار ہیں۔

(۳) شاہنواز خاں نے بیعنامہ فرضی ہونے کی گواہی دی مگر اس طرح کہ مظہر سے صادق شاہ نے خود اقرار فرضی ہونے کا کیا تھا، اس سے ہرگز فرضی ہونا ثابت نہیں ہوتا، یہ تو اقرار بائع کا گواہ ہے، اگر خود صادق شاہ بعد تحریر و تصدیق بیعنامہ دعوٰی کرتا کہ میں نے تو محض فرضی بیع نامہ کردیا ہے کیا قابلِ سماعت ہوتا ورنہ ہر شخص بیع کرکے پھر جائے اور اس کے فرضی کہہ دینے سے بیع فرضی ٹھہر جائے، یہاں اقرار مشتری کا درکار تھا بائع کا اقرار اقرار نہیں بلکہ دعوٰی ہے کہ بے گواہان ہرگز مقبول نہیں بلکہ اکثر صورتوں میں اس کے گواہ بھی مسموع نہیں کہ بیع کرکے فرضیت کا ادعا تناقض ہے اور تناقض والے کا دعوٰی سنا نہیں جاتا۔ درمختار میں ہے: لاعذر لمن اقر[1] (اقرار کرنے والے کا عذر معتبر نہیں۔ ت) اشباہ وغیرہا میں ہے:

من سعی فی نقض ما تم من جهته فسعیه مردود علیه[2]

جو شخص ایسی کارروائی کو ختم کرنے کی کوشش کرے جو اس کی طرف سے تام ہوئی ہے تو اس کی یہ کوشش مردود ہوگی۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

لہذا یہ شہادت بھی ساقط محض ہے۔

(۴) اب رہے تین مرد اور دو عورتیں جن کے بیان میں فاطمہ بیگم کی طرف سے فرضی کا لفظ آیا ہے اگرچہ محض بے علاقہ، اس کا حال یہ ہے کہ ان میں عورتوں کی گواہی تو صرف ہوا پر ہے جسے انھوں نے محل تنازع سے اصلاً متعلق نہ کیا، پہلے اتنا تو کہا کہ یہ مکان صادق شاہ کا ہے اس کا حال اور سن چکے کہ یہ شہادت باطلہ بلکہ کاذبہ ہے اور قرینہ کی ہوتی جب بھی نامسموع تھی، آگے چل کر انھوں نے میاں بی بی اور ساس داماد کا جھگڑا بیان کرکے صرف اتنا کہا کہ صادق شاہ نے آکر فرضی کاغذ اپنی بیوی فاطمہ بیگم کے نام کردیا، کس چیز کا کاغذ کردیا، کیا کاغذ کردیا، مکان یا دکان یا کچھ اسباب، دیا کیا، فرضی بیع کردیا یا ہبہ یا رہن یا اجارہ یا کیا، اس کا کچھ پتا نہیں، پھر کہتی ہیں ہم نے فاطمہ بیگم سے پوچھا تو اس نے کہا کہ

---

[1] درمختار کتاب الاقرار فصل فی مسائل شتی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۴۰
[2] الاشباہ والنظائر کتاب القضاء والشہادات والدعاوی ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۳۷۰

بوجہ اپنی بی بی کے ہمارے نام فرضی بیعنامہ کردیا ہے بیچا نہیں ہے یہاں سوال دوم کا جواب تو کھلا ہے کہ ہبہ رہن اجارہ نہیں بلکہ بیعنامہ کیا مگر سوال اول کا جواب اب بھی محض غائب، کچھ نہ کہا کہ مکان کا بیعنامہ کیا ہے یا دکان کا یا اسباب یا کاہے کا، ایسی گول، نا صاف، مجمل، مہمل باتیں گواہی میں سن لینا کس شریعت کا حکم ہے حاشا وکلا۔ اس کے جواب میں اگر فاطمہ بیگم کہے کہ صغری وغیرہ بیچ کہتی ہیں صادق شاہ نے ایک گھوڑے کا بیعنامہ فرضی میرے نام کردیا تھا بیچا نہ تھا میں عورت ذات گھوڑا لے کر کیا کرتی میں نے اس بیعنامہ کا ان سے ذکر کیا تھا تو یہ گواہ یا انھیں پیش کرنے والے ورثا یا انھیں قبول فرمانے والے اس کا کیا جواب دے سکتے ہیں۔

(۵) اب باقی مردوں کی سُنیے ان میں چھٹن میاں علاوہ اور وجوہ کے خود کہتا ہے کہ جب سے ہوش سنبھالا ہے جب سے داڑھی منڈاتا ہوں کبھی کھونٹی بھی آنے ہی نہیں دی تو باقرار خود فاسق معلن بلکہ فسق بالاعلان پر مصر ہے ایسے شخص کی گواہی اگر ایک کوڑی کے معاملہ پر ہو مردود ہے پھر اس کا بیان بھی ساختہ ہونے کا شبہہ دلاتا ہے جیسا کہ ملاحظہ اظہار سے واضح ہے۔

(۶) رہ گئے بانکے میاں اور سید مجیب شاہ، ان دونوں نے اگرچہ بیعنامہ مکان فرضی ہونے کی نسبت فاطمہ بیگم کا اقرار بیان کیا مگر اول سے آخر تک سارے اظہار میں کچھ پتہ نہیں کہ کس کا گھر، یہاں تک کہ مکان متنازعہ کا بھی کہیں لفظ نہیں، ہاں بانکے میاں نے اتنا کہا ہے کہ نشاندہی محلہ پر کرادونگا اور سید مجیب شاہ نے یہ کہ مکان بنا دوں گا، دونوں نے بتایا یا نہیں اور بتایا تو کیا بتایا، کیا لفظ کہے، وہ کہاں تک کافی تھے پھر ان دونوں گواہوں کو بھی ذی علم مجوز نے مستور لکھا ہے اور وہ فاسق معلن مصر کو بھی مستور لکھتے ہیں معلوم نہیں کہ یہ مستور کس معنی پر ہیں گو ویسے ہی مستور ہوئے جب تو ظاہر ہے اور اگر حقیقۃً مستور الحال ہوئے تو مستور کی گواہی بھی مردود ہے مگر یہ کہ دلائل واضحہ سے اس کے صدق پر غلبۂ ظن حاصل ہو اور یہاں ان کے صدق پر کوئی دلیل مفید ظن بھی نہیں غلبۂ ظن تو بڑی چیز ہے تجویز میں ان پر اعتماد کرنا تھا تو واجب ہوتا کہ انکے صدق کے غلبۂ ظن پر واضح دلائل قائم فرماتے مگر کوئی دلیل نہ دی محض ان کے بیان کا حوالہ دیا کہ ان کی شہادتوں سے فرضی ہونا بخوبی ثابت ہے یہ ہرگز قابل قبول نہیں بلکہ دلائل صدق درکنار ذی علم مجوز نے جو دلائل ردگوا ہان فاطمہ بیگم کے لئے تحریر فرمائے بعینہا ان گواہوں میں جاری ہیں، جیسا کہ عنقریب واضح ہوگا تو غایت یہ کہ دونوں شقیں محتمل ہو کر صدق وکذب مساوی رہے اور اس صورت میں شہادت مستورین ہرگز مقبول نہیں، ردالمحتار میں ہے:

فان لم یغلب علی ظن القاضی صدقه بان — اگر قاضی کو اس کی سچائی کا ظن غالب نہ ہو بلکہ اس کے

www.alahazratnetwork.org

غلب کذبہ عندہ او تساویا فلا یقبلہا ای لایصح قبولہا اصلاً[1] | کذب کا ظن ہو یا دونوں پہلو مساوی جانتا ہو تو اس کی شہادت کو قبول نہ کرے یعنی اس کا قبول کرنا ہرگز صحیح نہیں ہے۔ (ت)

لاجرم ظاہر ہوا کہ ورثائے بائع بیع فرضی ثابت نہ کر سکے اور اس مقدمہ میں صرف اتنا ہی دیکھنا تھا اس کے علاوہ باقی سب بحثیں زائد و دور از کار ہیں۔

جواب سوال دوم

(۱) ہم اوپر ثابت کر آئے کہ فاطمہ بیگم اس مقدمہ میں اصلاً محتاج گواہان نہیں، نہ اس کے گواہوں سے بحث کی حاجت خلاف قیاس ورکنار۔ اگر ان کی گواہیاں بدیہی البطلان ہوتیں مثلاً کہتے سو برس ہوئے یہ بیع ہوگئی یا کل ہوئی تھی جب بھی فاطمہ بیگم کو اس سے نقصان نہ تھا کہ اس کا دعوٰی بیعنامہ مصدقہ مسلمہ فریقین سے آپ ہی ثابت ہے۔

(۲) ذی علم مجوز نے ان کی شہادتیں قابل لحاظ نہ ہونے کی چھ وجہیں ذکر فرمائیں،

(۱) وہ مستور الحال ہیں۔

(۲) کل زرِ ثمن ایک مفلس کو قبل تحریر و تصدیق بیعنامہ گھر میں بیٹھ کر دیا گیا۔

(۳) معتر نے دستاویز اپنے نام چھڑائی۔

(۴) وصول ثمن کا اقرار کیا رجسٹرار کے سامنے نہ دیا گیا۔

(۵) فاطمہ بیگم کا قبضہ نہ ہوا۔

(۶) مکان دونی قیمت کو بیچا لکھا۔

ان میں کوئی وجہ بھی ایسی نہیں جس سے شہادتیں قابل لحاظ نہ ہوں یا حسب بیان فیصلہ بطلان دعوٰی مدعیہ بتائیں، وجہ اول تو خود کوئی چیز نہیں، مستور الحال کی گواہی مطلقاً مردود ہے یا جب خلاف قیاس ہو۔ بر تقدیر اول سعیدہ بیگم وغیرہا کے گواہوں کو بھی فیصلہ میں مستور فرمایا ہے ان کی گواہی کیوں نہ مردود ہوئی اور بر تقدیر ثانی اس کے لئے وہ وجوہ درکار ہیں جس سے شہادت کا خلاف قیاس ہونا ثابت ہو تو وجوہِ آئندہ پر مدار کار رہا اور وجہ اول نے کچھ فائدہ نہ دیا، ہاں یہ کہ وہ ان کی متمم یعنی عادل کی گواہی اگرچہ خلاف قیاس ہو مقبول ہے نہ مستور کی تو مدار اسی خلاف قیاس ہونے کے ثبوت پر رہا اور وہ

---

[1] ردالمحتار

ثابت نہیں۔

(۳) وجہ ششم اگر قرینہ ہے تو ثمن مقدار واقعی سے زیادہ لکھنے کا نہ اس کا کہ اصل بیع ہی فرضی ہے، زوجہ کے خوف سے بیع فرضی کرنے کو قیمت بڑھا کر لکھنا کیا ضرور تھا کیا اگر سو کا مال سو کو بیچنا لکھتا تو اس کا مقصود حاصل نہ ہوتا، ہاں اگر کسی شفیع کا خوف ہوتا تو اس کے سبب زیادہ قیمت لکھی جاتی ایسا زیادہ لکھنا رات دن حقیقی قطعی بیعوں میں ہوتا رہتا ہے تو یہ فرضیت بیع کا کیا قرینہ ہوئی۔

(۴) وجہ دوم عجیب ہے زرِ ثمن گواہوں کو بلا کر ان کے سامنے دیا جانا بیان ہوا ہے نہ کہ تنہائی میں، پھر اس سے کیا شبہہ پڑ سکتا ہے ان کو بناوٹ منظور رہوتی تو رجسٹرار کے سامنے دیتا اور زیادہ ان کے مقصود کا مؤید ہوتا نہ کہ گھر میں جیٹھ کر دینا۔ بیع فرضی والے چالاک اکثر یہی طریقہ پسند کرتے ہیں کہ رجسٹری میں دیا اور گھر جا کر واپس لے لیا۔

(۵) وجہ چہارم بھی اسی دوم پر مبنی ہے جب روپیہ گواہوں کے سامنے پہلے مل چکا تو رجسٹرار کے سامنے اقرار کے سوا کیا ہوتا، نمائشی بناوٹ چاہتے تو رجسٹرار کے سامنے ہی دینے میں زیادہ تھی نہ کہ گھر میں۔ نمائش والا وہ طریقہ اختیار کرتا ہے جس میں اعلان زیادہ ہو یا وہ جس میں کم ہو۔

www.alahazratnetwork.org

(۶) وجہ سوم کی نسبت گزارش کہ دستاویز فاطمہ بیگم نے پیش کی ہے تو صادق شاہ نے چھڑا کر ضرور اُسے سپرد کر دی پھر اپنے نام چھڑانے نے فرضیت کا کیا ثبوت دیا بلکہ انصافاً واقعیت کا پتہ دیا کہ فرضی نمائشی کارروائی تو رجسٹری تک ختم ہو گئی تھی اگر واقع میں بیع نہ ہوئی تھی تو دستاویز خود اپنے نام چھڑا کر فاطمہ بیگم کو دینے کی کیا حاجت تھی، فاطمہ بیگم ایک پردہ نشین شریف زادی بیوہ اور صادق شاہ کی بھاوج ہے بھائیوں میں اتحاد کی حالت میں ان کی زندگی میں ان کی زوجات کے ایسے کام جیٹھ دیور کر دیا کرتے ہیں نہ کہ بعد بیوگی۔

(۷) وجہ پنجم اجنبی اشخاص میں کچھ شبہہ ڈالتی باہم اتحاد کی حالت میں بارہا ایسا ہوتا ہے کہ زید کو روپیہ درکار ہے بیع ہو گئی تصدیق وغیرہ سے تکمیل ہو گئی اطمینان کافی ہو لیا بائع کو مکان کی حاجت ہے مشتری اور مکان میں رہتا ہے تبرعاً خالی نہ کرایا پھر بیع وموت بائع میں ایسا کوئی طویل فاصلہ بھی نہیں، قبضہ لینا چاہا، اس نے کہا مکان میں آج کل کیا اتنے میں وہ بیمار ہو گیا انتقال کر گیا، اس میں پانچ چھ مہینے گزر جانا کیا دُور از قیاس ہے جس کی بناء پر شہادت باطل کر دی جائے اور بیعنامہ مصدقہ مسلّم فریقین غلط قرار پائے۔

(۸) اب ہم ایک تقریر جامع بیان کرتے ہیں کہ سب وجوہ کو شامل ہو۔ وجہ ششم کو تو معلوم کر چکے کہ وہ وجوہ فرضیت میں نام لئے جانے کے بھی قابل نہیں، اور وجہ اول نہ تو وجہ ہے نہ گواہان فاطمہ بیگم کے ساتھ

خاص بلکہ وہی علت مستوری گواہانِ سعیدہ بیگم میں بھی موجود۔ بیچ کی چار وجہیں رہیں، نہیں بلکہ تین ہی کہ چہارم خود دوم پر مبنی ہے اب وجہ شبہہ اتنی رہی کہ روپیہ گھر میں بیٹھ کر دیا اور دستاویز مقر کے نام واگزاشت ہوئی اور مشتریہ نے قبضہ نہ لیا ہم پوچھتے ہیں کہ یہاں عاقدین میں باہم ایسا اتحاد مانے گا کہ ایک کو دوسرے پر کافی اطمینان ہے یا اجنبیت کہ ایک دوسرے پر مطمئن نہیں۔ شق ثانی خود گواہانِ سعیدہ بیگم و خود فیصلہ مجوزہ سے صریح البطلان ہے جب یہ ٹھہراتے ہو کہ واقع میں نہ بیع تھی نہ ثمن ملا یونہی فرضی بیعنامہ اس کے نام لکھ دیا اس پر گواہیاں کرادیں اُسے رجسٹری کراکر پکا کردیا رجسٹرار کے سامنے روپیہ ملنے کا اقرار کردیا ہر طرح بائع نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تو کیا یہ معاملہ بے اطمینان اجنبی کے ساتھ ہوسکتا ہے حاشا بلکہ اعلیٰ درجہ کا باہم اطمینان واتحاد چاہئے اور جب اس نہایت درجہ کا ان میں اتحاد مجوزہ و گواہانِ سعیدہ و سعیدہ وغیرہا سب کو خود مسلّم ہے تو گھر میں بیٹھ کر روپیہ دینا یا دستاویز مقر کو ملنا یا مشتریہ کا قبضہ نہ لینا اس اعلیٰ اتحاد کی حالت میں کیا بعید از قیاس ہے۔ بالجملہ اتحاد ہو تو یہ کچھ بھی بعید از قیاس نہیں اور بے اطمینانی ہو تو ایسے کے ہاتھ فرضی بیع کرکے رجسٹری کرادینا اور وصول ثمن کہہ دینا اور بھی زیادہ بعید از قیاس ہے اور اس کے گواہ بھی مستور ہی ہیں تو ان وجوہ سے انھیں کیوں نہیں رد کیا جاتا۔

www.alahazratnetwork.org

جواب سوال سوم

نظر ظاہر میں یہ اعتراض ہوسکتا کہ فیصلہ میں سعیدہ بیگم وغیرہا کے سب گواہوں کے بیان کا خلاصہ فرمایا گیا یہاں تک کہ وہ بھی جو محض بے علاقہ تھے اور فاطمہ بیگم کے اتنے گواہوں میں سے صرف دو کا ذکر کیا بلکہ صراحۃً تحریر فرمادیا کہ مدعیہ کی جانب سے صرف دو گواہ پیش ہوئے ہیں مگر نظر دقیق میں اس کی توجیہ قریب ممکن ہے، فاطمہ بی بی کی طرف سے دس گواہ پیش ہوئے چھ مرد ضامن شاہ، غلام ناصر خاں، قاسم خاں، محمد علی خاں، احمد شاہ خاں، عنبر شاہ خاں، اور چار عورتیں، اشرف بیگم، نازنین بیگم، آبادی، انتظام بیگم۔ ان میں قاسم خاں تو محض اپنی ناواقفی بیان کرتا ہے اور کچھ شہادت نہ دی محمد علی خاں نے لوگوں کی زبانی سننا بتایا اور وُہ بھی یوں کہ پہلے کہا بہن کے ہاتھ بیچ ڈالا، پھر کہا بیگم کے ہاتھ۔ احمد شاہ خاں کا اتنا بیان ہے کہ بھاوج کے نام بیعنامہ لکھ دیا اس سے کسے انکار ہے، یونہی عنبر شاہ خاں نے بائع کی زبانی سننا بیان کیا کہ میں نے یہ مکان بیگم سیدانی کے ہاتھ دو سو روپے کو بیچ ڈالا جس نے بیعنامہ رجسٹری کرادیا اس نے اگر اس گواہ کے سامنے اتنا کہا تو اس سے بیع کی قطعیت نہیں سمجھی جاتی، لہذا چاروں گواہ بیکار تھے صرف دو مرد اور چار عورتیں باقی رہیں ان کی گواہی ضرور عام مروج طور پر مفید فاطمہ بیگم واقع ہوئی ہے، ذی علم مجوز کی رائے میں دونوں مردوں کی گواہی مخدوش تھی تو باقی سب عورتیں رہ جائیں گی اور تنہا عورت کی شہادت مقبول

نہیں، لہذا ان کے ذکر کی حاجت نہ جانی اور صرف دو کے بیان پر اقتصار فرمایا ایسی کمی سے فیصلہ پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔

جواب سوال چہارم

فیصلہ قابل منسوخی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۰ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لطافت حسین نے شمس النساء سے ایک لاکھ اسی ہزار ٹکے کا دینار سرخ پر جس کے سکہ وقت سے پانچ ہزار چھ سو بیس روپے ہوتے ہیں نکاح کیا، ۲۳ سال کے بعد اپنی ہمشیر مصاحب جان کے پاس ایک جزو مکان رہن رکھ کر دو ہزار دو سو اکتالیس روپے قرض لئے اور رہن نامہ میں لکھ کر مکان اپنے قبضہ سے نکال کر قبضہ مرتہنہ میں دیا حالانکہ مکان ایک لمحہ کو بھی خالی نہ کیا، دو سال کے بعد لطافت حسین نے نومبر ۱۹۰۶ء میں دو سو کے قرضہ اپنے ذمے چھوڑ کر وفات پائی، جائداد حسب رواج برادری کے متوفی کی اولاد ذکور نہ ہو تو زوجہ قابض ومتصرف ہوتی ہے قبضہ شمس النساء میں آئی، اب مصاحب جان اپنے دین کی مدعی ہے اور زوجہ دین مہر کے مطالبہ میں اپنے قبضہ و رواج مذکور سے استناد کرتی ہے، اس صورت میں کس کا دین شرعاً مقدم رہے گا اور دین مہر کو دیگر دیون پر ترجیح ہے یا نہیں اور شمس النساء کے بر بنائے رواج مذکور قبض و تصرف ہونا یا اس کا دین دین مصاحب جان سے پیشتر کا ہونا دعویٰ مصاحب جان کا مانع سماعت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر مصاحب جان نے رہن مع القبض کا دعویٰ کیا یعنی دعویٰ اس بیان سے واقع ہوا کہ وہ جزو مکان لطافت حسین نے میرے پاس رہن رکھا اور مجھے قبضہ دلا دیا تھا پھر ثبوت میں لطافت حسین کے اُس اقرار قبضہ پر جو رہن نامہ میں مذکور ہے گواہ شرعی دے دے اگرچہ خاص قبضہ کا ثبوت نہ دے سکے تو اس کا دعویٰ بیشک ثابت ہے، رہن صحیح وتام ونافذ مانا جائے گا اور مکان پر اُس کا قبضہ رہنا مرتہنہ کی طرف سے بطور عاریت خیال کریں گے۔ علامہ شامی قدس سرہ السامی عقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ میں فرماتے ہیں:

رھن داره واعترف بالقبض الا انه لم یتصل به القبض فاذا تصادق علی القبض والاقباض یؤخذ باقراره من رھن جواھر الفتاوی

مکان رہن رکھا اور قبضہ دینے کا اعتراف کیا مگر عملاً قبضہ نہ ہوا تو جب دونوں فریق قبضہ لینے اور دینے پر متفق ہیں تو راہن کے اقرار کو لیا جائے گا، ایک شخص نے مکان رہن رکھا اور خود راہن ہی اس میں

وفیھا من الباب الخامس رجل رھن دارا والراھن متصرف فیہ حتی مات ثم اختلف المرتھن وورثۃ الراھن انہ کان مقبوضا ام لا فان اقام المرتھن البینۃ علی اقرار الراھن بالرھن والتسلیم یحکم بصحۃ الرھن ودعوی فساد الرھن لاتقبل بظاھر ما کان فی ید الراھن لانہ لما حکم علیہ باقرارہ بالرھن حمل علی ان الید کانت ید العاریۃ اھ[1]

اپنی موت تک تصرف کرتا رہا پھر مرتہن اور راہن کے ورثاء میں قبضہ کے متعلق اختلاف ہو کہ مرتہن کا قبضہ تھا یا نہیں، اگر مرتہن نے راہن کے اس اقرار کہ اس نے رہن رکھا اور قبضہ دے دیا پر گواہ پیش کردئے تو اس رہن کی صحت کا حکم کیا جائیگا اور رہن کے قبضہ کی بنا پر فساد رہن کا دعوٰی درست نہ ہوگا کیونکہ جب اس کے اقرار کی بنا پر فیصلہ ہوا ہے تو اس کے قبضہ کو عاریت متصور کیا جائیگا اھ (ت)

پس رہن مرہون میں صاحب جان کا استحقاق شمس النساء وغیرہا سب قرضخواہوں پر مقدم ہے پہلے اسی کا قرض اس سے ادا کریں گے اگر کچھ بچا مہر وغیرہ دیون کی طرف مصروف ہوگا ورنہ نہیں۔ عالمگیریہ میں ہے:

اذا مات الراھن وعلیہ دیون کثیرۃ کان المرتھن احق بالرھن کذا فی المحیط[2]

راہن نے اپنی موت پر اپنے ذمہ کثیر دیون (قرضے) چھوڑے تو مرتہن اس رہن کا حقدار ہوگا جیسا کہ محیط میں ہے (ت)

اسی میں ہے کہ:

فلیستوفی منہ دینہ فما فضل یکون لسائر الغرماء والورثۃ[3]

مرتہن اپنی رقوم وصول کرلے باقی زائد دوسرے حق داروں اور ورثاء کا ہوگا۔ (ت)

اور یہاں مرہون کا مشاع یعنی جزء غیر منقسم ہونا اس حکم کا مانع نہ ہوگا کہ رہن مشاع مذہب صحیح پر فاسد ہے اور رہن میں فاسد وصحیح کا حکم واحد ہے۔ درمختار میں ہے:

لایصح رھن مشاع لعدم کونہ ممیزا

غیر منقسم چیز کا رہن صحیح نہیں کیونکہ رہن ممتاز نہیں ہے

۱؎ العقود الدریۃ کتاب الراہن ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۲۵۹
۲؎ فتاوٰی ہندیہ کتاب الرہن الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۴۵۶
۳؎ " " الباب الاول الفصل الاول " " ۴/۴۳۳

ثم الصحیح انه فاسد[1]۔

پھر صحیح قول پر یہ رہن فاسد ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

کل حکم عرف فی الرھن الصحیح فھو الحکم فی الرھن الفاسد کما فی العمادیۃ وفی کل موضع کان الرھن مالا والمقابل بہ مضمونا الا انہ فقد بعض شرائط الجواز کرھن المشاع ینعقد الرھن لوجود شرط الانعقاد، ولکن بصفۃ الفساد کالفاسد من البیوع فمن مات ولہ غرماء فالمرتھن احق بہ کما فی الرھن الصحیح[2] اھ ملخصین۔

جو حکم صحیح رہن میں معلوم ہوا وہی حکم فاسد رہن میں جاری ہوگا جیسا کہ عمادیہ میں ہے اور ہر وہ صورت جس میں رہن مال ہو اور اس کا مقابل مضمون چیز ہو مگر وہاں جواز کے بعض شرائط مفقود ہوں جیسے غیر منقسم کا جزء کا رہن رکھا جائے تو رہن منعقد ہوجائے گا کیونکہ انعقاد کی شرط پائی گئی ہے لیکن فاسد صفت کی وجہ سے بیع فاسد کی طرح ہوگی تو راہن اگر فوت ہوجائے اور کئی قرض خواہ ہوں تو مرتہن اس رہن کا زیادہ حقدار ہوگا جیسا کہ صحیح رہن میں ہوتا ہے اھ دونوں عبارتیں ملخص ہیں۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اور اگر صاحب جان نے صرف رہن کا دعوٰی کیا نہ قبضہ پانے کا، تو دعوٰی رہن اصلاً مسموع نہ ہوگا اگرچہ اس کے گواہوں نے لطافت حسین کے اقرار نہ کو بلکہ خود معاینہ قبضہ پر گواہی دی ہو۔

عقود الدریہ میں ہے:

ان ادعی المرتھن الرھن مع القبض یقبل برھانہ علیھما وان ادعی الرھن فقط لایقبل لان مجرد العقد لیس بلازم ولا تسمع البینۃ اذا شھدوا بمعاینۃ القبض او اقرار الراھن بہ لانھم شھدوا بشیئ زائد علی الدعوی لان

مرتہن اگر رہن بمع قبضہ کا دعوٰی کرے تو اس پر شہادت قبول کی جائے گی، اور اگر صرف رہن کا دعوٰی کرے تو اس پر شہادت مقبول نہ ہوگی کیونکہ محض عقد لازم نہیں ہوتا اور اگر گواہوں نے قبضہ کے معاینہ کی شہادت دی یا رہن کے اقرار کی کریں نے دیا ہے کی شہادت دی تو یہ گواہی قابل قبول نہ ہوگی کیونکہ یہ زائد چیز کی شہادت ہے

---

[1] درمختار کتاب الرھن باب مایجوز ارتہانہ الخ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۶۸

[2] " " فصل فی مسائل متفرقۃ " " " ۲/۲۶۹

فرض المسئلۃ ان المرتھن لم یذکر القبض فی دعواہ وایضا فان الصحۃ الدعوی شرط صحۃ الشھادۃ[1] اھ ملخصا۔

اس لئے کہ صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ مرتہن نے اپنے دعوٰی میں قبضہ کو ذکر نہ کیا ہو اور نیز اس لئے کہ دعوٰی کا صحیح ہونا شہادت کی صحت کے لئے شرط ہے اھ ملخصًا۔ (ت)

اور اگر دعوٰی میں قبضہ پالینے کا ذکر تو کیا مگر حصولِ قبض یا لطافت حسین کے اقرار مذکور پر گواہ نہ دے سکے تو بھی اس کا استحقاق مرتہنانہ ثابت ہوگا اور اب مکان کا خالی نہ کیا جانا بیشک اُس کے دعوٰی رہن پر ضرر کا اثر ڈالے گا کہ رہن بے قبضہ تمام نہیں ہوتا۔ ردالمحتار میں عنایہ سے ہے: القبض شرط تمام العقد[2] (رہن میں قبضہ عقد کے تام ہونے کے لئے شرط ہے۔ ت) تو قبل قبضہ مرتہن کا حق مرہون میں حاصل نہ ہوا۔ عالمگیریہ میں ہے:

مالم یقبضہ المرتھن لایثبت حکم ید الرھن لہ[3]۔

جب تک مرتہن اس پر قبضہ نہ کرلے اس وقت تک رہن کو اس کا مقبوض نہیں قرار دیا جاسکتا۔ (ت)

ولہذا راہن کو قبل تسلیم اختیار رہتا ہے کہ رہن سے رجوع کرجائے اور مرتہن کو مرہون پر قبضہ نہ دے۔ درمختار میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

ینعقد بایجاب وقبول حال کونہ غیر لازم فللراھن تسلیمہ والرجوع عنہ کما فی الھبۃ[4]۔

رہن کا انعقاد ایجاب وقبول سے ہوتا ہے جبکہ وہ ابھی غیر لازم ہوتا ہے تو راہن کو ابھی حق ہے کہ وہ مرتہن کو سونپ دے یا رجوع کرلے جیسا کہ ہبہ کا حکم ہے۔ (ت)

اور صرف دستاویز میں لطافت حسین کا اقرار مزبور لکھا ہونا ثبوت کے لئے کافی نہ ہوگا جب تک اس اقرار پر گواہانِ شرعی نہ پیش کرے۔ فتاوٰی خیریہ میں ہے:

سئل فی رجل مات مدیونا للغرماء ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جو مقروض

---

[1] العقود الدریۃ کتاب الرھن ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۲۵۹

[2] ردالمحتار بحوالہ العنایۃ ؍؍ باب ما یجوز ارتہانہ الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۳۱۵

[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الرہن الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۴۹۲

[4] درمختار کتاب الرھن مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۶۵

متعددين وقد كان رهن بدين احدهم مشاعا و اظهر المرتهن محضرا و فيه الحكم بصحته ولزومه هل يختص المرتهن به فى وفاء دينه ام لا اجاب المقرر عند علماء الحنفية انه لا اعتبار بمجرد الخط ولا التفات اليه اذ حجج الشرعية ثلثة وهى البينة والاقرار والنكول كما صرح به فى اقرار الخانية فلا اعتبار بمجرد المحضر المذكور ولا التفات اليه الا اذا ثبت مضمونه بالوجه الشرعى اعنى باحدى الحجج الشرعية المشار اليها[1] (ملتقطا)

تھا اس کے متعدد لوگ قرض خواہ تھے جبکہ ان میں سے ایک کا قرضہ غیر منقسم رہن کے بدلے میں تھا تو اس مرتہن نے محضرنامہ دکھایا جس میں رہن کی صحت اور اس کے لزوم کا حکم تھا تو کیا اس مرتہن کو حق ہے کہ رہن کو اپنے قرض کے عوض اپنے لیے مختص کر لے یا اس کو یہ حق نہیں، تو جواب دیا کہ علمائے احناف کے ہاں یہ بات طے شدہ ہے کہ محض خط قابل اعتبار اور قابلِ التفات نہیں ہے کیونکہ شرعی حجت تین چیزیں ہیں، گواہی، اقرار اور قسم سے انکار جیسا کہ خانیہ میں اقرار کی بحث میں تصریح ہے لہٰذا مذکور محضرنامہ اعتبار و التفات کے قابل نہیں جب تک اس کے مضمون کو کسی شرعی دلیل سے ثابت نہ کر دیا جائے (ملتقطا)۔ (ت)

ان دونوں صورتوں میں مصاحب جان کا دین مثل باقی دیون کے سمجھا جائے گا اور اس کو استحقاق تقدم شمس النساء پر نہ ہوگا کہ ذریعۂ تقدم استحقاق مرتہن ہی تھا اور وہ پایۂ ثبوت کو نہ پہنچا، مگر جس طرح شمس النساء پر ترجیح نہیں شمس النساء کو بھی اس پر کوئی تفضیل نہیں کہ آخر جائداد و مہر میں بھی رہن نہ تھی اور مصاحب جان کا دین بھی دین صحت ہے اور مہر کو کسی دین صحت پر تقدم نہیں کہ وہ بھی مثل سائر دیون کے ایک دین ہے، درمختار کے باب نکاح الرقیق میں ہے:

وساوت المرأة الغرماء فى مهر مثلها[2]

بیوی اپنے مہر مثل کی حد تک دیگر قرضخواہوں کے مساوی ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فيه تصريح بان مهر كسائر

اس میں یہ تصریح ہے کہ مہر بھی دوسرے

---

[1] فتاوٰی خیریہ | کتاب ادب القاضی | دارالمعرفۃ بیروت | ۲/۱۲

[2] درمختار | کتاب النکاح الرقیق | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۰۵

الدیون[1]

قرضوں کی طرح ہے۔ (ت)

مغنی المستفتی عن سوال المفتی میں ہے:

سئل فی رجل مات عن زوجتہ وعلیہ دیون لجماعۃ استدان فی صحتہ فہل تکون ھی اسوۃ الغرماء اجاب نعم[2] اھ ملخصاً۔

ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے متعدد قرضخواہ چھوڑے اور فوت ہونے پر بیوی کا مہر بھی اس کے ذمہ تھا جبکہ دیگر قرضے اس نے زندگی اور صحت میں لئے تھے تو بیوی دیگر قرضخواہوں کے مساوی ہوگی یا نہیں، تو انھوں نے جواب دیا کہ ہاں مساوی ہوگی اھ ملخصاً (ت)

نہ کسی دین کا پہلے ہونا دوسرے پر باعث رجحان ہوسکے، نہ ایک قرضخواہ کے بطور خود جائداد مدیون پر قبضہ کرلینا دوسرے دائنوں کا حق ساقط کرسکے، نہ برادری کا وہ اختراعی رواج حقوق شرعیہ کا مزاحم بن سکے۔ یہ سب امور واضحات جلیلہ ہیں جنھیں ادنٰی فہم وتمیز رکھنے والا آفتاب کے مثل ظاہر وروشن جانتا ہے۔ پس اس تقدیر پر تمام متروکہ سے بعد صرف تجہیز وتکفین صاحب جان کا قرض اور شمس النساء کا مہر اور ان کے سوا اور جو دین ذمہ لطافت حسین ہو سب ایک ساتھ حصہ رسد ادا کئے جائیں گے ایک کو دوسرے پر ترجیح ہوگی مثلاً قرض کے لطافت حسین پر بس یہی دو دین ہیں اور جائداد ان کو کافی خواہ ان سے زائد ہے تو دونوں دائن پورا پورا اپنا دین وصول کرلیں ورنہ قیمت ترکہ کو ۷۰۹۱ سہام پر منقسم کرکے ۵۶۲۰ سہام شمس النساء اور ۱۴۷۱ سہام صاحب جان کو دیں کہ دونوں اس نسبت سے اپنے اپنے حق کو پہنچیں۔ بالجملہ حق شمس النساء کو بجہت مہریت خواہ تقدم وقوع خواہ رواج برادری اصلاً تقدم نہیں ہوسکتا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۱۵۱ از شہر کہنہ بریلی ۱۸ محرم الحرام ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے مکان کے سمت جنوب زیر دیوار خام پشتہ عرض میں سوا گز قدیم الایام سے واسطے حفاظت دیوار کے بنا ہوا ہے اور اسی دیوار میں ایک سمت کو بدررو کہ جس میں ہمیشہ سے پانی پاخانے اور بارش مکان خود ومکان برادر خورد کا نکلتا ہے۔ یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ متصل پشتہ دیوار قدیم مذکورہ بالا کے اراضی افتادہ ہے جس پر ہمیشہ رہگزر گاہ عام تھی عمرو نے

---

[1] ردالمحتار باب نکاح الرقیق دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۷۵

[2] مغنی المستفتی عن سوال المفتی

اس کو اپنا مقبوضہ کرکے باغیچہ لگایا ہے اب عمرو نے تھوڑا حصہ پشتہ مذکور کا غیبت میں زید کے کاٹ ڈالا اور بقیہ پشتہ موجود ہے اس میں ایک درخت ناشپاتی کا عمرو نے پشتہ مذکور کھود کر نصب کیا ہے۔ صرف غرض عمرو کی ان تصرفات سے یہ ہے کہ پشتہ مذکور کھود کر بدررو مذکور بند کرکے ایک مکان دیوار زید سے ملا کر بنایا جائے، آیا یہ تصرفات مذکورہ عمرو کے جائز ہیں یا ناجائز، حق ہیں یا ناحق؟ اور پشتہ ملکیت زید میں داخل ہے یا نہیں؟ اور آب جاری بدررو کو عمرو بند کرسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

پشتہ قبضہ ہے اور قبضہ دلیل ملک، عمرو جب تک گواہان عادل شرعی ثابت نہ کرے کہ زمین پشتہ اس کی ملک ہے اُسے اُس کا کھودنا جائز نہیں، اور جب کہ بدررو قدیم سے ہے اور مکان کا ڈھال اس طرف ہمیشہ سے، تو زید کے لئے اس زمین میں پانی بہانے کا حق حاصل ہے، عمرو کو ہرگز جائز نہیں کہ دیوار بنا کر بدررو بند کردے اور کسی طرح اُسے پاٹ دے یا اجرائے آب سے منع کرے اس کے یہ سب تصرفات ناحق ہوں گے،

فی الھندیۃ عن محیط الامام شمس الائمۃ السرخسی عن الامام الفقیہ ابی اللیث عن مشائخنا قدست اسرارھم انھم استحسنوا ان المیزاب اذا کان قدیما وکان تصویب السطح الی دارہ وعلم ان التصویب قدیم ولیس بمحدث ان یجعل لہ حق التسییل[1] اھ وفیہا عن البدائع لواراد اھل الدار ان یبنوا حائطا لیسدوا مسیلہ اوارادوا ان ینقلوا المیزاب من موضعہ او یرفعوہ او یسفلوہ لم یکن لھم ذلک ولو بنی اھل الدار بناء لیسیل میزابہ

ہندیہ میں امام شمس الائمہ سرخسی سے انھوں نے امام فقیہ ابواللیث سے انھوں نے ہمارے مشائخ قدست اسرارہم سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے قدیم پرنالہ جس کا پانی دوسرے کی حویلی کی چھت پر گرتا ہے اور واضح طور پر معلوم ہو کہ یہ پرنالہ قدیم ہے جدید نہیں ہے، کے متعلق استحسان کے طور پر فرمایا کہ اس پرنالہ والے کو حق ہے کہ وہ اس کو بہاؤ کے لئے قائم رکھے اھ، اور اس میں بدائع سے منقول ہے کہ اگر حویلی والے اس پرنالہ کا پانی روکنے کے لئے دیوار بنانا چاہیں یا اس پرنالہ کو وہاں سے ہٹانا چاہیں یا اونچا نیچا کرنا چاہیں تو ان کو یہ اختیار نہیں ہوگا، ہاں اگر حویلی والے کوئی ایسی عمارت بنائیں جس کا پرنالہ اس کی

www.alahazratnetwork.org

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الدعوی الباب الحادی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۰۳

علیٰ ظہرہ لہم ذٰلک[1] واللہ تعالٰی اعلم۔ چھت پرگرے تو ان کو جائز ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۲: از ریاست رامپور محلہ چاہ شور مرسلہ جناب مولٰنا مولوی محمد سلامت اللہ صاحب ۲۳ صفر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک مکان مع چند دکاکین منجملہ مکانات اپنے کے بتعیین ہر چہار حدود جس کے سمت شرق وسمت شمال میں دیگر مکانات واقف تحریر ہیں وقف کیا اور متولی اس کا بکر کو کردیا، بکر کی جانب سے کرایہ دار موقوفہ میں کرایہ پر رہتے ہیں اور بکر بوصولی زر کرایہ مصرف خیر کرتا ہے ایک جزو مکان منجملہ موقوفہ کے کرایہ پر عمرو کو بکر متولی نے بوساطت خالد کے دیا اس نے سات مہینہ کا کرایہ ادا نہ کیا تو بکر نے دعوی تخلیہ کا کیا، عمرو منکر ہوا اور ظاہر کیا کہ زینب وکلثوم سے کرایہ پر لیا ہے، عدالت نے حکماً زینب وکلثوم کو بھی بکر متولی سے مدعا علیہما بنوایا۔ زینب وکلثوم کا بیان یہ ہے کہ یہ مکان متنازعہ متروکہ محسن پدر واقف کا ہے، بعد فوت محسن مذکور کے ایک زید اور دوسرا حسن پدر مایاں دو ابن اور مسماۃ ہندہ زوجہ سہ کس وارث مع الحصر رہے، اول حسن فوت ہوا اس کے وارث زید اخ اور ہندہ ام و مایاں دو بنات، پھر ہندہ فوت ہوئی زید پسر اس کا وارث رہا، شیئ متروکہ وقف مشاع ہوا کہ وہ کسی طرح جائز نہیں اور عمرو ہمارا کرایہ دار ہے، بجواب اس کے متولی نے لکھا کہ مورث مدعا علیہما مقر بملکیت واقف رہا ہے اور مدعا علیہما کو بھی وقف اور دیگر مکانات واقف تسلیم ہیں، زینب وکلثوم سے ثبوت طلب ہوا مدعا علیہما نے ایک بیعنامہ اسمی محسن پیش کیا جو مدعی کو تسلیم نہیں ہے اور جو گواہ پیش کئے ہیں وہ سماعی ہیں۔ مدعی نے ثبوت تسلیم وقف وملکیت واقف جو مکانات جانب شرق وشمال بعد فوت واقف کے وعزیز عم و وارث بالحصر واقف سے مدعا علیہما نے خریدی ہیں جس کے بیع نامہ کے حد غرب میں مکان موقوفہ تحریر ہے پیش کیا اور گواہ جن کو عدالت نے بھی ثقات تسلیم کیا ہے بر ثبوت دادن مکان متنازعہ پر کرایہ بہ عمرو واقرار حسن پدر مدعا علیہما بملکیت واقف قبل از وقف سماعت کرائے ہیں جس کے بیان سے ثبوت بخوبی ہے جب کہ مکانات ملحقہ موقوفہ مدعا علیہما نے بہ تسلیم ملک واقف وتسلیم وقف حسب صراحت صدر خریدے ہیں جن کا بیع نامہ متولی نے پیش کیا ہے اور گواہان متولی سے کرایہ پر دینا اور اقرار پدر مدعا علیہما بملک وقف ثابت ہے اور کاغذ وقف جو مسلہ مدعا علیہما ہے وہ بھی موجود ہے ایسی حالت میں عدالت

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الدعوٰی الباب الحادی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۰۶

بموجب مسائل شرعی بجواز تخلیہ مکان کا کرایہ دار سے کرائے گی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں عمرو مستاجر کی بدنیتی اور اس سے وقف کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ صاف ظاہر ہے یہاں تک کہ اُس نے اپنے بیان سے یہ چاہا کہ سرے سے وقف ہی کو معدوم کرے، لاجرم حاکم پر فرض قطعی ہے کہ فوراً و بلا توقف مکان اس سے خالی کرا کر متولی کو سپرد کرے اگرچہ ہنوز مدت اجارہ کتنی ہی باقی ہو کہ ایسی صورت میں فسخ اجارہ لازم ہے۔ الاسعاف فی احکام الاوقاف میں ہے:

لو تبین ان المستاجر یخاف منه علی رقبة الوقف یفسخ القاضی الاجارة ویخرجه من یدہ[1]۔

اگر مستاجر سے یہ خطرہ واضح ہو کہ وہ وقف جائداد کو نقصان پہنچائے گا تو قاضی اس اجارہ کو فسخ کردے اور اس کے قبضہ کو ختم کرے۔ (ت)

بلکہ علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر اجرت مثل زائد ہو جائے اور مستاجر کرایہ بڑھانے سے انکار کرے تو اجارہ فسخ کردیا جائیگا نہ کہ جب اصلاً کرایہ دینا ہی نہ چاہے۔ درمختار میں قبیل مایجوز من الاجارۃ ہے:

وان کانت لزیادة اجرالمثل فالمختار قبولها فیفسخها المتولی فان امتنع فالقاضی ثم یؤجرها ممن یزاد[2]۔

اگر زائد کرایہ ملتا ہو تو دوسرے کو کرایہ پر دینا جائز اور مختار ہے، متولی پہلے اجارہ کو فسخ کردے اگر وہ نہ کرے تو قاضی فسخ کرکے زائد دینے والے کو اجارہ پر دے۔ (ت)

غرض یہاں حکم اس قدر تھا کہ اجارہ فسخ اور تخلیہ لازم، اس سے زائد جو کارروائیاں اس مقدمے میں ہوئیں کہ عمرو کے مجرد بیان پر زینب و کلثوم کو اس دعوٰی کا مدعا علیہ بنایا گیا اُن کا جواب داخل ہوا متولی سے اس کا رد لیا گیا سب محض لغو فضول و بے معنی ہیں ان کی طرف توجہ اصلاً روا نہ تھی نہ اُن کے سبب متولی کو ڈگری دینے میں ایک منٹ کی تاخیر حلال تھی نہ ہے۔ مدعا علیہ کا صرف زبانی بیان کر میں نے فلاں سے اجارہ لیا ہے اصلاً قابلِ سماعت نہیں ہوتا، نہ اُس کے سبب خصومت اُس سے چھوٹ کر فلاں کی طرف متعدی ہوسکتی ہے بلکہ وہی مدعا علیہ رہتا ہے اور جب مدعی اُس پر

---

[1] الاسعاف فی احکام الاوقاف

[2] درمختار کتاب الاجارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۷۱

اقامت بینہ کرے جیساکہ یہاں واقع ہوا فوراً مقدمہ اپنی نہایت کو پہنچا اور حاکم پر فرض ہوتا ہے کہ مدعی کو ڈگری دے۔ درمختار میں ہے :

قال ذوالید ھذا المدعی بہ منقولا کان او عقارا اودعنیہ او اعارنیہ او اٰجرنیہ اورھننیہ زید الغائب وبرھن علی ماذکر، دفعت خصومۃ المدعی للملک المطلق[1] (ملخصاً)

قابض نے کہا کہ مدعی جس چیز کا دعوٰی کر رہا ہے اس کو میرے پاس زید نے جو غیر حاضر ہے نے امانت رکھا یا کہ اس نے عاریتاً یا اجرت پر دیا یا رہن رکھا ہے وہ چیز منقولہ ہو یا غیر منقولہ ، اور مدعی نے گواہی پیش کی ہو تو اس چیز میں مدعی کا دعوٰی ملک مطلق کے طور پر ثابت ہوگا (ملخصاً) (ت)

ہندیہ میں ہے :

وان لم یقم البینۃ فھو خصم فی ظاھر الروایۃ عن اصحابنا رحمہم اللہ تعالٰی کذا فی المحیط[2]

اگرچہ مدعی گواہی پیش نہ کرے تب بھی ظاہر روایت کے مطابق وہ فریق ہوگا جیساکہ ہمارے اصحاب سے مروی ہے ، محیط میں یوں ہے (ت)

اس فلاں کو (کہ زینب وکلثوم ہیں) مدعا علیہ بنانا اور اس کے لئے مقدمے کو روکنا صراحۃً شرع مطہر کے خلاف وگناہ ہوا۔ غمز العیون میں ہے :

یجب علی القاضی الحکم بمقتضی الدعوٰی عند قیام البینۃ علی سبیل الفور فلو اخر اثم لترکہ الواجب وھو قضاؤہ بھا ویعزل ویعزر کما فی جامع الفصولین[3]

دعوٰی پر جب گواہی ہوگئی تو قاضی پر لازم ہے کہ وہ فوراً دعوٰی کے مطابق فیصلہ دے اگر وہ تاخیر کرے تو گنہگار ہوگا اور وہ قابل معزولی و تعزیر ہوگا جیسا کہ جامع الفصولین میں ہے۔ (ت)

طرہ یہ کہ زینب وکلثوم اس دعوٰی تخلیہ کی مدعا علیہا بن نہیں سکتیں کہ مکان اُن کے قبضہ میں نہیں ، غیر قابض سے تخلیہ چاہنا کیا معنی ، نہ غیر ذی الید پر غیر فعل کا دعوٰی ہوسکے۔ اشباہ میں ہے :

الدعوی علی غیر ذی الید لا تسمع

غیر قابض پر دعوٰی قابل سماعت نہ ہوگا الاّ

---

[1] درمختار کتاب الدعوٰی فصل فی دفع الدعوٰی مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۲۳

[2] فتاوٰی ہندیہ ؍؍ الباب السادس نورانی کتب خانہ کراچی ۴/۴۳

[3] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب القضاء ادارۃ القرآن کراچی ۱/۳۶۰

الا فی دعوی الغصب فی المنقول واما فی الدور والعقار فلا فرق کما فی الیتیمیۃ۔[1]

یہ کہ دعوی منقولہ چیز کے غصب کا ہو، لیکن مکانات اور پراپرٹی میں کسی طرح بھی قابل سماعت نہ ہوگا جیسا کہ یتیمیہ میں ہے۔ (ت)

اور جب سرے سے زینب وکلثوم اس دعوی کے احاطے میں آہی نہ سکیں تو اُن کا جواب ان کی گواہیاں اور جو کچھ کارروائیاں اس پر ہوئیں اس وجہ پر سب محض مہمل وپا در ہوا ہیں کہ دفع دعوی صحیحہ پر مرتب ہوتا ہے جب دعوی مفقود تو دفع مردود، وھذا کلہ ظاھر غیر مستنکر ولا مجحود (یہ تمام بیان ظاہر ہے جس کا انکار نہیں ہوسکتا۔ ت) اس کے بعد اُن خللوں پر بحث کی حاجت نہیں جو زینب وکلثوم کے لئے بے حاصل ثبوتوں میں واضح طور پر موجود ہیں اور اگر کچھ نہ ہوتا تو شہادت ملک کا سماعی ہونا اور محض کاغذ بیع نامہ بے شہادت کافیہ سے استدلال کرنا ہی ان کے رد مزعومات کو بس تھا خصوصاً جبکہ اُن کے مورث کا اقرار ثابت ہے کہ مکان مذکور پیشی از وقف ملک واقف نہ تھا، درمختار میں ہے:

لایشھد احد بمالم یعاینہ بالاجماع الا فی عشرۃ[2] الخ ولیس ھذا منھا۔

بالاجماع بغیر دیکھے کوئی بھی شہادت نہیں دے سکتا ماسوائے دس چیزوں کے الخ۔ اور یہ ان میں سے نہیں ہے۔ (ت)

خانیہ وخیریہ وعقود الدریہ وغیرہا میں ہے:

القاضی انما یقضی بالحجۃ والحجۃ ھی البینۃ او الاقرار واما الصک فلا یصلح حجۃ[3]

قاضی صرف حجت کی بناء پر فیصلہ دے گا اور حجت صرف شہادت، اقرار اور قسم سے انکار ہے لیکن رسید تو وہ حجت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب القضاء والشہادات ادارۃ القرآن کراچی ۱/۳۸۹

[2] درمختار کتاب الشہادات مطبع مجتبائی دہلی ۲/۹۲

[3] العقود الدریۃ کتاب الدعوٰی ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۱۹

فتاوٰی خیریۃ باب خلل المحاضر والسجلات دارالمعرفۃ بیروت ۲/۱۹ و ۲۳

الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب القضاء والشہادات ادارۃ القرآن کراچی ۱/۳۳۸

فتاوٰی قاضیخاں کتاب الوقف فصل فی دعوی الوقف الخ نولکشور لکھنؤ ۴/۷۳۳

جامع الفصولین فصل عاشر میں ہے :

ادعی ارثا فبرھن المدعی علیہ ان مورثہ اقر ان المدعی لیس لہ او ھو ملك المدعی علیہ کان دفعا[1]

ایک نے وراثت کا دعوٰی کیا تو مدعا علیہ نے گواہی پیش کردی کہ اس شخص کے مورث نے اقرار کیا تھا کہ یہ چیز میری نہیں ہے یا یہ کہ یہ چیز مدعا علیہ کی ملکیت ہے تو اس شہادت سے دعوٰی کا دفاع ہوجائے گا۔ (ت)

کلام یہاں تطویل ہے اور اسی قدر میں کفایت۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وحکمہ عزشانہ احکم۔

نوٹ

اٹھارھویں جلد کتاب القضاء والدعوٰی پر ختم ہوئی انیسویں جلد کا آغاز کتاب الوکالۃ سے ہوگا۔

www.alahazratnetwork.org

فاضلِ بریلوی اور امورِ بدعت

رضا پبلی کیشنز ۰ لاہور

---

[1] جامع الفصولین الفصل العاشر اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/۱۵۰

العقائد والمسائل

جس میں درج ذیل مسائل کا اثبات قرآن و حدیث اور ائمہ دین کے دو سو اقوال سے کیا گیا ہے

فهرس الكتاب

الموضوع	رقم الصفحة
مقدمة	٣
العقائد الثلاثة عشر السنية	١٠
مسائل كثر حولها القال والجدال	١٦
فصل في التوسل: حكم التوسل بالأنبياء والأولياء معناه ودليله	١٧
فصل في الاستعانة: معناها، جواز طلبها من غير الله، دليل مشروعيتها	٢١
فصل: الحياة البرزخية	٢٣
الدليل على حصول النفع للأحياء من الأموات	٢٣
الدليل على حياة الأنبياء في قبورهم	٢٤
التبرك: جواز التبرك بآثار الصالحين ودليله	٢٥
فصل في زيارة القبور وحكم زيارة قبور الأنبياء والصالحين ودليله	٢٧
حكم زيارة القبور للنساء	٢٧
معنى قوله صلى الله تعالى عليه وسلم لعن الله زوارات القبور	٢٨
معنى قوله صلى الله تعالى عليه وسلم: لا تشد الرحال	٢٨
فصل هل الأموات يشعرون ويسمعون، الدليل على ذلك	[illegible]
معنى قوله تعالى: "وما أنت بمسمع من في القبور"	٢٩
فصل قراءة القرآن على القبر وإهداء ثوابها لأصحاب القبر ودليله	٣٠
معنى قوله تعالى: وأن ليس للإنسان إلا ما سعى	٣١
معنى قوله صلى الله عليه وسلم "إذا مات ابن آدم انقطع عمله"	٣٢
فصل: حكم البناء على القبور وتعليتها ودليله	٣٣
حكم تجصيص القبور والبناء عليها، مراده أهل الناس	٣٣
معنى قوله صلى الله تعالى عليه وسلم لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد	٣٤
حكم تلقين الميت بعد دفنه وكيفية ذلك	٣٥
فصل: حكم الذبح بأموات الأنبياء وحكم تقديم النذور إلى الأولياء	
مراد المسلمين بالذبح والنذر لهم	٣٦
دليل وصول ثواب الصدقات إلى الأموات	٣٥
فصل: حكم الحلف بغير الله عز وجل والمقصود بالحلف	٣٧
كرامات الأولياء، هل للأولياء كرامات في الحياة وبعد الممات؟ ودليلها	٣٩
فصل: إمكان رؤيا النبي يقظة والدليل عليه	٤١
فصل: هل سيدنا خضر عليه السلام حي أم لا؟	٤٢
الاستشفاع بالقرآن وأسماء الإلهية	٤٣
حكم الرقى وكتابة التمائم وتعليقها	٤٤
فصل: حكم عمل المولد والاجتماع له	٤٥
أنواع البدعة	٤٥
فصل: حكم الاجتماع للذكر والحضرات ورفع الصوت فيها ودليله	٤٧
فصل: البحث على مسألة أهل البيت	٤٩
فصل في الطاهرين من نسبهم والقدح في لائميهم	٥١
فضائل أهل بيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم	٥٢
نفع الانتساب إليه ﷺ	٥٣
فضائل صحابة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم	٥٥
البشر والنور والدليل على نورانيته صلى الله عليه وسلم	٦١
أقوال المفسرين	٦٢
الأحاديث	٦٣
نفي الظل والدليل عليه	٦٤
الأحاديث	٦٥
أقوال الأئمة	٦٦
نبي الله حاضر وناظر ودليله	٦٨
الأحاديث	٦٩
أقوال الأئمة	٧١
علم الغيب ودليله	٨٠
الأحاديث	٨١
وأقوال الأئمة	٨٢
تقبيل الإبهامين ودليل جوازه	٨٤
الصلاة والسلام قبل الأذان وبعده ودليل جوازها	٨٥
الأذان على القبر ودليل جوازه	٨٧
الدعاء بعد الجنازة ودليل جوازه	٨٩
الدعاء وقراءة القرآن على الطعام ودليل جوازه	٩٠
حكم شاتم الرسول صلى الله تعالى عليه وسلم	٩٢
فهرس المراجع والمصادر	٩٧

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مکتبہ تنظیم المدارس لاہور پاکستان

فتاویٰ رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

۱۹

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۸

پاکستان (۵۴۰۰۰)

فتاوٰی رضویّہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۸
پاکستان (۵۴۰۰۰)

Marfat.com

مَن یُرد اللہ بہٖ خیرًا یُفقّہہُ فی الدِّین (الحدیث)

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

جلد ۱۹

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ ــــــــــ ۱۳۴۰ھ

۱۸۵۶ء ــــــــــ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور۔ پاکستان (۵۴۰۰۰)

فون نمبر: ۷۶۵۷۳۱۴

Marfat.com

نام کتاب ——— فتاوٰی رضویہ جلد ۱۹

تصنیف ——— شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ترجمہ عربی عبارات ——— حافظ محمد عبد الستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

پیش لفظ ——— " " " " " " " " "

ترتیب فہرست ——— " " " " " " " " "

تخریج وتصحیح ——— مولانا نذیر احمد سعیدی، مولانا محمد اکرام اللہ بٹ، مولانا محمد عبد اللہ

باہتمام وسرپرستی ——— حضرت مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان

کتابت ——— محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)

پیسٹنگ ——— مولانا محمد منشا تابش قصوری معلم شعبۂ فارسی جامعہ نظامیہ لاہور

صفحات ——— ۶۹۲

اشاعت ——— ذیقعدہ ۱۴۲۱ھ / فروری ۲۰۰۱ء

مطبع ———

ناشر ——— رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

قیمت ———

○

ملنے کے پتے

- مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
- مکتبہ تنظیم المدارس، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
- مکتبہ ضیائیہ، بوہڑ بازار، راولپنڈی
- ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

Marfat.com

اجمالی فہرست

پیش لفظ ________ ۵
کتاب الوکالۃ ________ ۹۳
کتاب الاقرار ________ ۹۷
کتاب الصلح ________ ۱۱۹
کتاب المضاربۃ ________ ۱۲۹
کتاب الامانات ________ ۱۵۳
کتاب العاریۃ ________ ۱۷۳
کتاب الہبۃ ________ ۱۷۹
کتاب الاجارۃ ________ ۴۰۵
کتاب الاکراہ ________ ۶۰۹
کتاب الحجر ________ ۶۱۵
کتاب الغصب ________ ۶۴۳

فہرست رسائل

○ فتح الملیک ________ ۲۴۳
○ اجود القری ________ ۵۴۱
○ المنی والدرر ________ ۵۶۳

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ ! اعلیٰحضرت امام المسلمین مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خزائن علمیہ اور ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں عہدِ حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظرِ عام پر لانے کیلئے دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ ماہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری سے مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا کی متعدد تصانیف شائع کر چکا ہے مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ المعروف بہ فتاوٰی رضویہ کی تخریج و ترجمہ کے ساتھ عمدہ و خوبصورت انداز میں اشاعت ہے۔ فتاوٰی مذکورہ کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ / مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا، اور بفضلہ تعالیٰ جل مجدہ وبعنایت رسولہ الکریم ﷺ تقریباً گیارہ سال کے مختصر عرصہ میں انیسویں جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے اس سے قبل کتاب الطہارت، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الجنائز، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الایمان، کتاب الحدود والتعزیر، کتاب السیر، کتاب الشرکۃ، کتاب الوقف، کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الشہادۃ اور کتاب القضاء والدعاوی پر مشتمل اٹھارہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں جن کی تفصیل سنین، مشمولات، مجموعی صفحات اور ان میں شامل رسائل کی تعداد کے اعتبار سے حسب ذیل ہے:

Marfat.com

جلد نمبر	عنوانات	جوابات اسئلہ	تعداد رسائل	سنین اشاعت	صفحات
۱	کتاب الطہارت	۲۲	۱۱	شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ — مارچ ۱۹۹۰ء	۸۳۸
۲	〃	۳۳	۷	ربیع الثانی ۱۴۱۲ — نومبر ۱۹۹۱	۷۱۰
۳	〃	۵۹	۶	شعبان المعظم ۱۴۱۲ — فروری ۱۹۹۲	۷۵۶
۴	〃	۱۳۲	۵	رجب المرجب ۱۴۱۳ — جنوری ۱۹۹۳	۷۶۰
۵	کتاب الصلوٰۃ	۱۴۰	۶	ربیع الاول ۱۴۱۴ — ستمبر ۱۹۹۳	۶۹۲
۶	〃	۴۵۷	۴	ربیع الاول ۱۴۱۵ — اگست ۱۹۹۴	۷۳۶
۷	〃	۲۶۹	۷	رجب المرجب ۱۴۱۵ — دسمبر ۱۹۹۴	۷۲۰
۸	〃	۳۳۷	۶	محرم الحرام ۱۴۱۶ — جون ۱۹۹۵	۶۶۴
۹	کتاب الجنائز	۲۷۳	۱۳	ذیقعدہ ۱۴۱۶ — اپریل ۱۹۹۶	۹۴۶
۱۰	کتاب الزکوٰۃ، صوم، حج	۳۱۶	۱۶	ربیع الاول ۱۴۱۷ — اگست ۱۹۹۶	۸۳۲
۱۱	کتاب النکاح	۴۵۹	۶	محرم الحرام ۱۴۱۸ — مئی ۱۹۹۷	۷۳۶
۱۲	کتاب النکاح، طلاق	۳۲۸	۳	رجب المرجب ۱۴۱۸ — نومبر ۱۹۹۷	۶۸۸
۱۳	کتاب الطلاق، ایمان، حدود وتعزیر	۲۹۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۱۸ — مارچ ۱۹۹۸	۶۸۸
۱۴	کتاب السیر (ا)	۳۳۹	۷	جمادی الاخریٰ ۱۴۱۹ — ستمبر ۱۹۹۸	۷۱۲
۱۵	〃 (ب)	۸۱	۱۵	محرم الحرام ۱۴۲۰ — اپریل ۱۹۹۹	۷۴۴
۱۶	کتاب الشرکۃ، کتاب الوقف	۴۳۲	۳	جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ — ستمبر ۱۹۹۹	۶۳۲
۱۷	کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الکفالہ	۱۵۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۲۰ — فروری ۲۰۰۰	۷۱۶
۱۸	کتاب الشہادۃ، کتاب القضاء والدعاوی	۱۵۲	۲	ربیع الثانی ۱۴۲۱ — جولائی ۲۰۰۰	۷۴۰

انیسویں جلد

یہ جلد فتاوٰی رضویہ قدیم جلد ہشتم مطبوعہ المجدد احمد رضا اکیڈمی کراچی کے شروع سے صفحہ ۲۵۵ تک ۲۹۶ سوالوں کے جوابات اور ۶۹۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس جلد کی عربی و فارسی عبارات کا ترجمہ راقم الحروف

Marfat.com

نے کیا ہے۔ اس سے قبل گیارھویں، بارھویں، تیرھویں، سولھویں، سترھویں اور اٹھارھویں جلد بھی راقم کے ترجمہ کے ساتھ شائع ہوچکی ہیں۔ پیشِ نظر جلد بنیادی طور پر کتاب الوکالہ، کتاب الاقرار، کتاب الصلح، کتاب المضاربہ، کتاب الامانات، کتاب العاریہ، کتاب الہبہ، کتاب الاجارہ، کتاب الاکراہ، کتاب الحجر اور کتاب الغصب کے مباحث جلیلہ پر مشتمل ہے تاہم متعدد ابواب فقہیہ وکلامیہ وغیرہ کے مسائل ضمناً زیر بحث آئے ہیں، مسائل و رسائل کی مفصل فہرست کے علاوہ مسائل ضمنیہ کی الگ فہرست بھی قارئین کرام کی سہولت کے لئے تیار کردی گئی ہے۔ انتہائی وقیع اور گرانقدر تحقیقات وتدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل تین رسالے بھی اس جلد کی زینت ہیں:

(۱) فتح الملیك فی حکم التملیك (۱۳۰۸ھ)
ہبہ اور تملیک میں فرق کا بیان

(۲) اجود القری لطالب الصحۃ فی اجارۃ القری (۱۳۰۲ھ)
دیہات کے ٹھیکہ کی صحت کے طلبگار کے لئے بہترین مہمانی

(۳) المنی والدرر لمن عمد منی آرڈر (۱۳۱۱ھ)
منی آرڈر کی فیس کا شرعی حکم

○

ذیقعدہ ۱۴۲۱ھ
فروری ۲۰۰۱ء

حافظ محمد عبدالستار سعیدی
ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

Marfat.com

فہرست مضامین مفصّل

کتاب الوکالۃ

ایک شخص اصالۃً بائع اور وکالۃً مشتری ہوسکتا ہے یا نہیں۔ ۹۳

بیع میں ایک شخص عقد کے دونوں طرف کا متولی نہیں ہوسکتا۔ ۹۴

عقدِ نکاح میں ایک شخص طرفین کا متولی ہوسکتا ہے ۹۴

صورت مسئولہ میں مال بائع کا گیا اور موکلوں کا روپیہ وکیل اپنی جیب سے ادا کرے۔ ۹۴

وکیل بیع وشراء واجارہ اپنے ایسے رشتہ داروں سے بھی معاملہ نہیں کرسکتا جن کی شہادت اس کے حق میں قبول نہ ہو۔ ۹۴

موکل ایسی بیع کی اجازت دے چکا ہو تو جائز ہے مگر اپنی ذات کے لئے ایسی بیع کی اجازت دے دی ہو تب بھی بیع ناجائز ہے۔ ۹۴

وکیل مطلق جسے معاف کرنے کا اختیار ہو معاف کردہ کو وہ واپس لے سکتا ہے یا نہیں۔ ۹۴

وکیل مطلق کو اگر صراحۃً موکل نے معاف کرنے کی اجازت دی ہو تو وکیل اور موکل کوئی بھی واپسی کا مجاز نہیں، اور مبہم اجازت ہو تو موکل کے عدم رضا کی صورت میں معاف کردہ رقم لے سکتا ہے۔ ۹۵

وکیل مطلق معاملات کا مالک ہوتا ہے، طلاق، عتاق اور تبرعات کا نہیں۔ ۹۵

پیشہ وکالت کا سوال۔ ۹۵

مروجہ وکالت جس میں عموماً حق کو ناحق اور جھوٹ کا کاروبار ہوتا ہے ناجائز ہے۔ ۹۵

کتاب الاقرار

قاضی کے حضور کئے ہوئے اقرار سے انکار

Marfat.com

مردود ہوگا اور مقر اپنے اقرار میں ماخوذ ہوگا۔ ۹۷
قاضی کے حضور غلام کے ہبہ کرنے کا اقرار کیا تو
اپنے اقرار میں ماخوذ ہوگا۔ ۹۷
اقرار میں خطا کا دعویٰ مردود ہوگا۔ ۹۷
اقرار مورث بشہادت معززین مقدار مہر حسب
اقرار مورث بنا بر اقرار مورث جائداد مقر لہ پر قبضہ
سے "سوال"۔ ۹۸
مرض الموت میں مورث کا اقرار بے تصدیق ورثہ مقبول
نہیں۔ ۹۸
مقدار مہر مثل تک کا اقرار مرض الموت میں بھی
صحیح ہے۔ ۹۸
ثبوت نکاح سے مہر مثل ثابت ہو جاتا ہے۔ ۹۸
مہر مثل تک عورت کا دعویٰ بلا گواہ ثابت ہے۔ ۹۸
مسئلہ مسئولہ کا جزئیہ فتاویٰ خیریہ سے۔ ۹۹
زائد از مہر مثل میں گواہ یا تصدیق ورثہ کی ضرورت
ہوگی۔ ۹۹
مسئلہ کی تصدیق خیریہ سے۔ ۹۹
دین مال حقیقی نہیں مال حکمی ہے۔ ۱۰۰
دین کی ادا اس کے مثل مال سے ہی
ہوسکتی ہے۔ ۱۰۰
دین اور عین میں تباین ہے۔ ۱۰۰
قرضدار کا حق مالیت میں ہے مال میں نہیں۔ ۱۰۰
بے تراضی جائداد کو قرضہ میں لینا ظلم ہے یاایہا
الذین آمنوا لاتاکلوا اموالکم الآیۃ سے مسئلہ پر
استدلال۔ ۱۰۰
ہدایہ سے استدلال کی توثیق۔ ۱۰۱
قرضخواہ قرضدار کے مال سے خلاف جنس چیز
بے رضا قرضدار نہیں لے سکتا۔ ۱۰۱
خلاصۃ الفتاویٰ باب الوصایا کی عبارت سے
غلط استدلال کی تردید۔ ۱۰۱
عبارت خلاصہ میں کاتب کی غلطی کی تصریح اور
اس عبارت کی تصحیح۔ ۱۰۲
بیع العین فی حق المہر کے حق میں تصرفات قاضی و
وصی سے استدلال کا رد اور وجہ فرق
کا بیان۔ ۱۰۳
مسئلہ اطلاق بیع العین فی المہر میں صاحب
خلاصہ کی عبارت کا صحیح محل۔ ۱۰۳
صورت مسئولہ میں عورت کا مہر کے معاوضہ میں
جائداد پر قبضہ کرنا غلط ہے، اور شوہر کے قول
جائداد غیر منقولہ سے وصول کرنے کا مطلب
قبضہ سمجھنا غلط ہے۔ ۱۰۴
مسئلہ مذکورہ کے دلائل۔ ۱۰۴
مورث مرض الموت میں اپنی جائداد کسی وارث
کے ہاتھ بے اجازت دیگر ورثہ نہ فروخت
کرسکتا ہے نہ اس کے لئے وصیت کرسکتا ہے۔ ۱۰۴
جامع الفصولین اور حدیث مبارک سے اس
مسئلہ کا جزئیہ دین غیر محیط الترکہ مانع ملک ورثہ
نہیں۔ ۱۰۵
دین محیط میں ورثہ کو اختیار ہے کہ قرض اپنے
پاس سے ادا کریں اور ترکہ پر قابض ہوں۔ ۱۰۵

Marfat.com

دَین مستغرق میں قاضی ترکہ کی جائداد تبھی فروخت کرسکتا ہے کہ دیگر ورثہ موجود رہیں۔	۱۰۵
امام اخصب کے فتویٰ الظفر بخلاف الجنس کا صحیح محل۔	۱۰۶
وصیت اور اقرار کا مشترکہ سوال۔	۱۰۶
مقرلہ کی جہالت غیر فاحشہ صحت اقرار کی مانع نہیں۔	۱۰۷
چھ چیزوں کے علاوہ مقرلہ کے انکار سے اقرار رد ہوجاتا ہے، اور انکار کے بعد قبول صحیح نہیں۔	۱۰۷
وصیت کے مسائل۔	۱۰۸
حالتِ صحت میں کسی جائداد سے متعلق اقرار کا سوال۔	۱۰۸
حالتِ صحت میں شوہر کے لئے کسی جائداد کے اقرار کے بعد مقرہ کے وارثوں کا جائداد میں کوئی حق نہیں۔	۱۰۸
مسئلہ کا جزئیہ عقود الدریہ سے۔	۱۰۸
مسئلہ مسئولہ میں شوہر کے لئے حکم دیانت۔	۱۰۸
خانیہ، خلاصہ، بزازیہ، انقرویہ، ہندیہ وغیرہ سے مسئلہ کا جزئیہ۔	۱۰۹
زمین کے عاریت پر دے کر واپس لینے اور زمین مستعار میں مستعیر کے املتی نہ لگانے کے وعدے سے متعلق سوال۔	۱۱۰
عاریت دینے والے کو واپس لینے کا حق ہے، اور لینے والے پر لوٹانا واجب۔	۱۱۱
مسئلہ کے نصوص قرآن واحادیث سے۔	۱۱۱
وعدہ اور اقرار کا فرق اور دونوں کا حکم۔	۱۱۱
جائداد کا اپنے بیٹے کے لئے اقرار کرکے اس کی وفات کے بعد مکرنے کا سوال۔	۱۱۲
مقر کا اپنے اقرار سے پھرنا شرعاً جائز نہیں۔	۱۱۲
ہدایہ، اشباہ، درمختار وغیرہ سے مسئلہ کا جزئیہ۔	۱۱۲
باپ کو بیٹے کے ترکہ سے سدس ملے گا۔	۱۱۳
مشاع کا ہبہ باطل ہے۔	۱۱۳
شیوع مقارن اور شیوع طاری کے احکام میں فرق ہے۔	۱۱۳
اقرار سے پھرنے اور بیع نامہ کے عاقدین پر حجت ہونے اور نہ ہونے سے سوال۔	۱۱۳
بیع کے بعد ثبوت استحقاق کے لئے قضاء قاضی کی ضرورت ہے۔	۱۱۵
مقر اپنے اقرار سے پھر نہیں سکتا۔	۱۱۵
تحریر بیع نامہ عاقدین پر حجت ہے۔	۱۱۶
چوحدی میں مکان کی کسی دیوار کو تیسرے کی ملک دکھانا مشتری کا اس دیوار کے ملکِ غیر ہونے کا اقرار ہے۔	۱۱۶
ذوالید کا جائداد مقبوضہ کے بارے میں یہ کہنے سے سوال کہ اس جائداد میں میرا حق نہیں۔	۱۱۶
مدعی منازع کے مقابلہ میں اگر کوئی اقرار کرے تو صحیح ہے اور اس سے رجوع کا اختیار نہیں ہے اور بلا کسی منازع کے یہ کہا تو اس کا قول لغو ہے۔	۱۱۶

Marfat.com

عالمگیری سے جزئیہ کی تصدیق ۔۔۔ ۱۱۷

مقر کے اقرار سے پھرنے کی صورت میں مقر قاضی کے رُوبرو اقرار صحیح ہونے کی قسم مقر لہ سے لے سکتا ہے۔ ۔۔۔ ۱۱۷

صورتِ مسئولہ میں مقر مدعی اور مقر لہ مدعیٰ علیہ ہے ۔۔۔ ۱۱۷

کتاب الصلح

متوفی نے ترکہ میں دین اور عین دونوں چھوڑا، وارثوں میں سے متوفی کے ایک بھائی نے صرف سَو روپیہ لے کر ورثہ سے صلح کر لی، اس صلح اور ورثہ کے حصہ سے سوال۔ ۔۔۔ ۱۱۹

قرضخواہ اور قرضدار کے علاوہ دین کے بارے میں کسی سے صلح جائز نہیں۔ ۔۔۔ ۱۱۹

مسئلہ کا جزئیہ درمختار سے۔ ۔۔۔ ۱۲۰

صاحبِ درمختار پر تطفل ۔۔۔ ۱۲۰

صورتِ مسئولہ میں فسادِ صلح کے لئے دین کی صلح میں داخلہ کی تنصیص ضروری نہیں، صرف دین کا صلح میں داخل ہونا کافی ہے، اور صحتِ صلح کے لئے یہ تنصیص ضروری ہے کہ دین صلح میں داخل نہیں۔ ۔۔۔ ۱۲۰

مسئلہ کے دونوں رُخ کے لئے علی الترتیب شامی اور بزازیہ اور عالمگیری کے نصوص۔ ۔۔۔ ۱۲۰

ترکہ میں نقد ہو اور احد الشرکاء نے اپنے حصہ سے کم پر صلح کی تو یہ صلح ربا ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔ ۔۔۔ ۱۲۱

مسئلہ کی شامی سے تائید۔ ۔۔۔ ۱۲۲

مورث پر دین ہو تو صلح تخارج کی یہ صورت ہے کہ دین کی ذمہ داری ورثہ لے لیں۔ ۔۔۔ ۱۲۲

ورثہ کے درمیان تقسیم ترکہ پر صلح کی چند صورتوں کے حکم کا بیان۔ ۔۔۔ ۱۲۲

ترکہ میں دین ہونے کی صورت میں صلح کا سوال۔ ۔۔۔ ۱۲۳

اگر ورثہ میں نابالغ ہوں تو اس طرح کی صلح جس سے ان کے حصہ شرعی پر اثر پڑے ناجائز ہے۔ ۔۔۔ ۱۲۵

دین اور جائداد دو علیحدہ الفاظ ہیں، ایک بول کر دوسرا مراد نہیں ہو سکتا۔ ۔۔۔ ۱۲۵

ترکہ دین ہو تو صحتِ صلح کی شرط یہ ہے کہ دین کو صلح سے علیحدہ کیا جائے۔ ۔۔۔ ۱۲۵

غیر مدیون کو دین کا مالک کرنا جائز نہیں۔ ۔۔۔ ۱۲۶

صلح کا بعض حصہ باطل ہو تو بقیہ متضمنات بھی باطل ہو جائیں گے۔ ۔۔۔ ۱۲۶

وہ ابراء جو صلح سے متعلق ہو بطلان صلح کے ساتھ باطل ہو جاتا ہے۔ ۔۔۔ ۱۲۶

بطلان ابراء کی وجہ اشباہ اور غمز العیون کے دو اصول نہیں بلکہ بناء الفاسد علی الفاسد ہے۔ ۔۔۔ ۱۲۶

متضمِن فاسد ہو تو متضمَّن فاسد ہو جاتا ہے۔ ۔۔۔ ۱۲۶

دستاویزوں میں عادۃً جو ابراء اس کے اخیر میں تحریر ہوتا ہے وہ صلب عقد میں داخل نہیں ہوتا، اس لئے متضمَّن نہیں ہوگا۔ ۔۔۔ ۱۲۶

اقرار سلب عقد میں نہ ہو تو صلح فاسد میں اقرار کے بعد دعویٰ جائز ہے۔ ۔۔۔ ۱۲۷

Marfat.com

اقرار اور ابراء میں فرق ہے، اول تملیک اور ثانی اسقاط ہے، اس لئے دونوں کا حکم علیحدہ علیحدہ ہوگا۔ ۱۲۷
جو چیز فاسد پر مبنی ہو فاسد ہوگی۔ ۱۲۷
حموی شارح اشباہ کی ایک غلط فہمی کا ازالہ۔ جس پر صلح ہوئی اس سے ابراء اور تمام دعاوی خصومات سے ابراء علیحدہ علیحدہ امر ہیں، اول کا حکم یہ ہے کہ صلح باطل ہوئی تو ابراء باطل، اور دوسرے کا حکم یہ ہے کہ صلح باطل ہو تب بھی ابراء صحیح ہے۔ ۱۲۸
صلح رضا عند اللہ بھی صلح ہے، اور مجبوری کی صلح کی تو عند اللہ حق باقی ہے۔ ۱۲۸

کتاب المضاربۃ

عقد مضاربت ہنود کے ساتھ جائز ہے یا نہیں۔ ۱۲۹
ہندو مسلمان دونوں کے ساتھ جائز ہے مسلمان کے ساتھ اس عقد میں یہ شرط لگانا جائز نہیں کہ ہم نقصان کے ذمہ دار نہیں اور یہاں غیر مسلم کے ساتھ جائز ہے۔ ۱۲۹
عقد مضاربت میں مقدار معین پر معاملہ کرنیکا سوال تعیین نفع پر معاملہ مضاربت حرام ہے ۱۲۹
صاحبِ مال کو ایسا نفع لینا اور مضاربت کو دینا دونوں کے لئے حرام ہے۔ ۱۳۰
مسئلہ کے جزئیات شامی، عالمگیری اور ہدایہ سے۔ ۱۳۰
عقد مضاربت میں تاوان مضارب پر ڈالنے کا سوال ۱۳۱
مضاربت پر تاوان کی شرط فاسد ہے، رب المال مضارب سے تاوان نہیں وصول کر سکتا۔ ۱۳۱
اسی طرح مضارب اپنی محنت کا کوئی معاوضہ مقررہ حصہ کے علاوہ نہیں طلب کر سکتا۔ ۱۳۱
ہندیہ، ہدایہ اور درمختار سے اس امر کے جزئیات کہ جس شرط سے منافع میں جہالت پیدا ہو وہ عقد مضاربت کو فاسد کر دیتی ہے اور جو شرط ایسی نہیں ہے خود فاسد ہو جاتی ہے عقد صحیح رہے گا۔ ۱۳۱
عقد مضاربت فاسد ہو جائے تو مضارب اجیر ہو جاتا ہے کام پر اُجرت مثل پائے گا۔ ۱۳۲
مضاربت میں نفع معین سے سوال وجواب۔ ۱۳۳
نفع معین کا ایک اور سوال وجواب۔ ۱۳۳
عقد مضاربت میں نفع کے جزء شائع کے تعین کا وقت جائے تجارت کی تعیین وتعمیم اور مصارف تجارت کی مقدار سے سوال۔ ۱۳۴
نفع میں جزء شائع کی تعیین عقد کے وقت ضروری ہے، جہالت کی صورت میں عقد فاسد ہو جاتا ہے۔ ۱۳۴
درمختار اور ہندیہ سے مسئلہ کے جزئیات۔ ۱۳۵
عقد مطلق ہو تو مضارب تجارت میں آزاد ہے اور بہتر یہی ہے۔ ۱۳۵
رب المال جگہ، شخص، وقت، جس کی قید لگا دے گا مضارب پر اس کی پابندی ضروری ہوگی۔ ۱۳۶
رب المال کو مال کی خریداری سے قبل قید

Marfat.com

لگانے کا حق ہے مال کی خریداری کے بعد نہیں۔ ۱۳۶
مسئلہ کا جزئیہ درمختار سے۔ ۱۳۶
عقد مطلق میں مضارب کو کسی دوسرے کو مضاربت پر مال دینے کا حق نہیں، اور اجازت دی کہ تو جیسا چاہے کر، تو اختیار وسیع ہوگا اور اس کو یہ حق حاصل ہوگا۔ ۱۳۶
کسی کو قرض دینے کے لئے مالک کی صریح اجازت درکار ہے۔ ۱۳۶
درمختار سے مسئلہ کا جزئیہ۔ ۱۳۶
اس امر کی تفصیل کہ مضارب کو کون کون سے مصارف وصول کرنے کا حق ہے۔ ۱۳۷
درمختار سے مسئلہ کا جزئیہ۔ ۱۳۷
اخراجات بقدر حاجت ملیں گے، حاجت سے زائد ناجائز، جس کا تاوان دینا ہوگا۔ ۱۳۸
مضارب کے وطن میں رہ کر تجارت کرنے پر نفقہ پانے اور سفر خرچ کے مختلف مالوں سے ادا کرنے کی مختلف صورتوں کا سوال۔ ۱۳۸
مضارب وطن اصلی میں تجارت کرے تو اخراجات پانے کا مستحق نہیں۔ وطن اقامت میں عقد مضاربت کی اور وہیں تجارت کرنے لگا تب بھی سفر خرچ نہیں پائے گا، ہاں دوبارہ تجارت کے لئے جائے گا تو پائے گا۔ ۱۳۹
بدائع، محیط، فتاویٰ ظہیریہ، بحر الرائق، شامی کے جزئیہ کی تصدیق۔ ۱۳۹
عقد مضاربت میں مال مضاربت کی مقدار کا متعین کرنا ضروری ہے۔ ۱۴۰
اخراجاتِ سفر مضارب اپنے پاس سے کرے تو معاوضہ پائیگا، اس صورت میں مالِ مضاربت تلف ہوگیا تو اس کا خرچ بھی گیا۔ ۱۴۰
عقدِ مضاربت میں جو رقم خرچ کے نام سے دی جاتی ہے وہ مالِ مضاربت میں شامل ہوتی ہے ہاں الگ رقم دے کر تصریح کرے کہ میں سفر خرچ کے لئے تبرعاً دے رہا ہوں تو خرچہ کو حساب میں جوڑا جائے گا۔ ۱۴۱
رب المال کو مقید کو مطلق کرنے کا ہر وقت اختیار ہے۔ ۱۴۱
منافع متعینہ کی قید سے سوال وجواب۔ ۱۴۱
مالِ مضاربت سے اخراجات مختلفہ کا سوال۔ ۱۴۲
جو مصارف کارِ خیر میں صرف کئے گئے سب مضارب کے مال سے شمار ہونگے۔ ۱۴۲
جس شہر میں مضاربت ہو وہاں رہ کر جو اپنے پر خرچ کیا وطن اصلی اور وطن اقامت میں جو اپنے پر خرچ کیا وہاں تک کے سفر کا خرچہ کہ شام تک گھر لوٹ آئے سب مضارب کے مال سے ہونگے۔ ۱۴۳
مضاربت فاسدہ ہو تو اُجرت مثل کے علاوہ کوئی صرفہ نہیں ملے گا۔ ۱۴۳
جائز اخراجات کی تفصیل جو مال مضاربت سے ادا کیا جائے گا۔ ۱۴۳
جو جو اخراجات مال مضاربت پر ڈالے گئے ہیں

Marfat.com

اس سے ادا کئے جائیں اور جو مضارب پر وہ اس کے مال سے۔ اس کے پاس مال نہ ہو تو قرضدار ہوگا۔ ۱۴۳

یہ سارے احکام اس صورت میں ہیں کہ مضارب نے مالِ مضاربت کو اپنے مال میں مخلوط نہ کیا ہو اور خلط کیا ہو تو اجازت صریحی یا عرفی حاصل رہی ہو۔ ۱۴۳

اگر اس کے خلاف خلط کیا ہو تو اجارہ فاسد ہوگا، اور تمام مصارف مضارب پر ڈالے جائینگے کہ اس صورت میں وہ غاصب ہے۔ ۱۴۴

اس سے جو منافع ہوا کل غاصب کا ہے، لیکن امام محمد کے نزدیک سب کو صدقہ کر دینا چاہئے، البتہ منافع خلافِ جنس سے ہو تو حلال ہے۔ ۱۴۴

مسائل کا جزیہ شامی وغیرہ کتب سے۔ ۱۴۴

تطفل علی الشامی۔ ۱۴۴

مصنف کی طرف سے خلط مال کا ضابطہ۔ ۱۴۴

خانیہ اور ہدایہ سے خلط کی صریح اور عرفی اجازت کی تشریح۔ ۱۴۶

اعمل برایک کلمات اجازت میں سے ہے۔

وجیز کردری سے مال مضاربت کے مال مضارب سے خلط کی ایک صورت کا بیان۔ ۱۴۸

بزازیہ کی ایک عبارت پر استدراک۔ ۱۴۸

مضاربت میں نفع کی تعین اور عدم تعین سے سوال۔ ۱۵۱

جو جی میں آئے دے دینا اس طرح مضاربت جائز ہے۔ ۱۵۱

منافع میں سے ایک آنہ فی روپیہ دینا یہ بھی جائز ہے اور مالِ مضاربت پر ایک آنہ فی روپیہ دینا سود ہے۔ ۱۵۱

کتاب الامانات

ظفر بجنس حقہ کا سوال۔ ۱۵۲

قرضخواہ جب قرضدار کے پاس اپنے حق کی جنس سے کوئی چیز پائے اور معلوم ہو کہ دوسرے کی ہے، تو اس کو لینا جائز نہیں، اور علم نہ ہو تو لے سکتا ہے۔ ۱۵۳

قبضہ دلیل ملک ہے۔ ۱۵۳

خلاف جنس کے لینے میں علماء کا اختلاف ہے ۱۵۴

امین سے غاصب نے زبردستی چھین لیا تو امین ضامن نہیں، ورنہ امین اور غاصب دونوں ضامن ہیں، صاحبِ مال جس سے چاہے وصول کرے۔ ۱۵۴

وکیل کے پاس پیسہ ضائع ہونے کا سوال۔ ۱۵۴

وکیل کی تقصیر سے ضائع ہوا تو تاوان دینا ہوگا ورنہ نہیں۔ ۱۵۵

دلال کپڑا بھول گیا کہ کس دکان پر چھوڑا ضامن ہوگا۔ ۱۵۵

درم اور دینار کی تھیلی گھر میں رکھ دینا، اس کی حفاظت نہیں۔ ۱۵۵

کسی نے نوٹ تڑوانے کو دیا، راستہ میں گم ہو گیا، اگر اس کی کوتاہی کو دخل ہو ضامن

Marfat.com

ہوگا ورنہ نہیں۔ ۱۵۵

عاریۃ کی چیز ضائع ہونے سے سوال۔ ۱۵۵

عاریۃ لینے والے کی کوتاہی سے چیز ضائع ہو تو تاوان ہے، اور کوتاہی نہ ہو تو تاوان لینا حرام ہے اگرچہ معیر بخوشی دے۔ ۱۵۵

عاریت لینے اور دینے والوں نے پیشگی شرط کرلی کہ ضیاع کی صورت میں تاوان ہوگا تب بھی بلاتقصیر ضیاع پر تاوان لینا ناجائز ہے۔ ۱۵۵

امانت کی حفاظت اور تقصیر کی ایک صورت کا بیان، اور ہندیہ اور عقود الدریہ سے جزئیہ کی تصدیق۔ ۱۵۷

اجیر کے پاس سے چیز کے ضائع ہونے میں کب تاوان ہے اور کب نہیں۔ ۱۵۷

وکالت کے مال میں وکیل کے تصرفات سے سوال۔ ۱۵۹

موکل نے کسی پر تبرع اور احسان کے لئے مال دیا اور فاضل کی واپسی کی شرط لگادی تو بقیہ مال کی واپسی کا موکل حقدار ہے، متبرع یا اس کے وارثوں کا بقیہ مال میں کوئی حق نہیں۔ ۱۶۰

اس قسم کے مال کا حکم چندہ کا ہے۔ ۱۶۱

چندہ چندہ دہندوں کی ملک پر ہوتا ہے اس کی مرضی کے مصرف میں خرچ ہونے کے بعد جو باقی بچا اس کو واپس کیا جائے یا اس کی اجازت سے کسی اور مصرفِ خیر میں خرچ ہو۔ ۱۶۱

متوفی نے چندہ کی رقم اپنے مصرف میں صرف کرڈالی اور اپنا روپیہ مسجد یا مدرسہ میں لگادیا تو جو اپنی رقم خرچ کی اس میں متبرع ہوا اور چندہ دہندوں کا تاوان دے۔ ۱۶۱

عورت ماں باپ کے پاس شوہر کا مال کب امانت رکھ سکتی ہے اور کب نہیں۔ ۱۶۳

عام طور سے شوہر عورت کو پہننے کے لئے جو زیور دیتا ہے عاریۃ ہے، طلاق کی صورت میں اس کی واپسی کا شوہر حقدار ہے، عورت ضائع کرے تو اس پر تاوان ہے۔ شوہر نے عورت کو کوئی چیز امانۃً دی، ماں باپ اس کے ساتھ رہتے ہوں اور قابلِ بھروسہ ہوں تو ان کے حفظ میں دے سکتی ہے ورنہ نہیں۔ ۱۶۳

مالک غاصب اور غاصب غاصب دونوں میں سے جس سے چاہے تاوان وصول کرے۔ ۱۶۴

امین نے اپنی جیب میں امانت کی کوئی چیز رکھی اور کسی نے چرالی یہ امانت میں تقصیر نہیں، پھٹی جیب میں رکھی تو تقصیر ہے، ضائع ہونے پر تاوان دے۔ ۱۶۴

کافر کا قرض مسلمان پر تھا، دینے کی نیت تھی کہ قرض خواہ مرگیا اور اس کا کوئی وارث نہیں، اس زمانہ میں ایسا مال لاوارث مال ہے اور فقراء ومساکین اس کے مستحق یا مساجد ومدارس میں صرف کیا جائے یا قرضدار فقیر ہو تو خود لے لے، کافر کی طرف سے اس کا تصدق حرام اور اسے اجر وثواب کی نیت کی تو کفر۔ ۱۶۵

زید کو کسی نے امانۃً کچھ روپے دئے، زید نے اپنی طرف

Marfat.com

سے ماہ بماہ کچھ پیسے تبرعاً دیتا رہا، اس میں کوئی حرج نہیں، اور اس روپیہ کو اجازت یا بلغیر اجازت صرفہ میں لایا اور اس کی وجہ سے وہ ماہانہ دیا تو سود، اور تبرعاً دیا تو سود نہیں، مگر احترازاولیٰ، اور بے اجازت کی صورت میں غاصب بھی ہوگا۔ ۱۶۵

انجمن، مسجد، مدرسہ کے مہتمم نے ادارہ کا روپیہ کسی کے پاس امانۃً رکھ دیا تو اس میں کسی قسم کا رَدّ و بدل یا تصرف حرام و خیانت ہے، ہاں چندہ دہندگان کی طرف سے اس کی صریح یا عرفی اجازت ہو تو حرج نہیں، مگر اب یہ امانت نہیں بلکہ قرض ہوگا۔ ۱۶۶

امانت میں تصرف کا حکم اور تاوان کی صورت۔ ۱۶۷

واعظ کو جو روپیہ سفر خرچ کے لئے دیا اس کے ہاتھ میں امانت ہے جو اس مصرف کے علاوہ خرچ ہوا یا بچا اس کو واپس کرے۔ ۱۶۸

واپسی فیس اسی روپیہ سے ادا کی جائیگی۔ ۱۶۸

امانت کے ضیاع کے حکم کا بیان۔ ۱۷۱

کتاب العاریۃ

عاریۃ کی زمین میں مکان بنایا، صاحبِ زمین کو مستعیر کے ہاتھ زمین بیچنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ ۱۷۳

عدم رضا کی صورت میں مستعیر اپنا عملہ اجاڑ لے یا زمین والے سے اُجڑے ہوئے کی قیمت لے لے۔ ۱۷۳

اجاڑنے میں زمین کو نقصان ہونے کی صورت میں زمین والے کو اختیار ہوگا چاہے زمین کا نقصان برداشت کرے، چاہے عملہ کی قیمت ادا کرے۔ ۱۷۴

مدت عاریت میں عملہ اجاڑنے کے لئے مجبور کیا تو اُجڑنے میں عملہ کی جو قیمت ہوگئی اس کو عاریت دینے والا برداشت کرے۔ ۱۷۴

ہدایہ سے مسئلہ کا جزئیہ۔ ۱۷۴

عاریت اور امانت کی واپسی کب صحیح ہے کہ تاوان سے بری اور کب نہیں تاوان دینا ہوگا۔

واپسی میں اگر بیچ میں کوئی واسطہ ہو تو کب وہ ذمہ دار ہوگا، اور کب دونوں۔ ۱۷۴

غایۃ البیان اور تنویر الابصار سے مسائل کی تصدیق و توضیح۔ ۱۷۴

کتاب الھبۃ

ہبہ بلاعوض میں تملیک و قبضہ اور موانع رجوع سے سوال۔ ۱۷۹

مسائل کا جزئیہ تنویرالابصار سے۔ ۱۸۰

ہبہ میں تملیک و قبضہ موہوب لہ کے بعد دوسرے کو ہبہ کرنے کا سوال۔ ۱۸۰

موہوب لہ ثانی کے عدم قبضہ اور محاصل کے جز حصہ پر صلح اور اس سے مکرنے کا سوال۔ ۱۸۰

مالک اصلی جب موہوب لہ کو تملیک کر دے اور اسے قبضہ دلا دے تو شئ موہوب اس کی

Marfat.com

ملک سے خارج ہو جاتی ہے، اس کا کسی دوسرے کو ہبہ کرنا موہوب لہ اول کی رضا پر موقوف ہوگا۔ ۱۸۲

موہوب لہ اول زبان سے اجازت دے دے اور شئی موہوب پر قبضہ نہ دے تو ہبہ تام نہ ہوگا۔ ۱۸۲

اگر دونوں کو ہبہ کیا ہو تو تقسیم کر کے قبضہ دلانا ضروری ہے۔ ۱۸۲

تنویر الابصار سے مسئلہ کا جزئیہ۔ ۱۸۲

ماں کا نابالغ کی جائداد ولایۃً ہبہ کرنے، اور لڑکے کے بالغ ہو کر اس کی تصدیق کرنے اور اسے برقرار رکھنے سے سوال۔ ۱۸۵

مال کے معاملہ میں ماں لڑکے کی ولی نہیں۔ ۱۸۷

ولی یعنی باپ کو بھی نابالغ کے مال سے ایک ہبہ کسی کو دینے کا اختیار نہیں۔ ۱۸۷

نابالغی کے ایسے تصرفات کو صغیر بالغ ہو کر جائز کرے تو جائز نہیں۔ ۱۸۸

عقد فضولی میں مجیز عقد کا اجازت کا اہل ہونا ضروری ہے۔ ۱۸۸

حالت بلوغ میں مجیز کی ایسی اجازت جو ابتداء کی صلاحیت رکھے نافذ ہے۔ ۱۸۸

جس ہبہ نامہ میں نسلاً بعد نسلٍ قابض و دخیل رہیں لکھا ہو وہ وصیت نہیں ہو سکتی۔

جائداد کی آمدنی کا ہبہ صحیح نہیں ۱۸۹

مشاع کا ہبہ صحیح نہیں۔ ۱۸۹

موہوب لہ کو مشاع پر قبضہ بھی دلا دیا تو اس کی ملک نہ ہوگی، نہ اس میں اس کے تصرفات نافذ ہوں گے۔ ۱۹۰

ایسے ہبہ میں خود واہب اور اس کے ورثہ کو رجوع کا اختیار رہتا ہے۔ قبضہ اور رشتہ اس کا مانع نہیں۔ ۱۹۱

ہبہ صحیح بھی بے قبضہ کامل تمام نہیں ہوتا، اور بعد موتِ واہب اس میں وراثت جاری ہوگی۔ ۱۹۱

ایسے ہبہ میں اگرچہ یہ تحریر ہو کہ مجھ کو اور میرے ورثہ کو اس میں کوئی حق نہ ہوگا بیکار ہے، ہبہ صحیح نہیں۔ ۱۹۲

ہبہ بلا قبضہ میں واہب کو قبضہ دلانے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ ۱۹۲

ہبہ میں جہاں رجوع جائز ہے اس سے مراد قبضہ کے بعد ہے۔ ۱۹۲

رجوع کا حق شرعی ہے، واہب اپنے قول یا تحریر سے اسے باطل نہیں کر سکتا۔ ۱۹۲

ایسی جائدادوں سے سوال، جس کو زید نے اپنے اور دیگر مختلف ناموں سے خریدا مگر زندگی بھر سب پر خود قابض اور متصرف رہا۔ ۱۹۳

زید نے جو جائداد اپنے نابالغ بچہ کے نام سے خریدی اس کا مالک لڑکا ہو گیا گو تصرف باپ کا رہا ہو۔ ۱۹۴

نابالغ کی جائداد پر ولی کا قبضہ بربنائے ولایت ہے ۱۹۴

نابالغ کو ہبہ صرف عقد سے ہی مکمل ہو جاتا ہے' ۱۹۴

باپ کا قبضہ نابالغ کا قبضہ ہے۔ ۱۹۴

Marfat.com

بلوغ کے بعد لڑکے کا بے اختیار ہونا اس کے
ملک کا مانع نہیں جیسے سعادتمند بیٹوں کو
باپ کے قابض اور متصرف بنا دینے سے جائداد
اور ماں باپ کی ملک سے نہیں نکلتا۔ ۱۹۵
"فع" فتاوی العصر کی طرف اشارہ ہے۔ ۱۹۵
"ظم" امام ظہیر الدین مرغینانی کا رمز ہے۔ ۱۹۵
"بخ" امام بکر خواہر زادہ کا اشارہ ہے۔ ۱۹۵
نابالغ لڑکے کے نام جائداد خریدی اور بعد
میں کہا کہ یہ جائداد میری ہے۔ لڑکے کے نام
اسم فرضی تھا، باپ کا قول غلط، جائداد لڑکے
کی ہوگی۔ ۱۹۶
ایسی زمین جو زید نے نابالغ لڑکوں کے نام
خریدی اس میں وراثت جاری نہ ہوگی، ایسے ہی
اس زمین میں بھی جو نابالغ نے بالغ ہوکر اپنے
لڑکوں کے نام خریدی۔ ۱۹۶
مشترک مال سے کسی نے اپنے نام جائداد خریدی
اس کا مالک خریدار ہوگا، البتہ شرکاء کے حصہ کا
تاوان اس پر لازم ہے۔ ۱۹۶
ہبہ بلا قبضہ سے سوال۔ ۱۹۷
ہبہ بلا قبضہ باطل ہے۔ ۱۹۷
رجوع عن الہبہ کا سوال۔ ۱۹۸
موانع رجوع کی آٹھ شرطوں کا بیان۔ ۱۹۸
ذی رحم محرم کی تفصیل۔ ۱۹۸
عدم موانع کی صورت میں رجوع کا حق واہب کو
حاصل ہے اگرچہ ہبہ کو سو سال گزر گئے ہوں،

ویسے رجوع عن الہبہ گناہ ہے۔ ۱۹۸
بخاری و مسلم و سنن اربعہ سے ممانعت کی حدیث
کی تخریج۔ ۱۹۹
رجوع عن الہبہ سے سوال۔ ۲۰۰
جائداد موہوبہ مشاع قابل تقسیم ہو تو تقسیم کر کے
قبضہ دلانا ضروری ہے۔ ۲۰۰
فقیروں کو ہبہ صدقہ ہے، اور صدقہ میں رجوع
جائز نہیں۔ ۲۰۰
فقیروں کی تعریف اور ان کی تفصیل۔ ۲۰۰
بھتیجے ذی محرم ہیں اور یہ رشتہ موانع رجوع
میں سے ہے۔ ۲۰۰
موت احد العاقدین بھی مانع رجوع ہے۔ ۲۰۱
درمختار اور قدوری سے مسائل کے جزئیے۔ ۲۰۱
مشاع کا ہبہ صحیح نہیں۔ ۲۰۲
موہوب مشاع سے رجوع کے لئے کوئی شرط
مانع نہیں۔ ۲۰۲
طحاوی، قاضی خاں، ابن رستم وغیرہ
سے حوالے۔ ۲۰۲
اس مسئلے میں مصنف کی توضیح کہ موہوب لہ
کل مالدار ہوں یا بعض فقیر اور بعض مالدار، تو
ان کے لئے ہبہ کا حکم اور ہے۔ اور جب کل فقیر
ہوں تو ان کے لئے اور حکم ہے۔ ۲۰۳
درمختار کی ایک عبارت کی توضیح اور ایک شبہہ
کا جواب۔ ۲۰۴
عقود الدریہ سے اس توضیح کی تائید۔ (حاشیہ) ۲۰۴

Marfat.com

ہبہ زبانی کا سوال وجواب اور فتاویٰ خیریہ سے
مسئلہ کا جزئیہ۔ ۲۰۵
ہبہ فضولی کی صحت سے سوال وجواب اور
موانع رجوع کا بیان۔ ۲۰۶
ہبہ مشاع کا سوال۔ ۲۰۷
شئے مشترک قابلِ تقسیم کا ہبہ قبل تقسیم ہرگز
صحیح نہیں، اور شئ موہوب مشترک پر موہوب لہ کا
قبضہ بھی کچھ نہیں۔ ۲۰۷
ایسے موہوب میں موہوب لہ کے تمام تصرفات
باطل اور واہب کے تمام تصرفات نافذ ہیں ۲۰۷
شیوع کے اقسام اور ان کے احکام ۲۰۷
فقہ کی اور کتابوں سے مسئلہ کی تائید ۲۰۷
ہبہ منقسمہ متروکہ کا سوال ۲۰۹
سرکاری کاغذات میں لڑکے کے نام اندراج
پر باپ کی خموشی سے سوال۔ ۲۱۰
مالک کی تملیک کے بغیر کوئی چیز کسی کی نہیں
ہوسکتی۔ ۲۱۱
پٹواری کی تحریر ملکیت ثابتہ کی یادداشت ہے
انشاء تملیک نہیں اور اس کی بنیاد پر کاغذات
میں اندراج کا بھی یہی حال ہے۔ ۲۱۱
ایسی صورت میں مصلحتاً مجرد سکوت اجازت
نہیں، اور بالفرض اجازت ہو تو اس کے لئے
انشاء عقد ضروری ہے جو یہاں مفقود ہے۔ ۲۱۱
بالفرض ہبہ ہو بھی تو مشاع کی وجہ سے
باطل ہے۔ ۲۱۱
زید نے اپنے لڑکے اور بہو کو مرض الموت میں مکان
اور دکان ہبہ کیا، اور لڑکا اپنی عورت کے حق
میں راضی نہ تھا، اس میں ہبہ کا حکم جاری
ہوگا یا ترکہ کا "سوال" ۲۱۲
اگر شئ موہوبہ قابلِ تقسیم تھی، اور زید نے تقسیم
کرکے ہر ایک کو قبضہ نہ کرایا تو ہبہ باطل اور
بعد موت کُل لڑکے کا، اور لڑکے کی موت پر تقدیم
ما تقدم علی الارث کے بعد رُبع زوجہ کا، بقیہ
بھانجے کا کہ وُہ اکیلا وارث ہے۔ ۲۱۲
دکان ناقابلِ تقسیم ہو اور زید نے اپنی زندگی میں
زوجہ پسر کو اس پر قبضہ دلا دیا ہو اور نصف دکان
ترکہ زید کا ثلث ہو، یا اس سے کم، تو ہبہ صحیح ورنہ
باطل، اور کل میں میراث جاری ہوگی۔ ۲۱۳
لڑکے کے نام مکان خریدنے سے سوال۔ ۲۱۴
لڑکا اگر نابالغ تھا تو مکان اس کا ہوگیا اور
اس کے مرنے کے بعد اسی کے وارثوں کو
ملے گا۔ ۲۱۴
مسئلہ کی توضیح ہندیہ، احکام صغار ذخیرہ و
تجنیس سے۔ ۲۱۴
اگر لڑکا بالغ تھا تو الفاظ عقد پر نظر کیجائیگی۔ ۲۱۵
اگر ایجاب وقبول کسی میں نسبت لڑکے کی طرف ہو
تو عقد فضولی ہوا۔ لڑکے نے اجازت دی تو
اس کی ملک اور اس کے بعد اسی کے ورثہ کا۔
بے اجازت مرگیا تو باپ کا۔ ۲۱۵
اور اگر ایجاب وقبول میں لڑکے کی طرف اضافت

Marfat.com

نہ ہو، اور قبالہ میں اس کا نام ہو تو ملک باپ کی
اور قبالہ اس کی طرف سے لڑکے کے لئے ہبہ جدید
جس کی صحت کے لئے لڑکے کا قبضہ ضروری ہے ۲۱۶
ہبہ کے لئے ایجاب و قبول ضروری نہیں، ایسے
قرائن جو تملیک پر دلالت کریں کافی ہیں۔ ۲۱۷
چھوٹے بچے کے لئے کپڑا بنوایا، بچہ مالک ہو گیا،
بڑے کو سپرد کرنا ضروری ہے۔ ۲۱۷
واہب نے شئے موہوب پر موہوب لہ کا قبضہ
کرادیا تو واہب کے بھائی یا کسی رشتہ دار کا
اس میں کوئی حق نہیں۔ ۲۱۷
ہبہ کے نتیجے میں موہوب لہ کی ملک ثابت
ہو جاتی ہے۔ ۲۱۸
احد العاقدین کی موت بھی موانع رجوع میں سے ہے۔ ۲۱۸
ہبہ کی ایک صورت سے سوال۔ ۲۱۸
قبضہ نامہ کی تین شکلوں کا بیان۔ ۲۱۹
موہوب لہ بالغ لڑکا ہو تو اس کا قبضہ صحتِ ہبہ
کے لئے ضروری ہے، اور نابالغ ہو تو باپ کا
قبضہ کافی ہے۔ ۲۱۹
قبضہ سے پہلے واہب کی موت ہبہ کو باطل
کردیتی ہے۔ ۲۱۹
جائداد مشترکہ بیوی کے نام لکھادی، ہبہ صحیح ہوا
یا نہیں۔ ۲۲۰
رجسٹری آفس میں جائداد کسی کے نام لکھوانا
ہبہ ہے۔ ۲۲۰
قابل تقسیم جائداد کا بلا قسمت ہبہ صحیح و نافذ نہیں ۲۲۰

ہندہ نے اپنے مرنے کے بعد زید پسر اور دوسرے
فوت شدہ لڑکے سے دو پوتیاں اور دو پوتے چھوڑے
زید کے چچا نے اپنے ایک بھتیجے کا نام جائداد ہندہ
میں لکھوا دیا قبضہ نہیں دلایا، تو شرعاً اس جائداد
میں پوتوں پوتیوں کا حق ہے یا نہیں۔ ۲۲۰
پوتوں کا وراثۃً کوئی حق نہیں، نام لکھوانا ہبہ ہے
لیکن بے قبضہ یہ بھی صحیح نہیں۔ ۲۲۰
ہدایہ سے مسئلہ کا جزئیہ۔ ۲۲۱
شئی موہوب کو موہوب لہ کو دینے سے
انکار کرنا رجوع عن الہبہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ ۲۲۱
الفاظِ ہبہ سے سوال۔ ۲۲۱
زمین تعمیر کے لئے دینا عاریۃ ہے ہبہ نہیں ہے۔ ۲۲۲
زمین دینے والے کی ہوگی اور مکان اس پر بنا
بنانے والے کا، ایسی زمین میں میراث جاری
ہوگی۔ ۲۲۲
خالہ کو ہبہ کے بعد واپس لینے کا حق نہیں۔
ہبہ معدوم کا سوال۔ ۲۲۲
ہبہ معدوم باطل ہے۔ ۲۲۳
زید نے کسی کو زمین تعمیر مکان کے لئے دی اس
نے اپنے صرفہ سے مکان بنایا، مکان کس کا اور
زمین کس کی۔ ۲۲۳
صورتِ مسئولہ میں اگر اس کے ساتھ تملیک کا
کوئی لفظ نہ ملا ہو تو زمین عاریۃ ہوگی۔ ۲۲۳
مسئلہ کا جزئیہ عقود الدریہ سے۔ ۲۲۳
لڑکا اپنا کسب باپ سے علیحدہ کرتا ہے تو اس کا

Marfat.com

مالک لڑکا ہے اور جو جائداد اس سے بنائی وہ لڑکے کی ملک ہے۔ ۲۲۴

دوسرے کی زمین پر مکان بنانے کی صورت میں تصفیہ کی شرعی ترکیب: ۲۲۵

(۱) بنانے والا اپنا ملبہ اکھیڑ لے جائے یا زمین والا جبراً اکھیڑ دے جبکہ زمین کو کوئی خاص ضرر نہ ہو۔ ۲۲۵

(۲) زمین والا عملہ کی قیمت تعمیر کنندہ کو دے، یہ مالک کی رضا پر موقوف ہوگا۔ ۲۲۵

(۳) عملہ اکھیڑنے میں زمین کو ضرر ہو تو مالک کی رضا پر ہے اکھڑے ہوئے عملہ کا معاوضہ ادا کرے اور تعمیر باقی رہنے دے یا اپنے نقصان پر راضی ہوکر عملہ اکھڑوا دے۔ ۲۲۶

مسئلہ کا جزئیہ طحاوی، خیریہ، ہندیہ اور تنویر الابصار سے۔ ۲۲۶

دمہ کی حالت میں ہبہ بعوض مہر صحیح ہے یا نہیں۔ ۲۲۷

مرض الموت کی تفسیر اور درمختار، بزازیہ اور قہستانی سے اس کی تصدیق۔ ۲۲۷

دمہ مرض الموت نہیں اور اس میں کیا ہوا ہبہ صحیح ہے۔ ۲۲۸

ہبہ بالعوض بلا قبضہ صحیح ہے اور یہ بیع کے حکم میں ہے۔ ۲۲۸

پسر نابالغ کو ہبہ سے سوال۔ ۲۲۹

نابالغ پسر کو ہبہ صرف ایجاب سے صحیح ہو جاتا ہے ۲۲۹

باپ کا قبضہ نابالغ بچہ کا قبضہ ہے۔ ۲۲۹

لڑکے کو ہبہ کرکے رجوع نہیں کرسکتا۔ ۲۲۹

ہبہ شروط فاسدہ سے فاسد نہیں ہوتا۔ ۲۳۰

مرض الموت کا ہبہ ثلث مال میں نافذ ہوتا ہے، ہبہ صحت کے لئے قبل موت قبضہ ضروری ہے۔ ۲۳۰

موہوب لہا اگر زوجہ ہو تو وارثہ ثمن ترکہ میں سے بھی پائے گی۔ ۲۳۰

زید اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کو اپنی زندگی میں برابر دے یا للذکر مثل حظ الانثیین۔ ۲۳۱

اول مختار اور امام ابو یوسف کا قول ہے، اور ثانی جائز اور امام محمد کا قول ہے۔ ۲۳۱

اگر ان میں کوئی فضل دینی رکھتا ہو تو اس کی ترجیح میں کوئی حرج نہیں۔ ۲۳۱

عورت کی جانب سے مہر اور شوہر کی جانب سے اپنی کل املاک کے ہبہ کا سوال۔ ۲۳۲

مہر اور دیون کا ہبہ مجرد ایجاب سے تام ہو جاتا ہے قبول کی بھی ضرورت نہیں۔ ۲۳۳

شوہر نے املاک میں جن مشترکہ چیزوں کا ہبہ کیا بغیر تقسیم اور قبضہ کے صحیح نہیں اور واہب قبل قبضہ فوت ہوگیا تو ہبہ باطل۔ ۲۳۳

زید کے خالص املاک میں جو چیزیں تھیں چاہے ودیعۃ ہو یا عاریۃ سب کا ہبہ صحیح، اور یہ قبضہ قبضہ ہبہ کے قائم مقام ہوگا۔ ۲۳۴

مہر تقدیر ترکہ کی تقسیم کی تفصیل۔ ۲۳۶

فضل دینی کی وجہ سے کسی ایک اولاد کی ترجیح

Marfat.com

کا سوال ۔ ۲۳۶

کسی نے اپنی ساری جائداد ایک ہی لڑکے کو دے دی تو صحیح اور نافذ ہے، البتہ وہ اپنے اس فعل میں گنہ گار ہوگا۔ ۲۳۷

فضل دینی کی وجہ سے کسی اولاد کو ترجیح دینے میں نہ گناہ نہ مواخذہ شرعیہ۔ ۲۳۷

اس ترجیح کی وجہ سے یہ خیال کہ یہ فعل والد کا نہیں، یا وہ اس پر راضی نہ تھے، یا ان کے دماغ میں کچھ خلل تھا، بے بنیاد و غلط ہے۔ ۲۳۸

یہ خیال بھی غلط کہ آئندہ کوئی اور فضل دینی میں اس سے بھی بڑھ سکتا ہے۔

شرع مطہر حالتِ موجودہ پر حکم دیتی ہے۔ ۲۳۸

ترجیح کی صورت میں تمام ورثہ کے بالغ ہونے کی شرط بھی بے بنیاد ہے۔ ۲۳۸

حیاتِ مورث میں مورث ہی ساری جائداد کا مالک ہے۔ ۲۳۸

مرض الموت میں غیر وارث کے نام ہبہ قطعاً جائز اور وہ ہبہ ہی قرار پائے گا۔ ۲۳۹

ہبہ صحیح ہونے کے لئے قبضہ ضروری ہے۔ ۲۳۹

نابالغوں کے والد کا قبضہ انھیں کا قبضہ ہے۔ ۲۴۰

دو ہم جنس قبضے ایک دوسرے کے قائم مقام ہوجاتے ہیں۔ ۲۴۰

مرض الموت کا ہبہ دیگر ورثہ کی اجازت کے بغیر وصیت کا حکم رکھتا ہے اور ثلث میں نافذ ہوتا ہے۔ ۲۴۰

وصیت کے ثلث ترکہ کے برابر اور کم وبیش ہونے کی صورت میں نفاذ کی تفصیل۔ ۲۴۱

تنویر، حاشیہ طحطاوی سے جزئیہ کی تصدیق۔ ۲۴۱

○ رسالہ فتح الملیک فی حکم التملیک ۲۴۳

ہبہ اور تملیک میں کیا فرق ہے۔ ۲۴۳

تملیک عام ہے اور ہبہ خاص ہے۔ ۲۴۳

تملیک اعیان و منافع بعوض اور بلا عوض اور منجز اور مضاف الی ما بعد الموت بیع، ہبہ، اجارہ، اعارہ اور وصایا سب کو شامل ہے، اور ہبہ تملیک العین بلا عوض کا نام ہے۔ ۲۴۳

عرف میں تملیک کے نام سے ہبہ متبادر ہوتا ہے۔ ۲۴۳

امام سرخسی نے تملیک کو وضعاً مفید ہبہ بتایا ۲۴۴

افادہ ملک کرنیوالے الفاظ کی انواع سہ گونہ کی تفصیل۔ ۲۴۴

کلمات علماء میں اکثر تملیک سے ہبہ پر استدلال متداول ہے۔ ۲۴۴

عام سے خاص پر استدلال صحیح نہیں۔ ۲۴۴

تملیک کے ہبہ قرار دینے پر قاضی خان، شرح اشباہ للبیری، شامی، نوازل، خیریہ، عقود الدریہ کے نصوص۔ ۲۴۴

مسئلہ کے خاص جزئیہ میں کلام علماء مختلف ہیں، بعض تملیک کو عین ہبہ قرار دیتے ہیں اور بعض قرینہ ضروری قرار دیتے ہیں۔ ۲۴۷

مصنف کی تحقیق کہ ان دونوں اقوال میں تطبیق

Marfat.com

ممکن ہے۔ مقام اخبار میں تملیک ہبہ سے عام ہے اور مقام انشاء عقود میں تملیک ہبہ ہے۔ ۲۴۷

کلام علماء سے مسئلہ کی توضیح اور اس امر کا بیان کہ انشاء عقود میں اس بات پر قرینہ حالیہ موجود ہے کہ تملیک بلا عوض ہے۔ ۲۴۸

مقام انشاء میں بھی جہاں خلاف پر قرینہ ہو تملیک سے ہبہ مراد نہیں لے سکتے۔ ۲۴۸

امام خیر الدین رملی کی عبارت کی توضیح و توجیہ۔

تحریری تملیک نامہ قطعاً ہبہ نامہ ہے۔ ۲۴۹

تملیک زبانی میں مدار قرینہ پر ہے، قرینہ حالیہ ہو یا مقالیہ۔ ۲۵۰

تملیک زبانی میں ہبہ کے خلاف قرینہ ہو تو ہبہ قرار نہیں دیں گے۔ ۲۵۰

اعتبار معانی کا ہے الفاظ کا نہیں۔ ۲۵۰

تملیک و ہبہ کو علیحدہ علیحدہ سمجھنے پر علامہ "ط" کے خیال کی تصحیح۔ ۲۵۱

مفتاح کے مصنف کا پتہ نہیں، نہ اس کا اندراج کتب مذہب میں ہے۔ ۲۵۱

تملیک عین کی ہوگی یا منافع کی، اور بلا عوض ہوگی یا بالعوض، یہ تقسیم عقلی اور حاصر ہے۔ ۲۵۱

تملیک منافع نہ ہو تو تملیک عین ہے، اور بے عوض ہو تو ہبہ ہے، پس تملیک میں ہبہ داخل ہے۔ ۲۵۱

کتب مذہب سے اس بات کی تائید کہ تملیک عین بلا عوض ہبہ ہے۔ ۲۵۱

تملیک عین بلا عوض ہبہ کے علاوہ کچھ ہوتا تو کتب فقہ میں اس کے لئے علیحدہ باب ہوتا۔ ۲۵۱

عرف عام میں بھی تملیک عین بلا عوض کو ہبہ تسلیم کرتے ہیں۔ ۲۵۲

ہدایہ وغیرہ کتب فقہ میں ہبہ کے لئے قبضہ ضروری ہونے کی دلیل سے اس بات پر استدلال کہ تملیک عقد علیحدہ نہیں۔ ۲۵۲

مفتاح کے استدلال پر تنقید۔ ۲۵۲

کسی کے لئے کسی چیز کی ملکیت کا اقرار کرنے سے اس کا دینا اس لئے ثابت ہوتا ہے کہ یہ اخبار ہے، نہ یہ ایسے عقد کا انشاء جس کے لئے قبضہ ضروری نہیں۔ ۲۵۳

مسئلہ کی "در" سے تائید۔ ۲۵۳

علماء کے اس قول سے تائید مزید کہ "جمیع مالی لزید" کو انھوں نے انشائے ہبہ قرار دیا۔ ۲۵۳

خلاصۂ کلام یہ کہ تملیک اخبار ہونے کی حیثیت سے بیع اور ہبہ دونوں کو شامل ہے اور انشائے عقد کی صورت میں صرف ہبہ ہے۔ ۲۵۴

کسی چیز کے بارے میں یہ اقرار کرنا کہ میں فلاں سے اس کا مالک ہوں، اس بات کا اقرار ہے کہ اس نے اس کو ہبہ کیا، تو یہ قبضہ کا بھی اقرار ہے، اور یہ اقرار کہ فلاں نے مجھے ہبہ کیا' تو قبضہ کا اقرار نہ ہوا۔ ۲۵۴

Marfat.com

صاحبِ مفتاح کی عبارت کا تضاد اور اس سے ان کے استدلال کے ضعف کا اظہار۔ ۲۵۵

فیصلہ کہ صاحبِ مفتاح کی نقل سوءِ فہم کا نتیجہ ہے۔ ۲۵۵

نابالغ لڑکے کے نام زمین خریدنے اور مکان بنانے کا سوال۔ ۲۵۶

نابالغ کے لئے ہبہ میں ولی کا قبضہ کافی ہے۔ ۲۵۷

ایسے اولیاء میں باپ، بھائی، چچا سب داخل ہیں۔ ۲۵۷

نابالغ کے لئے تملیک کی مختلف صورتوں کا ذکر۔ ۲۵۸

نابالغ کے لئے ہبہ کی نیت سے ہبہ نہیں ہوتا بلکہ تملیک کا ظاہر کرنا ضروری ہے۔ ۲۵۸

اظہارِ تملیک کی مختلف صورتوں کا بیان۔ ۲۵۸

لڑکے کی زمین میں اپنے مال سے مکان بنا دینا تملیک نہیں۔ ۲۵۹

اجرت اجارہ کا وہی مالک ہوتا ہے جو اجارہ پر دے خواہ شئی اجارہ دوسرے کی ہو۔ ۲۵۹

دوسرے کی جائداد اجارہ پر دے کر کرایہ وصول کیا تو کرایہ مالک کو لوٹائے یا فقیر پر تصدق کرے۔ ۲۵۹

ایک لغزش کی طرف اشارہ۔ ۲۶۰

مورث پر جو دین ہو اور اس کا مطالبہ کرنیوالا بندوں کی طرف سے نہ ہو، تو وصیت کے بغیر وارثوں پر اس کی ادا ضروری نہیں۔ ۲۶۰

مکان بنا کر کسی کو عطا کرنے، اور ماں باپ کا اولاد کے نام جائداد خریدنے کا سوال۔ ۲۶۱

یہ دونوں صورتیں ہبہ کی ہیں۔ ۲۶۱

عرف میں بچوں کے نام خریدنا، تملیک بلاعوض ہے شرع میں اسی کو ہبہ کہتے ہیں۔ ۲۶۱

شامی اور عقود الدریہ سے مسئلہ کا حوالہ۔ ۲۶۱

ہبہ بعد قبضہ تمام ہوجاتا ہے۔ ۲۶۲

موانع رجوع کا بیان۔ ۲۶۲

اپنے ایک لڑکے کو کل اختیار دینے سے سوال۔ ۲۶۲

یہ لفظ وکالت اور ہبہ دونوں کیلئے ہوسکتا ہے جیسا قرینہ ہو ویسا ہی حکم ہوگا۔ ۲۶۳

مسئلہ کا جزئیہ ردالمحتار سے۔ ۲۶۳

ہبہ کے لئے ایجاب وقبول ضروری نہیں قرائن سے بھی ہبہ کا اثبات ہوجاتا ہے۔ ۲۶۳

وارث اپنے مال سے اگر مورث کی تجہیز وتکفین کرے تو وہ تبرع نہیں قرار دیا جائے گا وہ ترکہ سے اتنا وصول کرسکتا ہے۔ ۲۶۳

پیر نے مرید کو عاق کیا وہ عاق ہوا یا نہیں۔ ۲۶۴

مرشد کو اللہ واسطے زیور دے کر واپس لینا جائز ہے یا نہیں۔ ۲۶۴

واپس لئے ہوئے زیور کو دوسری جگہ اللہ واسطے یا اپنے گھر خرچ میں صرف کرسکتا ہے یا نہیں۔ ۲۶۴

مرشد نے کل زیور اپنے صرفہ میں استعمال کیا تھا کچھ خیرات نہیں کیا، اس سے وہ مجرم ہوئے یا نہیں۔ ۲۶۴

Marfat.com

مرشد نے کہا تھا کہ میں تم سے بحکم رسول اللہ خرچ کرا رہا ہوں، یہ جھوٹ ہو تو کیا حکم ہے۔ ۲۶۵

خرچ کراتے وقت اگر کسی خاص مصرف کی تعین نہ کی گئی ہو تو پیر کا اپنی ذات پر خرچ کرنا بھی فی سبیل اللہ ہے۔ ۲۶۵

حدیث و بحرالرائق اور درمختار سے اس بات کا ثبوت کہ غنی کے لئے صدقہ بھی کار ثواب ہے۔ ۲۶۵

مالدار کو یہ کہہ دیا کہ آپ کو فی سبیل اللہ دیتا ہوں قبول کرلیں، اس نے قبضہ کرلیا تو مالک ہوگیا۔ ۲۶۶

اعتبار دل کے ارادہ کا نہیں زبان کی تصریح کا ہے، دل میں وکالت ہو اور زبان سے ہبہ کے الفاظ کہے تو ہبہ ہوگیا۔ ۲۶۶

وجیز، ظہیریہ، درمختار سے مسئلہ کی تائید۔ ۲۶۶

موہوب لہ کا ہلاک موانع رجوع ہبہ سے ہے۔ ۲۶۸

پیر نے صرف کے بعد اگر نادان اس خیال سے دیا کہ اس کی واپسی مجھ پر ضروری ہے تو مرید اس کا مالک نہ ہوا اور اس پر پیر کو واپس لوٹانا ضروری ہے، اور اگر اپنی طرف سے ہبہ جدید کیا تو مرید مالک ہوگیا۔ ۲۶۸

مسئلہ کا جزئیہ عقود الدریہ، درمختار اور جوہرہ سے بدگمانی ہر مسلمان پر حرام ہے، اور پیر پر بدگمانی اور شدید ہے۔ ۲۷۰

مرید کے یہ کہنے سے کہ میرا اعتقاد آپ سے فسخ ہوگیا فسخ بیعت ہوگئی۔ ۲۷۰

پیر کے خلاف بدگمانی کرکے مرید تنبیہ شرعی کا مورد ہوا۔ ۲۷۰

زر مشترک اور ہبہ مشاع بے تقسیم سے سوال و جواب۔ ۲۷۱

خدمت گزار لڑکے کو ہبہ میں ترجیح دینے کا سوال۔ ۲۷۳

خدمت گزاری فضل دینی ہے۔ اور اس بنیاد پر ترجیح باتفاق روایات جائز ہے۔ ۲۷۳

بزازیہ اور عالمگیریہ سے مسئلہ کا جزئیہ۔ ۲۷۳

اس مقام پر عالمگیری کی نقل میں ابہام کا بیان۔ ۲۷۴

قاضی ابو یوسف اور امام اعظم رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال میں ظاہری تضاد کا دفعیہ۔ ۲۷۶

ہبہ مشاع کا سوال وجواب۔ ۲۷۸

تمامیت ہبہ کے بعد رجوع کا سوال وجواب۔ ۲۷۹

ہبہ مشاع بلا تقسیم یا بلا قبضہ سے سوال و جواب۔ ۲۷۹

نابالغ کے ولی کا قبضہ نابالغ کا قبضہ ہے۔ ۲۸۱

مسئلہ مسئولہ میں میراث کی تقسیم۔ ۲۸۱

تکمیل ہبہ کے بعد ذی رحم سے واپسی کا سوال و جواب۔ ۲۸۱

محتاج باپ اپنی اولاد کا مال اپنی ضرورت میں خرچ کرسکتا ہے۔ ۲۸۱

ہبہ بشرط ایصال ثواب کا سوال۔ ۲۸۱

مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتویٰ کی تغلیط۔ ۲۸۲

دو آدمی ایک شخص کو جائداد مشترکہ ہبہ کریں تو جائز ہے۔ ۲۸۲

Marfat.com

موہوب لہٗ پر قرآن خوانی ضروری نہیں۔ ٢٨٣

ہبہ بشرطِ ایصالِ ثواب کو بیع قرار دینا باطل ہے۔ ٢٨٣

بیع کے لئے بدل کا مال ہونا ضروری ہے ایصالِ ثواب سرے سے مال ہی نہیں۔ ٢٨٣

شروطِ فاسدہ سے ہبہ فاسد نہیں ہوتا، شرط ہی فاسد ہوجاتی ہے۔ ٢٨٤

ہبہ کے عوض قرآن خوانی کی شرط شرط فاسد ہے۔ ٢٨٤

اجارہ مراد لینا یُوں باطل ہے کہ ہبہ نامہ میں اجارہ کا ذکر ہی نہیں۔ ٢٨٤

امورِ ثواب پر اجارہ کثیر علماء نے جائز رکھا ہے بہرصورت ایسے شخص کی امامت میں کوئی حرج نہیں۔ ٢٨٤

فاسق کی امامت کو نادرست کہنا صحیح نہیں، ہاں اس کی امامت گناہ ہے۔ ٢٨٤

موہوب لہٗ مذکور کو بطورِ ایفائے وعدہ ایصالِ ثواب کرتے رہنا چاہیے۔ ٢٨٤

مرض الموت میں مہر معاف کرنے کا سوال۔ ٢٨٥

مرض الموت میں مہر معاف کرنے کے لئے ورثاء کی رضامندی ضروری ہے، ان کی رضا کے بغیر معاف نہ ہوگا۔ ٢٨٥

رضا کے لئے تمام وارثوں کا عاقل بالغ ہونا ضروری ہے۔ ٢٨٥

مہر میں شوہر کے علاوہ ورثاء کا حصہ نصف یا تین رُبع ہے۔ ٢٨٥

خزانۃ المفتین، نہر الفائق، عقود الدریہ، جامع المضمرات اور عالمگیری سے مسئلہ کی جزئیات۔ ٢٨٥

ظہورن کی زمین پر ان کے داماد عبدالوہاب خاں نے مشترکہ سامان سے دو دکانیں بنوائیں، ایک چھوٹی اور ایک بڑی، اور دکانوں کے اوپر اپنے صَرفِ خاص سے بالاخانہ بنوایا، پھر ظہورن نے بڑی دکان کسی کو ہبہ کی اور عبدالوہاب نے چھوٹی دکان اور بالاخانہ کسی اور کو ہبہ کیا، ہبہ صحیح ہوا کہ نہیں۔ ٢٨٦

زمین ظہورن کی عملہ میں وہ اور داماد دونوں شریک اور بالاخانہ دونوں کا۔ ٢٨٧

صورتِ مسئولہ میں ہبہ صحیح نہ ہونے کے وجوہ کی تفصیل، اور ہر وجہ کی عقود الدریہ، ہندیہ، مفتی المستفتی، وجیز امام کردری، حاشیہ حامدیہ سے تلخیص۔ ٢٨٧

حکم مسئلہ کا خلاصہ۔ ٢٩٠

نابالغوں کے ساتھ بالغ لڑکی کو ہبہ میں شریک کرنا ضروری ہے یا نہیں۔ ٢٩٠

اگر اسکے جہیز میں اتنا دے چکا جو نابالغوں کے حصہ کے برابر ہو تو شرکت ضروری نہیں ٢٩١

حدیث مبارک کل بنیك نحلت مثل ھذا کا مطلب۔ ٢٩١

شئے موہوب میں استحقاق مانع ہبہ ہے یا نہیں۔

استحقاق مقارن مانع ہے اور استحقاق طاری مانع صحت نہیں۔ ٢٩١

استحقاق مقارن اور استحقاق طاری کی تفصیل۔ ٢٩١

Marfat.com

عالمگیری سے مسئلہ کا جزئیہ۔ ۲۹۲
ایک شخص نے اپنی دو بیویوں کے حق میں تحریر لکھی
کہ میری کل جائداد موجودہ اور آئندہ آدھی آدھی ان
دونوں کی ہے، اس کے متعلق سوال۔ ۲۹۲
مصنف کی تحقیق کہ اس عبارت سے نہ اقرار
ثابت نہ وصیت، صرف ہبہ ممکن ہے وہ بھی
بوجوہ باطل ہے۔ ۲۹۲
وجوہ بطلان کی توضیح۔ ۲۹۳
وصیت مان کر بھی حکم مسئلہ کا بیان۔ ۲۹۳
بحالت قرض جائداد منقولہ کا ہبہ صحیح ہے ۲۹۳
عالمگیری سے جزئیہ کی تخریج۔ ۲۹۳
سند معافی کے ہبہ ہونے نہ ہونے، اور ہبہ
بلا قبضہ سے سوال۔ ۲۹۴
معاف ہونا الفاظ ہبہ سے نہیں۔ ۲۹۵
معافی کا تعلق عیون سے نہیں دیون سے ہے ۲۹۵
درمختار، وجیز کردری اور عالمگیری سے سند مسئلہ ۲۹۵
عطا شدہ کا لفظ الفاظ ہبہ میں سے ہے۔ ۲۹۶
اقطاع کا مطلب تملیک جائداد نہیں بلکہ
محصول کی معافی ہے۔ ۲۹۷
مال مقطوع میں وارثوں کا کوئی حق نہیں رہتا۔ ۲۹۷
والد کے حق میں ہبہ مکمل ہوجانے کے بعد
واہب اس کو موہوب لہ کی اولاد کے حق میں
منتقل نہیں کرسکتا۔ ۲۹۸
تراضی یا قضاء قاضی سے ہبہ فسخ
ہوسکتا ہے۔ ۲۹۸

صحت ہبہ کے لئے قبضہ ضروری ہے۔ ۲۹۹
حکم مسئلہ کہ صورت مسئولہ میں لڑکے کے لئے
ہبہ صحیح نہیں۔ ۲۹۹
ہبہ بلا قبضہ اور تخلیہ کے تحقق سے سوال۔ ۲۹۹
سوال میں اس امر کی کوشش کہ صورت مسئولہ
میں تخلیہ متحقق ہے۔ ۲۹۹
عدم تخلیہ کی بحث اور دلیل۔ ۳۰۰
عدم تخلیہ کے دلائل کا جواب اور تخلیہ کا
ابرام۔ ۳۰۰
ملک ہندہ ان نقود میں بالکل ثابت نہیں۔ ۳۰۹
سائل کی اس دلیل پر تنقید کہ جہیز کی فہرست
جب شوہر یا اس کے سرپرستوں کو دی گئی تو یہ
قبول فضولی ہوا جو ہندہ کی رضا پر موقوف ہوگا،
اور ہندہ کی رضا ظاہر ہے، لہٰذا ایجاب و
قبول متحقق ہوا۔ ۳۰۹
ہبہ کو موہوب لہ کی ملک ہونے کے لئے قبول
شرط ہے، اور مجلس عقد میں قبضہ بلا اجازت
اور بعدہ قبضہ با اجازت اس کے قائم مقام ہے ۳۱۰
صورت مسئولہ میں سائل کی اٹھائی ہوئی اور
بحثیں بے فائدہ ہیں، ہاں تخلیہ کے ثبوت
اور عدم ثبوت کی بحث مفید ہے۔ ۳۱۰
تخلیہ قبضہ تام کے قائم مقام ہے۔ ۳۱۰
قاضی خان اپنی تحریر میں اس قول کو مقدم
کرتے ہیں جو راجح اور اظہر ہے۔ ۳۱۱
مصنف کا فیصلہ کہ سوال کی تحریر سے تخلیہ مطلوبہ

Marfat.com

ثابت نہیں۔ ٣١١

بحر الرائق، شامی، قاضی خان، عالمگیری سے
تخلیہ مطلوبہ کی تحقیق۔ ٣١١

"ش" اور "بحر" کے سہو کی طرف اشارہ۔ ٣١٢

تخلیہ کے لئے ضروری ہے کہ مخلی مخلی لہ کو خذ
یا کوئی ایسا لفظ کہے جو اس کے معنی ادا کرے۔ ٣١٢

قاضیخان کی تعریف تخلیہ کو اکثری بتانا غلط ہے ٣١٢

قاضیخان، ظہیریہ، ہندیہ، بحر الرائق اور شامی
سے اس امر کی تصریح کہ اقبضہ نہ کہا تو تخلیہ
صحیح نہیں۔ ٣١٣

قاضی خان، بحر الرائق، ذخیرہ، عالمگیری سے
اس امر کی تصریح کہ یہ بھی کہنا ضروری ہے کہ
یہ چیز قبضہ کرلے۔ ٣١٣

قاضی خان، اجناس، شرح المجمع، غمز العیون،
بصائر، بحر الرائق میں اس کو ایک مستقل شرط
شمار کیا۔ نہر الفائق، درمختار، ہندیہ، حاشیہ
طحطاوی، شامی میں اس کو مقرر رکھا۔ امام
ناطفی، ابن فرشتہ اور حموی نے تائید کی قاضیخان
نے اس کو امام اعظم کا قول بتایا۔ ٣١٣

تخلیہ کی شرائط ثلثہ۔ ٣١٤

عبارات علماء میں جہاں مطلقاً تخلیہ مذکور ہے،
یہ شرط ضرور ملحوظ ہے۔ ٣١٥

نصوص صریحہ کے خلاف روایت شاذہ نامقبول
اور روایت مطلقہ مقیدہ پر محمول۔ ٣١٦

تسلیم حقیقی کی صورت میں البتہ خذ کہنا
ضروری نہیں۔ ٣١٦

لفظ ترا اور تراست کا فرق۔ ٣١٦

اقرار کو انشاء کے معنی میں لینا مجاز ہے جو
بے ضرورت ممنوع ہے۔ ٣١٦

سائل کی اس دلیل کا جواب کہ اقرار کو انشائ کے
معنی میں نہ لیا جائے گا تو کلام لغو ہوگا۔ ٣١٧

صحت اقرار کے لئے مطلقاً کسی سبب کا وجود
ضروری ہے کسی خاص سبب کا نہیں۔ ٣١٧

مقر کے لئے اس کا بیان بھی ضروری نہیں۔ ٣١٨

ان استثنائی صورتوں کا بیان جہاں صحت اقرار
کے لئے سبب صالح پر عمل کرنا ضروری ہے،
اگر مقر نے اس کا بیان نہ کیا ہو۔ ٣١٨

اقرار کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ مقر لہ کی
ملک مقر کی جانب سے ہو۔ ٣١٨

اقرار کو اثبات اور انشاء ماننے کی صورت میں
دور لازم آئے گا۔ ٣١٩

تخلیہ کی شرط ثالث کا مفاد۔ ٣١٩

کتب فقہ سے مسئلہ کے جزئیات۔ ٣٢٠

مسئلہ مسئولہ میں تخلیہ مکمل نہ ہونے کی تصریح
اور بطلان ہبہ کا حکم۔ ٣٢٠

القول بموجب العلۃ۔ ٣٢٠

عدم تخلیہ کی تین دلیلیں۔ ٣٢١

اصل مسئلہ اور اس کے متعلقات کا حکم اور
مسائل کے جزئیات۔ ٣٢٢

ہبہ بالعوض کے حیلہ کا سوال۔ ٣٢٥

Marfat.com

صورت مسئولہ میں ہبہ بالعوض باطل اور جائداد ترکہ ہے۔ ۳۲۵

اپنی اولاد کے نام مرض الموت میں ہبہ بالعوض بیع ہے اور ایسی بیع بے اجازت ورثہ باطل ہے ۳۲۶

درمختار سے مرض الموت کی تشریح، اور عالمگیری سے مرض الموت کی بیع بدست ورثہ کا جزئیہ۔ ۳۲۶

زرثمن کے ابراء یا ہبہ سے سوال۔ ۳۲۷

ابراء اور ہبہ کا فرق اشباہ سے اس کا جزئیہ۔ ۳۲۸

نابالغ اولاد کے نام جائداد خریدنے کا سوال۔ ۳۲۸

نابالغ کے نام سے ایجاب وقبول ہوا تو بیع اس کے نام واقع ہوئی، والد کا زرثمن دینا تبرع ہے۔ ۳۲۸

اگر معاملہ بیع میں بچوں کا نام نہ تھا تو بیع والد کے نام ہوئی، اور لڑکوں کا نام لکھوانا ان کے نام ہبہ ہوا۔ ۳۲۹

نابالغ اولاد کے لئے ہبہ میں قبول یا قبضہ اولاد کی ضرورت نہیں؛ اور اس صورت میں شیوع بھی مضر نہیں۔ ۳۲۹

تنخواہ کے ہبہ، قبول ہبہ، ہبہ ووصیت مشترکہ، ایک ساتھ تنخواہ اور جائداد کا ہبہ ہبہ کی ہوئی شئ کا دوسرے کو ہبہ، ان امور سے سوال۔ ۳۳۰

تنخواہ آئندہ کا ہبہ باطل ہے۔

تمام وارثوں کا قبول ضروری نہیں، اپنا قبضہ ہٹا کر موہوب لہ کا قبضہ دلانا ضروری ہے۔ ۳۳۱

ہبہ اور وصیت دونوں ساتھ ساتھ ہوسکتے ہیں ۳۳۱

تنخواہ کا باطل، ملک خاص کا ہبہ صحیح۔ ۳۳۱

رجوع ہبہ کے لئے تراضی طرفین یا حکم قاضی ضروری ہے۔ ۳۳۲

ایک ایسی صورت کا سوال جس میں ہبہ بالعوض اور بیع دونوں کا احتمال ہے۔ ۳۳۲

لڑکے کے نام مکان بیع کیا تو باپ کو فسخ کا اختیار نہیں۔ ۳۳۲

لڑکے کو مکان ہبہ کرکے قبضہ تام دلا دیا تو باپ کو رجوع کا حق نہیں،

محرمیت موانع رجوع سے ہے۔ ۳۳۳

دھوکہ سے رجوع کرلیا تو معاوضہ واپس کرنا ہوگا۔ ۳۳۳

لڑکے کو مکان ہبہ کیا، سرکاری کاغذات میں نام درج کرایا۔ کرایہ نامہ لڑکے کے نام سے بناتا رہا، جب ضرورت پڑی اس مکان کو اپنی جائداد سے خارج دکھایا، البتہ مکان کی آمدنی کا جز حصہ لڑکے سے لے کر گھر خرچ میں صرف کرتا رہا، بعد وفات واہب لڑکوں کا بیان ہے کہ والد نے مصلحتاً یہ مکان اس لڑکے کے نام لکھا تھا مکان کس کا ہوا۔ ۳۳۳

لڑکے کے نام رجسٹری کراکر داخل خارج کرادینا اور لڑکے کا تصرف دلیل تملیک ہے۔ ۳۳۴

حدیث مبارک "لو یعطی الناس بدعوتھم" کی تقریر۔ ۳۳۴

تمامی ہبہ کے بعد والد کو رجوع کا حق نہیں۔ ۳۳۴

Marfat.com

دعویٰ بلا بینہ مقبول نہیں۔ ۳۳۴
بلا تقسیم جائداد دو لڑکوں کے نام ہبہ کرنے کا سوال۔ ۳۳۵
والد اپنی زندگی میں بعض اولاد کو ہبہ صحیح کر دے تو وہ مالک ہو جائیں گے۔ البتہ دیگر وارثوں کو محروم کرنے کی وجہ سے یہ گنہگار ہوگا۔ ۳۳۵
نابالغ کا نفقہ اس کے مال سے ادا کیا جائے اور فقیر باپ بھی بقدر کفایت اس کے مال سے کھا سکتا ہے۔ ۳۳۶
فقیر میت کا کفن اس کے مالدار وارثوں پر ہوگا۔ ۳۳۶
ماں اپنی زندگی میں تمام اولاد کو برابر دے گی البتہ مرنے والے کا اس جائداد میں کوئی حصہ نہ ہوگا ۳۳۶ حصہ میں کمی بیشی دوسری اولاد کی رضا سے ہو سکتی ہے۔ ۳۳۶
(۱) نابالغوں کے باپ کے ہوتے ہوئے نانی کا ولی بن کر قبضہ کرنا جائز ہے یا ناجائز۔ ۳۳۷
(۲) پوتی کی ماں کی موجودگی میں دادی کی ولایت صحیح ہے یا نہیں۔ ۳۳۷
(۳) واہب کے مکان موہوبہ میں سکونت کرتے ہوئے موہوب لہٗ کا قبضہ تام ہوتا ہے یا نہیں۔ ۳۳۷
(۴) شئی موہوب کے جزء حصہ پر قبضہ تمامیت ہبہ کے لئے کافی ہے یا نہیں۔ ۳۳۷
(۵) شئی موہوب کے جزء حصہ پر واہب اور بقیہ پر کرایہ داروں کا قبضہ ہبہ میں مخل ہے یا نہیں۔ ۳۳۸
صورت مسئولہ میں ہبہ باطل ہے۔ ۳۳۸
(۱) مرض الموت کا ہبہ حکماً وصیت اور حقیقۃً ہبہ ہے اور قبضہ تام سے پہلے واہب کی موت سے باطل ہو جاتا ہے۔ ۳۳۸
جائداد قابل قسمت کا دو شخصوں کو ہبہ مشاع ناجائز ہے۔ ۳۳۹
ہبہ مشاع میں تقسیم سے پہلے واہب کا انتقال مبطل ہبہ ہے۔ ۳۳۹
(۲) نابالغ نواسی نانی کے قبضہ میں ہو تو صحت ہبہ کے لئے نانی کا قبضہ کافی ہے، ہاں اس کے قبضہ میں نہ ہو تو باپ کے ہوتے ہوئے اس کا قبضہ کافی نہیں۔ ۳۳۹
(۳) جو بچہ ماں کی پرورش میں ہو اس کے ہبہ پر دادی کا قبضہ صحیح نہیں۔ ۳۴۰
(۴) شئے موہوب واہب کی ملک سے مشغول ہو تو ہبہ صحیح نہیں۔ ۳۴۱
(۵) دو موہوب چیزوں میں ایک پر قبضہ تامہ اس کے ہبہ کو مکمل کر دیتا ہے۔ ۳۴۱
مشترکہ چیز کے جزء حصہ پر قبضہ قبضہ صحیح نہیں۔ ۳۴۱
ایک ایسی صورت کا سوال وجواب، جس میں ہبہ اور بیع دونوں کا احتمال ہو۔ ۳۴۲
ہبہ میں موہوب کا واہب کے ملک میں مشغول ہونا تمامیت قبضہ کے منافی ہے۔ ۳۴۳
نابالغوں کے نام بیع اور ہبہ کا احتمال رکھنے والی صورت سے سوال وجواب۔ ۳۴۴

Marfat.com

دو مکان دو لڑکوں کے نام ہبہ کیا دونوں قابلِ تقسیم ہوں تو ہبہ مشاع ہوا۔ ۳۴۵

ہبہ مشاع میں اولاد کے صغیر و کبیر ہونے سے فرق نہیں پڑتا۔ ۳۴۵

متولی جائداد موقوفہ اور وکیل ملک موکل کو اپنی ملک کہہ سکتا ہے اور اس سے وہ جائداد وقف یا ملک موکل ہونے سے نہیں نکلے گی۔ ۳۴۵

لڑکی کے والد نے مہر معاف کیا تو کب معاف ہوگا اور کب نہیں۔ ۳۴۶

برتن پر لڑکے کا نام کندہ کرا کے کہنا یہ لڑکے کے ہیں، ہبہ ہوگا یا نہیں۔ ۳۴۷

ہبہ کے ایک سوال پر مصنف کی آٹھ تنقیحیں۔ ۳۴۷

بالغ لڑکا شئی موہوب پر قبضہ کرے تو ہبہ تام ہے ہبہ بالجبر صحیح نہیں۔ ۳۴۸

لڑکی کے جہیز میں دینے کی نیت سے زیور بنوانے کا سوال۔ ۳۴۸

خالی نیت وارادہ بلکہ اس کا اظہار بھی ہبہ نہیں۔ ۳۴۸

لڑکی بالغ ہو تو زیور بنوا کر الفاظِ تملیک کہنا بھی بے قبضہ بیکار ہے۔ ۳۴۹

نابالغ لڑکی کے لئے زیور بنوا کر کہا کہ یہ اس کے لئے بنوایا یا اس کو مالک کیا تو ہبہ مکمل ہوگیا۔ ۳۴۹

زندگی میں اولاد کے درمیان ہبہ میں تفریق سے سوال۔ ۳۵۰

جس کو ترجیح دی گئی اگر کوئی فضل دینی رکھتا ہو تو حرج نہیں ورنہ ظلم ہے۔ ۳۵۰

یہ حکم دیانۃً ہے قضاءً بقیہ اولاد کو مطالبہ کا حق نہیں۔ ۳۵۰

ترکہ مشترکہ کے ہبہ سے سوال۔ ۳۵۰

غیر قابلِ قسمت چیز میں اگر کسی شریک نے اپنا حصہ ہبہ کر دیا تو ہبہ صحیح ہے۔ ۳۵۱

غیر قابلِ قسمت چیز کسی شریک نے پوری ہبہ کر دی، اور شرکاء عاقل بالغ ہوں تو اپنے حصہ کا ہبہ ہوگیا، اور بقیہ کا اجازت پر موقوف رہا۔ اور نابالغ ہوں تو ہبہ باطل ہے۔ ۳۵۱

قابلِ قسمت شئی کسی شریک نے پوری ہبہ کر دی تو ہبہ فضولی کا حکم ہوگا (اور کوئی نابالغ ہو تو کل ہبہ باطل)۔ ۳۵۱

کوئی وارث کسی وارث کو اپنے اختیار سے محروم نہیں کر سکتا۔ ۳۵۱

شوہر جو زیور یا لباس عورت کو دیتا ہے اس کا کیا حکم ہے۔ ۳۵۲

جو استعمال کے لئے دیا وہ شوہر کی ملک ہے، اور جس میں تملیک ہو وہ ہبہ ہے، اور عورت کے قبضہ کے بعد اس کی ملک ہے۔ ۳۵۲

زوجیت بھی موانع رجوع سے ہے۔ ۳۵۲

شوہر نے عورت کے جہیز کے زیور میں فاضل سونا شامل کیا، یہ دلیلِ تملیک ہے۔ ۳۵۲

جہیز عورت کی ملک ہے۔ ۳۵۲

Marfat.com

مشاع کی تعریف اور اس کی مختلف صورتیں۔ ۳۵۲
زوجہ کو تحفہ دینے سے متعلق سوال۔ ۳۵۲
جو چیز تملیکاً دی اور موہوب لہ نے قبضہ کرلیا وہ اس کی ملک ہے، تملیک کا ثبوت صراحۃً اور دلالۃً ہر طرح ہوسکتا ہے۔ ۳۵۳
ہبہ بلا قبضہ اور بعد قبضہ نیز ہبہ مشاع سے۔ ۳۵۴
متبنّٰی بنانا شرعاً کچھ نہیں۔ ۳۵۵
ہبہ کا ثبوت صرف تحریر سے ہی نہیں۔ ۳۵۵
ہبہ مشاع بلا تقسیم و قبضہ تام نہیں۔ ۳۵۵
قبضہ سے پہلے احد المتعاقدین کی موت ہبہ کو باطل کردیتی ہے۔ ۳۵۵
اولاد میں ترجیحی سلوک سے سوال۔ ۳۵۶
بلا سبب شرعی ترجیح ظلم ہے، ہاں مالک کا تصرف قضاءً نافذ ہے۔ ۳۵۶
بعد موت لڑکی کا نصف اور لڑکے کا پورا، لیکن زندگی میں دونوں کو برابر دینے کا حکم ہے۔ ۳۵۶
کیا فاسق و فاجر لڑکے کو محروم الارث کیا جاسکتا ہے ۳۵۸
ہبہ مشاع کا سوال و جواب۔ ۳۵۸
لاہور سے ایک شخص کا اعلحضرت کے حضور اظہارِ عقیدت و نیازمندی۔ ۳۵۹
رجوع عن الہبہ کا ایک سوال۔ ۳۶۰
ہبہ میں قبضہ صحیحہ کی تفصیل۔ ۳۶۱
بعد قبضہ موانع رجوع کا بیان۔ ۳۶۱
نابالغ کے ہبہ کے لئے اس کا قبضہ ضروری نہیں۔ ۳۶۱
مسائل کے جزئیے درمختار، شامی اور جدالممتار سے ۳۶۱
ہبہ سے رجوع، براءعن العین اور تمادی کا سوال۔ ۳۶۲
جواب بہاولپور۔ ۳۶۳
جواب دیوبند۔ ۳۶۹
سوال سے متعلق تفصیلات کہ اس علاقہ کے علماء حکم مسئلہ میں مختلف، دیوبند کا جواب مختصر اور مہمل ہے، مقدمہ کچہری میں پیش ہے، اور مرجع جواب آپ ہیں۔ ۳۷۰
مشاع قابلِ قسمت میں ہبہ باجماع علماء غیر نافذ ہے صرف امام شافعی کو اس سے اختلاف ہے البتہ امام صاحب کے نزدیک وقت قبضہ شیوع مانع عقد ہے، اور صاحبین کے نزدیک وقت عقد اور قبضہ دونوں ہوں تب۔ ۳۷۱
اگر صرف وقت عقد شیوع ہو تو بالاتفاق عقد جائز ہے۔ ۳۷۲
عقد کے وقت شیوع نہ ہو قبضہ کے وقت ہو یہ امام کے نزدیک ناجائز اور صاحبین کے نزدیک جائز، اس کی مثال۔ ۳۷۲
عقد اور قبضہ دونوں کے وقت شیوع ہو۔ یہ بالاتفاق جائز ہے۔ ۳۷۳
مسئلہ دائرہ یہی تیسری صورت ہے، اور ہبہ ناجائز میں رجوع کا حق ثابت ہے۔
ظاہر الروایہ اور اصل مذہب بلکہ امام کا قول یہی ہے کہ ہبہ فاسد بعد قبضہ بھی مفید ملک نہیں، ایسے قبضہ کو مفید ملک خبیث ماننا بعض

Marfat.com

مشائخ کا قول ہے جس کا اعتبار نہیں۔ ۳۷۳
شامی، حامدیہ، تاجیہ، جوہرہ اور بحر سے
تائید مزید۔ ۳۷۴
ایسے ہبہ میں موہوب لہٗ کا تصرف نافذ نہ ہوگا،
اور واہب کو رجوع کا حق رہے گا۔ ۳۷۴
جن لوگوں کے نزدیک ہبہ فاسد میں ملک
خبیث حاصل ہوتی ہے، ان کے نزدیک بھی
ایسے ہبہ میں واہب کو رجوع کا حق حاصل رہتا
ہے اور موانع رجوع کا بھی کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ۳۷۵
ہبہ فاسد میں شئے موہوب موجود ہو تو موہوب لہٗ
کو اس کے رد کا حکم ہے اور ہلاک کے بعد
ضمان واجب ہوتی ہے۔ ۳۷۵
ردالمحتار سے مسئلہ کی مزید تائید۔ ۳۷۵
اعیان سے ابراء قضاءً نافذ ہوتا ہے دیانۃً
نہیں، اس کا مفاد یہ ہے کہ قاضی اس شئی
کے بارے میں برأت کرنے والے کا دعویٰ نہیں
سُنے گا، نہ یہ کہ دیانۃً بھی اس کا حق ختم ہوگیا۔ ۳۷۶
صورت مسئولہ میں ابراء ابتدائی نہیں، ہبہ
فاسدہ کی بناء پر ابراء ہے تو یہ ابراء بھی
فاسد ہے۔ ۳۷۶
ابراء ابتدائی بھی شئی مملوکہ غیر متنازعہ میں
کالعدم ہے۔ ۳۷۷
مسائل تمادی کا بیان۔ ۳۷۸
تمادی کا حکم بھی قضاءً ہے دیانۃً نہیں، یہ
حکم "الحق لایسقط ولو تقادم الزمان"
کے معارض نہیں ہوسکتا۔ ۳۷۸
فتویٰ دیوبند کی تجہیل۔ ۳۷۸
تمادی کا مسئلہ بھی اس وقت ہے جب مدعا علیہ
ملک مدعی کا منکر ہو، اقرار کی صورت میں
تمادی نہیں۔ ۳۷۹
قاضی کو ایسے مقدمات کی سماعت منع ہو تو امیر
خود مقدمہ کی سماعت کرے۔ ۳۸۲
عہد قضاء زمان، مکان، اور خصوصیت کے
ساتھ خاص ہوسکتا ہے۔ ۳۸۲
امر سلطانی کے بعد مباح واجب ہوجاتا ہے۔
اپنی زندگی میں لڑکے کو کل جائداد ہبہ کردی
تو عورت کا مہر کس کے ذمہ ہے۔ ۳۸۳
صحت ہبہ کے لئے تین شرط ہے، شئی موہوب
مشاع نہ ہو، عقد ہبہ متحقق ہو، شئی موہوب
پر موہوب لہٗ کا قبضہ صحیح ہو۔ ۳۸۳
یہ ہوچکا ہو تو مہر یا کسی قرضہ کا مطالبہ بھی جائداد
پر نہ ہوگا ورنہ وہ ترکہ ہوگا، اور وصیت اور
قرض جاری کرنے کے بعد جو بچے اس میں میراث
جاری ہوگی۔ ۳۸۳
مرض الموت کے ہبہ کا سوال۔ ۳۸۴
مرض الموت کا ہبہ حقیقۃً ہبہ ہے لہٰذا
غیر مشاع ہونا اور قبضہ شرط ہے، اور حکماً
وصیت اس لئے ثلث سے زائد میں، ورثاء
کی رضا ضروری ہے۔ ۳۸۵
عالمگیری، قاضیخان وغیرہ سے سوال میں جو

Marfat.com

عبارتیں درج ہیں ان کا یہی مطلب ہے۔ ۳۸۶

شوہر نے زمین عورت کے نام کر دی اور اس پر عملہ بنا دیا، کب زمین یا عملہ عورت کے لئے ہبہ ہوگا اور کب نہیں۔ ۳۸۷

عورت کو قبل نکاح کچھ دینے اور بعد نکاح دینے کا حکم، اور کب رجوع عن الہبہ کا حق ہے اور کب نہیں۔ ۳۸۸

شئی موہوب میں موہوب لہٗ کے تصرفات نافذ ہونے کا بیان۔ ۳۸۹

عورت کو جائداد مہر کے عوض میں دے دی اس کی موت کے بعد اولاد ہونے کی صورت میں شوہر چہارم کا وارث ہوگا۔ ۳۸۹

ہبہ کی صحت اور عدمِ صحت کا سوال۔ ۳۸۹

ہبہ بلا قبضہ میں موہوب لہٗ شے موہوب کا مالک نہیں ہوتا۔ ۳۹۰

ماں کے ترکہ میں ایک لڑکے کی موجودگی میں لڑکی کا حصہ ایک ثلث ہے۔ ۳۹۰

قبضہ صحیح اور غیر صحیح کا بیان، اور دونوں کا حکم۔ ۳۹۰

جس کا کوئی شرعی وارث نہ ہو وہ اپنا کل مال یتیم کو دے سکتا ہے۔ ۳۹۰

بہن نے بھائی کے لڑکے کو ہنسلی اور کھنڈوے دیے، کب وہ صرف بیوی کی طرف سے ہوئے اور کب میاں بیوی میں مشترک۔ ۳۹۱

بھائی نے بہن کو دو بھینسیں دیں، وہ صرف بہن کی ہوئیں، بہنوئی کا اس میں کچھ نہیں، اور میاں بیوی میں غایت انبساط کی وجہ سے اس کا کوئی حساب نہیں کہ کس نے کتنا چارہ دیا اور کس نے کتنا گھی اور دودھ کھایا۔ ۳۹۱

نابالغ پوتوں کے لئے ہبہ مشترک کا سوال۔ ۳۹۱

نابالغ پوتے فقیر ہوں تو ہبہ مشاع صحیح ہے، اور دادا کا قبضہ نابالغ پوتوں کا قبضہ ہے۔ ۳۹۲

دونوں یا کسی ایک کے غنی ہونے کی صورت میں شیوع کی وجہ اسے امام اعظم کے نزدیک ہبہ باطل ہے۔ ۳۹۲

فتویٰ قول امام پر ہوتا ہے۔ تفصیل مصنف کے رسالہ اجل الاعلام پر منقول۔ ۳۹۳

تجنیس سے تائید مزید۔ ۳۹۳

معاملات میں قول امام ابو یوسف پر فتویٰ ہونے کی بات صحیح نہیں۔ ۳۹۳

مسائلِ وقف میں ایسا کہا گیا مگر وہ بھی مطلق نہیں۔ ۳۹۳

اعطائے قاعدہ اور بیان واقعہ میں فرق ہے ۳۹۳

کھاتے میں کبھی رقم اپنے نام اور کبھی لڑکوں کے نام اور کبھی مشترکہ جمع کی اس کی ملکیت ہے۔ ۳۹۳

جو رقم نابالغ لڑکے کے نام جمع کی وہ اس کی ہوگئی، اور جو رقمیں بالغ کے نام بے قبضہ جمع کیں یا مشترکًا بالغ نابالغ یا دونوں نابالغ یا دونوں بالغ کے نام جمع کیں سب زید کا ترکہ ہے۔ ۳۹۴

Marfat.com

کوئی شخص اپنی ملک میں مستقل تصرف کا کب مجاز ہے اور کب نہیں۔ ۳۹۴
مسئلہ کی پندرہ صورتوں کا بیان، حکمِ قضا اور دیانت کی تفصیل اور اختلافِ ائمہ کی تشریح۔ ۳۹۵
متعدد کتب فقہ سے مسائل کی جزئیات کا بیان۔ ۳۹۶

کتاب الاجارۃ

کاشتکار جس کا صرف زبانی استعفاء قانوناً معتبر نہ ہو، اور جس سے یہ مزید کہہ دیا ہو کہ تم کاشت کرو یا نہ کرو لگان دینا ہوگا، اگر صرف زبانی استعفاً دے کر کاشت چھوڑ دے لگان دینا ہوگا۔ ۴۰۶
یومیہ مزدوری اور ٹھیکہ کے کام میں جو کمی اور بیشی ہوتی ہے اس سے سوال۔ ۴۰۶
معتدل کام کرنے کا اعتبار ہے، سُست کرے گا تو گنہ گار ہوگا، اور کام سے زائد جو پیسہ لیا وہ واپس کرے۔ ۴۰۷
مالِ حرام کے مصرف کا بیان ۴۰۷
اجیر کی حفاظت میں گم ہوئے مال کے تاوان کا سوال۔ ۴۰۷
صورتِ مسئولہ میں اجیر پر تاوان ڈالنا جائز نہیں۔ وقایہ، اصلاح، تنویر، نقایہ، ملتقٰی، کنز، غرر، منح الغفار، خانیہ، خلاصہ، بزازیہ، جامع الفصولین اور ہندیہ سے مسئلہ کا جزئیہ، اور یہ تصریح کہ اجیر مشترک امین ہے، اس کے قبضہ سے کوئی چیز بے اس کے فعل کے گم ہو گئی تو تاوان نہیں۔ ۴۰۷
مال جب اجیر مشترک کے پاس سے بے اس کے فعل کے ضائع ہوجائے، اگرچہ اس سے احتراز ممکن ہو، اقوالِ علماء بحد مختلف ہیں مگر امام اعظم کا قول ہے کہ تاوان واجب نہیں۔ قاضی شریح وغیرہ ۹ ائمہ کا یہی مذہب ہے۔ ۴۰۸
امام شافعی، امام احمد، امام محمد، فاروق اعظم، مولا علی رضوان اللہ تعالٰے علیہم اجمعین سے بھی اسی قسم کی روایت آئی۔ ۴۱۰
بعض علماء سے اسی قول پر اجماع نقل ہوا۔ ۴۱۰
قاضی شریح مولا علی کے قاضی تھے ہمیشہ اسی پر حکم دیتے ہزارہا صحابہ مجلس میں ہوتے کوئی انکار نہ کرتا۔ ۴۱۰
امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کی روایت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کی۔ ۴۱۰
مزید ۱۰ متون اور فتاوٰی کا حوالہ ۴۱۱
۱۵ اماموں کا فتوٰی ۴۱۱
اسی کے راجح ہونے پر پندرہ کتبِ فقہ کا حوالہ ۴۱۱
یہی ہدایہ کا مقتضٰی، امام سے ظاہر الروایہ، عام معتبرات میں اسی پر فتوٰی، اصحابِ متون نے اسی پر جزم کیا۔ ۴۱۱
مذکورہ بالا حوالہ کی نقل اور سند۔ ۴۱۱
امام صاحب کے قول کے راجح ہونے کے وجوہ۔ ۴۱۱
مطلقاً اختلاف فتوٰی مستلزم تعادل اقوال وفتوٰی نہیں۔ ۴۱۱
ترجیح اولٰی، متون نے اس پر جزم کیا، اور

Marfat.com

متون فتاویٰ اور شروح پر مقدم ہیں۔ ۴۱۴
بحرالرائق، شرح اشباہ بیری اور شامی سے مسئلہ کی تصریح۔ ۴۱۴
دوسری ترجیح یہ قول امام ہے اور بلا ضرورت و ضعف حجت قولِ امام سے عدول جائز نہیں۔ ۴۱۵
بحرالرائق اور فتاویٰ خیریہ سے مسئلہ کی تائید۔ ۴۱۵
ترجیح ثالث، جمہور صحابہ و تابعین کا یہی قول ہے ۴۱۶
ترجیح رابع، اس بارے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث مروی ہے۔ ۴۱۶
ترجیح خامس، قول امام پر فتویٰ دینے والے ائمہ بالاتفاق ائمہ ترجیح و افتاء ہیں۔ ۴۱۶
قول صاحبین پر فتویٰ ابہام و انکار کے ساتھ ہوا۔ ۴۱۷
عینی شرح کنز، خلاصہ، بزازیہ سے اس ابہام کی تائید۔ ۴۱۷
امام زیلعی ان ائمہ کے ہمسر نہیں جو قولِ امام پر فتویٰ دیتے ہیں۔ ۴۱۷
امام فخر الدین اوزجندی کے صاحب ترجیح ہونے پر فتاویٰ خیریہ، تصحیح قدوری، غمز العیون، طحطاوی اور عقود الدریہ سے نقول۔ ۴۱۷
اس مسئلہ میں متاخرین اصحاب فتویٰ کا قول، اگر اجیر صالح ہو تو تاوان نہیں، اور خائن و دغاباز ہے تو نصف پر صلح کریں۔ ۴۱۸
خیریہ، حامدیہ، منح الغفار اور طحطاویہ و مجمع الانہر سے اس کی تائید۔ ۴۱۸
اس زمانہ کے لئے مصنف کے نزدیک یہ ایک عمدہ فیصلہ ہے۔ ۴۱۸
مولوی امیر احمد سہسوانی پر تعریض کہ ان کا اس قول کو غلط کہنا بغض و حسد ہے۔ ۴۱۹
تعلیم قرآن مجید پر اُجرت کے جواز کا حکم اور رسائل کی تائید و تصویب اور حاشیہ بحر سے اس کی تائید۔ ۴۲۰
معترض کی تجہیل اور اس پر زجر۔ ۴۲۱
معلّم قرآن کو للہ دینے کو حرام کہنا جہالت اور دین پر افتراء ہے۔ ۴۲۱
مسئلہ کا جواب ان احق ما اخذتم علیہ اجراً کتاب اللہ سے استدلال۔ ۴۲۲
زمینداروں کا اپنے علاقہ کے دریا اور تالابوں سے نصف نصف پر مچھلیاں پکڑوانا، مچھلیوں کو کسی کے ہاتھ فروخت کر دینا، گاؤں کی گھاس کو اپنی مملوک سمجھ کر بیچنا، جس میں آسامیوں کو اعتراض نہیں ہوتا۔ ۴۲۲
تالابوں سے مچھلیاں نصف پر شکار کروانا۔ ۴۲۲
مسئلہ کی تنقیح یہ تالاب زمینداروں نے اسی غرض کے لئے بنوائے ہیں یا نہیں۔ ۴۲۳
تالاب اسی غرض سے بنوائے ہوں یا مچھلیاں آنے کے بعد انھوں نے ایسا بند باندھا ہو کہ مچھلیاں نکل نہ سکیں، ان دونوں صورتوں میں زمیندار مچھلیوں کے مالک ہیں۔ ۴۲۳
اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو وہ مچھلیاں اباحتِ اصلی پر ہیں۔ ۴۲۳

Marfat.com

شامی اور فتح القدیر سے مسئلہ کا جزئیہ۔
جس صورت میں مچھلیوں کے مالک زمیندار ہوں،
پکڑنے والوں کو ان کی محنت کی اجرت مثل ملے گی جو
نصف مچھلیوں کی رقم سے زائد نہ ہوگی۔
اباحت کی صورت میں اگر زمیندار نے وقت متعین
کر کے ان کو اجیر رکھا ہو تو پکڑی ہوئی مچھلیاں سب
زمیندار کی۔
اجیروں کو اُجرت مثل ملے گی، اور وقت متعین نہ کیا ہو
تو مچھلیاں پکڑنے والوں کی ہوئیں اور زمینداروں کا
نصف لینا ظلم ہوگا۔
تنویر الابصار اور درمختار سے مسئلہ کا جزئیہ۔
ایسے تالابوں کی مچھلیاں بیچنا، یہاں بھی وہی تین
صورتیں ہیں۔
تیسری صورت میں کہ مچھلیاں زمینداروں کی نہیں،
ان کی بیع ناجائز اور وہ پکڑنے والوں کی ملک ہیں
پہلی دو صورتوں میں کہ مچھلیاں زمینداروں کی ہیں
اگر جال وغیرہ کے بغیر شکار ممکن تو بیع جائز
ورنہ ناجائز، اور بطلان بیع میں ائمہ کا اختلاف ہے
شیخ الاسلام و مشائخ بلخ اور اساتذہ امام سرخسی
وغیرہ ایک جماعت کے مذہب پر یہ بیع باطل
ہے، اور یہی امام ثلجی کا فتویٰ، یہی مختار ہدایہ، اور
یہی ظاہر الروایہ۔
ایسی صورت میں مچھلیاں زمینداروں کی اور قیمت
خریداروں کی، دونوں ایک دوسرے کو واپس
کریں، اور اگر خریداروں نے مچھلیاں خرچ کر دیں تو

۴۲۳ ان کی قیمت بازار بھاؤ سے ادا کریں، اور بیع دی ہو
تو وہ بیع زمینداروں کی اجازت پر موقوف ہوگی،
زمینداروں کو اختیار چاہے مچھلیاں واپس لیں چاہے
۴۲۴ یہ بیع فضولی جائز کریں۔ ۴۲۷
زمینداروں نے بیع جائز نہ کی تھی کہ مشتریان ثانی
نے مچھلیاں خرید کر دیں تو زمیندار دونوں مشتریوں میں سے
۴۲۵ جس سے چاہیں قیمت وصول کریں۔ ۴۲۸
بیع باطل ہونے کی صورت میں عوام پر بڑی دقتیں
لازم آتی ہیں۔ ۴۲۸
۴۲۵ امام صاحب اور امام محمد سے ایک روایت یہ
۴۲۵ کہ بیع فاسد ہوتی ہے۔ ۴۲۹
یہی قاضی اسبیجابی اور دیگر اساتذہ امام سرخسی
۴۲۶ اور امام ابوالحسن کرخی کا مختار، امام ابن ہمام نے
اسی کو ترجیح دی اور تنویر میں اسی کو مقدم رکھا۔ ۴۲۹
۴۲۶ یہی من حیث الدلیل اظہر ہے اس قول پر عقد
ناجائز و ممنوع اور قابل رد لیکن مچھلیاں جب
مشتریوں کے قبضہ میں آگئیں تو بیع صحیح ہوگئی۔ ۴۲۹
۴۲۶ دونوں قول قوت پر ہیں، دونوں طرف اصحاب
ترجیح و فتویٰ ہیں، پہلا قول من حیث الروایت
اقویٰ، دوسرا من حیث الدرایت اجلی، اول
پر دقتیں لازم اور ثانی پر سب مرتفع۔ ۴۳۱
۴۲۶ مسلمانوں پر آسانی کا حکم ہے لہذا دوسرا قول ہی
انسب اور ایسر ہے۔ ۴۳۱
(۲) بنجر زمین کی گھاس بیچنا، اگر زمینداروں نے
وہ گھاس اگائی اور خودرو کی دیکھ دیکھ اور نگرانی

Marfat.com

کرائی تو گھاس اس کی اور بیع جائز، ورنہ وہ گھاس سب کے لئے مباح، اور جو قیمت لوگوں سے وصول کی واپس کریں۔ ۴۳۲

بلا طلب نذرانہ رشد و ہدایت کا سوال۔ ۴۳۳

جو حقیقی شرک میں مبتلا ہو وہی شرک ہے۔ ۴۳۳

بدعت کی تعریف ۴۳۳

واعظ میں کیا کیا صفات ہونے چاہئیں۔ ۴۳۳

حقیقی واعظ اس زمانہ میں اولیاء میں سے ہے اس کی خدمت اللہ و رسول کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔ ۴۳۳

قبولیت تحفہ کی حدیث ۴۳۴

وعظ کو طلب دنیا کا ذریعہ بنانے پر سخت وعیدیں آئی ہیں۔ ۴۳۴

خلاصہ، تتارخانیہ اور عالمگیریہ سے مسئلہ کا جزئیہ۔ ۴۳۴

بعض علماء نے وعظ پر اجرت کو بھی بحکم ضرورت جائز رکھا۔ ۴۳۵

بیشتر کتابوں میں صرف تعلیم قرآن کا استثناء ہے۔ ۴۳۵

مجمع، ملتقی اور درالبحار میں اذان، اقامت اور وعظ کا اضافہ ہے۔ ۴۳۵

یہ متاخرین مشائخ بلخ کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے، علت سب کے نزدیک ضرورت ہے۔ ۴۳۶

مسئلہ وعظ کا جزئیہ قاضیخان سے۔ ۴۳۶

علمائے دین کی تحقیر کے احکام۔ ۴۳۷

ایام تعطیل کی تنخواہ کا سوال۔ ۴۳۸

تعطیل معہودہ کی تنخواہ دی جائے گی۔ ۴۳۸

تعطیلات مشروطہ کی تنخواہ تو ملنی ہی ہے، غیر مشروط کی تنخواہ بھی ملنی چاہئے۔ ۴۳۸

بے اطلاع فسخ اجارہ جائز نہیں عذر ظاہر مبین کی صورت مستثنیٰ ہے۔ ۴۳۸

رقم اجارہ کی وصولی پر ملازم مقرر کیا تو ملازم کے مصارف خوراک و تنخواہ کس پر ہیں، اور اگر مستاجرول سے بوقت اجارہ اس کی شرط کریں تو کیا حکم ہے ۴۳۹

ایسے ملازموں کی تنخواہ مستاجروں سے نہیں وصول کرسکتے، ہاں ان لوگوں نے بطور مہمان انھیں کھانا کھلا دیا تو حرج نہیں۔ ۴۴۰

حکم مباشر کی طرف منسوب ہوتا ہے مسبب کی طرف نہیں۔ ۴۴۰

قرضہ کی وصولی کے لئے مقدمہ کرنا پڑا مدعی صرفہ کا حق نہیں۔ ۴۴۰

اجارہ میں ایسی شرط لگانے سے اجارہ فاسد ہوتا ہے۔ ۴۴۰

حرام کی کمائی والوں کو مکان اجارہ پر دینا اور ان کے مال سے کرایہ وصول کرنا کیسا ہے۔ ۴۴۰

(۱) ایسوں کو مکان یا کھیت اجارہ پر دینا جائز ہے کہ معصیت ان کا فعل ہے۔ ۴۴۱

یہ مسئلہ امام صاحب اور صاحبین کا متفقہ ہونا چاہئے۔ کلمات علماء سے ایسا ہی ظاہر ہے۔ ۴۴۱

Marfat.com

شامی، بنایہ، نہایہ وکفایہ سے مسئلہ کا جزئیہ۔ ۴۴۲

ایسے شخص کو مکان اجارہ پر دینا دیانۃً منع ہے ۴۴۲

(۲) ایسے مال کا لبعینہ حرام ہونا معلوم ہو تو بطور حق یا عطیہ کسی طرح لینا جائز نہیں ورنہ فتویٰ یہ ہے کہ لینا جائز ہے۔ ۴۴۳

دونوں قسم کے مسائل کی عالمگیری، خانیہ، تنویر سے نصوص۔ ۴۴۳

متروکہ کی واصلات سے اپنا حصہ کب مانگ سکتا ہے اور کب نہیں۔ ۴۴۴

تمادی کوئی چیز نہیں۔ ۴۴۵

اپنا جائز حق کسی نام سے ملے لینا جائز ہے۔ ۴۴۵

اسامیوں سے اُجرت مقررہ سے وصولی ناجائز ہے اور اس کا حکم رشوت کا ہے۔ ۴۴۵

معصیت کار کو مکان کرایہ پر دینے کا سوال وجواب۔ ۴۴۶

اجارہ تدریس مطلقاً مہینہ کے نام سے مقرر ہوا کون سا مہینہ مراد ہوگا۔ ۴۴۷

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سال کے مہینوں کی تعداد بارہ ہے، ان میں چار محترم ہیں۔ ۴۴۸

قرآن میں مہینوں سے مراد شہور ہلالیہ ہیں، معالم اور نسفی سے تائید۔ ۴۴۸

عام مسلمان عمل درآمد میں ہلالی مہینوں کا لحاظ کرتے ہیں، شمسی ماہ مہینہ نہیں مہرینہ ہے۔ ۴۴۸

اسماعیل اور ابراہیم علیہ السلام کے عہد مبارک میں اللہ تعالیٰ نے قمری مہینوں پر بنائے کار رکھنے کا حکم دیا۔ ۴۴۸

مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنے سارے معاملات میں انھیں مہینوں کا اعتبار کریں۔ ۴۴۹

حنفیوں کے نزدیک یہ مسئلہ اختلافی ہے کہ عنین کی مدت مقرر کرنے میں کن مہینوں کا اعتبار ہوگا۔ ۴۴۹

معاملات میں مدار عرف پر ہے، جب تک عام لوگ قمری کا اعتبار کریں مطلق کی صورت میں اسی پر محمول ہوگا۔ ۴۴۹

اشباہ ونظائر سے اس کی نظیر۔ ۴۴۹

ابھی مدارس عربیہ میں شہور ہلالی ہی معتبر ہیں۔ ۴۵۱

تعلیم دین پر اُجرت بضرورت تھی، اس کا یہ مطلب نہ تھا کہ استاذ کی تعظیم ختم ہوجاتی ہے ۴۵۱

استاذ کا درجہ باپ سے اعلیٰ ہے، شرنبلالی، غنیہ ذوی الاحکام، عین العلم، عالمگیری سے استاذ کے حق کا بیان۔ ۴۵۱

دلال کب دلالی کا مستحق ہوگا اور کب نہیں۔ ۴۵۳

اجرت آنے جانے اور دوادوش پر ہوتی ہے صرف زبانی بات چیت پر نہیں۔ ۴۵۳

دلال کو دوادوش کا بھی اجر مثل ہی دیا جائیگا باہم زید طے ہوا ہو تب بھی اور اجر مثل سے کم طے ہوا ہو تو کم۔ ۴۵۳

اجیر خاص وقت اجارہ میں مستاجر کی اجازت کے بغیر دوسرا کام نہیں کرسکتا اور اجازت سے

Marfat.com

کیا تو مستاجر اتنے وقت کی اجرت وضع کرے گا۔ ۴۵۴

مزدور کی اجرت میں کمی کا سوال وجواب۔ ۴۵۴

اللہ تعالیٰ قیامت میں تین آدمیوں کی طرف سے خود مدعی ہوگا۔ ۴۵۵

تخریج حدیث ۴۵۵

مستاجر کب دیہات کے ٹھیکہ کو فسخ کرسکتا ہے اور کب نہیں۔ ۴۵۵

صورت مسئولہ میں یہ اجارہ ہی بوجوہ فاسد ہے جس کا فسخ طرفین پر لازم ہے۔ ۴۵۶

وجہ اول، اس میں ضمانت مجہولہ کی شرط کی گئی ہے۔ ۴۵۷

وجہ دوم، کسی ضامن سے مجلس عقد میں قبول ضمانت واقع نہ ہوا، ایسی ضمانت غیر مجہولہ بھی مفسد اجارہ ہے۔ ۴۵۷

وجہ سوم، امانت سے مراد رہن ہو تو اس کی بھی عاقدین کے تفرق سے پہلے تعین نہ ہوئی، ایسی رہن کی شرط بھی مفسد اجارہ ہے۔ ۴۵۷

وجہ چہارم، شرائط کے انتفاع پر مستاجر کو اختیار فسخ کی شرط بھی معنیٰ خیار شرط ہے، اور خیار شرط صالح تعلیق نہیں۔ ۴۵۸

شامی، بحرالرائق سے مسئلہ کے نصوص۔

تعلیق الفسخ بالشرط اور تعلیق خیار الفسخ بالشرط دو علیحدہ شکلیں ہیں۔ ۴۵۹

تعلیق الفسخ بالشرط میں بھی یہ حکم نہیں کہ تعلیق

باطل اور اجارہ صحیح ہے۔ ۴۶۰

اجارہ میں شیوع طاری مفسد نہیں۔ ۴۶۰

فسخ فاسد معلق بالشرط نفس عقد سے جداگانہ واقع ہو تو اجارہ فاسد نہیں ہوگا اور نفس عقد میں ہو تو اجارہ فاسد ہوتا ہے۔ ۴۶۰

اجارہ اور بیع اس حکم میں مشترک ہیں کہ شرط فاسد سے فاسد ہوجاتے ہیں۔ ۴۶۱

تعلیق خیار الفسخ بالشرط میں اختیار تین دن کا ہوگا مجہول یا مطلق اور زائد نہیں۔ ۴۶۱

ایسی تعلیق صلب عقد میں نہ ہو، مطلق مجلس عقد تک مفید اور خیار کی تین یوم پر زیادتی بھی جائز ہے۔ ۴۶۲

خلاصہ حکم یہ کہ اجارہ مذکور فی السوال فاسد ہے کہ ہر فریق پر اس کا فسخ کرنا لازم، وہ نہ کریں تو حاکم پر اس کا فسخ لازم۔ ۴۶۲

شرط فاسد سے اجارہ فاسد ہے اس کی سند کا سوال۔ ۴۶۳

اجارہ اور بیع کے اس معاملہ میں ایک ہونے کی نصوص فقہ کی ۱۶ کتابوں سے۔ ۴۶۳

مزید بارہ کتابوں کی عبارتیں۔ ۴۶۵

چاند مہینہ بھر میں آسمان کی ۲۸ منزلیں طے کرتا ہے۔ ۴۶۵

علماء نے تصریح کی ہے کہ صورت مسئولہ میں اجارہ کا حکم بیع کا ہی ہے۔ ۴۶۵

تصریح امام کردری سے نفس مسئلہ کا جزئیہ۔ ۴۶۶

Marfat.com

فسخ اجارہ میں رضامندی فریقین کی ضرورت اجارہ صحیحہ میں ہوتی ہے فاسدہ میں نہیں۔ ۴۶۷

علماء کا یہی طریقہ رہا ہے کہ ایسے اجارہ کے ثبوت میں عبارتیں حکم فساد بیع کی نقل کرتے ہیں۔ ۴۶۷

اجارہ کی ایک مخصوص صورت سے سوال۔ ۴۶۸

صورت مذکورہ کے کثیر الاشکال ہونے کا بیان۔ ۴۶۸

اگر عقد میں صرف اجرت کہا تو اجارہ ہونا متعین ۴۶۹

مطلق کی نفی اور مطلق نفی میں فرق ہے۔ ۴۶۹

صورت مسئولہ میں اجرت مطلق کی نفی ہے مطلقاً نفی نہیں کہ اجارہ کی نفی ہو۔ ۴۶۹

اگر عقد میں اُجرت کے ساتھ ساتھ انعاماً بھی کہا تو اجارہ کا اثبات اور نفی دونوں ممکن۔ ۴۶۹

ایسے مواقع میں اجرت کو بھی انعام سے تعبیر کرتے ہیں۔ ۴۶۹

ضابطہ کلیہ، جس صورت میں اجارہ ہو یا انعام کہہ کر اجارہ مراد لیا ہو، شروط فاسدہ کی وجہ سے اجارہ فاسد اور طبیب کی اجرت مثل لازم ہوگی جو مسمّی سے زائد نہ ہوگی۔ ۴۷۰

جس صورت میں انعام مراد لیا ہو سرے سے اجارہ متحقق ہی نہیں، جس انعام کا ذکر میدان میں آیا وہ مریض پر تبرعاً ہوگا۔ ۴۷۰

اس صورت میں اجارہ کی صراحۃً نفی ہے اس لئے عمل کے مقابلہ میں پیسہ ذکر کرنے سے اجارہ ثابت نہ ہوگا۔ ۴۷۱

صریح دلالت پر فوقیت رکھتا ہے۔ ۴۷۱

عالمگیری کے حوالہ سے مسئلہ کے تین جزئیے۔ ۴۷۱

باجرت انگریزوں کے کپڑے سینا اور ایسی اجرت جائز ہے۔ ۴۷۲

قاضی خاں کا جزئیہ۔ ۴۷۲

ایک زمین کا سال بھر کا کرایہ نامہ لکھا گیا مگر عدم تحفظ کی وجہ سے مستاجر نے سال کے اندر ہی اجارہ فسخ کر دیا تو کب تک کا کرایہ لازم ہے ۴۷۳

مال کی حفاظت نہ ہونا فسخ اجارہ کے لئے عذر صحیح ہے، اس کے لئے اجیر کی رضا ضروری نہیں۔ ۴۷۳

شامی اور درمختار سے مسئلہ کا جزئیہ۔ ۴۷۴

عمارت مستاجرہ کی لپائی پوتائی، پرنالوں کی درستگی اور مرمت گھر والوں پر ہے۔ ۴۷۴

مستاجر اگر عیب دیکھ کر راضی ہوا اور اسی حالت میں اجارہ کیا تو اس کو فسخ اجارہ کا حق نہیں۔ ۴۷۴

حق فسخ کی صورت میں مستاجر کو تنہا فسخ اجارہ کا حق ہے۔ ۴۷۴

کسی کو مکان کرایہ پر دینے کا سوال وجواب۔ ۴۷۵

سب رجسٹراری کی نوکری حرام ہے۔ ۴۷۵

سب رجسٹراری میں سود کے قبالہ کی حفاظت بھی داخل بلکہ اغلب ہے اور یہ تعاون علی الاثم ہے۔ ۴۷۶

سود کاروبار میں کھانے والے، کھلانے والے، گواہ اور کاتب پر حدیث میں لعنت آئی ہے۔ ۴۷۶

مختلف کتب احادیث سے حدیث کی تخریج۔ ۴۷۶

Marfat.com

کلام اللہ پڑھانے والے کو بلانیت معاوضہ ہدیہ دینا کیسا ہے۔ ۴۷۷
صورتِ مذکورہ میں اس کے اجرت نہ ہونے میں کلام نہیں۔ ۴۷۷
ورع کا حکم یہ ہے کہ اگر پڑھانے سے قبل بھی وہ ایسے ہی تحفے دیتا رہتا تھا تو بلادغدغہ ہدیہ خالصہ ہے، اور پہلے ایسا معاملہ نہ تھا تو بچنا اولیٰ ہے۔ ۴۷۸
حضرت حمزہ زیات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت۔ ۴۷۸
مقامِ ورع مقامِ تقویٰ سے بلند ہے۔ ۴۷۸
کھیت کو اس شرط پر اجارہ پر دینا کہ چار من دھان سالانہ مجھے دینا اجارہ فاسد ہے۔ ۴۷۸
غلہ کی متعین مقدار کی شرط لگانا شرط فاسد ہے، یہ شرط بھی فاسد ہے کہ پیدا نہ ہو تب بھی لوں گا۔ ۴۷۸
اجارہ فاسدہ کا فریقین پر فسخ کرنا لازم ہوتا ہے۔ ۴۷۹
فسخ کے بعد زمین جتنے دنوں مستاجر کے قبضہ میں رہی اس کی اجرت مثل زمین والے کو ملے گی۔ ۴۷۹
ہندوستان میں بیج اور ہل، بیل اور عمل مستاجر کا ہوتا ہے۔ ۴۸۰
تالاب کا پانی اجرت پر دینا حرام ہے۔ ۴۸۰
استہلاک عین پر اجارہ باطل ہے۔ ۴۸۰
تالاب کی زمین جو پانی میں ڈوبی ہے قابلِ اجارہ نہیں۔ ۴۸۰
تالاب اور حوض کو مچھلی کے شکار کے لئے اجارہ پر دینا جائز نہیں۔ ۴۸۰
اسی طرح ان کا اجارہ نرکل کاٹنے، لکڑی کاٹنے، زمین اور جانوروں کو پانی دینے اور چراگاہ کو چرنے کے لئے اجارہ پر دینا صحیح نہیں۔ ۴۸۱
کیا تالاب مچھلی کے شکار کے لئے دینا جائز ہے۔ ۴۸۱
جامع المضمرات میں عموم بلویٰ کی وجہ سے جواز کا فتویٰ دیا۔ ۴۸۱
ایسے اجارہ میں طریقۂ احتیاط۔ ۴۸۱
ایک زمین کے "شرب" کی دوسری زمین کے ساتھ بیع جائز، اجارہ جائز نہیں۔ ۴۸۲
بیع میں "شرب" من وجہ تابع ہے اور من وجہ اصل اور اجارہ میں صرف تابع ہے۔ ۴۸۲
ایک غلام کے اعضاء کو دوسرے غلام کی ذات کے ساتھ بیچا بھی نہیں جا سکتا۔ ۴۸۲
علامہ شامی کی لغزشِ قلم کا بیان۔ ۴۸۳
جامع المضمرات میں شرب (آبپاشی) کے لئے نہر کے اجارہ کو جائز بتایا اور بزازیہ میں خود حق شرب کے اجارہ کو اس سے متعلق اراضی کے کرایہ کے ساتھ علامہ شامی کو غلط فہمی ہوئی کہ یہ دونوں حکم ایک ہی صورت مسئلہ کے ہیں اور دونوں جگہ نہر کے اجارہ کا ہی حکم بتایا ہے مضمرات میں مطلقاً اور بزازیہ میں مقید بہ اجارہ ارض۔ ۴۸۳
مصنف کی تحقیق کہ دونوں جگہ دو چیزوں کے

Marfat.com

اجارہ کا حکم دیا گیا ہے، جامع المضمرات میں نہر
کے اجارہ کا، اور بزازیہ میں حق شرب کے
اجارہ کا۔ ۴۸۳
دعویٰ مصنف کے دلائل۔ ۴۸۴
طاعات پر اجارہ سے سوال۔ ۴۸۶
متاخرین نے جن عبادات پر اجارہ کو مستثنیٰ کیا ہے
ان کے علاوہ جملہ عبادات کا حکم وہی ہے کہ اجارہ
ناجائز ہے۔ ۴۸۶
ایصالِ ثواب اور میلاد خوانی انھیں طاعات
میں سے ہے جن کا اجارہ ناجائز ہے۔ ۴۸۶
علامہ شامی کے حاشیہ اور رسالہ شفاء العلیل
کا ذکر اور علامہ طحطاوی کی مدح کا تذکرہ۔ ۴۸۶
جو عرفاً معہود ہو وہ قولاً مشروط ہی کی طرح ہے ۴۸۷
زبان سے لینے دینے کا ذکر نہ ہو، اور وہاں
اس کی رسم بھی نہ ہو تو پڑھوانے والے کے لئے
بطور حسن سلوک دینے میں حرج نہیں۔ ۴۸۷
اور جہاں اس کا رواج ہو وہاں جواز کی یہ صورت
ہے کہ پڑھنے والے صاف کہہ دیں کہ ہم کو معاوضہ
نہیں لینا ہے اور پڑھوانے والے بھی انکار
کر دیں کہ دینا نہیں، اس کے بعد پڑھوانے
والے بطورِ سلوک کچھ دیں تو حرج نہیں۔ ۴۸۸
پڑھوانے والے ان کو اتنے وقت کے لئے مزدور
رکھ لیں کہ ہم تمھیں اپنے کام کاج کے لئے مزدور
رکھتے ہیں اور وہ جب ان کے مزدور ہو گئے تو
ان سے کسی اور کام کے بجائے تلاوت یا تقریر
کرالیں۔ ۴۸۸
ایک عقد میں رہن و اجارہ جمع کرنا ناجائز ہے۔ ۴۸۹
مستاجر اجرت کی زمین دوسرے کو اجرت پر
دے سکتا ہے لیکن اس دوسرے سے طے شدہ
کرایہ سے زائد لینا جائز نہیں۔ ۴۸۹
جواز کی تین صورتیں، ۴۸۹
(۱) اس میں کوئی ایسا تصرف کرے کہ زمین کی
حیثیت بڑھ جائے۔ ۴۸۹
(۲) زمین کے ساتھ ملا کر دوسری چیز بھی کرایہ
پر دے۔ ۴۸۹
(۳) پہلے کرایہ میں روپیہ طے ہوا تھا تو اب اس
کی جنس بدل دے مثلاً اشرفیاں کرایہ مقرر
کر لے۔ ۴۸۹
مکان سال بھر کے کرایہ پر لے کر درمیان میں
اجارہ فسخ کرنے کا سوال۔ ۴۸۹
کرایہ میں اگر ایک ماہ کی تعیین تھی تو ایک ماہ کیلئے
اور ایک سال کی تعیین تھی تو ایک سال کے لئے
طے ہو گیا، زائد کرایہ مانگنا ظلم ہوگا۔ ۴۹۰
درمیان میں فسخ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں؛ ۴۹۰
(۱) اصل یا وکیل مختار نے کنجی واپس لے کر
فسخ قبول کر لیا ہو۔ ۴۹۱
(۲) اجارہ جاری رکھنے سے مستاجر کی جان یا
مال کا صریح ضرر ہو۔ ۴۹۱
ان اعذار کے نہ ہونے کی صورت میں درمیان
میں مستاجر کو فسخ کا اختیار نہیں، اور اجرت

Marfat.com

دینی ہوگی۔ ۴۹۱
نئے مہینہ میں بھی اجارہ متحقق ہو جائے گا، اگر نئے مہینہ کا ایک دن اور ایک رات گزر چکی ہو۔ ۴۹۲
کاشتکاری کی زمین کا رہن زمیندار کی اجازت سے جائز ہے۔ ۴۹۲
کاشتکار کا مرتہن کو زمین کی لگان کے عوض کاشت کی اجازت دینا، فضول کا عقد اجارہ ہوا، جو زمیندار کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ ۴۹۲
زمیندار نے اجازت دے دی تو رہن باطل ہو کر اجارہ کا معاملہ ہوگیا، اور اب یہی اصل کاشت کار ہوگیا، یہ خود بھی کاشت کر سکتا ہے اور دوسرے کو بھی دے سکتا ہے۔ ۴۹۲
زمیندار نے اجازت نہ دی تو اجارہ باطل، اور اس زمین سے اس کو کسی قسم کا انتفاع جائز نہیں۔ ۴۹۳
مستاجر نے سال بھر کے کرایہ کی بات کی اور دو سال کا کرایہ نامہ لکھوایا۔ ۴۹۳
عاقدین کے درمیان تحریر سے پہلے کی گفتگو کبھی اصل عقد ہوتی ہے اور کبھی اصل عقد کی تمہید۔ ۴۹۳
پہلی صورت میں عقد سال بھر کے لئے لازم ہوگیا، بدعہدی کی وجہ سے اسے توڑا نہیں جا سکتا۔ ۴۹۴
بدعہدی فسق ہے۔ ۴۹۴
دوسری صورت میں عقد اجارہ ہی متحقق نہ ہوا تو
اس کو مکان دینا کچھ ضروری نہیں۔ ۴۹۴
عبادات کے اجارہ کے بارے میں سوال۔ ۴۹۴
تعلیم قرآن و تعلیم علوم دیگر، اذان و اقامت کی اجرت جائز ہے۔ ۴۹۵
زیارت قبر و ایصال ثواب، میلاد پاک کی اجرت ناجائز ہے۔ ۴۹۵
جو ناجائز ہے مشروط ہو یا معہود ہر طرح ناجائز ہے۔ ۴۹۵
اگر پہلے سے طرفین میں یہ طے ہو جائے کہ کچھ لینا دینا نہیں، بعد میں صاحب خانہ بطور صلہ دے تو لینے میں حرج نہیں۔ ۴۹۵
صریح دلالت پر فوقیت رکھتا ہے۔ ۴۹۵
پڑھنے والوں کو اتنے ٹائم کے لئے مزدور رکھ لیں اور اب ان سے طاعات کروائیں تب بھی حرج نہیں۔ ۴۹۶
جہاں لینے دینے کا رواج نہ ہو یہ خالصاً لوجہ اللہ پڑھیں۔ ۴۹۶
اگر صاحب خانہ کچھ سلوک کرے تو مضائقہ نہیں۔ ۴۹۶
قانونگوئی کی ملازمت سے سوال۔ ۴۹۶
قانونگو کے کام کی تفصیل۔ ۴۹۶
قانونگو کی آمدنی علاوہ تنخواہ (۱) پٹواریوں سے رعایت کے عوض (۲) تصدیق پڑتجات کے وقت (۳) تحقیقات میں کسی ایک فریق سے (۴) زمینداروں کے مقدم اور پردھانوں کی نذر۔ ۴۹۷

Marfat.com

اس آمدنی سے حج جائز ہے یا نہیں، نہیں تو جواز کا کوئی حیلہ۔ ۴۹۷

سوال میں جو کام درج کئے ہیں اس کی ملازمت جائز، اور بنیتِ خیر باعثِ اجر ہے۔ ۴۹۷

آمدنی کی جو زائد مدیں تحریر کی گئی ہیں سب رشوت اور حرام ہیں۔ ۴۹۷

بشرائط مذکور تنخواہ حلال تو اس سے حج جائز، اور آمدنی نمبر۲ حرام تو اس سے کوئی کام جائز نہیں سوائے اس کے کہ جس سے لی گئی اسے لوٹا دے، وہ نہ ہوں تو ورثا، ورنہ فقراء کو دیں۔ ۴۹۷

قرض لے کر حج ادا کرے۔ ۴۹۷

طوائف کی حرام کمائی تعلیمِ قرآن کی اجرت میں لینے کا سوال وجواب۔ ۴۹۸

ایصالِ ثواب کے لئے ختمات اور تہلیل وتسبیح پر اجارہ کا سوال۔ ۴۹۸

تعلیمِ علومِ دین، اذان واقامت وغیرہ بعض امور پر اجرت کے جواز کا علمائے متاخرین نے فتویٰ دیا ہے۔ ۴۹۸

ایصالِ ثواب کے لئے ختم وتسبیح پر اجارہ ناجائز ہے۔ ۴۹۸

دیوبندی ضرور کافر ہیں لیکن ان کی ہر بات غلط نہیں۔ ۴۹۹

یہود ونصاریٰ آپس میں ایک دوسرے کو باطل کہتے ہیں اور دونوں سچ کہتے ہیں۔ ۴۹۹

چند آدمیوں کی مشترک اراضی جن میں ایک نمبردار ہے، اراضی کا بندوبست اور وصول وتحصیل وہی کرتا ہے، ایک شخص کو اراضی ایک سال کے کرایہ پر دی، نو ماہ کے بعد کرایہ دار کہتا ہے اراضی میں نے خالی کردی تین ماہ کا کرایہ مجھ سے نہ لیا جائے، اس کی معافی کا نمبردار کو حق ہے یا نہیں۔ ۴۹۹

زمین کرایہ دار نے باختیارِ خود خالی چھوڑی، تو پورے سال کا کرایہ اس کے ذمہ واجب ہے ۴۹۹

اگر نمبردار کو شرکاء کی طرف سے صرف کرایہ پر دینے کا اختیار دیا گیا ہو تو چھوڑے گا تو دیگر شرکاء کا تاوان دے۔ ۴۹۹

از خود تصرفات یہ خود کرتا ہو تو کرایہ کا مالک یہ خود ہوگا، بقیہ کا حصہ یہ ان کو دے یا فقیروں پر خرچ کرے۔ ۴۹۹

سودی کاروبار کرنیوالے کے یہاں نوکری، اور وکیل کے یہاں محرری کی نوکری سے سوال۔ ۴۹۹

جس کے یہاں حلال اور حرام سبھی قسم کے کام ہوں اس کی ملازمت جائز ہے اور تنخواہ وغیرہ لینے میں حرج نہیں جب تک یہ معلوم ہو کہ خاص حرام مال سے دے رہا ہے۔ ۵۰۰

آج کل محرری کی نوکری میں خیر نہیں، ان کے یہاں اکثر معاملات ناحق ہوتے ہیں۔ ۵۰۰

شراب کے لئے دکان اجارہ پر دینا کیسا ہے۔ ۵۰۱

Marfat.com

اگر خاص شراب کی نیت نہ کرے مکان مطلقاً کرایہ پر دے، کرایہ دار اس میں جو چاہے کرے، تو اس طرح کے کرایہ میں حرج نہیں، ہاں اگر دکان ایسی جگہ ہو جہاں ایسی دکان سے پڑوسیوں کو ضرر پہنچے تو اب ایسے کرایہ پر دینا ناجائز ہوگا۔ ۵۰۱
فقہاء کے اس قول کا مطلب یطیب الاجر وان کان السبب حراماً۔ ۵۰۱
بیمہ شرعاً جوا ہے۔ ۵۰۲
بیمہ میں جتنا روپیہ اس نے جمع کیا واپسی کے وقت صرف اتنے کی ہی سال کی زکوٰۃ اس پر واجب ہے۔ ۵۰۲
امامت فی سبیل اللہ و بہ اجرت کا سوال۔ ۵۰۲
امامت دونوں طرح جائز ہے اور اول افضل ہے۔ ۵۰۳
اجرتِ تعلیم و امامت کا سوال وجواب۔ ۵۰۳
کرایہ کی چیزوں کی اجرت نہ دینے اور اجارہ کی زمین میں جمع شدہ پانی کی مچھلیوں کی ملکیت کا سوال۔ ۵۰۳
ایسی چیزوں کا کرایہ نہ دینا حرام ہے۔ ۵۰۳
وہ مچھلی مباح ہے جو پکڑے اسی کی ہے۔ ۵۰۳
اجرت میں سے بجبر کارِ خیر کے لئے چندہ وصول کرنے کا سوال۔ ۵۰۳
جبر ناجائز ہے۔ ۵۰۴
رنڈیوں سے گھر کا کرایہ لینا کیسا ہے۔ ۵۰۴
رنڈیاں بعینہٖ حرام کمائی سے کرایہ دیں تو لینا حرام ہے، اور حلال ذریعہ سے حاصل شدہ رقم دیں تو جائز ہے۔ ۵۰۴
دعا کا معاوضہ لینے کا سوال وجواب۔ ۵۰۴
مسلمان معمار کو تعمیر بتکدہ کی اجرت مکروہ ہے اور لینے والا مستحق سزا نہیں۔ ۵۰۴
بٹائی پر بکری دینا ناجائز ہے اور عدم جواز کی وجوہ۔ ۵۰۵
ٹھیکہ پر چندہ کی وصولی کا اجارہ فاسد ہے اور اس کا فسخ کرنا ضروری، اور اگر اسی طرح وصول کیا تو اجرتِ مثل کا مستحق، زائد ادارے میں داخل کرے۔ ۵۰۵
دینی مجالس کے ملازمین قواعد مقررہ کی خلاف ورزی کریں تو ان کی تنخواہ کاٹی جاسکتی ہے یا نہیں۔ ۵۰۵
اجیر خاص پر وقت مقررہ میں تسلیم نفس ضروری ہے تسلیم نفس کر دے تو تنخواہ نہیں کاٹ سکتے ورنہ کاٹ سکتے ہیں۔ ۵۰۶
تسلیم نفس کی صورت اور عدم تسلیم کی تفصیل۔ ۵۰۶
رخصت کے دنوں کی بے تسلیم نفس بھی تنخواہ ملیگی ۵۰۶
عدم تسلیم نفس کے علاوہ کسی صورت میں کل یا بعض تنخواہ ضبط نہیں ہوسکتی۔ ۵۰۶
تعزیر مالی منسوخ وممنوع ہے۔ ۵۰۶
معدودے چند صورتوں کے علاوہ تعزیر کا حق قاضی کو ہے عوام کو نہیں۔ ۵۰۶
جب سے نوکری چھوڑ کے چلا گیا اس وقت سے

Marfat.com

تنخواہ ضبط کرسکتے ہیں، یہ قانون غلط ہے کہ
مثلاً ایک مہینہ پہلے سے اطلاع نہ دی تو اتنے
دن کی تنخواہ ضبط ہوگی۔ ۵۰۶
غلط قواعد اگر نفس عقد میں شامل ہوں تو اجارہ
ہی فاسد ہے، عاقدین مبتلائے گناہ اور
دونوں پر اس کا فسخ واجب ہے۔ ۵۰۷
فسادِ اجارہ کی صورت میں اگر کام کیا تو اجرت
مثل کے مستحق ہوں گے جو مسمّی سے زائد نہ ہوگی۔ ۵۰۷
درمختار، شامی، بزازیہ، بحر، شرح معانی الآثار،
مجتبیٰ، شرح ہدایہ عینی، فتح القدیر، فتاویٰ
عثمانیہ اور احادیث سے مسائل کے جزئیات۔ ۵۰۷
بینک کے سُودی کاروبار سے سوال اور اس
کے کاروبار کی تفاصیل۔ ۵۱۰
سودی کاروبار حرام ہے، سود کی کمی بیشی سے
حلت وحرمت کے حکم میں تغیر نہیں ہوسکتا۔ ۵۱۳
سود کی حرمت پر قرآن عظیم کی دو آیات اور
تین حدیثیں۔ ۵۱۳
سود کے ہر حیلے پر اپنی ماں سے ایک بار زنا
کرنے کا گناہ ہوتا ہے۔ ۵۱۴
سود سے بچنے کے طریقے۔ ۵۱۴
ملازمت کا اصولی حکم، جس میں ملازم کو خود حرام
کام کرنا پڑے، ایسی ملازمت حرام ہے چاہے
تنخواہ حلال مال سے ہی کیوں نہ دی جائے۔ ۵۱۵
ملازمت میں حرام کام نہ کرنا پڑے تو ملازمت
جائز۔ تنخواہ اگر حرام مال سے دے تو اس کا لینا
ناجائز، اگر اس کو حرام مال سے بدل لیا یا حلال
حرام مخلوط ہوگیا تو اس کا لینا جائز۔ ۵۱۵
سُود لینا مطلقاً منع ہے، دینا معذوری سے ہو
تو جائز۔ ۵۱۵
رخصت کی صورت میں وضعِ تنخواہ کا سوال۔ ۵۱۵
جتنے دن اور جتنے گھنٹے کام کیا اُتنے کی تنخواہ
ملے گی، جتنا کام نہ کیا تنخواہ نہ ملے گی۔ ۵۱۶
مشترکہ جائداد کے منافع سے سوال۔ ۵۱۶
بھائیوں میں مشترکہ جائداد تمام بھائیوں کی ہے
کوئی ایک بھائی اس کا مالک نہیں ہوسکتا۔ ۵۱۶
کسی جائداد کے منافع کا کسی ایک بھائی کے کام
میں آنا اس جائداد کا ہبہ نہیں۔ ۵۱۶
جائداد مشترکہ کا ہبہ بلاتقسیم کسی ایک شریک کے
حق میں نہیں، ایسی صورت میں موہوب لہٗ
کی موت سے ہبہ باطل ہوجاتا ہے۔ ۵۱۶
مشترکہ کھیت کرایہ پر دیا گیا، سب شرکاء کی
اجازت سے یا بغیر اجازت۔ ۵۱۷
بے اجازت تو کرایہ میں سے کرایہ پر دینے والے
کے حصہ بھر اس کی ملک، اور بقیہ ملک خبیث،
تو وہ بقیہ حصہ داروں کو دے یا فقراء پر صدقہ
کرے، اول افضل ہے۔ ۵۱۷
ملازم اور اجیر کے فرضی فرق سے سوال۔ ۵۱۸
شرع میں اجیر کی دو قسمیں ہیں: اجیر خاص اور
اجیر مشترک۔ اردو میں اجیر خاص کو ہی نوکر اور
ملازم کہتے ہیں۔ ۵۱۸

Marfat.com

اجیر مشترک "پیشہ ور" کو کہتے ہیں جو کسی خاص آدمی کے نوکر نہیں ہوتے۔ ۵۱۸

اجیر خاص اور ملازم بھی اگر اس کے کام کا وقت متعین ہو، جیسے مدرسوں کی ملازمت، تو وہ اتنے ہی ٹائم کا ملازم ہے، اس کے بعد آزاد وخود مختار ہے۔ ۵۱۸

اسی طرح جو جس کام کا ملازم ہو اس سے وہی کام لیا جا سکتا ہے دوسرا نہیں، ہاں خدمتگار جو امورِ خانہ داری وغیرہ کے لئے ملازم ہوتا ہے وہ ہر قسم کی خدمت کرے گا۔ ۵۱۸

اجیر مشترک البتہ مقید نہیں کہ ان کا کام بکتا ہے' وقت نہیں بکتا، اس کے لئے یہ بات صحیح ہے کہ جب تک چاہے کام کرے۔ ۵۱۸

اجیر خاص کام کے وقت انکار نہیں کرسکتا اور وقت دے اور کام نہ ہو تب بھی اُجرت پائے گا۔ ۵۱۹

جو مسئلہ نہ جانتا ہو اسے کسی چیز پر حکمِ شرعی لگانا حرام ہے ۵۱۹

ایسے ہوٹل کے لئے مکان کرایہ پر دینا کیسا ہے جس میں شراب اور سُود کی فراہمی بھی ہوتی ہو، اور ایسی آمدنی سے چندہ دینا کیسا ہے۔ ۵۱۹

ایسے ہوٹل کا کاروبار حرام ہے، حدیث شریف سے حرمت کا ثبوت۔ ۵۱۹

ایسے کام والوں کو مکان کرایہ پر دینے میں حرج نہیں جبکہ غرض مطلقاً کرایہ پر دینے کی ہو۔ ۵۲۰

ایسے کرایہ سے امورِ خیر ادا کئے جا سکتے ہیں۔ ۵۲۰

امامت، ختمِ کلام پاک اور دینی تعلیم سے اجرت سے متعلق سوال وجواب۔ ۵۲۱

ختمِ قرآن کی اُجرت ناجائز ہے۔ ۵۲۱

قواعدِ ملازمت کی خلاف ورزی پر اجرت کی رقم جائز ہے یا ناجائز۔ ۵۲۱

جن جائز پابندیوں کی شرط تھی ان کے خلاف کرنا حرام ہے۔ ۵۲۱

بکے ہُوئے وقت میں اپنا کام کرنا حرام ہے۔ ۵۲۱

ناقص کام کرکے پوری تنخواہ لینا حرام ہے۔ ۵۲۱

مشترکہ دُکان جس کا جزء سرمایہ سودی رقم ہو اس کی ملازمت، اور ایسی رقم سے اعانت، مسجدِ مدرسہ کا سوال۔ ۵۲۱

اگر کسی ناجائز کام کی پابندی ہو تو ملازمت ناجائز ورنہ جائز ہے۔ ۵۲۲

اگر بعینہٖ سُود والے روپیہ سے اعانت کرے تو علم کے بعد نہ لے، اور مخلوط و نامعلوم ہو تو لے لے۔ ۵۲۲

جس کا مال حلال ہو اس کی اعانت قبول کرنا جائز ہے۔ ۵۲۲

میرے مقدمہ کی پیروی اپنے پیسہ سے کرو مقدمہ جیتنے کے بعد جائداد ہم تم میں نصفا نصف ہوگی۔ ۵۲۲

یہ معاہدہ فاسد ہے' اور فریقین پر اس کا پورا کرنا لازم نہیں، پیروی کرنے والے کو اس کی اجرت مثل ملے گی، اور ایسا معاہدہ کرکے دونوں گنہگار ہُوتے۔ ۵۲۳

عقد فاسد کے ساتھ زمین اجارہ پر لی۔ اس

Marfat.com

زمین پر گورنمنٹ کی طرف سے مقدمہ ہوا، مستاجر
نے مقدمہ بازی کے بعد وقت اجارہ سے پہلے
زمین خالی کردی کیا حکم ہے۔ ۵۲۳
مقدمہ میں مستاجر نے جو خرچ کیا یا جو جرمانہ دیا مالکان
سے اس کا لینا ظلم ہے۔ ۵۲۴
اجارہ فاسدہ کا فسخ کرنا طرفین پر ضروری تھا فسخ
نہیں کیا تو جتنے دن زمین پر قبضہ رکھا اس کا کرایہ
مثل دے جو مسمّٰی سے زائد نہ ہو۔ ۵۲۵
ہدایہ، تبیین الحقائق، خلاصہ و شامی سے
مسئلہ کے نصوص۔ ۵۲۵
کاشتکاری کے رہن رکھنے کا سوال۔ ۵۲۷
ایصال ثواب کے لئے بہ اُجرت کلام اللہ پڑھنے
پڑھانے کا سوال۔ ۵۲۸
ایصال ثواب کے لئے اجرت پر کلام اللہ پڑھنا
پڑھوانا دونوں ناجائز اور گناہ ہے، ایسی
قرآن خوانی کا ثواب مُردوں کو نہیں پہنچتا۔ ۵۲۸
زبانی جتنا معاہدہ کریں تب بھی ناجائز، اور
وہاں کا یہ عرف ہو تب بھی ناجائز۔ ۵۲۸
عرف ہو اور زبانی بات نہ کریں تو ایک خباثت
اور بڑھ گئی کہ اجرت مجہول ہے۔ ۵۲۹
جس حاوی میں یہ لکھا ہے کہ ۵۴ درم سے کم
ختم قرآن کی اُجرت مقرر کرنا جائز نہیں، وہ حاوی
زاہدی معتزلی ہے، حاوی قدسی نہیں، اور یہ
حکم خلافِ شرع ہے۔ ۵۲۹
جو حافظ اس کا پیشہ کرے فاسق معلن ہے۔ ۵۲۹
اس کے جائز ہونے کا یہ طریقہ ہے کہ میت والے
اتنی دیر کے لئے حافظ کو اپنے کام کیلئے اُجرت
پر رکھ لیں، اور جب وہ پہنچیں تو ان سے اور
کام کے بجائے تلاوت کا کام ہی لے لیں۔ ۵۲۹
ختم ملازمت کے بعد والی تعطیل کی تنخواہ سے سوال و جواب۔ ۵۲۹
واعظ یا حافظ کو تلاوت پر بطور بر وصلہ کچھ دینے
کا سوال و جواب۔ ۵۲۹
مقدمہ کی فتحیابی کی دُعا کرنے والے کو کچھ دینے کا سوال۔ ۵۳۰
پہلے سے کچھ دینے دلانے کا ذکر نہ ہوا اور اس
کا رواج بھی نہ ہو تو اس کے جائز ہونے
میں شبہہ نہیں۔ ۵۳۰
کسی کی نماز اچھی لگی اس کو کچھ بطور بر وصلہ
دے دیا تو اس کے لینے میں کچھ حرج نہیں۔ ۵۳۱
دعائے فتحیابی اگر بطور اجارہ بھی ہو اور وقت
اور مقدار دعاء مثلاً فلاں ختم، اور اجرت متعین
کر دیا ہو تو اس اجارہ میں بھی حرج نہیں کہ
یہ تدبیر و علاج ہے، ختم قرآن پر لینا نہیں۔ ۵۳۱
مسئلہ پر حدیث بخاری شریف سے استدلال،
البتہ اتنا کہنے کے لئے اجرت ٹھہرانا کہ "یا اللہ
فلاں کا یہ کام ہو جائے" بے معنی ہے اور یہ
اجارہ ہی نہیں۔ ۵۳۱
ہندیہ، خانیہ اور کبریٰ سے استشہاد۔ ۵۳۲
پراویڈنٹ فنڈ کے بارے میں سوال۔ ۵۳۲
پراویڈنٹ فنڈ کی رقم در اصل ملازم کا جزءِ
تنخواہ ہے، مگر اس کی وجہ سے اجارہ کا معاملہ

Marfat.com

فاسد ہو جاتا ہے۔ ۵۴۳
جو جہالت بیع کو فاسد کرتی ہے وہی اجارہ کو فاسد کرتی ہے ۵۴۴
اختیار، خزانہ، سراجیہ سے جزئیہ۔ ۵۴۴
پراویڈنٹ فنڈ کی صورت میں تنخواہ کا ایک جز
مدت مجہولہ کے لئے ہوتا ہے۔ ۵۴۴
اجارہ فاسدہ میں استیفائے منفعت کے
بعد اجرت مثل واجب ہوتی ہے۔ ۵۴۵
سرکاری نوکری میں تنخواہ ہی اجرت مثل ہے۔ ۵۴۵
ختم ملازمت کے بعد پراویڈنٹ فنڈ کی رقم ملازم
کی جائز کمائی ہے۔ ۵۴۵
گورنمنٹ سے زائد رقم سود سمجھ کر لینا حرام ہے ۵۴۶
ہاں علمائے دین یہ سمجھ کر گورنمنٹ سے اپنا حق
پا رہے ہیں چاہے گورنمنٹ اس کا کوئی نام رکھے
یا فقراء و مساکین یا کوئی دوسرا ان کی نیت سے
اس کو وصول کرے تو یہ جائز ہے۔ ۵۴۶
خزانہ اسلامی نہ ہو اور وہ انتظامات شرعیہ کا
اہتمام نہ کرے تو بیت المال کے مستحقین (علماء
دین و فقراء و یتامیٰ) کو اپنی رضا سے گورنمنٹ
جو رقم بھی دے تو اس کا نام وہ کچھ رکھے اپنا
حق سمجھ کر لینا جائز ہے۔ ۵۴۶
در مختار سے جزئیہ۔ ۵۴۶
استیفائے حق کا مسئلہ عام مسلمانوں کے ساتھ
متعلق ہے۔ ۵۴۷
افیون اور بھنگ کی تجارت اور ٹھیکیداری سے
سوال۔ اس کا خارجی استعمال اور قدر قلیل غیر مفتر
کا داخلی استعمال جائز ہے۔ اس لئے اس کی
تجارت بھی فی نفسہ ایسے لوگوں کے ساتھ جائز ہے ۵۴۷
آج کل چونکہ لوگ زیادہ تر نشہ کے لئے ہی خریدتے
ہیں لہٰذا اس سے بچنا ہی چاہیے۔ ۵۴۷
اس کا ٹھیکہ گورنمنٹ کا فعل ہے تاجروں پر
اس کا کوئی الزام نہیں۔ ۵۴۷
مسجد کے پھول کا بتوں پر چڑھانے کیلئے کافروں
کے ہاتھ ٹھیکہ دینا کیسا ہے۔ ۵۴۸
فی نفسہ ٹھیکہ حرام ہے، اور بتوں پر چڑھانے کی
نیت ہو تو اور حرام۔ اور یہ سمجھ کر لیا جائے کہ
غیر مسلم اپنی خوشی سے دے رہا ہے، اور
پھول توڑنے کے لئے مسجد میں نہ جانا ہو تو
جائز ہے۔ ۵۴۸
وعظ پر اجرت لینے کا سوال۔ ۵۴۸
طاعت پر اجرت لینا حرام ہے مگر زمانہ کی حالت
دیکھ کر علماء نے پانچ چیزوں کا استثناء کیا۔ ۵۴۹
فقیہ ابو اللیث کا فتویٰ۔ ۵۴۹
ججی، سب ججی، منصفی، رجسٹراری کی نوکری
سے سوال۔ ۵۴۹
نوکری مسلم کی ہو یا غیر مسلم کی، خدا و رسول کے
حکم کے خلاف جس میں کام کرنا پڑے ناجائز ہے ۵۴۹
ائمہ نے تیسری صدی ہجری کے لئے فرمایا
من قال لسلطان زماننا عادل فقد
کفر۔ ۵۴۹
قرآن عظیم میں قاضیوں کے لئے ظالم، فاسق،

Marfat.com

کافر تین لفظ ارشاد ہوئے۔ ٥٣٩
رجسٹری حکم تو نہیں لیکن اس میں بھی سود وغیرہ غلط امور کی شہادت ہوتی ہے۔ ٥٣٩
○ اجود القری لطالب الصحۃ فی اجارۃ القری۔ ٥٤١
دیہات کی توفیر کے وصولی کا ٹھیکہ۔ ٥٤١
اصل معاملہ کی توضیح ٥٤١
ایسا ٹھیکہ باطل ہے، ٹھیکہ دار نے جو محنت کی وصولی کا پائی پائی مالک کو ادا کرے، وصولی سے زائد ادا کرنا اس پر ضروری نہیں۔ ٥٤٢
ایسے ٹھیکہ میں ادائیگی اور وصولیابی کا حساب برابر کرنے کا طریقہ۔ ٥٤٢
اصل کلی، بیع اعیان کا عقد ہے، اور اجارہ منافع کا عقد ہے۔ ٥٤٣
استہلاک عین پر اجارہ باطل ہے۔ ٥٤٣
کتب فقہاء سے ایسے چند اجاروں کی مثال۔ ٥٤٣
ٹھیکہ میں مزارعین سے جو وصول کرتے ہیں وہ عیون ہیں، اور زمیندار اسی کو اجارہ پر دے رہے ہیں۔ ٥٤٤
فتاوی خیریہ سے خاص مسئلہ کا جزئیہ۔ ٥٤٤
خیریہ اور دیگر کتب فقہ سے مزید جزئیات ٥٤٤
مزارعین کے اجارہ اور دیہات کے ٹھیکہ میں فرق ہے، اور فرق نہ ہو تب بھی جب شرع نے ایک کو حلال اور دوسرے کو حرام قرار دیا، تو ہمیں کیا مجال انکار۔ ٥٤٨
دیہات کے ٹھیکہ کے رواج پڑنے کی وجہ۔ ٥٤٩
امت مسلمہ کے لئے دعاء ہدایت۔ ٥٤٩
دیہات کے ٹھیکہ کا سوال وجواب۔ ٥٥٠
دیہات کے ٹھیکہ کو حدود شرع میں کرنے کی ترکیب۔ ٥٥١
زبانی عقد کا شرع میں اعتبار ہے۔ اس کے خلاف پر تحریر کا کوئی اعتبار نہیں۔ ٥٥٢
خیریہ سے مسئلہ کا جزئیہ۔ ٥٥٢
دیہات کے ٹھیکہ کا سوال وجواب۔ ٥٥٣
دیہات کا ٹھیکہ جائز ہونے کی ایک دوسری ترکیب۔ ٥٥٣
دیہات کے ٹھیکہ سے متعلق ایک مقدمہ کے بارے میں سوال۔ ٥٥٤
دیہات کا ٹھیکہ باطل ہے۔ ٥٥٥
فتاوی خیریہ، مغنی المستفتی، عقود الدریہ سے مسئلہ کا جزئیہ۔ ٥٥٥
دیہات کا ٹھیکہ اور وزن کشی کے ٹھیکہ سے سوال۔ ٥٥٨
دیہات کے ٹھیکہ کے جواز کی دو تدبیریں۔ ٥٥٨
اس بات کا ٹھیکہ کہ سال بھر گاؤں کی راکھ وہی تولے، ناجائز ہے۔ ٥٥٩
اسٹیشن کا ٹھیکہ بھی ناجائز ہے۔ ٥٥٩
دکانوں کے ٹھیکہ کا سوال منظوم۔ ٥٥٩

Marfat.com

جواب منظوم کہ جتنے کرایہ پر زمین لی اس سے زائد پر دوسرے کو دینا جائز نہیں، ہاں جب اس میں اپنے تصرف سے کچھ اضافہ کرے تو جائز ہے ٥٦٠
دیہات کے ایک ٹھیکہ کا بیان ٥٦٠
سودی قرض کا سوال ٥٦٠
سود کی حرمت کا بیان ٥٦١
دیہات کا ٹھیکہ حرام اور اس کی کتنی آمدنی مالک کے لئے حلال اور کتنی حرام۔ ٥٦٢
○ المنی والدرر لمن عمد منی آرڈر ٥٦٣
فیس منی آرڈر کے بارے میں سوال۔ ٥٦٣
یہ اطلاع کہ مولوی رشید احمد گنگوہی نے اس کی حرمت کا فتویٰ چھاپا ہے۔ ٥٦٣
فتویٰ مولوی رشید احمد پر تنقید ٥٦٤
ڈاکخانہ اجیر مشترک کی دکان ہے اور فیس منی آرڈر روپیہ مکتوب الیہ تک پہنچانے کا کرایہ۔ ٥٦٤
اسی قسم کا ایک اور غلط فتویٰ کہ چاند کی شہادت بذریعہ تار جائز ہے۔ ٥٦٤
اس مسئلہ میں قیاس تحریر کیا گیا ہے۔ ٥٦٤
مقیس اور مقیس علیہ میں فرق کا بیان ٥٦٤
مسئلہ مسئولہ میں منشاء غلط، روپیہ کو قرض محض سمجھنا ہے۔ ٥٦٥
منشاء غلط کا حل ٥٦٥
منی آرڈر میں ڈاکخانہ کو دو قسم کی رقم دی جاتی ہے ٥٦٥
(۱) اصل رقم جو مرسل الیہ کو ملے۔ ٥٦٥
(۲) فیس جو پہنچانے کا محصول ہے ڈاکخانہ والے اگر مرسل الیہ کو بعینہٖ اصل رقم پہنچا دیتے تو یہ خالص اجارہ ہوتا۔ ٥٦٥
یونہی ڈاکخانہ والے کبھی اصل اور کبھی بدل پہنچاتے تو بھی یہ اجارہ ہی ہوتا۔ ٥٦٥
اس صورت میں ڈاکخانہ والے غاصب ہوتے، اور اجرت کے مستحق نہ ہوتے مگر مستاجر پر کوئی الزام نہ ہوتا۔ ٥٦٥
مطلقاً اصل کا بدل پہنچانے کی وجہ سے اس میں قرض کا معنیٰ بھی ہوا۔ ٥٦٥
اعتبار معانی کا ہے، تو جو معہود ہے وہی مذکور ہے ٥٦٥
ڈاک خانہ والوں کو فیس کی رقم اگر کسی کام کے عوض کے بغیر دی جاتی، یا کسی کام کے عوض دی جاتی، مگر وہ کام مقصود یا صالح عقد اجارہ نہ ہوتا، تو البتہ یہ معاملہ قرض ہوتا۔ ٥٦٦
فیس منی آرڈر کو طرفین میں سے کوئی بھی سود قرار نہیں دیتا، روپیہ پہنچانے اور رسید واپس لاکر دینے کا معاوضہ سمجھتا ہے۔ ٥٦٦
ڈاکخانوں کی وضع ہی ایسے کاروبار کے لئے ہوتی ہے۔
شریعت میں حتی الامکان نظر اصلاح معاملات پر ہوتی ہے، نہ افساد پر۔ ٥٦٦
نقود میں خلاف جنس تفاضل جائز ہونے سے مسئلہ کی تائید۔ ٥٦٦
فیس منی آرڈر کے اجرت اجارہ ہونے پر

Marfat.com

پہلی دلیل۔ ۵۶۷

اصل رقم تلف ہونے سے تاوان لازم ہوتا ہے۔ ۵۶۷

اس دلیل پر پہلی تنقید۔ ۵۶۷

اجارہ میں بھی مختلف صورتوں میں ضمان واجب ہے

دوسری تنقید ۵۶۷

اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اجارہ میں ضمان مطلقاً واجب نہیں ہوتی تب طلب زمان کی قید لگا دینے سے اجارہ قرض سے کیوں بدل جائے گا۔ ۵۶۷

ایک شبہہ اور اس کا جواب۔ ۵۶۷

تیسری تنقید ۵۶۷

ہم اس کو اجارہ محض نہیں قرار دیتے بلکہ قرض بھی مانتے ہیں، تو یہ ضمان قرض ہونے کی وجہ سے اور فیس اجارہ ہونے کی وجہ سے۔ ۵۶۷

دوسری دلیل ۵۶۷

اجارہ میں اسی رقم کا مرسل الیہ تک پہنچانا ضروری ہوتا ہے لیکن اس معاملہ میں طرفین میں سے کوئی اسے ضروری نہیں سمجھتا۔ ۵۶۷

اس دلیل پر منطقی تنقید ۵۶۷

عقد میں جو چیز لازم ہو اگر عاقدین اس کو اپنے ذہن میں لازم نہ سمجھیں، یا اس پر عمل نہ کریں تو وہ عقد مرتفع نہیں ہوتا۔ ۵۶۷

بر تقدیر صحت دلیل، دونوں دلیلوں کا تقاضا یہ ہوا کہ یہ عقد اجارہ محض نہیں، اور درحقیقت یہ عقد من وجہ اجارہ اور من وجہ قرض ہے، اس لئے دلیل مفید مدعا نہیں۔ ۵۶۷

تحقیق مزید۔ ۵۶۸

ڈاک خانہ اجیر مشترک ہے اور اجیر مشترک پر ضمان کی شرط لگا دی جائے تو مسئلہ کی تین بلکہ چھ صورتیں ہیں، اور سب مصحح ومفتی بہا۔ ۵۶۸

فقہ کی تیس کتابوں سے اشکال ستہ کا بیان، ان کا حکم اور اس کے قائلین کی تفصیل۔ ۵۶۸

مصنف کے نزدیک اس قول کی ترجیح کہ اجیر صالح ہو تو ضمان نہیں، مستور الحال ہو تو نصف ساقط اور نصف واجب، اگر امام یہ زمانہ پاتے تو یہی فتویٰ دیتے۔ ۵۷۳

ان چار اقوال مفتیٰ بہا میں سے دو کی رو سے اجارہ میں ضمان جائز ہے۔ ۵۷۴

منی آرڈر کے معاملہ کو ہنڈوی پر قیاس کر کے ناجائز قرار دینا ایک نظر فقہی ہوتی۔ ۵۷۵

دونوں میں فرق یہ ہے کہ ہنڈوی والوں کی کوٹھیاں اجارہ بر روپیہ پہنچانے کیلئے نہیں، جبکہ ڈاکخانہ کی وضع اسی کے لئے ہے۔ ۵۷۵

شرط فاسد کی وجہ سے فیس منی آرڈر کے عدم جواز کا شبہہ اور اس کا جواب۔ ۵۷۶

شرط فاسد کے مفسد اجارہ ہونے پر چند بحثیں۔ ۵۷۶

پہلی بحث ۵۷۶

شرط فاسد کہ بیع میں ہے، ہمارے ائمہ نے اجارہ کو اس پر قیاس کیا۔ ۵۷۶

حدیث شرط پر امام اعظم کی وجہ سے ابن قطان

Marfat.com

کی جرح اور اس جرح پر اعلیحضرت رحمہ اللہ کی کڑی تنقید۔ ۵۷۷

بیع میں شرط فاسد سے بیع فاسد ہونے کی بات اس شرط کے ساتھ مقید ہے کہ ایسی شرط لگانا معہود نہ ہو۔ ۵۷۸

دوسری بحث ۵۷۹

اس عرف کا حضور کے زمانہ میں ہونا ضروری نہیں۔ ۵۸۰

منح الخالق سے اس اعتراض کا جواب کہ کیا عرف حدیث رسول پر قاضی ہو سکتا ہے ۵۸۱

کتبِ فقہ و فتاویٰ کی متعدد عبارتوں سے مسئلہ کا ثبوت۔ ۵۸۱

ان تینوں کتابوں کا نام جن سے عبارتیں نقل کیں۔ ۵۹۱

ان تیس امور کی فہرست جن میں خلافِ قیاس عرف کا اعتبار کیا گیا۔ ۵۹۱

مزید ایسے امور کا اضافہ من جانب مصنف جو قیاس کے خلاف عرف سے جائز ہوئے۔ ۵۹۲

تیسری بحث ۵۹۲

کیا وہ عرف سارے جہان کے مسلمانوں کا ہونا ضروری ہے یا نہیں۔ ۵۹۲

اصول ابن ہمام اور بحر الرائق سے حوالہ۔ ۵۹۳

جن مسائل میں علماء نے عرف کا لحاظ کیا انھیں میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پورے عالمِ اسلام کا عرف نہ تھا۔ ۵۹۳

تمام کیا جملہ بلاد المسلمین کے اکثر کا پتہ چلانا بھی محال کی طرح ہے۔ ۵۹۳

واقعی مردم شماری عادۃً محال ہونے کی تشریح۔ ۵۹۴

صرف علمائے اسلام کے اجماع کی بھی دوسری صدی کے بعد کوئی راہ نہ رہی۔ ۵۹۴

فواتح الرحموت سے اس کی نقل۔ ۵۹۴

اس امر کا کوئی ثبوت نہیں کہ علماء نے کسی مسئلہ میں عرف کا لحاظ کرنے کے لئے پورے عالمِ اسلام کے عرف کی تحقیق کی ہو۔ ۵۹۴

اس امر میں علماء کی تصریح موجود ہے کہ ہر بلاد کے اکثر عام مسلمانوں کا عرف وہاں حکم لگانے کے لئے کافی ہے۔ ۵۹۵

ابن ہمام، حاوی، خلاصہ، شامی، ظہیریہ، ہندیہ اور ابن نجیم کے حوالے۔ ۵۹۶

اس امر کی مزید وضاحت کہ عرف سے مراد ہر علاقہ کے اکثر اہل اسلام کا عرف ہے۔ ۵۹۶

عرف چار قسم کا ہوتا ہے؛ ۵۹۷

(۱) عہد رسول کا عرف نص رسول کے حکم میں ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر ہے۔ ۵۹۷

اور نص مقدم کی ناسخ ہے۔ ۵۹۷

فصول بدائع سے اس امر کی تائید ۵۹۷

تقریر رسول کی چار قسمیں ہیں ان میں سے دو نص مقدم کی ناسخ ہیں۔ ۵۹۷

شرح درر، حاشیہ مختصر الاصول سے تائید۔ ۵۹۸

(۲) عرف محیط اجماعی، یہ اجماع کے حکم میں ہے

Marfat.com

یہ خبر احاد پر مقدم ہے۔ ۵۹۹
اجماع کو خود تو ناسخ نہیں کہتے، لیکن یہ نص ناسخ
کو ظاہر کرتا ہے۔ ۵۹۹
مسلم اور فواتح الرحموت سے مسئلہ کی تائید ۵۹۹
(۳) عرف اکثر مسلمین جملہ بلاد عالم، یہ بھی
حجت تام ہے۔ ۵۹۹
ان احادیث کا بیان جن میں ایسے عرف کی
حجت کا ثبوت ہے۔ ۵۹۹
تیسرا عرف بھی حکم میں پہلے دونوں عرفوں کی طرح ہے ۶۰۰
ایسے متعدد مسائل سے اپنے قول کی تائید ۶۰۰
(۴) یہ وہ عرف ہے جس میں ہماری بحث ہے،
یہ نص کے مقابل نہیں ہو سکتا، نص کو اس سے
محدود کر سکتے ہیں، اور قیاس پر قاضی ہے۔ ۶۰۲
اشباہ، قدوری، ہدایہ، کفایہ، غایۃ البیان،
فتاویٰ صغریٰ کی نصوص و مسائل مختلفہ سے
ثبوت۔ ۶۰۳
عرف خاص کہ صرف ایک دو شہر کا عرف ہوا
اور عرف نادر کہ معدودین کا عرف ہو۔ یہ نامعتبر
اور قیاس کے مقابل نہیں۔ ۶۰۶
صورت حکم بتانے کے لئے جس میں کسی منصوص
یا متعین کی مخالفت نہ ہو عرف مقبول ہے۔ ۶۰۶
اعیان، نذر، اوقاف، وصایا میں عرف سے
مراد یہی عرف ہے۔ ۶۰۶
مصنف کی یہ تحقیق تمام کلمات علماء کی جامع اور
ان کا خلاصہ ہے، اور اس کا پوری طرح بیان
مصنف کی خصوصیت ہے۔ ۶۰۶
علامہ شامی کے رسالہ نشر العرف نے مسئلہ کو
اس طرح منضبط نہیں کیا ہے مگر اسی رسالہ
کے مطالعہ کی برکت سے یہ مسائل مصنف پر
منکشف ہوئے۔ ۶۰۷
جمیل اور ربینہ کا ذکر۔ ۶۰۶

کتاب الاکراہ

اکراہ معتبر عند الشرع اور غیر معتبر کی تعریف اور
بیان احکام۔ ۶۰۹
زرثمن کی حوالگی کے بار ثبوت سے سوال۔ ۶۰۹
حبس وقتل کے داب سے بیع کی تو بیع مکروہ ہے
اور فاسد ہے۔ ۶۰۹
قتل کی تخویف اعلیٰ درجہ کا اکراہ ہے۔ ۶۱۰
حبس مدید بھی اکراہ میں داخل ہے۔ ۶۱۰
بیع وشراء واجارہ وفسخ میں اکراہ ملجی وغیر ملجی
دونوں رضا کو معدوم کر دیتے ہیں۔ ۶۱۰
مکرہ کو فسخ یا امضاء کا اختیار رہوگا۔ ۶۱۰
زبردستی گھر روک کر عورت سے مہر معاف
کرالیا تو معافی باطل ہے۔ ۶۱۰
بیع وشراء واجارہ اقرار کے حکم میں ہے اور
باپ کی کوئی خصوصیت نہیں جو منع کی طاقت
رکھے سب کا یہی حکم ہے۔ ۶۱۰
مسئلہ مذکورہ میں خیریہ، خلاصہ، بزازیہ اور
تاتارخانیہ کا حوالہ۔ ۶۱۱

Marfat.com

تحقیق اکراہ کے لئے صورت اکراہ وقت فعل موجود
ہونا ضروری نہیں بلکہ تہدید سابق واندیشہ
لاحق اور مکرَہ اور مکرِہ کے قابو میں ہونا کافی ہے
خیریہ سے مسئلہ کا جزیہ۔ ٦١٢

مکرِہ کے قابو سے نکل گیا ہو تو صرف اس اندیشہ
سے آئندہ قابو پا سکتا ہے اکراہ نہیں مانا جائیگا۔ ٦١٢

رجسٹری آفس میں زرِ ثمن نہ دیا گیا ہو تو مشتری
کے ذمہ حوالگی ثمن کا بارِ ثبوت ہے۔ ٦١٣

حجتِ شرعیہ تین ہیں: گواہی، اقرار، انکار۔ ٦١٣

مکرَہ کا اقرار باطل ہے۔ ٦١٣

اگر اقرار اور عتہ شہادتِ شرعیہ سے ثابت ہو
تو قبالہ کی تقریر بحالت صحت نفس وثبات
عقل غیر معتبر ہے۔ ٦١٣

کتاب الحجر

ایسی عورت جس پر کبھی جنونی کیفیت طاری
ہوجاتی ہے وہ معتوہ ہے۔ ٦١٥

عورت معتوہ تبرعات جیسے ہبہ وغیرہ کی
اہلیت نہیں رکھتی اور کسی امر میں اس کی شہادت
مقبول نہیں۔ ٦١٥

افاقہ کا وقت معلوم نہ ہو تو یہ احکام دائمی ہیں ٦١٦

صرف باتوں سے افاقہ کا پتہ نہیں چلتا ہے۔ ٦١٦

افاقہ کا وقت معلوم ہے تو اس وقت اس کا
حکم عقلاء کا ہے۔ ٦١٦

درمختار، شامی، عالمگیری، طحطاوی کی عبارات ٦١٦

فالج زدہ کو جبکہ وہ شطرنج کھیلے مجنون کہا جا سکتا
ہے یا نہیں، اور ایسے شخص کے تصرفات سے
سوال۔ ٦١٨

فالج دماغی مرض ہے مگر اس کو جنون لازم
نہیں۔ ٦١٨

تمام کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر یہ مرض سال بھر
ممتد ہو تو مریض کا حکم تندرستوں کا ہے، اور
اس کے تمام تصرفات نافذ ہیں۔ ٦١٨

شطرنج وغیرہ کھیلنا اختلالِ عقل نہیں بلکہ سلیم الحواسی
کا کام ہے۔ ٦١٨

شطرنج کھیلنا شانِ علم کے لائق نہیں، اور کسی
کے ارتکاب گناہ کی وجہ سے شرعاً اس کے
تصرفات باطل نہیں ہوتے۔ ٦١٨

امام شعبی شطرنج کھیلتے تھے مگر کوئی انھیں
مخبوط الحواس نہیں کہتا۔ ٦١٨

جاہلوں کو عالموں پر طعن وتشنیع روا نہیں۔ ٦١٨

ایک ایسے شخص سے سوال جو چار سال سے
مرضِ فالج میں مبتلا ہے پہلے تمام اعضاء و
حواس پر آفت تھی، پھر ہاتھ کھلے پھر پاؤں پھر
زبان، اسی حالت میں حج کیا اور تمام تصرفات
کرتے ہیں۔ اس دوران دو تین دفعہ غفلت
اور بیخودی بھی طاری ہوئی۔ ٦١٩

مسلوب الحواس کی اعلیٰ قسم جنون اور ادنیٰ
قسم عتہ ہے۔ ٦١٩

عتہ میں تدبر کی خرابی، سمجھ کی عدم درستگی، باتوں کا

Marfat.com

بے تکا ہونا داخل ہیں، ایسے شخص سے شرعی
تکالیف مرتفع ہوجاتی ہے۔ ٦٢٠
مذکورہ بالا امور نہ ہوں تو شرعاً مسلوب الحواسی
ثابت نہیں اور نادر کا اعتبار نہیں۔ ٦٢٠
مدہوش کے لئے اکثر حال اقوال وافعال میں
اختلال ضروری ہے۔ ٦٢٠
حضرت ہشام کلبی کے تین نوادر کا ذکر۔ ٦٢١
اپنی عورت کے ساتھ زیادتی کی بنیاد پر شوہر
مجور ہوسکتا ہے یا نہیں۔ ٦٢١
یہ ظلم ہے مگر ظالم پر امام اعظم کے مسلک میں
حجر نہیں۔ ٦٢٢
ایسے شخص کے حجر میں امام صاحب اور صاحبین
کا اختلاف ہے۔ ٦٢٢
عصبہ نہ ہو تو ولایت کس کو حاصل ہے۔ ٦٢٣
ولایتِ نکاح صرف ماں کو حاصل ہے، ماں
پر کسی کو ولایت نہیں، یہ صرف ولی کو حاصل ہے
اور کوئی ولی بھی نہ ہو تو دادا پردادا بھی نہ ہو تو
حاکمِ اسلام۔ ٦٢٣
بے عقل کے تصرفات راساً باطل ہیں۔ ٦٢٣
جس کو قدرے تمیز حاصل ہو یا مسلوب الحواسی
دائمی نہ ہو تو اس کے ایسے تصرفات جس میں نفع
و ضرر دونوں کا احتمال ہو، ولی کی اجازت پر
موقوف رہیں گے۔ ٦٢٣
حاشیہ طحطاوی سے مسائل بالا کے نصوص۔ ٦٢٤
حالت افاقہ کے تصرفات مثل تصرفات عقلاء ہیں
جبکہ اوقات افاقہ معروف ہوں۔ ٦٢٥
سوال میں دائمی مسلوب الحواس بتایا گیا اور مہر
مثل سے زائد باندھا گیا، اس کے صحت کی
کوئی صورت نہیں، راساً باطل ہے۔ ٦٢٥
اگر لڑکا کلی مخبوط الحواس نہ ہوتا تب بھی یہ نکاح
باطل ہوتا کہ غبن فاحش کے ساتھ نکاح صرف
اب وجد کا حق ہے۔ ٦٢٥
ایسا عقد فضولی جس کا وقت عقد کوئی جائز
کرنے والا نہ ہو باطل ہے۔ ٦٢٦
غبن فاحش کے ساتھ بیع کا بھی یہی حکم ہے۔ ٦٢٦
ماں کی موت کی صورت میں صغیر مجور کی ولایت
کا سوال۔ ٦٢٦
سات سال سے زائد عمر کا بچہ باپ کے پاس
رہے گا اور اس کو جو ترکہ ماں سے ملا اس میں
تصرف کا اختیار بھی اس کے باپ ہی کو رہے گا
جو حصہ متوفیہ کے والدین کو ملا ان کے تصرف
میں رہے گا۔ ٦٢٧
مخبوط الحواس چچا کی ولایت اس کے ماموؤں
کو حاصل ہے یا بھتیجے کو۔ ٦٢٨
جب مجبور و اپاہج بھائی ہے تو اس کو، ورنہ
بھتیجے کو ولایت حاصل ہوگی، ماموؤں کو ولایت
کا کوئی حق نہیں۔ یہ ولایت نکاح کا بیان ہوا۔ ٦٢٩
ولایتِ مال باپ کے وصی، وہ نہ ہو تو وصی کے
وصی کو حاصل ہوگی۔ ٦٢٩
وہ بھی نہ ہو تو دادا کو، پھر اسی کے وصی، پھر

Marfat.com

وصی کے وصی کو، اور کسی کو مال کی ولایت نہیں پہنچتی۔ ۶۲۹

بلوغ کی حد سے سوال۔ ۶۲۹

لڑکے میں ۱۲ برس اور لڑکی میں ۹ برس، سوتے وقت احتلام ہونا، انزال، لڑکی میں حیض یا حاملہ ہونا، یا جماع سے لڑکے کا حاملہ کرنا، یہ سب بلوغ کی قطعی علامتیں ہیں۔ ۶۳۰

آثارِ بلوغ کے بغیر بھی اگر وہ اپنے کو بالغ کہیں اور ظاہر ان کی تکذیب نہ کرے تو بالغ ہیں۔ ۶۳۰

ڈاڑھی مونچھ نکلنے اور پستان کے ابھار کا اعتبار نہیں۔

درمختار، شامی اور عالمگیری سے مسئلہ کا حوالہ ۶۳۰

زید حالتِ صحت میں تبرعاً سکونت کے لئے مکان دینے کے بعد مجنون ہوگیا تو کیا حکم ہے۔ ۶۳۲

زید کے پاگل ہوتے ہی تبرع ختم، مکان زید کے ورثہ کو واپس کرے یا معقول کرایہ دے۔ ۶۳۲

لڑکی کا کوئی اور ولی نہ ہو تو چچا ولی ہے، لیکن اس کی بدنیتی ثابت ہو تو ماں اس کا نکاح کرسکتی ہے۔ ۶۳۲

ایسا مرض جس کے ہلاکت کا خوف غالب تھا بیع نامہ کے بعد چوتھے روز مرگیا، یہ تحریر مرض الموت کی ہے یا صحت کی۔ ۶۳۲

مرض مزمن ہوجائے اور خوفِ ہلاکت نہ رہے تو مرض الموت نہیں۔ ۶۳۲

مرض الموت میں کسی ایک وارث کے ہاتھ بلااجازت دیگر ورثہ بیع نافذ نہیں۔ ۶۳۳

نیلام شدہ مکان کی ملکیت کا سوال۔ ۶۳۴

اگر نیلام شدہ مکان کی قیمت سے ایک پیسہ بھی مالکوں نے لے لیا ہو تو مکان نیلام لینے والے کا ہوگیا، ورنہ مکان شرعاً اصل مالکوں کی ملک ہے۔ ۶۳۴

مجنون کی تعریف، مجنون کے احکام، مجنون کی ولایت، مجنون وصبی کے فرق، اور حالتِ جنون کی طلاق سے سوال۔ ۶۳۴

مجنون کی شریعت میں کوئی علیحدہ تعریف نہیں، مجنون وہی ہے جس کو پاگل اور دیوانہ کہتے ہیں۔ ۶۳۵

مجنون کی ولایت عصبہ کو علیٰ ترتیب الارث والحجب ہے۔ ۶۳۵

سات آدمیوں کو مال کی ولایت حاصل ہے۔

مجنون وصبی غیر عاقل کا ایک حکم ہے۔ صبی عاقل کا حکم علیحدہ ہے۔ ۶۳۵

مجنون کی طلاق کسی حال میں واقع نہیں ہوتی۔

غیر صحیح الحواس کی غبن فاحش کے ساتھ کی ہوئی بیع کا سوال۔ ۶۳۵

معتوہ کی بیع بے اجازت ولی جائز نہیں، ۶۳۶

اور غبن فاحش کے ساتھ مطلقاً باطل ہے۔ ۶۳۶

معتوہ ماذون کی بیع جائز ہے۔ ۶۳۷

طلاق صبی سے متعلق سوال۔ ۶۳۸

صبی کی طلاق نہ خود واقع ہوتی ہے نہ اس کی طرف سے اس کا ولی طلاق دے سکتا ہے۔ ۶۳۹

Marfat.com

بضرورت طلاق صبی کی صرف دو صورت ہے:
(۱) عورت اسلام لائی، صبی عاقل پر اسلام پیش کیا گیا اس نے انکار کیا، قاضی نے تفریق کی، یہ شرعاً طلاق ہے۔ ۶۳۹
(۲) صبی آلہ بریدہ تھا، عورت نے قاضی کے یہاں دعویٰ کیا اس نے تفریق کی، یہ بھی شرعاً طلاق ہے ۶۳۹
ایک تیسری صورت کہ صبی عاقل مرتد ہو گیا اس کی عورت نکاح سے نکل گئی، یہ بعض کے نزدیک ایک طلاق اور صحیح یہ کہ فسخ ہے۔ ۶۳۹
اشباہ سے مسائل کے نصوص۔ ۶۳۹
زید نے مکہ کے کسی رہنے والے کو ہر سال تیس روپے کی سبیل پلانے کا وکیل بنایا اور کئی سالوں کا بقایا چھوڑ کر مرگیا، ورثہ پر اس کی ادائیگی ضروری ہے یا نہیں۔ ۶۴۰

کتاب الغصب

لڑکے کی کمائی والد نے امانت کہہ کر رکھی اور اپنے مصارف میں خرچ کر دی تو تاوان دینا ہوگا، اور لڑکے کی رضا نہ تھی تو گنہگار بھی ہوا۔ ۶۴۳
آیت قرآنی سے مسئلہ پر استدلال۔ ۶۴۳
حدیث انت و مالک لابیک کی تاویل۔ ۶۴۳
فتح القدیر سے مسئلہ کا جزئیہ۔ ۶۴۴
مسئلہ کا ایک استثناء، باپ محتاج ہو اور بیٹا غنی تو لڑکے کے مال سے بقدر نفقہ بے اطلاع و رضا لے سکتا ہے۔ ۶۴۴
اصحاب سنن اربعہ اور حاکم کی مروی ایک حدیث کی تنقید اور تطبیق۔ ۶۴۴
غصب اور چند حرام اموال کے بارے میں یہ اختلاف کہ کب وہ غاصب وغیرہ کے لئے حلال اور کب حرام ہیں۔ ۶۴۵
سود، چوری، غصب اور جوئے کا روپیہ مطلقاً حرام قطعی ہے۔ ۶۴۶
آجکل کی وکالت اور نوکری جس میں ناجائز کام کا ارتکاب کرنا پڑے اور معصیت کی اجرت حرام قطعی ہے۔ ۶۴۶
بے ضرورت سود دینا حرام ہے لیکن قرض جو لیا حلال اور اس سے جو منافع کمایا حلال ہے۔ ۶۴۶
حرام مال سے خریدی ہوئی چیزوں کی چھ شکلوں کا بیان اور ان سب کا حکم۔ ۶۴۶
شامی سے مسئلہ کا جزئیہ۔ ۶۴۷
مذکورہ بالا صورتوں میں جن جن صورتوں میں خریدی ہوئی چیزیں حرام ہوں ان کا بسم اللہ پڑھ کر کھانا برا ہے کفر نہیں۔ ۶۴۹
ان چیزوں کی حرمت ضروریات دین سے نہیں۔ ۶۴۹
فتاویٰ علامہ طبری اور شرح فقہ اکبر سے حوالہ
حرام مال کو صدقہ کر کے امید ثواب رکھنی بھی مطلقاً کفر نہیں۔ ۶۴۹
مالک تک پہنچانا ممکن نہ ہو تو صدقہ باعث اجر ہے۔ ۶۴۹
شرح فقہ اکبر سے مسئلہ کی سند۔ ۶۵۰

Marfat.com

کسبِ زنا وسُود وغیرہ کے مال سے چٹائی، لوٹا وغیرہ خرید کر مسجد میں رکھنا حلال ہے یا حرام۔ ۶۵۰

عقد و نقد مال حرام میں جمع ہوں تو خریدی ہوئی شئی حرام ہے ورنہ امام کرخی کے قول کے مطابق حلال ہے اور یہی مفتٰی بہ ہے۔ ۶۵۱

عقد و نقد کے مال حرام میں جمع ہونے کی صورت ۶۵۱

جوئے کا مال اپنی ضروریات میں صرف کیا۔ اب کیا کرے۔ ۶۵۱

توبہ کی ترکیب، جس کا جتنا مال ہے واپس کرے اگر یہ ممکن نہ ہو تو ان کے ورثہ کو دے، وہ بھی نہ ہو سکے تو مال والوں کی طرف سے محتاجوں کو دے دے۔ ۶۵۲

عالمگیری سے مسئلہ کا جزئیہ اور مسئلہ کی مزید توضیح۔ ۶۵۲

مکر وحیلہ سے لوگوں کا مال لینا یا غصب ہوگا یا رشوت، اور دونوں حرام ہے۔ ۶۵۳

مخلوقِ خدا کو ڈرانا یا اس کا انتظام اور حیلہ کرنا بھی حرام ہے۔ ۶۵۳

دھوبی نے کپڑا بدل دیا، جان کر لیا تو لینا حرام، اور لاعلمی میں لیا تو استعمال حرام۔ ۶۵۴

خانیہ، ہندیہ، بزازیہ اور قرآن وحدیث سے مسئلہ کا ثبوت۔ ۶۵۵

مسئلہ کے ایک استثناء کی تاویل۔ ۶۵۵

حرام مال کی زکوٰۃ ادا کرنے اور اسے امورِ خیر میں صرف کرنے کا سوال۔ ۶۵۶

حرام مال سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی بلکہ کل مالک کو واپس کرنا ضروری ہے۔ ۶۵۶

ایسے مال سے نیازِ بزرگاں بھی جائز نہیں۔ ۶۵۷

مسئلہ پر مصنف کا استدلال۔ ۶۵۸

تفصیل مزید، ایسے مال کو کب اور کس نیت سے خیرات کرنا بلکہ بعض صورتوں میں کفر اور کب باعثِ اجر وثواب ہے۔ ۶۵۸

یہ تفصیل اس تحریر کا خاصہ ہے۔ ۶۵۸

اس مال سے حج کرنا ناجائز وگناہ لیکن کر لیا تو فرض ذمہ سے اُتر گیا، مگر ثواب نہ ملے گا۔ ۶۵۸

شامی سے جزئیہ کی تصریح۔ ۶۵۹

ان اموال کو بدل کر یعنی قرض لے کر اس سے امورِ خیر کر لیا اور یہ اموال قرض میں ادا کر دیا تو اب یہ امور جائز اور باعثِ ثواب ہوں گے۔ ۶۵۹

اس مال کو ناجائز لینے اور مالک کو واپس نہ کر کے قرض ادا کرنے کا گناہ اس پر علٰحدہ ہوگا۔ ۶۶۰

عالمگیری میں مذکور اس حیلہ پر ایک اعتراض اور اس کا جواب۔ ۶۶۰

زید کے ٹھیکیدار بکر نے عمر کی جائداد کے محاصل زبردستی وصول کئے، عمر کس سے مطالبہ کا حق ہے۔ ۶۶۲

بکر کا آسامیوں سے وہ محاصل وصول کرنا ظلم ہے مگر عمر کا مطالبہ نہ زید پر ہے نہ بکر پر

Marfat.com

نہ آسامیوں پر ہے۔ ٦٦٢

زید کی پرتی زمین میں بکر نے درخت لگائے ، ان کا مالک کون ہوگا۔ ٦٦٣

بکر نے زید کی زمین پر اس کی حقیقی یا عرفی اجازت سے درخت لگائے تو اول میں درخت زید کا ہوگا، اور ثانی میں بکر کا اور زمین عاریت مانی جائے گی۔ ٦٦٣

اگر لگاتے وقت بکر نے زید سے کہا میں اپنے لئے لگاتا ہوں، زید کی اجازت کے خلاف تو یہ غصب ہوا، اس کا حکم ہوگا کہ اپنا درخت اکھاڑے ، یہی حکم اس صورت کا ہے کہ بلا اذن لگایا ہو، ہاں یہ کہہ کر لگایا ہو کہ زید کے لئے لگاتا ہوں، تو زید کا ہوگا۔ ٦٦٣

مسجد کی زمین غصب کرنے والا شخص فاسق ، فاجر، ظالم ہے۔ ٦٦٣

اس کی وعید میں بخاری، مسلم، احمد و طبرانی کی چار حدیثیں اور سب کی نفیس وضاحت۔ ٦٦٣

تعزیر بالمال کا سوال۔ ٦٦٥

تعزیر بالمال منسوخ ہے اور تعزیر حاکم کا کام ہے عوام کا نہیں۔ جرمانہ واپس کرنے کے بعد اپنی طرف سے مالک مسجد کو دے دے تو یہ جائز ہے۔ ٦٦٦

دوسرے کی چیز بے اجازت اٹھا کر رکھ لینے سے وہ ضائع ہوگئی تو ضائع کرنے والے پر تاوان ہوگا۔ ٦٦٦

زید کا مطالبہ بکر پر تھا، زید مرگیا، مطالبہ ادا نہ ہوا، پھر زید کا وارث بھی قضا کر لیا، پھر بکر بھی مطالبہ ادا کئے بغیر مرگیا۔ آخرت میں مطالبہ معاف کرنے کا حق کس کو ہے۔ ٦٦٧

مظلوم کا ظالم پر دو طرح کا مطالبہ ہوتا ہے، ایک مطالبہ ظلم اور ایک مطالبہ مال اول کا حق ہر حال میں مظلوم کو ہے، اور ثانی اگر مردہ ہوگیا ہو تو آخرت میں اس کے معافی کا حق بھی مظلوم کو ہی ہے کہ مطالبہ مردہ میں وراثت نہیں چلتی ورنہ مطالبہ مال کا حق لڑکے کو ہے ٦٦٧

ہندیہ، خانیہ وغیرہ سے مسئلہ کا جزئیہ ٦٦٨

مصنف کا خانیہ کی عبارت سے ایک فقہی استنباط کہ لاوارث مال کا بیت المال وارث نہیں بلکہ وہ فی مسلمین ہے۔ ٦٦٩

کسی کی زمین پر قبضہ کرنے اور مظلوم کو مارنے سے سوال۔ ٦٦٩

حدیث شریف سے زمین غصب کرنے اور مسلمانوں کو ایذا دینے کی وعیدیں، ایسے لوگوں اور ان کے معاونین کا حکم۔ ٦٧٠

ترکہ کے جز حصہ پر قبضہ اور اس کی عدم ادائیگی کے لئے چوری ہوجانے کے عذر کا سوال۔ ٦٧١

صورت مسئولہ میں ترکہ کی رقم واجب الادا ہے اور چوری کا عذر نامسموع۔ ٦٧١

ورثاء کی شرکت شرکت ملک ہوتی ہے اور ہر شریک دوسرے کے حصہ میں اجنبی بلا سبب

Marfat.com

ایک کو دوسرے حصہ پر قبضہ کا حق نہیں۔ ٦٧١
صورتِ مسئولہ میں بے اذن قبضہ غصب جس کے ہلاک پر تاوان اور ابتداءً قبضہ باذن ہو، تو بعد طلب عدم ادائیگی تعدی اور تلف پر تاوان۔ ٦٧٢
شکل ثانی پر جرم غصب عائد نہ ہونے سے اعتراض اور اس کا جواب، اور فتح اللہ المعین ٦٧٢
ہندیہ اور تاتارخانیہ سے جواب کی تائید۔ ٦٧٣
ترکہ پر بزور قبضہ غصب ہے یا نہیں، ایسا مال مستحقین کو نہ دے کر دوسروں کو کھلانے اور کھانے والوں کا کیا حکم ہے، اور غصب کو چالاکی سمجھنے والوں پر کیا تعزیر ہے۔ ٦٧٥
صورتِ مسئولہ میں ضرور جرم غصب عائد ہے ایسے مال کا کھانا کھلانا ضرور حرام اور باعثِ عذابِ جہنم ہے۔ ٦٧٥
غصب کو حلال سمجھنا کفر ہے۔ ٦٧٥
اگر دیگر ورثہ کی اجازت سے پورے ترکہ پر قبضہ ہے، اور سب کے اخراجات کی ادائیگی اور فاضل کی حفاظت پر بھی ان کی رضا ہے تو غصب نہیں۔ ٦٧٦
اگر دیگر ورثہ کی اجازت نہ ہو اور اپنے تصرفات بھی ناحق کرتا ہو تو غاصب ہے مگر کافر نہیں کہ ضرورتِ دینی کا انکار کفر ہے۔ ٦٧٦
پہلی صورت میں اس کی دعوت میں حرج نہیں، اور دوسری صورت میں اس کی دعوت منع ہے، مگر یہ کہ اپنی ذاتی آمدنی سے کرے۔ ٦٧٦
مسجد کی چٹائی قبر میں لگا دینے والا شخص خاص اللہ تعالیٰ کا مجرم اور گنہگار ہے، صدق دل سے توبہ اور ایسی ہی چٹائی مسجد میں دینا، اور فقراء ومساکین کی مواساۃ اس کا کفارہ ہے۔ ٦٧٨
دو بھائی باہم شرکت میں کام کرتے تھے، مال موروثی اور کمائی کا دونوں تھا، ایک بھائی مرگیا، دوسرا برس ہا برس جائداد پر قابض رہا۔ مرنے والے نے ورثہ اور قرض دونوں چھوڑا۔ تقسیم کیسے ہو اور قرض کا کیا حکم ہے۔ ٦٧٩
دونوں بھائیوں کی مشترکہ زمین سے جو منافع زندہ بھائی نے کمایا اس کے تاوان میں متوفی کی نابالغ لڑکیوں کے حصہ کا، عہد نابالغیت تک کا کرایہ ادا کرے جبکہ قرض ترکہ سے کم ہو۔ اور بقیہ وارثوں کے حصہ سے جو کمایا صدقہ کرے۔ ٦٨٠
والد کے ترکہ میں ایک بھائی کے ناجائز تقسیم وتصرف اور قبضہ سے سوال۔ ٦٨٠
فاسقوں کے احکام اور وعیدیں۔ ٦٨١
دوسرے کی دیوار پر کڑی رکھنا اگر بے اجازت ہو تو غصب ہے۔ اور پہلے مالک نے اجازت دی تھی اور موجودہ مالک اجازت نہیں دیتا تو اب ہٹانا ضروری ہے۔ ٦٨٢
غیر کی تقریباً ڈیڑھ گرہ زمین غصب کرلی مغصوب نے اپنی زمین بیچ ڈالی غاصب کس کا جوابدہ ہے

Marfat.com

مالک کا یا مالک ثانی کا۔ ٦٨٢

زید کی دیوار میں عمر کا طاق قدیم ایام سے تھا، اور دو کڑیاں بھی اس کی دیوار پر تھیں۔ طاق زید نے بند کر دیا اور عمر کی دیوار میں دو الماری اور آتش خانہ بنوالیا، اور کہتا ہے کہ کڑیاں ہٹالو تو میں یہ چیزیں ہٹالوں گا، بلکہ دیوار بھی بڑھالی ہے، کیا حکم ہے۔ ٦٨٣

عاریت کی چیز کو ہر وقت واپس لینے کا حق عاریت دینے والے کو حاصل ہے۔ ٦٨٣

عالمگیری سے جزئیہ۔ ٦٨٣

مغصوب منہ کے وارثوں کو یہ حق حاصل ہے کہ غاصب کے وارثوں سے زمین مغصوبہ کا جو حصہ موجود ہے وہ اور مبیعہ کی جو قیمت روز غصب تھی اس کا تاوان، اور زمین کرایہ پر چلنے کیلئے تھی تو موجودہ کے آج تک کے اور مبیعہ کے روز بیع تک کے محاصل غاصب کی جائداد سے وصول کریں۔ ورثائے غاصب کو اس سے منع کرنا حرام ہے۔ ٦٨۴

عالمگیری سے مسئلہ کا جزئیہ۔ ٦٨٥

چندہ وصول کرنے والے کی سستی سے چیک کیش نہ ہو سکا اور بنک دیوالیہ ہو گیا، تو اس رقم کا ذمہ دار کون ہے، مالک کہ چندہ وصول کرنے والا۔ ٦٨٦

دیوالیہ بننا بنک والوں کا ظلم ہے۔ ٦٨٦

سبب اور مباشر جمع ہوں تو نسبت مباشر کی طرف ہو گی۔ ٦٨٦

فعل کے صدور میں جب کسی فاعل مختار کا فعل درمیان میں آجائے تو پہلے کی نسبت منقطع ہو کر دوسرے کے ساتھ قائم ہو جائے گی۔ ٦٨٦

چندہ امر مستحب ہے اس پر جبر نہیں ہو سکتا۔ ٦٨٦

متبرع پر جبر نہیں۔ ٦٨٦

وعدہ کرنیوالے پر ابقائے عہد کے لئے جبر نہیں۔ ٦٨٦

تطوع کرنے کی فضیلت۔ ٦٨٧

غیر مسلم کا مال زبردستی کھانے کے متعلق سوال و جواب۔ ٦٨٧

زید نے اپنی جائداد کا جزء حصہ بعوض مہر زوجہ کفو کے نام کیا، پھر میاں بیوی دونوں کی رضا سے وہ حصہ زوجہ کی اولاد کے نام لکھا گیا، قابض اس پر دوسری غیر کفو بیوی کی اولاد ہے یہ غصب اور ظلم ہے اور ان کا اس جائداد میں کوئی حصہ نہیں۔ ٦٨٧

شرکت کی چیز استعمال سے ضائع ہو جائے تو کس پر تاوان ہے۔ ٦٨٩

مغصوب منہ غاصب کا مال پائے تو اپنے حق میں اس پر قبضہ کر سکتا ہے یا نہیں۔ ٦٨٩

امام حجرہ میں سامان بند کر کے گیا، کچھ لوگ کمرہ کھول کر اسباب اپنے استعمال میں لائے اگر وہ امام کا ذاتی سامان ہو تو یہ تصرفات حرام ہیں، اور مسجد کا سامان بھی ہو مگر امام

Marfat.com

کے لئے تھا تو بھی اس میں یہ تصرفات حرام
ہونگے۔ ۶۸۹

وقف کا سامان مصرف کے خلاف استعمال
کرنا حرام ہے۔ ۶۸۹

تعمیر چاہ کے لئے جمع شدہ رقم خازن نے بیت المال
بنا کر اس سے قرض بانٹنا شروع کیا، کچھ
لوگوں نے اس سے قرض لیا اس دوران
بیت المال کو چندہ دیا بعد میں پھر بند کر دیا، کیا
ایسے خزانہ کا نام بیت المال رکھنا حدیث سے
ثابت ہے یا نہیں۔ ۶۹۰

ایسے بیت المال کے مخالفین کو کلام اللہ کے
مخالف کہنا کیسا ہے۔ ۶۹۰

قوم اس روپیہ کا حساب اس خازن سے
لے سکتی ہے یا نہیں۔ ۶۹۰

کتب خانہ کے ملازم نے کچھ کتابیں نذر کیں، بعد
میں معلوم ہوا کہ اس نے کتب خانہ کی کتابیں دی ہیں،
تو وہ کتابیں اپنے پاس نہ رکھی جائیں، دینے
والے کو واپس کر دی جائیں، شبہہ کے بعد
احتیاط بچنے میں ہے۔ ۶۹۱

غاصب الغاصب نے چیز غاصب کو واپس
کر دی ذمہ سے بری ہو گیا۔ ۶۹۱

عامۃ الورود جگہ مثلاً سرائے سے کسی مسافر کا سامان
گم ہو گیا سرائے کے مالک پر تاوان کی ذمہ داری نہیں۔

کسی شخص پر سرقہ کا نادیدہ حکم روا نہیں۔ ۶۹۲

عامۃ الورود جگہ میں رکھے ہوئے سامان کی ذمہ داری
جگہ والے پر نہیں۔ ۶۹۲

Marfat.com

فہرست ضمنی مسائل

فوائد تفسیریہ

قرآن میں مہینوں سے مراد شہور ہلالیہ ہیں، معالم اور نسفی سے تائید۔ ۴۴۸

فوائد حدیثیہ

حدیث مبارک "کل بنیک نحلت مثل ھذا" کا مطلب۔ ۲۹۱

حدیث مبارک "لو یعطی الناس بدعوتھم" کی تقریر۔ ۴۴۴

ان احادیث کا بیان جن میں ایسے عرف کی حجت کا ثبوت ہے۔ ۵۹۹

حدیث انت ومالک لابیک کی تاویل۔ ۶۴۳

اصحابِ سنن اربعہ اور حاکم کی مروی ایک حدیث کی تنقید اور تطبیق۔ ۶۴۴

آیت قرآنی سے مسئلہ پر استدلال۔

مسئلہ کا ایک استثناء۔

عقائد وکلام

جو حقیقی شرک میں مبتلا ہو وہی شرک ہے۔ ۴۳۳

بدعت کی تعریف ۴۳۳

حرام مال کو صدقہ کرکے امیدِ ثواب رکھنی بھی مطلقاً کفر نہیں۔ ۶۶۹

غصب کو حلال سمجھنا کفر ہے۔ ۶۷۵

اگر دیگر ورثہ کی اجازت نہ ہو اور اپنے تصرفات بھی ناحق کرتا ہو تو غاصب ہے مگر کافر نہیں کہ ضرورتِ دینی کا انکار کفر ہے۔ ۶۷۶

امامت

فاسق کی امامت کو نادرست کہنا صحیح نہیں، ہاں

Marfat.com

اس کی امامت گناہ ہے ۔ ۲۸۴

مرض الموت میں مہر معاف کرنے کے لئے ورثاء کی رضامندی ضروری ہے ، ان کی رضا کے بغیر معاف نہ ہوگا۔ ۲۸۵

امامت فی سبیل اللہ و بہ اجرت کا سوال ۔ ۵۰۲

امامت دونوں طرح جائز ہے اور افضل اوّل ہے ۔ ۵۰۳

اُجرتِ تعلیم و امامت کا سوال و جواب ۔ ۵۰۳

زکوٰۃ

حرام مال کی زکوٰۃ ادا کرنے اور اسے امورِ خیر میں صرف کرنے کا سوال ۔ ۶۵۶

حرام مال سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی بلکہ کل مالک کو واپس کرنا ضروری ہے ۔ ۶۵۶

صدقہ وخیرات

حدیث و بحرالرائق اور درمختار سے اس بات کا ثبوت کہ غنی کے لئے صدقہ بھی کارِ ثواب ہے ۲۶۵

نکاح

عقدِ نکاح میں ایک شخص طرفین کا متولی ہوسکتا ہے ۔ ۹۴

اگر لڑکا کلی مخبوط الحواس نہ ہوتا تب بھی یہ نکاح باطل ہوتا کہ غبن فاحش کے ساتھ نکاح صرف اب وجد کا حق ہے ۔ ۶۲۵

مہر

مقدار مہر مثل تک کا اقرار مرض الموت میں بھی صحیح ہے ۔ ۹۸

ثبوتِ نکاح سے مہر مثل ثابت ہوجاتا ہے ۔ ۹۸

لڑکی کے والد نے مہر معاف کیا تو کب معاف ہوگا اور کب نہیں ۔ ۳۴۶

اپنی زندگی میں لڑکے کو کُل جائداد ہبہ کر دی تو عورت کا مہر کس کے ذمہ ہے ۔ ۳۸۳

زبردستی گھر روک کر عورت سے مہر معاف کرالیا تو معافی باطل ہے ۔ ۶۱۰

طلاق

مجنون کی طلاق کسی حال میں واقع نہیں ہوتی ۔ ۶۳۵

طلاق صبی سے متعلق سوال ۔ ۶۳۸

صبی کی طلاق نہ خود واقع ہوتی ہے نہ اس کی طرف سے اس کا ولی طلاق دے سکتا ہے ۔ ۶۳۹

بضرورت طلاق صبی کی صرف دو صورت ہے :

(۱) عورت اسلام لائی ، صبی عاقل پر اسلام پیش کیا گیا اس نے انکار کیا ، قاضی نے تفریق کی ، یہ شرعاً طلاق ہے ۔ ۶۳۹

(۲) صبی آلہ بریدہ تھا ، عورت نے قاضی کے یہاں دعویٰ کیا اس نے تفریق کی ، یہ بھی شرعاً طلاق ہے ۶۳۹

ایک تیسری صورت کہ صبی عاقل مرتد ہوگیا اس کی عورت نکاح سے نکل گئی ، یہ بعض کے نزدیک

Marfat.com

ایک طلاق اور صحیح یہ کہ فسخ ہے۔ ٦٢٩

نفقہ

مضارب وطن اصلی میں تجارت کرے تو اخراجات پانے کا مستحق نہیں، وطن اقامت میں عقد مضاربت کی اور وہیں تجارت کرنے لگا، تب بھی سفر خرچ نہیں پائے گا، ہاں دوبارہ تجارت کیلئے جائیگا تو پائے گا۔ ١٣٩

اخراجاتِ سفر مضارب اپنے پاس سے کرے تو معاوضہ پائے گا، اس صورت میں مالِ مضاربت تلف ہوگیا اور اس کا خرچ بھی گیا۔ ١٤٠

جائز اخراجات کی تفصیل جو مالِ مضاربت سے ادا کیا جائے گا۔ ١٤٣

محتاج باپ اپنی اولاد کا مال اپنی ضرورت میں خرچ کرسکتا ہے۔ ٢٨١

نابالغ کا نفقہ اس کے مال سے ادا کیا جائے اور فقیر باپ بھی بقدر کفایت اس کے مال سے کھا سکتا ہے۔ ٣٣٦

فقیر میت کا کفن اس کے مالدار وارثوں پر ہوگا۔ ٣٣٦

باپ محتاج ہو اور بیٹا غنی تو لڑکے کے مال سے بقدر نفقہ بے اطلاع و رضا لے سکتا ہے۔ ٦٤٤

حضانت

سات سال سے زائد عمر کا بچہ باپ کے پاس رہے گا، اور اس کو جو ترکہ ماں سے ملا اس میں تصرف کا اختیار بھی اس کے باپ ہی کو رہے گا' جو حصہ متوفیہ کے والدین کو ملا ان کے تصرف میں رہے گا۔ ٦٢٧

حدود و تعزیر

تعزیر مالی منسوخ و ممنوع ہے۔ ٥٠٦

معدودے چند صورتوں کے علاوہ تعزیر کا حق قاضی کو ہے عوام کو نہیں۔ ٥٠٦

تعزیر بالمال کا سوال۔ ٦٦٥

تعزیر بالمال منسوخ ہے اور تعزیر حاکم کا کام ہے عوام کا نہیں، جرمانہ واپس کرنے کے بعد اپنی طرف سے مالکِ مسجد کو دے دے تو یہ جائز ہے۔ ٦٦٦

سیر

علمائے دین کی تحقیر کے احکام۔ ٤٣٧

دیوبندی ضرور کافر ہیں لیکن ان کی ہر بات غلط نہیں۔ ٤٩٩

یہود و نصاریٰ آپس میں ایک دوسرے کو باطل کہتے ہیں اور دونوں سچ کہتے ہیں۔ ٤٩٩

شرکت

چند آدمیوں کی مشترک اراضی جن میں ایک نمبردار ہے، اراضی کی بندوبست اور وصول و تحصیل وہی

Marfat.com

کرتا ہے، ایک شخص کو اراضی ایک سال کے لئے
کرایہ پر دی، نو ماہ کے بعد کرایہ دار کہتا ہے اراضی
میں نے خالی کردی تین ماہ کا کرایہ مجھ سے نہ لیا جائے
اس کی معافی کا نمبردار کو حق ہے یا نہیں۔
زمین کرایہ دار نے باختیارِ خود خالی چھوڑی، تو پورے
سال کا کرایہ اس کے ذمہ واجب ہے۔
اگر نمبردار کو شرکار کی طرف سے صرف کرایہ پر
دینے کا اختیار دیا گیا ہو تو چھوڑے گا تو دیگر
شرکار کا تاوان دے۔
از خود تصرفات یہ خود کرتا ہو تو کرایہ کا مالک یہ خود
ہوگا، بقیہ کا حصہ یہ ان کو دے یا فقیروں پر
خرچ کرے۔
جتنے دن اور جتنے گھنٹے کام کیا اُتنے کی تنخواہ ملے گی
جتنا کام نہ کیا تنخواہ نہ ملے گی۔
مشترکہ جائداد کے منافع سے سوال۔
بھائیوں میں مشترکہ جائداد تمام بھائیوں کی ہے
کوئی ایک بھائی اس کا مالک نہیں ہوسکتا۔
کسی جائداد کے منافع کا کسی ایک بھائی کے
کام میں آنا اس جائداد کا ہبہ نہیں۔
جائداد مشترکہ کا ہبہ بلاتقسیم کسی ایک شریک
کے حق میں نہیں، ایسی صورت میں موہوب لہ کی
موت سے ہبہ باطل ہوجاتا ہے۔
مشترکہ کھیت کرایہ پر دیا گیا سب شرکار کی
اجازت سے یا بغیر اجازت۔
بے اجازت تو کرایہ میں سے کرایہ دینے والے

کے حصہ بھر اس کی ملک، اور بقیہ ملک خبیث،
تو وہ بقیہ حصہ داروں کو دے یا فقرار پر صدقہ
کرے، اول افضل ہے۔ ۵۱۷
۴۹۹ ورثار کی شرکت شرکتِ ملک ہوتی ہے اور
ہر شریک دوسرے کے حصہ میں اجنبی، بلا سبب
۴۹۹ ایک کو دوسرے حصہ پر قبضہ کا حق نہیں۔ ۶۷۱

بیوع

۴۹۹ بیع میں ایک شخص عقد کے دونوں طرف کا متولی
نہیں ہوسکتا۔ ۹۴
مورث مرض الموت میں اپنی جائداد کسی وارث
۴۹۹ کے ہاتھ بے اجازت دیگر ورثہ نہ فروخت کرسکتا
ہے نہ اس کے لئے وصیت کرسکتا ہے۔ ۱۰۴
۴۹۹ زید نے جو جائداد اپنے نابالغ بچہ کے نام سے
۵۱۶ خریدی اس کا مالک لڑکا ہوگیا گو تصرف باپ
کا رہا ہو۔ ۱۹۴
۵۱۶ اپنی اولاد کے نام مرض الموت میں ہبہ بالعوض
بیع ہے اور ایسی بیع بے اجازت ورثہ باطل ہے ۳۲۶
۵۱۶ نابالغ اولاد کے نام جائداد خریدنے کا سوال۔ ۳۲۸
نابالغ کے نام سے ایجاب وقبول ہوا تو بیع اس
کے نام واقع ہوئی، والد کا زرِ ثمن دینا تبرع ہے ۳۲۸
۵۱۶ اگر معاملہ بیع میں بچوں کا نام نہ تھا تو بیع والد
کے نام ہوئی، اور لڑکوں کا نام لکھوانا ان کے
۵۱۷ نام ہبہ ہوا۔ ۳۲۹
لڑکے کے نام مکان بیع کیا تو باپ کو فسخ کا

Marfat.com

اختیار نہیں۔ ۴۳۲

بنجر زمین کی گھاس بیچنا، اگر زمینداروں نے وہ گھاس اگائی اور خود رَو کی دیکھ دیکھ اور نگرانی کرائی تو گھاس اس کی اور بیع جائز، ورنہ وہ گھاس سب کیلئے مباح اور جو قیمت لوگوں سے وصول کی واپس کریں۔ ۴۳۲

ایک غلام کے اعضاء کو دوسرے غلام کی ذات کے ساتھ بیچا بھی نہیں جا سکتا۔ ۴۸۲

افیون اور بھنگ کی تجارت اور ٹھیکیداری سے سوال، ان کا خارجی استعمال اور قدر قلیل غیر مفتر کا داخلی استعمال جائز ہے، اس لئے اس کی تجارت بھی فی نفسہٖ ایسے لوگوں کے ساتھ جائز ہے۔ ۵۳۷

آج کل چونکہ لوگ زیادہ تر نشہ کے لئے ہی خریدتے ہیں لہذا اس سے بچنا ہی چاہیے۔ ۵۳۷

زرِ ثمن کی حوالگی کے بارِ ثبوت سے سوال۔ ۶۰۹

حبس و قتل کے داب سے بیع کی تو بیع مکروہ ہے اور فاسد ہے۔ ۶۰۹

مکرِہ کے قابو سے نکل گیا ہو تو صرف اس اندیشہ سے آئندہ قابو پا سکتا ہے اکراہ نہیں مانا جائیگا، رجسٹری آفس میں زرِ ثمن نہ دیا گیا ہو تو مشتری کے ذمہ حوالگی ثمن کا بارِ ثبوت ہے۔ ۶۱۳

مرض الموت میں کسی ایک وارث کے ہاتھ بلا اجازت دیگر ورثہ بیع نافذ نہیں۔ ۶۲۳

نیلام شدہ مکان کی قیمت سے ایک پیسہ بھی مالکوں نے لے لیا ہو تو مکان نیلام لینے والے کا ہو گیا، ورنہ مکان شرعاً اصل مالکوں کی ملک ہے۔ ۶۲۴

غیر صحیح الحواس کی غبن فاحش کے ساتھ کی ہوئی بیع کا سوال ۶۲۵

معتوہ کی بیع بے اجازت ولی جائز نہیں، اور غبن فاحش کے ساتھ مطلقاً باطل ہے۔ ۶۲۶

معتوہ ماذون کی بیع جائز ہے۔ ۶۲۷

حرام مال سے خریدی ہوئی چیزوں کی چھ شکلوں کا بیان اور ان سب کا حکم۔ ۶۴۶

سُود

منافع میں سے ایک آنہ فی روپیہ دینا یہ بھی جائز ہے اور مالِ مضاربت پر ایک آنہ فی روپیہ دینا سُود ہے۔ 151

سب رجسٹراری میں سُود کے قبالہ کی حفاظت بھی داخل بلکہ اغلب ہے اور یہ تعاون علی الاثم ہے۔ ۴۷۴

سود کا روبار میں کھانے والے، کھلانے والے، گواہ اور کاتب پر حدیث میں لعنت آئی ہے۔ ۴۷۴

سودی کاروبار حرام ہے، سود کی کمی بیشی سے حلت و حرمت کے حکم میں تغیر نہیں ہو سکتا۔ ۵۱۳

سود کی حرمت پر قرآن عظیم کی دو آیات اور تین حدیثیں۔ ۵۱۳

سود کے ہر حیلے پر اپنی ماں سے ایک بار زنا کرنے کا گناہ ہوتا ہے۔ ۵۱۴

Marfat.com

سود لینا مطلقاً منع ہے دینا معذوری سے ہو تو جائز ۵۱۵
سودی قرض کا سوال۔ ۵۶۰
سود کی حرمت کا بیان۔ ۵۶۱
فیس منی آرڈر کو طرفین میں سے کوئی بھی سود قرار نہیں دیتا، روپیہ پہنچانے اور رسید واپس لاکر دینے کا معاوضہ سمجھتا ہے۔ ۵۶۲
بے ضرورت سود دینا حرام ہے لیکن قرض جو لیا حلال اور اس سے جو منافع کمایا حلال ہے ۶۴۶

بیمہ

بیمہ شرعاً جوا ہے۔ ۵۰۲
بیمہ میں جتنا روپیہ اس نے جمع کیا واپسی کے وقت صرف اتنے کی ہی سال کی زکوٰۃ اس پر واجب ہے۔ ۵۰۲

وقف

کسب زنا و سود وغیرہ کے مال سے چٹائی، لوٹا وغیرہ خرید کر مسجد میں رکھنا حلال ہے یا حرام ۶۵۰
مسجد کی چٹائی قبر میں لگا دینے والا شخص خاص اللہ تعالیٰ کا مجرم اور گنہگار ہے، صدق دل سے توبہ اور ایسی ہی چٹائی مسجد میں دینا اور فقراء و مساکین کی مواساۃ اس کا کفارہ ہے۔ ۶۷۸
وقف کا سامان مصرف کے خلاف استعمال کرنا حرام ہے۔ ۶۸۹

رہن

کاشتکاری کی زمین کا رہن زمیندار کی اجازت سے جائز ہے۔ ۴۹۲
کاشتکار کا مرتہن کو زمین کی لگان کے عوض کاشت کی اجازت دینا فضول کا عقد اجارہ ہوا جو زمیندار کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ ۴۹۲
زمیندار نے اجازت دے دی تو رہن باطل ہوکر اجارہ کا معاملہ ہوگیا، اور اب یہی اصل کاشتکار رہو گیا، یہ خود بھی کاشت کرسکتا ہے اور دوسرے کو بھی دے سکتا ہے۔ ۴۹۲
زمیندار نے اجازت نہ دی تو اجارہ باطل، اور اس زمین سے اس کو کسی قسم کا انتفاع جائز نہیں۔ ۴۹۳
کاشتکاری کے رہن رکھنے کا سوال۔ ۵۲۷

شہادت

عورت معتوہ تبرعات جیسے ہبہ وغیرہ کی اہلیت نہیں رکھتی اور کسی امر میں اس کی شہادت مقبول نہیں۔ ۶۱۵

قضاء و دعوی

اقرار میں خطا کا دعوی مردود ہوگا۔ ۹۷
مہر مثل تک عورت کا دعوی بلا گواہ ثابت ہے ۹۸
دین مستغرق میں قاضی ترکہ کی جائداد بھی فروخت کرسکتا ہے کہ دیگر ورثہ موجود رہیں۔ ۱۰۵
بیع کے بعد ثبوت استحقاق کے لئے قضاء قاضی کی ضرورت ہے۔ ۱۱۵
اقرار سلب عقد میں نہ ہو تو صلح فاسد میں اقرار

Marfat.com

کے بعد دعویٰ جائز ہے ۔

نابالغ لڑکے کے نام جائداد خریدی اور بعد میں کہا کہ یہ جائداد میری ہے ۔ لڑکے کے نام اسم فرضی تھا ، باپ کا قول غلط ، جائداد لڑکے کی ہوگی ۔

دعویٰ بلا بینہ مقبول نہیں ۔

اعیان سے ابراء قضاءً نافذ ہوتا ہے دیانۃً نہیں ، اس کا مفاد یہ ہے کہ قاضی اس شئی کے بارے میں براءت کرنے والے کا دعویٰ نہیں سنے گا ، نہ یہ کہ دیانۃً بھی اس کا حق ختم ہوگیا ۔

تمادی کا مسئلہ بھی اس وقت ہے جب مدعا علیہ ملک مدعی کا منکر ہو ، اقرار کی صورت میں تمادی نہیں ۔

قاضی کو ایسے مقدمات کی سماعت منع ہو تو امیر خود مقدمہ کی سماعت کرے ۔

عہدِ قضاء زمان ، مکان اور خصوصیت کے ساتھ خاص ہوسکتا ہے ۔

قرضہ کی وصولی کے لئے مقدمہ کرنا پڑا مدعی صرفہ کا حق نہیں ۔

حظر و اباحت

وکیل مطلق کو اگر صراحۃً موکل نے معاف کرنے کی اجازت دی ہو تو وکیل اور موکل کوئی بھی واپسی کا مجاز نہیں ، اور مبہم اجازت ہو تو

۱۲۷ موکل کے عدم رضا کی صورت میں معاف کردہ رقم لے سکتا ہے ۔ ۹۵

مروجہ وکالت جس میں عموماً حق کو ناحق اور جھوٹ کا کاروبار ہوتا ہے ناجائز ہے ۔ ۹۵

۱۹۶ مقر کا اپنے اقرار سے پھرنا شرعاً جائز نہیں ۔ ۱۱۲

۳۴۴ عقد مضاربت ہنود کے ساتھ جائز ہے یا نہیں ۔ ۱۲۹

تعین نفع پر معاملۂ مضاربت حرام ہے — صاحبِ مال کو ایسا نفع لینا اور مضاربت کو دینا دونوں کے لئے حرام ہے ۱۳۰

۳۷۶ جو جی میں آئے دے دینا اس طرح مضاربت جائز ہے ۔ ۱۵۱

چندہ چندہ دہندوں کی ملک پر ہوتا ہے اس
۳۷۹ کی مرضی کے مصرف میں خرچ ہونے کے بعد
جو باقی بچا اس کو واپس کیا جائے یا اس کی
۳۸۲ اجازت سے کسی اور مصرفِ خیر میں خرچ ہو ۔ ۱۶۱

۳۸۲ عورت ماں باپ کے پاس شوہر کا مال کب امانت رکھ سکتی ہے اور کب نہیں ۔ ۱۶۳

۴۴۰ زید کو کسی نے امانۃً کچھ روپے دیئے ، زید اپنی طرف سے ماہ بماہ کچھ پیسے تبرعاً دیتا رہا ، اس میں کوئی حرج نہیں ، اور اس روپیہ کو اجازت یا بغیر اجازت صرفہ میں لایا اور اس کی وجہ سے وہ ماہانہ دیا تو سود ، اور تبرعاً دیا تو سود نہیں ، مگر احتراز اولیٰ ، اور بے اجازت کی صورت میں غاصب بھی ہوگا ۔ ۱۶۵

Marfat.com

انجمن، مسجد، مدرسہ کے مہتمم نے ادارہ کا روپیہ کسی کے پاس امانۃً رکھ دیا تو اس میں کسی قسم کا رد و بدل یا تصرف حرام وخیانت ہے، ہاں چندہ دہندگان کی طرف سے اس کی صریح یا عرفی اجازت ہو تو حرج نہیں، مگراب یہ امانت نہیں بلکہ قرض ہوگا۔ ۱۶۶

واعظ کو جو روپیہ سفر خرچ کے لئے دیا اس کے ہاتھ میں امانت ہے جو اس مصرف کے علاوہ خرچ ہوا یا بچا اس کو واپس کرے۔ ۱۶۸

واپسی فیس اسی روپیہ سے ادا کی جائیگی۔ ۱۶۸

ولی یعنی باپ کو بھی نابالغ کے مال سے ایک ہبہ کسی کو دینے کا اختیار نہیں۔ ۱۸۷

کسی نے اپنی ساری جائداد ایک ہی لڑکے کو دے دی تو صحیح اور نافذ ہے، البتہ وہ اپنے اس فعل میں گنہ گار ہوگا۔ ۲۳۷

فضل دینی کی وجہ سے کسی اولاد کو ترجیح دینے میں نہ گناہ نہ مواخذہ شرعیہ۔ ۲۳۷

دوسرے کی جائداد اجارہ پر دے کر کرایہ وصول کیا تو کرایہ مالک کو لوٹائے یا فقیر پر تصدق کرے۔ ۲۵۹

مرشد کو اللہ واسطے زیور دے کر واپس لینا جائز ہے یا نہیں۔ ۲۶۴

واپس لئے ہوئے زیور کو دوسری جگہ اللہ واسطے یا اپنے گھر خرچ میں صرف کرسکتا ہے یا نہیں۔ ۲۶۴

مرشد نے کل زیور اپنے صرفہ میں استعمال

کیا تھا کچھ خیرات نہیں کیا، اس سے وہ مجرم ہوئے یا نہیں۔ ۲۶۴

بدگمانی ہر مسلمان پر حرام ہے، اور پیر پر بدگمانی اور شدید ہے۔ ۲۷۰

خدمت گزاری فضل دینی ہے، اور اس بنیاد پر ترجیح باتفاقِ روایات جائز ہے۔ ۲۷۳

امورِ ثواب پر اجارہ کثیر علماء نے جائز رکھا ہے۔ ۲۸۴

والد اپنی زندگی میں بعض اولاد کو ہبہ صحیح کردے تو وہ مالک ہوجائیں گے، البتہ دیگر وارثوں کو محروم کرنے کی وجہ سے یہ گنہگار ہوگا۔ ۲۳۵

متبنّیٰ بنانا شرعاً کچھ نہیں۔ ۳۵۵

اولاد میں ترجیحی سلوک سے سوال۔ ۳۵۶

جس کا کوئی شرعی وارث نہ ہو وہ اپنا کل مال یتیم کو دے سکتا ہے۔ ۳۹۰

کوئی شخص اپنی ملک میں مستقل تصرف کا کب مجاز ہے اور کب نہیں۔ ۳۹۴

مسئلہ کی پندرہ صورتوں کا بیان۔ ۳۹۵

مالِ حرام کے مصرف کا بیان۔ ۴۰۷

زمینداروں کا اپنے علاقہ کے دریا اور تالابوں سے نصف نصف پر مچھلیاں پکڑوانا، مچھلیوں کو کسی کے ہاتھ فروخت کردینا، گاؤں کی گھاس کو اپنی مملوک سمجھ کر بیچنا جس میں آسامیوں کو اعتراض نہیں ہوتا۔ ۴۲۲

Marfat.com

بعض علماء نے وعظ پر اجرت کو بھی بحکم ضرورت جائز رکھا۔ ۴۳۵

بیشتر کتابوں میں صرف تعلیم قرآن کا استثناء ہے۔ ۴۳۵

تعطیل معہودہ کی تنخواہ دی جائے گی۔ ۴۳۸

حرام کی کمائی والوں کو مکان اجارہ پر دینا اور ان کے مال سے کرایہ وصول کرنا کیسا ہے۔ ۴۴۰

اپنا جائز حق کسی نام سے ملے لینا جائز ہے۔ ۴۴۵

اسامیوں سے اجرت مقررہ سے وصولی ناجائز ہے اور اس کا حکم رشوت کا ہے۔ ۴۴۵

معصیت کار کو مکان کرایہ پر دینے کا سوال و جواب۔ ۴۴۶

باجرت انگریزوں کے کپڑے سینا اور ایسی اجرت جائز ہے۔ ۴۷۲

سب رجسٹراری کی نوکری حرام ہے۔ ۴۷۵

کلام اللہ پڑھانے والے کو بلانیت معاوضہ ہدیہ دینا کیسا ہے۔ ۴۷۷

تالاب کا پانی اجرت پر دینا حرام ہے۔ ۴۸۰

تالاب اور حوض کو مچھلی کے شکار کے لئے اجارہ پر دینا جائز نہیں۔ ۴۸۰

طاعات پر اجارہ سے سوال۔ ۴۸۶

متاخرین نے جن عبادات پر اجارہ کو مستثنیٰ کیا ہے ان کے علاوہ جملہ عبادات کا حکم وہی ہے کہ اجارہ ناجائز ہے۔ ۴۸۶

ایصال ثواب اور میلاد خوانی انھیں طاعات میں سے ہے جن کا اجارہ ناجائز ہے۔ ۴۸۶

زبان سے لینے دینے کا ذکر نہ ہوا اور وہاں اس کی رسم بھی نہ ہو تو پڑھوانے والے کے لئے بطور حسن سلوک دینے میں حرج نہیں۔ ۴۸۷

اور جہاں اس کا رواج ہو وہاں جواز کی یہ صورت ہے کہ پڑھنے والے صاف کہہ دیں کہ ہم کو معاوضہ نہیں لینا ہے اور پڑھوانے والے بھی انکار کر دیں کہ دینا نہیں، اس کے بعد پڑھوانے والے بطور سلوک کچھ دیں تو حرج نہیں ۴۸۸

پڑھوانے والے ان کو اتنے وقت کے لئے مزدور رکھتے ہیں، اور جب وہ ان کے مزدور ہو گئے تو ان سے کسی اور کام کے بجائے تلاوت یا تقریر کرالیں۔ ۴۸۸

ایک عقد میں رہن و اجارہ جمع کرنا ناجائز ہے۔ ۴۸۹

مستاجر اجرت کی زمین دوسرے کو اجرت پر دے سکتا ہے لیکن اس دوسرے سے طے شدہ کرایہ سے زائد لینا جائز نہیں۔ ۴۸۹

جواز کی تین صورتیں۔ ۴۸۹

پہلی صورت میں عقد سال بھر کے لئے لازم ہو گیا، بدعہدی کی وجہ سے اسے توڑا نہیں جا سکتا۔ ۴۹۴

Marfat.com

تعلیم قرآن و تعلیم علوم دیگر، اذان و اقامت کی اجرت جائز ہے۔ ۴۹۵

زیارت قبور و ایصال ثواب، میلاد پاک کی اجرت ناجائز ہے۔ ۴۹۵

اگر پہلے سے طرفین میں یہ طے ہو جائے کہ کچھ لینا دینا نہیں، بعد میں صاحبِ خانہ بطور صلہ دے تو لینے میں حرج نہیں۔ ۴۹۵

قانونگوئی کی ملازمت سے سوال۔ ۴۹۶

طوائف کی حرام کمائی تعلیمِ قرآن کی اُجرت میں لینے کا سوال و جواب۔ ۴۹۸

تعلیم علومِ دین، اذان و اقامت وغیرہ بعض امور پر اُجرت کے جواز کا علمائے متاخرین نے فتویٰ دیا ہے۔ ۴۹۸

ایصال ثواب کے لئے ختم و تسبیح پر اجارہ ناجائز ہے۔ ۴۹۸

جس کے یہاں حلال اور حرام سبھی قسم کے کام ہوں اس کی ملازمت جائز ہے اور تنخواہ وغیرہ لینے میں حرج نہیں جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ خاص حرام مال سے دے رہا ہے۔ ۵۰۰

آج کل محرری کی نوکری میں خیر نہیں، ان کے یہاں اکثر معاملات ناحق ہوتے ہیں۔ ۵۰۰

شراب کے لئے دکان اجارہ پر دینا کیسا ہے۔ ۵۰۱

اُجرت میں سے بجبر کارِ خیر کے لئے چندہ وصول کرنے کا سوال۔ ۵۰۳

جبر ناجائز ہے۔ ۵۰۴

رنڈیاں بعینہٖ حرام کمائی سے کرایہ دیں تو لینا حرام ہے، اور حلال ذریعہ سے حاصل شدہ رقم دیں تو جائز ہے۔ ۵۰۴

دعا کا معاوضہ لینے کا سوال و جواب۔ ۵۰۴

مسلمان معمار کو تعمیرِ بُت کدہ کی اُجرت مکروہ ہے اور لینے والا مستحقِ سزا نہیں۔ ۵۰۴

بٹائی پر بکری دینا ناجائز ہے اور عدمِ جواز کی وجہ۔ ۵۰۵

دینی مجالس کے ملازمین قواعد مقررہ کی خلاف ورزی کریں تو ان کی تنخواہ کاٹی جاسکتی ہے یا نہیں۔ ۵۰۵

بینک کے سُودی کاروبار سے سوال اور اس کے کاروبار کی تفاصیل۔ ۵۱۰

اجیر خاص اور ملازم بھی اگر اس کے کام کا وقت متعین ہو، جیسے مدرسوں کی ملازمت، تو وہ اتنے ہی ٹائم کا ملازم ہے، اس کے بعد آزاد و خود مختار ہے۔ ۵۱۸

ایسے ہوٹل کے لئے مکان کرایہ پر دینا کیسا ہے جس میں شراب اور سُود کی فراہمی بھی ہوتی ہو، اور ایسی آمدنی سے چندہ دینا کیسا ہے۔ ۵۱۹

امامت، ختمِ کلامِ پاک اور دینی تعلیم سے اجرت سے متعلق سوال و جواب۔ ۵۲۱

ختمِ قرآن کی اُجرت ناجائز ہے۔ ۵۲۱

Marfat.com

قواعدِ ملازمت کی خلاف ورزی پر اجرت کی رقم جائز ہے یا ناجائز۔ ۵۲۱

بکے ہوئے وقت میں اپنا کام کرنا حرام ہے۔ ۵۲۱

ناقص کام کر کے پوری تنخواہ لینا حرام ہے۔ ۵۲۱

اگر کسی ناجائز کام کی پابندی ہو تو ملازمت ناجائز ورنہ جائز ہے۔ ۵۲۲

جس کا مال حلال ہو اس کی اعانت قبول کرنا جائز ہے۔ ۵۲۲

ایصالِ ثواب کے لئے اُجرت پر کلام اللہ پڑھنا پڑھوانا دونوں ناجائز اور گناہ ہے۔ ایسی قرآن خوانی کا ثواب مُردوں کو نہیں پہنچتا۔ ۵۲۸

کسی کی نماز اچھی لگی اس کو کچھ بطور بر وصلہ دے دیا تو اس کے لینے میں کچھ حرج نہیں۔ ۵۳۱

دعائے فتحیابی اگر بطور اجارہ بھی ہو اور وقت اور مقدار دُعاء مثلاً فلاں ختم، اور اجرت متعین کر دیا ہو تو اس اجارہ میں بھی حرج نہیں کہ یہ تدبیر و علاج ہے، ختم قرآن پر لینا نہیں۔ ۵۳۱

ختمِ ملازمت کے بعد پراویڈنٹ فنڈ کی رقم ملازم کی جائز کمائی ہے۔ ۵۳۵

گورنمنٹ سے زائد رقم سُود سمجھ کر لینا حرام ہے ہاں علمائے دین یہ سمجھ کر گورنمنٹ سے اپنا حق پا رہے ہیں چاہے گورنمنٹ اس کا کوئی نام رکھے، یا فقراء و مساکین یا کوئی دوسرا ان کی نیت سے اس کو وصول کرے تو یہ جائز ہے۔ ۵۳۶

خزانہ اسلامی نہ ہو اور وہ انتظاماتِ شرعیہ کا اہتمام نہ کرے تو بیت المال کے مستحقین (علماءِ دین و فقراء و یتامیٰ) کو اپنی رضا سے گورنمنٹ جو رقم بھی دے تو اس کا نام وہ کچھ رکھے اپنا حق سمجھ کر لینا جائز ہے۔ ۵۳۶

مسجد کے پھول کا بُتوں پر چڑھانے کیلئے کافروں کے ہاتھ ٹھیکہ دینا کیسا ہے۔ ۵۳۸

فی نفسہٖ ٹھیکہ حرام ہے، اور بُتوں پر چڑھانے کی نیت ہو تو اور حرام، اور یہ سمجھ کر لیا جائے کہ غیر مسلم اپنی خوشی سے دے رہا ہے، اور پھول توڑنے کے لئے مسجد میں نہ جانا ہو تو جائز ہے۔ ۵۳۸

وعظ پر اُجرت لینے کا سوال۔ ۵۳۸

طاعت پر اُجرت لینا حرام ہے مگر زمانہ کی حالت دیکھ کر علماء نے پانچ چیزوں کا استثناء کیا۔ ۵۳۸

دیہات کا ٹھیکہ حرام اور اس کی کتنی آمدنی مالک کے لئے حلال اور کتنی حرام۔ ۵۶۲

شطرنج کھیلنا شانِ علم کے لائق نہیں۔ ۶۱۸

جاہلوں کو عالموں پر طعن و تشنیع روا نہیں، مطلقاً حرام قطعی ہے۔ ۶۱۸

آج کل کی وکالت اور نوکری جس میں ناجائز کام کا ارتکاب کرنا پڑے اور معصیت کی اجرت حرام قطعی ہے۔ ۶۴۶

جوئے کا مال اپنی ضروریات میں صرف کیا اب کیا کرے۔ ۶۵۱

Marfat.com

مکر وحیلہ سے لوگوں کا مال لینا یا غصب ہوگا یا
رشوت، اور دونوں حرام ہے۔ ۶۵۳

دھوبی نے کپڑا بدل دیا، جان کر لیا تو لینا حرام
اور لاعلمی میں لیا تو استعمال۔ ۶۵۴

چندہ امر مستحب ہے اس پر جبر نہیں ہوسکتا۔ ۶۸۶

متبرع پر جبر نہیں۔ ۶۸۶

وعدہ کرنیوالے پر ایفائے عہد کے لئے
جبر نہیں۔ ۶۸۶

امام حجرہ میں سامان بند کر کے گیا، کچھ لوگ کمرہ
کھول کر اسباب اپنے استعمال میں لائے
اگر وُہ امام کا ذاتی سامان ہو تو یہ تصرفات حرام
ہیں، اور مسجد کا سامان بھی ہو مگر امام کیلئے تھا
تو بھی اس میں یہ تصرفات حرام ہوں گے۔ ۶۸۹

کتب خانہ کے ملازم نے کچھ کتابیں نذر کیں،
بعد میں معلوم ہوا کہ اس نے کتب خانہ کی
کتابیں دی ہیں، تو وہ کتابیں اپنے پاس
نہ رکھی جائیں، دینے والے کو واپس کر دی جائیں،
شُبہہ کے بعد احتیاط بچنے میں ہے۔ ۶۹۱

وصیّت

وصیت اور اقرار کا مشترکہ سوال۔ ۱۰۶

وصیت کے مسائل۔ ۱۰۸

جس ہبہ نامہ میں نسلاً بعد نسلٍ قابض و دخیل
رہیں لکھا ہو وہ وصیت نہیں ہوسکتی۔ ۱۸۸

مرض الموت کا ہبہ دیگر ورثہ کی اجازت کے بغیر
وصیت کا حکم رکھتا ہے اور ثلث میں نافذ
ہوتا ہے۔ ۲۴۰

وصیت کے ثلث ترکہ کے برابر اور کم و بیش
ہونے کی صورت میں نفاذ کی تفصیل۔ ۲۴۱

مرض الموت کا ہبہ حقیقۃً ہبہ ہے لہذا غیر مشاع
ہونا اور قبضہ شرط ہے، اور حکماً وصیت اس لئے
ثلث سے زائد میں، ورثاء کی رضا ضروری ہے۔ ۳۸۵

میراث

جامع الفصولین اور حدیث مبارک سے اس
مسئلہ کا جزیہ دین غیر محیط الترکہ مانع ملک
ورثہ نہیں۔ ۱۰۵

دین محیط میں ورثہ کو اختیار ہے کہ قرض اپنے پاس
سے ادا کریں اور ترکہ پر قابض ہوں۔ ۱۰۵

حالتِ صحت میں شوہر کے لئے کسی جائداد کے
اقرار کے بعد مقرہ کے وارثوں کا جائداد میں
کوئی حق نہیں۔ ۱۰۸

باپ کو بیٹے کے ترکہ سے سدس ملے گا۔ ۱۱۳

متوفی نے ترکہ میں دین اور عین دونوں چھوڑا،
وارثوں میں سے متوفی کے ایک بھائی نے
صرف سَو روپیے کر ورثہ سے صلح کر لی، اس
صلح اور ورثہ کے حصّہ سے سوال۔ ۱۱۹

ترکہ میں نقد ہو اور احد الشرکاء نے اپنے
حصہ سے کم پر صلح کی تو یہ صلح ربا ہونے کی

Marfat.com

باطل ہے۔ ۱۲۱

ورثہ کے درمیان ترکہ پر صلح کی چند صورتوں کے حکم کا بیان۔ ۱۲۲

اگر ورثہ میں نابالغ ہوں تو اس طرح کی صلح جس سے ان کے حصۂ شرعی پر اثر پڑے ناجائز ہے۔ ۱۲۵

ہبہ صحیح بھی بے قبضہ کامل تام نہیں ہوتا، اور بعد موتِ واہب اس میں وراثت جاری ہوگی۔ ۱۹۱

ایسی زمین جو زید نے نابالغ لڑکوں کے نام خریدی اس میں وراثت جاری نہ ہوگی، ایسے ہی اس زمین میں بھی جو نابالغ نے بالغ ہوکر اپنے لڑکوں کے نام خریدی۔ ۱۹۶

زید نے اپنے لڑکے اور بہو کو مرض الموت میں مکان اور دُکان ہبہ کیا، اور لڑکا اپنی عورت کے حق میں راضی نہ تھا، اس میں ہبہ کا حکم جاری ہوگا یا ترکہ کا "سوال"۔ ۲۱۲

اگر شے موہوبہ قابلِ تقسیم تھی، اور زید نے تقسیم کرکے ہر ایک کو قبضہ نہ کرایا تو ہبہ باطل، اور بعد موت کُل لڑکے کا، اور لڑکے کی موت پر تقدیم ما تقدم علی الارث کے بعد رُبع زوجہ کا، بقیہ بھانجے کا کہ وُہ اکیلا وارث ہے۔ ۲۱۲

دکان ناقابلِ تقسیم ہو اور زید نے اپنی زندگی میں زوجہ و پسر کو اس پر قبضہ دلا دیا ہو اور نصف دکان ترکہ زید کا ثلث ہو یا اس سے کم، تو ہبہ صحیح ورنہ باطل، اور کل میں میراث جاری ہوگی۔ ۲۱۳

پوتوں کا وراثۃً کوئی حق نہیں۔ ۲۲۰

وارث اپنے مال سے اگر مورث کی تجہیز و تکفین کرے تو وُہ تبرع نہیں قرار دیا جائے گا، وہ ترکہ سے اتنا وصول کرسکتا ہے۔ ۲۶۳

مہر میں شوہر کے علاوہ ورثاء کا حصہ نصف یا تین رُبع ہے۔ ۲۸۵

مالِ مقطوع میں وارثوں کا کوئی حق نہیں رہتا۔ ۲۹۷

کوئی وارث کسی وارث کو اپنے اختیار سے محروم نہیں کرسکتا۔ ۳۵۱

بعد موت لڑکی کا نصف اور لڑکے کا پورا، لیکن زندگی میں دونوں کو برابر دینے کا حکم ہے۔ ۳۵۶

کیا فاسق و فاجر لڑکے کو محروم الارث کیا جاسکتا ہے۔ ۳۵۸

عورت کو جائداد مہر کے عوض دے دی اس کی کی موت کے بعد اولاد ہونے کی صورت میں شوہر چہارم کا وارث ہوگا۔ ۳۸۹

ماں کے ترکہ میں ایک لڑکے کی موجودگی میں لڑکی کا حصہ ایک ثلث ہے۔ ۳۹۰

جو رقم نابالغ لڑکے کے نام جمع کی وہ اس کی ہوگئی، اور جو رقمیں بالغ کے نام بے قبضہ جمع کیں یا مشترکاً بالغ نابالغ یا دونوں نابالغ یا دونوں بالغ کے نام جمع کیں سب زید کا ترکہ ہے۔ ۳۹۴

مصنف کا خانیہ کی عبارت سے ایک فقہی استنباط کہ لاوارث مال کا بیت المال وارث

Marfat.com

نہیں بلکہ وہ فی مسلمین ہے ۔ ٦٦٩

اگر دیگر ورثہ کی اجازت سے پورے ترکہ پر قبضہ ہے، اور سب کے اخراجات کی ادائیگی اور فاضل کی حفاظت پر بھی ان کی رضا ہے تو غصب نہیں ۔ ٦٧٦

دو بھائی باہم شرکت میں کام کرتے تھے، مال موروثی اور کمائی کا دونوں تھا، ایک بھائی مرگیا، دوسرا برس ہا برس جائداد پر قابض رہا، مرنے والے نے ورثہ اور قرض دونوں چھوڑا تقسیم کیسے ہو اور قرض کا کیا حکم ہے ۔ ٦٧٩

دونوں بھائیوں کی مشترکہ زمین سے جو منافع زندہ بھائی نے کمایا اس کے تاوان میں متوفی کی نابالغ لڑکیوں کے حصہ کا عہد نابالغیت تک کا کرایہ ادا کرے جبکہ قرض ترکہ سے کم ہو۔ اور بقیہ وارثوں کے حصہ سے جو کمایا صدقہ کرے۔ ٦٨٠

والد کے ترکہ میں ایک بھائی کے ناجائز تقسیم و تصرف اور قبضہ سے سوال ۔ ٦٨٠

فوائد اصولیہ

دین اور عین میں تباین ہے ۔ ١٠٠

قرضدار کا حق مالیت میں ہے مال میں نہیں۔ ١٠٠

مقرلہ کی جہالت غیر فاحشہ صحت اقرار کی مانع نہیں ۔ ١٠٧

متضمِّن فاسد ہو تو متضمَّن فاسد ہو جاتا ہے ۔ ١٢٦

جو چیز فاسد پر مبنی ہو فاسد ہوگی ۔ ١٢٧

رب المال کو مقید کو مطلق کرنے کا ہر وقت اختیار ہے ۔ ١٤١

قبضہ دلیل ملک ہے ۔ ١٥٣

مالک کی تملیک کے بغیر کوئی چیز کسی کی نہیں ہوسکتی ۔ ٢١١

شرع مطہر حالتِ موجودہ پر حکم دیتی ہے۔ ٢٣٨

تملیک عام ہے اور ہبہ خاص ہے۔ ٢٤٣

عام سے خاص پر استدلال صحیح نہیں۔ ٢٤٤

مقام انشاء میں بھی جہاں خلاف پر قرینہ ہو تملیک سے ہبہ مراد نہیں لے سکتے ۔ ٢٤٨

اعتبار معانی کا ہے الفاظ کا نہیں ۔ ٢٥٠

تملیک عین کی ہوگی یا منافع کی، اور بلا عوض ہوگی یا بالعوض، یہ تقسیم عقلی اور حاصر ہے ۔ ٢٥١

عرف عام میں بھی تملیک عین بلا عوض کو ہبہ تسلیم کرتے ہیں ۔ ٢٥٢

قاضی ابو یوسف اور امام اعظم رحمہم اللہ تعالٰی کے اقوال میں ظاہری تضاد کا دفعیہ ۔ ٢٧٦

نصوص صریحہ کے خلاف روایت شاذہ نامقبول اور روایت مطلقہ مقیدہ پر محمول ۔ ٣١٦

اقرار کو انشاء کے معنٰی میں لینا مجاز ہے جو بے ضرورت ممنوع ہے ۔ ٣١٦

صحتِ اقرار کے لئے مطلقاً کسی سبب کا وجود ضروری ہے کسی خاص سبب کا نہیں۔ ٣١٧

القول بموجب العلۃ۔ ٣٢٠

تمادی کا حکم بھی قضاءً ہے دیانۃً نہیں، یہ

Marfat.com

حکم "الحق لا یسقط ولو تقادم الزمان" کے معارض نہیں ہوسکتا۔ ۳۷۸

امر سلطانی کے بعد مباح واجب ہوجاتا ہے۔ ۳۸۲

اعطائے قاعدہ اور بیانِ واقعہ میں فرق ہے۔ ۳۹۳

مطلقاً اختلاف فتویٰ مستلزم تعادل اقوال وفتویٰ نہیں۔ ۴۱۱

ترجیح اولیٰ، متون نے اس پر جزم کیا، اور متون فتاویٰ اور شروح پر مقدم ہیں۔ ۴۱۴

حکم مباشر کی طرف منسوب ہوتا ہے مسبب کی طرف نہیں۔ ۴۴۰

مطلق کی نفی اور مطلق نفی میں فرق ہے۔ ۴۶۷

صریح دلالت پر فوقیت رکھتا ہے۔ ۴۷۱

جو عرفاً معہود ہو وہ قولاً مشروط ہی کی طرح ہے۔ ۴۸۷

جو ناجائز ہے مشروط ہو یا معہود ہر طرح ناجائز ہے۔ ۴۹۵

صریح دلالت پر فوقیت رکھتا ہے۔ ۴۹۵

اصل کلی، بیع اعیان کا عقد ہے، اور اجارہ منافع کا عقد ہے۔ ۵۴۲

مقیس اور مقیس علیہ میں فرق کا بیان۔ ۵۶۴

اعتبار معانی کا ہے، تو جو معہود ہے وہی مذکور ہے۔ ۵۶۵

شریعت میں حتی الامکان نظر اصلاح معاملات پہ ہوتی ہے، نہ افساد پہ۔ ۵۶۶

عقد میں جو چیز لازم ہو اگر عاقدین اس کو اپنے ذہن میں لازم نہ سمجھیں، یا اس پہ عمل نہ کریں تو وہ عقد مرتفع نہیں ہوتا۔ ۵۶۷

شرط فاسد کے مفسد اجارہ ہونے پہ چند بحثیں۔ ۵۷۶

اس عرف کا حضور کے زمانہ میں ہونا ضروری نہیں۔ ۵۸۰

منح الخالق سے اس اعتراض کا جواب کہ کیا عرف حدیث رسول پر قاضی ہوسکتا ہے۔ ۵۸۱

کیا وہ عرف سارے جہان کے مسلمانوں کا ہونا ضروری ہے یا نہیں۔ ۵۹۲

جن مسائل میں علماء نے عرف کا لحاظ کیا انھیں میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پورے عالم اسلام کا عرف نہ تھا۔ ۵۹۳

تمام کیا جملہ بلاد المسلمین کے اکثر کا پتہ چلانا بھی محال کی طرح ہے۔ ۵۹۳

واقعی مردم شماری عادۃً محال ہونے کی تشریح۔ ۵۹۴

صرف علمائے اسلام کے اجماع کی بھی دوسری صدی کے بعد کوئی راہ نہ رہی۔ ۵۹۴

اس امر کا کوئی ثبوت نہیں کہ علماء نے کسی مسئلہ میں عرف کا لحاظ کرنے کے لئے پورے عالم اسلام کے عرف کی تحقیق کی ہو۔ ۵۹۴

اس امر کی مزید وضاحت کہ عرف سے مراد

Marfat.com

ہر علاقہ کے اکثر اہل اسلام کا عرف ہے۔ ۵۹۶

عرف چار قسم کا ہوتا ہے۔ ۵۹۷

تقریر رسول کی چار قسمیں ہیں، ان میں سے دو نص مقدم کی ناسخ ہیں۔ ۵۹۷

اجماع کو خود تو ناسخ نہیں کہتے، لیکن یہ نص ناسخ کو ظاہر کرتا ہے۔ ۵۹۹

عرف خاص کہ صرف ایک دو شہر کا عرف ہوا، اور عرف نادر کہ معدود ین کا عرف ہو، یہ نامعتبر اور قیاس کے مقابل نہیں۔ ۶۰۶

صورت حکم بتانے کے لئے جس میں کسی منصوص یا متعین کی مخالفت نہ ہو عرف مقبول ہے۔ ۶۰۶

بیع و شراء واجارہ وفسخ میں اکراہ ملجی وغیر ملجی دونوں رضا کو معدوم کر دیتے ہیں۔ ۶۱۰

کسی کے ارتکاب گناہ کی وجہ سے شرعًا اس کے تصرفات باطل نہیں ہوتے۔ ۶۱۸

سبب اور مباشر جمع ہوں تو نسبت مباشر کی طرف ہوگی۔ ۶۸۶

فعل کے صدور میں جب کسی فاعل مختار کا فعل درمیان میں آجائے تو پہلے کی نسبت منقطع ہو کر دوسرے کے قائم مقام ہوجائیگی۔ ۶۸۶

ولایت

مال کے معاملہ میں ماں لڑکے کی ولی نہیں۔ ۱۸۷

نابالغ کی جائداد پر ولی کا قبضہ بربنائے ولایت ہے۔ ۱۹۴

باپ کا قبضہ نابالغ کا قبضہ ہے۔ ۱۹۴

نابالغ کے لئے ہبہ میں ولی کا قبضہ کافی ہے۔ ۲۵۷

ایسے اولیاء میں باپ، بھائی، چچا سب داخل ہیں۔ ۲۵۷

نابالغوں کے باپ کے ہوتے ہوئے نانی کا ولی بن کر قبضہ کرنا جائز ہے یا ناجائز۔ ۳۴۷

پوتی کی ماں کی موجودگی میں دادی کی ولایت صحیح ہے یا نہیں۔ ۳۴۷

عصبہ نہ ہو تو ولایت کس کو حاصل ہے۔ ۶۲۳

ولایت نکاح صرف ماں کو حاصل ہے، ماں پر کسی کو ولایت نہیں، یہ صرف ولی کو حاصل ہے، اور کوئی ولی بھی نہ ہو تو دادا پردادا بھی نہ ہو تو حاکم اسلام۔ ۶۲۳

مخبوط الحواس چچا کی ولایت اسکے ماموؤں کو حاصل ہے یا بھتیجے کو۔ ۶۲۸

جب مجبور وا پاہج بھائی ہے تو اس کو، ورنہ بھتیجے کو ولایت حاصل ہوگی، ماموؤں کو ولایت کا کوئی حق نہیں، یہ ولایت نکاح کا بیان ہوا۔ ۶۲۹

ولایت مال باپ کے وصی، وہ نہ ہو تو وصی کے وصی کو حاصل ہوگی۔

وہ بھی نہ ہو تو دادا کو، پھر اسی کے وصی، پھر وصی کے وصی کو، اور کسی کو مال کی ولایت

Marfat.com

نہیں پہنچتی۔
لڑکی کا کوئی اور ولی نہ ہو تو چچا ولی ہے، لیکن
اس کی بدنیتی ثابت ہو تو ماں اس کا نکاح
کرسکتی ہے۔
مجنون کی ولایت عصبہ کو علیٰ ترتیب الارث
والجب ہے۔
سات آدمیوں کو مال کی ولایت حاصل ہے۔
زید کا مطالبہ بکر پر تھا، زید مرگیا، مطالبہ
ادا نہ ہوا، پھر زید کا وارث بھی قضاء کرلیا،
پھر بکر بھی مطالبہ ادا کئے بغیر مرگیا، آخرت میں
مطالبہ معاف کرنے کا حق کس کو ہے۔

افتاء و رسم المفتی

"فع" فتاوی العصر کی طرف اشارہ ہے۔
"ظم" امام ظہیرالدین مرغینانی کا رمز ہے۔
"بخ" امام بکر خواہرزادہ کا اشارہ ہے۔
قاضیخان اپنی تحریر میں اس قول کو مقدم
کرتے ہیں جو راجح اور اظہر ہے۔
فتویٰ قولِ امام پر ہوتا ہے، تفصیل مصنف
کے رسالہ اجل الاعلام پر منقول۔
معاملات میں قول امام ابو یوسف پر فتویٰ ہونے
کی بات صحیح نہیں۔
متون فتاویٰ اور شروح پر مقدم ہیں۔
بلاضرورت وضعف حجت قول امام سے
عدول جائز نہیں۔

۶۲۹ قولِ امام پر فتویٰ دینے والے ائمہ بالاتفاق
ائمۂ ترجیح و افتاء ہیں۔ ۴۱۶
جو مسئلہ نہ جانتا ہو اسے کسی چیز پر حکمِ شرعی لگانا
۶۳۲ حرام ہے۔ ۵۱۹

منطق

۶۳۵

۶۳۵ اقرار کو اثبات اور انشاء ماننے کی صورت میں
دور لازم آئے گا۔ ۳۱۹

لغت

۶۶۷ لفظ ترا اور تراست کا فرق۔ ۳۱۶

فوائد فقہیہ

۱۹۵ وکیل مطلق معاملات کا مالک ہوتا ہے، طلاق،
۱۹۵ عتاق اور تبرعات کا نہیں۔ ۹۵
۱۹۵ دین مال حقیقی نہیں مال حکمی ہے۔ ۱۰۰
بیع العین فی حق المہر کے حق میں تصرفاتِ قاضی و
۳۱۱ وصی سے استدلال کا رد اور وجہ فرق کا بیان۔ ۱۰۳
چھ چیزوں کے علاوہ مقرلہ کے انکار سے اقرار
۳۹۳ رد ہوجاتا ہے، اور انکار کے بعد قبول صحیح
نہیں۔ ۱۰۷
۳۹۳ مسئلہ کے نصوص قرآن واحادیث سے۔
۴۱۴ وعدہ اور اقرار کا فرق اور دونوں کا حکم۔ ۱۱۱
شیوع مقارن اور شیوع طاری کے احکام
۴۱۵ میں فرق ہے۔ ۱۱۳

Marfat.com

تحریر بیع نامہ عاقدین پر حجت ہے۔ ۱۱۶

دستاویزوں میں عادۃً جو ابرار اس کے اخیر میں تحریر ہوتا ہے وہ صلب عقد میں داخل نہیں ہوتا اس لئے متضمن نہیں ہوگا۔ ۱۲۶

اقرار اور ابراء میں فرق ہے، اول تملیک اور ثانی اسقاط ہے، اس لئے دونوں کا حکم علیحدہ علیحدہ ہوگا۔ ۱۲۷

اس امر کی تفصیل کہ مضارب کو کون کون سے مصارف وصول کرنے کا حق ہے۔ ۱۳۷

مصنف کی طرف سے خلط مال کا ضابطہ۔ ۱۴۴

اعمل برایک کلماتِ اجازت میں سے ہے۔ ۱۴۸

عقد فضولی میں مجیز عقد کا اجازت کا اہل ہونا ضروری ہے۔ ۱۸۸

حالت بلوغ میں مجیز کی ایسی اجازت جو ابتداء کی صلاحیت رکھے نافذ ہے۔ ۱۸۸

ہبہ بلا قبضہ میں واہب کو قبضہ دلانے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ ۱۹۲

ہبہ میں جہاں رجوع جائز ہے اس سے مراد قبضہ کے بعد ہے۔ ۱۹۲

ہبہ بلا قبضہ باطل ہے۔ ۱۹۷

موانع رجوع کی آٹھ شرطوں کا بیان۔ ۱۹۸

ذی رحم محرم کی تفصیل۔ ۱۹۸

فقیروں کو ہبہ صدقہ ہے، اور صدقہ میں رجوع جائز نہیں۔ ۲۰۰

فقیروں کی تعریف اور ان کی تفصیل۔ ۲۰۰

بھتیجے ذی محرم ہیں اور یہ رشتہ موانع رجوع میں سے ہے۔ ۲۰۰

موت احد العاقدین بھی مانع رجوع ہے۔ ۲۰۱

اس مسئلے میں مصنف کی توضیح کہ موہوب لہ کل مالدار ہوں، یا بعض فقیر اور بعض مالدار، تو ان کے لئے ہبہ کا حکم ہے، اور جب کل فقیر ہوں تو ان کے لئے اور حکم ہے۔ ۲۰۳

شیوع کے اقسام اور ان کے احکام۔ ۲۰۷

پٹواری کی تحریر ملکیت ثابتہ کی یادداشت ہے انشاء تملیک نہیں اور اس کی بنیاد پر کاغذات میں اندراج کا بھی یہی حال ہے۔ ۲۱۱

ہبہ کے لئے ایجاب وقبول ضروری نہیں، ایسے قرائن جو تملیک پر دلالت کریں کافی ہیں۔ ۲۱۷

قبضہ نامہ کی تین شکلوں کا بیان۔ ۲۱۹

زمین تعمیر کے لئے دینا عاریۃ ہے ہبہ نہیں ہے ۲۲۲

ہبہ معدوم باطل ہے۔ ۲۲۳

مرض الموت کی تفسیر اور در مختار، بزازیہ اور قہستانی سے اس کی تصدیق۔ ۲۲۷

ہبہ شروط فاسدہ سے فاسد نہیں ہوتا۔ ۲۳۰

حیات مورث میں مورث ہی ساری جائداد کا مالک ہے۔ ۲۳۸

عرف میں تملیک کے نام سے ہبہ متبادر ہوتا ہے۔ ۲۴۳

امام سرخسی نے تملیک کو وضعاً مفید ہبہ بتایا۔ ۲۴۴

Marfat.com

افادہ ملک کرنیوالے الفاظ کی انواع سہ گونہ کی تفصیل۔ ۲۴۴
کلمات علماء میں اکثر تملیک سے ہبہ پر استدلال متداول ہے۔ ۲۴۴
مقام اخبار میں تملیک ہبہ سے عام ہے اور مقام انشاء عقود میں تملیک ہبہ ہے۔ ۲۴۷
تحریری تملیک نامہ قطعاً ہبہ نامہ ہے۔ ۲۴۹
تملیک زبانی میں مدار کار قرینہ پہ ہے قرینہ حالیہ ہو یا مقالیہ۔ ۲۵۰
تملیک و ہبہ کو علیحدہ علیحدہ سمجھنے پر علامہ "ط" کے خیال کی تصحیح۔ ۲۵۱
اظہار تملیک کی مختلف صورتوں کا بیان۔ ۲۵۸
ہبہ بعد قبضہ تمام ہوجاتا ہے۔ ۲۶۲
موانع رجوع کا بیان۔ ۲۶۲
اعتبار دل کے ارادہ کا نہیں زبان کی تصریح کا ہے، دل میں وکالت ہو اور زبان سے ہبہ کے الفاظ کہے تو ہبہ ہوگیا۔ ۲۶۶
ہبہ بشرط ایصال ثواب کو بیع قرار دینا باطل ہے۔ ۲۸۳
بیع کے لئے بدل کا مال ہونا ضروری ہے ایصالِ ثواب سرے سے مال ہی نہیں۔ ۲۸۳
شروطِ فاسدہ سے ہبہ فاسد نہیں ہوتا، شرط ہی فاسد ہوجاتی ہے۔ ۲۸۴
استحقاق مقارن مانع ہبہ ہے اور استحقاق طاری مانع صحت نہیں۔ ۲۹۱
استحقاق مقارن اور استحقاق طاری کی تفصیل۔ ۲۹۱
معاف ہونا الفاظِ ہبہ سے نہیں۔ ۲۹۵
معافی کا تعلق عیون سے نہیں دیون سے ہے۔ ۲۹۵
اقطاع کا مطلب تملیک جائداد نہیں بلکہ محصول کی معافی ہے۔ ۲۹۷
تخلیہ قبضۂ تام کے قائم مقام ہے۔ ۳۱۰
تخلیہ کے لئے ضروری ہے کہ مخلی مخلی لہ کو خذ یا کوئی ایسا لفظ کہے جو اس کے معنی ادا کرے۔ ۳۱۲
قاضی خاں کی تعریف تخلیہ کو اکثری بتانا غلط ہے۔ ۳۱۲
قاضیخان، ظہیریہ، ہندیہ، بحر الرائق اور شامی سے اس امر کی تصریح کہ اقبضہ نہ کہا تو تخلیہ صحیح نہیں۔ ۳۱۳
تخلیہ کی شرائط ثلٰثہ۔ ۳۱۴
ابراء اور ہبہ کا فرق اشباہ سے اس کا جزئیہ۔ ۳۲۸
تنخواہ آئندہ کا ہبہ باطل ہے۔ ۳۳۰
ایک ایسی صورت کا سوال جس میں ہبہ بالعوض اور بیع دونوں کا احتمال ہے۔ ۳۳۲
مشاع کی تعریف اور اس کی مختلف صورتیں۔ ۳۵۲
مسائل تمادی کا بیان۔ ۳۷۸
حکم قضا اور دیانت کی تفصیل اور اختلافِ ائمہ کی تشریح۔ ۳۹۵
حنفیوں کے نزدیک یہ مسئلہ اختلافی ہے کہ

Marfat.com

عنین کی مدت مقرر کرنے میں کن مہینوں کا اعتبار ہوگا۔ ۴۴۹

معاملات میں مدار عرف پر ہے، جب تک عام لوگ قمری کا اعتبار کریں مطلق کی صورت میں اسی پر محمول ہوگا۔ ۴۴۹

دلال کب دلالی کا مستحق ہوگا اور کب نہیں۔ ۴۵۳

اجرت آنے جانے اور دوا دوش پر ہوتی ہے صرف زبانی بات چیت پر نہیں۔ ۴۵۳

تعلیق الفسخ بالشرط اور تعلیق خیار الفسخ بالشرط دو علیحدہ شکلیں ہیں۔ ۴۵۹

اجارہ اور بیع اس حکم میں مشترک ہیں کہ شرط فاسد سے فاسد ہو جاتے ہیں۔ ۴۶۱

بیع میں "شرب" من وجہ تابع ہے اور من وجہ اصل اور اجارہ میں صرف تابع ہے۔ ۴۸۲

عاقدین کے درمیان تحریر سے پہلے کی گفتگو کبھی اصل عقد ہوتی ہے اور کبھی اصل عقد کی تمہید۔ ۴۹۳

قانونگو کے کام کی تفصیل۔ ۴۹۶

فقہاء کے اس قول کا مطلب یطیب الاجر وان کان السبب حراماً۔ ۵۰۱

رخصت کے دنوں کی بے تسلیم نفس بھی تنخواہ ملے گی۔ ۵۰۶

ملازم اور اجیر کے فرضی فرق سے سوال۔ ۵۱۸

شرع میں اجیر کی دو قسمیں ہیں: اجیر خاص اور اجیر مشترک۔ اردو میں اجیر خاص کو ہی نوکر اور ملازم کہتے ہیں۔ ۵۱۸

اجیر مشترک "پیشہ ور" کو کہتے ہیں جو کسی خاص آدمی کے نوکر نہیں ہوتے۔ ۵۱۸

استیفائے حق کا مسئلہ عام مسلمانوں کے ساتھ متعلق ہے۔ ۵۳۷

زبانی عقد کا شرع میں اعتبار ہے۔ اس کے خلاف پر تحریر کا کوئی اعتبار نہیں۔ ۵۵۲

ڈاکخانہ اجیر مشترک کی دکان ہے اور فیس منی آرڈر روپیہ مکتوب الیہ تک پہنچانے کا کرایہ۔ ۵۶۴

ڈاکخانہ اجیر مشترک ہے اور اجیر مشترک پر ضمان کی شرط لگادی جائے تو مسئلہ کی تین بلکہ چھ صورتیں ہیں، اور سب مصحح ومفتی بہا۔ ۵۶۸

مصنف کے نزدیک اس قول کی ترجیح کہ اجیر صالح ہو تو ضمان نہیں، مستور الحال ہو تو نصف ساقط اور نصف واجب، اگر امام یہ زمانہ پاتے تو یہی فتویٰ دیتے۔ ۵۷۳

ان تین امور کی فہرست جن میں خلافِ قیاس عرف کا اعتبار کیا گیا۔ ۵۹۱

مزید ایسے امور کا اضافہ من جانب مصنف جو قیاس کے خلاف عرف سے جائز ہوئے۔ ۵۹۲

اس امر میں علماء کی تصریح موجود ہے کہ ہر بلاد کے اکثر عام مسلمانوں کا عرف وہاں حکم لگانے کے لئے کافی ہے۔ ۵۹۵

Marfat.com

اکراہ معتبر عند الشرع اور غیر معتبر کی تعریف اور بیان احکام۔ ۶۰۹

حجتِ شرعی تین ہیں، گواہی، اقرار، انکار۔ ۶۱۳

مکرہ کا اقرار باطل ہے۔ ۶۱۳

اگر اقرار اور عتہ شہادتِ شرعیہ سے ثابت ہو تو قبالہ کی تقریر بحالت صحت نفس و ثبات عقل غیر معتبر ہے۔ ۶۱۳

ایسی عورت جس پر کبھی کبھی جنونی کیفیت طاری ہو جاتی ہے وہ معتوہ ہے۔ ۶۱۵

فالج دماغی مرض ہے مگر اس کو جنون لازم نہیں۔ ۶۱۸

تمام کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر یہ مرض سال بھر میں ممتد ہو تو مریض کا حکم تندرستوں کا ہے، اور اس کے تمام تصرفات نافذ ہیں۔ ۶۱۸

شطرنج وغیرہ کھیلنا اختلالِ عقل نہیں بلکہ سلیم الحواسی کا کام ہے۔ ۶۱۸

مسلوب الحواس کی اعلیٰ قسم جنون اور ادنیٰ قسم عتہ ہے۔ ۶۱۹

مدہوش کے لئے اکثر حال اقوال و افعال میں اختلال ضروری ہے۔ ۶۲۰

لڑکے میں ۱۲ برس اور لڑکی میں ۹ برس، سوتے وقت احتلام ہونا، انزال، لڑکی میں حیض یا حاملہ ہونا، یا جماع سے لڑکے کا حاملہ کرنا، یہ سب بلوغ کی قطعی علامتیں ہیں۔ ۶۳۰

آثارِ بلوغ کے بغیر بھی اگر وہ اپنے کو بالغ کہیں اور ظاہر ان کی تکذیب نہ کرے تو بالغ ہیں۔ ۶۳۰

ڈاڑھی مونچھ نکلنے اور پستان کے ابھار کا اعتبار نہیں۔ ۶۳۰

مجنون کی تعریف، مجنون کے احکام، مجنون کی ولایت، مجنون وصبی کے فرق اور حالتِ جنون کی طلاق سے سوال۔ ۶۳۴

مجنون کی شریعت میں کوئی علیحدہ تعریف نہیں، مجنون وہی ہے جس کو پاگل اور دیوانہ کہتے ہیں۔ ۶۳۵

ضمان و تاوان

عقد مضاربت میں تاوان مضارب پر ڈالنے کا سوال۔ ۱۳۱

مضاربت پر تاوان کی شرط فاسد ہے، رب المال مضارب سے تاوان نہیں وصول کر سکتا۔ ۱۳۱

امین سے غاصب نے زبردستی چھین لیا تو امین ضامن نہیں، ورنہ امین اور غاصب دونوں ضامن ہیں، صاحبِ مال جس سے چاہے وصول کرے۔ ۱۵۴

وکیل کی تقصیر سے ضائع ہوا تو تاوان دینا ہوگا ورنہ نہیں۔ ۱۵۵

دلال کپڑا بھول گیا کہ کس دکان پر چھوڑا ضامن ہوگا۔ ۱۵۵

کسی نے نوٹ تڑوانے کو دیا، راستہ میں گم ہوگیا

Marfat.com

اگراس کی کوتاہی کو دخل ہو ضامن ہوگا
ورنہ نہیں۔ ۱۵۵
عاریۃ لینے والے کی کوتاہی سے چیز ضائع ہو
توتاوان ہے، اورکوتاہی نہ ہو توتاوان لینا
حرام ہے اگرچہ معیر بخوشی دے۔ ۱۵۵
عاریت لینے اور دینے والوں نے پیشگی
شرط کرلی کہ ضیاع صورت میں تاوان ہو گا
تب بھی بلاتقصیر ضیاع پر تاوان لینا ناجائز ہے ۱۵۵
اجیر کے پاس سے چیز کے ضائع ہونے میں کب
تاوان ہے اور کب نہیں۔ ۱۵۷
متوفی نے چندہ کی رقم اپنے مصرف میں صرف
کرڈالی اور اپنا روپیہ مسجد یا مدرسہ میں لگادیا
توجواتنی رقم خرچ کی اس میں متبرع ہوا اور
چندہ دہندوں کا تاوان دے۔ ۱۶۱
عام طور سے شوہر عورت کو پہننے کے لئے جو زیور
دیتا ہے عاریۃ ہے، طلاق کی صورت میں
اس کی واپسی کا شوہر حقدار ہے، عورت ضائع
کرے تو اس پر تاوان ہے۔ ۱۶۳
مالک غاصب اور غاصب غاصب دونوں
میں سے جس سے چاہے تاوان وصول کرے ۱۶۴
امانت میں تصرف کا حکم اور تاوان کی صورت۔ ۱۶۷
عاریت اور امانت کی واپسی کب صحیح ہے کہ تاوان
سے بری، اور کب نہیں، تاوان دینا ہوگا۔ ۱۷۴
مشترک مال سے کسی نے اپنے نام جائداد خریدی
اس کا مالک خریدار ہوگا، البتہ شرکاء کے حصہ کا

تاوان اس پر لازم ہے۔ ۱۹۶
ہبہ فاسد میں شیٔ موہوب موجود ہو تو موہوب لہ
کو اس کے رد کا حکم ہے اور ہلاک کے بعد
ضمان واجب ہوتی ہے۔ ۳۷۵
اجیر کی حفاظت میں گم ہوئے مال کے تاوان
کا سوال۔ ۴۰۷
مال جب اجیر مشترک کے پاس سے بے اس کے
فعل کے ضائع ہو جائے، اگرچہ اس سے احتراز
ممکن ہو، اقوالِ علماء سخت مختلف ہیں مگر امام اعظم
کا قول ہے کہ تاوان واجب نہیں، قاضی شریح
وغیرہ ۹ ائمہ کا یہی مذہب ہے۔ ۴۰۸
اجارہ میں بھی مختلف صورتوں میں ضمان واجب ہے ۵۶۷
لڑکے کی کمائی والد نے امانت کہہ کر رکھی اور
اپنے مصارف میں خرچ کر دی تو تاوان دینا
ہوگا، اور لڑکے کی رضا نہ تھی تو گنہگار بھی ہوا۔ ۶۴۳
دوسرے کی چیز بے اجازت اٹھا کر رکھ لینے
سے وہ ضائع ہو گئی تو ضائع کرنے والے پر
تاوان ہوگا۔ ۶۶۶
صورتِ مسئولہ میں بے اذن قبضہ غصب جس
کے ہلاک پر تاوان اور ابتداءً قبضہ باذن
ہو، تو بعد طلب عدم ادائیگی تعدی اور تلف
پر تاوان۔ ۶۷۲
مغصوب منہ کے وارثوں کو یہ حق حاصل ہے
کہ غاصب کے وارثوں سے زمین مغصوبہ کا
جو حصہ موجود ہے وہ اور ملبیعہ کی جو قیمت روز

Marfat.com

غصب تھی اس کا تاوان، اور زمین کرایہ پر چلنے کے لئے تھی تو موجودہ کے آج تک کے اور ملبہ کے روز بیع تک کے محاصل غاصب کی جائداد سے وصول کریں، ورثائے غاصب کو اس سے منع کرنا حرام ہے۔ ۶۸۴

شرکت کی چیز استعمال سے ضائع ہو جائے توکس پر تاوان ہے۔ ۶۸۹

عامۃ الورود جگہ مثلاً سرائے سے کسی مسافر کا سامان گم ہوگیا سرائے کے مالک پر تاوان کی ذمہ داری نہیں۔ ۶۹۲

ترغیب وترہیب

مرید کے یہ کہنے سے کہ میرا اعتقاد آپ سے فسخ ہوگیا فسخ بیعت ہوگئی۔ ۲۷۰

پیر کے خلاف بدگمانی کر کے مرید تنبیہ شرعی کا مورد ہوا۔ ۲۷۰

معلم قرآن کو نذر دینے کو حرام کہنا جہالت اور دین پر افترا ہے۔ ۴۲۱

وعظ کو طلبِ دنیا کا ذریعہ بنانے پر سخت وعیدیں آئی ہیں۔ ۴۴۴

اللہ تعالیٰ قیامت میں تین آدمیوں کی طرف سے خود مدعی ہوگا۔ ۴۵۵

بدعہدی فسق ہے۔ ۴۹۴

قرآن عظیم میں قاضیوں کے لئے ظالم، فاسق، کافر تین الفاظ ارشاد ہوئے۔ ۵۳۹

مخلوقِ خدا کو ڈرانا یا اس کا انتظام اور حیلہ کرنا بھی حرام ہے۔ ۶۵۳

مسجد کی زمین غصب کرنے والا شخص فاسق، فاجر، ظالم ہے۔ ۶۶۳

اس کی وعید میں بخاری، مسلم، احمد و طبرانی کی چار حدیثیں، اور سب کی نفیس وضاحت۔ ۶۶۳

حدیث شریف سے زمین غصب کرنے اور مسلمانوں کو ایذا دینے کی وعیدیں، ایسے لوگوں اور ان کے معاونین کا حکم۔ ۶۷۰

فاسقوں کے احکام اور وعیدیں۔ ۶۸۱

تطوع کرنے کی فضیلت۔ ۶۸۷

فضائل ومناقب

واعظ میں کیا کیا صفات ہونے چاہئیں۔ ۴۳۳

حقیقی واعظ اس زمانہ میں سے ہے، اس کی خدمت اللہ و رسول کی خوشنودی کا ذریعہ ہے ۴۳۳

قبولیت تحفہ کی حدیث۔ ۴۳۴

استاد کا درجہ باپ سے اعلیٰ ہے، شرنبلالی، غنیہ ذوی الاحکام، عین العلم، عالمگیری سے استاذ کے حق کا بیان۔ ۴۵۱

مقامِ ورع مقامِ تقویٰ سے بلند ہے۔ ۴۷۸

مصنف کی یہ تحقیق تمام کلماتِ علماء کی جامع اور ان کا خلاصہ ہے، اور اس کا پوری طرح بیان مصنف کی خصوصیت ہے۔ ۶۰۶

علامہ شامی کے رسالہ نشر العرف نے مسئلہ کو

Marfat.com

اس طرح منضبط نہیں کیا ہے مگر اسی رسالہ کے
مطالعہ کی برکت سے یہ مسائل مصنف پر
منکشف ہُوئے۔ ۶۰۶

تاریخ و تذکرہ

مفتاح کے مصنف کا پتہ نہیں ، نہ اس کا اندراج
کتبِ مذہب میں ہے۔ ۲۵۱
قاضی شریح مولا علی کے قاضی تھے ہمیشہ اسی پر
حکم دیتے ، ہزارہا صحابہ مجلس میں ہوتے کوئی
انکار نہ کرتا۔ ۴۱۰
اسماعیل اور ابراہیم علیہ السلام کے عہد مبارک
میں اللہ تعالےٰ نے قمری مہینوں پر بنائے کار
رکھنے کا حکم دیا۔ ۴۴۸
ابھی مدارس عربیہ میں مشہور ہلالی ہی معتبر ہیں۔ ۴۵۱
علامہ شامی کے حاشیہ اور رسالہ شفاء العلیل
کا ذکر اور علامہ طحطاوی کی مدح کا تذکرہ۔ ۴۸۶
امام شعبی شطرنج کھیلتے تھے مگر کوئی انھیں
مخبوط الحواس نہیں کہتا۔ ۶۱۸
حضرت ہشام کلبی کے تین نوادر کا ذکر۔ ۶۲۱

قرض

دین کی ادا اس کے مثل مال سے ہی ہوسکتی ہے۔ ۱۰۰
بے تراضی جائداد کو قرضہ میں لینا ظلم ہے یاایہا
الذین اٰمنوا لا تاکلوا اموالکم الآیۃ سے استدلال۔ ۱۰۰

قرضخواہ قرضدار کے مال سے خلافِ جنس چیز
بے رضا قرضدار نہیں لے سکتا۔ ۱۰۱
مورث پر دین ہو تو صلح تخارج کی یہ صورت ہے
کہ دین کی ذمہ داری ورثہ لے لیں۔ ۱۲۲
ترکہ میں دین ہونے کی صورت میں صلح کا سوال۔ ۱۲۳
ترکہ دین ہو تو صحتِ صلح کی شرط یہ ہے کہ دین
کو صلح سے علیحدہ کیا جائے۔ ۱۲۵
غیر مدیون کو دین کا مالک کرنا جائز نہیں۔ ۱۲۶
ظفر بجنس حقہ کا سوال۔ ۱۵۳
قرضخواہ جب قرضدار کے پاس اپنے حق کی جنس
سے کوئی چیز پائے اور معلوم ہو کہ دوسرے کی ہے
تو اس کو لینا جائز نہیں ، اور علم نہ ہو تو لے سکتا ہے ۱۵۳
کافر کا قرض مسلمان پر تھا ، دینے کی نیت تھی کہ
قرض خواہ مرگیا اور اس کا کوئی وارث نہیں ،
اس زمانہ میں ایسا مال لاوارث مال ہے ،
اور فقراء و مساکین اس کے مستحق یا مساجد و
مدارس میں صرف کیا جائے یا قرضدار فقیر ہو تو
خود لے لے ، کافر کی طرف اس کا تصدق
حرام اور اس سے اجر و ثواب کی نیت کی تو
کفر۔ ۱۶۵
مورث پر جو دین ہو اور اس کا مطالبہ کرنیوالا
بندوں کی طرف سے نہ ہو تو وصیت کے بغیر
وارثوں پر اس کی ادا ضروری نہیں۔ ۲۶۰
ڈاکخانہ والوں کو فیس کی رقم اگر کسی کام کے عوض
کے بغیر دی جاتی یا کسی کام کے عوض دی جاتی

Marfat.com

مگر وہ کام مقصود یا صالح عقد اجارہ نہ ہوتا تو البتہ یہ معاملہ قرض ہوتا۔ ۵۶۶

زید نے مکّہ کے کسی رہنے والے کو ہر سال تیس۳۰ روپے کی سبیل پلانے کا وکیل بنایا اور کئی سالوں کا بقایا چھوڑ کر مرگیا، ورثہ پر اس کی ادائیگی ضروری ہے یا نہیں۔ ۶۴۰

اسماءُ الرجال

امام زیلعی ان ائمہ کے ہمسر نہیں جو قولِ امام پر فتوٰی دیتے ہیں۔ ۴۱۷

امام فخر الدین اوزجندی کے صاحبِ ترجیح ہونے پر فتاوٰی خیریہ، تصحیح قدوری، غمز العیون، طحطاوی اور عقود الدریہ سے نقول۔ ۴۱۷

جس حاوی میں یہ لکھا ہے کہ ۵۴ درم سے کم ختمِ قرآن کی اُجرت مقرر کرنا جائز نہیں وہ حاوی زاہدی معتزلی ہے، حاوی مقدسی نہیں، اور یہ حکم خلافِ شرع ہے۔ ۵۲۹

جرح و تعدیل

حدیث شرط پر امام اعظم کی وجہ سے ابن قطان کی جرح اور اس جرح پر اعلحضرت رحمہ اللہ کی کڑی تنقید۔ ۵۷۷

قسم

مقر کے اقرار سے پھرنے کی صورت میں مقر قاضی کے رُوبرو اقرار صحیح ہونے کی قسم مقر لہ سے لے سکتا ہے ۱۱۷

حِیَل

ہبہ بالعوض کے حیلہ کا سوال۔ ۳۲۵

پڑھنے والوں کو اتنے ٹائم کے لئے مزدور رکھ لیں اور اب ان سے طاعات کروائیں تب بھی حرج نہیں۔ ۴۹۶

سُود سے بچنے کے طریقے۔ ۵۱۴

اس کے جائز ہونے کا یہ طریقہ ہے کہ میت والے اتنی دیر کے لئے حافظ کو اپنے کام کے لئے اُجرت پر رکھ لیں، اور جب وہ پہنچیں تو ان سے اور کام کے بجائے تلاوت کا کام ہی لے لیں۔ ۵۲۹

دیہات کے ٹھیکہ کو حدودِ شرع میں کرنے کی ترکیب۔ ۵۵۱

دیہات کا ٹھیکہ جائز ہونے کی ایک دوسری ترکیب۔ ۵۵۳

دیہات کے ٹھیکہ کے جواز کی دو۲ تدبیریں۔ ۵۵۸

مناظرہ و ردِّ بدمذہباں

مفتاح کے استدلال پر تنقید۔ ۲۵۲

صاحبِ مفتاح کی عبارت کا تضاد اور اس سے ان کے استدلال کے ضعف کا اظہار۔ ۲۵۵

مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتوٰی کی تغلیط۔ ۲۸۲

فتوٰی دیوبند کی تجہیل۔ ۳۷۸

مولوی امیر احمد سہسوانی پر تعریض۔ ۴۱۸

Marfat.com

معترض کی تجہیل اور اس پر زجر۔ ٢١۴

فتویٰ مولوی رشید احمد پر تنقید۔ ۵٦۴

اسی قسم کا ایک اور غلط فتویٰ کہ چاند کی شہادت بذریعہ تار جائز ہے۔ ۵٦۴

متفرقات

عبارتِ خلاصہ میں کاتب کی غلطی کی تصریح اور اس عبارت کی تصحیح۔ ١٠٢

مسئلہ اطلاق بیع العین فی المہر میں صاحبِ خلاصہ کی عبارت کا صحیح محل۔ ١٠٣

امام اخصب کے فتویٰ الظفر بخلاف الجنس کا صحیح محل۔ ١٠٦

صاحبِ درمختار پر تطفل۔ ١٢٠

حموی شارح اشباہ کی ایک غلط فہمی کا ازالہ ١٢٧

تطفل علی الشامی۔ ١۴۴

بزازیہ کی ایک عبارت پر استدراک۔ ١۴٨

درمختار کی ایک عبارت کی توضیح اور ایک شبہہ کا جواب۔ ٢٠۴

امام خیر الدین رملی کی عبارت کی توضیح و توجیہ۔ ٢۴٨

ایک لغزش کی طرف اشارہ۔ ٢٦٠

پیر نے مرید کو عاق کیا وہ عاق ہوا یا نہیں۔ ٢٦۴

"ش" اور بحر کے سہو کی طرف اشارہ۔ ٣١٢

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سال کے مہینوں کی تعداد بارہ ہے، ان میں چار محترم ہیں۔ ۴۴٨

عام مسلمان عملدرآمد میں ہلالی مہینوں کا لحاظ کرتے ہیں، شمسی ماہ مہینہ مہرینہ ہے۔ ۴۴٨

چاند مہینہ بھر میں آسمان کی ٢٨ منزلیں طے کرتا ہے ۴٦۵

علامہ شامی کی لغزش قلم کا بیان۔ ۴٨٣

تعمیر چاہ کے لئے جمع شدہ رقم خازن نے بیت المال بنا کر اس سے قرض بانٹنا شروع کیا، کچھ لوگوں نے اس سے قرض لیا اس دوران بیت المال کو چندہ دیا بعد میں پھر بند کر دیا، کیا ایسے خزانہ کا نام بیت المال رکھنا حدیث سے ثابت ہے یا نہیں۔ ٦٩٠

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الوکالۃ

(وکالت کا بیان)

مسئلہ ۱: از کیمپ میرٹھ لال کرتی بازار محلہ گھوسیاں مرسلہ شیخ غلام احمد صاحب ۴ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

جناب مولانا! بعد تقدیم سلام عرض یہ ہے کہ اس مسئلہ کی ضرورت ہے جلد مشرف فرمائیں۔

بعض شخصوں نے کچھ روپے زید کو دیئے کہ ان کی کتابیں دینیہ لے کر طالبعلموں کو دے دو، زید کے پاس خود وہ کتابیں دینیہ موجود تھیں اس نے اپنے پاس سے حسب نرخ بازار کتابیں لے کر طالبعلموں کو تقسیم کردیں اور وہ روپے اپنی کتابوں کی قیمت میں آپ رکھ لئے اور یہ سمجھا کہ میں نے یہ بیع اصالۃً اور خرید وکالۃً کی ہے اور مقتضائے حال سے قطعاً معلوم ہے کہ مالکوں کو ہرگز کچھ غرض اس سے متعلق نہ تھی کہ بازار ہی سے کتابیں خریدی جائیں اسی واسطے انھوں نے معاملہ میں یہ قید نہیں لگائی ان کا اصل مقصد تقسیم کتب سے تھا وہ زید نے بخوبی کردیا، اب سوال یہ ہے کہ یہ تقسیم کتب مالکوں کی طرف سے ہوگئی یا نہیں؟ اور اگر نہیں ہوئی تو اب کیا کیا جائے؟ کتابیں واپس نہیں ہوسکتیں، بالکل یاد نہیں رہا کہ وہ طالبعلم کون کون تھے، زیادہ زمانہ گزرگیا، اور مسئلہ میں شبہہ اب پڑا اور وہ روپے بھی باقی نہیں رہے۔ بیّنوا توجروا (بیان کیجئے اجر دیے جاؤ گے۔ت)

Marfat.com

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں زید کو اصالۃً یہ اختیار نہ تھا، نہ وہ بیع ان روپیہ دینے والوں کے ہاتھ ہوئی،

فان الواحد لایتولّی طرفی العقد فی البیع وامثالہ بخلاف النکاح۔

کہ بیشک ایک ہی شخص بیع جیسے عوض کے معاملات میں خرید اور فروخت دونوں کا ولی نہیں بن سکتا بخلاف نکاح کہ اس میں بن سکتا ہے۔ (ت)

تو یہ کتابیں اس کی اپنی گئیں روپے کے مالکوں کو ان کا روپیہ واپس کرے،

فی الدرالمختار لایعقد وکیل البیع والشراء والاجارۃ ونحوھا مع من ترد شہادتہ لہ الا اذا اطلق لہ الموکل کبع ممن شئت فیجوز بمثل القیمۃ وفی السراجیۃ لوصرح بھم جاز اجماعا الا من نفسہ[1] اھ مختصرًا وفی ردالمحتار عن منح الغفار عن السراج الوھاج لوامرہ بالبیع من ھؤلاء فانہ یجوز اجماعا الا ان یبیعہ من نفسہ فلایجوز قطعا وان صرح بہ الموکل[2] اھ باختصار۔ واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے بیع، شراء اور اجارہ ان جیسے معاملات کا وکیل ایسے لوگوں سے عقد نہیں کرسکتا جن کی شہادت اس کے حق میں مقبول نہیں مگر اس صورت میں جبکہ موکل نے اسے عام اختیار دیا ہو مثلاً یہ کہہ دے تو جس سے چاہے بیع کر، تو ایسی صورت میں وہ ان لوگوں سے بازاری قیمت پر عقد کرسکتا ہے اور سراجیہ میں ہے اگر موکل نے ایسے لوگوں سے عقد کی صراحتًا اجازت دی تو بالاجماع بیع جائز ہے لیکن خود اپنے لئے خرید نہیں کرسکتا اھ مختصراً۔ اور ردالمحتار میں ہے منح الغفار کے حوالہ سے السراج الوہاج سے منقول ہے کہ اگر موکل نے ایسے لوگوں سے بیع کا اختیار دیا ہو تو بالاجماع ان لوگوں سے بیع جائز ہے لیکن اپنی ذات کے لئے خریدنا تو یہ قطعاً جائز نہیں اگرچہ موکل نے اس کو صراحتًا یہ اجازت بھی دی ہو، اھ مختصرًا۔ واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲ از دولت پور ضلع بلند شہر مرسلہ بشیر محمد خاں صاحب ۵ شعبان ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، وکیل مطلق اگر کسی کو کچھ معاف کرے اور اس کو اختیارات کامل معاف کردینے کے حاصل ہوں تو پھر وہ رقم معاف شدہ از روئے شرع شریف کے پانے کا مستحق

---

[1] درمختار کتاب الوکالۃ باب الوکالۃ بالبیع والشراء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۰۷

[2] ردالمحتار " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۴۰۷

Marfat.com

ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر صراحۃً معاف کر دینے کی اجازت موکل نے دے دی تھی جب تو اُس کا معاف کیا ہوا بعینہٖ موکل کا معاف کیا ہوا ہے جہاں خود اپنی معافی کو واپس نہیں لے سکتا وکیل کی معافی بھی واپس نہ ہو سکے گی اور شرعًا اس رقم کا مستحق نہ رہے گا، اگر صرف وکیل عام کیا یا کہہ دیا کہ اس کا جملہ ساختہ پرداختہ مثل میرے ذات کے ہے تو معاف کر دینے کا وکیل کو اختیار نہ ہوگا، موکل اگر قبول نہ کرے تو رقم معاف کردہ لے سکتا ہے۔ درمختار میں ہے:

اعلوان الوکیل وکالۃ عامۃ مطلقۃ مفوضۃ انما یملك المعاوضات لا الطلاق والعتاق والتبرعات بہ یفتی[1] زواھر الجواھر، تنویر البصائر۔

واضح رہے کہ جس وکیل کو مطلق عام وکالت تفویض کی گئی ہو وہ صرف عوض والے معاملات میں مختار ہوگا، طلاق، عتاق اور تبرعات کا اختیار اُسے نہ ہوگا، اسی پر فتوٰی دیا جائے۔ زواہر الجواہر، تنویر البصائر۔ (ت)

اور بزازیہ میں ہے:

انت وکیلی فی کل شیئ جائز امرك ملك الحفظ والبیع والشراء الا العتق والتبرع وعلیہ الفتوی[2] اھ ملخصًا، واللہ تعالٰی اعلم۔

تجھے ہر جائز معاملہ میں میری وکالت ہے، تو اس سے وکیل کو حفاظت، بیع اور شراء کا اختیار حاصل ہوگا، عتق اور تبرعات کا اختیار نہ ہوگا، اور اسی پر فتوٰی ہے اھ ملخصًا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳ از دفتر محکمہ زراعت پنجاب لاہور مسئولہ محمد نصر اللہ صاحب ۲۱ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ پیشۂ وکالت از روئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

وکالت جس طرح رائج ہے کہ حق کو ناحق، ناحق کو حق کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اگر وہ سچ

---

[1] درمختار کتاب الوکالۃ باب الوکالۃ بالبیع والشراء مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۰۹

[2] فتاوٰی بزازیۃ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الوکالۃ الفصل الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۶۰-۲۵۹

Marfat.com

بولنا چاہیے تو کہتے ہیں اگر سچ کہو گے تو تمھارا مقدمہ سرسبز نہ ہوگا، جھوٹی گواہیاں دلواتے ہیں، جھوٹے حلف اُٹھواتے ہیں، قطعی حرام ہے۔ اور ایسی ہی وکالت آج کل فروغ پا سکتی ہے، وہ جو کامل تحقیقات کے بعد جسے حق پر جان لے صرف اس کی وکالت کرے محض بطور حق کرے، جھوٹ بولنے یا بلوانے سے پرہیز کرے اس کی وکالت اس زمانے میں اصلاً نہیں چل سکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

Marfat.com

کتاب الاقرار
(اقرار کا بیان)

مسئلہ ۴۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک امر کا پیشِ قاضی اقرار کیا اور اس اقرار کا معترف تھا، اب اس امر سے انکار کرتا ہے، آیا یہ انکار اس کا معتبر ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مسئولہ میں زید اپنے اقرار پر ماخوذ اور انکار اس کا مردود ہوگا،

فی العالمگیریۃ ان کان الواھب اقربذلك عند القاضی والعبد فی یدہ اخذ باقرارہ[1] وفی الاشباہ والنظائر اذا اقر بشیئ ثم ادعی الخطأ لم تقبل کما فی الخانیۃ[2]۔ واللہ اعلم

عالمگیری میں ہے اگر ہبہ کرنے والے نے یہ اقرار کیا حالانکہ غلام اس کے قبضہ میں ہے تو وہ اپنے اقرار کی بناپر ماخوذ اور پابند ہوگا، اور الاشباہ والنظائر میں ہے جب کوئی کسی چیز کا اقرار کرلے پھر اقرار کے خطا ہونے کا دعوٰی کرے تو یہ دعوٰی مقبول نہ ہوگا جیسا کہ خانیہ میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الہبۃ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۳۹۸

[2] الاشباہ والنظائر کتاب الاقرار الفن الثانی ادارۃ القرآن کراچی ۲/۲۰

Marfat.com

مسئلہ ۵ از گورکھپور محلہ گھوسی پورہ مرسلہ مولوی حکیم محمد عبداللہ صاحب ۲۹ ربیع الآخر ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے مرضِ موت میں بحضور ایک جماعت معززین کے اپنی زوجہ کے مہر کا اقرار کیا اور کہا کہ میرے ذمہ پچاس ہزار روپیہ دین مہر میری زوجہ کا واجب الادا ہے وہ اب تک مجھ سے ادا نہیں ہوا، اب ادا ہونا اس کا ضروری ہے، لہذا میں اپنی زوجہ کو اختیار دیتا ہوں کہ وہ دین مہر اپنا میری جائداد منقولہ وغیر منقولہ سے وصول کرلے، بعدہٗ زوجہ نے بنا بر ہدایت شوہر اپنے کل جائداد شوہری پر قبضہ اپنا کرلیا بعدہٗ ورثہ مقر باہم مختلف ہوئے، اکثر نے اقرار اپنے مورث کا تسلیم کیا، اور بعض کا بیان ہے کہ دعوی اقرار غلط ہے اور مہر زوجہ کا اس قدر نہیں بندھا تھا' اب استفسار یہ ہے کہ اقرار مورث جو کہ بشہادت معزز لوگوں کے ثابت ہے شرعًا قابلِ اعتبار ہے یا نہیں، اور مقدار مہر مطابق اقرار مورث کے شرعًا واجب الثبوت ہے یا نہیں' اور قبضہ زوجہ مقر کا بعوض دین مہر اپنے کے جائداد شوہری پر شرعًا قابلِ نفاذ ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اصل یہ ہے کہ مرضِ موت میں وارث کے لئے اقرار بے تصدیق دیگر ورثہ معتبر نہیں،

کما نصوا علیہ قاطبۃ وعللوہ بان حقھم تعلق بمالہ ففی تخصیص البعض بہ ابطال حق الباقین۔

جیسا کہ اس پر سب نے نص فرمائی ہے اور انھوں نے اس کی علت یہ بیان فرمائی کہ تمام ورثاء کا حق میّت کے تمام ترکہ سے متعلق ہے تو ترکہ سے کچھ ورثاء کی تخصیص میں باقی ورثاء کے حق کو باطل کرنا ہے (ت)

مگر جبکہ نکاح معروف ہو تو عورت کے لئے مہر مثل تک اقرار صحیح ومقبول ہے وجہ اس کی یہ کہ مہر مثل موجب اصلی نکاح ہے کما صرح فی الھدایۃ وغیرھا (جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں اس کی تصریح ہے۔ ت) تو خود ثبوتِ نکاح اس کے اثبات میں کافی، فان الشیئ اذا ثبت ثبت باحکامہ (کیونکہ جب کوئی شَے ثابت ہوتی ہے تو وہ اپنے احکام سمیت ثابت ہوتی ہے۔ ت) ولہذا عورت کی بلابینہ اس مقدار تک تصدیق کی جاتی ہے،

فی وصایا الخانیۃ رجل مات عن اولادہ الصغار وادعت المرأۃ مھرھا قالوا ان کان النکاح معروفا کان القول قول المرأۃ الی مھر مثلھا یدفع ذٰلک

خانیہ کے وصایا میں ہے ایک شخص فوت ہوا نابالغ اولاد چھوڑی اور عورت نے ترکہ پر اپنے مہر کا دعوٰی کیا تو فقہاءِ کرام نے فرمایا اگر عورت سے میّت کا نکاح معروف ومعلوم ہے تو عورت کا مہر مثل تک دعوٰی قبول کیا جائے گا اور اتنا مہر عورت کو

Marfat.com

الیھا[1] اھ ملخصًا۔ دے دیا جائے گا اھ ملخصًا (ت)

تو اس قدر میں مریض کی تصدیق اُس کے اقرار سے کسی امر غیر ثابت کا ثابت کرنا نہیں، بناء براں واجب القبول ہُوا۔ فتاوٰی امام خیرالدین رملی میں ہے:

سئل فیما اذا اقر بحضرۃ بینۃ شرعیۃ فی مرضہ بان فی ذمتہ لزوجتہ خمسۃ وعشرین دینارا ذھبا مھرا مؤجلا وصدقتہ فیہ، وصدق علی ذٰلک بعد موتہ بعض ورثتہ وکذب البعض فھل الاقرار المذکور صحیح ام لا (اجاب) الاقرار بالمھر صحیح حیث کانت ممن یؤجل لھا مثل المقر بہ کما صرح بہ فی جامع الفصولین وغیرہ معللا بقولہ اذ یقبل قولھا الی تمام مھر مثلھا بلا اقرار الزوج[2] اھ بتلخیص۔

ان سے سوال ہوا اس صورت کے متعلق کہ جب کوئی شخص اپنی مرضِ موت میں شرعی گواہوں کی موجودگی میں یہ اقرار کرے کہ اس کی بیوی کا اس کے ذمہ پچیس دینار سونا مہر مؤجل ہے اور بیوی اس اقرار کی تصدیق کرتی ہے اور اس کی موت کے بعد اس کے بعض ورثاء بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں جبکہ بعض ورثاء اس کو جھُوٹ قرار دیتے ہیں، تو کیا مذکورہ اقرار صحیح ہوگا یا نہیں، تو امام خیرالدین رملی نے جواب دیا کہ وہ عورت ایسی ہو کہ اس کے لئے اقرار میں بیان کردہ مہر کی مقدار مؤجل ہوتی ہے، تو مہر کا یہ اقرار صحیح ہے جیسا کہ جامع الفصولین وغیرہ میں اس کی تصریح کرتے ہوئے یہ علت بیان فرمائی ہے کہ خاوند کے اقرار کے بغیر بھی مہر مثل کی حد تک عورت کا قول قبول کیا جائیگا اھ ملخصًا۔ (ت)

پس اگر پچاس ہزار روپے عورت کے مہر مثل سے زائد نہیں تو اس پُوری مقدار میں مریض کا اقرار مقبول ہوگا اور زائد ہیں تو صرف مقدار مہر مثل تک معتبر اور قدر زائد میں تصدیق ورثہ یا اقامت بینۂ عادلہ شرعیہ کی حاجت ہوگی:

فان البینۃ کاسمھا مبینۃ والثابت بالشھادۃ کالثابت بالمشاھدۃ۔

کیونکہ بیّنہ اپنے عنوان کے مطابق واضح کرنیوالا ہے اور شہادت کے ساتھ ثابت شدہ چیز گویا وہ مشاہدہ سے ثابت ہے۔ (ت)

خیریہ کے فتوٰی مذکور میں ہے:

---

[1] فتاوٰی قاضیخان کتاب الوصایا فصل فی تصرفات الوصی نولکشور لکھنؤ ۴/۸۵۹

[2] فتاوٰی خیریہ کتاب الاقرار دارالمعرفۃ بیروت ۲/۱۰۰

Marfat.com

والحاصل ان الاقرار لها بالدنانیر المذکورۃ مھرا صحیح حیث لا زیادۃ فیہ علی مایؤجل لمثلها ولا یحتاج فیہ الی تصدیق الورثۃ وان کان فیہ زیادۃ لایصح بها الابہ ویصح فیما ھو مھر مثلها[1]

حاصل یہ کہ بیوی کے لئے مذکورہ دنانیر مہر کا اقرار تب صحیح ہوگا جب اس جیسی عورت کے مہر مؤجل کے برابر ہو زائد نہ ہو اور اس میں ورثاء کی تصدیق کی ضرورت نہیں، اور اگر اس سے زائد ہو تو پھر ورثاء کی تصدیق کے بغیر اقرار صحیح نہیں ہوگا اور یہ بھی مہر مثل کی حد تک صحیح ہوگا۔

اس قدر سے سوال کے دو امر کا جواب منکشف ہوگیا۔ رہا امر ثالث یعنی زوجہ کا جائداد مورث پر بعوض مہر بے رضائے ورثہ قبضہ کرلینا۔ واضح ہو کہ دین ایک مال حکمی ہے کہ ذمہ پر ثابت ہوتا ہے کما فی الحاوی القدسی (جیسا کہ الحاوی القدسی میں ہے۔ ت) اور اس کی ادا اس کے مثل ہی سے ہوتی ہے،

فقد نصوا ان الدیون تقضی بامثالها کما فی الاشباہ[2] وغیرها۔

تو بیشک سب نے تصریح کی ہے کہ دیون کی ادائیگی اس کی مثل سے ہوگی جیسا کہ الاشباہ وغیرہ میں ہے۔ (ت)

اور دین وعین محض متبائن ہیں نہ مثلین، ولہذا باجماع ائمہ حق دائن مالیت میں ہے نہ عین میں۔

نص علیہ فی غیر موضع من الهدایۃ وغیرها عامۃ کتب المذهب منها فی اقرار المریض ان حق الغرماء تعلق بالمالیۃ لابالصورۃ[3] اھ۔

اس پر ہدایہ وغیرہ کتب مذہب میں متعدد مقامات پر نص ہے ان میں ایک مقام اقرار المریض میں ہے کہ حق کا مطالبہ کرنے والوں کا تعلق مالیت سے ہوتا ہے کسی معین مال کی صورت سے نہیں ہوتا اھ (ت)

تو بطور خود اخذ عین بعوض دین، تجارت بے تراضی ہے کہ بنص قطعی قرآن عظیم ممنوع وناجائز،

یایها الذین اٰمنوا لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن

ہمارے رب تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! آپس کے مال کو ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ مگر

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الاقرار دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۱۰۰

[2] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الوکالۃ ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۱۵

[3] الہدایہ باب اقرار المریض مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۲۴۰

Marfat.com

تراض منکم[1] — یہ کہ رضامندی پر مبنی تجارت ہو۔ (ت)

ہدایہ میں بیع مال مدیون بے رضائے مدیون کی نسبت فرمایا:

انه تجارة لاعن تراض فیکون باطلا بالنص[2] — کہ یہ رضامندی کے بغیر تجارت ہے تو اس کا باطل ہونا نص سے ثابت ہے۔ (ت)

اسی لئے ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ دائن مال مدین[عہ] سے خلاف جنس دین بے رضائے مدین دین میں نہیں لے سکتا، ہدایہ میں ہے:

ان کان دینه دراهم وله عروض لم یکن لصاحب الدین ان یاخذه جبرا اھ[3] ملتقطا۔ — اگر اس پر دراہم قرض ہیں جبکہ اس کے پاس موجود صرف سامان ہے تو قرض خواہ کو وہ سامان جبراً حاصل کرنا جائز نہیں اھ ملتقطاً (ت)

اور عبارت وصایائے خلاصہ:

المرأة تاخذ مهرها من الترکة من غیر رضا الورثة ان کانت الترکة دراهم او دنانیر وان کانت شیئا مما یحتاج الی البیع تبیع ماکان اصلح ویستوفی صداقها سواء کانت الوصیة من جهة زوجها اولم تکن وتاخذ من غیر رضا الورثة[4] — اگر ترکہ میں دراہم یا دینار ہیں تو بیوی ترکہ سے اپنا مہر ورثاء کی رضامندی کے بغیر حاصل کرسکتی ہے اور اگر وہ ترکہ ایسا سامان ہے جس کو فروخت کرنے کی ضرورت ہے تو بیوی مناسب نقد پر فروخت کرے اور اپنا مہر پورا کرلے خواہ خاوند کی طرف سے وصیت ہو یا نہ ہو، اور بیوی ورثاء کی رضا کے بغیر حاصل کرے۔ (ت)

کہ اس قبضہ کی تجویز جو مفید زوجہ خیال کی گئی ہرگز مفید نہیں بلکہ صاف خلاف پر نص ہے،

عہ: فی الاصل ھکذا لعلہ مدیون۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۹

[2] الهدایه کتاب الحجر باب الحجر بسبب الدین مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۳۵۶

[3] " " " " " ۳/ ۳۵۷

[4] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الوصایا الفصل السابع مکتبہ حبیبیہ، کوئٹہ ۴/ ۴۴۱

Marfat.com

الاترى انه رحمه الله تعالى خص اخذ العين بما اذا كانت التركة دراهم او دنانير وفى غيرة انما اجاز الاستيفاء بالبيع لا اخذ العين فى الدين ونص انه لابد فيه من البيع حيث قال وان كانت شيئا مما يحتاج الى البيع[1] الخ، فمعنى قوله و تأخذ الثانى تأخذ المهر من الثمن وان لم يرض الورثة بل اظن وارجو ان اكون فى ظنى صادقا ان "لا" سقطت من تاخذ الثانى من قلم الناسخ وانما العبارة "و لا تاخذ من غير رضا الورثة" اذبه يحسن المقابلة بين هذا وبين ما قدم من قوله "تاخذ من غير رضا الورثة ان كانت دراهم او دنانير" فالمعنى تبيع وتستوفى قهرًا عليهم ولا تاخذ العين الا برضاهم فلتراجع نسخ الخلاصة فان النسخة التى عندى قد تقطعت اوراقها من هذا المقام ومن المحال ان

آپ دیکھ رہے ہیں کہ صاحب خلاصہ رحمہ اللہ تعالٰے نے تخصیص کی ہے کہ اگر ترکہ دراہم و دینار ہیں تو عین ترکہ کو لینا جائز ہے، اور اگر ترکہ دراہم و دنانیر کا غیر ہو تو انھوں نے فروخت کرکے حق کی وصولی کو جائز کہا ہے نہ کہ اس عین سامان کو لینے کو جائز کہا اور انھوں نے اس عین سامان ترکہ کو فروخت کرنے کی ضرورت پر نص فرمائی ہے جہاں انھوں نے فرمایا کہ اگر کوئی ایسی چیز ہو جس کو فروخت کرنے کی ضرورت ہے الخ اور عبارت میں دوسرے "تاخذ" کا معنی یہ ہے کہ بیوی اس چیز کے ثمن سے مہر وصول کرے اگرچہ ورثاء کی رضا نہ ہو، بلکہ میرا ظن ہے اور مجھے امید ہے کہ میں اس ظن میں صادق ہوں، وہ یہ کہ یہاں "تاخذ" سے قبل "لا" نقل کرنے والے کے قلم سے ساقط ہو گیا ہے، جبکہ اصل عبارت یوں تھی: ولا تاخذ من غیر رضا الورثۃ، یعنی ورثاء کی رضا کے بغیر نہ لے، کیونکہ یوں اس عبارت کا پہلی عبارت سے مقابلہ درست ہو جاتا ہے، پہلی عبارت کہ اگر ترکہ دراہم و دینار ہوں تو ورثاء کی رضا کے بغیر وصول کرلے تو اب دوسری عبارت کا معنی یہ ہوا کہ سامان کو فروخت کرے اور حق کو اس کے ثمن سے جبراً وصول کرے اور عین سامان کو ان کی مرضی کے بغیر نہ لے، آپ خلاصہ کے مختلف نسخوں کی طرف مراجعت کریں میرے پاس جو نسخہ ہے اس مقام کے

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الوصایا الفصل السابع مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/۴۲۱

Marfat.com

يكون المرأة تاخذ العين من
غير رضاهم فانه على هذا
لايبقى الفرق بين النقد
وغيره وهو انما فتح الكلام على
التفرقة فلوكان مراده هذا
لقال" تاخذ التركة فى مهرها و
لوعروضا وعقارا وان لم يرض
الورثة" وبالجملة فهذا مما لايرضى
به فقيه ثم لاغرض لنا ههنا
يتعلق بنقد ما اطلق فى اجازة
البيع" وان لم تكن وصية
من قبل زوجها" والا فيه مجال
نظر فانها اذا لم تكن وصية كان
بيعها بيع مال الغير من دون
اذن منه ولا من الشرع
بخلاف بيع الوصى فانه مختار
المالك وبيع القاضى عند الصاحبين
فانه ماذون له من جهة الشرع
دفعا للظلم وايصالا للحق الى
المستحق واذا رأينا الامام الاجل
فقيه النفس استاذ صاحب
الخلاصة مولينا القاضى
الامام فخر الدين
رحمهما الله تعالى
فرض المسئلة فى الخانية

اوراق اس میں سے کٹے ہوئے ہیں، اور یہ بات
محال ہے کہ بیوی ورثاء کی رضا کے بغیر عین سامان
کو حاصل کرے کیونکہ اس صورت میں نقد اور غیر نقد
کا فرق نہ رہے گا حالانکہ صاحبِ خلاصہ نے یہ کلام
دونوں میں فرق کے لئے جاری کیا ہے، اگر ان کی
مراد یہی ہوتی تو پھر کلام یُوں ہونا چاہیئے تھا: "ترکہ سے
مہر وصول کرے اگرچہ سامان ہو یا جائداد ہو خواہ ورثاء
راضی نہ بھی ہوں"؛ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اس ظاہر
عبارت پر کوئی فقیہ راضی نہ ہوگا، پھر مطلق اجازت
والی عبارت جس میں ہے "اگرچہ خاوند کی وصیت نہ ہو" سے
ہماری غرض کا تعلق نہیں ہے ورنہ یہاں اعتراض
کی گنجائش موجود ہے، کیونکہ جب خاوند کی مہر کی ادائیگی
کے متعلق وصیت نہیں ہے تو پھر بیوی کا سامان کو
فروخت کرنا غیر کے مال کو اس کی اجازت کے بغیر
فروخت کرنا اور شرع کی اجازت کے بغیر فروخت لازم
آتا ہے بخلاف وصی کا ترکہ کے سامان کو فروخت کرنا
کہ اس میں وہ مالک کی طرف سے مختار ہے، اور
صاحبین کے نزدیک قاضی کے فروخت کرنے کا
جواز بھی شرعی طور پر ماذون ہونے کی وجہ سے ہے تاکہ
قاضی کے عمل سے ظلم ختم اور مستحق کو حق دیا جاسکے،
اور جب ہم نے صاحبِ خلاصہ کے استاد امام اجل
فقیہ النفس مولانا قاضی امام فخر الدین رحمہما اللہ تعالیٰ
کو دیکھا کہ انھوں نے اس مسئلہ کو خانیہ میں عورت کے
وصی ہونے پر بیان فرمایا، جہاں انھوں نے خوب
فائدہ مند کلام فرمایا (اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے)

Marfat.com

فیما اذا کانت المرأۃ وصیۃ حیث افاد واجاد رحمہ الجواد میت اوصی الی امرأتہ وترک مالا وللمرأۃ علیہ مھرھا ان ترک المیت صامتا[ع] مثل مھرھا کان لہا ان تبیع ما کان اصلح للبیع وتستوفی صداقھا من الثمن[1] اھ (ملخصًا)

کہ ایک میّت نے اپنی بیوی کو وصیت کی اور مال ترکہ چھوڑا جبکہ خود اس بیوی کا میت کے مال میں مہر باقی ہو تو اگر میّت نے ترکہ میں صامت مال یعنی نقد و سامان چھوڑا جو مہر کی مثل ہو تو بیوی کو (وصی ہونے کی حیثیت سے) اختیار ہوگا کہ وہ مناسب مال کو فروخت کرے اور اپنا حق مہر اس سامان کے ثمن سے پورا کرلے اھ (ملخصًا)۔ (ت)

اور زید کا کہنا "میں اپنی زوجہ کو اختیار دیتا ہوں کہ دین مہر اپنا میری جائداد منقولہ وغیر منقولہ سے وصول کرلے" ہرگز اس معنی میں نص نہ تھا جو زوجہ نے خواہی نخواہی قرار دے لئے کہاں جائداد سے وصول کرنا اور کہاں عین جائداد اپنے دین میں لینا آخر علماء یہی تو عامہ کتب میں فرماتے ہیں کہ ترکہ سے پہلے میت کے دیون ادا کئے جائیں پھر ثلث مابقی سے وصایا کیا اس کے یہ معنی کہ عین جائداد متروکہ دائنین وموصٰی لہم کو دے دی جائے جو معنی ادا کے کلام علماء میں ہیں بعینہ وہی معنی وصول کرلینے کے کلام زید میں۔ مع ہذا عین بعوض دین دینا نہیں مگر بیع، لکونہ مبادلۃ مال بمال (مال کا مال سے تبادلہ ہونے کی وجہ سے۔ ت) اور مریض نہ بالفعل وارث کے ہاتھ بیع کرسکتا ہے جب تک باقی ورثہ اجازت نہ دیں۔ جامع الفصولین میں ہے؛

اعطاھا بیتا عوض مھر مثلہا لم یجز اذ البیع من الوارث لم یجز فی المرض ولو بثمن المثل[2] الا اذا اجازہ وارثہ)

خاوند نے مرضِ موت میں بیوی کو مہر کے عوض مکان دیا تو جائز نہیں کیونکہ مرضِ موت میں کسی وارث کو بیع کردینا ناجائز ہے اگرچہ وہ بیع مساوی ثمن کے عوض ہو، ہاں اگر باقی ورثاء جائز کردیں تو جائز ہو جائے گی۔ (ت)

نہ وارث کے لئے وصیت کا اختیار رکھتا ہے کہ فلاں شئی اس کے ہاتھ بیع کی جائے یا یہ

ع الصامت من المال الذھب والفضۃ والناطق ھو الحیوان (منجد)۔

صامت مال سے مراد سونا چاندی اور ناطق سے مراد حیوانات ہیں (المنجد)۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الوصایا فصل فی تصرفات الولی نولکشور لکھنؤ ۴/۸۵۹

[2] جامع الفصولین الفصل الرابع والثلاثون کتاب النکاح اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۲۳۴

Marfat.com

خود اپنے ہاتھ بیع کرلے الا لاوصیۃ لوارث الا ان یجیزھا الورثۃ (خبردار! وارث کیلئے وصیت جائز نہیں مگر جب ورثاء جائز قرار دیں تو جائز ہوگی۔ ت) بہرحال زید کا کلام بھی کچھ بکار آمد نہیں۔ بالجملہ اگر دین ترکہ کو محیط نہیں جب تو امر نہایت ظاہر کہ دین غیر مستغرق مانع ملک ورثہ نہیں ہوتا۔ اشباہ کے قول فی الدین میں ہے:

قدمنا انہ لایمنع ملک الوارث للترکۃ ان لم یکن مستغرقا ویمنعہ ان کان مستغرقا۔[1]

ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں کہ جب ترکہ قرض میں مستغرق نہ ہو تو وارث کے مالک بننے کو مانع نہیں، ہاں اگر ترکہ قرض میں مستغرق ہو تو اس کی ملکیت میں رکاوٹ بنے گا۔ (ت)

تو زوجہ ملک ورثہ بے رضائے ورثہ کیونکر بطور خود بالجبر لے سکتی ہے اور اگر محیط ہے تاہم ورثہ شرعاً اختیار رکھتے ہیں کہ دین اپنے پاس سے ادا کرکے ترکہ کو خالص کرلیں۔ اشباہ کے قول فی الملک میں ہے:

للوارث استخلاص الترکۃ بقضاء الدین ولو مستغرقا۔[2]

وارث کو قرض ادا کرکے ترکہ کو خلاص کرانا جائز ہے اگرچہ ترکہ قرض میں مستغرق ہو۔ (ت)

تو ان کی بے رضا قبضہ کرلینے میں اُن کے اس حق کا ابطال ہے اور یہ جائز نہیں۔ ولہذا علامہ حموی نے تصریح فرمائی کہ قاضی جب ترکہ کو دین محیط میں بیچے تو بیع بحضور ورثہ ہونا چاہیے کہ وہ حق استخلاص رکھتے ہیں

قال فی الاشباہ لاینفذ بیع الوارث الترکۃ المستغرقۃ بالدین وانما یبیعہ القاضی[3] اھ فقال فی الغمز ینبغی ان یکون البیع بحضرۃ الورثۃ لما لھم من حق امساکھا وقضاء الدین من مالھم[4] الخ۔

الاشباہ میں فرمایا کہ دین میں مستغرق ترکہ کو وارث کا فروخت کرنا جائز نہیں اور صرف قاضی اسے فروخت کرسکتا ہے اھ، تو غمز العیون میں فرمایا مناسب ہے کہ قاضی کی بیع ورثاء کی موجودگی میں ہو کیونکہ ورثاء کو حق ہے کہ قرض میں اپنا مال دے کر ترکہ کو روک لیں۔ (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی الدین ادارۃ القرآن کراچی ۲/۲۱۵
[2] " " " القول فی الملک " " " ۲/۲۰۵
[3] " " " " " " " "
[4] غمز عیون البصائر مع الاشباہ " " " " ۲/۲۰۵

Marfat.com

پس روشن ہو گیا کہ قبضۂ زوجہ محض بے جا و بے معنی ہے،

وھٰھنا فتوی للاخصب ما انا بغافل عنھا ولا ناس لھا لکنھا محمولۃ عندی علی اموال خفیۃ یظفر بھا الدائن الآئس من الوصول الی حقہ دون الظاھرۃ والاسترسال فی تحقیقہ یطول فلنضرب عنھا الذکر صفحا اقتداء بجمیع ائمتنا الاقدمین وجماھیر الاجلۃ المتأخرین حیث لا تری لھا فی کلامھم عیناً ولا اثراً ولا ذکراً ولا خبراً کیف وقد وقعت مخالفۃ للمذھب المجمع علیہ بین ائمتنا ومضادۃ لما اطبقت علیہ المتون قاطبۃ مع الشروح والفتاوی من کتب مذھبنا نعم لاباس بالمصیر الیھا عند الضرورۃ دفعا للحرج وذٰلک انما یکون عند الیأس مع القدرۃ علی الاستیفاء بالاخذ وقلما یجتمعان الا فی مال خفی کما لایخفی علی ذی فھم ذکی۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

یہاں الاخصب کا فتوٰی ہے جس سے میں غافل نہیں اور بھولا بھی نہیں لیکن میرے نزدیک اس فتوٰی کا محل وہ مخفی اموال ہیں جن پر وصولی سے مایوس قرض خواہ قابو پالے نہ کہ اموال ظاہرہ اس کی واضح تحقیق طویل ہے اس لئے متقدمین تمام ائمہ اور جلیل القدر جمہور متاخرین کی اقتداء میں اس سے پہلوتہی مناسب کیونکہ آپ ان کے کلام میں اس کا ذکر، حکایت اور خبر تک نہ پائیں گے، اور ہو بھی کیسے جبکہ یہ بات ہمارے ائمہ کے متفق علیہ مذہب کے مخالف اور تمام متون بمع شروح و فتاوٰی ہمارے مذہب کی کتب سے متضاد ہے ہاں دفع حرج کیلئے ضرورت کے وقت اس کو اپنانے میں کوئی مضائقہ نہیں اور یہ اس وقت جب وصولی سے مایوسی ہو اور اپنے حق کو حاصل کرنے پر قدرت بھی ہو، اور یہ دونوں باتیں اموال خفیہ کے بغیر بہت کم مجتمع ہوتی ہیں جیسا کہ ذکی فہم والے پر مخفی نہیں۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم۔ (ت)

مسئلہ ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین کہ حسینی بیگم بریلوی نے بارادۂ حج بیت اللہ شریف کو جاتے وقت بیس روپیہ اور ایک جگنو طلائی اور ایک زنجیر نقرئی بمبئی میں پاس جمیل النساء کے بایں شرط بطور امانت چھوڑی کہ جس وقت جو شئے میں طلب کروں تم بھیج دینا اور درصورت میرے مرجانے کے وہ بیت اللہ شریف میں خیرات کر دینا، اس کے بعد مکہ معظمہ پہنچ کر بیس روپے حسینی بیگم نے جمیل النساء سے منگوالئے اور جگنو اور زنجیر جمیل النساء کے پاس امانت رہا، اور زنجیر کی نسبت کہا تھا کہ یہ میری ایک نواسی کی ہے

Marfat.com

سہواً میرے ہاتھ چلی آئی ہے، اب حسینی بیگم کا مکہ شریف میں انتقال ہوگیا لہٰذا از روئے شرع شریف کے جگنو اور زنجیر کا کیا کیا جائے گا اور یہ بھی کہا تھا کہ میرے وارث کو مت دینا۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہاں دو چیزیں ہیں، زنجیر کا نواسی کے لئے اقرار اور جگنو کی نسبت خیرات کی وصیت سائل مظہر کی حسینی بیگم کی تین نواسیاں ہیں اُن سے کہا گیا تو سب نے انکار کیا کہ وُہ زنجیر ہماری نہیں پس صورت مستفسرہ میں اگرچہ بربنائے قول اصح کہ مقرلہ کی جہالت غیر فاحشہ مانع صحت اقرار نہیں کیا، نص علیہ فی الھندیۃ من التبیین (ہندیہ میں تبیین الحقائق کے حوالے سے اس پر تصریح فرمائی گئی ہے۔ ت) اقرار مذکور صحیح واقع ہوا مگر جبکہ نواسیوں نے انکار کردیا رَد ہوگیا یہاں تک کہ اب نواسیاں تصدیق بھی کردیں تاہم معتبر نہ ہوگی،

فی الدرالمختار المقرلہ اذا کذب المقر بطل اقرارہ لما تقرر انہ یرتد بالرد الافی ست[1] الخ وفیہ لو رد المقرلہ اقرارہ ثم قبل لایصح[2] الخ۔

درمختار میں ہے کہ مقرلہ جب مقر کو جھوٹا قرار دے تو مقر کا اقرار باطل قرار پاتا ہے کیونکہ ثابت شدہ امر ہے کہ مقر کا اقرار مقرلہ کے رَد کرنے سے رَد ہوجاتا ہے ماسوائے چھ امور کے الخ، اور اس میں یہ بھی ہے کہ جب مقرلہ اقرار کو رَد کرکے پھر بعد میں اسے صحیح قرار دے تو یہ تصحیح جائز نہیں الخ (ت)

پس وہ زنجیر تو بشرائط فرائض وارث حسینی بیگم کو ملے گی، رہا جگنو، اگر حسینی بیگم پر کوئی دین نہیں تو یہ کل متروکہ کی تہائی، اور دین ہے تو بعد ادائے دین جس قدر بچے اس کی تہائی سے زائد نہیں یا زائد ہے اور ورثہ وصیت جائز رکھتے ہیں جب تو کل جگنو تصدق کر دیا جائے ورنہ اُس کا اُس قدر حصہ جو ثلث مال باقی بعد ادائے دین کے قدر ہو تصدق کریں باقی وارث کو دیں۔ واللہ اعلم

مسئلہ از ریاست رامپور مرسلہ امیر احمد صاحب ۱۱ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس معاملہ میں کہ ایک مسماۃ نے ایک مختار نامہ اس مضمون کا ایک شہر میں تصدیق کرایا کہ میں دوسرے شہر کو بوجہ پورے ہونے ایام حمل کے نہیں جاسکتی ہوں اور اُس دوسرے شہر میں مجھ کو ایک اقرار نامہ اس مضمون کا تصدیق کرانا

---

[1] درمختار کتاب الاقرار فصل فی مسائل شتّٰی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۳۹
[2] درمختار کتاب الاقرار " ۲/ ۱۳۰

Marfat.com

منظور رہے کہ میرے شوہر نے جو زمینداری اُس شہر کی اپنے روپیہ سے خرید کر بیعنامہ اس کا میرے نام اسم فرضی کرایا ہے میں اقرار کرتی ہوں اور لکھے دیتی ہُوں کہ وہ زمینداری میرے شوہر کی ہے، میرا شوہر اس زمینداری کا اصلی مالک ہے لہذا بدرستی جمیع حواس خمسہ برضا و رغبت خود اپنی جانب سے فلاں مختار کو مختار خاص اپنا قرار دے کر اقرار کرتی ہوں کہ مختار خاص میرا میری جانب سے اقرار نامہ مضمون مندرجہ بالا کی تصدیق کرا دے اور جملہ ساختہ و پرداختہ مختار مذکور کا مثل کردہ ذات خود قبول و منظور ہے، پس بعد تصدیق ہونے مختار نامہ کے مختار نے دوسرے شہر میں جا کر اقرار نامہ تصدیق کرا دیا اور مضمون اس اقرار نامہ کا مسماۃ کو دکھلا دیا اور پڑھ کر سُنا دیا تھا، مسماۃ نے سُن کر ثبت مہر کی اجازت دی تھی اور مسماۃ علیل نہیں تھی صحیح و سالم تھی بلکہ بہ سواری ڈولی محکمہ رجسٹری میں خود جا کر بزبانِ خود رجسٹرار صدر سے مختار نامہ تصدیق کرایا تھا تکمیل ہونے مختار نامہ مذکور کے ایک روز بعد اولاد پیدا ہُوئی تھی اور اولاد کے پیدا ہونے سے ایک ہفتہ بعد اولاد کے پیدا ہونے کی وجہ سے انتقال کیا کیونکہ بہت دُشواری سے اولاد ہوئی تھی ہر گاہ بعد فوت مسماۃ مذکورہ وارثان مسماۃ دعوٰی باوجود ہونے دستاویز مصدقہ کے بوراثت حقیت مذکورہ بالا کا کرتے ہیں، اس صورت میں وُہ کلمات کہ جو اقرار نامہ میں اسم فرضی کے ساتھ ملکیت شوہر اپنے کی از روئے عدالت تصدیق کر چکی ہے، نسبت نہ ہونے دعوٰی کے تحریر ہیں واسطے بری ہونے شوہر مسماۃ کے دعوٰی وراثت سے کافی ہوں گے یا نہ ہوں گے، عند اللہ و عند الرسول نظر غور فرما کر عاجز مسکین امیر احمد پر بروایت صحیح جواب باصواب تحریر فرمائیں کہ موجب ثواب اجر عظیم کا ہوگا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں جبکہ ثبوت شرعی سے ثابت ہو کہ عورت نے یہ اقرار اپنی صحت میں کیا تو اب شرعًا کوئی دعوی وراثت وارثانِ زن کا اُس جائداد میں مسموع نہیں ہو سکتا اگرچہ تصدیق اقرار نامہ مختار نے دوسرے شہر میں بحالت مرض الموت زن کی ہو کہ شرعًا ملک شوہر ثابت ماننے کے لئے یہی لفظ کافی و وافی تھے جو عورت نے بحالت صحت اس مختار نامہ میں لکھے۔ عقود دریہ میں ہے:

سئل فیما اذا اقر فی صحتہ لدی بینۃ شرعیۃ انہ اشتری المبیع لاختہ والثمن من مالھا واسمہ فی الصك عاریۃ وصدقتہ اختہ علی ذٰلك فھل یعمل باقرارہ المزبور، الجواب نعم، سئل فی رجل اقر

ان سے سوال ہوا کہ جب کوئی شخص اپنی تندرستی میں شرعی گواہوں کی موجودگی میں یہ اقرار کرے کہ فلاں چیز میں نے اپنی بہن کے لئے اسی کی رقم سے خریدی ہے جبکہ رسید میں میرا نام عاریۃً ہے اور اس کی بہن نے اس بات کی تصدیق کر دی ہو تو کیا اس کے مذکورہ اقرار پر عمل کیا جائے گا (تو انھوں نے جواب

Marfat.com

فی صحتہ ان المبلغ المکتتب باسمہ بذمۃ فلان بموجب صك لفلانۃ واسمہ فی صك الدین عاریۃ فہل یکون اقرارہ المذکور صحیحا، الجواب نعم[1] (ملخصًا).

میں فرمایا) ہاں عمل ہوگا ان سے سوال ہوا کہ ایک شخص نے اپنی تندرستی میں اقرار کیا کہ میرے نام کی لکھی ہوئی رسید کہ اتنی رقم فلاں کے ذمہ ہے وہ رقم فلاں عورت کی ہے میرا نام رسید میں عاریۃً ہے تو کیا اس کا مذکور اقرار صحیح ہوگا؟ الجواب: ہاں صحیح ہے (ملخصًا)۔ (ت)

شوہر جانتا ہے کہ واقع میں بھی یہ اقرار زن سچا ہے فی الحقیقۃ اس کا نام فرضی تھا جب تو عنداللہ بھی وہ اس جائداد کا مالک ہے اور ورثہ زن کا دعوٰی باطل، اور اگر اسے معلوم ہے کہ فی الواقع عورت ہی اس جائداد کی مالکہ تھی، یہ اقرار اس نے غلط لکھ دیا اگرچہ اپنی صحت و نفاذ تصرف کی حالت میں برضا و رغبت ہی لکھا تو عنداللہ اس کے لئے اپنے حصہ سے زیادہ حلال نہیں اس پر فرض ہے کہ وارثانِ شرعی کا حصہ نہ روکے مگر بحالتِ اقرار مذکور قاضی و حاکم دعوٰی وارثان کو اصلاً نہ سُنے گا واقع کا علم اللہ عزوجل کو ہے۔ خانیہ و خلاصہ و بزازیہ و انقرویہ و ہندیہ وغیرہا عامہ کتب میں ہے:

اقر فی صحتہ وکمال عقلہ ان جمیع ما ھو داخل منزلہ لامرأتہ غیر ما علیہ من الثیاب ثم مات الرجل وترك ابنا فادعی الابن ان ذٰلك ترکۃ ابیہ قال ابو القاسم الصفار ان علمت المرأۃ ان جمیع ما اقر بہ الزوج کان لہا ببیع او ھبۃ کان لہا ان تمنع ذٰلك عن الابن بحکم اقرار الزوج وان علمت انہ لم یکن بینہما بیع ولا ھبۃ لا یصیر ملکا لہا بھٰذا الاقرار[2]۔

ایک شخص نے اپنی تندرستی اور کامل عقل میں اقرار کیا کہ میرے لباس کے ماسوا میرے گھر میں موجود تمام سامان میری بیوی کی ملکیت ہے پھر اقرار کے بعد فوت ہوگیا اور اپنا ایک بیٹا چھوڑا جس نے دعوٰی کیا کہ گھر کا سامان میرے والد کا ترکہ ہے، اس پر ابوالقاسم صفار نے فرمایا کہ اگر بیوی اس یقین کا اظہار کرے کہ گھر کا تمام سامان بیع یا ہبہ کے طور میری ملکیت ہے تو بیوی کو حق ہوگا کہ خاوند کے اقرار کی بنا پر اس سامان کو بیٹے سے روک لے اور اگر وہ مذکورہ یقین کا اظہار نہ کر پائے تو پھر وُہ خاوند کے مذکورہ اقرار کی بناء پر بیوی کی ملکیت نہ بنے گا۔ (ت)

---

[1] العقود الدریۃ کتاب الاقرار ارگ بازار قندھار افغانستان ٢/٤٦

[2] فتاوٰی قاضی خاں " نولکشور لکھنؤ ٣/٦١٦

خلاصۃ الفتاوٰی " الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ٤/١٤٤

فتاوٰی ہندیۃ " الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ٤/١٦٣

Marfat.com

درمختار میں ہے :

لواقر کاذبا لم یحل لہ لان الاقرار لیس سببا للملک[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر کوئی جھوٹا اقرار کرے تو مقرلہ کے لئے حلال نہ ہوگا کیونکہ محض اقرار کسی کی ملکیت کا سبب نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ از رام پور متصل شفاخانہ کلاں سرکاری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مثلاً زید وغیرہ نے کرایہ کی زمین میں مکان تعمیر کیا اور زمین آبچک نہیں چھوڑی، مسمی عمرو جار کہ جس کے مکان کی زمین میں اولتی ٹپکتی مزاحم و مانع ہوا تو زید نے بمعیت مالک زمین میر محلہ کہ جس کی زمین میں زید نے مکان تعمیر کیا تھا سات گرہ زمین واسطے آبچک بجہت عاریت کے استدعا کی چونکہ عمرو کی زمین زرخرید تھی اور ایک اقرار نامہ اس مضمون کا لکھ دیا کہ تعدادی ہفت گرہ زمین عمرو سے واسطے آبچک بجہت عاریت کے مستعار لی ہم نے، اور جس وقت عمرو یا وارثانِ عمرو چاہیں زمین آبچک مذکور رجوع کرکے بیدخل کردیں ہم مستعیران یا وارثان مستعیران دعوی ملکیت زمین و باحق آبچک یا بیدخل ہونے میں کوئی عذر وحیلہ کریں تو عندالشرع نامسموع و باطل ہوگا اور اقرار نامہ مع گواہی ومواہیر اہل ثقہ ومیر محلہ یعنی مالک زمین مکان زید مذکور مثبت ہیں اور اقرار نامہ کو تخمیناً ساٹھ باسٹھ برس کا زمانہ گزرا ہوگا حتی کہ معیر و مستعیران فوت ہوگئے زمین کرایہ مذکور کہ جس میں زید وغیرہ نے مکان تعمیر کیا تھا وارثان زید نے اب وہ زمین خریدلی باوصف ہمسائیگی وجار کے بیعنامہ پر گواہی وارثان عمرو معیر مذکور نہیں ہے فی الحال وارثان مستعیر نے جو مکان منہدم ہوگیا ہے از سرِ نو تعمیر کرنا چاہا تو وارثان معیر نے کہا کہ زمین آبچک بجہت[عـــہ] چھوڑ کے تعمیر کردیا اولتی ہمارے مکان کی طرف نہ ٹپکاؤ، تم کو خوب معلوم ہے کہ ہمارے مورث نے عاریت زمین آبچک تمہارے مورث کو دی تھی بناء اول سے بھی ہم کو بہت ضرر تھا اب بناء نَو سے نہایت ضرر ہوگا اور پاخانہ کا راستہ تمام گھر کے آدمیوں کا ہے اور اولتی پاخانہ میں بیٹھنے سے سر پر گرتی ہے ہم آبچک مذکور کو رجوع کرتے ہیں اور ہمارا اس طرف مکان بنانے کا بھی ارادہ ہے وارثان مستعیر نے بمعائنہ اقرار نامہ مذکور بالا کے چند اشخاص کے رُوبرو اقبال واقرار کیا کہ ہم بموجب اقرار نامہ یعنی مورث مستعیر کی اولتی وارثان معیر

عـــہ فی الاصل ھکذا اظنہ پچھیت ای خلف الدار۔

اصل میں اسی طرح ہے میرے گمان میں یہ لفظ پچھیت ہے یعنی گھر کے پیچھے۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الاقرار مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۳۰

Marfat.com

کے مکان کی طرف نہ ٹپکائیں گے اور اپنا مکان بالکل پختہ بنا دیں گے بعد تیاری مکان وارثان مستعیر اغوائے بعض کسان اولتی طرف مکان وارثان معیر ٹپکانا چاہتے ہیں اور اپنے اقرار سے کہ چند آدمی ثقہ کے روبرو کیا تھا کہ اولتی طرف مکان وارثان معیر نہ ٹپکا دینگے اب منحرف ہوتے ہیں اقرار چند آدمیوں کے سامنے کر کے انکار کرنا مقبول ہے یا مردود۔ پس عندالشرع شریف دخل رجوع عاریت کا وارثان معیر کو حاصل ہے یا نہیں ؟

الجواب

وارثانِ معیر کو بلاشبہہ عاریت میں رجوع کا اختیار ہے اور وارثانِ مستعیر پر واپس دینا فرض ہے جبکہ عاریت ثابت ہے۔

قال اللہ تعالٰی ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا[1] اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ تعالٰی حکم فرماتا ہے کہ امانتوں کو ان کے مالکوں کے سپرد کر دو (ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

علی الید ما اخذت حتی تردھا[2] ہاتھ نے جو لیا وہ اس کا ذمہ دار ہے جب تک واپس نہ کرے۔ (ت)

باقی ان کا کہنا کہ اس طرف اولتی نہ ٹپکائیں گے اقرار نہیں وعدہ ہے اور وعدہ کے ایفاء پر حکماً جبر نہیں۔ اشباہ وعالمگیریہ وغیرہما میں ہے:

لاجبر علی الوفاء بالوعد[3] وعدہ کے ایفاء پر جبر نہیں۔ (ت)

ہاں اگر تسلیم کیا ہو کہ واقعی یہ زمین زمان مورث سے ہمارے اور ہمارے مورث کے ہاتھ میں عاریت ہے اس کا مالک عمرو ہے تو یہ اقرار ہے اور اس سے پھرنا کسی طرح جائز نہیں، اگر بشہادت شرعیہ ان کا اقرار ثابت ہوگا وہ ضرور اس کی پابندی پر مجبور کئے جائیں گے لان المرء مؤاخذ باقرارہ (کیونکہ اقرار کرنیوالا اپنے اقرار پر ماخوذ ہوتا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۵۸

[2] سنن ابن ماجہ ابواب الصدقات باب العاریۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۵

[3] فتاوٰی ہندیہ کتاب الدعوٰی الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۴۱ و ۴۲۷
العقود الدریۃ مسائل وفوائد شتی من الحظر والاباحۃ ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۳۵۳

Marfat.com

مسئلہ ۹۰ ازبریلی شہرکہنہ مسئولہ صفدرعلی خاں ومبارک علی خاں ربیع الآخر ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ان مسائل میں:

(۱) زید نے ۱۶ اپریل ۱۸۱۸ء میں ایک ہبہ نامہ بحق اپنے بیٹے عمرو کے کیا اور دستاویز میں یہ اقرار کیا کہ وہ مالک ومختار جائداد ہے ہبہ پورا موہوب لہ کو کردیا اور قابض و دخیل کرکے دخل اپنا مطلقاً اٹھالیا، لہٰذا اقرار یہ ہے کہ بعد تحریر ہبہ ہذا کے کچھ حق میرا یا قائم مقامان میرے کا اس جائداد موہوبہ میں جزءً وکُلًّا باقی نہیں رہا بعدہٗ ۲۱ جون ۱۹۱۲ء میں بعد انتقالِ عمرو پسر مذکور زید واہب نے دوسرا ہبہ نامہ اُس ایک جز و جائداد موہوبہ کا اپنی ماں کر اور ہبہ نامہ مذکور کو فرضی ٹھہرا کر بنام اپنے نبیرگان پسران متوفی کے کیا اُس میں اقرار اول سے رجوع کیا کہ اس جز و جائداد کا میں مالک و قابض ہوں اور ہبہ نامہ اگرچہ بنام عمرو متوفی تحریر کیا تھا مگر قبضہ نہیں دیا اس لئے وُہ انتقال شرعًا باطل وکالعدم ہے، آیا یہ رجوعِ زید صحیح ہے یا نہیں؟

(۲) دوسرے، ۴ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو عمرو نے ایک بیعنامہ چند مواضع کا بنام اپنے والد زید کے کیا جس کے متعلق ۱۱ جنوری ۱۹۰۸ء کو زید نے ایک اقرار نامہ بایں الفاظ تحریر کیا کہ بیعنامہ مذکور محض فرضی تھا اور اس کے ذریعہ سے کوئی انتقال ملکیت بحق میرے وقوع میں نہیں آیا اور کل جائداد مندرجہ بیعنامہ مذکور کا مالک و قابض واقعی میرا لڑکا عمرو ہے مجھے کوئی دعوی ملکیت نہ اب ہے اور نہ آئندہ ہوگا پھر بعد وفاتِ عمرو زید نے ایک ہبہ نامہ بنام اپنے نبیرگان کے بوجہ مساوی بالاشتراک کیا اور اس میں بیعنامہ عمرو مورخہ ۴ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو اصلی و واقعی مانا ہے، لہٰذا اس صورت میں بیعنامہ عمرو فرضی متصور ہوگا یا واقعی وہ جائداد ورثائے عمرو کی ملک ٹھہرے گی یا ورثائے زید متوفی کی، اور یہ ہبہ زید کا مشاع ہونے کے باعث باطل ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

شریعتِ مطہرہ کا قاعدہ مقررہ ہے کہ کوئی مقر اقرار کرکے اپنے اقرار سے پھر نہیں سکتا، نہ اس کے خلاف اس کی بات تسلیم ہوسکے۔ ہدایہ و اشباہ و درمختار وغیرہا عامہ اسفار میں ہے: لاعذر لمن اقر[۱] (اقرار کرنے والے کو عذر کا حق نہیں۔ ت) دستاویز اول میں جبکہ صاف اقرار کیا کہ میں نے موہوب لہ کو قابض و دخیل کرکے اپنا دخل مطلقاً اٹھالیا تو اب بعد موت موہوب لہٗ یہ کہنا کہ میں نے قبضہ نہیں دیا تھا محض باطل و نامسموع ہے اور پہلی دستاویز ہبہ تام و نافذ و ناقابل رجوع ہے۔ درمختار میں موانع رجوع

---

[۱] ردالمحتار کتاب الاقرار داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۴۵۶

Marfat.com

میں ہے: المیم موت احد المتعاقدین[1] (م سے مراد عاقدین میں سے ایک کی موت ہے۔ ت) اُسی میں ہے: القاف قرابتہ[2] (ق سے مراد اس کی قرابت ہے۔ ت) یونہی جب اُس بیع کی نسبت زید صحیح اقرار کرچکا کہ وہ محض فرضی تھی اور اس کے سبب مجھے کوئی ملک حاصل نہ ہوئی تو وہ بیعنامہ اس کے اقرار سے باطل ہوگیا اب اسے اُس سے رجوع کا کچھ اختیار نہیں اور یہ ہبہ بنام نبیرگان کیا ہے محض باطل ہے کہ یہ جائداد بوجہ ظہور بطلان بیع ملک عمرو متوفی پسر زید ہے زید اس میں سے صرف سُدس کا مالک ہے اور اس نے کل کا ہبہ کیا اور اس کا سدس منقسم المتاز نہ تھا تو یہ مشاع ہوا اور اس سدس میں بھی تمام نہ ہوا اور انتقال زید بلاتقسیم وتسلیم سدس سے باطل ہوگیا، درمختار میں ہے:

الاستحقاق شیوع مقارن لاطاری فیفسد الکل[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

استحقاق غیر منقسم قارن ہے بعد میں لاحق و طاری نہیں ہے تو کُل کو فاسد کردے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)۔

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس باب میں کہ محمد علی خاں ومظہر حسین خاں وسید ضیاء الحق ومسماۃ نجم النساء بیگم[ع] چار شخصوں نے اولاً بتاریخ ۱۱ مارچ ۱۹۰۸ء کو ایک جائداد کے دو سہام منجملہ سات سہام کے مسمّٰی امداد الرحمٰن بائع سے مشترکاً بحصہ مساوی خریدے، پھر ۱۶ اگست ۱۹۰۸ء کو اشخاص مذکورہ نے چار سہام اسی جائداد کے منجملہ سات سہام کے مسمّٰی عبدالرحمٰن بائع سے بحصہ مساوی مول لئے اور ایک سہم منجملہ سات سہام کے سید سکندر علی نے بلقیس بیگم سے ۱۳ اگست ۱۹۰۸ء کو خرید کیا پھر باہم ہر چہار مشتریان چھ سہام کے جو ذریعہ بیعنامہ ۱۱ مارچ ۱۹۰۸ء، ۱۶ اگست ۱۹۰۸ء خریدی گئی تھی ایک تقسیم نامہ لکھا گیا جس میں ہر ایک شریک کا ڈیڑھ ڈیڑھ سہام قائم ہو کر چار قطعہ معین ہوگئے جو محمد علی خاں ومظہر حسین خاں وسید ضیاء الحق نے تو محکمہ رجسٹری میں تصدیق کرادیا لیکن مسماۃ احد الشرکاء نے تقسیم نامہ مذکورہ کسی وجہ

ع اصل میں قلم ناسخ سے نجم النساء کا لفظ چھوٹ گیا ہے ۱۲

۱؎ درمختار	کتاب الہبہ	مطبع مجتبائی دہلی	۲/ ۱۶۱
۲؎ "	"	"	۲/ ۱۶۳
۳؎ "	"	"	۲/ ۱۶۰

Marfat.com

سے تصدیق نہیں کرایا جس کی وجہ سے ہر ایک شریک کا حصہ جدا جدا تقسیم نہ ہو سکا، بعدہٗ احمد علی خاں برادر محمد علی خاں نے بیعنامہ دو سہام کا منجملہ چار سہام فروخت شدہ ۱۶ اراگست ۱۹۰۸ء کے ایک شخص مسمّی فیض الرحمان سے بنام اپنے لکھا لیا بعدہٗ احمد علی خاں برادر محمد علی خاں مرگیا، اب محمد علی خاں یہ کہتا ہے کہ بیعنامہ ۱۶ اراگست ۱۹۰۸ء بابت چار سہام کے بنام چاروں مشتریان ناجائز ہوا۔ عباد الرحمٰن خاں نے ہم کو دھوکا دے کر چار سہام کا بیعنامہ کیا ہے درحقیقت وہ مالک دو سہام کا تھا اس لئے میں ایک سہام کا ذریعہ شرا اور دو سہام کا ذریعہ ارث برادری کے مالک ہوں اور باقی تینوں شرکا بھی ایک ایک سہم کے مالک ہیں ڈیڑھ ڈیڑھ سہام کے مالک نہیں ہیں ہر سہ شرکا۔ بقیہ یہ کہتے ہیں کہ جب محمد علی خاں نے چار سہام بشرکت باقی تین مشتریان کے بحصہ مساوی خریدے تو اس خرید کے ذریعہ سے عباد الرحمٰن بائع کی ملکیت محمد علی خاں نے تسلیم کر لی اور سب شرکا کا مساوی حصہ بھی تسلیم کر لیا اور یہ اقرار نامہ بھی ڈیڑھ ڈیڑھ سہام ہر ایک شریک کا تسلیم کر لیا اور ہر ایک شریک کی ملکیت ڈیڑھ ڈیڑھ سہام کا اقرار کر لیا، اب ہر ایک شریک کے ڈیڑھ ڈیڑھ سہام سے محمد علی خاں کا انکار جائز نہیں ہے، مظہر حسین خاں احد الشرکا نے جو نالش تقسیم ڈیڑھ سہام بنام بقیہ تین شریکوں کے عدالت دیوانی میں دائر کی تو محمد علی خاں احد الشریک نے وہی عذرات پیش کئے بالآخر عدالت دیوانی سے یہ تجویز فرمایا گیا، بیعنامہ مصدقہ ۱۶ اراگست ۱۹۰۸ء اقراری عباد الرحمٰن میں خود محمد علی خاں مدعا علیہ زمرہ مشتریان میں داخل ہے اور شرعًا بیعنامہ عاقدین پر حجت ہے اس لئے وہ محمد علی خاں مذکور پر بھی حجت ہے پس جس طرح محمد علی خاں مدعا علیہ نے بذریعہ بیعنامہ عباد الرحمٰن خاں بائع کی چار سہام مملوک ہونا تسلیم کیا اسی طرح ان چار سہام میں سے ہر ہر مشتری کی ملک بقدر ایک ایک سہم تسلیم کر لیا اور اب اس سے انحراف کا مدعا علیہ مذکور کو کوئی حق نہیں، انکار بعد الاقرار شرعًا معتبر (نہیں)؎ ہے اسی کے ساتھ تقسیم نامہ مصدقہ ۱۶ اراگست ۱۹۰۸ء مشمولہ مثل میں محمد علی خاں مذکور نے ہر ہر شریک کا ڈیڑھ ڈیڑھ سہام بالتصریح تسلیم کر لیا اب اس کا مدعی کو صرف ایک سہم کا مالک بتانا محض اتلافِ حق پر مبنی ہے اس لئے دعوی مدعی نسبت دخلیابی ڈیڑھ سہام منجملہ سات سہام کے بذریعہ تقسیم علٰحدگی حصہ مدعی از چار سہام مشترک بنام مدعا علیہم ڈگری ہو، خرچہ مدعی زمہ محمد علی خاں مدعا علیہ عائد ہو، بعد قائم و ثابت ہو جانے ڈیڑھ سہام ہر ایک شرکا اربعہ عدالت دیوانی کے فیصلہ سے پونے دو سال بعد محمد علی خاں احد الشریک نے ہر ایک شرکا ثلثہ کا ایک ایک سہم اور اپنے تین سہام قائم کر کے نالش تقسیم خلاف بیعنامہ جات و اقرار نامہ و فیصلہ عدالت دیوانی دائر کی اس لئے استفسار

؎ یہاں بھی قلم ناسخ سے لفظ معتبر "نہیں" چھوٹ گیا ۱۲

Marfat.com

امور ذیل کا مطلوب ہے :

(۱) انکار ملکیت کسی شخص کا بعد اقرار ملکیت شخص مذکور کے شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟

(۲) بیعنامہ عاقدین پر شرعاً حجت ہوتا ہے یا نہیں ؟

(۳) محمد علی خاں کو شرعاً یہ حق حاصل ہے یا نہیں کہ اس بیعنامہ کو جس میں وہ خود ہی مشتری ہے اور اقرارنامہ تقسیم کو جو بحق ہر سہ مشتریان وہ تحریر و تکمیل و تصدیق کرا چکا ہے باطل و ناجائز قرار دے کر ہر سہ مشتریان دیگر کی ملکیت ڈیڑھ ڈیڑھ سہام سے بعد اقرار کے انکار کر سکے ۔

الجواب

مدت ہوئی کہ یہ سوال آیا تھا اور سائلوں سے دریافت کیا گیا تھا کہ جو فیاض الرحمٰن نے احمد علی خاں کے نام بیع کی آیا اس کا کوئی مقدمہ دار القضاء تک پہنچا اور بحکم قاضی وہ سہام ملک فیاض الرحمٰن قرار پاکر ملک احمد علی خاں ٹھہری یا یونہی خانگی طور پر محمد علی خاں نے اس بیع کو مان لیا، مگر اس کا کوئی جواب نہ ملا۔ اب ملاحظہ تجویز سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ استحقاق احمد علی خاں بذریعہ قضا ثابت نہ کیا گیا کہ محمد علی خاں شرعاً مکذب ہو جاتا بلکہ اس نے بطور خود اپنے نفع کے لئے یہ استحقاق تسلیم کر لیا اگر ایسا ہے تو تجویز کہ ذی علم مفتی صاحب نے دی بالکل حق و بجا ہے محمد علی خاں کو اپنے اقرار سے پھرنے کا کوئی اختیار نہیں،

لاعذر لمن اقر[1]، من سعی فی نقض ما تم من جهته فسعیه مردود علیه[2]۔

جس نے اقرار کیا اس کا کوئی عذر مقبول نہیں ، جو شخص اپنی طرف سے تام کئے ہوئے معاملہ کو توڑنے کی سعی کرے تو اس کی یہ سعی مردود ہوگی۔ (ت)

اشباہ میں ہے :

اذا اقر بشیئ ثم ادعی الخطأ لم تقبل[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جب کسی چیز کا اقرار کرے پھر اس اقرار کو خطا قرار دے تو خطا قرار دینا قبول نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الاقرار داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۴۵۶
[2] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب القضاء والشہادات الخ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۳۲۰
[3] ″ ″ ″ ″ کتاب الاقرار ۲/۲۰

Marfat.com

مسئلہ ۱۲ ۲ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک مکان بکر کے ہاتھ بیع کیا اور قبضہ مبیعہ پر مشتری کا کرا دیا اور بیعنامہ تصدیق و رجسٹری کرا دیا، بیعنامہ میں مبیعہ کی حد غربی میں زید نے دیوار عمرو تسلیم کی بعد بیع و قبضہ بکر مشتری نے جب عمرو کی دیوار مذکور میں تصرفات ناجائز شروع کئے اور عمرو مانع آیا تب بکر نے زید بائع سے ایک اقرار نامہ بطور تصحیح نامہ اس مضمون سے لکھایا کہ (بیع کے وقت دیوار غربی کا مشترک ہونا تحریر سے رہ گیا تھا دیوار مذکور مکان مبیعہ و مکان عمرو میں مشترک ہے) سوال یہ ہے کہ بیعنامہ میں عمرو کی دیوار لکھنے سے اقرار نسبت ملکیت عمرو کی ثابت ہوتا ہے یا نہیں اور بیعنامہ مذکور شرعاً عاقدین پر حجت ہے یا نہیں اور اقرار نامہ مابعد جو بطور تصحیح نامہ کے مرتب ہوا ہے اس سے کل دیوار مذکور کی بابت عمرو کا زوالِ ملکیت لازم آتا ہے یا نہیں اور شرعاً یہ انکار بعد الاقرار ہے یا نہیں؟

الجواب

تحریر بیعنامہ عاقدین پر حجت ہے اور اس سے پھرنے کا اُن کو کچھ اختیار نہیں جس سے وہ شخص ثالث کو ضرر پہنچا سکیں، قاعدہ شرعیہ ہے:

المرء مواخذ باقرارہ ولا عذر لمن اقر[1] اقرار کرنے والا شخص اپنے اقرار میں ماخوذ ہوگا اور اقرار کرنیوالے کو عذر کا حق نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳ از شہر بریلی محلہ ملوکپور مسئولہ احمد حسین صاحب ۱۵ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسماۃ نے ایک قطعہ جائداد خریدی اور مسماۃ کے چار بیٹے تھے، کچھ دنوں کے بعد وہ مسماۃ انتقال کر گئیں اور ان چاروں بھائیوں میں آپس میں مقدمہ داری ہوئی اسی جائداد پر جو کہ مسماۃ نے خریدی تھی، اُس میں کسی وجہ سے ایک بھائی نے کچہری کے رُوبرو بیان کیا کہ میں اس جائداد میں حقدار نہیں ہوں میرا حق نہیں ہے، تو شرعاً یہ بیان اُس کا لغو ہے یا جائز ہے وہ حقدار اس جائداد میں ہے یا نہیں؟

الجواب

وہ اس میں حقدار نہ مانا جائے گا کہ لا عذر لمن اقر[2] (جس نے اقرار کیا اس کا کوئی عذر مقبول نہیں۔ ت)

---

[1][2] ردالمحتار کتاب الاقرار داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۴۵۶

Marfat.com

اگر یہ قول کسی مدعی کے مقابل ہوتا، یہاں یہ صورت نہیں، سائل نے بیان کیا کہ چاروں بھائی اُس مکان پر قابض تھے، ایک نے صرف اپنا حصہ تقسیم کرانے کا دعویٰ کیا تھا نہ کہ اوروں کے حصوں کا، اس کے جواب میں دوسرے نے کہا اس مکان میں ہمارا حق نہیں یعنی چاروں بھائیوں کا نہیں تاکہ وہ تقسیم نہ کرا سکے۔ اس صورت میں اس کا یہ کہنا محض لغو ہے اور اس کا حق بدستور باقی ہے۔ عالمگیریہ میں ہے:

اذا قال ذوالید لیس ھذا لی او لیس ملکی او لا حق لی او لیس لی فیہ حق او ما کان لی او نحو ذٰلك ولا منازع حیثما قال ثم ادعی ذٰلك احد فقال ذوالید ھو لی صح ذٰلك منه والقول قوله[1] الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جب قابض خود کہے کہ یہ میری ملکیت نہیں یا میرا نہیں یا میرا حق نہیں یا میرا نہ ہے اس قسم کے الفاظ کہے، اور یہ الفاظ کہتے وقت کوئی دعویدار نہ بنا، پھر بعد میں ایک شخص نے اس چیز پر دعویٰ کیا تو اس کے جواب میں اب قابض کہے کہ یہ چیز میری اپنی ہے تو قابض کی بات صحیح قرار پائے گی اور اس کی وضاحت مان لی جائیگی الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴ از مراد آباد محلہ کٹھگر بیچ مرسلہ سید شرافت حسین صاحب ۵ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بعوض مبلغ یکصد روپے کے اپنا حصہ واقعہ مکان بدست مسماۃ ہندہ رہن کیا، رہن نامہ میں بوقت تصدیق روبرو رجسٹرار صاحب ؏ نقد وصول پا کر مبلغ ؏ کا رجسٹری سے پہلے وصول پانے کا اقرار کیا ہے، اسی تفصیل سے وصول زرِ رہن کی کیفیت عبارت تصدیق میں درج ہے ہندہ نے واپسی زرِ رہن کا دعویٰ کیا ہے، زید مدعا علیہ نے جواب داخل کیا ہے کہ رہن نامہ فرضی ہے، وجہ تحریر کی یہ ہے کہ مدعا علیہ کے خسرال والے مُصر تھے کہ زید اپنا حصہ واقعہ مکان مذکور بحق اپنی زوجہ کے تحریر کر دیں، اس اندیشہ کی وجہ سے بمشورت باہمی فرضی رہن نامہ بنام ہندہ تحریر کر دیا گیا تھا ؏ جو رجسٹری میں بذریعہ عمرو وصول پائے تھے وہ روپیہ بیرون رجسٹری عمرو کو مدعا علیہ نے واپس کر دئے تھے اور دستاویز مذکورہ کے فرضی ہونے کا مدعا علیہ کو بس بیرون کچہری اقرار ہے اس پر کچہری نے صرف ایک تنقیح قائم کی ہے، آیا مبلغ ؏ منجملہ سو روپیہ زرِ رہن کے جو مدعا علیہ کو ذریعہ عمرو روبرو رجسٹرار صاحب مدعیہ سے وصول ہوئے تھے وہ اُسی وقت بیرون رجسٹری عمرو مذکور کو واپس دے دئے تھے ثبوت ذمہ مدعا علیہ۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الدعوٰی الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۶۴

Marfat.com

تردید ذمہ مدعیہ۔ اور روبکار تنقیح مذکورہ میں یہ عبارت بھی درج ہے (مدعا علیہ بہ نسبت وصولیابی مبلغ عہ منجملہ زرِ رہن کے اقرارِ کاذبہ کرنا بیان کرتا ہے اُس کی نسبت مدعا علیہ چاہے تو مدعیہ سے حلف لے سکتا ہے) سوال یہ ہے کہ بحالتِ مذکورہ مدعیہ پر شرعاً حلف عائد ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ہاں ہوسکتا ہے کہ اب مدعا علیہ حقیقۃً مدعی اور مدعیہ مدعا علیہ ہے والیمین علی من انکر (قسم منکر پر ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

اقر ثم ادعی المقر انه کاذب فی الاقرار یحلف المقرله ان المقر لم یکن کاذبا فی اقرارہ عند الثانی وبه یفتی[1] واللہ تعالٰی اعلم

اقرار کرنے کے بعد اپنے اقرار میں جھوٹا ہونے کا دعوٰی کرے تو مقرلہ سے قسم لی جائے کہ اقرار کرنے والا اپنے اقرار میں جھوٹا نہیں ہے، یہ حکم امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک ہے اور اسی پر فتوٰی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الاقرار مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۳۳

Marfat.com

کتاب الصلح

(صلح کا بیان)

مسئلہ ۱۵ ۱۸ر جمادی الآخرہ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کلّو نے دو زوجہ رینا و منّی اور بطن منّی سے دختر صغریٰ اور دو بھائی چھٹن، عبداللہ۔ اور تین بہنیں چھوٹی، ملوکی، سینا۔ اور چودہ سو روپے نقد اور کچھ غلّہ اور پونے دو سو روپے ایک شخص پر قرض چھوڑ کر انتقال کیا، عبداللہ نے مال متروکہ میں سے سو روپے نقد لے کر باقی وارثوں سے فیصلہ کر لیا کہ اب مجھے ترکہ سے کچھ تعلق نہیں، پھر ملوکی نے دو پسر امام بخش و یار محمد اور دو دختر کہ ان کا نام بھی رینا و منّی ہے چھوڑ کر وفات پائی، اس صورت میں ترکہ کلّو کا کس طرح منقسم ہوگا اور کلّو نے اپنا ایک بھتیجا بیٹا کرکے پالا تھا وہ بھی وارث ہوگا یا نہیں؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا (بیان کیجئے اجر دئے جاؤ گے۔)

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں وُہ فیصلہ کہ عبداللہ نے کیا دو وجہ سے باطل ہے،

اما اولاً فلمکان الدین فی الترکۃ وقد صالح علی ان لایکون لہ حق فی شیئ مما بقی فینتظم العین والدین جمیعا والصلح عن دین

لیکن اوّلاً اس لئے کہ ترکہ میں قرض ہے اور اس نے صلح باقی تمام ترکہ سے لاتعلقی پر کی ہے تو یہ موجود مال اور قرض دونوں کو شامل ہے جبکہ قرض پر قرضخواہ اور مقروض کے بغیر ہر ایک کی صلح

Marfat.com

باطل الا بين الدائن و مديونه، في
الدر المختار بطل الصلح ان اخرج احد
الورثة وفي التركة ديون بشرط ان تكون
الدين لبقيتهم لان تمليك الدين من غير من
عليه الدين باطل[1] اه اقول ولا يقتصر الفساد
على التصريح بهذا الشرط كما يوهمه ظاهر
تقييد التنوير بل هو وما يؤدي مؤداه
سواء، فان المدار على وقوع تمليك
الدين من غير المديون وهو حاصل
فيما لو صالح بشئ عن كل ما بقي من
التركة كما قررنا ويرشدك اليه ما في رد المحتار
لو ظهر فيها دين ان كان الصلح وقع على
غير الدين لا يفسد وان وقع على جميع
التركة يفسد كما لو كان الدين ظاهرا
وقت الصلح[2] اه ملخصاً فقد جعل الصلح
على جميع التركة كالصلح بتصريح الشرط
المذكور وبالجملة فالفساد لا يتوقف على
التنصيص بادخال الدين في الصلح بل
الجواز متوقف على الافصاح باخراجه
ولهذا قال البزازي كما في الشامي ان
كان مخرجا من الصلح
لا يفسد والا يفسد[3] اه علق الصحة على

باطل ہے، درمختار میں ہے جب ترکہ میں قرض شامل
ہوں توکسی ایک وارث کو بقیہ ترکہ سے لاتعلق
کرکے باقی وارثوں کے لئے کرنے کی صلح باطل ہے
کیونکہ مقروض کے غیر کو قرض کا مالک بنانا باطل ہے اھ
اقول (میں کہتا ہوں کہ) فساد کا انحصار اس
تصریح کردہ شرط پر نہیں جیسا کہ تنویر الابصار کے قید
کے بیان پر ظاہراً وہم ہوتا ہے بلکہ یہ اور جو اس کا
ہم معنی ہو متساوی الحکم ہیں کیونکہ فساد کا دارومدار
غیر مقروض کو قرض کا مالک بنانا ہے اور وہ باقی
وارثوں کو ترکہ کی کسی شئ پر صلح میں حاصل ہے
جیسا کہ ہم نے تقریر کی ہے اور اس میں ردالمحتار
کا بیان تیری رہنمائی کرے گا کہ اگر ترکہ میں دین معلوم
ہے اور صلح دین کے غیر پر ہوئی تو فاسد نہ ہوگی اور
اگر تمام ترکہ پر صلح ہوئی تو فاسد ہوگی جیسا کہ صلح
کے وقت دین ظاہر ہونے پر وہ فاسد ہوتی ہے اھ
ملخصاً، تو ردالمحتار نے جمیع ترکہ پر صلح کو شرط مذکور
پر صریحاً صلح جیسا قرار دیا، خلاصہ یہ ہے کہ صراحتاً
قرض کو صلح میں شامل کرنے پر فساد موقوف نہیں
بلکہ صلح کا جواز صراحتاً قرض کو صلح سے خارج کرنے
پر موقوف ہے جیسا کہ فتاوٰی شامی میں البزازی کا
قول ہے کہ قرض کو صلح سے خارج کیا تو صلح فاسد
نہ ہوگی ورنہ فاسد ہوگی اھ، انھوں نے جواز کو صراحتاً

---

[1] درمختار کتاب الصلح فصل فی التخارج مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۴۵
[2] و [3] ردالمحتار ” ” داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۴۸۳

Marfat.com

الاخراج وعمم فی الباقی الفساد ثم رأیت التصریح به فی الهندیة عن الظهیریة حیث قال ان کان فی الترکة دین علی الناس فصولحت (یعنی المرأة) علی الکل علی ان یکون نصیبها من الدین للورثة اوصولحت عن الترکة ولم ینطقوا بشیئ اخرکان الصلح باطلا[1] اھ وامّا ثانیا فلان نصیب عبداللّٰه من نقود الترکة اکثر مما صالح علیه وذٰلک لان حصته من الف واربعمائة مثلاً وھی سبعا الباقی بعد اخراج الفرضین مائة وخمسون درھما وانما اعطی مائة فکان البقیة شروا مائة وخمسین درھما وزیادة بمائة درھم وھذا ھو الربا المحرم قال فی الدرالمختار اخرجت الورثة احدھم عن نقدین وغیرھما باحد النقدین لایصح الا ان یکون ما اعطی له اکثر من حصته من ذٰلک الجنس تحرزا عن الربا[2] اھ ملخصا، و ھذا ظاھر اذا لم یکن للازواج مھر علی المورث فان

قرض کے خارج ہونے پر معلق فرمایا اور باقی تمام صورتوں کو فساد میں شامل فرمایا، پھر میں نے ظہیریہ کے حوالہ سے ہندیہ میں اس پر تصریح دیکھی جہاں انہوں نے فرمایا کہ اگر ترکہ میں لوگوں پر قرض بھی شامل ہے اور بیوی سے یہ صلح ہوئی کہ باقی تمام ترکہ حتی کہ قرض میں بیوی کا حصہ یہ سب ورثاء کا ہوگا یا ورثاء نے بیوی کی باقی تمام ترکہ سے لاتعلقی پر صلح کی اور اس سے زائد کوئی وضاحت نہ کی تو صلح باطل ہوگی اھ لیکن ثانیاً اس لئے کہ عبداللہ کا نقد ترکہ میں صلح کی مقدار کے مقابلہ میں حصہ زیادہ بنتا ہے یہ اس لئے کہ مثلاً چودہ سو نقد میں سے بیوی اور بیٹی کے دو فرض (حصّے) نکالنے کے بعد عبداللہ کا حصہ دو ساتے جو کہ ڈیڑھ سو درہم ہیں جبکہ عبداللہ کو صرف ایک سو دیا گیا تو باقی ورثاء نے گویا ڈیڑھ سو اور کچھ زائد کو ایک سو درہم کے بدلہ میں خریدا اور یہ حرام و سود ہے۔ درمختار میں فرمایا کہ ورثاء نے ایک وارث کو سونا و چاندی (نقدین) اور دیگر ترکہ سے سونا یا چاندی میں سے ایک پر صلح کرکے خارج کیا تو یہ صلح صحیح نہ ہوگی مگر اس صورت میں جبکہ جس نقد پر صلح کی ہو اس میں اس کے حصہ سے زائد اس کو دیا گیا ہو تاکہ ربا سے بچاؤ ہو سکے اھ ملخصاً، یہ بیان اس صورت میں ظاہر ہے جب مورث کے ذمہ

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الصلح الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۲۶۹/۴
[2] درمختار " فصل فی التخارج مطبع مجتبائی دہلی ۱۴۵/۲

Marfat.com

كان وكان بحيث يكون حصة عبد الله مما يبقى بعد اداء الدين اقل من مائة تكون التركة مشغولة بالدين مانع بنفسه عن صحة الصلح الا اذا عزل مقدار ما بقي به و اجرى الصلح في ما بقي، في الشامية عن البزازية عن شمس الاسلام التخارج لا يصح اذا كان على الميت دين اي يطلبه رب الدين لان حكم الشرع ان يكون الدين علٰى جميع الورثة اھ[1] وقد كنت اوضحت معنى قوله اي يطلبه رب الدين فيما علقته على هوامش رد المحتار ثم رأيت التصريح بعينه في الهندية عن الظهيرية و نصها ان كان عليه دين فصولحت المرأة عن ثمنها على شئ لا يجوز هذا الصلح لان الدين في التركة و ان قل يمنع جواز التصرف فان طلبوا الجواز فطريق ذٰلك ان يضمن الوارث دين الميت بشرط ان لا يرجع في التركة او يضمن اجنبي بشرط براءة الميت او يؤدوا دين الميت من مال اٰخر ثم يصالحوها

بیویوں کا مہر نہ ہو، اگر اس کے ذمہ مہر باقی ہو تو اب ترکہ میں سے یہ دین ادا کرنے کے بعد عبد اللہ کا ترکہ میں حصّہ ایک سو درہم سے کم ہو جائے تو بھی ترکہ کا دین میں مشغول ہونا صلح کی صحت سے مانع ہے الّا یہ کہ قرض و دین کو منہا کرنے کے بعد مابقی پر صلح ہو تو جائز ہو گی، فتاوٰی شامیہ میں بزازیہ سے شمس الاسلام کے حوالے سے ہے کہ کسی وارث کو صلح کے طور پر وراثت سے خارج کرنا صحیح نہیں جبکہ میت پر کوئی دین ہو یعنی قرضخواہ کا مطالبہ ہو کیونکہ شرعی حکم یہ ہے کہ میت پر دین تمام ورثاء کے ذمہ ہوتا ہے اھ، حالانکہ میں نے ان کے قول کہ "قرض خواہ طالب ہو" کا معنیٰ ردالمحتار پر اپنے حاشیہ میں واضح کر دیا تھا، پھر میں نے بعینہٖ اس کی تصریح ہندیہ میں ظہیریہ کے حوالہ سے دیکھی جس کی عبارت یہ ہے اگر میّت پر قرض ہو اور بیوی سے کسی چیز کے بدلے اس کے مہر کی رقم پر صلح کر لی گئی ہو یہ صلح جائز نہ ہو گی کیونکہ ترکہ پر قرض کم بھی ہو تو وہ تصرف کے جواز سے مانع ہے، اگر ورثاء جواز کے طالب ہوں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ کوئی وارث میّت کے قرض کا ضامن بن جائے اس شرط کے ساتھ کہ وہ اس ضمان میں ترکہ سے کچھ نہ لے گا، یا کوئی اجنبی شخص اس شرط پر ضامن ہو جائے کہ ضمان سے میّت بری ہے یا ورثاء میّت کا دین اپنے کسی اور مال

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلح فصل فی التخارج دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۴۸۱

Marfat.com

عن ثمنها اوصداقها علی نحو ما قلنا وان لو یضمن الوارث ولٰکن عزلوا عینا فیھا لدین المیت وفاء ثم صالحوھا فی الباقی علی نحو ما قلنا جاز[1] اھ۔

سے ادا کرکے پھر بیوی سے اس کی رقم کے بدلے صلح کرلیں جیسا کہ ہم نے بتایا اور اگر کوئی وارث ضامن نہ بنے لیکن پہلے عین ترکہ میں سے میت پر قرض کی مقدار علیحدہ کرلیں پھر باقی میں بیوی سے صلح کا عمل کریں جیسے ہم نے بتایا ہے، تو جائز ہے اھ (ت)

پس صورتِ مستفسرہ میں برتقدیر صدق مستفتی و عدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین وصحت ترتیب اموات اگر زنان کلّو دونوں خواہ ایک کا مہر یا اس کے سوا اور کچھ دَین ذمۂ کلّو ہو تو پہلے اُسے ادا کریں جو بچے اس کے تہائی سے کلّو کی وصیت اگر اس نے کی ہو نافذ کرکے باقی کو ایک سو بارہ[۱۱۲] سہام پر تقسیم کریں ساٹ ساٹ[۵۶] کلّو کی ہر زوجہ اور چھپن[۵۶] صغری اور بارہ[۱۲] بارہ[۱۲] چھٹن وعبداللہ اور چھ[۶] چھ[۶] چھوٹی سینا اور دو[۲] دو[۲] امام بخش و یار محمد اور ایک ایک[۱] دختران ملّو کی کو دیں اگر عبداللہ کو اس تقسیم میں سو روپے سے زیادہ پہنچیں تو اس کا حصہ پورا کردیں اور کم ملیں تو جتنا زیادہ پہنچ گیا ہے واپس لیں اور کلّو کا بھتیجا جسے اس نے بیٹا کرکے پالا اصلاً وارث نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے زوجہ شہزادی بیگم اور نظام بیگم پدر حید رعلی دختر اعجاز فاطمہ وارث اور چار ہزار دو سو باون[۲۵۲] روپیہ نقد اور ایک مکان قیمتی ڈیڑھ ہزار روپیہ کا چھوڑ کر انتقال کیا شہزادی بیگم کا مہر پانچ ہزار روپے تھا اس کے سوا کوئی قرضہ زید پر نہ تھا، اور نہ کچھ متروکۂ زید ہے، باہم جملہ ورثاء مذکورین میں یہ فیصلہ و قرار داد ہوا کہ نظام بیگم وحید رعلی ساڑھے سات سو روپیہ لےلیں اور بقیہ زرِ نقد و مکان دختر و زوجہ کے حصص شرعی میں اور زوجہ کے مہر میں کردیں زوجہ بھی اس پر راضی ہوئی اب دعوٰی مہر نہ رہا، پس صورتِ مستفسرہ میں وہ مکان اور بقیہ روپیہ تین ہزار پانسو دو[۲] زوجہ و دختر میں کس طرح تقسیم ہوگا؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

زوجہ و دختر کا مہر وحصتین کے عوض مکان و بقیہ زر پر راضی ہونا تین احتمال رکھتا ہے:

(۱) زوجہ مہر سے دست بردار ہوئی اور اس بقیہ کو اپنی اور دختر پر حسبِ وراثت تقسیم ہونے پر

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الصلح الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۲۶۹

Marfat.com

رضا دی، اس صورت میں اس باقی کے ۵ سہام ہو کر ایک زوجہ اور چار دختر کو ملیں۔

(۲) یہ قرار پایا کہ اس بقیہ سے زوجہ اپنا کل مہر لے لے جو بچے زن و دختر میں وراثۃً تقسیم ہو اس صورت میں بقیہ سے پانچ ہزار مہر کے زوجہ لے گی اور دو ایک روپے کی جو مالیت بچی زن و دختر میں انھیں پانچ سہام پر تقسیم ہو جائیگی لیکن اس تقدیر پر دختر کا وقت فیصلہ بالغہ اور اس معنی پر راضی ہونا ضرور ہو گا۔

(۳) یہ ٹھہرا کہ باقی مذکور مہر و حصۂ زوجہ و حصۂ دختر سب پر حصۂ رسد منقسم ہو، اس صورت میں مکان و زر بقیہ سب کے ۸۵۹۵ سہام ہو کر ۵۷۱۹ زوجہ کو ملیں اور ۲۸۷۶ دختر کو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۷ از ریاست رامپور پیش کردہ مفتی عبد القادر خاں صاحب حاکم ریاست

۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا انتقال ہوا اس کی ۲ دو زوجہ ہندہ اور زبیدہ تھیں، زبیدہ کا انتقال اس کی زندگی میں ہو گیا تھا مگر چند اولادیں اس کے بطن سے تھیں اور ہندہ اس کی بیوہ اب تک موجود ہے اور اس سے بھی چند اولادیں ہیں، زبیدہ اور ہندہ کی اولادوں میں بعض بالغ ہیں اور بعض نابالغ، پس بعد فوت زید کے اس کی بیوہ ہندہ نے بوجہ نا اتفاقی جملہ وارثان کے اپنے دین مہر کی نالش دائر کر کے عدالت سے متروکہ زید پر ڈگری حاصل کر لی، لیکن ابھی تک ڈگری کا اجراء نہیں ہوا تھا کہ جملہ وارثان میں اتفاق ہو گیا اور ہندہ نے ایک اقرار نامہ متروکہ زید کے بابت رجسٹری میں تصدیق کرا دیا جس کی نقل شاملِ سوال ہذا ہے، اس کے بموجب عملدرآمد ہو گیا اور اپنے تین ۳ سہام میں سے ہندہ نے دو ۲ سہام بدست بکر کے بالعوض ڈھائی سو روپیہ کے رہن بھی کر دیئے، اس کے ایک سال کے بعد اب ہندہ اسی متروکہ پر جس کے بابت اقرار نامہ تصدیق کرا کر رجسٹری کرا چکی ہے اور عمل درآمد بھی ہو چکا ہے اپنی وہی ڈگری دین مہر کی جاری کرانا چاہتی ہے جس میں سراسر حق تلفی نابالغان متصور ہے اور خلاف اس اقرار نامہ کے اس متروکہ پر اس کا اثر پڑتا ہے، دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسی حالت میں ہندہ کو یہ حق حاصل ہے کہ ڈگری جس کا تصفیہ کر چکی ہے جاری کرا کر اسی متروکہ کو نیلام کرا کے نابالغان کی جائداد کو نقصان پہنچائے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

چند ہفتے ہوئے یہ سوال اور اس پر محبّنا مولوی نواب سلطان احمد خاں صاحب کا لکھا ہوا جواب سائل نے پیش کیا اس کے ساتھ کوئی نقل اقرار نامہ نہ تھی عبارت سوال سے کہ اسی متروکہ کو نیلام کرا کے نابالغان کی جائداد کو نقصان پہنچائے واضح تھا کہ متروکہ جائداد ہے سائل سے مقدار مہر ڈگری شدہ و مقدار جائداد متروکہ دریافت کی، اس نے بیان کی اسی کے بیان کے حوالہ سے یہ عبارت اس جواب پر لکھ دی گئی:

Marfat.com

"بیان سائل سے معلوم ہُوا کہ مہر کی ڈگری تین ہزار کی ہُوئی اور جائداد تقریباً چار ہزار کی ہے لہذا ہندہ کا تین سہام پر فیصلہ کرلینا حق نابالغان پر کچھ بُرا اثر نہیں ڈالتا بلکہ اُن کو مفید ہے لہذا صلح نافذ ہے اور اب ہندہ کو اُس سے رجوع کرنے کا اختیار نہیں۔" واللہ تعالیٰ اعلم

کاغذِ فتوٰی میں جگہ نہ تھی یہ عبارت حاشیہ پر لکھی گئی، سائل نے کہا یہ کچہری میں پیش ہوگا، حسبِ دستور لکھ کر مُہر ہوجاتی، کہا گیا نقل کرلاؤ، نقل آئی جس میں سائل نے جواب نواب صاحب بھی باقی نہ رکھا سوال اور صرف یہاں کی تحریر نقل کر دی، مُہر کر دی گئی، اب یہ سوال مع نقل تقسیم نامہ پیش ہوا جس میں مقدارِ مہر کا کوئی ذکر نہیں اور جائداد متروکہ تین ہزار کی مالیت بتائی ہے اور اس کے دیکھنے سے واضح ہوا کہ متروکہ صرف جائداد نہیں بلکہ پانسو روپیہ متوفی کا یا فتنی ایک عورت کے ذمہ دَین ہے وہ بھی شاملِ ترکہ ہے اور تقسیم میں یہ تحریر ہے کہ:

"باہم منقرہ و دیگر وارثان اس طرح رضامند ہوگئے کہ کُل متروکہ متوفی مالیتی تین ہزار پانچ سو روپے کی تقسیم اس طور پر ہُوئی کہ زرِ ثمن پانسو روپے مذکور برائے صرف شادی وحیدن بیگم بنت متوفی بطنی زوجہ اولٰی کو دئے گئے اور بقیہ تین ہزار دس سہام ہوکر تین سہام منقرہ کے حصّے میں آئے الی آخرہ۔"

باقی سات سہام میں دو سہام متوفی کے پسر کو دئے ہیں اور ایک ایک اُس کی چار دختران موجودہ کو جن میں دو کہ بطنِ ہندہ مقرہ سے ہیں نابالغہ ہیں اور ایک سہام متوفی کی پانچویں دخترِ متوفیہ کے وارثوں کو، ظاہر ہے کہ اس صلح سے ہر نابالغہ کو اپنے حق سے کئی حصّے زائد پہنچا تو صلح ان کے حق میں بہت نافع تھی، اس کا حکم وہی تھا کہ نافذ ہے اور ہندہ کو رجوع کا اختیار نہیں اس لئے سوال میں ذکرِ دَین نہ تھا بلکہ جائداد و نیلام کے الفاظ تھے کہ دَین سے علاقہ نہیں رکھتے، ایسی صورت میں مفتی عقدِ صحیح ہی پر حمل کرے گا۔ درمختار میں ہے:

لولم یذکر فی صك التخارج ان فی الترکة دینا ام لا فالصك صحیح وکذا لولم یذکرہ فی الفتوی فیفتی بالصحة ویحمل علی وجود شرائطھا، مجمع الفتاوٰی[1]

اگر لاتعلقی کے صلح نامہ میں ترکہ میں قرض ہونے نہ ہونے کا ذکر نہ ہو تو صلح نامہ صحیح ہے اور یُوں ہی اگر فتوٰی میں اس کا ذکر نہ ہو تو صحت کا فتوٰی ہوگا اور اس کو صحت کی شرائط کے وجود پر محمول کیا جائے گا، مجمع الفتاوٰی۔ (ت)

مگر اب ملاحظہ تقسیم نامہ سے ظاہر ہُوا کہ ترکہ میں دَین بھی ہے اور وُہ صلح سے جُدا نہ کیا گیا بلکہ یُوں داخل کیا گیا کہ

---

[1] درمختار کتاب الصلح فصل فی التخارج مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۴۶

Marfat.com

احد الورثہ وحیدن بیگم کو اُس کا مالک ٹھہرایا تو یہ غیر مدیون کو دَین کا مالک کرنا ہُوا اور وُہ باطل ہے تو صلح کا یہ حصّہ باطل ہُوا، اور جبکہ عقد واحد ہے تو اس کے بطلان نے بقیہ صلح کی طرف سرایت کی اور تمام صلح وتقسیم باطل ہوگئی۔

درمختار میں ہے :

بطل الصلح ان اخرج احد الورثۃ وفی الترکۃ دیون بشرط ان تکون الدیون لبقیتھم لان تملیک الدین من غیر من علیہ الدین باطل[1]

ترکہ میں دَین ہوں تو کسی وارث کی لاتعلقی کی صلح اس شرط پر دین باقی وارثوں کے حصہ میں ہیں تو یہ صلح باطل ہے کیونکہ مقروض کے غیر کو قرض کا مالک بنانا باطل ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

ثم یتعدی البطلان الی الکل لان الصفقۃ واحدۃ[2]

پھر یہ بطلان تمام میں سرایت کرے گا کیونکہ معاملہ ایک ہے (ت)

اور جب صلح باطل ہُوئی تو اُس کی بناء پر جو باہمی ابراء ٹھہرا تھا کہ "بعد تقسیم مذکورہ بالا ایک وارث کو دوسرے کے حصّے سے کوئی تعلق نہ رہا اگر بعد تقسیم ایک شخص دوسرے پر دعوٰی کرے تو ناجائز ہوگا" یہ بھی باطل ہوگیا،

لما فی الاشباہ اذا بطل الشیئ بطل مافی ضمنہ وھو معنی قولھم اذا بطل المتضمن بالکسر بطل المتضمن بالفتح فالو ابرأہ او اقر لہ ضمن عقد فاسد فسد الابراء کما فی البزازیۃ اھ لان ھذا الابراء یکتب فی الصک عادۃ بعد ماجری بینھم الصلح فلم یثبت کونہ فی صلب

الاشباہ میں مذکور کی وجہ سے نہیں کہ جب کوئی چیز باطل ہوتی ہے تو اس کے ضمن والے امور بھی باطل ہوتے ہیں، فقہاء کے قول کہ جب متضمِن (کسرہ کے ساتھ) باطل ہو تو متضمَن (فتح کے ساتھ) بھی باطل ہوتا ہے، انھوں نے فرمایا (اگر معاملہ میں فریقین نے معاہدہ کیا) کہ اگر اس کو مالک نے بری کردیا یا اس کے حق میں اقرار کیا تو یہ ضامن ہوگا، تو یہ عقد فاسد ہوگا، براءت بھی فاسد ہوگی جیسا کہ بزازیہ میں ہے اھ، کیونکہ ایسی براءت صلح نامہ میں عقد صلح

---

[1] درمختار کتاب الصلح فصل فی التخارج مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۴۵

[2] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۴۸۱

[3] الاشباہ والنظائر الفن الثالث قواعد وفوائد شتی الخ ادارۃ القرآن کراچی ۲/۲۷۰

Marfat.com

عقد الصلح حتی یکون متضمنا بالفتح
ولا لما فی غمز العیون عن
الزاهدی عن استاذہ بدیع الدین
انہ اختار ان الاقرار وان
لم یکن فی صلب عقد الصلح
لکنہ بناء علی الصلح الفاسد
لا یمنع الدعوی بعد ذلک[1] اھ
لان حکم الاقرار لا یجب ان
یکون حکم الابراء فان الاقرار
تملیک من وجہ فیحتمل الارتفاع
والابراء اسقاط والساقط لا یعود بل
لما فی الاشباہ من قولھم المبنی علی
الفاسد فاسد[2] اھ حتی لو اقر بطلاق
زوجتہ ظانا الوقوع بافتاء المفتی
فتبین عدمہ لم یقع کما فی
الاشباہ[3] والدر وغیرھما، اقول
ولا یرد علیہ ما فی الحموی
عن القنیۃ ان ابراءہ بعد
الصلح عن جمیع دعواہ
وخصوماتہ صحیح وان
لم یحکم بصحۃ الصلح[4] اھ لان الابراء

کے بعد لکھنے کی عادت ہے تو صلب عقد میں اس کا
پایا جانا ثابت نہ ہوگا تاکہ اس کے ضمن میں پائی جانے
والی متضمن (بالفتح) ہو سکے، اور نہ ہی غمز العیون میں
مذکور کی وجہ سے انھوں نے زاہدی سے ان کے
استاد بدیع الدین کے حوالے سے ذکر کیا کہ ان کا مختار
یہ ہے کہ اقرار اگرچہ عقد صلح کے صلب میں نہ ہو تو بھی
بعد میں دعوٰی کے لئے مانع نہیں کیونکہ اس کی بناء فاسد
صلح پر ہے اھ، کیونکہ ضروری نہیں کہ جو اقرار کا حکم ہے
وُہ بری کرنے کا حکم ہو، کیونکہ اقرار من وجہ تملیک ہے
جو کہ ختم ہو سکتی ہے جبکہ ابراء وہ تو اسقاط کا نام ہے جو
بحال نہیں ہو سکتا، بلکہ اشباہ میں مذکور فقہاء کے
اس قول کی وجہ سے کہ "فاسد پر مبنی چیز بھی فاسد ہوتی
ہے اھ" حتی کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کی طلاق کا اقرار
اس گمان پر کیا کہ مفتی کے فتوٰی سے طلاق ہوگئی جبکہ
بعد میں واضح ہوگیا کہ ایسا نہیں ہے تو اس اقرار
سے طلاق نہ ہوگی جیسا کہ اشباہ اور درمختار
وغیرہما میں ہے۔ اقول (میں کہتا ہوں) اس پر
حموی میں قنیہ کے حوالے سے مذکور بطور اعتراض وارد
نہ ہوگا کہ صلح کے بعد اس کا تمام دعاوی اور خصومات
سے بری کرنا صحیح ہے اگرچہ صلح کے صحیح ہونے کا
حکم نہ دیا جائے گا اھ، یہ اعتراض اس لئے

---

[1] غمز عیون البصائر الفن الثالث قواعد وفوائد شتی ادارۃ القرآن کراچی ۲/۲۷۰
[2] الاشباہ والنظائر 〃 〃 〃 〃 〃 ۲/۲۷۱
[3] 〃 〃 الفن الثانی کتاب الاقرار 〃 〃 〃 ۲/۲۱
[4] غمز عیون البصائر الفن الثالث قواعد وفوائد شتی 〃 〃 〃 ۲/۲۷۰

Marfat.com

عن جمیع الدعاوی والخصومات شیئ زائدًا علیٰ مفاد الصلح فانه انما یقطع نزاعًا خاصًا لاکل خصومة بل اذا ادعی دارا ثم صالح مثلاً علیٰ نصفها او قیمته فانما تجاوز عن نصف دعواه لاعن جمیعها لوصول بعضها الیه عینا او بدلا واذا کان ھذا زائدًا علیٰ قضیة الصلح کان کلاما مستقلا غیر مبتنٍ علی الصلح فلا یضره بطلان الصلح ونظیره اذا زاد فی الکلام علیٰ قدر الجواب لم یجعل مجیبا بل صار مبتدئا فلا یعاد السول فیه کما نصوا علیه۔

نہ ہوگا کہ تمام دعاوی اور خصومات سے ابراء صلح کے مفاد سے زائد چیز ہے کیونکہ صلح ایک خاص نزاع کو قطع کرتی ہے نہ کہ تمام خصومات کو بلکہ جب کوئی شخص پورے مکان کا دعویٰ کرکے پھر نصف مکان یا نصف کی قیمت پر صلح کرے تو اس نے اس صلح میں اپنے نصف دعویٰ سے اعراض کیا نہ کہ تمام دعویٰ سے، کیونکہ اس سے اس کو بعض عین یا اس کے بدل کی وصولی ہوئی، توجب یہ ابراء صلح سے زائد امر ہے تو یہ ایک مستقل کلام ہوگا جو کہ صلح پر مبنی نہ ہُوا تو اس لئے صلح کا بطلان اس ابراء کو مضر نہ ہوگا، اس کی نظیر یہ ہے کہ جب کوئی کلام قدرِ جواب سے زائد ہو تو اس کلام والے کو مجیب نہیں بلکہ ایک مستقل ابتداء والا قرار دیا جاتا ہے، لہٰذا اس کلام میں سوال کا اعادہ متصور نہیں کیا جاتا جیسا کہ اس پر فقہائے نے نص فرمائی ہے۔ (ت)

لہٰذا صورتِ مستفسرہ میں ہندہ کو اجراء ڈگری سے کوئی مانع نہیں ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی (یہ میرے فہم میں ہے جبکہ حق کا علم میرے رب کے پاس ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۸ از رامہ تحصیل گوجرخاں ضلع راولپنڈی ڈاکخانہ جاتلی، مسئولہ تاج محمود صاحب ۱۵ محرم ۱۳۳۹ھ

جو کہ صلح ہے وہ واقع مناز عہ حق انسان میں ہے یا حق خدائے تعالیٰ میں بھی ہے؟

الجواب

صلح اگر برضا ہے تو عنداللہ بھی ہوگئی اور دب کر ہے تو دنیا میں ہُوئی آخرت میں مطالبہ باقی ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

Marfat.com

کتاب المُضاربۃ

(مضاربت کا بیان)

مسئلہ ۱۹ ازمیراں پور کٹرہ ضلع شاہجہانپور مسئولہ محمد صدیق بیگ صاحب ۲۵ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی اہل ہنود کو روپیہ تجارت کے لئے دیا جائے اور اس طرح پر کہ وُہ کہے کہ جو نفع ہو اس میں سے نصف نصف تقسیم کرلیں گے، اکثر اس طریقہ سے روپیہ دیا بھی تھا۔

الجواب

یہ طریقہ مضاربت کا ہے، مسلمان کے ساتھ بھی جائز ہے، مگر اس پر نقصان کی شرط حرام ہے، اور ہندو کے ساتھ شرطِ نقصان بھی کرلینا جائز،

لانہ من عقد فاسد وھم لیسوا باھل ذمۃ ولامستأمنین۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کیونکہ یہ عقد فاسد ہے اور یہ ہندو نہ تو ذمّی ہیں اور نہ ہی مستامن ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰ ازموضع مخدوم پور ڈیہہ ڈاکخانہ مخدوم پور گیا ضلع گیا مرسلہ سید مخدوم بخش صاحب حنفی ۲۹ شوال ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علماتے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص تجارت کرتا ہے دوسرے لوگوں کے روپے سے اس طریق پر کہ ہر سال بعد تمام اخراجات کے جو نفع ہوتا ہے اس میں سے ایک رُبع خود اجرِ محنت

Marfat.com

لیتا ہے اور بقیہ تین رُبع میں جن لوگوں کا روپیہ ہے اُنھیں دیتا ہے، اگر یہ شخص شرکا سے یہ معاہدہ کرے کہ اگر تم کو ہر سال ایک معیّن مقدار مثلاً بارہ[۱۲] روپے فیصدی سے کم نفع ہوگا تو اُس کمی کو ہم پُورا کردیں گے اور اس سے زیادہ جو کچھ نفع ہو وُہ بھی تمھارا ہے، آیا اس معاہدے کے سبب سے نفع تجارت داخلِ ربا ہوجائے گا یا نہیں؟ امید کہ جواب باصواب مسئلہ کے بحوالہ کُتب فقہیہ بقید ابواب وفصول وصفحہ ومطبع سرفراز فرمائیں گے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہ معاہدہ حرام ہے، مال والے اور یہ تاجر سب گنہگار ہوں گے اگرچہ کبھی کمی نہ واقع ہو اور کمی جو یہ پوری کرے گا اُس کا پُورا کرنا اُسے حرام ہے اور اُس زیادت کا لینا ان مال والوں کو حرام و ربا ہے۔ درمختار صدر کتاب المضاربہ، جلد چہارم و ردالمحتار مطبع قسطنطنیہ ص ۴۲۷ ذکر شرائط مضاربت میں ہے:

وکون الربح بینھما شائعاً فلو عین قدرًا فسدت وکون نصیب کل منھما معلوما عند العقد[۱]

فریقین میں شائع ہونا (مقدار عین نہ ہونا) اگر کوئی مقدار معیّن ہُوئی تو مضاربت فاسد ہوگی اور عقد کے وقت دونوں کا حصہ معلوم ہونا (ت)

ہندیہ کتاب المضاربۃ باب اول مطبع قاہرہ ملک مصر جلد چہارم ص ۲۸۷ میں ہے:

فان قال علی ان لک من الربح مائۃ درھم اوشرط مع النصف اوالثلث عشرۃ دراھم لاتصح المضاربۃ کذا فی محیط السرخسی[۲]

اگر ایک نے دوسرے کو کہا نفع میں ایک سو درہم تیرے ہونگے یا نصف یا ثلث کے ساتھ مزید دس درہم کی شرط لگائی تو مضاربت صحیح نہ ہوگی، محیط سرخسی میں ایسے ہے۔ (ت)

ہدایہ کتاب البیوع باب الربا مطبع مصطفائی جلد دوم ص ۴۳ میں ہے:

الربا ھو الفضل المستحق لاحد المتعاقدین فی المعاوضۃ الخالی عن عوض شرط فیہ[۳] واللہ تعالٰی اعلم۔

سود یہ ہے کہ عقد معاوضہ میں کسی فریق کیلئے ایسی زیادتی کی شرط ٹھہرانا جو عوض سے خالی ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[۱] درمختار کتاب المضاربۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۴۷-۱۴۶

[۲] فتاوٰی ہندیۃ " " الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۲۸۷

[۳] الہدایۃ کتاب البیوع باب الربٰو مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۸۰

Marfat.com

مسئلہ ۲۱-۱ ۷ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے تجارت بمضاربت بکر کے کی یعنی روپیہ زید کا تھا اور زید و بکر کے درمیان یہ قرار پایا تھا کہ تجارت مذکور میں جو نفع ونقصان ہوگا تو بکر تیسرے حصّہ کا نفع ونقصان اپنے ذمہ لے گا اور زید دو حصہ، چنانچہ تجارت مذکورہ میں چونکہ قبل آنے مال کے روپیہ زیادہ مال سے ازروئے تخمینہ کے مال والوں کے پاس پہنچ گیا تھا وقت وصول ہونے مال کے روپیہ پہنچے ہوئے سے مال کم آیا، اب جو روپیہ کہ باقی مال والوں کے ذمہ رہ گیا ہے تو اس صورت میں اگر وہ روپیہ وصول نہ ہوسکے تو زید بکر سے تیسرے حصّہ کے نقصان لینے کا ازروئے شریعت کے مستحق ہے یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ ایک عرصہ سے بکر بوجہ کوشش وصول کرنے روپیہ مذکور کے اپنی فکر معاش سے بھی معذور ہو رہا ہے، کچھ اس کا بدلہ زید پر ہے یا نہیں؟
تیسرے بکر نے باجازت زید ان اشخاص پر نالش وصول کرنے روپیہ کی کی، روپیہ وصول نہ ہوا تو جو خرچہ نالش میں صرف ہوا زید بکر سے اُس خرچہ کے بھی تیسرے حصّہ کے نقصان لینے کا مستحق ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

مضارب کے ذمہ نقصان کی شرط باطل ہے وہ اپنی تعدّی و دست درازی وتضییع کے سوا کسی نقصان کا ذمہ دار نہیں جو نقصان واقع ہو سب صاحبِ مال کی طرف رہے گا، نہ مضاربت صحیحہ میں مضارب اپنی محنت وکوشش کا کوئی بدلہ صاحبِ مال سے پانے کا مستحق ہے اُس کا بدلہ یہی ہے کہ نفع ہو تو حسبِ قرار داد اس میں شریک ہوگا، پس صورتِ مستفسرہ میں جو روپیہ وصول نہ ہوا یا نالش میں جو خرچہ ہوا زید اس کا کوئی حصہ بکر سے نہیں لے سکتا اور جو محنت بکر پر پڑے وہ اس کا بدلہ زید سے نہیں پا سکتا۔

ہندیہ میں ہے:

اما الشروط الفاسدة فمنها ما تبطل المضاربة ومنها ما لا تبطلها وتبطل بنفسها کذا فی النہایة قال القدوری فی کتابه کل شرط یوجب جہالة الربح او قطع الشرکة فی الربح یوجب فساد المضاربة وما

فاسد شرطوں میں سے بعض مضاربت کو باطل کرتی ہیں اور بعض باطل نہیں کرتیں بلکہ یہ خود باطل ہوجاتی ہیں، نہایہ میں یُوں ہے، قدوری نے کتاب المضاربہ میں فرمایا ہر ایسی شرط جو نفع میں جہالت یا نفع میں قطع شرکت کا باعث بنے تو وہ مضاربت کو فاسد کرنے کا موجب بنے گی، اور

Marfat.com

لا یوجب شیئًا من ذٰلك لا یوجب فسادھا نحو ان یشترطا ان تکون الوضیعة علیهما کذا فی الذخیرة۔[1]

جو چیز ایسی چیز کا باعث نہ ہو تو مضاربت کو فاسد نہ کرے گی مثلاً دونوں نے شرط لگائی کہ نقصان کو دونوں خود برداشت کریں گے جیسا کہ ذخیرہ میں ہے۔(ت)

ہدایہ میں ہے:

کل شرط یوجب جهالة فی الربح یفسدہ لاختلال مقصودہ وغیر ذٰلك من الشروط الفاسدة لا یفسدھا و یبطل الشرط کاشتراط الوضیعة علی المضارب۔[2]

ہر ایسی شرط جو نفع میں جہالت کا موجب بنے وُہ مضاربت کو فاسد کر دے گی کیونکہ یہ مقصود میں اختلال ہے اور جو شرائط فاسدہ ایسی نہ ہوں وہ مضاربت کو فاسد نہ کریں گی بلکہ خود باطل ہو جائینگی مثلاً یہ شرط کہ نقصان مضارب پر ہوگا (ت)

عقود دریہ میں ہے:

سئل فیما اذا اخسر المضارب فهل یکون الخسران علی رب المال، الجواب نعم۔[3]

ان سے سوال ہوا کہ جب مضارب کو خسارہ ہوا ہو تو کیا رب المال خسارہ میں شریک ہوگا؟ الجواب: ہاں! (ت)

درمختار میں ہے:

المضاربة ایداع ابتداء و توکیل مع العمل لتصرفه بامرہ و شرکة ان ربح وغصب ان خالف وان اجاز رب المال بعدہ و اجارة فاسدة ان فسدت فلا ربح للمضارب حینئذٍ بل له اجر مثل عمله[4] واللہ تعالٰی اعلم۔

مضاربت ابتداء میں امانت کی کارروائی ہے اور عمل کے بعد وکیل بنانے کا معاملہ بن جاتا ہے کیونکہ مضارب رب المال کے حکم سے اس کے مال میں تصرف کرتا ہے اور جب نفع حاصل ہو جائے تو شراکت بن جاتی ہے اور اگر مضارب خلاف ورزی کرے تو غصب بن جاتی ہے خواہ بعد میں رب المال اس کارروائی کو جائز بھی کر دے، اور مضاربت فاسد ہو جائے تو اجارہ فاسدہ بن جاتا ہے، اس

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب المضاربہ باب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۲۸۸-۲۸۷

[2] الهدایہ کتاب المضاربہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۲۵۶

[3] العقود الدریة 〃 ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۴۲

[4] درمختار 〃 مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۴۶

Marfat.com

صورت میں مضارب نفع کا حقدار نہ ہوگا بلکہ اپنے عمل کے مطابق اجرت کا حقدار ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۱-ب ۲۷ محرم الحرام ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک شخص کے کارخانۂ تجارت میں تھوڑے روپے دے کر شریک ہونا چاہتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ چھتیس روپے سال مجھ کو اس کے منافع میں سے دیا کرو اور اس سے زیادہ جو کچھ ہو تم لے لیا کرو بحق مضاربت، اور اگر کم ہو تو اس کے بھی تم متحمل ہو۔ شرعاً یہ امر جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ناجائز اور گناہ ہے

لقطع الشرکۃ فی الربح ولالزام ما نقص منه علی المضارب وکل ذٰلك شرط فاسد والاول مفسد ایضًا کما نصوا علیه۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

نفع میں شرکت ختم ہوجانے کی بنا پر، اور نقصان مضارب پر لازم کرنے کی بنا پر جبکہ دونوں صورتیں شرط فاسد ہیں اور پہلی تو مضاربت کے لئے مفسد بھی ہے، جیسا کہ فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲ ۱۴ ربیع الآخر ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے مبلغ ایک سو پچاس روپیہ بکر کو بہ نیت تجارت دیئے کیونکہ بکر میز کرسی کا تاجر تھا اُس نے مبلغان مذکورہ کا ساٹھ من بیت خریدا اور سال تمام پر ساٹھ روپے منافع ہوئے لیکن بکر زید کو بایں حساب پانچ روپے ماہوار دیتا رہا، اس عرصہ میں بیت بکر نے بھی خریدا اور کبھی نہیں خریدا لیکن ہمیشہ پانچ روپے ماہوار دیتا رہا، بعد ایک عرصہ کے بکر نے قضا کی، ایک وارث بکر نے وہ مبلغان مذکورا اپنے ذمّے لے کر موافق بکر کے پانچ روپے ماہوار دیئے، لیکن چند ماہ کے بعد وارث بکر نے یہ کہا کہ اس طرح روپیہ دینا ماہواری جائز نہیں، لہذا جو روپیہ ذمہ بکر کے تھا میں ادا کرتا ہوں، چونکہ زید ایک ضعیف شخص ہے اور طاقت تجارت وغیرہ کی خود نہیں رکھتا ہے، اس کی غرض یہ ہے کہ یہ روپیہ وارث بکر کے پاس باقی رہے یا شرع مطہر کوئی طریقہ اُس ایسا ارشاد فرمائے کہ ہم کو موافق سابق کے یا اس سے کم وبیش ملے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ایک رقم تعین کر دینا کہ نفع ہو یا نہ ہو، کم ہو یا زائد، ہر طرح اس قدر ماہوار دیں گے ضرور حرام ہے بلکہ وارث بکر زرِ زید کو تجارت میں لگائے زید نفع ونقصان دونوں کا متحمل رہے، نفع ہو تو جس قدر ہو

Marfat.com

اتنا ہی زید کو دیا جائے اُس سے زیادہ اصلاً نہ لے، یہ بھی اُس صورت میں جبکہ وارثِ بکر محض احساناً اس کا روپیہ تجارت میں لگائے اور اُس کے نفع میں اپنا حصّہ نہ چاہے ورنہ جو باہم قرارداد ہو جائے اتنا حصہ نفع میں اپنا لے کر باقی زید کو دے۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳

کیا ارشاد ہے علمائے دین کا اس مسئلہ میں کہ ربُّ المال اور مضارب میں وقت دینے مال کے نفع کی تعیین ہو جانی چاہئے کہ مضارب نفع میں سے نصف لے گا یا ثلث وغیرہ یا بعد حصول نفع کے دونوں باہم تراضی سے طے کرلیں اگر بوقت مال دینے کے طے کریں تو اسی جلسہ میں ہو، اگر جلسہ بدل جائے تو حرج تو نہیں، ربّ المال نے مضارب کو ایک شہر معین میں بھیجا اس نے وہاں جاکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہاں فروخت کرنے میں کوئی فائدہ نہ ہوگا تو اب اس کو کیا کرنا چاہئے، ربّ المال کے پاس واپس جائے یا دوسرے شہر میں جہاں مناسب جانے کام کرے، یا شہر معین میں فروخت کرتے کرتے مال بچ رہا تو مابقی کو لوٹا لائے یا دوسری جگہ مناسب پر فروخت کر دے، اگر ربّ المال وقت عقد کے توسیع کر دے کہ جہاں مناسب سمجھے بیچے اور جو بات مفید دیکھے وہ کرے تو اس کے اختیارات وسیع ہو جائیں گے یا نہیں، ربّ المال کے ذمہ سفر خرچ وخورد ونوش مضارب کا ہے اس سے مراد طعام بقدر ضرورت ہے یا دیگر اشیاء بھی مثلاً اس کا جی چاہا فصل کی کوئی شئ کھالی یا روٹی سالن کافی تھا کہ اس نے پلاؤ زردہ کھایا یا کسی مسکین کو خیرات میں کچھ دیا یا لباس کی ضرورت پر کپڑا خرید کر استعمال کیا مثلاً ٹوپی کافی ہوسکتی تھی کہ اس نے عمامہ خریدا یا اس کی حیثیت کے موافق ایک آنہ کی ٹوپی مناسب تھی کہ اس نے چار آنے کی خریدی۔

الجواب

نفع میں حصّہ شائعہ مضارب کا تعین نفس عقد میں ضرور ہے، اگر عقد بلا تعیین حصہ شائعہ کیا مثلاً تجھے مضارب کیا اس شرط پر کہ کچھ نفع مجھے دے دیا کرنا اس شرط پر کہ جتنا چاہوں اتنا نفع تجھے دیا کروں تو عقد فاسد وحرام ہے، بلکہ اگر یوں کہا کہ زید وعمرو میں باہم جتنے نفع پر مضاربت ہوئی ہے اسی قدر پر میں نے تجھ سے مضاربت کی اور عاقدین میں ایک کو اس کی مقدار معلوم نہیں، عقد فاسد ہوگا اگرچہ دوسرے کو معلوم ہو، ہاں اسی جلسہ میں تعیین کرلیں یا علم ہو جائے تو جائز ہو جائے لان المجلس یجمع الکلمات (کیونکہ مجلس متفرق کلام کی جامع ہوتی ہے۔ ت) تبدّل جلسہ ہوتے ہی فساد متقرر اور گناہ مستقر ہو جائے گا والمسائل کلھا معلومۃ من الفقۃ (یہ تمام مسائل فقہ میں واضح

Marfat.com

ہیں۔ ت) درمختار میں ہے :

شرطھا کون الربح بینھما شائعا فلو عین قدرا فسدت وکون نصیب کل منھما معلوما عند العقد[1]

مضاربت میں نفع غیر معین مقدار ہونا شرط ہے اور اگر کوئی معین مقدار طے ہوئی تو مضاربت فاسد ہوگی اور عقد کے وقت دونوں کا حصہ معلوم بھی شرط ہے۔ (ت)

ہندیہ میں ہے :

دفع الٰی غیرہ الف درھم مضاربۃ علٰی مثل ماشرط فلان لفلان من الربح فان علم رب المال والمضارب بماشرط فلان لفلان من الربح تجوز المضاربۃ وان لم یعلما لاتجوز وکذا اذا علم احدھما وجھل الاٰخر ھٰکذا فی المحیط، ولو دفع الیہ مضاربۃ علٰی ان یعطی المضارب رب المال ماشاء من الربح فھٰذہ مضاربۃ فاسدۃ کذا فی المبسوط[2]

کسی نے دوسرے کو ہزار درہم مضاربت کے طور پر دیا کہ جیسے جیسے فلاں فلاں نے آپس میں نفع شرط کیا اس شرط کے مطابق یہ عقد ہے تو اگر رب المال اور مضارب دونوں کو ان کی شرط معلوم تھی تو یہ مضاربت جائز ہوگی اور ان کو فلاں فلاں کی شرط معلوم نہ تھی تو جائز نہ ہوگی اور یونہی اگر ایک کو وہ شرط معلوم تھی اور دوسرے کو معلوم نہ تھی، محیط میں یوں ہے، اور اگر دوسرے کو مضاربت کے لئے اس شرط پر مال دیا کہ مضارب جو چاہے نفع میں سے رب المال کو دے تو یہ مضاربت فاسد ہوگی جیسا کہ مبسوط میں ہے۔ (ت)

مضارب جہاں مناسب جانے مال لے جاسکتا ہے اس میں اذنِ رب المال کی حاجت نہیں جبکہ رب المال اُسے مقید نہ کرے، ہاں مقید کردے گا کہ اسی شہر یا خاص فلاں شہر ہی میں خرید و فروخت کرو یا صرف فلاں موسم میں یا خاص فلاں شخص یا اشخاص سے، یا خاص فلاں مال کی تجارت کرو تو مضارب اس کے اتباع کا پابند ہوجائیگا مخالفت کرے گا تو تاوان دے گا اگرچہ رب المال نے عقد مضاربت کے بعد یہ تقییدات کردی ہوں، جب تک روپیہ بدستور باقی ہے ابھی مضارب نے اُس سے مال نہ خریدا، خریداری کے بعد پھر رب المال مطلق و مقید نہیں کرسکتا۔ درمختار میں ہے :

---

[1] درمختار کتاب المضاربۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۴۶-۴۷

[2] فتاوٰی ہندیہ ر الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۲۸۸

Marfat.com

یملك المضارب فی المطلقة التی لم تقید بمکان اوزمان اونوع (ای اوشخص ش) البیع بنقد ونسیئة متعارفة و الشراء والتوکیل بهما والسفر برا و بحرا لاتجاوز بلدا او سلعة او وقت اوشخص عینه المالك لان المضاربة تقبل التقیید المفید ولو بعد العقد مالم یصر المال عرضا لانه حینئذ لایملك عزله فلا یملك تخصیصه فان فعل ضمن بالمخالفة [1] اھ ملتقطا۔

مضاربہ مطلقہ جو کسی مکان، زمان، قسم (یا شخص ش) سے مقید نہ ہو تو اس میں مضارب کو ہر طرح بیع نقد، ادھار معروف اور خریدنے اور بیع و شراء میں وکیل بنانے اور بری وبحری سفر کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر مالک نے علاقہ، سامان، وقت یا شخص کو معین کردیا تو مضارب اس پابندی سے تجاوز نہیں کرسکتا، کیونکہ مال کے سامان تجارت بننے سے قبل مضاربت مفید پابندی کے قابل ہے اگرچہ یہ پابندی عقد کے بعد لگائی ہو مگر مال جب سامان تجارت میں بدل جائے تو اس وقت پابندی مؤثر نہ ہوگی کیونکہ اس موقعہ پر مالک مضارب کو معزول کرنے کا اختیار نہیں رکھتا تو کسی تخصیص وپابندی کا مالک بھی نہ ہوگا، اگر مالک نے قیود کا پابند کیا ہو تو مضارب مخالفت کرنے پر مال کا ضامن ہوگا اھ ملتقطا (ت)

رب المال اگر مضارب کی رائے پر چھوڑ دے کہ جو مناسب جانے کرے تو ضرور اس کے بعض اختیارات وسیع ہوجائیں گے مثلاً مطلق مضاربت میں اسے یہ اختیار نہ ہوتا کہ دوسرے کو اپنی طرف سے یہ مال مضاربت دے یا راس المال اپنے روپے میں ملالے اور جب رب المال نے یہ کہا کہ تیری رائے پر چھوڑا تو ان امور کا بھی مختار ہوجائیگا ہاں کسی کو روپیہ قرض دینا یا کسی سے قرض لینا اب بھی جائز نہ ہوگا جب کہ مالک صراحۃً اس کا اذن نہ دے۔ درمختار میں ہے:

لایملك المضاربة والشرکة والخلط بمال نفسه الاباذن اواعمل برایك اذا الشیئ لایتضمن مثله ولا الاقراض والاستدانة وان قیل له اعمل برایك لانهما لیسا من صنیع التجار فلم ید خلا فی التعمیم مالم ینص المالك علیهما

مضارب مالک کی اجازت کے بغیر آگے مضاربہ، شرکت اور اپنے مال کے ساتھ خلط کرنے کا مالک نہ بنے گا، اجازت یا اپنی رائے سے عمل کر، کہہ دینے سے مالک بن سکے گا، کیونکہ کوئی چیز اپنی مثل کو متضمن نہیں ہوتی اور اپنی رائے سے عمل کر، کہہ دینے کے باوجود مضارب قرض دینے

---

[1] درمختار کتاب المضاربۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۴۷

Marfat.com

فیملکھما[1] (ملخصاً)۔ اور اُدھار دینے کا مجاز نہ ہوگا کیونکہ یہ دونوں عمل تجار کا طریقہ نہیں تو دی ہوئی تعمیم میں یہ چیزیں شامل نہ ہوں گی جب تک مالک ان دونوں کی تصریح نہ کردے، اگر ان کی تصریح کردی تو ان کا مجاز بنے گا (ملخصاً)۔ (ت)

مضاربت صحیحہ میں جبکہ مضارب مال مضاربت لے کر بغرضِ مضاربت سفر کرے اگرچہ ایک ہی دن کا سفر ہو تو ایامِ سفر کا نفقہ، کھانا، پینا، پہننا، سواری، بچھونا، تکیہ، تیل، بتّی، کپڑوں کی دُھلائی، خط بنوائی، خدمت گزاری کی اُجرت، سواری کا دانہ، چارہ، سرا کی کوٹھری، چارپائی کا کرایہ، اور ان کے مثل ہر معمولی و دوامی حاجت حسبِ عادت تجار بقدرِ معروف مضارب پر ہوگی یہ خرچ مال پر ڈالا جائیگا جو اُسے مجرا دے کر بچا وہ نفع سمجھا جائے گا اور اگر نفع نہ ہوا تو یہ خرچ اصل مال پر پڑے گا اور مضارب اس کا کچھ عوض نہ دے گا۔ درمختار میں ہے:

واذا سافر ولو یوماً فطعامه وشرابه وکسوته ورکوبه ولو بکراء وکل ما یحتاج فی عادة التجار بالمعروف فی مالها لو صحیحة لا فاسدة لانه اجیر فلا نفقة له وان عمل فی المصر فنفقته فی ماله کدوائه علی الظاهر اما اذا نوی الاقامة بمصر ولم یتخذه دارا فله النفقة ابن[ع] ملك ویاخذ المالك قدر ما انفقه المضارب من راس المال ان کان ثمه ربح فلا شیئ علی المضارب[2] (ملخصاً)

جب مضارب سفر کرے خواہ ایک دن کا ہو تو خوراک، شراب، لباس، سواری جب کرایہ کی ہو، اور تمام اخراجات جو تجار کی عادت معروفہ ہوں وہ سب مضاربت کے مال سے ہوں گے بشرطیکہ مضاربت صحیح ہو فاسد نہ ہو کیونکہ فاسد ہو تو مضارب اجیر ہے نفقہ کا مستحق نہ ہوگا اور اگر وہاں شہر میں ہی کام کیا تو اپنے مال سے نفقہ برداشت کریگا جیسا کہ علاج کی صورت میں ظاہر قول کی بناء پر خود کرے گا، اور سفر کے دوران کسی شہر میں اقامت کی نیت کی لیکن مستقل وطن نہ بنایا تب بھی نفقہ مضاربہ پر ہوگا (ابن ملک) اور اگر مضاربت میں نفع حاصل ہوا اور مضارب نے رأس المال (اصل مال) سے نفقہ کیا تو مالک اتنا خرچہ نفع سے وصول کرلے گا تو مضارب کے ذمہ کچھ نہ آئے گا، ملخصاً۔ (ت)

[ع] لعل المراد منه عبداللطیف ابن عبدالعزیز الشہیر بابن ملک۔

[1] درمختار کتاب المضاربة مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۴۷

[2] ؍؍ فصل فی المتفرقات ؍؍ ۲/۱۵۰

Marfat.com

مگر بقدر معروف کی قید لگی ہوئی ہے روٹی سالن معروف تھا تو پلاؤ زردہ کی اجازت نہیں، ٹوپی کی عادت ہے عمامہ نہیں لے سکتا ایک آنہ کی ٹوپی معتاد ہے دو آنہ کی نہ لے گا۔ فصل کے میوے، برف کی قلفیاں، مٹھائی کے دونے، سوڈے کی بوتلیں، یہ اپنی جیب خاص سے کھائے پیئے، مال مضاربت پر حوائج ڈالتے ہیں یہ حوائج نہیں۔ اسی طرح کنگھی، سُرمہ، پھلیل، دوا مالِ مضاربت سے نہ کرے گا۔ عالمگیری میں ہے:

النفقة هي مایصرف الی الحاجة الراتبة وهي الطعام والشراب والکسوة وفراش ینام علیه والرکوب وعلف دابته، محیط السرخسی، وغسل ثیابه والدهن فی موضع یحتاج الیه واجرة الحمام والحلاق وانما یطلق فی جمیع ذلك بالمعروف حتی یضمن الفضل ان جاوزه هکذا فی الکافی' وروی عن ابی یوسف رحمه الله تعالٰی انه سئل عن اللحم فقال کما کان یاکل، ذخیرة، واما الدواء والحجامة والکحل ونحو ذلك فی ماله خاصة دون مال المضاربة' ولو استاجر اجیرا یخدمه فی سفره احتسب بذلك علی المضاربة، مبسوط.[1] والله تعالٰی اعلم۔

نفقہ وہ عام حاجت کے مصارف ہیں اور وہ کھانا' پینا، لباس، بستر زیرِ استعمال، سواری، جانور کی خوراک ہے، محیط سرخسی۔ اور کپڑوں کی دھلائی' ضرورت کے مقام پر تیل، حجام کی اُجرت ان تمام امور کی معروف اجازت ہوگی حتی کہ اگر معروف مقدار سے زائد خرچ کیا تو ضامن ہوگا، کافی میں یوں ہے۔ اور امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ ان سے خوراک میں گوشت کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا: ہاں جو کھانے کی اسے عادت ہو، ذخیرہ۔ لیکن ذاتی دوائی، سینگی لگانے اور سُرمہ وغیرہ جیسی چیزیں مضارب کے اپنے ذاتی مال سے ہونگی مضاربت سے نہ ہونگی، اور اگر سفر کے دوران خدمت کیلئے اجیر کرایہ پر رکھا تو یہ مضاربت کے حساب میں ہوگا' مبسوط۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴ از موضع سابق

جواب کی بعض عبارات کی تشریح مطلوب ہے:

(۱) جبکہ مضارب کو اختیار دے دیا کہ جہاں چاہے کام کر، اور اس نے شہر ہی میں فروخت کرنا شروع کیا اور مضارب فقیر ہے یعنی اپنے پاس سے خرچ نہیں کرسکتا تو اس صورت میں اس کا نفقہ ربّ المال

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب المضاربۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۳-۳۱۲

Marfat.com

کے ذمہ ہوگا یا نہیں **قال** یہ خرچ مال پر ڈالا جائے گا جو اسے مجرا دے کر بچا وہ نفع سمجھا جائیگا **اقول** اس کی دو صورتیں اس وقت خیال میں آتی ہیں ایک یہ کہ ربّ المال نے ایک مجمل رقم مضارب کو دی تھی اس نے اس میں سے اکثر کا مال خریدا اور قلیل اپنے خرچ کے واسطے رکھ لی، جب یہ خرچ ہوگئی مال کی آمدنی میں سے صرف میں لایا، دوسرے یہ کہ ربّ المال نے ایک رقم معیّن مال خریدنے کے واسطے دی، مضارب نے اس سب کا مال خریدا اور سفر خرچ وغیرہ اپنے گھر سے کیا، ان دو صورتوں میں تو بیشک مضارب مصارف مجرا کر کے نفع کی تقسیم کرے۔ تیسری صورت یہ کہ ربّ المال نے ایک رقم خاص واسطے خرید اموال کے معیّن کر دی اور ایک رقم خاص واسطے نفقہ و سفر خرچ وغیرہ کے دے دی تو اب یہ مصارف مال مضاربت پر کیوں پڑیں گے بلکہ اس رقم صرف میں سے بعد خرچ کے جتنا بچ رہے گا وہ واپس دینا ہوگا ہاں اگر رقم سب صرف میں آگئی اور کچھ زائد خرچ کرنے کی ضرورت ہوئی تو اب جو کچھ خرچ ہو وہ مال مضاربت پر پڑے روپیہ بدستور رہنے کی صورت میں جیسے اختیار مطلق کو مقید کر سکتا ہے یوں ہی مقید کو مطلق بھی کر سکتا ہے یا نہیں؟ افیدونا رحمکم اللہ تعالیٰ۔

الجواب

(۱) جب تک اپنے وطن میں ہوگا نفقہ نہ پائے گا اگرچہ خرید و فروخت و کارِ مضاربت کرتا رہے اگرچہ ربّ المال دوسری جگہ کا ساکن ہو اور وہیں اس سے عقدِ مضاربت کیا ہو، اسے سفر خرچ دیا جاتا ہے اور یہ جب تک وطن میں ہے مسافر نہیں، اسی طرح اگر اس کے غیر وطن میں ربّ المال نے اسے روپیہ دیا یہ وہاں بطورِ مسافرت گیا ہوا تھا تو فی الحال جب تک اس شہر میں ہے نفقہ نہ پائیگا اگرچہ کارِ مضاربت انجام دے کہ اس بار اس کا یہ سفر مضاربت کے لئے نہ تھا بلکہ قبل عقد مضاربت تھا، ہاں جب وہاں سے چلا جائے گا اور پھر بغرض مضاربت وہاں آئے گا تو سفر خرچ پائے گا کہ اب یہ سفر بغرض مضاربت ہے بخلاف وطن مضارب کہ اگر جائے مضاربت سے سفر ہی کر کے خاص کارِ مضاربت ہی کے لئے اپنے وطن کو آئے جب تک وطن میں رہے گا نفقہ نہ ملے گا کہ وطن میں آدمی کسی طرح آتے مسافر نہیں رہ سکتا۔ بدائع و محیط و فتاویٰ ظہیریہ و بحر الرائق و ردالمحتار میں ہے:

لواخذ مالاً بالکوفۃ وھو من اھل البصرۃ وکان قدم الکوفۃ مسافرا فلا نفقۃ لہ فی المال مادام فی الکوفۃ

اگر مضارب نے مالک سے کوفہ میں مال وصول کیا جبکہ مضارب بصرہ کا رہنے والا ہے وہ کوفہ میں بطور مسافر آیا تھا تو جب تک وہ کوفہ میں قیام پذیر رہے گا اس وقت تک مال مضاربت پر اس کا نفقہ نہ آئیگا

Marfat.com

فاذا خرج منها مسافرا فله النفقۃ حتی یاتی البصرۃ لان خروجه لاجل المال ولا ینفق من المال مادام بالبصرۃ لان البصرۃ وطن اصلی له فکانت اقامته فیه لاجل الوطن لا لاجل المال فاذا خرج من البصرۃ له ان ینفق ایضاً ما اقام بالکوفۃ حتی یعود الی البصرۃ لان وطنه بالکوفۃ کان وطن اقامۃ یبطل بالسفر فاذا عاد الیها ولیس له بها وطن کانت اقامته فیها لاجل المال[1]

توجب وہاں سے سفر کرتے ہوئے نکلے گا تو بصرہ پہنچنے تک اس کا نفقہ ہوگا کیونکہ اس کا اب کوفہ سے نکلنا مضارب کے طور پر ہے اور پھر جب تک بصرہ میں رہے گا وہ خرچہ نہ پائے گا کیونکہ بصرہ اس کا وطن اصلی ہے تو یہاں اس کی اقامت وطن کی وجہ سے ہے مضاربت کیلئے نہیں، تواب اگر وہ بصرہ سے نکل کر کوفہ آیا تو واپس بصرہ پہنچنے تک نفقہ اس کا حق ہے کیونکہ پہلے کوفہ میں اس کا قیام وطن اقامت کے طور پر تھا تو وہاں سے سفر کرنے پر وہ وطن باطل ہوگیا تو اب دوبارہ اس کا کوفہ آنا مضاربت کے لئے ہے کیونکہ کوفہ اس کا وطن نہیں تو وہاں اس کا قیام صرف مال کے لئے ہے۔ (ت)

(۲) مجمل رقم دینا بےمعنیٰ ہے مضاربت میں راس المال کا معلوم ہونا شرط ہے ورنہ عقد فاسد و گناہ ہوگا۔ عالمگیری میں ہے:

اما شرائطها الصحیحۃ فمنها ان یکون راس المال معلوما عند العقد حتی لا یقعان فی المنازعۃ فی الثانی الخ۔[2]

مضاربت کے صحیح شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ عقد کے وقت راس المال کا معلوم ہونا ہے تاکہ بعد میں دونوں کا اختلاف نہ ہو الخ (ت)

(۳) مضارب اگر اپنے پاس سے خرچ کرے گا جب بھی مال مضاربت سے مجرا پائے گا مگر رب المال سے مجرا لینے کا حق نہیں رکھتا یہاں تک کہ اگر مالِ مضاربت تلف ہوجائے تو اس کا خرچ بھی گیا۔ رب المال سے اس کا مطالبہ نہ کرسکے گا۔ عالمگیری میں ہے:

ان انفق المضارب من مال نفسه او استدان علی المضاربۃ

اگر مضارب نے اپنے ذاتی مال سے نفقہ لیا یا اس نے مضاربت کے معاملہ میں قرض لیا تو وہ اسے

---

[1] ردالمحتار کتاب المضاربۃ فصل فی المتفرقات داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۴۹۰
[2] فتاوٰی ہندیۃ " الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۲۸۶-۲۸۵

Marfat.com

رجع فی مال المضاربۃ بذلك و یبدأ براس المال ثم یثنی بالنفقۃ ثم یثلث بالربح وان ھلك مال المضاربۃ لم یرجع علی رب المال بشیئ کذا فی الذخیرۃ۔[1]

مضاربت کے مال سے وصول کرے گا یہ مجرائی اوّلاً راس المال سے پھر ثانیاً نفقہ سے اور پھر ثالثاً نفع سے ہوگی اور اگر مضاربت کا تمام مال ہلاک ہوجائے تو مضارب کچھ بھی رب المال سے وصول نہ کرسکے گا، ذخیرہ میں یوں ہے۔ (ت)

(۴) رقم خاص جو سفر خرچ کے لئے اسی عقد مضاربت کی بناء پر دی وہ مضاربت ہی میں شامل ہے' ہاں اگر جُدا رقم دے کر تصریح کردی کہ میں تیرا سفر خرچ تبرعاً اپنے پاس سے دیتا ہوں' جو کچھ راس المال پر بڑھے گا وہ تمام و کمال نفع سمجھا جائے گا اور تو اس سے جُدا پائے گا تو یہ اُس کا احسان ہے اُسے اختیار ہے پھر اگر وُہ منع کردے تو اس پر جبر نہیں مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ۔

(۵) مقید کو ہر وقت مطلق کرسکتا ہے کہ منع رب المال ہی کے حق کے لئے تھا، صاحب حق کو اپنے حق سے درگزر کرنے کا اختیار ہے،

یاحق یاصاحب کل حق بغناك و فقرنا تجاوزعما لك من الحقوق علینا و بکرمك تحمل عنا ما لعبیدك فانك اکرم الاکرمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی اکرم الخلق محمد و اٰلہ الکرماء اجمعین اٰمین والحمدللہ رب العٰلمین۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

یا ذاتِ حق، اے ہر حق کے مالک، اپنے غنا اور ہمارے فقر کے وسیلہ سے ہمارے ذمہ جو بھی تیرے حقوق ہیں معاف فرما' اور اپنے کرم کے ذریعہ اپنے بندوں کے حقوق کو ہم سے ختم فرما، کیونکہ تو تمام کریموں سے بڑا کریم ہے اور اللہ تعالٰی کی رحمتیں مخلوق کے بڑے کریم محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اور ان کی کرم والی سب آل پر، آمین، الحمدللہ رب العٰلمین، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۵ از الٰہ آباد محلہ حمام حکیم سید قنبر علی صاحب ۲۱ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

زید نے خالد کو جو کہ سوداگر ہے پانچ سو روپے بدیں معاہدہ قرض دیا کہ اس پانسو روپے سے خالد جو کاروبار تجارت مناسب جانے کرے اور جو منافعہ تجارت ہو اس میں سے صرف ایک آنہ فی روپیہ زید کو دے باقی کل رقم منافع خالد اپنے حق المحنت میں لے اور جو نقصان تجارت میں ہو اس میں بعد فہمید حساب و کتاب زید صرف فی روپیہ کے حساب سے اصل میں مجرا دے گا، باقی کل تاوان خالد ادا کرے گا'

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب المضاربۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۱۳

Marfat.com

ایسا معاہدہ داخلِ سُود و ناجائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ایسا معاہدہ بلاشبہہ ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶ از پاٹن شمالی گجرات مرسلہ عبدالقادر محمد فضل صاحب ۱۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

ماقولکم نفع الانام بکم فی زید و عمرو اتفقا علی ان یتجرا بان یکون راس المال من زید و ان یکون عمرو مضاربا و شرع عمرو فی العمل فانتخب التجارۃ بالربح اولا عقب الحساب بینهما اقتسما علی موجب شرطهما ثم اضاف ما نابہ من الربح علی مال زید واخذ فی اسباب التصرف وسار ینفق من مال الشرکۃ علی نفسہ ماکلہ ومشربہ وکسوتہ ویہب ویتصدق ویزور النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویحج کل ذٰلک بغیر اذن شریکہ ولم یظهر الربح بل لحق راس المال خسارۃ فهل یضمن عمرو ما انفق فی الوجوہ المذکورۃ حیث کان ذٰلک بغیر اذن الشریک یکون الضمان فی مالہ خاصۃ ام یکون دینا اذا بقی افتونا ماجورین۔

آپ کا کیا ارشاد ہے (اللہ تعالٰی آپ کے ذریعے مخلوق کو نفع دے) اس مسئلہ میں کہ زید اور عمرو نے تجارت کرنے پر بایں طور اتفاق کیا کہ اصل رقم زید کی ہوگی اور عمرو مضارب ہوگا اور عمرو نے کام شروع کردیا تو اس نے تجارت میں نفع کمایا حساب کے بعد طے شدہ شرط کے مطابق دونوں نے نفع کو تسلیم کرلیا پھر عمرو نے اپنے حاصل شدہ نفع کو زید کے مال (راس المال) میں شامل کردیا اور کاروباری ذرائع میں مشغول ہوگیا اور مشترکہ مال سے اپنے مصارف کھانے، پینے، لباس، ہبہ، صدقہ اور حج و زیارت پر صرف کیا اور یہ تمام اخراجات اپنے شریک کی اجازت کے بغیر کئے جبکہ نفع نہ ہوا بلکہ راس المال میں خسارہ ہوگیا، تو کیا مذکورہ مصارف پر اپنے شریک کی اجازت کے بغیر خرچ شدہ مال کا عمرو ضامن ہوگا اور یہ ضمان خاص عمرو کے اپنے مال سے ادا ہوگا یا بقایا ہونے کی صورت میں اس کے ذمہ دَین ہوگا۔ اجر پاتے ہوئے ہمیں فتوٰی دیں۔ (ت)

الجواب

ما انفق فی الهبات والصدقات والحج والزیارۃ الشریفۃ یحسب علیہ من مال

عمرو نے ہبہ، صدقہ، حج و زیارت پر جو کچھ صرف کیا وہ عمرو کے ذاتی مال سے شمار ہوگا اس میں سے

Marfat.com

نفسه لاشئ منه علیٰ صاحبه، وکذا اما انفق
علیٰ نفسه و هو مقیم بمصر المضاربة
ای البلد الذی اخذ فیه المال مضاربة او بوطنه
سواء کان مولدہٗ او اتخذہٗ دارا، وکذا اما انفق فی الخروج
الیٰ موضع یغدو الیه ثمّ یروح و یبیت
باهله، وکذا جمیع النفقات علی الاطلاق ان
کانت المضاربة فاسدۃ فانه لیس فیها للمضارب
الا اجر مثل عمله، نعم اذا کانت صحیحة وخرج
المضارب للتجارۃ الیٰ حیث لایؤویه اللیل
بمنزله ان قفل فنفقته بالمعروف طعامه
وشرابه ولباسه وفراشه ورکوبه و خادمه
ونفقة خادمه کل ذلك فی مال المضاربة
حتی یؤب لا الزائد علی المعروف فانه مضمون
علیه غیر ان عمرا اضاف الیه شیئاً من مال
نفسه فیقتسم النفقات المعروفة علی کلا
المالین بحسبهما فما اصاب مال
المضاربة فذلك وما اصاب مال عمرو
حسب علیه من مال نفسه وکل
ما ذکرنا انه یحسب علیه ان کفاه
ماله فبها وما فضل و تعدی
الی مال المضاربة یضمنه و
هو دین علیه یؤخذ منه حیث
لا ربح، هذا کله اذا لم یخلط
او خلط و کان زید قال
له ان اعمل فیه کما

کچھ بھی دوسرے ساتھی پر نہ ہوگا اور یُونہی جو کچھ
اس نے مضاربہ والے شہر یعنی جس شہر میں اس
نے مضاربت کا مال وصول کیا، یا اپنے وطن خواہ
اس کا مولد ہو یا وہاں گھر بنالیا ہو، میں اپنی ذات
پر خرچ کیا اور یونہی تمام اخراجات علی الاطلاق
اگر مضاربہ فاسدہ ہو کیونکہ فساد کی صورت میں
مضارب مثلی اجر کے بغیر کسی چیز کا مستحق نہیں ہوتا
ہاں جب مضاربہ صحیح ہو اور مضارب نے تجارت کی
غرض سے ایسی جگہ سفر کیا جہاں سے وہ صبح و شام
واپس اپنے گھر نہیں پہنچ سکتا، تو اس کا معروف
نفقہ بطور خوراک ولباس، بستر، سواری، خادم،
خادم کا نفقہ یہ سب مضاربت کے مال پر ہوگا حتی کہ
واپس گھر پہنچ جائے، معروف سے زائد نفقہ نہ ہو
کیونکہ زائد ہو تو اس پر اس کا ضمان لازم ہوگا،
علاوہ ازیں عمرو نے اپنا مال چونکہ تجارت میں شامل
کرلیا تو اب تمام معروف اخراجات دونوں مالوں پر
علی الحساب منقسم ہوں گے جو مضاربت کے حصہ میں آیا
وہ مضاربت پر اور اس کے اپنے مال کے حصہ آئے
وُہ اس پر ہوگا جو ہم نے ذکر کیا کہ حساب سے اخراجات
اس کے مال پر اگر اس کا مال ان اخراجات کو
کفایت کرتا ہے فبہا ورنہ اخراجات زائد ہونے کی
صورت میں جو مضاربت پر پڑے ہیں ان کا وہ ضامن
ہوگا اور اس کے ذمہ وُہ دین ہوں گے اور اس سے
وصول کئے جائیں گے جبکہ نفع کا مال نہ ہو، یہ تمام
بیان اس صورت میں ہے جبکہ اس نے اپنا ذاتی

Marfat.com

نری او كان الخلط هناك معروفاً
بين التجار اما اذا عری عن
هذه الوجوه ضمن مال زيد تماماً
لانه استهلكه بالخلط بغير اذن
ولا عرف فعاد غاصباً بعد
ما كان مضارباً فعليه
وضيعة وله ربحه ولا يطهر
له ربح مال المضاربة
عند الامام و محمد رضی الله تعالیٰ
عنهما فيتصدق به الا
اذا اختلف الجنس فان الربح
لا يظهر الا عند اتحاده، فی
الدر المختار اذا سافر ولو
يوماً (المراد ان لا يمكنه
المبيت فی منزله فان امكن ان
يعود اليه فی ليلة فهو كالمصر لا نفقة
له بحر اه شامی) فطعامه وشرابه و
كسوته وركوبه ولو بكراء وكل ما يحتاجه
فی عادة التجار بالمعروف فی مالها لو
صحيحة لا فاسدة لانه اجير فلا نفقة
له، وان عمل فی المصر سواء ولد
فيه او اتخذه دارا فنفقته
فی ماله كدوائه، اما
اذا نوی الاقامة بمصر
ولم يتخذه دارا فله

مال مضاربت کے مال میں خلط نہ کیا ہو یا اس نے
خلط کر دیا اور زید نے اسے کہہ رکھا تھا کہ اپنی رائے
سے جو چاہو کرو یا وہاں تجار میں اس طرح خلط کرنا
معروف ہے، ورنہ اس کے بغیر خلط سے عمرو زید کے
تمام مال کا ضامن ہوگا کیونکہ اجازت اور عرف کے
بغیر خلط کر کے اس نے مضاربت کے مال کو
ہلاک کر دیا اور مضارب کی بجائے وہ غاصب
بن گیا اب نفع ونقصان اس کا ہے اور مضاربت
سے حاصل شدہ نفع اس کیلئے، امام ابوحنیفہ اور امام محمد
رضی اللہ عنہما کے نزدیک مال مضاربت کا نفع اس کیلئے پاک نہ ہوگا
اور صدقہ کرے گا ہاں اگر نفع اور راس المال کی جنس
مختلف تو پاک ہوگا، کیونکہ نفع اتحاد جنس میں ظاہر
ہوتا ہے، درمختار میں ہے جب مضارب سفر
خواہ ایک دن کا کرے (اس سے مراد یہ ہے کہ اتنا سفر ہو کہ
واپس آ کر رات گزارنا ممکن نہ ہو، اگر رات گھر آنا ممکن ہو تو
یہ اپنے شہر کی طرح ہوگا لہذا وہ نفقہ کا مستحق نہ ہوگا،
بحر، اھ شامی) تو کھانا، پینا، لباس، سواری
اگر کرایہ کی ہو اور تجار میں معروف تمام اخراجات
مضاربت پر ہوں گے بشرطیکہ مضاربت صحیح ہو
فاسد نہ ہو کیونکہ فاسد ہونے کی صورت میں
مضارب اجیر بن جاتا ہے اس کا نفقہ نہیں،
اور اگر اس نے اپنے وطن جس میں پیدا ہوا یا جس
کو اس نے گھر بنا لیا وہاں کے اخراجات اس کے
اپنے مال سے ہوں گے جیسا کہ علاج معالجہ ذاتی
ہوتا ہے، اگر سفر کے دوران کسی شہر میں اقامت

Marfat.com

النفقة ماله یاخذ مالا (یعنی اما
اذا کان قد اخذ مال المضاربة
فی ذلك المصرف فلا نفقة له مادام فیه
ولایخفی مافیه من الایجاز الملحق
بالالغاز اھ شامی، اقول مثله لیس
من الایجاز فی شیئ بل وقع من
القلم اقتصار امخلا) ولوسافر
بماله ومالها اوخلط باذن انفق
بالحصة واذا قدم رد ما بقی
"مجمع" ویضمن الزائد علی
المعروف، ویأخذ المالك قدر
ما انفقه المضارب من راس المال
(متعلق بانفق اھ ش) ان کان
ثمة ربح فان استوفاه وفضل
شیئ اقتسماه علی الشرط لان
ما انفقه یجعل کالهالك والهالك
یصرف الی الربح وان لم یظهر
ربح فلا شیئ علی المضارب[1] اھ (باختصار)
وفیه لایملك الخلط بمال نفسه الا
باذن او اعمل برأیك[2] اھ (باختصار)
قال ش وھذا اذا لم یغلب
التعارف بین التجار فی مثله کما

کی نیت ہو اور وہاں گھر نہ بنایا ہو تو وہاں نفقہ کا
مستحق ہوگا بشرطیکہ اس شہر میں اس نے مالِ مضاربت
وصول نہ کیا ہو، یعنی اس شہر میں اگر مال وصول کیا تو
وہاں بھی نفقہ کا استحقاق نہ ہوگا جب تک وہاں رہے گا
اس کلام میں جو ایجاز ہے مخفی نہیں اھ شامی،
(اقول، میں کہتا ہوں ایسا کلام کسی طرح ایجاز
نہیں بلکہ یہ مخل قسم کا اقتصار قلم سے صادر ہوا) اگر
مضارب نے مضاربت کے مال اور اپنے مال سمیت
سفر کیا اور رب المال کی اجازت سے خلط کیا ہو
توخرچہ حصہ کے مطابق ہوگا جب واپس پہنچے تو بقیہ نفقہ
واپس کرے، مجمع۔ اور معروف سے زائد خرچہ کا ضامن
ہوگا اور راس المال سے زائد خرچہ کو رب المال وصول
کرے گا (راس المال کا تعلق انفق سے ہے اھ
شامی) اگر اس میں نفع ہو تو اور خرچہ اس سے پورا
کرلینے کے بعد کچھ بچا تو دونوں شرط کے مطابق تسلیم
کرلیں کیونکہ خرچ شدہ کو ہلاک شدہ قرار دیا جاتا ہے
اور ہلاک شدہ کو نفع کی طرف پھیرا جاتا ہے اور اگر
وہاں نفع نہ ہو تو مضارب پر کوئی ذمہ نہیں اھ (باختصار) اور
اسی میں ہے کہ مضارب کو اپنے مال کے ساتھ
خلط کا اختیار نہیں الا یہ کہ اجازت صریح ہو یا کہا گیا ہو
"اپنی رائے سے عمل کرو" اھ (باختصار) شامی نے فرمایا یہ
جب ہے کہ وہاں تجار کا غالب عرف ایسا نہ ہو جیسا کہ

---

[1] درمختار — کتاب المضاربۃ — فصل فی المتفرقات — مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۵۰
ردالمحتار — " — " — داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۴۹۰-۹۱
[2] درمختار — " — " — مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۴۷

Marfat.com

فی التاتارخانیة اھ[1] ثم ذکر عنها ما اذا دفع الی رجل الفًا بالنصف ثم الفًا اخری کذٰلک فخلط المضارب المالین[2] وفصل صورها واحکامها وھی ستة عشر وجهًا قد بسطها فی الهندیة عن المحیط باوضح لماثنا[ع] اقول واستخرجت لها ضابطة ھی ان الخلط اذا وقع علی مال له فیه اذن ولو عرفًا او ربح فیه خاصة او لا ربح فی شیئ من مالی المضاربة لم یضمنه و الا ضمن تمت الضابطة ای اذا وقع علی ما لیس له فیه اذن ولا ربح یختص به ولا عدم ربح یعمهما بان ربح فی المال الآخر خاصة او فیهما معًا فانه یضمنه فان کان کلا المالین علی الوجه الاول لم یضمن شیئا منهما او علی الثانی ضمنهما معًا او احدهما علی الاول و

تاتارخانیہ میں ہے اھ پھر علامہ شامی نے تاتارخانیہ سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ ایک شخص نے کسی کو نصف نفع کی شرط پر ہزار بطور مضاربت دیا پھر ایک اور ہزار اسی شرط پر دیا تو مضارب نے ان دونوں مالوں کو خلط کردیا، یہاں انھوں نے صورتوں اور ان کے احکام کی تفصیل بیان کی اور یہ سولہ وجوہ ہیں جن کو ہندیہ نے محیط کے حوالے سے مبسوط طور پر بیان کیا اور ہمارے بیان کردہ سے زیادہ واضح ہے، میں کہتا ہوں میں نے اس کے لئے ایک ضابطہ بنایا ہے وہ یہ کہ اگر خلط اس مال میں کیا جس میں یہ اجازت تھی اگرچہ عرفًا ہو یا خاص طور پر اس مال میں ہی نفع ہوا یا مضاربت کے دونوں مالوں میں کوئی نفع نہ ہو تو ضامن نہ ہوگا ورنہ ضامن ہوگا، ضابطہ مکمل ہوا اور نہ ضامن ہوگا کا مطلب یہ ہے کہ خلط ایسے مال میں کیا جس میں یہ اجازت نہ تھی اور نہ ہی اس مال سے مختص نفع تھا اور نہ ہی دونوں مالوں کو شامل نفع ہو بلکہ یوں ہو کہ دوسرے مال سے مختص نفع ہو یا دونوں کو شامل نفع ہو تو ضامن ہوگا، اور اگر دونوں مال پہلی وجہ والے یعنی عدم ضمان والی صورت پر تھے تو دونوں کا کوئی ضمان نہیں یا دونوں دوسری وجہ پر تھے یعنی ضمان والی صورت پر تھے تو دونوں کا ضامن ہوگا، یا ایک مال

ع فی الاصل ھٰکذا ولعله مما بیّناہ۔

اصل میں اسی طرح ہے غالبًا یہ لفظ مما بیّناہ ہے (ت)

۱؎ و ۲؎ ردالمحتار کتاب المضاربة فصل فی المتفرقات داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۴۸۵

Marfat.com

الآخر على الثاني لم يضمن الاول وضمن الآخر، هذا اذا خلط احد مالي زيد بالآخر فكيف اذا خلط بمال نفسه وفي البحر ليس له ان يخلط مال المضاربة بماله و لا مال غيره الا ان يقول له اعمل برأيك[1] اه، وقال بعد ثلثة اوراق انما لايضمن لان رب المال قال له اعمل برأيك فيملك الخلط بخلاف ما اذا لم يقل فانه لايكون شريكا بل يضمن كالغاصب[2] اه، وفي الهداية ما يفعله المضارب انواع، نوع لايملكه بمطلق العقد ويملكه اذا قال له اعمل برأيك مثل خلط مال المضاربة بماله او مال غيره[3] اه (باختصار) وفيها انتظم قوله اعمل برأيك الخلط فلا يضمنه[4] اه (باختصار) وفي العناية اعمل برأيك يتناول الخلط فصار شريكا

پہلی وجہ پر اور دوسرا دوسری وجہ پر تھا تو پہلے میں ضامن نہ ہوگا دوسرے میں ضامن ہوگا، یہ تمام صورتیں زید کے دونوں مالوں کو آپس میں خلط کرنے میں ہیں تو مضارب کے اپنے ذاتی مال کو اس میں خلط کرنے سے کیونکر نہ ہوں، بحر میں ہے مضارب کو جائز نہیں کہ مضاربۃ کے مال کو اپنے مال یا غیر کے مال سے خلط کرے الّا یہ کہ اس کو "جو چاہے کر" کہہ کر عام اجازت دی گئی ہو اھ، اور تین ورق کے بعد فرمایا کہ ضامن نہ ہوگا کیونکہ رب المال نے اسے کہہ رکھا ہے کہ "جو چاہے کر" تو وہ خلط کا مالک ہوگا بخلاف جب یہ نہ کہا تو پھر خلط سے شریک نہ بنے گا بلکہ غاصب کی طرح ضامن ہوگا اھ، ہدایہ میں ہے کہ مضارب کی کاروائی مختلف اقسام پر ہے بعض وہ جن کا عقد کے مطلق ہونے سے مالک بن جاتا ہے اور بعض وہ کہ "جو چاہے کر" کہنے سے ان کا مالک بن جاتا ہے مثلاً مضاربت کے مال کو اپنے یا غیر کے مال میں خلط کرنا اھ، اور ہدایہ میں ہی ہے کہ مالک کا "جو چاہے کر" کہنا خلط کو شامل ہے لہذا ضامن نہ ہوگا اھ (ملخصا) اور عنایہ میں ہے "جو چاہے کر" خلط کو شامل ہے تو خلط کرنے پر شریک بن جائیگا

---

[1] بحرالرائق کتاب المضاربۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/۲۶۴-۶۵

[2] " باب المضارب یضارب " " " ۷/۲۷۱

[3] الہدایۃ کتاب المضاربۃ فصل فیما یفعلہ المضارب مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۲۶۵

[4] " " " " " " ۳/۲۶۸

Marfat.com

فلم یکن غاصبا فلا یضمن[1] اھ (ملخصًا) وثمہ
قال فی الخانیة لیس لہ ان یخلط
مال المضاربة بمالہ او مال غیرہ و
لوکان رب المال قال لہ اعمل فیہ
برأیك کان لہ ان یخلط[2] اھ (ملخصًا)
وفیھا لولم یقل اعمل برأیك الا ان
معاملة التجار فی تلك البلاد ان
المضاربین یخلطون المال و
لاینھاھم رب المال قالوا ان غلب
التعارف بینھم فی مثلہ نرجوان
لایضمن وتکون المضاربة بینھما علی
العرف[3] اھ وفیھا وفی وجیز الکردری
واللفظ لھا، رجل دفع الی غیرہ
مالا مضاربة، ثم ان المضارب
شارك رجلا آخر بدراھم من
غیر مال المضاربة ثم اشتری
المضارب وشریکہ عصیرا من شرکتھما
ثم جاء المضارب بدقیق
من المضاربة فاتخذ منہ و
ومن العصیر فلانیج[عہ] قالوا ان اتخذ الفلانیج باذن

غاصب نہ ہوگا تو ضمان نہ دے گا اھ (ملخصًا) اور خانیہ کے
اسی مقام پر فرمایا مضارب کو اختیار نہیں کہ وہ مضاربہ
کے مال کو اپنے یا غیر کے مال میں خلط کرے، اور اگر
رب المال نے اسے "جو چاہے کر" کہہ دیا تھا تو
اس کو خلط کا اختیار ہوگا اھ (ملخصًا) اور اسی میں ہے اگر
مالک نے "جو چاہے کر" نہ کہا ہو مگر اس علاقہ کے تجار
کا معاملہ یوں ہے کہ مضاربت والے لوگ مال کو
خلط کرتے ہیں اس کے باوجود رب المال لوگ ان
پر اعتراض نہیں کرتے، فقہاء کرام نے فرمایا اگر اس
معاملہ میں عرف غالب ہوچکا ہے تو ہمیں امید ہے
کہ مضارب ضامن نہ ہوگا اور عرف کے مطابق
مضاربت دونوں میں باقی رہے گی اھ، خانیہ اور
وجیز کردری میں ہے جبکہ عبارت خانیہ کی ہے کہ
ایک شخص نے کسی کو مضاربہ پر مال دیا پھر مضارب نے
دوسرے شخص کو اس کے کچھ دراہم لے کر شریک
بنالیا جبکہ یہ دراہم مضاربہ میں شامل نہیں کئے، پھر
مضارب اور اس کے ہم شریک نے اپنی شراکت
کے مال سے جوس خریدا پھر مضارب مضاربہ کے
مال سے آٹا لایا اور آٹے اور جوس سے پیڑے بنائے
تو فقہاء کرام نے فرمایا اگر یہ پیڑے شریک کی اجازت

عہ الذی فی البزازیة فلاتج بالتاء

عہ بزازیہ میں جو مذکور ہے وہ فلاتج (ت کے

(باقی برصفحہ آیندہ)

---

[1] العنایة علی ہامش فتح القدیر کتاب المضاربة فصل فیما یفعلہ المضارب مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۷/ ۴۴۳

[2] و [3] فتاوٰی قاضیخان " فصل فیما یجوز للمضارب الخ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۳۷-۶۳۶

Marfat.com

الشریك ینظر الی قیمة الدقیق قبل ان تتخذ منه الفلایج والٰی قیمۃ العصیر فما اصاب حصة الدقیق فهو علی المضاربة

سے بنے تو پیڑے بنانے سے قبل آٹے کی قیمت کا اندازہ کیا جائے گا اور یوں جوس کی قیمت کا بھی اندازہ کیا جائے تو جتنا حصہ آٹے کا بنے وُہ مضاربۃ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الفوقانیة وذکر فیها ما نصه اعطاه الفا و قال اعمل برأیك ثم اشتری المضارب مع شریکه عصیرا علی الشرکة فاتخذ المضارب من دقیق المضاربة و العصیر المشترك فلاتج باذن الشریك فالفلاتج علی المضاربة وضمن المضارب لشریکه قیمة العصیر ما یخصه[1] الخ وکتبت علیه ما نصه اقول هٰذا سبق قلم وانما هو حکم ما اذا فعل باذن رب المال دون الشریك کما سیذکره بقوله وان یاذن رب المال لا الشریك فالفلاتج علی المضاربة و یضمن حصة العصیر لشریکه[2] الخ اما حکم هٰذا فانما ذکر فی الخانیة انه ینظر الٰی قیمة الدقیق الخ ۱۲ منه غفرله.

کے ساتھ ہے اور انھوں نے جو ذکر کیا عبارت یہ ہے، مالک نے مضارب کو ہزار دے کر کہا "جو چاہے کر" پھر مضارب نے اپنے شریک سے مل کر جوس خریدا شراکت کے طور پر، تو مضارب نے مضاربہ کا آٹا اور شراکت کا جوس ملاکر شریک کی اجازت سے پیڑے بنائے، تو پیڑے مضاربت میں شمار ہوں گے اور مضارب جوس کی قیمت کے برابر شریک کو ضمان دے گا الخ اور میں نے اس پر حاشیہ لکھا جس کی عبارت یہ ہے میں کہتا ہوں یہ قلم کی سبقت ہے، حالانکہ یہ حکم صرف اس صورت میں ہے جب مضارب نے یہ کارروائی ربّ المال کی اجازت اور شریک کی اجازت کے بغیر کی ہو جیسا کہ وُہ خود اس کو قریب ہی ذکر کریں گے اپنے اس قول میں، کہ اگر رب المال نے اجازت دی اور شریک نے نہ دی تو پیڑے مضاربۃ میں شمار ہوں گے اور جُوس کے حصہ میں برابر شریک کو ضمان دے گا الخ، لیکن اس مذکورصورت کا حکم وہ ہے جو خانیہ نے ذکر کیا ہے کہ آٹے کی قیمت کا اندازہ کیا جائے الخ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] فتاوٰی بزازیہ علٰی ہامش فتاوٰی ہندیۃ کتاب المضاربۃ الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۸۶
[2] " " " " " " " " " " "

Marfat.com

وما اصاب حصة العصير فهو بين المضارب
وبين الشريك لكن هذا اذا كان ربّ المال
قال له اعمل فيه برأيك فان لم يكن
قال ذلك و فعل المضارب ذلك بغير
اذن الشريك فالفلايج تكون للمضارب
وهو ضامن مثل الدقيق لرب
المال و مثل حصة الشريك من
العصير للشريك فان كان رب
المال اذن له فى ذلك والشريك
لم ياذن فالفلايج تكون للمضاربة
والمضارب ضامن حصة شريكه من
العصير وان كان الشريك اذن له بذلك
ورب المال لم ياذن له فالفلايج تكون
بينه و بين الشريك وهو ضامن
لرب المال مثل الدقيق[1] اھ فلا ادرى
مافيها من قوله المضارب اذا سافر بمال
المضاربة ومال نفسه توزع النفقة على المالين
سواء خلط المالين او لم يخلط او قال له رب
المال اعمل فيه برأيك اولم يقل له ذلك
والسفر ومادون السفر فى ذلك سواء اذا كان
لايبيت فى اهله[2] اھ لانه هذا احكم المضاربة
واذا خلط بغير اذن ضمن والضمان والمضاربة

ہوگا جو حصہ جوس کا ہے وہ مضارب اور اس کے
شریک کا ہوگا، لیکن یہ اس صورت میں ہے جب
رب المال نے مضارب کو "جو چاہے کر" کہا ہو
اور اگر اس نے یہ نہ کہا ہو اور مضارب نے یہ
کارروائی اس کی اجازت کے بغیر کی ہو تو اس
صورت میں پیڑے مضارب کے ہوں گے اور وہ آٹے
کی مثل رب المال کا ضامن ہوگا، اور جوس کے
حصہ کا شریک کو ضمان دے گا، اور اگر رب المال
کی اجازت تھی اور شریک کی اجازت نہ تھی تو پیڑے
مضاربت میں شمار ہوں گے اور جوس کے حصہ کے
برابر شریک کو ضمان دے گا، اور اجازت کا معاملہ
بالعکس ہو تو پیڑے مضارب اور اس کے شریک
کے ہونگے اور آٹے برابر رب المال کو ضمان دیگا اھ
اور خانیہ میں جو یہ ہے کہ مضارب جب مضاربۃ
اور ذاتی مال کے ہمراہ سفر کرے گا تو نفقہ دونوں
مالوں پر منقسم ہوگا خواہ دونوں مالوں کو خلط کیا یا
نہ کیا، ربّ المال نے اس کو "جو چاہے کر" کہا ہو
یا نہ کہا ہو، حد سفر ہو یا کم ہو جب وہ رات کو
واپس گھر نہ لوٹ سکتا ہو، الخ، یہ میری سمجھ سے
بالا ہے کیونکہ یہ حکم تو مضاربت کا ہے حالانکہ
اگر رب المال کی اجازت کے بغیر خلط کیا ہو تو
ضامن ہوتا ہے جبکہ ضمان اور مضاربت اپنے حال

---

[1] فتاوی قاضی خاں کتاب المضاربۃ فصل فیما یجوز للمضارب نولکشور لکھنؤ ۴/ ۶۳۷
[2] " " " " " " " ۴/ ۶۳۸

Marfat.com

لا یجتمعان کما فی البزازیة[1] من نوع فی هلاك مالها فلیحرر وبقیة الاحکام واضحة دائرة فی الکتب کالخیریة والهندیة وغیرهما وذکرت غیر مرة فی فتاونا۔ واللہ تعالٰی اعلم

پر جمع نہیں ہو سکتے جیسا کہ بزازیہ میں مضاربت کے مال کی ہلاکت کی نوعیت کے بیان میں ہے، اس کی تحقیق ہونی چاہئے، اور باقی احکام واضح ہیں اور کتب فقہ خیریہ، ہندیہ وغیرہما میں مذکور ہیں اور متعدد بار میں نے ان کو اپنے فتاوٰی میں ذکر کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷ از بازار جام تحصیل بہیڑی ضلع بریلی مسئولہ محمد سعید صاحب ۱۸ رجادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ شرکت کرنا اس طرح سے روزگار میں کہ زید نے عمرو کو سَو روپے دئے اور کہا کہ اس سے جو چاہو روزگار، جو چاہو کرو، یا فلاں، لیکن مجھ کو دس روپے تم فیصدی دینا، یا یوں کہا کہ جو تیری طبیعت میں آئے وُہ دینا یا آنہ روپیہ کا نفع تعین کر دیا، آیا عمرو کو بیشی ہو کہ کمی، خالد کہتا ہے کہ تعیّن کرنا سُود ہے۔ فقط

الجواب

یہ کہ جو طبیعت میں آئے دینا، ناجائز ہے کہ تعین نہ ہوا اور یہ کہ دس فیصدی یا آنہ روپیہ دینا، اگر اس سے مراد ہے کہ جتنے روپے اس کو تجارت کے لئے دئے ہیں ان پر فیصدی دس یا فی روپیہ ایک آنہ مانگتا ہے تو حرام قطعی اور سُود ہے، اور اگر یہ مراد کہ جو نفع ہو اس میں سے دسواں یا سولھواں حصہ دینا، تو یہ حلال ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ کتاب المضاربۃ الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۸۳

Marfat.com

کتابُ الامانات

(امانت کا بیان)

مسئلہ ۲۸ ۲۶ محرم الحرام ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ محمد یعقوب خاں کے مبلغ چھ روپے نیاز احمد کے ذمہ عرصہ کے چاہیئے تھے، نیاز احمد کے پاس یعقوب خاں نے مبلغ بیس روپے دیکھ کر مبلغ چھ روپے اپنے لے لئے، نیاز احمد نے کہا کہ یہ روپے میرے نہیں ہیں عنایت اللہ کے ہیں، یہ کہنا نیاز احمد کا یعقوب خاں نے کچھ نہ سُنا، روپے اپنے لے لئے، پھر عنایت اللہ یعقوب خاں کے پاس آئے کہ روپے میرے تھے واپس کردو، یعقوب خاں نے جواب دیا کہ میں نے نیاز احمد سے روپے لئے ہیں تم نیاز احمد سے طلب کرو مجھ سے کیا واسطہ، پس موافق شرع شریف کے یعقوب خاں کو روپے لینا جائز ہوئے یا نہیں اور عنایت اللہ اپنے روپے کا نیاز احمد سے تقاضا کرے یا یعقوب خاں سے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر یعقوب خاں کو معلوم تھا یا ثابت ہوگیا تھا کہ فی الواقع یہ روپے نیاز احمد کے نہیں دوسرے شخص کے ہیں، تو لینا ناجائز و گناہ ہوا، ورنہ قبضہ دلیلِ ملک ہے اور دائن جب مدیون کا مال اپنے حق کی جنس سے پائے اور وہ دین از قبیل قرض یا معجل یا اجل گزشتہ ہو تو ہر طرح لے لینے کا اختیار رکھتا ہے۔

Marfat.com

وذٰلك بالاجماع وانما النزاع فی خلاف الجنس کما فی الدرالمختار[1] وغیرہ۔ یہ بالاجماع ہے اور اختلاف صرف جنس کے خلاف میں ہے جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ (ت)

رہا عنایت اللہ کا مطالبہ، اگر نیاز احمد نے یعقوب خاں کو خود روپے نہ دیئے بلکہ یعقوب خاں نے بالجبر چھین لئے تو نیاز احمد سے مطالبہ نہیں یعقوب خاں سے ہے فانہ امین ولاضمان علی الامین الا بالتعدی ولا تعدی من المقھور المغلوب (کیونکہ یہ امین ہے اور امین پر ضمان نہیں ہوتا ماسوائے تعدی کے جبکہ مجبور ومغلوب تعدی کرنے والا نہیں ہوتا۔ ت) اور اگر یعقوب خاں کے مانگنے پر یا زبانی اصرار پر دے دیئے اگرچہ کتنا ہی اصرار کیا ہو یا یعقوب خاں نے چھیننے چاہے یہ اگر چاہتا تو بچا لیتا مگر نہ بچائے بلکہ دے دئے تو نیاز احمد و یعقوب خاں دونوں ضامن ہیں عنایت اللہ جس سے چاہے مطالبہ کرے فان الثانی غاصب بالاخذ والاول بالدفع وترك الحفظ (کیونکہ دوسرا لینے کی بنا پر غاصب اور پہلا دینے اور حفاظت نہ کرنے پر۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۹ از کٹھور ضلع سورت اسٹیشن سائن مرسلہ مولوی عبدالحق صاحب ۱۴ ربیع الآخر ۱۳۱۲ھ

ماقولکم دام فضلکم ایھا العلماء العظام والفقہاء الکرام زادکم اللہ تعالٰی تعظیما و تکریما للدین (اے علماء کرام اور فقہاء عظام! اللہ تعالٰی آپ کو اپنے دربار میں زیادہ تعظیم وتکریم دے، آپ کا کیا ارشاد ہے۔ ت) اس صورت میں کہ مثلاً زید کو ہندہ نے پانچ گنی فروخت کرنے کو دیں زید نے وہ گنی لے کر اپنے پیسے کی تھیلی میں کہ چار آنیاں اور دو آنیاں جس میں رکھی تھیں کپڑے میں باندھ کر رکھ دئے اور ہنوز ان گنیوں کو فروخت کرنے کی نوبت نہ آئی تھی کہ زید مذکور کہتا ہے کہ ایک شخص کو روپیہ دینے کو تھیلی مذکور میں نے صندوق سے نکال کر بالکل خالی کر دی اور اُلٹ دی اور شخص مذکور کو روپیہ دے کر اس خالی تھیلی کو اسی صندوق میں ڈال دیا اور صندوق کو بند کرکے میں دوسرے کام میں مشغول ہو گیا اور ان گنیوں کا میں نے کچھ خیال نہ کیا اور میں باہر صندوق کے اُن کو بھول گیا، جب بعد چند روز کے ہندہ مجھ سے وہ گنیاں یا اس کے روپے طلب کرنے کو آئی تو میں نے تلاش گنیوں کی کی لیکن اب وہ گنیاں مجھے نہیں باقی ہیں، اور مجھے نہیں یاد ہے کہ وہ گنیاں باہر رہ گئیں یا اور کوئی اٹھالے گیا یا میرے کم خیالی سے اُس روپیہ طلب کرنے والے کو دے دی، یہ مقولہ زید مذکور وکیل کا ہے، لہٰذا صورت مذکور مسئولۃ الصدر میں گنیاں مؤکلہ ہندہ مذکورہ کی جائینگی یا وکیل زید مذکور کے ذمہ ضمانت دینی لازم آئے گی بَیِّنُوْا بَیَانًا شَافِیًا تُؤْجَرُوْا اَجْرَکُمُ اللہُ اَجْرًا وَّافِیًا (شافی بیان فرماؤ، اپنا اجر کامل اللہ تعالٰی سے پاؤ۔ ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الحجر دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۹۵

Marfat.com

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں زید پر ضمان لازم ہے کہ ضائع ہونا اس کی تقصیر سے ہے،

فی الھندیۃ رجل دفع الی دلال ثوبا لیبیعہ ثم قال الدلال نسیت ولا ادری فی ای حانوت وضعت یکون ضامنا کذا فی فتاوٰی قاضیخان، ولو قال وضعت بین یدی فی داری ثم قمت ونسیتھا فضاعت ینظر ان کانت الودیعۃ مالا یحفظ فی عرصۃ الدار ولا تعد حرزا لہ کصرۃ الدراھم و الذھب و نحوھما یضمن والا فلا کذا فی محیط السرخسی[1] اھ ملخصا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ہندیہ میں ہے ایک شخص نے دلال کو فروخت کرنے کے لئے کپڑا دیا بعد میں دلال نے کہہ دیا کہ میں بھول گیا مجھے یاد نہیں کہ میں نے وہ کپڑا کس دکان میں رکھا ہے تو دلال ضامن ہوگا، فتاوٰی قاضیخان میں یونہی ہے، اور اگر دلال نے یوں کہا کہ میں نے کپڑا اپنے گھر اپنی نگرانی میں رکھا پھر میں چلا گیا اور بھول گیا تو ضائع ہوگیا تو غور کیا جائے گا کہ وہ امانت ایسی ہے جس کی حفاظت کھلے گھر میں نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کو حفاظت کہا جاسکتا ہے، مثلاً دراہم کی تھیلی اور سونے اور اس کی مثل چیز، تو ضامن ہوگا ورنہ نہیں، جیسا کہ محیط سرخسی میں ہے، اھ، ملخصاً۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۰ ازکیمپ بریلی لال کرتی مرسلہ شیخ کریم بخش صاحب ۸ رمضان ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک نوٹ بکر کو اس غرض سے دیا کہ اس کا روپیہ اپنے آقا کی دکان سے لے کر بھیج دینا اور بکر سے کوئی اُجرت کسی قسم کی نہیں ٹھہری تھی اور وہ نوٹ راستہ میں گر کر گم گیا ہے تو روپیہ اس کا بکر کے ذمہ ہوگا یا نہیں؟ اور نیز آقا سے اس کا تعلق ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

آقا سے اُس کا کچھ تعلق نہیں، نہ بکر پر تاوان آسکتا ہے جبکہ اس نے اپنی بے احتیاطی سے نہ گمایا ہو کما ھو معلوم من حکم الامین (جیسا کہ امین کے حکم سے معلوم ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۱ مسئولہ کرامت خاں بریلی غرہ محرم الحرام ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے زید سے کچھ زیور عاریت لئے اور وہ

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الودیعۃ الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۴۳-۳۴۲

Marfat.com

زیورات گُم ہوگئے اب وہ اس کے بدلے میں بخوشی نیا زیور بنا دینا چاہتے ہیں، وہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جبکہ وہ زیور بغیر اس شخص کے تقصیر کے گُم ہو گئے تو اس کے بدلے میں اس سے کچھ لینا ہی ناجائز و تاوان ہے اور ناجائز بات میں کسی کی خوشی و ناخوشی کو دخل نہیں، بہت لوگ سُود بخوشی دیتے ہیں۔ پھر کیا اُس کا لینا حلال ہوجائے گا،

اتأخذونه بهتانا واثما مبینا[1] لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[2]

کیا جھوٹ اور گناہ سے لیتے ہو، آپس کا مال باطل طریقے سے مت کھاؤ۔ (ت)

لہٰذا علماء فرماتے ہیں اگر باہم شرط قرار پائی ہو کہ جاتا رہے تو تاوان دیں گے تو یہ شرط بھی مردود و باطل ہے، درمختار میں ہے:

لاتضمن بالھلاك من غیر تعدّ و شرط الضمان باطل[3] واللّٰه سبحانه و تعالٰی اعلم۔

تعدی کے بغیر ہلاکت پر ضامن نہ ہوں گے اور ضمان کی شرط باطل ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۲ ۲۷ محرم الحرام ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ کسی شخص نے کسی شخص کو کہا کہ تم مجھ کو پچاس روپیہ کی ہُنڈی منگادو، انھوں نے اقرار کیا کہ میں منگادوں گا، اس نے جاکر اُن کے ملازم کو پچاس روپیہ دے دیا، ان کے ملازم نے یہ کہا کہ ہنڈی اس وقت نہیں ملی صبح کو لادوں گا، اُس نے یہ کہا کہ اچھا روپیہ تمھارے پاس رہے، اس نے کہا کہ میں نہیں رکھ سکتا ہوں کیونکہ دکان کا کچھ اعتبار نہیں، اُس نے جواب دیا کہ میں نہیں لے سکتا ہوں کیونکہ میں جن کے واسطے ہُنڈی منگاتا ہوں ان کا نام دفتر میں لکھ چکا، اُس نے یعنی ملازم نے جاکر اپنے مالک کو روپیہ سپرد کردیا کہ میں صبح کر ہُنڈی لادوں گا، مالک نے اپنے روپیہ کی صندوقچی میں وہ روپیہ بھی رکھ دیا اور اس صندوقچی کو کھلا چھوڑ کر دکان بند کرکے چلا گیا، رات دکان قفل بے شکستہ کھلا پایا اور روپیہ جاتا رہا اور کسی چیز میں نقصان نہیں پہنچا اور رات کو

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۰ [2] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۸
[3] درمختار کتاب العاریۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۵۶

Marfat.com

پہرہ والا پھرتا تھا انھوں نے دیکھا کہ دکان کا قفل کھلا ہُوا ہے، اُس نے چوکیدار سے دریافت کیا کہ اس دکان کا مالک کون ہے اور اس کا گھر کہاں پر ہے، ان کا گھر دُور ہونے کی وجہ سے چوکیدار نے ملازم کا گھر بتا دیا، پہرہ والا نے ملازم سے کہا کہ تمھاری دکان کا قفل کھُلا ہے، اُس نے کہا کہ میں تو دکان بند کر کے آیا تھا، غرض کہ وہ ملازم پہرہ والا کے ساتھ آیا اور پہرہ والا نے پوچھا کہ کچھ مال وغیرہ تو نہیں گیا، پھر اس نے دکان بند کرنا چاہا، پہرہ والا نے منع کیا کہ جب تک کوتوالی میں یہ احوال نہ لکھا لو بند نہ کرو، اس نے کوتوالی میں بھی لکھوا دیا کہ دکان بے نقصان کھُلا ہُوا پایا اور صبح انھوں نے کہا کہ روپیہ جاتا رہا اور اکثر دکان کا ایسا اتفاق ہوا کہ دکان بند رہا روپیہ جاتا رہا، اور اسی روز کی صبح کو مالکِ دکان نے دُو ملازموں کو موقوف کیا، ایک ان میں روپیہ لے جانے والا تھا اور دوسرا اور کوئی تھا، بعد اس کے ہُنڈی کے روپیہ والے کو نہ ملازم نے اطلاع دی نہ مالک نے، کوئی بیس روز کے عرصہ کے بعد یہ عذر پیش کیا کہ روپیہ جاتا رہا، اب اس صورت پر از رُوئے شرع شریف کے روپیہ اس سے لینا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں وہ روپیہ ملازم پر عائد ہوتا ہے اس سے تاوان لیا جا سکتا ہے کہ جب اس نے اُس شب صراحۃً کہا کہ کچھ نہیں گیا تو یہ اقرار ہوا کہ زرِ امانت موجود ہے پھر بعد کو یہ دعوی کہ اس وقت روپیہ جا چکا تھا اگلے قول کا صریح خلاف ہے جو ہرگز مسموع نہ ہوگا، اور اگر اس کے بعد جانے کا دعوی کرے جب بھی اس پر تاوان لازم ہے کہ جب زرِ امانت اس وقت تک موجود تھا رات کے وقت ایسی حالت میں کہ بازار بند ہے، کھُلی دکان چھوڑ کر کوتوالی کو چلا جانا حفاظت میں تقصیر ہے، ہاں اگر اس کا یہ بیان ہو کہ اس وقت تک روپیہ نہ گیا تھا اور وُہ جب کوتوالی لکھوانے کے لئے گیا تو دکان کا مالک یا اور کوئی محافظ جو اُس کا اور ملازم کا اجنبی نہ ہو بیٹھا رہا حفاظت کرتا رہا پھر اس نے دکان بند کر دی اور اس کے بعد صبح تک میں کسی وقت جاتا رہا تو تاوان نہ آتا،

فی الھندیۃ عن الفصول العمادیۃ اذا طلب الودیعۃ فقال اطلبھا غدًا ثم قال فی الغد ضاعت فانہ یسئل ان قال ضاعت قبل قول اطلبھا غدًا یضمن وان قال ضاعت بعدہ

ہندیہ میں فصول العمادیہ کے حوالے سے ہے جب مالک نے اپنی امانت طلب کی تو رکھنے والے نے کہا کل لینا، پھر کل کو کہا وہ ضائع ہوگئی ہے تو اس سے پُوچھا جائے گا کہ کب ضائع ہوئی، اگر کہے میرے جواب کہ کل لے جانا سے پہلے ضائع ہُوئی، تو ضامن ہوگا، اور اگر کہے اس سے بعد ضائع ہوئی تو ضامن

Marfat.com

لا للتناقض فی الاول دون الثانی[1] و فیها من التتارخانیة قال لفلان عندی الف درهم ودیعة ثم قال بعد ذلك قد ضاعت قبل اقراری فهو ضامن ولو قال کانت له عندی الف درهم وضاع فالقول قوله ولا ضمان[2]، وفی العقود الدریة عن الخلاصة والبزازیة یلزمه الضمان للتناقض لان قوله اطلبها غدًا اقرار منه انها ما ضاعت فاذا قال ضاعت کان تناقضا[3] وفی الهندیة عن الخانیة اذا سرقت الودیعة من دار المودع وباب الدار مفتوح والمودع غائب عن الدار قال محمد بن سلمة رحمة الله تعالٰی کان ضامنا و قال ابو نصر رحمه الله تعالٰی اذا لم یکن اغلق الباب فسرق منه الودیعة لا یضمن یعنی اذا کان فی الدار حافظ[4]، وفیها عن التاتارخانیة عن النهایة استحفظ المودع الودیعة فی بیته بغیره بان ترك الودیعة والغیر فی بیته وخرج هو بنفسه ضمن اھ

نہ ہوگا کیونکہ پہلی صورت میں تناقض ہے اور دوسری صورت میں نہیں ہے، اور اسی میں تاتارخانیہ سے ہے کہ اس نے کہا میرے پاس فلاں کے ہزار درہم امانت ہیں، پھر اس کے بعد کہتا ہے وہ ضائع ہوگئے اور میرے اقرار سے قبل ضائع ہوئے تو وہ ضامن ہوگا اور اگر یوں کہا کہ فلاں کے میرے پاس ہزار امانت تھے جو ضائع ہوگئے تو اس کی بات مان لی جائیگی اور ضمان نہ ہوگا۔ عقود الدریہ میں خلاصہ اور بزازیہ سے منقول ہے کہ تناقض کی صورت میں ضمان ہوگا کیونکہ اس کا کہنا مجھ سے کل لے لینا' یہ ضائع نہ ہونے کا اقرار ہے تو اب کہنا ضائع ہوگئے، دونوں باتوں میں تناقض ہے، اور ہندیہ میں خانیہ سے منقول ہے کہ جب مودع (جس کے پاس امانت رکھی) کے گھر سے امانت چوری ہوگئی دراں حالیکہ دروازہ کھلا رہا اور مودع غائب تھا تو محمد بن سلمہ رحمہ اللہ تعالٰی کا قول یہ ہے کہ وہ ضامن ہوگا، اور ابو نصر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب دروازہ کھلا رہتا ہو تو چوری ہونے پر ضامن نہ ہوگا، یعنی اس صورت میں کہ گھر پر محافظ موجود رہتا ہو، اور اسی میں تاتارخانیہ سے بحوالہ

۱؎ فتاوٰی ہندیہ	کتاب الودیعۃ	الباب السادس	نورانی کتب خانہ پشاور	۴/۳۵۲
۲؎ " "	"	الباب التاسع	" "	۴/۳۵۶
۳؎ العقود الدریۃ	"		ارگ بازار قندھار افغانستان	۲/۷۴
۴؎ فتاوٰی ہندیہ	"	الباب الرابع	نورانی کتب خانہ پشاور	۴/۳۴۴
۵؎ " "	"	الباب الثانی	" "	۴/۳۴۱

Marfat.com

واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم وعلمہٗ جل مجدہٗ اتم و احکم۔

نہایہ منقول ہے کہ گھر میں امانت کی حفاظت کیلئے دوسرے کو مقرر کیا اور پھر امانت اس کے سپرد کر کے خود چلا گیا تو ضامن ہوگا اھ۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم۔ (ت)

مسئلہ ۳۳

۱۸ ربیع الثانی ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بتقریب نیاز جناب پیران پیر غوث الاعظم دستگیر علیہ السلام عمرو سے دیگ کرایہ پر لی۔ وہ دیگ اسی شب کو زید کے مکان سے چوری ہوگئی۔ اب عمرو اس کی قیمت مانگتا ہے۔ بموجب حکم شرع شریف زید کو اس کی قیمت واجب الادا ہے یا نہیں؟ زید نے چوری جانے کے دیگ کی اطلاع سرکار میں کردی اور اس کی تحقیقات بھی ہوئی لیکن ابھی تک دیگ نہیں ملی۔ فقط۔

الجواب

اگر زید نے دیگ حفاظت کے مکان میں رکھی ہے جہاں وہ اپنے برتن وغیرہ رکھتا ہے تو اس پر الزام نہیں اور اس سے تاوان لینا جرم ہے۔ ہاں اگر بے خیالی بے پروائی کی ہو غیر محفوظ مکان میں یونہی باہر چھوڑ دی ہو تو اس صورت میں زید کو ضرور اس کی قیمت دینی آئے گی اور علیہ السلام کہنا بالاستقلال حضرات انبیائے کرام وملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے خاص ہے ان کے غیر کے لئے مستقلاً جائز نہیں۔ حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۴

از بدایوں مسئولہ سید حسین علی صاحب بدایونی ۱۵ شعبان ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کچھ نقد سید حسین کا جمع کیا ہوا پاس حاجی ذاکر علی صاحب کے موجود ہے جو بغرض اخراجات حج بیت اللہ شریف وبصورت بقائے حیات بنا بر خورد ونوش وغیرہ مولوی سید اشفاق علی حقیقی چچا بیوی سید حسین مذکور یہاں جمع کیا گیا ہے۔ حاجی صاحب ممدوح کو کسی قسم کی تاحیات تکلیف نہ ہو اگر ضرورت ہوگی تو میں سید حسین اور بچوں کو ۔۔۔ بموجب ہدایت حاجی ذاکر علی صاحب کہ سید حسین نے حاجی صاحب سے کہا کہ اگر خدانخواستہ سید اشفاق علی ممدوح کا انتقال ہوجائے اور زر جمعہ مذکورہ سے کچھ بچ رہے تو بچا ہوا روپیہ سید حسین مذکور کو دیا جائے۔ اس کے بعد سید اشفاق علی صاحب بہمراہی حاجی ذاکر علی صاحب حج بیت اللہ شریف کو تشریف لے گئے اور تمامی اخراجات سید اشفاق علی صاحب موصوف کے حاجی ذاکر علی صاحب اسی رقم مجتمعہ سے کرتے رہے بقضائے الٰہی بعد ادائے حج

Marfat.com

بتاریخ ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۱۹ھ بھائی سید اشفاق علی صاحب موصوف کا انتقال ہو گیا، مرحوم کی تجہیز و تکفین و تدفین میں بھی جو کچھ صرف ہوا وہ بھی رقم مجتمعہ مذکور سے ہوا اس کے بعد جبکہ اخراجات سید اشفاق علی صاحب مرحوم از یوم روانگی ہندوستان تا یوم تدفین سید اشفاق علی صاحب مجرا ہو کر پاس حاجی ذاکر علی صاحب حسب تحریر و بیان حاجی صاحب موصوف مبلغ چارسو پچیس روپے دو آنے باقی بچے وہ بھائی سید لیاقت علی صاحب نے واسطے دینے سید حسین مذکور کے حاجی صاحب موصوف سے طلب کئے، حاجی ذاکر علی صاحب نے فرمایا کہ یہ روپیہ مجھ کو سوائے سید حسین کسی کو نہیں دینا چاہیئے وہ مجھ سے کہہ گئے ہیں سوائے میرے کسی کو نہ دیجئے گا میں ذاکر علی سوائے سید حسین مذکور کے کسی کو نہیں دوں گا، اس گفتگو میں کچھ طول ہوا کہ مولوی عزیز بخش صاحب بدایونی جنھوں نے بذریعہ ہجرت سکونت متصل مکہ معظمہ میں کر لی ہے، فرمایا جھگڑا ہرگز مت کرو میں بھی بدایوں کا رہنے والا ہوں اور اب یہاں رہتا ہوں بدایوں کی سخت ذلت ہوگی، نزاع تو صرف اس بات پر ہے کہ روپیہ سید حسین نے جمع کیا ان کو ملنا چاہیئے سو آپ سید لیاقت علی صاحب اطمینان فرمایئے، ابھی حاجی ذاکر علی صاحب کا مال فروخت نہیں ہوا جس وقت حاجی صاحب ممدوح کا مال فروخت ہو گیا میں عزیز بخش ذمہ دار ہوتا ہوں اور آپ سید لیاقت علی صاحب سے وعدہ کرتا ہوں کہ یہ مبلغ چارسو پچیس روپے دو آنے سید حسین مذکور کے نام سے دہلی والوں کی دکان پر جو یہاں ہے جمع کرا دوں گا، ہندوستان میں یہ روپیہ سید حسین مذکور کو مل جائے گا، چنانچہ مطمئن ہو کر بھائی سید لیاقت علی صاحب مکہ معظمہ سے بشوقِ دیدار روضۂ مبارک حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات روانہ مدینہ منورہ ہو گئے اور جو تحریر حضور والا کے پاس مرسلۂ حاجی ذاکر علی صاحب موصوف معرفت حاجی عبدالرزاق صاحب آئی اس میں تحریر تھا کہ سید حسین مذکور کے جمع کئے ہوئے روپے میں سے بعد تمامی اخراجات سید اشفاق علی صاحب ذمہ حاجی ذاکر علی کے پاس ۱۰۵/۲ بچا ہے اور جمع ہے تحریر ہذا کی صداقت میں حاجی لیاقت علی شہادت دیتا ہوں کہ میں نے اپنا نام شروع تحریر میں بھی لکھ دیا ہے فقط راقم سید حسین قادری۔ دستخط گواہ بیان تحریر ہذا سید لیاقت علی ۱۰ شعبان ۱۳۲۰ھ۔

الجواب

اگر بیان مذکور واقعی ہے تو اس روپیہ کا مستحق سوائے سید حسین کے کوئی نہیں ہے ۔ وارثانِ سید اشفاق علی کا اس میں کچھ حق نہیں، حاجی ذاکر علی امین پر فرض ہے کہ بقیہ چارسو پچیس روپیہ دو آنہ تمام و کمال سید حسین کو ادا کرے، ظاہر ہے کہ صورت مذکورہ میں یہ روپیہ سید حسین نے سید اشفاق علی کو قرض نہ دیا کہ بحال انتقال بقیہ کو واپسی کو کہا تھا، قرض ہوتا تو بہرحال تمام و کمال واپس ہونا لازم ہوتا،

Marfat.com

لاجرم یہ روپیہ ایک امر خیر میں اعانت کے لئے دیا جس طرح مصارف خیر کے چندے ہوتے ہیں ایسی حالت میں وہ روپیہ ملکِ مالک پر رہتا ہے اور اُس کی اجازت سے اُسی مصرف خیر میں صرف ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر کچھ باقی بچے تو اسے واپس دینا یا اس کی اجازت و رضا سے کسی اور مصرف میں صرف کرنا لازم ہوتا ہے۔ فتاوٰی قاضی خاں پھر فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

رجل مات فی مسجد قوم فقام احدھم وجمع الدراھم ففضل من ذٰلك شیئ ان عرف صاحب الفضل ردہ علیہ[1] اگر کسی قوم کی مسجد میں مسافر فوت ہوگیا اور ایک شخص نے اس کے کفن دفن کے لئے چندہ سے کچھ دراہم جمع کئے اور کچھ بچ گئے تو اس کو معلوم ہے کہ بچے ہوئے دراہم فلاں کا چندہ ہے تو اس کو واپس کردے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

ان فضل شیئ رد للمتصدق[2] اگر بچ جائیں تو جس کا چندہ ہو اسے واپس کرے۔ (ت)

بلکہ جو کچھ سید اشفاق علی کی موت و تجہیز و تکفین میں صرف کیا اُس کا بھی ضمان حاجی ذاکر علی پر لازم ہے کہ سید حسین نے صرف حیاتِ سید اشفاق علی تک اجازت دی اور باقی کی واپسی کو کہا تھا بلکہ مولوی عزیز بخش کا جواب کہ حاجی ذاکر علی کا مال بک جائے تو دیں گے دلالت کر رہا ہے کہ وہ مال حاجی مذکور نے خرچ کر دیا جس کی نسبت بیان سائل ہے کہ بمبئی میں اُس کا کُل مال حاجی ذاکر علی نے خرید لیا پھر اپنے پاس سے مصارف سید اشفاق علی میں صرف کیا اگر واقعہ یہ ہے جب تو سارا زرِ ضمانت جس قدر سپرد کیا تھا سب کا تاوان حاجی ذاکر علی پر حسین کے لئے لازم ہے پورا واپس دے اور جو کچھ مصارف حیات و وفاتِ سید اشفاق علی میں اٹھایا وہ حاجی ذاکر علی کا تبرع و احسان تھا جس کے عوض وہ کسی سے مطالبہ نہیں کر سکتا۔ عالمگیریہ میں ہے:

رجل جمع مالا من الناس لینفقه فی بناء المسجد فانفق من تلك الدراھم فی حاجته ثم رد بدلھا فی نفقة المسجد ایک شخص نے لوگوں سے چندہ جمع کیا تاکہ مسجد تعمیر کی جائے تو اس نے چندہ کی کچھ رقم اپنی ضرورت میں خرچ کرلی اور اس کے بدلے رقم چندہ میں دے دی

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الصلٰوۃ الفصل الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۶۱

[2] درمختار " باب صلٰوۃ الجنازۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۱

Marfat.com

لایسعه ان یفعل ذٰلك فان فعل فان عرف صاحب ذٰلك المال رد علیه او سألہ تجدیدا الاذن فیه (الی قوله) لکن ھذا یجب ان یکون فی رفع الوبال اما الضمان فواجب کذا فی الذخیرۃ[1] واللہ سبحانه تعالٰی اعلم۔

تو یہ جائز نہیں، اگر اس نے ایسا کیا تو وہ رقم دینے والے کو واپس کرے اگر اس کا علم ہو یا پھر اس سے دوبارہ مسجد میں صرف کی اجازت لے' اس کے آخر میں فرمایا، لیکن یہ مذکور حکم گناہ کے وبال کو ختم کرنے کے لئے ہے تاہم ضمان تو وہ اس پر بہرصورت واجب ہے، یُوں ذخیرہ میں ہے۔ واللہ سبحانہٗ تعالٰے اعلم (ت)

مسئلہ ۳۵ مستفسرہ مظہرحسین بہاری پور بریلی روز دوشنبہ ۲۲ رجب ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ زید نے اپنی بی بی منکوحہ کے پاس مبلغ پچیس عدد اشرفی بطور امانت کے رکھ دی تھی، بعد چند روز کے جب اس سے وہ اشرفی طلب کی تو اس نے کہا کہ میں نے اپنی ماں کے پاس رکھ دی ہیں جا کر لادُوں گی، یہ کہہ کر لینے کو گئی، جب اپنی ماں کے مکان سے واپس آئی تو کہا کہ میری والدہ نے کہا کہ وہ اشرفیاں تیرے باپ نے مجھ سے لے کر تیرے بھائی کے مقدمہ میں صرف کر دی ہیں اور یہ کہا ہے کہ بہت جلدی ان کی فکر کر دی جائے گی اطمینان رکھو پھر دوبارہ چند روز کے بعد لینے کو گئی تو پندرہ یوم کے بعد واپس آئی تو جو زیور کہ خود پہنے ہُوئے تھی اور اس کے خاوند کا بنوایا ہوا تھا قریب دوسو روپے کے وہ ہیں وہ اپنے والدین میں چھوڑ آئی، جب اس سے دریافت کیا کہ تُو نے زیور کس کو دیا، تو کہا کہ ایک عورت قرابت کی ہے اور وہ شادی میں گئی ہے مجھ سے مانگ کر لے گئی، اس کے خاوند نے اس سے کہا کہ تُو نے بلا اجازت میری اپنا زیور بھی دے دیا اور اشرفیاں بھی دے دیں اور اکثر کام تو میری بلا اجازت کرتی ہے تو میرے کام کی نہیں میں تم کو طلاق دیتا ہُوں یہ کہہ کر طلاق دے دی اور وُہ عورت اپنے والدین میں مع اپنے اسباب کے چلی گئی تو اب وُہ اشرفی کا روپیہ اور وُہ زیور خاوند اس کا کس سے پا سکتا ہے، آیا اس عورت یا اس کی ماں سے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

زیور کا مطالبہ خاص عورت سے ہے اس کی ماں سے تعلق نہیں، اشرفیوں کے بارے میں سائل نے بیان کیا کہ جب عورت سے مانگیں تو اس نے کہا کہ میں نے اپنی ماں کے پاس رکھ دی ہیں' اس

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الوقف الباب الثالث عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۸۰

Marfat.com

پر زید ناراض ہوا کہ کیوں بے اجازت اسے دیں اور ماں باپ کے پاس دوسرے کی امانت رکھ دینے میں اکثر علماء کا اختلاف ہے، فتاوٰی قاضی خاں و فتاوٰی خلاصہ وغیرہما میں اس کا جواز اس شرط پر ہے کہ وُہ اور یہ ایک ہی ساتھ رہتے ہوں ورنہ نہیں۔ عالمگیریہ میں ہے :

الابوان کالاجنبی حتی یشترط کونہما فی عیالہ کذا فی الخلاصۃ[1]

امانت کی حفاظت کے معاملہ میں والدین اجنبی کے حکم میں ہیں جب تک کہ وہ اس کی عیال میں نہ ہوں عیال میں ہونا شرط ہے، یوں خلاصہ میں ہے۔(ت)

اسی میں ہے :

وتفسیر من فی عیالہ فی ھذا الحکم ان یساکن معہ سواء کان فی نفقتہ اولا کذا فی الفتاوی الصغرٰی وھکذا فی فتاوی قاضی خان[2]

اس حکم میں عیال کی تفسیر یہ ہے کہ جو لوگ اس کے ساتھ سکونت پذیر ہوں اس کے نفقہ میں شامل ہوں یا نہ ہوں، فتاوٰی صغرٰی اور فتاوٰی قاضیخان میں ایسے ہی ہے۔(ت)

اور علامہ مقدسی نے فتوٰی اس پر نقل کیا کہ اس کا ساتھ رہنا شرط نہیں۔ ردالمحتار میں ہے :

وفیہ ای فی المقدسی لایشترط فی الابوین کونہما فی عیالہ و بہ یفتی[3]

اس میں یعنی مقدسی میں ہے والدین کے معاملہ میں ان کا اس کی عیال میں ہونا شرط نہیں ہے اور اسی پر فتوٰی ہے۔(ت)

مگر حقیقت امر یہ ہے کہ یہ امین جس کے پاس امانت رکھی اس کا اس مال کی نسبت قابلِ اطمینان ہونا بھی ضروری ہے اور اس کے لئے فقط اس امین کے ذاتی مال پر امین ہونا کافی نہیں کہ یہ امر باختلافِ مالک مال بدلتا ہے مثلاً اکثر زنانِ زمانہ اپنی دختر کے مال میں ضرور قابل وثوق ہیں مگر اس سے داماد کے مال پر اطمینان ہونا لازم نہیں آتا بلکہ بارہا ماں بیٹی دونوں اس کے تلف میں ہم زبان ہو جاتی ہیں۔ ہندیہ میں ہے :

للمودع ان یدفع الودیعۃ الی من کان فی عیالہ کان المدفوع

مودع کو جائز ہے کہ امانت اپنے عیال کو سپرد کر دے اور عیال میں سے بیوی یا اولاد یا والدین ہوں

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الودیعۃ الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۳۹
[2] " " " " ۴/ ۳۳۹
[3] ردالمحتار کتاب الایداع داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۵۵۱

Marfat.com

الیدن وجتہ او ولدہ او والدیہ اذالم یکن منتھما یخاف منہ علی الودیعۃ ھکذا فی فتاوٰی قاضیخان[1]۔

بشرطیکہ ان کے پاس امانت کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ فتاوٰی قاضی خان میں یوں ہے۔ (ت)

لہٰذا عورت کا یہ فعل کہ اشرفیاں اپنی ماں کو دے آنا بتاتی ہے مسلّم نہ ہوگا، عورت پر اشرفیوں کا تاوان ہے اگر معلوم ہو کہ واقعی اپنی ماں کو دے آئی تھی اور ماں نے اس کے باپ کو دیں اس نے مقدمہ میں صرف کیں، گو زید کو اختیار ہے کہ عورت یا اس کی ماں یا اس کے باپ جس سے چاہے اس کا تاوان لے

لانھما کغاصب الغاصب فلما لك ان یضمن من شاء۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کیونکہ وہ دونوں غاصب کے غاصب کی طرح ہیں تو مالک کو اختیار ہے جس کو چاہے ضامن بنائے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۶: مرسلہ عبدالرحیم و ابوالفضل محمد مظہر از ضلع ہگلی دانمباڑی ۶ شعبان ۱۳۳۳ھ روز شنبہ

ایک شخص نے زید کو دو سو روپے دئے کہ اس کا سونا خرید کر زیور بنوا دینا، اس نے سونا خرید کر جیب میں رکھا، سنار کو دینے جا رہا تھا کہ جیب سے نکل گیا یا کسی نے جیب کتر لی تو یہ نقصان کس کا ہوا؟

الجواب

وہ شخص امین ہے جبکہ اس نے حفظ میں قصور نہ کیا اور جاتا رہا اس پر تاوان نہیں، ہاں اگر اس نے غفلت کی مثلاً جیب پھٹی ہوئی تھی اس میں سے نکل جانے کا احتمال تھا اس نے ڈال لیا اور وہ نکل گیا تو ضرور اس پر تاوان ہے لانہ متعد والمتعدی ضامن (کیونکہ یہ تعدی کرنیوالا ہوا اور تعدی کرنیوالا ضامن ہوتا ہے) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۷: از مقام چتوڑ گڑھ علاقہ اودے پور مسئولہ مولوی عبدالکریم صاحب روز شنبہ ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

کافر مرگیا اور کوئی وارث قریب و بعید نہ چھوڑا اور مسلمان اس کا مدیون قرض ادا کرنا چاہتا ہے اب وہ کس کو دے کیونکہ اگر اس کی طرف سے صدقہ کرتا ہے تو اس کو آخرت میں ملنے کی امید نہیں اور اگر اس کے مذہب کے مطابق مندر میں اس کی طرف سے صرف کردے یا مندر کے پجاری کو دے دے تو کفر کی اعانت ہوتی ہے، تو اب اس قرض سے کیونکر سبکدوش ہو؟

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الودیعۃ الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۳۳۹

Marfat.com

الجواب

جبکہ اس کی نیت ادا کی تھی اور اس نے اپنی طرف سے کوئی عذر نہ کیا اور اُس مال کا کوئی مستحق نہ رہا تو فقرائے مسلمین اس کے مستحق ہیں، اور یہ بایں معنیٰ نہ ہوگا کہ کافر کی طرف سے تصدق کیا جائے یہ تو حرام ہے اور اگر اسے اجر و ثواب سمجھے تو کفر ہے بلکہ اس معنی پر زور دیا جائے گا کہ کافر مر گیا اور وارث کوئی نہیں اور موت قاطع ملک ہے اور خلافت نہیں کہ اس کی طرف منتقل ہو تو اب یہ محض لاوارثی مال رہ گیا جو خالص ملک خدا ہے لہذا فقرا کو دیا جائیگا یا مساجد یا مصارفِ دینیہ میں صرف کیا جائے، اور اگر فقیر ہے تو[عـہ] اٗنیا فیصل ہوگیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۸ مسئولہ حافظ نعیم صاحب ملوکپور بریلی روز یک شنبہ ۳ ذوالقعدہ ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ زید کے پاس اس کی بھاوج ہندہ نے دو ہزار روپیہ جمع کر دیا ہے زید دس روپے ماہوار اپنی بھاوج ہندہ کو دیتا ہے، زید نے کئی مرتبہ ہندہ سے اجازت چاہی کہ روپیہ تجارت میں لگا دے مگر ہندہ نے اس وجہ سے کہ تجارت میں روپیہ لگا دینے سے ہر وقت نہیں مل سکتا ہے اجازت نہ دی، زید نے یہ روپیہ تجارت ہی میں لگا دیا ہے مگر ہندہ اپنا روپیہ جس وقت طلب کرے زید دے سکتا ہے نفع زیادہ ہونے کی حالت میں دس روپے کے علاوہ بھی زید دیتا رہتا ہے مگر کبھی حساب کر کے روپیہ نہیں دیا، زید کا قصد ہے اگر اُس کی بھاوج اپنا روپیہ لے لے تب بھی کچھ خدمت کرنے کا ہے، ایسی حالت میں یہ دس روپیہ ماہوار کیا سود ہوگا؟ اگر سود ہوگا تو بچنے کی کیا صورت ہے؟ فقط

الجواب

جبکہ ہندہ نے تجارت کی اجازت نہ دی تو یہ مضاربت نہیں ہوسکتی، ہندہ نے اپنا روپیہ اس کے پاس جمع کیا تھا تو یہ قرض نہ تھا ودیعت تھا اُس وقت تک زید اگر بطورِ خود اسے کچھ دیتا رہا تو وہ نہ قرض کا نفع تھا نہ کسی عقدِ معاوضہ میں زیادتی، لہذا سود نہیں ہوسکتا تھا بلکہ زید کی طرف سے ایک تبرع و احسان تھا، اب کہ زید نے بلا اجازت ہندہ اُسے تجارت میں لگا دیا تو زید غاصب ہوگیا اس پر تاوان آیا اب وہ ہندہ کا مدیون ہوا اگرچہ اُس دین کی وجہ سے دیتا ہے تو دینا اور لینا حرام اور سود ہے، اور اگر تصریح کر دے کہ اس کی وجہ سے نہیں بلکہ خود ایک خدمت کرتا ہے اور اگر روپیہ ادا بھی ہو جائے گا تب بھی کرتا رہے گا تو سود نہیں مگر احتیاط اولیٰ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عـہ اصل میں اسی طرح ہے لیکن سیاق عبارت سے اندازہ ہوتا ہے کہ عبارت یہ ہوگی کہ "اگر وہ خود فقیر ہے تو اپنے مصرف میں لا سکتا ہے"۔

Marfat.com

مسئلہ ۳۹ مرسلہ الف خاں صاحب مہتمم مدرسہ اسلامیہ سانگود ریاست کوٹہ راجپوتانہ ۲۶ صفر ۱۳۳۵ھ

روپیہ مدرسہ اسلامیہ کا اگر کسی مسلمان سیٹھ کے یہاں پر امانت اس کے کاغذان میں جمع کردیا جائے اور وہ رقم بشمول اس کے دیگر کے صرف میں آگئی مگر کاغذان میں امانت ہی جمع ہے اور جب اس کے محافظ اُس رقم کو طلب کریں تو فوراً دے سکتا ہے تو ایسا استعمال رقم مذکورہ میں سیٹھ مذکور پر شریعت میں کوئی گناہ تو نہیں ہے یا کہ اس رقم کو وہ سیٹھ علیحدہ شمار کرکے رکھ چھوڑے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

زرِ امانت میں اس کو تصرف حرام ہے، یہ اُن مواضع میں ہے جن میں دراہم و دنانیر متعین ہوتے ہیں اس کو جائز نہیں کہ اُس روپے کے بدلے دوسرا روپیہ رکھ دے اگرچہ بعینہ ویسا ہی ہو اگر کرے گا امین نہ رہے گا اور تاوان دینا آئے گا والمسئلۃ منصوص علیہ فی الدرالمختار وکثیر من الاسفار (یہ مسئلہ درمختار اور بہت سی کتابوں میں منصوص ہے۔ ت) مہتممان انجمن نے اگر صراحۃً بھی اجازت دے دی ہو کہ تم جب چاہنا صرف کرلینا پھر اس کا عوض دے دینا، جب بھی نہ سیٹھ کو تصرف جائز نہ مہتمموں کو اجازت دینے کی اجازت کہ مہتمم مالک نہیں، اور قرض تبرع ہے اور غیر مالک کو تبرع کا اختیار نہیں، ہاں چندہ دہندہ اجازت دے جائیں تو حرج نہیں، اُس حالت میں جب سیٹھ تصرف کرے گا روپیہ امانت سے نکل کر اس پر قرض ہوجائے گا جو عندالطلب دینا آئے گا اگرچہ کوئی میعاد مقرر کردی ہو،

فان التاجیل فی القرض باطل کما فی الدرالمختار[1] وغیرہ۔ کیونکہ قرض میں ادائیگی کی مدت مقرر کرنا باطل ہے، جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۰ از جبلپور چھاؤنی مرسلہ عبدالوحید خاں صاحب اسسٹنٹ ماسٹر اسکول لیس نائک نمبر ۳۴۳ پلاٹون نمبر ۸ کمپنی بی پلٹن ۲/۹۱ ۶ شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر کو چند قطعات نوٹ پانچ پانچ روپیہ کے اور دس دس روپیہ کے بطور امانت کے رکھنے کو دیئے اور یہ بھی اجازت دے دی کہ تو اس امانت

---

[1] درمختار کتاب البیوع فصل فی التصرف فی المبیع والثمن مطبع مجتبائی دہلی ۳۹/۲

Marfat.com

میں سے حسب ضرورت اپنی خرچ کر سکتا ہے لیکن آئندہ ماہ میں یہ سب امانت مجھ کو واپس دینا ہوگی بکر نے وہ سب نوٹ اپنی جیب میں رکھ لئے حالانکہ سوائے اس امانت کے بکر کی جیب میں اور کچھ نوٹ یا نقدی بالکل نہیں تھی بکر بموجب اجازت زید کے ڈاکخانہ کو واسطے کرنے منی آرڈر اپنے مکان کو گیا اور اُسی امانتی نوٹوں میں سے منی آرڈر اپنے مکان کو گیا، وہاں پر آدمیوں کا اژدحام زیادہ تھا یقیناً کسی چور نے ایک نوٹ دس روپیہ والا جیب سے نکال لیا کیونکہ اُسی وقت ڈاکخانہ پر ہی حساب کرنے سے معلوم ہوگیا کہ نوٹ چوری گیا، ایسی حالت میں بکر نوٹ مسروقہ کا تاوان کا ذمہ دار ہے یا نہیں؛ اور زید بکر سے لینے کا مستحق ہے یا نہیں؟ حالانکہ زید کو بھی یقین ہے کہ نوٹ ضرور ی چوری گیا۔

الجواب

وہ روپیہ امانت تھا اور زید نے بکر کو وقت حاجت صرف کرنے کی اجازت دی تھی تو جس قدر کا اس نے منی آرڈر اپنے گھر کو بھیجا وہ امانت سے نکل کر قرض ہوگیا اور جتنے نوٹ باقی رہے وہ بدستور امانت رہے ان میں سے جو نوٹ جاتا رہا اگر بکر کی بے احتیاطی سے گیا تو ضرور اس پر تاوان ہے ورنہ ہرگز نہیں۔

مسئلہ

۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو ایک ضرورت سے بانکی پور جانا ہے، ۹ ربیع الاول شریف کو گیا سے اُس کے پاس ایک شخص آیا اور ایک خط دیا جس کا مضمون یہ ہے کہ گریڈیہہ میں ۱۰، ۱۱ ربیع الاول کو وعظ و میلاد کا جلسہ ہے، متعدد علماء کے پاس خطوط گئے ہیں مگر کسی کے آنے کی امید نہیں، آپ ضرور تشریف لائیے ورنہ ہماری سخت ذلت ہوگی، زید نے عذر کیا کہ مجھے مجبوری ہے میں جس کا نوکر ہوں وہ یہاں نہیں ہیں بغیر ان کی اجازت کے میں نہیں جا سکتا، اس پر عمرو نے رائے دی کہ وہ تو کوئی دُور جگہ نہیں ہے، یہ صاحب وہاں جا کر اجازت لا سکتے ہیں چنانچہ وہ شخص وہاں گیا اور اجازت لے آیا، عہ روہاں جانے آنے کا کرایہ یکہ کا ہوا، اس کے بعد ۹ بجے شب کی گاڑی سے دونوں روانہ ہو کر گیا پہنچے عہ سہسرام سے گیا تک کرایہ ہوا، جب وہ شخص اجازت لینے کے لئے گیا تو زید نے ٹائم ٹیبل دیکھا معلوم ہوا کہ یہاں سے گریڈیہہ جانے کیلئے تین راستہ ہے، ایک براہ کیول، دوم براہ بانکی پور، سوم براہ آسنسول۔ زید نے خیال کیا کہ اچھا موقع ہے اسی ضمن میں بانکی پور ہوتے چلیں گے، گیا سے ۹ بجے دن کو ایک گاڑی چھوٹتی ہے جو براہ کیول ۸ بج کر ۴۵ منٹ شب کو گریڈیہہ پہنچتی ہے، زید نے گیا میں یہ رائے قائم کی اگر اس گاڑی سے

Marfat.com

جاتا ہوں تو ۹ بجے شب کو پہنچوں گا اس وقت میں تکان سفر کی وجہ سے آج تقریر نہ کر سکوں گا سوا اس کے کہ جو کچھ کہنا ہو کل کہوں مجھے ضرورت بانکی پور کی بھی ہے بہتر ہے کہ اس وقت ۷ بجے روانہ ہو جاؤں اور بانکی پور پہنچ کر دن بھر ٹھہروں پھر شب کی گاڑی سے روانہ ہو کر صبح گریڈیہہ پہنچوں پھر خیال کیا کہ شب کی گاڑی سے روانگی میں وہاں ۵ بجے صبح کو گاڑی پہنچے گی وہ وقت تکلیف کا ہے لوگ اسٹیشن تک آئیں یا نہ آئیں بہتر ہے کہ بانکی پور سے صبح کی گاڑی سے روانہ ہوں تاکہ وہاں ایک بجے پہنچنا ہو، چنانچہ اسی مضمون کا تار ۱۲ کا وہاں دینے کو کہہ دیا کہ زید کل ایک بجے پہنچے گا اس کے بعد صبح ۷ بجے زید بانکی پور روانہ ہوا عـــہ ۱۵ اس کو سفر خرچ دیا گیا اس کا مصمم قصد تھا کہ حسب قرار داد میں صبح کو ضرور روانہ ہو جاؤں گا مگر ایک ضرورت کی وجہ سے نہ جا سکا پھر بھی قصد کیا کہ ۱۰ بجے دن کو ایک گاڑی جاتی ہے اس سے جائیں جو وہاں ۸ بج کر ۴۲ منٹ کو پہنچے گی مگر جس کے یہاں جانا تھا نہ اس کا محلہ معلوم نہ نام ہی معلوم ہے، تار کے اعتماد اور استقبال کے خیال پر زید نے یہ دریافت نہ کیا تھا اب سخت پریشان ہوا کہ کیا کروں کہ اب آگے جانا مفت میں پریشانی اٹھانا ہے یا اگر منزلِ مقصود تک رسائی ہو گی تو تھکا ہوا ہوں تقریر نہ کر سکوں گا مفت میں بلانے والے کا روپیہ صرف کرنا ہے اسی حیص بیص میں اس گاڑی کا وقت بھی نکل گیا اس لئے وہ واپس سہسرام آگیا اس عـــہ ۱۵ میں سے عـــہ ۲ گیا سے بانکی پور اور بانکی پور سے سہسرام تک صرف ہوا، اب سوال یہ ہے کہ صورتِ مسئولہ میں زید کو کس قدر روپیہ واپس کرنا ہو گا عـــہ ۱۳ جو بچا ہے یا پورے عـــہ ۱۵ یا عـــہ ۴ جس میں کل خرچ اجازت لینے والے کا یکہ و تار و ٹکٹ تا سہسرام تا گیا و قلی کی اجرت ہے اور جو کچھ واپس دے گا اس کی فیس منی آرڈر کس پر ہے؛ بینوا توجروا۔

الجواب

بانکی پور سے سہسرام تک واپسی میں جو صرف ہوا وہ ضرور ذمۂ زید ہے کہ روپیہ اُسے جس سفر کیلئے دیا گیا یہ وُہ سفر نہیں بلکہ اُس کا نقض ہے اور موضعِ مقصود کی راہ معہود میں اگر بانکی پور نہیں پڑتا بلکہ اس میں پھیر اور صرف زائد ہے جیسے زید نے گیا سے اپنی حاجت کے لئے اختیار کیا تو قدر زیادت کا واپس دینا تو ہو گا ہی، اور اظہر یہ ہے کہ گیا سے بانکی پور تک کا کل کرایہ واپس دے کہ یہ سفر اس کا اپنی غرض کے لئے تھا،

ففی الدر المختار من متفرقات البیوع المرأۃ اذا کفنت بلا اذن الورثۃ

تو در مختار کے متفرقات البیوع میں ہے، بیوی نے ورثاء کی اجازت کے بغیر خاوند کو کفن دیا اور وُہ

Marfat.com

کفن مثلہ رجعت فی الترکۃ ولو اکثر
لا ترجع بشیئ قال رحمہ اللہ تعالٰی
ولو قیل ترجع بقیمۃ کفن
المثل لا یبعد اھ وفی وجیز
الکردری لا ترجع وان قیل
ترجع بقدر کفن المثل فلہ
وجہ اھ[1] وفی الخلاصۃ لا ترجع
بقدر کفن المثل ایضا
فان قال قائل ترجع بقدر
کفن المثل فلہ وجہ اھ[2]
وفی وصایا التنویر والدر
لو زاد الوصی علی کفن
مثلہ فی العدد ضمن الزیادۃ
وفی القیمۃ وقع الشراء
لہ وحینئذ ضمن ما دفعہ من
مال الیتیم ولوالجیۃ اھ[3]
وفی العقود الدریۃ فی معین المفتی
اذا زاد فی عدد الکفن ضمن
الزیادۃ فان زاد فی قیمۃ الکفن
ضمن الکل کذا فی السراجیۃ

کفن بازاری قیمت کے مساوی تھا تو ترکہ سے
اس کی قیمت واپس لے سکے گی، اور اگر بازاری
قیمت سے زائد گیا تو کچھ بھی واپس نہ لے سکے گی"
اور اللہ تعالٰی ان پر رحم فرمائے انھوں نے فرمایا
اگر کہا جائے کہ مثلی قیمت میں رجوع کر سکتی ہے
تو بعید نہ ہوگا، اھ۔ اور وجیز الکردری میں ہے کہ
زائد قیمت کی صورت میں رجوع نہیں کر سکتا اور
اگر یہ کہا جائے کہ مثلی قیمت تک رجوع کر سکتا ہے
تو اس کی وجہ ہو سکتی ہے اھ، اور خلاصہ میں ہے
کہ مثلی کفن تک بھی رجوع نہیں کر سکتی، اور اگر
کوئی یہ کہے کہ مثلی کفن تک رجوع کر سکتی ہے تو
اس کی وجہ ہے اھ، اور تنویر الابصار اور درمختار
کے وصایا کے بیان میں ہے کہ اگر وصی نے کفن
کی تعداد میں زیادتی کی تو زائد کا ضامن ہوگا اور یہ عدد مثلی کفن کی
قیمت میں خرید ہوا تو خرید اسکی ہوگی اور اس وقت اس کی خرید
میں یتیم کا جتنا مال خرچ ہوا اس کا ضامن ہوگا،
ولوالجیہ اھ۔ اور عقود الدریہ میں ہے کہ معین المفتی
میں فرمایا اگر کفن کے عدد میں زیادتی کی ہو تو صرف
زیادتی کا ضامن ہوگا اور اگر قیمت زائد دی ہو
تو کل قیمت کا ضامن ہوگا، ایسے ہی سراجیہ میں ہے"

---

[1] درمختار کتاب البیوع باب المتفرقات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۵۲
[2] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الوصایا الفصل الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۴۳۹
[3] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الوصایا الفصل الرابع مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/۲۳۶
[4] درمختار شرح تنویر الابصار باب الوصی مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۳۷

Marfat.com

قلت وقد علله بانه اذا زاد فی القیمة یکون مشتریا لنفسه وھو ضامن لمال المیت اھ نھج النجاة من الوصایا ، ووجه کونه مشتریا لنفسه ان الوصی اذا زاد فی القیمة صار متعدیا فی الزیادة وھی غیر متمیزة فیکون مشتریا لنفسه متبرعا فی تکفینه بخلاف ما اذا زاد فی عدد الکفن فانه یضمن الزیادة فقط لانھا متمیزة[1]

میں کہتا ہوں اس کی علت انھوں نے یہ بیان کی ہے کہ قیمت جب زائد دی تو وہ خریدار اپنے لئے ہوا اور میّت کے مال کا ضامن ہوا، اھ نہج النجاۃ من الوصایا۔ اس کے ذاتی خریدار بننے کی وجہ یہ ہے کہ وصی نے جب قیمت زائد دی تو اس مقدار میں وہ متعدی ہوا جبکہ اس مقدار کا قیمت میں امتیاز نہیں تو تمام قیمت اس کی ذاتی خریداری میں صرف ہوئی، اور یہ کفن اس کی طرف سے بطور تبرع ہوگا بخلاف کہ جب عدد میں زیادتی کرے تو صرف زائد عدد کا ضامن ہوگا کیونکہ یہ زائد ممتاز ہے۔ (ت)

واپسی کے یکّوں اور قُلیوں کا کرایہ زید پر ہے، یُونہی گیا سے بانکی پور جانے میں جو یکّہ اسٹیشن تک آیا اسٹیشن سے بانکی پور تک گیا یا قلی کو دیا ہو کہ یہ اس کا اپنا ذاتی سفر ہے سہسرام سے گیا تک جانا جبکہ موضع مقصود تک جانے میں بہرحال تھا اور اُس تک وہ موضع مقصود کی نیّت سے گیا اور ضرورت جو مانع سفر و موجب رجوع ہوئی صحیح ضرورت و مجبوری تھی تو اتنا کرایہ واپس نہ دے گا ریل، یکہ، قلی، کسی کا۔ کہ یہاں تک ان کے اذن سے ان کے کام میں صرف ہوا، اور اگر اپنا کوئی کام پیش آیا جو قطع سفر کے لئے عذر شرعی نہ ہوسکتا ہو اُس کے لئے چھوڑ دیا تو اس کے مناسب کوئی جزئیہ اس وقت خیال میں نہیں اور ظاہر یہ کہ اب بھی سہسرام سے گیا تک کا کرایہ واپس کرنا نہ ہوگا کہ جس وقت صرف ہوا جائز طور پر ہُوا اور وہ اجیر نہ تھا کہ کام نہ ہونے سے اجرت نہ پائے کہ اتمام سفر اس پر واجب نہ تھا تو قطع جائز سے وہ صرف کہ جائز واقع ہوا ناجائز و مضمون نہ ہوجائے گا، یکہ جس پر بلانے والا اجازت لینے گیا اور تارکہ اس نے دیا اگرچہ زید کے کہنے سے دیا، یہ زید پر نہیں، جتنا روپیہ واپس کرنا ہو اس کی فیس منی آرڈر اسی روپیہ سے دے کہ وہ اس کے ہاتھ میں امانت ہے اور رَدِّ امانت کی مؤنت امین پر نہیں۔ عالمگیریہ میں ہے،

مؤنة رد الودیعة علی المالك لاعلی المودع کذا فی السراجیة[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

امانت واپس کرنے کا خرچہ مالک پر ہے نہ کہ مودع پر۔ سراجیہ میں یُوں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] العقود الدریۃ کتاب الوصایا باب الوصی ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۳۲۷

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الودیعۃ الباب العاشر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۳۶۲

Marfat.com

مسئلہ ۴۲ خادم نعمت خاکی بوڑاہا از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفرپور ۹ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کسی سے ہم نے کوئی چیز لی کہ لاؤ ہم بطور امانت رکھیں گے اور پھر بعد کو دے دیں گے اس میں سے کچھ غائب ہوگئی اور وہ شخص دینے والا طلب بھی نہیں کرتا ہے اب اس کے لئے قیامت میں نہ دینے پر جوابدہ ہوں گے یا نہیں، ہاں اس شے پر اس کا پتہ نشان مرقوم ہے۔

الجواب

اگر اس کی بے احتیاطی سے اُس میں سے کچھ غائب ہوگیا تو اس پر اُس کا تاوان لازم ہے بے اُس کے معاف کئے معاف نہ ہوگا اور اگر اس نے پوری احتیاط کی اور وہ شے کُل یا بعض جاتی رہی تو اس پر الزام نہیں بلکہ اُس کا تاوان لینا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۳ از شہر بانسمنڈی مسئولہ محمد صدیق بیگ ۲۵ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسلمان سے دوسرے مسلمان کی شے گُم ہو جائے تو اُس چیز کے دام لینا چاہئے یا نہیں؛

الجواب

اگر وہ شئ اس کے پاس امانت تھی اور اُس نے پوری احتیاط کی اور اتفاقاً گُم ہوگئی تو اس کا تاوان لینا حرام ہے، اور اس کی بے احتیاطی سے گُم ہوئی تو جائز ہے، اور اگر امانت محض نہ تھی مثلاً کوئی چیز خریدنی چاہی اور مول چکا کر اُسے دکھانے کے لئے لے گیا اور وہ گُم ہوگئی اُس کے دام دے گا اگرچہ بے احتیاطی نہ کی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

Marfat.com

کتابُ العاریّۃ

(عاریت کا بیان)

مسئلہ ۴۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک زمین بکر سے مول لی اور اسی زمین میں سے کچھ بکر کی باقی رہی ، ایک مکان زید کی زمین میں برضامندی زید کے بکر نے بنالیا جو زمین باقی رہی وُہ صحن بکر کا ہے ، جب زید نے اپنی زمین کو طلب کیا تو بکر قیمت دیتا ہے زمین نہیں دیتا ہے زید اس کے مکان کی قیمت دینے پر بھی آمادہ ہے اور پنچ بھی چاہتے ہیں کہ زمین کی قیمت زید کو دلادی جائے ۔ اس مسئلہ کی بابت عرض کیا جاتا ہے زید اپنی زمین لینا چاہتا ہے قیمت نہیں لینا چاہتا ۔ بیّنوا توجروا ۔

الجواب

صورت مذکورہ میں زید پر جبر نہیں ہوسکتا کہ وہ خواہی نخواہی اپنی زمین بیچ ڈالے اور قیمت لے لے پنچ اگر اس کا جبر اس پہ کریں گے خلافِ شرع اور ظلم ہوگا بلکہ حکم یہی ہے کہ زید کی زمین زید کو دے دی جائے رہا وہ مکان کہ بکر نے برضائے زید زمینِ زید میں بنایا اگر اس کے عملہ اکھیڑ لینے میں زمینِ زید کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا تو بکر مجبور کیا جائے گا کہ اپنا عملہ اکھیڑ لے اور زید کی زمین خالی کردے یا زید راضی ہو تو اپنا عملہ اس کے ہاتھ بیچ ڈالے اور اگر عملہ اکھیڑنے میں زمین کو ضرر پہنچے گا تو زید کو اختیار ہے کہ چاہے تو اپنے نقصان پر راضی ہوکر بکر کو جبر کرے کہ اپنا عملہ اکھیڑ کر زمین خالی کردے یا نہ چاہے تو عملہ خود لے لے

Marfat.com

اور اُس کی جو قیمت بازار کے بھاؤ سے اکھڑنے کی حالت میں ہوتی ہو وہ بکر کو دے دے، جس حالت میں عملہ اکھڑوادیا جائے جو نقصان اس اکھیڑنے سے عملے کو پہنچے زید پر اس کا کچھ تاوان نہیں مگر اس حالت میں کہ زید نے ایک مدت معیّن تک مکان بنانے کی اجازت دی ہو اور اس مدت کے گزرنے سے پہلے اکھڑوانا چاہے تو عملے کا نقصان دے گا۔ ہدایہ میں ہے:

اذا استعار ارضا لیبنی فیھا اولیغرس جاز وللمعیر ان یرجع فیھا و یکلفہ قلع البناء والغرس ثم ان لم یکن وقّت العاریۃ فلاضمان علیہ وان وقّت ورجع قبل الوقت صح رجوعہ ویکرہ و ضمن المعیر مانقص البناء والغرس بالقلع وذکر الحاکم الشھید انہ یضمن رب الارض للمستعیر قیمۃ غرسہ وبنائہ و یکونان لہ الا ان یشاء المستعیر ان یرفعھما ولا یضمنہ قیمتھما فیکون لہ ذٰلک لانہ ملکہ، قالوا اذا کان فی القلع ضرر بالارض فالخیار الی رب الارض لانہ صاحب الاصل[1] اھ باختصار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جب تعمیر یا پودے لگانے کے لئے زمین عاریتًا لی تو جائز ہے تو عاریتًا دینے والے مالک کو واپس لینے کا اختیار ہوگا اور عمارت اور پودے اکھاڑنے کی تکلیف دے سکتا ہے پھر عاریۃ کی مدت مقرر نہ کی ہو تو مالک پر کوئی ضمان نہ ہوگا اور اگر وقت مقرر کیا تھا اور وقت سے پہلے اس نے رجوع کیا تو رجوع صحیح ہے اور مکروہ ہے اور مکان و درخت اکھاڑنے کے نقصان کا ضامن ہوگا، اور حاکم الشہید نے ذکر فرمایا کہ زمین کا مالک اس صورت میں مستعیر کی عمارت اور درختوں کی قیمت کا ضامن ہوگا اور یہ اس کی ملکیت قرار پائیں گے، ہاں اگر مستعیر خود رکھنا چاہے تو اکھاڑلے اور زمین والے کو ضامن نہ بنائے تو ایسا کرسکتا ہے کیونکہ وہ خود نقصان کا ذمہ دار بنا ہے فقہاءِ کرام نے فرمایا اگر ان کے اکھاڑنے میں زمین کو نقصان ہو تو پھر اختیار زمین والے کو ہوگا کیونکہ وہی اصل کا مالک ہے، اھ۔ مختصرًا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۴۵ از شہر محلہ بہاری پور مرسلہ رضا علی صاحب ۲۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک چادر جو مُنگنی لی تھی یعنی بطور عاریت

---

[1] الہدایۃ کتاب العاریۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۲۸۰-۲۷۹

Marfat.com

چند روز کے لئے لی تھی اس کو زید نے بعد انقضاءِ مدت عاریت ایک امین آدمی کے ہاتھ چادر مذکور کو اصل مالک کے پاس بھجوا دیا بعد کو معلوم ہوا کہ وہ چادر جو زید نے امین آدمی کے ہاتھ بھجوا دی تھی اصل مالک کو نہیں ملی اس پر زید نے امین اول سے پوچھا کہ وہ چادر اصل مالک کو کیوں نہیں ملی، امین نے جواب دیا کہ میں اصل مالک کے مکان پر دے آیا ہوں اصل مالک تو مجھ کو نہ ملا تھا اس کے مکان کے اندر سے ایک لڑکا چھوٹا نکلا تب میں نے اس سے اصل مالک کو پوچھ کر کہ گھر میں ہے، اُس کے ہاتھ وہ چادر بھجوا دی ہے، اس بیان پر مالک نے اپنے لڑکوں کو امین کے روبرو پیش کیا کہ ان لڑکوں میں کس لڑکے کو دیا، میں نے سب لڑکوں کو دیکھ کر یہ کہا کہ ان میں وہ لڑکا نہیں ہے جس کو میں نے چادر دی ہے اصل مالک تو کہتا ہے کہ چادر میرے پاس نہیں پہنچی، اور امین کہتا ہے کہ چادر میں دے آیا، اور امین کے پاس اس امر کا ثبوت محض ایک طالب علم بالغ کی شہادت ہے۔ اس صورت میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ چادر کا شرعی فیصلہ کیا ہے یعنی اس کا تاوان امین پر ہے یا زید پر جس نے چادر عاریت لی تھی یا کسی پر نہیں، مالک کو صبر کرنا چاہئے۔

الجواب

شخص متوسط جبکہ ایک چھوٹے لڑکے کو چادر دے آیا جسے یہ بھی نہ جانا کہ مالک چادر کا بیٹا ہے، نوکر ہے، اسی گھر میں رہتا بھی ہے یا دوسری جگہ سے آیا ہوا، یا راہ چلتا ہے، تو بیشک چادر ضائع کرنے کا اس پر الزام ہے اور اس پر بہرحال تاوان لازم، اگر وہ چادر اشیائے نفیسہ میں سے تھی جب تو ظاہر کہ ایسی چیز خاص مالک کے ہاتھ میں دینے سے صحیح واپسی ہوتی ہے، تنویر الابصار میں ہے:

ان رد المستعیر الدابة مع عبدہ او اجیرہ مشاھرۃ او مع عبد ربھا او اجیرہ بریٔ بخلاف نفیس[1] (ملخصًا)

اگر مستعیر نے جانور اپنے غلام یا ماہانہ اجیر کے ہاتھ واپس کیا یا مالک کے غلام اور اجیر کے ہاتھ واپس دیا تو بری ہوگا بخلاف کسی نفیس چیز کے (ملخصًا)۔ (ت)

اور اگر ایسی نہ بھی تھی تو غیر نفیس اشیاء کی واپسی بھی اس وقت معتبر ہے کہ اُس کے غلام یا نوکر یا اہل وعیال میں سے کسی کو دے یا اس کے گھر میں حفاظت کی جگہ رکھ دے، ناواقف انجان صغیر السن کو دے دینا کسی عاریت میں متعارف نہیں۔ غایۃ البیان میں ہے:

قال الحاکم الشھید فی الکافی ردالمستعیر الدابة فلم یجد صاحبھا

حاکم الشہید نے کافی میں فرمایا، مستعیر نے جانور واپس کیا تو مالک کو وہاں نہ پایا کہ مالک کی حویلی میں

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب العاریۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۵۷

Marfat.com

فربطها فی دار صاحبها الی معلفها فضاعت قال ھو ضامن لہا فی القیاس و لکن استحسن ان لا اضمنہ، الی ھذا لفظ الحاکم۔ وجہ القیاس انہ لم یوجد الرد الی المالک وجہ الاستحسان انہ اتی بالتسلیم للمعتاد بہ بین الناس لان الناس یستعیرون الدواب فیردونہا الی اصطبل المالک، و الجیران یستعیرون اٰلۃ البیوت ویردونہا الیٰ دار صاحبہا ویسلمونہا الیٰ من فیہ دون صاحب الدار فلو رد الی المالک کان المالک ایضا یحفظہا بھذا المکان فقد اسقط عنـع المستعیر کلفۃ زائدۃ، فترک القیاس بالعادۃ ولہذا قال مشائخنا لوکانت العاریۃ عقد الجوھر لم یجز ان یردھا الا الی المعیر لان العادۃ لم تجر بطرحہ فی الدار و لا دفعہ الی الغلام۔[1]

گھرلی پر باندھ دیا تو ضائع ہوگیا تو انھوں نے فرمایا قیاس میں تو ضامن ہوگا ولیکن میں استحسان کرتے ہوئے ضامن نہ بناؤں گا، یہاں تک حاکم کے الفاظ ہیں، قیاس کی وجہ یہ ہے کہ مالک کو جانور واپس نہیں پہنچا، اور استحسان کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی عادت کے اعتبار سے واپس کر دیا ہے کیونکہ لوگوں میں عادت ہے کہ جانوروں کو عاریۃً لے جاتے ہیں اور واپس مالک کے اصطبل میں چھوڑ جاتے ہیں اور پڑوسی حضرات گھر کے آلات مانگ کر لے جاتے ہیں اور مالک کے گھر واپس چھوڑ جاتے ہیں اور مالک کا غیر جو بھی گھر میں ہو اس کو دے جاتے ہیں اور اگر مالک کو دیا جائے تو بھی اسی مکان میں حفاظت کے طور پر رکھتا ہے تو گھر میں واپس کرنے پر مستعیر نے مالک کو مزید تکلیف سے بچایا، تو حاکم شہید نے قیاس کو عادت کی وجہ سے ترک کر دیا، اسی لئے ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اگر عاریہ جواہر کا ہار ہو تو پھر مالک کے بغیر کسی اور کو واپسی جائز نہیں کیونکہ ایسی چیز کے متعلق گھر میں چھوڑ جانے یا غلام کو دی جانے کی عادت جاری نہیں ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

وذٰلک لان العبد صالح

یہ اس لئے کہ غلام حفاظت کا اہل ہے

ع: فی الاصل ھکذا واظنہ عنہ (اصل میں اسی طرح ہے اور میرے گمان کے مطابق یہ لفظ "عنہ" ہے۔ ت)

---

[1] غایۃ البیان

Marfat.com

للفظ[ع۵] کالمربوط اذا ردها الی المربط لایضمن کذا ھذا بخلاف ما اذا ردھا الی الارض لان الارض لیست بصالحۃ للحفظ[۱]

جیساکہ اصطبل ہے تو جب اصطبل میں باندھ جائے تو ضیاع پر ضامن نہ ہوگا اور یہاں بھی ایسے ہے بخلاف جب اس کی زمین پر چھوڑ جائے کیونکہ زمین حفاظت کی اہل نہیں ہے۔ (ت)

رہا زید، اگر یہ متوسط اُس کا نوکر یا اس کی عیال میں تھا اور اس نے ایسی بے احتیاطی کو اس سے نہ کہہ دیا تھا کہ مالک یا اُس کا معتمد ملے نہ ملے کوئی بھی پاؤ پھینک کر چلے آنا بلکہ یہ بے احتیاطی اُس متوسط نے خود کی تو زید پر کوئی تاوان نہیں اور اگر ختم مدت عاریت کے بعد اجنبی کے ہاتھ بھیجی تو بیشک یہ بھی زیر مطالبہ تاوان ہے یونہی اگر اس کے کہے سے وہ بے احتیاطی ہوئی اگرچہ وہ متوسط اُس کا بیٹا یا نوکر ہی ہو، ان دونوں صورتوں میں مالکِ چادر کو اختیار ہے چاہے زید سے تاوان لے چاہے اس متوسط سے۔ تنویر الابصار میں بعد عبارتِ مذکورہ ہے:

بخلاف الردمع الاجنبی بان کانت العاریۃ موقتۃ فمضت مدتہا ثم بعثہا مع الاجنبی[۲]

بخلاف جبکہ اجنبی کے ہاتھ واپس کرے اس طرح کہ عاریہ مقررہ وقت کے لئے ہو تو وقت گزر جانے پر عاریہ کو اجنبی کے ہاتھ بھیج دے۔ (ت)

ہندیہ میں ہے:

ستورے عاریت خواست وکس فرستاد تا از نزد معیر بیارد مامور ستور را در راہ بگذاشت وھلک یضمن المامور ولا یرجع علی الامر اذا لم یکن مامورا من جہتہ وھذا اذا کانت تنقادمن غیر رکوب

کچھ پردے کسی سے مانگے اور ایک شخص کو مالک کے پاس پردے لینے بھیج دیا تو اس شخص نے پردے راستہ میں رکھ دئے وہ ضائع ہوگئے تو مامور شخص ضامن ہوگا اور وہ ضمان میں آمر پر رجوع نہ کرے گا جبکہ مستعیر کی طرف سے یہ راستہ میں رکھنے پر مامور نہ تھا یہ صورت وہ ہے کہ

ع۵ فی الاصل ھکذا واظنہ للحفظ (اصل میں اس طرح ہے اور میرے گمان کے مطابق یہ لفظ "للحفظ" ہے۔ ت)

[۱] غایۃ البیان

[۲] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب العاریۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۵۷

Marfat.com

فان کانت لاتنقاد الا بالرکوب لا یضمن کما فی الفصول العمادیة[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

پردوں کو اٹھانے میں سواری کی ضرورت نہ ہو، اگر وہ ایسے ہیں کہ سواری کے بغیر منتقل نہیں ہوسکتے تو پھر مامور شخص ضامن نہ ہوگا۔ فصول العمادیہ میں یوں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الودیعۃ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۶۷

Marfat.com

کتاب الھبۃ

(ہبہ کا بیان)

مسئلہ ۴۶ از ریاست رامپور محلہ موتی خاں مرسلہ طوطا رام ۲۷ شوال ۱۳۳۶ھ

زید نے اپنی کل جائداد مملوکہ مقبوضہ اپنے بھتیجے کے نام تملیک کرا کر اُس کو مالک و قابض کرادیا اور دستاویز میں لکھ دیا کہ جائداد تملیک شدہ کو میں نے اپنی ملکیت سے خارج کر دیا اور مجھے اور میرے کسی وارث کو اُس میں دعویٰ نہ رہا، جس وقت زید نے یہ دستاویز لکھی تھی اس وقت سے اُس کے مرنے کے وقت تک زید کی کوئی اولاد ذکور یا اناث موجود نہ تھی بس چار بھتیجے اور ایک نواسہ تھا اب بعد وفات زید نواسہ دعویٰ کرتا ہے کہ دستاویز تملیک نامہ کے ذریعہ سے جو جائداد زید نے ایک بھتیجے کے نام منتقل کی تھی وہ قابل جواز و نفاذ کے نہیں ہے اور وہ جائداد مندرجہ دستاویز تملیک نامہ ملکیت زید قرار دی جائے اور متروکہ قائم ہو کر اس میں وراثت جاری کی جائے، دوسرا فریق کہتا ہے کہ جب زید اپنی زندگی میں اس کو بذریعہ دستاویز تملیک منتقل کر گیا اور لکھ گیا کہ اس میں میری ملکیت باقی نہیں رہی تو وہ زید کی ملکیت قرار پا کر اس کا متروکہ قائم نہیں ہوگا نہ اس میں وراثت جاری ہوگی، شریعت اسلام کے بموجب ایسی صورت میں کیا ہوگا؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

تملیک عین بلا عوض ہبہ ہے اور ہبہ بعد قبضہ تام پھر بعد موت احد العاقدین مطلقاً لازم اگرچہ

Marfat.com

موہوب لہ اجنبی ہو اور بھتیجے کے نام تو فی الحال لازم، لہذا وہ جائداد بشرط قبضہ تامہ ملک موہوب لہ ہے، وارثان واہب کا اس پر دعوٰی باطل ہے،

ولنا رسالۃ فی تحقیق ھذا المرام سمیناھا فتح الملیك فی حکم التملیك من اختلج فی صدرہ شیئ فلیطالعھا۔

اس مقصد کی تحقیق میں ہمارا ایک رسالہ ہے اس کا نام ہم نے فتح الملیك فی حکم التملیك رکھا ہے، اس مسئلہ میں کسی کو شبہ ہو تو وہ اس رسالے کا مطالعہ کرے۔ (ت)

تنویر الابصار میں ہے:

الھبۃ ھی تملیك العین مجانا۔[1]

ہبہ، مفت میں عین چیز کا کسی کو مالک بنانا ہے۔ (ت)

اسی میں ہے: وتتم بالقبض۔[2] (اور قبضہ دینے پر تام ہوجاتا ہے۔ ت) اسی میں ہے:

ویمنع الرجوع فیھا موت احد المتعاقدین والقرابۃ فلو وھب لذی رحم محرم منہ ولو ذمیا او مستامنا لا یرجع۔[3] (باختصار)۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ہبہ کے دونوں فریقوں میں سے کسی ایک کی موت اور قرابت ہونا، ہبہ میں رجوع (واپس لینے) کے لئے مانع ہے، تو اگر اپنے ذی محرم کو ہبہ کیا اگرچہ وہ محرم ذمی یا مستامن ہو تو رجوع نہ کرسکے گا۔ (باختصار)۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۷: از مارہرہ مطہرہ مرسلہ سیدنا سید ابو الحسین نوری میاں صاحب دامت برکاتہم ۱۲۹۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید مالک اصلی نے اپنے پسر عمرو کو دو باغ دیئے پھر بعد چند روز کے عمرو سے واپس لے کر بکر اور خالد پسر عمرو کو دیئے یعنی پہلے خانہ ملکیت دفتر حاکم میں نام عمرو کا قائم کرایا اور عمرو باذن واہب اس پر قابض ہوا اور محاصل اُس کا لیتا رہا اور احداث واشجار وغیرہا ہر طرح کا تصرف کرتا رہا پھر عمرو سے واپس کرکے یعنی عمرو کا خانہ ملکیت دفتر حاکم

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الہبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۵۸
[2] ” ” ” ” ” ۲/ ۱۵۹
[3] ” ” ” باب الرجوع فی الہبۃ ” ۲/ ۶۳-۱۶۱

Marfat.com

سے علیحدہ کرا کے بکر اور خالد کا نام اُس خانہ میں قائم کرایا اور وُہ باغ ان دونوں کو عطا کئے اور عمرو نے جو یہ فعل اُس کی غیبت میں ہُوا تھا وقت اپنی حاضری کے بطوع و رغبت جائز رکھا اور کچھ تعرض نہ کیا مگر اُس کے محاصل پر عمرو بدستور متصرف رہا اور تمتع ہر نوع کا اُن باغات سے اٹھاتا رہا، اور بکر و خالد نے بر بنا اُس انبساط و اتحاد کے کہ انھیں عمرو کے ساتھ تھا اس امر کا تعرض عمرو سے نہ کیا اور پٹہ جات اُن باغات کے بکر اور خالد کے نام سے ہوتے رہے، گاہے بکر پٹہ کر دیتا ہے گاہے خالد، گاہے دونوں کی طرف سے عمرو بقلمِ خود لکھ دیتا ہے، گاہے عمرو خود اپنے نام سے لکھ دیتا تھا، ان امور میں کبھی کوئی ایک دوسرے سے معترض نہ ہوتا اور اسی طرح مختلف طور سے رسیدات پٹہ داروں کو بابت زر اقساط محاصل ملا کرتے تھے، اگرچہ زر اقساط صرف عمرو تحصیل کرتا اور اسی کے تصرف میں آتا، پھر بعد چند روز وقت بندولبست حال جو منجانب حکام ہوا بدستور خانۂ ملکیت دفتر حاکم میں نام بکر و خالد قائم رہا یعنی انھیں دونوں کے نام سے زید مالک اصلی نے وُہ باغات دفتر بندولبست میں قائم کرائے اور اس امر کو عمرو نے بھی پھر بدستور جائز رکھا بلکہ خود تصدیق بھی دفتر میں اس امر کی کر دی کہ بکر و خالد ان باغات کے مالک ہیں مگر پھر بھی محاصل باغات وہی عمرو بدستورِ قدیم پاتا رہا اور باغات اسی کے زیرِ تصرف رہے اور بکر و خالد نے اُسی اتحاد و یک جہتی کے سبب سے کوئی اعتراض پھر بھی اس امر پر نہیں کیا اور نہ معترض ہوئے، اور گاہے گاہے محاصل ایک باغ کا خالد بھی لیتا رہا اور گاہ گاہ ایک باغ میں خود بھی زراعت بطور شیر کر لیتا تھا مگر بکر نے کبھی نہ محاصل پایا اور نہ کبھی زراعت بطور شیر کی بلکہ خود ہی کبھی قصد بھی نہ کیا اور اگر اس امر کا کبھی ذکر بھی آیا تو عمرو نے جواب دیا مالک تم ہو مگر تمھیں چنداں حاجت نہیں ہے اور میرا خرچ زائد ہے اور معاش کم، یہ محاصل میری ہی تصرف میں رہنے دو، بکر نے اسے یکجہتی کی بنا پر منظور رکھا پھر بعد چند مدت کے بکر نے محاصل نصفی ان باغات کا لینا چاہا اور عمرو سے تعرض کیا تو عمرو مانع آیا غرضکہ بعد گفتگوئے بسیار عمرو نے یہ استدعا کی کہ بکر نصف سے ثلث لے لے یعنی کل میں جو نصف اس کا ہے اس میں وہ ثلث پر اقتصار کرے اور باقی اپنے طور پر خالد کیلئے چھوڑ دے، بکر نے بغرض قطع نزاع اپنے حق سے اس قدر نقصان گوارا کیا اور عمرو سے کہا ہم دونوں یعنی بکر و خالد کہ مالک باغات ہیں آپس میں فیصلہ کر لیں گے، چنانچہ اس امر پر باہم رضامند ہو کر تصفیہ ہو گیا یعنی درمیان بکر و خالد کے یہ صلح باستدعائے عمرو واقع ہوئی کہ ایک ثلث بکر لے لے اور دو ثلث خالد فرزند عمرو کو چھوڑ دے چنانچہ اس صلح کا اقرار نامہ بکر و خالد کی طرف سے بہ ثبت گواہی عمرو بنام ایک حکم ثالث کے تحریر ہوا اور ثالث نے بموجب اقرار نامۂ فریقین فیصلہ لکھ دیا کہ ایک ثلث بکر لے لے اور دو ثلث خالد اور اسے بموجب سوالات داخل خارج حکامِ وقت کے یہاں گزر گئے اور بر بنا اس صلح کے فصل ربیع و خریف گزشتہ

Marfat.com

کا ایک ثلث بکر نے پایا، ہنوز معاملہ داخل خارج ختم نہ ہوا تھا کہ پھر بعد چند روز کے عمرو مع خالد پسر اپنے کے اس سے اعراض کر کے بکر کو اخذ محاصل ثلث سے مانع آئے اور دربارہ داخل خارج کے عمرو نے سوال دے دیا کہ مالک اصل میں ہوں ہمیشہ سے محاصل میں پاتا رہا ہوں بکر کوئی چیز نہیں ہے اور نہ خالد نام میرا خانہ ملکیت میں بجائے دونوں کے داخل ہو جائے اور اپنے بیٹے خالد کو راضی کر کے اُس سے سوال دلا دیا کہ واقع میں عمرو مالک ہے میں برائے نام ہوں چنانچہ حکام وقت نے نام دونوں کا خانہ ملکیت سے اپنے دفتر میں سے خارج کر کے نام عمرو کا قائم کر دیا، پس اس صورت میں بکر کا یہ سوال ہے کہ آیا حق میرا قائم رہا یا نہ رہا، اور اگر رہا تو کس حساب سے؟ آیا نصفی بموجب عطائے قدیم زید مورث اصلی یا ثلث بموجب صلح حال کے یا دونوں صورت کا حق نہ رہا۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب، جبکہ حضرت مالک اصلی نے وہ باغ عمرو کو عطا فرما دیئے تھے اور عمرو نے ان پر قبضہ کامل پایا تھا کہ احداث و اشجار وغیرہا ہر طرح کا تصرف کرتے اور اس کی تحصیل و تشخیص فرماتے رہے تو وُہ باغ مِلکِ مالکِ اصلی سے نکل کر ملکِ عمرو میں آئے اور اب مالک حقیقی عمرو قرار پائے بعدہ جب غیبتِ عمرو میں مالک اول نے نام عمرو خانۂ ملکیت سے خارج کر کے نام بکر و خالد داخل فرمایا اور وہ باغ انھیں عطا فرما دیئے تو یہ ہبہ ہبہ ملک غیر ٹھہرا اور اجازت عمرو پر موقوف رہا، پھر جب عمرو نے بعد حضور اس امر کو بطوع رغبت جائز رکھا ہبہ اگرچہ صحیح ہو گیا ہو مگر اس کے تمامی اور بکر و خالد کے ثبوت ملک محل کلام ہے اگر ہبہ ان دونوں حضرات کو مشاعًا تھا یعنی ہر باغ دونوں صاحبوں کو مشترکہ عطا فرمایا گیا جب تو ناتمامی ہبہ و عدم ثبوت ملک موہوب لہما ظاہر ہے کہ واہب حقیقی یعنی عمرو نے اب تک تقسیم کر کے مجوزاً ممیزاً تسلیم نہ کی،

فی تنویر الابصار وتتم بالقبض فی یدہ محوز مقسوم ومشاع لایقسم لا فیما یقسم فان قسمہ وسلمہ صح اھ ملخصا، وقلت وھبۃ المشاع قیل فاسدۃ فیثبت بھا الملک

تنویر الابصار میں ہے ہبہ ایسے قبضہ سے تام ہوتا ہے جو تقسیم ہو کر محفوظ ہو جائے، اور غیر منقسم جس کی تقسیم کی ضرورت نہیں ہے، اور وہ غیر منقسم ہے جس کی تقسیم کرنی ہو وہ قبضہ سے تام نہ ہوگا ہاں اگر اس کی تقسیم کر دی اور قبضہ میں دے دیا تو صحیح ہے اھ ملخصاً۔ میں کہتا ہوں مشاع یعنی

؎ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الھبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۵۹

Marfat.com

للموهوب له اذا قبضه كذلك شائعا لكن ملكا خبيثا واجب الرد قائما والضمان هالكا وبه افتى البعض والحق انه لايثبت بها الملك اصلا مالم يسلم مقسوما هو الصحيح المعتمد كما حققه فی رد المحتار وبه افتى الجم الغفير وهو ظاهر الرواية عن ائمتنا الثلثة فعليه التعويل۔ والله تعالٰی اعلم۔

غیر منقسم کا ہبہ بعض کے نزدیک فاسدہ ہے لہذا اس پر قبضہ سے موہوب لہ کی ملکیت ثابت ہوجائیگی جبکہ اس نے اسی مشاعی حالت میں قبضہ کیا ہو تاہم یہ ملکیت خبیثہ ہوگی موجود رہنے کی صورت میں واجب الرد اور ہلاک ہونے کی صورت میں قابلِ ضمان ہوگی، اسی قول پر بعض نے فتوٰی دیا ہے جبکہ حق یہ ہے اس پر قبضہ سے ملکیت ہرگز ثابت نہ ہوگی جب تک اس کو تقسیم کرکے نہ دیاجائے یہی صحیح اور قابل اعتماد ہے جیسا کہ ردالمحتار میں اس کی تحقیق فرمائی اور اسی پر جم غفیر نے فتوٰی دیا ہے اور ہمارے تینوں ائمہ کرام سے یہی ظاہر الروایت ہے تو اسی پر اعتماد ہے۔ (ت)

اور اگر ایک ایک باغ ہر موہوب لہ کو جداگانہ دیا گیا تھا تاہم اس قدر تقریر سوال سے ظاہر کہ جس طرح وہ باغ اس ہبہ سے پہلے قبض و تصرف عمرو میں تھے یونہی بعد ہبہ رہے اور آج تک عمرو نے اپنا ہاتھ اُن پر سے نہ اٹھایا اور کسی دن بکر و خالد کے قبضہ میں تسلیم نہ کیا اگرچہ رسید و پٹہ جات گاہے بکر و خالد بھی اپنی طرف سے تحریر فرمایا کرتے رہے ہوں کہ جب تک عمرو کا رفع ید اور قبضہ حضرات موہوب لہما میں تسلیم ثابت نہ ہو ہبہ ہرگز تمام اور تملک موہوب لہما ثابت نہیں ہوسکتا۔

فی الهندية ومنها ان يكون الموهوب مقبوضا حتى لايثبت الملك للموهوب له قبل القبض[1] انتهى ومثله فی الهداية وغيرها۔

ہندیہ میں ہے ایک صورت ان میں سے یہ ہے کہ کہ موہوب کسی کے قبضہ میں ہو تو اس پر موہوب لہ کی ملکیت نہ ہوگی جب تک قبضہ نہ کرلے اھ، اسی کی مثل ہدایہ وغیرہ میں ہے۔ (ت)

مانا کہ کسی وقت حضرات موہوب لہما یا ان میں سے ایک کا وضع ید ثابت بھی ہوجائے مگر عمرو کا رفع ید ہرگز پایہ ثبوت تک نہیں پہنچا، اور یہ شرط اول ہے،

الاترى لو وهب دارا وسلمها حتى وضع الموهوب له يده عليها

آپ دیکھیں کہ اگر مکان ہبہ کیا اور سونپ بھی دیا اور موہوب لہ نے قبضہ میں لے لیا حالانکہ مکان ابھی

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الہبہ الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۷۴

Marfat.com

وکانت الدار مشغولۃ بمتاع الواھب لم تتم الھبۃ لعدم ارتفاع ید الواھب فلم یکمل القبض وفی رد المحتار ان کان الموھوب مشغولا بحق الواھب لم یجز کما اذا وھب السرج علی الدابۃ لان استعمال السرج انما یکون للدابۃ فکانت للواھب علیہ ید مستعملۃ فتوجب نقصانا فی القبض[1]

واہب کے سامان میں مشغول ہے تو ہبہ تام نہ ہوگا کیونکہ واہب کا قبضہ ابھی ختم نہیں ہوا، تو موہوب لہ کا قبضہ تام نہ ہوا، ردالمحتار میں ہے اگر موہوب ابھی واہب کے حق میں مشغول ہے تو جائز نہ ہوگا مثلاً کوئی شخص گھوڑے پر لگی کاٹھی کسی کو ہبہ کرے کیونکہ کاٹھی کا استعمال جانور پر ہوتا ہے تو واہب کا ابھی قبضہ باقی اور زیر استعمال ہے تو اس سے قبضہ میں ابھی نقص باقی ہے۔ (ت)

بالجملہ عمرو جب تک اپنا قبضہ بالکلیہ اٹھا کر موہوب لہما کو قبض کامل نہ کرادے ہبہ ہرگز تمام نہ ہوگا اور موہوب ملک عمرو سے باہر نہ آئے گا، اسی طرح عمرو کا متعدد پیرایوں میں ملکیت بکر و خالد کا اقرار دیانۃً کچھ مفید نہیں کہ یہ اقرار صرف بربنائے ہبہ ہے کما لایخفٰی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) اور بہ سبب ناتمامی یہ ہبہ شرعاً مثبت ملک نہ ہوا تو عنداللہ اقرار غلط کہ شرعاً وجہ صحت نہیں رکھتا اثبات ملک کے لئے کافی نہ ہوگا،

فی الدرالمختار لواقر کاذبا لم یحل لہ لان الاقرار لیس سببا للملک نعم لوسلمہ برضاہ کان ابتداء ھبۃ وھو الاوجہ[2] بزازیۃ اھ فی حاشیۃ الطحطاویۃ قولہ لم یحل لہ ای لایجوز لہ اخذہ جبرا دیانۃ کاقرارہ لامرأتہ بجمیع مافی منزلہ ولیس لہا علیہ شیئ[3] انتھی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے اگر مالک کسی کے لئے ہبہ کا جھوٹا اقرار کرے تو مقرلہ کے لئے وہ حلال نہیں ہوگا کیونکہ اقرار دوسرے کی ملکیت کا سبب نہیں ہے ہاں اگر بعد میں اپنی رضا سے اس کو قبضہ دے دے تو یہ نیا ہبہ ہوگا، یہی وجہ قابل اعتبار ہے' بزازیہ' حاشیہ طحطاوی میں ہے ماتن کا قول ''مقرلہ کیلئے حلال نہیں'' یعنی اس کو دیانتاً جبراً قبضہ کا حق نہیں ہے، جیسے کوئی شخص گھر کے تمام سامان کا بیوی کے حق میں اقرار کرے حالانکہ بیوی کا کوئی حق خاوند کے ذمہ نہیں ہے اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الہبۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۵۱۰
[2] درمختار کتاب الاقرار مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۳۰
[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار " دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۳۲۷

Marfat.com

مسئلہ ۴۸ از بڑودہ مرسلہ جناب نواب سید نورالدین حسن خاں بہادر ۱۳۰۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حمیدہ نے اپنے بیٹے محمود بن حمید کی شادی رشیدہ بنت سعید سے کی اور ۲۷ محرم الحرام ۱۲۷۸ھ کو محمود کی طرف سے بدعوی ولایت ایک دستاویز میں جائداد موروثی محمود کا تملیک نامہ بنام رشیدہ مع دیگر چند شروط لکھ دیا، جب محمود بالغ ہوا ۲۵ ذیلقعدہ ۱۲۸۵ھ کو اس نے دستاویز نوشتہ حمیدہ کی تسلیم وقبول کے ساتھ ازسرنو ایک وثیقہ انھیں شروط پر متضمن تحریر کیا جس کے عنوان میں خلاصۂ عبارت یہ ہے:

"اقرار صحیح شرعی می نمایم بریں معنی کہ والدہ ماجدہ عقد من بار شیدہ بنت سعید بستہ و دستاویز از طرف منمقر وکالۃً نوشتہ داد دراں حین بحد بلوغ نہ رسیدہ بودم اکنوں دستاویز مذکور را مسلم و قبول داشتہ باز اصالۃً شروط چند نوشتہ میدہم۔"

میں صحیح شرعی اقرار کرتا ہوں کہ میری والدہ ماجدہ نے میرا نکاح رشیدہ بنت سعید سے کیا اور مجھ مقر کی طرف سے وکالۃً انھوں نے ایک دستاویز لکھ کر دی جبکہ میں ابھی بلوغ کی حد کو نہ پہنچا تھا، اب اس دستاویز مذکورہ کو تسلیم اور قبول کرتا ہوں نیز اصالۃً چند شرائط لکھ کر دے رہا ہوں۔ (ت)

پھر شرط سوم میں خلاصۂ مضمون ان الفاظ سے ہے:

"از آمدنی موضع پوناگاؤں وغیرہ واقع بندر سورت بعد اخراج سہم شرعی والدہ صاحبہ کہ ثمن است باقی انچہ کہ حصہ جاگیر موروثیم باندازہ مبلغ پنج ہزار روپیہ بمن می رسد مالکش مسماۃ رشیدہ مع اولاد بطناً بعد بطنٍ است از روز عقد نکاح از آمدنی حصہ موروثیم مسماۃ مذکورہ در قبض وتصرف خود درآرد و دراں منمقر و وارثانم را دعوٰی وحقے نیست و نماندہ است۔"

سورت بندرگاہ میں واقع موضع پوناگاؤں وغیرہ کی آمدنی سے اپنی والدہ کے شرعی حصہ جو کہ آٹھواں ہے کو نکال کر باقی اپنے موروثی جاگیر کے حصہ مبلغ پانچ ہزار اندازاً جو مجھے آتا ہے اس کی مالک مسماۃ رشیدہ مع اولاد بطن در بطن ہے میرے موروثی حصہ کی آمدن پر مسماۃ مذکورہ نکاح کے روز سے قابض اور متصرف ہے اور اس میں مجھ مقر اور میرے ورثاء کا کوئی دعوٰی اور حق نہیں ہے اور نہ باقی ہے۔ (ت)

بعدہٗ یکم جولائی ۱۸۶۹ء کو اسی شرط کی توثیق وتاکید کے لئے دوسری تحریر جداگانہ لکھی جس کی تلخیص ان کلمات سے ہے:

"از شرائط مذکورہ ایں یک شرط علیحدہ نوشتہ میدہم"

مذکورہ شرائط میں سے ایک علیحدہ شرط لکھ کر دے رہا ہوں

Marfat.com

که در دیهات جاگیر موروثی محدوده ذیل که شرعاً از
ترکه پدری خالصاً به منمقر رسیده منجمله آں مبلغ چهار هزار
روپیه منمقر اہل خانه خود مسماۃ رشیده بنت سعید را
بطوع و رغبت بلا اکراه و اجبار بطناً بعد بطنٍ و نسلاً
بعد نسلٍ علیٰ سبیل الدوام و الاستمرار ملک گردانیدم
چوں و ہیوٹ و مختاری آں از قدیم الایام بقبضه من
است و حصه داراں دیگر که دریں جاگیر شریک اند
باو شاں زر نقد موافق حصه ہائے مقسومه آنہا
ہمواره می رسانم ہمیں طور از آمدنی مملوکه و اہل خانه
خود مثل دیگر حصه داراں به اہل خانه موصوفه و اولادش
ہمیشه بلا عذر و تکرار خواہم رسانید اگر از جانب منمقر
مسماۃ مذکوره در وصول حق خود که معین و مقرر
کرده شد فتورے و تہاونے بیند پس او شاں را
اختیار کلی ست به نہجیکه خواہند از منمقر حق خود بگیرند
و مسماۃ مذکوره را در صرف زر مذکور اختیار کلی ست
منمقر و وارثانم را در آں حقے و دخلے و دعوی و
نزاعے نیست و نمانده ایں چند کلمه بطریق اقرار نامه
وثیقه و تملیک نامه نوشته شد که عند الحاجة سند
باشد۔

که دیہات میں موروثی جاگیر جس کی حدود ذیل ہیں میں سے
جو مجھے شرعی طور پر والد کے ترکہ سے حصہ پہنچتا ہے
اس میں سے مبلغ چار ہزار روپیہ کا میں مقر اپنے اہل خانہ
مسماۃ رشیدہ بنت سعید کو اپنی خوشی اور رغبت سے
بلا جبر و اکراہ بطن در بطن، نسلاً بعد نسلٍ دائمی اور استمرار
کے طور پر مالک بناتا ہوں جس طرح قدیم ایام سے
اپنے کھانہ اور مختاری جو میرے قبضہ میں ہے اور
اس جاگیر میں دیگر حصہ دار شریک حضرات کو مساوی
نقد زر کے موافق حصہ پہنچاتا ہوں اسی طرح اپنی
مملوکہ اور اپنے اہل خانہ کے دوسرے حصہ داروں
کی طرح موصوفہ اہل خانہ اور اس کی اولاد کو ہمیشہ
بلا عذر و تکرار حصہ پہنچاتا رہوں گا اگر من مقر کی طرف
سے معین و مقرر حصہ کی وصولی میں مسماۃ مذکورہ کوئی
کوتاہی اور سستی دیکھے تو اس پر اس کو کلی اختیار
ہوگا کہ جس طرح چاہے مجھ مقر سے اپنا حق وصول
کرے اور مسماۃ مذکورہ کو زر مذکور کے صرف میں
کلی اختیار رہے من مقر اور میرے ورثار کو اس
میں کوئی دخل، حق، دعویٰ اور نزاع نہیں ہے
اور نہ ہوگا۔ یہ چند کلمات بطور اقرار نامہ، وثیقہ
اور تملیک نامہ لکھا ہے کہ عند الضرورت سند رہے (ت)

اور یہ جائداد جس کا ان دستاویزوں میں تذکرہ ہے محمود و دیگر ورثائے حمیدہ میں مشترک و غیر منقسم ہے، اب شرع مطہر سے استفسار ہے کہ یہ تحریرات شرعاً مقبول و بکار آمد ہیں یا نہیں اور اُن کی رُو سے رشیدہ اُس جائداد یا اُس کی آمدنی کی مالک ہوئی یا نہیں اور یہ عقد کہ محمود سے بہ تکرار واقع ہوا بدیں لحاظ کہ اُس کی والدہ نے جائداد موروثی کا تملیک نامہ لکھا تھا اور اس نے اُسے منظور و مسلّم رکھا اور خود اُس کی تحریر اول کے بعض الفاظ سے رشیدہ کو خاص حصہ جاگیر کا مالک کرنا نکلتا ہے نہ اصل رقبہ دیہات کی تملیک ہے یا بلحاظ دیگر

Marfat.com

الفاظ تحریر اول وتصریحات تحریر دوم) صرف آمدنی و زرتوفیر کا دینا اور عطا کرنا ہے اور اس عقد کو ہبہ کہا جائیگا اور اسی کے شرائط اس کی صحت میں درکار ہونگے (یا اس خیال سے کہ محمود نے صرف رشیدہ ہی کو مالک نہ کیا بلکہ بطناً بعد بطنٍ ونسلاً بعد نسلٍ اس کی اولاد کے نام بھی تملیک کی) وصیت قرار پائے گا وبہر تقدیر شرعاً صحیح رہے گا یا باطل، اگر باطل ٹھہرے تو محمود کے یہ الفاظ (کہ منعقر وورثانم را درآں دخلے و حقے ونزاعے نیست ونماندہ) اس کے یا اس کے ورثہ کے حق کو زائل کریں گے یا نہیں؟ اور ان تحریرات کا شرعاً کیا نام ہے؟ ہبہ نامہ یا اقرار نامہ یا تملیک نامہ یا کچھ اور؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب انك انت العزیز الوھاب، یہ تو ظاہر ہے کہ ابتداءً حمیدہ والدۂ محمودہ کا بنام رشیدہ جائداد محمود نابالغ کا تملیک نامہ لکھ دینا کوئی شئے نہ تھا کہ نہ ماں در بارہ مال ولی نہ خود ولی حق کہ باپ کو مال صغیر سے ایک ذرّہ کسی کو ڈالنے کا اختیار نہیں۔

فی الدرالمختار ولیہ ابوہ دون الام فی المال اھ[1] ملخصا، وفیہ من الھبۃ لایجوز ان یھب شیئا من مال طفلہ ولو بعوض لانھا تبرع ابتداءً[2] اھ۔

درمختار میں ہے کہ مال میں نابالغ کا ولی اس کا باپ ہے ماں نہیں ہے اھ ملخصاً، اور اسی میں ہبہ کے متعلق ہے، والد کو حق نہیں کہ وہ بچّے کے مال سے کوئی چیز ہبہ کرے خواہ بالعوض کیوں نہ ہو کیونکہ ہبہ ابتداءً تبرع ہوتا ہے اھ (ت)

تو وہ عقد محض باطل واقع ہوا یہاں تک کہ خود محمود کے بعد بلوغ جائز و مسلّم رکھنے سے بھی اس کی اصلاح ممکن نہیں،

لانہ عقد فضولی صدر ولامجیز، فی حجر العقود الدریۃ عن جامع الفصولین لوطلق الصبی امرأتہ او وھب مالہ او عقد عقدا مما لو فعلہ ولیہ فی صباہ

کیونکہ یہ فضولی کا عقد ہے جس کو جائز کرنے والا کوئی نہیں، اور عقود الدریہ کے باب الحجر میں جامع الفصولین سے منقول ہے کہ اگر بچہ بیوی کو طلاق دے یا کوئی ہبہ کرے یا کوئی ایسا عقد کرے کہ اگر وہ عقد اس کا ولی اس کے بچپن میں

---

[1] درمختار کتاب الماذون مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۰۳
[2] ؍؍ کتاب الہبۃ ؍؍ ۲/ ۱۶۰

Marfat.com

لو یجز علیہ فہذہ کلہا باطلۃ ، وان اجازہا الصبی بعد بلوغہ لم تجز لانہ لامجیز لہا وقت العقد فلم تتوقف علی الاجازۃ الا اذا کان لفظ اجازتہ بعد البلوغ مایصلح لابتداء العقد فیصح ابتداء لا اجازۃ کقولہ اوقعت ذٰلک الطلاق فیقع لانہ یصلح للابتداء[1] اھ ملتقطا۔

کرتا تو بچے پر لاگو نہ ہوتا، تو بچے کے یہ تمام امور باطل ہیں، اور بلوغ کے بعد اگر وہ ان امور کو جائز کرے تو بھی جائز نہ ہونگے کیونکہ عقد کے وقت ان کو جائز کرنے والا کوئی نہ تھا لہذا وہ اجازت پر موقوف نہ ہوئے، ہاں اگر بلوغ کے بعد ایسے لفظ سے جائز کرے جس سے ابتداءً عقد ہوسکے تو ابتداءِ عقد کے طور پر یہ صحیح ہوجائے گی تاہم اجازت نہ کہیں گے، مثلاً بلوغ کے بعد یوں کہے میں نے وہ طلاق واقع کی، تو طلاق اب ہوگی کیونکہ یہ لفظ ابتدائے طلاق کی صلاحیت رکھتا ہے اھ ملتقطاً۔ (ت)

اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ محمود کا بعد بلوغ دستاویز نوشتہ حمیدہ کو مسلم مقبول رکھنا بھی محض مہمل و بے سُود اور شرعًا نامقبول و مردود۔ اب اس نے جو خود ابتداء دوبارہ تملیک نامہ لکھا وہ عبارتیں صراحۃً نص ہیں کہ محمود نے صرف زر آمدنی و توفیر رشیدہ کو دینا چاہا اصل رقبہ جائداد کی ہبہ و تملیک کا اُن میں کہیں ذکر نہیں، تحریر اوّل میں کہ ایک جگہ یہ لفظ واقع ہوا "آنچہ کہ حصہ جاگیر موروثیم بمن میرسد مالکش رشیدہ است" وہاں بھی حصہ سے مراد صرف حصّہ توفیر ہے کہ اُس سے پہلے تصریحًا لفظ آمدنی مذکور اور یہاں بھی باندازہ مبلغ پنجہزار روپیہ کا لفظ اسی طرف ناظر، اور یہ عقد وصیت تو کسی طرح نہیں ہوسکتا کہ وصیّت میں فی الحال مالک نہیں کیا جاتا،

لانہا تملیک مضاف الٰی ما بعد الموت کما فی التنویر[2] وغیرہا۔

کیونکہ یہ تملیک ما بعد الموت کی طرف منسوب ہوتی ہے جیسا کہ تنویر الابصار وغیرہ میں ہے (ت)

اور عبارات تزید صریح ہیں کہ رشیدہ فی الحال مالک ٹھہرائی گئی کما لا یخفٰی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) نہ یہ ممکن کہ بلحاظ لفظ نسلاً بعد نسلٍ جو لوگ نسل رشیدہ سے بعد کو پیدا ہوں ان کے حق میں وصیت قرار دی جائے کہ وہ وقت عقد معدوم تھی اور معدوم کے لئے وصیت باطل،

---

[1] العقود الدریۃ کتاب الحجر حاجی عبدالغفار و پسران تاجران کتب قندھار ۲/۱۲۶

[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الوصایا مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۱۷

Marfat.com

فی الدر المختار شرائطها کون الموصی اھلاً للتملیک وکون الموصٰی لہ حیا وقتھا[1] اھ ملخصًا۔

درمختار میں ہے اس کی شرائط میں سے ہے کہ وصیت کرنے والا اس تملیک کا اہل ہو، اور وصیت کے وقت جس کے لئے وصیت کی ہے وہ زندہ ہو اھ ملخصًا (ت)

تو لاجرم ہبہ ہی ہوگا، اور یوں ہبہ کرنا کہ اس گاؤں کی آمدنی جو ہوا کرے گی میں نے تجھے ہبہ کی، شرعًا صحیح نہیں،

فی الفتاوی الخیریۃ بھٰذا عُلِمَ عدم صحۃ ھبۃ ماسیتحصل من محصول القریتین بالاولٰی لان الواھب نفسہ لم یقبضہ بعد فکیف یملکہ وھذا ظاھر اھ[2]۔

فتاوٰی خیریہ میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ جس کو دونوں قریوں سے حاصل کرے گا اس کا ہبہ صحیح نہیں کیونکہ ہبہ کرنے والا ابھی تک خود اس پر قابض نہیں تو دوسرے کو کیسے مالک بنائیگا، یہ ظاہر بات ہے اھ (ت)

اور اگر بالفرض اصل جائداد ہی کا ہبہ ہوتا جب بھی نرا باطل تھا کہ وُہ جائداد حسب بیان سائل مشاع وغیر منقسم ہے اور اسی طرح[عہ] مشیر ہے محمود کا وہ بیان کہ چوں وہیوٹ ومختاری آں از قدیم الایام بقبضۂ من است اھ کہ پٹے بانٹ کے بعد تو ہر ایک شریک اپنے حصہ کا مختار ہو جاتا ہے اور ہبہ مشاع مذہب صحیح پر محض باطل،

فی الفتاوی الخیریۃ (سئل) فی رجل وھب ابنالہ بالغا نصف مایملك (اجاب) الھبۃ باطلۃ عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی قال فی مشتمل الاحکام نقلا عن تتمۃ الفتاوی ان ھبۃ

فتاوٰی خیریہ میں ہے ان سے سوال ہوا کہ ایک شخص نے اپنے بالغ بیٹے کو اپنی نصف ملکیت ہبہ کی ہے تو جواب دیا کہ یہ ہبہ باطل ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک، اور مشتمل الاحکام میں انھوں نے تتمۃ الفتاوٰی سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ

عہ فی الاصل ھکذا واظنہ اسی طرف، بدر۔

---

[1] درمختار	کتاب الوصایا	مطبع مجتبائی دہلی	۲/ ۳۱۷
[2] فتاوٰی خیریۃ	کتاب الھبۃ	دارالمعرفۃ بیروت	۲/ ۱۱۱

Marfat.com

المشاع باطلة وھو الصحیح انتھی[1] اھ۔

غیر منقسم حصہ کا ہبہ باطل ہے اور یہی صحیح ہے انتہی اھ (ت)

اسی لئے اگر موہوب لہ اسی حالت سے قبضہ بھی پالے تاہم وہ اس کا مالک نہیں ہو جاتا نہ اس کے تصرفات اس میں رواہوں اور واہب کے تصرف سراسر نافذ رہتے ہیں،

کما صرح بہ فی تنویر الابصار ومغنی المستفتی والفتاوی التاجیۃ والمبتغی والجوھرۃ والبحر الرائق ونقلہ الامام الزیلعی[2] عن الامام الھمام ابی جعفر الطحاوی والامام فخر الملۃ والدین قاضیخان والامام ابن رستم وفی نور العین عن الوجیز نص علیہ محمد فی المبسوط وھو قول ابی یوسف ومذھب ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی القھستانی ھو الصحیح، وعن المضمرات ھو المختار وکذا صححہ فی العمادیۃ[3]، قال فی رد المحتار فحیث علمت انہ ظاھر الروایۃ وانہ نص علیہ محمد رحمہ اللہ تعالٰی ورواہ عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ظھر انہ الذی علیہ العمل[4] الخ وتمامہ فیہ۔

جیسا کہ اس کی تصریح تنویر الابصار، مغنی المستفتی فتاوٰی تاجیہ، المبتغی، جوہرہ اور بحر الرائق میں ہے اور اس کو امام زیلعی نے امام ہمام ابو جعفر طحاوی، اور امام فخر الملۃ والدین قاضیخان اور امام ابن رستم سے نقل کیا، اور نور العین میں وجیز سے منقول ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے مبسوط میں اس پر نص فرمائی ہے اور یہی امام ابو یوسف کا قول اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب ہے، اور قہستانی میں ہے کہ یہی صحیح ہے، اور مضمرات میں اس کا مختار ہونا منقول ہے اور ایسے ہی عمادیہ میں اس کی تصحیح کی ہے، ردالمحتار میں فرمایا جہاں تک میرا علم ہے یہ ظاہر الروایۃ ہے اور بیشک اس پر امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے نص فرمائی ہے اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انھوں نے اس کو روایت کیا ہے تو ظاہر ہوا کہ اسی پر عمل ہے الخ اس کا مکمل بیان ردالمحتار میں ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی خیریہ | کتاب الہبہ | دار المعرفۃ بیروت | ٢/ ١١٣
[2] تبیین الحقائق | " | المطبعۃ الکبری الامیریہ بولاق مصر | ٥/ ٩٤
[3] ردالمحتار بحوالہ نور العین | " | دار احیاء التراث العربی بیروت | ٤/ ٥١١
[4] ... | " | " | ٤/ ٥١١

Marfat.com

بلکہ اس قدر تو بالاجماع ثابت ہے کہ اس قسم کے ہبہ میں خود واہب اور اس کے بعد اس کے ورثہ کو اختیار رجوع رہتا ہے اگرچہ موہوب لہ کا قبضہ ہوگیا ہو اگرچہ ہبہ زوجہ یا ذو رحم محرم کے نام ہو باوجودیکہ زوجیت و رحم موانع رجوع سے ہیں،

فی الخیریۃ اجمع الکل علی[1] ان للواھب استردادھا من الموھوب لہ ولوکان ذا رحم محرم من الواھب وکما یکون للواھب الرجوع فیھا یکون لوارثہ بعد موتہ[عہ] اھ ملتقطا۔

فتاوٰی خیریہ میں ہے کہ اس پر سب کا اجماع ہے کہ واہب کو موہوب لہ سے واپس لینے کا حق ہے اگرچہ وہ واہب کا ذی محرم ہو، اور جس طرح واہب کو رجوع کا حق ہے ایسے ہی اس کی موت کے بعد اس کے ورثاء کو حق ہے اھ ملتقطا (ت)

اور اگر صورت مستفسرہ میں شیوع نہ بھی پایا جائے (جیسا کہ محمود کا لفظ "خالصا بمن مقرر شدہ" اور لفظ "موافق حصہ ہائے مقسومہ آنہا" اس کا ایہام کرتا ہے) تاہم ہبہ محض ناتمام ہے اور رشیدہ کی ملک اُس میں ہرگز ثابت نہ ہوگی کہ ان دستاویزوں کی عبارت خود صریح نص ہے کہ محمود نے رشیدہ کو جائداد پر قبضہ نہ دلایا بلکہ صراحۃً قبضہ دینے سے انکار کیا حیث قال "چوں وہیوٹ و مختاری آں الٰی قولہ ہمیں طور از آمدنی مملوکہ اہل خانہ خود الخ" اور ہبہ بے قبضہ تمام نہیں ہوتا۔

فی الدر المختار تتم الھبۃ بالقبض الکامل[2] اھ۔

درمختار میں ہے مکمل قبضہ کے بعد ہبہ تام ہوتا ہے اھ۔ (ت)

یہاں تک کہ اگر ہبہ صحیحہ میں واہب بے قبضہ دیئے مرجائے تو ہبہ باطل ہوجاتا ہے اور فرائض اللہ پر تقسیم پاتی ہے،

فی موانع الرجوع من شرح التنویر والمیم موت احد المتعاقدین بعد التسلیم فلو قبلہ بطل[3]

شرح تنویر الابصار میں 'رجوع سے موانع' میں ذکر کیا 'م' فریقین میں سے سونپ دینے کے بعد کسی کی موت ہو اور موت اس سے پہلے ہو تو پھر باطل ہے (ت)

عہ اشارۃ الی قول صاحب التنویر "دمع خزقہ" ۔ عبد المنان

[1] فتاوٰی خیریہ	کتاب الھبہ	دار المعرفۃ بیروت	۲/ ۱۱۲
[2] درمختار	"	مطبع مجتبائی دہلی	۲/ ۱۵۹
[3] درمختار شرح تنویر الابصار	"	"	۲/ ۱۶۱

Marfat.com

غرض جہاں تک نگاہ کی جائے اس عقد کے لئے کوئی وجہِ صحت نہیں۔ نہ جائداد کا ہبہ ٹھیک آتا ہے نہ توفیر کا نہ وصیت نہ کوئی صورت، پھر محمود کے یہ الفاظ کہ "منمقرو وارثا نم راالخ" کیا کام دے سکتے ہیں۔ آخر جس بنا پر اس نے یہ لفظ لکھے تھے جب راساً وہی منعدم ہے تو یہ جو اس پر مبنی تھے خود منعدم ہوگئے، بھلا یہ عقد تو شرعاً کچھ اصل ہی نہیں رکھتا، خاص ہبہ صحیحہ میں شرع مطہر کا حکم ہے کہ جب تک موہوب لہ کا قبضہ نہ ہو جائے واہب کو ہر وقت نہ دینے کا اختیار ہے اور اس پر قبضہ دلانے کا جبر نہیں ہوسکتا۔

لانہ متبرع والمتبرع لاجبر علیہ فی الدر المختار صح الرجوع فیھا بعد القبض اما قبلہ فلم تتم الھبۃ اھ[1] ای والرجوع انما یکون عن شئ وقع و تم وقبل[عـہ] التمام دفع لارفع۔

کیونکہ وہ متبرع (بھلائی کے طور پر مفت دینے والا) ہے اور متبرع پر جبر نہیں ہوسکتا۔ درمختار میں ہے ہبہ میں قبضہ دینے کے بعد رجوع صحیح ہے جبکہ قبضہ سے قبل تو ہبہ تام ہی نہیں ہے اھ۔ یعنی شئی کے وقوع اور تام ہونے کے بعد رجوع ہوتا ہے جبکہ تام ہونے سے قبل دفاع ہوتا ہے رفع نہیں ہوتا۔ (ت)

اور کوئی شخص اپنی کسی تحریر خواہ تقریر سے احکام شرع مطہر کو نہیں بدل سکتا

دیکھو جہاں موانع نہ ہوں تو شرع نے واہب کو بعد قبضہ بھی رجوع کا اختیار دیا اگرچہ وُہ ہزار بار کہے میں نے اپنا حقِ رجوع ساقط کیا، مجھے رجوع کا اختیار نہ رہا اگر رجوع کروں تو نامقبول ہو کچھ مسموع نہیں اور حقِ رجوع بدستور باقی۔

فی فتاوی الامام قاضیخان رجل وھب لرجل شیئا ثم قال الواھب اسقطت حقی فی الرجوع لایسقط حقہ[2] اھ ومثلہ فی البزازیۃ وغیرھا۔

امام قاضی خاں کے فتاوٰی میں ہے ایک شخص دوسرے کو ہبہ کرکے کہے میں نے اس سے رجوع کا ساقط کردیا ہے تو اس کا یہ حق ساقط نہ ہوگا اھ اور اسی طرح بزازیہ وغیرہ میں ہے۔ (ت)

اور جب اس کے کہنے سے خود اُس کا حق زائل نہیں ہوتا تو ورثہ کو نزاع و دعوٰی سے کون مانع ہوسکتا ہے فان الرجل اقدر علٰی نفسہ منہ علی غیرہ کما لایخفٰی (کیونکہ دوسرے کی نسبت انسان کو اپنی ذات پر قدرت زیادہ ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ ت)

بالجملہ صورتِ مستفسرہ میں خلاصۂ حکم یہ ہے کہ محمود و حمیدہ کی یہ سب دستاویزیں محض لغو و مہمل و

عـہ لیس فی الاصل الواو قبل قبل ولابد منہ ۱۲ عبدالمنان (اصل میں قبل سے پہلے واؤ نہیں ہے حالانکہ یہاں واؤ ضروری ہے)

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الھبہ باب الرجوع فی الھبہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۱

[2] فتاوٰی قاضیخان کتاب الھبہ فصل فی الرجوع فی الھبہ مطبع نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۰۴

Marfat.com

بیکار ہیں اور اس کاغذ کا نام شرع میں کچھ نہیں کہ جب شرعاً یہ کوئی عقد ہی نہ ہُوا تو اس کا نام کیا رکھا جائے اور رشیدہ اور اس کی اولاد کو ان تحریرات کی رُو سے مطلق کسی طرح کا استحقاق نہ اصل جائداد میں حاصل ہوا نہ زرِ توفیر میں، نہ انھیں دعویٰ کرنا شرعاً جائز بلکہ حرام و ممنوع ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۹ ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں زید نے بحالت نوکری سرکاری اپنے بیٹے بکر کے نام جو کہ اُس وقت محض نابالغ تھا اپنے روپیہ سے کچھ جائداد خریدی اور کچھ جائداد اپنی بی بی منکوحہ کے نام خریدی اور اُس وقت ایک بیٹی نابالغ بھی تھی اس کے نام نہیں خریدی پھر زید کے ایک اور لڑکا پیدا ہوا اُس کے نام بھی کچھ جائداد خریدی مگر وُہ لڑکا بحالت نابالغی ہی میں فوت ہوگیا، جب اس فوت شدہ لڑکے نابالغ کی جائداد کے کرایہ دار کو بیدخل عدالت سے زید نے کرایا تو عدالت میں زید نے بیان کیا کہ جائداد میری ہے اور میرے روپیہ سے خریدی گئی ہے لڑکے کا نام اسم فرضی تھا، جب زید نوکری سے علیحدہ ہو کر اپنے مکان پر رہا تو اس وقت زید کی دو اور لڑکیاں بھی نابالغ تھیں اُن کے نام بھی جائداد نہیں خریدی اُس وقت اپنے نام جائداد خریدی اور کچھ بیٹے بکر کے نام سے بھی (جو کہ اُس وقت قریب بلوغیت کے تھا) خریدی مگر زید کل جائداد کی آمدنی جو اپنے نام اور بکر کے نام اور بیٹے متوفی کے نام اور اپنی بی بی کے نام تھی از خود وصول کرتا تھا اور اپنے تحت اور اختیار میں رکھتا تھا کسی کو اس میں مداخلت نہ تھی اور زید کی زندگی میں بکر کو جو کہ اس وقت بالغ تھا یہ اختیار نہ تھا کہ جائداد یا جائداد کی آمدنی سے کچھ کسی صرف روٹی کپڑے سے جیسا کہ دنیا میں باپ بیٹوں کو کھلاتے ہیں کھائے اور پہنے گو زید نے بکر کی شادی بھی کر دی تھی مگر اس حالت میں بھی بکر کو آمدنی جائداد سے کچھ سروکار نہ تھا جو جائداد بکر کے نام سے خریدی تھی اس کے نالشات کی پیروی میں بکر ہمراہ زید کے جایا کرتا تھا کہ بکر کے نام سے ہوتی تھی چنانچہ زید کی زندگی میں حالت مذکورہ بالا رہی، جب زید نے وفات پائی تو اس وقت یہ کل جائداد اور اسباب اور نقدی بکر اور والدہ بکر کے پاس رہی اور بکر تحصیل آمدنی کرنے لگا، جب والدہ بکر نے بھی انتقال کیا تو سب جائداد و جنس و نقد بکر کے ہاتھ آئی اس وقت سے آج تک بکر قابض و متصرف ہے، بکر نے اب کل جائداد کی آمدنی کی توفیر اور اس روپیہ سے جو کہ زید چھوڑ کر مرا اور جائداد اپنے نام اور اپنے دو بیٹوں کے نام خریدی، اب اگر تقسیم جائداد کی ہو اور بہنیں اپنا حصہ طلب کریں تو از رُوئے شرع شریف آیا کل جائداد میں سے جو کہ بکر کے نام پہلے تھی اور اب بکر نے زید کے روپیہ اور کل جائداد کی آمدنی کی توفیر سے اپنے نام اور اپنے دو بیٹوں کے نام سے خریدی تھی حصہ مل سکتا ہے یا صرف اُس

Marfat.com

جائداد میں سے جو کہ زید کے نام اور زید کی بی بی کے نام اور عمرو متوفی کے نام تھی مل سکتا ہے، لہذا التماس ہے کہ فتوی بموجب حکمِ خدا و رسول دیا جائے تاکہ اس پر عملدرآمد کیا جائے۔

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب، وہ جائداد کہ زید نے نابالغ بیٹے بکر کے نام بدفعات اپنے روپیہ سے خریدی خاص مِلک بکر کی ہے جس میں دیگر وارثانِ زید کا اصلاً کچھ حق نہیں۔ عقود الدریہ فی تنقیح الحامدیہ میں ہے:

فی الذخیرۃ والتجنیس امرأۃ اشترت ضیعۃ لولدھا الصغیر من مالھا وقع الشراء للام لانھا لا تملک الشراء للولد وتکون الضیعۃ للولد لان الام تصیر واھبۃ اھ[1] مافی العقود اقول فشراء الاب باسم الولد یقع رأسا للولد لان الاب یملک ذٰلک فالولد ملک العقار ابتداء والاب متبرع باداء الثمن حیث لم یظہر قصد الرجوع۔

ذخیرہ اور تجنیس میں ہے، عورت نے اپنے نابالغ بیٹے کے لئے کوئی زمین اپنے مال سے خریدی تو یہ خریداری ماں کی اپنی ہوگی کیونکہ وہ نابالغ بیٹے کے لئے خریداری کی مالک نہیں، تو یہ زمین بیٹے کی ہوگی کیونکہ ماں نے اسے ہبہ کیا ہے عقود الدریہ کی عبارت ختم ہوئی۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) تو باپ کی ایسی خریداری ابتداء سے بیٹے کے لئے ہوگی اور زمین بیٹے کی ہی ہوگی کیونکہ باپ کو نابالغ بیٹے کے لئے خریداری کا اختیار ہے اور باپ رقم کی ادائیگی میں بیٹے کے حق میں متبرع ہوگا کیونکہ اس نے رجوع کا اظہار نہیں کیا (ت)

اور جائداد کا تاحیاتِ زید قبضۂ بکر میں نہ آنا کچھ مضر نہیں کہ اوّل تو زید کی مِلک بربنائے ہبہ نہیں بلکہ بربنائے خریدِ پدر ہے کما علمت انفا (جیساکہ تُو نے ابھی جانا۔ ت) اور مِلک بذریعہ شراء قبضہ پر موقوف نہیں اور بالفرض ہبہ ہی ٹھہرائیے تو قبضۂ پدر بعینہٖ قبضۂ پسر نابالغ ہے۔ مجمع الانہر میں ہے:

ھبۃ الاب لطفلہ تتم بالعقد لانہ فی قبض الاب فینوب عن قبض الصغیر

نابالغ بچے کے لئے باپ کا ہبہ صرف عقد سے ہی تام ہوجاتا ہے کیونکہ وہ ہبہ باپ کے قبضہ میں بیٹے کے نائب ہونے کی حیثیت سے ہے

---

[1] العقود الدریۃ کتاب الوصایا باب الوصی ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۳۳۷

Marfat.com

لانہ ولیہ[1] کیونکہ یہ اس کا ولی ہے۔(ت)

اور آمدنی جائداد سے بکر کو سروکار نہ ہونا بھی ملکِ بکر کے منافی نہیں کہ نابالغ کی خود اپنی جائداد خاص غیر عطائے پدر ہوتی تو اس پر اور اس کی آمدنی پر بھی باپ ہی کا تصرف و اختیار ہوتا نابالغ کو اس سے بھی کچھ سروکار نہ ہوتا اور بعد بلوغ بھی عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ جو جائدادیں لوگ اپنے بیٹوں کو لکھ دیتے اور تکمیل ہبہ کے لئے بھی قبضہ کرادیتے بلکہ در پردہ بیع صحیح شرعی و ہبۂ ثمن تملیک بلاعوض کی تکمیل کرتے ہیں ان پر بھی تاحیات آبائ ان مالکان واقعی کا کچھ اختیار اور باپ کی دست نگری کے ساتھ روٹی کپڑے کے سوا کسی چیز سے سروکار نہیں ہوتا اور اتفاقاً جو حیاتِ پدر میں اپنا مستقل اختیار رکھنا چاہتا ہے بدوضع و آوارہ ناسعادتمند گنا جاتا ہے، نظیر اس کی اس کا عکس ہے کہ جب بیٹے لائق و ہوشیار و قابل کار ہوتے اور باپ اپنا فارغ البال رہنا چاہتے ہیں تمام املاکِ پدر قبضہ و تصرف ابناء میں رہتے ہیں، مالکوں کو روٹی کپڑے کے سوا کچھ تعلق نہیں ہوتا جبکہ اس سے بیٹوں کا مالک ہونا لازم نہیں آتا اس سے باپ کا مالک ہونا ہی سمجھا جائے گا بلکہ بدرجۂ اولیٰ کہ بیٹوں کا قبضہ نہ ہونا تو کراہت قلبی سے بھی ہوسکتا ہے کہ دل میں قبضۂ پدر سے راضی نہ ہوں مگر لحاظ کے باعث مانع نہیں آتے خصوصاً نابالغ کہ اس کی رضا بھی کوئی شئے نہیں بخلاف آباء کہ ان کی املاک پر تصرفاتِ ابناء ان کی رضا ہی سے ہوتے ہیں باوجود اس کے یہ قبضہ و اختیار و تصرف و اقتدار دلیلِ ملک نہیں ہوتا،

کما فی الخیریۃ و فی القنیۃ فع (ای فتاوی العصر للامام علی السندی) عن (ای الامام عمر النسفی) امر اولادہ ان یقسموا ارضہ التی فی ناحیۃ کذا بینھم ففعلوا لایثبت الملک لھم ظم (ای الامام ظہیر الدین المرغینانی) مثلہ بخ (ای الامام بکر خواھر زادہ) قال لولدہ تصرف ھذہ الارض فاخذ یتصرفھا

جیسا کہ فتاوٰی خیریہ میں ہے، اور قنیہ میں "فع" یعنی فتاوی العصر امام علی سندی عن یعنی امام عمر النسفی، باپ نے بیٹوں سے کہا کہ فلاں علاقہ میں واقع میری زمین کو آپس میں تقسیم کرلو، انھوں نے ایسا کیا تو بیٹوں کی ملکیت ثابت نہ ہوگی۔ "ظم" یعنی امام ظہیر الدین المرغینانی، اس کی مثل "بخ" یعنی امام بکر خواہر زادہ، ایک شخص نے اپنے بیٹے سے کہا اس زمین میں تصرف کرلو، تو بیٹے نے تصرف شروع

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کتاب الہبہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۵۷

Marfat.com

لا تصیر ملکا لہ[1] | کر دیا اس سے بیٹے کی ملکیت نہ بنے گی (ت)

یونہی زید کا جائداد عمرو پسر دوم کی نسبت اس کی مرگ کے بعد یہ ظاہر کرنا کہ جائداد میری ہے، میرے روپیہ سے خریدی گئی، عمرو کا نام فرضی تھا کچھ مضرت نہیں کرتا کہ اول تو یہ صرف اس کا زبانی دعوٰی تھا ملک عمرو شرعًا ثابت ہوئی صرف اس کے اسم فرضی بتانے سے کیونکر زائل ہوسکتی تھی، نہ اس کے روپیہ سے خریدا جانا اس کے ملک پر دلیل تھا جبکہ صراحۃً اس نے پسر نابالغ کے نام خریدی۔ فتاوٰی خیریہ میں ہے:

لایلزم من الشراء من مال الاب ان یکون المبیع للاب[2] | باپ کے مال سے خریداری کرنے سے لازم نہیں کہ وہ مبیع باپ کی ملک ہو۔ (ت)

اور بالفرض ہو بھی تو اس سے بکر کا نام بھی فرضی ہونا لازم نہیں، تو بلاوجہ دلیل شرعی سے کیونکر عدول ہوسکتا ہے، پس لاجرم یہ جائدادیں کہ زید نے بکر کے نام خریدیں ہرگز محل توریث نہیں۔ اسی طرح وُہ بھی جو بکر نے اپنے یا اپنے نابالغ بیٹوں کے نام مول لیں اگرچہ قیمت زرِ مشترک سے ادا کی ہو،

فان الشراء متی وجد نفاذًا علی عاقد نفذ کما فی الهدایۃ والدرالمختار[3] وغیرهما من الاسفار۔ | کیونکہ خریداری جب خریدار پر نافذ ہو تو وہ نافذ ہی قرار پائے گی جیسا کہ ہدایہ، درمختار وغیرہما کتب میں ہے (ت)

خیریہ میں ہے:

لا تثبت الدار للاب بقول الابن اشتریتها من مال ابی[4] | بیٹے کے یہ کہنے سے کہ میں نے یہ گھر باپ کے مال سے خریدا ہے، باپ کی ملکیت ثابت نہ ہوگی۔ (ت)

غایت یہ کہ اگر ثابت ہوجائے کہ زرِ ثمن مال مشترک سے دیا گیا تو باقی ورثہ کا اس قدر روپیہ بقدر اپنے اپنے حصص کے بکر پر قرض رہے گا جس کے مطالبہ کے وہ مستحق ہیں نہ کہ جائداد کا کوئی پارہ ان کی ملک ٹھہرے۔ ردالمحتار میں ہے:

---

[1] القنیۃ المنیۃ لتتمیم الغنیۃ کتاب الهبۃ باب فی الفاظ التی ینعقد بها الهبۃ کلکتہ بھارت ص ۲۱۴
[2] فتاوٰی خیریہ کتاب البیوع دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۱۹
[3] درمختار کتاب الوکالۃ فصل لایعقد وکیل البیع الخ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۰۹
[4] فتاوٰی خیریہ کتاب البیوع دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۱۹

Marfat.com

ما اشتراہ احدھم لنفسہ یکون لہ ویضمن حصۃ شرکائہ من ثمنہ اذا دفعہ من المال المشترک[1]

ان میں سے جو بھی اپنی ذات کے لئے خریدے گا وہ اسی کی ہوگی، اور اس کے شرکاء حضرات اتنے ثمن کا اس کو ضامن بنائیں بشرطیکہ اس نے مشترکہ مال سے ادائیگی کی ہو۔ (ت)

پس ثابت ہُوا کہ زید نے جو نقد روپیہ چھوڑا یا زید و عمرو و زوجہ زید کے نام جو جائداد یں تھیں پس وہی متروکہ زید و زوجہ زید ہیں باقی جائدادیں کہ زید نے بکر کے نام یا بکر نے خود اپنے یا اپنے بیٹوں کے نام خریدیں مِلک بکر و پسرانِ بکر ہیں جن میں باقی ورثہ زید کا کوئی حق نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ

۶ صفر ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے منجملہ جائداد موروثی اور خود خرید مقبوضہ مملوکہ اپنے کے بنظر حق تلفی دیگر ورثاء شرعی کے نصف جائداد بطریق سازا ور مصلحت وقت اپنی زوجہ مدخولہ نومسلم شیعہ کے نام تاحینِ حیات اس کے ہبہ کر دی اور اختیار انتقال اور قبضہ جائداد موہوبہ پر موہوب الیہا کو نہ دیا اور تحصیل و تشخیص و مصارف ضروری و غیر ضروری اپنے اختیار میں رکھی اور یہ شرط ہبہ نامہ میں لکھی کہ بالعوض حق الخدمت یہ جائداد ہبہ کی جاتی ہے تاحین حیات اپنے موہوب الیہا مالک اس جائداد کی گردانی جائے اس کے بعد دختر متوفیہ کی اولاد کہ محجوب الارث ہے مالک ہوگی اور وہ شیعہ مذہب ہے، بعد تملیک ہبہ نامہ کے زید نے ایک جزء موہوبہ کا بیع کر ڈالا اور بقیہ موہوبہ کو بشمول جزء منجملہ نصف جائداد غیر موہوبہ کے اپنی اور زوجہ مدخولہ کی طرف سے اس نواسہ شیعہ محجوب الارث کے نام بلا کسی استحقاق ہبہ مکرر کیا اور تاحین حیات اپنے خود قابض و متصرف رہا اور مرگیا، ایسی صورت میں یہ ہبہ شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں وہ دونوں ہبہ محض باطل و بے اثر ہیں اور جائداد میں اُس عورت خواہ نواسے کا کوئی استحقاق بذریعہ ہبہ نہیں بلکہ تمام و کمال وہ جائداد خاص متروکہ زید قرار پاکر بحکم فرائض اُس کے وارثوں پر تقسیم کی جائے گی یہاں بطلان ہبہ کے لئے اگر اور کوئی وجہ نہ ہو تو اسی قدر بس ہے کہ حیاتِ واہب میں قبضہ نہ ملا۔ عالمگیریہ میں ہے:

---

[1] ردالمحتار کتاب الشرکۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۳۸

Marfat.com

لا یثبت الملك للموھوب له قبل القبض[1]

قبضہ سے قبل موہوب لہ کی ملکیت ثابت نہ ہوگی (ت)

درمختار میں ہے :

المیم موت احد المتعاقدین بعد التسلیم فلو قبله بطل[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

"م" فریقین میں سے کسی ایک کی سونپ دینے کے بعد موت ہے اور سونپنے سے پہلے موت ہو تو ہبہ باطل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۱

۳ ربیع الثانی ۱۳۰۸ھ

جناب مولوی صاحب قبلہ ! بعد تسلیم نیاز کے گزارش ہے اگر زید نے عمرو کو کوئی چیز ہبہ بلا عوض کی اور اس کو دس بارہ برس کا عرصہ بھی گزر گیا کہ وہ جب سے قابض و دخیل ہے تو زید اس کو واپس کرسکتا ہے یا نہیں ؟ فقط راقم خاکسار عزیز اللہ

الجواب

اگر[1] وہ شخص اس کا ذی رحم محرم نہیں یعنی نسب کے رُو سے ان میں باہم وہ رشتہ نہیں جو ہمیشہ ہمیشہ حرمتِ نکاح کا موجب ہوتا ہے جیسے ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، چچا، ماموں، خالہ، پھوپھی، بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی، بھائی، بہن، بھتیجا، بھتیجی، بھانجا، بھانجی، نہ[2] یہ واہب و موہوب لہ وقتِ ہبہ باہم زوج و زوجہ تھے، نہ[3] موہوب لہ وقتِ ہبہ فقیر تھا، نہ[4] اب تک موہوب لہ اس ہبہ کے عوض میں کوئی چیز یہ جتا کر واہب کو دے چکا ہے کہ یہ تیرے ہبہ کا معاوضہ ہے، نہ[5] اس عین شیئ موہوب میں کوئی ایسی زیادت موہوب لہ کے پاس حاصل ہوئی اور اب تک باقی ہے جس سے قیمت بڑھ جائے جیسے زمین میں عمارت یا پیڑ یا کپڑے میں رنگ یا جاندار میں فربہی یا کنیز میں حُسن یا اسے کوئی صنعت یا علم آجانا تو ان سب شرائط کے ساتھ جب[6] تک وہ شیئ موہوب اس موہوب لہ کی ملک میں باقی و[7] قائم اور واہب[8] و موہوب لہ دونوں زندہ ہیں اگرچہ ہبہ کو سو برس گزر چکے ہوں واپس لینے کا اختیار ہے بایں معنی کہ یا تو موہوب لہ خود واپسی پر راضی ہوجائے یا یہ بحکم حاکم شرع واپس کرالے ورنہ آپ جبراً لے لینے یا کسی غیر حاکم شرع کے حکم سے واپس کرانے کا اصلاً اختیار نہیں، یونہی اگر ان آٹھ شرطوں سے کوئی بھی کم ہے تو واپسی کا مطلقاً اختیار نہ ہوگا، پھر یہاں اختیار کا صرف اتنا حاصل کہ واپسی صحیح

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الہبۃ الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۷۴

[2] درمختار " باب الرجوع فی الہبہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۱

Marfat.com

ہوجائے گی لیکن گناہ ہرطرح ہوگا کہ دے کر پھیرنا شرعاً منع ہے، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کی مثال ایسی فرمائی جیسے کتا قے کرکے چاٹ لیتا ہے والعیاذ باللہ تعالٰی والمسائل کلھا مبسوطۃ فی الدر المختار وغیرہ من الاسفار (اللہ تعالٰی کی پناہ، اور یہ تمام مسائل درمختار وغیرہ کتب میں بسط سے مذکور ہیں۔ ت) صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

العائد فی ھبتہ کالقلب یعود فی قیئہ لیس لنا مثل السوء[1]، رواہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

ہبہ دے کر رجوع کرنیوالا اپنی قے میں عود کرنے والے کتے کی طرح ہے، بُری مثال ہمارے شایانِ شان نہیں۔ دونوں نے اسے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

سُننِ اربعہ میں ہے حضور اقدس سیّد العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مثل الذی یعطی العطیۃ ثم یرجع فیھا کمثل الکلب اکل حتی اذا اشبع قاء ثم عاد فی قیئہ[2] رواہ عن ابن عمر و ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم و صححہ الترمذی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اس شخص کی مثال جو عطیہ دے کر پھر اس میں رجوع کرتا ہے اُس کُتّے کی طرح ہے جو سیر ہوکر کھاتا ہے پھر سیر ہوجانے پر قے کرتا ہے اور اپنی قے میں رجوع کرتا ہے یعنی چاٹتا ہے۔ انھوں نے اس کو ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے روایت کیا اور ترمذی نے اسکی تصحیح کی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] جامع ترمذی ابواب البیوع باب ماجاء فی کراہیۃ الرجوع من الہبۃ امین کمپنی دہلی ۱/۱۵۵
صحیح البخاری کتاب الہبۃ ۱/۳۵۷ و کتاب الحیل ۲/۱۰۳۲ قدیمی کتب خانہ کراچی
صحیح مسلم کتاب الھبات باب تحریم الرجوع فی الصدقۃ بعد القبض الخ " " ۲/۳۶

[2] سُنن ابی داؤد کتاب البیوع باب الرجوع فی الھبۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۴۳
سُنن النسائی کتاب الھبۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۱۳۶
سُنن ابن ماجہ ابواب الھبات باب الرجوع فی الھبۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۴
جامع الترمذی ابواب الولاء والھبۃ باب ماجاء فی کراھیۃ الرجوع فی الہبۃ امین کمپنی دہلی ۲/۳۵

Marfat.com

مسئلہ ۵۲ ۴ ربیع الثانی ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے ایک بھائی حقیقی اور تین حقیقی بھتیجوں کو ایک مکان ہبہ بلا عوض کیا اور ہبہ نامہ رجسٹری کرا کر اُن کے حوالے کیا جس کو عرصہ دس بارہ برس کا گزرگیا کہ یوم ہبہ سے وہ ہر طرح اب تک اس پر قابض اور دخیل ہیں اور مرمت اور شکست و ریخت وغیرہ سب انھیں کے اختیار اور ہاتھ سے ہوتے رہے اور اس درمیان تین بھتیجوں میں سے دو نے قضا کی اُن کی جگہ اُن کی اولاد خورد سال اور ان کی بیویاں قائم اور قابض ہوئیں، اب زید ہبہ کو فسخ کیا چاہتا ہے تو آب اس کو واپس لینے کا اختیار حاصل ہے یا نہیں؟ بیّنوا۔

الجواب

اگر زید نے وُہ مکان تقسیم کرکے ہر موہوب لہ کو ایک محدود و معین و ممتاز ٹکڑے پر جدا جدا قبضہ کاملہ کرادیا تھا یا وُہ مکان کوئی چھوٹی سی دکان یا کوٹھری تھا کہ قابلیت تقسیم نہ رکھتا تھا یا چاروں موہوب لہم وقتِ ہبہ فقیر تھے (اور فقر کے معنیٰ بالغوں کے لئے یہ ہیں کہ مال بقدر نصاب کے خود مالک نہ ہوں اگرچہ اُن کے والدین غنی یعنی مالکِ نصاب ہوں اور نابالغ کے فقر میں یہ بھی شرط ہے کہ اس کا غنی باپ زندہ موجود نہ ہو اگر ماں غنیہ ہو کہ بچہ اپنے باپ کی زندگی میں اُس کے غنا سے غنی قرار پاتا ہے یہاں تک کہ اُسے زکوٰۃ و صدقہ واجبہ دینا روا نہیں اور ماں کے غنا سے غنی نہیں ٹھہرتا) ان صورتوں میں وُہ ہبہ قطعاً صحیح و تام و نافذ و لازم ہوگیا جس میں رجوع کا زید کو ہرگز اختیار نہیں کہ موہوب لہم فقیر ہیں تو ہبہ صدقہ ہے اور صدقہ میں رجوع نہیں، ورنہ وہ سب واہب کے ذی رحم محرم ہیں اور ایسی قرابت میں ہبہ سے رجوع ناجائز، خصوصاً بھتیجوں کے حصہ میں تو رجوع سے ایک اور مانع بھی پیش آیا یعنی موہوب لہم کا مرجانا کہ جوازِ رجوع کے لئے زندگی عاقدین بھی شرط ہے،

فی الدرالمختار تتم الهبة بالقبض الکامل فی محوز مقسوم و مشاع لایبقی منتفعا به بعد ان یقسم کبیت وحمام صغیرین لانها لاتتم بالقبض فیما یقسم لعدم تصور القبض الکامل فان قسمه و سلمه صح لزوال المانع وهب

درمختار میں ہے کامل قبضہ سے ہبہ تام ہوتا ہے اس میں جو تقسیم ہو کر محفوظ چیز اور ایسی غیر منقسم چیز جو تقسیم ہو کر محفوظ اور قابلِ انتفاع نہ رہے، جیسے چھوٹا کمرہ اور چھوٹا حمام، کیونکہ قابلِ تقسیم چیز میں قبضہ تام نہیں ہوتا اس لئے کہ کامل قبضہ متصور نہیں ہوسکتا، ہاں اگر قابلِ تقسیم کو تقسیم کرکے سونپا تو صحیح ہے کیونکہ مانع زائل ہوگیا،

Marfat.com

اثنان دارا لواحد صح وبعکسہ لا لشیوع فیما یحتمل القسمۃ واذا تصدق بعشرۃ دراھم او وھبھا للفقیرین صح لان الھبۃ للفقیر صدقۃ والصدقۃ یراد بھا وجہ اللہ تعالٰی وھو واحد فلا شیوع، ویمنع الرجوع فیھا موت احد المتعاقدین بعد التسلیم والقرابۃ فلو وھب لذی رحم محرم منہ نسبا لا یرجع اھ[1] ملتقطا وفی رد المحتار عن التتارخانیۃ عن المضمرات لوقال وھبت منکما ھذہ الدار والموھوب لھما فقیران صحت الھبۃ بالاجماع اھ[2]، وفی مختصر القدوری لایصح الرجوع فی الصدقۃ بعد القبض اھ[3]۔

دو حضرات نے ایک مکان ایک شخص کو ہبہ کیا تو صحیح ہے، اگر عکس ہو یعنی ایک نے دو کو ہبہ کیا تو صحیح نہیں کیونکہ قابل تقسیم غیر منقسم ہوا، اور اگر دس درہم صدقہ کئے یا دو فقیروں کو ہبہ کئے صحیح ہے کیونکہ فقیر کو ہبہ بھی صدقہ ہوتا ہے اور صدقہ اللہ تعالٰی کے لئے ہوتا ہے اور وہ ایک ہی ذات ہے، تو غیر منقسم ہونا نہ پایا گیا، اور فریقین سے ایک کا سونپ دینے کے بعد فوت ہو جانا اور قرابت رجوع کے لئے مانع ہے تو اگر اپنے کسی نسبی ذی محرم کو ہبہ کیا تو رجوع نہ کرے گا اھ ملتقطا۔ اور ردالمحتار میں تاتارخانیہ سے مضمرات کے حوالہ سے منقول ہے اگر کہا کہ میں تم دونوں کو یہ مکان ہبہ کرتا ہوں حالانکہ موہوب لہ دونوں فقیر ہیں تو ہبہ صحیح ہے بالاجماع اھ اور مختصر القدوری میں ہے قبضہ کے بعد صدقہ میں رجوع صحیح نہیں اھ۔ (ت)

اور اگر وہ مکان بڑا یعنی قابل تقسیم تھا اور زید نے مشاعاً چاروں کو ہبہ کیا اور تقسیم کرکے خاص خاص معین حصوں پر جُدا جُدا قابض نہ کر دیا اور موہوب لہم سب یا بعض اُس وقت غنی بمعنی مذکور تھے (یعنی اُن میں کوئی بذاتِ خود مالکِ نصاب تھا یا ان میں کسی نابالغ کا باپ مالکِ نصاب زندہ موجود تھا) تو رجوع و واپسی درکنار، یہ ہبہ صحیح و معتمد و ظاہر الروایۃ پر سرے سے مفید ملک واقع نہ ہوا مکان بدستور ملکِ زید پر باقی ہے جس میں موہوب لہم خواہ ان کے ورثہ کا کوئی حق نہیں اُن پر لازم ہے کہ سارا مکان زید کو واپس دیں اور زید قطعاً اختیار رکھتا ہے کہ جس وقت چاہے بے اُن کی رضامندی کے بطور خود قبضہ کرلے جس سے نہ اُن کی قرابت منع کر سکے نہ بعض عاقدین کا مر جانا کہ مکان اُن کی ملک میں

---

[1] درمختار | کتاب الھبۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/ ۱۵۹ تا ۱۶۳

[2] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۴/ ۵۱۴

[3] مختصر القدوری | " | مطبع مجیدی کانپور | ص ۱۵۷

Marfat.com

آیا ہی نہ تھا جو شرائطِ رجوع دیکھے جاتیں بلکہ بعض علماء کہ ہبہ مشاع کو فاسد اور بعد قبضہ نا قصہ مفید مِلک خبیث مانتے ہیں ان کے نزدیک بھی اس کا رَد واجب، اور واہب کو ہمیشہ اختیارِ رجوع رہتا ہے جس سے قرابت خواہ موت احد العاقدین وغیرہما کوئی مانع اصلاً منع نہیں کر سکتا، بہرحال اس صورت میں ان لوگوں کا قبضہ اگرچہ سالہا سال سے ہے محض ناجائز و بے اثر کہ تقادم مدت سے حق ساقط نہیں ہوتا۔ فتاویٰ خیریہ میں ہے:

لا تصح ہبة المشاع الذی یحتمل القسمة کالدار والارض ولو صدق الوارث علیٰ صدورها من المورث ولا تفید الملك فی ظاهر الروایة قال الزیلعی ولو سلمه شائعا لا یملکه حتی لا ینفذ تصرفه فیه فیکون مضمونا علیه وینفذ فیه تصرف الواهب ذکره الطحاوی و قاضی خان و روی عن ابن رستم مثله و ذکر عصام انها تفید الملك و به اخذ بعض المشائخ انتهی، ومع افادتها للملك عند هذا البعض اجمع الکل علیٰ ان للواهب استردادها من الموهوب له ولو کان ذا رحم محرم من الواهب، و کما یکون للواهب الرجوع فیها یکون لوارثه بعد موته لکونها مستحقة الرد و تضمن بعد الهلاك اھ[1] ملخصًا۔

قابلِ تقسیم چیز کا مشاعی طور پر (غیر منقسم طور پر) ہبہ صحیح نہیں، جیسے مکان اور زمین اگرچہ مورث کے مرنے کے بعد اس کے وارث تصدیق بھی کر دیں کہ مورث نے یہ ہبہ کیا تھا، اور ظاہر الروایۃ میں یہ ہبہ مفیدِ ملک نہیں ہے، امام زیلعی نے فرمایا اگر بطور شیوع ہبہ کیا تو موہوب لہ مالک نہ ہوگا حتی کہ اس کا تصرف اس میں نافذ نہ ہوگا تو وہ مضمون بنے گا جبکہ واہب تصرف کرے تو نافذ ہوگا یہ طحاوی اور قاضیخان نے ذکر کیا ہے ابن رستم سے یہی منقول ہے جبکہ عصام نے ذکر کیا کہ مفیدِ ملک ہوگا، اسی کو بعض نے لیا ہے اھ، ان بعض حضرات کے مفیدِ ملک ہونے کے باوجود سب کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر واہب واپس لینا چاہے تو لے سکتا ہے اگرچہ موہوب لہ واہب کا ذی محرم ہو، اور جس طرح خود واہب رجوع کر سکتا ہے اس کی موت کے بعد اس کے ورثاء بھی رجوع کا حق رکھتے ہیں کیونکہ وہ قابلِ رد ہے اور ہلاک ہو جائے تو اس کا ضمان دیا جائے گا اھ ملخصاً۔ (ت)

---

[1] فتاویٰ خیریہ کتاب الھبہ دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۱۱۲

Marfat.com

قہستانی میں ہے :

وکما لا یمنع الرجوع فی الہبۃ الفاسدۃ القرابۃ فکذا غیرھا من الموانع اھ[1]

اقول فقد ظہر الجواب اذا کانوا جمیعا اغنیاء وکذا اذا کان بعضھم غنیا والبعض فقیرا لان الشیوع انما لایعمل فی الصدقۃ اذا تصدق بالکل علی فقیرین او فقراء لکون المراد بالکل ح ھو وجہ الواحد الاحد الفرد جل جلالہ کما مر عن الدر المختار[2] اما اذا کان بعضہ ھبۃ لغنی فلم یکن المراد بکلہ وجہہ تعالٰی فتحقق المعنی المانع عن افادۃ الملك علی المذھب الصحیح الرجیح المعتمد الا تری الی ما صرح بہ فی تنویر الابصار وشرحہ الدر المختار من ان الصدقۃ کالہبۃ بجامع التبرع وح لا تصح غیر مقبوضۃ ولا فی مشاع یقسم[3] اھ قال فی البحر فان قلت تقدم ان الصدقۃ لفقیرین جائزۃ فیما یحتمل القسمۃ بقولہ وصح تصدق عشرۃ لفقیرین قلت المراد ھھنا

جس طرح قرابت فاسد ہبہ کو واپس لینے میں مانع نہیں اسی طرح دیگر امور بھی مانع نہیں اھ،

اقول (میں کہتا ہوں) تو جواب واضح ہو گیا کہ صدقہ کی صورت میں سب غنی ہوں یا بعض غنی اور بعض فقیر ہوں تو رجوع صحیح ہے کیونکہ شیوع صدقہ میں مؤثر نہیں اسی لئے جب کل دو یا کئی فقیروں پر صدقہ کیا تو صحیح ہے کیونکہ صدقہ واحد احد جل جلالہ کے لئے ہوتا ہے جیسا کہ درمختار سے گزرا، اور اگر اس کُل کا بعض حصہ کسی غنی کو ہبہ کیا تو صحیح نہیں کیونکہ اب کُل اللہ وحدہ کے لئے نہ ہوا تو صحیح معتمد مذہب کے مطابق مفید ملک ہونے سے مانع پایا گیا، آپ نے دیکھا تنویر الابصار اور اس کی شرح درمختار نے جو تصریح کی کہ صدقہ ہبہ کی طرح تبرع کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے تو مفید ملک نہ ہونے کی صورت میں غیر مقبوض اور قابلِ تقسیم مشاعی چیز کا ہبہ صحیح نہ ہوگا اھ، بحر میں فرمایا اگر اعتراض ہو کہ پہلے یہ گزرا کہ قابلِ تقسیم غیر منقسم چیز کا صدقہ دو فقیروں کو جائز ہے جو اس عبارت میں بیان کیا کہ دس دراہم دو فقیروں کو جائز ہے تو میں جواب دیتا ہوں

---

[1] جامع الرموز

[2] درمختار کتاب الہبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۶۱

[3] درمختار شرح تنویر الابصار ؍؍ فصل فی مسائل متفرقہ ؍؍ ۲/۱۶۶

Marfat.com

من المشاع ان يهب بعضه لواحد فقط فحـ هو مشاع يحتمل القسمة بخلاف الفقيرين فانه لاشيوع كما تقدم[1] اھ فما نحن فيه عين[عہ] تلك الصورة المصرح

کہ یہاں مشاع سے مراد یہ ہے کہ ایک چیز کا بعض ایک کو دیا جائے، تو یہ مشاع قابلِ تقسیم ہے بخلاف جب دو فقیروں کو ہبہ کیا جائے تو شیوع نہ ہوگا، جیسا کہ گزرا ہے اھ تو ہماری زیرِ بحث صورت بعینہٖ یہی ہے،

عہ ثم رأيت بحمد الله تعالٰى نفس الجزئية فی العقود الدرية حيث قال وجه صحتها اذا كانت لفقيرين ما صرحوا به من ان الصدقة يراد بها وجه الله تعالٰى وهو واحد فلا شيوع والا فقد صرحوا فی المتون ايضا بان الصدقة كالهبة لاتصح فی مشاع يقسم ای بان يتصدق ببعضه علی واحد والحاصل انه لو وهب دارا مثلا التی تحتمل القسمة من غنيين لايصح للشيوع خلافا لهما ولو تصدق بها علی فقيرين يصح اتفاقا لما مر ولو وهب نصفها لواحد وتصدق به علی فقير واحد لم يصح لتحقق الشيوع[2] اھ هكذا هو بالواو فی و تصدق فی النسخة المطبوعة ببولاق مصر سنہ ۱۲۷۳ من الهجرة المطهرة ـ والله تعالٰى اعلم ـ

عہ پھر میں نے بحمد اللہ تعالٰی بعینہٖ یہ جزئیہ العقود الدریۃ میں دیکھا، جہاں انھوں نے فرمایا، اس کی صحت دو فقیروں کی صورت میں ان کی تصریح کے مطابق یہ ہے کہ صدقہ سے اللہ تعالٰی کی رضا مطلوب ہے اور وہ ذات واحد احد ہے تو شیوع نہ ہوا، ورنہ تو خود فقہائے متون میں تصریح فرمائی ہے کہ صدقہ ہبہ کی طرح قابلِ تقسیم شیوع میں صحیح نہیں کہ ایک چیز کا بعض حصہ ایک کو صدقہ کرے، الحاصل اگر ایک مکان جو قابلِ تقسیم ہے دو غنی حضرات کو ہبہ کیا تو شیوع کی وجہ سے صحیح نہیں، اس میں صاحبین کا خلاف ہے، جبکہ یہ مکان دو فقیروں کو صدقہ کیا تو بالاجماع جائز ہے جیسا کہ گزرا ہے، اور اگر اس مکان کا بعض غیر منقسم حصہ ایک فقیر کو صدقہ دیا اور بعض حصہ دوسرے ایک کو ہبہ کیا تو صحیح نہ ہوگا کیونکہ شیوع پایا گیا (بولاق مصر کے مطبوعہ ۱۲۷۳ھ کے نسخے میں "وتصدق" ہے، "تصدق" سے قبل واو ہے (ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] بحر الرائق کتاب الہبۃ فصل بمنزلۃ مسائل شتی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/۲۹۷
[2] العقود الدریۃ کتاب الہبۃ ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۹۷

Marfat.com

ببطلانها اعنی التصدق بالبعض و ابقاء البعض علی ملك نفسه فان الهبة فی حصة الاغنیاء لما لم تفد شیئا للشیوع بقیت تلك الحصة علی ملك الواهب فلم یکن الا تصدقا بالبعض وابقاء للبعض الباقی فلم یصح ای لم یفد ملکا للفقیر ایضا و به تبین ان لیس هذا رجوعا فی الصدقة حتی لا تجوز بعد القبض فان الرجوع انما هو بعد ثبوت الملك للفقیر وھٰھنا لا ملك فلا رجوع فلا منع ھکذا ینبغی التحقیق اذا ساعد التوفیق ـ واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

جس کے بطلان کی تصریح ہے یعنی ایک چیز کے بعض کو صدقہ کرنا اور بعض کو اپنی ذاتی ملک میں رکھنا کیونکہ اغنیاء کے حصّے کا ہبہ جب شیوع کی وجہ سے مفیدِ ملک نہ ہوا تو وہ حصہ واہب کی اپنی ملک میں رہا تو یہ صرف بعض کا صدقہ اور بعض کا اپنی ملک میں باقی رکھنا ہُوا تو صحیح نہ ہوگا، یعنی فقیر کی ملکیت کے لئے بھی مفید نہ ہُوا تو واضح ہوگیا کہ مذکورہ صورت میں صدقہ میں رجوع نہ بنا حتی کہ بعد قبضہ بھی ناجائز ہے اور رجوع تب ہوتا کہ فقیر کی ملکیت پہلے ثابت ہوتی جبکہ یہاں فقیر کی ملکیت ثابت نہ ہوئی، تو ملک نہیں ہوئی تو رجوع بھی نہ ہُوا تو ممنوع صورت نہ ہوئی، جب توفیق ساتھ دے تو تحقیق یُوں چاہیئے۔ واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ و اتم و احکم۔ (ت)

مسئلہ ۵۳

۲۵ رجب ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک مکان خرید کر اپنی دختر ہندہ عاقلہ بالغہ کو ہبہ کامل مع قبضہ کر دیا، زید خود دوسرے مکان میں رہتا تھا اس مکان موہوب میں ہندہ بعد ہبہ سالہا سال سے رہا کی اور رہتی ہے مگر زید نے اس ہبہ کی کوئی دستاویز نہ لکھی، ہاں کل عزیز اور اور چند ورثاء اور تمام اہل محلہ اس ہبہ سے آگاہ ہیں اور گواہی دینے کو موجود ہیں اس صورت میں وہ ہبہ تمام وکامل ہوگیا یا نہیں اور مکان ہندہ دختر زید ہے یا ملکِ زید قرار پاکر اس کے ترکہ میں تقسیم ہوگا۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں وُہ مکان خالص ملک ہندہ دختر زید ہے جس میں زید کا اصلاً کوئی استحقاق نہیں، نہ وہ زید کا ترکہ قرار پا سکے کہ شریعتِ مطہرہ میں ہبہ وغیرہ تمام عقود صرف زبان سے ہیں، تحریر کوئی ایسی چیز نہیں کہ اس کے بغیر کسی عقد کو ناتمام وغیر مکمل تصور کیا جائے

Marfat.com

فتاوٰی خیریہ لنفع البریہ میں ہے:

اما اشتراط کونہ یکتب فی حجۃ ویقید فی سجلات فلیس بلازم شرعا ومخالف للموضوع الشرعی فان اللفظ بانفرادہ کاف فی صحۃ ذٰلک شرعًا والزیادۃ لایحتاج الیہا[1] اھ ملخصًا، واللہ تعالٰی اعلم۔

لیکن شرط لگانا کہ اشٹام لکھا جائے اور رجسٹروں میں درج کیا تو شرعًا یہ ضروری نہیں، اور شرعی وضع کے خلاف ہے کیونکہ اکیلا لفظ ہی اس کی صحت کے لئے کافی ہے اور زیادہ کی ضرورت نہیں اھ ملخصًا، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۴ شعبان ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس صورت میں کہ زید نے ایک اراضی اپنے بیٹے کے نام خریدی، بعد ایک مدت کے وہ زمین ایک طبیب کو ہبہ کی پسر زید اصل مالک زمین نے کہ عاقل بالغ تھا اس فعل کو جائز رکھا اور کہا کہ مجھے منظور ہے چنانچہ وہ طبیب ایک مدت تک برضائے واہب ومالک اُس زمین پر قابض و دخیل رہا، اب بعد انتقالِ زید و پسرِ زید نبیرۂ زید اُس زمین کو واپس لینا چاہتا ہے، آیا وہ اسے واپس لے سکتا ہے؟ اور اس واپس لینے کا اسے شرعًا اختیار ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں اگرچہ زید کا ہبہ ہبہ فضولی تھا مگر جب اصل مالک نے اس کی اجازت دی اور موہوب لہٗ نے برضائے مالک قبضہ پالیا تو وہ زمین اُس طبیب کی مِلک تام ہوگئی اب کہ مالک نے انتقال کیا اصلًا حقِ رجوع کسی کو نہ رہا نبیرۂ زید کا ارادہ واپسی محض مہمل ہے اُسے خواہ کسی کو اُس زمین کو واپس لینے کا اصلًا اختیار نہیں۔ درمختار میں ہے:

باب موانع الرجوع یجمعہا حروف دمع خزقہ والمیم موت احد المتعاقدین[2] اھ ملخصًا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

رجوع سے موانع کو یہ حروف جامع ہیں، دمع خزقہ، اور "م" سے مراد عاقدین میں سے ایک کی موت ہے اھ ملخصًا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] فتاوٰی خیریۃ کتاب الوقف دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۱۶

[2] درمختار کتاب الہبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۶۱

Marfat.com

مسئلہ ۵۵ ۲۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بعد انتقال مورثِ اعلیٰ کے ترکہ مشترکہ سے جزء و عمرو کو زبانی دیا یا بخشا یا کل حصہ خالد اور ولید کو بذریعہ تحریر ہبہ کیا اور جزء و یا کل غیر منقسم پر قبضہ دیا، بعد اس کے دیگر شرکاء اور زید میں بابت ترکہ مشترکہ غیر منقسم مورث اعلیٰ کے نزاع ہوکر تقسیم جائداد ہوئی، زید مذکور نے ازروئے تقسیم اپنا وہ حصہ کہ جس کا جزء یا کُل ہبہ کرچکا تھا پایا اس کُل کو بیع کردیا صورت مذکورہ بالا میں دہندگی اور بخشندگی اور ہبہ زبانی و تحریری جائز اور قابلِ نفاذ ہے یا نہیں؟ بیان کرو تم اجر پاؤ تم۔

الجواب

شے مشترک صالح تقسیم کا ہبہ قبل تقسیم ہرگز صحیح نہیں اور اگر یونہی مشاعاً یعنی بے تقسیم موہوب لہ کو قبضہ بھی دے دیا جائے تاہم وہ شئی بدستور ملکِ واہب پر رہتی ہے موہوب لہ کا اصلاً کوئی استحقاق اُس میں ثابت نہیں ہوتا، نہ وُہ ہرگز بذریعہ ہبہ اس کا مالک ہوسکے جب تک واہب تقسیم کرکے خاص جزء موہوب معین محدود و ممتاز جداگانہ پر قبضہ کاملہ نہ دے، یہاں تک کہ ایسے قبضہ ناقصہ کے بعد بھی اگر موہوب لہ اُس شئی میں بیع وغیرہ کوئی تصرف کرے محض باطل و ناقابلِ نفاذ ہے اور واہب کے سب تصرفات جیسے قبل ہبہ نافذ تھے اب بھی بدستور تام و نافذ ہیں، یہی حق و صحیح و معتمد ہے اور اسی پر تعویل و اعتماد لازم۔ پھر یہ شیوع چاہے یوں ہو کہ سرے سے خود واہب کی جائداد میں ایک حصہ غیر منقسم کا مالک ہے یہی حصہ کل یا بعض قبل تقسیم ہبہ کیا یا یہ تو اس کل چیز کا مالک تھا مگر ہبہ اس میں سے ایک جزء غیر منقسم کا کیا یا ہبہ بھی کل کا کیا مگر دو شخصوں کو دیا اور ہر موہوب لہ کا حصہ جدا و ممتاز کرکے قبضہ نہ دلایا، تینوں صورتوں کا وہی حکم ہے کہ ہبہ محض ناتمام اور ایسے قبضہ کے بعد بھی موہوب لہ کو اصلاً ملک حاصل نہیں۔ تنویر الابصار میں ہے:

تتم الهبة بالقبض فی محوز مقسوم ومشاع لایقسم لا فیما یقسم ولو لشریکه فان قسمه وسلمه صح ولو سلمه شائعاً لا یملکه فلا ینفذ تصرفه فیه[1] اھ ملتقطا۔

مقسوم محفوظ اور ناقابل تقسیم مشاعی چیز کا ہبہ قبضہ سے تام ہوتا ہے جبکہ مشاع قابل تقسیم ہو تو اگرچہ شریک کو ہی ہبہ کیا وہ صحیح نہ ہوگا، ہاں اگر تقسیم کردیا اور قبضہ دے دیا تو صحیح ہوگا، اور مشاع کو ہی سونپ دیا تو موہوب لہ مالک نہ ہوگا لہٰذا اس کا تصرف اس میں نافذ نہ ہوگا اھ ملتقطا (ت)

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الہبہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۵۹

Marfat.com

اسی میں ہے :

وھب اثنان دارا لواحد صح و بعکسه لا[1]

اگر دو حضرات نے ایک مکان ایک ہی شخص کو ہبہ کیا صحیح ہے، اگر عکس کیا تو صحیح نہ ہوگا۔ (ت)

فتاوٰی خیریہ[2] میں ہے :

قال فی مشتمل[3] الاحکام نقلا عن تتمۃ[4] الفتاوی ان ھبۃ المشاع باطلۃ و ھو الصحیح[2]

مشتمل الاحکام میں تتمۃ الفتاوٰی سے منقول ہے کہ مشاع چیز کا ہبہ باطل ہے، یہی صحیح ہے۔ (ت)

ردالمحتار[5] میں ہے :

ولوسلمہ شائعا قال فی الفتاوی الخیریۃ لا تفید الملك فی ظاھر الروایۃ قال الزیلعی[6] ولوسلمہ شائعا لا یملکہ حتی لا ینفذ تصرفہ فیہ فیکون مضمونا علیہ وینفذ فیہ تصرف الواھب ذکرہ الطحاوی[7] وقاضیخان[8] وروی عن ابن رستم[9] مثلہ وافتی بہ فی الحامدیۃ[10] والتاجیۃ[11] و بہ جزم فی الجوھرۃ[12] والبحر[13] ونقل عن المبتغی[14] انہ لو باعہ الموھوب لہ یصح و فی نور العین[15] عن الوجیز[16] الھبۃ الفاسدۃ مضمونۃ بالقبض و لا یثبت الملك فیھا الا عند اداء العوض، نص علیہ محمد فی المبسوط[17]

اگر مشاع کا قبضہ دیا خیریہ میں فرمایا کہ وہ ظاہر الروایۃ میں مفید ملک نہ ہوگا، امام زیلعی نے فرمایا اگر مشاع پر قبضہ دیا تو موہوب لہ مالک نہ بنے گا' لہٰذا اس کا تصرف بھی صحیح نہ ہوگا اگر کیا تو ضمان دے گا، اس میں واہب کا تصرف نافذ رہے گا' یہ طحاوی اور قاضیخان نے ذکر کیا ہے' اور ابن قاسم سے ایسی ہی روایت ہے اور اسی پر حامدیہ اور تاجیہ میں فتوٰی دیا ہے اور اسی پر جوہرہ اور بحر میں جزم فرمایا ہے، اور المبتغٰی سے منقول ہے کہ اگر موہوب لہ نے اس کو فروخت کیا تو جائز نہ ہوگا اور نور العین میں وجیز سے منقول ہے کہ فاسد ہبہ پر قبضہ باعثِ ضمان ہوگا اس پر موہوب لہ کی ملکیت عوض ادا کئے بغیر ثابت نہ ہوگی اس پر امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے مبسوط میں نص فرمائی ہے

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار | کتاب الہبۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/ ۱۶۱

[2] فتاوٰی خیریہ | " | دار احیاء التراث العربی بیروت | ۲/ ۱۱۳

Marfat.com

وھو قول ابی یوسف[18] وذکر قبلہ ھبۃ المشاع فیما یقسم لاتفید الملک عند ابی حنیفۃ[19] وفی القھستانی[20] ھو المختار کما فی المضمرات[21] وھو الصحیح فحیث علمت انہ ظاھر الروایۃ وانہ نص علیہ محمد ورووہ عن ابی حنیفۃ ظھر انہ الذی علیہ العمل ونص فی الاصل انہ لو وھب نصف دارہ من اٰخر وسلمھا الیہ فباعھا الموھوب لہ لم یجز دل انہ لایملک حیث ابطل البیع بعد القبض ونص فی الفتاوٰی انہ ھو المختار[1] اھ ملخصًا۔

اور یہی امام ابویوسف کا قول ہے، اس سے قبل ذکر فرمایا کہ مشاع جو قابلِ تقسیم ہو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک وہ مفید ملک نہ ہوگا اور قہستانی میں فرمایا یہی مختار ہے جیسا کہ مضمرات میں ہے یہی صحیح ہے، اور میرے علم کے مطابق یہ ظاہر الروایۃ ہے اور اس پر امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کی نص ہے اسی کو انھوں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے، تو واضح ہوا کہ اسی پر عمل ہے، اور مبسوط میں نص فرمائی ہے کہ اگر کسی کو نصف مکان ہبہ کیا اور سونپ دیا اور موہوب لہ نے اسے فروخت کردیا تو یہ کاروائی جائز نہ ہوگی، یہ کلام دال ہے کہ موہوب لہ اس کا مالک نہ ہوا کیونکہ انھوں نے قبضہ کے باوجود بیع کو باطل کہا ہے، اور فتاوٰی میں منصوص ہے کہ یہی مختار ہے، اھ ملخصًا۔ (ت)

صورت مستفسرہ میں زید نے جو اپنے حصہ کا ایک جز عمرو کو دیا یا خالد و ولید کو کل حصہ ہبہ کیا دونوں حالتوں میں یہ نہ صرف ایک وجہ سے مشاع بلکہ ہر طرح مشاع در مشاع تھا عمرو کو دینے میں یوں کہ اصل حصہ زید ہی ہنوز مشاع تھا پھر اس مشاع میں کا ایک جز غیر منقسم عمرو کو بخشا اور خالد و ولید کے نام ہبہ میں یُوں کہ ایک تو اصل حصہ مشاع دوسرے دو شخصوں کو بے تقسیم دینا، پس بہرحال حکم یہی ہے کہ یہ سب ہبہ تحریری ہوں خواہ زبانی محض باطل و بے اثر ہوئے اور عمرو و خالد و ولید کو کوئی استحقاق اس موہوب میں نہ ملا اور بیع کہ زید نے کی بے تامل صحیح و نافذ و تام و کامل ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی نصف جائداد کا اپنے پسر متوفی کی زوجہ کو اپنی حیات و صحت میں مالک کردیا اور وہ جائداد جب ہی منقسم ہوگئی کہ ہبہ نے حیاتِ زید میں اس پر قبضہ کاملہ پالیا اور بعد زید بھی بدستور پچاس برس بلکہ زائد تک اس پر قابض رہی اب عورت

---

[1] ردالمحتار کتاب الہبۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۵۱۱

Marfat.com

نے اپنا بھائی چھوڑ کر انتقال کیا زید کے دوسرے پسر کی اولاد اس جائداد میں دعوی کرتے ہیں اس صورت میں دعوی ان کا قابلِ سماعت ہے یا وہ صرف حق وارثان عورت ہے اولاد پسر زید کا اس میں کچھ حق نہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں وہ نصف جائداد کہ زید نے اپنی بہو کو دی اس کی مالک مستقل بہو ہوگئی وارثانِ زید کا اس میں کچھ حق نہ رہا، نہ اُن کا دعوی مسموع ہوسکتا ہے، وہ صرف حق وارثانِ عورت ہے

فان التملیک ان کان بیعا فظاھر وان کان ھبة فقد تمت بالتقسیم والقبض ولزمت بالموت۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کیونکہ یہ تملیک بطور بیع ہو تو ظاہر ہے اور اگر بطور ہبہ ہو تو تقسیم اور قبضہ دینے سے تام ہوگیا اور موت سے لازم ہوگیا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۷ ۲۳ شعبان المعظم ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عرصہ چودہ برس کا ہوا مسماۃ ہندہ نے انتقال کیا اور بعدا اپنے دو بیٹے نام کلاں کا زید اور نام ثانی کا بکر تھا، اور بکر کا خالد نام ایک لڑکا بعمر دس سال تھا چھوڑا، جائداد متروکہ ہندہ میں بموجب ادخال فوتی نامہ پٹواری دیہہ محکمہ نظامت میں بجائے ہندہ زید پسر اور بجائے بکر خالد پوتا کا نام درج ہوگیا بکر نے بخیال مصلحت خاص بغرض حفظ جائداد کہ وہ مقروض تھا اور اپنا نام لکھوانے میں خوف تلف ہونے اس جائداد کا تھا اُس وقت سکوت اختیار کیا اور کوئی لفظ تملیک نہ کہا اور نہ تملیک منظور تھی نہ کوئی تحریر مثل ہبہ نامہ یا بیعنامہ (مثل دیگر جائداد کہ اپنے روپے سے خالد کو اور اُس کی ماں کو بذریعہ خرید وہبہ کے لکھ چکا) اس حقیت کی کی، اور نہ اُس وقت تک باوجود بالغ ہونے کے خالد کو اس جائداد پر قبضہ دیا بخلاف دیگر جائداد کے جو دینا منظور تھی اس پر قابض و دخیل کردیا اور اس حقیت میں بطور فرضی نام درج رہا بکر کارکن اور قابض متصرف مالکانہ اس حقیت کا اس وقت تک ہے۔ اب خالد یعنی پسر بکر اُس پر بھی قبضہ کرنا چاہتا ہے اور بکر چاہتا ہے کہ نام خالد کا محکمہ موصوف سے خارج ہوکر ترکہ مادری پر میرا نام درج ہو، لہذا بموجب شرع شریف بکر مستحق درج کرانے نام اپنے کا ہے یا نہیں اور بموجودگی پسر کے پوتا کو ترکہ دادی پہنچتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

محکمہ مال میں نام خالد کا اندراج جس کی بنا تحریر پٹواری پر تھی کوئی چیز نہیں کہ پٹواری خواہ

Marfat.com

حکام مال، ایک کے مال کا مالک دوسرے کو نہیں کر سکتے جبکہ جائداد ترکہ ہندہ والدۂ بکر بھی تو بلا شبہہ زید و بکر بحکم وراثت اُس کے مالک ہُوئے اور خالد کو کوئی استحقاق ابتدائی نہ ملا کہ بیٹے کے ہوتے پوتے کا کچھ حق نہیں، اب جو حصہ مِلکِ بکر ہوا دوسرا بے اُس کے تملیک کے کیونکر اس کا مالک ہو سکتا ہے،

فی ردالمحتار عن الکرمانی لان ملك الانسان لاینتقل الی الغیر بدون تملیکہ[1]

ردالمحتار میں کرمانی سے منقول ہے کہ تملیک کے بغیر کسی کی ملکیت دوسرے کو منتقل نہ ہوگی۔ (ت)

اور تملیک کی یہاں دو۲ ہی صورتیں متصور، یا تو مالک آپ انشاء و ایجاب ہبہ کرے یا دوسرا شخص یعنی فضولی اس کی چیز کو ہبہ کرے اور یہ اس تصرف کو اپنی اجازت سے نافذ کر دے یہاں جو کچھ بکر سے صادر ہوا وہ محض سکوت ہے، اور پر ظاہر کہ سکوت خود تو کسی عقد کا ایجاب ہو نہیں سکتا کہ ایجاب کلام اول ہے اور سکوت ترکِ کلام، اور یہاں اسے اجازت قرار دینے کی بھی کوئی سبیل نہیں کہ اجازت کے لئے کوئی عقد فضولی ہونا تو درکار ہے جسے جائز کیا جائے اور بداہۃً واضح کہ صیغۂ مال والوں کا خانۂ ملکیت میں کسی کا نام لکھنا کوئی انشائے ہبہ نہیں ہوتا وہ تو صرف ایک یادداشت مالکیت ثابتہ ہے نہ احداث ملک جدید، تو یہاں سرے سے کوئی عقد فضولی پایا ہی نہ گیا کہ سکوت بکر کو اس کی اجازت قرار دیں قطع نظر اس سے کہ مجرد سکوت مطلقاً دلیل اجازت ہو بھی سکتا ہے یا نہیں خصوصاً وہ بھی ایسا کہ محض ایک مصلحت کی بناء پر ہو۔ پس ثابت ہُوا کہ یہاں اصلاً کوئی صورت تملیک متحقق نہ ہوئی اور حقیقت بدستور ملک بکر ہے، خالد کا دعوٰی اصلاً قابلِ سماعت نہیں، پھر اس تقریر کی حاجت بھی اُس حالت میں ہے کہ وفاتِ ہندہ کے بعد زید و بکر کا حصہ جدا جدا منقسم ہو گیا ہو اُس کے بعد بجائے بکر حصہ بکر میں نام خالد مندرج ہوا اور اگر قبل از تقسیم یونہی جائداد متروکہ غیر منقسمہ میں اندراج نام خالد ہوا (جیسا کہ ظاہر یہی ہے کہ فوتی نامہ بعد فوت معاً داخل ہوتا ہے نہ کہ جب جائداد کا ورثہ میں بٹے بانٹ ہو جائے) جب تو خالد کے لئے ملک ثابت نہ ہونا کسی بیان کا محتاج ہی نہیں اگرچہ نہ پٹواری بلکہ خود بکر نے نہ بلحاظ مصلحت بلکہ خاص بقیدِ تملیک ہی خالد کا نام درج کرایا ہو کہ اس حالت میں یہ اگر ہوگا تو غایت درجہ ہبۂ مشاع ہوگا اور ہبۂ مشاع اصلاً مفیدِ ملک نہیں اگرچہ اپنے بیٹے کے لئے ہو جب تک واہب تقسیم کرکے موہوب لہ کو قبضۂ کاملہ نہ دے یہاں کہ اب تک قبضہ نہ ہوا مِلکِ خالد کے کوئی معنٰی نہیں۔ فتاوٰی خیریہ و عقود الدریہ میں ہے:

---

[1] ردالمحتار کتاب الہبہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۵۰۹

Marfat.com

المشاع فیما یحتمل القسمۃ وھو ما یجبر القاضی فیہ الاٰبی عن القسمۃ عند طلب الشریك لھا لاتفید الملك للموھوب لہ فی المختار مطلقا شریکا کان او غیرہ ابنا اوغیرہ[1] الخ۔

قابلِ تقسیم مشاع یعنی قاضی شریک کے مطالبہ پر اس منکر کو تقسیم پر مجبور کرے تو مختار قول میں ایسا مشاع موہوب لہ کی مِلک نہ بنے گا، یہ حکم عام ہے شریک ہو یا غیر ہو، بیٹا ہو یا غیر ہو، الخ، (ت)

مجموعۂ علامہ انقروی میں ہے:

فی المنتقی وھب نصف بیتہ لابنہ الصغیر لم یجز مالم یقسمہ ویبین ماوھب لہ من فتاوی التمرتاشی فی اٰخر کتاب الھبۃ[2] اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

منتقی میں ہے اگر کسی نے اپنے نابالغ بیٹے کو نصف مکان ہبہ کیا تو تقسیم کرکے دیئے اور واضح کئے بغیر صحیح نہ ہوگا۔ یہ فتاوٰی تمرتاشی کی کتاب الہبہ کے آخر سے منقول ہے اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم (ت)

مسئلہ ۵۸

۴ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید نے حالتِ مرض الموت میں اپنی جائداد یعنی ایک دکان اور ایک مکان اپنے پسر عمرو کو اور اس کی زوجہ کو نصف نصف ہبہ بلا تقسیم کردی اس وجہ سے کہ زوجین میں نا اتفاقی رہتی تھی بعد کو عمرو مذکور تا مرگ پورا کرایہ دکان مذکور کا لیتا رہا اور تقسیم پر راضی نہ رہا اور اب عمرو نے وفات پائی ایک زوجہ اور ایک ہمشیر زادہ وارث چھوڑے اب ترکہ عمرو کا کیونکر تقسیم ہوگا یعنی دکان اور مکان پورا پورا عمرو کا سمجھا جائے گا یا نصف نصف؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جبکہ زید نے مکان و دکان دو شخصوں کو نصف نصف ہبہ کئے اور تقسیم کرکے ہر ایک کو جدا جدا قبضہ نہ دلایا یہاں تک کہ مرگیا، تو مکان کا ہبہ تو یقیناً باطل ہُوا، یونہی دکان کا بھی، اگر وہ بعد تقسیم قابلِ انتفاع ہو یعنی اتنی گنجائش رکھتی ہو کہ اس کے دو حصے جُدا کردئے جائیں تو ہر حصہ

---

[1] العقود الدریۃ کتاب الہبۃ ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۹۱

[2] فتاوی انقرویہ " دارالاشاعت العربیہ قندھار " ۲/ ۲۸۴

Marfat.com

تنہا بکار آمد رہے اس صورت میں وُہ مکان و دکان ترکہ زید رہے اور بعد زید اگر اس کا کوئی وارث سوا عمرو کے نہ تھا تو بشرط تقدیم دین ووصیت وہ دونوں صرف عمرو کے ملک ہوئے زوجۂ عمرو کا ان میں کچھ حق نہ تھا اب کہ عمرو مرا اگر اس کے وارث سے یہی دو شخص ہیں تو بعد ادائے مہرو دیگر دیون و انفاذ وصایا چار حصے کرکے ایک سہم زوجہ عمرو اور تین سہم ہمشیر زادہ عمرو کو دیں، اور اگر دکان ایسی کوتاہ وتنگ ہے کہ تقسیم کے بعد ہر حصہ جدا قابل انتفاع نہ رہے تو مکان کا ہبہ تو باطل تھا اس کی حالت تو وہی ہے جو اوپر بیان ہوئی مگر دکان کا ہبہ ناجائز نہ ہوا، اب دیکھا جائے گا کہ زید نے اپنی حیات میں زوجہ عمرو کو اس دکان پر قبضہ کرا دیا تھا یا نہیں، اگر نہیں تو ہبہ پھر باطل ہوگیا،

کما فی الدرالمختار ان موت احد المتعاقدین قبل التسلیم مبطل للھبۃ[1] (ملخصًا)۔

جیسا کہ درمختار میں ہے کہ فریقین میں سے ایک کی موت قبضہ سے پہلے ہو تو وہ ہبہ کو باطل کردیتی ہے (ملخصاً)۔ (ت)

اور اگر قبضہ کرا دیا تھا تو اس نصف دکان کو اندازہ کیا جائے زید کا جس قدر ترکہ بعد ادائے دیون باقی رہا یہ نصف اُس کُل ترکہ کے ثلث سے زائد تو نہیں، اگر زائد نہیں تو ہبۂ نصف بنام زوجۂ عمرو صحیح و تام ولازم ہوگیا، یہ نصف دکان خاص مِلکِ زوجہ ہے اور نصف باقی و مکان و دیگر متروکات کا وہی حال ہے جو اُوپر گزرا، اور اگر ثلث سے زائد ہے تو از انجا کہ عمرو اس تقسیم پر راضی نہ تھا ثلث سے زائد کی مقدار میں ہبہ رَد ہوگیا،

فان الھبۃ فی مرض الموت فی حکم الوصیۃ من جھۃ التوقف علی اجازۃ الوارث فیما زاد علی الثلث وان لم تکن وصیۃ فی الحقیقۃ حتی بطلت فی المشاع وعند عدم القبض کما بینہ فی ردالمحتار[2]

کیونکہ مرض الموت میں تہائی ترکہ سے زائد ہبہ کیا تو وُہ ورثاء کی اجازت پر موقوف ہونے میں وصیت کے حکم میں ہے اگرچہ حقیقتاً وصیت نہ بھی ہو حتی کہ وہ مشاع ہونے اور قبضہ نہ ہونے پر باطل ہوجاتا ہے، جیسا کہ اس کو ردالمحتار میں بیان فرمایا ہے۔ (ت)

اس تقدیر پر صرف بقدر ثلث متروکہ کے جتنا حصہ اس نصف دکان کا ہو وہی ملکِ زوجہ

---

[1] درمختار کتاب الہبہ باب الرجوع فی الہبہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۶۱

[2] ردالمحتار کتاب الوصایا باب العتق فی المرض داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۳۵

Marfat.com

از روئے ہبہ ہے باقی دکان و مکان وغیرہا بدستور سابق تقسیم ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۹ از بنارس محلہ کندیگر ٹولہ شفاخانہ مسجد بی بی راجی مرسلہ مولوی حکیم عبدالغفور صاحب

ونیز از بنارس محلہ پتر کنڈہ مرسلہ مولوی محمد عبدالحمید صاحب ۱۴ رجب المرجب ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ابقاہم اللہ تعالیٰ الیٰ یوم الدین اس مسئلہ میں کہ زید کے تین بیٹے تھے: عمرو، بکر، خالد۔ زید نے عمرو کے نام سے ایک مکان خرید کیا اور قبالہ وغیرہ امور متعلقہ بیع بھی سب اُسی کے نام سے کئے، بعد اُس کے عمرو اپنے باپ زید اور برادران خالد وبکر کی حیات میں قضا کرگیا تو اب عمرو کے بال بچے اس مکان میں سے حصہ پائیں گے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں اگر عمرو اس وقت نابالغ تھا تو ہر طرح وہ مکان ملک عمرو ہوگیا، عمرو کے ورثہ پر حسب فرائض شرعیہ منقسم ہوگا،

فانہ ان وجدت اضافۃ العقد الٰی عمرو وقع الشراء لہ والاب یملکہ فملکہ عمرو ابتداءً والا وقع الشراء لزید ثم جعلہ باسم عمرو وصار ہبۃ منہ بحکم العرف واستغنت عن القبض لان ہبۃ الاب لولدہ الصغیر تتم بمجرد الایجاب وفی الھندیۃ عن القنیۃ اشتری ثوبا فقطعہ لولدہ الصغیر صار واھبا بالقطع مسلما الیہ قبل الخیاطۃ ولو قال اشتریت ھذا لہ صار ملکا لہ[1] اھ ملخصا، وفی

کیونکہ اگر مکان کی خریداری عمرو کی طرف منسوب کی گئی تھی تو وہ عمرو کے لئے ہی ہوئی جبکہ باپ اس کارروائی کا مختار ہے تو اس مکان کا عمرو ابتداءً مالک بنا ورنہ خریداری باپ زید کی ہوئی پھر اس نے عمرو بیٹے کے نام کی تو یہ باپ کی طرف سے عرف کے لحاظ سے ہبہ ہوا اور اس ہبہ میں قبضہ دینے کی ضرورت نہیں کیونکہ نابالغ بیٹے کو ہبہ کردینے سے ہی تام ہوجاتا ہے۔ ہندیہ میں قنیہ سے مروی ہے کسی نے کپڑا خرید کر نابالغ بیٹے کے لئے اسے کاٹ دیا تو وہ واہب بن گیا اور بیٹے کو سونپا گیا اگرچہ ابھی سلایا نہ ہو، اور اگر باپ کہہ دے کہ میں نے اپنے نابالغ بیٹے کیلئے خریدا ہے تو بیٹا مالک ہوگیا اھ ملخصاً۔ اور علامہ استروشنی

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الھبۃ الباب السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۹۲

Marfat.com

احکام الصغار للعلامۃ الاستروشنی عن الذخیرۃ والتجنیس امرأۃ اشترت ضیعۃ لولدھا الصغیر من مالھا وقع الشراء للام لانھا لاتملک الشراء للولد وتکون الضیعۃ للولد لانھا تصیر واھبۃ والام تملک ذٰلک ویقع قبضھا عنہ ؎

کے احکام الصغار میں ذخیرہ اور تجنیس سے منقول ہے عورت نے اپنے نابالغ بیٹے کے لئے زمین خریدی تو یہ خریداری اس عورت کی اپنی ذات کے لئے ہوگی اور زمین بیٹے کی ملک ہوگی کیونکہ اس نے بیٹے کو ہبہ کردی جبکہ ماں کو یہ اختیار حاصل ہے تو ماں کا قبضہ بیٹے کے لئے ہوگا (ت)

اور اگر بالغ تھا تو زید مشتری اور بائع مکان کے باہم عقد بیع و شراء میں جو لفظ زبان پر آئے اُن پر نظر کی جائے گی اگر اُن میں عمرو کی طرف اضافت عقد تھی مثلاً بائع نے کہا یہ مکان میں نے تیرے بیٹے عمرو کے ہاتھ بیچا، زید نے کہا میں نے اس کے لئے خریدا، یا اس کے جواب میں اتنا ہی کہا کہ میں نے خریدا، یا زید نے کہا یہ مکان میں نے اپنے بیٹے عمرو کے لئے خریدکیا، بائع نے کہا میں نے عمرو کے ہاتھ بیچا، یا اسی قدر کہا کہ میں نے بیچا،

فان الاضافۃ فی احد الکلامین کافیۃ اذا لم یوجد فی الاٰخر خلافھا کما صححہ فی وجیز الکردری وحققناہ فیما علقناہ علی ردالمحتار خلافا لما فھم العلامۃ الشامی رحمہ اللہ تعالٰی وصورۃ الخلاف ان تقع الاضافۃ فی احد الشطرین الی احد وفی الاٰخر کان قال اشتریت لفلان فقال بعت منک حیث یبطل العقد فی الاصح لانہ خاطب المشتری فردہ لغیرہ فلایکون جوابا فما بقی الا بشطر واحد افادہ فی فروق الکرابیسی

عقد کرنیوالے فریقین میں سے ایک کے کلام میں اضافت ہو تو کافی ہے بشرطیکہ دوسرے کا کلام اسکے منافی نہ ہو جیساکہ وجیز کردری میں اس کی تصیح ہے اور ہم نے اس کی تحقیق ردالمحتار کے حاشیہ میں کی ہے جبکہ علامہ شامی کا فہم اس کے خلاف ہے حالانکہ خلاف کی صورت یہ ہے کہ ایجاب قبول میں سے ایک میں اضافت ایک کی طرف ہو اور دوسرے میں دوسرے شخص کی طرف اضافت ہو مثلاً خریدار کہے میں نے یہ چیز فلاں کے لئے خریدی، تو اس کے جواب میں بائع یوں کہے یہ چیز میں نے تجھے فروخت کی، تو صحیح ترین قول میں یہ عقد باطل ہے کیونکہ بائع نے مشتری کو خطاب کرکے عقد دوسرے کی طرف پھیر دیا۔

؎ جامع احکام الصغار علٰی ہامش جامع الفصولین مسائل البیوع اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۷

Marfat.com

کما نقلہ عنہا فی البحر[1] تو مشتری کے ایجاب کے مطابق جواب نہ ہوا تو یہ عقد صرف ایک طرف ہوا، اس کا افادہ الکرابیسی کے فروق میں ہے، جیسا کہ اس کو وہاں سے بحر میں نقل کیا۔ (ت)

تو اس صورت میں یہ شرائے فضولی ہوا اور اجازتِ عمرو پر موقوف رہا، اگر اس نے اجازت دی مکان ابتداءً ملک عمرو ہوا اور اسی کے ورثہ پر تقسیم ہوگا اور اگر پیش از اجازت مرگیا بیع باطل ہوکر مکان ملکِ بائع پر رہا،

فی الدر المختار لو اشتری لغیرہ نفذ علیہ اذا لم یضفہ الی غیرہ فلو اضافہ توقف بزازیہ وغیرہا[2] اھ مختصرا وفی البزازیۃ الصحیح وانہ اذا اضیف العقد فی احد الکلامین الی فلان یتوقف علی اجازتہ[3] اھ وفی الدر لاتجوز اجازۃ وارثہ لبطلانہ بموتہ[4] اھ۔

درمختار میں ہے اگر کسی غیر کے لئے خریدا تو خریدار پر نافذ ہوگی بشرطیکہ اس کو غیر کی طرف منسوب نہ کیا اگر خرید کو غیر کی طرف منسوب کرتے ہوئے عقد کیا تو اس غیر کی اجازت پر عقد موقوف ہوگا، بزازیہ اھ مختصراً۔ اور بزازیہ میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جب فریقین میں سے کسی ایک کے کلام میں غیر کی طرف اضافت ہوگئی تو اس غیر کی اجازت پر موقوف ہوگا، اور درمختار میں ہے یہ موقوف عقد اس غیر کی موت کے بعد اس کے وارث کی اجازت سے جائز نہ ہوگا کیونکہ اس کی موت سے یہ اختیار ختم ہوگیا اھ۔ (ت)

اور اگر لفظوں میں عمرو کی طرف اضافت نہ تھی اگرچہ قبالہ میں عمرو ہی کے ہاتھ بیچنا لکھا ہو

(فان العبرۃ بما تلفظ بہ لا بما کتباہ) کما نص علیہ فی الخیریۃ[5]۔

فریقین نے جو تلفظ کیا اس کا اعتبار ہوگا ان کے لکھے کا اعتبار نہ ہوگا جیسا کہ اس پر خیریہ میں نص کی ہے۔ (ت)

---

[1] بحرالرائق کتاب البیع فصل فی بیع الفضولی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۱۴۹
ردالمحتار کتاب البیوع " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۳۶
[2] درمختار " " " " مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۱
[3] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب البیوع الفصل العاشر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۴۹۱
[4] درمختار کتاب البیوع فصل فی الفضولی مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۲
[5] فتاوٰی خیریہ کتاب الوقف دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۴۰-۱۳۹

Marfat.com

تو یہ شراء زید کے لئے واقع اور زید ہی اس کا مالک ہوا اب بعد اس کے جبکہ تحریر قبالہ وغیرہا کارروائیاں بنام عمرو کرائیں تو یہ بحکم عرف شائع زید کی طرف سے عمرو کے لئے ہبہ ہوا،

فان مثل ھذا یدل دلالۃ واضحۃ علی التملیک وھی المثبتۃ للھبۃ فی رد المحتار التلفظ بالایجاب والقبول لایشترط بل تکفی القرائن الدالۃ علی التملیک[1] الخ فی احکام الصغار ان المعتبر فی الباب التعارف وفی العرف یراد بہ البر و الصلۃ[2] الخ۔

کیونکہ اس جیسی صورت کی تملیک پر واضح دلالت ہے اور اسی سے ہبہ کا ثبوت ہوتا ہے، ردالمحتار میں ہے کہ ایجاب وقبول کا تلفظ ضروری نہیں بلکہ ایسے قرائن کا وجود کافی ہے جو تملیک پر دال ہوں الخ، اور احکام الصغار میں ہے کہ اس باب میں تعارف معتبر ہے اور عرف میں ہبہ سے بھلائی اور صلہ مراد ہوتا ہے الخ۔ (ت)

پس اگر عمرو نے بربنائے ہبہ قبضہ کاملہ پالیا تھا تو مکان ملکِ عمرو ہوگیا اُس کے ورثہ پر تقسیم ہوگا ورنہ ملکِ زید پر باقی ہے وارثانِ عمرو کا اس میں کچھ حق نہیں،

فی ردالمحتار عن البزازیۃ اتخذ لولدہ الصغیر ثوبا یملکہ وکذا الکبیر بالتسلیم[3] اھ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

ردالمحتار میں بزازیہ کے حوالہ سے ہے نابالغ بیٹے کے لئے کپڑا لیا تو بیٹا مالک ہوجائے گا اور یوں بالغ کے لئے بشرطیکہ اس کو سونپ دیا ہو اھ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶۰: از بڑودنج ملک مالوہ علاقہ دربار ٹونک مرسلہ سید محمد شاہ صاحب ۳۰ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ کلو بی بی مورث اعلٰی نے بذریعہ ہبہ نامہ اپنی جائداد مملوکہ ومقبوضہ میر جعفر علی داماد خود کے قبضہ میں دے دی اور مسماۃ بگو بی بی دختر کلو بی بی مورثِ اعلٰی سے مسماۃ کنیز بانو ایک لڑکی از نطفہ میر جعفر علی پیدا ہوئی اور وہ مسمی نجیب شاہ کے عقد میں دی گئی اور بحیات میر جعفر علی وکلو بی بی مورث اعلٰی کے بگو بی بی وکنیز بانو لاولد ہر دولوں کا انتقال ہوگیا، میر جعفر علی حیات رہے ان کی دوسری زوجہ مسماۃ حاکم بی بی سے دو لڑکی کنیز فاطمہ وکنیز صغری

---

[1] ردالمحتار کتاب الھبۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۵۰۸

[2] جامع احکام الصغار علی ہامش جامع الفصولین مسائل البیوع اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۷۶

[3] ردالمحتار کتاب الھبۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۵۰۹

Marfat.com

از نطفۂ میر جعفر علی پیدا ہوئیں اور بذریعہ اس ہبہ نامہ کے کہ جو کلو بی بی نے بنام میر جعفر علی کیا تھا جائداد موہوبہ ومقبوضہ میر جعفر علی پر کہ جس کو عرصہ ۵۵ سال کا ہوا بلکہ زائد قابض ومتصرف ہیں اور بموجب اسی ہبہ نامہ کے احکام منظوری ریاست شرع شریف یعنی مفتی محکمہ قضا سے استخلاصہ صادر ہوئی کہ ہبہ نامہ نوشتہ کلو بی بی موسومہ میر جعفر علی صحیح و درست ہے بموجب اس کے قبضہ کنیز فاطمہ وکنیز صغرٰے دختران میر جعفر علی مرحوم کا رہے، اب بعد مرور عرصہ مذکور کے مسمی امام شاہ برادر نجیب شاہ نے کہ نجیب شاہ شوہر کنیز بانو دختر میر جعفر علی مرحوم کا ہے عدالت شرع شریف میں دعوٰی دائر کیا کہ مسماۃ کنیز بانو نواسی کلو بی بی مورث اعلٰی میرے بھائی نجیب شاہ کے عقد میں تھی اسی وجہ سے جائداد متروکہ میر جعفر علی کے جو کلو بی بی سے بذریعہ ہبہ نامہ ان کے قبضہ میں ہے مجھ کو ملنا چاہئے دختران میر جعفر علی کا قبضہ فسخ فرمایا جائے، پس اندریں صورت جائداد موہوبہ کلو بی بی بنام میر جعفر علی عندالشرع کس کو پہنچ سکتی ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

وہ جائداد بذریعہ ہبہ صحیحہ تامہ ملک جعفر علی ہوگئی کلو بی بی یا اس کے ورثہ کا اس میں کچھ حق نہ رہا، امام شاہ کا دعوٰی محض باطل ونامسموع ہے، عالمگیریہ میں ہے:

اما حکمها فثبوت الملك للموهوب له[1] | لیکن اس کا حکم یہ ہے کہ موہوب لہ کے لئے ملکیت کا فائدہ دیتا ہے (ت)

اسی میں ہے:

اما العوارض المانعة من الرجوع فمنها موت الواهب كذا فی البدائع[2] اھ ملخصًا، واللہ تعالٰی اعلم۔ | رجوع سے موانع میں ایک یہ ہے کہ واہب فوت ہوجائے، جیسا کہ بدائع میں ہے اھ ملخصًا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۶ از بیجا نتھ پارہ ضلع رائے پور مرسلہ شیخ اکبر حسین صاحب متولی مسجد بیجا نتھ پارہ ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

ایک عورت نے انتقال کیا اور ایک لڑکا چھوڑا اس کے خاوند نے جب دوسرے نکاح کا

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۳۷۴
[2] 〃 〃 الباب الخامس 〃 〃 〃 ۴/۳۸۶

Marfat.com

قصد کیا تو عورت متوفیہ کی ماں مانع ہوئی کہ پہلے میری بیٹی کا مہر دے دو بعد میں نکاح کرو چنانچہ اس شخص نے بروقت نکاح اپنے لڑکے کے نام جائداد لکھ دی یا صرف اقرار ہی کیا اور بیان کیا کہ آئندہ جو کچھ از نقد یا جائداد حاصل کروں گا وہ اس عورت اور اس کی اولاد کا حق ہوگا۔ اُس شخص نے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہونے کے بعد انتقال کیا اور اس عورت ثانی نے بھی انتقال کیا اب ایک لڑکا پہلی بی بی کا ہے جس کے قبضہ میں کُل جائداد ہے اور ایک لڑکا اور ایک لڑکی دوسری بی بی سے ہیں جن کے پاس کچھ نہیں ہے، یہ اولاد ثانی اس ورثہ سے جو پہلے لڑکے کے تصرفات میں ہے کچھ پا سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

تمامی ہبہ کے لئے واہب کا موہوب لہ کو شے موہوب پر قبضہ کاملہ دلانا شرط ہے قبضہ کاملہ کے یہ معنی کہ وُہ جائداد یا تو وقتِ ہبہ ہی مشاع نہ ہو (یعنی کسی اور شخص کی ملک سے مخلوط نہ ہو جیسے دیہات میں بغیر پیٹر بانٹ کے کچھ لبسوے یا مکانات میں بغیر تقسیم جدائی کے کچھ سہام) اور واہب اُس تمام کو موہوب لہ کے قبضہ میں دے دے، یا مشاع ہو تو اس قابل نہ ہو کہ اُسے دوسرے کی ملک سے جدا ممتاز کرلیں تو قابلِ انتفاع رہے جیسے ایک چھوٹی سی دُکان دو شخصوں میں مشترک کہ آدھی الگ کرتے ہیں تو بیکار ہوئی جاتی ہے ایسی چیز کا بلا تقسیم قبضہ دلا دینا بھی کافی و کامل سمجھا جاتا ہے، یا مشاع قابلِ تقسیم بھی ہو تو واہب اپنی زندگی میں جدا و منقسم کرکے قبضہ دے دے کہ اب مشاع نہ رہی۔ یہ تینوں صورتیں قبضہ کاملہ کی ہیں، اور پسر موہوب لہ اگر وقت ہبہ بالغ ہو تو خود اُس کا اپنا قبضہ شرط ہے ورنہ باپ کا قبضہ اُسی کا قبضہ ہے کل ذٰلك مصرح به فی الکتب الفقھیة عن اٰخرھا (یہ تمام بحث کتبِ فقہ میں تصریح شدہ ہے۔ت) پس صورت مستفسرہ میں اگر شخص مذکور نے وُہ جائداد اپنے پسر کو تحریری خواہ زبانی ہبہ کردی اور بشرائط و معانی مذکورہ پسر کو قبضہ کاملہ دلادیا تو وُہ جائداد خاص اُس پسر کی ملک ہوگئی دیگر ورثہ کا اُس میں استحقاق نہ رہا اور اگر ہبہ نہ تھا نرا اقرار ہی اقرار تھا کہ اُسے دے دُوں گا یا ہبہ زبانی خواہ تحریری کیا مگر قبضہ نہ دیا تو وُہ قبضہ کاملہ نہ تھا اگرچہ پسر نے بعد موتِ پدر قبضہ کاملہ کرلیا ہو تو ان صورتوں میں وہ جائداد بدستور ملکِ پدر پر باقی رہی تمام ورثہ حسب فرائض اُس سے حصہ پائیں گے فان موت الواھب قبل التسلیم یبطل الھبة کمافی الدرالمختار[1] (کیونکہ قبضہ دینے سے قبل واہب کی موت ہبہ کو باطل کردیتی ہے جیسا کہ درمختار

[1] درمختار کتاب الھبة باب الرجوع فی الھبہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۱

Marfat.com

میں ہے۔ ت)

مسئلہ ۶۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک جائداد قابلِ قسمت بشرکت اور تین شخصوں کے اپنے روپے سے خرید کر کے بلاتقسیم اپنی زوجہ کے نام لکھا دی اور اس کی زندگی تک وُہ جائداد منقسم نہ ہُوئی، اب بعد وفات اُس کی مالک اُس جائداد کی فقط زوجہ مذکورہ ہے یا مثل اس کے اور ترکہ کے سب ورثہ پر تقسیم ہوجائیگی۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مسئولہ میں وُہ جائداد مثل اُس کے اور ترکہ کے سب ورثہ پر منقسم ہوجائے گی اور صرف زوجہ مذکورہ اس کی مالک نہیں ہوسکتی کہ یہ نام لکھا دینا ہبہ ہے اور ہبہ جائداد صالح قسمت کا بلاتقسیم صحیح و نافذ نہیں۔ واللہ تعالٰے اعلم۔

مسئلہ ۶۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مِلک دو۲ بیٹوں پر منقسم تھی، ایک پٹی ہندہ اور ایک اس کے پسر زید کی تھی، ہندہ نے زید پسر اور اس کے ایک بیٹا کہ سامنے فوت ہوا تھا دو۲ پوتے اور دو۲ پوتیاں چھوڑ کر انتقال کیا زید نے ہندہ کی پٹی میں صرف اپنے بھتیجے عمرو کے نام جس کی عمر قریب ۲۳، ۲۴ سال کے تھی لکھوا دیا مگر اب تک اُسے قبضہ نہ دیا، دونوں پٹیاں زید کے قبضہ میں ہیں، وہ پٹی بھتیجے کو دینا نہیں چاہتا، اس صورت میں ترکہ ہندہ مکان و مِلک وغیرہ کا مالک کون ہے اور پوتے پوتیوں کا بھی اس میں کچھ حق ہے یا نہیں؟ اور عمرو اس نام لکھوا دینے سے اُس پٹی کا مالک ہوگیا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں برتقدیر صدق مستفتی و عدم موانع ارث و وارث آخر و ادائے دیون و نفاذ وصایا کل متروکہ ہندہ کا مالک صرف اس کا بیٹا زید ہے اور نام لکھا دینا اگرچہ دلیل تملیک ہے اور یہ تملیک ہبہ ہے مگر ہبہ بے قبضہ کے تمام نہیں ہوتا، نہ بغیر اس کے موہوب لہ کو ملک حاصل ہو ایسی کہ زید نے اپنے بھتیجے کو قبضہ نہ دلایا وہ پٹی بھی بدستور زید کی مِلک ہے عمرو اس سے

عہ اصل میں اسی طرح ہے شاید قلم ناسخ سے لفظ "ایسی" کے بعد "صورت میں" چھوٹ گیا ۱۲۔

Marfat.com

جبراً نہیں لے سکتا۔ ہدایہ میں ہے،

القبض لابد منہ لثبوت الملك لانہ عقد تبرع وفی اثبات الملك قبل القبض الزام المتبرع شیئا لم یتبرع بہ وھو التسلیم فلا یصح ولان القبض تصرف فی ملك الواھب اذ ملکہ قبل القبض باق اھ قلت ومن ھھنا ظھر ان امتناعہ عن التسلیم[عـہ] لیس فی شیئ من الرجوع فان الرجوع فیہ بعد القبض اما قبلہ فلم تتم الھبۃ۔

ہبہ میں ملکیت کے ثبوت کے لئے قبضہ ضروری ہے کیونکہ یہ مفت عطیہ کا عقد ہے جبکہ قبضہ سے قبل موہوب لہ کی ملکیت ثابت کرنا تبرع کرنے والے پر ایسی چیز کو لازم کرنا جس کا ابھی اس نے تبرع نہیں کیا اور یہ قبضہ دینا تبرع ہے، تو قبل قبضہ درست نہ ہوا۔ دوسری وجہ یہ ہے قبضہ دینے سے قبل واہب کی ملکیت ابھی باقی ہے تو قبضہ سے قبل اس کی ملکیت میں تصرف لازم آئے گا اھ۔ میں کہتا ہوں۔ یہاں سے واضح ہوگیا کہ واہب کا قبضہ نہ دینا ہبہ سے رجوع نہ کہلائے گا، کیونکہ ہبہ میں رجوع قبضہ دینے کے بعد ہوسکتا ہے اس سے قبل تو ہبہ تام نہیں ہوا۔ (ت)

اور اب اگر عمرو بغیر اجازت زید کے خود قبضہ کرلے گا اصلاً بکار آمد نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں، زید و ہندہ دونوں حیات۔ ان کے تین بیٹے: احمد و محمد و حامد۔ احمد مختار عام، محمد روزگار پیشہ، حامد نابالغ۔ محمد سرمایہ روزگار اپنا معرفت زید و ہندہ بالاشتراک صرف کرتا رہا۔ زید نے منجملہ اپنی جائداد کے ایک اراضی افتادہ واسطے تعمیر مکان کے محمد کو دے دی اس نے منجملہ اپنے سرمایہ روزگار کے جو اس کے پاس جمع تھا اور اپنی زوجہ اور ماموں سے کچھ روپیہ اور چوب قرض لے کر مکان پختہ تعمیر کرایا اور یوم تعمیر سے آج تک اس پر قابض ہے، اور کسی قدر چوب متفرقہ تعمیر نیز زید نے منجملہ تین باغات مملوکہ اپنے کے ایک قطعہ باغ از روئے تقسیم بلالحاظ کم وبیش محمد کو دیں کہ وہ صرف تعمیر ہوئے

[عـہ] فی الاصل بیاض بین لفظ التسلیم و لفظ فی شیئ ولفظ "کان" مرقوم بین فان الرجوع ۱۲۔

یہاں اصل میں لفظ "تسلیم" اور لفظ "فی شیئ" کے درمیان بیاض ہے اور لفظ "فان الرجوع" کے درمیان "کان" لکھا ہوا ہے ۱۲۔ (ت)

---

[۱] الہدایۃ کتاب الہبۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۲۸۱-۸۲

Marfat.com

عندالضرورت واسطے انجام تعمیر مکان مذکور معرفت زید کسی قدر روپیہ قرض لیا گیا کہ محمد نے بعد تعمیر اپنے سرمایۂ روزگار سے زید کو دے دیا اب زید چاہتا ہے کہ مکان مذکور احمد و محمد و حامد سب کو تقسیم کر دے، یہ فعل اس کا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

تعمیرِ مکان کے لئے زمین دینا ہبہ نہیں، اگر زید نے زمین دیتے وقت کوئی لفظ ایسا جو شرعاً مفید ہبہ ہو نہ کہا تو صرف عاریت اور زمین بدستور ملک زید ہے اُسے اختیار، جسے چاہے تقسیم کر دے ہاں عمارت کسی پر تقسیم نہیں ہو سکتی کہ وُہ خاص مِلکِ محمد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فاطمہ نے کہ زید کی خالہ ہے ایک باغ زید کو ہبہ کیا اور قابض کرا دیا، آیا یہ ہبہ صحیح اور وُہ باغ زید کا قرار پائے گا یا نہیں؟ اور فاطمہ اب اسے واپس لے سکتی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بر تقدیر وجود سائر شرائطِ ہبہ اگر فاطمہ نے باغ سے اپنا قبضہ بالکل اُٹھا لیا اور زید کو قابض کرا دیا تو ہبہ صحیح ہے اور وُہ باغ زید کا قرار پائے گا اور فاطمہ کو اس وجہ سے کہ وہ زید کی خالہ ہے رجوع ہبہ سے صحیح نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گورنمنٹ انگریزی نے زید کے دیہات جاگیر ضبط کر کے کچھ روپیہ سالانہ مقرر کر دیا کہ بعد انتقال زید حسب فرائض منقسم ہوتا رہا، منجملہ اس کے ساٹھ روپیہ سالانہ ہندہ پاتی تھی، اس نے اپنے انتقال سے ۲۵ دن پہلے اپنا روزینہ اپنے نواسے کو ہبہ کیا اور بنام موہوب لہ اس کے منتقل ہو جانے کی درخواست دی، ہندہ کا بھتیجا یعنی اس کے چچا زاد بھائی کا بیٹا کہ اس کے سوا اور کوئی وارث نہیں، اس روپیہ پر دعوٰی کر رہا ہے، آیا اس صورت میں وہ ہبہ صحیح و نافذ اور بھتیجا کا دعوٰی باطل و ناجائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

Marfat.com

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں وُہ ہبہ باطل وبے اثر، اور برادر زادہ ہندہ کا دعویٰ صحیح ومعتبر۔ اوّلاً اس ہبہ کا یہ محصل کہ وہاں سے جو روزینہ جب جب آوے اس کا مالک موہوب لہ ہے، اور وہ روزینہ ہندہ بالفعل موجود نہیں، اور ہبہ معدوم باطل ہے۔ (جواب نامکمل ملا)

مسئلہ ۶۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید کے تین بیٹے عمرو، بکر، خالد۔ بکر نے ایک اراضی افتادہ مقبوضہ مملوکہ زید میں حسبِ اجازت زید اپنے سرمایہ روزگار سے ایک مکان پختہ تعمیر کرایا اور اور کچھ روپیہ اپنی زوجہ اور ماموں سے قرض لے کر لگایا کسی قدر روپیہ بطورِ قرض زید نے بھی دیا کہ بکر نے اسے ادا کردیا، اگر زید مکان معمرہ بکر کو عمرو وخالد پر بھی پر تقسیم کرنا چاہے تو بکر مستحق پانے اپنے سرمایہ ذاتی اور اس روپیہ کے جو اس نے اپنی زوجہ اور ماموں سے قرض لے کر لگایا ہے عمرو وخالد سے ہے یا نہیں اور وہ اراضی ہبہ ہوئی تھی یا نہیں؟ اور اگر ہبہ تھی تو زید کا رجوع تعمیر مکان وقبضہ بکر کے بعد صحیح ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

باپ کا اپنے بیٹے کو ایک زمین افتادہ تعمیر مکان کے لئے بتادینا تنہا مثبت ہبہ نہیں تاوقتیکہ اس کے ساتھ الفاظ ہبہ سے کوئی لفظ نہ پایا جائے مثلاً یہ زمین میں نے تجھے دے دی یا ہبہ کی یا تمھیں اس کا مالک کیا یا یہ زمین تیری ہی ہے وامثال ذٰلک مما یدل علٰی تملیک العین بلا عوض (اس کی مثل اور الفاظ جو بغیر عوض تملیک پر دلالت کریں۔ ت) پس اگر ان الفاظ سے کوئی لفظ پایا گیا تو بیشک صورت مستفسرہ میں ہبہ صحیح وتام ولازم ہوگیا زید کو رجوع کا اختیار نہیں، نہ وُہ اس مکان کو عمرو وخالد پر تقسیم کرسکتا ہے ورنہ بعد اجازت تعمیر سے صرف عاریت ثابت ہوگی زمین بدستور مملوک زید ہے بکر کا اُس میں کچھ حق نہیں اور جب وُہ اسی کی مملوک ہے تو نفس زمین میں اُسے ہر طرح کے تصرف مالکانہ کا اختیار ہے جسے چاہے دے سکتا ہے جو چاہے کرسکتا ہے اور جبکہ بکر کسب ومعاش مستقل رکھتا تھا تو جو عمارت اس نے اپنے زرِ خالص سے بنائی اس کا وہی مالک ہے زید کا اس میں کچھ حقِ ملک نہیں صورتِ سوال کہ زید کا کچھ روپیہ بغرض تعمیر بکر کو قرض دینا پھر اس سے وصول کرنا نص صریح ہے کہ زید بھی اس عمارت کے مملوک بکر ہونے پر متفق ہے،

فی العقود الدریۃ من کتاب العاریۃ　　　　العقود الدریۃ میں کتاب العاریہ کے بیان میں

Marfat.com

سئل فی رجل بنی بمالہ لنفسہ قصرا فی دار ابیہ باذنہ ثم مات ابوہ عنہ و عن ورثۃ غیرہ فہل یکون القصر لبانیہ ویکون کالمستعیر الجواب نعم کما صرح بذلك فی حاشیۃ الاشباہ من الوقف عند قولہ کل من بنی فی ارض غیرہ بامرہ فھو لمالکھا اھ ومسئلۃ العمارۃ کثیرۃ ذکرھا فی الفصول العمادیۃ و الفصولین وغیرھا وعبارۃ المحشی بعد قولہ ویکون کالمستعیر فیکلف قلعہ متی شاء انتھی[1]

مذکور ہے، ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے اپنے باپ کی اجازت سے اس کی زمین پر اپنے مال سے اپنے لئے محل بنایا پھر باپ اس سمیت دیگر ورثاء چھوڑ کر فوت ہوگیا تو کیا یہ محل اس بانی کا ہوگیا اور گویا باپ سے زمین عاریۃً لینے والا ہوا' الجواب' ہاں، جیسا کہ اس کی تصریح الاشباہ کے وقف میں اس قول سے ہے جس نے غیر کی زمین میں تعمیر کی تو وہ زمین کے مالک کے اختیار میں ہوگی اھ جبکہ عمارت کا مسئلہ کثیر الوقوع ہے، فصول عمادیہ وفصولین وغیرہما میں مذکور ہے اور ماتن کے قول "یکون کالمستعیر" گویا عاریۃً لینے والا ہوا' کے بعد محشی کی یہ عبارت ہے تو اس بیٹے کو مکان اکھاڑ لینے کا مکلف بنائے گا جب مالک چاہے اھ (ت)

فتاوٰی علامہ خیر الدین میں ہے:

سئل فی ابن کبیر ذی زوجۃ وعیال لہ کسب مستقل حصل بسببہ اموالا، اجاب ھی للابن حیث کان لہ کسب مستقل بنفسہ واما قول علمائنا اب وابن یکتسبان فی صنعۃ واحدۃ ولم یکن لھما شیئ ثم اجتمع لھما مال یکون کلہ للاب

ان سے بالغ شادی شدہ عیال والے بیٹے کے متعلق سوال ہوا کہ اس کا اپنا مستقل کام وکسب ہے جس سے اس نے کثیر مال حاصل کیا (تو وہ خود مالک ہوگا) انہوں نے جواب میں فرمایا: ہاں یہ اموال بیٹے کے ہیں کیونکہ اپنا مستقل کام وکسب ہے' لیکن ہمارے علماء کا یہ ارشاد کہ باپ اور بیٹا دونوں ایک صنعت میں مل کر کام کرتے ہیں اور ابتداء میں ان دونوں کا کوئی مال نہ تھا پھر دونوں مالدار ہوگئے تو تمام مال باپ کا قرار پائیگا'

---

[1] العقود الدریۃ فی تنقیح الحامدیۃ کتاب العاریۃ ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۸۸

Marfat.com

اذا کان الابن فی عیالہ فھو مشروط کما یعلم من عبارتھم بشروط منھا اتحاد الصنعۃ[1] الخ اھ ملتقطاً۔

یہ اس صورت میں ہے جب بیٹا اپنے باپ کی عیال میں شامل ہو، یہ شرط فقہاء کی عبارت میں معلوم شدہ ہے جہاں انھوں نے فرمایا ان شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ صنعت میں اتحاد ہو، الخ، اھ ملتقطا(ت)

پس اس صورت میں زمین زید کی اور عمارت بکر کی زید کو اختیار ہے جس وقت چاہے بکر پر جبر کرے کہ اپنا عملہ اکھیڑ لے جائے اور زمین خالی کردے،

کما مر من العقود عن العلامۃ السید الحموی من قولہ یکلف قلعہ متی شاء[2]۔

جیسا کہ عقود میں علامہ سید حموی سے منقول گزرا اس کا یہ قول کہ مالک جب چاہے اس کو اکھاڑنے کا مکلف بنائے گا۔(ت)

اور اگر قلع بنا سے زمین کو کوئی ضرر فاحش نہ پہنچے تو بکر خود بھی اپنا عملہ اکھیڑ لینے کا اختیار رکھتا ہے اگرچہ زید نہ کہے،

فی حاشیۃ الطحطاویہ عن شرح الکنز للزیلعی ایھما طلب القلع اجیب[3]۔

طحطاوی کے حاشیہ میں کنز الدقائق کی شرح امام زیلعی سے منقول ہے کہ جب بھی اکھاڑنے کا مطالبہ کرے تو ماننا ہوگا۔(ت)

اور ان دونوں صورتوں میں یعنی زید جبراً اکھڑوادے یا بکر خود اکھیڑ لے جائے زید کو عملہ کی قیمت یا اکھیڑنے سے جو اس میں نقصان آئے اس کا تاوان کچھ نہ دینا پڑے گا،

فی الھندیۃ عن البدائع اذا استعار من اخر ارضا لیبنی فیھا او یغرس فیھا ثم بدا للمالک ان یخرجہ فلہ ذٰلک سواء کانت العاریۃ مطلقۃ او موقتۃ غیر انھا

ہندیہ میں بدائع سے منقول ہے جب کسی سے زمین عاریۃً لی تاکہ اس پر عمارت بنائے یا پودے لگائے تو بعد میں مالک کو زمین خالی کرانے کی ضرورت محسوس ہوئی تو وہ خالی کراسکتا ہے خواہ عاریہ مطلقہ ہو یا مقررہ وقت کے لئے ہو،

---

[1] فتاوٰی خیریۃ کتاب الدعوٰی دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۵۸

[2] العقود الدریۃ کتاب العاریۃ ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۸۸

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار " دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۳۸۸

Marfat.com

ان کانت مطلقۃ لہ ان یجبرالمستعیر علی قلع الغرس ونقض البناء و اذا قلع ونقض لایضمن المعیر شیئا من قیمۃ الغرس والبناء[1] اھ۔

ہاں اگر مطلقہ ہو تو مالک کو جبراً مکان اور درخت اکھاڑنے کا حق ہے اگر عمارت اور درخت اکھاڑ دیئے تو مالک پر کوئی ضمان نہ ہوگا اھ (ت)

طحطاوی میں ہے:

ولا یضمن مانقص من البناء والغرس لعدم الغرور عند عدم التوقیت افادہ الزیلعی[2]

عاریۃ دینے والا مالک عمارت اور درختوں کے نقصان کا ضامن نہ ہوگا، کیونکہ مقررہ وقت تک عاریہ نہ ہونے کی وجہ سے عمارت اور درخت باقی رکھنے کا جواز نہیں امام زیلعی نے یہ افادہ فرمایا ہے۔ (ت)

اور اگر بکر چاہے کہ میں عملہ برقرار رہنے دوں اور زید مجھے قیمت دے دے تو یہ امر رضامندیٔ زید پر موقوف رہے گا اس پر بکر کو جبر نہیں پہنچتا،

فی الھندیۃ فان طلب المستعیران یضمن المعیر قیمۃ البناء والغرس مقلوعا فانہ لایجبر علی ذٰلک ویکلفہ علی القلع[3]

ہندیہ میں ہے اگر مستعیر چاہے کہ مالک عمارت اور درختوں کے ملبے کی قیمت برضمان دے تو اس پر مالک کو مجبور نہیں کیا جاسکتا، اس کو بہرحال عمارت اور درخت اکھاڑنے ہوں گے۔ (ت)

اور اگر قلع بنا سے زمین کو ضرر بین پہنچے تو بکر خود اختیار قلع نہیں رکھتا بلکہ اب اختیار زید کو ہے چاہے اپنے نقصان زمین پر راضی ہو اور بکر پر جبر کرے کہ عملہ اکھیڑ لے جائے یا عملہ کو اپنی مِلک کرلے اور بکر کو بنائے مقلوعہ کی قیمت دے یعنی یہ عملہ اگر اکھیڑ کر بیچا جائے تو اس حالت میں خریدار اس کے کیا دام لگائیں گے، اسی قدر حوالہ زید کرے باقی زید کی لاگت کا کچھ اعتبار نہیں، نہ وہ زوجہ اور ماموں کے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب العاریۃ الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۳۷۰

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب العاریۃ دارالمعرفۃ بیروت ۳/۳۸۸

[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب العاریۃ الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۳۷۰

Marfat.com

اُس قرض کا مطالبہ زید خواہ عمرو و خالد سے کرسکتا ہے کہ مدیون یہ ہے نہ وہ۔

فی تنویر الابصار لو اعار ارضا للبناء والغرس صح ولہ ان یرجع متی شاء ویکلفہ قلعھما الا اذا کان فیہ مضرۃ بالارض فیترکان بالقیمۃ مقلوعین[1]

تنویر الابصار میں ہے اگر عمارت اور درخت لگانے کے لئے زمین عاریۃً دی تو صحیح ہے اور اس کو جب چاہے واپس لینے کا حق ہے اور وہ مستعیر کو اکھاڑنے کا پابند بنا سکے گا ہاں اگر عمارت و درخت اکھاڑنے میں زمین کو نقصان ہو تو دونوں باہمی رضامندی سے ملبہ کی قیمت پر زمین پر ان کو باقی رکھ سکتے ہیں۔ (ت)

طحطاوی میں ہے:

وان رضی رب الارض بالنقص قلعھما ولا یجبر علی الضمان[2] اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر مالک زمین کے نقصان پر راضی ہے تو مستعیر کو اکھاڑنے ہوں گے، مالک کو ملبہ کی قیمت برابر ضمان پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۶۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو عرصہ دس بارہ سال سے عارضہ دمہ کا تھا کبھی شدت ہوجاتی کبھی کم ہوجاتا تھا سوا اس کے اور کوئی مرض نہ تھا، نہ زید صاحبِ فراش ہوا بلکہ مثل تندرستوں کے چلتا پھرتا، اسی حالت میں اُس نے کل جائداد اپنی ہندہ اپنی زوجہ کو بعوض اُس کے مہر کے بحالت ثبات ہوش وحواس کے ہبہ کی اور بغیر قابض کرائے دوسرے روز انتقال کیا، اس صورت میں یہ ہبہ صحیح و نافذ ہوگا یا نہیں، اور ایسی ہبہ میں قبضہ مشروط ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

مرضِ موت کی تفسیر میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک صاحبِ فراش ہونا ضرور، تجرید میں اسی مذہب کو معتمد قرار دیا اور مختار یہ ہے کہ اس مرض کا قاتل ہونا چاہئے کہ مبتلا اس کا غالباً نہ بچتا ہو جب تک خوفِ موت غالب رہے مرضِ موت ہے اگرچہ مثل تندرستوں کے چلے پھرے۔

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب العاریۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۵۶

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار " دارالمعرفۃ بیروت ۳/۳۸۸

Marfat.com

فی الدرالمختار قیل مرض الموت ان لایخرج لحوائج نفسه وعلیه اعتمد فی التجرید، بزازیة، والمختار انه ماکان الغالب منه الموت وان لم یکن صاحب فراش، قهستانی عن هبة الذخیرة[1]۔

درمختار میں مرض الموت کی تفسیر میں فرمایا گیا (کہ موت سے قبل) اپنی ضروری بنیادی حوائج کے لئے گھر سے نکل نہ سکے۔ تجرید میں اسی پر اعتماد کیا ہے، بزازیہ۔ قہستانی نے ذخیرہ کے باب الہبہ کے حوالہ سے کہا ہے کہ مختار یہ ہے کوئی بھی ایسا عارضہ جس سے غالباً موت واقع ہوجاتی ہو اگرچہ صاحبِ فراش نہ ہوا ہو۔ (ت)

صورتِ مسئولہ میں جبکہ زید صاحبِ فراش نہ تھا اور دمہ امراض قاتلہ سے نہیں بلکہ غالب اس میں سلامت ہے تو یہ مرض اس کا باتفاق تفسیرین مرضِ موت نہ قرار پائے گا علی الخصوص جبکہ اُسے عرصہ دس بارہ برس کا گزر چکا تھا،

فی الدرالمختار وهبة مقعد ومفلوج واشل ومسلول من کل ماله ان طالت مدته سنة ولم یخف موته منه، والا تطل وخیف موته فمن ثلثه لانها امراض مزمنة لاقاتلة[2] اھ ملخصاً۔

درمختار میں ہے کہ جڑا ہوا ہو، مفلوج ہو، شَل ہو اور مرض سِل والا ہو تو یہ امراض ایک سال طویل ہوں اور موت کا اندیشہ نہ ہو تو ان کا ہبہ کیا ہوا ان کے کل مال سے ادا ہوگا اور اگر یہ امراض طویل نہ ہوں موت کا اندیشہ ہو تو اس حال میں ان کا ہبہ تہائی مال سے ادا ہوگا کیونکہ یہ امراض لاچار کرتے ہیں فوری مہلک نہیں ہیں (ت)

پس یہ ہبہ بلاشُبہہ صحیح و نافذ ہوگا اور قبضہ نہ ہونا کچھ مضر نہیں کہ ہبہ بالعوض حقیقۃً بیع ہے اور بیع میں قبضہ غیر مشروط،

فی الدرالمختار لوقال وهبتك بکذا فهوبیع ابتداء وانتهاء[3] اھ، والله تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے اگر کسی نے ہبہ کرتے ہوئے کہا فلاں چیز کے عوض تجھے ہبہ کیا تو اول آخر وہ بیع قرار پائے گا اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار	کتاب الوصایا		مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۲۰
[2] ؎	؎		؎ ؎ ؎ ۲/۳۲۰
[3] ؎	کتاب الهبة	باب الرجوع فی الهبة	؎ ؎ ؎ ۲/۱۶۴

Marfat.com

مسئلہ ۶۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنا مکان جو بلاشرکتِ غیرے اس کا مملوک تھا اپنے پسر نابالغ کو ہبہ کیا اور شرط لگائی کہ اپنی زندگی تک اس مکان میں بطور مالکانہ سکونت رکھوں گا اور بلوغِ پسر تک اس کی مرمت میرے ذمہ رہے گی اور اس مضمون کا ہبہ نامہ لکھ دیا، آیا اس صورت میں ہبہ تمام و کامل ہوگیا یا بوجہ اس کے کہ زید نے مکان خالی نہ کیا اور سکونت و مرمت کی شرطیں لگائیں فاسد و ناجائز رہا۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں ہبہ صحیح و نافذ و تام و کامل ہوگیا زید کا اصلاً حق مالکانہ اس میں نہ رہا، پسر زید مالک مستقل ہوگیا، یہاں تک کہ خود بھی اب اس ہبہ کے نقض و ابطال پر قادر نہیں فان البنوۃ من موانع الرجوع عہ (کیونکہ بیٹا ہونا موانع رجوع سے شمار ہوتا ہے) اور زید کا مکان خالی نہ کرنا کچھ مضر نہیں کہ باپ اپنے پسر نابالغ کو جو ہبہ کرے وہ صرف ایجاب سے تمام ہوجاتا ہے باپ کا قبضہ بعینہٖ پسر کا قبضہ قرار پاتا ہے سکونت پدر تمامی ہبہ کے منافی نہیں ہوتی،

فی تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار هبة من له ولایة علی الطفل فی الجملة تتم بالعقد (ای الایجاب فقط) لان قبض الولی ینوب عنه والاصل ان کل عقد یتولاہ الواحد یکتفی فیه بالایجاب اھ[1] ملتقطا۔

تنویر الابصار، درمختار اور ردالمحتار میں ہے جس کو نابالغ پر ولایت حاصل ہے تو اس کا بچّے کو عقدِ ہبہ ہی ہبہ کو تام کردیتا ہے یعنی صرف ایجاب ہی کافی ہے کیونکہ ولی کا قبضہ بچّے کی نیابت سے ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ ایسا عقد جس میں ایک شخص ہی فریقین کے قائم مقام ہوسکتا ہے اس میں اس کا ایجاب ہی کافی ہے اھ ملتقطا (ت)

درمختار میں اشباہ سے ہے:

هبة المشغول لاتجوز الا اذا وهب

کسی مشغول چیز کا ہبہ صحیح نہیں الّا یہ کہ باپ نابالغ

عہ لفظ "رجوع" اندازہ سے بنایا گیا اصل میں بیاض ہے۔

[1] درمختار کتاب الہبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۰

ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۵۱۲

Marfat.com

الاب لطفلہ[1] — بچے کو ہبہ کرے۔ (ت)

اور سکونت و مرمت کی شرطیں اگرچہ بیجا ہیں مگر ہبہ شروطِ فاسدہ سے فاسد نہیں ہوتا بلکہ خود وُہ شرطیں فاسد و بے اثر ٹھہرتی ہیں، درمختار میں ہے:

وحکمہا انہا لاتبطل بالشروط الفاسدۃ فہبۃ عبد علی ان یعتقہ تصح و تبطل الشرط[2] اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ہبہ کا حکم یہ ہے کہ وہ فاسد شرطوں سے فاسد نہیں ہوتا لہٰذا غلام کو ہبہ کرتے ہُوئے شرط لگانا کہ موہوب لہ اسے آزاد کرے گا، صحیح ہوگا اور شرط باطل ہوگی اھ، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ

(نوٹ: اصل میں بیاض ہے، سوال دستیاب نہ ہوسکا)

الجواب

صورت مسئولہ میں اگر قبضہ مال موہوب پر قبل موت واہب کے ہوگیا تو ہبہ تمام ہے مگر ثلث مال میں صحیح ہوگا کہ ہبہ مرض موت میں ہوا پس ثلث مال موہوب لہا کو ملے گا اور دو ثلث ورثہ کو، اور اگر قبضہ بعد موت واہب کے ہُوا تو ہبہ باطل ہے کل مال ورثہ واہب کو ملے گا،

قال فی العالمگیریۃ قال فی الاصل ولاتجوز ہبۃ المریض ولاصدقتہ الا مقبوضۃ فاذا قبضت فجازت من الثلث و اذا مات الواہب قبل التسلیم بطلت[3]۔

عالمگیری میں فرمایا کہ مبسوط میں ہے کہ مریض کا ہبہ اور اس کا صدقہ جائز نہیں الّا یہ کہ موہوب لہ کو وہ قبضہ دے دے، اگر قبضہ دیا تو تہائی مال سے شمار ہوگا اور اگر یہ واہب مریض قبضہ دینے سے قبل فوت ہوگیا تو ہبہ باطل ہوجائیگا۔ (ت)

پھر اگر زوجیت موہوب لہا کی ثابت ہوگئی تو وہ اور زوجہ اولٰی ثمن حق ورثہ میں خواہ دو ثلث ہو یا کل شریک ہیں ورثہ[ع] ثمن بتمامہ زوجہ اولٰی کا ہے اور ما بقی اس کی اولاد کا اور موہوب لہا کو وارثوں

ع: فی الاصل "ورثہ" وھو زلّۃ من قلم الناسخ ۱۲۔

---

[1] درمختار — کتاب الہبۃ — مطبع مجتبائی دہلی — ۲/ ۱۵۹

[2] ؍؍ — ؍؍ — ؍؍ — ۲/ ۱۵۸

[3] فتاوٰی ہندیۃ — الباب العاشر — نورانی کتب خانہ پشاور — ۴/ ۴۰۰

Marfat.com

کے حصہ میں سے کچھ نہ ملے گا البتہ برتقدیر ثبوت ہبہ ثلث مال بوجہ ہبہ کے لے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ازمرادآباد ۱۰ شعبان ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے دو دختر اور دو پسر ہیں وہ چاہتا ہے کہ اپنا مال اپنی زندگی میں بحالت صحت نفس ان چاروں کو عطا کرے، آیا برابر تقسیم کرے یا بطور فرائض للذکر مثل حظ الانثیین[1] (مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ہے۔ ت)۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں مذہب مفتی بہ پر افضل یہی ہے کہ بیٹوں بیٹیوں سب کو برابر دے یہی قول امام ابو یوسف کا ہے اور للذکر مثل حظ الانثیین[2] (مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ہے۔ ت) دینا بھی جیسا کہ قول امام محمد رحمہ اللہ کا ہے ممنوع و ناجائز نہیں اگرچہ ترک اولیٰ ہے۔ ردالمحتار میں علامہ خیر الدین رملی سے ہے:

الفتوٰی علٰی قول ابی یوسف من ان التنصیف بین الذکر والانثٰی افضل من التثلیث الذی ھو قول محمد[3]۔

فتوٰی امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر ہے کہ مرد اور عورت کو نصف نصف دینا، مرد کو دو اور عورت کو ایک، تین حصے بنانے سے بہتر ہے اور یہ تین حصے امام محمد رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔ (ت)

حاشیہ طحطاویہ میں فتاوٰی بزازیہ سے ہے:

الافضل فی ھبۃ البنت والابن التثلیث کالمیراث وعند الثانی التنصیف وھو المختار[4]۔

بیٹی اور بیٹے کو ہبہ دینے میں تین حصے میراث کے طور پر افضل ہے، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک نصف نصف دینا افضل ہے، اور یہی مختار ہے (ت)

بالجملہ خلاف افضلیت میں ہے اور مذہب مختار پر اولیٰ تسویہ، ہاں اگر بعض اولاد فضل دینی میں بعض سے زائد ہو تو اس کی ترجیح میں اصلاً باک نہیں۔ علامہ طحطاوی نے فرمایا:

---

[1] و [2] القرآن الکریم ۴/ ۱۱
[3] ردالمحتار کتاب الہبۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۵۱۳
[4] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الہبۃ دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۴۰۰

Marfat.com

یکرہ ذٰلک عند تساویھم فی الدرجۃ کما فی المنح والھندیۃ اما عند عدم التساوی کما اذا کان احدھم مشتغلا بالعلم لا بالکسب لاباس ان یفضلہ علی غیرہ کما فی الملتقط ای ولا یکرہ وفی المنح روی عن الامام انہ لاباس بہ اذا کان التفضیل لزیادۃ فضل لہ فی الدین[1] الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درجہ میں برابر ہونے کی صورت میں مکروہ ہے جیسا کہ منح اور ہندیہ میں ہے لیکن مساوی نہ ہوں مثلاً ایک علمِ دین میں مشغول ہے اور کسب نہیں کرتا تو اس کو دوسروں پر فضیلت دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ ملتقط میں ہے یعنی مکروہ نہیں ہے۔ اور منح میں ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ جب دین میں فضیلت رکھتا ہو تو اس کو فضیلت دینے میں کوئی حرج نہیں ہے الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۷۲

چہ مے فرمایند علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں صورت کہ مسماۃ ہندہ بحضور گواہان از زید زوج خود گفت کہ من تمام مہر خویش بشما بخشیدم زید قبول ساخت بعد ازاں زید از ہندہ زوجۂ خویش گفت کہ انچہ شے من است بشما بخشیدم و دادم ہندہ گفت کہ من گرفتم جملہ شاہدان کلام طرفین مذکورہ شنیدہ رفتند و کدام کاغذ از جانب ہندہ و زید تحریر نہ گشت بعدہ زید بگذاشتن عمرو برادر خود وہندہ زوجہ و متروکہ مشترکہ فیمابین خواہر زادہ و برادر زادہ و بیوہ برادر خورد و برادرِ حقیقی مذکور فوت ساخت زاں بعد ہندہ فوت شد او پس مرگ خود دو

علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ مسماۃ ہندہ نے گواہوں کی موجودگی میں اپنے خاوند زید کو کہا 'میں تمھیں اپنا تمام مہر بخشتی ہوں'، زید نے یہ بات قبول کرلی، اس کے بعد زید نے اپنی بیوی ہندہ کو کہا کہ 'جو کچھ میرا حق ہے میں تمھیں بخش دیتا ہوں' اس کے جواب میں ہندہ نے کہا 'میں نے لے لیا' تمام گواہوں نے فریقین کا یہ کلام سنا اور چلے گئے، اور زید اور ہندہ کی طرف سے کوئی تحریر نہ ہوئی، اس کے بعد زید فوت ہوا اور اس نے اپنے پیچھے اپنا بھائی عمرو اور ہندہ بیوی چھوڑے، اور جو ترکہ چھوڑا وہ برادر زادہ، خواہر زادہ، چھوٹے بھائی کی بیوہ اور بھائی حقیقی مذکور میں مشترکہ تھا'

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الھبۃ دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۳۹۹

Marfat.com

خواہر و دو برادر گزاشت پس دادن زید شے خویش مشترکہ را بمسماۃ ہندہ زوجہ عند الشرع صحیح است یا نہ وبخشیدن مہر ہندہ بمسمی زید شوہر صحیح یا غیر صحیح و ترکہ زید بر کدام کس بموجب فرائض ہبہ تقسیم خواہد شد و ترکہ ہندہ بر کدام کدام تقسیم خواہد شد۔ بینوا توجروا۔

پھر اس کے بعد ہندہ فوت ہوگئی اس نے اپنے پیچھے دو بہنیں اور دو بھائی چھوڑے، تو کیا زید کا اپنا مشترکہ مال اپنی بیوہ ہندہ کو دینا شرعاً صحیح ہے یا نہیں، اور کیا ہندہ کا اپنے شوہر زید کو اپنا مہر بخش دینا صحیح ہے یا نہیں، اور زید کا ترکہ کن لوگوں میں بطور وراثت ہبہ تقسیم ہوگا اور ہندہ کا ترکہ کن کن پر تقسیم ہوگا۔ بینوا توجروا (ت)

الجواب

شرع مطہر ما اسلامیان رزقنا اللہ اتباعہ ہیچ عقدے و فسخے را موقوف بہ تحریر نداشتہ است پس ہندہ کہ مہر خود را بزید بخشید در صحت ونفاذ ایں ہبہ سخنے نیست تنہا ایجاب ہندہ ایجاب بسندہ می بود اگر زید رد نہ کردے فکیف کہ تنصیص بر قبول نمود فی تنویر الابصار ہبۃ الدین ممن علیہ الدین وابراءہ عنہ یتم من غیر قبول[1] وہبہ زید در املاک مشاعہ مشترکہ غیر منقسمہ کہ زید بے آنکہ آنہا را تقسیم وافراز کردہ بقبض ہندہ سپاردہ مرد وہندہ برانہا دست نیافت باطل شد و بہ ہیچ وجہ ہندہ را اختیار تملک آنہا نماند فی الدر المختار فی ذکر موانع الرجوع والمیم

ہم مسلمانوں کی شریعت مطہرہ (اللہ تعالٰی ہمیں اس کی اتباع نصیب فرمائے) نے کوئی عقد یا فسخ تحریر پر موقوف نہ چھوڑا، پس ہندہ نے اپنی صحت میں مہر زید کو بخشا تو اس ہبہ کا نفاذ بلاشبہ ہوگیا، اس میں ہندہ کی طرف سے صرف ایجاب کافی تھا بشرطیکہ زید نے اس کو رد نہ کیا ہو، توجب زید نے قبول کرنے کی تصریح کردی تو کیا شبہ ہوسکتا ہے۔ تنویر الابصار میں ہے کہ جس پر دین ہو اس کو دین ہبہ کرنا اور بری کردینا قبول کے بغیر تام ہوجاتا ہے، اور زید نے اپنا مشترکہ مشاع مال بغیر تقسیم کئے اور جدا کئے ہبہ کیا اور جدا شدہ ہندہ کے قبضہ میں نہ آیا اور وہ فوت ہوگیا، لہذا وہ ہبہ باطل ہوا اور کسی صورت ہندہ کی ملکیت اس پر ثابت نہ ہوئی۔ درمختار میں رجوع کے موانع میں مذکور ہے "میم" سے مراد قبضہ

---

[1] درمختار کتاب الہبۃ فصل فی مسائل متفرقہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۶۵

Marfat.com

موت احد المتعاقدین بعد التسلیم
فلو قبلہ بطل[1] و در عالمگیریہ از
کتاب الاصل می آورد اذا مات
الواھب قبل التسلیم بطلت[2]
سائل ازہمیں قدر مے پرسد اما تمام حکم و
حق انصاف درینجا آنست کہ زید ہبہ اش
را برہمیں اشیائے مشاعہ مقصور نگزاشتہ
بود بلکہ ہرانچہ ازاں وے باشد ہمہ را
ہبہ نمود و ایں چنیں ہبہ شرعاً رواست
و بعد قبض تام و نافذ و مفید ملک شد
فی الخانیۃ لو قال جمیع مالی
او جمیع ما املك لفلان فھو
ھبۃ لایجوز الا بالتسلیم[3]
و عادت آنچناں ست کہ چیزہا از
املاک خالصہ شوہر مانند نقود و عروض
لباس و اثاث و زیور و ظروف
و غیرہا امتعہ و فرش از جانب شوہر بدست
زناں بر سبیل ودیعت یا اباحت می باشد
و درہیچو مقام اگر ہبہ واقع شود حاجت
بقبض جدید نمی افتد فان قبض الودیعۃ و
الاباحۃ کل واحد منھما قبض غیر مضمون

ہوجانے کے بعد فریقین میں سے ایک کا فوت ہوجانا
اور اگر قبضہ سے پہلے فوت ہو تو ہبہ باطل ہوگا،
اور عالمگیری میں مبسوط کے حوالہ سے مذکور ہے
جب ہبہ کرنیوالا قبضہ دینے سے قبل فوت ہوجائے
ہبہ باطل ہوجاتا ہے، سائل کا سوال اسی قدر
تھا، لیکن مکمل حکم اور پورا انصاف اس میں یوں
ہے کہ زید نے اپنا ہبہ صرف مشترکہ مشاع تک
محدود نہ رکھا بلکہ اس نے اپنی ہر چیز کو ہبہ میں
شامل کردیا جبکہ ایسا ہبہ شرعاً جائز ہے اور قبضہ
دینے پر تام اور نافذ ہوکر مفید ملک ہوجاتا ہے،
خانیہ میں ہے اگر کسی نے کہا میرا تمام مال یا جس
چیز کا میں مالک ہوں، وہ فلاں کے لئے ہے تو
ہبہ ہوگا جو صرف قبضہ دینے پر جائز ہوگا اور
عادتاً شوہر کی طرف سے بیوی کے پاس امانت
یا اباحت کے طور پر بیوی کے پاس بہت سا
سامان مثلاً نقد، لباس، اثاثہ، زیور، برتن
وغیرہا ہوتا ہے، ایسی صورت میں اگر خاوند ان
چیزوں کا ہبہ بیوی کو کرے تو بیوی کو جدید قبضہ
کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ امانت اور اباحت
کا قبضہ غیر مضمون ہوتا ہے اور ہبہ کا قبضہ بھی
ایسا ہے تو یہ قبضہ ایک دوسرے کے قائم مقام

---

[1] درمختار کتاب الھبۃ باب الرجوع فی الھبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۶۱
[2] فتاوٰی ہندیۃ " الباب العاشر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۴۰۰
[3] فتاوٰی قاضیخاں کتاب الاقرار نولکشور لکھنؤ ۴/۶۱۶

Marfat.com

وکذلک قبض الھبة فینوب احدھما
عن الاخر من دون حاجة الیٰ قبض
جدید قال فی التنویر وشرحہ الدر
وملك بالقبول بلا قبض جدید لو
الموھوب فی ید الموھوب لہ ولو
بقبض او امانة لانہ ح عامل لنفسہ
والاصل ان القبضین اذا تجانسا ناب
احدھما عن الاخر واذا تغایرا ناب
الاعلیٰ عن الادنیٰ [1] پس ازیں قسم اشیاء
ہرچہ کہ بدست ہندہ بود بمجرد ایجاب و
قبول از دائرۂ ملک زید بحوزۂ تملک ہندہ
انتقال نمود ہمچنیں اگر زید در حیات خودش چیزے
بقبض کامل ہندہ داد یا ہندہ باذن او
خواہ در مجلس ہبہ بلا اذن وے بر چیزے
قبضہ تام کرد آنہم مملوک ہندہ گردید وانچہ
مطلقاً بے قبض مشاع باشد خواہ مفرز در
آنہا ہبہ باطل شد کما ثبت من
انہا لا تفید الملك الا بالقبض
وتبطل بموت احدھما قبل
التسلیم وگمان بزند کہ چوں عقد
واحد در بعض معقود علیہ کہ اشیائے
غیر مقبوضہ است بود بطلان
گرفت در باقی نیز از حلہ صحت

ہوجاتا ہے جدید قبضہ کی ضرورت نہیں ہوتی،
تنویر الابصار اور اس کی شرح درمختار میں ہے
کہ صرف قبول کرلینے سے مالک ہوجائے گا جدید قبضہ
کی ضرورت نہ ہوگی جب وہ چیز پہلے ہی موہوب لہ
کے قبضہ میں ہو اگرچہ وہ قبضہ بطور قابض یا امانت ہی
کیوں نہ ہو، کیونکہ اس میں اس نے خود اپنے لئے
عمل کرنا ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ دونوں قبضے
ہم جنس ہوں یا ایک اقویٰ اور ایک ادنیٰ ہو، تو
ہم جنس ایک دوسرے اور اقویٰ ادنیٰ کے قائم مقام
ہوجاتا ہے، پس ازیں قسم اشیاء جو ہندہ کے
قبضہ میں اس وقت تھیں وہ سب محض ایجاب وقبول
کرلینے پر زید کی ملکیت سے نکل کر ہندہ کی ملکیت
ہوگئیں اور یونہی وہ چیزیں جن کا زید نے اپنی زندگی
میں ہندہ کو مکمل قبضہ دے دیا خود ہندہ نے اس کی
اجازت سے مجلس ہبہ یا اس کے بعد جس چیز کو
قبضہ میں مکمل لے لیا بلکہ بلا اجازت بھی قبضہ سے وہ
مالک ہوگئی، لیکن وہ مال جو مشاع غیر منقسم خواہ منقسم
ہو قبضہ نہ دیا ہو ان سب میں ہبہ باطل ہوگیا
جیسا کہ ثابت ہے کہ ہبہ قبضہ کے بغیر مفید ملک
نہیں ہوتا اور قبضہ دینے سے قبل ایک فریق کے
فوت ہوجانے سے باطل ہوجاتا ہے، اور یہ
خیال کرنا کہ ایک عقد کی بعض غیر مقبوضہ اشیاء میں
ہبہ باطل ہوجانے پر تمام اشیاء میں باطل

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الہبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۶۰

Marfat.com

عاری و عاطل باشد زیرا کہ ہبہ ہمچو بیع نیست وبشرط فاسد فساد نمی پذیرد فی الاشباہ من قاعدۃ اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام ومنھا الھبۃ وھی لا تبطل بالشرط الفاسد فلا یتعدی الی الجائز[1] اھ متروکہ زید بر تقدیم عدم موانع ارث و وارث آخر و تقدیم مقدم کالدین و الوصیۃ بر چہار سہم انقسام یافتہ سہمے بزن و سہ برادر مے رسد و ترکہ ہندہ از موہوبہ زید و حصہ ترکہ زید وغیرہا انچہ کہ شرعاً ملک ہندہ قرار یابد بشرائط مذکورہ شش پارہ شد پنج برادر[ع] دو بخش و بہر خواہر بخشے خواہد رسید۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

ہو جائے گا، یہ گمان درست نہیں ہے کیونکہ ہبہ بیع کی طرح نہیں ہے کہ فاسد شرط سے فاسد ہو جائے، الاشباہ میں ایک قاعدہ مذکور ہے کہ حلال وحرام جمع ہو جائیں تو حرام کو غلبہ ہوتا ہے اور ان میں سے ایک ہبہ ہے کہ یہ فاسد شرط سے فاسد نہیں ہوتا لہٰذا فاسد شرط جائز پر اثر انداز نہ ہوگی اھ باقی رہا معاملہ ورثاء میں تقسیم کا، وراثت سے موانع نہ ہونے، دوسرا وارث بھی نہ ہونے کی صورت میں ادائیگی حق مثلاً قرض اور وصیت کی ادائیگی کے بعد، زید کا ترکہ چار حصوں میں منقسم ہوگا، ایک حصہ بیوی کو، باقی تین حصے بھائی کو ملیں گے، اور ہندہ کا ترکہ جو کہ زید کا ہبہ کردہ اس کے قبضہ میں آیا اور جو اس کو زید کی وراثت میں ملا وغیرہ جو بھی اس کی ملکیت شرعی طور پر ہے وہ بھی مذکور شرائط سے چھ حصوں میں منقسم ہوگا دو دو حصے فی بھائی اور ایک ایک حصہ فی بہن ملے گا۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۷۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر ایک دستاویز میں ابو محمد و فاطمہ کا اپنی ایک جائداد مشترکہ بنام اپنے تین بیٹوں احمد و حامد بالغان و محمود نابالغ کے اس طور پر لکھا کہ نصف جائداد بنام احمد پسر کبیر کے جو فضل دینی میں اور اولاد سے زائد ہے اور نصف باقی بنام حامد و محمود کے،

ع قد زل قلم الناسخ الصواب بہر برادر دو بخش و بہر خواہر بخشے خواہد رسید ۱۲ عبدالمنان

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الثانیہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۴۹

Marfat.com

ابو محمد نے وفات پائی، فاطمہ زندہ ہے ان کا ان امور میں شریک ہونا اور دستاویز لکھوانا اور اس تقسیم متفاوت پر راضی ہونا یقیناً ثابت ہے، اسی طرح حامد بالغ کا بھی اپنے برادر کلاں احمد کی ترجیح پر راضی ہونا یقینی، آیا ایسی صورت میں بعد انتقال ابو محمد کے صرف اس وجہ پر کہ بیٹوں کے دینے میں باہم فرق کیا گیا اگر وہ خود دیتا تو برابر دیتا یہ گمان ہو سکتا ہے کہ یہ فعل ابو محمد کا نہیں یا اس نے دستاویز نہ لکھوائی یا وہ اس تفاوت پر راضی نہ تھا یا اُس کا فعل مانا بھی جائے تو اس بنا پر گمان کر سکیں کہ اس کی عقل میں اختلال تھا ورنہ تفاوت نہ کرتا یا ایسا نہیں ہے اور اولاد میں کسی کو بوجہ فضل دینی کے ترجیح دی جائے تو شرعاً جائز اور یہ تصرف نافذ ہے، یا اس خیال سے کہ بعض اولاد نابالغ ہیں یا کیا معلوم بقیہ اولاد سے آئندہ کوئی اور شخص فضل میں زیادہ ہو جائے اجازت نہ دیں گے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

نفاذ کے لئے تو اگر کوئی شخص غیر محجور اپنی ساری جائداد ایک ہی بیٹے کو دے دے اور باقی اولاد کو کچھ نہ دے تو یہ تصرف بھی قطعاً صحیح و نافذ ہے اگرچہ عند اللہ گنہگار ہوگا گناہگاری کو عدم نفاذ تصرف سے کچھ علاقہ نہیں، درمختار میں ہے:

ولو وھب فی صحتہ کل المال للولد جاز واثم[1]

اگر اپنی صحت میں تمام مال بیٹے کو ہبہ کر دیا تو جائز ہے اور گنہگار ہوگا۔ (ت)

اور اگر فضل دینی کے سبب بعض اولاد کو ترجیح دی جائے تو یہ بلا کراہت جائز ہے اس میں عند اللہ بھی کچھ مواخذہ نہیں،

فی الخانیۃ روی عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ لاباس بہ اذا کان التفضیل لزیادۃ فضل لہ فی الدین وان کانا سواء یکرہ[2]

خانیہ میں ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے اگر اس کو دینی فضیلت حاصل ہو تو اس کو زیادہ دینے میں حرج نہیں ہے اور سب مساوی ہوں پھر ایک کو زائد دینا مکروہ ہے۔ (ت)

عالمگیریہ میں ہے:

---

[1] درمختار کتاب الہبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۶۰

[2] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الہبۃ فصل فی ہبۃ الوالد لولدہ نولکشور لکھنؤ ۴/۷۰۵

Marfat.com

لوکان الولد مشتغلا بالعلم لا بالکسب فلاباس بہ ان یفضلہ علٰی غیرہ کذا فی الملتقط[1]۔

اگر کوئی بیٹا علمِ دین میں مشغول ہونے کی وجہ سے کسب نہیں کرتا تو اس کو دوسروں سے زائد دینے میں حرج نہیں ہے، جیسا کہ ملتقط میں ہے۔ (ت)

اور جب یہ تفاوت شرعًا جائز ہے اور صورتِ مسئولہ میں جس بیٹے کو ترجیح دی گئی حسبِ بیان سائل فضل دینی میں زیادہ ہے تو اس بنا پر کیونکر گمان ہوسکتا ہے کہ وہ فعل ابو محمد کا نہ تھا، یا وہ اس تفاوت پر راضی نہ تھا، یا تھا تو اس کی عقل میں کچھ اختلال تھا ہم بتصریح علماء نقل کر آئے کہ تمام اولاد کو محروم کرکے کل مال ایک کو دے دینا بھی صحیح و نافذ ہے پھر جب شرع ایسے مکروہ تصرف کو جس میں عنداللہ مواخذہ ہے صحیح و تمام مانتی ہے اور اس قسم کے خیالات کو گنجائش نہیں دیتی تو یہ تصرف جس میں کسی طرح حرج شرعی نہیں کیونکر مورد ان خیالات کا ہوسکتا ہے، اسی طرح یہ احتمال بھی کہ ممکن ہے کہ آئندہ بعض اولاد باقین سے کوئی شخص فضل دینی میں اس پر بڑھ جائے تو اس وقت اس کے فضل پر خیال کرکے کیونکر اسے ترجیح دیں ہرگز ٹھیک نہیں کہ شرع مطہر حالت موجودہ پر حکم دیتی ہے آخر علم غیب خدا کو ہے ایسے ہی خطرات کو جگہ دی جائے تو علماء کے اس حکم کا کوئی محل نہ ملے کہ جب اس مسئلہ پر عمل کرکے ایک ولد کو زیادہ دینا چاہیں فورًا یہ احتمال قائم ہوسکتا ہے کہ کیا معلوم آئندہ باقین میں سے اس سے کوئی بڑھ جائے، علماء نے کہ ترجیح افضل کی اجازت دی ہے حکم مطلق رکھا ہے کسی کے بلوغ و عدم بلوغ کی قید نہیں لگائی ہرگز کوئی شخص کسی ایک کتاب میں بھی نہیں دکھا سکتا کہ یہ حکم صرف اس صورت میں ہے کہ جب بقیہ اولاد میں کوئی بالغ ہو اور وجہ اس کی نہایت ظاہر کہ حیات مورث میں ورثاء اس کی جائداد کے مالک نہیں ہوجاتے جو ایک کو زیادہ دینا نابالغ کے مال میں تصرف ٹھہرے ہر شخص اپنی صحت میں اپنے مال کا مختار ہے اگر کسی اجنبی کو دے دے تو کون ہاتھ روک سکتا ہے علی الخصوص فاطمہ کا کہ زندہ و موجود ہے اس تفاوت پر راضی ہونا بالکل ایسے خیالات کو دفع کرتا ہے کہ یہی علت بعینہٖ وہاں موجود ہے، اب کیا یہ گمان کرسکتے ہیں کہ فاطمہ اس فعل پر راضی نہیں، یا راضی ہے تو اس کی عقل میں کچھ اختلال ہے، اور جب یہاں ایسا خیال نہیں کرسکتے اور باوجودیکہ ماؤں کو اولادِ صغیر کی محبت سب سے زیادہ ہوتی ہے وہ اس تفاوت پر بوجہ احمد کے فضل دینی کے صریح رضامند ہے تو ابو محمد کی رضامندی بدرجۂ اولٰی قابلِ تسلیم ہوسکتی ہے اور حامد پسر بالغ کا اپنے برادر کلاں کی ترجیح

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۳۹۱

Marfat.com

پر رضامند ہونا اور زیادہ مؤید کہ وہ تو خاص معاملہ اس کی ذات کا تھا، جب اس نے اپنے بھائی کے فضل دینی کا خیال کیا تو اگر باپ تفاوت کرے تو کون سا محل تعجب ہوسکتا ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ

نوٹ: اصل میں سوال منقول نہیں ۱۲

الجواب

ہبہ مرض الموت میں جب غیر وارث کے نام ہو تو قطعاً صحیح و جائز ہے اور وہ حقیقۃً ہبہ ہی قرار پائے گا اور اسی کے شرائط اس میں معتبر ہوں گے نہ یہ کہ در اصل وصیت ٹھہر جائے،

فی ردالمحتار عن الطحطاوی عن المکی عن الامام قاضیخان وغیرہ ھبۃ المریض ھبۃ حقیقۃ وان کانت وصیۃ حکما[1] اھ وفیہ ایضا عن تبیین الامام الزیلعی حکمہ کحکم وصیۃ ای من حیث الاعتبار من الثلث لاحقیقۃ الوصیۃ لان الوصیۃ ایجاب بعد الموت وھذہ التصرفات منجزۃ فی الحال[2] اھ۔

ردالمحتار میں طحطاوی سے انھوں نے مکی سے انھوں نے امام قاضیخان وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ مریض کا ہبہ کرنا حقیقتاً ہبہ ہے اور حکماً وصیت ہے اھ اور اسی میں تبیین الحقائق امام زیلعی سے ہے کہ اس کا حکم وصیت والا ہے کہ تہائی حصہ میں نافذ ہوگا، اور حقیقتاً وصیت نہیں، کیونکہ وصیت کا نفاذ موت کے بعد ہوتا ہے اور ہبہ کے تصرفات فوراً نافذ ہوجاتے ہیں اھ۔ (ت)

اور ہبہ کے لئے حیاتِ واہب میں موہوب لہ کا قبضہ ہونا ضرور ہے ورنہ باطل ہوجاتا ہے،

فی الدرالمختار[ع] موت احد العاقدین قبل التسلیم مبطل للھبۃ[3]۔

درمختار میں ہے کہ قبضہ دینے سے قبل فریقین میں سے ایک کی موت ہبہ کو باطل کردیتی ہے (ت)

ع: فی الاصل بیاض لکنا نقلنا ھذہ العبارۃ اعتمادا علٰی داب المصنف فی نقل ھذہ العبارۃ فی مثل ھذا المقام۔

اصل میں بیاض ہے لیکن ہم نے اس جیسے مقام میں اس عبارت کو نقل کرنے میں مصنف کے طریقہ پر اعتماد کرتے ہوئے اس عبارت کو نقل کیا ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الوصایا باب العتق فی المرض داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۳۵

[2] ردالمحتار " " " " " " ۵/ ۴۳۵

[3] درمختار کتاب الھبۃ باب الرجوع فی الھبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۱

Marfat.com

مگر صورت مسئولہ میں جبکہ موہوب لہما نابالغ ہیں تو اُن کے باپ کا قبضہ بعینہٖ ان کا قبضہ ہے،

فی الدر المختار وهب له اجنبی تتم بقبض ولیه وهو احد اربعة الاب ثم وصیه[1] الخ۔

درمختار میں ہے اگر نابالغ کو اجنبی شخص ہبہ کرے تو اس کے ولی کے قبضہ سے تام ہوجاتا ہے، اور چار ولیوں میں سے ایک باپ پھر وصی ہے الخ (ت)

اور پیش از ہبہ فرزند ہندہ جو از جانب ہندہ اُن دیہات و دکانات پر قبضہ رکھتا تھا اُسی قبضہ کا باقی ہونا اس قبضہ ہبہ کے لئے کافی ہے،

لان کل واحد قبض امانة فکانا من جنس واحد وفی الدر المختار الاصل ان القبضین اذا تجانسا ناب احدهما عن الاٰخر[2] وفی رد المحتار قوله عن الاٰخر کما اذا کان عنده ودیعة فاعارها صاحبها له فان کلا منهما قبض امانة فناب احدهما عن الاٰخر[3]۔

کیونکہ ان سب پر قبضہ بطور امانت ہے تو ایک جنس کا ہوا، اور درمختار میں ہے قاعدہ یہ ہے کہ جب دونوں قبضے ایک جنس ہوں تو ایک دوسرے کے قائم مقام ہوجاتا ہے اھ۔ اور ردالمحتار میں ہے اس کا قول کہ دوسرے کے قائم مقام ہوتا ہے جیسے پہلے اس کے پاس بطور امانت تھا پھر اس نے عاریۃً لیا، تو دونوں ایک جیسی امانت کے طور پر ہیں، تو یہ ایک دوسرے کے قائم مقام ہوئے۔ (ت)

از سرِ نو قبضہ جداگانہ حاصل کرنے کی حاجت نہیں،

فی تنویر الابصار ملك بلا قبض جدید لو الموهوب فی ید الموهوب له[4] اھ۔

تنویر الابصار میں ہے ہبہ شدہ چیز موہوب لہ کے قبضہ میں پہلے ہو تو جدید قبضہ کے بغیر مالک ہوجائے گا اھ (ت)

البتہ یہ ہبہ مرض الموت میں ہونے کی وجہ سے اس بات میں حکم وصیت پیدا کرگیا کہ بلا اجازت ورثہ فقط ایک ثلث میں نافذ ہوگا،

فی تنویر الابصار هبته کوصیة فیعتبر

تنویر الابصار میں ہے اس کا ہبہ وصیت کی

---

[1] درمختار کتاب الهبة باب الرجوع فی الهبة مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۰
[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/ ۱۶۰
[3] ردالمحتار ؍؍ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۵۱۲
[4] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الهبة مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۰

Marfat.com

من الثلث[1] اھ۔

طرح ہے لہذا تہائی حصہ میں معتبر ہوگا اھ (ت)

اور اس کے یہ معنی ہیں کہ اگر موصی پر کوئی قرض نہیں تو اس کے کل اشیائے متروکہ منقولہ وغیر منقولہ کو ملا کر اُن سب کا ثلث نکالیں گے اور اگر کچھ قرض ہے قلیل خواہ کثیر کتنا ہی ہو تو اسے مجرا دے کر باقی تمام متروکہ کا ثلث نکالیں گے اس مقدار سے موصی کی ساری وصیتیں نافذ کریں گے پس اگر یہ مقدار اور وصایا برابر ہوں فبہا، اور اگر یہ زائد اور وصایا کم ہوں جب بھی ہر موصٰی لہ کو پورا پورا بقدر ادائے وصیت کے دیں گے نہ یہ کہ ثلث[ع] کامل انھیں دے دینگے اگرچہ ان کی وصیتیں کم سے ہی پوری ہوجائیں وھذا واضحٌ جداً (یہ بہت واضح ہے۔ ت) اور اگر وصیتیں زائد اور مقدار ثلث کم ہو تو بلا اجازت ورثہ تہائی سے زیادہ انھیں نہ دیا جائے گا بلکہ اُسی قدر کو تمام موصٰی لہم پر بحساب اُن کے وصایا کے حصہ رسد تقسیم کردیں گے،

فی تنویر الابصار ھبتہ کوصیۃ ویزاحم اصحاب الوصایا فی الضرب[2] الخ ملخصا فی الحاشیۃ الطحطاویۃ علی الدرالمختار ای الموھوب لہ یضرب فی الثلث مع اصحاب الوصایا فان وفی بالثلث بالجمیع والا تخاصموا فیہ ویعتبر فی القسمۃ قدر مالکل من الثلث[3] اھ ملخصا، قلت ومما قررت ظھرلک المجیب

تنویر الابصار میں ہے ہبہ وصیت کی طرح ہے، تو وہ نفاذ میں وصیت والے دوسرے حضرات کے لحاظ سے ہوگا الخ ملخصاً۔ اور درمختار پر طحطاوی کے حاشیہ میں ہے یعنی موہوب لہ دوسرے اصحابِ وصایا کے ساتھ تہائی حصہ میں شریک ہوگا، اگر وہ سب وصیت والے اور موہوب لہ تہائی حصہ میں پُورے ہوجائیں تو بہتر، ورنہ تہائی میں ایک دوسرے کے مقابل ہونگے اور تہائی میں سے ہر ایک اپنے حصہ کے مطابق تقسیم پائیگا اھ ملخصاً، میں کہتا ہوں، میں نے جو تقریر کی ہے اس سے

ع: خط کشیدہ عبارت اندازے سے درست کی گئی ۱۲ عبدالمنان

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الوصایا باب العتق فی المرض مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۲۷

[2] " " " " " " ۲/ ۳۲۷

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار " باب العتق فی المرض دارالمعرفۃ بیروت ۴/ ۳۲۹

Marfat.com

الاول اخطأ فی ایجاب القبض الجدید للموصی لهما بثلث المال مطلقاً واما المجیب الثانی فقد اخطأ خطأ من وجوه۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ظاہر ہوا کہ پہلے مجیب نے جدید قبضہ کو واجب کرنے میں خطا کی ہے کہ دونوں تہائی حصہ والوں کے لئے مطلقاً یہ بات کہہ دی، لیکن دوسرے مجیب نے بہت سی خطائیں کی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فتح الملیک فی حکم التملیک ۱۳۰۸ھ

(بادشاہ کا اظہار تملیک کے حکم میں)

مسئلہ ۷۵

نزدیک علمائے حنفیہ ایدہم اللہ تعالٰی کے ہبہ و تملیک میں کیا فرق ہے اور جو احکام ہبہ مشاع اور ہبہ مرض الموت اور ہبہ غیر مقبوض کے ہیں وہی بحالت ہائے مذکورہ تملیک سے بھی متعلق ہیں یا نہیں؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا (بیان کیجئے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

اصل وضع میں تملیک ہبہ سے عام ہے کہ وہ تملیک اعیان و منافع بلعوض و بے عوض و منجز و مضاف للموت سب کو شامل ہے جس کی رُو سے بیع و ہبہ و اجارہ و اعارہ و وصایا سب اُس کے تحت میں داخل ہیں اور ہبہ خاص تملیک عین بلاعوض کا نام ہے،

فی الدرالمختار الھبۃ تملیک العین مجانا[1] اھ ملخصًا۔

درمختار میں ہے ہبہ مفت میں کسی چیز کا مالک بنانا ہے اھ ملخصًا (ت)

مگر عرف میں ان لفظوں سے کہ میں نے ایک شے کا تجھے مالک کیا' یا اس چیز کی تجھے تملیک کی' ظاہرًا ہبہ

---

[1] درمختار کتاب الھبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۵۸

Marfat.com

ہی متبادر ہوتا ہے حتی کہ امام اجل شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ تعالٰی نے محیط میں اسے ان الفاظ سے گنا جو بحسب وضع افادۂ ہبہ کرتے ہیں۔ فتاوٰی ہندیہ میں ہے :

اما الالفاظ التی تقع بھا الھبۃ فانواع ثلثۃ نوع تقع بہ الھبۃ وضعا ونوع تقع بہ الھبۃ کنایۃ وعرفا ونوع یحتمل الھبۃ والعاریۃ مستویا اما الاول فکقولہ وھبت ھذا الشئ لك اوملکتہ منك[1] الخ۔

لیکن جن الفاظ سے ہبہ ہوتا ہے وہ تین قسم ہیں، ایک قسم وہ ہے جن سے ہبہ کا وقوع وضعاً ہوتا ہے، اور ایک قسم وُہ جن سے کنایۃً اور عرفاً ہبہ ہوتا ہے، اور ایک قسم وہ جن سے ہبہ اور عاریہ دونوں مساوی طور پر واقع ہوتے ہیں۔ پہلی قسم کی مثال "میں نے یہ چیز تجھے ہبہ کی" یا یہ کہنا "میں نے تجھے اس کا مالک بنایا" الخ (ت)

ولہذا کلمات علماء میں اکثر جگہ تملیک سے ہبہ پر استدلال پایا جاتا ہے مع ظھور ان الاستدلال بالعام علی الخاص باطل لجواز وجودہ فی ضمن فرد اٰخر (باوجود ظاہر ہونے کہ عام سے خاص پر استدلال باطل ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ عام کا وجود کسی دوسرے فرد میں پایا جائے۔ ت) امام علامہ فقیہ النفس قاضی خاں فرماتے ہیں :

رجل غرس کرما ولہ ابن صغیر فقال جعلتہ لابنی فلان یکون ھبۃ لان الجعل عبارۃ عن التملیک[2]

ایک شخص نے انگور کے پودے لگائے اس کا نابالغ بیٹا ہے، تو اس نے کہا کہ میں نے اس کو اپنے فلاں بیٹے کے لئے کیا تو یہ ہبہ ہوگا کیونکہ بنانا اور کرنا تملیک کا معنٰی ہے۔ (ت)

اسی میں ہے :

ان قال جعلتہ باسم ابنی یکون ھبۃ ظاھراً لان الناس یریدون بھذا التملیك والھبۃ[3]

کسی نے کہا میں نے یہ بیٹے کے نام سے بنایا، تو ظاہراً یہ ہبہ ہوگا، کیونکہ لوگ اس سے تملیک اور ہبہ مراد لیتے ہیں۔ (ت)

اور علامہ بیری شارح اشباہ والنظائر فرماتے ہیں :

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الہبۃ الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۷۵
[2] فتاوٰی قاضیخان کتاب الہبۃ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۶۹۷
[3] " " " " ۴/ ۶۹۷

Marfat.com

فی خزانۃ الفتاوٰی اذا دفع لابنہ مالا فتصرف فیہ الابن یکون للاب الا ان دلت دلالۃ التملیک[1]

خزانۃ الفتاوٰی میں ہے اگر کسی نے بیٹے کو مال دیا اور بیٹے نے اس میں تصرف کیا تو یہ مال باپ کا ہوگا اِلّا یہ کہ کوئی دلالت تملیک پائی جائے۔(ت)

محقق شامی فرماتے ہیں:

قلت فقد افادان التلفظ بالایجاب و القبول لایشترط بل تکفی القرائن الدالۃ علی التملیک[2] اھ۔

میں کہتا ہوں کہ اس عبارت نے فائدہ دیا کہ اس میں ایجاب وقبول شرط نہیں بلکہ تملیک پر دلالت کرنے والے قرائن کافی ہوتے ہیں اھ(ت)

فقیہ علامہ نوازل میں تصریح فرماتے ہیں جو لفظ تملیک رقبہ پر دال ہو ہبہ ہے:

فی الدر المختار اللفظان انبأعن تملك الرقبۃ فھبۃ او المنافع فعاریۃ او احتمل اعتبر النیۃ، نوازل[3]

درمختار میں ہے اگر الفاظ غلام پر تملک کی خبر دیں تو ہبہ ہوگا، اگر الفاظ منافع پر دال ہوں تو عاریہ ہوگا اور لفظ محتمل فیہ ہو تو قائل کی نیت کا اعتبار ہوگا، نوازل۔(ت)

درباب افتا جا بجا علامہ خیر الملّۃ والدین رملی وغیرہ علماء رحمھم اللہ تعالٰی نے سوال تملیک پر ہبہ کا جواب عطا فرمایا اور اس پر مشاع وغیرہ کے وہی احکام جاری کئے اور تملیک نامہ کو صریحًا ہبہ نامہ ٹھہرایا، فتاوٰی خیریہ لنفع البریہ میں ہے:

سئل فیما اذا ملك زوجتہ نصف جمل و نصف بقرۃ و نصف غراس زیتون تملیکا شرعیا بایجاب منہ وقبول منھا و قبضت الزوجۃ وتسلمت ثم مات الزوج ویرید وارثہ ان یجعل المملکات

ان سے سوال ہوا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو نصف اونٹ، نصف بیل، نصف باغ زیتون کا شرعی تملیک کے طور پر مالک بنائے باقاعدہ ایجاب و قبول ہو اور بیوی قبضہ کرلے پھر وہ خاوند فوت ہوجائے اور ورثاء چاہیں کہ ان تمام تملیک بنائی ہوئی چیزوں کو

---

[1] ردالمحتار بحوالہ بیری | کتاب الہبہ | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۴/۵۰۸
[2] " | " | " | ۴/۵۰۸
[3] درمختار | " | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/۱۵۹

Marfat.com

میراثا بینه وبین الزوجة **اجاب** هی ملك للزوجة بالتملیك علی الوجه المذکور وهبة المشاع الذی لایحتمل القسمة صحیحة والجمل والبقرة مما لایمکن قسمة الواحد منها فصحت فیها الهبة المذکورة[1] اھ ملتقطا ۔

بیوی سمیت تمام ورثاء کے لئے وراثت بنالیں، تو جواب دیا کہ مذکورہ تملیک کی بنا پر بیوی کی ملک ہیں، جبکہ ناقابلِ تقسیم مشاع کا ہبہ صحیح ہوتا ہے، اور اونٹ اور بیل قابلِ تقسیم نہیں ہیں، تو ان کا ہبہ صحیح ہوا، اھ ملتقطا۔ (ت)

اسی میں ہے:

سئل فی رجل اشهد علی نفسه انه ملك اولاد ابنه وسماهم فی حجة جمیع الستة قراریط فی الدارین الفلانیتین **اجاب** الحنفی لایری جواز الهبة المشاع[2] اھ ملخصًا

ان سے **سوال** ہوا کہ ایک شخص نے یہ اقرار کیا کہ میں نے اپنے پوتوں کو مالک بنایا اور فلاں دو مکانوں میں چھ قراریط سب کی حجت میں پوتوں کا نام لیا، تو جواب دیا کہ حنفی حضرات قابلِ تقسیم مشاع کا ہبہ جائز نہیں مانتے اھ ملخصًا (ت)

عقود الدریہ میں ہے:

سئل فیما اذا کان لزید ابنان واملاك تقبل القسمة وحصة فی مشاع تقبل القسمة فملك جمیع ذلك من ابنیه المذکورین سویة بینهما من غیر قسمة وکتب بذلك صك ویرید زید الرجوع عن التملیك فهل له ذلك **الجواب** نعم هبة واحد من اثنین لا یصح[3] اھ بالالتقاط۔

ان سے سوال ہوا کہ زید کے دو بیٹے ہیں اور کچھ املاک قابلِ تقسیم ہیں اور ایک مشاع چیز میں اس کا حصہ بھی ہے تو اپنی ملکیت ان تمام چیزوں کا دونوں بیٹوں کو مالک بنادیا جبکہ دونوں کو مساوی طور پر بغیر تقسیم حصہ دار بنایا اور رسید بھی لکھ دی اور اب زید اس ہبہ سے رجوع کرنا چاہتا ہے، تو کیا اسے یہ حق ہے؟ **الجواب** ہاں حق ہے، کیونکہ ایک کا دو حضرات کو ہبہ مشترکہ بغیر تقسیم صحیح نہیں اھ ملتقطا (ت)

---

[1] فتاوٰی خیریہ — کتاب الہبہ — دار المعرفۃ بیروت — ۲/ ۱۱۰
[2] " — " — " — ۲/ ۱۱۲
[3] العقود الدریۃ — " — ارگ بازار قندھار افغانستان — ۲/ ۹۵

Marfat.com

لیکن محلِ غور اس قدر ہے کہ مسئلہ کے خاص جزئیہ میں ظاہراً کلمات علماء مختلف سے نظر آتے ہیں بعض نے وہی تصریح فرمائی کہ عقد تملیک عین ہبہ ہے اور بعض بنظرِ عموم لفظ تعیین ہبہ کے لئے قرینہ کی حاجت اور درصورت انعدام قرینہ عقد تملیک کو ناجائز وغیر صحیح مانتے ہیں،

فی ردالمحتار لوقال ملکتك هذا الثوب مثلا فان قامت قرینة علی الهبة صحت والافلا لان التملیك اعم منها لصدقه علی المبیع والوصیة والاجارة وغیرها انظر ماکتبناه فی اٰخر الهبة الحامدیة وفی الکازرونی انها هبة اھ[1]۔

ردالمحتار میں ہے اگر کہا میں نے تجھے اس کپڑے کا مالک بنایا، مثلاً اگر ہبہ پر قرینہ ہو تو صحیح ہے ورنہ نہیں، کیونکہ تملیک ہبہ سے عام ہے اس لئے کہ تملیک بیع، وصیت، اجارہ وغیرہ پر بھی صادق آتی ہے، ہم نے حامدیہ میں ہبہ کے آخر میں جو لکھا ہے اسے دیکھو، اور گازرونی میں ہے کہ یہ ہبہ ہے اھ (ت)۔

فقیر کہتا ہے غفراللہ تعالٰی لہ بتصریح علماء مہما امکن دفع تخالف وتحصیل توفیق لازم اور وجہ تطبیق کی تقریر علی الخصوص جب بے تکلف ہو متعین ومتحتم، اصل وضع میں تملیک کا عموم کسے نہیں معلوم اور بے قیام قرینہ احدالافراد کی تعیین کسی کا قول نہیں اور جس طرح یہ باتیں متفق علیہ ہیں یونہی یہ بھی متیقن کہ خاص جہت لفظ سے قرینہ کا ناشی ہونا ضروری نہیں بلکہ قرینہ حالیہ بھی کافی ہے،

وقد سمعت ماقال العلامة البیری و المحقق الشامی رحمهما الله تعالٰی۔

تو نے علامہ بیری اور محقق شامی رحمہما اللہ تعالٰی کا کلام سُن لیا۔ (ت)

اب جو ہم دیکھتے ہیں تو مقام اخبار میں بیشک لفظ تملیک بیع وہبہ ووصیت وغیرہا سب جگہ بولا جاتا ہے عام ازیں کہ وُہ اخبار اپنے نفس سے ہو یا غیر سے، مثلاً زید نے ایک مکان عمرو کے ہاتھ بیع کیا تو اب وُہ کہ کہتا ہے کہ میں نے فلاں مکان عمرو کی ملک کردیا بکر وخالد کہہ سکتے ہیں زید نے خود کو اپنے مکان کا مالک کیا عمرو کہہ سکتا ہے کہ مکان زید بتملیکِ زید میری مِلک میں آیا اور سامع ان لفظوں سے ہرگز سوا نقل مِلک کے کچھ نہیں سمجھ سکتا کہ یہ امر بعوض واقع ہوا یا بلاعوض، اور مکان ملکِ عمرو میں بیعاً آیا یا ہبۃً، عموم تملیک کا یہ صاف اثر واضح ہے مگر خاص انشائے عقد وایجاب وقبول کے وقت جب ان لفظوں پر اقتصار ہوگا یعنی میں نے تجھے فلاں شَے کا مالک کیا عمرو کہے میں نے قبول کیا، تو بیشک متفاہم عرف میں اس سے ہبہ ہی

---

[1] ردالمحتار کتاب الہبۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۵۰۹

Marfat.com

متبادر ہوگا جب تک کوئی قرینہ اس کے خلاف پر قائم نہ ہو اور فارق یہ ہے کہ عقد واقع سے خبر دینے میں اس کے متعلقات کا استیفا و استقصا ضرور نہیں بخلاف ایقاعِ عقد کے کہ اگر اُسے بیع منظور ہوتی ثمن کا ذکر لاتا، وصیت چاہتا تو بعد موت کے تصریح کرتا، اجارہ اعارہ مقصود ہوتا تو عقد کو خاص اس شئ کی طرف اضافت نہ کرتا بلکہ منافع کا نام لیتا یا ایسی عبارت بولتا جس سے تملیک منافع مفہوم ہوتی آخر دیکھو اصل وضع کے اعتبار سے ان لفظوں میں بھی کہ یہ شئ میں نے اپنے بیٹے کے لئے کر دی یا بنام او کردم بعینہ وہی احتمالات پیدا ہیں جو لفظ تملیک میں نکلتے ہیں مگر ائمہ نے تصریح فرمائی کہ یہ ہبہ ہے،

كما اسلفنا من الخانية وقد نقله عنها العلامة الغزی فی المنح وغيره فی غيرها مذعنين لها۔

جیسا کہ ہم نے پہلے خانیہ سے نقل کیا ہے اور خانیہ سے علامہ غزی نے منح میں اور دوسروں نے اپنی کتب میں اس پر اعتماد کرتے ہوئے نقل کیا ہے (ت)

بلکہ امام فقیہ النفس نے جعلته لابنی[1] کے ہبہ ٹھہرانے کی وجہ ہی یہ ارشاد فرمائی کہ جعل بمعنی تملیک ہے تو جب تک باقتضائے مقام تمام احتمالات منقطع ہو کر ملکت بمعنی وھبت نہ رہے گا جعلت کا بمعنی ملکت ہونا کیا فائدہ بخشے گا کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ ت) پس اُن بعض کا یہ فرمانا کہ ارادہ ہبہ کے لئے قرینہ درکار ہے نہایت بجا و درست، بیشک کوئی عام اپنے فرد میں بلا قرینہ معین نہیں ہو سکتا، مگر یہاں طرزِ گفتگو خود ہی ہبہ کا قرینہ ہے کما بیّنّا (جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔ ت) ہاں مثلاً ایسی صورت میں کہ زید و عمرو باہم کسی شے کے خرید و فروخت پر گفتگو کرتے ہوں اب زید کہے وہ شے میں نے تیری ہی ملک میں دی یا تجھے اس کا مالک کیا ہبہ نہیں کہہ سکتے کہ ان کی باہمی حالت تملیک بلا عوض پر قرینہ نہیں ہو سکتی، نہ بیع درست ہو کہ وہ مبادلہ مال بمال ہے اور یہاں مال دوم کا نام نہیں ناچار عقد کو غیر صحیح مانیں گے۔ اور وہ بعض جو تملیک کو ہبہ فرماتے ہیں اس صورت میں فرماتے ہیں جب کوئی ایسی حالت واقع نہ ہو پس تمام کلمات ایک ہی طرف راجع اور سارا اختلاف بحمد اللہ مرتفع۔

قلت ومن هٰهنا ظهر انه لا يتعلق بما نحن فيه ما فی اٰخر العقود الدرية

میں کہتا ہوں یہاں سے ظاہر ہوا کہ جو عقود الدریہ کے آخر میں ہے وہ ہماری بحث سے خارج

[1] فتاوٰی قاضیخاں کتاب الہبہ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۶۹۷

Marfat.com

مما نصه قال المؤلف کتبت علی صورة
دعوی ماصورته حیث بین اقراره
انه بجهة التملیك فدعوی التملیك
لاتسمع لما قاله الخیر الرملی رحمه الله
تعالٰی ناقلا عن جامع الفصولین فی خلل
المحاضر و السجلات برمز التتمة عرض
علیّ محضر کتب فیه ملکه تملیکا صحیحا
ولم یبین انه ملکه بعوض او بلا عوض
قال اجبت انه لا تصح الدعوی ثم
رمز لشروط الحاکم عہ اکتفی به فی مثل
هذا بقوله وهب له هبة صحیحة و
قبضها ولکن ما افاد فی التتمة اجود واقرب
الی الاحتیاط اھ فان هذا نقل و اخبار
لا عقد و ایجاب کما لا یخفی هکذا ینبغی
التحقیق والله ولی التوفیق۔ ۱

ہے جس کی عبارت یہ ہے، مؤلف نے فرمایا میں نے دعوٰی کی صورت، یہ لکھا، کہ صورت کیا ہے جہاں اس نے اپنا اقرار کیا ہے کہ یہ تملیک کے طور پر ہے، اگر یہی ہے تو تملیک کے دعوٰی کی مانند یہ قابلِ سماعت نہیں ہے اس کی وجہ وہ جو خیر الدین رملی رحمہ اللہ تعالٰی نے جامع الفصولین کی محاضرات اور سجلات میں خلل والی بحث سے تتمہ کے عنوان میں نقل کیا ہے کہ مجھ پر ایک محضر نامہ پیش کیا گیا جس میں لکھا تھا اس کو صحیح تملیک کے ساتھ مالک بنایا، اور یہ نہ بیان کیا عوض کے ساتھ یا بلا عوض مالک بنایا تو فرماتے ہیں میں نے جواب دیا کہ دعوٰی صحیح نہیں ہے، پھر انھوں نے شروط الحاکم میں صرف اس صورت پر اکتفا فرمایا، جیسے کوئی لکھے اس کو صحیح ہبہ کرکے دے دیا، لیکن انھوں نے تتمہ میں جو فائدہ دیا وہ بہتر اور احتیاط سے اقرب ہے اھ، کیونکہ یہ حکایت اور اخبار ہیں، عقد اور ایجاب نہیں ہیں، جیسا کہ مخفی نہیں، تحقیق یوں چاہیے۔ اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے۔ (ت)

یہ ساری بحث تملیک زبانی میں ہے دستاویز تملیک نامہ تو قطعاً تمام اقوال پر ہبہ نامہ ہے جس میں کسی طرح نزاع کا احتمال نہیں کہ بالیقین اس کا لکھنے والا تملیک عین بلاعوض کا قصد کرتا ہے اور بالتعین یہی اس سے سمجھا جاتا ہے بیع و وصیت وغیرہا احتمالات کی بُو بھی نہیں آتی یہاں تک کہ اگر کوئی شخص ایسی دستاویز لکھ کر کہے میں نے تو اس سے عقد بیع کا قصد کیا ہے تو کوئی اس کی تصدیق

عہ اسمِ کتاب ۱۲ عبدالمنان

لہ العقود الدریة کتاب الہبة ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۱۰۰-۱۰۱

Marfat.com

نہ کرے گا اور سب کے نزدیک وہ بات بدلنے والا ٹھہرے گا تو اس کے ہبہ ہونے میں کوئی شک نہیں تملیک زبانی میں مدار کار قرینہ پر ہے اگر کوئی قرینہ ایسا قائم ہو جو معنی ہبہ سے ابا کرے تو اُسے ہبہ نہ ٹھہرائیں گے اور دستاویز تملیک نامہ قطعاً ہبہ اور جو عقد عقدِ ہبہ ٹھہرے گا تمام احکام ہبہ متعلقاتِ شیوع وقبضہ ومرض وغیرہ سب بدستور اس میں جاری ہونگے فان العبرۃ للمعنی کمافی الھدایۃ وغیرھا (کیونکہ معنی کا اعتبار ہوتا ہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں ہے۔ ت) یہ ہے جو کلمات علماءِ کرام سے منقح ہوا اور وُہ جو زعم کیا جاتا ہے کہ تملیک کوئی عقد خاص جداگانہ ہبہ سے مبائن اور اس کے احکام، احکامِ ہبہ سے علیحدہ ہیں اصلاً قابلِ تسلیم نہیں کہ قواعدِ شرعِ مطہرہ اس کی مساعدت ہرگز نہیں کرتے۔

وما وقع ھٰھنا من العلامۃ ط رحمہ اللہ تعالٰی حیث قال قال السید الحموی اعلم ان التملیک یکون فی معنی الھبۃ ویتم بالقبض واذا عری عن القبض والتسلیم اختلف العلماء فیہ فقیل یجوز وقیل لایجوز قیاسا علی الھبۃ واکثر المشائخ علی انہ یجوز بدون التسلیم وانہ غیر الھبۃ لان التملیک والھبۃ شیئان اسما وحکما اما الاسم فظاھر واما حکما فلانہ لو وھب الثمار علی رؤس الاشجار لاتجوز ولو اقر بالتملیک یجوز فثبت ان التملیک یصح بدون التسلیم وانہ غیر الھبۃ وعلیہ الفتوی وعمل الناس وموت المقر بمنزلۃ التسلیم بالاتفاق کذا

اس مقام پر علامہ طحطاوی رحمہ اللہ تعالٰی سے جو وقوع پذیر ہوا، جہاں انھوں نے فرمایا کہ سیّد حموی نے فرمایا: جاننا چاہئے کہ تملیک ہبہ کے معنیٰ میں ہوتی ہے اور قبضہ سے تام ہوتی ہے اور جب یہ قبضہ اور تسلیم سے خالی ہو تو پھر علماء کا اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا جائز ہے اور بعض نے کہا ناجائز ہے ہبہ پر قیاس کی وجہ سے، اور اکثر مشائخ اس پر ہیں کہ بغیر قبضہ دیئے جائز ہے اور تملیک ہبہ سے جدا چیز ہے کیونکہ تملیک اور ہبہ[2] دو علیحدہ چیزیں ہیں، حکم اور نام کے اعتبار سے، نام کے لحاظ سے ظاہر ہے، حکم کے اعتبار سے اس لئے کہ اگر کوئی درختوں پر پھل کو ہبہ کرے تو ناجائز ہے اور اگر تملیک کے طور پر کسی کے لئے اقرار کرے تو جائز ہے، تو ثابت ہوا کہ تملیک بغیر قبضہ دیئے صحیح ہے اور ہبہ کا غیر ہے اور اسی پر فتوٰی ہے اور لوگوں کا عمل بھی، اور اقرار کرنے والے کی موت بمنزلہ قبضہ ہے اھ، مفتاح میں

Marfat.com

فی الفتاح[1] انتہی فاقول نقل مجہول
لامعقول ولامقبول اما الجہل فلان المفتاح
لیس من الکتب المتداولۃ ولا الشہیرۃ و
لاعلم من ہو مصنفہ وما درجتہ فی کتب
المذہب واما انہ غیر معقول فلان
التملیک حالا اما للعین او للمنافع وکل
اما بعوض اومجانا ھذا انقسام حاصر
عقلی لا امکان لخروج قسم عنہ و معلوم
بداھۃ ان ھذا الشیئ الذی لیس تملیک
المنافع وتملیک العین بعوض فاذن
لیس الا تملیک العین حالا مجانا
وما ھو الا الھبۃ وفسرت فی
المتون وقال قاضی زادہ فی نتائج
الافکار الھبۃ فی الشریعۃ تملیک المال
بلاعوض کذا فی عامۃ الشروح بل
المتون[2]، وما عھد من الشرع المطھر
ما ھو عقد یکون تملیک العین فی الحال
بلاعوض ولایکون ھبۃ ولوکان
لوجب ان یعقد لہ کتاب او باب
اوفصل او اقل شیئ فی کتب المذھب
کما عقدت الکتب للبیع و
الھبۃ والعاریۃ والاجارۃ

یوں ہے اھ **فاقول** (تو میں کہتا ہوں۔ ت)
یہ نقل مجہول، غیر مقبول اور غیر معقول ہے، مجہول
اس لئے کہ مفتاح مشہور اور متداول کتب میں نہیں
ہے اور یہ معلوم نہیں کہ اس کا مصنف کون ہے
اور کتبِ مذہب میں اس کا کیا مقام ہے، غیر معقول
اس لئے کہ مذکورہ تملیک عین چیز کی ہوگی یا منافع
کی ہوگی پھر ہر صورت عوض کے بدلے یا بلاعوض
ہوگی یہ تقسیم عقلی طور پر چار صورتوں کو حاصر ہے اور
اس سے خارج کسی قسم کا احتمال نہیں ہے اور
بداہۃً معلوم ہے کہ یہ چیز جو منافع اور عین چیز کی
تملیک بالعوض نہیں تو لامحالہ پھر صرف تملیک العین
مفت میں ہوگی تو اسی کا نام ہبہ ہے اور متون میں
اس کی یہی تفسیر کی گئی ہے۔ قاضی زادہ نے
نتائج الافکار میں فرمایا: شریعت میں ہبہ مال کی
بلاعوض تملیک کو کہتے ہیں، یونہی عام شروح میں
مذکور ہے بلکہ تمام متون میں ہے، شرع شریف
سے کوئی ایسا عقد معلوم نہیں ہوا
جس میں موقعہ پر بلاعوض عین چیز کا مالک بنانا ہو
اور وہ ہبہ نہ ہوگا اگر کوئی اور چیز ہوتی تو کتبِ فقہ
میں اس کے لئے کوئی کتاب، باب یا فصل یا اور
کوئی اس سے کم عنوان ضرور قائم کیا جاتا جیساکہ
کتب میں بیع، ہبہ، عاریہ اور اجارہ وغیرہ کےلئے

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الہبہ فصل فی مسائل متفرقہ دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۴۰۹
[2] نتائج الافکار فی کشف الرموز والاسرار تکملہ فتح القدیر " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۷/ ۴۷۹

Marfat.com

لکن نری کتب المذهب عن اٰخرها خالیة عن ادنٰی ایماء الٰی ذٰلك فاذن هو عقد غیر معهود من الشرع بل ولا معروف فی عرف الناس قاطبة فانك لو اخبرت احدا ان زیدا ملك دارہ من عمرو مجانا فی الحال لم یفهم منه احد الا الهبة ولا یخطر ببال صبی عاقل ولا عالم فاضل شیئ غیرها وقد علل فی الهدایة وغیرها عامة الکتب المعللة اشتراط القبض فی الهبة بانه عقد تبرع وفی اثبات الملك قبل القبض الزام المتبرع شیئا لم یتبرع به وهو التسلیم فلا یصح[1] اھ والتمسك بمسئلة الاقرار اول دلیل علی ان هذا الکلام لم یصدر عن فقه فانه انما المرء مؤاخذ باقرارہ الا تری ان لو لم یملکه اصلا واقر اخذ باقرارہ فهل یستدل به علی ان التملیك یصح من دون ایجاب من المملك اصلا ثم لا شك

عنوان قائم ہیں لیکن ہم اول تا آخر تمام کُتبِ مذہب کو دیکھ رہے ہیں کہ تمام کی تمام اس عنوان سے خالی بلکہ اس کی طرف کسی ادنٰی اشارہ تک سے خالی ہیں تو معلوم ہوا کہ نری تملیک شرع میں کوئی عقد نہیں ہے بلکہ لوگوں کے عرف تک میں کہیں موجود نہیں، کیونکہ اگر تو خبر دے کہ زید نے مفت میں عمرو کو مکان کا مالک بنادے تو اس سے ہر کوئی یہی سمجھے گا کہ یہ ہبہ ہے اور کسی بچّے اور عالم فاضل تک کے دل میں ہبہ کے علاوہ کوئی چیز نہ کھٹکے گی، اور ہدایہ اور تمام ان کتب میں جو علل کو بیان کرتی ہیں انھوں نے ہبہ میں قبضہ کی شرط کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ چونکہ یہ تبرع کا عقد ہے اور قبضہ سے قبل ملک کے ثبوت میں تبرع کرنے والے پر ایسی چیز کا الزام ہوگا جس کا اس نے تبرع نہیں کیا اور وُہ تبرع سونپ دینے کا نام ہے (جو ابھی واقع نہیں ہوا) لہذا قبضہ سے قبل ملک صحیح نہ ہوگی اھ، اور اقرار کے مسئلہ سے اس کا استدلال کرنا یہی اس بات کی بڑی دلیل ہے کہ اس کا یہ کلام سمجھ کے بغیر صادر ہوا ہے کیونکہ یہ تو صرف کسی کا اپنے اقرار میں ماخوذ ہونے کی بات ہے آپ غور کریں کہ اگر کوئی شخص قطعاً کسی کو مالک نہ بنائے اس کے باوجود وہ اقرار کرے تو اپنے اقرار میں ماخوذ ہوگا تو کیا اس اقرار سے یہ استدلال کیا جائے گا کہ مالک بنانے والے کی

---

[1] الهدایة کتاب الهبة مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۲۸۱

Marfat.com

ان لو اقر بالبیع جاز فھل یستدل بہ علی ان البیع یتم من جانب البائع وحدہ لانہ لیس ھٰھنا شیٔ من جانب المشتری بل السر الذی غفل عنہ ھذا المستدل ان الاقرار اخبار من وجہ کما انہ انشاء من وجہ فلشبہ الاخبار یواخذ بامثال الاقرار لا لانہ انشاء عقد لایحتاج الی القبض الا تری انہ لو اقر لغیرہ بنصف دارہ مشاعا صح کما فی الدر[1] وغیرہ وما ذلک الا لشبہ الاخبار ولو کان انشاء لم یصح کما نصوا مع وجوب الصحۃ علی وھم ھذا الواھم وتقدم فی الاقرار متنا وشرحا جمیع مالی او ما املکہ لہ ھبۃ لا اقرار فلا بد من التسلیم بخلاف الاقرار[2] اھ فقد افادات لام التملیک

طرف سے ایجاب کے بغیر ہی تملیک صحیح ہو جاتی ہے (ہرگز نہیں) پھر اس میں بھی شک نہیں کہ اگر کوئی بیع کا اقرار کرے تو یہ اقرار صحیح ہے تو کیا اس سے بھی یہ استدلال کیا جا سکے گا کہ بیع کا انعقاد صرف اکیلے بائع کی طرف تام ہوگا کیونکہ اس میں مشتری کے کسی عمل کا ذکر نہیں (جبکہ ایسا نہیں ہے) بلکہ وہ نکتہ جس سے یہ استدلال والا غافل ہے وہ یہ ہے کہ اقرار من وجہ خبر ہے جیسا کہ وہ من وجہ انشاء ہے، تو خبر والے پہلو کے اعتبار سے اقرار کی وجہ سے وہ ماخوذ ہوتا ہے اس وجہ سے نہیں کہ یہ عقد کا انشاء ہے جس میں قبضہ کی ضرورت نہیں ہے تو آپ دیکھیں کہ اگر وہ غیر کیلئے اپنے نصف مکان کا مشاع کے طور پر اقرار کرے تو صحیح ہے جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے تو یہ صرف اس لئے کہ اس میں خبر کا شبہ ہے حالانکہ اگر اس کو انشاء کہا جائے تو صحیح نہ ہوگا، جیسا کہ فقہائے نے اس کی تصریح فرمائی ہے حالانکہ مذکور اقرار کی صحت اس شخص کے ہاں مسلمہ ہے اور پہلے گزرا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ اقرار کرے کہ میرا تمام مال یا جس چیز کا میں مالک ہوں وہ فلاں کی ہے تمام متون اور شروح میں اس اقرار کو ہبہ قرار دیا ہے اس کو اقرار نہیں کہا، تو اس میں قبضہ

---

[1] درمختار | کتاب الاقرار | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/ ۱۳۰

[2] " | " | " | ۲/ ۱۳۱

Marfat.com

يفيد الهبة ويشترط التسليم وان عدم اشتراطه فى الاقرار جاء من جهة انه اخبار من وجه لا ان ههنا عقدا لايحتاج الى التسليم والنكتة فيه ان التمليك يعم البيع والهبة فاذا اقر بانه ملك الثمار وهى على الاشجار صرف الامر الى البيع مواخذة له باقراره وتصحيحا للكلام مهما امكن بخلاف ما اقر بهبتها فانه قد صرح بما لا يتم مشغولا فلم يفد وكذلك فى كل شئ اذا اقر بانى قد ملكته من فلان قبل ولم يبحث عن القبض و الشغل وغيرها لان الاقرار بالتمليك اقرار بخروجه عن ملكه الى ملك المقر له و لايتم ذلك فى التبرعات الا بالقبض للمقر له فالاقرار به اقرار بالهبة وبالاقباض معا بخلاف ما لو اقر انى وهبته فان صدور الهبة من الواهب

دینا ضروری ہے بخلاف اقرار کے اھ تو اس مسئلہ نے فائدہ ظاہر کیا کہ اقرار میں لام تملیک کے لئے ہے جو ہبہ کا فائدہ دیتا ہے اور تسلیم کو شرط بناتا ہے اور اقرار بنانے کی صورت میں تسلیم کا واجب نہ ہونا اس وجہ سے ہوا کہ من وجہ خبر ہے اس لئے نہیں کہ اقرار ایک عقد ہے جس میں تسلیم و قبضہ دینا ضروری نہیں ہے، اس میں نکتہ یہ ہے تملیک کا عنوان بیع اور ہبہ دونوں کو شامل ہے، تو جب اس نے یہ اقرار کیا کہ "درختوں پر پھل کا مالک بنایا" تو اس کو بیع کی طرف پھیرا جائے گا تاکہ اس کو اپنے اقرار میں ماخوذ کیا جائے اور کلام کو حتی الامکان صحیح بنایا جائے بخلاف اس صورت کے کہ وہ ہبہ کا اقرار کرے تو اس کا کلام درست نہ ہوگا کیونکہ وہ پھل اس کے درختوں کے ساتھ مشغول ہے اور اسی طرح ہر وہ چیز جس کے متعلق وہ یہ اقرار کرے کہ میں نے اس کا فلاں کو مالک بنایا اور قبضہ اور مشغول ہونے نہ ہونے کا ذکر نہ ہو تو یہ اقرار قبول کر لیا جائے گا کیونکہ تملیک کا اقرار اس بات کا اعتراف ہے کہ میں نے یہ چیز اپنی ملکیت سے نکال کر مقر لہ کی ملکیت میں دے دی اور تبرعات میں یہ معاملہ اس وقت تک تام اور درست نہیں ہوتا جب تک قبضہ مقر لہ کے لئے نہ مانا جائے تو لازماً یہ اقرار ہبہ مع قبضہ ماننا ہوگا بخلاف جبکہ وہ ہبہ کا اقرار کرے اور یوں کہے میں نے یہ چیز اس کو ہبہ کی ہے (اور

Marfat.com

لایستلزم الاقباض فلا یکون
اقرارا بحصول الملك للموهوب
له هذا هو الفرق بین
الاقرارین لا ما زعم ان
التملیك لا یحتاج الی القبض
ولولا ذکره من الدلیل
لایقنا ان هذا النقل والفتوی
مکذوب علی المشائخ ولکن
باستدلاله تبین ان الخطأ
فی الفهم وقد قدمنا نصوصا
قاضیة بان التملیك ههنا
هو الهبة وقد اعترف به هذا
الناقل فی صدر کلامه ان
التملیك یکون فی معنی الهبة
ویتم بالقبض فاذا کان تمامه
بالقبض فکیف یجوز بدون
التسلیم ثم العجب اشد العجب ان
الاختلاف کان فی انه لو قال
ملکتك هذا الشئ هل یکون
هبة ام لا یصح اصلا لان التملیك
اعم کما قدمنا من رد المحتار والان
جاءتنا الفتوی بانه صحیح
مطلقا حتی بلا قبض هل هذا
الا اعجب عجاب وقد اسمعناك نص
التتمه وجامع الفصولین والخیر الرملی و

تملیک کا لفظ نہ کہا تو یہ اقرار قبضہ کو مستلزم
نہیں کیونکہ واہب کی طرف سے ہبہ کے صدور
کو یہ لازم نہیں، تو ہبہ کے اقرار سے موہوب لہ
کے لئے ملکیت ثابت نہ ہوگی، تملیک اور ہبہ کے
اقراروں میں یہ فرق ہے نہ یہ کہ تملیک میں قبضہ
کی ضرورت نہیں جیسے اس نے گمان کرلیا، اگر یہ
اس دلیل کو ذکر نہ کرتا تو ہم یقین کرلیتے کہ نقل اور فتویٰ
مشائخ کی طرف غلط منسوب ہے لیکن مسئلہ اقرار
سے اس کے استدلال نے واضح کردیا کہ خطا اس
کے فہم کی ہے جبکہ نقل اور فتویٰ صحیح ہے، حالانکہ
ہم پہلے نصوص کے ذریعہ واضح کرچکے ہیں کہ یہاں
تملیک سے مراد ہبہ ہے جبکہ یہ ناقل بھی اپنے
کلام کی ابتداء میں اعتراف کرچکا ہے کہ تملیک
ہبہ کے معنی میں ہوتی ہے اور وہ قبضہ سے تام
ہوتی ہے تو جب یہ قبضہ سے تام ہوتی ہے تو
پھر تسلیم کے بغیر کیسے جائز ہوگی، پھر انتہائی
تعجب کی بات یہ ہے کہ اختلاف یہ بیان کیا
کہ اگر کوئی یوں کہے "میں نے تجھے اس چیز کا
مالک بنایا" تو یہ ہبہ ہوگا یا سرے سے کلام صحیح
نہ ہوگا اور ہبہ نہ ہوگا کیونکہ تملیک ہبہ سے عام
ہے جیسا کہ ہم رد المحتار سے بھی ثابت کرچکے ہیں تو
اب انھوں نے فتویٰ ظاہر کردیا کہ یہ مطلقاً صحیح
ہے خواہ قبضہ بھی نہ ہو، تو یہ عجائب سے عجیب تر
ہے، ہم نے آپ کو تتمہ کی نص اور جامع الفصولین،
خیر الدین رملی اور عقود الدریہ سے بتایا کہ وہ

Marfat.com

العقود الدرية ان المحضرا لمکتوب فیه ملکہ تملیکاصحیحا فاسد غیر مقبول لان وجہ التملیك فیہ مجهول ومن قبلہ قبلہ حملا لہ علی الھبۃ و الاٰن صار مقبولا لانہ عقد جدید، مخترع لم یعهد فی شرع ولا عرف ومن ھٰھنا عرفت ان قولہ موت المقر بمنزلۃ التسلیم بالاتفاق[1] خرق الاجماع الناطق بان موت احد المتعاقدین قبل التسلیم مبطل فالحق ان ھذا النقل المجهول غیر المعقول مما لایحل الاعتماد علیہ بل لایسوغ الالتفات الیہ وباللہ العصمۃ والتوفیق۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

محضر نامہ جس میں لکھا تھا" اس کا صحیح تملیک کے ساتھ اس کو مالک بنایا" کہ یہ تحریر فاسد ہے اور غیر مقبول ہے کیونکہ اس میں تملیک کی وجہ مجہول ہے اور جس نے اس تحریر کو مقبول مانا تو اس نے اس کو ہبہ پر محمول کرکے مانا ہے اور اب انھوں نے اس کو مقبول مانا تو اس لئے کہ یہ جدید اور من گھڑت عقد ہے جس کا شرع اور عرف میں کوئی ثبوت نہیں ہے، اور اس سے واضح ہوگیا کہ طحطاوی کا کہنا کہ مقر کی موت بمنزلہ تسلیم ہے بالاتفاق، یہ بالکل اجماع کے منافی بات ہے کیونکہ تسلیم سے قبل بالاجماع فریقین میں سے ایک کی موت ہبہ کو باطل کردیتی ہے، تو ثابت ہوا کہ یہ نقل مجہول غیر معقول ہے جس پر اعتماد جائز نہیں بلکہ یہ التفات کے قابل بھی نہیں، تو توفیق اور حفاظت اللہ تعالٰی سے ہی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶۰: از بنارس مسجد چوک کہنہ مرسلہ محمد سلیمان و محمد صاحبان ۲۰ جمادی الاولٰی ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ خالد کے پانچ پسر اور تین دختر ہیں، پسروں میں زید سب سے بڑا ہے، زید کی نابالغی اور حالت طالب علمی میں جس وقت کہ اس کو کسی قسم کی آمدنی نہ تھی، خالد نے اپنے خاص روپے سے ایک زمین پرتی زید کے نام خریدی اور اپنے ہی خاص روپے سے ایک مکان اس زمین پر تعمیر کرایا اور کرایہ پر دیا، خالد کرایہ خود تحصیل کرتا تھا اور ضرورت کے وقت مکان کی مرمت کرتا تھا، ۱۴ برس بعد خرید مکان مذکور خالد نے کل جائداد منقولہ و غیر منقولہ اپنی زوجہ ہندہ کے نام ہبہ کردی مگر وہ مکان جو زید کے نام خریدا تھا ہبہ نامہ میں مندرج نہیں کیا ہبہ نامہ سے حفاظت جائداد منظور تھی، ہبہ نامہ کے لکھنے کے بعد تین برس تک خالد زندہ رہا، مگر جائداد پر جس کو

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الہبۃ فصل فی مسائل متفرقۃ دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۴۰۹

Marfat.com

وہ ہندہ کے نام ہبہ کرچکا تھا خود اسی طرح پر قابض رہا جیسا کہ وہ تحریر ہبہ نامہ کے قبل تھا، خالد کے انتقال کے بعد سے زید کا قبضہ اس مکان پر جو اس کے نام سے اُس کے پدر خالد نے خریدا تھا شروع ہوا خالد کی حیات میں گو زید بالغ تھا نوکر سرکار تھا اور صاحبِ اولاد تھا مگر اس کا قبضہ اس مکان پر نہ تھا زید جب تک زندہ رہا اُس مکان کا کرایہ تحصیل کرتا رہا اور اس کی مرمت بھی کرتا تھا اور دو بار اس کو رہن بھی رکھا تھا اس کی بیوہ سلیمہ بعد زید کے انتقال کے اُسی طور سے جیسا کہ اُس کا شوہر تھا برابر اب تک قابض ہے۔ اب وارثانِ خالد و ہندہ میں نزاع درپیش ہے موافق شرع شریف مکان مذکور زید کا ہے یا خالد کا، تا ایں دم جائداد خالد و ہندہ کی تقسیم نہیں ہوئی ہے اور جو صورت زید و سلیمہ کے وقت تھی اس وقت تک قائم ہے کوئی تعمیر جدید نہیں ہُوئی اگر مکان مذکور زید کا قرار نہ پایا تو جو آمدنی اس کو اور اس کی بیوی سلیمہ کو اُس مکان سے آج تک ہُوئی ہے واپس کی جائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں وہ زمین کہ خالد نے اپنے پسر نابالغ زید کے نام خریدی فوراً ملکِ زید ہوگئی، تا حیاتِ خالد اُس پر قبضۂ زید نہ ہونا کچھ مضر نہیں کہ باپ جو چیز اپنے نابالغ بچہ کو ہبہ کرے اُس میں موہوب لہ کو قبضہ دینا شرط نہیں باپ ہی کا قبضہ اُس کا قبضہ قرار پاتا ہے،

فی رد المحتار عن المنح عن الولوالجیۃ ان کان الاب اشتری لہا فی صغرھا وذلک فی صحتہ فلا سبیل للورثۃ علیہ ویکون للبنت خاصۃ۔[1]

ردالمحتار میں منح سے انھوں نے ولوالجیہ سے نقل فرمایا کہ اگر باپ نے نابالغہ بیٹی کے لئے کوئی چیز اپنی صحت میں خریدی تو ورثار کا اس پر کوئی حق نہیں ہے اور وہ خاص اس بیٹی کی ہوگی۔ (ت)

درمختار میں ہے:

ھبۃ من لہ ولایۃ علی الطفل فی الجملۃ وھو کل من یعولہ فدخل الاخ والعم عند عدم الاب لو فی عیالھم تتم بالعقد لو الموھوب معلوما وکان فی یدہ او ید

نابالغ کا ولی وہ ہے جو نابالغ کو اپنے عیال میں داخل کرے خواہ باپ کی عدم موجودگی میں بھائی ہو یا چچا ہو، تو اس کا اس نابالغ کو ہبہ عقد سے ہی تام ہوجاتا ہے جب موہوب چیز معلوم اور ولی کے قبضہ میں ہو یا اس نے کسی کے پاس امانت رکھی ہو

[1] ردالمحتار کتاب العاریۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۵۰۶

Marfat.com

مودعہ لان قبض الولی ینوب عنہ[1] کیونکہ ولی کا قبضہ نابالغ کے قائم مقام ہے (ت)

اسی طرح وہ عمارت کہ اس زمین پر خالد نے اپنے روپے سے بنائی اگر ظاہر کردیا تھا کہ یہ عمارت میں اپنے پسر نابالغ زید کے لئے بناتا ہوں یا بننے کے بعد کہہ دیا کہ یہ عمارت میں نے اس کے لئے بنائی یا بنانے کے بعد مکان کا عقد اجارہ زید کی طرف سے کیا کرایہ دار سے کہا میں نے یہ مکان اپنے پسر زید کا تجھے اتنے کرایہ پر دیا یا کرایہ نامہ زید کے نام لکھوایا کہ یہ بھی عرفاً مرتفع تملیک اور قرینہ کافی ہے یا زید سمجھ وال تھا اس نے درخواست کی کہ اس زمین میں میرا مکان بنادو خالد نے قبول کیا اور اس بنا پر بنایا غرض کسی طرح دلیلِ تملیک ظاہر ہوئی تو وہ عمارت بھی ملکِ زید ہوگئی اور سارا مکان اسی کا قرار پایا

فی ردالمحتار التلفظ بالایجاب والقبول لایشترط بل تکفی القرائن الدالۃ علی التملیک[2] الخ وفی جامع الصغار للاستروشنی المعتبر فی الباب التعارف[3]۔

ردالمحتار میں ہے کہ ہبہ میں ایجاب وقبول ضروری نہیں بلکہ اس کی تملیک پر دال قرائن ہی کافی ہیں الخ، اور جامع الصغار میں ہے اس باب میں تعارف معتبر ہے۔ (ت)

ہاں اگر کوئی دلیلِ تملیک نہ پائی گئی خالد نے اس کا زید کے لئے ہونا اصلاً ظاہر نہ کیا تو نفس عمارت ملکِ خالد پر رہی کہ اپنے بچّہ کے لئے ہبہ بھی صرف نیت سے تمام نہیں ہوتا جب تک اُسے ظاہر نہ کرے، نہ بے اظہار نیت پر علم کا کوئی ذریعہ ہے،

فی ردالمحتار تحت قول الدر المار "تتم بالعقد" ھذا اذا اعلمہ او اشھد علیہ والاشھاد للتحرز عن الجحود بعد موتہ والاعلام لازم لانہ بمنزلۃ القبض، بزازیۃ[4]۔

درمختار کے مذکور قول کے تحت ردالمحتار میں ہے کہ عقد کے ساتھ تام ہوجاتا ہے یہ اس وقت جبکہ ولی اس کو بتادے یا گواہ بنالے اور گواہی اس لئے تاکہ اس کی موت کے بعد انکار نہ ہوسکے اور اطلاع دینا ضروری ہے کیونکہ یہ بمنزلہ قبضہ کے ہے، بزازیہ۔ (ت)

---

[1] درمختار | کتاب الہبۃ | مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۰

[2] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۵۰۸

[3] جامع الصغار علی ہامش جامع الفصولین مسائل البیوع اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی ۱/ ۱۷۶

[4] ردالمحتار | کتاب الہبۃ | داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۵۱۲

Marfat.com

صرف اس قدر کہ یہ عمارت زمین مملوکۂ زید میں خالد نے بنائی دلیل تملیک ہونے کے لئے کافی نہیں جبکہ تعمیر زید نے خاص اپنے مال سے کی،

کمافی ردالمحتار عن جامع الفصولین عن العدۃ[عہ] کل من بنی فی دار غیرہ بامرہ فالبناء لاٰمرہ ولو لنفسہ بلا امرہ فہولہ[1] الخ۔

جیسا کہ ردالمحتار میں جامع الفصولین کے حوالہ سے عدہ سے منقول ہے جو کسی کی زمین میں مالک کے حکم سے عمارت بنائے تو عمارت مالک کی ہوگی اور اگر مالک کی اجازت کے بغیر اپنے لئے بنائی تو بنانے والے کی ہوگی الخ (ت)

اگر واقع یہ صورت ثانیہ ہے تو زمین ملکِ زید اور عمارت بعد انتقالِ خالد زید اور دیگر ورثہ میں مشترک ٹھہرے گی مگر آمدنی جو زید و سلیمہ نے حاصل کی باقی شرکاء اُس کے واپس لینے کا دعوٰی نہیں کرسکتے کہ عقد اجارہ میں جو شخص کسی شئی کو کرایہ پر چلاتا ہے اجرت کا مالک وہی ہوتا ہے اگرچہ وہ شے ملکِ غیر ہی ہو، ہاں اُس پر دو باتوں میں سے ایک واجب ہوتی ہے یا تو ملکِ غیر کی اُجرت اُس مالک کو واپس دے اور یہی بہتر ہے یا محتاجوں پر تصدق کردے کہ اس کے حق میں وہ ملکِ خبیث ہے مگر جبکہ شرعاً مالکِ شے مالکِ اجرت نہیں اور اس اجارہ دینے والے پر خاص مالک ہی کو واپس کرنا واجب نہیں بلکہ تصدق کا بھی اختیار رکھتا ہے تو مالک اس پر واپسی کا دعوٰی نہیں کرسکتا، فتاوٰی خیریہ میں ہے:

سئل فی رجل اٰجر محدودات مملوکۃ مشترکۃ وتناول اجرتہا مدۃ سنین والاٰن الشرکاء یطالبونہ بحصتہم منہا ھل یحکم القاضی علیہ بہالہم املا حیث لم یکن ذلک بوکالۃ سابقۃ علی

ان سے سوال ہوا کہ ایک شخص نے چند محدود اشیاء جو کہ اس کی ملکیت میں دوسروں کی مشترکہ اشیاء تھیں وہ اس نے اجرت پر دے کر کئی سال ان کی اجرت کھاتا رہا اور اب اس کے شرکاء اس سے اپنے حصہ کا مطالبہ کرتے ہیں، تو کیا قاضی اس پر شرکاء حصہ کی ادائیگی لازم کرے گا یا نہیں، جبکہ اس کی یہ

عہ ھی رمز تصنیف او مصنف ۱۲ عبدالمنان

---

[1] ردالمحتار مسائل شتی داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۷۶

Marfat.com

العقد ولا اجازة لاحقة بعده اجاب، لا يقضی علیه لهم بحصته منها لان المنافع لا تتقوم الا بالعقد وهو صادر منه بلا وكالة سابقة ولا اجازة لاحقة فملكها الشريك العاقد لكن ملكه فی غیرملکه ملك خبیث فیجب علیه التصدق به اودفعه لشرکائه خروجا من الاثم والثانی افضل للخروج من الخلاف ایضا، والله تعالٰی اعلم۔

قلت وهذه مزلة تنبهت علیها بتوفیق المولٰی تبارك وتعالٰی فیما علقت علی العقود الدرية من كتاب الشركة والله بحمده ومنه۔

کارروائی نہ وکالت سابقہ سے تھی اور نہ ہی اجازت لاحقہ سے ہُوئی، انھوں نے جواب دیا کہ قاضی کو یہ اختیار نہیں کیونکہ اجارہ کے منافع صرف عقد کے ذریعہ ہی قیمتی بنتے ہیں جبکہ عقد اس کا ہے اور بغیر وکالت سابقہ اور اجازت لاحقہ کے ہوا ہے تو ان منافع کا مالک صرف عقد کرنے والا ہی بنے گا تاہم یہ اس کی ملک خبیث ہوگی تو اس پر لازم ہے کہ اس اجرت کو صدقہ کرے یا پھر اپنے شرکاء حضرات کو دے دے، آخری صورت بہتر ہے تاکہ خلاف سے بھی بچ جائے، واللہ تعالٰی اعلم۔ میں کہتا ہوں یہاں ایک خطا ہے اس پر میں نے اللہ تعالٰی کی توفیق سے عقود الدریہ پر اپنے حاشیہ میں تنبیہ کردی ہے (ت)

پھر یہ حکم وجوب بھی سلیمہ زندہ پر اُس آمدنی کے باب میں ہے جو اس نے خود حاصل کی اور جس قدر زید حاصل کرگیا اُس کے بعد اُس کے وارثوں پر نہ دیگر شرکاء کو بقدر حصص واپس دینا لازم نہ تصدق کرنا مگر یہ کہ زید اس کی وصیت کرگیا ہو،

وذلك دين على الميت لا مطالب له من جهة العباد ولا يلزم الورثة اداؤه الا بوصية كما نص عليه في الدر المختار وغيره من الاسفار هذا ما ظهر لى ... والحمد لله رب العالمين ... والله

کیونکہ میّت کے ذمہ ایسا دین جس کا مطالبہ بندوں کی طرف سے نہ ہو اس کا ورثہ پر ادا کرنا میّت کی وصیت کے بغیر لازم نہیں ہے جیسا کہ اس پر درمختار وغیرہ میں نص ہے۔ اس مقام پر یوں سمجھا جائے۔ اور سب تعریفیں تمام جہانوں کے مالک اللہ تعالٰی کے لئے ہیں۔ واللہ

سے فتاوٰی خیریہ کتاب الاجارۃ دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۱۲۵

Marfat.com

سبحٰنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔ سبحٰنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم (ت)

مسئلہ از بری پورہ پرگنہ بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ منا خاں ۹ ربیع الاول ۱۳۱۵ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں، عرصہ پندرہ سولہ سال کا ہوا کہ زید نے بکر ایک پسر بالغ کے نام جائداد اپنے روپے سے خرید کر دی، بعد خریداری اور جملہ تکمیل داخل خارج وغیرہ کرادینے کے بکر نے دو تین سال بعد اپنی زوجہ کے نام بعوض دین مہر بیع کر دی پانچ سال کے بعد زوجۂ بکر نے ایک غیر کے ہاتھ بیع ڈالی پھر اُسی زرِ ثمن سے اپنے شوہر بکر کی معرفت کچھ حقیت خریدی یہ سب باتیں زید کی حیات تک رہیں اور ان جملہ انتقالات کے وقت وارثانِ زید سے کوئی مزاحم نہ ہوا اسی طرح زید نے بکر کو ایک مکان تعمیر کرا کر عطا کیا اور قبضہ وغیرہ دے کر علیحدہ کردیا ورثہ زید آج تک نسبت جائداد و مکان مذکور مزاحم نہ ہوئے انتقال زید کو تین برس گزرے اب ورثائے زید خواستگار ترکہ جائداد و مکان ہیں، اس صورت میں یہ دعوٰی ان کا صحیح ہے یا نامسموع؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

مکان بنا کر کسی کو عطا کر دینا اور ماں باپ کا کوئی شے اپنے روپے سے اولاد کے نام خرید دینا دونوں ہبہ ہیں اول ظاہر ہے اور ثانی یوں کہ عرفاً اس سے تملیک ہی مقصود ہوتی ہے اور تملیک بلاعوض ہبہ ہے، ردالمحتار میں منح الغفار سے ہے:

ان کان الاب اشتری لھا فی صغرھا او بعد ماکبرت و سلم الیھا و ذلک فی صحتہ فلا سبیل للورثۃ علیہ ویکون للبنت خاصۃ[1]

اگر باپ نے نابالغہ کے لئے یا بالغہ کے لئے بشرطیکہ بالغہ کو قبضہ دیا ہو کوئی چیز اپنی صحت میں خریدی تو ورثاء کا اس چیز میں کوئی حق نہیں ہے وہ خاص بیٹی کی ہوگی۔ (ت)

عقود الدریہ میں ذخیرہ و تجنیس سے ہے:

امرأۃ اشترت ضیعۃ لولدھا الصغیر من مالھا تکون الضیعۃ للولد لان الام تصیر واھبۃ[2]

اگر ماں نے اپنے نابالغ بیٹے کے لئے کوئی چیز خریدی تو وہ چیز بیٹے کی ہوگی کیونکہ وہ ماں کی طرف سے اس کو ہبہ ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب العاریۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۵۰۶

[2] العقود الدریۃ کتاب الوصی ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۳۳۷

Marfat.com

اور ہبہ بعد قبضہ تمام ہوجاتا ہے شے موہوب ملکِ واہب سے نکل کر ملک موہوب لہ میں داخل ہوجاتی ہے واہب و وارثانِ واہب کی ملک و وراثت اس میں نہیں رہتی خصوصاً جبکہ موہوب لہ واہب کا ذی رحم محرم مثلاً بیٹا، بھائی، بھتیجا ہو خصوصاً جبکہ شئی موہوب موہوب لہ نے دوسرے کے نام منتقل کردی خصوصاً جبکہ واہب کا انتقال ہوچکا کہ ان میں سے ہر صورت ہبہ کو لازم کردیتی ہے جس کے سبب اس میں رجوع کا بھی امکان نہیں رہتا نہ کہ جہاں اتنے وجوہ جمع ہوں، درمختار میں ہے:

یمنع الرجوع فیھا موت احد المتعاقدین بعد التسلیم وخروج الھبۃ من ملک الموھوب لہ وقرابۃ ذی رحم محرم[1] اھ ملتقطا۔

ہبہ میں رجوع سے فریقین میں سے کسی کی موت مانع ہے بشرطیکہ ہبہ پر قبضہ دے دیا ہو اور موہوب لہ کی ملکیت سے موہوب کا خارج ہوجانا اور قرابت ذی محرم بھی رجوع سے مانع ہے اھ ملتقطاً (ت)

پس صورتِ مسئولہ میں اُس مکان و جائداد پر وارثانِ زید کا دعوٰی محض باطل و ناقابل سماعت ہے خصوصاً بعد اس کے کہ سالہاسال تصرفات انتقال دیکھتے اور سکوت کرتے رہے کما نصوا علیہ وبیناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ اس پر نص کی گئی ہے اور اسے ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے دو بیٹے ایک زید سے علیحدہ کاروبار کرتا تھا اور ایک زید کے ساتھ بشرکت جب زید ضعیف ہوا کل کام اور اسباب تجارت اس شریک بیٹے کو حوالہ کیا اور کل اختیارات نیک و بد دے کر مالک کردیا اور تاحیاتِ زید اس کا خورد ونوش اسی بیٹے کے متعلق رہا اور اسی نے تجہیز وتکفین کی اس صورت میں دوسرے بیٹے کا اس مال میں حق ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

سائل خود مظہر کہ اس بیٹے کی شرکت ایسی نہ تھی کہ کچھ مال یا روپیہ اس کا ہو مال سب

---

[1] درمختار کتاب الہبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۶۳-۱۶۱

Marfat.com

باپ کا تھا یہ اس کا کام کرتا اور اس کے ساتھ رہتا تھا، اب زید کے وہ الفاظ قابلِ لحاظ ہیں جن سے اس نے اس پسر کو کل اختیارات دے کر مالک کر دیا اگر خود اُن الفاظ یا دیگر قرائن واضحہ سے تملیک کل مال و اسباب تجارت مفہوم تھی تو ضرور یہی بیٹا اس تمام مال کا مالک ہو گیا کہ ہبہ پایا گیا اور قبضہ خود ظاہر، اور اگر تصرفات تاجرانہ کا مالک کر دینا تھا کہ سب سیاہ سپید تیرے اختیار ہے خرید و فروخت لین دین کا تُو مالک ہے اس سے زیادہ اصل مالک کی تملیک پر کوئی دلیل نہ تھی تو اس قدر سے صرف وکالت حاصل ہو گی مال کی مِلک نہ ہو گی،

فی ردالمحتار عن حاشیۃ الاشباہ للعلامۃ بیری زادہ عن خزانۃ الفتاوٰی اذا دفع لابنہ مالا فتصرف فیہ الابن یکون للاب الا اذا دلت دلالۃ التملیک اھ (قال الشامی) قلت فقد افاد ان التلفظ بالایجاب والقبول لایشترط بل تکفی القرائن الدالۃ علی التملیک کمن دفع لفقیر شیئا وقبضہ ولم یتلفظ واحد منہما بشیئ وکذا یقع فی الہدیۃ ونحوھا فاحفظہ ومثلہ مایدفعہ لزوجتہ اوغیرھا[1] اھ۔

ردالمحتار میں الاشباہ کے حاشیہ علامہ بیری زادہ سے بحوالہ خزانۃ الفتاوٰی منقول ہے جب بیٹے کو مال دیا تو بیٹے نے اس میں تصرف کر لیا تو مال باپ کا ہو گا، ہاں اگر وہاں بیٹے کے لئے تملیک پر کوئی قرینہ ہو تو بیٹے کا ہو گا اھ علامہ شامی نے فرمایا میں کہتا ہوں کہ اس سے یہ فائدہ ہوا کہ ہبہ میں ایجاب قبول شرط نہیں بلکہ تملیک پر دال قرائن کافی ہیں، جیسے کہ کوئی شخص فقیر کو کوئی چیز دے اور فقیر قبضہ کر لے، اور دونوں میں سے کوئی بھی کوئی بات نہ کرے، ہدیہ وغیرہ میں بھی یہی حکم ہے، اس کو محفوظ کر لو، اور اسی کی مثل ہے جب اپنی بیوی وغیرہ کو کچھ دے دے اھ (ت)

اس تقدیر پر دوسرا بیٹا بھی اُس مال میں برابر کا حقدار ہے اس پسر نے جو کچھ تجہیز تکفین بقدر مسنون میں صرف کیا اتنا ترکہ سے لے سکتا ہے،

لکونہ وارثا والوارث لایجعل متبرعاً فیہ کما فی الدرالمختار وغیرہ من الاسفار۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

اس کے وارث ہونے کی بنا پر کیونکہ اس میں وارث کے لئے تبرع نہیں شمار ہوتا جیسا کہ درمختار وغیرہ کتب میں ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الہبۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۵۰۸

Marfat.com

مسئلہ ۷۹ از جالندھر محلہ راستہ مرسلہ منشی محمد احمد صاحب ۲۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ ایک شخص ملازم جب عرصہ سہ سال میں مرشد سے سلوک باطنی نقشبندیہ مجددیہ طے کرچکا تو ایک روز مرشد نے اس سے کہا کہ جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم سے حکم ہوا ہے کہ اس سے کوئی ایسی چیز اللہ واسطے خرچ کرائی جائے کہ جو اس کے دل کو چبھے، صبح کو مرشد نے اس ارشادِ عالی کے بموجب اس سے کہا کہ تو ایک تنخواہ وغیرہ اللہ واسطے خرچ کر، وہ مرید گھر میں جاکر ایک زیور طلائی لے آیا جس کی قیمت مبلغ معہ تھی اور اس کی تنخواہ مبلغ مے روپیہ تھی اس نے مرشد سے کہا کہ میں آپ کو یہ زیور اللہ واسطے دیتا ہوں آپ منظور فرمالیں، تو مرشد نے کہا ایک تنخواہ کا حکم ہے زیور کا نہیں، اس نے کہا اگر میں اس کو بازار میں فروخت کروں تو مجھ کو شرم آتی ہے اب میں لاچکا ہوں آپ اللہ واسطے یہی قبول فرمالیں، مرشد نے وہ زیور بدیں اصرار منظور کرلیا اور وہ زیور مرشد نے اپنے گھر کے خرچ میں صرف کرلیا اور اس میں سے کچھ اللہ واسطے خرچ نہ کیا، کچھ عرصہ کے بعد اس کو دستارِ خلافت بھی دے دی گئی، تھوڑی مدت کے بعد اس نے مرشد سے کہا کہ مجھ کو یقین نہیں ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہو اور نیز آپ نے اس میں سے کچھ اللہ واسطے خیرات نہیں کی اس واسطے میرا اعتقاد آپ سے فسخ ہوگیا ہے میرا زیور وہ آپ واپس کردو، اس پر مرشد نے اس کے بدلے زیور دوسرا سیم و طلائی گھر سے اس کو دے دیا اور مرید نے یہ عبارت ایک پرچہ کاغذ پر اپنے قلم سے لکھ دی جو کہ میں نے پیر کو یہ زیور اللہ واسطے دیا تھا مجھ کو اس کے دینے کی برداشت نہیں ہوئی اب میں نے ان سے واپس لے لیا اور اس بزرگ نے اس کو عاق بھی کردیا ہے۔

(۱) آیا اب یہ مرید عاق ہوا بھی یا نہیں، اور بصورتِ عقوق اس پر کوئی تنبیہ شرعی وارد ہوتی ہے یا نہیں؟

(۲) اللہ واسطے وہ زیور دے کر واپس لینا درست ہے یا نہیں؟

(۳) اگر وہ زیور ایک جگہ اللہ واسطے دے کر پھر وہاں سے واپس لے کر دوسری جگہ اللہ واسطے یا اپنے گھر میں صرف کرسکتا ہے یا نہیں، اگر کرسکتا ہے تو پہلے سے واپس کرنے کے گناہ سے بری ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(۴) مرشد نے اس مال سے کچھ اللہ واسطے نہیں دیا آیا مرشد اس میں خطاوار ہے یا نہیں؟

(۵) اگر مرشد کی اس میں خطا ہے تو مرید اس مال کے واپس کرنے کا حقدار ہے یا نہیں؟

Marfat.com

(۶) اگر بالفرض مرشد کو جناب رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نہیں فرمایا اپنے طمع نفسانی کے واسطے جھوٹ کہہ دیا اور مرید وہ زیور اللہ واسطے دے چکا آیا اس صورت میں وہ مرید اگر زیور واپس لے تو درست ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

پیر و مرید کے جو مکالمات سوال میں مذکور ان میں کہیں نہیں کہ پیر نے اس سے کہا ہو کہ وہ چیز میں تجھ سے اجنبی مساکین پر تقسیم کرنے کو لیتا ہوں یا اجانب پر تقسیم کا مجھے حکم ہوا ہے، نہ مرید کے کلام میں کہیں اس کی تصریح۔ پیر نے اتنا کہا کہ اللہ کے واسطے خرچ کرائی جائے، یہ پیر و متعلقین پیر و اجانب سب کو شامل ہے، پیر کی خدمت جو کچھ پیر ہونے کے سبب کی جائے وہ بھی اللہ ہی کے لئے خرچ ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم جو چیزیں بارگاہِ عرش جاہ حضور پر نور سلطانِ دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں نذر حاضر لاتے کیا اس سے بہتر کوئی خرچ اللہ عزوجل کے لئے متصور ہے حالانکہ حضور غنی مغنی اغنی العٰلمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے غلامان آزاد شدہ تک اصلاً محلِ صدقہ نہیں بخلاف اغنیائے دنیا کہ من وجہ محلِ صدقہ ہیں، صحیحین کی حدیث تصدق اللیلۃ علی غنی[1] (رات کے وقت غنی پر صدقہ کیا گیا۔ ت) مشہور و معروف ہے۔ ردالمحتار میں بحرالرائق سے ہے:

الصدقۃ تکون علی الاغنیاء ایضا وان کانت مجازا عن الھبۃ عند بعضھم[2]

صدقہ کبھی غنی کے لئے بھی ہوتا ہے اگرچہ بعض کے نزدیک وہ ہبہ سے مجاز ہوتا ہے۔ (ت)

بحرالرائق میں ذخیرہ سے ہے:

فی التصدق علی الغنی نوع قربۃ دون قربۃ الفقیر[3]

غنی پر صدقہ قربت ہے جو کہ فقیر پر صدقہ سے قربت میں کم ہے۔ (ت)

یہاں تک تو لفظ عام تھے آگے چیز دیتے وقت جو ایجاب و قبول پیر و مرید میں واقع ہوئے

---

[1] صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ باب اذ تصدق علی غنی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹۱
صحیح مسلم " باب ثبوت اجر المتصدق " " ۱/۳۲۹
[2] ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۵۷
[3] بحرالرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/۱۸۷ و ۱۸۸

Marfat.com

اُن کے صاف لفظ یہ ہیں کہ مرید نے پیر سے کہا میں آپ کو یہ زیور اللہ واسطے دیتا ہوں آپ منظور فرمالیں آپ اللہ واسطے یہی قبول فرمالیں، پیر نے باصرار منظور کرلیا، یہ صراحۃً پیر کو دینا ہوا اور پیر ہی اس کا مالک ہوگیا اور اس کا اپنے گھر میں خرچ کردینا جائز ہوا اگرچہ وہ اور اس کے اہل اغنیاء ہی ہوں وہ اس میں کسی طرح خطاوار نہیں ٹھہر سکتا، بالفرض اگر اس وقت مرید کے دل میں یہی تھا کہ میں اجانب کے بانٹنے کو دیتا اور پیر کو وکیل تقسیم کرتا ہوں تاہم جبکہ اس نے صریح الفاظ ہبہ ایجاب کیا پیر سے اُسی کی منظوری پر مصر ہوا اس نے منظور کیا تو انعقاد ہبہ میں کوئی شک نہیں ہوسکتا، عقود میں نظر معانی مدلولہ پر ہے نہ کہ مجرد خیالاتِ باطنیہ پر۔ وجیز امام کردری کتاب الاجارہ فصل ثانی میں ہے:

ارادا ستیجار کرم او دار فدفع الذھب الی المالك ثم قال له گروکردی ملکت ذا بکذا فقال کردم فھذا رھن لا اجارۃ لان المعتبر اللفظ لا العزم[۱]

ایک شخص انگور کے درخت یا مکان کرایہ پر حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس نے مالک کو دینار دے کر کہا تو یہ گروی کردیا اس رقم کے عوض، تو مالک نے کہا میں نے گروی کردیا تو یہ رہن ہوگا اجارہ نہ ہوگا، کیونکہ عقد میں الفاظ کا اعتبار ہے عزم کا اعتبار نہیں۔ (ت)

یہاں تک کہ اگر زید اپنے بیٹے کے لئے عمرو کی بیٹی مانگنے آیا عمرو نے کہا میں نے اپنی دختر نکاح میں دی، زید نے کہا میں نے قبول کی، زید سے نکاح ہوگیا، جبکہ اس سے نکاح ہوسکتا ہو کہ ایجاب وقبول میں پسرِ زید کا کوئی ذکر نہ آیا اگرچہ خیال یہی تھا کہ بیٹے کے لئے قبول کردں، فتاوٰی ظہیریہ پھر ردالمحتار میں ہے:

لو قال ابو الصغیرۃ لابی الصغیر زوجت ابنتی ولم یزد علیه شیئا فقال ابو الصغیر قبلت یقع النکاح للاب ھو الصحیح و یجب ان یحتاط فیه فیقول قبلت

نابالغہ کے باپ نے نابالغ کے والد کو کہا میں نے اپنی بیٹی نکاح کرکے دے دی، اس سے زائد کچھ نہ کہا۔ اس کے جواب میں نابالغ لڑکے کے والد نے کہا میں نے قبول کی، تو یہ نکاح نابالغ کے والد سے ہوگا، یہی صحیح ہے، لہٰذا اس معاملہ میں احتیاط ضروری ہے، اسے کہنا چاہئے تھا

---

[۱] فتاوٰی بزازیۃ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الاجارۃ الفصل الثانی نورانی کتبخانہ پشاور ۵/ ۲۲

Marfat.com

لابنی۔[1] میں نے اپنے بیٹے کے لئے قبول کی۔ (ت)

التجنیس والمزید پھر فتح القدیر پھر شامیہ میں ہے:

رجل خطب لابنہ الصغیر امرأۃ فلما اجتمعا للعقد قال اب المرأۃ لابی الزوج دادم بزنی ایں دخترا بہزار درم فقال اب الزوج پذیرفتم یجوز النکاح علی الاب وان جری بینھما مقدمات النکاح للابن ھو المختار لان الاب اضافہ الی نفسہ وھذا امر یجب ان یحتاط فیہ[2]

ایک شخص نے اپنے نابالغ بیٹے کے لئے ایک عورت سے منگنی کی، جب نکاح کی مجلس ہوئی تو عورت کے باپ نے لڑکے کے باپ کو کہا میں نے بیوی بنا کر یہ لڑکی ہزار درھم کے بدلے میں دی، جواب میں لڑکے کے باپ نے کہا میں نے قبول کی، تو یہ نکاح باپ سے ہوگا اگرچہ پہلے تمام مقدمات بیٹے کے نکاح کے لئے تھے، یہی مختار ہے کیونکہ لڑکے کے باپ نے قبولیت اپنی طرف منسوب کی، اور ایسا معاملہ ہے جس میں احتیاط ضروری ہے۔ (ت)

یوہیں اگر دوسرے کے لئے کوئی چیز خریدی مگر ایجاب وقبول میں اس کی طرف اضافت نہ ہوئی شرا اسی عاقد پر نافذ ہوجائے گا اور یہی مالک مبیع قرار پائے گا جبکہ اس پر نفاذ کی گنجائش ہو، درمختار میں ہے:

لو اشتری لغیرہ نفذ علیہ الا اذا کان المشتری صبیا او محجورا علیہ ھذا اذا لم یضفہ الفضولی الی غیرہ فلو اضافہ بان قال بع ھذا العمل لفلان فقال البائع بعتہ لفلان توقف بزازیۃ وغیرھا[3]

فضولی شخص نے کسی کے لئے کوئی چیز خریدی تو اگر یہ فضولی نابالغ یا محجور علیہ یعنی خرید و فروخت سے ممنوع نہ ہو تو یہ عقد خریداری اس کی اپنے لئے ہوگی بشرطیکہ اس نے خریداری غیر کی طرف منسوب نہ کی ہو اور اگر خریداری کو غیر کی طرف منسوب کیا مثلاً یوں کہا کہ یہ چیز فلاں کے لئے فروخت کر تو بائع نے کہا میں نے یہ چیز فلاں کے لئے فروخت کی تو پھر یہ فلاں کی اجازت پر موقوف ہوگی، بزازیہ وغیرہ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۷۵
[2] فتح القدیر 〃 مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۰۳
ردالمحتار 〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۷۵
[3] درمختار کتاب البیوع فصل فی الفضولی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۱

Marfat.com

اور جب پیر اس زیور کا مالک ہوگیا اور صرف کرلیا تو اب اُس سے رجوع و واپسی کا اصلاً کوئی اختیار اس دینے والے کو نہ رہا،

فان ہلاک الموہوب من موانع الرجوع[1] کما نصوا علیہ فی جمیع الکتب۔

کیونکہ موہوب چیز کی ہلاکت رجوع کے موانع میں سے ہے جیسا کہ اس پر تمام کتب میں فقہاء نے نص فرمائی ہے۔(ت)

پیر کا اس کے مانگنے پر اُس کے معاوضہ میں اور زیور اپنے پاس سے دے دینا اگر اس بنا پر ہو کہ اُس نے سمجھا کہ جب دینے والا مجھ سے واپس مانگتا ہے تو شرعاً اس کا عوض دینا مجھ پر لازم جب تو یہ دینا محض باطل ہوا مرید کو اس زیور کا لینا حرام ہے نہ اسے خیرات کرسکتا ہے نہ اپنے صرف میں لاسکتا ہے بلکہ اُس پر لازم کہ وُہ زیور پیر کو واپس دے اور اگر خرچ کرلیا تو اس کا تاوان دے کہ اس تقدیر پر پیر کا یہ زیور دینا ایک غلط فہمی پر مبنی تھا کہ یہاں عوض دینا مجھ پر شرعاً لازم ہے حالانکہ شرعاً ہرگز لزوم نہ تھا تو یہ زیور کسی عقد شرعی کے ذریعہ سے مِلکِ مرید نہ ہوا اور بدستور ملک پیر پر باقی رہا اُس کا ایسا فہم معتبر نہیں عقود الدریہ کتاب الشرکت میں ہے:

تبین ان ما دفعہ من ذٰلک بناء علی ظنہ انہ واجب علیہ ومن دفع شیئا لیس بواجب علیہ فلہ استردادہ الا اذا دفعہ علٰی وجہ الہبۃ واستہلکہ القابض کما فی شرح النظم الوہبانی وغیرہ من المعتبرات[2]

تو واضح ہوا کہ اس نے جو دیا تو اس بنا پر دیا کہ یہ اس پر واجب تھا، اور اگر کوئی شخص ایسی چیز دے جس کا دینا اس پر واجب نہ تھا تو اس کو واپس لینے کا حق ہے اِلّا یہ کہ اس نے بطور ہبہ دی ہو اور قابض سے ہلاک ہوچکی ہو جیسا کہ نظم وھبانی کی شرح وغیرہ معتبر کتب میں ہے۔(ت)

خیریہ کتاب الوقف میں ہے:

یرجع بہ قائما ویضمن بدلہ مستہلکا لانہ ما دفعہ علی وجہ الہبۃ وانما دفعہ علی انہ حق

موجود ہو تو رجوع کرے اگر اس نے ہلاک کردی ہو تو ضمان لے، کیونکہ اس نے ہبہ کے طور پر نہیں دی بلکہ اس لئے دی کہ جس کو دی گئی ہے اس کا

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الہبہ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۳۸۶

[2] العقود الدریۃ کتاب الشرکۃ ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/۹۱

Marfat.com

المدفوع الیه وهذا اصح الوجوه ففی شرح النظم الوهبانی لشیخ الاسلام عبدالبران من دفع شیئا لیس بواجب فله استردادہ الا اذا دفعه علی وجه الهبة واستهلکه القابض اھ وقد صرحوا بان من ظن ان علیه دینا فبان خلافه یرجع بما ادی ولو کان قد استهلکه رجع ببدله اھ[1]۔

یہ حق ہے یہی تمام وجوہ میں بہتر ہے، توشیخ الاسلام عبدالبر کی شرح نظم وہبانی میں ہے کہ جس نے کوئی چیز دی حالانکہ اس پر اس کا دینا واجب نہ تھا تو واپس لینے کا حق ہے سوائے اس صورت کے کہ بطور ہبہ دی ہو اور قابض نے ہلاک کردی ہو اھ اور فقہائے نے تصریح فرمائی ہے کہ جو اس گمان پر دے کہ اس پر یہ دینا واجب ہے اور پھر اس کا خلاف معلوم ہوا تو اپنے دئے ہوئے میں رجوع کرسکتا ہے اور اگر لینے والے نے ہلاک کردی ہو تو اس کا بدل وصول کرے اھ (ت)

ہاں اگر اس گمان سے نہ دیا بلکہ دیدہ و دانستہ اپنی خوشی سے اپنا زیور اس کے عوض میں ہبہ کردیا اگرچہ یہ ہبہ اسی بنا پر واقع ہوا ہو کہ ایسے اوچھے کا احسان نہ رکھنا چاہئے تو اس صورت میں مرید اس زیور کا مالک ہوگیا، درمختار میں ہے:

(اتفقا) الواهب والموهوب له (علی الرجوع فی موضع لایصح) رجوعه من المواضع السبعة السابقة (کالهبة لقرابته جاز) هذا الاتفاق منهما، جوهرة[2]۔

ایسی صورتیں جن میں رجوع صحیح نہ ہو مذکورہ سات صورتوں میں سے کسی میں رجوع پر واہب اور موہوب لہ دونوں اتفاق کرلیں (مثلاً قریبی ذی محرم کو ہبہ) تو یہ اتفاق جائز ہے جوہرہ (ت)

حاشیۂ علامہ طحطاوی میں ہے:

ویکون الرجوع فی العوض بالاسترداد وفی الهلاك بردّ البدل[3]

عوض میں رجوع واپس لینے سے ہوگا اور ہلاکت کی صورت میں بدل لینے سے ہوگا۔ (ت)

اب اُسے اختیار ہوگا جو چاہے کرے،

فانه انما هلکه ملکه بهبة

کیونکہ اس نے ابتدائی طور پر ہبہ والی ملکیت کو

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الوقف دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۳۰

[2] درمختار کتاب الہبہ باب الرجوع فی الہبہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۶۴

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الہبہ " " دارالمعرفۃ بیروت [illegible]

Marfat.com

مبتدئة کما افادہ فی الدر[1] عن المجتبی فلیس عین ما انفق للہ و لا بدلہ حقیقۃ فیفعل بہ مایشاء۔

ہلاک کیا ہے جیسا کہ اس کا افادہ مجتبٰی سے درمختار میں منقول کیا ہے، تو عین وہ چیز نہیں جو اس نے اللہ تعالٰی کی رضا کے لئے دی ہے حالانکہ اسکی کوئی حقیقت ضروری ہے لہذا جو چاہے کرے۔ (ت)

اور جہاں بیعت وارادت بروجہ صحیح ومعتبر واقع ہو وہاں ایسی صورت میں مرید کے لئے سعادت اسی میں ہے کہ وہ زیور شیخ کو واپس کرے اور اپنی تقصیرات شدیدہ وجرائم عدیدہ کا عفو چاہے اس کا یہ خیال کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایسا نہ فرمایا پیر نے دل سے بنا کر معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افترا کر دیا محض بدگمانی ہے جو ہر مسلمان پر حرام نہ کہ پیر ومرشد پر خصوصاً اگر لفظ اسی قدر ہیں جو سوال میں مذکور، تو اس کے انکار کا تو کوئی احتمال ہی نہیں، بیشک رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پیروں کو مطابق شرع مطہر اپنے مریدوں کی تربیت کے لئے حکم دیا اور صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا:

کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ۔[2]

تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک سے اس کے ماتحتوں کے بارے سوال ہوگا۔ (ت)

اور بیشک شرع مطہر کا حکم ہے کہ ایسی چیز راہ خدا میں صرف کرو جو دل میں جچے جسے عزیز رکھتے ہو۔

قال اللہ عزوجل لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون۔[3]

اللہ عزوجل نے فرمایا: جب تک محبوب چیز خرچ نہ کرو گے بھلائی کو ہرگز نہ پاؤ گے (ت)

جہاں ارادت صحیحہ معتبرہ ہو وہاں شک نہیں کہ مرید کا اتنا ہی کہنا کہ میرا اعتقاد آپ سے فسخ ہوگیا اس کے فسخ بیعت اور عاق ہوجانے کے لئے بس ہے نہ کہ اور کلمات شدیدہ مزید برآں اور اس صورت میں وہ ضرور تنبیہ شرعی کا مورد ہوگا کہ وہ سخت محسن کش وبے ادب ہوا عام مسلمانوں میں کسی متنفس کی ایذا بلاوجہ شرعی حرام ہے نہ کہ پیر کی ایذا۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اذی مسلما فقد اذانی

جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اُس نے مجھے

---

[1] درمختار کتاب الہبہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۵

[2] صحیح البخاری باب الجمعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۲

[3] القرآن الکریم ۳/ ۹۲

Marfat.com

ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ[1] ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔

والعیاذ باللہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از فریدپور مرسلہ شیخ نبی بخش صاحب جمعدار ۲۲ رجب ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و عمرو دو بھائیوں نے اپنا مشترک روپیہ گیارہ سو ایک شخص کو قرض دیا اور اس کی ایک جائداد رہن دخلی لی دستاویز میں برادر زید نے بجائے زید، زید کے نابالغ بیٹے بکر کا نام درج کرایا اور بعد رجسٹری دستاویز وہ کل روپیہ راہن کو دے دیا گیا بعدہٗ زمانہ نابالغی بکر میں ایک اور جائداد دونوں بھائیوں نے اپنے مشترک روپے سے رہن دخلی لی اور اس دستاویز میں بجائے عمرو اس کے بیٹے کا اور بجائے زید اس کے دو نابالغ بیٹوں بکر و خالد کا نام درج ہوا اور بعد رجسٹری کل زرقرض چار ہزار روپے راہن کو دے دیئے یہ جائداد رہن دخلی لے کر خود مالک کو بطور اجارہ واری اور فصل بفصل زر اجارہ یہ مرتہن پاتے رہے کئی برس کے بعد بکر نے ایک بیٹا نابالغ ولید اور ایک زوجہ چھوڑ کر انتقال کیا، زید نے بعد انتقال پسر ایک باغ اپنے روپے سے خریدا اور بیعنامہ بنام اپنے نابالغ پوتے ولید کے لکھوایا پھر ولید نے بحال نابالغی ماں اور دادا کو وارث چھوڑ کر انتقال کیا، زید نے اُس باغ کے داخل خارج میں صرف اپنی بہو کا نام درج کرایا، اب وہ دعوٰی کرتی ہے کہ وہ دونوں روپے جن سے وہ جائدادیں رہن لیں اُن میں سے زر اسمی بکر اور یہ باغ میرا ہے کہ ان دستاویزوں میں بکر کا نام لکھوا دینے سے اُن روپوں کی تملیک بکر کو ہوگئی اور اب بذریعہ دین مہر وہ میرے حق میں ہیں اور اس باغ کے داخل خارج میں میرا نام درج کرانے سے یہ میری مِلک ہوگیا، اس صورت میں حکم کیا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورت واقعہ اگر یونہی ہے کہ وہ روپے زید و عمرو کے مشترک تھے اور یونہی یکجائی طور پر مدیون کو دے دئے گئے تو اُن میں بہو کا دعوٰی اصلاً مسموع نہیں جبکہ وہ روپے زید کی مِلک تھی تو بکر کے نام ان کا انتقال یونہی ہوسکتا ہے کہ زید بکر کو ہبہ کرکے مالک کر دیتا دستاویز رہن دخلی میں اگر بکر کا نام خود زید ہی لکھاتا اور بالفرض اس سے تملیک و ہبہ سمجھا جاتا جب بھی یہ ہبہ جائز نہیں

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/۳۷۳

Marfat.com

بکر اگرچہ نابالغ تھا مگر زرِ مشترک کا ہبہ بے تقسیم نہیں ہوسکتا اور یہاں بے جدائی وتقسیم یکجائی طور پر مدیونوں کو دے دیئے گئے کہ وہ روپے اُن مدیونوں کی ملک میں داخل ہوگئے اور ہبہ باطل ہوکر بکر و مستحقانِ بکر کا کچھ حق نہ رہا، اور چار ہزار والے عقد میں ایک قول پر دوسرا نقص اور ہے کہ یہ حصہ زید کا زید کے دو بیٹوں کے نام بلاتقسیم لکھا گیا تومشاع درمشاع ہوا، بہرحال ان روپوں میں بہو کا کچھ حق نہیں۔ فتاوی انقرویہ میں ہے:

فی المنتقی وھب نصف بیتہ لابنہ الصغیر لم یجز مالم یقسمہ و یبین ماوھب لہ من فتاوی التمرتاشی فی اٰخرکتاب الھبۃ۔[1]

منتقی میں فتاوی تمرتاشی کی کتاب الہبہ کے آخر سے ہے اگر اپنے نابالغ بیٹے کو اپنا نصف مکان ہبہ کیا توجب تک تقسیم کرکے جدا نہ کردے جائز نہ ہوگا۔ (ت)

اسی میں ہے:

لوتصدق بدارہ علی ولدین لہ صغیرین اوکبیرین او احدھما صغیر والاٰخر کبیر لم یجز وکذا لوتصدق علیھما بکیس فیہ الف درھم وقبضاہ لم یجز خزانۃ الاکمل فی الھبۃ عن المجرد۔[2]

اگر کسی نے دو نابالغ یا ایک یا دو بالغ یا ایک بالغ اور ایک نابالغ بیٹوں کو اپنا مکان مشترکہ طور پر ہبہ کیا توجائز نہ ہوگا اور یونہی انکو ایک تھیلی ہبہ کی جس میں ہزار درہم تھے اور دونوں کو قبضہ بھی دے دیا ہو توجائز نہ ہوگا، یہ یہ خزانۃ الاکمل کے ہبہ میں مجرد سے منقول ہے۔ (ت)

بلکہ جس قدر روپیہ زید نے ان ایام میں رہن میں بنام اجارہ پایا ہے زید پر فرض ہے کہ اُسے اصل میں مجرا دے اگر کل آگیا تو اب ایک پیسہ لینا حرام ہے اور اگر کچھ باقی ہے تو اُسی قدر زید کا حق رہا، اور اگر زیادہ آگیا تو زید پر فرض ہے کہ اتنا مدیون کو واپس دے، اسی طرح دوسری جائداد جو رہن دخلی لی اس سے بھی اب تک جو وصول ہوا زید کے لئے خیر اسی میں ہے کہ اُسے سب کو زر اصل میں محسوب جانے۔ رہا باغ جب وہ اپنے نابالغ پوتے کے لئے خریدا

---

[1] فتاوٰی انقرویہ کتاب الہبۃ دارالاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ۲/ ۲۸۴

[2] " " " " " " " " ۲/ ۲۸۳

Marfat.com

پوتے کی ملک ہوگیا اُس کے مرنے کے بعد ایک ثلث زید کی بہو کا ہوا اور دو ثلث باغ زید کا۔ یہ زید نے جو کاغذ داخل خارج میں صرف بہو کا نام لکھا دیا یہ اگر دلیل ہبہ وتملیک بھی قرار دیں جب بھی معتبر و صحیح نہیں کہ ہبہ مشاع بے تقسیم باطل ہے۔ درمختار میں ہے:

لاتتم بالقبض فیما یقسم ولو وھبہ لشریکہ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

قابلِ تقسیم چیز پر قبضہ دینے سے بھی ہبہ تام نہ ہوگا خواہ اس میں شرکت والے کو ہبہ دے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ازشہر کہنہ

۲۲ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے ایک لڑکی اور تین لڑکے ہیں ان میں ایک لڑکا زید کا خدمت گزار زیادہ تر ہے اور وُہ دو لڑکے فراخی سے بسر کرتے ہیں تنگ دست نہیں ہیں اس صورت میں زید یہ چاہتا ہے کہ میں اپنے خدمت گزار لڑکے کو نصف اپنی ملکیت کا دوں اور نصف بقیہ دونوں لڑکوں اور لڑکی کو بحصہ مساوی دے دوں، یہ بلا حق تلفی کے جائز ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جبکہ یہ لڑکا باپ کا خدمت گزار زیادہ ہے تو اُن دو پر ایک طرح کا فضل دینی رکھتا ہے اگر اور کوئی وجہ اس کے منافی نہ ہو، تو ایسی صورت میں باتفاقِ روایات اس کو ترجیح دینے میں مضائقہ نہیں جبکہ دوسروں کو ضرر پہنچانے کی نیت نہ ہو۔ بزازیہ میں ہے:

لوخص بعض اولادہ لزیادۃ رشدہ لاباس بہ وان کانا سواء لایفعلہ[2]۔

اگر اولاد میں سے بعض کو اس کی نیکی کی بناء پر زیادہ دینے میں خصوصیت برتے تو کوئی حرج نہیں ہے، اور سب مساوی ہوں تو پھر امتیاز نہ برتے (ت)

ہندیہ میں ہے:

لووھب رجل شیئا لاولادہ فی الصحۃ و اراد تفضیل البعض علی البعض

اگر کوئی شخص صحت وتندرستی میں اپنی اولاد کو ہبہ دے اور اس میں وہ بعض کو دوسروں پر فضیلت

---

[1] درمختار کتاب الہبہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۵۹

[2] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش الفتاوی الہندیہ الفصل الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۲۳۷

Marfat.com

فی ذٰلک لاروایة لهذا فی الاصل عن اصحابنا ، وروی عن ابی حنیفة رحمه الله تعالٰی انه لاباس به اذا کان التفضیل لزیادة فضل له فی الدین ، وان کانا سواء یکره وروی المعلی عن ابی یوسف رحمهما الله تعالٰی انه لاباس به اذا لم یقصد به الاضرار وان قصد به الاضرار سوی بینهم یعطی الابنة مثل مایعطی للابن وعلیه الفتوی هکذا فی فتاوی قاضیخان وهو المختار کذا فی الظهیریة[1] اھ **اقول** وقع ههنا فی النقل عن الخانیة اختصار مخل اوهم ، تعلق الافتاء بروایة ابی یوسف نظرا الی ما مر عن الامام ولیس کذٰلک وانما هو لروایته بالنظر الی المروی عن محمد من التثلیث رضی الله تعالٰی عنهم جمیعا واصل عبارة الخانیة بعد قوله مثل مایعطی للابن هکذا وقال محمد رحمه الله تعالٰی یعطی للذکر ضعف مایعطی للانثی و

دے تو اس میں ہمارے اصحاب سے مبسوط میں کوئی روایت نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی سے روایت کیا گیا ہے کہ اس میں اس وقت کوئی حرج نہیں جبکہ دینی فضیلت کی وجہ سے زیادہ دے اور اگر تمام مساوی ہوں تو یہ مکروہ ہے، اور معلی نے امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے روایت کیا ہے کہ اس میں دوسروں کو ضرر دینا مقصود نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں، اور اگر دوسروں کو ضرر مقصود ہو تو پھر ایسا نہ کرے اور سب کو مساوی دے اور بیٹی کو بیٹے کے مساوی دے، اسی پر فتوٰی ہے اور فتاوٰی قاضیخاں میں اسی طرح ہے اور یہی مختار ہے، ظہیریہ میں یونہی ہے اھ، **اقول** (میں کہتا ہوں) یہاں خانیہ کی نقل میں خلل انداز اختصار کردیا ہے، اور فتوٰی کا تعلق امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے قول سے کردیا امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی کے مذکور قول کے مقابلہ میں، حالانکہ ایسا نہیں بلکہ یہ فتوٰی امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کے قول کے مقابلہ میں ہے جس میں انھوں نے بیٹے اور بیٹی کے لئے تین حصوں کا قول کیا ہے، اور خانیہ کی اصل عبارت یوں ہے جو کہ امام یوسف کے بیٹی اور بیٹے کے لئے مساوات والے قول کے بعد ہے، امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا لڑکے کو لڑکی سے دوگنا دیا جائے اور

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الہبہ الباب السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۹۱

Marfat.com

الفتوٰی علی قول ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی[1] اھ قال العلامۃ الشامی نقلا عن العلامۃ الخیر الرملی ما نصہ ای علی قول ابی یوسف من ان التنصیف بین الذکر والانثی افضل من التثلیث الذی ھو قول محمد[2] اھ، وقال فی البزازیۃ الافضل فی ھبۃ الابن والبنت التثلیث کالمیراث وعند الثانی التنصیف وھو المختار[3] اھ وقال العلامۃ الطحطاوی فی حاشیۃ الدر یکرہ ذلک عند تساویھم فی الدرجۃ کما فی المنح والھندیۃ[4] الخ فانظر کیف عزا الکراھۃ الی الھندیۃ فقد علم ان الفتوی لیست ناظرۃ الی قول ابی یوسف بالنظر الی ما روی عن الامام والا لما ساغ ان یعزوا الیھا ما نصت فیہ ان الفتوی علی خلافہ وھذا ھو الصواب فلیتنبہ ثم اقول و باللہ التوفیق

فتوٰی امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے قول پر ہے اھ علامہ شامی نے علامہ خیر الدین رملی سے نقل کرتے ہوئے فرمایا جس کی عبارت یہ ہے، یعنی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر لڑکے لڑکی کو برابر دینا ان پر تین حصے بنانے کی بجائے افضل ہے اور تین حصے بنانا امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کا قول ہے اھ، اور بزازیہ میں ہے بیٹی اور بیٹے کو ہبہ میں تین حصے کرنا بہتر ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک دو حصوں میں (برابر) دینا بہتر ہے اور یہی مختار ہے اھ، اور علامہ طحطاوی نے درمختار کے حاشیہ میں فرمایا درجہ میں مساوی اولاد میں کسی کو زیادہ دینا مکروہ ہے جیسا کہ منح اور ہندیہ میں ہے الخ، غور فرمائیں انھوں نے کس طرح کراہت کو ہندیہ کی طرف منسوب کیا، تو واضح ہو گیا کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر فتوٰی امام صاحب رحمہ اللہ تعالٰی کے مقابلہ میں نہیں ہے ورنہ ہندیہ کی طرف ایسی چیز کا منسوب کرنا جس کے خلاف اس نے فتوٰی ہونے کی تصریح کی ہے درست نہ ہوتا، یہی درست بات ہے خبردار رہو۔ ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں) اور توفیق

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الہبۃ فصل فی ہبۃ الوالد لولدہ مطبع نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۰۵-۰۶

[2] رد المحتار کتاب الہبۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۵۱۳

[3] فتاوٰی بزازیۃ علی ہامش فتاوٰی ہندیۃ الفصل الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۲۳۷

[4] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الہبۃ دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۳۹۹

Marfat.com

يتراءى لي ان لا خلف بين ما عن
الامامين الشيخين رضي الله تعالى
عنهما فان تفضيل احد الولدين
لا تحقق له الا بتنقيص الآخر والتنقيص
اضرار اذ ليس المراد به ايصال سوء
اليه في دينه او نفسه او بدنه او
عرضه او ملكه ولا التنقيص من
حق له ثابت فانه لا حق للورثة
في صحة المورث فلم يرد به الا
حجبه حجب نقصان او حرمان
وهذا لازم التفضيل لا انفكاك
له عنه بيد ان القصد اولا و
بالذات قد يتعلق بتفضيل هذا
دون تنقيص ذلك و قد يكون
بالعكس فانك اذا اعطيت احدهما
ازيد لانه اطوع لك و ابر بك
فانما مطمح نظرك في هذا
صلته بمقابلة ما وقع منه لا تنقيص
غيره وان لزمه لزوما كليا واذا
كنت غضبان على احدهما فاعطيت
الآخر ازيد كيلا يصل اليه الا
القليل فانما مطمح بصرك في هذا
اضراره بما اساء اليك لا تفضيل غيره قصدا
اوليا كما لا يخفى ثم التفضيل لا بد له من
حامل عليه وداع اليه فان العاقل

اللہ سے ہے، مجھ پر واضح ہوا کہ شیخین رحمہما
اللہ تعالیٰ دونوں اماموں کے قول میں کوئی اختلاف
نہیں، کیونکہ دو بیٹوں میں سے ایک کو زیادہ
دینا دوسرے کو کم دینے کے بغیر متحقق نہیں اور
کم دینا ہی ضرر دینا ہوا، کیونکہ یہاں دین یا
بدن یا عزت یا ملک میں تکلیف دینا مراد
نہیں ہے اور نہ اس کے لئے ثابت شدہ حق کو
کم کرنا مراد ہے کیونکہ اولاد کا باپ کی صحت میں
کوئی حق نہیں تو یہاں صرف ایک کا دوسرے
کے لئے نقصان یا محرومی کا باعث بننا ہے
اور یہ بات دوسرے پر فضیلت دینے کو لازم ہے
اس سے جدا نہیں ہو سکتی، ہاں یہ بات ضرور
ہے کہ کبھی مقصود بالذات ایک کو صرف فضیلت
دینا ہوتا ہے دوسرے کی تنقیص پیش نظر نہیں
ہوتی، اور کبھی معاملہ بالعکس ہوتا ہے، کیونکہ جب
تو ایک کو اس لئے زیادہ دے کہ وہ تیرا زیادہ مطیع
اور خدمت گار ہے تو اس میں تیرا مطمح نظر صرف
اس کو صلہ دینا ہے دوسرے کی تنقیص مقصود
نہیں ہوتی اگرچہ یہ لازم ضرور ہے، اور تو جب
ایک پر ناراض ہو کر دوسرے کو اس لئے زیادہ
دے کہ پہلے کو کم ملے تو اس میں تیری نظر یہ ہے
کہ اس کو نالائقی کی سزا ملے دوسرے کو فضیلت
مقصود بالذات نہیں ہوتی جیسا کہ مخفی نہیں ہے
پھر تفضیل کا کوئی باعث اور داعی ضرور ہوتا ہے
کیونکہ عاقل کا کوئی فعل غرض کے بغیر نہیں ہوتا

Marfat.com

لایقصد الفعل الا لغرض صحیح فان رجح ولا مرجح لم یکن المقصود ترجیحه لعدم ما یدعو الیه بل تنقیص غیره و هو قصد الاضرار والداعی ان کان امرا دنیویا لا اثر له فی الدین فالشرع لا یعتبره ویجعله کلا داع واذا کان امرا دینیا فهو المقصد الصحیح المعتبر وبقصده یخرج الانسان عن قصد الاضرار کما قد تقرر فظهر ان مآل الکلامین واحد وان کلامهما کالشرح لصاحبه وانما لم یقید فیما روی عن الامام بان لا یقصد الاضرار لان الکلام فیه مفروض فیما قصد تفضیل بعض فبین ما یصح منه وما لا بل یؤل قصد اضرار ثم الذی یظهر ان مسئلة التثلیث او التسویة بین الابن والبنت مسئلة علی حدة لا متفرعة علی قصد الاضرار الا تری الی ما اسمعناك عن نص البزازیة ولذا لما اوهم عبارة الدر ذلك التفریع عقبه العلامة السید الطحطاوی لعبارة البزازیة وقال فانت تری نص البزازیة خالیا عن قصد الاضرار[1] اه

کیونکہ مرجح کے بغیر ترجیح ہو تو پھر ترجیح مقصود نہ ہوگی بلکہ دوسرے کی تنقیص مراد ہوگی تو ضرر رسانی ہوگی، اور اگر داعی ترجیح کوئی دنیاوی امر ہو جس کا دین میں کوئی اثر نہ ہو تو شریعت اس کا اعتبار نہیں کرتی اور اس داعی کو کالعدم قرار دیتی ہے، اور اگر کوئی ایسا دینی معاملہ ہو جو شرعاً مقصود ومطلوب ہو تو انسان اسکا قصد کرکے ضرر کے قصد سے بچ جاتا ہے جیسا کہ ثابت ہے تو معلوم ہوا دونوں اماموں شیخین کی کلام کا نتیجہ ایک ہے اور دونوں ایک دوسرے کی شرح قرار پاتی ہیں، اور امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کردہ کلام میں ضرر کے قصد کی قید نہیں بتائی کیونکہ ان کے کلام میں ایک کی فضیلت مفروض ہے جس کی صحت اور عدم صحت بیان ہو رہی ہے بلکہ یہ کلام ضرر رسانی کی طرف عائد ہے، پھر بیٹی اور بیٹے میں تین حصے یا برابری کا مسئلہ علیحدہ مسئلہ ہے یہ ضرر رسانی کے قصد پر متفرع نہیں ہے تو نے دیکھ لیا جو ہم نے تجھے بزازیہ کی نص سنائی ہے، اسی لئے جب درمختار کی عبارت نے یہ وہم پیدا کیا تو علامہ طحطاوی نے اس کے بعد بزازیہ کی عبارت ذکر کر دی جس کا مقصد یہ ہے کہ تو بزازیہ کی عبارت کو ضرر رسانی کی قید سے خالی پا رہا ہے اھ اس تقریر سے معلوم ہوا کہ صحت کی

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الہبۃ دار المعرفۃ بیروت ۳/۴۰۰

Marfat.com

فتحرر ما تقرر ان العدل بين الابن والبنت فی حال الصحة عند الامام الثالث هو التثليث وعند الامام الثانی التنصيف وعليه الفتوٰی والکلام فی الافضليت والکل جائز والعدل بين بنين اوبنات هو التسوية بالاجماع ولايجوز العدول عنه فی ابن لا فی بنت اصلا لوقصد الاضرار اولا وبالذات الا ان يکون فاسقا کما افاده فی الخلاصة والبزازية وخزانة المفتين والهندية وغيرها وان قصد التفضيل فان الفضل دينی جائز ولم يکره والاکره لاَوْلِه[عہ] الی قصد الاضرار وهذا ما ظهر لی والعلم بالحق عند عالم الغيوب والاسرار، واللّٰه سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

حالت میں بیٹی اور بیٹے کے درمیان عدل تیسرے امام (محمد) رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک تین حصے بنانے میں ہے، اور امام ثانی یعنی ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک برابر دینے میں ہے اور اسی پر فتوٰی ہے، حالانکہ یہ کلام افضلیت میں ہے جبکہ جواز دونوں صورتوں میں ہے، بالاجماع بیٹوں اور بیٹیوں میں عدل بہرحال برابر دینے میں ہے کسی لڑکے یا لڑکی کو ضرر رسانی قصدًا وبالذات جائز نہیں سوائے اس کے کہ وہ فاسق ہو جیسا کہ اس کا افادہ بزازیہ خزانۃ المفتین اور ہندیہ وغیرہ کے بیان نے دیا ہے اور اگر فضیلت دینا چاہے تو کسی دینی فضیلت کی بناء پر جائز ہے مکروہ نہیں ہے ورنہ مکروہ ہے کیونکہ یہ ضرر رسانی کی طرف رجوع ہوگا، مجھ پر یہ ظاہر ہوا ہے حقیقی علم غیوب و اسرار کے عالم کے پاس ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۸۲: از پیلی بھیت مرسلہ مولانا مولوی وصی احمد صاحب غرۂ رجب ۱۳۱۸ھ

ایک شخص نے اپنی جائداد مشترکہ برضامندی اپنے اور اپنے شرکار کے اپنے عزیزوں کو تقسیم کر دی، یہ تقسیم بموجب شرع شریف کے صحیح ہے یا نہیں اور بعد تقسیم کے وہ جائداد واپس کرنا چاہے تو واپس ہونا اس کا نادرست ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر شرکار سے تقسیم کرا کر اپنا حصہ جدا نہ کرا لیا یا جن عزیزوں کو دی اُن کا حصہ جدا تقسیم نہ کر دیا اور وہ شے اس قابل تھی کہ بعد تقسیم لائقِ انتفاع رہتی جب تو یہ تقسیم سرے سے باطل ہے

عہ الاوّل هو الرجوع (منجد)

Marfat.com

اور اگر اپنا حصہ جدا کر کے حصص شرکا بھی جدا جدا کر دے یا وہ شئی صالح قسمت نہ تھی تو تقسیم میں خلل نہیں ہے اب اگر عزیزوں کا ہنوز قبضہ نہ ہوا تو اس تقسیم سے اُسے رجوع کا اختیار ہے کہ ہبہ بے قبضہ تمام نہیں ہوتا اور اگر قبضہ ہوگیا اور وہ عزیز اس کے محارم ہیں جیسے بھائی، بہن، چچا، ماموں، خالہ، پھوپھی، بھتیجے بھانجے تو واپس لینا ممکن نہیں، اور اگر غیر محارم ہیں اور موانع سبعہ رجوع سے اور کوئی مانع بھی متحقق نہیں تو اُن کی رضا یا قاضی کی قضا سے رجوع کر سکتا ہے مگر گناہگار ہوگا کہ دے کر پھیرنا مکروہ تحریمی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۳ از رچھا ضلع بریلی تھانہ بہیڑی ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا حکم ہے اس صورت میں کہ باپ نے اپنے بیٹوں کو جدا کر دیا اور جو کچھ جائداد تھی وہ سب کچھ تقسیم کر دی اب بعد مدت کے باپ یہ چاہتا ہے کہ جو کچھ مال لڑکوں کو دیا ہے وہ سب واپس لے لے اور لڑکوں کو تہی دست چھوڑ دے، اب فرمائیے کہ عند الشرع یہ امر جائز ہے یا نہیں؟ اور ابھی کسی لڑکے کا نکاح نہیں ہُوا تو یہ حق ذمہ باپ کے ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر جائداد جدا جدا کر کے ہر لڑکے کو قبضہ دلا دیا تو وہ اس کے مالک مستقل ہو گئے ان سے واپس لینے کا باپ کو اختیار نہیں، نہ ان کا نکاح کرنا اس پر لازم، اول تو لڑکوں کے نکاح میں شرعی مصارف کچھ نہیں اور جو ہوں تو جبکہ وہ مال رکھتے ہیں انھیں کے مال سے کئے جائیں، اور اگر تقسیم جدا جدا کر کے قبضہ نہ دلایا گیا اور وہ مال قابلِ قسمت تھا تو بدستور باپ کے مِلک پر باقی ہے اُسے لے لینے کا اختیار ہے۔ واللہ سبحٰنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۴ ۲۷ جمادی الآخرہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مولوی محمد حسن صاحب نے اپنی زندگی میں بحیات اپنی بی بی منکوحہ مسماۃ منیر النساء کل جائداد ۱۸۸۷ء میں دو بیٹیوں اور ایک نواسہ اور ایک نواسی کو دی اور کاغذ لکھ دئے صرف رجسٹری کرائی رہی، زوجہ مولوی صاحب موصوف نے وقت قضا اپنا مہر معاف نہ کیا بعد لکھنے اور دینے جائداد کے بحیات زوجہ مذکورہ اور جائداد خریدی جو کسی کو نہ لکھی، ۱۸۹۱ء میں مولوی صاحب نے قضا کی، دو دختر جن کو جائداد تحریر کی اور وہی نواسہ، نواسی اور حقیقی بہن چھوڑی، ترکہ بموجب فرائض ہر سہ وارثان یعنی ۲ دو دختر اور ایک بہن کو کس طرح تقسیم ہوگا بموجب تحریر کاغذات ہوگا قبضہ مولوی صاحب مرحوم نے اپنی حیات میں کسی کو نہ دیا بعد کو وہ لوگ بموجب تحریر قابض رہے، بعد

Marfat.com

تحریر کاغذات سواد و بسوے کسری زائد مولوی صاحب نے اور خریدی جو کسی کو نہ لکھے زوجہ مولوی صاحب کے دو بیٹیاں اور ایک بہن وقتِ وفات زندہ موجود ہیں۔

تفصیل تحریر جائداد از مولوی صاحب موصوف

مسماۃ بی بی جان دختر کلاں — ۵ بسوہ ۱۰ البسوانسی ۳ کچوانسی ۱/۲ تنوانسی کسری زائد زمینداری موضع نودیا، ایک مکان پختہ مشرق رویہ واقع محلہ خواجہ قطب و نصف قطعہ اراضی اڈا واقع بریلی کٹرہ مان رائے۔

مسماۃ غفور النساء دختر خورد — ۵ بسوہ ۱۰ البسوانسی ۳ کچوانسی ۱/۲ تنوانسی کسری زائد زمینداری موضع نودیا، ایک مکان پختہ واقع نالا و نصف قطعہ اراضی اڈا واقع بریلی کٹرہ مان رائے۔

یہ حقیت مولوی صاحب نے پہلے ہی بنام غفور النساء خرید کی تھی وہ حصے میں مجرا کی، غفور النساء اس وقت ناکتخدا نابالغہ تھی۔

قمر الدین نواسہ — یک بسوہ موضع راجپور و مکان مسکون واقع کٹرہ مان رائے۔

مسماۃ چھمن نواسی — یک دکان واقع بازار کٹرہ مان رائے۔

الجواب

یہ جس قدر ہبہ مولوی صاحب مرحوم نے اپنی صاحبزادیوں اور ایک صاحبزادی کو کئے ہیں سوا اُس مکان کے جو غفور النساء کے نام اُس کی نابالغی میں خریدا سب شرعاً باطل و بے اثر ہیں جو جائدادیں مشاع و مشترک بلاتقسیم ہبہ کیں اور انھیں میں وہ نصف قطعہ اراضی اڈا داخل ہے جو نصف مشاعاً بنام غفور النساء خریدا تھا یہ سب تو بوجہ مشاع ہونے کے باطل ہیں اور جو جداگانہ و مسلّم تھیں جیسے مکانات دکان کہ بی بی جان و غفورن و چھمن کو ایک ایک پورا دیا گیا اُن کا ہبہ یوں باطل ہوا کہ موہوب لہم نے حیات مولوی صاحب مرحوم میں قبضہ نہ پایا، بعد کا قبضہ شرعاً بکار آمد نہیں، درمختار موانع الرجوع میں ہے:

المیم موت احد المتعاقدین بعد التسلیم فلو قبله بطل الهبة[1]

میم سے مراد قبضہ دینے کے بعد فریقین میں سے کسی کی موت ہے، اور قبضہ سے قبل موت ہوجائے تو ہبہ باطل ہوگا۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الهبة باب الرجوع فی الهبة مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۱

Marfat.com

وہ مکان کہ غفور النساء بیگم کے نام اس کی نابالغی میں خرید اازانجاکہ مسلم بھی تھا اور نابالغ کے ہبہ میں باپ کا قبضہ نابالغ کا قبضہ قرار پاتا ہے اس کا ہبہ صحیح و تمام ہوگیا، پس صرف وہ ایک مکان بحق غفور النساء مسلم رہے گا اور باقی تمام جائداد مکتوبہ موہوبہ وغیر موہوبہ سب یکساں حالت میں ترکۂ مولوی صاحب مرحوم قرار پائے گی اُس میں سے اوّلاً دین مہر ادا کیا جائے گا یوں کہ مہر سے ایک چہارم خود بحق مولوی صاحب ساقط ہوکر باقی تین ربع مہر کے نو حصوں پر تقسیم ہوں گے چار چار حصے ہر دختر اور ایک حصہ زوجہ کی بہن کو ملے گا، اس سے فارغ ہوکر جو جائداد بچے مولوی صاحب مرحوم کی دونوں بیٹیوں اور ہمشیرہ مولوی صاحب پر بحصہ مساوی تقسیم ہو جائے گی۔ واللہ سبحٰنہ و تعالٰے اعلم

مسئلہ ۸۵

۲۸ شعبان المعظم ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک مکان بنام ہندہ اپنی دختر کے ہبہ کرکے قبضہ دلادیا تھا کہ اب تک ہندہ قابضہ ہے اب زید نے بدست عمرو وہی مکان بیع کردیا، کیا یہ بیع صحیح و نافذ و جائز ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہ بیع صحیح و نافذ نہیں بعد تکمیل ہبہ زید کو اپنی بیٹی سے رجوع کا اصلاً اختیار نہیں،

فان القرابۃ من موانع الرجوع علی مانص علیہ فی جمیع الکتب[1]۔ کیونکہ قرابت رجوع کے موانع میں سے ہے تمام کتب میں اس پر نص موجود ہے (ت)

ہندہ کو اختیار ہے کہ اس بیع کو رَد کردے تو محض باطل ہو جائے گی اور چاہے تو قبول کرے اس وقت یہ بیع نافذ ہو جائے گی اور قیمت جو کچھ ٹھہری ہے خود ہندہ پائے گی زید کو اس سے کچھ تعلق نہ ہوگا کہ ہبہ دلانے سے کامل ہوگیا اب مکان کا مالک زید نہیں ہندہ ہے، ہاں اگر زید محتاج حاجتمند ہو اپنی ضرورت کے لئے اس مال کو بیچنا چاہے تو اس کا اختیار باپ کو اولاد کے خود اپنے ذاتی مال میں بھی ہے مگر بیان سائل سے معلوم ہوا کہ یہاں یہ صورت نہیں، زید کو کوئی ضرورت نہیں صرف دختر سے لے کر پسر کو دینا چاہتا ہے اس کا ہرگز اختیار نہیں۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۶

از ٹھریا موہن پور مرسلہ حافظ عبدالرب خاں یکم جمادی الاولٰی ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذا میں کہ ایک شخص حافظ قرآن بالعوض پڑھنے قرآن کے

---

[1] درمختار کتاب الہبۃ باب الرجوع فی الہبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۴

Marfat.com

کچھ جائداد مسماتوں زمیندار سے ہبہ کرائی واہبان نے ہبہ نامہ میں یہ یہ شرط درج کرائی ہے کہ موہوب لہ کو تاحیات ہماری قرآن مجید اب وجد مرحوم کو پڑھنا ہوگا مگر یہ شرط نہیں ڈالی گئی کہ دو یا ایک پارہ یا دو یا ایک ختم پڑھے وہی حافظ امامت کرتا ہے تمام گاؤں کی، آیا اس شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نا درست؛ ایک مسماۃ ان واہبان میں سے فوت ہوگئی ہے اور غیر شخص مردہ یا زندہ کو اگر حافظ قرآن پڑھ کر ثواب بخشیں پہنچ سکتا ہے یا نہیں؟ اور واہبان کے مرنے پر حافظِ قرآن رہا اس شرط سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ نقل ہبہ نامہ کی اس خط میں ملفوف ہے حضور ملاحظہ فرمائیں، فقط۔

پہلے اس مسئلہ کا سوال گنگوہ کو بھیجا تھا وہاں سے جواب آیا تھا کہ اس کی امامت نادرست ہے۔ دوبارہ پھر سوال کیا گیا کہ اب کس طرح پر حافظ مذکور کی امامت درست ہوسکتی ہے، اس کا جواب یہ آیا جس کی نقل بعینہٖ یہ ہے۔

الجواب: اس امام کی توبہ یہی ہے کہ وہ زمین واہب کو واپس کردے، واہب مرگیا ہو تو اس کے وارثوں کو لوٹا دے، پھر اس کو ایصالِ ثواب کا اختیار ہے، لوجہ اللہ ایصالِ ثواب روحِ میت کو کرے یا نہ کرے، اگر وہ زمین واپس کردے اور اپنے فعل پر نادم ہو تو پھر اس کی امامت میں مضائقہ نہیں ہے، فقط، واللہ تعالٰی اعلم، بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

رشید احمد ۱۳۰۱

اصل مسئلہ گنگوہ کا بھی مرسل خدمت ہے جو حکم ہو مطلع فرمائیں، فقط۔

الجواب

ملاحظہ ہبہ نامہ سے ظاہر ہوا کہ یہ زمین جو ہیبت خاں زمیندار ٹھریا کی زوجہ و دخترنے کہ باہم اُس کی زمینداری میں شریک تھیں موہوب لہ کو ہبہ کی تین نمبر مستقل جداگانہ غیر مشاع ہیں، دو نمبر تو خود ہی جدا تھے اور تیسرے کی نسبت بیانِ سائل سے معلوم ہوا کہ وہ ایک نمبر مملوک واہبات سے ایک ٹکڑا تھا جسے واہبات نے کھائی کھدوا کر علیحدہ کردیا اور ہر سہ نمبر موہوب پر موہوب لہ کو قبضہ کاملہ دے دیا، پس صورتِ مستفسرہ میں وہ ہبہ صحیح و تام و نافذ ہوگیا کہ موہوب کا دو واہبوں میں مشترک ہونا مانع صحتِ ہبہ نہیں۔ درمختار میں ہے:

وھب اثنان دارا لواحد صح لعدم الشیوع[1] — دو حضرات نے ایک مکان کسی ایک کو ہبہ کیا تو صحیح ہے شیوع نہ ہونے کی وجہ سے (ت)

---

[1] درمختار — کتاب الہبۃ — مطبع مجتبائی دہلی — ۲/۱۶۱

Marfat.com

اور خلاصہ عبارت ہبہ نامہ یہ ہے :

"اراضی نمبران مندرجہ ذیل مع درختان بنام حافظ عبداللہ خاں بالعوض خواندن قرآن شریف عزیز خاں دادا و ہیبت خاں والد کے ہبہ کی، اور بخشی ہم نے موہوب کو تاحیات ہماری، قرآن شریف واسطے مورثان موصوفان کے پڑھنا ہوگا، لہٰذا یہ ہبہ نامہ لکھ دیا کہ سند ہو۔"

ظاہر ہے کہ واہبات و موہوب لہ نے اسے ہبہ ہی کہا اور یہی سمجھا اور ہبہ ہی کا ارادہ کیا بعوض قرآن خوانی کہہ دینے سے وہ عقد ہبہ سے نکل کر بیع نہیں ہوسکتا کہ باطل ٹھہرے اور موہوب لہ پر اس کا واپس دینا لازم ہو ورنہ اس کی امامت میں مضائقہ، قرآن خوانی کوئی مال نہیں، ہبہ بالعوض اُس وقت بیع ہوتا ہے کہ بعوض کسی مال کے ہو، ولہٰذا قرۃ العیون میں زیر قول شارح اما لو قال وھبت بکذا فھو بیع (لیکن اگر یوں کہا تجھے اتنے کے عوض ہبہ کیا تو بیع ہوگی۔ ت) لکھا :

لان الباء للمقابلۃ والمال المقابل بالمال بیع[1] | کیونکہ یہاں باء مقابلہ کے لئے ہے، مال بمقابلہ مال بیع ہے (ت)

تبیین الحقائق و بحر الرائق و اشباہ والنظائر و غایۃ البیان وغیرہا شروح ہدایا وغیرہا میں تصریح فرمائی کہ ہبہ بالعوض کا بیع ہونا بوجہ عبرت معانی ہے، اور پُر ظاہر کہ معنی بیع اُسی وقت متحقق ہوں گے کہ مقابلہ مال بمال ہو تو بے تحقق معنی خواہ مخواہ اُسے ابطال تصرف عاقد و اہمال کلام عاقل کے لئے بیع کی طرف پھیر لے جانا اور لفظ کہ عاقد نے بولے اپنے صحیح سلیم سے بلاوجہ توڑ کر معنی ناممکن کی طرف ڈھالنا محض مہمل و بے معنی ہے، حالانکہ قاعدہ شرع اعمال الکلام اولی من اھمالہ[2] (کسی کلام کو بالمعنی بنانا اس کو مہمل بنانے سے بہتر ہے۔ ت) نہ کہ عکس،

وقد حققنا فیما علقنا علی ھامش قرۃ العیون وغمز العیون من ھذا المقام ان مثل الھبۃ ھبۃ صحیحۃ لا بیع باطل بما یتعین المراجعۃ الیہ فارجع | ہم نے اس کی تحقیق قرۃ العیون اور غمز العیون پر اس مقام کے حاشیہ پر کی ہے کہ ہبہ کی مثل، صحیح ہبہ ہوتا ہے وہ باطل بیع نہیں، ہماری تحقیق قابلِ مراجعت ہے اس کی طرف

---

[1] قرۃ عیون الاخیار کتاب الہبۃ باب الرجوع فی الہبۃ مصطفی البابی مصر ۲/ ۳۷۸

[2] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ التاسعۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۶۸

Marfat.com

الیہ ان شئت وباللہ التوفیق۔

رجوع کر اگر تو چاہے، اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ (ت)

تو اس عوض کا حاصل نہ رہا مگر ایک شرط فاسد، اور ظاہر ہے کہ ہبہ شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا بلکہ وہ شرط ہی باطل ہو جاتی ہے تو ہرگز موہوب لہ پر لازم نہیں کہ وہ زمین واپس کرے، نہ اس کی وجہ سے اس کی امامت میں کوئی نقصان ہے کہ اس نے مال حرام نہ لیا کوئی عقد ناجائز نہ کیا، ہاں اتنا ہوا کہ اُس احسان کے عوض یہ شرط قبول کرلی کہ تاحیات واہبات ان کے مورثوں کو ایصال ثواب کروں گا، یہ کوئی محظور شرعی نہیں بلکہ احسان کے عوض احسان کرنا شرع پسند فرماتی ہے

قال اللہ تعالٰی ھل جزاء الاحسان الا الاحسان[1]○ ولئن فرض انہ ارتکب الاجارۃ علی التلاوۃ للمیت مع انہ لاعین لہا ھٰھنا ولا اثر ولا ذکر ولا خبر فالمحقق وان کان بطلانہا ولکن کثیر من العلماء صرحوا بجوازھا وبہ نص فی السراجیۃ والھندیۃ والدر المختار وغیرھا فمن اتبع امثال ھٰؤلاء کیف یحکم علیہ بمنع امامتہ لاسیما الحکم "بنادرست" الذی ھو بمعنی لاتصح فان غایتہ الاثم فان فرض فسقا فامامۃ الفاسق وان کرھت عند التحقیق تحریما صحیحۃ قطعا ولکن مفاسد الجھل واخنی

اللہ تعالٰی نے فرمایا: احسان کا بدلہ احسان ہے، اور اگر فرض کیا جائے کہ میّت کے لئے تلاوت پر اجارہ ہے حالانکہ نہ یہ معین ہے اور نہ یہاں حکایت، نہ اس کا ذکر اور نہ اس کی کوئی خبر ہے، تو اگرچہ تحقیق یہ ہے کہ یہ باطل ہے لیکن بہت سے علماء کرام نے اس کے جواز کی تصریح کی ہے اور اسی پر سراجیہ، ہندیہ اور درمختار وغیرہ میں نص فرمائی ہے تو جو شخص ان فقہاء کرام کی اتباع میں ایسا کرے تو اس پر یہ حکم کیسے ہو سکتا ہے کہ اس کی امامت ناجائز ہے خصوصًا "نادرست" کے لفظ سے حکم لگانا جس کا معنٰی "لاتصح" ہے غلط ہے جبکہ زیادہ سے زیادہ اگر ہے تو وُہ گناہ ہے اور اگر اس کو فسق بھی کہا جائے تو اگرچہ فاسق کی امامت تحقیق میں مکروہ تحریمہ ہے لیکن صحیح ضرور ہے، لیکن جہالت کے مفاسد کثیر ترین اور قابلِ نفرت

---

[1] القرآن الکریم ۵۵/۶۰

Marfat.com

نسأل الله العافیة۔ ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کے طالب ہیں (ت)

مسلمان زندہ یا مردہ جسے چاہیں تلاوتِ قرآن وغیرہ جس نیک کام کا ثواب چاہیں پہنچا سکتے ہیں، بفضلہ تعالیٰ پہنچتا ہے اور اُسے نفع دیتا ہے، حافظِ قرآن پر اُس شرط کی پابندی نہ حیاتِ واہبات میں واجب ہے نہ ان کے بعد،

لما تقدم ان الشرط فی الھبة ھو الذی یبطل والباطل لا عمل لہ۔ کیونکہ پہلے گزرا ہے ہبہ میں فاسد شرط خود باطل ہوجاتی ہے اور باطل شرط کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ (ت)

مگر ایفائے وعدہ اور احسان بعوض احسان کے طور پر اسے مناسب ہے کہ جب تک یہ دوسری واہبہ زندہ ہے ان مورثوں کو جتنا چاہے پڑھ کر بخشتا رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۷

۷ ربیع الآخر ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے مرض الموت میں اپنے شوہر زید کو اپنا دین مہر معاف کردیا، اب زید بری ہوگیا یا یہ معافی وصیت متصور ہوکر زید دو ثلث کے ادا کا عنداللہ مواخذہ دار رہے گا اگرچہ ورثہ دنیا میں شرم سے نہ مانگیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

مرض الموت میں اپنا دین دائن کو ہبہ یا معاف کرنا حکمِ وصیت میں ہے اور زوج وارث ہے اور وارث کے لئے وصیت بے اجازت دیگر ورثہ باطل ہے کہ ثلث وغیرہ کسی حصے میں نافذ نہیں ہوسکتی۔ پس صورتِ مسئولہ میں اگر کل وارث عاقل بالغ ہوں اور اس معافی مہر کو جائز رکھیں معاف ہوجائیگا اور بعض اجازت دیں تو بقدر انھیں کے حصے کے ساقط ہوگا اور کوئی اجازت نہ دے تو دیگر ورثاء کا حصہ کہ نصف یا تین ربع مہر ہے تمام وکمال واجب الادا رہے گا، عورت کا معاف کرنا کچھ معتبر نہ ہوگا۔ خزانۃ المفتین وہندیہ میں ہے،

مریضة قالت لزوجھا ان مت من مرضی ھذا فمھری علیك صدقة او فانت فی حل من مھری فماتت من ذلك المرض فقولھا باطل والمھر علی الزوج[1]۔ مریضہ بیوی نے خاوند کو کہا اگر میں اس مرض میں فوت ہوجاؤں تو میرا مہر تجھ پر صدقہ ہے" یا کہے "تو مہر سے آزاد ہے" تو وہ اس مرض میں فوت ہوگئی تو بیوی کا یہ قول باطل ہوگا اور مہر خاوند کے ذمہ لازم رہے گا۔ (ت)

[1] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ خزانۃ المفتین کتاب الہبۃ الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۹۸

Marfat.com

نہر الفائق وعقود الدریہ میں مسئلہ مذکورہ خانیہ سے نقل کرکے فرمایا:

وکان ینبغی ان یقال ان اجازت الورثۃ تصح لان المانع من صحۃ الوصیۃ کونہ وارثا۔[1]

مناسب یہ تھا کہ یوں کہتے اگر باقی ورثاء جائز کردیں تو صحیح ہے کیونکہ وصیت کے موانع میں سے وارث ہونا بھی ہے (ت)

جامع المضمرات شرح قدوری وعالمگیریہ میں ہے:

مریضۃ وھبت صداقھا من زوجھا ان کانت مریضۃ مرض الموت لایصح الا باجازۃ الورثۃ اھ[2] مختصرًا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مریضہ نے اپنا مہر خاوند کو ہبہ کیا اور وہ مرض الموت کی مریضہ ہے تو یہ ہبہ ورثاء کی اجازت کے بغیر صحیح نہیں اھ مختصرًا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ

۲۱ جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ظہورن نے اپنی ایک دکان کی تعمیر عملہ کے نسبت اپنے داماد عبدالوہاب خاں کو اجازت دی کہ اسے تم اپنے روپے سے درست کرلو جو کچھ کرایہ تمہارے عملے کی وجہ سے بڑھ جائے گا وہ تم لیا کرنا۔ عبدالوہاب خاں نے اس ایک دکان کو دو دکانیں کردیا بڑی اور چھوٹی۔ دکان کا پہلا عملہ جو تھا اس میں سے کڑیاں بیکار نکل گئیں۔ عبدالوہاب خاں نے کڑیاں اپنے ہی پاس سے ڈالیں مگر اینٹیں اگلی اور اپنے پاس سے اور نئی ملاکر دونوں دکانیں بنائیں۔ یہ تعیین نہیں ہوسکتی کہ کس دکان میں کتنی اینٹ پہلی اور کتنی نئی ہے، پھر عبدالوہاب خاں نے دونوں دکانوں پر خاص اپنے روپے سے بالاخانہ بنایا۔ اب اُن دکانوں کا کرایہ دس روپے ماہوار ہوگیا پہلے پانچ روپے تھا، حسب قرارداد ظہورن اور عبدالوہاب خاں پانچ روپے ماہوار لیتے رہے، یہ تمام عملہ عبدالوہاب خاں نے ظہورن کی اجازت سے اپنے روپے سے اپنے لئے بنایا، ۱۸۹۸ء میں اس دکان کا ہبہ نامہ ظہورن وعبدالوہاب خاں کی طرف سے اُس کی دختر اور اُس کی زوجہ آبادی کے نام بایں تفصیل لکھا گیا کہ بڑی دکان ظہورن کی طرف سے اور چھوٹی دکان اور بالاخانہ عبدالوہاب خاں کی طرف سے آبادی کے نام ہبہ ہُوا۔ آبادی نے وصیت کی کہ جو کچھ میری ملک ہے اس کا مالک میرا خاوند ہے،

---

[1] العقود الدریۃ کتاب الوصایا ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۳۱۵

[2] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ المضمرات کتاب الہبۃ الباب العاشر نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۰۲

Marfat.com

پھر اس نے انتقال کیا، شوہر اور ماں باپ اور دو بیٹیاں وارث چھوڑے، باپ نے اُس جائداد کو یوں تقسیم کیا کہ بڑی دکان نصف نصف دونوں نواسیوں کو دی اور چھوٹی دکان میں سے آدھی نواسی کے بیٹے کو اور آدھی اپنے دور کے رشتہ کو، اور بالاخانہ کی نسبت یہ لکھا کہ جیتے جی میں مالک اور میرے بعد میرا دادا مالک، اس کے بعد اُس کی لڑکیاں مالک۔ سوال یہ ہے کہ تقسیم مذکورہ بالا اور یہ تحریر ٹھیک ہوئی یا نہیں اور عبدالوہاب خاں نے اپنا روپیہ جو دکانوں اور بالاخانے کی تعمیر میں صرف کیا تو اُن میں عبدالوہاب خاں کا کوئی حق ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مسئولہ میں عبدالوہاب خاں نے جو عملہ اپنے روپے سے اپنے لئے بنایا خاص ملک عبدالوہاب خاں ہوا، بالاخانہ کہ تمام و کمال زرِ عبدالوہاب خاں سے بنا کل عبدالوہاب خاں کا ہے، اور دونوں دکانوں میں کڑیاں بھی انھیں کی ہیں اور رچھائی کہ مشترک اینٹوں سے ہوئی ظہورن و عبدالوہاب خاں کی حصہ رسد مشترک ہے، اگر کمی بیشی معلوم ہو سکے مثلاً دو تہائی اینٹیں ظہورن کی ہیں اور ایک تہائی عبدالوہاب خاں کی، یا بالعکس، جب تو اسی حساب سے، ورنہ نصفا نصف مشترک رہے گی،

كما هو الطريق حيث لا علم بالتفاضل كما نصوا عليه في غير ما مسئلة من الشركة وغيرها۔

جیسا کہ یہ طریقہ ہے جہاں زائد کا علم نہ ہو فقہاءِ کرام نے شرکت وغیرہ کے کئی مسائل میں یہ تصریح فرمائی ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

لو عمر لنفسه بلا اذنها فالعمارة له و يكون غاصبا للعرصة۔[1]

اگر عورت کی زمین پر اس نے عمارت بغیر اجازت بنائی تو عمارت بنانے والے کی ہے اور خالی زمین کا غاصب قرار پائے گا۔ (ت)

طحطاوی میں ہے:

فلو باذنها تكون عارية۔[2]

تو اگر اجازت سے تعمیر کی تو زمین عاریۃً ہوگی (ت)

ردالمحتار میں ہے:

---

[1] درمختار مسائل شتّی مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۴۸

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر " دارالمعرفۃ بیروت ۴/۳۵۹

Marfat.com

قولہ فالعمارۃ لہ ھذا لو الاٰلۃ کلھا لہ فلو بعضھا لہ و بعضھا لھا فھی بینھما ط عن المقدسی[1]

ماتن کا قول کہ "عمارت، بنانے والے کی ہوگی"۔ یہ تب ہے جب تعمیر کا سارا سامان اسی کا ہو، تو اگر کچھ اس کا اور کچھ عورت کا ہو تو عمارت مشترکہ ہوگی، یہ طحطاوی میں مقدسی سے منقول ہے (ت)

ہبہ نامہ کہ ظہورن وعبدالوہاب خاں نے آبادی کے نام کیا محض باطل ہوگیا، دونوں دکانوں کے عملے تو یوں ہبہ نہ ہوئے کہ ہر عملہ ظہورن وعبدالوہاب خاں دونوں میں مشترک تھا۔ عملہ کا دونوں کی طرف سے ہبہ ہونا چاہئے تھا اور ہُوا ایک ایک کی طرف سے، تو ہر عملے میں دوسرے کا حصہ بے ہبہ رہا، اور وہ مشاع قابلِ تقسیم ہے، اور ایسی شَے کا ہبہ بلاتقسیم باطل ہے، اور زمینیں یُوں ہبہ نہ ہوئیں کہ چھوٹی دکان کی زمین تو مالکۂ زمین یعنی ظہورن نے ہبہ ہی نہ کی، عبدالوہاب خاں جس کی طرف سے اس کا ہبہ لکھا گیا مالک زمین نہ تھا اور بڑی دکان کی زمین اگرچہ ظہورن نے ہبہ کی مگر اس پر مشترک عملہ قائم ہے جس کا ہبہ صحیح نہ ہوا اور موہوب جب غیر موہوب سے یُوں متصل ہو تو ہبہ مثل ہبۂ مشاع منقسم باطل ہوجاتا ہے بعینہٖ اسی دلیل سے بالاخانے کا ہبہ بھی اگرچہ مالک یعنی عبدالوہاب خاں نے کیا باطل ہوا کہ وہ بھی باقی رکھنے کے لئے ہبہ ہوا تھا نہ یوں آبادی عملہ توڑکر اینٹ کڑی تختے پر قبضہ کرلے، یوں ہوتا تو بالاخانے کا ہبہ صحیح ہوجاتا جبکہ آبادی باذن عبدالوہاب خاں اُسے توڑکر عملے پر قبضہ کرلیتی مگر نہ وہ توڑا گیا نہ یہ مقصود تھا اور اُسے غیر موہوب سے اتصال تھا، لہٰذا وہ بھی باطل ہوگیا۔ عقود الدریہ میں ہے:

ھبۃ البناء دون الارض لاتصح الا اذا سلطہ الواھب علی نقضہ[2]

زمین کے بغیر عمارت کا ہبہ صحیح نہیں الّا یہ کہ واہب اس کو اکھاڑنے پر لگادے۔ (ت)

ہندیہ میں ہے:

وھب زرعا فی ارض او ثمرا فی شجر او حلیۃ فی سیف او بناء فی دار او قفیزا من صبرۃ و امرہ بالحصاد والجزاز، والنزع والنقض

کھیت کے فصل یا پھل درخت پر یا تلوار میں جڑا ہوا سونا چاندی یا حویلی میں کوئی عمارت یا کھلیان میں سے قفیز غلہ ہبہ کیا اور فصل کاٹنے، پھل کو توڑنے، تلوار سے جُدا کرنے، عمارت کو

---

[1] ردالمحتار — مسائل شتی — داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۷۶

[2] العقود الدریہ — کتاب الہبۃ — ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۹۳

Marfat.com

والکیل وفعل صح استحساناً و یجعل کانہ وھبہ بعد الجزاز والحصاد و نحوھما و ان لم یأذن لہ بالقبض و فعل ضمن کذا فی الکافی[1]

اکھاڑنے اور کھلیان سے قفیز کے کیل کرنے کا حکم دے دیا اور موہوب لہ نے عمل کرلیا تو استحساناً ہبہ صحیح ہے اور یوں سمجھا جائے گا گویا کہ اس نے کاٹنے اور توڑنے وغیرہ کے بعد ہبہ کیا، اور اگر واہب مذکورہ نے کارروائی کی اجازت نہ دی ہو اور موہوب لہ خود مذکورہ کارروائی کرے گا تو وہ ضامن ہوگا، کافی میں یوں ہے۔ (ت)

مغنی المستفتی میں ہے:

افتی جدی المرحوم عماد الدین عن سوال رفع الیہ وصورتہ فیما اذا کان لزید عمارۃ قائمۃ فی ارض الغیر فملک زید العمارۃ المزبورۃ لزوجتہ و لم یأذن لھا بنقض العمارۃ فھل یکون التملیک غیر صحیح ام لا الجواب نعم یکون التملیک غیر صحیح کتبہ الفقیر عماد الدین عفی عنہ[2]

میرے پردادا عماد الدین مرحوم نے فتوٰی دیا جب ان کو یہ سوال پیش کیا گیا سوال کی صورت یہ تھی کہ زید کی غیر کی زمین پر عمارت تھی جو اس نے اپنی زوجہ کی ملک کردی اور بیوی کو عمارت کا ملبہ اکھاڑنے کی اجازت نہ دی تو کیا تملیک صحیح ہوگی یا نہیں؟ الجواب ہاں یہ تملیک صحیح نہ ہوگی۔ کتبہ فقیر عماد الدین عفی عنہ۔ (ت)

وجیز امام کردری میں ہے:

وھب ارضا فیھا زرع او نخیل او نخلا علیہ تمر او وھب الزرع بدون الارض او النخل بلا ارض او نخلا بدون التمر لایجوز لان الموہوب متصل بغیر اتصال خلقۃ مع امکان القطع

کسی نے ایسی زمین کا ہبہ کیا جس پر فصل یا کھجور کا درخت تھا یا کھجور کے درخت جن پر پھل تھا کا ہبہ کیا، یا اس کا عکس یعنی فصل یا کھجور کا درخت بغیر زمین یا پھل بغیر درخت کا ہبہ کیا تو ناجائز ہوگا کیونکہ موہوب چیز غیر چیز کے ساتھ پیدائشی طور پر متصل ہے حالانکہ جدا کرنے کا امکان موجود ہے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الہبۃ الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۸۰

[2] العقود الدریۃ بحوالہ مغنی المستفتی کتاب الہبہ ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۹۳

Marfat.com

فقبض احدهما غیرممکن فیما له الاتصال فیکون بمنزلۃ المشاع الذی یحتمل القسمۃ۔[1]

تو ایسی صورت میں موہوب پر قبضہ ناممکن ہے تو یہ مشاع چیز جو قابل تقسیم ہو، کی طرح ہے۔ (ت)

عالمگیری میں سراج وہاج سے ہے:

لان کل واحد منهما متصل بصاحبه اتصال جزء بجزء فصار بمنزلۃ هبۃ المشاع فیما یحتمل القسمۃ۔[2]

کیونکہ ہر ایک کا جزء سے جز کا اتصال ہے تو یہ قابل تقسیم مشاع چیز کے ہبہ کی طرح ہوگا۔ (ت)

حاشیۃ العلامۃ الحامدیہ میں ہے:

والعمارۃ من هذا القبیل[3] اھ وتمامه فیه وقد افاد واجاد واوضح المرام وازاح الاوهام فان المسألۃ قد طغت فیها اقلام وزلت فیها اقدام والعبد الضعیف حرر فیها الکلام علی هامش التنقیح باحسن نظام وبالله العصمۃ وبه الاعتصام۔

اور عمارت بھی اسی قبیل سے ہے اھ اور مکمل بیان اس میں ہے، اور اس نے خوب افادہ کیا اور مقصد کو واضح اور اوہام کا ازالہ کر دیا، کیونکہ یہ مسئلہ ہے جس میں بہت سے قلم غلط راستے پر چل نکلے اور کئی قدم پھسل گئے اور عبد ضعیف نے تنقیح کے حاشیہ پر اس میں اچھے انداز پر کلام کیا ہے (ت)

پس صورت مستفسرہ میں وہ دونوں دکانیں بدستور ملک مالکان پر ہیں دونوں کی زمینیں پوری اور چنائی کا دوسرا حصہ اور سارا بالاخانہ عبدالوہاب خان کا ہے آبادی کی وصیت یا اس کے باپ کی تقسیم کچھ قابل لحاظ نہیں سب مہمل و باطل ہے، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۹ ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۲۲ھ

نثار احمد مکان مسکن را بہ بچگان خورد سال ہبہ می کند الّا یک دختر کلاں کہ نکاحش کردہ آمد نام او ہم شامل کردن لازم ست یا نہ

نثار احمد اپنی سکونت والا مکان نابالغ بچوں کو ہبہ کرنا چاہتا ہے اس کی ایک لڑکی شادی شدہ بالغ ہے اس کو بھی شامل کرنا ضروری ہے یا نہیں

---

[1] فتاوٰی بزازیۃ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ کتاب الہبۃ الفصل الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۲۳۹-۴۰

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الہبۃ الباب الثانی " " " ۴/ ۳۸۰

[3] العقود الدریۃ کتاب الہبۃ ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۹۴

Marfat.com

ایں سہ بچگان از تمتع دنیاوی بہرہ نیافتہ اند و آں یکے متمتع شدہ۔

یہ تین نابالغ بچے دنیاوی سامان سے فائدہ حاصل کرنے کے اہل نہیں ہیں اور صرف وہ بالغ لڑکی اس کی اہل ہے۔ (ت)

الجواب

ہرچہ بیکے ازیں اطفال رسد اگر قیمتش براںچہ بجہیز دختر کلاں دادہ شد زیادت واضح ندارد نام او شامل کردن ضرور نیست لحصول ما ارشد الیہ قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکلّ بنیک نحلت مثل ھذا[1]، واللہ تعالیٰ اعلم۔

ان نابالغ بچوں کو جو حصہ ملتا ہے اگر وہ شادی شدہ لڑکی کے جہیز سے واضح طور زائد نہ ہو تو اس لڑکی کو شامل کرنا ضروری نہیں ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کہ "کیا تم نے اپنے تمام بچوں کو اتنی مقدار ہبہ کیا ہے" پر عمل ہوگیا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۹۰: از پٹنہ محلہ لودی کٹرہ مرسلہ عبدالوحید صاحب ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر شے موہوبہ کے ایک جز پر استحقاق ثابت ہو تو بہ نسبت شکل کے کیا حکم ہوگا اور یہ ہبہ باطل ہوگا یا کیا؟

الجواب

استحقاق کے یہ معنی کہ ثابت ہو کہ شئ موہوب تمام وکمال ملکِ واہب نہ تھی بلکہ اس کا ایک جز ملک مدعی نکلا مدعی نے دعوٰی کیا اور ثبوت دیا اور وہ جز نکل گیا تو باقی میں بھی ہبہ باطل ہوجائے گا کہ ثابت ہوا کہ اول ہی سے ایک جز مشاع ہبہ ہوا تھا کہ ملک غیر کو ہبہ کردینے کا واہب کو کچھ اختیار نہ تھا، پھر یہ اسی حالت میں ہے کہ شے موہوب قابل قسمت ہے ورنہ بعد استحقاق باقی کا ہبہ تمام رہے گا کہ ناقابل قسمت کے ہبہ کو شیوع منع نہیں کرتا، اور اگر شئ موہوب تمام وکمال بملک واہب تھی ہبہ میں ابتداءً شیوع نہ تھا بعد کو کسی عارض کے سبب اُس کا ایک جز ہبہ سے نکل گیا مثلاً واہب نے بتراضی یا قضائے قاضی نصف موہوب میں رجوع کرلی، یا ہبہ اجنبی کے ہاتھ تھا اور شئ موہوب ثلث مال واہب سے زائد تھی ورثہ نے اجازت نہ دی، ثلث سے جس قدر زیادت تھی ہبہ سے خارج ہوگئی، یا موہوب لہ وارث تھا دیگر ورثہ سے بعض نے اجازت دی بعض نے نہ دی کہ نہ دینے

---

[1] مسند احمد بن حنبل — حدیث نعمان بن بشیر — المکتب الاسلامی بیروت — ۴/ ۲۶۸
سنن النسائی — کتاب النحل — نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی — ۲/ ۱۳۵

Marfat.com

والوں کے حصے کے قدر جزء موہوب سے آزاد ہوگیا توان صورتوں میں باقی کا ہبہ باطل نہ ہوگا۔ عالمگیریہ میں ہے:

المفسد ھوالشیوع المقارن لا الشیوع الطاری[1]

ہبہ کا مفسد وہ شیوع ہے جو ہبہ کو مقارن ہو اور جو بعد میں لاحق ہو وہ شیوع مفسد نہیں ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

لایمنع الشیوع صحۃ الاجازۃ[2]

شیوع اجازت کی صحت کو مانع نہیں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۱ ازلاہور مرسلہ مولوی عبداللہ صاحب ۲۴ شعبان ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی دو منکوحہ ہیں سے ایک سے جب اس شخص نے نکاح کیا، اس کو ایک قبالہ نکاح لکھ کر دیا جس میں چند مدات ہیں، منجملہ ان کے ایک مدیہ ہے جس کی عبارت (چھٹی یہ کہ جو کچھ مال واسباب میری ملک ہے اور ہوگا اس سے بھی سوائے مضمون مرقومہ بالا کے نصفے دختر مولوی صاحب مرحوم کا اور نصفے اہلیہ اول میری کا ہے) اور اس قبالہ پر حاکم وقت کے دستخط ثبت کرادئے، پس اب بعد مرنے اس شخص قبالہ نویس کے منکوحہ اس شخص کی باستدلال اس عبارت مندرجہ قبالہ کے جس پر دستخط حاکم ثبت ہیں اس شخص متوفی کے تمام اموال وجائداد متوفی پر دعوٰی کرے اور تقسیم اس کی بنام ہر دو منکوحہ متوفی کے چاہے اور اولاد متوفی کو محروم الارث قرار دے تو شرعًا وہ جائداد ہر دو منکوحہ پر بموجب عبارت مذکورہ کے تقسیم ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور اولاد اس شخص متوفی کی محروم الارث رہ سکتی ہے یا نہیں؟ فقط بینوا توجروا۔

الجواب

تحریر قبالہ مذکورہ محض بے اثر ہے، وہ مال اس کی بنا پر تنہا دونوں زوجہ میں تقسیم نہیں ہوسکتا، نہ اولاد اس سے محروم ہوسکتی ہے،

لانہ لیس باقرار لاضافتہ الملک الی نفسہ ولا وصیۃ لعدم الاضافۃ الی بعد الموت مع کونہ فی الصحۃ

کیونکہ یہ اقرار نہیں اس لئے کہ اس نے ملکیت کو اپنی طرف منسوب کیا ہے اور وصیت بھی نہیں کیونکہ اپنی موت کے بعد کی طرف منسوب نہیں باوجودیکہ

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الھبۃ الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۷۸

[2] ؍؍ ؍؍

Marfat.com

فان کان فہبتہ مایوجد وھی باطلۃ وھبۃ الموجود مشاعًا وقد بطلت بموت الواھب قبل التسلیم ولئن کانت وصیتہ لما نفذت للمرأتین الاجازۃ بقیۃ الورثاء کما لایخفی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

وہ صحت منہ بھی ہے، اور ہو بھی تو بعد میں موجود ہونے والی چیز کا ہبہ ہوگا جو کہ باطل ہے اور موجود چیز کا مشاع حالت میں ہے جو کہ قبضہ دینے سے قبل وفات سے باطل ہوگیا، اور اگر وصیت ہو تو دونوں عورتوں کے لئے باقی ورثاء کی اجازت کے بغیر نافذ نہ ہوگا جیسا کہ مخفی نہیں ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۲ از مراد آباد محلہ کسرول متصل مسجد مولسری مرسلہ مولوی حفظ الرشید صاحب ۲۵ شعبان ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ مقروض ہے، اس نے بحالت قرضدار ہونے کے اپنی جائداد غیر منقولہ کا ہبہ نامہ اپنے پسر بکر کے نام لکھ کر قبض دخل جائداد موہوبہ پر موہوب لہ کا کرادیا، کیا شرعًا ایسی حالت میں ہبہ مذکور جائز ہے یا ناجائز؟ اور دائن اپنے مطالبہ جائداد موہوبہ سے مواخذہ کرسکتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

جب تک دین کے عوض کوئی شئی دائن کے پاس رہن نہ ہو دائن کا مطالبہ صرف ذات مدیون یعنی اس کے ذمہ پر ہوتا ہے نہ کہ اس کے کسی مال معین پر تو ہبہ بوجہ قبضہ تام وکامل بلکہ محرومیت موہوب لہ لازم ہوگیا جس کا فسخ غیر ممکن ہے صرف تمامی ہبہ اس جائداد کو متورضۃ[عہ] دائن سے بری کرنے کے لئے بس تھی کہ ملک منتقل ہوگئی، اب وہ شے ملک مدیون نہیں جس سے دائن اپنا دین وصول کرسکے نہ کہ اس صورت میں کہ عقد بوجہ امتناع رجوع ناقابل فسخ رہا، فتاوٰی ہندیہ میں ہے:

رکب الرجل دیون تستغرق اموالہ فطلب الغرماء من القاضی ان یحجر علیہ حتی لایھب مالہ و لایتصدق بہ فالقاضی یحجر علیہ عندھما ویعمل حجرہ حتی لاتصح ھبتہ

ایک شخص پر اتنے قرضے ہوگئے کہ اس کا تمام مال قرضوں میں گھِر گیا اور قرضخواہ حضرات نے قاضی سے مطالبہ کیا کہ اس کو ہبہ اور تصدق سے روک دیا جائے اور قاضی نے اس پر یہ پابندی لگادی تو صاحبین کے نزدیک جائز ہے اور یہ

عہ فی الاصل ھکذا اظنہ مواخذہ ۱۲ عبدالمنان

Marfat.com

ولاصدقة بعد ذٰلك لکن یشترط علم المحجور علیه حتی ان کل تصرف باشرہ قبل العلم به یکون صحیحًا[ا] (ملخصًا)۔

پابندی مؤثر ہوگی کہ وہ اپنے مال کو ہبہ یا صدقہ نہ کرسکے گا بشرطیکہ اس کو قاضی کی طرف سے پابندی کا علم ہوچکا ہو، لہذا علم سے قبل اس نے اپنے مال میں جو بھی تصرف کیا جائز ہوگا (ملخصًا)۔ (ت)

اسی میں ہے:

رجل له ضیعة تساوی عشرین الف درهم وعلیه دیون فوقف الضیعة وشرط صرف غلاتها الٰی نفسه قصدا منه الی المماطلة وشهد الشهود علٰی افلاسه جاز الوقف والشهادة فان فضل عن قوته شیئ من هذہ الغلات فللغرماء ان یاخذوا ذٰلك منه كذا فی المضمرات[۲]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ایک شخص بیس ہزار درہم کے مساوی زمین کا مالک ہے اور اس پر قرضے ہیں تو اس نے قرض کی ادائیگی میں تاخیر کے لئے اپنی زمین وقف کرکے اس کی آمدنی کو اپنی ذات کے لئے مختص کرلیا، اور گواہوں نے اس کے مفلس ہونے کی شہادت دی، تو وقف اور شہادت جائز ہوگی اور زمین کی آمدن میں سے اس کے خرچہ سے اگر کچھ بچے گا تو قرض خواہ لیں گے، مضمرات میں اسی طرح ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۳ از اندور ملک مالوہ چھاؤنی نواب غفور خاں مرسلہ حکیم محمد اکمل خان صاحب
یکم ربیع الاول شریف ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان اس مسئلہ میں کہ محمد اعظم خاں کو رئیس وقت نے ایک سند ملک بھوٹ کی تاحینِ حیات عطا کی، محمد اعظم خاں نے مصلحتًا بطور اسم فرضی کے ایک عرضی رئیس کی خدمت میں پیش کی کہ اس ملک کی سند میرے فرزند افضل خاں کے نام نسلًا بعد نسلٍ عطا ہوجائے، چنانچہ حسبِ استدعا محمد اعظم خاں کے افضل خاں کے نام سند ملک بھوٹ کی نسلًا بعد نسلٍ عطا ہوئی لیکن قابض اور مالک محمد اعظم خاں رہے محمد افضل خاں کا قبضہ کبھی اور کسی وقت میں ایک آن واحد کے واسطے بھی نہیں ہوا اور ہمیشہ قبضہ اور تصرف وصول واصلات وٹھیکہ وغیرہ وغیرہ جملہ قسم کا نظم ونسق محمد اعظم خاں کرتے رہے اور سند میں بھی رئیسِ وقت نے یہ لفظ تحریر کئے کہ "بقبض وتصرف معزی الیہ الگذارند"

[ا] فتاوٰی ہندیہ کتاب الحجر الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۶۱
[۲] ؍؍ کتاب الوقف الباب الرابع ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/۳۸۹

Marfat.com

اس سے مراد خاص محمد اعظم خاں ہیں نہ کہ افضل خاں، اسی عرصہ میں محمد افضل خاں کا انتقال ہوگیا، اور افضل خاں کی دو بیبیاں اور ایک لڑکی اور ایک لڑکا باقی ہے، محمد افضل خاں اپنے والد اعظم خاں کی حیات میں فوت ہُوئے، اسی باعث ورثائے افضل خاں سب محروم الارث ہوگئے اور بدستور قدیم محمد اعظم خاں قابض اور مالک اور متصرف رہے۔ ایسی حالت میں اولاد افضل خاں مرحوم یا ان کی بیوی بچے مستحق ہو سکتے ہیں یا نہیں، افضل خاں کی جائداد منقولہ وغیر منقولہ کچھ بھی نہیں، اور افضل خاں اور ان کی بیوی بچہ کی پرورش محمد اعظم خاں پدر افضل خاں کرتے رہے، اور افضل خاں کا انتقال اپنے والد محمد اعظم خاں کی حیات میں ہوگیا، تو ایسی صورت میں اس ملک بھوٹ میں افضل خاں مرحوم کی بیوی بچے مستحق ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اس سوال کے ساتھ تحریر و نقول کہ سائل نے مرسل کیں اُن کے ملاحظہ سے واضح ہوا کہ زوجہ محمد افضل خاں نے بدعوٰی وراثت شوہر اس بناء پر کہ تبدیل سند سے محمد افضل خاں اس زمین کا مالک ہوگیا تھا اُس پر دعوی ملک کیا ہے، یہ دعوٰی شرعاً محض باطل و بیجا ہے۔ سند ثانی بنام محمد افضل خاں میں از جانب ریاست کوئی لفظ مفید معنی ہبہ و تملیک نہیں، نہ ہبہ کرنا نہ عطا ہونا، نہ مالک بنانا نہ اور کوئی لفظ کہ ان کا مرادف ہو، صرف اتنے الفاظ ہیں کہ

اراضی مذکورہ از حضور بہ محمد افضل خاں خلف معزی الیہ نسلاً بعد نسلٍ بشرط لوازم اطاعت و فرمانبرداری معاف شد لازم کہ اراضی مذکور را از حضور معاف و مرفوع القلم دانستہ بقبض و تصرف معزی الیہ واگذارند۔

مذکور اراضی درخواست دہندہ کے بیٹے محمد افضل خاں کے لئے سرکار کی طرف سے نسلاً بعد نسلٍ بشرط اطاعت و فرمانبرداری معاف ہوئی، لازم ہوا کہ مذکورہ اراضی سرکار کی طرف سے معاف اور مرفوع القلم قرار دی گئی درخواست دہندہ کے قبضہ و تصرف میں آزاد چھوڑیں۔ (ت)

معاف ہونا کوئی لفظ الفاظ ہبہ سے نہیں، بلکہ عین سے اس کا تعلق ہی صحیح نہیں، معافی مطالبہ و دیون سے متعلق ہوتی ہے کہ اس کا حاصل ابرا ہے اور اعیان سے ابرا باطل۔ درمختار میں ہے: الابراء عن الاعیان باطل[1] (اعیان اشیاء سے بری کرنا باطل ہے۔ ت)۔ اشباہ میں ہے:

---

[1] درمختار کتاب الصلح مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۴۲

Marfat.com

اختص الدین باحکام منہا صحۃ الابراء عنہ فلا یصح الابراء عن الاعیان[1]

دین کے کچھ احکام مخصوص ہیں ان میں سے ایک اس سے بری کرنا ہے لہذا اعیان سے ابراء جائز نہ ہوگا۔ (ت)

وجیز کردری میں ہے:

لا یقبل لعدم صحۃ الابراء عن الاعیان[2]

قبول نہ ہوگا کیونکہ اعیان سے ابراء صحیح نہیں ہے۔ (ت)

بخلاف سند بنام حکیم محمد اعظم خاں کہ اس میں لفظ "عطا شد" ہے اور یہ خاص ہبہ کے لئے موضوع ہے۔
عالمگیری میں ہے:

الفاظ الھبۃ انواع نوع تقع بہ الھبۃ وضعًا کقولہ وھبت ھذا الشیئ لك او ملکتہ منك او اعطیتك فھذا کلہ ھبۃ اھ[3] مختصرًا۔

ہبہ کے الفاظ مختلف ہیں، ایک قسم وہ ہے جس سے وضعًا ہبہ واقع ہوجاتا ہے وہ یہ الفاظ ہیں "یہ شیئ میں نے تجھے ہبہ کی، تجھے مالک بنایا، تجھے دے دی" یہ سب ہبہ کے الفاظ ہیں اھ مختصرًا (ت)

سند بنام محمد افضل خاں میں بھی بنام محمد اعظم خاں عطا کا ذکر ہے کہ

سابق ازیں بحکم محمد اعظم خاں از حضور عطا شدہ بود۔

قبل ازیں سرکار نے محمد اعظم کو عطا کی (ت)

اور افضل خاں کو عطا ہونے کی درخواست از جانب محمد اعظم خاں میں اگرچہ مذکور ہے کہ

حالا عرضی معزی الیہ باستدعائے تبادل سند سابق وعطا شدن آں بنام محمد افضل خاں پسر خود موصول ملاحظہ گردید۔

پہلی سند کو تبدیل کرنے اور درخواست دہندہ کے بیٹے محمد افضل خاں کے نام عطا کرنے کی عرضی موصول ہوئی، ملاحظہ ہوئی۔ (ت)

مگر حکم میں لفظ "عطا" نہیں، اسی قدر ہے کہ

چوں حضور را پرورش وپرداخت حکیم صاحب معزی الیہ منظور لہذا اراضی مذکور از حضور بہ

جب سرکار کو پرورش واختیار درخواست دہندہ حکیم صاحب کے لئے منظور ہے لہذا مذکورہ اراضی

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی الدین ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۱۱-۲۱۰
[2] فتاوٰی بزازیہ علٰی ہامش فتاوٰی ہندیہ کتاب الدعوی الفصل الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۳۰
[3] فتاوٰی ہندیہ کتاب الھبہ الباب الاول " " " " ۴/ ۳۷۵

Marfat.com

محمد افضل خاں معاف شد۔ سرکار کی طرف سے محمد افضل خاں کو معاف ہوئی (ت)

اس کا حاصل اگر ٹھہرتا تو معافی محصول نہ کہ تملیک رقبہ، کما ھو شان الاقطاع علی المعنی المشھور (جیسا کہ مشہور معنی میں جاگیر عطیہ کرنے کی شان ہے۔ ت) نہر الفائق پھر درمختار میں ہے:

الاقطاعات من اراضی بیت المال اذ حاصلھا ان الرقبۃ لبیت المال والخراج لہ[1]

بیت المال کی اراضی عطیہ کرنے کا حاصل یہ ہے کہ ملکیت بیت المال کی ہوگی اور آمدن اس کی ہوگی۔ (ت)

اور بالفرض یہ صورت یہاں ہوتی تو بعد انتقال نواب خلد آشیاں مرحوم و مغفور ختم ہو جاتی خود افضل خاں کا کوئی حق نہ رہتا نہ کہ ان کے ورثا کا۔ ردالمحتار میں ہے:

ھل تصیر لاولاد المقطع لہ عملا بقول السلطان ولاولادہ فانہ بمعنی ان مات عن اولاد فلاولادہ من بعدہ فھو تعلیق معنی و الجواب انھا لاتکون لاولادہ لبطلان التعلیق المذکور بموت السلطان المعلق قال فی الاشباہ لو مات المعلق بطل التعلیق[2] اھ مختصرًا۔

کیا جس کو عطیہ کیا گیا ہے حاکم کی طرف، "اور اس کی اولاد کے لئے" کہہ دینے سے اس کی اولاد کی ہو جائے گی کیونکہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ عطیہ لینے والے کی موت کے بعد اگر اس کی اولاد ہو تو اولاد کی ہوگی، تو یہ معنیً تعلیق ہے، الجواب، یہ اولاد کے لئے نہ ہوگی کیونکہ معلق کرنے والے حاکم کی موت سے یہ تعلیق باطل ہو جائیگی، اشباہ میں فرمایا، اگر تصدیق کرنے والا فوت ہو جائے تو اس کا یہ معلق حکم باطل ہو جائے گا اھ مختصراً۔ (ت)

اور بالفرض اولاد کا حق رہتا بھی، جب بھی زوجہ محمد افضل خاں کے لئے کوئی حق نہ ہوتا کہ سند میں نسلاً بعد نسلٍ ہے اور زوجہ نسلِ شوہر سے نہیں، اور اگر فرض کیجئے کہ ایسی سند والیان ملک کے عرف حال میں مطلقاً تملیک رقبۂ زمین سمجھی جاتی ہے اگرچہ "عطا شد" کے عوض "معاف شد" ہی لکھا گیا ہو جس کی بنا پر سند ثانی کو محمد افضل خاں کے لئے ہبہ و تملیک زمین قرار دیا جائے کہ زوجہ و اولاد سب ورثہ کا استحقاق قائم کر سکیں، تو اس صورت میں بھی تمام وارثان افضل خاں کا محض نامستحق ہونا واضح روشن ہے کہ زمین پہلے حکیم محمد اعظم خاں کو ہبہ ہو چکی اور حین حیات تک ہونا کچھ منافی نہیں کہ جو چیز کسی کو

---

[1] درمختار کتاب الجہاد باب العشر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۰
[2] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۲۶۶

Marfat.com

اس کی حیات تک ہبہ کی جائے وہ ہمیشہ کے لئے ہبہ ہوگئی، اور تعین حیات کی شرط شرعاً باطل و بے اثر ہے۔ درمختار میں ہے:

جازت العمری للمعمر لہ ولورثتہ بعدہ لبطلان الشرط[1]۔

عمر بھر کا ہبہ جائز ہے اور موہوب معمر لہ کی ملک ہوگا اور اسکے بعد اسکے وارث مالک ہونگے کیونکہ رُد کی شرط باطل ہے۔ (ت)

اور وُہ ہبہ قبضۂ محمد اعظم خاں سے تام و کامل و نافذ ہولیا، اب ریاست کو کیا اختیار رہا کہ پرایا مال دوبارہ کسی اور کو ہبہ کردے، اس کی تصحیح کی دو ہی صورتیں موہوم ہوسکتی ہیں: ایک یہ کہ محمد اعظم خاں کی عرضی کہ "حسب استدعا تابعدار کے اس ملک بھوٹ کی دوسری سند میرے فرزند محمد افضل خاں کے نام نسلاً بعد نسل عطا فرمائی جائے" اسے گویا محمد اعظم خاں کی طرف سے اس زمین کا رئیس کو واپس دینا اور اپنے بیٹے کے نام ہبۂ جدید کی درخواست کرنا قرار دیں، اور ہبہ جب باہمی تراضی یا قضائے قاضی سے واہب کو واپس ہو تو وہ دوسرے سے فسخ ہبہ ہے نہ کہ موہوب لہ کی طرف سے واہب کو ہبہ، ولہذا واہب کا قبضہ اس پر شرط نہیں۔ درمختار میں ہے:

اذا رجع بقضاء او رضاء کان فسخا لعقد الھبۃ من الاصل لاھبۃ للواھب فلھذا لایشترط فیہ قبض الواھب[2]۔

جب قضا یا رضا سے ہبہ میں رجوع ہو تو یہ فسخ عقد ہبہ ہوگا نہ کہ واہب کو ہبہ ہوگا لہذا واہب کا قبضہ کرنا شرط نہیں ہوگا۔ (ت)

مگر عرضی مذکور کا ملاحظہ صراحۃً اس معنیٰ سے ابا کرتا ہے اس میں عبارت مذکور کے متصل ہے: "ورنہ میں سند عطیۂ سابقہ حضور اپنے ہمراہ لایا ہوں، واپس پیش کردوں بدستور سابق ملک مذکور شریک خالصہ فرمائی جائے" اس سے صاف ظاہر کہ وہ اس وقت اپنا ہبہ واپس نہیں کرتا بلکہ اس درخواست کے قبول نہ ہونے پر واپسی ہبہ کہہ رہا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس درخواست کو محمد اعظم خاں کی طرف سے توکیل بالھبہ قرار دیجئے گویا وُہ اپنے پسر کو خود اپنی طرف سے ہبہ کرتا اور ریاست کو اس ہبہ کا اختیار دیتا ہے، یہ معنی بھی نہ اس درخواست سے ظاہر نہ سند ثانی سے، جس میں لفظ یہ ہیں کہ

از حضور بہ محمد افضل خاں معاف شد لازم کہ اراضی مذکور را از حضور معاف و مرفوع القلم دانند۔

سرکار کی طرف سے محمد افضل خاں کو معاف ہوئی تو اراضی مذکورہ کو سرکار کی طرف سے معاف اور مرفوع القلم لازم سمجھیں۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الھبۃ فصل فی مسائل متفرقہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۶۵

[2] " کتاب الھبہ باب الرجوع فی الھبہ " " " ۲/۱۶۴

Marfat.com

اور بالفرض ان دونوں میں سے کوئی صورت ہی قرار دیجئے، جبکہ محمد افضل خاں نے اس پر ایک آن کو قبضہ نہ پایا اُس کے نام ہبہ خواہ جانب ریاست سے مانیں خواہ طرف پدر سے بہرحال باطل محض ہوگیا، بر تقدیر اول تو ظاہر ہے اور بر تقدیر ثانی یوں کہ سائل نے اپنے خط میں اظہار کیا کہ محمد افضل خاں اس تبدیل سند کے وقت بالغ وصاحبِ اولاد تھا تو قبضہ پدر اُس کا قبضہ نہیں ہوسکتا، لاجرم اُس کے نام ہبہ باطل ہوگیا، درمختار میں ہے:

والمیم موت احد المتعاقدین بعد التسلیم فلو قبلہ بطل[۱]

میم سے مراد قبضہ دینے کے بعد فریقین میں سے کسی کا فوت ہوجانا ہے اور قبضہ سے پہلے موت ہو تو ہبہ باطل ہے۔ (ت)

بالجملہ کسی صورت کسی پہلو محمد افضل خاں یا اُس کے کسی وارث کا اُس زمین پر دعوٰی نہیں پہنچ سکتا، وہ اُس میں سے کسی ذرّہ کے مالک نہیں، یہاں بعض ابحاث فقہیہ اور ہیں جن کو سوال سے تعلق نہیں، لہٰذا ان کا ذکر مطوی رہا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۴: مرسلہ مولوی عبداللہ خاں صاحب قصبہ بتیا ضلع چمپارن محلہ گنج اول

۲۴ ربیع الآخر ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی لڑکی ہندہ بالغہ کی شادی کی اور نکاح کے وقت میں بطور جہیز مع دیگر اثاث بیت ایک ہزار روپیہ بھی دیا، دینے کی صورت یہ تھی کہ زید نے مجلسِ نکاح میں اشیاء دادہ شدہ کو بنام ہندہ بحضور اصہار وشوہر ہندہ کے نامزد کیا، اور ایک فہرست اشیاء مذکورہ کی لکھ کر جو مشتمل بر ایجاب بھی تھی ہندہ کے حوالے کی، چونکہ ہندہ تا حین حیات زید مرحوم اپنے والد مرحوم کے ہم ماکل وہم مشرب رہی، اور وہ اس کے کل مصارف کئے اس لئے بوجہ عدم ضرورت ہندہ نے نقود مذکورہ کو قبضِ خاص میں نہیں لایا بلکہ تا زندگی زید مرحوم زید مرحوم کے پاس رکھ چھوڑا، بعد انتقالِ زید ہندہ کو جب ضرورت پڑی اس کو خرچ کیا، زید مرحوم نے نقود مذکور کو الگ ایک تھیلی میں وقت نکاح سے رکھ لیا تھا، اور اس سے کوئی نفع ذاتی نہیں

ع[۵] اصل میں قلم ناسخ سے ایک لفظ چھوٹ گیا ہے ۱۲

---

[۱] درمختار کتاب الہبہ باب الرجوع فی الہبہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۶۱

Marfat.com

اٹھایا تھا، جب کبھی الماری کھولتے تھے تو تھیلی مذکورہ کی طرف اشارہ کرکے فرماتے تھے ہندہ سے مخاطب ہوکر کہ یہ تیرا روپیہ ہے، اور بسا دفعہ یوں فرماتے تھے کہ تیرا روپیہ میرے پاس امانت ہے، اور بسا دفعہ روتے تھے اور کہتے تھے کہ ہندہ کا روپیہ میرے پاس بے فائدہ رکھا ہوا ہے امانت میں، ہم کو ڈر ہے کہ ضائع نہ ہو اور اس کی وجہ سے میرا مواخذہ نہ ہو، یہ حقیقت حال ہے، اب ارشاد فرمایئے کہ تخلیہ مذکورہ سے یعنی قولِ زید مرحوم سے بعد کھولنے صندوق کے یہ تیرا روپیہ ہے ہبہ تمام ہوا یا نہیں، کیونکہ دینا بطور جہیز کے ہبہ ہی کا محتمل ہے، اگر اس تخلیہ سے ہبہ تمام ہوا اور یہ کہ تخلیہ معتبرہ کی کیا تعریف ہے حتی ینظر ان التعریف یصدق علی ھٰذہ الصورۃ (تاکہ معلوم ہوسکے کہ اس صورت پر تعریف صادق آتی ہے۔ ت) اور اگر یہ ہبہ تمام نہیں اور تخلیہ مذکورہ تخلیہ معتبرہ نہیں تو عدم اعتبار کی کیا دلیل ہے، اور یہاں کون شرط اعتبار کا منفی ہے،

وھکذا ارشدونی فی الاقرار من حین اعتبارہ وعدمہ اذ قول زید رحمہ اللہ۔

یوں مجھے ارشاد فرماؤ اقرار کے متعلق کب معتبر ہے اور کب نہیں، کیونکہ زید رحمہ اللہ کا قول: (ت)

"تیرا روپیہ میرے پاس امانت ہے"

ظاھرہ اقرار بالامانۃ فھل یصح ھذا الاقرار ام ھو باطل وکان زید المقر عارفاً معنی الامانۃ عالماً فقیھا ارجو منکم ان تنبھونی بجواب یروی العطشان ویذھب بالظمآن اذ ھی مسئلۃ اختلف فیھا اٰراء الاقران وما اتی احد بشیئ یزیل الخلجان والاٰن ارید ان اسمعکم ما وقع بینھم حتی ترشدونی بسلیمۃ من سقیمۃ اجاب بعضھم بان الھبۃ لیست بصحیحۃ کما صرح بہ الکتب

اس کا ظاہر امانت کا اقرار ہے، کیا یہ اقرار صحیح ہے یا باطل ہے جبکہ اقرار کرنے والا زید عالم فقیہ ہونے کی وجہ سے امانت کا معنی جانتا تھا، مجھے امید ہے کہ آپ مجھے جواب سے وہ تنبیہ فرمائیں گے جو پیاسے کو سیراب کردے اور پریشانی کو دُور کردے کیونکہ یہ ایسا مسئلہ ہے جس میں ہم زمان لوگ مختلف رائے رکھتے ہیں اور کسی نے کوئی چیز نہ بتائی جو خلجان کو ختم کردے اب میں چاہتا ہوں کہ ان کی آراء آپ کو سناؤں تاکہ آپ صحیح اور غلط کی مجھے رہنمائی فرمائیں۔ بعض نے یہ جواب دیا کہ یہ ہبہ صحیح نہیں جیسا کہ کتب فقہ نے یہ تصریح کی ہے، اور بعض نے

Marfat.com

الفقهية واجاب بعضهم بان الهبة
قد تمت لوجود شرطها و شرطها اما
الايجاب فظاهر واما القبول فلوجوده
من الاصهار في مجلس النكاح واجازة
الموهوب لها فيصح كما في الفضولي
ولوجوده من الموهوب لها بنفسها بعد
بلوغ الكتاب اليها اى الفهرست المذكور
المشتمل على الايجاب والموهوب، وشرط
العقد يتوقف على الغائب اذا كان
بكتابة او بارسال، واما شرط تمامها و
هو القبض فهو قد يكون حقيقيا وقد يكون
حكميا وههنا وان لم يتحقق الاول
لكن الثاني متحقق اذا الشرط في اعتبار
القبض الحكمي المعبر عنه بالتخلية
ان يكون المخلى عنه بحيث يتمكن
عن قبضه المخلى له بعد ان يصدر من
المخلي بالكسر قول او فعل يدل
على اجازة القبض وقد
تحقق فيما نحن فيه
هذان الامران، اما الثاني
اى القول والفعل الدال
على الاجازة فكما مر في
تحرير السوال من قول الواهب
یہ تیرا روپیہ ہے بعد فتح
الصندوق مشيرا الى الدراهم

یہ جواب دیا کہ یہ ہبہ تام ہو چکا ہے شرط پائے جانے
کی وجہ سے، شرط ایجاب وقبول ہے، ایجاب کا
وقوع تو ظاہر ہے لیکن قبول تو وہ سسرال نے
مجلس نکاح میں کر لیا اور لڑکی نے اس کی ان کو
اجازت دے دی، تو قبول کرنا صحیح ہو گیا جیسا کہ
فضولی کا معاملہ ہوتا ہے، نیز خود لڑکی کی طرف سے
اس کو لکھی ہوئی فہرست مل جانے کے بعد قبول ہو گیا
کیونکہ وہ فہرست ایجاب پر مشتمل تھی اور موہوب
چیز بھی اس میں درج تھی، اور عقد کی شرط غائب
کے قبول کرنے پر موقوف ہوتی ہے جبکہ وہ بطور
تحریر یا ارسال ہو، لیکن اس ہبہ کے تام ہونے
کی شرط قبضہ ہونا ہے اور یہ قبضہ کبھی حقیقی ہوتا ہے
اور کبھی حکمی ہوتا ہے جبکہ یہاں حکمی صورت میں قبضہ
پایا گیا ہے، کیونکہ حکمی قبضہ تخلیہ سے ہوتا ہے کہ
چیز اس انداز سے موجود ہو کہ تخلیہ کرنے والے واہب
کے کسی قول یا فعل کی دلالت اجازت قبضہ پر پائی جائے
اور موہوب لہ جس کے لئے تخلیہ ہوا، کو قبضہ کرنا
ممکن ہو، اور زیر بحث صورت میں یہ سب کچھ پایا گیا،
ثانی یعنی حکمی قبضہ کہ قول یا فعل اجازت پر دلالت
کرے، یہ بات سوال کی تحریر میں موجود ہے کہ
واہب نے صندوقچی کھول کر موہوب دراہم جو
علیحدہ تھیلی میں بندھے ہوئے تھے، کی طرف
اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہ تیرا روپیہ ہے" کیونکہ
اس کی اس بات کا مقصد صرف یہی تھا کہ لڑکی
قبضہ کرے جیسا کہ مدعی اور مدعا علیہ دونوں فریقوں کو

Marfat.com

الموہوبة المشدودة فی خریطة منفردة ممتازة اذا کانت مقصودة بهذا القول الاجازة القبض کما هو المسلم عند الفریقین من المدعی والمدعا علیه وکذا الاول ای التمکن وکون الموہوب بحیث یتمکن من قبضه الموہوب له ازالمانع والحائل وهو القفل وغیره من اللوح الذی هو مدخل الصندوق وبابه قد ارتفع وقت الاجازة ولان القائل الواهب ههنا مما یمتنع ان یتوهم فی شانه انه قال ذلك هزلا بل یجب ان یتیقن بکونه بالذات لما مرمن انه کان عالما تقیا مقتدا لاهل هذه الاطراف وایضا هذان الامران مسلمان عند الفریقین فهما مستغنیان عن الدلیل والبیان۔

یہ بات مسلّم ہے اور یوں ہی پہلا عمل یعنی لڑکی کا قبضہ پر تمکن کہ موہوب اس طرح ہو کہ موہوب لہ اس پر قبضہ کر لے تو یہ متحقق ہو چکا کیونکہ واہب کا تالا کھول کر صندوق والماری کو کھلا رکھنا قبضہ کے لئے رکاوٹ اور مانع کو دور کرنا اجازت پر دال ہے اور واہب کی اس بات کو مذاق پر محمول کرنا ممکن نہیں بلکہ جیسا کہ سوال میں گزرا کہ وہ عالم متقی اور اہلِ علاقہ کا مقتدا ہے تو یقین کرنا ہوگا کہ وہ حقیقتاً دے رہا ہے نیز یہ باتیں دونوں فریقوں کو مسلّم ہیں اس لئے بھی ان پر دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ (ت)

یعنی جو ورثہ موجود تھے اور عاقل بالغ تھے وقتِ حیات زید مرحوم کے وے تسلیم کرتے ہیں اس امر کا کہ زید مرحوم بار بار کہا کرتے تھے مذکورہ کو، اور یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اگر ہندہ نقد مذکورہ موہوب کو قبض کرتی تو اس کے والد مرحوم ہرگز منع نہ کرتے۔

الا انها لم تقبض قبل موته لعدم الحاجة بها وقت حیاته وانما قبضت بعد موته ووقت القبض لم یزاحمها احد من الورثة لتسلیمهم ذینك الامرین وکون تلك النقود ملکا خاصا للهندة وانما شرعت المنازعة والمزاحمة وقت طلب الهندة

تاہم لڑکی نے والد کی زندگی میں عدمِ ضرورت کی بناء پر قبضہ نہ کیا، اور اس کی موت کے بعد جب قبضہ کیا تو کسی وارث نے کوئی مزاحمت نہ کی کیونکہ وہ دونوں چیزوں کو تسلیم کئے ہوئے ہیں اور یہ بھی تسلیم کئے ہوئے ہیں کہ یہ نقد خاص ہندہ کی ملکیت ہے اور ورثاء کی طرف سے جھگڑا اور مزاحمت اس وقت شروع ہوا جب

Marfat.com

حصتها من التركة معترضين عليها
بقية الورثة بان ما قبضت من النقود
هو محسوب من حصتك من التركة
والهندة تقول في جوابهم بان النقود
قد جهزني بها ابي فهو لا يحسب من
حصتي من التركة بل يجب ان تكون
لي حصة غيرها اذ الدليل الثاني على
تمام الهبة بالقبض الحكمي والتخلية
المذكورة اقرار زيد بالامانة كما مر
من انه ربما يبكي و يقول ان دراهم
الهندة امانة عندي و اخاف من ضياعها
وبيان دلالته ان المقر كان عارفا معنى
الهبة واحكامها ومعنى الامانة واحكامها
لما مر من فقاهته و اتقائه و ليس من
اصطلاح الفقهاء ولا غيرهم الاطلاق
على مال نفسه بانه امانة لزيد مثلا
فدل الاقرار بالامانة على ان التخلية
المذكورة تخلية معتبرة لا باعتبار المقر
فقط بل باعتبار الشرع ايضا اذ الشرع
ما حصر التخلية في امثلة معدودة
محصورة حتى تنعدم بانعدامها بل
مبناه عند الشرع على ان يكون المخلى عنه
بحيث يتمكن من قبضة المخلى له بعد
اجازة المخلي بالكسر وهو امر عام لا يمكن
انحصاره نعم يختلف باختلاف المواد و

ہندہ نے والد کے ترکہ میں اپنا حصہ طلب کیا تو
انھوں نے یہ اعتراض کیا کہ تو نے جو نقد وصول
کیا ہے وہ ترکہ کا حصہ ہے، جواب میں ہندہ
کہتی ہے کہ وہ نقد والد نے مجھے جہیز میں دیا ہے
لہذا وہ ترکہ میں شمار نہیں ہے بلکہ ترکہ میں میرا
حصہ الگ ہے، حکمی قبضہ اور تخلیہ سے ہبہ کے
تمام ہونے پر دوسری دلیل یہ بھی ہے کہ زید کا
اقرار تھا کہ یہ ہندہ کی امانت ہے اور کبھی روتا
اور کہتا کہ یہ روپیہ میرے پاس ہندہ کی امانت
ہے اور مجھے اس کے ضائع ہونے کا ڈر ہے جیسا
کہ سوال میں مذکور ہے، یہ دلالت اس لئے واضح
ہے کہ زید ہبہ اور اس کے احکام اور امانت
اور اس کے احکام سے بخوبی آگاہ تھا کیونکہ وہ
متقی عالم تھا جیسا کہ گزرا، فقہاء کرام وغیرہ
کی اصطلاح میں مثلاً زید کے اپنے مال کو امانت نہیں
کہا جاتا تو اس کے اقرار امانت کی یہ دلالت
ہوئی کہ مذکورہ تخلیہ محض مقر کے اعتبار سے معتبر نہیں
بلکہ شریعت کے اعتبار سے بھی معتبر ہے کیونکہ
شریعت نے تخلیہ کا چند مثالوں میں حصر نہیں کیا
تاکہ ان کے معدوم ہونے سے تخلیہ معدوم ہو جائے
بلکہ شریعت نے اس کا مبنیٰ یہ قرار دیا کہ چیز اس انداز میں
موجود ہو کہ تخلیہ کرنے والے واہب کی اجازت کے بعد قبضہ کرنے والے کو
کوئی رکاوٹ نہ ہو، یہ مفہوم عام ہے جو کسی
خاص صورت میں منحصر نہیں ہے، ہاں مواد اور
تخلیہ دینے والوں کے اختلاف سے تخلیہ مختلف

Marfat.com

اختلاف المخلين وقد مران التمكن و
الاجازة ههنا مسلم ومدلل تم ما قال
البعض الاخر ومقولة السائل فى توجيه
من قال بعدم التمام اقول و بالله
التوفيق قول من قال بعدم اعتبار التخلية
المذكورة من قول زيد يه تيرا روپيه هے بعد
فتح الصندوق كما مر بتمامه اعتصم
بقول القاضيخان حيث قال (والتخلية
ان يخلى بين الموهوب له ويقول
له اقبضه[1]) اذ فيه تصريح على ان
التخلية انما تعتبر اذا ايدت بالامر
بالقبض وقول زيد يه تيرا روپيه هے
ليس امرا بالقبض بل فيه اخبار عن
كون تلك النقود ملكا للهندة لكونه
جملة خبرية فان استدل
بهذا القول على تمام الهبة و
ثبوت الملك فى النقود يلزم الدور
كما لا يخفى اذ ليس للملك وجه
اخر غير الهبة ولما بطل الاستدلال
بقول زيد يه تيرا روپيه هے الخ
لم يبق لتمام الهبة وجه
اخر غير الاقرار بالامانة
مع كون زيد عارفا معنى الامانة واحكامها

ہو جاتا ہے اور یہ گزرا کہ قبضہ پر تمکن اور اجازت
یہاں مسلّم امر ہے، دوسرے بعض کا قول
مکمل ہوا اور جس نے کہا یہ ہبہ تام نہیں ہے
اس کی توجیہ میں سائل کا قول، اقول، میں
کہتا ہوں اللہ کی توفیق سے، زید کے صندوق
کھولنے اور یہ کہنے کہ یہ تیرا روپیہ ہے اس
تمام واقعہ پر جس نے کہا یہ تخلیہ معتبر نہیں ہے
اس نے قاضی خاں کے اس قول کو دلیل
بنایا جہاں انھوں نے فرمایا: تخلیہ یہ ہے
کہ موہوب چیز اور موہوب لہ میں تخلیہ کر دے
اور کہہ دے کہ تو قبضہ کر لے، کیونکہ اس قول
میں یہ تصریح ہے کہ تخلیہ تب معتبر ہوگا جب
وہ قبضہ کے حکم سے مؤید ہو، اور زید کا لڑکی
کو کہنا کہ یہ تیرا روپیہ ہے، اس پر قبضہ کا حکم
نہیں ہے بلکہ ان نقود پر ہندہ کی ملکیت کی خبر
دینا ہے کیونکہ یہ جملہ خبریہ ہے، اگر اس قول کو
ہبہ کے تام ہونے اور ہندہ کی ملکیت کے ثبوت
کے لئے دلیل بنایا جائے تو دَور لازم آئے گا
جیسا کہ مخفی نہیں ہے کیونکہ ان نقود میں ہندہ کی
ملکیت کی ہبہ کے بغیر کوئی دلیل نہیں ہے تو جب
زید کے قول کہ "یہ تیرا روپیہ ہے" سے استدلال
باطل ہوگیا تو اب ہبہ کے تام ہونے پر ہبہ اور
اس کے احکام اور امانت اور اس کے احکام

---

[1] فتاوی قاضیخاں کتاب الہبہ فصل فی ہبۃ المشاع نولکشور لکھنؤ ۴/ ۲۰۰

Marfat.com

وهذا الاقرار ايضاً غير صالح للاستدلال
به على تمام الهبة وثبوت الملك
في النقود للهندة اما عدم
صلاحيته للاول فظاهر اذ الامانة
لا تقتضي كونها لهبة بخصوصها
انما تقتضي كونها ملكاً للمودع بالكسر
فالدال عام والمدلول خاص، و
اما الثاني فلان الاقرار اخبار و
حكاية موقوف على المحكي عنه
والمخبر عنه وهو كون المقر به
ملكاً للمقر له قبل الاقرار، فلو استدل
به على ثبوت الملك فيها قبله
لزم الدور، وليس الاقرار سبباً
للملك حتى تثبت به الملك من
غير نظر الى الحكاية، ولان
الاقرار انما يعتبر اذا ادعى المقر له
الاقرار وبين سبباً للملك غيره
اذ الدعوى الذي على الاقرار
من غير بيان سبب الملك باطل
كما لا يخفى، وهو معنى قول
صاحب الدر المختار ولا تسمع دعواه
بشئ بناء على الاقرار[1]، والجواب
على ما ادى اليه نظري، والله اعلم

پر مطلع ہونے کے باوجود زید کا اقرار بالامانت کرنا
ہی دلیل رہ گئی ہے حالانکہ یہ اقرار اتمام ہبہ اور
ہندہ کے لئے ان نقود کی ملکیت کے ثبوت پر
دلیل نہیں، اول یعنی امانت کا دلیل کیلئے صالح
نہ ہونا ظاھر ہے کیونکہ امانت کا ہبہ ہونا
لازمی تقاضا نہیں ہے بلکہ اس کا تقاضا
صرف یہ ہے کہ وہ چیز امانت رکھنے والے کی
ملکیت ہے تو دال عام اور مدلول خاص ہے،
اور ثانی یعنی نقود پر ہندہ کی ملکیت، اس لئے
دلیل بننے کی صالح نہیں کہ یہ اقرار خبر اور حکایت
ہے جو محکی عنہ اور مخبر عنہ پر موقوف ہے اور محکی عنہ
اقرار سے قبل نقود کا ہندہ کی ملکیت ہونا ہے تو اگر
اس خبر کو اقرار سے قبل ملکیت پر دلیل بنایا جائے
تو دور لازم آئے گا، نیز خود اقرار ملکیت کا سبب
نہیں تو حکایت سے قطع نظر بھی اس سے ملکیت
ثابت نہیں ہوگی، اور اس لئے بھی کہ اقرار کا
اعتبار تب ہوتا ہے جب مقرلہ اقرار کا دعویٰ کرے
اور اقرار کے علاوہ کوئی ملکیت کا سبب بیان کرے
کیونکہ اقرار کا دعویٰ ملکیت کے سبب کو بیان
کئے بغیر باطل ہوتا ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے اور
درمختار کے قول کہ وہ دعویٰ جو صرف اقرار پر مبنی ہو
مسموع نہ ہوگا، کا یہی معنیٰ ہے، الجواب
جہاں تک میری نظر ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی درستی کو

[1] درمختار کتاب الاقرار مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۳۰

Marfat.com

بالصواب ان تعریف القاضیخان اکثری لاحصری ولایشترط فی جمیع افراد التخلیة الامر بالقبض بل مدارها علی ان یکون المخلی عنه بحیث یتمکن من قبضه بعد اجازة المخلی بالقول او بدلالة الحال ویدل علی هذا اطلاقات القاضیخان ایضا جلد ۲ صفحہ ۳۹۴ حیث قال البائع اذا خلی بین المبیع و بین المشتری بحیث یتمکن المشتری من قبضه یصیر المشتری قابضا للمبیع[۱] ففیه تصریح ان الامر بالقبض غیر مشروط فیها ولا قائل بالفرق بین التخلیة فی البیع و الهبة حتی یقال بالاشتراط فیها دونه ولان عبارة القاضیخان قبیل هذا ص ۳۹۴ شاهدة بمساوات التخلیتین و ایضا لا یدل علی الاشتراط مفهوم التخلیة ولا اصطلاحهم والا لما ذهلوا عن ذکره و تصریحاتهم الخالیة عنه اکثر من ان یحصی و ایضا لا یمکن الانکار لاحد عن التخلیة مع عدم الامر فیما اذا عد المشتری الثمن عند

بہتر جانتا ہے کہ بیشک قاضی خاں کی تعریف اکثری ہے حصری نہیں ہے تخلیہ کے تمام افراد میں قبضہ کا حکم کرنا شرط نہیں ہے بلکہ تخلیہ کا دارمدار اس بات پر ہے کہ تخلیہ دینے والے کی اجازت قولی یا حالی کے بعد چیز اس طرح موجود ہو کہ مشتری یا موہوب لہ کو اس پر قبضہ کا تمکن حاصل ہو جائے، اس پر خود قاضی خاں کے اپنے اطلاقات دال ہیں انھوں نے جلد ۲ ص ۳۹۴ میں فرمایا کہ بائع نے جب مبیع چیز اور مشتری کے مابین تخلیہ یوں کر دیا کہ مشتری کو قبضہ پر تمکن حاصل ہو جائے تو مشتری کو مبیع پر قابض قرار دیا جائے گا تو اس میں تصریح ہے کہ قبضہ کا حکم شرط نہیں ہے جبکہ بیع اور ہبہ میں تخلیہ کے اعتبار سے فرق کا کوئی قائل نہیں ہے تاکہ یہ کہا جا سکے کہ ہبہ کے تخلیہ میں شرط ہے اور بیع میں شرط نہیں، اور اس لئے بھی کہ اس سے تھوڑا پہلے صفحہ ۳۹۴ پر قاضیخاں نے اپنی عبارت میں دونوں تخلیوں کو مساوی قرار دیا ہے، نیز تخلیہ کا مفہوم اور فقہاء کی اصطلاح اشتراط پر دال نہیں ہے ورنہ فقہاء کبھی اس کو نظر انداز نہ فرماتے حالانکہ ان کی بے شمار تصریحات اس کے ذکر سے خالی ہیں، نیز جب مشتری ثمن کے دراہم کو بائع کے پاس گنتی کرے اور بائع کو قبضہ کرنے کا نہ کہے تو کسی کو

---

[۱] فتاویٰ قاضیخاں کتاب البیع باب فی قبض المبیع نولکشور لکھنؤ ۲/۳۹۴

Marfat.com

البيع ولم يقل له اقبضه وبهذا اندفع
الدور ايضا اذ الاخبار يعني قوله یہ تیرا
روپیہ ہے ليس على حقيقته حتى يقتضي
ثبوت المخبر عنه وهو الملك والحال
انه موقوف على هذا القول اذ ليس
له وجه أخر غير الهبة اذ في حمله
على الاخبار يلزم الغاء الكلام
والواجب حمله اذا صدر عن عاقل
بالغ على معنى يصح فحمل على الانشاء
واجازة القبض وهو شائع في محاورات
الهند كقولهم پان حاضر ہے، حقہ حاضر ہے
کھانا حاضر ہے حين كون هذه
الاشياء موضوعة لدى المخاطب
فهم لا يريدون بهذه الاخبارات
حقيقتها والا يلزم الالغاء بل مقصودهم
اجازة التناول منها كما
لا يخفى على اللبيب فلو كان المراد
من قول زيد المرحوم یہ تیرا روپیہ ہے
اجازة التناول والقبض لا يلزم
المحذور ايضا وبه يصح الكلام
ويتم المقصود من تمام الهبة
بالتخلية والقبض الحكمي وظهر وجه
الاستدلال بالقول الاول بقي الاقرار
بالامانة هل هو صالح للاستدلال
به ام لا بل الاستدلال مستلزم للدور

بھی اس تخلیہ کے معتبر ہونے سے انکار نہیں ہے
اس بیان سے دَور بھی ختم ہوگیا کیونکہ والد کا یہ کہنا
"یہ تیرا روپیہ ہے" یہ خبر اپنے حقیقی معنی پر نہیں ہے
تاکہ وہ مخبر عنہ یعنی سابقہ ملکیت کا ثبوت چاہے
حالانکہ حالیہ ملکیت اس قول (یہ تیرا روپیہ ہے)
پر موقوف ہے کیونکہ اس ملکیت کی ہبہ کے علاوہ
اور کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ تو جب اس قول کو خبر پر
محمول کیا جائے تو کلام کا لغو ہونا لازم آتا ہے جبکہ
عاقل بالغ کے کلام کو صحیح معنی پر محمول کرنا واجب ہے
تو ایسے قول کو اِنشا اور قبضہ کی اجازت پر محمول
کرنا ہندوستان کے محاورات میں عام استعمال
ہے، مثلاً وہ جب کہتے ہیں پان حاضر ہے، حقہ
حاضر ہے یا کھانا حاضر ہے۔ یہ اس وقت
کہا جاتا ہے جب یہ چیزیں مخاطب کے سامنے
رکھی ہوئی ہوتی ہیں وہ اس سے خبر کا حقیقی معنی
مراد نہیں لیتے ورنہ کلام کا لغو ہونا لازم آئے گا بلکہ
ان کی مراد اس کو کھانے کی اجازت ہوتی ہے جیسا
کہ یہ عقلمند پر مخفی نہیں ہے تو اگر زید مرحوم کے قول
"یہ تیرا روپیہ ہے" سے بھی یہی معنی مراد لیا جائے
تو کوئی خرابی نہ ہوگی جبکہ اس سے کلام صحیح ہوتا
ہے اور ہبہ کے تام ہونے کا مقصد بھی تخلیہ اور حکمی
اجازت قبضہ سے حاصل ہوتا ہے، تو ظاہر ہوا کہ
وجہ استدلال پہلا امر یعنی ہندہ کی ملکیت ہونا ہے،
باقی رہا یہ معاملہ کہ امانت کا اقرار وجہ استدلال
بن سکتا ہے یا نہیں بن سکتا بلکہ یہ استدلال دَور کو

Marfat.com

كما قال المعترض اقول وبالله التوفيق
مدار الاعتراض على ان الاقرار
باطل لانه يتوقف على وجود المخبر
عنه وهو ثبوت الملك فلو استدل
به على تمام الهبة و ثبوت الملك
يلزم الدور ومحصل الجواب ان
اشتراط نفوذ الاقرار ببيان سبب
الملك غير الاقرار مسلم
لكن لا يجب بيانه الا اذا
رجع المقر عن اقراره
واما اذا كان مُصرا على
اقراره فان بين فبها وان
لم يبين حتى مات على
اقراره لا يبطل اقراره عند
احد بل يجب ان يحمل
على سبب صالح حتى لا يلزم
الالغاء والسبب الصالح للاقرار
ههنا موجود وهو الهبة مع
التخلية والهبة وتمامها ليستا
موقوفتين على الاقرار حتى يلزم
الدور كما زعم المعترض بل هما قد ثبتا
بدليل قد مرّ بيانه فالاقرار
وان كان باعتبار ذاته موقوفا
على تمام الهبة لكن
باعتبار لازمه وهو

مستلزم ہے جیسا کہ معترض نے کہا ہے، اور میں
اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں کہ اعتراض
کا دارومدار اس بات پر ہے کہ یہ اقرار باطل ہے
کیونکہ یہ مخبر عنہ اور محکی عنہ پر موقوف ہے اور وہ
محکی عنہ پہلے سے ملکیت کا ثبوت ہے تو اگر اس
قول سے ملکیت ثابت کی جائے اور ہبہ کا تام ہونا
ثابت کیا تو دَور لازم آئے گا، تو اس کے جواب
کا خلاصہ یہ ہے کہ اقرار کے نافذ ہونے کے لئے
اس اقرار کے علاوہ کسی اور سبب کا بیان ضروری ہے
جو ملکیت کا باعث ہو، یہ بات مسلمہ ہے لیکن
اس کا بیان صرف اس وقت ضروری ہے جب
مقر اپنے اقرار سے منحرف ہو ——
—— لیکن اگر وہ اپنے اقرار پر قائم
ہے تو بیان کر دے تو بہتر ورنہ وہ اپنے اس
اقرار پر فوت ہو جائے تو کسی کے ہاں وہ اقرار
باطل نہ ہوگا، بلکہ اس اقرار کو صحیح محمل پر محمول کرنا
ضروری ہے تاکہ کلام کا لغو ہونا لازم نہ آئے،
اور یہاں صحیح سبب موجود ہے اور وہ ہبہ مع
تخلیہ ہے جبکہ ہبہ اور اس کا تام ہونا اقرار پر
موقوف نہیں ہے تاکہ دَور لازم آئے جیسا کہ
معترض کا خیال ہے، بلکہ ہبہ اور اس کا تمام
ہونا یہ دونوں مذکورہ دلیل سے ثابت ہیں تو
اقرار اگرچہ اپنی حقیقت میں ہبہ کے تام ہونے
پر موقوف ہے لیکن وہ اپنے لازم جو کہ صحیح سبب
پر محمول کرنا ہے، کے اعتبار سے مذکورہ صورت

Marfat.com

وجوب حملہ علی سبب صالح یقتضی ان یحکم بتمام الھبۃ فی الصورۃ المذکورۃ بشرطھا و شطرھا المذکورین، و لھذا حکمنا بان الاقرار ایضا دلیل علی تمام الھبۃ فقط ارجو منکم ان ترشد و نی بصواب الجواب و تدقیق یؤمن بہ و یتیقن بہ اولوا الالباب۔

میں ہبہ کے تمام کے حکم کو اس کی شرط اور رکن سمیت چاہتا ہے اور اسی لئے ہم نے حکم لگادیا کہ اقرار بھی ہبہ کے تمام ہونے کی دلیل ہے فقط (مذکورہ صورت حال کی روشنی میں) مجھے آپ سے امید ہے کہ آپ صحیح جواب کی رہنمائی فرمائیں گے اور ایسی تحقیق فرمائیں گے جس پر اصحاب علم وفہم کو یقین و تصدیق ہو جائے۔ (ت)

(العبد عبداللہ خاں عفی عنہ از ضلع چمپارن قصبہ بتیا محلہ گنج اول)

الجواب

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ (یا اللہ! تمام حمدیں تیرے ہی لئے ہیں۔ ت) صورت مشروحہ سوال سے ہندہ کے لئے اُن نقود میں ملک اصلاً ثابت نہیں،

اوّلاً سائل نے زید کا مجلس عقد میں شوہر و اصہار کے سامنے بعض اشیاء نامزد ہندہ کرنا بیان کیا مگر شوہر وغیرہ کے قبول کا کوئی ذکر نہیں کہ قبول فضولی سمجھ کر اجازت ہندہ پر موقوف رکھیں، نہ بعدہ کوئی اجازت ہندہ، مذکورہ فہرست مطلقاً تعریف ایجاب بالکتاب میں داخل خصوصاً جبکہ تذکرۃ ماوقع علیہ الانشاء ہو نہ انشاء، والاول ھو المعھود المتعارف فی امثال الفھارس (فہرستوں جیسی چیز میں امر اول معلوم و متعارف ہے۔ ت) نہ وہ لفظ ہی سوال میں مسطور جو زید نے فہرست میں لکھے کہ ان پر نظر ہو، نہ یہی معلوم کہ ہندہ خواندہ ہے، فہرست اس نے خود پڑھی یا کسی نے اُس کے جملہ الفاظ مندرجہ پڑھ کر سنائے، یا یوں ہی اجمالاً اُسے کاغذ دے دیا کہ یہ تمھارے جہیز کی فہرست ہے، نہ یہی مذکور کہ ہندہ سے کوئی قول یا فعل کہ قبول یا اجازت قبول فضولی پر صادر ہُوا یا نہیں،

واذ لااثر لبیان شئ منھا فی السوال فکیف یسوغ الحمل فی الجواب علی احد الجوانب من دون علم و یحکم بتحقق الشطرین تحکما بوجود القبول من الحضار ثم اجازۃ من المرأۃ

سوال میں مذکور شقوں کا بیان اور نشان نہیں ہے، تو جواب کو کسی ایک شق پر علم کے بغیر کیسے محمول کیا جائے اور کیسے حاضرین کے حکمی قبولیت کے وجود سے ہبہ کے دونوں رکن (ایجاب و قبول) کے پائے جانے پر حکم کیا جائے اور پھر عورت کی

Marfat.com

او وجوده منها بعد بلوغ الكتاب مع عدم العلم بما فی الكتاب ایضا بمجرد السكوت فلا ینسب الی ساكت قول ام باختیار من عند انفسنا احد الشقوق ولیس هذا شان الجواب انما قصاره فی امثال الصور الترديد۔

اجازت اور اجازت کا وجود لکھے ہوئے کاغذ کی وصولی کے بعد باوجودیکہ اس میں لکھی ہوئی چیز کا بھی علم نہیں محض اس کے سکوت سے ثابت کرنا تو اس کی طرف کسی قول کا منسوب کرنا نہ ہوگا، یا ہم خود اپنی طرف سے کوئی ایک شق متعین کرلیں، تو یہ جواب نہ ہوگا اب سوائے اس کے کہ سوال کی ایسی صورت کے جواب میں اگر مگر سے کام لیا جائے کوئی چارہ نہیں ہے۔ (ت)

بالجملہ قبول کو شرط عقد ماننا کہ مقدار ما فی السوال پر حکم انعقاد رجم بالغیب وخرط القتاد،

نعم هو علی الاصح شرط ثبوت الملك واذن یقوم مقامه القبض فی المجلس ولو بلا اذن الواهب او بعده لو باذنه كما حققناه فی فتاوٰنا وحینئذٍ یرجع الامر الی المباحث الاٰتیة فی تحقق التخلیة ویلغو السعی فی تحقیقه بفرضه من فضولی فی المجلس او احالة الایجاب علی ما فی الكتاب لیتوقف الشطر علی ماوراء المجلس۔

ہاں قبول کرنا صحیح قول کے مطابق ثبوتِ ملکیت کی شرط ہے اور اس صورت میں ثبوت ملک سے قائم مقام قبضہ ہوسکتا ہے مجلس میں ہو تو بلا اجازت بھی ہوسکتا ہے ورنہ مجلس کے بعد اجازت سے، جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق کی ہے اور اس صورت میں تخلیہ کی تحقیق میں آئندہ مباحث کی طرف راجع ہونا ہوگا جبکہ اس صورت میں فضولی سے مجلس میں قبولیت یا ایجاب کو لکھی ہوئی فہرست کی طرف منسوب کرکے ماورائے مجلس شطر (رکن) کے پائے جانے کی کوشش لغو ہے۔ (ت)

ثانیاً ہاں ہبۂ صحیحہ میں مذہب صحیح پر تخلیہ مثل قبض بالبراجم ہے،

جزم به فی متن التنویر ونص فی الدرر ثم الدر[1] انه المختار قلت وقد اشار فی بیوع الاشباه الی ضعف خلافه وقدمه فی هبة الخانیة علی قول

اس پر تنویر کے متن میں جزم فرمایا درر اور درمختار میں نص فرمائی اور مختار قرار دیا۔ میں کہتا ہوں اور اشباہ کی کتاب البیوع میں اسکے خلاف پر ضعف کا اشارہ کیا اور خانیہ کے کتاب الہبہ میں اسکو مخالف قول پر مقدم ذکر کیا ہے

---

[1] درمختار کتاب الہبہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۵۹

Marfat.com

الخلاف وھو انما یقدم الاظھر الاشھر وبہ جزم الامام شمس الائمۃ الحلوانی ولم یمل الی ذکر الخلاف کما فی بیوع الخانیۃ۔

جبکہ خانیہ اظہر و اشہر کو مقدم ذکر کرتا ہے اور اسی پر شمس الائمہ حلوانی نے جزم کیا اور مخالف قول کو ذکر تک نہ کیا جیساکہ خانیہ کے بیوع کے باب میں ہے۔ (ت)

مگر یہاں اعتبار تخلیہ کے لئے جو تمکن قبض شرط ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ شیئ موہوب، موہوب لہ سے اس قدر قریب ہو کہ یہ ہاتھ بڑھائے تو اُس تک پہنچ جائے اُٹھ کر اُس کے پاس جانے کی حاجت نہ ہو فقط الماری اور صندوق کا کُھلا ہونا ہرگز کافی نہیں۔ بحرالرائق و ردالمحتار میں ہے:

لواشتری ثوبًا فامرہ البائع بقبضہ فلم یقبضہ حتی اخذہ انسان ان کان حین امرہ بقبضہ امکنہ من غیر قیام صح التسلیم وان کان لایمکنہ الابقیام لایصح[1]

اگر کسی نے کپڑا خریدا تو بائع نے اس کو قبضہ کرنے کا حکم دیا، ابھی وہ قبضہ کر نہ پایا تھا کہ دوسرے شخص نے وہ کپڑا پکڑ لیا، اگر قبضہ کے حکم کے وقت مشتری کو اس کپڑے پر قبضہ کے لئے قیام کے بغیر قدرت تھی تو بائع کا یہ حکم تسلیم کے قائم مقام ہوگا اور قیام کے بغیر قبضہ پر قدرت نہ تھی تو تسلیم صحیح نہ ہوگا۔ (ت)

فتاوٰی قاضیخاں و فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

ان کان حین امرہ البائع بالقبض امکنہ ان یمدیدہ ویقبض من غیر قیام صح التسلیم والافلا[2]

جب بائع نے اس کو قبضہ کا حکم دیا اس وقت اس کو ہاتھ بڑھا کر بغیر قیام قبضہ پر قدرت تھی تو تسلیم صحیح ہے ورنہ نہیں۔ (ت)

یہاں سائل نے کچھ بیان نہ کیا کہ الماری کھولتے وقت ہندہ کتنے فاصلہ پر ہوتی تھی، نہ اس نے کہا کہ کبھی زید نے اس وقت ہندہ کو بلا کر اتنا پاس بٹھا کر یہ الفاظ کہے کہ ہندہ ہاتھ بڑھاتی توروپوں کی تھیلی ہاتھ میں آجاتی تو شرط تخلیہ کا تحقق سوال سے ظاہر نہیں بلکہ ظاہر عدم ہے کہ ایسا ہوا ہوتا تو اس کا بیان ترک نہ کرتا،

لمایترای من کلامہ عن الاستقصاء

کیونکہ پورا واقعہ بیان کرنے اور ہبہ کو تام

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع فصل فیما یدخل فی البیع الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۴۳

[2] فتاوٰی ہندیۃ الباب الرابع الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۱۷

Marfat.com

فی بیان الواقعۃ وتفریغ الوسع فی الاتیان بکل ماظنہ مؤیدا التمام الھبۃ ۔

قرار دینے کی کوشش میں پوری مساعی کا ہر ممکن صرف کرنا اس کی کلام میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے ۔ (ت)

نہ فریقین کا اتفاق کہ واہب ایسا کہا کرتا یا ہندہ قبضہ کرتی تو کہہ سکتے ہیں کہ نہ روکنا اس شرط تمکن کے وجود پر اتفاق ہے ایسا کہنا یا نہ روکنا واہب کے قول وحال ہیں اور جو تمکن کہ یہاں شرط ہے یعنی شے موہوب سے اس قدر قریب ہونا وہ موہوب لہ کا وصف ہے ، تو نہ اس کا وجود اس کے وجود کو مستلزم ، نہ اس کی تسلیم اس کی تسلیم ، بہرحال قدر ما فی السوال پر ثبوت تخلیہ کا حکم صحیح نہیں ،

فکان حقہ ان یردد اذ تردد وھھنا سھو فی بعض الصور وقع فی ش تبعا للبحر اوضحناہ وازحناہ فیما علقنا علیہ وباللہ التوفیق ثم ھو ایضا لایتعلق بما فی الباب قد نص انہ یشترط فی نحو ثوب کونہ بحیث لومد یدہ تصل الیہ ولا شک ان الدراھم فی ذلک مثل الثیاب ۔

حق یہ تھا کہ تردد کی صورت میں تردد کا اظہار کیا جاتا، اور یہاں بعض صورتوں کے بیان میں شامی کو بحر کی پیروی میں سہو ہوا ہے اس کو ہم نے اس پر حاشیہ میں واضح کیا اور اس کا ازالہ بھی کیا ہے اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے ، پھر وہ بھی اس باب سے متعلق نہیں ہے انھوں نے یہ نص کی ہے کہ کپڑے جیسے معاملہ میں یہ شرط ہے کہ کپڑا یوں ہو کہ اگر ہاتھ بڑھائے تو ہاتھ اس تک پہنچ جائے تو شک نہیں کہ دراہم اس معاملہ میں کپڑے کی مانند ہیں ۔ (ت)

ثالثاً تحقق تخلیہ کے لئے صرف تمکن قبضہ فی الحال ہرگز کافی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ مخلّی مخلّٰی لہ کو قبضہ کا حکم کرے مثلاً "خذہ" یا "اقبضہ" کہے یا "خلیت لك عنہ" یا اس کے مثل جو اس معنی کو ادا کرے ۔

کلام یہاں طویل الذیل ہے اور محلِ اجمال میں چند جملے وافی ، واللہ الموفق :

(۱) امام اجل فقیہ النفس قاضیخان رحمہ اللہ تعالٰی نے تخلیہ کی تعریف ہی میں امر بالقبض ماخوذ فرمایا ، کماھو منقول فی السؤال وجعل الحد اکثریا لاحصریا تحویل لا تاویل (جیسا کہ سوال میں منقول ہے ، اور قاضی خاں کی تعریف کو اکثری قرار دینا ان کی کلام کو تبدیل کرنا ہے یہ اس کی تاویل نہیں ہے ۔ ت)

Marfat.com

(۲) امام اجل ممدوح و دیگر اجلہ نے صراحۃً عدم امر مذکور کی حالت میں عدم صحت تخلیہ پر نص فرمایا ، فتاوٰی قاضیخاں و فتاوٰی ظہیریہ و فتاوٰی ہندیہ و بحرالرائق و ردالمحتار وغیرہا میں ہے :

واللفظ للخانیۃ ان دفع الیہ المفتاح و لم یقل خلیت بینك و بین الدار فاقبضہ لم یکن ذلك قبضا۔

خانیہ کے الفاظ میں، اگر اس نے چابی دے دی اور یہ نہ کہا کہ میں نے تیرے اور گھر کے درمیان تخلیہ کر دیا ہے تو قبضہ کر لے، تو یہ قبضہ نہ ہوگا۔ (ت)

محیط پھر عالمگیریہ میں ہے :

اذا لم یقل اقبضہ فانما القبض ان ینقلہ[2]

جب قبضہ کر لے، نہ کہا تو پھر وہاں سے منتقل کرنا ہی قبضہ قرار پائے گا۔ (ت)

تو کلامِ امام قاضیخان کو عدمِ اشتراط پر حمل کرنا خود ان کی تصریح صریح کے خلاف ہوگا۔

(۳) امامِ اجل موصوف و دیگر اکابر یہاں تک تصریح فرماتے ہیں کہ مطلقاً امر بالقبض بھی کافی نہیں بلکہ خاص وہ امر بالقبض درکار ہے جو اس شَے کی طرف مضاف ہو، مثلاً ہبہ یا بیع کر کے کہا لے لے یا قبضہ کر لے، تخلیہ نہ ہوا جب تک یوں نہ کہے کہ یہ چیز لے لے یا اس پر قبضہ کر لے۔ فتاوٰی قاضی خان و بحرالرائق و فتاوٰی ذخیرہ و فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے :

لو قال "خذ" لایکون قبضا ولو "خذہ" فھو قبض اذا کان یصل الی اخذہ ویراہ[3]

اگر کہا "پکڑ لے" تو قبضہ نہ ہوگا، اور یہ کہا کہ "اس کو پکڑ لے" تو قبضہ ہوگا بشرطیکہ چیز کو ہاتھ پہنچ جائے اور اس کو نظر آئے۔ (ت)

(۴) امام اجل مذکور کے فتاوٰی اور کتاب الاجناس و شرح المجمع لابن ملک و غمز العیون و البصائر و بحرالرائق وغیرہا میں تخلیہ کی شرائط شمار کیں اور ان میں قول مذکور کو ایک مستقل شرط گنا، اور نہر الفائق و درمختار و فتاوٰی ہندیہ و حاشیہ طحطاویہ و ردالمحتار وغیرہا میں اُسے مقرر رکھا، امام ناطفی و ابن فرشتہ و سید حموی کی عبارت یہ ہے :

---

[1] فتاوٰی قاضیخان کتاب البیع باب فی قبض المبیع نولکشور لکھنؤ ۲/۳۹۴

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الھبۃ الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۳۷۷

[3] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ الذخیرۃ کتاب البیوع الباب الرابع الفصل الثانی " " ۳/۱۶

Marfat.com

التخلیة بین المبیع والمشتری یکون قبضاً بشروط احدھا ان یقول البائع خلیت بینک وبین المبیع، والثانی ان یکون المبیع بحضرة المشتری بحیث یتمکن من اخذہ بلامانع، والثالث ان یکون المبیع مفرزا غیر مشغول بحق غیرہ اھ[1] باختصار۔

مبیع چیز اور مشتری کے درمیان تخلیہ چند شرائط کے ساتھ قبضہ بن جاتا ہے، ایک یہ کہ بائع یوں کہے"میں نے تیرے اور مبیع کے درمیان تخلیہ کیا" دوسری یہ کہ مبیع مشتری کے پاس اس طرح ہو کہ بغیر رکاوٹ اس کو پکڑ سکے۔ اور تیسری شرط یہ ہے کہ مبیع فارغ ہو اور کسی کے حق میں مشغول نہ ہو۔ اھ، اختصاراً۔ (ت)

شرط کا اکثری ہونا کیا معنی، اور امامِ اجل موصوف نے تو صراحۃً اسے ارشاداتِ عالیہ امام الائمہ صاحب المذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نقل کیا:

حیث قال قال ابوحنیفة رضی اللہ تعالٰی عنه التخلیة بین المبیع والمشتری تکون قبضاً بشرائط ثلثة احدھا ان یقول البائع خلیت بینک وبین المبیع فاقبضه ویقول المشتری قد قبضت، والثانی ان یکون المبیع بحضرة المشتری بحیث یصل الی اخذہ من غیر مانع، والثالث ان یکون المبیع مفرزا غیر مشغول بحق الغیر[2] الخ۔

جہاں انھوں نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا مبیع اور مشتری کے درمیان تخلیہ تین شرائط کے ساتھ قبضہ قرار پاتا ہے، ایک یہ کہ وہ مشتری کو کہے کہ میں نے تیرے اور مبیع کے درمیان تخلیہ کر دیا ہے تو قبضہ کرلے، اور مشتری جواب میں کہے میں نے قبضہ کیا، دوسری یہ کہ مبیع اس طرح مشتری کے سامنے ہو کہ بغیر رکاوٹ اس کو لے سکے، اور تیسری یہ کہ مبیع فارغ ہو کسی کے حق میں مشغول نہ ہو الخ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

---

[1] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب البیوع ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۳۲۷

[2] فتاوٰی قاضی خاں کتاب البیع باب فی قبض المبیع نولکشور لکھنؤ ۲/ ۳۹۵

Marfat.com

کان ابوحنیفۃ یقول القبض ان یقول خلیت بینک وبین المبیع فاقبضہ ویقول المشتری وھو عند البائع قبضتہ[1]

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرمایا کرتے تھے کہ تخلیہ کے ساتھ قبضہ یہ ہے کہ میں نے تیرے اور مبیع کے درمیان تخلیہ کردیا ہے اس کو لے لو، اور مشتری بائع کی موجودگی میں کہے میں نے قبضہ کیا۔ (ت)

بالجملہ نقول اس مسئلہ میں متظافر ہیں اور سب سے اعظم یہ کہ وہ خود صاحب المذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ کا منصوص ہے،

فایاک ان تتوھم مما فی الدر تبعا للنھر انھا من زیادات الناطفی۔

درمختار میں نہر کی پیروی میں جو کہا کہ یہ ناطفی کے زیادات میں سے ہے، اس وہم سے بچ کر رہنا۔ (ت)

(۵) یہیں سے ظاہر کہ عباراتِ علماء میں جہاں تخلیہ مذکور ہے یہ شرط منظور ہے،

فان الشیئ اذا ثبت ثبت بلوازمہ ومن قال رجل صلی فلیس علیہ ان یقول بطاھر فی طاھر علی طاھر ناویا مستقبلا مکبرا فقد تضمن الکل قولہ صلی، فلا تظنن امثال قول الخانیۃ البائع اذا خلی بحیث یتمکن المشتری من قبضہ یصیر قابضا[2] انھا خالیۃ عن ھذا الشرط فضلا عن کونھا صرائح فی انہ لیس بشرط۔

جب کوئی چیز ثابت ہوتی ہے تو اپنے تمام لوازمات کے ساتھ ثابت ہوتی ہے، اور جو شخص کسی کے متعلق کہے کہ "فلاں نے نماز پڑھی ہے" تو اس کو یہ کہنے کی ضرورت نہیں، پاک حالت، پاک پانی، پاک جگہ، نیت کے ساتھ، قبلہ کی طرف اور تکبیر کہہ کر، کیونکہ نماز کا ذکر ہی ان سب کو متضمن ہے، لہذا خانیہ کے قول کہ "بائع جب تخلیہ کردے اس انداز میں کہ مشتری کو قبضہ پر تمکن حاصل ہوجائے تو مشتری قابض قرار پائے گا" سے تجھے یہ گمان نہ ہو کہ یہ اس شرط سے خالی ہے چہ جائیکہ تو عدمِ شرط پر اس کو تصریح قرار دے۔ (ت)

---

[1] بحرالرائق کتاب البیع فصل یدخل البناء والمفاتیح الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۳۰۸

[2] فتاوٰی قاضیخاں " باب فی قبض المبیع نولکشور لکھنؤ ۲/ ۳۹۴

Marfat.com

(۶) نصوص صریحۂ مذہب وخود صاحبِ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے خلاف اگر کوئی روایت شاذہ پائی جاتی نامقبول ہوتی نہ کہ روایت مطلقہ کہ مخالف بھی نہ ٹھہرتی بلکہ اسی مقید پر محمول ہوتی

لانہ متفق علیہ فی کلمات العلماء وانما الخلاف فی نصوص الشارع کما فی ردالمحتار وغیرہ من المعتمدات۔

کیونکہ یہ تمام علماء کے کلام میں متفق علیہ ہے صرف شارع کی نصوص میں خلاف ہے، جیساکہ ردالمحتار وغیرہ معتمد کتب میں ہے۔ (ت)

نہ کہ بے اسناد روایت محض ذہنی حکایت کہ وہ کیا قابلِ التفات وعنایت،

فالمشتری ان عد الثمن فی ید البائع او ذیلہ او حجرہ لم یحتج البتۃ الی قول خذہ ونحوہ لان الحقیقی غنی عن شرائط الحکمی وان عدہ علی الارض بین یدی نفسہ فلا یسلم انہ تخلیۃ مالم یقلہ او ینقلہ۔

جب مشتری نے رقم بائع کے ہاتھ یا جھولی یا دامن میں گنتی کرکے ڈالی تواب اس کو یہ کہنے کی ضرورت ہرگز نہیں کہ "تو پکڑلے" کیونکہ حقیقی قبضہ کے بعد حکمی شرائط کی ضرورت نہیں ہے، ہاں اگر مشتری اپنے سامنے زمین پر گن کر رکھ دے تو یہ تسلیم نہ ہوگا کہ یہ تخلیہ ہے جب تک پکڑ نہ لے، نہ کہہ دے یا وہاں سے مشتری اٹھا نہ لے۔ (ت)

(۷) زید کا کہنا "یہ تیرا روپیہ ہے" صراحۃً اقرار ہے، فتاوٰی قاضیخان وفتاوٰی بزازیہ وفتاوٰی ہندیہ وغیرہا میں ہے:

لوقال لاٰخر "ایں چیز ترا" فھو ھبۃ یشترط فیھا القبض ولو قال "تراست" فاقرار[1]

اگر دوسرے کو کہا یہ چیز تجھ کو تو ہبہ ہوگا اس میں قبضہ شرط ہوگا اور اگر کہا یہ چیز تیری ہے تو اقرار ہوگا۔ (ت)

تو اس سے انشائے اجازت قبض مراد لینا محض مجاز، اور مجاز بے ضرورت ممنوع ونامُجاز، اور ضرورت معدوم، تو تخلیہ کی پہلی شرط تمکن قبض کا تو وجود معلوم نہ تھا، اس دوسری شرط یعنی امر بالقبض کا عدم معلوم،

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ الوجیز الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۷۵

Marfat.com

وحديث الالغاء لا يستحق الاصغاء
فان الاقرار لم يعر عن حكمه من ان
المقر مؤاخذ به قضاء ان لم يثبت
بطلانه حيث يصير مكذبا شرعا فاين
التعطيل حتى يجوز التجوز و التحويل
اما انه لا يقوم بافادة الملك للمقر له
فهذا عين حكمه ولو كان فيه الغاؤه
لانمحى الاقرار من صفحة الدنيا
لان الالغاء اذن يلزم حكمه وحكم
الشيئ لازم له فالالغاء يلزم الاقرار
وما كان الغاؤه لازم وجوده فوجوده
عدمه وبعبارة اوضح لوجب حمل كل
اقرار على انشاء محض كي يفيد
الملك ولا يلغو والاقرار غير الانشاء
فتبطل راسا وانعدم۔

(۸) كفانا المؤنة ما مر في مباحث
السؤال نفسها ان اقراره يجب ان يحمل
على سبب صالح حتى لا يلزم الالغاء فقد
علم ان حمله على تقدم سبب
ما مصحح للاقرار يكفي لاعماله ويندفع الالغاء
ومعلوم انه يبقى به على حقيقته فالعدول
الى المجاز فرارا عن الالغاء مما لا وجه
اصلا۔

(۹) بل الاقرار بشيئ انه لفلان

ان کی لغو کرنے والی بات قابلِ التفات نہیں ہے، کیونکہ اقرار جب تک شرعاً جھوٹا ہو کر باطل نہ قرار دیا جائے تو اس وقت تک وہ اپنے حکم جو کہ مقر کا اپنے اقرار میں قضاءً ماخوذ ہونا ہے، سے خالی نہیں ہوتا تو یہاں وہ کب معطل ہے کہ مجاز کی طرف پھرنا جائز ہو اور یہ کہ وہ مقر لہ کے لئے ملکیت کا فائدہ نہیں دیتا (تو غلط ہے) کیونکہ یہی تو اقرار کا حکم ہے اور اگر یہی لغو قرار پائے تو پھر دنیا میں اقرار کا وجود نہ رہے گا کیونکہ اس طرح الغاء حکم کو لازم ہوگا اور حکم خود شئی کو لازم ہے تو یوں الغاء خود اقرار کو لازم ہوگا، اور جس چیز کو الغاء لازم الوجود تو اس کا وجود معدوم قرار پائے گا، اور آسان عبارت میں یوں کہا جا سکتا ہے، ہر اقرار کو انشاء محض پر محمول کرنا ضروری ہے تاکہ وہ ملکیت کے لئے مفید ہو اور لغو نہ ہو جبکہ اقرار انشاء نہیں ہوسکتا تو اقرار سرے سے باطل ہوگا اور ختم ہو جائیگا۔(ت)

اور خود اس نے ہمیں سوال کی مباحث کی تکلیف سے فارغ کر دیا جب اس نے کہہ دیا کہ اقرار کو کسی مناسب سبب پر محمول کرنا ضروری ہے جو اقرار کو صحیح کرے یہ بات اقرار کی صحت و عمل کے لئے کافی ہے اور لغو نہ ہوگا تو ظاہر ہو گیا کہ اقرار اپنے حقیقی معنی پر ہے تو اب الغاء سے بچنے کے لئے مجاز کی طرف عدول کی کوشش بلاجواز ہے۔(ت)

بلکہ کسی چیز کے متعلق اقرار کہ

Marfat.com

انما ینبئ عن ملك مطلق له فیه قبل الاقرار فلا یحتاج الی ابانة سبب اصلا فضلا عن ان یُلزم المقر فی حیاته ببیان سبب صالح هذا لم یقل به احد وانما قالوا ان المرء مؤاخذ باقرارہ الاتری ان مدعی الملك المطلق وشاهدیه لا یکلفون بیان السبب فکیف المقر الا ما استثنی مما الظاهر فیه بطلان الاقرار کالاقرار لحمل فمشی محمد علی الاصل ای یحمل علی سبب صالح من دون بیان، والزما بیانه کارث او وصیة بخلاف الرضیع وان لم یبین شیئا بل بین ما لا یصلح له کاقراض و بیع الکل کما فی الاشباه والتنویر وغیرهما۔

تو یہ اقرار بتاتا ہے کہ چیز فلاں کی ملکیت مطلقہ قبل از اقرار ہے تو کسی سبب کو ظاہر کرنے کی ضرورت ہی نہ رہی چہ جائیکہ مقر پر لازم کر دیا جائے کہ وُہ اپنی زندگی میں اس اقرار کے مناسب سبب کو بیان کرے، حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں اور انھوں نے تو یہ فرمایا ہے کہ ہر مقر اپنے اقرار میں ماخوذ ہوتا ہے، آپ دیکھتے ہیں کہ ملکیت مطلقہ کا مدعی اور اس کے گواہ کسی سبب کو بیان کرنے کے پابند نہیں ہوتے تو مقر کیسے پابند ہو سکتا ہے ہاں وہ صورت اس بحث سے خارج ہے جو ظاہراً باطل اقرار ہے مثلاً کوئی شخص ایسے بچے کیلئے اقرار کرے جو ابھی حمل میں ہے تو امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی اس اقرار کو اپنے اصل پر محمول کرتے ہوئے مناسب سبب کو بیان کرنا ضروری نہیں قرار دیتے جبکہ شیخین رحمہما اللہ تعالٰی اس کو بیان کرنا ضروری قرار دیتے ہیں مثلاً وصیت یا وراثت میں سے کسی کو بیان کرے بخلاف دُودھ پینے والے بچے کے لئے اقرار ہو تو اس کے مناسب کوئی سبب نہ ہو تو بھی بیان کرنا ضروری نہیں، مثلاً اس کیلئے قرض یا اس کے لئے کل مال کی بیع کا اقرار کر دے، جیسا کہ الاشباہ اور تنویر وغیرہما میں ہے (ت)

(۱۰) بل لا دلالة للاقرار علی ان ملك المقر له المخبر عنه فی الاقرار کان مستفادا من المقر الاتری

بلکہ اقرار میں مقر لہ کی ملکیت پر دلالت ہی نہیں کہ مقر اس کی خبر دے رہا ہے آپ دیکھ رہے ہیں کہ مسلم اگرچہ شراب کا مالک نہیں ہوتا اس

Marfat.com

ان المسلم یصح اقرارہ بخمر کما فی الدرر والبحر والتنویر وغیرھا حتی یؤمر بتسلیمھا کما فی ش ولا یصح کونہ ملکا لھا کما فی الھدایۃ۔

کے باوجود اگر وہ کسی کے لئے شراب کا اقرار کرے جیسا کہ درر، بحر اور تنویر وغیرہا میں ہے کہ اس کا اقرار صحیح ہے، اور شامی میں ہے کہ اس کو ادائیگی کا حکم دیا جائے گا، مسلمان کے لئے شراب کی ملکیت کا صحیح نہ ہونا ہدایہ میں مذکور ہے۔ (ت)

(۱۱) ولو تنزلنا فانما یکفی تصور سبب ما ولیس علی احد تعیینہ بل لیس لاحد غیر المقر لان المجمل لا یبینہ الا من اجمل فظھر ان الاستدلال علی تمام الھبۃ المذکورۃ باقرارہ بالامانۃ لاتمام لہ اصلا۔

اور اگر تنزل کے طور پر یہ تسلیم بھی کرلیں تو صرف کسی سبب کا تصور ہی کافی ہوگا مقر کے علاوہ کسی کو بھی اس کی تعیین اور بیان کرنا لازم نہیں ہے کیونکہ مجمل کو صرف اجمال بولنے والا ہی بیان کرسکتا ہے تو واضح ہوگیا کہ ہبہ کے تمام ہونے پر اس کے اقرار بالامانت کو دلیل بنانا قطعاً درست نہیں ہے (ت)

(۱۲) اذا الامر کما وصفنا ان الاقرار لیس دلیلا انیاً علی تمام الھبۃ فلوکان دلیلا لکان لمیاً والاقرار اظھار لا اثبات فلو جعل اثباتا لدار ولا مناص۔

جب معاملہ وہ ہے جو ہم نے بیان کیا ہے تو پھر اقرار ہبہ کے تمام ہونے پر دلیل انّی نہ ہوگا اگر ہوگا تو دلیل لمّی ہوگا یعنی اقرار محض ثبوت نہیں بلکہ علّت کو بیان کرے گا حالانکہ اقرار محض اظہار ہوتا ہے اثبات نہیں بنتا، ہاں اگر اثبات قرار دیا جائے تو ناچار دَور لازم آئیگا۔ (ت)

رابعاً تخلیہ کی شرط ثالث سے مستفاد بلکہ حقیقۃً لفظ تخلیہ کا مفاد یہ ہے کہ تخلیہ کرنے والا اسے اپنے قبضہ سے خالی کردے کہ شے جب تک خود اس کے قبضہ میں ہے تخلیہ کہاں ہوا۔ ولہذا بحر الرائق نے تصور تخلیہ میں اس شئی کا زمین پر رکھا ہونا ماخوذ کیا، ولہذا اگر گھوڑا بیچا اور بائع اس کی باگ تھامے ہوئے مشتری سے کہہ رہا ہے کہ گھوڑے پر قبضہ کرمیں اس کی باگ تیرے ہی لئے تھامے ہوئے ہوں کہ بھاگ نہ جائے اور تو قابو میں کرلے اور مشتری پاس کھڑا ہے کہ قبضہ کرسکتا ہے مگر وہ اپنا ہاتھ نہ رکھنے پایا تھا کہ گھوڑا چھوٹ کر گم ہوگیا، بائع کے مال سے گیا کہ قبل قبض ہلاک ہوا تو باآنکہ مشتری قبضہ پر فی الحال قادر تھا اور بائع صاف حکم قبضہ کر رہا تھا

Marfat.com

مگر تخلیہ صحیح نہ ہُوا کہ گھوڑا دستِ بائع میں تھا،

فی البحر الرائق وان کان غلاما او جاریۃ فقال لہ المشتری تعال معی او امش فخطی معہ فھو قبض وکذا لو ارسلہ فی حاجتہ، وفی الثوب ان اخذہ بیدہ او خلی بینہ وبینہ وھو موضوع علی الارض فقال خلیت بینک وبینہ فاقبضہ فقال قبضتہ فھو قبض[1]، وفی الذخیرۃ ثم الھندیۃ ان کانت الرمکۃ فی ید البائع ولم تصل الیھا ید المشتری فقال البائع للمشتری قد خلیت بینھا وبینک فاقبضھا فانی انما امسکھا لک فانفلتت من ید البائع قبل ان یقبض المشتری وھو یقدر علی اخذھا من البائع وضبطھا کان الھلاک علی البائع[2] اھ (ملخصاً) ومثلہ فی الخانیۃ وتمام تحقیقہ فیما علقنا علی رد المحتار۔

بحرالرائق میں ہے اگر غلام یا لونڈی ہو اور مشتری اس کو اپنے ساتھ چلنے کو کہے اور وہ ساتھ چل پڑے تو مشتری قابض قرار پائے گا، اور یوں ہی اگر اس غلام کو مشتری نے اپنے کام کے لئے بھیج دیا، اور کپڑے کی صورت میں اگر مشتری کے ہاتھ میں دے دیا یا بائع نے اس کو اپنے اور مشتری کے درمیان زمین پر رکھ دیا اور کہا میں نے تیرے لئے تخلیہ کردیا ہے قبضہ کرلے، اور مشتری نے کہا میں نے قبضہ کرلیا، تو قبضہ ہوجائے گا، اور ذخیرہ پھر ہندیہ میں ہے کہ گھوڑی بائع کے قبضہ میں ہے اور مشتری کے ہاتھ سے دُور ہے اور بائع کہہ دے کہ میں نے تیرے لئے اس کو پکڑ رکھا ہے، میں نے تیرے اور اس کے درمیان تخلیہ کردیا پکڑلے تو قبل از قبضہ اس موقعہ پر اگر وہ گھوڑی بائع کے ہاتھ سے چھُوٹ کر بھاگ جائے تو اگرچہ مشتری بائع سے لے کر قابو کرنے پر قادر بھی تھا تو بھی نقصان بائع پر ہوگا اھ (ملخصاً)، یہ تمام بحث خانیہ میں ہے اور مکمل تحقیق ردالمحتار پر ہمارے حاشیہ میں ہے (ت)

اور بداہۃً ظاہر ہے کہ جو چیز اپنے صندوق میں رکھی ہے اور صندوق اپنی الماری میں ہے اور مالک نے آپ انھیں کھولا اور صندوق بدستور الماری میں رکھا ہے اور وہ خود انھیں کھولے ہوئے بیٹھا ہے تو قطعاً اُسی کا قبضہ ہے، پھر تخلیہ کہاں متحقق ہوا کہ روپیہ اصل قبضہ مالک سے ایک وقت بھی خالی نہ ہوا بخلاف اس کے کہ صندوق کھول کر صندوق ہندہ کے ہاتھ میں دے دیتا کما فی

---

[1] بحرالرائق کتاب البیع فصل یدخل البناء والمفاتیح الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۳۰۸
[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب البیوع الباب الرابع الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۱۸

Marfat.com

المحیط السرخسی والتنویر والہندیۃ وغیرھا (جیسا کہ محیط سرخسی، تنویر اور ہندیہ وغیرہ میں ہے۔ت)
کہ اب صندوق و ما فیہ پر زید کا قبضہ نہ رہتا اور کھلے ہونے کے سبب ہندہ کو قبضہ زر پر فی الحال تمکن ہوتا مگر یہاں ایسا نہ ہُوا تو تخلیہ نہ ہوا تو قبضہ حقیقی یا حکمی اصلاً نہ ہوا تو ہبہ تمام نہ ہوا، اور قبل قبضہ موت واہب سے ہبہ باطل محض ہوگیا،

فی الدرالمختار من موانع الرجوع والمیم موت احد المتعاقدین بعد التسلیم فلو قبلہ بطل[1]

درمختار میں رجوع کے موانع کی بحث میں ہے میم سے مراد کسی فریق کا قبضہ دینے کے بعد فوت ہونا ہے اور قبضہ سے قبل ہو تو ہبہ باطل ہے۔ (ت)

اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ زید جبکہ حسب تحریر سوال عالم و عارف باحکام فقہیہ تھا تو اس کا علم ہی بتا رہا ہے کہ اسے تکمیلِ ہبہ منظور نہ تھی، وُہ جانتا تھا کہ ہبہ بے قبضہ تمام نہیں ہوسکتا اور قبضہ ایک آن کو نہ دیا، حسب تصریح سوال وقتِ نکاح سے ہی اس روپے کو اپنی گرہ اپنے صندوق اپنی الماری میں محبوس رکھا وہ جانتا تھا کہ اگر میں ہندہ کا قبضہ حقیقی نہیں کراتا تو کم از کم تخلیہ تو ضرور ہے اور وُہ یونہی ہوگا کہ میں روپیہ صندوق سے نکال کر ہندہ کے نہایت قریب زمین پر رکھ کر اسے حکم قبضہ دُوں مگر اس نے کبھی روپے کو ہوا نہ دی، صندوق میں سے روپیہ درکنار الماری میں سے صندوق بھی نہ نکالا، یہ تو سو بار کہا کہ یہ روپیہ تیرا ہے تیری امانت ہے، اور یہ ایک بار بھی نہ کہا کہ میں تخلیہ کرتا ہوں تو قبضہ کرلے، تو بحال علم و فقاہت شرائط لازمہ متحقق نہ ہونے دینا صریح دلیل ہے کہ وہ قصداً تکمیل ہبہ سے باز رہا،

فما ذکر من ان کونہ عالماً فاضلاً یقتضی کونہ باذلاً لاھازلا یعارضہ صریحاً ان علمہ ذالک ھو القاضی بکونہ عاضلا مع ان الاول لیس الاتحسین ظن بتخمین وھذا علی تقدیر معرفتہ باحکام مثبت امتناعہ بیقین۔

اس کا یہ کہنا کہ وہ عالم فاضل ہے اس لئے اس کا یہ عمل دینے کے لئے ہوگا مذاق نہ ہوگا، اس کو صریح معارض ہے کہ عالم فاضل ہونے کے باوجود اس کا یہ عمل فیصلہ کرتا ہے کہ اس نے قصداً تکمیلِ ہبہ نہ کی، حالانکہ پہلا احتمال (دینے کا ارادہ) صرف اندازے کی بنا پر حُسنِ ظن کا اظہار ہے جبکہ اس کا معارض، احکام سے واقف ہونے کی تقدیر پر ہبہ نہ دینے کا یقینی ثبوت ہے۔ (ت)

اور اس پر دوسری روشن دلیل اس کا بارہا رونا اور خوف ضیاع بیان کرنا ہے، عاقل جس چیز سے

---

[1] درمختار کتاب الھبۃ باب الرجوع فی الھبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۱

Marfat.com

ڈرتا ہے اس سے پرہیز کرتا ہے نہ کہ اس پر مُصر رہے، ہندہ نے اس سے کس دن کہا تھا کہ میرا روپیہ آپ امانت رکھیں اور کہا بھی تھا تو یہ اس کی تسلیم پر مجبور کیوں ہُوا اور مجبور بھی تھا تو ہندہ کو ایک لمحہ کے لئے قبضہ دلا کر پھر اپنے پاس امانت رکھ لینا کیا دشوار تھا مگر اس نے کبھی قبضہ نہ دیا تو یقیناً وہ کسی طرح قبضہ دینا نہ چاہتا تھا اور اس پر کوئی ایسا اندیشہ رکھتا تھا جو اس خوف امانت پر غالب تھا جس سے بچنے کو وہ اندیشہ گوارا کیا خواہ وُہ خوف یہ ہو کہ ہندہ پھر واپس نہ دے گی اور وُہ یا اس کا شوہر روپیہ ضائع کر دیں گے، بیجا خرچ کر ڈالیں گے خواہ کوئی اور وجہ ہو، بہرحال قبضہ دینے سے امتناع واضح ہے۔ پھر تمامی ہبہ کیا معنی،

تیسری اور واضح دلیل یہ ہے کہ اگر وُہ واقعی جانتا کہ اس روپیہ پر ہندہ کی ملک تام ہو چکی ہے اور میرے پاس امانتاً ہے پھر اپنے پاس رہنے میں اندیشہ مواخذہ تھا جسے خیال کر کے رویا کرتا تو قطعاً ہندہ کا روپیہ ہندہ کے حوالے کرتا کہ عالم تو عالم ہر عاقل کو اپنے دین کی احتیاط پرائے مال کی احتیاط پر غالب ہوتی ہے، اپنی آخرت کا مواخذہ پرائی دنیا کے نقصان سے زیادہ گراں ہوتا ہے تو صاف ثابت ہے تو کسی مصلحت خاصہ کے باعث جسے وہ خود ہی خوب جانتا ہوگا، اس کا اظہار ہبہ محض نمائش و دل دہی ہندہ کے لئے تھا، یہ کلام بضرورت جواب مذکور ہوا اور نہ شرعاً جب کسی عقد کی ناتمامی ثابت ہو تو حال عاقد پر مجرد حسن ظن باعث تبدیل احکام نہیں ہو سکتا، ہمارے نزدیک الزامات مذکورہ سے یہ آسان ہے کہ یہاں بعض احکام سے زید کا ذہول مان لیجئے کہ یہ چنداں دشوار نہیں وُہ اپنے گمان میں یہی جانتا تھا کہ صرف فتح صندوق سے تخلیہ ہو لیا اور ہبہ تمام ہو گیا، جیسا کہ اُس کے بعد بعض ذی علم مجیبوں کو عارض ہوا مگر وہ گمان خلافِ تحقیق تھا تو حجت نہ رہا اذ لاعبرۃ بالظن البین خطؤہ (ایسے گمان کا اعتبار نہیں جس کا خطا ہونا واضح ہو۔ ت)

بالجملہ ہبہ مذکورہ محض باطل ہے البتہ زید کا اقرار بار بار حاصل ہے مگر اقرار مفید ملک نہیں، و لہٰذا اگر مقر غلط اقرار کرے مقرلہ کو شئی مقر بہ لینا حرام ہے، و لہٰذا اگر محض بر بنائے اقرار دعوٰی ملک کرے قضاءً بھی مردود و ناکام ہے، اور یہاں جبکہ فریقین متفق ہیں کہ مالک زر زید ہی تھا اور ہندہ کی طرف انتقال ملک کا کوئی سبب سوا اس ہبہ باطلہ کے نہ ہوا تو یقیناً وہ اقرار باطل تھا اور اقرار باطل کچھ اثر نہیں رکھتا، تو اب نہ ہبہ رہا نہ اقرار، اور روپیہ ملک ہندہ سے برکنار،

فی تنویر الابصار لاتسمع دعواہ علیہ بشیئ بناء علی الاقرار[1]، فی الدر المختار حتی لو اقر کاذباً لم یحل لہ لان الاقرار

تنویر الابصار میں ہے کسی کے اقرار کی بناء پر اس پر کچھ بھی دعوٰی قابل سماعت نہ ہوگا، درمختار میں ہے حتی کہ اگر جھوٹا اقرار کرے تو مقرلہ کو اس سے

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الاقرار مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۳۰

Marfat.com

ليس سببا للملك نعم لو سلمه برضاه
كان ابتداء هبة وهو الاوجه
بزازية[1] اھ، وفي الاشباه
اقر بالطلاق بناء على ما افتى به
المفتي ثم تبين عدم الوقوع فانه
لايقع كما في جامع الفصولين
والقنية[2] اھ، وفيها ايضًا الاقرار
بشئ محال باطل وعلى هذا
افتيت ببطلان اقرار انسان
بقدر من السهام لوارث
وهو زائد من الفريضة
الشرعية لكونه محالا شرعا
مثلا مات عن ابن و بنت
فاقر الابن ان التركة
بينهما نصفان[3] اھ باختصار،
وفي غمز العيون يؤخذ
من هذا ان الرجل
اذا اقر لزوجته بنفقة
مدة ماضية هي فيها
ناشزة او من غير سبق
قضاء او ارضاء وهي معترفة بذلك

لینا جائز نہیں کیونکہ اقرار ملکیت کا سبب نہیں ہے
ہاں اگر مقر اپنی رضامندی پر دے دے تو یہ دینا
ابتداءً ہبہ قرار دیا جائے گا اور یہی زیادہ مناسب
ہے، بزازیہ، اھ۔ الاشباہ میں ہے کسی مفتی
کے فتوٰی کی بناء پر خاوند نے طلاق کا اقرار کیا
پھر معلوم ہوا کہ اس فتوٰی کی وجہ سے طلاق
نہ ہوئی ہے تو اقرار سے طلاق نہ واقع ہو گی،
جیسا کہ جامع الفصولین اور قنیہ میں ہے، اھ،
اور اس میں یہ بھی ہے کہ کسی محال چیز کا اقرار کیا
تو باطل ہوگا، اسی وجہ سے میں نے فتوٰی دیا
کہ اگر کوئی شخص دوسرے وارث کیلئے وراثت کے
حصہ کا اقرار کرے اور وہ حصہ شرعی حصہ سے زائد
ہو تو ایسا اقرار باطل ہوگا کیونکہ یہ زائد شرعاً
محال ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص
بیٹا اور بیٹی وارث چھوڑ کر فوت ہوا اور بیٹے نے
یہ اقرار کیا کہ ترکہ ہم دونوں بہن بھائی میں نصف
نصف ہے اھ مختصراً۔ اور غمز العیون میں ہے
اس سے یہ ماخوذ ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کیلئے
گزشتہ اس کے نافرمانی کے دور کے نفقہ یا
ایسے گزشتہ وقت کے نفقہ جس کا قاضی نے
فیصلہ نہیں کیا اور نہ ہی دینے پر راضی تھا، اقرار کیا

---

[1] درمختار — کتاب الاقرار — مجتبائی دہلی — ٢/١٣٠
[2] الاشباہ والنظائر — الفن الثانی — کتاب الاقرار — ادارۃ القرآن کراچی — ٢/٢١
[3] " " " " " " — ٢/٢٥

Marfat.com

فاقرارہ باطل لکونہ محالاً شرعًا[1] الخ

اقول وھو ماخوذ عن العلامۃ شیخ الاسلام ابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الغزی کما رأیتہ منقولا عنہ فی حاشیۃ الاشباہ للعلامۃ السید الشریف محمد بن محمد الحسینی افندی الشھیر بزیرک زادہ من رجال القرن العاشر قال وقد افتیت اخذا من قول العلامۃ الغزی بان اقرار ام الولد لمولاھا بدین لزمھا لہ بطریق شرعی باطل وان کتب بہ وثیقۃ لعدم تصور دین للمولی علی ام ولدہ اذ الملک لہ فیہ کامل والمملوک لایکون علیہ دین لمالکہ واللہ تعالٰی اعلم[2] اھ وھو المراد ھٰھنا بقول الحموی قال بعض الفضلاء وقد افتیت اخذا من ذلک بان اقرار ام الولد[3] الی اٰخر ما قدمنا۔

اور بیوی بھی گزشتہ ایسے نفقہ کی معترف ہو کہ واقعی نافرمانی یا بلافیصلہ قاضی یہ نفقہ ہے تو خاوند کا یہ اقرار باطل ہوگا کیونکہ ایسا نفقہ شرعًا محال ہے الخ

اقول (میں کہتا ہوں) یہ شیخ الاسلام علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الغزی سے ماخوذ ہے جیسا کہ میں نے علامہ سید شریف محمد بن محمد الحسینی افندی المعروف زیرک زادہ جو کہ دسویں صدی کے عالم ہیں کے حاشیہ الاشباہ میں دیکھا انھوں نے فرمایا کہ میں نے علامہ غزی کے قول سے اخذ کرتے ہُوئے یہ فتوٰی دیا کہ جب ام الولد اپنے مالک کے حق میں اقرار کرے کہ میرے ذمہ شرعی حق کے طور پر اس کا قرض ہے تو یہ اقرار باطل ہے اگرچہ مالک نے وثیقہ بھی لکھ رکھا ہو کیونکہ ام الولد پر مالک کے قرض کا تصور نہیں ہوسکتا اس لئے کہ ام الولد پر مالک کی مکمل ملکیت ہے جبکہ مملوک پر اپنے مالک کا دین نہیں ہوسکتا واللہ تعالٰی اعلم اھ، اور اس مقام پر حموی کے قول کہ "بعض فضلاء نے فرمایا کہ میں نے اس سے اخذ کرتے ہُوئے یہ فتوٰی دیا کہ ام الولد کا مالک کے حق میں قرض کا اقرار باطل ہے" سے حوالہ مذکورہ مراد ہے۔ (ت)

الحمد للہ ایضاحِ مسئلہ کے لئے اسی قدر کافی ہے باقی تخلیہ کی تحقیق تعریف وتنقیح شرائط و

---

[1] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الاقرار ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۲۵

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ بحوالہ لبعض الفضلاء ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/ ۲۵

[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍

Marfat.com

ابانت مرام وازاحت اوہام وتفصیل فروع وجزئیات وتمیز المرجوح والرجیح من الروایات فقیر غفرلہ المولی القدیر کے حواشی متعلقہ ردالمحتار میں ہے وباللہ التوفیق والحمدللہ رب العلمین و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا و مولٰنا محمد و اٰلہ وصحبہ اجمعین (اٰمین) واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۵ مرسلہ جناب قاضی فرزند صاحب رئیس گیا ۱۵ رجب المرجب ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسماۃ صاحب جائداد کثیر بیمار ہوئی کہ اُن کو اور اُن کے شوہر ثانی کو مایوسی ہوگئی اور تمام اطباء ڈاکٹروں نے جو معالج تھے بالاتفاق کہا کہ مرض مہلک ہے اس سے نجات مشکل ہے، حالت یہ تھی کہ اکثر وُہ مریضہ غشی میں رہتی تھی اور اٹھنا بیٹھنا بغیر اعانتِ غیر کے نہیں ہوسکتا تھا اور کھانا پینا معمولی موقوف ہوگیا تھا، یہی حالت بلکہ اس سے زیادہ ردی آخر موت تک رہی، شوہر ثانی نے شوہر اوّل کی اولاد کی حق تلفی کی غرض سے اپنے نابالغ بیٹے کے نام مسماۃ سے اُسی مرض میں جائداد کا کثیر حصہ جس کی لاکھوں روپیہ قیمت ہوتی ہے بعوض ایک جلد قرآن شریف اور انگشتری طلائی کے ہبہ نامہ بالعوض لکھوادیا اور اس وثیقہ کے استحکام کے واسطے شوہر اول کی اولاد میں سے صرف ایک لڑکے اور ایک لڑکی کو بھی بقیہ جائداد میں کچھ حصہ بعوض ایک دلائل الخیرات اور ایک پنجسورہ شریف کے مسماۃ سے اسی مرض مذکور میں ہبہ بالعوض لکھوادیا اور بقیہ تین لڑکیاں اولاد شوہر اوّل کو محروم کردیا، اب مسماۃ نے اسی مرض مذکورہ میں تقریباً ایک مہینہ کے اندر تکمیل وثائق کے انتقال کیا، اب یہ تینوں لڑکیاں آپ حضرات کی خدمت میں نہایت ادب سے عرض والتجا کرتی ہیں کہ کیا ایسی کوئی صورت مطابق شرع شریف کے نکل سکتی ہے کہ ہم لوگ اپنے حق کو پہنچیں اور صورت وحیلہ مردود و باطل ہوجائے، اس کا جواب شافی بحوالہ کتب وعبارات لکھا جائے، اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو اجرِ عظیم عطا فرمائے گا، مسماۃ مرحومہ مرض مذکور میں اندازاً تین چار مہینہ مبتلا رہی اور کارروائی مذکورہ بالا کے ایک مہینہ کے بعد انتقال کرگئی فقط۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں اُس ہبہ بالعوض کی کارروائی مطلقاً باطل و مردود ہے، وہ تمام جائداد جس قدر ایک لڑکے کے نام ہبہ بالعوض کی اور جو شوہر اول کے دو بچوں کے نام لکھنے سے باقی رہی وہ تمام وکمال ترکہ مسماۃ ہے اور حسب فرائض اللہ اس کی سب اولاد پر جو دونوں شوہروں سے ہے بعد

Marfat.com

اخراج چہارم کے کہ حصہ زوج ثانی ہے للذکر مثل حظ الانثیین[1] (لڑکوں کے واسطے لڑکیوں سے دُگنا ہے۔ ت) تقسیم ہوگی، مسمّاۃ کی صورت مرض کہ سوال میں مذکور ہوئی باتفاق علماء مرض الموت ہے کہ روز بروز خوفِ ہلاک غالب بھی تھا اور نشست و برخاست سے معذور بھی تھی اور ایک سال مرض ممتد بھی نہ رہا اور اسی میں موت عارض ہوئی، تو یہ ہبہ مرض الموت میں تھا اور اپنی اولاد کے نام تھا اور ہبہ بالعوض ابتداءً وانتہاءً ہر طرح بیع ہے اور بیع کہ مرض الموت میں وارث کے ہاتھ ہو اگرچہ برابر قیمت پر ہو بے اجازت دیگر ورثہ باطل ومردود ہے نہ کہ ایسی بیع لاکھوں روپے کا مال آٹھ دس روپے کو۔ یہ تو بالاجماع باطل ہے، درمختار میں ہے:

من غالب حاله الهلاك بمرض او غيره بان اضناه مرض عجزبه عن اقامة مصالحه خارج البيت هو الاصح كعجز الفقيه عن الاتيان الى المسجد وعجز السوقى عن الاتيان الى دكانه، وفى حقها ان تعجز من مصالحها داخله كما فى البزازية، ومفاده انها لو قدرت على نحو الطبخ دون صعود السطح لم تكن مريضة قال فى النهر وهو الظاهر قلت وفى اٰخر وصايا المجتبى المرض المعتبر المضنئ المبيح لصلٰوته قاعدا والمقعد والمفلوج والمسلول اذا تطاول ولم يقعده فى الفراش كالصحيح ثم رمز "شح" حد

جس شخص کا غالب حال یہ ہو کہ وہ مرض وغیرہ سے ہلاک ہوجائے گا یُوں کہ وہ مرض سے اتنا لاغر ہوگیا کہ گھر سے باہر اپنے ضروری امور کو بجا نہیں لاسکتا، مرض الموت کے حال کا یہ صحیح بیان ہے، مثلاً کوئی عالم فقیہ مسجد میں جانے سے عاجز ہوجائے یا دکاندار اپنی دکان پر جانے سے عاجز ہوجائے اور عورت گھر میں داخلی ضروریات سے عاجز ہوجائے، جیسا کہ بزازیہ میں ہے، عورت کے عجز کا معیار یہ ہو کہ اگر کھانا پکانے پر قادر ہو اور چھت پر جانے کی قدرت نہ ہو تو مریضہ شمار نہ ہوگی۔ نہر میں فرمایا یہی ظاہر ہے۔ میں کہتا ہوں المجتبٰی کے وصایا کے آخر میں ہے کمزور کردینے والا مرض جس میں کھڑے ہوکر نماز نہ پڑھ سکے، جُڑا ہوا، مفلوج اور سِل والا لمبی مہلت پالے اور بستر میں پابند نہ ہوجائے تو اس کو صحت مند جیسا شمار کیا جائیگا" پھر انھوں نے "شح" کی رمز سے فرمایا لمبی مہلت

---

[1] القرآن الکریم ۴/۱۱

Marfat.com

التطاول سنۃ انتھی وفی القنیۃ المفلوج والمسلول والمقعد مادام یزداد کالمریض[1] اھ وفیه امالوقال وھبتك بکذا فھوبیع ابتداءً وانتھاءً[2] اھ وفیه وقف بیع المریض لوارثه علٰی اجازۃ الباقی (ولوبمثل القیمۃ[3]) اھ مزیدامن ردالمحتار۔

کی حد ایک سال ہے، اور قنیہ میں ہے مفلوج، سل زدہ اور رجڑا ہوا اگر ان کا مرض بڑھ رہا ہو تو مریض کی طرح شمار ہونگے اھ، اور اسی میں ہے اگر مریض کہے میں نے تجھے فلاں کے بدلہ میں ہبہ کیا، تو یہ اول آخر بیع قرار پائے گی اھ، اور اسی میں ہے مریض کا اپنے وارث کو کوئی چیز فروخت کرنا باقی ورثاء کی اجازت پر موقوف ہوگا (اگرچہ مثلی قیمت پر فروخت کیا ہو اھ) یہ ردالمحتار کا اضافہ ہے۔ (ت)

خانیہ وعالمگیریہ میں ہے:

اذاباع المریض فی مرض الموت من وارثه عینا من اعیان ماله ان صح جاز بیعه وان مات من ذٰلك المرض ولم تجز الورثۃ بطل البیع[4] اھ، واللہ تعالٰی اعلم۔

جب کوئی چیز اپنی مرض الموت میں اپنے وارث کو فروخت کرے پھر تندرست ہوگیا تو بیع صحیح ہوگی اور اسی مرض میں فوت ہوجائے اور باقی ورثاء جائز نہ کریں تو بیع باطل ہوگی اھ، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۹۶: از ریاست رامپور محلہ کوچہ قاضی مرسلہ سید ولایت حسین وکیل ۳ شعبان المعظم ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک جائداد بدست عمرو بقیمت دو ہزار روپے کے بیع کرکے بیعنامہ میں یہ لکھ دیا کہ سات سو روپے میں نے وصول پائے اور تیرہ سو روپے منجملہ اس کے مشتری کو معاف کردئے، تو یہ صورت ہبہ زرِ ثمن کی ہے یا نہیں؟ اور زید بائع کو حقِ رجوع عن الہبہ شرعاً حاصل ہے یا نہیں؟

---

[1] درمختار کتاب الطلاق باب طلاق المریض مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲۵
[2] درمختار کتاب الہبۃ باب الرجوع فی الہبۃ مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۴
[3] درمختار کتاب البیوع فصل فی الفضولی 〃 ۲/ ۳۲
ردالمحتار 〃 〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۳۹
[4] فتاوٰی ہندیۃ 〃 الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۱۵۴

Marfat.com

الجواب

اگر بیع واقع ہونے کے بعد بیعنامہ میں تیرہ سو کی معافی لکھی تو یہ صورت ہبۂ ثمن کی نہیں بلکہ ابراء کی ہے، اور ابراء میں شرعاً حقِ رجوع نہیں، اشباہ میں ہے:

ما افترق فیه الھبة والابراء له الرجوع فیھا عند عدم المانع بخلافه مطلقا۔[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہبہ اور ابراء میں فرق یہ ہے کہ ہبہ میں مانع نہ ہونے کی صورت میں رجوع (واپس لینا) جائز ہے، ابراء اس کے خلاف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۹۷ از دیوبند ضلع سہارنپور محلہ مسجد کمال مرسلہ قاسم حسین صاحب تحصیلدار

۱۵ محرم شریف ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک جائداد اپنے دو لڑکوں نابالغ کے نام خرید کی، بروقت خریداری جائداد کے جس کے نام جائداد خرید کی گئی اور ایک لڑکی موجود تھی سوائے اولاد مذکورۃ الصدر کے اس وقت اور کوئی اولاد نہیں تھی بعد ازاں زید مذکور کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی اور پیدا ہوئی، اب جائداد سے وہ لڑکی جو اس وقت بوقت خرید کے موجود تھی اور وہ لڑکا اور لڑکی جو بعد خرید پیدا ہوئے شرعاً حصہ پانے کے مستحق ہیں یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں وہ دونوں نابالغ جن کے نام ان کے باپ نے جائداد خریدی اُس جائداد کے مالک مستقل ہوگئے، جو لڑکی اس وقت موجود تھی یا جو لڑکا لڑکی بعد کو پیدا ہوئے اُن کا اس میں کچھ حق نہیں کہ اگر اصل ایجاب وقبول بیع انھیں لڑکوں کے نام ہُوا جب تو ظاہر ہے کہ جائداد بائع نے ان لڑکوں کے ہاتھ بیع کی اگرچہ زرِ ثمن ان کی طرف سے باپ نے ادا کیا جو اس کا تبرع و احسان ہوا جس کا معاوضہ نہ وہ لے سکتا ہے نہ اس کے دیگر ورثہ، اور باپ کو اپنے نابالغ بچوں کے نام ایسی خریداری کا مطلقاً اختیار ہے۔

فلا ینفذ الشراء علیه حتی یجعل واھبا کالام اذا اشترت بما لھا لولدھا الصغیر

باپ پر خریداری عائد نہ ہو بلکہ بچے کو ہبہ کرنے والا ہوگا جیسا کہ ماں اگر نابالغ کے لئے اپنے مال سے

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثالث ادارۃ القرآن کراچی ۲/۲۴۸

Marfat.com

تصیر مشریۃ لنفسہا واھبۃ من ولدھا لعدم ولایتہا کما من العقود الدریۃ[1] وغیرھا۔

کوئی چیز خریدے اور اقرار کرے میں نے اپنے مال سے خریدی ہے تو خریداری ماں کی ہوگی، اور نابالغ کے لئے وہ چیز ہبہ قرار پائے گی کیونکہ ماں نابالغ بچّے کے لئے خریداری کی ولایت نہیں ہے جیسا کہ عقود الدریہ وغیرہ میں ہے۔ (ت)

اور اگر اصل خریداری میں لڑکوں کا نام نہ تھا اگرچہ بعد کو بیعنامہ میں ان کا نام لکھا دیا تو ابتداءً مالکِ جائداد زید ہوا، پھر بیٹوں کے نام بیعنامہ لکھانا ان کے انکے[ع] سے ہبہ ہوا اور باپ جو اپنے نابالغ بچہ کے نام ہبہ کرے وُہ ہبہ کرتے ہی تام ولازم ہوجاتا ہے نہ قبول نابالغ کی حاجت نہ دو کے نام بلاتقسیم ہبہ ہونا مضر کہ قبضہ والد یعنی خود واہب کا کافی و کامل بلاشیوع ہے۔ درمختار میں ہے:

وھب اثنان دارا لواحد صح لعدم الشیوع وبعکسہ لکبیرین لاعندہ للشیوع فیما یحتمل القسمۃ۔[2]

دو افراد نے ایک شخص کو مکان کا ہبہ کیا تو جائز ہے کیونکہ اس میں شیوع نہیں ہے اور عکس کی صورت میں کہ ایک شخص دو بالغ افراد کو ایک مکان دے تو جائز نہیں امام صاحب رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک، کیونکہ اس صورت میں شیوع ہے قابلِ تقسیم ہونے کی وجہ سے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

افاد انہا للصغیرین تصح لعدم المرجح لسبق قبض احدھما وحیث اتحد ولیہما فلاشیوع فی قبضہ ویؤیدہ قول الخانیۃ[3] الخ واللہ تعالٰی اعلم۔

عکس والی صورت سے ظاہر ہُوا کہ دو نابالغوں کو دے تو صحیح ہوگا کیونکہ دونوں میں سے کسی کو سبقت میں ترجیح نہ ہوئی اور ان کے لئے ایک ولی قبضہ کرے گا تو قبضہ تقسیم نہ ہوگا اور شیوع نہ ہوا۔ اور خانیہ کا قول اس کی تائید کرتا ہے الخ، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

ع فی الاصل ھکذا، لعل الصواب "نام"۔

---

[1] العقود الدریۃ باب الوصی ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۳۳۷
[2] درمختار کتاب الہبۃ مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۱
[3] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۵۱۴

Marfat.com

مسئلہ ۹۸ تا ۱۰۲ از ریاست جاورہ مکان ہیڈماسٹر مرسلہ صاحبزادہ محمد صالح خاں ولد محمد یونس خاں
۲۳ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین:

(۱) محمد یوسف خاں صاحب کو وظیفہ رئیسِ جاورہ سے ماہ بماہ ملتا تھا اس تنخواہ کو تقسیم کرکے جملہ وارثوں کے نام ہبہ کردئے اور ایک ہبہ نامہ لکھ دیا اور تاحیات واہب مذکور تنخواہ پر قابض ومتصرف رہے اور جملہ موہوب لہم اور زوجگان کو اپنے شامل رکھا، تنخواہ کا قبضہ کسی وارث کو نہیں کرایا تو ایسے قسم کا ہبہ نامہ بموجب کتاب ردالمحتار صفحہ ورق ۴۹۳ و ۴۹۴ کے بموجب ہبہ جائز ہے یا ناجائز ہے؟

(۲) اسی قدر واہب نے حویلیاں زوجگان کو ہبہ کیں اور ہبہ نامہ میں قبضہ کا لفظ یا منعقد[ع] جلسہ ہبہ کے وقت جملہ وارثوں موہوب لہم سے ایجاب قبول نہیں کرایا اور نہ آپ واہب اس وقت اس سے دستبردار ہوا اور شاملِ موہوب لہم رہا، ایسے قسم کا ہبہ و ہبہ نامہ بموجب درمختار بغیر قبضہ دئے ہوئے عندالشرع جائز ہے یا نہیں؟

(۳) ہبہ نامہ دستاویز واہب خود نے ایک وصیت نامہ بھی مندرج کیا، جب تین جز فرضی اور یہ فرض شامل مندرجہ ہبہ نامہ ہوئے ایسے قسم کا ہبہ نامہ جائز ہے یا ناجائز؟

(۴) تنخواہ جو تھی یہ قسم فرائض سے نہیں ہے ملک غیر کا ہبہ کرادینا اور اس یہ فرائض تین چیزوں کو ملاکر ہبہ کردینا واہب کا سات دو قسموں میں، پس ایسی قسم کا ہبہ و ہبہ نامہ عندالشرع جائز ہے یا ناجائز؟

(۵) کوئی شخص کسی شخص کو اپنی چیز ہبہ کردے اور اس موہوب لہ کو خبر بھی نہ ہو بغیر اس کی رضا و بغیر اس کی اجازت کے، اور نہ اس کو عوض دیا ہو، اس موہوب لہ کو چیز ہبہ کی ہوئی کو دوسروں کو ہبہ کردے ایسی قسم کا ہبہ جائز ہے اور دستاویز واہب جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

(۱) تنخواہِ آئندہ کا ہبہ باطل ہے۔ فتاوٰی خیریہ میں ہے:

وبھذا علم عدم صحۃ ھبۃ ماسیحصل من محصول القریتین بالاولی لان الواھب نفسہ لم یقبضہ بعد فکیف یملکہ

اس سے معلوم ہوا کہ جو دو قریوں سے حاصل شدہ ہو اس کا بطریق اولٰی ہبہ صحیح نہ ہوگا کیونکہ ابھی واہب نے خود قبضہ نہیں کیا تو وہ دوسرے کو کیسے

ع سوال کا یہ فقرہ ناتمام ہے ہبہ نامہ میں ذکرِ قبضہ لازم نہیں ۱۲ فقیر احمد رضا خاں قادری غفرلہ

Marfat.com

وھذا ظاھر[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔ مالک بنائے گا، یہ ظاہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(۲) جملہ وارثوں سے ایجاب قبول کرانا کچھ ضرور نہیں، ہاں واہب کا اپنا قبضہ تمام وکمال اٹھاکر موہوب لہ کا قبضہ کرادینا ضرور ہے اگر ذرا دیر کو بھی تاحیات ایسا نہ کیا ہبہ موت واہب قبل قبضہ زوجات سے باطل ہوگیا۔ اشباہ ودرمختار میں ہے:

ھبۃ المشغول لاتجوز الا اذا وھب الاب لطفلہ[2] دوسرے کے حق میں مشغول چیز کا ہبہ جائز نہیں الّا یہ کہ والد اپنے نابالغ بچے کو ہبہ کرے تو جائز ہے۔ (ت)

مگر یہ ہبہ اگر دین مہر کے عوض کیا ہے تو صحیح ہوگیا اور قبضہ کی حاجت نہیں کہ ہبہ بالعوض بیع ہے۔ درمختار میں ہے:

لوقال وھبتك بکذا فھو بیع ابتداءً و انتھاءً[3] واللہ تعالیٰ اعلم۔ اگر یوں کہا میں نے تجھے فلاں چیز کے بدلے ہبہ کیا تو یہ اول آخر بیع ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(۳) ہبہ نامہ میں وصیت نامہ شامل کرنے سے ہبہ باطل نہیں ہوتا، سوال بہت گول و مہمل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) تنخواہ کا جواب اوپر گزرچکا کہ وہ ہبہ نہیں ہوسکتی نہ ملک غیر کا ہبہ کرنا نافذ ہو جب تک وہ اسے جائز نہ کردے، مگر ایسی اشیاء کے ساتھ اپنی ملک خاص کا ہبہ کردینا ملک خاص کے ہبہ کو ضرر نہ دے گا جبکہ وہ چیز جدا ومنقسم ہو اس غیر ملک کے ساتھ مخلوط ومشاع نہ ہو،

لان الھبۃ لاتفسد بالشرائط الفاسدۃ بخلاف البیع۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ کیونکہ ہبہ فاسد شرط سے فاسد نہیں ہوتا بخلاف بیع کے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(۵) جو چیز کسی کو ہبہ کردی اور قبضہ دے دیا اور ہبہ تمام ہوگیا وہ شے موہوب لہ کی ملک ہوگئی، اب جو اس دوسرے شخص کو ہبہ کرتا ہے یہ پہلے ہبہ سے رجوع ہے اگر موانع رجوع سے کوئی شئی پائی جاتی ہو مثلاً جسے ہبہ کیا وہ اپنی زوجہ یا اپنا عزیز محرم مثل پسر یا برادر وغیرہ ہے جب تو ظاہر ہے کہ اسے رجوع کا کچھ اختیار نہیں، وہ ہبہ اسی موہوب لہ کی اجازت پر موقوف رہے گا،

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الہبہ دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۱۱۱
[2] درمختار بحوالہ الاشباہ " مجتبائی دہلی ۲/ ۱۵۹
[3] درمختار " باب الرجوع فی الہبہ " ۲/ ۱۶۴

Marfat.com

اگر جائز کر دے گا جائز ہو جائے گا، رَد کر دے گا باطل ہو جائے گا، اور اگر موانع رجوع نہ ہوں جب بھی رجوع کا خود بخود اختیار نہیں ہوتا بلکہ یا تو موہوب لہ کی مرضی سے ہبہ واپس کرلے یا نالش کرکے بحکم حاکم رجوع کرے، اس کے بعد دوسرے کو ہبہ کرسکتا ہے، بغیر اس کے وہی ملک غیر کا ہبہ ہے، درمختار میں ہے :

لایصح الرجوع الا بتراضیهما او بحکم الحاکم۔[1]

دونوں فریقوں کی باہمی رضامندی یا حکمِ حاکم کے بغیر رجوع صحیح نہیں ہے۔ (ت)

عالمگیریہ میں ہے :

لاتجوز هبة مال الغیر بغیر اذنه۔[2]

غیر کے مال کا ہبہ اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۳: از مقام کبیر کلاں ڈاکخانہ خاص علاقہ ڈبائی ضلع بلند شہر مرسلہ عطاء اللہ ٹھیکیدار ۲۸ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ والد نے اپنے فرزند کو اپنے گھر سے نکالا اور کچھ حقیت اپنے فرزند کے نہیں رکھی، فرزند بحکم اپنے والد کے گھر سے نکل کر اجنبی مکان میں سکونت پذیر ہوا، بعد اس کے ان کے والد مقروض ہوئے اور اپنے اسی فرزند سے کہا کہ تم میرا قرضہ ادا کر دو اور میں اس کے عوض میں ایک قطعۂ زمین واسطے مکان کے تمہارے نام لکھتا ہوں، چنانچہ ولد نے اپنے والد کا قرضہ ادا کرکے اُس زمین کی رجسٹری کرالی، اب اس کے والد نے مکان کے واپس لینے کی درخواست عدالت میں دی ہے کہ میں نے اپنے فرزند کو مکان عاریتاً دیا تھا اور ملکیت کے طور پر نہیں دیا تھا، اگر والد اپنا مکان واپس کرالیں تو ولد کو بحکم شرع مجاز ہے کہ اپنے والد سے ثمن واپس لیں یا نہیں، یا اس قاعدہ میں ہوگا کہ والد فرزند کے مال کا مالک ہے۔

الجواب

اگر وہ مکان اس شخص نے اپنے ولد کے نام بیع کیا جب تو ظاہر ہے کہ اُسے فسخِ بیع کا کوئی اختیار نہیں، اور اگر واپس لے گا تو ثمن واپس دینا پڑے گا، اور اگر ہبہ کیا اور قبضۂ تامہ دلادیا جب

---

[1] درمختار کتاب الہبۃ باب الرجوع فی الہبۃ مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۴

[2] فتاوٰی ہندیۃ ؍؍ الباب الاوّل نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۷۴

Marfat.com

بھی وُہ مکان ملکِ ولد ہوگیا اور والد کو اُس میں رجوع کا اصلاً اختیار نہ رہا فان المحرمیۃ تمنع الرجوع (کیونکہ محرم ہونا رجوع کے لئے مانع ہے۔ ت) پھر اگر کسی دھوکے سے رجوع کرلی تو ظاہر کہ ولد نے جو اس کے کہنے سے اس کا قرضہ ادا کیا یہ ادا کرنا تبرعاً نہ تھا کہ اس کے صلہ میں زمین دینا قرار پایا تھا، جب زمین واپس ہوجائے گی بلاشبہہ ولد کو اپنا روپیہ واپس لینے کا اختیار ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴ از شہر کانپور محلہ پریڈ مرسلہ محمد ابراہیم شیخ صدیقی ۲۸ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے منجملہ اپنی جائداد غیر منقولہ کے ایک مکان اپنے پسر عمرو کو دے دیا اس طرح پر کہ دفاترِ سرکاری میں درخواست دے کہ زید نے اپنا نام رجسٹر مکانات میں خانہ ملکیت سے خارج کرا کے اپنے پسر عمرو کا نام داخل کرادیا بعدہٗ کرایہ نامہ مکان مذکور جو درمیان کرایہ داران اور عمرو کے تحریر و تصدیق ہوتے رہے اُن کرایہ ناموں پر دستخط بحیثیت مالک کے ثبت ہوا کئے، اور زید اپنی شہادت گواہ شد لکھ کر تحریر کرتا رہا، رسید کرایہ کی عمرو کے دستخط اور نام سے دی جاتی تھی اور نالشات کرایہ داران پر صرف عمرو کی جانب سے ہوتی رہیں اور محصول سرکاری بھی از نام خزانہ سرکاری میں جمع ہوا کرتا ہے اور چند مرتبہ جب زید نے اپنی مملوکہ ومقبوضہ جائداد کی فرد مرتب کرکے داخل سرکار یا عدالت کی ہے تو اس میں بھی اس مکان موہوبہ کو اپنی ملک درج وظاہر نہیں کیا مگر محاصل مکان مذکور یعنی کرایہ مکان موہوبہ سے کبھی بقدر ربع کبھی ثلث اور کبھی نصف زید مذکور عمرو سے واسطے مصارف خورد ونوش اپنے و اپنے اہل وعیال کے جس میں عمرو وپسر زید بھی شامل شریک تھا لے لیا کرتا تھا، اور عمرو مذکور بلاعذر بخوشی تمام بہ تعمیل حکم اپنے پدر یعنی زید کے جس قدر روپیہ وہ طلب کرتا تھا دے دیا کرتا تھا، اس قسم کے عملدر آمد کے سولہ برس کے بعد زید نے وفات پائی، خالدہ وحامدہ دختران زید کا یہ بیان ہے کہ زید نے کسی مصلحت سے یہ مکان عمرو پسر کے نام درج رجسٹر سرکاری کراکے قبضہ عمرو کو دے دیا تھا، اور زید کا یہ قول بھی بیان کرتی ہیں کہ اس نے بارہا ظاہر کیا کہ اس نے یہ مکان عمرو کی ملک نہیں کردیا ہے، زید کے اس قول کے شاہد بجز دختران مذکور زید کے جو وارث اور مستحق متروکہ زید کے بھی ہیں اور کوئی نہیں ہے، پس ایسی صورت میں ازروئے شرع شریف فقہ حنفی یہ مکان موہوبہ تنہا ملکِ عمرو متصور ہوگا، اور اس کا مالک صرف عمرو قرار پائے گا، یا یہ مکان بھی متروکہ زید متصور ہوکے جملہ ورثا پر قابلِ تقسیم ہوگا، بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں وُہ مکان تنہا ملکِ عمرو ہے زید یا دیگر وارثانِ زید کا اس میں کچھ حق

Marfat.com

نہیں، داخل خارج کرادینا اور وہ کارروائیاں کہ سوال میں مذکور ہیں قطعاً دلیلِ تملیک ہیں، اور ثبوتِ ہبہ کے لئے کافی ووافی ہیں، ردالمحتار میں ہے:

اذا دفع لابنه مالافتصرف فيه الابن يكون للاب الا اذا دلت دلالة التمليك، بيرى[1] قلت فقد افاد ان التلفظ بالايجاب و القبول لايشترط بل تكفى القرائن الدالة على التمليك[1] اھ ما فى الشامى قلت ومثل ما فى بيرى فى احكام الصغار فى الباب السادس من الهندية كليهما عن الملتقط۔

جب بیٹے کو مال دیا اور اس نے تصرف کیا تو وہ مال باپ کا ہوگا ہاں یہ کہ کوئی قرینہ ایسا ہو جو تملیک پر دلالت کرے تو بیٹا مالک ہوگا، بیری، میں کہتا ہوں، اس سے یہ فائدہ ہوا کہ ہبہ میں ایجاب وقبول لفظاً ضروری نہیں بلکہ تملیک کا کوئی قرینہ کافی ہے، شامی کا بیان ختم ہوا، میں کہتا ہوں مثل بیری کے احکام الصغار اور ہندیہ کے چھٹے باب کا بیان ملتقط سے منقول ہے۔ (ت)

زید کا عمرو سے روپیہ مانگنا اور عمرو کا دینا کچھ منافیِ تملیک نہیں ہوسکتا جیسے عمرو ابتداءً مالکِ مکان ہوتا اور باپ کو اس کے مانگنے پر بلکہ بے مانگے اس کا کرایہ دیا کرتا، اور حامدہ وخالدہ کا وہ بیان محض دعوٰی ہے اور کوئی دعوٰی بلادلیل مقبول نہیں ہوسکتا۔ حدیث میں ہے:

لویعطى الناس بدعوٰهم لذهبوا بدماء الناس واموالهم ولكن البينة على من ادعى[2]

محض دعووں کی بناء پر لوگوں کو دیا جائے تو لوگ عوام کا مال اور جان لوٹ لیں گے، لیکن مدعی پر گواہ پیش کرنا لازم ہے (ت)

بلکہ بعد ثبوت تملیک اگر زید کا انکار ثابت بھی ہوجائے تو اصلاً نہ مفید نہ قابلِ اعتبار کہ بعد تمامی ہبہ، ہبہ للولد سے والد کو رجوع کا اختیار نہیں لان المحرمية مانعة (کیونکہ محرم ہونا مانع ہے۔ ت) نہ بعد عقد کوئی بلابینہ اس کے فرضی ہونے کا دعوٰی کرسکتا ہے،

لان من سعى فى نقض ماتم من جهته فسعيه مردود عليه

جو شخص اپنے تام کئے ہوئے کو توڑنے کی کوشش کرے تو اس کی یہ سعی مردود ہے،

---

[1] ردالمحتار کتاب الہبۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۵۰۸

[2] کنز العمال بحوالہ ق عن ابن عباس حدیث ۱۵۲۹۶ و ۱۵۲۹۷ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۱۹۰

Marfat.com

كمافى الاشباه[1] والدر وغيرهما۔ والله تعالٰى اعلم۔

جیساکہ الاشباہ اور درمختار وغیرہما میں ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی پہلی زوجہ سے دو لڑکیاں اور ایک لڑکا بالغ موجود ہیں اور زوجۂ اولٰی نے قضا کی، زید نے نکاحِ ثانی کیا، اس سے کئی اولادیں پیدا ہوئیں، زید نے زوجہ ثانیہ کے نام ایک مکان پختہ کلاں مسکونہ لکھ دیا، اولاد زوجہ ثانیہ کی دو۲ لڑکیاں بالغ جن کی شادی ہوگئی اپنے گھروں پر موجود ہیں، اور دو۲ لڑکے ایک سات برس کا اور دوسرا پانچ برس کا نابالغ ہیں، زید ان دونوں نابالغوں کو اپنی کل جائداد بقیہ لکھتا ہے، زید کا کچھ مال یا نقد سوائے اس جائداد کے باقی نہ رہے گا اس صورت میں زید کی خدمت اور نابالغوں کی پرورش کون کرے گا اور کس چیز سے ان کا خرچ کیا جائے گا اور تجہیز وتکفین کون کرے گا، کون حصہ پائے گا، اور کون خدمت گزار بنے گا۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر وُہ اپنی بقیہ جائداد بلاتقسیم ان دونوں کے نام ہبہ کردے گا جب تو ہبہ ہی صحیح نہ ہوگا۔ تنویر الابصار میں ہے:

لو وهب اثنان دارا لواحد صح وبعكسه لا[2]۔

اگر دو۲ افراد ایک شخص کو اپنا مکان ہبہ کریں تو صحیح ہے اور اس کا عکس صحیح نہیں ہے۔ (ت)

اور اگر تقسیم کرکے ہبہ کرے گا یا بعد ہبہ تقسیم کردے گا یا بلاتقسیم ان کے نام بیع کرے گا توان صورتوں میں وہ لڑکے ضرور مالک ہوجائیں گے مگر زید دیگر ورثہ کو محروم کرنے کے سبب گنہگار ہوگا۔ حدیث میں ہے:

من فرمن میراث وارثه قطع الله میراثه من الجنة[3]۔

جو اپنے وارث کی میراث سے بھاگے گا اللہ تعالٰی جنت سے اس کی میراث قطع فرمائیگا۔

پھر اگر زید اس بلائے عظیم کو اوڑھ لے تو بچّوں کے خورد ونوش سے سوال کے کوئی معنی نہیں، وہ بچے

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب القضاء والشہادات الخ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۳۷۰

[2] درمختار کتاب الہبہ مجتبائی دہلی ۲/۱۶۱

[3] سُنن ابن ماجہ ابواب الوصایا باب الحیف فی الوصیۃ ادارہ احیاء سنۃ النبویہ سرگودھا ص ۱۹۸

Marfat.com

مالکِ جائداد ہوجائیں گے، اُن کے مصارف اُن کے مال سے ہوں گے جسے ان کا باپ ولایۃً صرف کرے گا اور زید کہ اب فقیر ہوگیا وہ بھی بقدرِ کفایت اپنا کھانا پہننا اس سے کرسکے گا،

قال تعالٰی من کان فقیرا فلیأکل بالمعروف ومن کان غنیا فلیستعفف[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: جو ولی فقیر ہو وہ بھلائی کے طور کھائے اور جو غنی ہو تو وہ عفت اختیار کرے۔ (ت)

رہا اس کا کفن دفن وہ اس کے مالدار وارثوں پر ہوگا،

لان کفن المیت علی من کانت نفقتہ علیہ اعتبارا لکسوۃ الممات وسکناہ بکسوۃ الحیات وسکناہ کما فی ردالمحتار وغیرہ واللہ تعالٰی اعلم۔

کیونکہ میّت کا کفن اس شخص کے ذمہ ہے جو اس کے نفقہ کا ذمہ دار تھا، مردوں کی سکونت ولباس کو زندوں کے سکنہ ولباس پر قیاس کرتے ہوئے یہ حکم ہے، جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ میں ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۶ یکم جمادی الآخرہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ زینب اپنا مکان اپنی اولاد پر ایک عرصہ سے اپنی زندگی میں تقسیم کرنا چاہتی ہے اور اس کے وارث حسب ذیل تھے: ایک لڑکی ہندہ اور زید، بکر، عمرو تین لڑکے۔ جن میں سے ہندہ نے انتقال کیا اور قبل انتقال اس نے کہا کہ میرا حصہ میرے بھائی مسمّی عمرو کو ملنا چاہئے، اور مسماۃ زینب اصل مالکہ مکان ابھی زندہ ہے اور وُہ خود چاہتی ہے کہ ہندہ کا حصّہ عمرو کو دیا جائے، تو ایسی حالت میں کتنا زید کتنا بکر کتنا عمرو کو حصہ ملنا چاہئے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

تینوں کو برابر ملنا چاہئے، ہندہ کا کوئی حصہ نہ تھا نہ اُس کی وصیّت کا کچھ اثر، ہاں اگر زید وبکر راضی ہوں تو جتنا حصہ چاہیں ہندہ کا قرار دے کر عمرو کو زیادہ دے دیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۷ تا ۱۱۲ از رامپور گھیر نجو خاں مرسلہ حافظ قرۃ العین صاحب امام مسجد ۲۴ جمادی الثانی ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، ایک مسماۃ عمر تخمیناً ۸۰ سال ساکنہ میرٹھ جو عرصہ سے

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۶

Marfat.com

بعوارض مختلفہ بیمار تھی اور محض لاولد اور صاحب جائداد منقولہ وغیر منقولہ تخمیناً پندرہ سولہ ہزار روپیہ کے انتقال سے قبل تخمیناً دو ماہ بعارضہ بخش و اسہال مبتلا ہو کر اسی میں انتقال ہوگیا، ایک اس کی حقیقی بہن یعنی متوفیہ کی میرٹھ میں اس کے پاس رہا کرتی تھی اور ایک بہن اور ایک بھائی حقیقی شہر رامپور میں رہتے ہیں، اُس بہن نے جو میرٹھ میں رہتی ہے بطمع مال واسباب وجائداد رامپور والے بھائی بہن کو اس مرض موت و انتقال سے خبر نہ کی، اور ایک ہبہ نامہ متوفیہ کی طرف سے اس حالت مرض میں جان کر کہ یہ جانبر نہ ہو سکے گی اپنی ایک پوتی اور ایک نواسی کہ ہر دو نابالغ ہیں ہبہ نامہ تحریر کرا کر اپنے میل کے دو آدمیوں سے کہ وہ محض اجنبی تھے اور کوئی رشتہ نہیں رکھتے تھے رشتہ دار متوفیہ کا بنا کر بغرض شہادت ذریعہ کمیشن گھر بلا کر تصدیق کرادیا اور ہبہ نامہ میں ایک مکان مسکونہ کہ جو اس متوفیہ کا تھا اور تا دم مرگ اسی مکان میں مع مال واسباب رہی اور ایک مکان مع چہار دکاکین کہ جو تحت میں پشت پر واقع ہیں اور انھیں کی چھت پر مکان بنا ہوا ہے اور اُن دکانوں میں ایک مدت سے کرایہ دار متوفیہ کی طرف سے چلے آتے ہیں، اس سب جائداد جسز دکل کا ایک ہبہ نامہ مشاع دونوں نابالغوں کے نام مالیت پانچ ہزار روپیہ قرار دے کر بولایت اپنے اس بہن نے جو پاس متوفیہ کے رہا کرتی تھی تصدیق کرادیا بشہادت انھیں اشخاص کے جن کو رشتہ دار متوفیہ کا بنایا تھا، اور خود سب جائداد منقولہ وغیر منقولہ پر بعد وفات اپنی بہن کے قابض بن بیٹھی، دوسرے روز مرنے سے متوفیہ کے چند اشخاص کہ جو بتقریب شادی سرکار والی ریاست رامپور کے آئے تھے اُن سے خبر متوفیہ کے بھائی کو معلوم ہوئی، بھائی بمجرد سننے خبر فوت بہن کے تیسرے روز سوم کے وہاں پہنچا تو یہ کارروائی دیکھی اور سُنی کہ ہبہ نامہ لکھا گیا، اور ہم دونوں بہن بھائی کی حق تلفی میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔

پس علمائے دین سے اب سوال یہ ہے کہ یہ ہبۂ مشاع جائز ہے یا ناجائز؟، اور نانی نے نابالغوں کی طرف سے ولی بن کر قبضہ کیا باوجودیکہ باپ نابالغہ کا وہیں میرٹھ میں موجود ہے، یہ قبضہ کر لینا نانی کا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

سوم یہ کہ پوتی اس کی رامپور میں اپنی ماں کی پرورش میں ہے بغیر اطلاع و بلا اجازت پوتی اور رہو نے ماں کے قبضہ دادی کا صحیح ہے کہ نہیں؟

چہارم یہ کہ وہ متوفیہ اپنے مکان مسکونہ میں تادم حیات مع مال واسباب اپنے کے رہی، تادم مرگ خالی نہیں کیا، اس صورت میں قبضہ ہوگیا یا نہیں؟

پنجم یہ کہ بعض جائداد موہوبہ پر اگر قبضہ ہو جائے اور بعض پر نہ ہو تو موجب نقصان ہبہ ہے یا نہیں؟

Marfat.com

ششم یہ کہ اگر مکان مسکونہ میں متوفیہ تادمِ حیات خود رہی بعد تحریر ہبہ نامہ کے اور باقی مکان دکاکیں میں اسی متوفیہ کے کرایہ دار رہتے اور کوئی امر جدید جو موجب قبضہ ہوتا تا حیات متوفیہ عمل میں نہیں آیا تو موجب بطلان ہبہ ہوا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں وہ ہبہ جزءً وکلاً تمام وکمال باطل اور بے اثر محض ہے وہ سب جائداد متروکہ عورت ہے اُس کے وارثوں پر حسب فرائض تقسیم ہوگی بہن کی پوتی نواسی اس میں سے اس عقد تحریری کی بنا پر ایک حبہ نہیں پاسکتیں، نہ از روئے ہبہ، نہ بروئے وصیت کہ مرض الموت کا ہبہ اگرچہ حکماً وصیت ہے، حقیقۃً ہبہ ہے اگر موہوب لہ کے قبضۂ تامہ شرعیہ سے پہلے واہب کا انتقال ہوجائے باطل محض ہوجاتا ہے، ہندیہ میں محیط سے ہے:

قال فی الاصل ولاتجوز ہبۃ المریض ولاصدقتہ الامقبوضۃ فاذا قبضت جازت من الثلث واذا مات الواہب قبل التسلیم بطلت یجب ان یعلم ان ہبۃ المریض ہبۃ عقدا ولیست بوصیۃ واعتبارہا من الثلث ماکانت لانہا وصیۃ معنًی لان حق الورثۃ یتعلق بمال المریض وقد تبرع بالہبۃ فیلزم تبرعہ بقدر ماجعل الشرع لہ وہو الثلث واذاکان ہذا التصرف ہبۃ عقدا شرط لہ سائر شرائط الہبۃ ومن جملۃ شرائطہا قبض الموہوب لہ قبل موت الواہب۔[1]

اصل میں فرمایا ہے مریض کا ہبہ یا صدقہ صرف وہی صحیح ہوگا جس پر اس نے قبضہ دے دیا ہو، تو جب قبضہ دے دیا تو اس کے تہائی مال سے جائز ہوگا اور اگر وہ قبضہ دینے سے پہلے فوت ہوگیا تو ہبہ باطل ہوجائے گا، یہ جاننا ضروری ہے کہ مریض کا ہبہ عقد کے اعتبار سے ہبہ ہے وصیت نہیں ہے اور اس میں تہائی مال تک جتنا بھی اس کا اعتبار ہے اس لئے ہے کہ وہ معنًی وصیت ہے اس لئے کہ اس کے مال سے ورثار کا تعلق ہے اور ہبہ کرکے تبرع کیا ہے تو تبرع میں اتنا ہی دیا جاسکتا ہے جتنا شریعت نے اس کو حق دیا ہے اور وہ تہائی حصہ ہے اور جب مریض کا یہ تصرف عقد کے لحاظ سے ہبہ ہے تو اس میں ہبہ کے شرائط معتبر ہوں گے جبکہ اس کے جملہ شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ واہب کی موت سے قبل موہوب لہ کا قبضہ ہو۔(ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الہبۃ الباب العاشر فی ہبۃ المریض نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۴۰۰

Marfat.com

یہاں جبکہ جائداد قابلِ قسمت ہے اور دو شخصوں کو بلا تقسیم ہبہ کی گئی ہبہ مشاع ہوا اور ہبہ مشاع ناجائز ہے، تنویر میں ہے:

وھب اثنان دارا لواحد صح و وبعکسہ لا۔[1]

دو[2] افراد نے ایک شخص کو مکان دیا تو صحیح ہے اور اس کا عکس ہو تو ناجائز ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

للشیوع فیما یحتمل القسمۃ۔[2]

قابلِ تقسیم چیز میں شیوع کی وجہ سے (ت)

اور جبکہ تسلیم بالتقسیم سے پہلے واہبہ نے انتقال کیا ہبہ بالاجماع باطل ہوگیا

ای علی مذھبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ و اشار بالاجماع الی ارتفاع النزاع فی ان ھبۃ المشاع فاسدۃ تفید الملک بالقبض ام باطلۃ فلا تفید اصلا و ذلک لان الموت قبل التسلیم مبطل اتفاقا ولو ھبۃ صحیحۃ فضلا عن فاسدۃ۔

یعنی امام صاحب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب پر اور اجماع کا اشارہ اس لئے کیا کہ مشاع چیز کا ہبہ فاسد ہو تو قبضہ کے ساتھ مفید ملک ہوگا یا وہ باطل ہو تو ملکیت کیلئے اصلاً مفید نہ ہوگا اس بات میں نزاع ختم ہو گیا، یہ اس لئے ہے کہ قبضہ دینے سے قبل واہب کی موت ہبہ کو بالاجماع باطل کر دیتی ہے اگرچہ ہبہ صحیح ہو تو فاسد کا ذکر ہی کیا رہا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

والمیم موت احد المتعاقدین بعد التسلیم ولو قبلہ بطل۔[3]

میم سے فریقین میں سے ایک کی موت قبضہ دینے کے بعد مراد ہے اور موت قبل از تسلیم ہو تو باطل ہو جائے گا۔ (ت)

سوال اول کا جواب ہوگیا بلکہ یہاں اسی قدر کافی تھا۔

دوم[2] نابالغہ نواسی اگر نانی کے پاس رہتی تھی نانی کے قبضہ میں تھی تو جو ہبہ اس کے لئے ہوا

---

[1] درمختار | کتاب الہبۃ | مجتبائی دہلی ۲/۱۶۱

[2] درمختار | " | " ۲/۱۶۱

[3] " | کتاب الہبۃ باب الرجوع فی الہبۃ | " ۲/۱۶۱

Marfat.com

نانی کا اس پر قبضہ جائز و موجب تمامی ہبہ تھا، اگر ہبہ مشاع نہ ہوتا اس صورت میں باپ کا اسی شہر میں موجود ہونا نانی کے قبضہ کا مانع نہیں، یہی صحیح ہے اور اسی پر فتوٰی، ہاں اگر نواسی اس کے قبضہ میں نہ ہو تو باپ کے ہوتے نانی وغیرہ کسی کا قبضہ جائز نہیں۔ دُرمختار میں ہے:

ان وھب لہ اجنبی تتم بقبض ولیہ وھو الاب ثم وصیہ ثم الجد ثم وصیہ وان لم یکن فی حجرھم وعند عدمھم تتم بقبض من یعولہ کعمہ واجنبی لو فی حجرھما والا لالفوات الولایۃ لکن فی البرجندی اختلف فیما لو قبض من یعولہ والاب حاضر فقیل لایجوز والصحیح ھو الجواز۔[1]

اگر نابالغ کو اجنبی نے ہبہ دیا تو اس کے ولی کے قبضہ سے ہبہ تام ہو جائے گا، ولی ترتیب وار، باپ پھر اسکا وصی پھر دادا پھر اسکا وصی اگرچہ بچّہ انکے پاس نہ ہو اور اگر مذکور لوگ نہ ہوں پھر جس نے بچّے کو اپنا عیال بنایا بشرطیکہ بچّہ ان کے پاس ہو مثلاً چچا اور کوئی اجنبی کہ اس کے قبضہ سے بچّے کے لئے ہبہ تام ہوگا اگر مؤخر الذکر لوگوں کے پاس بچہ نہ ہو تو ان کا قبضہ معتبر نہ ہوگا کیونکہ ایسی صورت میں ان کو ولایت نہیں ہے، لیکن برجندی میں ہے کہ عیال میں لینے والا بچّے کے والد کی موجودگی میں قبضہ کرے تو اختلاف ہے، بعض نے کہا جائز نہیں، اور صحیح یہ ہے کہ جائز ہوگا۔ (ت)

عالمگیریہ میں ہے:

اختلف المشائخ فیہ والصحیح الجواز ھٰکذا فی فتاوی قاضی خان وبہ یفتی ھٰکذا فی الفتاوی الصغرٰی۔[2]

اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ جائز ہے، فتاوٰی قاضیخان میں یونہی ہے اور فتاوٰی صغرٰی میں ہے کہ اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

سوم[3] پوتی کہ ماں کی پرورش میں ہے اُس کے ہبہ پر دادی کا قبضہ جائز نہیں اگرچہ اسی شہر میں ہو کما تقدم عن الدر[3] من قولہ والا لالفوات الولایۃ (جیسا کہ درمختار میں گزرا کہ عیال میں ہو تو جائز ورنہ نہیں کیونکہ ولایت نہ پائی گئی۔ ت)

---

[1] درمختار　　کتاب الہبۃ　　مجتبائی دہلی　　۲/ ۱۶۰

[2] فتاوٰی ہندیۃ　　کتاب الہبہ الباب السادس　　نورانی کتب خانہ پشاور　　۴/ ۳۹۳

[3] درمختار　　کتاب الہبۃ　　مجتبائی دہلی　　۲/ ۱۶۰

Marfat.com

چہارم[4] اس صورت میں قبضہ نہ ہوا، درمختار میں ہے:

الموهوب ان مشغولا بملك الواهب منع تمامها[1]

کہ موہوب جب ملک واہب میں مشغول ہو تو تمامی ہبہ سے مانع ہوتا ہے (ت)

پنجم[5] دو موہوب چیزوں میں ایک پر قبضہ تامہ مستقلہ اگر بغیر دوسرے پر قبضہ کے ہو جاتے تو جس پر قبضہ ہوا اس کا ہبہ تمام ہو گیا، اور اگر دو شخصوں کو ہبہ مشاع تھا یا ایک شَے دوسرے کی جز یا اس سے مثل جز متصل یا مشغول ہے تو اس پر قبضہ، قبضہ نہیں، عالمگیریہ میں ہے:

لووهب دارا فيها متاع الواهب وسلم الدار اليه اوسلمها مع المتاع لم تصح، ولووهب المتاع دون الدار وخلى بينه وبينه صح، وان وهب له الدار والمتاع جميعا وخلى بينه وبينهما صح فيهما جميعا، وان فرق فى التسليم، نحوان يهب احدهما وسلم ثم وهب الاخر وسلم ان قدم هبة الدار لا تصح وفى المتاع تصح وان قدم هبة المتاع فالهبة صحيحة فيهما جميعا ولووهب الارض دون الزرع او الزرع دون الارض وخلى لم تصح فى الوجهين لان كل واحد منهما متصل لصاحبه اتصال جزء بجزء فصار بمنزلة هبة المشاع فيما يحتمل القسمة، ولو وهب

اگر ایسے مکان کا ہبہ کیا جس میں واہب کا سامان موجود ہے اور مکان یا مکان مع سامان کا قبضہ دیا تو صحیح نہ ہوگا، اور اگر سامان صرف ہبہ کیا اور واہب نے سامان کا تخلیہ موہوب لہ کو کر دیا تو ہبہ صحیح ہوگا، اور اگر مکان مع سامان ہبہ کیا اور تخلیہ کر دیا تو دونوں کا ہبہ صحیح ہوگا اور مکان اور سامان کا ہبہ معًا نہ کیا بلکہ یکے بعد دیگرے کیا تو اگر پہلے مکان ہبہ کیا اور قبضہ دے دیا تو مکان میں ناجائز اور سامان میں جائز ہوگا اور اگر پہلے سامان ہبہ کرکے اس کا قبضہ دے دیا تو دونوں کا ہبہ صحیح ہوگا ـــــ اگر زمین کا بغیر فصل یا فصل کا بغیر زمین ہبہ کیا اور قبضہ کیلئے تخلیہ کر دیا ہو تو دونوں صورتوں میں ہبہ صحیح نہ ہوگا کیونکہ زمین اور اس پر فصل کا اتصال جزئیت والا ہے تو یہ قابل تقسیم مشاع چیز کے ہبہ کی طرح ہے، اور دونوں کو علیحدہ علیحدہ ہبہ کیا

[1] درمختار کتاب الہبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۰۹

Marfat.com

کل واحد منهما علیحدة ان جمع فی التسلیم جازت فیهما وان فرق لا تجوز فیهما ایهما قدم کذا فی السراج الوهاج[1] (ملخصًا) ۔

اور قبضہ دونوں کا معًا دیا تو دونوں کا ہبہ جائز ہوگا اور قبضہ علیحدہ علیحدہ دیا دونوں کا ہبہ درست نہ ہوگا خواہ دونوں میں جس کو چاہے مقدم موخر کرے، سراج الوہاج میں یوں ہے (ملخصًا) (ت)

ششم ہاں اس صورت میں قبضہ نہ ہُوا اور قبل قبضہ موت موجب بطلانِ ہبہ ہے، درمختار اور ردالمحتار میں ہے:

فی الاشباہ هبة المشغول لا تجوز الا اذا وهب الاب لطفله دارا والاب ساکنها ولو وهب طفله دارا یسکن فیها قوم بغیر اجر جاز ویصیر قابضا لابنه لا لو کان باجر[2] (ملخصًا)، واللہ تعالٰی اعلم۔

الاشباہ میں ہے مشغول چیز کا ہبہ ناجائز ہے الّا یہ کہ باپ اپنے نابالغ بیٹے کو ہبہ کرکے خود سکون پذیر بھی ہو تو جائز ہے، اگر نابالغ بیٹے کو باپ نے مکان ہبہ کیا جبکہ اس میں کوئی غیر سکون پذیر ہے اگر یہ سکونت پہلے سے بغیر اجارہ ہے تو ہبہ جائز ہوگا باپ کا قبضہ ہی بیٹے کا قبضہ ہوجائے گا، اور غیر کی وہ سکونت اجارہ کے طور پر ہے تو ہبہ صحیح نہ ہوگا، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۳ از کانپور مرسلہ کریم احمد معرفت عم او نبی احمد سوداگر عطر بازار کلاں بریلی ۹ رجب ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے ذاتی روپے سے ایک قطعہ مکان اپنی اہلیہ کے نام خرید کیا تھا اور بیعنامہ اپنی بی بی کے نام لکھوایا نہ اپنے نام سے بعد خریداری مکان زید اور اس کی بی بی نے ایک ساتھ مکان مذکور کے بالاخانہ پر سکونت اختیار کی اور مکان مذکورہ کے کل حصّہ زیریں میں زید کا تجارتی مال ہمیشہ رہا کیا اور اب تک موجود ہے، خریداری مکان سے عرصہ تین سال کے بعد ہاؤس ٹیکس جاری ہوا رجسٹر ہاؤس ٹیکس کے خانۂ ملکیت میں زید نے اپنا نام خود درج کرایا اور ٹیکس کا روپیہ بھی تاحینِ حیات خود ادا کرتا رہا، اور مرمت مکان بھی

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الہبۃ الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۸۰

[2] درمختار کتاب الہبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۵۹

ردالمحتار ؍؍ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۵۱۰

Marfat.com

اپنے صرفہ ذاتی سے خود کرتا رہا، اب زید کا انتقال ہوگیا، بموجب حکم شرع شریف کے وہ مکان مملوکہ خاص زوجہ زید کا ہوگا یا یہ کہ زید کے سب ورثہ میں مشترک ہوگا؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر زید نے وقتِ ایجاب وقبول بیع بنام زوجہ کرائی مثلاً بائع سے کہا یہ مکان میں نے اپنی بی بی کے نام خریدا بائع نے کہا میں نے تیری بی بی کے ہاتھ بیچا جب تو اس مکان کی مالک زوجہ ہوئی جبکہ زوجہ نے وہ بیع اپنے نام جائز رکھی، درمختار میں ہے:

لواشتری لغیرہ نفذ علیہ اذا لم یضفہ الی غیرہ فلو اضافہ بان قال بع لفلان فقال بعتہ لفلان توقف، بزازیۃ وغیرھا۔[1]

اگر غیر کے لئے کوئی چیز خریدی اور خریداری کو غیر کی طرف منسوب نہ کیا تو یہ خریدار کی ہوگی، اگر یہ کہہ کر غیر کی طرف منسوب کی کہ یہ چیز فلاں کے لئے بیع کر، اور جواب میں دوسرا کہے میں نے یہ فلاں کے لئے بیع کی، تو اس غیر کی اجازت پر موقوف رہے گی، بزازیہ وغیرہ۔ (ت)

اور اگر زید نے خریداری زوجہ کے نام نہ کی پھر بیعنامہ میں زوجہ کا نام لکھا دیا تو مالک زید ہوا اور بیعنامہ میں زوجہ کا نام لکھانا زوجہ کے لئے ہبہ کہ بے قبضہ تمام نہیں ہوسکتا، اور جبکہ زید خود بھی اس مکان میں رہا اور اپنا اسباب رکھا اور کبھی خالی کرکے زوجہ کو قبضہ نہ دیا یہاں تک کہ مرگیا تو وہ ہبہ باطل ہوگیا، مکان مِلکِ زید ہے، حسبِ فرائض ورثائے زید پر منقسم ہوگا۔ درمختار میں ہے:

تتم الھبۃ بالقبض الکامل ولو الموھوب شاغلا لملك الواھب لامشغولا بہ۔[2]

ہبہ کامل قبضے سے تام ہوتا ہے اگرچہ موہوب شاغل بملک واہب ہو، اور اگر موہوب چیز واہب کی ملک میں مشغول ہے تو تام نہ ہوگا (ت)

اسی میں ہے:

والمیم موت احد المتعاقدین بعد التسلیم فلو قبلہ بطل۔[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

"م" سے مراد فریقین میں سے ایک کی موت بعد قبضہ ہے اور اگر قبضہ سے قبل موت ہو تو ہبہ باطل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار کتاب البیوع فصل فی الفضولی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۱

[2] درمختار کتاب الھبۃ " ۲/ ۱۵۹

[3] " باب الرجوع فی الھبۃ " ۲/ ۱۶۱

Marfat.com

مسئلہ ۱۱۴ ازکانپور مچھلی بازار آوردہ محمد شریف صاحب ۱۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بکر نے اپنی حیات میں جو جائداد غیر منقولہ خرید کی وہ کچھ اپنے نام سے اور کچھ اپنے دو پسران نابالغ کے نام سے خرید کی اور ہمیشہ ہر دو جائداد پر بکر قابض رہا اور اس کی آمدنی کرایہ بھی بکر اپنے تصرف میں لایا، بکر نے جو جائداد نابالغ لڑکوں کے نام سے بیعنامہ کرائی تھی اس کی ازسرِ نو تعمیر ومرمت بکر نے اپنے روپے سے کی جیسے اپنی جائداد کی کرتا تھا، کوئی حساب علیحدہ نابالغان کے نام جائداد کا نہیں رکھا، بکر تجارت پیشہ تھا اور اس کی تجارت کا مقام کلکتہ میں تھا اور جائداد دوسرے مقام میں تھی، بکر نے انتظام جائداد غیر منقولہ کل وصولیت کرایہ ومرمت وازسرِ نو تعمیر جن لوگوں کے سپرد کیا تھا ان کو بھی بکر کی کوئی ہدایت ایسی نہ تھی کہ ہر دو جائداد کی مرمت وکرایہ وغیرہ کا حساب علیحدہ رکھا جائے، کچھ کرایہ دار ازنام نابالغان والی جائداد کے ایسے ہیں جن کا بکر سے تجارتی کاروبار تھا، ہمیشہ ان لوگوں نے کرایہ وآمد مال بکر کا ایک ہی ساتھ میں بکر کے نام سے جمع کیا یعنی اپنے بہی کھاتہ میں لکھا اور اس کا روپیہ بھی بکر ہی کو دیا، اور بکر نے کبھی اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا، بکر نے ۱۹۰۹ء و ۱۹۱۰ء میں دو یادداشتیں بطور چٹھا کے بنائیں اور اس میں کل جائداد اپنی اور جو دو لڑکوں کے نام ہے اس کی قیمت لکھی، اور جو روپیہ نقد وازقسم نوٹ وغیرہ تھے وہ لکھے اور لینا دینا جو لوگوں کے ذمہ تھا وہ لکھا، بکر ۱۹۱۱ء میں بیمار ہوکر شروع ۱۹۱۲ء میں قضائے الٰہی سے فوت ہوگیا اور اپنے وارثان چند لڑکے اور لڑکیاں اور زوجہ کو چھوڑا، اب بحکم شرع شریف وہ جائداد جو ان دو پسروں کے نام ہے وہ کل وارثان پر تقسیم ہوگی یا اس کے وہی دو پسران مالک رہے؟ فقط۔

الجواب

بکر نے اگرچہ جائداد خریدی مگر آپ خرید کر اپنے دو بچوں کے نام بیعنامہ کرانا اس کی طرف سے ان کے لئے ہبہ ہے، منح الغفار وردالمحتار میں ہے:

اشتری لھا فی صغرھا اوبعد ما کبرت وسلم الیھا وذٰلك فی صحتہ فلاسبیل للورثۃ علیہ ویکون للبنت خاصۃ۔[1]

بیٹی نابالغ یا بالغ کے لئے کوئی چیز والد نے خرید کر قبضہ دے دیا اور والد نے یہ عمل اپنی صحت وتندرستی میں کیا تو ورثاء کا اس چیز پر کوئی دخل نہ ہوگا وہ خالص بیٹی کی ہوگی (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب العاریۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۵۰۶

Marfat.com

سائل نے زبانی اظہار کیا کہ وُہ جائداد جو بچّوں کے نام خریدی دوؔ مکان ہیں ہر ایک بڑا اور قابلِ تقسیم ہے اور ہر ایک میں دونوں لڑکے بلاتقسیم شریک رکھے گئے ہیں، ایسا ہے تو یہ ہبہ مشاع ہوا اور ہبہ مشاع باطل ہے، جب بکر بلاتقسیم بے قبضہ بعد تقسیم دینے کے مرگیا ہبہ معدوم محض ہوگیا، اور ان مکانوں میں بچّوں کا کوئی حق سوائے وراثت نہ رہا۔ تنویرالابصار میں ہے:

اثنان دارالواحد صح و بعکسہ لا۔[1]

اگر دوؔ افراد نے اپنا مکان ایک شخص کو ہبہ کیا تو یہ صحیح ہے اگر اس کا عکس ہو تو صحیح نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں علامہ خیر رملی سے ہے:

لافرق بین ان یکونا کبیرین او صغیرین او احدھما کبیرا والاٰخر صغیرا۔[2]

دونوں بالغ ہوں یا نابالغ یا ایک بالغ دوسرا نابالغ، ان سب صورتوں میں کوئی فرق نہیں۔ (ت)

درمختار موانع رجوع میں ہے:

المیم موت احد العاقدین بعد التسلیم فلوقبلہ بطل۔[3]

"م" سے مراد "فریقین میں سے ایک کی بعد از قبضہ موت ہے" اگر قبضہ سے قبل موت ہو تو ہبہ باطل ہوجا ہبہ بلا۔ (ت)

یہ سب اس صورت میں ہے کہ زبانی خریداری میں بچّوں کا نام نہ لیا اپنے لئے یا مطلق خریدا اور بیع نامہ میں بچّوں کا نام لکھا دیا کہ اس صورت میں مِلک بکر کی ہُوئی اور ان کے نام کرادینا بکر کی طرف سے ان کو ہبہ اور عام طور پر یہی طریقہ رائج ہے، ہاں اگر یہ صورت ہُوئی ہو کہ نفسِ گفتگوئے خریداری میں بچّوں کے نام خریدا مثلاً بائع سے کہا یہ مکان اتنی قیمت پر میرے ان دوؔ بچّوں کے ہاتھ بیع کردے، اس نے کہا میں نے ان کے ہاتھ بیع کئے، اس نے کہا میں نے ان کی طرف سے قبول کئے، تو اس صورت میں اصل بیع ان دونوں کے نام ہوئی اور وہی اصالۃً ان مکانوں کے مالک ہوئے، زرِ ثمن کہ بکر نے اپنے پاس سے ادا کیا وہ تبرع و احسان ہوا جس کا معاوضہ نہیں، اس تقدیر پر بیشک دونوں مکان مِلکِ نابالغان ہیں اور تمام کاروبار و کاغذاتِ حساب وکتاب میں بکر کا ان کو اپنی مِلک سے جُدانہ شمار کرنا کچھ مضر نہیں کہ بحکمِ ولایت اسے اس کا

---

[1] درمختار | کتاب الہبہ | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/ ۱۶۱

[2] ردالمحتار | ” | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۴/ ۵۱۴

[3] درمختار | ” | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/ ۱۶۱

Marfat.com

اختیار تھا یہاں تک کہ متولّی وقف کو بوجہ ولایت ہی اپنی ملک سے تعبیر کرتا ہے، وکیل ملک موکل کو اپنی ملک کہتا ہے، عالمگیریہ میں ہے:

لو ادعی المحدود لنفسہ ثم ادعی انہ وقف الصحیح من الجواب ان کان دعوی الوقفیۃ بسبب التولیۃ یحتمل التوفیق لان فی العادۃ یضاف الیہ باعتبار ولایۃ التصرف والخصومۃ۔[1]

اگر محدود زمین پر اپنا دعوٰی کیا اور پھر بعد میں اس زمین کے وقف ہونے کا دعوٰی کیا تو اس صورت کا صحیح جواب یہ ہے کہ اگر اپنی تولیت میں وقف کا دعوٰی کیا تو دونوں دعووں میں موافقت ہوسکتی ہے کیونکہ عادتاً وقف تصرف اور خصومت میں متولی کی طرف منسوب ہوتا ہے (ت)

اور اگر فرض کیجئے کہ اس سے بکر کی مراد ان مکانوں کا خود مالک بننا ہی تھا، جب اصل گفت گوئے بیع لڑکوں کے نام ہوئی ان کی ملک ثابت ہوگئی، پھر بکر اسے اپنے نام کیونکر منتقل کرسکتا ہے، اس صورت میں مکان وراثت سے بری ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۵ مستفسرہ عبداللہ صاحب بہاری بروز چہارشنبہ ۲ شعبان ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکے کی شادی ہوئی، قریب عمر ۹، ۱۰ برس کے تھی نکاح کی اجازت لڑکی کے والد نے دی اور اس برات میں آپس میں نزاع ہوگئی، نکاح دو دن نہیں ہوا، تیسرے دن وقت ۱۰ بجے دن کے نکاح ہوا، بعد مغرب ۸ بجے رات کو رخصت لڑکی کو کرکے ۹ بجے واپس چلی گئی، بعد دو سال کے لڑکے کا انتقال ہوگیا، بروقت جنازہ تیار ہونے کے لڑکی کے باپ نے مہر معاف کیا، اب جو مال یعنی زیور جو لڑکے کے والد نے شادی میں چڑھایا تھا وہ طلب کرتا ہے تو لڑکی کا والد کہتا ہے کہ میرا مہر دوجب دوں گا، اب اس حالت میں جائز ہے یا نہیں؟ شرع سے جو حکم ہو وہ تحریر ہوجائے۔

الجواب

اگر لڑکی نابالغہ تھی اور باپ نے مہر معاف کیا تو یہ معافی محض باطل ہے اور مہر کا اپنی دختر کیلئے اسے مطالبہ پہنچتا ہے، یونہی اگر وقت معافی مہر دختر بالغہ تھی اور باپ نے اس کی اجازت کے بغیر معاف کیا، نہ بعد معافی عورت نے اسے جائز کہا، جب بھی مہر معاف نہ ہوا، اور مطالبہ صحیح ہے، ہاں اگر وقت

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الوقف الباب السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۳۱

Marfat.com

معافی دختر بالغہ تھی اور اس کی اجازت سے باپ نے معاف کیا یا بعد کو اُس نے یہ معافی منظور کر لی تو مہر معاف ہو گیا اب اس کا مطالبہ نہیں ہو سکتا، نہ اب اس کے لئے چڑھاوا روک سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۶ از شاہجہان پور محلہ باڑوزئی مرسلہ جناب عبدالغنی صاحب ۱۷ شعبان ۱۳۳۳ھ

زید نے اپنے حینِ حیات وصحت ذات وثبات عقل میں چند ظروف مسی وغیرہ پر اپنے بیٹے عمرو کا نام کندہ کرا دیئے اور ظاہر کیا کہ یہ عمرو کے واسطے ہیں، چند مدت کے بعد زید مر گیا، اب وہ ظروف وغیرہ جن پر نام کندہ کئے ہوئے ہیں آیا مال متروکہ مشترکہ میں شامل ہو کر سب وارثوں میں تقسیم ہوں گے یا وہ ظروف مستثنیٰ کر کے تقسیم ہو گی؟

الجواب

اگر عمرو وقتِ ہبہ نابالغ تھا ہبہ تمام ہو گیا اور وہ ظروف ملکِ عمرو ہوں گے، ترکہ میں شامل نہ ہوں گے، یونہی اگر عمرو بالغ تھا اور زید نے وہ برتن خالی کر کے اس کے قبضہ میں دے دیئے جب بھی وہ متروکہ نہیں، ملک عمرو ہیں، ہاں اگر اس وقت عمرو بالغ تھا اور زید نے ان ظروف کو عمرو کے قبضہ تامہ میں نہ دیا یہاں تک کہ زید کا انتقال ہو گیا تو وہ ہبہ باطل ہو گیا، ظروف مثل باقی متروکات ورثہ پر تقسیم ہوں گے والمسائل مشھورۃ وفی عامۃ الکتب مسطورۃ (اور یہ مسائل مشہور ہیں اور عام کتب میں موجود ہیں۔ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۷ از چندوسی ضلع مراد آباد، سرتاج علی خاں طالب علم درجہ نہم (ایس۔ایس۔ایم) ہائی اسکول چندوسی ۴ ذوالقعدہ ۱۳۲۳ھ

ایک مسماۃ نے اپنا چھٹا حصہ جو کہ شرعاً اس کے بیٹے کے ترکہ میں سے اس کی موجودگی میں مرجانے کی وجہ سے نکلتا تھا بہ صحت نفس وثبات عقل اپنے یتیم پوتوں اور بیوہ بہو پر از راہِ شفقت بخشش کیا اور قبضہ مالکانہ بھی دلا دیا، اب اس کا بیٹا یعنی اس کے پوتوں کا چچا اس چھٹا حصہ کو مانگتا ہے اور مسماۃ کے انتقال کو عرصہ ۴ برس کا ہوا، دریافت طلب امر ہے کہ شرع نے اس حق در حق کی میعاد کتنی مقرر کی ہے یعنی کتنے دنوں تک یہ حق لیا جا سکتا ہے؟

الجواب

سائل نے کچھ بیان نہ کیا کہ اس کا چھٹا حصہ کیا ہے[1] اور اس[2] کا چھٹا حصہ کہ عورت کو پہنچا تھا پوتوں اور بہو پر تقسیم کرنے سے ہر ایک حصہ میں جتنا ٹکڑا پڑے قابلِ انتفاع رہے گا یا نہیں، اور

Marfat.com

عورت[۴] نے اس کے جدا جدا ٹکڑے کرکے ہر موہوب لہ کو الگ الگ قابض کرایا یا مجموعی حالت میں ان سب کو ہبہ کیا، اور وہ[۴] پوتے بالغ ہیں یا بالعض یا سب نابالغ، اور جو[۵] نابالغ ہیں کس کی پرورش میں ہیں، اور[۶] ان کی طرف سے کس نے قبضہ کیا، اور وہ[۷] بہو اور پوتے سب صاحب نصاب ہیں یعنی ان میں ہر ایک چھپن روپے یا زیادہ کے مال کا مالک ہے یا بالعض صاحب نصاب ہیں بعض فقیر یا سب فقرا، اور[۸] یہ چھٹا حصہ کہ اس نے ہبہ کیا باقی جائداد میں ملا ہوا تھا یا الگ کرلیا تھا، ان تمام باتوں پر جدا احکام ہوں جن کی تفصیل میں طول ہے اور سائل کی غرض صرف ایک صورت سے متعلق ہوگی، لہذا ان آٹھوں باتوں کا جواب مفصل بیان لکھنے پر اس خاص صورت کا جو حکم ہوا بتایا جائے گا انشاء اللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۸ ازشہر کہنہ، مسئولہ سید نوراللہ محرر دارالافتاء بروز دوشنبہ ۹ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ

(زید نے اپنے بیٹے بکر کے نام ایک مکان لکھا) بکر سے بحالت مرض الموت بکر کے اس کو رنج دے کر طوعًا و کرہًا بکر کے نام کا مکان زید نے اپنی دوسری زوجہ غیر کفو کے نام لکھا دیا، کیا یہ ہبہ جائز ہے یا فاسد؟

الجواب

اگر بکر کے نام کا ہبہ صحیح اور قبضہ خالصہ سے تام ہو گیا تھا تو یہ ہبہ بے رضائے مالک ہوا باطل ہے اگر مالک بے اجازت مرگیا، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۹ از بجنور مرسلہ مولوی محسن علی خاں صاحب منصف ۱۰ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے زیور نقرئی و طلائی اور ظروف دیگر و سامان اس نیت و ارادہ سے تیار کرایا کہ وہ اپنی دختر نا کتخدا کے عقد نکاح کے بعد رخصت کے وقت جہیز میں دے گا، چنانچہ بعض لوگوں کو یہ سامان دکھلا کر یہی بیان بھی کیا مگر قبل اس کے کہ نوبت عقد و رخصت دختر مذکور کی پہنچے اس نے قضا کی، ایسی حالت میں وہ زیور، ظروف و سامان ترکہ متوفی قرار پائے یا دختر مذکور تنہا اس کی مالک و مستحق سمجھی جائے۔

الجواب

کوئی تملیک محض نیت و ارادہ سے نہیں ہوسکتی نہ مجرد اظہار ارادہ کہ میں نے اس لئے بنوائے یا یہ مال فلاں کو دوں گا کوئی اثر ملک پیدا کرسکے۔ اصلاح و ایضاح میں ہے:

الھبۃ ھی فی الشرع تملیک مال للحال بلاعوض[۱] شرع میں فی الحال مال کا بغیر عوض کے مالک بنانا ہبہ کہلاتا ہے (ت)

---

[۱] اصلاح و ایضاح

Marfat.com

بلکہ اگر دختر اس جہیز کے تیار کراتے وقت بالغہ تھی یعنی اُسے حیض آلیا تھا یا پندرہ سال کامل کی عمر ہو چکی تھی اور جہیز بنوا کر اس کے باپ نے صریح الفاظ تملیک بھی کہہ دئیے ہوں، مثلاً میں نے اپنی دختر فلانہ کو اس مال کا مالک کیا، جب بھی از انجا کہ قبضہ دینے سے پہلے اس شخص کا انتقال ہوگیا کہ جہیز پر قبضہ وقتِ رخصت دیا جاتا ہے، یہاں ابھی عقد بھی نہ ہوا تھا وُہ ہبہ باطل محض ہوگیا، بہرحال وہ مال تمام و کمال متروکہ متوفی ہے، ہاں اگر لڑکی اس وقت نابالغہ تھی یعنی نہ اُسے آثارِ بلوغ پیدا ہوئے تھے نہ پورے پندرہ برس کی عمر ہوئی تھی، اور اس نے اس کے واسطے جہیز بنوایا یا کہا کہ میں نے اسے اس کا مالک کیا، یا یہ اس کا ہے، یا اتنا ہی کہا کہ یہ میں نے اُس کے لئے بنوایا ہے، تو ضرور کل مال یا اس میں سے جس خاص شئی کی نسبت یہ لفظ صادر ہوئے تھے ملک دختر ہے اگرچہ قبضہ دختر نہ ہوا کہ نابالغ کے لئے باپ کا قبضہ کافی ہے۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

اشتری ثوبًا فقطعه لولده الصغیر صار واھبًا بالقطع مسلما الیه قبل الخیاطة ولو کان کبیرا لم یصر مسلما الیه الا بعد الخیاطة والتسلیم ولو قال اشتریت ھذا له صار ملکاله کذا فی القنیة۔[1]

کپڑا خریدکہ کاٹا اور نابالغ بیٹے کو سِلے بغیر دے دیا تو ہبہ ہوگیا اور اگر بالغ بیٹے کے لئے ایسا کیا تو سلائی اور قبضہ دئے بغیر ہبہ نہ ہوگا، اور اگر کہا میں نے بیٹے کے لئے خریدا ہے تو بیٹے کی ملک ہوجائے گا۔ قنیہ میں یوں ہے (ت)

فتاوٰی ولوالجیہ پھر منح الغفار پھر ردالمحتار اور ینابیع پھر ہندیہ میں ہے:

واللفظ للشامی جھز الاب ابنته ثم بقیة الورثة یطلبون القسمة منھا فان کان الاب اشتری لھا فی صغرھا او بعد ما کبرت وسلم الیھا وذلك فی صحته فلا سبیل للورثة علیه ویکون للبنت خاصة۔[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

الفاظ شامی کے ہیں، والد نے بیٹی کو جہیز دیا اور والد کی وفات کے بعد باقی ورثاء اس جہیز میں حصہ کے طالب ہوئے تو اگر والد نے اپنی صحت میں بیٹی نابالغ یا بالغ کے لئے خرید کر قبضہ دے دیا تھا تو ورثاء کا اس میں کوئی حق نہیں ہے اور وہ بیٹی کے لئے خاص ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الہبۃ الباب السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۹۲

[2] ردالمحتار کتاب العاریۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۵۰۶

Marfat.com

مسئلہ ۱۲۰ و ۱۲۱ مسئولہ حاجی لعل خاں صاحب، تنقیح سوالات حسب بیان مسماۃ حبیبن بی بی و صحیبن بی بی دختران شیخ امیر بخش مرحوم بروز پنجشنبہ ۲ صفر ۱۳۳۴ھ

سوال اول: امیر بخش مرحوم نے بحالتِ حیات کسی مصلحت سے ایک لڑکے مسمی اصغر حسین کو جدا کر دیا اور تجارتی مال کا پانچواں حصہ ان کو دے دیا اور چار حصہ یعنی بقیہ کل مال بلا تقسیم اپنے قبضہ میں رکھا اور چار لڑکیاں جو دُو محل سے موجود تھیں ان کو کچھ نہیں دیا، آیا ایسی تقسیم شرعاً درست ہے؟ اور باپ کے مال میں کیا لڑکیاں شرعاً حقدار نہیں ہیں؟

الجواب

ایک لڑکے کو پانچواں حصہ دینا باقی بیٹیوں کو نہ دینا اگر اس وجہ سے ہو کہ وُہ لڑکا اوروں پر فضل دینی رکھتا ہے تو حرج نہیں کما فی الدرالمختار والعالمگیریۃ (جیسا کہ درمختار اور عالمگیریہ میں ہے۔ ت) ورنہ حدیث میں اسے ظلم فرمایا:

اَکُلَّ بنیك نحلت مثل ھذا قال لا قال لا تشھدنی علی جور[1]

کیا تو نے تمام بیٹوں کو اس کی مثل عطیہ دیا ہے؟ عرض کی نہیں یا رسول اللہ، تو آپ نے فرمایا: مجھے ظلم پر گواہ نہ بنا۔ (ت)

مگر یہ امر دیانۃً ہے، قضاءً باقی اولاد اس پر دعوٰی نہیں کر سکتی لان الملك مطلق للتصرف (کیونکہ ملکیت تصرف کی آزادی دیتی ہے۔ ت) نہ اس سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ امیر بخش نے بیٹیوں کو محروم کرنا چاہا ہے کہ اس نے اور بیٹوں کو بھی نہ دیا نہ کل مال اصغر حسین کو دے دیا کہ اوروں کا حرمان مفہوم ہو، واللہ تعالٰی اعلم۔

ایضاً سوال چہارم

مورث کے مشترکہ ترکہ کو اگر قبل تقسیم کے بعض وارث بلا استرضائے دیگر ورثہ کے کُلاً یا جُزءً کسی غیر کو ہبہ کر دیں تو یہ ہبہ شرعاً درست ہوگا یا نہیں، اگر درست نہیں ہے تو کیا ہمارے بھائیوں پر واجب نہیں ہے کہ اس غلط تقسیم کو مسترد کر کے دوبارہ فرائض کے مطابق ترکہ تقسیم کر دیں اور جس کا جس قدر حصہ رسدی ہو اس کو پہنچا دیں۔

---

[1] سنن النسائی کتاب النحل نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۱۳۵
مسند احمد بن حنبل حدیث نعمان بن بشیر دارالفکر بیروت ۴/۲۶۸

Marfat.com

الجواب

مال مشترک اگر غیر قابل قسمت ہے اور اس نے صرف اپنا حصہ ہبہ کیا تو صحیح و نافذ ہوگیا، باقی ورثہ اپنا حصہ اُس میں سے لے سکتے ہیں اور اگر وہ کل شئ مشترک ہے اور ایک شریک نے کسی کو ہبہ کر دی تو اس کے اپنے حصہ میں ہبہ نافذ ہوگیا اور دوسرے شرکاء کے حصوں کا ہبہ ان کی اجازت پر موقوف رہا، اگر وہ عاقل بالغ ہوں ورنہ باطل،

لانه عقد صدر من فضولی ولا مجیز له وقت العقد۔ کیونکہ یہ عقد فضولی سے صادر ہوا جبکہ عقد کے وقت اس کو جائز قرار دینے والا کوئی نہ تھا (ت)

اور اگر وہ شے قابلِ قسمت ہے اور اُس نے اپنا حصہ قبل تقسیم ہبہ کیا تو وہ ہبہ محض بے اثر ہے کہ قبضہ سے بھی مفید ملک نہ ہوگا مگر اُس کا فسخ اس پر لازم نہیں، اُسے جائز ہے کہ بعد تقسیم اپنے حصہ پر موہوب لہ کو قبضہ دے دے اور تکمیل ہبہ کر دے، اس کا استرداد واہب کا حق ہے نہ کہ واہب پر حق، ہاں دوسروں کے حصوں میں مزاحمت نہ کرنا اس پر واجب، اور اگر شئ قابلِ قسمت ہے اور اس نے کل ہبہ کر دی تو یہ وہی ہبہ فضولی کی صورت ہے، اور اگر بقیہ شرکاء سب عاقل بالغ ہوں اور جائز کر دیں تو جائز ہو جائیگا،

کمالو وھب اثنان دارا من واحد جاز کما فی الدر[1] وغیرہ۔ جیسے دو افراد ایک شخص کو اپنا مکان ہبہ کریں تو جائز ہے جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ (ت)

اور اگر اس میں ایک شخص بھی اجازت سے دست کش یا غیر مکلف ہوگا تو اس کل میں ہبہ باطل ہے یعنی بے اثر و نا مفید ملک۔ بہر حال کسی صورت میں بھائی یہ اختیار نہیں رکھتے کہ بہنوں کو محروم کر دیں ان کا مال بے اجازت کے کسی کو دے دیں،

قال تعالٰی لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[2] واللہ تعالٰی اعلم۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: آپس کا مال باطل طریقے سے مت کھاؤ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۲ از سنبھل محلہ کوٹ شرقی ضلع مراد آباد مسئولہ محمد جمیل صاحب ۱۱ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ روز دوشنبہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو زیور یا لباس وقت عقد یا بعد عقد زوج اپنی زوجہ کو استعمال کے واسطے دے وہ امانت شمار ہوگا یا ہبہ؟ اور ان دونوں صورتوں

---

[1] درمختار کتاب الہبہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۱

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۸

Marfat.com

میں واپس لے سکتا ہے یا نہیں ؟ اور نیز وُہ زیور کہ جو زوجہ کے باپ کے یہاں کا تھا اور شوہر نے اپنے پاس سے کچھ اور چاندی یا سونا ڈال کر بڑھا دیا ہو اُس کا کیا حکم ہے آیا ہبہ ہے یا امانت ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جو کچھ شوہر نے استعمال کے لئے دیا وُہ ملکِ شوہر ہے مگر یہ کہ دلالتِ تملیک پائی جائے خواہ لفظاً یا عرفاً، اور عورت کا قبضہ ہو جائے تو اب وہ ملکِ زوجہ ہو جائے گا اور اب اسے کبھی واپس نہیں لے سکتا لان الزوجیة من موانع الرجوع (کیونکہ زوجیت موانع رجوع میں سے ہے۔ ت) جہیز میں جو زیور وغیرہ عورت کو ملتا ہے وہ یقیناً ملکِ زن ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

کل احد یعلم ان الجهاز ملك المرأة لاحق لاحد فیه[1] ہر ایک کو معلوم ہے کہ جہیز عورت کی ملک ہوتا ہے اس میں کسی کا حق نہیں ہے۔ (ت)

اس نے جو کچھ اور اس میں ڈلوا کر بڑھوا دیا ظاہراً اس سے مقصود مالک کر دینا ہی ہوتا ہے اگر یوں ہو اور قبضۂ تامہ پایا جائے تو ملکِ زوجہ ہو جائے گا ورنہ نہیں فان الظاهر حجة للدفع لا للاستحقاق (ظاہر دفاع کے لئے حجت ہوتا ہے استحقاق کے لئے نہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۳

مشاع کی تعریف کیا ہے؟ فقط

الجواب

ایک شیئ دو یا چند اشخاص کو بلا تقسیم ہبہ کی جائے اگرچہ حصے نامزد کر دئے جائیں کہ نصف نصف یا ایک کو ثلث اور دوسرے کو دو ثلث یا اپنی ملک کا کوئی حصہ غیر معینہ غیر ممتازہ مثلاً نصف، ثلث، ربع وغیرہ کسی شخص کو ہبہ کرے یا اپنی پوری ملک ہبہ کرے مگر یہ خود کسی شئے کے ویسے ہی غیر معین حصے نصف وغیرہ کا مالک ہو، یہ سب ہبۂ مشاع ہیں، پھر اگر وہ چیز ناقابلِ تقسیم ہے تو جائز، ورنہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۴

مرسلہ محمد نجم الدین صاحب محلہ رفعت پورہ مراد آباد ۱۶ صفر ۱۳۳۵ھ

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم، کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید بقضائے الٰہی اچانک فوت ہو گیا اور وُہ ایک دولتمند شخص تھا اور اُس نے جائداد

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح باب المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۶۸
[2] ؍؍ باب النفقة ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/۶۵۳

Marfat.com

منقولہ وغیر منقولہ چھوڑی اور کل پانچ وارث چھوڑے دو۲ دختران اور ایک پسر اور ایک والدہ اور ایک زوجہ ثانی لاولد جو اس کے عقد میں قریب آٹھ برس کے تھی، متوفی مذکور نے نکاح کے وقت کچھ زیور تیار کرا کر زوجہ مذکورکو دیا تھا وہ اس کے قبضہ میں ہے، اس کے علاوہ اور زیور بھی تیار کرا کر وقتاً فوقتاً زوجہ مذکورہ کو دیتا رہا جو زوجہ مذکورہ کے قبضہ و تصرف میں ہے اور وہ اس کی زکوٰۃ بھی ادا کرتی ہے، پھر پندرہ سو روپے نقد واسطے زیور تیار کرانے کے زوجہ مذکورہ کو دئے تھے جو اس کے قبضہ میں ہے، لیکن تعمیر مکان کی ضرورت سے بطور قرض کے متوفی مذکور نے زوجہ مذکورہ سے لئے تھے، اور کلکتہ جاکر ایک ہزار روپے کا نوٹ معرفت حاجی محمد خلیل کے زوجہ مذکورہ کے پاس بھیج دیا، پانسو روپے منجملہ اس کے باقی رہ گئے، نیز زوجہ مذکورہ اپنے والدین کے یہاں جب مراد آباد آتی تھی اور اس کے عزیز و اقارب سے اس کو نقد ملتا تھا اس کا پارچہ و برتن وغیرہ خرید کر لے جاتی تھی جو اس کے تصرف میں ہے، نیز نقد و زیور کے علاوہ متوفی مذکور زوجہ مذکورہ کو اکثر اشیاء لاکر دیتا رہتا تھا اور اپنی دختران و پسر کو اس کے علاوہ دیتا رہتا تھا۔

پس صورتِ مذکورہ میں جو اسباب و نقد زیور وغیرہ متوفی مذکور نے اپنی حیات میں زوجہ مذکورہ کو دیا ہے اور اب تک اس کے قبضہ و تصرف میں ہے وہ ترکہ متوفی سے علیحدہ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

زیور خواہ نقد خواہ کسی قسم کا مال جو زید اپنی زوجہ کو بطور تملیک دیتا تھا اس کی مالک زوجہ ہے، وہ ترکہ نہیں ہوسکتا، تملیک ثابت ہونا درکار ہے خواہ صراحۃً یا دلالۃً، بغیر اس کے دعویٰ ملک مسموع نہیں، مثلاً اگر وہ پندرہ سو روپے قرض کہہ کر مانگے تو ضرور ثابت ہوا کہ ملک کر دئے تھے، یونہیں اگر اس کی عادت سے ثابت ہو کہ ان لوگوں کو ایسا دینا بطور تملیک ہی کرتا تھا یہی لوگ اس کے مالک سمجھے جاتے تھے تو بیٹی بیٹے زوجہ جس کو جو دیا وہ اس کا مالک ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۵ ازسہارنپور محلہ قاضی مرسلہ ریاضت احمد صدیقی ۱۵ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مرگئی اور اس نے ایک دختر اور ایک برادر حقیقی دو۲ وارث چھوڑے، متوفیہ کے بھائی نے اپنا شرعی حصہ جو اس کو بہن سے پہنچا تھا اپنی بھانجی کو دے دیا اور اس کے نام پر داخل خارج بھی کاغذات سرکاری میں کرا دیا، اب چند سال کے بعد ناراض ہو کر اس دی ہوئی جائداد و اسباب کو واپس لینا چاہتا ہے، کیا شرعاً اس اسباب و جائداد کو واپس لینے کا بھانجی سے حق حاصل ہے کہ جس کا اپنی خوشی و رضامندی سے

Marfat.com

مالک بنا دیا ہو۔

الجواب

اگر اس نے اپنا حصہ جدا جدا تقسیم کرا کر ہبہ کیا اور بھانجی کو قبضہ دے دیا یا ہبہ کے بعد تقسیم کر کے حصہ منقسمہ پر قبضہ دے دیا یا وہ مشترک جائداد قابلِ تقسیم نہ تھی اگر دو حصے کئے جاتے تو ہر حصہ قابلِ انتفاع نہ رہتا، جیسے کوئی کوٹھری یا چھوٹی دکان، تو ان صورتوں میں بعد قبضہ دختر ہبہ تمام ہوگیا اور ماموں کو اس سے واپس لینے کا کوئی حق نہیں، اور اگر شئی قابلِ قسمت تھی اور بلا تقسیم ہبہ کیا اور اب تک تقسیم کر کے قبضہ نہ دیا تو ہبہ تمام نہ ہُوا، اور مالک بنانا ہبہ نہیں[ع] اسے واپس لے سکتا ہے، درمختار میں ہے:

لاتتم بالقبض فیما یقسم ولو وھبہ لشریکہ لعدم تصور القبض الکامل کما فی عامۃ الکتب فکان ھو المذھب[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

قابلِ تقسیم چیز کا ہبہ تام نہیں ہوتا اگرچہ شریک کو ہبہ کیا ہو کیونکہ اس پر کامل قبضہ کا تصور نہیں ہوسکتا جیسا کہ عام کتب میں ہے، لہٰذا یہی مذہب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۲۶ از قصبہ کھورٹی ضلع ساگر قسمت جبل پور ممالک متوسط مرسلہ ابراہیم ولد قمر علی ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

ابراہیم کے والد قمر علی تین بھائی حقیقی تھے، منجملہ ہر سہ بھائیوں کے ایک لاولد تھے جن کا نام نعمان حسن تھا، میرے چچا یعنی نعمان حسن نے نکاح ایک بیوہ عورت سے کیا جس کے ہمراہ لڑکا آیا، لڑکے کی عمر اس وقت ۵ سال کی تھی۔

آپ کو تکلیف دیتا ہوں کہ جو کاغذات نقل یعنی فیصلہ کچہری شرع شریف ہوا ہے وہ خدمت میں آنجناب کی ارسال ہے، بہ نظر ترحم کاغذات کو ملاحظہ فرما کر اطلاع دیجئے گا، آیا وہ جائداد کا مستحق ہوسکتا ہے یا نہیں؛ نعمان حسن نے اس لڑکے کو متبنّٰی نہیں کیا تھا اور اس نے کچہری میں یہی بیان کیا کہ نعمان حسن نے مجھے متبنّٰی کیا، کاغذات متبنّٰی کرنے کے موجود نہیں ہیں، جو ہبہ نامہ پیش کیا گیا ہے وہ مصنوعی بنا ہُوا ہے، نہ تو اس میں کوئی گواہ ہے اور نہ حاکمِ وقت کے دستخط ہیں، نہ تاریخ ہے، غلام عباس متبنّٰی فوت ہوچکا ہے اور زوجہ نعمان حسن بھی فوت ہوچکی ہے۔

ع اصل میں "ہبہ نہیں" کا لفظ قلم ناسخ سے چھوٹ گیا۔

[1] درمختار کتاب الہبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۵۹

Marfat.com

الجواب

شریعت میں متبنّٰی کوئی چیز نہیں،

قال اللّٰہ تعالٰی وما جعل ادعیاءکم ابناءکم[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تمہارے منہ بولوں نے ان کو تمہارے بیٹے نہ بنادیا۔ (ت)

وقال تعالٰی لکیلا یکون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیاءھم[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تاکہ مومنین پر ان کی بیویوں کے دعاوی میں حرج نہ ہو۔ (ت)

نرا کاغذ اگرچہ اس میں تاریخ وتحریر گواہان ودستخط حاکم بھی ہوں شرعًا اصلًا کوئی چیز نہیں اور محض اس کی بنا پر ہبہ ماننا باطل، اور ایسا فیصلہ محض خلافِ شرع۔ اشباہ والنظائر میں ہے:

لایعتمد علی الخط ولا یعمل بہ فلا یعمل بمکتوب الوقف الذی علیہ خطوط القضاۃ الماضین لان القاضی لایقضی الابالحجۃ وھی البینۃ او الاقرار او النکول کما فی وقف الخانیۃ[3]

خط پر نہ اعتماد ہے نہ اس پر عمل کیا جائے گا، لہٰذا وقف نامہ جس پر گزشتہ قاضیوں کے خطوط ہیں قابلِ عمل نہ ہوگا، کیونکہ قاضی صرف حجت کی بنا پر فیصلہ کرتا ہے اور حجت صرف گواہی یا اقرار یا قسم سے انکار ہے، جیسا کہ خانیہ کے وقف میں ہے۔ (ت)

عجب تر یہ ہے کہ مفتی صاحب حاکم سرونج نے فیصلہ میں حکم یہ لکھا کہ "باغ وزمین مستدعویہ کے تین حصے مساوی کئے جائیں، تیسرا حصہ ہبۃً غلام عباس کو دلایا جائے" جبکہ وہ باغ وزمین اب تک مشترک غیر منقسم تھی اور نعمان حسن بلاتقسیم مرگیا، تو اگر غلام عباس کو واقعی ہبہ ہوا تھا تو باطل ہوگیا۔ درمختار میں ہے:

والمیم موت احد العاقدین بعد التسلیم فلو قبلہ بطل[4]

میم سے "فریقین میں سے ایک کی قبضہ کے بعد موت" مراد ہے، اور اگر قبضہ سے پہلے موت ہو تو ہبہ باطل ہوجاتا ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۴

[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۳۷

[3] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب القضاء والشہادۃ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۳۸

[4] درمختار کتاب الہبۃ باب الرجوع فی الہبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۱

Marfat.com

بہرحال فیصلہ غلط ہُوا اور غلام عباس کا اس باغ و زمین میں حق نہیں، وہ صرف وارثان شرعی کا حق ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۷ ازشہر کہنہ گھیر جعفر خاں مسئولہ حکیم عرفان علی صاحب ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی جائداد کو جو اس کی مملوکہ و مقبوضہ ہے اور اس پر متصرف ہے اور تنہا مالک بلاشرکت غیرے ہے باختیار جائز و مالکانہ اس جائداد کو بلا اکراہ و اجبار اپنی خواہش سے بنظر دوراندیشی و رفع شر اس امر کے کہ بعد میری وفات کے کسی قسم کا میری اولاد یعنی ایک بیٹا اور ایک بیٹی کے درمیان نزاع اور مخالفت نہ ہو تقسیم کیا اس طور سے ایک حصہ تھوڑی مقدار کا لڑکی کو دیا اور زیادہ مقدار کا لڑکے کو دیا اس وجہ سے کہ لڑکی بالغ ہے اور اس کی شادی بھی ہوگئی ہے اور وہ خوشحال حالت میں ہے اور اُس کے حصہ کی جائداد پر کوئی خرچ کا بار بھی نہیں پڑے گا، اور لڑکا نابالغ ہے اور اس کی پرورش و تعلیم و شادی سب خرچ اس کا بھی اسی جائداد پر پڑنے والا ہے اور نیز حسن سلوک شادی و غمی کا خرچ حسبِ رواج ہندوستان اس کا بار بھی لڑکے ہی کی جائداد پر ہے اور اپنا اور اپنی زوجہ کا بھی خرچ ماہانہ مقرر کرکے سب لڑکے ہی کے حصہ پر رکھا، تو اب ایسی صورت میں یہ فعل اس کا یعنی تقسیم کرنا جائداد کا بلا لحاظ حصہ پورا ہونے نہ ہونے فرائض کے صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب

صحیح بایں معنی کہ وہ کارروائی چل جائے یہ بھی ہے کہ کوئی شخص اپنے تمام وارثوں کو بے خطا بے سبب نانِ شبینہ کے لئے محتاج چھوڑ کر اپنی تمام املاک کسی راہ چلتے کو دے دے، اور اگر یہ مراد کہ ایسی کارروائی کرنی عنداللہ اسے جائز ہے یا اس پر مواخذہ ہوگا، تو جواب یہ ہے کہ جن مہمل وجوہ پر زید نے ایک قلیل جز بیٹی کو دیا اور باقی تمام جائداد کثیر بیٹے کو دی، یہ ضرور عنداللہ ناجائز ہے اور زید گنہگار اور بیٹی کے حق میں گرفتار ہوا شرع مطہر نے بعد موت بیٹی کا ایک اور بیٹے کے دو حصے رکھے ہیں لیکن زندگی میں تقسیم کرے تو حکم ہے کہ پسر و دختر دونوں کو برابر برابر دے قصداً بلاوجہ شرعی بیٹی کو نقصان دینا جائز نہیں۔ درمختار میں ہے:

فی الخانیۃ لاباس بتفضیل بعض الاولاد فی المحبۃ لانھا عمل القلب وکذا فی العطایا اذا لم یقصد بہ	خانیہ میں ہے، محبت میں بعض اولاد کو بعض پر فضیلت میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ دل کا عمل ہے اور یونہی عطیات میں بھی بشرطیکہ کسی کو

Marfat.com

الاضرار وان قصدہ یسوی بینھم یعطی البنت کالابن عند الثانی وعلیہ الفتوٰی[1]

ضرر پہنچانا مقصود نہ ہو، اور یہ بات پیشِ نظر ہو تو پھر سب کو مساوی دے اور لڑکی کو لڑکے کے برابر دے۔ امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک۔ اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

طحطاوی میں ہے:

یکرہ ذٰلک عند تساویھم فی الدرجۃ کمافی المنح والھندیۃ۔[2]

عطیہ میں فضیلت مکروہ ہے جب اولاد درجہ میں مساوی ہو، جیساکہ منح اور ہندیہ میں ہے۔ (ت)

لڑکی کا بالغہ ہونا اس کا کوئی جرم نہ تھا، نہ شادی ہوجانا اس کی خطا تھی، اور اپنے گھر سے خوشحال ہونا زید کی بخشش نہیں جسے اپنی جائداد دینے میں مجرا لے اور لڑکی کا خرچ اوپر ہونا اور لڑکے پر اور کا خرچ ہونا شریعت زید سے زیادہ جانتی ہے، پھر حکم دونوں کو برابر دینے کا فرمایا، اور یہ عذر کہ اپنا اور اپنی زوجہ کا خرچ لڑکے پر رکھا ہے بےمعنی ہے اسے حکمِ شرع ماننا تھا تو دونوں کو برابر دیتا اور اپنا اور اپنی زوجہ کا خرچ دونوں پر یکساں رکھتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۸: از شہر مرسلہ شیخ علی جان صاحب محلہ بھوڑ معرفت حمید اللہ صاحب

۲۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۷ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ شخصے املاک نقد وجنس منقولہ خویش با اولاد ذکور واناث حسب قواعد شریعت نفقہ کردن می خواہد ویک پسر خود را ازیں تقسیم ارث محروم ساختہ عاق کردہ می شمرد کہ از اطاعت و فرمانبرداری انحراف ورزیدہ واز تعمیل احکام شرعیہ وگردانیدہ بفسق وفجور منہمک شدہ، پس از شریعت اجازت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین، کہ، ایک شخص اپنی تمام منقولہ وغیر منقولہ اور نقد املاک کو اپنی اولاد نرینہ ومونث میں شرعی قواعد کے مطابق نفقہ کے طور دینا چاہتا ہے، اور ایک بیٹا جو کہ اسکی اطاعت اور فرمانبرداری سے انحراف اور شرعی حکم کی تعمیل سے روگردانی کرتا ہے اور فسق وفجور میں منہمک ہے، پس شریعت اجازت

---

[1] درمختار کتاب الہبہ باب الرجوع فی الہبہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۰

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الہبہ دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۳۹۹

Marfat.com

می دہد کہ آں فرزند عاق کردہ ازیں ارث چیزے ندہم واو را محجوب الارث شمرد واز املاک خویش چیزے ندہم روزِ جزا در مؤاخذہ او مارا گرفت خواہد شد یا نہ از اقوال فقہائے احناف جواب شافی عنایت فرمایند۔

دیتی ہے کہ اس بیٹے کو عاق کرکے اپنی وراثت سے کچھ نہ دوں اور اس کو محروم از وراثت قرار دوں اور اپنی املاک سے جَو تک نہ دوں، روزِ جزا اس میں ہمارا مؤاخذہ اور گرفت ہوگی یا نہ؟ فقہائے احناف کے اقوال سے شافی جواب عنایت فرمائیں۔ (ت)

الجواب

اگر فی الواقع او فاسق و فاجر است پدر را میرسد کہ او را محروم دارد، کما فی الدر وغیرہ من اسفار الغر۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اگر فی الواقع وہ فاسق و فاجر ہے تو باپ کو حق ہے کہ اس کو محروم رکھے، جیساکہ درمختار وغیرہ روشن کتب میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

مسئلہ ١٢٩: مرسلہ مولوی محمد علیم الدین از شہر کانپور مدرسہ دار العلوم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زندگی میں اپنی زمین مزروعہ (٥٤ بیگھہ) کے تین حصے کرکے ایک حصہ بڑے لڑکے کو اور ایک حصہ چھوٹے لڑکے کو دے دیا اور ایک حصہ اپنے واسطے رکھا اور دونوں لڑکوں سے کہہ دیا کہ میرے حصے کو میرے مرنے کے بعد برابر تقسیم کرلینا، بعد چند روز کے زید نے اپنا حصہ بڑے لڑکے کو ہبہ کردیا، یہ ہبہ شرعاً صحیح ہوا یا نہیں؟ درصورت صحت چھوٹا لڑکا مجازِ فسخ ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر وہ زمین نامنقسم ہے اور بلاتقسیم ایک ایک ثلث دونوں بیٹوں کو دے پھر اپنا ثلث بھی ایک کو دے دیا، تو یہ دونوں ہبہ باطل و بے اثر محض ہیں جب تک زید اپنی زندگی میں تقسیم کرکے ہر بیٹے کو اس کے منقسم حصے پر جداگانہ قبضہ نہ دے، اور اگر بیٹوں کو بلاتقسیم دو ثلث میں شریک کیا تھا اور اپنا حصہ جداگانہ منقسم رکھا تھا اور اب یہ ثلث بڑے بیٹے کو دے کر قابض کردیا تو پہلا ہبہ باطل ہے جب تک زید اُس ٹکڑے کا دو حصے جدا جدا کرکے ہر بیٹے کو قبضہ نہ دے لیکن اس تیسرے ثلث کا ہبہ بڑے بیٹے کے نام بوجہ تقسیم صحیح و تام ہوگیا اس تہائی کا بڑا بیٹا مالک ہوگیا اور وہ دو تہائی اب تک زید کی ملک ہیں، ہاں اگر وہ دونوں حصے جدا جدا بانٹ کرکے ہر بیٹے کو اس کے حصہ پر قبضہ دے دیا تھا پھر اپنا تہائی بڑے بیٹے کو دے کر قابض کردیا تو ان دو ثلث کا بڑا بیٹا مالک ہوگیا، اپنے ثلث کا چھوٹا بیٹا مالک رہا،

Marfat.com

اس صورت میں چھوٹا بیٹا فسخ کرانے کا مجاز نہیں، اور پہلی دو صورتوں میں فسخ کی حاجت ہی نہیں کہ ہنوز ہبہ ہی تام نہ ہوا والمسألۃ دوارۃ متونا وشروحا وفتاوی (یہ مسئلہ متون، شروح اور فتاوٰی میں دائر ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۰: از بزم حنفیہ لاہور مرسلہ محمد عبدالحمید صاحب سیکریٹری بزم مذکور ۲۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۷ھ

بحضرت فیضدرجت عظیم البرکت فاضل کبیر کامل تحریر امام العلماء المحققین، مقدام الفضلاء المدققین، عالم عظیم الشان، اعلحضرت، مولانا المکرم، ذوالمجد والکرم، مولانا، مولوی، حاجی، صوفی، حافظ، مفتی محمد احمد رضا خاں صاحب ادام اللہ فیوضہم، السلام علیکم وعلی من لدیکم، مزاج مقدس!

آج یہ فقیر بارشاد فیض رشاد فرمان واجب الاذعان سیدی وآقائی مولنا المحترم ذواللطف والکرم حضرت مولوی محمد اکرام الدین البخاری خطیب وامام مسجد وزیر خاں خدمت میں اعلحضرت دام فیضہم کے چند سطور بتاکید مولنا ممدوح تحریر کرتا ہے کہ اعلحضرت اس مسئلہ متنازعہ کو بہ تشریح تامہ وتفصیل کاملہ صاف وشستہ مبسوط تحریر فرماکر متنازعین کے شکوک کو بدلائل واضحہ رفع فرمادیں گے اور مولنا ممدوح نے یہ بھی فرمایا کہ اس مسئلہ کی مختلف صور کی مرجح ومفتی بہ اشکال کے اظہار کا حق صرف اعلحضرت کے قلم فصیح رقم کو حاصل ہے اور اس پر بہ اثبات حکم محکم فریقین متنازعین کے قلوب میں نورانی جوہر محبت بھرنے گوہر ڈال دینے نااتفاقی وکشیدگی کے توہمات کو نکال دینے کا اعلحضرت ہی کو شرف حاصل ہے پس بارشاد مولنا ممدوح معروض بخدمت اقدس ہوں کہ جس ہبہ وتملیک کی رجسٹری بذریعہ گورنمنٹ ہوچکی ہے اور وہ برائے ملاحظہ حضرت بلفظہ ناقل رجسٹری ہبہ شدہ ارسال خدمت ہے کہ بعد وفات موہوب لہ کے واہب نے بھی زندہ رہ کر اُس موہوبہ مکان کو واپس نہ کیا اور وہ موہوب لہ کی اولاد کے قبضہ میں ہی رہا، اب واہب کے مرجانے کے بعد ہمشیرہ دعوی دغلیابی کا کرکے موہوب لہ کے پسماندگان بیوہ ویتامی سے موہوبہ مکان کو بعد گزرجانے ۲۷ برس ہبہ شدہ کا رجوع کرانا چاہتی ہے بحالیکہ ہبہ وتملیک کردینے کے بعد واہب نے اگرچہ موہوب لہ کا وہ باپ تھا علیحدہ کرایہ نامہ تحریر کردیا اور واپس نہ کرایا اور بطور کرایہ دار اُسی میں سکونت کرتا رہا اور ۶ برس تک زندہ رہا، اب مفصل صورت سوال حسب ذیل ہے:

ہندہ	بکر	عمرو	زید
	(خیر محمد)	(جان محمد)	(نظر محمد)

عہ لفظ "بعد" قلم ناسخ سے چھوٹ گیا۔ عبدالمنان اعظمی

Marfat.com

زید نے اپنی حین حیات میں بلااکراہ و اجبار برضامندی خود اپنا ایک مکان زر خریدہ خود اپنے بیٹے خورد نامی عمرو (جان محمد) کے نام ہبہ و تملیک بشرائط چندے رجسٹری کر دیا جس کا خود واہب بدیں الفاظ مقر ہے کہ :

(۱) مکان موہوبہ ملکیت عمرو ہے۔

(۲) عمرو کو ہر طرح کا حق حاصل ہے کہ میری حیات میں اور بعد ممات کے اس مکان کو بیع و رہن کر کرا سکتا ہے۔

(۳) مکان مذکور میں میرا یا میرے دیگر کسی لواحق کا حق کا خدشہ ہرگز نہیں، مکان مذکور میرا ذاتی ملکیت ہے جو عمرو کے نام ہبہ کر دیا ہے کہ اب اصل مالک وہی ہے۔

(۴) زید کی حین حیات میں اس کا بیٹا عمرو فوت ہو گیا اور دوسرا بیٹا بکر زندہ رہا اور عمرو کا باپ زید عرصہ ۲ سال بعد وفات عمرو زندہ رہا اور موہوب شدہ مکان کو زید واہب نے اپنی حین حیات میں بھی واپس نہیں لیا بلکہ زید کی موجودگی میں بھی وہ مکان صرف عمرو کی اولاد و بیوہ کے قبضہ میں رہا اور وہی اس کے کرایہ وغیرہ کو حاصل کرتے رہے، پھر زید یعنی اصل واہب فوت ہو گیا، موجودگاں از زید اصل واہب متوفی بکر (خیر محمد) ہندہ، بکر جو واہب متوفی کا بڑا بیٹا ہے اور ہندہ جو واہب کی بیٹی ہے اور موہوب لہ متوفی کے یہ ہر دو موجودہ حقیقی ہیں اور ہندہ موہوب لہ متوفی کی اولاد کی پھوپھی ہے زندہ موجود ہیں۔

(۵) بکر کا بیان ہے کہ چونکہ میرا باپ زید میرے حقیقی بھائی عمرو کے نام مکان مذکور ہبہ و تملیک کر چکا ہے، اور نیز اس نے بعد وفات عمرو کے اس ہبہ و تملیک کو واپس نہیں لیا، لہذا یہ ساختہ پرداختہ میرے باپ زید متوفی کا مجھ کو منظور و مقبول ہے، یہ مکان ملکیت عمرو کا ہو چکا اس کے بعد اس کی اولاد وارث ہے۔

(۶) عمرو کی بہن ہندہ یہ دعوٰی کرتی ہے کہ یہ ہبہ و تملیک رجوع ہو سکتا ہے اور اس ہبہ شدہ مکان کو عمرو کی اولاد کے قبضہ میں جائز گردانتی ہے۔

پس مندرجہ بالا صورت متنازعہ میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ ہبہ جو تملیک بنام عمرو ہو چکا ہے اور جس کو خود واہب زید نے بعد فوتیدگی عمرو موہوب لہ کے واپس لینے کا ارادہ ہی نہ کیا اب موہوب لہ اور واہب کے فوت ہو جانے کے بعد جس کو ۱۲ برس سے زیادہ گزر گئے اجبارا قابل رجوع ہے یا نہیں (اجبارا) اور ان صورتوں میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ پس اس اہم

Marfat.com

مسئلہ کو مفصل ومشرح تحریر فرماکر مشکور فرمائیں، عندالحنفیہ ہبہ وتملیک کا رجوع جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جبکہ واہب نے بعد تخلیہ مکان موہوب لہ کو قبضہ کاملہ شرعیہ دلادیا ہو (نہ یوں کہ خود اس میں ساکن رہا واہب کا اسباب اس میں رہا اور کرایہ نامہ لکھ دیا اور کہہ دیا کہ پورا قبضہ دے دیا یہ شرعاً قبضہ نہیں بلکہ ضرور ہے کہ مکان اپنی سکونت واسباب سے خالی کرکے قبضہ دے اگرچہ ایک منٹ کے بعد یُوں قبضہ دے کر پھر اس میں آجائے اور اپنا اسباب لے آئے اس طرح کا قبضہ کاملہ دیدیا ہو) تو وہ مکان ملکِ موہوب لہ ہوگیا، اب اس میں رجوع تین وجہ سے باطل ہے:

اولاً موہوب لہ واہب کا بیٹا ہے اور ذی رحم محرم سے رجوع کا خود واہب کو بھی اختیار نہیں۔

ثانیاً موہوب لہ مرگیا۔

ثالثاً واہب بھی گزر گیا اور اس میں ہر ایک کی موت مانع رجوع ہے تو اب رجوع ناممکن ہے، اور وہ شرط قبضہ و تخلیہ اس صورت میں ہے کہ موہوب لہ وقتِ ہبہ بالغ ہو، اور اگر نابالغ تھا تو باپ نے جس وقت ہبہ نامہ لکھ دیا اس سے پہلے جس وقت زبانی کہا میں نے ہبہ کیا معاً ہبہ کرتے ہی بیٹا مالک ہوگیا اگرچہ باپ نے ایک آن کو مکان خالی کیا نہ قبضہ دیا کہ اس صورت میں باپ کا قبضہ ہی بیٹے کا قبضہ ہے اور رجوع ناممکن، درمختار میں ہے:

یمنع الرجوع فیہا موت احد العاقدین بعد التسلیم والقرابۃ فلو وھب لذی رحم محرم منہ نسبا لایرجع[1] (ملخصًا)۔

قبضہ دینے کے بعد کسی فریق کی موت اور قرابت رجوع سے مانع ہے تو اگر نسبی محرم کو ہبہ کیا رجوع نہ ہوگا (ملخصًا)۔ (ت)

اسی میں ہے:

الاصل ان الموھوب ان مشغولا بملک الواھب منع تمامھا وان شاغلا لا، وفی الاشباہ ھبۃ المشغول لاتجوز الا اذا وھب الاب لطفلہ[2] (ملخصًا)۔

ضابطہ یہ ہے موہوب چیز اگر واہب کی ملک میں مشغول ہو تو ہبہ کے تام ہونے سے مانع ہے اگر وہ شاغل ہو تو مانع نہ ہوگا، اور الاشباہ میں ہے مشغول چیز کا ہبہ کرنا جائز نہیں، ہاں اگر والد اپنے طفل کو ہبہ کرے تو جائز ہے (ملخصًا)(ت)

---

[1] درمختار کتاب الہبۃ باب الرجوع فی الہبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۶۱ تا ۱۶۳

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/۱۵۹

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے:

کان وھبه دارا والاب ساکنھا أوله فیھا متاع لانھا مشغولة بمتاع القابض و ھومخالف لما فی الخانیة فقد جزم اولا بانه لاتجوز ثم قال وعن ابی حنیفة فی المجرد تجوز ویصیر قابضا لابنه[۱]

مثلاً یہ کہ والد ایسے مکان کا ہبہ کرے کہ خود اس میں سکونت پذیر ہو یا سامان بھی رکھتا ہو کیونکہ یہ قابض کے حق میں مشغول ہے، یہ بات خانیہ کے بیان کے خلاف ہے، تو شک نہیں کہ پہلے انھوں نے عدمِ جواز کا جزم کیا اور پھر کہا امام صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے روایت ہے کہ خالی مکان ہو تو جائز ہے اور اپنے طفل کیلئے قابض قرار پائے گا۔(ت)

اس پر حاشیۂ فقیر جدالممتار میں ہے:

اقول جزم فی وجیز الکردری والولوالجیة والذخیرة وغیرھا باطلاق الجواز وفی الھندیة عن العتابیة ھوالماخوذ به وعلیه الفتوٰی وفیھا عن السراجیة علیه الفتوٰی وفی الحموی عن الولوالجیة علیه الفتوٰی وعن البزازیة تجوز و علیه الفتوٰی[۲] واللہ تعالٰی اعلم۔

میں کہتا ہوں، وجیز الکردری، ولوالجیہ اور ذخیرہ وغیرہا میں مطلق جواز پر جزم کیا اور ہندیہ میں عتابیہ سے منقول ہے کہ یہی ماخوذ اور اسی پر فتوٰی ہے، اور ہندیہ میں ہی سراجیہ سے منقول ہے کہ اسی پر فتوٰی ہے، اور حموی میں ولوالجیہ سے ہے کہ اسی پر فتوٰی ہے، اور بزازیہ سے منقول ہے جائز ہے اور اسی پر فتوٰی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم(ت)

مسئلہ ۱۳۱ از بروچڑان موضع کوٹلہ مدہو ڈاکخانہ غوث پور ریاست بہاولپور تحصیل خان پور مرسلہ مولوی ابوالمنظور محمد غوث بخش صاحب ۱۱ ذیلقعدہ ۱۳۳۷ھ

معہ دو جواب بغرض تصحیح: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی بروہی و مسماۃ بھرائی کل متروکہ "سمار" متوفی مورث پر بربنائے وراثت وغیرہ قابض و متصرف رہے تو تیدگی مسماۃ بھرائی پر جس کو عرصہ ۱۶ سال کا گزر گیا ہے مسمی بروہی بدستور قابض رہا بعد فوت ہونے بروہی کے

---

[۱] ردالمحتار کتاب الھبۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۵۱۰

[۲] جدالممتار علی ردالمحتار

Marfat.com

پسراس کا الٰہی بخش بھی بدستور قابض رہا، مسماۃ شرم خاتون بنت سما متوفی کو جو حقِ وراثت اپنے والدین سے بروئے شرع شریف آتا تھا لیکن قبضۂ الٰہی بخش میں پہلے سے تھا پھراس کو ہبہ کر کے قبضہ سابقہ اُس کے کو بحال رکھا اور اقرار ہبہ کا اسٹام گورنمنٹی پر بھی لکھ دے کر برأت دعویٰ اپنے کی بالفاظ ذیل ظاہر کی (کہ بعد الیوم سے مظہرہ وورثائے مظہرہ کا بابت کل حصص یعنی جمیع جائداد منقولہ غیر منقولہ مرقوم الصدر کے کوئی دعویٰ دخل نہیں ہے و نہ ہوگا) اب عرصہ تین سال سے الٰہی بخش فوت ہے اور پسران ان کے جندوڈہ وغیرہ قابض و متصرف ہیں، مسماۃ شرم خاتون مدعیہ اپنے حصہ وراثت پر کسی وقت میں قابض و متصرف نہیں رہی جس کو تخمیناً عرصہ چالیس سال کا گزرگیا ہے بلکہ تصرف مالکانہ باپ مدعا علیہ و دادا اس کے کا جائداد مستدعویہ پر باوجود قرب جواری و رشتہ داری کے دیکھتی رہ کر ساکت رہی، اب مدعیہ بعد عرصہ طویل کے حصہ موہوبہ خود مقبوضہ مدعا علیہ کو بعد فوتیدگی اصل موہوب لہ کے بعد از ہبہ مشاع استرجاعاً واپس لینا چاہتی ہے، کیا باوجود قبضہ قدیم کے اس کو بعذر مذکور دیانۃً حقِ رجوع ہوسکتا ہے اور باوجود اطلاع علی التصرف و ابراء عن الدعوٰی و مرور میعاد سماعت دعوائے شرع اقدس میں قضاءً دعوٰی اس کا قابلِ سماعت ہے یا نہ؟

جواب بہاول پور

ہبہ مشاع کا شریک وغیر شریک کو قدیم سے ائمۂ دین میں اختلافی ہے، صاحبین رضی اللہ تعالٰی عنہما جواز وصحت اس کے قائل ہیں اور امام صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فساد کے (روایت):

هبة المشاع فيما يحتمل القسمة من رجلين اومن جماعة صحيحة عندهما وفاسدة عند الامام وليست بباطلة حتى تفيد الملك بالقبض كذا في جواهر الاخلاطي[1] (بعد سطر) هبة المشاع فيما يحتمل القسمة لايجوز سواء كانت من شريكه اومن غيرشريكه ولوقبضها هل تفيد الملك ذكر حسام الدين في كتاب الواقعات ان

مشاع چیز کو جب تو دو افراد یا جماعت کو ہبہ کرے صاحبین کے نزدیک صحیح ہے اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک فاسد ہے اور باطل نہیں حتی کہ قبضہ ہوجانے پر ملک کیلئے مفید ہوگا، یوں جواہر اخلاطی میں ہے (اور ایک سطر بعد فرمایا کہ) قابلِ تقسیم مشاع چیز کا ہبہ خواہ شریک یا غیر شریک کو ہو اور قبضہ دے دیا تو مفید ملک ہوگا یا نہیں، حسام الدین نے کتاب الواقعات میں ذکر کیا کہ مختار

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الہبۃ الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۷۸

Marfat.com

المختار انه لاتفید الملك و ذکر فی موضع اٰخر انه تفید الملك ملکا فاسدا وبه یفتی کذا فی السراجیة۔[1]

یہ ہے کہ مفید ملک نہ ہوگا اور دوسرے مقام میں ذکر کیا ملکیت فاسدہ کا فائدہ دے گا، اور اسی پر فتوٰی ہے جیسا کہ سراجیہ میں ہے۔ (ت)

(عالمگیریہ جلد ثالث ص ۲۱۷) اور صاحبِ درمختار نے مذہبِ صاحبین کو ترجیح دی ہے (بروایت ذیل):

ولو سلمه شائعا لایملکه فلا ینفذ تصرفه فیه اھ لکن فیما عن الفصولین الهبة الفاسدة تفید الملك بالقبض و به یفتی ومثله فی البزازیة علی خلاف ماصححه فی العمادیة لکن لفظ الفتوی اٰکد من لفظ الصحیح کما بسطه المصنف[2] قوله لکن لفظ الفتوی اسندراك علی مایستفید من قوله ماصححه فی العمادیة من ان القولین سواء حیث کان لفظ الفتوی اٰکد فیکون العمل علی ما فی الفصول والبزازیة لانه قال و به یفتی وھو اٰکد فی الصحیح اھ۔[3]

اگر شائع حالت میں قبضہ دیا تو مالک نہ ہوگا تو اس کا تصرف نافذ نہ ہوگا اھ لیکن اسی میں فصولین سے منقول ہے کہ فاسد ہبہ پر قبضہ ملک کا فائدہ دیتا ہے اور اسی پر فتوٰی ہے اور اسی کی مثل بزازیہ میں ہے جو کہ عمادیہ کی تصحیح کے خلاف ہے لیکن فتوٰی کا لفظ زیادہ مؤکد ہے صحیح کے مقابلہ میں، جیسا کہ مصنّف نے اپنے قول کو مبسوط ذکر کیا کہ لفظ فتوٰی عمادیہ کے قول تصحیح سے مستفاد پر استدراک ہے کہ دونوں قول مساوی ہوں تو فتوٰی والا قول زیادہ قوی ہوتا ہے تو عمل فصولین اور بزازیہ کے بیان پر ہوگا کیونکہ ان میں فتوٰی کا ذکر ہے اور اسی پر فتوٰی کا لفظ زیادہ قوی ہے صحیح مذہب میں اھ۔ (ت)

(تکملہ شامی جلد ثانی کتاب الہبہ ص ۴۴۳) بہر کیف ہبہ مشاع کا مسئلہ اختلافی ہے کوئی اہلِ فہم اُس کو اتفاق میں نہیں ڈال سکتا، لیکن فی الواقع پہلے سے قبضہ موہوب لہ کا بطور امانت کے ہے (بروایت ذیل):

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الہبہ الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۳۷۸
[2] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۵۹
[3] قرۃ عیون الاخیار (تکملہ ردالمحتار) کتاب الہبہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۱۲

Marfat.com

اقول بیانه ان الترکة فی ید احد الورثة امانة فاذا انکرھا او منعھا صار غاصباً[1]

میں کہتا ہوں، اس کا بیان یہ ہے کہ ترکہ کسی ایک وارث کے قبضہ میں ہو تو وہ امانت ہے اگر وہ اس سے انکار کرے یا نہ دے تو غاصب ہو جائیگا۔ (ت)

(تکملہ شامی جلد ثانی ص ۱۸۵ سطر ۱۸ فصل التخارج) اور قبض امین موہوب لہ کے لئے تجدید قبض کی ضرورت نہیں تو ہبہ صحیح و تام ہوگیا (روایت):

وملك بالقبول بلا قبض جدید لو الموھوب فی ید الموھوب له ولو بقبض او امانة لانه عامل لنفسه[2]

اگر موہوب چیز موہوب لہ کے قبضہ میں ہو تو قبول کرنے سے قبضہ جدید کے بغیر مالک ہو جائے گا اگرچہ بطور قبضہ سابق ہو یا بطور امانت ہو کیونکہ قبول کا عمل اپنے لئے ہی ہوگا۔ (ت)

(درمختار کتاب الہبہ) اور مدعیہ جب تصرف مدعا علیہ پر مطلع رہ کر ساکت رہی ہے اور ابراء عن الدعوٰے بھی لکھ دیا ہے اور میعاد سماعت دعوٰی کا بھی گزر گیا ہے تو قضاءً دعوٰی اس کا قابلِ سماعت نہیں (روایت ذیل):

وفی الحامدیة عن الولوالجیة رجل تصرف زمانا فی الارض ورجل اٰخر رای الارض والتصرف ولم یدع ومات علی ذٰلك لم تسمع بعد ذٰلك دعوی ولدہ وتترك علی ید المتصرف لان الحال شاھد[3] (وبعد اسطر) واذا کان المدعی ناظرا و مطلعا علی تصرف المدعی علیه الی ان مات المدعی علیه لاتسمع الدعوی

حامدیہ میں ولوالجیہ سے منقول ہے، ایک شخص زمانہ سے ایک زمین میں تصرف کر رہا ہے اور دوسرا شخص زمین اور تصرف کو دیکھ رہا ہے اور کوئی دعوٰی کئے بغیر فوت ہوگیا تو اسکی اولاد کا دعوٰی اس میں مسموع نہ ہوگا اور وہ تصرف کرنے والے کے قبضہ میں رہے کیونکہ حال شاہد ہے (اور چند سطروں بعد فرمایا) جب مدعی، مدعی علیہ کے تصرف پر مطلع اور دیکھ رہا ہو حتی کہ مدعی علیہ اپنے تصرف پر فوت ہوا تو اب اس کے ورثاء پر مدعی کا دعوٰی

---

[1] قرۃ عیون الاخیار تکملہ ردالمحتار) کتاب الصلح فصل فی التخارج دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۱۸۵

[2] درمختار کتاب الہبہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۰

[3] قرۃ عیون الاخیار تکملہ ردالمحتار کتاب الدعوٰی باب التحالف دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۴۷

Marfat.com

على ورثته كما مر عن الخلاصة[1] (و
بعد سطر) والظاهر ان الموت ليس
بقيد وانه لا تقدير بمدة مع الاطلاع
على التصرف لما ذكره المصنف والشارح
فى مسائل شتى آخر الكتاب (وبعد
اسطر) اقول وعلى هذا الوادى على
اخر دارا مثلا وكان المدعى عليه
متصرفا فيها هدما وبناء او
مدة ثلثين سنة وسواء فيه الوقف و
والملك ولو بلا نهى سلطانى او خمس عشر
سنة ولو بلا هدم وبناء فيهما والمدعى
مطلع على التصرف فى الصور الثلاث
مشاهد له فى بلدة واحدة ولم يدع ولم يمنعه
من الدعوى مانع شرعى لا تسمع دعواه
عليه، اما الاول فلاطلاعه على تصرفه
هدما وبناء وسكوته وهو مانع من
الدعوى كما عرفت، واما الثانى فلتركه
الدعوى المدة المذبورة وسكوته وهو
دليل على عدم الحق له ولان
صحة الدعوى شرط لصحة القضاء
والمنع منه حكم اجتهادى
كما علمت، واما الثالث
فللمنع من السلطان

مسموع نہ ہوگا جیسا کہ خلاصہ کے حوالے سے گزرا،
(اور ایک سطر بعد فرمایا) اور ظاہر یہ ہے کہ
موت شرط نہیں اور مطلع رہنے کی مدت کا تعین بھی
نہیں ہے، یہ مصنف اور شارح نے مسائل شتی
آخر الکتاب میں ذکر کیا ہے (اور چند سطر بعد
فرمایا) میں کہتا ہوں اس بنا پر اگر کوئی دوسرے
پر مکان کا دعوٰی کرے حالانکہ مدعٰی علیہ اس مکان
میں تیس سال سے گرانے بنانے جیسا تصرف کرتا
رہا، خواہ یہ مکان وقف ہو یا ملک اگرچہ حکمران کی
ممانعت نہ ہو، یا پندرہ سال تک تصرف گرانے
بنانے والا نہ بھی ہو اور مدعی یہ سب کچھ دیکھ رہا ہو
اسی شہر میں ہونے کے باوجود نہ دعوٰی کرے نہ ہی
دعوٰی سے کوئی شرعی مانع ہو تو اب مدعی کا اس
مکان پر دعوٰی مسموع نہ ہوگا۔ ان تینوں صورتوں
میں سے پہلی صورت میں اس لئے کہ وہ گرانے بنانے
والے تصرف پہ مطلع ہونے کے باوجود خاموش رہا،
یہ چیز دعوٰی سے مانع ہوگئی جیسا کہ تو معلوم کر چکا،
لیکن دوسری صورت میں اس لئے کہ مذکورہ مدت
تک دعوٰی سے خاموشی اس بات کی دلیل ہے
کہ اس مکان میں اس کا حق نہیں ہے اور
اس لئے بھی کہ دعوٰی کا صحیح ہونا صحتِ قضاء کیلئے
شرط ہے اور دعوٰی سے باز رہنا اجتہادی معاملہ
ہے جیسا کہ تو معلوم کر چکا، اور تیسری صورت میں

له وله قرة عیون الاخیار تکملہ رد المحتار کتاب الدعوی باب التحالف دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۴۷

Marfat.com

نصرالرحمٰن قضاته فی سائر ممالکه عن سماعها بعد خمس عشر سنة اذا کان ترکها بغیر عذر شرعی فی الملک[1]

تکملہ شامی جلد اول باب التحالف ص ۳۴۷ سطر ۲

اس لئے کہ حکمران کی پندرہ سال کے بعد سماعت کی ممانعت اللہ تعالٰی کی طرف سے اس کے تمام حکومتی علاقہ کے قاضیوں کے لئے رحمت ہے خصوصًا کوئی عذر نہ ہونے کی صورت میں یہ تاخیر ہو۔ (ت)

واما الابراء من دعوی العین فجائز کما فی الدرر وهوان یقول برئت عنها او عن خصومتی فیها اوعن دعوای هذه الدار لاتسمع دعواه ولا بینة[2]

تکملہ شامی جلد ثانی ص ۱۸۰ سطر ۳۱ کتاب الصلح

لیکن کسی معین چیز کے دعوٰی میں بری کر دینا جائز ہے جیسا کہ درر میں ہے، اور ابراء یہ ہے، کہہ دے کہ میں نے بری کر دیا یا اس مکان کے جھگڑے سے یا اپنے دعوٰی سے میں نے بری کر دیا، تو اب اس کا دعوٰی اور گواہی قابلِ سماعت نہ ہوگی۔ (ت)

فی البزازیة عن المحیط لو ابرء احد الورثة الباقیة ثم ادعی الترکة و انکر لا تسمع دعواه[3]

تنقیح حامدیہ جلد ثانی ص ۵۴ سطر ۹ کتاب الاقرار

کتاب الصلح میں بزازیہ سے بحوالہ محیط منقول ہے کہ اگر ایک وارث باقی وارثوں کو بری کر کے پھر بعد میں ترکہ پر دعوٰی کرے تو مسموع نہ ہوگا۔ (ت)

فی البزازیة ابرأه عن الدعاوی ثم ادعی علیه ارثا عن ابیه ان کان مات ابوه قبل الابراء لا تصح الدعوی[4]

عقود الدریہ فی تنقیح الحامدیہ جلد ثانی کتاب الدعوٰی

بزازیہ میں ہے کہ اگر کہا میں اپنے دعووں سے بری کرتا ہوں، پھر اس نے دوسرے پر والد کی وراثت کا دعوٰی کر دیا، تو اگر بری کرنے سے قبل والد فوت ہوا تو دعوٰی مسموع نہ ہوگا۔ (ت)

---

[1] قرۃ عیون الاخیار تکملہ ردالمحتار کتاب الدعوٰی باب التحالف داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۸-۳۴۷

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ کتاب الصلح ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/ ۱۶۲

[3] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ کتاب الاقرار ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۵۴

[4] ؍؍ ؍؍ ؍؍ کتاب الدعوٰی ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/ ۲۳

Marfat.com

وکذٰلک لو قال وھبت الذی لی علیہ من مالی فھو بریٔ من ذٰلک[1]

اور یوں ہی اگر کہا میں نے اس پر اپنا مال اس کو ہبہ کیا، تو بَری ہو جائے گا۔ (ت)

عالمگیریہ جلد ثالث کتاب الاقرار ص۵۸۴ اور مدعا علیہ کا قبضہ قدیم سے بطور امانت یا غصب کے جب ثابت ہے تو شرعاً مدعیہ کو کسی طرح حقِ رجوع حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ رجوع بعد التسلیم کے واسطے قضا یا رضا شرط ہے (بروایت ذیل):

وبعد التسلیم لیس لہ حق الرجوع فی ذی الرحم المحرم وفیما سوی ذٰلک لہ حق الرجوع الا ان بعد التسلیم لاینفرد الواھب بالرجوع بل یحتاج فیہ الی القضاء او الرضاء[2]۔

قبضہ دینے کے بعد محرم سے واپس لینے کا اس کو حق نہ ہوگا، اور غیر محرم سے واپسی کا حق ہے مگر قبضہ دینے کے بعد واہب کو خود واپس لینے کا اختیار نہ ہوگا بلکہ قضا یا باہمی رضامندی ضروری ہوگی۔ (ت)

تکملہ شامی جلد ثانی ص ۳۵۸ سطر، باب الرجوع فی الھبہ، صورتِ مسئولہ میں رضا مدعا علیہ کی تو ہے نہیں اور صحت قضا کے واسطے صحت دعوی شرط ہے اور وُہ یہاں نہیں پائی جاتی کما مر۔ پس بوجوہات قویہ بالا مدعیہ کو نہ حق رجوع حاصل ہے اور نہ دعوٰی اس کا قابل سماعت ہے خاص کر سلطنت انگلشیہ میں میعاد سماعت ۱۲ سال مقرر ہے اور بنا بر نہی سلطانی پر سماع دعوٰی زائد المیعاد قضاء تو نافذ نہیں، قبضہ مدعا علیہ کا اگر وفات مسماۃ بھرائی سے فرض کیا جائے تب بھی دعوی مدعیہ زائد المیعاد ہے کیونکہ وفات اس کی کو ۱۶ سال گزر گئے ہیں اور ہبہ نامہ مرقومہ اگرچہ ظاہراً ہبہ مشاع ہے مگر حقیقت میں ابراء ہے (بروایت ذیل):

وحاصلہ ان الابراء المتعلق بالاعیان اما ان یکون عن دعواھا وھو صحیح مطلقا وان تعلق بنفسھا فان کانت مغصوبۃ ھالکۃ صح

اس کا حاصل یہ ہے کہ معین موجود چیز سے متعلق بَری کرنا، یہ اس پر دعوٰی سے براءت ہے تو وہ مطلقاً صحیح ہے، اور اگر نفس چیز معین سے براءت کا تعلق ہو تو اگر وُہ چیز مغصوب ہلاک شدہ

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الاقرار الباب الرابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۲۰۴

[2] قرۃ عیون الاخیار تکملہ ردالمحتار کتاب الھبہ باب الرجوع فی الھبہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۲۴

Marfat.com

ایضاکالدین وان کانت قائمۃ فھی بمعنی البراءۃ عنہا عن ضمانہا لو ھلکت وتصیر بعد البراءۃ من عینہا کالامانۃ لاتضمن الا بالتعدی علیہا و ان کانت العین امانۃ فالبراءۃ لا تصح دیانۃ بمعنی انہ اذ اظفر بہا مالکہا اخذھا وتصح قضاءً فلا یسمع القاضی دعواہ بعد ابراء ھذا ملخص ما استفید من ھذا المقام[1]

ہے تو دین کی طرح اس کی برارت صحیح ہے اور وہ چیز موجود ہو تو پھر اس چیز سے برارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ ہلاک ہوجائے تو اس کے ضمان سے برارت ہے، اور اس موجود سے برارت کے بعد تو پھر وہ چیز امانت کی طرح ہوگی تو ہلاک کئے بغیر ضمان نہ دے گا، اور وہ چیز امانت ہو تو برارت دیانۃً صحیح نہ ہوگی اس معنی سے کہ اگر مالک اس چیز پر قابو پالے تو حاصل کرسکتا ہے لیکن قضاءً یہ برارت صحیح ہوگی تو برارت کے بعد قاضی اس کے دعویٰ کو نہ سنے گا، اس مقام میں حاصل شدہ فائدہ کا یہ خلاصہ ہے۔ (ت)

(تکملہ شامی جلد ثانی ص ۳۰۱ سطر ۵ کتاب الصلح) ہبہ نامہ میں اگرچہ لفظ برارت کا صریح نہیں مگر لفظ ہبہ سے بھی برارت ہوسکتی ہے کما مرعن العالمگیریۃ (جیسا کہ عالمگیریہ سے گزرا۔ت) خصوصاً لفظ مندرجہ ہبہ نامہ (کہ کوئی دعویٰ و دخل نہیں ہے اور نہ ہوگا) نص صریح برارت عن الدعویٰ پر ہے جو بالاتفاق صحیح ہے، لہٰذا شرعاً قبضہ مالکانہ مدعا علیہ رکھ کر دعویٰ مدعیہ کا قضاءً قابل اخراج ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب دیوبند

اقول قال فی الدرالمختار لاتتم بالقبض فیما یقسم ولو وھبہ لشریکہ اولاجنبی لعدم تصور القبض الکامل کما فی عامۃ الکتب فکان ھو المذھب[2] الخ ولو سلمہ شائعا لایملکہ[3] الخ دلمختار، وفی ردالمحتار

میں کہتا ہوں، درمختار میں فرمایا، قابل تقسیم چیز کا ہبہ قبضہ دینے سے تام نہ ہوگا خواہ شریک کو ہبہ کیا یا اجنبی کو، کیونکہ اس میں کامل قبضہ کا تصور نہیں جیسا کہ عام کتب میں ہے، تو یہی مذہب ہے الخ، اور اگر مشاع کا قبضہ دیا تو موہوب لہ مالک نہ بنے گا الخ درمختار، اور

---

[1] قرۃ عیون الاخیار تکملہ ردالمحتار کتاب الصلح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۱۶۴

[2] درمختار کتاب الہبۃ مجتبائی دہلی ۲/ ۱۵۹

Marfat.com

وکما یکون للواھب الرجوع فیما یکون لوارثہ بعد موتہ[1] الخ فھذا یفید ان للواھب استردادہ من ورثۃ الموھوب لہ وایضا الحق لایسقط بتقادم الزمان کما حققہ المحقق الشامی[2] فی مسائل شتی من اٰخر الکتاب۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔ کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ
۲۰ رجب ۱۳۲۷ھ۔

ردالمحتار میں ہے کہ جس طرح خود واہب کو رجوع کا حق ہے اسی طرح اس کی موت کے بعد اس کے وارثوں کو حق ہے الخ، اس سے یہ فائدہ ہوا کہ واہب کو موہوب لہ کی موت کے بعد اسکے وارثوں سے واپس لینے کا حق ہے، اور نیز کوئی حق پرانا زمانہ ہونے کی وجہ سے ساقط نہ ہوگا، جیسا کہ کتاب کے آخر میں علامہ شامی نے مسائل شتی میں اس کی تحقیق فرمائی، واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔ کتبہ عزیز الرحمان عفی عنہ ۲۰ رجب ۱۳۲۷ھ (ت)

باسمہٖ تعالٰی

از ابوالمنظور محمد غوث بخش مقیم بیت العلم والحکم پروچڑان موضع کوٹلہ مدہو ڈاکخانہ غوث پور ریاست بہاولپور تحصیل خانپور۔

بعالی خدمت اسم درجت مدار ارسجال العلوم علی العمود حضرت مولٰنا ومخدومنا قبلہ آمال وآمال خیار عباداللہ المتعال حضرت احمد رضا خاں صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج شریف عنصر لطیف

خدمت میں ضروری عرض ہے توجہ سے سُن کر جواب بتدقیق وغور تمام لعجلت عطا فرمائیں، ایک استفتاء متعلق ہبہ مشاع وطلاق صبی بمعہ ٹکٹ کچھ عرصہ سے خدمت میں بھیجا تھا، مولٰنا امجد علی صاحب اعظمی کے خط سے معلوم ہوا کہ نہیں ملا، پس حسب الایماء اُن کے دوسری نقل ارسال ہے کرم نوازانِ من! عدالت ڈسٹرکٹ جج خانپور میں دعوی رجوع عن الہبہ کا گزرا ہے کہ جس کا رجوع شرع مقدس کی طرف ہے، علمائے علاقہ ہذا آپس میں مختلف ہیں، حضرت اعلٰی کی خدمت اقدس میں فتوٰی مع الجواب ارسال ہے براہِ کرم بخشی وحسبۃً للہ تعالٰی بامعان نظر فتوٰی مرسلہ پر دستخط ومہر بالشمولیت جماعت علمائے کرام ثبت فرمادیں بمعہ مزید تائید جواب اس کے کہ واقعات صورت حال از کتاب القضاء ومخالفتِ دعوٰی وغیرہ وغیرہ رجوع عن الہبہ سے مانع ہے، اپنی ذات باحسنات سے اضافہ فرمادیں۔ جناب والا! ایک نقل دیوبند بھی ارسال کی گئی تھی

---

[1] ردالمحتار کتاب الہبہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۵۱۱
[2] ردالمحتار کتاب القضاء فصل فی الحبس دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۴۳
ردالمحتار مسائل شتی دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۷۴

Marfat.com

مگر مفتی دیوبند نے بڑی بے غوری سے جواب مختصر لکھ کر استفتاء واپس کر دیا ہے جس پر بڑی حیرت دامنگیر ہے کہ یہ کیا جواب ہے کہ کتاب القضاء و مخالفت دعوی وغیرہ پر کچھ بھی غور و توجہ نہیں کی، مرکز فتاوی جناب اقدس میں التجا ہے کہ بجنسہ استفتاء جس پر مفتی دیوبند کا جواب ہے غور فرما کر بجلدی جواب مفصل بحوالہ صفحہ کتاب وغیرہ معزز فرمائیں اور چند پیشی پہلے گزر گئی ہیں فقط ۱۰ رشعبان ۱۳۳۷ھ / ۱۱ مئی ۱۹۱۹ء

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب، یہاں چند امور پر لحاظ ضرور جن سے انکشاف جواب وظہور صواب ہو، وباللہ التوفیق۔

اوّلاً شے صالح قسمت میں ہبہ مشاع باجماع ائمہ حنفیہ غیر نافذ ہے، صاحبین وغیرہما کسی کو خلاف نہیں، امام شافعی کا خلاف ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ بدائع امام ملک العلماء جلد ششم ص ۱۱۹:

لا تجوز ھبۃ المشاع فیما یقسم وھذا عندنا وعند الشافعی تجوز[1]

قابل تقسیم مشاع چیز کا ہبہ ہمارے نزدیک جائز نہیں اور امام شافعی کے نزدیک جائز ہے (ت)

ہدایہ ج ۲ ص ۲۱۲:

لا تجوز الھبۃ فیما یقسم الا محوزۃ مقسومۃ وقال الشافعی یجوز[2]

قابل تقسیم چیز کا ہبہ تقسیم شدہ ہوئے بغیر جائز نہیں، اور امام شافعی نے فرمایا جائز ہے۔ (ت)

تبیین الحقائق جلد ۵ ص ۹۳:

لا تجوز فی مشاع یقسم وقال الشافعی تجوز[3]

قابل تقسیم مشاع چیز کا ہبہ جائز نہیں ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا جائز ہے (ت)

ہاں اختلاف اس میں ہے کہ صرف وقت قبضہ وجود شیوع مانع جواز ہبہ ہے یا جبکہ وقت عقد بھی ہو، اول قول امام ہے اور ثانی قول صاحبین رضی اللہ تعالٰی عنہم اور قول ہمیشہ قول امام ہے کما حققناہ فی اجلی الاعلام بان الفتوی مطلقا علی قول الامام (جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق "اجلی الاعلام بان الفتوی مطلقا علی قول الامام" میں کی ہے۔ ت)، بدائع الصنائع ج ۶ ص ۱۲۱:

---

[1] بدائع الصنائع کتاب الہبہ فصل فاما الشرائط الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶ / ۱۱۹
[2] الہدایہ کتاب الہبہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۳ / ۲۸۳
[3] تبیین الحقائق " المطبعۃ الکبری الامیریہ بولاق مصر ۵ / ۹۳

Marfat.com

ابو حنیفة یعتبر الشیوع عند القبض وھما یعتبرانه عند العقد والقبض جمیعا فلم یجوز ابو حنیفة ھبة الواحد من اثنین لوجود الشیاع وقت القبض وھما جوزاھا لانه لم یوجد الشیاع فی الحالین بل وجد احدھما دون الاٰخر[1]

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قبضہ کے وقت شیوع کا اعتبار کرتے ہیں اور صاحبین عقد اور قبضہ دونوں میں اعتبار کرتے ہیں تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ایک شخص کا دو افراد کو قابل تقسیم چیز کا ہبہ کرنا ناجائز نہیں کرتے کیونکہ قبضہ میں شیوع پایا جائے گا، اور صاحبین اس کو جائز فرماتے ہیں کیونکہ عقد اور قبضہ میں شیوع نہیں ہے بلکہ صرف قبضہ میں شیوع ہے عقد میں نہیں۔(ت)

بالجملہ اگر شیوع صرف وقت عقد ہو نہ وقتِ قبض جیسے دو شخص اپنا مکان مشترک جس میں تیسرا شریک نہیں، شخص واحد کو ہبہ کرکے ایک ساتھ قبضہ دے دیں، یہ صورت بالاجماع جائز ہے، کنز و تنویر و عامہ متون میں ہے: وھب اثنان دارا لواحد صح[2] (دو افراد نے ایک شخص کو ہبہ کیا تو جائز ہے۔ت) اور اگر صرف وقت قبض ہو نہ وقت عقد جیسے ایک شخص اپنا مسلّم مکان دو کو ہبہ کرے، یہ امام کے نزدیک ناجائز اور صاحبین کے جائز، متون میں بعد عبارت مذکورہ ہے لاعکسه[3] (اس کا عکس نہیں ہے۔ت) تبیین وغیرہ شروح میں ہے: ھذا عندہ وقالا یجوز[4] (یہ امام صاحب کے نزدیک ہے، صاحبین فرماتے ہیں جائز ہے۔ت) اور اگر عقد وقبض دونوں میں شیوع ہو جیسے ایک شخص کسی مکان یا گاؤں میں اپنا غیر منقسم حصہ کسی کو ہبہ کرے یا ایک مکان کے دو شریک ہیں ایک اپنا حصہ زید کو دوسرا عمرو کو ہبہ کریں اگرچہ معاً ہبہ کیا اور معاً قبضہ دیا ہو، یہ صورتیں بالاجماع ناجائز ہیں، تبیین ج ۵ ص ۹۷:

الا تری ان رجلین لو وھبا رجلین علی ان نصیب احدھما لاحدھما بعینه ونصیب الاٰخر للاٰخر لا یجوز بالاجماع[5]

آپ دیکھیں گے کہ دو حضرات اگر دو اشخاص کو اس طرح ہبہ کریں کہ ایک کا حصہ ایک کو اور دوسرے کا حصہ دوسرے کو معین طور پر ملے تو بالاتفاق جائز نہیں۔(ت)

---

[1] بدائع الصنائع کتاب الہبۃ فصل واما الشرائط الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۱۲۱
[2] درمختار کتاب الہبہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۱
[3] کنز الدقائق ″ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۰۹
[4] تبیین الحقائق ″ المطبعۃ الکبری الامیریہ بولاق مصر ۵/ ۹۶
[5] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۵/ ۹۷

Marfat.com

عالمگیریہ جلد ۴ ص ۳۷۸ ذخیرہ سے:

الشیوع من الطرفین فیما یحتمل القسمۃ مانع عن جواز الھبۃ بالاجماع[1]

دونوں طرف سے شیوع ہو تو وہ قابل تقسیم ہونے کی وجہ سے بالاتفاق جوازِ ہبہ کے لئے مانع ہے۔ (ت)

ظاہر ہے کہ صورت مذکورۂ سوال صورت ثالثہ ہے کہ صالح قسمت میں غیر منقسم ہبہ کیا ہے تو باجماع امام و صاحبین ناجائز ہے۔

ثانیاً روایات ظاہرۃ اصل مذہب میں ہمارے ائمہ ثلثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک ہبۂ مشاع کرنا جائز ہے بعد قبض بھی مفید ملک نہیں ہوتا بلکہ شے بدستور ملکِ واہب پر رہتی ہے، ہاں بعض مشائخ کے نزدیک ملک فاسد خبیث حاصل ہوجاتی ہے، اسے بھی خلافِ امام و صاحبین سے کچھ علاقہ نہیں، بعض مشائخ کا خلاف ہے اور صحیح و معتمد اول کہ وہی قول امام بلکہ قول ائمہ ثلثہ اور وہی ظاہر الروایۃ مصححہ و مرجحہ ہے تو اس سے عدول جائز نہیں اگرچہ بعض اس کے خلاف کو بہ یفتی (اسی پر فتوٰی ہے۔ ت) کہیں،

فتاوٰی خیریہ ج ۲ ص ۱۰۱:

لا تصح ھبۃ المشاع الذی یحتمل القسمۃ ولو صدق الوارث علی صدورھا من المورث فیہ لان تصدیقہ لا یصیر الفاسد صحیحا وکما لا تصح ھبتہ من الاجنبی لا تصح من الشریک کما فی اغلب الکتب ولا عبرۃ بمن شذ بمخالفتھم ولا تفید الملک فی ظاھر الروایۃ قال الزیلعی لو سلمہ شائعا لا یملکہ حتی لا ینفذ تصرفہ فیہ فیکون مضمونا علیہ وینفذ فیہ تصرف الواھب ذکرہ الطحاوی وقاضی خان وروی عن ابن رستم مثلہ وذکر عصام

قابلِ تقسیم مشاع چیز ہو تو ہبہ صحیح نہ ہوگا اگرچہ وارث تصدیق کرے کہ مورث نے یہ ہبہ کیا ہے کیونکہ اس کی تصدیق فاسد کو صحیح نہیں بنا سکتی اور جس طرح اجنبی کے لئے صحیح نہیں ہے اس طرح شریک کے لئے بھی صحیح نہیں جیسا کہ عام کتب میں ہے اور جو ان کی مخالفت میں اکیلا ہو تو اس کا اعتبار نہیں اور ظاہر روایت میں یہ مفید ملک نہ ہوگا، زیلعی نے فرمایا اگر شیوع کی حالت میں قبضہ دیا تو مالک نہ بنے اس لئے اگر تصرف کرے تو نافذ نہ ہوگا اور موہوب لہ کو ضمان دینا ہوگا، واہب کا تصرف اس میں نافذ رہے گا، یہ طحاوی اور قاضیخاں نے ذکر فرمایا ہے اور ابن رستم سے اسی طرح روایت ہے اور عصام نے

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الھبۃ الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۷۸

Marfat.com

انها تفید الملک وبه اخذ بعض المشائخ[1] انتھی

ذکر کیا ہے کہ یہ مفید ملک ہوگا، اور بعض مشائخ نے اس کو اپنایا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں فتوٰی مذکورہ علامہ خیر رملی کہ ہبہ مشاع مفید ملک موہوب لہ نہیں ذکر کرکے فرمایا ج ۴ ص ۵۱۱:

وافتی بہ فی الحامدیۃ ایضاً والتاجیۃ وبہ جزم فی الجوھرۃ والبحر ونقل عن المبتغی بالغین المعجمۃ انہ لوباعہ الموھوب لہ لایصح وفی نورالعین عن الوجیز الھبۃ الفاسدۃ مضمونۃ بالقبض ولایثبت الملک فیھا الاعند اداء العوض نص علیہ محمد فی المبسوط وھو قول ابی یوسف اھ وذکر قبلہ ھبۃ المشاع فیما یقسم لاتفید الملک عند ابی حنیفۃ وفی القھستانی لاتفید الملک وھو المختار کما فی المضمرات وھذا مروی عن ابی حنیفۃ وھو الصحیح اھ فحیث علمت انہ ظاھر الروایۃ وانہ نص علیہ محمد ورووہ عن ابی حنیفۃ ظھر انہ الذی علیہ العمل وان صرح بان المفتی بہ خلافہ[2]

اس پر حامدیہ و تاجیہ نے بھی فتوٰی دیا ہے، اور اسی پر جوہرہ اور بحر میں جزم کیا ہے اور مبتغی (غین کے ساتھ) سے منقول ہے کہ اگر موہوب لہ نے اُسے فروخت کردیا تو صحیح نہ ہوگا، اور نورالعین میں وجیز سے منقول کہ فاسد ہبہ قبضہ کی وجہ سے مضمون ہوگا اور اس میں ملکیت عوض کی ادائیگی کے بغیر ثابت نہ ہوگی، اس پر امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے مبسوط میں نص فرمائی ہے اور یہی امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی کا قول ہے اھ، اور اس سے قبل ذکر فرمایا کہ قابلِ تقسیم مشاع کا ہبہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک مفید ملک نہیں ہے، اور قہستانی میں ہے کہ وُہ مفید ملک نہیں ہے اور یہی مختار ہے جیسا کہ مضمرات میں ہے اور یہ امام صاحب سے مروی ہے اور وہی صحیح ہے اھ، توجب معلوم ہوگیا کہ یہ ظاہر روایت ہے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کی اس پر نص ہے اور انھوں نے یہ امام صاحب سے روایت کیا ہے تو یہ صحیح ہے اگرچہ تصریح کی گئی ہو کہ اس کے خلاف پر فتوٰی ہے۔ (ت)

ثالثاً بعض کے نزدیک اگرچہ مفید ملک ہو مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ واہب کو اُس پر دعوٰی

---

[1] فتاوٰی خیریۃ کتاب الہبۃ دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۱۱۲

[2] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۵۱۱

Marfat.com

نہ رہا، نہیں نہیں بلکہ اسے دعوٰی پہنچتا ہے اور بالاجماع رجوع کرسکتا ہے اگرچہ یہ ہبۂ ذورحم محرم کو کیا ہو حالانکہ وہ مانع رجوع ہے اور جس طرح واہب کو دعوٰی پہنچتا ہے اگر وہ مرجائے اس کا وارث دعوٰی کرسکتا ہے حالانکہ موت احد العاقدین بھی مانع رجوع ہے اور اگر شیئ موہوب، موہوب لہ کے پاس تلف ہوجائے اس کا تاوان واہب کو دے حالانکہ ہلاک موہوب بھی مانع رجوع ہے اور وجہ وہی ہے کہ ان بعض کے نزدیک بھی یہ ملک صحیح نہیں بلکہ خبیث ہے اور عقد فاسد و واجب الرد ہے۔ فتاوٰی خیریہ ج ۲ ص ۱۰۲ بعد عبارت مذکورہ :

ومع افادتہا للملك عند ھذا البعض اجمع الکل علی ان للواھب استردادھا من الموھوب لہ ولوکان ذارحم محرم من الواھب قال فی جامع الفصولین رامزا لفتاوی الفضلی ثم اذا ھلکت افتیت بالرجوع للواھب ھبۃ فاسدۃ لذی رحم محرم منہ اذ الفاسدۃ مضمونۃ علی مامرفاذاکانت مضمونۃ بالقیمۃ بعد الھلاك کانت مستحقۃ الرد قبل الھلاك انتھی وکمایکون للواھب الرجوع فیھا یکون لوارثہ بعد موتہ لکونہا مستحقۃ الرد وتضمن بعد الھلاك کالبیع الفاسد اذامات احد المتبایعین فلورثتہ نقضہ لانہ مستحق الرد ومضمون بالھلاك۔[1]

اس کے باوجود کہ بعض کے نزدیک یہ ہبہ مفید ملک ہے اس پر سب کا اتفاق ہے کہ واہب کو اس میں رجوع کا حق ہے اگرچہ موہوب لہ واہب کا ذی رحم محرم ہو، جامع الفصولین میں فتاوٰی فضلی کی رمز سے فرمایا کہ پھر اگر ہلاک ہوجائے تو میں نے فتوٰی دیا کہ محرم کو فاسد ہبہ دینے میں واہب کو رجوع کا حق ہے کیونکہ فاسد ہبہ مضمون ہوتا ہے جیساکہ گزرا تو جب ہلاک ہوجانے پر قیمت برابر ضمان ہے تو ہلاک ہونے سے قبل واپس لینے کا حق ہے اھ اور جیسے واہب کو رجوع کا حق ہے تو اس کی موت کے بعد اس کے ورثاء کو رجوع کا حق ہوگا کیونکہ وہ قابلِ واپسی ہے اور ہلاک ہوجانے پر اس کا ضمان دینا ہوگا جیساکہ فاسد بیع میں کوئی فریق فوت ہوجائے تو اس کے ورثاء کو بیع ختم کرنے کا اختیار ہے کیونکہ وہ قابل واپسی ہے اور ہلاک ہوجانے پر مضمون ہے۔ (ت)

ولہذا ردالمحتار ص ۸۱ میں بعد عبارت مذکورہ بحال تنزل بقول دگر اس کا محض نامفید ہونا یوں ظاہر فرمایا :

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الہبہ دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۱۱۲

Marfat.com

ولاسیما انہ یکون ملکا خبیثا کما یأتی و یکون مضمونا کما علمتہ فلم یجد نفعا للموھوب لہ فاغتنمہ۔[1]

خصوصاً خبیث ملکیت ہو جیسا کہ عنقریب آئیگا اور مضمون ہو جیسا کہ تُو معلوم کرچکا ہے، تو وُہ موہوب لہ کو مفید نہیں ہے، اسے غنیمت سمجھو۔ (ت)

رابعاً مسئلہ ابراء عن الاعیان اگر یہاں سے متعلق ہوتا تو اس کا اثر صرف قضاءً پر تھا دیانۃً اپنی مملوکہ عین سے سوبار ابراء کرے ملک زائل نہ ہوگی اور جب ملے لے سکے گا۔ درمختار اوائل الصلح،

قولھم الابراء عن الاعیان باطل معناہ لم یصر ملکا للمدعی علیہ ولذا لو ظفر بتلک الاعیان حل لہ اخذھا لکن لاتسمع دعواہ فی الحکم۔[2]

ان کا فرمانا کہ عین موجود چیز سے بَری کرنا باطل ہے، اس کا معنٰی یہ ہے کہ مدعی علیہ کی ملک نہ بنے گا، لہذا دینے والا اگر قابو پاکر اسے لے لے تو لینا جائز ہوگا لیکن قاضی کے ہاں اس کا دعوٰی مسموع نہ ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار ج ۴ ص ۴۷۰:

نقل الحموی عن حواشی صدر الشریعۃ للحفید معنی قولنا البراءۃ عن الاعیان لاتصح ان العین لاتصیر ملکا للمدعی علیہ لا ان یبقی المدعی علی دعواہ الخ ابوالسعود وھذا اوضح مما ھنا قال السائحانی والاحسن ان یقال الابراء عن الاعیان باطل دیانۃ لا قضاء۔[3]

حموی نے صدر الشریعۃ کے پوتے کے لئے حواشی سے نقل کیا، اعیان اشیاء سے برارت صحیح نہیں، ہمارے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ عین چیز مدعی علیہ کی ملک نہ بنے گی، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مدعی کا دعوٰی قائم ہے الخ ابوسعود نے کہا یہاں پر سائحانی نے جو فرمایا اس سے یہ زیادہ واضح ہے اور یہ کہنا زیادہ بہتر ہے کہ اعیان اشیاء سے بری کرنا دیانۃً باطل ہے قضاءً باطل نہیں (ت)

مگر صورت مسئولہ میں کوئی ابراء ابتداءً نہیں بلکہ اس ہبہ ناجائز پر مبنی ہے جس پر اس کی یہ عبارت شاہد ہے کہ بعد الیوم سے مظہرہ وورثائے مظہرہ کا بابت کل حصص یعنی جمیع جائداد کے کوئی دعوٰی و دخل نہیں ورنہ ہوگا،

---

[1] ردالمحتار — کتاب الہبہ — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۴/۵۱۱
[2] درمختار — کتاب الصلح — مطبع مجتبائی دہلی — ۲/۱۴۲
[3] ردالمحتار — " — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۴/۴۷۵

Marfat.com

یہ وہی عبارت ہے جو بیعنامہ کے آخر میں لوگوں نے معمول کرلی ہے کہ آج سے میرا مبیع اور مشتری کا زرثمن میں کوئی دعوٰی نہ رہا، یہ اسی بیع پر مبنی ہوتی ہے نہ کہ کوئی ابراءِ ابتدائی اگر بیع باطل ثابت ہو تو بلاشبہ مبیع وثمن واپس دیئے جائیں گے، اور وہ الفاظ کہ دعوٰی نہ رہا کچھ خلل انداز نہ ہوگا، بعینہٖ یہی حالت یہاں ہے اس ہبہ کی بناء پر کہہ رہی ہے کہ آج سے کوئی دعوٰی نہیں، جب وہ ہبہ شرعاً ناجائز ہے ان الفاظ کا بھی کچھ اثر نہیں۔ عقود الدریہ ج ۲ ص ۵۹؛

اذا جری الصلح بین المتداعین وکتب الصك وفیه ابراء کل واحد منهما صاحبه عن الدعوی ثم ظهر ان الصلح وقع باطلا بفتوی الائمة فاراد المدعی ان یدعی ما ادعی لا تصح دعواه للابراء السابق والمختار ان تسمع لان هذا ابراء فی ضمن صلح فاسد فلا یعمل مجمع الفتاوی[1]

جب دونوں مدعی حضرات آپس میں صلح کرکے صلحنامہ لکھ دیں جس میں ہر ایک نے دوسرے کو بری کردینا لکھ دیا پھر بعد میں معلوم ہوا کہ ائمہ کرام کے فتوٰی کی رُو سے صلح باطل ہے تو اب ایک مدعی اپنے دعوٰی کو بحال کرے تو یہ درست نہ ہوگا کیونکہ پہلے براءت کرچکا ہے اور مختار یہ ہے کہ اس کا دعوٰی قابلِ سماعت نہ ہوگا کیونکہ وہ صلح فاسد صلح کے ضمن میں ہوئی تھی لہٰذا وہ معتبر نہ ہوگی، مجمع الفتاوٰی (ت)

فتاوٰی امام قاضیخان ج ۲ ص ۲۳۸، جامع احکام الصغار ص ۱۰۷؛

لا تحرم هو الصحیح لانه ما اقر بالحرمة ابتداء وانما اقر بالسبب الذی تصادقا علیه وذلك السبب باطل[2]

دوبارہ دعوٰی حرام نہیں ہے کیونکہ پہلا اقرارِ صلح کے اس سبب پر جس پر دونوں نے اتفاق کیا تھا اور وہ باطل ہوچکا ہے (ت)

خامسًا بفرضِ غلط اگر یہ ابتدائی ابراء بھی ہوتا تو اس چیز کی نسبت ہے کہ اس وقت تک اس کی مِلک ہے جو خود معلوم اور بعد الیوم کی قید سے مفہوم اور نہ کسی منازعت میں ہے نہ کسی خاص کے نام تو محض باطل وبے اثر ہے، عقود الدریہ ج ۲ ص ۴۵؛

وفی العمادیة قال ذوالید لیس هذا لی اولیس ملکی او لا حق لی فیه او نحو ذلك

عمادیہ میں ہے قابض نے کہا یہ میرا نہیں، یا میری ملک نہیں، یا میرا حق نہیں، یا اور ایسے

---

[1] العقود الدریۃ کتاب الصلح ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۷۰

[2] جامع احکام الصغار علی ہامش جامع الفصولین مسائل الطلاق نورانی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰۷

Marfat.com

ولا منازع له حینئذ ثم ادعاه احد فقال ذوالید ھو لی فالقول له لان الاقرار بمجھول باطل والتناقض انما یمنع اذا تضمن ابطال حق علی احد اھ ومثله فی الفیض وخزانة المفتین[1]

الفاظ کہے جبکہ اس وقت کسی نے تعرض نہ کیا پھر کسی نے اس مقبوضہ چیز پر دعوٰی کر دیا تو اس کے جواب میں اس نے کہا یہ میری چیز ہے، تو اس کا یہ کہنا معتبر ہوگا کیونکہ پہلا اقرار تھا جو باطل ہے اور تناقض تب ہوتا کہ وہ کسی کے لئے حق کا اقرار کرتا اھ اور اسکی مثل فیض اور خزانۃ المفتین میں بھی ہے (ت)

سادسًا ایک شخص دوسرے کو مدت تک کسی شے میں مالکانہ تصرف کرتے دیکھے اور بلا عذر ساکت رہے پھر کہنے لگے کہ یہ تو میری ملک ہے۔ علماء کرام نے قطع تزویر وحیل کے لئے اس کا دعوٰی نامسموع رکھا ہے اور یہ حکم فقہی ہے، نہ بربنائے منع سلطانی۔ اس کی بعض عبارات فتاوٰی بہاولپور میں ہیں اور کثیر و وافر ہمارے فتاوٰی میں ہیں۔ یہ حکم دیانۃً نہیں محض قضاءً ہے کہ نظر بظاہر حال ممانعت فرمائی کما نصوا علیہ (جیسا کہ اس پر نص کی گئی ہے۔ت)، سائل نے سوال ہی میں اس کا اشعار کر دیا تھا کہ باوجود اطلاع علی التصرف قضاء دعوٰی اس کا قابلِ سماعت ہے نہ، مجیب نے تصریح کر دی تھی کہ صحت قضاء کے لئے دعوٰی شرط ہے اور وہ یہاں نہیں دعوٰی قضاءً قابلِ اخراج ہے اور یہ عبارت کہ الحق لا یسقط بتقادم الزمان[2] (زمانہ گزر جانے پر حق ساقط نہیں ہوتا۔ت) حکم دیانت ہے تو اس کے مقابل اسے پیش کرنا فتوٰی دیوبند کی حماقت ہے ان محقق شامی نے جن کے مسائل شتی آخر الکتاب کا حوالہ دیا اُسی جگہ فرما دیا تھا، ج ۵ ص ۴۷۶:

ثم اعلم ان عدم سماعھا لیس مبنیا علی بطلان الحق حتی یرد ان ھذا قول مھجور لانه لیس ذلك حکما ببطلان الحق وانما ھو امتناع من القضاة عن سماعھا خوفا من التزویر

پھر معلوم ہونا چاہئے کہ اس کا عدم سماع کسی حق کے بطلان پر مبنی نہیں تاکہ اعتراض ہو سکے کہ اس کا یہ دوسرا قول مہجور ہے کیونکہ یہ کسی حق کے بطلان کا حکم نہ تھا بلکہ یہ تو قاضیوں کا ترکِ سماع اس خوف کی بناء پر تھا کہ من گھڑت معاملہ ہو سکتا ہے

---

[1] العقود الدریۃ کتاب الاقرار ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۵۳
[2] رد المحتار مسائل شتی دار الاحیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۷۶
رد المحتار کتاب القضاء فصل فی الحبس " " " ۴/۳۴۳

Marfat.com

ولدلالة الحال كما دل عليه التعليل و الافقد قالوا ان الحق لايسقط بالتقادم كما فی قضاء الاشباہ فلا تسمع الدعوی فی ھذہ المسائل مع بقاء الحق للاٰخر ولذا لواقر بہ الخصم یلزمہ[1]

اور حال کی دلالت کی وجہ سے جیساکہ اس کی بیان کردہ علت سے معلوم ہوتا ہے، ورنہ تو زمانہ گزرنے کی وجہ سے کوئی حق ساقط نہیں ہوتا جیساکہ الاشباہ کی بحثِ قضاء میں ہے، تو ان مسائل میں دوسرے کے حق کے باوجود دعوٰی مسموع نہ ہوگا، اسی لئے اگر فریقِ مخالف اس کا اقرار کرے اسکو لازم ہوجائیگا۔ (ت)

یہاں علامہ شامی نے الحق لایسقط بالتقادم (زمانہ گزرجانے سے حق ساقط نہیں ہوتا۔ ت) جواب دینے کے لئے نقل فرمایا ہے اس کی کوئی تحقیق نہ کی، تحقیق اسی کی لکھی ہے کہ اس صورت میں دعوٰی مسموع نہیں اور یہ اس پر الحق لایسقط بالتقادم (زمانہ گزرجانے سے حق ساقط نہیں ہوتا۔ ت) وارد نہیں، یہ سب کچھ دیکھ کر شامی کا الٹا حوالہ دینا اور جس سے وہ جواب دے چکے اسی کو پیش کرنا اور ان کے سر دھرنا عجب جہالت ہے بلکہ جواب صحیح یہ ہے کہ یہ مسئلہ صورتِ مسؤلہ سے متعلق نہیں جہاں مدعی علیہ کا اقرار موجود ہو، اگر سو برس بھی گزرجائیں مانع دعوٰی نہیں۔ یہاں اس مال کا متروکہ سماء اور شرم خاتون کا وارثِ سماء ہونا امر مسلّم ہے جس میں کسی کو نزاع نہیں، پھر الٰہی بخش کا شرم خاتون سے ہبہ لینا ہبہ نامہ لکھوانا صراحۃً ملک شرم خاتون کا اقرار ہے تو مسئلہ مذکور یہاں سے اصلاً متعلق نہیں، فتاوٰی خیریہ ج ۲ ص ۷۳:

سئل فیما ادعی زید علی عمرو محدودا انہ ملکہ ورثہ عن والدہ فاجابہ المدعی علیہ انی اشتریت من والدك بکذا وانی ذو ید علیہ من مدۃ تزید علی اربعین سنۃ وانت مقیم معی فی بلدۃ ساکت من غیر عذر یمنعك عن الدعوی ھل یکون ذلك من باب الاقرار بالتلقی من مورثہ فیحتاج الی بینۃ تشھد لہ بالشراء ولاینفعہ

ان سے سوال ہوا کہ زید نے عمرو پر دعوٰی کیا کہ یہ محدود رقبہ میرے والد کی وراثت میں میری ملک ہے تو مدعٰی علیہ نے جواب میں کہا میں نے یہ رقبہ اتنے میں تیرے والد سے خریدا ہے اور چالیس سال سے زائد عرصہ میرے قبضہ میں چلا آرہا ہے اور تو شہر میں میرے پاس مقیم اور عذر کے بغیر تو خاموش رہا اور دعوٰی نہ کیا، تو کیا مدعٰی علیہ کا یہ جواب مدعی کے مورث سے خرید کے ثبوت کے لئے گواہی کی ضرورت ہوگی اور مدتِ مذکورہ سے اس کا قبضہ اس کو مفید نہ ہوگا۔

---

[1] ردالمحتار مسائل شتّٰی داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۷۔۴۷۳

کونه واضعا یده علیه المدة المذکورة و لاتکون الحادثة من باب الدعاوی التی مرعلیها خمس عشرة سنة[1] اجاب نعم دعوی تلقی الملك من المورث اقرار بالملك له ودعوی الانتقال منه الیه فیحتاج المدعی علیه الی بینة وصار المدعی علیه مدعیا ولاینفعه وضع الید المدة المذکورة مع الاقرار المذکور ولیس من باب ترك الدعوی بل من باب المؤاخذة بالاقرار ومن اقر بشیئ لغیره اخذ باقراره ولو کان فی یده احقابا کثیرة لاتعد وهذا مما لایتوقف فیه[1] واللّٰه تعالٰی اعلم۔

اور یہ پندرہ سال پرانے کیس سے متعلق دعوٰی کے باب سے نہ ہوگا، جواب دیا، ہاں مدعٰی علیہ کا یہ دعوٰی کہ میں نے تیرے مورث سے خریدا ہے، یہ مورث سے حصول کا اقرار ہے اور اس سے اپنے لئے منتقل ہونے کا دعوٰی بنتا ہے تو اس پر مدعٰی علیہ کو گواہی کی ضرورت ہوگی اور اس بنار پر مدعٰی علیہ مدعی بن جائے گا، اور مذکورہ اقرار کی وجہ سے اس کا چالیس سالہ قبضہ اس کو مفید نہ ہوگا، اور یہ معاملہ پندرہ سالہ پرانے کیس والا نہیں بلکہ یہ اقرار پر مؤاخذہ کے باب سے ہوگا جبکہ دوسرے کی چیز کا اقرار کرنے والا اپنے اقرار کی بنار پر پابند ہوجاتا ہے اگرچہ اس کا قبضہ زمانوں سے ہو شمار نہ ہوگا، اور یہ ایسا معاملہ ہے جس میں کوئی توقف نہیں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

عقود الدریۃ ج ۲ ص ۷ :

اذا ادعی اخوات زید علیه بحصتهن من دار ابیهن المتوفی من خمس عشرة سنة وهو معترف بان الدار مخلفة لهم عن ابیهم تسمع الدعوی علیه ولو طالت المدة کما افتی بذلك العلامة ابو السعود العمادی[2]۔

جب زید کی بہنوں نے اس پر دعوٰی کیا کہ اس مکان میں پندرہ سال قبل فوت شدہ ہمارے والد کی وراثت کے طور پر ہمارا حق ہے اور زید اعتراف کرتا ہے کہ یہ مکان والد کی وراثت میں ہے تو اس کی بہنوں کا دعوٰی قابلِ سماعت ہوگا اگرچہ لمبی مدت گزرچکی ہو، جیسا کہ علامہ ابوسعود عمادی نے یہ فتوٰی دیا۔ (ت)

ایضاً صفحہ ۴۶ :

---

[1] فتاوٰی خیریۃ — کتاب الدعوٰی — دار المعرفۃ بیروت — ۲/ ۸۰
[2] العقود الدریۃ — " — ارگ بازار قندھار افغانستان — ۲/ ۶

Marfat.com

فی البزازیۃ عن المحیط لو ابرأ احد الورثۃ الباقی ثم ادعی الترکۃ و انکر لاتسمع دعواہ وان اقروا بالترکۃ امروا بالرد علیہ[1]

بزازیہ میں محیط سے منقول ہے اگر ایک وارث نے باقی ورثاء کو بری کر دیا اور پھر بعد میں اس نے ترکہ کا دعوٰی کر دیا اور باقی ورثاء انکار کر دیں تو اس کا دعوٰی مسموع نہ ہوگا اور ورثاء اقرار کریں تو ان کو ترکہ واپس کرنے کا حکم ہوگا (ت)

ابھی ردالمحتار سے گزرا: لو اقربہ الخصم یلزمہ[2] (اگر فریق مخالف اس کا اقرار کرے اس کو لازم ہوجائے گا۔ ت)

سابعًا ان بیانات سے روشن ہوا کہ دعوٰی شرم خاتون شرعًا دیانۃً اور قضاءً ہر طرح مسموع ہے، اب رہا نہی سلطانی کا شبہہ، اگر قانون ریاست بہاولپور میں مسئلہ تمادی نہیں جب تو ظاہر کہ وہاں کے قضاۃ ہرگز ممنوع عن السماع نہیں اور اگر ہے لیکن بحال وجود اقرار مدعٰی علیہ موثر نہیں جیسا کہ حکم شرعی ہے جب بھی اسے یہاں سے تعلق نہیں کما تقدم۔

ردالمحتار جلد ۴ ص ۵۳۱:

نقل فی الحامدیۃ فتوی ترکیۃ عن المولی ابی السعود و تعریبہا اذا ترکت دعوی الارث بلا عذر شرعی خمس عشرۃ سنۃ فہل لاتسمع الجواب لاتسمع الا اذا اعترف الخصم بالحق و نقل مثلہ شیخ مشائخنا الترکمانی عن فتاوی علی افندی مفتی الروم و نقل مثلہ ایضا شیخ مشائخنا السائحانی عن فتاوی عبداللہ افندی مفتی الروم[3]

حامدیہ میں مولٰی ابی السعود کا ترکی فتوٰی نقل کیا ہے جس کا عربی ترجمہ یہ ہے جب شرعی عذر کے بغیر پندرہ سال تک وراثت کا دعوٰی نہ کیا ہو تو کیا اب قابلِ سماعت نہ ہوگا؟ الجواب: فریق مخالف کے اعتراف کے بغیر قابلِ سماعت نہ ہوگا۔ اسی کی مثل مفتی روم علی آفندی کا فتوٰی ہمارے مشائخ کے شیخ ترکمانی نے نقل کیا ہے اور مفتی روم عبداللہ آفندی کا فتوٰی ہمارے مشائخ کے شیخ سائحانی نے بھی اسی کی مثل نقل کیا ہے (ت)

---

[1] العقود الدریۃ کتاب الاقرار ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۵۴
[2] ردالمحتار مسائل شتی داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۷۴
[3] ردالمحتار کتاب القضاء فصل فی الحبس " " " " " ۴/۳۴۳

Marfat.com

ایضاً ص۵۳۲ :

عدم سماع القاضی لہا انما ھو عند انکار الخصم فلو اعترف تسمع[1]

قاضی کا دعوٰی نہ سُننا صرف اس صورت میں ہوگا جب فریقِ مخالف انکار کرے، وہ اگر اعتراف کرے تو دعوٰی سُنا جائے گا۔ (ت)

اور اگر وہاں مطلقاً ممانعت ہے کہ مثلاً ۱۲ سال کے بعد کوئی دعوٰی نہ سُنا جائے اگرچہ مدعا علیہ کا اقرار موجود ہو تو البتہ وہاں کے قاضی نہ سُن سکیں گے کہ وہ قدر تولیت سے زائد میں معزول و کاحد من الناس ہیں مگر خود رئیس پر فرض ہوگا کہ آپ سُنے یا کسی کو سُننے کی اجازت دے کہ حق ضائع نہ ہو۔ درمختار قبیل التحکیم :

القضاء یتخصص بزمان ومکان وخصومۃ حتی لو امر السلطان بعدم سماع الدعوٰی بعد خمسۃ عشر سنۃ فسمعہا لم ینفذ۔[2]

زمان، مکان اور واقعہ کی وجہ سے قضاء کا تخصص ہوسکتا ہے حتی کہ اگر حاکم پندرہ سال بعد دعوٰی کی سماعت سے منع کرے تو قاضی کی کارروائی کے باوجود نافذ نہ ہوگا۔ (ت)

خیریہ ج ۲ ص ۱۰۲ ، شامی ج ۴ ص ۱۸۷ :

لانہ معزول عنہ بتخصیصہ فالتحق فیہ بالرعیۃ نص علی ذٰلک علمائنا رحمہم اللہ تعالٰی[3]

کیونکہ قاضی اس میں بے اختیار ہوجاتا ہے تو رعیت ہوجانے کی بنا پر قاضی پابند ہوجاتا ہے، ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالٰی نے اس پر نص کی ہے۔ (ت)

غمز العیون ص ۲۲۳ :

یجب علیہ عدم سماعہا لان امر السلطان یصیر المباح واجبا ولکن یجب السلطان ان یسمعہا

قاضی پر سماعت نہ کرنا لازم ہوجاتا ہے کیونکہ حاکم کے حکم سے مباح چیز واجب ہوجاتی ہے تاہم حاکم پر لازم ہے کہ خود سماعت کرے،

---

[1] ردالمحتار کتاب القضاء فصل فی الحبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۴۳
[2] درمختار " " " " ۲/۸۱
[3] " کتاب الہبہ دارالمعرفۃ بیروت ۲/۱۱۲

Marfat.com

کذا فی معین الفتوی[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔ معین المفتی میں یوں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۲ از موضع گھرپیا تحصیل و ڈاکخانہ کچھا ضلع نینی تال مرسلہ مسماۃ افضل بیگم ۲ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمّی نیاز علی کی بیوی منکوحہ قضائے الٰہی سے فوت ہوئی، اُس نے اپنا ایک بیٹا محمد ولی خاں چھوڑا، جب کچھ عرصہ کے بعد نیاز علی خاں نے دوسری بیوی کرنا چاہی تو قبل زوجہ ثانیہ کے کرنے سے نیاز علی خاں نے اپنی کل جائداد اپنے لڑکے محمد ولی خاں کے نام اسٹام پر تحریر کرادی اور اس کے بعد نکاح ثانی افضل بیگم کے ساتھ کیا لیکن وقتِ نکاح نیاز علی خاں نے یہ امر افضل بیگم سے پوشیدہ بھی نہیں رکھا تھا، صاف ظاہر کردیا تھا کہ جائداد جو کچھ ہے وہ محمد ولی خاں کے نام تحریر ہے میرے پاس صرف ہاتھ پیر ہیں تمہارا دل چاہے نکاح کرو یا مت کرو۔ لیکن افضل بیگم نے نکاح کرنا اسی حالت میں قبول کیا اور نکاح ہوگیا، اب کچھ عرصہ کے بعد نیاز علی خاں فوت ہوگیا ہے تو اب مسماۃ افضل بیگم نے لڑکے محمد ولی خاں سے اپنا مہر چاہنے کی خواہش کی بلکہ دعوٰی کچہری میں داخل کردیا اور محمد ولی خاں وہ اسٹام جو قبل نکاح نیاز علی تحریر کرچکا ہے اس کو پیش کرتا ہے کہ جائداد میری ہے نیاز علی خاں کی نہیں کہ میں مہر ادا کرسکوں۔ فریقین نے اس امر کو پنچائت پر قبول کیا ہے، پنچ فیصلہ خلاف حکم شرع شریف نہیں کرنا چاہتے، اس لئے خلاصہ معلوم ہونے کی ضرورت ہے کہ بحالت مذکورہ بالا افضل بیگم اپنا دین مہر محمد ولی خاں پسر نیاز علی خاں متوفی سے پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟ مطابق حکم شرع شریف خلاصہ احکام سے آگہی بخشی جائے، دیگر یہ بھی ہے کہ تحریر اسٹام سے اور نیاز علی خاں کے فوت ہونے تک کمی بیشی اس جائداد کی ہوئی ہے، اس میں جو مناسب ہو تحریر فرمایا جائے۔

الجواب

اگر جائداد کسی کی شرکت میں نہ تھی خالص نیاز علی کی تھی اور اُس نے بیٹے کے نام لکھ کر اپنے قبضہ سے بالکل خالی کرکے بیٹے کا قبضہ کرادیا تھا تو وُہ کل جائداد محمد ولی کی ہوگئی، افضل بیگم کا اُس پر دعوٰی باطل ہے، اور اگر اس میں کوئی جائداد دوسرے کی شرکت میں تھی کہ نیاز علی کا حصہ جُدا تقسیم شدہ ممتاز نہ تھا یا کسی جائداد سے اپنا قبضہ نہ اٹھایا مثلاً مکان تھا بیٹے کا نام اسٹامپ میں کرادیا اور خود ایک آن کے لئے بھی اپنی ذات اور اپنے اسباب سے خالی نہ کیا، نام کرادیا اور بیٹے کا قبضہ نیاز علی کی زندگی تک نہ ہوا تو ان صورتوں میں ایسی جائدادیں نیاز علی ہی کی ملک ہیں، اور افضل بیگم کا دعوٰی مہر ان پر بجا ہے اس کا مہر اور

---

[1] غمز عیون البصائر الفن الثانی کتاب القضاء والشہادات الخ ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۳۶۹

Marfat.com

پہلی بی بی کا مہر باقی ہو تو وہ بھی اور اور جو کچھ نیاز علی پر دین ہو وہ سب ایسی جائدادوں سے پہلے ادا کیا جائیگا اگر کچھ نہ بچے گا ان جائدادوں سے محمد ولی کچھ نہ پائے گا، اور جو جائداد تینوں شرطوں کے ساتھ محمد ولی کو نیاز علی کی زندگی میں مل چکی وہ محمد ولی کی ہے اُس پر کسی کا دعوٰی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۳ از فرید آباد ڈاک خانہ غوث پور ریاست بہاولپور مرسلہ نور احمد فریدی سجادہ نشین فرید آباد

۲۷ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی واحد بخش نے مرنے سے ایک ماہ پہلے بحالت بیماری بدرستی ہوش حواس و سلامتی عقل برضا و رغبت خود بروئے گواہان کہا کہ میری کل جائداد کا مالک قابض میرا پسر حقیقی مسمی غلام احمد ہے، اور اس نے قبول کرکے ایک ماہ تک اُس کی حیات میں حسب قولش ایسا ہی کیا کہ مالک قابض متصرف جائداد پر اور بخانہ اش مقیم رہا ہے، اراضیات کی کلبہ رانی کاشت برداشت و تدارک آبادی وغیرہ بھی کرتا رہا ہے، ایک ماہ کے بعد واحد بخش فوت ہوا اور خرچ اخراج تجہیز تکفین تدفین وغیرہ مناسب اسی نے کی ہیں، تیسرے روز قل خوانی پر حسبِ قول متوفی سب برادری وغیرہ نے دستار بندی اسی غلام احمد کی کرائی ہے کیونکہ واحد بخش کی اولاد نرینہ یہی تھی اسی لئے مرنے سے ایک ماہ پیشتر برضائے خود غلام احمد کو مالک قابض متصرف بنا کر دار البقا کو چلا گیا ہے بلکہ یہ بھی اُس وقت اس نے کہا تھا کہ میری ہر دو دختران کی شادی کرانے کا بھی یہی مالک ہے، واحد بخش کے اہلِ وراثت حسب ذیل موجود ہیں ذوی الفروض سے دو زوجہ مسماۃ غلام فاطمہ و جائی اور دو دختران مسماۃ خیران و امیران اور اقرب العصبات سے چار بنو عم مسمیان غلام احمد مذکور و احمد بخش خدا بخش غلام رسول موجود ہیں بعد توفیت واحد بخش کے دو ماہ دیگر بھی یعنی کل تین ماہ تک برضائے کل مالک قابض متصرف رہا ہے، پھر غلام فاطمہ جو اس کی درونی ناخواہ تھی اس کو گھر سے نکال دیا ہے اور ایسا نہیں چاہئے، الا قبضہ غلام احمد کا اراضیات پر تا حال بدستور موجود ہے خیران کا نکاح مسمی لعل سے اور امیران کا نکاح غلام احمد مذکور سے شرعی طور پر ہو چکا ہے پس اب شرعاً دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا یہ قول واحد بخش کا غلام احمد کے لئے ہبہ ہو سکتا ہے یا کیونکر، فتاوٰی قاضیخان میں ہے:

رجل قال جمیع ما املکہ لفلان یکون ھبۃ حتی لا یجوز بدون القبض[1]

ایک شخص نے "میری تمام مملوکہ فلاں کے لئے ہے" کہا تو ہبہ قرار پائیگا حتی کہ قبضہ کے بغیر جائز نہ ہوگا۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضیخان کتاب الہبہ نولکشور لکھنؤ ۴/۶۹۶

Marfat.com

اور فتاویٰ عالمگیریہ مترجم جلد سوم میں ہے کہا :

وھبت ھذا الشیٔ لک او ملکتہ منک یعنی یہ شے تجھے ہبہ کی یا تجھے اس کا مالک کیا او جعلتہ لک او ھذا لک یا میں نے تیرے واسطے کردی یا یہ شے تیرے واسطے ہے او اعطیتک او نحلتک یا میں نے تجھے عطا کی یا نحلہ دی فھذا کلہ ھبۃ (یہ تمام صورتیں ہبہ کی ہیں ۔ ت)[1]

اور نیز فتاویٰ عالمگیری مترجم مذکور میں ہے "کتاب الاصل میں مذکور ہے کہ مریض کا ہبہ یا صدقہ جائز نہیں ہے مگر جبکہ اس پر قبضہ ہوجائے اور جب قبضہ ہوگیا تو تہائی مال سے جائز ہے، اور اگر سپرد کرنے سے پہلے واہب مرگیا تو ہبہ باطل ہوگیا"۔[2]

اور جاننا چاہئے کہ مریض کا ہبہ کرنا قصداً ہبہ ہے وصیت نہیں ہے اور تہائی مال اس کا اعتبار کرنا اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ وصیت ہے بلکہ اس واسطے ہے کہ وارثوں کا حق مریض کے مال سے متعلق ہوتا ہے اور اس نے ہبہ کردینے میں احسان کیا تو اس کا احسان اس قدر مال سے ٹھہرایا جائیگا جتنا شرع نے اس کے واسطے قرار دیا ہے یعنی ایک تہائی، اور جب یہ تصرف عقد ہبہ ٹھہرایا گیا تو جو شرائط ہبہ کے ہیں وہ مرعی ہونگے، اور از انجملہ ایک شرط یہ ہے کہ واہب کے مرنے سے پہلے موہوب لہ اس پر قبضہ کرلے، یہ محیط میں ہے، اور درمختار میں ہے :

یمنع الرجوع فیھا حروف دمع خزقہ۔[3] ہبہ سے رجوع کرنے سے یہ حروف "دمع خزقہ" مانع ہیں (ت)

پس ان عبارات کتب معتبرہ سے کیا استخراج ہوسکتا ہے اور کس طور حصص بطور ہبہ یا وراثت فیما بین الورثہ شرعاً منقسم ہونگی۔

الجواب

مرض الموت میں ہبہ اگرچہ حقیقۃً ہبہ ہے فلہذا قبضہ شرط اور مایقسم میں مشاع ناجائز مگر حکماً وصیت ہے ولہذا بے اجازت ورثہ ثلث سے زائد میں نافذ نہیں اور وارث کے لئے بے اجازت

---

[1] فتاویٰ ہندیہ مترجم کتاب الہبہ باب اول حامد اینڈ کمپنی لاہور ۷/۴۳

[2] ″ ″ ″ باب دہم ″ ″ ″ ۷/۱۲۲

[3] درمختار ″ باب الرجوع فی الھبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۶۱

Marfat.com

دیگر ورثہ باطل۔ عالمگیری میں تاتارخانیہ سے ہے:

وھب الرجل فی مرضہ غلاما لابنہ ولابنہ علی ھذا الغلام دین فان صح فھو جائز و ان مات فصار للورثۃ عاد دینہ۔[1]

ایک شخص نے اپنی مرضِ موت میں اپنے بیٹے کو غلام ہبہ کیا جبکہ اس بیٹے کا غلام پر دین تھا اگر صحیح ہوجائے تو جائز ہے اور اگر اس مرض میں فوت ہوجائے تو غلام واپس اس کے ورثاء کی ملکیت بن جائے گا اور بیٹے کا غلام پر قرض بحال ہوجائیگا۔ (ت)

اسی میں جامع المضمرات سے ہے:

مریضۃ وھبت صداقھا من زوجھا فان کانت مریضۃ مرض الموت لایصح الا باجازۃ الورثۃ۔[2]

مریضہ نے خاوند کو اپنا مہر ہبہ کیا اگر مرض الموت میں ہو تو ورثاء کی اجازت کے بغیر یہ ہبہ صحیح نہ ہوگا۔ (ت)

عباراتِ مذکورہ سوال کا بھی یہی مطلب ہے دو ماہ بعد تک برضاء کل قابض متصرف رہنے سے اگر یہ مراد ہے کہ بقیہ ورثہ نے اس کے نام اس ہبہ کو جائز کردیا اور اس پر اپنی رضا کی تصریح کردی تو بلاشبہہ غلام احمد مالک مستقل ہوگیا جبکہ باقی سب ورثہ عاقل بالغ اہلِ اجازت ہوں اور اب ان کو اس اجازت سے رجوع کا اختیار نہیں، اور اگر ان کے مجرد سکوت و عدمِ منازعت کو رضا قرار دیا ہے تو اتنی قلیل مدت تک سکوت دلیلِ رضا نہیں، ان میں کل یا بعض جو اجازت نہ دے چکا ہو منازعت کرسکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۴: از شہر بریلی ۲۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ڈیڑھ سو روپیہ کی ڈیڑھ سو گز زمین خرید کر اپنی عورت کے نام کردی اس پر عملہ بھی شوہر نے بنوایا، بیاہتا عورت فوت ہوگئی، اس کی اولاد ایک لڑکا ایک لڑکی جن کے تمامی حقوق سے ادا ہوچکا، اب دوسری شادی کرلی ہے، اس سے دو لڑکے ہیں، اب وہ شخص چاہتا ہے کہ میری زندگی میں فیصلہ ہوجائے تاکہ بعد میرے مرنے کے جھگڑا نہ ہو، تو آیا پہلی عورت کی جو اولاد ہے ایک لڑکا ایک لڑکی ان کو اس جائداد سے کیا پہنچتا ہے، اور جو دوسری عورت سے دو لڑکے ہیں ان کو اس جائداد سے کیا حق پہنچتا ہے، تعداد جائداد کی ایک ہزار روپیہ ہے۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الہبہ الباب العاشر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۴۰۱

[2] " " " " " ۴/ ۴۰۲

Marfat.com

الجواب

پہلی عورت کا مہر اور وہ زمین کہ اس کے نام کر دی تھی جبکہ اسے پورا قبضہ دے دیا ہو اور وہ عملہ بھی جبکہ اسی کے لئے بنا ہو اس عورت کے وارثوں کا ہے جن میں شوہر بھی اور عورت کے پسر و دختر، اور اگر مادر و پدر ہوں تو وہ بھی، اور اگر وہ زمین عورت کے نام نہ خریدی نہ خود خرید کر اُسے دے کر اس کا پورا قبضہ کرایا تو زمین شوہر کی ہے اور عملہ بھی اسی کا ہے،

لانه ان وهب البناء قبل ان يبنى فهبة معدوم او بعده فهبة متصل وهى كهبة مشاع كما اوضحه فى العقود الدرية[1]، وبيناه على هامشها وفى الخير الرملى على جامع الفصولين له شجر او بناء فى ارض لأخر وهبه لمن الارض بيده لا تجوز الهبة[2] اه وفى الدرر تجوز هبة البناء دون العرصة اذا اذن الواهب فى نقضه[3]۔

کیونکہ اگر تعمیر سے قبل عمارت کا ہبہ ہو تو یہ معدوم چیز کا ہبہ ہوا اور اگر تعمیر کے بعد ہبہ کیا تو یہ اپنی ملکیت سے متصل چیز کا ہبہ ہوگا جو کہ مشاع چیز کے ہبہ کی طرح ہوا جیسا کہ عقود الدریہ میں اس کی وضاحت کی ہے اور ہم نے اس کے حاشیہ پر بیان کر دیا ہے، اور جامع الفصولین پر خیر الدین رملی کے حاشیہ میں ہے، دوسرے کی زمین میں اس کے درخت یا عمارت ہوں اور وہ اس کو زمین کے قابض کو ہبہ کر دے تو یہ ہبہ صحیح نہ ہوگا اھ، درر میں ہے اگر واہب اکھاڑ لے جانے کی اجازت دے دے تو زمین کے بغیر عمارت کا ہبہ جائز ہوگا۔ (ت)

پہلی صورت میں کہ زمین عورت کی تھی عملہ اس کا ہونے نہ ہونے کے لئے یہ معلوم ہونا درکار ہے کہ عملہ شوہر نے بطور خود بنایا، اور کیا کہہ کر بنایا کہ اپنے لئے بناتا ہوں یا عورت کیلئے یا کچھ نہ کہا یا عورت کے کہنے سے بنایا اور عورت نے کیا کہا، یہ کہ میرے لئے بنا دے یا اپنے لئے بنا لے، یا کچھ نہ کہا، اور بنانے کے لئے روپیہ عورت نے دیا یا شوہر کا تھا عورت نے دیا تو کیا کہہ کر دیا۔

---

[1] العقود الدریہ کتاب الہبہ ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۹۵-۹۴

[2] " بحوالہ الرملی ۲/۹۴

اللآلی الدریہ فی الفوائد الخیریہ حاشیہ جامع الفصولین "الفصل الثلاثون" اسلامی کتبخانہ کراچی ۲/۵۸

[3] الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام کتاب الہبہ میر محمد کتب خانہ کراچی ۲/۲۲۱

Marfat.com

بہرحال وہ کل مکان یا صرف عملہ اور زمین کا حصہ یا دونوں کا حصہ جو کچھ ملکِ شوہر ٹھہرے، اور ایسے ہی اس کے اور املاک ان میں اسی کی حیات میں کسی کا دعوٰی نہیں، ہاں وہی تقسیم کرنا چاہے تو چاروں بیٹے بیٹی کو برابر دینا چاہیے، پہلے جوان کے خرچ خوراک یا تعلیم یا شادی میں لگاچکا وہ اس حصے میں مجرا نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۵ از بمبئی ڈاکخانہ ۹ آئسکریم ہوٹل مسئولہ مولوی احمد مختار صاحب ۵ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے منگنی کے وقت کچھ زیور وغیرہ اس عورت کے لئے دیا جس کے ساتھ اس کی منگنی قرار پائی، چند ماہ بعد عقدِ نکاح کے لئے آیا تو کچھ کپڑے بھی پیش کئے بعد ازاں اس کا عقد اسی عورت کے ساتھ ہوگیا، زیور اور کپڑوں کا اس عورت کو جماعت کے سامنے مالک بنادیا تھا، اب کچھ عرصہ بعد اس نے عورت کو طلاق دے دی اور زیور کپڑے جو چڑھائے تھے وُہ سب چھین لئے، پس یہ واپسی جائز ہے یا نہیں، اکثر کتبِ فقہیہ میں ہے کہ قبل از عقد جو کچھ دیا ہے اس کی واپسی کا شوہر کو اختیار ہے، بعد از عقد جو دیا ہے وہ نہیں لے سکتا۔

الجواب

فی الواقع بعد نکاح جو کچھ تملیکاً دیا اُس سے رجوع نہیں کرسکتا، اور قبل نکاح جو کچھ دیا اُسے بے مرضی زن واپس لینا گناہ ہے اور خود چھین لینے کا ہرگز اختیار نہیں، بلکہ عورت نہ دے نالش کرکے بحکم قاضی لے سکتا ہے اور گنہگار اس میں بھی ہوگا کہ صحیح حدیث میں فرمایا:

العائد فی ھبتہ کالکلب یعود فی قیئہ لیس لنا مثل السوء۔[1]

یعنی بُری مثال مسلمان کے شایاں نہیں، دے کر لینے والا کتّے کی طرح ہے کہ قے کرکے پھر چاٹ لیتا ہے۔

درمختار میں در بارۂ موانع رجوع ہے:

والزوجیۃ وقت الھبۃ فلو وھب لامرأۃ ثم نکحھا رجع ولو وھب لامرأتہ لا۔[2]

ہبہ کے وقت منکوحہ بیوی ہونا، لہٰذا اگر کسی عورت کو ہبہ کرکے بعد میں اس سے نکاح کیا تو ہبہ میں رجوع کرسکے گا اور اگر بیوی کو ہبہ کیا رجوع نہ کرسکے گا۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الحیل باب فی الھبۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۳۲

[2] درمختار کتاب الھبۃ باب الرجوع فی الھبۃ مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۳

Marfat.com

اسی میں ہے:

لایصح الرجوع الابتراضیھما او بحکم الحاکم[1] — باہمی رضامندی سے یا حاکم کے حکم سے ہی رجوع صحیح ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۶ از اودے پور میواڑ راجپوتانہ اسٹیٹ محلہ افیم کا کانٹہ برمکان محمد حیات صاحب انجنیئر مسئولہ نیاز الحسن صاحب ۶ جمادی الاخری ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں موافق مذہب حنفی کے کہ زید کے دو۲ لڑکے ہیں بکر و عمرو، اب زید نے اپنی جائداد عمرو کو ہبہ کرکے اس پر عمرو کا قبضہ کرادیا اور بعد وفات زید کے عمرو نے جائداد موہوبہ اپنی زوجہ مسماۃ امیرن کو بالعوض مہر بخشش کردی اور بعد وفات امیرن کے عمرو نے اپنے بھائی بکر کو ایک خط لکھا، جس میں یہ لکھا ہے کہ جائداد مذکورہ کے تم مالک ہو اور عمرو کے امیرن کے بطن سے دو۲ لڑکے ہیں خالد و ناصر، اب بکر مدعی ہے کہ جائداد کا مالک میں ہوں، اور خالد و ناصر مدعی ہیں کہ مالک ہم ہیں۔ شرعًا مالک و وارث کون قرار دیا جاسکتا ہے؟

الجواب

جب زید نے عمرو کو ہبہ کرکے قابض کردیا اور عمرو نے امیرن کے مہر میں دے دی امیرن مالک ہوگئی، عمرو کو کوئی اختیار نہ رہا کہ اپنے بھائی کو اس کا مالک کردے، جائداد بقدر حصہ خالد و ناصر کی ہے ہاں چہارم عمرو کو حصہ شوہری میں ملی اسے اپنے بھائی کو یا جسے چاہے ہبہ کرسکتا ہے مگر ابھی نہیں بلکہ بعد تقسیم اپنا چہارم الگ متمیز کراکر ہبہ کرسکے گا ورنہ اس کا ہبہ بھی باطل۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۷ از رائے بریلی یونانی دواخانہ کبیر گنج مسئولہ محمد عظیم عطار ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ہندہ نے جو اس کے ذاتی دو۲ مکان تھے اور اس کی ایک لڑکی اور ایک لڑکا تھا، منجملہ دو قطعہ مکان کے ایک مکان خورد لڑکی کو اور مکان کلاں لڑکے کو زینہ مع کل اسباب وغیرہ کے اپنی حیات میں ہبہ کرکے رجسٹری کرادی اور یہ الفاظ بھی رجسٹری میں تحریر کئے کہ چونکہ لڑکی مؤنث اور داماد میری خدمت گزاری کرتے ہیں اور میں ان کے ساتھ ہی رہتی ہوں اور حقِ شرعی بھی قریب قریب اسی کے ہوتا بخیال دور اندیشی واقع متنازع آئندہ کے ہبہ کرتی ہوں اور قبضہ بھی دیتی ہوں لیکن بوجہ جھگڑا فساد کے کچھ عرصہ تک قیام کرکے لڑکی اپنے دوسرے ذاتی مکان میں اٹھ گئی اور نیز برادران نے زبردستی جبر

---

[1] درمختار کتاب الہبہ باب الرجوع فی الہبہ مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۴

Marfat.com

کر کے مؤنث سے ایک ہبہ نامہ بھائی کو لکھوا لیا اور عـــہ خرچ رجسٹری وغیرہ برادران نے دلوا دیا بوجوہ ابتک لڑکی خاموش رہی، لیکن اب وُہ مکان لینا چاہتی ہے، آیا شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ لڑکی عرصہ تک اس مکان پر قابض رہی اور ماں بھی اس مکان میں رہتی رہی۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ماں اگر اسی مکان میں رہتی رہی اور تھوڑی دیر کے لئے بھی اپنی ذات اور اپنے اسباب سے بالکل خالی کر کے لڑکی کو قابض نہ کر دیا تھا جب تو لڑکی کے نام وہ ہبہ ہی صحیح نہ ہوا، ہندہ اگر زندہ ہے تو اپنے مکان کی وہ خود مالک ہے، اور اگر مرچکی ہے تو لڑکی اس مکان میں سے تہائی لے سکتی ہے، اور اگر ہندہ نے مکان بالکل خالی کر کے پُورا قبضہ لڑکی کو دے دیا تھا تو وہ اس کی مالک ہوگئی، پھر اہل برادری کے اصرار سے بغیر شرعی مجبوری کے اُس نے بھائی کے نام ہبہ کر دیا اور اپنی ذات اور اسباب سے بالکل خالی کر کے بھائی کو قبضہ دے دیا تو بھائی مالک ہوگیا اب لڑکی کو اس سے واپس لینے کا کوئی اختیار نہیں، اور اگر واقعی اس کو مجبور شرعی کر کے بالجبر ہبہ نامہ لکھوایا یا لڑکی نے کچھ دیر کے لئے بھی مکان اپنی ذات اور بالکل اپنے اسباب سے خالی کر کے بھائی کو قبضہ نہ دیا تو لڑکی اس مکان کی مالک ہے جب چاہے بھائی سے واپس لے سکتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۸ از میرٹھ سٹی ضلع جودھپور مسئولہ فخر الدین شاہ ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نہ اولاد ہے نہ بھائی حقیقی، نہ بیٹا ہے، وہ اگر اپنا ورثہ مال یتیم کو دے دے تو جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جس کا کوئی وارث شرعی نہ ہو وُہ اپنا کل مال یتیم کو دے سکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۹ از سنبھل محلہ دیپا سرائے ضلع مراد آباد مرسلہ حافظ عبدالرؤف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے لڑکا پیدا ہوا، زید کی ہمشیرہ ہندہ نے بوجہ خوشی زید کے لڑکا پیدا ہونے کے زید کے لڑکے کو موافق رواج کے ہنسلی کھنڈوے چڑھائے جن کی قیمت ۶ روپے تھی، زید اپنی بہن ہندہ کو اپنے لڑکے کی پیدائش کی خوشی یا ہنسلی کھنڈوے کے صلہ میں ۲ دو بھینسیں دیں، ایک بھینس ہندہ نے فروخت کر کے اس کی قیمت سے اپنے شوہر کے روپے میں ملا کر غلّہ کی تجارت کی اور نفع ہُوا، دوسری بھینس کا بچّہ ہندہ نے اپنے گھر رکھا اور بھینس کو بیچ کر کچھ اور روپیہ شوہر کے روپیوں میں سے ملا کر اور بھینس شوہر سے خرید والی جواب مع بچّہ کے موجود ہے۔ غرض فی الحال دو بھینسیں اور

Marfat.com

ایک بچّہ موجود ہے مگر گوٹ یعنی چارہ وغیرہ کا خرچ بھینسوں کا شوہر کے ذمہ رہا بلا کسی شرط کے، اور گھی دودھ وغیرہ میاں بی بی دونوں کے تصرف میں ہوتا رہا، اور یہ معلوم نہیں ہنسلی کھنڈوے ہندہ کے روپیہ کے تھے یا شوہر کے داموں سے بنوائے گئے تھے، صورتِ مسئولہ میں اس مال تجارت مع نفع اور ان تینوں جانوروں کا مالک شوہر ہوگا یا ہندہ ؟

الجواب

وہ خریداری ہندہ نے اگر اپنے لئے کی ہے مالک صرف ہندہ ہے اگرچہ قیمت میں شوہر کا روپیہ بھی شریک ہے، پھر یہ روپیہ اگر شوہر نے ہبۃً دیا فبہا، ورنہ اس قدر روپیہ ہندہ سے واپس لے سکتا ہے اور اگر قیمت میں شوہر کا روپیہ شامل کرنے سے اُس شئے میں شرکت مراد تھی تو وہ مال زن و شوہر دونوں میں مشترک ہے، زوج زوجہ میں انبساط کامل ہونے کے سبب یہ نہ دیکھا جائے گا کہ چارہ کس نے دیا اور دُودھ دہی کس کے کام آیا، ہنسلی کڑے کسی کے روپیہ سے ہوں، وہ بھینسیں کہ بھائی نے بہن کو دیں بہن کی مِلک ہوئیں، بہنوئی کا کچھ حق نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۰ از سیتاپور محلہ عالم نگر مدرسہ اسلامیہ مرسلہ عبدالقادر صاحب طالب علم
۱۴ رجب المرجب ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی کچھ جائداد کو بعد انتقال اپنے لڑکے کے اُس کے دو صغیر بچّوں کے نام ہبہ کرکے ناحیات بحیثیت متولی قابض رہا، بعد وفاتِ واہب عمرو مدعی ابنیتِ زید دعوی فسخ ہبہ و عدم جواز بنا بر مشاعیت موہوب و عدم قبضہ بذاتِ دو صغیرین کرتا ہے، سوال یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی جائداد بلا تقسیم و تفریق حصص بینہما مسلم دو موضع جس میں واہب نے اپنا کسی قسم کا کچھ قبضہ و شرکت باقی نہیں رکھی، ہبہ کرکے بحیثیت متولی۔ کیونکہ یہ یتیم بچّے اُسی کی پرورش میں تھے قابض رہے، یہ ہبہ جائز ہے یا ناجائز بالاتفاق یا باختلاف، اور فتوٰی کس کے قول پر ہے، اور یہ قبضہ واہب منجانب صغیرین ان کا قبضہ برائے جواز ہبہ متصور ہوگا یا نہیں ؟ اور قول مشہور ہے کہ وقتِ اختلاف ائمہ ثلثہ معاملات میں قول ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی مفتٰی بہ ہوتا ہے، اس کی کیا اصل ہے ؟ بوضاحت مع حوالہ کتب جواب باصواب سے مشرف و ممتاز فرمائیے گا۔

الجواب

اگر وہ دونوں بچّے فقیر تھے اپنے باپ یا اور کسی سے ارثاً یا ہبۃً کسی مال بقدر نصاب کے مالک نہ تھے تو یہ جائداد کہ دادا نے بعد وفاتِ پسر انھیں مشترکًا ہبہ کی اور اپنا کوئی حصہ اس میں نہ رکھا، یہ ہبہ

Marfat.com

بلا شبہہ صحیح و تام و لازم ہوگیا، نہ مشاع ہونا اس کی صحت کو مُضر، نہ موہوب لہما کا قبضہ ہونا اس کی تمامی کو ضرور کہ جب وُہ دونوں مالکِ نصاب نہ تھے تو اُن کے لئے ہبہ صدقہ ہوا، اور ایسا شیوع صحتِ صدقہ کا مانع نہیں اور جبکہ وُہ یتیم و نابالغ ہیں تو دادا کا قبضہ لعینہٖ ان کا قبضہ ہے، ہبہ کرتے ہی تام و لازم ہوگیا، درمختار میں ہے:

(او وھبہا لفقیرین صح) لان الھبۃ للفقیر صدقۃ والصدقۃ یراد بہا وجہ اللہ وھو واحد فلا شیوع[1]

(یا مشاع چیز دو فقیروں کو ہبہ کرے تو صحیح ہے) کیونکہ فقیر کو ہبہ کرنا صدقہ ہوتا ہے اور صدقہ اللہ تعالٰی کی رضاجوئی کے لئے ہوتا ہے جبکہ وہ وحدہٗ لاشریک ہے تو شیوع نہ ہوگا۔ (ت)

اُسی میں ہے:

وھبۃ من لہ ولایۃ علی الطفل فی الجملۃ تتم بالعقد لو الموھوب معلوما وکان فی یدہ اوفی ید مودعہ لان قبض الولی ینوب عنہ والاصل ان کل عقد یتولاہ الواحد یکتفی فیہ بالایجاب[2]

اور بچّے کے ولی کا بچّے کو ہبہ کرنا عقد سے تام ہو جاتا ہے بشرطیکہ موہوب چیز معلوم ہو اور ولی کے قبضہ میں ہو یا اس کی امانت والے کے قبضہ میں ہو، کیونکہ ولی کا قبضہ بچے کے قبضہ کے قائم مقام ہوگا، اور اس میں ضابطہ یہ ہے کہ ایسا عقد جس میں ایک شخص فریقین کی طرف سے ولی بن سکتا ہو تو ایسے عقد میں صرف ایجاب کافی ہوتا ہے۔ (ت)

ہاں اگر وہ دونوں یتیم یا ایک غنی و مالکِ نصاب تھا تو سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک یہ ہبہ صحیح نہ ہوا اور موتِ واہب سے باطل ہوگیا۔ تنویر الابصار میں ہے:

وھب اثنان دارا لواحد صح وبقلبہ لا[3]

دو افراد نے ایک شخص کو مشاع چیز ہبہ کی تو جائز ہے اور اگر عکس ہو تو ناجائز ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

---

[1] درمختار | کتاب الہبہ | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/۱۶۱
[2] " | " | " | ۲/۱۶۰
[3] درمختار شرح تنویر الابصار " | " | ۲/۱۶۱

Marfat.com

اطلق ذٰلك فافاد انه لافرق بين ان یکون کبیرین اوصغیرین او احدھما کبیرا والاٰخر صغیرا وفی الاولین خلافھما[1]

اس کو مطلق بیان کیا تو اس کا فائدہ یہ ہے کہ موہوب لہ دونوں بالغ ہوں یا نابالغ یا ایک بالغ اور ایک نابالغ ہو، پہلی دو صورتوں میں صاحبین کا خلاف ہے (ت)

اور فتوٰی ہمیشہ قولِ امام پر ہوتا ہے،

کما حققناہ فی رسالتنا اجلی الاعلام بان الفتوی مطلقا علٰی قول الامام۔

جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق اپنے رسالہ "اجلی الاعلام بان الفتوی مطلقا علی قول الامام" میں کی ہے (ت)

امام اجل برہان الملّۃ والدین صاحبِ ہدایہ کتاب التجنیس والمزید میں فرماتے ہیں:

الواجب عندی ان یفتی بقول ابی حنیفۃ بکل حال[2]

میرے نزدیک واجب ہے کہ ہر حال میں فتوٰی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول پر دیا جائے۔ (ت)

یہ کہیں نہیں ہے کہ معاملات میں فتوٰی قولِ امام ابی یوسف پر ہے، ہاں مسائلِ وقف و قضا میں ایسا کہا گیا وہ بھی نہ کلیہ ہے نہ اعطائے قاعدہ کہ ائمہ ترجیح کا فتوٰی دیکھو یا نہ دیکھو مسائل کتاب القضا وکتاب الوقف میں قولِ ابی یوسف پر فتوٰی سمجھ لو ایسا نہیں بلکہ بلحاظِ کثرت بیان واقع ہے ان دونوں کتابوں کے خلافیات میں مشائخ نے بہت جگہ قولِ ابی یوسف اختیار کیا ہے یہ فتوٰی انھیں مواضع پر مقتصر رہے گا، کما افادہ فی رد المحتار ولا یمتری فیہ من لہ ممارسۃ بالفقہ (جیسا کہ اس کا افادہ رد المحتار میں کیا اور جس کو فقہ میں ممارست ہے وہ اس میں شک نہ کریگا۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۱: ازشہر کانپور محلہ انورگنج مرسلہ سید محمد باقر حسین پسر سید علی حسین خاں بہادر مرحوم ۱۶ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے کاروبار کے بہی کھاتے میں

---

[1] رد المحتار کتاب الھبۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۵۱۴
[2] التجنیس والمزید

Marfat.com

بدفعات وبتواریخ سنہ وسال مختلف کبھی اپنے بڑے بیٹے اور کبھی چھوٹے بیٹے اور کبھی مشترکہ دونوں تینوں کے ناموں سے بھی کھاتہ جات میں اکثر رسومات مثل نقد یا آمدنی کمیشن یا منافع تجارت وغیرہ کو بمد جمع اندراج کرتا رہتا تھا اور بعد اندراج جملہ رقومات کو اپنے قبضہ تصرف میں رکھتا تھا چونکہ اسی درمیان میں زید دو لڑکے اور دو لڑکیاں چھوڑ کر انتقال کرگیا، لہذا اب جس قدر مال ومتاع ہے اس میں سے نمبرا ونمبر۲ ونمبر۳ کے ناموں سے جو رقومات بمد جمع اندراج بھی کھاتہ جات ہیں تو کیا وہ رقومات جن کے ناموں سے زید نے اندراج بھی کھاتہ جات کئے ہیں وہ انھیں کی خاص سمجھی جائیں گی جبکہ ان رقومات پر متوفی خود ہی قابض ودخیل تھا اور اپنے کاروبار میں لگائے ہوئے تھا اور نہ خاص ان رقومات کا کوئی منافع علیحدہ کرتا تھا یا جملہ رقومات شرعاً زید کے کل ورثہ کا حق ترکہ قرار پائے گا۔

الجواب

ان میں اگر اس کا کوئی بیٹا اس وقت نابالغ تھا تو اس کے نام سے جو رقم مندرج کی وہ اس بیٹے کی ٹھہرے گی، باقی جو رقمیں کسی بالغ کے نام مندرج کیں اور اُسے قبضہ نہ دیا، یا دو کے نام مشترکاً درج کیں خواہ وہ دونوں بالغ ہوں یا نابالغ، یا ایک بالغ ہو اور ایک نابالغ، ان چاروں صورتوں میں وہ اندراج بلاأثر محض ہے، اور ایسی جملہ رقوم متروکہ زید ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۲ مرسلہ مولوی سید سلیمان اشرف صاحب علی گڈھ کالج ۲۴ شعبان ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی کوئی اولاد صلبی نہیں ہے ایک دختر زادی ہے ایک زوجہ، ونیز علاتی بھائی ہیں، وہ شخص عاقل بالغ ہے وہ اپنی جائداد دختر زادی کے نام بوجہ محبت ذاتی کے، اور زوجہ کے نام بوجہ خدمات اور ادائے حقوق زوجیت کے منتقل کرنا چاہتا ہے، یہ شخص اس قسم کے تصرفات کا مستقل طور پر مجاز ہے یا نہیں؟

دوسرے یہ کہ دوسرے ورثاء اس کے حین حیات اس کارروائی میں کسی قسم کے عذر اور مزاحمت کرنے کے مجاز ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں شخص مذکور کو شرعاً اختیار ہے، اپنی جائداد اپنی بی بی اور نواسی کو خواہ جسے چاہے دے دے، اُس کے بھائی وغیرہم کسی کو اصلاً حق مزاحمت نہیں، اگر مزاحمت کریں باطل ونامسموع محض ہے، مِلک ایک اختصاص حکمی ہے کہ انسان کو اس کے مال میں اطلاق تصرف کا ثمرہ دیتا ہے کسی مالک کا اس کی ملک میں تصرف ممنوع النفاذ ہونا دو ہی طور پر معقول ہے، یا تو اس کی اہلیت میں قصور ہو

Marfat.com

جیسے مجنون یا صبی لایعقل کہ ان کے تصرفات مطلقاً باطل یا معتوہ یا صبی عاقل کہ ان کے تصرفات ضارہ باطل اور دائر بین النفع والضرر اجازت ولی پر موقوف قولِ صاحبین پر سفیہ بھی اسی کے ساتھ ملتحق ہے وہ کہ اپنا مال فضول ولغو باتوں میں برباد کرے گا امام محمد کے نزدیک بنفسِ سفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک بعد حجر حاکم وھو الراجح ، یا اہلیت تو کاملہ ہے مگر حق غیر متعلق ہے یہ حق اگر بعینہ اُس شے سے متعلق ہے جس میں تصرف کرنا چاہتا ہے جب تو منع نفاذ ظاہر ہے ، جیسے[5] راہن شے مرہون میں بے اذن مرتہن تصرف نہیں کر سکتا یا مواجر شے مواجر میں بے اذن مستاجر جب تک رہن واجارہ باقی ہیں ، بخلاف عاریت کہ وہ محض اس کی طرف سے تبرع ہے ، حق مستعیر اس سے متعلق نہیں ، اور اگر عین شی سے تعلق حق نہ ہو تو منع نفاذ حجر حاکم پر موقوف ہے ، مثلاً زید مدیون ہے اور دین اس کے جائداد کو مستغرق ہے ، تو قبل حکم حجر اگر وہ اپنی جائداد کسی کو ہبہ کر دے ، یقیناً یہ تصرف نافذ ہو جائے گا کہ دین عین سے متعلق نہ تھا ، بلکہ اس کے ذمہ پر ، ہاں اگر دائنوں نے درخواست دی کہ ہم کو اندیشہ ہے کہ یہ جائداد تلف کر دے گا تو امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے نزدیک اب بھی اسے تصرف سے منع نہ کیا جائے گا کہ وہ مالک ہے اپنی ملک میں جو چاہے تصرف کرے اس خیال سے کہ شاید تلف کر دے دائنوں کا ضرر محتمل ہے ، اور اُسے ممنوع التصرف کر دینے میں اسے اہلیت سے خارج اور بہائم سے ملتحق کر دینا اس کا شدید ضرر حاضر ہے ، ایک ضررِ خفیف موہوم سے بچنے کے لئے دوسرے کو بالفعل ضرر شدید پہنچانا مقتضائے عدل وحکمت نہیں ، مگر صاحبین بنظر فساد زمانہ حاکم کو اس صورت میں اجازت حجر دیتے ہیں یعنی اس کے ممنوع التصرف ہونے کا حکم کر دے ، اس حکم سے پہلے وہ بالاجماع 1
ممنوع التصرف نہ ہوگا ، اور امام[10] کے نزدیک بعد حکم حاکم بھی ، بلکہ یہ حکم ہی باطل ہوگا اسی تعلق حق غیر سے صورت[11] مرض الموت ہے کہ مریض کے دو ثلث مال سے شرعاً حق ورثہ بایں معنی متعلق ہو جاتا ہے کہ وہ نہ اسے ہبہ کر سکتا ہے نہ کسی ایک وارث کے ہاتھ بیع ، اگرچہ[12] ثمن مثل کو ہو ، اور[13] اگر کسی نے حالتِ مرض میں ایک وارث یا اجنبی کو اپنا کچھ مال یا کل ہبہ کر دیا اور قبضہ دے دیا اور پھر وہ اچھا ہو گیا اگرچہ چند روز کے بعد مر گیا ، تو اب وہ تصرف بالاجماع صحیح ونافذ ہو گیا ، تنہا موہوب لہ اس مال کا مالک قرار پائے گا اور ورثہ کو اس پر کچھ دعوی نہ پہنچے گا کہ دو ثلث مال سے ان کے حق کا تعلق بحال مرض الموت تھا جب وہ اچھا ہو گیا ظاہر ہوا کہ وہ مرض الموت نہ تھا ، اور[14] تندرست کو اختیار ہے کہ اپنا کل مال ایک وارث خواہ راہ چلتے کو دے دے کوئی اس سے مزاحمت نہیں کر سکتا نہ کوئی حاکم ایسا دعوی سن سکتا ہے نہ اس کے ممانعت کا حکم دے سکتا ہے ، اور اگر دے گا تو بالاجماع باطل ہوگا کہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک حق عاقل بالغ پر حجر ہو سکتا ہی نہیں اگرچہ سفیہ ہو اگرچہ مدیون ہو اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے طور پر

Marfat.com

حجر ہے تو بوجہ سفہ یا دَین، اور یہاں دونوں مفقود، تو حجر محض باطل و مردود، یہ حکم قضا ہے، رہا حکم دیانت اس کا تعلق آخرت سے ہے قاضی اس میں دست اندازی نہیں کرسکتا، اور دیانۃً بھی بعض ورثہ کو محروم کرنا اس حالت میں منع ہے جبکہ محض بلاوجہ شرعی ہو۔ اگر ایسا کرے گا گنہ گار ہوگا۔ حدیث میں فرمایا:

"جو اپنے وارث کے میراث سے بھاگے اللہ تعالٰی جنت سے اس کی میراث قطع فرمائیگا۔"

والعیاذ باللہ۔ (رواہ ابن ماجہ[1] وغیرہ)

ورنہ اگر وہ[15] وارث مسرف ہے کہ مال فضول تباہ و برباد کرے گا یا فاسق ہے کہ مال ملنے سے اس کے فسق و فجور کو مدد پہنچے گی یا بدمذہب ہے کہ فسق عقیدہ فسق عمل سے بدتر ہے اور اسے مال ملنے سے دین پر احتمال ضرر ہے تو ان صورتوں میں دیانۃً بھی وہ ایسے وارثوں کو محروم کرسکتا ہے۔

بہرحال کچھ بھی ہو کوئی دوسرا اس کے اس تصرف میں رکاوٹ نہیں کرسکتا، نہ کسی مدعی کو دعوی پہنچتا ہے نہ کسی حاکم کو حکم کہ وہ اپنے خاص ملک میں متصرف ہے، اُن[16] کی نہ مِلک ہے نہ حق پھر مزاحمت کیا معنی۔ بشیر بن الخصاصیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے صاحبزادہ نعمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ایک غلام ہبہ کیا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمتِ انور میں حاضر ہوئے کہ ان کی ماں رضی اللہ تعالٰی عنہا چاہتی ہیں کہ حضور اس پر گواہ ہوجائیں، ارشاد فرمایا: اکل بنیك نحلت مثل ھذا کیا تم نے سب بیٹوں کو ایسا ہی ہبہ کیا ہے؟ عرض کی: نہ۔ فرمایا: لاتشھدنی علی جور[2] مجھے جور پر گواہ نہ کر۔ یہ حکم دیانت کی طرف اشارہ تھا اسے قضا سے کوئی تعلق نہیں کہ نہ کوئی مدعی تھا نہ تنازع اور[18] قضا بے خصم حاضر ناممکن ہے۔

بالجملہ اس کارروائی پر کسی کو اختیارِ دعوٰی و مزاحمت اصلاً نہیں ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

الاشباہ ص ۲۶۳:

قال فی فتح القدیر الملك قدرة یثبتها الشارع ابتداء علی التصرف فخرج نحو الوکیل اھ وینبغی ان یقال

فتح القدیر میں ہے، مِلک ایسی قدرت ہے جس کو شارع نے ابتداءً تصرف کے لئے ثابت کیا ہو تو اس سے وکیل خارج ہوگیا اھ "لغیر مانع"

---

1. سنن ابن ماجہ ابواب الوصایا باب الحیف فی الوصیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹۸
2. سنن النسائی کتاب النحل نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۱۳۵
مسند احمد بن حنبل حدیث نعمان بن بشیر المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۲۶۸

Marfat.com

الا انہ کالمحجور علیہ فانہ مالک ولا قدرۃ لہ علی التصرف والمبیع المنقول مملوک للمشتری ولا قدرۃ لہ علی بیعہ قبل قبضہ وعرفہ فی الحاوی القدسی بانہ الاختصاص الحاجز و انہ حکم الاستیلاء[1]

کی قید لگانا مناسب ہے جیسا کہ محجور شخص کہ مالک ہے لیکن تصرف کی قدرت نہیں، اور وہ مبیع جو منقولہ چیز ہو تو مشتری اس کا مالک ہوتا ہے لیکن قبضہ سے قبل فروخت کا تصرف نہیں کرسکتا' اور حاوی قدسی میں اس کی تعریف یوں ہے' وہ ایسا اختصاص ہے جو دوسرے کے دخل کو روک سکتا ہے اور وُہ غالب کردیتا ہے (ت)

جوہرہ نیرہ جلد اول ؛

ولا یجوز تصرف المجنون المغلوب علی عقلہ بحال والصبی والمجنون لا یصح عقودھما ولا اقرارھما لانہ لا قول لھما اما النفع المحض فیصح منھما مباشرتہ مثل قبول الھبۃ والصدقۃ[2]

مجنون مغلوب العقل اور بچّے کا تصرف جائز نہیں اور ان دونوں کا عقد صحیح نہیں ہے اور نہ ہی ان کا اقرار صحیح ہے کیونکہ ان کا قول معتبر نہیں ہے لیکن خالص نفع والے معاملہ کو اپنانا ان کو جائز مثلاً ہبہ اور صدقہ کو قبول کرنا۔ (ت)

درمختار جلد ۵ ص ۱۲۸ ؛

وتصرف الصبی والمعتوہ الذی یعقل البیع والشراء ان کان نافعا محضا کالاسلام صح بلا اذن وان ضارا کالطلاق لا وان اذن وما تردد توقف[3] (اختصار).

بچّے اور معتوہ جو بیع وشراء کو سمجھتے ہوں اگر ان کا تصرف خالص فائدہ مند ہے جیسا اسلام قبول کرنا' تو پھر ان دونوں کا تصرف صحیح ہے اور ان کے لئے وہ مضر ہو تو ولی کی اجازت سے بھی جائز نہیں اور اگر نفع ونقصان دونوں کا احتمال ہو تو اجازتِ ولی پر موقوف ہوگا، مضر کی مثال طلاق ہے (اختصار) (ت)

بدائع ج ۷ ص ۱۶۹ ؛

واختلف ابویوسف ومحمد فی السفیہ

بیوقوف کے متعلق امام یوسف اور امام محمد

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی الملک ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۲۰۲

[2] الجوہرۃ النیرۃ کتاب الحجر مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/ ۹۳-۲۹۲

[3] درمختار کتاب الماذون مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۰۳

Marfat.com

قال ابو یوسف لا یصیر محجورا الا بحجر القاضی وقال محمد ینحجر بنفس السفہ[1] (باختصار)

رحمہما اللہ تعالیٰ کا آپس میں اختلاف ہے، امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وہ محجور نہ بنے گا مگر قاضی محجور بنائے تو محجور ہوگا۔ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سفاہت وبیوقوفی پائے جانے سے خود بخود محجور قرار پائے گا (باختصار)۔ (ت)

ردالمحتار[5] میں ہے:

وظاھر کلامھم ترجیحہ علی قول محمد[2]

فقہاء کا ظاہر قول امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی ترجیح میں ہے۔ (ت)

القرویہ[6و7] جلد ۲ ص ۲۸۲:

بخلاف ما اذا کان فی ید الغاصب او فی ید المرتھن او فی ید المستاجر حیث لاتجوز الھبۃ لعدم قبضہ لان کل واحد منھم قابض لنفسہ وعامل لنفسہ[3]

جب چیز غاصب یا مرتہن یا مستاجر کے قبضہ میں ہو تو اس کا ہبہ ان کو جائز نہیں کیونکہ موہوب لہ کا قبضہ نیا نہیں بلکہ پہلا قبضہ ہے جو ان کو اپنے حق کی وجہ سے ہے نیز وہ ہبہ کا قبضہ کریں بھی تو خود اپنے لئے عامل قرار پائیں گے۔ (ت)

ایضاً ص ۲۸۲:

وما لو کانت باعارۃ لعدم اللزوم، بزازیۃ فی الجنس الثالث فی ھبۃ الصغیر[4]

اور لیکن عاریۃً قبضہ ہو تو جائز ہوگا کیونکہ اس میں لزوم نہیں ہے، بزازیہ کی تیسری جنس نابالغ کے ہبہ کے بیان میں ہے۔ (ت)

ہندیہ[8] میں ہے:

یرکب الرجل دیون تستغرق امواله فطلب الغرماء من القاضی ان یحجر علیہ حتی

ایک شخص پر اتنا قرض ہوگیا جس میں اس کا تمام مال مستغرق ہوگیا تو قرض خواہوں نے قاضی سے مطالبہ کیا کہ مقروض پر پابندی عائد کرے تاکہ

---

۱ بدائع الصنائع — کتاب الحجر والحبس — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۷/۱۶۹
۲ ردالمحتار — کتاب الحجر — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۵/۹۳
۳ و ۴ فتاوی القرویہ — کتاب الھبۃ — دارالاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان — ۲/۲۸۲

Marfat.com

لا یھب مالہ ولا یتصدق بہ فالقاضی یحجر علیہ عندھما ویعمل حجرہ حتی لا تصح ھبتہ ولا صدقتہ بعد ذٰلک لکن یشترط علم المحجور علیہ بعد الحجر حتی ان کل تصرف باشرہ قبل العلم بہ یکون صحیحا (باختصار)۔[1]

وہ ہبہ یا صدقہ نہ کرے تو صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی کے نزدیک قاضی اس پر پابندی نافذ کردے تو وہ مؤثر ہوگی حتی کہ اس کا ہبہ اور صدقہ صحیح نہ ہوگا بشرطیکہ اس کو پابندی کا علم ہوجائے لہٰذا اگر علم سے پہلے اس نے کوئی تصرف کیا تو صحیح ہوگا (باختصار) (ت)

ایضًا[2]:

وقال ابوحنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ لا احجر علی السفیہ اذا کان حرا بالغا عاقلا والسفیہ خفیف العقل الجاھل بالامور الذی لا تمییز لہ العامل بخلاف موجب الشرع وانما لم یحجر علیہ عند ابی حنیفۃ لانہ مخاطب عاقل ولان فی سلب ولایتہ اھدار اٰدمیتہ والحاقہ بالبھائم وذٰلک اشد علیہ من التبذیر فلا یحتمل الاعلٰی لدفع الادنٰی۔[2]

اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا میں بیوقوف کو پابند نہ کروں گا بشرطیکہ وہ آزاد عاقل بالغ ہو، اور امام صاحب کے نزدیک یہ حکم اس لئے ہے کہ وہ عاقل مخاطب ہے اور اس لئے کہ اس پابندی سے اس کی ولایت ختم ہوجانے سے اس کی آدمیت کو ضائع کرنا اور اس کو حیوانات سے ملحق کرنا لازم آتا ہے اور یہ چیز اس کی فضول خرچی سے زیادہ شدید ہے لہٰذا ادنٰی کی وجہ سے اعلٰی سزا کا احتمال نہیں ہوگا اور سفیہ، خفیف العقل، امور سے ناواقف معاملات کی تمیز نہ رکھنے اور شریعت کے خلاف عمل کرنے والے کو کہا جاتا ہے۔ (ت)

بدائع جلد ۷ ص ۱۶۹:

ولو حجر القاضی علی السفیہ ونحوہ لم ینفذ حجرہ عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی حتی لو تصرف بعد

اگر قاضی سفیہ کو تصرف سے روک دے تو پابندی نافذ نہ ہوگی حتی کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک اگر قاضی کی پابندی کے بعد

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الہبہ الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۶۱
[2] ایضًا

Marfat.com

الحجر ینفذ تصرفه عنده[1]

وہ شخص کوئی تصرف کرے تو اس کا تصرف نافذ قرار پائے گا۔ (ت)

ہدایہ[11] میں ہے:

ولا تجوز بما زاد علی الثلث لانه حق الورثة[2] (باختصار)۔

اور ہبہ تہائی مال سے زائد جائز نہیں کیونکہ وہ ورثا کا حق ہے (باختصار)۔ (ت)

نتائج الافکار[12] جلد ۸ ص ۴۲۱ میں ہے:

واوضحه صاحب الکافی بان قال ولانه انعقد سبب زوال املاکه عنه الی غیرہ لان المرض سبب الموت وبالموت یزول ملکه لاستغنائه عنه ولو تحقق السبب لزال من کل وجه فاذا انعقدت ثبت ضرب حق[3] اھ۔

اور اس کو صاحب الکافی نے مزید واضح فرمایا کہ مریض کے املاک کا دوسروں کو منتقل ہونے کا سبب پایا گیا ہے اس لئے کہ یہ مرض موت کا سبب ہے اور موت سے اس کی ملک زائل ہو جاتی ہے کیونکہ وہ ملک سے مستغنی ہو جاتا ہے اور جب یہ سبب پایا جائے تو مکمل طور پر اس کی ملک زائل ہو جاتی ہے اور جب سبب متحقق ہو گیا تو ایک طرح سے ورثاء کا حق ہو گیا اھ۔ (ت)

درمختار[13] جلد ۴ ص ۶۱۵ میں ہے:

ووقف بیع المریض لوارثه علی اجازة الباقی[4]

مریض کی اپنے وارث سے بیع باقی ورثاء کی اجازت پر موقوف ہو گی۔ (ت)

ردالمحتار[14] میں ہے:

ای ولو بمثل القیمة وھذا عنده[5]

یعنی اگرچہ وہ بیع مثلی قیمت پر ہو، اور یہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک ہے (ت)

---

[1] بدائع الصنائع   کتاب الحجر والحبس   ایچ ایم سعید کمپنی کراچی   ۷/ ۱۶۹
[2] الہدایہ   کتاب الوصایا   باب فی صفة الوصیة   مطبع یوسفی لکھنؤ   ۴/ ۶۵۱
[3] نتائج الافکار تکملہ فتح القدیر   "   "   "   مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر   ۹/ ۳۴۶
[4] درمختار   کتاب البیوع   فصل فی الفضولی   مطبع مجتبائی دہلی   ۲/ ۳۱ و ۳۲
[5] ردالمحتار   "   "   داراحیاء التراث العربی بیروت   ۴/ ۱۳۹

Marfat.com

عالمگیری[15] ج ۳ ص ۵۲ :

ومن الموقوف اذا باع المریض فی مرض الموت من وارثه عینا من اعیان ماله ان صح جاز بیعه وان مات من ذٰلك المرض ولم تجز الورثة بطل البیع[1]

بیع موقوف کی ایک صورت یہ ہے کہ جب مریض اپنی مرض الموت میں اپنے وارث کو اپنے مال میں سے کسی عین چیز کی بیع کرے اگر تندرست ہو جائے تو بیع جائز ہے اور اگر اس مرض میں فوت ہو جائے اور باقی ورثاء اجازت نہ دیں تو باطل ہو جائے گی۔ (ت)

عالمگیری[16] ج ۴ ص ۱۴۱ :

مریضة وهبت صداقها من زوجها فان برئت من مرضها صح وان ماتت من ذٰلك المرض فان کانت مریضة غیر مرض الموت فکذٰلك الجواب و ان کانت مریضة مرض الموت لا یصح الا باجازة الورثة۔[2]

مریضہ نے اپنے خاوند کو مہر ہبہ کیا اگر وہ تندرست ہو گئی تو جائز ہے اور اگر اس مرض میں فوت ہو جائے تو وہ مرض اگر موت کا باعث نہ ہو تو پھر بھی یہی حکم ہے اگر وہ مرض الموت ہو تو ورثاء کی اجازت کے بغیر ہبہ صحیح نہ ہوگا۔ (ت)

بحر[17] ج ۷ ص ۳۱۴ :

وان وهب ماله کله لواحد جاز قضاء وهو اٰثم کذا فی المحیط[3]

اگر کسی نے اپنا تمام مال ایک شخص کو ہبہ کر دیا تو قضاءً جائز ہے جبکہ وہ گنہگار ہوگا۔ محیط میں یوں ہے۔ (ت)

ابوالسعود[18] ج ۲ ص ۲۲۱ :

ولو وهب ماله کله لواحد جاز قضاء واٰثم والمختار التسویة بین الذکر

اگر ایک کو ہی تمام مال ہبہ کر دیا تو صحیح ہے اور گنہ گار ہوگا، اور مختار یہی ہے مرد و عورت کو

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب البیوع الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۱۵۴
[2] " کتاب الہبہ الباب العاشر " " " ۴/۴۰۲
[3] بحر الرائق کتاب الہبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/۲۸۸

Marfat.com

والانثی فی الهبة[1]، وفی الخانیة لاباس بتفضیل بعض الاولاد علی البعض فی المحبة لان المحبة عمل القلب وکذا فی العطایا ان لم یقصد به الاضرار وان قصده یسوی بینهم یعطی البنت کالابن عند الثانی وعلیه الفتوی ولو وهب فی صحته کل المال للولد جاز واثم انتهت[2] (ملخصاً)

مساوی ہبہ دے، اور خانیہ میں ہے اولاد میں سے بعض کو محبت میں فضیلت دینے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ دل کا معاملہ ہے، اور یوں ہی عطیہ میں بشرطیکہ کسی دوسرے کو ضرر پہنچانا مقصود نہ ہو، اگر ضرر کی صورت ہو تو پھر لڑکی اور لڑکے کو مساوی دے، یہ امام ابو یوسف کا مذہب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، اور اگر تمام مال بیٹے کو اپنی صحت میں دے دے تو جائز ہے مگر گنہگار ہوگا (ت)

۱۹
خلاصۃ الفتوی:

ولو اعطی بعض ولده شیئا دون البعض لزیادة رشده لاباس به وان کانا سواء لاینبغی ان یفضل، ولو کان ولده فاسقا فاراد ان یصرف ماله الی وجوه الخیر ویحرمه عن المیراث هذا خیر من ترکه لان فیه اعانة علی المعصیة ولو کان ولده فاسقا لایعطی له اکثر من قوته انتهت[3]، وان کان بعض اولاده مشتغلا بالعلم دون الکسب لاباس بان یفضله علی غیره وعلی جواب المتأخرین لاباس بان یعطی من اولاده من

اگر اولاد میں سے بعض کو دے اور بعض کو نہ دے اگر زیادہ نیک ہونے پر ایسا کیا تو کوئی حرج نہیں، اور اگر تمام مساوی ہوں تو ایسا نہ کرے اگر بیٹا فاسق ہو تو چاہیے کہ اپنا تمام مال خیرات میں کر دے اور فاسق کو محروم رکھے تو مال کو باقی رکھنے کے بجائے یہ بہتر ہے کیونکہ مال ترکہ چھوڑنے میں فاسق کی معصیت میں اعانت ہوگی، اور اگر بیٹا فاسق ہو تو اس کو وقت کی خوراک سے زیادہ نہ دے اھ، اور اولاد میں سے بعض علم میں مشغول ہوں اور کسب نہ کریں تو اسکو دوسروں پر فضیلت دینے میں حرج نہیں ہے، اور متاخرین کے قول کے مطابق اس میں کوئی حرج نہیں کہ جو

---

[1] فتح المعین علی شرح الکنز لملا مسکین کتاب الہبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۲۲۱
[2] فتاوی قاضی خاں کتاب الہبہ فصل فی ہبۃ الوالد لولدہ نولکشور لکھنؤ ۴/۷۰۵-۰۶
[3] خلاصۃ الفتاوی " الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/۴۰۰

Marfat.com

كان عالما متأدبا ولا يعطى منهم من كان فاسقا فاجرا ولو كان ولدها فاسقا فاراد صرف ماله فى الخير فحرمانه هذا خير من تركه لانه فيه اعانة على المعصية۔

عالم اور تربیت والا ہو اس کو دے اور جو فاسق فاجر ہو اس کو نہ دے، اور اگر بیٹا فاسق ہو اور چاہے کہ تمام مال خیر میں صرف کردے تو اس طرح فاسق کو محروم کرنا بہتر ہے کیونکہ ترکہ چھوڑنے میں معصیت میں اعانت ہوگی۔ (ت)

غنیہ[20] ص ۵۱۴ میں ہے:

المبتدع فاسق من حیث الاعتقاد وھو اشد من الفسق من حیث العمل[1]

بدعقیدہ شخص اعتقادی فاسق ہے اور یہ عملی فسق سے زیادہ شدید ہے (ت)

تنویر[21] الابصار جلد ۴ ص ۲۴۵ میں ہے:

الدعوی ھی قول مقبول یقصد بہ طلب حق قبل غیرہ او دفعہ عن حق نفسہ[2]

دعوی، ایسا مقبول قول ہے جس کے ذریعہ غیر سے اپنا حق طلب کیا جائے یا اپنے حق کا دفاع کیا جائے۔ (ت)

تنویر[21] الابصار ج ۴ ص ۴۵۹:

القضاء ھو فصل الخصومات وقطع المنازعات[3]

قضاء، منازعات کا فیصلہ اور جھگڑوں کو ختم کرنے کا نام ہے۔ (ت)

درمختار[22] ج ۴ ص ۵۰۲ و ۵۰۳ تحت قول الماتن اذا رفع الیہ حکم قاض نفذہ (جب اس کو قاضی کا فیصلہ مل جائے تو نافذ کرے۔ ت) فرمایا:

بعد دعوی صحیحۃ من خصم علی خصم حاضر والا کان افتاء[4]

ایک فریق کا صحیح دعوی مخالف حاضر فریق پر ہو ورنہ وہ فتوی ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار[23] میں ہے:

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۴
[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الدعوی مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۱۴
[3] " " " کتاب القضاء " " ۲/۷۱
[4] " " " فصل فی الحبس " " ۲/۷۸

Marfat.com

قال فی البحر اول کتاب القضاء فان فقد هذا الشرط لم یکن حکما و انما هو افتاء صرح به امام السرخسی[1]۔

بحر کی کتاب القضاء کے ابتداء میں فرمایا اگر یہ شرط مفقود ہوجائے تو یہ فیصلہ اور حکم نہ ہوگا وہ صرف افتاء ہوگا، امام سرخسی نے اس کی تصریح کی ہے (ت)

درمختار صفحہ ۴۷۳ و ۴۷۴:

فی ایمان البزازیۃ المفتی یفتی بالدیانۃ والقاضی یقضی بالظاھر[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

بزازیہ کی کتاب الایمان میں ہے مفتی دیانت پر فتوٰی دے گا اور قاضی ظاہر پر فیصلہ کرے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب القضاء فصل فی الحبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۲۶

Marfat.com

کتاب الاجارۃ

(اجارہ کا بیان)

مسئلہ ۱۴۳ از کرتولی مرسلہ حضرت مولوی محمد رضا خاں صاحب یکم جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

بحضور میاں بھائی دام ظلہم العالی بجاہ النبی الکریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم آمین الٰہی آمین!

صورتِ مسئولہ یہ ہے کہ ربیع ۱۳۲۵ف میں بعد اختتام کار ربیع فصل سے خالی زمین کر کے چند کاشتکاران مرزا پور ساکن موضع سلن نگر نے زبانی استعفا دیا جس میں سے ایک شخص نے مجھ سے خود کہا کہ میں نہیں کروں گا بجواب اس کے میں نے کہا کہ تو ہم سے ناتہ توڑ رہا ہے دو۲ روپیہ فارغخطانہ کے دے دے، اس نے وہ بھی دے دئے۔ قاعدہ یہ ہے کہ تاوقتیکہ زمیندار کاشتکار کو بے دخل نہ کرائے یا وہ استعفا باضابطہ مقررہ نہ دے اس وقت تک نام کاشتکار خارج نہیں ہو سکتا، اور کاشتکار بلا اخراج نام بصورت مداخلت زمیندار اگر چاہے تو دعوٰی مال اور فوجداری میں کر سکتا ہے ۱۳۲۶ف کے شروع میں سب کو دوبارہ اطلاع دی گئی کہ چاہے زمین کرو یا پڑی رکھو لگان دینا ہوگا، اس پر بھی انھوں نے زمین کاشت کرنے کا اقرار کیا، نہ کاشت کی، ۱۳۲۶ خریف موجودہ ۱۳۲۷ کی نالش کر دی گئی، آج ان مقدمات کی تاریخ ہے کل حضور کے اقبال سے چار قطعہ نالشات مالعہ؎ روپیہ ملازم کو دئے گئے اور لہ؎ ان شاء اللہ العزیز انھیں دو چار یوم میں اور ملیں گے، یہ روپیہ مجھ کو جائز ہے یا نہیں، بنظر احتیاط ناکارہ غلام نے دو۲ عدد بھیلیاں قیمت ۴ر کو ہر شخص کو اس کا روپیہ اس کے ہاتھ میں دے کر اور یہ کہہ کر ہم اپنا معاملہ پاک کرنا چاہتے ہیں

Marfat.com

نصف بہیل تمھارے ہاتھ فروخت کرتے ہیں تم اس کو للعہ پر خرید کرتے ہو، سب نے بخوشی اپنے مطالبہ میں قبول کیا اور عمل بیع واقع ہوگیا، یہ کاشتکار رئیس کھیڑہ کی زمینداری میں آباد ہیں، ان سات کس مدعا علیہم کے ہمراہ ایک کارندہ یا ٹھیکیت زمیندار اور ایک اس کا رفیق تھا، یہ صورت میں نے حضور میں اس بنا پر پیش کی کہ بجز اس کے کہ پٹواری مطیع اور نالشات دائر ہیں اور زیادہ دباؤ کی صورت نہیں، بیع خوشی سے عمل میں آئی کاشتکار سب کفار ہیں۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

جانِ برادر بلکہ از جان ہزار جا بہتر مولوی محمد رضا خان سلمہ الرحمٰن وحفظہ فی کل آن آمین! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، جبکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب تک زمیندار بے دخل نہ کرائے یا کاشتکار باضابطہ استعفانہ دے زبانی استعفا کاشت چھوڑنا نہیں سمجھا جاتا یہاں تک کہ زمیندار مداخلت کرے تو اس پر مال وفوجداری دونوں میں دعویٰ ہو سکے، اور یہ قاعدہ خود اُن کاشتکاروں کے علم میں بھی ہے اور باضابطہ استعفانہ دیا تو ثابت ہوا کہ وہ اجارۂ زمین سے دستبردار نہ ہوئے، اگر ہونا چاہتے باضابطہ استعفا دیتے، پھر بھی اس میں شبہہ رہتا کہ زبانی تو چھوڑ چکے تھے اگرچہ قانوناً ان کا دعویٰ باقی رہتا، مگر جب تم نے شروع سال میں یہ صاف کہہ دیا کہ لگان بہرحال دینا ہوگا، اور انھوں نے سکوت کیا اگرچہ کاشت بھی نہ کی، تو یہ دوبارہ قبول اجارہ ہوگا اور لگان ان پر لازم آئی، یہ روپیہ بحمد اللہ تمھیں بروجہ حلال ملا، اس کے بعد اس احتیاط کی حاجت بھی نہ تھی، اب کہ کرلی گئی وہ روپے اس بیع کے ہوگئے، لگان ان پر بدستور رہتا، مگر ظاہراً تم نے روپے لگان میں لے کر پھر ان کے ہاتھ میں دے کر بیع کی بہیلی لگان میں لے لینے سے لگان ادا ہوگیا اور وہ بھی مطالبہ سے بری ہوگئے۔ بہرحال یہ روپیہ تمھارے لئے بفضلہ تعالےٰ حلال طیب ہے، مولیٰ عزوجل اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ میں دین و دنیا میں تمھارا اقبال دن دُونا رات سوایا کرتا رہے، آمین!

مسئلہ ۱۴۴ از شہر کہنہ بریلی مسئولہ محمد ظہور صاحب ۱۰ر شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مزدوری کرتا ہے، دن روزہ کی مزدوری میں جب کام کرتا ہے تو بدرجہ کمی اور ٹھیکہ میں جب کرتا ہے تو کوشش اس امر کی کرتا ہے کہ زیادہ ہو، ایسی صورت میں اس کی روزی کیسی ہوتی؟

Marfat.com

الجواب

کام کی تین حالتیں ہیں، سُست، معتدل، نہایت تیز۔ اگر مزدوری میں سُستی کے ساتھ کام کرتا ہے گنہ گار ہے اور اس پر پُوری مزدوری لینی حرام۔ اتنے کام کے لائق جتنی اجرت ہے لے، اس سے جو کچھ زیادہ ملا مستاجر کو واپس دے، وہ نہ رہا ہو اس کے وارثوں کو دے، اُن کا بھی پتہ نہ چلے مسلمان محتاج پر تصدق کرے اپنے صَرف میں لانا یا غیر صدقہ میں اسے صرف کرنا حرام ہے اگرچہ ٹھیکے کے کام میں بھی کاہلی سے سُستی کرتا ہو، اور اگر مزدوری میں معتدل کام کرتا ہے مزدوری حلال ہے اگرچہ ٹھیکے کے کام میں حد سے زیادہ مشقت اٹھا کر زیادہ کام کرتا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک تاجر ایک اجیر پیشہ ور کو معتبر و متدین سمجھ کر سالہا سال اُجرت پر کام بنانے کے لئے دیا وہ کاریگر ہمیشہ بہ دیانت تمام کام بنایا کیا، کبھی اس سے تقصیر واقع نہ ہوئی، اب برسوں کے بعد ایک مال اس کی حفاظت سے گُم ہو گیا، اس صورت میں اُس اجیر پر تاوان ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ناجائز ہے۔

فی الوقایۃ لایضمن ما ھلک فی یدہ وان شرط علیہ الضمان و بہ یفتی[1]، وفی الاصلاح والتنویر[2] بلفظہ وفی النقایۃ کذالک الاقولہ و بہ یفتی وفی الملتقی المتاع فی یدہ امانۃ لایضمن ان ھلک وان شرط ضمانہ

وقایہ میں ہے، اجیر کے قبضہ سے گم شدہ چیز پر وہ ضامن نہ ہوگا اگرچہ ضمان کی شرط بھی لگائی ہو، اور اسی پر فتوی ہے، اور اصلاح اور تنویر میں یہی الفاظ ہیں، اور نقایہ میں یُونہی ہے سوائے "بہ یفتی" کے۔ اور ملتقی میں ہے اس کے قبضہ میں مال امانت ہے، ہلاک ہو جانے پر وہ ضامن نہ ہوگا اگرچہ ضمان کی شرط بھی ہو،

---

[1] شرح الوقایہ کتاب الاجارہ باب من الاجارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۳۰۶
[2] درمختار شرح تنویر الابصار " باب ضمان الاجیر مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۸۰
[3] مختصر الوقایۃ فی مسائل الہدایۃ کتاب الاجارۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۱۳

Marfat.com

به یفتی[1]، وفی الکنز المتاع فی یدہ غیر مضمون بالهلاك[2]، وفی الغرر لایضمن ما هلك فی یدہ وان شرط علیه الضمان[3] اھ، وفی منح الغفار قد جعل الفتوی علیه فی کثیر من المعتبرات وبه جزم اصحاب المتون فکان هو المذهب[4]، وفی الخانیة المختار فی اجیر المشترك قول ابی حنیفة[5] وفیها قال الفقیه ابو اللیث علی قول ابی حنیفة لایضمن وبه ناخذ والفتوٰی علی قول ابی حنیفة[6] اھ ملخصًا وفی الخلاصة من جنس القصار القاضی الامام یفتی بقول ابی حنیفة قال وانا افتی به[7] وفی التاتارخانیة عن الابانة اخذ الفقیه ابو اللیث فی هذہ المسئلة بقول

اسی پر فتوٰی ہے، اور کنز میں ہے اس کے قبضہ میں مال ہلاک ہوجائے تو مضمون نہیں ہے، اور غرر میں ہے اس کے قبضہ میں ہلاک ہونے پر ضمان نہیں اگرچہ شرط بھی لگائی ہو اھ، اور منح الغفار میں ہے کثیر معتبر کتب میں اسی پر فتوٰی ہے اور اصحاب متون نے اسی پر جزم کیا ہے تو یہی مذہب ہے، اور خانیہ میں ہے مشترک اجیر کے متعلق مختار امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کا قول ہے اور اسی میں ہے کہ فقیہ ابو اللیث نے فرمایا: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کے قول پر وہ ضامن نہ ہوگا، ہمارا یہی مختار ہے، اور فتوٰی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول پر ہے اھ ملخصًا۔ اور خلاصہ کی جنس القصار میں ہے امام قاضیخان امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول پر فتوٰی دیتے ہیں، اور انھوں نے فرمایا میں اسی پر فتوٰی دیتا ہوں، اور تاتارخانیہ میں الابانہ سے منقول ہے کہ فقیہ ابو اللیث نے اس مسئلہ

۱؎ ملتقی الابحر کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسد موسسۃ الرسالہ بیروت ۲/۱۶۴
۲؎ کنز الدقائق ″ ″ باب فی بیان احکام ضمان الاجیر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۱۹
۳؎ الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام کتاب الاجارۃ باب من الاجارۃ میر محمد کتب خانہ کراچی ۲/۲۳۵
۴؎ منح الغفار
۵؎ فتاوٰی قاضیخان کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسدۃ نولکشور لکھنؤ ۳/۴۴۱
۶؎ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۳/۴۴۴
۷؎ خلاصۃ الفتاوٰی ″ الفصل السادس مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/۱۳۶

Marfat.com

ابی حنیفة وبه افتی[1] وفی الانقرویة
قال القاضی فخرالدین الفتوی علی
انه لایضمن تاتارخانیة[2] اھ، و
فی البزازیة نوع القضاء القاضی
افتی بقول الامام[3] اھ، و فیھا
قال فی العون اخترت قول
الامام[4] اھ وفیھا لو شرط الضمان
علی المشترك ان ھلکت قیل
یضمن اجماعا والفتوی علی
انه لااثرله واشتراطه وعدمه
سواء لانه امین[5] اھ، و
فیھا بُعَیْدَہٗ فی مسئلة
لایضمن وبه یفتی[6] اھ
وفی جامع الفصولین
قال وفیھا علیه قول
البزازی ث (الفقیه
الامام ابواللیث) به ناخذ
قال ھذ (صاحب الذخیرة)
وفی الھندیة اوائل الفصل الاول فی

میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول لیا ہے
اور اسی پر فتوٰی دیا ہے، اور انقرویہ میں ہے
قاضی فخرالدین نے فرمایا فتوٰی یہ ہے کہ وہ
ضامن نہ ہوگا، تاتارخانیہ اھ۔ اور بزازیہ کی
نوع القضاء میں ہے قاضیخان نے امام ابوحنیفہ
رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول پر فتوٰی دیا ہے اھ،
اور اسی میں یہ بھی ہے انھوں نے العون میں
فرمایا میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول
کو اختیار کیا ہے اھ، اور اسی میں ہے اگر
مشترک اجیر پر شرطِ ضمان لگائی تو بعض نے
کہا بالاتفاق ضامن ہوگا اور فتوٰی یہ ہے کہ اس
شرط کا کوئی اثر نہ ہوگا شرط لگانا نہ لگانا برابر ہے
کیونکہ امین ہے اھ، اور اسی میں ایک مسئلہ میں
تھوڑا البعد فرمایا ضامن نہ ہوگا اسی پر فتوٰی
دیا جائے گا اھ، اور جامع الفصولین میں فرمایا
اور اس میں اس پر بزازی کا "ث"، یعنی
فقیہ ابواللیث کا قول، ہم نے یہی اختیار کیا ہے
اور "ھذ" کہا یعنی صاحب ذخیرہ نے
ہندیہ میں اجیر مشترک کی بحث کی ابتداء میں ہے

۱؎ الفتاوی التاتارخانیہ
۲؎ فتاوی انقرویہ کتاب الاجارہ باب فی ضمان الاجیر المشترک دارالاشاعۃ العربیہ قندھار افغانستان ۲/۳۲۵
۳؎ و ۴؎ فتاوی بزازیہ علی ہامش فتاوی ہندیہ الفصل السادس نوع فی القصار نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۸۷
۵؎ و ۶؎ " " " " " " " " " " " " ۵/۸۸
۷؎ جامع الفصولین

Marfat.com

الاجیر المشترك قال فخر الدین و علیه الفتوٰی و به ناخذ اھ، وفیها اواخر الفصل المذکور ایضا عن الکبرٰی الفتوی علی انه لا تضمن الاجیر المشترك الا ما تلف بصنعه [2]

فخر الدین نے فرمایا اسی پر فتوٰی ہے اور ہم نے اسی کو لیا ہے اھ، اور اسی میں فصل مذکور کے آخر میں کہا کہ فتاوٰی کبرٰی میں بھی ہے کہ مشترک اجیر ضامن نہ ہوگا مگر جبکہ وہ خود سامان کو ہلاک کرے۔ (ت)

اگرچہ مسئلہ تضمین اجیر مشترک میں جبکہ مال بے اس کے فعل کے کسی ایسے سے ضائع ہوجائے جس سے احتراز ممکن تھا اقوال و فتاوٰی سخت مختلف ہیں، مگر ہمارے امام اعظم امام الائمہ مالک الازمہ کاشف الغمہ سراج الامہ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک اس پر صورت مذکورہ میں مطلقاً تاوان نہیں اور یہی مذہب ہے امام ہمام قاضی شریح وامام عطا وامام طاؤس وامام مجاہد وامام ابراہیم نخعی وامام حماد بن ابی سلیمان استاذ امامنا الاعظم وغیرہم اکابر تابعین اور امام زفر و امام حسن بن زیاد وغیرہم ائمہ دین کا، اور ایک قول میں امام شافعی نے بھی ایسا فرمایا اور وہ ایک روایت ہے امام احمد سے، بلکہ کہا گیا امام محمد سے بھی اس کے مثل منقول ہوا اور حضرت امیر المومنین فاروق اعظم و امیر المومنین علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بھی ایک روایت یونہی وارد ہوئی بلکہ امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ نے قول ضمان چھوڑ کر اس طرف رجوع فرمائی، بلکہ بعض علماء نے فرمایا یہ قول محل اجماع میں ہے، امام اجل شریح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کہ سرکار مرتضوی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کے قاضی تھے ہزارہا صحابہ و تابعین کے حضور ہمیشہ یہی حکم دیتے اور کوئی انکار نہ فرماتا بلکہ خود حضور پُرنور حکم عدل خبیر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس بارہ میں حدیث وارد، اور بعینہٖ یہی حکم حضور والا علیہ افضل الصلوٰۃ والثناء سے مروی اور انھیں تک ہی سب غایتوں کی غایت اور وہی ہیں سب نہایتوں کی نہایت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

(ابوحنیفة) عن بشر الکوفی عن محمد بن علی عن ابیه عن علی ابن ابی طالب رضی الله تعالٰی عنه ان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال لاضمان علی قصار ولا صباغ [3]

ابوحنیفہ بشر الکوفی سے اور وہ اپنے والد سے انھوں نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: دھوبی اور رنگریز پر ضمان نہیں ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الاجارۃ الباب الثامن والعشرون الفصل الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۵۰۲

[2] " " " " " " " " " ۴/ ۵۱۱

[3] جامع المسانید الباب الثالث عشر دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۴۹

Marfat.com

اور اسی پر جزم فرمایا ملتقی[14] و وقایہ[15] و نقایہ[16] و غرر[17] و اصلاح[18] و تنویر[19] وغیرہا متون میں، اور یہی مقتضی ہے اطلاق قدوری[20] و ہدایہ[21] و کنز[22] و مجمع[23] وغیرہا متون کا۔ غرض عامہ متون اسی پر ہیں، اور اسی پر فتویٰ دیا امام فقیہ ابو اللیث[24] سمرقندی اور امام اجل قاضیخان[25] اور امام ظہیر الدین[26] مرغینانی اور امام افتخار الدین[27] طاہر صاحب خلاصہ وغیرہم اکابر معتمدین نے، بلکہ امام اجل ظہیری اول اس کے قائل نہ تھے بعدہٗ اس طرف رجوع لائے اور اسی کو راجح و مختار و معتمد و مفتیٰ بہ ٹھہرایا مضمرات[28] و ذخیرہ[29] و ابانہ[30] و عون[31] و تاتارخانیہ[32] و فتاویٰ کبریٰ[33] و فتاویٰ بزازیہ[34] و محیط و وقایہ و ملتقی و اصلاح و تتمہ[35] و تنویر و منح[36] و درر[37] وغیرہا جمہور ائمہ کے تصانیف معتمدہ میں، اور اس کی ترجیح مقتضی ہدایہ[38] کا ہے اور یہی امام سے ظاہر الروایہ ہے۔ عام معتبرات میں اسی پر فتویٰ دیا، اور اصحاب متون نے اسی پر جزم کیا، تو یہی مذہب ٹھہرا۔ ذرا چشم انصاف اس مذہب مذہّب کی سطوت و شوکت ملاحظہ کرے۔

اما ان شریحا یقول بہ (فمحمد) فی الآثار عن ابی حنیفة عن حماد عن ابراهیم ان شریحا لم یضمن اجیرا قط[1] (قلت) وارسله الامام فی المسند عن النخعی، واما عطاء وطاؤس فعزاه الیهما فی الخلاصة والخیریة وغیرهما، والی مجاهد ایضا فی الخلاصة والی ابراهیم فی الحاشیة الطحطاویة علی الدر المختار، والی حماد فی غایة البیان عن مختصر الامام الکرخی، والی زفر والحسن فیها والایضاح وفی الهندیة ومجمع الانهر، واما انه قول الشافعی وروایة عن احمد فیستفاد من شرح

لیکن بیشک قاضی شریح اس کے قائل ہیں، تو امام محمد نے آثار میں امام ابو حنیفہ انھوں نے حماد انھوں نے ابراہیم سے روایت کیا کہ قاضی شریح نے کبھی اجیر کو ضامن نہ بنایا، قلت (میں کہتا ہوں) اور اس کو امام ابو حنیفہ نے مسند میں بطور ارسال ابراہیم نخعی روایت کیا امام طاؤس اور عطاء ان دونوں کی طرف خلاصہ اور خیریہ وغیرہما منسوب کیا اور مجاہد کی طرف بھی خلاصہ میں اور ابراہیم کی طرف درمختار پر حاشیہ طحطاوی میں اور حماد کی طرف غایۃ البیان میں مختصر الامام الکرخی سے منقول اور امام زفر اور امام حسن کی طرف غایۃ البیان، ایضاح، ہندیہ اور مجمع الانہر میں منسوب ہے، لیکن امام شافعی کا قول ہے اور امام محمد سے ایک روایت ہے تو یہ نسفی کے متن

---

[1] کتاب الآثار لامام محمد رحمہ اللہ باب ضمان الاجیر المشترک حدیث ۷۸۰ ادارۃ القرآن کراچی ص ۱۷۳

Marfat.com

وتاخیرہ الدلیل، واما انها هی ظاهر الروایة عن الامام فالشامی وغیرہ فی العقود الدریة وغیرها واما الجزم به فی المتون والافتاء به فی عامة المعتبرات حتی کان هو المذهب فقد سمعت نص المولٰی ابی عبد الله محمد بن عبد الله التمرتاشی وتبعه افندی شیخی زادہ والمدقق الحصکفی، والله تعالٰی اعلم۔

اور اس کی دلیل کو مؤخر کرنے کا مقتضی ہے، لیکن یہ کہ امام سے یہ ظاہر روایت ہے تو یہ شامی وغیرہ کی عقود الدریہ وغیرہ میں ہے، لیکن اس پر متون اور فتاوٰی کا جزم تو یہ عام کتب میں موجود ہے حتی کہ اس کو مذہب کہا ہے، آپ اس پر ابو عبداللہ تمرتاشی کی نص سن چکے ہیں اور شیخی زادہ اور مدقق حصکفی نے ان کی اتباع کی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

بالجملہ مذہب امام غایت درجہ قوت وجلالت وثبات ومتانت پر واقع ہے بحیث لا تزعزع جوانبه صیحة صائح ولا تزلزل ارکانه صولة صائل وانا اقول وبالله التوفیق (ایسے کہ اس کے اطراف کو کسی کی چیخ نے متاثر نہ کیا اور نہ ہی اس کے ستونوں کو کسی طاقتور کی طاقت نے جنبش دی۔ اور میں کہتا ہوں حالانکہ توفیق اللہ تعالٰی ہی سے ہے۔ ت) ممارس فن جب بہ نگاہ امعان ہمارے اس تلخیص عبارت وتحسین اشارت پر نظر کریں تو ان شاء اللہ تعالٰی اس پر مہر نیمروز ماہ نیم ماہ کی رَوِش روشن و بیّن ہوگا کہ یہاں مذہب امام رضی اللہ تعالٰی عنہ بوجوہ کثیرہ اور اقوال پر جو اس کے مخالف ومنافی ہیں ترجیح واضح رکھتا ہے اگرچہ وُہ بھی مذیل بالافتاء والتصحیح ہوں کہ مطلقاً اختلاف فتوٰی مستلزم تعادل واستوار نہیں۔

اوّلاً عامہ متون نے اس پر جزم کیا اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ متون شروح اور شروح فتاوٰی پر مقدم ہیں وهذا یعرفه کل من له معرفة فی الفقه (اس کو فقہ کی معرفت والا ہر ایک جانتا ہے۔ت)

علامہ زین بن نجیم مصری بحر الرائق میں فرماتے ہیں:

اذا اختلف التصحیح والفتوی فالعمل بما وافق اطلاق المتون اولٰی۔[1]

جب تصحیح اور فتوٰی میں اختلاف پایا جائے تو پھر متون کی موافقت میں عمل اولٰی ہے۔ (ت)

علامہ بیری شرح اشباہ میں غیر مذہب امام پر بعض جگہ فتوٰی دیا جانا ذکر کرکے کہتے ہیں:

ینبغی ان یکون هذا عند عدم ذکر اهل المتون للتصحیح والا فالحکم بما فی المتون

یہ اس وقت مناسب ہے جب متون میں تصحیح کا ذکر نہ ہو ورنہ حکم وہی ہوگا جو متون نے بیان کیا

---

[1] بحر الرائق کتاب الصلوٰۃ باب فی قضاء الفوائت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۸۶

Marfat.com

كما لا يخفى لانها صارت متواترة[1] -
جیساکہ مخفی نہیں کیونکہ ایسے میں وہ حکم متواتر ہوجاتا ہے۔ (ت)

محقق شامی آفندی حاشیہ در میں بحث تخییر مفتی وقت اختلاف میں لکھتے ہیں :

اقول وینبغی تقیید التخییر ایضا بما اذا لم یکن احد القولین فی المتون لما قدمناه انفا عن البیری ولما فی قضاء الفوائت من البحر من انه اذا اختلف التصحیح والفتوی فالعمل بما وافق المتون اولی[2] -

میں کہتا ہوں، اور مفتی کے اختیار پر یہ پابندی بھی مناسب ہے کہ جب متون میں کوئی قول نہ ہو تو پھر اسے اختیار ہے جیساکہ ابھی ہم نے بیری سے نقل کیا ہے اور بحر کے قضاء الفوائت سے نقل کی وجہ سے کہ جب تصحیح اور فتوٰی میں اختلاف پایا جائے تو متون کے موافق عمل بہتر ہے۔ (ت)

ثانیًا یہ قول، قولِ امام ہے اور ہم قولِ امام سے عدول نہیں کرتے جب تک کوئی ضرورت یا ضعفِ حجت نہ ہو اور یہاں ضعف کیسا، جو قوت وشہرت ہے۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ قولِ امام نہ ترک کیا جائے اگرچہ مشائخ دوسرے قول پر فتوٰی دیں چہ جائے آنکہ جمہور اکابر کا فتوٰی اسی طرف ہو، پھر اسے مہجور کیا جائے، بحر الرائق میں ہے :

بهذا ظهر انه لا یفتی ولا یعمل الا بقول الامام الاعظم ولا یعدل عنه الی قولهما او قول احدهما او غیرهما الا لضرورة من ضعف دلیل او تعامل بخلافه کالمزارعة وان صرح المشائخ بان الفتوی علی قولهما[3] -

اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول پر فتوٰی دیا جائے گا اور عمل کیا جائیگا اور صاحبین رحمہما اللہ یا ان میں سے ایک یا کسی غیر کے قول کی طرف عدول نہ کیا جائے گا الّا یہ کہ پیش کردہ دلیل کمزور ہو یا تعامل اس کے خلاف ہو مثلاً مزارعت کا تعامل ورنہ مطلقاً فتوٰی امام صاحب کے قول پر ہوگا اگرچہ مشائخ تصریح بھی کردیں کہ فتوٰی صاحبین کے قول پر ہے۔ (ت)

اسی طرح علامہ فہامہ خیر الدین رملی نے اپنے فتاوٰی میں ذکر فرمایا :

---

[1] ردالمحتار بحوالہ شرح البیری مقدمۃ الکتاب دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۹

[2] ردالمحتار مقدمۃ الکتاب دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۹

[3] بحر الرائق کتاب الصلوٰۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۴۶

Marfat.com

واولہ المقر رعندنا انہ لایفتی الخ و اٰخرہ لانہ صاحب المذہب والامام المقدم[1]

پہلی بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں مسلمہ امر ہے کہ فتوٰی اور عمل امام صاحب کے قول پر ہی ہوگا، اور دوسری بات یہ ہے کہ آپ ہی صاحب مذہب اور اول امام بھی (ت)

ردالمحتار میں ہے:

وکذا لایتخیر (ای المفتی فی الافتاء بماشاء عند اختلاف الفتیا) لوکان احدھما قول الامام والاٰخر قول غیرہ لانہ لماتعارض التصحیحان تساقطا فرجعنا الی الاصل وھو تقدیم قول الامام[2] الخ۔

یونہی مختار نہ ہوگا (یعنی فتاوٰی میں اختلاف کے موقعہ پر مفتی کو اپنی مرضی کا فتوٰی دینے کا اختیار نہیں) جبکہ ایک امام صاحب کا قول ہو اور مقابلہ میں کسی دوسرے کا قول ہو، کیونکہ تعارض کی صورت میں دونوں قول ساقط ہوجاتے ہیں تو ہم اصل کی طرف راجع ہوں گے اور وہ امام کے قول کا مقدم ہونا ہے الخ۔ (ت)

ثالثاً جمہور صحابہ وتابعین کا یہی قول ہے یہاں تک کہ قریب اجماع کہا گیا:

ولاشك ان قول الجمھور الذین منھم امامنا خیرلنا من بعض لیس ھو منھم۔

اس میں شک نہیں جمہور جن میں ہمارے امام بھی ہوں وہ ہمارے لئے بہتر ہیں ان لوگوں کے مقابلہ میں جو جمہور میں شامل نہ ہوں۔ (ت)

رابعاً خود حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس بارہ میں حدیث مروی بخلاف اور مذہب کے کہ وہاں حدیث مرفوع کا نام بھی سُننے میں نہ آیا۔

خامساً قولِ امام پر فتوٰی دینے والے اجلہ ائمہ مالکان ازمہ ترجیح وافتاء معروفین بالاتفاق مشارالیہم بالبنان ہیں جیسے امام ابواللیث سمرقندی وامام محقق برہان الدین مرغینانی وامام ظہیرالدین مرغینانی وامام افتخار الملۃ والدین طاہر بن بخاری وغیرہم من الجلۃ الاکابر رحمۃ اللہ علیہم اجمعین بخلاف مذہب صاحبین کہ اس پر فتوی غالباً بالفاظ نکارت وابہام منقول ہوا: من الناس من افتی بقولھما[3] (بعض لوگوں نے صاحبین کے قول پر فتوٰی دیا۔ ت) دوسری جگہ ہے: قول بعضہم بہ یفتی[4] (بعض نے یہ

---

[1] فتاوٰی خیریہ | کتاب الشہادات | دارالمعرفۃ بیروت | ۲/ ۳۳

[2] ردالمحتار | مقدمۃ الکتاب | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۱/ ۴۹

[3] فتاوٰی خیریہ | کتاب الاجارات | باب ضمان الاجیر | دارالمعرفۃ بیروت | ۲/ ۱۳۹

[4] " " " " ۲/ ۱۴۱

Marfat.com

فتوٰی دیا۔ ت) شرح کنز علینی میں ہے، بہ یفتی بعضھم[1] (اسی پر بعض نے فتوٰی دیا۔ ت) خلاصہ دبزازیہ میں ہے، بعض العلماء اخذ و ابقولھما[2] (بعض علماء نے صاحبین کا قول لیا ہے۔ ت) شاید یہی وجہ ہیں کہ جس قدر کتابیں اس وقت فقیر کے پیش نظر ہیں ان میں یہ تو بکثرت ہے کہ صرف قولِ امام پر فتوٰی نقل کیا اور قولِ صاحبین کو ترجیح سے معرّی رکھا اور اس کا عکس ہرگز نہ فرمایا جس سے ظاہر کہ علماء قولِ صاحبین پر مطمئن نہیں رہے تبیین کا حکم بقولھما یفتی[3] (صاحبین کے قول پر فتوٰی دیا جائے گا۔ت) سوا ان اکابر اساطین مذہب اور فاضل زیلعی میں جو فرق ہے کسے معلوم نہیں۔

سادسًا جمہور کا فتوٰی اسی طرف ہے،

لما مران قد جعل الفتوی علیہ فی عامۃ المعتبرات۔

جیسا کہ گزرا کہ عام معتبر کتب میں اس پر فتوٰی جاری ہوا۔ (ت)

اور قولِ جمہور ہمیشہ منصور و غیر مہجور،

الشامی عن الحاوی القدسی ان اختلفوا یوخذ بقول الاکثرین ثم الاکثرین مما اعتمد علیہ الکبار المعروفون منھم کابی حفص و ابی جعفر و ابی اللیث و الطحاوی وغیرھم ممن یعتمد علیہ[4]۔

علامہ شامی نے حاوی قدسی سے نقل کیا کہ اگر فقہاء کا اختلاف ہو تو اکثریت کے قول کو لیا جائیگا پھر اکثریت ان لوگوں کی جن پر مشہور اکابر نے اعتماد کیا ہو، ان میں جیسا کہ ابوحفص، ابوجعفر، ابواللیث اور طحاوی وغیرہم معتمد علیہ لوگ ہیں (ت)

سابعًا اس قول پر فتوٰی دینے والے ایک امام علامہ فخر الملّۃ والدین حسن بن منصور اوزجندی ہیں رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ، اور یہ امام فارس میدان ترجیح و تصحیح ہیں جن کی نسبت علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ان کی تصحیح اوروں کی تصحیح پر مقدم ہے، ان کے فتوٰی سے عدول نہ کیا جائے، علامہ خیر الدین رملی حاشیہ جامع الفصولین میں فرماتے ہیں:

علیک بما فی الخانیۃ فان قاضیخان من اھل التصحیح والترجیح[5]۔

خانیہ کا بیان کردہ تجھ پر لازم ہے کیونکہ قاضیخان اہل تصحیح و ترجیح میں سے ہیں (ت)

[1] رمز الحقائق شرح کنز الدقائق کتاب الاجارۃ باب ضمان الاجیر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۵۶
[2] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل السادس مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳/ ۱۳۶
[3] تبیین الحقائق کتاب الاجارۃ باب ضمان الاجیر المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۵/ ۱۳۵
[4] ردالمحتار مقدمۃ الکتاب داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۸
[5] اللآلی الدریۃ فی الفوائد الخیریۃ حاشیہ جامع الفصولین الفصل الثامن عشر اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۴۶

Marfat.com

علامہ قاسم تصحیح القدوری میں فرماتے ہیں :

مایصححه قاضیخان من الاقوال یکون مقدما علی مایصححه غیرہ لانه کان فقیه النفس[1]

قاضیخان کا تصحیح کردہ قول دوسرے کی تصحیح پر مقدم ہے کیونکہ وُہ فقیہ النفس ہیں ۔ (ت)

سیّد احمد حموی غمز العیون میں اسے نقل کرکے مقرر رکھتے ہیں ، فاضل سیّد احمد طحطاوی حاشیہ درمختار میں لکھتے ہیں :

الذی یظهر اعتماد ما فی الخانیة لقولهم ان قاضیخان من اجل من یعتمد علی تصحیحاته[2]

قاضیخان کے بیان پر اعتماد کی وجہ فقہاء کا یہ فرمان ہے کہ قاضیخان جلیل الشان وُہ شخص ہیں جن کی تصحیحات پر اعتماد کیا جاتا ہے (ت)

فاضل محمد امین ابن عابدین عقود دریہ میں فرماتے ہیں :

مایصححه قاضیخان مقدم علی مایصححه غیرہ[3]

قاضیخان کی تصحیح شدہ غیر کی تصحیح شدہ پر مقدم ہے (ت)

اب تو بحمد اللہ عرش تحقیق مستقر ہوگیا کہ اس مسئلہ میں قولِ امام بلاشبہہ امام الاقوال و اقوی الاقوال ہے جس سے بلاضرورت ہرگز تجاوز نہ چاہیے ، یہ تو اصل مذہب پر بحث تھی ، اگر بنظر تغیر زمان آرائے علمائے خلف پر نظر کیجئے تو یہاں جماعت کثیرۂ ائمہ متاخرین کا قول قوی باشوکت مرجح مصحح مفتی بہ یہ ہے کہ اگر اجیر مرد صالح و متدین ہے تو ضمان نہیں ، اور خائن دغاباز ہے ، تو ہے ، اور مستور الحال ہے تو نصف قیمت پر صلح کرلیں ، صاحبِ محیط نے فوائد میں اس پر جزم فرمایا'

کما فی الخیریة[4] عن جامع الفصولین ۔ جیسا کہ خیریہ میں جامع الفصولین سے منقول ہے (ت)

بہت بعد متاخرین نے اس پر فتوٰی دیا ، کما فی الحامدیة (جیسا کہ حامدیہ میں ہے ۔ ت) بلکہ علامہ حامد آفندی فرماتے ہیں فقیہین جلیلین ابوجعفر و ابو اللیث نے بھی اسی کو اختیار فرمایا اور فرماتے ہیں یہ قول

---

[1] غمز عیون البصائر بحوالہ تصحیح القدوری الفن الثانی کتاب الاجارات ادارۃ القرآن کراچی ۲/۵۵

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب النکاح فصل فی المحرمات دارالمعرفۃ بیروت ۲/۲۵

[3] العقود الدریۃ کتاب الاجارات ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۱۰۳

[4] فتاوٰی خیریۃ کتاب الاجارہ باب ضمان الاجیر دارالمعرفۃ بیروت ۲/۱۴۱

Marfat.com

سب سے اولٰی اور اسلم ہے[1] اور یہی فتوٰی ہے امام جلال الدین نواہدون کا، کما فی المنح الغفار والطحطاویۃ[2] (جیسا کہ منح الغفار اور طحطاوی میں ہے۔ت) علامہ خیر الدین رملی استاذ صاحبِ درمختار، علامہ سید سعد مدنی مفتی مدینہ منورہ تلمیذِ صاحب مجمع الانہر اپنے فتاوٰی میں فرماتے ہیں: ما احسن التفصیل الاخیر[3] (آخری تفصیل کیا ہی اچھی ہے۔ت) فاضل شامی فرماتے ہیں:

قد اختلف الافتاء وقد سمعت ما فی الخیریۃ[4] — فتوے مختلف ہیں جبکہ آپ نے خیریہ کا بیان سُن لیا ہے۔(ت)

اور فی الواقع یہ اس اعلٰی درجہ نفاست ومتانت و احتیاط رزانت ومراعات جانبین وحفظ مذہب و لحاظ زمانہ پر واقع اور تمام خوبیوں کا جامع ہے کہ خواہی نخواہی قلوب اس خاطر جھک جائیں اور تشتت اقوال و فتاوٰی کے پریشان کئے ہوئے ذہن اسے سنتے ہی سکون واطمینان پائیں، ہم امید کرتے ہیں کہ اگر امام یہ زمانہ پاتے اور اس قول کو ان کے حضور عرض کیا جاتا بیشک پسند فرماتے، اس قول پر بھی ما نحن فیہ (زیر بحث مسئلہ) میں ضمان لینا جائز نہیں کہ سائل تصریح کرتا ہے کہ وُہ پیشہ ور معتبر دیانتدار ہے سالہا سال سے کام کرتا رہا کبھی اس سے کوئی خیانت ماحفظ میں غفلت واقع نہ ہوئی برسوں کے بعد اتفاقاً اس کے پاس سے یہ مال گم ہوگیا، یُوں تو آدمی کے پاس اپنا مال باوجود حفظِ تام و احتیاطِ کامل ضائع وہلاک ہوجاتا ہے، پھر یہ نہ کہا جائیگا کہ وُہ اپنے مال میں خائن ہے۔

بالجملہ جہاں تک نظر فقہی کی مجال ہے صورتِ مستفسرہ میں ضمان نہ آنا ہی اقوی الاقوال ہے

ولئن تنزلنا فلا شك فی شدۃ قوتہ وانہ لمن احسن ما افتی بہ فلا یمکن حجر المفتی عن الافتاء بہ ابدا فیاخیبۃ من[عہ] حکم علیہ بالغلط — اگر بطور تنزل مان بھی لیں پھر بھی اس کی قوت میں شک نہیں اور وہ فتوٰی کے لئے نہایت احسن ہے توکسی وقت بھی مفتی اس پر فتوٰی سے باز نہ رہے خسارہ ہے اس شخص کو جس نے اس پر غلط ہونے کا

عہ مولوی امیر احمد سہسوانی

---

[1] العقود الدریۃ کتاب الاجارات ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۱۴-۱۱۳

[2] حاشیۃ الطحطاوی کتاب الاجارہ باب ضمان الاجیر دار المعرفۃ بیروت ۴/۳۶

[3] فتاوٰی خیریۃ " " ۲/۱۴۱

الفتاوی الاسعدیۃ " المطبعۃ الخیریۃ مصر ۲/۲۲۶

[4] ردالمحتار " [illegible]

Marfat.com

بغیاً وحسداً وکیف یسوغ ذٰلک مع اختلاف الفتیا ھنالک ولکن الحسد حسک من تعلق بہ ھلک وفیما ذکرنا عبرۃ لمن اعتبر وتذکرۃ لمن اراد ان یتذکر وھو جملۃ یسیرۃ من مباحث کثیرۃ فلئن قنع فقیہ مقنع والا فعندنا بحمد اللہ افواج من الکلام فی میدان ھذا المقام فیھا العدد والعدۃ والباس والشدۃ فلئن لم ینتہ فسیری ان شاء اللہ تعالٰی شوارق تحقیقات نرھرت فبھرت عیون المنافقین وبوارق تدقیقات سطحت فقطعت قلوب العارضین وقولہ وانا متبری من الحول والقوۃ اذلاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولٰنا محمد واٰلہ واصحابہ اجمعین اٰمین!

حکم لگایا ہے حسد اور بغاوت کرتے ہُوئے، فتاوٰی کے اختلاف کے باوجود اس کی کیا گنجائش ہے لیکن حسد ایسی مرض ہے جس کو لاحق ہو جائے ہلاک کر دیتی ہے، اور جو کچھ ہم نے ذکر کر دیا ہے اس میں سوچ والے کے لئے عبرت ہے اور نصیحت حاصل کرنے والے کے لئے اس میں تذکرہ ہے اور یہ کثیر مباحث کا آسان خلاصہ ہے اگر فہم والا اس پر قناعت کرلے تو یہ کافی ہوگا، ورنہ بحمداللہ تعالٰی ہمارے پاس اس مقام میں کلام کا ذخیرہ ہے اس میں تعداد، تیاری، سختی اور شدّت سب کچھ ہے اگر باز نہ آئے تو ان شاء اللہ وہ ایسی روشن تحقیقات کو دیکھے گا جو رونق افروز ہو کر منافقین کی آنکھوں کو پریشان کر دیں گی اور ایسی چمکدار تدقیقات کو بھی جو پھیل کر معارضہ کرنے والوں کے دلوں کو کاٹ دیں گی اور اس کی بات کو ختم کر دیں گی اور میں حول اور قوۃ سے برائت رکھتا ہُوں کیونکہ حول اور قوۃ اللہ تعالٰی اعظیم وبلند کے سوا کسی سے نہیں ہے وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین، آمین! (ت)

مسئلہ ۱۴۶

جناب مولوی صاحب! قبلہ وکعبہ دوجہان سلامت! بعد آداب وتسلیمات کے فدوی خدمت مبارک میں یوں عرض کرتا ہے کہ کمترین پہلے پیشہ معماری میں اپنی اوقات بسر کرتا تھا پھر منشی ثناء اللہ صاحب نے ایک مدرسہ تکیہ میں واسطے تعلیم قرآن مجید کے تعمیر کرادیا اس میں انھوں نے مجھ کو واسطے تعلیم اطفال کے مقرر کیا اس طرح کہ تم للہ لڑکوں کو قرآن پڑھاؤ اور ہم تمھارے اہل وعیال کے خورد ونوش کے واسطے مبلغ چار روپیہ ماہوار للہ دیا کریں گے، میں اس امر کو قبول ومنظور کرکے پڑھاتا رہا، اسی تنخواہ پر قانع رہا کسی لڑکے سے کچھ

Marfat.com

طلب نہ کیا، دو سال تو منشی صاحب تنخواہ برابر دیتے رہے بعد کو انھوں نے موقوف کر دیا، چونکہ اور کوئی میری معاش نہ تھی مجبوراً مکتب کو بدستور قائم رکھا اور درس دیتا رہا، لیکن کسی شاگرد سے کچھ ماہوار متعین نہ کیا کہ مواخذۂ آخرت نہ ہو، ہاں جو کسی نے دے دیا سو لے لیا اور جس نے نہ دیا اس سے طلب نہ کیا، اب لڑکے بہت قلیل رہ گئے ہیں ان میں سے بھی بعض دیتے ہیں اور بعض نہیں دیتے، جس میں کوئی ۱۲ ؍ ماہوار کا حساب ہوجاتا ہے، نوبت فاقہ کی بھی پہنچ جاتی ہے، اس پر قناعت کرکے شکرِ الٰہی بجالاتا ہوں، اب مجھ پر ایک شخص نے یہ اعتراض کیا کہ جو کچھ لڑکوں سے مجھ کو ملتا ہے ہر طرح حرام ہے خواہ وہ اُجرت سمجھ کر دیں یا بطور للہ۔

پس اس مسئلہ کو آپ سب صاحبوں سے دریافت کرتا ہوں آیا یہ مال حلال ہے یا حرام؟ براہِ خدا اس کا جواب مزیّن بمہر کرکے عنایت ہو کہ تردّد رفع ہو اور وہ معترض حدیث کا قائل ہے فقہ کا نہیں۔

الجواب

سائل پر شرعاً کوئی الزام نہیں، اور جو کچھ اُسے ماہوار مل جاتا ہے حلال طیب ہے اور کیفیت مذکورہ سوال اس کے نہایت صبر و استقلال و طلب وجہ حلال و خوف مولیٰ ذوالجلال پر دال، جزاہ اللہ تعالٰی خیراً، بلکہ اگر وہ سب پڑھنے والوں سے اپنا ماہوار مقرر کرلے جب بھی جائز ہے اور مذہب مفتٰی بہ پر اصلاً مضائقہ نہیں،

في حاشیۃ البحرالرائق للعلامۃ خیرالدین الرملي في کتاب الوقف المفتی بہ جواز الاخذ استحساناً علی تعلیم القراٰن[1] الخ ومثلہ في کثیر من الکتب۔

بحرالرائق پر خیرالدین رملی کے حاشیہ میں کتاب الوقف کی بحث میں ہے کہ تعلیم القرآن پر اجرت لینا مفتٰی بہ قول پر جائز ہے الخ ایسی عبارت کثیر کتب میں موجود ہے۔ (ت)

معترض کا اعتراض محض بیجا ہے اور اس کا یہ کہنا کہ للہ سمجھ کر دیتے ہیں جب بھی حرام ہے، شریعتِ مطہرہ پر کھلا ہوا افترا، اگر پڑھنے والوں نے اتنے تنگدست استاد کی لوجہ اللہ خدمت کی کیا گناہ ہوا، اور استاد کو اس کا لینا کیونکر حرام ٹھہرا، یہ محض جہالت و تعصب ہے۔ اللہ جل و علا فرماتا ہے:

لاتقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا

اپنی زبانوں پر جاری جھوٹ والا قول نہ کرو کہ یہ حلال اور یہ حرام ہے کہ تم اللہ تعالٰی پر

---

[1] منحۃ الخالق علی البحرالرائق کتاب الوقف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۲۲۸

Marfat.com

علی اللّٰہ الکذب ، اِن الذین یفترون علی اللّٰہ الکذب لا یفلحون[1] جھوٹ افترا بناؤ، بیشک وہ لوگ جو اللہ تعالٰی پر جھوٹ افترا بناتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ (ت)

اور اس سے بڑھ کر اس کا جہل مرکب یہ ہے کہ مسائلِ شرع سے انکار رکھتا ہے، سبحان اللہ جہالت کی یہ حالت اور فقہاء سے نفرت، بیشک ایسے ہی لوگ حدیث سے احکام سمجھنے کے قابل ہیں؟ اِنّا للّٰہ و اِنّا الیہ راجعون ۰ خیر اگر وہ حدیث ہی مانگیں تو خاص صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے، سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان احق ما اخذتم علیہ اجراً کتاب اللّٰہ[2] یعنی قرآن مجید سب چیزوں سے زیادہ اس لائق ہے کہ تم اس پر اجرت لو۔

امام علامہ مناوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ تیسیر شرح جامع صغیر حدیثی میں اس حدیث کی شرح لکھتے ہیں:

فاخذ الاجرۃ علی تعلیمہ جائز الخ[3] یعنی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قرآن پڑھانے پر اُجرت لینا جائز ہے الخ (ت)

معترض پر فرض ہے کہ ان جہالتوں سے باز آئے اور مسائل شرع میں بے علم وفہم زبان کھولنے سے توبہ کرے، ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔ واللہ تعالٰی جل جلالہ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۷ تا ۱۴۹

مرسلہ حاجی الہ یار خاں صاحب ۱۱ رجب ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ فی زماننا زمیندار[1] اپنے اپنے گاؤں کے تالابوں یا جھیلوں یا دریا سے جو اپنے گاؤں کی حد میں ہوتا ہے مچھلیاں پکڑواتے ہیں اور نصف حقِ زمینداری سے آپ لیتے ہیں اور نصف پکڑنے والے کو دیتے ہیں، اور زمیندار تالاب یا جھیلوں یا دریا کو اپنا مملوکہ جانتے ہیں اور تالاب وغیرہ سے بغیر جال کے مچھلیاں پکڑنے پر قادر نہیں ہیں۔ اور[2] کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مچھلیاں ان تالابوں یا جھیلوں کی فروخت کر ڈالتے ہیں، یعنی کہار وغیرہ، وہ تالاب مول لے لیتے ہیں جس قدر مچھلیاں اس میں ہوتی ہیں وہ جال وغیرہ سے شکار کرکے لے جاتے ہیں، جابجا گاؤں میں اس کا رواج ہے،

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/۱۱۶

[2] صحیح البخاری کتاب الطلب باب الشرط فی الرقیۃ بقطیع من الغنم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۵۴

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر للمناوی تحت حدیث ان احق ما اخذ علیہ الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/۳۰۹

Marfat.com

اورکسی اسامی کو اس میں کچھ عذر بھی نہیں ہوتا۔ اور[۳] گھاس بھی گاؤں کی زمیندار فروخت کرتا ہے، اُس کو بھی اپنا مملوکہ سمجھ رہا ہے، اور رواج بھی ہے، اس میں بھی کسی دوسرے گاؤں وغیرہ کی رعایا کو کچھ عذر نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ خود خرید لیتے ہیں، یہ درست ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اللھم ھدایة الحق والصواب۔ یہ سوال تین مسئلوں پر شامل ہے:

مسئلہ اولیٰ: زمینداروں کا اپنے دیہات کے تالابوں سے مچھلیاں نصف پر صید کرانا۔

اقول وباللہ التوفیق اس کے جواب میں اوّل تنقیح اس امر کی ضرور ہے کہ آیا وہ مچھلیاں زمینداروں کی مملوک ہیں یا نہیں، اس بارے میں حکمِ شرع یہ ہے کہ اگر زمینداروں نے وہ تالاب اس غرض کے لئے مہیا کئے ہیں کہ برسات کے پانی جو ندیوں سے مچھلیاں بہا کر لائیں ان میں فراہم ہوکر ہمارے ملک میں آئیں، تو بلاشبہ جو مچھلیاں ان میں جمع ہوں گی ان زمینداروں کی ملک خاص ہوں گی، اور اگر تالاب اس لئے مہیّا نہ کئے مگر جب پانی بہا کر لایا انھوں نے ان کی روک کرلی، کوئی مینڈھا وغیرہ ایسا باندھ دیا کہ اب مچھلیاں بہاؤ میں نہ نکل جائیں تو بھی وہ مچھلیوں کے مالک ہوگئے، ان دونوں صورتوں میں کسی کو بلااذن زمینداران ان مچھلیوں کا پکڑنا اور اپنے تصرف میں لانا جائز نہیں یہاں تک کہ اگر کوئی صید کرے تو زمیندار کہ شرعاً اس کا مالک ہے، ایک ایک مچھلی اس سے واپس لے سکتا ہے، اور اگر ان صورتوں سے کچھ نہ تھا، نہ تالاب انھوں نے اس غرض کے لئے مہیا کئے، نہ بعد مچھلیاں آنے کے ان کی روک کی، تو البتہ وُہ مچھلیاں اپنی اباحتِ اصلیہ پر باقی ہیں کہ انھیں جو پکڑے گا مالک ہوجائے گا، اور زمیندار کو اس سے واپس لینا جائز نہ ہوگا کہ وُہ کسی خاص شخص کی ملک نہیں، ردالمحتار وفتح القدیر وغیرہما میں ہے:

اذا دخل السمك فی حظیرة فاما ان یعدھا لذلك اولا ففی الاول یملکه ولیس لاحد اخذہ، ثم ان امکن اخذہ بلاحیلة جاز بیعه لانه مملوك مقدور التسلیم والا لم یجز لعدم القدرة علی التسلیم، و

جب مچھلی تالاب میں آجائے تو اگر جال اسی غرض سے لگایا گیا تھا تو مچھلی کا مالک ہوجائے گا، اس موقعہ پر دوسرے کو وُہ مچھلی پکڑنے کا حق نہیں پھر اس حال میں وہ تالاب میں آئی مچھلی کو حیلہ سازی کے بغیر پکڑ سکتا ہے تو اس حالت میں اس مچھلی کو فروخت کرسکتا ہے کیونکہ وہ اس کی ملک ہوچکی ہے جس پر قبضہ دینا ممکن ہے اور اگر حیلہ

Marfat.com

فی الثانی لایملکہ فلا یجوز بیعہ لعدم الملک الا ان یسد الحظیرۃ اذا دخل، فحینئذ یملکہ ثم ان امکن اخذہ بلا حیلۃ جاز بیعہ والا فلا۔[1]

کے بغیر پکڑی نہ جاسکے تو اس کی بیع ناجائز ہے کیونکہ وُہ مقدور التسلیم نہیں ہے اور دوسری یعنی تالاب اس مقصد کے لئے نہ لگایا گیا ہو، اس صورت میں مچھلی کا مالک نہ بنے گا لہذا فروخت بھی نہ کرسکے گا، ہاں اگر اس صورت میں مچھلی داخل ہوجانے پر تالاب کو بند کرلے تو اب مالک ہوجائے گا اور حیلہ کے بغیر پکڑنے پر قادر ہو تو جائز ورنہ نہیں۔(ت)

پس دُو صورتوں پیش میں کہ زمیندار مالکِ ماہی ہیں اگر انھوں نے نصف خود لیں ہرگز ظلم نہ کیا کہ وُہ کل انھیں کی ملک تھیں بلکہ اگر زمیندار بعد اخذ و شکار ایک نصف مچھلیوں کا جُدا کرکے برضائے خود اپنی طرف سے ہبہ صحیحہ تامہ نہ کردیں تو ان کے پکڑنے والوں پر لازم کہ یہ نصف بھی زمینداروں ہی کو واپس دیں، اگرچہ ان میں باہم اس شکار کی اُجرت میں نصف مچھلیوں کا قرار داد ہولیا ہو کہ ایسا اجارہ ہی شرعاً فاسد ہے۔ غایت یہ کہ اس عقد اجارہ کی صورت میں اپنی محنت کی اجرت مثل لے لیں جو ان نصف مچھلیوں کی قیمت سے زائد نہ ہو، مثلاً جتنی دیر انھوں نے دام کشی کی اس کی اجرتِ مثل ۴ر ہوتے ہیں اور مچھلیاں ۸ر یا اس سے زائد قیمت کی پکڑی گئیں جب تو یہ پورے ۴ر کے مستحق ہیں اور کم کی شکار ہُوئیں تو آدھی مچھلیوں کے جو دام ہوں اُس سے زیادہ نہ پائیں گے، فرض کیجئے جال میں ۶ر کی مچھلیاں آئیں تو انھیں ۳ر ملیں گے اور ۲ر کی تو ایک ہی آنہ، اور سَو روپے کی تو وہی ۴ر۔ درمختار میں ہے:

لودفع غزلا لاٰخر لینسجہ لہ بنصفہ ای بنصف الغزل، او استاجر بغلا لیحمل طعامہ ببعضہ او ثورا لیطحن برہ ببعض دقیقہ، فسدت فی الکل لانہ استاجرہ بجزء من عملہ۔[2]

اگر کسی دوسرے کو سُوت دیا کہ نصف پر بُن دے، یا خچر والے کو کہا غلہ نصف کے بدلے اٹھالے جا، یا بیل والے کو کہا گندم کو کُچھ آٹے کے بدلے پیس دے تو کل میں اجرت فاسد ہوگی کیونکہ اجیر کے بعض عمل کے بدلے اجارہ ہے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع باب البیع الفاسد دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۰۶
فتح القدیر باب البیع الفاسد مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/۴۹
[2] درمختار کتاب الاجارہ باب الاجارۃ الفاسدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۷۹

Marfat.com

قولہ فسدت فی الکل ویجب اجر المثل لایجاوز بہ المسمی، زیلعی قولہ بجزء من عملہ، ای ببعض مایخرج من عملہ، والقدرۃ علی التسلیم شرط، وھو لایقدر بنفسہ زیلعی[1]

ماتن کا قول "کل میں فاسد ہوگا" اور مثلی اجرت واجب ہوگی جو مقررہ سے زائد نہ ہو، زیلعی، اور اس کا قول "اس کے عمل کے بعض پر" یعنی اس کے عمل سے حاصل شدہ کے بعض کے بدلے، اور قبضہ دینے کی قدرت شرط ہے جبکہ وُہ خود بنفسہٖ اس پر قادر نہیں ہے، زیلعی۔ (ت)

اورصورت سوم میں جہاں زمیندار مالکِ ماہی نہیں ہوتے اگر زمینداروں نے ان شکار کرنے والوں کو اجارہ پر لیا اور وقت متعین کردیا، مثلاً آج دوپہر یا شام تک جال ڈالو، تو اس صورت میں جتنی مچھلیاں جال میں آتی جائیں گی سب مِلکِ زمیندار ہوتی جائیں گی جن میں شکارکنندگان کا کوئی حق نہیں بلکہ وہی اپنے عمل کی اُجرت پائینگے تو اب بھی نصف مچھلیاں لینا ہرگز ظلم نہیں، بلکہ پکڑنے والے جو نصف لیں گے انھیں ناجائز ہے، ہاں اگر وقت معین نہ کیا تو بیشک مذہب راجح پر وہ مچھلیاں ملک شکار کنندگان ہوں گی، اور وہ کسی اجرت کے مستحق نہ ہوں گے لکونہم عاملین لانفسہم (اس لئے کہ وُہ اپنے لئے خود عامل بن گئے۔ ت) صرف اس چوتھی صورت میں یہ حکم ہے کہ زمینداروں کا نصف لینا ظلم ہے۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

استاجرہ لیصید لہ فان وقت لذلک وقتا جاز والالا، مجتبی، وبہ یفتی صیرفیۃ[2] اھ ملخصا۔

اگر کسی شخص کو شکار کرنے کے لئے اجرت پر رکھا اگر اس کے لئے وقت مقرر کیا تو جائز ہے ورنہ نہیں، مجتبٰی۔ اور اسی پر فتوٰی ہے، صیرفیہ اھ ملخصاً (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ وبہ یفتی صیرفیۃ قال فیہا ان ذکر الیوم فالعلف للامر، والا فللمامور، وھذہ روایۃ الحاوی وبہ یفتی، قال فی المنح وھذا یوافق ماقدمناہ عن المجتبی ومن ثم عولنا علیہ فی المختصر[3] اھ واللہ تعالٰی اعلم

اس کا قول، اسی پر فتوٰی، صیرفیہ، اس کتاب میں ہے، اگر آج دن، کا ذکر کیا ہو، تو چارہ آمر پر ہوگی ورنہ اجیر پر ہوگی، یہ حاوی کی روایت ہے اور اسی پر فتوٰی ہے، اور منح میں کہا، مجتبٰی سے ہم نے جو پہلے نقل کیا ہے یہ اس کے موافق ہے اسی وجہ سے ہم نے مختصر میں اس پر اعتماد کیا ہے اھ، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسدۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۳۶

[2] درمختار " " " مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۸۰

[3] ردالمحتار " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۳۹

Marfat.com

مسئلہ ثانیہ : تالاب کی مچھلیاں بیچ ڈالنا۔

اقول یہاں بھی وہی تین صورتیں ملحوظ ہوں گی :

صورت[1] سوم میں کہ مچھلیاں مِلکِ زمیندار نہیں، یہ بیع بالاجماع باطل ہوگی لانہ بیع مالیس فی ملکہ (کیونکہ یہ ایسی چیز کی بیع ہے جو مِلک میں نہیں ہے۔ ت) اور مچھلیاں کہ خریدنے والوں نے پکڑیں ان کی مِلکِ خاص ہوں گی جن میں زمینداروں کو مزاحمت نہیں پہنچتی لانھم سبقوا الی مباح (کیونکہ مباح چیز میں انھوں نے سبقت کرلی ہے۔ ت) اور جو قیمت ان سے لی واپس کریں لانعدام العقد شرعا (شرعی عقد نہ ہونے کی وجہ سے۔ ت) اور اگلی دو[2][3] صورتوں میں کہ مچھلیاں مِلکِ زمیندار ہیں، اگر بلا حیلہ تالاب سے پکڑی جاسکتی ہیں تو بیع بالاجماع صحیح لانہ بیع مملوک مقدور التسلیم (کیونکہ یہ مقدور التسلیم مملوکہ چیز کی بیع ہے۔ ت) اس صورت میں قیمت زمینداروں اور مچھلیاں خریداروں کو بالاجماع حلال و طیب ہونگی کما لایخفی، وقد منا جوازہ عن الفتح[1] و قال فی الذخیرۃ یجوز البیع عندھم جمیعا[2] (جیسا کہ مخفی نہیں، اور ہم اس کا جواز فتح کے حوالے سے پہلے ذکر کرچکے ہیں اور ذخیرہ میں کہا ہے کہ سب کے نزدیک بیع جائز ہے۔ ت) اور اگر بغیر جال وغیرہ طرق شکار کے ہاتھ نہیں آسکتیں اور اکثر یہی ہوتا ہے تو بیع ناجائز ہونے پر اتفاق، اور اس کے بطلان و فساد میں اختلاف، امام شیخ الاسلام و مشائخ بلخ اور اساتذہ امام شمس الائمہ سرخسی سے ایک جماعت کے مذہب پر ایسی بیع باطل ہے،

لان محل البیع مال مقدور التسلیم فاذا انتفی انتفی۔	کیونکہ بیع کا محل وہ چیز ہے جو مقدور التسلیم مال ہو، تو جب یہ نہ ہو تو بیع نہ ہوگی۔ (ت)

اسی پر امام بلخی[a] یا ثلجی فتوٰی دیتے اور اسی کو امام برہان مرغینانی صاحبِ ہدایہ وغیرہ نے اختیار فرمایا اور

---

[a] علی اختلاف العزو ففی الدر[3] بالموحدۃ والخاء، وفی الفتح بالمثلثۃ والجیم کما فی ش[4] عن ط ۱۲ منہ۔

نسبت کا اختلاف، درمختار میں ب اور خ کے ساتھ "بلخی" اور فتح میں ث اور ج کے ساتھ "ثلجی" ہے جیسا کہ شامی نے طحطاوی سے نقل کیا ہے۔ (ت)

---

[1] فتح القدیر باب البیع الفاسد مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۴۹
[2] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ الذخیرۃ کتاب البیوع الباب التاسع الفصل الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۱۱۴
[3] درمختار باب البیع الفاسد مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵
[4] ردالمحتار " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۱۳

Marfat.com

یہی من حیث الروایۃ اظہر ہے،

یظهر ذلك بمراجعة الهندية والدر المختار[1] ورد المحتار۔[2]

یہ بات ہندیہ، درمختار، ردالمحتار وغیرہا کی طرف مراجعت کرنے پر ظاہر ہوگی۔ (ت)

غیاثیہ میں فرمایا:

قالوا المختار هذا نقل عنها في العلمگیریة۔[3]

فقہاء نے فرمایا مختار یہی ہے کہ عالمگیری میں یہ اس سے منقول ہے۔ (ت)

اس مذہب پر مچھلیاں کہ مشتریوں نے پکڑیں بدستور ملک زمینداران پر ہیں اور قیمت کہ زمینداروں نے لی بدستور ملک مشتریان، ان پر فرض کہ قیمت پھیریں، ان پر لازم کہ پکڑی ہوئی مچھلیاں زمینداروں کو دیں، اگر انھوں نے مچھلیاں صرف کرلیں تو بازار کے بھاؤ سے جو قیمت مچھلیوں کی ہو زمینداروں کے لئے ان کے ذمے واجب الادا ہوئی۔ درمختار میں ہے:

البيع الباطل حكمه عدم ملك المشتري اياه، اذا قبضه فلاضمان لوهلك المبيع عنده لانه امانة الخ۔[4]

باطل بیع کا حکم یہ ہے کہ مشتری اس کا مالک نہ بنے گا، اس کے قبضہ میں ہلاک ہوجائے تو ضمان نہ ہوگا کیونکہ اس کے پاس یہ چیز امانت تھی الخ۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله لانه امانة، وذلك لان العقد اذا بطل بقي مجرد القبض باذن المالك، وهو لايوجب الضمان الا بالتعدي، درر۔[5]

ماتن کا قول "کیونکہ امانت ہے" یہ اس لئے کہ جب عقد باطل ہوگیا تو اب نرا قبضہ رہ گیا جو مالک کی اجازت سے حاصل ہوا تھا لہٰذا تعدی کے بغیر اس پر ضمان واجب ہوگا، درر۔ (ت)

---

[1] درمختار باب البیع الفاسد مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵
[2] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۱۳
[3] فتاوٰی غیاثیہ کتاب البیوع الفصل الثانی مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۱۴۳
[4] درمختار " باب البیع الفاسد مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴
[5] ردالمحتار " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۰۵

Marfat.com

اسی میں ہے، یکون مضمونا بالمثل او بالقیمۃ[1] (تعدی کی صورت میں ضمان بالمثل یا بالقیمۃ ہوگا۔ ت)

پس اگر یہ قیمت اور وہ زرِ ثمن کہ زمینداروں نے ان سے لیا تھا برابر ہیں، فبہا، ورنہ جس کی طرف زیادتی ہو دوسرے کو ادا کرے، مثلاً مشتریوں نے پانچ روپے دئے تھے اور مچھلیاں کہ صرف کرلیں بازار کے بھاؤ سے دس روپے کی تھیں، تو پانچ روپے زمینداروں کو اور دیں، اور ایک روپیہ کی تھیں تو چار روپے زمینداروں سے پھیر لیں، اور اگر مشتریوں نے بیچ ڈالیں تو جن جن کے ہاتھ بیچیں وہ سب بیعیں اجازت زمینداروں پر موقوف رہیں گی، جب تک مچھلیاں اور وہ بائع و مشتری و زمیندار باقی ہیں زمینداروں کو اختیار ہے چاہے بیع جائز کردیں اور قیمت خود لے لیں یا فسخ کردیں اور مچھلیاں واپس لیں،

کما ھو حکم بیع الفضولی، ومعلوم ان الاجازۃ انما تلحق الموجود دون المعدوم، فیشترط لہا قیام العاقدین والمعقود علیہ، وکذا المجیز، حتی لم یکن لوارثہ ان یجیز کما فی الدرالمختار وغیرہ۔

جیسا کہ بیع الفضولی کا حکم ہے اور ظاہر ہے اجازت موجود چیز کو لاحق ہوسکتی ہے معدوم چیز کو نہیں، تو اس لئے اس وقت عاقدین اور معقود علیہ چیز کا موجود ہونا شرط ہے اور یوں اجازت دینے والے کا موجود ہونا بھی ضروری ہے، اس لئے اس کے وارث کو اجازت دینے کا حق نہ رہے گا جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ (ت)

اور اگر ہنوز زمینداروں نے اجازت نہ دی تھی کہ مچھلیاں ان مشتریوں سے خریدنے والوں کے پاس صرف ہوگئیں تو زمیندار مختار ہیں، بازاری نرخ سے ان مچھلیوں کی قیمت، اپنے مشتریوں، خواہ ان کے خریداروں جس سے چاہیں وصول کرلیں، اگر اپنے مشتریوں سے لینا چاہیں تو وہی حکم ہوگا کہ ثمن ان سے لے چکے تھے اس کا حساب کرلیں، اور دوسروں سے لیں تو وہ اپنا دیا ہُوا ثمن مشتریوں یعنی اپنے بائعوں سے واپس لیں اور مشتری اپنا دیا ہوا ثمن زمینداروں سے۔

غرض ان احکام کے بیان سے یہ ہے کہ اس قول پر کیا کچھ انقلاب ہوتے ہیں اور کیسی کیسی دقتیں لازم آتی ہیں، جن کا اثر شہر کی عام مخلوق پر پہنچے گا۔ ردالمحتار میں ہے،

للمالک تضمین ایہما شاء، ثم ان ضمن المشتری بطل البیع

مالک کو اختیار ہے دونوں میں سے جس کو چاہے ضامن بنائے پھر اگر مشتری کو ضامن بنایا تو بیع

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع باب البیع الفاسد داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۰۵

Marfat.com

وللمشتری ان یرجع علی البائع بثمنہ، لابماضمنا[1] اھ ملخصًا۔

باطل ہوجائے گی، اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ بائع سے ثمن واپس لے لے، دیا ہوا ضمان نہ لے اھ ملخصًا۔ (ت)

یہ سب احکام اس مذہب پر تھے کہ بیع مذکور بوجہ عدم قدرت علی التسلیم باطل ٹھہرے، اور حضرت امام مذہب سیدنا امام اعظم و محرر مذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ایک روایت پر ایسی بیع صرف فاسد ہوتی ہے، نہ باطل،

لقیام الملك والمالیۃ فکان عقدًا صادرًا عن اھلہ فی محلہ، فلا وجہ لبطلانہ، و یاتیك کلام الفتح لبیانہ۔

ملک اور مالیت موجود ہونے کی وجہ سے تو یہ ایسا عقد ہے جو اہل سے اپنے محل میں صادر ہوا لہذا اس کے باطل ہونے کی کوئی وجہ نہیں اور اس کے بیان میں فتح کا کلام آئے گا۔ (ت)

اسی کو امام اجل قاضی اسبیجابی اور اساتذۂ امام شمس الائمہ سرخسی سے دوسری جماعت نے اختیار کیا، کمافی الھندیۃ (جیسا کہ ہندیہ میں ہے۔ ت)، اور اسی کو امام ابوالحسن کرخی نے اخذ فرمایا، کمافی الدر (جیسا کہ در میں ہے۔ ت)، اور اسی کو امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں ترجیح دی، اور اس کی تحقیق میں بحث نفیس افادہ کی، اور اسی کو متن تنویر میں مقدم و مرجح رکھا۔ درمختار میں ہے:

القول بفسادہ رجحہ الکمال[2]

اس کے فساد کے قول کو کمال نے ترجیح دی ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

حیث قال والوجہ عندی ان عدم القدرۃ علی التسلیم لامبطل واطال فی تحقیقہ[3]

جہاں انھوں نے فرمایا میرے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ قبضہ دینے کی قدرت نہ ہونا مفسد ہے مبطل نہیں ہے، اور انھوں نے اس کی تحقیق میں طویل کلام فرمایا۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار
[2] درمختار کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵
[3] ردالمحتار 〃 〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۱۳

Marfat.com

اور ظاہرًا یہی من حیث الدلیل ازہر ہے، فتح میں فرمایا:

وقول من قال المحلیة کونه مالا مملوکا مقدور التسلیم، ان عنی محلیة البیع الصحیح فنعم والا فلا، بل محل البیع المال المملوك للبائع اولغیرہ، فان کان لہ فنافذ، اولغیرہ فموقوف، والنافذ اماصحیح ان کان مبیعہ مقدور التسلیم لیس فیہ شرط فاسد، والاففاسد[1] اھ۔

جس نے یہ کہا ہے کہ محل بیع چیز کا مملوک ہو کر مقدور التسلیم ہونا ہے اگر اس سے مراد صحیح بیع کا محل ہے تو درست ہے ورنہ اس کو مطلق بیع کا محل قرار دینا درست نہیں ہے بلکہ مطلق بیع کا محل صرف مال کا بائع کی ملک ہونا یا غیر کی ملک ہونا ہے تو اگر بائع کی ملک ہو تو بیع نافذ ہوگی اگر غیر کی ملک ہو تو نافذ نہ ہوگی بلکہ موقوف رہے گی، اور بیع نافذ کبھی صحیح ہوتی ہے جب مبیع مقدور التسلیم ہو اور اس میں کوئی فاسد شرط نہ ہو ورنہ فاسد ہوتی ہے اھ (ت)

اس مذہب پر اگرچہ یہ عقد ناجائز وممنوع، اور عاقدین پر واجب کہ اسے فسخ کرلیں، زمیندار مشتریوں کو ثمن پھیر دیں، مشتری تالابوں سے کنارہ کریں،

لان الفساد لحق الشرع فیجب اعدامہ برفع العقد۔

کیونکہ یہ فساد شرعی حق کی بنا پر ہے تو عقد کو ختم کرکے اس فساد کو ختم کرنا ضروری ہے (ت)

مگر اگر انھوں نے فسخ نہ کیا یہاں تک کہ مچھلیاں تالاب سے شکار ہوئیں، اور قبضے میں آگئیں تواب وُہ بیع کہ فاسد تھی صحیح ہوگئی کہ سبب فساد کہ تعذر تسلیم وتسلّم تھا، نہ رہا، کہ ان سے جو مقصود تھا یعنی مشتری کا قبضہ، وُہ حاصل ہوگیا۔ فتح القدیر میں ہے:

انك علمت ان ارتفاع المفسد فی الفاسد یردہ صحیحا، لان البیع قائم مع الفساد وارتفاع المبطل لا[2] الخ۔

تجھے معلوم ہے کہ فاسد میں مفسد کا ختم ہوجانا بیع کو صحیح بنادیتا ہے کیونکہ فاسد صورت میں بیع باقی مع الفساد رہتی ہے اور باطل صورت میں مبطل کے ختم ہوجانے پر بیع صحیح نہیں ہوسکتی الخ۔ (ت)

---

[1] فتح القدیر کتاب البیوع باب البیع الفاسد مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۶۰
[2] " " " " ۶/ ۶۰

Marfat.com

اسی میں ہے :

المقصود من القدرۃ علی التسلیم ثبوت التسلم فاذا کان ثابتا حصل المقصود[1]۔	قدرۃ علی التسلیم سے مقصود قبضہ دینے کا ثبوت ہے تو جب یہ حاصل ہے تو مقصود حاصل ہے۔ (ت)

بالجملہ یہ دو[2] قول ہیں، دونوں قوت پر، دونوں جانب ائمہ فتوٰی، دونوں طرف ترجیح و افتا، ایک اگر من حیث الروایۃ اقوٰی، دوسرا من حیث الدرایۃ اجلٰی، مگر قول اول یعنی بطلان پر وُہ روپیہ کہ بنام ثمن زمینداروں نے لیا ان کے لئے حرام، مچھلیاں کہ مشتریوں نے لیں ان کے لئے حرام، کھائیں تو حرام، کھلائیں تو حرام، بیچیں تو حرام، بیچ کر جو ثمن حاصل کریں وُہ حرام، ان سے جو لوگ مول لیں واقع میں ان کے لئے خریداری حرام، کھانا حرام، کھلانا حرام، زمیندار غاصب، تالاب لینے والے غاصب، شہر بھر کی مچھلیاں مول لینے والے غاصب، یہ عالمگیر دقتیں ہیں، بخلاف قول ثانی یعنی فساد ابتدائی وصحت انتہائی، کہ اس میں یہ ساری خرابیاں مرتفع ہیں، تو مسلمانوں پر آسانی کے لئے اگر اسی قول پر فتوٰی دیں بیشک انسب و الیق ہے۔ حضور پُرنور سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

یسّروا ولا تعسّروا وبشّروا ولا تنفّروا[2]۔ اخرجہ احمد والشیخان والنسائی عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	آسانی کرو اور دشواری میں نہ ڈالو، اور خوشخبری دو اور نفرت نہ دلاؤ (اس کو احمد، بخاری ومسلم اور نسائی نے انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اس تقدیر پر خلاصہ حکم یہ ٹھہرا کہ اگر مچھلیاں مِلکِ زمینداران نہ تھیں تو بیع باطل، اور مچھلیاں شکار کرنے والوں کی مِلک ہوئیں، اور ان سے خریدنا بلا تکلّف روا۔ زمینداروں پر فرض کہ جو روپیہ بنام قیمت ان سے لیا انھیں واپس دیں، اور اگر مملوکِ زمینداران تھیں اور بے شکار کے قبضہ میں آسکتیں تو بیع صحیح، اور ثمن وسمک ہر بائع ومشتری ومشتریِ مشتری کے واسطے حلال وطیب، اور بے شکار ہاتھ نہ آئیں تو زمیندار و مشتری اس بیع سے گنہ گار ہوئے، مگر جب مچھلیاں[عہ] شکار کرلی گئیں تو مچھلیوں

عہ اصل میں یہاں "ترک" کی علامت بنی ہوئی ہے اس لئے اندازے سے عبارت بنا دی گئی ۱۲

---

[1] فتح القدیر کتاب البیوع باب البیع الفاسد مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۵۹
[2] صحیح البخاری کتاب العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶

Marfat.com

اور قیمتوں کا وہی حکم ہوگیا جو بیع صحیح میں تھا کہ سب کے لئے حلال، غرض اس مذہب پر مشتریوں اور ان سے خریدنے والوں کے لئے مچھلیاں بہر صورت حقیقۃً وحکماً حلال ہی رہتی ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ثالثہ : بنجروں کی گھاس بیچ ڈالنا۔

اقول اگر زمینداروں نے وہ زمین اس غرض کے لئے مہیا کی ہے کہ اس میں جو گھاس پیدا ہو ہم بیع کیا کریں، اور انھوں نے گھاس کی افراط وعمدگی کے لئے اس زمین کو پانی دلوادیا جو گھاس جمنے کا باعث ہوا، یا خود رو گھاس آپ ہی جم آئی، اور انھوں نے اس کی رکھوالی کرائی، اس کے گرد کھائی کھدوادی، یا باڑھ رکھوادی کہ روک ہوجائے، ہر جانور وغیرہ کے تصرف سے بچے، تو ان دونوں صورتوں میں وہ گھاس زمینداروں کی ملک ہوگئی، اور اس کی بیع صحیح وجائز، یہی قول راجح ومختار ہے، اور اسی کی طرف اکثر ائمہ کبار، اور اگر ان صورتوں سے کچھ نہ تھا تو بیشک وہ گھاس ہر شخص کے لئے مباح ہے اور جو کاٹ لے گا اسی کی ملک ہوجائے گی، زمیندار اگر یونہی زمین میں قائم بیچ ڈالیں گے بیع باطل ہوگی، اور قیمت واپس دیں گے۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے :

لایجوز بیع الکلاء واجارتہ وان کان فی ارض مملوکۃ ھذا اذا نبتت بنفسہ فاما اذا کان سقی الارض واعدھا للانبات فنبت ففی الذخیرۃ والمحیط والنوازل یجوز بیعہ لانہ ملکہ وھو مختار الصدر الشھید ومنہ مالوخندق حول ارضہ وھیاھا للانبات حتی نبت القصب صار ملکا لہ وعلیہ الاکثر، ھکذا فی البحر الرائق ولو احتشہ انسان بلا اذنہ کان لہ الاسترداد، ھو المختار کذا فی جواھر الاخلاطی[1]، واللہ سبحنہ و

کھڑی گھاس فروخت کرنا اور اس کو اجرت پر دینا صحیح نہیں ہے اگرچہ ذاتی زمین میں ہو، یہ جب ہے کہ گھاس خود اُگی ہو لیکن اگر زمین والے نے زمین کو سیراب کرکے گھاس کے لئے تیار کیا تو یہ گھاس فروخت کرنی جائز ہے کیونکہ اس عمل سے وہ گھاس کا مالک ہوگیا۔ یہ ذخیرہ، محیط اور نوازل میں ہے، اور یہی صدر شہید کا مختار ہے، اور اسی صورت میں سے ایک یہ ہے کہ اپنی زمین کے اردگرد کھائی کھودی اور پیداوار کے لئے تیار کیا حتی کہ وہاں ناڑ اگا تو وہ اس کی ملک ہوگا اور اسی پر اکثریت ہے، بحرالرائق میں بھی یوں ہے، اور اگر کسی نے اس کی اجازت کے بغیر کاٹا تو اس کو واپس لینے کا حق ہوگا یہی مختار ہے۔ جواہر الاخلاطی میں یوں ہے۔ واللہ سبحنہ و

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب البیوع الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۰۹

Marfat.com

تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہٗ اتم واحکم (ت)

مسئلہ ۲۵۰ از سنبھل ضلع مراد آباد مرسلہ محمد ذکاوت حسین ۶ ربیع صفر ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سنی حنفی نے طریقہ وعظ بغرض افشائے رسالت خاتم النبیین واعلان طریقہ سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم اختیار کیا ہے اور اس کے وعظ کے اثر سے شرک وبدعات وغیرہ کافور ہوتی چلی جاتی ہے، اور ہزار ہا اہل اسلام جو ضروری شعائر اسلام اور ارکان صوم وصلٰوۃ سے بھی واقفیت نہ رکھتے تھے وہ خود معلم نماز وامام مساجد ہوگئے، اور یہ شخص جابجا مواضع ومواسم میں بے تکلف علٰی رؤس الاشہاد بمقابلہ اعدائے دین جہاد لسانی کرتا ہے، اگر ایسے شخص کو اہل اسلام عالم باعمل اور منجملہ ورثۂ انبیاء تصور کرکے بلحاظ اسکی حالت بیکاری اور فکر معاش کے غمخواری کے کچھ نقد وغیرہ بلا اس کی طمع اور درخواست کے تعظیماً نذر کریں، تو یہ پیشکش اور نذر اس کے حق میں حلال وطیب ہے یا نہیں؟ اور اہل اسلام ایسے شخص کو معتقد علیہ تصور کریں یا نہیں؟ اور اس نذر اور تحفہ کے بدلے اجر عظیم پائیں گے یا نہیں؟ استفتاء ہذا کو اپنے دستخط مبارک اور مواہیر تلامذہ راشدہ سے مزیّن فرماکر ہدایت کیجئے۔

الجواب

اگر فی الواقع وہ شخص علمائے اہلسنت وجماعت ایدہم اللہ تعالٰی سے ہے اور جو باتیں حقیقۃً شرک ہیں انھیں کے معتقد کو مشرک کہتا ہے اور احکام مشرکین میں داخل کرتا ہے، اور جو نو پیدا باتیں مخالف شریعت ومزاحم سنت ایجاد کی گئیں انھیں کو بدعت شرعیہ و مذمومہ وشنیعہ جانتا اور ان سے نہی وتحذیر کرتا ہے، اور شعائر اسلام صلٰوۃ وصیام وغیرہا کے احکام صحیح صحیح سکھاتا، اور برعایت شرائط وقواعد احتساب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بجالاتا ہے، اور وعظ میں روایات باطلہ وخرافات مخترعہ وبیانات مثیرۂ اوہام ومفسدۂ خیالات عوام سے احتراز رکھتا، اور علم کافی وفہم صافی کے ساتھ ہدایت وارشاد میں ٹھیک معیار شرع پر چلتا ہے، تو اسے نہ صرف عالم بلکہ اس زمانہ میں اراکین دین وسنت وخلفائے رسالت علیہ افضل الصلٰوۃ والتحیۃ واولیائے جناب احدیت آلاء جلت سے سمجھنا چاہئے اور اس کی جو خدمت ہوسکے صلاح وفلاح دارین ورضائے رب المشرقین وخوشنودی سید الکونین ہے جل جلالہ وصلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم۔

قال تعالٰی کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تأمرون بالمعروف اللہ تعالٰی نے فرمایا، لوگوں کے لئے تمھیں بہترین امت ہونے کی حیثیت سے ظاہر کیا تم بھلائی

Marfat.com

وتنہون عن المنکر[1] الآیۃ۔ کا حکم کرتے اور برائی سے روکتے ہو۔الآیۃ۔(ت)

اور جبکہ حسبِ اظہار سوال اُس کی نیت خالص لوجہ اللہ ہے، اور ہرگز نہ کسی سے سوال کرتا نہ طمع رکھتا ہے، بلکہ مسلمان بطورِ خود علماء کی اعانت اور اپنی سعادت کی نیت سے خدمت کرتے ہیں، تو (بشرطیکہ یہ مال جو اسے دیا جائے بعینہٖ وجہ حرام سے نہ ہو) بلاشبہہ اس کا لینا جائز، اور وہ اس کے لئے حلال وطیب، حضور اقدس سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا جاءك من ھذا المال شیئ وانت غیر مشرف ولاسائل فخذہ فتمولہ فان شئت کلہ وان شئت تصدق بہ وما لا فلا تتبعہ نفسك[2]۔ رواہ الشیخان عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جب تیرے پاس یہ مال آئے جبکہ تو اس کے انتظار میں نہ ہو اور نہ تو اس کے لئے سائل بنا تو اسے لے کر مال بنا اگر چاہے تو کھا لے اور اگر چاہے صدقہ کردے، اور مال نہ ملے تو اس کا پیچھا نہ کر۔ اس کو بخاری ومسلم نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے(ت)

ہاں وعظ کو کہ عمدہ طاعات وقربات سے ہے ذریعہ حطام دنیا بنانے پر احادیث میں سخت وعیدیں آئیں، اور علماء نے بھی اس سے ممانعتیں فرمائیں۔ خلاصہ پھر تاتارخانیہ پھر عالمگیریہ میں ہے:

الواعظ اذا سأل الناس شیئا فی المجلس لنفسہ لایحل لہ ذٰلك لانہ اکتساب الدنیا بالعلم[3]۔

واعظ نے اگر مجلس میں لوگوں سے اپنے لئے کچھ سوال کیا تو یہ عمل حلال نہیں، کیونکہ یہ علم کے ذریعہ دنیا کا حصول ہے۔(ت)

یہ امر ان لوگوں پر وارد جنھوں نے وعظ کو پیشہ اور تجارۂ دنیا حاصل کرنے کا تیشہ بنا رکھا ہے، اور شک نہیں کہ عبادات وحسنات پر اُجرت لینا حرام، اور اس کی تحریم علی الاطلاق پر احادیث ومذہب منصوص ائمہ کرام، مگر جس کی نیت لوجہ اللہ ہو اس پر اوروں کے فعل سے اعتراض نہیں،

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۰

[2] صحیح البخاری کتاب الاحکام باب رزق الحاکم والعاملین علیہا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۶۲
صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب جواز الاخذ لغیر سوال " " " ۱/ ۳۳۴

[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۱۹

Marfat.com

انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی[1]۔ واللہ یعلم المفسد من المصلح[2]۔ وایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث[3]۔

اعمال کا مدار نیت پر ہے، ہر شخص کو وہی حاصل ہوگا جو اس نے نیت کی۔ اور اللہ تعالیٰ مصلح اور مفسد کو جانتا ہے۔ اور تو بدگمانی سے پرہیز کر کیونکہ بدگمانی بُری بات ہے۔ الحدیث (ت)

بلکہ بعض علمائے وعظ کو بھی ان امور مستثناۃ میں داخل کیا جن پر اس زمانہ میں اخذ اجرت مشائخ متاخرین نے بحکم ضرورت جائز رکھا۔ ردالمحتار میں ہے:

قال فی الھدایۃ وبعض مشائخنا رحمھم اللہ تعالٰی استحسنوا الاستیجار علی تعلیم القراٰن الیوم لظھور التوانی فی الامور الدینیۃ ففی الامتناع تضییع حفظ القراٰن وعلیہ الفتوی اھ وقد اقتصر علی الاستثناء تعلیم القراٰن ایضا فی متن الکنز، ومتن مواھب الرحمٰن وکثیر من الکتب، وزاد فی مختصر الوقایۃ، ومتن الاصلاح، تعلیم الفقۃ وزاد فی متن المجمع الامامۃ، ومثلہ فی متن الملتقی ودرر البحار، وزاد بعضھم الاذان والاقامۃ والوعظ، وذکر المصنف معظمھا ولکن الذی فی اکثر الکتب الاقتصار علی ما فی الھدایۃ، فھذا مجموع ما افتی بہ المتاخرون

ہدایہ میں فرمایا، ہمارے بعض مشائخ نے آج کل دینی امور میں سستی کی وجہ سے قرآن کی تعلیم پر اُجرت لینے کو بہتر قرار دیا ہے تو اس سے پرہیز کرنے پر قرآن پاک کا حفظ خطرہ میں پڑسکتا ہے اور اسی پر فتوٰی ہے اھ، اور قرآن کی تعلیم پر اجرت کو عدم جواز سے مستثنٰی قرار دیا ہے۔ کنز، مواہب الرحمان اور بہت سی کتب میں بھی اسی طرح ہے اور مختصر وقایہ اور الاصلاح کے متن نے تعلیم قرآن کے ساتھ تعلیم فقہ کو زائد کردیا ہے، اور مجمع کے متن میں امامت کو زائد ذکر کیا، اور اسی طرح ملتقی و درر البحار میں ہے، اور بعض نے اذان واقامت اور وعظ کو بھی شامل کیا ہے اور مصنّف نے مذکور معظم امور کو ذکر کیا لیکن اکثر کتب نے ہدایہ میں مذکور پر اکتفار کیا ہے اور ہمارے مشائخ متاخرین کے فتووں کا یہ مجموعہ ہے

---

[1] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲

[2] القرآن الکریم ۲/۲۲۰

[3] صحیح البخاری کتاب الوصایا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۸۴

Marfat.com

من مشائخنا، وهم البلخيون على خلاف فى بعضه، مخالفين ماذهب اليه الامام وصاحباه، وقد اتفقت كلمتهم جميعا فى الشروح والفتاوى على التعليل بالضرورة وهى خشية ضياع القرآن كما فى الهداية الى اٰخرما افاد واجاد رحمه الجواد۔[1]

اور بلخی حضرات ہیں جبکہ ان میں سے بعض نے بعض میں اختلاف بھی کیا ہے، ان متاخرین نے خلاف کیا مسلک امام اور صاحبین کے، اور شروح و فتاوٰی سب نے جواز کی علت ضرورت کو قرار دیا ہے اور وُہ قرآن کے ضیاع کا خطرہ ہے، جیسا کہ ہدایہ میں تا آخر اس کا بہترین افادہ فرمایا، اللہ تعالٰی ان کو اپنی رحمت سے نوازے۔ (ت)

فتاوٰی امام اجل قاضیخاں میں ہے:

صاحب العلم اذا خرج الى القرى ليذكرهم فيجمعوا له شيئا حكى عن ابى الليث رحمه الله تعالٰى انه قال كنت افتى انه لا يخرج الى القرى ثم رجعت عن ذٰلك۔[2]

عالم شخص جب دیہاتوں میں وعظ کے لئے جائے اور وہ اس کے لئے کچھ نذرانہ جمع کریں تو اسے چاہئے کہ وُہ دیہات میں نہ جائے، یہ بات ابو اللیث رحمہ اللہ تعالٰی سے منقول ہے انھوں نے فرمایا میں یہ فتوٰی دیا کرتا تھا پھر میں نے اس سے رجوع کر لیا۔ (ت)

اسی طرح خلاصہ میں نقل کیا،

(وزاد اخذ الاجرة على تعليم القرآن ودخول العالم على السلطان) وقال فرجعت عن الكل تحرزا عن ضياع القرآن (والعلم والحقوق) ولحاجة الخلق، ولجهل اهل الرستاق[3] اھ ما نقله عن الفقيه النبيه رحمه الله تعالٰى۔

اور تعلیم قرآن پر اُجرت اور عالم کا سلطان کے پاس جانا زائد بیان کیا اور فرمایا میں نے اس سے رجوع کر لیا قرآن، علم، حقوق کے ضیاع سے بچاؤ کیلئے اور عوام الناس کی حاجت اور دیہاتیوں کی جہالت کی وجہ سے۔ انھوں نے جو بیدار مغز فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ تعالٰی سے نقل کیا وہ ختم ہوا (ت)

پس اگر صورت مظہرہ فی السوال واقعی ہے اور حالت زید وہ ہے جو ہم نے اوپر ذکر کی تو بیشک

---

[1] ردالمحتار کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسدۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۳۴-۳۵
[2] فتاوٰی قاضیخاں کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی التسبیح والتسلیم الخ نولکشور لکھنؤ ۴/۷۹۵
[3] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الکراھیۃ الفصل الثانی مکتبہ الحبیبیہ کوئٹہ ۴/۳۳۰-۳۱

Marfat.com

ایسے بندۂ خدا کو بد و حرام خور کہنا سخت گناہ و ناسزا، اور قائل شرعاً مستوجب تعزیر و سزا۔ ہندیہ میں ذکر ہے:

ان ذکر اھل العلم بالتحقیر وجب علیہ التعزیر[1] جو اہلِ علم کا ذکر تحقیر سے کرے وہ واجب التعزیر ہے۔ (ت)

بخلاف ان مبتدعان سنّی نما کے جو اس زمن فساد و فتن میں اضلال و اغوائے جہال کو ادعائے تسنن کرتے اور اپنی ضلالت مخترعہ و جہالت مبتدعہ کو کہ قریب زمانے میں ان کے تازہ پیشواؤں نے تراشیں، بنام سنت جلوہ دیتے، اور ان کی مخالفت کو بدعتِ ضالہ و مخل اصل ایمان بتاتے، اور صدہا امور جائزہ بلکہ مستحبہ کو بزورِ زبان و زور بہتان شرک و بدعت و یقینی العقوبۃ و ناقابلِ مغفرت ٹھہراتے، اور شرقاً و غرباً و عجماً و عرباً بلکہ سلفاً و خلفاً عامۃ المسلمین و اہلِ دیانت و دین کو مشرک بدعتی بتاتے ہیں ایسے لوگوں کے بد و بدتراز بد ہونے میں کوئی شبہہ نہیں، نہ وہ ہرگز تعظیم علم و علماء کے مستوجب، بلکہ شرعاً ان کی تحقیر واجب۔ حدیث میں ہے:

من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان ھدم الاسلام[2] جس نے اہلِ بدعت کی توقیر کی اس نے اسلام کو کمزور کرنے میں مدد دی۔ (ت)

پھر ایسے لوگوں کی تذکیر ضلالت تخمیر ہرگز اس فتوٰی بعض متاخرین میں داخل نہیں ہوسکتی کہ انھوں نے ضرورتِ دینی کے لئے جواز رکھا نہ کہ معاذ اللہ ضرر دینی کے لئے، ان کا وعظ معصیت ہے اور معاصی پر اجارہ مطلقاً اجماعاً بلا استثناء حرام۔ تو یہ لوگ اگر اپنے وعظ پر اُجرت لیں خواہ بتصریح شرط یا بصورت حال معہود و معروف "فان المعھود عرفا کالمشروط لفظا" (عرف میں معلوم چیز لفظی مشروط کی طرح ہے۔ ت) تو بلاشبہہ وہ ان کے لئے حرام اور یہ حرام خور ہوں گے، جہاں یہ صورت ہو وہاں بد و حرام خور کہنے والے پر اصلاً الزام نہیں، بلکہ وہ ٹھیک کہتا ہے اس امر کا لحاظ ضرور چاہیے، نسأل اللہ الھدایۃ الی سبیل الاقوم (ہم اللہ تعالٰی سے مضبوط راستے کے طلبگار ہیں۔ ت) واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۱

مسئولہ مولوی محمد حسین صاحب عظیم آبادی مدرس مدرسہ جعفر خانی ۱۰ شوال ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مدرسہ اسلامیہ کا نوکر تھا اور موافق دستور العمل

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الحدود فصل فی التعزیر نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۱۶۹-۱۶۸

[2] المعجم الاوسط حدیث ۶۷۶۸ مکتبۃ المعارف الریاض ۷/ ۳۹۶

Marfat.com

مدارس عربیہ کے بعد فراغ امتحان ایامِ تعطیل میں اپنے مکان کو چلا گیا، اور قبل اس کے ایام تعطیل ختم ہوں حاضرِ خدمت ایک جلسہ مدرسہ اسلامیہ ہو کر ان سے درخواست کی کہ یا تو مجھے اجازت ہو کہ سابق دستور کام کروں یا مجھ کو جواب دیا جائے کہ اپنا اور کچھ بندوبست کروں، لیکن کچھ جواب نہ ملا، اور نہ اثنائے تعطیل میں کوئی اطلاع نامہ قطع تعلق کا زید کو ملا۔ اس صورت میں زید مستحق پانے تنخواہ ایامِ تعطیل کا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان کیجئے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

تعطیلاتِ معہودہ میں مثل تعطیل ماہِ مبارک رمضان وعیدین وغیرہا کی تنخواہ مدرسین کو بیشک دی جائے گی، فان المعہود عرفا کالمشروط مطلقا (عرف میں معلوم متعین چیز مطلقاً مشروط کی طرح ہے۔ ت) اشباہ میں ہے:

البطالۃ فی المدارس کایام الاعیاد ویوم عاشوراء وشھر رمضان فی درس الفقۃ علی وجھین ان مشروطۃ لم یسقط من المعلوم شیئ، والا فینبغی ان یلحق ببطالۃ القاضی، ففی المحیط انہ یاخذ فی یوم البطالۃ، وقیل لا، وفی المنیۃ یستحق فی الاصح، واختارہ فی منظومۃ ابن وھبان، وقال انہ الاظھر[1] اھ ملخصا اقول ھذہ الترجیحات حیث لم یشترط فکیف اذا شرط ھذا لیس محل نزاع وقد علمت ان المعروف کالمشروط۔

عید کے دنوں، عاشورہ اور ماہِ رمضان جیسی مدارس میں فقہی تعلیم کی تعطیلات دو طرح سے ہے اگر معاہدہ میں مشروط ہیں تو مشاہرہ بالکل ساقط نہ ہوگا، ورنہ قاضی کی تعطیلات کے موافق ہونا مناسب ہے، تو محیط میں ہے کہ مدرس ایامِ تعطیلات کا مشاہرہ حاصل کرے گا اور بعض نے کہا حاصل نہ کرے گا۔ اور منیہ میں ہے اصح یہ ہے کہ وہ مستحق ہوگا، اور ابن وہبان کے منظوم میں اسی کو مختار فرمایا ہے اور انھوں نے فرمایا یہی اظہر ہے اھ ملخصاً۔ میں کہتا ہوں یہ ترجیحات مشروط نہ ہونے کی صورت میں ہیں مشروط ہوں تو کیسے مستحق نہ ہوگا حالانکہ محلِ نزاع یہی صورت ہے اور تو معلوم کر چکا کہ معروف چیز مشروط کی طرح ہوتی ہے۔ (ت)

اور کسی شخص کو اصلاً اختیار نہیں کہ بے اطلاعِ اجیر جب چاہے بطورِ خود عقدِ اجارہ فسخ کردے،

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ السادسۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۲۹

Marfat.com

مگر جب کوئی عذرِ بیّن واضح ظاہر پیدا ہو جس میں اصلاً محلِ اشتباہ نہ ہو جب تک ایسا نہ ہوا جیر بیشک مستحقِ تنخواہ ہوگا،

فی الدر المختار الاجارۃ تفسخ بالقضاء والرضاء[1] الخ وفی رد المحتار الاصح ان العذر ان کان ظاہرا ینفرد وان مشتبہا لاینفرد[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے کہ اجارہ رضامندی یا قضاء کے ذریعہ فسخ ہوسکتا ہے الخ، اور ردالمحتار میں ہے کہ اصح یہ ہے اگر ناغہ کا عذر ظاہر ہو تو مدرس کے اختیار میں ہے اور اگر عذر مشتبہ ہو تو پھر وہ مختار نہیں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو "طفوہائے" آہنی نیشکر کے تجارۃً کرایہ پر چلاتا ہے اور اہلِ دیہات سے معاملات اجارہ کے کرتا ہے، اور باشندگانِ دیہات کو جو دس دس، بیس بیس کوس کے باشندے ہیں، کولھو کرایہ پر دیتا ہے، اور تقرری کرایہ اور میعاد ادائیگی کرایہ اور زمانہ واپسی "کولھو" جملہ امورات وقت عقد طے ہوجاتے ہیں مگر بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ وہ لوگ اپنے وعدہ پر روپیہ ادا کریں، بمجبوری ان سے روپیہ وصول کرنے کے واسطے نوکر رکھ کر ان کے مکانوں کو بھیجا جاتا ہے، اور وہ سپاہی تقاضاگیر چند چند بار ان کے مکان پر جاکر تقاضا کرتا ہے، بلکہ اپنی تنخواہ اور خوراک وغیرہ کا بار ان پر ظاہر کرتا ہے اور قسم قسم کے خوف نالش اور خرچہ پڑنے کا دلاتا ہے تب وہ لوگ روپیہ لاتے ہیں، اس پر بعض مطلق خیال میں نہیں لاتے، اور نالشوں وغیرہ کی نوبت آتی ہے۔

پس ایسی حالت میں کہ یہ سپاہی جو محض ان سے تقاضا کرنے کے واسطے رکھا گیا ہے، جس کے مکان پر جاکر بضرورت تقاضا ٹھہرے، اور ان سے اپنی خوراک لے، یا اس کے سوا جس کے یہاں ٹھہرا ہے، دوسروں سے اسی گاؤں میں، اس کے قریب دوسرے گاؤں والوں سے اپنی خوراک لے، یا زید ان کرایہ داران سے اصل کرایہ میں تنخواہ تقاضاگیر کے بقدر ایام آمد و شد کے، یا اس تقاضاگیر کی خوراک شامل کرکے وصول کرے، یا وقت عقد کرایہ کے ان سے زید شرط کرے کہ روپیہ ہمارا کرایہ کا

---

[1] درمختار کتاب الاجارۃ باب فسخ الاجارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۸۳

[2] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۸

Marfat.com

اگرتم وعدہ معیّنہ مقررہ پر نہ ادا کرو گے، اور ہم کو تمھارے پاس تقاضاگیر بھیجنا پڑے گا، تو تم کو اجرت اس تقاضاگیر کی مثلاً ۴ ہر اور خوراک اس کی مثلاً ۲ ر یوم کے حساب سے دینا پڑے گی، اور ہم تم سے وصول کرلیں گے پس اول صورت میں خوراک اور اجرت تقاضاگیر کی بلاشرط کرایہ داران سے وصول کرنا، اور دوسری صورت میں شرط مذکور کرنا اور حسب شرائط مذکور اجرت مقررہ اور خوراک سپاہی تقاضاگیر کی وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان کیجئے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

یہ نوکر اسی شخص کا نوکر اور اسی کے کام پر مقرر، اس نے خود ہی اسے اپنے کام کے لئے رکھا تو تنخواہ یا خوراک جو کچھ ٹھہری ہو اسی پر ہے، قرضداروں سے کچھ تعلق نہیں، نہ اُن سے خواہ دوسرے اہلِ دیہہ سے کوئی جبراً لے سکے، ہاں وہ رضامندی اپنا مہمان سمجھ کر کھانا دے دیں تو یہ جُدا بات ہے اور یہ خیال کہ آخر ان کی نادہندگی کے باعث نوکر رکھنا پڑا محض بے سُود، فان الحکم انما یضاف الی المباشر دون المسبّب (حکم مرتکب پر عائد ہوتا ہے سبب مہیا کرنے والے پر نہیں ہوتا۔ ت) ولہذا مدعی کو مدعا علیہ سے خرچہ لینا جائز نہیں، اگرچہ بوجہ نادہندگی مدعا علیہ ضرورت نالش ہوئی ہو، اور اگر خود عقد اجارہ میں شرط مذکور فی السوال لگائی جب تو وُہ عقد ہی فاسد ہوجائے گا، اور اس کا فسخ کرنا واجب ہوگا کما ھو حکم کل عقد فاسد رفعا للاثم حقا للشرع (جیسا کہ ہر فاسد عقد کا حکم ہے کہ گناہ کو ختم کرنا شرعی حق کے طور پر لازم ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

تفسد الاجارۃ بالشروط المخالفۃ لمقتضی العقد فکل ما افسد البیع یفسدھا کشرط طعام عبد ومرمۃ دار[1] اھ ملخصًا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

عقد کے مخالف شرائط سے اجارہ فاسد ہوجاتا ہے اور جو شرط بیع کو فاسد کرتی ہے وہ اجارہ کو بھی فاسد کرتی ہے مثلاً غلام کی خوراک اور مکان کی مرمت کی شرط، اھ ملخصًا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۳: از میرٹھ بالائے کوٹ مکان قاضی صاحب مرسلہ مولوی ابومحمد صادق علی صاحب ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین، در بارہ جواز وعدم جواز حصول منفعت بذریعہ کرایہ مکانات سکنی، ولگان اراضیات زرعی۔ ایسے لوگوں سے نصارٰی کے پادری، ہنود کے

[1] درمختار کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۷۷

Marfat.com

پنڈت، یہود کے معلم، شیعوں کے مجتہد، غیر مقلدوں کے واعظ، کسبیان، ڈھاری، بھانڈ، شراب کھینچنے بیچنے والے، اور دیگر منشی اشیاء کے تاجر، فساق، فجار، مشرک وکفار، خصوصًا وہ جو اپنے مذاہب وغیرہ کی اشاعت پر مامور ہوں، اور عمومًا وہ کہ مامور باشاعت ہوں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہاں دو مقام ہیں: اوّل یہ کہ ان لوگوں کو سکونت کے لئے مکان، زراعت کے لئے زمین کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں۔ دوم برتقدیر جواز ان کے مال سے اجرت لینا کیسا۔

اوّل کا جواب جواز ہے کہ اس نے تو سکونت و زراعت پر اجارہ دیا ہے نہ کسی معصیت پر اور رہنا، بونا فی نفسہٖ معصیت نہیں، اگرچہ وہ جہاں رہیں معصیت کریں گے، جو رزق حاصل کریں معصیت میں اٹھائیں گے، یہ ان کا فعل ہے جس کا اس شخص پر الزام نہیں،

لاتزر وازرة وزر اخرٰی[1]۔ قلت وبه ظهران المسئلة ینبغی ان تکون علی الوفاق بین الامام وصاحبیه رضی الله تعالٰی عنهم، وهو المستفاد من کلمات العلماء۔

کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔ میں کہتا ہوں اس سے ظاہر ہوا کہ یہ مسئلہ امام صاحب اور صاحبین کے مسلک کے موافق ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم، اور علماء کے کلام سے یہی مستفاد ہے۔ (ت)

ہندیہ میں بعد مسئلہ "اذا استاجر الذمی من المسلم بیتا یبیع فیه الخمر جاز عند ابی حنیفة رحمه الله تعالٰی خلافا لهما کذا فی المضمرات[2]" (جب ذمّی کسی مسلمان سے مکان کرایہ پر حاصل کرکے شراب فروشی کرے تو جائز ہوگا یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک بخلاف صاحبین کے، مضمرات میں یوں ہے۔ ت) نقل کیا:

واذا استاجر الذمی من المسلم دارا لیسکنها فلا باس بذلك وان شرب فیها الخمر وعبد فیها الصلیب اوادخل فیها الخنازیر ولم یلحق المسلم

جب ذمی نے مسلمان سے رہائش کے لئے مکان کرایہ پر لیا تو کوئی حرج نہیں اگرچہ وہ مکان میں شراب نوشی کرے یا صلیب کی پوجا کرے یا اس میں خنزیر لائے، اس کا بوجھ مسلمان پر

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۷

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الاجارۃ الباب الخامس عشر الفصل الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۴۴۹

Marfat.com

فی ذٰلک باس لان المسلم لایواجرھا لذٰلک انما اٰجرھا للسکنٰی، کذا فی المحیط۔[1]

نہ ہوگا کیونکہ اس نے اس ارادہ سے کرایہ پر نہیں دیا اس نے تو رہائش کے لئے دیا ہے۔ محیط میں یوں ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے زیر قول درمختار:

جاز اجارۃ بیت سواد الکوفۃ لیتخذ بیت نار اوکنیسۃ اوبیعۃ اویباع فیہ الخمر وقالا لاینبغی ذٰلک، زیلعی[2] اھ ملخصا۔

کوفہ کی آبادی میں ذمی کومکان کرایہ پر دینا تاکہ وہ آتشکدہ یاگرجا، عبادت خانہ بنائے یاشراب فروخت کرے توجائز ہے۔ صاحبین نے فرمایا: یہ مناسب نہیں ہے زیلعی اھ ملخصًا۔ (ت)

انھیں علامہ زیلعی وعلامہ بدرالدین عینی وعلامہ حسام سغناقی وعلامہ جلال کرلانی صاحبان بنایہ ونہایہ وکفایہ شروح ہدایہ سے نقل کیا:

والدلیل علیہ انہ لو اٰجرہ للسکنٰی جاز وھولابدلہ من عبادتہ فیہ[3] اھ۔

اس پر دلیل یہ ہے اگر رہائش کے لئے کرایہ پر دے توجائز ہے حالانکہ وہ اس میں ضرور عبادت کرے گا اھ۔ (ت)

یہ جواب فقہ ہے باقی دیانۃً اس میں شک نہیں کہ جس کی سکونت سے مسلمانوں کے عقائد یا اعمال میں فتنہ وضلال کا اندیشہ وخیال ہو اسے جگہ دینا معاذاللہ مسلمانوں کو فتنہ پر پیش کرنا ہے، تو یحبّون ان تشیع الفاحشۃ[4] (وہ چاہتے ہیں کہ فحاشی پھیلے۔ ت) حقیقۃً نہ سہی اس کی طرف منجر ہے، وانما الدین النصح لکل مسلم[5] دین تو یہی ہے کہ سب مسلمانوں کی خیرخواہی کیجئے۔ وباللہ التوفیق۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الاجارۃ الباب الخامس عشر الفصل الرابع نورانی کتبخانہ پشاور ۴/ ۴۵۰
[2] درمختار کتاب الحظروالاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۷
[3] ردالمحتار کتاب الحظروالاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۵۱
[4] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۹
[5] صحیح البخاری کتاب الشروط باب مایجوز من الشروط الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۷۵
صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان ان الدین النصیحۃ ″ ″ ″ ۱/ ۵۵-۵۴

Marfat.com

دوم کا جواب یہ کہ جس مال کا بعینہٖ حرام ہونا معلوم ہو اس سے اجرت لینا جائز نہیں، مثلاً اجارہ دینے والے کو خبر ہے کہ یہ روپیہ زید نے غصب یا سرقہ، یا رشوت، یا ہندہ نے زنا، یا غنا کی اجرت، یا کسی مسلمان نے خمر و خنزیر کی قیمت میں حاصل کئے ہیں، تو ان کا لینا اسے روا نہیں، نہ اپنے آتے میں، نہ ویسے۔

فی الھندیۃ عن المحیط عن محمد فی کسب المغنّیۃ ان قضی بہ دین لم یکن لصاحب الدین ان یأخذہ۔[1]

ہندیہ میں محیط اس میں امام محمد سے منقول ہے کہ مغنیہ عورت کی کمائی سے قرض کی ادائیگی کرنا چاہے تو قرضخواہ کو وہ لینا ناجائز ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال فی النھایۃ قال بعض مشائخنا کسب المغنّیۃ کالمغصوب لم یحل اخذہ۔[2]

نہایہ میں فرمایا کہ بعض مشائخ نے فرمایا کہ مغنّیہ کی کمائی مغصوب چیز کی طرح ہے اس کا لینا جائز نہیں ہے (ت)

درمختار میں ہے:

جاز رزق القاضی من بیت المال لو بیت المال حلالا جمع بحق والا لم یحل۔[3]

بیت المال سے قاضی کو وظیفہ جائز ہے بشرطیکہ بیت المال میں حلال مال کو حق کے طور پر جمع کیا گیا ہو ورنہ وہاں سے وظیفہ لینا جائز نہیں۔ (ت)

تنویرالابصار میں ہے:

جاز اخذ دین علی کافر من ثمن خمر بخلاف المسلم۔[4]

کافر سے قرض کی وصولی میں شراب فروشی سے حاصل شدہ رقم کو لینا جائز ہے بر خلاف مسلمان کے۔ (ت)

ورنہ فتوٰی مطلقاً جواز پر ہے، یعنی اگرچہ اس کے پاس اموال حرام ہونا یقینی ہو، مگر یہ روپیہ کہ

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۹
[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۴۷
[3] درمختار " " " " " مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۶
[4] درمختار شرح تنویرالابصار " " " " " ۲/۲۴۵

Marfat.com

اس کرایہ میں دیتا ہے، بعینہٖ اس کا حرام ہونا معلوم نہیں تو لینا جائز، اگرچہ اس کا اکثر مال حرام ہی ہو۔

فی الھندیۃ عن الظھیریۃ عن الامام الفقیہ ابی اللیث قال بعضھم یجوز مالم یعلم انہ یعطیہ من حرام قال محمد وبہ نأخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ وھو قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی واصحابہ[1]۔

ہندیہ میں ظہیریہ کے حوالے سے امام ابواللیث سے منقول ہے کہ بعض نے فرمایا جب تک حرام سے ادائیگی کا علم نہیں ہے اس وقت تک لے سکتا ہے، امام محمد علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہمارا یہی مختار ہے کہ جب تک بعینہٖ حرام ہونے کا علم نہیں ہے یہی امام ابوحنیفہ اور انکے اصحاب رحمہم اللہ تعالٰی کا قول ہے۔ (ت)

خانیہ میں ہے:

ان لم یعلم الاٰخذ انہ من مالہ او من مال غیرہ فھو حلال حتی یتبین انہ حرام[2]۔

اگر لینے والے کو معلوم نہیں کہ اس کا مال ہے یا غیر کا، تو اس کو حلال ہے تاوقتیکہ حرام ہونا واضح نہ ہوجائے۔ (ت)

مگر اس صورت میں یعنی بحالت غلبۂ حرام تقوٰی احتراز ہے،

فان للاکثر حکم الکل بل منھم من نص عند ذٰلک علی عدم الجواز، فالاسلم الاحتراز۔

کیونکہ اکثر پر کل کا حکم ہوتا ہے بلکہ بعض نے نص فرمائی ہے کہ ایسی صورت میں ناجائز ہے تو پرہیز میں سلامتی ہے۔ (ت)

خصوصًا مقتدٰی کے لئے لحدیث:

ایاک ومایسوء الاذن[3] عہ، ولحفظ دین العوام عن اقتحام الحرام۔

تو بدگمانی سے بچ، اور عوام کے دین کی حفاظت کے لئے حرام سے دُور رہ۔ (ت)

باقی اس مسئلہ کے متعلق تفصیل جلیل وتنقیح جمیل فتاوٰی فقیر سے کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے فلینظر ثمہ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

عہ فی الاصل ھکذا ولعل الصواب "الظن"۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲
[2] فتاوٰی قاضیخان کتاب الحظر والاباحۃ نولکشور لکھنؤ ۴/۷۷۸
[3] مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابی الغادیہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/۷۶

Marfat.com

مسئلہ ۱۵۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے "دعوی وراثت" میں قابضانِ متروکہ سے واصلات اپنے حصہ کی مانگی، اس میں عذر تمادی کا از جانب مدعا علیہم پیش ہوا، فقط تین برس کے دینا چاہتا ہے بموجب قانون کے چونکہ شرع میں تمادی نہیں ہے لہٰذا اس نے اپنے حصّہ جائز سے محروم ہونے کے سبب یہ کہا کہ مجھ کو سُود دو، اور یہ سمجھا کہ سُود کے حیلہ سے بھی میری اصلی رقم کا کوئی جُز ہی مل جائے، اس صورت میں یہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر اس شریک نے جس نے واصلات نہ پائی، شریک قابض کو اپنے حصہ کے تحصیل کا وکیل و مجاز کیا تھا، تو جو توفیر حاصل ہوا کی اس سب میں اس کا بھی حصہ تھا، اور تمادی کوئی شئی نہیں، اگر ویسے نہیں لے سکتا جس نام سے ملے وصول کر سکتا ہے، اور اگر اس نے وکیل نہ کیا تھا بلکہ وہ بطور خود غصبًا اس کے حصہ پر قابض رہا اور زمین اٹھاتا محصول لیتا رہا تو اسے حکم دیا جائے گا کہ اس کے حصہ کا روپیہ اسے دے یا تصدق کر دے، اور افضل وہی ہے کہ اسے دے مگر اس کو دعوٰی نہیں پہنچتا، نہ یہ اس کا مالک ہوا، بلکہ وہی غاصب بملک خبیث مالک ہے تو اُسے اُس سے بحیلۂ ناجائزہ لینے کی اجازت نہیں ہو سکتی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۵

۴ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جب آسامیانِ دیہہ سے لگنۃ اراضی مفوضہ آسامیان مقرر ہے، تو سوا لگنۃ مقررہ کے اوگاہی بھوسہ و مورکین ورس وغیرہ کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ناجائز ہے کہ اجرت مقررہ سے زیادہ لینے کا کیا استحقاق ہے، ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے دیتے تو جائز تھا مگر خوشی معلوم، بلکہ صریح جبر ہوتا ہے، اور اگر اس کی طرف سے جبر نہ بھی ہوا مگر انھوں نے اسے زمینداری یا ٹھیکہ داری کے دباؤ سے دیا، تو بھی ناجائز و مثلِ رشوت ہے۔

فی ردالمحتار (بعد نقل عبارة الفتح تعلیل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دلیل علی تحریم الھدیة التی سببھا الولایة[1]) ذکر ما نصہ

ردالمحتار میں فتح کی عبارت نقل کرنے کے بعد فرمایا، حضور علیہ الصلوٰة والسلام کا علّت کو بیان کرنا ایسے ہدیہ کے حرام ہونے کی دلیل ہے جو ولایت کی وجہ سے حاصل ہو، انکی ذکر کردہ

[1] ردالمحتار کتاب القضاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۱۰

Marfat.com

قلت ومثلهم مشائخ القری والحرف وغیرهم ممن له قهر وتسلط علی من دونهم فانه یهدٰی الیهم خوفا من شرهم اولیروج عندهم[1] الخ واللہ تعالٰی اعلم۔

عبارت یوں ہے میں کہتا ہوں ان کی مثل دیہاتوں اور اہل حرفت وغیرہم کے چودھریوں کی ہے جن کو اپنے ماتحتوں پر تسلط اور غلبہ ہوتا ہے کیونکہ ان چودھریوں کے شر کے خوف یا رواج کی وجہ سے ان کو ہدیے ملتے ہیں الخ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۶ ۴ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے پاس ایک عورت مطلقہ غیر ہے جس کی ابھی عدّت نہ گزری، وہ بعد عدت اس سے نکاح چاہتا ہے مگر خوف ہے کہ شاید قبل عدت معصیت واقع ہو، زید عمرو سے مکان کرایہ پر مانگتا ہے، اس صورت میں عمرو کو جائز ہے یا نہیں کہ زید کو اپنا مکان کرایہ پر دے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جائز ہے اگرچہ معصیت کا خوف نہیں بلکہ صراحۃً معصیت کرتا ہے، یہ اپنی جائز نیت سے کرایہ پر دے، اس کی معصیت کا وبال اُس پر ہے، عمرو پر کوئی مواخذہ نہیں،

لتخلل فعل فاعل مختار، قال اللہ تعالٰی لا تزر وازرۃ وزر اخری[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

فاعل مختار کا فعل درمیان میں آنے کی وجہ سے، اللہ تعالٰی نے فرمایا: کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۷ مسئولہ مولوی حافظ امیر اللہ صاحب ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ[3]۔ الآیۃ

اگر تم کسی امر میں تنازع کرو تو اس کو اللہ تعالٰی اور اس کے رسول (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی طرف پھیرو اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ الآیۃ (ت)

---

[1] جد الممتار

[2] القرآن الکریم ۶/۱۶۴ [3] القرآن الکریم ۴/۵۹

Marfat.com

کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت السہلہ الغراء ومفتیان ملت السمحۃ البیضاء کہ دو مسلمانوں میں اجارۂ تدریس فنون عربی بمشاہرہ عہ ایک اور صہ دوسرے کی طرف سے بلا ذکر ماہ قمری شرعی وشمسی انگریزی وغیرہ ہوا، درصورت اختلاف مستاجر واجیر تعیین قرآنی یا تعیین انسانی عرفی یا عرف مدرسین عربی کی تعیین معتبر ہوگی، اور جو اجیر تفسیر مدارک التنزیل شریف اور بیضاوی شریف اور صحیح بخاری شریف پڑھائے اُس کی تعظیم اور کوئی ادب مستاجر متعلم پر شرعاً عقلاً عرفاً ہے یا نہیں، اور استاذین وشیوخ آبائے معنوی ہیں، اس کا کہاں تک شریعتِ مطہرہ میں اثر ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

قال الله عزوجل یسئلونك عن الاهلة قل هی مواقیت للناس والحج[1]

اے نبی! یہ تجھ سے پوچھتے ہیں نئے چاندوں کا حال، تو فرما وہ وقت ٹھہرائے ہیں لوگوں کے لئے اور حج کے واسطے۔

آیۂ کریمہ شاہد ہے کہ اہلِ اسلام کے نہ صرف عبادات بلکہ معاملات میں بھی یہی قمری مہینے معتبر ہیں، مدارک شریف میں ہے:

مواقیت للناس والحج ای معالم یوقت بها الناس مزارعهم ومتاجرهم ومحال دیونهم وصومهم وفطرهم وعدة نسائهم وایام حیضهن ومدة حملهن وغیر ذلك ومعالم للحج یعرف بها وقته[2]

مواقیت للناس والحج یعنی علامات جن سے لوگ اپنی مزارعت، اجارہ، قرض اور دیون کی ادائیگی، روزہ، افطار، عورتوں کی عدت، حیض کے ایّام اور حمل کی مدت وغیرہ کا وقت معلوم کریں گے اور حج کی علامات جن سے لوگ اس کا وقت پہچان سکیں گے (ت)

عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی حاشیہ خفاجی علی البیضاوی میں ہے:

اجیبوا ببیان الغرض من هذا الاختلاف من بیان مواقیت العبادات والمعاملات[3]

صحابہ کو چاند کے بڑھنے اور گھٹنے کی غرض سے جواب بیان فرمایا کہ عبادات اور معاملات کے مقرر اوقات کا بیان ہے (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۹

[2] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) آیت قل هی مواقیت للناس الخ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۹۷

[3] عنایۃ القاضی حاشیۃ الشهاب علی تفسیر البیضاوی ،، ،، ،، ،، دار صادر بیروت ۲/ ۲۸۴

Marfat.com

وقال تبارك وتعالیٰ ان عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھرا فی کتاب اللہ یوم خلق السمٰوٰت والارض منھا اربعۃ حرم[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بیشک گنتی مہینوں کی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں، کتاب اللہ میں جس دن سے اس نے بنائے آسمان اور زمین، اس میں سے چار ماہ حرام ہیں (ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم، رجب)۔

یہ آیت ارشاد فرماتی ہے کہ اللہ عزوجل کے نزدیک یہی بارہ مہینے قمری ہلالی عربی معتبر ہیں کہ چار ماہ حرام انھیں مہینوں میں ہیں، تو اہلِ اسلام کو انھیں کا اعتبار چاہئے کہ شرع مطہرہ کے سب احکام عبادات و معاملات انھیں پر مبنی ہیں، معالم میں ہے:

المراد منہ الشھور الھلالیۃ وھی الشھور التی یعتد بھا المسلمون فی صیامھم وحجھم واعیادھم وسائر امورھم[2]

اس سے مراد قمری مہینے ہیں اور ان مہینوں کے ذریعہ مسلمان اپنے روزوں، حج، عیدوں اور تمام امور کا حساب لگاتے ہیں۔ (ت)

نسفی میں ہے:

المراد بیان ان احکام الشرع تبتنی علی الشھور القمریۃ المحسوبۃ بالاھلۃ دون الشمسیۃ[3]

مراد یہ ہے کہ شرعی احکام قمری مہینوں پر مبنی ہیں جو چاند کے حساب سے ہوتے ہیں شمسی مہینوں پر نہیں۔ (ت)

ولہٰذا بحمداللہ اب تک عامۂ مسلمین اپنے عامہ امور میں انھیں شہور کو جانتے، انھیں پر مدارِ کار رکھتے ہیں کہ ان کے رب کے نزدیک مہینے یہی ہیں بلکہ حقیقۃً مہینہ کا لفظ انھیں پر صادق، مہینہ منسوب بماہ ہے، شہر شمسی مہینہ نہیں مہرینہ ہے، بلکہ تفسیر کبیر میں زیر کریمہ انما النسئ ہے:

اللہ تعالیٰ امرھم من وقت ابراھیم و اسمٰعیل علیھما الصلوٰۃ والسلام ببناء الامر علی رعایۃ السنۃ القمریۃ،

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل علیہم الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ان قمری سال پر اپنے امور کی بنا رکھا حکم دیا تو انھوں نے قمری سال کی رعایت

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۳۶

[2] معالم التنزیل علی ہامش تفسیر الخازن تحت آیۃ ان عدۃ الشھور الخ مصطفی البابی مصر ۳/ ۸۹

[3] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت آیۃ ان عدۃ الشھور الخ دارالکتاب العربی بیروت ۲/ ۱۲۵

Marfat.com

فهم ترکوا امر الله تعالٰی فی رعایۃ السنۃ القمریۃ واعتبروا السنۃ الشمسیۃ رعایۃ لمصالح الدنیا۔[1]

کے حکم باری تعالٰی کو ترک کرکے اپنے مصالح کی بنا شمسی سال پر کرلی۔ (ت)

بلکہ اسی میں ہے:

قال اھل العلم الواجب علی المسلمین بحکم ھذہ الاٰیۃ ان یعتبروا فی بیوعھم ومدد دیونھم واحوال زکاتھم وسائر احکامھم السنۃ العربیۃ بالاھلۃ ولا یجوز لھم اعتبار السنۃ العجمیۃ والرومیۃ[2] اھ، اقول فمن خلاف عندنا فی تاجیل العنین ھل ھو بالسنۃ القمریۃ ھو المذھب، خزانۃ وغیرھا وھو الصحیح[3] ھدایۃ وغیرھا وعلیہ اکثر اصحابنا[4]، ایضاح الکرمانی او بالسنۃ الشمسیۃ، وھی روایۃ الحسن عن امامنا الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ، وروایۃ ابن سماعۃ عن الامام محمد، واختارہ شمس الائمۃ السرخسی والامام فقیہ النفس قاضیخان والامام ظھیر الدین المرغینانی، فتح[5]۔ وقیل وبہ

اہل علم نے فرمایا اس آیہ کریمہ کے حکم پر مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنے کاروبار اور لین دین، زکوٰۃ اور تمام احکام میں عربی قمری سال کا اعتبار کریں اور ان کو عجمی اور رومی شمسی سال کا اعتبار جائز نہیں ہے اھ میں کہتا ہوں ہمارے ہاں نامرد شخص کو مہلت دینے کے مسئلہ میں اختلاف ہے خزانہ وغیرہ میں ہے کہ قمری سال ہی مذہب ہے ہدایہ وغیرہ میں فرمایا یہی صحیح ہے، اور نیز فرمایا ہمارے اکثر اصحاب اس پر ہیں، کرمانی کی ایضاح میں، یا شمسی سال فرمایا، یہ امام حسن رحمہ اللہ تعالٰی کی امام صاحب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، اور امام محمد علیہ الرحمۃ سے بھی ابن سماعۃ کی یہ روایت ہے، اور شمس الائمہ امام سرخسی، امام فقیہ النفس قاضیخان اور امام ظہیر الدین مرغینانی نے اسے اختیار کیا ہے، فتح۔ اور اسی پر فتوٰی

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ انما النسیئ زیادۃ الخ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۱۶/۵۶

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 ان عدۃ الشھور الخ 〃 〃 ۱۶/۵۳

[3] جامع الرموز بحوالہ الہدایۃ کتاب الطلاق فصل العنین مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۲/۵۷۴

[4] 〃 〃 بحوالہ الکرمانی 〃 〃 〃 〃 ۲/۵۷۴

[5] فتح القدیر کتاب الطلاق باب العنین وغیرہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۱۳۲

Marfat.com

یفتی، درمختار[1]، وعلیه اکثر المشائخ، محیط۔ وعلیه الفتوی، خلاصة اھ[2] من رد المحتار وجامع الرموز۔ نعم عدم الجواز فی العبادات والعدد الشرعی مقطوع به مجمع علیه۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ہے، درمختار۔ اور اسی پر اکثر مشائخ ہیں، محیط۔ اسی پر فتوٰی ہے، خلاصہ۔ یہ ردالمحتار اور جامع الرموز سے منقول ہے، ہاں عبادات اور شرعی اعداد قمری سال ہی متفق علیہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

بالجملہ اجارات وغیرہا معاملات میں مدار تعارف پر ہے، اور مسلمین میں متعارف یہی مہینے، توعندالاطلاق انھیں کی طرف انصراف، ردالمحتار وفتح القدیر میں ہے:

اھل الشرع انما یتعارفون الاشھر والسنین بالاھلة فاذا اطلقوا السنة انصرف الی ذلک مالم یصرحوا بخلافه۔[3]

اہلِ شرع نے قمری مہینے اور سال اپنا عرف قرار دیا ہے، توجب وہ مطلق سال ذکر کرتے ہیں غیر کی تصریح نہ کریں تو قمری مراد ہوتا ہے۔ (ت)

اگر بعض مسلمانان باتباع نصارٰی شہور شمسیہ پر حساب رکھنے لگیں تو اس کا اعتبار نہیں کہ معتبر عرف عام وشائع ہے، نہ قرارداد خاص بعض ناس، اشباہ والنظائر میں ہے:

انما تعتبر العادة اذا اطردت او غلبت، ولذا قالوا فی البیع لو باع بدراھم ودنانیر وکانا فی بلد اختلف فیه النقود مع الاختلاف فی المالیة والرواج انصرف البیع الی الاغلب قال فی الھدایة لانه

عادت جب عام اور غالب ہوجائے تو وہی معتبر ہوتی ہے اور اسی وجہ سے وہ بیع کے باب میں فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے مطلق دراہم یا دنانیر کو بیع میں ذکر کیا تو شہر میں مالیت اور رواج کے لحاظ سے نقود کا اختلاف ہو تو وہاں غالب نقد پر بیع مانی جائے گی، ہدایہ میں فرمایا کیونکہ وہ

۱؎ درمختار	کتاب الطلاق	باب العنین وغیرہ	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۵۳
۲؎ ردالمحتار	"	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۵۹۵
جامع الرموز	"	"	مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران	۲/۵۷۴
۳؎ فتح القدیر	"	"	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	۴/۱۳۲
ردالمحتار	"	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۵۹۵

Marfat.com

هو المتعارف، فینصرف المطلق الیہ[1] متعارف ہے تو مطلق اسی کی طرف ہی راجع ہوگا۔ (ت)

اور بالفرض مان بھی لیا جائے کہ یہاں کے مسلمان میں شہورِ شمسیہ بھی بکثرت رواج پاگئے تاہم اس میں کلام نہیں کہ مدرسانِ علومِ عربیہ دینیہ کا تقرر عام طور پر انھیں شہورِ الٰہیہ ہلالیہ پر متعارف ہے کہ وُہ خاص دینی کام ہے، اور عام مسلمین پر بحمد اللہ ہنوز اتباعِ نصارٰی ایسا غالب نہ ہوا کہ اپنے دینی امور میں بھی ان کی تقلید کریں، تو اس تقرر میں قطعاً شہورِ ربانیہ ہی معتبر ہوں گے نہ کہ شہورِ نصرانیہ، کما لایخفی علی اولی النھی (جیسا کہ عقلمندوں پر مخفی نہیں۔ ت) تعلیم علوم دینیہ پر اُجرت لینی صدہا سال سے بمذہب مفتی بہ علماء نے نظر بفسادِ زمانہ حلال فرمائی، یہ تحلیل اس لئے تھی کہ اہلِ علم ناشرانِ علمِ دین کی خدمت ہوتی رہے، وہ تلاشِ معاش میں پریشان ہو کر اس وراثت انبیاء کی اشاعت سے مجبور نہ رہیں، نہ اس لئے کہ معاذ اللہ استاذِ علمِ دین کی تعظیم و توقیر نہ کی جائے، اساتذہ وشیوخِ علومِ شرعیہ بلاشبہہ آبائے معنوی و آبائے رُوح ہیں جن کی حرمت وعظمت آبائے جسم سے زائد ہے کہ وُہ پدرِ آب وگل ہے اور یہ پدرِ جان و دل۔ علامہ مناوی تیسیر جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

من علم الناس ذاک خیر اب ذا ابو الروح لا ابو النطف[2]

یعنی استاد کا مرتبہ باپ سے زیادہ ہے کہ وُہ روح کا باپ ہے، نہ نطفہ کا۔

علامہ حسن شرنبلالی "غنیہ ذوی الاحکام" حاشیہ "درر و غرر" میں فرماتے ہیں:

الوالد ھو والد التربیۃ فرتبتہ فائقۃ مرتبۃ والد التبنیۃ[3]۔ یعنی اعلیٰ درجہ کا باپ استاد مربّی ہے، اس کا مرتبہ پدرِ نسب کے مرتبہ سے زائد ہے۔

عین العلم شریف میں ہے:

یبر الوالدین فالعقوق من الکبائر، ویقدم حق المعلم علی ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرے کہ انھیں ناراض کرنا گناہِ کبیرہ ہے اور استاد کے حق کو

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ السادسۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۲۸
[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث انما انا لکم بمنزلۃ الوالد الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/۳۶۱
[3] غنیۃ ذوی الاحکام حاشیۃ علی الدرر الحکام

Marfat.com

حقهما فهو سبب حياة الروح[1]

ماں باپ کے حق پر مقدم رکھے کہ وہ زندگیِ روح کا سبب ہے۔

امام شعبہ فرماتے ہیں:

ماکتبت عن احد حدیثا الا وکنت له عبدا ماحیی[2]

میں نے جس کسی سے ایک حدیث بھی لکھی میں عمر بھر اس کا غلام ہوں۔

فتاوٰی بزازیہ وفتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

حق العالم علی الجاهل، وحق الاستاذ علی التلمیذ واحد علی السواء وهو ان لا یفتتح بالکلام قبله ولا یجلس مکانه وان غاب ولا یرد علی کلامه ولا یتقدم علیه فی مشیه[3]

عالم کا جاہل پر اور استاد کا شاگرد پر برابر یکساں حق ہے کہ اس سے پہلے بات نہ کرے، وہ موجود نہ ہو جب بھی اس کی جگہ پر نہ بیٹھے، اُس کی کوئی بات نہ اُلٹے، نہ اس سے آگے چلے۔

وباللہ التوفیق، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۸

۲۶ رجب ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کے کارندہ نے عمرو سے وعدہ کیا کہ جائداد آپ کی زید سے بکوادوں گا مگر مجھے محنتانہ دیجئے گا۔ اس نے اقرار کیا، اور زید کو بھی اس کا حال معلوم ہے، کارندہ مذکور نے اس کی بیع میں بہت کوشش کی، چنانچہ بیع تمام ہوگئی، اور مشتری کو دھوکا بھی کچھ نہ دیا، یہ اُجرت جائز ہے یا ناجائز ہے؟

الجواب

اگر کارندہ نے اس بارہ میں جو محنت وکوشش کی وُہ اپنے آقا کی طرف سے تھی بائع کے لئے کوئی دوادوش نہ کی، اگرچہ بعض زبانی باتیں اس کی طرف سے بھی کی ہوں، مثلاً آقا کو مشورہ دیا کہ یہ چیز اچھی ہے خرید لینی چاہئے یا اس میں آپ کا نقصان نہیں، اور مجھے اتنے روپے مل جائیں گے، اس نے خرید لی،

---

[1] عین العلم الباب الثامن فی الصحبۃ والمؤلفۃ مطبع امرت پریس لاہور ص ۳۵-۳۳۳

[2] المقاصد الحسنۃ تحت حدیث ۱۱۶۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۴۲۱

[3] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ الفتاوی البزازیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثلاثون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۷۳

Marfat.com

جب تو یہ شخص عمرو بائع سے کسی اُجرت کا مستحق نہیں کہ اُجرت آنے جانے محنت کرنے کی ہوتی ہے، نہ بیٹھے بیٹھے دو چار باتیں کہنے، صلاح بتانے، مشورہ دینے کی۔ ردالمحتار میں بزازیہ و ولوالجیہ سے ہے:

الدلالۃ والاشارۃ لیست بعمل یستحق بہ الاجر، وان قال لرجل بعینہ ان دللتنی علی کذا فلک کذا، ان مشی لہ فدلہ فلہ اجر المثل للمشی لاجلہ، لان ذٰلک عمل یستحق بعقد الاجارۃ الخ[1]

محض بتانا اور اشارہ کرنا ایسا عمل نہیں ہے جس پر وُہ اجرت کا مستحق ہو، اگر کسی نے ایک خاص شخص کو کہا اگر تو مجھے فلاں چیز پر رہنمائی کرے تو اتنا اجر دُوں گا، اگر وُہ شخص چل کر رہنمائی کرے تو اس کو مثلی اجرت دینا ہوگی کیونکہ وہ اس خاطر چل کرلے گا کیونکہ چلنا ایسا عمل ہے جس پر عقد اجارہ میں اُجرت کا مستحق ہوتا ہے الخ (ت)

غمز العیون میں خزانۃ الاکمل سے ہے:

اما لو دلہ بالکلام فلا شئ لہ[2]

اگر صرف زبانی رہنمائی دے تو اس کے لئے کچھ نہیں۔ (ت)

اور اگر بائع کی طرف سے محنت و کوشش و دوادوش میں اپنا زمانہ صرف کیا تو صرف اجر مثل کا مستحق ہوگا، یعنی ایسے کام اتنی سعی پر جو مزدوری ہوتی ہے اس سے زائد نہ پائے گا اگرچہ بائع سے قرارداد کتنے ہی زیادہ کا ہو، اور اگر قرارداد اجر مثل سے کم کا ہو تو کم ہی دلائیں گے کہ سقوطِ زیادت پر خود راضی ہوچکا۔ خانیہ میں ہے:

ان کان الدلال الاول عرض تعنّی وذھب فی ذٰلک روزگارہ کان لہ اجر مثلہ بقدر عنائہ وعملہ[3]

اگر روزگار کے سلسلہ میں دلال نے محنت کی اور آیا گیا تو اس کی محنت اور عمل کے مطابق مثلی اجرت ہوگی۔ (ت)

اشباہ میں ہے:

بعہ لی بکذا ولک کذا فباع فلہ اجر المثل[4]

اگر دوسرے کو کہا تو میرے لئے اتنے میں اس کو فروخت کر تو اس نے وہ چیز فروخت کردی تو دلال مثلی اُجرت کا مستحق ہوگا۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الاجارۃ مسائل شتی من الاجارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۵۸

[2] غمز عیون البصائر مع الاشباہ الفن الثانی کتاب الاجارات ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۶۰

[3] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الاجارات باب الاجارۃ الفاسدۃ مطبع نولکشور لکھنؤ ۲/ ۳۴۴

[4] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الاجارات ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۶۱

Marfat.com

حموی میں ہے:

ای ولایتجاوزبہ ماسمی، وکذا لو قال اشتر لی کما فی البزازیۃ، وعلی قیاس ھذا السماسرۃ والدلالین الواجب اجر المثل کما فی الولوالجیۃ[1]

یعنی مقررہ اجرت سے زائد نہ ہوگی، اور یوں ہی اگر کہا تُو مجھے خرید دے، جیسا کہ بزازیہ میں ہے اور اس پر قیاس ہوگا دلال حضرات کا معاملہ کہ ان کو مثلی اُجرت دی جائے گی جیسا کہ ولوالجیہ میں ہے (ت)

ردالمحتار میں تاتارخانیہ سے ہے:

فی الدلال والسمسار یجب اجر المثل و ماتواضعوا علیہ ان فی کل عشرۃ دنانیر کذا فذلك حرام علیھم[2]۔

آڑھتی اور دلال حضرات کے لئے مثلی اجرت ہوگی اور وہ جو دس دنانیر میں اتنا طے کرتے ہیں تو یہ حرام ہے۔ (ت)

پھر ازانجا کہ یہ شخص مشتری کا نوکر واجیر خاص تھا جتنی مدت اس نے بائع کے کام میں صرف کی اتنی تنخواہ ساقط ہوگئی، مثلاً دس روپے ماہوار کا نوکر تھا، تین دن بائع کی طرف سے اس سعی میں گزرے تو ایک روپیہ تنخواہ کا مستحق نہ رہا، اور اگر بائع سے یہ عقد اجارہ بے اذن واجازت مشتری ہوا، تو گناہ علاوہ کہ اجیر خاص کو بے اجازت آقا دوسرے کا کام کرنا جائز نہیں۔ درمختار میں ہے:

لیس للخاص ان یعمل لغیرہ ولو عمل نقص من اجرتہ بقدر ما عمل، فتاوی النوازل[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

اجیر خاص کو جائز نہیں کہ دوسروں کا کام کرے اگر اس نے ایسا کیا تو اتنا اس کی اجرت سے کاٹا جائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۹ از محمد گنج ضلع بریلی مرسلہ عبدالقادر خاں رامپوری ۲۲ صفر ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص کسی مزدور کو برائے مزدوری سو کوس یا پچاس کے فاصلہ پر لے جائے، بعدازاں اس سے چار پانچ ماہ تک کام کرالے، اور بروقت حساب کے اُس کو تیس۳۰ روپے کے کام کے بیس۲۰ دے اور اس پر سختی کرے اور اسے پریشان کرے،

---

[1] غمز عیون البصائر الفن الثانی کتاب الاجارات ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۶۱
[2] ردالمحتار کتاب الاجارۃ باب ضمان الاجیر داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۳۹
[3] درمختار " " مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۸۱

Marfat.com

جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

حرام، حرام، حرام، کبیرہ، کبیرہ کبیرہ۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالٰے فرماتا ہے:

ثلٰثۃ انا خصمھم یوم القیٰمۃ ومن کنت خصمہ خصمتہ رجل اعطی بی ثم غدر، ورجل باع حرا اکل ثمنہ، ورجل استاجر اجیرا فاستوفی منہ ولم یوفہ اجرہ۔ رواہ الائمۃ احمد[1] والبخاری وابن ماجۃ وابو یعلی وغیرھم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، قال اللہ تعالٰی فذکرہ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

قیامت کے دن تین شخصوں کا میں مدعی ہوں گا، اور جس کا میں مدعی ہُوں میں ہی اس پر غالب آؤں گا، ایک وُہ جس نے میرا عہد دیا پھر عہد شکنی کی، دوسرا وُہ جس نے کسی آزاد کو غلام بنا کر بیچ ڈالا اور اس کی قیمت کھائی، تیسرا وہ جس نے کسی شخص کو مزدوری میں لے کر اپنا کام تو اس سے پُورا کرالیا اور مزدوری اسے پُوری نہ دی (اسے امام احمد، بخاری، ابن ماجہ، ابویعلٰی وغیرہم ائمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا، فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالٰے کا ارشاد ہے تو حدیث ذکر کی۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ت)

مسئلہ ۱۶۰: از ریاست رامپور شفاخانہ صدر یونانی مرسلہ عبدالکریم خاں صاحب تحویلدار ۲۷ ربیع الآخر ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وعمرو نے بتعین چند شرائط مفصلۂ ذیل خالد سے ٹھیکہ اراضی کا بزمان واحد بغیر بیان کرنے شرکت نصف اور ربع کے لیا، شرطِ اوّل یہ کی کہ زرِ ٹھیکہ بموجب اقساط معیّنہ مندرجہ قبولیت وپٹہ ادا کرینگے، دوسری شرط یہ کی کہ ضمانت یا امانت

---

[1] صحیح البخاری کتاب البیوع باب اثم من باع حرًا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۹۷ و کتاب الاجارا ۱/ ۳۰۲
مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۵۸
سنن ابن ماجہ ابواب الرھون باب اجر الاجراء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۸

Marfat.com

حسب الطلب خالد کے دیں گے، اور درصورت نہ دینے ضمانت اور نہ ادا کرنے کسی ایک قسط کے خالد کو اختیار فسخ اجارہ حاصل ہے، پس ہر دو مستاجران نے دونوں شرطوں کو وفا نہیں کیا، اور نوبت دعوٰی فسخ رُوبرو قاضی پہنچی، تو ایک شریک کو دعوٰی خالد سے اقبال ہے، اور دوسرے کو دعوی فسخ خالد سے انکار ہے، آیا ایسی صورت میں خالد کو اختیار فسخ اجارہ ہر دو مستاجران سے حاصل ہے یا کیا؟ بیّنوا توجروا۔

بحضور لامع النور، زبدۃ العلماء والفقہاء جناب مولانا مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب دام فضلہم

جناب عالی!

صورت مسئولہ میں یہاں پر مفتیان نے بموجب اقوال تحت فیصلہ فرمایا، حضور نائب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں، لہذا استفتا منسلکہ عرضداشت ہذا ابلاغ کرکے امیدوار کہ جواب جلد مرحمت فرمایا جائے،

قال شمس الائمة السرخسی قال بعض اصحابنا اضافة الفسخ الی مجیئ الشهر و غیرذلك من الاوقات صحیح وتعلیق الفسخ بمجیئ الشهر وغیرذلك لایصح والفتوی علی قوله کذا فی فتاوی قاضیخان[1]۔ ثانی، والشیوع الطاری لایفسدها اجماعا کما لو اجرثم تفاسخا فی بعض او مات احدهما او استحق بعضها تبقی فی الباقی ۱۲ عالمگیری[2]۔ مؤیدآں وفی الغیاثیة رجلان اجرا دارهما من رجل جاز وان فسخ احدهما برضا المستاجر اومات لاتبطل فی النصف الآخر ۱۲ بحرالرائق[3]۔

شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا ہے فسخ کی اضافت مہینہ کی آمد کی طرف کرنا اور ایسے ہی دیگر اوقات کی طرف کرنا صحیح ہے، اور فسخ مہینہ وغیرہ اوقات کے ساتھ معلق کرنا صحیح نہیں ہے، اور فتوٰی اس بعض کے قول پر ہے فتاوٰی قاضیخان میں یوں ہے۔ دوسرا، یہ کہ بعد میں طاری ہونے والا شیوع بالاجماع اجارہ کو فسخ نہ کرے گا، مثلاً اگر مکان اجارہ پر دیا پھر فریقین نے کچھ حصہ میں اجارہ فسخ کردیا، یا کوئی ایک فریق فوت ہوگیا یا مکان کا کچھ حصہ کسی غیر کا حق ظاہر ہوا، تو باقیماندہ حصہ میں اجارہ باقی رہے گا ۱۲ عالمگیری۔ اس کی تائید یہ ہے کہ، غیاثیہ میں ہے دو حضرات نے اپنے مشترکہ

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الاجارۃ الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۴۱۰
[2] " " الباب السادس عشر " " ۴/ ۴۴۸
[3] بحرالرائق باب الاجارۃ الفاسدۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸/ ۲۱

Marfat.com

مکان کو اجارہ پر ایک شخص کو دیا تو جائز ہے اور اگر ایک نے مستاجر کی رضامندی سے اپنے نصف حصہ کا اجارہ فسخ کردیا، یا ایک فوت ہوگیا تو باقی نصف میں اجارہ باقی رہے گا ۱۲ البحرالرائق (ت)

الجواب

صورت مستفسرہ میں خالد کو ضرور اختیار فسخ حاصل ہے، بلکہ ہر فریق پر اجارۂ مذکورہ کا فسخ واجب ہے، اگر وہ نہ کریں حاکم جبراً فسخ کردے، اگر نہ کرے گا گنہگار ہوگا، وجہ یہ کہ اجارہ مذکورہ شرعاً بوجوہ فاسد ہے،

اوّلاً اُس میں ضمانت مجہولہ شرط کی گئی، نہ ضامن حاضر تھا، نہ مجلس عقد میں قبل تفرق عاقدین حاضر ہوا، ایسی شرط ضمانت بیع و اجارہ میں ناجائز و مفسد ہے۔

ثانیاً مجلس عقد میں کسی ضامن کی طرف سے قبولِ ضمانت واقع نہ ہوا، ایسی ضمانت نامقبولہ، اگرچہ غیر مجہولہ ہو مفسدِ عقد ہے۔

ثالثاً اگر امانت سے مراد رہن ہے، تو اس کا بھی کوئی تعین پیش از تفرق عاقدین نہ ہوا، ایسے رہن کی شرط بھی مفسد ہے۔ دُرمختار میں ہے:

یصح البیع بشرط یقتضیه العقد او یلائمه کشرط رھن معلوم وکفیل حاضر، ابن ملك[1] اھ ملتقطا۔

جو عقد کا مقتضٰی ہو یا عقد کے مناسب ہو ایسی شرط کے ساتھ بیع صحیح ہے مثلاً بیع میں معلوم رہن یا حاضر کفیل کی شرط لگانا، ابن ملک اھ ملتقطاً (ت)

بحرالرائق میں ہے:

وان کان ملائما للبیع لا یفسدہ کالبیع بشرط کفیل بالثمن اذا کان حاضرا وقبلها اوغائبا فحضر وقبل قبل التفریق وکشرط رھن معلوم بالاشارۃ او التسمیة، فان حاصلهما

اگر شرط بیع کے مناسب ہو تو اس سے بیع فاسد نہ ہوگی مثلاً بیع میں ثمن کے کفیل کی شرط جب کفیل موجود حاضر ہو اور قبول کرلے یا غائب تھا تو موقعہ پر حاضر ہوگیا اور فریقین کے متفرق ہونے سے قبل کفیل نے قبول کرلیا ہو، اور مثلاً بیع میں اشارہ یا نام ذکر کرکے متعین

---

[1] درمختار کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۷ و ۲۸

Marfat.com

التوثق للثمن، قيدنا بحضرة المكفيل لانه لوكان غائبا فحضر وقبل بعد التفرق اوكان حاضرا فلم يقبل لم يجز، وقيدنا بكون الرهن مسمى لانه لو لم يكن مسمى ولا مشارا اليه لم يجز الا اذا تراضيا على تعيينه في المجلس ودفعه اليه قبل ان يتفرقا او يعجل الثمن ويبطلان الرهن[1] اھ۔

رہن کی شرط لگانا، کیونکہ ان مذکورہ دونوں شرطوں کا مقصد ثمن کا وثوق حاصل کرنا ہوتا ہے، ہم نے کفیل کے حاضر ہونے کی قید ذکر کی کیونکہ اگر وہ غائب ہو تو حاضر ہو کر قبول بھی کرلے لیکن فریقین کے تفرق کے بعد کرے یا حاضر ہو کر قبول ہی نہ کرے تو بیع جائز نہ ہوگی اور ہم نے رہن کے معین معلوم ہونے کی قید ذکر کی کیونکہ وہ معین ومعلوم نہ ہو اور نہ ہی اس کی طرف اشارہ کیا ہو تو بیع جائز نہ ہوگی الّا یہ کہ دونوں فریق اسی مجلس میں اس کے تعین پر راضی ہوجائیں اور تفرق سے قبل مرہون چیز دے دی جائے یا رہن کو باطل کردیں اور ثمن نقد ادا ہوجائے اھ (ت)

درمختار میں ہے:

تفسد الاجارة بالشروط المخالفة لمقتضى العقد فكل ما افسد البيع مما مر يفسدها[2]۔

اجارہ میں ایسی شرائط سے فاسد ہوجاتا ہے جو عقد کے مخالف ہوں تو جو شرائط مذکورہ بیع کو فاسد کرتی ہیں وہ اجارہ کو بھی فاسد کردیتی ہیں۔ (ت)

رابعًا ان شرائط کے انتفا پر خالد کو اختیارِ فسخ ملنے کی شرط یعنی خیارِ شرط ہے، ردالمحتار میں حواشی الدرر للعلامہ خادمی افندی سے ہے:

قد قال صدر الشريعة انه (اى خيار النقد) فرع مسئلة خيار الشرط لانه انما شرع ليدفع بالفسخ الضرر عن نفسه سواء كان تاخير اداء الثمن اوغيره[3]۔

صدر الشریعۃ نے فرمایا کہ خیار نقد، خیار شرط والے مسئلہ کی فرع ہے کیونکہ اس کو مشروع قرار دینے کا مقصد یہ ہے کہ وہ فسخ کرکے اپنے پر عائد ہونے والے ضرر کو ختم کرسکے یہ ضرر ثمن کی تاخیر ہو یا کوئی اور۔ (ت)

---

[1] بحرالرائق کتاب البیوع باب البیع الفاسد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۸۵
[2] درمختار کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۷۷
[3] ردالمحتار کتاب البیوع باب خیار الشرط داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۴۹

Marfat.com

اسی میں اسی سے ہے :

الواقع فی الزیلعی کونہا من صورۃ.[1] — زیلعی میں شرط اجارہ کا شرط خیار کی طرح ہونا مذکور ہے۔ (ت)

اور یہاں اسے مشروط و معلق بالخطر کیا، اور خیار شرط صالح تعلیق بالشرط نہیں۔ بحر الرائق و ردالمحتار میں ہے : لا یصح تعلیق خیار الشرط بالشرط[2] (خیار شرط کی تعلیق کسی شرط سے جائز نہیں۔ ت)

اور اشتراط شرط فاسدان عقود کا مفسد،

ولیس من باب خیار النقد المشروع ولو لم یکن هناك تعلیق بعدم الاتیان بضمانة و امانة اصلا، واقتصروا علی التعلیق بعدم نقد الاجرۃ علی النجوم المقدرۃ وذلك لان خیار النقد فی هذه الصورۃ انما یکون لمن بیدہ النقد وترکه اذ هو المتمکن من امضائه و عدمه، و هٰهنا علی خلاف ذلك شرط الخیار للمواجر۔ فی البحر الرائق لو باع علی انه ان لم ینقد الثمن الی ثلثة ایام فلا بیع صح، و الی اربع لا یصح، والاصل فیه ان هذا فی معنی اشتراط الخیار اذ الحاجة مست الی الانفساخ عند عدم النقد تحرزا عن المماطلة فی الفسخ فیکون

اور خیار نقد جو مشروع ہے شرط فاسد اس کی طرح نہیں ہے، خیار نقد جائز ہے اگرچہ وہاں ضمانت و امانت پیش نہ کرنے کی تعلیق نہ بھی ہو، بحر اور درمختار دونوں نے خیار نقد کی صورت میں مقررہ قسطوں پر نقد اُجرت نہ دینے سے معلق کرنے پر اکتفار کیا اس لئے کہ خیارِ نقد اس صورت میں ایسے شخص کو ہوتا ہے جس کو نقد دینے نہ دینے کا اختیار ہو کیونکہ وہی اجارہ کو قائم رکھنے نہ رکھنے پر قدرت رکھتا ہے، جبکہ یہاں معاملہ اس کے خلاف ہے کیونکہ خیار کی شرط اجرت پر دینے کے لئے ہے۔ بحر الرائق میں ہے اگر کسی نے چیز کو اس شرط پر فروخت کیا کہ اگر مشتری تین دن تک ثمن نقد نہ دے تو بیع ختم ہوگی، یہ شرط صحیح ہے، اور اگر چار دن تک کہا تو صحیح نہیں ہے، اور اس میں ضابطہ یہ ہے کہ یہ خیار شرط کے معنٰی میں ہے کیونکہ نقد نہ ملنے پر فسخ کی حاجت ہے تاکہ فسخ کا معاملہ موخر ہونے سے

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع باب خیار الشرط دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۴۹

[2] " " " " " " ۴/ ۴۵

Marfat.com

ملحقابه، کذا فی الهدایۃ، واشار المصنف الی جواز ھذا الشرط للبائع، وفی الذخیرۃ اذا باع عبدا ونقد الثمن علی ان البائع ان رد الثمن الی ثلثۃ فلا بیع بینھما کان جائزا، وھو بمعنی شرط الخیار للبائع اھ ففی مسألۃ الکتاب المنتفع بھذا الشرط ھو البائع مع انھم جعلوا الخیار للمشتری باعتبار انہ المتمکن من امضاء البیع بالنقد، ومن فسخہ بعدمہ وفی عکسہ المنتفع بھذا الشرط ھو المشتری مع انھم جعلوا الخیار للبائع باعتبار ان البائع متمکن من الفسخ ان رد الثمن فی المدۃ ومن الامضاء ان لم یردہ[1] اھ ملتقطا، ونحوہ فی رد المحتار عن النھر۔

محفوظ رہے، لہذا یہ خیار شرط سے ملحق ہے ایسے ہی ہدایہ میں ہے، اور مصنف نے بائع کے لئے اس شرط کے جواز کا اشارہ کیا ہے۔ اور ذخیرہ میں ہے کہ جب عبد کو فروخت کیا اور مشتری نے ثمن نقد دے کر شرط لگائی کہ اگر بائع نے تین دن تک ثمن واپس کردیئے تو بیع ختم ہوگی، تو یہ شرط جائز ہے اور یہ بائع کی شرط خیار معناً قرار پائے گی اھ، تو کتاب کے مسئلہ میں اس شرط کا فائدہ بائع کو ہے حالانکہ خیار پر شرط انھوں نے مشتری کے لئے قرار دی ہے، یہ اس اعتبار سے کہ مشتری ہی نقد دینے نہ دینے کی بناء پر بیع کو باقی رکھنے اور فسخ کرنے پر قادر ہے، اور اس کے عکس والی صورت میں شرط کا فائدہ مشتری کو ہے اس کے باوجود انھوں نے خیار شرط بائع کے لئے قرار دیا ہے یہ اس اعتبار سے کہ یہاں بائع تین دنوں میں ثمن واپس کرنے نہ کرنے کی بناء پر بیع کو فسخ یا قائم رکھنے پر قادر ہے اھ ملتقطاً، اور یوں ہی ردالمحتار میں نہر سے منقول ہے۔ (ت)

ان کے سوا اور بعض وجوہ سے بھی اس عقد کا فساد ظاہر کما لا یخفی علی المتأمل الناظر وفیما ذکرنا کفایۃ للمتبصر۔

ان تقریرات سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ صورت تعلیق الفسخ بالشرط کی نہیں بلکہ خیار الفسخ بالشرط ہے، اور اول ہی فرض کیجئے تو جب بھی اس کا حکم یہ ہرگز نہ ہوگا کہ فسخ بوجہ تعلیق باطل اور اجارہ صحیح اب کہ ایک مستاجر فسخ پر راضی ہوا اسی کے حق میں فسخ ہو گیا دوسرے کے حق میں باقی ہے کہ شیوع طاری مفسد نہیں، یہ تو اس وقت ہوتا کہ یہ فسخ فاسد معلق بالشرط عقد سے جداگانہ واقع ہوتا،

---

[1] بحرالرائق کتاب البیوع باب خیار الشرط ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۶

Marfat.com

جب نفس عقد اسی شرط فسخ فاسد سے مشروط تو قطعاً اصل اجارہ فاسد،

فانها کالبیع لا تحتمل الاشتراط بالشروط الفاسدة وقد قال فی الهداية فی مسئلة خیار النقد فی هذه المسئلة قیاس آخر مال الیه زفر، وهو انه بیع شرط فیه اقالة فاسدة لتعلقها بالشرط، واشتراط الصحیح منها فیه مفسد للعقد، فاشتراط الفاسد اولی، ووجه الاستحسان ما بینا[1] اھ وهو ما قدمنا عن البحر انه فی معنی خیار الشرط فیصح الی ثلثة ایام لا ازید ولا مجهولا ولا مطلقا کما هنا، قال فی البحر لا یصح اشتراطه اکثر من ثلثة ایام عند ابی حنیفة (الی ان قال واطلاق المدة عنده کاشتراط الاکثر فی عدم الجواز وافساد البیع، ولو قال المؤلف ولو اکثر او مؤبدا او موقتا بوقت مجهول لکان اولی لان البیع فاسد فی هذه کلها کما فی التتارخانیة[2] اھ، قلت والمعنی اذا کان مشروطا

تو اجارہ بیع کی طرح فاسد شرائط سے مشروط نہیں ہو سکتا، اور ہدایہ میں خیارِ نقد کے مسئلہ میں فرمایا اس مسئلہ میں ایک اور قیاس بھی ہے جس کی طرف امام زفر کا میلان ہے کہ یہ ایسی بیع ہے جس میں فاسد اقالہ کی شرط ہے کیونکہ اس کو شرائط سے معلق کیا گیا ہے جبکہ اس میں صحیح اقالہ کی شرط مفسدِ عقد ہے تو فاسد کی شرط بطریقِ اولٰی مفسد ہوگی، اور استحسان کی وجہ وُہ ہے جو ہم نے بیان کردی ہے اور اس کو ہم بحر سے نقل کر چکے ہیں کہ خیارِ شرط کے معنی میں ہے لہٰذا تین دن کی شرط صحیح اس سے زائد کی صحیح نہیں اور نہ ہی مجہول شرط اور عام شرط صحیح ہوگی جیسا کہ یہاں ہے۔ بحر میں کہا ہے کہ تین دن سے زائد کی شرط امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک صحیح نہیں ہے اور آگے یہاں تک کہا کہ مطلق مدت کی شرط بھی امام صاحب رضی اللہ عنہ کے نزدیک تین دن سے زائد کی طرح جائز نہیں اور بیع فاسد ہوگی، اور اگر مؤلف یوں بیان کرتے، اگر مدت تین دن سے زائد یا ہمیشہ یا کسی مجہول وقت کی ہو تو ناجائز ہے، کیونکہ ان تینوں صورتوں میں بیع فاسد ہوتی ہے جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے اھ، میں کہتا ہوں، مراد

---

[1] الهداية کتاب البیوع باب خیار الشرط مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۳۵
[2] بحر الرائق " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۵-۴

Marfat.com

فی صلب العقد کما ھنا لابعدہ والاجازۃ الاطلاق وتقیید بالمجلس کما فی البحر، وجازت الزیادۃ علی الثلٰثۃ فی الاجارۃ کما فی بیوع البحر عن الذخیرۃ ولسنا ھٰھنا بصدد تنقیح تلک المسائل۔

یہ ہے جب صلب عقد میں یہ شرائط ہوں جیسا کہ یہاں ہے عقد کے بعد والی شرائط مطلق ہوں یا مقید ہوں جائز ہوں گی اور اطلاق و تقیید مجلس میں ہو سکے گا، جیسا کہ بحر میں ہے، اور اجارہ میں تین دن سے زائد کی شرط صحیح ہے جیسا کہ بحر کے باب البیوع میں ذخیرہ سے منقول ہے اور ہم یہاں پر ان مسائل کی تنقیح کے درپے نہیں ہیں (ت)

بہرحال اس عقد کے فاسد ہونے میں کوئی کلام نہیں، اور عقد فاسد کا یہی حکم ہے کہ ہر فریق باختیارِ خود اسے فسخ کر سکتا ہے بلکہ ان پر اس کا فسخ واجب، وہ نہ مانیں تو حاکم پر لازم، کما نصوا علیہ فی البیع وغیرہ (جیسا کہ انھوں نے بیع وغیرہ میں اس پر نص فرمائی ہے۔ ت)، ہندیہ میں ہے:

اراد الآجران ینقض عقدہ بحکم الفساد فلہ ذٰلک کذا فی التتارخانیۃ[1]

اگر آجر فساد کے حکم پر عقد اجارہ کو ختم کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ تاتارخانیہ میں ایسے ہے (ت)

تنویر الابصار میں ہے:

فسخت الاجارۃ دفعا للفساد[2]

فساد کو ختم کرنے کے لئے اجارہ فسخ کر دیا جائے گا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای ابطلھا القاضی لان العقد الفاسد یجب نقضہ وابطالہ، ذخیرۃ[3]، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

یعنی قاضی اسے باطل کر دے کیونکہ فاسد عقد کو ختم کرنا ضروری ہے، ذخیرہ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الاجارۃ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۴۶۰
[2] درمختار " باب الاجارۃ الفاسدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۷۹
[3] ردالمحتار " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۳۸

Marfat.com

مسئلہ ۱۶۱ ازریاست رامپور شفاخانہ صدر یونانی مرسلہ عبدالکریم خاں صاحب تحویلدار
۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۶ھ

بحضور لامع النور جناب مستطاب معلی القاب دام فیضہ، سابق حضور نے بدرخواست فدوی فتوٰی ارسال فرمایا تھا اس کو داخل عدالت کردیا، بجواب اس کے حاکم مرافعہ نے عدالت دیوانی کے حاکم سے صحت فتوٰی مرسلۂ حضور کی طلب کی ہے۔ عالیجاہا! یہ امرضرور ثابت ہے کہ حاکم مجوز اپنی تجویز کو خراب نہیں کرسکتا ہے، اور فتوٰی جو حضور نے کرم فرماکر ارسال فرمایا تھا اس میں جس قدر روایات مندرج ہیں بیع سے تعلق رکھتے ہیں، اجارہ کے معاملے میں کوئی روایت نہیں تھی جس کی صحت حاکم مرافعہ نے کرائی ہے، اس واسطے حضور کو دوبارہ تکلیف دیتا ہوں اور نقل روبکار کی من وعن بھیجتا ہوں۔

الجواب

فتوٰی سابقہ میں مفصلاً ثابت کردیا گیا کہ یہ اجارہ فاسد اور اس کا فسخ واجب ہے، وہ روایات سب متعلق اجارہ تھیں، انھیں متعلق بیع کہنا ہی متعلق اجارہ ماننا ہے کہ یہاں اجارہ و بیع کا ایک ہی حکم ہے بلکہ اجارہ معنیً بیع کی ایک قسم ہے۔

ارشاداتِ علماء بر سبیلِ اختصار سُنئے۔ مغنی المستفتی[1] پھر عقود الدریہ[2] میں ہے:

البیع والاجارۃ اخوان لان الاجارۃ بیع المنافع[1]۔ بیع واجارہ بھائی بھائی ہیں اس لئے کہ اجارہ منافع کی بیع ہے۔

ردالمحتار[3] میں ہے:

الاجارۃ نوع من البیع اذھی بیع المنافع[2]۔ اجارہ بیع کی ایک قسم ہے کہ وہ بیع منافع ہے۔

مختصر[4] امام ابوالحسن قدوری و ہدایہ[5] میں ہے:

(الاجارۃ تفسدھا الشروط کما تفسد البیع) لانھا بمنزلتہ[3]۔ اجارہ کو شرطیں فاسد کرتی ہیں جس طرح بیع کو کہ اجارہ بمنزلہ بیع ہے۔

کافی[6] امام نسفی و کفایہ[7] شرح ہدایہ و برجندی[8] شرح نقایہ و طحطاوی[9] علی الدرالمختار

---

[1] العقود الدریۃ کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسدۃ ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۱۵۳
[2] ردالمحتار " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۹
[3] الہدایۃ " " " مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۲۹۹

Marfat.com

میں ہے:

الاجارۃ کالبیع فتفسد بالشرط۔[1]

اجارہ بیع کی طرح ہے تو شرط لگانے سے فاسد ہوجائے گا۔

کنز[10] اور اس کی شرح تبیین[11] الحقائق پھر تکملۃ[12] البحر للعلامۃ الطوری میں ہے:

(یفسد الاجارۃ الشرط) لانہا بمنزلۃ البیع۔[2]

اجارے کو شرط فاسد کردیتی ہے کہ وہ بمنزلہ بیع ہے۔

فتاوٰی[13] خیریہ میں ہے:

الاجارۃ کالبیع یفسدہا الشرط الفاسد فیجب علیہم فسخہا۔[3]

اجارہ مثل بیع ہے شرط فاسد اسے فاسد کردیتی ہے تو ان پر اس کا فسخ کرنا واجب ہوجاتا ہے۔

اختیار[14] شرح مختار پھر خزانۃ[15] المفتین میں ہے:

الاجارۃ تفسد بالشروط کما یفسد البیع وکل جہالۃ تفسد البیع تفسد الاجارۃ۔[4]

اجارہ شرطوں سے فاسد ہوجاتا ہے جیسے بیع فاسد کرتی ہے اور جو جہالت بیع کو فاسد کرے گی اجارہ کو بھی فاسد کردے گی۔ (ت)

فتاوٰی[16] سراجیہ میں ہے:

الاجارۃ تفسدہا الشروط الفاسدۃ فکل جہالۃ تؤثر فی البیع تؤثر فی الاجارۃ۔[5]

اجارے کو فاسد شرطیں فاسد کردیتی ہیں، پس جو جہالت بیع میں خلل ڈالے گی اجارے میں بھی خلل انداز ہوگی۔

---

[1] الکفایۃ مع فتح القدیر کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسدۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۸/۳۴
شرح النقایۃ للبرجندی " " " نولکشور لکھنؤ ۳/۷۷
حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار " " " دار المعرفۃ بیروت ۴/۲۴
[2] تبیین الحقائق " " " المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۵/۱۲۱
[3] فتاوٰی خیریہ " " " دار المعرفۃ بیروت ۲/۱۳۲
[4] خزانۃ المفتین " " " قلمی نسخہ ص ۱۶۵
[5] فتاوٰی سراجیہ " " " مطبع نولکشور لکھنؤ ص ۱۱۳

Marfat.com

وقایہ[17] امام برہان الشریعۃ و شرح[18] امام صدر الشریعۃ و اصلاح[19] متن و ایضاح[20] شرح علامہ ابن کمال باشا میں بے تفاوت حرفے ہے:

(الشرط یفسدھا) المراد شرط یفسد البیع[1]

شرط اجارے کو فاسد کردیتی ہے، مراد وہ شرط ہے جو بیع کو فاسد کرتی ہے۔

غرر[21] الاحکام و درر[22] الحکام مولیٰ خسرو میں ہے:

تفسد بالشرط المفسد للبیع[2]

اجارہ انھیں شرطوں سے فاسد ہوجاتا ہے جو بیع کو فاسد کرتی ہیں۔

نقایہ[23] امام صدر الشریعۃ میں ہے: یفسدھا شروط تفسد البیع[3] اجارے کو فاسد کرتی ہیں وہ شرطیں کہ بیع میں فساد لاتی ہیں۔

بحر الرائق[24] پھر فتح اللہ المعین[25] للسید الازہری میں ہے:

کل ما افسد البیع یفسدھا[4]

جو کچھ بیع کو فاسد کرے اجارے کو بھی فاسد کرتا ہے۔

تنویر[26] الابصار و درمختار[27] میں ہے:

(کل ما افسد البیع) مما مر (یفسدھا)[5]

جتنی چیزوں کا ذکر بیع میں گزرا کہ اسے فاسد کرتی ہیں سب اجارے کو بھی فاسد کرتی ہیں۔

غایۃ[28] البیان شرح ہدایۃ للعلامۃ الاتقانی میں ہے:

الاجارۃ کالبیع فکل ما افسد البیع افسدھا[6]

اجارہ مانند بیع ہے تو جو کچھ بیع کو فاسد کرے گا اس میں بھی فساد لائے گا۔

یہ سردست بُعد منازل قمر[28] اٹھائیس کتب معتمدہ کی روشن عبارات ہیں، ان عبارات جلیلہ سے واضح ہُوا کہ شروط مفسدۂ اجارہ کے باب میں روایات متعلقۂ بیع کو ذکر کرنا عین حق و صواب ہے، یہ ہمارا قیاس نہیں بلکہ فقہائے کرام ہی یہاں ان کے بیان کو اسی بیان کتاب البیوع پر محوّل فرماتے ہیں وہاں سے ان کے

---

۱ شرح الوقایۃ کتاب الاجارات باب الاجارۃ الفاسدۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۲۹۷
۲ الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام کتاب الاجارۃ ″ ″ ″ میر محمد کتب خانہ کراچی ۲/۲۳۰
۳ مختصر الوقایۃ فی مسائل الہدایۃ کتاب الاجارۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۱۱
۴ فتح المعین علی شرح الکنز کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسدۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۲۴۳
۵ درمختار شرح تنویر الابصار ″ ″ ″ ″ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۷۷
۶ غایۃ البیان

Marfat.com

احکام دیکھنے کی ہمیں راہ بتاتے ہیں، اسی لئے فتوائے سابقہ میں عبارت مذکورۂ درمختار نقل کردی تھی کہ جن چیزوں کا مفسدِ بیع ہونا کتاب البیوع میں مذکور ہوا وہ سب مفسدِ اجارہ بھی ہیں' اسے پیشِ نظر رکھ کر یہ دیکھئے کہ اس عقدِ اجارہ میں ضمانت مجہولہ مشروط ہوئی، امانت نامعینہ کی شرط کی گئی مجلس عقد میں پیش از تفرق عاقدین نہ کسی کفیل کی طرف سے قبول واقع ہوا، نہ رہن کی تعیین، یا بہ ابطال رہن اجرت کی تعجیل کی گئی' اب صرف اتنا دیکھنا رہا کہ ایسی شرطیں مفسدِ بیع ہیں یا نہیں، اگر ہیں تو یہی عبارات کثیرہ مذکورہ یک زبان شہادت عادلہ دیں گی کہ یہ شرطیں فساد اجارہ کا ذمہ لیں گی، مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ضرور یہ امور مفسدِ بیع ہیں' توحسبِ تصریحات ائمہ قطعاً مفسد اجارہ بھی ہیں، شرح مجمع ابن فرشتہ و شرح التنویر علامہ علائی و بحرالرائق کی عبارات فتوائے سابقہ میں گزریں اور ردالمحتار و حاشیۂ علامہ سید احمد مصری علی الدرالمختار میں زیرِ قول شارح "یصح البیع بشرط رھن معلوم وکفیل حاضر" (معلوم رہن کی شرط پر اور کفیل حاضر ہونے کی شرط پر بیع جائز ہے۔ ت) فرمایا:

فلولم یکن مسمی ولامشارا الیہ لم یجز الااذا تراضیا علی تعیینہ فی المجلس و دفع الیہ قبل ان یتفرقا او ان یعجل الثمن ویبطلان الرھن، وقید بحضرۃ الکفیل لانہ لوکان غائبا اوحاضرا لم یقبل لم یجز اھ[1] بلفظ ط، ملخصا۔

اگر نہ رہن معلوم اور اس کی طرف اشارہ بھی نہ ہو تو جائز نہیں، ہاں اگر دونوں فریق مجلس میں ہی رہن کے تعین پر متفق ہوجائیں اور وہ سپرد بھی کردیا گیا ہو تو جائز ہوجائے گا، یا پھر رہن کو باطل کرکے ثمن موقعہ پر ادا کردے اور کفیل کے حاضر ہونے کی قید ذکر کی اس لئے کہ اگر وہ غائب ہو یا حاضر ہو کفالت کو قبول نہ کرے تو جائز نہ ہوگا، اھ، طحطاوی کے الفاظ۔ ملخصاً (ت)

پھر اس اجارے کے فساد میں کیا شبہہ وکلام ہوسکتا ہے، معہذا جو کچھ اس عقد مبحوث عنہ میں شرط کیا گیا، خود اسے فسخ اور فسخ بھی کیسا بوجہ تعلیق بالشرط فاسد مان کر نفس اجارہ کو صحیح ٹھہرانے کی طرف اصلاً کوئی سبیل نہیں، اجارہ قطعاً شروطِ فاسدہ سے فاسد ہوجاتا ہے جس پر ابھی نصوص واضحہ سُن چکے، خاص شرطِ فسخ کا جزئیہ لیجئے۔ وجیز امام کردری تفریعات نوع اوّل فصل ثانی کتاب الاجارات میں محیط سے ہے:

اٰجرتک داری ھذہ او ارضی ھذہ | میں نے تجھے یہ مکان یا یہ زمین اجرت پر اس لئے دی

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب البیوع باب البیع الفاسد دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۷۷
ردالمحتار " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۲۲

Marfat.com

علی انك تفسخ العقد متی اردت فالاجارة فاسدة۔[1]

کہ تو جب چاہے فسخ کر دے، تو اجارہ فاسد ہوگا۔ (ت)

بالجملہ اس اجارے کا فاسد ہونا ایسا جلی و واضح ہے جس میں کسی خادمِ فقہ کو توقف نہیں ہو سکتا تو خالد کو ضرور اختیارِ فسخ حاصل ہے، رضامندی فریقین کی حاجت عقد صحیح لازم میں ہوتی ہے، عقود فاسدہ میں کیا ضرورت، خالد کو اختیار ہونا کیسا، اس پر اور نیز ہر متاجر پر فسخ کرنا واجب ہے، وہ نہ کریں حاکم پر لازم، وہ بھی باز رہے تو سب گنہگار و آثم۔ تنقیح الفتاوی الحامدیہ میں ہے:

سئل فیما اذا کان لزید ثلثا جنینة معلومة وثلثها الاخر ملك عمرو فاجر زید ثلثیه من بکر فهل یملك المستاجر الدعوی بفسادها الجواب نعم الاجارة والبیع اخوان لان الاجارة تملیك المنافع والبیع تملیك الاعیان وقد قال فی الدر المختار فی باب البیع الفاسد یجب علی کل واحد منهما ای من البائع والمشتری فسخه اعداما للفساد، لانه معصیة فیجب رفعها، بحر۔ واذا اصر احدهما علی امساکه وعلم به القاضی فله فسخه جبرا علیهما حقا للشرع، بزازیة،[2] اھ اھ باختصار۔

ان سے سوال ہوا کہ ایک باغ کا دو تہائی حصہ زید کا ہو اور ایک تہائی حصہ کا مالک عمرو ہو تو زید نے اپنا دو تہائی بکر کو اجارہ پر دے دیا تو کیا متاجر کو حق ہے کہ اجارہ کے فساد کا دعوٰی کرے۔ الجواب ہاں، کیونکہ بیع اور اجارہ ہم مثل ہیں کیونکہ اجارہ میں منافع کا مالک اور بیع میں عین شئی کا مالک بنانا ہوتا ہے اور درمختار میں بیع فاسد کے باب میں فرمایا کہ بائع اور مشتری دونوں پر فسخ کرنا واجب ہے تاکہ فساد ختم ہو سکے، کیونکہ وہ گناہ ہے جس کو ختم کرنا ضروری ہوتا ہے، بحر۔ اور اگر دونوں میں سے کوئی ایک اس کو قائم رکھنے پر مصر ہو اور قاضی کو معلوم ہو جائے تو وہ جبراً فسخ کر دے تاکہ شرعی حق قائم ہو، بزازیہ اھ اختصاراً (ت)

خاص اس وجوب فسخ اجارہ بوجہ فساد کے جزئیہ میں عبارات کثیرہ علماء فقیر کے پیش نظر موجود ہیں جن سے بعض فتوائے سابقہ میں منقول ہوئیں اور عبارت خیریہ ابھی گزری، مگر یہاں بالقصد

---

[1] فتاوی بزازیۃ علی ہامش فتاوی ہندیۃ کتاب الاجارات الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۲۱
[2] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ کتاب الاجارات ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۱۳۰-۱۳۱

Marfat.com

یہ عبارت لکھی جس میں علامہ حامد آفندی مفتی دمشق الشام نے حکم اجارے پر فرمایا اور روایت متعلق بیع ذکر کی، اور علامہ منقح آفندی زین العابدین نے مقرر رکھی تاکہ روشن ہو کہ ایسی جگہ علمائے کرام کا داب کیا رہا ہے۔ وباللہ التوفیق، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۶۲ از بانکی پور ضلع پٹنہ محلہ لال باغ گلی بیگم مرسلہ مولوی حکیم محمد یوسف حسن صاحب
۲۱ شعبان ۱۳۱۶ھ

چہ می فرمایند علمائے دین اندریں مسئلہ کہ زید مثلاً حرفۂ طبابت می کند با شخصے مثلاً بکر چنیں قرار یافت کہ زید مداوات بکر مے کند، "حالا بلا اجرت" اگر بکر صحت یافت در مدت معینہ ومرض زائل شد صد روپیہ از زید خواہد گرفت، اجرۃً یا انعاماً وگرنہ ہیچ اجرت بروے عائد نخواہد شد، آیا ایں معاملہ صحیح ست یا نہ، بعضے ایں جا می گویند کہ ایں معاملہ اصلاً صحیح نیست وبعضے می گویند کہ ایں از قبیل قمار بازی ست، چہ صحت شخصے غیر اختیاری ست، از روئے شرع شریف ہرچہ حکم باشد ارشاد فرمودہ شود تفصیلاً۔ بیّنوا توجروا۔

علمائے دین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ مثلاً زید طبیب ہے جس نے بکر سے طے کیا کہ فی الحال تیرا علاج مفت کرتا ہوں اگر تو مقررہ مدت میں صحت یاب ہوجائے اور مرض ختم ہوجائے تو تجھ سے سو روپیہ بطور اجرت یا بطور انعام حاصل کرونگا ورنہ کوئی اجرت تیرے ذمہ نہ ہوگی، کیا یہ معاملہ صحیح ہے یا نہیں جبکہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ معاملہ ہرگز درست نہیں، اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ جوا اور قمار ہے کیونکہ صحت یابی غیر اختیاری چیز ہے، شریعت کے مطابق جو حکم ہو ارشاد فرمایا جائے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

قول قائل "حالا بلا اجرت" سہ معنی را محتمل ست، یکے نفی اجارہ یعنی حالا ہیچ عقد اجارہ نیست زید ہمچناں بطور خود دارو بے اجارہ کند، دوم نفی اجرت یعنی حالا عقد اجارہ بلا اجرت ست، سوم نفی حلول اجرت مقررہ فی الحال دادنی نیست، ہمچناں در قول او "اجرۃً یا انعاماً" محتمل کہ تردید از جانب سائل باشد،

یہ کہنا کہ فی الحال کوئی اجرت نہ ہوگی اس میں تین احتمال ہیں، ایک یہ کہ فی الحال اجارہ کی نفی ہے یعنی اس وقت عقد اجارہ نہیں ہے اور زید اپنے طور پر خود علاج کرے گا۔ دوم یہ کہ فی الحال عقد اجارہ ہے مگر اجرت فی الحال نہیں ہے۔ سوم یہ کہ عقد اجارہ، اجرت مقررہ ہے مگر اجرت فی الحال دینی لازم نہیں ہے، یونہی یہ کہنا کہ بطور اجرت یا انعام اس میں بھی ایک

Marfat.com

یعنی معاملہ کنندگاں اجرۃً گفتند یا انعاماً، یا ہم درکلام الیشاں باشد کہ گفتند "اجرۃً یا انعاماً" خواہد گرفت، ایں نیز سہ صورت شد و کذٰلک قولش "وگرنہ ہیچ اجرت برشے عائد نخواہد شد" می شاید کہ بربنائے نفی اجارہ باشد یعنی اجازہ خود نبود کہ اجرت لازم آمدے، و می تواند بربنائے انتفائے شرط مقرر فی الاجارہ بود۔ بالجملہ ایں سخن پہلوہائے بسیار دارد برتقدیریکہ زید وبکر اقتصار بر لفظ اجرۃً کردہ باشند اجارہ خود متعین ست والنفی ان کان کان نفی المطلقۃ لا النفی المطلق لتحقق المشروط عیانا، ورنہ اثبات ونفیش ہر دو بدستور محتمل، زیرا کہ انعام اگرچند صلہ ہا تبرع را گویند، در ہچو مقام بر بدل و معاوضہ ہم اطلاقش کنند، ولفظ انعام تنہا یا مردداً اگر روبعدم اجارہ دارد قید حالا "درسابق" وشرط "ورنہ" در لاحق رو بتحقیق اوست، وسخن ضابطہ دریں مقام آنست کہ اگر زید وبکر ازیں کلام عقد اجارہ خواستہ اند و دادن اجرت مشروط بشرط مذکور داشتہ، واز ہمیں قبیل ست تقرر معاوضہ وبدل بر عمل، اگرچہ اجرتش

احتمال یہ ہے کہ سوال بھیجنے والے کا خیال ہے دونوں حضرات نے اجرت کی بات کی ہے یا انعام کہا ہے جو اسے متعین طور پر معلوم نہیں ہے، دوسرا احتمال یہ ہے کہ دونوں فریقوں نے اپنی گفتگو میں کہا ہے اُجرت کے طور پر یا انعام کے طور پہ لے گا، پھر زید طبیب کا یہ کہنا کہ "لے گا" اس میں تین صورتیں ہیں، اور یُوں ہی زید کا کہنا، کہ ورنہ کوئی اجرت بکر کے ذمہ نہ ہوگی کہ اجارہ کے طور پر نہ ہوگی یعنی اجارہ ہی نہیں تو اُجرت کیا ہوگی، اور ہوسکتا ہے اجارہ میں مقررہ اجرت کی شرط کی نفی کی ہو، غرضیکہ یہ بات بہت سے پہلو رکھتی ہے اس تقدیر پر کہ زید اور بکر نے صرف اجارہ کے ذکر پر اکتفا کیا ہو تو اجارہ کی صورت ہوگئی ہے اور (ورنہ کچھ اجرت نہ ہوگی) یہ نفی مطلق اجرت کی ہوگی مکمل نفی نہ ہوگی کیونکہ مشروط (مرض) واضح طور پر متحقق ہے، ورنہ مکمل نفی میں اثبات ونفی دونوں احتمال بدستور باقی ہوں گے، کیونکہ انعام اگرچہ صلہ اور تبرع ہوتا ہے مگر ایسے مقام میں بدل اور معاوضہ بھی مراد ہوتا ہے اور انعام کا لفظ صورتًا اگر عدم اجارہ ہے تو پہلے "فی الحال" کی قید اور بعد میں "ورنہ" کی شرط، اجارہ کے تحقق کی صورت ہے، اور ضابطہ کی بات یہاں یہ ہے کہ اگر زید وبکر نے یہ

؎ ظ "اگرچہ" ۱۲۔

Marfat.com

نگویند و بنام انعام تعبیر کنند فان
المعنی ھو المعتبر فی ھذہ
العقود کما نص علیہ فی الھدایۃ
وغیرھا ، آنگاہ در فساد و حرمت این
عقد سخنے نیست ، زیرا کہ این تعلیق بالخطر
ست ، و عقد اجارہ ہمچو تعلیقات را بر
نتابد ، و نیز صحت خاصہ و این قدر مدت
مقدور طبیب نیست ، درین صورت
طبیب مستحق اجرت مثل خواہد بود ،
اما بیش از قدر معہود اعنی صد روپیہ
نیابد ، اگر در ہمچو مدت ہمچو مرض را این
چنین مداوا پیش مردم بصد روپیہ
یا بیش ازاں مے ارزد ، صد روپیہ
دہندش وبس ، و اگر مثلاً یک روپیہ
اجر مثل ست ہمیں یک دہند ، و دگر
ہیچ نہ ، و اگر مقصود سخن منفی اجارہ حقیقۃ
و وعدہٴ مجردہ انعام محض بر وجہ تبرع
باشد ، مثلاً زید گفت حالا ہمچناں
مفت و رائگاں کار مے کنم ہیچ اجارہ
درمیان نیست اگر بمدت معلومہ صحت
دست نداد چیزے نہ دہند کہ کار باجرت
خود نبودہ است ، و رنہ بطور تبرع
صد روپیہ انعام بخشند ، بکر گفت
ہمچناں کنم این روا و بے غائلہ
است ، زیرا کہ وعدے بیش نیست

کلام عقد اجارہ کے طور پر کیا ہے اور اجرت کی ادائیگی
کو شرط مذکور سے مشروط کیا ، اسی قبیل سے معاوضہ
اور بدل کا تقرر عمل پر کرنا ہے اگرچہ اجرت نہ کہیں
اور اس کا نام انعام رکھیں ، تو ایسی صورت میں
اس عقد کے فساد اور حرام ہونے میں کوئی شک
نہیں ہے ، کیونکہ ان عقود میں معانی کا اعتبار
ہوتا ہے جیسا کہ اس پر ہدایہ وغیرہا میں نص موجود
ہے ، اور فساد کی وجہ اس میں یہ ہے کہ اجرت کو
ہونے نہ ہونے والی چیز سے معلق کیا گیا ہے جبکہ
عقد اجارہ ایسی تعلیق کو قبول نہیں کرتا ، نیز مکمل صحت
اور مدت کی مقدار طبیب کا مقدور نہیں ہے لہذا
ایسی صورت میں طبیب مثلی اجرت کا مستحق ہوگا تاہم
وہ مثلی اجرت مقررہ سو روپیہ سے زائد نہ ہوگی ، یعنی
اگر ایسی مرض کا اتنی مدت میں ایسا علاج لوگوں کے
ہاں سو روپیہ یا اس سے زائد میں ہوتا ہو تو سو روپیہ
ہی دیا جائے گا اور ایک روپیہ میں ہوتا ہو تو صرف
ایک ہی روپیہ مثلی اجرت دی جائے گی اور اگر زید
بکر کا کلام حقیقی اجارہ کی نفی پر مبنی ہے اور انعام کا
صرف وعدہ بطور تبرع ہے مثلاً زید نے کہا فی الحال
مفت علاج کرتا ہوں اور کوئی اجارہ نہیں ہے اور
مدت معینہ میں صحت یابی نہ ہو تو کچھ نہ دینا کیونکہ یہ
کام اجرت پر نہیں ہے ورنہ صحت یابی کی صورت
میں تبرع کے طور پر سو روپیہ انعام بخشش کر دینا ،
بکر نے جواب میں تسلیم کر لیا کہ ایسا کروں گا ، تو یہ
بالکل جائز ہے کیونکہ یہ ایک وعدہ ہے جس میں کوئی

Marfat.com

والوعد لا اجر فيه وما كان يخشى من جهة تعيين شئ بازاء العمل على تقدير الصحة فقد زال بتصريح نفي الاجارة وكون ذلك تبوعا بلا عقد فان الصريح يفوق الدلالة كما لا يخفى في الهندية سئل شمس الائمة الاوزجندي عمن دفع الى طبيب جارية مريضة وقال له عالجها بمالك، فما يزداد من قيمتها بسبب الصحة فالزيادة لك ففعل الطبيب وبرئت الجارية فللطبيب على المالك اجر مثل المعالجة، وثمن الادوية والنفقة وليس له سوى ذلك شئ، كذا في المحيط، وفيها عن البزازية دفع جارية مريضة الى طبيب وقال عالجها فان برئت فما زاد من قيمتها بالصحة بيننا فعالجها حتى صحت له اجر المثل[1] الخ، وفيها عن المحيط الاصل ان العقد اذا فسد مع كون المسمى كله معلوما المعنى آخر يجب اجر المثل ولا يزاد على المسمى، حتى ان المسمى اذا كان خمسة واجر المثل عشرة يجب خمسة لا غير، وينقص عن

حرج نہیں ہے اور یہ احتمال کہ عمل کے مقابلہ میں اجرت کا تعین ہے تو یہ احتمال اجارہ کی صراحۃً نفی سے ختم ہوجاتا ہے کیونکہ صریح بات محض دلالت پر فائق ہوتی ہے جیساکہ مخفی نہیں ہے۔ ہندیہ میں ہے کہ شمس الائمہ اوزجندی سے سوال ہوا کہ ایک شخص نے طبیب کو کہا میری مریضہ لونڈی کا اپنے خرچ سے علاج کرو اور صحت ہوجانے پر اس کی جتنی زائد قیمت ہوگی وہ تیری ہوگی تو طبیب کے علاج سے وہ تندرست ہوگئی تو مالک پر طبیب کے لئے مثلی اجرت ہوگی اور ساتھ ہی دوائیوں کی قیمت اور لونڈی کی خوراک کا خرچہ بھی طبیب کو دے گا، طبیب کو اس سے زائد کچھ استحقاق نہ ہوگا، محیط میں یوں ہے، ہندیہ میں بزازیہ سے منقول ہے کہ مریض لونڈی طبیب کے سپرد کرکے کہاکہ اس کا علاج کرو اور اس کی صحت پر جتنی قیمت زائد حاصل ہوگی وہ میرے اور تیرے درمیان تقسیم ہوگی، تو اگر مریضہ تندرست ہوگئی تو معالج کو صرف مثلی قیمت دی جائیگی الخ، اور ہندیہ میں محیط سے منقول ہے، قاعدہ یہ ہے کہ اگر عقد کسی خارجی وجہ سے فاسد ہوجائے تو مثلی اُجرت لازم ہوتی ہے، اور مقررہ اجرت سے زائد نہ ہونی چاہیے، حتی کہ اگر مقررہ اجرت پانچ درہم ہے اور مثلی اجرت دس درہم ہے تو پانچ ہی دئے جائیں گے، زائد نہیں، مثلی اجرت

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الاجارات الباب الثانی والثلاثون نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۵۲۸

Marfat.com

السمی حتی انه اذا کان اجر المثل خمسة والمسمی عشرة یجب خمسة[1] اھ مختصرا، وفیها عن الخانیة ذکر محمد رحمه الله تعالٰی الحیلة فی استیجار السمسار وقال یامرہ ان یشتری له شیئا معلوما اویبیع ولا یذکر له اجرا ثم یواسیه بشیئ اما هبة اوجزاءً للعمل فیجوز ذٰلك لمساس الحاجة[2] اھ قلت فاذا جاز لعدم ذکر الاجر فلان یجوز بذکر عدم الاجر اولٰی کمالایخفی۔ والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

مقررہ سے کم ہونے کی صورت میں کم ہی دی جائیگی، مثلاً مثلی اُجرت پانچ ہے اور مقررہ اجرت دس درہم ہو تو پانچ دئے جائیں گے اھ مختصراً۔ اور ہندیہ میں خانیہ سے منقول ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے کہ آڑھتی کی اُجرت کا حیلہ یہ ہے کہ اس کو کسی چیز کی خرید یا فروخت کا آرڈر دے کر اس کو اجرت نہ بتائے پھر عمل کے بعد اس کو کچھ امداد کے طور پر ہبہ یا جزاء کی صورت میں دے، تو یہ ضرورت پڑنے پر جائز ہے اھ، میں کہتا ہوں، جب اُجرت کے ذکر نہ کرنے پر دینا جائز ہے تو اجرت کی نفی پر بطریق اولٰی کچھ دینا جائز ہوگا، جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰے اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۶۳ از شہر کہنہ ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگریزوں کی نوکری سلائی کے کام کی کرنا، یا ان کا کپڑا مکان پر لا کر سینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

انگریز کی سلائی کی نوکری کرنے یا گھر پر لا کر اس کا کپڑا سینے میں کوئی مضائقہ نہیں، جبکہ کسی محذورِ شرعی پر مشتمل نہ ہو۔ فتاوٰی قاضیخان میں ہے:

أجر نفسه من نصرانی ان استاجرہ لعمل غیر الخدمة جاز[3] الخ، وتمامه فی غمز العیون۔ والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم

مسلمان نے اپنے آپ کو عیسائی کا اجیر بنایا اگر اس کی ذاتی خدمت کے علاوہ کوئی کام اجرت پر کرے تو جائز ہے الخ۔ اور اس کی مکمل بحث

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الاجارات الباب الخامس عشر الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۴۴۴

[2] ” ” ” ” ” الفصل الاول ” ” ۴/۴۴۱

[3] فتاوٰی قاضیخان ” باب الاجارۃ الفاسدۃ نولکشور لکھنؤ ۴/۴۳۳

Marfat.com

وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ غمز العیون میں ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۱۶۴ از شہر کہنہ غرہ محرم الحرام شریف ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمرو سے ایک مکان معہ صحن واحاطہ کے ایک سال کے واسطے کرایہ پر لیا اور احاطہ کی دیواریں نصف بنی ہوئی تھیں۔

زید نے عمرو سے کہا کہ احاطہ کی دیواریں پوری بنوادو۔ عمرو نے وعدہ کیا کہ میں دو تین روز میں دیواریں بنوادوں گا، تم لکڑی ڈالو اور کرایہ نامہ سال بھر کا لکھ دو۔ زید نے کرایہ نامہ سال بھر کا لکھ دیا عہ ؍ ماہواری حساب سے، زید نے اپنا ایک شریک کرکے اس میں لکڑی ڈالی، اور زید نے عمرو سے کہا کہ اپنے وعدہ کے موافق دیواریں بنوادو، عمرو نے جواب دیا کہ اس وقت میرے پاس روپیہ نہیں ہے، دو مہینے کے بعد بنوادوں گا، تم ایک آدمی اپنے مال کی حفاظت کے واسطے نوکر رکھ لو، جب تک دیواریں نہ تیار ہوں، زید نے کہا کہ میں غریب آدمی ہوں اس قدر مجھ میں طاقت نہیں ہے کہ میں نوکر بھی رکھوں اور کرایہ مکان بھی دوں، اور جو شریک زید کا ہوا تھا وہ بھی دو چار روز کے بعد شرکت چھوڑ کر چلا گیا، بعد ایک ہفتہ کے زید نے مجبور ہوکر بوجہ اپنے نقصان کے لکڑی اس مکان سے اٹھالی اور کنجی عمرو کو دے دی، عمرو نے زید سے کہا کہ میں تم سے کرایہ ایک سال کا لوں گا۔ زید نے کہا کہ جب دیواریں بنوادو گے اس وقت میں ٹالی لکڑی ڈالوں گا تب کرایہ تم کو دوں گا، پھر عمرو خاموش ہو رہا، اور اب چار مہینے کے بعد عمرو نے دیواریں بنانے کا قصد کیا ہے اور زید سے کہا ہے کہ تم لکڑی ڈالو۔ زید نے کہا کہ اب میرے پاس روپیہ نہیں ہے بوجہ ناداری کے مجبور ہوں۔

پس اس صورت میں زید سے جبراً کرایہ سال بھر کا عمرو کو لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں، مکرر یہ ہے کہ مقدار دیواروں کی ڈیڑھ گز کی اونچائی اور ایک جانب مکان کا دروازہ اور بنیاد دیوار ہے اور اس جانب کچھ حفاظت نہیں ہے دیواروں کا بنوادینا عقد سے پہلے ہوا تھا اور وقت فیصلہ کرایہ کے بھی عمرو نے اقرار کیا تھا اور کہا تھا کہ میں تین تین گز کی دیواریں اونچی کرادوں گا چاروں طرف، اور بعد ایک ہفتہ کے چابی عمرو نے زید سے طلب کی، زید نے چابی دی، عمرو کی جانب سے خاموشی ہوئی۔ فقط۔ بیّنوا توجروا

الجواب

یہ سوال مختلف وجوہ پر پیش کیا گیا، اگر صورتِ واقعہ یہی ہے تو اس شکل میں زید پر سال بھر کا کرایہ لازم نہیں۔ دیواریں اس قدر چھوٹی ہونا جس میں مال کی حفاظت نہ ہو بلاشبہہ عذر صحیح ہے

Marfat.com

اور اس کا مضر و مخل منفعت مقصودہ ہونا ظاہر و صریح ہے، تو مذہب اصح و معتمد پر زید باختیار خود اس اجارے کو فسخ کرسکتا تھا اگرچہ عمرو نہ مانے، یہاں جبکہ خود عمرو نے کنجی مانگ لی اور زید نے دے دی، جب عمرو نے کہا میں کرایہ سال بھر کا لے لوں گا، اس نے وہ جواب دیا جس سے صاف ظاہر ہوا کہ اس وقت اجارہ باقی نہیں رکھتا بعد دیواریں بنوا دینے کے اس کا وعدہ کرتا ہے، اور عمرو اس جواب پر خاموش ہو رہا، تو ہر طرح اجارہ فسخ ہو گیا، اور روز سپردگی کلید سے زید کے ذمہ کرایہ لازم نہ رہا،

فی رد المحتار عن حاشیۃ الاشباہ للسید ابی السعود عن العلامۃ البیری، الحاصل ان کل عذر لایمکن معہ استیفاء المعقود علیہ الا بضرر یلحقہ فی نفسہ او مالہ یثبت لہ حق الفسخ۔[1]

ردالمحتار میں ہے سید ابوسعود کے حاشیہ الاشباہ سے بحوالہ علامہ بیری منقول ہے، حاصل یہ ہے کہ ایسا عذر جس کی وجہ سے معقود علیہ بغیر ضرر پورا نہ ہوسکتا ہو خواہ ضرر جان کا ہو یا مال کا ہو تو عذر والے کو اس عقد کے فسخ کا حق ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے،

عمارۃ الدار المستأجرۃ و تطیینھا و اصلاح المیزاب وماکان من البناء علی رب الدار وکذا کل مایخل فان ابی صاحبھا ان یفعل کان للمستأجر ان یخرج منھا، الا ان یکون استأجرھا وھی کذٰلک وقد راٰھا لرضاہ بالعیب وفی الجوھرۃ ولہ ان یتفرد بالفسخ بلا قضاء، قلت وفی حاشیۃ الاشباہ معزیا للنھایۃ، ان العذر ظاھرا یتفرد وان مشتبھا لا وھو الاصح[2] ملخصا، قلت و ظاھر

کرایہ والے مکان کی تعمیر، لپائی اور پرنالہ اور جو بھی مرمت مکان کی عمارت کی اصلاح کے لئے ہو وہ مالک مکان کے ذمہ ہے، اگر وہ اس سے انکار کرے تو کرایہ دار کو حق ہے کہ وہ مکان چھوڑ دے، ہاں اگر کرایہ دار نے اسی حالت میں دیکھ کر لیا تو اس کو یہ حق نہیں کیونکہ وہ عیب دیکھنے کے باوجود لینے پر راضی ہوا تھا، اور جوہرہ میں ہے کہ کرایہ دار قضائے بغیر خود عقد کو فسخ کرسکتا ہے۔ میں کہتا ہوں، اور الاشباہ کے حاشیہ میں نہایہ کی طرف منسوب ہے کہ اگر واضح عذر ہو تو اسے فسخ کا اختیار ہے اور اگر مشتبہ معاملہ ہو تو پھر اختیار نہیں،

---

[1] ردالمحتار کتاب الاجارات باب الاجارۃ الفاسدۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۵۰

[2] درمختار کتاب الاجارۃ باب فسخ الاجارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۸۳

Marfat.com

ان الثنیا المذکورۃ بقولہ "الا ان یکون استأجرھا الخ" لایتعلق بماھنا فانہ و ان راٰہ لم یرض بہ کان شارطہ ان یبنی الجدران۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اصح یہی ہے اھ ملخصاً۔ میں کہتا ہوں، ظاہر یہ ہے "مگر دیکھ کر لیا ہو" الخ والا استثناء مذکور اس مسئلہ سے متعلق نہیں کیونکہ اگر دیکھ لیا ہو تو راضی نہ ہُوا بلکہ اس نے اس وقت مالک سے مرمت کی شرط کر کے لیا ہو تو مالک کے انکار پر فسخ کا اختیار ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۶۵

۲۲ جمادی الاولٰی ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رنڈی کو جو کسبی ہے مکان کرایہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

ہرگز نہ دیا جائے، اگر وُہ زانیہ ہے، اور اگر صرف ناچ گانے کا پیشہ رکھتی ہو تو حرج نہیں کہ فاسقہ ہے اور فاسق کو مکان اجارہ پر دینے میں کچھ حرج نہیں، بخلاف زنا پیشہ کہ وُہ مکان اس لئے لیا جاتا ہے کہ اس میں زنا ہو۔ والعیاذ باللہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۶ از بنگالہ

۲۶ رجب ۱۳۲۰ھ

ماقولکم دام طولکم فی العھدۃ الرائجۃ فی بلادنا التی یقال لھا "سب رجستراری" کیف ھی فی نفسھا نظرا الی ماھو لازم لھا الاٰن من حفظ صکوک الربا وغیرھا من العقودۃ الفاسدۃ المحرمۃ شرعا، و لایمکن لاحد ان یقوم بھا ھٰھنا الاحتراز عن ذٰلک فھل ھی حرام ام لا۔ بیّنوا توجروا۔

آپ کی درازیٔ عمر ہو، آپ کا ارشاد کیا ہے، مروجہ سب رجسٹراری جس کے لوازمات میں سُود کی رسیدات اور دیگر شرعی طور پر حرام اور فاسد عقود کے ریکارڈ کی حفاظت ہے، ان لوازمات کے پیشِ نظر اس عہدہ کا کیا حکم ہے جبکہ اس عہدہ پر فائز کوئی شخص مذکورہ مفاسد سے بچ نہیں سکتا ــــــ بیّنوا توجروا۔

الجواب

نعم ھی حرام شرعا، والحال ماوصف فانھا احدی الشھادات علی تلک الصکوک،

ہاں یہ شرعاً حرام ہے جبکہ صورت وہی ہے جو ذکر کی ہے، کیونکہ یہ عہدہ ان سودی چیکوں و رسیدوں

Marfat.com

بل اعظمها فی القانون الرائج حیث لا یقبل کثیر من الصکوك الابها، فکان القائم بها معینا فی ثبوت الربا الحرام شرعا، وقد قال تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1] ثم هو ینسخ الصك و یحفظ نسختہ فی قمطرہ، فکان احد الکاتبین بل الکاتب الاعظم لما مر، وقد اخرج مسلم فی صحیحہ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنهما قال لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اٰکل الرباء ومؤکلہ وکاتبہ وشاهدیہ، وقال هم سواء[2]" واخرج ابو داؤد والترمذی، وصححہ وابن ماجۃ وابن حبان فی صحاحهم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ، قال لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اٰکل الرباء و مؤکلہ وشاهدیہ وکاتبہ[3]، واخرج احمد وابو یعلی وابنا خزیمۃ وحبان فی صحیحهما عنہ

پر بڑی شہادت ہے، بلکہ رائج قانون میں کوئی بھی رسید و چیک وغیرہ اس عہدہ کی شہادت کے بغیر قبول نہیں کئے جاتے تو اس عہدہ پر قائم شخص سودی اور حرام معاملات پر معاون ہوتا ہے، اور بیشک اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے: گناہ اور عداوت پر باہمی تعاون نہ کرو، پھر یہ عہدیداران چیکوں کو لکھتا اور اپنے محافظ خانہ میں اس کی تحریر کو محفوظ کرتا ہے تو بھی ایک کاتب بلکہ بڑا کاتب ہے جیسا کہ گزرا، حالانکہ مسلم رحمہ اللہ تعالٰی نے اپنی صحیح میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سُود کھانے، کھلانے، اس کی شہادت دینے والوں پر لعنت فرمائی، اور فرمایا یہ سب برابر مجرم ہیں، اور ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان نے اپنی اپنی صحاح میں اسکو صحیح کہا کہ عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سُود کھانے، کھلانے، اس کی شہادت دینے والوں پر لعنت فرمائی ہے اور احمد، ابو یعلٰی اور ابن خزیمہ ابن حبان دونوں نے اپنی اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

---

[1] القرآن الکریم ۵/۲

[2] صحیح مسلم کتاب المساقات والمزارعۃ باب الربٰو قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۷

[3] جامع الترمذی ابواب البیوع باب ماجاء فی اکل الربٰو امین کمپنی دہلی ۱/۱۴۵

سنن ابی داؤد ۲/۱۱۷، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۶، موارد الظمآن حدیث ۱۱۱۲ المطبعۃ السلفیۃ ص ۲۷۲

Marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال أکل الربا ومؤکلہ وکاتبہ وشاھداہ اذا علموا بہ ملعونون علی لسان محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم[1] ھذا مختصر، واخرج الطبرانی فی الکبیر عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن مرفوعا الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "لعن اللہ الربا واٰکلہ ومؤکلہ وکاتبہ وشاھدہ وھم یعلمون"[2] الحدیث، فقد جمع ثلثۃ وجوہ للتحریم اعانۃ الاثم وکتابۃ الربا وشھادتہ، والعیاذ باللہ تعالیٰ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۷۷ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، سُود کھانے، کھلانے والا، اس کے کاتب اور گواہ جانتے ہوئے یہ عمل کریں وہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر ملعون ہیں، یہ مختصر ہے۔ اور طبرانی نے اپنی کبیر میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حسن سند کے ساتھ مرفوع حدیث میں روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے سود کھانے، کھلانے، لکھنے اور گواہی دینے والے پر جبکہ وہ جانتے ہوئے یہ عمل کریں، لعنت فرمائی ہے، الحدیث، تو بیشک حرمت کے تین وجوہ، گناہ میں اعانت، سُود کی کتابت اور گواہی، کا سب رحبسٹرار جامع ہوتا ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۶۷

از شہر کہنہ مسئولہ ظہور محمد خاں ۲۶ جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین وفضلائے شریعت آئین اس مسئلہ میں کہ دو شخصوں کے درمیان دوستی محض اللہ واسطے ہو، ایک شخص اپنے دوسرے دوست کی اولاد کو کلام مجید محض اللہ واسطے پڑھاتا ہے، تنخواہ نہیں لیتا، لڑکوں کا باپ محض اپنے اخلاص اور محبت سے اس دوست کو کوئی چیز بلا قیمت کے دے، اور یہ اس کا خیال نہ ہو کہ پڑھانے کا بدلہ کرتا ہوں، تو ایسی حالت میں عوض پڑھانے کا تو نہیں ہو جائیگا؟

الجواب

جبکہ اس کی نیت نہ اُجرت لینے کی ہے نہ اس کی نیت اُجرت دینے کی، تو اُجرت تو وہ ضرور نہیں، نہ اس سے بچنا لازم، مگر ورع کا مقام برتنا چاہے تو یہ نظر کرے کہ بغیر اس علاقہ کے پہلے بھی وہ کبھی اس کو اس قسم کا ہدیہ دیتا تھا، جب تو وہ بلا دغدغہ ہدیہ خالصہ ہے، اس کا قبول کرنا

---

[1] مسند احمد بن حنبل مسند عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۴۰۹
موارد الظمآن حدیث ۱۱۵۴ ص ۲۸۱ و مسند ابو یعلیٰ ۵/۱۱۳

[2] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۰۵۷ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۰/۱۱۳

Marfat.com

سنت ہے، اور اگر پہلے کبھی ایسا معاملہ نہ تھا اُس علاقہ کے بعد ہی اس نے ایسا کیا تو جو اپنے لئے ثواب خالص رکھنا چاہے اُسے اس سے بچنا اولیٰ ہے، امام حمزہ زیات رحمہ اللہ تعالےٰ علیہ کہ قرائے سبعہ سے ہیں، پیاسے تھے راہ میں ایک محلہ پر گزر ہُوا، چاہا کہ کسی مکان سے پانی منگا کر پی لوں، پھر یاد آیا کہ اس محلہ کے بعض لڑکوں نے مجھ سے قرآن عظیم پڑھا ہے، خوف فرمایا کہ مبادا اس کا عوض نہ ہوجائے، پیاسے تشریف لے گئے، اور وہاں پانی طلب نہ فرمایا، مگر یہ مقام تقوٰی کے مقام سے بھی اعلیٰ دقیق ورع کا ہے، وباللہ التوفیق، واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۸

زید نے اپنی ایک قطعہ زمین چار سال میعاد معیّن کرکے عمرو کے پاس اس شرط پر اجارہ دیا کہ اس زمین کی پیداوار کے تم مالک ہو، خواہ پیدا ہو یا نہ ہو صرف چار من دھان ہر سال مجھ کو دینا۔

الجواب

یہ اجارہ فاسد اور عقد حرام وواجب الفسخ ہے کہ اس میں مالکِ زمین کے لئے ایک مقدار معین دھان کی شرط کی گئی، اور وُہ قاطع شرکت ہے کہ ممکن ہے کہ چار ہی من دھان پیدا ہوں، یا اتنے بھی نہ ہوں،

فی تنویر الابصار، المزارعۃ تصح بشرط الشرکۃ فی الخارج فتبطل ان شرط لاحدھما قفزان مسماۃ اھ ملتقطا۔

تنویر الابصار میں ہے زمین مزارعت پر دینا جائز ہے بشرطیکہ پیداوار میں دونوں کی شرکت ہو اور اگر ایک فریق کے لئے مقررہ مقدار مثلاً دو قفیز کی شرط کی ہو تو مزارعت باطل ہے اھ ملتقطا (ت)

بلکہ یوں کہنا لازم ہے کہ مثلاً نصف یا ثلث یا رُبع پیداوار پر یہ زمین تیرے اجارہ میں دی پھر اگر کچھ[عہ] نہ پیدا ہو تو حسبِ قرارداد اس کا نصف یا ثلث یا ربع مالک زمین کے لئے ہوگا، اور کچھ نہ پیدا ہو تو کچھ نہیں، یہ شرط لگانا کہ کچھ نہ پیدا ہو جب بھی مجھے اتنا ملے یہ بھی مفسد وحرام ہے،

فی الدر المختار واذا صحت فالخارج

درمختار میں ہے مزارعت صحیح ہو تو پیداوار میں

عہ ھذا اذلۃ الناسخ والصحیح "کچھ پیدا ہو" ۱۲۔

---

[۱] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب المزارعۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۲۳

Marfat.com

علی الشرط ولا شیئ للعامل ان لم یخرج شیئ فی الصحیحة[1] الخ فی ردالمحتار قبیل هذا قوله العامل المراد منه من لا بذر منه[2] اھ وفیه ھٰھنا وانما لم یکن له شیئ لانه یستحق شرکة، ولا شرکة فی غیر الخارج بخلاف ما اذا فسدت لان اجر المثل فی الذمة، ولا تفوت الذمة بعدم الخارج، ھدایة[3]۔

مشروط تناسب کے مطابق حصہ ہوگا، اور اگر صحیح مزارعت میں کوئی پیداوار نہ ہوئی تو کاشتکار کو کچھ نہ ملے گا الخ، اور اس سے تھوڑا پہلے ردالمحتار میں ہے، ماتن کا قول "العامل" اس سے مراد وہ فریق ہے جس کا بیج نہ ہو اھ اور اسی میں اس مقام پر ہے کہ اس کو اس لئے کچھ نہ ملے گا کیونکہ وہ پیداوار میں شرکت کا حقدار تھا اور جب پیداوار نہ ہوئی تو اس کی شرکت نہ ہوئی، اس کے برخلاف وہ صورت جس میں مزارعت فاسد ہو کیونکہ کاشتکار کے ذمہ زمین کی مثلی اجرت ہوگی وہاں اگر پیداوار نہ ہو تو بھی اجرت سے اس کے ذمہ میں ہوگی، ہدایہ۔ (ت)

یہ حکم کہ ہم نے بیان کیا اسی حالت میں ہوتا جب یہ اجارہ صحیح طور پر کیا جاتا، اب کہ فاسد ہوا، اس کا فسخ واجب ہے، اور پس از فسخ جو سال گزرے اس میں حکم یہ ہے کہ پیداوار ہو یا نہ ہو بہرحال مالک زمین کو اُس کی زمین کا اجر مثل ملے گا، جو چار من دھان کی قیمت سے زیادہ نہ ہو، مثلاً اتنی زمین کی اُجرت مثل ایک سال کی دس روپے ہوتے ہوں، اور چار من دھان چار روپے کو آتے ہوں تو چار ہی روپے دیئے جائیں گے، زیادہ نہیں، اور زمین کی اجرت مثلاً دو روپے ہوں اور دھان چار روپے کے تو دو ہی روپے ملیں گے، چار نہ ہوں گے،

فی الدر المختار متی فسدت فالخارج لرب البذر وللاٰخر اجر مثل ارضه و لایزاد علی شرط وان لم یخرج شیئ فی الفاسدة فان کان البذر من العامل فعلیه اجر مثل

درمختار میں ہے کہ جب مزارعت فاسد ہو تو پیداوار کا مالک بیج والا ہوگا، اور دوسرے فریق کو مثلی اُجرت ملے گی تاہم یہ اجرت عقد میں طے شدہ سے زائد نہ ہوگی اور اگر فاسد مزارعت میں کوئی پیداوار نہ ہوئی تو اگر بیج عامل

---

[1] درمختار — کتاب المزارعۃ — مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۲۴
[2] ردالمحتار — " — داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۷۵
[3] " — " — " " " ۵/ ۱۷۷

Marfat.com

الارض اھ مختصرا، وانما اقتصرنا علی هذا لان الواقع فی بلادنا الهندیة هو ان البذر والبقر والعمل کلها انما یکون من قبل المزارع ولیس من رب الارض الا الارض۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

ہے تو اس پر زمین کی مثل اجرت ہوگی اھ مختصراً، ہم نے اتنی عبارت پر اکتفاء اس لئے کیا کیونکہ ہمارے علاقہ ہندوستان میں بیج، بیل اور عمل مزارع کی طرف سے ہوتا ہے جبکہ زمین والے کی صرف زمین ہوتی ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالےٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۶۹

زید کا ایک تالاب ہے، اس کو بعوض بیس روپیہ ایک ماہ کی میعاد مقرر کرکے عمرو کے تصرف میں دیا، اور کہا اس ایام معینہ کے اندر تم اس تالاب کے پانی سے بہر طور انتفاع حاصل کرسکتے ہو، اور نیز اس تالاب کی مچھلی پکڑ سکتے ہو۔ یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب

یہ مسئلہ معرکۃ الآراء ہے، عامہ کتب میں اس اجارے کو محض حرام وناجائز و باطل فرمایا اور یہی موافق اصول وقواعد مذہب ہے،

کیف وهی اجارة وردت علی استهلاك عین اعنی الماء والسمك، و الارض التی تحت الماء لا تصح للانتفاع بها فی الحال، و هو شرط جواز الاجارة، ولذا لم یجز اجارة الجحش للرکوب، فی وجیز الامام الکردری الاجارة اذا وقعت علی العین لا یجوز فلا یصح استیجار الاجام والحیاض لصید السمك او

جائز کیسے ہو جبکہ یہ اجارہ عین چیز کو ہلاک کرنے پر منعقد ہوا ہے یعنی پانی، مچھلی کو حاصل کرنے پر، اور وہ زمین جو تالاب میں پانی کی تہہ ہے وہ پانی کی موجودگی میں ابھی قابلِ انتفاع نہیں ہے، حالانکہ اجارہ کے جواز کی شرط ہی یہ ہے کہ وہ چیز فی الحال قابلِ انتفاع ہو اسی لئے گھوڑی کا بچہ سواری کے لئے اجارہ پر لینا جائز نہیں ہے، اور امام کردری کی وجیز میں ہے کہ اجارہ اگر کسی عین چیز کو ہلاک کرنے پر ہو تو صحیح نہ ہوگا، اس لئے جھاڑیوں اور حوض کو اجارہ پر دینا

لہ درمختار کتاب المزارعۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۲۴

Marfat.com

رفع القصب، وقطع الحطب، اولیسقی ارضه، اوغنمه منها وکذا اجارة المرعی[1] اھ وفی الدرالمختار عن البحر الرائق لم تجز اجارة برکة لیصاد منها السمك[2] اھ وفی ردالمحتار نقل فی البحر عن الایضاح عدم جوازها قال و مافی الایضاح بالقواعد الفقهیة الیق لعدم الصحة[3] (ملخصا)۔

مچھلی پکڑنے یا کانے اکھاڑنے اور ایندھن کاٹنے یا حوض کا پانی اپنے پینے یا جانوروں کو پلانے کے لئے کرایہ پرلینا جائز نہیں ہے، اور یوں چراگاہ کو اجارہ پر دینا بھی جائز نہیں ہے اھ، اور درمختار میں بحرالرائق سے منقول ہے کہ جوہڑ کا اجارہ مچھلی پکڑنے کے لئے جائز نہیں ہے اھ، اور ردالمحتار میں بحر سے انھوں نے ایضاح میں اس کا عدم جواز نقل کیا ہے اور انھوں نے کہا کہ ایضاح کا بیان قواعد فقہیہ کے مطابق عدم جواز کے زیادہ مناسب ہے (ملخصاً)۔ (ت)

اور جامع المضمرات میں جواز پر فتوٰی دیا،

فی الدرالمختار وجاز اجارة القناة والنهر مع الماء به یفتی لعموم البلوی مضمرات انتهی[4]۔

درمختار میں مضمرات سے منقول ہے کہ نہر اور راجباہ کو پانی سمیت اجارہ پر دینا ہے، عموم بلوٰی کی وجہ سے اسی پر فتوٰی ہے اھ (ت)

اور احوط یہ ہے کہ تالاب کے کنارے کی چند گز زمین محدود ومعین کرائے پر دے اور پانی وغیرہ سے انتفاع مباح کردے، یُوں اسے کرایہ، اور اسے پانی، مچھلی، گھاس جائز طور پر مل جائیں گے،

فی البزازیة بعد ماقدمنا عنها والحیلة فی الکل ان یستاجر موضعا معلوما لعطن الماشیة ویبیح الماء والمرعی[5] الخ۔

بزازیہ میں ہماری نقل کردہ عبارت کے بعد فرمایا ان سب چیزوں میں جواز کا حیلہ یہ ہے کہ وہاں جانور کے باڑہ کے لئے جگہ کو اجارہ پر دے اور حوض وغیرہ کا پانی اور چراگاہ کو جانوروں کے لئے مباح کردے الخ (ت)

یا زراعت کو کنارے کی زمین اور تالاب جس سے اس زمین کو پانی دیا جائے سب ملاکر کرائے پر

---

[1] فتاوٰی بزازیۃ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الاجارات الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۴۷، ۴۸
[2] درمختار کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴
[3] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۰۷
[4] درمختار کتاب الاجارات باب الاجارۃ الفاسدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۸۰
[5] فتاوٰی بزازیۃ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الاجارات الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۴۸

Marfat.com

دے کہ تالاب کا اجارہ بھی بالتبع جائز ہو جائے،

فی البزازیۃ لم تصح اجارۃ الشرب لوقوع الاجارۃ علی استھلاک العین مقصودًا الا اذا اجراو باع مع الارض فحینئذ یجوز بیعا، ولو باع ارضا مع شرب ارض اخرٰی، عن ابن سلام انہ یجوز^عہ، ولو اجرارضا مع شرب ارض اخری لایجوز، لان الشرب فی البیع تبع من وجہ، اصل من وجہ حیث انہ یقوم بنفسہ وتبع من حیث انہ لایقصد لعینہ فمن حیث انہ تبع لایباع من غیر ارض ومن حیث انہ اصل یجوز مع ای ارض کان، والشرب فی الاجارۃ تبع من کل وجہ لان الانتفاع بالارض لایتھیأ بدونہ، فلم تجز اجارۃ الشرب مع ارض اخری، کما لم یجز بیع اطراف العبد تبعا رقبۃ اخری[1] اھ ـــــ

بزازیہ میں ہے کہ پانی کی باری کا اجارہ صحیح نہیں کیونکہ اس میں عین چیز کو مقصودًا ہلاک کرنے پر اجارہ ہے، ہاں اگر زمین کے ساتھ پانی کو فروخت کیا جائے یا اجارہ پر لیا جائے تو اس صورت میں جائز ہے اور اگر زمین کے ساتھ دوسری زمین کے سیرابی پانی کو فروخت کرے تو ابن سلام سے مروی ہے کہ یہ جائز ہے اور اگر زمین کو اجارہ پر دوسری زمین کے سیرابی پانی کے ساتھ دے تو یہ ناجائز ہے کیونکہ سیرابی پانی زمین کی بیع میں من وجہ اصل ہے کیونکہ وہ بنفسہٖ قائم ہے اور من وجہ تابع ہے کیونکہ بنفسہٖ مقصود نہیں ہے تو تابع ہونے کی حیثیت سے زمین کی بیع کے بغیر اس کی بیع ناجائز ہے اور اصل ہونے کی حیثیت سے اس کی بیع کسی بھی زمین کے ساتھ جائز ہے جبکہ سیرابی پانی اجارہ میں ہر لحاظ سے تابع ہے کیونکہ اجارہ میں زمین سے انتفاع پانی کے بغیر مہیا نہیں ہوتا تو پانی کو دوسری زمین کے اجارہ کے تابع کرنا جائز نہیں ہے جیسے ایک غلام کے اعضاء کو دوسرے غلام کے تابع بنا کر فروخت کرنا جائز نہیں ہے اھ ـــــ

عہ فی الاصل "یجز" لعلہ من قلم الناسخ، عبدالمنان۔

---

[1] فتاوٰی بزازیۃ علی ہامش الفتاوٰی الہندیۃ کتاب الشرب الفصل الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۱۲۲-۱۲۱

Marfat.com

اقول ووقع فی رد المحتار ھنا زلل قلم فانه قال فی شرح قول المضمرات المار مانصه قوله مع الماء ای تبعا قال فی کتاب الشرب من البزازیة لم تصح اجارة الشرب[1] الی اٰخرہ وذکر بعض ماذکرنا من عبارتها، فجعل مورد المضمرات والبزازیة معا واحدا، وعندی لیس کذٰلك فان اجارة البزازی فیما اذا اجر ارضا للزراعة ولها شرب تسقی بها فاجر شربها معها، وجواز ھذا ماش علی الاصول غیر محتاج الی استناد لعموم البلوی فکم من شیئ یجوز ضمنا لا قصدا، اما جامع المضمرات فانما حکم بجواز اجارة النھر و لم یقل مع الارض بل مع الماء، وانما قاله لان النھر الیابس ارض قراح فلا یعتری شك فی جواز اجارته قال فی الوجیز کما نقل عنه فی رد المحتار

اقول (میں کہتا ہوں) ردالمحتار میں اس مقام پر قلمی خطا واقع ہوئی ہے کیونکہ انھوں نے مضمرات کی مذکورہ عبارت کی شرح میں یہ عبارت لکھی قوله مع الماء ای تبعا پانی سمیت یعنی بالتبع، اور انھوں نے کتاب الشرب میں لکھا بزازیہ سے منقول ہے کہ سیرابی پانی کی بیع جائز نہیں ہے الی آخرہ۔ اور ساتھ ہماری نقل کردہ عبارت ذکر کی، اس طرح انھوں نے مضمرات اور بزازیہ دونوں کی ذکر کردہ مورد کو ایک ہی معنٰی دیا جبکہ میرے نزدیک ایسے نہیں ہے کیونکہ بزازیہ میں اجارہ کی صورت یہ ہے کہ زمین زراعت کے لئے اجارہ پر دی اور اس زمین کا سیرابی پانی ہو جس سے اس کو سیراب کیا جاتا ہو تو زمین کے ساتھ اس پانی کا اجارہ جائز ہے اور یہ جواز اصول پر مبنی ہے کسی عموم بلوٰی کی طرف منسوب کرنے کی اسے ضرورت نہیں ہے بہت سے امور ضمناً جائز اور مقصوداً ناجائز ہوتے ہیں، لیکن مضمرات نے نہر کے اجارہ کے جواز کی بات کی ہے انھوں نے نہر کے ساتھ پانی کو ذکر کیا نہ کہ زمین کو، انھوں نے یہ بات اس بناء پر فرمائی ہے کہ خشک نہر خالص زمین ہے اس کے اجارہ کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے، وجیز میں فرمایا جیسا کہ ردالمحتار میں چند سطروں

---

[1] ردالمحتار کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسدۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۳۹

Marfat.com

بعد اسطر، استاجر نهرا یابسا، او ارضا، او سطحا، مدة معلومة ولم یقل شیئا صح، وله ان یجری فیه الماء اھ[1]، اما النهر مع الماء فهذا هو الذی تقتضی القواعد ببطلان اجارته لانها اجارة وقع علی استهلاك عین فاحتاج الی الاستناد لعموم البلوٰی کما جاز اجارة الظئر مع انها ایضا علی استهلاك عین، وان قیل ان المراد اجارة ارض النهر التی تحت الماء ویکون الماء تبعا لها وحمل علیه قول البزازی " الا اذا أجر او باع مع الارض فمع ظهور بطلانه بما ذکرنا من تمام کلام البزازی" فانه نص صریح فی ان المراد تبعیة الشرب للارض تسقی منه لا لارض تحته لا یستقیم ایضا قطعا لما قدمنا الاشارة الیه ان الاجارة تعتمد صلاحیة الانتفاع بالنفع المقصود المعتاد فی الحال لا فی المآل، ولذا لم تجز اجارة

کے بعد فرمایا کہ کسی نے خشک نہر یا زمین یا چھت معینہ مدت کے لئے کرایہ پر لی اور کسی عمل وغیرہ کو ذکر نہ کیا تو یہ اجارہ صحیح ہے اور وہ نہر میں پانی جاری کرے تو جائز ہے اھ، لیکن پانی سمیت نہر کا اجارہ یہ ایسی صورت ہے جس کو قواعد باطل قرار دیتے ہیں کیونکہ یہ عین چیز کو ہلاک کرنے پر اجارہ ہے اس لئے اس اجارہ کے جواز کو عموم بلوٰی سے استناد کی ضرورت ہے جیسا کہ دودھ پلانے والی عورت کا اجارہ جائز ہے حالانکہ یہ بھی عین چیز (دودھ) کو ہلاک کرنے پر اجارہ ہے، اگر ردالمحتار کی توجیہ میں یہ کہا جائے کہ ان کی مراد نہر کی وہ زمین جو پانی کے تحت ہے اس کے اجارہ میں پانی کا اجارہ بالتبع جائز ہے، اور اسی معنی پر بزازیہ کے قول "الا یہ کہ زمین سمیت پانی کا اجارہ ہو" کو محمول کرتے ہوئے انھوں نے یہ بات کی ہے، تو اس توجیہ کا بطلان بزازیہ کی مکمل عبارت جس کو ہم نے ذکر کیا ہے، سے ظاہر ہے کیونکہ وہ صریح نص ہے کہ یہاں مراد وہ سیرابی پانی ہے جس سے وہ بیع شدہ یا اجارہ پر دی ہوئی زمین سیراب ہوتی ہے نہ کہ پانی کے تحت والی زمین مراد ہے، نیز ہمارے پہلے اشارۃً ذکر کردہ ضابطہ کہ اجارہ کی بنیاد یہ ہے کہ وہ چیز مقصود نفع کی فی الحال صلاحیت رکھتی ہو نہ کہ بعد میں متوقع صلاحیت والی ہو، کے

---

[1] ردالمحتار کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسدۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۳۹

Marfat.com

الجحش، ومعلومات ارض النهر مع الماء لا تصلح للانتفاع غير الانتفاع بالماء وهو استهلاك العين، فاذا لم تستقم في الاصل فكيف يجوز في التبع، و ما تقدم من الحيلة فانما هو فيما اذا أجر ارضا حول الماء فانها الصالحة للعطن، فيحصل له الاجر بوجه جائز، وللمستاجر الماء والكلاء، فالحق ان الماشي على الاصول في اجارة البركة والقناة والنهر من دون الارض تسقي منه هو البطلان، وان ما ذكر في البزازية وغيرها من صور الجواز فلا مساس لها به، ولا يمكن حملها في جامع المضمرات على شئ منها، ولقد احسن اذ علل الافتاء بعموم البلوى لا بحصول الجواز بالتبع، فاذن ان عمل بقوله به يفتى فلا شك ان قضية اطلاق الجواز وهو الايسر، والاحوط مامر، فعليه فليقتصر هذا ما عندي والعلم

پیش نظر یہ توجیہ قطعاً باطل ہے کیونکہ پانی والی نہر کی زیریں زمین فی الحال انتفاع کی صلاحیت نہیں رکھتی جس کو مستقل طور پر اجارہ پر دیا جائے، اسی قاعدہ کی بناء پر گھوڑی کا بچہ سواری کے لئے اجارہ پر دینا ناجائز ہے، پھر خالص پانی کا اجارہ ہوگا تو اس سے عین کو ہلاک کرنے پر اجارہ لازم آئیگا' نیز جب اصل نہر کی زمین کا اجارہ درست نہیں ہے تو اس سے تابع پانی کا کیسے جائز ہوگا، اور گزشتہ حیلہ جواز وہ صرف اس صورت میں ہے کہ پانی والے حوض کے اردگرد والی زمین کو اجارہ پر حاصل کرے کیونکہ وہ فی الحال جانوروں کو باندھنے اور رکھنے کے لئے قابل انتفاع ہے جس سے جائز طریقے پر اجرت حاصل ہوگی اور مستاجر کو پانی اور گھاس بالتبع حاصل ہوگا، اصول کے مطابق حق یہ ہے کہ جوہڑ، راجباہ اور نہرہ کے پانی کا اجارہ اس سے سیراب ہونے والی زمین کے اجارہ کے بغیر باطل ہے اور بزازیہ وغیرہ میں مذکور وجہ جواز سے اس کا کوئی علاقہ نہیں ہے اور نہ ہی مضمرات کے بیان کو کسی طرح اس پر محمول کیا جاسکتا ہے، تو بہت اچھا کیا کہ فتویٰ جواز کی وجہ عموم بلویٰ کو بنایا ہے بالتبع حصول جواز کو نہ بنایا، تو اب اس کے قول بہ یفتی (اسی پر فتویٰ ہے) پر اگر عمل کیا جائے تو مطلق جواز کی راہ آسان ہے' اور زیادہ احتیاط جو پہلے گزری ہے، تو اسی کو اپنایا جائے، یہ مذکورہ بحث میری ہے جبکہ حق

Marfat.com

بالحق عند عزیز الاکبر۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

کا علم اللہ تعالےٰ کے پاس ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالےٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۷۰: ازشہر میمن سنگھ ملک بنگالہ ڈاکخانہ پائیکڑا موضع کروا مرسلہ محمد زینت اللہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں ملک بنگالہ میں جب کسی نے برائے ثواب رسانی اپنے میت کے مُلاؤں یا طلباؤں سے قرآن شریف پڑھوایا، یا بعد کو جو کچھ ان کو دیا جاتا ہے وہ خود نہیں مانگتے، بلکہ خود پڑھوانے والا ان کو دیتا ہے، یہ طریقہ ہمارے یہاں عام رواج ہے، تو یہ لینا دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کس طریقہ پر ہے؟ اور ایسے ہی بعد پڑھوانے مولود شریف کے جو کچھ دیا جاتا ہے بغیر طلب کرے مولود خواں کے یہ بھی جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا، بحوالہ کتب جواب عنایت ہو با دلیل۔

الجواب

اصل یہ ہے کہ طاعت وعبادات پر اجرت لینا دینا (سوائے تعلیم قرآنِ عظیم وعلومِ دین و اذان وامامت وغیرہا معدودے چند اشیاء کہ جن پر اجارہ کرنا متاخرین نے بناچاری ومجبوری بنظر حال زمانہ جائز رکھا) مطلقاً حرام ہے، اور تلاوتِ قرآنِ عظیم بغرض ایصالِ ثواب و ذکر شریف میلاد پاک حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ضرور منجملہ عبادات وطاعت ہیں تو ان پر اجارہ بھی ضرور حرام ومحذور،

کما حققہ السید المحقق محمد بن عابدین الشامی فی رد المحتار علی الدر المختار، ولہ رحمہ اللہ تعالیٰ رسالۃ مستقلۃ فی تحقیق المسئلۃ سماھا "شفاء العلیل وبل الغلیل فی حکم الوصیۃ بالختمات والتھالیل" قال واطلع علیھا محشی ھذا الکتاب (یعنی الدر) فقیہ عصرہ ووحید دھرہ السید احمد الطحطاوی مفتی مصر سابقا فکتب علیھا واثنی الثناء الجمیل فاللہ یجزیہ الاجر الجزیل وکتب علیھا غیرہ من

سید محقق محمد بن ابن عابدین شامی نے درمختار کے حاشیہ ردالمحتار میں جیساکہ اس کی تحقیق فرمائی، اس مسئلہ میں ان کا ایک مستقل رسالہ ہے جس کا نام "شفاء العلیل وبل الغلیل فی حکم الوصیۃ بالختمات والتھالیل" رکھا ہے، انھوں نے خود فرمایا کہ درمختار کے محشی اپنے زمانہ کے فقیہ العصر، وحید دہر سید احمد طحطاوی سابق مفتی مصر نے اس رسالہ کا مطالعہ فرماکر اس پر تقریظ لکھی اور تعریف کرتے ہوئے لکھا کہ ان کو کو اللہ تعالیٰ اجرعظیم سے نوازے، اور دیگر

Marfat.com

فقهاء العصر[1]، قلت وقد تشرف الفقیر بمطالعتها فوجدته بحمد الله تعالٰی کفی وشفٰی وصفا ووفٰی فرحمنا الله وایاہ والمسلمین بعبادہ الذین اصطفٰی، اٰمین!

فقہاءِ عصر نے بھی تقریظات لکھی ہیں۔ میں کہتا ہوں اس فقیر نے اس کے مطالعہ کا شرف حاصل کیا ہے تو میں نے بحمد اللہ تعالٰی اس کو کافی، شافی اور بھرپور صاف پایا، تو اللہ تعالٰی ہم پر اور ان پر، تمام مسلمانوں اور اپنے تمام اہل دین بندوں پر رحم فرمائے، آمین! (ت)

اور اجارہ جس طرح صریح عقد زبان سے ہوتا ہے، عرفاً شرط معروف ومعہود سے بھی ہوجاتا ہے مثلاً پڑھنے پڑھوانے والوں نے زبان سے کچھ نہ کہا مگر جانتے ہیں کہ دینا ہوگا، وہ سمجھ رہے ہیں کہ کچھ ملے گا، انھوں نے اس طور پر پڑھا، انھوں نے اس نیت سے پڑھوایا، اجارہ ہوگیا، اور اب دو وجہ سے حرام ہوا، ایک تو طاعت پر اجارہ یہ خود حرام، دوسرے اجرت اگر عرفاً معین نہیں تو اس کی جہالت سے اجارہ فاسد۔ یہ دوسرا حرام۔

ای ان الاجارۃ باطلۃ وعلی فرض الانعقاد فاسدۃ فللتحریم وجھان متعاقبان، وذٰلك لما نصوا قاطبۃ ان المعھود عرفا کالمشروط لفظا[2]۔

یعنی اجارہ باطل ہے اور فرض انعقاد پر وہ فاسد ہے، تو اس کے حرام ہونے کی یکے بعد دیگرے دو وجہیں ہیں، اور یہ اس لئے کہ تمام فقہاء کی نص ہے کہ عرف میں مشہور ومسلّم لفظوں میں مشروط کی طرح ہے۔ (ت)

پس اگر قرارداد کچھ نہ ہو، نہ وہاں لین دین معہود ہوتا ہو تو بعد کو بطور صلہ وحسنِ سلوک کچھ دے دینا جائز بلکہ حسن ہوتا،

ھل جزاء الاحسان الا الاحسان[3]۔ واللہ یحب المحسنین[4]۔

احسان کی جزاء صرف احسان ہے، اور اللہ تعالٰی احسان کرنیوالوں کو پسند فرماتا ہے (ت)

مگر جبکہ اس طریقہ کا وہاں عام رواج ہے، تو صورت ثانیہ میں داخل ہوکر حرام محض ہے، اب اس کے

---

[1] ردالمحتار کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسدۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۳۶
[2] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ السادسۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۳۱
[3] القرآن الکریم ۵۵/ ۶۰
[4] 〃 〃 ۳/ ۱۳۴

Marfat.com

حلال ہونے کے دو۲ طریقے ہیں :

اوّل یہ کہ قبل قرأت پڑھنے والے صراحۃً کہہ دیں کہ ہم کچھ نہ لیں گے ، پڑھوانے والے صاف انکار کردیں کہ تمھیں کچھ نہ دیا جائے گا ، اس شرط کے بعد وہ پڑھیں ، اور پھر پڑھوانے والے بطور صلہ جو چاہیں دے دیں ، یہ لینا دینا حلال ہوگا۔

لانتفاء الاجارۃ بوجہیھا ، اما اللفظ فظاھر واما العرف فلانھم نصوا علی نفیھا والصریح یفوق الدلالۃ ، فلم یعارضہ العرف المعھود کما نص علیہ الامام فقیہ النفس قاضی خاں رحمہ اللہ تعالٰی فی الخانیۃ وغیرہ[1] فی غیرھا من السادۃ الربانیۃ۔

دو۲ وجہ سے اجارہ نہ ہونے کی وجہ سے ، ایک لفظ کے اعتبار سے تو ظاہر ہے ۔ دوسرا عرف کی وجہ سے کیونکہ انھوں نے اس وجہ کی نفی پر نص کردی ہے اور صریح بات فائق ہوتی ہے ، تو عرف معہود اس کے معارض نہ ہو سکے گا جیسا کہ امام فقیہ النفس قاضیخان نے اس پر اپنے فتاوٰی اور دیگر فقہائے نے دوسری کتب میں نص فرمائی ہے (ت)

دوم۲ پڑھوانے والے پڑھنے والوں سے بہ تعیینِ وقت و اُجرت ان سے مطلق کار خدمت پر پڑھنے والوں کو اجارے میں لے لیں ، مثلاً یہ ان سے کہیں ، ہم نے کل صبح سات بجے سے بارہ بجے تک بعوض ایک روپیہ کے اپنے کام کاج کے لئے اجارہ میں لیا ، وہ کہیں ہم نے قبول کیا۔ اب یہ پڑھنے والے اتنے گھنٹوں کے لئے ان کے نوکر ہو گئے ، وہ جو کام چاہیں لیں ، اس اجارہ کے بعد وہ ان سے کہیں ، اتنے پارے کلام اللہ شریف کے پڑھ کر ثواب فلاں کو بخش دو ، یا مجلس میلاد مبارک پڑھ دو ، یہ جائز ہوگا ، اور لینا دینا حلال ،

لان الاجارۃ وقعت علی منافع ابدانھم لاعلی الطاعات والعبادات ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

کیونکہ یہ اجارہ ان کے ابدان سے انتفاع پر ہوا ہے نہ کہ ان کی عبادات اور طاعات پر ہوا ہے ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۷۱ از شیو پوری سرولی ضلع بریلی مرسلہ واحد نور صاحب ۶ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک اراضی جو اس کی

---

[1] ردالمحتار کتاب الدعوٰی باب دعوی الرجلین داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۴۳۴

Marfat.com

ملک ہے، عمرو کو واسطے کاشت مدت پندرہ سال کو دخلی رہن دی، اور اس کا لگان مبلغ ما فہ ۱۵؍ میعاد معینہ کا پیشتر لے لینا، بعد مدت معینہ اراضی کا چھوڑنا قرار پایا، میعاد مقررہ تک عمرو اس سے منفعت حاصل کرے، لیکن زید کو پندرہ سال کے لگان بنرخ ایک روپیہ بیگھہ خام دیا گیا ہے، اور وہ اراضی عمرو کے قبضہ میں ایک دو روپیہ بیگھہ خام اٹھ سکتی ہے، رہن اس حالت میں درست ہے یا نہیں؟

الجواب

رہن و اجارہ دو عقد منافی ہیں جمع نہیں ہو سکتے، جب اس نے ما فہ ۱۵؍ اجرت مانی رہن نہ ہوئی، بلکہ اجارہ پر دی گئی، عمرو کو اختیار ہے کہ خود کاشت کرے، جو پیدا ہو اس کا ہے، خواہ دوسرے کو اجارہ پر اُٹھا دے، مگر اس تقدیر پر اُسے زیادہ لینا صرف تین صورت میں جائز ہو سکتا ہے ورنہ حرام؛

(۱) زمین میں نہر یا کنواں کھودے یا اور کوئی زیادت ایسی کرے جس سے اس کی حیثیت بڑھائے، اب چاہے پانچ روپیہ بیگھہ پر اٹھا دے۔

(۲) جس شے کے عوض خود اجارہ پر لی ہے اس کے خلاف جنس کے اجارہ کو دے مثلاً ما فہ؍ دئے، اب اپنے مستاجر کو اشرفیوں یا نوٹوں پر دے۔

(۳) زمین کے ساتھ کوئی اور شئی ملا کر مجموعاً زیادہ کرائے پر دے کہ اب یہ سمجھا جائے گا کہ زمین تو وہی روپیہ بیگھہ کو دی گئی اور باقی زیادت جس قدر ہو دوسرے شے کے عوض رہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۷۲

۱۲ صفر ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کی طرف سے اس کے پیروکار نے ایک کان زید کو کرائے پر دی مگر ابھی تک نہ کرایہ نامہ تحریر ہوا نہ کوئی اقرار کسی میعاد معین برس یا چھ مہینے کا ہوا اور نہ مالک دکان کی جانب سے اظہار کسی مدت برس یا چھ مہینے کا ہوا تھا کہ زید کرایہ دار نے اپنے مصارف سے بقدر آرام مرمت دکان کی کرائی، ابھی بیٹھنے کی نوبت نہ آئی تھی کہ زید کو حاجت اس دکان کی نہ رہی، اور عرصہ تخمیناً ایک ہفتہ میں زید نے پیروکار مالکہ دکان کے پاس تالی دکان کی واپس بھیج کر اطلاع دی کہ دکان دوسرے کو دے دو مجھ کو حاجت نہ رہی، اور آج تک کے دنوں کا کرایہ مجھ سے لے لو، اس کے جواب میں سال بھر کے کرایہ کی طلب زید سے کی گئی، بعد زیادہ گفتگو کے آخر تصفیہ حکم شرعی پر قائم ہوا ہے لہذا حکم فرمائیے کہ اس حالت میں زید کے ذمہ از روئے احکام شرعی

Marfat.com

کس قدر کرایہ ادا کرنا واجب ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں اگر ماہوار کرایہ قرار پایا تھا کہ ہر مہینے پر مثلاً دس روپے جب تو اجارہ ایک مہینہ کے لئے صحیح و نافذ تھا، اور باقی مہینوں کے لئے بوجہ عدمِ تعیین مدت ہنوز معدوم، تو جب تک یہ مہینہ ختم ہوکر دوسرے مہینے کی ایک رات ایک دن نہ ہوجائے دوسرے مہینے کا اجارہ ہی متحقق نہ ہوگا، سال بھر کے تو بارہ مہینے ہیں، درمختار میں ہے:

ان کان استاجرها مشاهرة فانها توجر لغیرہ اذا فرغ الشهر، ان لم یقبلها لانعقادها عند راس کل شهر[1]

اگر ماہانہ کرایہ پر لیا تو اس ماہ کے بعد دوسرے کو کرایہ پر دے سکتا ہے جبکہ پہلے نے دوسرے ماہ کو قبول نہ کیا ہو کیونکہ ماہانہ کرایہ ہر ماہ کی ابتداء میں منعقد ہوتا ہے (ت)

اسی میں ہے:

(اٰجرحانوتا کل شهر بکذا صح فی واحد فقط) وفسد فی الباقی لجهالتها، واذا تم الشهر فلکل فسخها بشرط حضور الاٰخر لانتهاء العقد الصحیح (وفی شهر سکنه فی اولہ) هو اللیلة الاولٰی ویومها عرفا) وبه یفتی (صح العقد فیه) ایضا[2]

دکان فی ماہ مقرر اجارہ پر دی تو پہلے ماہ میں صحیح ہے فقط اور باقی مہینوں کے لئے جہالت کی وجہ سے فاسد ہوگئی اور پہلا مہینہ گزرجائے تو فریقین میں سے ایک کو دوسرے کی موجودگی میں فسخ کا حق ہے کیونکہ صحیح ختم ہوگیا ہے، اور ماہانہ کرایہ پر لے کر ایک رات اور دن سکونت کرلی یہ پہلی رات اور دن ہے، اسی پر فتوٰی ہے، تو اس نئے ماہ میں بھی عقد صحیح ہوجائے گا۔ (ت)

اس صورت میں تو سال بھر کا کرایہ مانگنا ظاہر ہے کہ صریح ظلم وحرام ہے، اور اگر سالانہ کرایہ قرار پاتا ہو، اگرچہ ماہوار کی اجرت بھی بتادی گئی ہو، مثلاً کہا یہ دکان ہر سال ساٹھ روپے کرائے پر تجھے دی ہر مہینے پر پانچ روپے، تو اس تقدیر پر اگرچہ پہلے سال کے لئے اجارہ صحیح ہوگیا،

فی الدرالمختار واذا اٰجرها سنة

درمختار میں ہے اگر سالانہ کرایہ پر لیا تو صحیح

---

[1] درمختار کتاب الاجارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۷۱

[2] ؍؍ باب الاجارۃ الفاسدۃ ؍؍ ۲/۱۷۸

Marfat.com

بکذا اصح وان لم یسم اجر کل شہر[1] ہے اگرچہ ماہانہ اجرت نہ ذکر کی ہو۔ (ت)

مگر جبکہ ایک ہفتہ کے بعد کرایہ دار نے کنجی واپس بھیج دی، اور مالکہ کے کارکن نے لے لی، اور اس کے فسخ اجارہ کو قبول کرلیا، تو جبکہ یہ کارکن مالکہ کا مختار عام ہو یا اس عقد خاص کے فسخ و قبول کا مالکہ نے اسے اختیار دیا ہو، یا اسے اختیار نہ تھا، مگر اس نے مالکہ کو اطلاع دی اور وہ فسخ پر راضی ہوگئی، تو ان سب صورتوں میں صرف اسی ہفتہ کا کرایہ زید پر لازم آیا۔ زیادہ کی طلب محض بے معنٰی ہے، یونہی اگر نہ اسے قبول فسخ کا اختیار تھا نہ مالکہ نے فسخ مانا، مگر زید نے یہ فسخ کسی ایسے عذر واضح صریح بلا اشتباہ کی بنا پر کیا کہ اس کے ساتھ اجارہ باقی رکھے تو اسے اس کی جان یا مال میں صریح ضرر لاحق ہو، جس کے لحوق میں کوئی تردد وخفا نہ ہو، تو اس صورت میں بھی صرف اسی ہفتہ کا کرایہ واجب رہا، اور عقد تنہا زید کے فسخ کردینے سے فسخ ہوگیا لحدیث لاضرر ولاضرار فی الاسلام[2] (اسلام میں کوئی دکھ نہیں اور نہ کسی کو دکھ پہنچانا ہے) ردالمحتار میں ہے:

والحاصل ان کل عذر لایمکن معہ استیفاء المعقود علیہ الابضرر یلحقہ فی نفسہ اومالہ یثبت لہ حق الفسخ[3]

حاصل یہ ہے کہ ایسا عذر جس کی بناء پر معقود علیہ کا پورا ہونا ایسا ضرر جو جان یا مال کو لاحق ہو تو اس کی بنا پر اس کو فسخ کا حق ثابت ہوگا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

ان العذر ظاہرا ینفرد وان مشتبہا لاینفرد وھوالاصح[4]

اگر ایسا عذر ظاہر ہے تو صاحبِ عذر فسخ میں خودمختار ہے اور اگر ظاہر نہ ہو تو وہ اکیلا مختار نہیں۔ (ت)

اور اگر یہ بھی نہ تھا بلکہ بلاعذر اس نے اجارہ چھوڑا، یا عذر واضح وصریح نہ تھا، اور نہ خود مالکہ یا اس کے وکیل نے کہ قبول فسخ کا اختیار رکھتا ہو، اس فسخ کو قبول نہ کیا، نہ دکان اس کے قبضہ سے واپس لی، تو بیشک اس صورت میں دکان بدستور زید کے کرائے میں ہے، پھر اگر صرف ماہوار کرایہ

---

[1] درمختار کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۷۸
[2] المعجم الاوسط حدیث ۵۱۸۹ مکتبۃ المعارف ریاض ۶/۹۱
[3] ردالمحتار کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسدۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۵۰
[4] درمختار باب فسخ الاجارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۸۳

Marfat.com

ٹھہرا تھا تو ہر ختم ماہ پر زید کو دکان چھوڑ دینے کا اختیار ہوگا' خواہ پہلے مہینے کے ختم پر چھوڑ دے خواہ کسی اور مہینے کے ختم پر، اور جس مہینے کے شروع میں ایک دن گزر جائے گا وہ مہینہ بھر پھر اجارہ صحیح ہوجائے گا' اور زید کو تنہا اس کے فسخ کا اختیار نہ ہوگا، اور اگر سالانہ کرایہ ٹھہرا تھا تو بعد ختم سال زید کو دکان چھوڑنے کا اختیار ہوگا، یوں سال دو سال یا ماہ دو ماہ جس قدر مدت تک دکان اس کے اجارہ میں رہے گی، اس قدر کرایہ اس پر لازم آئے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۷۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اراضی کاشت اپنی بعوض مبلغ ایک سو روپے کے رہن رکھی' اور مرتہن سے یہ شرط ٹھہری کہ اراضی تم اپنی کاشت میں رکھو، اور اس کی پیداوار سے لگان اراضی زمیندار کو ادا کرتے رہو، بقیہ منافع تم لے لیا کرو۔ اور اگر کم پیداوار ہو یا بالکل نہ ہو، تو مجھ سے کچھ تعلق نہیں، اس کا نفع نقصان سب تمہارے ذمہ ہے، تو اب مرتہن اس اراضی کو خود کاشت کرے یا کسی ذیلی کاشتکار سے کاشت کرائے، اور بعد ادائے لگان جو کچھ منافع ہو وہ منافع سود ہوا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر زید نے بہ اجازت زمیندار کہ مالکِ زمین ہے، یہ زمین رہن رکھی تو رہن صحیح ہوگیا، زمین زید کے اجارہ سے نکل گئی،

وکان من باب رھن المستعار للرھن حیث یجوز، قال فی الھندیۃ عن البدائع، یجوز رھن مال الغیر باذنہ کما لو استعار من انسان لیرھنہ بدین علی المستعیر[1]

تو یہ رہن کے لئے طلب کردہ کا رہن ہے، یہ جائز ہے۔ ہندیہ میں بدائع کے حوالہ سے فرمایا غیر کا مال اس کی اجازت سے رہن رکھنا جائز ہے جیسے کوئی شخص اپنے قرض میں رہن رکھنے کے لئے کسی سے کوئی چیز عاریۃً لے۔ (ت)

اور اس کا یہ کہنا کہ زمین اپنی کاشت میں رکھو، زمیندار کو لگان دیتے رہو، اجارہ فضولی کا ہے' اگر زمین دار نے اسے جائز رکھا اجارہ نافذ ہوگیا، اور جب مرتہن نے اس پر کاشتکارانہ قبضہ کیا رہن باطل ہوگیا، زید کو کچھ تعلق نہ رہا۔ مرتہن اصلی کاشتکار ہوگیا، جو منافع بچے وہ اس کے لئے حلال ہیں'

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الرہن الباب الاول الفصل الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۴۳۲

Marfat.com

خود کاشت کرے یا اسے لگان پر ذیلی کاشتکار کو دے سب جائز ہے،

فی الھندیۃ عن شرح الطحاوی لو استأجرہ المرتھن صحت الاجارۃ وبطل الرھن اذا جدد القبض للاجارۃ۔[1]

ہندیہ میں شرح طحاوی سے منقول ہے کہ اگر مرتہن رہن والی چیز کو اجارہ پر لے تو اجارہ صحیح ہوگا اور رہن باطل ہو جائے گا بشرطیکہ اجارہ کے لئے نیا قبضہ لے (ت)

اور اگر زمیندار نے اس اجارہ کو ناجائز کر دیا، اجارہ رَد ہوگیا، مرتہن کو نہ خود کاشت کرنا جائز ہے نہ ذیلی کو دینا، جو کچھ اس سے حاصل ہوگا خبیث ہوگا، مرتہن پر واجب ہے اُسے تصدق کر دے، اور اگر سرے سے یہ رہن رکھنا ہی بے اجازتِ زمیندار ہے تو راہن و مرتہن دونوں غاصب ہیں، مرتہن کو کاشت وغیرہ حلال نہیں، پھر اگر زمیندار کو لگان دی اور اس نے قبول کر لی، تو زید کے اجارہ سے نکل گئی، زمین مرتہن کے اجارہ میں آگئی، اب جو منافع بچے اسے حلال ہوں گے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مالکِ مکان اور کرایہ دار سے ایک سال کے واسطے ایک مکان قرار پایا تھا بہ کرایہ دو روپے ماہوار کے، کرایہ دار نے بلا اجازت کرایہ نامہ دو سال کے واسطے پس غیبت مالِ مکان کے تحریر کرا کر مالک مکان کے پاس بھیج دیا، اب چونکہ کرایہ دار نے بدعہدی کی اس واسطے کرایہ دار مذکور کو دینا مکان منظور نہیں ہے، اب اس حالت میں مالک مکان کے ذمہ کوئی مواخذہ شرعی ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

تحریر کاغذ سے پہلے کچھ گفتگو عاقدین میں ہوتی ہے، وہ گفتگو کبھی خود عقد ہوتی ہے، اور تحریر کاغذ محض اس کی تائید و توثیق ہوتی ہے، اس صورت میں شرعاً اس گفتگو کا اعتبار ہے، کاغذ اگر اُس کے خلاف ہو بیکار ہے،

کما نص علیہ فی الفتاوی الخیریۃ ان العبرۃ بما تلفظ لا بما کتبت فی الصك۔[2]

جیسا کہ ہندیہ میں نص فرمائی ہے کہ زبانی بات کا اعتبار ہے اسٹام میں لکھی کا اعتبار نہیں ہے (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الرہن الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۴۶۵

[2] فتاوٰی خیریہ کتاب الوقف دار المعرفۃ بیروت ۱/۴۰-۱۳۹

〃 کتاب الدعوٰی 〃 ۲/۶۷

Marfat.com

اور کبھی وہ گفتگو خود عقد ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی، تحریر ہی سے تکمیلِ عقد ہوتی ہے، پس صورت مذکورہ میں اگر سال بھر کے لئے عقد اجارہ ان کی گفتگو میں تمام ہوچکا تھا، مثلاً زید نے عمرو سے کہا میں نے اپنا مکان ایک سال کے لئے اتنے کرایہ پر تجھے دیا، اس نے کہا میں نے قبول کیا، یا میں نے لے لیا، یا مجھے منظور ہے، جب تو عقد تمام ہوگیا، اور مکان ایک سال کے لئے دینا مالک پر ضرور ہوگا، فقط اس بدعہدی کے سبب کہ اس نے ایک سال کے بجائے دو سال لکھوایا، ایک سال کے لئے دینے سے انکار نہیں کرسکتا کہ بدعہدی کی غایت فسق ہے، اور فسقِ مستاجر فسخ اجارہ کے لئے عذر نہیں،

فی مطالب ردالمحتار رفسق المستاجر لیس عذرا فی الفسخ ونقل نصه فیه عن لسان الحکام[1]

ردالمحتار کے مطالب میں ہے کہ مستاجر کا فسق فسخ کے لئے عذر نہیں ہے اور انھوں نے اس پر لسان الحکام سے نص نقل فرمائی ہے۔ (ت)

اور اگر گفتگو میں تمامی عقد نہیں ہوئی تھی، مثلاً عمرو نے کہا اپنا فلاں مکان اتنے کرایہ میں ایک سال کے لئے مجھے کرایہ پر دو گے، زید نے کہا ہاں۔ عمرو نے کہا تو کرایہ نامہ لکھوالوں، زید نے کہا ہاں فان ھذا وعد لاعقد (کیونکہ یہ وعدہ ہے عقد نہیں ہے۔ ت) اب اس نے دو سال کے لئے کرایہ نامہ لکھا اور زید نے قبول نہیں کیا تو ایک دن کے لئے بھی مکان کرایہ دار کو دینا مالک پر لازم نہیں کہ پہلے عقد نہ ہوا تھا اور کرایہ نامہ بلا رضا مالک لکھا گیا اور اس نے قبول نہیں کیا، تو عقد اصلاً موجود نہ ہوا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۵: از ملک بنگالہ ضلع نواکھالی موضع سندیپ مرسلہ محمد حسن

چہ فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ، اجرت گرفتن بر تعلیم قرآن و زیارت قبور و میلاد شریف واذان وامامت بدعوی یا بغیر آں از روئے شرع شریف جائز ست یانہ، وبعضے بر ہر دو تقدیر حرام گویند، بینوا توجروا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ تعلیمِ قرآن، زیارت قبور، میلاد شریف، اذان وامامت پر طلب کرکے یا بغیر طلب اجرت لینا جائز ہے یا نہیں جبکہ بعض حضرات دونوں صورتوں کو حرام کہتے ہیں۔ بینوا توجروا۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الاجارۃ باب فسخ الاجارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۵۰

Marfat.com

الجواب

فی الواقع اخذ اجرت بر تعلیم قرآن عظیم و دیگر علوم و اذان و امامت جائز ست علی ما افتیٰ به الائمة المتأخرون نظرا الی الزمان حفظا علی شعائر الدین والایمان، و بر بقیہ طاعات مثل زیارت قبور، و سیپارہ خوانی برائے اموات، و قرأت میلاد پاک سیدّ الکائنات علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوات والتحیات، بر اصل منع باقی است والمعهود عرفا کالمشروط لفظا[1] پس اگر قرار داد اجرت کنند یا بحسب عرف معلوم باشد کہ ایناں برائے گرفتن میخوانند، و آناں برائے خواندن می دہند، اگر ایناں نخوانند آناں نہ دہند، و اگر آناں نہ دہند ایناں نہ خوانند، گرفتن و دادن ہر دو روا نیست الآخذ والمعطی اثمان، اگر نہ چناں باشد بلکہ ایناں لوجہ اللہ تعالےٰ می خوانند و ہیچ چیز بدل بہ دل ہم نہ خواہند تا آنکہ اگر یقیناً دانند کہ چیزے نیابند نیز بخوانند آنگاہ بے قرار داد لفظی و عرفی چیزے خدمت ایشاں کردہ شود مضائقہ نیست ہمچناں در جائیکہ گرفتن و دادن معہود بعرف شدہ است، اگر خوانندگان پیش از خواندن صراحۃً شرط کنند کہ مارا ہیچ نہ دہندہ

قرآن عظیم کی تعلیم، دیگر دینی علوم، اذان اور امامت پر اُجرت لینا جائز ہے جیسا کہ متاخرین ائمہ نے موجودہ زمانہ میں شعائرِ دین و ایمان کی حفاظت کے پیشِ نظر فتویٰ دیا ہے، اور باقی طاعات مثلاً زیارت قبور، اموات کے لئے ختم قرآن، قرأت، میلادِ پاک سیدّ الکائنات علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰت والتحیات، پر اصل ضابطہ کی بنا پر منع باقی ہے، اور عرف میں مقررہ و مشہور لفظاً مشروط کی طرح ہے، لہٰذا ان باقی امور پر اجرت مقرر کی گئی یا عرفاً معلوم ہے کہ اُجرت پر پڑھ رہے ہیں یا پڑھانے والے اُجرت دیں گے، اگر یہ نہ پڑھیں تو نہ دیں، اور وُہ نہ دیں تو یہ نہ پڑھیں تو ایسی صورت میں لینا اور دینا ناجائز ہے، لینے والا اور دینے والا دونوں گنہ گار ہونگے۔ اگر عرف میں ایسے نہیں ہے بلکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے پڑھیں اور دل میں کسی عوض کا خیال نہ کریں حتیٰ کہ یقین بھی ہو کہ نہ دینگے اس کے باوجود پڑھیں، ایسی صورت میں کسی لفظی یا عرفی تقرر کے بغیر پڑھنے والوں کو دیں تو کوئی مضائقہ نہیں، ایسی جگہ جہاں عرف میں لینا دینا ہوتا ہو، پڑھنے والے پہلے شرط کریں کہ ہم کچھ نہ لیں گے اور اس کے بعد اگر دینے والے دیں تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ صراحت فائق ہوتی دلالت پر،

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ السادسۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۳۱

Marfat.com

بعدہٗ[ع] دہندگان خدمت از پیش خویش کنند نیز روا ست لان الصریح یفوق الدلالۃ[1] کما فی الفتاوی امام قاضیخان، واگر خواہند کہ شرط کنند وحلال باشد، صورتش آنست کہ حافظان وقاریان را برائے وقت معین، مثلاً روز فلانے از ہفتہ، ساعت صبح تا دہ ساعت، برائے کار وخدمت خویش باجرت معینہ، ہرچہ براں تراضی طرفین شود، اجیر کنند، بر قدر آں ساعات ایناں نوکر شدند وتسلیم نفس بر ایناں واجب شد، مستجراں را می رسد کہ ہر خدمت کہ خواہند فرمایند، از انجملہ کہ میلاد مبارک بخوانند، یا قرآن عظیم خواندہ ثواب بفلاں مسلمان رسانند، ایں روا باشد ودادن واجب، و گرفتن حلال، زیرا کہ حالا اجارہ بر منافع نفس ایناں واقع شد نہ بر طاعات۔ واللہ تعالٰی اعلم

جیسا کہ فتاوٰی قاضیخان میں ہے، اگر اجرت کی شرط پر پڑھنا حلال ہوجائے تو اس کی صورت یہ ہے کہ قراء اور حفاظ حضرات کو مقررہ وقت مثلاً کوئی دن ہفتہ میں، یا گھنٹے مثلاً صبح سے دس بجے تک، اپنی خدمت یا کام کے لئے مقررہ اجرت جس پر فریقین راضی ہوں، اجیر بنالیں، تو اتنے وقت کے لئے یہ حضرات نوکر ہوں گے اور اپنے آپ کو پابند بنانا واجب ہوگا تو اجرت پر رکھنے والوں کو حق ہوگا کہ وہ جو خدمت ان سے چاہیں لیں، انہی خدمات میں سے میلاد خوانی اور قرآن خوانی برائے ایصال ثواب فلاں، بھی ہوگی، اس صورت میں دینا ضروری اور لینا جائز ہوگا کیونکہ اب ان کی ذات سے منافع پر اجارہ ہے، طاعات وعبادات پر نہیں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۷۶ تا ۱۷۸: از قصبہ سیوہارہ ضلع بجنور مرسلہ محمد مہدی حسین بریلوی قانونگو ۱۴ ستمبر ۱۹۱۲ء

(۱) نوکری گرداور قانونگوئی جس میں حسب ذیل کام کرنا ہوتا ہے شرعاً جائز ہے یا نہیں:

(۱) کاغذات پٹواری جن میں زمینداران وکاشتکاران کی صحت اندراج کی بابت موقع پر اور نیز کاغذات ماضیہ کی بابت جانچ کی جاتی ہے۔

(۲) تحقیقات موقع بابت حقوق کاشتکاران وزمینداران بمقدمات تنازع اراضیات لگان۔

(۳) تصدیق پٹہ وقبولیت وتیاری نقشہ جات متعلقہ وکوشش ادائے مالگذاری وزر تقاوی تقسیم شدہ وغیرہ۔

ع: در اصل لبعض است وظنی انہ بعدہٗ است۔ عبدالمنان

---

[1] ردالمحتار کتاب الدعوی باب دعوی الرجلین دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۴۳۴

Marfat.com

(۲) جو گرداور قانون گو لینا پسند کرتے ہیں، ان کو حسب ذیل آمدنی ہوتی ہے یہ آمدنی جائز ہے یا نہیں:

(۱) علاوہ تنخواہ معینہ کے پٹواریاں بعوض اس رعایت کے کہ ان کے کام میں جو تاخیر خلاف ان کے قواعد کے ظہور میں آئے اس کی رعایت کی جائے، اور اُن کو جرمانہ سے بچایا جائے، کچھ ماہوار یا سال تمام پر دیتے ہیں، لیکن سب کام سرکاری میعاد انتہائی کے اندر ختم کرالیا جاتا ہے۔

(۲) تصدیق پٹہ و قبولیت میں مقرکچھ حقوق خوشی سے دیا کرتے ہیں۔

(۳) تحقیقات موقع میں جس فریق کے حقوق فائق متصور اور امید کامیابی معلوم ہوتی ہے، اُس سے بعوض تحریر رپورٹ واجبی کے جو کچھ وہ دیتا ہے لیا جاتا ہے۔

(۴) دیہات میں منجانب زمیندار مقدم، و پدھان نذر دیتے ہیں، بلحاظ افسری بلا اُس وقت کسی کام کے۔

(۳) اس تنخواہ مندرجہ سوال اول و آمدنی مندرجہ سوال دوم کے اندوختہ سے مصارفِ حج و زیارت و دیگر ضروریات دینی جائز ہیں یا نہیں، اور بحالت عدمِ جواز کوئی طریقہ اس روپے سے ادائے کاروائی مندرجہ بالا کا ہوسکتا ہے، مثلاً تبادلہ اس روپے کا اگر اشرفی ہائے خزانہ سے کر لیا جائے وغیرہ۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) اگر ان کاموں کو دیانت و امانت سے انجام دے، اور ان میں جو ظلم اور لوگ بڑھا لیتے ہیں ان سے مخلوق کو بچانے کی نیت سے یہ نوکری کرے اور اس سے زائد اور کوئی ناجائز کام اُسے کرنا نہ ہو، تو یہ نوکری جائز ہے بلکہ خلق پر دفع ظلم و دیگر اہلکاران کی نیت پر ثواب پائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) یہ سب مدین رشوت و حرام ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) تنخواہ بشرائط مذکورہ حلال ہے، اور اس سے ہر نیک کام جائز، اور آمدنی سوال دوم حرام ہے اور اسے کسی کام میں صرف کرنا جائز نہیں، سوا اس کے کہ جن سے لی ہے ان کو واپس دے، وہ نہ رہے ہوں تو ان کے وارثوں کو دے، پتہ نہ چلے تو فقیروں پر تصدق کر دے، ایسی آمدنی والا اگر حج وغیرہ چاہے تو روپیہ بے سودی قرض لے لے، وہ حلال ہوگا، اور وہ قرض اگرچہ اس مجلس میں اپنے ناپاک روپے سے ادا کرے گا تو قرض لئے ہوئے روپے میں خباثت نہ آئے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم

Marfat.com

مسئلہ ۱۷۹ از گونڈہ محلہ نبی گنج مکان مولوی نوازش احمد صاحب مرسلہ حافظ محمد اسحٰق

کوئی طوائف جو اپنے پیشہ میں مبتلا ہے، قرآن شریف پڑھنے یا پڑھوانے کی خواہش رکھتی ہے اور اس کے عوض میں استاد معلم حافظ خواہ ناظرہ خواں کی کچھ خدمت کرے، تو یہ پیسہ جو طوائف پیشہ کا قطعاً حرام ہے، لینا استاد معلم کو جائز ہے یا نہیں، اور ایسے حافظ وقاری کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

عالمگیریہ وغیرہا میں تصریح ہے کہ یہ روپیہ جو اجرت زنا یا غنا کا ان لوگوں کے پاس ہوتا ہے، وہ ان کے ہاتھ میں مثل غصب کے ہے، وہ کسی شئ کے معاوضہ میں لینا جائز نہیں، امام اگر اس پر اصرار کرے تو اسے امامت سے معزول کرنا چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۰ از نواکھالی ڈاکخانہ راے پور ملک بنگالہ مسئولہ فضل حق صاحب ۱۹ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

علمائے کرام وفضلائے عظام کی خدمت میں التماس یہ ہے کہ یہ استیجار علی الطاعات خصوصاً تلاوتِ قرآن وتسبیح وتہلیل، ایصال ثواب کی نیت سے ارواحِ موتٰی کے واسطے ایک مدتِ دراز سے رواج چلا آرہا ہے، فی الحال دیوبندی محصل بعض علماء نے حرام کہہ کر اٹھا لینے میں بڑے کوشاں ہیں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ فی زماننا استیجار علی الطاعات خصوصاً تلاوتِ قرآن وتسبیح وتہلیل پر اجرت لینا حسب الحکم کتبِ فقہیہ جائز ہے یا نہیں؟ بر تقدیر جواز شامی وبرکوی وغیرہما رحمۃ اللہ علیہم نے اپنی تحریرات جو حرمت استیجار علی التلاوۃ والتسبیح کو ثابت فرمائے ہیں، اس کا کیا جواب ہے، مترصد کہ حضور ازراہِ مہربانی استفتاء ہذا کا جواب مع اپنے مہر اور متعلقین علماء کی مہر ودستخط سے مزین کرکے جلد تکلیف ارسال منظور فرمائیں۔

الجواب

حق یہی ہے کہ استیجار علی الطاعات حرام و باطل ہے سوا تعلیم علوم دین واذان وامامت وغیرہا بعض امور کے کہ متاخرین نے بضرورت فتوائے جواز دیا، تلاوتِ قرآن وتسبیح وتہلیل پر اجرت لینا دینا دونوں ناجائز وحرام ہیں،

کما حققہ المولی المحقق السید امین الدین الشامی رحمہ اللہ تعالٰی فی شفاء العلیل[1]

جیسا کہ محقق امین الدین شامی رحمۃ اللہ تعالٰی نے شفاء العلیل میں تحقیق فرمائی ہے۔ (ت)

---

[1] شفاء العلیل وبل الغلیل فی حکم الوصیۃ رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۱۷۵-۷۶

Marfat.com

دیوبندی عقیدے والے ضرور کفار مرتدین ہیں جن کے کفر وارتداد پر علمائے کرام حرمین شریفین نے فتوے دئے، کہ حسام الحرمین وتمہید ایمان بآیات قرآن میں شائع ہوئے، مگر یہ ضرور نہیں کہ کافر جو بات کہے باطل ہو، نصاریٰ کہتے ہیں یہود کا دین باطل ہے، اور اُن کا یہ کہنا حق ہے، یہود کہتے ہیں نصاریٰ کا دین باطل ہے، اور ان کا یہ کہنا حق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۱ مسئولہ ظہور محمد صاحب از شہر کہنہ ۲۸ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک اراضی کے چند مالک وزمیندار ہیں، ان میں سے ایک نمبر دار ہے، کل کارروائی تحصیل وصول وغیرہ کی نمبردار کرکے تقسیم کر دیتا ہے، چنانچہ ایک اراضی کا کرایہ نامہ نمبر دار نے ایک سال کے لئے ایک شخص کو لکھ دیا، کرایہ دار ونمبردار کی مرضی سے کرایہ نامہ میں کرایہ دار نے یہ بات تحریر کرادی کہ درصورت اراضی خالی پڑی رہنے کے بھی کرایہ مقررہ ادا کرے گا، اب وہ کرایہ دار بعد ۹ ماہ کے کہتا ہے کہ اراضی میں نے خالی کر دی، تین ماہ کا کرایہ مجھ سے نہ لیا جائے، ایسی صورت میں نمبر دار کو کرایہ دار سے ان تین ماہ کا کرایہ کہ جس سے کرایہ دار کو نفع نہیں پہنچا ہے، لینا چاہئے یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ نمبر دار کو بلا منشاء اپنے شرکاء یا ان کے کرایہ دار کو تین ماہ مذکور کا کرایہ اپنے اختیار سے چھوڑ دینا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

جبکہ کرایہ دار نے زمین باختیارِ خود خالی چھوڑی، تو اس پر ان تین ماہ کا بھی کرایہ واجب ہے، نمبردار کو اگر شرکاء کی طرف سے کرایہ پر دینے کا اختیار دیا گیا ہے تو وہ کرایہ سب کی طرف سے ہوا تین ماہ کا کرایہ اگر وہ کرایہ دار پر چھوڑ دے گا، اور شریکوں کے حصہ کا کرایہ اُسے دینا پڑے گا، اور اگر شرکاء کی طرف سے اُسے اختیار نہ دیا گیا، بطورِ خود بزعم خود نمبرداری اس نے ایسا تصرف کیا تو اور شرکاء کے حصوں کا غاصب ہوا، مگر از انجا کہ عقد اجارہ اس نے کیا ہے، کرایہ کا مالک وہی ہوگا، اگرچہ حصہ شرکاء کے کرایہ میں ملک خبیث ہوگی، اس صورت میں وہ تین ماہ کا کرایہ باختیارِ خود چھوڑ سکتا ہے، اور اس صورت میں اسے لازم ہے کہ باقی شرکاء کے حصے کا کرایہ یا تو ان کو دے اور یہی بہتر ہے، یا فقراء پر تصدق کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۲ مسئولہ منشی محمد حسن صاحب از جنگل بن بٹول ڈاکخانہ بڑھا پور ضلع بجنور ۳۰ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیخ حبیب اللہ صاحب کے یہاں کام ہنڈی کا

Marfat.com

ہوتا ہے اور بینک میں روپیہ کا لین دین ہے، روپیہ سود پر جو کہ بینک کو دیتے ہیں، اور ایسے ہی جو کہ بینک سے لیتے ہیں، ان دونوں صورتوں میں سود کا برتاؤ ہے، اور یہی قرضہ پر سُود چلاتے ہیں۔

فدوی کی یہ عرض خدمت شریف میں ہے کہ جبکہ شیخ صاحب کے یہاں سُود کا لین دین ہے، ایسی صورت میں ایسے شخص کے کارخانہ میں نوکری کا حکم خدا و رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نزدیک کیا ہے، اگر اجازت ہے تو اس کی بھی دلیل ارقام فرمادیں، اگر ناجائز ہے اس کی وجہ بھی فرمادیں، جب سے مجھ کو یہ معلوم ہوا ہے کہ اس کارخانہ کے مالک کے یہاں سُود کا لین دین ہے میرا دل ایک منٹ ٹھہرنے کو نہیں چاہتا ہے، اسی وجہ سے خدمت میں گزارش کی گئی خدا چاہے جیسا ارشاد فرمادیں گے اس پر عمل کیا جائیگا۔

اور ایک یہ دریافت کرنا ہے کہ وکیلوں کے یہاں کی محرری کرنا جائز ہے یا نہیں ہے، ان کے یہاں بھی مقدمات رجوع سُود کے ہوتے اور بلاسُود کے بھی ہوتے ہیں، ایک میرے عزیز ہیں حافظ عبدالرشید، وکیل ہیں، وہ کہتے ہیں جو کام بلاسُود کا ہُوا کرے گا وہ تم سے کرالیا کروں گا، اور سودی دعوٰی میرا دوسرا محرر کرلیا کرے گا، مگر شرعاً جیسا حکم ہو ارشاد فرمادیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جس کے پاس مال حلال وحرام مختلط ہو، مثلاً تجارت بھی کرتا ہے اور سُود بھی لیتا ہے، اس کے یہاں کی نوکری شرعاً جائز ہے، اور جو کچھ بھی وہ دے اس کے لینے میں حرج نہیں، جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ یہ چیز جو ہمیں دے رہا ہے، بعینہٖ مال حرام ہے،

بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ کذا فی الھندیۃ[1] عن الظھیریۃ عن الامام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جب کسی چیز کے حرام ہونے کا ہمیں علم نہ ہو، یہی ہمارا موقف ہے، یوں ہندیہ میں ذخیرہ سے امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کے حوالے سے منقول ہے (ت)

وکلاء کے یہاں کی محرری میں کچھ خیر نہیں، سودی معاملہ کے سوا اُن کے یہاں اور معاملات بھی اکثر خلافِ شرع ٹھہرتے ہیں، اکثر دعاوی باطلہ ہوتے ہیں جن کو وہ حق کرنا چاہتے ہیں، جو حق ہوتے ہیں انھیں بھی باطل کی آمیزش بغیر اپنے لئے سرسبزی نہیں جانتے، غرض ان کے معاملات ناحق سے شاذونادر ہی شاید خالی ہوتے ہیں، اور تحریر اعانت ہے، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے،

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[2]

گناہ اور زیادتی پر تعاون نہ کرو۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

[2] القرآن الکریم ۵/۲

Marfat.com

اور حدیث میں ہے:

وعلی الکاتب مثلہ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ اور کاتب پر بھی اس کی مثل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۸۳ مسئولہ سید عبدالقادر سید حسن واعظ از سورت سید واڑہ روز دوشنبہ ۶ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

مسلمان اپنا مکان شراب بیچنے کے لئے اور شراب نوشی کے لئے کرایہ سے دے تو درست ہے یا نہیں؟ اور اس کی ایسی کمائی کا کھانا دوسرے مسلمان کے لئے درست ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

مسلمان مکان کرایہ پر دے اس کی غرض کرایہ سے ہے، اور اعمال نیات پر ہیں، یہ نیت کیوں کرے کہ اس لئے دیتا ہے کہ اس میں شراب نوشی و شراب فروشی ہو، ایسی حالت میں کرایہ اس کے لئے حلال اور اس کے یہاں کھانا کھانے میں حرج نہیں، ہاں جو اس حرام نیت کو شامل کرلے وہ اب خود ہی گنہگار بنتا ہے، اور اگر وہ مکان ایسی جگہ واقع ہے جہاں ان مفاسد کا اظہار باعثِ ضرر و خرابیِ ہمسائگاں ہوگا، تو ناجائز، یہ باعثِ فتنہ ہوا، اور فتنہ حرام، بہرحال نفس اجرت کہ کسی فعل حرام کے مقابل نہو[ع] حرام نہیں، یہی معنی ہیں اس قول حنفیہ کے کہ:

یطیب الاجر وان کان السبب حراما کما فی الاشباہ[2] وغیرھا فاحفظ فانہ علم عزیز فی نصف سطر۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اجرت طیب ہوگی اگرچہ سبب حرام ہے، جیسا کہ الاشباہ وغیرہ میں ہے۔ اس کو محفوظ کرلو۔ یہ ایک سطر میں نادر علم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

ع: میرے خیال میں یہاں بھی ناسخ سے لغزش ہوگئی اس میں "نہو" کے بجائے "ہو" لکھا ہے

---

[1] صحیح مسلم کتاب البیوع باب الربا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۷

[2] الاشباہ والنظائر الفن الثالث الکلام فی مہر المثل ادارۃ القرآن کراچی ۲/۲۲۲
غمز عیون البصائر الفن الثانی کتاب الاجارات " " ۲/۶۱
ردالمحتار کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسدۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۸

Marfat.com

مسئلہ ۱۸۴ مسئولہ بنّے خاں سوداگر پارچہ محلہ نالہ متصل کٹرہ مانِدرائے بریلی ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ
مجلسِ میلاد پڑھنے کے لئے پیشتر ٹھہرالینا کہ ایک روپیہ دو تو ہم پڑھیں گے، اور اس سے کم پر نہیں پڑھیں گے، اور وہ بھی اس سے بطور پیشگی بطور بیعنامہ یا ساتی تیع کرالینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

لا تشتروا باٰیتی ثمناً قلیلا[1] میری آیات کے بدلے حقیر مال نہ لو۔ (ت)

یہ ممنوع ہے اور ثوابِ عظیم سے محرومی مطلق۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۵ مسئولہ محمد لطف علی محکمہ سروے آف انڈیا رام نگر منڈی ضلع نینی تال ۹ رجب ۱۳۳۴ھ
جناب مولانا صاحب، السلام علیکم! بعد ادائے آداب کے عرض یہ ہے کہ کمترین محکمہ سروے میں بملازمت سرکار ممتاز ہے اور اپنی زندگی کا بیمہ مبلغ چار ہزار روپیہ کے واسطے محکمہ ڈاک خانہ میں کیا ہے شرح ماہوار چندہ تیرہ روپیہ سات آنہ ہے، کمترین نے شروع یکم اگست ۱۹۱۴ء کو کیا تھا، اور شرط یہ تھی کہ اگر کمترین ۵۴ سال کی عمر تک زندہ رہے گا تو کمترین کو چار ہزار روپے دئے جائیں گے، اور اگر کمترین کا اس سے پہلے انتقال ہُوا تو انتقال ہونے پر کمترین کے عزیزوں کو چار ہزار روپے دے دئے جائیں۔
اب التجا یہ ہے کہ مہربانی فرماکر آپ فتوٰی دیں کہ یہ شرعاً درست ہے یا نہیں، اور اگر شرعاً درست ہے تو اس کی زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ عنایت فرماکر مفصل تحریر فرمائیے گا، عین نوازش ہوگی فقط۔

الجواب

یہ شرعاً قمار محض ہے، وہ ماہوار کہ اس میں دیا جاتا ہے وقتِ مشروط سے پہلے واپس نہیں لیا جاسکتا، نہ شرعاً وہ محکمہ اس کا مالک ہوسکتا ہے، وقت واپسی جتنا جمع ہوا تھا اس کی ہر سال کی زکوٰۃ لازم آئے گی، اور اگر اس سے زائد ملے گا تو اس کی زکوٰۃ نہیں کہ بیمہ کرانے والے کی ملک نہ تھا، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۶ از شہر رجمنٹ اکاکورہ ۱۳ چھاؤنی مسئولہ محمد حسین صاحب سہارنپوری ۲۰ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ
زید کا یہ عقیدہ ہے کہ کلام مجید کا پڑھنا اور پڑھانا، امامت کا کرنا، اور ماہواری یا فصل پر روپیہ وصول کرکے کلام مجید کے ذریعہ پر اپنی پرورش اپنے بال بچّوں کی کرتے ہیں، زید ان امامت

---

[1] القرآن الکریم ۲/۴۱

Marfat.com

کرنے والوں سے بہت نفرت کرتا ہے، اور جو لوگ امامت اللہ کے واسطے کرتے ہیں، اور پرورش اپنے بچوں کی محنت مزدوری سے کرتے ہیں ان سے زید بہت خوش رہتا ہے اور ان کو نگاہِ عبرت سے دیکھتا ہے۔

الجواب

جو اللہ عزوجل کے لئے امامت و تعلیم و تعلم کرتے ہیں ان سے خوش ہونا بہت بجا ہے، اور جو تنخواہ لیتے ہیں ان سے نفرت بیجا ہے کہ اب ان کاموں پر اجرت لینا روا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۷ از گوری ڈاک خانہ رائے پور ضلع مظفر پور ۳۰ رجب ۱۳۳۶ھ

اجرت تعلیم قرآن و امام مسجد کو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

متاخرین نے تعلیم امامت پر اخذ اجرت کے جواز پر فتویٰ دیا ہے،

كتب الحنفية طافحة بذلك و من لا يعلم فحسبه جواب من يعلم۔ والله تعالىٰ اعلم۔

حنفی کتب اس سے لبریز ہیں اور جو نہیں جانتا اس کو جاننے والے کا جواب کافی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۸۸، ۱۸۹ از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مرسلہ نعمت علی صاحب ۱۴ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) اجرت کی چیزوں کی، مثل گاڑی و کشتی وغیرہ کی اجرت نہ دینا کیسا ہے؟

(۲) جس زمین کی مالگزاری مالک لیتا ہے اس میں اگر پانی ٹھہرا اور مچھلی ٹھہری تو مالک کہتا ہے یہ مچھلی ہماری ہے اگر رعایا نہ دے تو گنہگار تو نہیں ہے؟

الجواب

(۱) حرام ہے۔

(۲) مباح مچھلی جو پکڑے اسی کی ہے، مالک کو اس پر دعویٰ نہیں پہنچتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۰ از شہر بریلی مسئولہ کفایت اللہ یکم رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر لوگ پیشہ ورکام کراتے ہیں آدمیوں سے، اور اس شرط پر کہ آدھ آنہ روپیہ کے حساب سے گیارھویں شریف کے لئے کاٹتے رہیں گے، اس

Marfat.com

میں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایسے نہیں دیتے، ہم چاہے اپنے گھر یا جیسے جی چاہے گا ویسے ہی دیں گے ایسی پابندی کا باندھنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

اس کو جبرًا کوئی اختیار نہیں، اگر جبرًا کاٹے گا ظلم ہوگا۔ واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ ۱۹۱ از شہر مدرسہ اہلِ سنت و جماعت مسئولہ مولوی محمد عثمان طالبعلم بنگالی ۲۳ رشوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک جائیداد نیلام کی خریدی جس میں رنڈیاں رہا کرتی ہیں ان سے کرایہ لینا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

جو کرایہ وہ اپنے زرِ حرام سے دیں کہ زنا یا غنا کی اجرت میں ملا ہے اس کا لینا حرام ہے، اور اگر زرِ حلال سے دیں مثلاً کسی سے قرض لے کر یا وہ بلا اجرت و رشوت محض انعام میں ملا تو حلال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۲ از فیض آباد کھڑکی علی بیگ مسئولہ سید عبداللہ صاحب سب انسپکٹر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ خالد کا ایک مقدمہ دس پندرہ ہزار کا کچہری میں تھا، خالد نے زید سے کہا کہ میری ڈگری ہو جائے، زید نے بایں شرط دُعا کرنے کا وعدہ کیا کہ درصورت ڈگری کے مبلغ دو ہزار روپیہ بطور حق الدعاء خالد زید کو دے گا۔ خالد نے منظور کر لیا، اتفاق سے ڈگری ہوگئی۔ خالد نے زید کو زرِ مذکور دے دیا، یہ روپیہ زید کو لینا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

خالی دُعا پر اُجرت ٹھہرا لینا بوجوہ حرام ہے، اور وہ روپے کہ اسے ملے محض حرام ہے، ان کا لینا دینا سب حرام ہوا، اس پر فرض ہے کہ وہ روپے خالد کو واپس کر دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۳ از شہر محلہ ملوکپور مسئولہ محمد شفیق احمد خاں صاحب ۲۶ رمحرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلمان معمار کو بتکدہ کی نوتعمیر یا مرمت کرنا شرعًا درست ہوگا یا نہیں ؟ اگر نہیں تو جو کوئی ایسا کرے تو اس کے لئے کیا حکم ہے ؟

الجواب

مکروہ ہے اور جو کرے مستحقِ سزا نہیں۔ واللہ تعالٰے اعلم

Marfat.com

مسئلہ ۱۹۴ از چوہر کوٹ بارکھاں ملک بلوچستان مرسلہ قادر بخش صاحب ۱۴ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

چہ مے فرمایند علمائے دین و دریں مسئلہ کہ دریں ملک عرف است کہ یک شخص چند گوسفنداں یا مادہ گاواں وغیرہم باجارہ با دیگر با ایں وعدہ می دہد کہ تا سال چار یا ہفت، ہشت، ایں مال را بچراند، اقرار ایں است کہ اصل مال خود ملک من است، و ہرچہ افزاید یعنی زاید، نصف نصف است، ایں را نیم سودی می گویند، آیا ایں اجارہ جائز است یا نہ؟

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ہمارے ملک میں عرف یہ ہے، بکریاں اور گائے وغیرہ دوسرے کو اس شرط پر بطور اجارہ دیتے ہیں، ایک یا سات یا آٹھ سال اس مال کو چراؤ اور قرار دیتے ہیں کہ اصل مال مالک کا اور زائد ہو جائیں تو زائد میں نصف نصف ہوگا، اسے نصف سُود کہتے ہیں، کیا یہ اجارہ جائز ہے یا نہیں؟ (ت)

الجواب

ایں اجارہ حرام است بوجوہ منہا الجہالۃ، ومنہا الغرر، ومنہا معنی قفیز الطحان۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

یہ اجارہ حرام ہے کئی وجوہ سے، ایک جہالت، ایک دھوکا، اور ایک چکّی کی پسائی میں قفیز کا معنٰی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۹۵ از پوکھریا ضلع مظفر پور ڈاکخانہ رائے پور مرسلہ شریف احسن صاحب ۳ شعبان ۱۳۳۶ھ

زید ایک انجمن اسلامیہ میں دس روپے کا تحصیلدار ہے، چونکہ وہ امانت دار ہے، اور مواخذہ آخرت سے بھی خرچ ہو جانے پر ڈرتا ہے اس لئے انجمن سے استدعا کر کے للعہ ماہانہ داخل انجمن کرنے پر ٹھیکہ لیا، اور بقیہ آمدنی اپنے اور اپنے اہل وعیال و زادراہ وغیرہ کے لئے اپنی تنخواہ مقرر کرالی ہے، شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

حرام ہے کہ بوجہ عدم تعین تنخواہ اجارہ فاسد ہوا، اور عقود فاسدہ سب حرام اور واجب الفسخ ہیں، اس صورت میں وہ صرف اجر مثل لے سکے گا، اور وہ بھی اس کے حق میں خبیث ہوگا، اجر مثل سے زیادہ جو کچھ بچے انجمن میں داخل کرنا لازم ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۶ از لاہور انجمن نعمانیہ مرسلہ سلیم اللہ خاں جنرل سیکریٹری انجمن ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دینی مجالس میں دینی تعلیم کے لئے جو مدرسین وغیرہ ملازم رکھے جاتے ہیں، اور قواعد منضبط مجلس پر ان سے بوقت قبولیت ملازمت کے دستخط کرالئے جاتے

Marfat.com

ہیں، بعد میں اگر ایسے ملازم ان قواعد کی خلاف ورزی کر کے ملازمت بلا اطلاع چھوڑ کر چلے جائیں، یا کوئی ایسا امر کریں جو قواعد مذکورہ کے خلاف ہو جس کو منظور کر چکے ہوں تو ایسے ملازمین کے کارکردگی کی تنخواہ ضبط کر لینے اور نہ دینے کا مجلس مذکور کو شرعاً اختیار ہوگا یا نہیں' اور ایسے قواعد ہر ایک مجلس انجمن مدرسہ مکاتب اسلامی میں مندرج ہیں، رائج ہیں، کیا یہ شرعاً بھی درست اور قابل تعمیل ہیں یا نہیں؛ ملازمین کی طرف سے حجت کی جاتی ہے کہ ان کی کارکردگی کی تنخواہ ان کا حق واجبی ہے اور وہ کسی طرح رکھ لینا شرعاً جائز نہیں ہو سکتا۔ براہِ کرم ان کے جواب سے بادلہ شرعیہ بہت جلد مطلع فرمائیں۔

المستفتیان: سلیم اللہ جنرل سکریٹری، تاج الدین احمد سکریٹری، نور بخش سکریٹری۔

الجواب

مدرسین و امثالہم اجیر خاص ہیں، اور اجیر خاص پر وقت مقررہ معہود میں تسلیم نفس لازم ہے، اور اسی سے وہ اجرت کا مستحق ہوتا ہے اگرچہ کام نہ ہو، مثلاً مدرس وقت معہود پر مہینہ بھر برابر حاضر رہا، اور طالب علم کوئی نہ تھا کہ سبق پڑھتا، مدرس کی تنخواہ واجب ہوگئی، ہاں اگر تسلیم نفس میں کمی کرے مثلاً بلا رخصت چلا گیا، یا رخصت سے زیادہ دن لگائے، یا مدرسہ کا وقت چھ گھنٹے تھا، اس نے پانچ گھنٹے دئے، یا حاضر تو آیا لیکن وقت مقرر خدمت مفوضہ کے سوا اور کسی اپنے ذاتی کام اگرچہ نماز نفل یا دوسرے شخص کے کام میں صرف کیا کہ اس سے بھی تسلیم منتقض ہوگئی، یونہی اگر آتا اور خالی باتیں کرتا چلا جاتا ہے، طلبہ حاضر ہیں اور پڑھاتا نہیں کہ اگرچہ اُجرت کام کی نہیں تسلیم نفس کی ہے، مگر یہ منع نفس ہے نہ کہ تسلیم۔ بہرحال جس قدر تسلیم نفس میں کمی کی ہے اتنی تنخواہ وضع ہوگی، معمولی تعطیلیں مثلاً جمعہ و عیدین و رمضان مبارک کی، یا جہاں مدارس میں سہ شنبہ کی چھٹی بھی معمولی ہے، وہاں یہ بھی اس حکم سے مستثنیٰ ہیں کہ ان ایام میں بے تسلیم نفس بھی مستحق تنخواہ ہے، سوا اس کے اور کسی صورت میں تنخواہ کل یا بعض ضبط نہیں ہو سکتی، تسلیم نفس کامل کر کے اور بات میں باوصف قبول و اقرار خلاف ورزی غایت یہ کہ جرم ہو، جرم کی تعزیر مالی جائز نہیں کہ منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل حرام، معہذا حقوق العباد میں مطلقاً اور حقوق اللہ میں جرم کر چکنے کے بعد تعزیر کا اختیار صور معدودہ کے سوا قاضی شرع کو ہے، نہ عام لوگوں کو، اور امر ناجائز رائج ہو جانے سے جائز نہیں ہو سکتا، یونہی ملازمت بلا اطلاع چھوڑ کر چلا جانا اس وقت سے تنخواہ قطع کرے گا نہ کہ تنخواہ واجب شدہ کو ساقط، اور اس پر کسی تاوان کی شرط کر لینی مثلاً نوکری چھوڑنا چاہے تو اتنے دنوں پہلے سے اطلاع دے، ورنہ اتنی تنخواہ ضبط ہوگی، یہ سب باطل و خلاف شرع مطہر ہے، پھر اگر اس قسم کی شرطیں عقد اجارہ میں لگائی گئیں جیسا کہ بیان سوال سے

Marfat.com

ظاہر ہے کہ وقت ملازمت ان قواعد پر دستخط لے لئے جاتے ہیں، یا ایسے شرائط وہاں مشہور و معلوم ہو کر المعروف کالمشروط ہوں، جب تو وہ نوکری ہی ناجائز و گناہ ہے کہ شرط فاسد سے اجارہ فاسد ہوا، اور عقد فاسد حرام ہے، اور دونوں عاقد مبتلائے گناہ، اور ان میں ہر ایک پر اس کا فسخ واجب، اور اس صورت میں ملازمین تنخواہ مقرر کے مستحق نہ ہوں گے بلکہ اجر مثل کے جو مشاہرہ معیّنہ سے زائد نہ ہو، اجر مثل اگر مسمّی سے کم ہے تو اس قدر خود ہی کم پائیں گے، اگرچہ خلاف ورزی اصلاً نہ کریں، درمختار میں ہے:

الاجیر الخاص ویسمی اجیر وحد وھو من یعمل لواحد عملا موقتا بالتخصیص و یستحق الاجر بتسلیم نفسه فی المدة وان لم یعمل کمن استؤجر شهرا للخدمة، ولیس للخاص ان یعمل لغیرہ (بل ولا ان یصلی النافلة "شامی") و لو عمل نقص من اجرته بقدر ما عمل، فتاوی النوازل[1]

اجیر خاص کا نام اجیر وحد ہے، اور جو کسی کے لئے خاص ہو کر مقررہ عمل کرے اور مقررہ مدت میں اپنے آپ اس کے سپرد کردے اگرچہ عمل نہ کرے مثلاً کسی نے ایک ماہ خدمت کے لئے ملازم رکھا ہو، اجیر خاص کو یہ جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے کا کام کرے بلکہ اس کو اس وقت میں نفل نماز بھی نہ چاہئے، شامی۔ اور اگر اس نے کسی اور کا کام کیا تو اس کی اجرت میں اتنی کمی کی جاسکے گی، فتاوی نوازل۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

حیث کانت البطالة معروفة فی یوم الثلثاء والجمعة وفی رمضان والعیدین یحل الاخذ[2]

جہاں منگل اور جمعہ اور رمضان وعیدین کی تعطیل مروّج ہے وہاں ان کا مشاہرہ لینا لینا جائز ہے (ت)

بزازیہ پھر بحر پھر شامی میں ہے:

معنی التعزیر باخذ المال علی القول به امساك شیئ من ماله عند مدة

تعزیر بالمال کا جہاں قول ہے اس کا معنی یہ ہے کہ ملزم کا وہ مال کچھ مدت کیلئے روک لیا جائے

---

[1] درمختار کتاب الاجارة باب ضمان الاجیر مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۸۱
ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۴

[2] " " کتاب الوقف " " ۳/۳۸۰

Marfat.com

لینزجر ثم یعیدہ الحاکم الیہ، لا ان یاخذہ الحاکم لنفسہ اولبیت المال، کما یتوھمہ الظلمۃ، اذلایجوز لاحد من المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی۔[1]

تاکہ وہ جرم سے باز آجائے اور پھر حاکم مال واپس کردے یہ معنی نہیں کہ حاکم اس مال کو اپنے لئے یا بیت المال کے لئے وصول کرے جیسا کہ ظالم لوگوں نے خیال کر رکھا ہے کیونکہ کسی مسلمان کو شرعی وجہ کے بغیر کسی کا مال لینا جائز نہیں ہے (ت)

شرح معانی الآثار امام طحاوی پھر مجتبٰی پھر ابن عابدین میں ہے:

التعزیر بالمال کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ۔[2]

تعزیر بالمال ابتداءِ اسلام میں جائز تھی پھر منسوخ ہوگئی (ت)

شرح ہدایہ امام عینی میں ہے: العمل بالمنسوخ حرام[3] (منسوخ پر عمل حرام ہے۔ ت)

درمختار میں ہے،

یقیمہ کل مسلم حال مباشرۃ المعصیۃ وبعدہ لیس ذٰلک لغیر الحاکم والزوج والمولٰی۔[4]

گناہ میں مشغول کو ہر مسلمان تعزیر کرسکتا ہے اور بعد میں حاکم، خاوند اور آقا کے غیر کو یہ حق نہیں ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

یقیمہ ای التعزیر الواجب حقاللہ تعالٰی بخلاف التعزیر الذی یجب حقاللعبد فانہ لتوقفہ علی الدعوی لا یقیمہ الا الحاکم الا ان یحکما فیہ اھ، فتح۔[5]

"ہر مسلمان تعزیر قائم کرسکتا ہے" کا مطلب یہ ہے وہ تعزیر جو اللہ تعالٰی کے حق پر واجب ہو بخلاف اس تعزیر کے جو بندے کے حق پر واجب ہو کیونکہ وہ بندے کے دعوٰی پر موقوف ہوتی ہے اس کو حاکم کے سوا کوئی نہیں قائم کرسکتا الّا یہ کہ دونوں فریق اس کے لئے کسی کو ثالث بنالیں اھ، فتح۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الحدود باب التعزیر داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۱۷۸

[2] " " " " " ۳/۱۷۹

[3] البنایۃ فی شرح الہدایۃ

[4] درمختار کتاب الحدود باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲۷

[5] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۱۸۱

Marfat.com

فتاوٰی غیاثیہ میں ہے:

الاتری انھم لوتعاملوا علی بیع الخمر اوعلی الربا لایفتی بالحل۔[1]

کیا دیکھ نہیں رہے کہ اگر لوگ شراب فروخت یا سُود کے معاملات مروّج کرلیں تو حلال ہونے کا فتوٰی نہ دیا جائے گا۔(ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مابال رجال یشترطون شروطا لیست فی کتاب اللہ ماکان من شرط لیس فی کتاب اللہ فھو باطل، وان کان مائۃ شرط فقضاء اللہ احق وشرط اللہ اوثق، رواہ الشیخان عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا۔[2]

لوگوں کو کیا ہوا کہ وہ ایسی شرطیں بناتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں اور جو شرط کتاب اللہ کی رُو سے جائز نہ ہو وہ باطل ہے اگرچہ سو شرطیں ہوں، اللہ تعالٰی کا فیصلہ حق ہے اور اللہ تعالٰی کی جائز کردہ شرط حق ہے۔ اس کو شیخین (بخاری ومسلم) نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے(ت)

درمختار میں ہے:

تفسد الاجارۃ بالشروط المخالفۃ لمقتضی العقد۔[3]

ایسی شرائط اجارہ کو فاسد کردیتی ہیں جو مقتضٰی کے مخالف ہوں۔(ت)

اسی میں ہے:

ان فسدت بجہالۃ المسمی وبعدم التسمیۃ وجب اجرالمثل باستیفاء المنفعۃ بالغا مابلغ والا تفسد بھما بل بالشروط او

اگر اجارہ شئی کی جہالت اور عدم ذکر کی وجہ سے فاسد ہو تو منافع حاصل کرنے پر مثلی اجرت لازم ہوگی خواہ جتنی بھی ہو، ورنہ ان دونوں صورتوں میں بلکہ ایسی دیگر شرائط سے بھی فاسد ہوگا یا

---

[1] فتاوٰی غیاثیہ کتاب الاجارات نوع فی النساج مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۱۶۰

[2] صحیح البخاری کتاب البیوع ۱/۲۹۰-۲۹۱ وکتاب المکاتب ۱/۳۴۸ وکتاب الشروط ۱/۳۷۷

صحیح مسلم کتاب العتق قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۹۴

[3] درمختار کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۷۷

Marfat.com

الشیوع مع العلم بالمسمّٰی لم یزد اجر المثل علی المسمی لرضاھما بہ و ینقص عنہ لفساد التسمیۃ۔[1]

مقررہ معاوضہ معلوم ہونے کے باوجود شیوع پایا جائے تو مثلی اُجرت مقررہ سے زائد نہ ہوگی کیونکہ مقررہ پر دونوں راضی تھے، کم ہو تو کم کردی جائے کیونکہ مقرر فاسد ہوچکا ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

یجب علی کل واحد منھما فسخہ اعداما للفساد، لانہ معصیۃ فیجب رفعھا، بحر۔ ولذا لایشترط فیہ قضاء قاض، لان الواجب شرعًا لایحتاج للقضاء، درر، واذا اصراحدھما علی امساکہ، وعلم بہ القاضی فلہ فسخہ جبرا علیھما حقا للشرع، بزازیۃ۔[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

دونوں فریقوں پر واجب کہ اس کو فسخ کریں کیونکہ گناہ کو ختم کرنا ضروری ہے، بحر۔ اور اسی لئے اس فسخ کے لئے قاضی کی قضاء ضروری نہیں ہے کیونکہ جو چیز شرعًا واجب ہو وہ قضاء کی محتاج نہیں، درر۔ جب دونوں فریق قائم رکھنے پر مصر ہوں اور قاضی کو معلوم ہوجائے تو وہ جبرًا فسخ کردے تاکہ شرعی حق قائم ہوجائے، بزازیہ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۹۷: مسئولہ محمد مسعود علی میر محلہ بدایوں بروز دوشنبہ ۲ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ممالک متحدہ میں ایک عرصہ سے جدید بنک کھولے گئے ہیں جن کو زبان اُردو میں دیہاتی بنک کہا جاتا ہے، اور جن کے دفتروں میں صدہا مسلمان ملازم ہیں، تنخواہ پاتے ہیں، ان بنکوں کی حقیقت یہ ہے کہ ان کی پونجی بالعموم حسبِ ذیل تین طریقوں سے فراہم کی جاتی ہے:

اوّل: دس دس یا بیس بیس روپیہ کی قیمت کے حصص قائم کئے جاتے ہیں اور کم از کم ایک حصہ کا خریدار ممبر مانا جاتا ہے اس ہر بنک میں صدہا ممبر ہوتے ہیں، ہر حصہ کی قیمت بالعموم بیس چھماہی قسطوں میں یعنی دس سال میں قابلِ ادا ہوتی ہے۔

دوم: اکثر رقوم بمدِ امانت جمع ہوا کرتے ہیں۔

---

[1] درمختار کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۷۷

[2] " کتاب البیوع باب البیع الفاسد " ۲/ ۲۸

Marfat.com

سوم : قرض لیا ہوا روپیہ بھی اس کی پونجی میں شامل ہوتا ہے۔

اصل مقصد ان بنکوں کا یہ ہے کہ اپنے ممبروں کو سخت ضرورت کے وقت سادہ سود کے کم نرخ پر قرض دے کر مہاجنوں کے سود در سود اور بھاری شرح کی مار سے ضرورتمند ممبروں کو جن میں مسلمان اور اہل ہنود دونوں از قسم زمیندار و زراعت پیشہ و تجارت پیشہ و دیگر کاروباری شامل ہیں محفوظ رکھا جائے، ملازمان بنک کے کارہائے مفوضہ میں ممبران بنک کو کفایت شعاری کی ہدایت کرتے رہنا اور غیر ضروری کاموں کے لئے قرض نہ لینے دینا ایک اہم فریضہ ہے، بنک جو اپنے ممبروں کو قرض دیا کرتا ہے اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ممبران اپنا اپنا کاروبار چلانے کے لئے ضروری روپیہ بنک سے قرض لیتے ہیں جس کی شرح سود بالعموم ایک روپیہ سے سوا روپیہ سیکڑہ تک سادہ ہوتی ہے، اور یہ قرض مع سود بالاقساط ادا کیا جاتا ہے اس طرح پر قرضداروں کو مہاجنوں سے قرض لینے کے مقابلہ میں بہت زیادہ منفعت رہتی ہے، مثلاً کسی معمولی حیثیت کے مسلمان ممبر نے سخت ضرورت کے وقت پانچسو روپیہ بنک سے قرض لے، تو یہ قرض پانچ سال میں بالاقساط مع سادہ سود کے آٹھ سو پچھتر روپیہ کی تعداد میں بنک کو ادا کیا جائے گا، اور بالفرض اگر کوئی قسط کسی مجبوری سے نہ ادا ہو سکے تو بلا کسی تاوان کے قرضدار کو مزید مہلت ملے گی، یعنی بجائے پانچ سال کے ساڑھے پانچ سال میں ادا ہو سکتی ہے، درانحالیکہ مہاجن سے پانچسو روپیہ قرض لینے میں دو روپیہ کی سود در سود کی شرح سے کم نہیں ملے گا، اور ششماہی سود شامل اصل ہو کر پانچ برس کے عرصہ میں ا صماللعہ روپیہ یعنی بنک کے قرضہ سے دوگنا دینا پڑے گا، اور اگر پانچ سال کے بجائے ساڑھے پانچ برس تک یہ قرض رہ گیا تو تقریباً دو ہزار روپیہ دینا پڑینگے جیساکہ اکثر مسلمان جو سودی قرض لینے کے عادی ہیں، مہاجنوں کے چنگل میں پھنس کر بغیر تباہ ہوئے نہیں بچتے، اس لحاظ سے یہ بنک ان مسلمان ممبروں کے لئے زیادہ مفید کہی جا سکتی ہے، جو ضروری اور غیر ضروری کاموں کے لئے بلالحاظ کفایت شعاری سودی قرض لینے کے عادی ہیں قرض پر سود کی رقم جو بنک کو اصل کے ساتھ ادا کی جاتی ہے اس میں بیشتر حصہ اس رقم کا ہوتا ہے جو بطریق ذیل پیدا کی جاتی ہیں ؛

ا۔ زراعت پیشہ لوگ جس میں اکثر مشرکین ہوتے ہیں، بغرض زراعت ضروری روپیہ بنک سے قرض لے کر زراعت کرتے ہیں اور اس کے ماحصل سے جو مقدار قرض سے کئی حصہ زیادہ ہوتا ہے کچھ جزوی رقم سود کے نام سے قرضہ بنک میں ادا کرتے ہیں۔

ب۔ اسی طرح تجارت پیشہ لوگ اپنی تجارت کے ماحصل سے (یعنی منافع سے)۔

Marfat.com

ج۔ اسی طرح کاروباری مثلاً ایک نجار نے دس روپے قرض لے کر اوزار خریدے اور سال بھر میں دو سو روپیہ پیدا کئے، اسی آمدنی سے ادائے قرض میں بجائے دس روپے کے بارہ روپے بنک میں داخل ہوتے ہیں۔

ملازمان بنک کے کارہائے متعلقہ یعنی فرائض حسب ذیل ہوتے ہیں؛

اوّلاً دفتر میں متعلقہ حساب وکتاب درست کرنا۔

ثانیاً اس بات کی سخت نگرانی کرنا کہ ممبران بنک کسی غیر ضروری کام کے لئے قرض نہ لیں اور فضول کام میں روپیہ خرچ نہ کریں۔

ثالثاً ماتحتوں کے کام کی نگرانی رکھنا، جانچ کرنا، سودی قرض وصول کرنا، تنخواہ جو ان ملازموں کو ملتی ہے وُہ بنک کے منافع سے ملا کرتی ہے جس میں مذکورہ بالا سُود کا روپیہ بھی شامل ہے، نظربراں ان بنکوں میں ملازمت کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ اور ایک ضرورتمند مسلمان ملازمت پیشہ جو اس بنک میں ملازم ہے اور اپنی محنت کے عوض مقرر تنخواہ پاتا ہے اس کے لئے کیا حکم ہے۔ اگر اس کی ایسی ملازمت ناجائز ہے تو کس حد تک، اور حسب ذیل اشخاص کی حیثیتوں اور ایسے ملازم بنک کی حیثیت میں کیا فرق ہے:

(۱) ایک مسلمان جو سرکاری بنک میں اپنا روپیہ امانتاً جمع کراتا ہے اور اسی امانت پر سود کے نام سے منافع حاصل کرتا ہے۔

(۲) ایک مسلمان جو محض مشرکین سے سُود لیا کرتا ہے۔

(۳) ایک مسلمان جو سُود دیا کرتا ہے۔

(۴) ایک مسلمان جو گورنمنٹ کے صیغۂ مال میں ملازم ہے اور جس کو تنخواہ اس مالگزاری کی آمدنی سے ملتی ہے جس میں بقاعدہ زمینداری بقایا لگان پر کاشتکاروں سے بالعموم سود لیا ہوا، اور غیر مسلم مالگزار کا جائز و ناجائز طریقہ پر پیدا کیا ہوا روپیہ شامل ہوتا ہے، کیونکہ یہ سب مخلوط آمدنی مالگزاری سرکار میں داخل ہوا کرتی ہے۔

(۵) ایک مسلمان جو گورنمنٹ کے صیغۂ دیوانی میں ملازم ہے اور جس کو تنخواہ کورٹ فیس وغیرہ کی آمدنی سے جس میں بیشتر حصہ اُس رقم کا ہوتا ہے جس کو مہاجن سُود کے ذریعہ سے حاصل کرتے ہیں ملا کرتی ہے۔

(۶) ایک مسلمان چنگی کا ملازم جس کی تنخواہ چنگی کی آمدنی سے جو بلحاظ ٹیکس وغیرہ بالعموم سود خوار اقوام کی کمائی سے جمع کی جاتی ہے ملا کرتی ہے۔

Marfat.com

(۷) ایک مسلمان جو کسی ایسے غیر محتاط مسلمان رئیس کے پاس ملازم ہے جس نے اپنی آمدنی کے ذرائع کو عام احتیاط سے مستثنیٰ کر رکھا ہے۔

(۸) کسی ایسے انگریزی مدرسہ کا مدرس جس کا کاروبار چندہ پر مبنی ہے، اور چندہ دہندگان میں سُود خوار اقوام بھی شامل ہیں، ایسے چندہ کی آمدنی سے تنخواہ پانے والا مسلمان مدرس۔

(۹) ایک مسلمان تجارت پیشہ جو اپنے مال کو سود خوار اقوام کے ہاتھ فروخت کیا کرتا ہے۔

(۱۰) ایک مسلمان زراعت پیشہ جس کو اپنا غلہ وغیرہ سود خوار اقوام کے ہاتھ فروخت کرنے سے کوئی عار نہیں ہے، اور یہ بھی تحقیق طلب ہے کہ آیا ایسی جائداد یعنی زمینداری وغیرہ جس کو کسی ڈپٹی کلکٹر یا کسی سب جج یا کسی منصف یا کسی وکیل مختار نے اپنے ایسے پیشہ کی آمدنی سے پیدا کیا ہو اکلِ حلال سمجھی جا سکتی ہے یا نہیں؟ اور اس کی آمدنی محتاط لوگ جائز آمدنی سمجھ سکتے ہیں یا نہیں؟ فقط۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بنک کی صورتِ مذکورہ حرام قطعی ہے، اور یہ فائدہ کہ بنیوں سے آدھا یا چہارم سُود لیا جائے گا، سُود دینے والے کا ایک دنیوی فائدہ سہی مگر دینے والے اور لینے والے کے اخروی مضرت اور حرمت میں کوئی فرق نہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربٰو[1] فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ[2]

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا چھوڑ دو۔ پھر اگر نہ مانو تو اللہ و رسول سے لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ۔

صحیح مسلم شریف کی حدیث ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اٰکل الربٰو و مؤکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء[3]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سُود لینے والے اور دینے والے اور اس کا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہی کرنیوالوں پر۔ اور فرمایا وہ سب برابر ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۷۸

[2] ۲/۲۷۹

[3] صحیح مسلم کتاب البیوع باب الربٰو قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۷

Marfat.com

صحیح حدیثوں میں ہے، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الرباء ثلثة وسبعون حوبا ایسرھا ان ینکح الرجل علی امه[1] — سُود تہتر گناہوں کا مجموعہ ہے، ان میں سب سے ہلکا یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے زنا کرے۔

ایک حدیث میں ہے:

من اکل درھما من الربا وھو یعلم انه ربا فکانما زنی بامه ستا وثلثین مرة[2] — جس نے دیدہ ودانستہ سُود کا ایک درہم کھایا (جو یہاں کے تقریباً ساڑھے چار آنے کے برابر ہوتا ہے) اس نے گویا چھتیس بار اپنی ماں سے زنا کیا۔

اس حساب سے سود کے ہر دھیلے پر اپنی ماں سے زنا کرنا ہوتا ہے، تو یہ منفعت جتا ناکہ بنئے کو دونا دینا ہوگا، یہ آدھالیں گے، اس کا حاصل یہ ہے کہ بنئے کے یہاں نہ جاؤ، وہاں ہزار بار مثلاً ماں سے زنا کرنا ہوگا، یہاں آؤ کہ ہم تم پانسو باری کریں، یہ کیا خاک فائدہ ہوا، یا اس سے گزر کر یوں سمجھئے کہ بنئے کے یہاں نہ جاؤ وہاں اسّی ہزار جُوتے پڑینگے۔ ہم چالیس ہزار مار کر چھوڑ دینگے ان کے سر کی خیر تو چالیس ہزار میں بھی نہیں، یہ سب شیطانی دھوکے اور مہمل ہوسیں ہیں، شرعی طریقہ برتیں کہ خود بھی ان عظیم آفتوں سے بچیں اور قرض لینے والے بھی اور بنک کو دل خواہ نفع بھی ہو جائے اور لینے والے بھی بنیوں کی مصیبت سے بچیں، اس کے متعدد طریقے ہمارے رسالہ کفل الفقیہ الفاھم میں مذکور ہیں، ازاں جملہ آسان تر یہ کہ مثلاً کوئی شخص سو روپیہ سال بھر کے وعدہ پر قرض لینا چاہتا ہے اور بنک یہ چاہے کہ اسے روپیہ مل جائے اور مجھے نفع ہاتھ آئے تو اسے روپیہ قرض نہ دے بلکہ سو روپے کا نوٹ اس کے ہاتھ ایک سال کے وعدہ پر مثلاً ایک سو دس یا ایک سو بارہ کو بیع کرے، یہ بیع ہے ربا نہیں،

قال اللہ تعالٰی وقالوا ان البیع مثل الربٰو واحل اللہ البیع وحرم الربٰو[3] — (اللہ تعالٰی نے فرمایا) کافر بولے بیع بھی تو ایسی ہی ہے جیسے سُود، (اس کا جواب کہ) اللہ نے حلال کی بیع اور حرام کیا سُود۔

[1] المصنف لعبد الرزاق باب ماجاء فی الربا حدیث ۱۵۳۴۴ و ۱۵۳۴۵ المکتب الاسلامی بیروت ۸/۳۱۴
شعب الایمان حدیث ۵۵۱۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/۳۹۴
[2] الترغیب والترھیب الترھیب من الربا مصطفی البابی مصر ۳/۷-۸
[3] القرآن الکریم ۲/۲۷۵

Marfat.com

ملازمت کی صورتیں جو سائل نے لکھیں اس کا جواب کلی کہ انھیں اور ان جیسے دس ہزار کو شامل ہو، یہ ہے کہ ملازمت دو قسم ہے :

ایک وُہ جس میں خود ناجائز کام کرنا پڑے، جیسے یہ ملازمت جس میں سُود کا لین دین، اس کا لکھنا پڑھنا تقاضا کرنا اس کے ذمہ ہو، ایسی ملازمت خود حرام ہے، اگرچہ اس کی تنخواہ خالص مال حلال سے دی جائے، وہ مال حلال بھی اس کے لئے حرام ہے، اور مال حرام ہے تو حرام در حرام۔

دوسرے یہ کہ وہ ملازمت فی نفسہٖ امر جائز کی ہو مگر تنخواہ دینے والا وہ جس کے پاس مال حرام آتا ہے، اس صورت کا حکم یہ ہے کہ اگر معلوم ہو کہ جو کچھ اسے تنخواہ میں دیا جا رہا ہے بعینہٖ مال حرام ہے، نہ بدلا نہ مخلوط ہوا نہ مستہلک ہوا، تو اس کا لینا حرام ورنہ جائز۔

قال محمد به ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینه[1] هندیة عن الظهیریة۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کریں گے جب تک عین حرام چیز کا علم نہ ہو۔ ہندیہ میں ظہیریہ سے منقول ہے۔ (ت)

یہ حکم ملازمتوں کا ہے، مزارع یا تاجر کا غلہ و مال کسی کے ہاتھ بیچنا اسی قسم اخیر کے حکم میں ہے، اور سُود لینا خواہ گورنمنٹ سے ہو یا مشرکین سے خود فعل ناجائز ہے۔ یہ قسم اول کے حکم میں داخل ہے، اور سُود دینا اگر محض مجبوری شرعی سے ہو جس کی تفصیل ہمارے فتاوٰی میں ہے، تو اجازت ہے۔

یجوز للمحتاج الاستقراض بالربا[2]

محتاج کو سود پر قرض لینا جائز ہے (ت)

ورنہ حرام، اور دینا لینا یکساں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۸: مولوی حشمت علی صاحب محلہ گڑھیا بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک جگہ پڑھانے پر نوکر ہے، جمعرات کو صبح کے وقت زید کی کچھ طبیعت علیل تھی مگر اس وجہ سے کہ پڑھائی میں حرج نہ ہو پڑھانے چلا گیا، ساڑھے نو بجے تک پڑھایا، بعد ازاں زیادہ طبیعت خراب ہوئی اور پڑھایا نہ گیا تو زید نے اس سے جس کے یہاں پڑھاتا تھا کہا کہ مجھ سے اب باقی وقت کام نہیں ہوتا ہے مجھے چھٹی دے دیجئے، تب اس شخص نے زید کو جواب دیا کہ اپنا وقت گیارہ بجے تک پورا کر دیجئے ورنہ نصف یوم کی تنخواہ وضع ہوگی، زید نے اس کے جواب میں کہا

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

[2] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الخامسۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۲۶

Marfat.com

کہ میں رُبع یوم کی چھٹی چاہتا ہوں، اگر آپ منظور نہ کریں تو صرف ربع یوم کی تنخواہ وضع کرلیں، نصف یوم کی تنخواہ وضع کرنے کا کوئی قاعدہ نہیں ہے کہ میں نے ربع یوم کام کیا ہے ربع باقی ہے۔

دریافت طلب یہ ہے کہ جب زید نے ربع یوم کام کیا اور ربع یوم نہیں کیا اور رخصت چاہی، تو شرعاً زید کی ربع یوم کی تنخواہ وضع ہونا چاہیے یا نصف یوم کی؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اُس روز جتنے گھنٹے کام میں تھا ان میں جس قدر کی کمی ہوئی صرف اتنی ہی تنخواہ وضع ہوگی، ربع ہو تو ربع، یا کم زیادہ جس قدر کی کمی ہوئی صرف اتنی تنخواہ وضع ہوگی، مثلاً چھ گھنٹے کام کرنا تھا اور ایک گھنٹہ نہ کیا تو اس دن کی تنخواہ کا چھٹا حصّہ وضع ہوگا، زیادہ وضع کرنا ظلم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۹: از بدایوں مولوی محلہ مرسلہ شاہ حاجی اعجاز حسین صاحب ۱۷ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص نے تین لڑکیاں اور دو لڑکے اپنی وفات پر چھوڑے، اور ایک حقیت چھوڑی، بڑا لڑکا اس حقیت کا کاروبار کرتا رہا، اور بخوشی دیگر بھائی بہن کے اس کی آمدنی کو اپنے صرف میں لاتا رہا، اب اس کا انتقال ہوا، اس حقیت میں سے ایک کھیت برابر اپنی کاشت میں رکھا تھا، اب اس متوفی کا لڑکا وارث ہوا، لیکن وہ کھیت جس کا لگان جمع بندی میں للعہ یا کچھ درج ہے، اب دوسرے کاشتکار کو اٹھایا گیا تو بجائے للعہ کے سے میں اٹھا، اب اس موروثی کھیت کا لگان جو اور جس قدر للعہ سے زیادہ ہوا، اس کا مالک متوفی کا صرف لڑکا ہوا، یا وہ زیادتی لگان بھی شرعاً سب میں تقسیم کرنا چاہیے، مگر یہ ہے کہ وہ کھیت جو قانوناً موروثی بھی ہے وہ علیحدہ کرنے پر لگان مندرجہ جمع بندی کے علاوہ ہر حال میں متوفی کے وارث کو پہنچتا ہے۔

الجواب

جبکہ وہ جائداد غیر منقسم ہے، اس کا ہر جز جس میں یہ کیفیت بھی ہے، جملہ ورثہ میں مشترک ہے نہ تنہا متوفی کا پسر اس کا مالک تھا نہ اب پسر اس کا مالک ہو، برضائے دیگر ورثہ اس کی آمدنی صرف ایک کے صرف میں آنا، جائداد کا اس کو ہبہ نہیں، اور بالفرض ہو بھی تو جائداد قسمت بلا تقسیم اپنے شریک کو بھی ہبہ کرنا باطل و ناتمام ہے، اب کہ موہوب لہ مرگیا ہبہ باطل محض ہوگیا، اور جائداد جملہ ورثہ باقین وارثان پسر متوفی میں مشترک رہی۔ درمختار میں ہے:

لاتتم بالقبض فیما یقسم ولو وھبہ لشریکہ[1]۔ ہبہ تام نہیں ہوتا قابلِ تقسیم چیز میں، اگرچہ شریک کو ہبہ کیا ہو۔ (ت)

[1] درمختار کتاب الہبہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۵۹

Marfat.com

اسی کے موانع الرجوع میں ہے :

والمیم موت احد المتعاقدین بعد التسلیم فلو قبله بطل[1]

میم سے مراد فریقین میں سے کسی ایک کی موت قبضہ دینے کے بعد اور اگر قبضہ سے پہلے موت واقع ہوجائے تو باطل ہوجائے گا۔ (ت)

یہ موروثیت شرعًا کوئی چیز نہیں، نہ پسر متوفی اسے جبرًا اپنی کاشت میں رکھ سکتا تھا، نہ اس کے بیٹے کو یہ دعوٰی پہنچتا ہے، رہا اس کھیت کا لگان، سوال بصیغۂ مجہول ہے کہ اب دوسرے کاشتکار کو اٹھایا گیا' معلوم نہیں کس نے اٹھایا، اگر سب ورثہ نے اٹھایا' یا سب کے اذن سے ایک نے اٹھایا' یا ایک نے اٹھایا اور باقیوں نے اسے جائز کیا، تو اس کا لگان حصہ رسد سب شرکاء کی ملک ہے للعشرہ رہو یا سو یا ایک پیسہ، یا ہزار روپے اور ایک مثلاً پسر متوفی نے بے رضائے باقی ورثہ اٹھایا، اور باقیوں نے اٹھانے کے بعد بھی اسے نافذ نہ کیا تو اس کا لگان اسی اٹھانے والے کی ملک ہوگا، مگر اپنے حصہ میں ملک طیب اور اوروں کے حصوں میں ملک خبیث کہ اس پر فرض ہے کہ باقی شرکاء کو ان کے حصوں کی قدر اس میں سے دے اور یہی افضل ہے' اور ان کے لئے طیب ہے، ورنہ فقراء پر تصدق کرے، اپنے صرف میں لانا حرام ہے۔

فتاوٰی خیریہ میں ہے :

المنافع لاتتقوم الا بالعقد، وهو صادر منه بلا وکالة سابقة ولا اجازة لاحقة فملکها الشریك العاقد، لکن ملکه فی غیر ملکه ملك خبیث، فیجب علیه التصدق به اودفعه لشرکائه خروجا من الاثم، و الثانی افضل لخروجه من الخلاف ایضا[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

منافع صرف عقد سے قیمتی بنتے ہیں جبکہ یہ عقد مالک سے صادر ہو بغیر سابق وکالت اور بغیر اجازت لاحق کے ہو، تو شریک عقد کرنے والا مالک ہو گا لیکن غیر کے حصہ میں ملک خبیث ہوگی جس کا صدقہ کرنا یا اپنے شریک کو دینا واجب ہے تاکہ گناہ سے فارغ ہوجائے۔ دوسری صورت (شریک کو دینا) افضل ہے تاکہ اختلاف سے بچ جائے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار کتاب الهبة باب الرجوع فی الهبة مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۱

[2] فتاوٰی خیریہ کتاب الاجارة دار المعرفة بیروت ۲/ ۱۲۵

Marfat.com

مسئلہ ۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ اجیر اور ملازم میں کیا فرق ہے، ملازم کا ۲۴ گھنٹہ میں ایک گھنٹہ بھی ایسا نہیں جو ملازمت سے خالی ہو، اس کے آقا کو اختیار ہے کہ وہ اپنے ملازم سے جتنے دن چاہے کام لے، جتنے دن چاہے چھٹی دے یا کسی خاص کام پر مقرر کرے، یا مختلف کام اس کے منصب کے موافق لے، اگر کوئی شخص کسی خاص کام پر مقرر ہو تو اس کے آقا کو یہ بھی اختیار ہے کہ وہ کام جس پر مقرر ہے چھڑا کر دوسرے کام پر ضرورۃً بھیج دے، ملازم کو کوئی عذر کرنے کا موقع نہیں، نہ اس کام کے معاوضہ کا مستحق۔ اجیر میں یہ بات نہیں ہے، وہ مقید نہیں، جتنی دیر کام کرے گا اتنی ہی دیر کی اُجرت کا مستحق ہوگا، جب تک چاہے کام کرے گا جب تک چاہے گا نہ کرے گا، ہاں ملازم سے پہلا کام چھڑا کر دوسرے کام کے عوض میں خود آقا اس کا معاوضہ مقرر کرے تو اس کے لینے کا مستحق ہو جائے گا۔ ملازم مقررہ چھٹیوں میں کام نہ کرنے کی حالت میں تنخواہ کا مستحق اور اجیر کام نہ کرنے کی اُجرت نہیں پا سکتا، اسی طرح اجیر مقررہ وقت میں جتنے گھنٹے کام کرے گا اتنے ہی گھنٹوں کی اجرت کا مستحق ہوگا اور ملازم اگر مقررہ مدت سے ایک دو گھنٹہ کام کر کے بغیر منظوری چھوڑ دے، تو آقا اس کے کل دن کی تنخواہ اس کی کاٹ سکتا ہے، یہ قول اس کا صحیح ہے یا غلط؟

الجواب

یہ سب ہوس محض، اور اس کا اختراع بے اصل ہے، شرع میں اجیر اجیر خاص و اجیر مشترک دونوں کو عام ہے، اجیر خاص کو اردو میں ملازم اور نوکر کہتے ہیں، اجیر مشترک پیشہ ور، کہ اجرت پر ہر شخص کا کام کرتے ہیں، کسی خاص کے نوکر نہیں، جیسے راج، مزدور، بڑھئی، درزی وغیرہم ملازم کا اگر وقت معین کیا جائے، مثلاً صبح سے شام تک یا رات کے نو بجے تک، یا مدرسوں کی نوکری ہے مثلاً ۶ بجے سے ۱۲ بجے تک، پھر ۲ بجے سے ۵ بجے تک، تو وہ اتنے ہی گھنٹوں کا ملازم ہے، مقررہ گھنٹوں کے علاوہ خود مختار ہے کہ اس کا اتنا ہی وقت بیکار رہے، تو زید کا کہنا کہ ملازم کا ایک گھنٹہ بھی ملازمت سے خالی نہیں، جہالت سے خالی نہیں، ملازم جو کسی کار خاص پر ہو جیسے مدرس اس سے وہی خاص کام لیا جائے گا، دوسرے کام کو کہا جائے تو اس کا ماننا اس پر لازم نہیں، ہاں خدمت گار ہر گونہ خدمت کرے گا، مقید نہ ہونا صرف اجیر مشترک راج، بڑھئی، اور ان کے امثال میں ہے جن کا کام بکتا ہے وقت نہیں بکتا۔ اس میں یہ بات صحیح ہے کہ جب تک چاہے کام کرے

Marfat.com

کرے گا پائے گا ورنہ نہیں، بخلاف اجیر خاص کہ اُس کا وقت بکا ہوا ہے، اُس وقت میں اُسے حرام ہے کہ بے مرضی مستاجر کام سے انکار کرے، اور اگر کام نہ ہو اور وقت دے تنخواہ پائے گا، اور وقت نہ دے تو نہ پائے گا، اگر وقت دس گھنٹے مقرر ہے اور ایک دن کی تنخواہ مثلاً دس آنے ہے اور اجیر نے دو گھنٹے وقت دیا، آٹھ گھنٹے غیر حاضر رہا، تو یہ غلط اور جبر و ظلم ہے کہ آقا اس کے کُل دن کی تنخواہ کاٹے گا، ہرگز نہیں بلکہ صرف آٹھ گھنٹوں کی ۸، شریعت کے احکام جو نہ جانتا ہو اس پر حرام ہے کہ احکام لگائے، اس پر فرض ہے کہ جاننے والوں سے پوچھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰۱ تا ۲۰۳ از لکھنؤ حضرت گنج سول اینڈ ملیٹری ہوٹل مرسلہ رزاق محمد ۸ رجادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) زید مسلمان پیشہ ور اور تاجر ہے اور ہوٹل جس میں عموماً انگریز لوگ ٹھہرتے ہیں اور کھاتے پیتے ہیں، زید ان کے جملہ طعام و قیام کا منتظم ہے، ان سے نفع اٹھاتا ہے اور ہر چیز مہیا کرتا، اپنے مسافروں کا مثل شراب و سور وغیرہ کے پابند ہے، یعنی اس قسم کی چیزیں بھی وہ خرید کرتا ہے اور ان کے ہاتھ فروخت کرتا ہے، لہذا مسلمان کو ایسی تجارت کرنا چاہیے یا نہیں؟

(۲) زید ہوٹل کا مالک ہے مگر ہوٹل وغیرہ خود نہیں کرتا بلکہ عمارت کرایہ پر دوسرے لوگوں کو دے رکھی ہے جو اس کو مثل ہوٹل کے استعمال کرتے ہیں، اور وہی کام کرتے ہیں جو زید کرتا تھا لہذا اس کو جو کرایہ ملتا ہے مکان ہوٹل کا، وہ کیسا ہے، جائز ہے یا ناجائز؟

(۳) زید بوجہ مسلمان ہونے کے ہر قسم کی امداد اسلامی بھی کرتا ہے، اور حج و زکوٰۃ و صدقہ و خیرات و تعمیر مساجد و یتیم خانہ و کفن دفن و دعوتِ خاص و عام و میلاد شریف وغیرہ کرتا ہے شریعت حقہ کا آمدنی عہ کی بابت کیا حکم ہے؟

الجواب

(۱) حرام حرام اور موجبِ لعنت۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعن اللہ الخمر و شاربھا وساقیھا و مبتاعھا و بائعھا وعاصرھا و معتصرھا و حاملھا

یعنی اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے شراب پر، اور جو اسے پیئے، جو پلائے، جو مول لے، جو بیچے، جو نچوڑے، جو نچڑوائے، جو اٹھا کر لائے،

عہ اندازہ سے بنایا گیا ہے ۱۲

Marfat.com

والمحمولة الیہ[1] (رواه ابوداؤد وابن ماجة) وزاد الترمذی واکل ثمنها[2]۔ والله تعالیٰ اعلم۔

جس کے لئے اٹھا کر لائی جائے (اسے ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔ت) اور ترمذی نے یہ زیادہ کیا: جو اس کے دام کھائے ان سب پر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جبکہ اس نے صرف مکان کرائے پر دیا ہے، کرایہ داروں نے ہوٹل کیا اور افعال مذکورہ کرتے ہیں تو زید پر الزام نہیں لا تزر وازرة وزر اخری[3] (کوئی جان کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائیگی۔ت) اس صورت میں وہ کرایہ کے لئے جائز ہے، اگر اس نے کسی اسلامی جگہ میں خاص اسی غرض ناجائز کیلئے دیا تو گنہگار ہے، مگر کرایہ کہ منفعت مکان کے مقابل ہے نہ ان افعال کے، اب بھی جائز ہے۔ ہدایہ میں ہے:

من اجر بیتا لیتخذ فیه بیت نار او کنیسة او بیاع فیه الخمر بالسواد فلا باس به لان الاجارة ترد علی منفعة البیت و لامعصیة فیه انما المعصیة بفعل المستاجر[4] اھ (ملخصا) اقول وهذا هو محمل ما فی الغمز عن القنیة وفی جامع الرموز عن المنیة وفی المنح عن شمس الائمة الحلوانی وفی رد المحتار عن غرر الافکار عن المحیط عن الامام ان الاجر طیب وان کان السبب حراما[5]، کما حققناه فی ما علی رد المحتار علقناه

جس نے مکان کرایہ پر دیا کہ اس میں آتش کدہ یا گرجا یا وہاں شراب فروخت کی جائے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اجارہ کا انعقاد مکان کی منفعت پر ہوا ہے اس میں کوئی گناہ نہیں ہے گناہ تو کرایہ دار کے فعل سے ہوا اھ (ملخصاً) میں کہتا ہوں جو غمز میں قنیہ سے اور جامع الرموز میں منیہ سے اور منح میں شمس الائمہ حلوانی سے اور ردالمحتار میں غرر الافکار اس میں محیط سے اس میں حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ اجرت طیب ہوگی اگرچہ سبب حرام ہو، کا یہی محمل ہے جیسا کہ اس کی تحقیق ہم نے ردالمحتار پر اپنے

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الاشربہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۶۱
سنن ابن ماجہ ابواب الاشربہ باب لعنت الخمر علی عشرة اوجہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۵۰
[2] جامع الترمذی ابواب البیوع باب ماجاء فی بیع الخمر الخ امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۵۵
[3] القرآن الکریم ۱۸/ ۳۵
[4] الہدایہ کتاب الکراہیة فصل فی البیع مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۷۰
[5] ردالمحتار کتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۸
الاشباہ والنظائر الفن الثالث الکلام فی مهر المثل ادارة القرآن کراچی ۲/ ۲۲۲

Marfat.com

فاحفظه فانه مزلة ومعضلة، واللہ تعالیٰ اعلم۔ حاشیہ میں کی ہے اس کو محفوظ کرلو، یہ پھسلنے کا اور مشکل مقام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(۳) یہ سب افعال اس سے جائز ہیں کہ صورت مذکورہ میں وہ آمدنی ناجائز نہیں، کما تقدم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰۴ تا ۲۰۶ از پیلی بھیت محلہ احمد زئی مرسلہ مولوی عبدالسبحان صاحب ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ان مسائل میں کہ:

(۱) امامِ جمعہ اور امامِ پنجوقتہ کا اکثر جگہوں پر تنخواہیں مقرر کرکے لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ختمِ کلامِ مبارک یعنی رمضان شریف میں نقدی ٹھہرانا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) تعلیمِ قرآن اور تعلیم فقہ واحادیث کی اُجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) جائز ہے مگر امامت کا ثواب نہ پائیں گے کہ امامت بیچ چکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) تین چار باتیں کہ مستثنیٰ ہیں ان میں ختم نہیں، اس کے جواز کا حکم نہایت مشکل ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) جائز ہے اور ان کے لئے آخرت میں ان پر ثواب کچھ نہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۲۰۷ از شفاخانہ فرید پور ڈاکخانہ خاص اسٹیشن بیتھیر پور ضلع بریلی مسئولہ عظیم اللہ کمپونڈر ۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید نے ملازمت کی، اور ملازمت کرنے کے بعد جو کچھ قاعدے تھے معلوم ہوئے کہ ان قانون پر نوکری کرنا ہوگا، اوقات کی پابندی بھی معلوم ہوگئی، اگر زید ان قاعدوں کے خلاف کرے، پورے وقت تک کام نہ کرے، اور قاعدوں کے مطابق نہ کرے، بلکہ کچھ وقت اپنے ذاتی کام میں صرف کردے، تو اس کو نوکری کا پیسہ کھانا جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جو جائز پابندیاں مشروط تھیں اُن کا خلاف حرام ہے، اور بچے ہوئے وقت میں اپنا کام کرنا بھی حرام ہے اور ناقص کام کرکے پوری تنخواہ لینا بھی حرام ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۲۰۸ از کلکتہ زکریا اسٹریٹ ۱۸ مسئولہ عبدالسعید ناگوی ۲۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ چند مسلمان اشخاص کی دکان شرکت میں کلکتہ، بمبئی یا کسی اور مقام پر ہے، دکان کی کل رقم میں تقریباً چہارم سود کا روپیہ لگا ہوا ہے، ایسی دکان میں کسی مسلمان کو ملازمت

Marfat.com

کرنا جائز ہے یا نہیں، نیز اس کی آمدنی سے کسی مسجد یا مدرسہ وغیرہ کی اعانت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اُس دکان کی ملازمت اگر سُود کی تحصیل وصول یا اس کا تقاضا کرنا یا اس کا حساب لکھنا، یا کسی اور فعل ناجائز کی ہے تو ناجائز ہے،

قال تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1]۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: گناہ اور زیادتی پر تعاون نہ کرو۔ (ت)

صحیح مسلم شریف میں ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اٰکل الربا ومؤکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء[2]۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سُود کھانے والے، اور سُود دینے والے، اور سُود لکھنے والے، اور سود کے گواہوں پر۔ اور فرمایا: وہ سب برابر ہیں۔

اور اگر کسی امر جائز کی نوکری ہے تو جائز ہے، تنخواہ میں وُہ روپیہ کہ بعینہٖ سود میں آیا ہو نہ لے، اور مخلوط و نامعلوم ہو تو لے سکتا ہے۔ یونہی ایسے نامعلوم روپے سے مسجد و مدرسہ کی اعانت بھی ہو سکتی، خصوصًا ایسی حالت میں کہ مال حلال غالب ہے،

فی الھندیۃ عن الذخیرۃ عن محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ قال بہ نأخذ مالم نعرف شیئا حرامًا بعینہ[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ ہندیہ میں ذخیرہ سے وہاں امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی سے منقول ہے کہ ہمارا یہی موقف ہے جب تک کسی معین چیز کے حرام ہونے کا علم نہ ہو۔ (ت)

مسئلہ ۲۰۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے معاہدہ اور وعدہ اقرار تقریری اور تحریری کیا تھا کہ اگر عمرو اپنے پاس سے خرچ کرکے کرے گا اور کامیابی ہوگی تو بجائے اس کے

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۲

[2] صحیح مسلم کتاب البیوع باب الربا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۷

[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۲

Marfat.com

دینے معاوضہ میں اپنے نصف مقدمہ میں سے مکان وغیرہ دوں گا یعنی نصفا نصف پر تصفیہ ہو گیا تھا، اب جبکہ بفضلہ تعالیٰ ابتداءً تا انتہا عمرو کی کوشش و جانفشانی اور کثیر روپیہ صرف کرنے کے بعد ہر طرح سے تمام و کمال کامیابی حاصل ہو گئی، تو اب زید ایفائے وعدہ اور اقرار معینہ کو پورا نہیں کرتا ہے اور اوروں کے بہکانے سے گریز و انکار کرتا ہے، تو اس صورت میں کل مسلمانوں کو زید اور اس کے بہکانے والوں سے کیا برتاؤ کرنا چاہیئے، اور جو زید اور اس کے بہکانے والے ایفائے وعدہ اور اقرار معینہ کو پورا کریں، تو کیا اجر ملے گا، اور پورا نہ کرنے میں کیا سزا ہو گی؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہ معاہدہ شرعاً فاسد ہے، اور اس کا پورا کرنا شرعاً جائز نہیں، زید و عمرو دونوں کو ناجائز ہے، عمرو نے جتنا روپیہ صرف کیا وہ ذمۂ زید قرض ہے، اور جو کوشش کی اس کی اجرت مثل پائے گا، یعنی ایسی کوشش پر کیا اجرت ہونی چاہیئے، یہ زرِ مجموعہ زید سے لے سکتا ہے، جائداد پر اس کا کوئی دعویٰ نہیں، اور عقد فاسد کے ارتکاب سے دونوں گنہگار ہوئے توبہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱۰ از شہر بریلی کہنہ محلہ کانکرٹولہ مسئولہ ظہور محمد خاں صاحب ۵ ر ذلقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و عمرو و بکر بذریعہ زمینداری ایک جگہ کے مالک ہیں، اور زید مہتمم و منتظم ذریعۂ آمدنی زمینداری مذکور کا ہے اور خالد زید کی طرف سے کارپرداز ہے، منجملہ اراضی مذکورہ کے ایک قطعہ اراضی کی بابت باہم خالد کارپرداز زید و عبد اللہ کے معاہدہ ہوا، کہ ایک مدت تک پاس عبد اللہ کرایہ پر رہے گی اور عبد اللہ کرایہ ماہ بماہ بحالت خالی رہنے اور کام لانے کی صورت میں زید کو ادا کرے گا اور قبل معاہدہ جو عیب کہ اراضی مذکورہ میں تھا خالد نے عبد اللہ پر ظاہر کر دیا تھا یعنی عبد اللہ سے کہہ دیا تھا کہ سابق میں جو کرایہ دار اس اراضی پر بیٹھا تھا اس پر اعتراض محکمہ چنگی کی طرف سے ثابت نہ بیٹھنے اس اراضی پر ہو چکا ہے چنانچہ اس کے جواب میں عبد اللہ نے خالد سے کہہ دیا تھا کہ اس معاملہ میں جو کچھ ہو گا میں دیکھ لوں گا، بعد گزرنے تخمیناً چار ماہ کے وہ صورت عیب کی جس کو خالد نے عبد اللہ پر ظاہر کر دیا تھا عبد اللہ پر پیش ہوئی اور حاکم وقت کی طرف سے عبد اللہ کو جو انتظام کہ اراضی مذکورہ میں عبد اللہ کرنا چاہتا تھا اور کر رہا تھا، نہ کرنے پر مجبور کیا گیا اور عبد اللہ پر مقدمہ قائم ہو کر ایک روپیہ جرمانہ ہوا، اس واقعہ کے چند روز بعد اراضی مذکورہ کو خالی کر دیا، خالد کارپرداز زید نے عبد اللہ سے کوئی عہد شکنی نہیں کی، اب عبد اللہ کو کرایہ خالی اراضی کا دینے میں عذر ہے بلکہ جتنی مدت عبد اللہ کا واقعی قبضہ رہا اس قدر بھی کرایہ دینے پر رضامند نہیں، جرمانہ کا روپیہ اور خرچ مقدمہ میں جو روپیہ صرف ہوا ہے اس کی نسبت کہتے ہیں کہ

Marfat.com

مالکان اراضی پر ہونا چاہیئے، ایسی صورت میں عبداللہ کو بموجب تحریر کرایہ نامہ کے کرایہ ادا کرنا چاہیئے، یا اراضی خالی کرنے کی تاریخ تک، یا جرمانہ کا ایک روپیہ اور مقدمہ میں جو خرچ ہوا تھا وہ مجرٰی کرکے ادا کرنا چاہیئے، اور خالد کو بھی بموجب کرایہ کے وصول کرنا چاہیئے، یا کس قدر اور عبداللہ و زید و عمرو سب مسلمان بھی ہیں۔

الجواب

جرمانہ و خرچ مقدمہ ذمۂ مالکان ڈالنا ظلم محض ہے،

قال اللہ تعالٰی لا تزر وازرۃ وزر اخری[1]۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: کوئی بوجھ اٹھانے والی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔(ت)

فتاوٰی خیریہ میں ہے:

دفع مغارم سلطانیۃ بغیر اذن شریکہ لایلزم شریکہ شیئ مما دفع حیث لم یاذن لہ بالدفع لیرجع علیہ بحصۃ منہا[2]۔ اپنے شریک کی اجازت کے بغیر سرکاری جرمانہ دیا تو جو کچھ دیا شریک اس کا ذمہ دار نہ ہوگا، لہٰذا ادا کرنے والا شریک سے جرمانہ کا حصہ وصول کرنے کا حقدار نہ ہوگا۔(ت)

عقود الدریہ میں ہے:

لحقھم خسران بسبب الدعوی غرمہ احدھم بعد ما قال لہ الباقون ادفع ذٰلک مھما غرمت فعلینا بقدر حصتنا فدفعہ ویرید الرجوع علیھم بقدر حصتھم فلہ ذٰلک[3] اھ، فقد شرط للرجوع فاذا کان ھذا فی الشرکاء فکیف ھنا۔ باقی شرکاء نے کہہ دیا کہ جو ٹیکس لاگو ہو تو ادا کر دینا ہم اپنا حصہ ادا کر دیں گے تو اس نے ادا کر دیا اب یہ باقی حضرات سے ان کے حصے کے مطابق وصول کرنا چاہے تو اس کو یہ حق ہے ان حضرات کے اس دعوٰی کے مطابق یہ ادائیگی برداشت کرنی ہوگی اھ، تو جب وصول کرنے کی شرط مفقود ہو اور معاملہ بھی شرکاء میں ہے تو یہاں کیسے ہوسکتا ہے۔(ت)

حسب بیان سائل زمین سے ٹال رکھنا مقصود تھا، اور چنگی نے اس سے ممانعت کر دی،

---

[1] القرآن ۱۸/۳۵

[2] فتاوٰی خیریہ

[3] العقود الدریۃ کتاب الدعوٰی ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۴۳

Marfat.com

توجب تک ٹال رہی اس کا کرایہ ضرور واجب ہے، اور جب سے خالی کر دی اس کا اصلا استحقاق نہیں، اس بیع میں جتنے دن عبداللہ کے قبضے میں رہی، اگر اس میں کوئی انتفاع اس نے زمین سے حاصل کیا، اس کے حساب سے کرایہ دے گا ورنہ نہیں، اور دونوں صورتوں کا کرایہ مثل دے گا جو اجر مسمی یعنی کرایہ قرار یافتہ سے زائد نہ ہو، مثلاً اجر مثل یعنی بازاری نرخ سے اس کام کے لئے کرایہ روپیہ ماہوار ہے، اور ٹھہرا روپیہ یا روپیہ سے زیادہ تو روپیہ دے گا، اور ٹھہرا بارہ آنے تو بارہ ہی آنے دے گا اس لئے کہ یہ اجارہ اس قرارداد پر ہوا کہ اگرچہ جنگی ممانعت کر دے مالکانِ زمین کو اس سے بحث نہیں عبداللہ کرایہ دے گا، یہ شرط خلاف مقتضائے عقد ہے اس سے اجارہ فاسد ہوا، فریقین پر اس کا فسخ واجب تھا کہ ازالۂ گناہ لازم ہے، اور اجارۂ فاسد میں اجر مثل لازم آتا ہے کہ اجر مسمی سے زائد نہ ہو، متنِ ہدایہ میں ہے:

لو انقطع ماء الرحی والبیت مما ینتفع بہ لغیر الطحن فعلیہ من الاجر بحصتہ[1]

اگر آٹے کی پن چکی کا پانی منقطع ہو جائے اور وہ کمرہ پسائی کے بغیر بھی قابل انتفاع ہے تو اس نفع کے حصہ کا اجر کرایہ دار پر لازم ہے (ت)

تبیین الحقائق میں ہے:

فاذا استوفاہ لزمتہ حصتہ[2]

اگر اس نے فائدہ پایا ہو تو اتنے کا معاوضہ لازم ہوگا۔ (ت)

اس مسئلہ کی غایت تحقیق وتنقیح فتاوٰی فقیر میں ملاحظہ ہو، خلاصہ میں ہے:

وفی مجموع النوازل استاجر حماما ببدل معلوم علی ان علیہ الاجر حال جریانہ وانقطاعہ فھذا الشرط مخالف لمقتضی عقد الاجارۃ فیفسد[3]

مجموع النوازل میں ہے کہ ایک حمام مقررہ کرایہ پر لیا اس شرط پر کہ چالو ہو یا نہ ہو ہر حال میں کرایہ لازم ہوگا تو یہ شرط مقتضیٰ عقد کے خلاف ہے لہٰذا یہ اجارہ فاسد ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

---

[1] الہدایہ کتاب الاجارۃ باب فسخ الاجارۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۳۱۳
[2] تبیین الحقائق " " المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ بولاق مصر ۵/ ۱۴۴
[3] خلاصۃ الفتاوٰی " الفصل الثالث مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳/ ۱۲۱

Marfat.com

لوشرطا شرطا فاسدا قبل العقد ینبغی الفساد لو اتفقا علی بناء العقد علیہ کما صرحوا بہ فی بیع الھزل، وقد سئل الخیر الرملی عن رجلین تواضعا علی بیع الوفاء قبل عقدہ وعقدا خالیا عن الشرط، فاجاب بانہ صرح فی الخلاصۃ والفیض والتتارخانیۃ وغیرھا بانہ یکون علی ما تواضعا[1] اھ اما فی الدر استاجر رحی فمنعہ الجیران عن الطحن لتوھین البناء وحکم القاضی بمنعہ ھل تسقط حصتہ مدۃ المنع قال لا، مالم یمنع حسا من الطحن[2] اھ قال ط ثم ش المراد واللہ تعالٰی اعلم ان یحال بینہ وبین الدوارۃ فلا یقدر علیھا[3] اھ فکتبت علیہ اقول یجب حملہ علی ما اذا کان منع القاضی جبرا لخاطر الجیران لا حکما حتما لو خالفہ

اگر فاسد شرط لگائی اگرچہ عقد سے قبل لگائی ہو اور اس کو فریقین عقد کی بنیاد بنائیں تو فساد ہوگا جیسا کہ فقہاء نے مذاقیہ بیع میں اس کی تصریح کی ہے، علامہ خیرالدین رملی سے سوال ہوا کہ دو حضرات نے بیع الوفاء کو عقد سے قبل طے کرلیا اور پھر عقد کے وقت شرط کا ذکر نہ کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ خلاصہ، فیض، تتارخانیہ وغیرہ میں تصریح کی گئی ہے کہ وہ بیع طے کردہ شرط پر مانی جائے گی اھ، لیکن جو درمختار میں ہے کہ کسی نے آٹے کی پن چکی کرایہ پر لی اور پڑوسی نے اپنی عمارت کے نقصان کے خدشہ سے پسائی سے روک دیا اور قاضی نے روک دینے کا حکم دیا ہو تو کیا اس روکنے کی مدت کا کرایہ ساقط ہوگا، تو فرمایا کہ ساقط نہ ہوگا جب تک عملاً نہ روک دے اھ۔ اس پر طحطاوی نے پھر شامی نے فرمایا کہ عملاً روک دینے کا مطلب یہ ہے، واللہ تعالٰی اعلم، کہ ایسی رکاوٹ ڈالی جائے کہ چکی چلانے پر قدرت نہ ہو، اھ۔ میں نے اس پر لکھا ہے، میں کہتا ہوں، اس کو اس صورت پر محمول کرنا ضروری ہے جس میں قاضی پڑوسی کی درخواست پر منع کردے نہ کہ ایسی صورت پر کہ یہ قاضی کے

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع باب البیع الفاسد داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۲۱
[2] درمختار کتاب الاجارۃ باب مایجوز من الاجارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۷۶
[3] ردالمحتار " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۷

Marfat.com

لصادرة او عزرة کیف وقد صرحوا قاطبة ان لحوق ضرر غیر مستحق بالعقد عذر یفسخ به، وھذا منه لاشك۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

حکم کی خلاف ورزی کرے اور قاضی اس کو تعزیر لگائے، کیونکہ سب نے تصریح کی ہے کہ ایسا ضرر جو عقد میں شامل نہ ہو، اس کا پایا جانا ایسا عذر ہے جس کی وجہ سے فسخ ہو سکے گا، اور تعزیر والی صورت ایسا ہی عذر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۱۱ ازموضع دلیل گنج تھانہ امریا پرگنہ جہان آباد مسئولہ محب اللہ صاحب ضلعدار ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر مسلمان اس ضلع پیلی بھیت میں کاشت موروثی کو جس کی نقشی پختہ ہے گرو رکھتے ہیں، اور کچھ روپیہ اصلی کاشتکار کو دے کر اس کی علیحدہ تحریر کرا لیتے ہیں، اور زمین کو اپنی کاشت میں رکھ کر اس سے نفع اٹھاتے ہیں اور نقشی کا روپیہ زمیندار کو خود ادا کرتے رہتے ہیں، اور اس میں معاہدہ ہوتا ہے کہ ۲ سال تک یا پانچ سال تک باوجود موجود ہونے روپیہ کے اصلی کاشتکار زمین کو نہیں چھڑا سکتا، مگر بعد گزرنے معاہدہ کے کاشتکار اصلی روپیہ کل ادا کر کے زمین گرو سے چھڑا سکتا ہے، اور بعض بعض شخص اصلی روپیہ میں سے ایک روپیہ سال یا ۸ سال کم بھی لے لیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ علمائے اس صورت میں زمین کا گرو رکھنا جائز قرار دیا ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اصلی کاشتکار زمین کا مالک نہیں ہوتا مالک زمیندار ہے وہ مستاجر ہے، جب اس نے دوسرے کے پاس گروی رکھی اور زمیندار کی باقی اس دوسرے نے دی اور زمیندار نے اس سے قبول کی، تو یہ رہن کی اجازت نہ ہوئی، رہن و اجارہ جمع نہیں ہو سکتے، بلکہ اب یہ دوسرا شخص مستاجر ہو گیا، اب وہ پہلا جدا ہے اس پر اس دوسرے کا صرف خالص قرض رہا، وہ جب دے اسے قبول کرنا لازم ہوگا، اور زمین چھوڑنا کسی وقت ضرور نہیں، اس زمین سے کاشتکار اصلی کو کوئی تعلق نہ رہا۔ واللہ تعالٰی اعلم

Marfat.com

مسئلہ ۲۱۲ ؏ از احمد آباد گجرات محلہ جمال پورہ متصل مسجد کارنج مرسلہ مولانا عبدالرحیم صاحب ۱۶ شوال ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ یہاں شہر احمد آباد میں بعض "حافظ القرآن" حضرات اہلسنت وجماعت کے مکانوں پر سوم وچہلم منانے جاتے ہیں اور "کلام مجید" پڑھ کر اموات کی خدمت میں ایصال ثواب کرتے ہیں اور وہاں سے اجرت لیتے ہیں اور اس میں جُہلاء بہت ثواب سمجھتے ہیں۔ آیا یہ ایصال ثواب کرکے اُجرت لینا جائز ہے یا حرام ہے،

اُجرت لے کر ایصال ثواب کرے تو اموات کی خدمات میں ثواب پہنچتا ہے یا نہیں؟

اور جو حافظ القرآن اُجرت لے کر ثواب کرنے کے لئے احباب اہلسنت وجماعت کے مکانوں پر تشریف لے جاتے ہیں ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اُجرت پر کلام اللہ شریف بغرض ایصالِ ثواب پڑھنا پڑھوانا دونوں ناجائز، اور پڑھنے والا اور پڑھوانے والا دونوں گنہ گار، اور اس میں میّت کے لئے کوئی نفع نہیں، بلکہ اس کی مرضی وصیت سے ہو تو وہ بھی وبال میں گرفتار،

قال اللہ تعالٰی لا تشتروا بایٰتی ثمنا قلیلا[1] اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑے دام نہ لو۔ (ت)

اور یہ کہنا کہ ہم اللہ کے لئے پڑھتے ہیں اور دینے والے بھی ہمیں اللہ کے لئے دیتے ہیں محض جھوٹ ہے، اگر یہ نہ پڑھیں تو وہ ایک حبہ ان کو نہ دیں، اور اگر وہ نہ دیں تو یہ ایک صفحہ نہ پڑھیں، اور شرع مطہر کا قاعدہ کلیہ المعروف کالمشروط[2] (معروف مشروط کی طرح ہے۔ ت) بلکہ اس ظاہری

؏ ھذہ الفتوٰی وثلٰثۃ بعدہ کانت متفرقۃ فی ابواب شتّٰی ماعدا باب الاجارۃ فی المجلد الثامن ۱۲ عبدالمنان اعظمی

آٹھویں جلد (قدیم، جدید ۱۹) میں یہ اور اس کے بعد کے تین فتوے مختلف ابواب میں متفرق تھے ان کو اجارہ میں یہاں منتقل کیا گیا ہے عبدالمنان اعظمی۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۴۱

[2] درمختار کتاب الاجارہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۸۲

الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ السادسۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۳۱

Marfat.com

شرط نہ کرنے سے ایک اور خباثت بڑھ جاتی ہے، اجارہ جو امر جائز پر ہو وُہ بھی اگر بے تعین اجرت ہو تو بوجہ جہالت اجارہ فاسدہ اور عقد حرام ہے، نہ کہ وہ اجارہ کہ خود ناجائز تھا، وہ تو حرام در حرام ہوگیا، یہ حاوی جس میں یہ بیہودہ حکم ۴ ۵ درم والا لکھا ہے، حاوی قدسی نہیں، حاوی زاہدی ہے، کما فی رد المحتار[۱] (جیساکہ رد المحتار میں ہے۔ ت) اور یہ زاہدی ایک معتزلی بد مذہب تھا، کما فی الرد المحتار فی الاسفار[۲] (جیساکہ رد المحتار وغیرہ کتب میں ہے۔ ت) اور اس کا یہ حکم قوانین شرع سے محض جُدا، اور یہ تحدید شرع مطہر پر صریح افترا ہے۔

جو حافظ اس کا پیشہ رکھے فاسق معلن ہے، اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، کہ اسے امام بنانا گناہ، اور جو نماز اس کے پیچھے پڑھی ہو اس کا پھیرنا واجب، ہاں اگر اس کی حلت چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ پڑھوانے والے وقت معین کے ساتھ مثلاً روزانہ صبح کے ۷ بجے سے ۱۰ بجے تک اور شام کے ۲ بجے سے ۴ بجے تک، یا جو وقت مقرر کریں، ایک اجرت معینہ پر مثلاً ۴ روز یا جو قرار پائے، ان حافظوں کو اپنے کار خدمت کے لئے نوکر رکھیں، اس وقت معین کے لئے یہ ان کے ملازم ہوگئے انھیں اختیار ہے جو کام چاہیں لیں، از اں جملہ یہ کہ فلاں میّت کے لئے قرآن عظیم پڑھو، اب یہ حلال ہے، دینا واجب اور لینا روا، کہ اب یہ اجارہ قرآن خوانی پر نہیں، بلکہ ان حافظوں کے منافع نفس پر ہے، یہاں تک کہ اگر یہ اس وقت مقرر پر پابندی کے ساتھ حاضر رہیں اور مستاجرین ان سے کچھ کام نہ لیں، جب بھی تنخواہ واجب ہوگی،

لان المستحق علیھم انما کان تسلیم النفس وقد حصل کما ھو حکم "اجیرالواحد"۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کیونکہ وُہ پابند تھے کہ اپنے نفس کو سونپ دیں اور یہ کام ہوگیا جیساکہ اجیر خاص کا حکم ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۱۳ از شہر محلہ ملوکپور مسئولہ مولوی امیر اللہ صاحب ۲۶ ذوالحجہ ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ۵ روپیہ ماہوار کا نوکر تھا، اس نے خود نوکری ترک کردی، رقعہ کے ذریعہ سے بقیہ تنخواہ مانگی، ذیقعدہ سنہ حال کی ۲۸ سے چھوڑی، چنانچہ عبارت اس کی بلفظہٖ درج ہے: "میں نے ۲۰ ذیقعدہ بروز پنجشنبہ کو

---

[۱] رد المحتار کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسدۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۳۶

[۲] رد المحتار

کام چھوڑا، اسی ماہ مذکور کی تنخواہ چاہی ہے"۔ چونکہ یہ ذیقعدہ ۳۰ کا ہوا تو ۲۸، ۲۹، ۳۰ تین دن کی تنخواہ منہا ہونی چاہئے یا ایک دن ہفتہ کی، جمعہ کی تعطیل تھی، ترک روزگار کے بعد بھی تعطیل جمعہ و جمعرات ملنا چاہئے، یا ۲۷ یوم کی واجب ہے؟ اتنے دن کی تنخواہ مجموع آٹھ آنہ ہوئے، ایک دن کی ۲٫۰۲ پائی ہوتے ہیں، وہ کہتے ہیں ۲٫۰۲ پائی کاٹو اور دو دن تعطیل کے مجھے ملنا چاہئے، آیا یہ قاعدہ شرعی یا عرفی وغیرہ ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ایام تعطیل کی تنخواہ بحالِ ملازمت ملتی ہے، شرعاً عرفاً یہی قاعدہ ہے، اگر ترک ملازمت تاریخ ۲۸ سے ہوا تو تین دن کی تنخواہ کا وہ مستحق نہیں،

فان البطالة ترفیة عما علیه من الاشتغال وبعد ترك الاجارة لاشغل علیه فلا ترفیة فلا اجرة۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم وعلمه اتم واحکم۔

کیونکہ تعطیل لازمی مشغولیت سے آرام کیلئے ہوتی ہے تو اجارہ ختم ہونے کے بعد کوئی مشغولیت نہ رہی تو آرام کا ہے کا تو اجرت کا استحقاق نہ رہا۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم (ت)

مسئلہ ۲۱۴: مسئولہ احمد حسن بنگالی طالب علم مدرسہ اہل سنت وجماعت ۲۸ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

واعظ یا حافظ نے وعظ یا قرآن ختم کیا اور بغیر طلب کے اگر کسی نے کچھ دیا تو اس کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے اگر نہ مشروط ہو نہ معروف، ورنہ واعظ کے لئے علی الاختلاف جائز، اور قرآن خوانی پر بالاتفاق ممنوع علی ما نقله "ط" حققه علامة الشامی فی ردالمحتار[1] (طحطاوی کی نقل پر جس کو علامہ شامی نے ردالمحتار میں ثابت رکھا ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۵: از بنگالہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص کسی مقدمہ کے اندر گرفتار ہو کر کے کسی دوسرے شخص سے اپنی حالت کے واسطے دعا کروائے، اور بھی اس دعا خواں کو کچھ روپیہ چاہئے یا نہیں، اور ان کو روپیہ لینا حلال ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الاجارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۳۴

Marfat.com

الجواب

حلال ہے اگر کچھ نہ دینے کا ذکر آیا نہ عرف و رواج کی راہ سے معاوضہ ثابت تھا، اور یونہی بطور حسن سلوک اسے کچھ دے دیا جب تو خود ظاہر کہ اسے لینے میں اصلاً حرج نہیں یہاں تک کہ اگر کوئی شخص کسی نمازی کو نماز عمدہ طور پر پڑھتے دیکھے اس کا دل خوش ہو، کچھ روپیہ بطور نذر یا ہدیہ یا انعام کے اسے دے تو اس کے لینے میں کچھ مضائقہ نہیں کہ یہ اُجرت سے اصلاً تعلق نہیں رکھتا، اور اگر باہم قرارداد ہولیا کہ ہمارے مقدمہ کے لئے فلاں ختم پڑھو اور وقت و اُجرت وغیرہ کی صحیح تعیین کردی جس سے اجارہ میں جہالت نہ رہے، تو یہاں یہ بھی حلال ہے کہ اس صورت میں ثواب مقصود نہیں بلکہ قضائے حاجت کی تدبیر و علاج، تو یہ اس طرح ہوا جیسے مریض، پر پڑھ کر پھونکنے کی اُجرت لے، اس کا جواز صحیح حدیث سے ثابت ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک گاؤں میں ٹھہرے، وہاں کے لوگوں نے برخلاف عادت عرب مہمانی نہ دی، رئیسِ دیہہ کو سانپ نے کاٹا، لوگ ان کے پاس آئے، اُنھوں نے تنّو دُنبے ٹھہرالئے، سورۂ فاتحہ شریف پڑھ کر دَم کردی، اچھا ہوگیا، پھر صحابہ کو خیال آیا کہ کہیں قرآن مجید پر اُجرت لینا نہ ہوگیا ہو، ان بکریوں کو نہ کھایا، جب مدینہ طیبہ حاضر ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حال عرض کیا، حضور نے اجازت دی اور فرمایا:

ان احق ما اخذتم علیہ اجرًا کتاب اللّٰہ۔ رواہ البخاری عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔[1]

جس چیز پر اجرت لو اس میں سب سے زیادہ حق کتاب اللہ کو ہے۔ اس کو بخاری نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ (ت)

ردمحتار میں ہے:

ان المتقدمین المانعین الاستیجار مطلقا، جوزوا الرقیۃ بالاجرۃ ولو بالقراٰن کما ذکرہ الطحطاوی لانھا لیست عبادۃ محضۃ بل من التداوی[2]

متقدمین جو اُجرت لینا منع فرماتے ہیں انھوں نے بھی دَم کرنے پر اُجرت لینا جائز کہا ہے خواہ یہ دَم قرآن کے ساتھ ہو، جیسا کہ طحطاوی نے ذکر کیا ہے، کیونکہ یہ خالص عبادت نہیں بلکہ ایک علاج ہے (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الطب باب الشرط فی الرقیۃ بقطیع من الغنم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۵۴
" کتاب فضائل القرآن ۲/۷۴۹ و کتاب الاجارۃ " " "

[2] ردالمحتار کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسدۃ [illegible] ۱/۳۵۴

Marfat.com

ہاں اگر خالی دعا بغیر کسی ختم یا عمل کے ہو تو اس پر اجارہ ٹھہرانے کے کوئی معنی نہیں کہ اتنے کہنے میں اس کا کیا صرف ہوتا ہے کہ الٰہی فلاں کی حاجت بر لا، جس پر اجرت لے گا، نہ اس پر اجارہ معہود ہے،

والاجارۃ انما جوزت استحساناً علٰی خلاف القیاس لدفع حاجات الناس فما لیس من اجاراتھم لم یکن من حاجاتھم۔

اور اجارہ کا جواز خلاف قیاس لوگوں کی ضروریات کی وجہ سے ہے اور لوگوں میں جو اجارہ مروج نہیں وہ لوگوں کی حاجت نہیں ہے۔ (ت)

ہندیہ میں ذخیرہ سے ہے:

اذا استاجر موضعا معلوما من الارض لیتد فیھا الاوتاد یصلح بھا الغزل کی ینسج جاز لانہ من اجارات الناس، ولو استاجر حائطا لیتد فیھا الاوتاد یصلح علیھا ابریسم لینسج بہ شعرًا او دیباجًا لایجوز کذا ذکرہ بعض مشائخنا رحمھم اللہ تعالٰی لان ھذا لیس من اجارات الناس وفی عرف دیارنا ینبغی ان یجوز کذا ذکرہ بعض مشائخنا لان الناس تعاملوا ذٰلک فی فصلین جمیعا۔[1]

جب کوئی معین جگہ اجرت پر لی کہ وہاں کیلے گاڑ کر سُوت کو کپڑا بُننے کے لئے درست کرے تو جائز ہے کیونکہ یہ اجارہ لوگوں کی عادت ہے اور اگر کوئی دیوار کرایہ پر لیا کہ وہاں کیلے گاڑ کر بُننے کے لئے ریشم درست کرکے اُونی یا دیباجی کپڑا بنائے تو یہ جائز نہیں، ہمارے بعض مشائخ نے یُوں ذکر فرمایا ہے کیونکہ یہ لوگوں کے عادی اجارہ میں نہیں ہے اور ہمارے علاقہ کے عرف میں جائز ہونا چاہئے کیونکہ یہاں دونوں چیزوں میں لوگوں کا تعامل ہے، بعض ہمارے مشائخ نے یوں ذکر فرمایا ہے۔ (ت)

خانیہ وکبرٰی وعالمگیریہ میں ہے:

واللفظ لھذہ قال للدلال اعرض ضیعتی وبعھا علی انک اذا بعتھا فلک من الاجر کذا فلم یقدر الدلال علی اتمام الامر ثم باعھا دلال اٰخر قال ابو القاسم لو عرضھا الاول وصرف فیہ

عالمگیریہ کے الفاظ میں ہے، دلال کو کہا کہ میری زمین کو فروخت پر لگا جب تو فروخت کرے تو اتنی اجرت دوں گا تو دلال یہ کام مکمل نہ کرسکا پھر دوسرے دلال نے فروخت کردی، ابوالقاسم نے فرمایا اگر پہلے دلال نے فروخت پر لگائی اور اس نے اس پر

---

[1] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ الفتاوی الکبری کتاب الاجارہ الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۴۴۲

Marfat.com

روزجاراً یعتد به فاجر مثله له واجب بقدر عنائه وعمله، قال ابو اللیث رحمه اللہ تعالٰی هذا هو القیاس، ولا یجب له استحسانا اذا ترکه وبه ناخذ وهو موافق قول یعقوب رحمه اللہ تعالٰی هو المختار[1]

روزانہ محنت کی ہو تو اس کا اعتبار کرتے ہوئے اس کو مثلی اجرت اس کی محنت اور کام کے مطابق دینی ضروری ہے، حضرت ابو اللیث رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا قیاس یہی ہے لیکن جب پہلے نے عمل ترک کردیا تو اجرت واجب نہ ہوگی، ہمارا یہی مؤقف ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے قول کے یہی موافق ہے، یہی مختار ہے۔ (ت)

اسی میں تبیین سے ہے:

منها (ای من شرائط صحة الاجارة) ان تکون المنفعة مقصودة معتاداً استیفاؤها بعقد الاجارة ولا یجری بها التعامل بین الناس فلا یجوز استیجار الاشجار لتجفیف الثیاب علیها[2] واللہ سبحٰنه تعالٰی اعلم۔

ان میں یعنی اجارہ کی صحت کی شرائط میں کہ مقصود منافع وہ ہوں جن کو عقد اجارہ میں حاصل کرنا لوگوں کی عادت ہو اور لوگوں کا اس پر تعامل نہ ہو اسی لئے کپڑے خشک کرنے کے لئے درخت کرایہ پر لینا درست نہیں ہے۔ واللہ سبحانہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۱۶ عـــہ

از ضلع بارہ بنکی مرسلہ منشی کریم الدین ضلعدار کورٹ علاقہ سورج پور تمام ہتھونڈہ ضلع بارہ بنکی ۱۹ محرم ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بموجب قاعدہ مجریہ صاحبان بورڈ مال ممالک متحدہ آگرہ واودھ، ملازمان محکمۂ کورٹ آف وارڈمین کی تنخواہ ماہانہ سے فی روپیہ ا؍ وضع ہوتا ہے، اور اس وضع شدہ رقم کی نصف تعداد ریاست متعلقہ سے لی جاتی ہے، مثلاً عـــہ؍ کے تنخواہ دار سے ۱۲؍ وضع کیا گیا، اور ۱۰؍ ریاست سے لیا گیا کل ۲۲؍ وصول ہوکر سیونگ بینک ڈاکخانہ میں جمع کیا جاتا ہے اور اس پر بینک مذکور کے قاعدہ سے سود لگایا جاتا ہے، جب ملازمت ختم ہوجائے تو یہ کل زر اصل

عـــہ ثلثة مسائل کانت منثورات فی جلد سابع۔ عبدالمنان اعظمی (یہ تین مسائل ساتویں جلد میں متفرق تھے۔ ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الاجارۃ الباب الخامس عشر الفصل الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۴۵۱

[2] " " الباب الاول " " ۴/۴۱۱

Marfat.com

سود بجائے پنشن کے ملازم کو دیا جائے گا، آیا اس رقم کا لینا ملازم کو جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ملازمت جائزہ کی تنخواہ ماہ بماہ خواہ اس کا کوئی جُز جمع ہو کر بعد ختم ملازمت دیا جائے، ہر طرح وہ اس ملازم کی ملک ہے، اور جو تنخواہ گورنمنٹ سے مقرر ہو اس کا $\frac{1}{32}$ کہ حسبِ قرارداد معروف و معہود ریاست متعلقہ کے ذمّہ ہونا اور ملازم کے لئے جمع کیا جاتا ہے، وہ بھی حقیقۃً اسی تنخواہ کا جُز ہے۔ عہ؍ کا ملازم واقع میں بروئے قاعدہ مقررہ عہ۱؍ ماہوار کا ملازم ہے جسے عہ؍ گورنمنٹ اور ۱۰؍ ریاست سے ملیں گے، اگرچہ ماہ بماہ عہ ۱۲؍ پائے گا، اور ۲؍ گورنمنٹ کا اور ۱۰؍ ریاست کا جملہ ۴؍ تنخواہ معینہ سے جمع ہوتے رہیں گے، شرعًا اگرچہ یہ صورت اجارہ فاسدہ ہے کہ ایک جز ءِ اجرت ایک مدّت مجہولہ کے لئے مؤجل کیا گیا، کیا معلوم کہ ختم ملازمت کب ہو، اور اجل مجہول سے مؤجل کرنا مفسدِ بیع و اجارہ ہے جس کے سبب عقد فاسد و گناہ ہو جاتا ہے، اختیار شرح مختار و خزانۃ المفتین میں ہے:

كل جهالة تفسد البيع تفسد الاجارة۔[1]

ہر وہ جہالت جو بیع کو فاسد کرتی ہے اجارہ کو بھی فاسد کرتی ہے (ت)

فتاوٰی سراجیہ میں ہے:

كل جهالة تؤثر في البيع تؤثر في الاجارة۔[2]

جو جہالت بیع میں مؤثر ہے وہ اجارہ میں بھی مؤثر ہے (ت)

درمختار میں ہے:

كل ما افسد البيع يفسدها۔[3]

جو بیع کو فاسد کرے وہ اجارہ کو بھی فاسد کرتی ہے (ت)

اُسی میں ہے:

لا يصح البيع بثمن مؤجل الى الحصاد للزرع والدياس للحب، والقطاف للعنب،

وہ بیع جس کے ثمن کے لئے فصل کی کٹائی یا گہائی یا انگور کی اترائی کو میعاد بنایا گیا ہو صحیح نہیں کیونکہ

---

[1] خزانۃ المفتین　　کتاب الاجارۃ　　قلمی نسخہ　　۲/ ۱۶۵

[2] فتاوٰی سراجیہ　　کتاب الاجارۃ　باب الاجارۃ الفاسدۃ　　نولکشور لکھنؤ　　ص ۱۱۳

[3] درمختار　　"　　"　　مطبع مجتبائی دہلی　　۲/ ۱۷۷

Marfat.com

لانها تتقدم وتتأخر[1] (ملخصًا)۔

یہ امور آگے پیچھے ہوتے رہتے ہیں (ملخصًا)۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فی الزاھدی باعہ بثمن نصفہ نقد ونصفہ اذا رجع من بلد کذا فھو فاسد[2]

زاہدی میں ہے کسی چیز کو یوں فروخت کرنا کہ اس کی نصف قیمت نقد اور نصف فلاں شہر سے واپسی پر دوں گا تو وہ فاسد ہوگی۔ (ت)

مگر اجارۂ فاسدہ میں بھی بعد استیفائے منفعت اُجرت، کہ یہاں وہی اجر مثل ہے واجب ہوجاتی ہے اور وُہ اجیر کی ملک ہے۔ درمختار میں ہے:

حکم الفاسد وجوب اجر المثل بالاستعمال[3]

فاسد اجارہ کا حکم یہ ہے کہ استعمال کرلینے پر مثلی اُجرت واجب ہوتی ہے (ت)

بلکہ منیہ وقنیہ وجامع الرموز ومحیط وغمزالافکار وغیرہا کی رُو سے اُس ملک میں خبیث بھی نہیں ہوتا، اجیر کے لئے طیب ہوتی ہے اگرچہ اصل عقد گناہ وفاسد تھا۔ ردالمحتار میں ہے:

الاجر یطیب وان کان السبب حرامًا کذا فی المنیۃ قہستانی[4] الخ ونقل مثلہ السید الحموی فی غمز العیون عن القنیۃ ثم عقبہ بقولہ لم یذکر وجھہ فلینظر[5] اھ وذکر الشامی عن منح الغفار ان شمس الائمۃ الحلوائی قال تطیب الاجرۃ فی الاجارۃ الفاسدۃ اذا کان اجر المثل وذکر فی المسئلۃ قولین واحدھما اصح فراجع نسخۃ صحیحۃ[6] اھ۔

اُجرت حلال ہے اگرچہ سبب حرام ہو، جیسا کہ منیہ میں ہے، قہستانی الخ، اور سید حموی نے غمز العیون میں قنیہ سے اس کی مثل نقل کیا ہے اور پھر اس کے بعد ذکر کیا کہ انھوں نے اس کی وجہ ذکر نہ کی تو غور کرنا چاہئے اھ، علامہ شامی نے منح الغفار سے نقل کیا ہے کہ شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا ہے کہ اجارہ فاسدہ میں اُجرت حلال ہے جب وہ مثلی اجرت کے برابر ہو، اور انھوں نے مسئلہ میں دو قول ذکر کئے اور دونوں میں ایک اصح ہے تو صحیح نسخہ کی مراجعت چاہئے اھ (ت)

---

[1] درمختار کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۷

[2] ردالمحتار " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۱۹

[3] درمختار کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۷۷

[4] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۸

[5] غمز عیون البصائر الفن الثانی کتاب الاجارات ادارۃ القرآن کراچی ۲/۶۱

[6] ردالمحتار کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسدۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۸

Marfat.com

بہرحال اس میں شک نہیں کہ یہ رقم اصل جو گورنمنٹ و ریاست سے لے کر بنک میں بنام ملازم جمع ہوئی ملک ملازم ہے، رہی وہ زیادت کہ ڈاک خانہ بنام سود دیتا ہے اسے بہ نیت سود لینا ہرگز جائز نہیں،

قال اللہ تعالیٰ واحل اللہ البیع وحرم الربٰو[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا۔ (ت)

اور خود یہ نیت نہ کرے بلکہ مال گورنمنٹ سے برضائے گورنمنٹ ایک رقم جائز بحال استحقاق خود اپنے لئے ورنہ اپنے بھائیوں فقراء و مساکین و دیگر اہل استحقاق کے لئے بیت المال سے لینا سمجھے تو حرج نہیں، اگرچہ دینے والے اُسے کسی لفظ سے تعبیر کریں یا اپنے نزدیک کچھ سمجھیں،

فانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی[2] وقد فصلنا القول فی ھذا المرام فی فتاونا بما لا مزید علیہ۔

اعمال کا مدار نیت پر ہے اور ہر شخص کو اس کی نیت پر ملے گا۔ اور ہم نے اس مقصد میں تفصیلی قول اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے جس پر زائد کی گنجائش نہیں۔ (ت)

اصل یہ ہے کہ بیت المال اسلامی ہو خواہ اسلامی نہ ہو، جب انتظامات شرعیہ کا اتباع نہ کرے تو اہل استحقاق مثلاً طلبہ علم دین وعلمائے دین کہ اپنا وقت خدمات دینیہ مثلاً درس و تدریس و وعظ و افتا و تصنیف میں صرف کر رہے ہوں اگرچہ لکھو کھا روپے کے مالک اغنیا کثیر المال ہوں۔ اور بیوہ، یتیم، لُنجے، اندھے، فقرا، مساکین، جو کچھ اُس میں سے برضائے سلطنت بے غدر و فتنہ وارتکاب جرائم پائیں اُن کے لئے جائز ہے، اگرچہ دینے والا کسی دوسری وجہ ناجائز کے نام سے دے،

فانھم انما یأخذون وینوون ما ھو لھم فلا باس علیھم مما نوی غیرھم۔

کیونکہ وہ لوگ لیتے ہیں اور اپنی نیت پر فائدہ پاتے ہیں تو غیر کی نیت کا ان پر کوئی بوجھ نہ ہوگا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

من لہ حظ فی بیت المال وظفر بما ھو موجہ لہ لہ اخذہ دیانۃ، وللمودع

جس کا بیت المال میں جتنا حق ہے اس کے مطابق خود لے لینے میں دیانۃً جائز ہے، اور جس کے

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵
[2] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲

Marfat.com

صرف ودیعۃ مات ربھا ولا وارث لنفسہ اوغیرہ من المصارف[1]

پاس امانت ہے اگر امانت رکھنے والا فوت ہوجائے اور اس کا کوئی وارث نہ مصرف ہے تو امانتدار کو صرف کرنا جائز ہے۔ (ت)

وجیز کردری وغیرہ میں ہے:

فاذا کان من اھلہ صرفہ الی نفسہ وان لم یکن من المصارف صرفہ الی المصرف[2]

جب امانتدار خود صرف کا اہل ہے یعنی مصرف ہے تو خود صرف کرسکتا ہے اگر خود مصرف نہ ہو تو مصرف صرف کرے۔ (ت)

اسی طرح تنویر الابصار، مسائل شتّٰی وغیرہ کتب کثیرہ میں ہے، اور جب لینے والے کا دینے والے پر کوئی مطالبہ شرعیہ آتا ہو کہ وجہ صحیح شرعی کے نام سے نہ مل سکتا ہو جب تو یہ مسئلہ غایت توسیع پاتا ہے، جس میں گورنمنٹ وغیر گورنمنٹ ومسلمان وغیر مسلمان کسی کا فرق نہیں رہتا، مثلاً زید نے عمرو کے سَو روپے چُرالئے، عمرو کے پاس ثبوت قانونی نہیں، اپنا مال یُوں لینے میں عاجز ہے تو جائز ہے کہ سَو روپے تک عمرو سے کسی وجہ جائز قانون کے نام سے وصول کرلے، اگرچہ شرعاً وہ نام ناجائز ہو۔ درمختار میں ہے:

لوامتنع المدیون مدیدہ واخذھا لکونہ ظفر بجنس حقہ[3] اھ، والتفصیل الجمیل فی فتاوٰنا بتوفیق اللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جب قرضدار قرض کی ادائیگی نہ کرے تو قرض خواہ اپنے حق کی جنس پر قبضہ میں کامیاب ہوجائے تو لے سکتا ہے اھ۔ اور بہترین تفصیل ہمارے فتاوٰی میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۱۷: از اروہ بنگلہ ڈاکخانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ مرسلہ صادق علی خاں ۲۸ شوال ۱۳۳۶ھ

بھنگ اور افیون کا گورنمنٹ سے ٹھیکہ لے کر دکان کرے تو ٹھیکہ لینا اور دکانداری کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

بھنگ اور افیون بقدر نشہ کھانا پینا حرام ہے، اور خارجی استعمال نیز کسی دوا میں قدر قلیل جزو ہو کہ روز کے قدر شربت میں قابل تفتیر نہ ہو اندرونی بھی جائز، تو وہ معصیت کے لئے متعین نہیں، تو ان کی بیع حرام نہیں، مگر اس کے ہاتھ کہ معصیت کے لئے اسے خریدے، لیکن اکثر وہی

---

[1] درمختار کتاب الزکوٰۃ باب العشر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۰

[2] فتاوٰی بزازیہ علٰی ہامش فتاوٰی الہندیۃ کتاب الزکوٰۃ الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۸۹

[3] درمختار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۳۰

Marfat.com

ہیں تو ان کی تجارت میں احتیاط سخت دشوار اور اسلم احتراز، اور ٹھیکہ یہاں غالباً بایں معنی ہے کہ گورنمنٹ سے ان کو اجازت دی جاتی ہے، دوسرا نہیں بیچ سکتا، یہ ایک قانونی بات ہے جس کا ان پر الزام نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۸ از شہر ڈونگر پور ملک میواڑ راجپوتانہ برمکان جمعدار سمندر خاں مسئولہ عبدالرؤف خاں ۱۳ محرم ۱۳۳۹ھ

اگر مسجد کے احاطہ میں کوئی درخت پھولوں کا ہو اور وہ ٹھیکہ کسی ہندو کو دیا جائے اور وہ پھول بتوں پر چڑھائے جائیں، اور اس کا پیسہ عمارتِ مسجد میں لگانا، روشنی وغیرہ میں صرف کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

ٹھیکہ دینا حرام ہے اور اس کا روپیہ حرام، پھر بتوں پر چڑھانے کی نیت سے ہو تو اور سخت، اور اگر یہ نہیں بلکہ ہندو کا مال اُس کی رضا سے ایک نام عقد کے حیلہ سے حاصل کرنا ہو، اور اُن پھولوں کے توڑنے کے لئے کافر کا مسجد میں آنا جانا نہ ہو تو حرج نہیں، اور وہ روپیہ مسجد میں لگا سکتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۹ عــــہ مسئولہ محمد محمود از قصبہ باندہ ضلع شاسٹی متصل بمبئی ۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں مسئلہ کہ کوئی شخص مقرر کرکے بطور اجرت کے وعظ کرے اور وعظ گوئی کو پیشہ اور سلسلۂ معاش جان کر بسر اوقات کرنی اختیار کرے، جائز ہے یا ناجائز؟ تفسیر رؤفی والے اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں ناجائز اور قریب حرام کے فرماتے ہیں (آیہ کریمہ): ولا تشتروا بایٰتی ثمنًا قلیلًا[1] (اور میری آیات کے بدلے حقیر مال نہ لو۔ ت) فقط۔

الجواب

اصل حکم یہ ہے کہ وعظ پر اُجرت لینی حرام ہے۔ درمختار میں اسے یہود و نصارٰی کی ضلالتوں میں سے گنا[2]، مگر کم من احکام یختلف باختلاف الزمان، کما فی العلمگیریۃ[3]

عــــہ: مسئلتان من مجلدات سوٰی ما ذکرت ۱۲ عبدالمنان اعظمی (یہ دو مسئلے مختلف جلدوں میں تھے۔ ت)

[1] القرآن الکریم ۲/ ۴۱
[2] درمختار الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۳
[3] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۴۷

Marfat.com

(بہت سے احکام زمانہ کے اختلاف سے مختلف ہو جاتے ہیں جیساکہ عالمگیریہ میں ہے۔ت)
کلیہ غیر مخصوصہ کہ طاعات پر اُجرت لینا ناجائز ہے ائمہ نے حالاتِ زمانہ دیکھ کر اس میں سے چند چیزیں بضرورت مستثنیٰ کیں: امامت[1]، اذان[2]، تعلیم قرآن مجید[3]، تعلیم فقہ، کہ اب مسلمانوں میں یہ اعمال بلانکیر معاوضہ کے ساتھ جاری ہیں، مجمع البحرین وغیرہ میں ان کا پانچواں وعظ گنا وبس، فقیہ ابواللیث سمرقندی فرماتے ہیں: میں چند چیزوں پر فتوٰی دیتا تھا، اب ان سے رجوع کی، از انجملہ میں فتوٰی دیتا تھا کہ عالم کو جائز نہیں کہ دیہات میں دورہ کرے اور وعظ کے عوض تحصیل کرے، مگر اب اجازت دیتا ہوں، لہٰذا یہ ایسی بات نہیں جس پر نکیر لازم ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲-۱: مسئولہ مولوی عبدالرحیم بخش صاحب مدرس مدرسہ فیض الغرباء ۳۰ محرم ۱۳۳۲ھ
فیض الغرباء آرہ شاہ آباد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کچہری کی ججی، سب ججی، منصفی، رجسٹراری کی نوکری شرعاً جائز بلاکراہت ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جس نوکری میں خلاف ما انزل اللہ حکم کرنا پڑتا ہو ہرگز جائز نہیں، اگرچہ سلطنت اسلام کی ہو، ائمہ دین نے تیسری صدی کے آخر میں اپنے زمانہ کے سلاطینِ اسلام کی نسبت فرمایا: من قال لسلطان زماننا عادل فقد کفر (جس نے ہمارے زمانہ کے حاکم کو عادل کہا وہ کافر ہے۔ت) ان قضاۃ کی نسبت قرآن عظیم میں تین الفاظ ارشاد ہوئے ظالمون[1]، فاسقون[2]، کافرون[3]، جب قاضیانِ اسلام سلطنت کی نسبت یہ احکام ہیں تو سلطنت غیر اسلامیہ کے حکام تو مقرر ہی اس لئے کئے جاتے ہیں کہ مطابق قانون فیصلہ کریں۔ رہی رجسٹراری، اس میں اگرچہ حکم نہیں مگر وہ دستاویزوں پر شہادت ہے اور انھیں رجسٹر پر چڑھانا، اور ان میں بہت دستاویزیں سود کی بھی ہوتی ہیں اور صحیح حدیث میں ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم — رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت

---

[1] القرآن الکریم ۵/۴۵
[2] " ۵/۴۷
[3] " ۵/۴۴

Marfat.com

أكل الربٰو ومؤكله وكاتبه وشاهديه وقال هم سواء[1] والله تعالیٰ اعلم۔

فرمائی سُود کھانے والے اور سُود دینے والے اور اس پر گواہی کرنے والوں پر، اور فرمایا سب برابر ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] صحیح مسلم کتاب البیوع باب الربٰو قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۷

Marfat.com

۱۳ ۱۳۰۲ھ

اُجود القریٰ لطالب الصحۃ فی اجارۃ القریٰ

(دیہات کے ٹھیکہ کی صحت کے طلبگار کیلئے بہترین مہمانی)

مسئلہ ۲۲۰-ب: از بدایوں ۷ رجمادی الاولیٰ ۱۳۰۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ ٹھیکہ دیہات کا جو فی زمانناشائع و ذائع ہے، جس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ زمین تو مزارعین کے اجارہ میں بدستور ہے، اور توفیر مستاجر کو ٹھیکہ میں دے دی گئی کہ اس قدر توفیر کا گاؤں اتنے میں تمھیں ٹھیکہ دیا، بحساب اقساط اس قدر بلا عذر کمی وصول وغیرہ ادا کرو، پھر اگر ٹھیکہ دار نے رقم معین سے کسی قدر اگرچہ ایک پیسہ ہو، یا ہزار روپیہ زائد وصول پایا تو وہ اس کا حق سمجھا جاتا ہے، اور وصول میں کمی رہے تو اس مقدار کا اپنے گھر سے پورا کرنا پڑتا ہے، یہ طریقہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور بر تقدیر بیشی مستاجر کو قدر زائد اور درصورت کمی مؤجر کو مقدار باقی لینا حلال ہے یا نہیں؟ اور اگر اسے ناجائز کہا جائے تو کیا فرق ہے کہ مزارعین کو زمین ٹھیکہ پر دینا جائز ہے، اور یہ

Marfat.com

صورت ناجائز۔ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا (بیان کیجئے اجر حاصل کیجئے۔ ت)

الجواب

یہ ٹھیکہ شرعاً محض باطل و ناجائز ہے، ہرگز ہرگز کوئی صورت اس کے جواز و حلت کی نہیں، نہ یہ معاہدہ کسی قسم کا اثر پیدا کرسکے، نہ عاقدین پر اس کی پابندی ضرور، بلکہ فی الفور اس کا ازالہ واجب، نہ مقدار وصول میں ٹھیکہ دار کا کچھ حق، نہ گاؤں سے اس کو کسی قسم کا تعلق۔ اس پر فرض ہے کہ جس جس قدر منافع خالص وصول ہو کوڑی کوڑی مالک کو ادا کرے، خواہ وہ رقم معین سے زائد ہو یا کم، اگر ایک پیسہ اس میں سے رکھ لے گا اس کے لئے حرام ہوگا، نہ مالک کا مقدار وصول سے زیادہ میں کچھ استحقاق، مثلاً ہزار کو ٹھیکہ دیا نوسو وصول ہوئے، تو اسی قدر مالک کے لئے حلال ہیں نوسو روپے سے کوڑی زائد لے گا تو اس کے لئے حرام محض ہے، اور گیارہ سو کی نشست ہوئی تو یہ پورے گیارہ سو خاص مالک کے ہیں، ٹھیکہ دارعہ کا ان میں ایک حبہ نہیں یہاں تک کہ اگر ٹھیکہ دار توفیر سے دست بردار ہو کر یہ چاہے کہ حقِ محنت میں کچھ اجرت ہی پاؤں، تو اس کا بھی مطلق استحقاق نہیں،

لانہ انما عمل لنفسہ والباطل شرعا لاینقلب صحیحا بالتراضی فیجب علیھما التخلی عنہ ازالۃ للمنکر وقد اوجبوا التفاسخ فی العقود الفاسدۃ تاثما فما ظنك بالباطلات۔

کیونکہ اس نے اپنے لئے کام کیا ہے، اور شرعاً باطل چیز باہمی رضامندی سے صحیح نہیں بن سکتی تو دونوں پر اس سے علیحدگی ضروری ہے تاکہ گناہ کا ازالہ ہوسکے جبکہ فقہاء کرام نے فاسد عقود میں فسخ کرنا لازم قرار دیا ہے تو باطل عقود میں تیرا کیا خیال ہے۔ (ت)

جن لوگوں کے پاس کسی حقیتِ دیہی کا چند سال تک ٹھیکہ رہا ہو اُن پر فرض ہے کہ تمام برسوں کی واصلباقی بلحاظ تحصیل خام لگا کر ایک دوسرے کے مواخذہ سے پاک ہوجائیں مثلاً زید نے عمرو کو اپنا گاؤں بعوض ایک ہزار روپے کے تین برس تک ٹھیکہ دیا اور تین ہزار روپے وصول پائے، اب دیکھا جائے کہ عمرو کو ان برسوں میں کیا وصول ہوا تھا، اگر ہر سال مثلاً بارہ سو روپے پائے تھے تو اس پر چھ سو روپے زید کے واجب الادا تھے اور ہر سال آٹھ سو روپے ملے تھے تو چھ سو اس کے زید پر تھے اور ایک سال ہزار پائے تھے، دوسرے سال آٹھ سو، تیسرے سال بارہ سو، تو دونوں بے باق ہیں افسوس کہ عام بندے یہاں تک کہ علماء اس مسئلہ سے سخت غافل ہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ

عہ: فی الاصل "کٹکنہ دار" لعلہ زلۃ من الناسخ ۱۲۔

Marfat.com

العلی العظیم۔

اصل کلی یہ ہے کہ جس طرح عقد بیع اعیان پر وارد ہوتا ہے یونہی اجارہ ایک عقد ہے کہ خاص منافع پر ورود پاتا ہے جس کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ ذات شیئ بدستور ملک مالک پر باقی رہے، اور مستاجر اس سے نفع حاصل کرے، جو اجارہ خاص کسی عین و ذات کے استہلاک پر وارد ہو، محض باطل ہے اَللّٰھُمَّ اِلَّا مَا اسْتَثْنَاہُ الشَّرْعُ کَاِجَارَۃِ الظِّئْرِ لِلْاِرْضَاعِ (ہاں مگر وہ جس کو شرع نے مستثنٰی کردیا جیسا کہ دودھ پلانے والی عورت کا اجارہ۔ ت) وغیر ذلک۔ اسی لئے اگر باغ کو بغرض سکونت اجارہ میں لیا جائز، اور پھل کھانے کے لئے ناجائز، کہ سکونت منفعت اور ثمر عین، گائے کو لادنے کیلئے اجارہ میں لیا جائز، دودھ پینے کو ناجائز، کہ لادنا منفعت ہے اور دودھ عین، حوض سنگھاڑے رکھنے کیلئے اجارہ میں لیا جائز، مچھلیاں پکڑنے کو ناجائز، کہ سنگھاڑے بونا منفعت ہے، مچھلیاں عین،

فی رد المحتار عن البزازیۃ الاجارۃ اذا وقعت علی العین لاتصح فلا یجوز استیجار الآجام والحیاض لصید السمك اورفع القصب وقطع الحطب اولسقی ارضھا اولغنمہ منھا وکذا اجارۃ المرعی، والحیلۃ فی الکل ان یستاجر موضعا معلوما لعطن الماشیۃ، ویبیح الماء والمرعی[1] الخ، وفی الفتاوی الخیریۃ لنفع البریۃ قد صرحوا بان عقد الاجارۃ علی اتلاف الاعیان مقصودا کمن استاجر بقرۃ لیشرب لبنھا، لاینعقد وکذلك لواستاجر بستانا لیاکل ثمرتہ[2]، والمسئلۃ مصرح بھا فی منح الغفار وکثیر من

ردالمحتار میں بزازیہ سے منقول ہے کہ جب اجارہ عین کی ہلاکت پر ہو تو صحیح نہ ہوگا جیسے پودوں کے ذخیرے اور حوض مچھلی پکڑنے اور ناڑ کاٹنے اور لکڑی کاٹنے یا ان زمینوں کو سیراب یا جانوروں کو پلانے کے لئے اور یونہی چراگاہ اجارہ پر لینا اور ان سب امور کے لئے حیلہ یہ ہے کہ وہاں کوئی معین جگہ جانور رکھنے کے لئے کرایہ پر حاصل کرے اور پانی اور چارہ کو مالک مباح کردے الخ، اور فتاوٰی خیریہ لنفع البریہ میں ہے کہ فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ عین چیز کو تلف کرنے پر اجارہ منعقد نہ ہوگا جیسے گائے دودھ کے لئے اور باغ کو اس کا پھل کھانے کے لئے اجارہ پر لینا، جبکہ یہ مسئلہ

---

[1] ردالمحتار کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسدۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۳۹

[2] فتاوٰی خیریہ " دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۱۲۹

Marfat.com

الکتب۔ منح الغفار اور بہت سی کتب میں تصریح شدہ ہے۔ (ت)

اب اسی اجارہ کو دیکھئے تو یہ ہرگز کسی منفعت پہ وارد نہ ہوا کہ زمین بغرضِ زراعت نو مزارعین کے ٹھیکہ میں ہے، بلکہ خاص توفیر یعنی زرحاصل یا بٹائی کا غلّہ اجارہ میں دیا گیا اور اسی کا استہلاک مفادِ عقد ہوا، اذ من المعلوم ان الحبوب والنقود لا ینتفع بھا الا باتلافھا (اور ظاہر ہے دانے اور نقد زر سے ان کی ہلاکت کے بغیر نفع حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ ت) اور پُر ظاہر کہ زر و طعام اعیان سے ہیں نہ منافع سے اگرچہ محاورۂ ہندیان میں تمام حاصلات دیہی کو بلفظ منافع تعبیر کیا جاتا ہے، عین اشیائے قائمہ بالذات کو کہتے ہیں، اور منفعت معانی حاصلہ فی الغیر، عین امور محسوسہ کی جنس سے ہے اور منفعت معنی معقول، عین کو چند زمانے تک بقا ہے، اور منفعت ہر آن متجدد،

فی ردالمحتار المنفعۃ عرض لا تبقی زمانین[1]۔

ردالمحتار میں ہے نفع ایک عرض چیز ہے جس کا وجود دو زمانوں میں باقی نہیں رہتا۔ (ت)

اب نفس جزئیہ کی تصریح کلماتِ علمائے کرام سے لیجئے، امام خیر الملۃ والدین رملی استاذ فاضل مدقق صاحبِ درمختار رحمہ اللہ تعالٰی علیہما فتاوٰی خیریہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

ان کانت الاجارۃ وقعت علی اتلاف العین قصدا فھی باطلۃ کما صرحت بہ علماؤنا قاطبۃ، وصار کمن استاجر بقرۃ لیشرب لبنھا لا تنعقد فاذا استاجر زید القری والمزارع والحوانیت لاجل تناول خراج المقاسمۃ او خراج الوظیفۃ اوما یجب علی المتقبلین من اجرۃ الحوانیت اولاجل تناول ثمرۃ الاشجار من بساتین القری وحصۃ الوقف من الزرع الخارج فالاجارۃ باطلۃ باجماع علمائنا لا فرق

اگر اجارہ عین چیز کے اتلاف پر مقصود ہو تو باطل ہوگا جیسا کہ تمام علماء نے تصریح فرمائی ہے اور جیسے گائے کو دودھ کے لئے اجارہ پہ ہو جائے گا جو منعقد نہ ہوگا تو جب زید نے دیہات زمین اور دُکانیں اجارہ پہ حاصل کیں تاکہ حصہ کی آمدنی یا مقررہ کرایہ وصول کرے یا دکانوں کا کرایہ حاصل کرے یا دیہاتوں کے باغات کے پھل کھائے یا اوقاف کی زمینوں کا فصلانہ وصول کرنے کے لئے اجارہ پر لے تو یہ اجارہ باجماع علماء باطل ہے اس میں زید و بکر کا

[1] ردالمحتار کتاب الاجارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۳

Marfat.com

بین زید وبکر فی ذلك لانها باطلة والحال ھذہ والباطل یجب اعدامه لاتقریرہ فترفع ید زید وعمرو عن القری والسمن ادع والحوانیت[2]

کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ یہ باطل ہے جب یہ صورت ہے تو اس باطل کا ازالہ ضروری ہے نہ کہ اس کو بحال رکھنا جائز، تو زید وعمرو کا قبضہ ان سے ختم کرنا ضروری ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

سئل فی الالتزام والمقاطعة علی مایتحصل من قریة الوقف من خراج مقاسمة وغیرذلك بمال معلوم من احد النقدین یدفعه الملتزم ویکون له مایتحصل منها قلیلا کان اوکثیرا ھل یجوز ام لا۔ اجاب، الواقع علیه فی المقاطعة المشروحة اعیان لامنافع فھی باطلة بالاجماع، واذا وقعت باطلة کانت کالعدم[1] الخ ملخصا۔

آپ سے سوال ہُوا کہ وقف گاؤں کے حصہ کی وصولی کا ٹھیکہ وغیرہ مقررہ مال کے بدلے حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں، ٹھیکہ قلیل مال ہو یا کثیر ہو۔ توجواب دیا کہ یہ ٹھیکہ عین اشیاء پر ہے منافع پر نہیں ہے لہذا یہ بالاجماع باطل ہے تو جب باطل ہے تو کالعدم ہے الخ ملخصاً (ت)

اسی میں ہے:

سئل ایضا فی تیماری اجرالمتحصل من تیمارہ لاٰخربمبلغ معلوم ھل تصح ام لا، اجاب لا تصح وعلی کل واحد منھما ردما تناوله[2] الخ۔

کھجور کے باغ والے نے حاصل ہونے والے پھل کا مقررہ نقدپر دوسرے کو ٹھیکہ دیا کیا یہ صحیح ہے یا نہیں، انھوں نے جواب دیا کہ یہ صحیح نہیں ہے اور فریقین پر لازم ہے جو کچھ لیا دیا ہے واپس کریں الخ۔ (ت)

اسی میں ہے:

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الاجارۃ دار المعرفۃ بیروت ۲/۱۲۴
[2] " " " " ۲/۱۲۶
[3] فتاوٰی خیریہ " دار المعرفۃ بیروت ۲/۱۲۸

Marfat.com

المقر فی کلام مشائخنا باجمعهم ان الاجارة تملیك نفع بعوض وانها اذا وقعت علی استهلاك الاعیان فهی باطلة ومما صرحوا به ان من استاجر بقرة لیشرب لبنها اوکرما لیاکل ثمرته فهو باطل ومما یقطع الشغب قولهم "جعل العین منفعة غیر متصور" فاذا علم ان الاجارة اذا وقعت علی استهلاك الاعیان قصدا وقعت باطلة فعقد الاجارة المذکورة حیث لم یقع علی الانتفاع بالارض بالزرع ونحوه بل علی اخذ المتحصل من الخراج بنوعیه اعنی الخراج الموظف والمقاسمة وما علی الاشجار من الدراهم المضروبة فهو باطل باجماع ائمتنا والباطل لاحکم له باطباق علمائنا واذا قلنا ببطلانه لزم المستاجران یرد جمیع ما تناوله من المزارعین من غلال ونقود وغیر ذلك۔[1]

ہمارے تمام مشائخ کے کلام میں ہے کہ اجارہ منافع کا عوض کے بدلے مالک بننے کا نام ہے اور اگر یہ عین چیز کو ہلاک کرنے پر منعقد ہو تو باطل ہوگا، اور ان کی تصریحات میں ہے کہ جو شخص گائے کو دودھ پینے کے لئے یا انگور کا درخت پھل کھانے کے لئے اجارہ پر لے تو یہ باطل ہے اور اس عمل کے غلط ہونے پر ان کا یہ قول قطعی ہے کہ عین چیز کو نفع بنانا متصور نہیں ہو سکتا، تو جب معلوم ہو جائے کہ اجارہ قصدًا عین چیز کو ہلاک کرنے پر واقع ہوا ہے تو باطل ہوگا تو اجارہ مذکورہ جب زمین سے انتفاع پر نہیں بلکہ زمین سے حاصل آمدن کو وصول کرنے پر دو طرح سے ہے یعنی مقررہ حصہ کی وصولی اور درختوں کے پھل کی وصولی کے عوض مقررہ دراہم، تو یہ ہمارے ائمہ کے اجماع کے مطابق باطل ہے اور باطل چیز کا ہمارے علماء کے اتفاق کے مطابق کوئی حکم نہیں ہے اور جب ہم نے باطل کہہ دیا تو مستاجر پر لازم ہے کہ اس نے جو کچھ مزارعین سے غلّہ یا نقد وصول کیا واپس کرے۔ (ت)

اسی میں ہے:

اعلم ان الاجارة اذا وقعت علی اتلاف الاعیان قصدا کانت باطلة فلا یملك المستاجر ما وجد من تلك الاعیان بل ھی

معلوم ہونا چاہئے کہ جب اجارہ قصدًا عین چیز کو تلف کرنے پر ہو تو وہ باطل ہوگا مستاجر جو کچھ بھی ان اعیان چیزوں میں سے حاصل کرے وہ اس کا مالک

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الاجارہ دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۱۳۵-۳۶

Marfat.com

على ما كانت عليه قبل الاجارة فتؤخذ من يده اذا تناولها ويضمنها بالاستهلاك لان الباطل لايؤثر شيئا فيحرم عليه التصرف فيها لعدم ملكه وذلك كاستئجار بقرة ليشرب لبنها اوبستان ليأكل ثمرته ومثله استئجار ما في يد المزارعين لاكل خراجه الذي يحصل بالمقاسمة فانه عين وقع عليها الاستئجار قصدا ومثله باطل كما علمت[1]

نہ بنے گا بلکہ یہ اجارہ سے قبل کی حالت پر ہوں گی لہذا مستاجر کے قبضہ سے واپس لی جائیں گی اور اگر وُہ ان کو ہلاک کرچکا ہو تو ان کا ضمان اس سے وصول کیا جائیگا کیونکہ کسی چیز میں باطل موثر نہیں ہوتا اس لئے اس پر ان میں تصرف حرام ہوگا کیونکہ وہ ان کا مالک نہیں ہے اور یہ گائے کے دُودھ یا باغ کے پھل کھانے کے لئے اجارہ پر لینے کی طرح ہوگا اور اسی کی مثل مزارعین سے مقررہ حصہ کی وصولی کا مالک بننے کے لئے ٹھیکہ لینا ہے کیونکہ یہ بھی عین چیز پر قصدًا اجارہ ہے اور ایسی صورت باطل ہے جیسا کہ تو معلوم کرچکا ہے (ت)

اسی میں ہے:

الاجارة المذكورة باطلة غير منعقدة لما صرح به علماؤنا قاطبة من ان الاجارة اذا وقعت على اتلاف الاعيان قصدا لاتنعقد ولا تفيد شيئا من احكام الاجارة فاذا علم ذلك فليس للمستاجران يتناول شيئا من الغلال[2] اھ

مذکورہ اجارہ باطل ہے اور غیر منعقد ہے جیسا کہ تمام علماء تصریح کرچکے ہیں کہ جب اجارہ قصدًا عین چیز کو تلف کرنے کے لئے ہو تو وہ منعقد نہیں ہوتا اور اجارہ کے احکام کے لئے مفید نہیں ہوتا، جب یہ معلوم ہوگیا تو مستاجر کو حق نہیں کہ وہ کوئی آمدن وصول کرے اھ (ت)

ردالمحتار علی درمختار میں ہے:

اما ما يفعلونه في هذه الازمان حيث يضمنها من له ولايتها لرجل

لیکن وُہ عمل جو اس زمانہ میں کیا جارہا ہے کہ کارمختار کسی مقررہ معاوضہ پر زمینوں کے حصّہ

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الاجارۃ دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۱۱۹
[2] " " " " " " ۲/ ۱۱۷

Marfat.com

بمال معلوم لیکون له خراج مقاسمتها ونحوه فهو باطل، اذ لا یصح اجارة لوقوعه علی اتلاف الاعیان قصداً و لا بیعا لانه معدوم اھ[1] قلت وھٰکذا افصح به الفاضل المحقق مولٰنا امین الملة والدین محمد بن عابدین الشامی رحمه الله تعالٰی صاحب رد المحتار علی الدر المختار فی کتابه النفیس الجلیل الحری بان یکتب علی الحناجر ولو بالخناجر المسمّٰی "بالعقود الدریة فی تنقیح الفتاوی الحامدیة" وغیرہ فی غیرہ والعبد الضعیف الاٰن فی قریة بعیدة عن وطنی لیس عندی ھٰھنا من الکتب الفقهیة الارد المحتار و الخیریة لولا ذٰلک لاثبت بتصریحات جلیلة اخری تفتح اعین الغافلین وفیما اوردنا کفایة للعاقلین، والحمد لله رب العٰلمین۔

کی وصولی کو ٹھیکہ وغیرہ پر دے دیتا ہے تو یہ باطل ہے کیونکہ یہ اجارہ درست نہیں اس لئے کہ یہ عین چیز کو فنا کرنے پر اجارہ ہے اور بیع بھی نہیں کیونکہ وہ قابلِ وصول حصہ ابھی معدوم ہے اھ، میں کہتا ہوں اور یونہی فاضل محقق مولانا امین الملۃ والدین محمد بن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالٰی صاحب ردالمحتار حاشیہ درمختار نے اپنی کتاب جو کہ نفیس جلیل اس قابل ہے کہ اسکو حلقوموں پر لکھا جائے اگرچہ خنجروں سے لکھا جاسکے جس کا نام "العقود الدریہ فی تنقیح الحامدیہ" ہے اور دیگر علمائے نے دیگر کتب میں فرمایا اور رہا ناتواں بندہ اس وقت اپنے وطن سے دُور ایک قریہ میں ہے میرے پاس سوائے ردالمحتار اور خیریہ کوئی بھی فقہ کی کتاب نہیں ہے اگر یہ عذر نہ ہوتا تو میں ایسی مزید تصریحات جلیلہ کو بیان کرتا جو غافل حضرات کی آنکھوں کو کھول دیتیں، اور جو کچھ میں نے ذکر کر دیا ہے وہ عقل والوں کے لئے کافی ہے، والحمد للہ رب العالمین۔ (ت)

ان نصوص صریحہ کے بعد بھی حکم میں کچھ خفا باقی ہے؟ اور یہیں سے ظاہر ہو گیا وہ فرق جس سے سائل سوال کرتا ہے کہ مزارعوں کو زمین بغرضِ زراعت دی جاتی ہے، وہاں اجارہ بونے جوتنے پر وارد ہوتا ہے کہ وہ منفعت ہے، نہ کسی عین کے استہلاک پر فافترقا، اسی لئے امام خیر الدین نے ارشاد فرمایا:

عقد الاجارة المذکورة حیث لم یقع

مذکورہ عقد اجارہ زمین سے زراعت کے انتفاع وغیرہ

---

[1] ردالمحتار کتاب الاجارہ مسائل شتّٰی فی الاجارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۵۷

Marfat.com

علی الانتفاع بالارض بالزراع و نحوہ بل اخذ المتحصل[1] الخ کما اسمعناك نصه۔

پر واقع نہیں بلکہ متحصل کی وصولی پر ہوتا ہے الخ، جیسا کہ ہم نے ان کی نص آپ کو سنا دی ہے۔ (ت)

معہذا کچھ فرق نہ سہی جب شرع مطہر سے اس کی علت اور اس کی حرمت ثابت، پھر مجالِ مقال کیا ہے،

قالوا انما البیع مثل الربٰو واحل اللّٰه البیع وحرم الربٰو[2] واللّٰه تعالٰی المسئول لاصلاح احوال الامۃ المرحومۃ ولاحول ولاقوۃ الا باللّٰه العلی العظیم۔

انھوں نے کہا بیع بھی ربا کی طرح ہی ہے، حالانکہ اللہ تعالٰی نے بیع کو حلال اور ربا کو حرام فرمایا ہے، اور اللہ تعالٰی سے ہی امت مرحومہ کی اصلاح کے لئے سوال ہے، بھلائی کی طرف پھرنا اور نیکی کی قوت صرف اللہ بلند وعظیم سے ہے (ت)

ہوا یہ کہ جن لوگوں نے کسی وجہ سے اپنے دیہات کا کام خود نہ کرنا چاہا اور دوسرے کو بطور کارپرداز بتقرر تنخواہ سپرد کردینے میں غبن کثیر ومحنت قلیل و بے پرواہی کارندگاں کا احتمال قوی سمجھا،

کما ھو مشاھد فی کثیر من ابناء الزمان الا من عصمہ اللّٰه وقلیل ماھم۔

جیسا کہ بہت سے اہل زمان میں یہ مشاہدہ ہے، ہاں اللہ تعالٰی جس کو محفوظ فرمائے، اور وہ قلیل لوگ ہیں۔ (ت)

بخلاف اس صورت کے جب ایک شخص کے ذمہ رقم محدود باندھ دی جائے اور یہ قرار پائے کہ جہاں سے جانے اسے پورا کرے، یہاں تک کہ اس پر ضمانتیں یا ایک سال کی توفیر پیشگی لی جاتی ہے تو احتمال غبن کے تو کچھ معنی ہی نہ رہے، کوشش دلسوزی اول تو کیونکر نہ کرے گا، اور نہ بھی کرے تو اپنا کیا نقصان، اس قسم کی باتیں ذہن میں جما کر یہ عقد باطل عاطل ایجاد کیا حالانکہ یہ بھی ان کی نادانی کا نتیجہ تھا، کاش! اگر حضرات علماء لاخلا الکون عنھم وکثر اللّٰه فی بلادہ امثالھم (کائنات ان سے خالی نہیں ہے اللہ تعالٰی ان جیسوں کی کثرت اپنے تمام بلاد میں فرمائے۔ ت) کی طرف رجوع لاتے تو ایسی صورت نکلنا ممکن تھی جس میں ان کا اطمینان بھی رہتا، ٹھیکہ دار کے سر رقم معین ہوجاتی غبن وغیرہ

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الاجارہ دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۱۳۵

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵

Marfat.com

کے خدشوں سے نجات ہاتھ آتی، اور موجر و مستاجر دونوں اکلِ حلال کھاتے نافرمانی ملک جبار سے امان پاتے مگر کم ہیں وُہ پاک مبارک بندے جنھیں اپنے دین کا اہتمام ہے، الٰہی اس اذل وارذل کو اپنے ان محبوبوں کا خاکپا بنا اور امتِ مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی اصلاحِ احوال فرما آمین بجاہ ھذا النبی الکریم علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلٰوۃ والتسلیم، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۲۲۱ از شاہجہانپور مدرسہ اسلامیہ مرسلہ شیخ بشیرالدین صاحب ۲۵ شعبان ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس صورت میں کہ زید کا ایک موضع ہے جس میں قدیم الایام سے ایک بُت خانہ ہے اور اس کے چڑھاوہ میں قریب تین سو روپیہ سالانہ کے رقم آتی ہے زید بوجہ قدامت کے بتخانہ کو دفع نہیں کرسکتا، اور نہ اس کی پرستش کو بند کرسکتا ہے، اصلی آمدنی موضع مذکور کی دوسو روپیہ سالانہ ہے، ایک ہندو ٹھیکہ دار موضع مذکور کا چارسو روپیہ پر لینا چاہتا ہے، ظاہر ہے کہ اصلی آمدنی کی موضع مذکور کی صرف دوسو روپیہ سالانہ ہے، ٹھیکہ دار رقم چڑھاوہ کے خیال سے دوسو روپیہ اصلی آمدنی پر بڑھاتا ہے مگر زید کوئی تفصیل آمدنی موضع اور آمدنی چڑھاوہ کی نہیں کرتا ہے بلکہ یہی کہتا ہے کہ میں ٹھیکہ موضع کا دیتا ہوں، تو زید کا چارسو روپیہ سالانہ پر موضع مذکور کا ٹھیکہ دینا ہندو کو جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

سرے سے دیہات کا یہ ٹھیکہ ہی جس طرح آج کل رائج کہ زمین زراعت پر مزارعین کے پاس رہتی ہے اور ٹھیکہ دار توفیر کا ٹھیکہ لیتا ہے بالاتفاق حرام ہے، فتاوٰی خیریہ میں ہے:

سئل فی تیماری أجر المتحصل من تیمارہ لاٰخر بمبلغ معلوم ھل تصح ام لا، اجاب لاتصح، وعلی کل واحد منھما رد ما تناولہ[1]

ان سے سوال ہوا ایک نے اپنے کھجور کے باغ سے حاصل ہونیوالے پھل کو دوسرے کو مقررہ رقم سے ٹھیکہ پر دیا، کیا یہ صحیح ہے یا نہیں، جواب دیا کہ یہ صحیح نہیں، اور فریقین پر لازم ہے کہ وُہ لین دین واپس کریں۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الاجارہ دارالمعرفۃ بیروت ۲/۱۲۸

Marfat.com

اسی میں ہے :

قد اتفقت علماؤنا علی ان الاجارۃ اذا وقعت علی تناول الاعیان او اتلافہا فہی باطلۃ ، فاذا علم ذٰلک علم الحکم فی اجارۃ القری لتناول الخراج مقاسمۃ کان او وظیفۃ وانہ باطل وقد افتیت بذٰلک مرارا وصورۃ مارفع الحق فی قریۃ أجرھا المتکلم علیھا لاٰخر لیتناول ما یتحصل من خراجھا ورسوم انکحتھا وزکٰوۃ مواشیھا ھل یجوز فاجبت فانہا باطلۃ لاتجوز[1] الخ۔

ہمارے علماء کا اتفاق ہے کہ جب اجارہ عین چیز کو کھانے یا تلف کرنے پر ہو تو باطل ہوگا ، جب یہ معلوم ہوگیا تو اس سے دیہات کی آمدن یا وہاں سے حاصل ہونے والے حصہ کو ٹھیکہ پر دینے کا حکم معلوم ہوگیا کہ یہ باطل ہے ، اور اس پر متعدد بار فتوٰی دے چکا ہوں ، اور میرے پاس مسئلہ کی جو صورت پیش ہوئی وُہ یہ تھی کہ ایک قریہ کے مختار نے وہاں سے حاصل ہونے والی آمدن ' وہاں ہونے والے نکاحوں کے مروجہ عطیات اور جانوروں کی زکٰوۃ کا ٹھیکہ دوسرے شخص کو مقررہ رقم پر دے دیا تو کیا یہ جائز ہے ، تو میں نے جواب دیا کہ یہ ناجائز اور باطل ہے الخ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

اما ما یفعلونہ فی ھذہ الازمان حیث یضمنہا من لہ ولایتہا لرجل بمال معلوم لیکون لہ خراج مقاسمتہا ونحوہ فھو باطل اذ لایصح اجارۃ لوقوعہ علی اتلاف الاعیان قصدا ولا بیعا لانہ معدوم کما بینہ فی الخیریۃ[2]۔

لیکن وُہ عمل جو آج کل لوگ کرتے ہیں کہ قریہ سے حاصل ہونے والی آمدن کے حصّے کو مختار کار شخص دوسرے کو ٹھیکہ پر دے دیتا ہے تو یہ باطل ہے کیونکہ عین چیز کو تلف کرنے پر یہ قصدًا اجارہ ہے بیع نہیں ہے کیونکہ محصولات ابھی معدوم ہیں جیسا کہ خیریہ میں اس کا بیان ہے (ت)

بلکہ جواز کی یہ صورت ہے کہ جس مال سے ٹھیکہ دے سال تمام پر خیال کرے کہ کتنے مزارعوں کا پٹہ ہنوز باقی ہے ، جس جس کا ہو ان سے اجازت لے کہ اب ہم یہ سارا گاؤں یا اس کی فلاں پٹی یا فلاں فلاں معین نمبر تمام و کمال فلاں شخص کو زراعت کرنے کے لئے ٹھیکہ پر دیتے ہیں تم اجازت دے دو

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الاجارہ دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۳۰-۱۲۹

[2] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۵۷

Marfat.com

(اور انھیں سمجھا دے کہ یہ زمین ہمیشہ تا میعاد پٹہ تمھارے ہی پاس رہے گی، ہم اپنے ایک مسئلہ شرعی کے لحاظ سے یہ امر کرتے ہیں) جب وہ اجازت دے دیں تو مستاجر سے کہے اس سارے گاؤں یا اس میں فلاں پٹی یا فلاں فلاں معین نمبر کی زمین اس قدر روپے سالانہ پر زراعت کے لئے ہم نے تیرے اجارہ میں دی کہ تجھے اختیار ہے جو چاہے بوئے وہ قبول کرلے، اب اجارہ صحیح ہوگیا، اور جو روپیہ قرار پایا مالک کو لینا حلال ہوگیا خواہ مستاجر خود زراعت کرے یا دوسروں کو اٹھادے۔

غرض زبانی عقد یوں کرلیا جائے کہ شرع میں اسی کا اعتبار ہے، دستاویز میں اگر یوں لکھا جانا انگریزی طور پر کچھ خلل انداز ہو تو اختیار ہے کہ تحریر ٹھیکہ اسی قاعدہ رائجہ پر کرلے کہ شرعًا وہ تحریر خلاف تقریر کوئی چیز نہیں، خیریہ میں ہے:

امااشتراط کونہ یصدر من لفظہ فی محکمۃ ویکتب فی حجۃ فی سجلات فلیس بلازم شرعا واللفظ بانفرادہ کاف شرعا والزیادۃ لایحتاج الیہا[1]۔

لیکن محکمہ میں آرڈر اور رجسٹروں میں اندراج شرعًا کوئی شرط نہیں صرف لفظی عقد ہی کافی ہے اس سے زائد کی ضرورت نہیں ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

العبرۃ بما تلفظ لا لما کتب الکاتب[2] اھ ملخصین۔

تلفظ کا اعتبار ہے نہ کہ کاتب کے لکھے ہوئے کا اھ، دونوں عبارتیں ملخص ہیں (ت)

رہا یہ کہ مستاجر کو اس پر نفع لینا مثلاً سو روپے سال پر ٹھیکہ لے، اب اپنی طرف سے ایک سو یا سوا سو پر اٹھادینا کس حالت میں روا ہوگا، اس کی صورتیں جدا ہیں جن کے ذکر کی یہاں حاجت نہیں کہ وہ صورتِ مستفسرہ میں کافر ہے، اُسے احکامِ شرعیہ کی کیا پرواہ، نہ ہمیں کوئی ضرورت کہ اس کے لئے اکلِ حلال کی تدبیر کریں،

الخبیثٰت للخبیثین والخبیثون للخبیثٰت[3]۔

خبیث چیزیں خبیث لوگوں کے لئے اور خبیث لوگ خبیث چیزوں کے لئے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الوقف دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۱۶

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۱۴۰-۱۳۹

[3] القرآن الکریم ۲۴/۲۶

Marfat.com

اس طور پر اصل اجارہ بھی جائز ہوگیا، اور وہ مندر کا خدشہ بھی دفع ہوا کہ اس نے تو زمین زراعت کیلئے ٹھیکہ پر دی ہے، آگے جو نافرمانیاں ناحفاظیاں ٹھیکہ دار کرے اس کے سر ہیں۔ اس سے کوئی تعلق نہیں۔

مسئلۂ اجارۂ دیہات کی تمام تحقیق فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے اپنے رسالہ "اجود القریٰ لطالب الصحۃ فی اجارۃ القریٰ" میں ذکر کی جس کی ضرورت نہایت اشد، کہ آج کل ایک زمانہ اس سے غافل، اور صحیح و جائز طریقہ ملتے ہوئے صرف جہالت کے سبب گناہِ عظیم و اکل حرام میں مبتلا، نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۲۲۲ از شہر کہنہ نواده مرسلہ شیخ محمد حسین ولد حافظ اکرام اللہ ۱۳ ربیع رجب ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی حقیت زمینداری کا ٹھیکہ تین سال کے واسطے اس شرط سے دیتا ہے کہ آمدنی حقیت میں سے بعد ادائے مالگزاری سرکار بیس روپے سالانہ ٹھیکہ دار لیا کرے، اور سو روپے سالانہ زید مالک زمینداری کو دیا کرے، اور تین سال کا زر توفیر زید اپنے ٹھیکہ دار سے پیشگی لیتا ہے، تو اس صورت میں ٹھیکہ دار کو بیس روپے سالانہ لینا شرعاً جائز ہوگا یا نہیں، اگر نہیں تو اس کے جواز کی کیا صورت شرعاً ممکن ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ صورت ناجائز و حرام ہے،

کما حققناہ فی فتاوٰنا و نص علیہ فی الفتاوی الخیریۃ والعقود الدریۃ والدر المختار و رد المحتار وغیرھا من الاسفار۔

جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق کی ہے اور فتاوٰی خیریہ، عقود الدریہ، درمختار اور ردالمحتار وغیرہ کتب میں اس پر نص ہے۔ (ت)

ہاں جواز یوں ہو سکتا ہے کہ زید کو یہ شخص تین سو روپے بلا سود دست گرداں دے دے، اور زید اسے اپنی حقیت کی تحصیل تشخیص کے لئے بیس روپے سال پر اجیر مقرر کرے، قرض دہندہ دیانت و امانت کو دے، جو منافع خالص ہو اس سے بیس روپے سال اپنی اجرت تحصیل کے لے اور باقی جس قدر بچے سو روپے ہوں خواہ کم خواہ زائد، وہ سب مالک کو پہنچائے، یا اپنے قرض میں مجرا لے یہاں تک کہ تین سو روپے ادا ہو جائیں، اس کے بعد جو بچے سب مالک کو دے پھر تحصیل پر اس کے اجیر ہونے کو چاہیں دونوں شخص باقی رکھیں یا فسخ کرلیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

Marfat.com

مسئلہ ۲۲۳ از ریاست رامپور مرسلہ صاحبزادہ ابراہیم علی خاں صاحب خلف صاحبزادہ عباس علی خاں صاحب ۳ ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک موضع کا ٹھیکہ مع معافیات ہندہ کو سات سال کے لئے دیا اور پٹہ میں چند شرائط کیں، ایک یہ کہ اگر کوئی قسط حسب تفصیل مندرج پٹہ ادا نہ ہوگی تو زید کو اختیار فسخ اجارہ وضبطی زرنقد امانت وضمانت کا ہوگا۔ دوسرے یہ کہ گاؤں میں نکاسی آٹھ ہزار دوسو روپے کی ہے، کٹکنہ دار موضع میں جاکر اسامیان سے تحقیق کرے، اگر اس نکاسی میں کچھ کمی ثابت ہوگی تو کٹکنہ دار کو جمع سے مجرا دی جائے، بعدہٗ زید نے ہندہ کو بے دخل کرکے قبضہ اپنا کرلیا، ہندہ نے نالش کی، مدعا علیہ نے حسب شرط پٹہ بوجہ نادہندی ہندہ اختیار فسخ حاصل ہونے کا عذر کیا، حاکم نے بریں بنا کہ شرط مجرائی کمی شرط نہیں وعدہ ہے اور عقد میں نہیں بعد عقد پٹے میں ہے، اور بلفظ شرط نہیں بلفظ (اور) ہے، اور شرط بھی ہو تو مطابق عرف مستاجران ہے، نیز ملائم عقد ہے کہ سرکار میں دستور ہے، اول رقبہ وتعداد قلبہ قائم کرکے تگدمہ آمدنی دیہہ کا نقشہ میں درج فرماتے ہیں، اسی نقشے کے اطمینان پر مخلوق ٹھیکہ لیتی ہے، اگر رقبہ یا شمار قلبہ میں کمی ہوئی تو وقت استغاثہ مستاجر عذر اس کا مقبول ہوکر مستاجر کو زرجمع سے کمی مجرا دلائی جاتی ہے، اور قسط میں بدعہدی باعث فسخ اجارہ نہیں ہوسکتی، شرع میں قاعدہ کلیہ ہے کہ مضاف کرنا فسخ کا طرف کسی زمانے کے صحیح ہے، اور معلق کرنا عموماً جائز نہیں، یہ صورت تعلیق کی ہے، فیصلہ بحق مدعیہ کیا، دیگر علماء سے استفتاء ہوا، انھوں نے اس عقد کو بوجہ شرط فاسد کہ قسط نہ دینے سے ضمانت ضبط کرنا شرعاً ممنوع ہے، اور جبکہ بحال کمی نکاسی مقدار کمی اُجرت سے مجرا ہونی ٹھہری تو اجرت میں جہالت ہے، اجارہ فاسد قرار دیا، اب علمائے دین کی خدمت میں معروض ہے کہ شرعاً اس صورت میں حکم محقق کیا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

انا للہ وانا الیہ راجعون، الی اللہ المشتکٰی من قلۃ العلم و ذلۃ العلماء ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی رب الارض ورب السماء۔

ہم اللہ تعالٰی کے لئے اور اس کی طرف لوٹنے والے ہیں، اور اللہ تعالٰی کے دربار میں ہی علم کی قلت اور علماء کی غلطی کی شکایت ہے۔ نیکی کی طرف پھرنا اور اس کی قوت زمین و آسمان کے رب اللہ تعالٰی بلند وبالا سے ہے۔ (ت)

Marfat.com

صورت مستفسرہ میں فیصلہ بحق مدعیہ ہونا سراسر ناجائز وواجب الرد ہے، اور عقد مذکور شرعاً کوئی عقد ہی نہیں، ہرگز نہ اجارۂ صحیحہ نہ فاسدہ، بلکہ محض باطل ومسترد ہے، اس وقت فریقین فتویٰ کے کلام و تحریرات فقیر کے پیش نظر ہیں، اگر ان کے مدارک کی طرف تنزل کیا جائے تو دونوں باوقعت فریق سے معارک فقہیہ میں بہت کچھ کہنا ہو، مگر فضول وبے اصل امر میں اضاعتِ وقت کی حاجت نہیں، صحیح یا فاسد ہونے میں غور وبحث کا موقع تو اس وقت ہے جب شرعاً وہ کوئی عقد بھی ہو، یہاں سوا ہوا کے عقد کا نام بھی نہیں محض باطل وبے حقیقت ہے، تو سرے سے دعویٰ مدعیہ اصلاً قابلِ سماعت بلکہ لائقِ التفات ہی نہیں، فیصلہ اس کے حق میں صادر ہونا کیا معنیٰ۔

اصل یہ ہے کہ دیہات کا یہ ٹھیکہ جو آج کل ہندوستان کثیر الجہل والطغیان میں جاری ہے کہ زمین دیہہ مزارعین کے اجارہ میں رہتی ہے، اور توفیر محاصل کٹکنہ دار کے اجارے میں دیئے جاتے ہیں، اور یہی صورت اس مسئلہ دائرہ میں واقع ہوئی (جس پر پٹے کے الفاظ کہ نکاسی اس قدر ہے، کٹکنہ دار آسامیوں سے تحقیق کرلے، اور تجویز حاکم کے الفاظ کہ سرکار میں دستور ہے، اول رقبہ وتعداد قلبہ قائم کر کے الیٰ آخرہ دلیل روشن ہیں) محض ناجائز وباطل ہے۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اس صورت کے بطلان پر ہمارے علماء کا اجماع ہے، اس کا فانی ومعدوم کردینا فرض ہے، نہ کہ باقی رکھنا، کٹکنہ دار کا قبضہ فوراً اٹھا دینا لازم ہے، یہ عقد کالعدم ہے محض بے اثر ہے۔

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اس مسئلہ کی تحقیق روشن اپنے فتاویٰ میں ذکر کی، یہاں چند نصوص علمائے کرام ذکر کروں کہ مولیٰ عزوجل چاہے تو تنبیہ غافلین وایقاظ نائمین وہدایت مسایین ہوں۔ امام علامہ خیر الملۃ والدین رملی اپنے فتاویٰ "خیریہ لنفع البریہ" میں فرماتے ہیں:

ان کانت الاجارۃ وقعت علی اتلاف العین قصدا فھی باطلۃ کما صرحت بہ علماؤنا قاطبۃ وصار کمن استاجر بقرۃ لیشرب لبنھا لا تنعقد فاذا استاجر زید القری والمزارع والحوانیت لاجل تناول خراج المقاسمۃ او خراج الوظیفۃ فالاجارۃ باطلۃ باجماع علمائنا والباطل یجب اعدامہ

اجارہ جب قصداً عین چیز کے تلف کرنے پر ہو تو باطل ہے جیسا کہ ہمارے تمام علمائے نے تصریح کی ہے اور یہ گائے کو دودھ پینے کے لئے اجارہ پر لینے کی طرح ہوگا جو ناجائز ہے تو جب زید دیہات، باغات، زمینوں اور دکانوں کو وہاں سے حاصل ہونے والے ذرائع آمدن کو حاصل کرنے کے لئے ٹھیکہ پر لے تو ہمارے علماء کے مطابق یہ اجارہ باطل ہے جبکہ باطل کو ختم کرنا ضروری

Marfat.com

لا تقریرہ فترفع ید زید وعمرو عن القری والمزارع والحوانیت[1] (ملخصًا)

ہے نہ کہ ان کو بحال رکھنا لہذا زید وعمرو کا قبضہ ان دیہات اور زمینوں اور دکانوں سے ختم کرنا ضروری ہے (ملخصًا)۔(ت)

اسی میں ہے:

عقد الاجارۃ المذکورۃ حیث لم یقع علی الانتفاع بالارض بالزرع ونحوہ بل علی اخذ المتحصل من الخراج بنوعیہ اعنی الخراج الموظف والمقاسمۃ وما علی الاشجار من الدراھم المضروبۃ فھو باطل باجماع ائمتنا والباطل لاحکم لہ باطباق علمائنا واذا قلنا ببطلانہ لزم المستاجران یرد جمیع ما تناولہ من المزارعین من غلال ونقود وغیر ذٰلک[2]۔

مذکورہ اجارہ کا انعقاد زمینوں سے زراعت کے انتفاع پر نہیں ہے بلکہ ان سے حاصل ہونیوالی دونوں قسم کی آمدن یعنی مقررہ حصّہ اور سرکاری لگان پر اجارہ ہے تو یہ مقررہ رقم پر اجارہ ہمارے ائمہ کے اجماع کے مطابق باطل ہے، اور باطل چیز علماء کے اتفاق کے مطابق قابل حکم نہیں ہے اور جب ہم نے اس کو باطل قرار دیا ہے تو مستاجر پر لازم ہے کہ اس نے مزارع حضرات جو کچھ غلّہ یا نقد وغیرہ وصول کیا ہے اس کو واپس کرے۔(ت)

اسی میں ہے:

الاجارۃ اذا وقعت علی اتلاف الاعیان قصدا کانت باطلۃ فلا یملک المستاجر ما وجد من تلک الاعیان بل ھی علی ما کانت علیہ قبل الاجارۃ فتؤخذ من یدہ اذا تناولھا ویضمنھا بالاستھلاک لان الباطل لایؤثر شیئا فیحرم علیہ التصرف فیھا لعدم ملکہ وذٰلک کاستئجار بقرۃ لیشرب لبنھا او

اجارہ جب اتلاف اعیان پر قصدًا واقع ہو تو باطل ہوگا اور مستاجر ان اعیان میں سے کسی چیز کا مالک نہ بنے گا، بلکہ اجارہ سے قبل حالت پر باقی رہیں گے لہذا مستاجر کے قبضہ سے واپس لئے جائیں گے اور ہلاک کر دئے تو ان کا ضمان وصول کیا جائیگا کیونکہ باطل چیز کچھ اثر نہیں رکھتی اس لئے ملک نہ ہونے کی وجہ سے اس کا تصرف حرام ہوگا اور یہ ایسے ہوگا جیسے گائے دودھ پینے کے لئے یا

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الاجارۃ دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۱۲۷

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/ ۳۶-۱۳۵

Marfat.com

بستان لیأکل ثمرتہ ومثلہ استئجار ما فی ید المزارعین لاکل خراجہ[1] الخ۔

باغ پھل کھانے کے لئے اجارہ پر لیا ہو، اور اسی طرح اگر اس نے مزارعین سے محاصل کو اپنے کھانے کے لئے ٹھیکہ پر لیا ہو تو باطل ہے الخ۔(ت)

مغنی المستفتی عن سوال المفتی میں ہے:

سئل فی تیماری اجر المتحصل من تیمارہ لاٰخر وقبض المستاجر قدرا معلوما من متحصل تیمارہ فھل تکون الاجارۃ المزبورۃ غیر صحیحۃ اجاب نعم وقد افتی بذلک الخیر الرملی مرارا کما ھو مذکور فی فتاواہ من الاجارۃ ونقولہا کثیرۃ محصلہا انہا اجارۃ وقعت علی استھلاک الاعیان وھی باطلۃ۔[2]

ان سے سوال ہُوا کھجور کے باغ والے نے اپنے باغ کی آمدن کو دوسرے کے پاس ٹھیکہ پر دیا اور مستاجر نے اس باغ کی آمدن کی کوئی مقررہ مقدار حاصل کی ہو تو کیا یہ اجارہ صحیح ہے یا نہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ یہ صحیح نہیں ہے اس پر متعدد بار خیرالدین رملی رحمۃ اللہ تعالٰی نے فتوٰی دیا ہے جیسا کہ ان کے فتاوٰی کے باب الاجارہ میں مذکور ہے جس کی کثیر نقول موجود ہیں، ان فتاوٰی کا حاصل یہ ہے کہ یہ اجارہ عین چیز کو تلف کرنے پر ہے اور یہ اجارہ باطل ہے۔(ت)

عقود الدریۃ فی تنقیح الحامدیۃ میں ہے:

لایجوز استئجار الارض لذلک لانہ استئجار علی استھلاک العین والاجارۃ انما تنعقد علی استھلاک المنافع[3] الخ۔

استہلاک عین پر اجارہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اجارہ منافع حاصل کرنے پر ہوتا ہے الخ(ت)

ردالمحتار میں ہے:

الواقع فی زماننا ان المستاجر یستاجرھا لاجل اخذ خراجھا لا للزراعۃ ویسمی ذلک التزاما و

ہمارے زمانہ میں مروج ہے کہ مستاجر زمینوں کو زراعت کی بجائے ان کے محاصل کو مزارعین سے وصول کرنے کے لئے اجارہ پر لیتے ہیں، اس

---

[1] فتاوٰی خیریۃ کتاب الاجارہ دارالمعرفۃ بیروت ۲/۱۱۹

[2] مغنی المستفتی عن سوال المفتی

[3] العقود الدریۃ کتاب الاجارہ ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۱۳۲

Marfat.com

ھو غیر صحیح کما افتی بہ الخیر الرملی فی عدۃ مواضع[1]

طریقہ کار کو وہ "التزام" کہتے ہیں اور یہ صحیح نہیں ہے جیسا کہ خیر الدین رملی رحمۃ اللہ تعالٰی نے متعدد مواقع پر یہ فتوٰی دیا ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

اما ما یفعلونہ فی ھذہ الازمان حیث یضمنھا من لہ ولایتھا لرجل بمال معلوم لیکون لہ خراج مقاسمتھا ونحوہ فھو باطل، اذ لایصح اجارۃ لوقوعہ علی اتلاف الاعیان قصدا ولا بیعا لانہ معدوم کما بینہ فی الخیریۃ۔[2]

وہ جو ہمارے زمانہ میں لوگ التزام کا عمل کرتے ہیں کہ مختار کار مقررہ رقم پر زمینوں کی وصولیوں کو ٹھیکہ پر دیتا ہے تو یہ باطل ہے کیونکہ یہ اجارہ نہیں اس لئے کہ یہ عین چیز کو تلف کرنے پر قصدًا واقع ہوا ہے اور بیع بھی نہیں ہے کیونکہ وہ چیز معدوم ہے، جیسا کہ فتاوٰی خیریہ میں یہ بیان ہے۔ (ت)

یہاں نقول میں کثرت ہے اور قدر مذکور میں کفایت، شرعًا وہ صورت ممکن تھی کہ لوگ اگر اسے اختیار کرتے ان کا مقصود ملتا اور مال حرام وعقد باطل کے وبال وآثام سے محفوظ رہتے مگر اتباع شرع مطہر کی فکر کسے، جب علماء غافل ہوں جہال سے کیا شکایت۔ رامپور اسلامی ریاست ہے، کیا عجب کہ وہاں اس حق مبین کا اثر ہو، محو باطل واجرائے طریقۂ جائزہ پر نظر ہو۔ ارشاداتِ ائمہ کا اسی قدر سُننا کارگر ہو۔ واللہ الھادی وولی الایادی۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۴ ۲۲۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) دیہات کا ٹھیکہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) یہ کہ وزن کشی کا ٹھیکہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) اجارہ دیہات کی سبیل بھی چنداں دشوار نہیں، زراعت کے لئے جیسا ایک کھیت کا اجارہ پر دینا جائز، یوں ہی سارے گاؤں کا، مگر وقت واحد میں زمین واحد دو مستقل مزارعوں کے اجارہ میں

---

[1] ردالمحتار باب العشر والخروج دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۶۶

[2] ردالمحتار کتاب الاجارہ مسائل شتی فی الاجارہ " " " " ۵/ ۵۷

Marfat.com

نہیں ہوسکتی، لہٰذا سال تمام پر جن کاشتکاروں کے پٹے کی میعاد ختم ہوگئی وہ تو زمین خالی ہی ہے جن کی میعاد باقی ہے اُن سے کہہ لیا جائے اور سمجھا دیا جائے کہ ہم جواز شرعی کے لئے ایسا کرتے ہیں، زمین تم سے نکالی نہ جائے گی، بلکہ مستاجر کی طرف سے تمھارے پاس رہے گی، تم میں ہم میں جو معاہدہ تھا جس کے ابھی اتنے سال باقی ہیں، وہ فسخ کرلو کہ ہم سارا گاؤں زراعت کے لئے فلاں کو اجارہ پر دے دیں، فلاں کی طرف سے یہ زمین بدستور تا میعاد پٹہ تمھارے پاس رہے گی۔ اس صورت میں ٹھیکہ توفیر کا نہ ہوا جو بالاجماع حرام ہے بلکہ زراعت کے لئے زمین کا جو بالاجماع جائز ہے اور اگر اس صورت میں دقت سمجھی جائے اور ضرور کسانوں خصوصاً ہنود عنود کو اس کا سمجھانا اور ان کا راضی ہونا خالی از دقت نہیں، تو وہی باغ و بہار والی تدبیر کی جائے، یعنی گاؤں میں چوپال اور مکان سکونت اور افتادہ زمینیں اور کاشت سے خالی کھیت اور وہ کھیت جن کی میعاد پٹہ تمام ہوگئی، اور بنجر غرض جس قدر اراضی کسی کے اجارہ میں نہیں وہ تمام وکمال مستاجر کو سنین معینہ کے لئے اجرت معینہ پر (جتنا زر ٹھیکہ رکھنا منظور ہو) زراعت وسکونت وانتفاع کے لئے مباح کردی جائے اور اراضی مزروعہ مقبوضہ مزارعین کی توفیر نقد خواہ بٹائی جو کچھ ہو مستاجر کو اُتنے برسوں کے لئے مباح کردی جائے، یوں بھی دونوں کے مطلب حاصل ہیں، غرض ہے یہ کہ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا[1] (جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا۔ ت) کوئی دشواری نہیں کہ اس شریعت مطہرہ سمحہ سہلہ غرہ بیضا نے آسان نہ فرمادی ہو، وللہ الحمد۔

(۲) وزن کشی کے ٹھیکہ سے اگر یہ مراد ہے کہ "تولا" کچھ روپے زمیندار کو دے کہ اس سال گاؤں بھر کی "راسیں" وہی تولے دوسرا نہ تولنے پائے، اور وہ ہر کاشت کار سے اپنے تولنے کی اجرت لے، تو یہ محض حرام ہے، اور وہ روپیہ کہ زمیندار کو دیا نری رشوت ہے، اور دوسرے کو تول سے ممانعت محض ظلم ہے، اس کی نظیر اسٹیشن پر سودا بیچنے کا ٹھیکہ ہے، کہ بیع تو اس میں اور خریداروں میں ہوگی، یہ ریل والوں کو روپیہ صرف اس بات کا دیتا ہے کہ میں ہی بیچوں، دوسرا نہ بیچنے پائے، یہ شرعاً خالص رشوت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۶: مسئولہ نواب صاحب محلہ بہاری پور بریلی

عالمانِ شرع نے کیا حکم ہے اس میں دیا گر کسی نے ٹھیکہ دکانوں کا مالک سے لیا

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/۲

Marfat.com

لے کے ٹھیکہ پھر یہ اس نے انتظام اپنا کیا — سب دکانوں کا کرایہ اس نے زائد کرلیا
پس یہ زائد جو اسے حاصل ہوا ہے اس سے زر — اس کے استعمال میں ہے فائدہ یا کچھ ضرر
اگر اس شخص کو ٹھیکہ سے کم آمد ہوئی — اور پوری کردی اس نے پاس سے اپنے کمی
اس کمی کا لینا کیا مالک کو جائز ہوگیا — اس میں جو حکمِ شریعت ہو مجھے دیجے بتا

الجواب

جتنی اجرت پہ کہ مستاجر نے لی مالک سے شے — اس سے زائد پر اٹھانا چاہے تو یہ شکل ہے
اپنا کوئی مال جو قابل اجارہ کے ہوئے — اس کو اس شئی سے ملاکر دونوں کو اک ساتھ دے
یا زیادت شئی میں کردے مثل تعمیر مکاں — کھونٹیا کھگل کنواں چونہ مرمت این و آں
یا بدل دے جنس اجرت جیسے واں ٹھہرے روپے — اس کے یاں آنے میں گو بدلے میں لے انکے روپے
یا کوئی کام اپنے ذمہ کرلے اس ایجار میں — تا زیادت اس عمل کے بدلے ہو اقرار میں
جیسے جاروب دکاں اصلاح اسبابِ دکاں — اور جو خدمت کہ ہو شایانِ اجرت بے گماں
اور اگر یہ کم پہ دیتا ہے تو دے مختار ہے — مالک اجرت پوری لے گا اس سے جو اقرار ہے

یوہیں خالی ڈال رکھتا جب بھی تو لیتا وہ دام
اب کمی سے کیا اسے واللہ اعلم والسلام

مسئلہ ۲۲۷ مرسلہ نجم الحسین صاحب از تحصیل لسواں ضلع سیتاپور ۱۵ صفر المظفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید و بکر و عمرو تینوں سُنّی حنفی پابندِ صوم و صلوٰۃ ہیں، زید زمیندار، بکر تاجر، عمرو نوکری پیشہ، زید کا عمرو قرابت دار ہے، اور بکر کا دوست، عمرو کی معرفت زید و بکر میں یہ معاملہ ہوا کہ زید نے اپنے دو گاؤں پندرہ سو روپے سالانہ پانچ سال کے لئے بکر کو ٹھیکہ دیا، بکر نے پندرہ سو روپے بلا سودی پیشگی زید کو دئے جس کی ادائیگی سال اخیر میں قرار پائی، بکر نے عمرو کو نوکر رکھ لیا، اور گاؤں کی تحصیل وصول سپرد کردی، بروقت ٹھیکہ ہونے کے زید و بکر میں یہ حلف ہُوا کہ ایک دوسرے کے نقصان کا روادار نہ ہوگا، اور کبھی کسی مفسد یا مخالف کی دراندازی پر فریقین عمل نہ کریں گے، دو سال دونوں گاؤں بکر کے ٹھیکہ میں رہے، اور قریب قریب سات سو روپے کے منافع ہوا، عرصہ کے بعد زید و بکر کو عمرو کی چالاکی و بدنیتی عمرو کے افعال و اقوال سے ثابت ہوگئی، دونوں کو یقین ہوگیا کہ عمرو نے ضرور نقصان پہنچایا اور پہنچائے گا، زید و بکر میں اتفاق ہے، زید سے بکر نے کہا کہ میں گاؤں کا کام نہیں کرسکتا کیونکہ عمرو سے کام نہیں

Marfat.com

لینا چاہتا ہوں، عمرو پر اعتبار نہیں رہا، بہتر یہ ہے کہ میں ٹھیکہ چھوڑ دوں، پیشگی جو پندرہ سو روپیہ میں نے دیا ہے وہ دے دو میں تجارت میں لگا دوں، زید نے کہا کہ میں ٹھیکہ چھڑانا نہیں چاہتا، اور تم جانتے ہو کہ میں نادار ہوں، زرِ پیشگی بھی یکمشت ادا نہیں کر سکتا، زید و بکر دونوں متردّد و مشوّش تھے، ایک رئیس مسلمان سُنّی حنفی نے بطور ثالث یہ فیصلہ تجویز کیا کہ ٹھیکہ چھڑا لیا جائے، اور پندرہ سو روپے قسط بندی کر کے چار سال میں ادا کر دئے جائیں، بکر کے اطمینان کو دستاویز ہو جائے، اور ایک گاؤں مکفول کر دیا جائے بجز اس کے اس وقت منافع کا کچھ ذکر بکر نے نہیں کیا، ثالث کی تجویز کو زید و بکر دونوں نے بحلف منظور کر لیا، ہفتہ کے بعد ثالث کے رُوبرو زید سے بکر نے دستاویز کا مسوّدہ مانگا، اس وقت زید سے بکر نے کہا اگر اس وقت پندرہ سو روپے دو تو میں لے لُوں اور تجارت میں لگا دوں اور چار سال میں اگر روپیہ ادا ہوا تو منافع لوں گا۔ زید نے کہا منافع کیسا کبھی اس کا ذکر نہیں ہُوا اور نہ ثالث کے رُوبرو ذکر آیا، محض پندرہ سو روپے کی ادائیگی ٹھہری، بکر سود خوار نہیں ہے، مگر جاہل ہے، مفسدوں نے اس کو سمجھا دیا کہ یہ ٹھیکہ کا منافع ہے سُود نہیں ہے۔ بکر نے کہا قبل ٹھیکہ ہونے کے مبلغ ڈھائی سو روپیہ ہم کو چھوٹ دیا گیا ہے، زید نے کہا کہ نہیں میں نے ایک گاؤں میں کل عـــہ؎ چھوٹ دیا ہے، زید نے بکر سے پوچھا کہ میری تمھاری بالمشافہ گفتگو ہو کر چھوٹ دی گئی ہے، بکر نے کہا کہ نہیں مجھ سے عمرو نے کہا ہے، زید نے کہا کہ عمرو کو یقین تھا کہ ٹھیکہ ہو جانے کے بعد میں ضرور نوکر رکھ لیا جاؤں گا، اس طمع پر بکر نے جھوٹ کہہ دیا کہ ڈھائی سو روپے چھوٹ دے کر پندرہ سو روپے ٹھیکہ ہوتا ہے، زید نے عمرو سے دریافت کیا کہ ڈھائی سو روپے چھوٹ کیونکہ دی گئی، عمرو نے جواب صاف نہ دیا، زید نے چھوٹ کا اقبال نہ کیا، بکر نے کہا ہم منافع ضرور لیں گے، زید نے دستاویز لکھ دی، پندرہ سو روپے اصل اور چار سو منافع ٹھیکہ، زید و بکر پابند شریعت ہیں، بدعہدی اور منہیات شرع سے بچنا چاہتے ہیں نیک نیتی سے یہ دریافت کیا جاتا ہے کہ پندرہ سو روپے کے علاوہ جو بنام منافع ٹھیکہ چار سو روپیہ جو درج دستاویز ہوا ہے یہ جائز ہے یا سُود ہے؟ شرح وبسط کے ساتھ جواب عنایت ہو۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں وُہ منافع قطعی سُود اور حرام ہیں۔ حدیث میں ہے: کل قرض جر منفعة فھو ربا[1] قرض سے جو نفع حاصل کیا جائے وُہ سود ہے، بلکہ اس ٹھیکے کے دو برسوں میں سات سو

---

[1] کنز العمال حدیث نمبر ۱۵۵۱۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۲۳۸

Marfat.com

روپے جو منافع کے بکر کو ملے وہ بھی حرام ہیں کہ دیہات کا ٹھیکہ جس طرح رائج ہے محض حرام ہے، جتنے پر ٹھیکہ دیا گیا اگر اسی قدر نشست ہوئی اور وہ مالک کو دے دی گئی، تو اس کے لئے حلال ہے کہ اس کی مِلک کا نفع ہے، اور اگر اس سے کم ہوئی اور مستاجر کو وہ رقم اپنے پاس سے پوری کرنی ہوئی، تو یہ زیادت مالک کو حرام ہے، اُس کا حق اُسی قدر ہے جس قدر نشست ہوئی، مثلاً پندرہ سو کو ٹھیکہ، اور کسی سال ہزار ہی بیٹھے تو یہ ہزار ہی مالک کو حلال ہیں، رقم قرارداد پُوری کرنے کو پانچ سو اگر اور لے گا وہ حرام ہونگے اور اگر کسی سال دو ہزار بیٹھے اور مستاجر مالک کو صرف پندرہ سو دے گا پانسو خود لے گا، یہ پانسو اس کو حرام ہیں،

فان هذه اجارة علی استهلاك العین و ما الاجارة شرعا الا تملیك المنافع فكل اجارة وردت علی الاعیان فهی باطلة وحرام الا ما خصه النص وهو اجارة الظئر والمسئلة مصرح بها فی كثیر من الاسفار كالفتاوی الخیریة والعقود الدریة والدر المختار ورد المحتار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کیونکہ یہ عین چیز کے تلف پر اجارہ ہے جبکہ شرعاً صرف منافع کی تملیک پر اجارہ ہوسکتا ہے، تو ہر ایسا اجارہ جو عین چیز کو تلف کرنے پر واقع ہو وہ باطل اور حرام ہے الّا وہ کہ شرع نے اس کو خاص طور پر مشروع کیا ہو جیسے دایہ کو دُودھ پلانے کے لئے اجارہ پر رکھنا، اور یہ مسئلہ بہت سی کتب میں تصریح کردہ ہے جیسے فتاوی خیریہ، عقود دریہ، درمختار اور ردالمحتار۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

Marfat.com

کتاب المنیٰ والدرر لمن عمد منی آرڈر ۱۳۱۱ھ

(خواہشات اور موتیوں کی فراہمی اس کے لئے جس نے منی آرڈر کا قصد کیا)

مسئلہ ۲۲۸: از کیمپ میرٹھ بازار لال کورتی مرسلہ جناب مولوی عبدالسمیع صاحب ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

بخدمت شریف مخدوم و مکرم محقق و مدقق جناب مولانا محمد احمد رضا خاں صاحب ادام اللہ فیوضہ و برکاتہ وضاعف اجورہ وحسناتہ۔

بعد اتحاف ہدیہ سلام مرفوع رائے خورشید انجلاء باد اس مسئلہ میں آپ کی رائے دریافت کی جاتی ہے یہاں سے بعض مساکین کے تنخواہ کسی کے دو روپے، کسی کے تین روپے معین ہے ان میں سے پانچ چار آدمیوں نے مجھ سے کہا کہ ہم کو دو روپے کے واسطے سفر کرکے آنا دشوار ہے اور یہ دقت کہ اسی قدر تنخواہ ہے اور اسی قدر کرایہ لگ جائے گا، تم ہم کو منی آرڈر کرکے روانہ کردیا کرو، میں نے یہ دیکھا کہ صیغہ منی آرڈر جابجا جاری ہے مدارس وغیرہ میں، پس ان بیچاروں شکستہ دلوں کا کام کرکے بہتر ہے کہ ثواب حاصل کروں جب نظر جواز و عدم جواز پر گئی تو بنظر سرسری یہ دیکھ لیا کہ ہم جو کچھ زیادہ دیتے ہیں وہ اجرت دیتے ہیں، اس بات کے لئے ڈاک والوں نے مرسل الیہ کے گھر روپیہ پہنچا کر اس کے دستخط کرائے پھر وہ رسید اس سے وصول کرکے ہم تک پہنچاتی، بنائے علیہ یہ ربا نہیں، برسوں سے لوگوں کی کارروائی اسی طرح ہوتی رہی اب بعض علماء[1] نے فتوی حرمت منی آرڈر کا چھاپ دیا ہے کہ ربا

---

[1] یعنی رشید احمد گنگوہی ۱۲

Marfat.com

ہے اور حرام۔ میں نے جو تاویل اپنے نزدیک سمجھی تھی اگر یہ درست ہے یا آپ اپنی رائے سے اس میں اور کوئی وجہ شرعی پیدا کرسکیں اس سے مطلع فرمائیں کہ بعض مساکین کا نہایت درجہ حرج ہے، والسلام۔

الجواب

جناب مولانا و بالفضل اولٰنا زید مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

فقیر چار مہینہ سے اس قریہ میں ہے نامہ نامی بریلی ہوکر یہاں آیا، جواب حسب فہم قاصر حاضر رسید بریلی ارسال فرمائیں، والسلام، وہ فتوٰی مطبوعہ فقیر غفراللہ تعالٰی لہٗ کی نظر سے گزرا ہے، اس میں مفتی صاحب فرماتے ہیں یہ ربا ہے دو آنے دس کے عوض دس ملتے ہیں، مگر یہ بات وہی کہہ سکتا ہے کہ جسے اتنی خبر نہیں کہ دو آنے کاہے کے دئے جاتے ہیں، شاید انھیں معلوم نہیں کہ ڈاکخانہ ایک اجیر مشترک کی دکان ہے جو بغرض تحصیل اُجرت کھولی گئی ہے دو آنے قطعًا وہاں جانے اور روپیہ دینے اور واپس آنے اور رسید لانے ہی کی اُجرت ہیں جیسے لفافہ پر اور پارسل پر مہر وغیرہ ذالک اس کو تو کوئی عاقل ربا خیال ہی نہیں کرسکتا یہ ہرگز نہ اس کا معاوضہ نہ زنہار دینے والوں میں کسی کو اُس روپیہ کے معاوضہ میں کمی بیشی مقصود،

وھذا من البدیھیات التی لایتوقف فیھا الا امثال المفتین الذین لابصرلھم فی الدین۔	یہ ان بدیہیات میں سے جس میں دینی بصیرت نہ رکھنے والے مفتیوں کے سوا کسی کو توقف نہیں ہے (ت)

ان بزرگوں کے اکثر فتاوٰی فقیر نے ایسے ہی عجائب پر مشتمل پائے، ابھی قریب زمانے میں ان کا ایک فتوٰی دربارۂ جواز شہادت ہلال بذریعۂ تاربرقی نظر سے گزرا جس میں تار کو خط پر قیاس کیا، جامع یہ کہ لکھنا لکھنا ایک سا قلم سے لکھا خواہ بانس طویل سے۔

گویا حضرت کے نزدیک تار کا طریقہ یہ ہے کہ کسی لمبے بانس سے لکھ دیتے ہیں، پھر لطف یہ کہ خود اصل مقیس علیہ میں حکم غلط، علماء تصریح فرماچکے، ایسے امور شرعیہ میں خطوط کا اعتبار نہیں، ظلم پر ظلم یہ کہ وہ بانس طویل ہی کی تحریر سہی تار بھیجنے والا بیچارہ اس لمبے بانس سے خود نہیں لکھتا بلکہ تار بابو سے کہتا ہے وہ ایک واسطہ ہُوا جہاں کو تار دیا گیا وہ دوسرا واسطہ بیچ میں تار موصول نہ ہوا تو وسائط کی گنتی ہی کیا۔ اور یہ اکثر کفار و فساق و مجہول الحال ہوتے ہیں، اس نفیس سند سے جو خبر آئے اُس پر امور شرعیہ کی بناء کرنی ان مفتیوں کا ادنٰی اجتہاد ہے۔

فقیر غفراللہ تعالٰی لہٗ نے بے اعتباری تار میں ایک مفصل فتوٰی لکھا جس سے اس مسئلہ کی تحقیق تام

Marfat.com

کما ینبغی منکشف ہوسکتی ہے، خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا، مسئلہ دائرہ کی طرف رجوع کروں اور توفیقِ الٰہی مساعد فرمائے تو حقیقت منی آرڈر ایسی روشن وجہ پر بیان میں آئے جس سے ان صاحبوں کا شبہہ باذنہٖ تعالٰی مستاصل ہوجائے۔

فاقول وباللہ التوفیق منشاءِ غلط منی آرڈر کو قرض محض بے عقد اجارہ سمجھنا ہے، متبوع نے اجمالاً اس کا دعوٰی کیا، تابع نے اس پر دو دلیلیں قائم کیں مگر حقیقت امر سے بیگانگی رہی۔ بات یہ ہے کہ منی آرڈر کرنے میں دو قسم کے دام دئے جاتے ہیں، ایک وہ رقم جو مرسل الیہ کو ملنی منظور ہے، دوسرا محصول مثلاً دس روپے دو آنے اور جس طرح ہر عاقل فقیہ پر واضح کہ یہ پہلے دام اگر بعینہٖ پہنچائے جاتے جیسے پارسل میں، تو یہ خاص اجارہ ہوتا یا یوں ہوتا کہ مرسل بعینہٖ انھیں کا پہنچانا چاہتا اور ڈاک والے ان داموں کے یہاں رکھ لینے اور وہاں ان کی نظیر دینے کا ضابطہ مقررنہ کرلیتے بلکہ کبھی بعینہٖ انھیں کو پہنچاتے، کبھی بطور خود انھیں یہاں رکھ کر مرسل الیہ کو وہاں کے خزانے سے دیتے، تو بھی محض اجارہ رہتا اور صورت خلاف میں ان اجیروں کا فعل ناجائز ہوتا جس کا الزام مستاجر پر کچھ نہ تھا، ہاں اتنا ہوتا کہ وہ بوجہ تصرف امانت غاصب ٹھہر کر مستحق اجر نہ رہتے،

كما فی الهندية عن التتارخانية لو استاجر ليحمل هذه الدراهم الى فلان فانفقها فی نصف الطريق ثم دفع مثلها الٰى فلان فلا اجر له لانه ملكها باداء الضمان[1]

جیسا کہ ہندیہ میں تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ اگر کسی کو دوسرے تک معینہ دراھم پہنچانے کے لئے اجیر بنایا تو اس نے آدھے راستے میں وُہ دراھم خرچ کرلئے اور مرسل الیہ کو ان دراہم کی مثل اور دے دیئے تو وہ اجرت کا مستحق نہ ہوگا کیونکہ خرچ کردہ دراھم کا ضمان دے کر وُہ ان کا خود مالک بن گیا۔ (ت)

مگر جبکہ یہ امساک عین و دفع مثل ضابطہ معلومہ معہودہ ہے کہ واضعانِ قانون ڈاک نے اپنی آسانی کے لئے وضع کیا اگرچہ مرسل کو اس سے کچھ غرض نہ تھی اُس کا مطلب بعینہٖ روپیہ بھیجنے میں بھی بداہۃً حاصل تھا تاہم بوجہ ضابطہ و تعارف جبکہ عاقدین کو وصول بدل معلوم تو یہاں تحقق معنیٰ قرض ماننا غلط نہیں اگرچہ عاقدین بلفظ قرض تعبیر نہ کریں۔

فان العبرة للمعانی والمعهود عرفا

کیونکہ معانی کا اعتبار ہے اور عرف میں معین معلوم

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الاجارہ الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۵۰۲

Marfat.com

کالمنکور لفظاً۔ چیز لفظوں میں مذکور کی طرح ہے (ت)

یونہی ہر ذی عقل نبیہ پر یہ بھی روشن ہے کہ یہ دوسرے دام اگر کسی کام کے عوض نہ دیے جاتے تو یہ عقد خالص قرض اور یہ زیادت بیشک ربا ہوتی یا یوں ہوتا کہ جس کام کے عوض دیے جاتے وہ کوئی منفعت مقصودہ صالح ورود عقد اجارہ نہ ہوتا تو بھی محض قرض رہتا مگر حاشا یہاں ہرگز ایسا نہیں بلکہ وہ مثل سائر کاروائیہائے ڈاکخانہ کے یقیناً اُجرت ہیں دینے والے اُجرت ہی سمجھ کر دیتے، لینے والے اجرت ہی جان کر لیتے ہیں، ہرگز کسی کے خواب میں بھی یہ خیال نہیں ہوتا کہ یہ ۲ر سود کے ہیں جو الٹا مدیون دائن سے لیتا ہے ڈاکخانے کی اصل وضع ہی اس قسم کی اجارات کے لئے ہے، تو یہاں عقد اجارہ کا تحقق اور ان داموں کا اُجرت ہونا اصلاً محلِ تردد نہیں، اگر کہئے کاہے کی اُجرت، ہاں مرسل الیہ کے گھر تک جانے اور اسے روپیہ دینے اور وہاں سے واپس آنے اور اس سے رسید لانے کی، کیا یہ منفعت مقصودہ مباحہ نہیں جس پر شرعاً ایراد عقد اجارہ کی اجازت ہو، اور جب ہے بیشک ہے تو عجب عجب ہزار عجب، کہ عاقدین ایک منفعت مقصودہ جائزہ پر قصداً اجارہ کریں عوض منفعت جو کچھ دیں اور اسے اُجرت ہی کہیں اُجرت ہی سمجھیں، اور خواہی نخواہی ان کے قصد جائز کو باطل کر کے اس اجرت کو معاوضہ قرض و ربا قرار دیں شرع مطہر میں معاذ اللہ اس حکم کی کوئی نظیر ہے، حاشا للہ بلکہ شرع میں مَھْمَا اَمْکَنَ تصحیح کلام وعقود پر نظر رہتی ہے کما لا یخفی علی من خدم الفقہ (جیسا کہ فقہ کی خدمت کرنیوالے پر مخفی نہیں ہے۔ ت) نہ کہ زبردستی ابطال وافساد و ایقاع فی الفساد، پرکہ صراحۃً عکس مراد شرع ہے ایک ہلکی سی مثال پیش پا افتادہ یہی ہے کہ دس روپے دو آنے کے عوض دو روپے دس آنے خریدیں تو مالیت میں کھلا تفاضل اور جنس کو جنس سے ملائیے تو وہ عین ربا مگر شرع مطہر جنس کو خلاف جنس کے طرف صرف فرما کر ربا سے بچاتی ہے کما نصوا علیہ قاطبۃ (جیسا کہ سب نے اس پر نص فرمائی ہے۔ ت) پس ثابت ہوا کہ صورتِ منی آرڈر میں اگرچہ اجارہ محضہ نہیں مگر زنہار و زنہار قرض محض بھی نہیں جیسا کہ ان مفتی صاحبان نے توہم کیا اور اسی بنا پر فیس کو اجرت سے نکال کر ربا کر دیا بلکہ یہاں حقیقۃً دونوں متحقق ہیں، اب شبہات حضرات تو یکسر حل ہوگئے، وہ ۲ر ربا کا خیال بدیہی الضلال صرف اسی توہم پر مبنی تھا کہ یہ قرضِ محض ہے، جب ثابت ہوا کہ ایسا نہیں بلکہ یہاں اجارہ بھی ہے اور یہ ۲ر اُجرت ہیں نہ فضل خالی عن العوض، تو انھیں ربا کہنا محض جہالت۔

بحمد اللہ اتنی ہی تقریر سے وہ دو دلیلیں بھی کہ یہاں تابع نے انتفائے اجارہ پر قائم کیں منتفی ہوگئیں:

Marfat.com

دلیل اوّل : روپیہ تلف ہوجائے تو بھیجنے والا طالب ضمان اور انگریز ذمہ دار، تو ثابت ہوا کہ اجارہ نہیں کہ محصول کو اُجرت پر محمول کیا جائے۔

اقول اولاً : کیا وجوب ضمان مطلق نافی اجارہ ہے، کتب فقہ مطالعہ کیجئے، صدہا صورتوں میں اجیر پر ایجاب ضمان کا حکم ہے اور خاص یہ ضمان کی ضرورت ہو تو ذرا اجیر مشترک میں اقوالِ ائمہ و اختلافِ فتوی ازمنہ پر نظر ہو۔

ثانیاً : اطلاق نفی ضمان ہی مانئے تو غایت یہ ہے کہ طلب ضمان ناجائز ہو اور انگریزوں کا ذمہ بری، اس سے اصل عقد کیوں بدل گیا، بہت لوگ عاریت پر تاوان لیتے اور جاہل مستعیر ذمہ دار بنتے ہیں، کیا اس سے نفسِ عاریت منتفی ہوجائے گی، ہاں شاید یہ خیال کیا ہو کہ کلام مسلم حتی الامکان وجہ صحیح پر حمل کرنا چاہئے جبکہ ہم نے اجارہ میں مطلقاً ضمان بحالت ہلاکت طالب ضمان نہ مانی تو یہ طلب خلافِ شرع ہوگی لہذا اجارہ نہ ٹھہرانا چاہئے، مگر سبحان اللہ مسلمانوں کی اور طرفہ طرفداری کی کہ اسی خیال سے کہ صورت ہلاک میں جو بشدت نادر ہے، کہیں طلبِ ضمان نہ کر بیٹھیں جو ایک مختلف فیہ ممنوع ہے، لہذا اصل عقد ہی میں ربا لازم و دائم مان کر مسلمانوں کو مرتکبِ حرام اجماعی ٹھہرا دیجئے، یعنی کشتن باید تا تپ نباید فرّمن المطر ووقف تحت المیزاب (بارش سے بھاگا اور پرنالے کے نیچے کھڑا ہوا۔ ت)

ثالثاً : کس نے کہا کہ اجارۂ محضہ ہے معنی قرض یقیناً متحقق اور رد مثل اُس کا خاص حکم، تو یہ تضمین بربنائے اجارہ نہ ہو، بربنائے قرض سہی، اب اسے اجارہ سے کیا تنافی رہی۔

دلیل دوم : اجارہ ہو تو بعینہ اُسی روپے کا پہنچانا لازم ہو، لیکن یہ امر بھیجنے والا ضرور خیال کرتا ہے، نہ ڈاک والے کرتے ہیں۔

اقول قطع نظر اس سے کہ یہ قیاس استثنائی کس اعلیٰ درجۂ نفاست پر ہے، تالی لزوم نفس الامری اور استثنا رفع خیال لزوم یا رفع عمل کیا اگر عاقدین کسی حکم واقعی عقد کو اپنے ذہن میں لازم نہ سمجھیں یا اس پر عمل نہ کریں تو اس سے وہ عقد عقد ہی نہ رہے گا عدم حکم مستلزم عدم عقد ہے یا عدم اعتقاد و عمل، اصل کلام وہی ہے کہ بیشک لازم ہوتا اگر اجارۂ محضہ ہوتا یہاں تو ڈاکخانہ فلاں جگہ جا کر ادائے زر اور وہاں سے لاکر ایصال رسید پر اجیر اور زر داخل کردہ کا مستقرض و مدیون ہے تو جو چیز وہاں دے گا عین نہیں دین، دین کا بعینہ پہنچانا کیونکر متصور، اور اس کا لزوم کہاں کا حکم، بالجملہ ان داموں کی اجرت ہونے سے انکار کرنا اور عوض قرار دے کر ربا ٹھہرانا یونہی صحیح تھا کہ اسے قرض محض خالی عن الاجارہ ثابت کرتے اور دونوں دلیلیں بغرض تمامی صرف اس قدر پر دال کہ وہ اجارہ محضہ نہیں، تو دلیل کو دعوی سے

Marfat.com

اصلاً مس نہیں۔

ثم اقول وباللہ التوفیق، وبہ الوصول الیٰ ذری التحقیق (پھر میں کہتا ہوں، اور اللہ ہی کی طرف سے توفیق ہے، اور اسی سے تحقیق کی بلندیوں تک پہنچنا۔ ت) حقیقت امر یہ ہے کہ ڈاکخانہ قطعاً اجیر مشترک اور اس میں جس قدر فیسیں ہیں سب اجرت عمل پھر ضوابط ڈاک نے ان پر اعمال دو قسم پر منقسم کئے:

ایک وہ جن میں آفس ذمہ دار ضمین قرار پاتا ہے، جیسے پارسل، رجسٹری، بیمہ و منی آرڈر۔
دوسرے وہ جس میں ذمہ ضمان نہیں، جیسے خطوط و پاکٹ بیرنگ و باٹکٹ۔

اور یہیں سے واضح ہوگیا کہ یہ ادائے ضمان بربنائے قرض نہیں بلکہ ضوابط کی اس تقسیم پر مبنی ہے، ولہذا بیمہ میں ضمان دیتے ہیں، حالانکہ وہاں قرض کا اصلاً احتمال نہیں بلکہ انصاف کیجئے تو روپیہ لینے والے درکنار عام روپیہ داخل کرنے والوں کا بھی ذہن اصلاً اس طرف نہیں جاتا کہ یہ روپے جو ہم دیتے ہیں بوجہ قرارداد امساک عین ودفع مثل ڈاکخانہ کو قرض دے رہے ہیں ڈاکخانہ ہم سے دست گرداں لے رہا ہے بلکہ یقیناً لینے دینے والے سب اس عقد کو مثل سائر عقود ڈاکخانہ عقد اجارہ ہی جانتے ہیں، اور خود اسی کیلئے صیغۂ ڈاک کی وضع اور فیس کو یقیناً اُجرت جان کر دیتے لیتے اور درصورتِ تلف تاوان کو مثل بیمہ وغیرہ اسی شرط ذمہ داری کی بنا پر سمجھتے ہیں، نہ یہ کہ لوگ سمجھیں ہم نے قرض دیا تھا اسے ڈاک خانہ سے لینا ہے ڈاک خانہ سمجھے میں ان کا قرضدار تھا مجھے ادا کرنا ہے، ہاں بعد تلف ڈاک خانہ اُسی ذمہ داری کے سبب اُس وقت سے مدیون سمجھا جاتا ہے نہ یہ کہ روپیہ بھیجنے کے لئے داخل کرتے ہی عاقدین اپنے آپ کو دائن و مدیون تصور کرتے ہوں، یہ بدیہیات واضحہ سے ہے جس کا انکار مکابرہ، تو یہ اقرار ضمان ہرگز بنائے اقراض و استقراض نہیں بلکہ اجیر مشترک پر شرط ضمان ہے، اب یہ مسئلہ مثلثہ بلکہ مربعہ ہے اور سب اقوال مصححہ سب مفتی بہا

قالہ العلامۃ خیر الدین الرملی فی فتاوٰہ وانا اقول بل مخمسۃ بل مسدسۃ عدم الضمان مطلقا، الضمان بشرط الصلح علی النصف، جواز الصلح جبرًا، التفصیل بکون الاجیر صالحا فیبرأ، او غیرہ فیضمن، او مستورا فیصالح۔

یہ علامہ خیر الدین رملی نے اپنے فتاوٰی میں فرمایا ہے، اور میں کہتا ہوں بلکہ پانچ بلکہ چھ صورتیں ہیں: مطلقاً عدم ضمان، نصف پر صلح کی شرط پر ضمان، جبراً صلح کا جواز، اور اجیر کے صالح ہونے پر اس کا بری ہونا، یا غیر صالح ہونے پر ضمان ہونا، یا مستور الحال ہونے پر قابلِ صلح ہونا۔ (ت)

امامین جلیلین صاحبین مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک اجیر مشترک ضامن ہے، ولہذا

Marfat.com

جو کچھ اُس کے کام کرنے میں ضائع ہو بالاجماع اُس کا تاوان دے گا اگرچہ شئی میں اس کی طرف سے کوئی تعدی وتقصیر نہ واقع ہُوئی ہو بخلاف اجیر خاص کہ امین ہے، ولہذا جب تک تعدی نہ کرے اصلاً ضمان نہیں، اگرچہ اُس کے فعل سے تلف ہو۔ یہ مذہب امیر المومنین فاروق اعظم ومرتضائے اکرم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی اور یہی امام دار الہجرۃ سیدنا امام مالک کا مذہب اور امام شافعی کا ایک قول اور امام احمد سے ایک روایت ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین، بدائع وغایۃ البیان وغیرہما میں قول امام عدم ضمان کو قیاس اور اس قول صاحبین کو استحسان قرار دیا۔ امام اجل فقیہ ابوجعفر ہندوانی اسی طرف میل فرماتے۔ امام زیلعی نے تبیین الحقائق پھر علامہ طوری نے شرح کنز الدقائق میں اسی کو بہ یفتی فرمایا۔ جامع الفصولین وخزانۃ المفتین وفتاوی القرویہ وواقعات المفتین میں ہے:

قیل یفتی بقول (ابی حنیفۃ) رحمہ اللہ تعالٰی وقیل قول، قول عطاء وطاؤس وھما من کبار التابعین، وقول ھ‍ما (ابی یوسف ومحمد) رحمہما اللہ تعالٰی قول عمر وعلی رضی اللہ تعالٰی عنہما احتشامًا وصیانۃ لاموال الناس[1]

بعض نے کہا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول پر فتوٰی دیا اور بتایا گیا آپ کے قول کی بنیاد حضرت عطاء اور طاؤس کے قول پر ہے جو کبار تابعین میں سے ہیں، اور امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی کا قول حضرت عمر فاروق اور علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما کے قول پر مبنی ہے لوگوں کے مال کے احترام اور حفاظت کو پیش نظر رکھتے ہوئے۔ (ت)

شرح ہدایہ علامہ اتقانی میں ہے:

قول ابی حنیفۃ قیاس لان المال امانۃ فی یدہ وھلاک الامانۃ من غیر صنع لایوجب الضمان وقولھما استحسان ووجھہ اثر عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ[2]

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول قیاس پر مبنی ہے کیونکہ اس کے پاس امانت ہے جبکہ بغیر دخل امانت کی ہلاکت موجب ضمان نہیں ہے اور صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی کا قول استحسان ہے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی عمل کی وجہ سے ہے۔ (ت)

---

[1] جامع الفصولین الفصل الثالث والثلاثون اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۱۷۱
فتاوی القرویہ کتاب الاجارۃ دار الاشاعۃ العربیہ قندھار افغانستان ۲/۳۲۳
[2] غایۃ البیان

Marfat.com

شرح الکنز ملا مسکین میں ہے :

المتاع فی یدہ غیر مضمون عند ابی حنیفۃ و ھو القیاس وقالا علیہ الضمان استحسانا،[1] باختصار۔

اس کے ہاتھ میں سامان امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے موجب ضمان نہیں اور یہی قیاس ہے اور صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی نے فرمایا اس پر ضمان ہوگا استحسانا، باختصار۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

فی البدائع لایضمن عندہ وھو القیاس و قالا یضمن الامن حرق غالب او لصوص مکابرین وھو استحسان[2] اھ مختصرین۔

بدائع میں ہے امام صاحب کے نزدیک اس پر ضمان نہ ہوگا، قیاس یہی ہے، صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی نے فرمایا : اس سے ضمان وصول کیا جائیگا الّا یہ کہ بے قابو آگ یا سرکش ڈاکو سے ضیاع ہوجائے، یہ استحسان ہے اھ دونوں مذکورہ عبارتیں مختصراً۔ (ت)

تبیین میں ہے :

بقولھما یفتی الیوم لتغیر احوال الناس و بہ یحصل صیانۃ اموالھم۔[3]

صاحبین کے قول پر آج کل فتوٰی دیا جائے کیونکہ لوگوں کے احوال میں تبدیلی ہوگئی ہے جبکہ اس فتوٰی سے لوگوں کے مال محفوظ ہوں گے۔ (ت)

تکملہ طوری میں ہے :

قد تقدم ان بقولھما یفتی فی ھذا الزمان لتغیر احوال الناس۔[4]

یہ گزرا ہے کہ لوگوں کے حالات بدل جانے کی وجہ سے صاحبین کے قول پر فتوٰی ہے۔ (ت)

فتاوٰی امام قاضیخان میں ہے :

قال الفقیہ ابوجعفر الضمان علی القصار و

ابوجعفر فقیہ نے فرمایا کہ دھوبی پر ضمان ہوگا اور

---

[1] شرح الکنز لملا مسکین مع فتح المعین کتاب الاجارۃ باب ضمان الاجیر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۲۵۲

[2] ردالمحتار کتاب الاجارۃ باب ضمان الاجیر داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۰

[3] تبیین الحقائق " " المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۵/ ۱۳۵

[4] بحرالرائق " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸/ ۲۷

Marfat.com

قال الفقیہ ابو اللیث انما قال لانہ کان یمیل فی الاجیر المشترک الی قول ابی یوسف ومحمد[1]

فقیہ ابو اللیث نے فرمایا انھوں نے یہ بات مشترک اجیر کے متعلق صاحبین کے قول کی طرف میلان کی وجہ سے فرمائی ہے۔ (ت)

امام اجل فقیہ ابو بکر بلخی فرماتے ہیں خلاف اس صورت میں ہے جبکہ اجیر مشترک پر ضمان ٹھہرا نہ لی جائے ورنہ اگر پہلے سے شرط ہو جائے جب تو بالاجماع اس پر ضمان لازم۔ جامع الفتاوی والنوازل و اشباہ والنظائر وغیرہا میں اسی پر جزم فرمایا۔ فتاوی خلاصہ میں ہے:

شرط علیہ الضمان اذا ھلك یضمن فی قولھم جمیعا لان الاجیر المشترك انما لا یضمن عند ابی حنیفۃ اذا لم یشترط علیہ الضمان اما اذا شرط یضمن قال الفقیہ ابو اللیث الشرط وعدم الشرط سواء لانہ امین[2]

ہلاک ہو جانے پر ضمان کی شرط لگائی تو بالاتفاق ضمان لیا جائے گا کیونکہ مشترکہ اجیر کے متعلق جب شرط نہ لگائی ہو تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک ضمان نہیں لیا جائے گا لیکن شرط لگانے پر ان کے نزدیک بھی ضمان ہوگا۔ فقیہ ابو اللیث نے فرمایا شرط لگانا نہ لگانا برابر ہے کیونکہ وہ امین ہے۔ (ت)

انقرویہ میں شرح مجمع علامہ ابن فرشتہ سے ہے:

ان شرط ان یضمن لو ھلك عندہ یضمن اتفاقا کذا فی الجامع وذکر فی الخانیۃ وتتمۃ الفتوی علی انہ لا یضمن[3]

اگر اس کے پاس ہلاک ہو جانے پر ضمان کی شرط لگائی تو بالاتفاق ضمان لیا جائے گا، جامع میں یوں ہے، اور خانیہ اور تتمۃ الفتاوی میں ہے کہ ضمان نہیں لیا جائے گا۔ (ت)

شرح کنز ملا مسکین میں ہے:

قیل اذا شرط الضمان علی الاجیر المشترك یصح عند ابی حنیفۃ وصار کان الاجر فی مقابلۃ العمل والحفظ جمیعا،

بعض نے کہا کہ مشترک اجیر پر ضمان کی شرط لگائی تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک صحیح ہے یوں وہ عمل اور حفاظت دونوں پر اجیر قرار پائے گا،

---

[1] فتاوی قاضیخاں کتاب الاجارات فصل فی القصار نولکشور لکھنؤ ۳/۴۴۴
[2] خلاصۃ الفتاوی 〃 الفصل السادس الجنس الرابع مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳/۱۳۷
[3] فتاوی انقرویہ کتاب الاجارہ فی ضمان الاجیر المشترک دار الاشاعۃ العربیہ قندھار افغانستان ۲/۳۲۳

Marfat.com

کذا فی شرح الوقایة وھو قول الفقیه ابی بکر والفقیه ابو اللیث یفتی بانه لو شرط علیه الضمان لا یصح[1]

شرح وقایہ میں یوں ہے، اور یہ ابوبکر کا قول ہے، اور فقیہ ابواللیث کا فتوٰی یہ ہے کہ اگر اس پر ضمان کی شرط لگائی تو صحیح نہیں ہے (ت)

وجیز امام کردری نوع فی الحمامی میں نوازل سے ہے:

دخل الحمام وقال للحمامی احفظ ھذہ الثیاب فخرج ولم یجدھا ان شرط علیه الضمان یضمن اجماعا ان سرق اوضاع والالا[2]

حمام میں داخل ہوا اور حمام والے کو کہا ان کپڑوں کی حفاظت کرنا وہ حمام سے نکلا تو کپڑوں کو غیب پایا اگر اس نے حمام والے پر ضمان کی شرط لگائی تھی تو بالاتفاق ضامن ہوگا اس نے چوری یا ضائع کئے ہوں ورنہ نہیں۔ (ت)

اس کے بعد خود فرمایا:

وقد ذکرنا انه لا تاثیر للشرط وتاویله انه لما شرط علیه الضمان فقد قابل الاجر بھما فیکون علی الخلاف فی المشترک[3]۔

ہم نے ذکر کردیا ہے کہ شرط کا کوئی اثر نہیں ہے تو اس کی تاویل یوں ہوگی کہ اگر اس نے شرط قبول کرلی تو گویا اس نے دو چیزوں پر اس کو اجیر بنالیا لہٰذا یہ مشترک اجیر کی صورت کے خلاف معاملہ ہوا۔ (ت)

ذخیرہ وخلاصہ وعمادیہ وغمز العیون وغیرہ میں ہے:

وھذا اللفظ للذخیرة کان الفقیه ابوبکر یقول ضمن الحمامی اجماعا وکان یقول انما لا یضمن الاجیر المشترک عند ابی حنیفة رحمه اللّٰه تعالٰی اذا لم یشترط علیه الضمان اما اذا شرط یضمن وکان الفقیه ابوجعفر یستوی بین شرط الضمان وعدم الشر

ذخیرہ کے الفاظ میں ہے کہ ابوبکر فقیہ، حمام والے کو بالاجماع ضامن قرار دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک مشترک اجیر پر جب شرطِ ضمان نہ لگائی تو وہ ضامن نہ ہوگا لیکن اگر شرط لگادی تو ضامن ہوگا اور فقیہ ابوجعفر شرط اور عدمِ شرط کو مساوی قرار دیتے تھے اور ضمان

---

[1] شرح الکنز لملا مسکین مع فتح المعین کتاب الاجارة باب ضمان الاجیر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۲۵۲

[2] فتاوٰی بزازیة علی ہامش الفتاوی الہندیة کتاب الاجارات الفصل السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۹۱

[3] " " " " " " " " " " " " " ۵/۹۱

Marfat.com

وکان یقول بعدم الضمان قال الفقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ تعالٰی و بہ ناخذ ونحن نفتی بہ[1] اھ، قلت ومعنی ھذا الکلام ان الفقیہ ابا جعفر کان یستوی بینھما علٰی قول الامام وکان یقول لا یضمن عندہ وان شرط اما ھو بنفسہ فقد کان یمیل الی قولھما کما قدمنا عن الخانیۃ عن الفقیہ ابی اللیث۔

اور ضمان کا قول نہ کرتے۔ اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا ہمارا یہی موقف ہے اور ہم یہی فتوٰی دیں گے اھ، میں کہتا ہوں اس کلام کا مطلب یہ ہے کہ فقیہ ابوجعفر فرماتے ہیں کہ امام صاحب کے قول پر دونوں صورتیں مساوی ہیں کہ اگرچہ شرط بھی لگائی ہو ضامن نہ ہوگا، لیکن ان کا اپنا رجحان صاحبین کے قول پر ہے جیسا کہ ہم نے خانیہ سے ابو اللیث کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔ (ت)

قنیہ واشباہ میں ہے:

محلہ عند عدم اشتراط الضمان علیہ اما معہ فیضمن اتفاقا[2]۔

اس کا محل ضمان کی عدم شرط ہے لیکن شرط کی صورت میں بالاتفاق ضامن ہوگا۔ (ت)

جمہور ائمہ متاخرین نے ائمہ مذہب وصحابہ وتابعین رضی اللہ تعالٰی عنہم کے اختلافات دیکھ کر وہ قولِ فیصل اختیار فرمایا کہ اجیر اگر صلحائے متقین سے ہے تو قولِ امام مختار یا اس کے خلاف ہے تو قول صاحبین وایجاب ضمان اور مستور الحال ہے تو دونوں قول کے لحاظ سے نصف ضمان واجب نصف ساقط، اور شک نہیں کہ یہ قول جامع الاقوال ومراعی احوال وارفق بالناس واحفظ للاموال ہے کہ تغیر حالات زمانہ اس پر حامل ہوا، اور اس میں ارفق واحتیاط دونوں پہلو کا لحاظ رہا۔ امید کی جاتی ہے کہ اگر امام یہ زمانہ پاتے یونہی حکم فرماتے، فتاوٰی خیریہ وفتاوٰی اسعدیہ میں ہے:

مسئلۃ الاجیر المشترک فیھا ثلثۃ اقوال بل اربعۃ عدم الضمان مطلقا و الضمان مطلقا والصلح علی النصف جبرا عملا بالقولین وفی جامع الفصولین رامزا لفوائد صاحب المحیط لو کان الاجیر صالحا

مشترک اجیر کے مسئلہ میں تین بلکہ چار قول ہیں، مطلقاً عدم ضمان مطلقاً ضمان نصف نقصان پر جبراً ضمان تاکہ دونوں اقوال پر عمل ہو، اور جامع الفصولین میں صاحب محیط کے فوائد کا اشارہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر اجیر صالح شخص ہے تو قسم لے کر بری کیا جائیگا

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الاجارات الفصل السادس الجنس الرابع مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳/ ۱۳۷
[2] الاشباہ والنظائر الفن الثانی ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۶۲

Marfat.com

یبرأ بیمینہ ولوکان بخلافہ یضمن، ولو کان مستورا یؤمر بالصلح فھذہ اربعۃ اقوال کلھا مصححۃ مفتی بھا واما احسن التفصیل الاخیر[1] اھ مختصرًا۔

اور غیر صالح ہو تو ضمان لیا جائے اور مستور الحال ہو تو صلح کا فیصلہ دیا جائے تو یہ چار قول ہوئے، اور تمام کے تمام پر فتوٰی صحیح ہے اور آخری تفصیل کیا اچھی ہے اھ مختصرًا (ت)

فتاوٰی حامدیہ میں ہے:

اختار ابوجعفر وابواللیث رحمھما اللہ تعالٰی فیہ ان کان صالحا یبرء بیمینہ وان کان مستورا یؤمر بالصلح وافتی بذلك کثیر من المتاخرین وھو اولٰی من غیرہ واسلم وبمثلہ افتی الخیر الرملی[2]۔

ابوجعفر اور ابواللیث کا مختار یہ ہے اگر وہ صالح شخص ہو تو قسم لے کر بری کر دیا جائے، اور اگر وہ مستور الحال ہو تو صلح کا فیصلہ کیا جائے اس پر بہت سے متاخرین نے فتوٰی دیا ہے اور یہ قول دوسروں کی نسبت اولٰی ہے اور خیر الدین رملی نے اسی طرح فتوٰی دیا ہے (ت)

منح الغفار و طحطاوی علی الدر المختار میں ہے:

ھو فتوی القاضی الامام جلال الدین الزاھدون[3]۔

امام جلال الدین زاہدون کا یہی فتوٰی ہے۔ (ت)

بالجملہ چار قول مفتی بہ سے دو قول پر بیمہ و منی آرڈر وغیرہما میں ڈاکخانہ سے یہ قرارداد ضمان جائز و صحیح و مقبول ہے اور انسان کو عمل و نجات کے لئے ایک ہی قول مفتٰی بہ کافی نہ کہ متعدد نہ کہ جب وہی ارفق وہی استحسان ہونے کے علاوہ حالت زمانہ اسی کے داعی اور وہی حفظ اموال ناس کا مراعی ہو باوصف ان شدتوں سختیوں کے جو قوانین ڈاک میں ضیاع مال بیمہ و منی آرڈر پر رکھی ہیں کہ نوکریاں جائیں قیدیں اٹھائیں سزائیں پائیں، پھر بھی خائنوں بددیانتوں کی کارروائیاں ہوتی رہتی ہیں، عدم ذمہ داری کی حالت میں ظاہر ہے جو کچھ ہوتا ہے، تو فقیہ نبیہ اس شرط ضمان کے جواز میں اصلاً تردد نہ کرے گا، وباللہ التوفیق۔

---

[1] فتاوٰی خیریۃ کتاب الاجارۃ، باب ضمان الاجیر دارالمعرفۃ بیروت لبنان ۲/ ۱۴۱
الفتاوی الاسعدیۃ 〃 المطبعۃ الخیریۃ مصر ۲/ ۲۷۶
[2] العقود الدریۃ فی تنقیح الحامدیۃ کتاب الاجارۃ ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۱۴ - ۱۱۳
[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار 〃 باب ضمان الاجیر دارالمعرفۃ بیروت ۴/ ۳۶

Marfat.com

ثم اقول وبہ استعین، ان مفتیانِ زمانہ کے خیالات تو محض اباطیل مہملہ ومہملات باطلہ جن کی حاجت بھی نہ تھی، مگر اس تقریر منیر سے بحمد اللہ سبحٰنہ وتعالٰی وہ شبہ بھی حل ہوگیا جسے نظر فقہی سے علاقہ ہے اور بادی النظر میں خادمِ فقہ کا ذہن اس طرف جاسکتا ہے یعنی سفاتج پر منی آرڈر کا قیاس، ہمارے علمائے کرام نے سفتجہ یعنی ہنڈوی کو ناجائز رکھا کہ ہر مقرض اس قرض دینے سے سقوط خطر طریق کا استفادہ کرتا ہے اور وہ فضل خالی عن العوض ہے کہ بربنائے قرض اُس نے حاصل کیا وکل قرض جرمنفعۃ فھو ربا (جو قرض نفع مند ہو وُہ ربا ہے۔ ت) بظاہر منی آرڈر وہنڈوی دونوں دوسری جگہ روپیہ بھیجنے کے طریق ہیں جس کے باعث نظر دھوکا کھاتی ہے دونوں کا حال ایک ہے حالانکہ اگر ذرا تامل کو کام میں لائیے تو آفتابِ روشن کی طرح متجلّی ہوکہ ان میں باہم زمین وآسمان کا فرق ہے، ہنڈوی محض قرض ہے اور اس میں قرض دینا خاص مرسل کی غرض اور اس کے ذریعہ سے اُسے سقوط خطر کی منفعت حاصل، تو قرض جرمنفعۃ فھو ربا بلاشبہہ صادق' ہنڈوی کرنے والوں کی کوٹھیاں داد وستد ہی کے لئے موضوع ہیں، نہ اجیر بننے کے لئے مرسل اگر مال قرض نہ دیتا امانت رہتا اور بحال ہلاک تاوان نہ پاتا، فلہذا قرض دیتا ہے اور اس سے یہ نفع حاصل کرتا ہے، علماء نے سفتجہ کی تفسیر یہی فرمائی۔ ہندیہ میں کافی اور ردالمحتار میں کفایہ سے ہے:

واللفظ للشامی صورتھا ان یدفع الی تاجر مالا قرضالیدفعہ الی صدیقہ وانما یدفعہ قرضا لا امانۃ لیستفید بہ سقوط خطر الطریق[1]

شامی کے الفاظ میں ہے اس کی صورت یہ ہے کہ تاجر کو قرض دیا کہ وُہ یہ قرض میرے دوست کو پہنچادے اور رقم امانت کی بجائے قرض کی صورت میں دی تاکہ راستے کے خطرہ سے محفوظ رہے۔ (ت)

بخلاف ڈاک خانہ کہ اجیر مشترک کی دکان ہے اور اس کی وضع ہی اجیر بننے کے لئے جو فیس دی جاتی ہے یقیناً اُجرت ہے اور اقرار ذمہ داری اور ان اقوال مفتی بہا کی بنا پر حکم شرعی وصحیح ومقبول ہی لزوم ضمان کیلئے کافی ووافی، مرسل کی غرض نفس عقد اجارہ سے حاصل، اور صرف اُسی قدر افادہ سقوط خطر کیلئے متکفل، قرض دینے سے اُس کی کوئی غرض اصلاً متعلق نہیں، نہ اس کا فائدہ اس کی طرف راجع، فرض کیجئے اگر ڈاک خانہ زرِ منی آرڈر لعینہٖ بھیجا کرتا تو اس کا کیا حرج تھا کہ اُسے تو روپیہ بھیجنے سے کام ہے، اور اگر

---

[1] ردالمحتار کتاب الحوالہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۹۵

Marfat.com

وہ راہ میں جاتا رہتا تو اس کا کیا نقصان تھا کہ بحکم قرار داد یہ ضمان کا مستحق ہو چکا، بلکہ یہ ضابطہ تو بعض اوقات بھیجنے والوں کو الٹا نقصان دیتا ہے کہ مصر و عرب و شام وغیرہ ممالک کو روپیہ بھیجے تو یہاں سے لندن جاکر ازانجا کہ وہاں سکہ سیم نہیں سکہ زر سے تبدیل کیا جاتا اور اس پر بہت کچھ بٹا لیا جاتا ہے، غرض اس فرض قرض میں مرسلوں کا کوئی نفع نہیں ہاں اُجرا یعنی اہالی ڈاک نے اپنی آسائش و تحفظ کے لئے یہ ضابطہ وضع کیا، ذمہ داری بیمہ و منی آرڈر دونوں میں تھی، مگر پارسل کا بند مال مہر میں لگا ہوا قابلیت تبدیل نہ رکھتا تھا، روپے میں یہ صورت میسر تھی اور شک نہیں کہ مال بھیجنے سے کاغذ بھیجنا آسان اور اس میں اُن ذمہ داروں کے لئے خطر طریق سے امان۔ لہٰذا یہ ٹھہرا لیا کہ زر داخل کردہ یہیں رکھ کر وہاں لکھ بھیجیں گے، اگر بالفرض غلط اس صورت میں ڈاک خانہ کو مستقرض مانا جائے تو اس میں مستقرض نے استقراض سے نفع اٹھایا نہ کہ مقرض نے اقراض سے، اور مستقرض انتفاع بالقرض سے ممنوع نہیں تو یہاں یدفعہ قرضاً یستفید بہ (کسی فائدہ کے حصول کے لئے قرض دیا۔ ت) صادق نہیں بلکہ یاخذہ قرضاً یستفید بہ، ھکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق (قرض فائدہ کے لئے لیتا ہے، تحقیق یُوں چاہئے، اور توفیق کا مالک اللہ تعالٰی ہی ہے۔ ت)

بالجملہ یہ وجوہ تو جواز منی آرڈر پر کچھ اثر نہیں ڈال سکتیں، ہاں یہاں ایک اور امر قابلِ نظر و غور تھا کہ اذہان مفتیان اگر اُس طرف جاتے تو کہا جاتا کہ طرز فقہی پر کلام کیا وہ یہ کہ بلاشبہہ یہ عقد عقد اجارہ اور فیس اجرت عمل، اور قرض تنہا پر نفع مستقرض اور سفاتج پر قیاس مختل، مگر جبکہ یہ قرض مفروض و داخل ضابطہ ہے تو اجارہ ایسی شرط پر ہُوا جس میں احد العاقدین کا نفع ہے اور مقتضائے عقد نہیں، اسی قدر منع و فساد عقد کے لئے بس ہے ولکنی اقول و بحول اللہ تعالٰی اجول (لیکن میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہُوں اور اللہ تعالٰی کی دی ہُوئی طاقت سے لکھتا ہُوں۔ ت)

ہنوز بلوغ شرط تا حد افساد میں اور شرط باقی ہے کہ عرف ناس اس شرط کے ساتھ جاری نہ ہو، ورنہ بحکم تعارف جائز رہے گی اور صحت و جوازِ عقد میں کچھ خلل نہ ڈالے گی، منی آرڈر کا نہ صرف تمام بلاد و امصار و اقطار ہندیہ بلکہ دیگر ممالک اسلامیہ میں بھی دائر و سائر ہونا تو محتاج بیان نہیں، مگر فقیر وہ کلمات علماء چند ابحاث میں ایراد کرے جو اس مسئلہ شرط کو واضح کرکے بعونہٖ تعالٰی مانحن فیہ کا حکم روشن کردیں، بحث اوّل شرط سے اصل نہی منصوص در بارۂ بیع وارد کہ:

نھی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من بیع الشرط، رواہ ابوحنیفۃ | حضور نبی پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شرط والی بیع سے منع فرمایا، اس کو امام ابوحنیفہ

Marfat.com

قال حدثنی عمرو بن شعیب عن
جدہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم[1] ومن طریق الامام
رواہ الطبرانی فی معجمہ الاوسط[2]
والحاکم فی علوم الحدیث ومن
جھتہ ذکرہ عبد الحق فی احکامہ
وسکت عنہ قال ابن القطان
(وھو علی بن محمد الحمیری
الفاسی ذالك المتاخر المیت
سنہ ۶۲۸ ثمان وعشرین وستمأۃ) فی کتاب
الوھم والایھام (ولا اری ھذا الاسم
الا بالھام فانہ وقد وھم فیہ واوھم
فی کثیر من المقام) بعد ما ذکر الحدیث
المذکور من کتاب الاحکام علتہ ضعف
ابی حنیفۃ فی الحدیث[3] اھ اقول
عفا اللہ عنك یا ابن القطان
الست ذلك المعروف المشھور
بالتعنت فی الرجال حتی
اخذت تلین ذلك الجبل الشامخ
ھشام بن عروۃ ولو اجتمعت
انت ومئون من امثالك وامثال شیوخك

رضی اللہ تعالٰی عنہ نے روایت کیا، انھوں نے فرمایا
مجھے یہ حدیث عمرو بن شعیب نے اپنے دادا سے
انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے
بیان کی اور امام صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی کے طریقہ
سے اس کو طبرانی نے معجم الاوسط اور حاکم نے
علوم حدیث میں اور امام صاحب کے طریقہ سے
اس کو عبد الحق نے اپنے احکام میں ذکر کیا اور جرح
نہ کی، ابن قطان (اور وہ علی بن محمد حمیری فاسی
متاخرین میں ہیں ان کی وفات ۶۲۸ھ میں ہوئی
ہے) نے اپنی کتاب "الوہم والایہام" میں کہا (میری
رائے میں کتاب کا یہ نام الہامی ہے کیونکہ ان کو
اس کتاب میں بہت سے وہم لاحق ہوئے اور کئی
مقامات پر اس نے وہم پیدا کئے ہیں) اس نے
اس کتاب میں اس حدیث کو "کتاب الاحکام" سے
نقل کرکے کہا کہ اس حدیث میں کمزوری یہ ہے کہ
اس کے راوی ابو حنیفہ حدیث میں ضعیف ہیں اھ
اقول (میں کہتا ہوں) ابن قطان تجھے اللہ تعالٰی
معاف فرمائے کیا آپ وہی نہیں جو رجال حدیث
کے متعلق ہٹ دھرمی میں مصروف ہیں، تو نے
ایک بلند پہاڑ (ہشام بن عروہ) پر طعن شروع کردیا
ہے، اور تو اور تیرے جیسے سیکڑوں اور تیرے مشائخ

۱؎ جامع المسانید الباب التاسع الفصل الثانی دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۲
۲؎ المعجم الاوسط حدیث ۴۳۵۸ مکتبۃ المعارف ریاض ۵/ ۱۸۴
۳؎ بیان الوہم والایہام فی کتاب الاحکام تحت حدیث ۱۳۰۱ دار طیبہ مکۃ المکرمۃ ۳/ ۵۲۷

Marfat.com

وشیوخ مشایخك لم تبلغوا جمیعا قوة ابی حنیفة ولا قوة غلمانه ولا قوة ھشام ولااقرانه فی العلم والحدیث ولکن علتکم انتم ایھا الناس التعنت والتقشف وقلة الدرایة لمسالك التعرف وھذا ابومحمد عبدالحق کان اعرف منك بالحق حیث صحح الحدیث بایراده فی الاحکام والسکوت عنه۔

اورمشائخ المشائخ جیسے سیکڑوں بھی جمع ہوجائیں تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی قوت درکنار، ان کے غلاموں اور ہشام اور ان کی ہم مثل علم اور حدیث والوں کو نہیں پہنچ سکتے، لیکن تم نے اپنی ہٹ دھرمی اور پراگندگی اور معرفت درایت کے راستوں کی کم علمی کی وجہ کو ذریعہ طعن بنالیا ہے حالانکہ صاحب کتاب الاحکام عبدالحق یہ تجھ سے حق کو بہتر جانتے ہیں جنھوں نے اس حدیث کو ذکر کرکے اس پر سکوت سے اس کی صحت بتادی۔ (ت)

ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اجارہ کو اس پر قیاس فرمایا، ہدایہ میں ہے:

الاجارة تفسدھا الشروط کما تفسد البیع لانه بمنزلته الاتری انه عقد یقال ویفسخ۔[1]

اجارہ کو شرطیں فاسد کردیتی ہیں جیسے بیع کو فاسد کرتی ہیں کیونکہ یہ بیع کی طرح ہے آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس کے عقد کو اقالہ اور فسخ لاحق ہوتے ہیں (ت)

غایۃ البیان میں ہے:

قال القدوری فی مختصرہ وذلك لانھا عقد معاوضة محضة تقال وتفسخ فکانت کالبیع وکل ما افسد البیع افسدھا۔[2]

قدوری نے اپنی مختصر میں فرمایا: یہ اس لئے کہ خالص عقد معاوضہ ہے جو اقالہ اور فسخ کے قابل ہوتا ہے تو یہ بیع کی طرح ہے جو چیز بیع کو فاسد کرتی ہے وہ اس کو بھی فاسد کرے گی۔ (ت)

اور بیع میں شرط افساد یا شرط عدم تعارف شرط ہے، ہدایہ میں ہے:

کل شرط لایقتضیه العقد وفیه منفعة لاحد المتعاقدین

ایسی شرط جس میں فریقین میں کسی ایک یا مبیع اگر فائدہ کا اہل ہے تو اس کا فائدہ شرط

---

[1] الہدایۃ کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسدۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۲۹۹/۳
[2] غایۃ البیان

Marfat.com

اوللمعقود علیه وھو من اھل الاستحقاق یفسدہ الا ان یکون متعارفا لان العرف قاض علی القیاس[1]

کیا جائے تو وُہ بیع کو فاسد کر دے گی بشرطیکہ عرف میں وُہ شرط معروف نہ ہو کیونکہ قیاس پر عرف غالب ہوتا ہے۔ (ت)

تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

الاصل الجامع فی فساد العقد بسبب شرط (لایقتضیہ العقد ولا یلائمہ وفیہ نفع لاحدھما او لمبیع من اھل الاستحقاق و لم یجر العرف بہ ولم یرد الشرع بجوازہ) اما لوجری العرف بہ کبیع نعل مع شرط تشریکہ او ورد الشرع بہ کخیار شرط فلا فساد[2]

کسی شرط کی وجہ سے عقد کے فساد کا سبب قاعدہ کی رُو سے ایسی شرط ہے جس کو نہ تو عقد قبول کرے اور نہ ہی وہ عقد کے مناسب ہو اور اس شرط میں فریقین یا نفع کا مستحق ہو تو مبیع کا فائدہ ہو بشرطیکہ اس شرط پر عرف قائم نہ ہو اور نہ ہی شریعت نے اس کے جواز کو بیان کیا ہو، لیکن اگر عرف میں اس کا جواز مروّج ہو جیسے پیشگی آرڈر پر جوتا سلوانا، یا اس شرط کے جواز پر شریعت وارد ہو جیسا کہ شرطِ خیار، تو فساد نہ ہوگا۔ (ت)

مسئلہ ظاہر ہے اور تمام کتبِ مذہب میں دائر۔ اور مقیس کی طرف وہی حکم متعدی ہوگا جو اصل مقیس علیہ میں تھا نہ کہ زائد لاجرم متنِ غرر میں فرمایا:

تفسد بالشرط المفسد للبیع[3]

اجارہ، بیع کی فاسد شرطوں سے فاسد ہوجاتا ہے (ت)

متنِ نقایہ میں فرمایا: یفسدھا شروط تفسد البیع[4] (بیع کو فاسد کرنیوالی شرطیں اجارہ کو فاسد کردیتی ہیں۔ ت)، متنِ اصلاح میں تھا: الشرط یفسدھا[5] (مراد وہ شرط ہے جو بیع کو فاسد کردیتی ہے۔ ت) شرح ایضاح میں فرمایا: المراد شرط یفسد البیع[6] (مراد وہ شرط ہے جو بیع کو فاسد کردیتی ہے۔ ت)

بحث ثانی: کیا لازم ہے کہ وہ عرف زمانِ اقدس حضور پُرنور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے واقع ہو **اقول** بعض علماء کی تقریر میں ایسا واقع ہُوا لیجعلہ من تقریر

---

[1] الہدایۃ کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۶۲
[2] درمختار شرح تنویر الابصار " " مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۷
[3] الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسدۃ میر محمد کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۰
[4] مختصر الوقایۃ فی مسائل الہدایۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۲-۱۱۱
[5] اصلاح
[6] شرح الضاح

Marfat.com

النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (تاکہ عرف اس کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقریر و تائید بنادے۔ ت) مگر حق یہ کہ یہ ہرگز ضرور نہیں ہزارہا فروع مذہب وصدہا کلماتِ ائمہ اس کے خلاف پر شاہد ہیں، امام برہان الدین ہدایہ اور محقق علی الاطلاق اُس کی شرح فتح میں فرماتے ہیں:

(من اشتری نعلا علی ان یحذوھا البائع) المراد اشتری ادیما علی ان یجعلہ البائع نعلا لہ ویمکن ان یراد حقیقتہ ای نعل رجل واحدۃ علی ان یحذوھا ای یجعل لہ شراکا فلا بد ان یراد حقیقۃ النعل (فالبیع فاسد) قال المص (ما ذکرہ) یعنی القدوری (جواب القیاس) ووجھہ مابیناہ من انہ شرط لا یقتضیہ العقد وفیہ نفع لاحد المتعاقدین وفی الاستحسان یجوز البیع ویلزم الشرط (للتعامل) کذلک ومثلہ فی دیارنا شراء القبقاب علی ھذا الوجہ ای علی ان یسمرلہ سیرا ومن انواعہ شراء الصوف المنسوج علی ان یجعلہ البائع قلنسوۃ او قلنسوۃ بشرط ان یبطن لھا البائع بطانۃ من عندہ[1] اھ مختصرًا۔

جس نے اس شرط پر جُوتا خریدا کہ اس کو بائع سلائی کرکے بنائے، اس سے مراد یہ ہے کہ خریدار نے چمڑا خریدا کہ اس کا جوتا سلائی کرکے بنا دے، اور ممکن ہے حقیقت مراد لے کر ایک پاؤں کا جوتا کہ ایک ہی پاؤں کی پیمائش کے مطابق تسمہ لگادے اس صورت میں حقیقتاً ایک ہی مراد ہوگا تو بیع فاسد ہوگی، مصنّف نے فرمایا کہ قدوری نے جو ذکر کیا ہے وہ قیاس پر مبنی جواب ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایسی شرط ہے کہ جو مقتضیٰ عقد نہیں ہے اور اس شرط میں ایک فریق کا فائدہ بھی ہے اور جبکہ استحسان کے طور پر یہ جائز ہے اور تعامل کی وجہ سے سلائی کی شرط لازم ہوجائیگی، اور اسی طرح ہمارے علاقہ میں کھڑائیں اسی شرط پر خریدنا یعنی ان کو پٹے لگادے اور اسی قسم سے ہے بُنی ہُوئی اُون ٹوپی بنانے کی شرط پر یا ٹوپی خریدنا استرا اپنے پاس سے لگانے کی شرط پر اھ مختصراً۔ (ت)

ردالمحتار میں اس کا بعض نقل کرکے فرمایا:

وفی البزازیۃ اشتری ثوبا او خفا خلقا علی ان یرقعہ البائع ویسلمہ

بزازیہ میں ہے کہ کپڑا یا پُرانے موزے اس شرط پر خریدے کہ بائع مرمت کرکے دے تو

---

[1] فتح القدیر کتاب البیوع باب البیع الفاسد مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/۸۵

Marfat.com

صح اھ ومثلہ فی الخانیہ قال فی النھر بخلاف خیاطۃ الثوب لعدم التعارف اھ قال فی المنح فان قلت نھی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن بیع وشرط فیلزم ان یکون العرف قاضیا علی الحدیث قلت لیس بقاض علیہ بل علی القیاس لان الحدیث معلول بوقوع النزاع المخرج للعقد عن المقصود بہ وھو قطع المنازعۃ والعرف ینفی النزاع فکان موافقا لمعنی الحدیث فلم یبق من الموانع الا القیاس والعرف قاض علیہ اھ قلت وتدل عبارۃ البزازیۃ والخانیۃ وکذا مسئلۃ القبقاب علی اعتبار العرف الحادث ومقتضی ھذا انہ لو حدث عرف فی شرط غیر الشرط فی النعل والثوب والقبقاب ان یکون معتبرا اذا لم یؤد الی المنازعۃ۔[1]

صحیح ہے، اور اسی کی مثل خانیہ میں ہے۔ نہر میں فرمایا بخلاف کپڑے کی سلائی، کیونکہ اس میں تعارف نہیں اھ، منح میں فرمایا کوئی یہ اعتراض کرے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیع اور اس کے ساتھ شرط لگانے سے منع فرمایا ہے تو اس سے لازم آئیگا کہ عرف حدیث پر غالب ہے۔ میں کہتا ہوں، عرف حدیث پر غالب نہیں بلکہ عرف قیاس پر غالب ہے کیونکہ حدیث میں منع کی علت جھگڑا ہے جس کی وجہ سے عقد بے مقصد بن جاتا ہے جبکہ عقد کا مقصد جھگڑے کو ختم کرنا ہوتا ہے اور عرف اس جھگڑے کو ختم کرتا ہے تو اس طرح عرف حدیث کے موافق ہوا تو اب صرف قیاس مانع ہے جس پر عرف غالب ہوا اھ میں کہتا ہوں، اس پر بزازیہ اور خانیہ کی عبارت دال ہے اور یونہی کھڑاؤں کا مسئلہ جدید عرف پر مبنی ہے تو اس کا مقتضٰی یہ ہے کہ اگر جوتے، کپڑے اور کھڑاؤں میں مذکورہ شرط کے علاوہ کوئی اور شرط عرف میں جاری ہو جائے تو وہ بھی معتبر ہوگی بشرطیکہ وہ جھگڑے کا باعث نہ ہو۔ (ت)

ہندیہ میں تاتارخانیہ سے ہے:

ان اشتری صرما علی ان یخرز البائع لہ خفا اوقلنسوۃ بشرط ان یبطن لہ البائع من عندہ فالبیع بھذا الشرط جائز للتعامل۔[2]

اگر چمڑے کا ٹکڑا جوتا بنا دینے کی شرط پر خریدا یا ٹوپی استر لگا دینے کی شرط پر خریدی کہ بائع اپنے پاس سے لگائے تو تعامل کی وجہ سے اس شرط پر بیع جائز ہوگی۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع باب فی البیع الفاسد داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۲۳

[2] فتاوٰی ہندیہ " الباب العاشر نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۱۳۳

Marfat.com

اسی میں محیط امام سرخسی سے ہے:

وکذا الو اشتری خفابہ خرق علی ان یخرزہ البائع اوثوبا من خلقانی وبہ خرق علی ان یخیطہ ویجعل علیہ الرقعۃ۔[1]

اور یونہی اگر پھٹا ہوا موزہ خریدا اس شرط پر کہ بائع پیوند لگا کردے یا پرانا پھٹا کپڑا پیوند لگانے کی شرط پر خریدا۔ (ت)

اسی میں فتاوٰی ظہیریہ سے ہے:

لواشتری کرباسا بشرط القطع والخیاطۃ لایجوز لعدم العرف۔[2]

اگر نیا کپڑا کٹائی اور سلائی کی شرط پر خریدا تو عرف نہ ہونے کی وجہ سے جائز نہ ہوگا۔ (ت)

تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

صح وقف کل (منقول فیہ تعامل) للناس کفأس وقدوم ودراہم ودنانیر وقدر وجنازۃ وثیابہا ومصحف وکتب لان التعامل یترک بہ القیاس لحدیث "ماراٰہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن" بخلاف مالا تعامل فیہ کثیاب متاع وھذا قول محمد وعلیہ الفتوٰی اختیار۔[3] (بالاختصار)

ایسی منقولہ چیز کا وقف جائز ہے جس میں عرف ایسا ہو، مثلاً کلہاڑی، تیشہ، دراہم، دنانیر، ہانڈی، جنازہ کی چارپائی، اس کا کپڑا، قرآن مجید اور کتب، کیونکہ تعامل کی وجہ سے قیاس کو ترک کیا جائے گا اس لئے کہ حدیث شریف میں ہے کہ جس چیز کو مسلمان پسند کریں تو وہ عند اللہ پسندیدہ ہے بخلاف اس کے جس میں تعامل نہ ہو، مثلاً سامان والے کپڑے۔ یہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کا قول ہے اور اسی پر فتوٰی ہے، اختیار (بالاختصار)۔ (ت)

اسی میں خلاصہ سے ہے:

وقف کرًا علٰی شرط ان یقرضہ لمن لابذر لہ لیزرعہ لنفسہ فاذا ادرک اخذ مقدارہ ثم اقرضہ لغیرہ وھکذا

گندم ایک کُر (پیمانہ) وقف کی کہ جس کے پاس بیج نہ ہو اس کو قرض دی جائے تاکہ وہ اپنی زراعت کرلے اور جب گندم کی فصل اترے تو اتنی مقدار واپس کردے، پھر وہ اسی طرح دوسرے کو قرض

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب البیوع الباب العاشر نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۱۳۴

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۳/۱۳۴

[3] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۰

Marfat.com

جائز، وقف بقرة علی ما خرج من لبنها او سمنها للفقراء ان اعتادوا ذٰلک رجوت ان یجوز[1]

دی جائے، اور یُونہی گائے وقف کی جائے کہ اس کا دُودھ یا گھی فقراء کو دیا جائے، اگر لوگ یہ عادت بنالیں تو مجھے امید ہے کہ جائز ہوگا۔ (ت)

ہندیہ میں ظہیریہ سے ہے:

رجل وقف بقرة علٰی ان ما یخرج من لبنها وسمنها وشیرازها یعطی ابناء السبیل ان کان ذٰلک فی موضع تعارفوا ذٰلک جاز کما یجوز ماء السقایة[2]

کسی شخص نے گائے وقف کی کہ اس کا دودھ یا گھی اور دہی مسافروں کو دیا جائے اگر کسی علاقہ میں یہ تعارف ہو تو جائز ہے جیسے مشکیزے کا پانی۔ (ت)

اُسی میں ہے:

وقف المنقول مقصودًا فان کان کراعا او سلاحا یجوز وفیما سوی ذٰلک ان کان شیئا لم یجر التعارف بوقفه کالثیاب والحیوان لا یجوز عندنا وان کان متعارفا کالفاس والقدوم والجنازة وثیاب الجنازة وما یحتاج الیه من الاوانی والقدور فی غسل الموتٰی والمصاحف قال محمد یجوز والیه ذهب عامة المشائخ منهم الامام السرخسی کذا فی الخلاصة وهو المختار والفتوٰی علٰی قول محمد کذا قال شمس الائمة الحلوانی کذا فی مختار الفتاوٰی[3]

اگر منقول با مقصد چیز کو وقف کیا اگر وہ سواری یا ہتھیار ہو تو جائز ہے ان کے علاوہ اگر کوئی چیز ایسی ہو جس کو وقف کرنا عرف میں مروّج نہیں جیسے عام کپڑے اور حیوانات، تو ہمارے نزدیک جائز نہیں اور وہ متعارف ہو جیسے کلہاڑی اور تیشہ اور جنازہ کی چارپائی اور اس کا کپڑا اور میّت کو غسل میں کام آنے والے برتن اور قرآن مجید، تو امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا یہ جائز ہے، اسی کو عام مشائخ جیسے امام سرخسی وغیرہ نے اپنایا ہے۔ خلاصہ میں ایسے ہی ہے، وہی مختار ہے، اور فتوٰی امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کے قول پر ہے، امام شمس الائمہ حلوانی نے یوں فرمایا اور فتوٰی کے لئے یہی مختار ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۰

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الوقف الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۶۲-۳۶۱

[3] " " " " " " ۲/۳۶۱

Marfat.com

خزانۃ المفتین میں فتاوٰی کبرٰی سے فصل وقف المنقول میں ہے:

جعل فی المسجد بواری او غلق باب او حصیر لم یکن لہ ان یرجع وکذٰلک لو علق فیہ سلسلۃ او حبلا للقندیل لان ھذا یترک فی المسجد دائما عادۃ فیکون للمسجد[1]

مسجد میں بچھونا، دروازے کا تالا، چٹائی دی تو واپس لینے کا حق نہیں، اور یونہی اگر قندیل کی زنجیر یا رسّی دی ہو، کیونکہ عادتًا یہ چیزیں دائمی طور پر مسجد میں رکھی جاتی ہیں، لہٰذا یہ مسجد کے لئے مختص ہو جائیں گی۔ (ت)

غرر و درر میں ہے:

(عن محمد صحتہ فی المتعارف وقفیتہ) کالفأس والمر والقدوم والمنشار والجنازۃ وثیابھا والقدور والمراجل اذا وقف علی المسجد جاز واما وقف الکتب فکان نصیر بن یحیی یجیزہ والفقیہ ابوجعفر یجیزہ وبہ ناخذ خلاصۃ[2] اھ ملخصًا۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک کلہاڑی پھاوڑی، تیشہ، آرہ، جنازہ کی چارپائی، اس کا کپڑا، ہنڈیا، دیگ مسجد کے لئے وقف کئے تو جائز ہے، ولیکن کتابوں کو وقف کرنا اسے نصیر بن یحیٰی اور فقیہ ابوجعفر جائز کہتے ہیں، اور ہمارا یہی موقف ہے، خلاصہ، اھ ملخصًا۔ (ت)

غنیہ علامہ شرنبلالی میں برہان سے ہے:

زاد محمد ما تعورف وقفہ کالمصاحف والکتب والقدور والقدوم والفاس والمنشار والجنازۃ وثیابھا وما یحتاج الیہ من الاوانی فی غسل الموتٰی وعلیہ عامۃ المشائخ وبہ یفتی[3]

جن چیزوں کے وقف پر تعارف ہے ان میں امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے قرآن مجید، کتب، ہنڈیا، تیشہ، کلہاڑی، آرہ، جنازہ کی چارپائی، اس کا کپڑا اور میّت کے غسل میں ضروری برتن کا اضافہ فرمایا ہے، عام مشائخ کا یہی موقف ہے، اور اسی پر فتوٰی دیا جائیگا۔ (ت)

نقایہ و شرح علامہ برجندی میں ہے:

---

[1] خزانۃ المفتین کتاب الوقف فصل فی المشاع قلمی نسخہ ۱/۲۱۷

[2] الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام کتاب الوقف میر محمد کتب خانہ کراچی ۲/۳۶-۱۳۶

[3] غنیہ ذوی الاحکام فی بغیۃ درر الحکام " " " " ۲/۱۳۶

Marfat.com

صح عند (محمد وقف منقول فيه تعامل كالمصحف ونحوه) من الكتب والطشت والقدوم والقياس ان لايجوز وهو قول ابی حنيفة لانها مما لايتأبد لكن القياس يترك بالتعامل (وعليه الفتوى)[1] اھ ملتقطًا۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے جن منقولہ چیزوں کے وقف میں تعامل ہے جیسے قرآن مجید وغیرہ کتب اور طشت، تیشہ کے وقف کو جائز قرار دیا ہے اور قیاس یہ ہے کہ جائز نہیں، یہی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کیونکہ یہ دائمی چیزیں نہیں ہیں لیکن تعامل کی وجہ سے قیاس متروک ہوگیا اور اسی پر فتوٰی ہے اھ ملتقطًا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال المصنف فی المنح لما جری التعامل فی زماننا فی البلاد الرومية فی وقف الدراهم والدنانير دخلت تحت قول محمد المفتی به فی وقف كل منقول فيه تعامل كما لايخفی، وقد افتی مولانا صاحب البحر بجواز وقفها ولم يحك خلافا اھ، ولاشك فی كونها من المنقول فحيث جری فيها تعامل دخلت فيما اجازه محمد ولهذا لما مثل محمد باشياء جری فيها التعامل فی زمانه قال فی الفتح ان بعض المشائخ زادوا اشياء من المنقول علی ماذكره محمد لما رأوا جريان التعامل فيها وذكر منها مسئلة البقرة ومسئلة الدراهم والمكيل حيث

مصنف نے منح میں فرمایا رومی علاقہ میں ہمارے زمانہ میں دراہم و دنانیر کا وقف عرف میں جاری ہے تو یہ امام محمد رحمہ اللہ تعالےٰ کے مفتٰی بہ قول جس میں منقول کا وقف جائز ہے، میں داخل ہوگا جیساکہ مخفی نہیں ہے، اور مولانا صاحب بحر نے اس کے جواز کا فتوٰی دیا اور کوئی مخالف قول نقل نہ فرمایا اھ اور اس منقول میں تعامل کے جاری ہونے میں شک نہیں ہے تو یہ امام محمد رحمہ اللہ کے جواز میں داخل ہوگا، اسی لئے جب امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے زمانہ میں تعامل والی اشیاء کی مثال بیان فرمائی تو فتح میں کہا کہ بعض مشائخ نے امام محمد رحمہ اللہ تعالےٰ کی ذکرکردہ اشیاء پر کچھ اور چیزوں کا اضافہ کیا جن میں تعامل دیکھا انہی چیزوں میں گائے، دراہم اور کیلی چیز کے مسئلہ کو ذکر فرمایا

---

[1] مختصر الوقایہ فی مسائل الہدایۃ کتاب الوقف نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۳۹
شرح النقایۃ للبرجندی فصل الوقف نولکشور لکھنؤ ۳/ ۱۷۲

Marfat.com

قال ففی الخلاصة وقف بقرة علی ان ما یخرج
من لبنها وسمنها یعطی لابناء السبیل
قال ان کان ذلک فی موضع غلب ذلک
فی اوقافهم رجوت عـه ان یکون جائزا ،
قال فعلی ھذا القیاس اذا وقف کرا
من الحنطة علی شرط ان یقرض للفقراء
ثم یؤخذ منهم ثم یقرض لغیرھم
ان یکون جائزا قال ومثل ھذا کثیر فی
الری وناحیة دماوند اھ و بھذا ظھر
صحة ما ذکرہ المص من الحاقھا
بالمنقول المتعارف علی قول محمد المفتی
بہ وانما خصوھا بالنقل عن زفر لانها
لم تکن متعارفة اذ ذاک ، قال فی
النھر ومقتضی ما مر عن
محمد عدم جواز ذلک ای
وقف الحنطة فی الاقطار
المصریة لعدم تعارفه
بالکلیة نعم وقف الدراھم

اور کہا خلاصہ میں ہے کہ گائے وقف کی کہ اس کا
دودھ اور گھی مسافروں کو دیا جائے ، اور فرمایا کہ
اگر کسی مقام میں لوگوں نے وقف میں یہ تعامل بنایا ہو
تو مجھے امید ہے کہ یہ جائز ہوگا ، اور فرمایا اس پر
قیاس ہوگا جب کوئی شخص گندم کا کُر (پیمانہ)
اس شرط پر وقف کرے کہ ضرورتمند فقیر کو یہ قرض
دیا جائے اور پھر واپس ملنے پر دوسرے فقیر کو
قرض دیا جائے تو لازماً جائز ہوگا اور کہا کہ رے
اور دماوند کے علاقہ میں اس قسم کا کثیر رواج ہے اھ
اس سے مصنف کا مذکورہ کو امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی
سے منقول متعارف مفتٰی بہ کے ساتھ الحاق کی
صحت معلوم ہوگئی ۔ امام زفر رحمہ اللہ تعالٰی سے منقول
کے ساتھ گندم مذکور کے مسئلہ کو فقہاء کا مختص
کرنا اس لئے ہوا کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کے
زمانہ میں یہ معاملہ متعارف نہ ہوا تھا ، اور نہر
میں فرمایا کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے منقول شدہ
کا مقتضٰی اس گندم کو وقف کرنے کا عدم جواز ہے
کیونکہ مصری علاقہ میں ابھی اس کا بالکل تعارف

عـه قلت ھذہ نسخة کتبتها فی نسختی
الخلاصة علی الھامش والذی فی متنها
جاز ان کان تعارفوا ذلک کما فی
النقایة اھ کما ھو عبارة الظھیریة
الآتیة ١٢ منه ۔

میں کہتا ہوں یہ نسخہ میرے پاس خلاصہ کے نسخہ
کے حاشیہ میں لکھا ہے اور اس کے متن میں ہے
کہ اگر لوگوں کا اس پر تعارف ہو تو جائز ہے
جیسا کہ نقایہ میں ہے اھ ، جیسا کہ ظہیریہ کی
آئندہ عبارت میں ہے ١٢ منہ (ت)

Marfat.com

والدنانير تعورف فى الديار الرومية اھ
قوله لان التعامل يترك به القياس
فى البحر عن التحرير هو الاكثر استعمالا
وفى شرح البيرى عن المبسوط ان
الثابت بالعرف كالثابت بالنص اھ، فظاهر
ماقدمناه انفا من زيادة بعض المشائخ
اشياء جرى التعامل فيها وعلى هذا
فالظاهر اعتبار العرف فى الموضع
او الزمان الذى اشتهر فيه دون
غيره فوقف الدراهم متعارف فى بلاد
الروم دون بلادنا ووقف الفاس والقدوم
كان متعارفا فى زمن المتقدمين
ولم نسمع به فى زماننا فالظاهر انه
لا يصح الآن ولئن وجد نادرا لا يعتبر
لما علمت من ان التعامل هو الاكثر
استعمالا فتامل[1] اھ ملخصًا۔

نہیں ہے ہاں دراہم ودنانیر کے وقف رومی علاقہ میں موجود ہے اھ، اس کا قول کہ، کیونکہ تعامل کی وجہ سے قیاس متروک ہوجاتا ہے، بحر میں تحریر سے منقول ہے کہ یہ استعمال کثیر ہے اور شرح بیری میں مبسوط سے منقول ہے کہ عرف سے ثابت شدہ نص کی طرح ہے اھ، تو اس سے ابھی ہمارا بیان کردہ ظاہر ہوا کہ مشائخ کا بعض چیزوں کو شامل کرنا تعامل کی بنا پر ہے، اور اس بنیاد پر ظاہر ہوا کہ جس علاقہ یا زمانہ میں عرف مشہور ہُوا وہی معتبر ہے دوسروں کے لئے معتبر نہیں، تو دراہم کا وقف روم کے علاقہ میں متعارف ہے ہمارے علاقہ میں یہ معروف نہیں ہے اور کلہاڑی اور تیشہ کا وقف متقدمین کے زمانہ میں تھا اپنے زمانہ میں ہم نے یہ نہیں سنا تو ظاہر یہ ہے کہ اب یہ جائز نہیں اگر کہیں نادر طور پر موجود ہو تو معتبر نہ ہوگا کیونکہ تو معلوم کرچکا ہے کہ تعامل وُہ ہوتا ہے جس کا استعمال زیادہ ہو، تو غور کرو، اھ، ملخصًا۔ (ت)

اسی میں تتارخانیہ سے ہے:

عن ابى يوسف يجوز بيع الدقيق و
استقراضه وزنا اذا تعارف الناس
ذلك استحسن فيه[2]

امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ آٹے کی بیع اور اس کو قرض بطور وزن دینا اگر عرف بن جائے تو استحسانًا جائز ہوگا (ت)

اسی میں بحوالہ طحطاوی فتاوٰی غیاثیہ سے ہے: وعليه الفتوى[3] (اور اسی پر فتوٰی ہے۔ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۷۵-۳۷۴
[2] و [3] ردالمحتار کتاب البیوع باب الربا " " " " " ۴/ ۱۸۲

Marfat.com

تنویر و در میں ہے :

(یستقرض الخبز وزنا وعددا) عند محمد وعلیه الفتوٰی ابن الملك و استحسنه الکمال واختاره المصنف تیسیرا، اختیار۔[1]

روٹی کو گنتی اور وزن دونوں طرح قرض دینا لینا امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک جائز ہے، اور اسی پر فتوٰی ابن الملک ہے ۔ اس کو کمال نے پسند کیا اور مصنف نے آسانی کی وجہ سے اس کو اختیار کیا۔ (ت)

اختیار پھر طحطاوی پھر ردالمحتار میں ہے :

ھوالمختار لتعامل الناس وحاجاتھم الیه۔[2]

لوگوں کی ضرورت اور تعامل کی بنا پر یہی مختار ہے ۔ (ت)

درمختار میں ہے :

(ما نص) الشارع (علی کونه کیلیا) کبُرٍّ وشعیر او تمر وملح (او وزنا) کذھب وفضة (فھو کذلك) لایتغیر (ابدا فلا یصح بیع حنطة بحنطة وزنا کما لو باع ذھبا بذھب او فضة بفضة کیلا) ولو (مع التساوی) لان النص اقوٰی من العرف فلا یترك الاقوٰی بالادنٰی (وما لم ینص علیه حمل علی العرف) وعن الثانی اعتبار العرف مطلقا ورجحه الکمال (وخرج علیه سعدی افندی

شارع نے جس چیز کے کیلی ہونے پر نص فرمائی مثلاً گندم، جَو، کھجور اور نمک وہ کیلی اور جس کے وزنی ہونے پر نص فرمائی وہ وزنی ہوگی جیسے سونا اور چاندی، یہ تبدیل نہ ہوسکیں گی، تو گندم کی خرید و فروخت وزن کے طور پر اور سونے چاندی کی کیل کے طور جائز نہ ہوگی، اگرچہ ہم جنس کے ساتھ مساوی لین دین ہو، کیونکہ نص اقوٰی ہے عرف سے تو اقوٰی کو ادنٰی کی وجہ سے ترک نہ کیا جائے گا، اور وہ اشیاء جن پر نص وارد نہ ہوئی ان کو عرف پر محمول کیا جائے گا اور امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک عرف کا مطلقاً اعتبار ہوگا، اس کو کمال نے ترجیح دی ہے اور اسی پر سعدی آفندی نے

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب البیوع باب الربا مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۴۳

[2] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۸۷

حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار " " دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۱۱۲

Marfat.com

استقراض الدراهم عددا وبیع الدقیق وزنا فی زماننا یعنی بمثلہ وفی الکافی الفتوی علی عادۃ الناس بحر واقرہ المصنف[1] ونقلہ عن العلامۃ سعدی فی النھر واقرہ۔

دراہم کو عدد کے طور قرض لینا اور آٹے کو وزن کے ساتھ ہم جنس سے لین دین کرنا متفرع کیا ہے اور کافی میں ہے کہ فتوٰی لوگوں کی عادت پر ہوگا' بحر' اور مصنف نے اسے ثابت مانا ہے اھ' اور اس کو انھوں نے علامہ سعدی آفندی سے نہر میں نقل کیا اور ثابت رکھا۔ (ت)

ذخیرہ امام برہان الدین محمود کتاب البیوع فصل سادس میں ہے:

اذا اشتری ثمار بستان وبعضھا قد خرج وبعضھا لم یخرج فھل یجوز ھذا البیع' ظاھر المذھب انہ لا یجوز وکان شمس الائمۃ الحلوانی یفتی بجوازہ فی الثمار والباذنجان والبطیخ وغیر ذلک وکان یزعم انہ مروی عن اصحابنا۔[2]

جب باغ اس حالت میں خریدا کہ اس کا کچھ پھل ظاہر ہوا اور کچھ نہ ظاہر ہوا تو کیا یہ جائز ہوگا' تو ظاہر مذہب یہ ہے کہ ناجائز ہے، حالانکہ شمس الائمہ حلوانی پھلوں، بینگن، تربوز وغیرہا میں اس کے جواز کا فتوٰی دیا کرتے تھے اور ان کا خیال تھا کہ یہ جواز ہمارے اصحاب سے مروی ہے (ت)

بحرالرائق میں امام جلیل ابوبکر محمد بن فضل فضلی سے ہے:

استحسن فیہ لتعامل الناس فانھم تعاطوا بیع ثمار الکرم بھذہ الصفۃ ولھم فی ذلک عادۃ ظاھرۃ وفی نزع الناس عن عاداتھم حرج۔[3]

انھوں نے اس کو پسند کیا لوگوں کے تعامل کی وجہ سے کیونکہ وہ انگوروں کے پھل کا اسی حالت میں لین دین کرتے ہیں، اور لوگوں کی یہ عادت معروف ہے جبکہ لوگوں کی عادت چھڑانا حرج کی بات ہے (ت)

فتح القدیر میں ہے:

---

[1] درمختار کتاب البیوع باب الربا مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۴۱

[2] نشر العرف بحوالہ الذخیرۃ البرہانیہ رسالہ من مجموعہ رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۲/ ۱۳۹-۴۰

[3] بحرالرائق کتاب البیع فصل یدخل البناء والمفاتیح فی بیع الدار ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۳۰۱

Marfat.com

قد رأیت روایة فی نحو هذا عن محمد فی بیع الورد علی الاشجار فان الورد متلاحق ثم جوّز البیع فی الکل وهو قول مالک[1]۔

میں نے امام محمد رحمہ اللہ سے اس طرح کی روایت پودوں پر گلاب کے بارے میں دیکھی ہے حالانکہ گلاب یکے بعد دیگرے ظاہر ہوتے ہیں پھر انھوں نے تمام گلابوں میں بیع کو جائز فرمایا ہے اور یہی امام مالک کا قول ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال الزیلعی قال شمس الائمة السرخسی والاصح انه لایجوز لان المصیر الی مثل هذه الطریقة عند تحقق الضرورة ولاضرورة هنا لانه یمکنه ان یبیع الأصول او یؤخر العقد فی الباقی الی وجوده او یبیح له الانتفاع بما یحدث فلاضرورة الی تجویز العقد فی المعدوم مصادما للنص اھ قلت لکن لایخفی تحقق الضرورة فی زماننا لاسیما فی مثل دمشق الشام کثیرة الاشجار والثمار فانه لغلبة الجهل علی الناس لایمکن الزامهم بالتخلص باحد الطرق المذکورة وان امکن بالنسبة الی بعض افراد الناس لایمکن بالنسبة الی عامتهم وفی نزعهم عن عادتهم حرج کما علمت ویلزم تحریم اکل الثمار فی هذه البلدان اذ لا تباع الا کذلک والنبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم

زیلعی نے کہا کہ امام شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا اصح یہ ہے کہ جائز نہیں ہے کیونکہ ایسی صورت کو ضرورت کی بناء پر اختیار کیا جاتا ہے جبکہ اس میں کوئی ضرورت نہیں کیونکہ پودا خرید لینا یا باقی گلاب کی بیع کو ان کے ظاہر ہو جانے تک موخر کر دیا جائے یا آئندہ ظاہر ہونے والے گلاب سے انتفاع کو مباح کردے اس گنجائش کے باوجود معدوم گلاب کی بیع کو جائز کرنا نص سے متصادم ہوگا اھ، میں کہتا ہوں کہ ہمارے زمانہ میں اس ضرورت کا تحقق مخفی نہیں خصوصاً دمشق کے علاقہ میں جو کثیر باغات اور پھلوں کا علاقہ ہے تو لوگوں پر جہالت کے غلبے کی وجہ سے ان کو مذکورہ طرق پر پابند کرنا اگرچہ بعض لوگوں کو ممکن ہے لیکن عوام کے لئے یہ ممکن نہیں جبکہ ان کو عادت چھڑانے پر حرج لاحق ہوگا جیسا کہ تجھے معلوم ہوچکا ہے، اور لازم آئے گا کہ اس علاقہ میں لوگ حرام پھل کھاتے ہیں کیونکہ باغات کے پھل فروخت کرنے کا وہاں یہی رواج ہے حالانکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام

---

[1] فتح القدیر کتاب البیوع فصل لماذکرما ینعقد بہ البیع الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۴۹۲

Marfat.com

انما رخص فی السلم للضرورۃ مع انہ بیع المعدوم فحیث تحققت ھنا ایضا امکن الحاقۃ بطریق الدلالۃ فلم یکن مصادما للنص فلذا جعلوہ من الاستحسان وظاھر کلام الفتح المیل الی الجواز ولذا اورد لہ الروایۃ عن محمد بل تقدم ان الحلوانی رواہ عن اصحابنا وماضاق الامر الا اتسع ولا یخفی ان ھذا امسوغ للعدول عن ظاھر الروایۃ اھ[1] بتلخیص۔

نے ایک ضرورت کے تحت معدوم چیز کی بیع کو بیع سلم کے طور جائز فرمایا تو جب یہاں بھی یہ ضرورت متحقق ہے تو اس کو بھی بیع سلم کے ساتھ بطریقہ دلالۃ النص ملحق کرنا ممکن ہے تو اس طرح یہ نص سے متصادم نہ ہوگا، فقہاء کرام نے استحسان میں اس لئے اسکو اختیار فرمایا ہے اور فتح کا ظاہر کلام جواز کی طرف مائل ہے اسی لئے انھوں نے امام محمد رحمہ اللہ سے یہاں روایت نقل فرمائی بلکہ پہلے گزرا کہ امام حلوانی نے یہ بات ہمارے اصحاب سے نقل فرمائی، اور جب معاملہ میں تنگی آتی ہے تو صرف وسعت ہی لاتی ہے، تو مخفی نہ رہا کہ ظاہر روایت سے عدول کا یہ جواز ہے اھ ملخصاً (ت)

یہ سرِدست تیس[۳۰] کتابوں سے تیس[۳۰] مسئلے ہیں **کُتب**: قدوری[۱]، ہدایہ[۲]، فتح القدیر[۳]، ردالمحتار[۴]، وجیز کردری[۵]، فتاوٰی امام قاضیخاں[۶]، منح الغفار[۷]، ہندیہ[۸]، تاتارخانیہ[۹]، محیط[۱۰] امام برہان الاسلام سرخسی، فتاوٰی[۱۱] امام ظہیرالدین مرغینانی، تنویر[۱۲] الابصار، درمختار[۱۳]، خلاصہ[۱۴]، مختار[۱۵] الفتاوٰی، خزانۃ[۱۶] المفتین، فتاوٰی[۱۷] کبرٰی، درر[۱۸] الحکام، غنیہ[۱۹] ذوی الاحکام، برہان[۲۰] شرح مواہب الرحمٰن، متن[۲۱] نقایہ، شرح[۲۲] برجندی، بحر[۲۳] الرائق، نہر[۲۴] الفائق، طحطاوی[۲۵]، فتاوٰی[۲۶] غیاثیہ، جامع[۲۷] المضمرات، شرح[۲۸] نقایہ للقہستانی، شرح[۲۹] المجمع لابن فرشتہ، اختیار[۳۰] شرح مختار۔

مسائل: بیع[۱] نعل اس شرط پر کہ دوسری اس کے ساتھ کی بنادے، اس[۲] میں تسمہ لگادے، بیع[۳] چرم بشرطیکہ جوتا سی دے، کھڑاؤں[۴] کی بیع میں پھٹے لگادینے کی شرط، بنی[۵] ہوئی اون کی بیع بایں شرط کہ اس کی ٹوپی کردے، ٹوپی[۶] اس شرط سے بیچے کہ استر اپنے پاس سے لگائے، پھٹے[۷] پرانے موزے یا کپڑے[۸] کی بیع میں پیوند کی شرط، کھال[۹] اس شرط پر بیچے کہ اس کا موزہ بنادے، جنازے[۱۰] کے لئے چارپائی، چادروں[۱۱]، غسل[۱۲] میت کے لئے گھڑوں لوٹوں کا وقف، اہل حاجت کے لئے کلہاڑی[۱۳] بسولے[۱۴] آرے پھاوڑوں[۱۵] کا وقف، مسافروں کے لئے طشت[۱۶]، ہانڈی[۱۷]، بڑی[۱۸] دیگ کا وقف، مساجد کے لئے قندیل[۱۹]

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع فصل فی البیع الفاسد داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۹

کی رسی زنجیر کا وقف، قرآن مجید[20] وکتب[21] وغلہ[22] وگاؤ[23] و دراہم[24] و دنانیر کا وقف آٹے[25] سے آٹا تول کر بیچنا نہ کہ ناپ سے، تول[26] پر آٹا قرض لینا، روٹیوں[27] کی بیع سلم گنتی سے، روٹیوں[28] کا گن کر قرض لینا اموال[29] ستہ ربویہ میں کیل و وزن کا عرف بدلنے پر امام ابو یوسف کا اعتبار عرف فرمانا پیڑوں[30] میں کچھ پھل آئے کچھ آنے کو ہیں ایسی حالت میں موجودہ و آئندہ کل بہار کی بیع کو امام حلوانی و امام فضل وغیرہما کا جائز فرمانا اور خود شمار کتب کا محل ہی کیا ہے، قطع نظر اور مسائل سے یہی مسئلے اگر دیکھیں تو مذہب کے عامۂ متون و شروح وفتاوٰے سے کوئی کتاب ان سے خالی نہ پائیے یہ اور ان کے امثال کثیرہ جن کے خرمن سے خوشہ ابحاث آتیہ بھی ان شاء اللہ العزیز آتا ہے سب برخلاف اصل وقیاس ہیں جنھیں ائمہ کرام وعلمائے اعلام نے تعامل وعرف پر مبنی فرمایا اب کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ ان باتوں کا تعامل زمانۂ اقدس حضور پرنور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہے:

حاشا للہ ثم حاشا للہ وان طلب کل طلب لاعیاہ۔	ہرگز ہرگز نہیں اگرچہ پوری محنت سے طلب کرے عاجز رہے گا۔ (ت)

بھلا کھڑاؤں کا پہننا ہی زمانہ اقدس سے ثابت کرے مصحف وکتب کہاں تھیں کہ وقف ہوتے آٹے میں تول کب تھی اور مساجد میں قندیلیں لٹکانے کی زنجیریں کب تھیں۔

تبدیل کیل و وزن تو خود عرف حادث ہی میں کلام ہے جس کا غیر ستہ میں اعتبار تو مجمع علیہ اور ستہ میں امام ثانی کے نزدیک جسے محقق علی الاطلاق نے ترجیح دی، اور دربارۂ مسائل اوقاف تو عبارات مذکورہ درمختار وخلاصہ وفتح القدیر وعالمگیریہ وفتاوٰی ظہیریہ ونہرالفائق ومنح الغفار وغیرہ نص صریح ہیں کہ سب عرف حادث ہیں، یہاں تک کہ ان میں بہت باتیں زمانۂ امام محمد کے بعد پیدا ہوئیں، بالجملہ ان جزئیات میں دلیل قائم ہے تو حدوث پر قدم تو کوئی ثابت کر ہی نہیں سکتا،

ومن ادعٰی فعلیہ البیان وعلینا ردہ بابین تبیان ان شاء اللہ العزیز المنان۔	اور جو دعوی کرے اس پر بیان لازم ہے اور ہم پر اس کا رد بہت واضح انداز پر لازم ہے ان شاء اللہ العزیز المنان۔ (ت)

بحث ثالث: کیا ضرور ہے کہ وہ عرف تمام جہان کے تمام مسلمانوں کو محیط وشامل ہو

اقول بعض علماء کے کلام سے ایسا مترشح لیجعلہ من باب الاجماع (تاکہ اجماع کے باب میں داخل کرے) مگر حق یہ ہے کہ نہ یہ اصلًا لازم نہ کلمات سائر ائمہ کرام سلف خلف علمائے اعلام اس کے ملائم بلکہ

Marfat.com

صراحۃً اس کے خلاف پر قاضی وحاکم،

اوّلاً ابھی تحریر الاصول امام ابن الہمام وبحرالرائق وردالمحتار سے گزرا: التعامل ھو الاکثر استعمالاً[1] (تعامل وہ ہے جس کا استعمال کثیر ہو۔ ت) الاشباہ والنظائر میں ہے:
انما تعتبر العادۃ اذا اطردت او غلبت[2] عادت وُہ معتبر ہے جب وہ عام اور غالب ہوجائے۔ (ت)

ثانیاً انھیں مسائل مذکورہ کو دیکھئے جن میں علمائے مذہب نے محل عرف وتعامل مانا کیا کوئی ثابت کرسکتا ہے کہ تمام بلاد کے تمام عباد کا یہی عرف ہے، بھلا کھڑاؤں کہاں کہاں پہنی جاتی ہے، پیٹھے دار کہاں کہاں ہوتی ہے، اُون کی ٹوپی کہاں کہاں بُنی جاتی ہے، ایک دے کر دوسری اس کے ساتھ کی کہاں کہاں بنی ہے، کلہاڑی، بسولا، آرا، پھاوڑا، چارپائی، چادر، گھڑے، لوٹے، دیگ، دیگچی، طشت۔ دودھ، دہی کے لئے گائے، بیج لے کے غلّہ قرض کے لئے روپیہ کہاں کہاں وقف ہوتے ہیں الٰی غیر ذٰلک ممالایخفٰی۔

ثالثاً حاشا ﷲ یہ اگر عرف وتعامل حقیقتاً اجماع کل مسلمانانِ ہند درکنار اتفاق اکثر مومنین جمیع بلاد ہی مراد علماء ہوتا تو مسئلہ کا لمستحیل ہوجاتا اور اس کی بناء پر حکم ناممکن رہتا، زمانہ مشائخ کرام میں بحمد ﷲ تعالٰی اسلام مغارب ارض سے مشارق تک پھیل چکا تھا، مسلمان اقطار وآفاق میں آباد تھے، کوئی شخص ان بلاد وقُرٰی وشعاب وجبال کی گنتی بھی نہ بتا سکتا جہاں جہاں لا الٰہ الا ﷲ محمد رسول ﷲ پکارا جاتا تھا جل جلالہ وصلی ﷲ تعالٰی علیہ وسلم، چہ جائے آنکہ مسلمانوں کا شمار چہ جائے آنکہ اُن سب کے عمل وعرف پر اطلاع اور بغیر اس کے کسی کام میں حکم لگانا کہ عامہ بقاع کے جمہور مسلمین کا عرف یُوں ہے قطعاً محال تو کسی مسئلہ کو عرف وتعامل پر بنا کرنا ہی ممتنع ہوتا، دُور کیوں جائیے اب تو ریل بھی آگبوٹ بھی ہے تار بھی ہے، اخبار بھی ہیں، ڈاک کے سلسلے بھی منظم ہیں، مہینوں کی راہیں دنوں میں طے ہوتی ہیں، گھر بیٹھے اقطار وامصار کی جھوٹی سچی خبریں ملتی ہیں، مدتہا مدت سے جغرافیہ کے عظیم اہتمام ہیں، کروڑوں روپے کے صرف سے مشرق ومغرب کی پیمائشیں ہوتی ہیں، بلاد وبقاع کے طول وعرض جانچے جاتے ہیں، آئے دن تازہ تازہ اطلسیں بنتی رہتی ہیں، غرض جس قدر دین کا انحطاط وتنزل ہے

---

[1] ردالمحتار بحوالہ البحر عن التحریر کتاب الوقف داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۷۵
[2] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ السادسۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۲۸

Marfat.com

اسی قدر دنیوی ترقیاں ہیں جسے دنیا پرست عبید النفس ترقی ترقی گا رہے ہیں زمانہ مشائخ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم میں ان آسانیوں سے ایک بھی نہ تھی اب اس تیسّرِ اسباب و تفتّحِ ابواب ہی کے زمانے میں کوئی شخص ٹھیک ٹھیک طور پر بتادے کہ آفاق و اقطار، شرق و غرب و جنوب و شمال کے بلاد و قریٰ و صحاری و جزائر و جبال میں حقیقی مسلمان جن کا عرف شرعاً ملحوظ و مقصود ہو نہ نیچری وغیرہم کفار مدعیانِ اسلام کہ اُن جیسے کروڑوں کا تعامل ہو تو مطلقاً مردود ہو کہاں کہاں آباد ہیں، ہر جگہ کے سچے مسلمانوں کی صحیح مردم شماری کیا ہے کسی معاملۂ خاص میں اُن میں ہر ایک کا عرف و عمل کس طور پر رہا ہے، حصر بلاد و شمار عباد جو کچھ بیان کرے اس پر دلیل معقول قابل قبول دکھائے نہ یہ کہ فلاں سال کی مردم شماری میں اُسی قدر معدود، فلاں اطلس میں اتنے ہی موجود کہ اس حصر اور اس کے جامع و مانع ہونے کی جو وقعت ہے ہر ذی عقل و انصاف کو معلوم و مشہود، مردم شماری تو محض مہمل و مختل اٹکل ہے، اطلسیں جن کے محکمے مقرر ہیں اور بڑے بڑے انتظام کروڑوں کے صرف ہیں اور ہزاروں اہتمام حصر و شمار بقاع درکنار جو آنکھوں دیکھی اور قواعد مضبوطۂ ہیأت پر مبنی بات ہے یعنی عرض و طول بلاد اس میں اختلافات دیکھئے کبھی دو اطلسیں متفق نہ پایئے گا ع

ہر کہ آمد عمارتِ نَو ساخت

(ہر آنے والا نئی عمارت تعمیر کرتا ہے۔ت)

سبحان اللہ! اجماع شرعی جس میں اتفاق ائمہ مجتہدین پر نظر تھی، علمائے تصریح فرمائی کہ بوجہ شیوع و انتشار علماء فی البلاد دو صدی کے بعد اس کے ادراک کی کوئی راہ نہ رہی مسلم الثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت میں ہے:

(قال الامام احمد من ادعی الاجماع) علی امر (فھو کاذب والجواب انہ محمول علی حدوثہ الاٰن) فان کثرۃ العلماء والتفرق فی البلاد الغیر المعروفۃ مریب فی نقل اتفاقھم[1]

امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا جو کسی معاملہ میں اجماع کا دعوٰی کرے تو جھوٹا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی بات موجودہ دور کے واقعہ پر محمول ہے، کیونکہ علماء کی کثرت اور غیر معروف علاقوں میں ان کا متفرق ہوجانا ان کے اتفاق کو نقل کرنے میں شبہہ پیدا ہوتا ہے۔(ت)

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی الاصل الثالث الاجماع منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/ ۲۱۲

Marfat.com

نیز فواتح میں ہے :

تحقیق المقام ان فی القرون الثلثة لاسیما القرن الاول قرن الصحابة رضی اللہ تعالٰی عنھم کان المجتھدون معلومین باسمائھم واعیانھم وامکنتھم خصوصًا بعد وفاة رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم زمانا قلیلا ویمکن معرفة اقوالھم واحوالھم للجاد فی الطلب، نعم لایمکن معرفة الاجماع ولا النقل الآن لتفرق العلماء شرقًا وغربًا ولا یحیط بھم علم احد اھ ملخصین۔

مقام کی تحقیق یہ ہے کہ پہلے تین قرن خصوصًا صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قرن (زمانہ) جو اول قرن ہے اس میں مجتہدین حضرات اپنے ناموں ذاتوں اور مقامات کے اعتبار سے خصوصًا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال شریف کے بعد قلیل زمانہ تک معروف تھے اور ان کے اقوال واحوال کی معرفت کے لئے جد وجہد کرنا ممکن تھا، ہاں آج اجماع کی معرفت ممکن نہیں اور نہ ہی اس کو نقل کرنا ممکن رہا کیونکہ علماء کرام شرقًا غربًا متفرق ہوچکے ہیں جن کو کسی ایک شخص کا علم احاطہ نہیں کرسکتا، اھ۔ مذکور دونوں عبارتیں ملخص ہیں۔ (ت)

جب صرف مجتہدین کا اتفاق معلوم نہیں ہوسکتا تو عرف وتعامل جس میں اجتہاد درکنار علم بھی درکنار نہیں، علماء وجہلاء سب کا عملدرآمد ملحوظ ہے، اس میں اتفاق کل کیا معنی، اتفاق اکثر کا علم بھی بدرجۂ اولٰی محال وناممکن ہے کہ آخر اکثر کل کل علماء سے ضرور اکثر ہے۔

رابعًا کیا کوئی ایک بار کا بھی نشان دے سکتا ہے کہ ائمہ کرام ومشائخ اعلام نے جب ایک امر میں بربنائے عرف وتعامل حکم فرمانا چاہا ہو تمام بلاد وبقاع عالم کے تمام مسلمین کے عرف وعمل کی خبر معلوم فرمالی، ہر ہر شہر وقریہ ودرۂ کوہ وجزیرہ وبادیہ میں تحقیق تعارف کے لئے شہود عدل بھیجے ہوں، تمام اسلامی جہان کی مردم شماری مفتح کی ہو، پھر بعد ثبوت حصر وشمار بلحاظ کل نہیں بلحاظ اکثر ہی حکم دیا ہو، یا بلاتفتیش خود ہی پیش از حکم ان تمام امور کے پرچے ان کی خدمات عالیہ میں گزرتے ہوں، حاشا اللہ ہرگز نہیں، نہ کبھی اس کا قصد فرمایا، نہ اصلًا اس کی طرف راہ تھی، نہ یہ امور تعامل مسائل عقائد تھے جن پر سوادِ اعظم کا اتفاق دلائل وبراہین شرع سے خود ہی معلوم ہے، نہ یہ

۱؎ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفٰی الاصل الثالث الاجماع منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/۱۳-۲۱۲

Marfat.com

حسنِ عدل، قبحِ ظلم و تقدیمِ قاطع علی المظنون کی طرح امورِ ضروریہ ہیں، جن پر اتفاقِ عقلاء کی عقل خود شہادت دے، نہ ایسے مسائلِ نزاعیہ تھے جن کی نفی و اثبات و رَد و احقاق میں فرقے بن گئے ہوں، نہ سالہا سال تحصیل فتاوٰی فقہائے امصار و علمائے اقطار میں سخت و بلیغ کوششیں ہوئی ہوں، بعد مرورِ دہور و کرِ عصور قرائنِ خارجیہ سے اتفاق اکثر کا علم حاصل ہولیا، اس کے بعد ائمہ نے بربنائے تعامل فتوٰی دیا ہو، ہمیشہ لاجرم اپنے ہی قطر کے بلادِ کثیرہ میں عمل غالب کا نام عرف و تعامل رکھا اور اسی کو مبنائے احکام قرار دیا ہے، انصاف کیجئے تو امر واضح ہے اور انکار مکابرہ اور تشکیک بے معنی کی راہ کب بند، مگر عند الانصاف جب صبح مُسفر ہو تو تشکک ناپسند، واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل (اللہ تعالٰی کا قول ہی حق ہے اور وہی راستہ بتاتا ہے۔ ت)

خامساً ایں و آں پر کیوں نظر کیجئے خود حضرات علمائے کرام ہی سے نہ پُوچھ لیجئے کہ عرف و تعامل سے مرادِ حضرات کیا ہوتی ہے، صدہا جگہ علمائے مستدلین استدلال بالعرف کے ساتھ تصریح فرماتے ہیں کہ یہ ہمارے دیار کا عرف ہے یہ فلاں بلاد کا تعامل ہے انھیں مسائل مذکورہ میں دیکھیں محقق حیث اطلق مسئلہ سوم میں فرماتے ہیں:

مثلہ فی دیارنا شراء القبقاب[1] اسی طرح ہمارے علاقہ میں کھڑاؤں کو خریدنا۔ (ت)

حاوی پھر خلاصہ پھر فتح پھر ردالمحتار مسئلہ بست و دوم میں: مثل ھذا کثیر فی الری وناحیۃ دماوند[2] (رے اور دماوند کے علاقہ میں ایسا کثیر ہے۔ ت)، ظہیریہ و ہندیہ بست و سوم

عـہ ذکر مسألۃ وقف الکر والاکسیۃ نقلھا سند مونی فی الخلاصۃ ثم قال المسائل الثلٰث فی الحاوی و انما لم نعدہ فیما مرلان الشامی نقلھا عن الفتح و الفتح عنھا ولم یذکر العز و للحاوی ۱۲۔

پیمانہ کُر اور کپڑوں کے وقف کا مسئلہ سند مونی نے خلاصہ میں ذکر کیا ہے پھر کہا تینوں مسائل حاوی میں ہیں اور میں نے گزشتہ مقام پر اس کو صرف اسی لئے شمار نہ کیا کیونکہ علامہ شامی نے فتح سے اور اس میں خلاصہ سے نقل کیا اور انھوں نے حاوی کی طرف منسوب نہ کیا (ت)

---

[1] فتح القدیر کتاب البیوع باب البیع الفاسد مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۸۵
[2] ردالمحتار کتاب الوقف داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۷۴

Marfat.com

میں : ان کان ذٰلك بہ فی موضع تعارفوا[1] (اگر یہ ایسے مقام میں ہے جہاں اس پر تعارف ہو۔ ت)، امام طاہر بن عبدالرشید پھر امام ابن الہمام پھر علامہ شامی ان کان ذٰلك فی موضع غلب ذٰلك فی اوقافھم[2] (اگر یہ ایسے مقام میں ہو جہاں لوگوں میں اس کا وقف مروج ہو۔ ت)، علامہ عمر بن نجیم مسئلہ بست وچہارم میں تعورف فی الدیار الرومیۃ[3] (روم کے علاقہ میں یہ متعارف ہے۔ ت)، افندی ابن عابدین : دون بلادنا[4] (ہمارے علاقہ میں نہیں۔ ت) خادم فقہ ادنی تتبع میں اس کے نظائر عزیرہ نکال سکتا ہے۔

ثم اقول وباللہ التوفیق سب سے قطع نظر کرکے علمائے کرام کا وہ نفس کلام جو مسئلہ اعتبارات عرف میں ذکر فرمایا بنظر نبیہ مطالعہ کیجئے تو خود ہی شاہد عدل وحجت فصل ہے کہ عرف عام سے اُن کی مراد نہ ہرگز مستمر من زمن رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے، نہ عرف محیط اجماعی، نہ عرف اکثر مسلمین جملہ بلاد عالم کہ اول قطعاً مثل نص رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے لکونہ تقریر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وتقریرہ کقولہ اوجب من فعلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لان الفعل یحتمل ان یکون خصوصیۃ لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ کیونکہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقریر (تائید) ہے اور آپ کی تقریر آپ کے عمل سے زیادہ موجب ہے کیونکہ عمل میں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خصوصیت کا احتمال ہے۔ (ت)

تو اگر نص اس کے خلاف پایا جائے ضرور صالح تعارض ہوگا اور بحال تاریخ اُسے فسخ کردے گا نہ یہ کہ قول اقدس کے مطابق تقریر اقدس کو مطلقاً رد کردیں۔ علامہ شمس الدین محمد بن حمزہ فناری فصول البدائع فی اصول الشرائع بیان ضرورت میں فرماتے ہیں :

اقسام اربعۃ (۱) ماھو فی حکم المنطوق لنزومہ منہ عرفا (۲) ما بینہ حال ... اس کی چار قسمیں ہیں : (۱) وہ جو عرفاً لزوم میں منطوق کے حکم میں ہے (۲) وہ جس کو سکوت

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۳۶۱
[2] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۷۴
[3] " بحوالہ النہر " " " ۳/ ۳۷۴
[4] " " " " ۳/ ۳۷۵

Marfat.com

الساکت القادر کسکوت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن تغییر ما یعاینہ من قول او فعل من مسلم حتی لو سکت عما سبق نھیہ کان نسخا لان تقریرہ علی منکر منکر[1]

کرنے والے کا حال بیان کرے حالانکہ وہ بیان پر قادر تھا، جیسے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کسی مسلمان کا قول یا فعل دیکھ کر اس کو تبدیل کرنے سے خاموشی اختیار فرمائیں حتی کہ ایسی چیز جس پر پہلے نہی وارد ہو چکی ہو تو یہ خاموشی اس کے لئے ناسخ قرار پائے گی کیونکہ برائی پر خاموشی خود برائی ہے۔ (ت)

علامہ اجل مولٰی خسرو صاحبِ درر و غرر مرآۃ الاصول شرح مرقاۃ الوصول میں فرماتے ہیں:

(ما قررہ) صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (ان کان مما علم انکارہ کذھاب کافر الی کنیسۃ فلا اثر لسکوتہ والادل علی الجواز) ای جواز ذٰلک الفعل من فاعلہ ومن غیرہ اذ اثبت ان حکمہ علی الواحد حکمہ علی الجماعۃ فان کان مما سبق تحریمہ فھذا نسخ لتحریمہ[2]

حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے جس چیز پر تقریر فرمائی اگر وُہ چیز ایسی ہے جس کا بُرا ہونا یقینی طور پر معلوم ہو جیسے کافر کا اپنے عبادت خانہ میں جانا، تو یہ تقریر و خاموشی موثر نہ ہوگی ورنہ وُہ خاموشی اور تقریر اس چیز کے جواز پر دال ہوگی خواہ وہی فاعل کرے یا کوئی اور کرے بشرطیکہ وہاں ایک پر حکم سب پر حکم کے طور پر ثابت ہو تو اگر وہ چیز ایسی ہو کہ اس کی تحریم پہلے ہو چکی ہو تو یہ تقریر اس حرمت کے لئے ناسخ ہوگی۔ (ت)

فاضل محمد ازمیری اُس کے حاشیہ میں شرح مختصر الاصول للعلامۃ اکمل الدین سے ناقل:

اذا علم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فعل مکلف ولم ینکرہ قادرا علیہ فان کان الفعل قابلا للنسخ فان لم یسبق تحریمہ دل سکوتہ علی جوازہ وان سبق کان سکوتہ ناسخا

جب حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کسی مسلمان مکلف کا عمل دیکھیں اور آپ منع پر قدرت کے باوجود منع نہ فرمائیں تو اگر وہ فعل قابلِ نسخ ہو جس کی تحریم پہلے نہ ہو چکی ہو تو آپ کا سکوت اس عمل کے جواز پر دال ہوگا اور اگر پہلے اس عمل کی تحریم ہو چکی ہو تو آپ کا یہ سکوت اس تحریم کیلئے ناسخ قرار

---

[1] فصول البدائع فی اصول الشرائع

[2] مرآۃ الاصول شرح مرقاۃ الوصول

Marfat.com

لتحریمہ[1] اھ مختصرات۔ پائے گا اھ مختصرات۔ (ت)

اور دوم عین اجماع تونص آحاد سے اقوی اور قطعاً مظہر ناسخ کہ نص غیر منسوخ کے خلاف اجماع محال، تو اس کا حقیقتاً معارض نص واقع ہونا معقول ہی نہیں، اور بظاہر ہو تو ہرگز مردود نہ ہوگا، بلکہ وہی مرجح ہوگا اور نص ناسخ کا بتانے والا،

وھذا معنی قولھم ان الاجماع لا ینسخ اما کونہ کاشفا عن ناسخ فاجماع یظھر ذٰلك لمن راجع مطارحاتھم فی المسئلۃ۔

ان کے قول کہ "اجماع منسوخ نہیں ہوتا" کا یہی معنیٰ ہے، لیکن اجماع کا کسی ناسخ کے لئے کاشف ہونا یہ اتفاقی مسئلہ ہے یہ بات اس شخص پر ظاہر جو اس مسئلہ میں فقہاء کی ابحاث پر مراجعت رکھتا ہے (ت)

مسلم و فواتح فصل ترجیح میں ہے:

الاجماع یترجح (علی النص)[2]

اجماع نص پر ترجیح پاتا ہے۔ (ت)

فواتح فصل تعارض میں ہے:

الاجماع مرجح ومقدم علی الکل عند معارضتہ ایاھا لانہ لایکون منسوخا بکتاب او سنۃ ولایکون باطلا فتعین ان یکون الکتاب والسنۃ ولو کانت متواترۃ منسوخۃ والاجماع کاشف عن النسخ[3]

اجماع تمام دلائل پر ترجیح یافتہ اور مقدم ہوتا ہے جس کا ان دلائل سے تعارض ہو، کیونکہ اجماع کتاب یا سنّت سے منسوخ نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ باطل ہوسکتا ہے، تو معلوم ہُوا کہ وہ اجماع کتاب وسنت کا مظہر ہے جو کسی کتاب وسنت کا ناسخ ہے اگرچہ یہ متواتر کیوں نہ ہو۔ (ت)

اور سوم کی حجیت مطلقہ تامہ وافیہ پر نصوص صریحہ ناطقہ، تو اس کا اضمحلال معاذ اللہ سواد اعظم کا وقوع فی الضلال، اور وہ شرعاً محال ہے،

لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا تجتمع اُمتی علی الضلالۃ[4]، وقولہ صلی اللہ

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد کہ میری امت گمراہی پر مجتمع نہیں ہوسکتی، اور، کہ جماعت پر

---

[1] حاشیہ مرآۃ الاصول للفاضل محمد ازمیری

[2] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفٰی فصل فی الترجیح منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/ ۲۰۴

[3] " " " " " فصل فی التعارض " " " " " " ۲/ ۱۹۱

[4] جامع الترمذی ابواب الفتن باب فی لزوم الجماعۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۳۹

المستدرک للحاکم کتاب العلم لایجمع اللہ ھذہ الامۃ علی الضلالۃ دار الفکر بیروت ۱/ ۱۱۵

Marfat.com

تعالیٰ علیہ وسلم ید اللہ علی الجماعۃ[1]، وقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علیکم بالجماعۃ والعامۃ[2] وقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتبعوا السواد الاعظم[3] الی غیر ذالک مما بلغ مجموعہ حد التواتر وقد سردناھا وتخاریجھا فی رسالتنا "فیح السرین بجواب الاسئلۃ العشرین"۔

اللہ کا ید ہے، اور کہ، تم پر جماعت اور عوام کا ساتھ لازم ہے، اور یہ کہ سواد اعظم کی پیروی کرو وغیرہ ذٰلک آپ کے ارشادات کا مجموعہ تواتر کی حد تک ہے، ان احادیث اور ان کی تخریج کو ہم نے اپنے رسالہ "فیح السرین بجواب الاسئلۃ العشرین" میں جمع کر دیا ہے۔ (ت)

فصول البدائع میں ہے:

لو ندر المخالف مع کثرۃ المتفقین کان قول الاکثر حجۃ وان لم یکن اجماعا[4]

اگر مخالفت میں کوئی نادر قول ہو تو اکثریت کا قول حجت ہوتا ہے اگرچہ وہ اجماع نہ ہو۔ (ت)

بالجملہ مقابلہ نص میں ثانی تو مطلقاً مضمحل نہیں اعنی اطلاق العدم (میری مراد عدم کا اطلاق ہے۔ ت) اور اول بھی مطلقاً مضمحل نہیں اعنی عدم الاطلاق (میری مراد اطلاق کا عدم ہے۔ ت) اور ثالث عند التحقیق ملتحق بالثانی وان قیل وقیل (اگرچہ خلاف میں قیل قیل ہے۔ ت) بعض نظائر لیجئے قرآن کریم پر اجرت لینے سے نہی میں احادیث کثیرہ وارد، یہاں تک کہ حدیث اقدس میں ہے: تعلیم قرآن پر عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک کمان بھیجی گئی، انھوں نے خیال کیا یہ کوئی مال نہیں اور جہاد میں کام دے گی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی، فرمایا:

ان اردت ان یطوقك اللہ طوقا من

اگر تُو چاہے کہ اللہ تعالیٰ تیرے گلے میں آگ کا

---

[1] جامع الترمذی ابواب الفتن باب فی لزوم الجماعۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۳۹
المستدرک للحاکم کتاب العلم لایجمع اللہ ھذہ الامۃ علی الضلالۃ دار الفکر بیروت ۱/ ۱۱۶-۱۱۵
[2] مسند احمد بن حنبل حدیث معاذ بن جبل المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۲۳۳
[3] المستدرک للحاکم کتاب العلم لایجمع اللہ ھذہ الامۃ علی الضلالۃ " ۱/ ۱۱۵
[4] فصول البدائع فی اصول الشرائع

Marfat.com

نارفاقبلہا[1] رواہ ابوداؤد وابن ماجۃ وفی الباب عن عبدالرحمٰن بن شبل وابی ھریرۃ وعبدالرحمٰن بن عوف وابی کعب وابن بریدۃ وابی الدرداء وغیرھم رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

طوق ڈالے تو اسے لے لے (اسے ابوداؤد و ابن ماجہ نے اور اس باب میں عبدالرحمٰن بن شبل اور ابوہریرہ اور عبدالرحمٰن بن عوف اور ابی کعب اور ابن بریدہ اور ابی الدرداء وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم نے روایت کیا۔ ت)

اور قیاس بھی اسی پر شاہد،

لان القربۃ متی حصلت وقعت عن العامل ولھذا یعتبر اھلیتہ فلا یجوزلہ اخذ الاجرۃ من غیرہ کالصوم والصلٰوۃ کما فی الھدایۃ۔

کیونکہ قربت جب حاصل ہو تو وہ عامل سے واقع ہوتی ہے اس لئے عامل کی اہلیت کا اعتبار کیا جاتا ہے لہٰذا اسے اس پر غیر سے اجرت حاصل کرنا جائز نہیں ہے، مثلاً نماز و روزہ عبادات، جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔ (ت)

اور ہمارے علماء کرام کا مذہب بھی تحریم اور صدر اول میں قطعاً رواج معدوم بایں ہمہ عرف حادث و ضرورت کے سبب جواز پر فتوٰی ہوا۔ بستان فقیہ امام ابی اللیث میں ہے:

اما اذا علم بالاجرۃ فقد اختلف الناس فقال اصحابنا المتقدمون لایجوز اخذ الاجرۃ وقال جماعۃ من العلماء المتاخرین یجوز فالافضل ان یشارط للحفظ وتعلیم الھجاء والکتابۃ فلو شرط لتعلیم القراٰن ارجوان لاباس بہ لان المسلمین قد توارثوا ذٰلک

اگر اجرت پر تعلیم دی تو اس میں اختلاف ہے ہمارے اصحاب متقدمین نے فرمایا اُجرت وصول کرنا جائز نہیں ہے اور متاخرین کی ایک جماعت نے فرمایا جائز ہے، تو افضل یہ ہے حفظِ قرآن، تلفظ حروف اور لکھائی کی تعلیم پر اجرت کی شرط کرے، تو اگر تعلیم قرآن پر اجرت کی شرط کی تو مجھے امید ہے اس پر حرج نہ ہوگا کیونکہ مسلمان اس پر عمل پیرا ہیں اور

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب البیوع باب فی کسب العلم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۲۹
سنن ابن ماجہ ابواب التجارات باب الاجر علی تعلیم القرآن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۵۷
مسند احمد بن حنبل حدیث عبادۃ بن الصامت مکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۳۱۵

Marfat.com

واحتاجوا الیہ[1] مختصرًا۔ اس کی ضرورت محسوس کرتے ہیں اھ مختصراً (ت)

بٹائی پر زمین اٹھانے سے احادیث صحیحہ معتبرہ میں منع وارد، یہاں تک کہ حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما میں ہے میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو فرماتے سُنا:

من لم یذر المخابرۃ فلیؤذن بحرب من اللہ و رسولہ[2] رواہ ابوداؤد والطحاوی وفی الباب عن رافع بن خدیج و ثابت بن الضحاك و زید بن ثابت وانس بن مالك و ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین۔

جو بٹائی نہ چھوڑے وہ اللہ و رسول سے لڑائی کا اعلان کرے۔ (اسے ابوداؤد اور طحاوی نے روایت کیا' اور اس باب میں رافع بن خدیج اور ثابت بن ضحاک اور زید بن ثابت اور انس بن مالک اور ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰے عنہم اجمعین نے روایت کیا۔ (ت)

اور قیاس بھی بوجوہ کثیرہ اسی کا مساعد، ولہذا ہمارے امام رضی اللہ تعالٰے عنہ باتباع جماعت صحابہ و تابعین محرمین مانعین حرام و فاسد جانتے ہیں بایں ہمہ صاحبین نے بوجہ تعامل اجازت دی اور اسی پر فتوٰی قرار پایا۔ ہدایہ میں ہے:

قال ابوحنیفۃ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ المزارعۃ بالثلث والربع باطلۃ و قالا جائزۃ، لہ ماروی انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھٰی عن المخابرۃ وھی المزارعۃ ولانہ استیجار ببعض مایخرج من عملہ فیکون فی معنی قفیز الطحان ولان الاجر مجھول او معدوم وکل ذٰلك مفسد ومعاملۃ

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰے عنہ نے فرمایا کہ زمین کا تہائی یا چوتھائی بٹائی حصہ پر دینا باطل ہے، اور صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی نے فرمایا یہ جائز ہے۔ امام صاحب رحمہ اللہ تعالٰی کی دلیل یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مخابرہ یعنی مزارعۃ سے منع فرمایا، اور یہ مزارع کے عمل سے حاصل شدہ کے کچھ حصہ کو اُجرت بنانا ہے تو یہ آٹا پسائی کی اجرت آٹا کو بنانے کی طرح ہے، اور یہ اجرت مجہول یا معدوم ہے اور یہ تمام امور عقد کے لئے مفسد ہیں' اور

---

[1] بستان العارفین للامام ابی اللیث سمرقندی علی ہامش تنبیہ الغافلین، الباب السابع عشر دار احیاء الکتب مصر ص ۲۹-۲۸

[2] سنن ابی داؤد کتاب البیوع باب فی المخابرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۲۷

Marfat.com

النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اھل خیبر کان خراج مقاسمۃ بطریق الامن والصلح وھو جائز، الا ان الفتوٰی علٰی قولھما لحاجۃ الناس الیھا ولظھور تعامل الامۃ بھا والقیاس یترک بالتعامل کما فی الاستصناع[1] اھ مختصرًا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اہلِ خیبر سے زمین کا معاملہ تو وُہ امن کے عوض خراج کی وصولی تھی جو کہ جائز ہے لیکن اس مسئلہ میں فتوٰی صاحبین کے قول پر ہے لوگوں کی ضرورت اور امت کا تعامل پائے جانے کی وجہ سے جبکہ قیاس کو تعامل کے مقابلہ میں ترک کیا جاتا ہے جیسا کہ سائی کی چیز بنوانا اھ مختصراً۔ (ت)

غرض ایسے تعاملات ضرورِ حج مطلقہ ہیں انھیں مطلقاً مقابلِ نص مردود نہیں کہہ سکتے اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ عرف و تعامل جس میں اُن کا کلام ہے معارضہ نص کی اصلاً طاقت نہیں رکھتا جب خلاف کرے گا رَد کردیا جائے گا۔ اشباہ میں ہے:

انما العرف غیر معتبر فی المنصوص علیہ[2]۔

منصوص علیہ معاملہ میں عرف معتبر نہیں ہے (ت)

پھر فتاوٰی ظہیریہ سے نقل کیا:

محمد بن الفضل یقول السرۃ الی موضع نبات الشعر من العانۃ لیست بعورۃ لتعامل العمال فی الابداء عن ذٰلک الموضع عند الاتزار وفی النزع عن العادۃ الظاھرۃ نوع حرج ھذا ضعیف وبعید لان التعامل بخلاف النص لایعتبر انتھٰی بلفظہ[3] اھ۔

محمد بن فضل فرماتے ہیں کہ ناف سے نیچے بالوں کی جگہ تک عورت نہیں ہے کیونکہ تہبند باندھنے کے وقت اس حصہ کو برہنہ کرنا لوگوں کا تعامل ہے اور لوگوں کی غالب عادت سے ان کو روکنا حرج کی بات ہے، اور یہ قول ضعیف اور بعید ہے کیونکہ نص کے خلاف تعامل معتبر نہیں ہے، اس کے الفاظ ختم ہوئے اھ (ت)

اسی میں فتاوٰی بزازیہ سے:

فی اجارۃ الاصل استاجرہ لیحمل

مبسوط کی بحث اجارہ میں ہے کہ کسی کو غلّہ

---

[1] الہدایۃ　کتاب المزارعۃ　مطبع یوسفی لکھنؤ　۴/ ۲۳-۴۲۲

[2] الاشباہ والنظائر　الفن الاول　القاعدۃ السادسۃ　ادارۃ القرآن کراچی　۱/ ۱۲۸

[3] 〃 〃　〃　〃　〃　۱/ ۱۲۸

Marfat.com

طعامه بقفیز منه فالاجارة فاسدة ، و کذا اذا دفع الی حائك غزلا علی ان ینسجه بالثلث و مشائخ بلخ وخوارزم افتوا بجواز اجارة الحائك للعرف وبه افتی ابوعلی النسفی ایضا و الفتوٰی علی جواب الکتاب لانه منصوص علیه فیلزم ابطال النص[1] اھ باختصار۔

اٹھانے کی مزدوری میں اس غلہ میں سے قفیز دینا ٹھہرایا تو اجارہ فاسد ہوگا ، اور یُوں ہی جولاہے کو بُنائی کے لئے دئے ہوئے سُوت کا تہائی حصہ بُنائی سے دینا، اور بلخ اور خوارزم کے مشائخ نے جولاہے کی مذکورہ اجرت کے جواز کا فتوٰی دیا ہے کہ یہ عرف ہے، اور ابوعلی نسفی نے بھی یہ فتوٰی دیا، جبکہ صحیح فتوٰی وہی ہے جو کتاب میں ہے کیونکہ ایسی اجرت کا عدمِ جواز منصوص ہے تو اس کے جواز سے نص کا ابطال لازم آئے گا اھ مختصراً (ت)

قدوری وغیرہ متون باب الربا میں ہے:

مالم ینص علیه فهو محمول علی عادات الناس[2] اھ قلت فدل بمفهومه ان ما نص علیه لم یحمل علیها۔

جس میں نص موجود نہ ہو تو وہ لوگوں کی عادت پر محمول ہوگا اھ ، میں کہتا ہوں، تو اس کے مفہوم کی دلالت یہ ہے کہ جس میں نص وارد ہو وہ عادات پر محمول نہ ہوگا۔ (ت)

ہدایہ کتاب الاجارہ میں ہے:

هو المعتبر فیما لم ینص علیه[3]

وہ عرف معتبر ہے جہاں نص نہ ہو۔ (ت)

کفایہ شرح ہدایہ باب الربا میں ہے:

تقریر رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ایاهم علی ما تعارفوا فی ذٰلك بمنزلة النص منه فلا یتغیر بالعرف لانه لایعارض النص[4]

لوگوں کے تعارف پر جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقریر ہو تو وہ تقریرِ نص کی طرح ہے تو وہ عرف سے تبدیل نہ ہوگی کیونکہ عرف نص کا مقابل نہیں بن سکتا۔ (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ السادسۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۳۵

[2] المختصر للقدوری باب الربٰو مطبع مجیدی کانپور ص ۹۴

[3] الہدایۃ کتاب الاجارات باب الاجر متی یستحق مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۲۹۳

[4] الکفایۃ مع فتح القدیر باب الربٰو مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۱۵۷-۵۸

Marfat.com

غایۃ البیان کتاب الاجارہ میں فتاوٰی صغرٰی کتاب المزارعۃ سے ہے:

فرع الحاکم عبدالرحمٰن فی الجامع الصغیر بین ھذا[عہ] وبین قفیز الطحان بان قفیز الطحان منصوص علیہ فلا یمکن تغییرہ بالتعامل اما ھذا فلیس منصوصا علیہ فیعتبر فیہ التعامل[1]

حاکم عبدالرحمٰن نے جامع الصغیر میں زمین کی نصف بٹائی اور آٹا پسائی کے عوض آٹے کے قفیز میں فرق بیان کیا ہے کہ پسائی میں آٹا دینے کی ممانعت پر نص ہے اس لئے اس میں تبدیلی تعامل کی وجہ سے ممکن نہیں لیکن حصہ بٹائی پر زمین دینے کی ممانعت پر نص نہیں ہے اس لئے اس میں تعامل معتبر ہے۔ (ت)

نشر العرف میں امام ابن الہمام سے ہے:

لا اعتبار للعرف المخالف للنص لان العرف قد یکون علٰی باطل بخلاف النص[2]

نص کے مخالف عرف کا اعتبار نہیں کیونکہ عرف باطل چیز پر بھی ہوسکتا ہے بخلاف نص کے۔ (ت)

اسی میں ذخیرہ سے ہے:

ھذا بخلاف مالو تعامل اھل بلدۃ قفیز الطحان فانہ لا یجوز ولا تکون معاملتھم معتبرۃ لانا لو اعتبرنا معاملتھم کان ترکا للنص اصلا وبالتعامل لا یجوز ترك النص اصلا[3] الخ۔

یہ برخلاف ہے اس عرف کے جس میں علاقہ کے لوگ پسائی میں آٹے کو اجرت بنائیں کیونکہ یہ ناجائز ہے اور ان کا یہ معاملہ معتبر نہ ہوگا کیونکہ اگر ہم ان کا یہ تعامل معتبر مان لیں تو نص کا ترک لازم آئے گا جبکہ تعامل کے ساتھ نص کا ترک ہرگز جائز نہیں ہے۔ (ت)

ردالمحتار کتاب الوصایا میں ہے:

العرف اذا خالف النص یرد بالاتفاق[4]

جب عرف نص کے مخالف ہو تو مردود ہوگا بالاتفاق۔ (ت)

عہ: ای المزارعۃ بالنصف والربع ۱۲ الفقیر المجیب۔

---

[1] غایۃ البیان

[2] نشر العرف رسالہ من مجموعہ رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۲/ ۱۱۵

[3] " " " " " " " ۲/ ۱۱۶

[4] ردالمحتار کتاب الوصایا باب الوصیۃ للاقارب وغیرہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۴۲

Marfat.com

بالجملہ بحمداللہ تعالٰی بدلائل قاطعہ واضح ہوا کہ علمائے کرام جس عرف عام کو فرماتے ہیں کہ قیاس پر قاضی ہے اور نص اُس سے متروک نہ ہوگا مخصوص ہو سکتا ہے وہ یہی عرفِ حادث شائع ہے کہ بلادِ کثیرہ میں بکثرت رائج ہو نہ عرفِ قدیم زمانِ رسالت علیہ افضل الصلٰوۃ والتحیۃ نہ عرف محیط جمیع عباد تمام بلاد نہ عرف اعم سواد اعظم کہ اولین بالاجماع اور ثالث علی التحقیق امکاناً یا وجوباً مقدم علی النص ہیں، نہ زمان مشائخ میں ثانیین کی طرف متقابل، نہ واقع ونفس الامر اُن کا گواہ، نہ راہ فروع ان پر ملتئم، نہ کلام اُن پر حاکم، ہاں عرف خاص کہ صرف دو ایک شہر کے لوگوں کا تعارف ہو مذہبِ ارجح میں صالح تخصیص نص وترک قیاس نہیں اور عرف نادر کہ معدودین کا عمل ہو، بالاجماع اس کے مقابل نہیں، ہاں صرف صورتِ حکم بتانے کے لئے جس میں کسی حکم شرعی منصوص یا مقیس کی اصلاً مخالفت یا تغییر نہ ہو نہ کلیۃً نہ تخصیصاً، ہر عرفِ مطلق مقبول اگرچہ ایک ہی شخص کا عرف فرض ہو اعیان ونذور واوقاف ووصایا وغیرہ میں معانی الفاظ کا عرف پر ادارہ اسی باب اخیر سے ہے ولہذا فتاوٰی علامہ قاسم میں فرمایا:

التحقیق ان لفظ الواقف والموصی والحالف والناذر وکل عاقد یحمل علی عادتہ فی خطابہ ولغتہ التی یتکلم بہا وافقت لغۃ العرب ولغۃ الشارع اولا۔[1]

تحقیق یہ ہے کہ وقف کرنے والے، وصیت کرنے والے، قسم اٹھانے والے اور نذر والے اور ہر ایسے عقد کو اس کے تخاطب اور لغت جس میں وہ بات کرتا ہے اسی عادت پر محمول کیا جائے گا وہ لغت عرب کے موافق یا شرع کی لغت کے موافق ہو یا نہ ہو۔ (ت)

یہ ہے بحمد اللہ ومنہ وکبیر لطفہ وکرمہ وہ تحریر مسئلہ جسے تمام کلمات علمائے کرام کا عطر ومحصل کہئے اور بفضلہ تعالٰی کسی تقریر وتاصیل وتفریع کو اُس کے مخالف نہ دیکھئے،

وقد کنت اری فی الباب مباحث الاشباہ وکلمات رد المحتار من مواضع عدیدۃ فلا اجد فیہا ما یفید الضبط ویزول بہ الاضطراب والخبط وکان العلامۃ الشامی کثیرا ما یحیل المسئلۃ علی رسالتہ نشر العرف فکنت تواقا الیہا مثل جمیل الی بثینۃ

میں اس مسئلہ میں الاشباہ کے مباحث اور ردالمحتار کے متعدد مقامات کو دیکھتا تو ان میں کوئی ضبط والی اور اضطراب وپراگندگی کو دُور کرنے والی چیز نہ پائی، اور علامہ شامی مسئلہ کو اپنے رسالہ "نشر العرف" کے حوالے کر دیتے تو میں اس رسالہ کا اس طرح مشتاق ہوا جیسے اونٹنی اپنے

---

[1] نشر العرف بحوالہ فتاوٰی العلامۃ قاسم رسالہ من مجموعہ رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۲/ ۱۳۳

Marfat.com

فلما رأيتها وجدتها ايضا لم يتحرر لها ما يكفى ويشفى ولم يتخلص فيها ما ترتبط به الفروع وتاخذ كلمات الائمة بعضها حجز بعض ولكن ببركة مطالعتها فى تلك الجلسة فتح -

(رسالہ نامکمل ملا)

بچے کی، توجب میں نے وُہ رسالہ دیکھا تو اس میں بھی کفایت دینے والی کوئی شافی چیز اور صاف نہ ملی اور فروعات میں ربط اور ائمہ کے کلام میں تطبیق والی کوئی چیز نہ ملی جبکہ ائمہ کے کلمات ایکدوسرے کے موافق نہ تھے، لیکن اس مجلس میں اس کے مطالعہ کی برکت سے کُھلا - (ت)

Marfat.com

کتابُ الاکراہ

(اکراہ کا بیان)

مسئلہ ۲۲۹ تا ۲۳۱ از بریلی ساہوکارہ مرسلہ شیام سندرلال چیئرمین ۲ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ان مسائل میں کہ زید نے ایک بیعنامہ بنام بکر تصدیق کرادیا نقل شاملِ سوال ہے مگر زرِثمن کالین دین نہیں ہوا صرف اقرار ہوا ہے، مگر اُس کے بعد ایک دعوٰی تنسیخ دستاویز مذکور کا زید نے کچہری میں کیا، دعوٰی اور جواب دعوٰی بھی شاملِ سوال ہے تو:

(۱) کیا حسب بیان مدعی مندرجہ دعوٰی بصورتِ بیع مکرہ کی ہے، اگر ہے تو کیا حکم ہے؟

(۲) مکرہ ہونے کے واسطے بالفعل رجسٹری کے وقت داب ناجائز کا موجود ہونا ضرور ہے یا پیشتر سے تخویف اور آئندہ کے لئے ضرر شدید کا اندیشہ صحیح کافی ہے؟

(۳) ایسی صورت میں جبکہ رجسٹری میں زرِثمن نہیں دیا گیا تو مشتری کے ذمہ حوالگی زرِثمن کا بارِ ثبوت ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) عرضی دعوٰی میں مدعا علیہ کا مدعی کو مدتِ طویل تک اپنے مکان میں محبوس رکھنا اور کسی سے نہ ملنے دینا اور ناجائز داب کا ذکر ہے داب کا بیان نہیں اور زبانی بیان سائلان یہ ہُوا کہ قتل کی تخویف کی اور مدعی اُسے باور کرتا تھا، یہ بیانات اگر واقعی ہیں تو وہ بلاشبہہ بیع مکرہ اور فاسد ہے، اور

Marfat.com

بائع کو اس کے فسخ کا اختیار ہے، تخویف قتل تو اعلٰی درجہ کا اکراہ ہے بیع میں مجرد حبس مدید بھی ثبوت اکراہ کو بس ہے، درمختار میں ہے:

لو اکرہ بحبس او قید مدیدین حتی باع او اشتری او اقر او اٰجر فسخ او امضی لان اکراہ الملجی وغیر الملجی یعدمان الرضاء والرضا شرط صحۃ ھذہ العقود والاقرار فلذا صار لہ حق الفسخ او الامضاء[1] باختصار۔

اگر کوئی لمبی قید اور یرغمالی کے ذریعہ بیع یا شراء یا اقرار یا اجارہ پر مجبور کرے اور اس نے کر دی تو بعد میں اُسے اختیار ہے کہ فسخ کر دے یا اسے قائم رہے کیونکہ جان کے خطرے اور اس سے کم ہر طرح جبر رضا کو ختم کرتا ہے جبکہ ان عقود اور اقرار میں رضا شرط صحت ہے اس لئے اس کو فسخ کا اختیار ہے، باختصار۔ (ت)

اسی میں ہے:

فی مجمع الفتاوٰی منع امرأتہ المریضۃ عن المسیر الی ابویھا الا ان تھبہ مھرھا فوھبتہ بعض المھر فالھبۃ باطلۃ لانھا کالمکرھۃ ویؤخذ منہ جواب حادثۃ الفتوی زوج بنتہ فلما ارادت الزفاف منعھا الاب الا ان یشھد علیھا انھا استوفت منہ میراث امھا فاقرت لا یصح اقرارھا لکونھا فی معنی المکرھۃ وبہ افتی ابو السعود مفتی الروم قالہ المصنف فی شرح منظومتہ تحفۃ الاقران[2]

مجمع الفتاوٰی میں ہے کسی نے اپنی بیوی مریضہ کو اپنے والدین کے ہاں جانے سے روکا اور کہا تو مجھے مہر ہبہ کرے تو جانے دوں گا تو بیوی نے مہر ہبہ کر دیا تو یہ ہبہ باطل ہے کیونکہ یہ مجبور کی طرح ہے اور اس سے ایک درپیش مسئلہ کا جواب معلوم ہو گیا کہ بیٹی کا نکاح کر دیا جب بیٹی رخصتی کے لئے تیار ہوئی تو باپ نے روک لیا اور کہا تو یہ گواہی بنا دے کہ میں نے والد سے اپنی والدہ کی وراثت کا حصہ وصول کر لیا ہے، بیٹی نے مجبوراً اپنے اقرار پر گواہ بنا دئے تو بیٹی کا یہ اقرار صحیح نہ ہوگا کیونکہ وہ مجبور کی طرح تھی، اور مفتی روم ابو سعود نے یہی فتوٰی دیا مصنف نے شرح منظومہ تحفۃ الاقران میں اس کو ذکر کیا ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الاکراہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۹۵

[2] ؎ ؎ ؎ ۲/۱۹۶

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے:

وبہ افتی الرملی وغیرہ ونظمہ فی فتاواہ بقولہ:

ومانع زوجتہ عن اھلھا
تھب المھر یکون مکرھا
کذاک منع والد لبنتہ
خروجھا لبعلھا من بیتہ

ثم قال وانت تعلم ان البیع والشراء والاجارۃ کالاقرار والھبۃ وان کل من یقدر علی المنع من الاولیاء کالاب للعلۃ الشاملۃ فلیس قیدا[1]۔

خیرالدین رملی وغیرہ نے یہی فتوٰی دیا ہے اور انھوں نے اپنے فتاوٰی میں اس کو نظم کے طور پر یوں ذکر کیا ہے: (ترجمہ) "بیوی کو اپنے والدین سے روکا کہ مہر ہبہ کرے تو یہ مکرہ ہوگا یونہی والد نے بیٹی کو اپنے خاوند کے پاس جانے سے روکا۔"

پھر فرمایا کہ آپ کو معلوم ہے کہ بیع و شراء اور اجارہ۔ اقرار اور ہبہ کی طرح ہیں اور بیشک باپ جیسا کوئی ولی جو کسی عام وجہ سے روکنے پر قادر ہو وہ قید نہیں ہے۔ (ت)

خیریہ میں ہے:

قال علماؤنا منع الزوج زوجتہ من اھلھا حتی تھب لہ المھر تکون مکرھۃ والھبۃ باطلۃ قال فی مجمع الفتاوٰی و فی ملتقط السید الامام عن الفقیہ ابی جعفر من منع امرأتہ عن المسیر الی ابویھا الا ان تھب مھرھا فوھبت فالھبۃ باطلۃ ومثل ذلک فی الخلاصۃ والبزازیۃ وکذلک ذکر فی التاتارخانیۃ نقلا عن الینابیع[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ہمارے علماء نے فرمایا ہے کہ بیوی کو اپنے والدین سے منع کرنا تاکہ مہر ہبہ کرنے پر آمادہ ہو تو یہ مجبوری ہوگی، اور بیوی نے ہبہ کردیا تو باطل ہوگا۔ اور مجمع الفتاوٰی میں ہے کہ سید امام کی ملتقط میں فقیہ ابوجعفر سے منقول ہے کہ جس نے مہر ہبہ کئے بغیر بیوی کو اس کے والدین سے روک رکھا ہو اور اس نے ہبہ کردیا تو یہ ہبہ باطل ہوگا۔ اور اسی طرح خلاصہ اور بزازیہ میں ہے اور یونہی تاتارخانیہ میں ینابیع سے نقل کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الاکراہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۸۸
[2] فتاوٰی خیریۃ 〃 دارالمعرفۃ بیروت ۲/۱۴۴

Marfat.com

(۲) اکراہ کے لئے یہ ضرور نہیں کہ جس وقت مکرہ وہ فعل کرے گلے پر چھری یا قید وضرب فی الحال موجود ہو بلکہ اکراہ کنندہ کی طرف سے وعید وتہدید سابق اور اس کے وقوع کا صحیح اندیشہ لاحق اور مکرَہ کا مکرِہ کے قابو میں ہونا تحقق اکراہ کے لئے بس ہے، خیریہ میں ہے:

الاکراہ یعدم الاختیار فلا صحۃ للاقرار مع الاکراہ والاکراہ فیہ یکون باشیاء منہا اذا قال المتغلب لرجل امان تقرلی بکذا او لا اقول للظالم الفلانی لقی مالا ووجد کنزا او نحو ذٰلك فاذا کان الرجل لہ جرأۃ وھددہ بمن یسمع کلام الغماز و قال ان لم تقرلی بکذا اسعی بك الی من یاخذك بمجرد کلامی وغلب علی ظن المھدد ذٰلك فاقر کاذبا لایلزمہ ما اقربہ کما ھو صریح کلام ائمتنا۔[1]

جبر، اختیار کو معدوم بنا دیتا ہے لہذا جبر کے ساتھ حاصل کردہ اقرار کی صحت نہ ہوگی، اور جبر و اکراہ کی کئی صورتیں ہیں، ایک یہ کہ کوئی غالب آدمی دوسرے شخص کو کہے کہ تو میرے حق میں فلاں اقرار کر ورنہ میں فلاں ظالم کو کہوں گا کہ اس کو مال ملا یا خزانہ ملا یا ایسی ہی کوئی بات، اگر یہ شخص جری ہے اور ایسے ظالم کی دھمکی دے جو اس کی بات مانتا ہو اور کہا کہ اگر تو میرے حق میں فلاں اقرار نہ کرے گا تو میں تجھے فلاں کے پاس لے جاؤں گا جو صرف میرے کہہ دینے پر تجھے پکڑ لے گا اور دھمکی سننے والے کو ظن غالب ہے کہ یہ ایسا کردے گا تو اس نے جھوٹا اقرار کردیا تو اس اقرار سے کوئی چیز لازم نہ ہوگی جیسا کہ ہمارے ائمہ کا صریح کلام ہے۔ (ت)

ہاں اگر اس نے تہدید کی اور اب یہ اس کے قابو سے نکل گیا اور اس اندیشہ سے کہ پھر اسے قابو ملے تو ایذا پہنچائے گا، کوئی کام کیا تو یہ اکراہ سے نہیں کہ اکراہ سابق زائل ہوچکا اور لاحق معدوم و موہوم ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

فی الھندیۃ عن المبسوط ارسلہ لیفعل فخاف ان یقتلہ ان ظفر بہ ان لم یفعل لم یحل۔[2]

ہندیہ میں مبسوط سے منقول ہے اگر کسی نے دوسرے کو کام کرنے کے لئے بھیجا تو اس کو خطرہ ہے کہ اگر میں نے اس کا یہ ناجائز کام نہ کیا تو مجھے قتل کردے گا تو اس اندیشہ پر اس کو ناجائز کام کرنا حلال نہ ہوگا۔ (ت)

اسی میں ہے:

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الاکراہ دارالمعرفۃ بیروت ۲/۱۴۳
[2] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۸۸

Marfat.com

لزوال القدرة بالبعد لکن یخاف عودہ وبہ لایتحقق الاکراہ، بزازیۃ۔[۱] واللہ تعالٰی اعلم

کیونکہ دونوں میں بعید فیصلہ کی وجہ سے قتل کی قدرت نہیں ہے، لیکن واپسی پر خوف ہو تو اس سے اکراہ متحقق نہیں ہوتا، بزازیہ (ت)

(۳) ہاں صورتِ مذکورہ میں تسلیم وقبضہ ثمن کا بارِ ثبوت ذمہ مشتری ہے کہ حاکم حکم نہیں کرسکتا مگر حجتِ شرعیہ اقرار ہے یا بینہ یا نکول۔ فتاوٰی امام قاضیخاں پھر اشباہ میں ہے:

القاضی لایقضی الا بالحجۃ وھی البینۃ اوالاقرار والنکول۔[۲]

قاضی صرف حجت قائم ہونے پر فیصلہ دیتا ہے اور حجت گواہی، اقرار اور قسم سے انکار کا نام ہے۔ (ت)

اور مکرہ کا اقرار باطل ہے، ابھی خیریہ سے گزرا: لاصحۃ للاقرار مع الاکراہ[۳] (اکراہ سے اقرار کی صحت نہیں ہوتی۔ ت)، اشباہ میں ہے: اقرار المکرہ باطل[۴] (مجبور شدہ شخص کا اقرار باطل ہے۔ ت)، یُونہی معتوہ غیر ماذون کا اقرار۔ عقود الدریہ میں ہے:

حیث کان معتوھا فاقرارہ غیر صحیح۔[۵]

پاگل کا اقرار صحیح نہیں ہے۔ (ت)

اور جبکہ اقرار با معتوہ ہونا شہادتِ عادلہ سے ثابت ہو تو دستاویز میں معمولی عبارت (بحالت صحت نفس وثبات عقل بطوع ورغبت بلاجبر واکراہ) لکھی ہوئی کوئی چیز نہیں۔ خیریہ میں ہے:

سئل فی ذی ولایۃ علی قریۃ قادر علی ایقاع ضرب وحبس ملجئین باھلھا طلب من رجل منھا بیع عقار لہ بھا فباع خائفا منہ ایقاع ذلك بہ واقر

ان سے گاؤں کے والی کے متعلق سوال ہوا کہ اس نے قریہ میں زمین والے شخص کو ضرب لگانے اور قید کرنے کی دھمکی دے کر کہا کہ اپنی یہ زمین میرے پاس فروخت کردے تو اس نے دھمکی پر عمل کے خوف سے زمین فروخت کردی کیونکہ دھمکی پر عملی قدرت رکھتا ہے

---

[۱] ردالمحتار کتاب الاکراہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۸۸

[۲] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب القضاء والشہادات ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۳۳۸

[۳] فتاوٰی خیریۃ کتاب الاکراہ دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۱۴۳

[۴] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الاقرار ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۲۱

[۵] العقود الدریۃ کتاب الحجر والماذون ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۱۵۹

Marfat.com

انہ قبض ثمنہ کذٰلک مع ان قیمۃ المبیع اضعاف الثمن ھل ینفذ ھذا البیع علی ھٰذا الوجہ ام لا وان کتب صک لدی قاض علی صفۃ الطوع والاختیار وعدم المفسد یکون الاعتبار لما فی نفس الامر لا لما کتب اجاب حیث علم بدلالۃ الحال انہ لولم یبعہ یوقع بہ ضربا شدیدا او حبسا مدیدا فالبیع غیر نافذ والاقرار غیر صحیح فللمکرہ فسخہ والاعتبار لما فی نفس الامر لا لما کتب فی الصک۔[1]

اور اقرار کیا کہ میں نے زمین کی رقم اس سے وصول کرلی ہے ______ حالانکہ وصول کردہ رقم سے اصل قیمت کئی گنا زیادہ ہے، تو کیا یہ بیع نافذ ہوگی یا نہیں، اور اگر قاضی کے ہاں اشٹام لکھ دے کہ میں نے خوشی اور اختیار سے فروخت کی اور بیع صحیح کی ہے تو اس تحریر کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ واقعی حال کا اعتبار ہوگا، تو جواب دیا، کہ جب معلوم ہے دلالت حال سے کہ اگر وہ فروخت نہ کرتا تو اس کو ضرب شدید اور قید مدید کرتا تو بیع نافذ ہوگی اور اقرار بھی صحیح نہ ہوگا تو مجبور زمیندار کو اختیار ہے کہ فسخ کردے اور اشٹام میں لکھے کا اعتبار نہیں بلکہ نفس الامر واقع کا اعتبار ہے۔ (ت)

لاجرم بارِ ثبوت مشتری پر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] فتاوٰی خیریۃ کتاب الاکراہ دار المعرفۃ بیروت ۲/۱۴۳

Marfat.com

کتاب الحجر

(حجر کا بیان)

مسئلہ ۲۳۲ ازمارہرہ مطہرہ مرسلہ مولٰنا مولوی محب احمد صاحب ۱۷ جمادی الآخرہ ۱۳۱۴ھ

ایک عورت عرصہ چالیس سال سے اس مرض میں مبتلا ہے کہ کبھی کبھی اس کی عقل میں اختلال آجاتا ہے اور خیال پردہ و ستر پوشی کا نہیں رہتا ہے حتی کہ مکان کی چھت سے جو بازار میں واقع ہے سرِبازار کھڑی ہوجاتی ہے، ایک مرتبہ چھت سے نیچے گرپڑی اور اکثری حالت یہ ہے کہ ہر قسم کا خیال ستر پوشی و حجاب رہتا ہے، سب قرابت دارانِ مادری و پدری وصہری کو بتخصیص قرابت جانتی پہچانتی ہے کام متعلق عورات جو خانہ داری کو چاہئیں کرتی ہے، ایسی حالت میں اس کا اپنی جائداد کسی کو بطور ہبہ دے دینا یا معاف کرنا یا کسی بارہ میں اس کی شہادت مثل رضاعت وغیرہ مقبول و جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ عورت مجنونہ و معتوہہ ہے یا کیا؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ایام دورہ میں زن مذکورہ کا آفت معترضہ علی العقل میں مبتلا ہونا واضح و بدیہی ہے، قلتِ فہم و فسادِ تدبیر تو ظاہر، اور اختلاطِ کلام اختلاطِ عقل کو لازم، تو اسی قدر سے معتوہہ ہونا تو صراحۃً ثابت، اور اس کے ساتھ لوگوں کو مارنا گالیاں دینا بھی ہو تو مجنونہ ہے، بہرحال تبرعات مثل ہبۂ مال و بخششِ مہر وغیرہ کی اہلیت ہرگز نہیں، اگر ایسے تصرفات کرے گی محض باطل ہوں گے اور رضاعت وغیرہ

Marfat.com

کسی امر میں اس کی شہادت اصلاً قابلِ قبول نہیں، پھر اگر اس کے افاقہ کا کوئی وقت معلوم و معروف نہیں تو یہ احکام حجر تصرفات وابطال تبرعات والغائے شہادت دائمی ہیں کہ جب افاقہ معہود نہیں تو کسی وقت اطمینان نہیں ہوسکتا، ہر وقت محتمل کہ حالت اختلال میں ہو، صرف عاقلانہ باتیں کرنی موجبِ اطمینان نہیں کہ معتوہ بلکہ مجنون لبسا اوقات ٹھیک ٹھیک عقل کی باتیں کرتے ہیں، یہاں تک کہ ناواقف سُنے تو ہرگز احتمال اختلال نہ کرے، ہاں اگر وقت افاقہ معلوم و معہود ہے تو اس وقت اس کا حکم مثل حکم عقلاء ہے، اس کے تبرعات بھی نافذ ہونگے اور شہادات بھی مسموع۔ درمختار میں ہے:

المعتوہ من العتہ وھو اختلال فی العقل[1]

المعتوہ 'عتہ سے ماخوذ ہے، اور عقل میں خلل واقع ہوجانے کا نام ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ھذا ذکرہ فی البحر تعریفا للجنون وقال ویدخل فیہ المعتوہ واحسن الاقوال فی الفرق بینھما ان المعتوہ ھو القلیل الفھم المختلط الکلام الفاسد التدبیر لکن لا یضرب ولا یشتم بخلاف المجنون اھ وصرح الاصولیون بان حکمہ کالصبی[2]

بحر میں یہ تعریف جنون کی لکھی ہے اور کہا کہ معتوہ بھی اس تعریف میں داخل ہے، اور دونوں میں فرق کے لئے یوں کہنا بہتر ہے کہ معتوہ وہ ہے جو قلیل فہم، خلط ملط کلام اور فاسد تدبیر والا جو لوگوں کو ضرب و شتم نہ کرے، اور مجنون وہ ہے جو ضرب و شتم کرے اھ، اور اصول والوں نے تصریح کی ہے کہ اس کا حکم بچّوں والا ہے (ت)

درمختار میں ہے:

تصرف المعتوہ ان کان نافعا محضا کالاسلام والاتھاب صح بلا اذن، وان کان ضارا کالطلاق والعتاق والصدقۃ والقرض (والھبۃ ش)

معتوہ کا تصرف اگر فائدہ مند ہو جیسے اسلام اور ہبہ قبول کرنا تو یہ نافذ العمل ہوگا ولی کی اجازت ضروری نہ ہوگی اور اگر وہ عمل مضر ہو تو ولی کی اجازت کے باوجود نافذ نہ ہوگا جیسے طلاق، عتاق، صدقہ اور قرض، اس پر شامی نے ہبہ

---

[1] درمختار | کتاب الطلاق | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۲۱۸
[2] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/ ۴۲۶

Marfat.com

لاوان اذن به ولیهما، وما تردد من العقود بین نفع وضرر کالبیع و الشراء توقف علی الاذن[1]

دینے کا اضافہ کیا، اور اس کا ایسا عمل جو نفع اور نقصان والے دونوں پہلو رکھتا ہو وہ ولی کی اجازت پر موقوف ہونگے جیسے بیع وشراء۔ (ت)

عالمگیری میں ہے:

لاتقبل شہادۃ الصبیان والمجانین والمعتوہ بمنزلۃ المجنون[2]

بچّوں اور مجنون کی شہادت مقبول نہیں اور معتوہ بچّوں کا حکم رکھتا ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

(کذا شہادۃ الصبیان بعضھم علی بعض فیما یقع فی الملاعب، وشہادۃ النساء فیما یقع فی الحمامات لاتقبل، وان مست الحاجۃ الیھا کذا فی الذخیرۃ[3]

یونہی بچّوں کی کھیل کے متعلق اور عورتوں کے حمام کے متعلق شہادت مقبول نہیں اگرچہ یہاں ضرورت بھی ہے، ذخیرہ میں یوں ہے۔ (ت)

طحطاوی میں ہے:

قال الشلبی فی حاشیۃ الزیلعی الحق التفصیل فان کان لافاقتہ وقت معلوم فعقد فی ذٰلک الوقت فالحکم فیہ کالعاقل، وان لم یکن لافاقتہ وقت معلوم فعقد فی حال الافاقۃ فالحکم فیہ کالصبی اھ والفرق بین الافاقۃ المعلومۃ وغیرھا انہ فی المعلومۃ تحقق صحوہ بحسب

زیلعی کے حاشیہ میں شلبی نے کہا حق یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے اگر معتوہ کے افاقہ کا وقت معلوم ہے اور اس وقت اس سے عقد صادر ہوا تو اس وقت میں عاقل والا حکم ہوگا، اور اگر اس کے افاقہ کا وقت معلوم نہ ہو تو افاقہ کی حالت میں کیا ہوا عقد بچّوں والا حکم رکھتا ہے اھ، اور افاقہ معلوم ہونے نہ ہونے کا فرق یہ ہے کہ معلوم کی صورت میں اس کی صحت حسبِ معمول ہوتی

---

[1] درمختار | کتاب الماذون | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/۲۰۳
ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۵/۱۱۰
[2] فتاوٰی ہندیۃ | کتاب الشہادات | الباب الرابع | نورانی کتب خانہ پشاور | ۳/۴۶۵
[3] " | " | " | " | ۳/۴۶۵

Marfat.com

عادتہ، اما غیرھا فیحتمل انہ حال جنونہ تکلم بکلام العقلاء[1] اھ مختصرًا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

ہے اور غیر معلوم میں ہوسکتا ہے کہ وہ جنون کی حالت میں عقلمندوں جیسی گفتگو کر رہا ہو۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

مسئلہ ۲۳۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فالج کہ مرض دماغی ہے، اسے اختلالِ عقل وعدمِ ثبات حواس لازم ہے یا نہیں، اور اگر کسی عالم کو چند سال مرض رہے طولِ مرض کے سبب گھبرائے تو دل بہلانے کو شطرنج یا اسی قسم کے کھیل میں کبھی مشغول ہو تو آیا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ وہ عالم مجنون یا مسلوب الحواس قرار دیا جائے اور اس کے تصرفات بیع وہبہ وغیرہ باطل کردئے جائیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

فالج اگرچہ مرض دماغی ہے مگر اس سے اختلالِ عقل وعدمِ ثبات حواس ہرگز لازم نہیں، آخر عامہ کتبِ فقہ میں تصریح ہے کہ جب یہ مرض سال بھر سے متجاوز ومزمن ہوجائے تو مریض شرعًا صحیح گنا جائے گا، اور اس کے سب تصرفات نافذ قرار پائیں گے، اگر اس مرض کو بدحواسی لازم ہوتی تو یہ حکم فقہاء کا کیونکر صحیح ہوتا، نہ شطرنج، گنجفہ، چوسر، یا اور اسی قسم کے ہزاروں کھیلوں سے مسلوب الحواسی ثابت ہو، بلکہ خیال کیجئے تو یہ سب کام عقل وحواس چاہتے ہیں، اور یہ بات جُدا رہی کہ ایسے افعال عالم کے شان سے بعید ہوں، اوّل عالم کے لئے معصوم ہونا شرط نہیں، ثانیًا بالفرض شطرنج مطلقًا گناہ ہو تو کسی گناہ سے شرع شریف بطلانِ تصرفات کا حکم نہیں دیتی اور امام عامر شعبی کہ اکابر ائمہ محدثین سے ہیں شطرنج کھیلا کرتے، اب کیا اس بنا پر معاذ اللہ کوئی انھیں مسلوب الحواس کہہ سکتا ہے، اور بعض جاہل جو کہنے لگتے ہیں کہ یہ کیسے عالم ہیں جو ایسے فعل کرتے ہیں یا ان کی عقل کدھر گئی کہ عالم ہوکر ایسی باتوں میں مشغول ہیں قطع نظر اس سے کہ جہلاء کو کسی کے افعال سے تعرض اور ان پر طعن وتشنیع روا نہیں۔ حدیث میں ہے:

"عالم بے عمل مثل شمع کے ہے کہ خود جلتا ہے اور تمھیں روشنی پہنچاتا ہے[2]۔"

یہ محاورہ ایسا ہے جیسے قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم ﴿کیا تم لوگوں کو بھلائی کا حکم کرتے ہو اور اپنی جانوں کو﴾

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الحجر دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۸۲

[2] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۴۲۰۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۴۳

Marfat.com

وانتم تتلون الکتٰب افلا تعقلون[1] | بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو تو کیا سمجھتے نہیں۔ (ت)

یا اس سے بڑھ کر ارشاد ہوا :

اولوکان اٰبائھم لا یعقلون شیئا ولا یھتدون[2] | کیا اگر ان کے آباء واجداد کسی چیز کی عقل نہ رکھتے ہوں اور نہ ہی راہ یافتہ ہوں (ت)

اب کیا قرآن عظیم نے ان لوگوں کو بے عقل کہہ کر ان کی بیع وشراء واجارہ وغیرہا تصرف کو باطل ٹھہرایا ہے، حاشا وکلّا کوئی عاقل ایسا گمان نہیں کرسکتا ومن ادعٰی فعلیہ البیان (جو یہ دعوٰی کرے تو اس پر بیان لازم ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اختلالِ عقل کا شرعًا موجب منع نفاذ تصرف کا ہونا ہے، اس کے کیا معنی ہیں، اور کیا کیا باتیں اس کے واسطے درکار ہیں، اور اگر کوئی چار سال سے زیادہ مرضِ فالج میں مبتلا ہے، ابتداء میں مرض شائد کہ دست وپا وزبان سب پر آفت ہو، پھر تھوڑے عرصہ بعد ہاتھ پاؤں بخوبی تمام کھل جائیں، اور زبان بھی اتنی صاف ہوجائے کہ ادائے مطلب میں عاجز نہ ہو اگرچہ تکلم میں قدرے تکلف رہے، یہاں تک کہ ایسی حالت میں حج کرے، اور وہاں طواف وسعی صفا ومروہ ووقوف وعمرہ وزیارت مدینہ طیبہ وحاضری مشاہدہ متبرکہ میں اپنے پاؤں سے مثل اصحاء نہایت سرگرم رہے، اور اس کے اور افعال بھی مثل عقلاء کے ہوں، دیہات کی تحصیل وتشخیص کرے، بات سنے سمجھے جواب دینے میں فرق نہ ہو، اور بالفرض اس زمانہ ممتد میں دو تین باتیں اس سے ایسی بھی صادر ہوجائیں جو غفلت وبیخودی پر دلالت کریں، تو آیا انھیں باتوں پر مدار کار رکھ کر اُسے مجنون یا معتوہ ٹھہرادیں گے یا شاذ ونادر کا اعتبار کریں گے، جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ بار بار بتکرار اکثر افعال وحرکات اُس سے اس قسم کے ہوتے اور ہوش کی باتیں کم کرتا۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

مسلوب الحواسی کی اعلٰی قسم تو جنون ہے، والعیاذ باللہ منہ، اور ادنٰی قسم عتہ، جس کے صاحب کو

---

[1] القرآن الحکیم ۲/ ۴۴

[2] ؍؍ ۲/ ۱۷۰

Marfat.com

معتوہ کہتے ہیں، اس میں بھی اسی قدر ضرور ہے کہ تدبیریں اس کی ٹھیک نہ رہیں، سمجھ اس کی درست نہ ہو، باتوں کا کوئی ٹھکانا نہ رہے، ابھی بیٹھا ہے خوب ہوش وحواس کی باتیں کر رہا ہے، ابھی خرافات و ہذیانات بکنے لگا، سودائیوں کی طرح مہمل و بے معنیٰ بکنے لگا یہاں تک کہ شریعت مطہرہ اس کے اوپر سے اپنی تکلیفیں اٹھالیتی ہے، اور نماز و روزہ تک اس کے اوپر فرض نہیں رہتا،

فی الفتاوی الخیریۃ العتہ قلۃ الفھم واختلاط الکلام وفساد التدبیر وذٰلک بسبب اختلال العقل فیشبہ مرۃ کلامہ کلام العقلاء ومرۃ کلام المجانین[1]، وفی رد المحتار حکم المعتوہ کالصبی العاقل فی تصرفاتہ، وفی رفع التکلیف عنہ زیلعی[2]۔

فتاوٰی خیریہ میں ہے عتہ قلتِ فہم، کلام کا اختلاط اور فسادِ تدبیر ہے اور یہ عقل میں خلل کی وجہ سے ہوتا ہے تو کبھی اس کا کلام عقلاء کے کلام اور کبھی مجانین کے کلام کے مشابہ ہوتا ہے۔ اور رد المحتار میں ہے کہ معتوہ کا حکم یہ ہے کہ وہ اپنے تصرفات اور غیر مکلف ہونے میں نابالغ عاقل جیسا ہوتا ہے، زیلعی۔ (ت)

اب چاہے زوالِ عقل اپنی اعلیٰ درجہ کی حد کو پہنچ جائے، یعنی مثلاً اتنی بات کی بھی خبر نہ رہے کہ چیز بیچتے ہیں تو اپنی ملک سے نکل جاتی ہے، خریدتے ہیں تو اپنے پاس آجاتی ہے، خرید و فروخت میں نفع کا ارادہ چاہئے، خواہ اس حد کو نہ پہنچا ہو، اور ان باتوں کی ہنوز گونہ تمیز باقی ہو، مگر وہ امور جو ہم نے اوپر ذکر کئے اس میں پائے جانے ضرور ہوں کہ وہ تو معتوہ کی نفسِ تفسیر میں واقع ہیں، پھر جب تک اس کیفیت کا ثبوت نہ ہو، ہرگز مسلوب الحواسی شرعاً ثابت نہیں ہوسکتی، نہ یہاں شاذ و نادر کا اعتبار کریں بلکہ اکثر افعال وحرکات فسادِ عقل و اختلالِ ہوش کے ہونے چاہئیں،

وفی رد المحتار ویؤید ما قلنا قول بعضھم العاقل من یستقیم کلامہ وافعالہ الانادرا[3]۔

رد المحتار میں ہے ہماری بات کی بعض کے اس قول سے تائید ہوتی ہے کہ عاقل وہ ہے جس کی کلام اور افعال درست ہوتے ہیں ماسوائے نادر مواقع کے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی خیریہ	کتاب الطلاق	دار المعرفۃ بیروت	۱/۴۰
[2] رد المحتار	کتاب الحجر	دار احیاء التراث العربی بیروت	۵/۹۰
[3] رد المحتار	کتاب الطلاق	" "	۲/۴۲۶

Marfat.com

دیکھو تصریح کرتے ہیں کہ اگر نادرًا بعض کلمات وحرکات قانونِ عقل سے خارج بھی صادر ہوں، تو عاقل ہی کہا جائے گا۔ آگے چل کر فرماتے ہیں:

فالذی ینبغی التعویل علیہ فی المدھوش ونحوہ اناطۃ الحکم بغلبۃ الخلل فی اقوالہ وافعالہ الخارجۃ عن عادتہ[1] الخ۔

قابلِ اعتماد بات یہ ہے کہ مدہوش اور اس جیسوں کا حکم اس کے اقوال وافعال میں خلل کا غلبہ اور عادت سے خارج ہونے پر لگے گا الخ (ت)

ہر عاقل جانتا ہے کہ بعض اوقات کسی خیال کے استغراق یا تکلیف کی شدت یا فرحت کی کثرت یا اور کسی صورت سے وہ بات بیخودی کی اس سے صادر ہوجاتی ہے کہ جب خیال کرتا ہے تو خود ہی اسے تعجب ہوتا ہے، پھر کیا اس سے یہ لازم آسکتا ہے کہ اُسے مسلوب الحواس ٹھہرادیں، اور اس کے تصرفات کا نفاذ نہ مانیں، اور یہاں طول عہد مرض ایک قرینۂ قویہ بھی ہے کہ اس کی پریشانی میں اگر نادرًا کسی ایسے فعل کا وقوع ہوجائے تو کچھ جائے تعجب نہیں،

فی ردالمحتار نقل عن ھشام ابن کلبی قال حفظت مالم یحفظہ احد ونسیت مالم ینسہ احد حفظت القراٰن فی ثلثۃ ایام واردت ان اقطع من لحیتی مازاد علی القبضۃ فنسیت فقطعت من اعلاھا[2]۔

ردالمحتار میں ہشام ابن کلبی سے منقول ہے اس نے کہا میں نے حفظ کیا جو کسی نے نہ کیا اور میں بھولا اس طرح کوئی نہ بھولا میں نے قرآن پاک تین دن میں حفظ کرلیا اور میں قبضہ سے زائد اپنی داڑھی سے کاٹنا چاہتا تھا تو بھول کر میں نے قبضہ کے اوپر سے کاٹ دی۔ (ت)

دیکھو ایسا صحیح الضبط قوی الدماغ آدمی جس نے روزانہ دس دس پارہ قرآن مجید کے یاد کرکے تین روز میں کلام اللہ شریف پورا حفظ کرلیا، اس سے ایسی خطاءِ عظیم واقع ہُوئی کہ جس پر وہ خود کہتے ہیں مجھ سے وہ بھول ہُوئی جو کسی سے نہ ہوئی، اب کیا اس نادر بات پر اُن کی قوتِ عقل بالکل زائل اور مسلوب الحواسی حاصل پائی جائے گی۔ بالجملہ جب تک غالب افعال واقوال ایسے ہی نہ ثابت کئے جائیں ہرگز بکار آمد نہیں کہ فقہائے کرام عدمِ اعتبار نادر کی تصریح فرماچکے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۵ یکم ذیقعدہ ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنے دو نکاح کئے، دونوں کا مہر

---

[1] ردالمحتار کتاب الطلاق داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۲۷

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع " " " ۵/ ۲۶۱

Marfat.com

اُس پر واجب ہے اور اپنی کُل جائداد کو بطور ہبہ یا دین مہر میں ایک زوجہ کے نام یا کسی غیر کو ہبۃً دینا چاہتا ہے تاکہ دوسری زوجہ محروم رہ جائے، اس صورت میں یہ زوجہ قاضی ومفتی کے یہاں استغاثہ کرسکتی ہے یا نہیں، اور زوج کو ان امور سے روک سکتی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگرچہ ایک زوجہ کی محرومی چاہنا خلافِ عدل اور دیانۃً بُرا ہے، مگر جبکہ جائداد اس عورت کے مہر میں مرہون نہیں، تو یہ اسے کسی طرح کے تصرف وانتقال سے نہیں روک سکتی چاہے وُہ دوسری زوجہ کے مہر میں دے دے، خواہ اسے کسی راہ چلتے کو ہبہ کردے، یا جو چاہے کرے،

فان امامنا الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ لایقول بالحجر بالدین اصلا، وصاحباہ وان قالا بہ فبعد قضاء القاضی بالحجر، فحیث لاقضاء لاحجر اجماعًا، قال فی الھندیۃ من باب الحجر للفساد لاخلاف عندھما ان الحجر بسبب الدین لایثبت الا بقضاء القاضی[1] اھ وقال فی الحجر بسبب الدین عند ابی حنیفۃ لایحجر علیہ ولایعمل حجرہ حتی تصح منہ ھذہ التصرفات کذا فی المحیط[2] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ قرض کی بنا پر کسی کو مجبور ہرگز نہ کرتے، اور آپ کے صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی اگرچہ تصرفات سے منع (حجر) کا قول کرتے ہیں لیکن قاضی کے اس فیصلہ کے بعد، تو جہاں قاضی کا فیصلہ نہ ہو وہاں وہ حجر کا حکم نہیں کرتے۔ ہندیہ نے "باب الحجر للفساد" میں کہا کہ صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی کے نزدیک بلاخلاف قضاءِ قاضی سے ہی قرض کی وجہ سے حجر نافذ ہوتا ہے اھ، اور "الحجر بسبب الدین" کے باب میں فرمایا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک اس پر حجر کا حکم نہ کیا جائے گا، اور نہ حجر مؤثر ہوگا حتی کہ اس کے یہ تصرفات صحیح قرار پائیں گے، محیط میں یُوں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳۶
۲۶ ربیع الآخر ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اس مسئلہ میں کہ احمد حسن نے انتقال کیا، ایک لڑکا وزارت حسن نابالغ اور ایک زوجہ اور ایک دختر اور ایک برادر خالہ زاد اور ایک حقیقی ماموں زاد بھائی چھوڑا تو

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الحجر الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۵۵
[2] فتاوٰی ہندیہ ؍؍ الباب الثالث ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۵/ ۶۱

Marfat.com

اس صورت میں شرعاً لڑکے نابالغ اور نیز جائداد غیر منقولہ کا کون ولی مقرر ہو سکتا ہے۔ بیّنوا توجروا

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں جب کوئی عصبہ نہیں، تو صرف ولایتِ نکاح ماں کو ہے، نابالغ پر ولایت مال اور جائداد پر اختیار، ماں بہن خواہ ان رشتہ کے چچاؤں کسی کو نہیں، جب تک مورث نے ان میں سے کسی کو وصی نہ کیا ہو کہ باپ کے بعد ولایتِ مال اس کے وصی کو ہے، یعنی جسے اس نے وصیت کی ہو کہ تو میرے بعد میری جائداد یا اولاد کی غور پرداخت کرنا، وہ نہ ہو تو اس کا وصی، وہ نہ ہو تو دادا، وہ نہ ہو تو اسکا وصی، وہ نہ ہو تو اسکے وصی کا وصی، وہ نہ ہو تو پردادا، وہ نہ ہو تو اس کا وصی، پھر وصی الوصی، وعلیٰ ہذا القیاس، پھر ان میں کوئی نہ ہو تو حاکم اسلام یا اس کا وصی، ان کے سوا کوئی ولیِ مال نہیں،

فی الدر المختار ولیہ ابوہ ثم وصیہ ثم وصی وصیہ، ثم جدہ الصحیح، وان علا، ثم وصیہ ثم وصی وصیہ، ثم القاضی او وصیہ ایہما تصرف صح دون الام او وصیہا، ہذا فی المال بخلاف النکاح اھ ملخصاً واللہ تعالیٰ اعلم۔

درمختار میں ہے، اس کا ولی ترتیب وار، باپ پھر وصی پھر وصی کا وصی، پھر حقیقی دادا اوپر تک پھر اسکا وصی پھر اسکے وصی کا وصی، پھر قاضی یا اس کا وصی دونوں میں کوئی بھی تصرف کرے صحیح ہوگا، ماں یا اس کا وصی ولی نہیں ہیں، یہ ملک کے معاملہ میں ہے بخلاف نکاح کے اھ ملخصاً واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳۷ (نوٹ) اصل میں سوال نہیں ہے، لیکن جواب سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ کسی فاتر العقل کے تصرفاتِ نکاح وعقدِ بیع سے متعلق تھا جس کو بعد میں ایسے ولی نے جائز کر دیا تھا، جو باپ اور دادا کے علاوہ تھا۔ (عبدالمنان)

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ مدارِ صحت ونفاذ تصرفات وترتیب احکام میں تو یہ عقل ہے، یہ جو محض بے عقل ہے اس کے تصرفات رأساً باطل، کہ اجازت اولیاء کی بھی صلاحیت نہیں رکھتے، اور جو نفع وضرر میں قدرے تمیز حاصل، اور عقل سے کچھ بہرہ ہے، مثلاً بیع وشراء کو سالب وجالب ملک، اور غبن قلیل وکثیر میں تفرقہ اور مقصود تجارت حصول منفعت جانتا ہے، یا مسلوب الحواسی

---

[۱] درمختار کتاب الماذون مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۰۳

Marfat.com

اس کی دائمی نہیں، نہ ہوش میں آنے کا وقت معین، گاہے عقل سے بیگانہ گاہے بالکل ہوشیار و فرزانہ، تو اس صورت میں امثال نکاح و بیع و شراء وغیرہا تصرفات اس کے نفع و ضرر دونوں کو محتمل، اُس ولی کی اجازت پر موقوف رہیں گے، جسے اُن تصرفات کا اُس کے نفس و مال میں خود اختیار حاصل ہو، اگر ولی نہیں یا ولی کو ایسے تصرف کی خود پروائی نہیں یا ہے مگر وہ جائز نہ رکھے، تو یہ باطل ہو جائیں گے۔

وفی حاشیۃ الدر المختار للعلامۃ احمد الطحطاوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ، واما ذاھب العقل اصلا فان تصرفہ لاتلحقہ الاجازۃ[1] اھ وفی الدر (ومن عقد) عقدا یدور بین نفع وضرر کما سیجیئ فی الماذون (منھم) من ھٰؤلاء المحجورین (وھو یعقلہ) یعرف ان البیع سالب للملک والشراء جالب (اجازولیہ اورد) وان لم یعقلہ فباطل نہایۃ[2] اھ فی الطحطاویۃ قولہ یعرف ان البیع سالب الخ ویعرف الغبن الیسیر من الفاحش، ویقصد تحصیل الربح والزیادۃ اھ زیلعی، قولہ اجاز ولیہ جعل فی الدرایۃ الولی شاملا للعصبات وخصہ ابن فرشتہ فی شرح المجمع بالقاضی ومن

علامہ سید احمد طحطاوی رحمہ اللہ تعالٰی کے حاشیہ درمختار میں ہے، لیکن وہ جس کی عقل بالکل زائل ہوگئی ہو تو اس کے کسی تصرف کو اجازت نہیں مل سکتی اھ، اور درمختار میں ہے ان محجور لوگوں میں سے اگر کوئی ایسا تصرف جس میں اس کے لئے نفع و نقصان کے دونوں پہلو ہوں، جیسا کہ عنقریب ان میں سے ماذون حضرات کے لئے بیان ہوگا وُہ عقد بیع میں یہ جانتا ہے کہ اس سے اس کی ملکیت ختم ہو جاتی ہے اور شراء میں ملکیت حاصل ہوتی ہے ایسے میں اس کے ولی کو اختیار ہے کہ عقد کو جائز کرے یا رَد کر دے، اور اگر وہ یہ نہیں سمجھتا تو عقد باطل ہوگا اھ، اور طحطاوی میں ہے کہ ماتن کا قول کہ بیع سے ملکیت کا زوال ہونا جانتا ہے الخ، اور یہ بھی جانتا ہو کہ تھوڑا غبن اور زیادہ کیا ہوتا ہے اور نفع اور مال کو زائد بنانے کا ارادہ بھی رکھتا ہو اھ، زیلعی۔ ماتن کا قول کہ "ولی اجازت دے" درایہ میں ولی میں عصبات بھی شامل کئے ہیں اور ابن فرشتہ نے مجمع کی شرح میں صرف قاضی کو ولی قرار دیا ہے

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار — کتاب الحجر — دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۸۲
[2] درمختار — " — مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۹۸

Marfat.com

له ولاية التجارة فی مال الصغیر کالاب والجد والوصی، فلا یجوز باذن الاخ والعم والام واجاب المقدسی بحمل هذا التعمیم علی ما للولی فعله کالنکاح فتصح اجازته من الاخ والعم حموی[1] اھ۔

اور ساتھ ہی اس کو جو نابالغ کے مال میں تجارت کا ولی بنتا ہے جیسے باپ، دادا، اور وصی، تو بھائی، چچا اور ماں کی اجازت صحیح نہ ہوگی، اور مقدسی نے اس کے جواب میں ولایت کو عام کرکے ولی کے اختیاری فعل مثلاً نکاح کو شامل کیا تو بھائی اور چچا کی اجازت صحیح ہوگی، حموی اھ۔ (ت)

ہاں اگر اس کے افاقہ کا کوئی وقت معین ہو کہ اس وقت خاص بالکل ہوش میں آجانے کا عادی ہے، تو اس حالت افاقہ میں جو تصرف اس سے صادر ہوگا وہ اس میں مثل سائر عقلاء کے ہے کما ذکرہ الزیلعی وفسرہ الشلبی نقلہ الطحطاوی (جیساکہ زیلعی نے اسے ذکر کیا اور شلبی نے تفصیل کے ساتھ اسے بیان کیا طحطاوی نے اسے نقل کیا۔ ت) لیکن یہ صورت یہاں معدوم، کہ سائل کہتا ہے مسلوب الحواسی اس کی دائمی تھی جس سے کبھی افاقہ نہ ہوتا، اور اس کے اظہار سے یہ بھی ثابت کہ یہ مہر جو زن مذکورہ کا باندھا گیا اس کے مہر مثل سے کہیں زائد ہے، پس صورت مستفسرہ میں یہ نکاح و بیع بہر تقدیر راساً باطل محض ہیں جن کی صحت و نفاذ کی کوئی سبیل نہیں، خواہ زید بالکل ذاہب العقل ہو، اور کسی طرح کی تمیز نہ رکھتا ہو، جیساکہ تقریر سوال سے بھی ظاہر ہوتا ہے یا مجوروں کی دوسری قسم میں داخل ہو جن کے تصرفات کذائیہ اجازتِ اولیاء پر موقوف رہتے ہیں، تقدیر اول پر بطلان نہایت واضح کہ لایعقل محض کے تصرفات کو اجازت اولیاء بھی کام نہیں آتی، کما ذکرنا، اور دوسری شق پر جب تقرر مہر میں غبنِ فاحش ہوا، اور مہر مثل سے بہت زیادہ بندھا، تو ایسا نکاح خود اب وجد کے سوا اور اولیاء کے ہاتھ کا کیا ہوا اصلاً صحیح نہیں ہوتا، پھر انھیں اجازت کا کیا اختیار ہوگا، اور قاعدۂ مقررہ فقہیہ ہے کہ:

کل تصرف صدر وما له مجیز حالة العقد لاینعقد اصلا۔

ایسا تصرف جس کے انعقاد کے وقت اس کو جائز کرنے والا نہ ہو تو وہ عقد منعقد نہ ہوگا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

وان کان المزوج غیرهما ای

اگر نکاح کرکے دینے والا باپ اور دادا کا غیر

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الحجر دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۸۲

Marfat.com

غیر الاب وابیہ ولو الام او القاضی لایصح النکاح من غیر کفوء او بغبن فاحش اصلاً[1] اھ ملخصًا۔

خواہ ماں یا قاضی ہو تو غیر کفو میں نکاح صحیح نہ ہوگا، یا بہت زیادہ گراں مہر پر ہو تو بھی اصلاً جائز نہ ہوگا اھ ملخصًا۔ (ت)

اسی طرح بیع کہ جب قیمت میں کمی فاحش ہوگی، اجازت ولی سے بھی اصلاح ناممکن، تو یہ وہی تصرف ہوا جس کا حالِ صدور کوئی مجیز نہیں، اور ایسا تصرف باطل ہوتا ہے،

فی رد المحتار علی الدر المختار للعلامۃ السید ابن عابدین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ **قولہ** اجاز ولیہ ای ان لم یکن فیہ غبن فاحش فان کان لایصح وان اجازہ الولی بخلاف الیسیر جوھرۃ[2] عـــہ

درمختار کے حاشیہ ردالمحتار علامہ ابن عابدین میں ہے، ماتن کا قول کہ "ولی جائز کردے" یعنی جب غبن فاحش مہر میں نہ ہو اور غبن فاحش ہو تو ولی کے جائز کرنے پر بھی جائز نہ ہوگا بخلاف غبن یسیر کے، جوہرہ۔ (ت)

مسئلہ ۲۲۸: از گلشن آباد عرف جاورہ ملک مالوہ محلہ نظر باغ متصل مکان عالمگیر خاں مرسلہ سید ذوالفقار احمد صاحب ۲۳ شوال ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ فوت ہوئی، اُس کا ایک لڑکا نو سال کا اور ایک زوج، اور ایک پدر، اور دو برادر وارث رہے، عرصہ ہوا کہ مسماۃ ہندہ کا پدر فوت ہوگیا، اب ان وارثوں میں پسر کے رکھنے اور تعلیم کرانے کا اُس وقت کون مستحق ہے، اور جو ترکہ ہندہ کا زیور وغیرہ رہا ہے اس میں تصرف کا واسطے تربیت پسر متوفیہ کے کون مستحق ہے، اور کس کے پاس رہے گا، بیّنوا توجروا۔

مرشدِ دین، ہادیِ راہِ متین جناب مولانا محمد احمد رضا خاں صاحب دام فیضکم، بعد تسلیم بصد تعظیم

عـــہ لیس فی ھذا الجواب علامۃ الاختتام وظنی انہ کامل۔ (عبدالمنان الاعظمی)

اس جواب کے اختتام پر علامت نہیں ہے تاہم میرے گمان میں یہ تام ہے۔ (ت) (عبدالمنان الاعظمی)

---

[1] درمختار کتاب النکاح باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۲

[2] ردالمحتار کتاب الحجر داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۹۱

Marfat.com

تکریم عرض پرداز خدمت سامی ہے، استفتاء ارسال خدمت سامی ہے، یہاں کے بعض علماء ایسا فرماتے ہیں کہ زوجِ ہندہ کل ترکہ ہندہ کا مالک نہیں ہوسکتا، نہ اس میں تصرف واسطے تعلیم وتربیت پسر کرسکتا ہے، صرف اپنے حصہ چہارم وحصۂ پسرِ ہندہ میں اس کو حق تصرف کا ہے، ترکہ ہندہ سے چہارم اس کے پدر متوفی کا ہے وچہارم ہندہ کے برادران کو ملنا چاہئے، اندریں باب جیسا حکمِ شرع ہو اُس سے نیازمند کو آگاہی بخشیں، فقط۔

الجواب

لڑکا جبکہ سات سال سے زیادہ عمر کا ہے اپنے باپ کے پاس رہے گا، اور متروکۂ ہندہ سے جو حصہ پسر کو ملا یعنی بارہ۱۲ سہام سے سات سہم، اس میں تصرف شرعی کا اختیار بھی پسر کے باپ ہی کو ہوگا، ماموؤں کو کوئی تعلق نہیں، جس طرح چھٹا حصہ کہ ترکۂ ہندہ سے پدرِ ہندہ کو پہنچا، وہ وارثان پدرِ ہندہ کا ہے، اُس سے شوہر کو کچھ علاقہ نہیں،

فی الشامیة عن الفتح یجبر الاب علی اخذ الولد بعد استغنائه عن الام، لان نفقته وصیانته علیه بالاجماع اھ[1]، وفی الدر المختار ولیه ابوه ثم وصیه، ثم جده ثم وصیه، ثم القاضی او وصیه، دون الام او وصیها، ھذا فی المال اھ[2] مختصرا۔ واللّٰه سبحنه وتعالٰی اعلم۔

فتاوٰی شامی میں فتح سے ہے جب بچہ ماں کی پرورش سے مستغنی ہوجائے تو باپ کو بیٹا واپس لینے پر مجبور کیا جائے گا کیونکہ بچّے کا خرچہ اور تربیت والد کے ذمہ بالاجماع ہے اھ، اور درمختار میں ہے بچّے کا ولی اس کا باپ پھر اس کا وصی، پھر دادا پھر اس کا وصی، پھر قاضی یا اس کا وصی ہے، ماں یا اس کا وصی ولی نہیں ہے، یہ ترتیب مالی ولایت میں ہے اھ مختصرا۔ واللّٰہ سبحنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳۹: از لشکر گوالیار نیا بازار مکان حکیم شریف حسین خاں مرسلہ علی حسین خاں ۴ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

تسلیمات نیازمندی معروض خدمت، عرض حال یہ ہے کہ یہاں کچہری صاحب جج یک مقدمہ

---

[1] ردالمحتار کتاب الطلاق باب الحضانۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۴۰

[2] درمختار کتاب الماذون مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۰۳

Marfat.com

سرپرستی دائر ہے اس کی کیفیت خلاصہ تحریر کرتا ہوں: میرے دادا حکیم ولایت علی خاں مرحوم نے تین شادیاں کریں، اول زوجہ سے ۲ دو پسر اور ایک دختر تولد ہوئے، اول بی بی کی اولاد سے جو کہ ۲ دو پسر تھے ان میں سے ایک پسر کلاں لاولد فوت ہوا، دوسرا پسر خورد بعارضۂ جسمانی ہاتھ پاؤں سے معذور ہنوز بحیات موجود ہے۔ دوسری بی بی کی اولاد سے والد حکیم شریف حسین خاں مرحوم۔ تیسری بی بی کی اولاد سے ایک پسر مفلوج الاعضا مخبوط الحواس ہنوز موجود ہے، دادا صاحب نے قبل از وفات ایک درخواست عرضی بایں مضمون سرکار میں پیش کی کہ بعد وفات میری تنخواہ سالانہ ۳۴ و جاگیر جو سرکار سے مقرر ہے بجائے اسم میرے نام شریف حسین خاں معہ تنخواہ و جاگیر کے مقرر فرمایا جائے، بعد از چندے دادا صاحب کا انتقال ہوگیا، ایک عرصہ بعد ۲۷ نومبر ۱۸۹۴ء کو تقرری اسم والدم سرکار مقرر فرمایا گیا، بعد تقرری اسم والدم تنخواہ خود سے بطور پرورش برادر خورد مفلوج مخبوط الحواس کو ۱۲ روپے ماہوار، اور والدہ مخبوط الحواس کو ۲۰ جملہ ۳۲ روپیہ ماہوار تادم مرگ دیئے گئے، اور مکان سکونتی دادا صاحب میں مقیم رکھا، اثنائے حال میں والدم حکیم شریف حسین خاں کا بتاریخ ۱۳ محرم ۱۳۱۵ھ مطابق ماہ جون تاریخ ۱۵ ۱۸۹۷ء کو انتقال ہوگیا، اور ۱۷ جون ۱۸۹۷ء کو والدۂ مخبوط الحواس بھی بعارضۂ ہیضہ علیل ہوئیں، اس وقت مکان سکونتی سے والدۂ مخبوط الحواس یعنی میری دادی صاحبہ کو دونوں برادر حقیقی مولوی عبدالغفار و عبدالستار آکر اپنے مکان پر لے گئے، ۲۲ جون ۱۸۹۷ء کو بخانۂ برادران مذکور میری دادی صاحبہ فوت ہوگئیں، بعد فوت ہو جانے میری دادی صاحبہ کے ہر دو برادران دادی صاحبہ نے مکان سکونتی و دکانات پر آکر میرے قفل لگائے ہوئے توڑ کر اپنے قفل از راہِ مداخلت بیجا کے لگا دیئے، جب میں نے فوجداری میں استغاثہ کیا تو مولوی عبدالغفار ملزمان نے اپنی سرپرستی بہ نسبت اُس مخبوط الحواس یعنی ہمشیرہ زادہ خود ظاہر کیا، چنانچہ یہ مقدمہ درجہ بدرجہ کچہری صاحب جج تک پہنچ گیا ہے صاحب جج نے فتویٰ شرع شریف بہ نسبت سرپرستی ملزمان مذکور طلب کیا ہے، لہٰذا خدمت عالی میں عرض کر کے طلبگار فتویٰ کا ہوں۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حق پرستی مخبوط الحواس کی میری جائز ہے یا بمقابلہ میرے ہر دو ماموں مخبوط الحواس کی سرپرستی درست ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

مخبوط ناعاقل یا صغیر نابالغ کی سرپرستی ۲ دو امر میں ہے: ایک ۱ نکاح، دوسرے ۲ مال۔ اس مخبوط کی ولایتِ نکاح تو اس کے بھائی کو ہے جو حکیم ولایت علی خاں کی زوجہ اولیٰ سے ہے، اور

Marfat.com

اس کا ہاتھ پاؤں سے معذور ہونا مانع ولایت نہیں بشرطیکہ عاقل بالغ ہو، ورنہ سائل کہ اس مخبوط کا بھتیجا ہے، اس کا ولی ہے، اس کے ہوتے ماموں کوئی چیز نہیں۔ درمختار میں ہے:

الولی فی النکاح العصبة بنفسه علی ترتیب الارث والحجب بشرط حریة وتکلیف، فان لم یکن عصبة فالولایة للام، ثم الاخت، ثم ولد الام، ثم ذوی الارحام العمات، ثم الاخوال[1] الخ باختصار۔

نکاح میں ولی، عصبہ بنفسہ وراثت اور وراثت سے مانع بننے (حجب) کی ترتیب پر بشرطیکہ وہ آزاد اور مکلف ہوں، اور اگر عصبات نہ ہوں تو ماں کو ولایت ہوگی پھر بہن پھر ماں کی اولاد پھر ذوالارحام پھوپھیوں کو، پھر ماموں کو، الخ باختصار (ت)

اور ولایتِ مال صرف اس شخص کو ہے جسے حکیم ولایت علی خاں اپنے بعد اپنی اولاد و جائداد کی غور پرداخت سپرد کر گئے، اپنا وصی بنا گئے ہوں وہ نہ رہا ہو تو وہ شخص جسے وصی مذکور اسی طرح اپنا وصی کر گیا ہو، وہ بھی نہ ہو تو وہ جسے مخبوط کے دادا نے اپنا وصی کیا ہو، وہ بھی نہ رہا ہو تو وہ جسے دادا کا وصی اپنا وصی کر گیا، ان کے سوا کسی کو اس مخبوط کی ولایتِ مال نہیں پہنچتی۔ درمختار میں ہے:

ولیه ابوه ثم وصیه بعد موته، ثم وصی وصیه، ثم بعدھم جدہ الصحیح، و ان علا ثم وصیه، ثم وصی وصیه، ثم القاضی او وصیه ھذا فی المال بخلاف النکاح، کما مر فی بابه[2] واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

اس کا ولی باپ، اس کی موت کے بعد اس کا وصی، پھر وصی کا وصی، پھر ان کے بعد حقیقی دادا اوپر تک، پھر اس کا وصی، پھر اس کے وصی کا وصی، پھر قاضی یا اس کا وصی۔ یہ مالی ولایت ہے اور نکاح کی ولایت اس کے خلاف ہے، جیسا کہ نکاح کے باب میں گزرا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴۰: از پٹنہ محلہ لودی کٹرہ مرسلہ قاضی محمد عبدالوحید صاحب ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ نابالغوں کے لئے حدِ بلوغ کیا ہے؟ مرد ہوں یا عورت۔

---

[1] درمختار — کتاب الولی — مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۳

[2] درمختار — کتاب الماذون — " ۲/۲۰۳

Marfat.com

الجواب

لڑکا بارہ[۱۲] سال اور لڑکی نو[۹] برس سے کم عمر تک ہرگز بالغ و بالغہ نہ ہوں گے، اور لڑکا لڑکی دونوں پندرہ برس کامل کی عمر میں ضرور شرعاً بالغ و بالغہ ہیں، اگرچہ آثارِ بلوغ کچھ ظاہر نہ ہوں، ان عمروں کے اندر اگر آثار پائے جائیں، یعنی خواہ لڑکے خواہ لڑکی[۱] سوتے خواہ جاگتے میں انزال ہو یا لڑکی کو حیض آئے یا جماع سے لڑکا حاملہ کردے یا لڑکی کو حمل رہ جائے تو یقیناً بالغ و بالغہ ہیں، اور اگر آثار نہ ہوں مگر وہ خود کہیں کہ ہم بالغ و بالغہ ہیں، اور ظاہر حال ان کے قول کی تکذیب نہ کرتا ہو، تو بھی بالغ و بالغہ سمجھے جائیں گے اور تمام احکام بلوغ کے نفاذ پائیں گے، اور اگر[۲] داڑھی مونچھ نکلنا یا لڑکی کے پستان میں اُبھار پیدا ہونا کچھ معتبر نہیں۔ درمختار میں ہے:

بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والجارية بالاحتلام والحيض والحبل، فان لم يوجد فيهما حتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة به يفتى وادنى مدته له اثنتا عشرة سنة، ولها تسع سنين۔[۱]

لڑکے کا بلوغ احتلام یا بیوی کو حاملہ کرنا یا انزال سے معلوم ہوگا، اور لڑکی کا بلوغ حاملہ ہونے حیض اور احتلام سے ظاہر ہوگا۔ اگر دونوں میں کوئی علامت ظاہر نہ ہو تو مفتی بہ قول کے مطابق دونوں کی عمر پندرہ سال ہو جانے پر، اور کم از کم مدت بلوغ لڑکے میں بارہ سال اور لڑکی کی نو سال عمر ہے (ت)

اسی میں ہے:

فان راهقا فقالا بلغنا صدقا، ان لم يكذبهما الظاهر، فيشترط لصحة اقراره ان يكون يحتلم مثله والا لا يقبل قوله، شرح وهبانية، وهما حينئذ كبالغ حكما فلا يقبل جحوده البلوغ بعد اقراره مع احتمال

دونوں مراہق تھے تو انھوں نے کہہ دیا کہ ہم بالغ ہیں، تو تسلیم کیا جائے گا بشرطیکہ ان کا ظاہر حال ان کو جھوٹا نہ بنائے تو اس کے اقرار کی صحت کیلئے اس جیسوں کا بالغ ہونا ممکن ہو ورنہ اس کی بات قبول نہ ہوگی، وہبانیہ۔ تو اقرار کے بعد وہ بالغ کے حکم میں ہونگے لہذا اب ان کا انکار قابل قبول نہ ہوگا

عــه[۱] لفظ لڑکی کے بعد "کو" ہونا چاہئے۔ عــه[۲] یہاں "اگر" زلہ قلم ناسخ سے ہے۔ عبدالمنان الاعظمی

---

[۱] درمختار کتاب الحجر مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۹۹

Marfat.com

حالہ[1] اھ باختصار۔

بشرطیکہ حال موافق ہو، اھ مختصرًا۔ (ت)

عالمگیریہ میں ہے:

ولا یحکم بالبلوغ ان ادعی وھو مادون اثنتا عشرۃ سنۃ فی الغلام وتسع سنین فی الجاریۃ کذا فی المعدن[2]۔

بلوغ کا حکم لڑکے میں بارہ سال سے کم اور لڑکی میں نو سال سے کم پر نہ دیا جائے۔ معدن میں ایسے ہی ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لا اعتبار لنبات العانۃ ولا اللحی، واما نھود الثدی ففی الحموی انہ لایحکم بہ فی ظاہر روایۃ، وکذا ثقل الصوت کما فی شرح النظم الہاملی ابو السعود، وکذا شعر الساق والابط والشارب[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

زیرناف بالوں اور داڑھی کا اعتبار نہیں ہے، اور لڑکی کے پستانوں کا اُبھرنا تو حموی میں کہا ظاہر روایت میں بلوغ کا حکم نہ ہوگا، اور یوں ہی آواز بھاری ہونا بھی معتبر نہیں، جیساکہ ہاملی کی نظم کی شرح میں ہے، ابوالسعود۔ اور یُونہی پنڈلی، بغل اور مونچھوں کے بال بھی معتبر نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴۱: ۲۶ شعبان ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید مجنون ہوگیا، اور اس کے ورثاء میں اس کی ایک بیوی (ہندہ) اور اس کے چند لڑکی لڑکا اور اس کا ایک برادر حقیقی خورد عمرو موجود ہے، زید نے بزمانۂ صحت وثبات عقل اپنے مکان مسکونہ کے علاوہ اپنی مملوکہ ایک دوسرے مکان میں عمرو کو بودوباش کی اجازت دے دی تھی، چنانچہ عمرو تخمینًا دس سال سے مکان مذکور میں سکونت پذیر ہے، عمرو کا چونکہ اب یہ ارادہ ظاہر ہوا کہ ڈیڑھ دو سال کے بعد بارہ سال گزرنے پر وہ زید کے مکان پر حق موروثیت قائم کرے گا، اس واسطے ہندہ عمرو سے کہتی ہے کہ اگر میری تم کفالت نہ کرو، اور مکان کا کرایہ بھی مطلق نہ دو، تو زید کے مکان کا کرایہ نامہ ہی لکھ دو، مگر عمرو اس سے قطعًا انکار کرتا ہے، شرعًا اس میں کیا حکم ہے، آیا ہندہ کا عمرو سے کرایہ نامہ مکان کے تحریر کردینے کے واسطے کہنا شرعًا بجا

---

[1] درمختار کتاب الحجر مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۹۹

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الحجر الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۶۱

[3] ردالمحتار " فصل فی بلوغ الغلام دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۹۷

Marfat.com

ہے یا نہیں؟ اور عمرو کا کرایہ نامہ لکھنے سے انکار کرنا شرعاً روا ہے یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ ہندہ مذکور کی ایک لڑکی قریب بلوغ ہے اور ہندہ اس کا عقد کرکے اپنا وارث بنانا چاہتی ہے مگر عمرو مذکور اس امر سے سخت مانع ہے تاکہ ہندہ اپنا کسی کو وارث بناکر مملوکہ مکان سے بے دخل نہ کرا دے، لہذا شرعاً ایسے شخص کے واسطے کیا حکم ہے؟ اور ہندہ کو شرعاً کیا کرنا چاہئے؟ بیّنوا بالدلیل و توجروا الجزیل۔

الجواب

جبکہ زید اُس دوسرے مکان کا بھی مالک تھا اور اس نے عمرو کو احساناً سکونت کے لئے دیا تھا تو زید کے مجنون ہوتے ہی وہ عاریت جاتی رہی، اور عمرو کو کوئی اختیار اس میں منفعت سکونت کا نہ رہا لان المجنون لاتصرف لہ ولا علیہ لاحد ولایۃ التبرع من مالہ (کیونکہ مجنون کا کوئی تصرف معتبر نہیں اور اس کے مال کو تبرع میں دینے کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔ ت) عمرو پر لازم ہے کہ وہ مکان کو خالی کر دے، ورنہ کرایہ نامہ باضابطہ لکھ کر معقول کرایہ جو ایسے مکان کے لئے ہوتا ہے ادا کرے، ورنہ سخت گنہگار ہوگا، خالی کرایہ نامہ لکھ دینا کافی نہ ہوگا، لڑکی کا عقد کسی کفو سے خود کر دے، اور وُہ نہ مانے تو اس کی ماں کہیں معقول جگہ کر دے۔ ولی اگرچہ عمرو ہے، مگر جب وہ بدنیتی سے انکار کرے تو ماں باختیارِ خود اس کا نکاح کر سکتی ہے، حسبِ بیان سائل اور کوئی لڑکی کا ولی نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴۲

از پیلی بھیت سلخ جمادی الاولٰی ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے منجملہ چند ورثاء کے صرف ایک وارث کے نام جائداد بذریعہ بیعنامہ جس کا زرِ ثمن مشتری نے ادا نہیں کیا لکھ دی، اس کے چوتھے روز یعنی تحریر بیعنامہ سے بائع فوت ہوگیا بائع کے مرض کی طرف سے غالب گمان اس کے فوت ہونے کا تھا، اور بہت ضعیف گمان اس کے صحت یاب ہونے کا تھا، اب اس صورت میں یہ تحریر مرض الموت میں تصوّر کی جا سکتی ہے، اور مرض الموت کتنی مدت تک مانا جا سکتا ہے؟

الجواب

ہاں یہ تحریر مرض الموت میں ہُوئی جب تک مرض سے خوفِ ہلاک غالب ہو مرض الموت ہے، جب مرض مزمن ہو جائے خوفِ ہلاک غالب نہ رہے اُس وقت وہ مرض الموت نہیں رہتا، جب تک اس میں نئی ترقی ہو کر پھر خوفِ ہلاک کا غلبہ نہ ہو جائے، درمختار میں ہے:

المختار انہ ماکان الغالب منہ مختار قول یہ ہے کہ اتنی مدت جس میں موت

Marfat.com

الموت وان لم یکن صاحب فراش[1]۔

عادتاً واقع ہوتی ہے اگر وہ صاحبِ فراش نہ ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں نورالعین سے اس میں محیط سے ہے:

ذکر محمد فی الاصل مسائل تدل علی ان الشرط خوف الھلاك غالباً، لاکونه صاحب فراش[2]۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے مبسوط میں فرمایا بہت سے مسائل اس پر دال ہیں کہ غالب طور موت واقع ہوسکتی ہو، صاحبِ فراش ہونا شرط نہیں (ت)

اسی میں زیلعی سے ہے:

لانه فی ابتدائه یخاف منه الموت، ولھذا یتداوی فیکون مرض الموت، وان صار صاحب فراش بعد التطاول فھو کمرض حادث حتی تعتبر تصرفاته من الثلث[3]۔

کیونکہ اس کے ابتداء میں ہی موت کا خطرہ ہوتا ہے اس کا علاج بھی ہو تو اس کو مرض موت کہا جائیگا اور لمبی مدت کے بعد وہ صاحبِ فراش بنے تو نیا مریض قرار پائے گا حتی کہ صاحبِ فراش ہونے سے قبل کے تصرفات ثلث میں معتبر ہونگے (ت)

اور مرض الموت میں ایک وارث کے ہاتھ بیع اگرچہ مناسب قیمت کو بھی ہو بے اجازت دیگر ورثہ باطل ہے ہاں اگر وُہ جائز کردیں جائز ہوجائے گی۔ درمختار میں ہے:

وقف بیع المریض لوارثه علی اجازة الباقی[4]۔

مریض کا اپنے وارث کو مال فروخت کرنا دوسرے ورثاء کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فان مات منه ولم تجز الورثة بطل، فتح[5]، واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر اس مرض میں فوت ہوگیا اور باقی ورثاء نے جائز نہ کیا ہو تو بیع باطل ہوجائے گی، فتح۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

[1] درمختار	کتاب الوصایا	مطبع مجتبائی دہلی	۲/۳۲۰
[2] ردالمحتار	کتاب الطلاق باب طلاق المریض	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۵۲۰
[3] ردالمحتار	کتاب الوصایا	" "	۵/۴۲۳
[4] درمختار	کتاب البیوع فصل فی الفضولی	مطبع مجتبائی دہلی	۲/۳۲
[5] ردالمحتار	" "	داراحیاء التراث العربی بیروت	۴/۱۳۹

Marfat.com

مسئلہ ۲۴۳ مستفسرہ مولوی عبد اللہ صاحب طالب علم بہاری بروز چہارشنبہ ۲ شعبان ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ زید نے اور زید کے لڑکے دونوں نے مل کر ایک بقال سے اپنے مکان ذاتی پر روپیہ قرض لیا، بعد چند عرصہ کے اس بقال نے کہ جس کا قرض ہے نالش عدالت میں دائر کردی، اب وہ نیلام ہونے لگا، اور اس بقال کی ڈگری ہوگئی، تو زید کے پوتے حقیقی نے کہ جو زید اور زید کے لڑکے سے ہمیشہ علیحدہ رہتا تھا، اپنی بذات خاص سے وہ روپیہ قرضدار کا ادا کردیا، اور نیلام اپنے نام سے چھڑا لیا، اُس وقت میں جب یہ قرض ادا کیا گیا تھا اور نیلام چھڑایا گیا زید زندہ تھا اور زید کا لڑکا بھی زندہ تھا، اب زید فوت ہوگیا اور زید کا لڑکا حیات ہے، مگر مثل پیشتر کے اب بھی اپنے باپ سے علیحدہ ہے، اب اس وقت میں زید کا لڑکا یعنی اس نیلام چھڑانے والے کا باپ اپنے اُس لڑکے کو اس مکان سے نکالتا ہے کہ جس نے قرض ادا کیا تھا اور نیلام چھڑایا تھا اور بوجہ نیلام چھڑانے کے وہ مکان زید کا زید کے پوتے کے نام ہے، زید کے پوتے کی والدہ کا انتقال ہوگیا اور زید کے لڑکے نے اپنی دوسری شادی کرلی، زید کے پوتے کو اس والدہ دوسری سے کچھ تعلق نہیں ہے، لہذا زید کا پوتا اپنا روپیہ جو نیلام میں دیا ہے پاسکتا ہے یا اُس مکان کو پاسکتا ہے؟ مطابق شرع شریف کے جواب تحریر فرمایا جائے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر زرِ ڈگری کم تھا اور نیلام زیادہ کو ہوا، اور قرض دے کر باقی روپیہ مالکانِ مکان کو دیا گیا اگرچہ ایک ہی روپیہ یا اس سے بھی کم ہو، اور مالکان نے وہ بقیہ لے لیا، تو زید کا پوتا اس مکان کا مالک ہوگیا، زید کا بیٹا اسے نہیں نکال سکتا، اور اگر مالکان مکان نے زرِ نیلام کچھ نہ پایا تو شریعت میں زید کا پوتا اس مکان کا مالک نہ ہوا، نہ وہ شرعاً مکان کا مستحق ہے، نہ پسر زید سے زرِ نیلام کا دعویٰ کرسکتا ہے، مکان پسرِ زید و وارثانِ زید کا ہے، زید کا پوتا اپنے روپے کا مطالبہ عند الشرع اُس بنیے سے کرسکتا ہے، اور ظاہر ہے کہ دنیا میں اس سے نہیں لے سکتا، لہذا صبر کرے کہ اس نے خود اپنا مال ضائع کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۴۴ تا ۲۴۶ مسئولہ عبد الوحید محلہ سہرارا باغ الہ آباد بروز سہ شنبہ ۸ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

(۱) شریعت میں مجنون کی کیا تعریف ہے؟

(۲) مجنون کی ولایت کا حق کن لوگوں کو حاصل ہے؟

(۳) مجنون کا حق شرعی جو اُس کے مورث کے مال سے اس کو پہنچا ہو مجنون کی حالتِ جنون میں اس کے

Marfat.com

حصہ کی ولایت کا حق کن لوگوں کو حاصل ہے؟

(۴) شرعاً مجنون وصبی ایک حکم میں ہیں یا علیحدہ علیحدہ؟

(۵) مجنون کی حالت جنون میں اپنی زوجہ کو طلاق دے دے تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

(۶) ہندہ کے ورثا زید سے ایسی حالت میں کہ زید مجنون ہے ڈرکر لفظ طلاق کہلوائیں تو طلاق واقع ہوجائیگی یا نہیں؟ اور ایسی حالت میں اس کا کوئی ولی اس موقع پر موجود نہ ہو۔

(۷) مسلوب العقل ہونے کی حیثیت سے صبی اور مجنون کا ایک حکم ہے یا علیحدہ؟

(۸) صبی کی طلاق حالت صبا میں واقع ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب الملفوظ

(۱) جس کی عقل زائل ہوگئی ہو بلاوجہ لوگوں کو مارے، گالیاں دے، شریعت نے اس میں کوئی اپنی اصطلاح جدید مقرر نہیں فرمائی، وہی ہے جسے فارسی میں دیوانہ، اردو میں پاگل کہتے ہیں، واللہ تعالےٰ اعلم۔

(۲) مجنون کی ولایت عصبہ کو ہے، سب میں مقدم اس کا بیٹا عاقل بالغ، وہ نہ ہو تو باپ، پھر دادا، پھر بھائی، پھر بھتیجا، پھر چچا، پھر چچا کا بیٹا الی آخر العصبات۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) ولایت مال صرف سات کو ہے، بیٹا، پھر اس کا وصی، پھر باپ، پھر اس کا وصی، پھر دادا، پھر اس کا وصی، یا ان وصیوں کا وصی علی الترتیب، اور ان میں کوئی نہ ہو تو حاکم اسلام، واللہ تعالےٰ اعلم۔

(۴) شرعاً مجنون وصبی غیر عاقل ایک حکم میں ہیں، اور صبی عاقل کا حکم اس سے جدا ہے، وہ خرید وفروخت باجازت ولی کرسکتا ہے اور مجنون نہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم

(۵) مجنون کی طلاق نہیں واقع ہوسکتی۔ واللہ تعالےٰ اعلم

(۶) ڈرائیں یا نہیں، ولی موجود ہو یا نہیں، مجنون کے دئے طلاق نہیں ہوسکتی جبکہ اس کا جنون ثابت ہو۔ واللہ تعالےٰ اعلم

(۷) اس کا جواب گزرا کہ صبی لاعقل اور مجنون کا ایک حکم ہے، واللہ تعالےٰ اعلم

(۸) نہیں واقع ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۵۲

۱۲ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک بیعنامہ بنام بکر

Marfat.com

تصدیق کرادیا، نقل شاملِ سوال ہے، مگر زرِثمن کالین دین نہیں ہوا صرف اقرار ہوا ہے، مگر اس کے بعد ایک دعوٰی تنسیخ دستاویز مذکور کا زید نے کچہری میں کیا، دعوٰی اور جوابِ دعوٰی بھی شاملِ سوال ہے، تو دریافت طلب یہ ہے کہ کیا جبکہ حواس صحیح نہ ہوں اس کی بیع مذکور بغبن فاحش ہے، اور اس کو ایسی بیع کا اختیار ہے یا نہیں؟ اور اگر کرے تو کیا حکم ہے؟

الجواب

جو شخص کم سمجھ ہو تدبیر ٹھیک نہ ہو، کبھی عاقلوں کی سی باتیں کرے کبھی مدہوشوں کی سی، اگر جنون کی حد تک نہ پہنچا ہو، لوگوں کو بے سبب مارتا گالیاں دیتا نہ ہو، وہ معتوہ کہلاتا ہے، شرعاً اس کا حکم سمجھ وال بچے کی مثل ہے، اگر برابر بلکہ دونی قیمت کو بیچے وہ بھی بے اجازت ولی مال نافذ نہیں، اگر یہ ولی رد کردے گا باطل ہوجائے گی، اور غبن فاحش کے ساتھ جس طرح حسبِ بیان سائل صورت سوال میں ہے کہ پچاس ہزار کی جائداد بیس ہزار کو بیع کی۔ ایسی بیع تو باطل محض ہے، کہ ولی کی اجازت سے بھی نافذ نہیں ہوسکتی حتی کہ اگر خود معتوہ بعد صحت اسے جائز کرے جائز نہ ہوگی،

فان الاجازۃ انما تلحق الموقوف وھذا باطل لصدورہ ولا مجیز۔

کیونکہ اجازت تو موقوف کو ملتی ہے جبکہ یہ باطل ہے کیونکہ جب اس کا صدور ہوا تو کوئی اجازت دینے والا نہ تھا۔ (ت)

درمختار میں ہے، المعتوہ حکمہ کممیز[1] (معتوہ کا حکم تمیز رکھنے والے کی طرح ہے۔ ت)،

ردالمحتار میں ہے:

احسن ماقیل فیہ من کان قلیل الفہم مختلط الکلام فاسد التدبیر الا انہ لایضرب ولایشتم کما یفعل المجنون، درر[2]۔

معتوہ کی تعریف بہتر قول یہ ہے کہ وہ قلیل الفہم، غلط ملط کلام اور فاسد تدبیر والا ہے صرف یہ کہ وہ ضرب وشتم نہیں کرتا جیسے مجنون کرتا ہے، درر۔ (ت)

درمختار میں ہے:

تصرف الصبی والمعتوہ الذی یعقل البیع

بچے اور معتوہ جو بیع شراء کی سمجھ رکھتا ہے ان کا

---

[1] درمختار | کتاب الحجر | مطبع مجتبائی دہلی | ۱۹۸/۲
[2] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۹۰/۵

Marfat.com

والشراء ان کان نافعا محضا کالاسلام و الاتہاب صح بلا اذن، وان ضارا کالطلاق والقرض لا، وان اذن به ولیهما، وما تردد من العقود بین نفع وضرر کالبیع والشراء توقف علی الاذن[1] (باختصار)۔

وہ تصرف جو محض نافع ہو تو ولی کی اجازت کے بغیر صحیح ہے مثلاً اسلام قبول کرنا اور ہبہ قبول کرنا، اور وہ تصرف جو نفع و ضرر دونوں پہلو رکھتا ہو تو ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا جیسے بیع و شراء، (باختصار)۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله کالبیع ای لو بضعف القیمة[2]

اس کا قول "بیع" یعنی اگر وہ دُگنی قیمت پر بھی ہو۔ (ت)

جامع الصغار میں ہے:

لوان الصبی طلق او وهب او تصدق او باع بمحاباة فاحشة او اشتری باکثر من قیمته قدر مالا یتغابن الناس فی مثله او غیر ذلك من العقود فما لو فعله ولیه فی صغره لایجوز علیه، فهذه العقود کلها باطلة لا تتوقف، وان اجازها الصبی بعد البلوغ لا تجوز[3]

اگر بچّے نے طلاق دی یا ہبہ کیا یا صدقہ کیا یا سستا فروخت کیا یا زیادہ قیمت پر خریدا جو بازار کی کمی بیشی سے زائد ہو وغیرہ، تو یہ امور بچّے کے لئے ولی اس کی نابالغی میں کرے تو جائز نہ ہوں گے، لہٰذا خود بچّے نے کئے تو باطل ہوں گے اور ولی کی اجازت پر موقوف نہ رہیں گے، اور اگر خود بھی بالغ ہونے کے بعد جائز کرنا چاہے تو جائز نہ ہونگے۔ (ت)

ہاں اگر معتوہ یا نابالغ کو اس کے ولی مال یعنی باپ نے، اور وہ نہ ہو تو باپ کے وصی اور وہ نہ ہو تو دادا، اور وہ نہ ہو تو اس کے وصی، اور وہ نہ ہو تو حاکم و قاضی نے تجارت کا اذن دے دیا ہے، تو اس کی بیع جائز ہے اگرچہ غبن فاحش سے ہو۔ درمختار میں ہے:

فان اذن لهما الولی فهما فی شراء و بیع کعبد ماذون فی کل

اور بچہ اور معتوہ کو بیع و شراء میں ولی کی اجازت ہو تو ماذون غلام کی طرح اس کے تمام احکام

---

[1] درمختار | کتاب الماذون | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/۲۰۳

[2] ردالمحتار | 〃 | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۵/۱۱۰

[3] جامع احکام الصغار علی ہامش جامع الفصولین فی مسائل البیوع | اسلامی کتب خانہ کراچی | ۱/۱۸۵

Marfat.com

احکامہ[1] ہوں گے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فیجوز بیعہ بالغبن الفاحش عندہ خلافا لھما[2]۔

تو غبن فاحش کے ساتھ اس کی بیع امام صاحب کے نزدیک جائز ہوگی، صاحبین اس کے خلاف ہیں۔ (ت)

عالمگیریہ میں ہے:

المعتوہ الذی یعقل البیع والشراء بمنزلۃ الصبی یصیر ماذونا باذن الاب والوصی والجد دون غیرھم، خزانۃ المفتین، ولو اذن للمعتوہ ابنہ کان باطلا، وعلی ھذا لواذن لہ اخوہ اوعمہ اوواحد من اقربائہ سوی الاب والجد فاذنہ باطل، مبسوط (باختصار)[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

معتوہ جو بیع وشراء کی سمجھ رکھتا ہے وہ بچے کی طرح ہے باپ دادا اوران کی اجازت سے ماذون ہوسکے گا غیر کی اجازت نہیں، خزانۃ المفتین۔ اور اگر معتوہ کو بیٹا اجازت دے تو باطل ہوگا، اس بنا پر اگر بھائی یا چچا یا کوئی اور قریبی اجازت دے جو باپ دادا کا غیر ہو تو یہ اجازت باطل ہوگی، مبسوط (باختصار) واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۵۳: از پروچڑان، موضع کوٹلہ مدھو، ڈاکخانہ غوث پور، ریاست بہاولپور، تحصیل خان پور مرسلہ ابوالمنظور محمد غوث بخش صاحب ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طلاق صبی کے متعلق جو اصول فقہ میں لکھتے ہیں کہ عندالحاجۃ واقع ہوجاتی ہے، حاجت کی کون کون صورتیں ہیں، آیا یہ صورت ذیل عندالحاجۃ میں داخل ہوسکتی ہے کہ ایک ناکح بعمر ۱۲ سال ہے اور منکوحہ اس کی بعمر ۲۸ سال، مگر اعمال اس عورت کے فاحشہ ہیں، حاملہ من الزنا ہوجاتی ہے اور اسقاط کرادیتی ہے، اور ایسا معاملہ اس سے بار بار ہوا ہے اور بوجہ غیر بلوغ ناکح وعدم بیتوتت کے نان نفقہ سے از حد تنگ ہے، تو ایک گونہ فعل حرام مذکور اس کا باخذ اجرت حرام اضطراری تصور ہوتا ہے، بر آں التماس ہے کہ بندہ گرد اور قاضی علاقہ کا ہے،

---

[1] درمختار کتاب الماذون مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۰۳
[2] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۱۰
[3] فتاوٰی ہندیہ کتاب الماذون الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ کراچی ۵/ ۱۱۲

Marfat.com

ایسی صورتیں واقع ہوتی ہیں بڑی تفصیل و کافی جواب سے ممتاز فرمائیں۔

الجواب

صبی ہرگز اہلِ طلاق نہیں، نہ اس کے دئے طلاق واقع ہو، نہ اس کی طرف سے اس کا ولی خواہ کوئی طلاق دے سکے، اگر دے ہرگز واقع نہ ہوگی، اصول میں کہ ذکر حاجت ہے صرف دو صورتوں میں منحصر ہے:

اول یہ کہ صبی عاقل کافر کی زوجہ اسلام لائی، حاکمِ شرع نے صبی پر اسلام پیش کیا، اس نے انکار کردیا، تفریق ہوگی، اور یہ مذہب صحیح میں طلاق قرار پائے گی۔

دوم یہ کہ صبی آلت بریدہ تھا، عورت نے دعوٰی کیا، قاضی نے تفریق کر دی، یہ بھی علی الصحیح طلاق ہے ولبس۔

تیسری صورت ایک قولِ ضعیف پر ہے کہ صبی عاقل معاذ اللہ مرتد ہوگیا، جو اسے طلاق جانتے ہیں طلاق کہیں گے، اور صحیح یہ کہ ردت سے نکاح فسخ ہوتا ہے اگرچہ شوہر ارتداد کرے، تو یہ طلاق نہیں۔ اس مسئلہ کی اعلٰی تحقیق مع ازالہ جملہ اوہام فتاوٰی فقیر کتاب الطلاق میں ہے۔ اشباہ احکام الصبیان میں ہے:

لا یقع طلاقہ ولا عتقہ الاحکما فی مسائل ذکرناھا فی النوع الثانی من الفوائد[1]

اس کی طلاق وعتاق واقع نہ ہونگی، مگر چند وُہ مسائل جن کو ہم نے فوائد نوع ثانی میں بیان کیا ہے میں حکماً صحت ہوگی۔ (ت)

قواعد میں فرمایا:

الصبی لایقع طلاقہ الا اذا اسلمت فعرض علیہ ممیزا فابٰی وقع الطلاق علی الصحیح وفیما اذا مجبوبا وفرق بینھما فھو طلاق علی الصحیح[2]

بچّے کی طلاق واقع نہ ہوگی مگر جب بیوی مسلمان ہوجائے اور قابلِ تمیز بچّہ ہو تو قاضی اس پر اسلام پیش کرے اور وہ انکار کرے تو صحیح قول کے مطابق اس کی طلاق صحیح ہوجائیگی اور ذکر کٹا ہوا ور قاضی تفریق کر دے تو صحیح قول کے مطابق وُہ طلاق ہوجائے گی۔ (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثالث احکام الصبیان ادارۃ القرآن کراچی ۲/۱۴۶

[2] " " " الفن الثانی " " " ۱/۵۵-۲۵۴

Marfat.com

ظاہر ہے کہ صورتِ سوال ان صورتوں میں نہیں، تو اس میں وہی حکم ہے کہ لایصح طلاقہ (اس کی طلاق صحیح نہ ہوگی۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، وصل علی سیدنا ونبینا و اٰلہ وصحبہ وسلم، الی جناب الفاضل العالم مفتی بلد بانس بریلی السید احمد رضا القادری سلمہ اٰمین، سیدنا، ماقولکم دام فضلکم فی رجل کان مرتب سبیل لہ بمکۃ علی یدنا فی کل عام ثلاثین روبیۃ، واعطانا فی حیاتہ مدۃ اعوام، ثم توفی الی رحمۃ اللہ، ولنا فی ذمتہ باقی کم سنۃ حق السبیل، ثم اتینا الی وارثہ واطلعناہ علی مابیدنا فاجاب المذکور بانی سأودی عن المیت ماھو محرر بموجب الدفتر و ما رضی بربیۃ عشرۃ، وحرر فیہ سندا بارسال المبلغ فی وقت معلوم، ثم لم یرسل فاتینا الیہ ثانیا و طلبنا منہ فاجاب، ان کان شرعا یجب علینا فانا اعطی افتونا ھل یجب علیہ اداء المبلغ الذی علی المیت بموجب اقرار نامۃ سندہ ام لا و لکم الاجر والثواب۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا و نبینا و آلہ وصحبہ وسلم، بریلی کے فاضل عالم مفتی الشاہ احمد رضا قادری سلمہ آمین کے نام استفتاء، ہمارے آقا آپ کی فضیلت دائم ہو، آپ کا کیا ارشاد ہے ایسے شخص کے متعلق کہ وہ ہماری جگہ میں سالانہ تیس روپے کرایہ پر سبیل لگاتا رہا وہ اپنی زندگی میں کچھ سال ہمیں تیس روپے دیتا رہا، پھر فوت ہوگیا، رحمۃ اللہ علیہ، جبکہ کئی سال کی رقم ہمارا حق اس کے ذمہ باقی ہے، پھر ہم اس کے ورثاء کے پاس آئے اور ان کو اطلاع دی کہ ہمارا حق مرحوم کے ذمہ ہے، تو اس کے وارث نے جواب دیا کہ مرحوم کے نام رجسٹر میں تحریر شدہ جو رقم ہوگی میں ادا کردوں گا، اور وہ صرف دس روپے دینے پر راضی ہوا اور ادائیگی کے لئے یادداشت لکھ دی کہ فلاں وقت یہ مبلغ تمھیں ارسال کردوں گا، مگر اس نے ارسال نہ کئے، تو ہم دوبارہ اس کے پاس آئے اور مطالبہ کیا تو اس نے جواب دیا کہ اگر شرعاً یہ ادائیگی ہمارے ذمہ ہو تو ادا کردوں گا، لہذا آپ فتویٰ جاری فرمادیں کہ کیا میت کے ذمہ اس کے اقرار نامہ کے مطابق جو رقم ہے وہ اس کے وارث پر ادا کرنا واجب ہے یا نہیں، آپ کو اجر و ثواب ہوگا۔ (ت)

Marfat.com

الجواب

نعم يجب على وارثه القابض بعده على امواله ان يؤدى ما عليه قال تعالٰی "من بعد وصية يوصى بها او دين[1]" وان كان قد ابقاه هذا جاريا فيجب عليه ايضا اداء ما على نفسه الى الأن قال تعالٰی "يايها الذين اٰمنوا اوفوا بالعقود[2]" وهذا اوقع العقد بحسب الشرع و وفی به صاحبه كما هو المرجوء - والله تعالٰی اعلم۔

ہاں میّت کا وارث جس نے میّت کے مال کو قبضہ میں لیا ہے اس پر میّت کے ذمہ قرض کو ادا کرنا واجب ہے، اللہ تعالٰی نے فرمایا وصیت شدہ یا قرضہ کو ادا کرنے کے بعد' اور اگر وہ معاہدہ پر تاحال عمل پیرا ہو اور وارث نے اسے باقی رکھا ہے تو وارث پر اپنی طرف سے بھی اس مدت کی یہ ادائیگی واجب ہے، اللہ تعالٰی نے فرمایا "اے ایمان والو! عقود کو پورا کرو" تو اس نے شریعت کی رُو سے یہ عقد واقع کیا ہے اور دوسرے فریق کیلئے اپنے ذمہ کو پورا کر دے جیسا کہ امید ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] القرآن الحکیم ۴/۱۱

[2] " " ۵/۱

کتاب الغصب

(غصب کا بیان)

مسئلہ ۲۵۵ یکم ذیقعد ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید غنی نے اپنے جوان پسر کی آمدنی یہ کہہ کر لینی شروع کی کہ ہم جمع رکھیں گے تاکہ تمہاری شادی میں خرچ کریں، اور واقع میں اس کے خلاف کیا، بلکہ وہ مال اپنے مصارف میں اٹھالیا، تو اس صورت میں زید پر اس کا تاوان آئے گا، یا مالِ پسر کا مالک سمجھا جائے گا، بیّنوا توجروا۔

الجواب

بیشک تاوان دے گا، اور ہرگز رضائے پسر نہ تھی تو گناہ علاوہ۔

قال تعالٰی ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[1]۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا، آپس کا مال باطل طریقہ سے نہ کھاؤ۔ (ت)

باپ بیٹے کے مال کا اس کی زندگی میں ہرگز مالک نہیں،

وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انت و اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ تُو اور

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۸۸

Marfat.com

مالك لابيك[1] من باب البر۔

تیرا مال تیرے باپ کا ہے تو یہ بھلائی کے باب میں ہے قانون نہیں ہے (ت)

فتح القدیر کے باب الوطی الذی یوجب الحد میں ہے:

لم تكن له ولاية تملك مال ابنه حال قيام ابنه[2]۔

اس کو یہ ولایت نہیں ہے جو بیٹے کی زندگی میں اس کے مال کا باپ کو مالک بنا دے (ت)

نہ باپ کو بے رضا و اجازت پسر اس کے مال سے ایک حبہ لینے کا اختیار،

قال تعالٰی الّا ان تكون تجارة عن تراضٍ منكم[3]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: بغیر اس کے کہ تمہاری رضامندی سے تجارت ہو۔ (ت)

مگر جبکہ باپ فقیر محتاج ہو اور بیٹا غنی، تو صرف بقدر نفقہ کے بلا اطلاعِ پسر بھی لے سکتا ہے اگرچہ بیٹا راضی نہ ہو،

وهو محمل قوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ان اطيب مااكل الرجل من كسبه وان ولده من كسبه[4]، قال فی الفتح اخرجه اصحاب السنن الاربعة عن عائشة رضی اللہ تعالٰی عنها صح **قلت** والدارمی والبخاری فی التاريخ **قال** حسنه

اور یہی محمل ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کا کہ آدمی کا اپنے کسب سے کھانا نہایت پسندیدہ ہے اور بیٹا اس کا کسب ہے، فتح میں فرمایا اس کو سنن اربعہ (ابوداؤد، نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ) کے اصحاب نے تخریج کیا ہے، اور حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت صحیح ہے۔ میں کہتا ہوں، اور دارمی

---

[1] کنز العمال حدیث ۴۵۴۷۱ و ۴۵۹۲۷ و ۴۵۹۲۸ و ۴۵۹۳۲ و ۴۵۹۳۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۴۶۶، ۵۷۷، ۵۷۸-۵۷۹
سنن الکبرٰی للبیہقی کتاب النفقات دار الفکر بیروت ۷/ ۴۸۰ و ۴۸۱
سنن ابن ماجہ ابواب التجارات باب ماللرجل من مال ولدہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۶۷

[2] فتح القدیر کتاب الحدود باب الوطی الذی یوجب الحد مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۳۷

[3] القرآن الکریم ۴/ ۲۹

[4] سنن ابن ماجہ ابواب التجارات باب الحث علی المکاسب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۵۵
سنن الکبرٰی للبیہقی کتاب النفقات باب نفقۃ الابوین دار صادر بیروت ۷/ ۴۸۰

Marfat.com

الترمذی قلت وصححہ ابوحاتم قال قدس سرہ فان قیل ھذا یقتضی ان لہ ملکا ناجزا فی مالہ، قلنا نعم لولم یقیدہ حدیث رواہ الحاکم وصححہ البیہقی عنہا مرفوعا ان اولادکم ھبۃ لکم یھب لمن یشاء اناثا ویھب لمن یشاء الذکور، واموالھم لکم اذا احتجتم الیہا، ومما یقطع بانہ مؤول، انہ تعالٰی ورث الاب من ابنہ السدس مع ولد ولدہ، فلوکان الکل ملکہ لم یکن لغیرہ شیئ مع وجودہ[1] اھ۔

اور بخاری نے اپنی تاریخ میں بھی اور ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے۔ میں کہتا ہوں اور اس کو ابوحاتم نے صحیح قرار دیا ہے، اور ابن ہمام قدس سرہٗ نے بیان کیا کہ اگر اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث کا مقتضٰی یہ ہے کہ بیٹے کا مال باپ کی قطعی ملکیت بن جائے، ہم جواب میں کہتے ہیں ہاں اگر حاکم کی روایت کردہ اور بیہقی کی صحیح کردہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع حدیث کہ تمہاری اولاد تمہارے لئے ہبہ ہے اللہ تعالٰی جس کو چاہے لڑکے ہبہ کرتا ہے اور جس کو چاہے لڑکیاں ہبہ کرتا ہے، اور ان کا مال تمہارا ہے جب تمہیں اس کی احتیاج ہو۔ پہلی حدیث کو مقید نہ کیا ہو (حالانکہ وہ اس سے مقید ہے) اور اس کے مؤول ہونے کی قطعی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے باپ کو بیٹے کے مال میں اس کی اولاد کی موجودگی میں چھٹے حصے کا وارث بنایا ہے اگر بیٹے کے کل مال کا مالک باپ ہو تو پھر باپ کی موجودگی کے باوجود غیر کو کچھ نہ ملے، اھ (ت)

درمختار میں ہے:

فی المبتغٰی للفقیر ان یسرق من ابنہ الموسر مایکفیہ ان ابی ولا قاضی ثمہ والا اثم[2] اھ، واللہ تعالٰی اعلم۔

مبتغٰی میں ہے، فقیر باپ کو اپنے امیر بیٹے کے مال سے کفایت کے مطابق چرا لینے کا حق ہے جب بیٹا دینے سے انکار کردے اور وہاں قاضی نہ ہو ورنہ باپ گنہگار ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۵۶: ۲۸ جمادی الآخرہ ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا یہ قول ہے کہ سود کا روپیہ اور چوری کا روپیہ اور جوئے کا روپیہ اور غصب کا روپیہ اور جو تجارت سودی روپیہ سے ہو اور وکالت یا مختارکاری کا پیسہ

---

[1] فتح القدیر باب النفقۃ فصل وعلی الرجل ان ینفق علی ابویہ الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۲۲۳
[2] درمختار کتاب الطلاق باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۷۴

Marfat.com

اور منصفی اور صدر صدوری اور فوج کی تنخواہ کا روپیہ، یہ سب حرام ہیں، اگر اس روپیہ سے کھانا تیار کیا جائے یا کپڑا بنایا جائے تو حرام ہے کھانا، ایسا کھانا حرام ہے، اور اس کھانا پر تسمیہ کرنا کفر ہے، اور عمرو کا یہ قول ہے کہ یہ پیسہ حرام نہیں ہے بلکہ مالکِ مال چور کو بعد چرا لے جانے مال کے بخش دے اگرچہ چور کو اس کے بخشنے کی خبر ہی نہ ہو، یعنی مالکِ مال یہ کہہ دے کہ جو میرا مال چور لے گیا ہے میں نے بخشا اور معاف کیا، تو وہ مال چور کی ملک ہوگیا، وہ حرام نہیں ہے، اسی طرح جوئے وغیرہ اور وکالت اور سود کا بھی یہ حکم ہے، اب زید کو جستجو اُس مال کی ہے جو از روئے شرع حرام ہے کہ اس سے بچنا اور احتراز کرنا بہتر ہے مسلمانوں کو، امید ہے کہ جو پیسہ حرام ہے اُس سے آگاہی فرمائی جائے تاکہ اُس پیسہ سے بچنا موجب خیرات و برکات کا ہو، اور حرام کے مال سے صدقہ اور خیرات کرکے امید ثواب کی رکھنا یہ درست ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا من اللہ تعالٰی۔

الجواب

سُود اور چوری اور غصب اور جُوئے کا روپیہ قطعی حرام ہے، اور اسی طرح وکالت و مختارکاری جس طرح اس زمانہ میں رائج قطعاً حرام ہے اور اس کی اجرت بھی قطعاً حرام، اور ہر وہ نوکری جس میں خلاف حکمِ خدا و رسول فیصلہ یا حکم کرنا پڑے خواہ ریاست اسلامی کی ہو یا غیر کی قطعاً حرام، اور اس کی اجرت بھی قطعاً حرام، یونہی ہر معصیت کی اجرت حرام ہے،

کل ذٰلک ثابت بالقراٰن العظیم والحدیث والفقہ، ومعروف معلوم عند اھل العلم وکل من رزق صحبتھم۔

یہ سب قرآن، حدیث اور فقہ سے ثابت ہے اور اہلِ علم اور ان کی مجلس میں رہنے والے حضرات کے ہاں معروف ہے (ت)

اور بے ضرورت سود دینا بھی اگرچہ حرام ہے کما فصلناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ت) مگر وُہ روپیہ کہ اس نے قرض لیا، اس سے تجارت میں جو کچھ حاصل ہو حلال ہے،

فان الخبث فیما اعطی لا فیما اخذ وھذا ظاھر جدا۔

کیونکہ خبث دئے ہوئے مال میں ہے جو نفع میں لیا اس میں نہیں ہے اور نہایت ظاہر ہے (ت)

اور حرام مال مثل زرِ غصب و رشوت و سرقہ و اجرت معاصی وغیرہ سے جو چیز خریدی جائے اس کی

Marfat.com

چند صورتیں ہیں :

ایک[1] مثلاً غلہ فروش کے سامنے روپیہ ڈال دیا کہ اس کے گیہوں دے دے، اس نے دے دئے یا بزاز کو روپیہ پہلے دے دیا کہ اس کا کپڑا دے دے۔ یہ گیہوں اور کپڑا حرام ہے۔

دوسرے[2] یہ کہ روپیہ پہلے تو نہ دیا مگر عقد و نقد دونوں اسی روپیہ پر جمع کئے، یعنی خاص اس حرام روپیہ کی تعیین سے اُس کے عوض خریدا، اور یہی روپیہ قیمت میں ادا کیا، مثلاً غلہ فروش کو یہ حرام روپیہ دکھا کر کہا اس روپیہ کے گیہوں دے دے، اُس نے دے دئے، اس نے یہی روپیہ اسے دے دیا۔ اس صورت میں یہ گیہوں حرام ہیں۔

تیسرے[3] یہ کہ نہ روپیہ پہلے سے دیا، نہ اس پر عقد و نقد جمع کئے۔ اس کی پھر تین شکلیں ہیں :

اوّل یہ کہ اس سے کہا ایک روپیہ کے گیہوں دے دے، کچھ اس روپیہ کی تخصیص نہ کی کہ اس کے بدلے دے، جب اس نے تول دئے اس نے زرِ ثمن میں جو بعوض گندم اس کے ذمہ واجب ہوا تھا، یہ حرام روپیہ دے دیا، اس صورت میں نقد تو زرِ حرام کا ہوا، مگر عقد کسی خاص روپیہ پر نہ ہوا۔

دوم یہ کہ پہلے اُسے حلال روپیہ دکھا کر اس کے بدلے گیہوں لئے، جب اُس نے دے دئے اس نے وہ حلال روپیہ اٹھا لیا اور قیمت میں زرِ حرام دے دیا، اس صورت میں عقد زرِ حلال پر ہوا، اور نقد حرام کا۔

سوم یہ کہ اُس کا عکس یعنی پہلے اسے حرام روپیہ دکھا کر کہا، اس کے گیہوں دے، پھر دیتے وقت حلال روپیہ دیا، اس صورت میں عقد زرِ حرام پر ہوا اور نقد حلال کا۔

بہر حال تینوں صورتوں میں عقد و نقد دونوں زرِ حرام پر جمع نہ ہوئے نہ پہلے سے زرِ حرام دے کر چیز خریدی کہ حقیقۃً یہ بھی اجتماع عقد و نقد کی صورت تھی، ان تینوں صورتوں میں بھی بڑا قوی مذہب ہمارے ائمہ کا یہ ہے کہ وہ گیہوں حرام ہوں گے، مگر زمانہ کا حال دیکھ کر ائمہ متاخرین نے امام کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول اختیار کیا کہ ان شکلوں میں وہ چیز حرام نہ ہوگی اور اس کا کھانا کھلانا، پہننا پہنانا، تصرف میں لانا جائز ہوگا۔ اسی آسان فتوے کی بناء پر ان حرام روپیہ والوں کے یہاں کا کھانا یا پان وغیرہ کھانا پینا مسلمانوں کو روا ہے کہ وجہ حرام سے ان لوگوں کو بعینہ یہ کھانا نہیں آتا، بلکہ روپیہ آتا ہے یہ اُس کے عوض اشیاء خرید کر کھانا تیار کراتے ہیں اور خریداری میں عام طریقہ شائعہ کے طور پر عقد و نقد کا اجتماع نہیں ہوتا، بلکہ غالب بیع و شراء صورت ثالثہ کی شکل اول پر واقع ہوتی ہیں کما لا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت)، ردالمحتار میں ہے :

فی التتارخانیة رجل اکتسب مالا من حرام، ثم اشتری، فهذا علی خمسة اوجه اما ان دفع تلك الدراهم الی البائع اولاً ثم اشتری منه بها، او اشتری قبل الدفع بها و دفعها، او اشتری قبل الدفع بها و دفع غیرها، او اشتری مطلقا ودفع تلك الدراهم، او اشتری بدراهم اخر ودفع تلك الدراهم، قال ابونصر یطیب له ولا یجب علیه ان یتصدق الا فی الوجه الاول، والیه ذهب الفقیه ابو اللیث لکن هذا خلاف ظاهر الروایة فانه نص فی الجامع الصغیر، اذا غصب الفا فاشتری بها جاریة، وباعها بالفین تصدق بالربح، وقال الکرخی فی الوجه الاول والثانی لا یطیب، وفی الثلاث الاخیرة یطیب، وقال ابوبکر لا یطیب فی الکل، لکن الفتوی الآن علی قول الکرخی دفعا للحرج عن الناس اھ، وفی الولوالجیة وقال بعضهم لا یطیب فی الوجوه کلها وهو المختار، ولکن الفتوی الیوم علی قول الکرخی دفعا للحرج لکثرة الحرام اھ، و علی هذا مشی المصنف فی کتاب الغصب

تاتارخانیہ میں ہے کہ کسی نے حرام مال حاصل کیا اور پھر اس کو خریداری میں صرف کیا تو اس کی پانچ صورتیں ہیں، پہلی یہ کہ یہ حرام دراہم بائع کو دے کر پھر اس کے عوض خریدا۔ دوم یہ کہ دینے سے قبل خریدا اور عوض میں دے دیا۔ سوم یہ کہ دینے سے قبل خریدا اور عوض اور مال دیا۔ چہارم یہ کہ مطلق خریداری کی ادائیگی میں یہ مال دیا۔ پنجم یہ کہ دوسرے دراہم سے خریدا اور ادائیگی میں یہ دراہم دیئے۔ ابونصر نے فرمایا پہلی صورت کے بغیر باقی تمام صورتوں میں خریدا ہوا مال طیب ہے اور صدقہ کرنا بھی واجب نہیں، اور اسی کو فقیہ ابو اللیث نے اختیار کیا ہے، لیکن یہ ظاہر روایت کے خلاف ہے کیونکہ جامع الصغیر میں نص ہے کہ اگر کسی نے ہزار غصب کیا ہو اور اس کے عوض لونڈی خریدی اور دو ہزار میں فروخت کی تو نفع کو صدقہ کرے۔ اور امام کرخی نے فرمایا کہ اول اور ثانی صورت میں طیب نہ ہوگا اور آخری تین صورتوں میں طیب ہے۔ اور ابوبکر نے فرمایا تمام صورتوں میں طیب نہیں ہے لیکن آجکل فتوی امام کرخی کے قول پر ہے تاکہ لوگوں سے حرج کا ازالہ ہو سکے اھ، اور ولوالجیہ میں ہے کہ بعض نے فرمایا سب صورتوں میں طیب نہیں وہ مختار ہے لیکن فتوی آج کل امام کرخی کے قول پر ہے حرام کی کثرت کی وجہ سے حرج کو ختم کیا جاسکے اھ، اور مصنف نے درمختار وغیرہ کی اتباع

Marfat.com

تبعا للدر وغیرہ[1]۔

کرتے ہوئے اسی کو اپنایا ہے۔(ت)

پھر جن صورتوں میں وہ کھانا ان دونوں مذہب پر حرام ہے یعنی دو صورت پیشیں، اُن میں اگر بسم اللہ کہہ کر کھایا بُرا کیا، مگر کافر ہرگز نہ کہا جائے گا، اس کی حرمت ضروریاتِ دین سے ہونا درکنار اجماعی بھی نہیں،

فان من العلماء من قال یحل ابدال مالایتعین مطلقا، لعدم تعلق العقد بعینه بل بالذمة، فلایسری الخبث وھوالقیاس، وعلیه یبتنی علی مافی فتاوی العلامة الطوری عن المحیط' اشتری بالدراھم المغصوبة طعاما حل التناول۔

علماء کرام میں سے بعض نے فرمایا کہ غیر متعین طور پر بدلنا حلال ہے کیونکہ عقد حرام متعین پر نہ ہوا بلکہ عقد کا تعلق ذمہ داری سے ہے لہذا خبث دوسرے مال میں سرایت نہ کرے گا، یہی قیاس ہے اور اسی پر علامہ طوری کے فتوٰی کی بنا ہے۔ محیط سے منقول کہ غصب کردہ دراہم کے عوض طعام خریدا تو کھانا حلال ہے(ت)

شرح فقہ اکبر میں ہے:

فی التتمة من قال عند ابتداء شرب الخمر والزنا واکل الحرام بسم اللہ کفر وفیه، انه ینبغی ان یکون محمولا علی الحرام المحض المتفق علیه وان یکون عالما بنسبة التحریم الیه، بان تکون حرمته مما علم من الدین بالضرورة کشرب الخمر[2]۔

تتمہ میں ہے کہ جس نے شراب پینے، زنا اور حرام کھانے کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھی تو اس میں اس نے کفر کیا تو اس قول کو خالص متفق علیہ حرام پر محمول کرنا چاہئے اور یہ جانتے ہوئے کہ بسم اللہ سے حرام کی ابتداء کر رہا ہے اور وہ حرمت بھی ایسی ہو جس کا علم ضروریاتِ دین میں سے ہو جیسے شراب پینے کی۔(ت)

اور حرام مال کو صدقہ کرکے امیدِ ثواب رکھنی بھی مطلقاً کفر نہیں، اگر وہ چیز عین حرام نہ ہو بلکہ زرِ حرام کے معاوضہ میں خریدی، جب تو ظاہر کہ اس کی حرمت مجمع علیہ بھی نہیں۔ اور اگر عین حرام ہے اور اسے مالک تک نہیں پہنچا سکتا خواہ اس وجہ سے کہ اُسے مالک یاد نہ رہا یا یہ سرے سے مالک کو جانتا ہی نہیں،

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع باب المتفرقات داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۱۹

[2] منح الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر فصل فی القراءۃ والصلوٰۃ مصطفی البابی مصر ص ۱۶۹

Marfat.com

مثلاً اس کے مورث نے مال غصب کیا تھا، یہ عین مغصوب کو جانتا ہے، اور مغصوب منہ سے محض ناواقف، یا یُوں کہ مالک مرگیا اور کوئی وارث نہ رہا، تو ان سب صورتوں میں شرع مطہراُسے تصدق کا حکم دیتی ہے، جب اس نے صدقہ کیا حکم بجالایا، اور فرمانبرداری پر اُمیدِ ثواب رکھنا محذور نہیں، شرح فقہ اکبر میں ہے:

فی المحیط من تصدق علی فقیر بشیئ من الحرام یرجوا الثواب کفر، وفیہ بحث لان من کان عندہ مال حرام فھو مامور بالتصدق بہٖ علی الفقراء، فینبغی ان یکون ماجورًا بفعلہ حیث قام بطاعۃ اللّٰہ وامرہ، فلعل المسئلۃ موضوعۃ فی مال حرام یعرف صاحبہ، ویعدل عنہ الٰی غیرہ فی عطائہ لاجل سُمعتہ وریائہ کما کثر ھذا فی ظلمۃ الزمان وامرائہ[1]۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

محیط میں ہے جس نے حرام کا صدقہ کرکے ثواب کی امید کی وُہ کافر ہوا، اور اس میں بحث یہ ہے کہ جس کے پاس حرام مال ہو اس کو صدقہ کرنے کا حکم ہے فقراء کو صدقہ کرے تو اللہ تعالٰی کے حکم اطاعت کرنے پر ثواب کی امید جائز ہے، ہوسکتا ہے یہ مسئلہ اس صورت میں ہو جس میں حرام مال کو جانتے ہُوئے دوسرے کو محض ریاکاری اور شہرت کیلئے دے جیساکہ آجکل جابر بادشاہ اور امراء حضرات میں کثیر الوقوع ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۵۷
۲۸ ذیقعدہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسبی یا وہ شخص کہ جس کا مال حرام کا ہو مثل سودخوار وغیرہ کے، اگر وہ کوئی شے مثل لوٹا یا چٹائی یا دری وغیرہ مسجد میں ڈال دے تاکہ نمازی اس سے وضو کریں یا اس پر نماز پڑھیں، جائز ہے یا نہیں؟ اور اس سے اس کے مال کی حرمت آتی ہے یا نہیں؟ اور اُس کی خرید بھی دست بدست اور تعین ثمن کے ساتھ نہیں بلکہ چیز کو خرید کر ثمن بعد کو ادا کرتے ہیں۔

الجواب

اگر رنڈی نے کچھ روپیہ کسی سے قرض لیا، اور کسی وجہ سے کوئی حلال مال حاصل کیا، اور ان چیزوں کی قیمت میں یہی حلال مال دیا، اور خریدتے وقت بھی مال حرام کی طرف اشارہ نہ کیا تھا، یعنی حرام روپیہ دکھاکر یہ نہ کہا تھا کہ اس کے عوض دے دے، جب تو یہ چیزیں بالاجماع اُس رنڈی کی ملک طیّب و

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحاً وکنایۃً مصطفٰی البابی مصر ص ۱۸۹

Marfat.com

حلال ہیں جن میں کوئی شبہۂ حرمت نہیں کہ اس صورت میں مال حرام کو ان اشیاء کی خریداری سے اصلاً تعلق نہ ہُوا، اور اگر مال حرام دکھا کر خریدیں اور قیمت دیتے وقت مال حلال دیا، یا مال حلال دکھا کر خریدیں اور قیمت دیتے وقت مال حرام دیا، یا خریدتے وقت کوئی مال نہ دکھایا تھا صرف مطلقاً خریداری کر لی، مثلاً یوں کہا کہ ایک روپیہ کی یہ چیز دے دے، جب اُس نے دے دی تو اُس کی قیمت مالِ حرام سے ادا کر دی۔ ان تینوں صورتوں میں اگرچہ علماء کا اختلاف ہے، مگر فتویٰ امام کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر دیا گیا کہ ان صورتوں میں بھی وہ اشیاء اس رنڈی کے لئے حلال ہوں گی، ان وجوہ پر خرید کر مسجد میں لوٹے چٹائی وغیرہ رکھے گی تو ان لوٹوں سے وضو اور اُن چٹائی پر نماز کے جواز کا حکم دیں گے، اگرچہ رنڈی پر اُس کے حرام فعلوں کا وبال الگ، ان کے بدلے اُجرت لینے کا عذاب جُدا، اور اُس حرام مال کو خرچ میں لانے کا مؤاخذہ علاوہ، ہاں اگر عقد و نقد دونوں مال حرام میں جمع ہوں، یعنی حرام ہی روپیہ دکھا کر کہے کہ اس کے عوض دے دے، اور قیمت میں دے بھی وہی حرام روپیہ، تو اس قول مفتیٰ بہ پر بھی وہ شے حرام و خبیث رہے گی، اور اس میں تصرف ناجائز ہوگا، مگر آج کل بیع و شراء میں غالباً یہ صورت واقع نہیں ہوتی۔ تنویر الابصار میں ہے:

تصدق اذا کان متعینا او شری بدراھم الودیعۃ او الغصب ونقدھا وان اشار الیھا ونقد غیرھا او اطلق ونقدھا لا وبہ یفتی اھ بتلخیص[1]

جب خاص متعین حرام ہو، یا امانت کے مال سے یا غصب کے مال سے کوئی چیز خریدی اور وہی نقد دیا ہو تو صدقہ کرے، اور اگر سودے کے وقت حرام دکھایا اور ادائیگی میں دوسرا دیا، یا مطلق سودا کیا اور ادائیگی حرام سے کی تو صدقہ لازم نہ ہوگا۔ اسی پر فتویٰ ہے اھ ملخصاً۔ (ت)

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵۸: از پیلی بھیت مرسلہ عبدالرحمٰن خاں صاحب مدرس تحصیلی اسکول ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۱۰ھ

زید نے جُوئے میں روپیہ کمایا، اور اسی روپیہ سے اُس نے اپنے گھر کا اثاثہ اور اسباب درست کیا ہے، اب زید تائب ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ اپنا ذمہ بری کرے، اور جو مال حرام کا اس کے پاس ہے اس کو جدا، تو کیا کرے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جس قدر مال جُوئے میں کمایا محض حرام ہے،

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الغصب مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۰۶-۲۰۵

في الدر من السحت ما يأخذ مقامر[1] (باختصار)۔

درمختار میں ہے: جُوئے میں حاصل کیا ہوا مال حرام ہے۔ (باختصار) (ت)

اور اس سے برأت کی یہی صورت ہے کہ جس جس سے جتنا جتنا مال جیتا ہے اُسے واپس دے، یا جیسے بنے اُسے راضی کرکے معاف کرالے، وُہ نہ ہو تو اُس کے وارثوں کو واپس دے، یا ان میں جو عاقل بالغ ہوں اُن کا حصہ اُن کی رضامندی سے معاف کرالے، باقیوں کا حصّہ ضرور انھیں دے کہ اُس کی معافی ممکن نہیں، اور جن لوگوں کا پتہ کسی طرح نہ چلے نہ اُن کا، نہ اُن کے ورثہ کا، اُن سے جس قدر جیتا تھا اُن کی نیت سے خیرات کردے، اگرچہ اپنے محتاج بہن بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں کو دے دے، اس کے بعد جو بچ رہے گا وہ اس کے لئے حلال ہے۔ عالمگیری میں ہے:

كان الاخذ معصية والسبيل في المعاصي ردها، وذلك هٰهنا برد الماخوذ ان تمكن من رده، بان عرف صاحبه وبالتصدق به ان لم يعرفه[2]

لینا گناہ ہے اور گناہ کے ازالہ کی صورت اس کو واپس کرنا ہے اور یہاں لئے ہوئے کو رَد کرنا ہوگا جب واپس کرنا ممکن ہو کہ اس کے مالک کو جانتا ہو یا پھر معلوم نہ ہو تو صدقہ کرنا ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ان علمت اصحابه او ورثتهم وجب رده عليهم، والا وجب التصدق به[3]

اگر اس کے مالک یا مالک کے ورثا کو جانتا ہے تو واپس کرنا واجب ہے ورنہ صدقہ کرنا واجب ہے۔ (ت)

غرض جہاں جہاں جس قدر یاد ہو سکے کہ اتنا مال فلاں سے ہار جیت میں زیادہ پڑا تھا اُتنا تو اُنھیں یا اُن کے وارثوں کو دے، یہ نہ ہوں تو ان کی نیت سے تصدق کرے، اور زیادہ پڑنے کے یہ معنی کہ مثلاً ایک شخص سے دس بار جُوا کھیلا، کبھی یہ جیتا کبھی یہ، اُس کے جیتنے کی مقدار مثلاً سَو روپے کو پہنچی، اور یہ سب دفعہ کے ملا کر سوا سو جیتا، تو سَو سَو برابر ہو گئے، پچیس اس کے دینے رہے، اُتنے ہی اُسے واپس دے، وعلٰی ہٰذا القیاس، اور جہاں یاد نہ آئے کہ کون کون لوگ تھے

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۳
[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۹
[3] ردالمحتار کتاب الزکٰوۃ باب زکٰوۃ الغنم داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۶

Marfat.com

اور کتنا لیا، وہاں زیادہ سے زیادہ تخمینہ لگائے کہ اس تمام مدت میں کس قدر مال جُوئے سے کمایا ہوگا، اُتنا مالکوں کی نیت سے خیرات کرے، عاقبت یونہی پاک ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۹

چہ فرمایند علمائے ومفتیانِ شرعِ متین در حق کسیکہ بحیلہ ومکر از دوست خود زر گرفت، و گفت کہ اگر نہ دہی ایں مضرّت بتو رسانم، یا برائے رنجانیدن خلق اللہ واظہار غلبہ وصولت خود با شخصے بزرگ ومعزز دوستی کرد، تا کہ خلائق ازیں کس بہ تعلق آں شخص بزرگ بہ ترسند۔ بیّنوا توجروا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ایسے شخص کے متعلق جو حیلہ اور مکر کے ساتھ دوست سے مال وصول کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر نہ دے گا تو تجھے فلاں پریشانی میں مبتلا کروں گا، یا وہ شخص اللہ تعالٰی کی مخلوق کو تنگ کرتا ہے اپنا غلبہ اور دبدبہ قائم کرنے کے لئے کسی معزز اور بڑے آدمی سے دوستی بناتا ہے تاکہ اس کے تعلق سے لوگ اس سے مرعوب رہیں۔ بیّنوا توجروا (ت)

الجواب

بمکر وحیلہ ووعید وتہدید بناحق زر از کسے گرفتن حرام قطعی ست، باز اگر ایں بزور ستاند غصب باشد، واگر آں بترس مضرت خویش دہد رشوت بود ہر دو حرام وفی النار، ومستوجب غضب جبار قہار ست، والعیاذ باللہ تعالٰی، قال تعالٰی لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[1] الآیۃ، و رنجانیدن وترسانیدن خلق اللہ تجبّر و تکبر ہمہ محرمات قطعیہ است، در حدیث ست حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمایند شَرُّ النَّاسِ مَنْزِلَۃً یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مَنْ یَخَافُ لِسَانَہٗ

مکروفریب اور ڈرا دھمکا کر کسی سے مال لینا قطعی حرام ہے، پھر اگر طاقت کے ذریعہ لیتا ہے تو یہ غصب ہے، اور اگر اپنے شر سے ڈرا کر لیتا ہے تو رشوت ہوگی جبکہ دونوں طریقے حرام، جہنم اور اللہ تعالٰی کے غضب کے مستوجب ہیں، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا، آپس کا مال باطل طریقہ سے نہ کھاؤ، الآیۃ، اور اللہ تعالٰی کی مخلوق کو تکلیف دینا، ڈرانا اور ان پر اپنا جبر اور تکبر ظاہر کرنا قطعی محرمات میں سے ہے، حدیث شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: بدترین مرتبے کا وہ آدمی ہے کہ لوگ اس کی زبان سے

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۸

Marfat.com

آدی خاف شرّهٗ بدترین مردم درمنزلت روز قیامت کسے باشد کہ بندگانِ خدا از زبان و زبان او خائف وترساں باشند[1] اخرجه ابن ابی الدنیا فی کتاب ذم الغیبة عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنه وخود فرمودہ سیدالانام علیه وعلٰی آلہ افضل الصلوٰة والسلام لاینبغی علی الناس الاولد بغی والامن فیه عرق منه ستم وتعدّی برمردماں نکند مگر زنازادہ یاکسیکہ دروے رگے از زناست رواہ الطبرانی[2] فی الکبیر عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنه بسند حسن ۔ واللہ تعالٰی الهادی ۔

اور اس کے زبان سے خوف زدہ ہوں، اس کو ابن ابی الدنیا نے کتاب ذم الغیبت میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہوئے تخریج کیا، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود فرمایا کہ لوگوں پر ظلم وتعدی نہ کرے گا مگر وہ شخص جو زنازادہ ہے یا اس میں زنا کا دخل ہے، اس کو طبرانی نے کبیر میں حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ واللہ تعالٰی الہادی (ت)

مسئلہ ۲۶۰ از بلگرام شریف محلہ میدان پورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم صاحب ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پارچہ گاذر کے یہاں گیا، اور اس کے یہاں سے دوسرے شخص کا بمعاوضہ اُس کے آیا، وہ کپڑا استعمال میں لانا درست ہے یا نہیں؟ اور اگر پھر گم شدہ پارچہ اُس کے بدلے نہ ملے تو وہ کپڑا جو غیر کا اس کے پاس آیا ہے وہ گاذر کو دے دے یا کسی محتاج کو؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر لینے سے پہلے معلوم ہو کہ یہ کپڑا غیر کا ہے، تو سرے سے لینا ہی درست نہیں، اور دھوکے میں لے لیا پھر معلوم ہوا تو استعمال میں لانا حلال نہیں،

کما نصوا علیه فی مسئلة تبدیل الملاءة والمکعب بملاءة غیرہ او مکعبه

جیسا کہ فقہائے نے کپڑے اور جوتے کے مسئلہ میں نص فرمائی کہ اگر ایک کے دوسرے کے کپڑوں اور جوتوں

---

[1] موسوعۃ رسائل ابن ابی الدنیا ذم الغیبۃ والنمیمۃ حدیث ۸۳ کتاب الصمت ۲۲۰ موسسۃ الکتب الثقافیہ بیروت ۲/ ۸۶ و ۵/ ۱۵۱

[2] مجمع الزوائد بحوالہ المعجم الکبیر کتاب الخلافۃ باب فی عمال السوء دار الکتاب بیروت ۵/ ۲۳۳

〃 〃 〃 کتاب الحدود والدیات باب فی اولاد الزنا 〃 〃 ۶/ ۲۵۸

کنز العمال بحوالہ طب حدیث ۱۳۰۹۳ ۵/ ۳۳۳ و حدیث ۳۰۴۵۰ ۱۱/ ۱۹ موسسۃ الرسالۃ بیروت

Marfat.com

كمافي الخانية والهندية وغيرهما وقد قال الله تعالى الا ان تكون تجارة عن تراض منكم[1]، وقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لايحل لمسلم ان يأخذ عصا اخيه بغير طيب نفس منه، قال ذلك لشدة ماحرم الله من مال المسلم على المسلم، رواه ابن حبان[2] في صحيحه عن ابي حميد الساعدي رضي الله تعالى عنه، وفي الخانية والهندية والبزازية، واللفظ لهذه، اذا قال القصار هذا ثوبك وقال المالك ليس هذا ثوبي فاخذه رب الثوب عوضا عن ثوبه لايحل لبسه ولا بيعه، فهذا نص المسئلة اما ماذكروا عقيبه من الاستثناء بقولهم الا ان يقول ربه اخذته عوضا عنه ويقول القصار نعم[3] اھ، **فاقول** يجب حمله على ما اذا علم اوساغ ان يكون الثوب للقصار، و قد ذكر في الخانية وخزانة المفتين فروعا، فصلوا فيها بين ما يكون الثوب للقصار اولغيره، اما اذا علم

میں تبدیل ہوجائیں، جیسا کہ خانیہ اور ہندیہ وغیرہ میں ہے، اور بیشک اللہ تعالٰی نے فرمایا: تجارت صرف رضامندی سے ہو، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان کو حلال نہیں کہ دوسرے مسلمان کی چھڑی اس کی رضامندی کے بغیر لے لے۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشاد کسی مسلم کا مال مسلمان پر شدید حرام ہونے کی وجہ سے ہے۔ اس کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے، اور خانیہ، ہندیہ اور بزازیہ میں بزازیہ کے الفاظ میں، جب دھوبی نے کہا یہ تیرا کپڑا ہے اور مالک کہے یہ میرا نہیں ہے پھر مالک اپنے کپڑے کے عوض اس کپڑے کو لے تو اس کا استعمال اور فروخت کرنا اس کو جائز نہ ہوگا اور یہ مسئلہ میں نص ہے، لیکن فقہاء کرام نے اس کے بعد یہ جو فرمایا کہ اگر مالک کپڑے لیتے وقت دھوبی سے پوچھے کہ یہ کپڑا میرے کپڑے کے عوض میں ہے اور وہ جواب میں ہاں کہے تو جائز ہوگا اھ، تو میں کہتا ہوں، یہ ان کی بات اس صورت پر محمول ہے جب مالک کو یقین ہو یا دھوبی یقین دلائے کہ دھوبی کا کپڑا ہے۔ خانیہ اور خزانۃ المفتین میں مذکور تفصیل ہے تو انھوں نے دھوبی اور غیر کے کپڑے میں فرق کیا ہے لیکن معلوم ہو کہ یہ

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۹
[2] موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان حدیث ۱۱۶۶ کتاب البیوع المطبعۃ السلفیۃ مدینۃ المنورۃ ص ۲۸۳
[3] فتاوٰی بزازیۃ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الاجارات الفصل الحادی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۱۲۹

Marfat.com

ان الثوب لغیرہ فکیف یحل لك لبسه و تملکه بمعاوضة جرت بینك و بین من لایملك من دون اجازة من المالك ، ھذا مما لایتصور ، فلیتأمل ولیحرر۔

غیر کا کپڑا ہے تو پھر تجھے کیسے پہننا اور فروخت کرنا جائز ہوسکتا ہے جبکہ تیرے اور غیر مالک کے درمیان جو معاوضہ طے ہوا ہے وہ اس کے مالک کی اجازت کے بغیر ہوا ہے ، یہ غیر متصور معاملہ ہے غور کرو اور واضح کرو۔ (ت)

اور جبکہ اس نے دھوبی سے لیا اور دھوبی کا قبضہ باذنِ مالک ہوتا ہے، تو اس کے لئے گری پڑی بے وارث چیز کا حکم نہیں ہوسکتا کہ محتاج کو دے سکے، بلکہ گاذر ہی کو واپس دے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۱ از اوجین مکان میر خادم علی اسٹنٹ مرسلہ ملّا حاجی یعقوب علی خاں ۲۱ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے نزدیک تمام و کمال روپیہ از قسم سود و رشوت ہے، تو اس قسم کے اموال پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے یا نہیں؟ اور ایسے مال وزر سے اقسام نیازِ بزرگاں وادائے حج درست ہے یا ممنوع؟ اور اس روپیہ کی تبدیل کی صورت ہوسکتی ہے یا نہیں؟ بیان فرمائیں لعبارتِ کتب۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

الجواب

سُود و رشوت اور اسی قسم کے حرام وخبیث مال پر زکوٰۃ نہیں کہ جن جن سے لیا ہے اگر وہ لوگ معلوم ہیں تو انھیں واپس دینا واجب ہے، اور اگر معلوم نہ رہے تو کُل کا تصدّق کرنا واجب ہے، چالیسواں حصہ دینے سے وُہ مال کیا پاک ہوسکتا ہے جس کے باقی انتالیس حصّے بھی ناپاک ہیں۔ درمختار میں ہے:

لازکوٰۃ لوکان الکل خبیثا کما فی النھر عن الحواشی السعدیۃ۔[1]

اگر تمام مال خبیث ہو تو اس پر زکوٰۃ نہ ہوگی جیسا کہ نہر میں حواشی سعدیہ سے منقول ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

مثله فی الشرنبلالیة وذکرہ فی شرح الوھبانیة بحثا ، وفی الفصل العاشر من التاترخانیة عن فتاوی الحجة ، من ملك اموالا غیر طیبة لازکوٰۃ علیه

ایسا ہی شرنبلالی میں ہے، اس کو شرح وہبانیہ میں بحث کے طور پر ذکر کیا ہے اور تاتارخانیہ کی دسویں فصل میں فتاوی الحجہ سے منقول ہے کہ جو شخص غیر حلال مال کا مالک بنا اس پر اس مال

---

[1] درمختار کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ الغنم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۳۴

Marfat.com

فیہا[1] اھ ملخصًا۔

کی زکوٰۃ نہیں ہے اھ ملخصًا (ت)

اسی میں ہے:

فی القنیۃ لوکان الخبیث نصابا لاتلزمہ الزکوٰۃ لان الکل واجب التصدق علیہ فلایفید ایجاب التصدق ببعضہ اھ، ومثلہ فی البزازیۃ[2]۔

قنیہ میں ہے اگر خبیث مال نصابِ زکوٰۃ ہو تو اس پر زکوٰۃ لازم نہ ہوگی کیونکہ وُہ تمام صدقہ کردینے کے قابل ہے لہذا اس میں سے بعض کا صدقہ کافی نہ ہو، اھ، اور بزازیہ میں بھی ایسا ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

لان المغصوب ان علمت اصحابہ او ورثتھم وجب ردہ علیھم، والاوجب التصدق بہ[3]۔

مغصوبہ مال کے مالک یا اس کے وارثوں کو تُو جانتا ہے تو ان کو واپس دینا واجب ہے ورنہ صدقہ کرنا واجب ہے (ت)

اور ایسے مال سے نیازِ بزرگاں کرنا بھی جائز نہیں، نہ ہرگز اُس سے کچھ حاصل، کہ نیاز کا مطلب ایصالِ ثواب ہے، اور ثواب ثمرۂ قبول ہے، اور قبول مشروط بپاکی، حدیث میں ہے:

ان اللہ طیّبٌ لایقبل الّا الطّیّب[4]۔

اللہ عزوجل پاک ہے پاک ہی چیزوں کو قبول فرماتا ہے۔ (ت)

خود قرآن عظیم میں ارشاد ہوا:

ولاتیمموا الخبیث منہ تنفقون[5]۔

قصد نہ کرو خبیث کا کہ اس سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ الغنم داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۵
[2] " " " " " ۲/ ۲۵
[3] " " " " " ۲/ ۲۶
[4] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الصلوٰۃ صلوٰۃ الاستسقاء دارصادر بیروت ۳/ ۳۴۶
کشف الخفاء حدیث ۶۸۸ مؤسستہ الرسالۃ بیروت ۱/ ۲۶۰
[5] القرآن الکریم ۲/ ۲۶۷

Marfat.com

علماء فرماتے ہیں : جو حرام مال فقیر کو دے کر ثواب کی امید رکھے اس پر کفر عائد ہو۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

فتاوٰی ظہیریہ میں ہے :

رجل دفع الی فقیر من المال الحرام شیئا یرجوا به الثواب یکفر[1]۔ ایک شخص نے فقیر کو حرام مال دیا اور اس پر اس نے ثواب کی امید رکھی تو کافر ہو جائے گا۔ (ت)

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) تحقیق مقام یہ ہے کہ اگر اس نے اس مال حرام کو اپنی ملک خاص جان کر بطور تبرع تصدق کیا جیسے مسلمان اپنے پاکیزہ مال کو بہ نیت نفل وتطوع تقربًا الی اللہ صدقہ کرتا اور اس پر اپنے رب کریم سے امیدِ ثواب رکھتا ہے کہ بے ایجاب شرع اس نے اپنی خوشی سے اپنے پاک مال کا حصہ اپنے رب کی رضا کے لئے صرف کیا، جب تو یہ تصرف حکم شرع سے جدا اور یہ خیال شرع مطہر کے خلاف ہے، اور اس پر ہرگز اس کے لئے ثواب نہیں، اسی کی بعض صورتوں میں فقہاء نے حکم تکفیر کیا، اور اگر یوں نہ تھا بلکہ اس مال کو خبیث وناپاک ہی جانا اور اپنے گناہ پر نادم ہو کر تائب ہوا، اور بحکم شرع اپنے تصرف میں لانا ناجائز سمجھا، اور اپنے نفس کو اس میں تصرف سے روکا اور ازاں جا کہ اُس کے ارباب معلوم نہ رہے بجاآوری حکم شرع کے لئے اسے تصدق کیا، اور اُسی بجاآوری فرمان پر امیدوارِ ثواب ہوا، تو بیشک اس میں اصلاً حرج نہیں، بلکہ اُسی کا اُسے شرعًا حکم تھا، اور اس تصدق پر اگرچہ ثوابِ صدقہ نہیں، مگر اس امتثال حکم کا ثواب بیشک ہے، بلکہ یہ فعل اس کی توبہ کا تتمہ ہے، اور توبہ قطعًا موجب رضائے الٰہی وثواب اُخروی ہے، پھر جس عمل پر آدمی خود ثواب پائے اس ثواب کو دوسرے مسلمانوں کو بھی پہنچا سکتا ہے لعموم قولھم ان للانسان ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ (ان کے اس قول کے عموم کی وجہ سے کہ انسان کو اپنے عمل کا ثواب غیر کے لئے کرنے کا حق ہے۔ ت) تو اس توبہ وبجاآوری حکم کا ثواب اگر نذرِ بزرگاں کریں کچھ مضائقہ نہیں،

ھذا ھو التحقیق واللہ ولی التوفیق اتقن ھذا فلعلك لاتجدہ فی غیر ھذہ السطور۔ یہ تحقیق ہے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے، اس کو مضبوط کر، ہوسکتا ہے تجھے ان سطور کے غیر میں نہ ملے (ت)

اور اس مال سے حج کرنا بھی جائز نہیں کہ اسے حکم تو یہ تھا کہ جن سے لیا انھیں واپس دے، وہ

---

[1] ردالمحتار بحوالہ الظہیریہ کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ الغنم دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۶

Marfat.com

نہ معلوم ہوں تو تصدق کر دے اس کے سوا جس کام میں صرف کیا جائے گا خلافِ حکمِ شرع و موجبِ گناہ ہوگا، ہاں یہ دوسری بات ہے کہ حج کرلیا تو فرض ذمّہ سے اتر گیا' جیسے چوری اور غصب کے کپڑے سے نماز پڑھنا فان الخبث انما ھو فی المجاور فلا یمنع الصحۃ (کیونکہ خبث یہاں بعد میں لاحق ہوا جو صحت کو مانع نہیں ہے۔ ت) پھر بھی اس پر امید ثواب کا محل نہیں بلکہ اسے کہا جائے گا لا لبیّک ولا سعدیک وحجك مردود علیك حتی ترد ما فی یدیك نہ تیرے لبیک قبول نہ خدمت قبول اور تیرا حج تیرے منہ پر مارا گیا یہاں تک کہ تو یہ ناپاک مال جو تیرے ہاتھ میں ہے واپس دے۔

نسأل اللّٰه العفو والعافیۃ ھذا ما جزمت بہ لظھورہ ظھورًا بیّنا ثم اتفق مراجعۃ ردالمحتار فرأیت فیہ التصریح بذٰلك کلہ حیث قال فی بیان الحج بمال حرام، الحج نفسہ لیس حراما بل الحرام ھو انفاق المال الحرام ولا تلازم بینھما کما ان الصلٰوۃ فی الارض المغصوبۃ تقع فرضا، وانما الحرام شغل المکان المغصوب، وقال فی البحر یجتھد فی تحصیل نفقۃ حلال فانہ لا یقبل بالنفقۃ الحرام، کما ورد فی الحدیث مع انہ یسقط الفرض عنہ معھا ولا تنافی بین سقوطہ وعدم قبولہ فلا یثاب لعدم القبول ولا یعاقب عقاب تارك الحج[1] اھ مختصرًا۔

ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں، اس کے بالکل ظاہر ہونے پر مجھے جزم حاصل ہوا، پھر مجھے اتفاقًا ردالمحتار پر مراجعت ہوئی تو میں نے اس میں اس تمام پر تصریح پائی انھوں نے مالِ حرام سے حج کے متعلق فرمایا حج فی نفسہٖ حرام نہیں بلکہ حرام مال کا اس میں صرف کرنا حرام ہے جبکہ ان دونوں باتوں میں تلازم نہیں ہے، جیسا کہ مغصوبہ زمین پر نماز پڑھنے سے فرض ادا ہوجائے گا حرام صرف مغصوب زمین کو استعمال کرنا ہے۔ اور بحر میں فرمایا حلال نفقہ میں کوشش ضروری ہے کیونکہ حرام نفقہ سے حج قبول نہ ہوگا جیسا کہ حدیث میں وارد ہے، اس کے باوجود فرض ادا ہوجائے گا، اور فرض کی ادائیگی اور عدمِ قبولیت منافات نہیں ہے، تو قبول نہ ہونے کی وجہ سے ثواب نہ پائے گا، اور فرض ادا ہوجانے کی وجہ سے حج کا تارک ہوکر عذاب کا مستحق نہ ہوگا اھ مختصرًا (ت)

اور تبدیل اس طرح سے کہ کسی سے قرض لے کر اپنے خرچ میں لائے، خواہ حج و تصدق و نذر و نیاز و

---

[1] ردالمحتار کتاب الحج دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۱۴۰

Marfat.com

تعمیرِ مساجد وغیرہا میں اٹھائے، اور قرض اس ناپاک مال سے ادا کر دے اگرچہ یہ صورت اُن تصرفات کے جائز ہونے میں تو بکار آمد ہے کہ اب یہ روپیہ جو ان کاموں میں اٹھا رہا ہے ناپاک نہیں،

فی الھندیۃ عن الملتقط اٰکل الربٰو اوکاسب الحرام اھدی الیہ او اضافہ وغالب مالہ حرام لایقبل ولا یاکل مالم یخبرہ ان ذٰلک المال اصلہ حلال ورثہ او استقرضہ[1] اھ، مثلہ عن الینابیع۔

ہندیہ میں ملتقط سے منقول ہے کہ حرام کمانے والا یا سُود خور ہدیہ دے یا دعوت کرے تو قبول نہ کرے جبکہ اس کا غالب مال حرام ہو، اور کھائے نہیں جب تک وہ وضاحت نہ کرے کہ یہ اصل مال میں نے وراثت یا قرض میں حلال حاصل کیا ہے اھ، اس کی مثل ینابیع میں ہے (ت)

مگر اس حیلہ سے نہ وہ گناہ اس سے زائل ہو نہ اس ناپاک مال کا وبال سر سے اُترے، نہ اُس سے قرض ادا کرنا روا، بلکہ یہ دُوسرا گناہ ہوا کہ حکمِ شرع تو اصحابِ حقوق کو واپس دینا یا تصدق کرنا تھا، اس نے کچھ نہ کیا بلکہ اپنی ادائے قرض میں لگادیا، تو ثابت ہُوا کہ خبیث مال والوں کو یہ حیلہ نافع نہیں بلکہ مضر د موجبِ گناہ ہے،

فان قلت الیس قال فی الھندیۃ الحیلۃ فی ھذہ المسائل ان یشتری نسیئۃ ثم ینقد ثمنہ من ای مال شاء، وقال ابویوسف سألت اباحنیفۃ عن الحیلۃ فی مثل ھذا فاجابنی بما ذکرنا کذا فی الخلاصۃ[2] اھ، وانما الحیلۃ لتحصیل الجواز، قلت انما قال فی اموال الشبھۃ کالجوائز السلطانیۃ ای حیث

اگر تو اعتراض کرے کہ کیا ہندیہ میں یہ بیان نہیں ہے کہ ان مسائل میں حیلہ یہ ہے کہ مال ادھار خریدے اور پھر بعد میں معاوضہ کسی بھی مال سے چاہے دیدے، اور امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ان مسائل کے متعلق حیلہ پُوچھا تو انھوں نے جواب میں وہی فرمایا جو ہم نے ذکر کیا، خلاصہ میں یوں ہے اھ، اور جبکہ حیلہ صرف جواز کو طلب کرنے کیلئے ہوتا ہے، جواب کے طور پر میں کہتا ہوں، یہ مذکور قول انھوں نے مشتبہ مال میں فرمایا ہے جیسے سرکاری عطیات

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۳
[2] " " " " " ۵/۳۴۲

Marfat.com

لویعلم کونها عین الحرام، فانه لایجوز اخذہ حتی للفقیر کما نص علیه فی الهندیة ایضا وغیرها، ونص عبارته قبل هذا فی شرح حیل الخصاف لشمس الائمة رحمه اللہ تعالٰی ان الشیخ ابا القاسم الحکیم کان یاخذ جائزۃ السلطان وکان یستقرض لجمیع حوائجه ومایاخذ من الجائزۃ یقضی بها دیونه، والحیلة فی هٰذہ المسائل[1] الٰی اٰخر مامر فهذا انما هو فی امثال هذا، لا فی المال الخبیث الواجب التصدق فان فیه مناقضة لما امر به الشرع کما علمت فاعلم ذٰلك وتفهم۔ واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم وحکمه عزشانه احکم۔

جن کے متعلق عین حرام ہونے کا علم نہیں ہوتا، لیکن وُہ مال جو عین حرام ہونا معلوم ہو تو اس کو لینا فقیر تک کو جائز نہیں ہے جیساکہ ہندیہ وغیرہ میں بھی اس کی تصریح ہے، اور شمس الائمہ خصاف کی حیل کی شرح میں اس سے قبل ان کی عبارت یہ ہے کہ شیخ ابوالقاسم حکیم سرکاری عطیہ لیا کرتے تھے اور آپ اپنی ضروریات کے لئے قرض لیتے اور وہ قرض سرکاری عطیات سے ادا کرتے اور حیلہ ان مسائل کا یہ ہے الٰی آخرہ۔ تو مذکور قول ان مشتبہ اموال میں ہے نہ کہ خبیث مال میں ہے جس کو صدقہ کرنا واجب ہوتا ہے کیونکہ خبیث میں حیلہ شرعی حکم کے منافی ہے جیساکہ تو معلوم کرچکا ہے، اسے جان لو اور سمجھ لو۔ واللہ تعالٰی سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وحکمہ عزشانہ احکم (ت)

مسئلہ ۲۶۲
۲۶ ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص زید کی نمبرداری میں عمرو کی جزوی حقیت شامل ہے، پٹی جداگانہ زید نے صرف اپنی جائداد کا ٹھیکہ بکر کو دے دیا اور خود ترکِ وطن کیا، بکر اور عمرو باہم اپنے اپنے حاصلات لیتے رہے، آخر سال کا حاصل بوجہ تکرار باہمی عمرو و بکر کے عمرو کو وصول نہیں ہوا، تب عمرو نے نالش زید و بکر دونوں پر دائر کی، بالآخر زید پر ڈگری ہوگئی، بحالتِ اجراء اُس ڈگری کے وُہ ڈگری بمقابلہ زید کے تمادی ایام میں خارج ہوگئی، تو اُس ڈگری کا روپیہ ذمہ زید کے واجب الادا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

Marfat.com

الجواب

سائل مظہر کہ زید و عمرو کی پٹیاں جدا جدا ہیں، اور عمرو نے اپنی پٹی کے پٹے اسامیوں کو خود دئے، اور آپ تحصیل کرتا رہا، چند سال سے بکر ٹھیکہ دار حقیت زید نے اپنے دباؤ کے سبب عمرو کی پٹی بھی تحصیل لی، اس صورت میں عمرو کا مطالبہ حقیقۃً اپنے اسامیوں پر ہے کہ انھوں نے غیر شخص کو اس کا آنا ہوا کیوں دے دیا، اور بکر نے بوجہ اس زیادہ ستانی کے ظلم کیا مگر زید کی طرف سے کوئی تعدی نہیں، نہ اس پر عمرو کا مطالبہ تھا، نہ اس نے اسامیوں سے اس کا حق تحصیل لیا، نہ عمرو کے کوئی خاص معین روپے اسامیوں کے پاس رکھے تھے کہ وُہ بکر نے ان سے لے کر زید کو دے دئے، تو زید اس مطالبہ سے بالکل بری ہے، اس کی ڈگری محض بیجا ہُوئی، عمرو کو اس سے کچھ لینا جائز نہیں۔

قال اللہ تعالٰی لا تزر وازرۃ وزر اخرٰی[1] اللہ تعالٰی نے فرمایا: کوئی بوجھ اٹھانے والی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۶۳ از شہر کہنہ ۲۹ ربیع الاول شریف ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک موضع کا مالک ہے، اور بکر زید کی رعایا، گاؤں میں زمین جوتتا ہے اور لگان زید کو دیتا ہے، اور کچھ زمین اور اُس گاؤں میں بے لگانی ہے، اس میں بکر نے چند درخت لگائے ہیں اور پھل کھاتا ہے، اور ان درختوں پر زید اس سے کچھ لگان نہیں لیتا ہے، اور حاکمِ وقت نے بھی یہی حکم جاری کر رکھا ہے کہ زمین کا مالک جو ہے وہی درختوں کا مالک ہے، صرف پھل پھُول کھانے کا بکر کو اختیار ہے، اور بکر نے بلا اجازت زید کے مخالفانہ اُن درختوں کو خالد کے ہاتھ فروخت کر دیا، زید نے بکر اور خالد پر نالش کی کہ بکر کو بیچنے کا منصب نہیں تھا، اور یہ بموجب حکم حاکم فاسد ہے، حاکم نے وہ درخت زید کو دلا دئے، اور یہ بھی حکم دیا کہ خالد اپنے روپے کا دعوٰی بکر پر کرے، تو اس صورت میں دراصل وُہ درخت حق زید کے ہیں یا بکر کے یا خالد کے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہاں دو صورتیں ہیں: ایک[1] یہ کہ درخت بکر نے باذن واجازت زید لگائے، خواہ یوں کہ زید نے صراحۃً خاص بکر، یا سب سکّانِ دیہہ کو عام اذن دیا، خواہ یُوں کہ حسب عرف رواج دیہہ مالک کی طرف سے

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴

Marfat.com

مزارعین کو اذن عرفی تھا۔

دوسرے یہ کہ محض بلا اذن بطور خود بکر نے لگا لئے۔

پہلی صورت میں درخت مطلقاً زید کی ملک ہوں گے مگر یہ کہ خود اذنِ مذکور کا مطلب ہی یہ ہوا کہ لگانے والا مالک ہو، مثلاً اذن عرفی میں عرف ہی یُوں تھا یا اذن صریح میں لفظ یہ تھے کہ اپنے لئے لگا لو، تو اس صورت میں درخت ملکِ بکر ہونگے، اور زمین عاریت، یا یہ کہ بکر نے بر خلاف مطلب اذن لگاتے وقت یہ کہہ لیا کہ میں خود اپنے لئے لگاتا ہوں اس صورت میں درخت ملکِ بکر ہوں گے، اور وُہ بوجہ مخالفت اذن ظالم و غاصب کہ فوراً درخت اکھیڑ کر زمین خالی کر دینے کا حکم دیا جائے گا۔ اور دوسری صورت میں یعنی جبکہ بے اذن مالک رکھے گئے، درخت مطلقاً ملکِ بکر ہوں گے، اور وُہ غاصب قرار پائے گا، مگر یہ کہ رکھتے وقت اُس نے کہہ دیا ہو کہ زید کے لئے لگاتا ہوں، اس صورت میں ملکِ زید ہوں گے، اور بکر کا کوئی دعوٰی نہیں،

هذا جملة الحكم فی ذٰلك وتعرف تفاصيل المسألة من شتی التنوير، والدر، وحواشيه، ووقف الاشباه، وشروحه، وغصب الهندية وغيرها من الكتب المعتمدة۔ واللّٰه تعالٰی اعلم۔

اس کا یہ خلاصہ حکم ہے، اور تنویر الابصار کے مسائل شتّٰی، درمختار اور اس کے حواشی، اور الاشباہ کے وقف اور اس کی شروح، اور ہندیہ کے باب غصب وغیرہ معتبر کتب میں اس کی تفاصیل تجھے معلوم ہوں گی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۶۴ ۲۲ شوال ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اراضی مسجد کی جو اُس کے پیچھے تھی اپنے مکان میں ڈال لی ہے اور دیوار بنوالی، اور تاج محراب مسجد و مینار مسجد دبا کر اپنی دیوار بلند کرلی، ایسے شخص کے واسطے کیا حکمِ شرع شریف ہے؟ فقط۔

الجواب

فاسق، فاجر، ظالم، جائر، مرتکب کبائر، مستحق عذاب النار و غضب الجبار ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا يأخذ احد شبرا من الارض بغير حقه الا طوقه اللّٰه الی سبع ارضين الی يوم

جو شخص ایک بالشت بھر زمین ناحق لے گا اللہ تعالٰی وہ زمین زمین کے ساتوں طبقوں تک اس کے گلے میں قیامت کے دن تک طوق

Marfat.com

القیمۃ۔ رواہ مسلم[1] عن ابی ھریرۃ والشیخان عن ام المؤمنین وعن سعید بن زید رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

بنا کر ڈالے گا (اس کو مسلم نے ابوہریرہ اور شیخین نے ام المؤمنین عائشہ اور سعید بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من اخذ من الارض شیئا بغیر حقہ خسف بہ یوم القیمۃ الٰی سبع ارضین[2]۔ رواہ البخاری عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

جو شخص کسی قدر زمین ناحق دبالے گا قیامت کے دن زمین کے ساتویں طبق تک دھنسا دیا جائے گا (اس کو بخاری نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ایما رجل ظلم شبرا من الارض کلفہ اللہ عزوجل ان یحفرہ حتی یبلغ اٰخر سبع ارضین، ثم یطوقہ یوم القیمۃ حتی یقضی بین الناس[3]۔ رواہ احمد[3] والطبرانی وابن حبان فی صحیحہ بسند جید عن یعلی بن مرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو شخص ایک بالشت زمین ناحق لے لے اللہ تعالٰی اسے تکلیف دے کہ اس زمین کو کھودے یہاں تک کہ ساتویں طبقے کے ختم تک پہنچے، پھر قیامت کے دن اس کا طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالے یہاں تک کہ تمام مخلوق کا حساب کتاب ختم ہو کر فیصلہ فرما دیا جائے (اس کو طبرانی، احمد اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں جید سند کے ساتھ یعلی بن مرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

ایک حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اخذ شیئا من الارض بغیر حلہ طوقہ اللہ من سبع ارضین

جو کسی قدر زمین ناجائز طور پر لے اللہ تعالٰی ساتوں زمینوں سے اُس کے گلے میں طوق ڈالے،

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساقاۃ باب تحریم الظلم وغصب الارض قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۳
[2] صحیح البخاری ابواب المظالم والقصاص باب اثم من ظلم شیئا من الارض " " " ۱/ ۳۳۲
[3] مسند احمد بن حنبل حدیث یعلی بن مرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۷۳

Marfat.com

لا یقبل اللہ منہ صرف ولا عدل[1]۔ رواہ احمد والطبرانی عن سعد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

نہ اس کا فرض قبول ہو نہ نفل (اس کو احمد و طبرانی نے سعد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

حدیثیں اس باب میں متواتر ہیں، اُس شخص پر فرض ہے کہ مسجد کی زمین وعمارت فوراً فوراً خالی کر دے اور اپنی ناپاک تعمیر جو اُن پر کرلی ہے ڈھا کر دُور کرے، اللہ قہار وجبار کے غضب سے ڈرے، ذرا من دو من نہیں بیس پچیس ہی سیر مٹی کے ڈھیلے گلے میں باندھ کر گھڑی دو گھڑی لئے پھرے، اُس وقت قیاس کرے کہ اس ظلم شدید سے باز آنا آسان ہے یا زمین کے ساتوں طبقوں تک کھود کر قیامت کے دن تمام جہان کا حساب پورا ہونے تک گلے میں معاذ اللہ یہ کروڑوں من کا طوق پڑنا اور ساتویں زمین تک دھنسا دیا جانا، والعیاذ باللہ تعالیٰ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۵: رجب ۱۳۱۵ھ از شہر کہنہ بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے خالد کی زوجہ سے بلا طلاق دیئے خالد کے نکاح کرلیا، اور خالد بعد معلوم ہوجانے نکاح اپنی زوجہ کے زوجہ کے ساتھ سرکار میں جاکر کے عرضی دی، اور زوجۂ خالد نے بھی اپنے نان اور نفقہ اور مہر کی عرضی خالد پر دی، اور ہنوز دونوں کا مقدمہ دائر ہے، لیکن اس عرصہ میں پنچوں نے جمع ہوکر دونوں کو راضی اپنے فیصلہ پر کرلیا، اور فیصلہ پنچوں کا اس طور پر ہوا کہ زید کو بوجہ مرتکب ہونے اس امر ناجائز کے مبلغ پچاس روپیہ جرمانہ اور مبلغ دس روپیہ صرفہ خالد ادا کئے، اور خالد نے اپنی زوجہ کو طلاق دی اور مبلغ مذکور بھی پنچوں نے زید سے ادا کئے، اور اب روپیہ موصوف پنچوں کے تحت میں ہے، جب زید نے دیکھا کہ یہ روپیہ بیکار ہاتھ سے جاتا ہے کہ یہ لوگ شیرینی وغیرہ میں صرف کریں گے، تو اس نے مجبور ہوکر کے کہا کہ تم لوگ اس روپیہ سے ایک مسجد کی تعمیر یا مرمت کرو، تو پنچوں نے راضی ہوکر خالد سے بھی روپیہ صرفہ کا لے لیا، یعنی اس کو بھی تعمیر مسجد یا مرمت مسجد میں صرف کریں گے، بعد اس کے پنچوں میں سے ایک شخص نے پنچوں سے روپیہ لے کر زید کو دے دیا اور کہا کہ ایسا جائز نہیں ہے، پھر بعد تھوڑی دیر کے زید سے روپیہ مذکور واپس لے لیا، آیا اس روپیہ کو مرمت مسجد یا تعمیر مسجد میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] الترغیب والترہیب بحوالہ احمد والطبرانی الترہیب من اخذ الارض حدیث ۴ مصطفی البابی مصر ۳/ ۱۶

Marfat.com

الجواب

اول یہ مال حرام تھا کہ جرمانہ جو پنچ لیتے ہیں ناجائز ہے،

فان المصادرة بالمال منسوخة عند نا وان کانت فالی الامام دون العوام۔ کیونکہ مالی جرمانہ ہمارے نزدیک منسوخ ہے، اگر ہو بھی تو صرف امام تک جواز ہے عوام کو جائز نہیں۔ (ت)

اور جو صرف خالد کو زید سے دلایا وہ بھی ناجائز تھا فانه تضمین باطل لم یرد بمثله الشرع (کیونکہ یہ ضمان لگانا باطل ہے شرع میں اس کی مثال نہیں ہے۔ ت) مگر جب زید نے اپنی رضا اور خوشی سے اُس مسجد میں صرف کی اجازت دے دی اور اُس کی تکمیل یوں کر لی گئی کہ وہ روپیہ اس کو واپس کر دیا اور پھر اُس سے تعمیرِ مسجد کے لئے مانگا اور اس نے بخوشی دیا جیسا کہ بیانِ سائل سے معلوم ہوا، تو اب اس کے جواز میں شبہہ نہیں کما لا یخفی فان الباطل قد زال بالرد (جیسا کہ مخفی نہیں کہ باطل کا زوال واپس کر دینے سے ہو گیا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۶۶ ازمولوی مرزا خاں پیشاوری ۱۵ محرم ۱۳۱۶ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص کی ایک چیز رکھی ہوئی تھی، وہ چیز لاٹھی فرض کیجئے، دوسرے شخص نے آکر اٹھالی اور اس سے کھیل شروع کیا اور اس کو حرکت جوالہ دی، وہ اس کے ہاتھ سے گر پڑی اور ٹوٹ گئی، اب اس شخص پر ضمان ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو حوالہ کتاب دیجئے، اور اگر نہیں ہے تو حوالہ کتاب دیجئے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جبکہ بے اذنِ مالک اُس نے وہ چیز اٹھالی اور اس کے کھیلنے میں گر کر ٹوٹ گئی، تو اُس پر بلاشبہہ ضمان واجب ہے۔ فتاوٰی خانیہ پھر فتاوٰی ہندیہ میں ہے:

اذا دخل الرجل دار انسان واخذ متاعا وجحد فهو ضامن، وان لم یحوله ولم یجحد فلا ضمان علیه الا ان یهلك بفعله او یخرجه من الدار[1] جب کوئی کسی شخص کے گھر داخل ہوا اور سامان لیا اور بعد میں انکار کر دیا تو ضامن ہوگا اگرچہ اگر سامان کو جگہ سے تبدیل نہ کیا اور انکار نہ کیا تو اس پر ضمان نہ ہوگا مگر جبکہ اپنے عمل سے ضائع کرے یا سامان گھر سے باہر لے جائے تو ضامن ہوگا۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ فتاوٰی قاضیخاں کتاب الغصب الباب الرابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۱۵۸
فتاوٰی قاضیخاں کتاب الغصب فصل فیما یصیر بہ المرء غاصبًا نولکشور لکھنؤ ۴/۷۹-۸۰

Marfat.com

فتاوٰی کبرٰی پھر فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

ذخل رجل علی صاحب الدکان باذنہ فتعلق بثوبہ شیئ مما فی دکانہ فسقط لا یضمن لکن تاویلہ اذالم یکن السقوط بفعلہ و یدہ وکذلک اذا اخذ شیئا بغیر اذنہ مما فی دکانہ لینظر الیہ فسقط لا یضمن، ویجب ان یضمن الا اذا اخذ باذنہ اما صریحا او دلالۃ[1] الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ایک شخص دکاندار کی دکان میں اجازت سے داخل ہوا اور اس کے کپڑے سے لٹک کر کوئی چیز گر کر ضائع ہوگئی تو ضامن نہ ہوگا اس صورت میں کہ وُہ چیز اس کے عمل اور ہاتھ سے نہ گری ہو، اور یونہی جبکہ دیکھنے کے لئے دکان سے کوئی چیز بغیر اجازت اٹھائی اور گر کر ٹوٹ گئی تو ضامن نہ ہوگا مگر صراحۃً یا دلالۃً اجازت کے بغیر اٹھائے تو ضمان واجب ہوگا الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۶۷: از پیلی بھیت قاضی محلہ مرسلہ قاضی ممتاز حسین صاحب ممتاز ۲۰ رمضان ۱۳۱۷ھ

زید کا مال عمرو نے چرایا، چوری کے بعد زید مرگیا، اُس نے لڑکا بکر وارث چھوڑا، اب بکر بھی مرگیا، کوئی اس کی نسل میں نہ رہا جو ترکہ ان دونوں کا پائے، اب عقبٰی میں اُس مال مسروق کے معاف کرنے کا مجاز زید ہے یا بکر؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جو شخص کسی کا مال چرائے، یا جبراً چھین لے، یا دبا کر رشوت میں لے، یا ظلماً تلف کردے، تو ان صورتوں میں علاوہ جرم شرعی کے جس میں خود سرکار مدعی ہے، (یعنی حقیقی سرکار ابد قرار شریعت نبی مختار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) اس ظالم پر مظلوم کے دو۲ مطالبے عائد ہوتے ہیں، ایک۱ مطالبۂ ظلم کہ اُسے ستایا آزار پہنچایا۔ دوسرا۲ مطالبۂ مال۔ مطالبۂ ظلم تو مطلقاً اُسی مظلوم کے لئے ہے تو اس کی معافی کا اختیار بھی اُسی کو ہے۔ رہا مطالبۂ مال، اس میں دو۲ صورتیں ہیں: اگر حیات مظلوم میں وُہ مطالبہ مُردہ ہوگیا جس کے وصول کی اصلاً توقع نہ رہی، مثلاً ظالم مرگیا اور مال کچھ نہ چھوڑا، جب تو یہ مطالبہ بھی اسی مظلوم کے لئے ہے اور اسی کے معاف کئے معاف ہوگا کہ دَین جب مُردہ ہوجائے اس میں توریث جاری نہیں ہوتی، تو مظلوم کے بعد اس کا بیٹا اس مطالبے کا مالک نہ ہوا، اور اگر اس کی زندگی میں مطالبہ مردہ نہ ہو تو بعد انتقال مظلوم پسر مظلوم کی طرف منتقل ہوگا، اور صورت مسئولہ میں مطالبۂ مال کے معاف کرنے کا اختیار بکر کو ہوگا،

---

[1] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ الفتاوٰی الکبرٰی کتاب الغصب الباب الرابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۱۵۹

Marfat.com

اور مطالبۂ ظلم سے درگزر کا مجاز زید۔ ہندیہ میں ہے:

لومات وترك عينا ودينا وغصبا فی ایدی الناس ولم یصل شیٔ من ذٰلك الی الورثة ، فالقیاس ان یکون الثواب بذٰلك فی الاٰخرة للورثة لانهم ورثوا منه وفی الاستحسان ان توی الدین و تمت التوی قبل الموت فالثواب له لان التاوی لا یجری فیه الارث ، فان توی بعده فالثواب للوارث لانه لا یجری الارث فیه لقیامه وقت الموت ، کذا فی الفتاوی العتابیة۔[1]

اگر کسی نے فوت ہونے کے بعد لوگوں کے ذمہ قرض، عین چیز یا غصب چھوڑا اور ترکہ میں ورثاء کو وصول نہ ہوئی ہوں تو قیاس یہ ہے کہ ظلم برداشت کرنے کا ثواب ورثاء کو ملے کیونکہ یہ اس میت کے بعد ان اموال کے وارث بنے اور جبکہ استحسان یہ ہے اگر ان اموال کا نقصان مرنے والے کی موت سے پہلے مکمل طور پر واضح ہوگیا تو ثواب میت کو ملے گا کیونکہ نقصان میں وراثت نہیں ہے، اگر یہ نقصان موت کے بعد تام ہوا تو پھر ثواب ورثاء کو ملے گا کیونکہ ان میں وراثت جاری ہوتی ہے اس لئے کہ موت کے وقت یہ اموال میت کی ملکیت تھے۔ فتاوٰی عتابیہ میں یوں ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

سرق شیئا من ابیه ثم مات ابوه لم یؤاخذ به فی الاٰخرة لان الدین وھو ضمان المسروق انتقل الیه واثم بالسرقة لانه جنی علی المسروق منه کذا فی الفتاوی العتابیة ، رجل له علی رجل دین فتقاضاه فمنعه ظلما حتی مات صاحب الدین وانتقل الی الوارث ، تکلموا فیه ، قال اکثر المشائخ لایکون حق الخصومة للاول ، لکن المختار ان

کسی نے اپنے والد کی کوئی چیز چرائی پھر والد فوت ہوگیا تو آخرت میں اس پر ضمان کا مؤاخذہ نہ ہوگا کیونکہ چیز مسروقہ جس کا ضمان تھا وہ وراثت میں بیٹے کو منتقل ہوچکی ہے اور چوری پر گنہگار ہوگا اس لئے کہ اس نے وقت کے مالک کا جرم کیا ہے، یہ فتاوٰی عتابیہ میں ہے، ایک شخص کا دوسرے پر قرض تھا تو مالک نے کسی کو قرض وصول کرنے کے لئے بھیجا تو مقروض نے ادائیگی سے انکار کردیا پھر وہ مالک فوت ہوگیا اور وہ قرض ورثاء کو منتقل ہوگیا، تو اس مسئلہ میں فقہاء کا کلام ہے، اکثر مشائخ نے فرمایا ہے کہ مالک کے مقرر کردہ پہلے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الغصب الباب الرابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۱۵۷

Marfat.com

الدین للوارث، والخصومة فی الظلم بالمنع للاول، لا فی الدین اذا الدین انتقل الی الوارث، کذا فی الظہیریة۔[1]

شخص کو قرض میں فریق بننے کا حق نہیں ہے، لیکن مختار یہ ہے کہ قرض وارثوں کا ہے اور قرض کی ادائیگی سے انکار کے ظلم کا دفاع پہلے مقرر شدہ کے ذمہ ہوگا، نہ قرض میں اس لئے کہ قرض وارث کو منتقل ہوچکا ہے۔ ظہیریہ میں یوں ہے (ت)

اسی طرح فتاوٰی خانیہ وغیرہا میں ہے۔ نیز فتاوٰی خانیہ میں ہے:

رجل مات ولہ علی رجل حق، ولم یخلف وارثا، قالوا یتصدق المدیون بما علیہ من المیت، لیکون ذٰلک ودیعة عند اللہ تعالٰی، فیوصلہ الٰی خصمہ یوم القیٰمة۔[2] قلت فافادان من مات لاعن وارث فان الخصومة تنتھی الیہ، ولا ینتقل عنہ الی بیت المال وکان الفقہ فی ذٰلک ان الوضع فی بیت المال لیس علی جھة الارث، بل لان الضوائع تصیر فیأ للمسلمین، کما نص علیہ فی الدر المختار واوضحہ فی رد المحتار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ایک شخص فوت ہُوا اس کا دوسرے پر دَین ہو اور کوئی وارث نہ ہو تو اس صورت میں فقہاء نے فرمایا کہ مقروض اس میّت کی طرف سے مال کو صدقہ کرے تاکہ عنداللہ قیامت میں یہ صدقہ امانت بن کر مستحق تک پہنچ جائے قلت (میں کہتا ہوں) اس کا یہ فائدہ ہوا کہ جو وارث چھوڑے بغیر فوت ہوجائے تو اس کے حق میں مطالبہ ختم ہوجاتا ہے اور وہ مطالبہ بیت المال کو منتقل نہیں ہوگا، اس میں نکتہ فہم یہ ہے کہ بیت المال کو لاوارث کا مال بطریقہ وراثت منتقل نہیں ہوتا بلکہ لاوارث باقی ماندہ اشیاء مسلمانوں کے لئے ترکہ بنتی ہیں جیسا کہ درمختار میں اس پر نص ہے اور اس کی وضاحت ردالمحتار میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۶۸

۲۷ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنا مکان خام کو پختہ بنوایا، اور کچھ اراضی بکر کی اپنے مکان میں ڈال لی، اس پر بکر نے منع کیا، اس کے منع کرنے پر زید کا بھائی عمرو نے مل کر

---

[1] فتاوٰی ہندیة کتاب الغصب الباب الرابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۱۵۷

[2] فتاوٰی قاضیخان " فصل فی براءة الغاصب والمدیون نولکشور لکھنؤ ۴/ ۶۹۳

Marfat.com

مارپیٹ کی۔ اس پر بکر نے اپنا سر جھکایا تاہم وہ باز نہ آئے، اور عمرو اپنے آپ کو متقی تصور کرتا ہے اور اہلِ محلہ کے لوگ بھی ایسا ہی قرار دیتے ہیں، اس وجہ سے یہ سوال قائم کرکے علمائے دین کی خدمت میں یہ التماس ہے کہ شاید حکم شریعت کو سُن کر عمرو اپنے کئے ہوئے فعل پر نادم ہو، اور بکر کے ساتھ آیندہ کچھ زیادتی نہ کرے، اور حکم شرعی زید وعمرو وہمراہیان کے مع تفصیل علیحدہ علیحدہ تحریر فرمائیے۔ بیّنوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں عمرو اور اُس کے ساتھی سب ظالم اور مرتکب کبیرہ و مستحق عذاب شدید ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اخذ من الارض شیئا بغیر حقہ خسف بہ یوم القیٰمۃ الٰی سبع ارضین۔ رواہ البخاری[1] عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

جو شخص زمین میں سے کچھ ٹکڑا ناحق دبالے قیامت کے دن وہ ساتویں زمین تک دھنسا دیا جائیگا۔ (اسے بخاری نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ[2]۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی، جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی (اس کو طبرانی نے اوسط میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ت)

تیسری حدیث میں ہے، فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من مشی مع ظالم لیعینہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خرج من الاسلام[3]۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن اوس بن شرحبیل رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو کسی ظالم کے ساتھ اس کی مدد دینے کو چلے، اور اُسے معلوم ہو کہ یہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے نکل گیا (اسے طبرانی نے کبیر میں حضرت اوس بن شرحبیل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب بدء الخلق باب ماجاء فی سبع ارضین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۵۳
[2] المعجم الاوسط للطبرانی حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف الریاض ۴/۳۷۳
[3] المعجم الکبیر للطبرانی ترجمہ اوس بن شرحبیل حدیث ۶۱۹ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱/۲۲۷

Marfat.com

زید پر فرض ہے کہ بکر کی زمین اسے واپس دے، اور زید و عمرو اور اس کے سب معاون پر فرض ہے کہ بکر کو راضی کریں اور اس سے اپنا قصور معاف کرائیں، ورنہ روزِ قیامت اس کے مستحق ہوں گے کہ ان کی نیکیاں بکر کو دی جائیں، بکر کے گناہ اُن کے سر پر رکھے جائیں اور یہ جہنم میں ڈال دئے جائیں والعیاذ باللہ، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۶۹ ازمراد آباد ۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے انتقال کیا، خالد، ولید، عمرو پسران۔ عابدہ، ساجدہ دختران۔ حامدہ زوجہ چھوڑے۔ ترکہ زید پر صرف خالد قابض رہا، اس نے ترکہ کو بموجب شرع تقسیم کیا، مگر عابدہ کو زرِ نقد سے اس کے حصے کا نصف ادا کیا اور نصف دینے کا وعدہ کیا، بعدہٗ عابدہ نے انتقال کیا، ایک پسر، ایک دختر اور شوہر چھوڑا۔ وارثانِ متوفاۃ نے خالد سے باقی نصف جو زرِ نقد تھا طلب کیا، تب خالد نے ایک ہفتہ میں ادا کرنے کا وعدہ کیا، اسی طرح خالد پر تقاضے ہوتے رہے، اور وہ ہفتہ وعشرہ میں ادا کا وعدہ کرتا رہا، آخر کار خالد نے کہہ دیا کہ میرے یہاں چوری ہوگئی اور میرے مال کے ساتھ نصف حصہ عابدہ جو میرے پاس باقی تھا چوری ہوگیا، بعدہٗ خالد نے اپنے لئے جائداد خریدی، اب یہ دریافت طلب ہے کہ نصف حصہ عابدہ جو خالد کے پاس رہ گیا ہے ازروئے شرع شریف خالد کے ذمے واجب الادا ہیں یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں بقیہ زرِ نقد حصہ عابدہ کہ خالد کے پاس رہا تھا خالد پر وارثان عابدہ کے لئے واجب الادا ہے، اور چوری ہوجانے کا عذر نامسموع، ترکہ مورث میں ورثاء کی شرکت شرکتِ ملک ہوتی ہے، اور شرکتِ ملک میں ہر شریک دوسرے کے حصے سے اجنبی ہوتا ہے، بے وجہ شرعی مثل وصایت وولایت وغیرہما ایک کو دوسرے کے حصہ پر قبضہ کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ تنویر الابصار میں ہے:

شرکۃ ملک ان یملك متعدد عینا او دینا بارث او بیع او غیرھما وکل اجنبی فی مال صاحبہ[1] (ملتقطاً)

شرکتِ ملک یہ ہے کہ متعدد حضرات کسی عین چیز یا دین میں وراثت، بیع وغیرہ کے ذریعہ مالک بنیں، اور یہ تمام حضرات ایک دوسرے کے مال میں اجنبی متصور ہوں گے (ملتقطاً)۔ (ت)

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الشرکۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷۰

خالد نے اگر بے اذن عابدہ قبضہ کیا جب تو ظاہر ہے کہ وہ قبضہ ناجائز تھا، اور بعد تقاضا ہر بار اُس سے روکے رہنا ظلم بر ظلم، اور اگر ابتداءً قبضہ باذن بھی تھا، تو طلب[1] ٹالے بالے جیلے حوالے نے اُسے قبضہ ظلم و تعدی کر دیا، بہرحال اب چوری ہو جانا یا خود خرچ کر لینا، دونوں کا حکم یکساں ہو گیا کہ تاوان لازم ہے۔

ہدایہ میں ہے:

الودیعة امانة فی ید المودع اذا هلکت لم یضمنها فان طلبها صاحبها فمنعها وهو یقدر علی تسلیمها، ضمنها، لانه متعد بالمنع، وهذا لانه لما طالبه لم یکن راضیا بامساکه بعده فیضمنها بحبسه عنه[1] اھ ملتقطاً۔

ودیعت مودع کے پاس امانت ہوتی جب ہلاک ہو جائے تو ضمان نہ ہو گا، ہاں اگر مالک نے واپس لینے کا مطالبہ کیا اور مودع نے دینے سے انکار کیا حالانکہ دینے پر قادر تھا تو ہلاک ہونے پر ضامن ہو گا کیونکہ انکار پر وہ ذمہ دار ٹھہرا یہ اس لئے کہ جب مالک نے واپسی کا مطالبہ کیا تو اس کے بعد وہ اس کے پاس رکھنے پر راضی نہ تھا تو وہ روکنے پر ضامن ہو جائے گا اھ ملتقطاً۔ (ت)

فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالیٰ لہ:

فان قلت هذا ظاهر فیما اذا کان قبض خالد باذن عابدة، فانه حینئذ تکون یده یدها، فاذا منعها فقد ازال یدا محقة واثبت مبطلة ولو حکما، فکان غاصبا، والغصب یضمن هالکا او مستهلکا، اما اذا قبض ابتداء بعد موت المورث من دون اذن الورثة، ولا سبق قبض لهم فلم یوجد ازالة ید محقة، وان ثبت اثبات مبطلة، ولا غصب

اگر تیرا یہ اعتراض ہو کہ یہ اس وقت ظاہر ہے جب خالد نے عابدہ کی اجازت سے قبضہ کیا تو خالد کا قبضہ عابدہ کا قبضہ قرار پایا تو جب خالد نے عابدہ کو دینے سے انکار کر دیا تو اب یہ قبضہ حق نہ رہا بلکہ ناحق ہو گیا اگرچہ ناحق ہونا حکماً ہے تو یوں وہ غاصب بن گیا جبکہ غاصب خود ہلاک کرے یا اس سے ہلاک ہو جائے، دونوں صورتوں میں ضمان واجب ہوتا ہے، لیکن موت کے بعد قبضہ کو ورثاء کی اجازت حاصل نہیں، اور نہ ہی ان کو پہلے قبضہ حاصل تھا، تو اب موت کے بعد قبضہ سے رہنا برحق قبضہ زائل نہ ہوا، اگرچہ یہ ناحق قبضہ ہے

---

[1] الہدایۃ کتاب الودیعۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۲۷۱

الا بعد اجتماعهما ففیم یضمن، **قلت** یضمن ضمان التعدی وان لم یعد غاصبا، قال السید العلامة الازهری فی فتح الله المعین، فان قیل وجد الضمان فی مواضع ولم تتحقق العلة المذکورة کغاصب الغاصب فانه یضمن، وان لم یزل ید المالك بل ازال ید الغاصب، والملتقط اذا لم یشهد مع القدرة علی الاشهاد مع انه لم یزل یدا، وتضمن الاموال بالاتلاف تسبیبا کحفر البیر فی غیر الملك ولیس ثمة ازالة ید احد ولا اثباتها، فالجواب ان الضمان فی هذه المسائل لا من حیث تحقق الغصب بل من حیث وجود التعدی کما فی العنایة الخ۔[1]

توضمان تب واجب ہوتا جب حق کا زوال اور ناحق کا اثبات دونوں جمع ہوں، توصرف ناحق قبضہ پر ضمان کیونکر لازم ہوگا۔ جواب میں میں کہتا ہوں کہ یہاں ادائیگی سے منع پر ضمان ہے اگرچہ یہ غصب نہیں ہے۔ سید علامہ ازہری نے فتح اللہ المعین میں فرمایا ہے اگر اعتراض کیا جائے کہ کئی مقامات پر ضمان واجب ہوتا ہے حالانکہ وہاں مذکورہ علت نہیں پائی جاتی، مثلاً غاصب کا غاصب ضامن ہوتا ہے، اگرچہ اس نے مالک کا قبضہ زائل نہ کیا بلکہ اس نے غاصب کا قبضہ توڑا ہے، اور یونہی گری ہوئی چیز اٹھانے والا جب اس پر گواہ بنا سکتا تھا اور گواہ نہ بنائے حالانکہ اس نے بھی مالک کا قبضہ نہ توڑا اور یوں ہی ہلاکت کا سبب بنانے پر بھی مال کی ہلاکت کا ضامن بنایا جاتا ہے مثلاً غیر کی ملک میں کنواں کھودنا، اس میں بھی مالک کا قبضہ نہ توڑا اور نہ ہی باطل قبضہ ثابت ہوا، توجواب یہ ہے کہ ان مسائل میں اگرچہ غصب متحقق نہ ہوا اس کے باوجود ضمان اس لئے ہے کہ یہاں تعدّی پائی گئی ہے، جیساکہ عنایہ میں ہے الخ۔ (ت)

ہندیہ میں تاتارخانیہ سے ہے:

سئل ابوحامد عن مسافر حمل امتعته علی سفینة لیذهب الی بلدة، ثم مات ومعه ابنه فاخرج الابن تلك الامتعة من تلك السفینة الی سفینة اخری لیذهب لیسلمها الی سائر الورثة،

ابوحامد سے سوال ہوا کہ مسافر نے سامان ایک کشتی میں رکھا وہ کشتی والا مسافر فوت ہوگیا اس کے بیٹے نے جو ہمراہ تھا دوسری کشتی میں سامان لادا تاکہ باقی وارثوں کو سامان پہنچائے، لیکن اس نے اپنے والد کے طے کردہ راستہ کو چھوڑ کر

[1] فتح المعین کتاب الغصب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۳۱۰

Marfat.com

واخذ طریقا یسلکه الناس غیر الطریق الذی کان المیت علی عزم ان یذھب فیه، ثم غرقت السفینة ومات الابن وضاعت الامتعة، ھل یضمن الابن نصیب سائر الورثة، فقال لا وسئل عنھا مرة اخری فقال ان کان اخرجھا الی سفینة اخری ومضی بھا الی مکان اٰخر سوی وطن الورثة ضمن[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم

لوگوں کے عام معروف راستے پر کشتی کو چلایا اور کشتی بمعہ سامان اور لڑکے غرق ہوگئی، تو کیا اس صورت میں بیٹے پر ضمان عائد ہوگا؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا ضمان نہ ہوگا۔ پھر ان سے ایک مرتبہ یہی سوال ہُوا تو انھوں نے جواب دیا کہ اگر بیٹا وُہ سامان دوسری کشتی میں لادکر سامان کے مالکوں کے وطن کی بجائے دوسرے مقام کی طرف لے گیا تو ضامن ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷: از بنگالہ ضلع چاٹگام تھانہ راؤجاں موضع پھرا مرسلہ مولوی اسمٰعیل صاحب ۱۴ شوال ۱۳۲۱ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ شخصے مثلاً زید چند پسران خود یعنی خالد وبکر وغیرہ واموال منقولہ وغیر منقولہ را گذاشتہ ازسرائے فانی بدار باقی رحلت فرمود، اکنوں از خالد اموال مذکورہ پدر متوفی خود را بزور بازو وحسب فرائض اللہ تقسیم مستقیم نمودہ و بکر وغیرہ ندادہ، بقبضہ تصرف خود آوردن از قبیل غصب ست یانہ، وخود خوردن بل دیگراں را کہ خارج از ورثہ باشد خوراتیدن، ومہمانی ایشاں نمودن، وخود میزبان گردیدن، وبجانب مستحقان اموال مقبوضہ وامتعہ موصوفہ التفات نہ کردن، ایں فعل شرعاً صحیح است یانہ، و غاصب از اشیائے مغصوبہ ضیافت ومہمانی

علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص مثلاً زید نے اپنی وفات کے بعد منقولہ اور غیر منقولہ مال ترکہ چھوڑا اور ورثاء میں اپنے چند بیٹے خالد اور بکر وغیرہ چھوڑے، اب خالد نے بزورِ بازو اپنے مرحوم والد کے تمام مال پر قبضہ کرلیا ہے اور اللہ تعالٰی کے حکم کے مطابق ورثاء میں تقسیم نہ کیا اور بھائی بکر وغیرہ کو کچھ نہ دیا بلکہ اپنے تصرف میں لایا، کیا اس کی یہ کاروائی غصب ہے یا نہیں اور خود کھانا بلکہ غیر وارثوں، مہمانوں کو میزبان کے طور پر کھلانا اور مستحق حضرات کی طرف کوئی التفات نہ کرنا شرعاً یہ فعل صحیح ہے یا نہیں، اور غاصب کو مغصوبہ مال میں سے ضیافت کرنا نیز مہمانوں اور دیگر حضرات کو یہ کھانا

---

[1] فتاوٰی ہندیة کتاب الغصب الباب الرابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۱۵۶-۱۵۷

Marfat.com

کردن، ونیز مهمانان وخورندگان را ازاں خوردن شرعاً نافذ است یا نہ، واگر غاصب بر فعل غصب اصرار کند وآں تعامل او معلوم می شود کہ غصب را غصب نہ فہمد، بلکہ فعل غصب را نوعے از حرفت وپیشہ شمرد۔ حسب شرع شریف بروجہ تعزیر واجب خواہد شد۔ بیّنوا بسند الکتاب وتوجروا الی ملك الوھاب۔

شرعاً جائز ہے یا نہیں، اور غاصب اپنے غاصبانہ عمل پر اصرار کرے اور اس کو معمول کی کاروائی سمجھے اور غصب نہ سمجھے بلکہ غاصبانہ کاروائی کو وہ پیشہ بنالے تو کیا شرعاً وہ تعزیر کا مستحق ہے۔ کتاب کی سند کے ساتھ بیان کیجئے اور ملک الوہاب سے اجر پائیے۔ (ت)

الجواب

حرکت مذکورہ بالیقین غصب وحرام ست، قال اللہ تعالٰی لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[1] وغاصب اگر از عین مغصوب کسے را ہبہ کند یا ہدیہ دہد یا ضیافت خوراند یا باجرت وتنخواہ یا قیمت چیزے دہد، بہرصورت مردماں را گرفتن وخوردنش حرام ست وقد تناول الکل الاٰیۃ المتلوۃ کمالایخفی وباصرار الغصب جز زیادت در وبال عذاب واستحقاق نار جہنم چیزے فزوں نشود، ومجرد ایں تعامل دلیل بیش ازیں نباشد، آری اگر ثابت شود کہ غصب حرام شرعی را حلال می دارند، آنگاہ البتہ لزوم کفرست بلکہ عندالتحقیق بلاشبہہ کفر باشد لان المدار علی کون ما انکرہ من ضروریات الدین، ولا شك ان حرمۃ الغصب من دون حیلۃ شرعیۃ کمن یرید اخذ حقہ من المنکر ولاضرورۃ ملجئۃ تمکن

مذکورہ عمل یقیناً غصب اور حرام ہے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا، آپس کا مال باطل طریقہ سے نہ کھاؤ۔ اور غاصب اگر عین مغصوبہ چیز کسی کو دے یا ہدیہ، ضیافت، اُجرت، تنخواہ یا کسی چیز کی قیمت کے طور پر دے تو لوگوں کو لینا اور کھانا حرام ہے اور آیۂ کریمہ مذکورہ ان تمام صورتوں کو شامل ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے، اور غصب پر اصرار سے عذاب اور وبال اور استحقاق جہنم کے علاوہ کیا زائد ہوگا اور اس کو معمول بنالینا اس سے زائد پر دلیل نہیں ہے ہاں اگر معلوم ہوجائے کہ اس نے حرام کو حلال جانا تو اس وقت لزومِ کفر ہوگا بلکہ عندالتحقیق بلاشبہہ کفر ہوگا، کیونکہ کفر کا دار و مدار ضروریاتِ دین کے انکار پر ہے اور اس میں شک نہیں کہ بغیر حیلۂ شرعیہ مثلاً کسی سے اپنے حق کے بدلے لینا جبکہ وہ منکر ہو اور بغیر ایسی ضرورت جو اس کو مخمصہ میں مبتلا

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۸

Marfat.com

فی المخمصة من ضروریات الدین و بعد هذا لایتجه الفرق بکون الحرمة لعینه او لغیرہ، کما وقع عن بعض العلماء۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کر دے غصب کی حرمت ضروریاتِ دین میں سے ہے تو ایسی صورت میں حرمت لعینہٖ اور لغیرہٖ کا فرق کام نہ دے گا جیسا کہ بعض علماء سے یہ سرزد ہوا ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷۱

چہ می فرمایند فقہائے دین و فضلائے شرع متین اندریں مسئلہ کہ شخصے مثلاً زید چہار پسر یعنی عمرو و خالد و بکر و ہاشم و اموال منقولہ وغیر منقولہ را متروک داشتہ از سرائے فانی بسرائے باقی رحلت فرمود، بعدہٗ خالد و بکر و ہاشم از اراضی پدر متوفی ہر یک حسب خرچ خورد و پوش بگیرند، و ما بقی نزد عمرو موجود است، اما از بہراد شاں قدر زائد است لکن عمرو از قدر زائد اخراجات جمیع اراضی خود و برادراں را انجام می دہد، تاکہ جہت آں را دفتران سرکاری خوف وتلف بر کل مال پیش نیابند، پس دریں صورت عمرو را غاصب و کافر خوانده و مہمانی و دعوات خوردند و قبول نمودند حسب شرع شریف صحیح است یا نہ، و نیز زمین کہ عمرو از کسب خود خریداست باز بوقتِ قسمت صحیح خالد وغیرہ از شیئ مکسوب عمرو طلبیدن شرعاً جائز است یا نہ؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور فضلائے شرع متین اس مسئلہ میں، کہ ایک شخص مثلاً زید فوت ہوا اس نے منقولہ وغیر منقولہ مال اور چار بیٹے عمرو، خالد، بکر اور ہاشم وارث چھوڑے۔ خالد، بکر اور ہاشم نے اپنے مرحوم والد کی زمین سے خوراک و لباس کے اخراجات کے مطابق حصہ وصول کر لیا اور باقی جو کچھ ہے وہ عمرو کے پاس موجود ہے تاہم دوسروں کی نسبت اس کے پاس زیادہ ہے لیکن اس زائد سے اپنی اور بھائیوں کی تمام زمین کے جملہ اخراجات پورے کرتا ہے تاکہ سرکاری دفاتر سے ضرر رسانی کے خطرے کو پورے مال پہ سے ختم کیا جائے، تو کیا اس صورت میں عمرو کو غاصب و کافر کہنا اور اس کی دعوت مہمانی کھانا اور قبول کرنا شریعت کی رُو سے جائز ہے یا نہیں؟ نیز عمرو نے اپنی کمائی سے جو زمین خریدی ہے اس کو تقسیم سے الگ رکھنا صحیح ہے اور خالد وغیرہ کا عمرو کی کمائی کو طلب کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (ت)

الجواب

اگر عمرو برضائے دیگر ورثہ بر آں اراضی حصۂ دیگراں قابض ست، و خزانہ از جانب ایشاں می دہد، و ہرچہ زیادت محاصل بود

اگر عمرو باقی وارثوں کی رضامندی سے ان کے حصہ پر قابض ہے اور اخراجات سرکاری ان کی طرف سے ادا کر کے باقی آمدن کو مساوی

Marfat.com

بعدل قسمت می کند، یا از منافع آناں را بقدر خورد و پوشش می دہد، و باقی را برضائے آناں پیش خود جمع می دارد، دریں صورت عمرو ہرگز غاصب نیست لوجود الاذن من الملاك فی القبض وعدم تصرف باطل فی خراج الارض واگر نہ چناں ست بلکہ بے رضائے آناں برحصص آناں قبضہ کردہ است و در حقوق آناں تصرفات بیجا برائے خود می کند، ضرور غاصب بود، واما کافر نیست لانہ لایخرج الانسان من الاسلام الاجحود ما ادخلہ فیہ درصورت اولی دعوت زید قبول کردن بلا دغدغہ رواست، و نیز درصورت ثانیہ اگر دعوت از مال خودش کند، واگر از مال غصب میکند خوردن مغصوب روانیست، بلکہ درصورت ثانیہ چوں غاصب ومصر علی الغصب باشد بااو اختلاط نشاید کرد، ودعوتش از مال خودش ہم نباید خورد لیکون زجرا لہ ولامۃ لہ، زمین کہ عمرو از کسب خود خریداست خالد وغیرہ را از وحصہ خواستن روانیست، فان سہم الوارث فی المورث دون مملوك وارث اخر، واللہ تعالٰی اعلم۔

تقسیم کرتا ہے یا منافع میں سے ان کے خورد ونوش ولپوش کے اخراجات ان کو دیتا ہے اور باقیماندہ کو ان کی رضامندی سے اپنے پاس جمع رکھتا ہے اس صورت میں عمرو ہرگز غاصب نہیں ہے کیونکہ مالکوں کی طرف سے قبضہ کی اجازت ہے اور زمین کی آمدن میں کوئی باطل تصرف نہیں ہے، اور اگر ایسا نہیں بلکہ ان کی رضامندی کے بغیر ان کے حصوں پر قبضہ کئے ہوئے ہے اور ان کے حقوق میں بے جا اپنی مداخلت کرتا ہے تو ضرور غاصب ہے، لیکن وُہ کافر نہیں ہے کیونکہ جو چیز اسلام میں داخل کرتی ہے اسی کے انکار سے اسلام سے خارج ہوتا ہے، اور پہلی صورت میں اس کی دعوت قبول کرنا بلاشبہہ جائز ہے لیکن دوسری صورت میں اگر اپنے مال سے دعوت کرے تو بھی قبول کرنا جائز ہے اور اگر مغصوبہ مال سے دعوت کرے تو وہ ناجائز ہے اور اگر دوسری صورت میں وُہ غاصبانہ کارروائی پر اصرار کرے اس سے میل جول منع ہے اور اس کے اپنے مال کی دعوت بھی قبول نہیں کرنی چاہئے تاکہ اس کو زجر وملامت ہوسکے عمرو کی اپنی کمائی سے خرید کردہ زمین سے خالد وغیرہ کو حصہ طلب کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وارث کا حصہ مورث کے مال میں ہے دوسرے وارث کی ملکیت میں نہیں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷۲ از مجیب نگر ڈاک خانہ مونڈا سواراں ضلع کھیری مرسلہ مجیب رحمان خاں ۴ رشعبان ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور قاضیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا انتقال ہوا

Marfat.com

عجلت تیاری میں غلطی سے ایک چٹائی مسجد کی بانی مسجد نے یہ سمجھ کر کہ ایک چٹائی ایسے تنگ وقت دستیاب نہ ہو سکے گی، اور مسجد میں دوسری چٹائی بجائے اس کے رکھ دی جائے گی، لے کر میت کے تختوں پر جو قبر میں بچھائی گئی تھی اس لئے کہ مٹی قبر کی دراز تختہ سے نہ چھنے، ڈال دی، اور وہ قبر میں کام آگئی، تو ایسی حالت میں ایسے شخص کے لئے جس نے نیت معروضہ سے مسجد کی چٹائی ضرورت مذکورہ میں بحالت عجلت بکار مسطورہ اٹھائی، شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ اور اس کا کفارہ کچھ ہو سکتا ہے یا کیا؟ فقط۔

الجواب

وُہ گنہ گار اور مجرم خاص حقیقی سرکار ہوا الغصبہ الوقف فلیس فی تاثیمہ وقف (اس کے وقف کو غصب کرنے میں گناہ میں کوئی شک نہیں ہے۔ ت) اس کا کفارہ صدق دل سے توبہ ہے، ویتوب اللہ علی من تاب (اللہ تعالٰی توبہ کرنے والے کی توبہ کو قبول فرماتا ہے۔ ت) اور ویسی ہی چٹائی یا اس سے بہتر مسجد میں ڈالنا، اور وسعت رکھتا ہے تو خدمتِ مسجد وحاجت روائی صلحاء و مساکین میں بقدرِ قدرت پاک نیت سے صرف کرے کہ اس کی خدمت پسند سرکار ہو، اور رحمت توجہ فرما کر گناہ دھوئے، قال اللہ تعالٰی ان الحسنٰت یذھبن السیّاٰت ذٰلک ذکرٰی للذاکرین[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: نیکیاں ختم کر دیتی ہیں برائیوں کو، یہ نصیحت حاصل کرنے والوں کیلئے نصیحت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷۳

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید فوت ہوگیا اور اس نے مال تجارتی اور دیگر جائداد زر خرید اپنی بشراکت اپنے برادرِ حقیقی عبدالرحیم کے چھوڑی اور اس مال میں سے نفع جائداد سے کرایہ تخمیناً بارہ سال کے عبدالرحیم حاصل کرتا ہے، اور دوسرا مال اور جائداد موروثی جو والدین سے پایا وُہ بھی چھوڑا، اب مال اپنا زرخرید اور جائداد موروثی کس طرح پر تقسیم ہوگا، وارث اپنے چھوڑے، ایک زوجہ، دو بھائی، ایک بھتیجا اور دو ہمشیریں اور تین بیٹیاں اپنی، اور قرضہ عبدالغفور فوت شدہ نے بشراکت عبدالرحیم کے دین مہر اپنی زوجہ دینا چھوڑا، اب اس میں سے کون سا قرضہ ادا کیا جائے گا، اور از روئے شرع شریف کے وہ مال کس طرح پر تقسیم ہوگا؟

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/۱۱۴

Marfat.com

الجواب

حسب شرائط فرائض عبدالغفور کا جو کچھ ترکہ ہے خواہ موروثی، خواہ خریدکردہ، اس سب سے عبدالغفور پر جو کچھ دین ہے تقسیم ترکہ سے پہلے اسے اداکریں، دین مہر زوجہ اور دوسرا قرضہ جو عبدالرحیم کی شرکت میں تناسب برابر ہے، اگرچہ جائداد اس مہر و قرضہ کے مجموعہ سے کم یا برابر ہو، توسب ترکہ مہر و قرض میں حصہ رسد دیا جائے خواہ کسی وارث کو وراثۃً کچھ نہ ملے، اور اگر ترکہ زیادہ ہے تو مہر و قرض جس جس قدر واجب ہے تمام وکمال ادا کرکے اس کے بعد جو بچے اس کی تہائی سے عبدالغفور کی وصیت اگر اس نے کی ہو نافذ کی جائے، باقی کے ۱۴۴ (ایک سو چوالیس) حصے ہو کر اٹھارہ سہم زوجہ اور تنتیس تنتیس سہم ہر دختر، اور دس دس سہم ہر برادر، اور پانچ پانچ سہم ہر خواہر کو دیں، اور بھتیجا کچھ نہ پائے گا، اور بعد موت عبدالغفور جو نفع مال مشترک سے عبدالرحیم نے حاصل کیا اسے چاہئے کہ عبدالغفور کے حصے کا نفع اس میں سے اپنا حصہ یعنی بہتر حصوں سے پانچ حصے نکال کر باقی دیگر ورثہ عبدالغفور کو دے دے

لانہ حصلہ بوجہ خبیث، وکان علیہ اخراجہ، اما صدقۃ او ردا علی المالک، وھو الافضل کما فی الخیریۃ والھندیۃ وغیرھما۔

کیونکہ اس نے خبیث طریقہ سے حاصل کیا ہے اس پر اپنی ملکیت سے باہر کرنا لازم ہے یا صدقہ کرے یا مالک کو واپس کرے اور یہ افضل ہے جیسا کہ خیریہ اور ہندیہ وغیرہ میں ہے۔ (ت)

اس صورت میں کہ مہر و قرض مل کر جملہ ترکہ عبدالغفور سے زائد یا برابر نہ ہو، لان الدین اذا لم یستغرق ینتقل الملک الی الورثۃ (کیونکہ اگر میت کا قرضہ ترکہ پر حاوی نہ ہو تو ورثاء کی ملک ہوگا۔ ت) اور اگر زائد یا برابر تھا تو جو نفع حصہ عبدالغفور سے حاصل کیا ہے تمام وکمال فقیروں پر صدقہ کردینا اس پر واجب ہے نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا،

لان الدین المستغرق یمنع ملک الورثۃ کما فی الاشباہ[1]، وحق الدائن فی المالیۃ فلا مالک یرد علیہ فتعین التصدق وجوبا۔

کیونکہ ترکہ پر اگر قرض حاوی ہو تو ورثاء کی ملک نہ ہوگا، جیسا کہ الاشباہ میں ہے، اور مالیت پر قرض خواہ کا حق ہے تو اس کا کوئی مالک نہیں ہے جس پر واپس کیا جائے لہذا لازماً صدقہ کرنا متعین ہوگا۔ (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی الملک ادارۃ القرآن کراچی ۲/۲۰۴

رہا وہ کرایہ جو جائداد مشترک سے عبدالرحیم نے بعد موت عبدالغفور حاصل کیا، اس کی نسبت سائل کا بیان ہے کہ وہ جائداد ایک زمین ہے جسے دونوں بھائیوں نے شرکت میں خریدا کہ اس میں کچھ مکان بنوائے یا کرایہ پر چلوائے خاص کرایہ پر دینے کی نیت نہ تھی، اور وہ زمین حیاتِ عبدالغفور میں کبھی پڑی رہتی کبھی اس کا کوئی ٹکڑا کرایہ پر رہتا فلم تدخل فی المعد للاستغلال (تو وہ زمین اجارہ کے لئے تیار میں نہ داخل ہوئی۔ ت) تینوں بیٹیوں میں موتِ عبدالغفور کے وقت ایک جوان تھی، دوسری دس برس کی، تیسری دو برس کی، تو اگر مہر و قرض سب مل کر تمام متروکہ سے کم مقدار پر تھے تو یہ مشترک زمین کہ بعد عبدالغفور کے عبدالرحیم نے خاص اپنے قبضہ مالکانہ میں رکھی اور کرایہ پر چلائی، موتِ عبدالغفور سے اس وقت کہ یہ دونوں نابالغہ لڑکیاں بالغہ ہوگئیں، ان کے حصہ کا کرایہ جو بازار بھاؤ سے ہو اُن دونوں کو دینا واجب ہے چاہے عبدالرحیم نے کم کرائے پر اٹھائی ہو یا زیادہ پر ڈال رکھی ہو، مثلاً دونوں لڑکیاں چودہ چودہ برس کی عمر میں بالغہ ہوئی ہوں، تو پہلی لڑکی کے حصّے کا چار سال کا کرایہ اور دوسری کے حصے کا بارہ برس کا کرایہ عبدالرحیم پر واجب ہے، وعلٰی ھذا القیاس۔ درمختار میں ہے:

منافع الغصب استوفاھا او عطلھا لا تضمن الا فی ثلث فیجب اجر المثل ان یکون المغصوب وقفا او مال یتیم وعلی المعتمد تجب الاجرۃ علی الشریک[1] اھ مختصرًا۔

غصب کے منافع حاصل ہوں یا معطل چھوڑے ہوں تو تین صورتوں کے علاوہ ان کا ضمان نہ ہوگا، تین صورتیں یہ ہیں: مغصوبہ چیز وقف ہو یا یتیم کا مال ہو تو باعتماد قول کے مطابق شریک پر بھی مثلی اُجرت لازم ہوگی اھ مختصرًا (ت)

اور باقی جو وارثوں کے حصص کا کرایہ دار سے حاصل کیا ہو جس صورت میں مہر و قرض تمام متروکہ سے کم ہوں، تو زمین میں سارے حصہ عبدالغفور پر جو کرایہ عبدالرحیم نے وصول کیا ہو سب فقیروں کو دینا لازم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۷۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے باغوائے نفس امارہ ایک دستاویز اس مضمون کی کہ جو مکان اس کی والدہ ہندہ کا ہے اس کو دو نابرابر حصوں میں بطور خود بلا اطلاع ورثاء جائز کے اس طرح تقسیم کیا کہ چھوٹے بھائی عمرو کے واسطے چوتھائی سے کم، اور بڑے بھائی زید یعنی اپنے واسطے تین چوتھائی

---

[1] درمختار کتاب الغصب فصل مسائل آخر مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۰۸

Marfat.com

سے زائد، اور خفیہ طور سے اپنی والدہ ہندہ کو کاغذ مذکور اس طرح پڑھ کر سُنا دیا کہ مکان مملوکہ و مقبوضہ ہمارا میں نے دو برابر حصوں میں تقسیم کرلیا ہے، چنانچہ ایسے ہی باور کرادیا، پھر کہا کہ اس پر عدالت میں چل کر خفیہ طور سے رجسٹری کرادو۔ ہندہ نے کہا کہ اس کی خبر میرے چھوٹے لڑکے عمرو کو تو کردو، تو کہا کہ تم میرے اعتبار پر اس کی رجسٹری کرادو اطلاع کی کوئی ضرورت نہیں، اس پر ہندہ نے قطعی انکار کردیا لہذا دستاویز نامکمل اور بلادستخطی رہی جبکہ عمرو کو یہ معلوم ہوا تو اس نے اس کی شکایت اپنی والدہ ہندہ سے کی، ہندہ نے کہا کہ مجھے تو دو برابر حصوں میں بانٹنا باور کرایا ہے، بربنا اس ناخوشی و حکم کے ہندہ نے زید سے اس دیوار کو جو زید کے بلا رضامندی فریق ثانی کے بطور خود قائم کرلی منہدم کرنے کو کہا، تو زید نے اپنی روباہ بازیوں سے اسے ٹالا اور ایک کرایہ نامہ اپنے نام سے فریق ثانی کی حق تلفی کے واسطے لکھ کر اس میں کرایہ دار بسایا اس کے روکنے کے واسطے جبکہ عمرو نے زید کو تنبیہ تحریری کی تو اس کو خیال میں نہ لایا بلکہ اپنی بدمعاملگی اور دغابازی پر اب تک مصر ہے، اور نہ مکان مذکور کا نصف کرایہ دیتا ہے، نہ کرایہ نامہ میں شرکت کرتا ہے، نہ دیوار منہدم کراتا ہے، بلکہ ہر طریقہ سے فریق ثانی کی حق تلفی پر آمادہ ہے، اور کوئی شرعی فہمائش کسی کی اس کو بوجہ طمع نفسانی کے مفید نہیں ہوتی، دیگر یہ کہ یہ شخص وعظ بھی کہتا ہے حالانکہ اس کی تحصیل علم قطعی پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی، نہ کسی مستند معتبر استاد سے کبھی پڑھا، نہ فقہ، نہ تفسیر، نہ حدیث، بلکہ صرف اردو کی چند کتابوں کے ذریعہ سے وعظ گوئی کرتا ہے، تو شرع شریف ایسے شخص کی نسبت کیا حکم فرماتی ہے؟ آیا اس کا ایمان سالم رہا یا نہیں؟ آیا تقسیم مذکور جائز ہوئی یا نہیں؟ مسلمانوں کو اس سے کیسا برتاؤ کرنا چاہئے؟ اسے وعظ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کی شہادت معتبر ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

وہ تقسیم باطل محض ہے، اور زید سخت ظالم، فاسق، فاجر، مرتکب کبائر، مستحق عذاب نار و غضب جبار ہے، مسلمانوں کو اس سے وہی برتاؤ چاہئے جو ظالموں موذیوں سے چاہئے۔

قال اللہ تعالٰی، وامّا ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا، اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

اسے وعظ کہنا حرام ہے، اس کا وعظ سُننا جائز نہیں، وہ اگر ایک کوڑی کے معاملہ پر ہزار ہا بار شہادت دے شرعًا مردود ہے، جو اس کی گواہی قبول کرے گا گنہ گار ہوگا۔ یہ سب اس بنا پر ہے جو سائل نے

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

Marfat.com

اظہار کیا، اور واقع کا علم عالم الغیب جل وعلا کو ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۷۵: مرسلہ بخش اللہ ساکن بریلی محلہ گندہ نالہ مورخہ یکم جمادی الاخریٰ ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ۲ دو مکان ۲ دو شخصوں کے خرید کردہ ہیں، ایک شخص کی خریداری قریب پچیس ۲۵ تیئیس ۲۳ سال کی اور دوسرے شخص کی خریداری قریب دس ۱۰ سال کے ہے، جس شخص کا مکان خریدا ہوا قریب پچیس ۲۵ سال کے ہے اُس کی کڑیاں دوسرے شخص کی دیوار پر رکھی ہیں، اب وہ یہ کہتا ہے کہ میری دیوار پر سے کڑیاں علیحدہ کرلو، یہ کہتا ہے کہ میں نے اسی حیثیت سے خریدا ہے، اس کا بیان یہ ہے اور اس شخص کا گمان ہے کہ اس نے خود بعد خرید نے مکان کے یہ کڑیاں رکھوائی ہیں، ایسی حالت میں مستحق ہٹوانے کا ہے یا نہیں؟

الجواب

سائل نے بیان کیا کہ اس شخص کو اقرار ہے کہ یہ دیوار جس پر میری کڑیاں رکھی ہیں میری نہیں، اس صورت میں اُسے کڑیاں رکھنے کا کوئی حق نہیں، اگر غصباً رکھی ہیں جب تو ظاہر، اور اگر سابق کے مالک کی اجازت سے رکھی تھیں تو اُس کی اجازت اُس کی ملک ختم ہونے سے ختم ہوگئی، اب بے اجازتِ مالک اس کا اختیار نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۷۶:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، ۲ دو مکان کی ۲ دو دیواریں ملی ہوئی ہیں، ایک خام ایک پختہ تھی، اس نے اپنی دیوار میں الماری لگائی ہوئی تھی، اس میں سے کچھ خام دیوار میں سے کٹی، قریب ۱/۲ گرہ کے لیکن مالک دیوار کو نہیں معلوم ہوا، اب اُس نے اُس مکان کو فروخت کیا، ایسی حالت میں خریدار مواخذہ دار کس کا ہے، یعنی مالک قبل کا ہے یا مالک حال کا حصہ ہے۔

الجواب

پہلے مالک سابق کا مواخذہ تھا، اب مالک حال کا، یا تو اس کی رضامندی سے اس قدر زمین کی قیمت اس کو دے دے یا یہ ۱/۲ گرہ زمین کا ٹکڑا خالی کردے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لیس لعرق ظالم حق[1] (ظالم کا دخل حق نہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] سنن ابی داؤد باب احیاء الموات آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۸۱
جامع الترمذی ابواب الاحکام باب احیاء ارض الموات امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۶۶
السنن الکبریٰ کتاب الغصب دار صادر بیروت ۶/ ۹۹

Marfat.com

مسئلہ ۲۷۷ مرسلہ شیخ حاجی عبدالعزیز صاحب ۲۲ رجب ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی دیوار میں تیس۳۰ برس سے ایک طاق عمرو کے غسلخانہ کا تھا، زید نے جس وقت اپنے مکان کی دیوار کھودی تو عمرو کا تیس۳۰ برس کا طاق بند کردیا، باوجود منت و سماجت بسیار کے بھی نہ مانا، دیگر یہ کہ عمرو کے غسل خانہ کے دو کڑی کے زید کی دیوار میں اور چار پائخانہ کی کڑیوں کے ٹکڑے زید مذکور کی دیوار میں رکھے ہوئے ہیں، غدر کے قبل کے ہیں، زید نے بارہا اُن کو دیکھا ہے، کیونکہ ایام قربانی زید مذکور کا کئی گھنٹہ اس مکان میں قیام رہتا ہے، زید نے ہمیشہ اُن ٹکڑوں کو دیکھا ہے مگر کبھی کچھ نہیں کہا، اور اب ان کو نکلوا دینے کو کہتا ہے، دیگر یہ کہ جس وقت وہ طاق بند کیا تھا اُسی وقت یہ چیزیں بھی اگر ناراضامندی تھی نکلوا دیتا، عمرو نے ایک خام مکان خرید کر تعمیر کرانا چاہا اور دیواریں کھدوائیں تو زید کی طرف کی دیوار میں دو۲ الماریاں اور ایک آتش خانہ نمودار ہُوا، بلکہ دیوار بھی بڑھی ہوئی ہے، عمرو نے جب زید سے کہا کہ اس کو درست کرادو، تو زید نے جواب دیا کہ تمھاری پائخانہ کے ٹکڑے جو ہماری دیوار میں رکھے ہیں نکلوا دو تو ہم بھی الماریاں بند کرادیں گے۔ اس صورت میں شریعت مطہرہ کیا حکم دیتی ہے؟

الجواب

الماریاں اور آتش خانہ جو زید نے بے اجازت مالک بنالیا ہے، اُس کا بند کردینا اُس پر فوراً لازم ہے، اور اگر ثابت ہو کہ دیوار اُس کی زمین میں بڑھالی ہے، تو اُتنی دیوار گرا کر زمین خالی کردینی لازم ہے۔ رہیں عمرو کی کڑیاں[عـہ] اور طاق، تقریر سوال سے ظاہر ہے کہ وہ دوسرے کی دیوار میں باجازت مالک بطور عاریت تھے، نہ کسی حق لازم سے، اور زید کا اب تک سکوت وہ بھی عاریت پر راضی ہونا تھا، اور عاریت کی چیز کا ہر وقت واپس لینے کا اختیار ہے، اب کہ زید راضی نہیں عمرو پر بھی لازم ہے کہ کڑیاں نکال لے، مگر ایک کا دوسرے پر ٹالنا کہ تم یہ کردو تو ہم یُوں کریں، جائز نہیں، کہ ظلم فوراً دُور کرنا فرض ہے، دونوں معاً دوسرے کی ملک خالی کردیں۔ عالمگیریہ میں ہے:

البائع یؤمر برفع خشب علی حائط المبیعة ولوکان الخشب لاجنبی بحق لازم بملك واجارة فھو عیب لانه

مبیع کی دیوار پر سے کڑیاں اتارنے کا حکم بائع کو دیا جائیگا اور اگر وہ کڑیاں اجنبی شخص کی ملکیت یا اجارہ پر ہوں تو یہ عیب شمار ہوگا کیونکہ اس میں

عـہ: لفظ "کڑیاں" اصل میں نہیں ہے شاید قلم ناسخ سے چھوٹ گیا ہے۔ عبدالمنان اعظمی

Marfat.com

لیس لہ ان یمنعہ، وان کان باجازۃ لاخیار لہ لانہ لیس بلازم کذا فی تاتارخانیۃ[1] اھ مختصرا۔ واللہ تعالٰی اعلم	اس کو منع کا حق نہیں اور اگر اجازت سے ہوں تو اس کو اختیار نہیں کیونکہ وہ لازم نہیں، تاتارخانیہ میں یُوں ہے اھ مختصراً۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷۸: از بریلی محلہ شاہ آباد مرسلہ حکیم نذیر الدین صاحب ۹ ذیقعدہ ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک جائداد غاصبانہ طریقہ سے حاصل کی اور تخمیناً پچاس سال تک اس کی آمدنی کو تصرف کرتا رہا، اور اس میں سے قریب نصف جائداد کے فروخت کردی، زید فوت ہوگیا اور اس نے جائداد بقیہ مغصوبہ کے چھوڑی، اور ورثاء غاصب صرف جائداد مغصوبہ موجودہ کو ورثاء حقدار کو دیتے ہیں جو جائداد فروخت ہوچکی اور نیز محاصل کل جائداد مغصوبہ کا دینے سے منکر ہیں حالانکہ غاصب نے جائداد کثیر المالیت اس تعداد کی چھوڑی ہے کہ اس سے مطالبہ جائداد مغصوبہ کا ادا ہو کر جائداد کثیر المالیت ورثائے غاصب کے لئے باقی رہتی ہے ایسی حالت میں حقدار جائداد مغصوبہ کو ورثان غاصب سے بمقابلہ جائداد یہ حق حاصل ہے کہ وُہ اپنی جائداد مغصوبہ موجودہ اور بیع شدہ اور اس کے محاصل کو جس طرح اس کا حصول ممکن ہو حاصل کرلے، اور بحالت ہونے جائداد غاصب کے اُس کے ورثاء پر یہ لازم ہے کہ وہ حقوق مذکورہ بالا کو ادا کردیں یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

فی الواقع وُہ جائداد زید نے جس سے غصب کی تھی اسے اور اس کے بعد اُس کے وارثوں کو یہ حق حاصل ہے کہ جس قدر جائداد اُس میں سے موجود ہے اُسے بعینہٖ واپس لیں، اور جو زید نے بیع کردی اس کی قیمت جتنی روزِ غصب تھی دیگر جائداد مملوکہ زید سے جس طرح ممکن ہو وصول کریں، اور اگر وہ جائداد دیہات یا کرائے پر چلانے کے مکان دکان تھے کہ اصل مالک نے اس لئے بنائے یا خریدے، اور زید نے اس سے غصب کرلئے تو جائداد باقیماندہ کے محاصل آج تک کے، اور جائداد بیع شدہ کے محاصل اُس دن تک جب تک وُہ زید کے پاس رہی جائداد مملوک زید سے وصول کریں، ورثائے زید پر ان تمام حقوق کا ترکہ زید سے ادا کرنا لازم ہے اور ممانعت کرنا حرام، نیز مالک اور اُس کے وارث چاہیں تو یہ بھی کرسکتے ہیں کہ جائداد موجود میں تو وہی کارروائی کریں، اور جائداد بیع شدہ کے محاصل کا بشرط مذکور روز قبضہ زید تک ترکہ زید سے تاوان لیں، اور اس کی قیمت کا تاوان، اور روزِ قبضہ مشتری سے آج تک اس کے

---

[1] فتاوی ہندیہ

Marfat.com

محاصل کا تاوان مشتری سے وصول کریں، مشتری نے جو قیمت زید کو دی تھی ترکۂ زید سے وصول کرے۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

لوباعه الغاصب وسلمه فالمالك بالخيار ان شاء ضمن الغاصب، وجاز بيعه والثمن له، وان ضمن المشتری رجع علی الغاصب وبطل البيع ولايرجع بما ضمن، وان باع ولم يسلم لايضمن كذا فی الوجيز للكردری[1] والله تعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم۔

اگر غاصب نے اسے فروخت کرکے سونپ دیا تو مالک کو اختیار رہے چاہے غاصب سے ضمان لے اب غاصب فروخت کرے رقم اس کی ہوگی' اور اگر مالک نے مشتری کو ضامن بنایا تو وہ غاصب سے وصول کرے اور بیع باطل ہوجائیگی اور غاصب ضمان کے لئے رجوع نہ کرسکے گا، اور اگر غاصب نے فروخت کیا مگر ابھی قبضہ نہ دیا تو ضامن نہ ہوگا۔ وجیز کردری میں یوں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

مسئلہ ۲۷۹: مسئولہ حافظ محمد سعید صاحب از قصبہ راندیر ضلع سورت ۲۹ محرم ۱۳۳۲ھ

ماقولکم دام فضلکم ایھا العلماء العظام والفقھاء الکرام زادکم اللہ تعالٰی تعظیما لدیہ (تمہارا کیا ارشاد ہے اے علماء عظام وفقہاء کرام، اللہ تعالٰی کے ہاں تمہاری فضیلت وتعظیم زیادہ ہوت) اس صورت میں زید تاجر نے بلقانی چندہ میں مثلاً ایک سو روپیہ لکھ دئے، اور جب اس چندہ وصول کرنیوالے سکتر نے زید سے روپے چندہ کے وصول کرنے کو گیا' تو زید نے چندہ وصول کرنے والے بکر نام کو کہا کہ میرے روپے فلاں بینک میں جمع ہیں میں تم کو یہ چیک یعنی حکم بینک پر لکھ دیتا ہوں تم بینک سے روپیہ وصول کرلو، اور تم چاہو تو میں میرے نزدیک سے نقد دوں، اس کے جواب میں بکر نام کے سکتر نے کہا کہ چیک دو، زید نے بموجب طلب کرنے کے بکر کو بینک (کہ مسمی پیپل بینک ہے) اس پر حکم یعنی چیک لکھ دیا، مگر بکر مذکور نے روپے وصول کرنے پیپل بنک سے تکاسل اور غفلت کی، اور اندازہ چوبیس روز کے اس چیک کو اپنے پاس بکر نے ڈال رکھے، اس درمیان میں زید نے دوسری چیک اپنے کام کی بینک کو دی ہے، وہ برابر بینک والے روپیہ ادا کر دئے ہیں' اور یہ بھی بکر تکاسل اور کاہلی نہ کرتا، اور بینک میں چیک روانہ کرکے طلب کرتا تو ضرور یہ روپیہ وصول ہوتے، چونکہ زید کے روپیہ جمع تھے اور اب وہ بینک دیوالیہ بن گئے،

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الغصب الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۱۴۸

Marfat.com

اور وُہ روپے جاتے رہے، اور بکر تکاسل اس قدر نہ کرتا تو یہ روپے ضائع نہ ہوتے، لہٰذا صورتِ مذکورہ میں یہ روپیہ کس کے ذمہ پر آتے ہیں اور کس کے یہ روپے گئے زید کے یا بکر کے، یا چندہ بلقان کے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

دیوالیہ بننا بینک والے کا ظلم ہے، بکر پر اُس کا کچھ الزام نہیں آسکتا، لاتزر وازرۃ وزر اخرٰی[1] (کوئی بوجھ اٹھانے والی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ت) اور چوبیس روز کے تساہل میں بھی اُس پر الزام نہیں، وہ کیا جانتا تھا کہ اتنی مدت میں بینک دیوالیہ ہوجائے گا وماکنت للغیب حٰفظین[2] (ہم غائب پر حفاظت کرنے والے نہیں۔ت) اور بالفرض اگر وُہ جانتا بھی اور بالقصد تکاسل کرتا، جب بھی روپے کا الزام اس پر آنے کے کوئی معنی نہ تھے کہ وہ نہ سبب ہے نہ مباشر، قاعدہ شرعیہ تو یہ ہے کہ:

اذا اجتمع السبب والمباشر اضیف الحکم الی المباشر۔	جب سبب اور ارتکاب کرنیوالے میں معاملہ دائر ہو تو حکم ارتکاب والے کی طرف منسوب ہوگا(ت)

دُوسرا قاعدہ ہے:

تخلل فعل الفاعل المختار یقطع النسبۃ۔	مختار کا فعل حائل ہوجائے تو نسبت منقطع ہوجاتی ہے۔(ت)

تو بکر کے روپیہ جانے کی کوئی وجہ نہیں، روپے زید کے گئے، رہا چندہ، زید اس میں متبرع تھا، لاجبر علی المتبرع (مفت میں دینے والے پر جبر نہیں ہوتا۔ت) تو اس سے بھی مطالبہ نہیں ہوسکتا، نہ اس میں اس کا کوئی قصور ہے کہ اس نے تو چیک لکھ دیا تھا، اور اگر نہ بھی لکھتا اور وعدہ کرکے پھر جاتا جب بھی شرعاً بُرا تھا، مگر جبر کا اختیار کسی کو نہ تھا، اشباہ میں ہے:

لاجبر علی الوفاء بالوعد[3]	وعدہ کے وفا پر جبر نہیں ہوسکتا۔(ت)

ہاں اگر زید اپنی طرف سے دوبارہ دے تو یہ اس کا تطوّع ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ٦/١٦٤

[2] " " ١٢/٨١

[3] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الحظر والاباحۃ ادارۃ القرآن کراچی ٢/١١٠
العقود الدریۃ بحوالہ الاشباہ والنظائر مسائل وفوائد من الحظر الخ ارگ بازار قندھار افغانستان ٢/٣٥٣

Marfat.com

ومن تطوع خیرا فان اللہ شاکر علیم[1] — جو شخص صفت میں بھلائی کرے تو اللہ تعالٰی قبول فرمانے اور جاننے والا ہے (ت)

مسئلہ ۲۸۰ از سہسرام محلہ دائرہ ضلع آرہ مرسلہ حافظ عبدالجلیل ۱۶ شوال ۱۳۳۳ھ یوم شنبہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندو کا مال مسلمان زبردستی کھا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

زبردستی مال کھانے والے ایک دن بڑا گھر دیکھتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۱ تا ۲۸۳ از شہر کہنہ بریلی مسئولہ سید نور اللہ محرر دارالافتاء بروز دوشنبہ بتاریخ ۹ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

(۱) زید کا ایک بیٹا جوان بالغ ذی علم صاحب نصیب تھا، وہ جب مرا تو تجارت بند ہوگئی اور کچھ جائداد دونوں کے کسب سے تھی اب باقی ہے، زید کی اب دو زوجہ ہیں ایک قدیم کفو کی، دوسری جدید غیر کفو کی، زید نے بعوض مہر دو مکان زوجہ کفو کے نام حسب قانون لکھے اور ایک مکان اپنے بیٹے بکر کے نام لکھے، لیکن کل جائداد پر قابض اور ماحصل سے متمتع زوجہ غیر کفو اور اس کی اولاد رہی، جبراً و قہراً، پس یہ قبضہ و تمتع شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۲) زوجہ کفو کی دو لڑکیاں ہیں، پس اپنے نام کی جائداد برضائے زوج خود یعنی زید کے، بذریعہ عدالت لڑکیوں کے نام کر دی ہے، بذریعہ عدالت رجسٹری شدہ کاغذ موجود ہے، اور یہ چاہتے ہیں کہ یہ قبضہ کرکے اس سے منتفع ہوں، لیکن زید اور اس کی زوجہ غیر کفو اور اس کی اولاد فساد پر آمادہ ہیں، اور قبضہ نہیں دیتے، اور کسی کی نصیحت نہیں مانتے، پس یہ امر ان کو شرعاً کیا زیبا ہے، اور اس فعل کا کیا حکم ہے؟

(۳) کیا شرعاً ان کو اس جائداد میں کچھ حق ہے یا شرعاً وہ ظالم اور یہ فعل فسق ہے؟ فقط۔

الجواب

(۱) مال غیر سے بے رضا، غیر تمتع اور اس پر مخالفانہ قبضہ حرام و حرام خوری ہے،

قال اللہ تعالٰی لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[2] — اللہ تعالٰی نے فرمایا: آپس کا مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ۔ (ت)

(۲) یہ فعل بھی ظلم اور ظلم کی جزا نار۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۵۸

[2] ؍؍ ۲/۱۸۸

Marfat.com

(۳) شرعاً زیدؔ کا اس میں کچھ حق نہیں، اور یہ فعل ضرور ظلم و فسق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۸۴ از پیلی بھیت محلہ شیر محمد نمبر مکان ۵۴ ۱۰ مسئولہ حبیب احمد بروز یکشنبہ ۸ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص بقال کے یہاں ملازم ہے، اور پوری تنخواہ نہ دے، تو وہ اس سے چھپا کر اس کے مال سے یعنی جو اس کے یعنی بقال کا تعلق ہو خود لے لے، یعنی بنیے بقال اہل ہنود کا مال چھپا کر مسلمان ملازم کو کھانا روا ہے یا نہیں؟

الجواب

تنخواہ پوری نہ دینے کے دو معنی ہیں: ایک یہ کہ جس قدر قرار پائی ہے اس سے کم دیتا ہے، اس صورت میں جتنی کمی رہتی ہے اُتنی مقدار تک اس کے مال سے بے اُس کی اجازت کے لے سکتا ہے مثلاً دس روپیہ تنخواہ ٹھہرے ہیں اور اُس نے کسی مہینے میں ظلماً پانچ روپے کاٹ لئے تو یہ پانچ روپے کی قدر اُس کے مال سے لے سکتا ہے کہ یہ اس کا حق ہے۔

دوسرے یہ کہ تنخواہ جتنی ہونی چاہیے تھی اُتنی نہیں دیتا، مثلاً وہ کام دس روپے ماہواری کے قابل تھا، اور اس نے اسے حاجتمند پاکر دبا کر پانچ روپے ماہوار پر نوکر رکھا اور اس نے قبول کر لیا، تو اب نہیں لے سکتا کہ اتنے سے زیادہ میں اس کا حق نہیں، اور مال جو اس کی سپردگی میں ہے امانت ہے، اور بذریعہ عقد اجارہ اس کا اُس کا معاہدہ ہو چکا ہے اور امانت میں خیانت اور معاہدہ میں غدر کسی کے ساتھ جائز نہیں،

قال اللہ تعالیٰ یاایھا الذین اٰمنوا اوفوا بالعقود[۱] واللہ تعالیٰ اعلم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! عقود کو پورا کرو۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۸۵ تا ۲۸۶ از مقام چتوڑ گڑھ علاقہ اودے پور، راجپوتانہ مسئولہ عبدالکریم بروز شنبہ ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

(۱) شئی مشترکہ کو کہ ہر ایک شریک استعمال کرتا ہے تو بروقت ٹوٹنے یا ضائع ہونے کے اُس شئی کا تاوان کس پر ہوگا؟

ع اصل میں یونہی ہے، سوال کی روشنی میں "زید" کے بجائے "ان کا" ہونا چاہیے۔

---

[۱] القرآن الکریم ۵/۱

Marfat.com

(۲) زید نے بجر کا مال ناجائز طریق مثلاً غصب یا چوری یا خیانت یا ظلم سے لے لیا تو کیا بجر کو جائز ہے کہ جب زید کے مال پر قابو پائے تو بمقدار اپنے مال کے اُس کے مال میں سے بلا رضامندی زید کے لے لے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) اگر بلا تعدی ٹوٹی یا ضائع ہوئی تو کسی پر نہیں، اور اگر ایک شریک نے قصداً توڑ دیا یا ضائع کر دیا تو دوسروں کے حصوں کا تاوان دے گا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اپنے حق تک لینا جائز ہے کہ وہ زید کا مال نہیں اس کا ہے، اصل مذہب میں جنس مال کی اجازت ہے، مثلاً سو روپے اس کے اُس نے ظلماً لے لئے اسے اس کے روپے نہوں[عہ] اور فتویٰ اس پر ہے کہ اپنے حق کی جنس نہ ملے تو غیر جنس سے بھی مقدار حق تک لے سکتا ہے لان الضمان ضمان العقود ولیس الضمان ضمان الحقوق کما فصلہ فی ردالمحتار (کیونکہ یہ ضمان عقود والا ہے حقوق والا ضمان نہیں جیسا کہ ردالمحتار میں اس کی تفصیل بیان ہوئی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۸۷ مسئولہ نواب نثار احمد خاں صاحب بازار صندل خاں بریلی بروز یکشنبہ ۹ شوال ۱۳۳۴ھ

امام مسجد سابق جو بغداد شریف وغیرہ کہہ کر باہر شہر کے گیا ہو تو اُس کے اسباب کو حجرہ مسجد سے بلا ضرورت لے کر جس کو چاہے اور اپنے صرف میں لائے بلا رائے اہل محلہ کے، پس صرف کرنیوالے پر کیا حکم شرع ہے؟ فقط۔

الجواب

اسباب اگر اُس کی ملک ہے تو اس میں یہ تصرفات حرام ہیں اگرچہ اہلِ محلہ کی رائے سے ہوں، اور اگر مسجد کا مال ہے کہ امام کے صرف میں رہتا تھا تو جس لئے وقف تھا اسی میں صرف ہو سکتا ہے، اپنے صرف میں لانا یا جسے چاہے دے دینا اب بھی حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۸۸ تا ۲۹۲ از علی گڈھ محلہ بالائے قلعہ مسئولہ محمد عبدالمجید معرفت عبدالرحیم وکیل یکشنبہ ۲۶ شوال ۱۳۳۴ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک قوم کو ضرورتاً قومی چندہ یومیہ جمع کر کے ایک چاہ بنانے کا شوق ہوا اور کل قوم نے یومیہ چندہ متفق ہو کر جمع کرنا شروع کیا، اس چندہ میں امیر وغریب سب شریک تھے، تقریباً دو سو روپیہ ہو جانے پر قوم نے ایک برادری کے شخص کو معتبر سمجھ کر وہ رقم

عہ اصل میں ایسے ہی ہے لیکن شاید یہ عبارت اس طرح ہو" اِسے اُس کے روپے ہی لینے ہونگے"۔ عبدالمنان اعظمی

Marfat.com

امانۃً اس کے سپرد کر دی، اور یومیہ چندہ بدستور جاری رکھا اور اس سے کہہ دیا کہ جب یہ قوم چاہ بنانے کے قابل ہو جائے گی تو تم سے یہ روپیہ لے کر چاہ بنایا جائے گا، کچھ عرصہ کے بعد اُس امانت دار نے بغیر مشورہ قوم کے اپنی رائے سے ضرورت والے لوگوں کو وُہ روپیہ قرض بلا سُود قوم ہی کے لوگوں کو دینا شروع کر کے اُنھیں مقروض آدمیوں کو اپنا طرفدار بنا لیا، جب قوم کو یہ حال معلوم ہوا تو اکثر نے چندہ دینا بند کر دیا اور قوم کے اعتراض پر امین نے یہ جواب دیا کہ میں نے اس روپیہ کا نام خزانہ بیت المال رکھ دیا ہے، سوال یہ ہے کہ وُہ روپیہ جو قوم نے ایک خاص کام یعنی چاہ بنانے کے لئے جمع کیا تھا اب اس امانتدار نے بلا رضامندی ورائے قوم کے خزانہ بیت المال بنا لیا ہے۔ یہ فعل اس کا شرعاً درست ہے یا نہیں اور اس کا نام خزانہ بیت المال رکھنا حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

(۲) اب وہ امین قرض روپیہ حیثیت داروں کو دیتا ہے غریب لوگوں کو نہیں دیتا، اور دیتا ہے تو کسی امیر کی ضمانت پر، اکثر تو غریبوں کو یہ جواب دیتا ہے کہ تم کو دے کر واپس کہاں سے لیں گے، کیا شرعاً یہ درست ہے کہ خزانہ بیت المال جو عام چندہ ہے، اس میں سوائے امیروں کے غریبوں کو قرض نہ دیا جائے؟

(۳) جو شخص روپیہ قرض لینے کی غرض سے چندہ دے، اور پھر قرض بھی لے، تو یہ چندہ دینے والا مستحقِ ثواب ہے یا نہیں؟ مثلاً ایک شخص کچھ روپیہ قرض لیتا ہے، جب تک قرض لیا ہوا روپیہ ادا نہ ہو تب تک وُہ چندہ دیتا ہے بعد کو بند کر دیتا ہے۔

(۴) قوم امانت دار سے حساب روپیہ کا مانگتی ہے، اب وُہ امین حساب پیش نہیں کرتا، کیا شرعاً اس پر حساب پیش کرنا ضروری نہیں؟

(۵) جو لوگ روپیہ قرض نہیں لیتے اور اس امانت دار کی رائے کے شریک نہیں ہوتے، ان سے وُہ امین یہ کہتا ہے کہ تم اس بیت المال کے خلاف نہیں ہو بلکہ کلام پاک کے خلاف ہو، کیا خزانہ بیت المال کا یہ طریقہ ہے، اس صورت سے کلام پاک سے ثابت ہے؟ فقط۔

الجواب

یہ فعل اس کا حرام ہے اور اس کا یہ نام حدیث سے ثابت نہیں بلکہ شیطانی وسوسہ کی ایجاد ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ غرض یہ ساری کارروائی حرام ہے، اُسے کلام اللہ کے خلاف کہنا شیطنت ہے، اور وہ جو قرض ادا ہونے تک چندہ دیتا ہے، وہ معنی سود ہے، اور یہ شخص امانت دار نہیں غاصب ہے، اور اس کے ذمہ تفہیم حساب لازم نہیں، بلکہ جس قدر جمع تھا سب کا واپس دینا اُس پر فرض ہے، اور اگر اُس پر اُس نے

Marfat.com

کچھ نفع حاصل کیا ہو تو وہ اس پر حرام ہے، یا تو انھیں اہل چندہ کو واپس دے جن کے روپے سے نفع حاصل کیا ہے، اور یہی بہتر ہے، ورنہ جتنا نفع لیا ہے فقراء پر تصدق کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۳ ازکلکتہ شہر ۲۵ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کتب فروش نے میرے ملک میں آکے بطور نذرانہ کے ایک جلد کلام اللہ پیش کیا' اور چند کتب اور بھی۔ عرصہ کے بعد معلوم ہوا کہ جس نے نذرانہ دیا ہے وُہ ایک دوسرے شخص کی دکان پر ملازم ہے، اور ان کتابوں کا وُہ مالک نہیں ہے، بغیر حکم اپنے مالک کے وہ کتابیں دی ہیں، اس صورت کو ہم کو کیا لازم ہے، کتابوں کو اس شخص کو واپس کردوں یا مالکِ کتاب کو دے دوں، مگر اس صورت میں رُسوائی کا خیال ہے، اور ممکن ہے کہ اپنی تنخواہ میں حساب کرلیا ہو، مگر مجھے کیا حکم شرعًا ہے؟

الجواب

وہ کتابیں اپنے پاس نہ رکھی جائیں کیف وقیل، نہ مالکِ دُکان کو دی جائیں کہ کتب فروش کے غصب یا سرقہ پر یقین نہ ہُوا، اور مسلمان کا حال حتی الامکان صلاح پر حمل کرنا واجب، بلکہ اسی کتب فروش کو واپس دی جائیں کہ اگر واقع میں اُسی کی تھیں فبہا، ورنہ اُسے دینے سے بری الذمہ ہوگیا۔ درمختار میں ہے:

رد غاصب الغاصب المغصوب علی الغاصب الاول یبرأ عن ضمانہ[۱]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

غاصب سے غصب کرنیوالے نے مغصوب کو پہلے غاصب پر واپس کردیا تو اس سے ضمان ساقط ہوجائیگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۹۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض موسم میں زید کا مکان قیام گاہ مردمان ہر شہر و دیار ہوتا ہے، دُور دُور سے لوگ آتے اور اس کے مکان کی کوٹھری میں اقامت کرتے ہیں، جو شخص جس میں ٹھہرتا ہے اُسے زید وُہ مکان سپرد کردیتا ہے کہ اس میں رہے اور اپنا مال و اسباب رکھے اور اس کی حفاظت کرے، انھیں لوگوں میں عمرو نے بھی ایک مسکن میں قیام کیا اور حسبِ دستور وہ مسکن زید نے اسے سپرد کردیا' اور بنظرِ خیر خواہی عمرو کو آگاہ کردیا کہ اس موسم میں لکھوکھا آدمی آتے ہیں، اپنے مال کی خوب نگرانی کرو، عمرو باوجود اس اطلاع کے ایک دن اس مسکن کو تنہا بے قفل چھوڑ کر باہر گیا، جب آیا اس کا مال

---

[۱] درمختار کتاب الغصب مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۰۷

Marfat.com

چوری ہوگیا تھا، اس صورت میں شرعاً عمرو زید سے تاوان لے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

شرعاً جب تک کسی شخص پر سرقہ کا ثبوت کافی نہ پہنچے اس پر نادیدہ حکم روا نہیں، خصوصاً جبکہ اس کی حفاظت بھی ذمہ زید نہ تھی، اور ایسا مجمع عام اور اس میں خود عمرو کی یہ بے احتیاطی، پس اس صورت میں ہرگز عمرو کو زید پر دعوٰی نہیں پہنچتا، اور اس سے مطالبہ تاوان صریح مخالفت شرع ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

نوٹ

انیسویں جلد کتاب الغصب پر ختم ہوئی،

بیسویں جلد کا آغاز کتاب الشفعۃ سے ہوگا۔

Marfat.com

فتاویٰ رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور
پاکستان (۵۴۰۰۰)

marfat.com

مَنْ يُرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ (الحدیث)

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

جلد ۲۰

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ ــــــــ ۱۳۴۰ھ
۱۸۵۶ء ــــــــ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور۔ پاکستان (۵۴۰۰۰)
فون نمبر: ۷۶۵۷۳۱۴

Marfat.com

نام کتاب ——— فتاوی رضویہ جلد ۲۰

تصنیف ——— شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

ترجمہ عربی عبارات ——— حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

پیش لفظ ——— " " " " " " " " "

ترتیب فہرست ——— " " " " " " " " "

تخریج و تصحیح ——— مولانا نذیر احمد سعیدی، مولانا محمد اکرام اللہ بٹ، مولانا محمد عبداللہ

باہتمام وسرپرستی ——— حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان

کتابت ——— محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)

پیسٹنگ ——— مولانا محمد منشا تابش قصوری معلم شعبۂ فارسی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

صفحات ——— ۶۳۲

اشاعت ——— صفر المظفر ۱۴۲۲ھ / مئی ۲۰۰۱ء

مطبع ———

ناشر ——— رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

قیمت ———

ملنے کے پتے

- مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
- مکتبہ تنظیم المدارس، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
- مکتبہ ضیائیہ، بوہڑ بازار، راولپنڈی
- ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

Marfat.com

اجمالی فہرست

پیش لفظ	۵
کتاب الشفعۃ	۹۵
کتاب القسمۃ	۱۷۵
کتاب المزارعۃ	۱۷۹
کتاب الذبائح	۲۱۳
کتاب الصید	۳۴۱
کتاب الاضحیۃ	۳۵۳
باب العقیقۃ	۵۸۱

فہرست رسائل

○ سبل الاصفیاء	۲۶۹
○ ہادی الاضحیۃ	۳۸۱
○ الصافیۃ الموحیۃ	۵۰۹

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمدُ للہ ! اعلحضرت امام المسلمین مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے خزائن علمیہ اور ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں عہد حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظرِ عام پر لانے کے لئے دار العلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ ماہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری سے مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا کی متعدد تصانیف شائع کرچکا ہے مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ المعروف بہ فتاوٰی رضویہ کی تخریج وترجمہ کے ساتھ عمدہ وخوبصورت انداز میں اشاعت ہے ۔ فتاوٰی مذکورہ کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ / مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا ، اور بفضلہ تعالےٰ جل مجدہٗ وبعنایت رسولہ الکریم تقریباً گیارہ سال کے مختصر عرصہ میں بیسویں جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے ، اس سے قبل کتاب الطہارت ، کتاب الصلوٰۃ ، کتاب الجنائز ، کتاب الزکوٰۃ ، کتاب الصوم ، کتاب الحج ، کتاب النکاح ، کتاب الطلاق ، کتاب الایمان ، کتاب الحدود و التعزیر ، کتاب السیر ، کتاب الشرکۃ ، کتاب الوقف ، کتاب البیوع ، کتاب الحوالہ ، کتاب الشہادۃ ، کتاب القضاء والدعاوی ، کتاب الوکالہ ، کتاب الاقرار ، کتاب الصلح ، کتاب المضاربہ ، کتاب الامانات ، کتاب العاریہ ، کتاب الہبہ ، کتاب الاجارہ ، کتاب الاکراہ ، کتاب الحجر اور کتاب الغصب پر مشتمل انیس جلدیں شائع ہوچکی ہیں جن کی تفصیل سنین ، مشمولات ، مجموعی صفحات اور ان میں شامل رسائل کی تعداد کے اعتبار سے حسب ذیل ہے :

Marfat.com

جلد نمبر	عنوانات	اسئلہ جوابات	تعداد رسائل	سنینِ اشاعت	صفحات
۱	کتاب الطہارت	۲۲	۱۱	شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ — مارچ ۱۹۹۰ء	۸۳۸
۲	″	۳۳	۷	ربیع الثانی ۱۴۱۲ — نومبر ۱۹۹۱	۷۱۰
۳	″	۵۹	۶	شعبان المعظم ۱۴۱۲ — فروری ۱۹۹۲	۷۵۶
۴	″	۱۳۲	۵	رجب المرجب ۱۴۱۳ — جنوری ۱۹۹۳	۷۶۰
۵	کتاب الصلوٰۃ	۱۴۰	۶	ربیع الاول ۱۴۱۴ — ستمبر ۱۹۹۳	۶۹۲
۶	″	۴۵۷	۴	ربیع الاوّل ۱۴۱۵ — اگست ۱۹۹۴	۷۳۶
۷	″	۲۶۹	۷	رجب المرجب ۱۴۱۵ — دسمبر ۱۹۹۴	۷۲۰
۸	″	۳۳۷	۶	محرم الحرام ۱۴۱۶ — جون ۱۹۹۵	۶۶۴
۹	کتاب الجنائز	۲۷۳	۱۳	ذیقعدہ ۱۴۱۶ — اپریل ۱۹۹۶	۹۴۶
۱۰	کتاب الزکوٰۃ، صوم، حج	۳۱۶	۱۶	ربیع الاوّل ۱۴۱۷ — اگست ۱۹۹۶	۸۳۲
۱۱	کتاب النکاح	۴۵۹	۶	محرم الحرام ۱۴۱۸ — مئی ۱۹۹۷	۷۳۶
۱۲	کتاب النکاح، طلاق	۳۲۸	۳	رجب المرجب ۱۴۱۸ — نومبر ۱۹۹۷	۶۸۸
۱۳	کتاب الطلاق، ایمان، حدود، تعزیر	۲۹۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۱۸ — مارچ ۱۹۹۸	۶۸۸
۱۴	کتاب السیر (ا)	۳۳۹	۷	جمادی الاخریٰ ۱۴۱۹ — ستمبر ۱۹۹۸	۷۱۲
۱۵	″ (ب)	۸۱	۱۵	محرم الحرام ۱۴۲۰ — اپریل ۱۹۹۹	۷۴۴
۱۶	کتاب الشرکۃ، کتاب الوقف	۴۳۲	۳	جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ — ستمبر ۱۹۹۹	۶۳۲
۱۷	کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الکفالہ	۱۵۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۲۰ — فروری ۲۰۰۰	۷۱۶
۱۸	کتاب الشہادۃ، کتاب القضاء والدعاوی	۱۵۲	۲	ربیع الثانی ۱۴۲۱ — جولائی ۲۰۰۰	۷۴۰
۱۹	کتاب الوکالہ، کتاب الاقرار، کتاب الصلح، کتاب المضاربہ، کتاب الامانات، کتاب العاریہ، کتاب الہبہ، کتاب الاجارہ، کتاب الاکراہ، کتاب الحجر، کتاب الغصب	۲۹۶	۳	ذیقعدہ ۱۴۲۱ — فروری ۲۰۰۱	۶۹۲

Marfat.com

بیسویں جلد

یہ جلد فتاویٰ رضویہ قدیم جلد ہشتم مطبوعہ المجدد احمد رضا اکیڈمی کراچی کے صفحہ ۲۵۶ سے آخر تک ۳۳۴ سوالوں کے جوابات اور ۵۹۸ صفحات پر مشتمل ہے، اس جلد میں شامل دو رسالوں "ھادی الاضحیۃ بالشاۃ الھندیۃ" اور "الصافیۃ الموحیۃ لحکم جلود الاضحیۃ" کا انتہائی نفیس و سلیس اردو ترجمہ محقق جلیل بحر العلوم حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالمنان صاحب اعظمی دامت برکاتہم العالیہ کے قلم گوہر بار کا ثمر ہے، حضرت قبلہ مفتی صاحب اہل سنت وجماعت کے لئے عظیم سرمایہ اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں، فتاویٰ رضویہ قدیم وجدید کی اشاعت کے سلسلہ میں آپ کی مساعی جمیلہ ناقابل فراموش ہیں۔ اس عظیم فتاویٰ کو سمجھنے کے لئے آپ کی نہایت عمدہ تقدیمات وتحریرات اور پُرمغز تبصرے بہت حد تک مفید و معاون ثابت ہوئے ہیں۔ اس عظیم الشان علمی وفقہی شاہکار کو منظر عام پر لانے میں آپ نے مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ آپ کی شبانہ روز محنت، دردِ مسلک اور انتھک کوششوں کے باعث فتاویٰ رضویہ کا خاصا حصہ ضائع ہونے سے بچ گیا لہٰذا مفتی صاحب تمام اہلسنت وجماعت کے محسن اور شکریے کے مستحق ہیں۔ رضا فاؤنڈیشن کے تمام ارکان مفتی صاحب کے تحقیقی، تبلیغی اور اشاعتی کارناموں پر انھیں دل کی گہرائیوں سے بھرپور انداز میں خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔ مذکورہ بالا دونوں رسالوں کا ترجمہ اگرچہ مکمل طور پر لفظی نہیں ہے تاہم منشاءِ مصنف علیہ الرحمہ کی کامل وضاحت کرتا ہے جیسا کہ خود مترجم موصوف رقمطراز ہیں کہ "یہ نہ بالکل ترجمہ ہے، نہ خلاصہ، نہ شرح، حسبِ ضرورت کہیں اختصار، کہیں تفصیل اور کہیں مساوات سے کام لیا ہے، منشاء صرف یہ ہے کہ مصنف علیہ الرحمہ کے کلام کی پوری ترجمانی عام فہم انداز میں کر دی جائے" جلد ہشتم قدیم میں مذکورہ بالا دو رسالوں کے علاوہ اس جلد کی باقی عربی وفارسی عبارات کا ترجمہ راقم الحروف نے کیا ہے، اس سے قبل گیارھویں، بارھویں، تیرھویں، سولھویں، سترھویں، اٹھارھویں اور انیسویں جلد بھی راقم کے ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکی ہیں۔ پیشِ نظر جلد بنیادی طور پر کتاب الشفعۃ، کتاب القسمۃ، کتاب المزارعۃ، کتاب الذبائح، کتاب الصید، کتاب الاضحیۃ اور باب العقیقہ کے مباحث جلیلہ پر مشتمل ہے، تاہم متعدد ابواب فقہیہ و کلامیہ وغیرہ کے مسائل ضمناً زیرِ بحث آئے ہیں، مسائل ورسائل کی مفصل فہرست کے علاوہ مسائل ضمنیہ کی الگ فہرست بھی قارئین کرام کی سہولت کے لئے تیار کر دی گئی ہے، انتہائی وقیع اور گرانقدر تحقیقات وتدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل تین رسالے بھی اس جلد کی زینت ہیں:

Marfat.com

(۱) سبل الاصفیاء فی حکم الذبح للاولیاء (۱۳۱۲ھ)

تکبیر کہہ کر بزرگوں کے نام پر ذبح کئے جانے والے جانوروں کا حکم

(۲) ھادی الاضحیۃ بالشاۃ الھندیۃ (۱۳۱۴ھ)

بھیڑ کی قربانی کے جائز ہونے کا اثبات

(۳) الصافیۃ الموحیۃ لحکم جلود الاضحیۃ (۱۳۰۷ھ)

چرمہائے قربانی کے مصارف کی تحقیق

یاد رہے کہ رسالہ "انفس الفکر فی قربان البقر" اور اس کے متصل بعد ہندوستان میں گاؤ کشی سے متعلق تو مسائل جو کہ فتاوی رضویہ قدیم جلد ہشتم میں شامل تھے چونکہ کتاب السیر سے زیادہ مطابقت رکھتے تھے اس لئے وہ کتاب السیر پر مشتمل جلد چہار دہم جدید کا حصہ بن چکے ہیں اس لئے وہ اس جلد میں شامل نہیں ہیں۔

○

حافظ محمد عبد الستار سعیدی
ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

صفر المظفر ۱۴۲۲ھ
مئی ۲۰۰۱ء

Marfat.com

فہرست مضامین مفصل

کتاب الشفعة

شریک ہوتے ہوئے پڑوسی کے حقِ شفع اور طالب بیع کے حق شفعہ سے "سوال"	۹۵
شریک فی البیع ہوتے ہوئے جار ملاصق شفیع نہیں ہوسکتا۔	۹۵
درمختار اور عقود الدریہ سے مسئلہ کا جزئیہ۔	۹۶
شفیع کا طالب شراء ہونا اس کے حق شفعہ کو باطل کرتا ہے۔	۹۶
مولوی امیر احمد سہسوانی کی فقہی غلطیوں کا بیان۔	۹۶
انعدامِ شفعہ کی علت اعراض عن اشراء کو قرار دینا غلط ہے۔	۹۶
یہاں عدم طلب مواثبت کو بھی عدمِ شفعہ کی علت قرار دینا غلط ہے کہ سوال میں مواثبت کا کوئی ذکر ہی نہیں۔	۹۷
زید کی زمین میں بکر کے شفعہ کی علت اس کا خالد کی زمین میں شریک ہونا قرار دینا غلط ہے۔	۹۷
زید کی زمین میں بکر کے شفیع ہونے کی حقیقی علت بکر کا زید کا خلیط فی الطریق ہونا ہے۔	۹۷
مولوی امیر احمد صاحب کی دیگر تعلیلوں کا بیان۔	۹۸
خالد نے جب بکر کی خریداری پر اس کو مبارکباد دی تو اگر وہ شفیع ہو تو بھی اس کا حقِ شفعہ باطل ہوگیا۔	۹۸
بیوی کو مکان بعوض مہر دیا بیعًا یا ہبۃً، ایسی صورت میں اس مکان کے شفیع کو حق شفعہ حاصل ہے یا نہیں، اور مجرد ہبہ کا کیا حکم ہے۔	۹۸
بیع یا ہبہ بالعوض کی صورت میں شفعہ لازم ہے شفیع کے لئے شئے مبیعہ پر مشتری کا قبضہ	۹۹

Marfat.com

ضروری نہیں۔ ۹۹

ہبہ بالعوض ابتداءً اور انتہاءً ہر طرح بیع ہے۔ ۹۹

اگر مکان کو ہبہ بشرط العوض کیا ہو تو قبضہ کے بغیر شفعہ لاگو نہ ہوگا۔ ۹۹

مجرد ہبہ میں شفعہ نہیں ہوسکتا۔ ۹۹

ہبہ مشروط بالعوض ابتداءً ہبہ بعد قبضہ بیع ہے۔ ۹۹

بکر کو اطلاع ہوئی کہ زید نے ایسی زمین خریدی جس میں اس کو حق شفعہ حاصل ہے، اس نے فوراً اسی زمین پر جاکر زید سے شفعہ طلب کیا، ایک مہینہ کے بعد کہا کہ روپیہ لے لو، زید نے اس زمین کو کسی کو ہبہ کیا تب بھی بکر نے طلب شفعہ کیا، کیا حکم شرعی ہے۔ ۱۰۰

شفعہ کی صحت کے لئے طلبِ شفعہ وطلبِ مواثبت دونوں ضروری ہیں۔ صورتِ مسئولہ میں اگر دونوں طلبیں بوجہ صحت متحقق ہوچکی ہوں تو شفعہ ثابت ہے۔ ۱۰۰

خود مشتری کے شفیع ہونے سے دوسرے کا حق شفعہ باطل نہ ہوگا، زمین دونوں میں نصف نصف تقسیم کر دی جائیگی۔ ۱۰۱

روپیہ کو بطور طلب شفعہ پیش کرنے میں شفعہ باطل نہ ہوگا اگر اس طرح سے کہا ہو کہ زمین کی قیمت لے لو اور اس کو میرے ہاتھ بیع کر دو، تو البتہ شفعہ باطل ہوجائیگا۔ ۱۰۱

جب حق شفعہ ثابت ہوگیا تو مشتری کے اس

زمین کے ہبہ کرنے سے حق شفعہ ساقط نہ ہوگا۔ ۱۰۲

شفیع خلیط اور جار ملاصق کا "سوال"۔ ۱۰۲

ایک مکان کی راہ دوسرے میں یا دونوں کی کسی کوچہ سربستہ میں یا دونوں کی آبچکوں میں کوئی اشتراک نہ ہو تو ایک کو دوسرے سے خلیط کا علاقہ نہیں، بلکہ جار ملاصق کا علاقہ ہے۔ ۱۰۳

شرح نقایہ اور درمختار سے مسئلہ کا جزئیہ۔ ۱۰۳

تقسیم وحدود اور تفریق طرق کے بعد حق شفعہ نہیں۔ ۱۰۳

بخاری سے اس مضمون کی حدیث اور عالمگیری سے مسئلہ کا جزئیہ۔ ۱۰۳

یہی سوال دوبارہ شفیع خلیط کی طرف سے اور اس کا دوبارہ جواب۔ ۱۰۴

شفیع خلیط کی تعریف اور اس کے احکام۔ ۱۰۵

کسی کے ہاتھ زمین بیچی اور شفیع کی طرف کی ایک ہاتھ زمین نہ بیچی، تو اب شفیع کو اس زمین کے شفعہ کا حق نہیں کہ اتصال نہ رہا۔ ۱۰۶

بعد میں وہ ایک ہاتھ زمین مشتری کے ہاتھ بیچی یا اس کو ہبہ کی تو اس میں بھی پڑوسی کو حق شفعہ نہیں کہ اب مشتری خلیط ہوگیا۔ ۱۰۶

حق شفعہ میں شریک خلیط پر اور خلیط جار پر مقدم ہے۔ ۱۰۷

عملہ کی بیع ہوئی تو اس میں شفعہ نہیں، اور زمین کے ساتھ بیع ہو تو زمین میں شفعہ اصلاً جاری ہوگا اور عملہ میں تبعاً۔ ۱۰۷

Marfat.com

سہ بارہ وہی سوال اور اس کا جواب۔ ۱۰۸

سَیلِ ماء کے اشتراک سے شریک خلیط نہ ہوگا بلکہ صرف جار قرار دیا جائے گا۔ ۱۰۹

شفیعین میں سے کسی ایک کی ترجیح یا عدم ترجیح کا "سوال" ۱۱۰

جواب اگر ایک شفیع مشتری سے جائداد خریدے تو دوسرے شفیع کو پوری جائداد میں حق شفعہ ہوگا۔ ۱۱۰

شفعہ سے متعلق چند "سوالات" ۱۱۱

صرف بیع ہی سے حق شفعہ ثابت ہو جاتا ہے قبضہ کی ضرورت نہیں۔ ۱۱۱

احاطہ اور دروازہ واحد ہو تو "دار" واحد کہا جائے گا جو اس کے کسی جزء سے متصل ہو پورے گھر کا شفیع ہوگا۔ ۱۱۲

دو ملاصقین کے حق شفعہ کا بیان، شامی و عالمگیری سے جزئیہ۔ ۱۱۲

جہاں شفعہ کا رواج نہ ہو شرعاً وہاں بھی شفعہ ہوسکتا ہے۔ ۱۱۳

بیع کے پہلے خریدنے سے انکار کیا اور بعد میں دعویٰ شفعہ کیا دعویٰ صحیح ہے۔ ۱۱۳

وکیل بالشراء شفیع ہوسکتا ہے۔ ۱۱۳

ہمسایہ کے طالب ہوتے ہوئے غیر ہمسایہ کے ہاتھ مکان فروخت کرنے سے "سوال" ۱۱۴

بیع سے پہلے شفعہ ثابت نہیں، اگر ہمسایہ بیع کے بعد تمام شرائطِ شفعہ بجالایا تو اس کو مکان بذریعہ شفعہ دلادیا جائے گا۔ ۱۱۴

عملہ اور درختوں میں حق شفعہ کا "سوال" ۱۱۴

ایسی صورت میں کسی کو شفعہ کا حق نہیں۔ ۱۱۴

مالک مکان کی اجازت کے بغیر مکان کے نیلام یا اسکی ڈگری کی خریداری کے وقت اس مکان میں حق شفعہ لاگو ہوسکتا ہے یا نہیں۔ ۱۱۵

کچہریوں کی طرف سے جبراً نیلام کی ہوئی جائداد کی بیع شرعاً بیع فضولی ہے اگر مالک بے اجازت مرگیا تو بیع باطل، ایسی صورت میں حق شفعہ ثابت نہیں۔ ۱۱۵

ہبہ، صلہ رحمی، میراث اور وصیت کی صورت میں حق شفعہ نہیں۔ ۱۱۶

صرف عمارت اور ملبہ کی بیع میں شفعہ کا سوال وجواب۔ ۱۱۶

مسئلہ کا جزئیہ تنویر اور درمختار سے۔ ۱۱۶

شفیع خلیط اور شفیع جار کا "سوال" ۱۱۷

جس کے صحن میں مبیعہ کوٹھری ہے شفیع خلیط ہے جو اس کوٹھری کی چھت کا مالک یا جس کے مکان کوٹھری کے دائیں بائیں ہیں وہ شفیع جار ہے۔ ۱۱۸

عالمگیری سے پورے مسئلہ کی تفصیل۔ ۱۱۸

خلیط جار پر مقدم ہے، اگر تمام شرائط بجالایا ہو خلیط کو ہی حق ہے۔ ۱۱۹

کوچہ غیر نافذہ میں مشترکہ راہ رکھنے والوں کے حق شفعہ سے "سوال وجواب" ۱۱۹

شریکین کے حق شفعہ اور طریقہ تصفیہ کا سوال وجواب ۱۱۹

Marfat.com

شرکاء کے حق شفعہ سے "سوال" ۱۲۰

دیہہ مملوکہ اور غیر مملوکہ کی تفریق۔ ۱۲۰

ہر فریق و شریک برابر کا حق شفعہ رکھتا ہے، حصہ شرکت کی کمی بیشی کا اس حق پر اثر نہیں۔ ۱۲۰

شرکاء میں سے ایک نے دعویٰ شفعہ کیا اور دوسروں نے مزاحمت نہ کی تو پوری جائداد اسی شریک کو دلادی جائے گی، اور مزاحمت کی صورت میں جائداد کی سب میں تقسیم ہوگی۔ ۱۲۰

شرکت خواہ کتنی ہی ہو کل مبیعہ کے حق شفعہ کا دعویٰ ضرور ہے، ورنہ دعویٰ ساقط ہو جائیگا۔ ۱۲۰

مسائل کے جزئیات تنویر، درمختار اور شامی سے۔ ۱۲۰

صاحب قنیہ اور قاضی خاں کے اقوال میں تطبیق۔ ۱۲۱

پانی کے چشمہ میں حق شفعہ کا "سوال" ۱۲۲

تکمیل بیع کے بعد شفیع شرائط شفعہ بجا لائے تو شفعہ ثابت ہو جاتا ہے۔ ۱۲۲

بیع کے بعد مبیع بائع کے ملک سے نکل کر مشتری کی ملک میں داخل ہو جاتی ہے۔ ۱۲۲

جار ملاصق کے بجائے جار بعید کے ہاتھ بیع اور تبادلہ کا "سوال" ۱۲۴

جار ملاصق کو حق شفعہ پہنچتا ہے، جار بعید کے ساتھ بیع کرے یا تبادلہ کہ اعتبار معانی کا ہے۔ ۱۲۴

مال کا مال سے بدلنا معنیً بیع ہے۔ ۱۲۴

گواہ نہ ہونے کی صورت میں طلب مواثبت پر شفیع سے قسم کھلانے کا "سوال" ۱۲۵

مصنف کے رسالہ "افقہ المجادبہ عن علف الطالب علی المواثبہ" کا حوالہ جس میں کثیر نصوص علماء میں بظاہر معارضہ کا حل، اور اکابر علماء کے ظنون مختلفہ کے مناشی کا اظہار ہے۔ ۱۲۶

سوال گول ہے جس پر قطعی حکم ممکن نہیں۔ ۱۲۶

شفیع طلب اشہاد بھی گواہی سے ثابت نہ کر سکے تو طلب مواثبہ پر اس کی قسم ہرگز مسلّم نہیں۔ ۱۲۶

شفعہ میں شفیع مدعی اور مشتری منکر ہے، اور شرعاً حلف منکر پر ہے۔ حدیث مشہور اور تکملہ طوری سے مسئلہ کا جزئیہ۔ ۱۲۶

طلب اشہاد بینہ عادلہ سے ہو چکی ہو تو طلب مواثبہ کی تین صورتیں ہیں۔ ۱۲۶

(۱) اگر شفیع طلب مواثبت کا وقت طلب اشہاد سے پہلے بتائے تو اس کا ثبوت بے بینہ نہ ہوگا۔ ۱۲۶

اس صورت میں مشتری منکر ہے۔ ۱۲۶

جو اصل کے خلاف دعویٰ کرے دلیل سے دعویٰ ثابت کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔ ۱۲۷

جس چیز کے استیناف کا فی الحال مالک نہ ہو گزرے زمانہ میں اس کا دعویٰ کرے تو بے بینہ مقبول نہیں۔ ۱۲۷

عبارت علماء میں جہاں جہاں یہ تصریحات ہیں کہ طلب مواثبت بے بینہ کے ثابت نہیں اس کا مطلب یہی صورت ہے۔ ۱۲۷

طلب اشہاد بینہ سے ثابت نہ ہو، یا ثابت ہو اور شفیع طلب مواثبت کا زمانہ مقدم میں

Marfat.com

دعویٰ کرتا ہو، ان دونوں صورتوں میں شفیع چاہے تو مشتری سے حلف لے لے کہ واللہ مجھے معلوم نہیں کہ مدعی نے طلبِ مواثبت کی ہے۔ ۱۲۷

تنویر، درمختار، اشباہ، خزانہ، ہندیہ، محیط سے جزئیے کی عبارتیں۔ ۱۲۸

(۲) شفیع نے تصریح کر دی کہ طلبِ اشہاد کے وقت ہی مجھے علم ہوا اور اسی وقت طلب کی تو شفیع کو طلبِ مواثبت کے لئے جداگانہ گواہی کی ضرورت نہیں، اس کا قول ہی حلف کے ساتھ معتبر ہوگا۔ ۱۳۰

اس صورت میں مشتری حصولِ علم فی الماضی کا مدعی ہے اور شفیع منکر، تو گواہی مشتری کے ذمہ ہے۔ ۱۳۰

سراجیہ، خزانہ، عالمگیری سے جزئیہ۔ ۱۳۰

(۳) شفیع نے طلبِ اشہاد ثابت کر دی، اور طلبِ مواثبت کے لئے گول کہا کہ علم ہوتے ہی میں نے طلبِ شفعہ کیا تب بھی شفیع کا قول قسم کے بعد معتبر ہوگا۔ ۱۳۲

قاضی اس گول لفظ کو طلبِ معلوم و مشہود پر حمل کرے گا۔ ۱۳۲

علماء نے فرمایا کہ علم ہوتے ہی شفیع تنہائی میں ہو تب بھی طلبِ شفعہ کرلے تاکہ عنداللہ اس کا شفعہ باطل نہ ہو اور قاضی کے حضور وہ قسم کھا سکے۔ ۱۳۲

بزازیہ، تبیین الحقائق، کفایۃ المنتہی سے مسئلہ کا جزئیہ۔ ۱۳۲

اس موقعہ پر کلماتِ علماء میں کہیں یہ ملے گا کہ شفیع و مشتری کے اختلاف کے وقت قول مشتری مقبول ہے اور کہیں یہ کہ قول شفیع اس کی تطبیق میں وہی تفصیل مذکورہ بالا مراد ہے ۱۳۲

ان کتابوں اور ان کی بعض عبارتوں کا ذکر جن میں یہ تفصیل مذکور ہوئی۔ ۱۳۲

خلاصۂ مطلب۔ ۱۳۵

نہ تو مطلقاً اضافتِ طلب بزمانِ ماضی شفیع کو مدعی کر دے گی۔ نہ صرف اتنا کہنا کافی کہ میں نے بمجردِ علم طلب کی۔ ۱۳۵

قاضی کے یہاں طلبِ تملیک سے پہلے دو طلبیں ہو لینا ضروری، ورنہ شفعہ باطل ہوگا۔ ۱۳۵

جہاں شفیع طلبِ مواثبت کا زمانہ طلبِ اشہاد سے پہلے بتا چکا ہو وہاں گواہی ضروری ہے۔ ۱۳۶

طلبِ مواثبت میں طلبت کما علمت اور علمت منذ کذا فطلبت کا فرق۔ ۱۳۶

بابِ طلب میں عباراتِ علماء کی مراد کی تعیین۔ ۱۳۸

اطلاع کے بعد انکار پھر طلبِ شفعہ کے حکم سے "سوال" ۱۳۸

بیع کے بعد مطلقاً انکار، خبرِ بیع سن کر شفعہ لینے سے انکار، یا سکوت سے شفعہ باطل ہوتا ہے۔ ۱۳۹

پیش از بیع اس کو اطلاع ملی اس نے انکار کیا، اور بعد از بیع طالب ہوا، یا زرِ ثمن زائد بتایا گیا، یا کسی خلاف واقعہ کو مشتری

Marfat.com

بتایا گیا اور بعد میں حقیقت ظاہر ہوئی اور اس نے طلب شفعہ کیا تو حق باطل نہ ہوگا۔ ۱۳۹

خلیط فی نفس المبیع، شریک فی حق المبیع اور جار ملاصق کے شفعہ کے حقوق سے "سوال" ۱۴۰

کل مکان بیع کیا یا بعض ہر حال میں خلیط فی نفس المبیع اور شریک فی حق المبیع کو حق شفعہ حاصل ہے جار ملاصق سے جو حصہ مبیع متصل ہو اس میں اس کا بھی حق شفعہ ہے۔ ۱۴۲

امام سائحانی نے اس مسئلہ کو مشکل قرار دیا کیونکہ "عیون مسائل" میں جار کے حق شفعہ کے لئے اتصال کو ضروری نہیں قرار دیا۔ ۱۴۲

مصنف کی تحقیق کہ مشکل خود عیون المسائل کا مسئلہ ہے کہ وہ تمام متون و شروح کے خلاف ہے۔ ۱۴۲

کسی خاص جزء سے متصل کو پورے سے متصل نہیں قرار دیا جاتا، جیسے عمامہ سر سے متصل ہے لیکن پاؤں سے متصل نہیں۔ ۱۴۳

خلاصہ مسئلہ کہ مبیع پورا مکان ہو تو جار ملاصق کا، اس کے جزء سے اتصال کافی ہے۔ ۱۴۳

شریک فی حق المبیع کے لئے اتصال ضروری نہیں ۱۴۴

چند شرکاء حق میں اگر جار ملاصق بھی ہے تو اسے ان باقیوں پر کوئی فضیلت نہیں۔ ۱۴۴

صورت مسئولہ کا حکم۔ ۱۴۴

خلیط فی نفس المبیع، شریک فی حق المبیع اور جار ملاصق کے شفعہ سے "سوال" ۱۴۵

عبدالعزیز اور نور احمد دونوں خلیط فی حق المبیع ہیں اور احسان کریم جار ملاصق کہ اس کا راستہ اس کوچہ غیر نافذہ میں ہے۔ ۱۴۶

چونکہ نور احمد کی دونوں حصوں کی خریداری پر عبدالعزیز نے بجائے شفعہ کے اس قطعہ کی خریداری کی بات کی، اس لئے اس کا حق شفعہ جاتا رہا، اور مبیع تمام و کمال نور احمد کا ہوگیا اور احسان کریم کے ہاتھ زوجہ اور پسر خالد نے پورا مکان بیچا جس میں رشیدہ حمیدہ کے دو حصے جنھیں نور احمد نے خریدا تھا، بیع سے نکل گئے، اس لئے یہ پوری بیع معرض زوال میں آگئی۔ ۱۴۶

احسان کریم چاہے تو یہ پوری بیع رد کردے چاہے ان دو حصوں کے علاوہ بحصہ قیمت لے۔ ۱۴۷

عالمگیری سے مسئلہ کا جزئیہ۔ ۱۴۷

احسان کریم بیع کردے گا تو شفعہ کی بنیاد ہی ختم ہوجائے گی اور جائز کردے گا تو نور احمد کو اس میں شفعہ کا حق ہوگا۔ ۱۴۷

الفاظ شفعہ کی صحت و عدم صحت کا "سوال" ۱۴۷

شفعہ میں نہ روپیہ لے جانا ضروری نہ مشتری سے اس کا ذکر ضروری، خبر سنتے ہی طلب مواثبت فی الحال ضروری ہے۔ ۱۴۸

شفیع نے طلب مواثبت میں یہ لفظ کہا کہ خریدوں گا، اس کا مطلب اگر یہ ہو کہ مشتری سے خریدوں گا تو شفعہ باطل ہوگیا۔ ۱۴۸

اور اگر یہ مطلب ہے کہ بائع سے خریدوں گا، تو یہ طلب شفعہ نہیں کہ شفعہ تملک بالجبر ہے

Marfat.com

اور بیع تملک بالرضا۔ ۱۴۸

اور "خریدوں گا" کے معنی مجازی مراد لیں کہ بذریعہ شفعہ لے لوں گا، تو "لے لوں گا" کے الفاظ طلب فی المآل پر دلالت کرتے ہیں لہذا شفعہ باطل۔ ۱۴۸

مشتریہ دار مشفوع بہا کہ منکر ملکیت، اور تسلیم شفعہ کی مدعی ہے۔ دونوں نے گواہ پیش کئے، شرعی حکم کیا ہوگا۔ ۱۴۹

دار مشفوع بہا کی ملکیت کے گواہوں نے اگر گواہی اس طرح نہ دی ہو کہ دار مشفوع بہا پر ملکیت بیع سے پہلے اور مستمر الی الآن ہے، تو یہ گواہی نامقبول اور شفعہ ساقط ہے۔ ۱۴۹

تسلیم شفعہ کے گواہوں کے الفاظ صحیح ہیں، اگر عادل ہوں تو تسلیم شفعہ ثابت اور شفعہ ساقط، اس کے مقابلہ میں عدم تسلیم شفعہ کے گواہ نامقبول کہ وہ عدم کے گواہ ہیں۔ ۱۵۰

تسلیم شفعہ کے بعد خلیط فی نفس المبیع کا حق بھی ساقط ہوجاتا ہے۔ ۱۵۱

مسئلہ مذکورہ بالا دوبارہ کچہری کی پوری کارروائی کے ساتھ "سوال"۔ ۱۵۱

چند الفاظ میں کارروائی کا خلاصہ کہ مقدمہ مذکورہ میں مدعی علیہا کے گواہوں کی ضرورت نہیں، تو ان پر تنقید بھی بیکار ہے۔ ۱۵۱

شفیع کے گواہوں کی ضرورت ہے جو یہ ثابت کریں کہ بیع کے قبل سے اب تک دار مشفوع بہا شفیع کی ملک ہیں، یہ نہ ہو تو مدعی علیہا کی قسم وہ قسم سے انکار کرے تو شفعہ ثابت۔ ۱۵۲

زیلعی، محیط، ہندیہ سے مسئلہ کی تائید۔ ۱۵۲

صورت مسئولہ میں شفیع کی گواہیاں ناکافی ہیں، اور شفیع نے مدعی علیہا سے حلف کا مطالبہ نہیں کیا اس لئے شفعہ ساقط۔ ۱۵۳

شفیع کے گواہوں پر تنقید۔ ۱۵۴

حاکم کے فیصلہ کی تائید۔ ۱۵۵

اسی زمین سے متعلق دوسرے مقدمہ محمد شاہ بنام شہنشاہی بیگم مشتریہ کی مسل عدالت پر حکم شرع کا "سوال"۔ ۱۵۶

اس مقدمہ میں بھی شفیع کے گواہوں پر جرح اور ان کے ناقابل قبول ہونے کا حکم، اور مدعیہ سے قسم نہ لینے کی تصریح۔ ۱۵۶

مدعی علیہا کے گواہوں کے بروجہ مطلوب ہونے کی تصدیق اور شفعہ کے ساقط ہونے کا حکم۔ ۱۵۶

مکان بیع کرکے ثمن معاف کردینے، ایسی بیع میں شفعہ جاری ہونے کا سوال اور بیعنامہ کی نقل۔ ۱۵۷

ایسی بیع جائز ہے، اور معافی ایجاب و قبول کے بعد ہوئی ہو تو معافی بھی جائز ہے۔ ۱۵۸

شفعہ بہرحال جاری ہوگا اور شفیع کل زر ثمن دے کر مکان لے سکے گا۔ ۱۵۸

عالمگیری، شامی، قاضی خاں سے مسئلہ کا جزئیہ۔ ۱۵۸

Marfat.com

حنفی وہابی سے شفعہ کرسکتا ہے، اس پر دو شبہے اور ان کا جواب۔ ١٥٩
شفعہ کھلے کافر کی جائداد میں بھی ہوسکتا ہے۔ ١٦٠
تفہیمِ مسئلہ کی ایک دلکش تقریر۔ ١٦١
طلبِ مواثبت کے بعد طلبِ اشہاد میں تاخیر کا "سوال"۔ ١٦٢
صورتِ مسئولہ میں طلبِ مواثبت ہی طلبِ اشہاد کا کام بھی دے گئی۔ ١٦٢
شفعہ میں طلبِ خصومت سے پہلے دو طلبیں لازم طلبِ مواثبت اور طلبِ اشہاد۔ ١٦٢
اگر دارِ مبیعہ یا احد المتعاقدین میں سے کوئی بھی پیشِ نظر ہے تو ایک ہی دونوں کے قائم مقام ہوگی۔ ١٦٢
دونوں طلبوں میں سے کسی کے لئے گواہی ضروری نہیں، البتہ ثبوت کے لئے گواہی ضروری ہے۔ ١٦٢
جن تاخیروں کا سوال میں ذکر ہے سب فضول اور بلاضرورت تھیں جن سے شفعہ کو ضرر نہیں۔ ١٦٣
اسی معاملہ سے متعلق مقدمہ کی مسل کے ساتھ دوسرا تفصیلی "سوال" ١٦٤
صورتِ مسئولہ میں وہی طلب دونوں کے لئے کافی ہے۔ ١٦٥
گواہوں کا گھیرے کے پاس لے جانا پردہ کراکر اندر لے جانے کی ضرورت نہ تھی۔ ١٦٥
طلبِ اشہاد میں "گواہ ہو جاؤ" کہنا کچھ ضروری نہیں۔ ١٦٥
آیاتِ قرآنی سے اشہاد کے معنی کی تائید، ١٦٦
بدائع، خانیہ، محیط، ہدایہ کا حوالہ۔ ١٦٦
اگر طلبِ اوّل بوجہ کفایت نہ ہو تو مکان تک جانا اور پردہ کرانا وغیرہ ضرور تاخیر و مسقطِ شفعہ ہے ١٦٦
طلبِ اشہاد کے لئے اقرب کو چھوڑ کر ابعد کی طرف جانے پر اس کو قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ اس کے لئے شرط یہ ہے کہ اقرب ابعد کے راستہ میں نہ پڑے۔ ١٦٦
طلبِ اول کے جو الفاظ بیان کئے گئے ہیں البتہ نظرِ مجیب میں ناکافی ہیں۔ ١٦٧
حاضر کی تعیین اشارہ سے ہوتی ہے اور غائب کی تسمیہ سے، جو گھر و مکان میں ذکرِ حدودِ اربعہ ہے ١٦٧
وجیز، محیط سرخسی، عالمگیری، ہدایہ، غایۃ البیان، قدوری سے مسئلہ کی تائید، اور مسئلہ کا آخری حکم۔ ١٦٧
کھڑے ہوکر طلبِ مواثبت کرنا اور طلبِ اشہاد کو جانے کے لئے چھڑی کے بغیر چل نہ سکتا ہو تو چھڑی کے لئے گھر میں جانا تاخیر نہیں ورنہ ضرور تاخیر ہے۔ ١٧٠
بیٹھا تھا بیع کی خبر سن کر اٹھ کھڑا ہوا، اور طلبِ مواثبت کی تو مجلس ہی بدل گئی، اور طلبِ مواثبت کا وقت ختم ہوگیا۔ ١٧٠
جائداد منقولہ میں حق شفعہ کا "سوال وجواب" ١٧١
١٧ سال کا آدمی طلبِ شفعہ کرسکتا ہے، اور

Marfat.com

اگر اس انتظار میں کہ مجھے حق ہے یا نہیں ، کچھ
تاخیر کر دی تو شفعہ کا حق جاتا رہا۔ ۱۷۲
شفیع کے ہاتھ مکان نہ بیچ کر غیر شفیع کو دینا جبکہ
شفیع کو مکان کی سخت ضرورت ہے اور اس
وعدہ پر کہ اس کو مکان دیا جائے گا ، بیع سے
قبل بطور کرایہ دار شفیع کا قبضہ بھی کرا دیا۔ ۱۷۲
مکان خریدنے والے اجنبی نے مکان مسجد کے لئے
خریدا ہے کیونکہ ایک تیسرے آدمی نے ایذائے
شفیع کے لئے کہا کہ وہ مکان مسجد پر لے لیا جائے
تو میں اپنا مکان مسجد کو دے دوں گا ، اب ارادہ
ہے کہ مکان بہت زائد قیمت پر شفیع کے ہاتھ بیچا
جائے ، حالانکہ مسجد کو ضرورت مکان کی نہیں ،
مسجد مقروض ہے اور اس کے دیگر ضروری امور
کا انتظام نہیں "سوال"۔ ۱۷۲
قبل بیع شفیع کا کوئی حق نہیں مکان کا اس کے
پاس کرایہ ہونا ، اس کا اس کے خریدنے کا اعلان
کرنا ، اس کا ضرورتمند ہونا ، یا اس کا کسی حصہ دار
سے معاہدہ ہو جانا کہ تجھے دوں گا ، اسے کوئی ترجیح
نہیں دے سکتا۔ ۱۷۳
بیع کی خبر پاتے ہی طلب مواثبت اور طلب اشہاد
بجالایا تو اسی دام پر جس پہ بکا شفعہ حاصل
کر سکتا ہے۔ ۱۷۳
اس سے زائد قیمت مانگتے ہیں ، اگر اس کا مطلب
یہ ہے کہ طلب بجائے بغیر اس مکان کی خریداری
پر تیار ہو گیا تو اس کا شفعہ باطل ہو گیا ، ایسی
صورت میں اس کو مکان نہ دینا ظلم نہیں۔ ۱۷۳
بقیہ باتیں جو سوال میں ذکر ہوئیں زائد ہیں ، اس
کا اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں ، مسجد نے
مکان کی قیمت زائد دی اس کی دو صورت ہے
لوگوں نے چندہ سے مکان کا دام ادا کر کے مسجد کو
دے دیا ، جب تو کوئی گناہ نہ ہوا کہ اصل سے
زائد قیمت دینا گناہ نہیں۔ ۱۷۳
اور چندہ کر کے متولی کو دیا اور اس نے بلاضرورت
زائد قیمت دی تو زیادت فاحش پر متولی گنہگار
ہوگا اور مسجد کے نقصان کا متولی کو تاوان دینا
پڑے گا۔ ۱۷۳
بیع کے پہلے خریداری سے انکار سے حق شفعہ
باطل نہیں ہوتا۔ ۱۷۴
بعد بیع طلب مواثبت اور طلب اشہاد میں تاخیر
سے حق شفعہ باطل ہو جاتا ہے۔ ۱۷۴

کتاب القسمۃ

کل جائداد صرف چند ورثہ میں تقسیم کرنے کا
"سوال"۔ ۱۷۵
ایسی تقسیم باطل ہے ، پنچ کا فیصلہ صرف
انھیں لوگوں کے حق میں نافذ ہوگا جنھوں نے
انھیں بنایا ، دوسروں کے حق میں انھیں
تصرف کا اختیار نہیں۔ ۱۷۵
قاضی نے اگر ایسا فیصلہ اس گواہی کے بعد کیا
کہ مزید کوئی وارث نہیں ، تو وارث ظاہر ہونے

Marfat.com

کے بعد تقسیم توڑ دی جائے گی۔ ۱۷۶

قاضی کو ولایتِ عامہ حاصل ہے۔ ۱۷۶

چند گھروں کی شرکا میں کب اجتماعی تقسیم ہو اور کب ہر ہر گھر کی علیحدہ علیحدہ۔ ۱۷۷

کتاب المزارعة

کاشتکار کے حقِ استقرار اور مقدمہ بے دخلی کے تاوان سے "سوال"۔ ۱۷۹

مرورِ مدت سے کاشتکار کو استقرار کا حق حاصل نہیں ہوتا، زمین کیسی ہی ہو اور چاہے کتنی ہی مدت کاشت کرے۔ ۱۷۹

زمین کو کاشت کے قابل بنایا ہو، اس میں چوگڑی وغیرہ کھودی، دوسری زمین سے مٹی لاکر پاٹی، درخت بویا یا مکان بنایا تو سلطانی زمین میں اس کو حقِ استقرار مل جاتا ہے، اور اس کے بعد اس کے ورثہ کو بھی بلاوجہ شرعی بے دخل نہ کیا جائے گا۔ ۱۸۰

جامع الفصولین اور عقود الدریہ سے مسئلہ کا جزئیہ۔ ۱۸۰

علحدگی کے اعتذار۔ ۱۸۱

زمیندار کی مملوکہ زمین میں کاشتکار کو کبھی کسی طرح حقِ استقرار نہیں۔ ۱۸۲

اجارہ کی مدت تمام ہونے کے بعد زمیندار زمین خالی کرا سکتا ہے، اور اس میں مکان بنایا یا درخت لگایا ہو تو زمین خالی کرے، درخت کاٹ لے اور ملبہ لے جائے۔ ۱۸۲

درخت کٹنے اور مکان اکھاڑنے میں زمین کا زیادہ نقصان ہو تو کٹے ہوئے درخت اور اجڑے ہوئے ملبہ کی قیمت کٹائی اور گھر کھدوائی کی مزدوری مہیا کرنے کے بعد ادا کرکے وہ درخت اور ملبہ زمیندار خود لے لے۔ ۱۸۳

سال بسال کا پٹہ ہوتا ہو تو ہر سال کے ختم پر زمیندار کو علحدہ کرنے کا حق ہے۔ ۱۸۳

خیریہ اور شامی سے مسئلہ کا جزئیہ۔ ۱۸۳

اس امر کی تفصیل کہ ارض مملوکہ میں غرس و بنا پر کب مالک قیمت دے گا اور کب اجیر زمین کی قیمت دے گا، اور مصنف کی ترجیح۔ ۱۸۵

حاوی زاہدی کی عبارت کا محل اور اس کے بارے میں مصنف کی رائے۔ ۱۸۷

کردار میں حقِ استقرار کی بنیاد نظر للجانبین ہے ۱۸۷

خلاصہ حکم دیہات مملوکہ کی زمین میں کاشتکار کو کوئی حق موروثی نہیں اور اس پر جبراً قابض رہنا ضرور ظلم ہے۔ ۱۸۹

مدعی کو خرچہ دلانا حکمِ شرع کے خلاف ہے۔ ۱۸۹

اپنے حق کی وصولی کی تدبیر۔ ۱۸۹

اضافہ لگان پر کاشتکار خوش ہے اور زمین نہ چھوڑے تو شرعاً وہی لگان اس پر لازم ہے ۱۸۹

خود ہی لگان کی شرح بڑھ گئی ہو اور انکار کے باوجود کاشتکار کاشت کرتا رہا تو بڑھی ہوئی لگان اس پر لازم ہے۔ ۱۹۰

Marfat.com

اس اضافہ شدہ لگان کے بدلے مقدمہ کے خرچہ کے نام سے جو ملے لے سکتا ہے۔ ۱۹۱

اس کا قاعدہ کلیہ کہ کب خرچہ کے نام سے لے سکتا ہے اور کب نہیں۔ ۱۹۲

ایسے نام سے جس میں بدنامی ہو نہ لے کہ شریعت میں بُرے کام اور بُرے نام دونوں سے بچنے کا حکم ہے۔ ۱۹۳

ایسی ہی زمین کے بارے میں دوسرا "سوال" اور اس میں اپنے حق کی وصولی کی سابقہ تدبیروں کی تفصیل کا "جواب"۔ ۱۹۳

جھوٹ بولنا حرام ہے۔ ۱۹۶

اپنا حق وصول کرنے اور اپنے سے ظلم دفع کرنے کے لئے پہلو دار بات کہہ سکتے ہیں جبکہ صدق میں مضر نہ ہو۔ ۱۹۶

صدق کا مفسدہ کذب سے بڑھ جائے تو مجبوری کذب کی بھی اجازت ہے۔ ۱۹۷

مشترکہ گاؤں میں بے اذن شرکار کسی ایک شریک کے کاشت کرنے کا "سوال" ۱۹۷

باجازت دیگر شرکار کاشت جائز ہے، اور جب تک یہ تصریح نہ ہو کہ لگان نہ لیا جائیگا شرکار کے حصہ کا لگان دینا بھی واجب ہوگا۔ ۱۹۷

اگر اور شرکار کی مرضی کے خلاف کاشت کی تو ظالم اور غاصب ہے، اور زمین کو کاشت سے نقصان پہنچا ہو تو تاوان دے اور نقصان نہ پہنچا ہو تو لگان عائد نہیں۔ ۱۹۸

اگر شرکار کے رد یا اذن کے بغیر از خود کاشت کر لی تو اگر زمین کو نقصان پہنچا غاصب ہے، اس صورت میں نہ زمین کے نقصان کا تاوان نہ لگان، کچھ نہیں۔ ۱۹۸

اور زراعت سے زمین کو فائدہ ہو تو یہ صورت اجازت میں داخل ہے، اس صورت میں بھی نہ لگان نہ تاوان، البتہ شرکار بھی اپنے اپنے حصوں کی مقدار زراعت کر سکتے ہیں۔ ۱۹۹

مصنف کی تحقیق اور مسئلہ کی تفصیل۔ ۱۹۹

جس صورت میں زراعت سے زمین کا نفع نقصان کچھ معلوم نہ ہو فقہاء اس کا صریح حکم نہیں لکھتے۔ ۱۹۹

مصنف کی تحقیق کہ یہ حکم مضرت میں داخل ہے ۱۹۹

جامع الفصولین اور شامی سے مسئلہ کا حکم اور اس حکم کے دائرہ عرف ہونے کی تصریح۔ ۱۹۹

ہمارے زمانہ کے عرف کے اعتبار سے مسئلہ کا حکم۔ ۲۰۱

خلاصہ حکم۔ ۲۰۲

منتقلی زمین کے وقت زمیندار کے نذرانہ لینے کا "سوال"۔ ۲۰۲

ایک کاشتکار کا دوسرے کاشتکار کے ہاتھ زمین بیچنا ناجائز ہے اور زمیندار کا نذرانہ اگر دوسرے کاشت کار سے سال رواں کی اجرت میں اضافہ کے طور پر لیا جاتا تو جائز ہوتا۔

دوسرے کو پہلے کی جگہ قائم کرنے کی رشوت کے

Marfat.com

طور پر لیا جاتا ہے، اس لئے ناجائز ہے۔ ۲۰۳
صورتِ بالا میں جب کاشتکار اول دوسرے کیلئے
دستبردار ہوچکا اور زمیندار نے دوسرے کو
قبول کرلیا، تو اب یہی مستاجر ہوگیا، اور خراج
جو زمیندار آئندہ لے گا اس کو ادا کرنا ہوگا۔ ۲۰۳
اور اگر کاشتکار دوم زمین کا مستقل مالک سمجھا جائے
تو زمین کی یہ بیع فضولی ہوگی اور نذرانہ زمین کی
قیمت پر اضافہ، اور زمیندار کی اجازت سے
قیمت کاشتکار اوّل کی اور نذرانہ زمیندار
کے لئے جائز ہوگا مگر زمیندار کا آئندہ اس سے
خراج وصول کرنا ناجائز ہوگا۔ ۲۰۳
بٹائی کے کھیت میں اندازہ سے پیداوار مقرر کرنا
باطل ہے، مسئلہ کی تفصیل اور مختلف صورتوں
کا حکم، اور ہدایہ سے مسئلہ کا جزئیہ۔ ۲۰۳
ہندو کاشت کار سے ایسے معاملہ کا حکم جدا ہے ۲۰۴
دوامی پٹہ، شکمی کاشتکار اور ۱۲ سال کے
بعد حقِ استقرار سے "سوال" ۲۰۴
دوامی پٹہ کوئی عقد لازم نہیں، سال تمام پر
عقد ختم ہو جاتا ہے۔ ۲۰۵
قانونی حق استقرار شریعت کے نزدیک کچھ نہیں ۲۰۵
شکمی کاشتکار بنا سکتا ہے، مگر مقررہ لگان
سے زائد لینا جائز نہیں۔ ۲۰۵
زائد لینے کی ترکیبیں۔ ۲۰۵
موروثیت کے دباؤ سے جو زمین نہ چھوڑے،
پیداوار اس کے لئے ناجائز ہے یا تو زمین کے

مالک کو دے یہ افضل ہے یا فقراء کو دے۔ ۲۰۵
مالگذاری نہ دینے، کاشت کار کے زمین میں
درخت لگانے، اس کی قیمت میں سے زمیندار
کے چوتھائی وصول کرنے زمیندار کی غیر آباد زمین
کے آباد کرنے، اور غلط ناپ کی وجہ سے دوسرے
کی جو زمین اس کے حصہ میں آگئی اس سے فائدہ
اٹھانے کا "سوال" ۲۰۶
مقرر مالگذاری کا ادا نہ کرنا ظلم و گناہ ہے۔ ۲۰۶
مالکِ زمین کا اس درخت میں کوئی حق نہیں اس کا
مانگنا ظلم ہے۔ ۲۰۶
اپنی رعایا کو سال بھر کا بلا سودی قرض اس
طور پر دینا کہ سال بھر کے لگان میں تم کو اتنا
زائد دینا ہوگا، یا قرضدار سے پچھلا بقایا وصول
کرکے یہ کہنا کہ مزید اتنا سلم کے دے اور زائد
رقم حساب فہمی کے وقت حساب میں دکھائی
جاسکتی ہے یا نہیں۔ ۲۰۶
مطالبہ وصول کرکے بیع سلم کے نام پر اس
روپیہ کو وصول کرنا اور اسے سیر بھر گیہوں دینا
کہ ہمارے یہاں یہی بھاؤ ہے، جائز ہے
یا نہیں۔ ۲۰۷
یہاں کے غیر مسلموں کو اس شرط پر قرض دینا
جائز ہے اور مسلمانوں کو ناجائز۔ ۲۰۷
یہاں کے غیر مسلموں سے اگر معاہدہ کاشتکاری
کے وقت ہی اس طرح معاملہ کیا جائے کہ
سال بسال اتنی لگان، اور اگر کسی سال

Marfat.com

باقی پڑ گئی تو اس سال کی اتنی زائد تو جائز ہے اور معاہدہ کے بعد اضافہ کیا تو حرام۔ ۲۰۸
ہاں باقی وصول کرنے کے بعد تاخیر کے حرجانہ کے طور پر غیر مسلموں سے کچھ وصول کرلے تو جائز ہے چاہیے نام اس کا بیع سلم ہی رکھے۔ ۲۰۸
اس امر کی تفصیل کہ زائد رقم کب حساب میں دکھائی جاسکتی ہے اور کب نہیں۔ ۲۰۸
بیع سلم کی جو صورت سوال میں مذکور ہے کہ سیر بھر غلہ کے بدلہ دس روپیہ لیں، غیر مسلم سے جائز اور مسلمان سے ناجائز۔ اور اس کو رضا کہنا غلط ہے کہ یہ دباؤ کی رضا ہے۔ ۲۰۹
ایسے مال کو حلال کرنے کی ایک تدبیر ۲۰۹
عدم ادائیگی کی صورت میں لگان میں سال بسال اضافہ کی شرط ناجائز اور اس کی وجہ سے اجارہ فاسد ہے۔ ۲۰۹
پندرہ بیگھہ اراضی ہزار روپیہ پر پانچ سال تک اجارہ دینے اور زرِ اجارہ پیشگی وصول کرنے کا "سوال وجواب"۔ ۲۰۹
سرکاری لگان سے کم وبیش شرح پر کھیت کاشت کار کو دینے کا "سوال وجواب" ۲۰۹
اصل کاشتکار شکمی کاشت کار کو بیش پر دے سکتا ہے یا نہیں۔ ۲۱۰
صورت مذکورہ کے جواز کی تدبیریں۔ ۲۱۰
حق استقرار سے متعلق "سوال وجواب" ۲۱۰

کتاب الذبائح

رات کے ذبیحہ اور ذبیحہ کے خون دینے نہ دینے سے متعلق "سوال" ۲۱۳
رات کا ذبیحہ مکروہ تنزیہی ہے، اور ضرورت کے وقت کوئی کراہت نہیں۔ ۲۱۳
کراہت بھی اس فعل میں ہے، صحیح ذبح ہوجائے تو ذبیحہ میں کوئی کراہت نہیں۔ ۲۱۳
زندگی ثابت ہو اور ذبح کے بعد خون دے، حلال ہے، اور موت ثابت ہے اور خون دے تب بھی حرام ہے۔ ۲۱۴
علاماتِ حیات ۲۱۴
ذبح کے وقت بغیر واؤ کے بسم اللہ اللہ اکبر کہنا مستحب اور واؤ کے ساتھ کہنا مکروہ ہے۔ ۲۱۵
بسم اللہ اللہ اکبر کہنا ذابح پر ضروری ہے، ہاتھ پاؤں پکڑنے والے پر نہیں۔ ۲۱۵
وقتِ ذبح جانور کو کس رُخ ہونا چاہیے۔ ۲۱۶
ذبح کرنیوالے اور ذبیحہ دونوں کو قبلہ رُو ہونا سنت ہے۔ ۲۱۶
ہمارے ملک میں ذبیحہ کا سر جنوب کی طرف ہو اور جانور بائیں پہلو پر سویا ہو اور پیٹھ مشرق کی طرف ہو تو اس کا رُخ قبلہ کی طرف ہوگا۔ ۲۱۶
ذبح کرنے والا اپنا داہنا قدم مذبوح کی گردن کے کنارے رکھ کر ذبح کرے۔ ۲۱۷
توجہ لقبلہ ترک کرنا مکروہ ہے، اور بعض ائمہ مالکیہ

Marfat.com

کے نزدیک وجہِ حرمت ذبیحہ ہے۔ ۲۱۷
اختلافِ علماء سے بچنا مؤکد ہے۔ ۲۱۷
بخاری، مسلم، دارمی، ابن ماجہ سے طریقۂ ذبح
کی حدیث۔ ۲۱۷
تسمیہ شرطِ ذبیحہ ہے اور اس کے ساتھ تکبیر
سنّت ہے۔
عینی اور تنویر سے ذبیحہ کے لٹانے کا طریقہ۔ ۲۱۸
معین ذابح اور اس کے تسمیہ پڑھنے سے ۲۱۸
"سوال"
معین ذابح وہ ہے کہ ذبح کرنے والے کے ۲۱۸
ساتھ چھری پر ہاتھ رکھ کر چھری پھیرنے میں مدد
دے، ان دونوں پر تسمیہ واجب ہے۔ ۲۱۸
دیوبندی مسئلہ کی تغلیط، پاؤں پکڑنے والا
معینِ ذبح نہیں۔ ۲۱۸
درمختار اور شرح نقایہ سے جزئیہ۔ ۲۱۸
ذبح میں گھنڈی کا کوئی حصہ سر میں نہ لگا ہو تو
کیا حکم ہے۔ ۲۱۹
ذبیحہ کا مدار رگ کٹنے پر ہے، ذبح فوق العقدہ
اور تحت العقدہ کا لحاظ نہیں۔ ۲۱۹
ذبح فوق العقدہ اور تحت العقدہ میں قولِ فیصل
کیا ہے۔ ۲۲۰
ذبح کا مدار کم سے کم تین رگوں کے کٹنے پر ہے
فوق العقدہ اور تحت العقدہ پر نہیں، شامی
سے قولِ فیصل کا بیان۔ ۲۲۰
بدائع کی ایک عبارت کی توضیح اور مصنف کی

تحقیق کہ صرف دو رگیں قلب سے دماغ تک
متصل ہیں، حلقوم اور مری نہیں۔ ۲۲۱
پکڑنے والے کے تسمیہ نہ کہنے سے "سوال" ۲۲۱
ذابح، معین اور پکڑنے والے کے فرق
کا بیان۔ ۲۲۱
جب مبیح اور محرم جمع ہوں تو غلبہ حرام کو ہوگا۔ ۲۲۱
درمختار اور شامی سے اس امر کا جزئیہ کہ
تسمیہ کس پر واجب ہے۔ ۲۲۱
ذبح فوق العقدہ سے تین رگ کٹ جاتی ہے
یا نہیں۔ ۲۲۲
یہ بات مشاہدہ ہی سے معلوم ہوسکتی ہے ۲۲۲
ذبح فوق العقدہ کا "سوال وجواب"۔ ۲۲۳
درانتی کے ذبیحہ کا حکم۔ ۲۲۴
درانتی آلاتِ ذبح سے ہے۔ ۲۲۴
درانتی سے ذبح ایسا ہی مکروہ ہے جیسا
کند چھری سے۔ ۲۲۵
ضرورت کے وقت اس سے بھی ذبح جائز ہے ۲۲۵
ٹھنڈا ہونے سے پہلے سر علیحدہ کرنا اور کھال
اتارنا تعذیب بلا فائدہ ہے۔ ۲۲۵
کھانا ایسے ذبیحہ کا بہر حال حلال ہے۔ ۲۲۵
ذبیحہ کی موت اور زندگی کی تفصیل، اور ذبح
پر اس کے اثرات کا بیان۔ ۲۲۶
ضرورۃً کند ہتھیار سے ذبح میں تین رگ کٹنے
سے پہلے جان نکل گئی تو حلت وحرمت میں
علماء کا اختلاف ہے، رجحان جانبِ حرمت ہے ۲۲۶

Marfat.com

بے دستہ کی چھری سے ذبیحہ اور گرم مقامات پر گرمی میں روزہ سے "سوال"۔ ۲۲۷

مقیم غیر مسافر کو ایسا کام کرنا حرام ہے جس سے روزہ رکھنے میں بیمار پڑ جائے۔ ۲۲۸

اگر ایسے کام کے ترک پر قدرت نہ ہو، روزہ رکھنا ممکن نہ ہو تو قضاء رکھے۔ ۲۲۸

ذبح اضطراری کا "سوال وجواب" ۲۲۸

ظاہر کے نام کا بکرا مسلمان نے تسمیہ پڑھ کر ذبح کیا اس کا کھانا کیسا ہے۔ ۲۲۸

ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لے تو ذبیحہ مردار ہے یونہی مسلمان نے تسمیہ پڑھ کر ذبح کیا اور اس سے غیر خدا کی عبادت کا قصد کیا تو ذبیحہ حرام ہے۔ ۲۲۸

وقتِ ذبح نہ غیر خدا کا نام لیا نہ اس کی عبادت چاہی تو ذبیحہ حلال ہے چاہے وہ کسی کے نام کا ہو۔ ۲۲۸

مشرک کا ذبیحہ مطلقاً حلال نہیں اگرچہ بسم اللہ پڑھ کر ذبح کیا ہو، اور کتابی کا ذبیحہ بسم اللہ پڑھ کر ہو تو حلال ہے اگرچہ اس سے حضرت مسیح مراد لیا ہو۔ (حاشیہ) ۲۲۸

نیشاپوری اور بدائع سے وجہ فرق کا بیان۔ ۲۲۹

مسلمان پر بدگمانی حرام ہونے کا ثبوت قرآن وحدیث سے۔ ۲۳۰

دل کے ارادے پر حکم لگانے کی ممانعت قرآن وحدیث سے۔ ۲۳۱

برا گمان برے دل سے نکلتا ہے۔ ۲۳۱

تفسیر کبیر، ذخیرہ، شرح وہبانیہ، درمختار سے اس بدگمانی کی ممانعت کہ مسلمان اپنے ذبح سے غیر خدا کا تقرب کرتا ہے۔ ۲۳۲

مسئلہ کا خلاصہ حکم۔ ۲۳۲

مسلمان کو ایسے جانور کا بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرنا بھی مکروہ ہے۔ ۲۳۳

مذبوح کی کھال کی حلت وحرمت کا "سوال" ۲۳۳

ایسی کھال حلال ہے اگرچہ بھینس اور بکری کی کھال کھانے کے لائق نہیں ہوتی۔ ۲۳۳

ذبیحہ کے ان سات اعضاء کا ذکر جن کا کھانا حرام ہے۔ ۲۳۳

ذبیحہ کے اجزائے ممنوعہ سے "سوال" ۲۳۴

سات چیزوں کی تصریح حدیث شریف میں ہے۔ ۲۳۴

طبرانی کی حدیث ۲۳۴

امام اعظم نے ان میں خون کو حرام اور باقی کو مکروہ فرمایا۔ ۲۳۴

کراہت سے مراد کراہت تحریم ہے۔ صاحب بدائع نے اسی کو حرام سے تعبیر کیا اور صاحب تنویر نے کراہت سے۔ ۲۳۵

صاحب درمختار نے کراہت تحریمی کو راجح بتایا۔ ۲۳۵

متون میں جب کراہت کا لفظ مطلق وارد ہو تو مراد کراہت تحریم ہوتی ہے۔ ۲۳۵

Marfat.com

ان دو چیزوں کا ذکر جن کا اضافہ قاضی بدیع الدین خوارزمی، شمس الدین قہستانی، احمد مصری محشی درمختار نے کیا۔ ۲۳۶

ان تین چیزوں کا ذکر جن کا اضافہ قاضی بدیع الدین اور احمد مصری نے کیا۔ ۲۳۶

جزئیات کے حوالے۔ ۲۳۶

ان دس چیزوں کا ذکر جن کو بالتصریح مصنف کتاب نے تفحص کر کے نکالا۔ ۲۳۷

اس امر کی تشریح کہ حدیث شریف میں سات کا لفظ حصر کے لئے نہ تھا۔ ۲۳۷

اجزاء سے مراد اعضاء ہی نہیں اخلاط بھی ہیں۔ ۲۳۷

نمبر ۱۵ سے ۲۱ تک اضافوں کا ذکر اور سب کی توجیہ۔ ۲۳۸

کتب فقہ میں بھی سات کا لفظ حصر کے لئے نہیں صرف اتباع حدیث میں ہے۔ ۲۳۸

کتب کثیرہ میں لفظ شاۃ کی قید کا بھی یہی حال ہے۔ ۲۳۸

اوجھڑی کی کراہت بطور دلالۃ النص یا بطور اجزائے علت منصوصہ ثابت ہے۔ ۲۳۸

ینابیع میں دُبُر کی تصریح بھی ہے۔ ۲۳۹

اس موضوع کی پوری بحث کا مصنف کے رسالہ "منح الملیحیہ" پر حوالہ۔ ۲۳۹

مذکورہ بالا مسئلہ کا "سوال وجواب" ۲۴۰

زندہ جانور سے علیحدہ کئے ہوئے عضو کی حلت وحرمت کا "سوال" ۲۴۱

مچھلی اور ٹیڈی کے علاوہ کسی جانور کے علیحدہ شدہ عضو کا کھانا حرام ہے۔ ۲۴۱

حدیث شریف سے مسئلہ کا بیان۔ ۲۴۱

کس کس کا ذبیحہ جائز ہے۔ ۲۴۲

ذبیحہ صحیح ہونے کی شرائط کا بیان۔ ۲۴۲

عورت اور سمجھدار بچہ کا ذبیحہ جائز ہے۔ ۲۴۲

عورت اور بوہرہ وغیرہ کے ذبیحہ سے "سوال" ۲۴۲

مسلمان اور کتابی عورت ہی کیوں نہ ہو ان کا ذبیحہ حلال ہے۔ ۲۴۳

بوہرہ اگر صرف بدعتی ہو اس کا ذبیحہ حلال ہے، اور مرتد ہو تو نہیں۔ ۲۴۳

آجکل کے نصاریٰ کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے۔ ۲۴۳

اکثر مشائخ اس کو حرام فرماتے ہیں۔ ۲۴۳

اسی پر فتویٰ اور اسی کو ظاہر الروایۃ بتایا گیا۔ ۲۴۳

آج کل کے نصاریٰ گلا گھونٹ کر بھی مار ڈالتے ہیں اور گلے میں چھری پیوست کر کے بھی۔ ۲۴۴

معین ذابح کی تشریح۔ ۲۴۴

شیعہ کے ذبیحہ کا "سوال" ۲۴۴

آج کل کے شیعہ تبرائی کافر و مرتد ہیں۔ ۲۴۴

روافضِ زمانہ کے کچھ عقائد کا بیان۔ ۲۴۴

روافض کا ذبیحہ مردار وحرام ہے۔ ۲۴۶

مرتدینِ وقت میں سے نیچری اور وہابیہ کے

Marfat.com

عقائد واحکام کا ذکر۔ ۲۴۶

ان کے ذبیحہ کے حرام ہونے کا بیان اور دیگر احکام۔ ۲۴۶

ان سے کم درجہ کے گمراہوں کا ذکر اور ان کا حکم۔ ۲۴۶

آج کل کے یہود ونصاریٰ کے ذبیحہ کا "سوال" ۲۴۶

یہود ونصاریٰ الوہیتِ مسیح وعزیر کے قائل ہیں، ان کا ذبیحہ حرام، اسی پر فتویٰ، اور یہی ظاہر الروایت بتایا گیا۔ ۲۴۶

بعض کے نزدیک جائز، البتہ کراہت میں شک نہیں۔ ۲۴۷

آجکل کے نصاریٰ بطور شرع ذبح بھی نہیں کرتے ۱۲۱۹ھ کے ایک مشاہدہ کا ذکر۔ ۲۴۸

قادیانی اور وہابی کے ذبیحہ کا "سوال وجواب" ۲۴۹

دیوبندی کے بھیجے ہوئے گوشت سے "سوال وجواب" ۲۴۹

بوہرے کا ذبیحہ حرام ومردار، اور ذبیحہ کا پیشہ حلال ہے۔ ۲۵۰

ذابح بقر اور قاطع شجر کے بارے میں جو حدیث روایت کرتے ہیں موضوع ہے۔ ۲۵۰

دو استفتاء دربارہ ذبیحہ نساء اور ان کا جواب۔ ۲۵۱

فاسق کے ذبیحہ کا "سوال وجواب" ۲۵۱

بے نکاحی عورت گھر میں ڈال لینے والے، یوم نحر صبح صادق کے بعد نماز فجر سے قبل قربانی کرنیوالے مسلمان عزبار نہ ہوں تو قربانی کے تیسرے حصہ، اور اس حصہ کو خود کھانے والے کے بارے میں "سوال"۔ ۲۵۱

پر بلا ثبوت زنا کا حکم لگانا حرام ہے بلکہ میاں بیوی کی طرح رہتے ہوں تو ان کے میاں بیوی ہونے کی گواہی دی جا سکتی ہے اور زانی کا ذبیحہ بھی حلال ہے۔ ۲۵۲

دیہات میں یوم نحر صبح صادق کے بعد قربانی کی تو ہو جائیگی، شہر میں نہیں ہوگی، بعد نماز عید ہونا واجب ہے۔ ۲۵۲

قربانی کے گوشت کا تین حصہ کرنا امر استحبابی ہے، سارا گوشت خود بھی کھا سکتا ہے، البتہ یہ گوشت یہاں کے غیر مسلموں کو دینا جائز نہیں ۲۵۳

فاسق کے ذبیحہ سے "سوال وجواب" ۲۵۳

فاسق کے ذبیحہ، اس کی ضیافت اور نماز جنازہ سے "سوال" ۲۵۳

فاسق کا ذبیحہ جائز، نماز جنازہ اسکی واجب اور اس کی دعوت قبول کرنے اور نہ کرنے میں سلف صالحین کے اندر اختلاف ہے۔ ۲۵۳

قصاب پیشہ کا جائز ہے۔ ۲۵۴

مسئلہ بالا کا "سوال وجواب" ۲۵۴

خانیہ، شامی اور بزازیہ سے مسئلہ کا جزئیہ اور

Marfat.com

- اس امر کی تصریح کہ قربانی کا کوئی حصہ قصاب کی اجرت میں نہ دے۔ ۲۵۵
- خنثیٰ جانور کے ذبیحہ کا "سوال" ۲۵۵
- خنثیٰ کی قربانی جائز نہیں، ایسا گوشت پکانے سے پکتا نہیں ذبح کے بعد وہ حلال ضرور ہے۔ ۲۵۵
- درمختار اور عالمگیری سے مسئلہ کا جزئیہ۔ ۲۵۵
- کتیا کے دودھ سے پرورش پانے والے بکری کے بچے کو دودھ چھوڑے مدت گزر گئی ہو تو بے خرخشہ حلال ہے۔ مدت کے اندر دو چار روز اس دودھ سے پرہیز کرکے حلال کیا تب بھی حلال ہے۔ ۲۵۶
- اسی حالت میں ذبح کیا تو اس کا کھانا مکروہ ہے، ۲۵۶
- علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی۔ ۲۵۶
- نوازل، خلاصہ، خانیہ، ذخیرہ، بزازیہ، تبیین، تکملہ، درمختار وغیرہ میں تنزیہی کی تصریح ہے اور یہی امام محمد کا قول ہے، اور من حیث الدلیل قوی ہے۔ ۲۵۶
- درمختار، تکملہ، ہندیہ، فتاویٰ کبریٰ، خزانہ، شامی، فتح اللہ المعین کی عبارتوں سے مسئلہ کا اثبات۔ ۲۵۷
- احتیاطی حکم۔ ۲۵۸
- یہی "سوال وجواب" دوبارہ۔ ۲۵۸
- آدمی کے دودھ پر پرورش پاتے ہوئے بچہ کی حلت وحرمت کا "سوال وجواب"۔ ۲۵۹
- بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانور کے متعلق "سوال" ۲۶۰
- بحیرہ اور سائبہ کا بیان۔ ۲۶۰
- قرآن عظیم میں ایسے جانوروں کو حرام قرار دینا کافروں کا کام بتایا، اور اس کو رد فرمایا۔ ۲۶۰
- اس کو ما اھل بہ لغیر اللہ سے کوئی علاقہ نہیں، نہ بتوں کے تھان کی مٹھائی اس میں داخل۔ ۲۶۱
- ذبح کے وقت جس جانور پر غیر خدا کا نام لیا جائے وہ ما اھل بہ لغیر اللہ ہے۔ ۲۶۱
- وہابیہ کے جاہلانہ خیال کا رد۔ ۲۶۱
- بتوں کے چڑھاوے کی مٹھائی مسلمانوں کو نہ لینا چاہیے۔ ۲۶۱
- ایسی مٹھائی لینا ذلت بھی ہے، اور کافروں کی مراد کے موافق استعمال بھی۔ ۲۶۱
- البتہ ایسے جانوروں کا کھانا ان کی مراد کے خلاف ہے مگر شرط یہ ہے کہ فتنہ نہ ہو۔ ۲۶۱
- فتنہ سے بچنا لازم ہے۔ ۲۶۱
- چڑھاوے کے جانور کے ذبح کرنے اور اس کے گوشت سے "سوال" ۲۶۱
- کافر بتوں کے نام کہے اور مسلمان اللہ کا نام لے کر ذبح کرے تو جانور حلال ہے۔ ۲۶۱
- یہ فعل مسلمان کے لئے منع ہے اور وہ گوشت مکروہ ہے۔ ۲۶۱
- بتوں کے نام پر کان کٹے ہوئے جانور کو خرید کر اپنے طور پر ذبح کرنے اور کھانے کا "سوال وجواب"۔ ۲۶۲

Marfat.com

چھوڑے ہوئے سانڈ اور کچھوے وغیرہ حرام اشیاء کو جلا کر یا تیل میں پکا کر پکے ہوئے تیل کے کھانے کا "سوال"۔ ۲۶۲

سانڈ حلال ہے، اور مولوی عبدالحی صاحب کے اسے حرام کہنے کی تردید، لیکن وہ مباح بھی ممنوع ہوجاتا ہے جو مسلمانوں کو ذلت پرپیش کرے۔ ۲۶۲

حرام شے جلنے کے بعد بھی حرام رہے گی، اور حلال میں مخلوط ہو تو اسے بھی حرام کردے گی۔ ۲۶۳

چھوڑے ہوئے جانور کے متعلق "سوال و جواب"۔ ۲۶۳

عالمگیری کا جزئیہ کہ ایسے جانور کو مالک مباح کردے تو مباح ورنہ ملکِ غیر کی وجہ سے ممنوع ہے۔ ۲۶۴

اس سلسلہ میں مسئلہ ظفر بخلاف جنس کا تذکرہ۔ ۲۶۴

یہی مسئلہ پھر مکرر۔ ۲۶۴

شیخ سدو ایک روح خبیث ہے۔ ۲۶۵

شیخ سدو کے نام سے مرغ ذبح کرنے اور موقعہ پر میلاد پڑھوانے اور کھانا کھلانے کا "سوال" ۲۶۵

اگر وہاں میلاد پڑھے تو ایسی روحوں کی تعظیم سے منع کرے گا جن کا اسلام تک معلوم نہیں، ان کے لئے جو مرغ ذبح ہو وہ بلکہ ان کا کھانا نہ کھائے ۲۶۶

ایسے مولوی صاحب کے متعلق سوال جنھوں نے غیر اللہ کے نام کا جانور کرنے والوں کے گھر کھانا کھایا۔ ۲۶۶

ما اهل به لغیر الله اور ذبح اولیاء وغیرہ کی تفصیل وتشریح۔ ۲۶۶

ذبح کرنیوالے کی نیت اگر شیخ سدو کی عبادت ہو تو ذبیحہ مردار ہوجائے گا اور عبادت کی نیت نہ کی اور ذبح اللہ کے نام سے کیا تو ذبیحہ حلال ہوا۔ ۲۶۷

صورت مسئولہ کا تفصیلی حکم ۲۶۷

○ سبل الاصفیا فی حکم الذبائح للاولیاء۔ ۲۶۹

بزرگوں کے نام کا جانور تکبیر کے ساتھ ذبح کیا جائے تو کیا حکم ہے۔ ۲۶۹

ذبیحہ کی حلت یا حرمت میں نیتِ ذابح کا اعتبار ہے۔ ۲۶۹

مختلف نیتوں کا تفصیلی بیان۔ ۲۶۹

عالمگیری، جامع الفتاوی، تاتارخانیہ سے مسئلہ کا جزئیہ۔ ۲۷۰

نیت ذبح میں بھی خاص وقت ذبح کی نیت کا اعتبار ہے۔ ۲۷۰

اس امر کی تائید دیگر امور شرعیہ سے۔ ۲۷۰

ذبح سے پہلے کی شہرت وپکار خصوصاً غیر ذابح کی اس کا کچھ اعتبار نہیں۔ ۲۷۱

اضافت کا مطلب عبادت نہیں، اس لئے اس کا یہ مطلب نکالنا صحیح نہیں کہ ان جانوروں سے ان بزرگوں کی عبادت کی جائے گی۔ ۲۷۱

نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ سے اسکی مثال۔ ۲۷۱

Marfat.com

جو لوگ اضافت کی بنیاد پر ان کو حرام بتاتے ہیں شریعت پر جرأت کرتے ہیں۔ ۲۷۱

حدیث اور کتبِ فقہ سے ایسی اضافتوں کا ثبوت خاص ذبح کی مختلف اضافتوں کا حدیث سے ثبوت۔ ۲۷۱

حسبِ تصریح علماء مطلقاً اضافت کو سببِ حرمت قرار دینے والا جاہل ہے۔ ۲۷۲

درمختار اور شامی سے ذبح کی جائز اضافتوں کی نصوص۔ ۲۷۳

اگر کوئی جاہل یہ اضافت بہ نیت عبادت کرے اس کو ہم بھی کافر کہتے ہیں لیکن ذابح کی یہ نیت نہ ہو اور وہ اللہ کے واسطے ذبح کرے تو جانور حلال ہوگا۔ ۲۷۳

قرآن وحدیث و اقوالِ بزرگانِ دین سے بدگمانی کی مذمت۔ ۲۷۳

خاص مسئلہ ما اھل بہ لغیر اللہ میں منیہ، ذخیرہ، شرح وہبانیہ، درمختار وغیرہ کی تصریح کہ ہم اس ذبح سے تقرب الی غیر اللہ کی بدگمانی نہیں کرسکتے۔ ۲۷۵

شامی اور قاضیخان سے بسم اللہ بنامِ خدا بنامِ محمد کا جزئیہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام تعظیماً لیا ہو تو کوئی حرج نہیں، اور اللہ کے ساتھ شرکت مراد لی ہو تو ذبیحہ حرام ہے۔ ۲۷۵

شامی اور درمختار سے بنامِ خدا و بنامِ محمد کا جزئیہ اور عدمِ کفر کا فتویٰ۔ ۲۷۶

ایسے جانور کی مطلقاً حرمت کا فتویٰ دینے والوں کو تنبیہ اور ان کی تجہیل۔ ۲۷۶

قصدِ عبادت کی تائید میں مخالف کی دلیل کا رد۔ ۲۷۶

تخصیص اور عدمِ تبدیل بھی بے اصل نہیں۔ ۲۷۷

ایسی صورت میں عدمِ تبدیل سے عوام کی تصریح کے خلاف عبادت کا الزام سراسر زیادتی ہے۔ ۲۷۷

بالفرض کسی نے ایسی نیت کی ہو تو حکمِ کفر اسی پر مقصور رہے گا عام حکم لگانا صحیح نہ ہوگا۔ ۲۷۸

مسئلہ کا خلاصۂ حکم۔ ۲۷۸

آیۃ لا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ کی تشریح تفسیر کبیر سے۔ ۲۷۹

جنین کی حلت و حرمت کا "سوال و جواب" ۲۷۹

ایضاً مسئلہ مذکورہ بالا ۲۷۹

غیر مسلموں سے گوشت خریدنے کا "سوال" ۲۸۰

مشرک غیر کتابی سے گوشت خریدنا جائز نہیں حلال و حرام میں کافر کا قول بالکل معتبر نہیں۔ ۲۸۱

ایک استثنائی مشکل ۲۸۲

اس حکم کے خلاف حرام اور اس کو بناوٹی بتانے والے پر لزومِ کفر ہے، توبہ و تجدیدِ اسلام ضروری ہے۔ ۲۸۲

اب بھی جو نہ مانے اور ان سے گوشت خریدے مسلمان اس کا مقاطعہ کریں۔ ۲۸۲

Marfat.com

گوشت کی خریداری میں غلط قسم کی شرط پر صلح ناجائز ہے۔ ٢٨٣

مسئلہ بالا کا اس اضافہ کے ساتھ سوال کہ مذبح سرکاری ہے اور ذبح پر مسلمان مقرر ہے۔ ٢٨٣

صورت مسئولہ میں گوشت خریدنا، کھانا، کھلانا جائز نہیں۔ ٢٨٣

جانور جب تک زندہ تھا بالیقین حرام تھا، ذبح شرعی سے حلال ہوگا اور طریقۂ مذکورہ پر اس کا حصول نہ ہوا۔ ٢٨٣

بیچنے والا غیر مسلم اگر یہ کہے کہ اس کو مسلمان نے ذبح کیا ہے، تو دیانات میں اس کی خبر معتبر نہیں۔ ٢٨٣

درمختار، شامی، ہدایہ، تبیین، ہندیہ، اشباہ، فتح القدیر سے نصوص۔ ٢٨٣

دیانات اور معاملات میں فرق اور ہندیہ سے اسکی مثال۔ ٢٨٣

ایک استثنائی صورت کا بیان۔ ٢٨٤

مسلمان نے جانور ذبح کیا اور غیر مسلم نوکر کے ذریعہ گھر بھیجا، کیا حکم ہے۔ ٢٨٦

اس خبر کا تعلق معاملات سے اگر دل جمے کہ سچ کہہ رہا ہے، مان لیا جائے۔ ٢٨٦

تبیین الحقائق اور درمختار کا جزئیہ۔ ٢٨٦

اس کی بات میں کچھ شبہ معلوم ہو تو نہ کھائے۔ ٢٨٧

ایضاً مسئلہ شراء اللحم من الکافر ٢٨٨

قابلِ نفرت لوگوں سے حلال طریقہ پر بھی گوشت خریدنا نہیں چاہیے۔ ٢٨٩

جانور مذبوح ملا، ذابح معلوم نہیں، اگر اس علاقہ میں صرف مسلمان ہی بستے ہوں تو حلال ہے اور اگر ایسے لوگ بھی بستے ہوں جن کا ذبیحہ جائز نہیں، تو حلال نہیں۔ ٢٩٠

مسئلہ پر متروک التسمیہ سے اعتراض کا جواب۔ ٢٩٠

غصب کا جانور ذبح سے حلال ہوگا مگر ملکِ غیر میں تصرف کرنے کی وجہ سے ذابح گنہگار رہا۔ ٢٩٠

ایسا جانور اگر قربانی کا ہو تو اس پر چند مسائل کی تفریع۔ ٢٩٠

گوشت حلال ہوتے ہوئے بھی وہ گوشت ذابح اور دوسروں کو کھانا حرام ہے۔ ٢٩١

یہ حرمت ملکِ غیر کی وجہ سے ہے۔ ٢٩١

مغصوب میں تصرف کے بعد اس کا لوٹانا ناممکن ہو مالک صرف تاوان لے سکتا ہے۔ ٢٩١

درمختار، اشباہ، تنویر، درر، ہدایہ وغیرہ سے مسئلہ کا جزئیہ اور حدیث سے تائید۔ ٢٩١

کافر نے چھوڑے ہوئے جانور کو ارادہ بدل کر کسی کو ہبہ کر دیا تو ایسا جانور موہوب لہ کے لئے جائز، اسے ما اھل بہ لغیر اللہ سے کچھ علاقہ نہیں۔ ٢٩٢

شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی جو اس باب میں روش علماء کے خلاف فتویٰ دیتے ہیں، وہ بھی تا دمِ ذبح استمرار اہلال لغیر اللہ کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ ٢٩٣

Marfat.com

آن کی مستدل حدیث اور عبارت نیشاپوری کا یہی مفاد ہے بلکہ شاہ صاحب نے اپنی تفسیر میں خود اس کی تصریح کی ہے۔ ۲۹۴

حکم مسئلہ یہ کہ نیت بدل جانے سے وہ جانور حلال ہوگیا۔ ۲۹۴

مذبوحہ جانور جس کے ذابح کا پتہ نہ ہو "سوال وجواب" ۲۹۵

مدار صاحب کے مرغ کا "سوال" ۲۹۵

جو مسلمان اللہ کے نام پر ذبح کرے اور اسی کے لئے اس کی جان لے وہ حلال ہے۔ ۲۹۵

مرغ کو نہ مزار پر لے جانا چاہیئے نہ مرغ کی خصوصیت ضروری سمجھنا چاہیئے، ثواب البتہ ان بزرگوں کی رُوح کو پہنچا دے۔ ۲۹۵

بڑے پیر صاحب کے بکرے کے سلسلہ میں شاہ عبدالعزیز صاحب کے فتوی حرمت سے "سوال"۔ ۲۹۵

شاہ صاحب نے اس مسئلہ میں اپنے فتاوی اور تفسیر دونوں جگہ غلطی کی ہے۔ ۲۹۶

امام مالک فرماتے ہیں بے دلیل تو صرف رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کا قول مقبول ہے، بقیہ کوئی عالم معصوم نہیں۔ ۲۹۶

بزرگوں کے نام کے جانور سے "سوال وجواب" ۲۹۶

درندہ نے حلال جانور کی رگ چھید ڈالی تو وہ جانور بشرط حیات پھر ذبح ہوسکتا ہے یا نہیں، اور کل مذبح کھاجائے تو کیا حکم ہے۔ ۲۹۶

کشمیر کے ایک مفتی صاحب کے فتوے کے جواب میں مصنف کی تحریر (حاشیہ) ۲۹۷

آیۃ حرمت علیکم المیتۃ کی تفسیر۔ ۲۹۸

اس تفسیر سے مسئلہ ما اھل بہ لغیر اللہ میں مسلک وہابیہ کا رد۔ ۲۹۰

زخمی یا مریض جانور اس کی حالت کتنی ہی سقیم ہو اگر زندگی ثابت ہو تو ذبح سے حلال ہو جائیگا۔ ۲۹۹

زندگی کے ثبوت کے بعد زندگی کی کسی علامت کی ضرورت نہیں۔ ۲۹۹

وجیز کردری سے اس امر کا جزئیہ کہ درندہ سر کھا جائے یا پیٹ پھاڑ دے اور جانور زندہ ہو تو ذبح جائز ہے۔ ۲۹۹

وجیز کردری میں رگ کے سلسلہ میں قطع کا لفظ ہے، قطع اور ہے سوراخ کرنا اور ہے۔ ۳۰۰

وجیز کی عبارت میں تین فرعوں کا ذکر ہے جن میں بظاہر تعارض ہے۔ ۳۰۰

ان اقوال کے درمیان مصنف کی نفیس توفیق۔ ۳۰۱

ایک دوسری توفیق اور فوات محل ذبح میں تحقیق مناط کی بے مثال تقریر۔ ۳۰۱

تمام فروع مختلفہ کا اتفاق اور سوال استفتاء کا جواب۔ ۳۰۲

کتے کے پکڑے زخمی جانور کے ذبیحہ سے "سوال" ۳۰۴

کتا شکاری ہو اور بسم اللہ پڑھ کر چھوڑا ہو تو زخم سے مرجائے تب بھی حلال ہے۔ ۳۰۴

Marfat.com

زندہ ہے تو ذبح کرلیا جائے، کتے کے ڈالے ہوئے زخم سے اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ ٣٠٤

ذبح کے کچھ دیر بعد خون دینے اور عورت اور بچّہ کے ذبیحہ سے "سوال"۔ ٣٠٤

حلّت کی علت جانور کا وقتِ ذبح زندہ ہونا ہے خون فوراً یا بعد میں دے یا نہ دے۔ ٣٠٤

عورت یا بچّہ مطابق شرع ذبح کریں تو ان کا ذبیحہ حلال ہے۔ ٣٠٤

خون نہ دینے کی صورت میں علماء کا اختلاف ہے ٣٠٤

بھینس جس کی زندگی کے بارے میں یقین نہیں ذبح کرکے دس روپیہ میں قصاب کو دی اس نے گوشت دفن کر دیا اور کھال چھ روپیہ میں بیچ دی اس پر کتنا مطالبہ ہوا۔ ٣٠٥

مذکورہ بھینس اگر بالیقین زندہ تھی یا ذبح کے وقت زندگی کی علامت پائی گئی پورے دس روز ورنہ کچھ نہیں۔ ٣٠٥

صدقہ کا جانور بلا ذبح مصرف کو دینے کا "سوال" ٣٠٥

صدقہ واجبہ ہو اور وجوب خاص ذبح کا تو بے ذبح ادا نہ ہوگا، ہاں ذبح کا وقت نکل گیا ہو تو زندہ ہی صدقہ کیا جائے۔ ٣٠٦

ذابح بقر اور قاطع شجر اور شارب خمر اور ذبح کی اجرت اور چڑھاوے کا جانور ذبح کرنیوالے کے بارے میں "سوال"۔ ٣٠٦

ذبحِ بقر اور قطعِ شجر جائز ہے۔ قرآن کی آیت سے اس کا ثبوت ہے، اور اس بارے میں لوگوں میں جو قول مشہور ہے بے اصل ہے۔ ٣٠٦

شارب خمر ضرور معذب ہے، لیکن مسلمان ہے تو دائمی نہیں۔ ایسا شخص زیر مشیت الٰہی ہے اور انجام بلاشبہہ مغفرت ہے۔ ٣٠٧

ذبح اور قطع کی اجرت جائز ہے، پیسوں سے اجرت مقرر کرنا جائز، اسی جانور بلکہ دوسرے جانور کے گوشت سے اجرت مقرر کرنا منع ہے۔ ٣٠٧

جو شخص گوشت اجرت میں لینے کی عادت بنالے فاسق معلن ہے اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ ٣٠٧

ہندوؤں کا جانور بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر ذبح کرے تو حلال ہے مگر مسلمانوں کو یہ فعل مکروہ ہے۔ ٣٠٨

اور ہندوؤں کی نیت پر کرے تو جانور مردار، اور اس کے ایمان میں بھی خطرہ، لیکن مسلمان پر ایسی بدگمانی نہ کرنی چاہئے البتہ ایسے شخص کی امامت سے پرہیز بہتر ہے۔ ٣٠٨

خاکروب کے بنائے ہوئے بکرے کا "سوال" ٣٠٨

مسلمان نے بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا ہو تو اس کے حلال ہونے میں شبہہ نہیں۔ ٣٠٩

غیر مسلم بھنگیوں کا بنایا اس لئے ہو کہ اس نے اپنے بتوں کے نام پر چڑھایا تو ایسا گوشت

Marfat.com

مسلمانوں کو کھانا حرام ہے۔
اگر بکرا مسلمان کا تھا اور اس نے بنوایا، اور وہ اپنا ناپاک پیشہ بھی کرتا ہے، تو اگر خوب اچھی طرح اس نے صفائی نہ کر لی ہو تو یہ سخت بے احتیاطی ہے۔ ۳۰۹
اور اگر صفائی کر لی ہو تو دیکھا جائے گا کہ لوگ وہاں اس کے چھوئے ہوئے کو کھانے سے پرہیز کرتے ہیں یا نہیں۔ پرہیز کرتے ہیں تو بنوانے والے نے بے پروائی کی اور مصلحت دینی کے خلاف کیا اور نافرمانی کے مرتکب ہوئے۔ ۳۰۹
یہ سارا حکم اس وقت ہے کہ ذبح کے وقت سے بنا کے دوران اور مسلمان کے ہاتھ میں آنے تک برابر مسلمان کی نگاہ میں رہا۔ ۳۰۹
تھوڑی دیر کے لئے غائب ہوا تو حرام۔ ۳۰۹
گھوڑے کا گوشت صاحبین کے نزدیک حلال ہے، اور امام صاحب مکروہ فرماتے ہیں، کراہت تحریمی ہے۔
قاضی خان نے اس کی تصحیح کی، وہ فقیہ النفس ۳۱۰
ہیں، فتویٰ انہیں کی تصحیح پر ہوگا۔
قہستانی نے اس کی تصحیح کی، اور خلاصہ، ہدایہ، ۳۱۰
محیط، مغنی سے قاضی خاں نے نقل کی اسی پر متون ہیں جن کی وضع نقل مذہب کے لئے ہوتی اور جن پر فتویٰ ہونا ہے۔
کفایہ میں اس کے خلاف کو ظاہر الروایہ کہنا ۳۱۰
یا جمہور کا فتویٰ اس کے خلاف ہونا، اس کو

مضر نہیں۔
ایضاً گھوڑے کے گوشت اور دودھ کے بارے ۳۱۱
میں علماء میں سخت اختلاف ہے، گوشت میں احتیاط قولِ امام میں ہے، جس قول میں دودھ کو حلال کہا اس میں وجہِ فرق یہ ہے کہ گوشت کے حرمت کی وجہ تقلیل آلہ جہاد ہے اور دودھ میں یہ وجہ نہیں پائی جاتی۔
گدھا، خچر اور گھوڑے کے گوشت سے ۳۱۱
"سوال"۔
گدھا حرام ہے، یونہی وہ خچر جو گدھی سے ۳۱۲
پیدا ہوا۔ گھوڑا امام اعظم کے مذہب میں مکروہِ تحریمی ہے، یونہی وہ خچر جس کی ماں گھوڑی ہو۔
حرمتِ خر کی حدیث ۳۱۲
الو کی حلت وحرمت سے سوال، اور عالمگیری ۳۱۲
طحطاوی، شامی، میزان اور حیوۃ الحیوان کا حوالہ کہ شافعیہ کے نزدیک حرام اور حنفیہ کے یہاں حلال ہے مگر عالمگیری میں یہ قول لفظ قیل کے ساتھ بیان کیا جس کا مطلب یہ کہ یہ قول ضعیف ہے۔
حیوۃ الحیوان کا حوالہ غلط ہے اس میں حنفیہ ۳۱۲
کی طرف حلت کی نسبت نہیں، البتہ شافعیہ کے دو قول ہیں۔
ان تین کتابوں کے علاوہ تمام کتبِ فقہ اور ۳۱۴
احادیث میں پنجہ اور کیلہ والے شکاری جانور

Marfat.com

کو حرام قرار دیا ہے۔ عالمگیری، طحطاوی، شامی، میزان شعرانی سے اس موضوع پر نصوص۔ ۳۱۴

ایسے جانوروں کے حرمت کی حکمت یہ ہے کہ ان کی خصلت شرعاً بری ہے تو کھانے والا بھی ایسا ہی بدخصلت ہوجائے گا۔ ۳۱۴

ایسے جانوروں کی حرمت پر امام اعظم، شافعی و احمد کا اتفاق ہے۔ ۳۱۵

الو کے پنجہ والے شکاری جانور ہونے میں شبہ نہیں۔ ۳۱۵

اس بات کی علمی شہادتوں کا بیان۔ ۳۱۵

عجائب المخلوقات، مرآت الاصطلاحات اور امیر خسرو علیہ الرحمۃ کے شعر سے الو کے شکاری جانور ہونے کا ثبوت۔ ۳۱۶

اس شبہہ کا جواب کہ بعض کتابوں میں لفظ بوم کے ساتھ یوکل کا لفظ آیا ہے۔ ۳۱۷

یہ روایتیں قاعدہ کلیہ فقہیہ اور مشاہدات کے معارض نہیں ہوسکتیں۔ ۳۱۷

عرب میں لفظ بوم صرف الو کے لئے ہی موضوع نہیں۔ ۳۱۷

ہرات میں اڑنے والے پرند کو عربی میں بوم کہتے ہیں۔ ۳۱۷

بوم غیر ذی مخلب پرند کو بھی کہتے ہیں۔ ۳۱۷

چمگادڑ کی حلت وحرمت سے "سوال" ۳۱۸

چمگادڑ کی حلت وحرمت میں ہمارے علماء میں اختلاف ہے۔ ۳۱۸

فوائد حنفیہ کے مطابق وہی قول حلت ہے۔ ۳۱۸

مطلقاً دانت ہونا موجب حرمت نہیں بلکہ اس سے شکار کرنا حرمت کا موجب ہے۔ ۳۱۸

چمگادڑ شکاری جانور نہیں۔ ۳۱۸

دانہ خور کوے اور دانہ ونجاست دونوں کھانے والے کوے سے "سوال" ۳۱۹

دانہ خور کوے کو غراب الزرع کہتے ہیں، جو چھوٹا سیاہ اور اس کی چونچ سرخ ہوتی ہے۔ ۳۱۹

اور مردار خور کوے کو غراب البقع، اس کے رنگ میں سیاہی کے ساتھ سفیدی بھی ہوتی ہے اس میں وہ پہاڑی کوا بھی داخل جو بڑا اور بالکل سیاہ ہوتا ہے۔ ۳۱۹

جمع کر کے کھانیوالے کو عقعق کہتے ہیں، اس میں اختلاف ہے، صحیح یہ کہ مکروہ تنزیہی ہے۔ ۳۲۰

کوے اور الو سے "سوال وجواب" ۳۲۰

پیلو کے انڈے اور گوشت، اور ایسے مرغ کے پالنے سے "سوال وجواب"۔ ۳۲۰

گائے کی حلت قرآن سے ثابت ہے حضور نے کھایا یا نہیں، یہ اس وقت پیش نظر نہیں ۳۲۰

گائے کا گوشت سرکار نے تناول فرمایا یا نہیں "سوال وجواب" ۳۲۱

"گائے کا گوشت سرکار نے کھایا۔ (حاشیہ) ۳۲۱

کبوتر کا گوشت اور عقیقہ کا گوشت ماں باپ کے لئے حلال ہیں۔ ۳۲۱

کون سا خرگوش جائز ہے پنجہ والا یا

Marfat.com

کھُروالا "سوال" ۳۲۲

خرگوش کے پنجہ ہی ہوتا ہے وہی حلال ہے، کھُروالا خرگوش دنیا کے پردے پر نہیں۔ ۳۲۲

تالاب میں کفار کی ڈالی ہوئی مچھلیوں اور مشترکہ کمپنی کی شرکت اور حصص کی فروخت سے "سوال"۔ ۳۲۲

مچھلیاں پکڑنے والے کی مِلک ہوتی ہیں، دوسرے تالاب میں چھوڑنے سے مِلک سے خارج نہیں ہوتیں، تو ایسی مچھلیوں کے کھانے کی ممانعت مِلک غیر کی وجہ سے ہوگی لیکن یہاں ایسی مچھلیاں مباح الاصل ہیں۔ ۳۲۳

اگر شرکت کی وہ تجارت بروجہ شرعی ہو تو شرکت جائز۔ خریدے ہوئے حصوں کی فروخت البتہ ناجائز ہے۔ ۳۲۳

غیر مسلم کے ہاتھ کی پکڑی ہوئی مچھلی جائز ہے کہ مچھلی میں ذبح شرط نہیں۔ ۳۲۳

عجیب وغریب سمندری جانور اور جریث اور سجگی کی تشریح سے "سوال" ۳۲۳

مذکورہ بالا مچھلی اگر ہو تو ایسی نادر ہے کہ عوام کے علم سے باہر ہے، یہ مچھلی جریث نہیں ہوسکتی۔ ۳۲۴

جریث کے بارے میں مبسوط کی ایک روایت کہ یہ کثیر الوجود مچھلی ہے۔ ۳۲۴

علامہ قزوینی نے جریث کو مار ماہی کہا، اور بعضوں نے اسی کو جریث کہا ہے۔ ۳۲۴

انھوں نے اس نادر مچھلی کو عجائب بحر فارس اور جریث کو عجائب بحر ہند میں لکھا ہے۔ ۳۲۵

علامہ قزوینی کے ذکر کردہ فرق کا بیان۔ ۳۲۵

مصنف کی تحقیق کہ جریث اور مار ماہی دو علٰحدہ علٰحدہ مچھلیاں ہیں۔ ۳۲۵

مار ماہی کی تشریح اور مختلف زبانوں میں اس کے نام کا بیان۔ ۳۲۵

مار ماہی کی پیدائش کے بارے میں مختلف نظریات اور خود مصنف کا نظریہ۔ ۳۲۵

جری، صلور اور انکلیس کے بارے میں اہل فن کے اختلافات کا ذکر۔ ۳۲۵

ارشاد الساری، مجمع بحار الانوار، قاموس، تاج العروس، حیوۃ الحیوان، عجائب قزوینی اور ملتقی الابحر سے مار ماہی کی تعیین۔ ۳۲۵

عمدۃ القاری، مجمع بحار الانوار، تاج العروس، حیاۃ الحیوان سے ایسی روایتوں کی تخریج جس میں جریث اور مار ماہی کو ایک لکھا ہے۔ ۳۲۹

مصنف کی تحقیق کہ فقہاء کے نزدیک یہ دونوں علٰحدہ علٰحدہ ہیں۔ ۳۳۰

مغرب، ایضاح، حاشیۃ الکنز، درمختار، عمدہ، فتح اللہ المعین، حاشیہ کنز الازہری، طحطاوی اور شامی سے دونوں کے علٰحدہ ہونے کی شہادت۔ ۳۳۰

سجگی اردو زبان کا لفظ نہیں اس لئے اس سے لاعلمی۔ ۳۳۱

Marfat.com

چھوٹی مچھلیوں کا کھانا امام شافعی کے نزدیک حرام اور باقی ائمہ کے نزدیک حلال، مگر جواہر اخلاطی میں اس کی حرمت کی تصریح۔ لہذا احتیاط اولیٰ۔ ۳۳۲

سوکھی مچھلی اور اس کے حرام کہنے والے کے بارے میں سوال۔ ۳۳۲

سوکھی مچھلی حلال ہے، اس کو حرام کہنے والا جاہل ہے تو سمجھایا جائے۔ اور عالم ہے تو اسکو تجدیدِ نکاح اور تجدیدِ اسلام کا حکم دیا جائے۔ ۳۳۲

ریگ ماہی کو عالمگیری میں حشرات الارض لکھا ہے لہذا حرام ہے۔ ۳۳۳

سوکھی مچھلی اور سوکھے گوشت میں پکانے کے بعد بُو ہو تو اس کا کھانا مکروہ لطافتِ طبع اور نظافتِ اسلام کے خلاف، ایسے آدمی کا بُو کی حالت میں مسجد میں جانا منع، اور اگر جسم کو ضرر دے تو اس کا کھانا حرام۔ ۳۳۴

مچھلی ذبح نہ کرنے کی حکمت کا "سوال"۔ ۳۳۴

ذبح کی حکمت دمِ مسفوح کا نکالنا ہے، ٹڈی اور مچھلی میں دمِ مسفوح نہیں ہوتا لہذا ذبح نہیں۔ ۳۳۴

ہمارے نزدیک یہی دو جانور بے ذبح جائز، شوافع کے نزدیک باقی دریائی جانور بھی، تو وہ سب کو بے ذبح کھاتے ہیں۔ ۳۳۴

مچھلی کو آنت سمیت کھانے کا "سوال و جواب" ۳۳۶

جھینگے کے بارے میں علماء کے دونوں طرح کے قول ہیں۔ ۳۳۶

مصنف کی تحقیق کہ ہمارے یہاں مچھلی کے علاوہ سب حرام ہیں۔ تو جن کے یہاں جھینگا مچھلی ہے حرام نہیں، اور جن کے وہاں مچھلی نہیں حرام ہے ۳۳۶

کتبِ طب و علم الحیوان میں جھینگے کو بالاتفاق مچھلی کہا گیا۔ ۳۳۶

قاموس، صحاح، تاج العروس، صراح، منتہی الارب، مخزن، تحفہ، تذکرۂ داؤد انطاکی کے نصوص۔ ۳۳۶

حیاۃ الحیوان، جامع ابن بیطار، انوار الاسرار سے مضمون بالا کے نصوص۔ ۳۳۷

مصنف کی رائے کہ جواہر اخلاطی میں چھوٹی مچھلی جس کی آلائش دور نہ کی جائے اس کو مکروہ لکھا ہے، تو جھینگے کو ایسی مچھلی کے حکم میں ہونا چاہیئے، اس کی صورت مچھلی سے زیادہ جانور کے مشابہ اور لفظ مچھلی کا اطلاق غیر مچھلی پر بھی ہوتا ہے جیسے ریگ ماہی وغیرہ، تو احتیاط اولیٰ ہے۔ ۳۳۸

جھینگے، پوست بیضہ، مکڑی کے جالے کے کھانے کا "سوال"۔ ۳۳۹

جھینگے میں علماء کا اختلاف ہے، پوست بیضہ کا حکم بیضہ کا ہے، جالے کا جزئیہ نظر میں نہیں، مگر ظاہر ممانعت جیسے بھڑ کا چھتہ کہ دونوں ان کے تھوک سے بنے ہیں۔ ۳۳۹

ملائم ہڈی کھانا جائز ہے۔ ۳۴۰

Marfat.com

کتاب الصید

شکار سے "سوال"	۳۴۱
شکار کھیل و تفریح کی غرض سے ہو تو حرام ہے ورنہ حلال۔	۳۴۱
علامات تفریح کا بیان	۳۴۱
ایضاً شکار سے "سوال"	۳۴۲
شکار دوا یا غذا کے لئے مباح، تفریح کے لئے حرام۔	۳۴۲
بضرورت شکار ہونے کی علامتوں کا بیان۔	۳۴۲
مچھلی کا شکار اور کانٹے میں زندہ گھیر لگانا بضرورت جائز، تفریحاً ناجائز ہے۔	۳۴۳
زندہ گھیسا پرونا ناجائز اور مار کر پرونا جائز، شکار ہر دو صورت میں جائز ہے۔	۳۴۳
بندوق کی گولی تیر کے حکم میں نہیں، اس کا مارا ہوا شکار حرام ہے۔	۳۴۳
ذبح میں آلہ کا جارح ہونا شرط ہے، گولی ایسی نہیں ہوتی۔	۳۴۳
شامی کی تشریح کہ اس میں خرق و قطع نہیں ہوتا۔ اگر بالفرض کوئی گولی ایسی بنائی جائے جس میں دھار ہو تب بھی یہ یقین نہیں کہ جانور دھار سے ہی قطع ہوا۔	۳۴۳
ہدایہ سے مسئلہ کی تشریح۔	۳۴۴
بندوق سے شکار کئے ہوئے جانور میں اگر حیات ہو اور ذبح کر لیا جائے تو جائز ہے ورنہ ناجائز ہے۔	۳۴۵
اگر حیات ثابت ہو تو کسی علامت حیات کی ضرورت نہیں، اور حیات میں شبہہ ہو تو علامات سے پتہ چلے گا۔	۳۴۵
حیات کی علامتوں کا بیان	۳۴۵
مدارک اور معالم سے موقوذہ کا بیان	۳۴۶
مصنف کی تحقیق کہ بندوق کا مارا ہوا موقوذہ ہے۔	۳۴۶
ایضاً بندوق کے شکار کا "سوال وجواب"	۳۴۷
بندوق سے شکار کا ایک اور سوال۔	۳۴۸
کتے کے پکڑے ہوئے شکار سے "سوال"	۳۴۹
معلم کتے کا بیان	۳۴۹
معلم کے ساتھ میں دوسرے غیر معلم اور غیر مسلم کے کتے نہ ہونے کی شرط۔	۳۴۹
دوسری شرط کہ کتے والے کو شروع سے آخر تک اسی طرف متوجہ رہنا چاہیئے۔	۳۴۹
شکاری کتے کے شکار کے حلال ہونے کی کل چودہ۱۴ شرطیں ہیں۔	۳۴۹
شکار میں ہنوز مذبوح سے زیادہ زندگی باقی ہے، تو ذبح ضروری ہے۔	۳۵۱
دانت لگنے سے شکار کے ناپاک ہونے کا خیال غلط ہے۔	۳۵۱
اولاً شکار کے وقت کتا غصہ میں ہوتا ہے غصہ کی حالت میں کتے کا لعاب خشک ہوجاتا ہے۔ ثانیاً خون بھی تو ناپاک ہے	

Marfat.com

زخمی ہونے کے بعد جس کا نکلنا ضروری ہے۔ ۳۵۱

کتابُ الاضحیۃ

ہلال عید اضحیٰ کے بعد ناخن اور بال ترشوانے
کا "سوال" ۳۵۳
عشرہ ذوالحجہ میں ناخن، بال وغیرہ نہ ترشوانے
کا حکم استحبابی ہے۔ ۳۵۳
اگر کسی وجہ سے چالیس دن ہو گئے ہوں تو عشرہ
ذوالحجہ میں ہی کٹوائے کہ چالیس دن سے زیادہ
تک نہ کٹوانا گناہ ہے۔ مستحب کے لئے گناہ
نہیں کیا جا سکتا۔ ۳۵۳
قربانی کے وقت کا "سوال" ۳۵۴
بارہ ذوالحجہ تک قربانی جائز ہے تیرھویں کو
نہیں۔ ۳۵۴
ایک جگہ ذوالحجہ کی رویت تیس۳۰ کے حساب سے
ہوئی۔ اور دوسری جگہ انتیس۲۹ کے حساب۔ سو
تیس۳۰ والوں نے قربانی اپنے حساب سے آخری
دن کی، اگر انتیس۲۹ والوں کی خبر تیس۳۰ والوں کے
یہاں بے ثبوت شرعی پہنچی تو اُن کی قربانی ہوگئی،
اگرچہ انھوں نے خلافِ احتیاط کیا کہ سب سے
مفضول دن، اور انتیس کا احتمال ہونے کی
صورت میں محتمل دن قربانی کی ان کیلئے احتیاطاً
یہ حکم ہوگا کہ جتنا گوشت اپنے اور احباب کے
صرف میں لئے اتنے کی زندہ جانور کی قیمت صدقہ
کریں۔ ۳۵۵
قہستانی اور عالمگیری سے مسئلہ کا جزئیہ۔ ۳۵۶
اگر بطریق موجب شرعی ثبوت ہلال ہوگیا تو یہاں
کے لئے بھی تیس کی رویت ہوئی۔ ۳۵۷
در بارہ عید اضحیٰ علامہ شامی اختلاف مطالع کا
اعتبار کرتے ہیں۔ ۳۵۸
درمختار اور علامہ رحمتی کا جزئیہ۔ ۳۵۸
مطلع شمس ہر ۲ میل پر بدلتا ہے اور مطلع قمر
۲۴ میل پر۔ ۳۵۹
انتیس کی ثبوت رویت کے اعتبار سے تیرھویں
کی قربانی کے گوشت کی رقم صدقہ کرنے کا حکم
وجوبی ہوگا۔ ۳۶۰
رویت ہلال کے بارے میں اخبار کی خبر کا
"سوال وجواب"۔ ۳۶۰
رامپور اور بریلی کے مطالع اور ان کے فرق
کا بیان۔ ۳۶۰
گھروں میں جتنے آدمیوں کے نام قربانی واجب
تھی کچھ کی طرف سے قربانی نہ ہو سکی تو بقیہ
لوگ اپنے اپنے حصہ قربانی کی قیمت صدقہ کریں۔ ۳۶۱
چند مکان سکونت سے زائد ہوں تو قربانی واجب
ہے یا نہیں۔ ۳۶۱
حاجت سے زائد مکان کی نقد قیمت مقدار
نصاب پر ہو تو قربانی واجب ہے۔ مکان
چند ہوں یا ایک اور ان کو کرایہ پر چلاتا ہو
یا چھوڑ رکھا ہو۔ ۳۶۱
صاحبِ نصاب پر لازم آنیوالے حقوق کی تفصیل ۳۶۲

Marfat.com

خزانہ میں زعفرانی کے اس قول کو مقدم کیا کہ اعتبار قیمت کا ہے۔ ٣٦٣

ہندیہ اور بزازیہ سے تائید مزید۔ ٣٦٣

متون و شروح کی کثیر روایات سے یہی ثابت ہے ٣٦٣

ہدایہ سے ضرورت اصلیہ کی توضیح ٣٦٣

مسئلہ میں اختلاف متاخرین کی طرف سے ہے مگر جو ہم نے ذکر کیا وہی احوط ہے۔ ٣٦٤

مختلف کتب فقہ سے ان عبارتوں کی تخریج جن میں ایسے شخص کے لئے اخذ زکوٰۃ جائز رکھا ہے۔ ٣٦٤

مصنف کی تطبیق کہ دونوں حکم علٰحدہ علٰحدہ ہیں ان میں کوئی تعارض نہیں، زکوٰۃ لے سکتا ہے اور قربانی اس پر واجب ہوگی۔ ٣٦٥

نصاب صدقہ فطر اور قربانی کا "سوال"۔ ٣٦٦

جس شخص کے پاس پچاس[٥٠] روپیہ کا طلائی اور بیس[٢٠] روپیہ کا نقرئی زیور ہے، دونوں ملا کر وہ نصاب ہے زکوٰۃ، فطرہ، قربانی سب اس پر واجب ہے۔ ٣٦٧

جس کا قرض اس کے مال کو محیط ہو اس پر زکوٰۃ فطرہ اور قربانی کچھ نہیں۔ ٣٦٧

نابالغ مالک نصاب پر نہ خود زکوٰۃ و قربانی نہ اسکی طرف سے اولیا پر۔ ٣٦٩

قرض مردہ والے پر بھی زکوٰۃ و قربانی نہیں۔ ٣٦٩

گھر کا مالک قربانی کرے تو گھر بھر کی طرف سے ہو جائے گی یا نہیں۔ ٣٦٩

ایک قربانی سب گھر والوں کی طرف سے نہیں ہو سکتی۔ ٣٦٩

اور مالک نصاب کے علاوہ کسی پر قربانی واجب نہیں۔ ٣٦٩

نفلی قربانی کا بھی یہی حکم ہے کہ ایک چند کی طرف سے نہیں ہو سکتی، البتہ کرنے والا اس کا ثواب جس کو چاہے پہنچا سکتا ہے۔ ٣٦٩

وجوب قربانی کے لئے مقدار نصاب چاندی یا سونا یا دیگر مال اسی قیمت کا ہونا ضروری ہے یا نہیں۔ ٣٦٩

مالک نصاب ہونے کے لئے حاجت اصلیہ کے علاوہ چھپن[٥٦] روپے کے مال کا مالک ہونا ضروری ہے۔ ٣٧٠

کاشتکار کے ہل، بیل حاجت اصلیہ میں ہیں۔ ٣٧٠

یہ امر خلاف واقعہ ہے کہ ہزار روپے ماہوار آمدنی والا قربانی کے دن چھپن روپے کا مالک نہ ہو، یا ایں ہمہ ایسا ہو تو اس پر قربانی واجب نہیں۔ ٣٧٠

وہ جس پر قربانی واجب ہے اگر پاس نقد نہ ہو تو ادھار لے یا اپنا کوئی مال بیچے۔ ٣٧٠

جس بکری کو قربانی کے لئے خریدا، دودھ والی یا گابھن دیکھ کر اس کے عوض میں دوسری کرنا، اور اس کے دودھ وغیرہ کے انتظام کے متعلق "سوال"۔ ٣٧٠

Marfat.com

صاحبِ نصاب کے لئے قربانی کی نیت سے جانور خریدنے سے متعین نہیں ہوتا، اس لئے اس کا پالنا یا بیچنا اور اس کا دودھ پینا روا ہے ۳۷۱

گابھن یا دودھ والی بکری کی قربانی ہو تو جاتی ہے لیکن ناپسندیدہ ہے، حدیث شریف میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ ۳۷۱

قربانی کس کس پر واجب یا فرض ہے۔ ۳۷۱

غیر مسلموں کی خوشنودی کے لئے گائے کی قربانی موقوف کرنا کیسا ہے۔ ۳۷۱

قربانی صاحبِ نصاب پر واجب ہے، اور کسی کی خوشنودی کے لئے بند کرنا حرام ہے۔ ۳۷۱

مالِ شرکت سے شرکاء کی اجازت سے قربانی کرنے سے "سوال"۔ ۳۷۲

نصاب سے کم مال رکھنے والے کی قربانی سے "سوال"۔ ۳۷۲

نصاب سے کم مال رکھنے والے پر قربانی واجب نہیں، کرلے تو ہوجائے گی۔ ۳۷۲

ایسے شخص نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا تو اسی کی قربانی واجب ہوگئی بدلنا جائز نہیں۔ ۳۷۲

مالِ مشترک سے کسی ایک شریک کے نام سب کی اجازت سے قربانی ہوجائے گی۔ ۳۷۲

مسئلہ شرکت کی تفصیل اور اس کی پانچوں قسموں کا بیان۔ ۳۷۳

ہر صورت کی علیحدہ علیحدہ تفصیل، سب کا حکم اور کتبِ فقہ سے ہر مسئلہ کا جزئیہ۔ ۳۷۳

مختصر جواب اور صورتِ مسئولہ کا حکم ۳۷۷

قربانی کے ایام کی تخفیف پر حکام کے سامنے اظہار رضامندی کا "سوال"۔ ۳۷۷

مسئلہ تطبیق فی الرکوع کی سند کا "سوال" ۳۷۷

غیر مقلدین کا حکم، ان کے بعض غلط مسائل کا بیان، اور خوشنودیِ کفار کیلئے ایام قربانی میں تخفیف پر ان کی ملامت۔ ۳۷۸

شہر اور قریہ میں قربانی کے اوقات، اور اہلِ شہر کے اپنی قربانیاں دیہات میں بھیجنے سے "سوال"۔ ۳۷۸

شہری دیہاتیوں کی طرف سے بھی قربانی قبل نمازِ عید ممنوع۔ ۳۷۹

شہر سے دیہات میں قربانی بھیجنے کی ترکیب اور فنائے مصر وغیرہ کا بیان۔ ۳۷۹

دیہات میں قربانی واجب ہونے اور نہ ہونے کا "سوال وجواب" ۳۸۰

○ هادی الاضحیة بالشاة الهندیة۔ ۳۸۱

بھیڑ کی قربانی جائز یا ناجائز ہونے کا "سوال" ۳۸۱

اس سلسلہ میں کسی مولوی صاحب کے عدم جواز کے فتوے کی نقل۔ ۳۸۲

مصنف علیہ الرحمہ کا جواب اور فتوائے عدم جواز کا رد۔ ۳۹۳

اصل حکم کہ یہ جانور بہیمۃ الانعام میں سے ہے

Marfat.com

اور بکری کی ہی ایک قسم ہے اور اس کی قربانی
باجماع اہلِ اسلام جائز ہے۔ ۳۹۴
اس مسئلہ میں اہلِ اسلام کا توارث ثابت
ہے، اور کسی ایک آدمی کو بھی اختلاف یا
شک نہیں۔ ۳۹۴
سب کو گمراہ اور گمراہ گر قرار دینا سرکشی ہے۔
واضح مسائل کا انکار کرنے والوں کا جواب
خاموشی ہے۔ ۳۹۴
منازع کو خاموش اور غافلوں کی تنبیہ کے لئے
ہم نے یہ تحریر لکھی۔ ۳۹۴
قارئین سے گزارش کہ جلدی نہ کریں، پوری
تحریر پڑھ کر فیصلہ کریں۔ ۳۹۵
تنبیہ نمبر ۱ ۳۹۵
بدیہیات کی تفہیم مشکل ہے، پھر بھی میں پوری
جدوجہد کروں گا۔ ۳۹۵
آیاتِ قرآنی سے ثابت ہے کہ قربانی صرف
بہیمۃ الانعام کی جائز ہوگی۔ ۳۹۵
بھیڑ یقیناً بہیمۃ الانعام میں سے ہے۔ ۳۹۶
معالم التنزیل سے بہیمۃ الانعام کی توضیح اور
تفسیر۔ ۳۹۶
گھوڑا، خچر، گدھا بہیمۃ الانعام سے نہیں۔ ۳۹۶
مصباح سے بہیمۃ الانعام کی تصریح۔ ۳۹۶
جس کو بھیڑ کے بہیمۃ الانعام ہونے میں شبہ ہو
وہ بھیڑ کی نوع متعین کرے کہ وہ جانور کی
کس قسم میں ہے۔ ۳۹۶

تنبیہ نمبر ۲ ۳۹۷
الانعام کی تقسیم کہ آیت قرآن میں حمولۃ سے
مراد اونٹ اور بیل، اور فرشا سے مراد
بکری اور بھیڑ ہے۔ اور آیت اولےٰ سے
یہ ثابت ہوچکا ہے کہ انعام قربانی کا جانور ہے ۳۹۷
تنبیہ نمبر ۳ ۳۹۷
یہ مسئلہ اتفاقی ہے کہ غنم قربانی کا
جانور ہے۔ ۳۹۷
بھیڑ کا غنم کی نوع ہونا بھی طے شدہ
امر ہے۔ ۳۹۷
شاہ رفیع الدین صاحب کے ترجمہ سے
بھیڑ بکری کے ایک جنس ہونے کا ثبوت۔ ۳۹۷
تنبیہ نمبر ۴ ۳۹۷
ایسے موقعہ پر قولِ فیصل علمائے لغت کی بات
ہوتی ہے، اور جس کو بھی عربی و فارسی و
اردو پر عبور ہوجاتا ہے کہ ہندی زبان میں
لفظ بھیڑ وہی ہے جسے فارسی میں میش اور
عربی میں ضان کہتے ہیں۔ ۳۹۷
ترجمہ رفیعیہ، ترجمہ فارسی شاہ ولی اللہ، ذخیرہ
عقبیٰ، صحاح، نفائس، تحفۃ المومنین،
منتخب رشیدی وغیرہ سے مضمون بالا کا
ثبوت۔ ۳۹۸
اب صورت یہی رہ گئی ہے کہ ایک بھیڑ
لے کر تینوں ملک میں پھرا جائے، اور ایک ایک
سے پوچھا جائے یہ کون جانور ہے۔ ۳۹۸

Marfat.com

تنبیہ نمبر ۵ ۔۔۔ ۴۰۰
اس بات پر دلیل تنویری کہ مذکورہ بالا طریقہ ہی اس بات کے حل کا آخری ذریعہ ہے۔ ۔۔۔ ۴۰۰
تنبیہ نمبر ۶ ۔۔۔ ۴۰۰
یہ بات ہی سرے سے غلط ہے کہ قربانی میں بھینس کو گائے کے ساتھ لاحق کیا گیا ہے، اور بھیڑ کو بکری کے ساتھ لاحق نہیں کر سکتے۔ ۔۔۔ ۴۰۰
قربانی کا مسئلہ ہی غیر قیاسی ہے، تو اس میں کسی کو کسی کے ساتھ لاحق کرنے اور نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ۔۔۔ ۴۰۰
علامہ اتقانی، عینی اور طوری کا بیان کہ اراقۃ الدم کا عبادت ہونا خلافِ قیاس ہے، اس لئے اپنے مورد پر مقصور رہو گا۔ ۔۔۔ ۴۰۱
وحشی جانور کی قربانی جائز نہیں۔ ۔۔۔ ۴۰۱
بھینس بقر کی ایک نوع ہے اس لئے لفظ بقر اس کو شامل ہے، الحاق کی ضرورت نہیں۔ ۔۔۔ ۴۰۱
اگر کنز کے لفظ "الجاموس کالبقر" سے شبہہ ہو تو ایسے ہی ہے جیسے "البخت کالاعراب"۔ ۔۔۔ ۴۰۲
خود مجیب اول نے شامی، مفاتیح اور راشعہ سے ایسے اقوال نقل کئے کہ یہ بقر کی ہی ایک نوع ہے۔ ۔۔۔ ۴۰۲
مجیب اول نے جان بوجھ کر بھینس کو ایک الگ نوع اور بقر کا مقابل قرار دیا۔ ۔۔۔ ۴۰۳
اگر لاحق کرنے کی ہی بات ہوتی تب بھینس اور

گائے میں غیر معمولی فرق ہے، ایک کو دوسرے کے ساتھ لاحق کرنا عقلاً جائز ہی نہیں ہوتا۔ ۔۔۔ ۴۰۲
دونوں میں تیرہ ۱۳ چیزوں میں فرق کا بیان ۔۔۔ ۴۰۳
بھینس کی قربانی خلافِ قیاس جائز ہے۔ ۔۔۔ ۴۰۳
عرفاً گائے اور بھینس میں فرق ہونے کا بیان ۔۔۔ ۴۰۴
گائے اور بھینس میں صرف اعضاء میں اتحاد ہے، یہ اتحاد تو گھوڑے اور گدھے میں بھی ہے، لیکن یہ دونوں مبائن نوعیں ہیں۔ ۔۔۔ ۴۰۴
گائے اور بھینس کے اعضاء میں بھی فرق کا بیان۔ ۔۔۔ ۴۰۴
ہندی بھیڑ عربی مینڈھے کے ساتھ ملحق ہونے کی بھینس سے بھی زیادہ مستحق ہے۔ ۔۔۔ ۴۰۴
بھیڑ اور دنبہ کے تشابہ کا بیان۔ ۔۔۔ ۴۰۵
بھیڑ اور دُنبے میں صرف اتنا فرق ہے کہ ایک کی دُم چوڑی اور دوسرے کی گول ہوتی ہے۔ ۔۔۔ ۴۰۵
بعض علاقوں کے انسانوں، اونٹوں، دُنبوں کے درمیان بعض اعضاء میں اختلاف کا بیان ۔۔۔ ۴۰۵
جب ایک نوع کے دو افراد میں ان اعضاء میں عدم وجود میں یہ اختلاف ہے تو پھر بھیڑ اور دنبہ کی دُم چوڑی اور گول ہونے کی بنیاد پر انھیں دو نوعیں شمار کرنا سخت غلطی ہے۔ ۔۔۔ ۴۰۶
تنبیہ نمبر ۷ ۔۔۔ ۴۰۶
جملہ اہلِ تفسیر، اہلِ حدیث، اہلِ فقہ، اہلِ لُغت

Marfat.com

کیا عربی کیا عجمی غنم کی دو نوعیں مانتے ہیں ضان اور معز۔ ۴۰۶
کفایۃ الراضی، مجمع بحار الانوار،
مرقاۃ، شرح الکنز، قاموس، مختار الصحاح،
ذخیرۃ العقبیٰ، غیاث کی عبارت سے اس کا
ثبوت کہ عربی حضرات جس کو معز کہتے ہیں فارسی
اسی کو بز، اور عربی جس کو ضان کہتے ہیں فارسی میں
اسی کو میش۔ ۴۰۷
شیخ محقق اور علامہ شامی کے قول سے
تائید مزید۔ ۴۰۸
جب غنم کی دو ہی قسمیں ہیں تو جو (بز) بکری نہ ہو
لامحالہ (ضان) دنبہ میں داخل ہے۔ ۴۰۸
اس جانور کا انعام میں ہونا متفق علیہ ہے اور
انعام صرف چار ہی ہیں۔ ۴۰۸
یہ جانور ابل اور بقر میں سے تو ہے نہیں، لامحالہ
یہ ضان ہوگا یا معز۔ معز تو نہیں کہ وہ بال والا
ہے، اور یہ اُون والا تو لامحالہ ضان ہی ہوگا۔ ۴۰۹
اس شبہہ کا جواب کہ دنبہ اور بھیڑ میں چکتی
کا فرق ہے۔ ۴۰۹
تنبیہ نمبر ۸ ۴۰۹
مجیب کی تدقیق کا مدار اس پر ہے کہ فرق کی
بنیاد چکتی ہونے اور نہ ہونے پر ہے۔ ۴۰۹
اگر اس کو بنیادی فرق مانا جائے تو غنم کی
دو کے بجائے تین نوعیں ہونگی۔ ۴۱۰
تنبیہ نمبر ۹ ۴۱۰
ضان کی تعریف میں لفظ میش وارد ہونے پر
اس شبہہ کا جواب کہ جب بعض مشارکات
میں تمیز منظور ہو تو لفظ اعم کے ساتھ تعریف
ہو سکتی ہے۔ ۴۱۰
یہ سوچنا غلط ہے کہ مسئلہ مبحوثہ میں بھی بعض
مشارکات سے ہی تمیز مطلوب ہے۔ ۴۱۰
شیخ کی عبارت میں ایسے حکم کا بیان ہے جو
ضان کے ساتھ خاص ہے تو لفظ میش سے
اس کی تفسیر بالاعم ہو ہی نہیں سکتی۔ ۴۱۰
تنبیہ نمبر ۱۰ ۴۱۰
جو استدلال اطلاقات لغت کی بنیاد پر ہو اس کو
احتمال کی بنیاد پر رد نہیں کیا جا سکتا۔ ۴۱۰
امام ابن ہمام نے بنت زنا، کی حرمت کی دلیل
یہی دی کہ وہ لغۃً بنت ہے، اور اس
لفظ کا اس معنیٰ میں منقول ہونا ثابت نہیں ۴۱۰
تنبیہ نمبر ۱۱ ۴۱۱
علمائے تفسیر و حدیث و فقہ و لغت متفق ہیں
کہ ضان اور معز میں صوف اور شعر کا فرق ہے ۴۱۱
مذکورہ بالا علوم کی کتابوں سے مسئلہ بالا پر
حوالے۔ ۴۱۱
امام احمد کی روایت کہ وہ ایک حدیث اور
مرقاۃ کی اس کی تشریح سے استدلال کہ فرق
صرف شعر و صوف کا ہے۔ ۴۱۲
تنبیہ سابع میں گزری ہوئی نو نصوص کا مآل
بھی یہی ہے کہ ان دونوں میں صرف شعر و
صوف کا فرق ہے۔ ۴۱۲

Marfat.com

یہاں تک کی ۱۲ نصوص کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ضمان کی تفسیر مثل اور ذوات الصوف ہے۔ ۴۱۲

متقدمین عام کے ساتھ تعریف کو جائز قرار دیتے ہیں لیکن اس کو عمدہ نہیں کہتے۔ ۴۱۳

شرح مواقف اور حاشیہ تلویح سے مذکورہ بالا امر کا ثبوت۔ ۴۱۳

علماء جس کو غیر جید بتا رہے ہیں، ان کی عبارتوں کو ان پر حمل کرنا عمدہ بات نہیں۔ ۴۱۴

تنبیہ نمبر ۱۲ ۴۱۴

تعریف میں مساواۃ کی شرط ظاہر ہے، اور بلا دلیل ظاہر کے خلاف پر حمل جائز نہیں۔ ۴۱۴

امام تفتازانی اور علامہ سید شریف کے قول سے مضمون بالا کی سند حمد و مدح میں ترادف ہے ۴۱۴

کسی چیز کا فی نفسہ جائز ہونا اور بات ہے اور کسی کلام کا اس پر محمول ہونا اور بات ہے۔ ۴۱۵

تنبیہ نمبر ۱۳ ۴۱۵

ہمارے نزدیک عام سے تفسیر اسی وقت جائز ہے جب مراد واضح اور اس پر قرینہ ہو ورنہ تلبیس کی وجہ سے ایسی تعریف ممنوع ہے ۴۱۵

اہل لغت کا مشہور قاعدہ ہے کہ نکرہ بول کر شئے معین مراد لیتے ہیں اور معرفہ بول کر غیر معین مسئلہ بالا کی مثال سے تفہیم۔ ۴۱۵

شرعیات میں بدون قیام قرینہ اعم سے تفسیر باطل ہے۔ ۴۱۶

مسئلہ کفارۂ صوم سے دلیل تنویری۔ ۴۱۶

امام غزالی کی تحریر سے مقام تقیید میں اطلاق عام کی شناعت۔ ۴۱۶

خود بھیڑ کی قربانی کے مسئلہ میں اسی مجیب نے سارے عوام کو اسی تفسیر عام کی بنیاد پر گمراہ بتا دیا۔ ۴۱۷

مزید مسائل کی تفریع ۴۱۷

تنبیہ نمبر ۱۴ ۴۱۸

تحدید کا مسئلہ نقلی ہے تو امام رازی، صدر الشریعۃ، قاضی عضد الدین، بیضاوی، تفتازانی، قطب الدین رازی فناری وغیرہ اکابر کی مساواۃ کی تصریح کے مقابلہ میں فاضل لاہوری کا قول کیا سند رکھتا ہے، وہ بھی ایسی کتاب سے جو علم نحو کی ہو۔ ۴۱۸

تنبیہ نمبر ۱۵ ۴۱۹

متقدمین نے جس طرح تعریف بالاعم جائز رکھی اسی طرح تعریف بالاخص بھی بلکہ مباین سے بھی۔ ۴۱۹

حسن چلپی، سید شریف، بحر العلوم کی عبارتوں سے مسئلہ بالا کی تائید۔ ۴۱۹

تو ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ مثل والی تفسیر بالمساوی ہو اور الیہ والی تفسیر بالاخص۔ ۴۲۰

تنبیہ نمبر ۱۶ ۴۲۱

مجیب اول کے اس شبہہ کا جواب کہ ضمان کی تفسیر میں جن لوگوں نے ذات الصوف کا لفظ استعمال کیا ہے، اس کے ساتھ لفظ "من" بھی ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ ذوات الصوف

Marfat.com

میں سے بعض ہے ۔ ۴۲۱
اولاً "من" کا لفظ صرف شرح نقایہ میں ہے
ثانیاً یہ تبعیض کے لئے نہیں کیونکہ اسی عبارت
میں "ماکان" کا لفظ ہے جو عموم افراد پر دلالت
کرتا ہے ۔ ۴۲۱
یہ ایسا ہے جیسے فلاسفہ نے انسان کی تعریف
میں کہا "کل من کان من اھل النطق۔" ۴۲۱
مجیب نے اپنی عبارت میں بھی من کو اسی معنیٰ
میں استعمال کیا ہے ۔ ۴۲۱
تنبیہ نمبر ۱۷ ۴۲۲
ضان کی تعریف میں "من" تبعیضیہ ہونیکے دوسرے
قرینہ کا جواب ۔ ۴۲۲
بکری کی تعریف میں "ما لہ شعر" میں بعض مراد
لینا اس بات کا قرینہ نہیں کہ ضان کی تعریف
میں بھی "من" تبعیضیہ ہی ہو کیونکہ اس کا مدار
اس پر ہے کہ دو متصل جملوں کا ایک حکم ہے
حالانکہ یہ اصول غلط ہے ۔ ۴۲۲
معز کی تعریف میں "ماکان ذوات الشعر" کا
لفظ مساوی ہی ہے ۔ ۴۲۳
اس بنیاد پر گائے بیل اور بھینس سے اعتراض
نہ ہوگا کہ وہ مقسم سے خارج ہے ۔ ۴۲۳
تنبیہ نمبر ۱۸ ۴۲۳
اس تعریف کو عموم پر حمل کرنے کی کوئی گنجائش
ہی نہیں ۔ ۴۲۴
جملہ اہل لسان کا یہ فیصلہ ہے کہ صوف ضان کے
ساتھ خاص ہے ۔ ۴۲۴
تنبیہ نمبر ۱۹ ۴۲۵
ضان کو صوف والا نہ مانیں، الیہ کے ساتھ
خاص کریں تو غنم کا حصر ٹوٹ جائیگا، اس لئے
ذات الصوف والی تعریف بالمساوی ہے
اور ذات الیہ والی بالاخص ۔ ۴۲۵
تنبیہ نمبر ۲۰ ۴۲۵
اگر کوئی غنم بے الیہ والی ہو تو امام صاحب کے
نزدیک اس کی قربانی جائز ہے، اور امام محمد
رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ناجائز ۔ ۴۲۵
اگر کسی ضان کا الیہ دُم کی طرح ہو تو بالاتفاق
بین الطرفین قربانی جائز ہے ۔ ۴۲۶
اجناس، خلاصہ، وجیز، خزانہ، انوار الابرار
للاردبیلی شافعی کا حوالہ ۔ ۴۲۶
تو جس کے چکتی نہ ہو وہ بھی ضان ہی رہے گا۔ ۴۲۶
الیہ کے بغیر ضان نہ ہو تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ
کے مذکورہ بالا قول کا مطلب یہ ہو گا کہ جو
بکری نہ ہو اس کی قربانی ناجائز، یہ مہمل
بات ہو گی ۔ ۴۲۷
تنبیہ نمبر ۲۱ ۴۲۸
جانور میں اطراف بمنزلہ اوصاف ہیں ۔ ۴۲۸
جانور میں اطراف کے مقابلہ میں کوئی دام
نہیں ہوتا ۔ ۴۲۸
مشتری کے پاس باندی اندھی ہو گئی تو
اس کے بلا اظہار عیب مرابحۃ بیع جائز

Marfat.com

ہونے سے استشہاد۔ ۴۲۸
چکتی نہ ہو تب بھی دنبہ دنبہ ہی رہے گا۔ ۴۲۹
تنبیہ نمبر ۲۲ ۴۲۹
چوڑی، موٹی، خوب چربی دار کا نام ہی چکتی نہیں ۴۲۹
چکتی میں چھوٹی بڑی ہونے کی کوئی قید نہیں۔ ۴۲۹
قاموس سے چکتی کی تعریف ۴۳۰
یہ تعریف بھیڑ پر بھی صادق آتی ہے۔ ۴۳۰
چکتی کی کوئی مقدار متعین نہیں۔ ۴۳۰
تنبیہ نمبر ۲۳ ۴۳۰
فقہاء نے ضان کی تین تعریفیں کیں، ذات الصوف،
ذات الالیہ، خلاف المعز، اور اردو ترجمہ میش و بھیڑ ۴۳۱
بیان احکام، تعریف یا ترجمہ جو کچھ ہو صرف
مساوی سے ہی ہو سکتا ہے۔ ۴۳۱
اس لئے پانچوں الفاظ مساوی اور ہم معنیٰ ہیں
تنبیہ نمبر ۲۴ ۴۳۱
بھیڑ کی دم بھی الیہ کامل ہے، اس کا دبلی ہونا
عیب نہیں، لہٰذا اس کی قربانی جائز ہے۔ ۴۳۱
تنبیہ نمبر ۲۵ ۴۳۲
بھیڑ کی دم کو الیہ نہ تسلیم کیا جائے تو یہ مسئلہ
طرفین کا خلافی ہوا، اور فتویٰ قولِ امام پر ہے
تو اس کی قربانی جائز ہے۔ ۴۳۲
امام صاحب کے قول پر فتویٰ ہونے کی تصریحات
عبارتِ ائمہ سے۔ ۴۳۲
تذییل، مجیب اول کی پیش کردہ تین عبارتوں
میں ذات الیہ والی تعریف نہیں۔ ۴۳۳

مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی کے فتویٰ کا بیان
اور ان کے اور مجیب اول کے قول میں فرق
کا بیان۔ ۴۳۴
مولانا عبدالحی صاحب نے بھیڑ کے قربانی کا
جانور ہونے کا انکار نہیں کیا، اس کے چھ ماہہ
بچے کی قربانی منع کی۔ ۴۳۴
مولوی صاحب موصوف کے منشاء غلط کا
بیان۔ ۴۳۴
مصنف کے ایک فتویٰ کا ذکر جس کو مولانا
کے کسی شاگرد کے جواب میں لکھا تھا۔ ۴۳۵
دعا و ختم رسالہ ۴۳۵
بھیڑ کے شش ماہہ بچہ کی قربانی کا سوال اور
مولوی عبدالحی صاحب کے فتویٰ ممانعت کا
ذکر۔ ۴۳۶
بھیڑ کے چھ ماہہ بچہ کی قربانی جائز ہے۔ ۴۳۶
دنبہ اور بھیڑ ایک ہی نوع ہیں، اور دونوں
کا حکم ایک ہی ہے۔ ۴۳۶
شاہ عبدالقادر صاحب کے ترجمہ سے استدلال
کہ انھوں نے ضان کا ترجمہ بھیڑ کیا۔ ۴۳۷
فارسی لغت سے ثبوت کہ ضان اور میش
ایک ہی ہے۔ ۴۳۷
علمائے لغت و تفسیر کا حوالہ کہ انھوں نے ضان
کی تفسیر اون والی بکری فرمایا۔ ۴۳۷
محاورات عرب اور قرآن سے دونوں کے
اتحاد پر استدلال۔ ۴۳۸

Marfat.com

شاہ عبدالحق محدث دہلوی کا حوالہ کہ انھوں نے بھی ضان کا ترجمہ میش کیا۔ ۴۴۰

بھیڑ کو ضان سے خارج مانا جائے تو انعام کی چار کے بجائے پانچ قسمیں ہوجائیں گی۔ ۴۴۰

نہایہ کی عبارت کی توضیح۔ ۴۴۰

مولانا عبدالحی صاحب کی غلط فہمی کا منشاء ۴۴۰

چلپی کی تحقیق ۴۴۰

قاضی خاں کا جزیہ کہ الیہ صغیر والے کی قربانی جائز ہے۔ ۴۴۱

جانوروں بلکہ آدمیوں کے بعض اعضاء میں باہم اختلاف ہوتا ہے۔ ۴۴۱

دو کوہان والے اونٹوں کا بیان۔ ۴۴۱

چینیوں، تاتاریوں، زنگیوں، زنان مغربیہ و اتراک کے اعضاء میں اختلاف۔ ۴۴۱

یہ سب اختلافات اختلاف نوع کا سبب نہیں، تو ہندی اور عربی دنبوں میں دم کے فرق سے کیوں نوع بدلے گی۔ ۴۴۱

چھ مہینہ کے خصی کی قربانی کا "سوال" ۴۴۲

صرف مینڈھے کا استثناء ہے۔ ۴۴۲

خصی سال بھر سے کم کا جائز نہیں۔ ۴۴۲

سال بھر سے کم کے بکرا بکری کی قربانی کا "سوال" ۴۴۲

سال بھر سے کم کی نہ قربانی جائز نہ اسکی قربانی کی نیت صحیح۔ ۴۴۳

جس جانور کو قربانی کی نیت سے پالا اس کا بدلنا مکروہ ہے۔ ۴۴۳

خصی کی قربانی کرنے اور قربانی کرنیوالے کے روزہ رکھنے کا "سوال"۔ ۴۴۴

خصی کی قربانی افضل ہے۔ ۴۴۴

بقرعید کے دن اور اس کے بعد تین دن کا روزہ حرام ہے۔ ۴۴۴

پہلی سے نویں ذوالحجہ کے روزے افضل ہیں ۴۴۴

سب نفلی روزوں میں عرفہ کا روزہ افضل ہے ۴۴۴

قربانی کرنے والا قربانی سے قبل کچھ نہ کھائے، ۴۴۴

قربانی کے گوشت میں سے پہلے کھائے، مگر یہ روزہ نہیں۔ ۴۴۴

بکری کا بچہ جو کتیا کا دودھ پی کر پلا ہو اس کی قربانی کا "سوال وجواب" ۴۴۴

آدمی کے دودھ سے پرورش پانیوالے بکری کے بچہ کی قربانی جائز ہے۔ ۴۴۴

Marfat.com

اس مسئلہ پر بچہ کی رضاعت کے مسئلہ سے شبہہ کا جواب۔ ۴۴۵

دوسرے کے جانوروں کو اپنے تصرف میں رکھنا، اسے اپنی لڑکی کے جانور سے بدلنا، اور بے سینگ کے جانور کی قربانی کا "سوال"۔ ۴۴۶

دوسرے کا جانور اپنے تصرف میں رکھنا غصب ہے اس کو بیٹی کی گائے سے بدلنا حرام، اور بدلے ہوئے جانور کی قربانی حرام، اس کا ذبح کرنا حرام، البتہ لڑکی اپنے جانور کا معاوضہ اگر باپ سے لے لے تو باپ کی طرف سے قربانی ادا ہوجائیگی۔ ۴۴۶

جانور کی عمر پوری ہو تو قربانی جائز ہے، چاہے عمر بھر سینگ نہ نکلے۔ ۴۴۶

صاحب نصاب قربانی کا جانور کسی مجبوری کی وجہ سے بدلے اور بدلے ہوئے جانور کی قیمت کچھ زائد دینا پڑے تو ایسا کرسکتا ہے اس پر کوئی الزام نہیں، ہاں پہلے خریدے ہوئے جانور کے دام پر کچھ منافع لے تو خیرات کردے۔ ۴۴۷

قربانی کے ایسے جانور سے "سوال" جسے کسی عذر کے سبب وقت پر ذبح نہ کر سکے، اس کے بدلے دوسری کردے۔ ۴۴۷

ایسے جانور سے "سوال" جسے قربانی کیلئے متعین کر کے خریدا، یا اس نیت سے کہ پسند آئی تو قربانی کردینگے۔ ۴۴۷

قرآن عظیم بائیں ہاتھ میں لے کر تلاوت کرنیکا "سوال"۔ ۴۴۸

قربانی کے لئے متعین کر کے خریدنے کی صورت میں صاحب نصاب کو جانور بدلنے کا اختیار تو ہے لیکن اس کے بدلے میں اگر اس سے کم قیمت کی قربانی کی تو بقیہ رقم فقیروں کو خیرات کریں۔ ۴۴۸

خاص قربانی کی نیت سے جانور خریدا اور ابھی وقت ہے تو اسی کی قربانی کریں، کم قیمت کی بدل کر قربانی کر کے بقیہ دام کا کفارہ نہ دیں کہ یہ جسارت ہے۔ ۴۴۸

بضرورت بائیں ہاتھ میں قرآن مجید لے کر تلاوت کر سکتے ہیں۔ ۴۴۸

دو گائیں مشترکہ خریدی گئیں اور چودہ حصے کئے گئے، دونوں کی الگ الگ شرکت نہ کی گئی تو دونوں مشتریوں کی رضا سے اس میں کچھ حرج نہیں۔ ۴۴۸

اس نیت سے گائے خریدنا کہ حصہ دار ملیں گے تو شریک کرینگے جائز ہے۔ ۴۴۹

فقراء کے گوشت میں آنت اور اوجھڑی ملا دینا بے جا ہے۔ ۴۴۹

سر، پیر سقی اور حجام کو، ایک پارچہ قصاب کو دینا کیسا ہے۔ ۴۴۹

عقیقہ و نیاز کا کھانا بھنگی کو دینا برا ہے۔ ۴۴۹

جانور میں کتنوں کی شرکت نقصان دہ ہے۔ ۴۴۹

قربانی میں سے فقیروں کو تہائی گوشت دینا مستحب ہے۔ ۴۴۹

Marfat.com

سقّے، حجام اور قصاب کا قربانی میں کوئی حق نہیں، یوں دے سکتے ہیں، اجرت میں دیا تو حرام ہوا۔ ۴۴۹

نصف جانور میں تین شریک ہو سکتے ہیں، چار شریک ہو گئے تو قربانی صحیح نہیں۔ ۴۴۹

ایک شریک کے قیمت نہ دینے کا "سوال" ۴۴۹

بیع عقد سے تمام ہوگئی اور خریدار مبیع کا مالک ہوگیا۔ ۴۵۰

ادائے ثمن حصول ملک کے لئے شرط نہیں۔ ۴۵۰

مذکورہ صورت میں قربانی سب کی ہوگئی اور قیمت نہ دینے والا قیمت کا ذمہ دار ہوگا۔ ۴۵۰

اگر اس کی نیت خراب ہوگئی، وہ قربانی چاہتا ہی نہیں، تو کسی کی قربانی نہیں ہوئی۔ ۴۵۰

نفلی قربانی کرنے والا ذبح کے بعد ایک حصہ دوسرے کو منتقل نہیں کر سکتا۔ ۴۵۰

قربانی کی کھال کا "سوال" ۴۵۱

قربانی کی کھال باقی رکھ کر اسے اپنے مصرف میں لایا جا سکتا ہے، اپنے مصرف میں لانے کی نیت سے کھال بیچی تو اس کا صدقہ واجب ہے، سید یا کسی اور کارِ خیر کے لئے بیچی تو ان کو دے سکتے ہیں۔ ۴۵۱

تین حصہ کرنے کا گوشت کا حکم ہے۔ ۴۵۱

غنی کے قبل از ایام قربانی نیت قربانی سے جانور خریدے ہوئے جانور کے بارے میں "سوال"۔ ۴۵۱

شہر و قریہ کی تشریح سے "سوال"۔ ۴۵۱

کسی کتاب میں لکھا ہے کہ جہاں چند کس بالغ آزاد ہیں وہاں جمعہ جائز ہے، تو قربانی کا کیا حکم ہے۔ ۴۵۱

فقیر بہ نیت قربانی جانور خریدے تو اس جانور کی قربانی اس پر واجب ہو جاتی ہے ۴۵۱

جانور فقیر کی ملک میں ہو، اور بعد میں قربانی کی نیت کی، خریدتے وقت نیت نہ تھی، بعد میں نیت کی، تو اس پر قربانی واجب نہ ہوئی۔ ۴۵۱

مالدار پر ایک قربانی خود واجب کی، اور قربانی کی منت مانے گا تو دوسری بھی اس پر واجب ہوگی البتہ اس پر خریداری کی وجہ سے واجب نہ ہوگی۔ ۴۵۱

شہر کی صحیح تعریف اور اس امر کا بیان کہ کہ شہر کے علاوہ مقامات پر صحیح قربانی جائز ہے۔ ۴۵۲

قربانی کا جانور کھو جائے اور بعد ایام نحر دستیاب ہو جائے تو سب شرکاء مل کر اسے خیرات کریں، ان میں جو صاحبِ نصاب تھے ان پر ایامِ نحر میں دوسری قربانی واجب تھی، نہ کی تو گنہگار رہے۔ ۴۵۳

دوسرے کی طرف سے قربانی کرنے کا "سوال" ۴۵۳

جس کی طرف سے قربانی ہو اس کی اجازت ضروری ہے خواہ صریحی ہو خواہ عرفی۔ ۴۵۳

عرفی اجازت کی مختلف صورتوں کا بیان اور

Marfat.com

اس مسئلہ پر درمختار کی عبارت۔ ۴۵۳

چھوٹے بچوں کی طرف سے باپ پر قربانی ہے یا نہیں۔ ۴۵۴

ایک آدمی پر کتنی قربانی ہے۔ ۴۵۴

باپ پر چھوٹے بچوں کی طرف سے قربانی واجب نہیں مستحب ہے۔ ۴۵۴

ایک شخص پر ایک قربانی واجب ہے زائد جو کرے گا نفل ہوگی۔ ۴۵۴

قربانی کی کلیجی قبر میں دفن کر دی تو قربانی ہوگئی کلیجی ضائع ہوگئی، اور یہ فعل ناجائز ہوا۔ ۴۵۵

اگر ذبیحہ بنیت قربانی نہ ہو بلکہ کوئی ٹوٹکا ہو تو قربانی نہ ہوئی۔ ۴۵۵

میت کی طرف سے کی ہوئی قربانی کے گوشت کی تقسیم کا وہی حکم ہے جو عام قربانی کا ہے البتہ میت کی وصیت پر کرے تو سب صدقہ کرے۔ ۴۵۵

مصنف کے معمول کا ذکر۔ ۴۵۶

قربانی کا گوشت غیر مسلموں کو دینے کا "سوال" ۴۵۶

فقیر اپنی قربانی کا گوشت کسی حربی کو دے تو اتنی قیمت صدقہ کرے، اور غنی دے تو مستحب کے خلاف کیا۔ ۴۵۶

سوال مکرر۔ ۴۵۶

اوجھڑی غیر مسلم کو دینے کا "سوال"۔ ۴۵۷

اوجھڑی کھانے کی چیز نہیں، غیر مسلم لے جائے تو حرج نہیں، گوشت دینا جائز نہیں۔ ۴۵۷

کئی مردوں کے نام سے ایک قربانی کا "سوال" ۴۵۷

قربانی اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، اس کا ثواب جتنوں کو پہنچایا سب کو پہنچے گا، اور ان سب نے اگر اس کی وصیت کی ہو تو سب کی طرف سے ان کے مال سے جدا جدا کی جائے۔ ۴۵۷

ایک جانور دو کی طرف سے قربان نہیں ہو سکتا۔ ۴۵۷

ایک جانور میں قربانی اور عقیقہ دونوں کی نیت کا "سوال" ۴۵۷

بڑے جانور میں سات شریک ہو سکتے ہیں، کم بھی، لیکن کسی کا حصہ ایک مکمل حصہ سے کم نہ ہو، ورنہ کسی کی قربانی نہ ہوگی۔ ۴۵۷

ایک بڑے جانور میں عقیقہ اور قربانی دونوں جائز ہیں۔ ۴۵۸

خصی کی قربانی سے "سوال" ۴۵۸

ہر طرح کے خصی کی قربانی جائز ہے اس میں اس سے کمال پیدا ہوتا ہے۔ ۴۵۸

چرے ہوئے کان اور سینگ کی نوک ترشی ہوئی ہو تو قربانی جائز ہے، مگر افضل یہ ہے کہ کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں بالکل سلامت ہوں۔ ۴۵۸

شرقاء، خرقاء، مقابلہ، مدابرہ سے حدیث کی ممانعت نہی تنزیہی پر محمول ہے۔ ۴۵۹

سینگ گودے کی نوک تک ٹوٹ گیا ہو تو قربانی ناجائز ہوگی۔ ۴۵۹

ٹوٹے ہوئے سینگ کا "سوال وجواب"۔ ۴۵۹

Marfat.com

پیدائشی کان اور دُم نہ رکھنے والے جانور کی قربانی امام صاحب کے یہاں جائز اور امام محمد رحمہ اللہ کے وہاں ناجائز۔ ۴۶۱

جواز کے قول کے قابل اعتماد نہ ہونے کی وجہیں، ۴۶۲

(۱) ان اکیس کتابوں کا ذکر جن میں عدمِ جواز پر نص، اور خلاف کا ذکر نہیں۔ ۴۶۲

(۲) حدیث مبارک میں بھی عدم جواز مذکور ہے۔ ۴۶۴

(۳) جب مقطوع اُذن جائز نہیں تو بے اُذن کیسے جائز ہوگی۔ ۴۶۴

(۴) اصلی اور طاری دونوں قسم کے عیب کا حکم یکساں ہے۔ ۴۶۴

(۵) اسی میں احتیاط ہے۔ ۴۶۴

تہائی دم کٹی اور کان چری کی قربانی جائز ہے۔ ۴۶۵

قربانی کی کھال سیّد، ماں باپ، اولاد، میاں بیوی ایک دوسرے کو دے سکتے ہیں، صدقہ کی نیت ہو صدقہ نافلہ ہے ورنہ ہدیہ ہے۔ ۴۶۵

قربانی کی کھال صدقہ کی نیت سے بیچ کر مسجد میں صرف کرنے کا سوال ۴۶۶

صدقہ کی نیت اور صرفِ مسجد دونوں قربت ہیں اور کھال میں قربت ہی مقصود، لہٰذا جائز ہے۔ ۴۶۶

قربانی میں قربت مقصودہ خون بہانا ہے، اسی لئے گوشت وغیرہ کا صدقہ واجب نہ ہوا۔ ۴۶۶

مصارف قربانی کے بیان کی ایک حدیث۔ ۴۶۶

کھال سے باقی رہنے والی چیز بنا کر اپنے صرفہ میں بھی لاسکتے ہیں۔ ۴۶۶

بخاری و مسلم سے اس مضمون کی حدیثیں ۴۶۷

گوشت اور کھال کو باقی رہنے والی چیز سے بدلا بھی جاسکتا ہے۔ ۴۶۷

گوشت یا کھال بعینہٖ یا اس کی کوئی چیز بنا کر یا اسی قسم کی اشیاء اس سے خرید کر ہدیہ دینا بھی جائز ہے۔ ۴۶۷

اس کے لئے تملیک شرط نہیں اباحت کافی ہے۔ ۴۶۸

یہ حکم حدیث کے لفظ اطعموا سے مستفاد ہے۔ ۴۶۸

اپنے اور اہل وعیال کے لئے ہلاک ہونے والی چیزوں سے بیچنا جائز نہیں کہ یہی تموّل ہے۔

مصارف خیر کے لئے ایسی اشیاء سے بیچنا تموّل نہیں اس لئے جائز ہے۔ ۴۶۹

قربانی کی کھال میں صدقہ کرنے کے حکم کا مطلب تملیک نہیں بلکہ ہر مصرف خیر میں صرف کرنا ہے۔ ۴۷۰

اس مسئلہ میں مولوی رشید احمد صاحب کے اختلاف کی طرف اشارہ۔ ۴۷۰

مسئلہ بالا مکرر۔ ۴۷۱

کھالیں پہلے مسجد کو دی گئیں یا ان کو کارِ خیر کی نیت سے فروخت کرکے مسجد کے لئے دینا جائز ہے، ہاں اپنے مصرف کے لئے بیچا تو فقیر کو اس کا مالک بنانا ضروری ہے۔ ۴۷۱

سوال وجواب متعلقہ مسئلہ بالا ۴۷۲

حدیث نبیشہ ہذلی رضی اللہ عنہ کی تفسیر از امام زیلعی۔ ۴۷۵

Marfat.com

حدیث من باع جلد الاضحیته فلا اضحیة له کا محمل صحیح ۔ ۴۷۵

قربانی کی کھال کی عدم تملیک سے متعلق مسلسل تین "سوال وجواب" ۴۷۶

کانجی ہاؤس کے جانور کی قربانی کا "سوال" ۴۷۷

کانجی ہاؤس کی راس خریدنا جائز نہیں، اس کی قربانی بھی ناجائز ہے ۔ ۴۷۷

کانجی ہاؤس کی نیلامی بیع فضولی ہے جو مالک کی اجازت پر موقوف رہتی ہے ۔ ۴۷۷

کچہری کے نیلام کا بھی یہی حکم ہے جبکہ مطالبہ کے برابر نیلام ہوا، اگر زائد پر نیلام ہوا اور زائد مالک کو دیا اور اس نے لے لیا تو اجازت ہوگئی اور خریدار جانور کا مالک ہوگیا اور قربانی جائز ہوگی ۔ ۴۷۷

بلا استحقاق ازراہ اعانت صاحب نصاب یا فقراء کو قربانی کی کھال دینا، یا سید کو دینا اور اسے صرفہ میں لانا۔ ۴۷۸

کھال کو بعینہٖ باقی رکھ کر یا باقی رہنے والی چیزوں سے بدل کر اپنے تصرف میں لاسکتا ہے۔ ۴۷۸

قربانی کی کھال سادات کو دے سکتا ہے، مالدار کو دے سکتا ہے ، امام کو بھی دے سکتا ہے۔ ۴۷۸

اس مسئلہ کی تفصیل کے لئے الصافیۃ الموحیہ کا حوالہ اور سید کو زکوٰۃ دینے کیلئے الزھر الباسم کا حوالہ۔ ۴۷۸

مسئلہ بالا کا "سوال وجواب" ۴۷۹

قربانی کی کھال اپنا حق سمجھ کر زبردستی وصول کرنیوالے امام، اس کی مدد کرنے والے عوام اس کے موافق فیصلہ کرنیوالے اور حشر کی بازپرس کا ذمہ لینے والے مولوی سے متعلق "سوال" ۴۸۱

قربانی کی کھال کے جائز مصارف کا بیان ۔ ۴۸۲

یہ کہنا غلط ہے کہ ایک کھال یا اس کی قیمت دو فقیروں کو نہیں دی جاسکتی ۔ ۴۸۳

جو امام جبراً وصول کرنے کو جائز کہے یا جو اس کی مدد کرے دونوں ظالم اور گنہگار ہیں اور حشر کی بازپرس کو ہلکا سمجھنا کفر ہے ۔ ۴۸۳

ایسے امام کو نہ دینے والے کو جس نے بددعا دی وہ خود ہی مستحق عذاب الٰہی ہوا ۔ ۴۸۳

قربانی کی کھال کے مصارف کا "سوال وجواب" ۴۸۳

مسئلہ کے متعلق دو صاحبوں کے اختلاف کا منصفانہ فیصلہ ۔ ۴۸۸

سینگ کے اوپری حصہ کو قرن کہتے ہیں، کُل ٹوٹ جائے تب بھی قربانی جائز ہے، گودا ٹوٹے تو قربانی منع ہے ۔ ۴۸۸

قربانی کی کھال مسجد و مدرسہ میں صرف کرنے کا "سوال وجواب" ۴۸۸

قربانی کی کھال معلم کی تنخواہ ، مدرسہ کی تعمیر اور طلبہ کی کتاب وغیرہ میں صرف کرنے کا "سوال" ۔ ۴۹۱

قربانی کی کھال کے احکام ۔ ۴۹۱

Marfat.com

(۱) باقی رکھ کر اپنے مصرف میں لا سکتا ہے،
حدیث شریف کے لفظ ادخروا سے استدلال۔ ۴۹۱
(۲) ایسی چیزوں سے بدل سکتا ہے جو باقی
رہنے والی ہوں۔ ۴۹۱
(۳) اپنے لئے داموں سے بیچ نہیں سکتے،
بیچی تو تصدق کریں۔ ۴۹۱
اس دام سے باقی رہنے والی چیز بھی خریدنا
جائز نہیں، تصدق ہی ضروری ہے۔ ۴۹۲
(۴) خرچ ہونیوالی چیزوں سے اپنے لئے بدلنا
جائز نہیں، اس کی قیمت صدقہ کریں۔ ۴۹۲
(۵) باقی رکھ کر یا باقی رہنے والی چیز سے بدل کر
اس کو کرایہ پر نہیں دے سکتے۔ ۴۹۲
(۶) اپنے اوپر آتے ہوئے مطالبہ میں نہیں
دے سکتے۔ ۴۹۳
(۷) اپنی زکوٰۃ کی نیت سے فقیر کو نہیں دے سکتے ۴۹۳
(۸) فقیر کو دینے کے لئے داموں سے بیچ
سکتے ہیں۔ ۴۹۳
(۹) غنی کو ہبہ کر سکتے ہیں۔ ۴۹۴
(۱۰) مسجد میں دے سکتے ہیں (حدیث شریف
حضرت نبیشہ ہذلی) ۴۹۴
(۱۱) ہر قربت کے کام میں صرف کر سکتے ہیں۔
(حدیث مذکور) ۴۹۵
(۱۲) کار قربت میں دینے کی نیت سے بیچنا
بھی جائز ہے۔ ۴۹۵
(۱۳) تعلیم میں صرف کرنا جائز۔ ۴۹۶

(۱۴) مدرسہ دینیہ کی عمارت میں صرف کرنا جائز۔ ۴۹۶
سود حرام ہے، ۴۹۶
جو عمارت مدرسہ پر وقف کی اس کا کرایہ تعلیم میں
صرف کر سکتے ہیں۔ ۴۹۶
(۱۵) کتابوں سے بدل کر کتاب طلبہ کو
دے سکتے ہیں۔ ۴۹۶
قربانی کی کھال کی قیمت تنخواہِ مدرسین میں
دینے کا "سوال وجواب" ۴۹۶
چرمِ قربانی کی رقم تنخواہِ مدرسین میں دینے پر
اعتراض کہ وہ اپنی اُجرت میں دیتا ہے جو
زکوٰۃ سے ادا نہیں کی جا سکتی۔ ۴۹۷
زکوٰۃ اور چرمِ قربانی میں فرق کا بیان اور رسالہ
"الصافیہ" کا حوالہ۔ ۴۹۸
اسی مسئلہ کا ایک اور فارسی "سوال وجواب" ۴۹۸
وہی مسئلہ مکرر ۵۰۰
قربانی یا عقیقہ کی کھال اپنے مصرف میں بیچ کر
صرف کرنے کا "سوال وجواب" ۵۰۱
چرمِ قربانی کی رقم براہِ راست مسجد میں صرف
ہو سکتی ہے تملیکِ فقیر ضروری نہیں ہے۔ ۵۰۲
جس چرم کو اپنے مصرف کے لئے بیچا اس کا
تصدق ضروری ہے وہ مسجد میں نہیں
لگ سکتی۔ ۵۰۲
چرمِ قربانی کی رقم سے دینی کتابیں خرید کر
کتب خانہ میں رکھنے کا "سوال وجواب" ۵۰۳
چرمِ قربانی کی رقم دینی انجمن میں لگانا جائز ہے

Marfat.com

مگر یہ تحقیق ضروری ہے کہ واقعۃً وہ انجمن اہل سنت وجماعت کی ہے، آجکل اظہار مقاصد کے الفاظ بڑے دل خوش کن ہوتے ہیں۔ ۵۰۲
وہی سوال مکرر ۵۰۲
چرم قربانی کی رقم کا کھانا پکوا کر محرم میں بھوکوں کو کھلانا بہت خوب اور کارِ ثواب ہے، اور امامین کریمین کو اس کا ایصال ثواب بھی ہوسکتا ہے، یہ ان کی نذر ہے۔ ۵۰۴
مصنف کی طرف سے اس امر کی وضاحت کہ میں خود صدقہ وزکوٰۃ نہیں لیتا، جو احباب ایسی رقم بھیجتے ہیں وہ ان کی رائے کے موافق انھیں مصارفِ خیر میں خرچ کر دی جاتی ہے۔ ۵۰۴
چرم قربانی کی رقم سے سلطان ترکی کی مدد کا "سوال" ۵۰۵
چرم قربانی کی رقم خاص فقراء کا حق نہیں، اس وقت سلطان ترکی کی مدد بڑی ضروری ہے اس لئے اس میں دیا جائے۔ ۵۰۵
مخلوط تعلیم کے مدرسہ میں چرم قربانی صرف کرنے کا "سوال" ۵۰۶
ایسی تعلیم جس سے دین کا کوئی تعلق نہیں، جیسے انگریزی زبان، اس میں چرم قربانی صرف کرنا جائز نہیں، اور ایسی احتیاط ہو کہ وہ رقم صرف دینی مد میں خرچ ہوسکے تو جائز ہے۔ ۵۰۶
چرم قربانی سے مدارس کی امداد کے ایک طریقہ کا سوال وجواب۔ ۵۰۷

(۰) الصافیۃ الموحیۃ لحکم جلود الاضحیۃ۔ ۵۰۹
چرم قربانی کی رقم ایسے مصارف خیر میں صرف کرنے کا سوال جہاں تملیک نہیں ہوسکتی۔ ۵۰۹
اگر چرم قربانی کی بیع سے تمول مقصود نہ ہو تو اس کی رقم سارے ہی مصارفِ خیر میں صرف ہوسکتی ہے۔ ۵۱۰
چرم قربانی میں مطلقاً تقرب مقصود ہے، خاص تملیکِ فقیر ضروری نہیں۔ ۵۱۰
چرم قربانی کا استعمال مالدار کو بھی مباح ہے ۵۱۰
چرم قربانی میں وہ بیع ممنوع ہے جس کا مقصود تمول ہو۔ ۵۱۰
امورِ خیر کے لئے بیع تمول کے لئے بیع نہیں لہٰذا جائز ہونا چاہئے۔ ۵۱۱
چرم قربانی کا مصرف نہ تو صرف کارِ خیر ہے نہ کوئی ایسی بات پیدا ہوئی جس سے تصدق واجب ہو۔ ۵۱۱
اپنے لئے بیچا تو تمول ہوا، لہٰذا اس کا صدقہ واجب ہوا۔ ۵۱۱
قربانی کا اصل مقصد خون بہانا ہے تصدق نہیں۔ ۵۱۱
جب تک خون نہ بہہ لے اس سے کسی قسم کا انتفاع جائز نہیں۔ ۵۱۱
اراقۃ دم کے بعد قربانی سے ہر قسم کا انتفاع جائز ہے۔ ۵۱۲

Marfat.com

چونکہ قربانی کے جانور کو ذبح کر کے خدا کی عبادت کی گئی ہے، اس لئے اب اس کو ثواب کے کام میں ہی صرف کیا جاسکتا ہے۔ ۵۱۲

قربانی کو تمول کے طور پر خرچ کرنا جائز نہ ہوگا کہ یہ کار نفس ہے۔ ۵۱۲

قربانی ہلاک ہونے والی چیز سے بدلنا مطلقاً تمول ہے۔ ۵۱۲

دراہم بھی تو خرچ ہونے والے ہیں، ان سے خیرات کی نیت سے چرم قربانی کو بدلنا جائز ہے تمول نہیں۔ ۵۱۳

چرم قربانی اپنے لئے بیچے تب بھی تمول ہے، اور خبث ہے، اور اس کا صدقہ واجب ہے۔ ۵۱۳

تمول کے طور پر حاصل کی ہوئی رقم کا تصدق ازالہ خبث کے لئے واجب ہے، حصولِ ثواب کے لئے نہیں۔ ۵۱۳

کسی نے ایسے صدقہ سے امیدِ ثواب کی تو ڈبل گناہ ہوا۔ ۵۱۳

خلاصہ یہ کہ جس طرح تصدق کی نیت سے چرم قربانی فروخت کرنا جائز اسی طرح دیگر امورِ خیر کی نیت سے بھی۔ ۵۱۴

ایک سوال اور اس کا جواب۔ ۵۱۴

ایک دوسرے عنوان کا بیان ۵۱۵

قربانی میں مصرف کی تین جہتیں ہیں: کھانا، جمع کرنا، کار ثواب کرنا۔ ۵۱۵

ابوداؤد سے نبیشہ ہذلی کی حدیث کی تخریج۔ ۵۱۵

"ایتجار" کا لفظ تمام کارِ ثواب کو عام ہے، تو سب کے لئے بیچنا جائز ہوا۔ ۵۱۶

بخاری شریف میں "ایتجروا" کے بجائے لفظ "تصدقوا" آیا ہے، تو ایتجار سے مراد تصدق ہی ہے۔ ۵۱۶

بہ اتفاق علماء امر یہاں وجوب کیلئے نہیں تو صدقہ مراد لینے پر بھی صدقہ نافلہ ہی مراد ہوگا۔ ۵۱۶

اس اصول فقہی کی بحث کہ حادثہ اور حکم ایک ہو تو مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا۔ ۵۱۶

یہ حکم مطلقاً ضروری نہیں، جہاں دونوں میں تنافی ہو وہاں ایسا کیا جائے گا، اور تنافی نہ ہو تو مطلق کو مطلق ہی رکھا جائے گا۔ ۵۱۷

دونوں کلمے اگر حکم منفی میں واقع ہوں یا اسباب متعددہ میں واقع ہوں، تو ان میں تنافی نہیں اور حمل ضروری نہیں۔ ۵۱۷

امتناع جمع بین المطلق والمقید میں وجوب حمل المطلق علی المقید کی مثال۔ ۵۱۸

جمع کا حکم حکم وجوبی میں ہے جواز و استحباب میں نہیں۔ ۵۱۹

علامہ شامی کے ایک اعتراض کی تضعیف اور جد الممتار کا حوالہ۔ ۵۲۰

ایک معارضہ، اگر حدیث نبیشہ میں ایتجار کو تصدق پر محمول کریں تو حدیث عائشہ میں لفظ اطعموا کو بھی تصدق پر ہی محمول کرنا ہوگا کہ

Marfat.com

اس میں ایتجروا کی جگہ اطعموا آیا ہے،
حالانکہ بہ اتفاقِ علماء یہ اپنے اطلاق پر ہے
اور کھلانے میں اباحت کافی ہے۔ ۵۲۰
صاحبِ بصیرت جملہ احادیث متعلقہ کو دیکھ کر
فیصلہ کرے گا کہ حدیث تمام انواعِ قربات کو
عام ہے۔ ۵۲۱
ہدایہ سے تائید ۵۲۲
علامہ اتقانی کے کلام سے تائید۔ ۵۲۲
حاکم کی روایت من باع جلد الاضحیۃ
فلا اضحیۃ لہ کی معنوی تصحیح۔ ۵۲۳
یہ حدیث گو سنداً ضعیف ہے مگر علماء نے
تلقی بالقبول فرمائی تو حدیث مقبول ہوئی۔ ۵۲۴
اس حدیث میں مطلقاً بیع کی ممانعت نہیں ہو سکتی
کہ بالاتفاق علماء صدقہ کے لئے بیچنا جائز ہے
کیونکہ بدل کے لئے مبدل منہ کا حکم ہے۔ جب
زکوٰۃ وفطرہ اور کفارہ وغیرہ صدقات واجبہ میں
قیمت دینا جائز ہے تو یہ صدقہ نفلی ہے اس
میں کیوں جائز نہ ہوگا۔ ۵۲۴
قربانی اور ہدی کے جانور میں دفع قیمت ناجائز
ہونے کی علت کا بیان۔ ۵۲۵
حدیث کے لفظ فلا اضحیۃ لہ سے خاص بیع
ممنوع ہونے پر استدلال۔ ۵۲۵
بیع للتصدق، بیع برائے دیگر امورِ خیر اکل،
ادخار تو شرعاً مامور ہیں، تو ان پر فلا اضحیہ لہ
مرتب نہ ہوگا، بلکہ اس سے مراد وہی بیع ہوگی
جو مستہلک سے ہو اور اپنی ذات کے لئے ہو۔ ۵۲۵
ایسی بیع میں اکل وادخار مفقود ہے، اور
اپنی ذات کے لئے ہونے سے ایتجار بھی
مفقود ہے بخلاف اس کے جو باقی رہنے والی
سے بیچنے میں ادخار پایا جاتا ہے اور کارِ ثواب
کے لئے مستہلک سے بیچنے میں گو اکل وادخار
مفقود ہے، لیکن ایتجار متحقق ہے تو یہ بیع جائز ہوگی ۵۲۶
ایک دوسری تقریر، لفظ بیع کا صحیح اطلاق
بیع بالدراہم پر ہے، کیونکہ عین سے بیع میں دونوں
ہی مبیع ہو سکتے ہیں۔ ۵۲۷
نیز بیع مبادلۃ المال بالمال ہے، مال جبھی ہوگا کہ اپنے
لئے ہو، اس طرح بھی ایسی بیع ممنوع ہوئی
جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ ۵۲۷
بقیہ مستہلک سے بیع کو علماء نے بیع بالدراہم
قیاس کر کے منع کیا۔ ۵۲۸
مولوی عبدالرشید صاحب کی مستدل عبارت
ہدایہ کی توضیح کی تائید۔ ۵۲۹
علامہ اتقانی کی شرح ہدایہ سے توضیح تائید۔ ۵۳۲
اس امر کا بیان کہ میں امورِ خیر کیلئے چرم قربانی کی
بیع کے جواز کا فتویٰ ۱۲۰۵ھ تک دیتا رہا۔ ۵۳۳
۱۲۰۵ھ کے بعد اس مسئلہ میں علماء دیوبند
کی طرف سے خلاف ظاہر ہوا۔ ۵۳۳
مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے فتویٰ
کی عبارت کی تنقید۔ ۵۳۵
ہدایہ اور درمختار کی عبارتوں کی توضیح کہ مطلقاً

Marfat.com

بیع ممنوع نہیں، بروجہ تمول ممنوع ہے۔ ۵۳۶

مولوی رشید احمد صاحب کی تصریح بیع بنیت تمول یا بنیت تصدق سب کا صدقہ واجب ہے ۵۳۶

ان دونوں باتوں میں صاف تغایر ہے، تو جو ثانی کو اول سے ثابت مانے ایسا ہی ہے کہ کوئی لا اعبد ما تعبدون سے ثابت کرے کہ نماز نہ پڑھو۔ ۵۳۷

مولوی رشید احمد صاحب کے اس قول کی تردید کہ ان دونوں روایتوں سے ثابت ہوا کہ صدقہ واجب ہے تو اس کو سید اور مدرسہ پر صرف نہیں کر سکتے۔ ۵۳۸

تنقید، اور کہو کہ تمول کے لئے بیع ہو تو صدقہ واجب ہے، تو یہ صحیح ہے، اور اگر یہ خیال ہو کہ مطلقاً بیع ہو تو صدقہ واجب ہے تو یہ ان عبارتوں سے ہرگز ثابت نہیں۔ ۵۳۸

مولوی عبدالرشید صاحب کے اس قول کی تردید کہ صدقہ کے لئے مطلقاً تملیک ضروری ہے چاہے بطور اباحت ہو یا بطور تملیک تام۔ ۵۳۹

علماء نے نص کی کہ اباحت اور تملیک ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ۵۳۹

فقہاء کا ضابطہ کہ اطعام کا لفظ اباحت کیلئے ہے اور ایتاء کا تملیک کے لئے۔ ۵۴۰

امام غزالی، امام علائی، صدر الشریعۃ اور علامہ شمس محمد شامی کی تصریح کہ تملیک و اباحت الگ الگ دو تصرف ہیں۔ ۵۴۰

زین ابن نجیم وغیرہ کی تصریح کہ مباح لہ مباح کو مبیح کی ملک پر خرچ کرتا ہے اور خرچ کے بعد مبیح کی ملک سے نکل جاتی ہے لیکن مباح لہ کی ملک میں داخل نہیں ہوتی۔ ۵۴۱

زکوٰۃ اور صدقہ فطر میں اباحت کافی نہیں تملیک ضروری ہے۔ ۵۴۲

مولوی عبدالحی صاحب کے کلام پر تنقید وہ بھی تصدق جلود اضحیہ کے لئے تملیک ضروری قرار دیتے ہیں۔ ۵۴۲

تنقید مجمل، تصدق کے لئے تملیک ضروری ہونے سے جمیع کار ثواب کے لئے تملیک لازم ہونا ضروری نہیں۔ ۵۴۳

پوری بات یوں کہنی چاہئے تھی کہ یہاں تصدق کا حکم ہے نہ کہ تقرب کا، اور تصدق کے لئے تملیک ضروری ہے، تو استدلال میں صغریٰ کا ایک جزء دب گیا اس لئے نتیجہ غلط ہوا۔ ۵۴۳

منشاء غلط کا بیان ۵۴۳

صدقہ کے اطلاقات کا بیان ۵۴۳

(۱) تملیک المال من الفقیر، یہ اطلاق زکوٰۃ اور صدقہ فطر کے لئے خاص ہے، اس میں اعارۃ، اباحت اور کفارہ داخل نہیں۔ ۵۴۳

(۲) تمکین الفقیر من المال، اس میں تملیک ضروری نہیں، اس میں انتفاع، استہلاک، تصرف اور اباحت سب جائز ہے۔ اس معنی پر کفارہ بھی صدقات میں شامل ہے۔ ۵۴۴

Marfat.com

مولوی رشید احمد صاحب کی غلطی کا منشا یہی ہے کہ انھوں نے کفارات واجبہ میں بھی اباحت کافی دیکھی تو کہہ دیا کہ صدقات واجبہ میں بھی مطلقاً اباحت کافی ہے۔ ۵۴۵

مولوی رشید احمد کے اس استدلال میں حدِ اوسط مکرر نہیں۔ ۵۴۵

نقایہ کی تصریح کہ تصرف تملیک سے کفارات مستثنیٰ ہیں۔ ۵۴۶

(۳) اس اطلاق میں صدقہ سے فقر کو قطع نظر کرلیا جاتا ہے تو اس میں اباحت، تملیک اور مالدار و غریب سب شامل ہوتے ہیں۔ ۵۴۶

حدیث شریف اور شامی سے اس کی تائید۔ ۵۴۷

(۴) اس اطلاق میں نہ تملیک سے غرض نہ اباحۃ سے، اس میں نفع مسلمین کے لئے ہر تصرف مالی داخل ہے، جیسے نہر اور کنویں بنوانا۔ ۵۴۷

حدیث مبارک، اقوال صدر الشریعہ، صاحبِ ہدایہ، خیر الدین رملی سے اس کی توضیح و تائید۔ ۵۴۷

خانیہ اور دیگر کتبِ فتاویٰ کے ایک جزئیہ سے تائید مزید۔ ۵۴۹

(۵) اس اطلاق میں مال کی قید سے بھی قطع نظر کرلی جاتی ہے اور مطلقاً نفع رسانی کا نام صدقہ ہوتا ہے۔ ۵۵۲

حدیث مبارک سے اس اطلاق کا ثبوت۔ ۵۵۲

(۶) اس اطلاق میں غیر سے بھی قطع نظر کرلی جاتی ہے اور اپنے کو نفع پہنچانے کا نام بھی صدقہ ہوتا ہے۔ ۵۵۴

حدیث مبارک سے اس اطلاق کا ثبوت۔ ۵۵۴

فقہاء کے قول فی الاضاحی یتصدق بالثلث میں تصدق سے مراد معنیٰ اول نہیں کہ تملیک ضروری ہو۔ ۵۵۵

دلیل قرآن عظیم میں اس موقع پر اطعام کا لفظ ہے جس کے لئے اباحت کافی ہے۔ ۵۵۵

مصنف کی تحقیق کہ قربانی میں تین جہتیں بیان کی گئیں: اکل، ادخار اور تصدق۔ اسی کو کہیں "ایتجروا" کے لفظ سے تعبیر کیا اور کہیں "اطعموا" کے لفظ سے تعبیر کیا، تو تصدق کے ایسے ہی معنیٰ مراد لینے ہونگے جو ان سب کو عام ہو، اور وہ صدقہ غیر واجبہ غیر ضروری التملیک ہی ہونگے اور تملیک ضروری نہ ہوگی تو مسجد اور مدرسہ میں صرف ہوسکیں گے۔ ۵۵۵

اگر صدقہ واجبہ ضروری التملیک مراد نہ ہو تو کونسا صدقہ مراد ہے۔ ۵۵۶

نبیشہ ہذلی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حدیث میں لفظ "ایتجار" آیا ہے جس کا مطلب تمام امورِ خیر ہی مراد ہیں، اور یہ ہمارے بیان کردہ اطلاقات میں چوتھا ہے۔ ۵۵۷

اول کے علاوہ جو بھی مراد لے لیں ہم کو مضر نہیں کہ اور کسی میں تملیک ضروری نہیں۔ ۵۵۷

Marfat.com

مولوی عبدالحی صاحب کے استدلال کا جواب، ہم کو ان کے اس قول سے اختلاف ہے کہ قربانی میں جہتیں صرف تین ہیں۔ ۵۵۷
قدوری، حلبی، شامی، ظہیریہ سے مزید جہتوں کا بیان۔ ۵۵۷
چند اور جہتوں کا اضافہ۔ ۵۵۸
جب تین میں حصر پر کوئی دلیل نہیں تو ان امور خیر میں صرف کرنے کی ممانعت کے لئے الگ سے دلیل ضروری، اور وہ مفقود تو ہمارا دعویٰ ثابت۔ ۵۵۸
رسالہ کا نام اور سنِ تالیف۔ ۵۵۹
دیہات میں نمازِ عید سے قبل مرغ کی قربانی، قصاب کی اجرت میں چرم دینے، اور طالبعلم، مؤذن، ملاجی وغیرہ کو چرم قربانی دینے سے سوال وجواب۔ ۵۶۰
مرغ کی قربانی ناجائز ہے۔ ۵۶۰
دیہات والے جائز قربانی صبح صبح کر سکتے ہیں۔ ۵۶۰
اجرت میں کھال دینا جائز نہیں۔ ۵۶۰
مصارف چرم قربانی کا بیان۔ ۵۶۰
ایک مناظرہ کے فیصلہ کا "سوال" ۵۶۰
ہدایہ، شرح وقایہ، عمدۃ الرعایہ، درمختار، ہدایہ اور تنقیح ضروری کے حوالہ سے زید کہتا ہے کہ قربانی کی رسّی اور جھول صدقہ کرنا چاہئے۔ ۵۶۰
بکر کہتا ہے تمام حوالوں کا تعلق حج کے جانور ہدی سے ہے، اور یہ مسئلہ باب الاضحیہ کا ہے اس لئے استدلال صحیح نہیں، کس کا قول درست ہے۔ ۵۶۰
خطام کے معنی کیا ہیں۔ ۵۶۱
زمام اور خطام کا فرق، اور خطام کے چار اطلاقات۔ ۵۶۱
لغت، فقہ، حدیث کی ۱۲ کتابوں سے اطلاقات بالا کا ثبوت۔ ۵۶۱
عمدۃ الرعایہ میں ذکر کی ہوئی خطام کی تعریف کلماتِ اہلِ فن کے مطابق نہیں۔ ۵۶۷
عمدہ میں بخاری ومسلم کی طرف منسوب حدیث میں لفظ خطام کا اضافہ غلط ہے۔ ۵۶۷
صحیح بخاری میں بُدنہ کے جھول کے تصدق کی حدیث پانچ جگہ مروی ہے، اور مسلم میں پانچوں حدیث ایک ہی جگہ مذکور ہیں کسی میں خطام کا لفظ نہیں۔ ۵۶۷
دونوں کتابوں میں مروی الفاظِ حدیث کی تفصیل۔ ۵۶۷
عمدۃ الرعایہ میں صیغہ امر کے ساتھ روایت بھی تمام روایتوں کے خلاف ہے۔ ۵۶۹
اس امر کی بحث کہ لفظ امر سے وجوب ثابت ہوتا ہے یا صیغہ امر سے۔ ۵۶۹
امام ابن حجر کی تصریح کہ روایت میں لفظ خطام نہیں ہے۔ ۵۷۰
ہدایہ اور کافی امام نسفی میں البتہ حدیث انھیں الفاظ میں مروی ہے جو عمدہ میں مذکور ہیں، تو حافظ ابن حجر کا نہ دیکھنا نہ ہونے

Marfat.com

پر دلیل نہیں۔ ۵۷۰

ابن ہمام کا فرمان کہ مشائخ کی ذکر کردہ دو حدیثوں کو ہم اپنی کوتاہیٔ نگاہ کی وجہ سے نہ پا سکے۔ ۵۷۰

غیر مقلد پر رد کہ ائمہ کی حدیثوں پر سلب مطلق کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ۵۷۰

اصل بحث خطام جس کا ذکر ہوا حج کی ہدی میں ہے، قربانی کے اونٹوں میں نہیں۔ ۵۷۱

قربانی اور ہدی میں فرق ہے، یہ خاص حرم میں ہوگی، اور قربانی ہر جگہ ہو سکتی ہے، اصل مقصود اراقۃ الدم میں دونوں برابر ہیں۔ ۵۷۱

ہدایہ و بدائع وغیرہ میں قربانی کے گوشت اور کھال کے بارے میں حدیث ہدی سے استدلال ہوا، جھول اور رسیوں کے بارے میں نہیں۔ ۵۷۱

ہدی کے مذکورہ جھول اور عام جانوروں کی جھول میں فرق تھا، وہ صرف ہدی کے اونٹوں کے لئے بنتیں، اور روانگیٔ حرم کے وقت ان پر ڈالی جاتیں۔ ۵۷۱

اس کام کے لئے ان کا بنانا سنّت اور تقلید و اشعار کی طرح یہ بھی شعائر اللہ کی علامت ہے ۵۷۱

اس زمانہ میں بدنہ کے گلے میں قلادہ ڈالتے اور خاص اونٹوں پر جھول بھی ڈالتے اور ان کے کوہان میں نیزہ سے خفیف زخم بھی لگاتے۔ ۵۷۱

ان جھولوں کا بھیجنے والے کی حیثیت کے موافق ہونا مستحب ہے۔ ۵۷۲

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی جھولوں کا بیان۔ ۵۷۲

حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہدی کے جانوروں کی جھولوں کا بیان۔ ۵۷۴

حجۃ الوداع کھلی بہار کے موسم میں تھا، تو یہ جھولیں سردی سے بچنے کی معمولی جھولیں نہ تھیں ۵۷۵

مصنف کی یہ تحقیق کہ یہ حج ۹ ذوالحجہ سنہ ۱۰ھ مطابق چھٹی مارچ سنہ ۶۳۲ء روز جمعہ کو تھا جو اس وقت کی تعبیر تھی۔ ۵۷۵

امام ابن حجر اور امام قسطلانی نے اس کو تحویل حمل کے مہینہ میں فرمایا۔ ۵۷۵

مصنف نے زیج الغ بیگی اور زیج احمد بہادر خانی سے اس دن کے نصف النہار کی تقویم نکالی۔ ۵۷۶

اس کے عمل کی فنی تفصیل حاشیہ میں۔ ۵۷۶

مستخرجہ تقویم کا موسم مکہ معظمہ میں نہایت معتدل ہوتا ہے تو یہ جھولیں خاص تعظیم شعائر اللہ کے لئے تھیں۔ ۵۷۷

ہدی کے جانوروں کی مذکورہ تکمیل بھی قربانی کی رسیوں کی طرح نہیں کہ وہ حرم تک لے جاتی ہیں۔ ۵۷۸

دوسرا فرق یہ ہے کہ ہدی نحر ہوتا ہے تو مہار اور جھول وقت قربانی بھی اس کے بدن پر رہتی ہیں اور قربانی کی رسّی گلے سے کھولکر

Marfat.com

ذبح کرتے ہیں تو دونوں میں فرق ہونا چاہئے ۵۷۸
اور مطلقاً نسبت کا خیال ہو تو کھونٹا بھی
صدقہ کرنا چاہیئے جس سے قربانی کا جانور
بندھا تھا۔ ۵۷۸
فتح الباری وغیرہ سے تصدق جھل کی وجہ کا
بیان۔ ۵۷۸
مصنف کی طرف سے توضیح مزید۔ ۵۷۸
خلاصہ: آدمی اپنا سارا گھر ہی صدقہ کردے
تو اور بات ہے، لیکن حدیث و فقہ سے
رسّی کے تصدق کا حکم ثابت نہیں۔ ۵۷۹

باب العقیقۃ

ایک جانور میں کئی بچوں کا عقیقہ ہوسکتا ہے
یا سب کے لئے علٰحدہ علٰحدہ جانور ہونا چاہیئے۔ ۵۸۱
بڑے جانور میں سات بچے اور بکرے میں
صرف ایک بچے کا عقیقہ ہوسکتا ہے۔ ۵۸۱
چرم قربانی کا عوض اپنے پاس سے دے کر
طعام عقیقہ میں ملا دیا اور فقراء خویش و اقارب
سب کو کھلایا، پتہ چلا کہ چمڑہ صدقہ کرنا چاہیئے،
تو بیع فسخ کرکے چمڑہ کو اشیائے باقیہ سے
بدل لیا اس کا کیا حکم ہے۔ ۵۸۱
صورت مذکورہ میں پیسہ دونوں میں اسی کا تھا
اس لئے اس میں جو تصرف کیا جائز ہوا،
اس کو چمڑہ کی قیمت سمجھنا اس کی غلط فہمی تھی،
اب جب کہ غیر مستھلک چیز سے اس کو بدل لیا
تو ان چیزوں سے اس کو انتفاع جائز ہے
لیکن چونکہ اس کی نیت صدقہ کرنے کی تھی
اس لئے مناسب یہی ہے کہ اس کو فقراء
پر ہی صرف کرے۔ ۵۸۲
عقیقہ کے جانور کی عمر سے "سوال" ۵۸۳
عقیقہ میں سال بھر سے کم کی بکری جائز
نہیں اور اس کی عمر میں شک ہو تب بھی
جائز نہیں۔ ۵۸۳
مکرر "سوال و جواب" ۵۸۳
قصاب کی بات کا اعتبار نہیں، سال بھر
میں شبہہ ہو تب بھی عقیقہ نہ کریں۔ ۵۸۴
مسائل عقیقہ سے متعلق گیارہ باتوں کا "سوال"
عقیقہ کے جانور کے وہی مسائل ہیں جو قربانی
کے جانور کے ہیں۔ ۵۸۴
عقیقہ میں گوشت بھی مثل قربانی کے تین
حصہ کرنا مستحب ہے۔ ۵۸۴
والدین بھی عقیقہ کا گوشت کھا سکتے ہیں۔ ۵۸۵
عقیقہ میں جنائی کو ایک ران دی جائے جبکہ
مسلمان ہو۔ غیر مسلم دائیاں یا مرد ڈاکٹر بلانا
حرام ہے۔ حجام، سقا، خاکروب، دھوبی کا
کوئی حق مقرر نہیں۔ ۵۸۵
عقیقہ کے پوست کا دام کرکے اپنے مصرف
میں لانا منع ہے۔ ۵۸۵
عقیقہ کے گوست کو قیمت میں مجرا کرنے
کی تفصیل۔ ۵۸۵

Marfat.com

باپ ذبح پر قادر ہو تو عقیقہ کا جانور اسی کو ذبح کرنا افضل ہے۔ ۵۸۵

عقیقہ کی دعا ۵۸۵

عقیقہ کے جانور کی ہڈیاں توڑنے میں حرج نہیں، نہ توڑنا اور زمین میں دفن کرنا افضل ہے۔ ۵۸۶

عقیقہ کے دنوں کا بیان

لڑکے کے عقیقہ کے لئے کم سے کم ایک بکرا اور دو افضل۔ ۵۸۶

گوشت بنانے کی اجرت چرم عقیقہ کے دام میں مجرا کر سکتا ہے۔ ۵۸۶

سری پائے چاہے خود کھائے چاہے سب سقا، حجام کو دے دے۔ شرع میں اس کا کوئی حکم نہیں۔ ۵۸۶

مکرر "سوال وجواب" ۵۸۶

عقود الدریہ سے مسائل کی تفصیل۔ ۵۸۶

عید الاضحٰی کے روز عقیقہ جائز ہونے کا "سوال و جواب" ۵۸۷

بال برابر چاندی حجام کو دینے اور سری حجام اور ران بھنگن کو دینے کا سوال۔ ۵۸۷

غیر مسلم کو جنائی بنانا حرام ہے، حجام مالدار ہو تو چاندی اس کو دے کر برا کیا، عقیقہ ہو گیا، سری کے بارے میں کوئی خاص حکم نہیں، جس کو چاہے دے۔ ۵۸۸

سرنائی، ران کافر جنائی، گوشت والدین کو کھانا، اور چیل کووں کو کھلانے کا "سوال"۔ ۵۸۸

عقیقہ کے جانور کا سر نائی کو دینے کا نہ حکم نہ ممانعت۔ ۵۸۸

کافرہ کو جنائی بنانا حرام، اور ران کو عقیقہ سے کچھ دینا منع ہے۔ ۵۸۸

عقیقہ کے گوشت کا وہی حکم ہے جو قربانی کا۔ ۵۸۹

چیل کووں کو کھلانا بے معنیٰ ہے مسکینوں کو دیں۔ ۵۹۰

عقیقہ کے جانور کی ہڈی توڑنے اور کھال اور ہڈی زمین میں دفن کرنے کا "سوال" ۵۹۰

ہڈی توڑنے میں کوئی حرج نہیں، دلیل وہ دے جو منع کرے، خالی ہڈی دفن کریں کھال دفن کرنا حرام ہے۔ ۵۹۰

ماں باپ، نانی نانا کے عقیقہ کا گوشت کھانے کا "سوال"۔ ۵۹۰

عقیقہ کا گوشت سب کھا سکتے ہیں، اس کا حکم قربانی کے گوشت کا ہے۔ ۵۹۰

عقیقہ کی ہڈی توڑنے میں کوئی حرج نہیں، نہ توڑنا بہتر، یہ امام مالک کا حکم ہے۔ اور امام شافعی توڑنے کا حکم دیتے ہیں۔ ہمارے مذہب میں کوئی حکم نہ ہو تو امام مالک کے مذہب کے موافق حکم ہے۔ ۵۹۱

عقیقہ کا گوشت والدین کے کھانے کا "سوال و جواب"۔ ۵۹۱

مردہ کی طرف سے عقیقہ کا "سوال"۔ ۵۹۲

مردہ کی طرف سے قربانی جائز ہے۔ ۵۹۲

Marfat.com

عقیقہ کا مرنے کے بعد ثبوت نہیں۔ ۵۹۳

بچہ اگر سات دن کے بعد مرا اور عقیقہ نہ ہوا تو ماں باپ اس کے شفاعت کے حقدار نہیں۔ ۵۹۳

مکرر "سوال وجواب" ۵۹۳

بڑے جانور میں کتنے عقیقے ہوسکتے ہیں۔ ۵۹۳

مردے کا عقیقہ نہیں اسکی طرف سے قربانی ہے۔ ۵۹۳

بڑے جانور میں سات تک عقیقے ہوسکتے ہیں۔ ۵۹۳

اس میں قربانی کی بھی شرکت ہوسکتی ہے دوسری کسی غرض کے لئے ہو تو عقیقہ ادا نہ ہوگا۔ ۵۹۳

زنا کے بچہ کا عقیقہ زانی نہیں کرسکتا، ماں کرسکتی ہے۔ ۵۹۴

عقیقہ کو قربانی پر قیاس کرے، اور دونوں کی علت مشترکہ جانتے، قربانی اور عقیقہ کے اشتراک اور

بڑے جانور میں عقیقہ کی تعداد کا "سوال" ۵۹۴

عقیقہ و قربانی میں سے ایک کو دوسرے پر قیاس کرنے کی ضرورت نہیں دونوں اراقۃ الدم لوجہ اللہ کے عموم میں شامل ہیں ۵۹۵

قربانی اور عقیقہ دونوں کی شرکت ایک ساتھ جائز ہے۔ ۵۹۵

مردہ کے عقیقہ کا "سوال" ۵۹۵

جو لڑکے سات دن سے قبل مرگئے ان کا عقیقہ نہیں، مگر ان کی شفاعت ہے، البتہ جو سات دن کے بعد مرے اور باوجود استطاعت ان کا عقیقہ نہیں کیا تو ان کی شفاعت والدین کو نہیں ملے گی۔ ۵۹۶

حدیث شریف الولد مرتھن بعقیقۃ کی توضیح وتشریح۔ ۵۹۶

بعض کے نزدیک نابالغ بچے کی طرف سے باپ پر قربانی واجب ہے، وہ زندہ کے لئے ہے بعد موت لازم نہیں۔ ۵۹۷

Marfat.com

فہرست ضمنی مسائل

فوائد تفسیریہ

آیات قرآنی سے اشہاد کے معنی کی تائید ۱۶۶
آیۃ لاتاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ کی تشریح تفسیر کبیر سے۔ ۲۷۹
آیہ حرمت علیکم المیتۃ کی تفسیر۔ ۲۹۸
اس تفسیر سے مسئلہ ما اھل بہ لغیر اللہ میں مسلکِ وہابیہ کا رد۔ ۲۹۸
مدارک اور معالم سے موقوذہ کا بیان۔ ۳۴۶
مصنف کی تحقیق کہ بندوق کا مارا ہوا موقوذہ ہے ۳۴۶
معالم التنزیل سے بہیمۃ الانعام کی توضیح اور تفسیر۔ ۳۹۶
انعام کی تقسیم کہ آیتِ قرآن میں حمولۃ سے مراد اونٹ اور بیل، اور فرشا سے مراد بکری اور بھیڑ ہے، اور آیت اولیٰ سے یہ ثابت ہوچکا کہ انعام قربانی کا جانور ہے۔ ۳۹۷

فوائد حدیثیہ

ذابح بقر اور قاطع شجر کے بارے میں جو حدیث روایت کرتے ہیں موضوع ہے۔ ۲۵۰
حرمتِ خمر کی حدیث۔ ۳۱۲
مصارفِ قربانی کے بیان کی ایک حدیث ۴۶۶
حدیث نبیشہ ہذلی رضی اللہ عنہ کی تفسیر از امام زیلعی۔ ۴۷۵
حدیث من باع جلد اضحیتہ فلا اضحیۃ لہ کا محمل صحیح۔ ۴۷۵

Marfat.com

ابوداود نے نبیشہ ہذلی کی حدیث کی تخریج۔
"ایتجار" کا لفظ تمام کارِ ثواب کو عام ہے، تو
سب کے لئے بیچنا جائز ہوا۔
بخاری شریف میں "ایتجروا" کے بجائے لفظ
"تصدقوا" آیا ہے، تو ایتجار سے مراد
تصدق ہی ہے۔
بہ اتفاقِ علماء امر یہاں وجوب کیلئے نہیں، تو
صدقہ مراد لینے پر بھی صدقہ نافلہ ہی مراد ہوگا۔
ایک معارضہ، اگر حدیث نبیشہ میں ایتجار کو
تصدق پر محمول کریں تو حدیث عائشہ میں لفظ
اطعموا کو بھی تصدق پر ہی محمول کرنا ہوگا کہ اس
میں ایتجروا کی جگہ اطعموا آیا ہے حالانکہ
بہ اتفاقِ علماء یہ اپنے اطلاق پر ہے اور
کھلانے میں اباحت کافی ہے۔
صاحبِ بصیرت جملہ احادیث متعلقہ کو دیکھ کر
فیصلہ کرے گا کہ حدیث تمام انواعِ قربات کو
عام ہے۔

حاکم کی روایت من باع جلد اضحیتہ
فلا اضحیۃ لہ کی معنوی تصحیح۔
یہ حدیث گو سنداً ضعیف ہے مگر علماء نے تلقی
بالقبول فرمائی تو حدیث مقبول ہوئی۔
اس حدیث میں مطلقاً بیع کی ممانعت نہیں
ہوسکتی کہ باتفاقِ علماء صدقہ کے لئے بیچنا
جائز ہے کیونکہ بدل کے لئے مبدل منہ کا حکم ہے

۵۱۵ جب زکوٰۃ و فطرہ اور کفارہ وغیرہ صدقاتِ واجبہ
میں قیمت دینا جائز ہے تو یہ صدقہ نفلی ہے
۵۱۶ اس میں کیوں جائز نہ ہوگا۔ ۵۲۴
نبیشہ ہذلی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حدیث
میں لفظ "ایتجار" آیا ہے جس کا
۵۱۶ مطلب تمام امورِ خیر ہی مراد ہیں
اور یہ ہمارے بیان کردہ اطلاقات
۵۱۶ میں چوتھا ہے۔ ۵۵۷
عمدہ میں بخاری و مسلم کی طرف منسوب حدیث
میں لفظ خطام کا اضافہ غلط ہے۔ ۵۶۷
صحیح بخاری میں بُدنہ کے جھول کے تصدق کی
حدیث پانچ جگہ مروی ہے، اور مسلم میں
پانچوں حدیث ایک ہی جگہ مذکور ہیں
۵۲۰ کسی میں خطام کا لفظ نہیں۔ ۵۶۷
دونوں کتابوں میں مروی الفاظِ حدیث
کی تفصیل۔ ۵۶۷
۵۲۱ عمدۃ الرعایۃ میں صیغہ امر کے ساتھ
روایت بھی تمام روایتوں کے
خلاف ہے۔ ۵۶۹
۵۲۳ امام ابن حجر کی تصریح کہ روایت
میں لفظ خطام نہیں ہے۔ ۵۷۰
۵۲۴ ہدایہ اور کافی امام نسفی میں البتہ حدیث
انھیں الفاظ میں مروی ہے جو عمدہ میں
مذکور ہیں، تو حافظ ابن حجر کا نہ دیکھنا
نہ ہونے پر دلیل نہیں۔ ۵۷۰

Marfat.com

ابنِ ہمام کا فرمان کہ مشائخ کی ذکر کردہ دو حدیثوں کو ہم اپنی کوتاہیِ نگاہ کی وجہ سے نہ پا سکے۔ ٥٨٠

حدیث شریف الولد مرتھن بعقیقۃ کی توضیح وتشریح۔ ٥٩٦

فوائد فقہیہ

خالد نے جب بکر کی خریداری پر اسکو مبارکباد دی تو اگر وہ شفیع ہو تو بھی اس کا حقِ شفعہ باطل ہوگیا۔ ٩٨

بیع یا ہبہ بالعوض کی صورت میں شفعہ لازم ہے۔ ٩٩

شفیع خلیط کی تعریف اور اس کے احکام۔ ١٠٥

حقِ شفعہ میں شریک خلیط پر اور خلیط جار پر مقدم ہے۔ ١٠٧

صرف بیع ہی سے حقِ شفعہ ثابت ہو جاتا ہے قبضہ کی ضرورت نہیں۔ ١١١

احاطہ اور دروازہ واحد ہو تو "دار" واحد کہا جائے گا جو اس کے کسی جزء سے متصل ہو پورے گھر کا شفیع ہوگا۔ ١١٢

ہبہ، صلہ رحمی، میراث اور وصیت کی صورت میں حقِ شفعہ نہیں۔ ١١٦

دیہہ مملوکہ اور غیر مملوکہ کی تفریق۔ ١٢٠

طلبِ مواثبت میں طلبت کہا علمت اور علمت منذ کذا فطلبت کا فرق۔ ١٣٦

باب طلب میں عباراتِ علماء کی مراد کی تعیین۔ ١٣٨

شفعہ میں نہ روپیہ لے جانا ضروری، نہ مشتری سے اس کا ذکر ضروری، خبر سنتے ہی طلبِ مواثبت فی الحال ضروری ہے۔ ١٤٨

شفعہ کھلے کافر کی جائداد میں بھی ہوسکتا ہے ١٦٠

کھڑے ہو کر طلبِ مواثبت کرنا اور طلبِ اشہاد کو جانے کے لئے چھڑی کے بغیر نہ چل سکتا ہو تو چھڑی کے لئے گھر میں جانا تاخیر نہیں ورنہ ضرور تاخیر ہے۔ ١٧٠

مرورِ مدت سے کاشتکار کو استقرار کا حق حاصل نہیں ہوتا، زمین کیسی ہی ہو اور چاہے کتنی ہی مدت کاشت کرے۔ ١٧٩

جس صورت میں زراعت سے زمین کا نفع نقصان کچھ معلوم نہ ہو فقہاء اس کا صریح حکم نہیں لکھتے۔ ١٩٩

تسمیہ شرطِ ذبیحہ ہے اور اس کے ساتھ تکبیر سنت ہے۔ ٢١٨

معین ذابح وہ ہے کہ ذبح کرنے والے کے ساتھ چھری پر ہاتھ رکھ کر چھری پھیرنے میں مدد دے، ان دونوں پر تسمیہ واجب ہے۔ ٢١٨

ذبیحہ کا مدار رگ کٹنے پر ہے، ذبح فوق العقدہ اور تحت العقدہ کا لحاظ نہیں۔ ٢١٩

ذبح فوق العقدہ اور تحت العقدہ میں قولِ فیصل کیا ہے۔ ٢٢٠

Marfat.com

ذبح کا مدار کم سے کم تین رگوں کے کٹنے پر ہے فوق العقدہ اور تحت العقدہ پر نہیں، شامی سے قولِ فیصل کا بیان۔ ۲۲۰
ذابح، معین اور پچھڑنے والے کے فرق کا بیان۔ ۲۲۱
ذبیحہ کے اجزائے ممنوعہ سے "سوال" ۲۳۴
کس کس کا ذبیحہ جائز ہے۔ ۲۴۲
معین ذابح کی تشریح۔ ۲۴۴
خاص ذبح کی مختلف اضافتوں کا حدیث سے ثبوت۔ ۲۷۱
درمختار اور شامی سے ذبح کی جائز اضافتوں کی نصوص۔ ۲۷۲
دیانات اور معاملات میں فرق اور ہندیہ سے اس کی مثال۔ ۲۸۳
وجیز کردری میں رگ کے سلسلہ میں قطع کا لفظ ہے، قطع اور ہے سوراخ کرنا اور ہے۔ ۳۰۰
گھوڑے کا گوشت صاحبین کے نزدیک حلال ہے، اور امام صاحب مکروہ فرماتے ہیں، کراہتِ تحریمی ہے۔ ۳۱۰
ایضاً گھوڑے کے گوشت اور دُودھ کے بارے میں علماء میں سخت اختلاف ہے، گوشت میں احتیاط قولِ امام میں ہے، جس قول میں دُودھ

کو حلال کہا اس میں وجہ فرق یہ ہے کہ گوشت کی حرمت کی وجہ تقلیل آلہ جہاد ہے اور دُودھ میں یہ وجہ نہیں پائی جاتی۔ ۳۱۱
اس شبہہ کا جواب کہ بعض کتابوں میں لفظ یوم کے ساتھ یوکل کا لفظ آیا ہے۔ ۳۱۷
یہ روایتیں قاعدہ کلیہ فقہیہ اور مشاہدات کے معارض نہیں ہوسکتیں۔ ۳۱۷
چمگادڑ کی حلت و حرمت میں ہمارے علماء میں اختلاف ہے۔ ۳۱۸
دانہ خور کوّے کو غراب الزرع کہتے ہیں جو چھوٹا سیاہ اور اس کی چونچ سُرخ ہوتی ہے، اس میں وہ پہاڑی کوّا بھی داخل جو بڑا اور بالکل سیاہ ہوتا ہے۔ ۳۱۹
جمع کر کے کھانیوالے کو عقعق کہتے ہیں، اس میں اختلاف ہے، صحیح یہ کہ مکروہ تنزیہی ہے۔ ۳۲۰
خرگوش کے بچہ ہی ہوتا ہے، وہ حلال ہے کُھر والا خرگوش دنیا کے پردے پر نہیں۔ ۳۲۲
غیر مسلم کے ہاتھ کی پکڑی ہوئی مچھلی جائز ہے کہ مچھلی میں ذبح شرط نہیں۔ ۳۲۳
مصنف کی تحقیق کہ جریث اور مارماہی دو علٰحدہ علٰحدہ مچھلیاں ہیں۔ ۳۲۵
ذبح کی حکمت دمِ مسفوح کا نکالنا ہے، ٹڈی اور مچھلی میں دمِ مسفوح نہیں ہوتا لہذا

ذبح نہیں۔ ۳۴۴

ہمارے نزدیک یہی دو جانور بے ذبح جائز، شوافع کے نزدیک باقی دریائی جانور بھی، تو وہ سب کو بے ذبح کھاتے ہیں۔ ۳۴۴

مصنف کی تحقیق کہ ہمارے یہاں مچھلی کے علاوہ سب حرام ہیں۔ تو جن کے یہاں جھینگا مچھلی ہے حرام نہیں۔ اور جن کے وہاں مچھلی نہیں حرام ہے۔ ۳۳۶

بضرورت شکار ہونے کی علامتوں کا بیان۔ ۳۴۲

بندوق کی گولی تیر کے حکم میں نہیں۔ اس کا مارا ہوا شکار حرام ہے۔ ۳۴۳

ذبح میں آلہ کا جارح ہونا شرط ہے۔ گولی ایسی نہیں ہوتی۔ ۳۴۳

شامی کی تشریح کہ اس میں خرق و قطع نہیں ہوتا۔ ۳۴۳

اگر بالفرض کوئی گولی ایسی بنائی جائے جس میں دھار ہو تب بھی یہ یقین نہیں کہ جانور دھار سے ہی قطع ہوا۔ ۳۴۳

حیات کی علامتوں کا بیان ۳۴۵

معلم کتے کا بیان ۳۴۹

شکاری کتے کے شکار کے حلال ہونے کی کل چودہ ۱۴ شرطیں ہیں۔ ۳۴۹

شکار میں ہنوز مذبوح سے زیادہ زندگی باقی ہے تو ذبح ضروری ہے۔ ۳۵۱

واقف لگنے سے شکار کے ناپاک ہونے کا خیال

غلط ہے۔ ۳۵۱

دربارہ عید اضحیٰ علامہ شامی اختلاف مطالع کا اعتبار کرتے ہیں۔ ۳۵۸

ہدایہ سے ضرورت اصلیہ کی توضیح۔ ۳۶۳

وجوب قربانی کے لئے مقدار نصاب چاندی یا سونا یا دیگر مال اسی قیمت کا ہونا ضروری ہے یا نہیں۔ ۳۶۹

مالک نصاب ہونے کے لئے حاجت اصلیہ کے علاوہ چھپن ۵۶ روپے کے مال کا مالک ہونا ضروری ہے۔ ۳۷۰

کاشتکار کے ہل، بیل حاجت اصلیہ میں ہیں۔ ۳۷۰

قربانی کس کس پر واجب یا فرض ہے ۳۷۱

یہ مسئلہ اتفاقی ہے کہ غنم قربانی کا جانور ہے۔ ۳۹۷

بھیڑ کا غنم کی نوع ہونا بھی طے شدہ امر ہے۔ ۳۹۷

یہ بات ہی سرے سے غلط ہے کہ قربانی میں بھینس کو گائے کے ساتھ لاحق کیا گیا ہے اور بھیڑ کو بکری کے ساتھ لاحق نہیں کر سکتے۔ ۴۰۰

وحشی جانور کی قربانی جائز نہیں۔ ۴۰۱

بھینس کی قربانی خلاف قیاس جائز ہے۔ ۴۰۳

جب غنم کی دو ہی قسمیں ہیں تو حز (بز) بکری

Marfat.com

لامحالہ (ضان) دنبہ میں داخل ہے۔ ۴۰۸
اس جانور کا انعام میں ہونا متفق علیہ ہے
اور انعام صرف چار ہی ہیں۔ ۴۰۸

شہر کی صحیح تعریف اور اس امر کا بیان کہ
شہر کے علاوہ مقامات پر صبح سے قربانی
جائز ہے۔ ۴۵۲

شرقاء، خرقاء، مقابلہ، مدابرہ سے
حدیث کی ممانعت نہی تنزیہی پر محمول ہے۔ ۴۵۹

قربانی کی کھال میں صدقہ کرنے کے حکم کا
مطلب تملیک نہیں بلکہ ہر مصرف خیر میں صرف
کرنا ہے۔ ۴۷۰

قربانی کی کھال کے احکام۔ ۴۹۱

چرم قربانی میں مطلقاً تقرب مقصود ہے،
خاص تملیک فقیر ضروری نہیں۔ ۵۱۰

اراقۂ دم کے بعد قربانی سے ہر قسم کا
انتفاع جائز ہے۔ ۵۱۲

قربانی ہلاک ہونے والی چیز سے بدلنا مطلقاً
تمول ہے۔ ۵۱۲

دراہم بھی تو خرچ ہونے والے ہیں، ان سے
خیرات کی نیت سے چرم قربانی کو بدلنا
جائز ہے تمول نہیں۔ ۵۱۳

چرم قربانی اپنے لئے بیچے تب بھی تمول ہے،
اور خبث ہے، اور اس کا صدقہ واجب ہے ۵۱۳

تمول کے طور پر حاصل کی رقم کا تصدق ازالہ
خبث کے لئے واجب ہے، حصولِ ثواب
کے لئے نہیں۔ ۵۱۳

کسی نے ایسے صدقہ سے امیدِ ثواب کی
تو ڈبل گناہ ہوا۔ ۵۱۳

خلاصہ یہ کہ جس طرح تصدق کی نیت سے
چرم قربانی فروخت کرنا جائز، اسی طرح دیگر
امورِ خیر کی نیت سے بھی۔ ۵۱۴

قربانی میں مصرف کی تین جہتیں ہیں: کھانا،
جمع کرنا، کارِ ثواب کرنا۔ ۵۱۵

صدقہ کے اطلاقات کا بیان۔ ۵۴۳

مصنف کی تحقیق کہ قربانی میں تین جہتیں
بیان کی گئیں: اکل، ادخار اور تصدق۔
اسی کو کہیں "ایتجروا" کے لفظ سے تعبیر کیا اور
کہیں "اطعموا" کے لفظ سے تعبیر کیا، تو
تصدق کے ایسے ہی معنی مراد لینے ہونگے جو
ان سب کو عام ہو، اور وہ صدقہ غیر واجبہ
غیر ضروری التملیک ہی ہوں گے اور تملیک
ضروری نہ ہوگی تو مسجد اور مدرسہ میں صرف
ہوسکیں گے۔ ۵۵۵

عمدۃ الرعایہ میں ذکر کی ہوئی خطام کی تعریف
کلماتِ اہلِ فن کے مطابق نہیں۔ ۵۶۷

اصل بحث خطام جس کا ذکر ہوا حج کی ہدی
میں ہے قربانی کے اونٹوں میں نہیں۔ ۵۷۱

قربانی اور ہدی میں فرق ہے، یہ خاص چرم

Marfat.com

میں ہو گی، اور قربانی ہر جگہ ہو سکتی ہے، اصل مقصود اراقۃ الدم میں دونوں برابر ہیں۔ ۵۷۱

ہدایہ و بدایہ وغیرہ میں قربانی کے گوشت اور کھال کے بارے میں حدیث ہدی سے استدلال ہوا، جھول اور رسیوں کے بارے میں نہیں۔ ۵۷۱

ہدی کے مذکورہ جھول اور عام جانوروں کی جھول میں فرق تھا، وہ صرف ہدی کے اونٹوں کے لئے بنتیں، اور روانگیِ حرم کے وقت ان پر ڈالی جاتیں۔ ۵۷۱

اس کام کے لئے ان کا بنانا سنت اور تقلید و اشعار کی طرح یہ بھی شعائر اللہ کی علامت ہے ہدی کے جانوروں کی مذکورہ نکیل بھی قربانی کی رسیوں کی طرح نہیں کہ وہ حرم تک لے جاتی ہیں۔ ۵۷۸

دوسرا فرق یہ ہے کہ ہدی نحر ہوتا ہے تو مہار اور جھل وقتِ قربانی بھی اس کے بدن پر رہتی ہیں اور قربانی کی رسی گلے سے کھول کر ذبح کرتے ہیں تو دونوں میں فرق ہونا چاہیے۔ ۵۷۸

جو لڑکے سات دن سے قبل مر گئے ان کا عقیقہ نہیں، مگر ان کی شفاعت ہے۔ البتہ جو سات دن کے بعد مرے اور باوجود استطاعت ان کا عقیقہ نہیں کیا تو ان کی شفاعت والدین کو نہیں ملے گی۔ ۵۹۲

عقائد و کلام

بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانور کے متعلق "سوال"۔ ۲۶۰

بحیرہ اور سائبہ کا بیان ۲۶۰

قرآن عظیم میں ایسے جانوروں کو حرام قرار دینا کافروں کا کام بتایا اور اس کو رد فرمایا۔ ۲۶۰

اس کو ما اھل بہ لغیر اللہ سے کوئی علاقہ نہیں، نہ بتوں کے تھان کی مٹھائی اس میں داخل۔ ۲۶۱

ذبح کے وقت جس جانور پر غیر خدا کا نام لیا جائے وہ ما اھل بہ لغیر اللہ ہے۔ ۲۶۱

کافر بتوں کے نام کے اور مسلمان اللہ کا نام لے کر ذبح کرے تو جانور حلال ہے۔ ۲۶۱

شیخ سدو ایک روح خبیث ہے۔ ۲۶۵

شیخ سدو کے نام سے مرغ ذبح کرنے اور موقعہ پر میلا دپڑھوانے اور کھانا کھلانے کا "سوال"۔ ۲۶۵

ما اھل بہ لغیر اللہ اور ذبح اولیاء وغیرہ کی تفصیل و تشریح۔ ۲۶۶

ذبح کرنے والے کی نیت اگر شیخ سدو کی عبادت ہو تو ذبیحہ مردار ہو جائے گا اور عبادت کی نیت نہ کی اور ذبح اللہ کے نام سے کیا تو ذبیحہ حلال ہوا۔ ۲۶۷

اضافت کا مطلب عبادت نہیں، اس لئے اس کا یہ مطلب نکالنا صحیح نہیں کہ ان جانوروں سے ان بزرگوں کی عبادت کی جائیگی۔ ۲۷۱

Marfat.com

جو لوگ اضافت کی بنیاد پر ان کو حرام بتاتے ہیں شریعت پر جرأت کرتے ہیں۔ ۲۷۱

شامی اور قاضیخان سے بسم اللہ، بنام خدا، بنام محمد کا جزئیہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام تعظیماً لیا ہو تو کوئی حرج نہیں، اور اللہ کے ساتھ شرکت مراد لی ہو تو ذبیحہ حرام ہے۔ ۲۷۵

شامی اور درمختار سے بنام خدا و بنام محمد کا جزئیہ اور عدم کفر کا فتویٰ۔ ۲۷۶

بزرگوں کے نام کے جانور سے "سوال و جواب" ۲۹۶

شارب خمر ضرور معذب ہے، لیکن مسلمان ہے تو دائمی نہیں، ایسا شخص زیر مشیت الٰہی ہے اور انجام بلاشبہہ مغفرت ہے۔ ۳۰۷

احکام مسجد

سوکھی مچھلی اور سوکھے گوشت میں پکانے کے بعد بو ہو تو اس کا کھانا مکروہ، لطافت طبع اور نظافت اسلام کے خلاف، ایسے آدمی کا بو کی حالت میں مسجد میں جانا منع، اور اگر جسم کو ضرر دے تو اس کا کھانا حرام۔ ۳۳۴

چرم قربانی کی رقم براہ راست مسجد میں صرف ہوسکتی ہے تملیک فقیر ضروری نہیں ہے۔ ۵۰۲

جس چرم کو اپنے مصرف کے لئے بیچا اس کا تصدق ضروری ہے وہ مسجد میں نہیں لگ سکتی۔ ۵۰۲

امامت

جو شخص گوشت اجرت میں لینے کی عادت بنالے فاسق معلن ہے اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ ۳۰۷

جنائز

فاسق کا ذبیحہ جائز، نماز جنازہ اس کی واجب، اور اس کی دعوت قبول کرنے اور نہ کرنے میں سلف صالحین کے اندر اختلاف ہے۔ ۲۵۳

روزہ

بے دستہ کی چھری سے ذبیحہ اور گرم مقامات پر گرمی میں روزہ سے "سوال" ۲۲۷

مقیم غیر مسافر کو ایسا کام کرنا حرام ہے جس سے روزہ رکھنے میں بیمار پڑجائے۔ ۲۲۸

اگر ایسے کام کے ترک پر قدرت نہ ہو، روزہ رکھنا ممکن نہ ہو تو قضاء رکھے۔ ۲۲۸

بقرعید کے دن اور اس کے بعد تین دن کا روزہ حرام ہے۔ ۴۴۴

پہلی سے نویں ذوالحجہ کے روزے افضل ہیں ۴۴۴

سب نفلی روزوں میں عرفہ کا روزہ افضل ہے۔ ۴۴۴

قربانی کرنیوالا قربانی سے قبل کچھ نہ کھائے۔ ۴۴۴

Marfat.com

قربانی کے گوشت میں سے پہلے کھائے، مگر
یہ روزہ نہیں۔ ۴۴۴

زکوٰۃ

جس شخص کے پاس پچاس روپیہ کا طلائی اور بیس روپیہ کا نقرئی زیور ہے، دونوں ملا کر وہ نصاب ہے زکوٰۃ، فطرہ، قربانی سب اس پر واجب ہے۔ ۳۶۷

جس کا قرض اس کے مال کو محیط ہو اس پر زکوٰۃ فطرہ اور قربانی کچھ نہیں۔ ۳۶۷

نابالغ مالکِ نصاب پر نہ خود زکوٰۃ و قربانی نہ اس کی طرف سے اولیاء پر۔ ۳۶۹

قرض مردہ والے پر بھی زکوٰۃ و قربانی نہیں۔ ۳۶۹

زکوٰۃ اور صدقۂ فطر میں اباحت کافی نہیں تملیک ضروری ہے۔ ۵۴۲

صدقہ و خیرات

صدقہ کا جانور بلا ذبح مصرف کو دینے کا سوال۔ ۳۰۵

صدقہ واجبہ ہو اور وجوب خاص ذبح کا تو بے ذبح ادا نہ ہوگا، ہاں ذبح کا وقت نکل گیا ہو تو زندہ ہی صدقہ کیا جائے۔ ۳۰۶

اور مطلقاً نسبت کا خیال ہو تو کھونٹا بھی صدقہ کرنا چاہئے جس سے قربانی کا جانور بندھا تھا ۵۷۸

فتح الباری وغیرہ سے تصدق جُہل کی وجہ کا بیان۔ ۵۷۸

خلاصہ: آدمی اپنا سارا گھر ہی صدقہ کر دے تو اور بات ہے، لیکن حدیث و فقہ سے رسّی کے تصدق کا حکم ثابت نہیں۔ ۵۷۹

ایصالِ ثواب

نفلی قربانی کا بھی یہی حکم ہے کہ ایک چند کی طرف سے نہیں ہو سکتی البتہ کرنے والا اس کا ثواب جس کو چاہے پہنچا سکتا ہے۔ ۳۶۹

قربانی اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، اس کا ثواب جتنوں کو پہنچایا سب کو پہنچے گا، اور ان سب نے اگر اس کی وصیت کی ہو تو سب کی طرف سے ان کے مال سے جدا جدا کی جائے۔ ۵۷۴

چرمِ قربانی کی رقم کا کھانا پکوا کر محرم میں بھوکوں کو کھلانا بہت خوب اور کارِ ثواب ہے، اور امامین کریمین کو اس کا ایصال ثواب بھی ہو سکتا ہے، یہ ان کی نذر ہے۔ ۵۰۴

نذر

مالدار پر ایک قربانی خود واجب کی، اور

Marfat.com

قربانی کی منت مانے گا تو دوسری بھی اس پر
واجب ہوگی البتہ اس پر خریداری کی وجہ سے
واجب نہ ہوگی۔ ۴۵۱

نکاح

پر بلا ثبوت زنا کا حکم لگانا حرام ہے
بلکہ میاں بیوی کی طرح رہتے ہوں تو ان کے
میاں بیوی ہونے کی گواہی دی جا سکتی ہے
اور زانی کا ذبیحہ بھی حلال ہے۔ ۲۵۲

کفارہ

مسئلہ کفارۂ صوم سے دلیل تنویری ۴۱۶

نفقہ

مدعی کو خرچہ دلانا حکم شرع کے خلاف ہے ۱۸۹

سیر

بوہرہ اگر صرف بدعتی ہو اس کا ذبیحہ حلال ہے،
اور مرتد ہو تو نہیں۔ ۲۴۳
آجکل کے نصاریٰ کے بارے میں علماء میں
اختلاف ہے۔ ۲۴۳
اکثر مشائخ اس کو حرام فرماتے ہیں۔ ۲۴۳
اسی پر فتویٰ اور اسی کو ظاہر الروایۃ بتایا گیا ۲۴۳
آج کل کے نصاریٰ گلا گھونٹ کر بھی مار ڈالتے
ہیں اور گلے میں چھری پیوست کر کے بھی۔ ۲۴۴

آج کل کے شیعہ تبرائی کافر و مرتد ہیں۔ ۲۴۴
روافض زمانہ کے کچھ عقائد کا بیان۔ ۲۴۴
روافض کا ذبیحہ مردار و حرام ہے۔ ۲۴۶
مرتدین وقت میں سے نیچری اور وہابیہ کے
عقائد و احکام کا ذکر۔ ۲۴۶
ان کے ذبیحہ کے حرام ہونے کا بیان اور
دیگر احکام۔ ۲۴۶
ان سے کم درجہ کے گمراہوں کا ذکر اور
ان کا حکم۔ ۲۴۶
آج کل کے یہود و نصاریٰ کے ذبیحہ کا "سوال" ۲۴۶
یہود و نصاریٰ الوہیت مسیح و عزیر کے
قائل ہیں، ان کا ذبیحہ حرام، اسی پر فتویٰ،
اور یہی ظاہر الروایت میں بتایا گیا۔ ۲۴۶
قادیانی اور وہابی کے ذبیحہ کا "سوال و جواب" ۲۴۹
دیوبندی کے بھیجے ہوئے گوشت سے "سوال
و جواب" ۲۴۹

Marfat.com

گائے کا گوشت سرکار نے کھایا۔ ۴۲۱

غیر مسلموں کی خوشنودی کے لئے گائے کی قربانی موقوف کرنا کیسا ہے۔ ۴۷۱

قربانی صاحبِ نصاب پر واجب ہے، اور کسی کی خوشنودی کے لئے بند کرنا حرام ہے۔ ۴۷۱

قربانی کے ایام کی تخفیف پر حکام کے سامنے اظہار رضامندی کا "سوال" ۴۷۷

غیر مقلدین کا حکم، ان کے بعض مسائل کا بیان، اور خوشنودی کفار کے لئے ایامِ قربانی میں تخفیف پر ان کی ملامت۔ ۴۷۸

شرکت

سیلِ ماء کے اشتراک سے شریک خلیط نہ ہوگا بلکہ صرف جار قرار دیا جائے گا۔ ۱۰۹

ہر فریق و شریک برابر کا حق شفعہ رکھتا ہے، حصہ شرکت کی کمی بیشی کا اس حق پر اثر نہیں۔ ۱۲۰

چند شرکاء حق میں اگر جار ملاصق بھی ہے تو اسے ان باقیوں پر کوئی فضیلت نہیں۔ ۱۴۶

مشترکہ گاؤں میں بے اذنِ شرکاء کسی ایک شریک کے کاشت کرنے کا "سوال"۔ ۱۹۷

اگر شرکت کی وہ تجارت بروجہ شرعی ہو تو شرکت جائز، خریدے ہوئے حصوں کی فروخت البتہ ناجائز ہے۔ ۴۲۳

مالِ شرکت سے شرکاء کی اجازت سے قربانی کرنے سے "سوال"۔ ۴۷۲

مسئلہ شرکت کی تفصیل اور اسکی پانچوں قسموں کا بیان۔ ۴۷۳

ہر صورت کی علیحدہ علیحدہ تفصیل، سب کا حکم اور کتبِ فقہ سے ہر مسئلہ کا جزئیہ۔ ۴۷۳

دو گائیں مشترکہ خریدی گئیں اور چار حصے کئے گئے دونوں کی الگ الگ شرکت نہ کی گئی تو دونوں مشتریوں کی رضا سے اس میں کچھ حرج نہیں۔ ۴۴۸

ہبہ

اگر مکان کو ہبہ بشرط العوض کیا ہو تو قبضہ کے بغیر شفعہ لاگو نہ ہوگا۔ ۹۹

مجرد ہبہ میں شفعہ نہیں ہوسکتا۔ ۹۹

ہبہ مشروط بالعوض ابتداءً ہبہ بعد قبضہ بیع ہے ۹۹

کافر نے چھوڑے ہوئے جانور کو ارادۃً بدل کر کسی کو ہبہ کر دیا تو ایسا جانور موہوب لہ کیلئے جائز، اسے ما اھل بہ لغیر اللہ سے کچھ علاقہ نہیں۔ ۲۹۳

وکالت

وکیل بالشراء شفیع ہوسکتا ہے۔ ۱۱۳

دوسرے کی طرف سے قربانی کرنے کا "سوال" جس کی طرف سے قربانی ہو اس کی اجازت ضروری ہے خواہ صریحی ہو یا عرفی۔ ۴۵۳

عرفی اجازت کی مختلف صورتوں کا بیان

Marfat.com

اور اس مسئلہ پر درمختار کی عبارت۔ ۴۵۳

اجارہ

اجارہ کی مدت تمام ہونے کے بعد زمیندار زمین خالی کرا سکتا ہے۔ اور اس میں مکان بنایا یا درخت لگایا ہو تو زمین خالی کرے، درخت کاٹ لے اور ملبہ لے جائے۔ ۱۸۳

درخت کٹنے اور مکان اکھاڑنے میں زمین کا زیادہ نقصان ہو تو کٹے ہوئے درخت اور اجڑے ہوئے ملبہ کی قیمت اور کٹائی اور گھر کھدائی کی مزدوری مہیا کرنے کے بعد ادا کر کے وہ درخت اور ملبہ زمیندار خود لے لے۔ ۱۸۳

سال بسال کا پٹہ ہونا تو ہر سال کے ختم پر زمیندار کو علیحدہ کرنے کا حق ہے۔ ۱۸۳

اس امر کی تفصیل کہ ارض مملوکہ میں غرس و بنا پر کب مالک قیمت دے گا اور کب اجیر زمین کی قیمت دے گا اور مصنف کی ترجیح۔ ۱۸۵

منتقلی زمین کے وقت زمیندار کے نذرانہ لینے کا "سوال" ۲۰۲

ایک کاشتکار کا دوسرے کاشتکار کے ہاتھ زمین بیچنا ناجائز ہے اور زمیندار کا نذرانہ اگر دوسرے کاشتکار سے سال رواں کی اجرت میں اضافہ کے طور پر لیا جانا تو جائز ہوتا، دوسرے کو پہلے کی جگہ قائم کرنے کی رشوت کے طور پر لیا جاتا ہے
اس لئے ناجائز ہے۔ ۲۰۳

صورت بالا میں جب کاشتکار اول دوسرے کے لئے دستبردار ہو چکا اور زمیندار نے دوسرے کو قبول کر لیا، تو اب یہی مستاجر ہو گیا، اور خراج جو زمیندار آئندہ لے گا اس کو ادا کرنا ہوگا ۲۰۳

دوامی پٹہ کوئی عقد لازم نہیں، سال تمام پر عقد ختم ہو جاتا ہے۔ ۲۰۵

عدم ادائیگی کی صورت میں لگان میں سال بسال اضافہ کی شرط ناجائز اور اس کی وجہ سے اجارہ فاسد ہے۔ ۲۰۹

پندرہ بیگھہ اراضی ہزار روپیہ پر پانچ سال تک اجارہ دینے اور زر اجارہ پیشگی وصول کرنے کا "سوال وجواب"۔ ۲۰۹

خانیہ، شامی اور بزازیہ سے مسئلہ کا جزئیہ اور اس امر کی تصریح کہ قربانی کا کوئی حصہ قصاب کی اجرت میں نہ دے۔ ۲۵۵

ذابح بقر اور قاطع شجر اور شارب خمر اور ذبح کی اجرت اور چڑھاوے کا جانور ذبح کرنے والے کے بارے میں "سوال" ۲۰۶

ذبح اور قطع کی اجرت جائز ہے، پیسوں سے اجرت مقرر کرنا جائز، اسی جانور بلکہ دوسرے جانور کے گوشت سے اجرت مقرر کرنا منع ہے ۲۰۷

سقے، حجام اور قصاب کا قربانی میں کوئی حق نہیں، یوں دے سکتے ہیں، اجرت میں دیا تو حرام ہوا۔ ۴۴۹

Marfat.com

قربانی کی کھال کی قیمت تنخواہِ مدرسین میں دینے کا "سوال وجواب" ٤٩٦

چرمِ قربانی کی رقم تنخواہِ مدرسین میں دینے پر اعتراض کہ وہ اپنی اُجرت میں دیتا ہے جو زکوٰۃ سے ادا نہیں کی جاسکتی۔ ١٩٧

اجرت میں کھال دینا جائز نہیں۔ ٥٦٠

گوشت بنانے کی اُجرت چرمِ عقیقہ کے دام میں مجرا کرسکتا ہے۔ ٥٨٦

غصب

خلاصہ حکم دیہات مملوکہ کی زمین میں کاشتکار کو کوئی حق موروثی نہیں اور اس پر جبراً قابض رہنا ضرور ظلم ہے۔ ١٨٩

اگر شرکا۔ کے رد یا اذن کے بغیر از خود کاشت کرلی تو اگر زمین کو نقصان پہنچانا غاصب ہے اس صورت میں نہ زمین کے نقصان کا تاوان نہ لگان، کچھ نہیں۔ ١٩٨

غصب کا جانور ذبح سے حلال ہوگا مگر ملکِ غیر میں تصرف کرنے کی وجہ سے ذابح گنہگار ہوا۔ ٢٩٠

مغصوب میں تصرف کے بعد اس کا لوٹانا ناممکن ہو مالک صرف تاوان لے سکتا ہے۔ ٢٩١

دوسرے کا جانور اپنے تصرف میں رکھنا غصب ہے، اس کو بیٹی کی گائے سے بدلنا حرام، اور بدلے ہوئے جانور کی قربانی حرام، اس کا ذبح کرنا حرام، البتہ لڑکی اپنے جانور کا معاوضہ اگر باپ سے لے لے تو باپ کی طرف سے قربانی ادا ہوجائے گی۔ ٤٤٦

بیوع

ہبہ بالعوض ابتداءً اور انتہاءً ہر طرح بیع ہے۔ ٩٩

کچہریوں کی طرف سے جبراً نیلام کی ہوئی جائداد کی بیع شرعاً بیع فضولی ہے اگر مالک بے اجازت مرگیا تو بیع باطل، ایسی صورت میں حقِ شفعہ ثابت نہیں۔ ١١٥

بیع کے بعد مبیع بائع کی ملک سے نکل کر مشتری کی ملک میں داخل ہوجاتی ہے۔ ١٢٢

جار ملاصق کے بجائے جار بعید کے ہاتھ بیع اور تبادلہ کا "سوال" ١٢٤

جار ملاصق کو حق شفعہ پہنچتا ہے، جار بعید کے ساتھ بیع کرے یا تبادلہ کہ اعتبار معانی کا ہے۔ ١٢٤

مال کا مال سے بدلنا معنًی بیع ہے۔ ١٢٤

غیر مسلموں سے گوشت خریدنے کا "سوال" ٢٨٠

ایضاً مسئلہ شراء اللحم من الکافر۔ ٢٨٨

قابلِ نفرت لوگوں سے حلال طریقہ پر بھی گوشت خریدنا نہیں چاہیے۔ ٢٨٩

Marfat.com

مشتری کے پاس باندی اندھی ہوگئی تو اس کے بلا اظہار عیب مرابحہ بیع جائز ہونے سے استشہاد۔ ۴۲۸

بیع عقد سے تمام ہوگئی اور خریدار مبیع کا مالک ہوگیا۔ ۴۵۰

ادائے ثمن حصول ملک کے لئے شرط نہیں۔ ۴۵۰

کانجی ہاؤس کی راس خریدنا جائز نہیں، اس کی قربانی بھی ناجائز ہے۔ ۴۷۷

کانجی ہاؤس کی نیلامی بیع فضولی ہے جو مالک کی اجازت پر موقوف رہتی ہے۔ ۴۷۷

کچہری کے نیلام کا بھی یہی حکم ہے جبکہ مطالبہ کے برابر نیلام ہوا، اگر زائد پر نیلام ہوا اور زائد مالک کو دیا اور اس نے لے لیا تو اجازت ہوگئی اور خریدار جانور کا مالک ہوگیا اور قربانی جائز ہوگی۔ ۴۷۷

چرم قربانی میں وہ بیع ممنوع نہیں جس کا مقصود تمول ہو۔ ۵۱۰

امور خیر کے لئے بیع تمول کے لئے بیع نہیں لہذا جائز ہونا چاہئے۔ ۵۱۱

ایک دوسری تقریر، لفظ بیع کا صحیح اطلاق بیع بالدراہم پر ہے کیونکہ عین سے بیع میں دونوں ہی مبیع ہو سکتے ہیں۔ ۵۲۷

نیز بیع مبادلۃ المال ہے، مال جبھی ہوگا کہ اپنے لئے ہو، اس طرح بھی ایسی بیع ممنوع ہوئی جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ ۵۲۰

بقیہ مستہلک سے بیع کو علماء نے بالدرم قیاس کرنے سے منع کیا۔ ۵۲۸

سُود

اپنی رعایا کو سال بھر کا بلا سودی قرض اس طور پر دینا کہ سال بھر کے لگان میں تم کو اتنا زائد دینا ہوگا، یا قرضدار سے پچھلا بقایا وصول کرکے یہ کہنا کہ مزید اتنا سلم کے دے اور زائد رقم حساب فہمی کے وقت حساب میں دکھائی جاسکتی ہے یا نہیں۔ ۲۰۶

یہاں کے غیر مسلموں کو اس شرط پر قرض دینا جائز ہے اور مسلمانوں کو ناجائز۔ ۲۰۷

یہاں کے غیر مسلموں سے اگر معاہدہ کاشتکاری کے وقت ہی اس طرح معاملہ کیا جائے کہ سال بسال اتنی لگان اور اگر کسی سال باقی پڑ گئی تو اس سال کی اتنی زائد تو جائز ہے اور معاہدہ کے بعد اضافہ کیا تو حرام۔ ۲۰۸

ہاں باقی وصول کرنے کے بعد تاخیر کے حرجانہ کے طور پر غیر مسلموں سے کچھ وصول کرلے تو جائز ہے چاہے نام اس کا بیع سلم ہی رکھے۔ ۲۰۸

Marfat.com

مدرسہ دینیہ کی عمارت میں صرف کرنا جائز۔ ۴۹۶

سود حرام ہے ۴۹۶

وقف

جو عمارت مدرسہ پر وقف کی اس کا کرایہ تعلیم میں صرف کر سکتے ہیں۔ ۴۹۶

چرم قربانی کی رقم سے دینی کتابیں خرید کر کتب خانہ میں رکھنے کا "سوال وجواب"۔ ۵۰۳

صلح

گوشت کی خریداری میں غلط قسم کی شرط پر صلح ناجائز ہے۔ ۲۸۳

کسب

قصاب کا پیشہ جائز ہے۔ ۲۵۴

لگان

اضافہ لگان پر کاشتکار خموش ہے اور زمین چھوڑ دے تو شرعاً وہی لگان اس پر لازم ہے۔ ۱۸۹

خود ہی لگان کی شرح بڑھ گئی ہو اور انکار کے باوجود کاشتکار کاشت کرتا رہا تو بڑھی ہوئی لگان اس پر لازم ہے۔ ۱۹۰

اس اضافہ شدہ لگان کے مقدمہ کے خرچہ کے نام سے جو ملے لے سکتا ہے۔ ۱۹۱

اس کا قاعدہ کلیہ کہ کب خرچہ کے نام سے لے سکتا ہے اور کب نہیں۔ ۱۹۲

باجازت دیگر شرکا، کاشت جائز ہے اور جب تک یہ تصریح نہ ہو کہ لگان نہ لیا جائے گا شرکا کے حصہ کا بھی لگان دینا واجب ہے۔ ۱۹۷

شہادت

شفیع نے تصریح کر دی کہ طلب اشہاد کے وقت ہی مجھے علم ہوا اور اسی وقت طلب کی تو شفیع کو طلب مواثبت کے لئے جداگانہ گواہی کی ضرورت نہیں، اس کا قول ہی حلف کے ساتھ معتبر ہوگا۔ ۱۳۰

اس صورت میں مشتری حصول علم فی الماضی کا مدعی ہے اور شفیع منکر، تو گواہی مشتری کے ذمہ ہے۔ ۱۳۰

جہاں شفیع طلب مواثبت کا زمانہ طلب اشہاد سے پہلے بتا چکا ہو وہاں گواہی ضروری ہے۔ ۱۲۶

مشتریہ دار مشفوع بہا کہ منکر ملکیت، اور تسلیم شفعہ کی مدعی ہے، دونوں نے گواہ پیش کئے، شرعی حکم کیا ہوگا۔ ۱۴۹

دار مشفوع بہا کی ملکیت کے گواہوں نے اگر گواہی اس طرح نہ دی ہو کہ دار مشفوع بہا پر ملکیت بیع سے پہلے اور مستمر الی الآن ہے، تو یہ گواہی نامقبول اور شفعہ ساقط ہے۔ ۱۴۹

تسلیم شفعہ کے گواہوں کے الفاظ صحیح ہیں، اگر عادل ہوں تو تسلیم شفعہ ثابت اور شفعہ ساقط، اس کے مقابلہ میں عدم تسلیم شفعہ کے گواہ نامقبول کہ وہ عدم کے گواہ ہیں۔ ۱۵۰

شفیع کے گواہوں پر تنقید۔ ۱۵۴

Marfat.com

قضاء والدعویٰ

بیع کے پہلے خریدنے سے انکار کیا اور بعد
میں دعویٰ شفعہ کیا دعویٰ صحیح ہے۔ ۱۱۳
شرکاء میں سے ایک نے دعویٰ شفعہ کیا اور
دوسروں نے مزاحمت نہ کی تو پوری جائداد اسی
شریک کو دلادی جائے اور مزاحمت کی صورت
میں جائداد کی سب میں تقسیم ہوگی۔ ۱۲۰
شرکت خواہ کتنی ہی ہو کل مبیعہ کے حق شفعہ کا
دعویٰ ضروری ہے ورنہ دعویٰ ساقط ہوجائے گا۔
طلب اشہاد بینہ عادلہ سے ہوچکی ہو تو طلب مواثبہ
کی تین صورتیں ہیں :
(۱) اگر شفیع طلب مواثبت کا وقت طلب اشہاد
سے پہلے بتائے تو اس کا ثبوت بے بینہ نہ ہوگا۔ ۱۲۶
جو اصل کے خلاف دعویٰ کرے دلیل سے دعوی
ثابت کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔ ۱۲۷
جس چیز کے استیناف کا فی الحال مالک نہ ہو
گزرے زمانہ میں اس کا دعویٰ کرے تو
بے بینہ مقبول نہیں۔ ۱۲۷
عبارت علماء میں جہاں جہاں یہ تصریحات ہیں
کہ طلب مواثبت بے بینہ کے ثابت نہیں اس
کا مطلب یہی صورت ہے۔ ۱۲۷
طلب اشہاد بینہ سے ثابت نہ ہو، یا ثابت ہو
اور شفیع طلب مواثبت کا زمانہ مقدم میں
دعویٰ کرتا ہو، ان دونوں صورتوں میں شفیع
چاہے تو مشتری سے حلف لے لے کہ واللہ مجھے
معلوم نہیں کہ مدعی نے طلب مواثبت کی ہے۔ ۱۲۸
نہ تو مطلقاً اضافت طلب بزمان ماضی شفیع
کو مدعی کردے گی، نہ صرف اتنا کہنا کافی
کہ میں نے بمجرد علم طلب کی۔ ۱۳۵
شفیع کے گواہوں کی ضرورت ہے جو یہ ثابت
کریں کہ بیع کے قبل سے اب تک دار مشفوع بہا
شفیع کی ملک ہیں، یہ نہ ہو تو مدعی علیہا کی قسم
وہ قسم سے انکار کرے تو شفعہ ثابت۔ ۱۵۲
قاضی کو ولایت عامہ حاصل ہے۔ ۱۸۶

حظر و اباحت

ایسے نام سے جس میں بدنامی ہونے کہ شریعت
میں برے کام اور برے نام دونوں سے
بچنے کا حکم ہے۔ ۱۹۳
جھوٹ بولنا حرام ہے۔ ۱۹۶
اپنا حق وصول کرنے اور اپنے سے ظلم دفع
کرنے کے لئے پہلودار بات کہہ سکتے ہیں جبکہ
صدق میں مفر نہ ہو۔ ۱۹۶
صدق کا مفسدہ کذب سے بڑھ جائے تو
مجبوراً کذب کی بھی اجازت ہے۔ ۱۹۷
مقررہ مالگزاری کا ادا نہ کرنا ظلم و گناہ ہے۔ ۲۰۶
رات کا ذبیحہ مکروہ تنزیہی ہے، اور ضرورت
کے وقت کوئی کراہت نہیں۔ ۲۱۳
کراہت بھی اس فعل میں ہے، صحیح ذبح

Marfat.com

ہو جائے تو ذبیحہ میں کوئی کراہت نہیں۔ ۲۱۳
ذبح کرنے والے اور ذبیحہ دونوں کو قبلہ رُو ہونا سنّت ہے۔ ۲۱۶
درانتی سے ذبح کرنا ایسا ہی مکروہ ہے جیسا کُند چھری سے۔ ۲۲۵
ضرورت کے وقت اس سے بھی ذبح جائز ہے ۲۲۵
ٹھنڈا ہونے سے پہلے سر علٰحدہ کرنا اور کھال اتارنا تعذیب بلا فائدہ ہے۔ ۲۲۵
کھانا ایسے ذبیحہ کا بہرحال حلال ہے۔ ۲۲۵
ذبیحہ کے ان سات اعضاء کا ذکر جن کا کھانا حرام ہے۔ ۲۳۳
مچھلی اور ٹڈی کے علاوہ کسی جانور کے علیحدہ شدہ عضو کا کھانا حرام ہے۔ ۲۴۱
قربانی کے گوشت کا تین حصہ کرنا امر استحبابی ہے، سارا گوشت خود بھی کھا سکتا ہے، البتہ یہ گوشت یہاں کے غیر مسلموں کو دینا جائز نہیں ۲۵۳
کُتیا کے دُودھ سے پرورش پانے والے بکری کے بچے کو دُودھ چھوڑے مدّت گزر گئی ہو تو بے خرخشہ حلال ہے، مدت کے اندر دو چار روز اس دُودھ سے پرہیز کر کے حلال کیا تب بھی حلال ہے ۲۵۶
اسی حالت میں ذبح کیا تو اس کا کھانا مکروہ ہے ۲۵۶
بتوں کے چڑھاوے کی مٹھائی مسلمانوں کو نہ لینا چاہیے۔ ۲۶۱
ایسی مٹھائی لینا ذلت بھی ہے، اور کافروں کی مراد کے موافق استعمال بھی۔ ۲۶۱
البتہ ایسے جانوروں کا کھانا ان کی مراد کے خلاف ہے مگر شرط یہ ہے کہ فتنہ نہ ہو۔ ۲۶۱
فتنہ سے بچنا لازم ہے۔ ۲۶۱
بتوں کے نام پر کان کٹے ہوئے جانور کو خرید کر اپنے طور پر ذبح کرنے اور کھانے کا "سوال و جواب"۔ ۲۶۲
چھوڑے ہوئے سانڈ اور کچھوے وغیرہ حرام اشیاء کو جلا کر یا تیل میں پکا کر پکے ہوئے تیل کے کھانے کا "سوال"۔ ۲۶۲
خاص مسئلہ ما اھل به لغیر اللہ میں منیہ، ذخیرہ، شرح وہبانیہ، درمختار وغیرہ کی تصریح کہ ہم اس ذبح سے تقرب الی غیر اللہ کی بدگمانی نہیں کر سکتے۔ ۲۷۵
مشرک غیر کتابی سے گوشت خریدنا جائز نہیں۔ ۲۸۱
اب بھی جو نہ مانے اور ان سے گوشت خریدے مسلمان اس کا مقاطعہ کریں۔ ۲۸۲
مسلمان نے جانور ذبح کیا اور غیر مسلم نوکر کے ذریعہ گھر بھیجا، کیا حکم ہے۔ ۲۸۶
جانور مذبوح ملا، ذابح معلوم نہیں۔ اگر اس علاقہ میں صرف مسلمان ہی بستے ہوں تو حلال ہے، اور اگر ایسے لوگ بستے ہوں جن کا ذبیحہ جائز نہیں، تو حلال نہیں۔ ۲۹۰
مذبوح جانور جس کے ذابح کا پتہ نہ ہو "سوال و جواب"۔ ۲۹۵

Marfat.com

مدار صاحب کے مرغ کا "سوال" ٢٩٥
جو مسلمان اللہ کے نام پر ذبح کرے اور اسی
کے لئے اس کی جان لے وہ حلال ہے۔ ٢٩٥
مرغ کو نہ مزار پر لے جانا چاہئے نہ مرغ کی خصوصیت
ضروری سمجھنا چاہیے، ثواب البتہ ان
بزرگوں کی رُوح کو پہنچا دے۔ ٢٩٥
وجیز کردری سے اس امر کا جزئیہ کہ درندہ
سر کھا جائے یا پیٹ پھاڑ دے اور جانور
زندہ ہو تو ذبح جائز ہے۔ ٢٩٩
کتا شکاری ہو اور بسم اللہ پڑھ کر چھوڑا ہو
تو زخم سے مرجائے تب بھی حلال ہے۔ ٣٠٤
عورت یا بچہ مطابق شرع ذبح کریں تو انکا ذبیحہ حلال ہے ٣٠٤
ذبح بقر اور قطعِ شجر جائز ہے، قرآن کی آیت
اس کا ثبوت ہے، اور اس بارے میں لوگوں
میں جو قول مشہور ہے بے اصل ہے۔ ٣٠٦
ہندوؤں کا جانور بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر
ذبح کرے تو حلال ہے مگر مسلمانوں کو یہ فعل مکروہ ہے۔ ٣٠٨
اور ہندوؤں کی نیت پر کرے تو جانور مردار،
اور اس کے ایمان میں بھی خطرہ۔ لیکن
مسلمان پر ایسی بدگمانی نہ کرنی چاہئے البتہ
ایسے شخص کی امامت سے پرہیز بہتر ہے۔ ٣٠٨

مسلمان نے بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا ہو تو
اس کے حلال ہونے میں شبہہ نہیں۔ ٣٠٩
غیر مسلم بھنگیوں کا بنایا اس لئے ہو کہ اس نے
اپنے بتوں کے نام چڑھایا تو ایسا گوشت مسلمانوں
کو کھانا حرام ہے۔ ٣٠٩
گدھا حرام ہے، یونہی وہ خچر جو گدھی سے
پیدا ہو، گھوڑا امام اعظم کے مذہب میں
مکروہ تحریمی ہے، یونہی وہ خچر جس کی ماں
گھوڑی ہو۔ ٣١٢
دانہ خور کوّے اور دانہ و نجاست دونوں
کھانے والے کوّے سے "سوال"۔ ٣١٩
پیلو کے انڈے اور گوشت، اور ایسے مُرغ
کے پالنے سے "سوال و جواب"۔ ٣٢٠
کبوتر کا گوشت ماں باپ کے لئے حلال ہیں ٣٢١
چھوٹی مچھلیوں کا کھانا امام شافعی کے نزدیک
حرام اور باقی ائمہ کے نزدیک حلال۔ مگر
جواہر اخلاطی میں اس کی حرمت کی تصریح
لہذا احتیاط اولیٰ۔ ٣٣٢
ریگ ماہی کو عالمگیری میں حشرات الارض
لکھا ہے، لہذا حرام ہے۔ ٣٣٣
مصنف کی رائے کہ جواہر اخلاطی میں چھوٹی
مچھلی جس کی آلائش دُور نہ کی جائے اس کو
مکروہ لکھا ہے، تو جھینگے کو ایسی مچھلی کے
حکم میں ہونا چاہئے، اس کی صورت مچھلی سے
زیادہ جانور کے مشابہ اور لفظ مچھلی کا اطلاق
غیر مچھلی پر بھی ہوتا ہے جیسے ریگ ماہی وغیرہ،
تو احتیاط اولیٰ ہے۔ ٣٣٨
جھینگے میں علماء کا اختلاف ہے، پوست

Marfat.com

بیضہ کا حکم بیضہ کا ہے، جالے کا جزئیہ نظر
میں نہیں، مگر ظاہر ممانعت جیسے بھڑ کا چھتہ کہ دونوں
ان کے تھوک سے بنتے ہیں۔ ۳۳۹
ملائم ہڈی کھانا جائز ہے۔ ۳۴۰
شکار کھیل و تفریح کی غرض سے ہو تو حرام ہے
ورنہ حلال۔ ۳۴۱
مچھلی کا شکار اور کانٹے میں زندہ گھیر لگانا بضرورت
جائز، تفریحاً ناجائز ہے۔ ۳۴۳
زندہ گھیسا پرونا ناجائز اور مار کر پرونا جائز،
شکار ہر دو صورت میں جائز ہے۔ ۳۴۴
بندوق سے شکار کئے ہوئے جانور میں اگر
حیات ہو اور ذبح کر لیا جائے تو جائز ہے ورنہ
ناجائز ہے۔ ۳۴۵
کتے کے پکڑے ہوئے شکار سے "سوال"۔ ۳۴۹
عشرہ ذوالحجہ میں ناخن، بال وغیرہ نہ ترشوانے
کا حکم استحبابی ہے۔ ۳۵۳
اگر کسی وجہ سے چالیس دن ہو گئے ہوں تو
عشرہ ذوالحجہ میں ہی کٹوائے کہ چالیس دن سے
زیادہ تک نہ کٹوانا گناہ ہے، مستحب کے لئے
گناہ نہیں کیا جا سکتا۔ ۳۵۳
صاحب نصاب کے لئے قربانی کی نیت سے جانور
خریدنے سے متعین نہیں ہوتا، اس لئے اس کا
پالنا یا بیچنا اور اس کا دودھ پینا روا ہے۔ ۳۷۱
گابھن یا دودھ والی بکری کی قربانی ہو تو جاتی
ہے لیکن ناپسندیدہ ہے، حدیث شریف میں
اس کی ممانعت آئی ہے۔ ۳۷۱
بھیڑ کے چھ ماہ کے بچے کی قربانی جائز ہے۔ ۴۳۶
جس جانور کو قربانی کی نیت سے پالا اس کا
بدلنا مکروہ ہے۔ ۴۴۳
آدمی کے دودھ سے پرورش پانیوالے بکری کے
بچہ کی قربانی جائز ہے۔ ۴۴۴
بضرورت بائیں ہاتھ میں قرآن مجید لے کر
تلاوت کر سکتے ہیں۔ ۴۴۸
عقیقہ و نیاز کا کھانا بھنگی کو دینا برا ہے۔ ۴۴۹
جانور میں کتنوں کی شرکت نقصان دہ ہے۔ ۴۴۹
قربانی میں سے فقیروں کو تہائی گوشت دینا
مستحب ہے۔ ۴۴۹
قربانی کی کھال باقی رکھ کر اسے اپنے مصرف
میں لایا جا سکتا ہے، اپنے مصرف میں لانے
کی نیت سے کھال بیچی تو اس کا صدقہ واجب
ہے، سید یا کسی اور کار خیر کے لئے بیچی تو
ان کو دے سکتے ہیں۔ ۴۵۱
قربانی کی کلیجی قبر میں دفن کر دی تو قربانی ہو گئی
کلیجی ضائع ہو گئی، اور یہ فعل ناجائز ہوا۔ ۴۵۵
اگر ذبیحہ بہ نیت قربانی نہ ہو بلکہ کوئی ٹوٹکا ہو تو
قربانی نہ ہوئی۔ ۴۵۵
فقیر اپنی قربانی کا گوشت کسی حربی کو دے تو
اتنی قیمت صدقہ کرے، اور غنی دے تو مستحب

Marfat.com

کے خلاف کیا۔
اوجھڑی کھانے کی چیز نہیں، غیر مسلم لے جائے تو
حرج نہیں، گوشت دینا جائز نہیں۔
ہر طرح کے خصی کی قربانی جائز ہے اس میں اس
سے کمال پیدا ہوتا ہے۔
چرے ہوئے کان اور سینگ کی نوک ترشی ہوئی
ہو تو قربانی جائز ہے، مگر افضل یہ ہے کہ کان،
آنکھ، ہاتھ، پاؤں بالکل سلامت ہوں۔
قربانی کی کھال سید، ماں، باپ، اولاد،
میاں، بیوی ایک دوسرے کو دے سکتے ہیں،
صدقہ کی نیت ہو صدقہ نافلہ ہے ورنہ ہدیہ ہے۔
قربانی کی کھال صدقہ کی نیت سے بیچ کر مسجد میں
صرف کرنے کا "سوال"۔
صدقہ کی نیت اور صرفہ مسجد دونوں قربت ہیں
اور کھال میں قربت ہی مقصود، لہٰذا جائز ہے
کھال کو بعینہٖ باقی رکھ کر یا باقی رہنے والی چیزوں
سے بدل کر اپنے تصرف میں لا سکتا ہے۔
قربانی کی کھال سادات کو دے سکتا ہے،
مالدار کو دے سکتا ہے، امام کو بھی دے سکتا ہے،
سینگ کے اوپری حصہ کو قرن کہتے ہیں، کل ٹوٹ
جائے تب بھی قربانی جائز ہے، گودا ٹوٹے تو
قربانی منع ہے۔
چرم قربانی کی رقم دینی انجمن میں لگانا جائز ہے
مگر یہ تحقیق ضروری ہے کہ واقعتہً وہ انجمن
اہل سنت وجماعت کی ہے آجکل اظہار مقاصد

۵۶ہ کے الفاظ بڑے دل خوش کن ہوتے ہیں۔ ۵۰۲
ایسی تعلیم جس سے دین کا کوئی تعلق نہیں،
۵۷ہ جیسے انگریزی زبان، اس میں چرم قربانی صرف
کرنا جائز نہیں، اور ایسی احتیاط ہو کہ وہ رقم
۵۸ہ صرف دینی مد میں خرچ ہو سکے تو جائز ہے۔ ۵۰۶
چرم قربانی سے مدارس کی امداد کے ایک
طریقہ کا سوال وجواب۔ ۵۰۷
۵۸ہ اگر چرم قربانی کی بیع سے تمول مقصود نہ ہو تو
اس کی رقم سارے ہی مصارف خیر میں
صرف ہو سکتی ہے۔ ۵۱۰
۶۵ہ چونکہ قربانی کے جانور کو ذبح کر کے خدا کی عبادت
کی گئی ہے اس لئے اب اس کو ثواب کے
۶۶ہ کام میں ہی صرف کیا جا سکتا ہے۔ ۵۱۲
قربانی کو تمول کے طور پر خرچ کرنا جائز نہ ہوگا
۶۶ہ کہ یہ کار نفس ہے۔ ۵۱۲
مرغ کی قربانی ناجائز ہے۔ ۵۶۰
۷۸ہ دیہات والے جائز قربانی صبح صبح کر سکتے ہیں۔ ۵۶۰
۷۸ہ بڑے جانور میں سات بچے اور بکرے میں
صرف ایک بچے کا عقیقہ ہو سکتا ہے۔ ۵۸۱
عقیقہ میں سال بھر سے کم کی بکری جائز نہیں
اور اس کی عمر میں شک ہو تب بھی جائز نہیں ۵۸۳
۸۸ہ والدین بھی عقیقہ کا گوشت کھا سکتے ہیں۔ ۵۸۵
عقیقہ میں جنائی کو ایک ران دی جائے جبکہ
مسلمان ہو، غیر مسلم دائیاں یا مرد ڈاکٹر بلانا
حرام ہے۔ حجام، سقا، خاکروب، دھوبی کا

Marfat.com

کوئی حق مقرر نہیں۔ ٥٨٥

عقیقہ کے پوست کا دام کرکے اپنے مصرف میں لانا منع ہے۔ ٥٨٥

عقیقہ کے جانور کی ہڈیاں توڑنے میں حرج نہیں، نہ توڑنا اور زمین میں دفن کرنا افضل ہے۔ ٥٨٦

غیر مسلم کو جنائی بنانا حرام ہے۔ حجام مالدار ہو تو چاندی اس کو دے کر بُرا کیا، عقیقہ ہوگیا، سری کے بارے میں کوئی خاص حکم نہیں جس کو چاہے دے۔ ٥٨٨

عقیقہ کے جانور کا سر نائی کو دینے کا نہ حکم نہ ممانعت۔ ٥٨٨

کافرہ کو جنائی بنانا حرام، اور ان کو عقیقہ سے کچھ دینا منع ہے۔ ٥٨٨

عقیقہ کا گوشت سب کھا سکتے ہیں، اس کا حکم قربانی کے گوشت کا ہے۔ ٥٩٠

عقیقہ کی ہڈی توڑنے میں حرج نہیں، نہ توڑنا بہتر، یہ امام مالک کا حکم ہے، اور امام شافعی توڑنے کا حکم دیتے ہیں۔ ہمارے مذہب میں کوئی حکم نہ ہو تو امام مالک کے مذہب کے موافق حکم ہے۔ ٥٩١

مردہ کی طرف سے قربانی جائز ہے۔ ٥٩٢

احیاء الموات

زمین کو کاشت کے قابل بنایا ہو، اس میں چوگزی وغیرہ کھودی، دوسری زمین سے مٹی لاکر پاٹی، درخت بویا یا مکان بنایا تو سلطانی زمین میں اس کو حق استقرار مل جاتا ہے، اور اس کے بعد اس کے ورثہ کو بھی بلاوجہ شرعی بے دخل نہ کیا جائیگا۔ ١٨٠

میراث

کل جائداد صرف چند ورثہ میں تقسیم کرنے کا "سوال" ١٧٥

ایسی تقسیم باطل ہے، پنچ کا فیصلہ صرف انھیں لوگوں کے حق میں نافذ ہوگا جنھوں نے انھیں بنایا، دوسروں کے حق میں انھیں تصرف کا اختیار نہیں۔ ١٧٥

قاضی نے اگر ایسا فیصلہ اس گواہی کے بعد کیا کہ مزید کوئی وارث نہیں، تو وارث ظاہر ہونے کے بعد تقسیم توڑ دی جائے گی۔ ١٧٦

فوائد اصولیہ

شفیع کا طالب شرار ہونا اس کے حق شفعہ کو باطل کرتا ہے۔ ٩٦

انعدام شفعہ کی علت اعراض عن اشرار کو قرار دینا غلط ہے۔ ٩٦

شفیع طلب اشہاد بھی گواہی سے ثابت نہ کرسکے تو طلب مواثبہ پر اس کی قسم ہرگز مسلّم نہیں۔ ١٢٦

شفعہ میں شفیع مدعی اور مشتری منکر ہے،

Marfat.com

اور شرعاً حلف منکر پر ہے۔ ١٢٦

طلب اشہاد کے لئے اقرب کو چھوڑ کر ابعد
کی طرف جانے پر اس کو قیاس نہیں کیا جا سکتا
کہ اس کے لئے شرط یہ ہے کہ اقرب ابعد کے
راستہ میں نہ پڑے۔ ١٦٦

حاضر کی تعیین اشارہ سے ہوتی ہے اور غائب
کی تسمیہ سے، جو گھر و مکان میں ذکر حدود اربعہ ہے ١٦٧

اختلاف علماء سے بچنا مؤکد ہے۔ ٢١٧

جب مبیح اور محرم جمع ہوں تو غلبہ حرام کو
ہوگا۔ ٢٢١

متون میں جب کراہت کا لفظ مطلق وارد ہو
تو مراد کراہت تحریم ہوتی ہے۔ ٢٢٥

اوجھڑی کی کراہت بطور دلالۃ النص یا بطور
اجزائے علت منصوصہ ثابت ہے۔ ٢٢٨

حرام شے جلنے کے بعد بھی حرام رہے گی، اور
حلال میں مخلوط ہو تو اسے بھی حرام
کر دے گی۔ ٢٦٣

حلال و حرام میں کافر کا قول بالکل معتبر نہیں۔ ٢٨١

ایک استثنائی شکل۔ ٢٨٢

اس حکم کے خلاف حرام اور اس کو بناوٹی بتانے
والے پر لزوم کفر ہے، توبہ و تجدید اسلام
ضروری ہے۔ ٢٨٢

وجیز کی عبارت میں تین فرعون کا ذکر ہے
جن میں بظاہر تعارض ہے۔ ٣٠٠

ان اقوال کے درمیان مصنف کی نفیس توفیق۔ ٣٠١

ایک دوسری توفیق اور فوات محل ذبح میں
تحقیق مناط کی بے مثال تقریر۔ ٣٠١

حلت کی علت جانور کا وقت ذبح زندہ ہونا ہے،
خون فوراً یا بعد میں دے یا نہ دے۔ ٣٠٤

مطلقاً دانت ہونا موجب حرمت نہیں بلکہ
اس سے شکار کرنا حرمت کا موجب ہے۔ ٣١٨

مچھلیاں پکڑنے والے کی ملک ہوتی ہیں،
دوسرے تالاب میں چھوڑنے سے ملک سے
خارج نہیں ہوتیں تو ایسی مچھلیوں کے
کھانے کی ممانعت ملک غیر کی وجہ سے ہوگی
لیکن یہاں ایسی مچھلیاں مباح الاصل ہیں۔ ٣٢٣

آیات قرآنی سے ثابت ہے کہ قربانی صرف
بہیمۃ الانعام کی جائز ہوگی۔ ٣٩٥

بھیڑ یقیناً بہیمۃ الانعام میں سے ہے۔ ٣٩٦

قربانی کا مسئلہ ہی غیر قیاسی ہے، تو
اس میں کسی کو کسی کے ساتھ لاحق کرنے
اور نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ٤٠٠

علامہ اتقانی، عینی اور طوری کا بیان کہ
اراقۃ الدم کا عبادت ہونا خلاف قیاس
ہے، اس لئے اب مورد پر مقصور ہوگا۔ ٤٠١

جو استدلال اطلاقات لغت کی بنیاد پر ہو
اس کو احتمال کی بنیاد پر رد نہیں
کیا جا سکتا۔ ٤١٠

امام ابن ہمام نے بنت زنا کی حرمت کی
دلیل یہی دی کہ وہ لغۃً بنت ہے، اور

Marfat.com

اس لفظ کا اس معنیٰ میں منقول ہونا ثابت نہیں۔ ۴۱۰

تعریف میں مساوات کی شرط ظاہر ہے، اور بلا دلیل ظاہر کے خلاف پر حمل جائز نہیں۔ ۴۱۴

کسی چیز کا فی نفسہٖ جائز ہونا اور بات ہے اور کسی کلام کا اس پر محمول ہونا اور بات ہے ۴۱۵

شرعیات میں بدون قیام قرینہ اتم سے تفسیر باطل ہے۔ ۴۱۶

امام غزی کی تحریر سے مقام تقیید میں اطلاق عام کی شناعت۔ ۴۱۶

جانور میں اطراف بمنزلہ اوصاف ہیں۔ ۴۲۸

جانور میں اطراف کے مقابلہ میں کوئی دام نہیں ہوتا۔ ۴۲۸

قربانی میں قربت مقصودہ خون بہانا ہے، اسی لئے گوشت وغیرہ کا صدقہ واجب نہ ہُوا۔ ۴۶۶

چرم قربانی کا مصرف نہ تو صرف کارِ خیر ہے نہ کوئی ایسی بات پیدا ہوئی جس سے تصدق واجب ہو۔ ۵۱۱

اپنے لئے بیچا تو تمول ہوا، لہٰذا اس کا صدقہ واجب ہوا۔ ۵۱۱

قربانی کا اصل مقصد خون بہانا ہے تصدق نہیں۔ ۵۱۱

اس اصول فقہی کی بحث کہ حادثہ اور حکم ایک ہو تو مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا۔ ۵۱۶

یہ حکم مطلقاً ضروری نہیں جہاں دونوں میں تنافی ہو وہاں ایسا کیا جائے گا، اور تنافی نہ ہو تو مطلق کو مطلق ہی رکھا جائے گا۔ ۵۱۷

دونوں کلمے اگر منفی میں واقع ہوں یا اسباب متعددہ میں واقع ہوں تو ان میں تنافی نہیں اور حمل ضروری نہیں۔ ۵۱۷

امتناع جمع بین المطلق والمقید میں وجوب حمل المطلق علی المقید کی مثال۔ ۵۱۸

جمع کا حکم وجوبی میں ہے جواز واستحباب میں نہیں۔ ۵۱۹

قربانی اور ہدی کے جانور میں دفع قیمت ناجائز ہونے کی علت کا بیان۔ ۵۲۵

حدیث کے لفظ فلا اضحیۃ لہ سے خاص بیع ممنوع ہونے پر استدلال۔ ۵۲۵

بیع للتصدق، بیع برائے دیگر امور خیر اکل' ادخار تو شرعاً مامور ہیں تو ان پر فلا اضحیۃ لہ مرتب نہ ہوگا، بلکہ اس سے مراد وہی بیع ہوگی جو مستہلک سے ہو اور اپنی ذات کیلئے ہو۔ ۵۲۵

صاحب ہدایہ کی نص کی اباحۃ اور تملیک ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ۵۳۹

فقہاء کا ضابطہ کہ اطعام کا لفظ اباحۃ کیلئے ہے اور ایتاء کا تملیک کے لئے۔ ۵۴۰

امام غزالی، امام علائی، صدر الشریعۃ اور علامہ شمس محمد شامی کی تصریح کہ تملیک و اباحۃ الگ الگ دو تصرف ہیں۔ ۵۴۰

Marfat.com

زین ابن نجیم وغیرہ کی تصریح کہ مباح لہٗ مباح کو
ملیح کی ملک پر خرچ کرتا ہے اور خرچ کے بعد ملیح کی
ملک سے نکل جاتی ہے لیکن مباح لہٗ کی ملک میں داخل نہیں ہوتی ۵۴۱
نقایہ کی تصریح کہ تصرف تملیک سے کفارات
مستثنیٰ ہیں۔ ۵۴۶
اس امر کی بحث کہ لفظ امر سے وجوب ثابت
ہوتا ہے یا صیغہ امر سے۔ ۵۶۹
عقیقہ و قربانی میں سے ایک کو دوسرے پر
قیاس کرنے کی ضرورت نہیں، دونوں اراقۃ الدم
لوجہ اللہ کے عموم میں شامل ہیں۔ ۵۹۵

افتاء و رسم المفتی

سوال گول ہے جس پر قطعی حکم ممکن نہیں۔ ۱۲۶
سانڈ حلال ہے، اور مولوی عبدالحی صاحب کے
اسے حرام کہنے کی تردید، لیکن وہ مباح بھی
ممنوع ہو جاتا ہے جو مسلمانوں کو ذلت پر
پیش کرے۔ ۲۶۲
حسبِ تصریحِ علماء مطلقاً اضافت کو سببِ
حرمت قرار دینے والا جاہل ہے۔ ۲۷۲
ایسے جانور کی مطلقاً حرمت کا فتویٰ دینے والوں
کو تنبیہ اور ان کی تجہیل۔ ۲۷۶
شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی جو اس باب میں
روشِ علماء کے خلاف فتویٰ دیتے ہیں، وہ بھی
تا دمِ ذبح استمرار اہلال لغیر اللہ کو ضروری قرار
دیتے ہیں۔ ۲۹۳
ان کی مستدل حدیث اور عبارت نیشاپوری کا
یہی مفاد ہے بلکہ شاہ صاحب نے اپنی تفسیر
میں خود اس کی تصریح کی ہے۔ ۲۹۴
بڑے پیر صاحب کے بکرے کے سلسلہ میں
شاہ عبدالعزیز صاحب کے فتویٰ حرمت سے
"سوال"۔ ۲۹۵
شاہ صاحب نے اس مسئلہ میں اپنے فتاویٰ
اور تفسیر دونوں جگہ غلطی کی ہے۔ ۲۹۶
امام مالک فرماتے ہیں بے دلیل تو صرف
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول
مقبول ہے بقیہ کوئی عالم معصوم نہیں۔ ۲۹۶
کشمیر کے ایک مفتی صاحب کے فتوے کے
جواب میں مصنف کی تحریر۔ (حاشیہ) ۲۹۷
قاضی خاں نے اس کی تصحیح کی، وہ فقیہ النفس
ہیں، فتویٰ انھیں کی تصحیح پر ہوگا۔ ۳۱۰
قہستانی نے اس کی تصحیح کی، اور خلاصہ،
ہدایہ، محیط، مغنی سے قاضیخاں نے نقل کی
اسی پر متون ہیں جن کی وضع نقل مذہب کیلئے
ہوئی اور جن پر فتویٰ ہوتا ہے۔ ۳۱۰
کفایہ میں اس کے خلاف کو ظاہر الروایہ کہنا
یا جمہور کا فتویٰ اس کے خلاف ہونا اس کو
مضر نہیں۔ ۳۱۱
سوکھی مچھلی حلال ہے، اس کو حرام کہنے والا
جاہل ہے تو سمجھایا جائے، اور عالم ہے تو اسکو
تجدیدِ نکاح اور تجدیدِ اسلام کا حکم دیا جائے۔ ۳۲۳

Marfat.com

رب کو گمراہ اور گمراہ گر قرار دینا سرکشی ہے۔ ۳۹۴

واضح مسائل کا انکار کرنے والوں کا جواب خاموشی ہے۔ ۳۹۴

بھیڑ کی دم کو الیہ نہ تسلیم کیا جائے تو یہ مسئلہ طرفین کا خلافی ہوا۔ اور فتویٰ قولِ امام پر ہے تو اس کی قربانی جائز ہے۔ ۴۲۲

امام صاحب کے قول پر فتویٰ ہونے کی تصریحات عبارتِ ائمہ سے۔ ۴۲۲

منطق

بدیہیات کی تفہیم مشکل ہے۔ پھر بھی میں پوری جدوجہد کروں گا۔ ۳۹۵

گائے اور بھینس میں صرف اعضاء میں اتحاد ہے، یہ اتحاد تو گھوڑے اور گدھے میں بھی ہے، لیکن یہ دونوں مباین نوعیں ہیں۔ ۴۰۴

جب ایک نوع کے دو افراد میں ان اعضاء میں عدم وجود میں یہ اختلاف ہے تو پھر بھیڑ اور دنبہ کی دم چوڑی اور گول ہونے کی بنیاد پر انھیں دو نوعیں شمار کرنا سخت غلطی ہے۔ ۴۰۶

ضان کی تعریف میں لفظ میش وارد ہونے پر اس شبہہ کا جواب کہ جب بعض مشارکات میں تمیز منظور ہو تو لفظ اعم کے ساتھ تعریف ہوسکتی ہے۔ ۴۱۰

یہ سوچنا غلط ہے کہ مسئلہ مبحوثہ میں بھی بعض مشارکات سے ہی تمیز مطلوب ہے۔ ۴۱۰

شیخ کی عبارت میں ایسے حکم کا بیان ہے جو ضان کے ساتھ خاص ہے تو لفظ میش سے اس کی تفسیر تفسیر بالاعم ہو ہی نہیں سکتی۔ ۴۱۰

متقدمین عام کے ساتھ تعریف کو جائز قرار دیتے ہیں لیکن اس کو عمدہ نہیں کہتے۔ ۴۱۲

شرح مواقف اور حاشیہ تلویح سے مذکورہ بالا امر کا ثبوت۔ ۴۱۳

ہمارے نزدیک عام سے تفسیر اسی وقت جائز ہے جب مراد واضح اور اس پر قرینہ ہو ورنہ تلبیس کی وجہ سے ایسی تعریف ممنوع ہے۔ ۴۱۵

متقدمین نے جس طرح تعریف بالاعم جائز رکھی اسی طرح تعریف بالاخص بھی بلکہ مباین سے بھی۔ ۴۱۹

حسن چلپی، سید شریف، بحر العلوم کی عبارتوں سے مسئلۂ بالا کی تائید۔ ۴۱۹

ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ میش والی تفسیر بالمساوی ہو اور الیہ والی تفسیر بالاخص۔ ۴۲۰

معز کی تفسیر میں "ماکان ذوات الشعر" کا لفظ مساوی ہی ہے۔ ۴۲۳

اس بنیاد پر گائے، بیل اور بھینس سے اعتراض نہ ہوگا کہ وہ مقسم سے خارج ہے۔ ۴۲۳

نحو

بکری کی تعریف میں "مالہ شعر" میں بعض مراد لینا

Marfat.com

اس بات کا قرینہ نہیں کہ ضان کی تعریف میں بھی
"مِن" تبعیضیہ ہی ہو کیونکہ اس کا مدار اس پہ
ہے کہ دو متصل جملوں کا ایک حکم ہے حالانکہ
یہ اصول غلط ہے۔ ۴۲۲

لُغت

عرب میں لفظِ بوم صرف اُلّو کے لئے ہی
موضوع نہیں۔ ۳۱۷
رات میں اڑنے والے ہر پرند کو عربی میں
بوم کہتے ہیں۔ ۳۱۷
بوم غیر ذی مخلب پرند کو بھی کہتے ہیں۔ ۳۱۷
مار ماہی کی تشریح اور مختلف زبانوں میں اس
کے نام کا بیان۔ ۳۲۵
سجگی اردو زبان کا لفظ نہیں اس لئے اس سے
لاعلمی۔ ۳۳۱
گھوڑا، خچر، گدھا بہیمۃ الانعام سے نہیں۔ ۳۹۶
مصباح سے بہیمۃ الانعام کی تصریح۔ ۳۹۶
شاہ رفیع الدین صاحب کے ترجمہ سے بھیڑ بکری
کے ایک جنس ہونے کا ثبوت۔ ۳۹۷
ایسے موقعہ پر قولِ فیصل علمائے لغت کی بات
ہوتی ہے، اور جس کو عربی و فارسی وارد و پہ
عبور ہو جاتا ہے کہ ہندی زبان میں لفظ بھیڑ
وہی ہے جیسے فارسی میں میش اور عربی میں ضان
کہتے ہیں۔ ۳۹۷
ترجمہ رفیعیہ، ترجمہ فارسی شاہ ولی اللہ، ذخیرۃ العقبٰی،
صحاح، نفائس، تحفۃ المومنین، منتخب رشیدی
وغیرہ سے مضمون بالا کا ثبوت۔ ۳۹۸
بھینس بقر کی ایک نوع ہے اس لئے لفظ
بقر اس کو شامل ہے، الحاق کی ضرورت نہیں۔ ۴۰۱
اگر کنز کے لفظ "الجاموس کالبقر" سے شبہہ ہو
تو ایسے ہی ہے جیسے "البخت کالاعراب"۔ ۴۰۲
عرفاً گائے اور بھینس میں فرق ہونے کا بیان ۴۰۴
جملہ اہلِ تفسیر، اہلِ حدیث، اہلِ فقہ، اہلِ لغت
کیا عربی کیا عجمی، غنم کی دو نوعیں مانتے ہیں:
ضان اور معز۔ کفایۃ الرازی، مجمع بحار الانوار
مرقاۃ، شرح الکنز، قاموس، مختار الصحاح،
ذخیرۃ العقبٰی، غیاث کی عبارت سے اس کا ثبوت
کہ عربی حضرات جس کو معز کہتے ہیں فارسی اسی
کو بز، اور عربی جس کو ضان کہتے ہیں فارسی
اسی کو میش۔ ۴۰۷
شیخ محقق اور علامہ شامی کے قول سے تائید مزید۔ ۴۰۸
علمائے تفسیر و حدیث و فقہ و لغت متفق ہیں کہ
ضان اور معز میں صوف اور شعر کا فرق ہے۔ ۴۱۱
امام احمد کی روایت کہ وہ ایک حدیث اور مرقاۃ
کی اس کی تشریح سے استدلال کہ فرق صرف شعر و
صوف کا ہے۔ ۴۱۲
امام تفتازانی اور علامہ سید شریف کے قول سے
مضمون بالا کی سند حمد و مدح میں ترادف ہے۔ ۴۱۴
اہل لغت کا مشہور قاعدہ ہے کہ نکرہ بول کر
شئے معین مراد لیتے ہیں اور معرفہ بول کر شئے معین

Marfat.com

مراد لیتے ہیں اور معرفہ بول کر غیر معین ۔ ۴۱۵

مسئلہ بالا کی مثال سے تفہیم ۔ ۴۱۵

جملہ اہلِ لسان کا یہ فیصلہ ہے کہ صوف ضان کے ساتھ خاص ہے ۔ ۴۲۴

جس کے چکتی نہ ہو وہ بھی ضان ہی رہے گا ۔ ۴۲۶

چکتی نہ ہو تب بھی دنبہ دنبہ ہی رہے گا ۔ ۴۲۹

چکتی میں چھوٹی بڑی ہونے کی کوئی قید نہیں ۔ ۴۲۹

قاموس سے چکتی کی تعریف ۔ ۴۳۰

یہ تعریف بھیڑ پر بھی صادق آتی ہے ۔ ۴۳۰

چکتی کی کوئی مقدار متعین نہیں ۔ ۴۳۰

فقہاء نے ضان کی تین تعریفیں کیں : ذات الصوف، ذات الالیہ، خلاف المعز ۔ اور اردو ترجمہ میش و بھیڑ ۔ ۴۳۱

بیان احکام، تعریف یا ترجمہ جو کچھ ہو صرف مساوی سے ہی ہو سکتا ہے ۔ ۴۳۱

اس لئے پانچوں الفاظ مساوی اور ہم معنی ہیں ۴۳۱

دنبہ اور بھیڑ ایک ہی نوع ہیں، اور دونوں کا حکم ایک ہی ہے ۔ ۴۳۶

شاہ عبدالقادر صاحب کے ترجمہ سے استدلال کہ انھوں نے ضان کا ترجمہ بھیڑ کیا ۔ ۴۳۷

فارسی لغت سے ثبوت کہ ضان اور میش ایک ہی ہے ۔ ۴۳۷

علمائے لغت و تفسیر کا حوالہ کہ انھوں نے ضان کی تفسیر اون والی بکری فرمایا ۔ ۴۳۷

محاورات عرب اور قرآن سے دونوں کے اتحاد پر استدلال ۔ ۴۳۸

شاہ عبدالحق محدث دہلوی کا حوالہ کہ انھوں نے بھی ضان کا ترجمہ میش کیا ۔ ۴۴۰

چکتی کی تحقیق ۔ ۴۴۰

خطام کے معنیٰ کیا ہیں ۔ ۵۶۱

زمام اور خطام کا فرق، اور خطام کے چار اطلاقات ۔ ۵۶۱

لغت، فقہ، حدیث کی ۱۲ کتابوں سے اطلاقات بالا کا ثبوت ۔ ۵۶۱

ضمان و تاوان

اور چندہ کر کے متولی کو دیا اور اس نے بلاضرورت زائد قیمت دی تو زیادت فاحش پر متولی گنہگار ہوگا اور مسجد کے نقصان کا متولی کو تاوان دینا پڑے گا ۔ ۱۷۳

کاشتکار کے حقِ استقرار اور مقدمہ بے دخلی کے تاوان سے "سوال" ۔ ۱۷۹

اگر اور شرکا کی مرضی کے خلاف کاشت کی تو ظالم اور غاصب ہے، اور زمین کو کاشت سے نقصان پہنچا ہو تو تاوان دے اور نقصان نہ پہنچا ہو تو لگان عائد نہیں ۔ ۱۹۸

بھینس جس کی زندگی کے بارے میں یقین نہیں ذبح کر کے دس روپیہ میں قصاب کو دی اس نے گوشت دفن کر دیا اور کھال چھ روپیہ میں بیچ دی

Marfat.com

اس پر کتنا مطالبہ ہوا۔ ۳۰۵

ترغیب و ترہیب

مسلمان پر بدگمانی حرام ہونے کا ثبوت قرآن و حدیث سے۔ ۲۳۰

دل کے ارادے پر حکم لگانے کی ممانعت قرآن و حدیث سے۔ ۲۳۱

بُرا گمان بُرے دل سے نکلتا ہے۔ ۲۳۱

قرآن و حدیث و اقوالِ بزرگانِ دین سے بدگمانی کی مذمت۔ ۲۷۳

تاریخ و تذکرہ

۱۲۰۵ھ کے بعد اس مسئلہ میں علماء دیوبند کی طرف سے خلاف ظاہر ہوا۔ ۵۲۳

اس زمانہ میں بُدنہ کے گلے میں قلادہ ڈالتے اور خاص اونٹوں پر جھول بھی ڈالتے اور ان کے کوہان میں نیزہ سے خفیف زخم بھی لگاتے۔ ۵۷۱

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی جھولوں کا بیان۔ ۵۷۲

حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ہدی کے جانوروں کی جھولوں کا بیان۔ ۵۷۴

حجۃ الوداع کھلی بہار کے موسم میں تھا، تو یہ جھولیں سردی سے بچنے کی معمولی جھولیں نہ تھیں۔ ۵۷۵

مصنف کی یہ تحقیق کہ یہ حج ۹ ذوالحجہ سنہ ۱۰ھ مطابق چھٹی مارچ ۶۳۲ء روز جمعہ کو تھا جو اس وقت کی تعبیر تھی۔ ۵۷۵

امام ابن حجر اور امام قسطلانی نے اس کو تحویل حمل کے مہینہ میں فرمایا۔ ۵۷۵

مستخرجہ تقویم کا موسم مکہ معظمہ میں نہایت معتدل ہوتا ہے تو یہ جھولیں خاص تعظیم شعائر اللہ کے لئے تھیں۔ ۵۷۷

قرض

اپنے حق کی وصولی کی تدبیر۔ ۱۸۹

حیل

شہر سے دیہات میں قربانی بھیجنے کی ترکیب اور فنائے مصر وغیرہ کا بیان۔ ۳۷۹

مناظرہ و ردِّ بدمذہباں

دیوبندی مسئلہ کی تغلیط۔ ۲۱۸

وہابیہ کے جاہلانہ خیال کا رَد۔ ۲۶۱

قصدِ عبادت کی تائید میں مخالف کی دلیل کا رَد۔ ۲۷۶

تخصیص اور عدمِ تبدیل بھی بے اصل نہیں۔ ۲۷۷

ایسی صورت میں عدمِ تبدیل سے عوام کی تصریح کے خلاف عبادت کا الزام سراسر زیادتی ہے۔ ۲۷۷

بالفرض کسی نے ایسی نیت کی ہو تو حکم کفر اسی پر مقصور رہے گا عام حکم لگانا صحیح نہ ہوگا۔ ۲۷۸

Marfat.com

جس کو بھیڑ کے بہیمۃ الانعام ہونے میں شبہہ ہو وُہ بھیڑ کی نوع متعین کرے کہ وُہ جانور کی کس قسم میں ہے۔ ۳۹۶

اب صورت یہی رہ گئی ہے کہ ایک بھیڑ لے کر تینوں ملک میں پھرا جائے، اور ایک ایک سے پوچھا جائے یہ کون جانور ہے۔ ۳۹۸

اس بات پر دلیل تنویری کہ مذکورہ بالا طریقہ ہی اس بات کے حل کا آخری ذریعہ ہے۔ ۴۰۰

مجیب اول نے جان بُوجھ کر بھینس کو ایک الگ نوع اور بقر کا مقابل قرار دیا۔ ۴۰۳

اگر لاحق کرنے کی ہی بات ہوتی تب بھینس اور گائے میں غیر معمولی فرق ہے، ایک کو دوسرے کے ساتھ لاحق کرنا عقلاً جائز ہی نہیں ہوتا۔ ۴۰۳

مجیب کی تدقیق کا مدار اس پر ہے کہ فرق کی بنیاد حلتی ہونے اور نہ ہونے پر ہے۔ ۴۰۹

اگر اس کو بنیادی فرق مانا جائے تو غنم کی دو کی بجائے تین نوعیں ہوں گی۔ ۴۱۰

علماء جس کو غیر جید بتا رہے ہیں ان کی عبارتوں کو ان پر حمل کرنا عمدہ بات نہیں۔ ۴۱۴

خود بھیڑ کی قربانی کے مسئلہ میں اسی مجیب نے سارے عوام کو اسی تفسیر عام کی بنیاد پر گمراہ بتا دیا۔ ۴۱۷

تحدید کا مسئلہ نقلی ہے، تو امام رازی، صدر الشریعۃ قاضی عضد الدین، بیضاوی، تفتازانی، قطب الدین رازی فتاوی وغیرہ اکابر کی

مساوات کی تصریح کے مقابلہ میں فاضل لاہوری کا قول کیا سند رکھتا ہے، وُہ بھی ایسی کتاب سے جو علم نحو کی ہو۔ ۴۱۸

مجیب اول کے اس شبہہ کا جواب کہ ضان کی تفسیر میں جن لوگوں نے ذات الصوف کا لفظ استعمال کیا ہے، اس کے ساتھ لفظ "من" بھی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ ذوات الصوف میں سے بعض ہے۔ ۴۲۱

اوّلاً "من" کا لفظ صرف شرح نقایہ میں ہے ثانیاً یہ تبعیض کے لئے نہیں کیونکہ اسی عبارت میں "ما کان" کا لفظ ہے جو عموم افراد پر دلالت کرتا ہے۔ ۴۲۱

یہ ایسا ہے جیسے فلاسفہ نے انسان کی تعریف میں کہا "کل من کان من اھل النطق"۔ ۴۲۱

مجیب نے اپنی عبارت میں بھی "مِن" کو اسی معنیٰ میں استعمال کیا ہے۔ ۴۲۱

ضان کو صوف والا نہ مانیں، الیہ کے ساتھ خاص کریں تو غنم کا حصہ ٹوٹ جائیگا، اس لئے ذات الصوف والی تعریف بالمساوی ہے اور ذات الیہ والی بالاخص۔ ۴۲۵

تذییل، مجیب اول کی پیش کردہ تین عبارتوں میں ذات الیہ والی تعریف نہیں۔ ۴۳۳

مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی کے فتویٰ کا بیان اور ان کے اور مجیب اول کے قول میں فرق کا بیان۔ ۴۳۴

Marfat.com

مولانا عبدالحی صاحب نے بھیڑ کے قربانی کا جانور ہونے کا انکار نہیں کیا، اس کے چھ ماہہ بچے کی قربانی منع کی۔ ۴۳۴

مولوی صاحب موصوف کے منشاء غلط کا بیان ۴۳۴

بھیڑ کو ضان سے خارج مانا جائے تو انعام کی چار کے بجائے پانچ قسمیں ہو جائیں گی۔ ۴۴۰

مولانا عبدالحی صاحب کی غلط فہمی کا منشا۔ ۴۴۰

یہ سب اختلافات اختلاف نوع کا سبب نہیں، تو ہندی اور عربی دنبوں کے فرق سے کیوں نوع بدلے گی۔ ۴۴۱

مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کے فتویٰ کی عبارت کی تنقید۔ ۵۳۵

مولوی رشید احمد صاحب کی تصریح بیع بنیت تمول یا بنیت تصدق سب کا صدقہ واجب ہے ۵۳۶

ان دونوں باتوں میں صاف تغایر ہے، تو جو ثانی کو اول سے ثابت مانے ایسا ہی ہے کہ کوئی لا اعبد ما تعبدون سے ثابت کرے کہ نماز نہ پڑھو۔ ۵۳۷

مولوی رشید احمد صاحب کے اس قول کی تردید کہ ان دونوں روایتوں سے ثابت ہوا کہ صدقہ واجب ہے تو اس کو سید اور مدرسہ پر صرف نہیں کر سکتے۔ ۵۳۸

مولوی عبدالرشید صاحب کے اس قول کی تردید کہ صدقہ کے لئے تملیک ضروری ہے۔ ۵۳۹

مولوی عبدالحی صاحب کے کلام پر تنقید۔ ۵۴۲

تنقید مجمل، تصدق کے لئے تملیک ضروری ہونے سے جمیع کار ثواب کے لئے تملیک لازم ہونا ضروری نہیں۔ ۵۴۲

پوری بات یوں کہنی چاہئے تھی کہ یہاں تصدق کا حکم ہے نہ کہ تقرب کا۔ اور تصدق کے لئے تملیک ضروری ہے، تو استدلال میں صغریٰ کا ایک جزء دب گیا اس لئے نتیجہ غلط ہوا۔ ۵۴۳

منشاءِ غلط کا بیان۔ ۵۴۳

مولوی رشید احمد صاحب کی غلطی کا منشاء یہی ہے، کہ انھوں نے کفاراتِ واجبہ میں بھی اباحت کافی دیکھی تو کہہ دیا کہ صدقات واجبہ میں بھی مطلقاً اباحت کافی ہے۔ ۵۴۵

مولوی رشید احمد کے اس استدلال میں حدِ اوسط مکرر نہیں۔ ۵۴۵

غیر مقلد پر رد کہ ائمہ کی حدیثوں پر سلب مطلق کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ۵۷۰

فلکیات وہیئت

مطلع شمس ہر تین[۳] میل پر بدلتا ہے اور مطلع قمر بہتر[۷۲] میل پر۔ ۳۵۸

رامپور اور بریلی کے مطالع اور ان کے فرق کا بیان۔ ۳۶۰

تقویم

مصنف نے زیج الغ بیگی اور زیج احمد بہادر خانی

Marfat.com

سے اس دن کے نصف النہار کی تقویم نکالی ۔ ۵۷۶

اس کے عمل کی فنی تفصیل حاشیہ میں ۔ ۵۷۶

حیوۃ الحیوان

الو کے پنجہ والے شکاری جانور ہونے میں شبہہ نہیں ۔ ۳۱۵

اس بات کی عینی شہادتوں کا بیان ۔ ۳۱۵

عجائب المخلوقات، مرأت الاصطلاحات اور امیر خسرو علیہ الرحمۃ کے شعر سے الو کے شکاری جانور ہونے کا ثبوت ۔ ۳۱۶

چمگادڑ شکاری جانور نہیں ۔ ۳۱۸

عجیب وغریب سمندری جانور اور جریث اور مچھلی کی تشریح سے "سوال"۔ ۳۲۳

مذکورہ بالا مچھلی اگر ہو تو ایسی نادر ہے کہ عوام کے علم سے باہر ہے، یہ مچھلی جریث نہیں ہو سکتی۔ ۳۲۴

جریث کے بارے میں مبسوط کی ایک روایت کہ یہ کثیر الوجود مچھلی ہے ۔ ۳۲۴

علامہ قزوینی نے جریث کو مارماہی کہا، اور بعضوں نے اسی کو جریث کہا ہے ۔ ۳۲۴

انھوں نے اس نادر مچھلی کو عجائب بحر فارس اور جریث کو عجائب بحر ہند لکھا ہے ۔ ۳۲۵

ارشاد الساری، مجمع بحار الانوار، قاموس، تاج العروس، عجائب قزوینی اور ملتقی الابحر سے مارماہی کی تعیین ۔ ۳۲۵

عمدۃ القاری، مجمع بحار الانوار، تاج العروس،

حیوۃ الحیوان سے ایسی روایتوں کی تخریج جس میں جریث اور مارماہی کو ایک لکھا ہے۔ ۳۲۹

مصنف کی تحقیق کہ فقہاء کے نزدیک یہ دونوں علٰحدہ علٰحدہ ہیں ۔ ۳۳۰

مغرب، ایضاح، حاشیۂ الکنزی، درمختار، عمدہ، فتح اللہ المعین، حاشیہ کنز الازہری، طحطاوی اور شامی سے دونوں کے علٰحدہ ہونے کی شہادت ۔ ۳۳۰

کتب طب وعلم الحیوان میں جھینگے کو بالاتفاق مچھلی کہا گیا ۔ ۳۳۶

قاموس، صحاح، تاج العروس، صراح، منتہی الارب، مخزن، تحفہ، تذکرۂ داؤد انطاکی کے نصوص ۔ ۳۳۶

حیاۃ الحیوان، جامع ابن بیطار، انوار الاسرار سے منصوص بالا کے نصوص ۔ ۳۳۷

گائے اور بھینس کے اعضاء میں بھی فرق کا بیان ۔ ۴۰۴

ہندی بھیڑ عربی مینڈھے کے ساتھ ملحق ہونے کی بھینس سے بھی زیادہ مستحق ہے ۔ ۴۰۴

بھیڑ اور دنبہ کے تشابہ کا بیان ۔ ۴۰۵

بھیڑ اور دنبے میں صرف اتنا فرق ہے کہ ایک کی دم چوڑی اور دوسرے کی گول ہوتی ہے ۴۰۵

جانوروں بلکہ آدمیوں کے بعض اعضاء میں باہم اختلاف ہوتا ہے ۔ ۴۴۱

دو کوہان والے اونٹوں کا بیان ۔ ۴۴۱

Marfat.com

چینیوں، تاتاریوں، زنگیوں، زنانِ مغربیہ و اتراک کے اعضاء میں اختلاف۔ ۱۴۴

متفرقات

صاحبِ قنیہ اور قاضی خاں کے اقوال میں تطبیق۔ ۱۲۱

بدائع کی ایک عبارت کی توضیح اور مصنف کی تحقیق کہ صرف دو رگیں قلب سے دماغ تک متصل ہیں حلقوم اور مری نہیں۔ ۲۲۱

مختلف نیتوں کا تفصیلی بیان۔ ۲۶۹

الّو کی حلت وحرمت سے سوال اور عالمگیری، طحطاوی، شامی، میزان اور حیوٰۃ الحیوان کا حوالہ کہ شافعیہ کے نزدیک حرام اور حنفیہ کے یہاں حلال ہے مگر عالمگیری میں یہ قول لفظ قیل کے ساتھ بیان کیا جس کا مطلب یہ کہ یہ قول ضعیف ہے۔ ۳۱۲

حیوٰۃ الحیوان کا حوالہ غلط ہے اس میں حنفیہ کی طرف حلت کی نسبت نہیں، البتہ شافعیہ کے دو قول ہیں۔ ۳۱۴

ان تین کتابوں کے علاوہ تمام کتبِ فقہ اور احادیث میں پنجہ اور کیلہ والے شکاری جانور کو حرام قرار دیا ہے، عالمگیری، طحطاوی، شامی، میزان شعرانی سے اس موضوع پر نصوص۔ ۳۱۴

ایسے جانوروں کی حرمت کی حکمت یہ ہے کہ ان کی خصلت شرعاً بری ہے، تو کھانے والا بھی ایسا ہی بدخصلت ہو جائے گا۔ ۳۱۴

ایسے جانوروں کی حرمت پر امام اعظم، شافعی و احمد کا اتفاق ہے۔ ۳۱۵

کون سا خرگوش جائز ہے پنجہ والا یا کھر والا "سوال" ۳۲۲

مار ماہی کی پیدائش کے بارے میں مختلف نظریات اور خود مصنف کا نظریہ۔ ۳۲۵

جری، صلور اور انکلیس کے بارے میں اہلِ فن کے اختلافات کا ذکر۔ ۳۲۵

علامات تفریح کا بیان۔ ۳۴۱

بعض علاقوں کے انسانوں، اونٹوں، دنبوں کے درمیان بعض اعضاء میں اختلاف کا بیان۔ ۴۰۵

نہایہ کی عبارت کی توضیح۔ ۴۴۰

علامہ شامی کے ایک اعتراض کی تضعیف اور جد الممتار کا حوالہ۔ ۵۲۰

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الشفعۃ

(شفعہ کا بیان)

مسئلہ ۱ ۲۷ جمادی الآخرہ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ہندو ایک قطعہ زمین کا مالک تھا، اپنے کارندے کی معرفت سب اہلِ محلہ پر ارادۂ بیع کا اعلان کرتا رہا، کسی نے خواہشِ خریداری نہ کی، بکر مسلمان نے جو بذریعہ فیصلہ ثالثی ایک قطعہ زمین ملحقہ قطعہ مذکورہ کا قبل بیع مالک ہو چکا تھا، اسے خریدا، اور یہ قطعۂ بکر قطعۂ خالد کا جُز تھا کہ اب تقسیم ہوگئی ہے، اور قطعۂ خالد کہ وہ بھی مسلمان ہے قطعۂ زید کی پشت پر واقع ہے، مگر اس کی راہ قطعۂ زید کی راہ سے بالکل جُدا ہے، اور قطعۂ زید قطعۂ بکر دونوں کے راہ ایک کوچۂ سربستہ میں ہے، تکمیلِ بیع سے چھ دن بعد خالد نے بکر مشتری سے کہا یہ زمین میرے ہاتھ بیچ ڈال ورنہ میں بذریعہ شفعہ لے لوں گا، بکر نے کہا میں خود شفیع تھا، میرے سامنے تیرا شفعہ نہیں، خالد ڈیڑھ مہینے تک خاموش رہا اور روپیہ پیش نہ کیا، بلکہ کہا تمھیں مبارک ہو، لبعدہٗ روپیہ پیش کیا، اور آمادۂ خریداری ہوا۔ اس صورت میں خالد شفیع ہے یا نہیں؟ اور اس کا حقِ شفعہ ساقط ہوا یا نہیں؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا (بیان کیجئے اجر دئے جاؤ گے۔ ت)۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں خالد کو ہرگز استحقاقِ شفعہ نہیں،

اوّلاً وہ جارِ ملاصق ہے، اور بکر شریک فی حق المبیع۔ درمختار میں ہے:

Marfat.com

لوکان المشتری شریکا وللدار جار فلا شفعۃ للجار مع وجودہ[1] اھ ملخصًا۔

اگر مشتری مکان میں خود شریک ہو تو اسکی موجودگی میں پڑوسی کو اس مکان میں شفعہ کا حق نہیں ہے اھ ملخصًا (ت)

عقود الدریہ میں ہے:

لوکان الثالث جارا فقط فلا شفعۃ لہ لان المشتری خلیط، فیقدم علی الجار[2]۔

اگر تیسرا آدمی صرف پڑوسی ہو تو اس کو شفعہ کا حق نہیں کیونکہ مشتری خود شریک ہے، لہٰذا وہ پڑوسی پر مقدم ہے۔ (ت)

ثانیًا اگر شفیع ہوتا بھی تو اس کا مشتری سے طالب بیع ہونا خود ہی اسقاطِ شفعہ کے لئے بس ہے۔

درمختار میں ہے:

یبطلہا ان استاجرھا او ساومہا بیعا او اجارۃ "ملتقی" او طلب منہ ان یولیہ عقد الشراء[3]۔

مبیع کو اجارہ پر مانگا، یا اجارہ یا بیع کے طور پر بھاؤ لگایا تو اس کا حقِ شفعہ باطل ہو جائے گا، ملتقی۔ یا مشتری سے شراء کا متولی ہونا چاہا۔ (ت)

منح الغفار میں ہے:

لانہ بالاقدام علی الشراء من المشتری اعرض عن الطلب وبہ تبطل الشفعۃ انتہی[4]۔

کیونکہ اس کا مشتری سے خریدنے کا اقدام شفعہ کے طلب سے اعراض ہے جبکہ اس اعراض سے شفعہ باطل ہو جاتا ہے انتہی۔ (ت)

اقول ومن ھٰھنا علم جھل بعض من یدعی[ع] العلم، حیث قال فی جواب ھذا السوال معللا لانعدام شفعۃ

اقول (میں کہتا ہوں) یہاں سے ایک مدعیِ علم کی جہالت معلوم ہوئی، جب اس نے اس سوال کے جواب میں خالد کا شفعہ نہ بننے کی وجہ بیان کرتے

ع وھو امیر احمد سہسوانی ۱۲

---

[1] درمختار کتاب الشفعۃ باب ماتثبت ھی فیہ اولا مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۱۵

[2] العقود الدریۃ " ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۱۸۱

[3] درمختار " باب ما یبطل الشفعۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۱۵

[4] ردالمحتار بحوالہ منح الغفار کتاب الشفعۃ باب ما یبطلہا داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۵۳

Marfat.com

خالدان خالدا اعرض عن الاشتراء من المشتری هذه المدة، فلا یفید عرض الثمن بعد ذلك اھ بالتعریب، فانظر کیف جعل المسقط مثبتا، والاعراض عن المسقط مسقطا، ومن جهله ایضا التعلیل بعدم طلب المواثبة، فانه لاذکرله فی السؤال فمن این لك انه لم یواثب، ومن جهله ایضا التعلیل الثالث بان قطعة بکر لما کانت جزء من قطعة خالد، فالبکر شفیع بنفسه، لان الرجل فی امثال الصورة یکون شفیعا بدون القبض فکیف والبکر قابض، قال فی الهندیة ولو اشتری دارا ولم یقبضها حتی بیعت دار اخری بجنبها، فله الشفعة کذا فی محیط السرخسی[1]، فثبت انه لاشفعة لخالد مع بکر اھ معربا، **اقول** کون قطعة بکر جزء من قطعة خالد، ان جعله شفیعا فلقطعة خالد لا لقطعة زید، وانما الکلام فی قطعة زید، وایضا شفعة بکر مبتنیة علی کونه شریکا لقطعة زید فی الطریق حق، لولم یکن هناك خالد ولا ارضه لکان بکر شفیعا ایضا، فقد اخطأ من وجهین، اهمال المبنی الحقیقی والبناء علی امر اجنبی وایضا کیف ینفی

ہوئے کہا کہ خالد نے اس مدت میں مشتری سے خریدنے سے اعراض کیا لہذا اسکے بعد خالد کا ثمن کی پیشکش کرنا مفید نہ ہوگا اھ عربی کے ساتھ، تو غور کرو اس نے کس طرح مسقط کو مثبت اور مسقط سے اعراض کو شفعہ کے لئے مسقط بنایا، اور اس کی یہ بھی جہالت ہے کہ حق شفعہ کے عدم مطالبہ کو یہاں علت بنایا حالانکہ اس کا سوال میں کوئی ذکر نہیں ہے تو اے مدعیِ علم! تجھے کہاں سے معلوم ہوگیا کہ اس نے اس حق کا مطالبہ نہیں کیا، اور ایک جہالت یہ بھی ہے کہ اس نے تیسری علت یہ بنائی کہ بکر کا قطعہ زمین خالد کے قطعہ کا جز ہے تو یوں بکر خود شفیع ہوا کیونکہ اس جیسی صورت میں بغیر قبضہ کے آدمی شفیع ہوجاتا ہے جبکہ بکر قابض ہے تو کیوں شفیع نہ ہو، ہندیہ میں ہے اگر مکان خریدا اور ابھی قبضہ نہ کیا تھا کہ پڑوس میں ایک مکان فروخت ہوا تو اس خریدار کو شفعہ کا حق ہے، محیط میں یوں ہے، تو ثابت کہ خالد کو شفعہ کا حق بکر کے مقابل میں نہیں ہے اھ، **اقول** (میں کہتا ہوں) بکر کے قطعہ کا خالد کے قطعہ کا جز ہونا اگر شفعہ کو بنائے تو خالد کے قطعہ کے لئے بنائے نہ کہ بکر کے قطعہ کے لئے، حالانکہ بات بکر کے قطعہ کی ہورہی ہے، نیز یہ کہ بکر کو شفعہ کا حق زید کے قطعہ کے راستہ میں شریک ہونے پر مبنی ہے اور وہ برحق ہے خواہ وہاں خالد اور اس کی زمین نہ ہو، بکر پھر بھی شفیع ہے تو اس نے دو طرح کی خطائیں کیں، حقیقی مبنیٰ کو مہمل بنانا اور اجنبی چیز کو مبنیٰ بنانا، نیز یہ صاحب اپنے ابیان کی

---

[1] فتاویٰ ہندیہ کتاب الشفعۃ الباب السابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۲۰۰

Marfat.com

هذا كون خالد شفيعا، لامكان ان يكونا شفيعين، فان فزعت الى الترجيح، فهو امر زائد على ما ذكرت، وقد كان فيه المغني على انه لايتم الكلام الا بضم المقدمة القائلة ان حق الشفعة يثبت للمشتری ایضا، وهی مقدمة غامضة، فذكر الواضح وترك الدقيق جهل فاضح، او عدول عن الطريق، وبالجملة فمفاسد التكبر وادعاء التصدر اكثر من ان تحصر، فانظر الى این صار حال العلم والرجل یدعی شمس العلماء، ویکتب ذلك مع اسم نفسه مع ما فيه من البدع والطغيان، وسلاطة اللسان، والطعن والوقيعة فی جمیع علماء الزمان، بل وکثیر ممن قبلهم من اهل السنة والعرفان، فالله المستعان و لاحول ولاقوة الا بالله العزیز الرحمٰن۔

روشنی میں) خالد کے شفعہ کی نفی کیسے کرسکتے جبکہ دونوں کا شفیع ہونا ممکن ہو، اگر آپ کو ترجیح کی مجبوری ہے تو یہ آپ کے بیان کردہ سے زائد ہے حالانکہ اس میں مستغنی کرنے والا امر موجود ہے علاوہ ازیں یہ کلام اس مقدمہ کے بغیر تام نہیں کہ مشتری کو بھی شفعہ کا حق ثابت ہوتا ہے جس کو یہاں ضم کرنا ضروری تھا اور یہ مقدمہ قابلِ وضاحت تھا، تو مقدمہ غامضہ اور دقیق کو ترک کرنا اور واضح کو ذکر کرنا کھلی جہالت ہے یا طریقہ بیان سے انحراف ہے، خلاصہ یہ کہ اپنے کو بڑا ظاہر کرنے اور تکبر کرنے میں بیشمار مفاسد ہیں، آپ غور کرلیں کہ کہاں علم کا یہ حال جبکہ دعوٰی کررہا ہے شمس العلماء ہونے کا، اور پھر خود اپنے نام کے ساتھ یہ لقب لکھتا ہے حالانکہ اس میں بدعت اور تعلّی، زبان درازی، طعن اور زمانہ کے تمام علماء کرام بلکہ بہت سے پہلے کے اہل سنّت و اہل عرفان پر بڑائی کا دعوٰی ہے، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العزیز الرحمٰن۔ (ت)

ثالثًا اس کا کہنا تمھیں مبارک ہو صریح دلیل رضا و تسلیم ہے، اور شفعہ بعد تسلیم باطل۔ تنویر میں ہے: یبطلها تسلیمها بعد البیع[1] اھ ملخصا (بعد از بیع اسے تسلیم کرنا شفعہ کو باطل کردیتا ہے اھ ملخصا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲: مسئولہ مولوی سید محمد جان صاحب ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بکر پر اس کی زوجہ کا دین مہر بمقدار بیس ہزار روپیہ کے لازم ہے، بکر نے ایک مکان خریدا، بعد خریداری کے وہ مکان اپنی زوجہ کے ہاتھ بعوض اس کے دین مہر کے بیع کردیا یا بالعوض دین مہر کے ہبہ بعوض کیا، تو اس صورت میں خالد کہ مکان مذکور کا شفیع ہے، اس کا شفعہ پہنچتا ہے یا

---

[1] درمختار کتاب الشفعۃ باب ما یبطلها مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۱۵

Marfat.com

نہیں؟ اور اگر زوجہ کو بلاعوض ہبہ مجرد کردے تو شفعہ ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر بعوض مہر بیع کی یا ہبہ بالعوض کیا، یعنی یُوں کہا کہ یہ مکان میں نے بعوض تیرے مہر کے تجھے دیا، اور زوجہ نے قبول کیا تو شفعہ لازم ہے اگرچہ مکان قبضۂ زوجہ میں نہ آیا ہو،

لان الشفعة تعتمد زوال الملك عن المالك و الملك فی البیع الصحیح یزول بمجرد العقد من دون توقف علی القبض، والهبة بعوض بیع ابتداء وانتهاء، کما فی الهدایة[1] و الدر المختار[2] وغیرهما من الاسفار۔

کیونکہ شفعہ کا مدار مالک سے ملکیت کے زوال پر ہے جبکہ صحیح بیع میں عقدِ بیع سے ہی ملکیت زائل ہو جاتی ہے مشتری کے قبضہ پر موقوف نہیں ہوتی، اور ہبہ بالعوض ابتداءً اور انتہاءً بیع ہے جیسا کہ ہدایہ اور درمختار وغیرہما کتب میں ہے۔ (ت)

اور اگر ہبہ بشرط العوض کیا یعنی یُوں کہا کہ یہ مکان میں نے تجھے ہبہ کیا بشرطیکہ تو مجھے مہر ہبہ کردے، اور زوجہ نے مہر بخش دی، تو شفعہ ثابت نہ ہوگا جب تک مکان قبضۂ زوجہ میں نہ آجائے، جب باذن شوہر زوجہ قبضۂ کاملہ کرے گی اُس وقت شفیع کا شفعہ ثابت ہوگا،

لانها هبة ابتداء فلا یزول الملك الا بالقبض، فاذا وجد القبض عادت بیعا، فتثبت الشفعة۔

کیونکہ یہ ابتداءً ہبہ ہے لہذا ہبہ میں قبضہ کے بغیر واہب کی ملکیت زائل نہ ہوگی، تو جب قبضہ پایا جائے گا تو ہبہ بیع بن جائے گا تو شفعہ ثابت ہوجائے گا۔ (ت)

اور اگر ہبۂ مجردہ کیا تو اصلاً شفعہ نہیں،

فی الهدایة لا شفعة فی هبة الا ان تکون بعوض مشروط لانه بیع انتهاء، ولابد من القبض وان لایکون الموهوب ولا عوضه شائعا لانه هبة ابتداء[3] والله تعالٰی اعلم

ہدایہ میں ہے ہبہ میں شفعہ نہیں ہوتا مگر جب وہ عوض کے ساتھ مشروط ہو کیونکہ ایسی صورت میں وُہ انتہاءً بیع قرار پاتا ہے تو قبضہ ضروری ہے اور موہوب اور اس کا عوض شائع نہ ہو کیونکہ یہ ابتداءً ہبہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] الہدایہ کتاب الہبۃ باب ما یصح رجوعہ وما لا یصح مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۲۸۹-۲۸۸

[2] درمختار کتاب الہبۃ باب الرجوع فی الہبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۴

[3] الہدایہ کتاب الشفعۃ باب ما تجب فیہ الشفعۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۰۲

Marfat.com

مسئلہ ۳ مسئولہ مولوی سید محمد جان صاحب ۲۳ ربیع الثانی شریف ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک قطعہ اراضی خریدا، اور واسطے ثبوت اپنے قبضہ کے ایک شاخ درخت واقع اراضی مشربہ کو قطع شروع کیا، اُس وقت بکر کو اطلاع بیع لینے اراضی کی ہوئی، بکر اسی وقت موقع پر زید کے پاس گیا اور کہا میں اس اراضی کا شفیع ہوں مجھ کو دے دو، زید نے کہا تمھارا شفعہ دو وجہ سے جائز نہیں، ایک نظراً، دوسرے میں خود شفیع ہوں۔ پھر کچھ گفت گو نہ ہوئی، بعد ایک مہینے بارہ روز کے بکر نے زید سے کہا کہ روپیہ لے لو، جس قیمت کو یہ اراضی خریدی ہے اور اراضی مجھ کو دے دو، زید نے روپیہ نہ لیا اور کہا کہ حق مواثبت جاتا رہا اور بعد چند عرصہ کے زید نے وہ اراضی بذریعہ ہبہ مطلق منتقل کر دی اور دستاویز مصدق پر رجسٹری کر دی، وقت اطلاع ہبہ شفیع مدعی ہوا کہ مجھ کو اطلاع ہبہ کی نہ تھی، اب جو مجھے اطلاع ہوئی تو میں اس انتقال کا بھی شفیع ہوں، ان صورتوں میں شفعہ بکر جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ انتقال ہبہ قبل تصفیہ باہمی زید و بکر کے درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

شفیع اگر بفور استماع خبر طلب شفعہ کر کے مشتری یا مکان کے پاس جا کر طلب تقریر کرے، اور اگر مبیع ہنوز قبضہ بائع میں ہو تو اس کے پاس طلب بھی کافی ہے، اور اس طلب دوم میں بھی بشرط قدرت دیر نہ لگائے تو ان امور سے اس کا شفعہ مستقر ہو جاتا ہے کہ بے صدور مبطل باطل نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے:

یطلبھا الشفیع طلب المواثبۃ ثم یشھد علی البائع لو العقار فی یدہ او علی المشتری وان لم یکن ذا ید، او عند العقار، وھذا لابد منہ، حتی لو تمکن ولو بکتاب او رسول، ولم یشھد بطلت شفعتہ، وان لم یتمکن منہ لا تبطل[1] اھ ملخصًا۔

شفیع استقرار حق طلب کر کے پھر بائع کے پاس گواہ بنائے، اگر پراپرٹی اس کے قبضہ میں ہو یا مشتری کے ہاں گواہ بنائے اگرچہ زمین اس کے قبضہ میں نہ ہو، یا فروخت شدہ زمین پر ایسا کرے، اور یہ ضروری ہے حتی کہ اگر اس کو یہ بذریعہ خط یا بذریعہ قاصد بھی ممکن ہو اور وہ ایسا نہ کرے تو اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا اور اگر اس کو یہ قدرت نہ ہُوئی تو باطل نہ ہوگا اھ ملخصًا۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

الحق متی ثبت واستقر لا یسقط

اور حق جب ثابت ہو جائے اور استقرار ہو جائے

---

[1] درمختار کتاب الشفعۃ باب طلب الشفعۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۱۲

Marfat.com

الاباسقاطه[1] الخ۔ تو خود ساقط کئے بغیر ساقط نہ ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

تستقر بالاشهاد ای بالطلب الثانی، وهو طلب التقریر، والمعنی اذا اشهد علیها لا تبطل بعد ذٰلك بالسكوت الا ان یسقطها بلسانه او یعجز عن ایفاء الثمن فیبطل القاضی شفعته[2] الخ۔

شفعہ کا گواہ بنانے یعنی دوسری طلب پر استقرار ہوجاتا ہے یہ دوسری طلب برائے پختگی ہے اور معنٰی یہ ہوا کہ جب شفعہ پر گواہ بنالے تو اس کے بعد سکوت سے باطل نہ ہوگا، ہاں اگر خود اپنی زبان سے ساقط کرے یا ثمن کی ادائیگی سے عاجز رہے تو قاضی اس کے شفعہ کو باطل قرار دے گا الخ۔ (ت)

پس اگر تمام مدارج طلب ابتدائی وطلب ثانی کے بجالایا تو بیشک اس کا حق مؤکد ہوگیا، اور مشتری کا خود شفیع ہونا اس کے حق کا مانع نہیں، غایت یہ ہے کہ اگر دونوں مساوی درجہ کے شفیع ہیں اور مشتری مزاحمت کرے تو مبیع دونوں میں نصف نصف ہوجائے،

فی الدرالمختار لوكان المشتری شریكا وللدار شریك اٰخر فلهما الشفعة[3]۔

درمختار میں ہے اگر مشتری شریک ہو اور مبیع مکان میں کوئی اور شریک بھی ہو تو دونوں شریکوں کو شفعہ کا حق ہوگا۔ (ت)

اور روپیہ بطور طلب شفعہ پیش کرنا کہ میں شفیع ہوں اپنا روپیہ لے، اور شیئ مشفوع مجھے دے کچھ مضر نہیں،

لانه لایدل علی الرغبة عنها بل فیها، فی الدرالمختار الاصل ان الشفعة تبطل باظهار الرغبة عنها لا فیها[4]۔

کیونکہ یہ اس سے اعراض پر دال نہیں ہے بلکہ اس میں دلچسپی کا اظہار ہے، درمختار میں ہے قاعدہ یہ ہے کہ اعراض کرنے سے شفعہ ساقط ہوتا اس میں دلچسپی سے ساقط نہیں ہوتا۔ (ت)

ہاں یوں روپیہ پیش کرنا کہ قیمت لے اور مکان میرے ہاتھ بیچ ڈال، البتہ مسقط شفعہ ہے،

فی الدرالمختار یبطلها ان طلب منه ان یولیه عقد الشراء[5]۔

درمختار میں ہے کہ شفیع اگر یہ مطالبہ کرے کہ مجھ سے شراء کر تو اس مطالبہ سے شفعہ باطل ہوجائے گا۔ (ت)

---

[1] الہدایۃ کتاب الشفعۃ باب طلب الشفعۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۳۹۲

[2] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۳۹

[3] درمختار " باب ماتثبت هی فیہ اولا مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۱۵

[4] درمختار " " " " " " " ۲/ ۲۱۵

[5] " " باب مایبطلہا " " " ۲/ ۲۱۵

Marfat.com

اور ہبہ مجرد میں اگرچہ شفعہ نہیں، مگر مشتری بوجہ ہبہ خواہ کسی طریقہ انتقال کے حق شفیع کو ساقط نہیں کرسکتا کہ اس کا دعوئ شفعہ بربنائے بیع ہے، جو مالک اول نے اس مشتری کے ہاتھ کی، نہ بربنا اس ہبہ کے جو یہ مشتری دوسرے کے لئے کرتا ہے، ایسی حالت میں شفیع کو اختیار رہتا ہے کہ مشتری کے تمام تصرفات کو رد کردے اور مبیع بذریعہ شفعہ لے لے۔

فی الدر المختار ینقض الشفیع جمیع تصرفاته ای المشتری حتی الوقف والمسجد والمقبرة والهبة زیلعی وزاهدی[1] (جواب نامکمل)

درمختار میں ہے کہ شفعہ حاصل کرلینے کے بعد شفیع، مشتری کے تمام تصرفات ختم کردے گا حتی کہ وقف، مسجد، مقبرہ اور ہبہ تک کو توڑ دے گا۔ زیلعی و زاہدی (ت)

مسئلہ ۴: ۱۶ رجب ۱۳۰۷ھ از بدایوں مردہی ٹولہ شیخ حامد حسن صاحب مختار

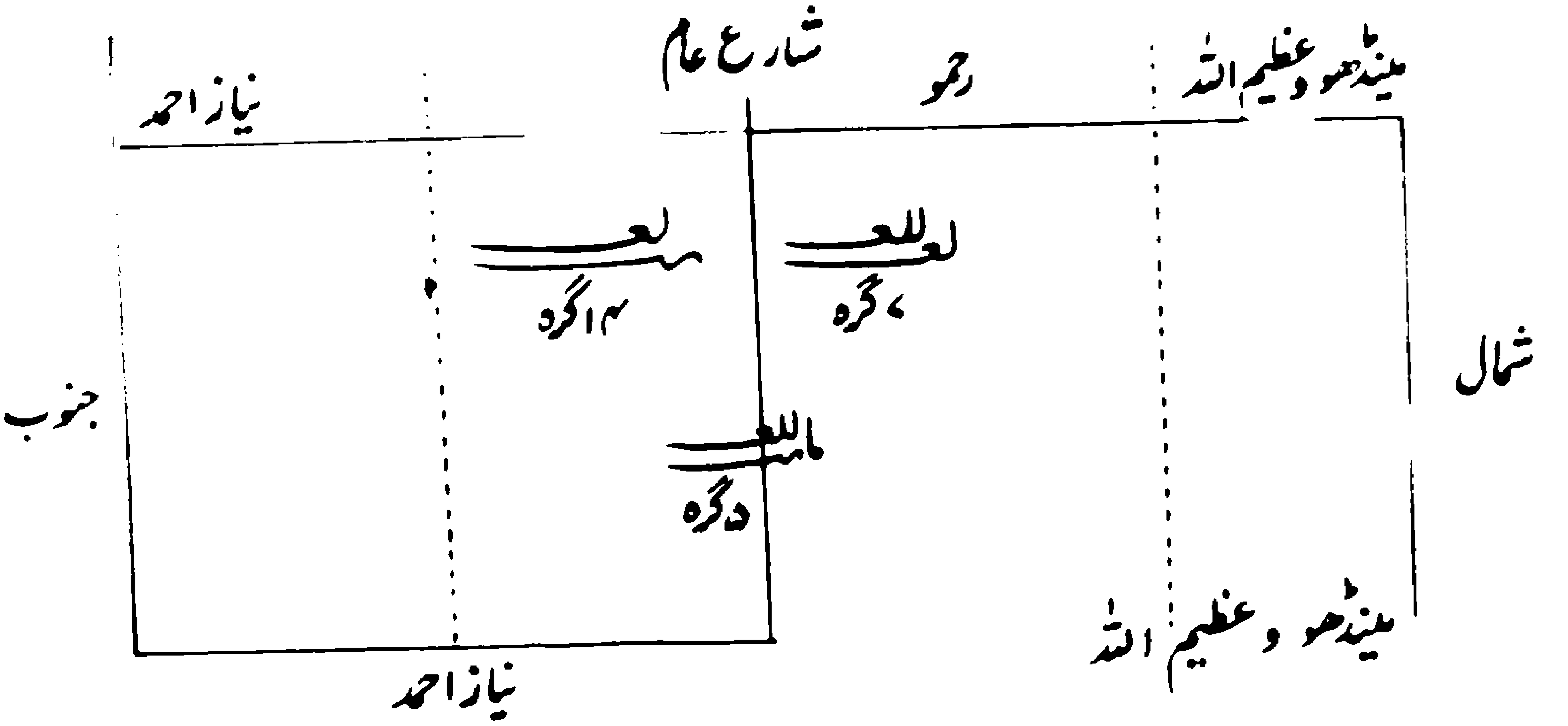

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان تعدادی ماللعہ ۹ گرہ جانب شمال مینڈھو و عظیم اللہ کا تھا، اس کے جانب جنوب رحمو کا مکان تعدادی صللعہ ۵ گرہ کا، اس سے جنوب کو نیاز احمد کا مکان تھا، رحمو کا مکان مینڈھو و نیاز احمد نے خرید کیا، اور باہم تقسیم ہوگئی للعہ ۷ گرہ اراضی شمالی مینڈھو کو ملی، اس نے اپنے مکان شمالی میں شامل کرلی، اب مینڈھو و عظیم اللہ کا مکان ماللعہ علاوہ آبچک کے ہوگیا، اور ملعہ ۱۴ گرہ جنوبی نیاز احمد کو ملی، اس نے اپنے مکان جنوبی میں ملالی، نیاز احمد اپنا مکان جس میں اراضی مشتریہ بھی شامل تھی بدست وزیر الدین بیع کردیا، تخمیناً دس برس ہوئے کہ وزیر الدین مشتری نے ہر چہار سمت سے بطور خود اپنا پختہ مکان تعمیر کرلیا، فرمائیے کہ جب تقسیم ہوکر تین مکان کے دو مکان ہوگئے، اور درمیان میں دیوار موجود ہے اور کوئی شرکت دیوار میں

---

[1] درمختار کتاب الشفعۃ باب طلب الشفعۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۱۳

Marfat.com

بھی نہیں، اور راستے دکانوں مکانوں کے جانب غرب شارع عام میں ہیں، اور دونوں کی آبچکن جانب شرق اپنی اپنی جداگانہ زمین میں، تو وزیرالدین مشتری مکان نیاز احمد کو نسبت لطف اللہ گرہ اراضی مشتریہ مینڈھو کی، حق خلیط کا حاصل ہے یا شفیع جار کا، وزیرالدین گمان کرتا ہے کہ رحمو کا مکان میرے بائع نیاز احمد اور مینڈھو نے مشترکاً خریدا تھا، لہذا مجھے حق خلیط حاصل ہے، یہ گمان اس کا شرعاً صحیح یا باطل ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں جبکہ نہ ایک مکان کی راہ دوسرے میں، نہ دونوں کی کسی کوچۂ سربستہ غیر نافذہ میں، نہ ایک کو دوسرے سے آبچک کا تعلق، تو بالاتفاق اُن میں کسی کے مالک کو دوسرے سے علاقۂ خلیط نہیں، بلکہ ہر ایک دوسرے کا جار محض ہے۔ درمختار میں ہے:

للخلیط فی حق المبیع ھوالذی قاسم و بقیت له شرکة فی حق العقار کالشرب والطریق خاصین فلو عامین فلا شفعة بھما[1] اھ ملخصاً۔	تقسیم شدہ مبیع کے حقوق میں شرکت مثلاً پانی اور راستہ خاص ہوں یا عام، باقی ہو تو بھی خلیط کو اس شرکت کی وجہ سے شفعہ نہیں اھ ملخصاً۔ (ت)

شرح نقایہ علامہ برجندی میں ہے:

جار ملاصق بابه فی سکة اخرٰی، او یکون بابه و باب ذٰلك الجار معًا الی الطریق العام[2]	پڑوسی جس کا دروازہ دوسری گلی میں ہو یا دونوں کا شارع عام کی طرف سے ملا ہو۔ (ت)

وزیرالدین کا خیال ہے کہ میرا بائع اور مینڈھو ایک زمین مشترک کے خلیط تھے جس کا ایک حصہ میرے بائع اور ایک مینڈھو کے مکان میں پڑا، لہذا میں اس کا خلیط ہوں، محض باطل ہے، کہ جب تقسیمیں ہوگئیں، حدیں پڑگئیں، دیواریں کھنچ گئیں، راہیں پڑگئیں، پھر خلط کہاں، حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا وقعت الحدود وصرفت الطرق فلا شفعة اخرجه الامام البخاری[3]	جب حدبندی ہوجائے اور راستہ تبدیل ہوجائے تو اب شریک کو شفعہ کا حق نہیں، اس کو بخاری

---

[1] درمختار کتاب الشفعة مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۱۱
[2] شرح النقایة للبرجندی " نولکشور لکھنؤ ۳/ ۴۸
[3] صحیح البخاری کتاب الشرکة باب الشرکة فی الارضین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۳۹

Marfat.com

وغیرہ عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اور دیگر نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ (ت)

فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

اذا اقتسما الارض وخطا خطا فی وسطہا، ثم اعطی کل منہما شیئا حتی بنیا حائطا، فکل منہما جار لصاحبہ فی الارض[1]۔

جب دو شریکوں نے زمین تقسیم کرلی اور درمیان میں خط کھینچ لیا پھر دونوں نے کچھ خرچ کرکے دیوار بنادی تو دونوں ایک دوسرے کے پڑوسی قرار پائیں گے۔ (ت)

غرض اگلے وقتوں کی شرکت پر اب دعوی حق خلیط کرنا عجب دعوٰی ہے جس کا بطلان ہر ذی عقل پر ظاہر، فضلاً عن ذی فضل، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ از بدایوں مردھی ٹولہ شیخ حامد حسن صاحب وکیل ۱۶ رجب ۱۳۰۷ھ

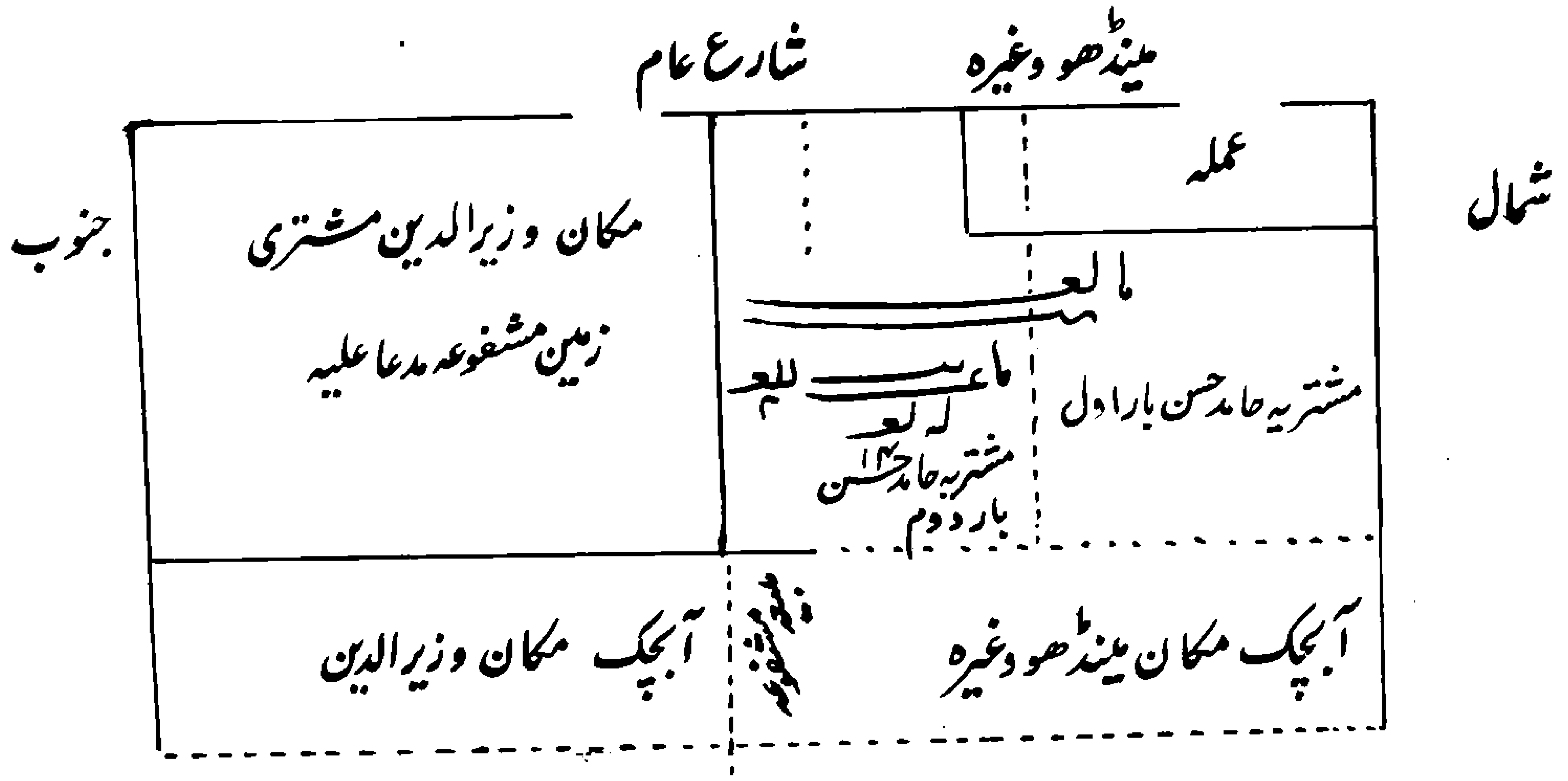

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مینڈھو وعظیم اللہ کا مکان ماللعہ گز کا ہے جس میں جانب شمال ماللعہ ان کی موروثی، اور للعہ ۷ گرہ جنوبی خاص مشتریہ مینڈھو ہے جو اُسے بذریعہ شراء بعد تقسیم نیاز احمد ملی تھی، مینڈھو وعظیم اللہ نے منجملہ مکان تعدادی ماللعہ گز کے ـــ گز زمین جانب شمال میں باستثنائے آبچک شرقی وعملہ بدیں تعیین کہ شرقاً غرباً عـــ گز اور جنوباً شمالاً ہے گز بدست حامد حسن بیع کی، ماعـــ گز منجملہ مکان باقی رہی، اس بقیہ ماعـــ گز سے لہ لعـــ ۱۴ گرہ گز اراضی شمالی تنہا مینڈھو نے بایں الفاظ بدست حامد حسن مذکور بیع کی کہ (منجملہ ماعـــ گز کے لعـــ ۱۴ گرہ گز میری اراضی بروئے تقسیم خانگی باہمی اراضی عظیم اللہ

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الشفعۃ الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۱۶۶

Marfat.com

سے جانب شمال ہے، لہذا باستثنائے آنگن بیع کی) اس لہ ۱۴ گرہ میں ۲ گرہ گز منجملہ اس لہ ۷ گرہ گز کے بھی شامل ہے جو خاص مشتریہ مینڈھو تھی، اور یہ کل مکان تعدادی ما لعہ گز اس وقت تک بلاکسی حد فاصل کے ہے، نقشے میں جہاں جہاں نقطے دئے گئے ہیں وہاں کوئی دیوار یا حد کا نشان نہیں، صرف تعیین سمت ومقدار گز کے اُسے ایک ذہنی امتیاز ہے، یہ قطعہ زمین جسے آنگن کہا جاتا ہے یہ بھی بلاکسی حد وفصل کے مجموعہ مکان کا ایک غیر متمیز ٹکڑا ہے جسے بے پیمائش کے تعین نہیں کرسکتا، غرض کل مکان قطعۂ واحدہ ہے، اس میں سے بقیہ لہ ۲ گرہ گز جنوبی وکل آنگن عملہ واقعہ مشتریہ حامد حسن کو مینڈھو وعظیم اللہ نے بدست وزیرالدین ہمسایۂ جنوبی بیع کیا، اس مکان اور مکان وزیرالدین مشتری کے بیچ میں ایک دیوار خاص مملوک وزیرالدین فاصل ہے، دونوں مکانوں کی راہیں جانب غرب شارع عام میں ہیں، اور دونوں کی آنگنیں اپنی اپنی خاص زمین میں جانب مشرق ہیں، دونوں کا پانی اپنی خاص زمین میں ہوتا ہوا شرقی مکانات مختلفہ میں گزرجاتا ہے، فرمائیے کہ ایسی صورت میں اراضی مبیعہ حامد حسن کو حق شفیع خلیط کا ہے یا نہیں؟ اور شرعاً اس استحقاق سے وہ کل زمین حامد حسن کو ملنا چاہئے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں وزیرالدین اس مکان مینڈھو وغیرہ کا جارِ محض ہے کہ نہ اُسے کوئی شرکت نفس مبیع میں، نہ حق مبیع میں، اور تقریر ونقشۂ سوال سے ظاہر کہ آنگن کی زمین بھی باہم مشترک نہیں بلکہ دونوں آنگنیں ایسے مختلف مکانوں کے جداگانہ ٹکڑے ہیں جن میں ایک کا کوئی حق دوسرے سے متعلق نہیں، صرف اتصال ہی اتصال ہے، تو جوار سے زیادہ اُسے کوئی استحقاق نہیں، نفی خلط کے لئے بیچ میں دیوار ہی ہونا ضروری نہیں کہ اراضی آنگن میں جہاں دیوار نہیں، شرکت وخلط مانیں، بلکہ مجرد تعیین وامتیاز کافی ہے۔ عالمگیری میں ہے:

اذاکان نهرا علاه لرجل واسفله لرجل فاشترٰی رجل نصیب صاحب اعلی النهر فطلب اسفل النهر الشفعة فالشفعة له بالجوار، وکذٰلك لواشتری رجل نصیب اسفل النهر فالشفعة لصاحب الاعلی بالجوار، کذا فی المبسوط[1] اھ ملخصا۔

اگر ایسی نہر ہو کہ اس کا اوپر والا حصہ ایک شخص کا اور نیچے والا دوسرے کا ہو، تو کسی آدمی نے اوپر والے کا حصہ خرید لیا تو نیچے والے کو شفعہ کے مطالبہ کا حق ہے اس کا یہ شفعہ پڑوسی والا ہوگا، اور یونہی اگر کسی نے نیچے والے کا حصہ خریدا تو اوپر والے کا شفعہ ہو تو وہ شفعہ پڑوسی والا ہوگا۔ مبسوط میں یوں ہے اھ ملخصاً (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الشفعۃ الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۱۷۱

Marfat.com

اور حامد حسن خلیط فی حق المبیع ہے، کہ مکان واحد کا ایک حصہ مشاع خریدنے سے مشتری شریک فی العین ہوجاتا ہے یُوں ہی اُس میں سے ایک حصہ معین محدود بتعیین سمت و مقدار خریدنے سے خلیط فی الحق ہوجاتا ہے، جب تک حدیں فاصل ہوکر انقطاع تعلق نہ ہوجائے، زیر قول درمختار :

ان باع رجل عقارا الا ذراعا مثلا فی جانب حد الشفیع فلا شفعة لعدم الاتصال، وکذا لاشفعة لو وھب ھذا القدر للمشتری و قبضه[1]

اگر کسی نے اپنی زمین فروخت کی مگر شفیع کی حد کی طرف ایک گز کو فروخت نہ کیا تو پڑوسی کو شفعہ کا حق نہ ہوگا کیونکہ اس کی حد سے اتصال نہ پایا گیا، اور یُوں ہی اگر اس نے اتنا حصہ مشتری کو ہبہ کردیا اور قبضہ دے دیا۔ (ت)

ردالمحتار میں فرمایا :

الظاھر ان المراد وھبه بعد بیع ما عدا ھذا القدر بقرینة قوله للمشتری، و مثله ما لو باعه له لانه صار شریکا فی الحقوق، فلا شفعة للجار[2] اھ یعنی مثل الھبة فی عدم الشفعة ما لو باع البائع ھذا الزراع الباقی فی البیع الاول لمشتری القطعة الاولٰی، لانه بشرائه القطعة الاولٰی صار شریکا فی حقوق القطعة الثانیة، وھی الذراع المبیع ثانیا، فجار الدار وان کان له حق الجوار فی ھذا الذراع، لوجود الاتصال لکن لاشفعة له لان المشتری خلیط فی الحقوق فلاشفعة معه للجار المحض۔

ظاہر یہ ہے کہ اس کی مراد بیع کے بعد مشتری کو ہبہ کرنا ہے اس پر قرینہ للمشتری کا لفظ ہے اور یونہی اگر وہ اتنا حصہ اس نے بعد میں مشتری کو فروخت کردیا ہو، کیونکہ وہ مشتری اب حقوق میں شریک ہوچکا ہے اس لئے اب پڑوسی کو شفعہ کا حق نہ ہوگا اھ، یعنی شفعہ نہ ہونے میں وہ صورت کہ بائع نے پہلی بیع میں سے باقیماندہ گز کو پہلے مشتری کے پاس فروخت کیا تو ہبہ کی طرح پڑوسی کا شفعہ نہ ہوگا کیونکہ وہ مشتری پہلے قطعہ کو خریدنے کی بناء پر دوسرے باقیماندہ حصہ کے حق میں شریک ہوگیا تو اگرچہ جگہ کے پڑوسی کو پڑوس کی وجہ سے اس باقیماندہ میں اتصال ہے لیکن اس کا شفعہ نہیں کیونکہ مشتری حقوق میں شریک بن گیا لہذا اس کے مقابلہ میں محض پڑوسی کو حقِ شفعہ نہ رہا۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الشفعة باب ما یبطلها مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۱۶

[2] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۵۴

Marfat.com

اسی میں ہے :

مشتری الذراع صار شریکا فی الحقوق فیقدم علی الجار، کما قدمناه[1]

باقیماندہ گز میں مشتری حقوق کا شریک ہوگیا لہذا وہ پڑوسی پر مقدم ہوگا، جیساکہ پہلے گزرا۔(ت)

پس حامد حسن نے جس وقت پہلا قطعہ گز بتعیین سمت و مقدار خریدا باقی تمام زمین مملوکہ مینڈھو وعظیم اللہ میں خلیط فی الحق ہوگیا، اسی طرح دوسرے بار کی خریداری نے اس کا بھی استحقاق قائم رکھا، اور جبکہ وہ مکان مع آبچک وغیرہ بتمامہ قطعۂ واحدہ ہے، تو اس کے مجموع سے حق حامد حسن متعلق ہوا، جس سے کسی جز کو مستثنیٰ ماننے کی کوئی وجہ نہیں، کما لایخفی علی احد (جیسا کہ کسی پر مخفی نہیں ہے۔ت) اور خلیط فی الحق جار محض پر شرعاً مقدم کہ جار خریدے تو یہ بذریعہ شفعہ اُس سے سب واپس لے سکتا ہے کما فی الکتب قاطبۃ (جیسا کہ معتبر کتب میں ہے۔ت) عالمگیری میں ہے :

یراعی فیہا الترتیب فیقدم الشریک علی الخلیط، والخلیط علی الجار[2]

اس میں ترتیب کی رعایت ہوگی تو شریک مقدم ہوگا خلیط پر، اور خلیط مقدم ہے پڑوسی پر۔(ت)

پس ثابت ہوا کہ جس قدر زمین آبچک وغیرہ آبچک بدست وزیر الدین جار محض بیع کی گئی تمام و کمال حامد حسن شفیع خلیط فی حق المبیع کو بذریعہ شفعہ ملنی چاہئے، اگر وہ شرائط طلب کما ینبغی بجالایا ہو، اور عمارہ اگرچہ جب اپنی زمین سے بیچا جائے محلِ شفعہ نہیں، شرح المجمع علامہ ابن ملک میں ہے :

وبیع النخل وحدہ او البناء وحدہ فلا شفعۃ لانہما لاقرار لہما بدون العرصۃ[3]

کھجور کے درخت کی علیحدہ یا عمارت کی علیحدہ بیع میں شفعہ نہیں کیونکہ زمین کے بغیر ان کو قرار حاصل نہیں ہے۔(ت)

مگر اس کا بیع میں داخل ہونا زمین میں استحقاقِ شفعہ کا مانع نہیں۔ ردالمحتار میں ہے :

الصفقۃ وان اتحدت فقد اشتملت علی مافیہ الشفعۃ، وعلی مالیست فیہ

سودا ایک ہو اور وہ ایسے حصوں پر مشتمل ہو کہ بعض میں شفعہ ہوسکتا ہے اور دوسرے بعض میں نہیں ہوسکتا تو شفعہ والے

---

[1] ردالمحتار کتاب الشفعۃ باب ما یبطلہا دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۵۵

[2] فتاوٰی ہندیۃ " الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۶۶-۱۶۵

[3] ردالمحتار بحوالہ شرح المجمع کتاب الشفعۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۳۸

Marfat.com

فیحکم بها فیما تثبت فیه اداءً لحق العبد کذا فی درر البحار وشرح المجمع[1] اھ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

میں بندے کا حق ہونے کی وجہ سے پورے سودے پر شفعہ کا حکم ہوگا تاکہ بندے کا حق ادا ہو سکے، جیساکہ درر البحار اور شرح المجمع میں ہے اھ۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶ از بداؤں شیخ حامد حسن صاحب وکیل ۹ رمضان المبارک ۱۳۰۷ھ

بداؤں سے دوبارہ یہ سوال بعبارات طوال آیا جس کا خلاصہ یہ کہ کل مکان ۲۰۲ گز کا ظاہر کیا گیا ہے اور بیع اول بدست حامد حسن میں سے ــــ گز نکل کر ماٹــــ گز باقی تھا، اس میں سے منجملہ ماٹــــ گز کے لہ لعــــ گز شمالی کہ بروئے تقسیم خانگی حق مینڈھو ٹھہری، مینڈھو نے بایں حدود معینہ بدست حامد حسن بیع کی، اراضی آبچک زمین مبیعہ مملوکہ مقر و برادر مقر و بعدہ مکان سعد اللہ وغیرہ۔

غربی	جنوبی	شمالی
راستہ	اراضی عظیم اللہ	اراضی مشریہ حامد حسن

پھر باقی بدست وزیرالدین بیع ہوئی، اس مکان اور مکان وزیرالدین کا پانی اپنی اپنی خاص آبچکوں میں ہو کر شرقی مکانوں کے صحن مملوک سعد اللہ وغیرہ میں ملتا ہے، اور وہاں یہ دونوں پانی اور اُن مکانوں کے پانی سب ایک ہو کر اسی صحن مملوک کے دروازے سے نکل کر راہ میں گزر جاتے ہیں، اس صورت میں وزیرالدین کو دعوٰی شرکت فی حقوق المبیع ہے، اور حامد حسن شفیع کو بدیں وجہ کہ کوئی تمیز خارجی نہیں، دعوٰی شرکت فی نفس المبیع ہے، پس شرعًا کیا حکم ہے؟ اور عملہ کہ اس مبیع بارسوم پر قائم اور بیع میں داخل ہے شفعہ میں داخل رہے گا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں حامد حسن کو حق شفع حاصل ہے، اور وزیرالدین کو اس کے مقابل کوئی استحقاق مزاحمت نہیں کہ اگرچہ زمین کا محدود بحدود معینہ ہونا ہی اس کے امتیاز و ابطال شیوع کے لئے بس ہے، جس قطعہ کا آغاز و انجام جدا بتاسکیں وہ مشاع کب ہوا، مگر ازانجا کہ ہنوز مکان میں حدیں فاصل نہ پڑیں، دیواریں نہ کھنچیں، راہیں نہ پھریں، صرف ذہنی امتیازات ہیں، تو حامد حسن کو بیع میں ایک اعلٰی درجہ کا حق خلیط فی حقوق المبیع حاصل ہے، اور یہ استحقاق اُس کے لئے اُسی وقت سے ثابت و مسلّم تھا جب سے اُس نے ــــ گز کا پہلا قطعہ خریدا۔ ردالمحتار میں ہے:

---

[1] ردالمحتار کتاب الشفعۃ باب مایبطلھا داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۵۷

Marfat.com

مشتری الذراع صار شریکا فی الحقوق فیقدم علی الجار، کما قدمناه[1]

باقیماندہ گز کو خریدنے والا مشتری حقوق میں شریک بن گیا ہے تو وہ پڑوسی پر مقدم ہوگا، جیسا کہ پہلے ہم نے ذکر کیا۔ (ت)

اور مکان وزیرالدین کو اس مبیع کے سیل آب سے جو علاقہ ہے اگر روایت تاتارخانیہ پر نظر کیجئے تو اصلاً قابلِ التفات نہیں، اُس میں صاف تصریح ہے کہ ایک مکان کا پانی خود اس دارِ مبیعہ میں بہتا ہو جب بھی یہ شرکت فی الحقوق نہ ٹھہرے گی اور صرف جوارِ محض قرار پائے گا۔ عالمگیری میں ہے:

لرجل مسیل ماء فی دار بیعت کانت لہ الشفعۃ بالجوار لابالشرکۃ ولیس المسیل کالشرب، کذا فی التتارخانیۃ[2]۔

فروخت ہونے والی حویلی میں سے دوسرے شخص کا پانی بہتا ہے تو اس پانی والے کو حویلی میں پڑوسی ہونے کی وجہ سے شفعہ کا حق شریک والا شفعہ نہ ہوگا اور پانی کا بہنا، سیرابی کا حکم نہیں رکھتا، یوں تاتارخانیہ میں ہے۔ (ت)

اور اگر روایت محیط و ذخیرہ پر عمل کیجئے تو حامد حسن کہ شریک فی الطریق ہے، وزیرالدین سے جو صرف مسیل آب میں ایک علاقہ رکھتا ہے قطعاً مقدم ہے کہ اس کے ہوتے اسے کوئی استحقاق مزاحمت نہیں۔ عالمگیری میں ہے:

صاحب الطریق اولٰی بالشفعۃ من صاحب مسیل الماء کذا فی المحیط[3]۔

راستے والا شفعہ میں پانی کے بہاؤ والے سے اولٰی ہے، یُوں محیط میں ہے۔ (ت)

ردالمحتار حاشیہ درمختار میں ہے:

قال فی الدرالمنتقی ونقل البرجندی ان الطریق اقوی من المسیل فراجعہ انتھی[4]، قلت نقلہ عن الذخیرۃ کما رأیتہ فیہ۔

الدرالمنتقی میں فرمایا جس کو برجندی نے نقل کیا کہ راستہ کا حق پانی کے بہاؤ سے اقوٰی ہے، تو اس کی طرف مراجعت چاہیئے۔ میں کہتا ہوں کہ انھوں نے اس کو ذخیرہ سے نقل کیا ہے جیسا کہ میں نے اس میں دیکھا ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الشفعۃ باب مایبطلہا داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۵۵
[2] فتاوٰی ہندیۃ " الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۱۷۰
[3] " " " " " " " ۵/ ۱۶۷
[4] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۴۰

Marfat.com

بہرحال حامد حسن اس تمام زمین مبیع کو مع اُس عملہ کے جو اس مبیع پر قائم اور اس بیع میں داخل ہے بذریعہ شفعہ لے سکتا ہے کہ عملہ جب اپنی زمین کے ساتھ بیع میں آئے تو بالتبع وہ بھی محلِ شفعہ ہو جاتا ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

خرج البناء والاشجار فلا شفعة فیھما الا بتبعیة العقار وان بیع بحق القرار، درمنتقی[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

عمارت اور درخت خارج ہو گئے تو ان میں شفعہ نہ ہوگا بغیر زمین کے تابع بنے، اگرچہ قرار و بقاء کی شرط پر فروخت کئے ہوں، درمنتقی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳ رشوال ۱۳۱۰ھ

علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کیا فرماتے ہیں اس صورت میں کہ ملو خاں نے ایک قطعہ حویلی معہ اراضی جس کے شمال میں ملحق حویلی محمد خاں، جنوب میں ملحق حویلی رفیع الدین کی ہے، کلن خاں اور علی حسن خاں شخص غیر کے ہاتھ بیع کر دی، اور اس کی خبر پا کر محمد خاں ورفیع الدین ہمسایہ بائع مستدعی شفعہ ہوئے، چنانچہ کلن خاں وعلی حسن خاں مشتری حال نے حسب دعوٰی شفعہ محمد خاں کے نام بیعنامہ لکھ دیا، رفیع الدین نے نالش شفعہ کی ہے، پس رفیع الدین مدعی بذریعہ شفعہ بمقابلہ محمد خاں مشتری شفعہ کے کامیابی شرعاً حاصل ہو سکتا ہے یا دونوں شفیعوں کو قطعہ مشفوعہ تقسیم ہو سکتا ہے تو کس مقدار سے یعنی مساوی یا کم وبیش؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں رفیع الدین کل مکان مشفوع بذریعہ شفعہ محمد خاں سے پائے گا کہ محمد خاں کا اس کو مشتری اول سے خریدنا اس کے ملک کو تسلیم کرنا ہے، اور اس کی ملک تسلیم کرنا بیع اول کے تسلیم شفعہ سے اعراض، اور شفعہ سے اعراض حق شفعہ کا مسقط، تو محمد خاں اس مکان کا شفیع نہ رہا، اور رفیع الدین کا استحقاق باقی، لہذا وہ کل مکان محمد خاں سے لے سکتا ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

لوکان الشفیع الحاضر اشتری الدار من المشتری ثم حضر الغائب فان شاء اخذ کل الدار بالبیع الاول،

ایک حاضر شفیع نے مشتری سے مکان خرید لیا، پھر دوسرا شفیع جو غائب تھا حاضر ہو گیا تو اس کو اختیار ہے چاہے تو پورا مکان پہلے سودے پر

---

[1] ردالمحتار کتاب الشفعۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۳۸

Marfat.com

وان شاء اخذ کلها بالبیع الثانی[1]

اور چاہے دوسرے سودے پر پورا مکان شفعہ کے ذریعہ حاصل کرلے۔(ت)

اسی میں ہے:

قد بطل حق الشفیع الحاضر بالشراء، لکون الشراء دلیل الاعراض[2] واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ احکم۔

حاضر شفیع نے اپنا حقِ شفعہ خریداری کی وجہ سے باطل کرلیا کیونکہ خریدنا شفعہ سے اعراض کی دلیل ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ واحکم (ت)

مسئلہ تا ۱۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں۔ بینوا توجروا۔

(۱) بعد علم بیع قبل قبضہ کرنے مشتری کے شیئ مبیع پر دعوٰی شفعہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(۲) ایک شخص کے احاطہ واحدہ میں چند منازل ہیں جن کا دروازہ ایک ہی ہے، اور حدود اربعہ اس کی ایک ہی ہیں، اس احاطہ کے ایک طرف زید کا مکان ملحق ہے، اب یہ کُل مکان بیع کیا جائے، تو آیا اس صورت میں زید اس قطعہ کو بذریعہ شفعہ لے سکتا ہے، جو اس کے مکان سے متصل ہے یا کُل مکان کو۔

(۳) جس محلہ میں رواجِ شفعہ نہ ہو وہاں شرعاً دعوٰی شفعہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(۴) اگر قبل بیع ہمسایہ خریداری سے انکار کرے، پھر بعد بیع دعوٰی شفعہ کرے تو مسموع ہوگا یا نہیں؟

(۵) اگر شفیع مشتری کی طرف سے وکیل خریدنے کا ہو تو اس کا شفعہ قائم رہے گا یا نہیں؟

الجواب

(۱) شفعہ بمجرد بیع ثابت ہوتا ہے، قبضۂ مشتری کی حاجت نہیں۔ ہدایہ میں ہے:

یشھد علی البائع ان کان المبیع فی یدہ، معناہ لم یسلم الی المشتری[3]

اگر مبیع زیرِ قبضہ بائع ہو تو وہاں گواہی قائم کرے، اس کا معنٰی یہ ہے کہ ابھی مشتری کو نہ سونپا ہو۔(ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشفعۃ الباب السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۱۷۸

[2] " " " " " ۵/۱۷۸

[3] الہدایۃ " باب طلب الشفعۃ الخ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۳۹۱

Marfat.com

درمختار میں ہے:

ثم یشهد علی البائع لو العقار فی یدہ او علی المشتری وان لم یکن ذا ید[1]، باختصار۔ واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اگر زمین بائع کے قبضہ میں ہو تو وہاں گواہی قائم کرے یا مشتری کے پاس گواہ بنائے اگرچہ زمین اس کے قبضہ میں نہ ہو، باختصار۔ واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

(۲) کُل کو کہ جب احاطہ واحد، دروازہ واحد ہے تو وہ دار واحد ہے۔ ہدایہ میں ہے:

الدار اسم لما ادیر علیہ الحدود[2] جس دائرہ پر حدود قائم کی گئی ہیں اس کو دار کہتے ہیں (ت)

اور دار واحد کے کسی ٹکڑے سے جسے اتصال ہو وُہ کل دار کا شفیع ہے، حتی کہ اگر ایک شخص صرف ایک جانب بقدر ایک بالشت کے اتصال رکھتا ہو اور دُوسرا تینوں جانب بروجہ کمال تو دونوں شفعہ میں برابر ہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

الملاصق من جانب واحد ولو بشبر کالملاصق من ثلثۃ جوانب، فھما سواء، اتقانی[3]۔

ایک جانب سے اتصال اگرچہ ایک بالشت ہو تو وُہ باقی تین اطراف والے سے اتصال کے برابر ہے، اتقانی۔ (ت)

یہاں تک کہ اگر دار واحد اپنے جمیع منازل کے ساتھ شخص واحد کے ہاتھ بیچے، اور شفیع چاہے کہ بذریعہ شفعہ ان میں سے صرف وہ منزل لے جس سے اُس کا مکان متصل ہے، تو ہرگز اجازت نہ دیں گے اگرچہ بیچنے والے جداجدا ہوں، بلکہ کُل لے یا کُل ترک کرے۔ عالمگیری میں ہے:

اذا اراد الشفیع ان یاخذ بعض المشتری دون البعض، وان یاخذ الجانب الذی یلی الدار دون الباقی، لیس لہ ذٰلک بلاخلاف بین اصحابنا، ولکن یاخذ الکل او یدع،

ایک غیر ممتاز مبیع میں سے شفیع بعض حصہ کو لینا چاہے اور کچھ چھوڑنا چاہے اور اپنے دار سے متصل حصّہ کو شفعہ میں لینا اور باقی کو چھوڑنا چاہے تو اس کو یہ اختیار نہیں، اس میں ہمارے اصحاب کا کوئی اختلاف نہیں، لیکن وہ سب کو لے یا سب کو

---

[1] درمختار	کتاب الشفعۃ	باب مایبطلہا	مطبع مجتبائی دہلی	۲/ ۲۱۲
[2] الہدایۃ	کتاب البیوع	باب الحقوق	مطبع یوسفی لکھنؤ	۳/ ۸۸
[3] ردالمحتار	کتاب الشفعۃ		داراحیاء التراث العربی بیروت	۵/ ۱۴۰

Marfat.com

لانہ لواخذ البعض دون البعض تفرقت الصفقة علی المشتری، سواء اشتری واحد من واحد او واحد من اثنین او اکثر حتی لواراد الشفیع ان یاخذ نصیب احد البائعین لیس لہ ذٰلک الخ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

چھوڑے کیونکہ اگر بعض کو لے اور بعض کو نہ لے تو اس سے مشتری پر سودا متفرق ہوجائے گا خواہ ایک مشتری نے ایک بائع سے یا ایک نے متعدد حصہ داروں سے خریدا ہو حتی کہ اگر دو فروخت کرنے والوں میں سے ایک کے حصہ کو لینا چاہے تو شفیع کو یہ اختیار نہیں ہے الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۳) بیشک ہوسکتا ہے اگرچہ شہر بھر میں رواج نہ ہو کہ شفعہ حکم شرعی ہے، رواج وغیرہ پر مبنی نہیں، وھذا ظاھر جدا (یہ بالکل ظاہر ہے۔ ت) واللہ اعلم۔

(۴) ضرور مسموع ہوگا، حق شفعہ بعد بیع ثابت ہوتا ہے، تو قبل از بیع انکار کوئی چیز نہیں۔

درمختار میں ہے:

یبطلھا تسلیمھا بعد البیع لا قبلہ[2]۔

بیع کے بعد شفعہ کو چھوڑنا اس کو باطل کرتا ہے بیع سے پہلے باطل نہیں کرتا۔ (ت)

عالمگیری میں ہے:

تسلیم الشفعة قبل البیع لا یصح و بعدہ صحیح[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

بیع سے قبل شفعہ کو چھوڑنا صحیح نہیں، اس کے بعد صحیح ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۵) نعم، فی الدر المختار تثبت لمن شری اصالة او وکالة[4]۔

ہاں، درمختار میں ہے اصالۃً یا وکالۃً جو خریدے اس میں شفعہ ثابت ہوگا۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

وکیل المشتری اذا ابتاع فلہ الشفعة[5]، واللہ تعالٰی اعلم۔

مشتری کا وکیل اگر خریدے تو اسکو حق شفعہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الشفعۃ الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۱۷۵
[2] درمختار " باب ما یبطلھا مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۱۵
[3] فتاوٰی ہندیۃ " الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۱۸۲
[4] درمختار " ماثبت ھی فیہ اولا مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۱۵
[5] الہدایۃ " باب ما تبطل بہ الشفعۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۰۵

Marfat.com

مسئلہ ۱۳ از اوجین محلہ مرزا باڑی مرسلہ میاں آفتاب حسین ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمرو اپنا مکان فروخت کرتا ہے، زید ہمسایہ عمرو خریداری پر مستعد ہے مگر مالک مکان غیر ہمسایہ کو مکان دیتا ہے، پس حق شفعہ خرید مکان میں اول درجہ ہمسایہ کو پہنچتا ہے یا غیر کو؟

الجواب

شفیع کے لئے حق شفعہ بعد بیع ثابت ہوتا ہے، مکان جب تک بیع نہ ہو شفیع مزاحمت نہیں کرسکتا، ہاں جب مالک غیر ہمسایہ کے ہاتھ بیچ ڈالے اس کے بعد ہمسایہ کے لئے بذریعہ شفعہ حق مطالبہ ہے، اگر شرائط طلب بجالاکر دعوٰی کرے گا مکان خریدار سے لے کر اسے دلا دیا جائے گا۔ تنویر الابصار میں ہے: تجب بعد البیع[1] (شفعہ بیع کے بعد لازم ہوتا ہے۔ ت)، درمختار میں ہے:

اسقط الشفیع الشفعۃ قبل الشراء لم یصح لفقد شرطہ، وھو البیع انتھی[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

خریداری سے قبل اگر شفیع نے شفعہ ساقط کیا تو صحیح نہیں کیونکہ شفعہ کی شرط جو کہ بیع ہے نہ پائی گئی انتہی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴ سیگرام پور تحصیل لبسولی ضلع بداؤں مرسلہ شیخ برکت اللہ زمیندار ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کاشتکار ہے، اُس کو زمیندار نے زمین اپنی سکونت کے واسطے دی جس میں اُس نے چوپال اور مکان بنایا، اور اس کاشتکار نے کھیت میں باغ لگایا، اب یہ مکان چوپال اُس نے فروخت بدست زمیندار کیا، ایسی حالت میں اُس بائع کے شرکا شفیع ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جبکہ کاشتکار صرف عملہ مکان و درختان کا مالک ہے، زمین اُس کی مِلک نہیں تو مجرد عملہ و درخت میں کسی کے لئے شفعہ نہیں،

فی ردالمحتار فی البزازیۃ، لاشفعۃ فی الکردار لانہ نقلی کالبناء والاشجار

ردالمحتار میں بزازیہ سے منقول ہے، چوپال میں شفعہ نہیں کیونکہ وہ منقول چیز ہے جس طرح عمارت

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الشفعۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۱۱

[2] " " " " " ۲/ ۲۱۱

Marfat.com

ونحوہ، فی النھایۃ والذخیرۃ والتتارخانیۃ عن السراجیۃ[1] اھ ملخصا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اور درختوں وغیرہ میں نہیں ہے۔ نہایہ، تاتارخانیہ اور ذخیرہ میں سراجیہ سے منقول ہے اھ ملخصا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر سے مالعہ روپیہ قرض لئے اور تین مکان رہن کردئے جبکہ مدت گزری اور روپیہ ادا نہ ہوا، بکر نے نالش کرکے مع سود وخرچہ مالعہ کی ڈگری پائی، اُس میں تینوں مکان جن کی حیثیت قریب پانسو روپیہ کے تھی چھیاسٹھ روپیہ میں نیلام ہوگئے۔ نیلام کارندہ بکر نے خریدا اور بعدہٗ اپنے آقا کے لئے خریدنا ظاہر کرکے بنام بکر لکھ دیا، بکر نے اُن مکانات پر قبضہ نہ کیا، زید چھ سات برس تک بدستور قابض رہا، اس سے قبل از نیلام خواہ اس کے بعد کبھی کوئی بات ایسی صادر نہ ہوئی جو اس نیلام کے اجازت یا رضامندی پر دلیل ہو، یہاں تک کہ دونوں انتقال کرگئے، اور بعد زید وارثان زید قابض ہوئے، اب ورثائے بکر نے نالش کرکے ڈگری دخلیابی حاصل کی، اور ہنوز دخل نہ ہوا تھا کہ ڈگری بدست خالد بیع کردی، اس خالد کو بھی دخل نہیں ملا ہے، اس صورت میں عمرو حویلی مذکور کا شفیع مدت دخل یابی خالد شفعہ طلب کرسکتا ہے یا نہیں، اور اگر خالد اپنی ڈگری ضائع کردے اور حق دخل یابی سے بعوض یا بلاعوض دستبردار ہو تو شفیع کے حق شفعہ کی کیا حالت ہوگی، بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں اُن مکانات پر ہرگز کسی طرح دعوٰی شفعہ نہیں پہنچتا، کہ شفعہ کے لئے مکان کا ملکِ مالک سے خارج ہونا ضروری ہے،

فی ردالمحتار فی الفتاوی الصغری الشفعۃ تعتمد زوال الملک عن البائع[2] الخ۔

ردالمحتار میں فتاوٰی صغرٰی سے منقول ہے، شفعہ کا مدار بائع کی ملکیت کا زوال ہے الخ (ت)

اور یہاں وہ مکانات شرعاً ملکِ زید سے خارج نہ ہُوئے، یہ بیع نیلام جو بلا اجازت واقع ہوئی غیر مالک کی بیع تھی جسے شرع میں بیع فضولی کہتے ہیں، اور وہ اجازتِ مالک پر موقوف رہتی ہے،

فی فتاوی الامام قاضی خاں اذا باع الرجل

امام قاضی خاں کے فتاوٰی میں ہے جب بائع نے

---

[1] ردالمحتار کتاب الشفعۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۳۸

[2] ردالمحتار " " " ۵/۱۳۸

مال الغیر عندنا یتوقف البیع علی اجازۃ المالک[1]
غیر کا مال فروخت کیا تو ہمارے نزدیک یہ بیع مالک کی اجازت پر موقوف ہوگی۔ (ت)

اب کہ زید خود ہی اُن مکانات پر قابض رہا، پھر وُہ بلا اجازت انتقال کرگیا بیع باطل ہوگئی، یہاں تک کہ وارثانِ زید کو بھی اجازت کا اختیار نہیں،

فی الھندیۃ اذا مات المالک لا ینفذ باجازۃ الوارث[2]
ہندیہ میں ہے کہ جب مالک فوت ہوجائے تو وارث کی اجازت سے بیع نافذ نہ ہوگی۔ (ت)

درحقیقت نہ بکر ان مکانوں کا مالک ہے نہ اس کے ورثہ نہ خالد خریدار ڈگری، بلکہ وہ سب متروکہ زید ہیں، اور ورثائے بکر کو صرف اپنی مقدار قرض کے مطالبہ پہنچتا ہے وبس، اور دعویٰ شفعہ فقط عقد مبادلہ میں ہے نہ انتقال بوراثت میں،

فی العالمگیریۃ لا تجب الشفعۃ مالیس ببیع ولا بمعنی البیع حتی لا تجب بالھبۃ والصلۃ والمیراث والوصیۃ[3]
عالمگیری میں ہے، جب تک بیع یا معنی بیع نہ پایا جائے شفعہ لازم نہ ہوگا، حتی کہ ہبہ، صلہ، میراث اور وصیت میں لازم نہ ہوگا۔ (ت)

پس عمرو کو زنہار استحقاقِ شفعہ حاصل نہیں، شرع مطہر کا تو یہ حکم ہے، اور حکم نہیں مگر شرع مطہر کے لئے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶

زید ہندو ہے، اُس نے ایک مکان بنایا، ایسی زمین دیہہ میں کہ آبادی اور اراضی اس دیہہ کی ملکیت مشترکہ ہے دس بارہ اشخاص کی، اب اُس زید مذکور نے صرف اُس مکان و بنا رسکنی اپنی کو بہ ثمن متعدد ہاتھ ایک شخص کے کہ مکان خاص رہنے اس کے کا تخمیناً پچاس قدم کے فاصلہ سے ہے فروخت کیا، مگر اراضی داخل بیع نہیں ہے، صرف عملہ و بناء کو فروخت کیا ہے، اب بعد انقضائے عرصہ دو ماہ کے منجملہ اور شرکاء کے ایک شریک کہ وہ بھی پچاس قدم اس مکان مبیعہ سے رہتا ہے، بگمان شفیع ہونے کے شفعہ شرعی بربنائے دعوٰی قائم کرتا ہے، ایسی صورت میں عندالشرع شریف اُس عملہ مبیعہ زید ہندو پر شفعہ جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

۱؎ فتاوٰی قاضی خاں کتاب البیوع فصل فی البیع الموقوف نولکشور لکھنؤ ۲/ ۳۵۱
۲؎ فتاوٰی ہندیۃ " الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۱۵۲
۳؎ " " کتاب الشفعۃ الباب الاول " " " ۵/ ۱۶۰

Marfat.com

الجواب

قطع نظر اس سے کہ وہ فی نفسہ شفیع ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے، اور طلب مواثبت واشہاد وغیرہما امور لازمہ جس کے بغیر شفعہ باطل ہوجاتا ہے بجالایا یا نہیں، دعوٰی اس کا صورت مستفسرہ میں راسًا باطل ہے، کہ بنا محل شفعہ نہیں، اور اس میں قصدًا و بالذات شفعہ ثابت نہیں ہوسکتا،

کما فی تنویر الابصار وشرحه الدر المختار لا تثبت قصدا الا فی عقار لا بناء و نخل اذا بیعا قصدا ولو مع حق القرار خلافا لما فهمه ابن الکمال لمخالفته المنقول کما افاده شیخنا الرملی[1] اھ ملخصًا، وذکره من قبل فقال فرده شیخنا الرملی وافتی بعدمها تبعا للبزازیة وغیرها فلیحفظ[2]۔ واللّٰه تعالٰی اعلم۔

جیسا کہ تنویر الابصار اور اس کی شرح درمختار میں ہے کہ شفعہ قصدًا صرف زمین میں ہوسکتا ہے، عمارت اور کھجور کے درخت میں شفعہ نہیں، جب ان کو قصدًا فروخت کیا جائے اگرچہ بشرط قرار فروخت کیا جائے، یہ ابن کمال کے فہم کے خلاف ہے کہ انھوں نے منقول کے خلاف کہا جیسا کہ ہمارے شیخ رملی نے افادہ کیا اھ ملخصا انھوں نے قبل ازیں ذکر کیا ہے اور کہا کہ ہمارے شیخ رملی نے اس کا رد کیا ہے اور عدم شفعہ کا فتوٰی بزازیہ وغیرہا کی اتباع میں دیا ہے، پس اسے محفوظ کرلو۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک کوٹھری جس کا صحن مملوک عمرو اور اُسی صحن میں اس کوٹھری کے آگے[عہ] ہے اور سقف اُس کی مِلکِ بکر ہے، اور اس کی دو جانب بھی مکاناتِ بکر واقع ہیں بکر کے ہاتھ فروخت کی، اس صورت میں شفیع اُس کا بکر ہے یا عمرو، اور عمرو کو بدعوی شفعہ وہ کوٹھری مل سکتی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں شفیع اس کا عمرو ہے نہ کہ بکر، اور اگر عمرو شرائطِ شفعہ بجالایا تھا تو بدعوی شفعہ

عہ اصل میں اسی طرح ہے، اغلب یہ ہے کہ عبارت اس طرح ہو "اسی کوٹھری کے برابر ایک کوٹھری اور ہے"۔ عبدالمنان اعظمی

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الشفعۃ باب ماتثبت ھی فیہ اولا مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۱۴

[2] درمختار " " " " " ۲/ ۲۱۱

Marfat.com

اُس کوٹھری کو بکر سے لے سکتا ہے کہ جب طریق اس مکان کا زمین عمرو میں ہے تو عمرو خلیط فی حق المبیع ہوا، اور بکر اسی وجہ سے کہ مالک علو ہے اور اس کے مکانات کوٹھری کے دونوں جانب ہیں محض جوار ہے اور خلیط جار پر شرعاً مقدم مکانات بکر دونوں جانب ہونے سے وہ صرف جار ہو سکتا ہے، اسی طرح قابض علو ہونا بھی اگر بوجہ ملک ہو تو فقط مثبت جوار ہے، ورنہ لغو بحت۔

فی الفتاوی العالمگیریۃ سفل بین رجلین و لاحدھما علیہ علو بینہ وبین اٰخر فباع الذی لہ نصیب فی السفل والعلو نصیبہ فلشریکہ فی السفل الشفعۃ فی السفل ولشریکہ فی العلو الشفعۃ فی العلو ولاشفعۃ لشریکہ فی السفل فی العلو ولا لشریکہ فی العلو فی السفل لان شریکہ فی السفل جار للعلو و شریك فی حقوق العلوان کان طریق العلو فیہ وشریکہ فی العلو جار للسفل اوشریك فی الحقوق اذا کان طریق العلو فی تلك الدار فکان الشریك فی عین البقعۃ اولٰی[۱] وفی فتاوٰی قاضی خاں باع صاحب السفل سفلہ کان لصاحب العلوان یاخذ السفل بالشفعۃ لان السفل متصل بالعلو فکانا جارین[۲]

فتاوٰی عالمگیری میں ہے نچلی منزل دو حضرات کی مشترکہ ہے اور دونوں میں سے ایک کا اس پر بالاخانہ ہے جس میں کوئی تیسرا شخص بھی شریک ہے تو نچلی منزل والوں میں سے جس کا بالاخانہ میں حصہ ہے اس نے اپنے نچلے اور اوپر والے حصوں کو فروخت کیا تو نچلے شریک کو نچلے حصہ میں اور اوپر والے شریک کو اوپر والے حصہ میں شفعہ کا حق ہے نیچے والے کو اوپر اور اوپر والے شریک کو نیچے والے حصہ میں شفعہ کا حق نہیں ہے کیونکہ نیچے والا شریک بالاخانہ کا پڑوسی ہے اور اگر بالاخانہ کا راستہ مشترکہ ہو تو وہ بالاخانہ کے حقوق میں بھی شریک ہے اور یوں ہی بالاخانہ کا حصہ دار نیچے والے حصّہ کا پڑوسی ہے اگر راستہ بالاخانہ نیچے والی منزل میں سے گزرتا ہو تو وُہ بھی نچلی منزل کے حقوق میں شریک ہوگا لہذا پڑوسی یا حقوق میں شریک کی بنسبت عین مبیع میں شریک کا حق مقدم اور اولٰی ہے، اور فتاوٰی قاضی خاں میں ہے کہ نچلی منزل والے نے اپنا حصہ فروخت کیا تو اوپر والے کو شفعہ کا حق ہے کیونکہ نچلی اور اوپر منزل میں اتصال ہے تو دونوں پڑوسی قرار پائیں گے۔(ت)

غرض بہرحال بکر جار محض سے زائد نہیں، اور عمرو خلیط فی حق المبیع ہے کہ راستہ مکان مبیع کا اُسکی

---

[۱] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الشفعۃ الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۱۶۷

[۲] فتاوٰی قاضیخاں ؍؍ فصل فی ترتیب الشفعاء نولکشور لکھنؤ ۴/۸۶۴

Marfat.com

زمین مملوک ہے ، اور شرعًا خلیط جار پر مقدم ، کما ھو فی عامۃ الکتب (جیسا کہ یہ عام کتب میں ہے ۔ ت)
پس صورت مسئول بہا میں برتقدیر نہ مدعی ہونے کسی شریک فی نفس المبیع کے عمرو ہے ، نہ بکر اور عمرو
شرائط شفعہ بجالایا تو درصورت عدم مزاحم کل مکان مبیع کو بکر سے لے سکتا ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ
اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان واقع کوچہ غیر نافذہ ایک شخص اجنبی کے ہاتھ
کہ اُس مکان سے کوئی علاقہ شفعہ نہیں رکھتا فروخت ہوا ، راستہ اس مکان کا اراضی پیش دروازہ زید ہے ،
اور راہ دونوں کی شارع عام تک مشترک ، پس زید بعد بجا آوری شرائط شفعہ بحسب شفعہ دعویٰ کرتا ہے ، اس
صورت میں وہ مکان زید کو مل سکتا ہے یا نہیں ، بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورت مسئولہ میں زید خلیط فی حق المبیع ہے ، اور حق شفع اس کے لئے ثابت ، پس جس صورت
میں کہ وہ سب شرائط بجالایا اگر کوئی خلیط فی نفس المبیع مدعی شفعہ نہ ہو ، تو مکان اُسے قطعًا مل سکتا ہے ،
واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح محمد نقی علی میاں

مسئلہ ۱۹ ۲۷ صفر ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان کی اراضی میں زید کے چند ورثہ شریک ہیں ،
اُن میں سے بعض نے اپنے حصے عمرو شخص اجنب کے ہاتھ بیع کر دیئے ، پھر اُن اشخاص میں سے جنھوں نے اپنے
حصے بیع نہیں کئے تھے ایک نے اُسی عمرو کے ہاتھ اپنا حصہ بیع کر دیا ، اب اُن اشخاص مذکورین میں ایک شخص
شفیع ہے ، تو یہ شخص عمرو اجنب پر ترجیح رکھتا ہے یا نہیں ؟ اور اس اراضی مبیعہ کو عمرو سے شفعہ میں لے سکتا
ہے یا نہیں ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

عمرو جبکہ ایک حصہ اسی زمین کا خرید چکا ہے ، اور ہنوز حدود جُدا نہ ہوں تو وہ بھی شریک ہے اور
یہ شفیع بھی شریک ہے تو کسی دوسری پر ترجیح نہیں ، اگر اس شریک نے بیع ثانی کی کل مبیع کا مطالبہ
بعد لیو شفعہ کیا اور عمرو دینے پر راضی نہ ہوا ، تو نصف شفیع کو دلادیں گے ، اور عمرو راضی ہو گیا تو کل
دلادیں گے ،

Marfat.com

فی ردالمحتار باع احد شریکین فی دار حصتہ منھا للاٰخر فجاء ثالث وطلب الشفعۃ فان کان شریکا قسمت بینہ وبین المشتری لانھما شفیعان، ای اذا طلب ولم یسلم للشفیع الاٰخر[1] اھ مختصرًا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ردالمحتار میں ہے ایک مکان میں دو شریکوں میں سے ایک نے اپنا حصہ دوسرے شریک کے پاس فروخت کیا تو ایک تیسرا شخص آیا اس نے شفعہ کا مطالبہ کیا اگر وہ بھی مکان میں شریک ہو تو وہ مکان شفیع اور مشتری میں مشترکہ قرار پائے گا کیونکہ وہ دونوں شفعہ کے حقدار ہیں یعنی جب تیسرے نے اپنا حق شفعہ نہ چھوڑا اور مطالبہ پر قائم رہا اھ مختصراً۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰ از دیورنیا تحصیل بہیڑی ۱۷ صفر مظفر ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ موضع دیورنیا میں تخمیناً دو بسوہ زمینداری ہے، منجملہ اس کے تخمیناً ۵ کچوانسی خلیل الدین کے پاس، اور ۱۰ کچوانسی خواجہ بخش کے پاس، اور نمبرداری دونوں بسوہ پر خواجہ بخش کی ہے، دیگر شرکاء نے انہی دو بسوہ سے ۱۶ بسوانسہ خلیل الدین کے ہاتھ بیع کی، تو شفعہ خواجہ بخش اور خلیل الدین کس کو کتنا پہنچتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر وہ دیہہ مملوکہ ہے کہ زمیندار اس میں اپنے اپنے حصوں کے مالک ہیں، تو بلاشبہہ اس میں حق شفعہ جاری ہے اور خلیل الدین مشتری اور خواجہ بخش دونوں شفیع ہیں، خواجہ بخش اگر طلب مواثبت وغیرہ شرائط بجالایا اور کل مبیع ۱۶ بسوانسی پوری پر بذریعہ شفعہ دعوٰی کیا تو اگر خلیل الدین مزاحمت کرے تو آٹھ بسوانسی خلیل الدین کے پاس رہیں گے اور آٹھ بسوانسی بذریعہ شفعہ خواجہ بخش کو دلادی جائیں گی اس بات پر کچھ لحاظ نہ ہوگا کہ اُن میں ایک دو کچوانسی کا مالک ہے اور دوسرا دس کا، اور اگر خلیل الدین مزاحمت نہ کرے بلکہ کل دے دے تو کل خواجہ بخش کو ملے گی، اور اگر خواجہ بخش نے کل مبیع پر دعوٰی نہ کیا بلکہ یہ سمجھ کر کہ مجھے آدھی ملیں گی، ابتداءً آٹھ ہی بسوانسی پر شفعہ چاہا، تو اس کا حق شفعہ ساقط ہوا، اب کچھ نہ پائے گا۔

ردالمحتار میں ہے:

ذکر فی الخیریۃ ان کون الارض عشریۃ اوخراجیۃ لاینافی الملک، ففی کثیر من الکتب ارض الخراج او العشر

خیریہ میں مذکور ہے کہ زمین کا عشری یا خراجی ہونا ملکیت ہونے کے منافی نہیں ہے تو بہت سی کتب میں ہے کہ مملوکہ عشری یا خراجی زمین کا فروخت کرنا، وقف

---

[1] ردالمحتار کتاب الشفعۃ باب ماتثبت ھی فیہ اولا داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۴۶

Marfat.com

مملوكة يجوز بيعها وايقافها وتورث فتثبت فيها الشفعة بخلاف السلطانية التي تدفع مزارعة لاتباع فلا شفعة فيها[1] الخ۔

کرنا، میراث ہونا جائز ہے، تو ان میں شفعہ ثابت ہوگا بخلاف سرکاری زمین جو مزارعت میں دی جائے اور قابلِ فروخت نہ ہو اس میں شفعہ نہیں ہے الخ (ت)

درمختار میں ہے:

لوكان المشتری شریكا وللدار شريك اٰخر فلهما الشفعة[2]

اگر خریدار خود شریک تھا جبکہ اس میں کوئی اور بھی شریک ہو تو دونوں کو شفعہ کا حق ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فی القنية اشتری الجار دارا ولها جار اٰخر فطلب الشفعة وكذا المشتری فهی بينهما نصفين، لانهما شفيعان قال ابن الشحنة فقوله وكذا المشتری ای اذا طلب ولم يسلم للشفيع الاٰخر، وفی كلام ابن الشحنة اشارة الٰی ان قول القنية فطلب الشفعة المراد به انه لم يسلم الكل للاٰخر لاحقيقة الطلب، فلاينافی ماقدمناه عن الخانية ان الاصيل لايحتاج الی الطلب[3]

قنیہ میں ہے ایک نے پڑوس والا مکان خریدا جبکہ اس مکان کا پڑوسی ایک اور شخص بھی ہے تو اس نے شفعہ کا مطالبہ کیا تو وہ اور مشتری دونوں اس مکان میں شریک ہونگے، کیونکہ وہ دونوں برابر کے شفیع ہیں، ابن شحنہ نے کہا، تو اس کا قول یوں مشتری بھی، یعنی جب وہ شفعہ کا مطالبہ کرے اور دوسرے کو اپنا حق نہ چھوڑے، اور ابن شحنہ کے کلام میں یہ اشارہ ہے کہ قنیہ کے قول "تو شفعہ طلب کیا" اس سے مراد یہ ہے کہ دوسرے کو کل نہ سونپا، یہ مراد نہیں کہ حقیقتاً طلب کیا، تو یوں خانیہ سے ہمارے ذکر کردہ کے منافی نہ ہوا کہ اصل شخص طلب کرنے کا محتاج نہیں ہے۔ (ت)

تنویر الابصار میں ہے:

تملك بالاخذ بالتراضی او بقضاء القاضی بقدر رؤس الشفعاء لا الملك[4]

رضامندی یا قاضی کی قضاء سے شفعہ کرنے والوں کی تعداد کے مطابق نہ کہ ملکیت کے مطابق حاصل کرنے پر مالک ہوجائیں گے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الجہاد باب العشر والخراج دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۲۵۶
[2] درمختار کتاب الشفعۃ باب ماتثبت ھی فیہ اولا مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۱۵
[3] ردالمحتار " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۵۲
[4] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الشفعۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۱۱

Marfat.com

درمختار میں ہے:

لوطلب احد الشریکین النصف بناء علی انه یستحقه فقط بطلت شفعته، اذ شرط صحتها ان یطلب الکل کما بسطه الزیلعی فلیحفظ[۱] واللہ تعالیٰ اعلم۔

اگر دونوں شریک حضرات میں سے ایک نے نصف کا مطالبہ صرف اپنے استحقاق کے مطابق کیا تو شفعہ باطل ہوگیا کیونکہ شفعہ کی صحت کے لئے شرط ہے کہ وہ کل کا مطالبہ کرے، جیساکہ زیلعی نے اس کو بلسوط طور بیان کیا، اسے محفوظ کرنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۱ از اوجین علاقہ گوالیار مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خان صاحب ۲ رجمادی الاولیٰ ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان پابند شرع برحق اس مسئلہ میں، ایک چشمہ گنگا بائی ومتھرا بائی کے مکان کا شرق رویہ ملحق مکان حکیم رحمت علی صاحب اور طرف جنوب شارع عام اور مغرب رویہ اس مکان کے صرف مکان رحمت علی صاحب ہے، اُس چشمہ کو ایک برہمن غیر محلہ کو سات سو روپیہ میں فروخت کیا از ان جملہ دس روپیہ بیعنامہ اُس برہمن سے لے لئے، جب حکیم صاحب کو خبر پہنچی تو بوقت دستاویز دعویٰ حق شفعہ کیا تو اُس عورت نے بعدم دعوٰی حق شفعہ حکیم صاحب اس چشمہ کو جو منضم مکان حکیم صاحب ہے اُس برہمن کو خیرات کردیا اس خیال سے کہ دعوٰی حکیم صاحب رَد ہوجائے۔ اس صورت میں حق شفعہ دعوٰی حکیم صاحب درست ہے یا نہیں، بیان فرمائیں بعبارت کتب علماء رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

الجواب

اگر شفیع شرائط طلب بجالایا تو اس کا حق شفعہ ثابت ہے، اور اس خیرات کردینے سے شفعہ باطل نہ ہوا، جب بیع تمام ہوچکی مشتری مبیع کا مالک ہوگیا، بائعہ کی اُس میں ملک نہ رہی، اب یہ اسی کا مال اس پر خیرات کرنے والی کون، اور اگر خیرات یوں واقع ہوئی کہ بعد دعوی شفعہ بائعہ ومشتری نے باہم بیع کو فسخ کرلیا پھر بائعہ نے مبیع مشتری پر خیرات کردی، تو یہ مشتری کا ایک تصرف تھا جسے شفیع توڑ سکتا ہے، بائع ومشتری کا باہم بیع فسخ کرلینا تیسرے شخص کے حق میں بیع جدید ہوتا ہے، یعنی مشتری نے اب وہ چیز بائع کے ہاتھ بیچ ڈالی اور مشتری کی بیع درکنار وقف تک کو شفیع رَد کرسکتا ہے، ان تصرفات سے اس کے حق شفعہ میں کوئی خلل

---

[۱] درمختار کتاب الشفعۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۱۱

Marfat.com

نہیں آتا۔ درمختار میں ہے :

ینقض الشفیع جمیع تصرفات المشتری حتی الوقف والمسجد والمقبرۃ والھبۃ ، زیلعی و زاھدی[1]۔

مشتری کے کئے ہُوئے تصرفات حتی کہ وقف ، مسجد ، مقبرہ ، ہبہ جیسے کو بھی شفیع کالعدم کر دے ۔ زیلعی و زاہدی ۔ (ت)

عالمگیری میں ہے :

لو تصرف المشتری فی الدار المشتراۃ قبل اخذ الشفیع بان وھبھا و سلمھا او تصدق بھا او اٰجرھا او جعلھا مسجدًا و صلی فیھا او وقفھا وقفا او جعلھا مقبرۃ و دفن فیھا ، فللشفیع ان یاخذ وینقض تصرف المشتری کذا فی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان[2]۔

اگر مشتری نے خرید کردہ پراپرٹی میں شفیع کے قبضہ سے قبل تصرفات کئے یوں کہ ہبہ کرکے قبضہ دے دیا، اس کو صدقہ کردیا ، اُجرت پر دے دیا ، اس کو مسجد قرار دے کر اس میں نماز پڑھی گئی ، مکمل وقف کر دیا ، یا قبرستان بنا کر اس میں دفن کا عمل کیا تو شفیع کو قبضہ کرکے ان تمام تصرفات کو ختم کرنے کا حق ہے ، قاضی خاں کی شرح جامع الصغیر میں یوں ہے (ت)

اُسی میں ذخیرہ سے ہے :

المشتری لہ ان یبیع و یطیب لہ الثمن غیر ان للشفیع ان ینقض[3] اھ مختصرًا۔

مشتری کو فروخت کرنے کا جواز ہے اور وہ ثمن اس کے لئے طیب ہے مگر شفیع کو اختیار ہوگا کہ وہ ان تصرفات کو توڑ دے اھ مختصرًا ۔ (ت)

تنویر میں ہے :

الاقالۃ فسخ فی حق المتعاقدین ، بیع فی حق ثالث[4] اھ ملتقطا ۔ واللہ تعالٰی اعلم ۔

اقالہ فریقین کے حق میں فسخ ہے اور تیسرے شخص کے حق میں وہ جدید بیع ہے اھ ملتقطًا ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار | کتاب الشفعۃ | باب طلب الشفعۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/ ۲۱۳

[2] فتاوٰی ہندیۃ | " | الباب الثامن | نورانی کتب خانہ پشاور | ۵/ ۱۸۱

[3] " | " | " | " | ۵/ ۱۸۱

[4] درمختار | کتاب البیوع | باب الاقالۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/ ۳۴-۳۳

Marfat.com

مسئلہ ۲۲ ازشہر کہنہ بریلی مرسلہ مولوی سید کرامت علی ۴ محرم الحرام ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت غراء محمدیہ اس صورت میں کہ زید کا ہمسایہ عمرو ہے اور دونوں کے مکان ایک ہی قطعہ میں واقع ہیں، صرف دیوار درمیان میں ہے، اور دروازہ دونوں کا متصل ہر ایک جانب کو بفاصلہ تین چار گز کے، اور کوئی دوسرا شخص ایسا قریب نہیں رہتا ہے جس کا دروازہ ملحق بدروازہ زید ہو سوائے عمرو مذکور کے، اب زید نے بنظر تکلیف دہی عمرو کی اپنی زمین مذکورہ کا تبادلہ بکر کے زمین سے جو بفاصلہ تقریباً دو صد گز ہے کر کے اقرار نامہ تحریر کر دیا یعنی اپنی زمین کو بعوض زمین بکر کے بیع کر دیا، اب اس حالت میں عمرو کو حق شفعہ زمین پہنچتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ضرور حق شفعہ پہنچتا ہے، اگرچہ بجائے لفظ بیع مبادلہ زمین بزمین کہا، اگرچہ بجائے بیعنامہ اس مبادلہ کا اقرار نامہ لکھا، اس لئے کہ ان عقود میں معنی ہی معتبر ہیں، خاص لفظ کی حاجت نہیں۔ ہدایہ میں ہے:

اعطیتك بكذا او خذه بكذا فی معنی قوله بعت واشتریت لانه یؤدی معناه والمعنی هو المعتبر فی هذه العقود[1]

میں نے تجھے اتنے عوض میں دیا' یا اتنے عوض میں لے، یہ بعتُ واشتریتُ کے معنی میں ہے کیونکہ یہ ان کے ہم معنی ہیں اور ان عقود میں معنی ہی معتبر ہے۔ (ت)

اور مال کا مال سے بدلنا بھی معناً بیع ہے۔ عالمگیری میں ہے:

اما تعریفه فمبادلة المال بالمال بالتراضی هکذا فی الکافی[2]

بیع کی تعریف، رضامندی سے مال کا مال کے بدلے دینا، کافی میں اس طرح ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

لوقال لاخر عوضت فرسی بفرسك فقال وانا فعلت ایضا فهذا بیع[3]

اگر ایک نے دوسرے کو کہا' میں نے اپنا گھوڑا تیرے گھوڑے کے بدلے میں دیا، دوسرے نے کہا میں نے بھی کر لیا، تو یہ بیع ہے۔ (ت)

---

[1] الہدایۃ کتاب البیوع مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۲۴
[2] فتاوٰی ہندیۃ " الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۲
[3] " " الباب الثانی " " " ۳/ ۵

Marfat.com

اسی کی کتاب شفعہ میں ہے:

اما شرطھا فانواع منھا عقد المعاوضۃ وھو البیع او ماھو بمعناہ (الٰی قولہ) و منھا معاوضۃ المال بالمال[1]

شفعہ کے شرائط کئی ہیں، ان میں ایک عقد معاوضہ ہے اور وہ بیع یا اس کا ہم معنیٰ ہے (تا اس کے قول) اور ان میں سے مال کا مال سے تبادلہ ہے۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

اذا ملك العقار بعوض ھو مال وجبت فیہ الشفعۃ[2]۔

جب پراپرٹی کا کسی مال کے عوض مالک بن گیا تو اس میں شفعہ لازم ہوتا ہے۔ (ت)

یہ خاص جزئیہ اس مسئلہ کا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳: از ریاست رامپور محلہ بنگلہ آزاد خاں مطبع دبدبۂ سکندری مرسلہ فاروق حسن خاں ۷ جمادی الاولٰی ۱۳۳۱ھ

زید نے دعوٰی دلایا نے ایک قطعہ سرا کا جس کا منفرداً عمرو مشتری ہے، اور دوسرے قطعہ سرا کا جس کے عمرو مذکور و بکر و خالد و فہیم و نعیم پانچ اشخاص مشترکاً خریدار ہیں، باظہار حق شفعہ بہ نمبر ہائے جداگانہ بنام مشتریان مذکور عدالت میں رجوع کیا، مشتریان مذکور بعد علم بالبیع ادائے طلب مواثبت و اشہاد زید کے منکر ہیں، زید نے جو شہادتیں دربارۂ طلب مواثبت عدالت میں پیش کیں اُن سے طلب مذکور ثابت نہ ہوئی، پس زید باعتراف عدم ثبوت طلب مواثبت اپنی طلب مواثبت پر خود خواستگار بجا آوری حلف کا ہے، علماء ماہرین علم فقہ سے دریافت طلب یہ امر ہے کہ بصورت مسئلہ نسبت ادائے طلب مواثبت قول زید کا مع الیمین مقبول ہوگا یا باقتضائے روایات مفتٰی بہا و اقوال مستندۂ فقہیہ بسبب ہونے تحلیف علٰی فعل الغیر مشتریان سے علم طلب مواثبت زید پر قسم لی جائے گی، اور فریق ثانی نے جو استفتاء عدالت میں پیش کیا ہے اس کی نقل بجنسہٖ ہمرشتۂ سوال ہذا ہے، نظر بمضمون سوال ہذا و توجہ بروایات و عبارات سوال و جواب مندرجہ استفتاء گزرانیدۂ فریق ثانی بحوالہ روایات مفتٰی بہا باستدلال اقوال مستندۂ کتب فقہ جواب مرحمت ہو۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہ مسئلہ معرکۃ الآراء و مزلۃ الاقدام ہے، فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اس سوال کے ورود پر

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الشفعۃ الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۱۶۰

[2] الہدایۃ ؍؍ باب ما تجب فیہ الشفعۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۰۰

Marfat.com

عبارات کثیرۂ علماء کہ بظاہر نہایت متخالف و متعارض تھیں بکثرت جمع کیں، اور اُن کے محط انظار و منزع کلام و منظر مراد و ملحظ مرام پر بتوفیقہ تعالٰی نظریں ڈالیں، اور بعد تحقیق و تدقیق و تطبیق و توفیق وہ حکم نفیس مشید بالاصول و مؤید بتظافر العقول والنقول منقح کرلیا جس نے بحمد اللہ تعالٰی ان تمام عبارات متعارضہ کو یک زبان کردیا اور تصادم و تزاحم یک لخت اُٹھ گیا، اور مختلف ظنون کہ مختلف مناشی سے اکابر علماء مثل علامہ ابن قاضی سماوہ و علامہ حموی و علامہ ابو السعود ازہری و علامہ سائحانی اور شامی رحمہم اللہ تعالٰی کو پیدا ہوئے تھے بعونہ سبحٰنہ سب کا کشف حجاب و اظہار صواب کیا، فقیر نے اس تحریر کامل التحریر کا نام اَفْقَهُ الْمُجَاوَبَةِ عَنْ حَلَفِ الطَّالِبِ عَلٰی طَلَبِ الْمُوَاثَبَۃِ رکھا، وضاحتِ مرام و ازاحتِ اوہام تو اُسی تحریر پر محمول، یہاں نفسِ حکم بکمال اجمال مذکور، سوال کہ یہاں ارسال ہوا، اور دوسرا کہ فتوٰی منسلکہ میں تھا، دونوں نہایت گول اور ناتمام ہیں، اُن میں کسی پر ایک حکم قطعی کہ یہاں شفیع کا حلف لیں گے، یا مشتری کا ہرگز نہیں ہوسکتا بلکہ حق تفصیل ہے، اوّلاً نظر کی جائے، آیا شفیع نے طلب اشہاد بیّنۂ عادلہ سے ثابت کردی یا وہ بھی ناکام رہی۔ درصورت ثانیہ ہرگز شفیع کا حلف نہ لیا جائے گا، نہ مسموع ہوگا کہ شفیع ثبوت حق شفعہ کا دعوٰی کرتا ہے، اور مشتری منکر ہے، اور شرعاً حلف منکر پر ہے نہ کہ مدعی پر۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حدیث مشہور میں فرماتے ہیں:

البینۃ علی المدعی والیمین علٰی من انکر[1] — مدعی پر گواہ اور منکر پر قسم لازم ہے (ت)

ولہٰذا عامہ کتب معتمدہ میں تصریح فرمادی کہ بحالِ انکار مشتری شفیع اپنی طلب بے گواہوں کے ثابت کرہی نہیں سکتا، ہدایہ و تبیین الحقائق و تکملہ طوری میں ہے:

لانہ یحتاج الٰی اثبات طلبہ عند القاضی ولا یمکنہ ذٰلک الّا بالاشہاد[2] — کیونکہ قاضی کے ہاں وہ اپنی طلب کو ثابت کرنے کا محتاج ہے جبکہ یہ گواہ بنائے بغیر اس کے لئے ممکن نہیں۔ (ت)

اور اگر طلب اشہاد بیّنۂ شرعیہ سے ثابت ہوچکی ہے، تو اب طلب مواثبت کے باب میں تین صورتیں ہیں:

(۱) اگر شفیع اپنی طلب مواثبت کے لئے کوئی وقت اس طلب اشہاد مشہود معہود ثابت بالبینہ سے

---

[1] صحیح البخاری کتاب الرھن باب اذا اختلف الراھن والمرتھن قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۴۲
جامع الترمذی ابواب الاحکام باب ماجاء فی البینۃ علی المدعی امین کمپنی دہلی ۱/۱۶۰
سنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الدعوی والبینات دار صادر بیروت ۱۰/۲۵۲

[2] الہدایۃ کتاب الشفعۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۳۹۰

Marfat.com

پہلے بیان کیا اور مدعی ہوا ہے کہ اسی وقت بمجرد علم بالبیع میں طلب مواثبت بجا لایا تھا، تو ہرگز بے بینہ مسموع نہیں، نہ شفیع کا حلف اصلاً قابلِ سماعت کہ وہ باقرار خود سبقتِ علم مان چکا اور اس کی معیت کا ایک ایسی طلب کے لئے مدعی ہے جو ہنوز مجہول وغیر ثابت ہے،

فکیف یصدق فیما ھو غیر بیّن ولا مبیّن مع توقف ثبوت حقه علیه۔

تو غیر واضح چیز میں وہ کیسے تصدیق کرے جبکہ اپنے حق کو ثابت کرنا خود اس پر موقوف ہے تو اور کون واضح کرے گا۔ (ت)

وہ حصول طلب فی الماضی کا مدعی ہے اور مشتری منکر،

والاصل العدم ومن ادعی خلاف الاصل فعلیه تنویر دعواہ بالبیّنة۔

عدم اصل ہے اور جو شخص اصل کے خلاف کا دعوٰی کرے اس پر اپنے دعوٰی کو روشن کرنا گواہی کے ساتھ ضروری ہے (ت)

وہ ایک ایسی چیز کی حکایت کر رہا ہے جو اس وقت اس کے اختیار سے باہر ہے کہ وہ سبقت علم کا مقر ہوا، اور طلب مواثبت کا وقت اسی فور میں تھا، اس وقت احداث طلب پر قدرت نہیں رکھتا، اور جو ایسی شئ کا حاکی ہو اس کا قول بے بینہ مسموع نہیں۔ دُرر وغُرر میں ہے:

من حکی مالا یملك استئنافه للحال، لایصدق فیما حکی بلا بیّنة۔[1]

جسکو فی الحال نافذ کرنے کا مالک نہیں تو اسکی حکایت بغیر گواہی قابلِ تصدیق نہ ہوگی (ت)

یہی معنٰی ہیں تصریحات کے کہ طلب مواثبت بے بیّنہ کے ثابت نہیں ہو سکتی،

ای اذا کان طلب المواثبة وحدہ بخلاف ما یاتی فانه لم یثبت فیه انفرادہ عن طلب الاشھاد، کما ستعلم، و طلب واحد ربما یقوم مقام الطلبین فبعد اثبات طلب الاشھاد بالشھود او ثبوته باقرار المشتری لا یحتاج الی اثبات طلب المواثبة

یعنی جب طلب مواثبت الگ ہو یہ آئندہ آنیوالی صورت کے برخلاف ہے جہاں طلب مواثبت میں اس بات کا ثبوت نہیں کہ وہ طلب اشہاد سے خالی ہے جیسا کہ عنقریب تجھے معلوم ہوگا جبکہ ایک ہی طلب دو مطالبوں کے قائم مقام ہو سکتی ہے تو گواہوں کے ذریعہ طلبِ اشہاد کے اثبات یا خود مشتری کے اقرار سے ثبوت کے بعد شفیع کو اب طلب مواثبت کے اثبات

---

[1] الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام کتاب الشفعة باب ماتکون ھی فیه میر محمد کتب خانہ کراچی ۲/۲۱۹

Marfat.com

منفرزاعنه، فان ادعی المشتری الانفراد بتقدم العلم علی الاشھاد فعلیه البینة لا علی الشفیع۔

کی الگ طور پر ضرورت نہیں، تو اگر مشتری یہ دعوٰی کرے کہ شفیع کو طلب اشہاد سے قبل بیع کا علم تھا اور اس نے مواثبت نہ کی تو اس صورت میں مشتری پر لازم ہے کہ وہ اس پر گواہ پیش کرے نہ کہ شفیع پر۔ (ت)

غایۃ البیان شرح الہدایۃ للعلامۃ الاتقانی میں ہے:

المراد من المطالبة طلب المواثبة والاشهاد فیه فی المجلس لیس بشرط والشرط هو نفس الطلب، وانما یشهد فیه لانه لا یصدق علی الطلب الا ببینة[1]

مطالبہ سے مراد طلبِ مواثبت ہے، رہا اشہاد (گواہ بنانا) تو اس کا اس مجلس میں پایا جانا شرط نہیں ہے، شرط صرف نفسِ طلب ہے، اس میں گواہ بنانا صرف اس لئے ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر طلب کی تصدیق نہ ہوسکے گی۔ (ت)

نہایہ امام سغناقی و معراج الدرایہ پھر نتائج الافکار شروح ہدایہ میں ہے:

طلب المواثبة لا ینفك عن الاشهاد فی حق علم القاضی[2]

طلبِ مواثبت قاضی کے علم کے اعتبار سے اشہاد سے جدا نہیں ہوسکتی۔ (ت)

ان دونوں صورتوں میں سبیل یہی ہے کہ شفیع چاہے تو مشتری سے حلف لے، اور یہاں حلف فعل غیر پر ہے، مشتری کا حلف محض علم پر ہوگا، کہ واللہ مجھے معلوم نہیں کہ اس زید مدعی نے یہ طلب مواثبت جس کا یہ مدعی ہے ادا کی ہو، تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

لوانکر المشتری طلب المواثبة فانه یحلف علی العلم[3]

اگر مشتری طلب مواثبت کا انکار کرے تو وہ اپنے علم کی قسم کھائے گا (کہ یہ مجھے معلوم نہیں)۔ (ت)

وجیز امام کردری میں ہے:

انکر طلب الشفیع مواثبة حلفه علی العلم، وان طلبه عند

مشتری نے شفیع کی طلب مواثبت کا انکار کیا تو اپنے علم کی قسم کھائے گا، اور اگر شفیع نے مشتری سے

---

[1] غایۃ البیان

[2] نتائج الافکار فی کشف الرموز والاسرار تکملہ بر فتح القدیر کتاب الشفعۃ باب ما یبطل بہ الشفعۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۸/ ۳۳۶

[3] درمختار کتاب الشفعۃ باب ما یبطلها مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۱۴

Marfat.com

لقائہ فعلی البتات[1] ملاقات کے وقت طلب کا دعوٰی کیا تو اس صورت میں مشتری قطعی قسم کھائے گا (کہ شفیع نے قبل ازیں مواثبت نہیں کی)۔(ت)

اشباہ میں ہے:

انکر المشتری طلب الشفعة حین علم فالقول لہ مع یمینہ علی نفی العلم[2]

مشتری نے طلب کا انکار کیا کہ شفیع نے بیع کی خبر سننے پر مواثبت نہیں کی تو مشتری اپنے علم کی قسم کھائیگا اور اس کی بات مان لی جائے گی۔(ت)

خزانۃ المفتین میں فتاوٰی کبرٰی سے ہے:

المشتری اذا انکر طلب الشفعة عند سماع البیع فالقول لہ مع الیمین علی العلم باللہ ما یعلم ان الشفیع حین علم بالبیع طلب[3]

مشتری نے طلب شفعہ کا انکار کیا کہ شفیع نے بیع کی خبر سننے پر مواثبت نہیں کی تو اپنے علم کی قسم پر اس کی بات قبول کر لی جائے گی اور یوں کہے گا کہ اللہ کی قسم مجھے علم نہیں کہ شفیع نے سن کر موقعہ پر طلب کی ہو۔(ت)

ہندیہ میں ملتقط سے ہے:

المشتری اذا انکر طلب الشفیع الشفعة عند سماع البیع یحلف علی العلم، وان انکر طلبہ عند لقائہ حلف علی البتات[4]

شفیع کا بیع کی خبر سُننے پر طلب کا اگر مشتری انکار کرے تو اپنے علم کی قسم دے گا، اور اگر اس کی ملاقات کے موقعہ پر طلب کا مشتری انکار کرے تو قطعی قسم دے۔(ت)

اسی طرح کتب کثیرہ میں ہے، اسی میں محیط امام سرخسی سے ہے:

اذا انکر المشتری طلب الشفعة فیقول لہ لم تطلب الشفعة حین علمت بل ترکت الطلب وقمت عن المجلس، والشفیع

مشتری طلب شفعہ کا انکار کرتے ہُوئے شفیع کو کہے کہ تُو نے بیع کی خبر سُن کر شفعہ طلب نہ کیا بلکہ تُو مجلس سے اُٹھ گیا اور طلب کو ترک کیا، اور شفیع کے کہ میں نے

---

[1] فتاوٰی بزازیۃ علی ہامش فتاوٰی ہندیۃ کتاب الشفعۃ الفصل الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۱۶۷
[2] الاشباہ والنظائر الفن الثانی " ادارۃ القرآن کراچی ۲/۸۷
[3] خزانۃ المفتین " قلمی نسخہ ۲/۱۹۴
[4] فتاوٰی ہندیۃ " الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۱۷۴

Marfat.com

يقول طلبت فالقول قول المشتری فلابد من الاشهاد وقت الطلب توثيقاً[1]

اس وقت طلب کیا ہے تو مشتری کی بات مانی جائیگی، اس لئے طلب کے وقت اشہاد ضروری ہے تاکہ معاملہ پختہ ہو (ت)

اور اگر شفیع نے طلب مواثبت کے لئے کوئی وقت اس طلب اشہاد و مشہود سے پہلے نہ بیان کیا، بلکہ صراحۃً تصریح کر دی کہ جس وقت میں نے طلب اشہاد کی اُسی وقت مجھے علم ہوا تھا اس سے پہلے علم بالبیع نہ تھا، تو شفیع ہی کا قول حلف کے ساتھ مقبول ہے، اُسے طلب مواثبت پر جُدا گانہ گواہی دینے کی حاجت نہیں، مشتری اگر دعوٰی کرے کہ طلب اشہاد سے پہلے شفیع کو علم بالبیع ہو لیا تھا، اور اس نے اُس وقت طلب مواثبت نہ کی تو اب مشتری مدعی ہے، یہ گواہی دے، اس لئے کہ اب یہ حصول علم فی الماضی کا ادعا کرتا اور شفیع منکر ہے،

والحادث يضاف الى اقرب الاوقات، والاصل العدم فمن خالف هذين الاصلين فعليه البينة۔

نیا معاملہ اقرب وقت کی طرف منسوب ہوگا، اور یہ کہ عدم اصل ہے، جو شخص ان دونوں قاعدوں کے خلاف کرے تو اس پر گواہ لازم ہونگے۔ (ت)

فتاوٰی امام قاضی خان میں ہے:

لو قال الشفيع لم اعلم بالشراء الا الساعة كان القول قوله، وعلى المشتری البينة انه علم قبل ذلك ولم يطلب[2]

اگر شفیع کہے کہ مجھے خریداری کا علم نہ تھا اب ہوا ہے، تو اس کا قول معتبر ہوگا، اور مشتری گواہی پیش کرے کہ اس کو پہلے علم ہو چکا اور اس نے طلب نہ کیا (ت)

سراجیہ میں ہے:

الشفيع اذا طلب الشفعة فقال المشتری علمت بالبيع قبل هذا ولم تطلب وقال الشفيع علمت به الساعة فالقول للشفيع[3]

شفیع نے شفعہ طلب کیا تو مشتری نے کہا تجھے قبل ازیں بیع کا علم ہو گیا تھا تو نے مطالبہ نہ کیا جبکہ شفیع کہے کہ مجھے ابھی علم ہوا ہے تو شفیع کی بات قبول ہوگی۔ (ت)

خزانۃ المفتین میں فتاوٰی ظہیریہ اور عالمگیری میں محیط سے ہے:

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الشفعۃ الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۱۷۲
[2] فتاوٰی قاضیخان " فصل فی ترتیب الشفعاء نولکشور لکھنؤ ۴/۸۶۶
[3] فتاوٰی سراجیۃ " باب طلب الشفعۃ " ص ۱۱۰

Marfat.com

لو قال الشفیع علمت الساعة وانا اطلبها وقال المشتری علمت قبل ذٰلك و لم تطلب فالقول قول الشفیع[1]

اگر شفیع نے کہا ابھی علم ہوا ہے اور میں طلب کرتا ہوں، اور مشتری نے کہا تُو نے پہلے علم ہونے کے باوجود طلب نہیں کیا ہے تو شفیع کی بات مانی جائے گی۔ (ت)

یونہی اگر شفیع نے طلب اشہاد ثابت کردی اور طلب مواثبت کیلئے کوئی وقت متقدم اصلاً معین نہ کیا بلکہ گول مجمل کہا کہ معاً علم ہوتے ہی میں نے شفعہ طلب کیا تو اس صورت میں بھی شفیع کا حلف معتبر ہے اگر واقع میں اسی وقت طلب اشہاد سے پہلے علم نہ ہوا تھا جب تو ظاہر اور ہوچکا تھا اور فوراً طلب مواثبت کرلی تھی اگرچہ اس وقت کوئی دوسرا موجود نہ تھا تو وہ اپنے اس حلف میں عنداللہ تعالٰی سچا ہے اور قاضی اس گول لفظ کو اسی طلب معلوم مشہود پر حمل کرے گا اور اس سے زیادہ تفصیل وقت کی شفیع کو تکلیف نہ دیگا یہی منشا ہے ان ارشادات علماء کا کہ شفیع کو اگرچہ تنہائی میں علم بالبیع ہو معاً زبان سے طلب شفعہ کرلے کہ عنداللہ تعالٰی اس کا شفعہ ساقط نہ ہو اور وقت حاجت حلف کرسکے۔

فتاوٰی بزازیہ میں ہے:

یصدق علی انه طلب کما علم مع الحلف[2]۔

شفیع نے کہا میں نے علم ہوتے ہی طلب کیا تو قسم کے ساتھ اس کی تصدیق کردی جائے گی۔ (ت)

درر میں ہے:

اذا سمع بالبیع فی مکان خال عن الشهود فسکت تبطل شفعته، واذا قال طلبت الشفعة ولم یسمعه احد لا تبطل، حتی اذا حضر عند القاضی، وقال الشفیع طلبت الشفعة ولم اترکها وحلف علی ذٰلك کان بارًّا فی یمینه، ویثبت طلب المواثبة[3]۔

جب ایسی جگہ اس نے بیع کی خبر سُنی جہاں کوئی گواہ نہ تھا تو یہ خاموش رہا، اس کا شفعہ باطل ہوجائیگا، اور جب یہ کہے کہ میں نے وہاں طلب کیا اور کسی نے نہ سنا شفعہ باطل نہ ہوگا حتی کہ جب قاضی کے ہاں حاضر ہوکر شفیع نے کہا میں نے شفعہ طلب کیا اور ترک نہیں کیا اور قاضی نے اس پر قسم لی اور اس نے قسم کھائی تو اپنی قسم میں سچا ہوگا، اور طلب مواثبت ثابت ہوجائے گی۔ (ت)

تبیین الحقائق میں ہے:

ان لم یکن بحضرته احد یطلب من غیر اشهاد، لان هذا الطلب صحیح من غیر اشهاد والاشهاد لمخالفة الجحود، والطلب لابد منه کیلا یسقط حقه فیما بینه و بین الله تعالٰی، ولیمکنه الحلف اذا حلف[4]۔

اگر کوئی بھی حاضر نہ ہو تب بھی طلب بغیر گواہی کردے، کیونکہ یہ بغیر گواہوں کے طلب صحیح ہوگی اور گواہی تو انکار کے مقابلہ کے لئے ہوتی ہے جبکہ طلب ضروری ہے تاکہ اس کا عنداللہ حق ساقط نہ ہو اور اس سے قسم لی جائے تو قسم دینا ممکن ہو۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشفعۃ الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۱۷۴/۵

[2] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الشفعۃ الفصل الثالث " " " ۱۶۶/۶

[3] الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام " باب ماتکون ھی فیہ میر محمد کتبخانہ کراچی ۲۱۵/۲

[4] تبیین الحقائق کتاب الشفعۃ باب طلب الشفعۃ المکتبۃ الکبری الامیریہ بولاق مصر ۲۴۳/۵

Marfat.com

کفایہ میں ہے :

ذکر فی المبسوط لو لم یکن بحضرتہ احد حین سمع ینبغی ان یطلب الشفعۃ ، والطلب صحیح من غیر اشہاد ، والاشہاد لمخالفۃ الجحود فینبغی لہ ان یطلب حتی اذا احلفہ المشتری امکنہ ان یحلف انہ طلبہا کما سمع[1]

مبسوط میں ذکر فرمایا کہ اگر کوئی بھی اس کے پاس موجود نہ ہو تو بیع کی خبر سنتے ہی شفعہ طلب کرنا مناسب ہے جبکہ بغیر گواہ بنائے طلب صحیح ہے گواہ تو انکار کے مقابلہ کے لئے ہے تو اس کو طلب کرنا مناسب ہے، تاکہ جب اس سے مشتری قسم لے تو اس کو یہ قسم دینا ممکن ہو کہ میں نے سنتے ہی طلب کیا ہے ۔ (ت)

متتبع کلمات علماء بہت جگہ تصریح پائے گا کہ جب دربارۂ طلب شفیع و مشتری میں اختلاف ہے قول قولِ مشتری ہے ، اور بہت جگہ یہ کہ قول قولِ شفیع ہے ، اس ظاہری اضطراب میں توفیق و تطبیق بتانے والی وہی عباراتِ کثیرہ ہیں جن میں تفصیل فرمادی کہ شفیع نے طلبِ مواثبت کو وقت سابق کی طرف مسند کیا تو قول قولِ مشتری ہے ، اور گول چھوڑا کوئی وقت اس کا بیان نہ کیا صرف اتنا کہا کہ مجردِ علم میں نے طلب کی تو قول قولِ شفیع ہے ۔ خانیہ و بزازیہ و درر و غرر و جامع الفصولین و سراجیہ و واقعات المفتین و فتاوٰی صغرٰی و محیط و مبسوط و فتاوٰی ظہیریہ و وہبانیہ و خزانۃ المفتین و تکملۂ طوری و حواشی رملی و شامی و شرح وہبانیہ وغیرہا کتبِ کثیرہ میں یہ توفیق و تفصیل ارشاد ہوئی ، امام اجل قاضی الشرق والغرب شیخ المذہب سیدنا امام ابو یوسف نوادر میں فرماتے ہیں :

اذا قال الشفیع طلبت الشفعۃ حین علمت فالقول قولہ ، ولو قال علمت امس و طلبت او کان البیع امس و طلبتہا فی ذلک الوقت لم یصدق الا ببینۃ[2] اھ نقلہ العلامۃ الطوری فی تکملۃ البحر ۔

جب شفیع کہے میں نے علم ہونے ہونے پر شفعہ طلب کیا تو اس کا قول معتبر ہوگا ، اور اس نے کہا مجھے گزشتہ روز علم ہوا اور میں نے طلب کیا یا یوں کہا کہ بیع گزشتہ روز ہوئی اور میں نے طلب کیا اسی وقت ، تو بغیر گواہی اس کی تصدیق نہ کی جائیگی اھ اس کو علامہ طوری نے بحر کے تکملہ میں نقل کیا ہے (ت)

امام جلیل خصاف شرح ادب القاضی میں فرماتے ہیں ،

---

[1] الکفایۃ مع فتح القدیر کتاب الشفعۃ باب طلب الشفعۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۸/ ۳۰۷

[2] تکملہ من البحر الرائق " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸/ ۱۲۹

Marfat.com

قال المشتری اشتریت هذه الدار منذ سنة وقد علم الشفیع شرائی ولم یطلب، فأسأله عن ذلك، فان القاضی یسأل المدعی متی اشتریت هذه الدار، فان قال الشفیع طلبت الشفعة حین علمت فان القاضی یکتفی منه بهذا المقدار، لانه لایمکنه ان یقول اشتراها منذ سنة لاحتیاجه الی اثباته فاحترز عنه بذکر طلب الشفعة، فان قال له المشتری طلبت حین علمت فالقول للشفیع، لانه فی هذه الحالة ظهر علمه للقاضی مقارنا للطلب، بخلاف ما اذا قال الشفیع علمت منذ کذا وطلبت وقال المشتری ما طلبت، کان القول للمشتری، اذا لم یظهر للقاضی بالاسناد لذلك الوقت فیحتاج الی الاثبات، و نظیره البکر اذا زوجت[1] اھ، نقله العلامة الشرنبلالی فی تیسیر المقاصد شرح نظم الفرائد۔

مشتری نے کہا میں نے یہ دار ایک سال سے خرید رکھا ہے اور شفیع کو میری خریداری کا علم ہوا اور طلب نہ کی، تو اس سے سوال کریں تو اگر قاضی مدعی شفعہ سے سوال کرے کہ اس دار کی خریداری کب ہوئی، تو شفیع نے اگر کہا میں نے علم ہوتے ہی طلب کی تو قاضی اس کی اس قدر بات کو کافی قرار دے گا کیونکہ شفیع کو یہ ممکن نہیں کہ وہ یوں کہے کہ مشتری نے سال سے خرید رکھا ہے کہ وہ طلب کے اثبات کا محتاج بنے، لہذا اس نے اس بیان سے احتراز کرتے ہوئے طلب شفعہ کو ذکر کیا ہے تو اگر مشتری اس کو کہے کہ تُو نے علم کے وقت طلب کیا تھا تو شفیع کی بات معتبر ہوگی کیونکہ اس حالت میں طلب اور علم اکٹھے قاضی پر ظاہر ہوئے، اس کے برخلاف اگر شفیع یُوں کہے کہ میں نے اتنی مدت سے جانا اور طلب کی اور مشتری طلب کا انکار کر دے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا کیونکہ قاضی پر اس وقت کی طلب ظاہر نہ ہوئی تو اثبات کا محتاج ہوگا، اور اس کی نظیر باکرہ لڑکی کا نکاح ہے، اس کو علامہ شرنبلالی نے تیسیر المقاصد شرح نظم الفرائد میں نقل فرمایا ہے (ت)

امام فقیہ النفس خانیہ میں فرماتے ہیں:

ان قال المشتری انی قد اشتریت هذه الدار التی یرید ان یأخذها بالشفعة منذ سنة وقد علم هذا المدعی بشرائی

اگر مشتری کہے کہ میں نے یہ دار سال سے خرید کر رکھا ہے جس کو وہ شفعہ کی بنا پر حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس مدعی شفعہ کو میری خریداری کا علم ہوا تو

[1] شرح ادب القاضی للخصاف تیسیر المقاصد شرح نظم الفرائد۔

Marfat.com

ولم يطلب الشفعة، يقول القاضي للمدعي متى اشترى هذه الدار فان قال المدعي طلبت الشفعة حين علمت كان صحيحا اكفاه ذلك، فان قال المشتري ما طلبت حين علمت كان القول قول الشفيع، وان قال الشفيع علمت منذ سنة وطلبت وقال المشتري لم تطلب كان القول قول المشتري، وهو كالبكر اذا زوجت فبلغها الخبر فردت فاختصما الى القاضي فقال الزوج حين بلغها الخبر سكتت، وقالت رددت حين علمت، كان القول قولها، وان قالت علمت يوم كذا ورددت لا يقبل قولها (الى ان قال) ولو قيل للشفيع متى علمت، فقال امس او في يوم قبل هذه الساعة لا يقبل قوله الا ببينة۔[1]

اس نے طلب نہ کی تو اس صورت میں قاضی مدعی سے کہے گا کہ یہ دار کب سے خریدا گیا تو مدعی نے اگر جواب میں کہا کہ میں نے علم کے وقت ہی طلب کی تھی تو مدعی کا یہ بیان صحیح ہوگا اور قاضی اس کو کافی قرار دے گا تو مشتری اگر کہے کہ تو نے علم کے وقت طلب نہ کی تو شفیع کی بات معتبر ہوگی۔ اور اگر شفیع نے یُوں کہا کہ میں نے سال سے جانا اور طلب کی اور مشتری کہے تو نے اس وقت طلب نہ کی تو مشتری کا قول معتبر ہوگا، یہ معاملہ باکرہ لڑکی کے نکاح کی طرح ہے کہ اس کو نکاح کی خبر پہنچی تو اس نے نکاح کو رَد کیا تو خاوند بیوی کا یہ اختلاف قاضی کے سامنے پیش ہو تو خاوند کہے اس کو جب نکاح کی خبر پہنچی تو یہ خاموش رہی اور عورت کہے میں نے علم ہوتے ہی رَد کردیا تھا تو عورت کی بات معتبر ہوگی اور اگر عورت کہے کہ مجھے فلاں روز علم ہوا اور میں نے رَد کردیا تھا تو عورت کی بات معتبر نہ ہوگی (یہاں تک فرمایا) اور اگر شفیع کو کہا گیا تو نے کب معلوم کیا، تو اس نے کہا گزشتہ روز یا آج ایک گھنٹہ قبل، تو شفیع کی بات بغیر گواہی قبول نہ ہوگی۔ (ت)

علامہ مولٰی خسرو غرر میں فرماتے ہیں:

قال الشفيع طلبت حين علمت فالقول له بيمينه، ولو قال علمت امس وطلبته كلف اقامة البينة۔[2]

شفیع کہے جس وقت مجھے علم ہوا اس وقت طلب کی تو اس کی بات قسم کے ساتھ معتبر ہوگی، اور اگر کہے مجھے گزشتہ روز علم ہوا اور میں نے طلب کی تو اسے گواہی کا پابند کیا جائے گا۔ (ت)

دُرر میں فرماتے ہیں:

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الشفعۃ فصل فی ترتیب الشفعاء نولکشور لکھنؤ ۴/ ۸۶۶

[2] الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام کتاب الشفعۃ باب ماتکون ہی فیہ میر محمد کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۱۶

Marfat.com

کلف اقامة البینة ولا یقبل قولہ لانہ اضاف الطلب الی وقت ماض، فقد حکی مالا یملك استئنافہ للحال، ومن حکی مالا یملك استئنافہ للحال لایصدق فیما حکی بلا بیّنة، واذا لم یضف الطلب الی وقت ماض بل اطلق الکلام اطلاقاً تاماً فقد حکی ما یملك استئنافہ للحال لانا نجعلہ کانہ علم بالشراء الآن، وطلب الشفعة الآن فلذا جعل القول قولہ کذا فی العمادیة وغیرھا۔[1]

اس کو گواہی کا پابند کیا جائے گا اور اس کی بات قبول نہ ہوگی کیونکہ اس نے طلب کو ماضی کی طرف منسوب کیا ہے تو ایسی بات کو حکایت کیا جس کو فی الحال نافذ کرنے پر قادر نہیں، اور جو شخص ایسی بات کی حکایت کرے جس کو وہ فی الحال ابتداءً نافذ کرنے کا مالک نہ ہو تو اس حکایت میں اس کی تصدیق بغیر گواہی نہ ہوگی، اور شفیع جب طلب کو ماضی کی طرف منسوب نہ کرے بلکہ کلام کو مطلقاً ذکر کرے تو یہ ایسی بات کی حکایت ہوگی جس کو ابتداءً نافذ کرنے کا فی الحال مالک ہے کیونکہ ہم اس کو یُوں سمجھیں گے کہ ابھی اس کو خریداری کا علم ہوا ہے اور ابھی شفعہ طلب کیا ہے اس لئے شفیع کی بات معتبر ہوگی، عمادیہ وغیرہ میں یوں ہے۔ (ت)

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) ان عبارات توفیق کا جس طرح یہ مطلب نہیں کہ مجرد اضافت طلب بزمان ماضی شفیع کو مدعی کر دے گی کہ اُسے قاضی کے حضور اضافت الی الماضی سے کیا چارہ کہ دونوں مواثبت واشہاد کا طلب عندالقاضی سے پہلے ہونا لازم، یہاں تک کہ اگر بفور علم طلب تملک سے آغاز کیا اور دو طلبیں پہلے نہ کرلیں شفعہ باطل ہو جائے گا۔ فتاوٰی خیریہ میں ہے:

صرح علمائنا قاطبة انہ متی تمکن من طلب الاشھاد لم یشھد بطلت شفعتہ فلو اضرب عنہ ومضی الی المحکمة ابتداء وطلب عند القاضی بطلت والطلب عند القاضی متأخر عن الطلبین ای طلب المواثبة والاشھاد فاذا قدمہ علیھما او علی احدھما

ہمارے تمام علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ جب بھی طلبِ اشہاد پر قدرت ہوئی اور گواہ نہ بنائے تو اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا اور اگر اس نے اول وقت میں طلب نہ کی اور محکمہ قضاء کی طرف چل پڑا اور قاضی کے پاس جا کر طلب کی شفعہ باطل ہوگا جبکہ قاضی کے ہاں طلب پہلی دو طلب کے بعد ہوتی ہے پہلی طلب مواثبت ہے دوسری طلب اشہاد ہے اور جب قاضی کے ہاں طلب کو پہلی دونوں یا ایک

---

[1] الدرر الحکام شرح غرر الاحکام کتاب الشفعة باب ماتکون ھی فیہ میر محمد کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۱۶

Marfat.com

بطلت شفعته، ولیس فی ھذا اختلاف بین ائمتنا فیما علمت[1]

طلب سے مقدم کر دیا تو اس کا شفعہ باطل ہوگا، اور میرے علم کے مطابق اس میں ہمارے ائمہ کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (ت)

ناچار عند القاضی نسبت الی الماضی ہی کرے گا، ولہذا فتح اللہ المعین میں فرمایا:

انه لایستحلف الا اذا اسند الطلب الی الزمن الماضی[2]

شفیع سے قسم نہ لی جائے گی مگر جب اس نے طلب کو زمانہ ماضی کی طرف منسوب کیا قسم لی جائیگی (ت)

اسی طرح یہ معنی بھی زنہار مراد نہیں ہو سکتے کہ شفیع کا اتنا کہہ دینا کہ "میں نے بمجرد علم طلب کی" مطلقاً کافی ووافی ہے اگرچہ اس طلب کا زمانہ طلب اشہاد سے مقدم بتا چکا ہو، ایسا ہوتا ہو تو جس صورت میں اہل توفیق نے قول شفیع معتبر نہ رکھا، یعنی علمت امس وطلبت (مجھے گزشتہ روز علم ہوا اور میں نے طلب کی۔ ت) واجب تھا کہ اس میں بھی قبول ہوتا، اور فرق محض ضائع رہتا کہ شفیع یہاں طلب مواثبت سے خبر دے رہا ہے، اور وہ نہیں ہوتی مگر بفور علم، تو اس طلبت کے معنی قطعاً یہی ہیں کہ طلبت کما علمت (میں نے طلب کیا جب مجھے معلوم ہوا۔ ت) ولہذا اس صورت عدم قبول قول شفیع کو سراجیہ میں بلفظ فائے تعقیب بیان کیا کہ:

الشفیع لو قال طلبت الشفعة حین علمت کان القول له، ولو قال علمت منذ کذا فطلبت وقال المشتری ما طلبت فالقول للمشتری[3]

شفیع نے اگر کہا میں نے اسی وقت طلب کی جب مجھے معلوم ہوا تو اس کا قول معتبر ہوگا، اور اگر کہا مجھے فلاں دن سے معلوم ہے تو میں نے طلب کی تھی اور مشتری کہے تُو نے طلب نہ کی تو مشتری کی بات معتبر ہوگی۔ (ت)

شرح مبسوط میں خاص انھیں الفاظ اتصال پر حکم عدم قبول دیا:

حیث قال کما نقل عنه فی جامع الفصولین برمز "شصل" بلغت بکرا فقالت

جہاں انھوں نے فرمایا جیسا ان سے جامع الفصولین میں منقول ہے برمز "شصل" باکرہ لڑکی بالغ ہوئی

---

[1] فتاوٰی خیریہ — کتاب الشفعة — دار المعرفة بیروت — ۲/۱۵۴
[2] فتح المعین — 〃 باب طلب الشفعة — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۳/۳۲۹
[3] فتاوٰی سراجیہ — 〃 〃 — نولکشور لکھنؤ — ص ۱۱۰

Marfat.com

رددت کما بلغت ، والزوج یقول سکت فالقول للزوج ، فکذا لو قال طلبت الشفعة کما سمعت ، فقال المشتری سکتّ فالقول للمشتری[1]

تو اس نے کہا میں نے اپنا نکاح رَد کیا جب یہ خبر پہنچی، اور خاوند کہتا ہے تو خاموش رہی تو خاوند کی بات معتبر ہوگی تو یُوں ہی اگر شفیع کہے جب مجھے معلوم ہوا میں نے شفعہ طلب کیا تو مشتری کہے تُو خاموش رہا، تو مشتری کی بات معتبر ہوگی ۔ (ت)

اُسی میں ہے :

لولم یکن عندھا شھود فاذا وجدتھم فلو بلغت بحیض تقول حضت الاٰن و نقضتہ ، فاشھدوا علیہ و لو بلغت باحتلام اوبسنّ تقول کما بلغت نقضتہ ، فاشھدوا او تقول اشھدوا ، انی بلغت و نقضتہ ، فان قالوا متی بلغت تقول کما بلغت نقضتہ و لا تزید علی ھذا لانھا لو قالت بلغت قبل ھذا و نقضتہ حین بلغت لا تصدق[2]

اگر بالغ ہونے کے وقت گواہ موجود نہ تھے اور اس نے گواہ پاکر گواہی بنائی تو اگر وہ لڑکی حیض کے ساتھ بالغ ہوئی ہو تو یوں کہے کہ مجھے ابھی حیض آیا ہے اور میں نکاح کو توڑتی ہوں تم اس پر گواہ ہو جاؤ، اور اگر وہ احتلام یا عمر کی بناء پر بالغ ہوئی ہو تو یوں کہے جونہی میں بالغ ہوئی میں نے نکاح توڑ دیا تو تم گواہ ہو جاؤ ، یا کہے تم گواہ بن جاؤ میں بالغ ہوئی اور میں نے نکاح توڑ دیا ، اگر وُہ پوچھیں تُو کب بالغ ہوئی ، جواب میں کہے جیسے ہی میں بالغ ہُوئی میں نے نکاح توڑ دیا ، اس پر مزید کچھ نہ کہے ، کیونکہ اگر اس نے کہا میں قبل ازیں بالغ ہُوئی اور میں نے توڑ دیا' جب بالغ ہوئی تو اس کی بات قابلِ تصدیق نہ ہوگی ۔ (ت)

دیکھو، زمانہ متقدم بتانے کی حالت میں ادعائے فور اتصال کو بھی رَد فرما دیا ۔ غرض نہ مدار قبول مجرد ادعائے اتصال پر ہے نہ مناط عدم قبول محض اضافت بماضی ، بلکہ طلب شہود معہود سے اتصال کا صراحۃً بیان یا طلب مواثبت کے لئے کوئی وقت متقدم علی وقت الاشہاد نہ بیان کرنا ، اور صرف بیان اتصال پر قانع ہونا درکار ہے کہ عیناً یا احتمالاً یہی طلب مشہود مراد ہو سکے ، اور طلب مشہود سے تقدم علم کا اقرار موجب عدم قبول قول ہے ، اگرچہ لاکھ مدعی اتصال ہو ، اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ جس طرح علمت کما طلبت

---

[1] جامع الفصولین بحوالہ "شصل" الفصل خامس والعشرون فی الخیارات اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/۲۲۸

[2] " " " " " " " " " "

Marfat.com

(جب مجھے معلوم ہوا طلب کی۔ت) سے طلب عندالقاضی مراد نہیں ہوسکتی،

لما علمت ان اتصاله بالعلم مبطل للشفعة لعدم تقدم الطلبين۔

اس وجہ کی بناء پر جو تجھے معلوم ہوئی کہ قاضی کے ہاں علم سے متصل گواہی شفعہ کو باطل کرتی ہے کیونکہ اس سے قبل دو طلب نہ پائی گئیں (ت)

یوہیں کوئی طلب مجہول جس کا بیان محض مدعی کی زبان سے ہو، مقصود ماننا بھی بدیہی البطلان ہے،

لما تقدم انه مدع فيه فكيف يقبل قوله ولما علمت انه يضيع على هذا الفرق المطبق عليه من اهل التوفيق، ولما من نصوص السراجية وشرح المبسوط على بطلانه۔

اور گزشتہ کی بناء پر کہ وہ مدعی ہے تو اس کا قول کیسے معتبر ہو اور اس بناء پر جو تم معلوم کرچکے کہ وہ تمام اہل توفیق کے متفقہ علیہ فرق کو نظرانداز کررہا ہے، اور سراجیہ، شرح المبسوط کی اس کے بطلان پر نصوص کی بناء پر۔(ت)

لاجرم اُس سے مراد وہی طلب اشہاد ہے جبکہ مشہود و معہود اور بینہ عادلہ یا اقرار مشتری سے ثابت و معروف ہو، تو حاصل تنقیح و تحقیق و عطر تنقید و تدقیق بحمداللہ تعالٰی وہی نکلا کہ طلب اشہاد ہرگز بے گواہان یا اعتراف مشتری ثابت نہیں ہوسکتی نہ بے اُس کے ثبوت کے طلب مواثبت پر ہرگز حلف شفیع لیا جاسکتا ہے ہاں جب وُہ ثابت ہو اور طلب مواثبت کے لئے کوئی زمانہ طلب شہاد سے پہلے اگرچہ ایک ہی ساعت خفیفہ ہو، بیان نہ کیا، بلکہ صراحۃً اسی طلب اشہاد کو طلب مواثبت بتایا، بایں معنی کہ اسی وقت علم ہوا تھا معًا طلب اشہاد کی کہ دونوں طلبوں کے قائم مقام ہوئی یا طلب مواثبت کے لئے اصلاً کوئی وقت نہ بتایا، صرف اتنے کہنے پر قانع ہوا کہ میں نے معلوم ہوتے ہی طلب کی، تو اس صورت میں قول شفیع بحلف معتبر ہوگا، ورنہ قول قول مشتری ہے،

هكذا ينبغي التحقيق، والله ولي التوفيق، اتقن هذا فانك لا تجده في غير هذا العبد الضعيف، والله بعباده لطيف، والحمد لله رب العلمين، والله تعالٰى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم۔

تحقیق یوں مناسب ہے، اور اللہ تعالٰی توفیق کا مالک ہے، اس کو مضبوط کرلو کیونکہ اس عبد ضعیف کے بغیر اس کو نہ پاؤ گے، اور اللہ تعالٰی اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ الحمدللہ رب العالمین، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

مسئلہ ۲۴: ۱۶ ذی القعدہ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر شفعہ کی اطلاع دے دی گئی ہو دو تو میعاد

Marfat.com

کے رُوبرو، اور اس شخص نے لینے سے انکار کیا، تو اب وہ شفعہ مانگتا ہے، استحقاق اس کا باقی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر بیع ہوجانے کے بعد شفیع نے شفعہ سے انکار کیا، اگرچہ ہنوز اُسے خبرِ بیع بھی نہ پہنچی ہو، یا خبر سُن کر شفعہ لینے سے منکر ہوا، یا سکوت ہی کیا، تو شفعہ ساقط ہوگیا، اب اسے دعوی شفعہ کا استحقاق نہیں جبکہ اس خبر میں کوئی ایسی بات نہ بیان کی گئی ہو جس سے شفعہ لینے نہ لینے میں شفیع کی غرض بدلتی ہو، ورنہ اگر پیش از بیع اس سے کہا گیا کہ یہ مکان بکنے والا ہے، تو شفعہ چاہے گا، اُس نے انکار کردیا، اور جب بکا تو فوراً طالب شفعہ ہوا، یا بعد بیع خبر بیع اُسی غلط طور پر پہنچی جس سے رغبت و عدمِ رغبت مختلف ہو، مثلاً زرِ ثمن زیادہ بتایا گیا، یا مشتری کسی اور شخص کو ظاہر کیا گیا، پانسو کو بکا تھا، اس سے کہا گیا چھ سو کو بکا ہے تو شفعہ لے گا، اُس نے انکار کیا، اور بعد کو معلوم ہوا کہ پانسو کو بیع ہوئی ہے، تو فوراً شفعہ طلب کیا، یا مکان زید کے ہاتھ بکا تھا، شفیع کو خبر دی گئی عمرو نے خریدا ہے، اس نے شفعہ سے انکار کیا، پھر اطلاع ہوئی کہ زید نے خریدا تو فوراً خواستگار شفعہ ہوا، تو ان سب صورتوں میں انکار سے شفعہ ساقط نہ ہوگا، وہ پاسکتا ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

تسلیم الشفعۃ قبل البیع لا یصح وبعدہ صحیح علم الشفیع بوجوب الشفعۃ اولم یعلم، وعلم من اسقط الیہ ھذا الحق اولم یعلم ھٰذا فی المحیط۔[1]

بیع سے قبل شفعہ کو سونپ دینا صحیح نہیں، اس کے بعد صحیح ہے شفیع کو لزوم شفعہ کا علم ہو یا نہ ہو، جس کے حق میں شفعہ کو ساقط کر رہا ہے اس کا علم ہو یا نہ ہو۔ محیط میں یوں ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

مایبطل بہ حق الشفعۃ بعد ثبوتہ، اختیاری وضروری، والاختیاری صریح ودلالۃ، اما الاول نحو ان یقول الشفیع ابطلت الشفعۃ او اسقطتھا، او ابرأتک عنھا او سلمتھا، او

ثبوت کے بعد شفعہ کو باطل کرنے والا عمل اختیاری ہے اور ایک ضروری ہے، اختیاری صریح ہے اور بطور دلالۃ بھی، لیکن اختیاری صریح مثلاً شفیع یُوں کہے میں نے شفعہ باطل کیا یا میں نے ساقط کیا، میں نے تجھ کو اس سے بَری کیا یا میں نے سونپ دیا

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الشفعۃ الباب التاسع ...

Marfat.com

نحو ذٰلك سواء علم بالبيع او لم يعلم، ان كان بعد البيع، هٰكذا فی البدائع[1]

ان کی مثل اور الفاظ یہ الفاظ بیع کے بعد کہے خواہ بیع کا علم ہو یا نہ ہو۔ بدائع میں یوں ہے۔(ت)

اسی میں ہے:

اذا قيل له ان المشتری فلان فسلم الشفعة ثم علم انه غيره فله الشفعة و اذا قيل له ان المشتری زيد فسلم ثم علم انه عمرو و زيد صح تسليمه لزيد وكان له ان يأخذ نصيب عمرو، كذا فسره الجوهرة النيرة، ولو اخبر ان الثمن الف فسلم فاذا الثمن اقل من ذٰلك فهو على شفعته، فلو كان الثمن الفا او اكثر فلا شفعة، كذا فی الذخيرة[2]

جب اُسے بتایا گیا مشتری فلاں شخص، تو اس نے شفعہ چھوڑ دیا، پھر اسے معلوم ہوا کہ کوئی اور ہے تو اسے شفعہ کا حق باقی ہے، جب اسے بتایا گیا کہ مشتری زید ہے تو اس نے شفعہ چھوڑ دیا، پھر بعد میں معلوم ہوا کہ زید کے ساتھ کوئی دوسرا بھی مثلاً عمرو شریک ہے تو زید کے حق میں چھوڑنا صحیح ہوگا اور عمرو کے حصہ میں اسے شفعہ کا حق ہے ـــــ جوہرہ نیرہ نے اس کی یوں تفسیر کی ہے، جب معلوم ہوا کہ مبیع کی قیمت ہزار ہے تو اس نے شفعہ چھوڑ دیا، بعد میں معلوم ہُوا کہ ثمن اس سے کم ہے تو اس کا شفعہ قائم رہے گا، ہاں اگر ثمن ہزار یا زائد ہو تو پھر شفعہ نہ ہوگا، ذخیرہ میں یوں ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

فالاصل فی جنس هٰذه المسائل ان ينظر ان كان لا يختلف غرض الشفيع فی التسليم صح التسليم و بطلت الشفعة وان كان يختلف غرضه لم يصح وهو على شفعته كذا فی البدائع[3] والله تعالٰى اعلم۔

اس قسم کے مسائل میں ضابطہ یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ شفعہ چھوڑنے کی غرض بعد میں تبدیل نہیں ہوئی تو چھوڑنا برقرار رہے گا اور شفعہ باطل ہوگا اور غرض تبدیل ہو جائے تو شفعہ باقی رہے گا اور ساقط نہ ہوگا بدائع میں یوں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس باب میں کہ ایک کوچہ غیر نافذہ میں ایک

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشفعۃ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۱۸۲

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۵/۱۸۴

[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۵/۱۸۳

Marfat.com

مکان زید کا ایسا واقع ہے جس پر حق شفعہ خلیط فی الطریق چند اشخاص باشندگان کوچہ مذکور پہنچا ہے، اور ان میں سے بعض کو علاوہ حق شفعہ خلیط فی الطریق کے حق شفعہ جار ملاصق بھی حاصل ہے، مکان مذکور کی پچھیت کی طرف عمرو کا مکان واقع ہے، اور جس کا دروازہ دوسرے کوچہ میں ہے، اور اس کو حق شفعہ جار ملاصق ہے، زید مالک مکان مشفوعہ نے اپنے مکان کی کچھ اراضی جو پچھیت کی طرف اور مکان عمرو سے متصل تھی، وہ بدست عمرو فروخت کی، چونکہ اراضی مذکور مکان مشفوعہ باشندگان کوچہ غیر نافذہ کا جز ہے، اس لئے استفتاء اس امر کا مطلوب کہ شفیعان خلیط فی الطریق اور شفیعان جار ملاصق کو حق شفعہ مکان مشفوعہ کے ایک جز پر شرعاً پہنچتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

واسطے سہولت کے نقشہ پشت ہذا پر تحریر کیا جاتا ہے

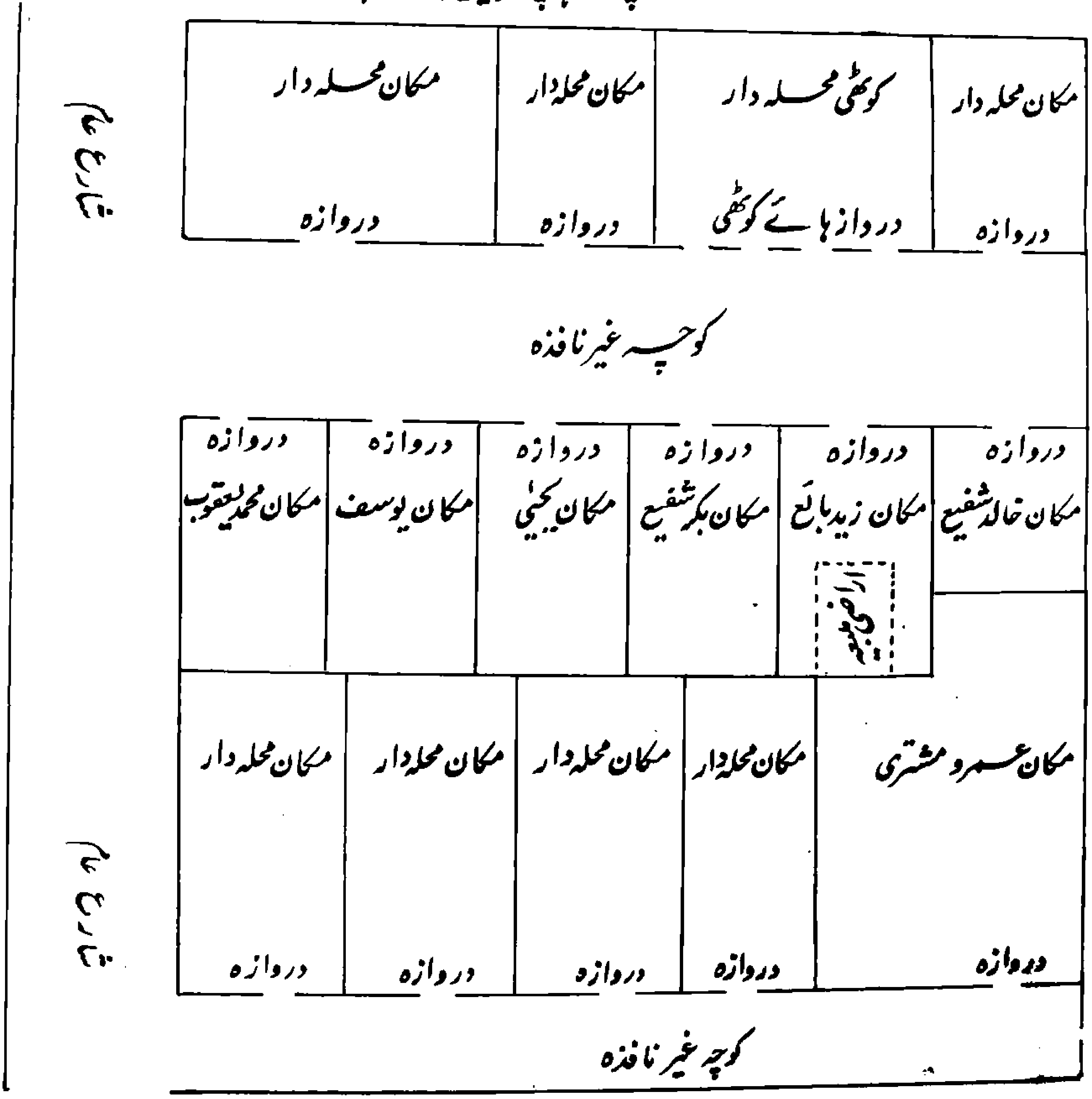

Marfat.com

الجواب

کل مکان بیع کیا جائے خواہ بعض، ہرصورت میں خلیط فی نفس المبیع وشریک فی حق المبیع کا شفعہ ہے اور جار ملاصق کا بھی، اگر خاص اس جزء مبیع سے اتصال رکھتا ہو، اِلّا لا، الّا علٰی رِوَایۃٍ مُشکلَۃٍ ۔ درمختار وغیرہ عامہ کتب میں ہے:

باع عقارا الا ذراعا مثلا فی جانب حد الشفیع فلا شفعۃ لعدم الاتصال[1]، فی رد المحتار استشکل السائحانی ھذہ الحیلۃ بما نقلہ الشرنبلالی عن عیون المسائل، دار کبیرۃ ذات مقاصیر باع منھا مقصورۃ فلجار الدار الشفعۃ لان المبیع من جملۃ الدار وجار الدار جار المبیع، وان لم یکن متصلا بہ اھ، اقول المشکل مافی العیون لا ماھنا، تأمل[2] اھ ما قال العلامۃ الشامی وکتبت علیہ ان المحشی قدم صدر الکتاب عن القھستانی ان الملاصق المتصل بالمبیع ولو حکما کما اذا بیع بیت من دار فان الملاصق لہ ولاقصی الدار فی الشفیع سواء[3] اھ وھو

کسی نے شفیع سے متصل ایک گز چھوڑ کر باقی زمین فروخت کی تو عدمِ اتصال کی وجہ سے شفعہ نہ ہو سکے گا۔ ردالمحتار میں ہے اس حیلہ پر سائحانی نے اشکال پیش کیا جس کو علامہ شرنبلالی نے عیون المسائل سے نقل کیا کہ کسی نے بڑی حویلی جو کئی چھوٹے کمروں پر مشتمل ہے میں سے ایک چھوٹا مکان فروخت کیا تو اس حویلی کے پڑوسی کو شفعہ کا حق ہے کیونکہ وہ مبیع مکان حویلی کا حصہ ہے تو پوری حویلی کا پڑوسی اس مبیع کا پڑوسی ہے اگرچہ یہ مبیع مکان پڑوسی سے متصل نہیں ہے اھ، میں کہتا ہوں کہ عیون المسائل کا ذکر کردہ خود مشکل ہے نہ کہ جو یہاں مذکور ہے، غور کرو، علامہ شامی نے جو بیان کیا وہ ختم ہوا۔ میں نے شامی پر حاشیہ میں لکھا ہے کہ محشی یعنی علامہ شامی نے کتاب کی ابتداء میں قہستانی سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا کہ مبیع سے متصل اگر حکمی طور بھی ہو تو وہ متصل حصہ اور حویلی فروخت شدہ کا انتہائی حصہ شفعہ میں برابر ہیں مثلاً کسی نے حویلی میں سے ایک کمرہ فروخت کیا تو اس کمرہ سے متصل حصہ سمیت تمام دار شفعہ میں برابر ہے اھ،

۱؎ درمختار	کتاب الشفعۃ	باب ما یبطلہا	مطبع مجتبائی دہلی	۲/۲۱۶
۲؎ ردالمحتار	"	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۵/۱۵۴
۳؎ "	"	"	"	۵/۱۴۰

Marfat.com

مثل ما في العيون و مثله ايضا في الهندية عن المحيط عن شرح ادب القاضي للخصاف ، و وجه اشكاله ان ماهنا مصرح به في عامة كتب المذهب المعتمدة متونا و شروحا و فتاوى ، فما خالفه فهو المشكل لا هذا ، اقول و يؤيد ماهنا ما نص عليه المتون ، ان سبب الشفعة اتصال ملك الشفيع بالمشترى وظاهر ان المشتري اذا كان مفرزا مفصولا عن ملك الشفيع لم يكن بينهما اتصال ، ولا يكفي الاتصال بالواسطة والا لكان الجار الغير الملاصق المحاذي ايضا شفيعا ولا قائل به ، ولا ينكر عليه بما صرحوا به ان الملاصق بشبر كالملاصق بجميع حدود ، وذلك لان الاتصال بجزء الشئ اتصال بالشئ ، ولا نسلم ان الاتصال بجزء من شئ يكون اتصالا بجزئه الآخر ، الا ترى ان العمامة الملاصقة لرأس زيد ملاصقة لزيد لا لرجله والنعل المتصل برجل زيد متصلة بزيد لا برأسه ، فاتضح ان رواية العيون مشكلة والحاصل ان المبيع اذا كان الكل كفى الاتصال بجزئه واذا كان جزء معين من شئ

یہ عیون المسائل میں مذکور کی مثل ہے اور اسی کی مثل ہندیہ میں محیط سے انھوں نے خصاف کی شرح ادب القاضی سے نقل کیا ہے ، اس کے اشکال کی وجہ یہ ہے کہ یہاں جو مذکور ہے وہی تمام معتمد کتب مذہب متون و شروح اور فتاوی میں تصریح شدہ ہے تو جو ان کی تصریحات کے خلاف ہے وہ مشکل ہے نہ کہ یہ ۔ میں کہتا ہوں یہاں پر ذکر کردہ کی تائید میں تمام متون کی نصوص ہیں کہ شفعہ کا سبب خرید کردہ چیز شفیع کی ملکیت کا اتصال ہے اور ظاہر بات یہ ہے کہ جب خرید کردہ چیز شفیع کی ملکیت سے علیحدہ فاصلہ پر ہو تو اتصال نہ ہوگا جبکہ بالواسطہ اتصال کافی نہیں ہے ورنہ پڑوسی کا پڑوسی غیر اتصال والا بھی شفیع بن جائے گا حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے اس پر یہ بیان وارد نہیں ہو سکتا جس کی تصریح یوں ہے کہ ایک بالشت کا اتصال جمیع حدود کا اتصال ہے اور یہ اس لئے کہ چیز کی جز سے اتصال چیز سے اتصال ہے لیکن ہمیں یہ تسلیم نہیں کہ ایک جز سے اتصال اس کی دوسری جز سے اتصال ہے، آپ دیکھ رہے ہیں کہ عمامہ کا اتصال سر سے ہونے کی وجہ سے زید کے پاؤں سے اتصال نہیں اور زید کے پاؤں کو اس کے جوتے کا اتصال ہے اس کے سر سے اتصال نہیں ہے ، تو واضح ہوگیا کہ عیون المسائل والی روایت مشکل ہے اور حاصل یہ کہ جب کل مبیع ہو تو اس کی کسی جز کا اتصال شفعہ کے لئے کافی ہے اور جب کوئی معین جز مبیع ہو تو

Marfat.com

لم یکف الاتصال بجزئہ الاٰخر، فان الاتصال بالجزء اتصال بالکل مجملا، لا بکل جزء منہ فردا فردا فافترقا۔[1]

اس مبیع کی دوسری جزء کا اتصال کافی نہیں کیونکہ جزء کے اتصال سے کل کا اتصال مجمل ہوتا ہے نہ کہ ہر ہر جزء سے فرداً فرداً ہوتا ہے، تو یوں دونوں صورتیں مختلف ہیں۔ (ت)

شریک فی حق المبیع کے لئے مبیع سے اتصال ضرور نہیں، صرف شرکت حق مثل طریق خاص وغیرہ کافی ہے۔ درمختار میں ہے:

فی شرح المجمع وکذا الجار المقابل فی السکۃ الغیر النافذۃ الشفعۃ۔[2]

شرح مجمع میں ہے یونہی بند گلی کا سامنے والا پڑوسی بھی شفعہ کا حقدار ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

وجہہ ابوالسعود بان استحقاقہا فیہ للشرکۃ فی حق المبیع فلا تعتبر الملاصقۃ۔[3]

اس کی وجہ ابوسعود نے یہ بیان کی کہ بند گلی کا استحقاق شفعہ مبیع کے حقوق میں شرکت پر مبنی ہے اس میں اتصال کا اعتبار نہیں ہے۔ (ت)

اور چند شرکاء حق میں اگر ایک جار ملاصق بھی ہے باقی نہیں تو اُسے اُن باقیوں پر کوئی ترجیح نہ ہوگی، وہ سب یکساں ہیں، عالمگیریہ میں بدائع سے ہے:

الشفعۃ لاھل السکۃ کلھم یستوی فیھا الملاصق وغیر الملاصق لانھم کلھم خلطاء فی الطریق۔[4]

بند گلی والوں کو شفعہ کا حق مساوی ہے خواہ اتصال والے ہوں یا نہ ہوں کیونکہ وہ تمام گلی کے راستہ میں شریک ہیں۔ (ت)

پس صورتِ مستفسرہ میں خالد، بکر، یحیٰی، یوسف، یعقوب اور سامنے کو چاروں مکان اور کوٹھی والے سب اس جزء مبیع کے یکساں شفیع ہیں، ان کے ہوتے عمرو اور اس کے برابر کے چاروں محلہ دار جن کے دروازے دوسرے کوچہ میں ہیں شفیع نہیں ہوسکتے جبکہ اور کوئی استحقاق نہ رکھتے ہوں، واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] جدالممتار علی ردالمحتار

[2] درمختار | کتاب الشفعۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/ ۲۱۱

[3] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۵/ ۱۴۱

[4] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ البدائع | الباب الثانی | نورانی کتب خانہ پشاور | ۵/ ۱۶۶

Marfat.com

مسئلہ ۲۶ مرسلہ عبدالعزیز و نور محمد و احسان کریم قصبہ آنولہ ضلع بریلی محلہ کٹرہ پختہ
بتاریخ ۴ جمادی الاول ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک قطعہ مکان مملوکہ مقبوضہ اپنا جس کا نقشہ ذیل میں درج ہے، اپنی حین حیات بروئے فرائض شرعی خالد پسر، ہندہ زوجہ، کلثوم و مریم و زبیدہ و میمونہ دختران کو تقسیم کرکے مالکانہ قابض و دخیل کرا دیا، خالد اپنے حق پر جداگانہ، اور ہندہ زوجہ اور ہر چہار دختران مشترکًا اپنے حق پر مالکانہ قابض ہوگئے، اور درمیان مکان کی دیوار سرخ رنگ قائم کرلی، قطعہ شمالی خالد کی اور جنوبی ہندہ اور ہر چہار دختران کے قبضہ میں رہا، بعد وفات زید کے ہندہ اور ہر چہار دختران زید نے اپنا قطعہ جنوبی عبداللہ کے ہاتھ بیع کردیا، بعد فوت عبداللہ مذکور کے اُس کے ورثاء نے قطعہ جنوبی مذکور بدست شیخ نور احمد فروخت کردیا اور نور احمد اب تک مالکانہ قابض ہے، خالد کے مرنے پر عمرو پسر، رضیہ زوجہ، صفیہ و ذکیہ و رشیدہ و حمیدہ دختران ورثاء خالد شمالی متروکہ خالد پر مالکانہ قابض ہوگئے، جو کہ محدودہ بدیں حدود اربعہ ہے، مکان اور صحن مکان عبدالعزیز مکان حافظ مظہر علی مکان نور احمد مکان عبدالعزیز و احسان کریم عمرو وغیرہ، ورثاء خالد نے اپنا حق قطعہ شمالی بدست عبدالعزیز بیع کرنا چاہا اور معاہدہ باہمی عبدالعزیز ہوگیا باخذ رسید مبلغ عـــہ زر بیعانہ عبدالعزیز مذکور سے حاصل کرلیا، نور احمد شفیع بھی آمادہ خریداری تھا کہ احسان کریم مذکور نے خبر بیع مذکور سُن کر کچھ قیمت بڑھائی۔ رشیدہ، حمیدہ و دختران خالد نے اپنے حق حقوق کا بیعنامہ بنام نور احمد شفیع کے کردیا، ہنوز رجسٹری نہیں ہوئی ہے کہ عمرو نے خلاف معاہدہ باہمی عبدالعزیز کے مع رضیہ مادر کے کُل مکان متروکہ خالد کا بیعنامہ اپنی اور رضیہ کی جانب سے بنام احسان کریم تحریر کردیا، اور ایک دستبرداری لادعوٰی وراثت شفیعہ وغیرہ ہمشیرگان کی جانب سے تحریر کرا کر بغرض تصدیق رجسٹری میں پیش کی۔ شفیعہ، ذکیہ نے تصدیق اُس کی کردی، اور رشیدہ و حمیدہ نے کہ جن کی بلاعلم و اطلاع کارروائی دستبرداری کی ہوئی تھی اور یہ اپنے حق کا بیعنامہ بھی بنام نور احمد تحریر کرچکی تھیں، تحریر دست برداری سے انکار کردیا، اور بیعنامہ موسومہ نور احمد کی رجسٹری کرا دی، چونکہ معاہدہ بیع پیشتر سے عبدالعزیز و عمرو وغیرہ منعقد ہوا تھا، حالانکہ گفتگو بیع کی نور احمد مذکور سے بھی تھی، بکر، عمرو وغیرہ نے مبلغ عـــہ روپیہ بطور بیعنامہ عبدالعزیز سے بہ تحریر رسید حاصل کرلی تھی، ایسی صورت میں جبکہ عبدالعزیز ۲ دو جانب سے اور نور احمد ایک جانب سے اور احسان کریم ایک جانب سے کچھ مکان کی وجہ سے استحقاق شفیع رکھتے ہیں، بلکہ نور احمد بوجہ خریداری مقدم کے شفیع خلیط بقیہ حقوق عمرو و رضیہ و شفیعہ و ذکیہ پہنچ چکا ہے، تو بلحاظ واقعات متذکرہ صدر کون شخص مستحق خریداری مکان متنازعہ کا ہے اور حق شفعہ کس کو پہنچتا ہے، عبدالعزیز کے مکان کا دروازہ بھی دوسرے محلہ میں ہے۔ بیّنوا توجروا۔

Marfat.com

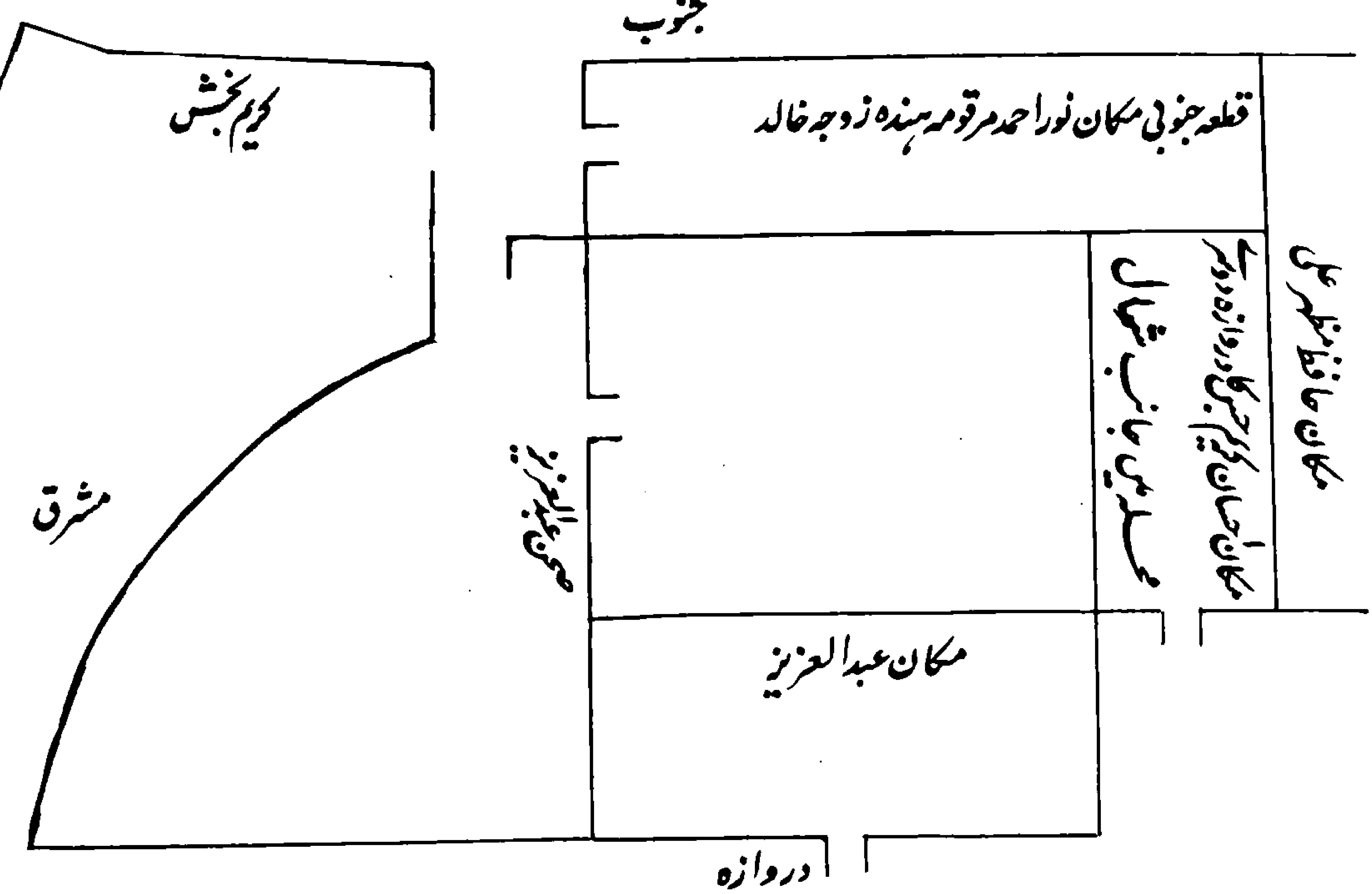

الجواب

بیانِ سائلان سے واضح ہوا کہ عبدالعزیز سے صرف گفتگوِ بیع ہوئی تھی اور بیعنامہ دیا گیا عقدِ بیع تمام نہ ہوا تھا، نور احمد کلکتہ میں ہے، اُس نے اپنے ایک بھائی کو اس قطعہ کی خریداری کے لئے لکھا، اُس نے وکالۃً نور احمد کے لئے اس میں سے رشیدہ وحمیدہ کے حصے خرید لئے، عبدالعزیز و نور احمد دونوں خلیط فی حق المبیع ہیں، اور احسان کریم محض جار ملاصق کہ اس کا راستہ اس کوچۂ غیر نافذہ میں نہیں، جب عبدالعزیز کو معلوم ہوا خود اس کا بیان ہے کہ اس نے مشتری مذکور یعنی وکیل نور احمد سے جاکر کہا کہ میری گفتگو بیع سابق سے ہے، یہ حصے جتنے کو تم نے خریدے ہیں انھیں داموں کو مجھے دے دو ورنہ میں شفیع ہوں شفعہ سے لے لوں گا، اس کہنے سے عبدالعزیز کا ان دونوں حصوں میں شفعہ جاتا رہا کہ اس نے طلب شفعہ نہ کی بلکہ ابتداءً انھیں داموں کو خریدنا چاہا، اور نہ دینے کی حالت میں بذریعہ شفعہ لے لینے کی دھمکی دی، یہ امر مبطل شفعہ ہے۔ درمختار میں ہے:

یبطلھا ان ساومھا بیعا او اجارۃ او طلب منہ ان یولیہ عقد الشراء[1]

اگر شفیع نے مشتری سے بیع یا اجارہ یا اس کی شرار کا ولی (وکیل) بننے کا مطالبہ کرے تو اس سے شفعہ کا حق باطل ہوجائے گا۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الشفعہ باب ما یبطلہا مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۱۵

Marfat.com

پس نور احمد ان دو حصوں کا مالک مستقل ہوگیا جس سے کوئی نہیں لے سکتا، اگر وہاں اور کوئی شفیع مثل کریم بخش وغیرہ باداے شرائط طالب شفعہ نہ ہوا ہو۔ رہی احسان کریم کے ہاتھ بیع جس میں کل مکان صرف زوجہ و پسر خالد نے اُس کے ہاتھ بیچا، اور دختران خالد کو نامستحق قرار دیا۔ شفیعہ، ذکیہ تو بوجہ تصدیق و واقرار نامستحق ٹھہریں، مگر رشیدہ و حمیدہ نے اقرار نہ کیا بلکہ اپنی بیع کی کہ بنام نور احمد کے تکمیل کرادی، تو بعض مبیع احسان کریم کے ہاتھ سے نکل گیا، اور بقیہ کی بیع معرض زوال میں آگئی یعنی احسان کریم کو اختیار ہوگا، چاہے دو حصہ رشیدہ و حمیدہ علاوہ بقیہ مکان بحصہ قیمت لینا قبول کرے، خواہ کل بیع کردے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

اذا کان المشتری شیئا واحدا واستحق بعضه قبل القبض او بعده فللمشتری الخیار فی الباقی، ان شاء اخذه بالحصة وان شاء ترك۔[1]

اگر خریدشدہ چیز ایک ہو اور اس کے بعض حصہ کا استحقاق ثابت ہو جائے خواہ قبضہ سے قبل یا بعد ثابت ہو تو مشتری کو باقی حصہ میں اختیار ہوگا اگر چاہے تو باقی کو اس کی قیمت کے حصہ پر لے یا چاہے تو چھوڑ دے۔ (ت)

پس اگر احسان کریم نے بیع رد کردی تو سرے سے بنائے شفعہ ہی کی بیع تھی جاتا رہے گا، اور وہ بقیہ قطعہ ایسا ہو جائے گا گویا بکا ہی نہیں، کسی کو اُس میں حق شفعہ نہ ہوگا، اور اگر بقیہ بحصہ قیمت لینا قبول کیا اور نور احمد شرائط شفعہ بجالایا، تو اب وہی عبدالعزیز وغیرہ سب پر مرجح رہے گا کہ اب بوجہ خریداری حصہ رشیدہ و حمیدہ نور احمد خلیط فی نفس المبیع ہو چکا ہے، اور عبدالعزیز صرف خلیط فی حق المبیع ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۷

۳۰ شعبان المعظم ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و عمرو ایک مکان اور دُکان کے مالک تھے، زید عمرو کی ملکیت کا شفیع تھا، عمرو نے اپنا حصہ دکان و مکان مذکور کا بکر کے ہاتھ فروخت کیا، تو زید بفور سُننے اُس خبر کے مع چند آدمیوں کے جو کہ گواہ طلب شفیع کے ہیں، اور جن کے سامنے کہ زید نے شرائط شفیع بفور سُننے خبر بیع کے ادا کی ہیں، جن میں سے کہ ایک زید کا قریبی رشتہ دار، و نیز عمرو و بکر کا بھی رشتہ دار ہے، و دیگر لوگ زید کے ملنے والے دوست ہیں، بکر کے پاس بغرض طلب شفیع گیا، روپیہ رومال میں باندھ کر

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب البیوع الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۱۶۶

Marfat.com

اپنے ہاتھ میں لے گیا اور بکر سے جاکر اس نے کہا کہ میں اس حصۂ دکان ومکان کا شفیع ہوں، تم نے اس حصّہ کو کیسے خرید کیا میں خریدوں گا، زید نے زبان سے یہ نہیں کہا کہ میں روپیہ لایا، قیمت لو اور یہ جائداد میرے نام کرو، بکر نے زید کی گفتگو کے جواب میں جائداد مذکور دینے سے انکار کردیا، زید کے اس امر کے اظہار نہ کرنے سے کہ میں روپیہ لایا ہوں قیمت لو اور یہ جائداد میرے نام کردو حالانکہ روپیہ اسی نیت سے زید لے گیا تھا اور وہ اس کے ہاتھ میں موجود تھا، صرف زبان سے اس کا ذکر نہیں کیا، تو ایسی حالت میں مراتب شفیع بموجب شرع شریف پورے طور سے ادا ہوئے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

نہ روپیہ لے جانا ضرور نہ مشتری سے روپیہ لانے کا ذکر ضرور، یہ سب بیکار ومہمل باتیں ہیں، مگر طلب مواثبت ایسے لفظ سے جس سے فی الحال طلب ثابت ہو، ضرور ہے۔ سائل نے بعد دریافت بیان کیا کہ میں نے خبر بیع سُنتے ہی یہ لفظ کہے تھے کہ میں اس کا شفیع ہوں، ریاض الدین نے کیسی خریدی میں خریدوں گا، اس سے طلب فی الحال ثابت نہیں ہوتی۔ "خریدوں گا" سے اگر یہ مراد ہے کہ مشتری سے خریدوں گا، جب تو ظاہر ہے کہ مشتری سے خریداری کا ذکر شفعہ کو باطل کردیتا ہے، درمختار میں ہے:

یبطلہا شراء الشفیع من المشتری وکذا ان ساومہا بیعا واجارۃ اوطلب منہ ان یولیہ عقد الشراء[1] (ملخصاً)	شفیع کا مشتری سے خریدنا اور یونہی بیع یا اجارہ کا سودا کرنا یا عقد شراء کا ولی بننے کا مطالبہ کرنا اس کے حق شفعہ کو باطل کردیتا ہے ملخصاً (ت)

اور اگر یہ مراد ہو کہ بائع سے خریدوں گا تو یہ بھی طلب شفعہ نہیں، خریداری تملک بالرضا ہے اور شفعہ تملک بالجبر، درمختار میں ہے:

تملیك البقعۃ جبرًا علی المشتری بما قام علیہ[2]	شفعہ کسی ٹکڑا زمین کا مشتری سے اس پر لازم قیمت کے ساتھ جبرًا مالک بننے کا نام ہے (ت)

اور اگر مجازًا یہی معنی مراد لئے جائیں کہ بذریعہ شفعہ لے لوں گا، تو یہ بھی وعدہ و انذار ہے، طلب فی الحال نہیں، عالمگیری میں ہے:

لو قال الشفعۃ لی اطلبہا بطلت	اگر کہا میرا شفعہ ہے میں اس کی طلب کروں گا، تو

---

[1] درمختار کتاب الشفعۃ باب مایبطلہا مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۱۵

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/۲۱۰

Marfat.com

شفعتہ، ولو قال للمشتری انا شفیعك واٰخذ الدار منك بالشفعة بطلت [1]

اس کا شفعہ باطل ہوگا، اور اگر مشتری کو کہا میں تیرا شفیع ہوں اور شفعہ کی بناء پر تجھ سے دار لوں گا تو شفعہ باطل ہوگیا۔ (ت)

لہذا صورت مسئولہ میں زید کا شفعہ باطل ہوگیا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۸ از ریاست رامپور کٹرہ جلال الدین خاں مرحوم مرسلہ پیرزادہ غلام معین الدین صاحب پنجم صفر ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے دعوٰی کیا کہ مسماۃ فلاں نے اراضی فلاں اتنی قیمت کو فلاں شخص سے میری غیبت میں خریدی، اور میں خلیط فی الطریق ہوں، مشتریہ جار ملاصق ہے، میرا حق مقدم ہے اور میں شرائط شفعہ بھی ادا کرچکا ہوں، مسماۃ مجیب ہوئی کہ زید نے ہرگز شرائط شفعہ ادا نہ کئے نہ مکان مشفوع بہا زید کا مملوکہ ہے، اور دعوٰی پر تمادی ہے، بلکہ زید تسلیم الشفعہ کرچکا ہے، زید اور مسماۃ سے ثبوت طلب ہوا، زید نے جو شہادت پیش کی عندالعدالت ناکافی قرار دے کر نامقبول فرمائی گئی ایک وجہ عدالت نے یہ تحریر فرمائی ہے کہ شہادت مدعی کو نقائص سے مبرا مان لیا جائے تب بھی شہادت جو مدعی علیہا کی جانب سے گزری، اس سے تسلیم شفعہ بعد از بیع ثابت ہے، لہذا دعوٰی خارج اور منجانب مدعی کئی استفتار پیش ہوئے ہیں، اس بارہ میں کہ خلیط فی الطریق جار ملاصق پر مقدم ہے، کیا یہ استفتار مفید ہوسکتے ہیں، مدعی نے تمادی سے بچنے کی غرض سے دو گواہوں سے یہ ثابت کرایا ہے کہ میں وقت بیع مقام رچھا میں موجود تھا یعنی رامپور میں نہ تھا، مدعی علیہا کی جانب سے جو شہادت تسلیم شفعہ کی پیش ہوئی ہیں اس سے کماحقہ، ثابت ہے کہ بعد تصدیق بیعنامہ اسی روز مدعی کو علم بیع ہوا اور مدعی نے تسلیم شفعہ کیا، تو کیا شہادت مذکور منجانب مدعی واسطے ثبوت کے کافی ہے، اور تمادی مرتفع ہوسکتی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اس مسئلہ میں زوائد سے قطع نظر کرکے صرف دو باتوں پر نظر کافی ہے:

اولاً گواہان مدعیان کا اُن کی مِلک دار مشفوع بہا میں ہونے کی نسبت صرف اتنا بیان کہ وہ مکان مدعیوں کی مِلک یا اُن کا موروثی ہے، اظہارات شہود مدعیان دیکھے جائیں، اگر اُن کے بیان میں صرف اُسی قدر ہو اور یہ ظاہر نہ کیا ہو کہ شرائے مشتریہ سے پہلے یہ مکان یا جزء مکان مِلک مدعیان تھا اور اب تک ہے، ہمارے علم میں مِلک مدعیان سے خارج نہ ہُوا، تو ایسی شہادت ثبوت دعوٰی شفعہ کے لئے ہرگز بکار آمد

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشفعۃ الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۱۷۲

Marfat.com

نہیں، کہ مدعا علیہا دارِ مشفوع بہا میں ملکِ مدعیان کی منکر ہے، اور یہ اس طریقہ پر جو شرعًا درکار ہے یعنی ملک متقدم علی البیع و مستمر الی الآن پر اقامت بینہ نہ کر سکے۔ تنویر الابصار و درمختار و ردالمحتار میں ہے:

اذ طلب الشفیع سأل القاضی الخصم عن مالکیۃ الشفیع لما یشفع بہ فان اقربھا او نکل عن الحلف علی العلم، او برھن الشفیع انھا ملکہ (بان یقولا انھا ملک ھذا الشفیع قبل ان یشتری ھذا المشتری ھذا العقار، وھی لہ الی الساعۃ ولم نعلم انھا خرجت عن ملکہ، فلو قالا انھا لھذا الجار لایکفی کما فی المحیط) سألہ عن الشراء ھل اشتریت ام لا[1] اھ۔

جب شفیع نے طلب کی تو قاضی شفیع کی اُس ملکیت کے متعلق سوال کرے جس کی وجہ سے وہ شفعہ کررہا ہے، تو اگر مخالف فریق اس کی اس ملکیت کا اقرار کرے یا اپنے علم پر قسم دینے سے انکار کرے یا شفیع اپنی اس ملکیت پر گواہی پیش کردے کہ وہ اس کی ملکیت ہے یوں کہ دونوں گواہ کہہ دیں کہ مشتری کی خریداری سے قبل یہ زمین اس کی اب تک ملک ہے اور اس کی ملکیت سے خارج ہوجانے کا ہمیں علم نہیں ہے، اور اگر گواہ یہ کہیں کہ وہ اس پڑوسی کی ہے تو کافی نہ ہوگا، جیسا کہ محیط میں ہے۔ قاضی مشتری سے سوال کرے کہ کیا تُو نے اسے خریدا ہے یا نہیں اھ (ت)

جبکہ شہادت گواہانِ مدعیان اس طریقہ مطلوبہ شرع پر نہ تھی، حاکم پر لازم تھا کہ فقط اسی قدر پر مقدمہ ختم کردیتا اور دعوٰی خارج کرتا، مقدمہ کا آگے بڑھانا محض تطویل ہوئی۔

ثانیًا گواہانِ مدعا علیہا جنھوں نے دربارۂ تسلیم مدعیان شہادت دی ہے کہ روزِ بیع بعد بیع معین الدین خاں نے مدعیوں کو اطلاعِ بیع اراضی مشفوعہ دی، اور ان سے کہا اگر تمھیں لینا منظور ہو لے لو، انھوں نے جواب دیا کہ ہم کو ضرورت نہیں، بحیثیت ادا نہایت کافی و وافی شہادت ہے اُس کے الفاظ پر جو اعتراض کیے جاتے ہیں بے معنی ہیں، اس میں فقط اتنا دیکھنا چاہیے کہ گواہوں کی حالت کیسی ہے، اگر ان میں دو گواہ بھی قابلِ قبول شرع ہوں تو فیصلہ بحق مدعا علیہا لازم ہے، ملاحظۂ تحریر سے ظاہر ہوا کہ حاکم مجوز نے گواہانِ مشتریہ پر اعتماد کیا اور اُن کے بیان پر فیصلہ رہا، اور جانب مدعیان سے ان پر کوئی جرح قابلِ لحاظ شرع نہ کی گئی، تو اس صورتِ واقعہ میں حکم یہی ہونا چاہیے کہ دعوٰی شفعہ ساقط، اور مشتریہ مطالبہ سے بری ہے"

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الشفعۃ باب طلب الشفعۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۱۲
ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۴۲

Marfat.com

اس کے مقابل مدعیوں کی یہ گواہیاں کہ ہم یہاں نہ تھے شہادت علی النفی ہیں قابلِ لحاظ نہیں، نہ وہ فتوٰی کہ خلیط جار پر مقدم ہے، کچھ مفید مدعی ہو سکتے ہیں کہ اول تو خلیط ہونا ہی پایۂ ثبوت کو نہ پہنچا، پھر بعد تسلیم شفعہ خلیط فی نفس المبیع کا بھی کچھ حق نہیں رہتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹ از ریاست رامپور کٹرہ خلاں خاں مرحوم مرسلہ غلام معین الدین خاں
۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۲۶ھ

(۱) حاکمانِ شریعت مفتیانِ ملت کے حضور تمام کاغذات مقدمہ اصغر علی خاں عرف بنّے خاں مدعی بنام شہنشاہی بیگم مشتریہ و نصور شاہ بائع مدعا علیہما، نمبری ۱۹۳/۲ دعوٰی شفعہ بر اراضی واقع کٹرہ جلال الدین خاں، فیصلہ مفتی عدالت ریاست رامپور واقع ۲۲ دسمبر ۱۹۰۷ء کی نقول باضابطہ پیش کر کے درخواست ہے کہ شرع مطہر کے حکم سے اس مقدمہ میں فیصلہ بحق مدعا علیہا ہونا صحیح ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

مقدمہ مذکورہ کے متعلق عرضی دعوٰی وجواب دعوٰی و عرضی مدعی، مورخہ ۱۶ مارچ ۱۹۰۷ء بجواب استفسار حاکم، و اظہارات عبداللطیف خاں، و ڈاکٹر مدن خاں، و علی بہادر خاں، و صفدر علی خاں ولد عباس خاں، و لشیرالدین خاں، و ضیاء الدین خاں، و احمد حسن خاں، و صفدر علی خاں ولد نثار علی خاں، و عبدالغنی خاں نہ ۹ کس گواہان اصغر علی خاں مدعی، و فیصلہ مفتی صاحب حاکم مجوز کی نقول باضابطہ فقیر کے سامنے پیش ہوئیں، اور سائل نے بیان کیا کہ شہنشاہی بیگم مدعا علیہا کی طرف سے اس مقدمہ میں صرف دو گواہ نیاز حسین خاں و عزیز محمد خاں پیش ہوئے، اور اُن کا بیان اس مقدمہ میں بھی بعینہٖ وہی ہے جو انھوں نے مقدمہ سید محمد شاہ میں بنام شہنشاہی بیگم مذکورہ میں کیا ہے، اور جس کی نقول باضابطہ اس وقت یہاں دارالافتاء میں حاضر ہیں، نیز حاکم نے فیصلہ میں اُن کے بیانوں کا خلاصہ ذکر کیا، اور تحقیقات موقع پر شہادت سعیدالدین خاں کا بھی بیان لکھا ہے جس میں اصغر علی خاں و سید محمد شاہ دونوں مدعیوں کا بعد بیع تسلیم شفعہ مذکور رہے، اور مجوز نے دونوں فیصلوں میں بعد اس بیان کے کہ شہادات شہود مدعیاں میں نقائص ہیں، بر تقدیر نقائص ان تین گواہاں مدعیہ کے بیان پر مدارِ فیصلہ رکھا ہے کہ ان سے دونوں مدعیوں کا بعد بیع طلب شفعہ سے انکار کر دینا ثابت ہے، تو ان کو کسی طرح استحقاقِ دعوٰی نہ رہا، اور گواہان اصغر علی خاں جو وقت بیع اس کا رام پور میں نہ ہونا بیان کرتے ہیں گواہان نفی ہیں کہ مسموع نہیں، مگر ہماری رائے میں گواہان مدعا علیہا اس مقدمہ میں حاجت سے محض زیادہ ہیں جن کی شہادت پر بحث کی اصلاً ضرورت نہیں، ولہٰذا ان کے اظہارات کی نقل پیش نہ ہونا اس مقدمہ میں بیان حکم سے مانع نہیں، نہ اسی پر نظر کہ عزیز محمد خاں نے اصغر علی خاں کی نسبت کہا، ولدیت نامعلوم، شکل جانتا ہوں، نہ اظہار سے ثابت کہ

Marfat.com

گواہ نے مدعی کو اشارہ سے بتایا، نہ اس پر لحاظ کی حاجت کہ سعید الدین خاں دوسرے مقدمہ کا گواہ ہے جس کا مدعی شخص آخر ہے، گو مدعا علیہ وہی ہے، اس کا بیان اس مقدمہ کا شاہد بنا کر کہاں تک قابل استناد ہے، یہ سب امور زوائد ہیں، دعویٰ شفعہ میں لازم ہے کہ یا تو مدعا علیہ مقر ہو کہ دار مشفوع بہا شفیع کی ملک ہے، یا شفیع اسے بینہ سے ثابت کرے، اور یہ بھی نہ ہو تو شفیع مدعا علیہ کا حلف چاہے اور وہ قسم کھانے سے انکار کر دے، بے ان صورتوں کے دعوٰی شفعہ ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ زیلعی میں ہے:

اذا تقدم الشفیع، وادعی الشراء وطلب الشفعة عند القاضی، ولم یخل بشئ من شروطه، اقبل علی المدعی علیه فسأله عن الدار التی یشفع بها هل هی ملك الشفیع ام لا، وان کانت هی فی ید الشفیع وهی تدل علی الملك ظاهرًا، لان الظاهر لا یصلح للاستحقاق فلا بد من ثبوت ملکه بحجة، فیسأله عنه فان انکران یکون ملکا له یقول للمدعی اقم البینة انها ملکك، فان عجز عن البینة وطلب یمینه استحلف المشتری بالله ما یعلم انه مالك للذی ذکره مما یشفع به، فان نکل او قامت للشفیع بینة، او اقر المشتری بذلك ثبت ملك الشفیع فی الدار التی یشفع بها وثبت السبب وبعد ذلك یسأل القاضی

شفیع نے قاضی کے ہاں آگے بڑھ کر خریداری کا دعوٰی کیا اور شفعہ طلب کیا اور دعوٰی کی شرائط میں کوتاہی نہ ہو، پھر قاضی مدعا علیہ کی طرف متوجہ ہو کر اس سے اُس دار کے متعلق سوال کرے گا جس کی بناء پر شفیع شفعہ کا دعوٰی کرتا ہے کہ کیا یہ شفیع کی ملکیت ہے یا نہیں اگرچہ وہ دار شفیع کے قبضہ میں ہو، قبضہ کے باوجود سوال حالانکہ قبضہ ملکیت پر ظاہرًا دلالت کرتا ہے یہ اس لئے کہ ظاہر چیز استحقاق ثابت نہیں کرتی تو اس کی ملکیت کے ثبوت کے لئے کوئی دلیل ضروری ہے لہٰذا قاضی مدعا علیہ سے مدعی کی ملکیت کا سوال کرے گا، اگر مدعی علیہ اس کی ملکیت کا انکار کرے تو قاضی مدعی کو کہے گا کہ اپنی ملکیت پر گواہ پیش کر، تو اگر وہ گواہ لانے سے عاجز ہے اور مدعی علیہ سے اس پر قسم لینے کا مطالبہ کرے تو قاضی مدعی علیہ سے یوں قسم لے کہ مدعی جس بناء پر شفعہ کر رہا ہے تو اس ذکر کردہ پر اس کی ملکیت کو جانتا ہے، تو مدعی علیہ اگر قسم سے انکار کرے یا شفیع کے گواہ شہادت دے دیں یا خود مشتری اس کی ملکیت کا اقرار کر دے تو جس دار کی بناء پر شفعہ طلب کرتا ہے اس کی ملکیت شفیع کے لئے ثابت

Marfat.com

المدعی علیه هل اشتریت ام لا[1] الخ ملخصًا۔

ہوجائیگی یوں شفعہ کا سبب ثابت ہوجائیگا، اس کے بعد قاضی مدعی علیہ (مشتری) سے سوال کرے کیا تو نے یہ دار خریدا ہے یا نہیں الخ ملخصًا (ت)

اس مقدمہ میں ظاہر ہے کہ مدعا علیہا ملک شفیع کی منکر ہے، نہ شفیع نے حلف چاہا نہ اس نے حلف سے انکار کیا، تو صرف صورت شہادت رہی، اور وہ محض ناکافی گزری، یہاں شہادت اس مضمون کی درکار ہے کہ دار مشفوعہ کی بیع سے پہلے دار مشفوع بہا شفیع کی ملک تھی، اور اب تک اس کی ملک ہے ہمارے علم میں جب سے اب تک اس کی ملک سے خارج نہ ہوئی۔ محیط وہندیہ میں ہے:

ان یقر المدعی علیہ بشراء الدار وینکر کون المدعی شفیعھا بالدار التی حدھا وینکر کون الدار التی حدھا ملکا للمدعی، احضر المدعی الشھود وشھد کل منھم[2] (ملخصًا)

مدعی علیہ دار کی خریداری کا اقرار کرے اور شفیع جس مکان کی بناء پر مدعی ہے اس کے شفیع ہونے کا انکار کرے اور مدعی کے بیان کردہ دار پر مدعی کی ملکیت کا انکار کرے تو مدعی گواہ پیش کرے اور ہر گواہ شہادت دے (ملخصًا)۔ (ت)

گواہی میدہم کہ خانہ کہ بفلاں موضع ست حدہائے وے کذا وکذا ملک ایں مدعی بودپیش ازانکہ ایں مدعی علیہ مرایں خانہ راخرید وبرملک وے ماند تا امروز وامروز ایں خانہ ملک ایں مدعی ست۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ جو مکان فلاں موضع میں ہے اس کی حدود یوں یوں ہیں وہ اس مدعی کی ملکیت میں مدعی علیہ کے اس خاص مکان کو خریدنے سے قبل تھی اور آج یہ مکان اس مدعی کا ہے۔ (ت)

اور یہ اس لئے کہ اگر وقت بیع دار مشفوع بہا ملک شفیع میں نہ تھا، تو اُس کے سبب سے اس میں استحقاق شفیع نہیں ہوسکتا اگرچہ بعد بیع یہ دار مشفوع بہا وراثت یا بیع یا ہبہ یا وصیت وغیرہا سے ملک مدعی میں آجائے۔ عالمگیریہ میں ہے:

الشفعۃ شرطھا ملك الشفیع وقت الشراء فی الدار التی یاخذ بھا

شفعہ کی صحت کے لئے یہ شرط ہے کہ جس دار کی بناء پر شفعہ کا دعوٰی ہے اس پر مشتری کی خریداری

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الشفعۃ باب طلب الشفعۃ المطبعۃ الکبری الامیریہ بولاق مصر ۵/۴۳-۲۴۴
[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب المحاضر والسجلات محضر فی دعوی الشفعۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۲۰۷

Marfat.com

الشفعة۔[۱] تک شفیع کی ملکیت قائم ہو۔ (ت)

اسی میں ہے:

رجل اوصی لہ بدار، ولم یعلم حتی بیعت دار بجنبھا، ثم قبل الوصیۃ فلا شفعۃ لہ۔[۲]

ایک شخص نے اس کے لئے ایک مکان کی وصیت کی حالانکہ اس کو ابھی تک وصیت کا علم نہ ہوا حتی کہ اس مکان کے پڑوس میں کوئی مکان فروخت کیا اس کے بعد اس کو علم ہوا تو وصیت قبول کی، تو اب شفعہ نہ ہوگا۔ (ت)

اور اگر شفیع بعد بیع و طلب شفعہ قبل قضائے قاضی دار مشفوع بہا کو بیع کر دے، تو شفعہ ساقط ہو جاتا ہے۔ درمختار میں ہے:

یبطلھا بیع ما یشفع بہ قبل القضاء بالشفعۃ مطلقا۔[۳]

جس کے سبب شفعہ کا حق ہو اس کو قاضی کے فیصلہ سے قبل فروخت کر دینا شفعہ کو مطلقاً باطل کر دیتا ہے (ت)

تو لازم ہے کہ قبل بیع دار مشفوعہ سے اس وقت تک مشفوع بہا میں شفیع کی مِلک مستمر پر شہود شہادت دیں، اس کی طرف کچھ میلان اس مقدمہ میں بظاہر صرف ضیاء الدین خاں کے بیان میں ہے کہ اس مکان مشفوعہ کے پورب کی جانب مکان اصغر علی خاں موروثی واقع ہے، اور روز قبل بیع مشفوعہ سے اس وقت تک وہ اس پر مالک و قابض ہیں، اور حقیقۃً دیکھئے تو اصلاً اسے بھی اس مطلوب سے مَس نہیں، مکان مشفوعہ سے پورب کی جانب ہزاروں میل تک ہے، نہیں معلوم کہ گواہ جس مکان کو اصغر علی خاں کا موروثی و مملوک بملک مستمر بتا رہا ہے، کس محلے بلکہ کس شہر میں واقع ہے، جبکہ دار مشفوع بہا کی طرف نہ اشارہ نہ اُس کے حدود کا بیان، تو صرف اتنی تعریف کہ وہاں پورب کو ہے کیا کام دے سکتی ہے، باقی آٹھ گواہوں سے چار نے تو ملک شفیع کا اصلاً ذکر ہی نہ کیا، صفدر علی خاں ولد نثار علی خاں نے اتنا کہا کہ "یہ بات کہہ کر اصغر علی خاں اپنے مکان موروثی میں گئے، اصغر علی خاں کوچۂ غیر نافذہ میں اپنے مکان موروثی کے دروازہ پر بیٹھے تھے، میں نے آٹھ روز سے نماز نہیں پڑھی، داڑھی مظہر کی جو برابر ہے" اس کا بھی وہی حال ہے، اس سے یہ بھی

---

[۱] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الشفعۃ الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۱۶۱

[۲] " " " " ۵/۱۶۴

[۳] درمختار " باب ما یبطلھا مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۱۵

Marfat.com

نہ کھلا کہ اصغر علی خاں کا مکان موروثی دار مشفوعہ کے محلہ میں واقع ہے یا شہر کے دوسرے کنارے پر، تو مشفوع بہا کی ملک سے اس میں بھی اصلاً بحث نہیں۔ علی بہادر خاں نے کہا "سید تصور شاہ کے مکان سے پورب کو مکان موروثی مدعی کا ملا ہوا ہے" معلوم نہیں تصور شاہ کے کس مکان سے؛ ہاں دو گواہیاں ملک مشفوع بہا کا پتا دے رہی ہیں، صفدر علی خاں ولد عباس خاں نے کہا "مکان موروثی مدعی سے کھپریل مکان متنازعہ کے دکھن کہ دیوار درمیان میں ہے" اس سے جار ملاصق ہونا معلوم ہوا، اگرچہ مدعی خلیط فی المبیع ہونے کا مدعی ہے، بشیر الدین خاں نے کہا "جس مکان کی کوٹھی کی اراضی فروخت ہوئی ہے اس مکان سے پورب کی جانب کو مکان اصغر علی خاں کا ہے، اور وہ مکان اصغر علی خاں کا موروثی ہے ان دونوں مکانوں کا راستہ بھی ایک ہی کوچہ میں ہے" اور یہی گواہ بمقدمہ سید محمد شاہ بنام شہنشاہی بیگم مذکورہ بیان کرچکا ہے کہ اس کی ڈاڑھی چٹکی میں آجاتی ہے، اول ڈاڑھی کتروا تا تھا اب توبہ کرلی اب نہیں منڈائے گا، ان سب گواہیوں میں یہی گواہی چست ہے کہ اس نے ان لفظوں سے کہ "جس مکان کی کوٹھی کی اراضی فروخت ہوئی ہے" اپنے تنگ خیال کے مطابق تعیین مکان بھی کی، اور دونوں کا راستہ ایک ہی کوچہ میں ہونے سے خلیط فی حق المبیع بھی بتایا، مگر تمام نقائص سے قطع نظر کرکے ان میں سے کسی نے مورث کا نام تک نہ لیا، اس کی تاریخ موت بتانا تو بڑی بات ہے، تو نری موروثی ہونے سے کیا کھلا کہ یہ مکان کب سے اصغر علی خاں کی ملک ہے، ممکن کہ وہ مورث جس کے ترکہ سے یہ مکان مدعی کو وراثۃً بعد بیع دار مشفوعہ مراد ہو، تو اس مکان کے ذریعہ سے مدعی کو کیا استحقاقِ شفعہ ہوسکتا ہے، شہادت اس لئے ہوتی ہے کہ حق حاکم پر ظاہر ہو، ان شہادتوں کا اجمال و اہمال یہ ہے کہ مجوز نے فیصلہ میں کہا کہ گواہان مدعی نے یہ نہ بیان کیا کہ مدعی مورث کا بیٹا ہے یا بھائی ہے یا کون ہے" جب قاضی کو مورث کا ہی پتا نہ چلا تو تاریخِ موت کیونکر معلوم ہوسکتی ہے جس سے جانا جائے کہ دار مشفوع بہا عند البیع ملکِ شفیع تھی یا نہیں، لاجرم شہادتیں محض مہمل ہیں، اور دعوٰی اصلاً پایۂ ثبوت کو نہ پہنچا۔ ردالمحتار میں ہے:

لوقالا انہا لہذا الجار لایکفی کما فی المحیط[۱]

اگر دونوں گواہ یہ کہیں کہ مکان اس پڑوسی کا ہے تو کافی نہیں، جیسا کہ محیط میں ہے۔ (ت)

لہٰذا واجب تھا کہ دعوٰی خارج ہو، جیسا کہ مفتیِ ریاست نے کیا، اور لازم ہے کہ اپیل نامنظور ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[۱] ردالمحتار کتاب الشفعۃ باب طلب الشفعۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۴۴

Marfat.com

(۲) حکامِ شریعت علماءِ ملت کے حضور تمام کاغذات مقدمہ سید محمد شاہ مدعی بنام شہنشاہی بیگم مشتریہ و تصور شاہ بائع مدعا علیہما نمبری ۲۰۵/۴ دعوٰی شفعہ براراضی واقعہ کٹرہ جلال الدین خاں، فیصلہ مفتی ریاست رامپور واقع ۲۲ دسمبر ۱۹۰۷ء کی نقول باضابطہ حاضر کر کے معروض کہ شرع شریف کے حکم سے اس مقدمہ میں فیصلہ بحق مدعا علیہما ہونا صحیح ہے یا کیا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اس مقدمہ کے متعلق عرضی دعوٰی وجواب دعوٰی از جانب شہنشاہی بیگم، وردجواب از جانب مدعی، واظہارات عثمان خاں وعبد الرزاق خاں وسید دلاور علی ونتھو خاں وبشیر الدین خاں وعبد الغفار خاں گواہان مدعی و نیاز حسین خاں وعزیز محمد خاں وامین الدین خاں وسعید الدین خاں گواہان مدعا علیہما وروبکار مفتی صاحب حاکم مجوز، کے نقول باضابطہ فقیر کے سامنے پیش ہوئیں، اس دعوٰی کی حالت دعوٰی اصغر علی خاں مدعی بنام شہنشاہی بیگم مذکورہ سے بھی بدتر ہے شہود مدعی میں صرف تین گواہوں نے مکان مدعی ملک مدعی ہونے کی طرف توجہ کی، ازیں جملہ عبد الغفار خاں کا بیان ہے "مکان جانبِ مشرق مملوک بائع کا ہے، اور جانب غرب شفیع کا ہے، پکھا دونوں مکان کا مشترکہ ہے"۔ یہ گواہ ایک ایسے دو مکانوں کا قصہ بیان کرتا ہے جس کا پکھا مشترک اور ان میں ایک مملوک بائع، دوسرا شفیع کا ہے، مگر اس کی شہادت کچھ پتا نہیں دیتی کہ وہ مکان کس شہر، یا شہر کے کس گوشہ میں واقع ہیں، شہادت میں نہ مکانوں کی تعیین، نہ ان کی طرف اشارہ، یہ شہادت اس پایہ کی ہے کہ مقدمہ اصغر علی خاں بنام شہنشاہی بیگم میں شہادت علی بہادر خاں تھی، نتھو خاں نے کہا "یہ مکان سید محمد شاہ کا جس کی وجہ سے دعوٰی شفعہ کیا ہے موروثی ہے، سید دلاور علی نے کہا "مکان شفیع کا مملوکہ موروثی ہے" لفظ اگرچہ مطلق تھا مگر اظہار میں لکھا ہے کہ "نشان دہی کردی" تو انھیں دو گواہوں سے ملک مشفوع بہا کا پتا چلا، شہنشاہی بیگم یہاں بھی مشفوع بہا میں ملکِ مدعی سے منکر ہے، اور مدعی نے نہ اس سے حلف لیا نہ اس نے حلف سے انکار کیا، بلکہ مدعی نے شہادت پر اپنے کام کا مدار رکھا، اور وہ حسبِ قاعدۂ شرع ادا نہ ہوئی کہ کسی شہادت میں بیع مشفوعہ سے پہلے مشفوع بہا کا ملک مدعی ہونا اور اب تک بالاستمرار اس کی ملک میں رہنا اصلاً مذکور نہیں، مقدمہ اصغر علی خاں میں اگرچہ عرضی دعوٰی محض مجمل تھا، بجواب استفسار حاکم اور تفصیل نہ کرسکا، تو نام مورث تو بتا دیا، یہاں اس قدر بھی نہیں، بیانِ مدعی یا بیان شاہدان کسی سے پتا نہیں چلتا کہ یہ مکان محمد شاہ کو بیع مشفوعہ کے کتنے مہینے بعد میراث میں ملا، بیع مشفوعہ ۱۶ دسمبر ۱۹۰۶ء کو ہوئی، اور شہادتیں ۱۳۲۹ جون ۱۹۰۷ء کی ہیں کیا اگر ۸ جون ۱۹۰۷ء تک سید محمد شاہ کا کوئی مورث باپ یا بھائی یا چچا وغیرہم اس مکان مشفوع بہا کا مالک رہا، اور اس تاریخ اس کی وفات ہوئی، اور مکان ملک سید محمد شاہ میں آیا تو ۹ جون

Marfat.com

کو گواہوں کا کہنا کہ یہ مکان شفیع کا موروثی ہے، غلط ہوگا، ہرگز نہیں، ضرور صحیح و حق ہوگا، مگر مدعی کے کسی مصرف کا نہیں، اُس کی ملک تو وقت بیع مشفوعہ سے پہلے ہو اور اب تک مستمر رہے، اس کا ثبوت درکار تھا، جس کا نام تک کسی شاہد نے نہ لیا، تو ایسی شہادتیں محض ناکافی و بے معنیٰ ہیں، اور دعوٰی اصلاً پایۂ ثبوت کو نہ پہنچا۔ اجناس و ذخیرہ و محیط وغیرہا میں ہے:

ینبغی ان یشھدوا ان ھذہ الدار التی بجوار الدار المبیعۃ ملک ھذا الشفیع قبل ان یشتری ھذا المشتری ھذہ الدار وھی لہ الی ھذہ الساعۃ لانعلمہا خرجت عن ملکہ، فلو قالوا ان ھذہ الدار لھذا الجار لایکفی[1]

گواہ یوں شہادت دیں کہ مبیع مکان کے پڑوس میں یہ مکان اس مشتری کے اس مکان کو خریدنے سے قبل شفیع کی ملکیت میں اِس وقت تک ہے اور اس کی ملکیت سے خارج ہونا ہمیں معلوم نہیں، تو اگر صرف یہ کہیں کہ یہ مکان اس پڑوسی کا ہے تو اتنا کافی نہیں ہے۔ (ت)

معہذا شہنشاہی بیگم کی طرف سے جو شہادتیں نیاز حسین خاں و عزیز محمد خاں و سعید الدین خاں نے دیں، وہ اُس پیمانے پر جو آج کل تمام ہند میں رائج اور جملہ مقدمات اور خود اس مقدمہ میں مدعی و مدعیٰ علیہ سب کے شہود اسی رنگ پر چلے اور چلتے ہیں، اس امر کا ثبوت دے رہے ہیں کہ سید محمد شاہ نے بعد بیع خبرِ بیع سُن کر تسلیم شفعہ کر دی اور طلب سے انکار کیا، اگر یہ پیمانہ مقبول نہیں تو خود شہادت شہود مدعی ایک اور وجہ سے مردود ہوئی، اور مقبول ہو تو بطلانِ شفعہ ثابت ہوگیا، جیسا کہ فیصلہ میں مذکور ہے، بہرحال دعوی شفعہ محض ناثابت ہے، اور اپیل اصلاً قابلِ منظوری نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک بیعنامہ مکان کا قبل نکاح بنام زبیدہ جس کا نکاح اس کے پسر کے ساتھ ہونے والا ہے، بدیں مضمون لکھ کر زرِ ثمن کی وصولیابی کا اقرار لکھ کر معاف کر دیا، اس قسم کا بیعنامہ معافی کا شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟ اگر بعد نکاح زید یا اس کے ورثا انکار وصولیابی زرِ ثمن کا کرکے کہیں کہ بیعنامہ بطور قرض لکھا گیا تھا، شرعاً قرض قرار پائے گا یا نہیں؟ اور کبھی شفیع کی شفعہ اس قسم کے بیعنامہ میں ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

میں کہ فلاں ابن فلاں ساکن رامپور رہوں جو کہ ایک منزل مکان چنیں و چناں واقع رامپور محدودہ ذیل

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ الاجناس، والمحیط والذخیرہ کتاب الشفعۃ الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۱۷۹

Marfat.com

مملوکہ ومقبوضہ میرا ہے، وُہ اب میں نے بحالت صحت نفس وثبات عقل بلا اکراہ واجبار و رغبت اپنے مع جمیع حقوق و مرافق بعوض مبلغ پانچسو روپیہ چہرہ دار ہمدست مسمّاۃ زبیدہ، جس کا نکاح حسب خواہش میری بکر پسر نطفی میرے سے بتاریخ امروز ہوگا، بیچا اور بیع کیا میں نے اور مکان مبیعہ مشتریہ مذکورہ کو مثل ذات اپنی کے مالک وقابض کردیا، میں نے زرِ ثمن تمام وکمال مشتریہ سے وصول پایا، میں نے یعنی زرِ ثمن اس کا بوجہ محبت فطری بکر پسر مذکور کے زبیدہ مشتریہ کو معاف کیا میں نے، پس بخشش ومعافی مجھ کو اور قائم مقامان میرے کو دعوی زرِ ثمن کا نہیں ہے اور نہ ہوگا تقابض البدلین واقع ہوا، اب مجھ بائع کو مکان مبیعہ سے کچھ سروکار نہ رہا، اگر کوئی سہیم یا شریک پیدا ہو تو جواب دہ میں بائع ہوں۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں بیع مطلقاً صحیح ہے، اور اگر ایجاب وقبول بیع قبل معافی ثمن واقع ہوئے تھے تو معافی ثمن بھی صحیح ہے، اب زید یا وارثانِ زید کو اس جائداد خواہ اس کے زرِ ثمن میں اصلاً دعوٰی نہیں پہنچتا، ہاں اگر قبل قبول مشتریہ یا وکیل مشتریہ معافی ثمن بائع نے لکھی اور اس کے بعد مشتریہ کی طرف سے قبول واقع ہوا تو معافی صحیح نہ ہوگی، بیع صحیح ہوگئی، اور ثمن دینا آئے گا جب تک بائع بعد قبول مشتریہ ثمن معاف نہ کرے، رہا شفعہ وہ ہر حال میں ثابت ہے، اگرچہ ثمن معاف ہوجائے، کُل ثمن کے عوض شفیع اگر شرط بجالائے "لے سکے گا" کہ ثمن کی معافی سے شفیع کا فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ عالمگیری میں ہے:

اذا حط کل الثمن، او وھبہ، او أبرأہ عنہ، فان کان ذٰلك قبل قبض الثمن صح الکل الخ[1]

جب مشتری کو بائع تمام ثمن ساقط کردے یا ہبہ کردے یا ثمن سے اس کو بری کردے تو اگر ثمن پر بائع کے قبضہ سے قبل ہو تو یہ سب جائز ہے الخ۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال فی الذخیرہ اذا حط کل الثمن، او وھب او ابرأ عنہ، فان کان قبل قبضہ صح الکل ولا یلتحق باصل العقد، فی البدائع من الشفعۃ، ولو حط جمیع الثمن ولا یسقط عنہ شیئ لان

ذخیرہ میں فرمایا، اگر تمام ثمن ساقط کردے یا ہبہ کردے یا اس کو بری کردے اگر ثمن پر اپنے قبضہ سے قبل کرے تو سب صحیح ہے اور یہ ثمن چھوڑنا اصل عقد سے ملحق نہ ہوگا۔ بدائع کے شفعہ میں ہے اگر بائع نے مشتری سے کل ثمن ساقط کئے تو وہ شفیع سے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب البیوع الباب السادس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۱۷۳

Marfat.com

حط کل الثمن لایلتحق باصل العقد، لانہ لو التحق لبطل البیع لانہ یکون بیعا بلا ثمن فلم یصح الحط فی حق الشفیع و صح فی حق المشتری، وکان ابراء لہ عن الثمن اھ[1]

ساقط نہ ہونگے کیونکہ کل ثمن کا اسقاط اصل عقد سے ملحق نہیں ہوتا کیونکہ اگر اصل بیع سے ملحق ہو تو بیع باطل ہو جائے، اس لئے کہ وہ بیع بلا ثمن قرار پائیگی، تو وہ شفیع کے حق میں اسقاط نہ ہوگا، مشتری کے حق میں صحیح ہوگا اور مشتری کو ثمن سے برأت ہوگی اھ (ت)

فتاوٰی قاضی خان میں ہے:

قال بعتك ھذا الشیئ بعشرۃ دراھم ووھبت لك العشرۃ ثم قبل المشتری البیع جاز البیع، ولایبرأ المشتری عن الثمن لایجب الابعد قبول البیع، فاذا ابرأ عن الثمن قبل القبول کان ابرأ قبل السبب فلا یصح اھ[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

بائع نے کہا میں نے تجھے یہ چیز دس دراہم کے بدلے فروخت کی اور میں نے تجھے وہ دس ہبہ کئے پھر مشتری نے بیع قبول کرلی تو بیع صحیح ہوگی اور مشتری ثمن سے بری نہ ہوگا جبکہ ثمن کا وجوب بیع کو قبول کرنے کے بعد ہوتا ہے اگر قبول کرنے سے قبل مشتری کو بری کردے تو یہ سبب سے قبل بری کرنا ہوگا جو کہ صحیح نہیں ہے اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۲: از بدایوں سوتھ محلہ مرسلہ نواب عبداللہ خاں ۳ ربیع الاول شریف ۱۳۲۸ھ

حنفی المذہب جار کو وہابی غیر مقلد پر حق شفعہ حاصل ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بیشک حاصل ہے، تمام کتب فقہ میں حکم شفعہ عام مطلق ہے، ہدایہ میں ہے:

الشفعۃ واجبۃ للخلیط فی نفس المبیع، ثم للخلیط فی حق المبیع کشرب والطریق، ثم للجار[3]

عین مبیع میں شریک کو شفعہ کا حق لازم ہے پھر مبیع کے حقوق میں شریک کو جیسے زمین کو سیراب کرنیوالے پانی اور اس کے راستے میں شرکت ہو، اس کے بعد پڑوسی کو حق ہوگا۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع فصل فی التصرف فی المبیع والثمن داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۶۷

[2] فتاوٰی قاضی خاں کتاب البیوع فصل فی احکام البیع الفاسد نولکشور لکھنؤ ۲/ ۳۴۹

[3] الہدایۃ کتاب الشفعۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۳۸۷

Marfat.com

درمختار میں ہے:

سببہا اتصال ملك الشفیع بالمشتری بشرکۃ اوجوار[1]

شفعہ کا سبب خرید کردہ کے ساتھ شفیع کی ملک کا اتصال بطور شرکت یا بطور پڑوس ہو۔ (ت)

اسی میں ہے:

الشفعۃ للجار الملاصق[2]

شفعہ کا حق متصل پڑوس کو ہے (ت)

عالمگیری میں ہے:

اذا سلم الخلیط وجبت للجار[3]

جب شریک شفعہ چھوڑ دے تو پھر پڑوسی کا حق ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

للجار حق الشفعۃ اذا کان الجار قد طلب الشفعۃ حین سمع البیع[4]

پڑوسی کو شفعہ کا حق تب ہے کہ اس نے بیع کو سنتے ہی طلب کی ہو۔ (ت)

قاضی خاں میں ہے:

الشفعۃ حق شرع نظرا لمن کان شریکا او جارا عند البیع[5]

حق شفعہ شریک یا پڑوسی کی رعایت کے لئے مشروع ہے بوقت بیع۔ (ت)

اصلاً کہیں یہ قید نہیں کہ بائع یا مشتری کا مقلد ہونا ضرور ہے ورنہ حق شفع نہ ہوگا جو اس کا ادعا کرے کسی کتاب معتبر میں دکھائے، اور ہرگز نہ دکھا سکے گا، اور جب تمام کتب میں حکم بلا شبہہ عام ہے، تو اپنی طرف سے تخصیص کب قابلِ سماعت ہے، ناواقف جاہل کو یہاں دو ہی شبہے عارض ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ غیر مقلد شفعۂ جار کا قائل نہیں، تو وہ اپنے زعم میں اس مطالبہ سے بری ہے، دوسرے یہ کہ غیر مقلد بہت مسائل اصول دین میں اہل حق کا مخالف ہے، وہ ایک دین ہی جداگانہ رکھتا ہے، تو ہمارے دین کے احکام اُسے شامل نہ ہونگے، اور یہ دونوں شبہے محض باطل و بے معنی ہیں، کتابوں میں صاف تصریح ہے کہ اگر کھلے کافر نے

---

[1] و [2] درمختار — کتاب الشفعۃ — مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۱۰-۱۱

[3] فتاوٰی ہندیۃ — کتاب الشفعۃ — الباب الثانی — نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۱۶۶

[4] ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ۵/ ۱۶۷

[5] فتاوٰی قاضیخاں ״ — نولکشور لکھنؤ ۴/ ۸۶۰

Marfat.com

دوسرے کے ہاتھ مکان بیچا اور مسلمان اس کا شفیع ہے، مسلمان کو شفعہ ملے گا، تو کھُلے کفار جن کے یہاں شفعہ سرے سے کوئی چیز ہی نہیں، اور وہ صراحۃً نفس اسلام سے منکر ہیں، جبکہ اپنے خیال میں عدم شفعہ یا تخالف دین کے سبب شفعہ سے بَری نہ ہُوئے، تو غیر مقلد کہ اصل شفعہ کا قائل ہے، اگرچہ شفعہ جوار میں کلام کرے، اور دین اسلام کا دعوٰی رکھتا ہے اگرچہ اپنے دعوے میں غلط کار ہو، کیونکر اپنے خیال یا تخالف مذہب کے باعث شفعہ سے بَری ہوسکتا ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

لواشتری ذمی من ذمی دارا بخمر او خنزیر وشفیعها ذمی او مسلم وجب الشفعة عند اصحابنا۔[1]

اگر کسی ذمی نے ذمی سے مکان بعوض شراب یا خنزیر خریدا اور اس پر شفعہ کرنیوالا ذمی ہو یا مسلمان ہو اس کو ہمارے اصحاب کے نزدیک شفعہ کا حق ہے۔ (ت)

فتاوٰی قاضی خاں میں ہے:

المسلم والکافر والکبیر والصغیر والذکر والانثٰی فی الشفعة لهم وعلیهم سواء۔[2]

مسلمان، کافر، بڑا، چھوٹا، مرد اور عورت شفعہ ان کے حق میں ہو یا خلاف ہو سب برابر ہیں۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

اذا اشتری ذمی بخمر او خنزیر ان کان شفیعها مسلما اخذ بقیمة الخمر والخنزیر وبالاسلام یتاکد حقه لا ان یبطل[3] اھ ملتقطا۔

جب شراب یا خنزیر کے عوض کسی ذمی نے مکان خریدا اگر مسلمان شفعہ کا حقدار ہو تو شراب اور خنزیر کی قیمت کے عوض شفعہ حاصل کرے گا، اسلام اس کے حق کو مضبوط بناتا ہے نہ کہ باطل کرتا ہے اھ ملتقطا (ت)

بالجملہ مدعا علیہ اپنے کسی خیال و مذہب کے باعث اس حق کو مدعی کے لئے باطل نہیں کرسکتا، اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ شرع مطہر نے حق شفعہ شفیع سے دفع ضرر کے لئے مشروع فرمایا ہے، مدعی کہ اپنا ضرر دفع کرنا چاہتا ہے، مدعا علیہ یہ جواب کیونکر دے سکتا ہے کہ میرے خیال و مذہب میں تو اپنے ضرر کے دفع کا استحقاق نہیں

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الشفعۃ الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۱۹۴
[2] فتاوٰی قاضیخان کتاب الشفعۃ مطبع نولکشور لکھنؤ ۴/ ۸۶۰
[3] الہدایۃ کتاب الشفعۃ باب طلب الشفعۃ مطبع یوسفی نولکشور لکھنؤ ۴/ ۹۸-۳۹۷

Marfat.com

رکھتا، ایسا جواب کب قابلِ التفات ہوسکتا ہے۔ ہدایہ میں ہے:

الاتصال علی ھذہ الصفۃ انما انتصب سببا فیہ لدفع ضرر الجوار اذھو مادۃ المضار علی ماعرف[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اس طریقہ کا اتصال پڑوس کے ضرر کو دفع کرنے کے لئے سبب ہے کیونکہ پڑوس محلِ ضرر ہے جیسا کہ معروف ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۳ مسئولہ محمد حیدر حسن خاں رامپوری ۲۲ ربیع الاول شریف ۲۸ ۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان کا حصہ فروخت ہوا، شفیع جو خلیط فی نفس المبیع ہے اس نے خبر بیع سُن کر فوراً طلب مواثبت کی، ادا کے وقت چند اشخاص شفیع کے پاس موجود تھے، اور اس جگہ سے مکانِ مبیعہ بھی نظر آتا ہے، شفیع طلب مواثبت کرکے خود اشخاص مذکورہ کو ساتھ لے کر مکان مبیعہ کے پاس آیا، سب آدمی مکان کے دروازے کے پاس کھڑے رہے اور شفیع مکان کے اندر چلا گیا اور وہاں پردہ کرایا اور پھر باہر آکر سب آدمیوں کو مکان کے اندر لے گیا، تب شفیع نے طلب اشہاد ادا کی، شفیع اگر چاہتا تو جس جگہ اُس نے طلب اول ادا کی تھی اور وہاں سے مکان مبیعہ بھی نظر آتا تھا اس جگہ طلب ثانی بھی ادا کرسکتا تھا، یہ امر دریافت طلب ہے کہ شفیع نے جو دو تاخیریں ادائے طلب اشہاد میں کیں، یہ دونوں تاخیریں یا ان میں سے کوئی مبطل شفعہ ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں نہ شفعہ باطل ہوا نہ طلبِ اشہاد میں تاخیر ہُوئی، نہ یہاں طلب مکرر کی حاجت تھی، بلکہ وہی طلب مواثبت جو اس نے دار مبیعہ کے منظر میں کی جہاں وہ مکان کے سامنے، اور حسب بیان زبانی سائل صرف پچاس قدم کے فاصلہ پر تھا، وہی دونوں طلبوں کا کام دے گئی، اصل یہ ہے کہ یہاں طلب خصومت سے پہلے دو طلبیں لازم کی ہیں: ایک[1] بفورِ علم اگرچہ اس وقت وہاں اور کوئی نہ ہو، دوم[2] احد العاقدین یا مبیع کے سامنے، اور اگر وقت علم احد البائعین حاضر یا مبیع پیش نظر ہے، تو یہی طلب اوّل و دوم دونوں ہوجائیں گی، پھر طلبِ اشہاد میں حاضرین سے یہ کہنا کچھ ضرور نہیں کہ تم گواہ ہوجاؤ، بلکہ فی الواقع دونوں میں سے کسی طلب میں گواہوں کا موجود ہونا ہی شرط نہیں، وہ صرف ثبوت دینے کے لئے درکار ہوتے ہیں جبکہ مشتری انکار کرے تو گواہوں کے سامنے طلب مواثبت منظر مبیعہ میں کرنا بدرجہ اولٰی طلبِ اشہاد

---

[1] الہدایۃ کتاب الشفعۃ مطبع یوسفی نولکشور لکھنؤ ۴/۳۰۸

Marfat.com

بھی ہے اگرچہ گواہوں سے نہ کہا ہو کہ گواہ رہو، اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ اس کے بعد شفیع کا شہود کو دروازہ پر پھر اندر لے جانا اور طلب کرنا سب فضول و زوائد از حاجت تھا، جس کی تاخیر بلکہ عدم سے بھی شفعہ کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا، درمختار میں ہے:

لو اشهد فی طلب المواثبة عند احد هٰؤلاء (ای البائعین والبیع) کفاہ وقام مقام الطلبین[1]

اگر شفعہ کی طلب پر ان میں سے کسی کے پاس گواہ بنائے یعنی خرید و فروخت کرنے والوں اور مبیع کے پاس تو اس کو کافی ہے اور یہ عمل دونوں طلب کے قائم مقام ہوگا۔ (ت)

عالمگیری میں ہے:

انما یحتاج الی طلب المواثبة ثم الی طلب الاشهاد بعدہ اذا لم یمکنه الاشهاد عند طلب المواثبة بان سمع الشراء حال غیبة عن المشتری والبائع والدار، اما اذا سمع عند حضرة هٰؤلاء الثلث (ای احدهم کما لایخفی) واشهد علی ذٰلك فذالك یکفیه، ویقوم مقام الطلبین، کذا فی خزانة المفتین[2]

طلب مواثبت کے بعد طلب اشہاد کی ضرورت تب ہوگی جب طلب مواثبت پر وہ گواہ نہ بنا سکے، مثلاً یوں کہ شفیع نے خریداری کی خبر مشتری، بائع اور مبیع مکان سے غائب ہونے پر سنی لیکن جب ان کی موجودگی میں سنی ہو اور اس وقت گواہ بھی اس طلب پر قائم کر لئے ہوں تو اسے کافی ہے اور یہ عمل دو طلب کے قائم مقام ہوگا۔ خزانۃ المفتین میں اسی طرح ہے۔ (ت)

قاضیخاں و عقود الدریہ وغیرہما میں ہے:

انما سمی الثانی طلب الاشهاد لا لان الشهادة شرط بل لتمکنه اثبات الطلب عند جحود الخصم[3]

چنانچہ دوسری طلب کا نام طلب اشہاد اس لئے رکھا گیا ہے کیونکہ اس میں گواہ بنانا شرط ہے تاکہ مخالف فریق کے انکار پر ثابت کر سکے (ت)

نتائج الافکار میں بدائع سے ہے:

---

[1] درمختار کتاب الشفعة باب طلب الشفعة مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۱۲
[2] فتاوٰی ہندیة " " نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۱۷۳
[3] فتاوٰی قاضی خاں " فصل فی الطلب نولکشور لکھنؤ ۴/۸۶۱

Marfat.com

اما الاشہاد علی ھذا الطلب فلیس بشرط و انما ھو لتوثقۃ علی تقدیر الانکار کما فی الطلب الاول[1]

دوسری طلب میں گواہ بنانا شرط نہیں بلکہ اس لئے گواہ بنائے کہ مخالف کے انکار پر اپنے حق کو ثابت کر سکے جیسا کہ پہلی طلب میں شرط نہیں ہے۔ (ت)

فتح اللہ المعین میں ہے:

الاشہاد علی طلب التقریر لیس بشرط کما فی البدائع[2]

طلب تقریر یعنی طلب ثانی میں گواہ بنانا شرط نہیں، جیسا کہ بدائع میں ہے۔ (ت)

ہندیہ میں محیط سرخسی سے ہے:

اما طلب الاشہاد فھو ان یشھد علی طلب المواثبۃ حتی یتأکد الوجوب بالطلب علی الفور، ولیس الاشہاد شرطا لصحۃ الطلب لکن لیتوثق حق الشفعۃ اذا انکر المشتری طلب الشفعۃ[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

طلب اشہاد یہ ہے کہ طلب مواثبت یعنی پہلی طلب پر گواہ بنائے تاکہ فوری طور پر طلب کا وجوب پختہ ہو جائے جبکہ صحتِ طلب کے لئے اس وقت گواہ بنانا شرط نہیں ہے بلکہ اس لئے ہے کہ مخالف فریق جب انکار کرے تو یہ اپنے حق شفعہ کو مضبوط بنا سکے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۴ تا ۳۸: از ریاست رامپور مسئولہ مفتی عبدالقادر خاں صاحب مفتی ریاست رام پور ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۲۸ھ

مقدمہ فخر الدین خاں بنام حیدر حسن خاں و مسماۃ منور بیگم بنت محمد شفیع خاں میں مسل مع فتاوٰی مدخلہ بغرض ملاحظہ حاضر ہے، بعد ملاحظہ روئداد و اظہارات گواہان سوالاتِ ذیل کا جواب عطا ہو:

(۱) آیا جس حالت میں کہ شفیع کو اطلاع بیع ایسی جگہ پہنچی کہ دار مشفوعہ سے قریب ہو اور دار مشفوعہ پیش نظر ہو، اُس وقت شہود کے سامنے طلب واحد طلب مواثبت و طلب اشہاد دونوں کی جگہ کافی ہو جائیگی' یا دو طلب جداگانہ کی حاجت ہے؟

(۲) صورت مذکورہ میں اگر ایک بار طلب کر کے وہاں سے اٹھ کر دار کے پاس شہود کو لے جائے اور ہنوز طلب ثانی نہ کرے، بلکہ اندر جا کر پردہ کرا کر شہود کو اندر لیجا کر وہاں طلب دوم کرے تو یہ تاخیر موجب

---

[1] نتائج الافکار فی کشف الرموز والاسرار تکملہ فتح القدیر کتاب الشفعۃ، باب طلب الشفعۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۸/۳۰۸
[2] فتح المعین کتاب الشفعۃ باب طلب الشفعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۳۴۰
[3] فتاوٰی ہندیۃ " الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۱۷۲

Marfat.com

بطلان شفعہ ہوگی یا نہیں ؟

(۳) گواہوں کے سامنے اگر طلب بروجہ شرعی کرلی اور یہ نہ کہا کہ گواہ ہوجاؤ ، تو طلب اشہاد میں کوئی خلل ہے یا نہیں ؟

(۴) اگر طلب اوّل بروجہ کافی ایسے طور پر نہ کی کہ طلب اشہاد کے بھی قائم مقام ہوتی ، اور پھر کارروائی مذکورہ سوال دوم عمل میں لایا ، تو یہ دلیل اعراض و مسقط شفعہ ہے یا اس قیاس پر کہ مصر واحد میں اقرب کو چھوڑ کر ابعد کے پاس جانے سے حرج نہیں ہوتا شفعہ باطل نہ ہوگا ؟

(۵) طلب اوّل کے جو الفاظ مدعی و شاہدان نے بیان کئے ہیں ، آیا وہ کافی و وافی ہیں جن سے وہی طلب قائم مقام طلبین ہوجائیگی یا نہیں ؟ بالآخر حکم اخیر مطلوب ہے کہ اس روداد مسل کی رُو سے شفعہ ثابت ہے یا ساقط ؟ بیّنوا توجروا ۔

الجواب

کاغذات ملاحظہ ہوئے ، **پہلے تین سوالوں** کا وہی جواب ہے جو قبل ملاحظہ مسل لکھا گیا تھا ‘ شرع مطہر نے دو باتیں لازم فرمائی ہیں ، ایک طلب بفور علم ‘ دوم اُس طلب کا بتعیین مطلوب بائع یا مشتری یا مشفوع کے سامنے ہونا طلب دوم کی اتنی ہی حقیقت ہے خاص اس لفظ کی کہ گواہ ہوجاؤ ، کچھ حاجت نہیں ، نہ یہ کہنا داخل حقیقت اشہاد ہے ، اشہاد اعطائے ماخذ ہے یعنی دوسرے کے لئے اپنے تصرف پر تحصیل شہادت ، اور بدیہی ہے کہ حصول شہادت کے لئے شاہد کے سامنے صرف وقوع درکار ہے ، نہ یہ کہ متصرف اُسے اشہاد باللسان بھی کرے ، یہاں تک کہ اگر متصرف بعد تصرف شاہد کو شہادت سے منع بھی کردے ، اصلاً مؤثر نہیں ۔ فتح القدیر میں ہے :

الاتفاق علی ان من سمع اقرار رجل ، لہ ان یشھد علیہ بما سمع منہ ، وان لم یشھدہ ، بل ولو منعہ من الشھادۃ بما سمع منہ۔[1]

اس پر اتفاق ہے کہ جس نے کسی شخص کا اقرار سُنا تو اس کو یہ حق ہے کہ اس کی سُنی بات پر گواہی دے اگرچہ اقرار کرنے والا اس کو گواہ نہ بنائے ، بلکہ وہ گواہی سے منع کرے تو بھی گواہی دے سکتا ہے (ت)

اور جب حصولِ شہادت بے اس قول کے گواہ ہوجاؤ ، ثابت ہے ، تو جو تصرف متصرف بمشہد شہود اس لئے کرے کہ وُہ شاہد ہوجائیں ، قطعاً وہ شاہد ہوجائیں گے ، اور قطعاً ان کے لئے اس وصف شہادت کا حصول اس نے

---

[1] فتح القدیر کتاب الشہادات باب الشہادۃ علی الشہادۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۵۲

Marfat.com

چاہا، اور اسی کے فعل مذکور سے یہ وصف اُن کو حاصل ہوا، تو بلاشبہہ اس نے دونوں کے لئے تحصیل شہادت کی، اور اسی قدر حقیقت اشہاد ہے، قال اللہ تعالیٰ واشھدوا اذا تبایعتم[1] خرید و فروخت کرتے وقت اشہاد کرلو، وقال اللہ تعالیٰ واشھدوا ذوی عدل منکم[2] جب طلاق دو یا رجعت کرو اپنے میں سے دو ثقہ کو گواہ کرلو، عالم میں کوئی اس کا قائل نہیں کہ عقود و فسوخ میں گواہ کرتے وقت متصرف کا زبان سے یہ کہنا ضرور ہے کہ گواہ ہوجاؤ، بلکہ طلب دوم خواہ اول کسی میں نفس وجود شہود ہی ضرور نہیں، کما نص علیہ فی البدائع والخانیۃ والمحیط واشار الیہ فی الھدایۃ وغیرھا (جیسا کہ اس پر بدائع، خانیہ اور محیط کی نصوص ہیں اور ہدایہ وغیرہ میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ ت) بلکہ مقصود شرع وہی دو باتیں ہیں، ایک طلب فوری، دوسرے محضر، اور الثلثہ میں طلب بتعیین۔ اکثر یہ ہوتا ہے کہ شفیع کو خبر بیع وہاں پہنچتی ہے کہ عاقدین و مبیع سے کچھ حاضر نہیں، ناچار دو طلبوں کی حاجت ہوئی کہ محضر کا انتظار کرے تو فوری جاتا ہے، اور فقط فور پر قانع ہو تو محضر نہیں، اور جب خبر علی محضر میں پہنچی تو تعدد طلب کی اصلاً حاجت نہیں، طلب واحد ہی دونوں کا کام دے گی،

لاجتماع الفور والمحضر معا، والمسئلۃ دائرۃ فی الکتب، وقد ذکرنا بعض نصوصھا، ولا تنس ماقدمنا من معنی الاشھاد ومن حقیقۃ طلب الاشھاد، کیلا تزل من ظاھر کثیر من العبارات۔

فوریت اور حاضری دونوں کے اجتماع کی وجہ سے، جبکہ یہ مسئلہ کتب میں عام دائر ہے اور ہم نے بعض کتب کی نصوص ذکر کردی ہیں اور ہمارا بیان معنیٰ اشہاد اور طلب کی حقیقت کو نہ بھولنا تاکہ تو بہت سی کتب کی ظاہر عبارات سے نہ پھسلے (ت)

جواب سوال چہارم صورت مستفسرہ میں ضرور شفعہ باطل ہوجائے گا، اور قریب کو چھوڑ کر بعید کی طرف جانے سے استناد محض باطل وخرط القتاد، مصر واحد میں اس کا جواز اُس صورت میں ہے کہ بعید تک جانے میں قریب پر گزر نہ ہو، اور اگر راہ میں قریب پر گزرا اور اُسے چھوڑ کر بعید کی طرف گیا، قطعاً شفعہ باطل ہوجائے گا، اور یہ ضرور دلیل اعراض ہے۔ محیط، سرخسی، بزازیہ، خانیہ، ہندیہ وغیرہا عامہ کتب میں ہے:

لوکان الکل فی مکان حقیقۃ وطلب من

اگر یہ تمام امور برمحل پائے جائیں اور بعید جگہ والے کو

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۲

[2] " " ۶۵/ ۲

Marfat.com

ابعدھا وترك الاقرب جاز، فکذا ھذا الا ان یصل الی الاقرب ویذھب الی الابعد فحینئذ تبطل[1]

طلب کرے اور قریب والے کو چھوڑ دے تو جائز ہے تو یہ بھی ایسے ہے، ہاں اگر قرب پر پہنچ کر ابعد کی طرف جائے تو اس وقت شفعہ باطل ہوجائیگا۔ (ت)

اور یہاں یہی ہوا، بیرون در بھی طلب اشہاد کرسکتا تھا، اور اسے چھوڑ کر اندر گیا، اور پردہ کرایا، اور شہود کو لے گیا، اس وقت طلب کی، تو یہ اقرب پر گزر کر ابعد کی طرف جانا ہُوا، اور ضرور مبطل شفعہ ہے۔

جواب سوال پنجم بیان مدعی و گواہان مدعی کے ملاحظہ سے جو کچھ نظر فقہی میں واضح ہوتا ہے اُن الفاظ کا ناکافی ہونا ہے، حاضر کی تعیین اشارہ سے ہوتی ہے اور غائب کی تسمیہ سے، کہ دار میں ذکر حدود ہے، کُتب علماء انھیں احد الوجہین سے مالا مال ہیں، اور تصریح ہے کہ مجہول کی طلب صحیح نہیں۔ خلاصہ و وجیز امام کردری میں ہے:

یستحق بطلب، وھو نوعان مواثبۃ وقد ذکرہ اشھاد وھو ان یشھد قائلا اطلبھا او عبارۃ یفھم منھا طلب الدار ویذکر الحدود[2]

شفعہ کا استحقاق طلب سے ہوتا اور طلب دو قسم ہے، ایک طلب مواثبت جس کا ذکر انھوں نے کردیا ہے، دوسری قسم طلب اشہاد ہے، وہ یہ کہ میں شفعہ طلب کررہا ہُوں، یا کوئی اور عبارت جس سے جس مکان کی طلب سمجھی جائے، کہہ کر گواہ بنائے، اور مکان کے حدود بھی ذکر کرے۔ (ت)

محیط سرخسی و فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

انما یصلح طلب الاشھاد بحضرۃ المشتری او البائع او المبیع، فیقول عند حضرۃ واحد منھم، ان فلانا اشتری ھذہ الدار و دارا ویذکر حدودھا الاربعۃ[3] الخ۔

مشتری یا بائع یا مبیع کے پاس یوں کہے فلاں نے یہ مکان خریدا اور اس کی حدود اربعہ کو ذکر کرے تو طلب درست ہوگی الخ۔ (ت)

فتاوٰی ذخیرہ و نتائج الافکار میں ہے:

صورۃ ھذہ الطلب ان یحضر الشفیع عند

اس طلب اشہاد کی صورت یہ ہے کہ شفیع اس مکان

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الشفعۃ الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۱۷۲
[2] فتاوٰی بزازیۃ علی ہامش الفتاوٰی الہندیۃ کتاب الشفعۃ باب طلب الشفعۃ " ۶/ ۱۶۳
[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الشفعۃ الباب الثانی " ۵/ ۱۷۲

Marfat.com

الدار ویقول ان فلانا اشتری ھذہ الدار او یحضر المشتری ویقول ھذا مشتری من فلان دار التی حدودھا کذا الخ او البائع ویقول ھذا باع من فلان دار التی حدودھا کذا[1] الخ۔

کے پاس حاضر ہو کر کہے کہ تحقیق فلاں نے یہ مکان خریدا ہے یا مشتری کے پاس حاضر ہو کر کہے کہ اس نے فلاں حدود اربعہ والا مکان خریدا ہے یا بائع کے پاس حاضر ہو کر کہے اس نے فلاں حدود والا مکان فروخت کیا ہے الخ (ت)

فتاوٰی قاضیخاں میں ہے:

صورۃ طلب الاشہادات یقول الشفیع للمشتری حین لقیہ اطلب منك الشفعۃ فی دار اشتریتھا من فلان التی احد حدودھا کذا والثانی کذا الثالث کذا والرابع کذا (الی قولہ) ولابد ان یبین انہ شفیع بالشرکۃ او بالجوار او فی الحقوق، ویبین الحدود لتصیر الدار معلومۃ[2]۔

طلب اشہاد کی صورت یہ ہے کہ شفیع جب مشتری کے پاس آئے تو کہے میں تجھ سے اس مکان کا شفعہ طلب کرتا ہوں جو تُو نے فلاں شخص سے خریدا ہے اور جس کی حدود میں سے ایک یہ ہے، دوسری یہ اور تیسری یہ، اور چوتھی یہ ہے (اس کے قول) اور ضروری ہے کہ وہ بیان کرے کہ میں شرکت کی بنا پر شفیع ہوں یا پڑوس کی بنا پر شفیع ہوں یا حقوق میں شرکت کی بنا پر شفیع ہوں، اور حدود کو بیان کرے تاکہ مکان متعین ہو جائے۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

صورۃ ھذا الطلب، ان یقول ان فلانا اشتری ھذہ الدار[3] الخ۔

اس طلب اشہاد کی صورت یہ ہے کہ فلاں نے یہ مکان خریدا ہے الخ (ت)

یہ محضر دار میں ہے، پھر فرمایا:

وعن ابی یوسف، یشترط تسمیۃ المبیع و تحدیدہ، لان المطالبۃ لا تصح الا

اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ مبیع کا نام اور اس کی حدود کا ذکر شرط قرار دیا گیا ہے کیونکہ مطالبہ صرف معلوم چیز میں

---

[1] نتائج الافکار فی کشف الرموز والاسرار تکملہ فتح القدیر کتاب الشفعۃ والخصومۃ فیہا مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۸/ ۳۱۱

[2] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الشفعۃ فصل فی الطلب نولکشور لکھنؤ ۴/ ۸۶۲

[3] الہدایۃ 〃 باب طلب الشفعۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۳۹۱

Marfat.com

فی معلوم[1] صحیح ہوتا ہے۔ (ت)

یہ غیبت دار و محضر احد العاقدین میں ہے، غایۃ البیان علامہ اتقانی میں مختصر امام کرخی رحمہ اللہ تعالٰی سے ہے:

یسمی الدار والارض والموضع و یحدد حتی یستوثق لنفسہ[2]

'دار' زمین اور موضع کو نام لے کر ذکر کرے اور اس کی حدود کو بیان کرے تاکہ اپنے لئے معاملہ کو پختہ کرلے۔ (ت)

اسی میں ہے:

قال القدوری فی شرحہ. وانما شرط ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی تسمیۃ المبیع والتحدید، لان المطالبۃ لاتصح الا فی معلوم، فاذا اشھد علی الطلب ولم یبین المطلوب لم یکن للمطالبۃ اختصاص بمبیع دون مبیع، ولا یتعلق بھا حکم[3]

قدوری نے اپنی شرح میں ذکر کیا کہ امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی نے مبیع کا نام اور اس کی حدود کو ذکر کرنا شرط قرار دیا ہے کیونکہ مطالبہ معلوم چیز میں ہی صحیح ہوتا ہے تو جب اس نے طلب اشہاد کیا اور مطلوب کو نہ بیان کیا تو پھر مطالبہ کا اختصاص کسی ایک مبیع سے نہ ہوسکے گا اور نہ ہی حکم کا تعلق اس سے ہوگا۔ (ت)

یہاں جبکہ دار مشفوعہ سامنے حاضر تھی، اشارہ ضرور تھا، اس کا ذکر مسل بھر میں کہیں نہیں، لہذا حکم وہی چاہئے جو امام قدوری نے فرمایا: لایتعلق بھا حکم (نہ ہی حکم کا تعلق اس سے ہوگا۔ ت) ایسی مہمل طلب پر کوئی حکم نہیں ہوسکتا، دوسرا فتوٰی مدخلہ مدعی ملاحظہ ہوا' وہ صحیح نہیں اور اُس پر کلام اسی فتوٰی فقیر سے واضح۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۹ از ریاست رامپور محلہ مسئولہ جناب غلام حبیب خاں صاحب عرف بدھن میاں صاحب ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس باب میں، کہ زید وبکر ایک باغ میں نصف نصف کے شریک تھے، زید نے اپنا حصہ نصفی بدست خالد بیع کیا، بکر بحق شفعہ دعویدار ہوا، اور

---

[1] الہدایۃ کتاب الشفعۃ باب طلب الشفعۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۳۹۲

[2] غایۃ البیان

[3] غایۃ البیان

Marfat.com

بکر نے گواہانِ طلب مواثبت واشہاد رُوبروئے عدالت پیش کیں۔ گواہانِ بکر کا بیان ہے کہ جس وقت مخبر نے حالِ مبیع کا ظاہر کیا تو بکر گھبرا کر کھڑا ہوگیا، اور فوراً اس نے یہ کہا کہ جس قیمت واقعی کو نصف باغ بیع ہوا ہے اسی قیمت کو میں نے بحق شفعہ خود لیا، پس یہ امر یعنی بیٹھے سے کھڑے ہوکر طلبِ مواثبت کرنا داخل تاخیر ہے یا نہیں، دوم یہ کہ بعد طلبِ مواثبت بکر کا چھڑی لینے گھر میں جانا اور گھر میں سے فوراً واپس آکر مشتری کے مکان پر جانا اور وہاں طلب اشہاد بجالانا شرعاً تاخیر میں داخل ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جہاں طلبِ اشہاد کو جانا تھا اُس کے بعد اور شفیع کی حالت پر نظر کی جائے، اگر یہ اُتنی دور بے عصا کے نہ جاسکتا تھا تو چھڑی لینے کے لئے گھر میں جانا اور اس کے ملنے پر فوراً آکر روانا ہونا داخلِ تاخیر نہیں اگرچہ اس کی تلاش میں دس بیس منٹ ہوگئے ہوں کہ امورِ ضرورت شرعاً مستثنیٰ ہیں، اور اگر تلاش دیر کے بعد کی یا مل جانے کے بعد بلا ضرورت دیر لگائی یا سرے سے عصا کی حاجت ہی نہ تھی، صرف حسبِ عادت ہاتھ میں لینے کے لئے یہ دیر کی تو یہ ضرور تاخیر ہے اور داخل عذر نہیں، یہ طلب اشہاد میں تھا، رہا طلبِ مواثبت سے پہلے اس کا کھڑا ہوجانا اور بعد قیام الفاظ ملک ادا کرنا، وہ مطلقاً مسقط شفعہ و قاطع فور ہے، بلکہ فور درکنار قیام سے مجلس بھی بدل گئی، تو روایت ضعیفہ پر بھی شفعہ کی گنجائش نہ رہی، ہندیہ میں ہے:

طلب الاشهاد مقدر بالتمكن من الاشهاد فمتى تمكن من الاشهاد عند حضرة واحد من هذه الاشياء و لم يطلب الاشهاد بطلت شفعته نفيا للضرر عن المشترى، كذا فى محيط السرخسى[1]

طلب اشہاد کسی ایک کے پاس گواہ بنانے کی قدرت پر موقوف ہے تو جب کسی ایک کے پاس اس کو گواہ بنانے کی قدرت ہُوئی اور اس نے طلب نہ کی تو اس کا شفعہ باطل ہوجائے گا تاکہ مشتری کے ضرر کو ختم کیا جائے، محیط سرخسی میں ایسے ہی ہے (ت)

اسی میں ہے:

الشفيع اذا علم فى الليل ولم يقدر على الخروج والاشهاد الى كذا فى الحاوى فى الفتاوى[2]

جب شفیع کو خریداری کا علم رات کو ہوا اور رجا کر اشہاد کی طلب پر قادر نہ ہوا الخ حاوی فی الفتاوٰی میں یوں ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشفعۃ الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۱۷۲

[2] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۵/ ۱۷۳

Marfat.com

فتاوٰی امام اجل قاضی خاں میں ہے :

طلب المواثبۃ فوقتہ فور علم الشفیع بالبیع و روی ھشام عن محمد ۔ الی ۔ یشترط الطلب فور العلم[1] اھ مختصرًا ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

طلب مواثبت کا وقت شفیع کو بیع کے علم کے فورًا بعد ہے ، اور ہشام نے امام محمد سے روایت کی ہے کہ علم کے فورًا بعد طلب کو شرط قرار دیا گیا ہے اھ مختصرًا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۰ ازموضع شوپری تحصیل آنولہ ضلع بریلی مسئولہ واحد علی خاں ۱۷ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

ایک بڑے قطعہ اراضی میں جو صرف ایک زمیندار کی ملکیت ہے اور بہت سے اشخاص بطور رعایا اس اراضی میں اپنے اپنے صرف لاگت سے مکان تیار کرکے رہتے ہیں، جب تک وہ آباد رہتے ہیں ، ان سے زمیندار کچھ مزاحمت نہیں کرتا، اور بروقت بھاگ جانے یا اُٹھ جانے کے اس ملبہ وغیرہ کا زمیندار مالک ہوجاتا ہے ، یا بروقت فروخت کڑی، تختہ، اینٹ وغیرہ زمیندار اُس قیمت سے چہارم لیتا ہے ، لیکن کسی باشندہ کو زمین فروخت کرنے کا اختیار نہیں ہے، ایسی حالت میں جب ایک باشندہ اپنا ملبہ وغیرہ کسی دوسرے باشندے کے ہاتھ فروخت کرے، تو تیسرا شخص جو مبیعہ کے ملحق رہتا ہے ، دعوٰی حق شفعہ کرتا ہے ، تو یہ دعوٰی اس کا صحیح ہے یا باطل ہے ، اور اگر مالک زمین زمیندار مذکورہ دعوٰی اپنے حق شفعہ کرے تو وہ کرسکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب

جبکہ وہ زمین کا مالک نہیں، اور تنہا عملہ بیچتا ہے ، تو اس میں ہرگز حق شفعہ نہ جار کو ہے نہ مالک زمین زمیندار کو، درمختار میں ہے :

لاتثبت فی بناء و نخل بیعا قصدا و لو مع حق القرار[2] بالاختصار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

عمارت اور درخت کی قصدًا بیع میں شفعہ ثابت نہ ہوگا خواہ برقرار رکھنے کی شرط بھی رکھی ہو، بالاختصار۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۱ ازشہر بریلی فراشی محلہ مسئولہ مقصود علی خاں ۶ محرم ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید لعمر ۱۷ سال ہے ، وہ شرائط شفعہ طلب کرسکتا ہے یا نہیں ؟ اور اس کو اختیار طلب شفعہ کا شرعًا حاصل ہے یا نہیں ؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] فتاوٰی قاضیخان کتاب الشفعۃ فصل فی الطلب مطبع نولکشور لکھنؤ ۴/ ۸۶۰

[2] درمختار ؍؍ باب ماتثبت ھی فیہ اولا مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۱۴

Marfat.com

الجواب

شفعہ طلب کرسکتا ہے، اور اگر اس انتظار میں کہ مجھے طلب کا اختیار ہے یا نہیں طلب نہ کیا تو اب نہیں کرسکتا لفوات المواثبۃ (مواثبت کے فوت ہونے کی وجہ سے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۲ از موضع ریونڈ، ڈاک خانہ مونڈھ ضلع مراد آباد، مسئولہ محمد سمٰعیل خاں کارندہ ۱۴ شعبان ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ عمرو نے اپنا مکان زید کے ہاتھ فروخت کیا، زید اُس مکان میں خریداری کا نہ تو شفعہ رکھتا ہے اور نہ اس مکان پر قابض ہے، اور نہ اُس کے پاس کرایہ پر ہے بخلاف زید کے بکر کا مکان عمرو کے اس مکان فروخت شدہ کے درمیان دیوار کے نیچے واقع ہے، ایک درمیانی دیوار عمرو کے مکان اور بکر کے مکان کو قطع کرتی ہے، بکر اس مکان کا شفیع ہے اور کچھ ماہ پیشتر سے یہ مکان بکر نے کرایہ پر لے کر اپنا قبضہ کر رکھا ہے، اور اس نے جامع مسجد کے پیش امام صاحب اور اکثر مسلمانوں کے روبرو اُس زید والے مکان کے خرید لینے کا

اعلان کیا ہے، زید والے مکان میں کئی حصہ دار ہیں، منجملہ ان حصہ داروں کے کہ جو آپس میں بھائی بہن کا رشتہ رکھتے، ایک حصہ دار کا معاہدہ ہوچکا ہے کہ مکان بکر کو دیا جائے گا، اور اطمینان کے لئے پیشتر بذریعہ کرایہ نامہ قبضہ کرایا گیا ہے، زید نے یہ مکان جامع مسجد کے لئے چندہ فراہم کرکے خرید کیا ہے، جامع مسجد اس مکان سے چار مکان درمیان میں دے کر واقع ہے، مسجد نہ تو بکر کے مقابلہ میں شفعہ رکھتی ہے، نہ مسجد کے کسی صرف کا یہ مکان ہے، سُنا جاتا ہے کہ ایک صاحب نے کہ اپنا مکان جامع مسجد کو بلاقیمت دیتے ہیں، یہ شرط کی ہے کہ اگر وہ مکان جو بکر کے پاس بطور کرایہ کے ہے، اور جس میں وہ شفیع ہے بطور قیمت مسجد کے نام خرید لیا جائے گا تو میں بھی بلاقیمت مکان دے دُوں گا، غالباً بکر کی ایذارسانی اور تکلیف مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ شرط لگائی گئی ہے' بکر کو اول تو مکان دیا بھی نہیں جاتا، اور اگر بکراہت دینا گوارا کیا جاتا ہے تو قیمت بے حد اضافہ کرکے دینا بیان کیا جاتا ہے، بکر اضافہ قیمت کو بالکل گوارا نہیں کرتا اور وہ ہرگز اس بات پر رضامند نہیں کہ کچھ بھی اضافہ دے'

Marfat.com

ایسی صورت میں کیا مسجد کو ایسی خریداری جائز ہے، اور زید کا اصلی قیمت سے اضافہ لینا کس حد تک داخلِ حسنات ہوگا اور زید کو ایسا کرنے میں کچھ ثواب مل سکتا ہے جبکہ بکر مکان کے شفیع کا حق باطل کیا جا کر مکان خریدا جائے، اور پھر مسجد کی منفعت کے لئے قیمت اصلی سے زائد بڑھا کر دینا گوارا کیا جائے، باہم مسلمانوں میں اس بارے میں اتفاق نہیں، اکثر اس مکان کی خریداری کے خلاف ہیں کیونکہ مسجد ایک سوکئی روپیہ کی مقروض ہے وہ ادا ہونا چاہیے، پھر شامیانہ ادھر میں پڑے ہیں جس کے نہ ہونے سے نمازیوں کو تکلیف ہے، ایک مکان عین مسجد کے فرش پر واقع ہے اس کو خرید نہیں کیا جاتا ہے، اس عمرو والے مکان سے پہلے کچھ دن ایک مکان اور مسجد کے سامنے کا فروخت ہوگیا وہ نہیں خرید کیا گیا، مسجد کے بعض ممبران کی رائے اس مکان کی خریداری کی نہیں، مسجد کے پیش امام کو معلوم تھا کہ یہ مکان بکر نے خریداری کی نیت سے کرایہ پر لیا ہے، اور بکر کو تنگی مکان کی سخت تکلیف ہے۔ جواب براہِ کرم پشتِ عریضہ ہذا پر مہر وغیرہ سے مرتب فرما کر مرحمت فرمایا جائے، جواب کے لئے پتہ یہ ہوگا: بمقام موضع ریونڈہ ڈاکخانہ مونڈہ، ضلع مراد آباد، ڈیرہ زمینداریں پہنچ کر محمد اسمٰعیل خاں کارندہ کو ملے۔

الجواب

قبل بیع شفیع کا کوئی حق نہیں، نہ پہلے سے اس کے پاس کرایہ پر ہونا، یا اس کا اعلان کرنا کہ میں اس مکان کو خریدوں گا، یا پیشتر کسی حصہ دار سے معاہدہ ہو جانا، اُسے کوئی ترجیح دے سکتا ہے، بعد بیع خبر پاتے ہی اگر طلبِ مواثبت وطلبِ اشہاد بجالائے تو اس وقت ان کا حق ثابت ہوتا ہے، اور اس حالت میں اسے اضافہ کی کیا ضرورت، جتنے کو بیع ہوا اتنے ہی میں لے گا، یہاں سوال میں یہ ہے کہ بکر سے اضافہ مانگتے ہیں اور وہ اضافہ پر راضی نہیں، یہ اگر یُوں ہے کہ وہ طلب مذکور بجا نہ لایا، یا اس کے بعد خریدنا چاہا، اور اضافہ پر راضی نہ ہوا تو اس کا کوئی حق نہ رہا، اور اسے نہ دینا اصلاً ظلم نہیں، اور دوسرے کا شفیع نہ ہونا اُسے کچھ فائدہ نہ دے گا جبکہ خود اس کا شفعہ نہ رہا، باقی جو باتیں سوال میں لکھی ہیں کہ دوسرے نے اس مکان کی خریداری پر اپنا مکان مفت دینے کو کہا، یا مسجد پر قرض ہے، یا شامیانے ادھوری ہیں۔ یا قریب کا مکان پہلے بکا، نہ خریدا، اب موجود ہے، اُسے نہیں لیا جاتا، بعض ممبروں کی رائے اس کی خریداری کی نہ تھی، امام کو بکر کا ارادہ معلوم تھا، بکر کو مکان کی تکلیف ہے، سب بے علاقہ باتیں ہیں، چندہ چندہ دہندوں کی مِلک رہتا ہے، اگر انھوں نے سپردِ متولی مسجد نہ کر دیا تھا اس سے پہلے یہ مکان مول لے کر نذرِ مسجد کیا، جب تو یہ سوال ہی متعلق نہیں کہ اصل قیمت سے زیادہ لینے میں کوئی گناہ ہوا، خریدار کو اختیار ہے جتنے پر چاہے رضا دے۔

قال اللہ تعالٰی الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم[1] اللہ تعالٰی نے فرمایا: مگر یہ کہ کوئی سودا تمھاری باہمی رضامندی کا ہو۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۹

اور اگر سپرد متولی مسجد کر دیا، متولی نے اصل قیمت سے زائد کو خریدا، تو اگر زیادت فاحش ہے اور اس میں کوئی مصلحت راجحہ مسجد کی نہیں، تو بیشک وہ گنہ گار ہُوا اور تاوان مسجد کو دے گا، یا بیع فسخ کی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۳ از ضلع شاہجہان پور ڈاکخانہ جگرام پور گورہ رائے پور مسئولہ علی حسن خاں صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زمین بیچنے کا ارادہ کیا تو عمرو کو کہلا بھیجا، عمرو نے کل تین ہزار روپیہ اس زمین کا لگایا، زیادہ سے انکار کیا ابن بکر کے ہاتھ زید نے اپنی زمین مذکورہ فروخت کر دی پانچ ہزار پر، اب عمرو بذریعہ حق شفعہ اس زمین کو لینا چاہتا ہے، دونوں کا یعنی عمرو وبکر کا زید کی زمین سے دہرا ملا ہے، اور عمرو نے بیع زمین مذکور کے وقت سے بہت روز کے بعد اپنی ناخوشی ظاہر کی، ایسی صورت میں عمرو کو حق شفعہ اس زمین مبیع کا حاصل ہے، اور بیع اول باطل ہو جائے گی یا اس کے برعکس؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بیع سے پہلے عمرو کا خریداری سے انکار کر دینا اس کے حق شفعہ کو ساقط نہیں کرتا، اگر بکر کے ہاتھ بیع کی خبر سنتے ہی عمرو طالبِ شفعہ ہوا اور اپنی طلب پر گواہ حسبِ قاعدہ کرے تو اُسے دعویٰ شفعہ پہنچتا ہے، اور اگر دیر کے بعد ناراضی ظاہر کی اور طالب شفعہ ہوا تو اس کا حق ساقط ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

Marfat.com

کتاب القسمة

(تقسیم کا بیان)

مسئلہ ۴۴ از بیلی بھیت یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمّی اکبر نے انتقال کیا، چار پسر دوست محمد، حفیظ اللہ، کریم اللہ، رحمت اللہ، دو دختر جواں، موتی وارث ہوئے، کریم اللہ نے وفات پائی، اس کا بیٹا ننھو ہے، رحمت اللہ فوت ہوا، اس کی بیٹیاں اجوبہ و محمدی ہیں۔ دوست محمد، حفیظ اللہ، ننھو نے جائداد متروکہ مشترکہ کی تقسیم کے لئے زید کو پنچ مقرر کیا مگر جواں، موتی، اجوبہ، محمدی اس پنچایت میں اصلاً شامل نہ تھیں، پنچ نے تمام جائداد متروکہ جس میں ان سب کے حصص شرعیہ تھے، صرف انھیں تین وارثوں پر جنھوں نے اسے پنچ کیا تھا تقسیم کر دی، اور پنچایت نامہ میں لکھ دیا کہ "حصہ شرعی دختران اکبر اور دختران رحمت اللہ کے ہر سہ فریق بقدر رسدی ذمہ دار و دیندار رہیں گے"، وہ چاروں عورتیں اس تقسیم پر راضی نہیں، اس صورت میں یہ پنچایت صحیح و نافذ ہے یا نہیں؟ اور پنچ نے جو تقسیم کی وہ بحال رہے گی یا توڑ دی جائے گی؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہ پنچایت محض مہمل اور تقسیم بیہودہ و مختل ہے، پنچ کو باقی وارثوں کے حصص میں تصرف کا کس نے اختیار دیا تھا، حکم پنچ کا صرف انھیں تک ہوتا ہے جو اُسے پنچ کریں، باقی کسی پر کچھ ولایت نہیں رکھتا، ہدایہ میں ہے: **حکمہ لایلزمہ لعدم التحکیم منہ**[1] اس کا حکم لازم نہ ہوگا کیونکہ اس کی طرف سے تحکیم نہیں ہے۔(ت)

---

[1] الہدایۃ کتاب ادب القاضی کتاب التحکیم مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۱۴۳

Marfat.com

تقسیم کے معنی یہ ہیں کہ حصے جدا جدا ہوجائیں، یہاں جدائی نہ ہُوئی کہ چاروں عورتوں کے حصے سب میں مختلط ہیں، تو یہ تقسیم شرعًا نہیں۔ ہدایہ میں ہے:

باستحقاق بعض شائع ظهر شريك ثالث لهما والقسمة بدون رضاه باطلة۔[1]

چیز کے کچھ شائع حصہ میں استحقاق پائے جانے سے ایک تیسرا شریک بھی پہلے دونوں کے ساتھ ظاہر ہوا جبکہ شریک کی رضا کے بغیر تقسیم باطل ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

باستحقاق جزء شائع ينعدم معنى القسمة وهو الافراز۔[2]

شائع چیز میں استحقاق کی وجہ سے تقسیم کا معنی فوت ہوجاتا ہے اور تقسیم یہ جدا کرنا ہوتا ہے۔ (ت)

علماء فرماتے ہیں، اگر چند ورثہ قاضی کے یہاں رجوع لائیں کہ مورث نے انتقال کیا اور یہ ترکہ چھوڑا ہم میں تقسیم ہوجائے، اور گواہی دیں کہ ہمارے سوا کوئی وارث نہیں، قاضی تقسیم کردے، پھر اور وارث ظاہر ہو جو کل متروکہ میں سے کسی حصہ شائعہ مثل سدس یا ثمن وغیرہ کا مستحق ہو، تو بالاجماع وہ تقسیم توڑ دی جائیگی۔ ہدایہ میں ہے:

لواستحق نصيب شائع في الكل تفسخ بالاتفاق۔[3]

اگر کُل میں سے کسی شائع حصہ کا کوئی مستحق ظاہر ہوا تو بالاتفاق تقسیم فسخ ہوجائے گی۔ (ت)

اسی میں ہے:

لانه لوبقيت القسمة لتضرر الثالث بتفرق نصيبه في النصيبين۔[4]

کیونکہ اگر تقسیم کو باقی رکھا جائے تو تیسرے کو نقصان ہوگا بوجہ اس کہ اس کا حصہ باقی دو حصوں میں متفرق ہوگیا (ت)

جبکہ قاضی کی تقسیم جس کی ولایت عموم رکھتی ہے، اور وُہ بھی اس طرح کہ اُس نے وانستہ کسی وارث کو ضرر نہ پہنچایا تھا، بعد ظہور وارث دیگر کے یقینًا فسخ کی جاتی ہے تو پنچ کی تقسیم جس کی ولایت فقط اس کے پنچ کرنے والوں پر ہے، اور وہ بھی یُوں کہ اس نے دیدہ و دانستہ اور وارثوں کے ہوتے ہُوئے ترکہ صرف تین پر بانٹ دیا، اور باقیوں کو حصہ رسد ہر ایک کے حصہ میں سے ٹکڑا ٹکڑا لینے کا مستحق ٹھہرایا، کیونکر قابلِ تقسیم ہوسکتی ہے، پس صورتِ مستفسرہ میں واجب ہے کہ وہ پنچایت رَد کی جائے اور وُہ ناروا تقسیم توڑ دی جائے، اور از سرِنو سب وارثوں پر تقسیم شرعی عمل میں آئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

[1] و [2] الهداية کتاب القسمة باب دعوی الغلط فی القسمة مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۱۹

[3] الهداية " " " " ۴/ ۴۱۸

[4] " " " " " ۴/ ۴۱۹

Marfat.com

مسئلہ ۴۵ از ریاست رامپور، محلہ کنڈہ، مسئولہ جناب محمد سعادت علی خاں صاحب ۲۶ شوال ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چند اشخاص چند گھروں کے جو ایک شہر میں ہیں بالاشتراک مالک ہیں، ایک حصہ دار ان گھروں میں سے اپنے حصہ کی تقسیم چاہتا ہے، اور وہ اپنے حصہ سے بعد علیحدہ ہونے کے بھی نفع اٹھا سکتا ہے، اور وہ چاہتا ہے کہ ہر گھر میں سے مجھ کو علیحدہ حصہ ملے، ایسی حالت میں ازروئے شرع شریف سب گھروں کی یکجائی تقسیم کی جائیگی یا ہر گھر کی جُداگانہ تقسیم ہوگی؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر ہر مکان میں اس کا حصہ قابلِ انتفاع ہے تو ہر مکان سے جداجدا اسے حصہ دیا جائے گا، ہر گھر میں علیحدہ تقسیم ہوگا۔ درمختار میں ہے:

دور مشترکۃ قسم کل وحدھا منفردۃ مطلقا ولو متلازقۃ اوفی محلتین او مصرین[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

چند مشترکہ مکانات میں ہر ایک مکان کو جداجدا تقسیم کیا جائے گا اگرچہ وہ آپس میں ملے ہوئے ہوں یا دو محلوں میں یا دو شہروں میں ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم(ت)

---

[1] درمختار کتاب القسمۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۲۰

Marfat.com

کتاب المزارعۃ

(مزارعت کا بیان)

مسئلہ ۴۶ تا ۴۹ مسئولہ محمد مبارک اللہ از پیلسپانہ ضلع مراد آباد ۲۶ رجب ۱۳۲۹ھ

(۱) شرع شریف کے نزدیک کاشتکار کوئی حق موروثیت جیسے قانون انگریزی کے اندر ہے کہ جو شخص بارہ سال سے زائد ایک زمین کو کاشت کرے تو زمیندار کو پھر کوئی مجاز بیدخلی وغیرہ کا نہیں رہتا، حاصل ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو خیر اور حق۔

(۲) نہیں تو یہ کاشتکار حلف تلف اور ظالم ہے یا نہیں؟

(۳) اور اس وقت یہ کاشت کار جو زمین کو نہیں چھوڑتا ہے اور لگان حیثیتِ زمین سے کم دیتا ہے، اور زمیندار بحیثیت قانون انگریزی دعوٰی سے مجبور ہے، تو یہ کاشتکار متبع قانون انگریزی کا، اور مقدم و مرجح قانون کا حکم شریعت پر ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اور یہ ظالم اور زمیندار مظلوم ہوا یا نہیں؟

(۴) اور اگر کوئی زمیندار بعد انکار کاشتکار کے دعوٰی بے دخلی مجبورًا دائر کرے تو صرف اس کا جو کچھ کچہری میں ہوا، اس کے لینے کا مستحق ہے یا نہیں؟

الجواب

مجرد مرور مدت سے کچھ نہیں ہوتا اگرچہ بیس برس کاشت کرے، جب مدت اجارہ ختم ہوگئی شرعًا

Marfat.com

اُس سے نکال کر دوسرے کو دینا مطلقاً جائز ہے، خواہ زمین مملوک ہو، یا موقوف، یا سلطانی۔ ردالمحتار میں اوائل بیوع میں ہے:

امامجرد وضع الید علی الدکان و نحوھا و کونہ یستاجرھا عدۃ سنین بدون شئ مما ذکر (او یاتی) فھو غیر معتبر، فللموجر اخراجھا من یدہ اذا مضت مدۃ اجارتہ وایجارھا لغیرہ کما اوضحناہ فی رسالتنا تحریر العبارۃ[1]

مثلاً دکان پر خالی قبضہ رکھنا، اور کئی سال سے اجارہ پر لیا ہونا مذکورہ یا آئندہ ذکر ہونے والی اشیاء کے بغیر ہو تو وہ غیر معتبر ہے تو اجارہ پر دینے والے کو مدت اجارہ ختم ہونے کے بعد قبضہ کو چھڑانے اور دوسرے کو اجارہ پر دینے کا حق ہے جیسا کہ ہم نے اسے اپنے رسالہ تحریر العبارۃ میں واضح کر دیا ہے (ت)

ہاں اگر زمین ناقابلِ زراعت تھی اس نے اُسے بنایا، کمایا، اس میں چوگزی وغیرہ کھودے یا اس میں اپنی دوسری زمین سے لاکر مٹی بچھائی یا پیڑ لگائے یا کوئی عمارت بنائی،

ویقال للاولی الکراب، والاخر دھوما، اذا اضاف فیھا شیئا من ملکہ کتراب وغرس وبناء الکردار، والقبۃ، واذا فعل ھذا فی الحوانیت یسمی جدکا او کدکا، فان کان ممالا ینقل ویرکب للقرار کالبناء والاغلاق، یسمی سکنی، والکل یقال لہ مسکۃ، ومشد مسکۃ، وھناک اطلاقات اخر کما یعلم من مساقاۃ العقود، وبیوع ابن عابدین۔

پہلی کو کراب، اور دوسری کو دھوم کہتے ہیں، اور اس میں اپنی کسی ملکیت کا اضافہ کیا مثلاً مٹی ڈالی یا پودے لگائے، دالان اور قبّہ بنایا، اور اگر یہ تصرفات دُکانوں میں کئے تو اسے جدک یا کدک، یا مشد مسکہ کہتے ہیں، اور دیگر اطلاقات بھی یہاں ہیں جیسا کہ عقود الدریہ کے باب مساقاۃ اور ابن عابدین کے بیوع سے معلوم کئے جاسکتے ہیں۔ (ت)

تو اگر وُہ زمین مملوک نہیں بلکہ سلطانی ہے یعنی بیت المال کی' جسے یہاں سرکاری کہتے ہیں، یا وقف ہے تو البتہ ان کارروائیوں سے اس کے لئے حق قرار ثابت ہوگا کہ بلاوجہ شرعی وُہ زمین کبھی اس کے قبضہ سے نہ نکالی جائے گی، اور وہ مرجائے تو اس کا بیٹا اس کے قائم مقام ہوگا، مع تفاصیل مذکورہ فی الفقہ، جامع الفصولین وغیرہ میں ہے:

بنی المستاجر او غرس فی ارض الوقف

اجارہ پر لینے والے نے وقف زمین میں تعمیر کی یا

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۷

Marfat.com

صار لہ فیہا حق القرار، وھو المسمّی بالکردار، لہ الاستبقاء باجر المثل[1]

پودے لگائے تو اس کو اس زمین میں برقرار رہنے کا حق ہوگا اور اس کو "کردار" کہتے ہیں، اس کرایہ دار کو مثلی اُجرت پر باقی رکھنے کا حق ہوگا۔ (ت)

خیریہ میں ہے:

وقد صرح علمائنا بان لصاحب الکردار حق القرار، وھو ان یحدث المزارع والمستاجر فی الارض بناء، او غرسا، او کبسا بالتراب باذن الواقف، او باذن الناظر، فتبقی فی یدہ[2]

اور ہمارے علماء نے تصریح کی ہے کہ "کردار" والے کو برقرار رہنے کا حق ہے اور "کردار" یہ ہے کہ مزارع یا مستاجر زمین میں کوئی تعمیر کرے یا پودے لگائے یا مٹی بھرے، واقف یا منتظم کی اجازت سے ایسا کیا ہو تو اس کو قبضہ برقرار رکھنے کا حق ہے (ت)

عقود الدریہ میں ہے:

اذا کان لوقف جامع ارض سلیخۃ معطلۃ غیر صالحۃ للزراعۃ، فاذن متولی الوقف لزید بحرثہا، واصلاحہا، وکبسہا، و زراعتہا لید فع قسمہا لجہۃ الوقف ففعل زید ذٰلک کلہ ثبت لہ حق القرار، فیہا تبقی بیدہ باجر مثلہا، او بان یؤدی قسمہا المتعارف لجہۃ الوقف المذکور[3]

اگر وقف زمین افتادہ معطل جو زراعت کے قابل نہ ہو تو وقف کے متولی نے زید کو آباد کرنے، اور درست کرنے، مٹی ڈالنے اور کاشت کرنے کی اجازت دی کہ وُہ وقف کی مَد میں حصہ دے تو زید نے یہ تمام کاروائی کر دی تو اس کو زمین پر قرار کا حق حاصل ہوگا اور مثلی اُجرت پر اسی کے قبضہ میں رہے گی اور وُہ متعارف حصہ وقف کی مَد میں دیتا رہے گا۔ (ت)

ہاں اُس کے سبب وقف پر اندیشہ ہو، یا اُجرت نفس زمین کی بڑھ جائے، اور یہ اضافہ پر راضی نہ ہو تو بیدخل کر دیا جائے گا، یونہی اگر تین سال زمین معطل چھوڑ دے گا اس کا حق قرار جاتا رہے گا۔ ردالمحتار میں ہے:

---

[1] فتاوٰی خیریہ بحوالہ جامع الفصولین والقنیۃ والخلاصۃ وغیرہا کتاب الوقف دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۷۹

[2] " " ۱/۱۷۹

[3] العقود الدریۃ کتاب المساقات باب مشد المسکۃ ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۲۲۲

Marfat.com

فی اوقات الخصاف حانوت اصله وقف و عمارته لرجل، وھو لا یرضی ان یستاجر ارضه باجر المثل، قالوا ان کانت العمارۃ بحیث لو رفعت یستاجر الاصل باکثر مما یستاجر صاحب البناء، کلف رفعه، ویؤجر من غیرہ، والا یترك فی یدہ بذلك الاجر اھ[1] یفید انه احق من غیرہ حیث کان مایدفعه اجر المثل۔

خصاف کے باب اوقاف میں ہے کہ دکان کی زمین وقف ہے اور اس کی عمارت کسی شخص کی ہے اور وہ اس زمین کی مثلی اجرت پر راضی نہیں ہوتا تو علماء نے فرمایا کہ متولی کو چاہئے کہ اگر عمارت اٹھائی جاسکتی ہو تو زمین کسی دوسرے کو پہلے کی نسبت زیادہ اجرت پر دے دے اور پہلے کو عمارت اکھاڑنے پر مجبور کرے اور دوسرے کو اجرت پر دے دے، اور اگر عمارت اکھاڑنا ممکن نہ ہو تو پہلے کے پاس اسی اجرت پر رہنے دے۔ (ت)

اسی کے وقف میں ہے:

حیث کان یدفع اجرۃ مثلھا لم یوجد ضرر علی الوقف فتترك فی یدہ فلو مات کان لورثته الاستبقاء، اما اذا کان فیه ضرر علی الوقف بوجه ما، بان کان ھو او وارثه مفلسا، او سیئ المعاملة، او متغلبا یخشی علی الوقف منه او غیر ذلك من انواع الضرر[2]

اگر مستاجر مثلی اجرت دیتا ہے اور وقف کو ضرر نہ ہو تو اسی کے پاس رہنے دی جائے اور اگر وہ فوت ہو جائے تو اس کے ورثاء کو باقی رکھنے کا حق ہوگا ہاں اگر وقف کو کسی طرح اس میں ضرر ہو مثلاً دکان بوسیدہ ہے اور ورثاء مفلس ہوں یا وہ لاپرواہ ہوں یا وہ غلبہ پانے کی کوشش میں ہوں، اس سے وقف کو خطرہ ہو یا کوئی کسی قسم کا ضرر ہو تو واپس لے (ت)

عقود الدریہ میں ہے:

سئل فی ذی مسکة فی ارض ترکھا ثلث سنوات اختیارا منه بلاوفی عذر شرعی، فھل سقطت مسکته، الجواب سقط حقه بالترك

ان سے کرایہ دار کی بنائی عمارت کے متعلق سوال ہوا کہ وہ کرایہ دار تین سال سے اپنی مرضی پر دکان کو چھوڑ رکھے بغیر عذر شرعی کے، تو کیا اس سے عمارت پر اس کا حق ختم ہو جائے گا؟ جواب

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۶

[2] ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۹۱

Marfat.com

المذکور، کما افتی بہ الخیر الرملی والشیخ اسمٰعیل ویاتی مثلہ عن المعروضات[1]

یہ ہے کہ ہاں اس سے اس عمارت پر مبنی حق ختم ہو جائے گا، جیسا کہ خیر الدین رملی اور شیخ اسمٰعیل نے یہ فتوٰی دیا ہے اور معروضات سے اسکی مثل آئیگا (ت)

اور اگر زمین مملوک ہے، جیسے عام دیہات کی زمین، کہ زمیندار کی ملک ہوتی ہے، تو اس میں شرعًا ہرگز کبھی کسی طرح کاشت کار کو حق قرار ثابت نہ ہوگا اگرچہ اس نے اُس میں باغ بھی لگایا، عمارت بھی بنائی ہو، جب اجارہ یعنی اس کے پٹہ کی مدت ختم ہو گی زمیندار کو اختیار ہوگا کہ زمین اُس سے نکال لے اور اس کے درخت و عمارت کی نسبت اُسے حکم دے کہ زمین خالی کرے اور درختوں کے کاٹنے عمارت کے کھودنے میں زمین کا زیادہ نقصان دیکھے تو کٹنے کھودنے کے بعد جو قیمت ان درختوں اور عمارت کی ہو اس سے کٹوانے کھدوانے کی اُجرت مجرا کرکے کاشتکار کو دے دے اور پیڑ اور عمارت خود لے لے، اور اگر کاشتکار سے کوئی مدت معین نہیں ٹھہری، یونہی سال بسال کاشت کرتا ہے، تو ہر ختم سال پر زمیندار کو زمین خالی کرانے اور آئندہ اسے زراعت کی ممانعت کر دینے کا اختیار ہوگا اگرچہ کاشت کرتے پچاس برس گزر گئے ہوں۔ عقود دریہ میں ہے:

قال فی التجنیس رجل اشتری من رجل سکنی لہ فی حانوت رجل اخر مرکبا بمال معلوم لصاحب الحانوت ان یکلف المشتری رفع السکنی وان کان علی المشتری ضرر لانہ شغل ملکہ[2]

تجنیس میں فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کی دکان میں رہائشی انتظام کر رکھا تھا تو اس رہائشی شخص سے کسی تیسرے شخص نے اس کا وہ رہائشی انتظام خرید لیا کچھ مال کے بدلے قبضہ لیا تو دکان کے مالک کو حق ہے کہ وہ اس مشتری کو رہائش اٹھانے پر مجبور کرے اگرچہ مشتری کو ضرر بھی ہو کیونکہ مشتری نے اس کی ملکیت کو مشغول کر رکھا ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

لکن اذا کان ھذا الجدک المسمی بالسکنی قائما فی ارض وقف، فھو من قبیل مسألۃ البناء او الغرس فی الارض المحتکرۃ لصاحبہ الاستبقاء باجرۃ مثل الارض

لیکن یہ جدک جس کو سکنی کہتے ہیں اگر وقف زمین میں ہو تو وہ کرایہ کی زمین پر عمارت اور پودے لگانے کے مسئلہ کی طرح ہے اس سے اگر وقف زمین کو ضرر نہ ہو تو اس کو مثلی اجرت کے ساتھ زمین

---

[1] العقود الدریۃ کتاب المساقات باب مشد المسکۃ ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۲۲۲
[2] ” ” ” ” ” ” ” ۲/ ۲۱۸

Marfat.com

حیث لاضرر علی الوقف وان ابی الناظر نظرا للجانبین علی ماشی علیہ فی متن التنویر، وافتی بہ المؤلف تبعا للخیر الرملی، وقد منا الکلام علیہ فی کتاب الاجارات، ولاینافیہ مافی التجنیس من ان لصاحب الحانوت ان یکلفہ رفعہ، لان ذالك فی الحانوت الملك، والفرق ان الملك قد یمتنع صاحبہ عن ایجارہ، ویرید ان یسکنہ بنفسہ، اوبیبعہ، او یعطلہ بخلاف الموقوف المعد للایجار، فانہ لیس للناظر الاان یوجرہ، فایجارہ من ذی الید باجرۃ مثلہ اولی من ایجارہ من اجنبی، لما فیہ من النظر للوقف ولذی الید[1]

کو باقی رکھنے کا حق ہوگا اگرچہ وقف کا نگران انکار کرے تاکہ دونوں جانب کی رعایت ہو سکے، متن تنویر کے بیان پر بنا کرتے ہوئے اور اس پر مؤلف نے خیرالدین رملی کی اتباع میں فتوٰی دیا ہے، اس پر ہم نے کتاب اجارات میں کلام کر دیا ہے اور یہ بیان تجنیس میں مذکور کے منافی نہیں کہ دکانوں کے مالک کو حق ہے کہ وُہ تجاوزات کو اکھاڑنے پر مجبور کرے کیونکہ تجنیس کا یہ بیان نجی ملکیت کے متعلق ہے، وجہ فرق ہے کہ نجی مالک کبھی اپنی ذاتی رہائش یا فروخت یا فارغ رکھنے کے لئے کرایہ پر نہیں دینا چاہتا بخلاف وقف شدہ زمین کہ جس کو کرایہ پر دینے کے لئے ہی تیار کیا گیا ہے تو نگران کو کرایہ کے بغیر چارہ نہیں ہے تو کسی اجنبی کو دینے کی نسبت قابض کو مثلی اُجرت دینا اس کے لئے بہتر ہوگا لہذا اس میں وقف اور قابض دونوں کی رعایت ہے۔ (ت)

فتاوٰی خیریہ کتاب المزارعۃ میں ہے:

لیس لصاحب التیمار رفع ایدیھم عنھا، ولا قلع اشجارھم، اذا لمفوض الیہ من السلطان تناول الخراج، ولیس لہ ملك فیھا، حتی یملك نزع ید مزارعیھا الذین صارلھم فیھا کدار لغرس للاشجار، والتصرف الکائن منھم فی سائر الاعصار[2] باختصار۔

سرکاری زمین کے نگران کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کرایہ داروں کو ان درختوں سے بے دخل کرے اور نہ ہی وہ درختوں کو کاٹ سکتا ہے کیونکہ سلطان کی طرف سے اس نگران کو صرف خراج وصول کرنے کا اختیار ہے نہ کہ اس کو مالکانہ اختیارات ہیں تاکہ وہ مزارعین کا جن کا وہاں درخت لگانے میں دخل ہے انکو وہاں سے بے دخل کرے جبکہ ایسی زمینوں میں مزارعین کو درخت لگانے کا عام شہروں میں رواج ہے باختصار (ت)

---

[1] العقود الدریۃ کتاب المساقات باب مشد المسکۃ ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۲۱۹

[2] فتاوٰی خیریۃ کتاب المزارعۃ دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۱۹۷

Marfat.com

ردالمحتار کتاب الاجارہ میں قول مصنف :

لو استاجر ارض وقف ، وغرس فیہا ، ثم مضت مدۃ الاجارۃ ، فللمستاجر استبقاءھا باجر المثل ، اذا لم یکن فی ذلك ضرر ولو ابی الموقوف علیھم الا القلع ، لیس لھم ذلك[1]

اگر کسی نے وقف زمین کو کرایہ پر لے کر وہاں پودے لگائے پھر کچھ مدت اجارہ جاری رہا تو اس کو مثلی اجرت پر اس اجارہ کو باقی رکھنے کا حق ہے بشرطیکہ اس سے ضرر نہ ہو اور اگر نگران ان کو ہٹانے پر بضد ہو تو اس کو یہ حق نہیں۔ (ت)

کے تحت فرمایا :

قید بالوقف لما فی الخیریۃ عن حاوی الزاھدی عن الاسرار من قولہ بخلاف ما اذا استاجر ارضا ملکا لیس للمستاجر ان یستبقیہا کذلك ان ابی المالك الا القلع ، بل یکلفہ علی ذلك ، الا اذا کانت قیمۃ الغراس اکثر من قیمۃ الارض ، فیضمن المستاجر قیمۃ الارض للمالك ، فیکون الاغراس والارض للغارس ، وفی العکس یضمن المالك قیمۃ الاغراس فتکون الارض والاشجار لہ ، وکذا الحکم فی العاریۃ[2] اھ ما فی الشامی۔

مصنف نے وقف کے ساتھ مقید اس سبب سے جس کو خیریہ نے حاوی الزاہدی سے اس نے الاسرار سے نقل کیا یہ قول کہ بخلاف جب وہ نجی ملکیت کو اجارہ پر لے تو مستاجر کو اس دخل کی بنا پر اس زمین کو باقی رکھنے کا حق نہیں ہے جبکہ مالک ان درختوں کو اکھاڑ دینے پر مجبور کرے بلکہ مالک اس کو اس پر مجبور کرسکتا ہے ہاں اگر درختوں کی قیمت زمین کی قیمت سے زائد ہو تو پھر مستاجر زمین کی قیمت کا ضمان مالک کو دے کر درختوں اور زمین کا خود مالک بن جائے گا ، اور اگر معاملہ بالعکس ہو تو پھر مالک درخت اکھاڑ دینے کا ضامن بنے گا اور درختوں اور زمین کا مالک ہوجائے گا ، اور عاریتًا لی ہوئی زمین کا حکم بھی یہی ہے اھ ، شامی کا بیان ختم ہوا۔ (ت)

اقول واستثناءہ ما اذا کانت قیمۃ

اقول (میں کہتا ہوں) اس کا درختوں کی قیمت کا

---

[1] درمختار کتاب الاجارۃ باب مایجوز من الاجارۃ الخ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۷۳

[2] ردالمحتار " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۹

Marfat.com

الغراس اکثر مبنی علی مسألة غصب الساحة بالمهملة، وفیها معترك عظیم، والارجح عندنا انه لایتملك الارض کرھا ان کانت قیمة بنائه وغرسه اکثر، لقوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لیس لعرق ظالم حق۔[1]

زمین کی قیمت سے زائد ہونے کو مالک کے اختیار سے مستثنٰی کرنا یہ خالی زمین کو غصب کرنے پر مبنی ہے اس میں عظیم معرکہ آرائی ہے جبکہ ہمارے ہاں ارجح یہ ہے کہ مستاجر زمین کا جبراً مالک نہیں بن سکتا اگرچہ عمارت اور پودوں کی قیمت زمین سے زائد ہو کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ ظالمانہ دخل کا کوئی حق نہیں ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

فان مضت المدة قلعها وسلمها فارغة، الا ان یغرم له الموجر قیمة البناء والغرس مقلوعا ویتملکه، قال فی البحر، افاد انه لایلزمه القلع ولو رضی المؤجر بدفع القیمة، لکن ان کانت تنقص یتملکها جبرًا علی المستاجر والا فبرضاه۔[2]

اگر مدت اجارہ ختم ہوگئی ہو تو مستاجر اپنے دخل کو ختم کرتے ہوئے درختوں کو اکھاڑ کر خالی زمین مالک کو واپس کرے مگر یہ کہ اگر مالک اکھڑے درختوں اور تعمیر کی قیمت کو برداشت کرکے خود ان کا مالک بن جائے، بحر میں فرمایا کہ اس سے یہ فائدہ ہوا کہ مستاجر کو درخت اکھاڑنا لازم نہیں اگر مالک قیمت دینے کو تیار ہو، لیکن اگر درخت اکھاڑنے سے زمین کو نقصان ہو تو پھر مالک جبراً درخت لے سکے گا ورنہ مستاجر کی رضا سے درختوں کا مالک بن سکے گا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله مقلوعا، فی الشرنبلالیة، ای مامورا مالکهما بقلعهما و

ماتن کا قول "اکھڑے درختوں کی قیمت"، شرنبلالی نے فرمایا: یعنی درختوں اور تعمیر کے مالک کو اکھاڑنے

---

[1] جامع الترمذی ابواب الاحکام باب احیاء ارض الموات امین کمپنی دہلی ۱/۱۶۶
سنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الغصب دار صادر بیروت ۶/۹۹
سنن ابی داؤد باب احیاء الموات آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۸۱

[2] درمختار کتاب الاجارۃ باب مایجوز من الاجارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۸۳

Marfat.com

انما فسرناہ بکذا، لان قیمة المقلوع ازید من قیمة المامور بقلعه، لکون المؤنة مصروفة للقلع کذا فی الکفایة[1] اھ،

اقول وبما ذکرنا تبین ان ما وقع فی حاوی الزاھدی من قوله، یثبت حق القرار فی ثلثین سنة فی الارض السلطانیة والملك، وفی الوقف فی ثلث سنین[2] الخ فھو وان حمله فی العقود الدریة علی الکردار، حیث قال المراد به (ای بحق القرار) الاعیان المتقومة لامجرد الامر المعنوی، ویدل علی ذلك قوله فی البزازیة لاشفعة فی الکردار ای البناء ویسمّی بخوارزم حق القرار لانه نقلی[3] اھ مع ان فی ھذا الحمل ایضا کلاما عندی لان حق القرار بمعنی الکردار لایتوقف علی مرور الاعصار، وانما مبناہ علی النظر للجانبین ورفع الضرار، کما تقدم، وفی اجارة الخیریة له الاستبقاء حیث لاضرر علی الجھة (ای جھة الوقف) ولزوم الضرر علی الغارس

کے حکم پر جو قیمت ہو، ہم نے یہ تفسیر اس لئے کی ہے کہ کبھی اکھڑے درختوں کی قیمت اکھاڑنے کے حکم والی قیمت سے زائد ہوتی ہے کیونکہ اکھاڑنے کا خرچہ بھی ان پر پڑتا ہے۔ کفایہ میں یوں ہے۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں) ہمارے ذکر کردہ سے واضح ہوا کہ حاوی الزاھدی کے اس قول میں کہ سرکاری اور ملکیتی زمین میں تیس سال قبضہ اور وقف کی زمین میں تین سالہ قبضہ سے حق القرار ثابت ہوجاتا ہے، اس میں کلام ہے، اس حق القرار کو اگرچہ عقود الدریہ میں کردار پر محمول کیا ہے جہاں اُنھوں نے کہا ہے کہ اس سے یعنی حق القرار سے مراد قیمتی سامان (اعیان) مراد ہے نہ کہ صرف معنوی معاملہ، اس پر اس کا قول کہ بزازیہ میں ہے کہ تعمیر شدہ کرداری میں شفعہ نہیں ہے جس کو خوارزم میں حق القرار کہتے ہیں، کیونکہ یہ منقولہ چیز ہے اھ، جبکہ میرے نزدیک اس معنی پر حمل میں بھی کلام ہے کیونکہ حق القرار بمعنی کردار کسی مرورِ زمانہ پر موقوف نہیں ہے اس کی بنیاد تو صرف فریقین کی رعایت اور دفعِ ضرر پر ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، اور خیریہ کے باب الاجارہ میں ہے مستاجر کو قبضہ باقی رکھنے کا اختیار ہے جب وقف کی جہت کو ضرر نہ ہو اور پودے لگانے پر لزومِ ضرر

---

[1] ردالمحتار کتاب الاجارۃ باب مایجوز من الاجارۃ الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۹
[2] العقود الدریۃ بحوالہ الحاوی الزاہدی کتاب المساقات باب مشد المسکۃ ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۲۱۸
[3] " " " " " " " " " " " ۲/ ۲۱۸

Marfat.com

وانت علی علم ان الشرع یابی الضرر خصوصا والناس علی ھذا، وفی القلع ضرر علیھم، وفی الحدیث الشریف عن النبی المختار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاضرر ولاضرار فی الاسلام[1] اھ وفی وقف الدر فی المنیۃ، حانوت لرجل فی ارض وقف، فابی صاحبہ ان یستاجر الارض باجر المثل، ان العمارۃ لو رفعت تستاجر باکثر مما استاجرہ، امر برفع العمارۃ و توجر لغیرہ، والا تترک فی یدہ بذلک الاجر ومثلہ فی البحر[2] اھ قال الشامی لان فیہ ضرورۃ، بحر عن المحیط، و ظاھر التعلیل ترکھا بیدہ ولو بعد فراغ مدۃ الاجارۃ لانہ لو امر برفعھا لتؤجر من غیرہ یلزم ضررہ، و حیث کان یرفع اجرۃ مثلھا لم یوجد ضرر علی الوقف، فتترک فی یدہ لعدم الضرر علی الجانبین[3] الخ، و

میں حرج بھی نہ ہو، اور آپ کو معلوم ہے کہ شریعت ضرر کو برداشت نہیں کرتی خصوصاً جب عوام مبتلا ہوں جبکہ درخت اکھاڑنے میں ضرر ہے، حدیث شریف میں حضور نبی مختار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے "اسلام میں ضرر دینا اور ضرر میں مبتلا روا نہیں ہے" اھ، اور درمختار میں منیہ سے منقول ہے کہ کسی شخص کی وقف زمین میں دُکان ہو اور وہ دکان والا مثلی اجرت پر آئندہ اجرت پر انکار کرے جبکہ عمارت اٹھادی جائے تو وُہ زمین اس کی اجرت سے زیادہ اجارہ پر دی جاسکتی ہے تو اس مستاجر کو اپنی عمارت اٹھالینے کا پابند کیا جائے اور وُہ زمین غیر کو اجارہ پر دی جائے، ورنہ اسی اجرت میں اسی کے قبضہ میں رہنے دی جائے، اس کی مثل بحر میں ہے، اھ، علامہ شامی نے فرمایا کیونکہ اس میں ضرورت ہے، محیط سے بحر میں ہے اور علت کا ظاہر بتاتا ہے کہ اس کے قبضہ میں رہنے دی جائے اگرچہ مدّتِ اجارہ ختم ہوچکی ہو کیونکہ اگر اس کو عمارت اٹھانے کا پابند کیا اور غیر کو دی جائے تو اس سے مستاجر کو ضرر ہوگا جبکہ اٹھادینے کے باوجود مثلی اجرت نہ ملے تو وقف کو نقصان ہے لہٰذا اسی کے قبضہ میں رہنے دی جائے اس میں دونوں فریقوں کی رعایت ہے الخ، اور

---

[1] فتاوٰی خیریہ | کتاب الاجارۃ | دار المعرفۃ بیروت ۲/۱۳۱
[2] درمختار | کتاب الوقف | مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۴-۸۵
[3] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۹۱

Marfat.com

علیٰ کل ، فلفظة الملك لامحل له هنا کما قدمنا عن نفس حاوی الزاهد عن الاسرار فضلا عن سائر معتمدات الاسفار۔

بہرصورت حاوی الزاہدی کا وہاں ملک کو ذکر کرنا بے محل ہے جیسا کہ خود حاوی الزاہدی کی الاسرار سے نقل ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں چہ جائیکہ باقی معتمد کتب کو ذکر کیا جائے۔ (ت)

بالجملہ دیہات مملوکہ میں کاشتکار کے لئے کسی حال کسی مدت میں حق قرار جسے آج کل حق موروثی کہتے ہیں شرعاً ہرگز حاصل نہیں ہوتا، وُہ صرف قانونی بات ہے، تو اگر بے رضائے زمیندار بدعوٰی موروثی جبراً قابض ہے، یا لگان اس کی مرضی سے کم دے تو عنداللہ وُہ کاشتکار ضرور ظالم و غاصب و گنہگار، اور حق العبد میں گرفتار ہے، یہاں اگرچہ قانونی مجبوری زمیندار کو عاجز رکھے مگر روزِ قیامت اللہ عزوجل کے حضور کاشتکار کو کوئی عذر نہ ہوگا، بااین ہمہ اگر زمیندار دعوٰی بے دخلی دائر کردے تو کاشتکار کے خرچہ پانے کا مستحق نہیں کہ مدعی کو خرچہ دلانا بھی حکمِ شریعت کے بالکل خلاف ہے اگرچہ مدعی مظلوم ہی ہو۔ عقود دریہ میں ہے:

سئل فی رجل کفل اٰخر عند زید بدین معلوم ثمّ طالبه زید به والزمه به لدی القاضی، فطلب زید ان یدفع له الرجل قدر ماصرفه فی کلفة الالزام، فدفعه له، ویرید الرجل مطالبة زید بما قبضه من کلفة الالزام، فهل له ذٰلك، الجواب نعم[1] اھ باختصار وکتب المولی المنقح رحمه اللّٰه تعالٰی هامشه لایلزم بکلفة الالزام۔

ایک مقروض شخص نے دوسرے شخص کو زید کے معلوم قرضہ کا کفیل بنایا پھر زید نے اس کفیل پر قرض کا لزوم بنانے کے لئے اس کفیل کو قاضی کے ہاں طلب کرایا تو قاضی کے ہاں کفیل پر الزام ہوگیا تو اب زید اپنے مقروض شخص سے قاضی کے ہاں الزام کے خرچہ کا مطالبہ کرے اور وہ خرچہ زید کو دے دے اور اب وہ مقروض شخص زید سے خرچہ کی دی ہوئی رقم کا واپس لینے کے لئے مطالبہ کرے تو کیا اس کو واپس لینے کے لئے مطالبہ کا حق ہے، الجواب، ہاں حق ہے اھ، اس کے حاشیہ پر تنقیح کرنیوالے حضرت نے لکھا کہ الزام کی کاروائی کا خرچہ لازم نہیں کیا جاسکتا۔ (ت)

ہاں اگر زمیندار اُس سے کہہ دے کہ آئندہ سے اس زمین پر اتنی لگان تجھے دینی ہوگی، اور کاشتکار نہ اضافہ کرے نہ زمین چھوڑے بلکہ خاموش رہے اور زراعت کئے جائے، تو اس کا وُہ سکوت ہی شرعاً قبول ٹھہرے گا، اور اس دن سے وہی لگان اُس پر لازم ہوگی، مگر زمیندار اُس سے وصول نہیں کرسکتا'

---

[1] العقود الدریة کتاب الکفالة ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/۳۰۸

Marfat.com

تو یہ خرچہ کی رقم اُس آتے ہوئے میں وصول کرلے کہ اُس کا لینا قانوناً بنام خرچہ ممکن ہے، اور شرعاً بوجہ اضافہ جائز ہے، درمختار میں ہے:

السکوت فی الاجارۃ رضاوقبول، فلو قال للساکن اسکن بکذا اوالا فانتقل، اوقال الراعی لاارضی بالمسمی بل کذا، فسکت لزم ماسمی[۱]

عقد اجارہ میں سکوت رضا اور قبول قرار پاتا ہے تو اگر مالک نے کرایہ دار رہائشی کو کہا' اتنے معاوضہ پر رہائش رکھنی ہو تو ٹھیک ہے ورنہ یہاں سے منتقل ہوجاؤ، یانگران نے اسے کہا میں مقررہ معاوضہ لینے پر راضی نہیں بلکہ اتنا چاہتا ہوں تو کرایہ دار خاموش رہا تو اس پر مالک کا ذکر کردہ لازم ہوجائے گا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فی التتارخانیۃ، اکتری دارًا سنۃ بالف، فلما انقضت قال ان فرغتہا الیوم والافھی علیك کل شہر بالف، والمستاجر مقرلہ بالدار، فانا نجعل فی قدر ماینقل متاعہ باجرالمثل، وبعد ذلك بما قال المالك[۲]

تاتارخانیہ میں ہے سالانہ ایک ہزار کرایہ پر مکان دیا سال ختم ہونے پر اس نے کرایہ دار کو کہا اگر تو آج مکان فارغ کردے تو بہتر، ورنہ ماہانہ کرایہ ایک ہزار تجھ پر لازم ہوگا جبکہ کرایہ دار مکان کی ملکیت کا معترف ہے تو اس کو سامان منتقل کرنے کی مدت مثلی اُجرت پر ہم تسلیم کرینگے اور اس کے بعد مالک کے قول کے مطابق ادا کرے گا۔ (ت)

اسی طرح اگر خود زمین کی لگان بڑھ گئی، وہ اور اس کے گردوپیش کی زمینیں پہلے ایک روپے بیگھہ تھیں، اب مثلاً دو۲ روپے بیگھہ ہوگئیں، اور اس کی مدّت اجارہ ختم ہوگئی، اور مالک نے اضافہ چاہا، تو اس پر بھی شرعاً دو۲ روپے کی شرح لازم ہوگئی، اگرچہ نہ صرف سکوت بلکہ کاشتکار صراحۃً انکار کرتا رہا ہو'

لانہ لما تمت اجارتہ، وطلب المالك الزیادۃ، فابٰی صار غاصبا، والارض معدۃ للاستغلال، ولیس للمزارع تاویل ملك لعدمہ، ولاعذر لانتہائہ، فیجب علیہ

کیونکہ جب کرایہ داری کی مدت ختم ہوگئی ہو اور مالک زائد کرایہ طلب کرتا ہو تو مستاجر کے انکار کردینے کے بعد رہائش غاصبانہ ہوگی جبکہ زمین کرایہ حاصل کرنے کے لئے ہی مختص ہے اور مزارع کو ملکیت کا بھی عذر نہیں کیونکہ وہ مالک نہیں اور نہ ہی مدت

---

[۱] درمختار کتاب الاجارہ مسائل شتی عن الاجارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۸۶

[۲] ردالمحتار " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۹۶

Marfat.com

باجرة المثل، وھی الاٰن ابیتان۔

اجارہ کے ختم ہونے میں عذر ہے تو اس پر مثلی اجرت کا کرایہ لازم ہوگا جو کہ اب دو روپیہ (مثلاً) ہے (ت)

درمختار میں ہے:

منافع الغصب لاتضمن عندنا، الا فی ثلث، فیجب اجرالمثل ان یکون المغصوب وقفا اومال یتیم، اومعد اللاستغلال، الا فی المعد للاستغلال اذا سکن، بتاویل ملك اوعقد فلاشیئ علیہ[1] اھ ملتقطا۔

غصب کے منافع ہمارے نزدیک قابلِ ضمان نہیں ہیں ماسوائے تین مواقع کے، ایک یہ کہ مغصوب وقف ہو تو اس کی مثلی اُجرت لازم ہوگی، دوسرا یہ کہ وہ مغصوبہ چیز یتیم کا مال ہو، تیسرا یہ کہ وہ چیز کرایہ حاصل کرنے کے لئے مختص ہو، ہاں اگر ملکیت کی تاویل سے اس کرایہ والی زمین میں رہائش پذیر ہو تو پھر اس پر کوئی ضمان لازم نہ ہوگا اھ ملتقطا (ت)

تو بنام خرچہ جو کچھ ملے اس اضافہ میں جو شرعًا اس پر لازم ہوچکا وصول کرلے لانہ ظفر بجنس حقہ (کیونکہ وہ اپنے حق کی جنس پر قابض ہوا۔ت) ردالمحتار میں ہے:

اذا لم یمکنہ الرفع للحاکم، فاذا ظفر بمال مدیونہ، لہ الاخذ دیانۃ، بل لہ الاخذ من خلاف الجنس علی ما نذکرہ قریبا[2]۔

جب حاکم کے ہاں پیش کرنا ممکن نہ رہے تو جب اپنے مدیون کے مال پر کامیابی پالے تو قبضہ میں لے لے، یہ اس کو دیانۃً اجازت ہوگی، بلکہ اس کو اپنے حق کی جنس کے خلاف بھی اس کا مال ملے تو قبضہ کرلے جیسا کہ ہم عنقریب ذکر کریں گے۔ (ت)

اور اگر اجارہ کی کچھ مدت مقرر نہ کی یوں ہی سال بسال کاشت کرتا چلا آتا ہے، جب تو ختم ہر سال پر زمیندار کو اختیارات مذکورہ حاصل، اور احکام مذکورہ نافذ ہیں، کہ اس سے ہر سال پر نیا اجارہ منعقد ہوتا ہے کما اشرنا الیہ (جیسا کہ ہم نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے) درمختار میں ہے:

اٰجرحانوتا کل شھر بکذا، صح فی واحد فقط، واذا تم الشھر، فلکل فسخھا بشرط حضور الاٰخر لانتھاء العقد الصحیح، وفی

ایک دکان کسی معینہ معاوضہ پر ماہانہ اجرت پر دی تو صرف ایک ماہ کا یہ اجارہ صحیح ہوگا اور جب مہینہ ختم ہوجائے تو دونوں میں سے ہر ایک فریق کو اس کے فسخ کا اختیار ہوگا بشرطیکہ

---

[1] درمختار کتاب الغصب مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۰۸-۲۰۹

[2] ردالمحتار کتاب السرقۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۰۰

Marfat.com

کل شہر سکن فی اولہ صح العقد فیہ ایضا[1] الخ باختصار۔

دوسرا فریق وہاں موجود ہو، کیونکہ صحیح عقد ختم ہو گیا ہے اور جس مہینہ کی ابتداء میں وہاں رہائش پذیر رہا اس مہینہ کے اجارہ کا عقد بھی صحیح قرار پائیگا الخ باختصار (ت)

بالجملہ یہ قاعدہ کلیہ نفیسہ جلیلہ حفظ کرنے کا ہے کہ جب کسی کا دوسرے پر کچھ آتا ہو، یا اس سے لینے کا شرعاً حق رکھتا ہو، اور اپنے اس حق تک قانوناً نہ پہنچ سکتا ہو، تو اس کے وصول کے لئے کسی ایسے امر کا ارتکاب جو قانوناً ناجائز ہو، اور جرم کی حد تک پہنچے شرعاً بھی ناجائز ہوگا کہ ایسی بات کے لئے جرم قانونی کا مرتکب ہو کر اپنے آپ کو سزا اور ذلت کے لئے پیش کرنا شرعاً بھی روا نہیں،

قال تعالٰی لاتلقوا بایدیکم الی التھلکۃ[2]، وقد جاء الحدیث عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ینھی المومن ان یذل نفسہ[3]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔ اور حدیث شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد منقول ہے کہ آپ نے مومن کو اپنا نفس ذلت میں ڈالنے سے منع فرمایا ہے۔ (ت)

مگر جب کوئی ایسا ذریعہ پائے کہ قانوناً کوئی رقم اس سے وصول کر سکے تو اجازت ہے کہ اس نیت جائزہ سے اسے لے اگرچہ قانوناً کسی دوسرے نام سے ملے،

فان الشیئ اذا وصل الٰی مستحقہ من المستحق علیہ، جعل واصلا من الجھۃ التی یستحقہ، کما فی الدر المختار[4]، وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ مانوی[5]۔

توبیشک جب مستحق کو اپنے مدیون کی کوئی چیز ہاتھ لگے تو اس کو استحقاق کے طریقہ پر پہنچا تصور کیا جائیگا جیسا کہ درمختار میں مذکور ہے، حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اعمال کا اعتبار نیت پر ہے اور ہر شخص کو اسکی نیت کا ثمرہ ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الاجارۃ الاجارۃ الفاسدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۷۸

[2] القرآن الکریم ۲/۱۹۵

[3] مسند امام احمد بن حنبل ترجمہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۵/۴۰۵

[4] درمختار کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۸

[5] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲

Marfat.com

اور یہ ضرور ہے کہ شرعی اجازت سے آگے نہ لے، مثلاً سَو روپے آتے تھے تو سَو یا سَو سے کم لے سکتا ہے زیادہ جائز نہیں، اور یہ بھی لحاظ رہے کہ شرع مطہر جس طرح بُرے کام سے منع فرماتی ہے یونہی بُرے نام سے، تو ایسے ذریعہ سے بچے جس میں اگرچہ یہ اپنی نیت کے سبب لیتا آتا، یا ایک شئی مباح لیتا ہو جس میں اُس پر مواخذہ نہیں، مگر وُہ ظاہری ذریعہ ایسا ہو جس سے بدنامی ہو، لوگ اسے مرتکب حرام سمجھیں، غیبت کریں، جیسے سود کا نام، تو اس سے بھی بچے اور صبر کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۱ تا ۵۴ ازموضع نگلہ ہریہ، تحصیل موانہ، ڈاک خانہ بہلادود، ضلع میرٹھ، مرسلہ سید اکبر علی ۳ شعبان ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کاشتکار موروثی ہے، اور لگان بحساب دو روپیہ فی بیگھہ زمیندار کو ادا کرتا ہے، اور وُہ زمین جو زیر کاشت موروثی زید ہے اصل میں للعہ فی بیگھہ کے لگان کی ہے کیونکہ اس اراضی سے ملحقہ اور ہم حیثیت اراضی مبلغ للعہ فی بیگھہ لگان پر کاشت کرائی جارہی ہے، اور دوسرے کاشتکار خوشی سے للعہ فی بیگھہ لگان پر کاشت کرتے ہیں زمیندار کا بہت بڑا نقصان ہے اور کاشتکار مذکور زمیندار کے کہنے سے لگان میں اضافہ نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ شرعاً نالش کر دو، بعد ہو جانے ڈگری کے لگان زیادہ دُوں گا، اور زمیندار خود تو اضافہ نہیں کرسکتا کیونکہ کاشتکار رضامند نہیں، اور کچہری سے بچند وجوہ ہو نہیں سکتا۔ اس معاملہ میں وکلا سے بہت زیادہ تحقیق کرلی گئی ہے، اگر کاشتکار لگان اس وقت جبکہ قانون نے اس پر واجب کیا ہے نہ ادا کرے، اور زمیندار محض اپنے نقصان کی تلافی کی غرض سے لگان کے روپیہ پر سُود لگادے اور کہہ دے کہ میں اپنے لگان میں لیتا ہوں تو کچھ گناہ تو نہیں ہے، اس طریقہ سے کچھ تلافی نقصان ہو جائے گی۔

دوم یہ کہ اگر زمیندار کچہری میں ایک سچّی بات کو چھپائے اور جھُوٹی بات کو ظاہر کرے تو اپنے نقصان کی معمولی سی تلافی کرسکتا ہے اور اراضی موروثی کا اس کے قبضہ سے نکل جانا بھی ممکن ہے، اس جھوٹی بات کو ظاہر کرنے سے جو زمیندار محض اپنے نقصان کی تلافی کی غرض سے کرتا ہے کوئی گناہ ہوگا یا نہیں؟

سوم یہ کہ کاشتکار موروثی کا کوئی حق ہے یا نہیں؟

چہارم یہ کہ شریعتِ مطہرہ کے نزدیک زمیندار کی مالی نقصان کی تلافی مال سے کیونکر ممکن ہے؟ فقط۔

الجواب

جواب سوال اول وسوم وچہارم، شرع مطہر کے نزدیک مملوک زمینوں میں جیسی عام دیہات کی زمینیں ہیں کہ زمینداران کے مالک ہیں اصلاً کبھی کسی طرح حقِ موروثی حاصل نہیں، شرعاً

Marfat.com

زمیندار کو اختیار ہے کہ جب پٹہ کی میعاد ختم ہو، یا اگر کاشتکار سے کوئی میعاد معین نہ ٹھہری تو جس ختم سال پر چاہے کاشتکار سے کہہ دے کہ اب سے کاشت چھوڑ دے مجھے زمین تجھ کو دینا منظور نہیں، اس کہنے سے وہ زمین سے شرعاً بے تعلق ہو جائے گا' اور اسے حرام ہوگا کہ قبضہ نہ چھوڑے، اگر نہ چھوڑے گا غاصب ہوگا' اور اس کے بعد سے عندالشرع اس پر وہی چار روپے بیگھہ واجب ہوگا جو وہاں اُس حیثیت کی زمینوں کی عام شرح ہے اگر نہ دے گا اور وہی دو روپے بیگھہ ادا کرتا رہے گا تو بحکم شرع وہ فی بیگھہ دو روپے سال کا مدیون ہوتا رہے گا، مثلاً ایسی زمین پچاس بیگھے اُس کی کاشت میں ہے تو زمیندار کے سو روپے سال ہمیشہ اس پر چڑھتے رہیں گے جب تک زمین نہ چھوڑے، نیز زمیندار کو اختیار ہے کہ ختم میعاد یا صورت ثانیہ میں جس ختم سال پر چاہے اس سے زمین نکالنے کو نہ کہے، بلکہ یُوں کہے کہ آج سے یہ زمین چار روپے یا دس روپے بیگھہ ہے (جو وہاں اس زمین کی عام شرح ہو رہی ہے، خواہ اس قدر کہے یا اس سے کم یا جس قدر چاہے زیادہ، مثلاً سو روپے بیگھہ، ہزار روپے بیگھہ) اگر کاشتکار اپنے زعم پر کہ بہ بغیر چارہ جوئی قانونی کیا کر سکتا ہے، خاموش رہا اور کاشت کی، تو جتنا اس نے کہہ دیا تھا اس پر دین ہو رہے گا، اور اگر وہ سکوت نہ کرے بلکہ رَد کر دے، مثلاً کہے میں تو وہی دو روپے دوں گا زیادہ نہ دوں گا، تو یہ پھر اپنے کلام کا اعادہ کر دے یہاں تک کہ وہ خاموش ہو رہے اور دیکھے کہ نہیں چھیا تو کہہ دے مجھے تجھ کو دینا منظور نہیں، اس کے بعد کاشت کرے گا، تو وہی عام شرح مثلاً چار روپے اس پر لازم آئیں گے، ان طریقوں سے یہ تو ہوگا نہیں کہ زمیندار قانوناً دو روپے بیگھہ سے زائد لے سکے، جب تک باضابطہ اضافہ نہ کرائے جو ہزار دقتیں رکھتا ہے، نہ یہی ممکن کہ زمیندار اس بناء پر کہ شرعاً اس کے اجارہ سے نکل گئی اُسے خود بے دخل کر دے اور نہ صرف قانوناً بلکہ عندالشرع بھی زمیندار کو جائز نہ ہوگا کہ شرع مطہر ایسی بات کے لئے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے یا ذلت کے لئے پیش کرنے کی سخت ممانعت فرماتی ہے تو ایسی صورت کا ہر جرم قانونی اس عارض کی وجہ سے خود جرم شرعی اور گناہ ہے۔ ان طریقوں سے یہ نفع ہوگا کہ جب کاشتکار عندالشرع اس کا مدیون ہو لیا اور وہ دین قانوناً وصول ہو نہیں سکتا، تو کاشتکار سے جو رقم قانوناً وصول کر سکے، اور شرعاً وہ رقم نا واجب ہو اسے قانونی ذریعہ کے نام سے وصول کرے، اور اپنے اُسے آتے ہوئے میں مجرا کر لے جبکہ یہ رقم اُس قدر دین سے زائد نہیں، مثلاً کاشتکار پر لگان یا اضافہ یا بیدخلی یا کسی قسم کی کوئی نالش کرے جس کی حاجت زمینداروں کو اکثر پڑتی ہے، اور وہ نالش ڈگری ہو تو شرعاً مدعی کو اگرچہ حق پر ہو مدعا علیہ سے خرچہ لینا جائز نہیں، یہ خرچہ لے اور اُسے اپنے دین میں محسوب سمجھے یا زمینداریوں میں اکثر معمول ہے کہ کاشتکاروں سے لکڑی، اُپلا، بھس وغیرہ اُگھائی لیتے ہیں، یا ہل بیل گاڑی بہیل وغیرہ میں' اور یہ شرعاً جائز نہیں، ان کو وصول کرے اور اس میں مجرا لے، لکڑی وغیرہ قیمت کے اعتبار سے، اور بیل

Marfat.com

وغیرہ اجرت کے لحاظ سے ، یونہی اگر قسط چوکنے سے یا لگان تقاوی وغیرہ پر سُود کا نام کرے اور سُود کی نیت نہ ہو بلکہ اسی دین میں وصول کرے تو یہ رقم بھی شرعًا اس کے لئے مالِ حرام نہ ہوگی ، مگر اس سے احتراز یُوں لازم ہے کہ شرع نے جس طرح بُرے کام سے منع فرمایا بُرے نام سے بھی منع فرمایا ، اور اپنے آپ کو بلاضرورتِ شرعیہ مطعون کرنا مسلمانوں کو اپنی غیبت و بدگوئی میں مبتلا کرنا شرعًا منع ہے ، سُود کے نام لگانے سے لوگ اصل حقیقت کو نہ جانیں گے ، اور اُسے معاذاللہ سود خور کہیں گے ، بدنام کریں گے ، یہ کس کس کو اپنی نیت اور معاملہ کی اصل حالت بتاتا پھرے گا ، ایسی بات سے احتراز چاہئے بخلاف خرچہ اُگھاتی ، سہیل بیگار معمولی و رائج اشیاء کے ، کہ عوام ان پر مطعون و بدنام نہ کریں گے ، غرض کاشتکار کہ شرعًا ناجائز قبضہ رکھے ، مدیون بنانے کے وہ طریقے ہیں اور اپنے مالی نقصان کی تلافی کی یہ صورتیں ، بغیر ان طریقوں کے صرف اس وجہ سے کہ گرد و پیش کی زمینوں کی شرح بڑھ گئی ہے ، کاشتکار پر دو روپے بیگھہ سے زیادہ کچھ واجب نہ ہوگا ، اور یہ زیادہ لے گا تو ناواجب لے گا ، اس مجمل بیان کو خوب سمجھ لینا چاہئے کہ اس میں شرعی اطاعت بھی رہے اور قانونی رعایت بھی اور مالی حفاظت بھی ، اور ان اصول و مسائل سے آج کل کے بہت ذی علم بھی غافل ہیں عوام تو عوام ، اب ہم بعض عبارات ذکر کریں کہ تفصیل موجبِ تطویل ،

فی ردّ المحتار عن الخیریۃ عن الحاوی عن الاسرار اذا استاجر ارضا ملکا لیس للمستاجر ان یستبقیھا کذلک ان ابی المالک الا القلع بل یکلفہ علٰی ذٰلک[1]	ردالمحتار میں خیریہ سے انھوں نے حاوی سے بحوالہ الاسرار نقل کیا کہ اگر کسی نے کسی نجی ملکیت کو اجارہ پر لیا تو مستاجر کو حق نہیں کہ اس کو اپنے لئے باقی رکھے جس طرح سرکاری زمین کو باقی رکھ سکتا ہے جبکہ مالک اس کو اپنے تجاوزات ختم کرنے پر مصر ہو بلکہ مالک اس کو پابند بنا سکتا ہے ۔ (ت)

درمختار میں ہے :

قال للساکن اسکن بکذا والا فانتقل ، فسکت ، لزمہ ما یسمی[2]	جب مالک نے کرایہ دار کو کہا اگر رہنا ہو تو اتنے معاوضہ پر رہو ورنہ منتقل ہو جاؤ تو اس پر کرایہ دار خاموش رہا تو مالک کا ذکر کردہ معاوضہ اس پر لازم ہو جائیگا ۔ (ت)

اسی میں ہے :

---

[1] ردالمحتار کتاب الاجارۃ باب ما یجوز من الاجارۃ الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۹
[2] درمختار " مسائل شتی من الاجارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۸۶

Marfat.com

يجب اجر المثل فی المعد للاستغلال[1]

کرایہ حاصل کرنے کے لئے مخصوص شدہ زمین کی مثلی اجرت لازم ہوگی۔ (ت)

اسی میں ہے:

الاصل ان المستحق بجهة اذا وصل الی المستحق بجهة اخری اعتبر واصلا بجهة مستحقه ان وصل الیه من المستحق علیه والا فلا، وتمامه فی جامع الفصولین[2]

مستحق کو اس کا استحقاق کسی دوسرے طریقہ سے بھی ملے تو وہ استحقاق کے طریقہ پر ہی متصور ہوگا بشرطیکہ اس کو مدیون کی جانب سے پہنچے، ورنہ نہیں، اس کی تمام بحث جامع الفصولین میں ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

اذا لم یمکنه الرفع للحاکم فاذا ظفر بمال مدیونه له الاخذ دیانة، بل له الاخذ من خلاف الجنس[3]

جب اس کو حاکم کے ہاں پیش کرنا ممکن نہ ہے تو جب اپنے مدیون کا مال ہاتھ لگے تو دیانۃً اس کو لینا جائز ہے بلکہ حق کی جنس کے خلاف بھی مال ملے تو لینے کا حق ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

الفتوی الیوم علی جواز الاخذ عند القدرة من ای مال کان[4] واللہ تعالٰی اعلم۔

آج کل فتوٰی یہ ہے کہ مدیون کے کسی بھی مال پر قدرت پائے تو لینا جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

جواب سوال دوم: جھوٹ بولنا حرام ہے، ہاں اپنا حق وصول کرنے یا اپنے اوپر سے ظلم دفع کرنے کے لئے پہلو دار بات کی اجازت ہے، جس کا ظاہر کذب ہو اور باطن میں صحیح معنی مراد ہوں، وہ بھی اسی حالت میں کہ صدق محض سے وُہ حق نہ ملے اور ظلم نہ ٹلے، ورنہ یہ بھی جائز نہیں۔ درمختار میں ہے:

الکذب مباح لاحیاء حقه ودفع الظلم عن نفسه، والمراد التعریض، لان عین

اپنے حق کو ثابت اور ظلم کو ختم کرنے کے لئے جھوٹ مباح ہے، اس جھوٹ سے مراد تعریض ہے نہ کہ

---

[1] درمختار | کتاب الغصب | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/۲۰۸-۲۰۸
[2] درمختار | کتاب البیوع باب البیع الفاسد | " " " | ۲/۲۸
[3] ردالمحتار | کتاب السرقة | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۳/۲۰۰
[4] ردالمحتار | کتاب الحجر | " " " | ۵/۹۵

Marfat.com

الکذب حرام[1] عین جھوٹ، کیونکہ یہ حرام ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

حیث ابیح التعریض لحاجة لایباح لغیرھا، لانه یوھم الکذب[2]

جہاں کسی حاجت کی وجہ سے تعریض جائز ہے وہاں بغیر حاجت جائز نہیں، کیونکہ تعریض جھوٹ کا وہم پیدا کرتی ہے (ت)

ہاں اگر ظلم شدید ایسا ہو کہ قابلِ برداشت نہیں، ضرر ایسا سخت ہے جس کا مفسدہ کذب کے مفسدہ سے بڑھ کر ہے، اور اس کا دفع بے کذب ناممکن ہو تو مجبوری اجازت پا سکتا ہے لان الضرورات تبیح المحظورات (کیونکہ ضروریات ممنوع چیزوں کو مباح کرتی ہیں۔ ت)، ردالمحتار میں منقول:

ینبغی ان یقابل مفسدة الکذب بالمفسدة المترتبة علی الصدق فان کانت مفسدة الصدق اشد فله الکذب، وان بالعکس او شك حرم[3]، وقد نقلنا القول فیه فی فتاونا۔ واللّٰه تعالٰی اعلم۔

جھوٹ کے فساد اور صدق پر مرتب ہونیوالے فساد کا تقابل کیا جانا مناسب ہے اگر صدق پر مرتب فساد شدید ہو تو جھوٹ مباح، اور اگر معاملہ بالعکس ہو یا دونوں صورتوں میں شک ہو تو پھر کذب حرام ہے اور فیصلہ کن قول ہم نے اپنے فتاوٰی میں ذکر کیا ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۴: از کرتولی مرسلہ حکیم رضا حسین خاں سلمہ ۷ جمادی الآخرہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مشترک گاؤں میں اگر ایک شریک بے اذن دیگر شرکاء خود کاشت کرے، تو جائز ہے یا نہیں؟ اور دیگر شرکاء اس سے اپنے حصے کی لگان لیں گے یا کیا؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

زمین مشترک میں ایک شریک کا زراعت کرنا اگر باذن جمیع شرکاء ہے، بلاشبہہ روا ہے، پھر جبکہ وہ زمین گاؤں کی ہے، اور دیہات کی زمین اجارہ ہی کے لئے ہوتی ہے، تو جب تک تصریح نہ ہو جائے کہ لگان نہ لیا جائے گا، شرکاء کے حصے کا اس پر لگان آئے گا،

---

[1] درمختار کتاب الحظروالاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۴
[2] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۷۵
[3] " " " " ۵/ ۲۷۴

Marfat.com

لان الاجارة من الشريك جائزة ، لعدم الشيوع فى المنافع الحادثة اذ الكل تحدث على ملكه اما لملكه او للاجارة ، بخلاف الاجارة من احد شريكيه ، او اجارة البعض من غير الشريك حيث لا تجوز للشيوع كما فى الهداية[1] والدر[2]۔

تمام شرکاء کی طرف سے اجارہ حاصل کرنا جائز ہے کیونکہ اب منافع میں شیوع نہ ہوگا کیونکہ پیدا ہونے والے تمام منافع اس کو اپنی ملکیت کی وجہ یا اجارہ کی وجہ سے حاصل ہوں گے بخلاف جبکہ تمام شرکاء میں سے ایک یا بعض سے اجارہ کرے تو ناجائز ہوگا، کیونکہ ان صورتوں میں شیوع پایا جائے گا، جیسا کہ ہدایہ اور درمختار میں ہے۔ (ت)

اور اگر شرکاء کے خلافِ مرضی زراعت کرے گا گنہ گار و غاصب ہوگا، پھر اگر اس کی زراعت سے زمین کو نقصان پہنچا تو حصص شرکاء کے لئے اس نقصان کا تاوان دے گا، اور اگر کوئی نقصان نہ پہنچا تو کچھ نہ دے گا، اس صورت میں لگان عائد نہیں ہوسکتا،

لانها وان كانت معدة للاستغلال فالشريك يتصرف فيها بتاويل الملك ، والتصرف به بتاويل العقد يمنع الاجر فى المعد بخلاف الوقف ومال اليتيم حيث يجب فيهما مطلقا كما بينه فى الدر[3] المختار ورد[4] المحتار ۔

کیونکہ اگرچہ وہ زمین کرایہ داری کے لئے تیار رکھی ہے تو شریک کا اس میں تصرف ملکیت کی تاویل سے ہے جبکہ عقد کی تاویل کرایہ داری والی چیز میں اجرت کے لئے مانع ہے بخلاف وقف اور مالِ یتیم کے، کیونکہ ان میں اجرت لازم ہے، جیسا کہ درمختار اور ردالمحتار نے یہ بیان کیا ہے۔ (ت)

اور اگر نہ شرکاء کا صریح اذن تھا، نہ ممانعت، بلکہ اُن سے بے پُوچھے بطورِ خود اس نے زراعت کی تو اس میں حکم منقول و منصوص تو یہ ہے کہ اگر معلوم ہو کہ زراعت یا اس خاص زراعت سے زمین کو نقصان پہنچے گا، یا زراعت نہ کرنے سے زمین کی طاقت بڑھے گی، تو اس صورت میں شرکاء سے بے پُوچھے اس کا زراعت کر لینا صورتِ غصب میں داخل ہے، اور حکم وہی ہے کہ نقصان کا تاوان ہے لگان کچھ نہیں، اور اگر معلوم ہے کہ

---

[1] الهدایہ	کتاب الاجارة	باب الاجارة الفاسدة	مطبع یوسفی لکھنؤ	۳۹/۳
[2] درمختار	"	"	مطبع مجتبائی دہلی	۱۷۷/۲
[3] درمختار	کتاب الغصب		"	۲۰۸-۰۹/
[4] ردالمحتار	"		داراحیاء التراث العربی بیروت	۱۳۲/۵

Marfat.com

زراعت سے زمین کو منفعت ہوگی، تو یہ صورت صورتِ اجازت میں داخل ہے کہ اگرچہ صراحۃً اذن نہ ہُوا، مگر بوجہ منفعت دلالۃً اذن ہے، اس صورت میں بھی حکم یہ لکھتے ہیں کہ لگان دینا نہ آئے گا، ہاں شرکاء کو یہ اختیار ہوگا کہ اپنے اپنے حصّوں کی قدر وہ بھی اتنی اتنی مدت تک اس کی زراعت کرلیں، مثلاً دو شریک تھے، ایک ایک ثلث کا دوسرا دو ثلث کا ثلث والے نے ایک سال زراعت کی، تو دو ثلث والا دو سال زراعت کرسکتا ہے،

اقول مگر یہ حکم اُس صورت کا ہے کہ زمین اجارہ کے لئے معد و معروف نہ ہو کہ اس صورت میں اگرچہ بوجہ منفعت دلالۃً اذن ہے، مگر اذن عاریت و اجارہ دونوں کو محتمل ہے، اور عاریت اقل ہے، تو وہی متعین ہے، اور اجارہ بلا دلیل ثابت نہیں، لہٰذا اجر واجب نہ آیا، مگر جو زمین معد للاستغلال ہے، جیسے زمینِ دیہات، اس میں ثبوت اذن بحکم اعداد و عہد بروجہ اجارہ ہی مانا جائے گا، جب تک صراحۃً نفی اجازت یا تصریح عاریت نہ کردیں لان المعروف کالمشروط وھذا ظاھر جدًا (کیونکہ معروف چیز مشروط کی طرح ہے اور یہ بالکل واضح بات ہے۔ ت) تو یہ صورت مثل صورت اولیٰ یعنی زراعت باذن صریح شرکاء ہوگی، اور لگان لازم آئے گا، اسے نہ مانئے تو بحال منفعت اذن دلالۃً ثابت ہونا، اگر وہاں چل سکے جہاں کوئی مزارع موجود نہیں، تو آباد دیہات میں اس کا ثبوت سخت دشوار ہے کہ غیر شخص زراعت کرتا تو شریک دیگر کو اپنے حصہ کی اجرت ملتی، اور شریک نے خود کاشت کی، اور لگان دلائیں نہیں، صرف یہ اختیار دیں کہ اتنی مدت یہ بھی زراعت کرلے، اور ممکن کہ یہ زراعت کے لئے آمادہ نہ ہو، اس کے اسباب نہ رکھتا ہو، اس کے کاموں کا متحمل نہ ہو، اُن کی فرصت نہ پاتا ہو، تو اس کا حصہ بلا معاوضہ دوسرے کے تصرف میں رہا، اس پر رضا و اذن دلالۃً ماننا بہت مشکل ہے بخلاف اس صورت کے کہ لگان لازم کریں کہ صریح نفع حاصل ہے، یہ دونوں صورتیں علم کی تھیں، اور اگر کچھ نہ معلوم ہو کہ زراعت سے زمین کو مضرت پہنچے گی یا منفعت، اس کا حکم نہیں لکھتے، **اقول** وہ صورت مضرت کے حکم میں ہے کہ دلالۃً ثبوت اذن بوجہ علم منفعت تھا، جب یہ نہیں وہ نہیں، تو نہ ہوا مگر مطلقاً بلا اذن تصرف، اور یہی غصب ہے،

وذلك لان الاصل فی التصرف فیما فیه ملك لغیرہ الحظر الا باذنه ولو دلالةً، ولم یوجد ھو ولا ھی۔

اس لئے کہ قاعدہ یہ ہے کہ غیر کی ملک میں تصرف اس کی اجازت کے بغیر منع ہے اگرچہ وہ اجازت دلالۃً ہو، جبکہ یہاں کسی طرح اجازت نہیں (ت)

جامع الفصولین فصل ۳۲ بحث "انتفاع بمشترک" میں ہے:

یغرم الزارع لشریکه نقصان نصف الارض لو انتقصت لانه غاصب

ایک شریک نے زمین کاشت کی تو وہ دوسرے شریک کے نصف حصّہ کے نقصان کا ضمان دے گا

Marfat.com

في نصيب شريكه (من) وعن محمد رحمه الله تعالى، لو غاب احدهما فللشريك ان يزرع نصف الارض، ولو اراد الزراعة في العام الثاني زرع النصف الذي كان زرعه، ويفتى بانه لو علم ان الزرع ينفع الارض ولا ينقصها فله ان يزرع كلها، ولو حضر الغائب فله ان ينتفع بكل الارض مثل تلك المدة، لرضا الغائب في مثله دلالة، ولو علم ان الزرع ينقصها او الترك ينفعها ويزيدها قوة فليس للحاضر ان يزرع فيها شيئا اذ الرضا لم يثبت هنالك كذا، (قفط)[1]

بشرطیکہ کاشت سے زمین کو نقصان ہو کیونکہ وہ اپنے شریک کے نصف کا غاصب ہے (مز)، اور محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ اگر ایک شریک غائب ہو تو دوسرے شریک کو نصف زمین کاشت کرنے کا اختیار ہے، اور اگر دوسرے سال بھی زراعت کرنا چاہے تو اسی حصہ کو کاشت کرے، اور فتویٰ یہ ہے اگر معلوم ہو کہ زراعت زمین کے لئے مفید ہے نقصان دہ نہیں ہے تو تمام زمین کو کاشت کرے اور غائب شریک آجائے تو اس کو حق ہوگا کہ وہ بھی اتنی ہی مدت کل زمین کو اپنے لئے کاشت کرے، یہ اس لئے کہ مفید ہونے کی صورت میں غائب کی دلالۃ رضا ہے، اور اگر معلوم ہو کہ کاشت زمین کے لئے نقصان دہ ہے یا ترکِ زراعت مفید ہے اور زمین کے لئے مزید قوت کا باعث ہے تو پھر حاضر شریک کو کوئی چیز کاشت کرنے کی اجازت نہیں ہوگی، کیونکہ نقصان کی صورت میں دوسرے شریک کی رضا ثابت نہیں ہے، یوں "قفط" میں ہے۔ (ت)

ردالمحتار کتاب الغصب میں ہے:

نقل (اى فى تنوير البصار) اولاً عن العمادية عن محمد (فذكر ما قدمنا عن الجامع قال) ثم نقل عن "القنية" ان الحاضر لا يلزمه في الملك المشترك اجر، وليس للغائب استعماله بقدر تلك المدة، لان المهاياة بعد الخصومة، قال وبينهما تدافع الا ان يفرق بين الارض و

تنویر الابصار میں اوّلاً عمادیہ سے بحوالہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نقل کیا اور جامع الفصولین سے ہمارے نقل کردہ کے موافق ذکر کیا، پھر انھوں نے قنیہ سے یہ نقل کیا کہ حاضر شریک پر مشترکہ ملکیت میں کوئی اجرت لازم نہیں ہوتی اور غائب کو اتنی مدت زمین کو استعمال کرنے کا اختیار نہیں ہے کیونکہ بدلہ کا لین دین قاضی کے ہاں خصومت کے بعد ہوتا ہے، اور کہا کہ ان دونوں منقولہ عبارتوں میں اختلاف ہے الّا یہ کہ زمین اور

---

[1] جامع الفصولین الفصل الثالث والثلاثون اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۱۳۹

Marfat.com

الدار، وھو بعید او انھما روایتان، ثم نقل عن الخانیۃ ان مسئلۃ الدار کمسئلۃ الارض، وان للغائب ان یسکن مثل ما سکن شریکہ، وان المشائخ استحسنوا ذلک و ھکذا روی عن محمد وعلیہ الفتوٰی[1]

دار کا فرق قائم کیا جائے اور یہ بعید ہے یا یہ کہا جائے یہ دو مختلف روایتیں ہیں، اس کے بعد انھوں نے خانیہ سے نقل کیا کہ دار کا مسئلہ اور زمین کا مسئلہ ایک ہے کہ مکان میں بھی شریک غائب کو اتنی مدت سکونت کا حق ہے جتنی مدت حاضر شریک سکونت پذیر رہا، اور اس کو مشائخ نے پسند فرمایا ہے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے بھی اسی طرح منقول ہے اور اسی پر فتوٰی ہے (ت)

نیز جامع الفصولین میں بعد عبارت مذکورہ ہے:

(فص) سکن دارا مشترکۃ بغیبۃ شریکہ لایلزمہ اجر حصتہ ولو معدۃ للاستغلال (الی قولہ) علل فی (ذ) بانہ سکن بتاویل الملک فلا اجر (واقعۃ الفتوٰی) زرع ارضا بینہ وبین غیرہ ھل لشریکہ ان یطالبہ بربع او ثلث بحصۃ نفسہ کما ھو عرف ذلک الموضع، اجیب بانہ لا یملک ذلک ولکن یغرمہ نقصان نصیبہ فی الارض لو انتقصت[2]

(فص) ایک شریک مشترکہ مکان میں دوسرے کی غیر موجودگی میں سکونت پذیر رہا تو اس پر کوئی اجرت لازم نہ ہوگی اگرچہ مکان کرایہ داری کے لئے تیار کیا ہو، ان کا بیان اس قول تک کہ (ذ) میں اس کی علت یہ بیان کی گئی کہ وہ ملکیت کی تاویل پر سکونت پذیر ہوا ہے تو اجرت لازم نہ ہُوئی، واقعۃ الفتوٰی میں ہے کہ اپنی اور غیر کی مشترکہ زمین میں کاشت کرے تو کیا دوسرے شریک کو اس سے ربع یا ثلث کا اپنے حصہ کے طور پر مطالبہ کا حق ہے جیسا کہ وہاں معروف ہے، جواب دیا گیا کہ دوسرے شریک کو یہ حق نہیں ہے، ہاں اگر زمین کو کاشت سے نقصان ہوا تو اس کو اپنے نصف کے نقصان کا ضمان لینا روا ہوگا۔ (ت)

اقول یہ ہے وہ حکم کہ اس صورت زراعت بے اطلاع شرکاء پر کتب میں مذکور ہے، مگر یہ احکام عرف کے ساتھ دائر ہیں، اور یہاں دیہات میں عموماً عرف دائر وسائر یہی ہے کہ زمین کا اجارہ پر اٹھنا ہی منفعت جانتے ہیں اور اس کا پڑا رہنا ہی نقصان سمجھتے ہیں کہ وہ صرف معد للاجارہ ہوتے ہیں، اس کے بعد اس پر کوئی نظر نہیں ہُوئی کہ زراعت اس کے لئے نفع ہے یا ترک، تو یہاں یہ صورت صورت اولٰی یعنی اذن دلالۃً میں منحصر ہے، اور بوجہ اعداد اجر لازم، مگر کوئی خاص زراعت ایسی فرض کی جائے کہ زمیندار اس پر

---

[1] ردالمحتار کتاب الغصب داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۳۲-۱۳۱
[2] جامع الفصولین الفصل الثالث والثلاثون اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۲۹

Marfat.com

راضی نہ ہوتے ہوں اور اُسے مضارِض جانتے ہوں، تو وہ مستثنیٰ رہے گی، اس تقریر پر در بارۂ دیہات خلاصۂ حکم یہ ہے کہ شریک کو زراعت کرنا مطلقاً جائز اور حصہ شرکاء کا لگان مطلقاً لازم ہے، مگر اُس صورت میں کہ دیگر شرکائے صراحۃً منع کردیا ہو، یا کوئی ایسی زراعت کرے جس سے زمین بگڑتی ہو، اور زمیندار اس پر راضی نہ ہوتے ہوں۔ ان دونوں صورتوں میں نقصان زمین کا تاوان دے گا، اگر واقع ہو، اور لگان نہ آئے گا، اور شرکاء نے صراحۃً بلا لگان اجازت دی، تو لگان نہیں، اور زراعت جائز ہے، ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی (یہ میری طرف سے ہے اور علم حق میرے رب کے پاس ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۵: مسئولہ محمد سید علی صاحب طالب العلم، از کانپور مسجد حاجی بدنو شطرنجی محل، ۱۴ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

ملک بنگالہ میں ظاہراً ملک تین قسم پر منقسم ہے:

اوّل ملک شاہی،

دوم ملک زمینداری،

سوم ملک رعیتی۔

رعایا زمیندار کو خراج دیتے ہیں، اور زمیندار بادشاہ کو، بادشاہ ہی اصل مالک زمین کا ہے، اور بالکل تصرفات کا اختیار رکھتا ہے، زمین[عہ] بادشاہ کے تحت میں زمین کا مالک ہے، اور زمیندار کے تصرفات بادشاہ کے تصرفات کے تابع ہیں، اور رعیت زمیندار کے تابع ہے، زمیندار رعایا کو زمین و مکان میں جتنے تصرفات کے لئے حکم دیتا ہے، اُسی کا اس کو اختیار رہتا ہے زیادہ نہیں، اس حالت میں کوئی رعیت دوسری رعیت کے پاس اگر اپنی رعیتی زمین کو بیچے تو قیمت کے فی تولہ چار آنہ حساب سے (یا کم و بیش) زمیندار کی سرکار میں نذرانہ دینا ہوتا ہے مثلاً زید اگر اپنی رعیتی زمین کو عمرو کے پاس قیمت دو سَو روپے بیچے، اور عمرو دو سَو روپے دے کر قبالہ کرلے، اور زید عمرو میں خرید و فروخت ہوگیا، تو اب عمرو زمیندار کے سرکار میں فی تولہ چار آنہ کے حساب سے دو سَو کی نذر پچاس روپے علاوہ خراج کے جب تک ادا نہ کرے گا تب تک خریدی ہوئی زمین کی بابت زید کے نام کو خارج کرکے عمرو کے نام کو اپنے دفتر میں ثابت نہ کرے گا، عمرو کو اس زمین پر تصرف کرنے نہ دے گا، پس نذر مذکور علاوہ خراج کے زمیندار کو لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (دلائل کے ساتھ بیان کرکے اجر حاصل کیجئے۔ ت)

الجواب

جو زمیندار آباؤ اجداد کے وقت سے وراثۃً مالکِ زمین چلے آتے ہیں، یا جس نے ایسے مالکوں

عہ: فی الاصل کذلک لعلہ "زمیندار"۔

Marfat.com

سے بیع وہبہ وغیرہ کسی عقد صحیح شرعی سے ملک حاصل کی وُہ زمیندار اُس زمین کا شرعًا مالک ہے' اب یہ زمین جو ایک کاشتکار نے دوسرے کے ہاتھ بیع کی، اس بیع سے اگر وُہ خریدنے والا کاشتکار اس زمین کا مالک مستقل نہیں سمجھا جاتا' بلکہ زمیندار کو نذرانہ دینے کے بعد بھی کاشتکار ہی سمجھا جاتا ہے تو یہ بیع محض باطل ہے۔

کاشتکار اول نے جو ثمن کاشتکار دوم سے لیا وہ اس کے لئے ناجائز ہے۔ اس پر واجب ہے کہ کاشتکار دوم کو واپس دے، اور یہ نذرانہ کہ زمیندار کو دیا جائے گا کہ سال اول اُجرت زمین میں اضافہ تصور کیا جاتا تو زمیندار کو جائز ہوتا، مگر ظاہرًا وُہ اضافہ نہیں سمجھا جاتا، بلکہ پہلے کاشتکار کی جگہ دوسرے کو قائم کرنے کی رشوت تو یہ زمیندار کو بھی جائز نہیں، ہاں جبکہ کاشتکار اول اس اجارہ سے دوسرے کے لئے دست بردار ہوچکا، اور زمیندار نے دوسرے کو مستاجر قبول کرلیا تو یہ دوسرا شرعًا مستاجر ہوگیا، خراج کہ زمیندار اس سے لے گا' زمیندار کو حلال ہے۔ ظاہرًا صورت یہی واقع ہوتی ہوگی، نہ یہ کہ کاشتکار کی بیع بیع شرعی سمجھی جائے اور کاشتکار دوم زمین کا مالک مستقل قرار پائے، اور اگر بالفرض کہیں ایسا ہو اور کاشتکار اول کا دوسرے کے ہاتھ بیچنا بیع فضول ہو، اور زمیندار کا اس نذرانہ پر قبول کرنا زرِ ثمن میں اضافہ اور بیع کی اجازت ہے، تو وہ روپیہ جو کاشتکار اول کو ملا برضائے زمیندار اس کے لئے حلال ہے، اور وہ نذرانہ کہ زمیندار نے لے لیا اس کے لئے جائز ہے' مگر اب جو خراج زمیندار اس کاشتکار دوم سے لے گا یہ حرام و باطل ہے کہ اس تقدیر پر کاشتکار دوم زمین کا مالک مستقل ہوگیا، غیر مالک کا مالک سے خراج لینا کیا معنی، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۶ از شہر بریلی محلہ فراشی ٹولہ مرسلہ مقصود علی خاں ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں، کہ اگر زمیندار بٹائی کے کھیت کو خواہ وہ کفار کی کاشت میں ہو یا مسلمان کاشتکار ہو، چار اشخاص اہل ہنود یا مسلمان کے بیچ اس بٹائی کے کھیت کی کنکوت کرادے اور کاشتکار جو زمین کی کاشت کرتا ہو اس سے کہہ دے کہ اگر تجھ کو یہ تخمینہ منظور رہو تو اس کو کاٹ لے، اور زمیندار کا حصہ جو طے پایا ہو دے دینا، اور اگر منظور نہ کرے تو اس تخمینہ کو منسوخ کردے' ایسی صورت میں جبکہ کاشتکار بھی تخمینہ منظور کرلے تو یہ تخمینہ شرعًا جائز ہوگا یا نہیں؟ اور اس کی کمی بیشی کا مواخذہ ہوگا یا نہیں؟ جبکہ زمیندار کو اگر اس تخمینہ سے بیشی ہو تو اس کا کچھ خیال یعنی بیشی کا نہ ہو، اور اگر اس تخمینہ سے کم ہو تو زمیندار پر کاشتکار کا مواخذہ' جبکہ وہ تخمینہ منظور کرچکا ہو، ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

کنکوت باطل ہے، شرعًا اس کا کچھ اعتبار نہیں، نو سے من تخمینہ ہوا اور زمیندار کاشتکار دونوں نے منظور کرلیا، اور آدھے پر بٹائی ہے، تو اگر سو من پیدا ہوا زمیندار کے پانچ من کاشتکار پر اور رہے، اسے

Marfat.com

جائز نہیں کہ پچاس من کی جگہ پچپن۵۵ من خود لے اور پینتالیس۴۵ من زمیندار کو دے، اور اگر اسّی من پیدا ہوا تو زمیندار کا حق صرف چالیس۴۰ من ہے پانچ من زیادہ لینا اُسے حرام ہے، ورنہ مسلمان کاشتکار کے حق میں ماخوذ رہیگا اُس کی باطل منظوری کہ برخلاف مقتضائے عقد و بے اذن شرع ہے، کچھ معتبر نہیں۔ ہدایہ میں ہے:

من اشتری زیتا علی ان یزنه بظرفه فیطرح عنه مکان کل ظرف خمسین رطلا، فهو فاسد، وان اشتری علی ان یطرح بوزن الظرف جاز، لان الشرط الاول لایقتضیه العقد، والثانی یقتضیه[1]

اگر کسی نے اس شرط پر زیتون خریدا کہ میں اپنے پیمانہ سے ناپ کروں گا اور اس ہر پیمانہ پر پچاس رطل کاٹوں گا، تو یہ عقد باطل ہے، اور اگر اس شرط پر خریدا کہ پیمانہ کے وزن برابر شمار ہوگا تو عقد جائز ہوگا کیونکہ پہلی شرط عقد سے لاتعلق ہے جبکہ دوسری شرط عقد کے موافق ہے (ت)

ہاں ہندو کاشتکار سے اس کی مرضی و منظوری کی بناء پر اگر ایسے زیادہ مل جائے تو حرج نہیں،

لجواز ان یاخذ منهم بغیر غدر، ولو بعقد ان وقع بین مسلمین کان فاسدا کما بیناه فی بیوع فتاوٰنا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کیونکہ ہندوؤں سے غدر کے بغیر جو ملے لینا جائز ہے اگرچہ وہ ایسے عقد کے ذریعہ ملے جو مسلمانوں میں ہو تو فاسد قرار پائے جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی کے بیوع میں بیان کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ از بنارس گرانٹ بازار مسجد نواب ٹونک مرسلہ محمد شفیع صاحب ۴ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ

ایک زمیندار نے کاشتکار کو بخوشی و رضامندی اپنی بیس۲۰ بیگھہ اراضی کا پٹہ دوامی لکھ دیا اس شرط پر کہ فی بیگھہ اڑھائی روپے لگان جس کا جملہ پچاس روپیہ ہوتا ہے۔ اس قدر مالگزاری سال بسال ادا کیا کرو، اور ان اراضی کو چاہے خود کاشت کرو یا دُوسروں سے کاشت کراؤ، مگر مال گزاری اس کی حسب تحریر مندرجہ تم سے ادا کریں گے، اگر قسط پر ادا نہ کرو گے تو بنالش حق ادا کرنے کا ہم زمیندار کو ہوگا، اب کاشتکار ان اراضی کو خود ہی کاشت کرتا ہے اور دوسروں سے بھی کاشت کراتا ہے، اور جب دوسرے کاشتکار کے ساتھ بندوبست کرتا ہے تو فی بیگھہ پانچ روپے لیتا ہے اور جب بارہ۱۲ برس گزر گیا تو وہ اراضی انگریزی کاغذات میں قانوناً موروثی لکھی گئی، یعنی اب اُن اراضیوں کو زمیندار زبردستی بے دخل کرنے کا مستحق نہیں، اگر بخوشی و رضامندی اپنی کاشتکار واپس کردے تو زمیندار واپس کرسکتا ہے، یا اگر مال گزاری کاشتکار

---

[1] الہدایۃ کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۵۱

Marfat.com

نے ادا نہ کیا تو بنالش گورنمنٹ زمیندار کو بذریعہ ڈگری کاشتکار سے وصول کرا دے گا، اور اراضیوں کو بھی واپس کرا دے گا، اگر کاشتکار بعد ڈگری زمیندار کے مال گزاری کچہری میں داخل کر دیا، یا زمیندار کو دے کر رسید حاصل کیا تو پھر کاشت کار اُن اراضیوں سے بے دخل نہ ہوگا بدستور قائم رہے گا، ایسی حالت میں کاشتکار کو کاشتکارشکمی سے نفع لینا شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ اور کاشتکار جو خود کاشت کرتا ہے اس کی پیداوار سے کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر زمیندار کاشت کار کو زبردستی بے دخل کرے تو کچہری میں استغاثہ کرنے کا حق شرعًا پہنچتا ہے یا نہیں؟

الجواب

پٹہ دوامی شرع میں کوئی عقد لازم نہیں، ہر سال تمام پر وہ عقد ختم ہوتا اور طرفین کی رضا سے نیا شروع ہوتا ہے، ہر سال ختم ہونے پر شریعت مطہرہ کے نزدیک طرفین کو اختیار ہے کہ اس عقد سے باز رہیں، مملوک زمین میں مدت گزرنے سے شریعت کے حکم میں عقد لازم نہیں ہوتا، یہ قانونی بات ہے شرعی حکم نہیں، اگر رضائے زمیندار ہے تو جب تک بھی ہے کاشت کار اس میں کاشت کرسکتا ہے اور دوسروں کو ذیلی بھی بناسکتا ہے، مگر زرلگان جتنا خود ادا کرتا ہے اُس سے زیادہ دوسرے سے نہیں لے سکتا، اگر لے گا مال خبیث ہوگا، مگر تین صورتوں میں، ایک یہ کہ لگان کی جنس بدل دے مثلاً زمیندار سے روپے ٹھہرے ہیں، یہ ذیلی سے سونا یا نوٹ ٹھہرائے یا اس زمین میں کوئی مالیت کی چیز مثل کنویں کے اضافہ کرے یا اس زمین کے ساتھ دوسری زمین ملا کر مجموع کو ذیلی کی کاشت میں دے، مثلاً ڈھائی روپے بیگھ پر اُس سے لی ہے، یہ ایک بیگھ زمین اس میں اور شامل کرکے مجموع ۲۱ بیگھ بلاتفصیل ذیلی کو ایک سو پانچ روپے پر دے۔ یہ صورتیں جائز ہیں، اور اگر زمیندار کی رضامندی نہ ہو اور وہ اس سے زمین چھوڑ دینے کو کہے اور یہ موروثیت کے دباؤ سے جبرًا نہ چھوڑے تو شریعت کے نزدیک گنہ گار ہوگا، اور اس میں جو تنا اس کو ناجائز، جو ناج پیدا ہوگا خباثت سے خالی نہ ہوگا اور ذیلی کو دے گا تو وہ روپیہ بھی اس کے لئے ناجائز ہوگا، اور اسے حکم ہوگا کہ زمیندار کو دے دے یا فقیروں پر تصدق کرے، اور اول اولٰی ہے، جو شخص ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے حکم شریعت پر عمل کرنا چاہے، تو حکم یہ ہے ورنہ وہ جانے اور اس کا کام، واللہ تعالٰی اعلم۔

اللّٰھم ارزقنا حسنًا واسعًا بحق مولانا محمدٍ النبی الامی نبی الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین۔

اے اللہ! ہمیں وسیع نیکی عطا فرما حضور نبی المرسلین ہمارے آقا محمد النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین کے وسیلہ سے۔ (ت)

Marfat.com

مسئلہ ۵۸ تا ۶۱ از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مرسلہ نعمت علی صاحب ۱۴ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) کہ مالک کافر ہو یا مسلمان، رعایا اس کو بعض زمین کی مال گزاری دے اور بعض کی نہیں، اس کے لئے کیا حکم ہے، آیا وہ رعایا عند اللہ وعند الرسول ماخوذ ہوگا یا نہیں ؟

(۲) جس زمین کی رعایا مال گزاری دیتی ہے اس میں درخت لگایا، اب اس درخت کے فروخت کرتے وقت مالک اس کی قیمت کا چوتھائی حصہ مانگتا ہے، نہ دینے پر اللہ ورسول کے نزدیک ماخوذ تو نہیں ؟

(۳) کسی کھیت کے قریب مالک کی زمین غیر آباد ہے، رعایا نے اپنی زمین کے ساتھ اس غیر آباد زمین کو آباد کرلیا، تو یہ جائز ہے یا نہیں ؟

(۴) ایک شخص کی زمین مثلاً ۴ کٹھا ہے سروے ناپ نے غیر کی زمین لے کر ۵ کٹھا لکھ دیا ہے، اب اس زمین کو وہ شخص اپنے تصرف میں لاسکتا ہے یا نہیں، اگر تصرف میں لائے تو عند اللہ ماخوذ ہوگا یا نہیں ؟

الجواب

(۱) جو مالگزاری مقرر ہوئی اُسی کا نہ ادا کرنا ظلم وحرام ہے اگرچہ زمین والا کافر ہو۔

قال اللہ تعالٰی یاایھا الذین اٰمنوا اوفوا بالعقود[1] اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! عقود کو پورا کرو۔ (ت)

(۲) مالکِ زمین کا اس درخت میں کچھ حق نہیں، اس کا مانگنا ظلم ہے۔

(۳) جائز ہے جبکہ مالک کو لگان دے یا وہ معاف کردے۔

(۴) اگر وہ کٹھا اُس دوسرے کی ملک ہے تو بے اس کی اجازت کے غصب وحرام ہے، اور اگر وہ بھی کاشتکار ہے اور اس کے پٹے کی میعاد ابھی باقی ہے تو بے اس کی اجازت کے ناجائز ہے لانہ ان لم یملك رقبتھا فقد ملك منفعتھا (اگرچہ اس کے رقبے کا مالک نہیں تو وہ اس کے نفع کا مالک ہے۔ ت) اور اگر یہ بھی نہیں تو سابقاً یا لاحقاً اجازتِ زمیندار درکار ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۲ تا ۶۵ مسئولہ مولوی محمد رضا خاں سلمہٗ ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۳۴ھ

(۱) زید سے اس کی رعایا نے جس میں مسلم ومشرک دونوں ہیں، بیس۲۰ روپے ایک سال کے واسطے قرض مانگے اور لگان کھاتے کا جو قرض چاہ رہا ہے بیس۲۰ روپے ہے، اس نے کہا کہ بیس روپے تم کو بلا سودی

---

[1] القرآن الکریم ۵/۱

Marfat.com

بغیر کسی نفع کے دیئے جاسکتے ہیں، مگر تم کو اپنے کھاتے پر معہ سال بھر کے اضافہ کرنے ہوں گے، یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

(۲) جن اسامیوں سے کہ بقایا پچھلی وصول کرنا، خواہ وہ تمسک ہے یا معاہدہ زبانی، ان سے ۳ روپیہ یا چھ آنہ روپیہ اس صورت میں لینا، اول اپنا اصلی مطالبہ لے لیا گیا تھا پھر زید نے مشرک کاشتکار سے کہا کہ مطالبہ تیرا ادا ہوگیا اب تو بیع سلم کے اس قدر روپے اور ادا کردے، یہ رقم لینا جائز ہوگی یا نہیں؟

(۳) اگر کاشت کار نے اپنا حساب سمجھا تو وہ رقم جو زائد ہے اُس کو حساب میں بتایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(۴) جو تمسکات کہ ۱۳۲۱ف میں لکھے جاچکے اُن کا وصول بھی اسی طرح ہوسکتا ہے یا نہیں کہ تمھارا اصل مطالبہ ادا ہوگیا، اب اتنا بیع سلم کا دے دو، اگر دس روپے کسی مسلمان سے زائد لئے گئے اور اس کا مطالبہ صحیح اول لے لیا اور ان دس روپوں کے عوض مسلم یا مشرک کو سیر بھر گیہوں یہ کہہ کر دے دئے کہ ہم یہ گیہوں اتنے کو فروخت کرتے ہیں اور اس نے بخوشی لے لئے، تو یہ جائز ہے؟ اگر جائز نہیں تو کیا صورت ہے کہ مال مشرک سے منتفع ہوں؟

الجواب

(۱) یہاں کے مشرکین کے ساتھ یہ صورت جائز ہے، مسلمان کے ساتھ حرام ہے کہ یہ قرض سے نفع لینا ہے، اور حدیث میں ہے:

كل قرض جر منفعة فهو ربا[1] — قرض کے ذریعہ جو نفع حاصل کیا جائے وہ سود ہے۔

خلاصہ میں ہے:

القرض بالشرط حرام والشرط لغو بان يقرض على ان يكتب به الى بلد كذا ليوفى دينه[2] اھ كذا فی الدر المختار[3] والله تعالٰی اعلم۔

قرض کے ساتھ شرط لگانا حرام ہے اور شرط لغو قرار پائے گی، مثلاً یوں کہ اس شرط پر قرض دوں گا کہ مجھے لکھ دے کہ یہ قرضہ فلاں شہر سے وصول کرلوں اھ درمختار میں یوں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

ف فی الاصل درمختار میں ہے والمراد ان عبارة الخلاصة فی الدر المختار۔ عبدالمنان الاعظمی

---

[1] کنز العمال حدیث ۱۵۵۱۶ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۶/ ۲۳۸
[2] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب البیوع الفصل الخامس ۳/ ۵۴-۵۳
[3] درمختار بحوالہ خلاصۃ الفتاوٰی فصل فی القرض مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۴۰

Marfat.com

(۲) یہاں کے مشرکین کے ساتھ اگر ابتداءً معاہدہ کاشت اس صورت پر کیا جائے کہ یہ زمین مثلاً اتنے سال کے لئے روپے بیگھے پر تمھیں دی، اگر کسی فصل یا سال تمام پر (جو باہم ٹھہر جائے) بقایا رہے گی تو سوائی یا ڈیوڑھی یا دُونی (جو قرار پائے) اُس زمین کی اُجرت متصور ہوگی، تو حسبِ قرار داد لے سکتا ہے۔ اور اگر پہلے معاہدہ صرف روپے بیگھے پر ہوا، اور باقی ٹوٹنے کے بعد باقی میں اس سے زیادہ کیا چاہے تو یہ حرام ہے، کہ خلافِ معاہدہ ہے،

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا اوفوا بالعقود[1] — اللہ تعالٰی نے فرمایا اے ایمان والو! عقود کو پُورا کرو۔ (ت)

اور اگر باقی میں زیادہ نہ لے بلکہ اس سے صاف کہہ دے کہ باقی پُوری ادا ہوگئی، اُس کا تم پر کچُھ نہ رہا، مگر وقت پر ادا نہ کرنے کا اتنا حرجہ دے، تو یہاں کے مشرکین سے جائز ہے چاہے اس کا فرضی نام بیع سلم رکھے، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳) پہلی صورت میں کہ وہ داخلِ معاہدہ تھی حساب میں بتائی جاسکتی ہے، اور دوسری صورت میں اس کا حساب سے ادا کرنا لازم ہوگا، یعنی یُوں کہے گا کہ بقایا لگان تو تجھ پر اس قدر ہے، اور بوجہ تاخیر اتنا بیع سلم کا دینا ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۴) ہاں ہوسکتا ہے جبکہ مزارع یہاں کا مشرک ہے، واللہ تعالٰی اعلم، مسلمان سے مطلقاً ناجائز، اور فرض ہے کہ اُسی کے وہ روپے اُسے واپس دے، وہ نہ رہا ہو، اس کے ورثہ کو دے، اُن کا پتہ نہ چلے تو اس کی طرف سے تصدق کرے بخوشی کا لفظ، لفظ بےمعنیٰ ہے، بغیر دباؤ کے ناممکن ہے کہ کوئی دس روپے کے بدلے سیر بھر گیہوں پر راضی ہو، اور اگر یہاں کا مشرک ہے، اور اُس سے قیدِ معاہدہ پر زیادہ لیا گیا تو وہ بھی حسبِ بیان جواب دوم ناجائز ہے، گیہوں کا یہ معاملہ اُس سے کرنا فضول ہے کہ یہ دس روپے بروجہ خبیث آئے، اس مشرک کی ایسی رضا سے وہ خبیث نہ جائے گا کہ وُہ دباؤ کی رضا ہے نہ کہ حقیقۃً، اور حقیقۃً بھی ہو تو اس پر مواخذہ حق اللہ کا ہے کہ خلاف حکم کیا، بلکہ سیر بھر گیہوں کسی مسلمان محتاج کے ہاتھ جتنے کو وہ بخوشی راضی ہو بیع کرے پھر وُہ روپیہ بہ نیت تصدق مالِ خبیث اس محتاج کو دے، پھر اس سے گیہوں کے زرِ ثمن میں لے، واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۵/۱

Marfat.com

مسئلہ ۶۶ از سنبھل ضلع مراد آباد محلہ دہلی دروازہ مرسلہ محمد ظہیر الدین ۱۰ رجمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید زمیندار نے ایک کاشتکار کو اپنی اراضی بنا بر کاشت بدیں شرط دس روپیہ لگان پر دی کہ پانچ روپیہ فصل خریف پر اور پانچ روپیہ فصل ربیع پر ادا کرتا رہے، بحالت عدم ادائے زر بقایا سوایا یعنی بجائے ایک روپیہ کے سوا روپیہ لگان کا لیا جائے گا، وقت مقررہ پر لگان کے نہ ادا کرنے کی صورت میں فصل بہ فصل وسال درسال لگان میں زیادتی ہوتی رہے گی، یہ زیادتی لگان کے بمقابلہ اراضی کے کی گئی ہے، آیا یہ زیادتی لگان کی جائز ہے یا ناجائز داخل سُود ہے؟

الجواب

یہ محض حرام وسُود ہے بلکہ اس شرط کی وجہ سے وُہ اجارہ ہی فاسد وحرام ہوگیا، فان الاجارۃ تفسد بالشرط الفاسد کالبیع بانہا احد البیعین (کیونکہ فاسد شرط سے اجارہ فاسد ہوجاتا ہے جس طرح بیع فاسد ہوجاتی ہے کہ وہ بیعوں میں سے ایک ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۷ از سنگرام پور ڈاکخانہ خاص ضلع بدایوں مسئولہ شیخ ضیاء الدین

جناب مولٰنا مولوی احمد رضا خاں صاحب!

بعد سلام علیک کے گزارش ہے کہ میرے قریب میں ایک موضع دھنتو پورہ ہے، وہاں پہ ٹھاکر دلاور سنگھ زمیندار موضع مذکور کے ہیں، اس پہ ایک ہزار روپیہ ۱۴ر آنے کے سُود سے دیگر اشخاص کا قرض ہے، اب دلاور سنگھ ایک ہزار ہم سے بلا سُود مانگتے ہیں، اور ۵۰ پختہ اراضی سیر واسطے پانچ سال بالعوض ایک ہزار روپیہ کے دیتے ہیں، بعد پانچ سال کے اُن کی اراضی چھوٹ جائے گی، اور ہمارا روپیہ بے باق ہوجائیگا، شرعاً جائز ہے یا ناجائز، اور اگر ناجائز ہے تو کس طریقہ سے جائز ہوسکتی ہے؟ فقط زیادہ والسلام

الجواب

یہ صورت بلا شبہہ جائز ہے، زمیندار اپنی مملوکہ خالی زمین کہ دُوسرے کے رہن یا اجارے میں نہیں، ایک مدت معینہ پانچ برس کے لئے ایک اُجرت معینہ پر ہزار روپیہ پر اجارہ دیتا ہے اور باہمی رضا سے زرِ اُجرت پیشگی دینا قرار پاتا ہے، اس میں کچھ حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۸ از موضع دیورنیا ضلع بریلی مسئولہ عنایت حسین صاحب ۲۹ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ ایک اراضی کا لگان بندوبست میں عہ مقرر ہوا، اب اُسی اراضی کی حیثیت عا رکی ہے کسی شخص نے مبلغ صہ پیشگی پانچ سال کا لگان اس وقت کی حیثیت سے ادا کرکے لی، اس طرح پر اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ یا کسی شخص نے بجائے عا روپیہ کی شرح کے عا سے بھی

Marfat.com

وہ جائز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہوگی تو کن کن وجوہات سے جائز ہوگا؟

الجواب

بندوبست میں جو مقرر ہوا اس کی پابندی عاقدین پر لازم نہیں، باہم زمیندار و کاشتکار میں جس قدر پر رضامندی ہوجائے کم پر خواہ زائد پر۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۹ از موضع دیورنیا ضلع بریلی مسئولہ شرف الدین و مسیح الدین زمیندار ۳۰ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ کاشتکار کو اپنی موروثی اراضی مصدقہ بندوبست بشرح ۴؍ بگھہ خام کو کسی دوسرے شخص یعنی اپنے ذیلی کاشتکار کو مبلغ ؎ لے کر پانچ سال کو پٹہ پر دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ مبلغ پچاس روپے اسی میعاد پنجسالہ میں ذیلی کاشتکار کے وصول ہوجائیں گے، اور ۴؍ لگان زمیندار کو یہی ذیلی کاشتکار ادا کرے گا، مکرر یہ کہ شرح لگان مصدقہ بندوبست ۴؍ لحاظ نہ کیا جائے خواہ بجائے ۴؍ کے ۶؍ باہم کاشتکار اصلی و ذیلی طے ہو یا مبلغ ۶؍ یا اور کم و بیش؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

کاشتکار کو جائز نہیں کہ جو زمین اس کے پاس جتنے لگان کو ہے اُس سے ایک پیسہ زائد پر ذیلی کو دے، جتنا زیادہ مقرر کرے گا اُسے لینا ناجائز ہوگا، مگر تین صورتوں میں جائز ہے:

(۱) اس کے ساتھ اپنے پاس سے اور کوئی چیز ملا کر دونوں کو مجموعۃً زیادہ پر دے۔

(۲) اس زمین کو کنواں کھود کر یا اور کام نفع کا بڑھا کر کرایہ پر دے۔

(۳) کرایہ کی جنس بدل دے، مثلاً اس کے پاس دس روپے سال پر ہے یہ ذیلی کو ایک اشرفی کرائے پر دے یا جتنی اشرفیاں ٹھہریں یوں ہی نوٹ یا پیسہ یا اکنیاں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۰ از ضلع سکھر سندھ ڈاک خانہ ڈھرکی مقام بھرچونڈی شریف درگاہ عالیہ سلسلہ قادریہ مسئولہ خدا بخش صاحب ۲۳ رمضان ۱۳۳۹ھ چہارشنبہ

بخدمت عظامی منزلت شمس الشریعت حضرت مولنا صاحب سلّمہ ربہ، کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگریزی قانون کے مطابق جو شخص پانچ برس متواتر اپنی غیر آباد زمین کا محصول (یعنی خراج) نہیں دیتا وہ زمین اُس کی ملک سے نکل کر گورنمنٹ کی ہوجاتی ہے کہ بعد دس برس گزرنے کے بغیر رضامندی شخص مذکور کے دوسرے کو دے دیتے ہیں، آیا زمین مذکورہ بالا بموجب شرع شریف مالک کی ملک سے نکل کر گورنمنٹی بنتی ہے یا نہیں، اور اس زمین کا لینا درست ہے یا نہیں؟ اگر کسی نے خریدی ہو تو واپس دے یا نہیں؟ اگر دے تو جو خرچ اس زمین پر کیا ہے اُس سے واپس لے یا نہیں؟ نیز یہ کہ اگر مشتری مالک کو دے جب بھی گورنمنٹ

Marfat.com

اس کو نہیں دیتی بغیر درخواست کے، اور درخواست بسبب مفلسی کے وُہ نہیں دیتا۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

شریعت میں اس وجہ سے زمین ملکِ مالک سے نہیں نکل سکتی، اس کا خریدنا ناجائز ہوگا، اور خرید لی تو مالک کو واپس دینا واجب ہوگا، اور جو قیمت وغیرہ دینے میں خرچ ہو وہ مالک سے واپس نہیں لے سکتا' لانہ ھوالمضیع لمالہ (کیونکہ اس نے اپنا مال ضائع کیا۔ ت) اس پر حکم شرعی یہ ہے یہ بجالائے اگرچہ اس کے کرنے کو گورنمنٹ تسلیم نہ کرے، اس کا الزام اس پر نہ ہوگا، واللہ تعالٰی اعلم۔

Marfat.com

کتابُ الذّبائح

(ذبح کا بیان)

مسئلہ ۱: شہر بریلی محلہ ابراہیم پورہ مسئولہ از عزیز الدین ۳ شوال ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مبین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ذبیحہ بعد غروبِ آفتاب و قبل طلوع آفتاب مکروہ ہے یا نہیں؟ اور اگر مکروہ ہے تو کس طرح کا؟ اور اگر ایسے ہی وقت مذکور میں بلّی کسی پرند یا مرغ کو ہلاک کرے، اور ذبح کچھ تھوڑا خون ذبیحہ فوراً یا کچھ دیر بعد دے، تو اُس کے واسطے کیا حکم ہے؟ آیا ذبیحہ جائز ہوگیا یا نہیں؟ اور وہ ذبیحہ اگر جائز ہوگیا تو وہ بھی مکروہ ہے یا نہیں؟ اور اگر مکروہ ہے تو کیسا؟ بینوا توجروا

الجواب

رات کو ذبح کرنا اندیشۂ غلطی کے باعث مکروہِ تنزیہی خلافِ اولیٰ ہے، اور ضرورت واقع ہو مثلاً صبح کے انتظار میں جانور مر جائے گا تو کچھ کراہت نہیں لانہ الاٰن مامور بہ حذرا عن اضاعۃ المال اھ (کیونکہ مال کے ضائع ہونے کے خطرہ کی بناء پر وہ اب اس کا مامور ہے اھ۔ت) پھر کراہت اس فعل میں ہے ذبح اگر صحیح ہوجائے ذبیحہ میں کچھ کراہت نہیں لتبین ان الغلط لم یقع (واضح ہوجانے پر کہ غلطی نہ ہوئی۔ت) درمختار میں ہے:

کرہ تنزیھا الذبح لیلا لاحتمال غلطی کے احتمال کی وجہ سے رات کو ذبح کرنا

Marfat.com

الغلط۔[1]

مکروہ تنزیہی ہے۔ (ت)

حرمت حلت کا مدار خون نکلنے نہ نکلنے پر نہیں، بلکہ یہ ثابت ہونا چاہئے کہ وقتِ ذبح جانور زندہ تھا، اگر یہ معلوم ہو اور خون اصلاً نہ دے حلال ہے، اور اگر نہ ثابت ہو اور خون زندہ کا سا دے تو بعض دفعہ کہیں رُکا ہُوا خُون کچھ دیر بعد مُردے کے بھی نکلتا ہے، جانور حلال نہ ہوگا۔ حیات کی علامت یہ ہے کہ جانور تڑپے یا منہ آنکھ بند کرے یا پاؤں سمیٹے یا اس کے بدن کے بال کھڑے ہوجائیں۔ دُرمختار میں ہے:

ذبح شاۃ مریضۃ فتحرکت وخرجت الدم حلت والالا ان لم تدر حیاتہ عند الذبح وان علم حیاتہ حلت مطلقاً، وان لم تتحرك ولم یخرج الدم، ذبح شاۃ لم تدر حیاتھا وقت الذبح، ان فتحت فاھا لاتوکل، وان ضمتہ اکلت، وان فتحت عینھا لاتوکل، وان ضمتھا اکلت، وان مدت رجلھا لاتوکل، وان قبضتھا اکلت، وان نام شعرھا لاتوکل، وان قام اکلت، وھذا کلہ اذا لم تعلم الحیاۃ وان علمت وان قَلَّت اکلت مطلقا بکل حال، زیلعی۔[2]

مریضہ بکری کو ذبح کیا تو اس نے حرکت کی اور خُون نکلا حلال ہوگئی، ورنہ نہیں، یہ جب ہے کہ ذبح کے وقت اس کا زندہ ہونا مشکوک ہو اور اگر زندہ ہونا یقینی ہو تو مطلقاً حلال ہوگی اگرچہ اس نے حرکت نہ کی اور نہ خون جاری ہوا ہو، اگر ذبح کے وقت زندہ ہونا مشکوک ہو تو ذبح کرنے پر اس نے منہ کھولا تو نہ کھایا جائے اور اگر اس وقت منہ بند کیا تو کھا لیا جائے یوں اگر اس نے آنکھیں کھول رکھیں تو نہ کھایا جائے اور اگر بند رکھیں تو کھایا جائے، اگر ٹانگیں دراز رکھیں نہ کھایا جائے اگر سمیٹ لیں تو کھایا جائے، اگر اس کے بال کھڑے نہ ہوئے تو نہ کھایا جائے اور کھڑے ہوں تو کھایا جائے یہ سب اس صورت میں ہے جب ذبح کے وقت زندہ ہونا یقینی نہ ہو اور اگر زندہ ہونے کا یقین ہو تو مطلقاً کھانا جائز ہے خواہ کسی حال میں ہو۔ زیلعی۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ اوخرج الدم ای کما یخرج من الحی، قال فی البزازیۃ وفی شرح الطحاوی

اس کا قول کہ خون نکلے یعنی جس طرح زندہ سے نکلتا ہے، بزازیہ میں کہا اور شرح طحاوی میں ہے

---

[1] درمختار کتاب الاضحیۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۳۲
[2] ؍؍ کتاب الذبائح ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/۲۳۰

Marfat.com

خروج الدم لایدل علی الحیاۃ الا اذا کان یخرج کما یخرج فی الحی عند الامام وھو ظاھر الروایۃ (باختصار)۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

خون نکلنا زندہ ہونے کی دلیل صرف اس صورت میں ہے کہ اس طرح نکلے جس طرح زندہ سے نکلتا ہے، امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی کے مذہب میں، اور وہی ظاہر روایت ہے (باختصار)۔ (ت)

مسئلہ ۷۲ ازشہر کہنہ بریلی ۹ ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ

ایک مولوی صاحب آئے ہیں، وُہ کہتے ہیں بسم اللہ واللہ اکبر لاالٰہ الا اللہ اللھم منك ولك کہنا چاہئے بسم اللہ اللہ اکبر بغیر واؤ کے جو رائج ہو رہا ہے مکروہ ہے۔ اس میں کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بغیر واؤ کے مستحب ہے، اسے مکروہ کہنا صحیح نہیں، بلکہ تنویر الابصار وغیرہ میں واؤ بڑھانے کو مکروہ فرمایا، بہرحال بلاواؤ کے خالی از کراہت وپسندیدہ ومستحب ہونے میں کلام نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ذبح کرتا ہے، دوسرا پاؤں یا سرذبیحہ کا پکڑے ہے، دونوں پر بسم اللہ ضرور ہے یا ذابح کی کافی ہے؟ اور اگر مددگار نے بسم اللہ ترک کی قصداً یا یہ مددگار کوئی کافر مشرک ہندو وغیرہ تھا، تو ذبیحہ حلال رہا یا مردار ہوا؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اصل ذابح پر تکبیر کہنی لازم اور اُسی کی تکبیر کافی ہے، سریا پاؤں پکڑنے والے کی تکبیر کی اصلاً حاجت نہیں، نہ اس کا کافر مشرک ہونا کچھ مضر،

فان الذبح انما ھو قطع العروق لاالاخذ بالراس والقوائم کما لایخفی۔

ذبح جانور کی رگوں کے کاٹنے کا نام ہے جانور کے سر و پاؤں پکڑنے کا نام نہیں، جیسا کہ مخفی نہیں (ت)

ہاں اگر ایک نے دوسرے کو نفسِ ذبح میں مدد دی، مثلاً زید ذبح کرتا ہے عمرو نے دیکھا اس کا ہاتھ ضعیف ہے ذبح میں دیر ہوگی اپنا ہاتھ بھی چھری پر رکھ دیا اور دونوں نے مل کر چھری پھیری تو بیشک دونوں میں جو کوئی قصداً تکبیر نہ کہے گا جانور حرام ہوجائے گا۔ یونہی اگر اُن میں کوئی کافر مشرک تھا تو بھی ذبیحہ مردار ہوگیا فی الدر المختار تشترط التسمیۃ من

درمختار میں ہے کہ ذبح کرنے والے پر بسم اللہ

---

[1] ردالمحتار کتاب الذبائح دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۹۶

Marfat.com

الذابح[1] وفیه عن الخانیة ارادة التضحیة فوضع یدہ من ید القصاب فی الذبح و اعانه علی الذبح، سمی کل وجوبا فلو ترکها احدهما، اوظن ان تسمیة احدهما تکفی حرمت[2] الخ۔ واللہ سبحٰنه وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

پڑھنا لازم ہے، اور اس میں خانیہ سے ہے قربانی کرتے ہوئے اپنا ہاتھ قصاب کے ہاتھ کے ساتھ ذبح میں رکھا اور ذبح میں مدد کی تو ہر ایک بسم اللہ پڑھے، تو اگر ایک نے نہ پڑھا یا خیال کیا کہ ایک کا پڑھنا کافی ہے تو جانور حرام ہوگا الخ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم بالصواب (ت)

مسئلہ ۷۴ ۱۳ صفر ۱۳۳۲ھ

چہ فرمایند علمائے دین اندریں مسئلہ کہ بہنگامِ ذبح کردن حیوان و ذابح سُوئے کدامے باید استاد، و راس حیوان کدام جانب می کند، استقامۃ اشاعت ست کہ بوقت ذبح حیوان سروی بجنوب می کند وچہرۂ ذابح بقبلہ مے کند، خلاصہ آنکہ اگر بجانب شمال وجنوب ومشرق شدہ ذبح سازد پس چہ حکم دارد، آیا کہ جائز مے شود یا بدعت، اگر بدعت شود کدام بدعت، وکدام اولیٰ ست؟ مع ادلہ تصریحاً تحریر فرمایند۔ بیّنوا توجروا۔

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ حیوان کو ذبح کرتے ہوئے حیوان کا سر کس طرف ہونا چاہئے اور ذبح کرنے والا کس جانب کھڑا ہو، مشہور ہے کہ ذبح کے وقت جانور کا سر جنوب کی طرف اور ذبح کرنے والا رُو بقبلہ ہو۔ خلاصہ یہ کہ جنوب، شمال اور مشرق کی طرف ہو کر ذبح ہوا تو کیا حکم ہے، کیا جائز ہُوا یا بدعت ہوئی، اگر بدعت ہے تو کون سی اور کون سی جانب اولیٰ ہے؟ دلائل کے ساتھ صراحۃً تحریر فرمایا جائے۔ بیّنوا توجروا (ت)

الجواب

سنّت متوارثہ آن ست کہ رُوئے خود و رُوئے ذبیحہ ہر دو سُوئے قبلہ کند، وسرِ ذبیحہ در بلادِ ما کہ قبلہ سُوئے مغرب ست جانبِ جنوب بود تا ذبیحہ بر پہلوئے چپ خودش خوابیدہ باشد، ولپشتِ او جانبِ مشرق، تا رُوئے سمت قبلہ بود، و ذابح

سنّت یہ چلی آرہی کہ ذبح کرنے والا اور جانور دونوں قبلہ رُو ہوں، ہمارے علاقہ میں قبلہ مغرب میں ہے اس لئے سرِ ذبیحہ جنوب کی طرف ہونا چاہئے تاکہ جانور بائیں پہلو لیٹا ہو اور اس کی پیٹھ مشرق کی طرف ہو تاکہ اس کا منہ قبلہ کی طرف ہوجائے، اور ذبح کرنے والا

---

[1] درمختار کتاب الذبائح مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۲۸
[2] ؍؍ کتاب الاضحیۃ ؍؍ ۲/۲۳۵

Marfat.com

پائے راست خود بر صفحۂ راست گردنش نہادہ ذبح کند، اگر توجہ یا توجیہ بہ قبلہ ترک کند مکروہ است، اور اگر بہ پہلوئے راستش خوابانند نزد بعض اجلہ ائمۂ مالکیہ حرام گردد، خوردنش روا نبود، پس احتراز ازاں مناسب ومؤکد تر شد خروجا عن الخلاف. احمد و دارمی و ابوداؤد و ابن ماجہ از جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ راوی[1] قال ذبح النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوم الذبح کبشین اقرنین املحین موجأین فلما وجههما قال انی وجهت وجهی للذی فطر السموٰت والارض الحدیث، و بخاری و مسلم و اسامی عـه و ابن ماجہ از انس رضی اللہ تعالٰی عنہ آوردند قال ضحی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بکبشین املحین، فرأیتہ واضعا قدمہ علی صفاحهما یسمی ویکبر فذبحهما بیدہ[2]، امام عینی در عمدۃ القاری فرمود، فالتکبیر مع التسمیۃ مستحب وکذا وضع الرجل علی صفحۃ عنق الاضحیۃ

اپنا دایاں پاؤں جانور کی گردن کے دائیں حصہ پر رکھے اور ذبح کرے اور خود اپنا یا جانور کا منہ قبلہ کی طرف کرنا ترک کیا تو مکروہ ہے۔ اگر جانور دائیں پہلو لٹایا تو بعض اجلہ ائمہ مالکی کے نزدیک حرام ہو جائیگا اور اس کا کھانا جائز نہ ہوگا، لہٰذا اس سے پرہیز میں تاکید ہے تاکہ خلاف سے بچا جائے۔ احمد، دارمی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قربانی کے روز دو۲ خصی، چتکبرے، سینگوں والے دُنبے ذبح فرمائے، آپ نے جب ان کو قبلہ رُو لٹایا تو آپ نے یہ دُعا پڑھی انی وجهت وجهی للذی فطر السموٰت والارض الحدیث۔ بخاری، مسلم، دارمی اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا انھوں نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو چتکبرے، موٹے دُنبے ذبح فرمائے تو میں نے دیکھا کہ آپ نے اپنا پاؤں مبارک جانور کی گردن کے ساتھ والے حصہ پر رکھا اور بسم اللہ پڑھی اور تکبیر کہی تو دونوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح فرمایا۔ امام عینی نے عمدۃ القاری میں فرمایا بسم اللہ کے ساتھ تکبیر مستحب ہے اور یوں قربانی کے

عـه هكذا فى الاصل لعله "الدارمی"۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب ما یستحب من الضحایا آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۰

[2] صحیح البخاری کتاب الاضاحی باب من ذبح الاضاحی بیدہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۳۴-۳۵

صحیح مسلم " " " " " " " " ۲/ ۱۵۶

Marfat.com

الایمن، واما التسمیۃ فھی شرط[1] وبھر دالسنت قال ابن القاسم الصواب ان یضجعھا علی شقھا الایسر، وعلی ذلک مضی عمل المسلمین، فان جھل فاضجعھا علی الشق الاخر لم یجز اکلھا[2]۔ درتنویر الابصار کرہ ترک التوجہ الی القبلۃ[3]، دردرمختارست لمخالفتہ السنۃ[4]۔ واللہ تعالٰی اعلم

جانور کی گردن کے دائیں پہلو پر پاؤں رکھنا مستحب ہے لیکن بسم اللہ پڑھنا شرط ہے، اور اسی میں ہے ابن قاسم نے فرمایا بہتر یہ ہے کہ جانور کو بائیں پہلو لٹایا جائے مسلمانوں کا یہی طریقہ جاری ہے اگر جہالت کی اور جانور کو دوسرے پہلو لٹایا تو کھانا جائز نہ ہوگا۔ تنویر الابصار میں ہے کہ قبلہ کی جہت کا ترک مکروہ ہے، درمختار میں ہے کہ یہ سنّت کے مخالف ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۷۵: از شہر لاہور مرسلہ انوار الحق تحصیل چونیاں روز جمعہ ۱۲ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس طرح ذابح پر تسمیہ پڑھنا ضروری ہے اسی طرح معین ذابح پر تسمیہ پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور معین ذابح کس کو کہتے ہیں؟

الجواب

معین ذابح سے یہی مراد ہے کہ ذابح کا ہاتھ کمزور ہو، ذبح میں دقّت دیکھے تو دُوسرا اس کے ساتھ چُھری پر ہاتھ رکھ کر دونوں مل کر ہاتھ پھیریں، اس صورت میں دونوں پر تکبیر واجب ہے، اگر اُن میں سے کوئی بھی قصداً تکبیر نہ کہے گا، ذبیحہ مردار ہو جائے گا اگرچہ دوسرا تکبیر کہے۔ دیوبندی قول محض غلط وجہالت ہے، تکبیر ذبح پر لازم فرمائی گئی ہے، اور ہاتھ پاؤں پکڑنا ذبح نہیں، ہاتھ پاؤں پکڑنے والا مثل رسّی کے وہی کام دے رہا ہے جو ایک رسّی دیتی ہے، اُس پر تکبیر لازم ہونا درکنار، اگر مجوسی یا بُت پرست ہاتھ پاؤں پکڑے گا ذبیحہ میں خلل نہ آئے گا۔ تنویر الابصار میں تھا: تشترط التسمیۃ[5] (بسم اللہ پڑھنا شرط ہے۔ ت) درمختار میں اس کی شرح فرمادی: من الذابح[6] (ذبح کرنے والے سے۔ ت) ردالمحتار میں فرمایا:

---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب الاضاحی باب من ذبح الاضاحی بیدہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۲۱/۱۵۵
[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۲۱/۱۵۴-۵۵
[3] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الذبائح مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۲۸
[4] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۲/۲۲۸
[5] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۲/۲۲۸
[6] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۲/۲۲۸

Marfat.com

شمل ما اذا کان الذابح اثنین فلوسمّٰی احدھما وترك الثانی عمدا حرم اکلہ۔[1]

جب ذبح میں دو شخص شریک ہوں توبسم اللہ پڑھنا دونوں پر شرط ہے، اگر ایک نے پڑھا اور ایک نے پڑھنا ترک کیا یا یہ خیال کیا کہ ایک کا پڑھنا کافی ہے کھانا حرام ہوگا۔ (ت)

درمختار میں خانیہ سے ہے:

فوضع یدہ مع ید القصاب فی الذبح واعانہ علی الذبح، سمّی کل وجوبا فلوترکھا احدھما اوظن ان تسمیۃ احدھما تکفی حرمت۔[2]

ذبح کرنے میں معاون نے قصاب کے ساتھ اپنا ہاتھ بھی ذبح میں چھری پر رکھا تو دونوں بسم اللہ بطور وجوب پڑھیں، ایک نے پڑھا دوسرے نے ترک کیا یا ایک کے پڑھنے کو کافی جانا، جانور حرام ہوگا (ت)

شرح نقایہ علامہ برجندی میں ہے:

یشترط تسمیۃ من اعان الذابح بحیث وضع یدہ علی المذبح کما وضع الذابح حتی لو ترك احدھما التسمیۃ لایحل، ذکرہ فی فتاوٰی قاضی خاں[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

ذبح میں معاون نے اپنا ہاتھ قصاب کے ساتھ چھری پر رکھا تو دونوں کا بسم اللہ پڑھنا شرط ہے اگر ایک نے بسم اللہ کو ترک کیا تو حلال نہ ہوگا، اس کو فتاوٰی قاضیخان میں ذکر کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۷۶ مرسلہ بھولا گھمیار دکاندار سیہراؤں، ڈاکخانہ پٹی، تحصیل قصور، ضلع لاہور ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین حنفیہ اس مسئلہ میں کہ ذبح کے وقت جس بکرے کی گھنڈی سر کی طرف ایک چھلہ بھی نہ رہے وُہ عندالشرع حلال ہے یا حرام؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اس مقام میں تحقیق یہ ہے کہ ذبح میں گھنڈی کا اعتبار نہیں، چاروں رگوں میں سے تین کٹ جانے پر مدار ہے، اگر ایک یا دو رگ کٹی حلال نہ ہوگا اگرچہ گھنڈی سے نیچے ہو، اور اگر چاروں یا کوئی سی تین کٹ گئیں توحلال ہے اگرچہ گھنڈی سے اُوپر ہو۔ ردالمحتار میں ہے:

ان کان بالذبح فوق العقدۃ حصل

اگر گھنڈی سے اوپر ذبح میں چار میں سے تین رگیں

---

[1] ردالمحتار — کتاب الذبائح — داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۹۲

[2] درمختار — کتاب الاضحیۃ — مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۵

[3] شرح النقایۃ للبرجندی — کتاب الذبائح — نولکشور لکھنؤ ۳/ ۱۹۱

Marfat.com

قطع ثلثة من العروق فالحق ما قاله شراح الهداية تبعا للرستغفنی، و الا فالحق خلافه، اذ لم یوجد شرط الحل باتفاق اھل المذھب، ویظھر ذلك بالمشاھدۃ او سوال اھل الخبرۃ، فاغتنم ھذا المقال ودع عنك الجدال[1] وھو تعالٰی اعلم۔

کٹ گئیں جو ہدایہ کے شارحین نے رستغفنی کی اتباع میں کہا وہ حق ہے ورنہ حق اس کے خلاف ہے کیونکہ اہلِ مذہب کی متفقہ شرط برائے حلت نہ پائی گئی، یہ معیار مشاہدہ سے ظاہر ہوگا یا ماہرین سے پُوچھنے پر ظاہر ہوگا اس مقالہ کو غنیمت سمجھو اور جھگڑا ختم کرو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ازچونی زیریں مسجد کلاں ضلع ڈیرہ غازی خاں مرسلہ جناب عبداللہ صاحب ۱۲ رمضان ۱۳۳۵ھ

جناب حضرت مولٰنا و بالفضل اولٰنا جناب شمس العلماء و مفتی العصر سلامت، حضور انور! مذبوحہ فوق العقدہ کا مسئلہ جو اختلاف میں ضبط ہے، آں صاحب مہربانی فرماکر مرجح قول کو بدلائل تحریر فرماکر دستخط فرمادیں، تکلیف سے بالکل عفو کریں۔

الجواب

اس مسئلہ پر تحقیق وقول فیصل یہ ہے کہ ذبح فوق العقدہ سے اگر چاروں یا تین رگیں کٹ گئیں ذبح ہوگیا' جانور حلال، اور اگر صرف دو ہی کٹیں، حلقوم و مری نیچے رہ گئے' ذبح نہ ہوا' اور جانور مردار۔ یہ بات دیکھنے سے معلوم ہوسکتی ہے، خود پہچان نہ ہو تو پہچان والوں کے بیان سے۔ ردالمحتار میں ہے:

والتحریر للمقام ان یقال ان کان بالذبح فوق العقدۃ حصل قطع ثلثة من العروق، فالحق ما قاله شراح الھدایة تبعا للرستغفنی والا فالحق خلافه، اذلم یوجد شرط الحل باتفاق اھل المذھب، ویظھر ذلك بالمشاھدۃ اوسوال اھل الخبرۃ فاغتنم ھذا المقال، ودع عنك الجدال[2] اھ

مقام کی وضاحت یہ ہے کہ یُوں کہا جائے کہ اگر گھنڈی سے اوپر ذبح میں تین رگیں کٹ گئی ہوں تو شروح ہدایہ نے رستغفنی کی اتباع میں جو کہا وہ حق ہے ورنہ حق اس کے خلاف ہے کیونکہ اہل مذہب کی متفقہ شرط برائے حلت نہ پائی گئی، یہ معیار مشاہدہ سے یا ماہرین کے بتانے پر ظاہر ہوگا، اس مقالہ کو غنیمت سمجھو اور جھگڑا ختم کرو اھ، اس

---

[1] ردالمحتار کتاب الذبائح دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۸۷
[2] " " " " ۵/۱۸۷

Marfat.com

وفیما کتبت علیه فان قلت سیأتی عن البدائع ان الاوداج متصلة من القلب بالدماغ، فیحصل فریها بالذبح فوق العقدة ایضا لامحالة، ولا شك ان ذٰلك بین اللبة واللحیین، فیجب الحل، قلت سنذکر هناك ان المراد ثمه بالاوداج الودجان اذهما المتصلان من الدماغ الی القلب لا الحلقوم والمریء۔ واللّٰه تعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم۔

پر میں نے حاشیہ میں لکھا اگر تجھے اعتراض ہو کہ بدائع سے عنقریب نقل ہوگا کہ اوداج رگیں دل و دماغ سے متصل ہوتی ہیں تو گھنڈی سے اوپر ذبح کرنے میں لازماً یہ رگیں کٹ جائیں گی، اور اس میں شک نہیں کہ یہ جبڑوں اور لبہ کے درمیان میں ہے، تو گھنڈی سے اوپر ذبح میں حلال ہو جانا لازمی ہے، میں جواب میں کہوں گا کہ وہاں اوداج سے دو ودجان رگیں مراد ہیں کیونکہ یہ دونوں دل تا دماغ متصل ہوتی ہیں، باقی دو یعنی حلقوم اور مری مراد نہیں ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

مسئلہ ازشہر گورکھپور محلہ اسمٰعیل پور مرسلہ محمد عبدالواسع صاحب حنفی ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص ذبیحہ کو ذبح کرتا ہے اور اس کے ساتھ دوسرا ایک اور جو شریک حال ہو کر ذبیحہ کے اعضاء پکڑے ہوئے ہے، اگر ذبح کرنے کے علاوہ یہ ایک اس کا شریک حال تکبیر نہ کہے تو کیا ذبیحہ حرام ہو جائے گا؟ یعنی کیا ذبح کرنے والے اور اس کے شریک حال دونوں کے لئے ذبح کے وقت تکبیر کہنا لازمی وضروری ہے یا نہیں؟ ۱

الجواب

ذبیحہ کا ہاتھ پاؤں پکڑنے والا بندش کی رسّی کی طرح ہے، اس پر تکبیر کچھ ضروری نہیں، بلکہ وہ اہل تکبیر میں سے بھی ہونا ضروری نہیں، اگر مشرک یا مجوسی ہو جب بھی ذبیحہ میں فرق نہ آئے گا، وہ معین ذابح جس پر تکبیر کہنا ضرور ہے وہ ہے کہ ذابح کا ہاتھ ضعیف ہو تنہا اس کی قوت سے ذبح نہ ہو سکتا ہو، یہ شخص نفس فعل میں اس کی امداد کرے اس کے ساتھ چھری پر ہاتھ رکھے اور ذبح دونوں قوتوں کے اجتماع سے واقع ہو، اس حالت میں دونوں پر تکبیر لازم ہے، ایک بھی قصداً چھوڑے گا ذبیحہ مردار ہو جائے گا لانہ اذا اجتمع المبیح والمحرم غلب المحرم (کیونکہ مباح کرنیوالی اور حرام کرنیوالی دونوں دلیلیں جمع ہوں تو حرام کی دلیل کو غالب کیا جاتا ہے۔ت) درمختار میں ہے:

---

۱ جدالممتار علی ردالمحتار

Marfat.com

وتشترط التسمیة من الذابح حال الذبح[1] اھ فدل علی عدم اشتراطھا من غیر الذابح۔

حالتِ ذبح میں ذبح کرنے والے کے لئے بسم اللہ پڑھنا شرط قرار دیا گیا ہے اھ تو یہ اس بات پر دلالت ہے کہ غیر ذابح کے لئے یہ شرط نہیں ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

اذاکان الذابح اثنین فلو سمی احدھما و ترک الثانی عمدا حرم اکلہ کما فی التاترخانیۃ[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جب دو مل کر ذبح کریں تو ایک نے بسم اللہ پڑھی اور دوسرے نے قصداً ترک کی تو اس کا کھانا حرام ہے جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۷۹ از چوہرکوٹ بارکھان ملک بلوچستان مرسلہ قادربخش ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

چہ فرمایند علمائے دین دریں مسائل:

(۱) حکم ذبح فوق العقدہ نوشتہ شدہ بمن رسید لیکن جناب اعلٰحضرت فیصلہ ہا نہ کردہ، ہمیں اختلاف دریں ملک بسیار ست، کسے می گوید کہ ہر چہار رگ بریدہ شود۔ کسے می گوید کہ نہ، براہِ کرم مولٰنا صاحب بکدام روایت قائل است، ہرچہ رائے مولوی صاحب و اتفاق فتوٰی است، تحریر فرمایند تاکہ براں عمل درآمد کردہ باشد۔

(۲) بریتیم قربانی واجب ست یا نہ؟

علمائے دین کیا فرماتے ہیں ان مسائل میں:

(۱) فوق العقدہ (گھنڈی کے اوپر) ذبح کا حکم لکھا ہوا مجھے ملا۔ لیکن جناب اعلٰحضرت نے فیصلہ نہ فرمایا، اس ملک میں اس مسئلہ میں کثیر اختلاف ہے کوئی کہتا ہے چاروں رگیں کٹی ہوئی ہونی چاہئیں، کوئی اس کے خلاف کہتا ہے، برائے مہربانی مولوی صاحب جس روایت کے قائل ہوں اور جو رائے ہو اور فتوٰی کا جس پر اتفاق ہو وہ لکھیں تاکہ اس پر عمل کیا جائے۔

(۲) یتیم پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) اجماعِ ائمہ ماست کہ اگر سہ رگ بریدہ شود ذبیحہ حلال ست۔ وایں معنی بمشاہدہ یا رجوع باہل خبرت تواں دریافت، ہمیں در فتوٰی سابقہ نوشتہ شدہ وہمیں است فیصلہ علامہ شامی ورد المحتار،

(۱) ہمارے ائمہ کرام کا اجماع ہے کہ اگر تین رگیں کٹ گئی ہوں تو ذبیحہ حلال ہے، یہ معیار مشاہدہ سے یا ماہر سے دریافت کریں، پہلے فتوٰی میں یہی لکھا گیا تھا اور یہی فیصلہ علامہ شامی کا ردالمحتار میں

---

[1] درمختار — کتاب الذبائح — مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۲۸

[2] ردالمحتار — ″ — داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۹۲

Marfat.com

وانچہ یکبار برائے امتحان مشہود فقیر شد آنست کہ بذبح فوق العقدہ نیز رگہا بریدہ مے شود۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ہے، اور ایک بار اس فقیر نے بطور امتحان مشاہدہ کیا تو فوق العقدہ سے بھی تمام رگیں کٹی ہوئی تھیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲)

(۲)

مسئلہ ۸۱: از سرال ڈاکخانہ بشندور تحصیل وضلع جہلم مرسلہ حافظ سجاد شاہ ۱۸ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عقدہ مذبوح بطرف صدر ہو جائے تو کیا حکم ہے،

قال عینی و ذکر العقدۃ لا فی کلام اللہ و لا فی کلام رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1]

علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا عقدہ (گھنڈی) کا ذکر اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کلام میں موجود نہیں ہے۔ (ت)

اس مسئلہ میں تردد ہے۔

الجواب

کم از کم تین رگیں کٹنا لازم ہے، اگر عقدہ طرفِ راس رہا اور تین سے کم رگیں کٹیں مردار ہوگیا، اور عقدہ طرفِ صدر رہا اور ذبح بین اللبہ واللحیین ہوا اور تین رگیں کٹ گئیں حلال ہوگیا، ھو التحقیق الذی لایحل العدول عنہ (یہی تحقیق ہے اس سے عدول نہ چاہئے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۲: از مدرسہ اسلامیہ عربیہ ریلوی ہمایوں پوسٹ پیٹ میاں تعلقہ شکارپور ضلع سکھر مسئولہ محمد محسن علی ہاشمی مدرس اول ۸ شوال ۱۳۳۵ھ

چہ مے فرمایند علمائے عظام دریں مسئلہ کہ مذبوح فوق العقدہ حلال ست یا حرام؟ بینوا توجروا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے عظام اس مسئلہ میں کہ فوق العقدہ ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے یا حرام؟ بینوا توجروا۔ (ت)

الجواب

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الذکاۃ مابین اللبۃ واللحیین[2]، ولا شك ان

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ذبح لبہ اور دو جبڑوں کے درمیان ہے، اور شک نہیں کہ یا فوق العقدہ

---

[1] البنایۃ فی شرح الہدایۃ کتاب الذبائح المکتب الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۴/ ۱۳۷

[2] نصب الرایۃ لاحادیث الہدایۃ " المکتبۃ الاسلامیہ ریاض ۴/ ۱۸۵

Marfat.com

مافوق العقدۃ ممایلیھابین المحلین وکلام التحفۃ والکافی وغیرھما یدل علی ان الحلق یستعمل فی العنق کمافی ابن عابدین فتحریر العلامۃ عندی ماافادہ فی ردالمحتار، اذ قال والتحریرللمقام ان یقال ان کان بالذبح فوق العقدۃ حصل قطع ثلثۃ من العروق، فالحق ماقالہ شراح الھدایۃ تبعا للرستغفنی، والافالحق خلافہ اذالم یوجد شرط الحل باتفاق اھل المذھب، ویظھر ذٰلک بالمشاھدۃ اوسؤال اھل الخبرۃ فاغتنم ھذاالمقال ودع عنک الجدال[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

ان دونوں کے درمیان سے متصل ہے، اور کافی اور تحفہ وغیرھما کا کلام دلالت کرتا ہے کہ حلق کا استعمال گردن پر ہوتا ہے جیسا کہ ابن عابدین کے کلام میں ہے تو علامہ ابن عابدین کا فیصلہ کن کلام میرے نزدیک معتبر ہے جس کا انھوں نے ردالمحتار میں افادہ کیا جب انھوں نے فرمایا، تحریر مقام یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ فوق العقدہ ذبح میں اگر تین رگوں کا کٹنا پایا گیا تو حق وہ ہے جو شراح ہدایہ نے رستغفنی کی اتباع میں کہا ورنہ حق اس کے خلاف میں ہے کیونکہ تین رگیں نہ کٹنے کی صورت میں اہل مذہب کی متفقہ شرط حلال ہونے کی نہ پائی گئی اور یہ معیار مشاہدہ یا ماہرین سے پوچھنے پر معلوم کیا جاسکتا ہے۔ اس مقالہ کو غنیمت سمجھو اور تنازع کو ختم کرو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۸۳

از شہر بریلی محلہ بہاری پور مسئولہ جناب مولوی نواب سلطان احمد خاں صاحب زید مجدہم بتاریخ ۴ صفر المظفر قدسی ۱۳۳۰ھ

بندوق سے ایک ہرن شکار ہوا، چونکہ اس وقت چاقو یا چھری موجود نہ تھے، تو ایک سوار کو گاؤں کی طرف چھری لینے کو دوڑایا، اتنے میں ہرن قریب مرنے کے ہوگیا، تو ایک زمیندار سے جو اتفاقیہ وہاں موجود تھا درانتی جس سے چارہ کاٹا جاتا ہے دندانہ دار ہوتی ہے، لی گئی، اور ایک مرد عادل مسلمان نے ذبح کیا، اس شکار کو کھایا گیا، اس پر چند لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ ایسے آلہ سے ذبح کیا ہوا حرام ہے، تو یہ اعتراض ان کا بجا ہے یا بیجا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

درانتی بھی آلاتِ ذبح سے ہے، ردالمحتار کتاب الصید میں ہے:

لونصب شبکۃ وکان بھا اٰلۃ جارحۃ — اگر ایسا جال لگایا جس کے ساتھ کوئی آلہ جارحہ

[1] ردالمحتار کتاب الذبائح دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۸۷

Marfat.com

کمنجل وسمی علیہ وجرحہ حل عندنا کما لو رماہ بھا[1] انتھی مختصرًا۔

لگا ہوا ہو مثلاً منجل، اور بسم اللہ پڑھی ہو اور آلہ نے اسے زخمی کر دیا تو ہمارے نزدیک حلال ہو جائیگا، جیسا کہ آلہ جارحہ پھینکنے کی صورت میں حلال ہو جاتا ہے انتہی مختصراً۔ (ت)

تاج العروس شرح قاموس میں ہے:

المنجل کمنبر حدیدۃ ذات اسنان یقضب بھا الزرع وقیل ھو مایقضب بہ العود من الشجر[2]۔

منجل بروزن منبر، وُہ ایک دانتوں والا لوہے کا آلہ (درانتی) ہے، اس کے ساتھ فصل کو کاٹا جاتا ہے، اور بعض نے کہا کہ اس کے ساتھ درخت کی ٹہنی کاٹی جاتی ہے۔ (ت)

مگر اس سے ذبح کرنا ممنوع وگناہ ہے کہ بے سبب ایذا ہے، جیسے کُند چھری یا اس سے بھی زائد، ذبائح الہندیہ میں محیط امام سرخسی سے ہے:

الکلیلۃ یجوز الذبح بھا ویکرہ[3]۔

کُند چھُری سے ذبح جائز ہے اور مکروہ ہے (ت)

لیکن ایسی صورت میں کہ جانور مرا جاتا ہے اور اس کے سوا کوئی آلہ نہیں، اجازت بعید نہیں،

فان الضرورات تبیح المحذورات[4]، وربما یفیدہ قول الدر المختار کل تعذیب بلا فائدۃ، مثل قطع الراس والسلخ قبل ان تبرد ای تسکن عن الاضطراب[5] اھ فھذا وان کان تعذیبا فلافائدۃ بل للضرورۃ۔

ضروریات مباح کر دیتی ہیں ممنوعات کو، اور درمختار کا قول اس کے لئے مفید ہے کہ سرد ہونے سے قبل یعنی اضطراب ختم ہونے سے قبل جانور کا سر کاٹنا اور جانور کی کھال اتارنا مثلاً یہ بیفائدہ عذاب ہے اھ تو یہ اگرچہ بے فائدہ عذاب دینا ہے لیکن ضرورت کی وجہ سے ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الصید دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۳۰۲
[2] تاج العروس شرح القاموس باب اللام فصل النون " " " ۸/۱۲۸
[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الذبائح الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۲۸۶
[4] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الخامسۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۱۸
[5] درمختار " " مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۲۸

Marfat.com

پھر اگر رگیں کٹنے سے پہلے جانور میں مذبوح کی حیات سے زیادہ حیات باقی تھی جب تو بالاتفاق حلال ہوگیا، اور اس کا کھانا بے تامل روا، اور اس پر اعتراض محض باطل و بےجا، اور اگر آلہ کُند تھا اور بہت سختی کرنی پڑی کہ اکثر رگیں کٹنے سے پہلے ہی دانتوں کی رگڑوں، صدموں سے اس کی روح فنا ہوگئی، یا رہی تو صرف اُتنی ہی رہی جو بعد ذبح ہوتی ہے کہ فقط موت کا تڑپنا باقی ہوتا ہے، اس کے بعد دو چار پہر جی نہیں سکتا، تو اس صورت میں یہاں کہ اور کوئی آلہ ملتا ہی نہ تھا اختلاف علماء ہے بعض فرماتے ہیں حرام ہوگیا کہ ذکوٰۃ اختیاری یعنی رگوں کے کاٹنے سے اس کی موت نہ ہُوئی، بلکہ سببِ موت قطع عروق سے پہلے ہی متحقق ہولیا، اور بعض نے کہا حلال ہے کہ جب آلہ میسر ہی نہ تھا تو یہ بھی ایک ذکوٰۃ اضطراری کی شکل میں آگیا، اور رجحان موجودہ جانب حرمت ہی پایا جاتا ہے، اور اسی میں احتیاط،

نقل المصنف ان من التعذر مالوادرك صيده حيا، او اشرف ثورہ على الهلاك، وضاق الوقت عن الذبح، او لم يجد ألة الذبح فجرحه حل فی روایۃ[1]۔

مصنف نے نقل کیا متعذر صورتوں میں، یہ کہ شکار کو زندہ حالت میں پایا یا وہ موت کے قریب تھا، اور ذبح کرنے والے کو وقت کی تنگی تھی یا ذبح کا آلہ نہ پایا تو ایسی صورتوں میں اگر زخمی کردیا تو حلال ہوگا یہ ایک روایت ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

الاولى ان یقول فی قولٍ لانه نقله المصنف عن القنية معزوا الى بعض المشائخ، وقال البعض الأخر لایحل اكله الا اذا قطع العروق، افادہ ط[2]۔

روایت کی بجائے ایک قول کہنا مناسب ہے کیونکہ اس کو مصنف نے قنیہ سے بحوالہ بعض مشائخ نقل کیا ہے، اور بعض دیگر نے کہا اس کا کھانا حلال نہیں جب تک اس کی رگیں نہ کاٹ دے، اس کا افادہ علامہ طحطاوی نے کیا۔ (ت)

اور ہندیہ کی عبارت یہ ہے:

اشرف ثورہ على الهلاك وليس معه الا مایجرح مذبحه،

جانور موت کے قریب ہے اور ذبح کرنے والے کے پاس صرف ایسی چیز ہے جو ذبح والے مقام کو زخمی

---

[1] درمختار | کتاب الذبائح | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/ ۲۲۹
[2] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۵/ ۱۹۳

Marfat.com

ولو طلب اٰلة الذبح لایدرك ذکاته فجرح مذبحه لایحل، الا اذا قطع العروق، قال القاضی عبدالجبار یحل ان جرحه کذا فی القنیة[1]

کرسکتا ہے اور اگر وہ ذبح کا آلہ تلاش کرے تو جانور مردار ہوجائے ایسی صورت میں مقام ذبح کو زخمی کردینے سے حلال نہ ہوگا جب تک اس کی رگوں کو کاٹ نہ دے۔ قاضی عبدالجبار نے کہا ہے کہ اگر زخمی کردیا جس سے موت واقع ہوئی تو حلال ہے یوں قنیہ میں ہے۔ (ت)

تنویرالابصار و درمختار و ردالمحتار کتاب الصید میں ہے:

ان ادرکه الرامی والمرسل حیا ذکاه وجوبا، فلو ترکها حرم، وکذا یحرم لو عجز عن التذکیة (بان لم یجد اٰلة اولا یبقی من الوقت ما یمکن تحصیل الاٰلة والاستعداد للذبح) لان العجز عن التذکیة لایحل الحرام[2] اھ ملتقطًا۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم۔

کتا چھوڑنے والے یا تیر مارنے والے نے شکار کو زندہ پایا تو اس کو ذبح کرنا واجب ہے اگر نہ کیا تو حرام ہوگا، اور یونہی اس صورت میں ذبح کرنے سے عاجز رہا تو بھی حرام ہوگا۔ عجز کی صورت یہ کہ ذبح کا آلہ نہ پائے یا اتنا وقت نہ پایا کہ آلہ حاصل کرسکے، یا ذبح کی استعداد نہ پائے، کیونکہ عجز حرام کو حلال نہیں کرتا اھ ملتقطاً۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

مسئلہ ۸۵: از ڈیرہ اسمٰعیل خاں ملک وزیرستان چھاؤنی ٹانک پوسٹ کرگٹی ورکس کمپنی
مرسلہ مولوی اکبر حسین صاحب اسٹون ۲۶۰۴ ۱۳ رمضان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، (۱) لوہے کی پتی کی چھری بنی ہو، نہ اس میں دستہ ہو نہ دستہ کی جگہ پر کوئی سوراخ ہو، اس سے ذبح کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۲) یہ جگہ فیلڈ ہے، اور گرمی بہت سخت اور دھوپ میں کام کرنا پڑتا ہے، یہاں روزہ رکھنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

(۱) اگر اس میں کسی طرف دھار رکھی گئی ہو جیسے چھری میں، تو دھار سے ذبح جائز ہے، اور دھار نہ ہو

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الذبائح نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۲۸۶
[2] درمختار شرح تنویرالابصار کتاب الصید مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۶۳
ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۳۰۳

Marfat.com

تو ذبح ناممکن اور جانور مردار ہوجائے گا، نص علیه الامام النسفی فی الکافی (اس پر امام نسفی نے کافی میں نص فرمائی ہے۔

اگر دھوپ میں کام کرنے کے ساتھ روزہ ہو سکے اور آدمی مقیم ہو مسافر نہ ہو تو روزہ فرض ہے، اور اگر نہ ہو سکے روزہ رکھنے سے بیمار پڑ جائے، ضرر قوی پہنچے، تو مقیم غیر مسافر کو ایسا کام کرنا حرام ہے۔ اگر ترک پر قدرت نہ ہو اور کسی طرح نہ ممکن ہو قضا رکھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۶ از سرنیا ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۲ رجب ۱۳۱۳ھ

کوئی جانور دیوار سے دب گیا، گردن مٹی سے دب گئی، تو کس ترکیب سے ذبح کرے؟

الجواب

اگر اندیشہ ہے کہ نکالنے تک اُس کا دم نکل جائے گا، تو جہاں چاہے تکبیر کہہ کر خُون نکال دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ مرسلہ مولانا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی پیلی بھیت ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بھنگی نے ظاہر کے نام کا بکرا مانا، اُسے ایک فقیر مسلمان نے بھنگی کے گھر جا کر ذبح کیا اور اس کا کلیجہ نکال کر بھونا، اور اس فقیر کے ہمراہ چار مسلمان اور تھے، پانچوں نے کھایا، فقیر کافر ہوا یا مسلمان رہا؟ مرتکب حرام ہوا یا نہیں؟ اور بقیہ آکلین کا کیا حکم ہے؟ اور یہ ذبیحہ حلال ہے یا حرام؟ مثل میتہ ہے یا اس سے کچھ اوترتا؟ اور جو اس ذبیحے کو حلال بتائے وُہ بر تقدیر حرمت کافر ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ذابح اگر غیر خدا کے نام پر ذبح کرے یعنی وقتِ ذبح جس طرح تکبیر کا حکم ہے یہ غیر خدا کا نام لے مثلاً بسم اللہ کی جگہ باسم فلاں کہے تو ذبیحہ قطعاً حرام ہے، قال اللہ تعالیٰ وما اھل بہ لغیر اللہ[1] (اللہ تعالےٰ نے فرمایا: جس کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا۔ ت) اسی طرح اگر مسلمان[ع] کلمہ گو نے اُس ذبح

ع خصصت الکلام بالمسلم لان الشرك — میں نے مسلمان کو خاص ذکر کیا کیونکہ مشرک اگرچہ (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۸۳

Marfat.com

سے غیرِ خدا کی عبادت کا قصد کیا اور اہلِ اسلام اراقۃ دم لوجہ اللہ سے جس طرح کا تقرب اللہ جل جلالہ کی طرف

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

لا تحل ذبیحتہ مطلقا و ان سمی اللہ تعالٰی وقصد بہ التقرب الیہ وحدہ عزّوجل والکتابی تحل ذبیحتہ اذا سمی اللہ تعالٰی وحدہ وان قصد بہ التقرب الٰی غیرہ تعالٰی ، قال النیشاپوری فی تفسیرہ قال مالک والشافعی و ابوحنیفۃ و اصحابہ ، اذا ذبحوا علی اسم المسیح فقد اھلوا بہ لغیر اللہ فوجب ان یحرم ، واذا ذبحوا علی اسم اللہ فظاھر اللفظ یقتضی الحل ولا عبرۃ بغیر اللفظ اھ[1] وقال فی الھندیۃ عن البدائع لو سمع منہ یعنی من الکتابی ذکر اسم اللہ تعالٰی لکنہ عنی باللہ تعالٰی وعزوجل المسیح علیہ السلام قالوا توکل الا اذا نص فقال بسم اللہ الذی ھو ثالث ثلثۃ فلا یحل[2] الخ ، اقول

اللہ وحدہٗ تعالٰی کے نام اور اسی کا تقرب حاصل کرنے کے لئے ذبح کرے تب بھی اس کا ذبیحہ حلال نہ ہوگا ، اور اہلِ کتاب (یہودی یا عیسائی) اگر اللہ تعالٰی کے نام پر ذبح کرے تو اس کا ذبیحہ حلال ہوگا اگرچہ وُہ غیر اللہ کے تقرب کے لئے ذبح کرے ۔ علّامہ نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ امام مالک ، شافعی ، ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے فرمایا کہ اگر عیسائی مسیح کے نام پر ذبح کریں تو اس نے یقیناً غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ، لہذا ضروری ہے کہ وُہ ذبیحہ حرام ہو ، اور اگر وہ اللہ تعالٰی کے نام پر ذبح کریں تو ظاہر الفاظ کے اعتبار پر وہ ذبیحہ حلال ہوگا اور غیر لفظ کا اعتبار نہ ہوگا اھ ، ہندیہ میں فرمایا کہ بدائع میں ہے اگر کتابی عیسائی سے ذبح کے وقت اللہ تعالٰی کا نام سُنا لیکن اس نے اللہ تعالٰی سے مراد مسیح علیہ السلام کو لیا تو فقہاء نے فرمایا کہ اس کا ذبیحہ کھایا جائے گا جب تک کہ صریح الفاظ میں یُوں کہے اللہ کے نام سے جو تین میں سے تیسرا ہے ، اگر صریح طور پر ایسے کہے تب حرام ہوگا الخ اقول (میں کہتا ہوں)

(باقی اگلے صفحہ پر)

[1] غرائب القرآن (تفسیر النیسابوری) تحت آیۃ ۲/ ۱۷۳ مصطفی البابی مصر ۲/ ۴۲

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الذبائح الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۲۸۵

Marfat.com

چاہتے ہیں، اس نے اس ذبح سے اسی نوع کا تقرب غیر خدا کی طرف چاہا، تو بھی حرمتِ ذبیحہ میں کلام نہیں، اگرچہ اس پر زبان سے خالص تکبیر ہی کہی ہو کہ جب اس نے غیر خدا کو معبود قرار دیا یا اس ذبح سے اس کی عبادت کا قصد کیا مرتد ہوگیا، اور مرتد کا ذبیحہ حلال نہیں، مگر نازلہ مسئولہ سائل ان صورتوں سے بری ہے کہ یہ تو یقیناً معلوم کہ کوئی کلمہ گو ذبح کرتے وقت بسم اللہ کی جگہ باسم ظاھر ہرگز نہیں کہتا، نہ زنہار کسی مسلمان پر یہ گمان ہوسکتا ہے کہ وہ غیر خدا کی عبادت چاہے اور ظاہر واہر بھنگیوں وغیرہم کفار کے باطل معبودان کو معاذ اللہ معبود قرار دے، تو لاجرم اس نے اللہ ہی کے نام ذبح کیا اور عبادتِ غیر خدا کا خیال بھی اس کے دل میں نہ آیا بلکہ اصلاً اس پر بھی کوئی دلیل نہیں کہ اس کی جان دینے سے فقیر مسلم اس معبود باطل کی مجرد تعظیم (جو مثل تعظیم اہل دنیا بوجہ غنا انحائے تعظیم الٰہی سے نہیں ہوسکتی) منظور رکھی ہو، کہ مسئلہ ذبح عند قدوم الامیر کو اس سے تعلق ہو سکے، انصاف یہ ہے کہ اس طرح کے فقیروں کو صرف اپنے کھانے سے غرض ہوتی ہے، کافر بلا کر لے گیا اُنھوں نے تکبیر کہہ کر بطور مسلمانان ذبح کیا اور اپنے کھانے کے قابل کر دیا، اس کے سوا اُنھیں دوسری نیتِ فاسدہ کا مرتکب جاننا مسلمان پر نری بدگمانی ہے جو بنصِ قطعی قرآن حرام،

قال اللہ تعالٰی یاایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو بہت سے گمانوں سے بچو کہ کچھ گمان گناہ ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

والسرفیہ ما اشرنا الیہ ان الکتابی لایخرج بھذا عن کونہ کتابیا فتحل اذا جرد التسمیۃ للہ تعالٰی کما ان المشرک لایخرج عن الاشراک بتجرید التسمیۃ فلا تحل وان سمی اللہ تعالٰی اما المسلم لیخرج بھذا القصد عن الاسلام فلا تحل ھکذا اینبغی ان یفھم ھذا المقام ۱۲ منہ قدس سرہ العزیز۔

اس میں نکتہ یہ ہے جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا ہے کہ عیسائی و کتابی خالص اللہ تعالٰی کا نام لینے اور مراد مسیح علیہ السلام لینے پر کتابی ہونے سے باہر نہ ہوگا، لہٰذا اس کا ذبیحہ حلال جس طرح مشرک خالص اللہ تعالٰی اور اسی کا تقرب مراد لینے سے شرک سے باہر نہ ہوگا لہٰذا اس کا ذبیحہ حلال نہ ہوگا جبکہ مسلمان غیر اللہ کا تقرب وعبادت مراد لینے پر اسلام سے باہر ہوجاتا ہے لہٰذا وہ ذبیحہ حلال نہ ہوگا، اس مقام کو یوں سمجھنا مناسب ہے ۱۲ منہ قدس سرہ العزیز (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

Marfat.com

وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب[1] الحدیث، رواہ الائمۃ مالک والبخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

(رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا) گمان سے دُور رہو کہ گمان سے بڑھ کر کوئی بات جھوٹی نہیں الحدیث (اس کو ائمہ مالک، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور دل کے ارادے پر حکم کرنا خصوصاً ایسا کہ صراحۃً خلاف ظاہر و موہوم مضمحل بلکہ محض غلط باطل ہے، بیشک جرم عظیم ہے،

قال اللہ تعالٰی ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولٰئک کان عنہ مسئولا[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: بے یقین بات کے پیچھے نہ پڑ بیشک کان، آنکھ، دل سب سے سوال ہونا ہے (ت)

وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم افلا شققت عن قلبہ حتی تعلم اقالھا ام لا[3]۔ اخرجہ مسلم عن اسامۃ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

(رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا) تُو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا کہ دل کے عقیدے پر اطلاع پاتا (اس کو مسلم نے اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت)

سیدی عارف باللہ احمد زروق روح اللہ تعالٰی روحہ فرماتے ہیں:

انما ینشؤ الظن الخبیث عن القلب الخبیث[4] ذکرہ سیدی عبدالغنی النابلسی فی الحدیقۃ الندیۃ۔

خبیث گمان خبیث دل سے نکلتا ہے۔ (اس کو سیدی عبدالغنی النابلسی نے حدیقۃ الندیہ میں ذکر کیا ہے۔ ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب النکاح باب لایخطب علی خطبۃ اخیہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۷۲ و ۸۹۶
صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم الظن " " " ۲/۳۱۶
جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی ظن السوء امین کمپنی دہلی ۲/۲۰

[2] القرآن الکریم ۱۷/۳۶

[3] صحیح مسلم کتاب الایمان باب تحریم قتل الکافر بعد قولہ لاالٰہ الا اللہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۶۸

[4] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الخلق الرابع والعشرون مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۸

Marfat.com

تفسیر کبیر میں فرمایا:

انما کلفنا بالظاهر لا بالباطن فاذا ذبحه علی اسم الله وجب ان یحل ولا سبیل لنا الی الباطن[1]

ہم ظاہر کے مکلف ہیں باطن کے نہیں، تو جب اس نے اللہ تعالٰی کے نام پر ذبح کیا تو ضرور حلال ہوگا، ہمیں اس کے باطن کی طرف راہ نہیں ہے (ت)

منیہ و ذخیرہ و شرح وہبانیہ و درمختار وغیرہا میں ہے:

انا لانسئ الظن بالمسلم انه یتقرب الی الآدمی بهذا النحر[2]

ہم مسلمان پر بدگمانی نہیں کرتے کہ اس نے اس ذبح سے کسی آدمی کا تقرب چاہا ہے (ت)

دیکھو ائمۂ دین و علمائے معتمدین کیونکر صاف تصریحیں فرماتے ہیں کہ ہمیں باطن کی طرف کوئی راہ نہیں، ظاہر پر عمل کا حکم ہے، جب مسلمان نے خدا کا نام لے کر ذبح کیا واجب ہوا کہ ذبیحہ حلال ہو، ہم مسلمان پر بدگمانی نہیں کرتے کہ اس نے ذبح سے آدمی کی طرف تقرب چاہا ہو، جبکہ فقہائے عدول کے یہ اقوال، خدا و رسول کے وہ ارشاد، تو اب سوئے ظن پر بنا نہ کرے گا مگر خبیث الباطن کج نہاد،

وما الله بغافل عما تعملون[3]، والله لا یحب الفساد[4]

اللہ تعالٰی غافل نہیں اس سے جو تم کرتے ہو۔ اور اللہ تعالٰی فساد کو پسند نہیں فرماتا۔ (ت)

پس صورتِ مستفسرہ میں وہ ذبیحہ قطعاً حلال ہے، اور اس فقیر اور اس کے ساتھ والوں نے لحمِ مذکّی کھایا نہ مردار۔ فقہائے کرام نے خاص اس جزئیہ کی تصریح فرمائی کہ مثلاً مجوسی نے اپنے آتشکدے یا مشرک نے اپنے بتوں کے لئے مسلمان سے بکری ذبح کرائی اور اس نے خدا کا نام پاک لے کر ذبح کی بکری حلال ہے، کھائی جائے۔ فتاوٰی عالمگیری و فتاوٰی تاتارخانیہ و جامع الفتاوٰی میں ہے:

مسلم ذبح شاۃ المجوسی لبیت نارهم، او الکافر لألهتهم توکل، لانه سمی الله تعالٰی[5]

مسلمان نے مجوسی کی بکری اسکے آتشکدہ کے لئے یا کافر کی بکری ان کے بتوں کے لئے اللہ تعالٰی کے نام سے ذبح کی تو وہ کھائی جائے کیونکہ مسلمان نے اللہ تعالٰی کے نام کو ذکر کیا ہے (ت)

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ۲/۱۷۳ المطبعۃ البہیۃ مصر ۵/۲۳

[2] درمختار کتاب الذبائح مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۳۰

[3] القرآن الکریم ۲/۸۵ [4] القرآن الکریم ۲/۲۰۵

[5] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ التتارخانیۃ عن جامع الفتاوٰی کتاب الذبائح نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۲۸۶

Marfat.com

البتہ مسلمان کے لئے اس صورت میں کراہت لکھتے ہیں، ہندیہ میں عبارتِ مذکورہ کے بعد ہے: ویکرہ للمسلم[1] (مسلمان کے لئے اس میں کراہت ہے۔ ت) ظاہر ہے کہ مسلمان کو ایسا فعل کرنا نہ تھا کہ اس میں بظاہر گویا اُس کافر کا کام پُورا کرنا اور اس کے زعم میں اس کے قصدِ مذموم کا آلہ بننا ہے، اگرچہ حقیقتِ امر بالکل اس کے مباین ہے کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) بالجملہ اس مسئلہ میں حق یہ ہے کہ یہاں صرف وقتِ ذبح قول ونیتِ ذابح کا اعتبار ہے، اگر ذابح مسلم نے اللہ ہی کے لئے ذبح کیا اور وقتِ ذبح اللہ ہی کا نام لیا تو ذبیحہ قطعاً حلال، اگرچہ مالک نے کسی کے نام پر مشہور کر رکھا ہو۔

قال اللہ تعالیٰ وما لکم ان لا تاکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ[2] — اللہ تعالٰی نے فرمایا: تمھیں کیا ہوا کہ تم اللہ تعالٰی کے نام پر ذبیحہ کو نہیں کھاتے (ت)

یُوں ہی کتابی کا ذبیحہ، اگر وقتِ ذبح خالص نامِ خدا لے۔

قال تعالیٰ طعام الذین اوتوا الکتٰب حل لکم[3] واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔ — اللہ تعالٰی نے فرمایا: اہلِ کتاب کا طعام تمھارے لئے حلال ہے۔ واللہ سبحانہ، وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کھالِ مذبوح حلال مثل گائے، بھینس، بکری، مرغ وغیرہ کے حلال ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

مذبوح حلال جانور کی کھال بیشک حلال ہے، شرعاً اس کا کھانا ممنوع نہیں، اگرچہ گائے بھینس بکری کی کھال کھانے کے قابل نہیں ہوتی،

فی الدرالمختار اذا ما ذکیت شاۃ فکلہا ÷ سوی سبع ففیہن الوبال، فحاء ثم خاء ثم غین ÷ ودال ثم میمان وذال انتہٰی، فالحاء الحیاء — درمختار میں ہے جب بکری ذبح کی گئی تو سات اجزاء جن میں وبال ہے کے ماسوا کو کھاؤ، سات یہ ہیں: ح، پھر خ، پھر غ اور د، پھر دو میم اور ذ، انتہی۔ حا رحیا کی

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ — کتاب الذبائح — نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۲۸۶
[2] القرآن الکریم ۶/۱۱۹
[3] ؍؍ ۵/۵
[4] درمختار — مسائل شتّی — مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۴۹

Marfat.com

وھو الفرج، والخاء الخصیۃ، والغین الغدۃ، والدال الدم المفسوح، والمیمان المرارۃ والمثانۃ، والذال الذکر۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

وہ شرمگاہ، خاء خصیہ کی، غین غدود کی، دال دمِ مفسوح کی، اور دو میم مرارہ (پِتّہ) اور مثانہ، اور ذال ذکر ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۸۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بدن حیوان ماکول اللحم میں کیا کیا چیزیں مکروہ ہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

سات چیزیں تو حدیثوں میں شمار کی گئیں: (۱) مرارہ یعنی پِتّہ (۲) مثانہ یعنی پھکنا (۳) حیا یعنی فرج (۴) ذکر (۵) انثیین (۶) غدہ (۷) دم یعنی خون مسفوح۔

اخرج الطبرانی فی المعجم الاوسط عن عبد اللہ بن عمرو ابن عدی، والبیہقی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یکرہ من الشاۃ سبعا المرارۃ والمثانۃ والحیاء والذکر والانثیین والغدۃ والدم وکان احب الشاۃ الیہ مقدمہا۔[1]

طبرانی نے معجم الاوسط میں عبد اللہ بن عمر اور ابن عدی سے اور بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ذبیحہ جانور کے سات اجزاء کو مکروہ فرماتے تھے، سات یہ ہیں: مرارہ (پِتّہ)، مثانہ، حیاء (شرمگاہ)، ذکر، خصیے، غدود اور خون۔ اور آپ کو بکری ذبیحہ کا مقدم حصہ پسند تھا۔ (ت)

ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: خون تو حرام ہے کہ قرآن عظیم میں اس کی تحریم منصوص، اور باقی چیزیں میں مکروہ سمجھتا ہوں کہ سلیم الطبع لوگ اُن سے گھن کرتے ہیں اور انھیں گندی سمجھتے ہیں، اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے ویحرم علیہم الخبٰئث[2] یہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُن پر سب گندی چیزیں حرام فرمائیگا۔

حاشیہ علامہ طحطاوی میں ہے:

قال ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ اما الدم

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا لیکن خون

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۹۴۸۶ مکتبۃ المعارف ریاض ۱۰/۲۱۷

[2] القرآن الکریم ۷/۱۵۷

Marfat.com

فحرام بالنص واکرہ الباقیۃ لانھا مما تستخبثہ الانفس[1]، قال اللہ تعالٰی ویحرم علیھم الخبٰئث[2]۔

تو وہ حرام ہے قرآنی نص سے ثابت ہے اور باقی کو میں مکروہِ تحریمہ سمجھتا ہوں کیونکہ ان سے نفوس نفرت کرتے ہیں، اور جبکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے ویحرم علیھم الخبائث۔ (ت)

اسی طرح ینابیع میں ہے کما سیأتی (جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ ت)، اور مختار ومعتمد یہ ہے کہ کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے، یہاں تک کہ امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی قدس سرہ نے بلفظ حرمت تعبیر کی، عالمگیری میں ہے:

امابیان مایحرم اکلہ من اجزاء الحیوان سبعۃ الدم المفسوح والذکر والانثیان والقبل والغدۃ والمثانۃ والمرارۃ[3]۔

لیکن یہ بیان کہ حیوان کے اجزاء میں سے جن کا کھانا حرام ہے وہ سات ہیں: بہنے والا خون، ذکر، خصیے، شرمگاہ، غدود، مثانہ اور پتہ۔ (ت)

تنویر الابصار میں ہے:

کرہ تحریما من الشاۃ سبع[4] الخ

بکری کے سات اجزاء مکروہ تحریمہ ہیں الخ (ت)

درمختار میں ہے:

وقیل تنزیھا، والاول اوجہ[5]۔

بعض نے کہا مکروہ تنزیہی ہیں، جبکہ پہلا قول زیادہ معتبر ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

وھوظاھر اطلاق المتون الکراھۃ[6]۔

یہی ظاہر ہے کہ متون نے کراہت کو مطلق ذکر کیا۔ (ت)

مغنی المستفتی عن سوال المفتی میں ہے:

المکروہ تحریما من الشاۃ سبع[7] الخ۔

بکری کے سات اجزاء مکروہِ تحریمی ہیں (ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار مسائل شتی دارالمعرفۃ بیروت ۴/۳۶۰

[2] القرآن الکریم ۷/۱۵۷

[3] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ البدائع کتاب الذبائح الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۲۹۰

[4] درمختار شرح تنویر الابصار مسائل شتی مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۴۹

[5] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۲/۳۴۹

[6] ردالمحتار ″ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۷۷

[7] مغنی المستفتی عن سوال المفتی

Marfat.com

یہ تو سات تو بہت کتبِ مذہب، متون وشروح وفتاوٰی میں مصرح، اور علامہ قاضی بدیع خوارزمی صاحب غنیۃ الفقہاء و علامہ شمس الدین محمد قہستانی شارح نقایہ و علامہ سیدی احمد مصری محشی درمختار وغیرہم علماء نے دو چیزیں اور زیادہ فرمائیں (۸) نخاع الصلب یعنی حرام مغز اس کی کراہت نصاب الاحتساب میں بھی ہے (۹) گردن کے دو پٹھے جو شانوں تک ممتد ہوتے ہیں، اور فاضلین اخیرین وغیرہما نے تین اور بڑھائیں (۱۰) خونِ جگر (۱۱) خونِ طحال (۱۲) خونِ گوشت یعنی دمِ مسفوح نکل جانے کے بعد جو خون گوشت میں رہ جاتا ہے۔ بحر المحیط میں ہے:

الغدد والذکر والانثیان والمثانۃ والعصبان اللذان فی العنق والمرارۃ والقصید مکروہ[1] اھ ملخصا۔

غدود، ذکر، خصیے، مثانہ، گردن کے دو پٹھے، پتّہ، پیٹھ کا گودا مکروہ ہیں اھ ملخصاً (ت)

جامع الرموز میں اس کے بعد ہے:

وکذا الدم الذی یخرج من اللحم والکبد والطحال[2]۔

یُوں ہی وہ خون جو گوشت، جگر اور تلی سے نکلے۔ (ت)

ذبائح الطحاوی میں ہے:

الذکر والانثیان والمثانۃ والعصبان اللذان فی العنق والمرارۃ تحل مع الکراھۃ وکذا الدم الذی یخرج من اللحم والکبد والطحال دون الدم المسفوح، وھل الکراھۃ تحریمیۃ او تنزیھیۃ قولان[3]۔

ذکر، خصیے، مثانہ، گردن کے دو پٹھے، پتّہ کراہت کے ساتھ حلال ہیں، اسی طرح وُہ خون جو گوشت، جگر اور تلی سے نکلے جو بہنے والے خون سے بچا ہوا ہو، اور کیا یہ کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی، دو قول ہیں (ت)

اسی میں مسائل شتّٰی میں ہے، وتزید نخاع الصلب[4] (اور مزید پیٹھ کا گودا۔ ت)

اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی اوج التحقیق (میں کہتا ہوں اور اللہ تعالٰی کی توفیق سے ہی تحقیق کی بلندی تک وصول ہے۔ ت) علماء کی ان زیادت سے ظاہر ہوگیا کہ سات میں حصر مقصود نہ تھا،

---

[1] جامع الرموز بحوالہ المحیط کتاب الذبائح مکتبۃ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران ۳/۳۵۱
[2] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۳/۳۵۱
[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ″ دار المعرفۃ بیروت ۴/۱۵۷
[4] ″ ″ ″ ″ مسائل شتی مکتبہ عربیہ کوئٹہ ۴/۳۶۰

Marfat.com

بلکہ صرف باتباع نظم حدیث ونص امام ان پر اقتصار واقع ہوا، اور غروان علمائے زائدین نے بھی قصد استیعاب نہ فرمایا یہ امر انھیں عبارات مذکورہ سے ظاہر، اور اس پر دوسری دلیل واضح یہ کہ جگر وطحال وگوشت کے خون گنے اور (۱۲) خون قلب چھوڑ گئے حالانکہ وہ قطعاً ان کے مثل ہے، یہاں تک کہ عتابیہ وخزانہ وقنیہ وغیرہا میں اس کی نجاست پر جزم کیا اور اسی طرح امام برہان الدین فرغانی صاحب ہدایہ نے کتاب التجنیس والمزید میں فرمایا، اگرچہ روضۂ ناطفی و مراقی الفلاح و درمختار و ردالمحتار وغیرہا اسفار میں طہارت کو مختار رکھا، اور ظاہر ہے کہ نجاست مثبت حرمت ہے اور طہارت مفید حلت نہیں۔ حلیہ میں ہے:

فی القنیۃ دم قلب الشاۃ نجس والیہ مال کلام صاحب الہدایۃ فی التجنیس وفی خزانۃ الفتاوٰی دم القلب نجس ودم الکبد والطحال لا۔[1]

قنیہ میں ہے بکری کے دل کا خون نجس ہے، تجنیس میں صاحبِ ہدایہ کا میلان اسی طرف ہے، اور خزانۃ الفتاوٰی میں ہے کہ دل کا خون نجس ہے تلی اور جگر کا خون نجس نہیں ہے (ت)

رحمانیہ میں ہے:

فی العتابیۃ دم القلب نجس، ودم الکبد والطحال لا۔[2]

عتابیہ میں ہے دل کا خون نجس ہے، جگر اور تلی کا خون نجس نہیں (ت)

اور نیز عدمِ حصر پر ایک اور دلیل قاطع یہ ہے کہ عامۂ کتب میں دم مسفوح، اور ان کتابوں میں دم لحم وکبد وطحال کو شمار کیا، تو اس سے واضح کہ کلام اعضاء سے اخلاط تک متجاوز نہ ہوا، اور بیشک اخلاط سے (۱۴) مرہ بھی ہے یعنی وہ زرد پانی کہ پتہ میں ہوتا ہے جسے صفرا کہتے ہیں، اور ہمارے علماء کتاب الطہارۃ میں تصریح فرماتے ہیں کہ اس کا حکم مثل پیشاب کے ہے، بلکہ بعض نے تو مثل خون کے ٹھہرایا۔ درمختار میں ہے:

مرارۃ فی حیوان کبولہ[3] (حیوان کا پتہ پیشاب کی مانند ہے۔ ت) حلیہ میں ہے:

قیل مرارۃ الشاۃ کالدم وقیل کبولہا، خفیفۃ عندہما، طاہرۃ عند محمد۔[4]

بعض نے کہا ہے پتہ جانور کا خون کی طرح ہے، بعض نے کہا پیشاب کی طرح ہے۔ شیخین کے نزدیک نجاست خفیفہ ہے، امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پاک ہے۔ (ت)

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] رحمانیہ

[3] درمختار | کتاب الطہارۃ | باب الاستنجاء | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۵۷

[4] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

Marfat.com

بہرحال کھانا اس کا بیشک ناجائز ہے کما ھو المذھب فی البول (جیسا کہ پیشاب کے بارے میں ان کا مذہب ہے۔ت) باوجود اس کے یہاں شمار میں نہ آیا، یونہی اخلاط سے بلغم ہے کہ جب براہ بینی مندفع ہو، جیسے بھیڑ وغیرہ میں مشاہد ہے، اسے عربی میں مخاط اور فارسی میں آب بینی کہتے ہیں (۱۵) اس کا کھانا بھی یقیناً ناجائز، صرح بہ فی العقود الدریۃ تنقیح الفتاوی الحامدیۃ (یہی تصریح عقود الدریۃ تنقیح الفتاوی الحامدیۃ میں ہے۔ت) یہ بھی یہاں غیر معدود اور منجملہ دماء (۱۶) وہ خون بھی ہے جو رحم میں نطفہ سے بنتا ہے منجمد ہوکر علقہ نام رکھا جاتا ہے، وہ بھی قطعاً حرام۔ نہایہ و تبیین الحقائق و ردالمحتار وغیرہا میں ہے:

العلقۃ والمضغۃ نجسان کالمنی[1] علقہ (منجمد خون) اور مضغہ (ابتدائے تخلیق کا خون اور لوتھڑا) منی کی طرح ناپاک ہیں (ت)

یہ بھی نہ گنا گیا، تو واضح ہوا کہ عامہ کتب میں لفظ سبع (سات) صرف باتباع حدیث ہے، جس طرح کتب کثیرہ میں شاۃ (بکری) کی قید، کما مر عن تنویر الابصار و مغنی المستفتی ومثلہ فی غیرھما (جیسا کہ تنویر الابصار اور مغنی المستفتی سے گزرا، اور اسی کی مثل ان کے غیر میں ہے۔ت) حالانکہ حکم صرف بکری سے خاص نہیں، یقیناً سب جانوروں کا یہی حکم ہے۔ حاشیہ طحطاویہ میں ہے:

قولہ من الشاۃ ذکر الشاۃ اتفاقی لان الحکم لایختلف فی غیرھا من الماکولات[2]. بکری کا ذکر اتفاقی ہے کیونکہ دوسرے جانوروں کے ماکولات میں فرق نہیں (ت)

توجیسے لفظ شاۃ محض باتباع حدیث واقع ہوا، اور اس کا مفہوم مراد نہیں، یونہی لفظ سبع، اور اہل علم پر مستتر نہیں کہ استدلال بالفحوی یا اجرائے علت منصوصہ خاصہ مجتہد نہیں کما نص علیہ العلامۃ الطحطاوی تبعا لمن تقدمہ من الاعلام (جیسا کہ اس پر علامہ طحطاوی نے اپنے گزرے ہوئے بزرگوں کی اتباع میں نص کی ہے۔ت) اور یہاں خود امام مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اشیائے ستہ کی علت کراہت پر نص فرمایا کہ خباثت ہے، اب فقیر متوکلاً علی اللہ تعالٰی کوئی محل شک نہیں جانتا کہ (۱۷) دُبر یعنی پاخانے کا مقام (۱۸) کرش یعنی اوجھڑی (۱۹) امعاء یعنی آنتیں بھی اس حکم کراہت میں داخل ہیں، بیشک دُبر فرج و ذکر سے اور کرش و امعاء مثانہ سے اگر خباثت میں زائد نہیں توکسی

---

[1] ردالمحتار بحوالہ نہایہ و زیلعی کتاب الطہارۃ باب الانجاس داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۰۸

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار مسائل شتی دارالمعرفۃ بیروت ۴/ ۳۶۰

Marfat.com

طرح کم بھی نہیں، فرج و ذکر اگر گزرگاہِ بول و منی ہیں دُبر گزرگاہ سرگین ہے، مثانہ اگر معدنِ بول ہے شکنبہ و رُودہ مخزنِ فرث ہیں، اب چاہے اسے دلالۃ النص سمجھئے خواہ اجرائے علّتِ منصوصہ، الحمدللہ بعد اسکے فقیر نے ینابیع سے تصریح پائی کہ امام رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دُبر کی کراہت پر تنصیص فرمائی۔ رحمانیہ میں ہے:

فی الینابیع کرہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من الشاۃ سبعۃ اشیاء الذکر والانثیین والقبل والدبر والغدۃ والمثانۃ والدم، قال ابوحنیفۃ الدم حرام بالنص، والستۃ نکرھھا لانھا تکرھھا الطبائع[1]۔

ینابیع میں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بکری کے سات اجزاء ذکر، خصیے، مادہ کی شرمگاہ، پاخانہ کی جگہ، غدود، مثانہ اور خون کو مکروہ فرمایا۔ اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: خون نص کے ذریعہ حرام اور باقی چھ کو ہم مکروہ سمجھتے ہیں کیونکہ طبائع ان سے نفرت کرتی ہیں (ت)

(۲۰) وُہ گوشت کا ٹکڑا جو رحم میں نطفہ سے بنتا ہے جسے مضغہ کہتے ہیں، اجزائے حیوان سے ہے، اور وُہ بھی بلاشُبہہ حرام، عام ازیں کہ مخلقہ ہو یا غیر مخلقہ، یعنی ہنوز اس میں اعضاء کی کلیاں پھُوٹی ہوں یا صرف لوتھڑا ہو،

فقد اسلفنا عن السغناقی والزیلعی والشامی انھا نجسۃ، ومعلوم ان کل نجس حرام، وقد قال فی الھدایۃ فی الجنین التام الخلقۃ انہ جزء من الام حقیقۃ لانہ متصل بھا حتی یفصل بالمقراض[2] الخ قلت ویدل علیہ صحۃ الاستثناء، وھو حقیقۃ فی الاتصال، واذا کان ذٰلک کذٰلک فالمضغۃ اولی بالجزئیۃ، وھذا یدل ان السبع لم تستوعب الاجزاء، فضلا من الاخلاط اخوات الدماء۔

ہم سغناقی، زیلعی اور شامی سے پہلے نقل کرچکے ہیں کہ وہ نجس ہے اور ہر نجس کا حرام ہونا معلوم ہے اور ہدایہ میں فرماچکے ہیں کہ ماں کے پیٹ میں مکمل خلقت بچّہ ماں کا جُزء ہے کیونکہ وہ حقیقی جزء ہے حتی کہ اس کو کاٹ کر جُدا کیا جاتا ہے الخ، میں کہتا ہوں، اور اس پر استثناء کی صحت دلالت کرتی ہے اور استثناء کی حقیقت اتصال ہے تو جب معاملہ یوں ہے تو مضغہ بطریقِ اولٰی ماں کا جزء ہے، اس سے اس بات پر دلالت ہے کہ سات کا عدد پورے اجزاء کو شامل نہیں چہ جائیکہ خون کی آمیزش سے پیدا ہونے والے امور کو شامل ہو (ت)

---

[1] رحمانیہ

[2] الہدایۃ کتاب الذبائح مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۴۳۸

Marfat.com

(۲۱) ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک بچہ تام الخلقۃ بھی کہ من وجہ جزوِ حیوان ہے یتصل بالام ویتغذی بغذائھا، ویتنفس بتنفسھا (ماں سے متصل، ماں کی غذا سے غذا اور اس کی سانس سے سانس پاتا ہے۔ ت) حرام ہے خواہ اس کے پوست پر بال آئے ہوں یا نہیں، مگر جبکہ زندہ نکلے، اور ذبح کرلیں۔ ہدایہ میں ہے:

من نحرناقۃ او ذبح بقرۃ، فوجد فی بطنھا جنینا میتا لم یوکل، اشعر اولم یشعر[1]

جس نے اونٹنی یا گائے ذبح کی تو اس کے پیٹ میں بچہ مُردہ ہو تو نہ کھایا جائے اس پر بال ہوں یا نہ ہوں۔ (ت)

شامی میں علقہ ومضغہ کی نجاست لکھ کر فرماتے ہیں: وکذا الولد اذا لم یستھل[2] (یوں ہی بچہ جب نہ چیخے۔ ت) (۲۲) یونہی نطفہ بھی حرام ہے، خواہ نر کی منی مادہ کے رحم میں پائی جائے یا خود اسی جانور کی منی ہو۔ ردالمحتار میں ہے:

فی البحر والتتارخانیۃ ان منی کل حیوان نجس[3]

بحر اور تتارخانیہ میں ہے کہ ہر حیوان کی منی نجس ہے۔ (ت)

اب سات کے سہ گونہ سے بھی عدد بڑھ گیا اور ہنوز اور زیادات ممکن، وہ سات اشیاء حدیث میں آئیں، اور پانچ چیزیں کہ علماء نے بڑھائیں، اور دس فقیر نے زیادہ کیں۔ ان بائیس ۲۲ مسائل اور باقی فروع و تفاریع سب کی تفصیل تام وتحقیق تمام فقیر کے رسالہ المنح الملیحۃ فیما نھی من اجزاء الذبیحۃ میں دیکھی جائے، الحمد للہ علی ما الھم۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۰: از جڑودہ ضلع میرٹھ مرسلہ سیّد صابر جیلانی صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جانور کی کون سی چیز جائز اور حلال ہے اور کون سی چیز ناجائز وحرام ہے؟

الجواب

حلال جانور کے سب اجزاء حلال ہیں مگر بعض کہ حرام یا ممنوع یا مکروہ ہیں (۱) رگوں کا خون (۲) پتا

---

[1] الہدایۃ کتاب الذبائح مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۳۸

[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ باب الانجاس داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۰۸

[3] ردالمحتار " " " " ۱/ ۲۰۸

Marfat.com

(۳) مُھکنا (۴) و (۵) علاماتِ مادہ ونر (۶) بیضے (۷) غدود (۸) حرام مغز (۹) گردن کے دو پٹھے کہ شانوں تک کھنچے ہوتے ہیں (۱۰) جگر کا خون (۱۱) تلی کا خون (۱۲) گوشت کا خون کہ بعد ذبح گوشت میں سے نکلتا ہے (۱۳) دل کا خون (۱۴) پت یعنی وہ زرد پانی کہ پتّے میں ہوتا ہے (۱۵) ناک کی رطوبت کہ بھیڑ میں اکثر ہوتی ہے (۱۶) پاخانہ کا مقام (۱۷) اوجھڑی (۱۸) آنتیں (۱۹) نطفہ (۲۰) وہ نطفہ کہ خون ہوگیا (۲۱) وہ کہ گوشت کا لوتھڑا ہوگیا (۲۲) وہ کہ پُورا جانور بن گیا اور مُردہ نکلا یا بے ذبح مرگیا۔

مسئلہ ۹۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زندہ جانور کا کوئی عضو مثلاً دُنبہ کی چکّی کاٹ کر استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جو عضو مچھلی اور ٹڈی کے سوا کسی زندہ جانور سے جُدا کرلیا جائے مُردہ ہے اور کھانا اس کا حرام،

رواہ الحافظ ابوعیسٰی محمّد الترمذی[1] عن ابی واقد اللیثی رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قدم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم المدینۃ وھم یجبون اسنمۃ الابل، ویقطعون الیات الغنم فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مایقطع من البھیمۃ وھی حیۃ فھو میتۃ' قال الحافظ والعمل علٰی ھذا عند اھل العلم فی الھدایۃ فی مسائل السمک، اذا قطع بعضھا فمات یحل اکل ماابین ومابقی لان موتہ بأفۃ وماابین من الحیّ، وان کان میتا فمیتتہ حلال[2]، واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

ابوعیسٰی محمد ترمذی نے ابوواقد لیثی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں کے لوگ زندہ اونٹوں کی کہانوں اور دُنبوں کی چکیوں کو کاٹ کھانا پسند کرتے تھے تو حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا، زندہ جانور کا کاٹا ہوا حصہ مردار ہے۔ حافظ ترمذی نے فرمایا: اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے۔ ہدایہ کے مچھلی کے مسائل میں ہے کہ اگر مچھلی کا کچھ حصّہ کاٹ کر جُدا کرلیا اور مچھلی مرجائے تو اس کے دونوں ٹکڑے حلال ہیں کیونکہ اس کی موت سماوی ہوتی ہے تو زندہ سے ٹکڑا جُدا کیا ہوا اگرچہ مُردہ ہے لیکن اس کا مُردہ حلال ہے۔ اللہ تعالٰی حقیقت حال بہتر جانتا ہے (ت)

---

[1] جامع الترمذی ابواب الصید باب ماجاء ماقطع من الحی فھومیتۃ امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۷۹

[2] الھدایہ کتاب الذبائح مطبع یوسفی لکھنؤ دہلی ۴/ ۴۴۱

Marfat.com

مسئلہ ۹۲ موضع بکہ جیبی والا، علاقہ جاگل، تھانہ ہری پور، ڈاکخانہ کوٹ نجیب اللہ خاں مرسلہ مولوی شیر محمد صاحب ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ذبح کس شخص کا جائز اور کس کا ناجائز ہے؟

الجواب

جن[1]، مرتد[2]، مشرک[3]، مجوسی[4]، مجنون[5]، ناسمجھ[6] اور اس شخص[7] کا جو قصداً تکبیر ترک کرے ذبیحہ حرام و مردار ہے، اور ان کے غیر کا حلال جبکہ رگیں ٹھیک کٹ جائیں، اگرچہ ذابح عورت یا سمجھ والا بچہ یا گونگا یا بے ختنہ ہو، اور اگر ذبیحہ صید ہو تو یہ بھی شرط ہے کہ ذبح حرم میں نہ ہو، ذابح احرام میں نہ ہو۔

فی الدرالمختار شرط کون الذابح مسلما حلالا اوکتابیا ولو مجنونا او امرأۃ اوصبیا یعقل التسمیۃ والذبح ویقدر اواقلف اواخرس لاوثنی ومجوسی ومرتد وجنی وتارك تسمیۃ عمدا[1] اھ ملخصا فی ردالمحتار، قولہ مجنونا، المراد بہ المعتوہ کما فی العنایۃ عن النھایۃ لان المجنون لاقصد لہ ولانیۃ لان التسمیۃ شرط بالنص وھی بالقصد[2] الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے ذبح کرنے والے مسلمان کا حالت احرام میں نہ ہونا یا کتابی ہو، اگرچہ مجنون ہو یا عورت ہو یا بچہ عقلمند ہو جو بسم اللہ و ذبح کو سمجھتا ہو اور قادر ہو، بے سنت ہو یا گونگا ہو۔ بت پرست، مجوسی، مرتد، جن اور قصداً بسم اللہ کو ترک کرنے والا نہ ہو اھ ملخصاً۔ ردالمحتار میں ہے، اس کا قول "مجنون ہو" سے مراد معتوہ (نیم پاگل) ہے کیونکہ مکمل مجنون کا قصد نہیں ہوتا اور نہ نیت ہوتی ہے جیسا کہ عنایہ میں نہایہ سے ہے کیونکہ قصد کے بغیر بسم اللہ کی شرط پوری نہیں ہوتی جبکہ بسم اللہ پڑھنا نص سے ثابت ہے الخ، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۳ از اوجین مرسلہ ملا یعقوب علی خاں یکم رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے نامدار مفتیان ذوی الاقتدار اس مسئلہ میں کہ اقوام بوہر اور عورات اور خروعنی[ع] اور کتابی اور مجوسی اور نصرانی اور مردم مشرک، یہ سب بہ تکبیر اللہ اکبر ذبح کریں درست ہے یا نہیں؟ اور اہل علم ذبح کرے اور ہنود جانور کو دبائے تو مددگار اور ذابح دونوں پر تکبیر کہنا واجب ہے یا فقط ذبح کنندہ

ع ھکذا فی الاصل ۱۲

---

[1] درمختار کتاب الذبائح مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۲۸

[2] ردالمحتار ؍؍ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۸۸

Marfat.com

پر؛ اور سوائے ذابح کے اور نے تکبیر نہ کہی تو وہ جانور حلال ہے یا حرام؛ بسند عبارتِ کتب بیان فرمائیں، بیّنوا توجروا۔

الجواب

مسلمان و کتابی کا ذبیحہ حلال ہے اگرچہ عورت یا عنین ہو، اور ان کے سوا مشرک، مجوسی، مرتد کسی کا ذبیحہ اصلاً حلال نہیں اگرچہ تکبیر کہہ کر ذبح کریں۔ درمختار میں ہے:

شرط کون الذابح مسلما اوکتابیا ولو امرأۃ لاذبیحۃ غیر کتابی من وثنی ومجوسی ومرتد[1] اھ ملخصاً۔

ذبح کرنے والے کا مسلمان یا کتابی ہونا اگرچہ عورت ہو، شرط ہے، کافر غیر کتابی مثلاً بُت پرست، مجوسی اور مرتد نہ ہو۔ اھ ملخصاً (ت)

قوم بوہرہ میں جو شخص صرف بدعت رفض وغیرہ رکھتا ہو اور اس کے ساتھ ضروریاتِ دین کا منکر نہ ہو تو اس کا بھی ذبیحہ حلال، کہ اگرچہ بدعتی مذہب ہے مگر اسلام رکھتا ہے اور اگر ضروریاتِ دین سے کسی امر کا انکار کرے گو دعوٰی اسلام رکھتا اور کلمہ طیبہ پڑھتا ہو، جیسے آج کل اکثر روافضِ زمانہ کا حال ہے تو کافر ہے اور اس کا ذبیحہ حرام مطلقاً کما حققناہ فی السیر من فتاوٰنا بتوفیق اللہ سبحٰنہ تعالٰی (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی کے باب سیر میں اس کی تحقیق کی ہے بتوفیق اللہ تعالٰی۔ ت) نصارٰی زمانہ کہ علی الاعلان الوہیت و ابنیت بندہ خدا و زادہ کنیز خدا سیدنا مسیح عیسٰی بن مریم علیہما الصلٰوۃ والسلام کے قائل ہیں، ان کے بارہ میں علماء مختلف، بہت مشائخ کرام ان کے ذبیحہ کو حرام فرماتے ہیں، یہاں تک کہ کہا گیا اسی پر فتوٰی ہے، مگر ظاہر الروایہ اطلاق حل ہے والتحقیق فی سیر فتاوٰنا (اور ہمارے فتاوٰی کے باب سیر میں اس کی تحقیق ہے۔ ت) بہرحال اس قدر ضروری ہے کہ مسلمان کو اُن کے ذبیحہ سے احتراز چاہئے، بلکہ مجمع الانہر میں ہے:

النصارٰی فی زماننا یصرحون بالابنیۃ قبحہم اللہ تعالٰی، وعدم الضرورۃ متحقق، والاحتیاط واجب لان فی حل ذبیحتہم اختلاف العلماء، کما بیناہ فالاخذ بجانب الحرمۃ اولٰی[2]۔

ہمارے زمانے میں نصرانی عیسٰی علیہ السلام کی ابنیت کی تصریح کرتے ہیں اللہ تعالٰی ان کو قبیح کرے، جبکہ عدم ضرورت بھی متحقق ہے اور احتیاط واجب ہے کیونکہ ان کے ذبیحہ میں علماء کا اختلاف ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے لہذا حرام ہونے کا پہلو اولٰی ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الذبائح مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۲۸

[2] مجمع الانہر کتاب النکاح باب المحرمات داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۲۸

Marfat.com

پھر یہ بھی اُس حالت میں ہے کہ وُہ ذبح بطور ذبح کریں ورنہ جانور کو گلا گھونٹ کر مار ڈالا، یا گلے میں ایک طرف چُھری بھونک دی رگیں نہ کاٹیں جیسا کہ فقیر نے جہاز میں بچشم خود معاینہ کیا تو اس کے حرام قطعی ہونے میں اصلاً کلام نہیں کہ ایسا مقتول تو مسلمان کے ہاتھ کا بھی مردار ہے نہ کہ کافر کا۔ اور جو شخص جانور کو دبائے یا ہاتھ پاؤں پکڑے ایسے مددگار پر تکبیر ضرور نہیں، نہ اس کے ہندو وغیرہ ہونے سے کچھ حرج کہ وہ ذابح نہیں، ہاں جو نفس فعل ذبح میں مدد دے یعنی ذابح کا ہاتھ مثلاً کمزور تھا اُس نے بھی اُس کے ساتھ چُھری پر ہاتھ رکھ کر پھیرا کہ دونوں کے فعل سے ذبح واقع ہوا، تو ایسی حالت میں دونوں پر تکبیر لازم ہے، ان میں جو قصداً تکبیر نہ کہے گا یا حرام الذبیحہ مثلاً ہندو، مجوسی، مرتد ہوگا تو جانور حرام مردار ہو جائے گا۔ درمختار میں ہے: تشترط التسمیۃ من الذابح[1] (ذابح کا تسمیہ پڑھنا شرط ہے۔ ت)، اُسی میں ہے:

اراد التضحیۃ فوضع یدہ مع ید القصاب فی الذبح واعانہ علی الذبح سمی کل وجوبا فلو ترکہا احدھما اوظن ان تسمیۃ احدھما تکفی حرمت[2]۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

قربانی کرنے کے ارادے سے اپنا ہاتھ قصاب کے ہاتھ کے ساتھ ذبح کرنے میں شریک کیا اور ذبح میں مدد کی تو دونوں پر بسم اللہ پڑھنا واجب ہے، اگر ایک نے پڑھنا ترک کیا یا یہ خیال کیا کہ ایک کا پڑھنا کافی ہے تو ذبیحہ حرام ہوگا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی (ت)

مسئلہ ۹۴: از کلکٹ چھاؤنی جونال مرسلہ سید محمد یوسف علی صاحب ۷ شعبان معظم ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیعہ کے یہاں کا ذبح کرا کھانا، دیگر جس کا عقیدہ درست نہ ہو اُس کا ذبح کھانا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

آج کل کے رافضی تبرائی علی العموم کافر مرتد ہیں، شاید اُن میں گنتی کے ایسے نکلیں جو اسلام سے کچھ حصہ رکھتے ہوں، اُن کا عام عقیدہ یہ ہے کہ یہ قرآن شریف جو بحمد اللہ تعالٰی ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے یہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد پُورا نہ رہا، اس میں سے کچھ پارے یا سورتیں یا آیتیں صحابہ کرام یا اور اہلسنت نے معاذ اللہ کم کردیں، اور یہ بھی ان کے چھوٹے بڑے سب مانتے ہیں کہ حضرت مولا علی و دیگر ائمہ اطہار کرم اللہ تعالٰی وجوہہم اگلے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل تھے، یہ دونوں عقیدے خالص کفر ہیں، جو شخص

---

[1] درمختار کتاب الذبائح مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۲۸

[2] " " کتاب الاضحیۃ " ۲/۲۳۵

Marfat.com

قرآن مجید کے ایک حرف، ایک نقطہ کی نسبت ادنیٰ احتمال کے طور پر کہے کہ شاید کسی نے گھٹا دیا، بڑھا دیا، بدل دیا ہو وہ کافر ہے۔ اور قرآن عظیم کا منکر۔ یونہی جو کسی غیر نبی کو کسی نبی سے افضل بتائے وہ بھی کافر۔ اور جب ان اشقیاء نے بعض ادنیٰ سے اسلامی عقیدہ کا خلاف اختیار کئے تو مرتد ہوئے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

هؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام واحکامهم احکام المرتدین[1] — یہ قوم ملتِ اسلامیہ سے خارج ہے ان کے احکام مرتدین والے ہیں۔ (ت)

اور مرتد کے ہاتھ کا ذبیحہ نرا مردار، سور کی مانند ہے، اگرچہ اس نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا ہو۔ درمختار میں ہے:

لا تحل ذبیحة غیر کتابی من وثنی ومجوسی ومرتد[2] — غیر کتابی کا ذبیحہ حلال نہیں ہے خواہ وہ بت پرست ہو، مجوسی ہو یا مرتد ہو۔ (ت)

سائل نے جس مذہب کا عقیدہ حد کفر تک پہنچا ہو جیسے تحریف قرآن یا وجود ملائکہ و وجود جن و وجود شیطان و وجود آسمان و صحت معجزات انبیاء یا زمین سے اعادۂ اجسام و حشر و نشر و جنت و نار وغیرہ عقائد ضروریہ دینیہ بہت ضروریات دینیہ سے منکر ہیں۔ یونہی وہ وہابی کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مثل اور خاتم النبیین کسی طبقۂ زمین میں بھی موجود مانے، یا ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی اور کو نبوت ملنی جائز مانے، وہ اسے آیۂ وخاتم النبیین کے مخالف نہ سمجھے، یا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین شانِ اقدس کرے حضور کو بڑا بھائی اپنے آپ کو چھوٹا بھائی کہے، یا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت یہ بکے کہ مر کر مٹی میں مل گئے۔ وعلیٰ ہٰذا القیاس جو مذہب ضروریات دین سے کسی عقیدہ کا منکر ہو یا اس میں شک کرے یا وہیں ٹھہرے۔ یہ تمام طوائف اور ان کے امثال وہ سب کے سب کافر و مرتد ہیں اگرچہ لوگوں کے سامنے کلمہ، نماز، قرآن پڑھتے، روزہ رکھتے، اپنے آپ کو سچا پکا مسلمان جتاتے ہوں کہ جب وہ ضروریات اسلام کے منکر ہوئے تو انہوں نے خدا و رسول و قرآن کو صاف صاف جھٹلایا۔ پھر یہ جھوٹے طور پر کلمہ وغیرہ کیا نفع دے سکتا ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی منافق لوگ کلمہ و نماز پڑھتے اور اپنے آپ کو قسمیں کھا کھا کر مسلمان بتاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ایک نہ سنی اور صاف فرما دیا: واللہ یشهد ان المنافقین لکٰذبون[3] اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ ضرور جھوٹے

---

[1] فتاویٰ ہندیہ کتاب السیر الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ [illegible]

[2] درمختار کتاب الذبائح مطبع مجتبائی دہلی ۲/ [illegible]

[3] القرآن الکریم ۶۳/۱

Marfat.com

دعویٰ اسلام کرتے ہیں۔

خاص ایسے لوگوں کے کفر میں ہرگز شک نہ کیا جائے کو جو اُن کے عقیدہ پر مطلع ہو کر پھر سمجھ بُوجھ کر اُن کے کفر میں شک کرے وُہ خود کافر ہو جاتا ہے، درمختار میں ہے:

من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر اھ[1] و اما ارتدادھم فھو الصحیح الثابت المنصوص علیہ کما اوضحناہ بتوفیق اللہ تعالٰی فی السیر من فتاوٰنا وفی رسالتنا "المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ المکفرۃ"۔

جو ان کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ کافر ہے اھ لیکن ان کا ارتداد تو صحیح ثابت اور منصوص علیہ ہے جیسا کہ ہم نے اللہ تعالٰی کی توفیق سے اپنے فتاوٰی کے باب السیر میں واضح کر دیا ہے، نیز اپنے رسالہ "المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ المکفرۃ" میں بیان کیا ہے۔ (ت)

اس قسم کے ہر بدمذہب کا ذبیحہ مردار و حرام، ان کے ساتھ نکاح حرام و باطل و محض زنا، اُن کے ساتھ کھانا پینا، بیٹھنا اٹھنا، ملنا جلنا، کوئی برتاؤ مسلمان کا سا کرنا ہرگز ہرگز کسی طرح جائز نہیں، ہاں جو بدمذہب دین اسلام کی ضروری باتوں سے کسی بات میں شک نہ کرتا ہو، صرف اُن سے نیچے درجہ کے عقیدوں میں مخالف ہو، جیسے رافضیوں میں تفضیلی، یا وہابیوں میں اسحاقی وغیرہم، وہ اگرچہ گمراہ ہے کافر نہیں اسکے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۵: از گونڈہ ملک اودھ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ عبدالعزیز صاحب مدرس مدرسہ مذکورہ ۱۷ جمادی الآخرہ ۱۳۱۸ھ

یہ جو اکثر کتب دینیہ میں لکھا ہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ درست ہے، تو آج کل یہود و نصارٰی جو ہیں ان کا ذبیحہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب

شک نہیں کہ یہ نصارٰی الوہیت و ابنیت عبداللہ و ابن امتہ، سیدنا مسیح ابن مریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم کی صاف تصریح کرتے ہیں، جو نصارٰی ایسے ہیں اور یوہیں وہ یہود کہ ابنیت عبداللہ عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام مانیں ان کا ذبیحہ حلال ہونے میں ہمارے ائمہ کا اختلاف ہے، جمہور مشائخ جانب حرمت گئے، اور کہا گیا کہ اسی پر فتوٰی ہے، اور بکثرت محققین تحقیق جواز فرماتے ہیں، یہی ظاہر الروایۃ اور یہی اقوی من حیث الدلیل ہے

---

[1] درمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

Marfat.com

وقد حققناه فی فتاوٰنا بما یتعین المراجعۃ الیہ (اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق کردی ہے اس کی طرف مراجعت کی جائے۔ ت) مستصفٰی میں ہے:

فی مبسوط شیخ الاسلام یجب ان لایاکلوا ذبائح اھل الکتاب اذا اعتقدوا ان المسیح الٰہ، و ان عزیرا الٰہ، ولایتزوجوا نساءھم، وقیل علیہ الفتوی لکن بالنظر الی الدلائل ینبغی ان یجوز الاکل والتزوج[1]

شیخ الاسلام کی مبسوط میں ہے جب اہل کتاب کا عقیدہ ہو کہ مسیح علیہ السلام اللہ ہے، تو ان کے ذبیحہ کو مت کھاؤ اور ان کی عورتوں سے نکاح نہ کرو، اور یوں اگر عزیر علیہ السلام کو الٰہ کہتے ہوں، بعض کے نزدیک اسی پر فتوٰی ہے، لیکن دلائل کی روشنی میں کھانا اور نکاح کرنا جائز ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

صح نکاح کتابیۃ، وان اعتقدوا المسیح الٰھا، وکذا حل ذبیحتھم علی المذھب، بحر[2] اھ مختصرًا۔

کتابیہ عورت سے نکاح جائز ہے اگرچہ وہ مسیح کے الٰہ ہونے کا عقیدہ رکھے، یونہی ان کا ذبیحہ بھی مذہب میں جائز ہے، بحر اھ مختصرًا (ت)

ہاں کراہت میں شک نہیں کہ جب بےضرورت کتابی خالص کے ذبیحے کو علماء ناپسند کرتے ہیں تو یہ بدتر درجے میں ہیں، فتح القدیر میں ہے:

یجوز تزوج الکتابیات والاولٰی ان لایفعل، ولایاکل ذبیحتھم الا للضرورۃ[3]۔

کتابی عورتوں سے نکاح جائز ہے اور اولٰی یہ ہے کہ نہ کیا جائے اور ان کا ذبیحہ نہ کھایا جائے ماسوائے ضرورت کے۔ (ت)

مجمع الانہر میں ہے:

النصارٰی فی زماننا یصرحون بالابنیۃ قبحھم اللہ تعالٰی، وعدم الضرورۃ متحقق، والاحتیاط واجب، لان

ہمارے زمانہ کے نصرانی عیسٰی علیہ السلام کی ابنیت کی تصریح کرتے ہیں اللہ تعالٰی ان کو قبیح کرے، ضرورت بھی متحقق نہیں ہے اور احتیاط واجب ہے کیونکہ انکے

---

[1] ردالمحتار بحوالہ المستصفی کتاب النکاح فصل فی المحرمات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۸۹

[2] درمختار " " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۹

[3] فتح القدیر " " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۳۵

Marfat.com

فی حل ذبیحتھم اختلاف العلماء کما بیّنّاہ فالاخذ بجانب الحرمۃ اولٰی عند عدم الضرورۃ۔[1]

ذبیحہ کے حلال ہونے میں علماء کا اختلاف ہے جیساکہ ہم نے بیان کیا ہے ضرورت نہ ہو تو حرمت کی جانب کو ترجیح ہے۔ (ت)

یہ سب اس صورت میں ہے کہ وُہ ذبح بطورِ ذبح کریں، اور وقتِ ذبح خالص اللہ عزّوجل کا نام پاک لیں، مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام شریک نہ کریں اگرچہ دل میں مسیح ہی کو خدا جانیں، بالجملہ نہ قصداً تکبیر چھوڑیں نہ تکبیر میں شرک ظاہر کریں، ورنہ جو ذبیحہ ان شرائط سے خالی ہو وہ مسلمان کا بھی حرام و مردار ہوتا ہے چہ جائیکہ کتابی۔ ردالمحتار میں ہے:

لاتحل ذبیحۃ من تعمد ترك التسمیۃ مسلما اوکتابیا لنص القراٰن۔[2]

قصداً بسم اللہ کو ترک کرنے والے کا ذبیحہ حلال نہیں ہے وہ مسلم ہو یا کتابی، قرآن کی نص کی بناء پر۔ (ت)

درمختار میں ہے:

شرط کون الذابح مسلما اوکتابیا ذمیا اوحربیا الا اذا سمع منہ عند الذبح ذکر المسیح۔[3]

ذبح کرنے والے کا مسلمان یا کتابی ذمی یا حربی ہونا شرط ہے، ہاں اگر ذبح کے وقت ان سے مسیح کا نام سُنا جائے تو ناجائز ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ولوسمع منہ ذکر اللہ تعالٰی لکنہ عنی بالمسیح، قالوا یوکل الا اذا نص فقال باسم اللہ الذی ھو ثالث ثلثۃ، ھندیۃ۔[4]

اگر عیسائی سے اللہ تعالٰی کا نام سنا لیکن اس سے مراد اس نے مسیح لیا تو فقہاء نے فرمایا کھالیا جائے ہاں اگر صراحۃً "باسم اللہ جو کہ تین کا تیسرا ہے" کہیں تو نہ کھائیں، ہندیہ (ت)

نصارائے زمانہ کا حال معلوم ہے کہ نہ وُہ تکبیر کہیں نہ ذبح کے طور پر ذبح کریں، مرغ و پرند کا تو گلا گھونٹتے ہیں، اور بھیڑ بکری کو اگرچہ ذبح کریں رگیں نہیں کاٹتے، فقیر نے بھی اسے مشاہدہ کیا ہے۔

ذیقعدہ ۱۲۹۵ھ میں کپتان کی ملک سے سمور کا ایک مینڈھا جہاز میں دیکھا جسے وُہ چالیس روپے

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کتاب النکاح باب المحرمات دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۲۸
[2] ردالمحتار کتاب الذبائح " " " ۵/۱۹۰
[3] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۲۸
[4] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۸۸

Marfat.com

کے خرید بتاتا تھا، مول لینا چاہا کہ گوشت درکار تھا، نہ بیچا اور کہا جب ذبح ہوگا گوشت کا حصّہ خرید لینا، ذبح کیا تو گلے میں ایک کروٹ کو چھُری داخل کر دی تھی رگیں نہ کاٹیں، اس سے کہہ دیا گیا کہ اب یہ سوّر ہے ہمارے کسی کام کا نہیں، بلکہ نصارٰی کے یہاں صدسال سے ذبح شرعی نہیں۔ فتاوٰی امام قاضی خاں میں نقل فرمایا:

النصرانی لاذبیحۃ لہ، وانما یاکل ھو ذبیحۃ المسلم ویخنق[1] | نصرانی کا ذبیحہ ہی نہیں، وہ مسلمان کا ذبیحہ کھالیتا ہے اور وہ جانور کا گلا گھونٹتا ہے۔ (ت)

تو نصارائے زمانہ کا ذبیحہ ضرور حرام ہے، یہود کا حال معلوم نہیں، اگر اُن کے یہاں بھی ترکِ تکبیر یا ذبح کی تغییر ہو تو حکمِ حُرمت ہے ورنہ بے ضرورت ناپسندی وکراہت۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۶ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص فرقہ غیر مقلدین یا فرقہ قادیانی یا وہابیہ سے ہو اس کے ہاتھ کا ذبیحہ واسطے اہلِ سنّت وجماعت کے کھانا جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب

قادیانی صریح مرتد ہیں، ان کا ذبیحہ قطعی مردار ہے۔ اور غیر مقلدین وہابیہ پر بوجوہِ کثیرہ الزامِ کفر ہے ان میں جو منکرِ ضروریاتِ دین ہیں وہ تو بالاجماع کافر ہی ہیں، ورنہ فقہائے کرام اُن پر حکمِ کفر فرماتے ہیں اور ذبیحہ کا حلال ہونا نہ ہونا حکمِ فقہی ہے، خصوصًا وہی احتیاط کہ مانعِ تکفیر ہو، یہاں اُن کے ذبیحہ کے کھانے سے منع کرتی ہے کہ جمہور فقہائے کرام کے طور پر حرام ومردار کا کھانا ہوگا، لہذا احتراز لازم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۷ از بریلی محلہ قراولاں مسئولہ عبدالکریم خیاط قادری رضوی ۲۳ محرم ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید کا خسر دیوبندی ہے وہ اپنی قیمت سے گوشت خرید کر بھیجتا ہے لانے والا بھی دیوبندی ہے، تو یہ گوشت حلال ہے یا نہیں، نیز دیوبندی کی قربانی کا گوشت کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

دیوبندی کا ذبیحہ مردار ہے، اور دیوبندی کا بھیجا ہوا گوشت اگرچہ مسلمان کا لایا ہوا ہو مردار ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۸ از نجیب آباد مسئولہ جناب احمد حسن خاں صاحب رضوی بتاریخ ۲۸ محرم ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعض اوقات وہابیوں سے ذبیحہ

---

[1] فتاوٰی قاضیخاں کتاب الحظر والاباحۃ مسائل مایکرہ اکلہ ومالایکرہ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۷۸

Marfat.com

کرایا جاتا ہے جس کا گوشت گھر میں پکتا ہے کھانا کیسا ہے ؟

الجواب

وہابی رافضی قادیانی وغیرہم جن جن کی گمراہی حدِ کفر تک ہے اُن کا ذبیحہ مردار ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۹ از بشارت گنج ضلع بریلی مسئولہ حاجی غنی رضا خاں صاحب رضوی ۲۸ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہابی یا رافضی کا ذبیحہ گائے یا بکری یا مرغی کا جائز ہے یا نہیں ؟ اور وہابیہ اور رافضی کے یہاں کا گوشت پکا ہوا بطورِ دعوت کھانا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

وہابیہ اور رافضی کا ذبیحہ مردار ہے اور ان کے یہاں کا گوشت کھانا حرام ہے ۔ فتاوٰی ظہیریہ و فتاوٰی عالمگیریہ وغیرہما میں ہے : احکامھم احکام المرتدین[۱] (ان کے احکام مرتدین کے احکام ہیں ۔) واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ ۱۰۱ از ڈونگر پور ملک میواڑ راجپوتانہ مکان جمعدار سمندر خاں مسئولہ عبد الرؤف خاں ۱۵ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ :

(۱) بوہروں کے یہاں کا ذبیحہ کیا ہوا گوشت ، ان کے یہاں کا پکا ہوا کھانا اہلسنت وجماعت کھا سکتے ہیں یا نہیں ؟

(۲) اور کوئی شخص ذبیحہ کرتا ہو اور اس سے اپنی اور اپنے بچّوں کی گزر اوقات کرتا ہو وہ خدا کے یہاں مواخذ حشر میں تو نہ ہوگا ؟ یا نامۂ اعمال میں اس کے کچھ لکھا جائے گا ؟ بیّنوا توجروا ۔

الجواب

(۱) بوہرے کہ اسمٰعیلی رافضی ہیں ان کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے اور ان کے یہاں کا گوشت پکا ہوا بھی حرام ہے مگر یہ کہ مسلمان نے ذبح کیا اور اس وقت سے اس وقت تک مسلمان کی نگاہ سے غائب نہ ہوا ہو ، گوشت کے علاوہ باقی کھانوں پر اگرچہ قطعی حکمِ حُرمت نہیں ، مگر بہرحال احتراز ہی مناسب ہے ۔

(۲) ذبح کا پیشہ شرعاً ممنوع نہیں ، نہ اس پر کچھ مواخذہ ہے ، اگرچہ گائے ذبح کرنے کا پیشہ ہو ، وہ جو حدیث لوگوں نے دربارۂ ذابح بقر و قاطع شجر بنا رکھی ہے محض باطل و موضوع ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[۱] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ الظہیریۃ کتاب السیر الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۶۴

Marfat.com

مسئلہ ۱۰۲ ازشہر کہنہ بریلی محلہ کوٹ مرسلہ محمود علی صاحب بنگال ۲ صفر ۱۳۳۱ھ

عورت کا ذبح کیا ہوا حلال اور درست ہے یا نہیں؟

الجواب

عورت کا ذبیحہ جائز ہے جبکہ ذبح کرنا جانتی ہو، اور شرائط حلت مجتمع ہوں۔ درمختار میں ہے:

شرط کون الذابح مسلما او کتابیا، ولو امرأۃ[1] (بالاختصار)۔ (ت) ذبح کرنے والے کا مسلمان یا کتابی ہونا شرط ہے اگرچہ عورت ہو (بالاختصار)۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۳ مرسلہ احمد شاہ خاں از موضع نگریا سادات ضلع بریلی

عورت کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

مسلمان عورت کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز ہے جبکہ وہ ذبح کرنا جانتی ہو اور ٹھیک ذبح کردے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴ از مقام سیدپور ڈاکخانہ وزیر گنج ضلع بدایوں مسؤلہ سید احمد حسین صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز و روزہ کرتا ہے لیکن شراب خور ہے، سفلہ وچنڈو و بھنگ وغیرہ، زنا و حرام خوری، چوری، آگ دیتا ہے، مگر ان فعلوں کو بُرا جانتا ہے، تو ایسے شخص کا ذبیحہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں زید فاسق ہے، مستحقِ عذابِ جہنم ہے، مگر اس کے ہاتھ کا ذبیحہ درست ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۵ تا ۱۰۷ از جھوٹا بھوٹی موٹو لانگر علاقہ جام نگر کاٹھیاوار مرسلہ حاجی اسمٰعیل میاں صدیقی حنفی ابن امیر میاں ۲۳ صفر ۱۳۳۶ھ

(۱) اگر ایک مرد نے طاہر عورت کو بغیر نکاح کے گھر میں رکھا ہے، آیا اُس شخص کا ذبیحہ کھانا درست ہے یا نہیں؟

(۲) قربانی کرنا واجب ہے، اگر کوئی شخص ماہ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کی صبح صادق کے بعد اور نماز سے

---

[1] درمختار کتاب الذبائح مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۲۸

Marfat.com

پہلے قربانی کرے تو وہ قربانی جائز ہے یا نہیں ؟

(۳) قربانی کے حصے تین کرنا، ایک حصہ اپنا، دُوسرا خویش واقارب کا، تیسرا مسکینوں کا، آیا اگر مساکین لوگ اسلام میں سے نہیں ہیں، تو اس حصہ کا کیا حکم ہے، اور اگر کسی شخص نے قربانی کی اور تین حصے نہیں کئے اور سارا گھر میں رکھ لیا آیا قربانی درست ہے یا نہیں ؟

الجواب

(۱) اگر بالفرض اس پر زنا ثابت بھی ہو جب بھی زانی کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز ہے کہ ذبح کے لئے دین سماوی شرط ہے اعمال شرط نہیں، اور اتنی بات پر کہ گھر میں رکھا ہے اور ہمارے سامنے نکاح نہ ہوا، نسبتِ زنا کر بھی نہیں سکتے، بنصِ قطعی قرآن مجید حرام شدید ہے، بلکہ اگر گھر میں بیبیوں کی طرح رکھتا ہو اور بیبیوں کا سا برتاؤ برتتا ہو تو ان کو زوج وزوجہ ہی سمجھا جائے گا اور ان کی زوجیت پر گواہی دینی حلال ہوگی، اگرچہ ہمارے سامنے نکاح نہ ہُوا، کما فی الھدایۃ والدر المختار والھندیۃ وغیرھا (جیسا کہ ہدایہ، درمختار اور ہندیہ وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) دیہات میں عید جائز نہیں، قربانی اگر گاؤں میں ہو طلوعِ صبح کے بعد ہوسکتی ہے اگرچہ شہری نے اپنی قربانی وہاں بھیج دی ہو، اور اگر قربانی شہر میں ہو جہاں نمازِ عید واجب ہے تو لازم ہے کہ بعد نماز ہو، اگر نماز سے پہلے کرلی قربانی نہ ہوئی اگرچہ قربانی دیہاتی کی ہو کہ اس نے شہر میں کی۔ درمختار میں ہے :

(اول وقتھا بعد الصلاۃ ان ذبح فی مصر) ای لو اسبق صلوۃ عید ولو قبل الخطبۃ لکن بعدھا احب (و بعد طلوع فجر یوم النحر ان ذبح فی غیرہ) والمعتبر مکان الاضحیۃ لا مکان من علیہ فحیلۃ مصری اراد التعجیل ان یخرجھا لخارج المصر فیضحی بھا اذا اطلع الفجر، مجتبٰی[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر شہر میں قربانی دینی ہو تو اس کا وقت نماز کے بعد شروع یعنی نمازِ عید پہلے ہو اگرچہ قربانی خطبہ سے پہلے کرے بعد از خطبہ افضل ہے، اور قربانی شہر میں نہ ہو تو اس کا اول وقت بعد از طلوعِ فجر بروز عید قربان، اس فرق میں قربانی کا مقام معتبر ہے نہ کہ قربانی والے کا مقام، شہری کے لئے قربانی جلدی کرنے کا حیلہ یہ ہے کہ وہ جانور کو شہر سے خارج لیجا کر فجر کے بعد قربانی کرے، مجتبٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار کتاب الاضحیۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۳۲

Marfat.com

(۳) تین حصے کرنا صرف استحبابی امر ہے کچھ ضروری نہیں، چاہے سب اپنے صرف میں کرلے یا سب عزیزوں قریبوں کو دے دے یا سب مساکین کو بانٹ دے، یہاں اگر مسلمان مسکین نہ ملے تو کافر کو اصلاً نہ دے کہ یہ کفار ذمی نہیں، توان کو دینا قربانی ہو خواہ صدقہ، اصلاً کچھ ثواب نہیں رکھتا۔ درمختار میں ہے:

اما الحربی ولو مستامنا فجمیع الصدقات لایجوزله اتفاقا، بحرعن الخانیة وغیرها۔[1]

حربی اگرمستامن بھی ہو تو اسکو کوئی بھی صدقہ دینا بالاتفاق ناجائز ہے، بحر نے خانیہ وغیرہا سے نقل کیا۔ (ت)

بحرالرائق میں معراج الدرایہ شرح ہدایہ سے ہے:

صلته لاتکون براشرعا، ولهذا لم یجز التطوع الیه فلم یقع قربة[2] والله تعالٰی اعلم۔

اس سے صلہ شرعًا نیکی نہیں اسی لئے اس کو نفلی صدقہ بھی جائز نہیں لہٰذا عبادت نہ بنے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۸: از سرنیا ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۲ رجب ۱۳۳۱ھ

زید نماز روزے سے بالکل بے خبر ہے، اور ذبح کے وقت کُلّی بھی نہیں کرتا، تو اس کا ذبح کیسا ہے؟

الجواب

اگر مسلمان ہے اور ذبح کرنا جانتا ہے اور تکبیر کہے تو ذبح ہوجائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۹: از گوری ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مرسلہ عبدالجبار صاحب یکم شعبان ۱۳۳۶ھ

ایک شخص مسلمان کلمہ گو اپنی بدقسمتی سے ادائے نماز میں غفلت کرتا ہے، پس اس صورت میں ذبیحہ و ضیافت اُس کا مسلمانوں کو کھانا و نماز جنازہ، دفن مقبرۂ مومنین میں جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کس دلیل سے، ذبیحہ اہل کتاب وضیافت مسلمانوں کو جائز کیا گیا؟

الجواب

ضرور اس کا ذبیحہ جائز، اور اس کے جنازہ کی نماز، اور اُسے اسلامی طور پر دفن کرنا مسلمانوں پر فرض،

---

[1] درمختار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۱
[2] بحرالرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۴۸

Marfat.com

لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اما الدیوان الذی لایعبؤ اللہ بہ شیئا فظلم العبد نفسہ فیما بینہ وبین ربہ، من صوم یوم ترکہ، اوصلٰوۃ ترکہا، فان اللہ تعالٰی یغفر ذٰلک ان شاء ویتجاوز۔[1]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی بنا پر کہ گناہوں کا دفتر اللہ تعالٰی کے ہاں اس کی حیثیت نہیں ہے تو بندے کا اپنے نفس پر ظلم اس کے اور اس کے رب کے درمیان معاملہ ہے کسی دن کا روزہ یا کوئی نماز ترک کی ہو تو اللہ تعالٰی چاہے تو اسے بخش دے اور درگزر فرمادے۔ (ت)

ضیافت بھی جائز ضرور ہے، اس سے بچنے نہ بچنے میں عمل سلف مختلف ہے کما فصلہ الامام حجۃ الاسلام فی الاحیاء (جیسا کہ حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمۃ نے احیاء العلوم میں اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔ ت) اس کا بیان ہمارے فتاوٰی میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۰ از مدرسہ مڈھاولی ڈاکخانہ کوراولی ضلع مین پوری مرسلہ محمد بختیار صاحب مدرس ۱۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

قصاب پیشہ شخص جو ذبح کرے اس کے ہاتھ کا ذبیحہ درست ہے؟

الجواب

درست ہے جبکہ تکبیر کے ساتھ ذبح کرے۔ فتاوٰی بزازیہ میں ہے:

یلزم علی ھذا الجاھل ان لایاکل ما ذبح القصاب۔[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

ایسے جاہل کو لازم آتا ہے کہ وہ قصاب کے کسی ذبیحہ کو نہ کھائے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۱ از کانپور مدرسہ فیض عام مرسلہ مولوی عبدالحمید صاحب ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، کہ قصاب کا ذبیحہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ذبح میں قصاب وغیرہ سب کا ایک حکم ہے، مسلمان یا کتابی، عاقل ہونا چاہئے کہ ذبح جانتا ہو اور عمداً تسمیہ ترک نہ کرے، کسی قوم یا پیشہ کی تخصیص محض جہالت ہے۔ درمختار میں ہے:

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث ۲۵۵۰۰ داراحیاء التراث العربی بیروت ۷/۳۴۲
" " " از مسند عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/۲۴۰

[2] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الصید الفصل الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۳۰۲

Marfat.com

لا یعطی اجر الجزار منها لانه کبیعه ۱؎

قربانی کا کوئی حصہ قصاب کی اجرت میں نہ دے کیونکہ یہ معاوضہ سوداکاری کے معنٰی میں ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لانه انما یعطی الجزار بمقابلة جزرہ ۲؎

کیونکہ یہ قصاب کے عمل کے بدلے میں دیگا۔ (ت)

خانیہ میں ہے:

وضع صاحب الشاۃ یدہ مع ید القصاب فی الذبح واعانه علی الذبح سمّی کل وجوباً الخ (ملخص) ۳؎

بکری والے نے ذبح میں قصاب کے ساتھ اپنا ہاتھ شریک کیا تو دونوں پر بسم اللہ پڑھنا واجب ہے الخ (ملخصاً)۔ (ت)

بزازیہ میں ہے:

لاریب ان القصاب یذبح للربح ولو علم انه نجس لایذبح فیلزم علی ھذا الجاھل ان لایاکل ماذبحه القصاب ۴؎ واللہ سبحنه وتعالٰی اعلم۔

بے شک قصاب نفع حاصل کرنے کے لئے ذبح کرتا ہے اگر اسے معلوم ہو کہ یہ نجس ہے تو ذبح نہ کرے گا' تو ایسے جاہل پر لازم آتا ہے کہ قصاب کا ذبیحہ نہ کھائے۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۲: از اوجین علاقہ گوالیار مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی محمد یعقوب علی خاں صاحب ۱۱ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ

خنثٰی جانور کا ذبیحہ جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

خنثٰی کہ نر و مادہ دونوں کی علامتیں رکھتا ہو، دونوں سے یکساں پیشاب آتا ہو، کوئی وجہ ترجیح نہ رکھتا ہو، ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں کہ اس کا گوشت کسی طرح پکائے نہیں پکتا۔ ویسے ذبح سے حلال ہوجائیگا، اگر کوئی کچا گوشت کھائے، کھائے۔ دُرمختار میں ہے:

۱؎ درمختار — کتاب الاضحیۃ — مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۳

۲؎ ردالمحتار — " — داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۰۹

۳؎ فتاوٰی قاضیخان — " فصل مسائل متفرقہ — نولکشور لکھنؤ ۴/ ۳۵۰

۴؎ فتاوٰی بزازیۃ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الصید الفصل الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۳۰۲

Marfat.com

ولا بالخنثیٰ لان لحمها لا ینضج، شرح وهبانیة۔[1]

خنثیٰ بکرے کی قربانی جائز نہیں کیونکہ اس کا گوشت پکتا نہیں، شرح وہبانیہ۔ (ت)

فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

لا تجوز التضحیة بالشاة الخنثیٰ لان لحمها لا ینضج، کذا فی القنیة۔[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

خنثیٰ بکرے کی قربانی جائز نہیں کیونکہ اس کا گوشت پکتا نہیں۔ قنیہ میں اسی طرح ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۳: از کلکتہ دھرم تلا اسٹریٹ ۱۶۲ مرسلہ حافظ عبدالرحمان صاحب ۲ محرم الحرام ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بکری بچّہ جنی، اور بعد جننے کے مرگئی، اب وُہ بچہ ایک کُتیا کا دُودھ پی کر سیانا ہُوا، پس وُہ بچّہ حلال ہے یا حرام؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر ایسا سیانا ہوگیا کہ دُودھ چُھٹے کچُھ مدت گزری، جب تو بالاتفاق بلاکراہت حلال ہے، یونہی دودھ پینے کو چند روز اس دُودھ سے جدا رکھ کر حلال جانور کا دُودھ یا چارا دیا اور اس کے بعد ذبح کیا، جب بھی بالاتفاق بے کراہت حلال ہے، اور اگر اُسی حالت میں ذبح کرلیا تو اس کا کھانا مکروہ ہے، اس صورت میں کراہت بھی محلِ نزاع نہیں، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ یہ کراہتِ تنزیہی ہے یعنی کھانا بہتر نہیں، اور کھالے تو گناہ نہیں، یا تحریمی یعنی کھانا ناجائز و گناہ ہے۔ عامہ کتبِ معتمدۂ مذہب مثل نوازل و خلاصہ و خانیہ و ذخیرہ و بزازیہ و تبیین الحقائق و تکملہ لسان الحکام للعلامۃ ابراھیم الحلبی و درمختار وغیرہا میں قولِ اول ہی پر جزم فرمایا اور خود محررِ مذہب سیدنا امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے اس پر نص صریح آیا، اور شک نہیں کہ وہی اقوٰی من حیث الدلیل ہے، درمختار میں ہے:

حل اکل جدی غذی بلبن خنزیر لان لحمه لایتغیر وما غذی به یصیر مستهلکا، لایبقی له اثر۔[3]

بھیڑ کے جس بچے نے خنزیر کا دودھ بطور خوراک پیا تو اسے کھانے میں حرج نہیں ہے کیونکہ اسکا گوشت متغیر نہ ہُوا اور جو خوراک دی گئی وہ ہلاک ہوگئی اس کا کوئی اثر باقی نہ رہا۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الاضحیۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۳۳

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الاضحیۃ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۲۹۹

[3] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۳۶

Marfat.com

خلاصہ میں ہے:

فی النوازل لو ان جدیا غذی بلبن الخنزیر فلا باس باکلہ، فعلی ھذا قالوا لا باس باکل الدجاج الذی یخلط ولا یتغیر لحمہ، والذی روی عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ قال تحبس الدجاجۃ ثلثۃ ایام کان للتنزیہ[1] (باختصار)۔

نوازل میں ہے جو بچہ خنزیر کے دودھ کی خوراک سے پرورش پایا اس کو کھانے میں حرج نہیں ہے، اسی لئے فقہاء نے فرمایا جو مرغ گندگی کھائے اور اس کا گوشت متغیر نہ ہو تو کھانے میں حرج نہیں ہے، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد کہ مرغی کو تین دن قید رکھ کر ذبح کیا جائے، یہ ارشاد تنزیہ کے طور پر ہے (باختصار)(ت)

اُسی سے تکملہ لسان میں فرمایا، اسی طرح بقیہ کتب میں مذکور ہے۔ ہندیہ کی کتاب الکراہۃ میں قنیہ سے ہے:

ذکر محمد رحمہ اللہ تعالٰی جدی او حمل یرضع بلبن الاتان یحل اکلہ ویکرہ[2]

امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا بکری یا گائے کا بچہ گدھی کے دودھ سے پرورش پائے اس کا کھانا حلال ہے اور مکروہ ہے (ت)

اسی قنیہ میں بعض علماء سے قول ثانی نقل کیا، وہی ظاہراً کلام فتاوٰی کبرٰی و خزانۃ المفتین کا مفاد، اور امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے ارشاد سے مستفاد۔ ردالمحتار میں ہے:

فی شرح الوھبانیۃ عن القنیۃ راقما انہ یحل اذا ذبح بعد ایام والا لا[3]

شرح وہبانیہ میں قنیہ سے نقل کیا کہ اگر چند روز کے بعد ذبح کیا تو حلال ہے ورنہ نہیں (ت)

سید ابوالسعود ازہری فتح اللہ المعین حاشیہ کنز میں فرماتے ہیں:

الجدی اذا ربی بلبن الاتان، قال ابن المبارک یکرہ اکلہ قال واخبرنی رجل عن الحسن، قال اذا ربی الجدی بلبن الخنزیر لاباس

بھیڑ کا بچہ گدھی کے دُودھ سے پرورش پائے تو ابن مبارک نے فرمایا اس کا کھانا مکروہ ہے مجھے ایک شخص نے حسن سے خبر دی انھوں نے کہا بھیڑ کا بچہ اگر خنزیر کے دُودھ سے پرورش پائے تو حرج

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الصید الفصل الخامس مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/۳۰۴

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الحادی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۳۹

[3] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۱۷

Marfat.com

به ، قال معناه اذا اعتلف ایاما بعد ذٰلك کالجلّالة کذا بخط شیخنا عن الخانیة۔[1]

نہیں، انھوں نے فرمایا اس کا معنی یہ ہے کہ اس کے بعد وُہ چارہ کھاتا رہا تو وہ جلالہ یعنی گندگی کھانیوالے جانور کی طرح ہے، ہمارے شیخ کے قلم سے یوں خانیہ سے منقول ہے۔ (ت)

ہندیہ کی کتاب الصید والذبائح میں ہے :

الجدی اذا کان یربی بلبن الاتان والخنزیر ان اعتلف ایاما ، فلا باس لانه بمنزلة الجلّالة والجلّالة اذا حبست ایاما فعلفت لاباس بها فکذا ھذا ، کذا فی الفتاوی الکبری۔[2]

بکری کا بچہ گدھی یا خنزیر کے دودھ سے پرورش پائے پھر چند روز چارہ کھالے تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ گندگی کھانے والے جانور کی طرح ہے اور یہ گندگی کھانے والا اگر چند روز قید میں رکھا جائے اور چارہ کھائے تو کوئی حرج نہیں ، اسی طرح یہ بھی ہے ۔ فتاوٰی کبرٰی میں ایسے ہی ہے ۔ (ت)

اسی طرح خزانۃ المفتین میں برمز ک فتاوٰی کبرٰی سے منقول :

فقد علق نفی الباس علی الاعتلاف فافاد وجوده عند عدمه ، والباس انما ھو فیما ینھی عنه۔

انھوں نے حرج کی نفی کو چارہ کھانے سے معلق کیا ہے تو چارہ نہ کھانے کی صورت میں حرج کا وجود ثابت ہوتا ہے اور حرج کا تعلق ممنوع چیز سے ہے (ت)

لہٰذا اختلافِ علماء سے بچنے کے لئے اسلم وہی ہے کہ چند روز کا وقفہ دے کر ذبح کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۴ از شیر پور ضلع پیلی بھیت مرسلہ محمد منگل خانصاحب تعلقہ دار ۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بچّہ ہرنی کا کُتّی کا دُودھ پی کر پرورش ہوا اس کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

اگر اب دُودھ چھوڑے ہُوئے ایک زمانہ گزرا تو اس کا گوشت حلال ہے ، اور اگر اب بھی پیتا ہے تو چند روز وہ دودھ چھڑائیں ، پاک دُودھ پلائیں یا چارہ کھلائیں ، یہاں تک کہ پیٹ میں وُہ دُودھ

---

[1] فتح المعین علی شرح الکنز لمنلا مسکین کتاب الکراہیۃ فصل فی الاکل والشرب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۳۸۶

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الذبائح الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۲۹۰

Marfat.com

بالکل نہ رہے، اُس وقت اُسے ذبح کرکے کھا سکتے ہیں، عالمگیریہ میں ہے:

الجدی اذا کان یربی بلبن الاتان والخنزیر ان اعتلف ایاما فلا باس، لانہ بمنزلۃ الجلّالۃ، والجلّالۃ اذا حبست ایاما فعلفت لاباس بہا فکذا ھذا، کذا فی الفتاوی الکبرٰی[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

بھیڑ کا بچہ اگر گدھی یا خنزیر کے دودھ سے پرورش پائے اور بعد میں چند روز چارہ کھائے تو حرج نہیں ہے کیونکہ وہ جلالہ (گندگی کھانے والے جانور) کی طرح ہے اور جلالہ کو چند روز قید میں رکھا جائے چارہ کھائے تو اس کے کھانے میں حرج نہیں ہے، تو یہ بھی ایسا ہے۔ فتاوٰی کبرٰی میں یونہی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۵ ازشہر کہنہ اپر برہما مرسلہ محمد یعقوب صاحب امام مسجد شہر مذکور ۱۷ محرم الحرام ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی جانور آدمی کا دودھ پیئے گا تو اس کا گوشت کھانا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جس جانور نے آدمی کا دُودھ پیا ہو وہ اس کے باعث حرام نہیں ہوجاتا، اگرچہ پوری پرورش انسان بلکہ خنزیر کے دُودھ سے پائی، غایت یہ کہ چند روز بند کرکے چارہ کھلائیں یا حلال جانور کا دودھ پلائیں، اس کے بعد ذبح کریں۔ خانیہ میں ہے:

لوان جدیا غذی بلبن الخنزیر لا باس باکلہ[2]

بھیڑ کا بچہ اگر خنزیر کے دودھ سے پرورش پائے تو اس کے کھانے میں ممانعت نہیں (ت)

ہندیہ میں ہے:

الجدی یربی بلبن الاتان والخنزیر ان اعتلف ایاما فلا باس[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

بھیڑ کا بچہ اگر گدھی یا خنزیر کے دودھ سے پرورش پائے تو اس نے چند روز بعد میں چارہ کھا لیا تو کھانے میں حرج نہیں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الذبائح الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۲۹۰
[2] فتاوٰی قاضیخاں کتاب الذبائح مطبع نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۵۲
[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الذبائح الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۲۹۰

Marfat.com

مسئلہ ۱۱۶ مرسلہ مولا بخش ہولا پاڑنگ چاہ بگان ڈاکخانہ لٹاکوباڑی ضلع ڈونگ
بتاریخ ۷ شعبان ۱۳۳۳ھ

جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب مصدر اشفاق فراواں و مخزن الطاف بیکراں بر حال بیکساں، بعد سلام مسنون اسلام مشہود، ضمیر مبین باد کے عرصہ بعید منقضی ہوتا ہے کہ خاکسار نے حضور کے گوش گزار کیا تھا کہ کوئی مشرک یا کافر کسی جانور کو کالی یا بھوانی کے بھوگ چڑھاوے، اور بل دینے کو لے جائے اور بل نہ دے یعنی گردن نہ مارے صرف کان کاٹ کر چھوڑ دے یہ کہہ کر کے "یا بھوانی یا کالی یہ تمہارا بھوگ ہے" تو اس جانور کو ذبح کرنا اور کھانا مسلمانوں کو جائز اور درست ہے یا نہیں؟ ہم نے ان کو بموجب آیہ شریف وما اھل بہ لغیر اللہ[1] (ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا۔ ت) منع کیا کہ جس جانور یا مٹھائی وغیرہ کو مشرک یا کافر اپنے بتوں کو چڑھائیں وہ نہ کھانا چاہئے، تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ عالموں نے فتوی دیا ہے کھانے کے لئے، اس وجہ سے ہم لوگ چڑھائے ہوئے جانور کو کھاتے ہیں، چونکہ اس زمانہ میں بہت سا اختلاف ہو رہا ہے اور لوگوں نے کئی ایک طریقہ اختیار کیا ہے اس لئے آپ سے التجا ہے کہ آپ گویا اس وقت کے امام ہیں ہادی گمراہاں سمجھ کر درخواست کرتے ہیں شاید ہم غلطی پر ہوں اور آپ کے باعث ہم کو راہ راست نصیب ہو، للہ جواب خط سے ضرور سرفراز فرمائیں، اس کا اجر آپ کو اللہ تعالٰی عطا فرمائے گا، جواب کے لئے لفافہ خط کے شامل خدمت والا میں ارسال کرتا ہوں۔

الجواب

مشرکین اپنے بتوں کے لئے سانڈ چھوڑتے اُسے سائبہ کہتے جسے کان چیر کر چھوڑتے اُسے بحیرہ کہتے اور ان جانوروں کو حرام جانتے، اللہ تعالٰی نے اُن کا رد فرمایا کہ:

ما جعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ ولا وصیلۃ ولا حام ولکن الذین یفترون علی اللہ الکذب واکثرھم لا یعقلون[2]

اللہ نے مقرر نہیں کیا ہے کان چرا ہوا اور نہ بجار اور نہ وصیلہ اور نہ حامی، ہاں کافر لوگ اللہ پر جھوٹا افترا باندھتے ہیں اور ان میں اکثر نرے بے عقل ہیں۔ (ت)

یعنی یہ باتیں اللہ نے تو ٹھہرائیں نہیں لیکن کافر ان پر جھوٹ باندھتے ہیں، تو ان جانوروں کو حرام بنانا کافروں کا

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۷۳
[2] ؍؍ ۵/ ۱۰۳

Marfat.com

قول، اور قرآن مجید کے خلاف ہے، اور آیہ ما اھل بہ لغیر اللہ اُس جانور کے لئے ہے جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا جائے، چھوڑے ہُوئے جانور سے اسے کوئی تعلق نہیں، نہ کہ مٹھائی تک پہنچے، یہ تعصب وہابیوں کے جاہلانہ خیال ہیں کہ "جاندار یا بے جان، ذبیحہ ہو یا غیر، جس چیز کو غیر خدا کی طرف منسوب کرکے پکاریں گے حرام ہو جائیگی"۔ ایسا ہو تو اُن کی عورتیں بھی اُن پر حرام ہوں کہ وُہ بھی اُنھیں کی عورتیں کہہ کر پکاری جاتی ہیں اللہ تعالٰی کا نام ان پر نہیں لیا جاتا، ایسے بیہودہ خیالوں سے بچنا لازم ہے، ہاں بُت کے چڑھاوے کی مٹھائی پرشاد مسلمانوں کو نہ لینا چاہئے کہ کافر اسے صدقہ کے طور پر بانٹتے ہیں، وہ لینا ذلت بھی ہے اور معاذ اللہ جو چیز انھوں نے تعظیم بُت کیلئے بانٹی اس کا اُن کے موافق مراد استعمال بھی ہے بخلاف چھوڑے ہوئے جانور کے کہ اس کا کھانا کافروں کے خلاف مراد اور ان کی ذلت ہے، اس میں حرج نہیں، مگر شرط یہ ہے کہ فتنہ نہ ہو، ورنہ فتنہ سے بچنا لازم ہے۔

قال اللہ تعالٰی الفتنۃ اشد من القتل[1] اللہ تعالٰی نے فرمایا: فتنہ قتل سے شدید تر ہے۔

واللہ تعالٰی اعلم۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۷ مسئولہ مسلمانان کاٹھیاواڑ جام جودھپور معرفت شیخ عبدالستار پوربند کاٹھیاواڑ

۱۵ جمادی الاولٰی ۱۳۳۲ھ

اس ملک میں یہ رواج ہے کہ اہل ہنود بکریوں کے چرواہے مندروں پر بکرا چڑھانے کے واسطے لے جاتے ہیں اور اس کے ذبح کرنے کے واسطے مسلمان قصاب کو بلاتے ہیں اور اکثر قصاب نہیں ہوتے تو پیش امام کو لے جاتے ہیں، اور بعد ذبح کے وہ گوشت انھیں لوگوں پر تقسیم کیا جاتا ہے، اس گوشت کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور ذبح کرنے کے واسطے جانا چاہئے یا نہیں؟ اور قصاب وہاں سے گوشت لے کر فروخت کرتے ہیں اُن سے خرید کر کھانا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ذبح میں ذابح کی نیّت شرط معتبر ہے، اگر کافر اپنے معبودوں کے لئے ذبح کرائے اور مسلمان اللہ عزوجل کے لئے اس کا نام لے کر ذبح کرے جانور حلال ہو جائے گا مگر یہ فعل مسلمان کے لئے مکروہ ہے، اور اس گوشت کا اس سے لینا بھی نہ چاہئے کہ اس میں کافر کے زعم میں اُس کے مقصد باطل کا پُورا کرنا ہے، اور یہ گوشت گویا اس کی طرف سے تصدق لینا ہے،

والید العلیا خیر من الید السفلٰی، اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے، تو یہ

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۱

Marfat.com

ولا ینبغی لید کافر ان تکون اعلیٰ من ید مسلم، والمسئلۃ منصوص علیھا فی العالمگیریۃ والتتارخانیۃ، انہ یحل ویکرہ للمسلم[1]

مناسب نہیں کہ کافر کا ہاتھ مسلمان کے ہاتھ سے افضل ہو، اس مسئلہ پر عالمگیری میں نص ہے، تاتارخانیہ میں ہے حلال ہے اور مکروہ ہوگا مسلم کے لئے۔ (ت)

ہاں قصاب وغیرہ جس مسلمان نے اُس سے گوشت لیا اور بعد ذبح مسلم نظر مسلم سے غائب نہ ہوا تھا اس کے خریدنے میں حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۸: مرسلہ شیخ گھورا موضع بکسڑا ڈاکخانہ ایٹاری ضلع شاہ آباد آرہ ۱۷ صفر ۱۳۳۵ھ

اگر ہندو کسی جانور یعنی بکرا بکری، بھیڑا بھیڑی وغیرہ کو کسی اپنے دیوتا کے نام پر یا دیوتا کی جگہ پر لے جاکر اس کا کان کاٹ ڈالے اور بعد میں اس جانور کو کسی مسلمان کے ہاتھ بیچ ڈالے اور وہ مسلمان اس جانور کو شرعی طریقہ پر ذبح کرکے کھائے تو وہ جانور یا اس کا کھانا حلال ہے یا حرام؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

حلال ہے،

قال اللہ تعالٰی وما لکم الّا تاکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا کہ نہیں کھاتے جس پر اللہ تعالٰی کا نام پکارا گیا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۹ و ۱۲۰: از چتوڑ گڑھ علاقہ اودیہ پور راجپوتانہ مسئولہ مولوی عبدالکریم صاحب ۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ بروز شنبہ

(۱) سانڈ حرام ہے یا حلال، فتاوٰی عبدالحی صاحب لکھنوی جلد سوم میں حرام لکھا ہے اس بناء پر کہ وہ سانڈ مالک کی ملک سے خارج نہیں۔

(۲) خراطین یا کسی مکروہِ تحریمی یا حرام شَے کا جلاکر کھانا، یا جس شَے میں جلائی ہے مثلاً گھی وغیرہ، اس کا کھانا کیسا ہے؟

الجواب

(۱) سانڈ اگر اللہ کے لئے ذبح کرلیا جائے گا تو اس کے گوشت کی حلت میں تو کوئی کلام ہی نہیں،

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الذبائح الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۲۸۶

[2] القرآن الکریم ۶/۱۲۱

Marfat.com

قال اللہ تعالیٰ ما جعل اللہ من بحیرۃ و لا سائبۃ[1]. اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بحیرہ اور سائبہ نہیں بنائے۔ (ت)

کافروں کا یہ اعتقاد تھا کہ کان چیر کر چھوڑ دیا یا بجار کر دیا تو اس کا کھانا حرام ہے، قرآن عظیم نے اس کا رَد فرمادیا، رہا ملکِ غیر کی وجہ سے حرام ہونا یہ معصوم وغیر معصوم میں عدم تفرقہ سے ناشی ہے، کافر کہ نہ ذمی ہو نہ مستامن نہ مستامن منہ، یعنی نہ وہ اس کی امان میں ہو نہ یہ اس کی امان میں، اس سے صرف غدر حرام ہے، ہاں ایک اور راہ سے یہاں عدم جواز آسکتا ہے، وہ یہ کہ یہ صورت اگر قانوناً جُرم ہو تو ایسا مباح جو مسلمان کو معاذ اللہ ذلت پر پیش کرے شرعاً ممنوع ہوجاتا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) حرام شئ جلنے کے بعد بھی حرام ہی رہے گی، اور دوسری شئ میں اگر ایسی مخلوط ہوگی کہ تمیز ناممکن ہے، تو اُسے بھی حرام کردے گی،

اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام[2] واللہ تعالیٰ اعلم۔ حلال اور حرام مجتمع ہوں تو حرام کو غلبہ ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۱ از ملک آسام مقام نوعلی کل گاؤں ضلع شیپ ساگر مرسلہ پیر ملّا مولوی سید عبد المجید صاحب ۱۶ رمضان ۱۳۱۳ھ

علمائے دین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ ایک بیل غیر اللہ کے نام پر چھوڑا ہوا ہے، آیا اس جانور کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں یہاں پر بہت اختلاف ہے اس کو مع دلیل تحریر فرمائیں۔

الجواب

اس چھوڑ دینے سے وہ جانور حرام نہیں ہوجاتا،

قال اللہ تعالیٰ ما جعل اللہ من بحیرۃ و لا سائبۃ و لا وصیلۃ و لا حام ولکن الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذب و اکثرھم لا یعقلون[3]. اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام اللہ تعالیٰ نے نہیں بنائے لیکن کافروں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افترا باندھا جبکہ ان کی اکثریت بے عقل ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۰۳
[2] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الثانیہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۴۴
[3] القرآن الکریم ۵/ ۱۰۳

Marfat.com

تفسیر مدارک شریف میں ہے :

یفترون علی اللہ الکذب فی نسبتھم ھذا التحریم الیہ ، واکثرھم لایعقلون ان اللہ تعالٰی لایحرم ذٰلک[1]

اللہ تعالٰی پر ان کے حرام کرنے کی نسبت میں افترا باندھتے ہیں جبکہ ان کی اکثریت بے عقل ہے اللہ تعالٰی نے ان کو حرام نہیں کیا (ت)

مگر اس چھوڑ دینے سے وہ ملکِ مالک سے بھی خارج نہیں ہوتا ، اُسی کی ملک پر باقی رہتا ہے کہ بیل چھوڑنے والے چھوڑتے وقت نہ یہ کہتے کہ جو اسے پکڑ لے اس کا مالک ہو جائے ، نہ وہ ہرگز اس کا پکڑنا روا رکھتے ہیں ، بلکہ اُن کی نیت یہی ہوتی ہے کہ یہ یُونہی چھوٹا پھرے ، تو جانور بدستور انھیں کا مملوک رہتا ہے ۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے :

لوسیب دابۃ ، وقال لاحاجۃ لی الیھا ، ولم یقل ھی لمن اخذھا فاخذھا الانسان لاتکون لہ[2]

اگر کوئی جانور آزاد چھوڑ دیا گیا اور یہ نہ کہا جو پکڑ لے اس کا ہوگا تو کوئی انسان پکڑ لے تو وہ اس کا مالک نہ بنے گا ۔ (ت)

اس وجہ سے اس کا پکڑنا ، ذبح کرنا ، کھانا کچھ جائز نہیں کہ وہ مِلکِ غیر ہے ، یہاں تک کہ اگر مالک اجازت دیدے بلاشبہہ حلال ہو جائے ، یا اگر کسی شخص کا اس بیل چھوڑنے والے پر کچھ دین آتا ہو مثلاً اس نے کچھ مال اس کا چھینا یا چرایا یا سُود یا رشوت میں لیا ہو اور اس سے وصول کی امید نہیں تو یہ شخص اپنے آتے میں اس بیل کو لے سکتا ہے جبکہ اس کی قیمت اس کے مقدارِ حق سے زائد نہ ہو ،

وھی مسئلۃ الظفر بخلاف جنس الحق المفتی الاٰن بجواز اخذہ کما فی رد المحتار وغیرہ[3] ۔ واللہ تعالٰی اعلم ۔

یہ مسئلہ اپنے حق کے خلاف جنس پر قابو پانے کا ہے جس پر آج کل فتوٰی ہے کہ قابو پانا جائز ہے جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ میں ہے ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۲ از اودے پور ، میواڑ مہارانا ہائی اسکول مرسلہ مولوی وزیر احمد صاحب ۱۸ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس زمانہ میں بکرا جو شیخ سدو کے نام سے یا دوسرے کسی بزرگ کے نام سے موسوم کیا جائے ، اور وہ بکرا اللہ کے نام کے ساتھ ذبح کیا جائے اس کا کھانا مسلمان

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت آیۃ یفترون علی اللہ الکذب الخ دارالکتاب العربی بیروت ۱/۳۰۵

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الہبۃ الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۳۸۲

[3] ردالمحتار کتاب الحجر داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۹۵

Marfat.com

کو جائز ہے یا نہیں؟ اور وما اھل لغیر اللہ بہٖ[1] سے مراد قبل ذبح کے پکارا جانا ہے یا وقت ذبح کے؟

الجواب الملفوظ

اصل کلی اس میں یہ ہے کہ ذابح کی نیت اور وقت ذبح اس کے تسمیہ کا اعتبار ہے، اس کے سوا کسی بات کا لحاظ نہیں، اگر مالک نے خاص اللہ عزوجل کے لئے نیت کی اور ذابح نے بسم اللہ کی جگہ بسم فلاں کہا، یا بسم اللہ ہی کہا اور اراقتِ دم سے عبادت غیر خدا مقصود رکھی ذبیحہ مردار ہوگیا، اور اگر مالک نے کسی غیر خدا اگرچہ بُت یا شیطان کے لئے نیت کی اور اسی کے نام کی شہرت دی اور اسی کے ذبح کرنے کے واسطے ذابح کو دیا، اور ذابح نے خاص اللہ عزوجل کے لئے اس کا نام پاک لے کر ذبح کیا بنص قطعی قرآن حلال ہوگیا،

قال اللہ تعالٰی وما لکم ان لا تاکلو مما ذکر اسم اللہ علیہ[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تمھیں کیا ہوا کہ اس چیز میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام ذکر کیا گیا۔ (ت)

عالمگیری میں ہے:

مسلم ذبح شاۃ المجوسی، لبیت نارھم او الکافر لألھتھم، توکل لانہ سمی اللہ تعالٰی ویکرہ للمسلم، کذا فی التاتارخانیۃ[3]

مسلمان نے مجوسی کی بکری ذبح کی ان کے آتشکدہ کے لئے، یا کسی کافر کی بکری ان کے معبودوں کیلئے ذبح کی تو کھائی جائے کیونکہ مسلمان نے اللہ تعالٰی کا نام لے کر ذبح کی ہے اور مسلمان کو یہ عمل مکروہ ہے، تاتارخانیہ میں یونہی ہے (ت)

اس مسئلہ کی تحقیق و تفصیل ہمارے رسالے سبل الاصفیاء فی حکم الذبح للاولیاء میں ہے، اور شیخ سدّو کوئی بزرگ نہیں بلکہ ایک خبیث روح ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۳ از قصبہ کلی ناگر، تھانہ مادھوٹانڈہ، پرگنہ پورنپور، ضلع پیلی بھیت مرسلہ محمد اکبر علی صاحب ۱۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے شیخ سدّو کے نام سے مرغ وغیرہ ذبح

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۷۳

[2] 〃 〃 ۶/۱۲۱

[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الذبائح نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۲۸۶

Marfat.com

کرایا، اور میلاد بھی زید نے پڑھوایا، تو زید کے مکان پر میلاد پڑھنا جائز ہے یا نہیں، اور کھانا زید کا میلاد خواں نے کھایا تو وُہ اس کے حق میں کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ذکر میلاد شریف بہ نیت ہدایت پڑھے، اور اس میں ایسی ارواح کی تکریم سے ممانعت کرے جن کا اسلام تک معلوم نہیں، بلکہ بعض علماء نے انھیں ارواحِ خبیثہ لکھا، اور وُہ مرغ وغیرہ ذبیحہ نہ کھائے جو الیسوں کیلئے ذبح ہوا، اور بہتر یہ ہے کہ اس کے یہاں کا اور کھانا بھی نہ کھائے، جب تک وُہ توبہ نہ کرے زجراً لہ و توبیخاً، اور اگر یہ عالم مقتدٰی ہے تو الیسوں کے ساتھ اور ان کے یہاں کھانا کھانے سے احتراز اور اہم ہے کما نص علیہ فی الھندیۃ وغیرھا (جس طرح کہ ہندیہ وغیرہ میں اس پر نص کی گئی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۴ ازکلی ناگر ضلع پیلی بھیت مرسلہ اکبر علی صاحب ۶ / جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان میں چچا اور بھائی اور بھتیجا رہتے ہیں، اور حقّہ پانی ان سب کا ایک ہے، اور بھتیجے نے شیخ سدّو کے نام سے جانور ذبح کیا، اور کوئی مولوی صاحب اس کے چچا یا بھائی کے یہاں آکر ٹھہرے، اور مولوی صاحب کو معلوم ہو گیا کہ ان کا بھتیجا غیر اللہ کے نام کا جانور ذبح کرواتا ہے اور چچا اور بھائی کو کھلاتا ہے، تو جو مولوی صاحب اس کے چچا کے یہاں مقیم ہیں اُن مولوی صاحب کو ان کے گھر کا کھانا درست ہے یا نہیں، اور مولوی صاحب سے کہا گیا کہ اس کے گھر کا کھانا نہ کھاؤ، تو درجواب مولوی صاحب نے کہا کہ تم کون ہو ہم کسی کا کہنے کو نہیں مان سکتے ہیں، مولوی صاحب کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جانور جو اللہ عزوجل کے نام پر ذبح کیا جائے اور اس سے اللہ عزوجل ہی کی طرف تقرب مقصود ہو، اگرچہ اس پر باعث مسلمان کا اکرام، یا اولیاء کرام کا، خواہ اموات مسلمین کو ایصال ثواب یا اپنے کوئی جائز مثل تقریب شادی نکاح وغیرہ یا جائز انتفاع مثل گوشت فروشی قصاباں ہو تو اس کے جائز وحلال ہونے میں شک نہیں، اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

وما لکم ان لا تاکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ[1]۔ تمھیں کیا ہوا کہ اس چیز سے نہ کھاؤ جس پر اللہ سبحٰنہ کا نام پاک لیا گیا۔

---

[1] القرآن الکریم ۶ / ۱۲۱

Marfat.com

مگر خبیث روحوں کو منانا تقرب الی اللہ نہیں ہو سکتا، شیخ سدّو بھی ارواحِ خبیثہ سے شمار کیا گیا ہے، تو ذبح کرنے والے کی نیت اگر شیخ سدّو کی طرف تقرب کی ہو جانور بلاشبہہ مردار ہو جائے گا، اگرچہ بظاہر تکبیر ہی کہہ کر ذبح کیا گیا ہو، یہاں ذابح کی ہی نیت کا اعتبار ہے اگرچہ مالک کی نیت کچھ ہو، مثلاً مالک نے خالص اللہ عزّوجل کے لئے ذبح کرنے کو جانور دیا ہو، ذابح نے اُسے کسی بُت کی بھینٹ چڑھا دیا جانور بیشک حرام ہو گیا مالک کی نیت کچھ نفع نہ دے گی، یونہیں مالک نے اگر کسی بُت یا شیطان ہی کے لئے ذبح کرنے کو کہا اور ذابح نے معبود برحق جل جلالہٗ کے لئے ذبح کیا جانور بیشک حلال ہے، مالک کی نیت کچھ نقصان نہ دے گی۔ پس صورتِ مذکورہ میں اگر ذابح نے سدّو کی طرف تقرب کی نیت سے ذبح کیا اور ان مولوی کو اس کا یہ حال معلوم تھا، پھر اس سے گوشت کھایا، تو یہ شخص مردار خوار ہوا اور اس کے پیچھے نماز منع ہے، اور اگر اُسے ذابح کی نیت معلوم ہو گئی تھی کہ اس نے وہ نیت فاسدہ نہ کی بلکہ خالص اللہ عزّوجل کے لئے ذبح کیا، تو اگرچہ جانور حلال ہو گیا مگر بہتر اس سے بچنا تھا جبکہ مالک نے غیرِ خدا کے تقرب کے لئے دیا تھا خصوصاً اس شخص کو جو مولوی کہلاتا ہو، اور لوگ اُس کے فعل کو حجت جانتے ہوں۔ عالمگیری میں ہے:

مسلم ذبح شاۃ المجوسی لبیت نارھم او الکافر لاٰلھتھم توکل لانہ سمی اللہ تعالٰی ویکرہ للمسلم۔[1]

مسلمان نے مجوسی کی بکری اس کے آتشکدہ کے لئے یا کسی اور کافر کی بکری اس کے معبود کے لئے ذبح کی تو کھائی جائے کیونکہ مسلمان نے اللہ تعالٰی کے نام سے ذبح کی ہے اور مسلمان کو یہ عمل مکروہ ہے (ت)

اور اگر نیت معلوم نہ تھی، اور یہ جان چکا تھا کہ یہ لوگ شیخ سدّو کے منانے والے ہیں، اور بچنا اور اہم تھا کہ ارواحِ خبیثہ کے منانے والوں اور اس سے استعانت کرنے والوں کا ظاہر حال سخت مخدوش ہے، اور ایسی جگہ شبہات سے احتراز لازم، اور اگر گوشت نہ کھایا بلکہ اور کھانا کھایا تو جب بھی مولوی کہلا کر ایسے لوگوں کے یہاں اکلِ طعام کہ قلوبِ مسلمین میں شبہہ ڈالے ہرگز مناسب نہ تھا۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الذبائح الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۲۸۶

Marfat.com

سُبُل الاصفیا فی حُکمِ الذّبح للاَولیاء[12][13]

(اولیاء اللہ کے لئے ذبح کرنے میں اصفیاء کے طریقے)

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ط

مسئلہ ۱۲۵ در رَد فتوٰی بعض معاصرین ۲۵ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

از لشکر گوالیار ڈاک دربار بجواب سوال مولوی نورالدین صاحب اوائل ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید نے ایک بکرا میاں کا اور عمرو نے ایک گائے چہل تن کی اور مرغ مدار کا پالا، اور پال کران کو باتکبیر ذبح کیا یا کرایا اس کا کھانا مسلمانوں کو عندالشرع جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

حامداً لک و مصلیا و مسلما علی حبیبک واٰلہ یا وھّاب اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب۔

یا اللہ! تیرے لئے حمد کرنے والا اور تیرے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے والا اور ان کی آل پر، حق وصواب کی رہنمائی فرما اے میرے رب! (ت)

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) حق اس مسئلہ میں یہ ہے کہ حلت وحرمت ذبیحہ میں حال و قول و نیتِ ذابح کا اعتبار ہے نہ کہ مالک کا، مثلاً مسلمان کا

Marfat.com

جانور کوئی مجوسی ذبح کرے تو حرام ہوگیا اگرچہ مالک مسلم تھا، اور مجوسی کا جانور مسلمان ذبح کرے تو حلال اگرچہ مالک مشرک تھا، یا زید کا جانور عمرو ذبح کرے اور قصدًا تکبیر نہ کہے حرام ہوگیا، اگرچہ مالک برابر کھڑا سو بار بسم اللہ اللہ اکبر کہتا رہے، اور ذابح تکبیر سے ذبح کرے تو حلال، اگرچہ مالک ایک بار بھی نہ کہے۔ ذابح کلمہ گو نے غیر خدا کی عبادت وتعظیم مخصوص کی نیت سے ذبح کیا تو حرام ہوگیا اگرچہ مالک کی نیت خاص اللہ عزوجل کے لئے ذبح کی تھی۔

یونہی ذابح نے خاص اللہ عزوجل کے لئے ذبح کیا تو حلال، اگرچہ مالک کی نیت کسی کے واسطے تھی۔ تمام صورتوں میں حالِ ذابح کا اعتبار ماننا اور اس شکلِ خاص میں انکار کرجانا محض تحکم باطل ہے جس پر شرع مطہر سے اصلًا دلیل نہیں، ولہذا فقہائے کرام خاص اس جزئیہ کی تصریح فرماتے ہیں کہ مثلًا مجوسی نے اپنے آتشکدہ یا مشرک نے اپنے بتوں کے لئے مسلمان سے بکری ذبح کرائی اور اس نے تکبیر کہہ کر ذبح کی حلال ہے، کھائی جائے، اگرچہ یہ بات مسلم کے حق میں مکروہ۔ فتاوٰی عالمگیری وفتاوٰی تاتارخانیہ وجامع الفتاوٰی میں ہے:

مسلم ذبح شاۃ المجوسی لبیت نارھم او الکافر لاٰلھتھم توکل لانہ سمّی اللہ تعالٰی ویکرہ للمسلم[1]

مسلمان نے مجوسی کی بکری اس کے آتشکدہ کیلئے یا کسی اور کافر کی اس کے معبودوں کیلئے ذبح کی تو بکری کھائی جائے کیونکہ اس نے اللہ تعالٰی کے نام سے ذبح کی ہے، اور یہ عمل مسلمان کو مکروہ ہے۔ (ت)

پھر مسلمان ذابح کی نیت بھی وقت ذبح کی معتبر ہے، اس سے قبل وبعد کا اعتبار نہیں، ذبح سے ایک آن پہلے تک خاص اللہ عزوجل کے لئے نیت تھی، ذبح کرتے وقت غیر خدا کے لئے اس کی جان دی، ذبیحہ حرام ہوگیا، وہ پہلی نیت کچھ نفع نہ دے گی، یونہی اگر ذبح سے پہلے غیر خدا کے لئے ارادہ تھا ذبح کے وقت اس سے تائب ہوکر مولٰی تبارک وتعالٰی کے لئے اراقتِ دم کی تو حلال ہوگیا، یہاں وہ پہلی نیت کچھ نقصان نہ دے گی۔ ردالمحتار میں ہے:

اعلم ان المدار علی القصد عند ابتداء الذبح[2]

معلوم ہونا چاہئے کہ ذبح کی ابتداء میں قصد کا اعتبار ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الذبائح الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۲۸۶

[2] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۹۶

Marfat.com

غرض ہر عاقل جانتا ہے کہ تمام افعال میں اصل نیتِ مقارنہ ہے، نماز سے پہلے خدا کے لئے نیت تھی تکبیر کہتے وقت دکھاوے کے لئے پڑھی، قطعاً مرتکب کبیرہ ہوا، اور نماز ناقابل قبول، اور اگر دکھاوے کے لئے اٹھا تھا نیت باندھتے وقت تک یہی قصد تھا، جب نیت باندھی قصد خالص رب جل وعلا کے لئے کرلیا تو بلاشبہہ وہ نماز پاک وصاف وصالح قبول ہوگئی، تو ذبح سے پہلے کی شہرت، پکار کا کچھ اعتبار نہیں، نہ نافع نفع دے نہ مضر ضرر، خصوصاً جبکہ پکارنے والا غیر ذابح ہو کہ اسے تو اس باب میں کچھ دخل ہی نہیں،

کما قد علمت و ھذا کلہ ظاھر جدًّا لا یصلح ان یتناطح فیہ قرناء وجماء۔

جیسا کہ معلوم ہے اور یہ تمام ظاہر ہے اس میں بالکل گنجائش نہیں کہ اس میں بحث کی جائے (ت)

پھر اضافت معنی عبادت میں منحصر نہیں کہ خواہی نخواہی مدار کے مرغ یا چہل تن کی گائے کے معنی ٹھہرا لئے جائیں کہ وہ مرغ و گاؤ جس سے ان حضرات کی عبادت کی جائے گی، جس کی جان ان کے لئے دی جائیگی، اضافت کو ادنیٰ علاقہ کافی ہوتا ہے، ظہر کی نماز، جنازہ کی نماز، مسافر کی نماز، امام کی نماز، مقتدی کی نماز، بیمار کی نماز، پیر کا روزہ، اونٹوں کی زکوٰۃ، کعبہ کا حج، جب ان اضافتوں سے نماز وغیرہ میں کفر و شرک وحرمت درکنار نام کو بھی کراہت نہیں آتی، تو حضرت مدار کے مرغ، حضرت احمد کبیر کی گائے، فلاں کی بکری کہنے سے یہ خدا کے حلال کئے ہوئے جانور کیوں جیتے جی مردار اور سؤر ہوگئے کہ اب کسی صورت حلال نہیں ہوسکتے، یہ شرع مطہر پر سخت جرأت ہے۔ خود حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان احبَّ الصیامِ الی اللہ تعالٰی صیامُ داؤد و احبُّ الصلوٰۃِ الی اللہ عزوجل صلوٰۃُ داؤد[1]۔ رواہ الائمۃ احمد والستۃ عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما الا الترمذی فعندہ فضل الصیام وحدہ۔

بیشک سب روزوں میں پیارے اللہ تعالٰی کو داؤد کے روزے ہیں اور سب نمازوں میں پیاری داؤد کی نماز ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ (اس کو ائمہ صحاح ستہ اور امام احمد نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے لیکن امام ترمذی کی روایت میں صرف روزوں کی فضیلت کا ذکر ہے ت)

علماء فرماتے ہیں مستحب نمازوں میں صلوٰۃ الوالدین یعنی ماں باپ کی نماز ہے،

فی ردالمحتار عن الشیخ اسمٰعیل عن شرح شرعۃ الاسلام من المندوبات صلوٰۃ التوبۃ

ردالمحتار میں شیخ اسمٰعیل سے بحوالہ شرح شرعۃ الاسلام منقول ہے کہ مستحب نمازوں میں صلوٰۃ التوبہ

[1] صحیح البخاری کتاب التہجد باب من نام عند السحر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۵۲ و ۴۸۶
[2] صحیح مسلم کتاب الصیام باب النہی عن صوم الدہر الخ " " " ۱/ ۳۶۷

Marfat.com

وصلوٰۃ الوالدین[1] | اور صلوٰۃ الوالدین ہے (ت)

سبحان اللہ! داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز، داؤد (علیہ السلام) کے روزے، ماں باپ کی نماز کہنا صواب، پڑھنا ثواب، اور جانور کی اضافت وہ سخت آفت کہ قائلین کفار، جانور مردار، کیا ذبح نماز روزے سے بڑھ کر عبادتِ خدا ہے یا اس میں شرک حرام ان میں روا ہے۔

خود اضافتِ ذبح کا فرق سنئے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لعن اللہ من ذبح لغیر اللہ[2]۔ رواہ مسلم والنسائی عن امیر المومنین علی و نحوہ احمد عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

خدا کی لعنت ہے اس پر جو غیر خدا کے لئے ذبح کرے (اس کو مسلم اور نسائی نے امیر المومنین علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور اس کی مثل امام احمد نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے۔ ت)

دوسری حدیث میں ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من ذبح لضیف ذبیحۃ کانت فداءہ من النار[3] رواہ الحاکم فی تاریخہ عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

جو اپنے مہمان کے لئے جانور ذبح کرے وہ ذبیحہ اس کا فدیہ ہو جائے آتشِ دوزخ سے۔ (اس کو امام حاکم نے اپنی تاریخ میں حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

تو معلوم ہوا کہ ذبیحہ میں غیر خدا کی نیت اور اس کی طرف نسبت مطلقاً کفر کیا حرام بھی نہیں، بلکہ موجبِ ثواب ہے، تو ایک حکم عام کفر و حرام کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔

ولہٰذا علماء فرماتے ہیں، مطلقاً نیت غیر کو موجبِ حرمت جاننے والا سخت جاہل اور قرآن و حدیث و عقل کا مخالف ہے، آخر قصاب کی نیت تحصیلِ نفعِ دنیا اور ذبائح شادی کا مقصود برات کو کھانا دینا ہے، نیتِ غیر تو یہ بھی ہوئی، کیا یہ سب ذبیحے حرام ہو جائیں گے۔ یونہی مہمان کے واسطے ذبح کرنا درست و بجا ہے کہ مہمان کا اکرام عین اکرامِ خدا ہے۔ درمختار میں ہے:

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب الوتر والنوافل دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۶۲

[2] صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب تحریم الذبح لغیر اللہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۶۰

[3] الجامع الصغیر بحوالہ الحاکم فی التاریخ حدیث ۸۶۷۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۵۲۶

Marfat.com

لو ذبح للضیف لایحرم لانہ سنۃ الخلیل و اکرام الضیف اکرام اللہ تعالٰی۔[1]

جس نے مہمان کی نیت سے ذبح کیا تو حرام نہیں کیونکہ یہ خلیل علیہ السلام کی سنت اور مہمان کا اکرام ہے، اور مہمان کا اکرام اللہ تعالٰی کا اکرام ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال البزازی ومن ظن انہ لایحل لانہ ذبح لاکرام ابن اٰدم فیکون اھل بہ لغیر اللہ تعالٰی فقد خالف القراٰن والحدیث والعقل فانہ لاریب ان القصاب یذبح للربح ولو علم انہ نجس لایذبح فیلزم ھذا الجاھل ان لایاکل ما ذبح القصاب وما ذبح للولائم والاعراس والعقیقۃ۔[2]

بزازی نے کہا اور جس نے گمان کیا کہ وہ اس لئے حلال نہیں کہ اس میں بنی آدم کا اکرام ہے تو یہ غیر اللہ کے نام سے ذبح ہوا تو اس نے قرآن وحدیث اور عقل کے خلاف بات کی، کیونکہ بلاشبہہ قصاب اپنے نفع کے لئے ذبح کرتا ہے اگر اسے معلوم ہو کہ یہ نجس ہے تو وہ ذبح نہ کرے، تو ایسے جاہل کو چاہئے کہ وہ قصاب کے ذبح کردہ کو نہ کھائے اور ولیمہ اور شادی اور عقیقہ کے لئے ذبح کردہ کو بھی نہ کھائے۔ (ت)

دیکھو علمائے کرام صراحۃً ارشاد فرماتے ہیں کہ مطلقاً نیت ونسبتِ غیر کو موجبِ حرمت جاننا اور مَآ اُھِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللہ میں داخل ماننا نہ صرف جہالت بلکہ جنون و دیوانگی اور شرع وعقل دونوں سے بیگانگی ہے، جب نفع دنیا کی نیت مخل نہ ہوئی تو فاتحہ اور ایصالِ ثواب میں کیا زہر مل گیا، اور اکرام مہمان عین اکرام خدا ٹھہرا تو اکرامِ اولیاء بدرجۂ اولٰی۔

ہاں اگر کوئی جاہل اجہل یہ نسبت واضافت بقصد عبادتِ غیر ہی کرتا ہے تو اس کے کفر میں شک نہیں، پھر بھی اگر ذابح اس نیّت سے بری ہے تو جانور حلال ہوجائے گا کہ نیتِ غیر اس پر اثر نہیں ڈالتی، کما حققناہ اٰنفا (جیسا کہ ابھی ہم نے بیان کیا ہے۔ ت)

مگر جب کہ حدیثاً وفقہاً دلائل قاہرہ سے ثابت کرچکے کہ اضافت معنیٔ عبادت ہی میں منحصر نہیں، تو صرف اس بناء پر حکم کفر محض جہالت وجرأت وحرام قطعی اور مسلمانوں پر ناحق بدگمانی ہے، تم سے کس نے کہہ دیا کہ وہ آدمیوں کا جانور کہنے سے عبادت آدمیان کا ارادہ کرتے اور انھیں اپنا معبود وخدا بنانا چاہتے ہیں،

---

[1] درمختار — کتاب الذبائح — مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۳۰

[2] ردالمحتار — " — داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۹۶

Marfat.com

اللہ عزوجل فرماتا ہے :

یاایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[1]

اے ایمان والو! بہت سے گمان سے بچو بیشک کچھ گمان گناہ ہیں۔

اور فرماتا ہے :

ولا تقف مالیس لك به علم ط ان السمع والبصر والفؤاد کل اولٰئك کان عنه مسؤلا[2]

بے یقین بات کے پیچھے نہ پڑ، بیشک کان، آنکھ اور دل سب سے سوال ہونا ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث[3]۔ رواہ الائمۃ مالك والشیخان و ابوداؤد و الترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه۔

گمان سے بچو کہ گمان سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے (اس کو امام مالک، شیخین، ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم :

افلا شققت عن قلبه حتی تعلم اقالھا ام لا[4]۔ رواہ مسلم، عن اسامۃ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنه۔

تُو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا کہ دل کے عقیدے پر اطلاع پاتا (اس کو امام مسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

امام عارف باللہ سیدی احمد زروق رضی اللہ تعالٰے عنہ فرماتے ہیں :

انما ینشأ الظن الخبیث عن القلب الخبیث[5]

بدگمانی خبیث دل سے ہی پیدا ہوتی ہے،

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[2] " " ۱۷/ ۳۶

[3] صحیح البخاری کتاب الوصایا باب قول عزوجل من بعد وصیۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۸۴
صحیح مسلم کتاب البر باب تحریم الظن الخ " " " ۲/ ۳۱۶

[4] " کتاب الایمان باب تحریم قتل الکافر الخ " " " ۱/ ۶۸

[5] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الخلق الرابع والعشرون مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۹

Marfat.com

نقله سیدی عبد الغنی النابلسی فی شرح الطریقة المحمدیة۔
(اس کو سیدی عبدالغنی نابلسی نے شرح طریقہ محمدیہ میں نقل کیا ہے۔ت)

ولہذا منیہ و ذخیرہ و شرح وہبانیہ و درمختار وغیرہا میں ارشاد فرمایا:

انا لانسیئ الظن بالمسلم انه یتقرب الی الآدمی بهذا النحر[1]
ہم مسلمان پر بدگمانی نہیں کرتے کہ وہ اس ذبح سے آدمی کی طرف تقرب چاہتا ہو۔

ردالمحتار میں ہے:

ای علی وجه العبادة لانه المکفر وهذا بعید من حال المسلم[2]
یعنی اس تقرب سے تقرب بروجہِ عبادت مراد ہے کہ اس میں کفر ہے اور اس کا خیال مسلمان کے حال سے دُور ہے۔

بلکہ علماء تو یہاں تک تصریح فرماتے ہیں کہ اگر خود ذابح خاص وقتِ ذبح تکبیر میں یوں کہے "بسم اللہ بنام خدائے بنام محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم" تو یہ کہنا مکروہ تو بیشک ہے مگر کفر کیسا! جانور حرام بھی نہ ہوگا، جبکہ اس لفظ سے اس کی نیت حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم محض ہو، نہ معاذ اللہ حضور کو رب عزوجل کے ساتھ شریک ٹھہرانا۔

امام اجل فقیہ النفس قاضی خاں اپنے فتاوٰی میں تحریر فرماتے ہیں:

رجل ضحی و ذبح وقال بسم الله بنام خدائے بنام محمد علیه السلام، قال الشیخ الامام ابوبکر محمد بن الفضل رحمه الله تعالٰی ان اراد الرجل بذکر اسم النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم بتبجیله وتعظیمه جاز ولاباس وان اراد به الشرکة مع الله تعالٰی لاتحل الذبیحة[3]
کسی نے بنام خدا بنام محمد علیہ السلام قربانی کی یا ذبح کیا، شیخ امام ابوبکر محمد بن فضل رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: اگر اس شخص نے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے نام سے صرف تعظیم و تبجیل مراد لی تو جائز ہے اور اگر اللہ تعالٰی کے ساتھ شریک بنایا تو ذبیحہ حلال نہ ہوگا۔ (ت)

بلکہ اس سے بھی زائد خاص صورت عطف میں مثلاً "بنام خدا و بنام فلاں" جس سے صاف معنی

---

[1] درمختار — کتاب الذبائح — مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۰
[2] ردالمحتار — " — داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۹۷
[3] فتاوٰی قاضی خاں — کتاب الاضحیۃ — فصل فی الانتفاع بالاضحیۃ — نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۵۰

Marfat.com

شرکت ظاہر ہے اگرچہ مذہب صحیح حرمتِ جانور ہے، مگر حکم کفر نہیں دیتے کہ وہ امر باطنی ہے، کیا معلوم کہ اس کی نیت کیا ہے۔ درمختار میں ہے:

ان عطف حرمت نحو باسم اللہ و اسم فلان۔[1]

اگر اللہ تعالٰی کے نام پر دوسرے نام کا عطف کیا تو حرام ہے، مثلاً باسم اللہ واسم فلاں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ھو الصحیح وقال ابن سلمۃ لا تصیر میتۃ لانہا لو صارت میتۃ یصیر الرجل کافرا، خانیۃ، قلت تمنع الملازمۃ بان الکفر امر باطنی والحکم بہ صعب فیفرق کذا فی شرح المقدسی، شرنبلالیۃ۔[2]

وہی صحیح ہے اور ابن سلمہ نے فرمایا مردار نہ ہوگا کیونکہ اگر مردار کہیں گے تو ذبح کرنے والے کو کافر قرار دینا ہوگا، خانیہ۔ میں کہتا ہوں یہ ملازمہ ممنوع ہے کیونکہ کفر باطنی امر ہے اور اس کا حکم دشوار ہے تو فرق کرنا ضروری ہے، شرح مقدسی میں اسی طرح ہے، شرنبلالیہ۔ (ت)

اللہ اکبر! خود ذابح خاص تکبیرِ ذبح میں نام خدا کے ساتھ نامِ غیر ملا کر پکارے اور کافر نہ ہو، جب تک معنی شرک کا ارادہ نہ کرے بلکہ بے حرفِ عطف "بنامِ خدا بنامِ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم" کہے اور اس نام پاک کے لینے سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم ہی چاہے، حضور کی عظمت ہی کے لئے خاص وقت ذبح بنامِ خدا کے ساتھ بنام محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہے تو جانور میں اصلاً حرمت و کراہت بھی نہیں، مگر پیش از ذبح اگر کسی نے یوں پکارا کہ "فلاں کا بکرا، فلاں کی گائے" تو پکارنے والا مشرک اور اس کے ساتھ یہ لفظ منہ سے نکلتے ہی جانور کی بھی کایا پلٹ ہو کر فوراً بکری سے کتا، گائے سے سور، اگرچہ وہ منادی غیر ذابح ہو، اگرچہ ابھی نہ وقتِ ذبح نہ دم تکبیر، معاذ اللہ۔ وہ لفظ کیا تھے جادو کے انچھر تھے کہ چھوتے ہی جانور کی ماہیت بدل گئی، ایسے زبردستی کے احکام شرع مطہر سے بالکل بیگانہ ہیں۔

بڑی دلیل ان کے قصدِ عبادتِ غیر و معنی شرک پر یہ پیش کی جاتی ہے کہ "اک ذبح کے بدلے گوشت خرید کر تصدق کرنا ان کے نزدیک کافی نہیں ہوتا، تو معلوم ہوا کہ ایصالِ ثواب مقصود نہیں بلکہ خاص ذبح للغیر و شرکِ صریح مراد ہے، اگرچہ وہ صاف کہہ رہے ہیں کہ ہمارا مطلب صرف ایصال ثواب ہی ہے۔"

---

[1] درمختار	کتاب الذبائح	مطبع مجتبائی دہلی	۲/۲۲۸
[2] ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۵/۱۹۱

Marfat.com

اقول اس سے صرف اتنا ثابت ہُوا کہ خاص ذبح مراد ہے، ذبح للغیر کہاں سے نکلا، کیا ثواب ذبح کوئی چیز نہیں، یا گوشت دینے میں وہ بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ عنایہ میں ہے:

التضحیۃ فیہا افضل من التصدق بثمن الاضحیۃ لان فیہا جمعا بین التقرب باراقۃ الدم والتصدق والجمع بین القربتین افضل[1] اھ ملخصاً۔

اس صورت میں قربانی کرنا اس کی قیمت کے صدقہ سے افضل ہے کیونکہ قربانی میں دونوں قربتیں حاصل ہوتی ہیں خون بہاؤ اور صدقہ بھی، جبکہ دو قربتوں کو جمع کرنا افضل ہے اھ ملخصاً (ت)

معہذا عوام ایسی اشیاء میں مطلقاً تبدیل پر راضی نہیں ہوتے، مثلاً جو آٹے کی چٹکی روزانہ اپنے گھر کے خرچ سے نکالتے اور ہر ماہ اسے پکا کر حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نیاز دلا کر محتاج کو کھلاتے ہیں، اگر ان سے کہئے کہ یہ آٹا جو جمع ہوا ہے اپنے خرچ میں لائیے اور اس کے عوض اور پکائیے، کبھی نہ مانیں گے، حالانکہ آٹے میں کوئی ذبح کا محل نہیں، اور ذبح میں بھی اگر اس جانور کے بدلے دوسرا جانور دیجئے ہرگز نہ لیں گے، حالانکہ ادائے ذبح میں دونوں ایک سے، تو اس کا کافی نہ سمجھنا اسی خیال تعیین وتخصیص کی بناپر ہے، نہ معاذ اللہ اس توہم باطل پر، خصوصاً جبکہ وہ بیچارے صراحۃً کہہ رہے ہیں کہ حاشا للہ ہم عبادتِ غیر نہیں چاہتے صرف ایصالِ ثواب مقصود ہے۔

اور اگر انصاف کیجئے تو دربارۂ عدم تبدیل ان کا وُہ خیال بے اصل بھی نہیں، اگرچہ انھوں نے اس میں تشدد زیادہ سمجھ لیا ہو، جن چیزوں پر نیتِ قربت کرلی گئی، شرع مطہر میں بلاوجہ ان کا بدلنا پسند نہیں، لاسیما اذا کان النزول الی الناقص کما ھٰھنا وکل ذٰلک ظاھر جداً (خصوصاً جبکہ اعلٰی سے ادنٰی کی طرف تنزل ہو جیسا کہ یہاں ہے اور یہ تمام نہایت ظاہر ہے۔ ت)

ولہذا اگر غنی قربانی کے لئے جانور خریدے اور اس معیّن کی نذر نہ ہو تو جانور متعین نہیں ہو جاتا اسے اختیار ہے کہ اس کے بدلے دوسرا جانور قربانی کرے پھر بھی بدلنا مکروہ ہے کہ جب اس پر قربت کی نیت کرلی تو بلاوجہ تبدیل نہ چاہیئے۔ ہدایہ میں ہے:

بالشراء للتضحیۃ لایمتنع البیع[2]

قربانی کے لئے خرید بیع کے لئے مانع نہیں (ت)

اسی میں ہے:

---

[1] العنایۃ علٰی ہامش فتح القدیر کتاب الاضحیۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۸/ ۴۳۲

[2] الہدایۃ 〃 مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۴۳

Marfat.com

ویکرہ ان یبدل بھا غیرھا[1] اور اس قربانی کے جانور کو تبدیل کرنا مکروہ ہے (ت)
اسی طرح تبیین الحقائق وغیرہ میں ہے۔

بالجملہ مسلمانوں پر بدگمانی حرام اور حتی الامکان اس کے قول وفعل کو وجہ صحیح پر حمل واجب، اور یہاں ارادۂ قلب پر بے تصریحِ قائل حکم لگانے کی اصلاً راہ نہیں، اور حکم بھی کیسا کفر وشرک کا، جس میں اعلیٰ درجہ کی احتیاط فرض، یہاں تک کہ ضعیف سے ضعیف احتمالِ بچاؤ نکلتا ہو تو اسی پر اعتماد لازم، کما حقق کل ذٰلك الائمۃ المحققون فی تصانیفھم الجلیلۃ (جیسا کہ ائمہ محققین نے اپنی تصانیف میں اس کی تحقیق فرمائی ہے۔ ت)

اگر بالفرض بعض کور دل احمقوں پر بہ ثبوت شرعی ثابت بھی ہو کہ ان کا مقصود معاذ اللہ عبادتِ غیر ہے تو حکمِ کفر صرف انھیں پر صحیح ہوگا اُن کے سبب حکم عام لگا دینا اور باقی لوگوں کی بھی یہی نیت سمجھ لینا محض باطل۔ قال اللہ تعالٰی لا تزر وازرۃ وزر اُخرٰی[2] (اللہ تعالٰی نے فرمایا) اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی (ت)

پس حق یہ ہے کہ نہ مطلقاً اس نام پکارنے پر حکمِ شرک صحیح، نہ اس وجہ سے جانور کو مردار مان لینا درست، بلکہ حکمِ شرک کے لئے قائل کی نیت پوچھیں گے، اگر اقرار کرے کہ اس کی مراد عبادتِ غیر ہے تو بیشک مشرک کہیں گے ورنہ ہرگز نہیں، اور حکمِ حرمت میں صرف قول وفعل ونیتِ ذابح خاص وقتِ ذبح پر مدار رکھیں گے، اگر مالک خواہ غیر مالک کسی کلمہ گو نے معاذ اللہ اسی نیتِ شرک کے ساتھ ذبح کیا تو بیشک حرام کہ وہ اس نیت سے مرتد ہوگیا، اور مرتد کا ذبیحہ نہیں، اور اگر اللہ عزّوجل کے لئے جان دی اور قصداً تکبیر ترک نہ کی تو بیشک حلال، اگرچہ اس پر باعث ایصالِ ثواب یا اکرامِ اولیاء یا نفع دنیا وغیرہا مقاصد ہوں، اگرچہ مالک غیر ذابح کی نیت معاذ اللہ وہی عبادتِ غیر ہو، اگرچہ پیش از ذبح یا غیر ذابح نے وقتِ ذبح کسی کا نام پکارا ہو، مالک سے وہ نیتِ ناپاک ثابت ہونا بھی ذابح پر کچھ موثر نہیں، جب تک خود اس سے بھی اسی نیت پر جان دینا ثابت نہ ہو کہ جب اس سے وہ نیت ثابت نہیں، اور مسلمان اپنے رب عزّوجل کا نام لے کر ذبح کررہا ہے تو اس پر بدگمانی حرام و ناروا ہے، اوہام تراشیدہ پر مسلمان کو معاذ اللہ مرتکبِ کفر سمجھنا حلالِ خدا کو حرام کہہ دینا، نامِ الٰہی عزّوجل جو وقتِ تکبیر لیا گیا باطل و بے اثر ٹھہرانا ہرگز وجہِ صحت نہیں رکھتا۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

ومالکم ان لا تاکلوا مما ذکر اسم تمھیں کیا ہوا کہ نہ کھاؤ اس جانور سے جس کے

---

[1] الہدایۃ کتاب الاضحیۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۴۴۹
[2] القرآن الکریم ۶/۱۶۴

Marfat.com

اللہ علیہ[1] | ذبح میں اللہ کا نام یاد کیا گیا۔

امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

انما کلفنا بالظاھر لا بالباطن فاذا ذبحہ علی اسم اللہ وجب ان یحل، ولا سبیل لنا الی الباطن[2]

یعنی ہمیں شرح مطہر نے ظاہر پر عمل کا حکم فرمایا ہے باطن کی تکلیف نہ دی، جب اس نے اللہ عزوجل کا نام پاک لے کر ذبح کیا جانور حلال ہوجانا واجب ہوا کہ دل کا ارادہ جان لینے کی طرف ہمیں کوئی راہ نہیں۔

یہ چند نفیس وجلیل فائدے حفظ کے قابل ہیں کہ بہت ابنائے زمان ان میں سخت خطا کرتے ہیں، وباللہ العصمۃ والتوفیق و بہ الوصول الی التحقیق (حفاظت وتوفیق اللہ تعالٰی کی طرف سے ہے اور اسی کی مدد سے تحقیق تک رسائی ہے۔ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۲۶ از شہر بریلی مسئولہ عبدالجلیل طالب علم ۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک گائے ذبح کی گئی اور اس کا پیٹ جب چاک کیا تو اس میں سے ایک بچہ زندہ کامل اعضا کا نکلا، مگر اس کے جسم میں بال نہیں آیا ہے، اس حالت میں بچہ کا گوشت حلال ہوجائے گا یا نہیں ذبح کرنے سے؟ اور مردہ ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب

بچہ کہ مردہ نکلے حرام، اور زندہ نکلا اور ذبح کرلیا تو حلال۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۷ از اوجین مکان میر خادم علی اسسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں ۳ ربیع الآخر ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے مدقق ومحققین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو بچہ مردہ بکری مذبوحہ کے شکم سے برآمد ہو بمذاہب امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ حلال ہے یا حرام؟ بیان فرمائیں بعبارت کتب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

الجواب

ناجائز ہے۔ ہدایہ وعالمگیریہ میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۱۹

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ۲/ ۱۷۳ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۵/ ۲۳

Marfat.com

من نحر ناقة او ذبح بقرة فوجد فی بطنها جنینا میتا لم یوکل اشعر اولم یشعر وھذا عند ابی حنیفة رضی اللہ تعالٰی عنہ، وقال ابو یوسف ومحمد رحمہما اللہ تعالٰی اذا تم خلقہ اکل۔[1]

کسی نے اونٹنی یا گائے ذبح کی تو اس کے پیٹ میں بچہ مردہ پائے تو اسے نہ کھایا جائے اس پر بال ہوں یا نہ ہوں، اور یہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک ہے اور امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی نے فرمایا اگر وہ بچہ تام الخلقت ہو تو کھانا چاہئے۔ (ت)

اسی طرح درمختار وغیرہ عامہ کتب میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۸ تا ۱۳۱: از ریاست کوٹہ راجپوتانہ ملک ہاڑوتی قصبہ سانگور مسئولہ مسلمانانِ سانگور ۲۱ رمضان ۱۳۳۵ھ

ہادیِ دین، پناہِ شریعت، علمائے عظام ومفتیانِ کرام سلمکم اللہ تعالٰی، بعد سلام علیک کے گزارش یہ ہے کہ یہاں پر قصبہ سانگور، ریاست کوٹہ راجپوتانہ میں کھٹیک لوگ قدیم زمانے سے گوشت کی دکان کرتے چلے آرہے ہیں، اور مسلمان بھی انھیں کے یہاں سے خریدتے ہیں، ان کھٹکوں کا دو ایک مرتبہ کچہری میں مردار گوشت کا مقدمہ جاچکا ہے اس لئے بوجہ شکوک اب اُن کے یہاں سے مسلمانوں نے گوشت لینا قطعاً بند کردیا اور مسلمان قصائی آباد کرکے اس کے یہاں سے خریدنا شروع کردیا ہے، مگر دو ایک مسلمان جن کا تجارتی تعلق چمڑے وغیرہ کا کھٹکوں کے ساتھ ہے، وہ ایسا کہتے ہیں کہ یہ ضد اور نیا مسئلہ ہے جب ایک مدت سے مسلمان کھٹکوں کے یہاں کا گوشت لیتے چلے آرہے ہیں اور تمام جگہ کھٹک ہی لوگ فروخت کرتے ہیں، تو یہ ایک نئی بات پیدا کرکے کھٹکوں کو ناحق نقصان دیا جارہا ہے، کیا پہلے زمانے میں کوئی عالم نہ تھے، وہ کیوں کھاگئے، اُن کے ایسا کہنے پر بہت سے مسلمان برگشتہ ہورہے ہیں، لیکن ساتھ ہی اس کے دنیا کی بدنامی کا خوف ہے اور اصلی جواب کے منتظر ہیں، مسلمانوں کی طرف سے کھٹکوں کے ساتھیوں کو سمجھایا گیا کہ تم اُن سے بموجبِ شرع اس طرح پر انتظام کرادو:

(۱) نگراں مسلمان رہیں۔

(۲) گوشت مختلف مکان پر نہ ہو جہاں مسلمان تجویز کریں۔

(۳) دبانے والا (۴) ذبح کرنے والا مسلمان ہو۔

ان چاروں شرطوں میں سے وہ شرط اوّل ودوم وچہارم پر رضامند ہوتے ہیں، لیکن یہ رضامندی بھی

---

[1] الہدایۃ کتاب الذبائح مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۴۳۸

Marfat.com

اُن کی قیاساً نئے انتظام کو قطع کرنے کے لئے معلوم ہوتی ہے، دائمی نہیں معلوم ہوتی ہے اس لئے حسبِ ذیل امور دریافت طلب ہیں:

(۱) کیا وہ شخص کے ورغلانے سے مسلمانوں کو پرانی بات پر جما رہنا چاہئے، اور جو شخص اس پر صاد کرے اور حکمِ شرع ایک فضول اور بناوٹی بات بتائے اور آج تک ثابت نہ ہو، مسلمان اس کے ساتھ کیا سلوک کریں؟

(۲) کیا مسلمانوں کو ہندو کھٹکوں کے یہاں سے گوشت خریدنے کی ممانعت کا حکم سُنایا جاتا ہے، یہ نیا مسئلہ اور بناوٹی بات ہے؟

(۳) جو شخص مسلمان باوجود سمجھانے کے مسلمان قصائی کو چھوڑ کر پرانی روش پر ضداً ہندو کھٹکوں کے یہاں پر گوشت لینے پر آمادہ ہو، اس پر کیا حکم ہے؟

(۴) کیا کسی شخص کی خاطر سے ہمارے مذہب کے ایسے حکم کو جس سے ہمارے ایمان میں خلل آنے کا ڈر ہو چھوڑ دینا روا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) حکمِ شرعی یہ ہے کہ مشرک یعنی کافر غیر کتابی سے گوشت خریدنا جائز نہیں، اور اس کا کھانا حرام ہے، اگرچہ وُہ زبان سے سَو بار کہے کہ یہ مسلمان کا ذبح کیا ہوا ہے، اس لئے کہ امرونہی میں کافر کا قول اصلاً مقبول نہیں۔ درمختار میں ہے:

خبرالکافر مقبول بالاجماع فی المعاملات لا فی الدیانات[۱]	معاملات میں کافر کی خبر بالاجماع مقبول ہے، دینی معاملات میں مقبول نہیں (ت)

نہایہ وغیرہا میں ہے:

من الدیانات الحل والحرمۃ[۲]	دیانات میں سے حلال وحرام ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فی التاترخانیۃ قبیل الاضحیۃ عن جامع الجوامع لابی یوسف	تاتارخانیہ میں قربانی کے بیان سے تھوڑا پہلے ابو یوسف کی جامع الجوامع سے منقول ہے کسی نے

---

[۱] درمختار — کتاب الحظر والاباحۃ — مطبع مجتبائی دہلی — ۲/۲۳۷

[۲] ردالمحتار بحوالہ النہایۃ — " — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۵/۲۱۹

Marfat.com

من اشتری لحما فعلم انه مجوسی و اراد الرد، فقال ذبحه مسلم یکرہ اکلہ اھ و مفادہ ان مجرد کون البائع مجوسیا یثبت الحرمۃ، فانہ بعد اخبارہ بالحل بقولہ ذبحہ مسلم کرہ اکلہ فکیف بدونہ[1]

گوشت خریدا تو معلوم ہوا کہ فروخت کرنے والا مجوسی ہے اور اس نے واپس کرنا چاہا تو مجوسی نے کہا اس کو مسلمان نے ذبح کیا ہے اس کا کھانا مکروہ ہے اھ، تو اس کا مفاد یہ ہے کہ خالی فروخت کرنے والے کا مجوسی ہونا حرمت کو ثابت کرتا ہے کیونکہ مجوسی کے اس بیان کے بعد کہ اس کو مسلمان نے ذبح کیا ہے جو کہ حلال ہونے کی خبر ہے، کھانا مکروہ ہے، تو اس کے خبر نہ دینے کی صورت میں کیسے مکروہ نہ ہوگا۔ (ت)

ہاں اگر وقت ذبح سے وقت خریداری تک وہ گوشت مسلمان کی نگرانی میں رہے، بیچ میں کسی وقت مسلمان کی نگاہ سے غائب نہ ہو، اور یوں اطمینان کافی حاصل ہو کہ یہ مسلمان کا ذبیحہ ہے تو اس کا خریدنا جائز اور کھانا حلال ہوگا۔ جب یہ حکم شرعی معلوم ہوگیا، جوابِ سوالات ظاہر ہوگیا، وہ پُرانا طریقہ شرعاً محض حرام تھا، اُس پر جما حرام، سخت حرام، اگرچہ دو نہیں دو لاکھ ورغلائیں، جو حکمِ شرع کو بناوٹی بتائے اگر جاہل ہے سمجھایا جائے، ورنہ اس پر لزومِ کفر ہے توبہ کرے، تجدیدِ اسلام کرے، اس کے بعد اپنی عورت سے نکاحِ جدید، یہی حکم اس کے ساتھیوں کا ہے، یہ لوگ جب تک تائب نہ ہوں مسلمان ان سے میل جول نہ کریں۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

واِمّا ینسینّک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[2]

اور کبھی شیطان تجھ کو بُھلا دے تو یاد آنے پر ظالم قوم کے پاس مت بیٹھ۔ (ت)

(۲) یہ ممانعت خاص حکمِ شریعت ہے اور اس کے بناوٹی کہنے والے کے ایمان پر خطرہ ہے کما تقدم آنفا۔

(۳) ایسا شخص حرام خوار، حرام کار، مستحقِ عذابِ پروردگار، سزاوارِ عذابِ نار ہے، تعزیرِ شرعی یہاں کون کسے دے سکتا ہے یہی بس ہے کہ مسلمان اس سے یک لخت قطع تعلق کر دیں۔

قال اللہ تعالٰی لاترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[3]

(اللہ تعالٰی نے فرمایا) ظلم کرنے والوں کی طرف میلان نہ کرو کہ تم کو آگ مَس کرے (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۱۹
[2] القرآن الکریم ۶/۶۸
[3] القرآن الکریم ۱۱/۱۱۳

Marfat.com

(۴) ہرگز روا نہیں، اور ایسی خاطر ملعون، وہ شرطیں جو اُن سے کی جارہی ہیں اُن میں مسلمان کی نگرانی اس طرح کی ہو جیسی ہم نے بیان کی کہ وقتِ ذبح سے وقتِ خریداری تک کسی آن مسلمان کی نگاہ سے غائب نہ ہو، ورنہ کافی نہیں، اور دبانے والے کا مسلمان ہونا کچھ ضرور نہیں، ذبح کرنے والا مسلمان چاہئے۔

مسئلہ ۱۳۲ از اٹاوہ محلہ اورنگ آباد مرسلہ فضل حسین صاحب سوم جمادی الاولیٰ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شہر میں گوشت ہندو کھٹک فروخت کرتے ہیں، اور انتظام ذبح یہ ہے کہ گورنمنٹی مذبح بنا ہوا ہے، بعد ملاحظہ ڈاکٹر انگریزی کے (عام اس سے کہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم ہو) اُسی مذبح میں کل جانور ذبح ہوتے ہیں، کھٹک گوشت بنا کر بازار میں لاکر فروخت کرتے ہیں، مذبح پر ایک مسلمان جاتا ہے جس کی نسبت معلوم ہوا کہ ذبح وہی شخص کرتا ہے، اگرچہ عادت مستمرہ و طریقۂ مقررہ تو یہی ہے، لیکن ممکن ہے کہ بخلاف ورزی اس حکم گورنمنٹی کے کوئی جانور خفیۃً اپنے گھروں پر ذبح کرکے اس کا گوشت بھی انھیں جانوروں کے گوشت میں ملا کر فروخت کرلیں، چنانچہ ایسے مقدمات بھی ہوتے اور وہ لوگ سزا پاتے ہیں، شہادت اس امر کی کہ گوشت جو فروخت ہو رہا ہے اس جانور کا ہے جس کو مسلمان نے ذبح کیا ہے بجز قول اُس کافر کے جو گوشت فروخت کر رہا ہے، اور کوئی نہیں ہے، اور نہ وقتِ ذبح سے وقتِ فروخت تک بالاتصال وہ گوشت کسی مسلمان کے زیرِ نظر رہا، اگرچہ عادتِ معہودہ کے موافق کہا جاسکتا ہے کہ مذبح گورنمنٹی میں ذبح ہوا ہے، اور وہاں مسلمان معمولاً جاتا ہے، اور ایسے مقدمات بھی پیش آتے ہیں کہ بیمار مویشی وغیرہ بخوف ڈاکٹر کے معائنہ کے گھر پر ذبح کرلیتے ہیں، اور اس گوشت میں شامل کرلیتے ہیں، جو مذبح کے مذبوح جانوروں کا ہے، پس ایسی حالت میں اس ہندو کھٹک سے خرید کیا ہوا گوشت کھانا جائز وحلال ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں اس سے گوشت کا خریدنا، کھانا، کھلانا ناجائز ہے، کہ حیوان جب تک زندہ تھا حرام تھا، ذبح شرعی سے حلال ہوگا، اور اُس کا حصول ثابت نہ ہوا، والیقین لایزول بالشک (شک سے یقین زائل نہیں ہوتا۔ ت) اور وہ کافر غیر کتابی اگر کہے بھی کہ یہ مسلمان کا ذبیحہ ہے، تو یہ خبر مقصوداً امرِ دیانت وحلت وحرمت میں ہے، اور ان امور میں کافر کی خبر محض باطل و نامعتبر۔ درمختار و ہدایہ و تبیین و ہندیہ وغیرہا عامۂ کتب میں ہے:

خبر الکافر مقبول بالاجماع فی المعاملات لا فی الدیانات[1] معاملات میں بالاجماع کافر کی خبر مقبول ہے، دیانات میں مقبول نہیں۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۷

Marfat.com

اشباہ میں اسی قاعدہ کے تحت میں ہے:

الشاۃ فی حال حیاتها محرمة فالمشتری مستمسک باصل التحریم الٰی ان یتحقق زوالہ[1]

بکری زندہ حرام ہے تو خریدار نے اس کے اصل حال کو دلیل بنا کر حرام قرار دیا تاوقتیکہ اس اصل یقین کا زوال نہ ہو جائے۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

لاتحل حتی یعلم انها ذکاۃ مسلم لانها اصلها حرام، وشککنا فی الذکاۃ المبیحة[2]

کھانا حلال نہیں جب تک یقینی علم نہ ہو جائے کہ اس کو مسلمان نے ذبح کیا ہے کیونکہ اصل میں حرام ہے اور ہمیں مباح بنانیوالے ذبح میں شک ہے (ت)

تاتارخانیہ میں جامع الجوامع امام ابو یوسف سے ہے:

من اشتری لحما فعلم انه مجوسی واراد الرد فقال ذبحه مسلم یکرہ اکله اھ[3]

کسی نے گوشت خریدا اور معلوم ہے کہ فروخت کرنیوالا مجوسی ہے تو واپس کرنا چاہا، تو مجوسی نے کہا اس کو مسلمان نے ذبح کیا ہے اس کا کھانا مکروہ ہے اھ (ت)

ردالمحتار میں اسے نقل کرکے فرمایا:

ومفادہ ان مجرد کون البائع مجوسیا یثبت الحرمة فانه بعد اخبارہ بالحل بقوله ذبحه مسلم کرہ اکله فکیف بدونه، تأمل[4]

اس کا مفاد یہ ہے کہ محض بائع کا مجوسی ہونا ہی حرمت کو ثابت کر دے گا کیونکہ اس نے اس کے حلال ہونے کی خبر دی کہ اس کو مسلمان نے ذبح کیا ہے اس کے باوجود جب کھانا مکروہ ہوا تو ایسی خبر کے نہ ہونے پر کیسے حلال ہو سکتا ہے۔ غور کیجئے۔ (ت)

بخلاف اس کے کہ مسلمان اپنے کسی نوکر یا مزدور مشرک کو گوشت لینے بھیجے اور وہ خرید کر لائے اور کہے میں نے مسلمان سے خریدا ہے اس کا کھانا جائز ہوگا، جبکہ قلب میں اس کا صدق جمتا ہو کہ اب یہ اصالۃً دربارہ معاملات قول کافر کا قبول ہے، اگرچہ حکم دیانت کو متضمن ہو جائے گا۔ تبیین الحقائق پھر ہندیہ میں ہے:

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الثالثة ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۸۹

[2] فتح القدیر

[3] ردالمحتار بحوالہ التاتارخانیہ کتاب الحظر والاباحۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۱۹

[4] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۵/۲۱۹

Marfat.com

لایقبل قول الکافر فی الدیانات الا اذا کان قبول قول الکافر فی المعاملات یتضمن قبوله فی الدیانات، فح تدخل الدیانات فی ضمن المعاملات، فیقبل قوله فیها ضرورۃ[1]۔

دیانات میں کافر کا قول مقبول نہیں ماسوائے اس کے کہ جب معاملات میں اس کا قول مقبول ہونے پر دیانات میں مقبول ہونے کو متضمن ہو تو ایسی صورت میں دیانات، معاملات میں داخل قرار پاتے ہیں (ت)

ردالمحتار میں ہے:

الجواب ان قوله شریته من المعاملات، و ثبوت الحل والحرمة فیه ضمنی، فلما قبل قوله فی الشراء، ثبت ما فی ضمنه بخلاف ما یأتی، وکم من شیئ یثبت ضمنا لا قصدا[2]۔

جواب یہ ہے کہ اس کا یہ کہنا کہ میں نے اسے خریدا ہے یہ معاملات کی بات ہے اور حلال وحرام ہونا اس میں ضمنی چیز ہے تو جب خریداری کے متعلق اس کا قول مقبول ہے تو ضمنی امر بھی ثابت ہو جائے گا، آئندہ بیان اس کے خلاف ہے، تاہم بہت سی چیزیں ضمناً ثابت ہو جاتی ہیں وہ قصداً ثابت نہیں ہوتیں۔ (ت)

و لہذا اگر وہ نوکر کہے کہ بائع مشرک تھا گوشت حرام ہوگا، معلوم ہوا کہ بیچنے والے کا مشرک ہونا ہی حرمتِ گوشت کے لئے کافی ہے۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

قال اشتریت اللحم من کتابی فیحل، او قال اشتریته من مجوسی فیحرم[3]۔

اس نے کہا میں نے یہ گوشت کتابی شخص سے خریدا ہے، تو حلال ہوگا، یا اس نے کہا میں نے مجوسی سے خریدا ہے، تو حرام ہوگا۔ (ت)

ہاں جب تک وُہ گوشت ذابح مسلم خواہ اور کسی مسلمان کی نگاہ سے غائب نہ ہو تو اس مسلمان اور نیز دوسرے کو اس مسلم کی خبر پر کہ یہ وہی گوشت ہے جو مسلمان نے ذبح کیا، خریدنا اور کھانا سب جائز ہے کہ اب خبر مسلم ہے نہ کہ کافر، مگر وُہ مخبر ثقہ نہ ہو تو قلب پر اُس کا صدق جمنا شرط ہوگا،

فی التنویر شرط العدالة فی الدیانات و یتحری فی الفاسق والمستور[4]۔ واللہ تعالٰی اعلم

تنویر میں ہے دینی امور میں عدالت شرط ہے اور فاسق یا مستور الحال شخص کی خبر میں غور و فکر کرے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ التبیین الحقائق کتاب الکراہیۃ الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۰۸

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۱۹

[3] درمختار " " " مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۷

[4] درمختار شرح تنویر الابصار " " " " ۲/ ۲۳۷

Marfat.com

مسئلہ ۱۳۳ ۷ محرم الحرام ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسلم نے گوسفند ذبح کیا ہوا اپنے ایک ملازم غیر کتابی کے ہاتھ مکان کو بھیجا اور آرندہ ذبیحہ نے یہاں کہا کہ یہ ذبیحہ فلاں شخص مسلم نے بھیجا ہے، کھانا اس کا مسلمان کو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر قرائن کی رُو سے اُس کافر کے اس قول میں شک پیدا نہ ہو، ظن غالب اُس کے صدق ہی کا ہو، تو مسلمان کے لئے اُس ذبیحہ کے کھانے میں کوئی حرج نہیں کہ ہدیہ لانا از قبیلِ معاملات ہے، اور معاملات میں کافر کی بات مقبول، اور جب یہ مان لیا گیا کہ یہ ذبیحہ فلاں مسلم کا بھیجا ہوا ہے، تو اس کے ضمن میں حلت بھی مسلّم ہوگئی، اگرچہ ابتداءً حلت، حرمت، طہارت، نجاست وغیرہا امور خالصہ دینیہ میں کافر کا قول مقبول نہیں، ہدایہ میں ہے:

من ارسل اجیرا له مجوسیا او خادما فاشتری لحما فقال اشتریته من یهودی او نصرانی او مسلم وسعه اکله، لان قول الکافر مقبول فی المعاملات[1] الخ۔

جس نے اپنا مجوسی مزدور یا خادم گوشت خریدنے بھیجا تو اس نے واپس آکر کہا میں نے یہودی یا نصرانی یا مسلمان سے خریدا ہے تو مزدور یا خادم کا خریدا ہوا یہ گوشت کھانا جائز ہے کیونکہ معاملات میں کافر کا قول مقبول ہے الخ۔ (ت)

تبیین الحقائق و درمختار میں ہے:

المعاملات یقبل فیها خبر کل ممیز حرا کان او عبدا مسلما کان او کافرا، کبیرا او صغیرا لعموم الضرورة فان الانسان قلما یجد المستجمع لشرائط العدالة لیعامله او یستخدمه او یبعثه الی وکلائه ونحو ذلك، ولا دلیل مع السامع یعمل به سوی الخبر[2] الخ۔

معاملات میں ہر باتمیز شخص کی بات مقبول ہے، وہ آزاد ہو یا غلام، مسلمان ہو یا کافر، وہ بڑا ہو یا نابالغ ہو کیونکہ ضرورت عام چیز ہے جبکہ انسان معاملہ یا خدمت لینے یا اپنے وکلاء کے پاس بھیجنے کے لئے شرائط عدالت پر پورا اترنے والے کو بہت کم پاتا ہے اور سامع کے پاس خبر کے علاوہ کوئی دلیل نہیں ہوتی جس پر عمل کیا جائے الخ (ت)

---

[1] الہدایۃ کتاب الکراہیۃ فصل فی الاکل والشرب مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۵۱

[2] تبیین الحقائق " المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ بولاق مصر ۶/ ۱۲

Marfat.com

عالمگیری میں ہے :

یقبل قول الواحد فی المعاملات مسلما کان اوکافرا، دفعا للحرج، ومن المعاملات الوکالات والمضاربات والرسالات فی الھدایا، والاذن فی التجارات، کذا فی الکافی[1] اھ ملخصًا۔

معاملات میں ایک شخص کی بات قبول کی جائے گی خواہ وُہ مسلمان ہو یا کافر ہو تاکہ حرج کو ختم کیا جاسکے اور معاملات میں سے مضاربت اور ہدیہ وغیرہ کا قاصد بنانا اور تجارت کی اجازت دینا بھی ہے۔ اسی طرح کافی میں ہے اھ ملخصًا (ت)

نیز تبیین میں ہے :

فاذا قبل فیھا قول الممیز وکان فی ضمن قبول قولہ فیھا قبولہ فی الدیانات یقبل قولہ فی الدیانات ضمنا ضرورۃ، وکم من شیئ لایصح قصدا یصح ضمنا ولان کل معاملۃ لا تخلو عن دیانۃ، فلو لم یقبل فیھا فی ضمن المعاملات لادی الی الحرج، بخلاف الدیانات المقصودۃ[2] (ملخصًا)

توجب اس میں باتمیز شخص کی بات قبول ہے تو اس کے ضمن والی دینی چیز بھی اس کی قبولیت سے ضرورۃً ضمن میں قبول ہوگی اور اس لئے بھی کہ کوئی معاملہ بھی دینی امر سے خالی نہیں ہوتا، تو اگر وہ معاملہ میں ضمنًا ثابت نہ ہو تو حرج کا باعث ہوگا جبکہ بہت سی چیزیں ضمنًا ثابت ہوتی ہیں اور قصدًا صحیح نہیں ہوتیں، اس کے برخلاف مقصود دینیات کہ وہ ضمنًا صحیح نہیں ہوتے (ملخصًا)۔ (ت)

ہاں اگر بنظرِ قرائن اس کی بات میں شک پڑے، کچھ فریب معلوم دے، تو ہرگز نہ کھائے کہ ذبیحہ کی حلت مشکوک وموہوم بات سے ثابت نہ ہوگی،

فان الحیوان ماکان حیا کان حراما، وانما یحل بذبح مشروع فلا یثبت الطاری بالشك۔

کیونکہ جانور جب تک زندہ ہے کھانا حرام ہے وُہ صرف شرعی طریقہ سے ذبح کرنے سے حلال ہوتا ہے تو اصل کے خلاف وارد ہونے والی چیز شک سے ثابت نہ ہوگی۔ (ت)

درمختار میں ہے :

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الاول الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۱۰

[2] تبیین الحقائق " " المطبعۃ الکبرٰی الامیریۃ بولاق مصر ۶/ ۱۲

Marfat.com

يقبل قول المملوك ولو انثى، والصبى، فى الهدية، و قيده فى السراج بما اذا غلب على رائه صدقهم[1] اھ ملخصًا۔

غلام عورت ہو یا بچہ ہو اس کی بات قبول ہوگی ہدیہ میں اور کہ اس بات کو سراج میں اس قید سے مقید کیا ہے کہ اس کی رائے میں اس مملوک غلام کی سچائی غالب ہو' اھ ملخصًا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ثم قال کما فی المنح وان لم يغلب على رأيه ذلك لم يسعه قبوله منهم، لان الامر مشتبه عليه اھ، قال الاتقانى لان الاصل انه محجور عليه، والاذن طارى، فلا يجوز اثباته بالشك[2] الخ۔ والله سبحٰنه وتعالٰى اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم۔

پھر منح میں کہا کہ اگر اس کی سچائی پر غلبۂ ظن نہ ہو تو پھر اس کی بات کو قبول کرنے کی گنجائش نہیں ہے، کیونکہ معاملہ اس پر مشتبہ رہے گا اھ، اتقانی نے کہا کہ اصل ممانعت ہے اور اجازت بعد والی چیز ہے، لہذا شک کے ساتھ اجازت ثابت نہ ہوگی الخ۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۱۳۴: از ضلع لاہور، مقام چونیا، مسئولہ انوار الحق، بروز چہارشنبہ بتاریخ ۱۴ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

اس شہر میں حلال خور یعنی چوہڑے درپردہ گائے ذبح کرا کے گوشت فروخت کرتے ہیں، بعض مسلمان ان سے خرید لیتے ہیں، اگر ان سے منع کیا جائے تو زید کہتا ہے کہ مولوی عبدالحی کے فتاوٰی میں لکھا ہے اگر جانور کو مسلمان ذبح کرے اور فروخت کافر کرے تو کھانا جائز ہے، جب شریعت جائز کرتی ہے تو تم کیوں نفرت کرتے ہو، یا حضرت! چوہڑوں سے گوشت کھانا مسلمان کو بہت برا معلوم ہوتا ہے، برائے مہربانی تحریر فرمائیں کہ اگر جائز ہو تو نفرت نہ کی جائے، فقط۔

الجواب

گوشت میں اصل یہ کہ جانور مثلاً گائے جب تک زندہ ہے اس کا گوشت حرام ہے، اگر کوئی ٹکڑا کاٹ لیا جائے مردار اور حرام ہوگا "ما ابين فى حى فهو ميت" (زندہ جانور سے گوشت کاٹا تو وہ حرام ہے)

---

[1] درمختار | کتاب الحظر والاباحۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/۲۳۷

[2] ردالمحتار | " " " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۵/۲۲۰

Marfat.com

حلت ذکات شرعی سے ثابت ہوتی ہے، توجب ذبح شرعی معلوم ومتحقق نہ ہو توحکم حرمت ہے، کافر نے مسلمان سے راس ذبح کرائی اور قبل اس کے کہ مسلمان کی نگاہ سے غائب ہو انھیں سے خریدلیا، یہ جائز ہے، اور اگر مسلمان نے ذبح کیا اور اس کے بعد جانور اس کی نظر سے غائب ہوگیا''اور ع۱ کافر گوشت اس کی حلت وطہارت کرنا چاہتا ہے''۔

اور حلت وحرمت وطہارت ونجاست خالص امور دیانت ہیں، اور امور دیانت میں کافر کی خبر محض نامعتبر۔

قال اللہ تعالیٰ لن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا[۱]۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہرگز کافروں کو مومنوں پر راہ نہ دے گا۔ (ت)

مسلمان اس کے گوشت کی خریداری سے نفرت واعراض کرتے ہیں، بہت صحیح وبجا ہے، یہی حکم شرع ہے، بلکہ چوہڑے چمار اگر مسلمان سے ذبح کرائیں اور ہنوز نگاہ سے غائب نہ ہو جب بھی خریدنا نہ چاہئے جبکہ قلوب اس سے تنفر کرتے ہوں،

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: بشروا ولا تنفروا[۲]۔ وعنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ایاک ومایتغذر منہ[۳] فان الخبر لایتغذر منہ۔ وعنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایاک ومایسوء الاذن[۴]۔ ھذا وفصلناہ فی فتاونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے: بشارت دینے والے بنو اور نفرت پیدا نہ کرو۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے: باعث غدر سے بچو جبکہ خبر باعث غدر نہیں ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے: کانوں کو تکلیف دہ بات سے بچاؤ۔

ع۱ اصل میں اسی طرح ہے، مگر ہونا اس طرح چاہئے: ''اور کافر گوشت فروش اس کی حلت و طہارت ثابت کرنا چاہتا ہے''۔ عبدالمنان اعظمی

---

[۱] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۱

[۲] صحیح البخاری کتاب العلم باب ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولہم بالموعظۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶

[۳] المستدرک للحاکم کتاب الرقاق دارالفکر بیروت ۴/ ۳۲۷

کشف الخفاء للعجلونی حدیث ۸۶۷ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۴۷

[۴] مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث ابی الغادیۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۷۶

کشف الخفاء للعجلونی حدیث ۸۶۶ و ۸۶۷ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۴۷

Marfat.com

بتوفیق اللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ اسے ہم نے بتوفیق الٰہی اپنے فتاوٰی میں تفصیل سے بیان کردیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۵ از رامہ ڈاک خانہ جاتلی تحصیل گوجرخاں ضلع راولپنڈی

مرسلہ قاضی تاج محمود صاحب ۱۸ شوال ۱۳۳۸ھ

مذبوحہ شدہ مالک کو دستیاب ہوجائے، ذابح نامعلوم ہے، کیا یہ مذبوحہ حلال ہوگی یا نہیں؟

الجواب

حلال ہے، مگر جب کہ اس گمان کا محل ہو کہ ذابح مرتد یا مشرک یا مجوسی ہے، حلبی و شامی علی الدر میں ہے:

الاولی ان یقال ان کان الموضع مما یسکنہ او یسلك فیہ مجوسی لایوکل والا اکل ولا یعترض بشأن ترك التسمیۃ عمدا، فان ھذا موھوم لایعارض الراجح[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

یہ کہنا بہتر ہے، ایسا موضع جہاں مجوسی رہتا ہو یا وہاں اس کا آنا جانا ہو تو وہاں کا نہ کھایا جائے ورنہ کھایا جائے، اور قصدًا بسم اللہ کو ترک کی صورت سے اعتراض نہ کیا جائے کیونکہ یہ احتمال موہوم ہے جو راجح احتمال کا مقابل نہیں بن سکتا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۶ از موضع بکاجبی والا، علاقہ جاگل، تھانہ ہری پور، ڈاکخانہ کوٹ نجیب اللہ خاں

مرسلہ مولوی شیر محمد ۲ رمضان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کہ اگر کوئی شخص کسی کی بکری یا اور کوئی حلال جانور چُرا کر ذبح کرے تو وہ جانور اس کے ذبح کرنے سے حلال ہوجائے گا یا نہیں؟ اور اس کا کھانا کیسا ہے؟ اور اس ذبح کرنیوالے کے لئے کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہ شخص ملک غیر میں بے اس کی اجازت کے تصرف کرنے سے گنہ گار ہوا، مگر اگر یہ ذبح کرنیوالا اہلِ ذبح ہے اور تکبیر اس نے قصدًا ترک نہ کی تو جانور کا ذبیحہ صحیح ہوگیا یہاں تک کہ اگر یہ جانور مالک نے خاص قربانی کے لئے خریدا تھا اور اس شخص نے ایامِ قربانی میں اپنی طرف سے ذبح کرلیا، اور مالک نے یونہی ذبح کیا ہوا اس سے لے لیا تو مالک کی قربانی ادا ہوگی، اور اگر مالک نے تاوان لے لیا تو ذابح کی قربانی ادا ہوگئی، اور اگر

---

[1] ردالمحتار کتاب الصید داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۳۰۷

Marfat.com

کوئی شخص کسی کا جانور چوری یا غصب سے لے کر ذبح کرے، اور ابھی پکانے یا بھوننے نہ پایا ہو، تو مالک کو اُس کا لے لینا اور خود کھانا حلال، اور جسے وُہ اجازت دے اُسے بھی حلال، ہاں بے اُس کی اجازت کے یہ ذبح کرنیوالا نہ خود کھا سکتا ہے نہ دوسرے کو کھلا سکتا ہے، اُسے حرام ہے جب تک اُس کا تاوان ادا نہ کرے، یہ حرمت تعلق حق غیر کے سبب ہے نہ اس وجہ سے کہ ذبح صحیح نہ ہوا، جس طرح ذابح کے پکا لینے یا بھوننے کے بعد مالک کو اُس کے لے لینے کا اختیار نہیں کہ اب ذابح اُس کا مالک ہوگیا، اصل مالک کو صرف تاوان لینے کا اختیار رہا، جب یہ تاوان لے لے گا ذابح کو اس کا کھانا حلال ہو جائے گا۔ درمختار میں اشباہ سے ہے:

لو شراھا بنیۃ الاضحیۃ فذبحھا غیرہ بلا اذنہ، فان اخذھا مذبوحۃ ولم یضمنہ اجزأتہ، وان ضمنہ لاتجزئہ وھذا اذا ذبحھا عن نفسہ، واما اذا ذبحھا عن مالکھا فلا ضمان علیہ[1]

اگر قربانی کی نیت سے بکری خریدی تو کسی دوسرے شخص نے اس کی اجازت کے بغیر اسے ذبح کردیا تو اگر مالک نے وُہ ذبح شدہ بکری رکھ لی اور اس سے ضمان نہ لیا تو مالک کی قربانی جائز ہوگی اور اگر ضمان لیا تو قربانی جائز نہ ہوگی، یہ اس صورت میں ہے جبکہ ذبح کرنے والے نے اپنی طرف سے جانور ذبح کیا ہو اور اگر اس نے مالک کی طرف سے ذبح کیا تو اس پر ضمان نہ ہوگا۔ (ت)

عالمگیری میں محیط سرخسی سے ہے:

رجل ذبح اضحیۃ غیرہ عن نفسہ بغیر امرہ، فان ضمنہ المالک قیمتھا یجوز عن الذابح دون المالک، لانہ ظھر ان الاراقۃ حصلت علی ملکہ وان اخذھا مذبوحۃ تجزئ عن المالک لانہ قد نواھا فلیس یضرہ ذبح غیرہ لھا[2]

کسی شخص نے غیر کی قربانی کو اپنی طرف سے اس کی اجازت کے بغیر ذبح کرلیا تو مالک نے اس کو جانور کی قیمت کا ضامن بنایا تو وُہ قربانی ذبح کرنے والے کی طرف سے ہوگی مالک کی نہ ہوگی کیونکہ واضح ہوگیا کہ ذبح کرنے والے نے اپنی طرف سے قربانی دی ہے اور اگر مالک نے ذبح شدہ کو لے لیا تو قربانی مالک کی جانب سے ادا ہُوئی کیونکہ اس نے قربانی کی نیت کر رکھی تھی تو غیر کا ذبح کرنا مضر نہ ہوگا۔ (ت)

تنویر میں ہے:

---

[1] درمختار بحوالہ الاشباہ کتاب الاضحیۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۳۴

[2] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ المحیط السرخسی " الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۰۲

Marfat.com

ان غصب و غیّر فزال اسمه واعظم منافعه ضمنه وملکه بلاحل انتفاع قبل اداء ضمانه کذبح شاة وطبخها او شیها[1] اھ ملخصًا۔

اگر دوسرے شخص نے جانور غصب کیا اور اس میں کوئی تغیر کردیا تو اس کا نام زائل ہوگیا اور اس کے منافع بڑھالئے ضمان دیا تو مالک ہوجائے گا اور ضمان کی ادائیگی سے قبل اس کو انتفاع حلال نہ ہوگا مثلاً ذبح کرکے پکالیا یا بھون لیا تو مالک ہوجائے گا اھ ملخصًا (ت)

اسی میں ہے:

ذبح شاة غیرہ طرحها المالك علیه، واخذ قیمتها او اخذها وضمنه نقصانها[2]۔

غیر کی بکری ذبح کی تو مالک نے اس کے ذمہ ڈال دی اور اس کی قیمت وصول کرلی یا وہ ذبح شدہ بکری مالک نے رکھ لی اور نقصان کا ضمان وصول کرلیا (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لانه اتلاف من وجه لفوات بعض المنافع کالحمل والدر والنسل وبقاء بعضها وھو اللحم، درر[3]۔

کیونکہ یہ من وجہ اتلاف ہے حاملہ ہونے، دودھ اور نسل کے اعتبار سے اور من وجہ باقی ہے گوشت کے اعتبار سے، درر۔ (ت)

اسی طرح ہدایہ وغیرہا میں ہے:

فظهران ماوقع فی اٰخر الصید من الدر المختار، بما نصه و رأیت بخط ثقة سرق شاة فذبحها بتسمیة فوجد صاحبها ھل توکل، الاصح لا، لکفرہ بتسمیته علی الحرام القطعی بلا تملك ولا اذن شرعی اھ فیحرر[4] اھ فغیر معتمد ولا محرر، لمخالفته لما

تو درمختار کے باب الصید کے آخر میں جو واقع ہے وہ غیر معتمد اور غیر محرر ہے، وہ عبارت یہ ہے، "میں نے ثقہ عبارت میں پایا کہ کسی نے بکری چوری کرکے ذبح کرلی اور اس پر بسم اللہ پڑھی تو مالک ناراض ہوا، کیا وہ کھائی جائے گی؟ (جواب) اصح یہ ہے کہ نہ کھائی جائے، کیونکہ حرام قطعی پر بسم اللہ پڑھنے سے کفر ہونے کی بناء پر، ملکیت اور اذن شرعی کے بغیر یہ عمل ہوا"، اھ، اس کو واضح کیا جائے اھ

---

[1] و [2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الغصب مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۰۶
[3] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۲۳
[4] درمختار کتاب الصید مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۶۴

Marfat.com

فی الدر وغیرہ عامۃ معتمدات المذہب، ولذا قال فی ردالمحتار[1] المعتمد خلافہ بدلیل قولہم بصحۃ التضحیۃ بشاۃ الغصب، واختلافہم فی صحتہا بشاۃ الودیعۃ، ولذا قال السائحانی، اقول ھذا ینافی ماتقدم فی الغصب، وفی الاضحیۃ فلا یعول علیہ[1] اھ ما فی ردالمحتار، اقول و یؤید حدیث شاۃ ذبحت بغیر اذن مالکہا، وقدمت للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاخبرہ بذلک لحمہا، فلم یتناول منہ وامر بحملہ الی الاساری۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

یہ اس لئے غیر معتبر ہے کہ درمختار اور دیگر عام کتب مذہب کے بیان کے خلاف ہے، اور اسی لئے ردالمحتار میں فرمایا اس کا خلاف معتمد علیہ ہے اس پر دلیل فقہاء کا یہ قول ہے کہ غصب شدہ بکری کی قربانی صحیح ہے، اور امانت بکری کے متعلق اختلاف کیا، اور اسی لئے سائحانی نے فرمایا میں کہتا ہوں کہ یہ غصب میں بیان شدہ کے خلاف ہے اور قربانی کے بیان سے بھی مخالف ہے، ردالمحتار کا بیان ختم ہوا۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) اس کی تائید اس حدیث شریف سے ہوتی ہے کہ مالک کی اجازت کے بغیر ذبح شدہ بکری حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کی گئی اور آپ کو واقع بتایا گیا تو آپ نے وہ گوشت نہ کھایا اور آپ نے وہ گوشت قیدیوں کو دے دینے کا حکم فرمایا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی کافر نے ایک بکری پر اہلال لغیر اللہ کیا، اور بنام خدا ذبح کرنا چاہا، پھر کسی کے کہنے سے ذبح موقوف کرکے ایک شخص کو ہبہ کر دیا نہ کہ اس غیر کے نام پر بلکہ جیسے آپس میں ایک دوسرے کو ہبہ کرتے ہیں، آیا موہوب لہٗ کو خدا کے نام پر ذبح کرکے کھانا اُس کا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

عندالتحقیق کریمہ مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ[2] میں اہلال وقتِ ذبح مقصود، یعنی اُس وقت اگر نام غیر خدا لیا گیا حرام ہے، اس معنٰی پر آیہ کریمہ کو صورتِ مسئولہ سے کچھ علاقہ ہی نہیں، اور بعض نے جو پیش از ذبح جانور پر نامِ غیر خدا پکار دینا مراد رکھا، اُن کے نزدیک بھی استمرار اُسی کا تادمِ ذبح شرط حرمت ہے، استدلال

---

[1] ردالمحتار کتاب الصید داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۳۰۷
[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۷۳

Marfat.com

شاہ عبدالعزیز صاحب کا حدیث "ملعون من ذبح لغیر اللہ"[1] (جس نے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا وہ ملعون ہے۔ ت) اور عبارت نیشاپوری:

اجمع العلماء لو ان مسلما ذبح ذبیحۃ و قصد بذبحھا التقرب الی غیر اللہ صار مرتدا ذبیحتہ ذبیحۃ مرتد[2]۔

علماء کا اجماع ہے کہ اگر مسلمان نے جانور کو غیر اللہ کے تقرب کے لئے قصد کرتے ہوئے ذبح کیا تو وہ مرتد ہوجائے گا اور اس کا ذبیحہ مرتد کے ذبیحہ کی طرح ہوگا۔ (ت)

سے اس کا صاف مؤید ہے، یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جب ایک بار اُس پر نام غیر خدا کا پکار دیا گیا نجس العین ہوگیا اب اگرچہ وہ نیت جاتی بھی رہے اور وقتِ ذبح تقرب الی اللہ ہی مقصود ہو اور نام بھی خدا ہی کا لیا جائے، حرام رہے گا، حالانکہ علتِ حرمت مرتفع ہوگئی اور ارتفاعِ علّت کو ارتفاعِ معلول لازم۔ شاہ صاحب اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

آرے ذکر نام خدا براں جانور وقتے فائدہ می دہد کہ تقرب لغیر خدا از دل دُور کردہ، و خلاف آں شہرت دادہ و آواز دیگر دہند کہ ما ازیں کار برگشتیم[3]۔

ہاں اُس جانور پر خدا کا نام ذکر کرنا تب فائدہ مند ہوگا جب غیر خدا کے تقرب کو دل سے نکال دے اور غیر خدا کے تقرب کے خلاف کو شہرت دے اور لوگوں کو بتائے کہ اس کام سے باز آگیا ہوں۔ (ت)

اس عبارت سے صاف ظاہر کہ اگر بعد اہلال للغیر و نیت فاسدہ زائل ہوجائے تو جانور قطعاً حلال ہے، خصوصاً صورتِ مسئولہ میں کہ یہاں تو وہ بکرا صاحبِ اہلال کی ملک ہی نہ رہا دوسرے شخص کا مملوک ہوگیا، کیا صرف ایک بار نامِ خدا پکار دینے سے اس میں وہ حرمت ابدی و نجاست سرمدی آگئی کہ اب اگرچہ وہ نیت بھی جاتی رہی، اور اہلال للغیر بھی موقوف ہوجائے بلکہ جانور صاحبِ اہلال کی ملک بھی نہ رہے، اور مالک ثانی خالص خدا کے نام پر ذبح کرے، بااینہمہ اس کی حرمت نہ جائے، یہ امر بالبداہتہ باطل، اور اس بکرے کی حلت میں باتفاقِ فریقین کوئی شبہہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم وحکمہ عزّ اسمہ احکم۔

---

[1] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تحت آیۃ ۲/۱۷۳ مطبع مجتبائی دہلی ص ۶۱۰
[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۶۱۱
[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍

Marfat.com

مسئلہ ۱۳۸ ۴ / رمضان المکرم ۱۳۱۴ھ

جنگل میں صبح کے وقت بیل مذبوحہ پایا، مگر ذابح معلوم نہیں کہ کافر ہے یا مسلمان، اگر مسلمان ہے تو بسم اللہ اللہ اکبر کہی ہو یا نہ، آیا یہ مذبوحہ حلال ہے یا حرام؟ اگر حلال ہے تو یہ جزئیہ کون سی کتاب میں ہے اور کون سے باب میں ہے یا ما اھل بہ لغیر اللہ[1] میں داخل کیا جائے کون سی دلیل کے ساتھ؟ بیّنوا توجروا

الجواب

ان بلاد میں کہ مومن اور کافر مشرک ملحد، زندیق ہر قسم کے لوگ رہتے ہیں، ایسا نامعلوم الحال ذبیحہ حلال نہ سمجھا جائے گا،

کما بینہ فی الدر[2] المختار و رد[3] المحتار من اٰخر الصید فراجعہما وفیہ تفصیل لا یعدو ما قلناہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جیسا کہ درمختار اور ردالمحتار کے باب الصید کے آخر میں اس کو بیان کیا ہے تو دونوں کتب کی طرف رجوع کرو اور اس میں تفصیل ہے جو ہمارے بیان کردہ سے زائد نہیں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۹ از بریلی محلہ بہاری پور مسئولہ عبدالرشید خاں ۱۳ / جمادی الاولٰی ۱۳۲۳ھ

اور مدار صاحب کا مرغہ کرنا کیسا ہے، اور کھانا اس کا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جو جانور مسلمان نے اللہ کا نام لے کر ذبح کیا اور اللہ عزوجل کے لئے اُس کی جان دے وہ حلال ہے، مرغ مزار پر لے جانا نہ چاہئے نہ مرغ کی خصوصیت ضروری سمجھنا چاہئے، جو ذبح جہاں ہو اللہ کے لئے کرے ان کا ثواب ان کی رُوح کو پہنچا دے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۰ مسئولہ انوار الحق، چونیاں ضلع لاہور بروز یکشنبہ بتاریخ ۱۰ / ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

فتاوٰی شاہ عبدالعزیز صاحب کا حنفی المذہب کے مطابق ہے یا کہ نہیں، اور نیز اس میں لکھا ہے کہ پیر کے نام کا بکرا حرام ہے خواہ بوقتِ ذبح تکبیر کہی جائے، اب اے وارث النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم! تحریر فرمائیے کہ شاہ صاحب اس مسئلہ میں غلطی پر ہیں، یا یہ کہ اس فتاوٰی کی عبارت سمجھنے میں غلطی ہے، اس

---

[1] القرآن الکریم ۲ / ۱۷۳

[2] درمختار کتاب الصید مطبع مجتبائی دہلی ۲ / ۲۶۴

[3] ردالمحتار ؍؍ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵ / ۳۰۶

Marfat.com

فتوے کی تمام عبارت دو تین ورق پڑھ کر تحریر فرمائیں، اور نیز حضور نے کئی دفعہ پڑھا بھی ہوگا۔

الجواب

اس مسئلہ میں حق یہ ہے کہ نیت ذابح کا اعتبار ہے اگر اس نے اراقۃِ دم تقرباً الی اللہ کی اور وقتِ ذبح نامِ الٰہی لیا جانور بنصِ قطعی قرآن عظیم حلال ہوگیا۔

قال اللہ تعالٰی مالکم ان لا تاکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ[1] اللہ تعالٰی نے فرمایا، تمھیں کیا ہوا کہ تم اسے نہیں کھاتے جس پر اللہ کا نام پکارا گیا (ت)

تفصیل فقیر کے رسالہ "سبل الاصفیاء" میں ہے، شاہ صاحب سے اس مسئلہ میں غلطی ہوئی، اور وہ نہ فقط فتاوٰی بلکہ تفسیر عزیزی میں بھی ہے، اور نہ ایک اُن کا فتاوٰی بلکہ کسی بشر غیر معصوم کی کوئی کتاب ایسی نہیں جس میں سے کچھ متروک نہ ہو۔ سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں،

کل ماخوذ من قولہ و مردود علیہ الا صاحب ھذا القبر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2] یہ تمام حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سوا ہر ایک اپنے قول پر ماخوذ ہوگا اور قول کو اس پر رَد کیا جائے گا۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۱ از رام گڑھ سیٹھاں، علاقہ سیکر شیخاوٹی، مدرسہ نور الاسلام، مسئولہ عبد العزیز ۱۹ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ پیروں کا بکرا جو مانتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ذبح اللہ عزوجل کے نام پر کیا جائے اور ثواب پیروں کو پہنچایا جائے، نہ اس میں حرج نہ اس کے ماننے میں حرج۔ مسلمان یہی کہتے ہیں اور یہی ان کا مقصود ہوتا ہے، اس کے خلاف سمجھنا بدگمانی ہے۔ کما فی الدر المختار (جیسا کہ درمختار میں ہے۔ ت) اور یہ بدگمانی حرام ہے، کما فی القرآن العظیم (جیسا کہ قرآن عظیم میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۲ از ریاسی، ریاست جموں، مولانا امام الدین گاذر مرسلہ پیر سید غلام شاہ کشمیری ۱۰ صفر ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ ایک بکری کو شیر یا چیتے نے گلے سے

---

[1] القرآن الکریم ۶/۱۱۹

[2]

Marfat.com

پکڑا اور خون پینے کے لئے رگوں کو چھید ڈالا یا سنا یہ، اور بکری زندہ ہے، اگر ذبح کی جائے تو حلال ہو سکے گی یا نہیں؟ ادھر کشمیر اور پونچھ کے مفتی عدمِ حلّت کا فتوٰی دیتے ہیں کہ کہتے ہیں کہ وجیز اور فتاوٰی عالمگیری میں ایسے جانور کو حرام لکھا ہے،

شاۃ قطع الذئب اوداجہا لا تحل بالذکوۃ وھی حیۃ۔[1]

بھیڑیئے نے بکری کی اوداج (گلے کی رگیں) کاٹ دیں اور ابھی زندہ تھی کہ ذبح کر دی گئی تو حلال نہ ہوگی۔ (ت)

سے استدلال کرتے ہیں، اور نیز کہتے ہیں کہ چار رگیں کاٹنی فرض تھیں وہ شیر نے کاٹ ڈالیں، حالانکہ شیر رگیں بالکل نہیں کاٹتا صرف انھیں بیچ میں سے چھید ڈالتا ہے، مثلاً رگ کی اصل صورت یہ ہے، زخمی اس طرح 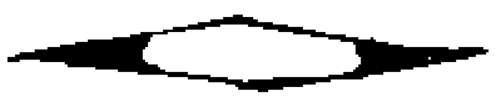 کر دیتا ہے، بسا اوقات دو ہی رگوں کو دانت مارتا ہے، موافق مذہب امامِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ جواب ارشاد فرمایا جائے، اگر (ولو فرض) عُقدہ ٹوٹ جائے اور سب مذبح کھا جائے، تو اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟ بیّنوا بالکتاب توجروا یوم الحساب (کتاب سے بیان فرمایئے یوم حساب اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

ع ایضاً فتوٰی مولوی محمد مرتضٰی از بلکوٹ، ڈاکخانہ اوڑی، ریاست کشمیر کہ در تحریم مقطوع الاوداج من السبع بود ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ ایں عبارت نوشتہ شد فی الواقع اگر درندہ محلِ ذبح کہ مابین اللبۃ واللحیۃ ست دو یا بیشتر اوداج را برید کہ اتصال آنہا بدماغ یا سینہ منقطع شد حالا ذبح نتواں شد

نیز مولوی مرتضٰی از بلکوٹ ڈاکخانہ اوڑی، ریاست کشمیر، نے درندہ کی قطع کردہ اوداج (گلے کی رگیں) پر جانور کو حرام قرار دینے کا فتوٰی ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ کو دیا، وہ عبارت یہ ہے: اگر فی الواقع درندے نے مقامِ ذبح جو لبہ اور لحیہ کے درمیان ہے، میں دو یا زیادہ اوداج کو کاٹ دیا ہو کہ ان کا تعلق دماغ یا سینے سے منقطع ہوگیا ہو ایسی صورت میں

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ الوجیز کتاب الذبائح الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۲۹۱
فتاوٰی بزازیۃ علٰی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الذبائح الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۳۰۸

Marfat.com

حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اھل لغیر اللہ بہ والمنخنقة والموقوذة والمتردیة والنطیحة وما اکل السبع الا ما ذکیتم۔[1]

تم پر حرام کیا گیا مردار اور خون اور سوئر کا گوشت اور جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام لیا گیا، اور گلا گھونٹی، اور لاٹھیوں سے ماری، اور اوپر سے گرنے والی، اور جسے کسی نے سینگ مارا، اور درندہ کی کھائی ہوئی، مگر جسے تم ذبح کرلو۔

یہ استثنار تمام مذکورات کی طرف راجع ہے جس سے متعلق ہوسکتا ہے، ظاہر ہے کہ خون اور گوشت ذبح نہیں ہوسکتے، عجب نہیں کہ اضافۂ لفظ لحم میں یہی حکمت ہو کہ صلاحیت استثنا نہ رہے، اور مردار اور جو ایک بار ذبح ہوچکی صالح ذبح نہیں، بحمد اللہ تعالٰی یہاں سے وہابیہ کا رد ہوگیا مَا اُھِلَّ سے اگر مَا ذُبِحَ مراد لیتے ہیں جیسا کہ یہی حق اور یہی تفسیر ماثور ہے، تو قبل ذبح کسی کا نام پکارنے سے کیوں حرام بتاتے ہیں اور مطلق پکارنا مراد لیتے ہیں، تو جب اسے نام خدا پر ذبح کیا گیا کیونکر حرام کہتے ہیں حالانکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: الا ما ذکیتم[2] (مگر جسے تم ذبح کرلو۔ ت) یہ چیزیں حرام ہیں مگر جسے تم ذبح کرلو وہ حلال ہے۔ پہلی صورت میں تو یہی تھا کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

لفوات محلہ پس الا ما ذکیتم صادق نیاید آرے اگر وندان زدہ رگ را قدرے شگافتہ است کہ خرق باشد نہ قطع یا در غیر محل مذکور چنانکہ در سر یا بر صدر مجروحہ ہنوز زندہ است آں ذبح کردہ شد حلال می شود لبقاء محل الذبح فیدخل فی قولہ تعالٰی الا ما ذکیتم تحقیق وتفصیل ایں مسئلہ در فتاوائے فقیر جلد ہفتم کتاب الذبائح است۔ وباللہ التوفیق واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

وہ جانور ذبح کے قابل نہ ہوگا کیونکہ ذبح کا محل فوت ہوگیا، پس قرآن کا حکم الا ما ذکیتم صادق نہ آئیگا ہاں اگر رگوں کو زخم ہوا اور وہ قدرے پھٹ گئی ہوں اور محل قطع نہ ہوئی ہوں یا محل ذبح مذکور کے غیر مثلاً سر یا سینہ کو درندے نے کاٹ دیا اور زخمی جانور ابھی زندہ ہوا اور ذبح کرلیا گیا تو حلال ہوگا کیونکہ ذبح کا محل باقی تھا تو اللہ تعالٰی کے ارشاد الا ما ذکیتم میں داخل ہوگا۔ اس مسئلہ کی تحقیق وتفصیل ہمارے فتاوٰی جلد ہفتم (جو کہ اب بیسویں ہے) کتاب الذبائح میں ہے، توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

---

[1] و [2] القرآن الکریم ۵/ ۳

Marfat.com

بغیر خدا کے بتائے وہابیہ نے اپنی طرف سے حرام کہہ دیا، اور دوسری صورت جو خود وہابیہ لیتے ہیں اس سے بھی سخت تر ہے کہ جسے اللہ عزّوجل نے حلال بتایا اُسے حرام بتاتے ہیں والعیاذ باللہ تعالیٰ، پانچ اشیائے باقی ماندہ میں جو مرگئی صالح ذبح نہ رہی، اور جس میں کچھ بھی حیات باقی ہے اگرچہ کتنی ہی خفیف ہو، اگرچہ اس کی حالت کتنی ہی رَدّی ہو، اگرچہ اس میں صرف مذبوح کی سی تڑپ باقی ہو، جب ذبح کرلی جائیگی مطلقاً حلال ہوجائے گی اگرچہ ذبح کے بعد نہ خون دے نہ تڑپے، جبکہ وقتِ ذبح اس میں حیات ثابت ہو، اس لئے کہ رب عزّوجل نے استثناء میں کوئی تفصیل نہ فرمائی، یہی ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے اور اسی پر فتویٰ درمختار میں ہے:

ذبح شاۃ مریضۃ فتحرکت او خرج الدم حلت والا لا، ان لم تدر حیاتہ عند الذبح وان علم حیاتہ حلت مطلقا وان لم تتحرك ولم یخرج الدم، وھذا یتأتی فی منخنقۃ و متردیۃ ونطیحۃ والتی بقر الذئب بطنھا فذکاۃ ھذہ الاشیاء تحلل وان کانت حیاتھا خفیفۃ، وعلیہ الفتوی لقولہ تعالٰی الا ما ذکیتم من غیر تفصیل[1]

بیمار بکری کو ذبح کیا جبکہ اس نے حرکت کی اور خون نکلا تو حلال ہے ورنہ نہیں بشرطیکہ ذبح کے وقت زندہ ہونا معلوم نہ ہوسکا، اور اگر اس موقعہ پر زندہ ہونا معلوم تھا تو مطلقاً حلال ہے اگرچہ حرکت نہ کی اور نہ خون نکلا ہو، یہ صورت گلہ گھونٹی ہوئی، اوپر سے گرنے والی، سینگ زدہ، اور جس کا پیٹ درندے نے پھاڑ دیا ہو میں پائی جاتی ہے تو ایسے جانور ذبح کردئے جائیں تو حلال ہوں گے اگرچہ ذبح کے وقت خفیف سی زندگی معلوم ہوجائے، اور اسی پر فتویٰ ہے اللہ تعالیٰ کے قول الا ما ذکیتم مطلق کی بناء پر۔ (ت)

ولہٰذا ہمارے علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ اگر درندہ نے جانور کا پیٹ چاک کردیا، یا بالکل سر جدا کرکے لے گیا، اور ابھی اس میں حیات باقی ہے ذبح کرنے سے حلال ہوجائے، وجیز کردری جس سے بحوالہ عالمگیری سوال میں استدلال ہے، اس کی پوری عبارت کتاب السیر سے چند سطر پہلے یہ ہے:

شاۃ قطع الذئب اوداجھا وھی حیۃ لا تذکی لفوات محل الذبح، ولو بقر الذئب بطنھا وھی

بھیڑیئے نے بکری کی اوداج (گلے کی رگیں) کاٹ دیں ابھی زندہ ہے مگر ذبح کے قابل نہ ہو تو ذبح نہ ہوگی کیونکہ ذبح کا محل نہ رہا، اور اگر بھیڑیئے نے

---

[1] درمختار کتاب الذبائح مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۰

Marfat.com

حیۃ تذکی لبقاء محل الذبح فتحل لو ذبحت ولو انتزع الذئب راس الشاۃ وبقیت حیۃ تحل بالذبح بین اللبۃ واللحیین۔[1]

اس کا پیٹ پھاڑ دیا اور ابھی زندہ ذبح کے قابل ہے تو ذبح کی جائے کیونکہ ذبح کا محل باقی ہے، اور اگر بھیڑیے نے سر کاٹ لیا ابھی زندہ تھی اور ذبح کرلی گئی لبّہ اور لحیہ کے درمیان سے تو حلال ہوگی (ت)

صورتِ مسؤلہ کا آیۂ کریمہ کے اطلاق اور ہمارے امامِ اعظم کے مذہب مفتیٰ بہ میں داخل ہونا ظاہر ہے اور عبارت وجیز اس سے متعلق نہیں، وجیز میں وہ صورت منع کی ہے، درندہ رگیں قطع کردے اور سوراخ کرنا قطع کردینا نہیں کہ اس میں سینہ سے سر تک رگوں کا اتصال بحال رہتا ہے، اور قطع اُس وصل کا فصل کردینا ہے۔ ردالمحتار میں علامہ علی مقدسی سے ہے:

المراد بقطعھما فصلھما من الراس او عن الاتصال باللبۃ۔[2]

کاٹنے سے مراد یہ کہ سر سے جدا کرلیا یا لبّہ سے تعلق کاٹ دیا۔ (ت)

جوابِ مسئلہ کو اسی قدر بس ہے، اور اگر تحقیقِ مقام درکار ہو **فاقول** وباللہ التوفیق (تو میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) وجیز کی عبارت مذکورہ میں تین فرعیں ہیں:

اوّل بھیڑیا نے بکری کی رگہائے گردن کاٹ دیں۔

دوم پیٹ چاک کردیا۔

سوم سر جدا کردیا۔

پہلی میں حکم دیا ہے کہ ذبح نہیں ہوسکتی، اور دو باقی میں فرمایا ذبح کرلیں حلال ہوجائے گی، اوّل و سوم کے حکم میں بظاہر صریح تناقض ہے، یہ رگیں دماغ سے دل تک ہوتی ہیں۔ بدائع و فتاوائے امام قاضی خاں و ردالمحتار وغیرہا میں ہے:

الاوداج متصلۃ من القلب بالدماغ۔[3]

اوداج، دل تا دماغ متصل ہوتی ہیں (ت)

---

[1] فتاوٰی بزازیۃ علٰی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الذبائح الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۳۰۸

[2] ردالمحتار کتاب الذبائح داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۸۷

[3] ؎ " کتاب الصید " " " ۵/ ۳۰۵

بدائع الصنائع کتاب الذبائح والصید فصل واما بیان شرط حل الاکل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۴۲

Marfat.com

توجب سر جدا کر دیا قطعاً یہ رگیں قطع کر دیں تو فرع اول کے حکم سے فرع سوم میں بھی حرمت چاہیے تھی اور حکم یہ دیا کہ ذبح کرے تو حلال ہے، اب اگر یوں توفیق کیجیے کہ ہمارے امام کے نزدیک صحت ذبح کے لئے مطلقاً حیات درکار ہے، اگرچہ اسی قدر جو مذبوح میں بعد ذبح ہوتی ہے، اور صاحبین کے نزدیک اتنی حیات کافی نہیں، امام محمد فرماتے ہیں بس اس سے زائد ہو، اور شرط نہیں، اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں: نہیں، بلکہ یہ چاہیے کہ اتنے زخم کے بعد جانبر ہو سکے۔ ہدایہ میں ہے:

لو انه ذکاه حل اکله عند ابی حنیفة رضی الله تعالٰی عنه فیه حیٰوة خفیة، او بینة، و علیه الفتوٰی، لقوله تعالٰی اِلَّا مَا ذَکَّیۡتُمۡ مطلقاً من غیر فصل و عند ابی یوسف رحمه الله تعالٰی اذا کان بحال لایعیش مثله لایحل لانه لم یکن موته بالذبح، و قال محمد رحمه الله تعالٰی ان کان مثله فوق مایعیش المذبوح یحل، والا فلا لانه لامعتبر بھٰذہٖ الحیٰوة[1]

اگر ذبح کے وقت خفیف سی زندگی بھی ہو اور ذبح کرلی گئی تو امام صاحب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک اس کا کھانا حلال ہے، اور اسی پر فتوٰی ہے اللہ تعالٰی کے ارشاد الّا ما ذکّیتم مطلق کی بنا پر، جس میں کوئی تفصیل نہیں ہے، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک وہ ایسی حالت میں ہو کہ زندہ نہ رہ سکے تو حلال نہ ہوگی کیونکہ ایسی صورت میں اس کی موت ذبح سے واقع نہ ہوگی، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک ایسی حالت میں ہو کہ ذبح شدہ سے زیادہ دیر تک زندہ رہ سکتی ہو تو ذبح کرنے سے حلال ہوگی ورنہ نہیں، کیونکہ ایسی زندگی کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ (ت)

فرع اول قولِ صاحبین پر مبنی ہے کہ قطع اوداج کے بعد حیات، حیاتِ مذبوح سے اصلاً زائد نہیں ہوتی، لہذا وہ حکماً میّت ہے، اور میت محلِ ذبح نہیں، تو اب ذبح نہیں کر سکتے لفوات محل الذبح۔ اور فرع سوم قولِ امام پر مبنی ہے کہ اگرچہ سر جُدا ہو گیا مگر جبکہ جانور ابھی تڑپ رہا ہے حیات باقی ہے اگرچہ حیات مذبوح سے زائد نہیں سہی، لہذا محل ذبح ہے ذبح کرلیں حلال ہو جائے گا، اور فرع دوم میں اگر صرف جلد چاک ہوئی کہ سی کر اندمال وحیات متصور ہو تو بالاجماع حلال ہے اور نامتصور ہو تو صرف قولِ امام پر، یوں اگر توفیق کریں جب تو ظاہر ہے کہ فرع اول سے استناد صحیح نہیں کہ وُہ خلافِ قول امام وخلاف مذہب مفتٰی بہ ہے، اور اگر ایسی تاویل چاہیے کہ وُہ بھی قولِ امام کی طرف رجوع کر آئے تو اب فوات محل ذبح میں تنقیح مناط

---

[1] الہدایۃ کتاب الصید مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۵۰۳

Marfat.com

کرنی ہوگی **فاقول** وبہ نستعین اس فوت کے یہ معنی تو بداہۃً نہیں کہ محلِ ذبح مابین اللبۃ واللحیین تھا وہ معدوم ہوگیا کہ کلام قطع اوداج میں ہے، نہ اس صورت میں کہ بھیڑیا سینہ تک ساری گردن کاٹ کر لے گیا، نہ یہ معنی ہیں کہ محلِ ذبح اوداج تھیں وہ فنا ہوگئیں کہ قطع تفریق اتصال ہے نہ کہ اعدام۔ لاجرم یہ معنی ہیں کہ محل اگرچہ باقی ہے مگر اس میں قابلیت فعل ذبح کی نہ رہی، تو محل من حیث ہو محل فوت ہوگیا اگرچہ ذات باقی ہے اب فنائے قابلیت میں نظر چاہئے کہ کس صورت میں اس کا فوت ہوتا ہے، یہاں اس کی تین صورتیں متصور:

اول یہ اب معنی ذبح متحقق نہیں ہو سکتے۔

دوم مقصودِ ذبح فوت ہوگیا، اور شے جب مقصود سے خالی ہو باطل ہو جاتی ہے۔

سوم معنی ذبح قبل ذبح فعل غیر ذبح شرعی سے متحقق ہو لئے، اور ذبح صالح تکرار نہیں، مذبوح کو ذبح نہیں کر سکتے۔ ولہذا اگر مسلمان نے جانور ذبح کر دیا اور وہ ابھی پھڑک رہا ہے دوبارہ مجوسی نے ذبح کیا حرام نہ ہوگا، اور اس کا عکس ہو تو حلال نہ ہو سکے گا، فان الذبح لایعاد (کیونکہ ذبح دُہرایا نہیں جاتا۔ ت) اول کی طرف راہ نہیں کہ معنی ذبح قطع اوداج حی بین اللبۃ واللحیین ہے۔ کنز میں فرمایا: الذبح قطع الاوداج[1] (ذبح اوداج کو کاٹنا ہے۔ ت) پھر فرمایا: والذبح بین الحلق واللبۃ[2] (ذبح حلق اور لبہ کے درمیان ہے۔ ت) تبیین میں فرمایا:

والمیت لیس بمحل للذکاۃ۔[3] میت محلِ ذبح نہیں۔ (ت)

جب تک جانور زندہ ہے اور گلا اور اس پر وہ رگیں باقی ہیں ضرور قابلِ قطع ہیں تو معنی ذبح متحقق نہ ہو سکنا کیا معنی، قطع اوداج کا جواب اوپر معلوم ہولیا کہ فرع سوم میں بھی قطع اوداج متحقق ہے، اور حکم حلت ہے، یونہی دوم کی گنجائش نہیں، اگر کہئے مقصود ذبح انہار دم تھا اور وہ فعل سبع سے ہولیا، تو یہ وجوداً و عدماً ہر طرح باطل ہے، فرع سوم میں انہار دم ہوگیا اور قابلیت ذبح باقی ہے اور وقتِ ذبح حیات معلوم ہو اور ذبح سے خون نہ نکلے حلت ہو جائے گی، کما تقدم، حالانکہ انہارِ دم نہیں، اگر کہئے مقصود ذبح ازہاق روح ہے، اور وہ اس صورت میں فعل سبع کی طرف منسوب ہوگا نہ کہ جانبِ ذبح، تو یہ وہی قول صاحبین غیر مفتٰی بہ ہے کما قدمنا عن الھدایۃ (جیسا کہ ہدایہ میں سے گزر چکا ہے۔ ت) معہذا فرع سوم اس

---

[1] کنز الحقائق   کتاب الذبائح   ایچ ایم سعید کمپنی کراچی   ص ۳۶۱

[2] " "   "   " " "   ص ۳۶۲

[3] تبیین الحقائق   کتاب الصید   المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ بولاق مصر   ۶/۵۲

Marfat.com

پر بھی نقض کو موجود، لاجرم صورت سوم مقصود یعنی جہاں قبل ذبح قطع اوداج بین اللبۃ واللحیین واقع ہولے وہاں محلِ ذبح نہ رہا، یعنی محلیت و قابلیت ذبح فوت ہوگئی کہ ذبح دوبارہ نہیں ہوتا، اور جہاں یہ معنی قبل ذبح متحقق نہ ہوئے عام از یں کہ سرے سے اوداج قطع ہی نہ ہوئیں یا کسی ایسے فعل سے کہ انسان کی طرف منسوب نہ ہو قطع تو ہوئیں مگر موضع ذبح پر قطع نہ ہوئیں اور ہنوز حیات باقی ہے وہاں محلِ ذبح فوت نہ ہوا ذبح کر سکتے ہیں اور موجب حلت ہوگا، اب فروع میں تطابق ہوگیا اور صورتِ مسئولہ کا حکم بھی کھل گیا، فرع سوم سے مراد اس طرح سرجدا کرنا ہے کہ بین اللبۃ واللحیین قطع اوداج نہ ہو کہ اگرچہ قطع واقع ہو مگر محلِ ذبح میں نہ ہوا تو معنی ذبح قبل ذبح متحقق نہ ہوئے، اور فرع اول سے مراد وہ قطع اوداج ہے کہ بین اللبۃ واللحیین ہو کہ اب تقدم معنی ذبح سے قابلیت ذبح، اور اِلّا ما ذکّیتم کے تحت میں داخل ہونے کی صلاحیت نہ رہی اور یہی صورت اُس فرع ملتقط میں مراد ہے، جو بظاہر فرع سوم کے صریح مناقض ہے۔ اسی عالمگیری میں عبارتِ وجیز سے پہلے ہے:

سنور قطع راس دجاجۃ فانہا لا تحل بالذبح وان کان یتحرک کذا فی الملتقط۔[1]

مرغی کا سر بلی نے کاٹ دیا تو وہ ذبح کرنے سے حلال نہ ہوگی اگرچہ وہ ذبح کے وقت حرکت کرے۔ ملتقط میں یوں ہے۔ (ت)

اور فرع دوم خود ظاہر ہے کہ اُس میں سرے سے قطع اوداج ہی نہیں، اب تمام فروع متفق، اور سب مذہب امام ہمام رضی اللہ تعالٰی عنہ پر منطبق ہیں ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق (یوں تحقیق چاہئے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے۔ ت) ظاہر ہے کہ صورت سوال فرع دوم کے مثل ہے، اور اُس میں بھی قطع نہیں اور ذبح قطع ہے، تو معنی ذبح قبل ذبح متحقق نہ ہوئے، کیا اگر جانور کی رگہائے گردن برمے سے چھید دیں ذبح ہو جائے گا، ہرگز نہیں، کہ چھیدنا قطع کرنا نہیں، تو محلیتِ ذبح ضرور موجود ہے، اور بعد ذبح حلت لازم، یہیں سے دُوسوال باقی کا جواب ظاہر ہو گیا اور سب مذبح کھالیا محلِ ذبح نہ رہا، یونہی اگر عقدہ توڑ لیا تو قطع اوداج محلِ ذبح میں واقع ہوا، بہرحال اب قابلیتِ ذبح نہ رہی، حلت نہیں ہو سکتی، اور اگر عقدہ سے اوپر صرف سر جُدا کر لیا کہ بین اللبۃ واللحیین قطع اوداج نہ ہوا تو محل ذبح باقی ہے، بعد ذبح حلت چاہئے اگر ہنوز روح باقی ہو، ھٰذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی (میری سمجھ میں یوں ہے علم حق تو میرے پروردگار کے ہاں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الذبائح الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۲۸۷

Marfat.com

مسئلہ ۱۴۳: مسئولہ والی علی صاحب کانسٹبل از تھانہ بہیڑی ضلع بریلی ۱۴ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ
علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ کُتا کسی جانور کو پکڑ لے، اور اس جانور کے زخم کتے کی پکڑ کا ہوجائے، اور بعد میں جانور ذبح کرلیا جائے، تو وہ حلال ہے یا حرام؟

الجواب

شکاری کتا جبکہ بسم اللہ کہہ کر چھوڑا گیا اگر جانور اس کے زخم سے مرجائے تو حلال ہے، اور اگر زندہ ملے اور ذبح کرلیا جائے تو حلال ہے، اس کے زخم سے جانور میں کوئی حرج نہیں آتا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۴ و ۱۴۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:
(۱) اگر ذبیحہ ذبح کیا جائے اور وُہ بعد ایک دیر کے خون دے، تو کھانا اس کا جائز ہے یا نہیں؟
(۲) عورت یا لڑکے کا ذبیحہ کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) پہلی صورت میں حلت میں کوئی شبہہ نہیں، خروج خون علامت حیات ہے، اور بعد دیر کے نکلنا اس کا غیر مانع، بلکہ اگر خون بھی نہ دےعہ فقط حرکت کرے اور تڑپے تاہم کھانا اس کا جائز ہے کہ شرط حلت حیاۃ عند الذبح ہے نہ کہ خروج دم،

فی تنویر الابصار ذبح شاۃ فتحرکت او خرج الدم حلت[1] تنویرالابصار میں ہے: ذبح کرنے پر بکری نے حرکت کی یا خون نکلا، تو حلال ہوگی (ت)

(۲) عورت ولڑکے کا ذبیحہ اگر وُہ قواعد وشرائطِ ذبح سے واقف ہیں اور مطابق شرع ذبح کرسکتے ہیں بلاریب حلال ہے،

فی الدرالمختار وشرط کون الذابح مسلما ولو امرأۃ او صبیا یعقل التسمیۃ درمختار میں ہے: مسلمان اگرچہ عورت یا بچہ ہو شرط یہ ہے کہ بسم اللہ اور ذبح کو جانتا ہو،

عہ لکنہ فیہ اختلاف ذکرہ فی الھدایۃ فی کتاب الصید ۱۲ منہ۔ لیکن اس میں اختلاف ہے جس کو ہدایہ کی کتاب الصید میں ذکر فرمایا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] درمختار شرح تنویرالابصار کتاب الذبائح مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۲۹

والذبح ویقدر[۱]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ اور اس عمل پر قادر ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤمیش قریب المرگ کو ذبح کیا گیا، اختلاف اس امر میں ہے کہ وہ زندہ تھی کہ مرچکی تھی، ذبح کرنے والا نیز چند اور شخص کہتے ہیں کہ وہ زندہ تھی لیکن دو شخص کی یہ رائے ہے کہ وُہ مرچکی تھی، بعد ذبح کے کسی عضو نے جنبش نہ کی۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسی صورت میں اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں۔ واقعات یہ ہیں کہ یہ بھینس بعد ذبح کرنے کے ایک قصاب کے ہاتھ دس روپیہ میں فروخت کردی تھی، وہی دونوں شخص جو کہتے ہیں وہ مرگئی تھی، قصاب کو بہکا دیا، قصاب مذکور نے اس کا گوشت دفن کردیا اور کھال لے گیا اور بریلی فروخت کر آیا، گوشت کی قیمت اس کو معاف کردی گئی، صرف کھال کی قیمت جو چھ روپے اس کو طے کردی گئی تھی اور وہ اس نے بریلی میں بہت منافع کے ساتھ فروخت کیا طلب کی جاتی ہے لیکن وہ چھ روپے دینے سے بھی انکار کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ تم لوگوں نے مردہ جانور کی کھال نکلوا کر مجھے ناپاک کردیا، میرے برادری والے مجھے نکال دیں گے، میں قیمت نہیں دُوں گا۔ دریافت طلب یہ بات ہے کہ اُس قصاب پر کیا برائی آسکتی ہے، اگر یہ خیال کرلیا جائے کہ وہ مرگئی تھی، اور دھوکا میں ایسا کیا گیا۔

الجواب

ذبح ہوتے وقت بھینس کا زندہ ہونا خوب معلوم تھا، یا ذبح کے بعد وہ تڑپی، یا ایسا خون دیا جیسا زندہ جانور سے نکلتا ہے، یا اور کوئی علامت زندگی کی پائی گئی، مثلاً منہ یا آنکھ بند کی یا پاؤں سمیٹے یا بدن کے بال کھڑے ہُوئے تو وہ حلال ہے اور کھانا جائز، اور قصاب پر دس روپے واجب، اور اگر وقتِ ذبح اس کا زندہ ہونا تحقیق نہ تھا، نہ بعد ذبح کوئی علامت زندگی کی پائی گئی[عہ]، نہ ایسا خون نکلا، نہ وہ حرکت کی، بلکہ بالکل ساکن رہی، یا منہ یا آنکھ کُھل گئی، یا پاؤں پھیل گیا، یا بال بچھ گئے، تو بھینس حرام ہے، اور قصاب پر ایک پیسہ بھی واجب نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۷

مسئولہ احمد حسن بنگالی طالبعلم مدرسہ اہل سنت وجماعت ۲۸ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

صدقہ کا جانور بلا ذبح کئے جانور ہی کسی مصرف صدقہ کو دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

عہ اصل میں تحریر ہے: "ڈلی گئی" ۱۲ عبدالمنان الاعظمی

---

[۱] درمختار کتاب الذبائح مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۲۸

Marfat.com

الجواب الملفوظ

اگر صدقہ واجبہ ہے اور وجوب خاص ذبح کا ہے، تو بے ذبح ادا نہ ہوگا، مگر اُس حالت میں کہ ذبح کے لئے وقت معین تھا جیسے قربانی کے لئے ذی الحجہ کی دسویں گیارھویں[عہ]، اور وہ وقت نکل گیا، تو اب زندہ تصدق کیا جائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۸: مسئولہ شیخ محمد وزیر صاحب پٹیل از قصبہ تحصیل اُون ضلع ایوت محال ملک برار

۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا بیٹا بکر چالیس روپیہ کا ملازم سرکار ہے، زید کا آبائی واجدادی پیشہ یہ ہے کہ روزانہ ہر بزقصاب کے مکان پر جانا، اور جس قدر بکریاں ذبح کرنے کی ہوں، اُن کو ذبح کردینا اور ان کی اُجرت میں فی راس ایک آنہ پیسہ یا پاؤ بھر گوشت لینا چلا آتا ہے، اور نیز ہر مواضعات قریب میں جا کے قوم ہندو کے مکان پر جو اُن کی پرستش کا بکرا ہوتا ہے، اس کو ذبح کردیتا ہے، اور اس کی اُجرت لیتا ہے، یہ پیشہ اِس وقت تک جاری ہے، اور سنا گیا ہے کہ ذابح البقر وقاتل الشجر ودائم الخمر کی بخشش میں احتمال ہے، اگر اس مسئلہ کی کچھ بنیاد ہے، اور یہ سچ ہے تو ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ براہِ کرم بواپسی ڈاک جواب باصواب سے سرفراز فرمائیے۔

الجواب

گائے بکری کا ذبح کرنا جائز ہے،

قال اللہ تعالٰی ان اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ[1] — اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیشک اللہ تعالٰی نے تمھیں حکم دیا ہے کہ گائے کو ذبح کرو۔ (ت)

وُہ قول کہ لوگوں میں مشہور ہے محض بے اصل ہے، قطع شجر کی بھی اجازت قرآن عظیم میں موجود ہے۔

قال اللہ تعالٰی وما قطعتم من لینۃ او ترکتموھا قائمۃ علٰی اصولھا فباذن — اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم نے جو سبز درخت کاٹے یا ان کو تم نے باقی کھڑا رہنے دیا تو یہ اللہ تعالٰی

عہ اصل میں بارھویں نہیں ہے غالباً ناقل کا سہو ہے ۱۲ عبدالمنان الاعظمی

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۶۷

Marfat.com

اللہ [1] کے حکم سے ہوا۔ (ت)

ہاں دائم الخمر البتہ مرتکب سخت کبیرہ اور مستحق عذاب نار ہے، مگر یہ کہنا اُس کی نسبت بھی باطل ہے کہ اس کی مغفرت کبھی نہیں ہوگی، یہ صرف کافر کے لئے ہے، مسلمان کیسا ہی گنہگار ہو زیرِ مشیئت ہے، چاہے عذاب فرمائے تو اس کا عدل ہے، چاہے بلاعذاب بلکہ بلاحساب بخش دے تو اُس کا فضل ہے۔

ان اللہ لا یغفر ان یشرك بہ ویغفر ما دون ذٰلك لمن یشاء [2] — اللہ تعالٰی نہ مغفرت فرمائے گا کہ اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا جائے، اور مغفرت فرمائے گا اس سے کم کو جس کو وُہ چاہے گا۔ (ت)

پھر مسلمانوں میں سے جس پر عذاب فرمائے گا ہرگز وہ عذاب دائم نہ ہوگا، انجام بلاشبہہ مغفرت ہے، اور جب ان جانوروں کا ذبح جائز ہے اس پر اُجرت مقرر کرکے لینا بھی جائز ہے کما ھو حکم مباح یحتاج الی عمل (جیسا کہ ہر مباح محتاج العمل کا حکم ہے۔ ت)

اب یہاں متعدد صورتیں ہیں، سائل دو اُجرتیں بتاتا ہے، ایک آنہ یا پاؤ بھر گوشت، یہ اگر یُوں ہے کہ کبھی ایک آنہ مقرر کرلیا جاتا ہے کبھی پاؤ بھر گوشت، تو وہ آنہ جائز ہے، اور گوشت کہ اُسی جانور کا قرار پاتا ہے ناجائز ہے لانہ کقفیز الطحان (کیونکہ یہ پیسنے والے آٹے کا حصہ قفیز کی طرح ہے۔ ت) بلکہ اگر اُس جانور کا نہ ٹھہرے جب بھی گوشت کثیر التفاوت چیز ہے،

لانہ قیمی فلا یصلح دینا علی الذمۃ ویقع فیہ النزاع وکل ماکان کذٰلك یورث الفساد۔ — کیونکہ یہ قیمت والی چیز جو کسی کے ذمہ دین نہیں بن سکتی اور اس میں تنازع ہوتا ہے اور جو ایسی چیز ہو وُہ فساد برپا کرتی ہے (ت)

اور اگر یہ معنٰی ہیں کہ تعین کچھ نہیں ہوتا کبھی ایک آنہ دیتے ہیں کبھی گوشت، تو یہ جہالتِ اجر ہے، جہالتِ اجر مفسدِ اجارہ ہے۔

بہرحال جہاں اُجرت میں گوشت کا قدم درمیان ہے اجارہ فاسد ہے، اور عقد فاسد حرام و از قبیلِ ربا ہے، اور اس کا عادی ہونا ضرور موجبِ فسق، اور اس کا پیشہ کرنے والا فاسق معلن، اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ، اور اُس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی کہ پڑھنا منع، اور پڑھی تو پھیرنا واجب۔

---

[1] القرآن الکریم ۵/۵۹

[2] 〃 〃 ۴/۴۸ و ۴/۱۱۶

Marfat.com

فتاوی حجہ وغنیہ میں ہے : ولو قدموا فاسقا یأثمون[1] (اگر فاسق کو امام بنایا تو بنانے والے گنہگار ہوں گے)

زیلعی وغیرہ میں ہے :

لان فی تقدیمه تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعا[2] — کیونکہ آگے کرکے امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً ان پر اس کی اہانت لازم تھی (ت)

رہا یہ کہ وُہ ہندو کی پرستش کا بکرا اس کے یہاں جاکر ذبح کرتا ہے، اور اس کے ذبح سے تعظیم الٰہی کی نیت کرتا اور اللہ عزوجل کا نام لیتا ہے، تو جانور حلال ہوجائے گا، مگر یہ فعل اس کے لئے مکروہ ہے، فی الهندية تؤكل ويكره للمسلم[3] (ہندیہ میں اسے حلال او مسلمان کے لئے مکروہ کہا گیا ہے۔ت) اور اگر اس کافر ہی کی نیت پر ذبح کرتا ہے تو جانور تو مردار رہا ہی، اس ذابح کا ایمان بھی بچنا مشکل ہے، مگر ظاہر یہ ہے کہ مسلمان پر حتی الامکان بدگمانی کی اجازت بھی نہیں کہ اس کا مقصود فقط اپنے ٹکے سیدھے کرنا ہوگا نہ کہ معبود باطل کی تعظیم کہ مسلمان سے متوقع نہیں، نہ معبود حق کی تعظیم کا خیال آتا ہوگا، تو یوں بھی یہ فعل سخت شنیع اور جانور کی جان کی ناحق تضییع ہے، پھر اس کی امامت سے احتراز چاہئے کہ وہی احتیاط جو ہمیں اس پر بدگمانی نہیں کرنے دیتی نماز میں اُسے امام نہ بنانے دے گی،

فان سوء الظن شیئ، والحزم شیئ اخر، وهذا من باب الخروج، ومن اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه وعرضه. والله تعالٰی اعلم۔ — بدگمانی علیحدہ چیز ہے اور احتیاط دوسری چیز ہے اور یہ علیحدہ رہنا ہے، اور جو شخص شبہات سے بچا تو اس نے اپنے دین اور عزت کو محفوظ بنالیا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۹ مرسلہ غلام نبی صاحب ساکن موضع میانہ ٹھٹہ ضلع گوجرانوالا ڈاک خانہ موز الوار، ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسمّٰی چراغ دین امام مسجد نے ایک بکرا ذبح کیا اور اس کا چمڑا مسمّٰی حاکو قوم خاکروب نے اتارا اور گوشت بنایا، اور گوشت مذکور کو چند مسلمانوں نے مل کر تقسیم کرلیا اور اپنے گھروں میں پکا کر کھایا، کیا وُہ گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اس بات کا خلاصہ حال مع ثبوت حدیث و

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳
[2] تبیین الحقائق کتاب الصلٰوۃ باب الامامۃ المطبعۃ الکبری الامیریہ بولاق مصر ۱/ ۱۳۴
[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الذبائح الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۲۸۶

Marfat.com

قرآن شریف ارسال فرمائیں، اور اس مسئلہ کو اخبار دبدبہ سکندری میں شائع کرادیں۔

الجواب

جب وہ جانور مسلمان نے اللہ عزوجل کے لئے تکبیر کہہ کر ذبح کیا تو حلال ہوجانے میں تو کوئی شبہہ ہی نہ رہا۔ خاکروب کا گوشت بنانا وہ اگر اس وجہ سے ہے کہ بکرا اسی کی ملک تھا اور اس نے اپنے "ظاہر" پیر وغیرہ کسی معبود باطل کے لئے ذبح کرایا تو اس کا کھانا مسلمانوں کو مکروہ ہے کما نص علیہ فی الھندیۃ (جیسا کہ ہندیہ میں اس پر نص کی گئی ہے۔ ت) اسی طرح اگر کسی معبود باطل کے لئے ذبح نہ کرایا، بلکہ اس نے ان کی دعوت کی تھی تو اس دعوت کا ہی قبول کرنا نامناسب تھا، اور اگر بکرا مسلمان کی ملک تھا اور اس سے بنوایا، اور وہ اپنا ناپاک پیشہ کرتا ہے اور اس کے ہاتھ خوب پاک نہ کرالئے تھے، تو سخت بے احتیاطی کی، اور اگر اس کے ہاتھ پاک کرالئے تھے یا وہ قوم کا خاکروب ہے یہ پیشہ نہیں کرتا، تو یہ دیکھا جائے کہ وہاں کے عرف میں خاکروب کی چھوئی ہوئی چیز سے پرہیز کرتے اور اس کے استعمال کو معیوب جانتے ہیں یا نہیں، اگر جانتے ہیں، اور ان لوگوں نے بے پروائی کی تو مصلحتِ دینی کے خلاف کیا اور نافرمانی کے مرتکب ہوئے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: بشروا ولا تنفروا[1] (خوشخبری دو، منافرت پیدا نہ کرو۔ ت)، دوسری حدیث میں ہے: ایاك وما یسوء الاذن[2] (کانوں کیلئے تکلیف دہ بات سے بچو۔ ت)، تیسری حدیث میں ہے:

ایاك ومایعتذر منہ[3] فان الخیر لا معتذر منه۔ معذرت والی چیز سے بچو، توبیشک خیر معذرت خواہی والی چیز نہیں ہے (ت)

یہ سب اس صورت میں ہے کہ بکرا وقتِ ذبح سے مسلمانوں کے ہاتھ میں پہنچنے تک مسلمانوں کی نگاہ سے غائب نہ ہوا، اور اگر ذبح کرکے اُسے دے دیا اور کوئی مسلمان دیکھتا نہ رہا، اس نے گوشت بنایا اور مسلمانوں کو دیا تو اب اس کا کھانا سرے سے حلال ہی نہ رہا،

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولہم بالموعظۃ والعلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶

[2] مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث ابی الغادیۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۷۶
کشف الخفاء للعجلونی حدیث ۸۶۶ و ۸۶۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۴۷

[3] المستدرک للحاکم کتاب الرقاق دار الفکر بیروت ۴/ ۳۲۷
کشف الخفاء للعجلونی حدیث ۸۶۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۴۷

Marfat.com

فان الکافر لایقبل قولہ فی الدیانات[1]۔

دین کے امور میں کافر کی بات قابلِ قبول نہیں (ت)

ہاں اگر اس کو اجیر کیا ہو تو جواز رہے گا،

لان الکافر یقبل قولہ فی المعاملات وان تضمنت شیئًا من الدیانات، وکم من شیئ یثبت ضمنا ولا یثبت قصدا[2]، وتبیینہ فی التبیین وغیرہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کیونکہ کافر کی بات معاملات میں اگرچہ وہ دیانات کو متضمن ہوں، قابل قبول ہے، جبکہ بہت سے امور ضمناً ثابت ہوتے ہیں اور قصداً ثابت نہیں ہوتے، اس کی وضاحت تبیین الحقائق وغیرہ میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ١٥٠: از ملک بنگالہ ضلع نواکھالی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ گھوڑے کا گوشت کھانا ازروئے شرع شریف کے جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو احادیث سے ثابت ہے یا قول فقہائے سے، اور فتوٰی قول امام اعظم پر ہے یا صاحبین؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صاحبین کے نزدیک حلال ہے، اور امام مکروہ فرماتے ہیں، قول امام پر فتوٰی ہوا کہ کراہت تنزیہی ہے یا تحریمی، اور اصح وراجح کراہت تحریم ہے،

صححہ الامام قاضی خان فی فتاواہ، وقد قالوا انہ فقیہ النفس ولا یعدل عن تصحیحہ وقال الشامی ثم نقل ای القہستانی تصحیح کراھۃ التحریم عن الخلاصۃ والھدایۃ والمحیط والمغنی والقاضی خان والعمادی وغیرھا وعلیہ المتون[3] اھ ومعلوم ان الترجیح للمتون وانھا الموضوعۃ

امام قاضیخان نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تصحیح فرمائی ہے جبکہ فقہاء نے فرمایا: قاضی خان فقیہ النفس ہیں، لہذا اس کی تصحیح سے عدول نہ ہوگا۔ اور علامہ شامی نے فرمایا کہ پھر قہستانی نے خلاصہ، ہدایہ، محیط، مغنی، قاضی خان اور عمادی وغیرہا سے کراہتِ تحریمیہ کی تصحیح نقل کی ہے اور کہا اس پر متون وارد ہیں اھ، اور واضح بات ہے کہ ترجیح متون کو ہے اور وہ مذہب کو نقل کرنے کیلئے وضع

---

[1] و [2] تبیین الحقائق کتاب الکراہیۃ فصل فی الاکل والشرب المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ بولاق مصر ٦/ ١٢

[3] ردالمحتار کتاب الذبائح داراحیاء التراث العربی بیروت ٥/ ١٩٣

Marfat.com

لنقل المذھب فلا یعارضھا ما فی کفایۃ البیھقی بخلافہ انہ ظاھر الروایۃ و لا فتوی الجمھور عہ المنقول بقیل بعد عہ ماقدمنا من التصحیحات الجلیلۃ للائمۃ الجلۃ۔

کئے گئے ہیں، لہذا ان کا خلاف جو کفایۃ البیھقی میں بیان کیا ہے وہ متون کے معارض نہیں ہوسکتا اور یہی ظاہر الروایۃ ہے، اور قیل کے ساتھ نقل شدہ جمہور کا فتوٰی بھی ان کا معارض نہیں ہوسکتا خصوصاً ہماری ذکر کردہ اجلہ ائمہ کی تصحیحات کے بعد۔ (ت)

بہر حال مسئلہ اس قابل نہیں کہ اس پر فتوٰی فساد دیا جائے، یا فریق بندی عمل میں آئے، واللہ الموفق واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۱ از بریلی، مرسلہ نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب ۲ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

ما قولکم غفر اللہ لکم ھٰذہ المسئلۃ افیدوا نا یرحمکم اللہ تعالٰی دربارہ اکل فرس بعض قائل بکراہت تحریمی و بعض بکراہت تنزیہی ولیکن بہر صورت شیرش جائز داشتہ اند، تحقیق دریں باب چیست؟

علمائے کرام اللہ تعالٰی تمہاری مغفرت فرمائے آپ کا اس مسئلہ میں کیا قول ہے، ہمیں افادہ فرماؤ، اللہ تعالٰی تم پر رحم فرمائے۔ گھوڑے کا گوشت کھانے میں بعض مکروہ تحریمہ اور بعض مکروہ تنزیہہ کے قائل ہیں، جبکہ اس کے دودھ کو بہر صورت جائز مانتے ہیں، اس مسئلہ میں تحقیق کیا ہے (ت)

الجواب

در مسئلہ گوشت اسپ علماء را معترک عظیم ست و تصحیح نیز مختلف وکراہت قول امام ست، پس اسلم احتراز تام ست، ہمچناں بر مذہب امام در شیر او نیز اختلاف کردہ اند، امام قاضیخاں بتحریم رفتہ، و در دُرمختار جواز را وجہ گفتہ، بریں روایت وجہ فرق خود پیداست کہ در تحلیل لحم تقلیل آلۃ جہاد ست بخلاف لبن، با ایں ہمہ بر تقدیرے ست کہ

گھوڑے کے گوشت کے مسئلہ میں علمائے کرام کا عظیم معرکہ ہے اور تصحیح بھی مختلف ہے، کراہت امام صاحب رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول ہے، پس مکمل احتراز میں بہتری ہے اور اس کے دُودھ کے متعلق بھی امام صاحب رحمہ اللہ تعالٰی کے مذہب کے بیان میں اختلاف ہے، امام قاضی خاں علیہ الرحمۃ حرمت کی طرف گئے اور درمختار میں جواز کو وجہ قرار دیا ہے اس

عہ لفظ "جمہور" اندازہ سے بنایا گیا ۱۲ عبدالمنان

عہ اندازہ سے "بعد" کا لفظ بڑھایا ۱۲ عبدالمنان

Marfat.com

بحد سکر نہ رسد، ورنہ تعمد ایں مقدار بالاتفاق ممنوع باشد، کما لایخفی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار کی روایت کے مطابق گوشت اور دودھ میں فرق کا واضح بیان ہے کہ گوشت کو حلال کردینے میں آلۂ جہاد کی قلت پیدا کرنا ہے جبکہ دودھ کا معاملہ اس کے خلاف ہے، اور دُودھ کی بحث اس حد تک ہے جس میں سُکر یعنی نشہ نہ ہو، ورنہ قصداً اتنی مقدار پینا ممنوع ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۲: از دارا گنج ضلع بجنور، مرسلہ ممتاز مسیح صاحب ایم اے مشن مورخہ ذیلقعدہ ۱۳۳۵ھ

ہادیِ دین جناب مولانا صاحب! عرض مدعا یہ ہے کہ اہل سنت وجماعت حنفی مذہب میں گھوڑا اور اقسام اور اس کے مثل خچر وگدھے کے حلال ہیں یا حرام؟ یا ان تینوں جانوروں میں سے کون سا جانور حلال ہے؟ مہربانی فرماکر بحوالہ حدیث شریف یا قول علماؤں کے جواب سے مشرف فرمائیے۔

الجواب

گدھا حرام ہے، یونہی وہ خچر جو گدھی سے پیدا ہو اگرچہ باپ گدھا نہ ہو، اور ہمارے امام اعظم علیہ الرضوان کے مذہب میں گھوڑا مکروہ تحریمی ہے یعنی قریب بحرام، یونہی وہ خچر جس کی ماں گھوڑی ہو۔ حدیث میں ہے:

نہی علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام یوم خیبر عن لحوم الحمر الاھلیۃ۔[1]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خیبر کے روز پالتو گدھے کے گوشت کو ممنوع فرمایا۔ (ت)

مسئلہ ۱۵۳: از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں ۱۶ صفر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ڈپٹی امداد علی صاحب نے رسالہ امداد المسلمین میں اُلّو کے بارہ میں لکھا ہے کہ عالمگیری میں لکھا ہے: البوم یوکل[2] (الّو حلال ہے۔ ت) اور طحطاوی میں ہے:

یوکل القمری والسوادین والزرزور والصلصل والھدھد والبوم والطاؤس۔[3]

قمری، سوادین، زرزور، صلصل، ہدہد، بوم، طاؤس نامی پرندے حلال ہیں۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الذبائح والصید الخ باب لحوم الحمر الانسیۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۲۹

[2] فتاوٰی ہندیۃ 〃 الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۲۹۰

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الذبائح دارالمعرفۃ بیروت ۴/ ۱۵۷

Marfat.com

اور شامی میں ہے :

فی غرر الافکار عندنا یوکل الخطاف والبوم[1]	غرر الافکار میں ہے : اور ہمارے نزدیک خطاف اور بوم نامی پرندے حلال ہیں (ت)

اور میزان میں ہے :

من ذلك قول الائمۃ الثلثۃ فی المشھور عنھم انه لاکراھۃ فی مانھی عن قتله کالخطاف والھدھد والخفاش والبوم والببغا والطاؤس مع قول الشافعی فی ارجح القولین انه حرام[2]	ائمہ ثلاثہ سے ان کا مشہور قول کہ جن پرندوں کے ہلاک کرنے سے منع کیا گیا ہے ان کو کھانے میں کراہت نہیں ہے، اسی قبیل سے ہے، مثلاً خطاف، ہدہد، خفاش، بوم، ببغا اور طاؤس نامی پرندے، امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کے دو قول میں سے راجح قول میں یہ حرام ہے (ت)

اور حیاۃ الحیوان دمیری شافعی رحمہ اللہ سے بھی ثابت ہے، شافعی کے نزدیک حرام ہونا، نہ حنفیہ کے نزدیک، تمام کتب ہائے معتبرہ فقہ سے بوم کا حلال ہونا ثابت ہے، یہاں تک خلاصہ کلام ڈپٹی صاحب مذکور ہے، اور فتاوٰی ہندیہ ترجمہ فتاوٰی عالمگیری کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ قول ظاہر بُوم سے مراد یہی اُلّو ہے کہ پرند معروف ہے، اور شاید کوئی اور معنی مراد ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ اس واسطے مترجم نے بعینہ لفظ چھوڑ دیا۔ اس مسئلہ میں جو تحقیق ہو بیان فرمائیں کہ صدق وکذب وہابیہ ظاہر ہو۔ فقط۔

الجواب

عبارتِ عالمگیری جو امداد المسلمین میں نقل کی، اس کے شروع میں لفظ قِیل واقع ہے، اصل عبارت یُوں ہے :

قیل الشقراق لایوکل والبوم یوکل[3]	یعنی بعض نے کہا کہ شقراق نہ کھایا جائے اور بوم کھایا جائے۔

یہ لفظ اُس قول کے ضعف پر دلیل ہوتا ہے، اور یہ بتاتا ہے کہ اس کی طرف بعض گئے ہیں، اکثر علماء

---

[1] ردالمحتار	کتاب الذبائح		داراحیاء التراث العربی بیروت	۵/۱۹۴
[2] المیزان الکبرٰی	کتاب الاطعمۃ		مصطفی البابی مصر	۲/۵۷
[3] فتاوٰی ہندیۃ	کتاب الذبائح	الباب الثانی	نورانی کتب خانہ پشاور	۵/۲۹۰

Marfat.com

خلاف پر ہیں، اور حیاۃ الحیوان کا حوالہ توسرے سے غلط ہے اس میں کہیں نہیں لکھا کہ حنفیہ حلال جانتے ہیں اس میں صرف شافعیہ کے دو قول لکھے ہیں، عبارت اُس کی یہ ہے:

الحکم یحرم اکل جمیع انواعها، قال الرافعی ذکرابو عاصم العبادی ان البوم کالرخم، وکذلك الضوع، وعن الشافعی رحمه الله قول انه حلال[1]

حکم یہ ہے کہ تمام اقسام حرام ہیں، رافعی نے کہا ابو عاصم العبادی نے ذکر کیا ہے کہ رخم کی طرح بوم حرام ہے، اور اسی طرح ضوع بھی حرام ہے اور امام شافعی کا ایک قول ہے کہ یہ حلال ہے (ت)

خیر، ان سب سے قطع نظر کرکے اس مسئلہ کی طرف چلئے، یہی عالمگیری و طحطاوی و شامی و میزان، جن سے امداد المسلمین میں یہ عبارتیں نقل کیں، ان میں اور ان کے سوا ہماری تمام کتب مذہب اور صحاح احادیث سید المرسلین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین میں صاف صریح حکم قطعی کُلی بلا استثناء وتخصیص موجود ہے کہ ہر پرندا پنے پنجہ سے شکار کرنے والا حرام ہے، جیسے ہر درندہ دانتوں سے شکار کرنے والا۔ عالمگیری میں بدائع سے ہے:

لا یحل کل ذی مخلب من الطیر[2]

یعنی حرام ہے ہر پنجہ والا پرند۔

طحطاوی میں ہے:

لایحل سباع الوحوش والطیر[3] اھ ملخصًا

درندے وحشی و پرند سب حرام ہیں اھ ملخصًا۔

حموی، پھر طحطاوی پھر شامی میں ہے:

الدلیل علیه انه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم نھی عن اکل کل ذی ناب من السباع وکل ذی مخلب من الطیر، رواہ مسلم وابوداؤد وجماعة، والسر فیه ان طبیعة ھٰذہ الاشیاء مذمومة شرعا فیخشی ان

یعنی دلیل اس پر یہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر درندے کیلے والے اور ہر پرند پنجہ والے کے کھانے سے منع فرمایا۔ مسلم و ابوداؤد وغیرہما ایک جماعت محدثین نے یہ حدیث روایت کی، اور اس میں راز یہ ہے کہ ان چیزوں کی خصلت شرعًا بد ہے تو اندیشہ ہے کہ

---

[1] حیاۃ الحیوان باب الباء الموحدۃ مصطفی البابی مصر ۱/۲۲۸
[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الذبائح الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۲۸۹
[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الذبائح دار المعرفۃ بیروت ۴/۱۵۷

Marfat.com

يتولد من لحمها شئ من طباعها فيحرم اكراما لبني آدم كما انه يحل ما احل اكراما له[1]

اُن کا گوشت کھانے سے کچھ خصلت اُن کی سی آدمی میں پیدا ہو جائے، لہٰذا انسان کی عزت کے لئے ان کا کھانا حرام ہوا، جیسے کہ اس کی عزت ہی کیلئے حلال جانور حلال کئے گئے

میزان امام شعرانی میں ہے:

من ذٰلك اتفاق الائمة الثلثة على تحريم كل ذى ناب من السباع و مخلب من الطير يعدو به على غيره (الى ان قال) لان فيه قسوة من حيث انه يقسر غيره و يقهره من غير رحمة بذٰلك الحيوان المقسور فيسرى نظير تلك القسوة فى قلب الآكل له، واذا قسى قلب العبد صار لا يحن قلبه الى موعظة و صار كالحمار[2]

یعنی انھیں مسائل سے ہے امام ابوحنیفہ و امام شافعی و امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اتفاق کہ ہر کیلے والا درندہ اور ہر پنجہ والا پرند جو دوسرے پر اس کیلے یا پنجے سے حملہ کرتا ہے حرام ہے، اس لئے کہ اس میں سنگدلی ہے کہ وہ بیدردی سے مجبور و مغلوب کرتا ہے، تو ایسی ہی سنگدلی اس کے کھانیوالے میں سرایت کرے گی، اور جب آدمی کا دل سخت ہو جاتا ہے، تو کسی نصیحت کی طرف میل نہیں کرتا، اور آدمی سے گدھا ہو کر رہ جاتا ہے۔

میں کہتا ہوں یوں ہی کتب طبیہ سے ثابت کہ اُلّو کھانے والا آدمی سے اُلّو ہو کر رہ جاتا ہے والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔

غرض یہ قاعدہ کلیہ شرعیہ ہے جس پر ائمۂ حنفیہ کا اجماع ہے، اور اس سے ہرگز کوئی پنجہ والا پرند کہ سباع طیر سے ہو مستثنٰی نہیں، اور شک نہیں کہ اُلّو پنجہ والا پرند ہے بلکہ اس کے پنجے بہت شکاری پرندوں سے زیادہ قوی اور تیز ہیں، اور شک نہیں کہ گوشت اس کی خوراک ہے، اور شک نہیں کہ وہ اپنے سے کم طاقت پرندوں پر حملہ کرتا ہے، یہ سب باتیں یقیناً معلوم ہیں، اور فقیر کے سامنے بہت شکار پیشہ مسلمانوں نے بیان کیا کہ یہ پرندہ شکاری ہے۔ پانچ شکّانِ بریلی[عہ] نے کہ اُن میں چار صاحب قوم کے قراول

عہ نیاز محمد خاں ابن رحم خان و نذیر خان ابن وزیر خان و عنایت اللہ خان ابن کرم علی خان و غلامی خان ابن حسن خان قراولان ساکنان بہاری پور محلہ قراولان و محمد خان ابن گل خان افغان ساکن شہر کہنہ ۱۲

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الذبائح دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۱۵۵
رد المحتار علی الدر المختار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۹۳
[2] المیزان الکبرٰی کتاب الاطعمۃ مصطفی البابی مصر ۲/ ۵۷

Marfat.com

اور پانچوں نمازی نیک سُنّی صحیح العقیدہ ہیں، ہفدہم ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ کو میرے سامنے اس مضمون کی شہادت ادا کی، اور ان میں بعض نے کہا ہمارے سامنے توتے کو شکار کر لے گیا، بعض نے کہا کھونٹی پر شکرہ بندھا تھا شکرہ کو مار لے گیا، حالانکہ شکرہ اتنا بڑا اور قوی اور خود شکاری جانور ہے، اور اُلّو کی منقار بہت چھوٹی ہوتی ہے کہ چونچ سے اس کا قابو میں آنا معقول نہیں، نہ کہ ایسا زور کہ بندش توڑ کر زندہ لے جائے، لاجرم پنجہ سے شکار کیا، اور یہ امر اس جانور کی قوت سے کچھ عجب نہیں کہ وہ شکرہ سے بھاری جانور کو شکار کر لیتا ہے۔ علامہ زکریا بن محمد بن محمود انصاری قزوینی کتاب عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات میں اُس کا حال لکھتے ہیں:

تصطاد السنانیر الضعاف وتعادی الغراب وھو ذلیل بالنھار اما باللیل فلا یقدر علیہ شئ من الطیور[1]

اُلّو کمزور بلیوں کو شکار کر لیتا ہے، کوے سے اس کو دشمنی ہے، دن کو ذلیل ہوتا ہے مگر رات میں کوئی پرند اس پر قدرت نہیں رکھتا۔

مرآت الاصطلاحات عنبر شاہی میں ہے،

چنگ بالفتح بروزن سنگ قلاب آہنی وپنجہ آدمی و حیوان درندہ، شکاری چوں باز وشاہین وشیر و پلنگ وامثال آں[2]، واز شعر طوطی ہند امیر خسرو دہلوی چنگ بوم واقع شدہ، وبوم ہر چند جانور شکاری نیست، بدیں معنی کہ مردم بداں شکار نمی کنند، لیکن فی الحقیقۃ ذو مخلب ست کہ صیدے نماید، چنانچہ دیدہ شد، وشعر مذکور این ست ؎

بوم کہ باشد کہ بچنگ دراز
طعمہ برد از دہن خسرہ باز

چنگ بروزن سنگ ہے، لوہے کے شکنجے اور آدمی کے پنجے، شکاری اور درندے حیوان جیسے باز، شاہین، شیر، چیتا اور ان کی ہم مثل کو چنگ کہتے ہیں، طوطی ہند امیر خسرو دہلوی کے شعر میں چنگ اُلّو کے لئے استعمال ہوا ہے اگرچہ مشہور شکار کا پرندہ اس معنی میں نہیں کہ آدمی اس کا شکار نہیں کرتا لیکن حقیقتاً وہ اپنے پنجے سے شکار کرتا ہے جیسا کہ مشاہدہ میں آیا ہے وہ شعر یہ ہے:

اُلّو جس کا پنجہ دراز ہے
منہ سے کھاتا ہے باز والی جرأت (ت)

---

[1] عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات النوع السادس من الحیوان (بوم) مصطفی البابی مصر ص ۲۷۱
[2] مرآت الاصطلاحات عنبر شاہی

Marfat.com

غرض جب وُہ شکاری جانور ہے تو اس کے حرام ہونے میں اصلاً جائے کلام نہیں، رہا بعض عبارت حنفیہ میں لفظ بوم کی نسبت لفظ یوکل وارد ہونا **اقول** نہ وہ اجماعی قاعدہ فقہ حنفی و حدیث نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مقابل ہوسکتا ہے نہ مشاہدات کو رَد کرسکتا ہے اُس سے بالتعین اُلّو کی حلت ثابت ہی نہیں ہوتی، زبان عرب میں لفظ بوم خاص اُلّو کے لئے موضوع نہیں بلکہ ہر اس پرند پر اطلاق کیا جاتا ہے جو شب کو اپنے آشیانہ سے نکلتا ہے۔ علامہ دمیری حیاۃ الحیوان میں فرماتے ہیں:

قال الجاحظ وانواعها الهامة والصدى والضوع والخفاش وغراب الليل والبومة وهذه الاسماء كلها مشتركة ای تقع علی کل طائر من طير الليل يخرج من بيته ليلا، قال وبعض هذه الطيور يصيد الفار وسام ابرص والعصافير وصغار الحشرات وبعضها يصيد البعوض، ومن طبعها ان تدخل علی کل طائر فی وکرہ وتخرجه منه وتاكل فراخه وبيضه وهی قوية السلطان بالليل لا يحتملها شئ من الطير[1]

جاحظ نے کہا، اور اس کے اقسام ہامہ، صدی، ضوع، خفاش، غراب اللیل، بُوم نامی پرندے ہیں اور یہ تمام نام مشترک ہیں، یعنی رات کو اپنے گھر سے نکل کر پرواز کرنے والے ہر پرندے پر بولتے ہیں، اور کہا ان پرندوں میں سے بعض چوہے، چھپکلی، چڑیوں اور چھوٹے چھوٹے حشرات کو شکار کرتے ہیں اور ان میں سے بعض مچھروں کا شکار کرتے ہیں اور وہ طبعی طور پر ہر پرندے کے گھونسلے میں داخل ہوکر اس کو اڑاتا ہے اور اس کے چوزوں اور انڈوں کو کھاجاتے ہیں اور رات میں وہ قوی تسلط والے ہوتے ہیں کہ کوئی بھی پرندہ ایسی قوت نہیں پاتا۔ (ت)

تو جن کتابوں میں ذکر اکل ہے اُن میں بوم سے الو مراد نہیں بلکہ وہ پرند شب مقصود ہے جو پنجۂ شکاری نہیں رکھتا جیسے چمگادڑ وغیرہ، یہ معنی امام عتابی کی تصریح سے ثابت ہیں۔ علامہ قہستانی جامع الرموز میں لکھتے ہیں:

لاباس بما ليس بذی مخلب کالبوم فی رواية عن ابی یوسف، کما فی العتابی[2]

امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے ایک روایت یہ ہے کہ جن پرندوں کے پنجے نہیں ہیں ان کے کھانے میں حرج نہیں ہے، جیسا کہ عتابی میں ہے۔ (ت)

پس حنفیہ کی طرف حلت چغد کی نسبت ایک دھوکا ہے کہ اشتراک لفظ بوم سے پیدا ہوا۔

---

[1] حیاۃ الحیوان باب الباء الموحدۃ (البوم) مصطفی البابی مصر ۱/۲۲۶

[2] جامع الرموز بحوالہ العتابی کتاب الذبائح مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۴/۳۴۹

Marfat.com

وباللہ التوفیق۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۴: از اوجین مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

مولٰنا صاحب مجمع فضائل ومنبع فواضل فرید العصر، وحید الزماں، مخدومی مکرمی دام افضالکم

بعد تمہید مراسم فدویت وآرزوئے حصول سعادت مواصلت کہ عمدۂ مقاصد ہر دو جہاں سے التماس پرداز ہے کہ حضرت نے حرمتِ بوم کے باب میں جو فتوٰی ارسال فرمایا اس میں یہ عبارت مرقوم ہے وہ سمجھ میں نہ آئی کہ جن کتابوں میں ذکر اکل ہے ان میں بوم سے مراد اُلّو نہیں بلکہ وہ پرندۂ شب مقصود ہے جو پنجۂ شکاری نہیں رکھتا جیسے چمگادڑ وغیرہ، یہ معنی عتابی کی تصریح سے ثابت ہیں،

لاباس بمالیس بذی مخلب کالبوم[1] الخ۔ جو پرندہ پنجے والا نہ ہو اس کے کھانے میں حرج نہیں ہے جیسا کہ بوم ہے الخ (ت)

توکیا چمگادڑ اور باگل بھی حلال ہے؟ جواب بالتشریح بیان فرمائیے، زیادہ نیاز۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

چمگادڑ چھوٹا ہو یا بڑا جسے ان دیار میں باگل کہتے ہیں، اس کی حلت حرمت ہمارے علمائے کرام رحمہم اللہ تعالٰی میں مختلف فیہ ہے، بعض اکابر نے اس کے کھانے سے ممانعت فرمائی ہے، اس وجہ سے کہ وہ ذی ناب ہے، مگر قواعد حنفیہ کے موافق وہی قول حلت ہے، مطلقاً دانت موجب حرمت نہیں بلکہ وہ دانت جن سے جانور شکار کرتا ہو، ظاہر ہے کہ چمگادڑ پرند شکاری نہیں، ولہذا درمختار میں قول حرمت کی تضعیف فرمائی۔ ہندیہ میں ظہیریہ سے ہے:

اما الخفاش فقد ذکر فی بعض المواضع انه یؤکل وفی بعض المواضع انه لایؤکل لان له ناباً[2] اھ ورأیتنی کتبت علی ھامشه مانصه فیه انه لایصید بنابه، ولایصول ولیس کل ماله ناب حراما۔ چمگادڑ کے متعلق بعض مواضع میں ذکر ہے کہ کھایا جائے اور بعض مواضع میں ہے کہ نہ کھایا جائے کیونکہ اس کے کیلے ہوتے ہیں اھ۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے اس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہ اپنے کیلے سے شکار نہیں کرتا اور نہ ہی یہ حملہ آور ہوتا ہے اور ہر کیلے والا حرام نہیں ہوتا۔ (ت)

---

[1] جامع الرموز بحوالہ العتابی کتاب الذبائح مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۳/ ۳۴۹

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الذبائح الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۲۹۰

Marfat.com

برجندی میں ہے:

ذکر فی المحیط ان فی الخفاش اختلاف العلماء اھ[1]۔

محیط میں مذکور ہے کہ چمگادڑ میں علماء کا اختلاف ہے اھ (ت)

درمختار میں ہے:

وقیل الخفاش لانہ ذو ناب[2]۔

بعض نے کہا چمگادڑ حرام ہے کیونکہ یہ کیلے والا ہے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال الاتقانی وفیہ نظر لان کل ذی ناب لیس بمنھی عنہ اذاکان لایصطاد بنابہ اھ[3]۔

اتقانی نے کہا ہے اور اس میں اعتراض ہے کیونکہ ہر کیلے والا حرام نہیں ہے جبکہ وُہ اپنے کیلے سے شکار نہ کرتا ہو اھ (ت)

برجندی میں ہے:

المراد الناب الذی ھو سلاح و ذوالناب الحیوان الذی ینھب بالناب[4] اھ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

ناب (کیلے) سے مراد وُہ ہے جو ہتھیار بنے، اور کیلے والا جانور وُہ ہے جو کیلے کے ساتھ حملہ آور ہو، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

مسئلہ ۱۵۵: از درو تحصیل کچھا ضلع نینی تال مرسلہ عبدالعزیز خاں ۱۴ رجب ۱۳۱۵ھ

جو کوا کہ دانہ کھاتا ہے اور رنگ میں بالکل سیاہ ہوتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ اور جو کوا کہ دانہ اور نجاست دونوں کھاتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب

دانہ خور کوا کہ صرف دانہ کھاتا اور نجاست کے پاس نہیں جاتا جسے غرابِ زرع یعنی کھیتی کا کوا کہتے ہیں، چھوٹا سا سیاہ رنگ ہوتا ہے اور چونچ اور پنجے غالباً سرخ، وہ بالاتفاق جائز ہے، اور مردار خوار کوا جسے غرابِ ابقع بھی کہتے ہیں کہ اس کے رنگ میں سپیدی بھی سیاہی کے ساتھ ہوتی ہے، بالاتفاق ناجائز ہے،

---

[1] شرح النقایۃ للبرجندی	کتاب الذبائح	نولکشور لکھنؤ	۱۹۳/۳
[2] درمختار	"	مطبع مجتبائی دہلی	۲۲۹/۲
[3] ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۱۹۴/۵
[4] شرح النقایۃ للبرجندی	"	نولکشور لکھنؤ	۱۹۳/۴

Marfat.com

اور اسی حکم میں پہاڑی کوا بھی داخل کہ بڑا اور یک رنگ سیاہ ہوتا اور موسم گرما میں آتا ہے، اور غلط کرنیوالا جسے عقعق کہتے ہیں کہ اُس کے بولنے میں یہی آواز عق عق پیدا ہوتی ہے، اس میں اختلاف ہے، اور اصح حل مگر کراہت تنزیہہ میں کلام نہیں،

هذا خلاصة ما فی الدر المختار و رد المحتار[1] والمقام بعد یحتاج الی زیادة تحریر وضبط وتقریر لعل اللہ ییسرہ فی تحریر اٰخر۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

یہ درمختار اور ردالمحتار میں بیان شدہ کا خلاصہ ہے جبکہ یہ مقام ابھی زیادہ تحریر وضبط اور تقریر کا محتاج ہے، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالٰی کسی اور تحریر میں اس کو آسان کردے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۶ مسئولہ مولوی محمد ایوب صاحب سنبھلی مراد آبادی ۲ جمادی الاولٰی ۱۳۲۵ھ

کوا حرام ہے یا نہیں؟ الّو حرام ہے یا نہیں؟

الجواب

یہ کوّے کہ ہمارے دیار میں پائے جاتے ہیں سب حرام ہیں، الّو حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۷ از شاہجہانپور، ڈاکخانہ نادر شاہیان، مقام میران پور، یعقوب شاہ خان بروز یکشنبہ ۱۸ ر ۱۳۳۴ھ

جناب قبلہ دام اقبالہ، بعد سلام علیکم عرض ہے کہ بیلو کے انڈے اور گوشت اور پالنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

سب جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۸ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گائے کی حلت کا حکم کس وقت سے جاری ہوا، اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بھی اس کا گوشت تناول فرمایا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

گائے کی حلت شریعت قدیمہ ہے، اللہ عزوجل قرآن عظیم میں فرماتا ہے:

هل اتٰك حدیث ضیف ابراهیم المکرمین ٥ اذ دخلوا علیه فقالوا

یعنی کیا آئی تیرے پاس خبر ابراہیم کے عزت دار مہمانوں کی، جب وہ اس کے پاس آئے بولے

---

[1] ردالمحتار علی الدرالمختار کتاب الذبائح دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۹۵

Marfat.com

سلٰما قال سلٰم قوم منکرون ۝ فراغ الی اھلہ فجاء بعجل سمین[1] دوسری جگہ فرمایا : بعجل حنیذ[2]

سلام، کہا سلام انجانے لوگ ہیں پھر جلدی کرتا اپنے گھر گیا، سو ان کے کھانے کو لے آیا ایک فربہ بچھڑا بُھنا ہوا۔

احادیث سے ثابت ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کی طرف سے گائے قربانی کی، اور قربانی کا گوشت کھانے کا حکم فرماتے، مگر خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تناول فرمایا یا نہیں، اس بارے میں کوئی تصریح حدیث میں اس وقت پیشِ نظر نہیں۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۵۹ ازشہر بریلی محلہ قاضی ٹولہ شہر کہنہ مرسلہ محمد عمران صاحب ۱۶ جمادی الثانی ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے گوشت گائے کا کھایا یا نہیں؟

الجواب

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے گائے کی قربانی فرمائی اور اس کے کھانے کھلانے کا حکم فرمایا خود بھی ملاحظہ فرمایا یا نہیں، اس کا ثبوت نہیں۔ دنیا کی ہزاروں نعمتیں ہیں کہ حضور نے قصدًا تناول نہ فرمائیں، گوشت گاؤ کی مذمت میں جو حدیث ذکر کی جاتی ہے صحیح نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۰ ، ۱۶۱ مسئولہ معرفت سیٹھ آدم جی گونڈل کاٹھیاوار ہاشم بیگ شنبہ یکم شعبان ۱۳۳۴ھ

(۱) کبوتر کے کھانے میں کسی قسم کی کراہت ہے؟

(۲) عقیقہ کا گوشت ماں باپ کھائیں یا نہ؟

الجواب

(۱) کچھ نہیں۔

ع حدیث مسلم کتاب الزکوٰۃ کہ بریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے گوشتِ گاؤ صدقہ میں آیا، وہ حضور کے پاس لایا گیا اور حضور سے عرض کیا گیا کہ یہ صدقہ ہے کہ بریرہ کو آیا، فرمایا اس کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ[3]۔ اس سے بظاہر تناول فرمانا معلوم ہوتا ہے ۱۲ حجۃ الاسلام حامد رضا رضی اللہ عنہ

---

[1] القرآن الکریم ۵۱/۲۴ تا ۲۶ [2] القرآن الکریم ۱۱/ ۶۹

[3] صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب اباحۃ الھدیۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۴۵

Marfat.com

(۲) کھائیں، اس کا حکم مثل قربانی ہے۔ تین حصے مستحب ہیں، ایک اپنا، ایک عزیزوں قریبوں کا، ایک مسکینوں کا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۲ مرسلہ محمد حکیم الدین از ضلع پورینہ موضع چوپڑا ۲ر صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ خرگوش پنجہ والا ناخن دار مگر شتر کی مانند ہے اور ہر چند میں حیض مثل عورتوں کے ہوتی ہے، اس کا کھانا حلال ہے یا حرام؛ لہذا بعض علماء کی زبانی سُنا گیا ہے کہ خرگوش پنجہ والا ناخن دار حرام ہے جو خرگوش کہ حلال ہوتا ہے اس کے کُھر ہوتا ہے مانند بکری دبیل وغیرہ کے، جنابِ والا! اس پر بھی ہم کو اطمینان کُلی نہیں ہوتا ہے، اس لئے بخدمت فیضدرجت یہ کمترین بطور عریضہ ہذا روانہ کرتا ہے ضرور بالضرور جواب سے اس ذرۂ بیمقدار کو آفتاب درخشاں فرمائیں گے۔ زیادہ والسلام

الجواب

خرگوش ضرور حلال ہے، اسے حرام جاننا رافضیوں کا مذہب ہے، خرگوش کے پنجے ہی ہوتے ہیں، کُھر والا خرگوش دنیا کے پردہ پر کہیں نہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۳، ۱۶۴ مرسلہ مولوی حافظ مصاحب علی صاحب از مقام جاورہ مورخہ یکم رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائلِ ذیل میں:

(۱) بعض کفار جو کہ گوشت خور نہیں ہیں تالاب یا ندی سے مچھلیاں پکڑوا کر دیگر تالاب یا ندی محفوظ میں ڈلوادیں اس غرض سے کہ مسلمان مچھلیاں پکڑوا کر نہ کھاسکیں، تو کیا ایسے تالاب یا ندی سے مسلمانوں کو مچھلیاں پکڑوا کر کھانا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) زید، بکر، عمرو، خالد نے مل کر ایک کمپنی قائم کر کے ایک کارخانہ جاری کیا اور عام طور پر اعلان کر دیا کہ جس کا دل چاہے اس کارخانہ میں شریک ہو جائے، فی حصہ ایک صد روپیہ قرار پایا ہے جو شخص جس قدر حصے خریدنا چاہے اُسی قدر روپیہ کا منافع دیا جائے گا، اور اگر کارخانہ میں نقصان و نفع ہوگا تو حصّہ کے تناسب سے نقصان کا زیربار ہونا پڑے گا، خریدار حصہ سے خواہ ایک حصہ خریدے یا دس حصہ تین مرتبہ کر کے روپیہ کمپنی میں وصول کیا جائے گا، کارخانہ کو اختیار ہے جو کام چاہے جاری کرے، کسی خریدار حصّہ کو امور کارخانہ میں و اہل کارخانہ یعنی منیجر وغیرہ کے امور میں دخل اندازی کا اختیار نہ ہوگا، خریدار کو صرف نفع یا نقصان سے غرض ہے، اور خریدار حصہ اپنے خرید شدہ کو نفع یا نقصان سے فروخت کرنے کا مجاز ہوگا۔ پس سوال یہ ہے کہ ایسے کارخانہ میں شرکت اور اس کے بعد خرید و فروخت مذکور جائز ہے یا نہیں؟ نیز یہ خرید و فروخت کس بیع میں داخل ہے؟

Marfat.com

الجواب

(۱) مچھلیاں پکڑنے سے ملک ہو جاتی ہے اور دوسرے دریا میں چھوڑنے سے ملک سے خارج نہیں ہوتیں، نہ دوسرے کو ان کا لینا جائز ہوتا ہے، مسلم ہو یا کافر، جب تک چھوڑنے والے نے یہ نہ کہا ہو کہ یہ اس کی ہیں جو اُن کو لے، تو ملک غیر ہونے کے سبب سے اُن میں ممانعت آئے گی، مگر ازانجا کہ یہ کفار نہ ذمی ہیں نہ مستامن، نہ اُن سے اس بارہ میں کوئی معاہدہ ہے، لہذا اب بھی وہ مچھلیاں حکماً ایسی ہی ہیں جیسی پکڑنے سے قبل تھیں، ان کا ارادہ فاسد اُن پر رَدّ کیا جائے گا اور مسلم کافر جو کوئی پکڑے اس کے لئے مباح ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اگر وہ تجارت بروجہ شرعی ہو عقود فاسدہ یا ربا کو دخل نہ ہو تو اس میں شرکت جائز مگر اپنے روپیہ کا حصہ دوسرے کے ہاتھ بیچنا اور اس کا خریدنا دونوں حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۵ از کلکٹ انجنسی مرسلہ سردار امیر خاں ملازم کپتان اسکوٹ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شخص کے ہاتھ کا ذبح ناجائز ہے، جیسے کہ ہنود اس کے ہاتھ کی پکڑی مچھلی کھانا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جائز ہے، اگرچہ اس کے ہاتھ میں مرگئی یا اس نے مار ڈالی ہو کہ مچھلی میں ذبح شرط نہیں جس میں مسلمان یا کتابی ہونا ضرور ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۶ - ۱۶۷ از بنگالہ ۱۸ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اُس حیوان کے بارے میں جو کہ عجائب المخلوقات میں بایں طور بیان کیا گیا ہے:

ومنها سمكة مدورة ذنبها اطول من ثلثة اذرع وعلى وسط ذنبها شوكة معقفة شبه كلاب وهي سلاحها تضرب بها وهي نمراء بياضها في غاية البياض ونقط سوادها في غاية السواد لها منخران على ظهرها وفم على بطنها وفرج كفرج النساء[1] انتهى۔

ان میں سے ایک مچھلی گول قسم جس کی دُم تین ہاتھ لمبی ہے اور اس کی دُم کے درمیان میں کتے کی شکل میں ایک ٹیڑھا کانٹا ہے وہ اس کا ہتھیار ہے، وہ مچھلی نہایت سفید ہے جس پر گہرے سیاہ رنگ کے نقطے ہوتے ہیں اس کے نتھنے اس کی پیٹھ پر اور اس کا منہ پیٹ پر اس کی شرمگاہ عورتوں کی شرمگاہ کی طرح ہوتی ہے انتہی (ت)

---

[1] عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات بحر فارس المقالۃ الثانیۃ مصطفی البابی مصر ص ۸۸

Marfat.com

اگر یہ مچھلی ہو تو اس کو عربی میں کیا کہتے ہیں اور فارسی میں اس کا کیا نام ہے اور ہندی میں اس کا اسم مخصوص کیا ہے، بحوالہ کتاب تحریر فرمائیے۔

(۲) اور جریث کو اہلِ ہند کیا کہتے ہیں، اور وہ کون سی مچھلی ہے اس کی عوارضات مختص بہا کو بوضاحت بیان فرمائیے۔ غایۃ الاوطار میں لکھا ہے کہ جریث کو بعض اہلِ ہند سنگی کہتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے، اگر غلط ہے تو پھر سنگی کیا شے ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہ مچھلی کہ عجائب المخلوقات میں ذکر کی اگر اس کا وجود ہر دو عالم مثالی وخیالی سے باہر ثابت ہو تو ان نوادر سے ہے جو بہ مرورِ دہور کبھی کسی سیاح کی نظر پڑے اور عامۂ ناس ان کے رسم واسم سے آگاہ نہیں، وما یعلم جنود ربّك الّا ھو[1] (اور تمہارے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ت) علامہ قزوینی کو خود اس کا نام معلوم ہوتا تو لکھتے، وہ خود اس کے عجائب دہر سے ہونے کے معترف ہیں، عبارت مذکورہ سوال کے بعد کہا والبحر لاتحصی عجائبہ[2] (سمندر کے عجائبات بے شمار ہیں۔ ت) اسے جریث گمان کرنا صحیح نہیں، جریث ایک کثیر الوجود مچھلی سواحل پر ارزانی سے بکنے والی ہے، محرر المذہب سیدنا امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مبسوط میں روایت فرماتے ہیں:

عن عمرو بن شوذب عن عمرۃ بنت ابی طبیخ قالت خرجت مع ولیدۃ لنا فاشترینا جریثہ بقفیز حنطۃ فوضعناھا فی زنبیل فخرج راسھا من جانب و ذنبھا من جانب فمر بنا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ فقال بکم اخذت قالت فاخبرتہ فقال ما اطیبہ وارخصہ واوسعہ للعیال[3]

یعنی عمرہ بنت ابی طبیخ نے کہا میں اپنی کنیز کے ساتھ جاکر ایک جریث ایک قفیز گیہوں کو خرید کر لائی جو زنبیل میں سمائی، ایک طرف سے سر نکلا رہا ایک طرف سے دُم، اتنے میں مولا علی کرم اللہ وجہہ کا گزر ہُوا، فرمایا: کتنے کو لی؟ میں نے قیمت عرض کی۔ فرمایا: کیا پاکیزہ چیز ہے اور کتنی ارزاں، اور متعلقین پر کتنی وسعت والی۔

ولہذا علامہ قزوینی نے اسے عجائب میں ذکر نہ کیا البتہ جرّی کا نام لیا اور اسے مارماہی سے تفسیر کیا کہ

---

[1] القرآن الکریم ۷۴/۳۱

[2] عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات بحر فارس المقالۃ الثانیۃ فصل فی عجائبہ مصطفی البابی مصر ص ۸۰

[3] المبسوط للامام محمد رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

بزعمِ بعض وہی جریث ہے، اس تقدیر پر خود انھوں نے اس نادر مچھلی اور جریث میں فرق کیا، اُسے عجائب بحرِ فارس اور اِسے عجائب ہند میں لکھا اس کی وسطِ دُم پر کانٹا بتایا تھا اور جرّی کی پیٹھ پہ ایک چیز مثلِ عمود لکھی، اور وہ منخرین وفم وفرج کا ذکر یہاں نہ کیا،

حیث قال منہا ای من عجائب بحر الہند سمکۃ مدورۃ یقال لہا مار ماہی علی ظہرہا شبہ عمود محدد الراس لاتقوم لہا فی البحر سمکۃ الاتضربہا بذلک العمود و تقتلہا[1]

جہاں انھوں نے فرمایا کہ ہندوستان کے سمندر کے عجائبات میں سے ایک گول مچھلی ہے جس کو مارماہی کہا جاتا ہے اس کی پیٹھ پر عمودی شکل محدد سر والا کانٹا ہوتا ہے، سمندر میں جو مچھلی اس کی زد میں آئے اس کو وہ اپنے مدور کانٹے سے ہلاک کردیتی ہے (ت)

اور تحقیق یہ ہے کہ یہ دوسری مچھلی بھی نہ مار ماہی ہے نہ مار ماہی جرّیث مار ماہی گول نہیں بلکہ لمبی بالکل سانپ کی شکل پر ہوتی ہے، عربی میں اسے جِرّی بکسر جیم وتشدید را، اور جَرّی بالفتح اور جِرّیت بتائے فوقانیہ بروزن جرّیث اور صِلّور و سلّور اور اَنقلیس و اَنکلیس بفتح ہمزہ ولام ہر دو اِنقلیس واِنکلیس بکسر ہر دو اور فارسی میں مار ماہی اور ہندی میں بام کہتے ہیں۔ جاحظ نے کہا وہ پانی کا سانپ ہے یعنی صورۃً نہ کہ حقیقۃً، بعض نے کہا وُہ سانپ اور مچھلی کے جوڑے سے پیدا ہے، قزوینی نے اسی پر جزم کیا، اور صحیح یہ کہ یہ بھی بے ثبوت ہے بلکہ وہ سانپ سے جُدا ایک خاص نوعِ ماہی ہے، اہلِ فن نے ان اسمائے مذکورہ اعنی جرّی و صلّور و انقلیس میں بہت اختلاف کیا، بہت نے انھیں مار ماہی کا غیر جانا، کسی نے کہا جرّی بے سنّے کی مچھلی کو کہتے ہیں، کسی نے کہا ایک قسم ماہی ہے جس کے سر و دُم باریک اور پشت چوڑی ہوتی ہے۔ کسی نے کہا انکلیس چھوٹی مچھلی کی شکل پر ایک جانور ہے جس کی دُم کے پاس مینڈک کے پاؤں کے مثل دو پاؤں ہوتے ہیں اور ہاتھ نہیں ہوتے، بصرہ کی نہروں میں پایا جاتا ہے، بعض نے کہا بحرین کی مچھلی ہے، اُس جانور کو شِلق بالکسر یا شَلَق مثلِ کشف کہتے ہیں۔ کسی نے کہا شلق بھی انکلیس اور انکلیس جریث ہے۔ کسی نے کہا انکلیس مار ماہی اور صلّور جریث ہے، بہرحال اس قدر میں شک نہیں کہ مار ماہی ایک معروف مشہور مچھلی مستطیل الخلقۃ مشابہ مار ہے نہ کہ مدوّر۔ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری زیرِ حدیث:

قال ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما طعامہ میتۃ الاماقدرت منہا والجرّی

ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا کہ اس کی خوراک میتہ ہے مگر کچھ بھون لی جاتی ہے اور جرّی

---

[1] عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات بحر الہند فصل فی جزائر ہذا البحر مصطفٰی البابی مصر ص ۸۴

Marfat.com

لاتاکله الیهود و نحن ناکله فرمایا :
الجرّی بکسر الجیم و الرّاء و التحتیة المشددتین و بفتح الجیم، والجریث بمثناة فوقیة بعد التحتیة ضرب من السمك یشبه الحیات و قیل سمك لاقشرله، و قیل نوع عریض الوسط دقیق الطرفین[1]

کو یہودی نہیں کھاتے اور ہم کھاتے ہیں، اور آپ نے فرمایا: جِرّی، جیم اور رار کے کسرہ اور دو مشدد یار اور جیم کے فتح کے ساتھ پڑھا جائے۔ اور جریث، آخر میں ثار سے پہلے یار ہے، اور یہ مچھلی سانپ کی طرح ہوتی ہے۔ اور بعض نے کہا اس پر چھلکا نہیں ہوتا، اور بعض نے بتایا کہ درمیان سے چوڑی اور آگے پیچھے سے باریک ہوتی ہے۔ (ت)

مجمع بحار الانوار میں علامہ زرکشی سے ہے :
الجرّی بکسر جیم و راء مشددة و تشدید یاء ضرب من السمك یشبه الحیات و قیل نوع غلیظ الوسط رقیق الطرفین، و قیل ما لا قشر له[2]

جِرّی جیم اور رار کے کسرہ اور شد کے ساتھ اور آخر میں مشدد یار ہے یعنی مار ماہی جو سانپ کے مشابہ ہوتی ہے، بعض نے کہا درمیان سے موٹی اور آگے پیچھے سے باریک ہوتی ہے، اور بعض نے کہا اس پر چھلکا نہیں ہوتا (ت)

اسی میں ہے :
لا تاکلوا الانکلیس بفتح همزة و کسرها سمك شبیه بالحیات (ای مارماهی) والانقلیس لغة، و کره لرداءة غذائه لا لانه حرام[3]

الانکلیس بفتح ہمزہ یا کسرہ ہے، کو مت کھاؤ، یہ سانپ کی مانند ایک مچھلی ہے یعنی مار ماہی، ایک لغت میں الانقلیس کہا جاتا ہے، اس کو کھانا اس لئے مکروہ ہے کہ اس کی غذا ردی ہے، اس لئے نہیں کہ وہ حرام ہے۔ (ت)

اسی میں ہے :

---

[1] صحیح البخاری کتاب الذبائح والصید والتسمیة باب قول اللہ تعالٰی احل لکم صید البحر قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۲۵/۲
ارشاد الساری شرح صحیح البخاری " " " " دار الکتاب العربی بیروت ۲۶۷/۸
[2] مجمع بحار الانوار باب الجیم مع الراء تحت "الجری" مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورہ ۳۵۰/۱
[3] " " باب الہمزہ مع النون تحت "انکلس" " " " " ۱۲۵/۱

Marfat.com

لا تاکلوا الصلور والانقلیس هما الجری والمارماهی نوعان من السمك كالحیة[1]

صلور اور انقلیس کو نہ کھاؤ، اور ان کا نام جرّی اور مارماہی ہے، یہ دونوں سانپ کے مشابہ مچھلیاں ہیں۔ (ت)

قاموس میں ہے:

الصلور کسنور الجری فارسیته المارماهی[2]

صلور، سنور کے ہم وزن ہے اس کا نام جری، اور فارسی میں مارماہی کہتے ہیں (ت)

تاج العروس میں ہے:

وهو السمك الذی یکون علی هیأة الحیات و منه حدیث عمار رضی الله تعالٰی عنه لا تاکلوا الصلور ولا الانقلیس[3]

یہ سانپ شکل کی مچھلی ہے۔ حضرت عمار رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اسی کے متعلق فرمایا: صلور اور انقلیس کو نہ کھاؤ۔ (ت)

اسی میں ہے:

قال احمد بن الحریش قال النضر الصلور الجریث و الانقلیس مارماهی[4]

احمد بن حریش نے کہا کہ نضر نے کہا کہ صلور وہ جریث ہے اور انقلیس وہ مارماہی ہے (ت)

انھیں دونوں میں ہے:

(الانقلیس) الصلّور الجرّی قال اللیث هی (سمكة كالحیة) وقال غیره الجریث كانكلیس وهو قول ابن الاعرابی[5]

"الانقلیس" صلّور، جرّی ہے۔ لیث نے کہا یہ مارماہی ہے یعنی سانپ کی طرح مچھلی ہے اور ان کے غیر نے کہا "جریث" انکلیس کی طرح ہے اور یہ ابن اعرابی کا قول ہے۔ (ت)

---

[1] مجمع بحار الانوار باب الصاد مع اللام تحت "صلور" مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورۃ ۳/ ۳۴۷
[2] القاموس المحیط فصل الصاد باب الراء تحت "الصلور" مصطفی البابی مصر ۲/ ۷۴
[3] تاج العروس " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۴۰
[4] " " فصل الجیم من باب الثاء تحت "الجریث" " " ۱/ ۶۰۹
[5] " " فصل القاف من باب السین " " " ۴/ ۲۲۱

Marfat.com

حیاۃ الحیوان الکبرٰی میں ہے :

الاَنکلیس بفتح الھمزۃ واللام وکسرھما معاسمك شبیه بالحیات ردئ الغذاء ، و هوالذی یسمی الجری والمارماهی ، وقال الزمخشری قیل انه الشلق وقال ابن سیدہ هوعلی هیأۃ السمك صغیرله رجلان عند ذنبه کرجلی الصفدع ولایدان له ، یکون فی انهار البصرۃ ، ولیس لفظه عربیا[1] اھ ملخصًا۔

"اَنکلیس" ہمزہ اور لام پر فتح اور کسرہ بھی ، یہ سانپ شکل کی مچھلی ہے جس کی غذا ردی ہے' اس کا نام جرّی اور مار ماہی ہے ۔ زمخشری نے کہا کہ بعض نے شلق کہا ہے ، ابن سیدہ نے کہا یہ عام مچھلی کی طرح ہوتی ہے اور ضفدع (مینڈک) کے پاؤں کی طرح اس کی دم کے نیچے دو پاؤں ہوتے ہیں اور اس کے اگلے پاؤں نہیں ہوتے ، بصرہ کے دریاؤں میں پائی جاتی ہے اور عربی میں اس کا نام نہیں ہے اھ ملخصًا (ت)

قاموس و تاج میں ہے :

(الشِلق بالکسر اوککتف سمکة صغیرۃ) او علی خلقة السمکة لها رجلان عند الذنب کرجلی الضفدع لایدان لها ، تکون فی انهار البصرۃ ، وقیل هی من سمك البحرین ولیست بعربیة (او) هی (الانکلیس) من السمك وهوالجری والجریث عن ابن الاعرابی[2]

شِلق کسرہ کے ساتھ 'یا کتِف' کے وزن پر ہے ، یہ چھوٹی مچھلی ہے یا مچھلی کے مشابہ مخلوق ہے ، اس کی دُم کے نیچے مینڈک کے پاؤں کی طرح پاؤں ہوتے ہیں اور اس کے اگلے پاؤں نہیں ہوتے ، اور یہ بصرہ کے دریاؤں میں پائی جاتی ہے ، بعض نے کہا کہ یہ بحری مچھلی ہے' اور عربی میں اس کا نام نہیں ہے ، یا یہ انکلیس ہے جو مچھلی کی قسم ہے ، اور اس کو جرّی کہتے ہیں اور جریث بھی ، یہ ابن اعرابی سے منقول ہے ۔ (ت)

عجائب قزوینی بیان حیوانات بحر میں ہے :

جری هوالذی یقال له مارماهی متولد — جرّی جس کو مار ماہی کہتے ہیں یہ نسل مچھلی اور سانپ

---

[1] حیاۃ الحیوان باب الھمزۃ الانکلیس مصطفی البابی مصر ۱/۶۴

[2] القاموس المحیط فصل الشین من باب القاف " " " ۳/۲۵۹

تاج العروس " " " " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/۳۹۹

Marfat.com

من الحية والسمك، قال الجاحظ انه یاکل الجردان[1]

سے پیدا ہوئی ہے۔ جاحظ نے کہا ہے کہ یہ جردان کھاتی ہے۔ (ت)

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے:

ما قیل ان المارماهی متولد من الحیة لیس بواقع بل هو جنس شبیه بها صورة[2]۔

جو یہ بتایا گیا کہ مارماہی کی نسل سانپ اور مچھلی سے پیدا ہے، ایسا واقع نہیں ہے بلکہ وہ مچھلی کی جنس ہے جو صورت میں سانپ کے مشابہ ہے۔ (ت)

جس طرح ان اسامی میں اختلافات ہوئے یونہی ایک جماعت نے جریث بھی مارماہی کا نام جانا، اور اُسے وہی مچھلی مشابہ مارمانا۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے:

الجری قال عیاض هو من السمك ما لا قشر له وقال ابن التین ویقال له ایضا الجریث وقال الازهری الجریث نوع من السمك یشبه الحیات ویقال له ایضا المارماهی، والسلور وقیل سمك عریض الوسط دقیق الطرفین[3] اھ مختصرًا۔

جرّی کے متعلق عیاض نے کہا وہ مچھلی ہے جس پر چھلکا نہیں ہے۔ اور ابن تین نے کہا اس کو جریث بھی کہتے ہیں۔ اور ازھری نے کہا جریث مچھلی قسم ہے جو سانپ کے مشابہ ہے اس کو مارماہی بھی کہتے ہیں اور سلّور بھی۔ بعض نے کہا یہ درمیان سے چوڑی اور آگے پیچھے سے باریک ہوتی ہے اھ مختصراً۔ (ت)

مجمع البحار میں ہے:

الجری قیل هو الجریث المارماهی[4] اھ ملخصًا۔

جرّی کے متعلق کہا گیا کہ جریث مارماہی ہے اھ ملخصاً (ت)

اسی میں نہایہ سے ہے:

فی ح علی رضی اللہ تعالٰی عنه انه قال

ح میں لکھا کہ علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ

---

[1] عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات المقالۃ الثانیۃ القول فی حیوان الماء مصطفی البابی مصر ص ۹۷

[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کتاب الذبائح فصل فیما یحل اکلہ ولا یحل داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۱۴

[3] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری باب قول اللہ تعالٰی احل لکم صید البحر ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۱/ ۱۰۵

[4] مجمع بحار الانوار باب الجیم مع الراء تحت "الجری" مکتبۃ دار الایمان المدینۃ المنورۃ ۱/ ۳۵۰

Marfat.com

الجریث ھو نوع من السمك یشبه الحیات ای المارماهی[1]

جریث مچھلی کی قسم جو سانپ کے مشابہ ہے، یعنی مارماہی۔ (ت)

تاج العروس میں ہے:

(الجریث کسکیت سمك) معروف ویقال له الجرّی وھو نوع من السمك یشبه الحیات، ویقال له بالفارسیة المار ماھی[2] اھ ملتقطا۔

جریث بروزن سکیت معروف مچھلی ہے، اس کو جرّی کہا جاتا ہے اور مچھلی کی قسم سانپ کے مشابہ ہے اس کو فارسی میں مار ماہی کہتے ہیں اھ ملتقطا۔ (ت)

حیاۃ الحیوان میں ہے:

الجریث ھو ھذا السمك الذی یشبه الثعبان وجمعه جراثی ویقال له ایضا الجرّی بالکسر والتشدید وھو نوع من السمك یشبه الحیة، ویسمی بالفارسیة مارماھی، وقد تقدم فی الھمزة انه الانکلیس، قال الجاحظ انه یاکل الجردان وھو حیة الماء وحکمه الحل[3] اھ باختصار۔

جریث یہ مچھلی ہے جو سانپ کے مشابہ ہے، اس کی جمع جراثی ہے، اس کو جرّی بھی کہتے ہیں کسرہ اور شد کے ساتھ، وہ مچھلی ہے جو سانپ کے مشابہ ہے، اس کو فارسی میں مار ماہی کہتے ہیں، اور ہمزہ کی بحث میں گزرا کہ یہ انکلیس ہے، جاحظ نے کہا یہ جرذان کھاتی ہے اور یہ پانی کا سانپ ہے اس کا یہ حکم ہے کہ وہ حلال ہے اھ باختصار (ت)

مگر فقہائے کرام جسے جریث کہتے ہیں وہ یقیناً مار ماہی کے سوا دوسری مچھلی ہے کہ متون و شروح و فتاوٰی میں تصریحاً دونوں کا نام جدا جدا ذکر فرمایا، لاجرم مُغرِب میں کہا: ھو غیر المارماھی[4] (وہ مارماہی کا غیر ہے۔ ت)، علامہ ابن کمال پاشا اصلاح و ایضاح میں فرماتے ہیں:

(والجریث والمارماھی) الجریث نوع من السمك غیر المارماھی ذکرہ فی المُغرِب، وانما افردھما بالذکر لمکان الخفاء فی کونھما

(جریث اور مار ماہی) جریث مچھلی کی قسم ہے جو مارماہی کا غیر ہے، یہ مُغرِب میں مذکور ہے، ان دونوں کو علیحدہ اس لئے ذکر کیا کہ ان کے مچھلی ہونے میں خفا ہے

---

[1] مجمع بحار الانوار باب الجیم مع الراء تحت "جرث" مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورۃ ۱/ ۳۳۸-۳۳۹
[2] تاج العروس فصل جیم من باب الثاء تحت "الجریث" دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۰۹
[3] حیاۃ الحیوان باب الجیم الجریث مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۷۴
[4] المُغرِب

Marfat.com

من جنس السمك، ولمکان الخلاف فیھما لمحمد، ذکرہ صاحب المُغرَب[1]۔

نیزان کے حکم میں امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا اختلاف ہے، اس کو صاحبِ مُغرَب نے بیان کیا ہے (ت)

حاشیۃ الکمثری علی الانوار میں ہے:

الجریث نوع من السمك غیر مار ماھی[2]۔

جریث مچھلی کی قسم ہے جو مارماہی کا غیر ہے (ت)

یہ ایک سیاہ رنگ گول مچھلی ڈھال کی مانند ہے اسے فارسی میں ماہی کول کہتے ہیں۔ درمختار میں ہے:

(الجریث) سمك اسود (والمارماھی) سمك فی صورۃ الحیۃ وافردھا بالذکر للخفاء، وخلاف محمد[3]۔

(جریث) سیاہ رنگ کی مچھلی ہے (مارماہی) یہ سانپ شکل کی مچھلی ہے، ان دونوں کو علیحدہ اس لئے ذکر کیا ہے ان کے مچھلی ہونے میں خفاء ہے، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کا اس میں اختلاف بھی ہے (ت)

عمدۃ القاری میں بعد عبارت مذکورہ ونقل اقوال مسطورہ ہے: قلت الجریث سمك اسود[4] (میں کہتا ہوں "جریث" سیاہ رنگ مچھلی ہے۔ ت)، فتح اللہ المعین حاشیۃ الکنز للعلامۃ الازہری میں ہے:

الجریث سمکۃ سوداء قالہ العینی وقال الوافی الجِرّیث بکسر الجیم والراء وتشدیدھا نوع من السمك مدوّر کالترس[5]۔

جریث سیاہ رنگ مچھلی ہے، یہ علامہ عینی نے فرمایا ہے، جبکہ وافی نے کہا کہ جریث را اور جیم کے کسرہ اور شد کے ساتھ، مچھلی کی قسم ہے جو ڈھال کی طرح گول ہوتی ہے۔ (ت)

اسی طرح طحطاوی وشامی وغیرہما میں ہے۔

عازیبہ لابی السعود وزل قلم العلامۃ ط فجعلہ عنہ عن العینی وانما ذلك صدر الکلام فقط، اما الاخیر

انھوں نے اس کو ابوسعود کی طرف منسوب کیا ہے جبکہ علامہ طحطاوی کا قلم پھسلا ہے تو انھوں نے اس کو ابوسعود سے علامہ عینی سے منقول بتایا ہے، یہ

---

[1] اصلاح وایضاح علامہ ابن کمال باشا

[2] حاشیۃ الکمثری علی انوار الاعمال

[3] درمختار کتاب الذبائح مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۲۹

[4] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری باب قول اللہ تعالٰی احل لکم صید البحر ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۱/ ۱۰۵

[5] فتح المعین کتاب الذبائح فصل فیما یحل وفیما لایحل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۳۷۴

Marfat.com

فعن الوافی کما اسمعناك نصہ۔

ابتداء کلام میں ہے اور آخر میں وافی سے منقول بتایا جس کو ہم نے ذکر کر دیا ہے (ت)

ذخیرۃ العقبٰی میں ہے: یقال لہ بالفارسیۃ ماھی کول[1] (اسے فارسی میں ماہی کول کہا جاتا ہے۔ ت)

سگی میری زبان کا لفظ نہیں، غایۃ الاوطار والے دونوں مترجم دہقانی تھے، دیہاتیوں کی زبان دیہاتی جانیں۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۶۸: از بریلی مرسلہ نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب ۲ رمضان مبارک ۱۳۱۰ھ

ماقولکم غفر اللہ لکم فی ھذہ المسئلۃ افیدونا یرحمکم اللہ خوردن ماہی بسیار کوچک بحاشیۂ مالابدمنہ مکروہِ تحریمی نوشتہ است؟

اس مسئلہ میں آپ کا کیا ارشاد ہے ہمیں مطلع فرمائیں اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے کہ مالابدمنہ میں نہایت چھوٹی مچھلی کو کھانا مکروہ تحریمی لکھا ہے؟

الجواب

ماہی ریزہ کہ شایان شق جوف نباشد و ہمچناں شکم چاک ناکردہ بریاں کنندش، نزد امام شافعی حرام ست و نزد سائر ائمہ حلال رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کما نص علیہ فی معراج الدرایۃ، ثم رد المحتار، ونصہ لو وجدت سمکۃ فی حوصلۃ طائر تؤکل، وعند الشافعی لا تؤکل لانہ کالرجیع ورجیع الطائر عندہ نجس، وقلنا انما یعتبر رجیعا اذا تغیر، وفی السمك الصغار التی التی تقلی من غیر ان یشق جوفہ، فقال اصحابہ لایحل اکلہ، لان رجیعہ

باریک ریزہ کی طرح مچھلی جس کا پیٹ چاک نہیں ہوسکتا اور یوں بے چاک بھون کر کھائی جاتی ہے یہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک حرام ہے اور باقی ائمہ کرام کے نزدیک حلال ہے (رحمہم اللہ تعالٰی) جیسا کہ معراج الدرایہ میں تصریح ہے، اور پھر ردالمحتار میں یوں فرمایا کہ اگر پرندے کے گھونسلہ میں مچھلی پائی جائے تو وہ کھائی جائے، اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کے ہاں کھانا جائز نہیں کیونکہ وہ پرندہ کی بیٹھ کی طرح ہے جبکہ ان کے ہاں پرندے کی بیٹھ نجس ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ بیٹھ تب ہوسکتی ہے جب اس کا رنگ متغیر ہو، اور امام شافعی کے اصحاب چھوٹی مچھلی جس کو چاک کئے بغیر بھون لیا جاتا ہے، کے متعلق فرماتے ہیں اس کا کھانا حلال نہیں ہے کیونکہ اس کی بیٹھ نجس ہے، اور باقی

---

[1] ذخیرۃ العقبٰی کتاب الذبائح نولکشور کانپور ۴/ ۵۹۲

Marfat.com

نجس وعند سائر الائمۃ یحل[1] اھ آرے درجواہر الاخلاطی دیدم کہ بکراہت تحریم تصریح ، وہمیں را تصحیح کردہ است ، حیث قال السمك الصغار کلہا مکروھۃ کراھۃ التحریم ھو الاصح[2] ، پس اسلم اجتناب ست ۔ واللہ تعالٰی اعلم

تمام ائمہ کرام کے نزدیک حلال ہے اھ ، ہاں میں نے جواہر الاخلاطی میں دیکھا ہے انھوں نے اس کے مکروہ تحریمہ ہونے میں تصریح کی ہے اور اسی کی تصحیح کی ہے جہاں انھوں نے فرمایا کہ چھوٹی مچھلیاں تمام مکروہ تحریمہ ہیں اور یہی صحیح ہے ، پس اجتناب بہتر ہے ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۶۹ مرسلہ محمد علی اکبر گوڑا سال سوم ڈھاکہ تاریخ ۱۴ رجمادی الاول ۱۳۳۲ھ

کہ سوکھی مچھلی (جو دیار بنگالہ میں معروف ومشہور ہے) کھانا جائز ہے یا نہیں ؟ اور بر تقدیر حلال ہونے کے اگر کوئی حرام کہے تو اس کے واسطے کیا حکم ہے ؟

الجواب

مچھلی تر ہو یا خشک ، مطلقاً حلال ہے ،

قال تعالٰی و احل لکم صید البحر[3] اللہ تعالٰی نے فرمایا : حلال کیا گیا تمھارے لئے بحری شکار کو ۔ (ت)

سوائے طافی کے جو خود بخود بغیر کسی سبب ظاہر کے دریا میں مرکر اتر آتی ہے ۔ عالمگیریہ میں ہے :

السمك یحل اکلہ الا ما طفا منہ[4] مچھلی کھانا حلال ہے ماسوائے پانی پر تیرنے والی مرکر ۔ (ت)

خشک مچھلی کا کسی نے استثناء نہ کیا ، اگر حرام کہنے والا جاہل ہے اسے سمجھایا جائے ، اور ذی علم ہے تو اس پر حلال خدا کے حرام کہنے کا الزام عائد ہے اسے تجدید اسلام و تجدید نکاح چاہئے ، ہاں اگر وہاں سوکھی مچھلی ماہی دریا کے سوا کسی خشکی کے جانور کا نام ہے ، جیسے ریگ ماہی ، تو اس کا حال معلوم ہونا چاہئے ، اگر ریگ ماہی کی طرح حشرات الارض سے ہے تو ضرور حرام ہے ۔ عالمگیریہ میں ہے :

جمیع الحشرات وھوام الارض لاخلاف حشرات الارض مٹی سے پیدا شدہ ہیں ان چیزوں کے

---

[1] رد المحتار کتاب الذبائح دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۹۶

[2] جواہر الاخلاطی " قلمی نسخہ ص ۲۸۷

[3] القرآن الکریم ۵/ ۹۶

[4] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الذبائح الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۲۸۹

Marfat.com

فی حرمۃ ھٰذہ الاشیاء[1] واللہ تعالٰی اعلم — حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۷۰: مسئولہ مولوی غلام گیلانی صاحب شمس آباد ضلع کیمبل پور ۲۵ شعبان ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض ملکوں میں مچھلی خشک اور گوشت خشک کھایا جاتا ہے، قبل پکانے کے تو اس میں سخت بدبو ہوتی ہے مگر بعد پکنے کے بھی بدبو باقی رہتی ہے، کیا اُس کا کھانا جائز ہے یا ناجائز؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

فی الواقع ایسی سخت بدبودار چیز علاوہ اس کے کہ نفاست طبع کے خلاف ہے، نظافت دین سے بھی جدا ہے، وبنی الدین علی النظافۃ (دین کی بنیاد نظافت پر ہے۔ ت)، مسموع ہوا کہ اس کے مستعملین کے بدن و دہن میں اس کی بُو بس جاتی ہے، یہ علاوہ کراہت اکل کے اور بلائے شدید اور ملائکہ کو ایذا ہے، قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان الملٰئکۃ تتاذی لما یتاذی بہ بنوادم[2] — حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، جس سے بنی آدم اذیت پائیں اس سے فرشتے بھی اذیت پاتے ہیں (ت)

اور ایسی حالت میں اُن کو قرآن مجید پڑھنا منع ہے، حدیث میں ہے:

طیبوا افواھکم فانھا طرق القراٰن[3] — اپنے منہ صاف رکھو کیونکہ یہ قرآن کا راستہ ہیں۔ (ت)

بلکہ جو بدبو پر مشتمل ہو اسے مسجد میں جانا حرام ہے، اور جماعت میں شامل ہونا ممنوع ہے، اور جبکہ اس سے ضرر غالب متحقق ہو، تو حرمت میں کیا شبہہ ہے، فان المضار کلھا حرام (سب ضرر رساں چیزیں حرام ہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۱: مرسلہ از چاندپور ضلع بجنور محلہ پتیاپاڑہ مکان محمد حسین خاں زمیندار

مچھلی بے ذبح کیوں جائز ہے؟

الجواب

خون مفسوح ناپاک ہے وہ بدن میں رہے اور جانور مرجائے تو تمام گوشت پوست نجس و حرام ہوجاتا ہے

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الذبائح الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۲۸۹

[2] صحیح مسلم کتاب المساجد باب نہی من اکل ثوما او بصلا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۰۹

[3] کنز العمال حدیث ۲۷۵۲ و ۲۷۵۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۶۰۳

Marfat.com

ذبح سے مقصود اس کا جُدا کرنا ہے، و لہذا حدیث صحیح میں ارشاد ہُوا:

ما انھر الدم وذکر اسم اللہ علیہ فکلوا[1]، الحدیث، رواہ الستۃ عن رافع بن خدیج عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

جس کا خون بہا دیا گیا اور اس پر اللہ تعالٰی کا نام ذکر کیا گیا تو اسے کھاؤ، الحدیث، اس کو صحاح ستہ کے ائمہ نے روایت کیا رافع بن خدیج سے انھوں نے نبی پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے۔ (ت)

اور فرمایا:

انھر الدم بما شئت واذکر اسم اللہ[2] رواہ احمد والنسائی وابوداؤد وابن ماجۃ وابن حبان والحاکم عن عدی بن حاتم رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

خون بہا دے جس سے تُو چاہے اور اللہ تعالٰی کا نام ذکر کر۔ اس کو احمد، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے عدی بن حاتم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انھوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے۔ (ت)

اور وارد ہوا:

کل ما فری الاوداج[3]، الحدیث، رواہ ابن ابی شیبۃ عن رافع بن خدیج والطبرانی فی الکبیر عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

جو چیز اوداج کو کاٹ دے، الحدیث، اس کو ابن ابی شیبہ نے حضرت رافع بن خدیج سے، اور طبرانی نے کبیر میں ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا (ت)

مچھلی اور ٹڈی میں خون ہوتا ہی نہیں کہ اس کے اخراج کی حاجت ہو، غیر دموی جانوروں میں ہمارے یہاں صرف یہی دو حلال ہیں، لہذا صرف یہی بے ذبح کھائے جاتے ہیں۔ شافعیہ وغیرہم کے نزدیک کہ اور دریائی جانور بھی کُل یا بعض حلال ہیں وہ انھیں بھی بے ذبح جائز جانتے ہیں کہ دریا کے کسی جانور میں خون نہیں ہوتا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الذبائح قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۲۷ و ۸۳۱ و ۸۳۲
صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب جواز الذبح بکل ما انھر الدم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۵۶

[2] سنن النسائی کتاب الضحایا اباحۃ الذبح بالعود نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۲۰۵
مسند احمد بن حنبل حدیث عدی بن حاتم المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۲۵۸

[3] المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الصید من قال اذا انھر الدم الخ ادارۃ القرآن کراچی ۵/ ۳۸۹

Marfat.com

مسئلہ ۱۷۲: شمس الہدیٰ طالب علم مدرسہ منظر الاسلام، بریلی محلہ سوداگراں ۱۲ صفر ۱۳۳۹ھ

حضور پر نور کا اس مسئلہ میں کیا ارشاد ہے کہ مچھلی کو اس کی آنت وغیرہ کے کھانا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب

مکروہ ہے، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۳: مسئولہ شوکت علی صاحب ۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ (علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ ت) کہ کھانا جھینگا کا درست ہے یا نہیں؟ مکروہ ہے یا حرام؟

الجواب

حمادیہ میں علماء کے دونوں قول نقل کئے ہیں کہ بعض حرام کہتے ہیں اور بعض حلال،

حیث قال الدود الذی یقال لہ جھینکہ عند بعض العلماء لانہ لایشبہ السمك، و انما یباح عندنا من صید البحر انواع السمك وھذا لایکون کذلك، وقال بعضھم حلال لانہ یسمی باسم السمك[1]

جہاں انھوں نے کہا کہ وہ کیڑا جسے جھینگا کہا جاتا ہے بعض کے نزدیک حرام ہے کیونکہ وہ مچھلی کے مشابہ نہیں ہے، جبکہ ہمارے نزدیک سمندری شکار میں مچھلی کی اقسام ہی مباح ہیں، اور جھینگا ان میں سے نہیں ہے، اور بعض نے کہا یہ حلال ہے کیونکہ اس کا نام مچھلی ہے۔ (ت)

اقول عبارتِ حمادیہ سے ظاہر یہی ہے کہ ان کے نزدیک قولِ حرمت ہی مختار ہے کہ اسی کو تقدیم دی والتقدیم اٰیۃ التقدیم (مقدم کرنا مقدم بنانے کی علامت ہے۔ ت) اور جھینگے کو دُود یعنی کیڑا کہا، اور کیڑے حرام ہیں، اور اہل حلت کی طرف سے دلیل میں یہ نہ کہا کہ وہ مچھلی ہے بلکہ یہ کہ اس پر مچھلی کا نام بولا جاتا ہے، تحقیق مقام یہ ہے کہ ہمارے مذہب میں مچھلی کے سوا تمام دریائی جانور مطلقاً حرام ہیں، تو جن کے خیال میں جھینگا مچھلی کی قسم سے نہیں ان کے نزدیک حرام ہوا ہی چاہئے، مگر فقیر نے کتب لغت وکتب طب وکتب علم حیوان میں بالاتفاق اسی کی تصریح دیکھی کہ وہ مچھلی ہے، قاموس میں ہے:

الاربیان بالکسر سمك کالدود[2]

اِربیان کسرہ کے ساتھ، کیڑے کی طرح مچھلی ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی حمادیۃ کتاب الصید والذبائح قلمی نسخہ ص ۵۶۷ و ۳۳۲

[2] القاموس المحیط باب الواو فصل الراء مصطفی البابی مصر ۴/ ۳۳۴

Marfat.com

صحاح و تاج العروس میں ہے :

الاربیان بیض من السمك کالدود یکون بالبصرۃ۔[1]

اِربیان سفید مچھلی ہے کیڑے کی مانند، بصرہ میں ہوتی ہے۔ (ت)

صراح میں ہے :

اربیان نوعے از ماہی ست[2] (جھینگا مچھلی کی ایک قسم ہے۔ ت)

منتہی الارب میں ہے :

نوعے از ماہی ست کہ آنرا بہندی جھینگا میگویند۔[3]

مچھلی کی ایک قسم ہے اسے ہندی میں جھینگا کہتے ہیں۔ (ت)

مخزن میں ہے :

روبیان اور اربیان نیز آمدہ بفارسی ماہی روبیان نامند۔[4]

روبیان اور اِربیان بھی آیا ہے، فارسی میں اس مچھلی کو روبیان کہتے ہیں۔ (ت)

اسی طرح تحفہ میں ہے۔ تذکرہ داؤد انطاکی میں ہے :

روبیان اسم لضرب من السمك یکثر ببحر العراق والقلزم احمر کثیرا الارجل نحو السرطان لکنه اکثر لحما۔[5]

روبیان مچھلی کی قسم ہے، بحر عراق اور بحر قلزم میں بکثرت پائی جاتی ہے، یہ سرخ رنگ اور کثیر پاؤں والے کیکڑے کی طرح ہوتی ہے، لیکن وہ گوشت میں زیادہ ہے۔ (ت)

حیاۃ الحیوان الکبرٰی میں ہے :

الروبیان ھو سمك صغیر جدا احمر۔[6]

روبیان بہت چھوٹی مچھلی سرخ رنگ ہوتی ہے۔ (ت)

---

[1] تاج العروس باب الواؤ والیاء فصل الراء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۰/ ۱۴۳

[2] الصراح فی لغۃ الصحاح " " نولکشور لکھنؤ ص ۵۴۴

[3] منتہی الارب باب الراء فصل الباء مطبع اسلامیہ لاہور ۲/ ۹۲

[4] مخزن الادویۃ فصل الراء مع الواؤ نولکشور کانپور ص ۳۱۳

[5] تذکرۃ اولی الالباب لداؤد انطاکی الباب الثالث حرف الراء مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۶۱

[6] حیاۃ الحیوان باب الراء المہملۃ تحت الروبیانۃ " ۱/ ۵۲۸

Marfat.com

جامع ابن بیطار میں ہے :

روبیان سمك بحری تسمیه اهل مصر الفرندس ، واهل الاندلس یعرفونه بالقمرون [1]

روبیان سمندری مچھلی ہے، مصر والے لوگ اسے فرندس اور اہلِ اندلس اسے قمرون کے نام سے جانتے ہیں (ت)

انوارالاسرار میں ہے :

الروبیان سمك صغار جدا احمر [2]

روبیان بہت چھوٹی مچھلی سرخ رنگ ہوتی ہے (ت)

تو اس تقدیر پر حسبِ اطلاق متون وتصریح معراج الدرایہ مطلقاً حلال ہونا چاہئے کہ متون میں جمیع انواع سمک حلال ہونے کی تصریح ہے،

والطافی لیس نوعا براسه ، بل وصف یعتری کل نوع ۔

طافی کوئی قسم نہیں ہے بلکہ یہ ایک وصف ہے جو ہر قسم کو لاحق ہوسکتا ہے (ت)

اور معراج میں صاف فرمایا کہ ایسی چھوٹی مچھلیاں جن کا پیٹ چاک نہیں کیا جاتا اور بے آلائش نکالے بھون لیتے ہیں، امام شافعی کے سوا سب ائمہ کے نزدیک حلال ہیں، ردالمحتار میں ہے :

وفی معراج الدرایة ولو وجدت سمکة فی حوصلة طائرتوکل، وعند الشافعی لا توکل لانه کالرجیع ورجیع الطائر عنده نجس، وقلنا انما یعتبر رجیعا اذا تغیر وفی السمك الصغار التی تقلی من غیران یشق جوفه فقال اصحابه لایحل اکله لان رجیعه نجس وعند سائرالائمة یحل [3]

اور معراج الدرایہ میں ہے اگر پرندے کے گھونسلے میں مچھلی پائی جائے کھائی جائے، اور امام شافعی کے نزدیک نہ کھائی جائے کیونکہ پرندے کی بیٹھ کی طرح ہے اور ان کے ہاں پرندے کی بیٹھ نجس ہے، اور ہم کہتے ہیں بیٹھ تب بنے گی جب متغیر ہوجائے گی' اور چھوٹی مچھلی جس کو بغیر چاک کئے بھون لیا جاتا ہے شافعی حضرات فرماتے ہیں حلال نہیں ہے کیونکہ اسکی بیٹھ نجس ہے، اور باقی ائمہ حلال کہتے ہیں۔ (ت)

مگر فقیر نے جواہر الاخلاطی میں تصریح دیکھی کہ ایسی چھوٹی مچھلیاں سب مکروہ تحریمی ہیں اور یہ کہ یہی صحیح ہے'

---

[1] الجامع المفردات الادویة والاغذیة حرف الراء تحت روبیان دار الکتب العلمیة بیروت ۲/ ۴۴۵

[2] انوار الاسرار

[3] ردالمحتار کتاب الذبائح دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۹۶

Marfat.com

حیث قال السمك الصغار کلھا مکروھۃ کراھۃ التحریم ھو الاصح[1]

جہاں کہا کہ چھوٹی تمام مچھلیاں مکروہ تحریمہ ہیں، یہی صحیح ہے۔ (ت)

جھینگے کی صورت تمام مچھلیوں سے بالکل جُدا، اور گنگچے وغیرہ کیڑوں سے بہت مشابہ ہے، اور لفظ ماہی غیر جنس سمک پر بھی بولا جاتا ہے جیسے ماہی سقنقور، حالانکہ وہ ناکے کا بچہ ہے کہ سواحل نیل پر خشکی میں پیدا ہوتا ہے، اور ریگ ماہی کہ قطعاً حشرات الارض، اور ہمارے ائمہ سے حلت روبیان میں کوئی نص معلوم نہیں، اور مچھلی بھی ہے تو یہاں کے جھینگے ایسے ہی چھوٹے ہیں جن پر جواہر اخلاطی کی وہ تصحیح وارد ہوگی، بہرحال ایسے شبہہ و اختلاف سے بے ضرورت بچنا ہی چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۴ تا ۱۷۶ از بریلی مرسلہ نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب ۲ رمضان مبارک ۱۳۱۰ھ

ماقولکم غفر اللہ لکم ھذہ المسائل افیدونا یرحمکم اللہ تعالٰی:

ان مسائل میں آپ کا کیا حکم ہے ہمیں بتاؤ، اللہ تعالٰی تم پر رحم فرمائے:

(۱) جھینگا خوردن چہ حکم دارد؟

(۱) جھینگا کھانا کیا حکم رکھتا ہے؟

(۲) پوست بیضہ خوردن؟

(۲) انڈے کا چھلکا کھانا؟

(۳) نسج عنکبوت خوردن؟

(۳) مکڑے کا جالا کھانا؟

الجواب

(۱) مختلف فیہ است، ہر کہ از جنس ماہی دانستہ حلال گفتہ فان السمك بجمیع انواعہ حلال عندنا، ہر کہ غیر او گمان بُردہ بحرمت رفتہ اذ کل مائی ماخلا السمك حرام عندنا، اسلم درہمچوں مسائل اجتناب است الحمدللہ فقیر و اہل بیت فقیر عمرہا ست کہ نخوردہ ایم و نہ ہرگز ارادہ خوردنش داریم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۱) مختلف فیہ ہے، جو حضرات اس کو مچھلی کی قسم کہتے ہیں حلال کہتے ہیں، کیونکہ مچھلی کی تمام اقسام ہمارے نزدیک حلال ہیں، اور جو حضرات اس کو غیر مچھلی کہتے ہیں وہ حرام مانتے ہیں کیونکہ مچھلی کے ماسوا تمام آبی جانور ہمارے نزدیک حرام ہیں، ایسے مسائل میں اجتناب بہتر ہے، الحمدللہ اس فقیر اور اس کے گھر والوں نے عمر بھر نہ کھایا اور نہ اسے کھائیں گے، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) پوست بیضہ جزو اوست پس در حلت و

(۲) انڈے کا چھلکا انڈے کے حکم میں ہے کیونکہ

---

[1] جواہر الاخلاطی کتاب الذبائح قلمی نسخہ ص ۲۲۹، ۲۸۰

Marfat.com

حرمت بحکم اوست ہمچوں جلد حیوان، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) تصریح ایں جزئیہ ایدوں بخیال نیست کہ اینجا کتب حاضر دارم اما ظاہر ممانعت است ہمچوں خانہ زنبور کما نص علیہ فی الھندیۃ[1] عن الملتقط عن الامام خلف بن ایوب رحمہ اللہ تعالیٰ زیراکہ نسجش متولد از لعاب اوست۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اس کا جزء ہے جیسا کہ حیوان کی کھال۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) مکڑے کے جالے کا حکم خیال میں نہیں ہے اور نہ ہی یہاں میری کتب ہیں لیکن ظاہری طور پر ممنوع ہے جس طرح زنبور کا گھر ممنوع ہے جیسا کہ ہندیہ میں ملتقط سے اور وہاں امام خلف بن ایوب رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کیونکہ جالا مکڑے کے لعاب سے بنتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۷۷ از موضع ڈرہال ضلع مراد آباد مرسلہ شیخ محمد اسمٰعیل صاحب ۲۱ شوال ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ ملائم ہڈی کو چبا لیتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور ایک ہڈی ملائم گائے کے شانہ میں ہوتی ہے جس کو چپنی کہتے ہیں اور اسے گوشت کے ساتھ کھا لیتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جانور حلال مذبوح کی ہڈی کسی قسم کی منع نہیں جب تک اس کے کھانے میں مضرت نہ ہو، اگر ہو تو ضرر کی وجہ سے ممانعت ہوگی، نہ اس لئے کہ ہڈی خود ممنوع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الذبائح الباب الثانی نورانی کتب خانہ کراچی ۵/۲۹۰

Marfat.com

کتاب الصّید

(شکار کا بیان)

مسئلہ ۱۷۸ ۱۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

ماقولکم (آپ کا کیا فرمان ہے) اندریں مسئلہ کہ ایک شخص روز شکار بندوق کا شوقیہ کھیلتا ہے، پس بحکم شرع شریف کے کس قدر شکار کھیلنا جائز ہے اور کس وقت میں؟ اور وُہ شکاری ہر روز شکار کھیلنے سے گنہگار ہوتا ہے یا نہیں؟ دریں امور چہ حکم دارد۔ بیّنوا مفصّلا توجروا کثیرا۔

الجواب

شکار کہ محض شوقیہ لبغرضِ تفریح ہو، جیسے ایک قسم کا کھیل سمجھا جاتا ہے و لہذا شکار کھیلنا کہتے ہیں، بندوق کا ہو خواہ مچھلی کا، روزانہ ہو خواہ گاہ گاہ، مطلقاً باتفاق حرام ہے، حلال وہ ہے جو بغرض کھانے یا دوا یا کسی اور نفع یا کسی ضرر کے دفع کو ہو آج کل کے بڑے بڑے شکاری جو اتنی ناک والے ہیں کہ بازار سے اپنی خاص ضرورت کے کھانے یا پہننے کی چیز لانے کو جانا اپنی کسرِ شان سمجھیں، یا نرم ایسے کہ دس قدم دھوپ میں چل کر مسجد میں نماز کے لئے حاضر ہونا مصیبت جانیں، وہ گرم دوپہر، گرم لُو میں گرم ریت پر چلنا اور ٹھہرنا، اور گرم ہوا کے تھپیڑے کھانا گوارا کرتے اور دو دو پہر بلکہ دو دو دن شکار کے لئے گھر بار چھوڑے پڑے رہتے ہیں کیا یہ کھانے کی غرض سے جاتے ہیں، حاشا وکلّا بلکہ وہی لہو ولعب ہے اور بالاتفاق حرام، ایک بڑی پہچان یہ ہے کہ ان شکاریوں سے اگر کہئے مثلاً مچھلی بازار میں ملے گی وہاں سے لے لیجئے ہرگز قبول نہ کرسکیں گے، یا کہئے کہ اپنے

Marfat.com

پاس سے لاتے دیتے ہیں، کبھی نہ مانیں گے بلکہ شکار کے بعد خود اس کے کھانے سے بھی چنداں غرض نہیں رکھتے بانٹ دیتے ہیں، تو یہ جانا یقیناً وہی تفریح وحرام ہے، درمختار میں ہے:

الصید مباح الا للتلھی کما ھو ظاھر[1] شکار مباح ہے مگر لعب کے طور پر مباح نہیں۔ (ت)

اسی طرح اشباہ وبزازیہ ومجمع الفتاوی وغنیہ ذوی الاحکام وتاتارخانیہ وردالمحتار وغیرہا عامہ اسفار میں ہے، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۹: معرفت مولوی امام بخش صاحب طالب علم مدرسہ منظر الاسلام، مسئولہ وحید احمد خاں ۱۸ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شکار تفریحاً کھیلنا حرام ہے، زید کہتا ہے کہ شکار اگر گوشت کھانے کے واسطے کھیلا جائے تو کچھ حرج نہیں کیونکہ ہم روز گوشت ہی کھاتے ہیں اور چونکہ آجکل گوشت مہنگا ہے اس واسطے شکار سے ہمکو فائدہ ہوگا، اور اگر یہ کہو کہ کسی کی جان بے فائدہ لینا ٹھیک نہیں، تو روز گوشت کیوں کھاتے ہو، زید کی اس گفتگو پر یہ سوال کیا گیا کہ تم مہنگے کا سوال پیش کرتے ہو، اور اگر تمھیں شکار سے پیٹ ہی بھرنا مقصود ہے تو روز شکار کیوں نہیں کھیلتے تاکہ تم کو پورا فائدہ حاصل ہو، گاہے گاہے کیوں شکار کھیلتے ہو، وہ بھی اپنے ہمعمروں کو ساتھ لے جاکر، اس سے یہ ظاہر ہوا کہ تم تفریحاً ہی شکار کھیلتے ہو، جس کی اجازت شرع شریف نہیں دیتی، یہ بے نوا حضور سے مستفتی ہے کہ زید کی گفتگو صحیح ہے یا نہیں؟ اور زید کی یہ تاویل قابلِ سماعت ہوگی یا نہیں؟ جبکہ نہ مجبوری ہے نہ کسی بیماری کی صحت شکار کے گوشت سے مدنظر ہے۔

الجواب

تفریح کے لئے شکار حرام ہے اور غذا یا دوا کے لئے مباح ہے، اور نیت کا علم اللہ کو ہے، اگر واقعی وہ کھانے ہی کے لئے شکار کو جاتا ہے تفریح مقصود نہیں تو حرج نہیں، اور اس کی علامت یہ ہے کہ مچھلی کے شکار کو جانا چاہیے، اور مچھلیاں بازار میں ملتی ہوں اور دام رکھتا ہو، نہ خریدے بلکہ شکار ہی کرکے لائے، اور وُہ تکالیف ومصائب جو اس میں ہوتی ہیں گوارا کرے تو ہرگز اسے کھانا مقصود نہیں، بلکہ وہی تفریح۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۰: مسئولہ علی احمد صاحب ۱۵ جمادی الآخرہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شکار مچھلی کا کھانا جائز ہے یا ناجائز؟ شکار چارہ تلی سے اور گھیسے سے کھیلا جاتا ہے۔

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الصید مطبع مجتبائی ۲/ ۲۶۱

Marfat.com

الجواب

کسی جانور کا شکار اگر غذا یا دوا یا دفع ایذا یا تجارت کی غرض سے ہو جائز ہے، اور جو تفریح کے لئے ہو جس طرح آج کل رائج ہے اور اسی لئے اسے شکار کھیلنا کہتے اور کھیل سمجھتے ہیں، اور وہ جو اپنے کھانے کیلئے بازار سے کوئی چیز خرید کر لانا عار جانیں، دھوپ اور لوؤں میں خاک اڑاتے اور پانی بجاتے ہیں، یہ مطلقاً حرام ہے۔ کما نص علیه فی الاشباہ والدر المختار وغیرھما (جیسا کہ اشباہ اور درمختار وغیرہما میں اس پر نص کی گئی ہے۔ ت) پھر مچھلی کا شکار کہ جائز طور پر کریں، اس میں زندہ گھیسا پرونا جائز نہیں، ہاں مار کر ہو یا تلی وغیرہ بے جان چیز تو مضائقہ نہیں، یہ سب اس فعل کی نسبت احکام تھے، رہی شکار کی ہوئی مچھلی اس کا کھانا ہر طرح حلال ہے اگرچہ فعل شکار اُن ناجائز صورتوں سے ہوا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۱ از حیدر آباد دکن محلہ افضل گنج اقامت گاہ مفتی لطف اللہ صاحب علی گڑھ جج ریاست حیدرآباد مرسلہ جناب صاحبزادہ مولوی سید احمد اشرف میاں صاحب متوطن کچھوچھا شریف ضلع فیض آباد، شاگرد رشید مفتی صاحب مذکور ۳ محرم الحرام شریف ۱۳۱۴ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ بندوق کی گولی سے مارا شکار حلال ہے یا حرام، گولی کو حلتِ صید میں تیر کا حکم ہے یا نہ، لمبی شکل کی جو گولیاں ہوتی ہیں اُن کا حکم کیا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بندوق کی گولی دربارۂ حلتِ صید حکمِ تیر میں نہیں، اس کا مارا ہوا شکار مطلقاً حرام ہے کہ اس میں قطع و خرق نہیں، صدم و دق وکسر و حرق ہے، شامی میں ہے:

لا یخفی ان الجرح بالرصاص انما ھو بالاحراق والثقل بواسطة اندفاعه العنیف اذ لیس له حد فلا یحل و به افتی ابن نجیم[1]

یہ مخفی نہیں کہ تانبے کی گولی کا زخم اس کے جلانے اور ثقل کی وجہ سے ہے جو بذریعہ شدید دباؤ کے حاصل ہوتا ہے کیونکہ دھار نہیں ہوتی تو شکار حلال نہ ہوگا، اور یہی ابن نجیم کا فتوٰی ہے (ت)

مطول شکل کی جو گولیاں ہیں اوّلاً وہ بھی دھار دار نہیں ہوتیں بلکہ تقریباً بیضوی شکل پر ستی جاتی ہیں، اور آلہ کا حدید یعنی تیز ہونا اگرچہ شرط نہیں مگر محدّد یعنی باڑھ دار ہونا کہ قابلِ قطع و خرق ہو ضرور ہے، ثانیاً اگر بالفرض گولی تیر کی طرح دھار دار ہی بنائی جائے اور اُسے بطور معہود بندوق سے سر کریں جب بھی

---

[1] ردالمحتار کتاب الصید داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۳۰۴

Marfat.com

ثبوتِ حلت میں نظر ہے کہ صرف دھار دار کا وجود ہی کافی نہیں، بلکہ تیقن بھی ضروری ہے اس کی دھار سے قطع ہونا ہی باعثِ قتل ہوا، اور یہاں ایسا نہیں کہ اُس کا احراق وصدمۂ شدید قاتل ہے کما سمعت أنفا (جیسا کہ ابھی آپ نے سُنا۔ ت) تو محتمل کہ یہی وجہِ قتل ہوا ہو، نہ قطع، اور بحالت شک و احتمال حکم حرمت ہے۔ ہدایہ میں ہے:

الاصل فی ہذہ المسائل ان الموت اذا کان مضافا الی الجرح بیقین کان الصید حلالا، واذا کان مضافا الی الثقل بیقین کان حراما، وان وقع الشك و لایدری مات بالجرح او بالثقل کان حراما احتیاطا۔[1]

ان مسائل میں قاعدہ یہ ہے کہ اگر موت یقینی طور پر زخم کی طرف منسوب ہو تو شکار حلال ہے، اور اگر وہ ثقل کی طرف منسوب ہو تو یقیناً حرام ہے، اور اگر شک ہو اور معلوم نہ ہو کہ زخم سے مرا ہے یا ثقل سے تو احتیاطاً حرام ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

لایوکل ما اصابہ البندقۃ فمات بہا لانہا تدق وتکسر ولا تجرح و کذلك ان رماہ بحجر وکذلك ان جرحہ، قالوا تاویلہ اذا کان ثقیلا وبہ حدۃ لاحتمال انہ قتلہ بثقلہ الخ،[2] واللہ تعالٰی۔

بندوق لگنے سے ہلاک شدہ کو نہ کھایا جائے کیونکہ وُہ دباؤ سے توڑتی ہے زخم نہیں کرتی، اور اسی طرح اگر پتھر مارا اور دباؤ سے زخمی ہوا، وضاحت یہ ہے کہ اگر پتھر بھاری ہو اور اس کی دھار ہو تو حرام ہے کیونکہ احتمال ہے کہ ثقل کے دباؤ سے ہلاک ہوا ہو، اس لئے حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۸۲ ۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیانِ شرع متین دریں باب (اس باب میں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کیا فرماتے ہیں۔ ت) کہ ایک شخص نے بسم اللہ کہہ کر شکار پر بندوق چلائی، پس جس وقت جا کر دیکھا تو کوئی آثار اس میں زندگی کے نہ تھے اور نہ جنبش تھی، جس وقت کہ اس کو ذبح کیا تو خون نکلا اچھی طرح سے، پس وہ شکار حلال ہے یا حرام؟ اور اگر اس کو حلال نہ کرتے تو حلال ہوتا یا حرام؟ اور

---

[1] الہدایۃ کتاب الصید مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۵۰۹
[2] ایضاً " " ۴/ ۵۰۸ و ۵۰۹

Marfat.com

درصورت نہ نکلنے خون کے بھی، جواب تحریر فرمائیے۔

الجواب

اگر ذبح کرلیا اور ثابت ہو کہ ذبح کرتے وقت اس میں حیات تھی مثلاً پھڑک رہا تھا یا ذبح کرتے وقت تڑپا اگرچہ خون نہ نکلا، یا خون ایسا دیا جیسا مذبوح سے نکلا کرتا ہے اگرچہ جنبش نہ کی، یا کسی اور علامت سے حیات ظاہر ہوئی تو حلال ہے، اور اگر بندوق سے مار کر چھوڑ دیا ذبح نہ کیا یا کیا مگر اس میں وقتِ ذبح حیات کا ہونا ثابت نہ ہوا تو حرام ہے، غرض مدار کار اس پر ہے کہ ذبح کرلیا جائے اور وقتِ ذبح اس میں رمقِ حیات باقی ہو، اگرچہ نہ جنبش کرے نہ خون دے، حلال ہوجائے گا ورنہ حرام۔ درمختار میں ہے:

ذبح شاۃ مریضۃ فتحرکت او خرج الدم حلت والا لا ان لم تدر حیاتہ عند الذبح وان علم حیاتہ حلت مطلقا، وان لم تتحرك ولم یخرج الدم وھذا یتأتی فی منخنقۃ ومتردیۃ ونطیحۃ، والتی بقر الذئب بطنھا فذکاۃ ھٰذہ الاشیاء تحلل وان کانت حیاتھا خفیفۃ وعلیہ الفتوی لقولہ تعالٰی الا ما ذکیتم من غیر فصل[1] اھ وفی ردالمحتار عن البزازی عن الاسبیجابی عن الامام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ خروج الدم لا یدل علی الحیاۃ الا اذا کان یخرج کما یخرج من الحی قال وھو ظاھر الروایۃ[2]

مریض بکری ذبح کی تو اس نے حرکت کی اور خون نکلا تو حلال ہے ورنہ نہیں بشرطیکہ ذبح کے وقت زندہ ہونا نہ معلوم ہو سکا اور اگر زندہ ہونا یقیناً معلوم ہے تو مطلقاً حلال ہے اگرچہ حرکت نہ کرے اور خون نہ نکلے یہ صورت گلا گھونٹنے، اوپر سے گرنے والی اور سینگ زدہ میں متحقق ہوتی ہے اور جس کا پیٹ بھیڑیے نے پھاڑ دیا ہو وہاں یہ صورت ہوسکتی ہے تو ایسے جانور کا ذبح ہونا حلال کردے گا اگرچہ ان کی خفیف زندگی معلوم ہے، اسی پر فتوٰی ہے کیونکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: الا ما ذکیتم یعنی جس کو تم نے ذبح کردیا، بلاتفصیل یہ حکم ہے اھ، اور ردالمحتار میں بزازی سے انھوں اسبیجابی سے انھوں نے امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ محض خون نکلنا حیات کی دلیل نہیں مگر ایسا نکلے جیسے زندہ سے نکلتا ہے تو حیات کی دلیل ہے، اور یہ ظاہر الروایۃ ہے۔ (ت)

اسی کی کتاب الصید میں ہے:

المعتبر فی المتردیۃ واخواتھا کنطیحۃ

اوپر سے گرنے والی اور اس جیسی مثلاً سینگ زدہ،

---

[1] درمختار کتاب الذبائح مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۰

[2] ردالمحتار کتاب الذبائح داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۹۶

Marfat.com

والموقوذة وما اكل السبع والمريضة مطلق الحياة وان قلت كما اشرنا اليه وعليه الفتوی[1]۔

لاٹھی زدہ، درندہ کی کھائی ہوئی اور مریضہ میں مطلق حیات معتبر ہے اگرچہ حیات قلیل ہی ہو جیسا کہ ہم نے اس طرف اشارہ کردیا ہے، اور اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

مدارک التنزیل میں ہے:

الموقوذة التی اثخنوھا ضربًا بعصًا او حجر[2]۔

موقوذہ وہ ہے جس کو لاٹھی یا پتھر سے مارا ہو۔ (ت)

معالم میں ہے:

قال قتادة کانوا یضربونھا بالعصی فاذا ماتت اکلوھا[3] اھ فظھر ان المضروب بکل مثقل کالبندقة ولو بندقة الرصاص کله من الموقوذة فیحل بالذکاة وان قلت الحیاة۔

قتادہ نے کہا جاہلیت میں لوگ لاٹھی مارتے جب مرجاتی تو اسے کھاتے تھے اھ، تو ظاہر ہوا کہ کسی دباؤ والی چیز سے ضرب لگی ہوئی جیسے بندوق اگرچہ تانبے کی گولی ہو تو وہ موقوذہ یعنی لاٹھی زدہ کے حکم میں ہے تو وہ ذبح سے حلال ہوگی اگرچہ حیات قلیل ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لایخفٰی ان الجرح بالرصاص انما ھو بالاحراق والثقل بواسطة اندفاعه العنیف اذلیس له حد فلا یحل وبه افتی ابن نجیم[4]، واللہ تعالٰی اعلم۔

مخفی نہیں کہ تانبے کی گولی کا زخم جلانے اور ثقل سے جو شدید دباؤ کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں، بنتا ہے، کیونکہ دھار نہیں ہوتی، لہٰذا اس زخم سے حلال نہ ہوگی۔ اسی پر ابن نجیم نے فتوٰی دیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار | کتاب الصید | مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۶۳
[2] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت آیۃ ۵/۳ | دارالکتاب العربی بیروت ۱/۲۶۹
[3] معالم التنزیل علٰی ہامش تفسیر الخازن " " | مصطفی البابی مصر ۲/۷
[4] ردالمحتار | کتاب الصید | داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۳۰۴

Marfat.com

مسئلہ ۱۸۳ ازگونڈہ بہرائچ مکان مولوی مشرف علی صاحب مرسلہ حضرت سید حسین حیدر میاں صاحب ۱۵ جمادی الاولٰی ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بندوق کا شکار کھانا جبکہ تکبیر کے ساتھ سر کی جائے کیا حکم رکھتا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر زندہ پایا اور ذبح کرلیا، ذبح کے سبب حلال ہوگیا ورنہ ہرگز نہ کھایا جائے، بندوق کا حکم تیر کی مثل نہیں ہوسکتا، یہاں آلہ وہ چاہیے جو اپنی دھار سے قتل کرے اور گولی چھرے میں دھار نہیں، آلہ وہ چاہیے جو کاٹ کرتا ہو، اور بندوق توڑ کرتی ہے نہ کہ کاٹ۔ ردالمحتار میں ہے:

لایخفٰی ان الجرح بالرصاص انما ھو بالاحراق والثقل بواسطۃ اندفاعہ العنیف اذلیس لہ حد فلا یحل وبہ افتی ابن نجیم[1]

مخفی نہیں کہ تانبے کی گولی کا زخم جلانے اور ثقل جو شدید دباؤ سے حاصل ہوتے ہیں سے بنتا ہے کیونکہ گولی کی دھار نہیں ہوتی لہٰذا اس سے حلال نہ ہوگی، اسی پر ابن نجیم نے فتوٰی دیا ہے۔ (ت)

فتاوٰی امام قاضی خان میں ہے:

لایحل صید البندقۃ وما اشبہ ذٰلک وان خرق لانہ لایخرق الا ان یکون شیئ من ذٰلک قد حدد وطولہ کالسھم وامکن ان یرمی بہ، فان کان کذٰلک وخرقہ بحدہ حل اکلہ[2] انتھی، وبہ اندفع ما ظن بعض اجلۃ علماء کا نفور من الحرمۃ بالرصاص الکبیر لثقلہ دون الحبات لخفتھا، وذٰلک لان مناط الحل لیس ھی الخفۃ بل الحد والخرق، وبدیھی

بندوق وغیرہ کا شکار اگرچہ زخمی ہوجائے حلال نہیں ہے کیونکہ یہ چیرتی نہیں، ہاں اگر گولی کی لمبی دھار ہو تو تیر کی مانند ہونے کی بناء پر اس کی طرف پھینکی جاسکے اور وہ چیر دے تو اس کا کھانا حلال ہوگا اھ، اس بیان سے کانپور کے بعض اجلہ علماء کا یہ گمان مدفوع ہوگیا کہ بڑی تانبے والی گولی سے حرام ہے کیونکہ وہ بھاری ہوتی ہے اور چھرے دار گولی سے حلال ہوگی کیونکہ چھرے باریک ہوتے ہیں، یہ اس لئے کہ حلت کا مدار خفیف و باریک ہونا نہیں ہے بلکہ اس کا مدار

---

[1] ردالمحتار کتاب الصید داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۳۰۴

[2] فتاوٰی امام قاضی خاں کتاب الصید والذبائح نولکشور لکھنؤ ۴/۷۵۳

Marfat.com

ان لاشئ من ذٰلك فی الجبات الاتری الی ماقال فی الدرالمختار لوکانت یعنی البندقة خفیفة بهاحدة حل[1] حیث لم یقتصر علی الخفة حتی زاد بهاحدة، ولابد من قید اٰخر ترکہ لوضوحہ بہ وھو ان تصیبہ بحدھا کما مر عن الامام فقیہ النفس، وھی مسئلة المعراض الشھیرة فی الکتب، فالصواب اطلاق المنع۔ واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

دھار والا اور چیرنا ہے، اور یہ چیز چھروں یعنی دانوں میں بدیہی طور پر نہیں پائی جاتی، آپ دیکھ نہیں رہے ہے جو درمختار میں فرمایا کہ باریک گولی کی دھار ہو تو حلال ہے، یہاں انھوں نے صرف خفت پر اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ دھار کو زائد ذکر کیا اور ایک اور قید بھی ضروری جس کو واضح ہونے کی وجہ سے ذکر نہ کیا وہ یہ کہ دھار لگنے سے زخمی ہو جیسا کہ امام فقیہ النفس (قاضیخان) کا کلام گزرا، اور کتب میں معراض کے عنوان سے یہ مسئلہ مشہور ہے تو یہی درست ہے کہ گولی کا شکار مطلقاً منع ہے، واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

مسئلہ ۱۸۴ از کراچی بندر محلہ جمعدار گل محمد مکرانی مرسلہ مولوی عبدالرحیم صاحب مکرانی ۲۵ شعبان ۱۳۱۱ھ

چہ می فرمایند علمائے کرام رحمکم ربکم اندریں مسئلہ کہ اگر شخصے شکار بہ تفنگ یعنی بندوق کرد، و بذریعہ بندقہ رصاص یعنی گولی یا چھرہ شکار زخمی شد و شخص مذکور وقت سرکردن بندوق بسم اللّٰہ اللّٰہ اکبر ہم گفتہ اما جانور مذکور قبل از ذبح مرد، آیا آں جانور شرعاً حلال ست یا حرام؟ دریں مسئلہ درمیان علمائے بندر کراچی مباحثہ و اختلاف افتادہ است، آخر الامر طرفین بریں قرار دادہ اند کہ ہر جوابیکہ علمائے کرام بریلی دہند، جانبین تسلیم نمایند۔ بیّنوا توجروا یوم الحساب۔

علمائے کرام رحمہم اللّٰہ تعالٰی کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص بندوق سے شکار کرے اور تانبے کی گولی یا چھرہ سے شکار زخمی ہو کر ذبح سے قبل مرجائے اور وہ بندوق چلاتے وقت بسم اللّٰہ اللّٰہ اکبر پڑھ لے تو کیا وہ جانور حلال ہے یا حرام؟ اس مسئلہ میں بندر کراچی کے علماء کا مباحثہ و اختلاف ہے بالآخر دونوں فریقوں نے قرار دیا کہ علمائے بریلی جو بتائیں ہم تسلیم کرلیں گے، جواب دو اجر پاؤ قیامت کے روز۔ (ت)

الجواب

حلال نیست زیرا کہ آلہ آں باید کہ دم بُرندہ دارد نہ آنکہ صدمۂ شکنندہ، یا گرمی سوزندہ

حلال نہیں ہے کیونکہ اس کے لئے خون بہانے والا آلہ چاہیے نہ کہ وہ جو ٹکرا کر توڑے یا گرمی سے

---

[1] درمختار کتاب الصید مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۶۳

Marfat.com

کما فی ردالمحتار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جلائے، جیسا کہ ردالمحتار میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۸۵: ۱۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کُتّے کا پکڑا ہُوا شکار مسلمان کھا سکتا ہے یا نہیں؟ ایک خرگوش کو کُتّے نے اس طرح پکڑا ہے کہ اس کے دانت خرگوش کے جسم میں پیوستہ ہوگئے ہیں اور بہت سا جسم اس کا چبا ڈالا ہے کہ خرگوش کے جسم میں خون جاری ہے، ہنوز ابھی جان باقی ہے، پس اس کو ذبح کرکے کھا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

بسم اللہ کہہ کر تعلیم یافتہ کتّے کو جو شکار کرکے مالک کے لئے چھوڑ دیا کرے خود نہ کھانے لگے، غیر حرم کے حلال جانور، وحشی پر جو اپنے پاؤں یا پروں کی طاقت سے اپنے بچاؤ پر قادر تھا چھوڑا، اور کتّا اس کے چھوڑنے سے سیدھا شکار پر گیا یا اس کے پکڑنے کی تدبیر میں مصروف ہوا بیچ میں اور طرف مشغول یا غافل نہ ہوگیا اور اس نے شکار کو زخمی کرکے مار ڈالا یا ایسا مجروح کردیا کہ اس میں اتنی ہی حیات باقی ہے جتنی مذبوح میں ہوتی ہے کچھ دیر تڑپ کر ٹھنڈا ہوجائے گا اور کتّے کو چھوڑنے میں کوئی کافر، مجوسی یا بت پرست یا ملحد یا مرتد جیسے آجکل کے نصارٰی، رافضی، نیچری، وہابی، قادیانی وغیرہم، خلاصہ یہ کہ مسلمان یا کتابی کے سوا کوئی شریک نہ تھا نہ شکار کے قتل میں کُتّے کی شرکت کسی دوسرے کتے ناتعلیم یافتہ یا سگ نیچری یا کسی اور جانور نے کہ جس کا شکار ناجائز ۱
ہو، اور چھوڑنے والا چھوڑنے کے وقت سے شکار پانے تک اسی طرف متوجہ رہا، بیچ میں کسی دوسرے کام میں مشغول نہ ہوا، تو وہ جانور بے ذبح حلال ہوگیا، اور ان چودہ شرطوں سے ایک میں بھی کمی ہو اور جانور بے ذبح مرجائے تو حرام ہوجائے گا اور نہ حرم کا شکار تو ذبح سے بھی حلال نہیں ہوتا، باقی صورتوں میں ذبح شرعی سے حلال ہوجائیگا۔

تنویر الابصار و درمختار و ردالمحتار میں ہے:

(الصید بخمسة عشر شرطا) خمسة فی الصائد وھو ان یکون من اھل الذکاة وان یوجد منه الارسال وان لایشارکه فی الارسال من لایحل صیده، وان لایترك التسمیة عامدا، وان لایشتغل بین الارسال والاخذ

کوئی شکار کل پندرہ شرطوں سے مباح بنتا ہے، پانچ شرطیں شکاری میں پائی جائیں کہ (۱) وہ ذبح کرنے کا اہل ہو، اور (۲) وہ خود کتّے کو شکار پر چھوڑے، اور (۳) اس کے ساتھ چھوڑنے میں ایسا شخص شریک نہ ہو جس کا شکار حلال نہیں ہوتا، اور (۴) وہ قصداً بسم اللہ کو ترک نہ کرے، (۵) اور کتّا چھوڑنے اور شکار کو پکڑ لینے تک

Marfat.com

بعمل اٰخر، وخمسة فی الکلب ان یکون معلما، وان یذھب علی سنن الارسال، وان لایشارکه فی الاخذ مالا یحل صیده وان یقتله جرحا، وان لا یاکل منه، و خمسة فی الصید ان لایکون من بنات الماء الا السمك وان یمنع نفسه بجناحیه اوقوائمه، وان لایکون متقویا بنابه، او بمخلبه، وان یموت بھذا قبل ان یصل الی ذبحه[1] اھ قلت ومعنی قوله ان یموت ای حقیقة" اوحکماً بان لایبقی فیه حیاة فوق المذبوح، کما نص علیه فی الدر، واوضحه المحشی۔

درمیان میں کسی اور عمل میں مصروف نہ ہو اور پانچ شرطیں کتے میں پائی جائیں: (۱) سکھایا ہوا ہو (۲) سیدھا شکار کی طرف جائے (۳) کتے سے شکار کو وصول کرنیوالا ایسا شخص نہ ہو جس کا شکار حلال نہیں ہوتا (۴) شکار کو کتا زخمی کرکے مارے (۵) اور خود شکار کو نہ کھائے۔ اور پانچ شرطیں شکار میں پائی جائیں: (۱) پانی میں پیدا ہونے والا شکار صرف مچھلی ہو، (۲) وہ بھاگ کر یا اڑ کر اپنا دفاع کرسکے (۳و۴) کیلی دانت یا پنجوں والا نہ ہو (۵) ذبح تک رسائی سے قبل مرجائے اھ۔ میں کہتا ہوں، اس کا کہنا کہ مرجائے، یعنی حقیقۃً مرجائے یا حکماً مرجائے کہ مذبوح سے زائد اس میں حیات نہ ہو، جیسا کہ درمختار میں تصریح ہے، اور محشی نے اس کو واضح کیا ہے (ت)

انھیں میں ہے:

وکون الذابح مسلما حلالا خارج الحرم، ان کان صیدا، فصید الحرم لاتحله الذکاة مطلقا، اوکتابیا، ولو مجنونا[2] اھ ملخصا، والمراد به المعتوه کما فی العنایة عن النھایة لان المجنون لا قصد له ولا نیة لان التسمیة

ذبح کرنے والے کے لئے مسلمان جو حالت احرام اور حرم میں نہ ہو، شرط ہے، اور شکار ہو تو ضروری ہے کہ حرم سے باہر ہو کیونکہ حرم کا شکار ذبح کرنے سے حلال نہیں ہوتا مطلقاً، یا ذبح کرنے والا اہل کتاب میں سے ہو اگرچہ ذبح کرنے والا مجنون ہو اھ ملخصاً، مجنون سے مراد معتوہ (ابتدائی جنون) ہو جیسا کہ عنایہ میں نہایہ سے نقل کیا ہے کیونکہ کامل جنون والا

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار | کتاب الصید | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/ ۲۶۱
ردالمحتار علی الدر المختار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۵/ ۲۹۷
[2] درمختار | کتاب الذبائح | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/ ۲۲۸

Marfat.com

شرط بالنص وھی بالقصد وصحۃ القصد بما ذکرنا یعنی قولہ اذا کان یعقل التسمیۃ والذبیحۃ ویضبط[1] اھ ش۔

قصد اور نیت کا اہل نہیں ہے کیونکہ بسم اللہ پڑھنا منصوص شرط ہے اور وہ قصد کے بغیر ممکن نہیں اور قصد کی صحت ہمارے ذکر کردہ سے ہوتی ہے یعنی اس کا قول کہ وہ بسم اللہ اور ذبح اور ضبط کو سمجھتا ہو، اھ، ش (ت)

ان سب شرائط کے ساتھ جس خرگوش کو کتے نے مارا مطلقاً حلال ہے، اور اگر ہنوز مذبوح سے زیادہ زندگی باقی ہے تو بعد ذبح حلال ہے، اس کے دانت جسم میں پیوست ہوجانا وجہِ ممانعت نہیں ہوسکتا، قرآن عظیم نے اس کا شکار حلال فرمایا اور شکار بے زخمی کئے نہ ہوگا اور زخمی جبھی ہوگا کہ اس کے دانت اس کے جسم کو شق کرکے اندر داخل ہوں، اور یہ خیال کہ اس صورت میں اُس کا لعاب کہ ناپاک ہے بدن کو نجس کردے گا' دو وجہ سے غلط ہے،

اوّلاً شکار حالتِ غضب میں ہوتا ہے اور غضب کے وقت اس کا لعاب خشک ہوجاتا ہے،

ولذا فرق جمع من العلماء فی اخذہ طرف الثوب ملاطفا فینجس، او غضبان فلا۔

اس لئے علماء کی ایک جماعت نے کتے کے پاک کپڑے کو پیار سے منہ میں لینے اور غصہ کی حالت میں لینے میں فرق کیا ہے کہ جانور پیار سے منہ میں لے تو ناپاک' اور غصّہ میں لے تو پاک ہے (ت)

ثانیاً اگر لعاب لگا بھی تو آخر جسم سے خون بھی نکلے گا' وہ کب پاک ہے، جب اس سے طہارت حاصل ہوگی اس سے بھی ہوجائے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] ردالمحتار کتاب الذبائح دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۸۸

کتابُ الاضحیہ

(قُربانی کا بیان)

مسئلہ ۱۸۶ از موضع مہندی ضلع پیلی بھیت مرسلہ حاجی نصر الدین صاحب ۱۴ محرم ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جلد چہارم کتاب شرح وقایہ کتاب الاضحیہ ص ۴۳ میں تحریر ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے، جو شخص دیکھے تم میں سے چاند ذی الحجہ کا اور ارادہ کرے قربانی کا تو چاہئے کہ اپنے بال اور ناخن کو روک رکھے یعنی نہ کاٹے، روایت کیا جماعت نے۔ اب ایک شخص اہلِ اسلام کا ارادہ قربانی کرنے کا ہے، تو وہ شخص دیکھنے چاند ذی الحجہ کے سے اپنے بال اور ناخن نہ روک رکھے یا حجامت کرالے، یا اس نے یہ حکم نہ مانا اور رسول مقبول کی حکم عدولی کرے تو اس کے واسطے شرع شریف سے کیا حکم ہے؟ اور کیا کہا جائے گا؟ جواب تحریر فرمائیے، اور قربانی اس کی صحیح طور پر ہوگی یا کوئی نقص اس کی قربانی میں عائد ہوگا؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہ حکم صرف استحبابی ہے، کرے تو بہتر نہ کرے تو مضائقہ نہیں، نہ اس کو حکم عدولی کہہ سکتے ہیں، نہ قربانی میں نقص آنے کی کوئی وجہ، بلکہ اگر کسی شخص نے ۳۱ دن سے کسی عذر کے سبب خواہ بلا عذر ناخن نہ تراشے ہوں نہ خط بنوایا ہو کہ چاند ذی الحجہ کا ہوگیا، تو وہ اگرچہ قربانی کا ارادہ رکھتا ہو اس مستحب پر عمل نہیں کرسکتا کہ اب دسویں تک رکھے گا تو ناخن وخط بنوائے ہوئے اکتالیسواں دن ہوجائے گا

Marfat.com

اور چالیس دن سے زیادہ نہ ہونا گناہ ہے، فعلِ مستحب کے لئے گناہ نہیں کرسکتا،

فی ردالمحتار فی شرح المنیة وفی المضمرات عن ابن المبارك فی تقلیم الاظفار وحلق الراس فی عشر ذی الحجة، قال لاتؤخر السنة، وقد ورد ذٰلك ولا یجب التاخیر اھ فھذا محمول علی الندب بالاجماع الا ان نفی الوجوب لاینافی الاستحباب، فیکون مستحبا الا ان استلزم الزیادة علی وقت اباحة التاخیر، ونھایته مادون الاربعین، فلا یباح فوقھا[1] اھ مختصرا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ردالمحتار میں ہے کہ منیہ کی شرح اور مضمرات میں ابن مبارک سے نقل کیا کہ ناخن کاٹنا اور سرمنڈانا ذوالحجہ کے دس دنوں میں آپ نے اس کے متعلق فرمایا کہ سنّت کو مؤخر نہ کیا جائے جبکہ اس کے متعلق حکم وارد ہے تاہم تاخیر واجب نہیں ہے اھ، تو یہ استحباب پر محمول ہے اور وجوب کی نفی استحباب کے منافی نہیں ہے لہٰذا مستحب ہے ہاں اگر اباحت کی مدت پر تاخیر کو مستلزم ہو تو مستحب نہ ہوگا، اباحت کی مدت کی انتہا چالیس روز ہے، تو اس سے زیادہ تاخیر مباح نہ ہوگی اھ مختصراً۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ مرسلہ ڈاکٹر واعظ الحق سعداللہ پوری ڈاکخانہ خسرو پور ضلع پٹنہ بوساطت مولوی ضیاء الدین صاحب ۵ ربیع الآخر ۱۳۲۲ھ

قربانی ایام تشریق تک جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

قربانی یوم نحر تک یعنی دسویں سے بارھویں تک جائز ہے، آخر ایام تشریق تک کہ تیرھویں ہے جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ مرسلہ مولوی حاجی الہٰ یار خاں صاحب تاجر کتب ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ

رامپور میں عید اضحٰی شنبہ کے دن ہوئی اور بریلی میں یک شنبہ کو، اب درصورت عدم اطلاع کے جن لوگوں نے سہ شنبہ کو قربانی کی، اور بعد اس کے مطلع ہوئے، ان لوگوں کی قربانی درست ہوئی یا نہیں؟ اب ان پر کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب العیدین دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۶۵

Marfat.com

الجواب

دوسرے شہر کی رؤیت مجرد حکایات و اخبار سے ہرگز ثابت نہ ہوگی، مثلاً چند آدمی اگرچہ کیسے ہی عادل ثقہ ہوں یہاں آکر بیان کریں، وہاں فلاں دن رؤیت ہُوئی یا عید کی گئی، یا حکم دیا گیا، یا ہمارے سامنے گواہیاں گزریں، یا منادی پھری، کچھ قابلِ التفات نہیں کہ امرِ شرعی کا ثبوت بروجہ شرعی چاہیے، خانگی طور کا یقین کوئی چیز نہیں، گوعوام تو عوام اس زمانے کے بہت ذی علم بھی یقین شرعی وعرفی کے فرق سے غافل ہیں،

فی الدر المختار و حاشیۃ رد المحتار (لا لو شھدوا برؤیۃ غیرھم لانہ حکایۃ[1]) فانھم لو یشھدوا بالرؤیۃ ولا علی شہادۃ غیرھم وانما حکوا رؤیۃ غیرھم، کذا فی فتح القدیر۔ قلت وکذا لو شھدوا برؤیۃ غیرھم، وان قاضی تلک المصر امر الناس بصوم رمضان لانہ حکایۃ لفعل القاضی ایضا ولیس بحجۃ بخلاف قضائہ[2] الخ۔

درمختار اور اس کے حاشیہ ردالمحتار میں ہے اگر لوگوں نے غیر کی رؤیت پر شہادت دی تو جائز نہیں کیونکہ یہ محض حکایت ہے کیونکہ انھوں نے اپنی رؤیت پر شہادت دی اور نہ غیر کی شہادت پر مبنی شہادت دی انھوں نے تو صرف غیر کی رؤیت کی حکایت کی ہے، یوں ہی فتح القدیر میں ہے۔ میں کہتا ہوں، اگر وہ غیر کی رؤیت پر شہادت بھی دیں تب بھی یہی حکم ہے اور یونہی اگر وہ اس شہر کے قاضی کے اس حکم پر شہادت دیں کہ اس نے لوگوں کو رمضان کا روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے کیونکہ یہ قاضی کے فعل کی حکایت ہے، اور یہ حجت نہیں ہے بخلاف جبکہ وہ قاضی کی قضاء پر شہادت دیں وہ حجت ہے الخ (ت)

پس اگر رامپور کی خبر اسی طرح یہاں آئی جب تو سہ شنبہ کی قربانیوں میں اصلاً خلل نہیں،

لانھم بنوھا علی امر شرعی وھو اکمال العدۃ ثلثین عند الغمۃ ولم یثبت ما یردہ فلا یخاطبون الا بھا وقع عندھم۔

کیونکہ انھوں نے شرعی حکم کو مبنیٰ قرار دیا وہ تیس کی گنتی پوری کرنا جب بادل ہوں اور اس شرعی حکم کو رد کرنے والی کوئی چیز ثابت نہیں جبکہ لوگ اپنے ہاں پائی جانیوالی دلیل کے مخاطب ہیں (ت)

اگرچہ انھوں نے خلافِ احتیاط بیشک کیا کہ قطع نظر اس سے کہ افضل وفاضل یعنی دہم و یازدہم چھوڑ کر سب میں گیا درجہ اختیار کیا، جب اگلے چاند کی تاریخ میں بھی احتمال تھا، اور بے رؤیت و شہادت صرف تیس

---

[1] درمختار | کتاب الصوم | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۴۹

[2] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۹۴

Marfat.com

پُورے کرنے پر بنائے کار ہوئی تھی تو شنبہ کی عید بھی ایک احتمال رکھتی تھی، ایسی حالت میں فی التاخیر آفات پر نظر کرکے سہ شنبہ تک بیٹھا رہنا نہ چاہتے تھا۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ بحالت احتمال مستحب ہے بارھویں تک دیر نہ لگائے، اور دیر ہوجائے تو مستحب ہے کہ اس قربانی سے کچھ اپنے یا اور اغنیاء کے صرف میں نہ لائے بلکہ بالکل راہِ خدا میں اٹھائے۔ شرح نقایہ قہستانی میں ہے:

لوشك فی یوم الاضحی فاحب ان لایؤخر الی الیوم الثالث والا فاحب ان یتصدق کله[1]

اگر قربانی کے دن میں شک ہو تو تیسرے دن تک مؤخر نہ کی جائے ورنہ تمام گوشت کو صدقہ کرنا مجھے پسند ہے (ت)

بااین ہمہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان کی قربانی قضا ہوگئی، البتہ افضل یہ ہے کہ جس قدر گوشت وغیرہ اپنے یا اور اغنیاء کے صرف میں آگیا ہو اس کی قیمت لگا کر تصدق کریں، اور نیز جانور مذبوح و زندہ میں بوجہ ذبح جو تفاوت قیمت ہوگیا وُہ بھی خیرات کریں، مثلاً زندہ ایک روپیہ کو آیا تھا اور ذبح کیا ہُوا بارہ آنے کو جاتا تو چار آنے اور تصدق کئے جائیں، عالمگیری میں ہے:

اذا شك فی یوم الاضحی فالمستحب ان لایؤخر الی الیوم الثالث، فان اخر یستحب ان لا یاکل منه ویتصدق بالکل فیتصدق بفضل مابین المذبوح وغیر المذبوح لانه لو وقع فی غیر وقته لایخرج عن العهدة الا بذلك، کذا فی المحیط السرخسی[2]

اگر قربانی کے دن میں شک ہو تو مستحب یہ ہے کہ تیسرے روز تک مؤخر نہ کی جائے اور مؤخر ہوجائے تو پھر مستحب یہ ہے کہ تمام گوشت صدقہ کیا جائے اور خود کچھ نہ کھائے اور مذبوح اور غیر مذبوح میں قیمت کے فرق زائد کو صدقہ کرے کیونکہ اگر قربانی اپنے وقت سے باہر ہو تو اس کے بغیر عہدہ برآ نہیں ہوتا، یوں محیط سرخسی میں ہے (ت)

درمختار وغیرہ میں ہے:

فان اکل تصدق بقیمة ما اکل اھ[3] ذکرہ فی الناذر، وافاد الشامی ان النذر

اگر کھالیا تو جتنا کھایا اس کی قیمت کو صدقہ کرے اھ، انھوں نے یہ نذر ماننے والے کو فرمایا اس پر علامہ شامی

---

[1] جامع الرموز کتاب الاضحیہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۳/ ۵۶-۳۵۶

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الاضحیہ الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۲۹۵

[3] درمختار کتاب الاضحیہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۲

Marfat.com

ليس بقيد[1] بل كذٰلك الحكم في كل ما وجب التصدق به، قلت واذا وجب هذا في واجب التصدق، ندب اليه في مندوبه كالتصدق باللحم وبفضل مابين المذبوح الى غير المذبوح كما لايخفى لان المقصود الاحتياط للخروج عن العهدة باليقين، فكل ماكان على العهدة لو تيقن القضا لايكون مستحبا هنا، لدفع المراء هذا مما لا يظن به خفاء.

نے یہ افادہ فرمایا کہ نذر کی قید نہیں بلکہ ہر چیز جس کا صدقہ واجب ہو اس کا یہی حکم ہے۔ میں کہتا ہوں، جب واجب صدقہ کا یہ حکم ہے تو نفلی صدقہ میں گوشت کو صدقہ کرنا اور مذبوح اور غیر مذبوح سے فرق میں زائد کو صدقہ نفل ہوگا جیسا کہ مخفی نہ رہے کیونکہ مقصد یقینی طور پر عہدہ برآ ہونا ہے تو ذمہ دار کو اگر عہدہ آ ہونے کا یقین ہوجائے تو یہ مستحب نہیں ہے تاکہ ریاکاری نہ بن پائے اس میں خفاء کا گمان نہیں ہے (ت)

ہاں اگر بطریق موجب شرع وہاں کی خبر ثابت ہو، مثلاً دو گواہ عادل نے آکر خود اپنی رؤیت پر گواہی دی، یا دارالقضا میں قاضی شرع نے باستجماع شرائط ان کے سامنے حکم دیا، انھوں نے اس حکم پر شہادت ادا کی، یا وہاں کے دو عادل اہل رؤیت نے انھیں بعبارت معتبرہ شرع اپنی شہادت کا حامل کیا، انھوں نے شہادۃ علی الشہادۃ باستیعاب شرائط گزاری، یا وہاں کی خبر مستفیض ومشتہر ہوگئی، بایں معنی کہ رامپور سے متعدد گروہ آئے اور سب یک زبان یہی خبر لائے تو نہ یہ کہ اصلی مخبر وحاکی دو تین شخص تھے ان کی زبانی نقل در نقل ہو کر شہر میں شہرت ہوگئی کہ یہ اصلاً قابلِ اعتبار نہیں، وان اشتبہ کثیرا علی العوام ومن ضاھاھم (اگرچہ یہ بات بہت سے عوام اور ان جیسے لوگوں پر مخفی ہے۔ ت) ایسی حالتوں میں بیشک وہاں کی رؤیت بروجہ شرعی ثابت ہوجائے گی،

في فتح القدير ورد المحتار مااسمعناك ففي الدر المختار وحاشيته للعلامة الطحطاوي (يلزم) ثبوت الهلال سواء كان هلال الصوم اوالفطر (اهل المشرق برؤية اهل المغرب اذا ثبت عندهم رؤية اولٰئك بطريق موجب) كان يتحمل اثنان الشهادة اويشهد على حكم القاضي، اويستفيض

فتح القدیر اور ردالمحتار میں بیان کردہ ہم نے آپ کو سُنا دیا ہے اور درمختار اور اس کے حاشیہ طحطاوی میں ہے کہ رمضان کا ہلال ہو یا فطر کا اس کا ثبوت مشرق والوں پر مغرب والوں کی رؤیت سے لازم ہوجاتا ہے جب مغرب والوں کی رؤیت مشرق والوں کے ہاں موجب طریقہ سے ثابت ہو مثلاً دو گواہ بنیں شہادت پر یا قاضی کی قضاء پر یا رؤیت

---

[1] ردالمحتار کتاب الاضحیہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۴۰

Marfat.com

الخبر، بخلاف ما اذا اخبران اهل بلدة كذا رأوه، لانه حكاية اھ حلبی[1] الخ۔

کی خبر مستفیض ہوجائے بخلاف اس صورت کے کہ دو شخص یہ خبر دیں کہ فلاں شہر والوں نے چاند دیکھا ہے کیونکہ یہ محض حکایت ہے اھ حلبی الخ (ت)

علامہ مصطفی رحمتی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:

معنی الاستفاضة ان تأتی من تلك البلدة جماعات متعددون كل منهم يخبر عن اهل تلك البلدة انهم صاموا عن رؤية الخ نقله الشامی[2] وقواه۔

خبر مستفیض کا معنی یہ ہے کہ وہاں سے متعدد جماعتیں آئیں اور ہر جماعت یہ خبر دے کہ وہاں کے لوگوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے الخ، اس کو علامہ شامی نے نقل کیا اور اسے قوی قرار دیا۔ (ت)

اور علامہ شامی نے اگرچہ دربارۂ اضحیہ اختلاف مطالع کو معتبر ماننے کا استظہار فرمایا،

حیث قال اختلاف المطالع انما لم یعتبر فی الصوم لتعلقه بمطلق الرؤية، وهذا بخلاف الاضحية فالظاهر انها كاوقات الصلوات یلزم كل قوم العمل بما عندهم، فیجزئ الاضحیة فی الیوم الثالث عشر[عہ] وان كان علی رؤیا غیرهم هو الرابع عشر[3]

جہاں انھوں نے کہا کہ روزہ میں مطالع کا اختلاف صرف اس لئے معتبر نہیں کہ روزے کا تعلق مطلق رؤیت سے ہے اور یہ قربانی کے معاملہ کے خلاف ہے تو ظاہر یہ ہے کہ قربانی کا معاملہ اوقاتِ نماز کی طرح ہے ہر علاقہ کی قوم پر وہی لازم ہے جو اس کے ہاں ثابت ہو، لہذا تیسرے دن قربانی جائز ہے اگرچہ وہ دن دوسروں کے ہاں چوتھا دن بنتا ہو۔ (ت)

مگر یہاں اس کی گنجائش نہ ملے گی کہ مسئلۂ قربانی میں مطالع شمس سے کام نہیں، جو ایک ہی فرسخ یعنی تین میل پر

عہ لایخفی ان الثالث والرابع عشر وقعا سهوا وانما مقصوده رحمه الله تعالٰی الثانی والثالث عشر ۱۲ منه قدس سره۔

شامی میں تیرہ ۱۳ اور چودہ ۱۴ تاریخ کا ذکر سہواً ہوا جبکہ مقصد بارھویں اور تیرھویں تاریخ کا بیان ہے ۱۲ منہ قدس سرہ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۹
حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الصوم دار المعرفۃ بیروت ۱/۴۴۹
[2] ردالمحتار کتاب الصوم دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۹۲
[3] " " " " ۲/۹۶

Marfat.com

مختلف ہوجاتے ہیں،

كما نص عليه علماء الهيئة قلت بل الحق انها تختلف فی ميل واحد بل اقل من ذلك، غيران التفاوت لقلته جدا لايستبين لنا الا فی نحو فرسخ۔

جیساکہ اس پر علماء ہیئت نے تصریح کی ہے، میں کہتا ہوں بلکہ حق یہ ہے کہ وہ ایک میل بلکہ اس سے کم میں مختلف ہوجاتے ہیں لیکن وہ اختلاف اتنا قلیل ہوتا ہے کہ ہمیں صرف فرسخ کی مسافت تک معلوم ہوسکتا ہے (ت)

بلکہ یہاں غرض مطالع قمر سے ہے کہ چوبیس[۲۴] فرسخ یعنی بہتر[۷۲] میل سے کم میں نہیں بدلتے، جن کے اس حساب سے کہ ایک میل کوس کے پانچ ثمن کا نام ہے،

كما تشهد به التقاديرالدائرة بين اهل اللسان اذاقيست الى الاميال المنصوبة فلاعبرة بما تلهج به متعلموا النصارٰی۔

جیساکہ اہل لسان کے ہاں معروف اندازے اس پر شاہد ہیں جبکہ گاڑے ہوئے میلوں کا حساب کیاجائے تو نصارٰی کے شاگردوں کے قول کا اعتبار نہیں۔ (ت)

پینتالیس[۴۵] کوس ہوئے،

فی ردالمحتار وفی شرح المنهاج للرملی، وقد نبه التاج التبریزی، علی ان اختلاف المطالع لایمکن فی اقل من اربعة وعشرين فرسخا وافتی به الوالد والاوجه انها تحدیدية كما افتی به ایضا اھ فلیحفظ[۱] انتهی اقول والمنفی هو الامکان العادی وان زعمت الفلاسفة مازعمت فان الله علٰی كل شئ قدير۔

ردالمحتار اور شرح منہاج امام رملی میں ہے، اور تاج الدین تبریزی نے اس پر تنبیہ کی ہے کہ چوبیس فرسخ سے کم میں مطالع کا اختلاف ممکن نہیں ہے اور والدگرامی نے اسی پر فتوٰی دیا ہے اور اس اندازہ کا تحدیدی ہونا مناسب ہے جیسا کہ انھوں نے یہ بھی فتوٰی دیا ہے اھ محفوظ کرو انتہی' میں کہتا ہوں امکان عادی کی نفی کی گئی ہے اگرچہ فلاسفہ جو چاہے خیال کریں، تو بیشک اللہ تعالٰی ہرچیز پر قادر ہے۔ (ت)

اور بریلی سے رامپور کا فاصلہ براہ دائرۂ طول کہ علم ہیئت میں اسی کا لحاظ ہے، اس

---

[۱] ردالمحتار کتاب الصوم داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۹۶

مقدار[۵] کے نصف کو بھی نہیں پہنچتا، اور اگر حساب عامہ ہی لیجئے تو بھی اس سے بہت کم ہے، بہرحال وہ تفاوت ہرگز نہیں جس کے باعث چاند کے مطلع بدلتے ہیں، لاجرم جب ثبوت شرعی پہنچے گا قطعاً ظاہر ہو جائے گا کہ سہ شنبہ کی قربانیاں ایام نحر گزر جانے کے بعد تیرھویں تاریخ واقع ہوئیں اب وہ احکام تصدق جو صورت بالا میں بطور افضلیت و استحباب مذکور ہوتے تھے سب واجب ہو جائیں گے کما ظھر مما مر (جیسا کہ گزشتہ سے ظاہر ہوا۔ ت) تحقیق ان مسائل کی فقیر کے رسالہ "ازکی الاھلال بابطال ما احدث الناس فی امر الھلال" میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۹ از ایرایان محلہ سادات ضلع فتحپور مسئولہ حکیم سید نعمت اللہ صاحب ۲۳ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امسال اخبار وغیرہ سے معلوم ہوا کہ بقرعید کو ۲۹ کا چاند ہوا مگر معقول سند نہ ملنے سے تیس کے حساب سے عید اضحیٰ ہوئی، تو قربانی ۱۲ تاریخ کو ۳۰ کے حساب سے کرے یا احتیاطاً اختلاف کی وجہ سے ۱۱ تک کرلے ۱۲ کو نہ کرے۔

الجواب

دربارۂ رؤیت اخبار کا کچھ اعتبار نہیں، ہمیں حکم ہے کہ ۲۹ کا چاند اگر ثابت نہ ہو تو ۳۰ دن پورے کرلیں فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلثین (اگر بادل ہو جائے تم پر، تو تیس کی گنتی پوری کرو۔ ت) ۳۰ کے حساب سے بارھویں تک قربانی بے تکلف کریں، احتمالات کا شریعت میں کچھ اعتبار نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۰ از بنگالہ شہر اسلام آباد چاٹگام موضع ادھونگر مرسلہ مولوی عبدالجلیل صاحب ۷ ربیع الآخر ۱۳۲۱ھ

چہ فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں صورت کہ درخانہ شخصے دہ کس موجود است، و قربانی بر ہر یک ایشاں واجب است، پس شخصے مذکور گاوے خرید از طرف ہفت کس قربانی نمود، و از جانب سہ کس ہیچ نکرد، و وقت قربانی فوت گردید،

علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک گھر میں دس حضرات موجود ہیں اور ان سب پر قربانی واجب ہو تو گھر والے شخص نے سات حضرات کی طرف سے گائے خریدی اور قربانی کردی اور باقی تین حضرات کی قربانی نہ ہوئی اور

---

[۵] طول رامپور قید لو یعنی $\frac{۱۱}{۳۶}$ طول بریلی قید لط یعنی $\frac{۱۱۴}{۵۹}$ فصل بقدر ہاکج یعنی $\frac{۰}{۲۳}$ میل تقریباً $۲۵\frac{۱}{۳}$ جن کے سولہ کوس سے بھی کم ہوئے و لہٰذا دونوں شہر کے نصف النہار میں تفاوت صرف بقدر ہاالب ہوتا ہے یعنی جب یہاں ۱۲ بجتے ہیں وہاں بارہ بجنے میں ڈیڑھ منٹ باقی ہوتا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ قدس سرہ العزیز۔

Marfat.com

پس از بواقی ساقط شود یا بمقدار آں مر فقراء و مساکین راصدقہ کنند شرعاً چہ حکم است۔ بیّنوا بسنۃ الکتاب توجروا من الملک الوھاب۔

قربانی کا وقت ختم ہوگیا تو کیا باقی حضرات کی قربانی ساقط ہو جائے گی یا وہ حضرات قربانی کی مالیت کو فقراء و مساکین پر صدقہ کریں، شرعاً کیا حکم ہے؟ بتاؤ اور اجر اپنے عطا کرنے والے مالک سے پاؤ (ت)

الجواب

از سہ باقی ساقط نشود فان الاضحیۃ واجبۃ عینا لاکفایۃ، وچوں وقت گزشتہ است واجب است کہ ہر یک ازیں سہ کساں قیمت گوسپندے کہ در اضحیہ کافی شود، بر فقرا صدقہ کنند فی الدر المختار ترکت التضحیۃ ومضت ایامھا تصدق غنی بقیمۃ شاۃ تجزئ فیھا[1] اھ ملتقطا۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہٗ اتم واحکم

باقی تین سے قربانی ساقط نہ ہوگی کیونکہ واجب عینی ہے واجب کفایہ نہیں ہے جب وقت گزر گیا تو ان کو چاہئے کہ وہ بکرے کی قیمت فقراء پر صدقہ کریں، درمختار میں ہے کہ قربانی چھوٹ گئی ہو تو وقت ہو جانے پر غنی شخص بکرے کی قیمت صدقہ کردے تو اس سے کفایت حاصل ہو جائے گی اھ ملتقطاً واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

مسئلہ ۱۹۱ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر زید کے پاس مکان سکونت کے علاوہ دو ایک اور ہوں تو اس پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

واجب ہے جبکہ وہ مکان تنہا یا اس کے اور مال سے کہ حاجت اصلیہ سے زائد ہو مل کر چھپن روپے کی قیمت کو پہنچیں، اگرچہ ان مکانوں کو کرایہ پر چلاتا ہو یا خالی پڑے ہوں یا سادی زمین ہو بلکہ مکان سکونت اتنا بڑا ہے کہ اس کا ایک اس کے جاڑے گرمی کی سکونت کے لئے کافی ہو اور دوسرا حصہ حاجت سے زائد ہو، اور اس کی قیمت تنہا یا اسی قسم کے مال سے مل کر نصاب تک پہنچے جب بھی قربانی واجب ہے، اسی طرح صدقۂ فطر بھی۔

فی الھندیۃ عن الظھیریۃ ان کان لہ عقار ومستغلات ملک اختلف المشائخ

ہندیہ میں ظہیریہ سے ہے کہ زمین اور آمدن والی ملکیت ہو تو متاخرین فقہاء رحمہم اللہ تعالٰی نے

---

[1] درمختار کتاب الاضحیہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۳۲

Marfat.com

المتأخرون رحمهم اللہ تعالٰی فالزعفرانی و الفقیہ علی الرازی اعتبر قیمتھا، وابوعلی الدقاق وغیرہ اعتبر الدخل، واختلفوا فیما بینھم، قال ابوعلی الدقاق ان کان یدخل لہ من ذٰلك قوت سنۃ فعلیہ الاضحیۃ و منھم من قال قوت شھر، ومتی فضل من ذٰلك قدر مائتی درھم فصاعدا فعلیہ الاضحیۃ[1] الخ و نحوہ فی رد المحتار ولم یذکر ترجیحا ورأیتنی کتبت علی ھامشہ مانصہ، اقول بہ جزم فی الخانیۃ من صدقۃ الفطر ولم یحك خلافا حیث قال وما زاد علی الدار الواحدۃ والدستجات الثلثۃ من الثیاب یعتبر فی الغناء[2] اھ ثم قال واذاکان لہ دار لا یسکنھا ویؤاجرھا او لایؤاجرھا یعتبر قیمتھا فی الغناء وکذا اذا اسکنھا و فضل عن سکناہ شیئ یعتبر فیہ قیمۃ الفاضل فی النصاب ویتعلق بھذا النصاب احکام وجوب صدقۃ الفطر والاضحیۃ وحرمۃ وضع الزکاۃ فیہ ووجوب نفقۃ الاقارب[3] اھ

اختلاف کیا ہے، تو زعفرانی اور فقیہ علی رازی نے ان کی قیمت کا اعتبار کیا ہے اور ابوعلی الدقاق وغیرہ نے ان کی آمدن کا اعتبار کیا ہے اور پھر آمدن کے اعتبار والوں کا آپس میں اختلاف ہوا، ابوعلی الدقاق نے کہا اگر سال بھر کی آمدن حاصل ہو جائے تو قربانی واجب ہے اور ان میں سے بعض نے مہینے کا قول کیا ہے آمدن میں سے سال بھر میں دوسو درہم فاضل بچ جائیں یا اس سے زائد، تو اس پر قربانی واجب ہے الخ، اور ردالمحتار میں اسی کی مثل مذکور ہے اور انھوں نے ترجیح کو ذکر نہ کیا، مجھے یاد ہے کہ میں نے اس کے حاشیہ میں یوں لکھا ہے، عبارت یہ ہے، اقول (میں کہتا ہوں) خانیہ میں اس پر جزم فطرانہ کے متعلق کیا ہے اور انھوں نے اختلاف کو ذکر نہ کیا جہاں انھوں نے فرمایا، جو ایک مکان اور تین جوڑے لباس سے زائد ہو وہ غناء میں شمار ہوگا اھ، پھر فرمایا اگر اس کا مکان ہو جس میں رہائش پذیر نہیں اس کو کرایہ پر دیا ہو یا نہ دیا ہو تو اس کی قیمت کے اعتبار سے غناء میں شمار ہوگا، اور یوں اگر مکان میں رہائش پذیر ہو اور رہائش سے کچھ کمرے زائد ہوں تو زائد کی قیمت کو نصاب میں شمار کیا جائے گا اور اس نصاب سے صدقہ فطر اور قربانی، زکوٰۃ لینے کی حرمت اقارب کا نفقہ کے احکام متعلق ہو جائیں گے، اھ،

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ　کتاب الاضحیۃ　الباب الاول　نورانی کتب خانہ پشاور　۵/ ۲۹۲

[2] و [3] فتاوٰی قاضی خاں　کتاب الصوم　فصل فی صدقۃ الفطر　نولکشور لکھنؤ　۱/ ۱۰۷

Marfat.com

وهكذا نقل الكلام عنها برمزه "خ" في
خزانة المفتين وكذلك ذكر في البزازية
اقوال المتاخرين كالزعفراني والدقاق
وغيرهما مقدما قول الزعفراني ان
العبرة بالقيمة ثم قال وعند الثاني
رحمه الله هو موسر بالضياع[1] اھ وفي
الهندية عن الخلاصة عن الاجناس
لوكان له دار فيها بيتان شتوي وصيفي
وفرش شتوي وصيفي، لم يكن
بها غنيا فان كان له فيها ثلث بيوت و
قيمة الثالث مائتا درهم فعليه الاضحية[2] الخ
ومثله في البزازية[3] وقال قبله لو كان
في دار اجارة فاشترى ارضا بنصاب
وبنى فيها منزلا يسكنه لزمت[4] اھ،
وبالجملة قد تظافرت الروايات على
الايجاب وهو الموافق لاطلاق
المتون والشروح، من قولهم
كما في الهداية وغيرها
واجبة على الحر المسلم، اذا
كان مالكا لمقدار النصاب فاضلا عن

اور خزانۃ المفتین میں خانیہ کی اس کلام کو اس کی رمز "خ" کے ساتھ ذکر کیا اور یوں ہی بزازیہ نے متاخرین کے اقوال کو ذکر کیا اور زعفرانی کے قول کو دوسروں پر مقدم کیا کہ قیمت کا اعتبار ہے اور پھر کہا کہ امام ثانی (امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی) کے نزدیک زمینوں کی وجہ سے غنی قرار پائے گا اھ اور ہندیہ میں خلاصہ سے بحوالہ اجناس ذکر کیا کہ اگر مکان میں دو کمرے ہوں ایک موسم سرما اور دوسرا موسم گرما کے لئے ہو اور سردی اور گرمی کے بستر ہوں تو اس سے غنی شمار نہ ہوگا، اور اگر مکان کے تین کمرے ہوں اور تیسرے کی قیمت دوسو درہم ہو تو اس پر قربانی لازم ہوگی الخ، اور اس کی مثل بزازیہ میں مذکور ہے انھوں نے اس سے قبل ذکر کیا اگر کوئی کرایہ کے مکان میں ہو تو اس نے نصاب برابر قیمت سے زمین خرید کر مکان بنایا اور اس میں رہائش پذیر ہوا تو اس پر قربانی لازم ہے اھ، خلاصہ یہ کہ اس پر قربانی کو واجب کرنے والی روایات کثیرہ متفق ہیں اور یہی متون اور شروح کے اطلاق کے موافق ہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہ کا قول ہے کہ آزاد مسلمان جب اپنی رہائش، لباس، ضروری سامان

---

[1] فتاوٰی بزازیۃ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الاضحیۃ الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۲۸۷
[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الاضحیۃ الباب الاول " " " " ۵/ ۲۹۳
[3] فتاوٰی بزازیۃ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الاضحیۃ الفصل الثانی " " " " ۶/ ۲۸۷
[4] " " " " " " " " " " " " " " ۶/ ۲۸۷

Marfat.com

مسکنه و ثیابه و اثاثه و فرسه و سلاحه وعبیده[1] وهو المنقول من احد شیخی المذهب والخلاف انما جاء عن المتأخرین ثم هو الاحوط فعلیه فلیکن التعویل، فان قلت الیس قد احالوا یسار الاضحیة علی یسار صدقة الفطر واحال فی التنویر یسارها علی نصاب یحرم الصدقة، حیث قال صدقة الفطر تجب علی کل مسلم ذی نصاب فاضل عن حاجته الاصلیة وان لم ینم وبه تحرم الصدقة اھ[2] وقال فی الدر من مصارف الزکوٰة لا یصرف الی غنی، یملك قدر نصاب فارغ من حاجته الاصلیة من ای مال کان[3] اھ وقال فی رد المحتار ذکر فی الفتاوی فیمن له حوانیت ودور للغلة، لکن غلتها لا تکفیه ولعیاله انه فقیر و یحل له اخذ الصدقة عن محمد، وعند ابی یوسف لا یحل کذا لوله کرم لا تکفیه غلته اھ

سے زائد مقدار نصاب کا مالک گھوڑے، ہتھیار اور غلام وغیرہ سے زائد مقدار نصاب کا مالک ہو تو قربانی واجب ہے، اور وہی مذہب کے ایک شیخ سے بھی منقول ہے اور اختلاف متاخرین میں پیدا ہوا ہے، پھر یہی باعث احتیاط ہے تو اسی پر اعتماد ہونا چاہئے، اگر تو اعتراض کرے کہ فقہاء کرام نے قربانی کے معیار وجوب کو صدقہ فطر کے معیار وجوب کی طرف پھیرا ہے اور تنویر میں قربانی کو صدقہ واجبہ کی حرمت کے معیار پر لاگو کیا ہے جہاں انہوں نے کہا کہ صدقہ فطر ہر ایسے مسلمان پر واجب ہے جو اپنی اصلی حاجت سے زائد نصاب والا ہو اگرچہ وہ نصاب نامی نہ ہو اور اسی نصاب سے صدقہ واجبہ لینا حرام ہو جاتا ہے اھ اور درمختار میں مصارف زکوٰۃ کے باب میں کہا کہ زکوٰۃ غنی پر صرف نہ کی جائے غنی وہ کہ اپنی اصلی حاجت سے فارغ قدر نصاب کا مالک ہو خواہ کوئی بھی مال ہو اھ اور ردالمحتار میں کہا کہ فتاوٰی میں مذکور ہے ایسے شخص کے متعلق جو دکانوں اور مکانوں کا مالک ہو جن کو کرایہ پر دیا ہو لیکن ان کا کرایہ اس کو اور اس کے عیال کو کفایت نہیں کرتا تو وہ فقیر ہے امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک اس کو زکوٰۃ حلال ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک حلال نہیں ہے

---

[1] الہدایۃ کتاب الزکوٰۃ باب صدقۃ الفطر مطبع یوسفی لکھنؤ ۱/۱۸۸

[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الزکوٰۃ " " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۲ - ۱۴۴

[3] درمختار " باب المصرف " " " " ۱/۱۴۱

Marfat.com

وفی التتارخانیة عن الصغری له دار یسکنها لکن تزید علی حاجته بان لا یسکن الکل یحل له اخذ الصدقة فی الصحیح، و فیها سئل محمد عمن له ارض یزرعها، او حانوت یستغلها، او دار غلتها ثلثة الاف، ولا تکفی لنفقته و نفقة عیاله سنة یحل له اخذ الزکوٰة وان کانت قیمتها تبلغ الوفاء، و علیه الفتوی وعندهما لا یحل[1] اھ الکل ملخصات، قلت نعم یفتی بهذا فی حرمة الصدقة، وبه جزم فی الخانیة وخزانة المفتین، قالا لوکان له حوانیت او دار غلة تساوی ثلثة الاف، و غلتها لا تکفی لقوته وقوة عیاله یجوز صرف الزکوٰة الیه وکذا لوکان له ضیعة تساوی ثلثة الاف ولا یخرج منها ما یکفی له ولعیاله یجوز له اخذ الزکوٰة[2] اھ ثم لم یمنعها هذا علی جزمهما فی مسئلة الاضحیة

اور یونہی اگر انگور ہوں اور اُن کی آمدن اسے کافی نہ ہو اھ اور تتارخانیہ میں فتاوٰی صغرٰی سے منقول ہے کسی کا مکان رہائشی ہو لیکن حصہ حاجت سے زائد ہو اور سب میں رہائش نہ ہو تو صحیح قول میں اس کو زکوٰۃ لینا حلال ہے، اور اس میں ہے امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے سوال کیا گیا کہ کسی کی زراعت والی زمین ہو یا دکانیں کرایہ پر دی ہوں یا مکانات کرایہ والے ہوں اور ان کی آمدن تین ہزار ہو اور وہ اس کو اور اس کے عیال کو سال بھر کے لئے کافی نہ ہو تو اس کو زکوٰۃ لینا حلال ہے اگر ان کی قیمت خرچہ کو پورا کرتی ہو، اور اسی پر فتوٰی ہے، اور شیخین کے نزدیک حلال نہیں ہے اھ، یہ تمام عبارتیں ملخص ہیں، جواب میں کہتا ہوں ہاں زکوٰۃ کے حرام ہونے کے لئے یہ فتوٰی ہے اور اسی پر خانیہ اور خزانۃ المفتین میں جزم کیا ہے ان دونوں نے کہا کہ اگر دکانیں اور مکان کرایہ پر دئے ہوں جن کی آمدن تین ہزار ہو اور یہ آمدن اس کو اور اس کے عیال کو کافی نہ ہو تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اور یوں اگر زرعی زمین ہو جس کی قیمت تین ہزار ہو جبکہ اس سے حاصل ہونے والا غلہ اتنا نہیں کہ اس کو اور اس کے عیال کو کافی ہو تو اس کو زکوٰۃ لینا جائز ہے اھ، پھر یہ زکوٰۃ لینے کا جواز ان دونوں حضرات کے جزم کے مطابق قربانی کے مسئلہ

---

[1] ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ باب المصرف داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۵

[2] فتاوٰی قاضیخان " فصل فیمن یوضع فیہ الزکوٰۃ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۲۴

خزانۃ المفتین " باب المصرف داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۷

Marfat.com

بما رأیت ولا تلازم بین حل الصدقۃ و سقوط الواجبات المالیۃ، حتی صرح العلماء ان من لہ نصاب سائمۃ لاتساوی مائتی درھم تحل لہ الزکوٰۃ، وتلزمہ الزکوٰۃ، فی ردالمحتار عن الشرنبلالیۃ عن الجوھرۃ عن الامام المرغینانی اذا کان لہ خمس من الابل قیمتھا اقل من مائتی درھم تحل لہ الزکوٰۃ وتجب علیہ[1] اھ وتمام تحریرہ فیہ ولا شك ان الزکوٰۃ اضیق وجوبا من صدقۃ الفطر والاضحیۃ، فلاغروان وجبتا علی صاحب الضیاع والمستغلات لملکہ نصابا فاضلا، وحلت لہ الصدقۃ لعدم کفایۃ الغلۃ لہ ولعیالہ لہ نعم یبقی خلاف مفھوم ما افادہ فی التنویر ولاحرج فیہ بعد ما جاءت من العلماء تلك النصوص بالتکثیر، و اللہ تعالٰی اعلم۔

کے لئے مانع نہیں، جیسا کہ تم نے دیکھا، جبکہ زکوٰۃ کے حلال ہونے اور واجبات مالیہ کے ساقط ہونے میں تلازم نہیں ہے حتی کہ علمائے نے تصریح کی ہے کہ جس کے پاس سائمہ جانوروں کا نصاب موجود ہو اور ان جانوروں کی قیمت دوسو درہم کے مساوی نہ ہو تو اس کو زکوٰۃ لینا حلال ہے اس کے باوجود جانوروں کی زکوٰۃ اس پر واجب ہے، اور ردالمحتار میں شرنبلالی بحوالہ جوہرہ امام مرغینانی سے منقول ہے کہ اگر کسی کے پاس پانچ اونٹ ہوں جن کی قیمت دوسو درہم سے کم ہو اس کو زکوٰۃ حلال ہے باوجودیکہ اس پر اونٹوں کی زکوٰۃ واجب ہے اھ" اور اس کی مکمل بحث وہاں موجود ہے اور اس میں شک نہیں کہ زکوٰۃ کا وجوب صدقہ فطر اور قربانی کے وجوب سے کڑا ہے تو اس میں کوئی رکاوٹ نہیں کہ صدقہ فطر اور قربانی زمین وغیرہ کی آمدن والے پر واجب ہوں جبکہ وہ آمدن اصلی حاجت سے زائد نصاب برابر ہو اور ساتھ ہی اس کو زکوٰۃ لینا حلال بھی ہو کیونکہ زمین کی آمدن اس کو اور اس کے عیال کو کافی نہ ہو، ہاں تنویر کے مفاد مفہوم کا خلاف باقی رہا تو اس میں علماء کی کثیر نصوص آجانے کے بعد کوئی حرج نہیں ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۹۲ مسئولہ مولوی ظفرالدین صاحب از بانکی پور پٹنہ ۲۳ صفر ۱۳۳۲ھ

ایک شخص برائے نام صاحبِ جائداد ہے، سو روپیہ سالانہ آمدنی کی جائداد ہے، وہ شخص سے۔ للعہ ماہوار کا نوکر بھی ہے جو اس کی ضروریاتِ دنیویہ کو کافی ہے، کسی سال میں کچھ نہیں بچتا،

---

[1] ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ باب المصرف داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۵

Marfat.com

اس کی بیوی کے پاس تقریباً معتہ روپیہ کا زیور ہے، ۵۰ کا طلائی باقی نقرئی، اب ایسی صورت میں یہ تو ظاہر ہے کہ زکوٰۃ میاں بی بی دو میں کسی پر واجب نہیں مگر صدقۂ فطر و قربانی ان دونوں یا ایک پر واجب ہے یا نہیں؟ اور ہے تو کس پر؟

الجواب

ستّر روپیہ کا زیور اگر مملوک زن ہے اور اس پر قرض نہیں تو اس پر نہ صرف اضحیہ و صدقۂ فطر بلکہ زکوٰۃ بھی فرض ہے کہ اگرچہ صہ کے سونے عہ کی چاندی میں کسی کی نصاب کامل نہیں، مگر سونے کو چاندی کرنے سے چاندی کی نصاب کامل مع زیادۃ ہو جائے گی، ہاں شوہر پر صدقہ و اضحیہ بھی نہیں اگرچہ زیور مذکور بھی اسی کی ملک ہو کہ تمام کا قرض محیط ہے مگر ان علماء کے نزدیک کہ ایجاب صدقہ و اضحیہ میں قیمت جائداد کا اعتبار کرتے ہیں، اور راجح و مفتی بہ اول ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔ ہندیہ میں ظہیریہ سے ہے:

ان کان له عقار ومستغلات ملك اختلف المشائخ المتأخرون رحمهم الله فالزعفرانی والفقيه علی الرازی اعتبرا قيمتها، وابو علی الدقاق وغيره اعتبروا الدخل، واختلفوا فيما بينهم، قال ابو علی الدقاق ان كان يدخل له من ذٰلك قوت سنة فعليه الاضحية ومنهم من قال قوت شهر و متی فضل من ذٰلك قدر مائتی درهم فصاعدا فعليه الاضحية۔[1]

اگر کسی کی زمین اور آمدن والی ملکیت ہو متاخرین مشائخ کا اختلاف ہے تو زعفرانی اور فقیہ علی رازی نے قیمت کا اعتبار کیا ہے اور ابو علی الدقاق وغیرہ نے آمدن کا اعتبار کیا ہے اور ان کا آپس میں اختلاف ہوا ابو علی الدقاق نے کہا اگر اس کو ان اشیاء سے سال بھر کے خرچہ کی آمدن ہو تو اس پر قربانی واجب ہے اور ان میں سے بعض نے کہا کہ ماہانہ خرچہ کی آمدن ہو اور جب سال بھر میں دوسو درہم یا زائد فاضل بچ جائے تو اس پر قربانی واجب ہے (ت)

ردالمحتار میں بدائع سے ہے:

سئل محمد عمن له ارض یزرعها او حانوت یستغلها او دار غلتها ثلثة الاف ولا تكفی لنفقته ونفقة

امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے سوال کیا گیا ایسے شخص کے متعلق کہ اس کی زرعی زمین یا دکان یا مکان کا کرایہ آمدن تین ہزار ہے اور وہ اس کے اور

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الاضحیۃ الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۲۹۲

Marfat.com

عیاله سنة یحل له اخذ الزکٰوة، و ان کانت قیمته تبلغ الوفا وعلیه الفتوی، وعندهما لایحل[1]

اس کے عیال کے سال بھر کے نفقہ کے لئے کافی نہیں اس کو زکوٰۃ حلال ہے اگرچہ ان کی قیمت کفایت کو پہنچتی ہو، اور اسی پر فتوٰی ہے اور شیخین کے نزدیک حلال نہیں (ت)

درمختار کے صدقۂ فطر میں ہے:

تجب علی کل مسلم ذی نصاب فاضل عن حاجته الاصلیة وان لم ینم، وبھذا النصاب تحرم الصدقة، وتجب الاضحیة ونفقة المحارم علی الراجح[2] اھ قلت فالذی له ارض قیمتها الوف کما وصف لو کان تجب علیه الاضحیة لحرمت علیه الزکٰوة لکنها لم تحرم فالاضحیة لم تجب، واللّٰه تعالٰی اعلم۔

ہر مالک نصاب مسلمان پر کہ اس کی اصلی حاجت سے زائد ہو اگرچہ یہ نصاب نامی نہ ہو تو راجح قول پر محارم کا نفقہ اور قربانی واجب ہے اور اس نصاب سے زکوٰۃ لینا حرام ہو جاتا ہے، میں کہتا ہوں جس کے پاس زمین ہے جس کی قیمت ہزاروں ہے جیسے بیان کیا گیا ہے اگر اس پر قربانی واجب ہے تو اس کو زکوٰۃ لینا حرام ہے لیکن زکوٰۃ حرام نہیں، لہذا قربانی واجب نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۹۳: از سرکار مارہرہ شریف مرسلہ حضور سیدنا سید مہدی حسن میاں صاحب سجادہ اقدس دامت برکاتہم
۷/ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

اعلٰحضرت محترم سلام خادمانہ عرض ہے، فقیر رضوی کی عمر گیارہ سال کچھ ماہ کی ہے، زیور اس کے پاس غالباً ساٹھ روپے کا ہے، بالغ نہیں ہے، قربانی اس کے ذمہ واجب ہے یا نہیں؟ پیر برکات عمر سترہ سالہ خلف بھائی جان مرحوم بے ماں باپ کا ہے لیکن اس کی والدہ کا زیور وظروف مسّی وپارچہائے پوشیدنی ہیں جو بغصب ایک شخص کے پاس ہیں جن کے ملنے کی کسی قسم کی امید اس کو کسی زمانہ میں نہیں، وہ مالک ووارث اُن چیزوں کا ضرور ہے مگر اس کے قبضہ سے قطعی باہر ہیں اور صحیح طور سے یہ بھی نہیں معلوم کہ اُن چیزوں کا وجود ہے یا نہیں، اس کے ذمہ قربانی ہے یا نہیں؟

---

[1] ردالمحتار کتاب الزکٰوۃ باب المصرف دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۵
[2] درمختار " باب صدقۃ الفطر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۲ و ۱۴۳

Marfat.com

الجواب

حضور والا آداب غلامانہ معروض، نابالغ اگرچہ کسی قدر مالدار ہو نہ اس پر قربانی ہے نہ اس کی طرف سے اس کے باپ وغیرہ پر، حضرت صاحبزادہ صاحب! اگر اس مال کے سوا اپنی حاجت اصلیہ کے علاوہ چھپن روپے کے مال کے مالک ہیں تو ان پر قربانی ہے ورنہ نہیں، وہ مال کہ نہ کبھی اس کے ملنے کی اُمید نہ اُس کا وجود ہی معلوم، مثل معدوم ہے، اس کے سبب وجوب نہ ہوگا، زیادہ حد ادب۔

مسئلہ ۱۹۴ ۲۲ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں، سائل دریافت کرتا ہے کہ قربانی ولی کرے تو سب گھر والوں کی طرف سے ہو جائے گی کیونکہ سب اولاد شامل ہے مثلاً بیٹے اور بیٹیوں کی اولاد، نواسے وغیرہ اور سب مال اسباب کا دادا جو کہ ولی ہے مالک ہے، اور دوسروں کو اختیارات بالکل نہیں ہیں، اور ولی اپنے دل میں خیال کر کے قربانی یا دیگر صدقات یا زکوٰۃ یا میلاد شریف کرتا ہے، اس صورت میں سب کی طرف سے قبول ہوگی یا ولی کی طرف سے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ایک قربانی نہ سب کی طرف سے ہو سکتی ہے، نہ سوا مالک نصاب کے کسی اور پر واجب ہے، اگر اس کی بالغ اولاد میں کوئی خود صاحب نصاب ہو تو وہ اپنی قربانی جدا کرے، یونہی زکوٰۃ جس جس پر واجب ہے یہ الگ الگ دیں، ایک کی زکوٰۃ سب کی طرف سے نہیں ہو سکتی، جو چیز واجب شرعی نہیں مثلاً صدقہ نفل و میلاد مبارک وہ بھی ایک کے کرنے سے سب کی طرف سے نہ قرار پائے گا، ہاں کرنے والا ہر ایک کا اگرچہ فرض ہو اپنی اولاد اور گھر والوں جن کو چاہے پہنچا سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۵ از مدرسہ منظر الاسلام مرسلہ مولوی احسان علی صاحب متعلم مدرسہ مورخہ ۲ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نصاب کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ ۵۲½ تولے چاندی یا ۷½ تولے سونا بمقدار اس کے روپیہ موجود ہوں جب قربانی واجب ہے یا کہ اتنے مقدار کی مالیت ہو چاہے اس کے پاس کاشت ہو یا چوپائے ہوں، اگر ایک شخص کے پاس ۶۰ روپیہ کی بھینس یا بیل ہے تو اس پر قربانی ہے یا نہیں، کسی شخص کو ہزار روپیہ ماہوار کی آمدنی ہے لیکن بزمانہ قربانی ایک روپیہ بھی اس کے پاس موجود نہیں، وہ شخص قرض لے کر قربانی کرے گا یا کہ نہیں، علیٰ ہذا القیاس کاشت فروخت کر کے قربانی کرے گا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

Marfat.com

الجواب

قربانی واجب ہونے کے لئے صرف اتنا ضرور ہے کہ وہ ایام قربانی میں اپنی تمام اصلی حاجتوں کے علاوہ ۵۶ روپیہ کے مال کا مالک ہو، چاہے وہ مال نقد ہو یا بیل یا بھینس یا کاشت، کاشتکار کے ہل بیل اس کی حاجتِ اصلیہ میں داخل ہیں اُن کا شمار نہ ہو، ہزار روپیہ ماہوار کی آمدنی والا آدمی قربانی کے دن ۵۶ روپیہ کا مالک نہ ہو، یہ صورت خلافِ واقعہ ہے، اور اگر ایسا فرض کیا جائے کہ اُس وقت وُہ فقیر ہے تو ضرور اس پر قربانی نہ ہوگی، اور جس پر قربانی ہے، اور اس وقت نقد اس کے پاس نہیں وُہ چاہے قرض لے کر کرے، یا اپنا کچھ مال بیچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۶

۱۳ر ذوالحجہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک بکری پارسال قربانی کے ارادہ سے لی گئی، اُس نے گھر میں آکر دُودھ دیا، اور لوگوں نے کہا یہ بکری دودھ کی ہے اس کی قربانی مت کرو، تو اس کے عوض ایک مینڈھا قربانی کر دیا اور بکری کو گاؤں بھیج دیا، وہاں جاکر وہ گابھن ہوگئی، پھر اس کو مکان پر بلا لیا، یہاں آکر دو بکری بیائی، اور ان کا بھی یہی ارادہ کیا کہ جب یہ دونوں بکری سال بھر کی ہو جائیں گی ان کی بھی قربانی کر دی جائے گی، اس کا دودھ بھی اپنے کام میں آیا، بعد کو بکری مع اس کے بچوں کے گاؤں بھیج دی گئی، پھر اب اس کو گاؤں سے منگوا لیا قربانی کے لئے، تو اس کے آثار سے معلوم ہوا کہ گابھن ہے اس کی قربانی نہیں کی بلکہ اس کے عوض میں ایک مینڈھا قربانی کر دیا گیا۔

پس اس صورت میں بکری کا دُودھ اپنے کام آسکتا ہے یا نہیں؟ اور آیا اس بکری کو فروخت کرنا یا لینا جائز ہے اپنے لئے یہ بکری ڈھائی روپیہ میں پارسال خریدی گئی تھی، اور پارسال جو مینڈھا اس کے عوض میں قربانی کیا گیا اس کی قیمت یاد نہیں، اور اب کے جو مینڈھا قربانی کیا گیا دو روپیہ چھ آنہ میں خریدا گیا تھا۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

دُودھ کے جانور یا گابھن کی قربانی اگرچہ صحیح ہے مگر ناپسند ہے، حدیث میں اس سے ممانعت فرمائی، سائلہ جبکہ غنیہ مالکہ نصاب ہے تو بہ نیت قربانی بکری خریدنے سے خاص اسی کی قربانی اس پر لازم نہ ہوئی اسے بدل لینے کا اختیار تھا، دودھ دیتی دیکھ کر اس کے عوض مینڈھا کر دیا، اس سال گابھن خیال کر کے بھی مینڈھا کیا کچھ حرج نہ ہوا، اس بکری کا پالنا، بیچنا، دُودھ پینا سب روا ہے۔

وکراھۃ الانتفاع بلبن الاضحیۃ وصوفھا   قربانی سے قبل اس جانور کے دودھ اور اُون سے انتفاع

Marfat.com

قبل التضحية انما كان لانه التزام اقامة القربة بجميع اجزائها كما في الدر[1] فاذا اقام القربة بغيرها بقيت على حكم ملكه المطلق المتصرف على ان منهم من اجازهما اعني الانتفاع باللبن والصوف للغني مطلقا لوجوبها في الذمة فلا يتعين كما في الدر[2] عن الزيلعي قال الشامي والجواب ان المشتراة للتضحية متعينة للقربة الى ان يقام غيرها مقامها[3] اما كراهة الاستبدال فشئ خارج عما نحن فيه لان الكلام في حل الانتفاع بها بيعا وحلبا بعد ما ابدلت بل هي الكراهة في غيرها اذا وجدها ذات در او حمل لورود الحديث بالنهي عنهما، والله تعالیٰ اعلم۔

اس لئے مکروہ ہے کیونکہ اس نے اس جانور کو جمیع اجزاء سمیت قربت کے لئے لازم بنایا ہے جیسا کہ درمختار میں ہے تو جب اس نے قربت دوسرے جانور سے قائم کرلی تو اب یہ اس کی مطلق ملک والے تصرف میں ہوگیا، علاوہ ازیں بعض نے دودھ اور اون سے غنی کو انتفاع مطلقاً جائز قرار دیا ہے کیونکہ اس کے ذمہ واجب ہے لہذا یہ جانور متعین نہ ہوا جیسا کہ درمختار میں زیلعی سے منقول ہے، علامہ شامی نے اس کے جواب میں فرمایا کہ خریداری قربانی کے لئے ہونے کی وجہ یہ جانور متعین رہے گا جب تک دوسرا اس کے قائم مقام نہ بنالے، لیکن دوسرے سے تبدیل کرنے کی کراہت علیحدہ معاملہ ہے وہ ہماری بحث سے خارج ہے کیونکہ یہاں اس جانور کو تبدیل کرنے کے بعد اس کی بیع اور دودھ سے انتفاع حلال ہونے میں بحث ہے بلکہ یہ کراہت دودھ یا حمل پائے جانے کی وجہ ہے اس لئے بوجہ الغیر ہوسکتی ہے کیونکہ دودھ اور حمل والی کی نہی پر حدیث وارد ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۷، ۱۹۸ از شہر بریلی مسئولہ منشی شوکت علی صاحب رضوی محرر چونگی شب ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:

(۱) قربانی کس پر ہے اور واجب ہے یا فرض؟

(۲) آج کل ہندوستان میں گائے کی قربانی کو بعض مسلمان مشرکوں کی خوشنودی کے لئے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں بکری کی قربانی کی جائے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) صاحبِ نصاب جو اپنے حوائج اصلیہ سے فارغ چھپن روپے کے مال کا مالک ہو اس پر قربانی

---

۱ و ۲ درمختار کتاب الاضحیۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۳۴

۳ ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۰۹

Marfat.com

واجب ہے۔

(۲) مشرکوں کی خوشنودی کے لئے گائے کی قربانی بند کرنا حرام حرام سخت حرام ہے، اور جو بند کرے گا جہنم کے عذاب شدید کا مستحق ہوگا، اور روزِ قیامت مشرکوں کے ساتھ ایک رسّی میں باندھا جائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۹ ازموضع غنی پور ضلع نواکھال ڈاکخانہ صفدر گنج مرسلہ مولوی عبدالعزیز ۲۶ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں، مثلاً تین بھائی ہیں کہ تینوں ایک ساتھ ہی رہتے ہیں، جبکہ قربانی کا وقت آیا تو تینوں آپس میں مل کر بڑا بھائی کو حکم کیا کہ تم ہمارے نام کی ایک بکری خرید کر قربانی کرو، اس میں دو تین روپیہ جو بھی خرچ ہوں اس کا دعوٰی ہم نہیں رکھتے ہیں اس حالت میں قربانی ہوگا یا نہیں، میرے یہاں بعض علماء فرماتے ہیں کہ قربانی بالکل جائز نہیں ہوگی، کیونکہ شریک دار کا حصہ معاف کرنے سے بھی معاف نہیں ہوتا ہے، اس فساد میں بہت سے لوگوں نے قربانی چھوڑ دیا، کیونکہ بعض تو ایسے ہیں کہ انھوں کے مال حصہ کرنے سے صاحبِ نصاب نہیں رہتے ہیں، ان علماؤں نے فرماتے ہیں کہ جنھوں کا مال حصہ کرنے سے صاحبِ نصاب نہیں رہتے ہیں، انھوں کو قربانی نا کرنا چاہئے، اگر قربانی جائز ہے تو ان علماؤں کے حق میں کیا حکم ہے؟

الجواب المطول

مال شرکت میں جس کا حصہ بقدر نصاب نہ ہو نہ اس کے پاس اپنا اور کوئی خاص مال اتنا ہو کہ حصہ کے ساتھ مل کر نصاب کو پہنچ جائے اس پر قربانی واجب نہیں، یعنی نہ کرے گا تو گنہگار نہ ہوگا نہ یہ کہ اس کو قربانی نہ چاہئے یہ محض غلط ہے بلکہ کرے گا تو ثواب پائے گا بلکہ بہ نیت قربانی جانور خریدے گا تو اس پر بھی خاص اُس جانور کی قربانی واجب ہو جائے گی، نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا، اور اس جانور کو دوسرے سے بدل نہیں سکتا کہ اس پر اسی جانور کی قربانی واجب ہوئی۔ درمختار میں ہے:

وفقیر ماشراھا لھا لوجوبھا علیہ بذلك حتی یمتنع علیہ بیعھا[1] اور فقیر نے واجب نہ ہونے کے باوجود خریدی ہے اس لئے اس کو فروخت ممنوع ہے (ت)

ایک شریک اگر دوسرے شرکاء کے اذن سے زرِ مشترک سے جانور خاص اپنی قربانی کے لئے خرید کر اپنی طرف سے قربانی کرے تو بلاشبہہ جائز ہے، اور قربانی صحیح ہو جائے گی، خواہ ان میں شرکت عقد ہو

---

[1] درمختار کتاب الاضحیہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۳۲

Marfat.com

یا شرکت ملک، بیان اس کا یہ کہ یہاں پانچ صورتیں ہیں:
ایک[۱] شرکت ملک کی اور چار شرکت عقد کی، کہ شرکت[۲] مفاوضہ ہو یا شرکت[۳] عنان، مطلق ہے خرید و فروخت میں، جیسے یہ کہیں کہ جو کچھ ہم خریدیں وہ ہمارے آپس میں مشترک ہے، یا شرکت[۴] جن خاص اجناس میں قرار پائی ہے یہ جانور کہ اسے قربانی کو خرید ا اُن اجناس سے ہے۔ اخیر[۵] صورت یہ ہے کہ شرکت خاص ہے، اور جانور اس کی جنس تجارت سے نہیں، اول و اخیر یعنی شرکت ملک و شکل اخیر میں تو ظاہر ہے کہ یہ جانور خاص اس خریدنے والے کی ملک ہوگا،

لان الشراء متی وجد نفاذا علی المشتری نفذ کما فی الاشباہ[۱] وغیرھا، بل قال فی الدر وغیرہ لو اشتری لغیرہ نفذ علیہ[۲] الخ قال الشامی لانہ اذا لم یکن وکیلا بالشراء وقع الملك لہ فلا اعتبار بالاجازۃ بعد ذلك لانھا انما تلحق الموقوف لا النافذ[۳]۔

کیونکہ خریداری جب مشتری پر بطور نفاذ پائی جائے تو نافذ ہو جائیگی، جیسا کہ اشباہ وغیرہ میں ہے، بلکہ درمختار وغیرہ میں کہا اگر غیر کے لئے خریدی تو خود اس پر نافذ ہوگی الخ، شامی میں فرمایا کیونکہ غیر کا وکیل خریداری میں یہ نہیں ہے تو اس کی ملکیت قرار پائیگی تو اس کے بعد کی اجازت معتبر نہ ہوگی کیونکہ بعد کی اجازت موقوف بیع کو لاحق ہو سکتی ہے نافذ کو نہیں لاحق ہو سکتی۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

شریك العنان لہ ان یشتری ما لیس من جنس تجارتھما و یقع الشراء لہ و یطالب بالثمن وکذا یقع الشراء لہ من جنس تجارتھما بعد ما صار المال عروضا[۴] اھ قلت ولم اذکر

شرکت عنان میں شریک کو اختیار رہے کہ وہ مسلمہ تجارت کے غیر کو خریدے جبکہ خریداری شریک کی اپنی ہوگی اور بائع اسی سے ثمن کا مطالبہ کرے گا اور یونہی جب انکی مسلمہ تجارت کی جنس کو خریدے نقد مال کے سامان بن جانے

---

[۱] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب البیوع ادارۃ القرآن کراچی ۱/۳۲۳
فتاوٰی بزازیۃ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ " الفصل الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۴۱۹
ردالمحتار کتاب البیوع باب المتفرقات داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۲۰
[۲] درمختار " فصل الفضولی مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۱
[۳] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۳۷
[۴] ردالمحتار کتاب الشرکۃ فصل فی الشرکۃ الفاسدۃ " " " ۳/۳۵۱

Marfat.com

هذا الاخیر لان الفرض انه اشتری بدراهم الشرکۃ۔

کے بعد اھ، میں کہتا ہوں، میں آخری صورت کو ذکر نہ کروں گا کیونکہ یہاں مشترکہ دراہم سے خریدنا مفروض ہے (ت)

غایت یہ کہ ثمن جو مال شرکت سے ادا کیا ہے اس میں حصہ دیگر شرکاء کا اسے تاوان دینا ہوگا جبکہ شرکاء نے قیمت خریداری ثمن میں اپنے اپنے حصہ اسے ہبہ کئے ہوں کہ شیئ قابل قسمت میں ہبہ صحیح نہیں یا قبل شراء اپنے حصوں سے ابراء کیا ہو کہ ابراء یعنی معافی دین سے ہوتی ہے یہاں ابھی دین نہیں، یا ابرائے معلق کیا ہو، یعنی جب تو اپنے لئے شرکت کے مال سے خریدے تو ہم نے تجھے اپنے حصے معاف کئے کہ ابراء صالح تعلیق نہیں، عالمگیریہ میں ہے:

احد الشریکین اذا قال لشریکه، وهبت لك حصتی من الربح قالوا ان کان المال قائما لاتصح لکونها هبة المشاع فیما یقسم، وان کان الشریك استهلك المال صحت الهبة لکونها اسقاطا حینئذ کذا فی الظهیریة۔[1]

دونوں شریکوں میں سے ایک نے دوسرے کو کہا میں نے اپنے حصے کا نفع تجھے ہبہ کردیا تو فقہاء نے فرمایا اگر نقد مال موجود ہو تو یہ ہبہ درست نہ ہوگا کیونکہ قابل تقسیم چیز کا مشاعی حصّہ ہے اور اگر شریک نے مال کو ہلاک کردیا ہو تو ہبہ صحیح ہوگا کیونکہ اس صورت میں ہبہ کا مطلب حصہ کو ساقط کرنا ہے، ظہیریہ میں یُوں ہے۔ (ت)

عینی پھر بحر الرائق پھر ردالمحتار میں ہے:

انه ای الابراء تملیك من وجه حتی یرتد بالرد، وان کان فیه معنی الاسقاط فیکون معتبرا بالتملیکات فلا یجوز تعلیقه بالشرط۔[2]

کسی کو بری کرنا من وجہ تملیک ہے حتی کہ رَد کردینے سے ابراء رد ہوجاتا ہے اگرچہ اس میں اسقاط کا معنٰی ہے، لہذا تملیکات میں معتبر ہوگا اس لئے شرط کے ساتھ اس کی تعلیق جائز نہیں۔ (ت)

ایضاح الکرمانی پھر غمزعیون پھر شامیہ میں ہے:

قال ان دخلت الدار فقد ابرأتك

اگر کہا تُو گھر میں داخل ہوجائے تو میں نے تجھے بری کیا،

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الہبۃ الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۸۱

[2] ردالمحتار کتاب البیوع باب المتفرقات داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۲۵

Marfat.com

وقال لمدیونہ اوکفیلہ اذا ادیت الی کذا ، اومتی ادیت ، اوان ادیت الیّ خمسمائۃ فانت بریٔ عن الباقی فھو باطل ولا ابراء[1]

اور اپنے مدیون یا کفیل کو کہا اگر تُو مجھے اتنے یا جب ادا کرے' یا یُوں کہا اگر تو مجھے پانسو ادا کرے تو باقی سے بری ہے تو یہ باطل ہے کوئی برارت نہ ہوئی۔ (ت)

ہندیہ میں قنیہ سے ہے :

قال ائمۃ بلخ التحلیل یقع علی ما ھو واجب فی الذمۃ لاعلی عین قائم[2]

بلخ کے ائمہ نے فرمایا جو ذمّہ میں واجب ہو اس سے برارت ہوتی ہے نہ کہ عین موجود مال سے (ت)

مگر اس سے جانور میں شرکار کی ملک نہیں ہوتی ، خیریہ میں ہے :

لایلزم من الشراء من مال الاب ان یکون المشتری للاب[3]

باپ کے مال کے ساتھ خریداری کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خرید کردہ چیز باپ کی ہوجائے (ت)

ردالمحتار میں ہے :

مااشتراہ احدھم لنفسہ یکون لہ و یضمن حصۃ شرکائہ من ثمنہ اذا دفعہ من المال المشترک[4]

ان میں سے کسی نے چیز کو اپنے لئے خریدا تو اسی کی ہوگی اور وُہ اپنے شرکار کے حصے کا ضامن ہوگا اگر خریداری میں مشترکہ مال دیا ہو (ت)

اور تین صورتوں میں اگرچہ جانور سب شرکار کی ملک مشترک ٹھہرے گا مگر جبکہ وہ سب اسے اذن دے چکے کہ خاص اپنی طرف سے قربانی کرے ، اور یہ نا ممکن ہے بے اُس کے کہ جانور خاص اس کی ملک ٹھہرے ، تو ان کا یہ اذن جانور میں سے اپنا اپنا حصہ اس کو ہبہ کرنا ہوگا ، اور جانور قابلِ قسمت نہیں اور جو شیَ ناقابلِ قسمت ہو اس میں ہبہ مشاع صحیح ہے ، تو تنہا یہی اس جانور کا مالک ہوگیا ، اور قربانی اس کی بلا دغدغہ صحیح ہوگئی ، اور اب اس پر ثمن میں حصہ شرکار کا بھی تاوان نہیں آسکتا ، محیط پھر بحرالرائق پھر ردالمحتار میں ہے :

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع باب المتفرقات داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۲۵
[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الھبۃ الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۳۸۴
[3] فتاوٰی خیریہ کتاب البیوع دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۱۹
[4] ردالمحتار کتاب الشرکۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۴۸

Marfat.com

الشراء حال الشركة لومن جنس تجارتهما فهو للشركة، وان اشهد عند الشراء انه لنفسه لانه فی النصف بمنزلۃ الوکیل بشراء شیئ معین، وان لم یکن من تجارتهما فهو له خاصۃ۔[1]

اگر جنس تجارت کو شرکت کے مال سے خریدا تو وہ شرکت کی ہوگی اگرچہ وہ خریداری کے وقت اپنی ذاتی ہونے پر بھی گواہ بنالے کیونکہ وہ معین چیز کی خریداری میں نصف کا وکیل ہے، ہاں اگر وہ چیز جنس تجارت میں سے نہ ہو تو اس کی ذاتی ہوگی۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

اذا اذن احد المتفاوضین لصاحبہ ان یشتری جاریۃ فیطأھا ففعل فھی لہ بغیر شیئ، لان الجاریۃ دخلت فی الشرکۃ علی البتات جریا علی مقتضی الشرکۃ، اذ ھما لایملکان تغییرہ، فاشبہ حال عدم الاذن، غیر ان الاذن یتضمن ھبۃ نصیبہ منہ لان الوطئ لایحل الا بالملک، ولا وجہ الی اثباتہ بالبیع (ای انہ ھلک بالشراء) لما بینا انہ یخالف مقتضی الشرکۃ فاثبتناہ بالھبۃ الثابتۃ فی ضمن الاذن[2] اھ مختصرا بزیادۃ مابین الھلالین للایضاح۔

جب شرکت مفاوضہ کے ایک شریک نے دوسرے کو لونڈی خرید کر وطی کی اجازت دے دی ہو اور اس نے ایسے کرلیا تو وہ لونڈی بلاعوض اس کی ہوجائے گی کیونکہ وہ لونڈی شرکت میں ہے، شرکت کا مقتضٰی یہی ہے کیونکہ عقد شرکت کے بعد دونوں میں سے کوئی اس کو متغیر نہیں کرسکتا لہذا وہ وطی گویا کہ بلااذن متصور ہوئی مگر اجازت دینا اپنے حصے کو ہبہ کردینے کو متضمن ہے کیونکہ وطی مستقل ملکیت کے بغیر حلال نہیں ہوتی اور اس ملکیت کو بیع کی طرف منسوب کرنا یعنی یہ کہنا وطی کرنے والا خریدنے سے مالک ہوگیا درست نہیں کیونکہ یہ مقتضٰی شرکت کے منافی ہے تو ہم نے ملکیت کو اس ہبہ سے ثابت کیا ہے جو اذن کے ضمن میں پایا گیا اھ مختصراً۔ اور وضاحت کے لئے ہلالین میں درج شدہ عبارت کا اضافہ کیا ہے۔ (ت)

یہ لوگ جنھوں نے قربانی ناجائز ہونے کا فتوٰی دیا اور لوگوں سے قربانیاں چھڑادیں فقہ سے بے بہرہ معلوم ہوتے ہیں، اور جو ایسا ہوا سے فتوٰی دینا حرام ہے، نسأل اللہ العفو والعافیۃ و حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الشرکۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۴۳-۳۴۲

[2] الہدایۃ " مطبع یوسفی لکھنؤ انڈیا ۲/ ۶۱۹

Marfat.com

الجواب المختصر

صورتِ مستفسرہ میں قربانی بلاشبہہ جائز ہے، اور بعض کا وہ شبہہ محض بے اصل و باطل ہے، اجازت اباحت ہے، اور اباحت و ہبہ میں زمین آسمان کا فرق ہے، قربانی تو یوں جائز کرلی، مالِ مشترک سے شریکوں کا کھانا پہننا کہ زمانہ رسالت سے بلانکیر رائج ہے سب حرام ہوجائے گا کہ ہبہ مشاع ہوا اور ہبہ مشاع ناجائز ہے حالانکہ رب عزوجل فرماتا ہے:

وان تخالطوھم فاخوانکم[1] — اگر تم آپس میں ملالو تو تمہارے بھائی ہیں (ت)

اور فرماتا ہے:

لیس علیکم جناح ان تاکلوا جمیعا او اشتاتا[2] — تمھیں حرج نہیں کہ تم اکٹھے کھاؤ یا متفرق (ت)

اس فتوٰی کے انداز سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وُہ فتوٰی دینے والے لوگ فقہ نہیں جانتے، نہ اس کام کے اہل ہیں، اور نااہل کو فتوٰی دینا حرام اور سخت کبیرہ ہے۔ حدیث میں ہے:

من افتی بغیر علم لعنتہ ملئکۃ السماء والارض[3] — جو بغیر علم کے فتوٰی دے آسمان وزمین کے فرشتے اس پر لعنت کریں۔

والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۰: بمقام گھوسیا ضلع مرزاپور ڈاک خانہ اورائی مرسلہ جناب کمال الدین صاحب مورخہ ۲۸ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع اس بارے میں کہ ہمارے موضع میں زمانہ قدیم سے تمام مسلمان حنفی المذہب ہوتے چلے آرہے ہیں مگر عرصہ چند روز ہوا کہ سات آدمیوں نے مذہب اہلحدیث کو اختیار کرلیا ہے اور ہمارے بزرگوں نے بڑی سعی کوشش سے قید کی مصیبت کو برداشت کرکے گورنمنٹ سے تین دن کی قربانی کا حکم جاری کرالیا تھا، لیکن اس سال اُسی فرقہ اہل حدیث سے ایک شخص نے کپتان کے روبرو

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۰

[2] " " ۲۴/ ۶۱

[3] کنزالعمال بحوالہ ابن عساکر عن علی حدیث ۲۹۰۱۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۹۳
الفقیہ والمتفقہ باب ماجاء من الوعید لمن افتی بغیر علم حدیث ۱۰۴۳ دار ابن جوزی ریاض ۲/ ۳۲۷

Marfat.com

دستخط کر دے کہ ہم لوگ ایک روز قربانی کریں گے لہذا ہم لوگوں کے خیال میں یہ بات آتی ہے کہ اسی سال میں دستخط کرنے کی وجہ سے دو روز کی قربانی منسوخ ہوگئی، آئندہ خدا جانے ایک دم سے منع ہو جائے تو کیا تعجب ہے، اور یہ گروہ تقلید کے بالکل منکر ہیں لہذا دستخط کنندہ کے ذمہ عائد ہوتا ہے یا نہیں، اگر عائد ہوتا ہے یا نہیں، اگر عائد ہوتا ہے تو مع دلیل کے تحریر فرمائیے اور ان لوگوں کو اپنے ساتھ مسجد میں نماز پڑھنے دیا جائے یا نہیں، دوسرے یہ کہ ثناء اللہ نے اپنی کتاب "اہل حدیث کا مذہب" کے صفحہ ۵۲ میں لکھا ہے کہ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ رکوع کے وقت چونکہ تطبیق کر گئے تھے دونوں ہاتھوں کو زانو پر نہ رکھتے تھے، چنانچہ صحیح مسلم میں ان کا یہی مذہب ثابت ہے بلکہ اپنے شاگردوں کو تاکید مزید اسی عمل کی کیا کرتے، لہذا اس کی سند صحیح ہے یا لغو؟

الجواب

غیر مقلدین گمراہ بددین ہیں، اُن پر بوجوہِ کثیرہ کفر لازم ہے جس کی تفصیل "الکوکبۃ الشھابیہ" میں ہے کہ حسبِ تصریحات قرآن عظیم و احادیث و ائمہ ستر وجہ سے لزومِ کفر بیان کیا ہے، اُن کا مساجد میں کوئی حق نہیں، اور قربانی کے دو دن چھوڑ دینے کا اُن سے کیا تعجب، وہ سارا دین ہی قربان کئے بیٹھے ہیں جس کی تفصیل الکوکبۃ الشھابیہ و حسام الحرمین و الاستمداد علی اجیال الارتداد وغیرہا کتب میں شائع ہو چکی، خوشنودیِ ہنود کے لئے گاؤکشی بند کرنا یا اس کی توسیع میں جو اللہ و رسول نے دی، کمی قبول کرنا مسلمانوں کا کام نہیں،

قال اللہ تعالٰی ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[1]، وقال اللہ تعالٰی واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مؤمنین[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم ظلم کرنیوالوں کی طرف میلان نہ کرو، تو تم کو آگ جہنم چھوئے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ تعالٰی اور اس کا رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم زیادہ حق رکھتے ہیں کہ وہ ان کو راضی کریں اگر مومن ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰۱ ۱۴ جمادی الآخرہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں، شہر میں قبل نماز عید بعد طلوعِ شمس قربانی جائز ہے یا نہیں؟ اور اہلِ قریہ یا کہ شہر والے اپنی قربانی کو گاؤں بھیجدیں تو ان کو بعد صبح قبل نماز عید قربانی کرلیں تو جائز ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/۱۱۳ [2] القرآن الکریم ۹/۶۲

Marfat.com

الجواب

شہر میں قربانی اگرچہ ساکن دِہ کی طرف سے ہو روزِ اول پیش از نمازِ عید (اور اگر نمازِ عید کسی عذر سے نہ پڑھیں تو پیش از خروج وقت نماز عید) ناجائز و نامعتبر ہے، اور بیرونِ شہر اگرچہ فنائے مصر غیر متصل بمصر ہو، اگرچہ قربانی ساکن شہر کی ہو، پیش نماز بعد طلوعِ فجر تاریخ دہم جائز ہے،

فی الدر المختار اول وقتہا بعد الصلوۃ ان ذبح فی مصرای بعد اسبق صلوۃ ولو قبل الخطبۃ، لکن بعدھا احب وبعد مضی وقتہا لولم یصلوا العذر، ویجوز فی الغد وبعدہ قبل الصلوۃ لان الصلوۃ فی الغد تقع قضاء لا اداء، زیلعی وغیرہ، و بعد طلوع فجر یوم النحران ذبح فی غیرہ والمعتبر مکان الاضحیۃ لامکان من علیہ فحیلۃ مصری اراد ان یخرجہا لخارج المصر فیضحی بہا اذا طلع الفجر اھ[1]

فی ردالمحتار لخارج المصرای الی مایباح فیہ القصر، قہستانی اھ[2]، وفیہ "من باب صلوۃ المسافر" یشرط مفارقۃ ماکان من توابع موضع الاقامۃ کربض المصر، وھو ماحول المدینۃ من بیوت ومساکن فانہ فی حکم المصر وکذا القری المتصلۃ بالربض فی الصحیح

درمختار میں ہے قربانی کا وقت نماز کے بعد ہے اگر شہر میں کرے یعنی نماز پڑھنے کے بعد اگرچہ خطبہ سے قبل ہو، لیکن خطبہ کے بعد مستحب ہے، اور اگر عید کی نماز نہ پڑھیں تو نماز کا وقت گزر جانے کے بعد، اور دوسرے اور تیسرے اور تیسرے روز نماز سے قبل کیونکہ دوسرے روز عید کی نماز قضاء ہوگی نہ کہ ادا، زیلعی وغیرہ۔ اور اگر گاؤں میں ذبح کرنی ہو تو عید کے روز صبح طلوع ہونے کے بعد، قربانی میں ذبح کرنے کی جگہ معتبر ہے قربانی کرنے والے کی جگہ معتبر نہیں، تو شہری کے لئے جلدی قربانی کا حیلہ یہ ہے کہ وہ جانور کو شہر سے باہر لے جائے تو فجر طلوع ہونے کے بعد قربانی کرلے اھ۔ ردالمحتار میں ہے: شہر سے باہر اتنی دُور لے جائے جہاں سے مسافر کیلئے قصر شروع ہوتی ہے، قہستانی۔ اور اس کے باب صلوۃ المسافر میں ہے کہ قصر جائز ہوگی بشرطیکہ وہ اپنے شہر کے توابع سے نکل جائے شہر کے توابع کی مثال ڈیرے وغیرہ اور وہ شہر کے اردگرد کے مکانات ہیں، اور شہر سے متعلق رہائش گاہیں شہر کے حکم میں ہیں، اور یوں وہ دیہات جو شہر کے باڑوں سے متصل ہوں صحیح قول میں

---

[1] درمختار	کتاب الاضحیہ	مطبع مجتبائی دہلی	۲/۲۳۲
[2] ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۵/۲۰۲

Marfat.com

بخلاف البساطين ولو متصلة بالبناء لانها ليست من البلدة، امداد، واما الفناء وھو المکان المعد لمصالح البلد کرکض الدواب ودفن الموتی والقاء التراب، فان اتصل بالمصر اعتبر مجاوزته وان انفصل بغلوة اومزرعة فلا[1] اھ، واللہ تعالٰی اعلم۔

شہر کے حکم میں ہیں بخلاف باغات کے اگرچہ وہ عمارات سے متصل ہوں، کیونکہ آبادی میں شمار نہیں، امداد الفتاوٰی۔ لیکن فنائے شہر وہ ہے کہ جو شہری سہولیات کیلئے بنائی گئی ہو جیساکہ جانوروں کے باڑے اور مردے دفن کرنے اور کوڑا وغیرہ ڈالنے کی جگہ، اور اگر شہر سے متصل ہوں تو ان سے گزرجانا معتبر ہوگا اور اگر شہر سے فاصلہ پر تیراندازی یا زراعت تک ہو تو وہاں سے گزرجانا ضروری نہیں اھ، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰۲: از مخدوم پور، ڈاکخانہ ترہٹ، ضلع گیا، مرسلہ سید رضی الدین حسین صاحب، غرہ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

جناب مستطاب مخدومنا زاد مجدہم، دیہات میں قربانی حسب دستور ہو یا نہ ہو، کیونکہ مسئلے اس کے جمعہ کے مسئلے سے ملتے ہیں، زیادہ حد نیاز۔

الجواب

قربانی میں شہر و دِہ بلکہ آبادی و جنگل سب برابر ہیں، جن شرائط سے شہر والوں پر واجب ہوتی ہے انھیں شرائط سے گاؤں بلکہ جنگل کے رہنے والے پر بھی واجب ہے، فقط مقیم ہونا چاہئے کہ شہر میں نہ ہو، پھر مسافر سے بھی اس کا وجوب ساقط ہے، نہ یہ کہ ممانعت ہو، اگر کرے گا نفل ہوگا ثواب پائے گا۔

فی الدر المختار تجب التضحیة علی حر مسلم مقیم بمصر اوقریة اوبادیة، عینی، فلا تجب علی مسافر[2] اھ ملتقطا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

درمختار میں ہے آزاد شہر یا گاؤں یا بادیہ میں مقیم مسلمان پر قربانی واجب ہے، عینی، تو مسافر پر واجب نہیں ہے اھ ملتقطا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ المسافر داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۲۵

[2] درمختار کتاب الاضحیہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۱

Marfat.com

۱۳ ۱۴ ھ

ہادی الاضحیۃ بالشاۃ الھندیہ

(بھیڑ کی قربانی کے بارے میں راہنمائی کرنیوالا)

مسئلہ ۲۰۳ از کانپور مسجد رنگیان مرسلہ مولوی احمد حسن صاحب مدرس اعلیٰ مدرسہ فیض عام کانپور اواخر رمضان مبارک ۱۳۱۴ھ

۱ علم الھدی، سمی المصطفیٰ باسمہ الذی بشربہ عیسٰی، بزیادۃ لفظ معناہ المرتضیٰ دامت عنایتکم از احمد حسن عفی عنہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، وبعد ازیں آنکہ دریں وقت یک استفتاء از پنجاب آمدہ است، ونہایت غور طلب ست، اکثر علماء پنجاب دریں امر کوشیدہ اند لکن بمنزل مقصود نرسیدہ اند، وجواب استفتاء یک شخصے کہ پایہ علم اتم دارد نوشتہ، لکن چونکہ جواب مخالف معمول ست قبول نمی کنند، اکنوں جواب را نقل کردہ، بخدمت سامی ارسال ست، ہرچہ تحقیق جناب

(**خلاصہ**) ہدایت کے نشان، حضرت مسیح کی بشارت والے، نام میں رسول مقبول کے ہم نام، اور جناب مرتضٰی کے اسم مبارک کے ہم مادہ، مولانا احمد رضاخاں صاحب زید مجدہم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، پنجاب سے ایک سوال آیا ہے جس کے جواب کے لئے بہت سے علماء سرگرداں ہیں لیکن منزل مقصود مفقود ہے، ایک پُرمغز عالم نے ایک جواب تحریر کیا وہ معمول قدیم کے خلاف ہے اس لئے عوام اور علماء کوئی قبول نہیں کرتا، میں سوال وجواب دونوں ہی خدمت میں ارسال کررہا ہوں، جواب اگر صحیح نہ ہو تو وجہ غلط

Marfat.com

ست ارسال فرمایند، اگر مخالف رائے جناب باشد امید کہ بوجہ احسن روشن کنند، واگر موافق باشد نیز بزیادہ ادلہ ثبت فرمایند۔

ماقول العلماء المحمدية الحنفية عليه افضل الصلوٰة واكمل التحيات، في حيوان ذات صوف ولا الية له، ويقال في اللغة الملتانية لانثاه بهينڈ ولذكره گھٹه، اتجوزبه التضحية ام لا۔ بيّنوا وتوجروا من الملك العلام۔

الجواب: اقول وبه نستعين، اني رأيت كتب الحنفية الموجودة عندي من شرح الوقاية وحاشيتها للچلپي والدر المختار وشرحه للشامي، ومفاتيح الجنان شرح شرعة الاسلام، والتعليق الممجد شرح مؤطا امام رحمه الله، واشعة اللمعات ووجدت فيها انهم يحصرون الاضحية في الشاة والبقر والابل، اوالغنم والبقر والابل ويعمون الشاة بقوله ضانا كان اومعز اوكذالك الغنم ويفسرون الضان بما تكون له الية عہ يدخلون الجاموس في البقر ويقولون انه نوع منه فصارت انواع الاضحية خمسة الضان والمعز والبقر والجاموس والابل ذكورا كانت

بتائیں اور صحیح ہو تو تائید مزید سے مزین فرمائیں۔

سوال علمائے اسلام بالخصوص اعلام احناف بھیڑ اور بھیڑے (نر و مادہ) کے بارے میں کیا فرماتے ہیں، ان کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

جواب شرح وقایہ اور اس کے دو حاشیے از علامہ چلپی، درمختار اور شامی، مفاتیح الجنان شرح شرعۃ الاسلام، تعلیق الممجد، اشعۃ اللمعات کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ قربانی کے جانوروں کی ابتدائی تین قسمیں ہیں:

(۱) شاۃ یا غنم (یہ دونوں لفظ بطور ترادف قربانی کے جانور کی ایک ہی قسم کے لئے بولے جاتے ہیں)
(۲) بقر (اس کی دو قسمیں کرتے ہیں، گائے اور بھینس)
(۳) جمل (اس کی ایک قسم شمار کرتے ہیں)

شاۃ کو پھر دو قسموں میں تقسیم کرتے ہیں: ضان اور معز۔

اور بقر کی بھی دو قسم کرتے ہیں: بقر و جاموس۔
اس طرح اصل اور ذیلی قسموں کو ملا کر کل پانچ قسمیں ہوئیں:

(۱) جمل (اونٹ) (۲) بقر (گائے)

عہ سائل کی الجھن اصل یہ ہے کہ عرب میں دنبہ ہوتا ہے اور بکری بھیڑ جو ہمارے یہاں ہوتی ہے جس کی صرف دم دنبہ سے مختلف ہے، یہ کس میں داخل ہے، دنبہ میں یا بکری میں، یا کوئی تیسری قسم ہے، تو اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ عبدالمنان اعظمی

Marfat.com

او اناثا فتلك عشرة كاملة ، وحسبت ان الحيوان المذكور و المسئول عنه ليس داخلا في الخمسة لانه لو كان داخلا فيها لما فسروا الضان بان تكون له الية ، بل عمموه بما تكون له الية او لا حتى صارت انواع الشاة او الغنم ثلثة والكل ستة ، واذ ليس فليس فان قيل يدخلون الجاموس في البقر فما السر في عدم ادخال الحيوان المسئول عنه في الضان مع انه يؤيد ادخاله فيه تفسير اهل اللغة لفظ الضان بميش ، كما في الغياث[1] وغيره ، قلت لعله ان الجاموس اكمل من البقر في اللحم والقيمة ، والحيوان المسئول عنه ناقص عن الضان في العضو اي الالية ، فالحاق الاكمل بالكامل اولى من الحاق الناقص بالكامل ، واما تفسير اهل اللغة[2] فمعناه ان العرب

(۳) جاموس (بھینس) (۴) ضان (دنبہ) (۵) معز (بکری) اور مذکر و مونث دونوں کو شامل کر دیا جائے تو کل دس قسمیں ہوتی ہیں ۔

پہلی دلیل سوال میں ذکر کی ہوئی ہندوستانی بھیڑ اپنی شکل وصورت کے لحاظ سے اگر شامل ہو سکتی ہے تو ضان (دنبہ) میں اگر اس میں شمار نہ ہوئی تو پھر کسی قسم میں شمار نہیں ہو سکتی ، اور جہاں تک اس کے دُنبہ میں شمار ہونے کا سوال ہے یوں غلط ہے کہ ضان یعنی دنبہ کی تعریف میں یہ قید ہے کہ اس کے الیہ (چکی) ہوتی ہے اور بھیڑ کے چکی نہیں ہوتی ہے اس لئے ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ بھیڑ قربانی کا جانور ہے ہی نہیں اس لئے اس کی قربانی جائز نہیں ۔

اس امر پر قرینہ یہ ہے کہ اگر بھیڑ کو قربانی کے جانور میں شریک کرنا مقصود ہوتا تو دنبہ کی تعریف میں چکی ہونے کی قید نہ لگاتے ، بلکہ ایسا لفظ بولتے جو بھیڑ اور دُنبہ دونوں کو عام ہو ، اور ایسا نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ مقصد اس نوع کو شریک کرنا ہی نہیں ہے ۔

دوسری دلیل ایک بات یہ بھی ہے ، از روئے شرع غنم یا شاۃ کی دو ہی قسم بتائی گئی ہے ، ضان اور معز اگر بھیڑ کو بھی قربانی کا جانور مان لیا جائے تو ایک کے اضافہ کے بعد غنم کی ۳ قسم ہو جائے گی ، اور سب کا مجموعہ پانچ کے بجائے چھ ہو جائے گا

۱؎ غیاث اللغات باب ضاد معجمہ فصل ضاد معجمہ مع الف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۱۲

۲؎ " فصل کاف فارسی مع واو " " " " ص ۴۲۱

Marfat.com

کما یطلقون لفظ الضان علی ما تکون له الیة کذٰلك الفرس یطلقون علیه لفظ میش فمؤداهما واحد کما یشعر به عبارة الغیاث، گوسفند بمعنی میش مقابل بُز چنانکہ معز در عربی مقابل ضان ست کما استفاد من القاموس و الصراح، و بعضے نوشتہ اند کہ اطلاق گوسفند بر میش و بُز ہر دو آمدہ، از سراج، انتہی عبارة الغیاث[1]۔

جو تصریحاتِ علماء کے بالکل خلاف ہے، اس لئے ثابت یہی ہُوا کہ یہ قربانی کا جانور ہی نہیں ہے۔

ایک شبہہ شکل وصورت، رنگ و روپ، فوائد اور تاثیر میں ہزار اختلاف ہوتے ہوئے بھینس کو بقر میں شامل مانا تو صرف دم کے اختلاف کی وجہ سے بھیڑ دنبہ میں کیوں شامل نہیں کی گئی۔

جواب بھینس قیمت اور گوشت میں گائے سے عمدہ ہے، اور بھیڑ دنبہ سے چکی میں ناقص ہے اس لئے یہ بات قرینِ قیاس ہے کہ اکمل اور عمدہ کو کامل کے ساتھ شمار کیا جائے، اور یہ بات غلط ہے کہ ناقص کو کامل کے ساتھ جوڑا جائے، اسی لئے بھینس کو گائے میں شمار کیا اور بھیڑ کو دنبہ میں نہیں۔

دوسرا شبہہ اہلِ لغت نے ضان کا ترجمہ فارسی کے لفظ میش سے کیا ہے جو بھیڑ اور دنبہ دونوں کو عام ہے، پس اہلِ لغت کے اس محاورہ کے موافق اہلِ شرع کو بھی بھیڑ کو دنبہ میں شامل ماننا چاہیے۔

جواب اہلِ لغت کی تشریح کے موافق فارسی لفظ میش بھیڑ اور دنبہ دونوں کو عام نہیں بلکہ میش صرف دنبہ کو کہتے ہیں۔

فارسی میں لفظ گوسفند بھی لفظ میش طرح لفظ بُز کا مقابل ہے جیسا کہ عربی میں لفظ معز ضان کا مقابل ہے۔ قاموس وصراح دونوں سے یہی ثابت ہے۔

البتہ بعض اہلِ لغت کہتے ہیں کہ فارسی کا لفظ گوسفند لفظ میش کا ہم معنیٰ نہیں بلکہ میش و بُز (دنبہ و بکری) دونوں کو عام ہے۔ (غیاث اللغات[2])

پس ازیں عبارت صاف معلوم می شود کہ آں حیوان کہ عرب آں را ضان گویند فرس آں را میش گویند، و انچہ عرب آں معز گویند فرس آں را بُز گویند، لا ان لفظ میش عام یطلق علی الضان

اس عبارت سے صاف ظاہر ہوگیا کہ اہلِ عرب کے نزدیک جو جانور ضان کہلاتا ہے اہلِ فارس اسی کو میش کہتے ہیں (اور اہل اردو دنبہ کہتے ہیں) اور اہلِ عرب جس کو معز کہتے ہیں اہل فارس اسی کو بُز کہتے ہیں، نہ یہ کہ لفظ میش کے اطلاق میں بھیڑ داخل ہے

---

[1] و [2] غیاث اللغات فصل کاف فارسی مع واؤ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴۱۴

Marfat.com

وعلى الحيوان المسئول عنه ولو سلمنا ان لفظ ميش فى لغة الفرس بمعنى ذوات الصوف اعم من ان يكون لها الية اولا ليشمل الضان والحيوان المسئول عنه فتفسير اهل اللغة لفظ الضان بلفظ ميش تفسير بالاعم وهو جائز اذا كان المقصود هو التميز عن بعض ما عداه[1] ، ذكره الفاضل اللاهورى فى بحث خواص الاسم۔

ایک اور جواب | اور اگر بطور تنزل ہم یہ تسلیم بھی کر لیں کہ اہل لغت کے نزدیک میش کا اطلاق اُون والے پر ہوتا ہے، تب بھی ہم یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں کہ اس سے ان کی مراد بھیڑ ہے ، اس کے بیان کے لئے ہم کو تھوڑی تفصیل میں جانا ہوگا۔

کسی چیز کی تعریف اس کے مساوی لفظ سے بھی کی جاتی ہے، جیسے انسان کی تعریف لفظ ناطق سے کی جائے (کہ جن جن افراد پر انسان دلالت کرتا ہے ناطق بھی اس پر دلالت کرتا ہے) اور کبھی تعریف کے لئے معرّف سے عام لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے جیسے السعدانة نبت (کہ سعدانہ ایک مخصوص گھاس کا نام ہے) جبکہ نبت ہر گھاس کو کہا جاتا ہے ، اول الذکر تعریف کامل ہے اور ثانی ناقص، الغرض تعریف دونوں ہی ہے۔

اگر معرّف کو بعض امور سے ممتاز کرنا ہے تو عام لفظ سے بھی تعریف جائز ہے۔[2] (فاضل لاہوری بحث خواص اسم)

وھٰهنا كذلك او المقصود من تفسيره به تميزه عن بعض ما عداه كالمعز والبقر، فانهما من ذوات الشعر، ولو قيل ان غرضهم من تفسير الضان بلفظ ميش ان الضان ما كان من ذوات الصوف سواء كان له الية اولا كما ان ميش كذلك فبعد التسليم لا يصير حجة علينا لان الحجة علينا تفسير الفقهاء لا تفسير اهل اللغة، ووجب علينا اتباع الفقهاء

تو یہاں بھی ضان کا ترجمہ لفظ میش سے کر دیا جس کا مفہوم اون والا، لیکن اس سے اہل لغت کی غرض ضان میں بھیڑ کو شامل کرنے کی نہیں تھی بلکہ دنبہ کو گائے، بھینس اور بکری سے ممتاز کرنا ہے کہ وہ اون والے جانور نہیں، اور دنبہ اون والا جانور ہے، اور جب ضان کو بھیڑ سے بھی ممتاز کرنا ہوا تو اس کی تعریف چکی والے جانور سے کی۔

جواب الجواب | اگر ہماری بات کا یہ جواب دیا جائے کہ اہل لغت کے اطلاق کو یہاں تعریف مساوی سے پھیر کر تعریف عام قرار دینا ایک بے دلیل

---

[1] و [2] کلام لفاضل اللاہوری

Marfat.com

لا اهل اللغة وهم كثيرا ما يخالفون
اهل اللغة عمدا كما قال الچلپی علی شرح
الوقاية، فی باب الاضحية قوله الجذع شاة
لها ستة اشهر ای فی مذهب الفقهاء، و
انما قيدناه بهذا لان عند اهل اللغة الجذع
من الشاة ما تمت لها سنة كذا فی النهاية[1]
والعينی علی الكنز، فی باب الاضحية، وجاز
الجذع من الضان لا غير، وهو ما تمت له
ستة اشهر عند الفقهاء[2]، وفی كتاب الزكاة
والمعز كالضان ويؤخذ الثنی فی زكاتها
لا الجذع وهو ما اتی عليه اكثرها، وهذا تفسير
الفقهاء، وعند اهل اللغة الجذع ما تمت
له سنة، وطعن فی الثانية[3]

اور ادعائی بات ہے، اس لئے قابل تقسیم نہیں، ظاہر ہے کہ ان کا منشاء ضان کا ترجمہ میش کر کے یہی ظاہر کرنا ہے کہ وہی جانور ہے جس کے اون ہوتا ہے چکّی ہو یا نہ ہو، اس سے ان کو کوئی غرض نہیں، تو لغۃً بھیڑ دنبہ میں شامل ہوئی۔

جواب | چلئے اہل لغت کا مطلب وہی ہے جو آپ کہتے ہیں، لیکن ہمارے لئے حجت اہل لغت کی بات نہیں ہے اہلِ فقہ کی بات ہے، جب وہ ضان کے معنی چکّی والا کہتے ہیں تو وہی مانا جائے گا، اور بھیڑ دُنبہ میں شامل نہ ہوگی۔

رہ گئی یہ بات کہ اہل فقہ اور اہل لغت کے معانی میں اختلاف ہوتا ہے، تو اس کی نظیر قربانی کے جانور میں ہی لفظ جذع ہے کہ اہلِ فقہ چھ ماہ کے بچے کو کہتے ہیں، اہلِ لغت ایک سالہ بچہ کو، اور مسئلہ کا حل اہلِ فقہ کے قول پر ہی دیا جاتا ہے۔ (چلپی علی شرح الوقایہ، عینی علی الکنز)

واما تفسير الضان[4] بما كان من ذوات

شبہہ نمبر ۳ | بعض فقہائے بھی تو ضان کی تعریف

ع[5] عبر المجيب هكذا والعبارة فی الاصل هكذا
الضان ما كان من ذوات الصوف
والمعز من ذوات الشعر[4] قهستانی ١٢
عبد المنان الاعظمی

مجیب نے یوں تعبیر کیا ہے حالانکہ اصل کتاب میں یوں ہے: ضان وہ ہے جو اُون والا ہو اور معز جو بالوں والا ہو۔ قہستانی ١٢
عبدالمنان الاعظمی

---

[1] ذخيرة العقبى حاشيه شرح الوقاية — كتاب الاضحيه — نولكشور كانپور — ٤/٥٢٤
[2] رمز الحقائق فی شرح كنز الدقائق — كتاب الاضحيه — مكتبه نوريه رضويه سكهر — ٢/٢٠٥
[3] " " — كتاب الزكوٰة باب صدقة السوائم — ١/٧١
[4] جامع الرموز — " — مكتبه اسلاميه گنبد قاموس ايران — ٤/٢٠٩

Marfat.com

الصوف، والمعز بما كان ذوات الشعر، كما فعل بعضهم فتفسير كل واحد منهما تفسير بالاعم، كما يشعر به مَن، لا المساوى، وغرضهم من هذا التفسير تمييز كل واحد من الآخر، الا ترى ان البقر والجاموس من ذوات الشعر، فلو كان تعريف بالمساوى بطل الطرد، فهكذا التعريف الضان -

ماله صوف (جس کے اون ہو) سے کی ہے، جس کے معنی صاف یہی ہوئے کہ بھیڑ بھی اس میں شامل ہے۔

جواب | جی ہاں قہستانی نے یہ تعریف کی ہے: "الضان ما کان من ذوات الصوف والمعز ما کان ذوات الشعر" لیکن اس کا جواب ہم پہلے ہی دے چکے ہیں کہ یہ تعریف بالاعم ہے، بکری اور بیل سے دنبہ کو ممتاز کرنے کے لئے ہے، بھیڑ سے ممتاز کرنے کے لئے نہیں (جب اس کی ضرورت ہوئی تو یہ تعریف کیا "ماله الية" جس کی چکتی ہو، تاکہ بھیڑ نکل جائے)

ہماری اس بات پر قرینہ یہ ہے کہ تعریف میں لفظ مِنْ استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی بعض ہوتے ہیں، تو تعریف کی عبارت کا ترجمہ یہ ہوا ضان اون والے جانوروں میں سے بعض ہے، اور دوسرا قرینہ یہ ہے کہ بکری کی تعریف میں یہی کہا گیا ہے "ما کان ذوات الشعر" جو بالوں والی ہو۔ تو اگر اس عبارت کا یہ مطلب نہ لیا جائے کہ بکری بال والے جانوروں میں سے بعض ہے تو بیل بھینس وغیرہ بھی بکری میں شامل ہو جائیں گے، پس اس مجبوری سے جب بکری والی تعریف کو بالاعم قرار دیا تو ضان والی تعریف کو بھی تعریف بالاعم قرار دیں (کیونکہ دونوں جملے ساتھ ساتھ ہیں تو دونوں کا حکم یکساں ہونا چاہیئے۔

الآن نكتب عبارات الكتب الموجودة فانظر فيها حق النظر حتى يتبين لك الحق، والحق احق بان يتبع (م) وصح الجذع من الضان (ش) الجذع شاة لها ستة اشهر، والضان بما تكون له الية (م) والثني فصاعدا من الثلاثة (ش) اى من الشاة اعم من ان يكون ضانا او معزا، ومن البقر، ومن

حوالے | اب ہم کتابوں سے حوالے پیش کرتے ہیں جس سے حق واضح اور روشن ہو جائے گا:

(۱) ضان کا جذعہ قربانی میں جائز ہے یعنی شش ماہہ بچہ، اور ضان چکتی والے جانور کو کہتے ہیں۔ ثنی اور اس سے بڑی عمر والے جانور تینوں اقسام کے جائز ہیں یعنی شاۃ میں دنبہ ہو یا بکری[1] اور گائے میں گائے[3] ہو یا بھینس[4] اور اونٹ (شرح وقایہ من عینی)

(۲) مصنف کے مذکورہ بالا قول میں ان جانوروں کی طرف اشارہ ہے جن کے علاوہ قربانی جائز نہیں

Marfat.com

الابل[1] ، شرح وقاية من عيني ،
قوله وصح الجذع الى قوله
من الثلثة اشارة الى بيان
الانواع التي لا تجوز الاضحية الا بها
وتصريح بينها التي لا تجوز فيما دونه[2] ،
چلپي على شرح الوقاية ، من عيني ،
وصح الجذع ذو ستة اشهر من
الضأن ان كان بحيث لو خلط
بالثنايا لا يمكن التمييز من بعد ، وصح
الثني فصاعدا من الثلثة والثني
هو ابن خمس من الابل وحولين من
البقر والجاموس ، وحول من الشاة[3] اھ درمختار
من عيني ، قوله من الضان هو ماله الية ، منح ،
قيد به لانه لا يجوز الجذع من المعز وغيره
بلا خلاف ، كما في المبسوط قهستاني ، والجذع
من البقر ابن سنة ، ومن الابل ابن اربع ،
بدائع ، قوله من الثلثة ، اى الاتية وهي
الابل ، والبقر ، بنوعيه والشاة بنوعيه[4]
ردالمحتار من عيني ، ومن سنن الاسلام
التضحية بالانعام التضحية ذبح الاضحية
والانعام بالفتح جمع نعم بفتحتين

اور ایسی عمروں کا بیان ہے جن کے علاوہ قربانی جائز
نہیں۔ (حاشیہ شرح وقایہ چلپی من عینی)
(۳) ضان کا اتنا بڑا بچہ جو چھ ماہ کا ہو لیکن دور سے
دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو (درمختار عینی)
ضان جس کے چکتی ہو، یہ چکتی کی قید اس لئے
لگائی کہ بکری، گائے اور اونٹ کے جذعہ کا استثناء
مقصود تھا، بکری کا جذعہ چھ ماہ کا ہوتا ہے اور گائے
کا سال بھر کا اور اونٹ کا چار سال کا ، اور
"من الثلاثة" کا لفظ جس کا ذکر آگے آرہا ہے
یہ اونٹ اور بقر ان دونوں نوعوں کے ساتھ، اور
اسی طرح اپنی دونوں قسموں کے ساتھ۔ (ردالمحتار
من عینی)
(۴) اور انعام کی قربانی مسنون ہے، انعام چوپایہ
کو کہتے ہیں۔ اضحیہ کے معنی قربانی ہیں، مطلب یہ کہ
ضان کا چھ ماہہ بچہ، یا سات ماہہ بچہ کی قربانی مسنون
ہے، اور یک سالہ بچہ کی بھی، لیکن اس کے لئے کوئی
پابندی نہیں ہے، ضان ہو کہ معز، اور اونٹ اور
بقر کا ثنی بھی قربانی کے لئے جائز ہے، اونٹ کا ثنی
پانچ سالہ اور بقر کا دو سالہ اور شاۃ کا ایک سالہ۔
اور جذعہ کے لئے ضان کی قید اس لئے لگائی کہ
بکری چھ ماہہ جائز نہیں، اور ضان چکتی والے جانور کو

[1] شرح الوقایۃ — کتاب الاضحیۃ — مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۹۳
[2] ذخیرۃ العقبی حاشیۃ شرح الوقایۃ — " — نولکشور کانپور ۴/۵۶۳
[3] درمختار — " — مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۳۲ و ۲۳۳
[4] ردالمحتار — " — داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۰۴

Marfat.com

وھو ذوات القوائم الاربع یعنی ان من السنة التضحیة بالجذع من الضان، وھو ما تم له ستة اشھر، وقیل سبعة اشھر، و بالثنی فصاعدا من الشاة، اعم من ان یکون ضانا او معزا، ومن الابل والبقر مطلقا، وھو ای الثنی ابن خمس من الابل، وحولین من البقرة وحول من الشاة والمعز، والجذع بفتحتی الجیم والدال، وقیدناہ بالضان، و ھو ماله الیة، لان الجذع من المعز لا تجوز به التضحیة وقولنا مطلقا اشار الی انه یجوز المذکر والانثی من جمیع ما ذکر، وان الجاموس داخل فی البقر ھکذا ذکرہ فی الفروع اھ[1] ویختار من الشاة الکبش ای الذکر من الغنم فان الانثی منه اعنی النعجة وکذا المعز و ان جازت لکن الکبش ھو الاولی انتھی ما اردنا مفاتیح الجنان شرح شرعة الاسلام من عینی[2]، والکبش افضل من النعجة ھی الانثی من الضان قاموس[3] رد المحتار من عینی، قوله الجذع من الضان ھو ذوات الصوف من الغنم التی له الیة، کما فی منح الغفار وغیرہ التعلیق المجد علی مؤطا امام محمد من عینی[4]، وعن

کہتے ہیں اوپر کی عبارت میں ایک جگہ مطلقاً کا لفظ آیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ مذکر ہو کہ مؤنث، اور بھینس گائے میں داخل ہے، اور شاۃ میں افضل مادہ نہیں بلکہ نر ہے۔ دونوں نوعوں کا یہی حکم ہے۔ (مفاتیح الجنان شرح شرعۃ الاسلام)

(۵) اور مصنف نے "جذع من الضان" کہا، اور ضان وہ اون والا جانور ہے جس کے چکتی ہو۔ ایسا ہی منح الغفار وغیرہ میں ہے۔ (تعلیق المجد من عینی)

(۶) اور نر مینڈھا مادہ سے افضل ہے، اور یہ ضان کا مؤنث ہے، قاموس۔ (رد المحتار)

(۷) مُسِنّہ ہی ذبح کرو، یہ نہ ملے تو ضان کا "جذعہ"، اس حدیث کی شرح میں تفصیلات ہیں، ہم مذہب حنفی کے موافق بیان کرتے ہیں۔ قربانی کے جانور کی تین نوعیں ہیں، اونٹ، بقر، غنم۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور صحابہ سے ان کے علاوہ کی قربانی ثابت نہیں، غنم کی دو قسمیں ہوتی ہیں، معز کو فارسی

---

[1] مفاتیح الجنان شرح شرعۃ الاسلام فصل فی سنن الاضحیۃ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۲۱۸

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۲۲۰

[3] رد المحتار کتاب الاضحیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۰۵

[4] التعلیق المجد علی مؤطا الامام محمد مع المؤطا کتاب الضحایا وما یجزئ منہا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۸۰

Marfat.com

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تذبحوا الا مسنۃ بضم میم وکسر سین ونون مشددۃ، فرمود ذبح نہ کنید مگر مسنہ، الا ان یعسر علیکم فتذبحوا جذعۃ من الضان، مگر آنکہ دشوار شود بہم رسانیدن مسنہ برشما، پس ذبح کنید جذعہ را از میش، جذع بفتح جیم و ذال رواہ مسلم شرح ایں حدیث تفصیلے دارد آنرا موافق مذہب حنفی بیان کنیم، و در شرح موافق مذاہب اربعہ ذکر کردہ شدہ است بدانکہ ضحیہ جائز نیست، مگر از ابل وبقر وغنم، و روایت کردہ نشدہ است از آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ونہ از اصحاب وے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، جز اصناف ثلثہ از ذبائح وغنم دو صنف معز کہ آنرا بز گویند، وضان کہ آنرا میش خوانند، وجاموس بسین مہملہ کہ معرب گاؤمیش ست نوع از بقرست وجائز است، از جمیع ایں اقسام ثنی انتہی ما اردناہ[1]، اشعۃ اللمعات علی المشکوٰۃ۔

میں بُز کہتے ہیں، اور ضان کو میش اور جاموس کاؤمیش کا معرب ہے، یہ گائے کی ہی ایک قسم ہے۔ اور ان سب کا ثنی جائز ہے (اشعۃ اللمعات)

فان قیل قلت فیما سبق الحجۃ علینا تفسیر الفقہاء لا تفسیر اھل اللغۃ، و رأیت الان ترجمۃ الشیخ لفظ الضان بمیش وھو من اعاظم مقلدی الحنفیۃ و انت نقلتہ ایضا للسند، فلم لا تقول بجواز اضحیۃ الحیوان المسئول عنہ بعد، قلت لا تفرح بترجمۃ الشیخ مثلاً کما فرح العامۃ بھا،

سوال آپ نے اس سے قبل کہا کہ ضان کا ترجمہ میش (بھیڑ) اہل لغت کرتے ہیں، اور اہل فقہ یہ ترجمہ کرتے تو ہم بھی تسلیم کر لیتے کہ ضان بھیڑ کو شامل ہے، اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صاحب اشعۃ اللمعات تو ائمہ فقہ وحدیث میں سے ہیں، اور انھوں نے بھی وہ اہل لغت والا ترجمہ کیا ہے تو آپ کو کیا عذر ہے۔

جواب شیخ محقق کے اس ترجمہ سے جاہلوں کی طرح خوش

---

[1] اشعۃ اللمعات کتاب الصلوٰۃ باب الاضحیۃ الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۰۸

Marfat.com

وجوزوا التضحية بالحيوان المسئول عنه فضلوا واضلوا نعوذ بالله منها ، فان لفظ ميش لغة الفرس لا لغتنا ، فاما حقيقة فيما له الية ومجاز في الحيوان المسئول عنه ، لكونه من ذوات الصوف مثل ماله الية ، او بالعكس واما مشترك بينهما ، فعند تفسير الضان به كما فسره الشيخ به لا يجوزان يراد به معا لانه يلزم الجمع بين الحقيقة والمجاز ، ولو بين معنيي مشترك في اطلاق واحد ، وبطلانهما لا يخفى على الكل ، مع انه حينئذ يصير للغنم لو الشاة اصناف ثلثة ، المعز وماله الية ومالا الية له ويخالف قول الشيخ فيما بعد وغنم دوصنف است[1] ، وقال الشامي والشاة بنوعيه[2] ، وهكذا وان اريد به عموم المجاز اى ما كان من ذوات الصوف فلا يلزم الجمع بالمعنيين الا ان التخالف بينه وبين قول الشيخ وغيره المذكورين باق وهو ظاهر ، وكاف في عدم ارادتهم ، فاما ان يراد به الحيوان المسئول عنه فقط حقيقة كان او مجازا ، فيخرج ماله الية من باب التضحية ، و

ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ شیخ کے اس لفظ میش سے دُنبہ اور بھیڑ دونوں ہی مراد ہوں گے یا ان میں سے کوئی ایک ، اور دونوں مراد ہوں گے تو بطور حقیقت مجاز ، یا اشتراک ، یا عموم مجاز ، تو حقیقت ومجاز ، یا اشتراک کے طور پر دونوں معانی کا ایک ساتھ مراد لینا اصولِ لسان کے اعتبار سے ناجائز ہے ، اور بطور عموم مجاز دونوں ایک ساتھ مراد لینے پر یہ خرابی لازم آتی ہے کہ قربانی کے کل چھ قسم کے جانور ہوجاتے ہیں ، حالانکہ ہم ثابت کر آئے ہیں کہ پانچ ہی ہیں ، اور ایک ہی مراد لیں ، اور وہ بھیڑ ہو تو دنبہ چھوٹ جاتا ہے جو بالاتفاق قربانی کا جانور ہے ۔

مزید سوال آپ کی یہ ساری تقریر ضان کے معنی دنبہ مراد لینے پر بھی جاری ہوتی ہے ، تو یہ مراد لینا بھی ممنوع ہوا ۔

جواب جب فقہاء نے چکتی والا کہہ کر اسی جانور کو متعین کر دیا تو اب ہم کو اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ وہ معنی مجازی ہیں یا حقیقی یا بطور اشتراک ۔

پس ان نصوص فقہیہ کی روشنی میں ہمارا فیصلہ تو یہی ہے کہ بھیڑ کی قربانی ناجائز ہے ، اگر دوسری کسی کتاب میں اس کے جواز کا حکم ہو بھی تو احتیاط اس سے بچنے میں ہی ہے کہ عدم جواز کے یہ دلائل

---

[1] اشعة اللمعات کتاب الصلوٰۃ باب الاضحیۃ الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۰۸

[2] ردالمحتار کتاب الاضحیۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۰۴

Marfat.com

يصير النوع الخامس، من الانواع الخمسة بها الحيوان المسئول عنه، لا ماله الية و هو خلاف الاجماع، او يراد به ماله الية فقط حقيقة كان او مجازا فيحرم الحيوان المسئول عنه من البين كما هو حقه و هو المطلوب، واجراء هذا التفسيل بعينه فى لفظ الضان كما وقع فى الحديث والمتون بان يقال لفظ الضان لفظة لغة العرب لا لغتنا فاما حقيقة فيما له الية و مجاز فى الحيوان المسئول عنه الى قولنا و هو المطلوب، فقيل تفسيره بما تكون له الية يمكن و يحصل الفائدة منه، وهى الاستقرار على المطلوب، و اما بعد تفسيره بماله الية كما فعل الفحول من العلماء، فلا فائدة فيه لانه يعلم من هذا التفسيرات مراد الفقهاء بالضان ماله الية سواء كان معنى حقيقيا او مجازيا فما مطلبنا فى الاجراء و تطويل المسافة فظننت بل علمت من هذه النقول ان التضحية بالحيوان المسئول عنه لا تجوز، وقد سمعت تحقيقه بما لا مزيد عليه آنفا فاقول ما انا عليه، و عليه التعويل هو عدم جواز التضحية به، فان اصبت فمن الله تعالى، وان اخطأت فمنى ومن الشيطان، وان وجد فى الكتب الأخر المعتمدة عليها

قاہرہ ہم نے ظاہر کرتے۔

اور یہ کہنا کہ بزرگوں سے ایسا ہوتا آیا ہے، یا میش کے معنی بھیڑ ہیں، یہ تار عنکبوت سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتے، یہ فتویٰ صحیح ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے، اور غلط ہو تو میری اور شیطان کی طرف سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(نظام الدین، مدرس مدرسہ اسلامیہ احمد پور شرقیہ)

Marfat.com

الغير الموجودة عندى جوازها، فحترك التضحية به اولى لان مقتضى الاحتياط هو عدم الجواز على ما علم من اصول الفقه، هذا بالنواجذ ولا يلتفت الى قول المخالفين القائلين بالجواز، فان اقوى دلائلهم "وجدنا عليه اسلافنا" وتعلم حاله وما سوى هذا الدليل من تفسير الضان بلفظ ميش وما كان من ذوات الصوف، فاوهن من بيت العنكبوت كما مر، هذا ما ظهر لى ولعل عند غيرى احسن من هذا۔ المجيب نظام الدين مدرس مدرسة الاسلاميه احمد پور شرقية۔

الجواب

الحمد لله الذى خصنا بالاكرام وعمّنا بالانعام خلق لنا الانعام، للتقرب الاطعام، وكثّر من الحاج، ثمانية ازواج من الضان اثنين، و من المعز اثنين، آ آلصوف حظر، ام الشعر حجر، ابا لاذناب امر، ام على الالايا قصر، ومن الابل اثنين، ومن البقر اثنين، ابا لبخت جدّ، ام فى العراب حصر، آ الجاموس رد، ام طائف البقر، ابطول و قصر وصغر وكبر فى عضو او شعر، للنوع غير، او بالحصر ضر، نبئونى بعلم ان كان لكم خبر، والصلاة والسلام على السيد الاعز و آله وصحبه كل كريم مُعَزّ، عدد

اس خدا کی تعریف جس نے ہم کو اکرام کے ساتھ خاص فرمایا اور انعام کو ہم پر عام فرمایا، اور حاجیوں کے لئے اور ہمارے لئے چارپائے بنائے کہ کھائیں بھی اور قربانی بھی کریں۔

یہ آٹھ جوڑے ہیں، ضان کے دو۲ اور معز کے دو۲ تو کیا اُون والے ممنوع ہیں یا بال والے، یا دُم والوں پر روک ہے یا چکتی والوں پر، اور اونٹ کے دو۲ اور گائے کے بھی دو۲، تو کیا بختی اونٹوں پر انحصار ہے یا اعراب پر، اور بھینس مردود ہے یا گائے کی مختلف اصناف لانبی اور ناٹی، یا کسی عضو یا بال کی چھوٹائی بڑائی، نوع کو بدلنے والی اور حصر کو قائم کرنیوالی ہے تمھیں علم ہو تو مجھے بتاؤ۔ اور صلاۃ وسلام ہو

Marfat.com

اصواف الضان واشعار المعز، و
بعد فلا شك ان هذا الحيوان
من بهيمة الانعام، ومن
الاغنام، ومما تجوز التضحية
به باجماع اهل الاسلام،
مسئلة واضحة جلية التبيان، غنية
عن البيان، لا تتناطح فيها عنزان
وقد توارث التضحى به المسلمون
وعلماؤهم متظافرون طبقة
فطبقة وجيلاً بعد جيلٍ من دون
نكير منكر، ولامراء عقيل فمن
نسبهم جميعًا الى الضلال والاضلال، فقد
عتا وعصى، وشق العصا، يولى ما تولى
ولسوف يرى، وقد كان الاعراض عن مثل
هذا امثل واحرى، فان الامر اذا انتهى
الى انكار الواضحات كان السبيل ترك التحاور،
فانها هي المقاطيع للحجج الشامخات، والبراهين
الغر، فمن يمارى فيها فيما ذا يوقن، وباى حديث
بعدها يؤمن، ولكن وجوب اخماد الباطل وارشاد
الغافل، والرفق بضعفاء المسلمين، كيلا يقعوا
فى ضلال مبين، وتحسين الظن بالمسلم العاقل
فانه ربما عثر، فاذا ذكر تذكر، واذا بصر ابصر،
وانما العاقل من اتقى وما اصر، فاذا علم الخير
هجر الهجر وانكر المنكر، وربك غفار لمن استغفر،
كل ذلك يدعون ان نأتى فى الباب بعدة تنبيهات

تمام معززین کے سردار پر، اُن کی آل پر، اصحاب پر جو
کریم اور معزز ہیں، بھیڑوں کی اون اور بکریوں کے
بال برابر۔

حمد و صلاۃ کے بعد: بلاشبہہ بھیڑ بکریوں اور انعام
میں شمار ہوتی ہے، مسلمانوں کا اس بات پر اجماع
ہے، اور اس کی قربانی جائز ہے، یہ مسئلہ خود واضح
اور بیان سے بے نیاز ہے۔ اس کی قربانی مسلمانوں
میں شروع ہی سے متوارث ہے، علماء کے تمام
گروہ اور مختلف جماعتوں نے اس میں کبھی کوئی اختلاف
اور جدال نہیں کیا، تو بلا امتیاز سبھی کو گمراہ اور گمراہ گر
کہنا سرکشی اور جرم ہے، اور امر محبوب سے رُوگردانی،
جس کا انجام آئندہ معلوم ہوگا۔

اس مسئلہ پر خامہ فرسائی سے چشم پوشی ہی
بہتر تھی کیونکہ یقینیات، جہاں دلائل کے پر جلتے ہیں،
جو ایسی باتوں کا انکار کرے پھر کس بات کا اقرار
کرے گا اور کس پر ایمان لائے گا۔ لیکن باطل کو
بجھانا اور غافل کو بتانا، کمزور اہلِ اسلام کو گمرہی سے
روکنا، اور یہ خوش گمانی بھی کہ پھسلنے والا سنبھالے
سنبھل بھی جاتا ہے، راہ دکھاؤ تو کوئی کوئی دیکھ بھی
لیتا ہے، اور واقعی عقلمند وُہ ہے جو ہر بات پر خواہ مخواہ
اصرار نہ کرے، اور حقیقت آشکار ہو تو یاوہ گوئی اور
انکار چھوڑ دے تو پروردگار غفور و رحیم ہے۔

ان سب باتوں نے ہمیں چند تنبیہات پر مجبور کیا،
سبحان اللہ چمکتے سُورج پر کیا حجاب، میں تمہیں ہدایت
کرتا ہوں کہ بیکار امیدوں یا ملال کے چکر، یا طیش

Marfat.com

تقرر الصواب وتميط الحجاب، ويا سبحٰن الله هل من حجاب، على وجه شمس تجلت من سحاب هذا وإياك ثم إياك ان يلهيك الامل او يطغيك الملل، او يستخفك الطيش، فيأخذك العجل قبل ان تجمع الكلمات الأخر بالاول، فاني اريد ان استدرجك من الرفيع الى الرقيع، ومن ذي سم الى اشم، حتى اوقفك على شمس تتضاءلا دونها الظلم، فعسى ان يعتريك وهم ويأتيك مايزيح، او تنسى في حلم، وتستصبح فيما يريح على اني قد علمت ان السبيل وعر الى ايضاح الجليات، وانما الجادة المسلوكة اظهار الخبيات لكني اتنزل لك الى وهدة وقعت، ولا آلو ان ارفعك الى الحق ما استطعت فاقول وتوفيق بالقريب المجيد، عليه توكلت واليه انيب۔

کے فوران میں پھنس کر پوری بات دیکھے سُنے بغیر جلد بازی نہ کر بیٹھنا، میں تمھیں ادنیٰ سے اعلیٰ تک آہستہ آہستہ لے چل کر سورج کے پاس کھڑا کر دوں گا جہاں تاریکیاں کافور ہیں، کیونکہ جہاں وہم پیدا ہوتا ہے اس کا ازالہ بھی ہوتا ہے اور رات کے بھیانک خواب سے صبح کو چھٹکارا بھی مل جاتا ہے۔

یہ جانتے ہوئے بھی کہ توضیح تو پوشیدہ امور کی ہوتی ہے، اور بدیہیات کی تفہیم مشکل ہے، میں نے حق کی طرف رہنمائی میں کوتاہی نہیں کی۔

1 **الاول** قال ربنا عزمن قائل احلت لكم الانعام، الى قوله عز وجل ثم محلها الى البيت[1] وقال سبحٰنه وتعالٰى ولكل امة جعلنا منسكا ليذكروا اسم الله تعالٰى على مارزقهم من بهيمة الانعام[2]، فقد افاد جل جلاله ان الانعام كلها محل المنسك، وانها التي يتقرب بنحرها وذبحها الى ربنا دون بهادون سائر البهائم والحيوانات، قال

تنبیہ اول اس بات کے بیان میں کہ صرف انعام ہی قربانی کے جانور ہیں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

تمھارے لئے حلال کئے گئے انعام سوا ان کے جن کی ممانعت تم پر پڑھی جاتی ہے تو دور ہو بتوں کی گندگی سے، اور بچو جھوٹی بات سے ایک اللہ کے ہوکر، پھر اس کا ساجھی کسی کو نہ کرو، اور جو اللہ کا شریک کرے کہ وہ گویا گرا آسمان سے کہ پرندے اسے اُچک لے جاتے ہیں، یا ہوا اُسے کسی دوسری

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/۳۰ تا ۳۳
[2] " ۲۲/۳۴

Marfat.com

الامام محی السنة البغوی' فی معالم التنزیل
'لیذکروا اسم اللہ علی ما رزقھم من بھیمة
الانعام'' عند نحرھا و ذبحھا ، وسماھا
بھیمة الانعام، لانھا لا تتکلم ، وقال
بھیمة الانعام، قید بالنعم لان من البھائم
ما لیس من الانعام ، کالخیل والبغال
والحمیر، لایجوز ذبحھا فی القرابین اھ[1]، و
لا اری مرتابا یرتاب فی ان حیوانا ھذا
من بھیمة الانعام، فانہ اھلی ذات قوائم
اربع وظلف ، قال فی المصباح المنیر لغة
الفقہ ، الانعام ذات الخف ، والظلف ،
وھی الابل ، والبقر ، والغنم اھ[2] فان کنت
فی ریب من ھذا فانبئنا مما ذا تراہ ، امن
الوحوش ام من السباع ، ام من الطیور،
ام من الھوام ، ام ذوات الحوافر ، ام
نوع آخر مقطوع الدابر، ما بہ علم ولا عنہ
مخبر۔

جگہ پہنچتی ہے، بات یہ ہے، اور جو اللہ کے نشانوں
کی تعظیم کرے، تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے'
تمھارے لئے انعام میں فائدے ہیں ایک مقررہ
میعاد تک' پھر ان کا پہنچنا ہے اس آزاد گھر تک۔

اور ہر امت کے لئے ہم نے ایک قربانی مقرر فرمائی
کہ اللہ کا نام لیں اس کے دئے ہوئے بے زبان
چوپایوں پر، تو تمھارا معبود ایک معبود ہے۔ تو اسی
کے حضور گردن رکھو۔ (سورہ حج ، پ ۱۷)

ان آیات کا مفاد یہ ہے کہ جانوروں میں صرف
انعام ہی قربانی اور ہدایا کے لئے مخصوص ہیں۔ حضرت
امام بغوی نے اس مضمون پر تفسیر معالم میں دوسری
آیت کے تحت تصریح فرمائی، یعنی ان جانوروں کے
ذبح اور نحر کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہو، ان
جانوروں کو اُنعام کہنے کی وجہ اُن کا نہ بولنا ہے'
انعام کی قید اس لئے لگائی کہ کچھ بہائم ایسے ہیں
کہ قربانیوں میں ذبح نہیں کئے جاتے ، جیسے
گھوڑا، خچر، گدھا ـــــ اتنا ثابت ہو جانے کے
بعد اس کی ضرورت تو نہ تھی کہ ہم بھیڑ کا اُنعام ہونا بھی ثابت کریں، اور یہ کہ یہ اہلی ہے وحشی نہیں ہے' دو کھر
والا چوپایہ ہے ، مگر ہم شہادتیں فراہم کر رہے ہیں :

اُنعام کھردار جانور اور خف والے ، یہ ابل ، بقر ، غنم ہیں (مصباح المنیر)

اگر اس کے بعد بھی شُبہہ ہو تو بتاؤ، کیا یہ وحشی ہے یا درندہ ہے ، کہ پرندہ ہے یا حشرات الارض
میں سے ہے، سُم والوں میں ہے یا کوئی ایسی قسم جس کی نسل ختم ہو گئی ہے۔

---

۱ معالم التنزیل علی ھامش تفسیر الخازن تحت آیة ۲۲/۳۴ مصطفی البابی مصر ۵/۱۸
۲ المصباح المنیر النون مع العین ״ ۱/۸۴-۲۸۳

Marfat.com

الثانی قال جل ذکرہ ومن الانعام حمولة و فرشا[1]، قال الشاہ عبد القادر الدھلوی رحمہ اللہ تعالٰی فی ترجمة الکریمة "پیدا کئے مواشی ہیں لدنے والے اور دبے"[2]، وقال فی فوائدھا "لدنے والے اونٹ اور بیل" اور "دبے بکری اور بھیڑ"[3]۔

الثالث اجمع المسلمون واعترف الرجل ان الغنم من الاضاحی، وقد علم من یفرق بین البھم والبھم، ان ھذا من الغنم قال اللہ عزوجل ومن البقر والغنم حرمنا علیھم شحومھما[4]، قال الفاضل رفیع الدین الدھلوی فی ترجمتہ "اور گائے سے اور بھیڑ بکری سے حرام کیں ہم نے اوپر ان کے چربیاں ان کی"[5]۔

الرابع انما المرجع فی امثال الامور الی علماء اللسان، وکما علم کل من یعلم الالسن الثلث ان الحیوان الذی یسمی بالھندیة بکری و ذکرہ بکرا،

تنبیہ دوم اس بات کے ثبوت میں کہ بکری انعام میں سے ہے ارشادِ الٰہی ہے: "من الانعام حمولة و فرشا"۔ شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ میں فرمایا: "پیدا کئے مواشی میں لدنے والے اور دبے"۔ اور فوائد میں فرمایا: "لدنے والے اونٹ اور بیل، اور دبنے والے بھیڑ اور بکری"۔

تنبیہ سوم بھیڑ کے قربانی کے جانور ہونے پر اجماع ہے مفتی سابق نے اعتراف کیا، اور تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ غنم قربانی کے جانوروں میں سے ہے، اور چوپایوں کے درمیان فرق جاننے والے یہ خوب جانتے ہیں کہ بھیڑ غنم میں شامل ہے۔ قرآن عظیم کی آیت "ومن البقر والغنم حرمنا علیھم شحومھما" کا ترجمہ فاضل رفیع الدین دہلوی فرماتے ہیں: "اور گائے سے اور بھیڑ بکری سے حرام کیں ہم نے اوپر اُن کے چربیاں اُن کی"۔

ایضاً تنبیہ چہارم اس بات کا فیصلہ کہ بھیڑ غنم میں داخل ہے یا نہیں، وہی حضرات علماء کر سکتے ہیں جن کو تینوں زبانوں میں مہارت ہو تو ان زبانوں کا عالم یہ خوب جانتا ہے کہ جس جانور کو ہندی میں بکری اور

---

[1] القرآن الکریم ٦/١٤٢
[2] موضح القرآن تحت آیة ٦/١٤٢ مطبع مصطفائی انڈیا ص ١٤٦
[3] " " " " " "
[4] القرآن الکریم ٦/١٤٦
[5] ترجمۃ القرآن لرفیع الدین تحت آیہ ٦/١٤٦ ممتاز کمپنی لاہور ص ٦٣-١٦٢

Marfat.com

هوالذی یسمی بالفارسیة بُز، وفی الاطلاق الاعم گوسپند، و بالعربیة معزا ، وفی الاعم غنما و شاة ، وذکرہ تیسا و ماعزا ، وانثاہ عنزا ، وماعزة ، کذلک علموا ان الحیوان الذی یسمی بالهندیة بھیڑ، وذکرہ میندھا ، وعند قوم و انثاہ بھیڑ ولقوم بھیڑی ھوالذی یسمّی بالفارسیة میش ، و بالاطلاقین الاخص والاعم گوسفند ، وذکرہ المناطح قوچ، و بالعربیة ضانا ، و بالاطلاقین شاة، وغنما، وذکرہ کبشا وضانا وانثاہ نعجة وضائنة ، قال اللہ عزوجل ثمٰنیة ازواج من الضان اثنین و من المعز اثنین[1] ، قال فی موضح القرآن پیدا کئے آٹھ نر و مادہ بھیڑ میں سے دو، اور بکری میں سے دو[2] ، وفی ترجمة الرفیعة آٹھ جوڑے، بھیڑ میں سے دو، اور بکری میں سے دو[3] وقال الشاہ ولی اللہ الدھلوی فی ترجمتھا آفرید ہشت قسم را از گوسفند دو قسم، واز بُز دو قسم[4] ، وقال الفاضل یوسف چلپی فی ذخیرة العقبیٰ حاشیة شرح الوقایة،

اس کے نر کو بکرا کہتے ہیں، فارسی میں اسی کو بُز اور عام بول چال میں گوسپند اور عربی میں معز، اور عام بول چال میں غنم و شاۃ کہتے ہیں۔ اس کے مذکر کو "تیس" اور ماعز کہتے ہیں اور مؤنث کو عنز اور ماعزہ کہتے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی معروف بات ہے کہ ہندی میں جس جانور کو بھیڑ جس کا مذکر مینڈھا اور بعض کی زبان میں بھیڑا کہتے ہیں، اسی کی مؤنث کو بعض لوگ بھیڑ اور بعض بھیڑی کہتے ہیں، اسی کو فارسی میں میش، اور عام بول چال میں گوسفند اس کا مذکر مناطح قوچ کہلاتا ہے یہی عربی میں ضان، اور دونوں اطلاقوں میں شاۃ و غنم کہلاتا ہے، اس کا مذکر ضان و کبش، اور مؤنث کو نعجہ کہا جاتا ہے۔

"ثمانیة ازواج من الضان اثنین" پیدا کئے آٹھ نر و مادہ بھیڑے اور بکری سے دو۔ (از موضح القرآن)

آٹھ جوڑے بھیڑوں میں سے دو، بکری میں سے دو۔ (شاہ رفیع الدین)

آفرید ہشت قسم از گوسفند دو قسم، واز بُز دو قسم۔ (شاہ ولی اللہ)

ضان، ضائن کی جمع ماعز کے خلاف، اور یہ غنم کی ہی دو نوعیں ہیں، پہلے کو فارسی میں میش اور ثانی کو بُز

---

[1] القرآن الکریم ۶/۱۴۳

[2] موضح القرآن تحت آیۃ ۶/۱۴۳ مطبع مصطفائی انڈیا ص ۱۴۶

[3] ترجمۃ القرآن لرفیع الدین تحت آیۃ ۶/۱۴۳ ممتاز کمپنی لاہور ص ۱۹۲

[4] ترجمۃ القرآن (فارسی) لولی اللہ الدہلوی " " " مطبع ہاشمی دہلی ص ۱۴۹-۱۴۸

Marfat.com

ضانا جمع ضائن خلاف الماعز، وهما نوعان من جنس الغنم، يقال للاول بالفارسی میش، وللثانی بُز، والشاۃ اسم جنس یشملها کالغنم ویقال لها بالفارسی گوسفند، کذا فی الصحاح، والاسماء[1] اھ باختصار، وقد ترجم فی النفائس بھیڑا بالفارسیۃ بمیش نر، وبالعربیۃ بکبش وضان[2]، وقال فی تحفۃ المؤمنین بھیڑ بہندی غنم است[3]، ثم قال غنم ضان ست[4]، ثم قال ضان بفارسی میش نامند[5]، وفی المنتخب الرشیدی ضان میش ضائن میش نر[6]، وفی الصراح ضائن میش نر، خلاف ماعز، والجمع ضان، خلاف معز اھ[7]

فان کان فی صریۃ بعد، فلیقم ولیبعُد، فلیذھب بقطیع منه الی العرب، والفرس، ولیدر فیها بلادا وقری وجبالا ومفاوز، ولیسأل کل اھل نادمن حاضر، وباد، ورجل، وامراۃ

کہتے ہیں، اور غنم کے ہی ہم معنیٰ لفظ شاۃ ہے جس کا اطلاق دونوں نوعوں پر ہوتا ہے اور اسی معنی میں فارسی لفظ گوسفند بولا جاتا ہے، اسماء اور صحاح میں ایسا ہی ہے (مختصراً) (ذخیرہ عقبیٰ چلپی)

بھیڑا فارسیہ میں میش نر، اور عربی میں ضان ہے (نفائس)

بھیڑ ہندی میں غنم ہے، اور غنم ضان ہے، اور ضان فارسی میں میش ہے (تحفۃ المومنین)

ضان میش، ضان میش نر۔ (منتخب رشیدی)

ضائن میش نر، خلاف ماعز، اور اس کی جمع ضان خلاف معز۔ (صراح)

ان سب شہادتوں میں ضان اور میش ایک ہی چیز قرار دی گئی ہے، اور اسی کو ہندی بھیڑ بتایا گیا ہے، اگر اس کے بعد بھی شبہہ ہو کہ یہ دونوں ایک نوع نہیں ہیں، تو بھیڑوں کا ایک گلہ لے کر عرب اور فارس کے شہروں اور دیہاتوں میں پھر کر جنگلوں اور پہاڑوں، آبادیوں اور ویرانوں میں گھوم گھوم کر، ہر ایک

---

[1] ذخیرۃ العقبیٰ کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ الاموال نولکشور کانپور ۱/۱۲۷
[2] النفائس
[3] تحفۃ المومنین مع مخزن الادویۃ الباء مع الہاء نولکشور کانپور ص ۱۶۹
[4] 〃 〃 〃 〃 〃 الغین مع المیم 〃 ص ۴۲۵
[5] 〃 〃 〃 〃 〃 الصاد مع الالف 〃 ص ۳۹۷
[6] منتخب اللغات مع غیاث اللغات باب الضاد مع النون ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۸۲
[7] الصراح فی لغۃ الصحاح باب النون فصل الضاد نولکشور لکھنؤ ص ۵۱۸

Marfat.com

وحروامة، وعالم وجاهل، وسائر و قافل، فان اخبره العرب جميعا ان هذا ضان، غنم، شاة، كبش، نعجة، وقالت الفرس این ست میش، وگوسپند، نر و ماده، فليصدق بالحق، وان اعربت العرب ان هذا عصفور، اوكلب عقور او فيل ماسور، وتفرست الفرس، فقالت خرگور، او چرغ پرزور او چغد شبکور، فهو معذور۔

الخامس۵ ارأيت ان انكر منكر، ان هذا المهيب الثقيل، ذا الخرطوم الطويل، الذى يقال له بالهندها تهی وگج، ليس هو الذى يقال له بالعربية فيل، وبالفارسية پيل، فهل عندك عليه من حجة ودليل، الا الرجوع الى اهل اللسن، وابانة ان اطباقهم على امثال ذلك من باب التواتر المورث لليقين، كما ان من جحد وضع بمبئی او کلکته، مثلاً لهذا البلد المعلوم، فلا دواء له الا الانباء بان الناس مطبقون على ان هذا البلد بهذا مسمى وبه موسوم، فان عاند وعاد وعاود اللداد، فما له من طب الا الافتصاد۔

السادس۶ من الظن زعم الحاق الجواميس بالبقر، وانما عرفت الاضحية على خلاف القياس لكونها تقربا باراقة دم،

شہری و دیہاتی، عالم و جاہل سے سوال کرو۔ تو سارے عرب یہ کہیں یہ ضان ہے، غنم ہے، شاۃ ہے، کبش ہے، نعجہ ہے، اور فارسی کہیں یہ میش ہے، گوسپند ہے، تو حق بات تسلیم کرو، اور اگر عرب اس کو گوریا، کٹکھنا کتا یا ہاتھی، یا اہل فارس اس کو گورخر یا چیتا یا اُلو کہیں تو تم معذور ہو گے۔

تنبیہ پنجم تائید مزید لمبی اور دراز سونڈ والے ہاتھی کو کوئی فیل نہ مانے تو اس کے علاوہ کیا سبیل ہے کہ اہل عرب سے یہ کہلا دیا جائے کہ ہمارے یہاں سب لوگ اسے فیل ہی کہتے ہیں، جیسے اگر کوئی بمبئی کا انکار کرے، تو اس کی سبیل بھی یہی ہے کہ اسے بمبئی شہر دکھا کر لوگوں سے کہلا دیا جائے کہ سب لوگ اسی کو بمبئی کہتے ہیں۔

تنبیہ ششم بھینس کو گائے کے ساتھ لاحق نہیں کیا گیا یہ کہنا کہ بھینس کو گائے کے ساتھ از روئے قیاس لاحق کیا گیا، غلط ہے، کیونکہ یہ مسئلہ

Marfat.com

وازهاق روح، فكيف يسوغ الالحاق فيها، ولو ساغ لكانت المها والوعول والظباء احق ان تلحق بالبقر والمعز، قال العلامة الاتقاني في غاية البيان "التضحية امر مستفاد بالشرع بخلاف القياس، لان كون اراقة الدم قربة غير معقول المعنى فاقتصر على مورد الشرع، ولهذا لم تجز التضحية بشئ من الوحش[1] اهـ، وقال العيني في رمز الحقائق انها عرفت بالنص على خلاف القياس، فيقتصر عليها[2] اهـ وقال العلامة الطوري في تكملة البحر الرائق "جوازها عرف بالشرع في البقر الاهلي دون الوحشي والقياس ممتنع[3] اهـ ومثل ذلك في كثير من الكتب، و انما الشان انهم علموا انها من نوع البقر فتناولهما النص تناولا اوليا من دون حاجة الى الحاق، بهذا اعلل كما نص عليه في الهداية والخانية والدرر وشرح النقاية للبرجندي، وفي جامع الرموز عن جامع المضمرات، ومجمع الانهر عن المحيط، وفتح الله المعين عن التبيين، والبحر الرائق عن الولوالجية، والهندية عن البدائع،

قیاسی ہے ہی نہیں، اگر قیاس پر مدار ہوتا تو سفید ر نیل گائے کو گائے کے ساتھ، اور پہاڑی بکرے اور ہرن کو بکری کے ساتھ لاحق کرنا بدرجۂ اولیٰ بہتر ہوتا، لیکن ایسا جائز نہیں۔

علامہ اتقانی نے غایۃ البیان میں فرمایا:

"قربانی کا مسئلہ بالکلیہ غیر قیاسی ہے کیونکہ خون بہانا کارِ ثواب ہو، یہ بات غیر معقول ہے۔ اس لئے جن جانوروں کو شرع نے جائز قرار دے دیا ان کے علاوہ مثلاً وحشی جانوروں کی قربانی شرعاً جائز نہیں"۔

علامہ عینی نے رمز الحقائق میں تحریر فرمایا: "قربانی حکمِ الٰہی سے خلافِ قیاس ثابت ہوتی ہے، تو اسی پر اقتصار کیا جائے گا"۔

علامہ طوری تکملہ بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں تصریح فرماتے ہیں: "قربانی کا جواز شرح مطہر میں انھیں جانوروں میں ثابت ہے جو اہلی ہوں، وحشی میں نہیں، اور یہاں قیاس کو باریابی کی اجازت نہیں"۔

توحقیقت حال یہ نہیں ہوئی کہ اکمل کو کامل کے ساتھ لاحق کیا گیا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ علماء کے نزدیک بھینس کا گائے کی ہی نوع میں ہونا ثابت ہوا، تو انھوں نے کہا کہ قرآن کا لفظ بقر

---

[1] غایۃ البیان

[2] رمز الحقائق فی شرح کنز الدقائق — کتاب الاضحیۃ — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ۲/ ۲۰۵

[3] تکملۃ البحر الرائق — " — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۸/ ۱۷۷

Marfat.com

وردالمحتار عنها، وعن المغرب، وان اقترحت جليت لك نقولها فاني لم اثر في هذه الرسالة شيئا الا من الكتب التي منحني ربي فهي عندي في ملكي ويدي، حتى انهم اخذوا على لفظة توهم التغاير بينهما كقول الكنز[1] الجاموس كالبقر كما في التبيين[1] والبحر[2] والنهر والشرنبلالية ومجمع الانهر وابي السعود وغيرها مع انه انما هو كقوله ايضا البخت كالعراب بيدان اول المسئلة كان هناك بلفظ الابل فلم يوهم التشبيه، وههنا بلفظ البقر فاوهم، ثم لماذا استكثر من هذا الفصل وانت الناقل عن ردالمحتار قوله البقر بنوعيه[3] اه وعن مفاتيح الجنان ان الجاموس داخل في البقر[4] اه وعن الاشعة جاموس

بھینس کو شامل ہے، اس لئے مسئلہ ہذا کے الحاق والے قاعدہ کے سہارے کی بالکل ضرورت نہیں۔

یہ امور ہدایہ، خانیہ، رمز الحقائق، تکملہ طوری، مستخلص الحقائق، شرح ملا مسکین، طحطاوی علی الدر، شرح نقایہ برجندی، جامع الرموز، جامع المضمرات، مجمع الانہر عن المحیط، فتح اللہ المعین عن التبیین، بحرالرائق، ولوالجیہ، ہندیہ عن البدائع، ردالمحتار عن البدائع وعن مغرب منصوص ہیں، ضرورت پر ساری کتابیں پیش کی جاسکتی ہیں، الحمدللہ ساری کتابیں میری ذاتی ہیں۔

ہاں ان حضرات نے ایک لفظ ایسا ضرور کہا ہے جس سے یہ شبہہ ہوگا کہ گائے اور بھینس میں تغایر ہے، اور وہ کنز، تبیین، بحر، نہر، شرنبلالیہ، مجمع الانہر ابی سعود وغیرہ میں ذکر کیا ہوا لفظ "الجاموس کالبقر" ہے، لیکن اس سے دھوکا کھانا غلط ہے کیونکہ یہ ایسے ہی ہے جیسے علماء اونٹ کے سلسلہ میں فرماتے ہیں "البخت کالاعراب" بیان مسئلہ میں اونٹ مقسم کی طرح پیش کیا گیا ہے، اس کے باوجود جب بخت واعراب ذو نوع نہ ہوئے تو صرف کاف تشبیہ کی وجہ سے بقر و جاموس دو نوع کیسے ہوں گے، اور خاص کر مجیب صاحب کو

۱؎ تبیین الحقائق	کتاب الاضحیۃ	المطبعۃ الکبری الامیریۃ بولاق مصر	۶/۷
۲؎ تکملۃ من البحرالرائق	"	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۸/۱۷۷
۳؎ ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۵/۲۰۲
۴؎ مفاتیح الجنان شرح شرعۃ الاسلام	فصل فی سنن الاضحیۃ	مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ	ص ۲۱۰

Marfat.com

نوع از بقر است[1] فمالی اراك نقل العبارات وتنبؤ عنها كان لم تسمعها ، كلّا بل تسمع وتفهم ثم تحيل ، اما سمعناك نقول انهم يدخلون الجاموس فی البقر، ويقولون انه نوع منه ، ثم عددت تعد الانواع خمسة ، وتجعل النوع يقابل جنسه ، وبالجملة قد تبين بطلان تخميس الانواع ، وعد الجاموس نوعا براسه ثم لا يخفى على كل ذی حجی ما لم يكن اغلظ طبعا من الجواميس ، مابين البقر والجاموس من البون البين صورةً ومعنىً ، يبائن الوضع الوضع ، والطبع الطبع ، واللحم اللحم ، واللبن اللبن ، والطعم الطعم ، والحمل الحمل ، والمزاج المزاج ، والآثار الآثار ، والافعال الافعال ، والخواص الخواص حتى حكم القياس انهما نوعان متباینان ، وان الجواميس لا تجوز التضحية بها ، وانما الجواز حكم الاستحسان ، قال فی الخلاصة ثم الاتقانی فی شرح الهداية والحلبی فی تكملة لسان الحكام ، الجاموس يجوز فی الضحايا

تو یہ شبہہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں، کیونکہ انھوں نے خود ہی ردالمحتار کی عبارت "البقر بنوعیہ" اور مفاتیح الجنان کا حوالہ "ان الجاموس داخل فی البقر" (بھینس گائے میں شامل ہے) اور اشعۃ اللمعات سے "جاموس نوع از بقر" (بھینس گائے کی ایک قسم ہے) نقل کیا ہے

حیرت ہوتی ہے کہ اس کے باوجود کس طرح مجیب نے قربانی کے جانور کی پانچ قسمیں کیں، اور بھینس کو الگ ایک نوع قرار دیا، پس واضح ہوا کہ پانچ نوع قرار دینا غلط، اور بھیڑ کو چھٹی قرار دے کر اس سے انکار کرنا غلط در غلط ہے۔

ایک بات یہ بھی قابل غور ہے کہ گائے اور بھینس میں صورۃً اور معناً بناوٹ، طبیعت، گوشت اور دودھ، مزے اور اعمال و آثار میں تباین ظاہری ہے جس کے پیش نظر عقل کا فیصلہ یہی ہے کہ ان دونوں میں تباین نوعی ہے، اور بھینس کی قربانی نہ ہونا چاہیئے مگر جائز ہے، تو یہ ایک خلافِ قیاس حکم ہے۔

خلاصہ اتقانی حلبی میں: "بھینس کی قربانی استحساناً جائز ہے۔"

فاضل عبدالحی لکھنوی کی شرح مختصر وقایہ میں

---

[1] اشعۃ اللمعات کتاب الصلوٰۃ باب الاضحیۃ الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۰۸

Marfat.com

والهداية استحسانا[1] اھ و فی شرح مختصر الوقاية
للفاضل عبد العلی الجاموس کالبقرة لانه
نوع منها، فی الروضة هذا استحسان و
القیاس انه لا یجوز[2] اھ، وتغایرهما فی العرف
ظاهر، ولذا لو حلف لا یاکل لحم
البقر لم یحنث باکل لحم الجاموس،
کما فی زکوة الهدایة، ولا بعکسه،
کما فی ایمان الخانیة، وما ذا یغنی
مجرد الوفاق فی عدد الاعضاء مع الخلاف
فی جمع ما مر، فان ذلك حاصل
فی الخیل والعیر ایضا مع انهما نوعان
متباینان قطعا عرفا و شرعا، بل لك ان
تقول لا وفاق فی العدد ایضا، فان لبقر
جلدا امتد لیا من مبدأ حلقه الی
منحره، ولیس ذلك للجاموس،
والشعر یعم بدن البقر ولیس
علی جسم الجاموس الا شذر مذر،
فاذا استحسنوا مع کل ذلك ان
الجوامیس لیست الا من نوع البقر،
کانت ضئین الهند احق بان
تعد من نوع اضؤن العرب،
فانهما لا خلف بینهما فی شئ

ہے "بھینس گائے کی طرح ہے یہ اسی کی ایک نوع ہے"۔
روضہ میں ہے " اس کی قربانی استحساناً جائز
ہے، قیاس میں تو جائز نہ ہونا چاہیئے"۔
عرف کے اعتبار سے گائے اور بھینس کا تغایر
ظاہر ہے، اسی لئے اگر کوئی قسم کھائے کہ گائے کا
گوشت نہیں کھائے گا، تو بھینس کا گوشت
کھانے سے حانث نہ ہوگا۔ یہ مسئلہ ہدایہ کتاب الزکوٰۃ
میں ہے ، اور خانیہ میں ہے بھینس کی قسم کھائی
تو گائے کا گوشت کھانے سے حانث نہ ہوگا۔
اور اگر خالی اعضاء کی تعداد میں موافقت کی وجہ
سے گائے اور بھینس کے ایک نوع ہونے کا خیال
کیا جائے تو گھوڑے گدھے میں اس سے زیادہ یکسانیت
ہے حالانکہ وہ دونوں عرفاً اور شرعاً ہر لحاظ سے
دو متبائن نوعیں ہیں۔ اور تم چاہو تو کہہ سکتے ہو کہ
گائے اور بھینس میں اعضاء کی تعداد میں بھی موافقت
نہیں ہے ، کیونکہ گائے کی گردن میں فاضل کھال
لٹکتی ہے، جو بھینس میں نہیں ہوتی، اور گائے کے
جسم پر گھنا بال پورے بدن پر اُگا رہتا ہے، اور
بھینس کے جسم پر چند قلیل بال ہوتے ہیں، پس
جب ان سارے اختلافات کے باوجود استحسان
میں گائے اور بھینس کے ایک جنس ہوئے، تو دنبہ
اور بھیڑ کے ایک جنس ہونے میں کیا شبہہ ہوسکتا ہے

---

[1] خلاصۃ الفتاوی کتاب الاضحیۃ الفصل الرابع مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/۳۱۴
[2] شرح النقایۃ للبرجندی کتاب الاضحیۃ نولکشور لکھنؤ ۳/۱۹۵

Marfat.com

مما وصفنا، حتى لو ان ضأنيتين منهما
متشابهتي اللون، والجثة نظرهما ناظر من
قدام لم يكد يميز بينهما كضأنيتين
كذلك من ارض واحدة، نعم الالية
من احدهما عريضة قصيرة ومن
الاخرى ضئيلة طويلة، ومثل هذا
الخلف بل اكثر منه كثيرا ما يوجد في
افراد نوع واحد باختلاف الاراضي واختلاف
المادة وغير ذلك.

الا ترى الى غلظ شفاه الحبش، وصعر
عيون الترك، فطس انوف
الصين، ولبعض من اتراك
الوحوش على عصعصه لحمة
زائدة قدر شبر يشبه
الذنب، والهنة الناتية بين الشفرين
لا توجد خلقة في نساء المغرب،
وربما يكون لانسان ستة اصابع،
وذكر الفقهاء ما اذا كان للمرء يدان
في يد، او رجلان في رجل، او كفان في كف،
هل يجب غسلهما في الوضوء،
كما في البحر، والنهر، والدرر،
والهندية وغيرها. ولقد رأيت
لبعض البلاد جمالا جميلة المنظر،
لطاف الجسم، صغار الحجم،

کیونکہ ان میں تو مذکورہ بالا اوصاف میں سے کسی
میں اختلاف نہیں، اگر ایک رنگ کے دنبہ
اور بھیڑ کو آگے سے دیکھئے تو فیصلہ مشکل ہوگا کہ کون
بھیڑ ہے اور کون دنبہ ہے، ہاں صرف یہ بات
ہے کہ دنبہ کی دُم چوڑی اور چھوٹی ہوتی ہے اور
بھیڑ کی دم لمبی اور باریک ہوتی ہے، لیکن یہ کوئی
بات نہیں، اس سے بڑے بڑے اختلافات
ایک نوع کے افراد میں اختلافِ آب و ہوا کی وجہ
سے پائے جاتے ہیں اور ان کا لحاظ کرکے کوئی اختلاف
نوع کا حکم نہیں لگاتا۔

امثلہ (۱) آدمیوں میں حبشیوں کا ہونٹ نہایت
موٹا ہوتا ہے (۲) ترکیوں کی آنکھیں چھوٹی ہوتی
ہیں (۳) چینیوں کی ناک چپٹی ہوتی ہے (۴) اور
بعض وحشی ترکیوں کی دم کی ہڈی پر دم کی طرح
ایک بالشت تک لمبا گوشت کا ٹکڑا ہوتا ہے
(۵) عام عورتوں کی شرمگاہ میں جو پارۂ گوشت
اُبھرا ہوا ہوتا ہے مراکشی عورتوں میں خلقۃً
نہیں ہوتا (۶) ایسا بھی تو ہوتا ہے کہ آدمی کے کبھی
چھ انگلی ہو جاتی ہے، چنانچہ فقہاء کا جزیہ ہے اگر
کسی آدمی کے دو دو ہاتھ ہوں یا دو دو پاؤں یا
ایک ہاتھ میں دو ہتھیلیاں، تو کیا وضو میں دونوں
کا دھونا واجب ہے؟ یہ مسئلہ بحر، نہر، درر
اور ہندیہ میں مصرح ہے (۷) میں نے بعض شہروں
میں اُونٹ دیکھے ہلکے پھلکے، لمبے بال والے، جن
کے پشت پر دو کوہانیں تھیں جن کے بیچ میں ایک

Marfat.com

طوال الوبر، لكل منها على ظهره سنامان رفيعان، بينهما مجلس الراكب يكونان له كعودي الرحل، وقد قال العلامة القزويني في عجائب الموجودات، ثم الامام الدميري في حيوة الحيوان انه يجلب من الهند نوع من الضأن على صدره الية، وعلى كتفه اليتان وعلى فخذيه اليتان، وعلى ذنبه الية وربما تكبر الية الضأن حتى تمنعه من المشى، زاد القزويني فيتخذ لاليتها عجلة توضع عليها وتشد الى صدرها فيمشى الضأن وتجر العجلة والالية عليها اھ[1] فهذه اختلافات في الاعضاء باصل الوجود، والعدم، فضلا عن الصغر، والكبر، والطول، والقصر، فهل يجوز لعاقل ان يحكم لذلك باختلاف النوع، وان احد من صنفي الابل ذات كومين و ذات كوم، مثلا ليس من نوع الابل، لا تجوز التضحية به، ولا تجب الزكوة في سائمته۔

آدمی کے بیٹھنے کی جگہ تھی (۸) امام قزوینی نے عجائب المخلوقات میں، اور دمیری نے حیوۃ الحیوان میں تحریر کیا ہندوستان کے بعض دنبے آتے ہیں جن کے سینے پر چکتی ہوتی ہے اور دونوں مونڈھوں پر دو چکتی اور رانوں پر دو چکتی اور دُم پر ایک چکتی ہوتی ہے جو اتنی بڑی ہوتی ہے کہ لکڑی کی چھوٹی گاڑی پر وہ چکتی رکھ دی جاتی ہے اور گاڑی دنبہ کے سینہ سے باندھ دی جاتی ہے جسے وہ کھینچتا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا سارے اختلافات جو اعضاء کی کمی بیشی میں واقع ہوئے، چہ جائیکہ ان کے بڑے اور چھوٹے ہونے کا اختلاف، تو کیا کوئی عاقل اس کی وجہ سے جانوروں کی نوع میں اختلاف ہونے کی بات کرے گا، اور کہے گا کہ یہ دو کوہان والے اونٹ، اونٹ ہی نہیں، نہ ان کی قربانی ہوسکتی ہے نہ یہ سائمہ جانوروں میں شمار ہوں گے نہ ان پر زکوٰۃ ہوگی۔

السابع اطبق اهل التفسير والحديث والفقه واللغة من العرب والعجم، ان الغنم نوعان، ضان ومعز،

تنبیہ ہفتم توضیح مزید | عربی وعجمی اہل تفسیر و حدیث، اہل فقہ ولغت اس بات پر متفق ہیں کہ بکری کی دو قسمیں ہیں: ضان اور معز، جس کی

[1] حیاۃ الحیوان باب الضاد المعجمۃ (الضان) مصطفے البابی مصر ۱/۶۳۴
عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات (الضان) 〃 ص ۲۴۹

Marfat.com

میش و بُز ، وان الضان ومیش خلاف المعز و بُز ، والمعز و بُز خلاف الضان ومیش ، قال العلامة الخفاجی فی عنایة القاضی و کفایة الراضی حاشیته علی تفسیر البیضاوی الضائن خلاف الماعز، وجمعه ضان اھ[1] وقال فی مجمع بحار الانوار ضوائن ذات صوف عجاف ھو جمع ضائنة ، وھی الشاة من الغنم خلاف المعز اھ[2] وقال فی المرقات الضان خلاف المعز من الغنم اھ[3] وقال العلامة مسکین فی شرح الکنز الغنم اسم یطلق علی الذکر والانثی من الضان والمعز والضان خلاف المعز اھ[4] وقال فی القاموس المعز ھو خلاف الضان من الغنم اھ[5] وفیه الضائن خلاف الماعز من الغنم، جمع ضأن اضئن ضأنك اعزلها من المعز اھ[6]، وفی مختار الصحاح للعلامة الرازی الضائن ضد الماعز ، و والجمع الضأن والمعز اھ[7]،

تعبیر فارسی میں میش اور بُز سے کی جاتی ہے، اور دونوں میں ایسا اختلاف ہے کہ جو معز ہے ضان نہیں، اور جو ضان ہے معز نہیں۔ حوالے:

- ضائن ماعز کے خلاف، اور اس کی جمع ضان ہے (علامہ خفاجی حاشیہ بیضاوی)
- ضوائن اون والی، ضائنہ کی جمع، یہ بکری کی ایک قسم خلافِ ماعز ہے (مجمع بحار الانوار)
- ضائن معز کے خلاف غنم میں سے۔ (مرقات)
- غنم اسم جنس ہے، یہ ضان ومعز مذکر ومؤنث دونوں پر بولا جاتا ہے، اور ضان اور معز میں اختلاف ہے (شرح کنز علامہ مسکین)
- معز، ضان کے خلاف ہے، غنم کی ہی ایک قسم ہے (قاموس)
- ضائن، بکریوں میں معز کے خلاف، اور جمع ضان، محاورہ ہے: اپنے ضانوں کو ماعز سے الگ کرو۔ (قاموس)
- ضائن ماعز کا ضد ہے، اور جمع ضان اور معز ہے (مختار الصحاح رازی)

---

[1] عنایة القاضی حاشیة علی البیضاوی تحت آیة ۶/ ۸۰ دار صادر بیروت ۵/ ۳۵۹
[2] مجمع بحار الانوار باب الضاد مع الھمزة ضائن مکتبة دار الایمان المدینة المنورہ ۳/ ۳۸۲
[3] مرقات المفاتیح کتاب الصلوٰة باب فی الاضحیة الفصل الاول المکتبة الحبیبیة کوئٹہ ۳/ ۵۶۱
[4] شرح الکنز لملا مسکین مع فتح المعین کتاب الاضحیة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۳۸۱
[5] القاموس المحیط باب الزاء فصل المیم (المعز) مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۹۹
[6] " باب النون فصل الضاد (الضائن) " ۴/ ۲۴۴
[7] مختار الصحاح تحت لفظ ضائن مؤسسة علوم القرآن بیروت ص ۳۷۶

Marfat.com

وفيه المعز من الغنم ضد الضان اهـ[1] وتقدمت انفا عبارات ذخيرة العقبى والصراح، و انت المحتج بقول الغياث گوسفند بمعنی میش مقابل بز چنانکہ معز در عربی مقابل ضان ست[2] الخ وحشيت عليه بقولك ازیں عبارت صاف معلوم می شود کہ آں حیوان کہ عرب آں را ضان گویند فرس آں را میش گویند، و آنچہ عرب آں را معز گویند فرس بز گویند، ونقلت عن الشيخ المحقق قدس سره غنم دو نوع ست معز کہ آں را بز گویند و ضان کہ آں را میش خوانند[3] وايدته بقول الشامي الشاة بنوعيه[4] اهـ، فكان اجماعا على ان ما كان من الغنم خارجا عن الضان وميش فهو داخل في المعز وبز وما كان منها خارجا عن المعز وبز، فهو داخل في الضان وميش، وقد بينا ان حيوانا هذا من الغنم، وان ستربك فيه فلن يستريب احد ممن له قسط من العقل، انه من بهيمة الانعام، ثم لعلك تزهو بنفسك ان تدعي كونه ابلا او بقرا، فاما

• معز بکریوں میں ضان کا ضد ہے۔ (مختار الصحاح رازی)

• ذخیرہ عقبٰی اور صراح کی عبارتیں اوپر گزریں۔

• گوسفند معنی میں میش کے، جو بز کا مقابل ہے جیسا کہ معز عربی میں ضان کا مقابل ہے۔ (غیاث اللغات بحوالہ مجیب)

• جس حیوان کو عرب ضان کہتے ہیں فارسی میں میش کہتے ہیں (تقریر مجیب)

• غنم کی دو قسم ہے۔ معز کہ اس کو بز کہتے ہیں، اور ضان کہ اس کو میش کہتے ہیں (شیخ محقق۔ بحوالہ مجیب)

• بکری اپنی دونوں نوعوں کے ساتھ۔ (شامی بحوالہ مجیب)

تو ایک طرح اجماع ہو گیا کہ غنم صرف دونوں میں منحصر ہے، جو غنم معز نہیں وہ ضان ہے، اور جو ضان نہیں وہ معز ہے، تو لامحالہ بھیڑ کو بھی ضان یا معز کسی میں داخل ماننا پڑے گا، اور اگر کچھ شبہ ہو تو اتنا تو قطعی ہے کہ یہ بہیمۃ الانعام میں داخل ہے اور بہ اتفاق علماء انعام کی صرف چار قسمیں ہیں۔

اس امر کی تصریح امام بغوی نے معالم میں، اور

---

[1] مختار الصحاح — تحت لفظ (المعز) — مؤسسۃ علوم القرآن بیروت — ص ٦٢٧
[2] غیاث اللغات — فصل کاف فارسی مع واو — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ص ٤٣١
[3] اشعۃ اللمعات — کتاب الصلوٰۃ باب الاضحیۃ الفصل الاول — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ١/٦٠٨
[4] رد المحتار — کتاب الاضحیۃ — دار احیاء التراث العربی بیروت — ٥/٢٠٤

Marfat.com

ان يكون من المعز او من الضان، اذ الانعام منحصرة فى الاربع بتصريح العلماء كافة، كما نص الامام البغوى فى المعالم، والامام الرازى فى المفاتيح، والعلامة الرومى فى ارشاد العقل والمولى القارى فى المسلك المتقسط، و الفاضل طاهر فى مجمع البحار وغيرهم فى غيرها لكن الاول باطل اذ المعز ذات شعر، وهذا باعترافك ذات صوف، والمعز بُز و بکری و هذا ليس بها عند احد من الصبيان، فضلا عن علماء اللسان، فتعين ان يكون من الضان فانظر الى حججك كيف كرت عليك بالحجاج، فان الضان وميش لوكان مختصة عند العرب والعجم بماله الية وهذا لا الية له بزعمك توجب ان يكون خارجا منها، فوجب ان يكون داخلا فى المعز و بُز، وقد قفيت على نفسك انه ليس منها، فبطل انحصار الغنم فى نوعين، و قد كنت بهجت به نقلا واستنادا، وتعويلا و اعتمادا، ثم بطلانه يقتضى ببطلان دعواك، فان مدار التضحية على النعمية دون خصوص الالية و الضانية۔

رازی نے مفاتیح میں، رومی نے ارشاد میں، ملا علی قاری نے مسلک المتقسط میں، اور فاضل طاہر نے مجمع البحار میں کی ہے، اور ان کے علاوہ نے دوسری کتابوں میں کی ہے۔

اور آپ اس کو گائے یا: بنٹ میں شامل کرنے کی جرأت کر ہی نہیں سکتے، لامحالہ یہ ضان میں ہی شامل ہوگا، معز یا بکری تو ہوگا نہیں کہ اس کے اُون ہوتا ہے اور معز کے اون نہیں ہوتا، کیونکہ آپ کا یہ خود کا اعتراف ہے کہ یہ اون والی ہے، تو دیکھئے آپ ہی کی دلیل نے آپ کا کیسا رد کیا، اور صاف ظاہر ہوگیا کہ چکتی ما بہ الامتیاز نہیں ورنہ بھیڑ کو معز میں داخل کرنا ہوگا، اور آپ اس کو دونوں ہی سے خارج کرنے پر تُلے ہوئے تھے، اور اسی سے آپ کے دعویٰ کا رد بھی ہوگیا کہ یہ قربانی کا جانور نہیں۔

الثامن کل ماشقق، و رقق، و ظن ان قد دقق من کون میش حقیقة فی کذا و مجازا فی کذا او مشترکا بینهما الخ انما هو علی زعم

تنبیہ ہشتم حقیقت و مجاز والی تدقیق کا جواب	اس پر مجیب کی اس قسم کی ساری تدقیقات

کہ میش ذوات الیہ میں حقیقت ہوگا یا مجاز یا مشترک، سب کا مبنیٰ یہ تھا کہ چکتی کو میش کی حقیقت

Marfat.com

ان ماله اليه مغاير بالنوع لماليست له الية بالمعنى الذى توهم فظن ادخالهما جميعا يؤدى الى التثليث ولم يدر انه هوالواقع فيه لما بيّنا ان هٰذا الحيوان من الانعام قطعا واذ ليس من البدن فمن الغنم فلوكان نوعا مغايرا للذوات الاليات لوجب التثليث۔

میں بنیادی دخل ہے، اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ بنیاد ہی غلط ہے، تو یہ تدقیقات بھی بے حقیقت ہو گئیں، اور ماعنیں پر مبنی یہ حکم بھی کہ غنم کی دو ہی قسم نہ رہیں گی، بھیڑ کے بعد اس کی تین قسمیں بنیں گی۔

التاسع احسنت اذ ايقنت ان التفسير بالاعم انما يجوز حيث يقصد التمييز عن بعض الاغيار ولكن دعواك ان ههنا كذٰلك فمفسروا الضأن بميش انما قصدوا التمييز عن البعض، كلمةٌ انت قائلها لا برهان لك عليها بل الحجة ناطقة بخلافها حيث كان المحل لبيان حكم لا يعدو الضان كجواز الجذع كما فى عبارة الشيخ المحقق رحمه الله تعالٰى فى اشعة اللمعات[1] وغيرها۔

تنبیہ نہم ذات الصوف تعریف بالاعم نہیں یہ بات بلاشبہہ صحیح ہے کہ کبھی کبھی تعریف و تفسیر لفظ اعم سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ مجیب نے دعوی کیا ہے، لیکن یہ بات کہ لفظ ضان کی تفسیر میں میش کا ذکر بھی یونہی ہے، بے حقیقت بات ہے، بلکہ شہادت اس کے خلاف ہے، کیونکہ یہ تفسیر ایک ایسے حکم کے بیان کے سلسلہ میں ہے جو ضان کے ساتھ خاص ہے، جیسے صاحب اشعۃ اللمعات کا یہ کہنا کہ ضان کا چھ ماہہ بچہ بھی جائز ہے۔

العاشر انما الخطاب بلغة العرب، فما لم يثبت النقل فالاحتجاج باللغة تام قطعا، ولا يدفع بالاحتمال بناء على ان اهل الشرع قد يصطلحون على معنى اٰخر، بذٰلك استدل الامام المحقق على الاطلاق محمد بن الهمام

تنبیہ دہم درباره لغت فقہاء و ادباء نیز یہ بات بھی صحیح نہیں ہے کہ اعتبار فقہاء کی لغت کا ہے نہ کہ ادیبوں کی لغت کا۔ جب خطاب زبان عرب میں ہے، تو جب تک منقول ہونے کا ثبوت نہ ہو ضروری ہے کہ لغوی معنیٰ ہی مراد ہوں، اس کی تائید ابن ہمام رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اس

---

[1] اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوٰۃ، باب الاضحیۃ الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۰۸

Marfat.com

علی تحریم البنت من الزنا، قال فی الفتح لانها بنتہ لغۃ والخطاب انما ھو باللغۃ العربیۃ ما لم یثبت نقل[1]، وتبعہ علیہ البحر فی البحر، والشامی فی رد المحتار وغیرھما من العلماء الکبار، وھذا اذا لم یظھر منھم الوفاق، فکیف وقد ثبتت مواطأتھم علیہ کما مر، ویاتی بتوفیق اللہ تعالٰی۔

فرمان سے ہوتی ہے کہ "لغۃً زنا سے پیدا ہونیوالی لڑکی کو بنت ہی کہا جاتا ہے، اس لئے قرآن کے فرمان وبَنَاتُکُم میں یہ بھی داخل ہوگی، اور زانی کا نکاح ایسی لڑکی سے حرام ہوگا"۔ (امام ابن ہمام، بحر، شامی)

الحادی عشر تظافرت کلمات علماء التفسیر، والحدیث، والفقہ، واللغۃ وغیرھا علی التمییز بین الضان والمعز بالصوف والشعر، قال الامام محی السنۃ البغوی فی معالم التنزیل الضأن النعاج وھی ذوات الصوف من الغنم، ———— والمعز ذوات الشعر من الغنم[2] اھ مختصرا، وقال الامام الرازی فی تفسیر الکبیر الضان ذوات الصوف من الغنم، والمعز ذوات الشعر من الغنم[3] اھ ملخصا، وفی المصباح المنیر وحیوٰۃ الحیوان وغیرھما الضان ذوات الصوف من الغنم[4] اھ، و

تنبیہ بازو ہم تفسیر بالاثم کی حقیقت یہ امر بھی قابل غور ہے کہ علماء تفسیر وحدیث اور فقہ ولغت کی بڑی تعداد نے ضان اور معز کی تفریق میں صوف اور بال کا لفظ استعمال فرمایا ہے تو تفسیر بالاثم وغیرہ کی تاویل ان کے کلام میں نہیں کرنی چاہئے بلکہ ان قلیل التعداد علماء کے کلام میں جو ایک لفظ خاص "ذات الیۃ" (چکتی والی) سے تعبیر کرتے ہیں۔ حوالے:

- بغوی معالم التنزیل: "ضان ونعجہ، نر و مادہ اون والی بکری کو کہتے ہیں اور بال والی کو معز"۔
- امام رازی تفسیر کبیر: "اون والی بکری ضان ہے اور بال والی معز"۔
- مصباح المنیر وحیوٰۃ الحیوان: "بکری کی اون

---

[1] فتح القدیر کتاب النکاح فصل فی بیان المحرمات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۱۸

[2] معالم التنزیل علی ہامش تفسیر الخازن تحت آیۃ ۶/ ۱۴۳ مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۹۲

[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) " " " المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۱۳/ ۲۱۶

[4] المصباح المنیر الضاد مع الواو الضأن مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۲

Marfat.com

فی شرح النقایة، ثم الطحطاوی، و رد المحتار الضان ما کان من ذوات الصوف والمعز من ذوات الشعر[1]، وبه فرق بینهما فی البحر الرائق و غنیة ذوی الاحکام، وفتح اللہ المعین جمیعا عن معراج الدرایة، والیه یشیر حدیث الامام احمد، وابن ماجة، والحاکم، وقال صحیح الاسناد عن زید بن ارقم رضی اللہ تعالٰی عنه قال قال اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم یارسول اللہ ماھٰذہ الاضاحی، قال سنة ابیکم ابراھیم علیه الصلٰوة والسلام، قالوا فما فیها یارسول اللہ، قال بکل شعرة حسنة، قالوا فالصوف یارسول اللہ، قال بکل شعرة من الصوف حسنة[2]، قال فی المرقات لما کان الشعر کنایة عن المعز، کنوا عن الضان بالصوف الخ[3] والیه مآل النصوص التسعة المذکورة فی التنبیه السابع، عن العنایة، والمجمع، والمرقاة، وشرح الکنز، وذخیرة العقبٰی، والقاموس، والصراح، ومختار الصحاح،

والی قسم ضان کہلاتی ہے۔"

● طحطاوی شرح نقایہ، رد المحتار: "ضان اون والی اور معز بال والی۔"

● بحر الرائق، غنیہ ذوی الاحکام، فتح اللہ المعین عن معراج الدرایۃ (ایضاً)

● حدیث امام احمد ابن حنبل، ابن ماجہ کا اشارہ یہی ہے: "زید بن ارقم کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ فرمایا: تمھارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت۔ پوچھا: ہم کو کیا ملے گا؟ فرمایا: اس کے ہر بال کے برابر نیکی۔ لوگوں نے عرض کیا: اون کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ فرمایا: اس کے بھی ہر بال کے برابر نیکی ملے گی۔"

● مرقات میں ہے: "حدیث شریف میں بال سے اشارہ بکری کی طرف تھا، تو لوگوں نے صوف کہہ کر ضان کے بارے میں پوچھ لیا۔"

ساتویں تنبیہ میں عنایہ، مجمع، مرقات، شرح کنز، ذخیرہ عقبٰی، قاموس، صراح، مختار الصحاح،

---

[1] جامع الرموز | کتاب الزکوٰۃ | مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران | ۱/۳۰۶
رد المحتار | " باب زکوٰۃ الغنم | دار احیاء التراث العربی بیروت | ۲/۱۹
[2] مسند احمد بن حنبل | حدیث زید بن ارقم رضی اللہ عنہ | المکتب الاسلامی بیروت | ۴/۳۶۸
سنن ابن ماجہ | ابواب الاضاحی | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ص ۲۳۳
[3] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الصلوٰۃ باب فی الاضحیۃ المکتبۃ حبیبیہ کوئٹہ ۳/۵۷۸

Marfat.com

وغياثك الذى استغثت به من تفسير الضان بمايخالف المعز وبالعكس، اذ لو كان الفصل بينهما بشئ اخص من الصوف لم يكن كل ماليس بضان معزا ولا بالعكس بقاء مادة تفارق الصوف من ذلك الاخص خارجا منهما جميعا عدم الضاينة لعدم الاخص وعدم المعزية لوجود الصوف، فهذه احد وعشرون نصوصا، سبعة اضعاف ماجئت به، كلها قاضية بهذا التفسير، ولعل ما تركناه اكثر مما سردنا وقد اعترف الرجل وان لم يعرف فسيقضى العيان ان هذا الحيوان من ذوات الصوف فهو من خصوص الضان فضلا عن عموم الغنم او الانعام، والتعريف بالاعم وان جاز عند الاوائل فليس بجيد بالاجماع، قال المولى المحقق السيد الشريف قدس سره الشريف فى شرح المواقف[1] اعلم ان اشتراط المساواة فى الصدق مما ذهب اليه المتأخرون، واما المتقدمون فقالوا الرسم منه تام يميز عن كل ما يغايره وناقص يميز عن بعض، وصرحوا بان المساواة شرط لجودة الرسم، كيلا يتناول ماليس من المرسوم، ولا يخلو عما هو منه[1] او مختصرا، وقال العلامة حسن چلپی فی حاشية التلويح لاخلاف فى اشتراط المساواة لجودة التعريف[2]۔

غیاث اللغات کی عبارتوں کا مفاد بھی یہی ہے، کیونکہ ضان اور معز کے علاوہ کوئی اور نوع ہوتی جس کی وجہ امتیاز چلکی ہو تو ضان اور معز میں جنس غنم کا انحصار باطل ہوجاتا ہے۔

یہ ۲۱ نصوص ہیں، اور جو مذکور نہ ہوئے اس سے بہت زیادہ ہیں، سب اس بات کا فیصلہ کرتے ہیں کہ ضان اور معز میں فرق اون سے ہے چلکی سے نہیں، اس طرح مجیب نے لاعلمی میں ہی سہی، یہ اعتراف کرلیا کہ بھیڑ ضائن میں شامل ہے، آگے علی الاعلان اعتراف کرنا پڑے گا، عام سے تفسیر ماننے میں ایک خرابی یہ بھی ہے کہ متقدمین نے اسے صرف مباح مانا ہے، ایسی تعریف عمدہ نہیں ہے۔ میر سید شریف رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مواقف میں فرمایا:

"متأخرین نے تعریف میں مساوات کی شرط لگائی، اور متقدمین نے کہا کہ جو تمام مشارکات سے تمیز دے وہ رسم تام ہے، اور جو بعض سے ممتاز کرے رسم ناقص ہے، اور تعریف تبھی عمدہ ہے کہ مساوی سے ہو کہ امتیاز کامل حاصل ہو۔"

اور حسن چلپی نے بھی حاشیہ تلویح میں فرمایا:
تعریف کی عمدگی کے لئے مساوات شرط ضروری ہے۔"

---

[1] شرح المواقف المرصد السادس المقصد الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/۴،۵
[2] حاشیۃ التلویح مع التوضیح والتلویح المطبعۃ الخیریۃ مصر ۱/۶۷

Marfat.com

فحمل کلامهم علی مالیس بجید لیس بجید۔

الثانی عشر[۱۲] لو فرضنا التساوی فی الجودة فلا یرتاب من له عقل ورزق سلیقة ما فی فهم الکلام، ان الظاهر المتبادر من التعریف انما هو التساوی، ولا یجوز العدول عن الظاهر الا بدلیل، الا تری ان العلامة المحقق سعد الدین التفتازانی رحمه الله تعالیٰ صرح فی حاشیة الکشاف کما نقله حسن چلپی فی حواشی التلویح، ان قول الفائق الحمد هو المدح صریح فی الترادف [۱] اھ مع انه هو القائل فی التلویح ان کتب اللغة مشحونة بتفسیر الالفاظ بما هو اعم من مفهوماتها [۲] الخ، فلم یمنعه تصریحه هذا عن جعله تفسیر الفائق الحمد بالمدح صریحا فی الترادف، وهل هو الا لان الظاهر هو التساوی مالم یدل علی خلافه دلیل، وبه یجاب عن بحث چلپی، وهکذا قال المولی السید الشریف (رحمه الله تعالیٰ) فی شرحه للکشاف، قوله الحمد والمدح

تو یہ علما جس بات کو غیر عمدہ بتادیں، ان کے کلام کو اسی پر حمل کرنا کوئی عمدہ بات نہیں ہے۔

تنبیہ دوازدہم تشریح مزید | ایک بات یہ بھی قابلِ غور ہے کہ بالفرض یہ تسلیم کرلیا جائے کہ عام اور مساوی دونوں کے ساتھ تعریف ہم پلہ ہی ہے، پھر بھی سخن فہم خوب جانتے ہیں کہ لفظ تعریف سے ذہن کی سبقت تساوی کی طرف ہی ہوتی ہے اور بغیر کسی قرینہ کے متبادر کو چھوڑ کر اعم مراد لینا خلافِ نقل و عقل ہے۔

امام تفتازانی نے حاشیہ توضیح میں تصریح فرمائی کہ "کتبِ لغت میں عام کے ساتھ تفسیر عام ہے۔"

اس کے باوجود "فائق" کے قول "الحمد هو المدح" کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

"اس کا مطلب یہ ہے کہ حمد اور مدح دو مرادف لفظ ہیں"۔ (شرح حاشیہ کشاف بحوالہ چلپی)

اس کا مطلب اس کے سوا کیا ہوا کہ احتمال اعم ہونے کے باوجود انھوں نے ظاہر متبادر و مساوی پر کلام "فائق" کو محمول کیا، ٹھیک اسی طرح میر سید شریف نے بھی یہ اقرار کرتے ہوئے کہ تعریف اعم بھی جائز ہے۔

شرح کشاف میں "المدح والحمد

---

[۱] حاشیة التلویح مع التوضیح والتلویح بحوالہ شرح الکشاف المطبعة الخیریة مصر ۱/۶۲

[۲] " " " " " " " " " " ۱/۶۲ و ۶۸

اخوان[1] ای هما مترادفان، و یدل علی ذٰلك انه قال فی الفائق والحمد هو المدح والوصف بالجمیل الخ فقد استدل بتفسیر اللغة علی الترادف مع انه مصوب لجواز التفسیر بالاعم کما سیأتی، و بالجملة لجواز شیٔ شیٔ وجواز الحمل علیه شیٔ اٰخر، فقد یجوز شیٔ فی نفسه ولا یجوز حمل الکلام علیه لکونه خلاف الظاهر فلا عدول عنه الا بدلیل ظاهر۔

اخوان فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کا محتمل اور جائز ہونا اور بات ہے، اور اس کا محمول اور مراد ہونا اور بات ہے۔

پس ثابت ہوا کہ متبادر سے پھرنے اور محتمل پر کلام حمل کرنے کے لئے واضح قرینہ ضروری ہے۔

الثالث عشر[13] الحق عندی ان التفسیر بالاعم انما یجوز ان جاز حیث وضح المفاد وقامت القرینة علی المراد، والا فلا قطعًا لعرق التغلیط، لما فیه من التلبیس، والتخلیط، وطریقة اهل اللغة معروفة، انهم اذا نکروا عرفوا واذا عرفوا نکروا فاذا قیل اُحد جبل وسعد انة نبت، لم یفهم منه الا انه جبل معین و نبت مخصوص، ولئن قال ان اُحدا الجبل وسعد انة النبت لکان مخطئا قطعًا، وان کان لم یرتکب الا تفسیرا بالاعم، کیف وانه افهم ان احدا یرادف الجبل، والسعد انة النبت وهذا ان کان خفیا علی غبی، فلیس یخفی علیٰ ذکی، و اذا کان هذا فی اللغة، فما ظنك بالشرعیات

تنبیہ سیزدہم توضیح مزید اور جو سچ پوچھو تو ہمارے نزدیک اعم سے تفسیر اسی وقت جائز ہے جبکہ اس سے مراد خاص ہو، مثلاً اہلِ لغت کا یہ دستور ہے کہ نکرہ بول کر معرفہ اور معرفہ بول کر نکرہ مراد لیتے ہیں، اب انھوں نے کہا "اُحُدٌ جَبَلٌ" و "سَعْدَانَةٌ نَبْتٌ" تو اس کا ترجمہ ہوا "اُحد ایک خاص پہاڑ ہے" اور "سعدانہ ایک خاص گھاس ہے" تو یہاں تعریفِ اُحد میں ایک عام لفظ جَبَلٌ بول کر بھی مراد خاص پہاڑ ہو، اور محاورہ نکرہ بول کر معرفہ مراد لیا ہو۔ اس موقع پر کوئی جبل کے بجائے الجبل بولے تو خلافِ محاورہ اور غلط ہوگا حالانکہ اس بیچارے نے معرفہ کی تعریف میں لفظ معرفہ ہی استعمال کیا ہے، لیکن اس عبارت سے کوئی یہ نہ سمجھے گا

[1] حاشیۃ علی الکشاف للجرجانی مع الکشاف سورۃ فاتحۃ الکتاب انتشارات آفتاب تہران ایران ۱/۴۶

Marfat.com

حیث المحل لبیان الاحکام الالٰہیة
الخاصة بالشئ، فان التفسیر بالاعم
ثم من ابین الاباطیل من دون
اقامة قرینة و ایتاء دلیل۔
الاترى ان من علیه کفارة
صوم، اذ سال ما تحریر رقبة،
فزعم زاعم انه رفع
قید عن شئ حی ، فقد
اخطأ، وجعل سائله عرضة
للخطأ فانه ان قنع بقوله
فسیظن انه یجزئ عنه
اطلاق انسان ، او طلاق
نسوان ، اوتسبیب حیوان، و
لذا ترى العلماء المحققین من
الفقهاء والمحدثین لم یزالوا
یؤاخذون بترك القیود، و بانثلام
فی عکس ، او انخرام فی
طرد یاخذون علی
الحدود، و لقد احسن
واجاد المولی المحقق
محمد بن عبد الله الغزی
فی منح الغفار کما اثر
عنه فی رد المحتار اذ یقول
فی بیان شناعة الاطلاق
فی محل التقیید، ما نصه

کہ اُحد اور الجبل میں ترادف ہے۔ تو پھر اس میں
یہی ہے کہ تعبیر اول میں محاورہ عام سے مراد
خاص ہے اور ثانی میں خاص سے مراد عام ہے
اور محاورے کا یہ فرق ہر صاحبِ فہم پر واضح ہے
تو جب لغت کا یہ حال ہے کہ بولیں عام اور مراد
لیں خاص، تو شریعت غرّا جس میں خاص شئی کے
احکام مخصوصہ کا بیان ہوتا ہے، عام بول کر عام
ہی کس طرح مراد لیں گے؟ یہاں بغیر قرینہ کے
تفسیر بالاعم غلط اور باطل ہوگی۔

دلیل تنویری | روزہ کا کفارہ قرآن مجید میں ایک
گردن آزاد کرنا آیا ہے، اگر اب کوئی شخص لفظ
تحریر رقبہ کے معنیٰ عام (زندہ کی قید دور کرنا)
مراد لے تو غلط ہوگا کیونکہ ترجمہ کی بنیاد پر بند سے
آدمی کو کھولنا، عورت کو طلاق دینا، اور جانور کو
چھوڑ دینا، سبھی مراد ہو سکتے ہیں، تو لازم آئے گا
کہ یہ سب چیزیں روزہ کا کفارہ بنیں۔

یہیں سے علمائے محققین، فقہاء و محدثین
کے اس طرزِ عمل کی وجہ سمجھ میں آتی ہے کہ وہ عام
طور سے تعریفات میں قیود احترازی اور جمعیت و
منعیت کا لحاظ کیوں نہیں کرتے، حالانکہ جو کچھ
بیان کرتے ہیں اس کی مراد ایک جامع مانع محدود
ہی ہوتا ہے ـــ علامہ غزی تمرتاشی سے "شامی"
نے نقل کیا کہ:

حضرت علامہ نے الفاظ عامہ کو محل تقیید
میں بھی عام مراد لینے والوں کے خلاف فرمایا:

Marfat.com

فيظن من يقف على مسائله الاطلاق ، فيجرى الحكم على اطلاقه ، وهو مقيد، فيرتكب الخطأ فى كثير من الاحكام فى الافتاء والقضاء اھ[1] مثلاً فى ما نحن فيه ان كان تفسير الضان بذات الصوف، وبخلاف المعز وبميش كل ذلك تفسير بالاعم، فمن وقف على كلماتهم المتظافرة المتكاثرة المتوافرة فى ذلك؛ فربما يجترئ فى التضحية بذات صوف ليست من الضان فيأثم بترك الواجب والاصرار عليه سنين متطاولة ، كما هو حال عامة المسلمين بالديار الهندية عالمهم وجاهلهم عند هذا الرجل قد حكم عليهم بالضلال والاضلال فما اضلهم ان ضلوا الا الى هذه التفاسير بالاعم، وان كان رجل علق ابانة عرسه بالتضحية، فضحى بهذا يحكم الواقف على كلماتهم بوقوع البينونة ، وهى لم تبن، فيحرم الحلال، اولعدمها ففعل ذلك بحكم بعدم الوقوع، وهى قد بانت فيحلل الحرام الى غير ذلك الشنائع العظام، ما هجمت تلك الامن تلقاء ذلك التفسير بالعام، فكيف يسوغ ان يحمل كلامهم على مثل هذا

"جو مقام تقیید میں لفظ کے اطلاق کا سہارا لے کر احکامِ عامہ جاری کرے گا وہ بیشمار احکام کے فیصلہ میں قضاءً اور افتاءً غلطی کرے گا"۔

مثلاً ہم مسئلہ دائرہ میں ہی لے لیں، ضان کی جتنی تفسیریں ہیں' جیسے اون والی، جو معز نہ ہو اور میش، یہ سب تعریفیں تعریف بالاعم ہیں، اب کوئی اون والی تعریف کے الفاظ پر غور کرکے بھیڑ ذبح کردے، تو اس نے بقول مجیب غلط نہیں کیا' مگر آپ پڑھ آئے ہیں کہ انھوں نے ایسے تمام لوگوں کو جاہل اور جاہل گر بنایا، یا مثلاً کسی نے اپنی عورت کے طلاق کو قربانی کرنے پر معلق کیا' اور بھیڑ کی قربانی کردی، تو ایک ایسا شخص جو کلماتِ علماء کے مفہوم مراد کو سمجھتا ہے، بھیڑ کی قربانی کو قربانی قرار دے کر طلاق بائن واقع مانے گا' جبکہ مجیب صاحب عام کو عام رکھتے ہوئے بھی اس کو قربانی کے جانور سے نکال کر طلاق نہ واقع ہونے کا فتویٰ دیں گے' اب ان دونوں باتوں میں حقیقت امر سے قطع نظر جس کو پہلے صاحب حرام کہہ رہے ہیں، دوسرے صاحب حلال ہونے کا فتویٰ دے رہے ہیں، تو یہ سارے قبائح اسی تفسیر بالعام کا شاخسانہ ہیں، تو معلوم ہوا کہ یہ قول ہی غلط ہے۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الجہاد فصل فی کیفیۃ القسمۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۲۳۵

Marfat.com

الا ببرهان واين البرهان هاتوا برهانكم ان كنتم صدقين ـ

الرابع عشر[۱۴] مسألة التحديد ان كانت تؤخذ من جهة التقليد، كما يدل عليه الاستناد بالاهوري، فاجلة ائمة الدين وجهابذة النقاد المحققين مثل الامام فخر الدين الرازي في شرح الاشارات، والامام صدر الشريعة في التنقيح، والعلامة القاضي عضد الدين في المواقف، والقاضي النحرير ناصر الدين البيضاوي في طوالع الانوار، والعلامة سعد الدين التفتازاني في التهذيب، والفاضل قطب الدين الرازي في شرح الشمسية، والمحقق شمس الدين محمد بن حمزة الفناري في فصول البدائع في اصول الشرائع وغيرهم من الاكابر المصرحين بان المعرف لابد له من التساوي، فلا يجوز التعريف بالاعم، ولا بالاخص، احق بالاتباع، وان شئت نقلت لك نصوصهم، ولا يخفى عليك ان المسألة شهيرة دائرة، وفي كتب الكلام والاصول والميزان سائرة، فالاسناد الى اللاهوري كيفما كان من ابعاد النجعة لاسيما وكتابه في النحو، وليست المسألة من مسائل ذا النحو ـ

تنبیہ چہاردہم حد کے تقلیدی ہونے کی بحث

تعریف کا مسئلہ اجتہادی نہیں تقلیدی ہے، مطلب یہ کہ عام سے اگر تعریف جائز ہے تو بزورِ قیاس اس کو دور نہیں کر سکتے، جیسا کہ مجیب نے اس مسئلہ میں فاضل لاہوری کی سند پکڑی ہے، ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ مسئلہ تقلیدی ہے لیکن یہ بھی تو دیکھنا ہوگا کہ تقلید کن لوگوں کی کی جائے، اور جن کی تقلید کرتا ہے وہ کیا کہتے ہیں ـ

تو امام رازی شرح اشارات میں، صدر الشریعہ تنقیح میں، قاضی عضد الدین مواقف میں، قاضی بیضاوی طوالع الانوار میں، تفتازانی تہذیب میں، قطب رازی شرح شمسیہ میں، امام فناری اصول بدائع میں، وغیرہ اکابر علمائے اعلام تصریح فرماتے ہیں کہ تعریف کے لئے تساوی ضروری ہے، نہ تو معرّف عام تعریف میں چلے نہ خاص، تو ان علماء کی بات مانی جائے کہ فاضل لاہوری کی، جبکہ ان کی کتاب فنِ نحو کی کتاب ہے، اور یہ مسئلہ علمِ نحو کا نہیں ـ

Marfat.com

والخامس عشر[15] الاوائل ان جوزوا التعريف بالاعم، وهو الاقرب حيث لابُعد، كما قدمت فقد جوزوا التعريف بالاخص ايضا، والدليل الدليل فان عندهم ليس من شريطة التفسير الا التميز عن بعض مايغاير، وهو حاصل في الكل بل قد يمكن ان يحصل بالمباين فالقصر قصور، بل لك ان تقول ان من قبل الاعم فهو للاخص اقبل، لانه يميز المعرف عن كل ما عداه، كما هو ظاهر و قد نص عليه الحسن چلپی في حواشي المواقف وغيره في غيرها، قال المحقق الشريف في شرحها اما المتقدمون فقد جوزوا الرسم بالاعم والاخص، وايد بان المعرف لابد ان يفيد التميز عن بعض الاغيار، واما عن جميعها فليس شرطا له، فالمساواة شرط للمعرف التام دون غيره، حدا كان او رسما[1] اه وكذلك ايده ايضا في حواشيه على شرح المطالع كما نقله چلپی فيها، وقال قدس سره في حواشيه على شرح الشمسية الصواب ان المعتبر في المعرف تمييزه عن بعض ما عداه، اما عن الكل فلا، فالاعم والاخص يصلحان للتعريف[2] اه

تنبیہ پانزدہم متقدمین کا مسلک | متقدمین نے جس طرح اعم سے تعریف جائز رکھی (اور اس میں کوئی بُعد بھی نہیں، جیساکہ ہم نے بھی بیان کیا) انھوں نے اخص سے بھی تعریف کو جائز رکھا، اور مبائن سے بھی امتیاز ہو جائے تو اس سے بھی تعریف جائز ہوگی، کیونکہ ان کے یہاں جمیع ماعدا سے امتیاز ضروری نہیں، بعض مشترکات سے بھی تمیز حاصل ہو جائے تو تعریف جائز ہے۔

پس لفظ عام کی ہی کوئی خصوصیت نہیں رہی، اخص بلکہ مبائن سے بھی تعریف جائز ہوئی، بلکہ اخص تو جمیع ماعدا سے ممتاز بھی کر دیتا ہے البتہ کچھ فرد کو اپنے سے بھی خارج کر دیتا ہے۔

شہادتیں | ● متقدمین نے اعم اور اخص دونوں سے تعریف جائز رکھی۔

دلیل یہ دی کہ تمام مشترکات سے تمیز دینا مقصود نہیں، بعض اغیار سے تمیز مقصود ہوتی ہے، البتہ معرف تام کے لئے مساوی ہونا ضروری ہے، اور یہ بات حد و رسم سب کے لئے عام ہے۔

(حاشیہ شرح مواقف میر سید شریف و شرح مطالع حسن چلپی)

● معرف میں بعض ماعدا سے امتیاز مطلوب ہوتا ہے تمام ماعدا سے نہیں، تو خاص اور عام دونوں تعریف کی صلاحیت رکھتے ہیں (شرح شمسیہ میر سید شریف)

---

[1] شرح المواقف المرصد السادس المقصد الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/ ۵، ۶

[2] لوامع الاسرار حاشیہ علی شرح مطالع الانوار

Marfat.com

وكذلك صححه المولى العلامة بحر العلوم قدس سره في شرح السلم، فقال المتقدمون قالوا ان كان الغرض الامتياز عن كل ما عداه، فلا يجوز الا بالمساوي والاخص، ان لم يكن الاعم ذاتيا له، وان كان الغرض الامتياز عن بعض الاغيار، فيجوز بالاعم والاخص والمساوي، واما المباين فان كان يورث الامتياز فلا حجر في التعريف به لكنه نادرٌ جدا، ووجه حقية هذا المذهب ظاهر، فان الحاجة الى جميع الاقسام المذكورة ثابتة، فاسقاط البعض عن درجة الاعتبار غير لائق اھ[1] الكل مختصر۔ واذا جاز الامران، فمن اين لك ان اطباق المترجمين قاطبة على التفسير بمثل، وتفسير اكابر العلماء من الفقهاء، والمفسرين، والمحدثين، واللغويين، بذات الصوف، او بخلاف المعز، هو الخارج من جادة الجودة، دون تفسير البعض لصاحبة الالية، وما يدريك لعل الثلثة الاول هي التفسير بالمساوي، وهذا تفسير بالاخص، ولم تكن بيديك علقة شبهة، تدعوك الى ما ادعيت الا الاغترار بهذا اللفظ فحسب، وقد شرد عنك وبردلنا ما قدمنا ونذكر بعد، و لله الحمد من قبل ومن بعد۔

متقدمین کہا کہ کل ماعدا سے امتیاز مطلوب ہو، تو مساوی یا اخص کے سوا جبکہ عام اس کا ذاتی نہ ہو، کسی سے بھی تعریف جائز نہیں، اور اگر غرض بعض ماعدا سے امتیاز ہو تو اعم و اخص اور مساوی سبھی سے جائز ہے، اور مباین سے امتیاز ہو سکے تو اس سے بھی تعریف جائز ہے، لیکن ایک نادر الوجود بات ہے، اور اس مذہب کی حقانیت ظاہر ہے کیونکہ وقت وقت سے ضرورت سارے ہی اقسام کی پڑتی ہے، تو بعض کو ترجیح دینا اور بعض کو ترک کرنا غلط ہے۔ (شرح سلم بحر العلوم)

تو ثابت ہوا کہ عام کی کوئی تخصیص نہیں، خاص و عام دونوں ہی سے تعریف ہو سکتی ہے، بس آپ کو یہ حق کب پہنچتا ہے کہ علمائے محققین، مفسرین و محدثین کی ان تینوں تعریفوں کو (میش، اون دار، خلاف ماعز) تو آپ ساقط الاعتبار گردانیں، اور بعض حضرات نے "صاحب الیہ" تفسیر کر دی تو وہ قابل اعتبار ہو گئی، کیا ایسا ممکن نہیں کہ وہ تینوں تعریفیں مساوی کے ساتھ ہوں، اور پچھلی والی تعریف تعریف بالاخص ہو، ہمارے اس نظریے کے خلاف خوش اعتمادی کے سوا اور کوئی دلیل نہیں، تو مسئلہ بالکلیہ ہمار[illegible] ہو گیا۔

---

[1] شرح السلم لبحر العلوم فصل المعرف الشئ الخ مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۱۸

Marfat.com

السادس عشر[1] استشهادك بمن التبعيضية ان تمشى، ففى عبارة شرح النقاية دون سائر عبارات التى نقلنا بعضها، ثم لاحجة لك فيها ايضا فان ما فى قوله ما كان من ذوات الصوف[1] للاستغراق والفردية تأتى بالبعضية، فمن فى محلها قطعا من دون دلالة على عموم الحد، والمعنى ان الضان اسم كل فرد من ذوات الصوف، كان تقول على ما اشتهر باقتفاء آثار الفلاسفة المبطلة ان الانسان اسم كل من كان من اهل النطق، افيفهم منهم ان الناطق يعم الانسان و غيره وانظر الى عبارة نفسك حيث نزلت عن ادعاء التفسير بالاعم و اتيت على تعبير المساواة بين الضان و ذات الصوف على قول مخالفك. فقلت لو قبل ان غرضهم من تفسير الضان بميش ان الضان ما كان من ذوات الصوف سواء كان له الية اولا، كما ان ميش كذلك الخ. فاين ذهب عنك ههنا من التبعيضية.

تنبیہ شانزدہم تعریف میں مِنْ تبعیضیہ کی تحقیق | عرف شرح نقایہ کی عبارت میں لفظ مِنْ آیا ہے، ما کان مِنْ ذوات الصوف (جو اون داروں سے ہو) اس کو بعض کے معنی میں لے کر یہ سہارا پکڑنا کہ یہاں مراد تمام صوف والے نہیں بلکہ بعض صوف والے ہیں (یعنی دنبہ) غلط ہے، کیونکہ اس سے قبل ما کان ہے، جو استغراق کے لئے ہے، تو یہاں مِنْ جو تبعیض کے لئے آتی ہے کلی کے افراد پر فرداً فرداً دلالت کے لئے ہے، اور معنی یہ ہے کہ ضان نام ہے اون والے جانوروں سے ہر ہر فرد کا، تو مِنْ کی تبعیض بھی سلامت رہی اور ما کا استغراق بھی۔

یہ ایسے ہی ہے کہ فلاسفہ نے انسان کی اوندھی سیدھی جو تعریف کی ہے: الانسان حیوانٌ ناطقٌ۔ اس کی تعبیر کوئی یوں کرے: الانسان اسم لکل ما کان من اھل النطق (انسان ہر اس کا نام ہے جو نطق والوں میں سے ہو) تو کیا اس مثال میں کوئی یہ گمان کر سکتا ہے کہ ناطق انسان سے اعم ہے۔

مجیب اگر خود اپنی عبارت پر غور کرے تو اپنے اس غلط استشہاد سے رجوع کرے، کیونکہ جب اس پر یہ اعتراض ہوا کہ علماء نے فارسی میں ضان کو میش کہا، اور یہی چیز اردو میں بھیڑ کہی جاتی ہے، لہذا بھیڑ ضائن میں داخل ہوئی، تو اس نے کہا اس تفسیر کا مطلب یہ ہے کہ "ما کان من ذوات الصوف

---

[1] جامع الرموز کتاب الزکوٰۃ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۳۰۶

Marfat.com

"میش سواء کان له الیة اولا" (جو اون والی ہے میش ہے، اس کے چکتی ہو یا نہ ہو)
دیکھئے یہاں بھی مِنْ تبعیضیہ ہے، لیکن مجیب نے اس چکتی دار اور غیر چکتی دار دونوں میں عام مانا، یہاں مِنْ تبعیضیہ کا سہارا لے کر صوف دار کو ضان سے عام نہیں مانا۔

پس معلوم ہوا کہ ان تعریفوں میں مِنْ کا سہارا لینا بھی غلط ہے۔

السابع عشر استنادك بعموم حد المعز لايغني عنك شيئا، فان عموم قرين لايدل على عموم صاحبه، وقد نص العلماء على ان الاستدلال بالقران في الذكر من افسد الدلائل، وايضا ليس اسلوب الكلام فيه كمثله في الضان لعدم ما الافرادية هنا، وكان هذه هي نكتة التغيير ان كان القهستاني لايخص الشعر بالمعز، على انا رأينا العلماء يخصون، قال العلامة على القاري في المرقاة تحت حديث زيد المذكور رضي الله تعالى عنه ان الشعر مختص بالمعز، كما ان الوبر مختص بالابل، قال تعالى ومن اصوافها واوبارها واشعارها اثاثا ومتاعا الى حين ولكن قد يتوسع بالشعر فيعم[1] اه وسيأتيك من كلام المفسرين ما يميل اليه ميلا ظاهرا، مع ان الكلام ههنا في الغنم فغيره خارج عن المقسم، فلم يكن في شئ

تنبیہ مفہوم قران فی اللفظ کی بحث

(علماء نے ضان کی تعریف میں ماکان من ذوات الصوف کہا (جس کے اون ہو) اور معز کی تعریف میں ماکان ذوات الشعر (جو بال والا ہو) کہا، اس سے ان لوگوں کی تائید ہوتی تھی جو بھیڑ کو ضان میں داخل مانتے ہیں کہ علماء نے ضانیت کا مدار اُون پر رکھا چکتی پر نہیں)

اس کا جواب مجیب نے یہ دیا تھا کہ یہ تو جب ہو جب ہم یہ تسلیم کر لیں کہ مَالَهٗ صُوفٌ کا لفظ ضان کے مساوی ہے، حالانکہ یہ لفظ یہاں بھی ضان سے اعم ہے، دلیل یہ ہے کہ اسی کے ساتھ ماله شعر کہہ کے بکری کی تعریف کی گئی ہے، تو اگر اس تعریف میں بھی مدار بال پر رکھا جائے تو گائے اور بھینس بھی جو بال دار ہیں، بکری بھی شامل ہو جاتے ہیں، اس لئے حقیقت یہی ہے کہ اس مقام پر علماء نے ضان اور معز دونوں ہی کی تعریفیں لفظ عام سے فرمائی ہیں۔

مجیب کی یہ بات صحیح نہیں، کیونکہ اس جواب کا مدار اس قاعدے پر ہے کہ "جو دو جملے لفظ میں

---

[1] مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الصلوٰۃ باب فی الاضحیۃ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳/ ۵۶۸

Marfat.com

من التعریف بالاعم۔ ساتھ ساتھ ہوں، ان دونوں کا حکم بھی ایک ہی ہوتا ہے" جبھی تو مجیب یہ کہہ رہا ہے کہ معز کی تعریف " مَالَہٗ شَعْرٌ " میں شعر عام ہے تو " مالہ صوف " میں صوف عام ہونا چاہیے، حالانکہ یہ استدلال ہی سرے سے فاسد اور غلط ہے۔

(الف) علماءِ اسلام کا فیصلہ ہے کہ " قران فی اللفظ قران فی الحکم " لفظ میں ساتھ ہونا حکم میں ساتھ ہونے کو مستلزم نہیں ہے، اس لئے یہ بالکل ضروری نہیں ہے کہ مَالَہٗ شَعْرٌ عام ہو، تو مَالَہٗ صُوْفٌ بھی عام ہو۔

(ب) شاید اسی لئے قہستانی نے ضان کی تعریف میں " مَا کَانَ مِنْ ذَوَاتِ الصُّوْفِ " لفظ ماکان کے ساتھ، اور معز کی تعریف میں صرف " من ذوات الصوف " لفظ ماکان کے بغیر کہا، یعنی یہ اسلوب بدلنا اسی لئے ہوا کہ ایک جگہ عام اور ایک جگہ مساوی مراد ہو۔

(ج) معز کی تعریف میں لفظ شَعر، مَعز کے مساوی ہے یہ خیال غلط ہے کہ عام ہے۔ ملا علی قاری وغیرہ علماء کے نزدیک بکری کے بال کو ہی شَعر کہا جاتا ہے، اس لئے بھینس اور گائے کے شمول کا کوئی سوال نہیں۔

" بیشک بال بکری کے ساتھ خاص ہے، جیسا وَبَر اونٹ کے ساتھ خاص ہے۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن عظیم میں " مِنْ اَصْوَافِهَا وَ اَوْبَارِهَا وَ اَشْعَارِهَا " فرمایا، کہ صوف ضان کے لئے، وَبَر اونٹ کے لئے، اور شَعر بکری کے لئے، البتہ محاورہ میں مجازاً دوسرے بال کے لئے بھی شَعر کا اطلاق ہوجاتا ہے۔" (ملا علی قاری، مرقات زیر حدیث زید)[1]

(د) گائے، بیل اور بھینس سے اعتراض بیکار ہے کہ وُہ یہاں مُقسم میں شامل ہی نہیں، کلام تو غنم میں ہے کہ غنم کی دو قسمیں ہیں مالہ صوف و مالہ شعر، تو لفظ مساوی مان کر بھی حصر کامل ہوگیا۔

الثامن عشر[18] کلا بل لا مساغ ههنا لادعاء العموم، فان العلماء صرحوا ان الصوف مختص بالضان، قال العلامة کمال الدین الدمیری

تنبیہ ہیژدہم لفظ ضان اور صوف کی تحقیق ضان کی تعریف مَالَہٗ صُوْفٌ میں لفظ صوف ضان سے اعم ہو ہی نہیں سکتا، اور یہ کہنے کی گنجائش ہی نہیں ہے کہ تعریف بالاعم ہے"

---

[1] مرقات المفاتیح کتاب الصلوٰۃ باب الاضحیۃ الفصل الثالث مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۲۷۸

Marfat.com

فی حیٰوۃ الحیوان[1] لیس الصوف الا للضان اھ
وقال الامام الرازی فی مفاتیح الغیب
تحت الاٰیۃ المتلوۃ اٰنفاً قال المفسرون
واھل اللغۃ الاصواف للضان، والاوبار
للابل، والاشعار للمعز[2] اھ وقال القاضی
فی انوار التنزیل الصوف للضائنۃ،
والوبر للابل، والشعر للمعز[3] اھ قال العلامۃ
المفتی ابو السعود فی ارشاد العقل
الضمائر للانعام علی وجہ التنویع
ای وجعل لکم من اصواف الضان
والاوبار الابل، واشعار المعز اثاثا الخ[4]
وقال محی السنۃ فی المعالم یعنی
اصواف الضان واوبار الابل، واشعار
المعز[5] اھ فلو وجد الصوف لشئ من
الانعام سوی الضان، والکنایۃ
الالٰھیۃ انما ھی للانعام، ماساغ لھم
الحکم علی کلام اللہ عزوجل بخصوص
العنایۃ مع عموم الکنایۃ، وقد
اسمعناک کلام المرقاۃ مفرقا

کیونکہ علماء نے تصریح کی ہے کہ صوف ضان کے بال ہی کو کہتے ہیں،

● صوف صرف ضان کے بال کو کہتے ہیں۔ (حیٰوۃ الحیوان دمیری)

● اہل تفسیر ولغت فرماتے ہیں کہ صوف ضان کا بال، وبر اونٹ کا بال، اور شعر معز کے بال کے لئے خاص ہے (مفاتیح الغیب للرازی)

● صوف ضائنہ کے لئے، اور وبر اونٹ کے لئے، اور شعر معز کے لئے۔ (قاضی بیضاوی)

● ضمائر انعام کے لئے ہیں، اور اس کے ہر نوع پر تقسیم بھی ہے، یعنی تمہارے لئے ضان کے صوف اونٹ کے وبر اور معز کے بال بنائے۔ (ارشاد العقل لمفتی ابو السعود)

● یعنی ضان کے صوف، اونٹ کے وبر اور معز کے بال۔ (تفسیر خازن)

کلام الٰہی میں ان تینوں ضمیروں کا مرجع جو تینوں بالوں کے ساتھ ہیں، لفظ انعام ہے، تو اگر فی نفسہ انعام میں سے کسی اور جانور کا بال بھی صوف کہلاتا، تو مفسرین کو ہرگز یہ جرأت نہ ہوتی

---

[1] حیٰوۃ الحیوان باب الغین المعجمۃ تحت الغنم مصطفی البابی مصر ۲/۱۲۲
[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ۱۶/۸۰ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۲۰/۹۲
[3] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) ″ ″ مصطفی البابی مصر نصف اول ص ۲۷۷
[4] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) ″ ″ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۳۳
[5] معالم التنزیل علی ہامش (تفسیر الخازن) ″ ″ مصطفی البابی مصر ۴/۱۰۷

Marfat.com

في موضعين ، فاجمعه فانه
يدلك بفحواه على ان الصوف
مختص بالضان ، وهو المستفاد من
تفاسير اللغة ، وبالجملة من عرب لسان
العرب لم يعرب عنه ان الصوف ليس الا
للضان ، فاما ان يعم افراده كما هو الواقع
فمساو اولا فاخص وعلى الكل فلا تكون
ذات الصوف الا من الضان ، وقد اعترفت
ان حيواننا هذا من ذوات الصوف فوجب
ان يكون من الضأن ، وفيه المطلوب
باتم شان۔

التاسع عشر[19] كان من قولي فيما سلف
ما يدريك لعل الثلثة الاول هي التفسير
بالمساوي وهذا بالاخص ، والأن اقول
قابضا للعنان بعد ما ارخيت مالي ترجيت
وقد قضيت ، اما تفطنت بما في السابع
والحادي عشر القيت ، ان لو قصرت الضانية
على شئ اخص من الصوف بطل حصر الغنم
في نوعين فوجب ان يكون التفسير بذات
الصوف هو التفسير بالمساوي ، والتعريف
بذات الالية التعريف بالاخص ، على
ما توهمت من معناها والنظر حقيقة
لم تبلغ مرماها۔

العشرون[20] هل لك اجالة نظر في
كلمات الائمة الكرام ، فانهم يتكلمون

کہ اللہ تعالیٰ نے جس کو عام فرمایا، یہ خاص کریں،
صاحبِ مرقات کے متفرق کلام جو ہم نے
دو جگہ لکھا، ملا و توان کا فرمان بھی یہی ہے کہ صوف
صرف ضان کے لئے ہے، پس ایسی صورت میں
صوف کو اگر دونوں (بھیڑ اور دنبہ) کے لئے عام
مانا جائے تو مساوی کے ساتھ تعریف ہوئی
ورنہ اخص کے ساتھ، اعم کے ساتھ تعریف کا
تو کوئی سوال ہی نہیں۔

تو ثابت ہوا کہ ضان صوف والا ہے، اور
ہمارا یہ جانور بھی صوف والا ہے، لہذا اب بات
واضح طور پر ثابت ہو گئی کہ بھیڑ بھی ضان ہی ہے۔

تنبیہ نوزدہم تعریف بالاعم اور تعریف بالاخص میں نے پہلے کہا تھا، ہو سکتا ہے کہ ضان
کی پہلی تعریف لفظ مساوی سے ہو، اور "الیۃ"
چکتی والی تعریف اخص کے ساتھ ہو، اب میں
قطعیت کے ساتھ اسی بات کو دہراتا ہوں کیونکہ
میں بتا چکا ہوں کہ اعم ماننے میں "غنم" کا حصر
اس کی دو نوعوں میں ختم ہو جائے گا، اور بھیڑ
تیسری قسم ہو جائے گی۔

تنبیہ بستم ائمہ و علماء کے فتاوے یہ لطیفہ بھی قابلِ ملاحظہ
ہے، دنبہ جس کے چکتی ہوتی ہے اگر کسی کے خلقۃً

Marfat.com

فیما اذا خلقت شاۃ بلا الیۃ ہل تجوز
التضحیۃ بہا، فمذہب امامنا الاعظم
والہمام الاقدم سراج الامۃ کاشف الغمۃ
امام الائمۃ ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
وعنہم ان نعم، وہو الاصح عند الائمۃ
الشافعیۃ رحمہم اللہ تعالیٰ، وقال محمد
رحمہ اللہ تعالیٰ لا تجوز التضحیۃ بشاۃ
کذا، وانا اسمعک اولا کلمات العلماء
قال الامام الاجل فقیہ النفس فخر الدین
الاوزجندی فی الخانیۃ، الشاۃ اذا لم یکن
لہا اذن ولا ذنب خلقۃ تجوز، قال محمد
رحمہ اللہ تعالیٰ لا یکون ہذا ولو کان لا یجوز[۱]،
وذکر فی الاصل عن ابی حنیفۃ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ انہ یجوز اھ[۱] ثم قال وان
کان لہا الیۃ صغیرۃ مثل الذنب
خلقۃ جاز اما علی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ
تعالیٰ فظاہر لان عندہ لو لم یکن لہا
اذن ولا الیۃ اصلا جاز، فصغیرۃ الاذنین
اولی، واما علی قول محمد رحمہ اللہ تعالیٰ
صغیرۃ الاذنین جائزۃ، وان لم تکن
لہا الیۃ ولا اذن خلقۃ لا تجوز اھ[۲] وفی
الاجناس، ثم الخلاصۃ، ثم الہندیۃ، وعن

چکتی ہوتی نہیں، اس کی قربانی جائز ہوگی یا نہیں؛
امام اعظم ہمام اقدم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ایسے
دنبہ کی قربانی جائز ہے۔"
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "یہی صحیح ہے"۔
امام محمد بن حسن فرماتے ہیں: "ایسے کی قربانی صحیح نہیں
ہے۔"
بکری کا کان اور دُم پیدائشی طور پر غائب ہو تو قربانی
جائز ہے یا نہیں؟
امام محمد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: "ناجائز ہے۔"
امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے: "جائز
ہے۔" (فقیہ النفس امام قاضی خاں)
اگر دنبہ کی چکتی دُم ہی کی طرح خلقۃً چھوٹی ہو؟
"امام اعظم جب بے کان اور دم کی جائز قرار
دیتے ہیں تو چھوٹے کان میں کیا رکھا ہے، یہ
بھی جائز ہوگی۔"
"امام محمد کے یہاں صرف صغیر الاذن کی جائز ہے،
خلقی کان چکتی نہ ہو تو جائز نہیں"۔ (قاضی خان
امام فقیہ النفس)
"اجناس میں ہے کہ اگر دنبہ کی چکتی کان کی طرح
چھوٹی ہو تو قربانی جائز ہے، اور اگر مطلقاً ہوتی نہیں
تو امام کے یہاں ناجائز ہے۔" (اجناس، خلاصہ،
عالمگیری، اخیرین میں میں نے خود دیکھا عبارت

---

۱ فتاوٰی قاضیخان کتاب الاضحیۃ فصل فی العیوب نولکشور لکھنؤ ۴/۷۴۸
۲ " " " " " ۴/۷۴۹

Marfat.com

الاخیرین، نقلت واللفظ للوسطی، فی الاجناس[1] ان کانت للشاۃ الیۃ صغیرۃ خلقت شبہ الاذن تجوز، وان لم تکن لہا الیۃ خلقت کذٰلک قال محمد رحمہ اللہ تعالٰی لا تجوز اھ[1] وفی وجیز الامام الکردری التی لہا الیۃ صغیرۃ تشبہ الذنب تجوز، وان لم تکن لہا الیۃ خلقۃ فکذٰلک وقال محمد رحمہ اللہ تعالٰی لا تجوز اھ[2] وفی خزانۃ المفتین لا تجوز السکار وھی التی لا اذن لہا خلقۃ، کما لا ذنب لہا خلقۃ اولا الیۃ لہا خلقۃ اھ[3] وفی الانوار للامام یوسف الاردبیلی الشافعی تجزئ التی خلقت بلا ضرع او الیۃ او قرن اھ[4] وفی حیوۃ الحیوان للکمال الدمیری الشافعی تجزی الشاۃ التی خلقت بلا ضرع او بلا الیۃ علی الاصح اھ[5] فظہر باتفاق القولین ان الالیۃ لیست من ارکان حقیقۃ الضان بحیث ان لو عدمت لم تکن ضأنا، اما علی قول الامام الاعظم فظاہر فانہ یجیز التضحیۃ لہا وان لم تکن لہا الیۃ خلقۃ اصلا، واما علی قول محمد

خلاصہ کی ہے)

"وہ دنبہ کہ اس کی چکتی چھوٹی دم کے مشابہ ہو یا ہو ہی نہیں اس کی قربانی جائز ہے، امام محمد کے یہاں ناجائز ہے۔" (وجیز امام کردری)

"سکار جس کے خلقۃً کان نہ ہو اس کی قربانی جائز نہیں، ایسے ہی جس کی دُم یا چکتی نہ ہو۔" (خزانۃ المفتین)

"جس کے خلقۃً تھن یا چکتی نہ ہو اس کی قربانی جائز ہے۔" (امام ابویوسف اردبیلی شافعی)

"جو پیدائشی طور پر بے تھن اور چکتی کا جانور ہو صحیح یہی ہے کہ اس کی قربانی جائز ہے۔" (حیوۃ الحیوان دمیری)

ان دونوں فتووں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ چکتی ضان کی حقیقت کا جُز نہیں کہ یہ نہ ہو تو جانور ضائن کے بجائے کچھ اور ہو جائے، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر تو یہ امر بالکل واضح ہے، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر بھی، کیونکہ بے چکتی شاۃ کی بات کر رہے ہیں اگر چکتی حقیقت کی جُز ہو تو انکی عبارت "لا الیۃ لہ" کے معنی یہ ہو جائیں گے اگر بکری بکری ہی نہ ہو تو اس کی قربانی ناجائز ہے، اور ایسی ردی عبارت

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الاضحیۃ الفصل الخامس مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/۳۲۱
فتاوٰی ہندیۃ " الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۲۹۷
[2] فتاوٰی بزازیۃ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الاضحیۃ الفصل الخامس " " ۶/۲۹۳
[3] خزانۃ المفتین کتاب الاضحیۃ قلمی نسخہ ۲/۲۰۷
[4] الانوار لاعمال الابرار
[5] حیاۃ الحیوان باب الشین المعجمۃ (الشاۃ) مصطفی البابی مصر ۱/۵۹۲

Marfat.com

رحمه الله تعالیٰ، فلانه یتکلم علی شاة لاالیة لها، فلوکانت الالیة رکن حقیقتها لکان معنی قوله ان لولم تکن الشاة شاة لم تجز الاضحیة بها، وهذا قول غسل رذل اشبه شیٔ بالهزل، لایجوز صدوره عن عاقل، فضلا عن امام مجتهد کامل، فانظر الاٰن الی دندنتك این مدت عنك فی غایة امر قفار بل اجتثت من فوق الارض مالها من قرار، والحمد لله علی توالی اٰلائه کقطر المطر وامواج البحار۔

الحادی والعشرون [۲۱] یاهذا اصنع واتبع، ان اطعتنی ذهبت بك الیٰ حیث یلمع الحق من دون حجاب، ویزیل عنك کل تحیر واضطراب، حقیقة الامران الاطراف فی الحیوان تجری مجری الاوصاف، کما نصوا علیه قاطبة، ولذا لایقابلها شیٔ من الثمن، حتی انه اذا اشتری جاریة فاعورت فی ید البائع قبل التسلیم لاینتقص شیٔ من الثمن، وکذلك اذا اشتری جاریة فاعورت فی ید المشتری، ثم اراد ان یبیعها مرابحة کان له ذلك من دون حاجة الی البیان کما فی الهدایة وشروحها، کفتح القدیر و غایة البیان وغیرهما وان سألت سردت لك نصوصها واوصاف الشیٔ

تو کوئی عام عربی بھی نہیں بول سکتا، چہ جائیکہ امام اللغۃ والفقہ امام محرر المذہب امام محمد رحمۃ اللہ علیہ۔

تنبیہ بست ویکم حیوان کے اعضاء کا حکم

میری مانو تو میں تم کو نورِ حق کے سامنے کھڑا کردوں گا، جہاں کوئی حجاب نہ ہوگا، اور ہر قسم کے خطرات دُور ہوجائیں گے،

واقعہ یہ ہے کہ جانوروں کے اعضاء وجوارح اوصاف کے مرتبہ میں ہوتے ہیں جس کے مقابلہ میں دام کا کوئی حصہ نہیں ہوتا، اس پر سارے فقہاء کا اتفاق ہے۔

"کسی نے ایک باندی خریدی، ابھی بائع کے ہی پاس تھی کہ بھینگی ہوگئی، دام میں سے کچھ کم نہ ہوگا، یونہی کسی نے باندی خریدی، وہ مشتری کے قبضہ میں اگر بھینگی ہوگئی اور مشتری کسی دوسرے کے ہاتھ اس کو منافع پر (مرابحۃ) بیچنا چاہتا ہے، تو اُسے بتانے کی ضرورت نہیں

Marfat.com

لاتدخل فی سنخ قوامه، وقد افادوا کما علمت انها کالاعراض المفارقة، لا انتفاء للحقیقة بانتفائها، فانعدام الالیة رأسا لایخرج الضأن عن الضأنیة، کما لو خلق انسان بلاید لایخرج عن الانسانیة، وانما مدار التعریف ههنا ان هذا الوصف لایوجد الا فی هذه الحقیقة ینتقل الیها الذهن منه بهذا الوجه لا انها لا توجد الا به، فمعنی قول القائل الضأن ماهوالیة انه النوع الذی تتحقق فیه الالیة لا انه لایکون ضانا مالم تکن له الیة، اتقن هذا فقد جلیت لك جلیة الحال بغیر مریة۔

کہ یہ میرے یہاں آکر عیبی ہوگئی ہے۔"

میں اس موضوع پر کثیر نصوص پیش کرسکتا ہوں کہ اطراف حیوان کا حکم اوصاف کا ہے، اور اوصاف کسی شئے کی حقیقت میں داخل نہیں ہوتے، جیساکہ علماء نے بیان فرمایا ہے، اور آپ بھی جانتے ہوں گے یہ اُن اعراض مفارقہ کی طرح ہیں جن کے انتفائ سے حقیقت منتفی نہیں ہوتی، تو ضان بھی چکتی نہ ہونے کی صورت میں ضان سے نہیں نکل سکتا، جیسے وہ آدمی آدمی ہی رہتا ہے جس کے پیدائشی ہاتھ نہ ہو، اس وصف کے ساتھ تعریف کرنے کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ یہ وصف صرف اس حقیقت میں پایا جاتا ہے تو اس وصف سے ذہن صرف اس حقیقت کی طرف منتقل ہوجاتا ہے یہ مطلب نہیں ہوتا کہ یہ حقیقت اس وصف کے بغیر پائی ہی نہیں جاتی۔

تو "ماتکون له الیة" کا مطلب یہ ہوا کہ ضان جانور کی وہ قسم ہے کہ اس میں چکتی ہوتی ہے یہ مطلب نہیں کہ بے چکتی کا ضان ہوگا ہی نہیں۔

الثانی والعشرون (۲۲) هذا اما سایرناك فیه، وانت تزعم ان الالیة هی الضخمة الکبیرة العریضة السمینة المحتویة علی لحم کثیر وشحم غزیر، المعروفة فی لسان الهند بچکتی، وهو زعم باطل لادلیل علیه، وانما الالیة طرف الشاة لایشترط فیها کبر ولا صغر ولا طول ولا قصر، قال فی مجمع البحار نقلا عن نهایة ابن الاثیر،

تنبیہ بست و دوم چکتی کی بحث | اب تھوڑی دیر چکتی پر بحث ہوجائے، آپ سوچتے ہوں گے کہ "الیة" (چکتی) جبھی ہوگی جب اس پر خوب گوشت، چربی، اور وہ خوب چوڑی ہو، جس کو ہندی میں چکتی کہتے ہیں، تو یہ ایک زعم باطل اور بلادلیل ہے، "الیہ" بکری کی دم کو کہتے ہیں، اس میں چھوٹے اور بڑے، لانبے اور ناٹے ہونے کی شرط نہیں، حوالے ملاحظہ ہوں:

"الیات" الیة کی جمع، بکری کی دُم کو کہتے

Marfat.com

الیات جمع الیة وھی طرف الشاة[1] وفسرھا
فی القاموس بمارکب العجز من شحم ولحم[2]
وقد شرحنا عن العضو لھذا الحیوان الذی
ننحاور فیه، فوجدناہ یحتوی علی لحم وشحم
فتم معنی الالیة، وقدمنا کلمات العلماء
الکرام ان الالیة ان کانت صغیرة تشبه
الذنب جازت الاضحیة، وھذہ الالیا الشاة
التی توجد فی بلادنا، فجزئیتھا منصوص
علیھا فی الکتب المذھبیة، وظھر انھا یصدق
علیھا ما لھا الیة، وان ابیت الا اللجاج
فابرز لنا ما عندك فی الحجاج وابن ما حد
الالیة ورسمھا، وعلی ای حد یجب ان یکون
حجمھا، بحیث لو صغرت عنه لم تکن الیة
وبین الالیة التی تشبه الذنب خلقة، وکیف
تکون ھذہ فی ھیأتھا، وکم تکون فی بسطتھا
واثبت کل ذلك بکلام ائمة الشان، لا بھوی
النفس وھفوات اللسان، فان لم تفعل و
لن تفعل فاتق الحق حیث ظھر، فان من
لم یر الشمس وھی بازغة، فعلیه التسلیم
لاھل النظر۔

ہیں۔ (مجمع نقلاً عن ابن اثیر)
"ریڑھ کی آخری ہڈی پر جو چربی، یا چربی اور گوشت
دونوں چڑھ جاتی ہے اسی کو الیہ کہتے ہیں (قاموس)
اور بھیڑ کا بھی یہی حال ہے کہ اس کی دم پر بھی
گوشت چربی آلود ہوتا ہے تو اس کو الیہ کون نہ کہے گا
علماء کے حوالہ سے ہم لکھ آئے ہیں کہ معمولی چکتی والے
کی قربانی جائز ہے، تو گویا یہی مسئلہ بھیڑ کا جزیہ تھا
تو بیشک اس بھیڑ پر بھی لھا الیة کی تعریف صادق ہے۔
اور اگر اس پر بھی تسلی نہ ہو تو سوال یہ ہے کہ
چکتی کی لمبان چوڑان کیا ہوگی کہ اس سے کم کو چکتی
کے بجائے دُم کہا جائے۔ اور ذرا اس چکتی کا بھی
خیال رہے، جس کو فقہائے دُم کی طرح چھوٹا کہا ہے
ظاہر ہے کہ یہ سب باتیں ائمہ اعلام کے کلام سے
ثابت کرنی ہوگی، زبانی جمع خرچ کی سند نہیں۔

الثالث والعشرون ۲۳ تقرر مما تحرر
ان الفقھاء فسروا الضان بثلثة تفاسیر

تنبیہ بست وسوم | تعریفوں میں عدم تضاد گزشتہ تحریروں سے یہ واضح
ہو چکا ہے کہ علماء نے ضمان

---

[1] مجمع بحار الانوار باب الھمزة مع اللام تحت (الی) مکتبة دار الایمان المدینة المنورة ۱/۹۶
[2] القاموس المحیط باب الواو والیاء فصل الھمزة مصطفی البابی مصر ۴/۳۰۲

Marfat.com

ذات الصوف وذات الالية، وخلاف المعز من الغنم، وترجموه بميش، و القينا عليك ان عند بيان الاحكام لا يجوز التعريف وكذا الترجمة الا بالمساوى، لما في غيره من المساوى. فثبت ان الاربعة بل الخمسة خامسها بهيڑ، كلها متساوية فيما بينهما، ومساوية لمحدودها، وان كل ذات صوف، ذات اليه، وبالعكس وانما مطمح النظر كما وصفنا الشان النوعى لا الفعلية الفردية كما هو المرسوم في كثير من الرسوم، كالتحرك الارادى، والمشي، والضحك، والكتابة، في الحيوان، والانسان، كما لا يخفى على ذوى الشان فظهر ان الذى بضئين بلادنا الية جزما وان كان شابه الذنب حجما، وانه المنصوص عليه صورة، وحكما وان لا اخلاف بين التفاسير، وان ليس هنا باعم ولا اخص تفسير، وان الكل متحد مآلا، وان لا تثليث في الانواع بماله اليه، ومالا، وانما كان كل ذلك شقشقة هدرت عن واهمة بلادت، هكذا ينبغي التحقيق والله ولى التوفيق۔

کی تین تفسیریں کی ہیں، اون والا، چکّی وا، معز کے علاوہ۔ اور فارسی والوں نے اس کا ترجمہ میش کیا اور ہم یہ ثابت کر آئے کہ احکام مخصوصہ کے بیان کے وقت ترجمہ ہو یا تعریف، مساوی کے علاوہ نہیں ہوسکتی، تو پتہ چلا کہ مذکورہ بالا چاروں لفظ بلکہ ہندی کا بھیڑ مل کر پانچوں لفظ آپس میں مساوی ہیں، ان کا محدود و مفہوم شئے واحد ہے، تو جو اون والی ہے وہی چکّی والی ہے، اور جو چکّی والا ہے وہی اون والا ہے، کیونکہ ایسے مواقع پر تعریف کا مقصد وصفِ نوعی بیان کرنا ہوتا ہے، افراد کے وصف فعلی کا ذکر نہیں ہوتا کہ یہ تو عام طور پر رسم میں ملحوظ ہوتا ہے، جیسے انسان اور حیوان کی تعریف میں تحرک ارادی یا مشی یا ضحک اور کتابت وغیرہ اوصاف ــــ تو ہماری تقریر سے ثابت ہوگیا کہ بھیڑ کی دم جو ہمارے بلاد میں ہوتی ہے وہ چکّی ہی ہے، اور فقہ حنفیہ میں اس کی صورت اور حکم دونوں کا جزئیہ موجود ہے۔

اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ ان بظاہر مختلف تعریفوں میں کوئی تضاد نہیں، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہاں تعریف نہ تو اعم کے ساتھ خاص ہے نہ اخص کے ساتھ، بلکہ سب مساوی ہیں، اور یہ کہ غنم میں چکّی اور بے چکّی کی بنیاد پر ایک تیسری قسم نہیں پیدا ہوتی، یہ سب دماغی خدشات اور وہمی خیالات ہیں۔

٢٤ **الرابع والعشرون** به تبين ان صغر الالية ودقتها بحيث تشبه الذنب كما في اضؤننا هذه ليس من النقص في شئ،

تنبیہ بست وچہارم — **ناقص کامل کی نفی**: یہ بھی واضح ہوا کہ بھیڑ کی دم میں کوئی کمی نہیں کہ کہا جائے وہ ناقص ہے اور چکّی کامل ہے، لہذا دنبہ کے ساتھ

Marfat.com

ولذا اجازت التضحیۃ معہ کما نصوا علیہ فزعم ان ھذا ناقص فلا یلحق بالکامل قول ناقص، خالف نصوص الائمۃ الاکامل۔

لاحق نہیں ہوسکتی۔

الخامس والعشرون[25] لئن تنزلنا عن کل ھذا وسلمنا ان لا الیۃ لہا، فھی تاتی الخلافیۃ بین الامام الاعظم، والامام الثالث رضی اللہ تعالٰی عنہما، و یجب بحکم الجواز بناء ان الفتوٰی علی قول الامام رضی اللہ تعالٰی عنہ علی الاطلاق، ای مالم یتفق ائمۃ الفتیا علی الفتوی بقول صاحبیہ او احدھما کما نص علیہ فی الفتح[1] والبحر والخیریۃ ورد المحتار وغیرھا من معتمدات الاسفار، و قد سردنا نصوصہا فی کتاب النکاح من فتاوٰنا۔ ھذا اذا لم یرجح قول الامام فکیف اذا رجح قول الامام فکیف اذا رجح، وقد رجح ھھنا قولہ رضی اللہ تعالٰی عنہ من نصوا علی انہ لا یعدل عن تصحیحہ لانہ فقیہ النفس اتدری من ھو ھو الامام قاضی خان کما قالہ العلامۃ قاسم فی تصحیح القدوری، ونقلہ السید الحموی فی غمز العیون، وسید الشامی فی حاشیۃ الدر[2]

تنبیہ بست و پنجم امام اعظم کے فتوٰی کی بنیاد پر فیصلہ اور اگر ہم سب چھوڑ چھاڑ کر یہی مان لیں کہ بھیڑ بے چکتی کا ہے تب بھی یہ انعام میں داخل ہے تو قربانی کا جانور ہے، اور اسی جانور کی قربانی جائز ہونے نہ ہونے میں امام اعظم اور امام محمد رحمہم اللہ کا اختلاف ہے، اور یہ معلوم ہے کہ ائمہ جب تک کسی مسئلہ میں امام اعظم کے خلاف کسی اور امام کے قول پر متفق نہ ہوں، فتوٰی امام کے قول پر ہے، یہ مسئلہ فتح، بحر، نہر، خیریہ، شامی وغیرہ معتمد اسفار میں منصوص ہے، میں نے ان سب کو اپنے فتاوٰی کی جلد کتاب النکاح میں تفصیل سے نقل کیا ہے۔

یہ حکم تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کا ہے جس کی ائمہ ترجیح میں سے کسی نے ترجیح نہ دی ہو، اور اس قول کی تو امام فقیہ النفس قاضیخاں نے ترجیح فرمائی ہے کہ اپنے اصول کے موافق اسی کو مقدم کیا، یہ مسئلہ بھی امام شامی اور امام طحاوی نے منصوص فرمایا۔

---

[1] بحرالرائق کتاب القضاء فصل المفتی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۲۶۹
فتاوٰی خیریہ کتاب الشہادات دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۱۳۳
ردالمحتار کتاب القضاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۰۲

[2] ردالمحتار کتاب الہبۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۵۱۳

[3] غمز عیون البصائر مع الاشباہ الفن الثانی کتاب الاجارات ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۵۵

Marfat.com

فان کنت عارفا بهذه المسالك مدركا لتلك المدارك فقد عرفت تصحيحه هنالك وان لم تعرف فاسمع منی فانی لك زعيم بذلك، الم تره قد قدم قول الامام وهو رحمه الله تعالٰی کما صرح به فی صدر فتاواه لا نقدم الا الاظهر الاشهر، قال السیدان الفاضلان الطحطاوی والشامی فی حواشی الدر، ان مایقدمه قاضیخان یکون هو المعتمد[1]، وانی قد احملت لك ههنا القول ظنا بك ان لك اشتغالا بالعلم فتکون قد وقفت علی هذه المطالب الدائرة السائرة الظاهرة الزاهرة، فان خفی علیك شیئ منها فراجعنی، ولا تیأس من التفهیم فقد قلت لك انی لك باظهار کل ذلك زعیم، فثبت بحمد الله تعالٰی ان لو فرض عدم الالیة، لهذا الحیوان لکان جوازا لتضحیة به هو المذهب وقول امامنا الاعظم الاوحد، وهو الماخوذ الصحیح المعتمد والحمد لله الاحد الصمد علینا ما اسبغ من نعم لا تعد۔

پس ایسی صورت میں بھیڑ کی قربانی کے جواز کا فتوٰی دیے بغیر چارہ نہیں۔

تذییل الکتب السبعة التی اسندت الیها لیس فی ثلثة منها اعنی ذخیرة العقبٰی والدر المختار واشعة اللمعات اثر من التفسیر الضأن بماله الیة، بل فی الاول والثالث ما یرد علیك کما سمعت باذنیك، واما عبارة

تذییل | آپ کی سات مستند کتابوں میں سے تین (ذخیرہ عقبٰی، درمختار، اشعۃ اللمعات) میں تو ضأن کی تفسیر میں "بماله الیة" کا کہیں پتہ نہیں بلکہ ذخیرہ عقبٰی اور اشعۃ اللمعات میں تو آپ کے مدعا کے خلاف ہے جیسا کہ مذکور ہوا، لیکن صاحب تعلیق مجد

[1] ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ باب العشر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۵

Marfat.com

تعليق الممجد لبعض ابناء الزمان فقد
كانت تستاهل ان نرد الى الحق، وتحمل على
ما اعطاه كلام العلماء بجعل الوصف لزيادة
الكشف، دون الاحتراز، بيد اني احطت
علما بان الرجل ينكر كون ضئين الهند
من الضئين اعتراه الوهم، كما اعتراك
انهالا الية لها، ومايدريني لعلك انما قلدته
فيه لكنه وقف دونك ولم يتجاوز وقد تجاوزك
بانكار التضحية بها اصلا، وانما زعم انها
لا تجوز التضحية بجذع منها، حيث قال
في فتياه بکری اور بھیڑ اور ایسے ہی گائے اور
اونٹ چھ مہینہ کا نہیں درست ہے، فقط
دنبہ چھ مہینے کا درست ہے۔

فالظاهر ان مراده هو التقييد
زعما منه بان الصوف اعم من الالية
لكن ليس كلام المنح الذي عزا اليه بهذا
الاسلوب، وانما عبارتها كما نقل بنفسه
ثمه، والسيدان الفاضلان الطحطاوي
والشامي في حواشي الدر ان الضأن
ما تكون لها الية اهـ فليس فيها ذكر
الصوف، ثم التقييد بالالية وباليتك

نے تو انھوں نے حق کی تلاش میں تساہل برتا، اور
کلام علماء میں ذکر وصف کو زیادتی کشف کے بجائے
قید احترازی سمجھا، اور بھیڑ کو ضان میں شامل نہ ماننے
میں وہ بھی اسی طرح وہم میں گرفتار ہوئے جیسے آپ
نے "الیۃ" کے لفظ سے دھوکا کھایا، اغلب ہے
کہ آپ نے اس معاملہ میں انھیں کی تقلید کی ہو، مگر
ان سے آگے بڑھ گئے، کیونکہ وہ تو صرف یہ کہہ کر رہ گئے
کہ چونکہ یہ ضان نہیں اس لئے اس کے ششماہہ بچے
کی قربانی جائز نہیں، اور آپ نے سرے سے اس
کو قربانی کے جانور سے ہی خارج کر دیا۔

یہ بات فاضل لکھنوی کے فتویٰ سے ظاہر ہے،
وہ کہتے ہیں بکری اور بھیڑ، ایسے ہی گائے اور اونٹ
کا چھ ماہہ درست نہیں ہے، فقط دنبہ چھ ماہہ
درست ہے۔

اس سے اندازہ یہ ہوتا ہے کہ انھوں نے یہ سمجھا
کہ "منح الخالق" کی عبارت میں (جس کا حوالہ
انھوں نے دیا ہے) ضان کے بیان میں صوف کا
ذکر ہے جس کو "مالہ الیۃ" سے مقید کیا ہے تو
اس کا مطلب یہی ہے کہ الیۃ کی قید احترازی ہے
حالانکہ خود ان کی عبارت اور امام طحاوی اور شامی کی
روایت میں صوف کا ذکر نہیں ہے صرف مالہ الیۃ

ل مجموعہ فتاویٰ لعبد الحی — کتاب الاضحیۃ — مطبع یوسفی فرنگی محل لکھنؤ — ۲/۲۷۹
ل۲ حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار " " — دار المعرفۃ بیروت — ۴/۱۶۴
رد المحتار " " — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۵/۲۰۴

Marfat.com

اذ قلدته اتممت تقليده فلم تعد الى ما عددت
من المحال، ولم تنسب المسلمين الى الضلال
والاضلال، وقد كان سألني بعض تلامذه هذا
المعاصر اعني صاحب التعليق المجد من بنارس
فى اول هذه السنة عن فتياه المذكورة فاجبت
باحرف تكفى وتشفى وبينت ان الجذع
من هذه يجزئ ويكفى، وما ذكرنا ههنا بتوفيق
الله تعالىٰ، فهو حافل كافل بدفع كلا الوهمين
بل الرد الاشد على من يجزا التضحية بها لا بجذعها
فانه اذ قد جاز التضحية فقد كانت من
الانعام ولا انعام الا الانواع الاربعة واذ
ليست من ابل وبقر ومعز، وجب ان تكون
من الضان فوجب اجزاء الجذع منها اذا
كان بحيث لو خلط بالثنايا لم يتميز من
بعد، ولله الحمد تعالىٰ من قبل ومن بعد،
وصلى الله تعالىٰ على سيدنا ومولٰنا محمد
واٰله اجمعين كان الفراغ عن هذه العجالة
المسماة هادى الاضحية بالشاة الهندية ١٣۔

ہے، تو آپ کو بھی ان کی تقلید کرنی تھی تو اتنی ہی
بات میں کرتے نہ کہ آگے بڑھ کر ایک محال بات
کا دعوٰی کر دیا، اور سب مسلمانوں کو گمراہ اور گمراہ گر
کا خطاب دیا۔

مجھ سے لکھنوی صاحب کے ایک شاگرد نے
ان کا یہ فتوٰی ذکر کر کے صورتِ حال دریافت کی تھی،
میں نے چند جملوں میں اس کا خلاصہ لکھ دیا تھا،
اور مسئلہ حق واضح کر دیا تھا، یہ کلام تو اللہ تعالیٰ
کی توفیق سے حافل اور کافل ہے، ان دونوں
وہموں کو دفع کرنے والا، بلکہ اس کا تو رد شدید
ہے جو ان کی قربانی جائز کرتا ہے، اور
ان کے بچے کی نہیں۔

بلاشبہہ بھیڑ کا چھ ماہہ بچہ جو دیکھنے
میں سال بھر کا معلوم ہو اس کی قربانی جائز
ہے وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد
وعلیٰ اٰلہ واصحبہ اجمعین، اس رسالہ
ھادی الاضحیۃ بالشاۃ الھندیۃ سے ۱۳۱۲ھ
میں فراغت حاصل ہوئی۔

Marfat.com

مسئلہ ۲۰۴ ازبنارس محلہ کنڈی گڈ ٹولہ مسجد بی بی راجی شفاخانہ مرسلہ مولوی حکیم عبدالغفور صاحب ۲۵ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ

ما قولکم ایھا العلماء (اے علمائے کرام! آپ کا کیا ارشاد ہے۔ ت) اس مسئلہ میں کہ قربانی بھیڑ ششماہہ کی درست ہے یا نہیں؟ اکثر حدیثوں میں جو لفظ جذعۃ من الضان آیا ہے اس سے ششماہہ بھیڑ مراد ہے یا دُنبہ یا دونوں؟ عبارت نہایہ شرح ہدایہ مندرجہ ذیل سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی ششماہہ بھیڑ کی جائز نہیں، اسی پر مولانا استاذنا مولوی عبدالحی صاحب نے عمل فرمایا ہے، چنانچہ یہ مسئلہ مولوی صاحب مرحوم کے مجموعہ فتاوٰی کی جلد اول ص ۱۹۱ میں موجود ہے، عبارت شرح ہدایہ:

و یجزئ من ذٰلك کلہ الثنی فصاعدا الا الضان فان الجذع منہ یجزی، والتقیید بالضان لان الجذع من الابل و البقر والغنم لایجزئ منھا الا الثنی[1]۔ بیّنوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔

ان تمام جانوروں میں کامل سال یا اس سے زائد عمر والا جائز ہے ماسوائے بھیڑ کے کہ اس کا جذع یعنی کامل چھ ماہ والا جائز ہے اور ضان یعنی بھیڑ کی قید اس لئے کہ اونٹ، گائے اور بکری میں صرف کامل سال والا ہی جائز ہے۔ کتاب سے بیان کیجئے، یوم حساب اجر حاصل کیجئے۔ (ت)

الجواب

ششماہہ بھیڑ کی قربانی بلاشبہہ جائز ہے جبکہ یکسالہ ہمجنسوں میں دُور سے متمیز نہ ہو سکے،

فی الدرالمختار صح الجذع ذوستۃ اشھر من الضان ان کان بحیث لو خلط بالثنایا لایمکن التمییز من بعد[2]۔

درمختار میں ہے بھیڑ میں چھ ماہ کا جذع جو سال والے جانوروں میں خلط ہو تو امتیاز نہ ہو سکے تو وہ جائز ہے۔ (ت)

یہی شرط دنبہ میں ہے، اور دنبہ اور بھیڑ ایک ہی نوع ہیں اور دونوں کا ایک ہی حکم، اس قدر میں تو کسی کو کلام ہو ہی نہیں سکتا کہ جواز ششماہہ کا حکم احادیث صحیحہ و کتب فقہیہ سب میں بلفظ ضان وارد ہے، اب مدار صرف ادراک معنی ضان پر رہا، اگر یہ لفظ اس بھیڑ کو بھی شامل تو قطعاً یہ بھی اس حکم میں داخل و الّالا، مگر بالیقین معلوم کہ ضان وہی چیز ہے جسے فارسی میں میش، اردو میں بھیڑ! اور اسی کی ایک صنف کو دنبہ کہتے ہیں،

---

[1] مجموعۂ فتاوٰی کتاب الاضحیہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۲/ ۲۷۹

[2] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۲ و ۲۳۳

Marfat.com

عرب دونوں معز و ضان کے سوا نہیں جانتے، نہ یہاں تیسری نوع ہے۔

(۱) قال اللہ تعالیٰ ثمنیة ازواج من الضان اثنین و من المعز اثنین[۱] مولانا شاہ عبد القادر دہلوی مرحوم موضح القرآن میں اس آیۂ کریمہ کا ترجمہ فرماتے ہیں:

پیدا کئے آٹھ نر و مادہ بھیڑ میں سے دو اور بکری میں سے دو[۲]

دیکھو ضان کا ترجمہ بھیڑ کیا۔ اسی طرح مولانا رفیع الدین نے ترجمہ کیا، یونہی نفائس میں اس کا عکس یعنی بھیڑا کو میش نر و ضان سے مترجم کیا۔

تحفۃ المومنین میں کہا: بھیڑ بہندی غنم ست[۳]۔ پھر لکھا: غنم ضان ست[۴]

(۲) سب جانتے ہیں کہ بھیڑ کا ترجمہ میش ہے، اور اہل لغت نے یہی ترجمۂ ضان کیا۔ منتخب رشیدی میں ہے، ضان میش، ضائن میش نر[۵]

صراح میں ہے: ضائن میش نر خلاف ماعز، والجمع ضان خلاف معز[۶]۔

تحفہ ومخزن میں ہے: ضان بفارسی میش نامند[۷]

(۳) علمائے لغت وتفسیر وحدیث وفقہ ضأن کی تعریف اون والی غنم فرماتے ہیں، اور معز کی تفسیر بالوں والی۔ مصباح المنیر وحیٰوۃ الحیوان وغیرہا میں ہے:

الضان ذوات الصوف من الغنم[۸] بکری کی اون والی جنس کا نام ضان ہے۔ (ت)

تفسیر کبیر میں ہے:

الضان ذوات الصوف من الغنم، والمعز بکری کی اون والی جنس ضان ہے اور بالوں والی

---

[۱] القرآن الکریم ۶/۱۴۳

[۲] موضح القرآن ۶/۱۴۳ مطبع مصطفائی انڈیا ص ۱۴۲

[۳] تحفۃ المومنین مع مخزن الادویۃ الباء مع الهاء نولکشور کانپور ص ۱۶۹

[۴] " " " " الغین مع المیم " ص ۴۲۵

[۵] منتخب اللغات مع غیاث اللغات باب الضاد مع النون ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۸۲

[۶] الصراح فی لغۃ الصحاح باب النون فصل الضاد نولکشور لکھنؤ ص ۴۱۸

[۷] تحفۃ المومنین مع مخزن الادویۃ الضاد مع الالف نولکشور کانپور ص ۳۹۷

[۸] المصباح المنیر الضاد مع الواو (الضان) مصطفی البابی مصر ۲/۱۲

Marfat.com

ذوات الشعر من الغنم[1] | جنس معز ہے۔ (ت)

معالم التنزیل میں ہے:

الضان والنعاج ھی ذوات الصوف من الغنم والمعز والمعزی ذوات الشعر من الغنم[2] | بکری کی اون والی جنس ضان اور نعاج ہے اور بالوں والی معز اور معزی ہے۔ (ت)

جامع الرموز پھر ردالمحتار میں ہے:

الضان ماکان من ذوات الصوف والمعز من ذوات الشعر[3] | ضان وہ ہوتی ہے جو اون والی ہو اور معز بالوں والی۔ (ت)

اب یہ دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ بھیڑ کے بدن پر اون ہوتی ہے یا بال۔

(۴) علامہ دمیری نے حیٰوۃ الحیوان الکبرٰی میں صاف حصر فرمادیا کہ اون صرف ضان کے لئے ہوتی ہے، لفظ غنم میں فرماتے ہیں:

صوف الضان افضل من شعر المعز واعز قیمۃ ولیس الصوف الا للضان[4] | بھیڑ کی اون بکری کے بالوں سے افضل اور قیمت میں گراں ہے اور اون صرف ضان کی ہے (ت)

اب بھیڑ کو ضان سے خارج ماننے والے پر لازم ہوگا کہ بھیڑ کی اون سے انکار، اور اس کی پشت پر بکری کے سے بال آشکارا کرے، وانّٰی لہ ذٰلك۔

(۵) زبانِ عرب وخود قرآن شاہد ہے کہ نوعِ غنم میں صرف دو صنفیں ہیں، ایک وہ جسے عربی میں مَعْز، نر کو تَیس، مادہ کو عَنز، فارسی میں بُز کہتے ہیں۔ دوسری جسے عربی میں ضان، نر کو کبش، مادہ کو نعجہ، فارسی میں گوسپند ومیش کہتے ہیں۔ رب العزت جل وعلا نے آیۂ مذکورہ میں آٹھ ہی جوڑے بتائے، ضان، معز، ابل، بقر ہر ایک سے دو، مادہ ونر، اہلِ زبان نے مَعز کو خلافِ ضان، ضان کو خلافِ معز سے تفسیر کیا، معلوم ہوا کہ ان کے لئے ثالث نہیں۔ قاموس میں ہے:

المعز خلاف الضان من الغنم[5] | بکری کی جنس میں معز الگ ہے ضان سے۔ (ت)

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ۶/۱۴۳ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۲۱۶/۴
[2] معالم التنزیل علٰی ہامش تفسیر الخازن 〃 〃 مصطفی البابی مصر ۱۹۲/۲
[3] جامع الرموز کتاب الزکوٰۃ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۳۰۶/۱
ردالمحتار 〃 باب زکوٰۃ الغنم داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۹/۲
[4] حیاۃ الحیوان باب الغین المعجمہ (الغنم) مصطفی البابی مصر ۱۴۲/۲
[5] القاموس المحیط فصل المیم باب الزای "المعز" 〃 〃 ۱۹۹/۲

Marfat.com

اسی میں ہے؛

الضائن خلاف الماعز من الغنم "ج"، ضائن اضأن ضائنك اعزلها من المعز[1]

میںڈھا غنم میں بکرے کے خلاف ہے، ضائن کی جمع اضان ہے، تیری بھیڑ! اسے علیحدہ کرلے بکری سے۔ (ت)

مختار رازی میں ہے؛

الضائن ضد الماعز، والجمع الضأن والمعز[2]

ضائن (بھیڑ) بکرے کی ضد ہے، اس کی جمع ضان اور معز ہے۔ (ت)

اسی میں ہے؛

المعز من الغنم ضد الضان[3]

معز غنم سے ہے ضان کی ضد ہے۔ (ت)

مجمع بحار الانوار میں ہے؛

فی ح شقیق مثل قراء ھذا الزمان کمثل غنم ضوائن ذات[عہ] صوف عجاف، ھو جمع ضائنۃ، وھی الشاۃ من الغنم، خلاف المعز[4]

ح میں بیان کیا، اس زمانہ کے قرار کی مثل میں شقیق جیسے ضوائن باریک کھال پر اون والی جس کی جمع ضوائن ہے یہ بکری ہے جو معز سے مختلف ہے۔ (ت)

کوئی ادنٰی فہم والا بھی نہیں کہہ سکتا کہ بھیڑ معز میں داخل ہے، کیا بھیڑ کو فارسی میں بُز کہتے ہیں، کیا مینڈھے کو عربی میں تَیس، مادہ کو عنز بولتے ہیں، جتنا صاف ترجمہ بکرا بکری ہے لاجرم بھیڑ ضان ہی ہے اور ضان ہی میں داخل ہے اور حکم ضان اُسی کا حکم ہے، اسے قطعاً شامل۔ شیخ محقق قدس سرہٗ

عہ احتراز اعما اذا جز صوفھا فاستبان عجفھا والمقصود ان باطنھم علی خلاف ظاھرھم ۱۲ منہ قدس سرہ۔

یہ اجتناب ہے اس بھیڑ سے جس کی اُون کاٹ دی جائے تو چمڑی برہنہ ہوجائے اور مقصد یہ ہے کہ ان کا ظاہر اور باطن چمڑی ایک دوسرے سے مختلف ہیں ۱۲ منہ قدس سرہٗ (ت)

---

[1] القاموس المحیط فصل الضاد باب النون (الضائن) مصطفی البابی مصر ۴/۲۴۴

[2] مختار الصحاح تحت لفظ ضائن موسسۃ علوم القرآن بیروت ص ۳۷۶

[3] " " " معز " " " ص ۶۲۷

[4] مجمع بحار الانوار باب الضاد مع الہمزہ تحت لفظ ضائن مکتبۃ دار الایمان المدینۃ المنورہ ۳/۳۸۲

Marfat.com

اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

بدانکہ اضحیہ جائز نیست مگر از ابل و بقر و غنم، و غنم دو صنف است، معز کہ آنرا بز گویند، و ضان کہ آنرا میش خوانند، و در جمیع ایں اقسام ثنی شرط ست، مگر از ضان کہ جذعہ ہم درست ست، و درست نیست از معز۔[1]

جان لینا چاہئے کہ قربانی صرف اونٹ، گائے اور بکری کی جائز ہے، بکری دو قسم ہے، ایک معز جس کو بز، بکری کہتے ہیں اور دوسری ضان جس کو میشہ کہتے ہیں، ان تمام اقسام میں کامل سال شرط ہے مگر ضان کہ اس کا جذعہ بھی جائز ہے اور بکری (معز) میں یہ جائز نہیں ہے۔ (ت)

کیا اس ارشاد سے بھی زیادہ کوئی تصریح صریح درکار ہے، اور بالفرض باطل اگر بھیڑ کو ضان میں داخل نہ مانئے، اور اس کا ابل و بقر و معز اونٹ گائے بکری سے نہ ہونا بدیہی، تو حاصل یہ رہے گا کہ وہ بہیمۃ الانعام کی چاروں قسم سے خارج ہے، اور بالاجماع قربانی صرف انھیں چار قسم پر محدود، تو بھیڑ اگر ضان نہیں، تو واجب کہ سرے سے اس کی قربانی بھی باطل ہو اگرچہ کتنی ہی عمر کی ہو، نہ یہ کہ قربانی جائز ہونے کو تو وہ ضان میں داخل اور ششماہہ جائز نہ ہونے کو ضان سے خارج، یہ جہل صریح و تعسف قبیح ہے، غرض حکم واضح ہے، اور مسئلہ روشن، اور اس کا خلاف نہ بیّن، نہ مبیّن، بلکہ باطل بیّن، عبارت نہایہ منقولہ استفتاء مذکورہ فتاوٰی کو اگر بعد ادراک معنی ضان لحاظ کیجئے تو صراحۃً ہمارا ہی مطلب اس سے ثابت، اور تحقیق معنی ضان کی نظر سے دیکھئے تو راسًا بے علاقہ و ساکت، ہاں مجیب لکھنوی کو وجہ اشتباہ عبارت منح الغفار واقع ہوئی کہ الضان ماتکون لہ الیۃ[2] (ضان وہ ہے جس کی چکّی ہوتی ہے۔ ت) وہم گزرا کہ الیہ خاص چوڑی چکلی چکتی کو کہتے ہیں جس میں بکثرت چربی ہو، لہذا ضان بالتخصیص صنف دنبہ کا نام خیال کیا حالانکہ غنم میں الیہ مطلقاً دُم گوسپند کا نام ہے، کبر و صغر و طول و قصر وغیرہا کچھ اس میں شرط نہیں۔ نہایہ ابن اثیر و مجمع بحار الانوار میں ہے:

الیات جمع الیۃ وھی طرف الشاۃ۔[3]

الیہ کی جمع الیات ہے اور وہ بھیڑ کی دُم ہوتی ہے۔ (ت)

---

[1] اشعۃ اللمعات کتاب الصلوٰۃ باب الاضحیۃ الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۰۸

[2] ردالمحتار بحوالہ منح الغفار کتاب الاضحیۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۰۲

حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار بحوالہ المنح الغفار دارالمعرفۃ بیروت ۴/۱۶۴

[3] مجمع بحار الانوار باب الہمزۃ مع اللام (الیٰ) مکتبہ دارالمدینۃ المنورۃ ۱/۹۷

Marfat.com

نہ ذنب سے، البتہ بالفتح ذَنَب۔ برہان میں ہے: ذُنُب بضم معنی دُم ہے بالجملہ وہی امام جن
قاضی خاں وغیرہ نے بھی اسی کو ذکر فرمایا کہ الیہ خلقۃً صغیرہ مثل دم ہو۔ بحر میں ہے
ان دون بھا الیۃ صغیرۃ مثل الذنب خلقۃ اگر اس کی چکی چھوٹی دم کی مانند پیدائشی ہو
جائز ہے
تو جائز ہے۔ ا ت

بعینہٖ ہمارے بلاد کی بھیڑوں کی صورت ہے ہم نے ان بھیڑوں کی دم گوشت کی کرکے دیکھی وہ دونوں گوشت
اور چربی پر مشتمل ہوتی ہے صرف دم ہڈی نہیں یہی فرق الیہ و ذنب میں ہے۔ حیوان و نمو، عظم و صغر و
کثرت و قلت گوشت وچربی میں اس میں تفاوت ہے تا بنظر۔ وهذا مما لا يخفى على من له ادنى
علم وعقل (ایسی بات پوشیدہ نہیں جو کسی عاقل پر مخفی ہوتی) بات یہ ہے کہ جانوروں بلکہ آدمیوں
کے بعض صورت و ہیئت میں وجود و عدم میں اختلاف ممالک سے مختلف ہوتے ہیں اس سے
وہ نوعیں جدا نہیں ہو جاتیں ان کے تمام احکام مختلف۔ فقیر نے بعض بلاد کے اونٹ دیکھے چھوٹے چھوٹے
نہایت خوشنما۔ بدن پر بڑے بڑے بال مشابہ بہ یال۔ پشت پر دو کوہان بلند و مرتفع۔ بیچ میں پشت
کی جگہ خالی کہ سوار کوہان کے پیچھے دونوں میں جگہ دیتے۔ چینیوں کی ناکیں کس قدر پست و پہن۔ تاتاریوں کی
آنکھیں چھوٹی۔ زنگیوں کے لب فربہ و بستہ و سفید ہوتے ہیں۔ جنگ تاتاریوں کے کشتی کو خشک ختن
کیا جاتا ہے۔ زنان مغربیہ میں ختنہ نہیں ہوتا۔ بعض اتراک وحوش کے عصعص پر لحمہ زائدہ بقدر
ایک بالشت مثل ذنب ہوتا ہے۔ امام کمال الدین دمیری و علامہ زکریا بن محمد بن محمود انصاری قزوینی نے
ایک قسم کی بھیڑ ذکر کی جس کے چار الیہ ہوتے ہیں: ایک سینہ پر، دو شانوں پر، ایک پیچھے۔ دوسرا یوں پر
یہی اختلاف ممالک دم گوسپند میں ہے۔ ان دیار میں پتلی لمبی ہوتی ہے جس میں اسی کے لائق گوشت اور
چربی۔ عرب میں اکثر چوڑی چھوٹی قدرے زیادہ گوشت اور چربی پر مشتمل۔ اور بعض خوب پہن و دراز
بکثرت لحیم شحیم، یہ کابل وغیرہ میں کثیر الوجود ہے، اور بعض کی چکی تو اتنی بڑی ہوتی ہے کہ اسے چلنے سے
معذور کر دیتی ہے ایک ہلکی گاڑی بنا کر اُسے جوتتے اور دم گاڑی پر رکھ دیتے ہیں جسے وہ کھینچتی
چلتی ہے۔ کیا ان اختلافات سے یہ انواع مختلفہ ہو جائیں گی، اور ان کے احکام جدا، ایسا کوئی عاقل

سلہ الصراح فی لغۃ الصحاح باب الواو والیاء (فصل الف) نولکشور لکھنؤ ص ۴۳۹
سلہ البرہان
سلہ فتاوی قاضیخاں کتاب الاضحیۃ فصل فی العیوب نولکشور لکھنؤ ۴/۴۹

خیال نہیں کرسکتا، عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات میں ہے:

یجلب من الهند نوع من الضان علی صدرہ الیة، وعلی کتفه الیتان، وعلی فخذیه الیتان، وعلی ذنبه الیة، وربما تکبر الیة الضان حتی تمنعه من المشی فیتخذ لالیتها عجلة توضع علیها، وتشد الی صدرها فتمشی الضان، و تجر العجلة الالیة علیها[1]۔

ہندوستان سے ایک قسم کی بھیڑ لائی جاتی ہے اس کی چھاتی پر چکی، اس کے کندھوں پر دو چکیاں اور اس کی دونوں رانوں پر دو چکیاں اور اس کی دُم پر ایک چکی ہوتی ہے اور کبھی یہ چکی اتنی بڑی ہوتی ہے کہ اس کا بوجھ اس کے چلنے سے مانع ہوتا ہے تو اس کی چکی کے نیچے ریڑھی بنائی جاتی ہے جس کو اس کی چھاتی سے باندھ دیتے ہیں تو وہ ریڑھی چکی کو اٹھائے پھرتی ہے (ت)

اسی طرح حیاۃ الحیوان میں ہے، الی قولہ تمنعه من المشی[2] (چکی اس کے چلنے سے مانع ہے، تک۔) جسے اس قدر کافی نہ ہو ہمارا رسالہ عربیہ ھادی الاضحیة بالشاۃ الھندیة ۱۳۱۴ھ ملاحظہ کرے کہ بتوفیق علام تحقیق مرام بما لامزید علیہ ہے، وللہ الحمد، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۴: از ضلع آرہ ڈاکخانہ وقصبہ دائی ساگر مسئولہ محمد یوسف

خصی سال سے کم عمر والے کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

چھ مہینے تک کا ایسا فربہ مینڈھا کہ سال بھر والوں کے ساتھ ہو تو دور سے تمیز نہ ہو اس کی قربانی جائز ہے اگرچہ خصی نہ ہو۔ اور بکرا سال بھر سے کم کا جائز نہیں اگرچہ خصی ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۵ - ۲۰۶: از ریاست جے پور سوائی تکیہ آدم شاہ گھاٹ دروازہ مرسلہ مولانا عبدالرحمٰن اعظمی مئوی صاحب مورخہ ۲ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بکرا بکری اگر سال بھر سے کسی قدر کم کا ہو، مثلاً گیارہ مہینہ یا کم وبیش کا، تو اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو اس جانور کو جس پر نیت قربانی کی ہوچکی ہے اور پورے سال بھر کا نہیں ہے تو کیا کرنا چاہئے، اور اگر جائز ہے یک سال سے

---

[1] عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات تحت لفظ ضان مصطفی البابی مصر ص ۲۴۹
[2] حیاۃ الحیوان باب الضاد المعجمة تحت لفظ الضائن " ۲/ ۶۳۴

Marfat.com

کم مدت کا، تو اس کتاب کا درج کردیا جائے تاکہ یہاں دیکھ کر اطمینان حاصل کیا جائے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بکرا بکری ایک سال سے کم کا قربانی میں ہرگز جائز نہیں، نہ اس پر قربانی کی نیت صحیح، وہ اس کی ملک ہے جو چاہے کرے، قربانی کے لئے دوسرا جانور لے، ہاں اگر یہ نیت کی ہو کہ آئندہ سال اس کی قربانی کروں گا تو اسے قربانی ہی کے لئے رکھے، اس کا بدلنا مکروہ ہے۔ درمختار میں ہے:

صح ابن خمس من الابل، وحولین من البقر والجاموس، وحول من الشاۃ والمعز[1]

پانچ سال کا اونٹ، دو سال کی گائے اور بھینس، اور ایک سال کی بکری اور بھیڑ کی قربانی صحیح ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فی البدائع تقدیر ھذہ الاسنان بما ذکر لمنع النقصان لا الزیادۃ، فلو ضحی بسن اقل لا یجوز، وباکبر یجوز، وھو افضل[2]

بدائع میں ہے کہ ان عمروں کا بیان جو مذکور ہوئی کو روکنے کیلئے ہے زیادتی کو مانع نہیں، تو عمر میں اگر قلیل سی کمی ہو تو جائز نہ ہوگا اور بڑا ہو تو جائز ہے جبکہ بڑا افضل ہے۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

لو اشتری بقرۃ یرید ان یضحی بھا عن نفسہ ثم اشرك فیھا ستۃ معہ جاز استحسانا، وفی القیاس لا یجوز لانہ اعدھا للقربۃ فیمنع عن بیعھا تمولا، وجہ الاستحسان دفع الحرج والاحسن ان یفعل ذٰلك قبل الشراء، لیکون ابعد عن صورۃ الرجوع فی القربۃ، وعن ابی حنیفۃ انہ یکرہ الاشتراك بعد

اگر اپنے لئے گائے خریدی تاکہ قربانی دے پھر بعد میں چھ اور شریک کرلئے تو استحساناً جائز ہے جبکہ قیاس کے لحاظ سے جائز نہیں کیونکہ اسے اس نے قربت کے طور خریدا تو مال کے حصول کیلئے فروخت کرنا منع ہے اور استحساناً جواز کی وجہ یہ ہے کہ حرج نہ پیدا ہو اور بہتر یہ ہے کہ خریدنے سے قبل حصہ دار بنالے تاکہ قربت کے معاملہ میں رجوع کی صورت پیدا نہ ہو، جبکہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی سے خرید لینے کے بعد

---

[1] درمختار کتاب الاضحیۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۳۳

[2] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۰۵

Marfat.com

الشراء لمابیناہ[1] (ملخصاً) واللہ تعالٰی اعلم۔ شریک بنانا مکروہ ہے (ملخصاً)۔ (ت)

مسئلہ ۲۰۷: مرسلہ عبداللہ خاں از شہر انبالہ محلہ وکیل پور یکم صفر ۱۳۳۵ھ

جناب مولانا صاحب! بعد سلام علیک کے واضح ہو کہ بقرعید کی قربانی میں بکرا خصی جائز ہے یا نہیں، اور جو کہ قربانی کرے اس کو روزہ رکھنا جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب

خصی کی قربانی افضل ہے اور اس میں ثواب زیادہ ہے، اور عید کے دن کا روزہ حرام ہے، ہاں پہلی سے نویں تک کے روزے بہت افضل ہیں، اس پر قربانی ہو یا نہ ہو، اور سب نفلی روزوں میں بہتر روزہ عرفہ کے دن کا ہے، ہاں قربانی والے کو یہ مستحب ہے کہ عید کے دن قربانی سے پہلے کچھ نہ کھائے قربانی ہی کے گوشت میں سے پہلے کھائے، مگر یہ روزہ نہیں، نہ اس میں روزہ کی نیت جائز، کہ اُس دن اور اس کے تین دن روزہ حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۸: مرسلہ قاضی سید واجد علی صاحب مقام جاود ضلع ندسور ریاست گوالیار نیمچ دروازہ ۱۷ صفر ۱۳۳۵ھ

ایک بچہ بکری کا ہے اور وُہ کُتّی کے دُودھ سے پرورش پایا، اس کی قربانی کریں تو جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جب سال بھر کا ہو جائے اس کی قربانی جائز ہے والمسئلۃ فی الخانیۃ[2] وغیرھا (یہ مسئلہ خانیہ وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۲۰۹: از بنگالہ میمن سنگھ قصبہ کھولا مرسلہ میاں جان سرکار ۲۶ جمادی الاول ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی (اللہ آپ پر رحم کرے آپ کا کیا فرمان ہے) کہ ہندہ نے بکری پالی تھی اس نے ایک بچّہ جنا، بعدہٗ وہ بکری بقضائے الٰہی مرگئی اس بچہ کی ہندہ مذکورہ نے اپنے پستان کے دودھ سے پرورش کیا، پھر خصی کر دیا، اب وہ بچّہ بڑا ہوگیا، ہندہ اس کو قربانی کرنا چاہتی ہے، اگر قربانی کرے تو ہندہ مذکورہ اور اس کے خاوند کو

---

[1] الہدایۃ کتاب الاضحیۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۴۴۳

[2] فتاوٰی قاضیخاں الصید والذبائح نول کشور لکھنؤ ۴/۵۲

Marfat.com

اس کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بلاشبہہ جائز ہے جس کے جواز میں اصلاً گنجائش کلام نہیں۔ فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

لو ان جدیا غذی بلبن الخنزیر لاباس باکلہ، لان لحمہ لایتغیر، وماغذی بہ یصیر مستھلکا لایبقی لہ اثر[1]

اگر بھیڑ کے بچے نے خنزیر کے دودھ سے غذا پائی تو اسکے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس سے اسکا گوشت متغیر نہیں ہوتا اور جو غذا اس نے کھائی وہ ختم ہوگئی اس کا کوئی اثر باقی نہ رہا۔ (ت)

فتاوٰی کبرٰی و فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

الجدی اذا کان یربی بلبن الاتان والخنزیر، ان اعتلف ایاما فلا باس، لانہ بمنزلۃ الجلالۃ، والجلالۃ اذا حبست ایاما فعلفت لاباس بہا فکذا ھذا۔[2]

بھیڑ کے بچے نے اگر گدھی کے دودھ یا خنزیر کے دودھ سے پرورش پائی اور پھر چند روز چارہ دکھایا تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ گندگی کھانیوالے جانور کی طرح ہے کہ جب اس کو چند روز قید رکھا تو اس نے چارہ کھایا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے تو یہ بھی ایسے ہے۔ (ت)

اور شوہر کے حق میں اگر رضاعت کا خیال ہو تو محض جہل، اوّل تو عمر رضاعت کے بعد رضاعت نہیں، اور شوہر اتنی ہی عمر کا بچہ ہو بھی تو شیرِ زن مستہلک ہوگیا، گوشت کھانا دودھ پینا نہیں۔ درمختار میں ہے:

لایحرم المخلوط بطعام وکذا لو جبّنتہ لان اسم الرضاع لایقع علیہ، بحر، اھ ملخصاً[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

طعام میں دودھ مخلوط ہوجانے سے حرمت پیدا نہیں ہوتی اور یونہی اگر دودھ سے پنیر بنالیا تو حرج نہیں کیونکہ دودھ پلانے کا اطلاق اس پر نہیں ہوتا، بحر، اھ، ملخصاً۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الصید والذبائح نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۵۲

[2] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ الفتاوٰی الکبرٰی کتاب الذبائح الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۲۹۰

[3] درمختار کتاب النکاح باب الرضاع مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۱۳

Marfat.com

مسئلہ ۲۱۰ تا ۲۱۲ مسئولہ سید منیر الدین پیشکار محلہ کلال ٹولہ، گیا ۱۱ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مثلاً کسی نامعلوم شخص کا بیل یا گائے زید کے جانوروں میں شامل ہوگیا، اور زید نے اس کو پکڑ کر اپنے قبض وتصرف میں رکھا، اور ایام قربانی میں چونکہ وہ دو برس سے کم کا تھا اس لئے اس کو اپنی لڑکی کی گائے سے بلاعلم لڑکی کے بدل کر اس لڑکی کی گائے کو قربانی دیا اور غیر سے ذبح کرایا اور اس غیر کو گائے کے کل قصہ مذکور سے واقفیت نہیں۔

(۱) ایسی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ذبح کرنے والا گنہگار ہوگا یا نہیں؟

(۳) تین سال کی گائے جس کے سینگ ہنوز نمودار نہ ہوئے ہوں اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) جانور کو تصرف میں رکھنا حرام تھا، اسے بیٹی کی گائے سے بدلنا حرام تھا، اس گائے کی قربانی حرام تھی۔

(۲) ذابح پر اس کا ذبح کرنا حرام تھا، دونوں سخت گنہگار ہوئے، پھر اگر بیٹی نے اپنی گائے کی قیمت نادانی میں اپنے باپ سے لے لی، تو اس کے باپ کی قربانی ادا ہوگئی ورنہ نہیں۔ درمختار میں ہے:

یصح لو ضحّٰی شاۃ الغصب ان ضمنہ قیمتھا حیۃ[1] ای قیمتھا لوکانت حیۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر مغصوبہ بکری قربان کردی اور اس پر ضمان زندہ بکری والا دے دیا تو قربانی صحیح ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۳) جب دو سال کامل کی ہوگئی قربانی کے قابل ہوگئی اگرچہ سینگ کبھی نہ نکلیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۳ مسئولہ عبداللہ عرف دین محمد صاحب ساکن شہر کہنہ بریلی محلہ روہیلی ٹولہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میں نے ایک اہلِ ہنود سے گائے مبلغ پینتالیس ۴۵ روپیہ میں خرید کی تھی۔ اس ہنود نے خرید کرتے وقت دریافت کیا تھا کہ تم کس واسطے اس گائے کو لیتے ہو، میں نے اس شخص سے کہا کہ پالنے کو لیتا ہوں، اور اصل میں واسطے قربانی کے لی تھی، تو ایک مسلمان نے اس شخص سے کہا کہ انھوں نے قربانی کے واسطے لی ہے، اور میں ریلوے کے بڑے بابو کی

---

[1] درمختار کتاب الاضحیۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۳۴

Marfat.com

ماتحتی میں کام کرتا ہوں وہ بھی اہلِ ہنود ہیں، اس نے بابو سے آکر کہا کہ وہ میری گائے واپس کرا دی جائے، انھوں نے میرے مکان پر آدمی روانہ کیا کہ اُس کو مبلغ پانچ روپیہ نفع لے کر واپس کر دو، میں نے نہیں واپس کی، میں کام پر اپنے گیا تو بابو نے کہا کہ وہ گائے واپس کر دو، میں نے اس سے انکار کیا، تو انھوں نے ایک پولیس کے داروغہ سے بہت بڑا زور ڈال کر کہا، اور یہ بھی کہا کہ اگر نہیں دوگے تو ہم تم کو نوکری سے برخاست کر دینگے، تو میں نے بسبب نوکری جانے کے پانچ روپیہ نفع لے کر گائے واپس کر دی، اور مبلغ چالیس للعہ روپیہ کی فوراً اور گائے قربانی کے واسطے لایا، اب اس میں سے دس روپیہ بچے اس کا کیا کیا جائے، اور لوگ مجھ سے کہتے ہیں کہ تم نے پانچ روپیہ لے کر گائے دی، اور میں نے مجبوراً دی، اور مجھ کو یہ بھی اندیشہ تھا کہ میری ملازمت جاتی تھی، اور مجھ کو یہ بھی اندیشہ تھا کہ میں مال گودام ریلوے میں کام کرتا ہوں شاید کچھ الزام نہ لگا دیں، یہ وجہ تھی فقط۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر وہ شخص صاحبِ نصاب ہے، اور اگر یہ بیان واقعی ہے تو اس پر کچھ الزام نہیں، اور جو پانچ روپیہ نفع کے لئے ان کا تصدق کر دینا چاہئے، اور یہ گائے جو پانچ کم کر کے خریدی اُس کمی کا کوئی معاوضہ اس پر نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۴ – ۲۱۵ از کرتولی ضلع بدایوں مسئولہ برادرم عزیزم مولوی محمد رضا خاں صاحب سلمہٗ

۶ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

(۱) بحضور قبلہ وکعبۂ دارین مدظلہم العالی بجاہ النبی الرؤف الرحیم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، سلام سنت اسلام کے بعد عرض ہے کہ قربانی کی غرض سے دو گائیں خریدنے کو چماروں کو روپیہ دے کر بھیجا، وہ دو گائیں خرید لائے جو گراں قیمت ثابت ہوئیں، اس پر اور دو گائیں منگوائیں، وہ بھی بسبب گرانی قیمت کے اور یہ کہ اُن مؤخر گائیوں ہی سے ایک پر گابھن کا خیال ہے، جس نے فروخت کی وہ جولاہا ہے کہتا ہے کہ گابھن ہوگئی ہے مگر ابھی کھل تھن ہے جس کو اور لوگ بھی گابھن کہہ سکیں، صرف دو جانیں کا خیال قربانی کا تھا آیا ان گائیوں کا فروخت کرنا جائز ہوگا یا نہیں، ان کے عوض میں اپنی گائیں دے سکتا ہوں یا نہیں، ایک گائے پارسال قربانی کے واسطے منگوائی تھی (ان چاروں کو وقت آنے کے قربانی کے واسطے نامزد نہیں کیا، پارسال والی کو نامزد کر دیا تھا) روانگی کے وقت لنگڑی ہوگئی بریلی جانے کے قابل نہ رہی اب اچھی ہے دو مہینہ بعد اندازاً بیا چلے گی، اس کی نسبت کیا حکم ہے؟ آیا وہ میرا مال ہے یا قربانی کا؟

(۲) قرآن مجید بائیں ہاتھ میں باوضو لے کر تلاوت جائز ہے یا نہیں؟

Marfat.com

الجواب

(۱) جان برادر بلکہ از جان بہتر مولوی محمد رضا خاں سلمہٗ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

جو گائے قربانی کے لئے تھی اور وہ لنگڑی ہوگئی اور اس کے عوض دوسری کردی، اب وہ گائے تمہارا مال ہے جو چاہو کرو، جب روپیہ دے کر گائیں خریدنے کو بھیجا اس سے اگر یہ نیت تھی کہ دیکھنے کے لئے خریدتے ہیں جس کی قربانی مناسب جانیں گے کریں گے ورنہ اور لیں گے، تو وہ گائیں قربانی کے لئے مخصوص نہ ہوئیں اور اُن کے بدلے اپنے پاس سے یا اور خرید کر قربانی کرو، اور اگر مخصوص قربانی کے لئے خریدیں، اور اب اس وجہ سے کہ یہ زائد قیمت کی ہیں، انھیں نہ کرنا چاہو، اور اُن کے بدلے اپنے پاس سے یا کوئی اور لے کر اُن سے کم قیمت کی قربانی کرو تو قربانی ہوجائے گی اور وہ پہلی گائیں بیچو یا رکھو اختیار ہے، مگر ایسا کرنا جائز نہ ہوا کہ جب اُن پر مخصوص قربانی کی نیت ہوئی تھی، تو ان کو اگر بدلتے تو ان سے بہتر سے بدلتے نہ کہ کمتر سے، جبکہ کمتر سے بدلا تو جتنی زیادتی رہی' اتنے دام تصدق کرنے کا حکم ہے، مثلاً دس روپیہ کی گائے قربانی کو خریدی تھی پھر اس کے بدلے سات روپے کی قربانی کردی تو تین روپے تصدق کئے جائیں، یہ تو سال گزشتہ کا علاج ہے اور رہ سال کہ ابھی قربانی نہیں ہوئی وہی پہلی گائیں اگر قربانی کے لئے خریدی تھیں خواہی نخواہی قربانی کی جائیں اور ان سے کم قیمت کی ہرگز نہ بدلی جائیں کہ قصداً خلاف کر کے جرمانہ دینا جسارت ہے بلکہ خلافِ حکم کیا ہی نہ چاہیے، قربانی میں بالخصوص ارشاد ہوا کہ دل کی خوشی سے کرو کہ وہ صراط پر تمہاری سواریاں ہیں، پہلوں کو گراں سمجھ کر جو دوسری خریدیں اور ان میں ایک گابھن ہے یا نہیں، بہرحال ان کا تم کو اختیار ہے کہ سرکاری مطالبہ پہلی گائیوں سے متعلق ہوچکا اُسی شرط پر کہ آدمی ارادہ سے بھیجے ہوں کہ جو جانور یہ لائیں قربانی کریں گے' نہ اس ارادہ سے کہ دیکھ کر جو مناسب سمجھیں گے کرینگے۔

(۲) قرآن مجید باوضو ہاتھ میں لے کر تلاوت کرسکتا ہے، جبکہ اُس کے لئے کوئی وجہ ہو مثلاً داہنا ہاتھ خالی نہیں یا تھک گیا۔ والسلام، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۶ مرسلہ امام علی صاحب از بمبئی ۱۶ر ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو گائیں خریدی گئیں شرکت میں، قیمت جداجدانہ کی گئی چودہ حصے کئے گئے، قربانی کے بعد دونوں کا گوشت یکجائی ملا کر برابر حصوں میں تقسیم کردیا گیا، ایک گائے کم قیمت یعنی للعہ کی اور دوسری صہ کی' ان چودہ حصوں میں ہر شخص کا برابر حصہ قیمت و گوشت میں کیا گیا، یہ صورت جواز کی ہوئی یا نہیں؟

Marfat.com

الجواب

دونوں مشتریوں کی رضا سے اس میں کچھ حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱۷ تا ۲۲۱ از موضع سہنیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب مورخہ ۱۵ ر ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

(۱) ایک شخص نے قصاب سے گائے منگائی اس نیت سے خرید کر کہ وہ آجائیگی تو جو شریک حصہ ہونگے شریک سمجھ لوں گا۔

(۲) ایک جگہ دیکھا کہ فقراء کے گوشت میں آنت، اوجھڑی بالکل ڈال کے تقسیم کرتے ہیں، دوحصوں میں نہیں۔

(۳) ایک جگہ دیکھا ہے کہ سراور پیر سقے اور حجام کو، اور ایک پارچہ قصاب کو۔

(۴) بعض لوگوں کو دیکھا ہے قربانی یا عقیقہ یا نیاز میں کھانا بھنگی کو دیتے ہیں۔

(۵) قربانی گائے میں نصف ایک شخص ہو اور نصف میں دو شریک یا تین، درست ہے یا نہیں؟ اور نصف میں چار ہو جائیں، یہ کیونکر ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) جائز ہے، واللہ تعالٰے اعلم

(۲) یہ بیجا کرتے ہیں، مستحب یہ ہے کہ تہائی حصہ گوشت کا فقیروں کو ملے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) سقے، حجام، قصاب کا قربانی میں کوئی حصہ نہیں، دینے کا اختیار ہے، مگر قصاب کی اگر یہ اجرت قرار پائی تو حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) بہت برا کرتے ہیں، واللہ تعالٰے اعلم

(۵) نصف میں تین تک شریک ہو سکتے ہیں اور نصف گائے ایک کی ہو، اور دوسرے میں چار شریک ہوں تو ان پانچوں یعنی کسی کی قربانی ادا نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲۲ از بلگرام شریف ضلع ہردوئی محلہ میدان پورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم میاں صاحب ۲۶ ر ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو یا چار یا سات آدمیوں نے ایک گائے قربانی کے واسطے خریدی منجملہ ان کے ایک شخص نے قیمت نہ وقت خرید کے ادا کی نہ بعد، اور وہ شریک رہا، پس اس صورت میں کسی کی یا اس کی قربانی میں حرج یا غیر جائز تو واقع نہیں ہوا، جواب اس کا بحوالہ عبارت مرحمت فرمایا جائے کہ ضرورت ہے۔ بینوا توجروا۔

Marfat.com

الجواب

بیع نفسِ ایجاب وقبول سے تمام ہو، مبیع ملکِ مشتری میں داخل، اور ثمن ذمہ پر لازم ہوتی ہے ادائے ثمن حصولِ ملک کے لئے شرط نہیں، اگر نہ دے گا تو بائع کا مدیون رہے گا، مبیع میں ملک تام ہے،

فی التنویر اذا وجدا (ای الایجاب والقبول) لزم البیع[1]

تنویر میں ہے، جب ایجاب وقبول پایا جائے بیع لازم ہو جاتی ہے (ت)

اسی میں ہے:

وصح بثمن حال ومؤجل الی معلوم[2]

نقد اور ادھار مقررمدت ہو تو بیع جائز ہے (ت)

پس جب شرکائے مشترین مالکِ گاؤ تھے اور انھوں نے بہ نیت اضحیہ قربانی کی، سب کی قربانی ادا ہوگئی، ثمن کا مطالبہ اس شریک پر رہا، اگر وہ نیت قربانی ہی سے دست بردار ہو کر اصلاً ذبح نہ چاہتا یا خالی گوشت وغیرہ امور غیر قربت کی نیت سے ذبح چاہتا، اور ایسی حالت میں بقیہ شرکاء بہ نیت قربانی ذبح کرلیتے تو کسی کی قربانی ادا نہ ہوتی کہ اُن میں ایک شریک کی نیت تقرب نہیں،

فی التنویر ان کان شریک الستۃ نصرانیا او مریدا اللحم لم یجز عن واحد[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

تنویر الابصار میں ہے اگر قربانی کرنیوالے کے ساتھ باقی چھ میں کوئی نصرانی یا گوشت کے ارادے سے شریک ہو تو کسی کی قربانی صحیح نہ ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۳ مرسلہ صاحب علی طالب علم از جاورہ ۱۴ صفر المظفر ۱۳۳۵ھ

ایک گائے کو چھ شخصوں نے قربانی کی، ایک کے دو حصّے نفلی اور پانچ شخصوں کے واجبی، تو کیا دو حصّہ والا شخص بعد ذبح گائے، قبل تقسیم گوشت کے ایک حصہ میں دوسرے شخص کو شریک کرسکتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

قربانی اراقۃِ دم کا نام ہے، اور اب اراقہ دم ہوگئی، تو دوسرے کی طرف اس کا انتقال ناممکن ہے،

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب البیوع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۵

[2] " " " " " ۲/ ۶

[3] " " " کتاب الاضحیۃ " ۲/ ۲۳۳

Marfat.com

ہاں اس کا ثواب یا گوشت جسے چاہے دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۴ از شہر بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ عزیز احمد فرید پوری ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قربانی عید اضحیٰ کے پوست کی قیمت گوشت کی طرح تین حصوں پر تقسیم کی جائے یا تمام وکمال قیمت خیرات کردی جائے اور کھال کا اپنے صرف میں لانا صاحبِ قربانی کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اور کھال قربانی کی قیمت سیّد کو دینا جائز ہے یا نہیں؛ درصورت عدمِ جواز کوئی شرعی حیلہ تحریر فرمائیے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

کھال اپنے ایسے صرف میں لاسکتا ہے جس میں کھال باقی رہے، مثلاً مشک، ڈول یا کتاب کی جلد بنا سکتا ہے۔ کھال اگر اپنے خرچ میں لانے کی نیت سے داموں کو بیچی تو وہ دام تمام خیرات کرے، یعنی فقیر محتاج مصرف زکوٰۃ کو دے، سیّد کو نہیں دے سکتا، اور اگر سیّد کو دینے کی نیت سے بیچی تو وہ دام سید کو دے، تین حصوں کا حکم گوشت میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲۵ از موضع ڈوالہ ویرم تحصیل ضلع امرتسر مرسلہ میاں شمس الدین صاحب حنفی قادری ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ

مولوی غلام قادر صاحب بھیروی نے مسئلہ قربانی اور کتابِ اسلام میں لکھا ہے کہ اگر غنی قبل از ایام عید قربانی خریدے، وہ واجب بالنذر ہو جائے گا، وہ سب گوشت فقراء کو صدقہ کرے آپ نہ کھائے، ایسے ہی فقیر جس پر قربانی واجب نہیں، لیکن اس نے کتاب کا حوالہ نہ دیا، اس لئے بعض جہلاء احناف کو تردد ہے، براہِ مہربانی حوالۂ کتب سے ارشاد ہو، اور یہ بھی آپ تحریر فرمائیں کہ کس قریہ میں قربانی قبل از عید بعد طلوع آفتاب عند الحنفیہ جائز ہے، یا باوجود قریہ جامع ہونے کے بھی بعد طلوع قربانی درست ہے کیونکہ کتبِ فقہ میں لفظ دیہ یعنی گاؤں واقع ہے، اور بعض کتب میں لکھا ہے کہ جس گاؤں میں چند کس حر بالغ آزاد ہوں جمعہ واجب ہے، جب جمعہ واجب ہوا تو عید بھی وہاں درست ہوگی، پھر بعد عید قربانی ہوگی یا بعد طلوع قبل از عید؟ جواب بواپسی ڈاک مرحمت ہو۔ والسلام

الجواب

فقیر اگر بہ نیتِ قربانی خریدے اس پر خاص اُس جانور کی قربانی واجب ہو جاتی ہے، اگر جانور اس کی ملک میں تھا اور قربانی کی نیت کرلی یا خریدا، مگر خریدتے وقت نیتِ قربانی نہ تھی، تو اُس پر وجوب نہ ہوگا۔ غنی پر ایک اضحیہ خود واجب ہے، اور اگر اور نذر بصیغہ نذر کرے گا تو وہ بھی واجب ہوگا، اُس

Marfat.com

عبارت میں بھی یہی ہے کہ واجب بالنذر ہوجائے گا یعنی نذر کرنے سے واجب ہوگا نہ کہ غنی پر مجرد خریداری سے۔

درمختار میں ہے:

تصدق بها ناذر وفقير شراها لوجوبها عليه بذلك (ملخصا)[1]

نذر والا اور فقیر جس نے قربانی کی نیت سے خریدا تھا، یہ صدقہ کریں گے کیونکہ نذر اور خریدنے کی بنا پر ان پر واجب ہوگیا تھا (ملخصاً)۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فلوکانت فی ملکه فنوٰی ان یضحی بها، او اشتراها، ولم ینو الاضحیة وقت الشراء ثم نوی بعد ذٰلك لایجب، لان النیة لم تقارن الشراء فلا تعتبر، بدائع[2]

اگر بکری اپنی ملک میں تھی تو نیت کرلی کہ اس کی قربانی کرے گا یا خریدتے وقت قربانی کی نیت نہ کی ہو پھر بعد میں قربانی کی نیت کی تو اس سے اس پر قربانی واجب نہ ہوگی، کیونکہ خریدتے وقت ساتھ نیت نہ کی لہذا بعد کی نیت معتبر نہ ہوگی۔ بدائع (ت)

درمختار میں ہے:

لوماتت فعلی الغنی غیرها لا الفقیر، ولو ضلت او سرقت فشری اخرٰی فظهرت فعلی الغنی احداهما وعلی الفقیر کلاهما شمنی[3]

اگر مرجائے تو غنی پر دوسری واجب ہے فقیر پر نہیں، اور اگر گم ہوجائے یا چوری ہوجائے تو دوسری خریدی اور پہلی مل گئی تو غنی پر ایک ہی لازم ہوگی جبکہ فقیر پر دونوں کی قربانی واجب ہوگی، شمنی۔ (ت)

جو شہر نہ ہو اس میں نہ نمازِ جمعہ ہے نہ نمازِ عید، سَو دو سَو کی آبادی کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ اُس میں متعدد محلّے ہوں، دائم بازار رہوں، وُہ پرگنہ ہو کہ اس کے متعلق دیہات گنے جاتے ہوں۔ اُس میں فصلِ مقدمات پر کوئی حاکم مقرر ہو وُہ شہر ہے، جہاں ایسا نہیں صبح سے قربانی جائز ہے، ھوالصحیح الذی علیه المحققون کما فی الغنیة (وہی صحیح ہے جس پر محقق حضرات ہیں، جیسا کہ غنیہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] درمختار | کتاب الاضحیة | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/۲۳۲
[2] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۵/۲۰۴
[3] درمختار | " | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/۲۳۳

Marfat.com

مسئلہ ۲۲۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سات شخصوں نے ایک راس گائے واسطے قربانی خرید کی، وہ گائے فرار ہوگئی، اس کو ہر چند تلاش کیا سب کانجی ہاؤس اور اس شخص کے مکان پر، اور اس کے نواح میں بھی جہاں سے اس کو خریدا تھا، آج وہ گائے بفضلہ تعالٰی ہاتھ آگئی، اب اُس گائے کے واسطے کیا حکم ہے اور کس طرح سے ہم کو ثواب قربانی کا حاصل ہوگا؟

الجواب

ساتوں شخص اس گائے کو زندہ خیرات کردیں کسی فقیر کو دے ڈالیں، بیانِ سائل سے معلوم ہوا کہ ان میں پانچ شخص صاحبِ نصاب تھے، ان پانچوں پر واجب تھا کہ اگر وہ گائے گم ہوگئی تھی، اور گائے یا بکریاں لے کر بارھویں تاریخ تک قربانی کرلیتے، اب کہ بارھویں گزار دی اور قربانی نہ کی، یہ پانچوں گنہگار ہوئے، ان پر توبہ واستغفار واجب ہے، اور گائے کی نسبت ساتوں پر واجب ہے کہ زندہ خیرات کردیں۔ ردالمحتار میں ہے:

ذکر فی البدائع ان الصحیح ان الشاۃ المشتراۃ للاضحیۃ اذا لم یضح بہا، حتی مضی الوقت یتصدق الموسر بعینہا حیۃ کالفقیر بلاخلاف بین اصحابنا فان محمدا قال وھذا قول ابی حنیفۃ وابی یوسف وقولنا[۱] واللہ تعالٰی اعلم۔

بدائع میں ذکر کیا کہ صحیح یہ ہے کہ جو قربانی کے لئے خرید شدہ بکری کی قربانی نہ کرسکا اور وقت گزرگیا تو غنی شخص اس زندہ کو ہی صدقہ کرے جیسا کہ فقیر کے لئے یہ حکم بلاخلاف ہمارے اصحاب میں ہے کیونکہ امام محمد نے فرمایا: یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف اور ہمارا قول ہے رحمہم اللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۷: ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید پردیس میں ہے اس کی جانب سے اُس کا کوئی عزیز قربانی کردے تو فرض زید پر سے اُتر جائے گا یا اجازت کی ضرورت ہے؟

الجواب

قربانی وصدقۂ فطر عبادت ہے اور عبادت میں نیت شرط ہے تو بلااجازت ناممکن ہے، ہاں اجازت کے لئے صراحۃً ہونا ضرور نہیں دلالت کافی ہے، مثلاً زید اس کے عیال میں ہے، اُس کا کھانا پہننا سب اُس کے

---

[۱] ردالمحتار کتاب الاضحیۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۳۴

Marfat.com

پاس سے ہوتا ہے، یا یہ اس کا وکیل مطلق ہے، اس کے کاروبار یہ کیا کرتا ہے، ان صورتوں میں ادا ہو جائیگی، درمختار میں ہے:

لا عن زوجتہ وولدہ الکبیر العاقل، ولو ادی عنھما بلا اذن اجزأ استحسانا للاذن عادۃ ای لوفی عیالہ والا فلا قھستانی عن المحیط، فلیحفظ، قلت و مسئلۃ القائم بامورہ بامرہ اظھر وازھر لوجود الاذن ولو فی ضمن العام۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

بیوی اور عاقل بالغ بیٹے کی طرف سے اس پر واجب نہیں، اور اگر ان دونوں کی طرف سے اجازت کے بغیر ادا کر دے تو استحساناً جائز ہے عادتاً اجازت کی بناء پر، یعنی جب عاقل بالغ بیٹا اسکی عیال میں شامل ہو ورنہ اجازت کے بغیر نہیں، یہ قہستانی نے محیط سے نقل کیا ہے، تو اس کو محفوظ کر لو، میں کہتا ہوں اگر وہ بیٹا والد کے کام میں مشغول ہو والد کے حکم سے تو پھر یہ مسئلہ زیادہ ظاہر اور بہتر ہے کیونکہ اذن پایا گیا اگرچہ عام کے ضمن میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۸ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آیا آدمی پر اولاد صغار کی طرف سے قربانی مثل صدقۂ فطر واجب ہے، اپنے مال سے کرے یا ہر شخص اپنی علیحدہ کرے، اور جس قدر چاہے اس قدر کرے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اولاد صغار کی طرف سے قربانی اپنے مال سے کرنا واجب نہیں، ہاں مستحب ہے، اور قربانی جس پر واجب ہے اس پر ایک ہی واجب ہے زیادہ نفل ہے، چاہے ہزار جانور قربانی کرے گا ثواب ہے، نہ کرے گا کچھ مواخذہ نہیں۔

فی الدر المختار تجب التضحیۃ عن نفسہ لا عن طفلہ علی الظاہر، بخلاف الفطرۃ، شاۃ او سبع بدنۃ اھ ملتقطا، وفی الخانیۃ فی ظاھر الروایۃ یستحب

درمختار میں ہے قربانی خود اپنی طرف سے واجب ہے، نابالغ اولاد کی طرف سے اس پر واجب نہیں بخلاف فطرانہ کے، قربانی کے لئے بکری یا اونٹ یا گائے کا ساتواں حصّہ واجب ہے اھ ملتقطا، اور خانیہ میں ہے کہ ظاہر روایۃ یہ کہ نابالغ کی طرف

ل؎ درمختار کتاب الزکوٰۃ باب صدقۃ الفطر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۳
ل؎ " کتاب الاضحیۃ " ۲/۲۳۱

Marfat.com

ولا یجب بخلاف صدقۃ الفطر، والفتوٰی علی ظاھر الروایۃ اھ ملخصا، واللہ تعالٰی اعلم۔

سے مستحب ہے واجب نہیں بخلاف صدقۂ فطر کے، اور فتوٰی ظاہر روایۃ پر ہے اھ ملخصا، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۹ از دیورنیاں ضلع بریلی مسئولہ رحیم بخش بروز شنبہ تاریخ ۱۱ ۱۳۳۴ھ

جناب مولوی صاحب قبلہ! بعد ادائے آداب کے عرض ہے، دیگر احوال یہ ہے، ایک شخص نے ایک راس بکری عید اضحٰی کو قربانی کی اور اس کی کلیجی ٹول اور خاسہ میں باندھ کر قبر کہنہ میں دفن کیا اور راس مذکور کا گوشت سب تقسیم کردیا، اپنے لئے قطعی نہیں رکھا، محلہ والوں نے سبب دریافت کیا تو اُس نے جواب دیا کہ مجھ کو اپنے فعل کا اختیار ہے، تحریر فرمائیے کہ یہ قربانی جائز ہے یا کیا قصہ ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے کوئی ٹوٹکا کیا ہے، تحریر فرمائیے کہ کیا وجہ ہے؟

الجواب

کلیجی دفن کرنا مال ضائع کرنا ہے اور اضاعتِ مال ناجائز، اگر اس نے بہ نیت قربانی جانور مولا تعالٰی کیلئے ذبح کیا تو قربانی ہوگئی اور بعد کو اس کا یہ فعل منافیِ قربانی نہیں، اور اگر سرے سے اس کا ذبح ہی کسی ٹوٹکے یا عمل کیلئے تھا، نہ بہ نیت ادائے واجب، تو قربانی نہ ہوئی۔ وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۰ از موضع بہدور ضلع پٹنہ مرسلہ مولوی عبدالحکیم صاحب ڈاکخانہ سرمرہ بروز چہارشنبہ ۴ ذیقعدہ ۱۳۳۴ھ

ورثۃ الانبیاء کیا حکم دیتے ہیں اس مسئلہ میں کہ منجانب میّت جو قربانی دی جائے اُس گوشت کو کس طرح تقسیم کیا جائے، اس کا رواج ہے کہ ایک حصہ خویش واقرباء اور ایک وقف علی المساکین، اور تیسرا حصہ وقف کیا جاتا ہے۔ مع دلیل جواب ارشاد ہو۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اس کے بھی یہی حکم ہیں جو اپنی قربانی کے، کہ کھانے، کھلانے، تصدق، سب کا اختیار ہے، اور مستحب تین حصے ہیں، ایک اپنا، ایک اقارب، ایک مساکین کا۔ ہاں اگر میّت کی طرف سے بحکم میّت کرے، تو وہ سب تصدق کی جائے۔ ردالمحتار میں ہے:

من ضحی عن المیت یصنع کما یصنع فی اضحیۃ

اگر میّت کی طرف سے قربانی کی تو صدقہ اور کھانے میں

---

[1] فتاوٰی قاضیخاں کتاب الاضحیۃ فصل فی صفۃ الاضحیۃ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۳۴۷

Marfat.com

نفسہ من التصدق والاکل والاجر للمیت و الملك للذابح قال الصدر والمختار انہ ان بامر المیت لایاکل منہا والا یاکل" بزازیۃ[1]۔

میں اپنی ذاتی قربانی والا معاملہ کیا جائے اور اجروثواب میت کے لئے ہوگا اور ملکیت ذبح کرنے والے کی ہوگی، فرمایا صدر نے اور مختار یہ ہے کہ اگر میت کی وصیت پر قربانی اس کے لئے کی تو خود نہ کھائے ورنہ کھائے، بزازیہ۔ (ت)

اور فقیر کا معمول ہے کہ قربانی ہر سال اپنے حضرت والد ماجد خاتم المحققین قدس سرہ العزیز کی طرف سے کرتا ہے اور اس کا گوشت پوست سب تصدق کردیتا ہے اور ایک قربانی حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کرتا ہے، اور اس کا گوشت پوست سب نذر حضرات سادات کرام کرتا ہے، تقبل اللہ تعالٰی منی ومن المسلمین (آمین) (اللہ تعالٰی میری طرف اور سب مسلمانوں کی طرف سے قبول فرمائے، آمین۔ ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۱: از قصبہ حافظ گنج ضلع بریلی مرسلہ رحیم بخش منہار ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

گوشت قربانی کا جو بقرعید میں اہلِ اسلام میں ہوتا ہے وہ اہلِ ہنود کو دیا جائے یا نہیں؟ اس مسئلہ کی ہم کو ضرورت ہے، جواب سے مطلع فرمائیے گا۔

الجواب

قربانی اگر فقیر نے کی ہو اس کا گوشت کسی کافر کو دینا جائز نہیں، اگر دے گا تو اتنے گوشت کا تاوان دینا لازم ہوگا، اور اگر غنی نے کی تو ذبح کرنے سے اُس کا واجب ادا ہوگیا، گوشت کا اسے اختیار ہے، مگر مستحب یہ ہے کہ اس کے تین حصے کرلے، ایک حصہ اپنے لئے، ایک عزیزوں خویشوں کے لئے، ایک تصدق کے لئے، یہاں کے کفار کو دینا ان تینوں مدوں سے خارج ہے، لہذا انھیں دینا خلافِ مستحب ہے، اور اپنے مسلمان بھائی کو چھوڑ کر کافر کو دینا حماقت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۲: از چتور گڑھ محلہ چھیپیاں مسئولہ جمیع مسلمانان گنہ گار ۱۵ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قربانی کا، عقیقہ کا گوشت کافر کو دینا جائز ہے یا ناجائز؟ اسی طرح قربانی کے رودہ اور آنت کا کافر کو دینا کیسا؟ اور اگر کسی نے نہ جاننے کی حالت میں گوشت یا رودہ وغیرہ دلایا تو اس کی قربانی ادا ہوئی یا نہیں؟

---

[1] ردالمحتار کتاب الاضحیۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۰۷

Marfat.com

الجواب

آنت کھانے کی چیز نہیں، پھینک دینے کی چیز ہے، وہ اگر کافر لے جائے یا کافر کو دے دی جائے تو حرج نہیں،

الخبیثٰت للخبیثین والخبیثون للخبیثٰت [1] خبیث چیزیں خبیث لوگوں کے لئے اور خبیث لوگ خبیث چیزوں کے لئے۔ (ت)

یہاں کے کافروں کو گوشت دینا جائز نہیں، وہ خاص مسلمانوں کا حق ہے،

والطیبٰت للطیبین والطیبون للطیبٰت [2] طیب چیزیں طیب لوگوں کے لئے اور طیب لوگ طیب چیزوں کے لئے۔ (ت)

پھر بھی اگر کوئی اپنی جہالت سے دے گا قربانی میں کوئی حرج نہ کرے گا، وھو اعلم۔

مسئلہ ۲۲۳ مسئولہ اکبر یار خاں باشندہ سوداگری محلہ بریلی سوداگر چشمہ بروز جمعہ ۱۱ ذوالقعدہ ۱۳۳۲ھ

ایک شخص نے ایک قربانی تین آدمیوں کے نام جو مر گئے ہیں، کیا، وہ فرماتے ہیں قربانی درست ہوئی یا نہیں؟

الجواب

قربانی اللہ عزوجل کے لئے کی، اور اس کا ثواب جتنے مسلمانوں کو پہنچانا چاہا اگرچہ عام امت مرحومہ کو، تو قربانی درست ہوگی، اور ثواب سب کو پہنچے گا، اور اگر اُن تینوں میتوں نے اپنی طرف سے قربانی کی وصیتیں کی تھیں، تو ہر ایک کے مال سے جُدا قربانی لازم ہے، ایک قربانی دو کی طرف سے نہیں ہوسکتی، اگر کی جائے تو کسی کی طرف سے نہ ہوگی محض گوشت ہوگا۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۴ از سیتاپور ڈاکخانہ خیرآباد مدرسہ نیازیہ مرسلہ شکور اللہ صاحب ۲۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

زید نے نیت قربانی کی اور عمرو نے عقیقہ کی نیت، جانور واحد معین میں کر کے جانور حلال کیا، اور دونوں نے آپس میں برابر گوشت تقسیم کرلیا، عمرو کا عقیقہ اور زید کی قربانی صحیح ہوئی یا نہیں؟

الجواب

گائے یا اُونٹ میں دو سے سات تک شریک ہوسکتے ہیں، اور صحیح یہ ہے کہ کسی طرح باہم

ع اصل میں بیاض تھی اندازہ سے درست کیا۔

---

[1] و [2] القرآن الکریم ۲۴/۲۶

Marfat.com

حصہ کریں جبکہ ایک حصہ سے کم نہ ہو جائز ہے، ہاں اگر ایک نے سوا چھ حصے لئے دوسرے نے پون، تو وہ جانور نرا گوشت ہو گیا، قربانی و عقیقہ کچھ نہ ہوا، نہ اس پون والے کا نہ سوا چھ والے کا، کہ ایک حصہ سے کم میں تقرب نہیں ہو سکتا، اور جب اس کے ایک جز میں نہ ہوا تو کسی جز میں نہ ہوا، اللہ عزوجل ہر شریک سے غنی ہے، یہ نہیں ہو سکتا کہ بعض اُس کے لئے اور بعض غیر کے لئے، جس کا ایک ذرّہ غیر کے لئے ہو وہ کُل غیر کے لئے ہے، یہاں جبکہ دو شخصوں میں گائے نصفا نصف ہے تو ہر ایک کے ساڑھے تین حصے ہوئے، ایک حصہ ٹوٹا مگر اور سالم حصے موجود ہیں، اور قربانی عقیقہ دونوں اللہ ہی کے لئے ہیں لہذا دونوں صحیح ہو گئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۵ ۹ ذی الحجہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بکرے دو طرح خصی کئے جاتے ہیں، ایک یہ کہ رگیں کوٹ دی جائیں، اس میں کوئی عضو کم نہیں ہوتا، دوسرے یہ کہ آلت تراش کر پھینک دی جاتی ہے، اس صورت میں ایک عضو کم ہو گیا، آیا ایسے خصی کی بھی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ بوجہ مذکور ممانعت کرتے ہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جائز ہے کہ اس کی کمی سے اس جانور میں عیب نہیں آتا بلکہ وصف بڑھ جاتا ہے کہ خصی کا گوشت بہ نسبت فحل کے زیادہ اچھا ہوتا ہے فی الهندية عن الخلاصة يجوز المجبوب العاجز عن الجماع[1] الخ (ہندیہ میں خلاصہ سے منقول ہے کہ ذکر کٹا جو جفتی کے قابل نہ رہا وہ قربانی میں جائز ہے الخ۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۶ ۹ ذی الحجہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک گائے کا کان چرا ہوا ہے جیسے گاؤں کے لوگ بچپن میں کان چیر دیتے ہیں کہ طول یا عرض میں شق ہو جاتا ہے مگر وہ ٹکڑا کان ہی میں لگا رہتا ہے جدا نہیں ہوتا اور اس کے سینگ جو گھوم کر چہرے پہ آئے، اور ایک سینگ آنکھ تک آیا جس سے آنکھ کو نقصان پہنچنے کا احتمال تھا اُس کی نوک تراش دی گئی، ایسی گائے کی قربانی شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بلاشبہہ جائز ہے، مگر مستحب یہ ہے کہ کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں بالکل سلامت ہوں، فی العالمگیرية تجزئ الشرقاء وهی عالمگیری میں ہے قربانی شرقاء جائز ہے یہ وہ ہے

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الاضحیۃ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۲۹۷

Marfat.com

مشقوقة الاذن طولا، والمقابلة ان يقطع من مقدم اذنها شیئ ولایبان بل یترك معلقا، والمدابرة ان یفعل ذٰلك بمؤخر الاذن من الشاة، وما روی ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم نهی ان یضحی بالشرقاء والمقابلة والمدابرة والخرقاء فالنهی فی الشرقاء والمقابلة والمدابرة محمول علی الندب وفی الخرقاء علی الکثیر علی اختلاف الاقاویل فی حد الکثیر کذا فی البدائع[1]

جس کے کان لمبائی میں چرے ہوئے ہوں، اور مقابلہ جائز ہے یہ وہ جائز ہے جس کے کان کا اگلا کچھ حصہ کٹا ہو لیکن جُدا نہ ہو بلکہ لٹکا ہوا ہو، اور مدابرہ جائز ہے یہ وُہ ہے جس کے کا پچھلا حصہ اسی طرح کٹا ہو۔ یہ صفات بکری کی ہیں، اور جو مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شرقاء، مقابلہ، مدابرہ اور خرقاء کی قربانی سے منع فرمایا ہے، تو شرقاء، مقابلہ اور مدابرہ میں یہ نہی تنزیہہ پر محمول ہے جبکہ کثیر کی حد میں اقوال کا اختلاف ہے، بدائع میں یوں ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

یضحی بالجماء ھی التی لاقرن لها خلقة وکذا العظماء التی ذهب بعض قرنها بالکسر اوغیرہ فان بلغ الکسر الی المخ لم یجز قهستانی، وفی البدائع ان بلغ الکسر المشاش لایجزئ والمشاش رؤس العظام مثل الرکبتین والمرفقین اھ[2] واللّٰه تعالٰی اعلم۔

جماء کی قربانی جائز ہے یہ وہ ہے جس کے سینگ پیدائشی طور پر نہ ہوں، اور یوں عظماء بھی جائز ہے یہ وہ ہے جس کے سینگ کا کچھ حصہ ٹوٹا ہوا ہو، اور غیر میں اگر سینگ مُخ سمیت ٹوٹا ہو تو جائز ہے، قہستانی۔ اور بدائع میں ہے اگر سینگ کا ٹوٹنا مشاش تک ہو جائے تو ناجائز ہے، اور مشاش یہ ہڈی کا سرا ہے جیسے گھٹنے اور کہنیاں میں اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۷: ۱۴ جمادی الآخرہ ۱۳۲۳ھ

ایک راس عقیقے کے لئے خریدی، اس کا سینگ ٹوٹ گیا، اب دوبارہ پھر نکل آیا، یہ راس قابلِ قربانی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الاضحیۃ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۲۹۸

[2] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۰۵

Marfat.com

الجواب

سینگ ٹوٹنا اُس وقت قربانی سے مانع ہوتا ہے جبکہ سر کے اندر جڑ تک ٹوٹے، اگر اوپر کا حصہ ٹوٹ جائے تو مانع نہیں،

فی رد المحتار یضحی بالجماء وھی التی لاقرن لھا خلقۃ، وکذا العظماء التی ذھب بعض قرنھا بالکسر اوغیرہ، فان بلغ الکسر الی المخ لم یجز قہستانی، و فی البدائع ان بلغ الکسر المشاش لایجزئ والمشاش رؤس العظام مثل الرکبتین والمرفقین اھ۔[1]

ردالمحتار میں ہے جماء کی قربانی جائز ہے یہ وہ ہے کہ جس کے سینگ پیدائشی نہ ہوں، اور یوں عظماء بھی، یہ وہ ہے کہ جس کے سینگ کا کچھ حصہ ٹوٹا ہو، اور مخ تک ٹوٹ چکا ہو تو ناجائز ہے، قہستانی۔ اور بدائع میں ہے اگر یہ ٹوٹ مشاش تک ہو تو ناجائز ہے اور مشاش ہڈی کے سرے کو کہتے ہیں جیسے گھٹنے اور کہنیاں اھ۔ (ت)

اور پھر اگر ایسا ہی ٹوٹا تھا کہ مانع ہوتا، مگر اب زخم بھر گیا، عیب جاتا رہا تو حرج نہیں لان المانع قد زال وھذا ظاھر (کیونکہ مانع جاتا رہا، اور یہ ظاہر ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۸ مسئولہ مولوی خلیل الرحمن متعلم مدرسہ منظر الاسلام اہلسنت وجماعت بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ قربانی کا جانور کس قدر صحیح ہونا چاہئے اور کس قدر سینگ جانور کا ٹوٹا ہوا ہو تو قربانی ہوسکتی ہے، اور جڑ سے ٹوٹ گیا ہو تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں سب اعضاء سلامت ہونا ضروری ہے، سینگ ٹوٹا ہونا مضائقہ نہیں رکھتا مگر جہاں سے اُگا ہے اگر وہاں تک ٹوٹا تو ناجائز ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

قولہ (ویضحی بالجماء) ھی التی لاقرن لھا خلقۃ وکذا العظماء التی ذھب بعض قرنھا بالکسر اوغیرہ فان بلغ الکسر الی المخ لم یجز قہستانی، وفی البدائع ان بلغ الکسر

اس کا قول کہ "جماء کی قربانی جائز ہے، یہ وہ ہے جس کے سینگ پیدائشی طور پر نہ ہوں، اور یوں عظماء بھی، جس کے سینگ کا ٹوٹنا وغیرہ کچھ حصہ میں ہو، اور یہ ٹوٹ مخ سمیت ہو تو ناجائز ہے" قہستانی۔ اور بدائع میں ہے اگر ٹوٹنا مشاش

[1] ردالمحتار کتاب الاضحیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۰۵

Marfat.com

المشاش لایجزئ والمشاش رؤس العظام مثل الرکبتین والمرفقین[1] اھ، واللہ تعالٰی اعلم۔

تک ہو تو ناجائز ہے، مشاش ہڈی کے سرے کو کہتے ہیں جیسے گھٹنے اور کہنیاں اھ، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۳۹ از چونیاں ضلع لاہور ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۲۱ھ

انجمن مذکور کے اشتہار مذکور میں ہے جس جانور کے پیدائشی کان، دم نہ ہوں وہ جائز ہے ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک، اور ناجائز ہے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک۔ مگر چونکہ وہ روایت اصول ہے اس واسطے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتوٰی کے اوپر فتوٰی دیتے ہیں کہ جس جانور کے پیدائشی کان دم نہ ہوں وہ جائز ہے۔

اب حضرت مولانا صاحب جواب خود تحریر فرمائیں کہ ایسا مذکورہ بالا جانور واقعی قربانی میں جائز ہے یا ناجائز؟ کیونکہ میں نے سنا ہے کہ اکثر فتاووں میں ایسے جانور کو ناجائز لکھا ہے، حضرت صاحب انجمن کے اشتہار شائع شدہ میں یہ دونوں مسئلے اسی طرح لکھے ہیں، آیا یہ دونوں مسئلے درست لکھے ہیں یا کہ نہیں؟ مفصل طور پر تحریر فرمائیں بحوالہ کتب معتبرہ۔

الجواب

جس جانور کی اصل پیدائش میں کان اور دم نہ ہوں امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک اس کی قربانی جائز ہے، اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک ناجائز، اور معتمد قول امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ، خانیہ میں ہے،

الشاۃ اذا لم یکن لھا اذن ولا ذنب خلقۃ یجوز، وقال محمد رحمہ اللہ لایکون ھذا، ولو کان لایجوز، وذکر فی الاصل عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ یجوز[2]۔

بکری کی اگر پیدائشی طور پر کان اور دم نہ ہو تو جائز ہے، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا ایسا جانور نہیں ہوتا اگر ہو تو قربانی جائز نہیں ہے، اور مبسوط (اصل) میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول ہے کہ یہ جائز ہے۔ (ت)

اسی طرح اجناس وخلاصہ و بزازیہ میں ہے، غالبًا یہ ہے جس پر اشتہار میں اعتماد کیا، اور

---

[1] ردالمحتار کتاب الاضحیۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۰۵

[2] فتاوٰی قاضیخان " فصل فی العیوب نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۴۸

Marfat.com

واقع میں وُہ قابلِ اعتماد نہ تھا۔

اوّلاً متون و شروح نے عدمِ جواز پر جزم کیا اور قولِ خلاف کا نام نہ لیا، مختصر[1] امام کرخی پھر غایۃ البیان علامہ اتقانی میں ہے:

قال ھشام وسألت ابا یوسف عن السکاء التی لاقرن لھا قال تجزئ فان لم یکن لھا اذن لاتجزئ وھو قول ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی[1]

ہشام نے کہا کہ میں نے امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے سکاء کے متعلق سوال کیا اور یہ وہ ہے جس کے پیدائشی طور پر سینگ نہ ہوں، تو انھوں نے فرمایا جائز ہے اور اگر کان نہ ہوں تو ناجائز ہے یہ امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی کا قول ہے (ت)

ہدایہ[2] میں ہے:

السکاء وھی التی لااذن لھا خلقۃ لاتجوز لان مقطوع اکثر الاذن اذا کان لایجوز فعدیم الاذن اولٰی[2]

سکاء وہ ہے جس کے پیدائشی طور پر کان نہ ہوں، جائز نہیں، کیونکہ جب کان کا اکثر حصہ کٹا ہو تو ناجائز ہے، تو بالکل کان نہ ہوں تو بطریق اولٰی ناجائز ہوگا۔ (ت)

عنایہ[3] و غایۃ[4] البیان و نتائج[5] الافکار وغیرہا میں اس پر تقریر کی، منسک[6] متوسط میں ہے:

لایجوز الذی لا اذن لہ خلقۃ اولہ اذن واحدۃ[3]

جس کے پیدائشی کان نہ ہوں یا صرف ایک کان ہو تو ناجائز ہے (ت)

مسلک[7] متقسط میں اس پر تقریر کی، تنویر[8] الابصار و درمختار[9] میں ہے:

ولا السکاء التی لا اذن لھا خلقۃ[4]

اور سکاء جس کے پیدائشی کان نہ ہوں، ناجائز ہے (ت)

طحاوی[10] و شامی[11] میں اس پر تقریر کی، بدائع[12] امام ملک العلماء میں ہے:

---

[1] غایۃ البیان

[2] الہدایۃ | کتاب الاضحیۃ | مطبع یوسفی لکھنؤ | ۴/۴۴۶

[3] المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط | باب الہدایا | دارالکتاب العربی بیروت | ص ۳۱۴

[4] درمختار | کتاب الاضحیۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/۲۳۳

Marfat.com

لا تجوز مقطوعة احد الاذنين بکمالها، والتی لها اذن واحدۃ خلقۃ۔[1]

ایک کان کامل کٹا ہوا اور جس کا پیدائشی ایک ہی کان ہو ناجائز ہے (ت)

تبیین الحقائق[13] امام زیلعی میں ہے:

السکاء وھی التی لا اذن لہا خلقۃ لا تجوز۔[2]

سکاء وہ ہے جس کا پیدائشی کان نہ ہو، ناجائز ہے (ت)

مناسک[14] امام کرمانی پھر شلبی[15] علی الزیلعی میں ہے:

لانہ فات عنہ عضو کامل۔[3]

کیونکہ اس کا کامل عضو معدوم ہے (ت)

شرح طحاوی[16] امام اسبیجابی پھر خزانۃ[17] المفتین میں ہے:

لایجوز السکاء وھی التی لا اذن لہا خلقۃ اولا الیۃ لہا خلقۃ۔[4]

سکاء وہ ہے جس کا پیدائشی کان یا چکی نہ ہو وہ جائز نہیں ہے (ت)

اتقانی علی[18] الہدایہ میں ہے:

قال محمد رحمہ اللہ تعالٰی فی الاصل بلغنا عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ قال استشرفوا العین والاذن، وروی فی السنن عن علی کرم اللہ وجہہ عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان نستشرف العین والاذن وقد اعتبر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بقاء الاذن فمنع فواتہا من جواز الاضحیۃ۔[5]

امام محمد نے فرمایا اصل میں، کہ ہمیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت پہنچی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ آنکھ اور کان کو بغور دیکھو۔ اور سنن میں حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت فرمایا کہ ہم آنکھ اور کان کو بغور دیکھیں۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کان کی بقا کا اعتبار فرمایا ہے تو معدوم ہونا جوازِ قربانی کے لئے مانع ہوگا۔ (ت)

---

[1] بدائع الصنائع کتاب الاضحیۃ فصل واما شرائط اقامۃ الواجب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/۷۵

[2] تبیین الحقائق کتاب الاضحیۃ المطبعۃ الکبری الامیریۃ بولاق مصر ۶/۶

[3] حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق ″ ″ ″ ″ ۶/۶

[4] خزانۃ المفتین ″ قلمی نسخہ ۲/۲۰۷

[5] غایۃ البیان

Marfat.com

فتح اللہ المعین[19] میں ہے:

لایضحی بالسکاء وھی التی لااذن لھا خلقۃ بخلاف صغیرۃ الاذن[1]

سکاء، جس کے پیدائشی کان نہ ہوں اس کی قربانی نہ کی جائے بخلاف چھوٹے کان کے۔(ت)

مجمع الانہر[20] میں ہے:

ولا السکاء وھی التی لا اذن لھا خلقۃ۔[2]

اور سکاء، جس کے پیدائشی کان نہ ہوں، جائز نہیں۔ (ت)

سراجیہ[21] میں ہے:

لا تجزئ التی لم یخلق لھا اذن[3]

جس کے کان پیدا نہ ہوں جائز نہیں (ت)

ثانیاً یہی قضیۂ حدیث ہے، کما علمت من غایۃ البیان (جیسا کہ تم نے غایۃ البیان سے معلوم کرلیا ہے۔ ت)

ثالثاً اس کی وجہ اظہر واز ہر ہے کما علمت من الھدایۃ ومناسك الکرمانی (جیسا کہ تم نے ہدایہ اور مناسک کرمانی سے معلوم کرلیا ہے۔ ت) ایراث نقص میں عدم طاری واصلی میں تفرقہ کی کوئی وجہ ظاہر نہیں۔

رابعاً یہی اکثر کتب میں ہے والعمل بما علیہ الاکثر (عمل اس پر ہوگا جس پر اکثریت ہو۔ت)

خامساً یہی احوط ہے، تو بوجوہ اسی کو ترجیح، اور اسی پر اعتماد وعمل وفتوٰی واجب۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴: ۹ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گائے کی دُم تہائی کے قریب کٹی ہوئی ہے اور ایک کان چِرا ہُوا ہے مگر حصّہ اس کا جُدا نہ ہوا کان ہی میں لگا ہے، تو اس صورت میں اُس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] فتح المعین کتاب الاضحیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۳۸۰

[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر ؍؍ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۲۰

[3] فتاوٰی سراجیہ کتاب الاضاحی نولکشور لکھنؤ ص ۸۹

Marfat.com

الجواب

جائز ہے،

فی التنویر یضحی بالجماء لامقطوع اکثر الاذن او الذنب[1]، فی الدر المختار للاکثر حکم الکل بقاء و ذھابا، فیکفی بقاء الاکثر وعلیه الفتوٰی[2]، فی الھندیة تجزئ الشرقاء وھی مشقوقة الاذن طولا، والمقابلة ان یقطع من مقدم اذنها شیئ، ولا یبان بل یترك معلقا والمدابرة ان یفعل ذٰلك بمؤخر الاذن، والنھی محمول علی الندب کذا فی البدائع[3] اھ مختصرًا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

تنویر الابصار میں ہے جماء، جس کا پیدائشی سینگ نہ ہو، کی قربانی کی جائے، نہ کہ اس کی جس کا کان یا دُم اکثر کٹی ہو۔ درمختار میں ہے اکثر کا حکم کُل والا ہوتا ہے بقاء اور ضیاع میں، تو اکثر حصہ کی بقاء کافی ہے اور اسی پرفتوٰی ہے۔ ہندیہ میں ہے شرقاء جائز ہے، یہ وہ جس کا کان لمبائی میں کٹا ہو۔ اور مقابلہ جائز، یہ وہ ہے جس کا کان آگے سے کٹا ہو اور جُدا نہ ہوا ہو بلکہ لٹکتا ہو۔ اور مدابرہ جائز ہے یہ وہ جس کان پیچھے سے ایسے کٹا ہو اور ان سے نہی تنزیہہ پر محمول ہے۔ بدائع میں یوں ہے اھ مختصراً۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۱: قصبہ کوسی کلاں ضلع متھرا، محلہ مسجد منڈی، حافظ محمد رمضان پیش امام بروز یک شنبہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

قربانی کی کھال سید کو یا والدین کو دینا درست ہے یا نہیں، کتاب مالابدمنہ کے اندر صدقہ نفل سید کو جائز لکھا ہے[4]، اب یہ امر قابلِ تحقیق ہے کہ کھال قربانی صدقہ واجب ہے یا نفل ہے، سید کو قربانی کی کھال دے یا نہیں؟ اکثر لوگ قربانی کی کھال دے دیا کرتے ہیں، درست ہے یا نہیں؟

الجواب

قربانی کی کھال سادات کرام کو دینا جائز ہے، اپنے ماں باپ اولاد کو بھی دے سکتا ہے، شوہر زوجہ کو زوجہ شوہر کو دے سکتی ہے، وہ بہ نیتِ تصدق ہو تو صدقہ نافلہ ہے ورنہ ہدیہ، سقا کو دینے میں

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الاضحیۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۳۳
[2] " " " ۲/۲۳۳
[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الاضحیۃ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۲۹۸
[4] مالابدمنہ (فارسی) کتاب الزکوٰۃ مطبع علوی لکھنؤ ص ۵۹

Marfat.com

بھی حرج نہیں۔ وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴۲: مرسلہ حاجی الٰہ یار خاں صاحب تاجر کتب ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ

قربانی کی کھال کو بہ نیت تصدق فروخت کرنا یا اس کی قیمت سے بوریا وغیرہ خرید کر مسجد میں رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جائز ہے کہ تصدق کے لئے بیچنا یا مسجد کے صرف میں لانا دونوں قربت ہیں، اور یہاں وہی مقصود، لا عین التصدق ولا تصدق العین (نہ کہ عین التصدق اور عین چیز کا تصدق۔ ت) عالمگیری میں ہے:

لایبیعہ بالدراھم لینفق الدراھم علی نفسہ وعیالہ، ولو باعھا بالدراھم لیتصدق بھا جاز، لانہ قربۃ کالتصدق کذا فی التبیین[1] اھ ملخصًا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اپنے یا اپنی عیال پر خرچ کرنے کے لئے قربانی کی کھال کو دراہم سے فروخت نہ کرے اور اگر دراہم کا صدقہ کرنا ہو تو جائز ہے کیونکہ یہ صدقہ کی طرح عبادت ہے تبیین الحقائق میں یوں ہے اھ ملخصًا۔ واللہ تعالٰے اعلم (ت)

ایضاح الجواب اصل یہ کہ اضحیہ مثل دم قران وتمتع وذبح تطوع، دم شکر ہے ان میں قربت مقصودہ صرف اراقۃ دم لوجہ اللہ سے حاصل ہو جاتی ہے، ولہذا ان کے لحم وغیرہ کا تصدق واجب نہ ہوا، اور خود کھانے کی بھی اجازت عطا فرمائی،

قال تعالٰی فکلوا منھا واطعموا القانع والمعتر[2] وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کلوا واطعموا وادخروا۔ اخرجہ احمد والشیخان[3] عن سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا قربانی سے خود کھاؤ اور قناعت والے اور محتاج کو کھلاؤ۔ اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: کھاؤ، کھلاؤ اور ذخیرہ کرو۔ اس کو احمد اور شیخین نے سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

اور کھال کی کوئی چیز مثل مشکیزہ وغربال و پوستین وتوشہ دان وفرش وتکیہ وجلد کتاب وغیرہا

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الاضحیۃ الباب السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۰۱

[2] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۶

[3] صحیح البخاری کتاب الاضاحی باب مایؤکل من لحوم الاضاحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۳۵

Marfat.com

بناکر اپنے تصرف میں لانا بھی روا،

كما نص عليه فى عامة كتب المذهب وعن ام المؤمنين عائشة رضى الله تعالٰى عنها قالت قالوا يارسول الله ان الناس يتخذون الاسقية من ضحاياهم و يحملون فيها الودك فقال وما ذاك قالوا نهيت ان توكل لحوم الاضاحى بعد ثلث قال نهيتكم من اجل الدافة فكلوا وادخروا وتصدقوا۔ اخرجه احمد والبخارى و مسلم[1]۔

جیسا کہ اس پر عام کتب مذہب میں تصریح کی ہے اور حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم نے عرض کی یارسول اللہ! لوگ قربانی کے چمڑے سے مشکیزے بناتے ہیں اور مشکیزوں میں چربی بھر لیتے ہیں تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا یہ کیا ہوا، انھوں نے عرض کی آپ نے تین دن کے بعد قربانی کے گوشت کھانے سے منع فرمادیا ہے، حضور علیہ الصلوۃ و السلام نے فرمایا میں نے تمھیں ضرورتمندوں کی آمد کی وجہ سے منع کیا تھا تو اب کھاؤ اور ذخیرہ کرو اور صدقہ کرو۔ اس کی تخریج امام احمد، بخاری اور مسلم نے کی ہے (ت)

اسی طرح مذہب صحیح میں جلد و لحم کی تبدیل بھی ایسی اشیاء سے جائز ٹھہری جو اپنی بقائے عین کے ساتھ استعمال میں آئیں، جیسے برتن، کتابیں، کپڑے۔ ہدایہ وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے:

اللفظ للهداية يعمل منه اٰلة تستعمل فى البيت كالنطع والجراب والغربال و نحوها لان الانتفاع به غير محرم ولاباس بان يشترى به ماينتفع به فى البيت بعينه مع بقائه استحسانا، وذلك مثل ماذكرنا، لان للبدل حكم المبدل، واللحم بمنزلة الجلد فى الصحيح[2]، اھ ملخصا۔

ہدایہ کے الفاظ میں ہے اس کھال سے گھر کے استعمال والے آلات بنائے جائیں مثلاً بچھونا، تھیلا، غربال (چھلنی) جیسی چیزیں، کیونکہ کھالوں سے انتفاع حرام نہیں ہے اور ان سے گھر میں استعمال کیلئے چیز خریدنا جو لعینہٖ باقی رہے تو استحساناً اس میں کوئی حرج نہیں، اس کی مثال ہماری ذکر کردہ چیزیں ہیں، کیونکہ بدل کا حکم مبدل والا ہے، اور گوشت حکم میں بمنزلہ کھال کے ہے صحیح مذہب میں، اھ ملخصاً۔ (ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب ماکان من النہی عن اکل لحوم الاضاحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۵۸

[2] الہدایۃ کتاب الاضحیۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۴۸

Marfat.com

یوہیں اغنیاء کو گوشت یا کھال یا اس کی کوئی چیز بنا کر یا اسی قسم کی اشیاء ان کے عوض خرید کر ہدیہ دینا بھی جائز ہوا،

لانہ لما جاز التصرف بنفسہ، فجواز الھدیۃ من باب اولٰی کما استدل فی الھدایۃ لجواز اطعام الغنی بقولہ متی جاز اکلہ وھو غنی جاز ان یوکل غنیا۔[1]

کیونکہ جب خود اپنا تصرف جائز ہے تو ہدیہ کا جواز بطریق اولٰی ہوگا جیسا کہ ہدایہ میں غنی کو کھلانے کے جواز پر استدلال فرماتے ہوئے فرمایا جب خود غنی ہونے کے باوجود کھانا جائز ہے تو کسی غنی کو کھلانا بھی جائز ہے۔ (ت)

ولہذا فقیر کو دینے میں تملیک شرط نہ ہوئی، بلکہ اباحت بھی روا ٹھہری، یعنی دے نہ ڈالے، بلکہ دسترخوان پر بٹھا کر کھلا دے۔ شرح نقایہ علامہ برجندی میں ہے:

ویوکل ای یطعم من شاء منھا علی طریق الاباحۃ سواء کان فقیرا او غنیا، ویھب من یشاء علی سبیل التملیک، فقیرا او غنیا۔[2]

قربانی کے گوشت میں سے جس کو چاہے دے اباحت کے طور پر، اور ہبہ کے طور پر تملیک کرے فقیر کو خواہ غنی کو۔ (ت)

شرح لباب میں ہے:

کل دم وجب شکرا، فلصاحبہ ان یاکل منہ ماشاء، ویوکل الاغنیاء، ولو بالاباحۃ والفقراء تملیکا او اباحۃ ولا یجب التصدق بہ، لا بکلہ، ولا ببعضہ[3] اھ ملخصاً۔

ہر قربانی جو بطور شکر واجب ہو تو مالک کو اختیار ہے جتنا چاہے کھائے، اغنیاء کو کھلائے اباحت کے طور پر خواہ تملیک کے طور پر، فقیر کو خواہ غنی کو، کل یا بعض گوشت کا صدقہ واجب نہیں ہے اھ ملخصاً۔ (ت)

اور یہ معنی خود آیت وحدیث سے مستفاد کہ اطعموا[4] فرمایا نہ کہ اعطوا، البتہ یہ ناجائز ہے کہ اپنے یا

---

[1] الھدایۃ کتاب الاضحیۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۴۸

[2] شرح النقایۃ للبرجندی " نولکشور لکھنؤ ۳/ ۱۹۹

[3] المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط مع ارشاد الساری باب الھدایا فصل فیما لا یجوز من الھدایا دار الکتاب بیروت ص ۳۱۴

[4] صحیح البخاری کتاب الاضاحی باب ما یوکل من لحوم الاضاحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۳۵

Marfat.com

اپنے اہل وعیال یا اور اغنیا کے صرف میں لانے کو گوشت یا کھال یا کسی جز کو بعوض ایسی اشیاء کے فروخت کرے جو استعمال میں خرچ ہوجائیں اور باقی نہ رہیں جس طرح روپیہ پیسہ یا کھانے پینے کی چیزیں یا تیل پھلیل وغیرہ کہ ان کے عوض اپنی نیت سے بیچنا تمول ہے، اور نیت اغنیا مثل اپنی نیت کے ہے، اور یہ جانور جس سے اقامت قربت ہوئی، اس قابل نہ رہا کہ اس کے کسی جز سے تمول کیا جائے۔ ہدایہ میں ہے:

لایشتری به مالاینتفع به الا باستهلاکه کالخل والابازیر اعتبارا بالبیع بالدراهم، والمعنی فیه انه تصرف علی قصد التموّل[1]

قربانی کی کھال سے ایسی چیز نہ خریدے جس کو ہلاک کرکے نفع اٹھائے جیسے سرکہ یا بیج، جس طرح کہ دراہم سے نفع بطریقہ ہلاک ہوتا ہے تو یہ بھی منع ہے منع کی وجہ مال حاصل کرنے کی غرض سے تصرف کرنا ہے۔(ت)

علامہ عینی بنایہ میں فرماتے ہیں:

والمعنی فی عدم اشتراء مالاینتفع به الابعد استهلاکه انه تصرف علی قصد التمول، وهوقد خرج عن جهة التمول[2]

ایسی چیز خریدنے کی ممانعت میں وجہ یہ ہے کہ ہلاک کرکے نفع کی صورت میں مال حاصل کرنے کی غرض سے تصرف کرنا ہے حالانکہ قربانی میں تو مال سے خارج کرنا مقصود بنا ہے (ت)

بخلاف اس کے کہ اس قسم کی اشیاء سے مصرف خیر میں صرف کرنے کو مبادلہ کرے کہ اس میں معنی ممنوع یعنی تمول متحقق نہیں، تو اس نیت سے یہ استبدال بھی جائز، ولہذا تبیین میں فرمایا:

لوباعها بالدراهم لیتصدق بها جاز لانه قربة کالتصدق[3]

اگر دراہم سے اس لئے فروخت کیا تاکہ دراہم کو صدقہ کرے تو جائز ہے کیونکہ یہ بھی صدقہ کی طرح قربت ہے۔(ت)

خلاصہ یہ کہ بعد قربانی اس کے اجزا میں ہر قسم کا تصرف غنی کو حلال ہے، مگر وہ جس میں معنی تمول پائے جائیں، اسی لئے مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں تصریح کی کہ المعنی انه لایتصرف علی قصد التمول[4] اھ

---

[1] الهدایة کتاب الاضحیة مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۴۴۸

[2] البنایة فی شرح الهدایة 〃 المکتبة الامدادیة مکة المکرمة ۴/۱۹۰

[3] تبیین الحقائق 〃 المطبعة الکبرٰی بولاق مصر ۶/۹

[4] مجمع الانهر شرح ملتقی الابحر 〃 دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۲۱

Marfat.com

(مقصد یہ ہے کہ مال کے حصول کی غرض سے تصرف نہ کرے۔ ت)

اس تحقیق و تنقیح سے واضح ہوا کہ علماء جو ایک شی تصدق کی لکھتے ہیں اُس کے یہ معنیٰ نہیں کہ تصدق عین ضروری ہے یعنی خاص اُسی چیز کو بغیر بدلے خیرات کرے بلکہ مطلقاً ہر شئی کے عوض بیچ کر خیرات کرنی جائز ہے خواہ روپے پیسے ہوں یا اشیائے خوردنی یا اعیان باقیہ، نہ عین تصدق ضرور ہے، جس کے حقیقی معنی فقیر کو مالک کرنا،

کما فی الزکاۃ من فتح القدیر حقیقۃ الصدقۃ تملیک الفقیر[1]

جیسا کہ فتح القدیر کے زکوٰۃ کے باب میں ہے کہ صدقہ کی حقیقت فقیر کو مالک بنانا ہے (ت)

بلکہ مطلقاً ہر مصرفِ خیر میں صَرف کرنا جائز ہے اگرچہ اس میں کسی کی تملیک نہ ہو، جیسے کفنِ مُوتیٰ و نفقۂ مسجد وغیر ذٰلک، ولہذا اباحت روا ٹھہری، اور علامہ زیلعی کی عبارت مذکورہ نے صاف واضح کردیا کہ قربت چاہیے خاص تصدق کی کوئی خصوصیت نہیں، اور خود ظاہر ہے کہ جب بے صورت تمول اپنے اور اغنیا کے صرف میں لانا روا ہوا، اور جانور کا قربت کے لئے ہونا اس کا مانع نہ ٹھہرا تو مصارفِ خیر جس میں اصلاً بوئے تمول نہیں اور خود امورِ قربت ہیں، بدرجۂ اولیٰ جائز ہوں گے۔

اب حکمِ مسئلہ بحمد اللہ روشن ہولیا، بہ نیت تصدق داموں سے بیچنا عبارت فتاویٰ ہندیہ سے گزرا اور مسجد کی چٹائی وغیرہ میں صرف کرنا بھی قربت ہے، نہ اپنا تمول جو ممنوع ٹھہرا، پس دونوں صورت مسئولہ سائل کا حکم جواز ہے، یہ بحمد اللہ تعالیٰ وہ تحقیق ہے جس سے اس فصل کی تمام جزئیات کا حکم نکل سکتا ہے،

فاتقن ھذا العلک لا تجدہ بھذا الایضاح والتحریر فی غیر ھذا التحریر، ولا علیک من خفائہ علی بعض[عہ] ابناء الزمان المدعین العلم العزیز، واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم۔

اس کو مضبوط کرو ہوسکتا ہے اس وضاحت اور صفائی سے تمھیں کسی اور تحریر میں نہ ملے اور موجودہ زمانے کے مدعینِ علم پر اس کے مخفی ہونے پر تمھیں تعجب نہ ہو۔ واللہ سبحانہ، وتعالیٰ اعلم۔ (ت)

عہ مولوی رشید احمد گنگوہی

---

[1] فتح القدیر کتاب الزکوٰۃ باب من یجوز دفع الصدقۃ الیہ الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۲۰۸

Marfat.com

مسئلہ ۲۴۳ از بنارس محلہ کندی ٹولہ مسجد بی بی راجی شفاخانہ مرسلہ مولوی حکیم عبدالغفور صاحب ۲۵ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چرم قربانی واسطے تعمیر مسجد و اشیائے متعلقہ مسجد مثل بوریا، بدھنا، فرش، شامیانہ وغیرہ یا برائے درستگی قبرستان کے دینا جائز ہے یا نہیں؟ درصورت عدم جواز کے اگر کوئی شخص مصرف مذکور میں صرف کرے، یا بہرا یا یہ وغیرہ ہندو کافر کو دے، تو اس کی قربانی درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب

قربانی اراقۃ دم لوجہ اللہ سے ہوجاتی ہے کما نص علیہ العلماء قاطبۃ (جیسا کہ علماء نے اس پر نص فرمائی ہے۔ ت) اس کے بعد کھانے، کھلانے، دینے، دلانے سے اس میں کچھ فرق نہیں آتا اگرچہ کسی کو دے، اور چرم کے باب میں ابھی بیان ہُوا کہ ہر قربت روا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴۴ از موضع کٹرہ ڈاکخانہ اوبرہ ضلع گیا مرسلہ مولوی عبدالکریم رضا صاحب غرہ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قیمت پوست قربانی مرمت مسجد اور بوریا وغیرہ مسجد میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور غسل خانہ، پاخانہ واردین مسجد کے لئے اس قیمت سے بنوانا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اصل یہ ہے کہ اراقۃ دم سے اقامت واجب کے بعد اجزائے اضحیہ سے صرف تموّل ممنوع ہے خاص تصدق ضرور نہیں بلکہ جمیع انواع خیر کہ مثل تصدق قربت ہیں، سب جائز ہیں، اور بلا بیع خود اپنے تصرف میں لانا دیگر احباب اغنیاء کو ہدیہ دینا بھی جائز،

کما طفحت بنقول ذٰلک کتب المذھب المعتمدۃ ولنا فی خصوص ذٰلک رسالۃ حافلۃ سمیناھا "الصافیۃ الموحیۃ لحکم جلود الاضحیۃ"۔

جیسا کہ تم نے مذہب کی کتب معتمدہ سے فائدہ پایا، اور خاص اس مسئلہ میں ہمارا جامع رسالہ ہے ہم نے اس کا نام "الصافیۃ الموحیۃ لحکم جلود الاضحیۃ" رکھا ہے۔ (ت)

حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کلوا وادخروا واتجروا[1] کھاؤ اور اٹھا رکھو، اور وہ کام کرو جس سے ثواب

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۳

Marfat.com

رواہ ابوداؤد عن نبشۃ الھذلی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ حاصل ہو (اس کو ابوداؤد نے حضرت نبشہ ہذلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

تبیین الحقائق میں ہے:

لو باعھا بالدراھم لیتصدق بھا جاز لانہ قربۃ کالتصدق[1] اگر دراہم کے بدلے فروخت کیا تاکہ دراہم کو صدقہ کرے، تو جائز ہے، کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔ (ت)

لباب میں ہے: لایجب التصدق بہ[2] (سب گوشت صدقہ کرنا واجب نہیں ہے۔ ت)

شرح میں ہے: لابکلہ ولا ببعضہ[3] (نہ سب کا صدقہ کرنا نہ بعض کا واجب ہے۔ ت)

بالجملہ مدار قربت وعدم تمول ہے، اور شک نہیں کہ مسجد کی مرمت، اس میں بوریا وغیرہ آلات کا رکھنا، غسل خانہ بنانا سب افعال قربت ہیں، تو ان میں اس کا صرف ضرور جائز، اسی طرح واردینِ مسجد کے لئے پاخانہ بنوانا اگر فنائے مسجد سے جُدا اور زمین وقف میں خلاف مشروط تصرف سے برکراں ہو، باعثِ اجر ہے، کمالایخفی (جیساکہ مخفی نہیں۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴۵
۱۱ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قربانی کی کھالیں تعمیر دیوار مسجد کے لئے دے دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر کھالیں بیچ کر دام کرلئے ہوں تو یہ دام صرف مسجد میں دے دینا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر کھالیں صرف مسجد کے لئے پہلے سے دے دی جائیں یا اُن کا داموں کے عوض بیچنا اپنے صرف میں لانے کے لئے نہ ہو بلکہ امور قربت وثواب کی غرض سے ہو، تو اُن داموں کا مسجد کے صرف کیلئے دے دینا یہ دونوں صورتیں جائز ہیں، اور اگر کھالیں اپنے صرف میں لانے کے لئے داموں کو بیچ ڈالیں تو یہ دام مسجد میں صرف نہیں ہوسکتے بلکہ مساکین کو دے دیئے جائیں، جس مسکین کو دے وُہ اپنی طرف سے مسجد میں لگادے

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الاضحیۃ المطبعۃ الکبری الامیریۃ بولاق مصر ۶/ ۹
[2] المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط مع ارشاد الساری باب الھدایا دارالکتاب العربی بیروت ص ۳۱۲
[3] " " " " " " " " " "

Marfat.com

تو مضائقہ نہیں،

وذٰلك لان الطریق فی الجلود اما الادخار، واما الائتجار، فاذا اعطاھا المسجد، او باعھا لامور القرب، واعطی الثمن فیہ، فقد اتی بما ینبغی، اما اذا باعھا للتمول، فقد خالف فما حصل خبیث، وسبیلہ التصدق وانما التصدق تملیك للفقیر، اما اذا ملك فقیرا، فاعطی المسجد فلاحرج، فان الصدقۃ قد بلغت محلھا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

یہ اس لئے کہ قربانی کی کھالوں میں طریق ذخیرہ کرنا یا اجر وثواب حاصل کرنا ہے تو جب مسجد کو دیں یا ان کو فروخت کرکے تقرب والے امور کے لئے یا ان کی قیمت ان امور میں خرچ کرنے کے لئے تو اس نے مناسب محل پورا کردیا لیکن اگر مال حاصل کرنے کی غرض سے فروخت کیا تو خلاف ورزی کی لہذا جو مال بنایا خبیث ہوا اس کا راستہ یہی ہے کہ اس کو صدقہ کرے جبکہ صدقہ فقیر کو مالک بنانا ہے تو فقیر کو مالک بنایا تو اس نے مسجد کو دے دیا تو کوئی حرج نہیں کیونکہ صدقہ اپنے محل پہنچ چکا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴۶ مرسلہ جناب حکیم سراج الحق صاحب، شہر الٰہ آباد دروازہ جناب حضرت شاہ محمد اجمل صاحب ۵ ذی الحجہ یک شنبہ ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قربانی کا چمڑا فروخت کرکے مسجد کی جانماز اور مسجد کی مرمت کرنا اور مسجد میں لگانا، عام اس سے کہ مسجد کی دیوار ہو یا مسجد کا پاخانہ، غسل خانہ وغیرہ ہو، جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

قربانی کی کھال ہر اس کام میں صرف کرسکتے ہیں جو قربت وکارِ خیر وباعثِ ثواب ہو۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قربانی کی نسبت فرماتے ہیں،

کلوا وادخروا وائتجروا[1]۔ رواہ ابوداؤد عن نبیشۃ الھذلی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

کھاؤ اور اٹھا رکھو اور وہ کام کرو جس سے ثواب ہو (اسے ابوداؤد نے نبیشہ ہذلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں ہے،

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۳

Marfat.com

لو باعها بالدراھم لیتصدق بھا جاز، لانہ قربۃ کالتصدق[1]

اگر صدقہ کرنے کی غرض سے دراہم کے بدلے فروخت ہو تو جائز ہے کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے (ت)

مگر فنائے مسجد میں پاخانہ بنانا قربت نہیں بلکہ ممنوع ہے کہ مسجد کو بُوئے بد سے بچانا واجب، اور اس کی فنا کا ادب بھی اسی کی مانند ہے یہاں تک کہ علماء نے فنائے مسجد میں بعد مسجدیت جدید دکان بنانے کی ممانعت فرمائی کہ باعثِ بیحرمتی ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

قیم المسجد لایجوزلہ ان یبنی حوانیت فی حد المسجد، او فی فنائہ، لان المسجد اذا جعل حانوتا ومسکنا تسقط حرمتہ، وھذا لایجوز والفناء تبع المسجد، فیکون حکمہ حکم المسجد، کذا فی محیط السرخسی[2]

مسجد کے منتظم کو جائز نہیں کہ مسجد کی حدود میں دکانیں بنائے، کیونکہ مسجد یا فنائے مسجد کو دکانیں بنایا تو مسجد کی حرمت ساقط ہوگی اور یہ جائز نہیں ہے جبکہ فنائے مسجد بھی مسجد کے تابع ہے تو اس کا حکم بھی مسجد والا ہوگا، محیط سرخسی میں یوں ہے (ت)

ہاں اگر حدود و فنائے مسجد سے دُور کوئی پاخانہ مسافروں اور بے گھر نمازیوں کے متعلق مسجد ہے تو اس کی تعمیر یا مرمت ضروری بھی نیت صالحہ سے ضرور قربت و موجبِ اجر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۷: مولانا مولوی بشیر احمد صاحب علی گڈھی بالائے قلعہ مدرس اول مدرسہ منظر الاسلام
یوم یک شنبہ ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کھال قربانی بیچ کر مسجد بنانا درست ہے یا نہیں، اور کوئی عمارت مثل مسافرخانہ، نشست کی چوپال جس میں مسافر یا اپنے ہم قوم مقیم ہوسکیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

مسجد یا لوجہ اللہ مسافرخانہ وغیرہ آرام مسلمانان کی عمارت بنانا جس میں اجر ہو اور حصول اجر ہی کی نیت ہو، بالجملہ ہر اس کام میں جو شرعاً قربت ہو، قربانی کی کھال صرف کرنا ہرگز ممنوع نہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اضحیہ کی نسبت جیسا تصدقوا فرمایا، صدقہ کرو، یونہی واتجروا[3] بھی

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الاضحیۃ المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۶/ ۹
[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف الباب الحادی عشر الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۶۲
[3] سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۳

Marfat.com

ارشاد فرمایا، وہ کام کرو جس میں ثواب ہو، رواہ ابوداؤد عن نبشۃ الھذلی رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے ابوداؤد نے نبشہ ہذلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت) امام زیلعی شرح کنز میں فرماتے ہیں:

لو باعھا بالدراھم لیتصدق بھا جاز لانہ قربۃ کالتصدق[1]

اگر ان کو دراہم کے بدلے فروخت کیا تاکہ دراہم کو صدقہ کرے تو جائز ہے کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے (ت)

معلوم ہوا کہ عین تصدّق لازم نہیں، بلکہ قربت ہونا درکار ہے، تصدق بھی اسی لئے مطلوب ہوا کہ قربت ہے، توجو قربت ہو سب کی وسعت ہے، ہاں بہ نیت تمول اپنے صرف میں لانے کو اس کے دام کرنا جائز نہیں، حدیث:

من باع جلد اضحیتہ فلا اضحیۃ لہ۔ رواہ الحاکم[2] والبیھقی عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

جس نے قربانی کی کھال فروخت کی تو اس کی قربانی نہ ہوئی۔ اس کو حاکم اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

کا یہی محل ہے، اور حدیث صحیحین میں مولٰی علی کرم اللہ وجہہ کو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا اپنے شترانِ قربانی حج کی نسبت حکم فرمانا کہ ان کا گوشت پوست تصدّق کردیں[3]۔ جوازِ تصدّق کی دلیل ہے نہ کہ تعیین تصدّق کی، ورنہ اکل و اذخار بھی ممنوع ہوجائے حالانکہ بالاجماع جائز و منصوص ہے، وہ واقعہ حال ہے، اور وقائع حال کے لئے عموم نہیں، اسی حدیث میں ان کی نکیلیں اور جھولیں تصدّق کردینے کا بھی حکم ہے تو یہ جواد کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بخشش تھی نہ کہ عام تشریع، ہاں جس نے تمول کے لئے بیچی وہ ان داموں کو تصدّق ہی کرے کہ اوّل ان کا حصول بروجہ خبیث ہے، اور جو مال یُوں حاصل ہو اس کی سبیل تصدق ہے، عبارتِ ہدایہ کا یہی مطلب ہے، خود ہدایہ میں فرمایا:

المعنی فیہ انہ تصرف علی قصد التمول[4]

وجہ یہ ہے کہ اس نے مال بنانے کی غرض سے تصرف کیا۔ (ت)

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الاضحیۃ المطبعۃ الکبرٰی الامیریۃ بولاق مصر ۶/۹

[2] المستدرک للحاکم کتاب التفسیر دارالفکر بیروت ۲/۳۹۰

[3] صحیح البخاری کتاب المناسک باب یتصدق بجلود الھدی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۳۲

[4] الھدایۃ کتاب الاضحیۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۴۴۸

Marfat.com

اس مسئلہ کی تحقیق تام مع ازاحتِ اوہام فقیر کے رسالہ الصافیۃ الموحیۃ لحکم جلود الاضحیۃ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۴۸ ازجیت پور کاٹھیاوار مرسلہ مولوی نورمحمد عرف باوامیاں بن قاضی محمد ہاشم امام مسجد جامع جیت پور
۲ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

بخدمت اقدس عالی جناب فیضمآب اعلم اہلسنت وجماعت مجدد مائۃ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ اعلیحضرت مولانا مولوی مفتی حاجی شاہ محمد احمد رضاخاں صاحب ادام اللہ برکاتکم و مدفیوضاتکم علینا آمین۔
ازجانب احقر العباد نورمحمد بن قاضی محمد ہاشم کے، بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے گزارش یہ ہے کہ قربانی کے چمڑوں کو یہاں کے مسلمان اپنے اپنے محلہ کی مسجد میں للہ خیرات دیتے ہیں اور متولیانِ مسجد ان کو بیچ کر قیمت جمع رکھتے ہیں، اور حسبِ ضرورت امام کا پگار اس رقم میں سے دیتے ہیں۔
پس یہ قربانی کے چمڑوں کا مسجد میں خیرات دینا اور اس پیسوں کا امام کو دینا یا دوسرے ضروری خرچ مسجد ڈول رسی وغیرہ میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

قربانی کے چمڑوں کو للہ مسجد میں دے دینا کہ انھیں یا ان کی قیمت کو متولی یا منتظمان مسجد، مسجد کے کاموں مثلاً ڈول، رسی، چراغ، بتی، فرش، مرمت، تنخواہ مؤذن، تنخواہِ امام وغیرہا میں صرف کریں۔ بلاشبہہ جائز و باعثِ اجر وکارِ ثواب ہے۔ تبیین الحقائق میں ہے: جاز لانہ قربۃ کالتصدق[1] (جائز ہے کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔ ت) اسی طرح ہدایہ وکافی وعالمگیری وغیرہا میں ہے۔
ابوداؤد کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: کلوا وادخروا وائتجروا[2] (کھاؤ اور اٹھا رکھو اور وہ کام کرو جس سے ثواب ہو۔ ت) امام اگرچہ غنی ہو اس کی تنخواہ دینے کو متولی یا منتظم ان چمڑوں کو بیچ سکتے ہیں، یا پہلے سے انھوں نے مصارف مسجد کے لئے دام رکھے ہیں، تو ان میں سے تنخواہ دے سکتے ہیں۔

فان الجلد قد وصل موضع التقرب وعطاء وظیفۃ امام المسجد ایضا قربۃ،	کیونکہ کھال تقرب کے مقام کو پہنچ گئی، امام مسجد کو وظیفہ دینا بھی قربت ہے اگرچہ غنی کو لینا قربت نہیں

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الاضحیۃ المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۶/۹
[2] سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۴

Marfat.com

وان لم یکن اخذھا قربۃ للغنی بل مباحا علی المفتی بہ، فلم یکن فی معنی البیع بالدراھم لھدیۃ غنی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

بلکہ مفتی بہ قول پر مباح ہے تو غنی کو ہدیہ دینے کی غرض سے فروخت کے معنی میں نہ ہوئی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴۹ و ۲۵۰: مسئولہ حافظ محمد ایاز صاحب از قصبہ نجیب آباد ضلع بجنور محلہ پٹھان ۲۵ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چرم قربانی امام یا مؤذن مسجد کو دینا یا اس کی قیمت فروخت کرکے دینا جائز ہے یانہیں؟ اگر پیش امام تنخواہ پاتے ہیں تو کیا حکم ہے؟ اور جن کی کوئی تنخواہ بھی مقرر نہیں صرف عید کو کچھ بطور ہدیہ چندہ کرکے دے دیا، عید الاضحی کو قربانی کے چرم وغیرہ دے دیئے، یا محلہ میں نکاح خوانی لیں، اسی پر ان کی گزر اوقات ہے، تو ایسوں کے واسطے چرم قربانی یا اس کی قیمت دینا کیسا ہے اور کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔ کانجی ہاؤس کے نیلام کی راس اور عدالت سے کسی شخص کے قرضہ کی بابت کے نیلام کی راس قربانی کے واسطے علیحدہ علیحدہ کیا حکم رکھتی ہے؟

الجواب

(۱) امام ومؤذن غیر تنخواہ دار کو بطور اعانت چرم قربانی یا اس کی قیمت دینے میں حرج نہیں، اور تنخواہ دار کو بھی جبکہ تنخواہ میں نہ دیں، یعنی زید نے امام کو نوکر رکھا اور اس کی تنخواہ اس کے ذمّہ ہے، یہ قربانی کی کھال بیچ کر اسے ادا کرے تو اپنا روپیہ بچاتا اور اپنا مطالبہ اس سے ادا کرتا ہے، اور یہ تمول ہے اور قربانی سے تمول جائز نہیں، ہاں اگر اہل محلہ نے امام ومؤذن کو مسجد کا نوکر رکھا جس کی تنخواہ ذمہ مسجد ہے تو چرم قربانی یا اس کی قیمت مسجد میں دے کر اس سے تنخواہ ادا کرسکتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) کانجی ہاؤس کے نیلام کی راس خریدنا جائز نہیں، نہ اس کی قربانی ہوسکے کہ وہ فضولی کی بیع ہے، یعنی غیر مالک کی بے اجازت مالک، اور ایسی بیع اجازت مالک پر موقوف رہتی ہے، اور بیع موقوف قبل اجازت مفید ملک نہیں ہوتی، اور ملک غیر کی قربانی نہیں ہوسکتی، اسی طرح کچہری کا نیلام جبکہ قیمت اس مطالبہ سے زائد نہ دی گئی ہو جس میں وہ نیلام ہوا، وہ نیلام بھی بے رضائے مالک ہے، ہاں مثلاً اگر سو روپے کا مطالبہ تھا اور ایک سو کو نیلام ہوا، سو روپے ڈگری دار کو دیئے گئے اور باقی روپیہ اصل مالک کو، اور وہ اس نے لے لیا، تو یہ اس بیع کی اجازت ہوگئی، اب خریدار اس شیئ کا مالک ہوجائے گا، اور اس کی قربانی صحیح ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۱ تا ۲۵۴: از موضع سیسولہ ڈاکخانہ موانہ کلاں ضلع میرٹھ مرسلہ مجید اللہ خاں ۲۹ صفر ۱۳۳۴ھ

حامداً ومصلیاً، کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین مسائل ہذا میں:

Marfat.com

(۱) کھال قربانی کی اگر ہم لوگ بلا رعایت کسی استحقاق خدا کے واسطے خیال کرکے اگر اپنے امام مسجد کو دیں تو جائز ہوگا یا نہیں؟

(۲) آج ہمارا امام غریب ہے کل کو خدا کے فضل سے صاحبِ نصاب ہوگیا تو کھال قربانی اس صورت میں بھی دینا جائز ہوگا یا نہیں؟

(۳) سیّد صاحب کو کھال قربانی اور مدِ زکوٰۃ سے مسلوک ہونا جائز ہوگا یا نہیں؟

(۴) صاحبِ قربانی اپنی قربانی کی کھال کو اپنے صَرف میں لاسکتا ہے تو کس کس خرچ میں؟ ڈول، مصلّی، مشک وغیرہ کے علاوہ تاڑی سائی وغیرہ بھی بنواسکتا ہے یا نہیں؟

فیض اللہ خاں، حبیب خاں، جھدّو خاں، کالے خاں پسر جنگ باز خاں۔

الجواب

واجب اضحیہ اراقۃ دم سے ادا ہوجاتا ہے، اس کے بعد لحم و جلد اس کی ملک ہیں، اس میں ہر تصرف مالکانہ کرسکتا ہے صرف تموّل ممنوع ہے، تو کھال بعینہٖ، خواہ اس کا ڈول، مشک، کتاب کی جلد وغیرہ بنواکر اپنے صرف میں لاسکتا ہے، سیّد کو بھی دے سکتا ہے، ہر غنی کو دے سکتا ہے تو امام نے کیا قصور کیا ہے، عام ازیں کہ صاحبِ نصاب ہو یا نہ ہو، ہاں اُسے داموں سے بیچنا اس غرض سے کہ وہ دام اپنے یا کسی غنی کے صرف میں لائے جائیں، جائز نہیں، وُہ غنی امام ہو یا غیر، یونہی اگر امام اس کا نوکر ہے اور اس کی تنخواہ کے بدلے کھال دی تو ناجائز ہے کہ یہ بھی تمول ہوا یعنی کھال دے کر مال بچانا، اور اگر کھال اس لئے بیچی کہ اس کے دام تصدق کرے تو امام غیر صاحبِ نصاب کو دے سکتا،

وکل ذٰلك مفصل فی فتاوٰنا و فی رسالتنا الصافیۃ الموحیۃ لحکم جلود الاضحیۃ۔

یہ تمام ہمارے فتاوٰی اور ہمارے رسالہ "الصافیۃ الموحیۃ لحکم جلود الاضحیۃ" میں مفصل بیان ہوچکا ہے (ت)

بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں، نہ انھیں لینا جائز، نہ ان کے دئے ادا ہو، یہی ظاہر الروایۃ ہے، اور یہی صحیح ہے، کما بیّناہ فی رسالتنا "الزھر الباسم فی حرمۃ الزکوٰۃ علی بنی ھاشم" (جیسا کہ ہم نے اس کو اپنے رسالہ "الزھر الباسم فی حرمۃ الزکوٰۃ علی بنی ہاشم" میں بیان کیا ہے۔ ت) امامت کے معاوضہ میں بھی چرم قربانی دینا ایک صورت میں جائز ہے، وُہ یہ کہ متولیانِ مسجد یا اہل محلہ نے اسی طرح آسے مقرر کیا کہ تم امامت کرو قربانی کی کھالوں سے تمھاری خدمت کی جائے گی، یہ صورت بھی صورتِ تمول نہیں، چرم قربانی جس طرح مذکور ہوا اپنے مصرف میں مطلقاً لاسکتا ہے، رنگوانے کی شرط محض رنگ آمیزی حماقت

Marfat.com

ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۵۵ مرسلہ سید محمد حسن علی قاضی، مہدپوا، علاقہ اندور محلہ جمال پورہ بروز یک شنبہ تاریخ ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قربانی کی کھال کیسے شخص کو دینا درست ہے اور جائز ہے، اور اگر قربانی کی کھال صاحبِ نصاب کو دے دیں تو قربانی اس کی جائز ہوئی یا نہیں؟ اگر اگر قربانی کی کھال صاحبِ نصاب کو کہ وہ پیش امام بھی مسجد کا ہے، دے دی، تو قربانی اس کی درست اور جائز ہوئی یا نہیں؟ اور اگر قربانی کی کھال مسجد کے پیش امام کا حق سمجھ کر اس کو دے دی جائے یا وہ پیش امام اُن کھالوں کو اپنا حق سمجھ کر بزور لے تو ان کھالوں کا اس شخص کو دینا درست اور جائز ہے یا نہیں؟ اور قربانی ان لوگوں کی درست اور جائز ہوئی یا نہیں؟ اگر قربانی کی کھالیں کسی مسجد کی تعمیر کے کام میں لائیں یا ان کو فروخت کرکے مسجد کے جانماز بنوالیں، یا مسجد کے اور کام میں لائیں مثلاً مسجد کا سقاوا بنوالیں یا مسجد میں اس کی قیمت کا پانی ڈلوائیں تاکہ سب نمازی وضو کریں، یا مسجد میں آفتابے بنوائے جائیں تاکہ نمازی وضو کریں، ان سب صورتوں میں قربانی درست اور جائز ہوئی یا نہیں؟ بحوالہ حدیث وآیات کتبِ معتبرہ تحریر فرمائیں اجر ملے گا دن قیامت کے نزدیک اللہ جل شانہٗ کے۔

الجواب

قربانی اراقۃ دم لوجہ اللہ کا نام ہے، واجب اس قدر سے ادا ہوجاتا ہے، پھر اس کے گوشت پوست کے لئے تین صورتیں ارشاد ہوئی ہیں بعینہٖ اپنے صرف میں لایا جائے یا وقتِ حاجت کے لئے ذخیرہ رکھا جائے، یا اس سے ثواب کا کام کیا جائے،

کلوا وادخروا وائتجروا۔[1] کھاؤ اور اٹھا رکھو اور ہر وہ کام کرو جس سے ثواب ہو۔ (ت)

ثواب میں وُہ مسجد کے سب کام داخل ہیں جو سوال میں مذکور ہوئے اجزائے اضحیہ سے صرف تمول ممنوع ہے کہ اس کے دام کرکے اپنے کام میں لائے جائیں،

من باع جلد اضحیتہ فلا اضحیۃ لہ[2] جس نے اپنی قربانی کی کھال فروخت کی اس کی قربانی نہ ہوئی۔ (ت)

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس ۲/۳۳

[2] المستدرک للحاکم کتاب التفسیر دارالفکر بیروت ۲/۳۹۰

Marfat.com

کھال کی جس طرح جانماز یا کتابوں کی جلدیں یا مشکیزہ اپنے لئے بنوا سکتا ہے یونہی کسی غنی کو بھی ہدیہ دے سکتا ہے اگرچہ وہ غنی امام ہو، جبکہ اس کو تنخواہ میں نہ دی جائے، اور اگر تنخواہ میں دے تو امام اگر اس کا نوکر ہے جس کی تنخواہ اسے اپنے مال سے دینی ہوتی ہے تو دینا ناجائز، کہ یہ دینی تمول ہوا جو ممنوع ہے۔ اور اگر وہ مسجد کا نوکر ہے جس کی تنخواہ مسجد دیتی ہے تو جائز ہے کہ یہ مسجد میں دے دے اور مسجد کی طرف سے امام کی تنخواہ میں دی جائے، قربانی کی کھالوں میں امام کا کوئی حق نہیں اور اسے جبراً لینا حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اپنے مالوں کو آپس میں باطل طریقہ سے نہ کھاؤ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۵۶ از کیلا کھیڑا ڈاکخانہ بازپور ضلع نینی تال مرسلہ عبدالمجید خاں صاحب ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

اس علاقہ میں یہ رسم ہے کہ بقرعید کی قربانی کی کھال مسجد کے پیش امام کو دیتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

قربانی کی کھال امام مسجد کو دینا جائز ہے اگر وہ فقیر ہو اور بطور صدقہ دیں، یا غنی ہو اور بطور ہدیہ دیں، لیکن اگر اس کی اُجرت اور تنخواہ میں دیں تو اس کی دو صورتیں ہیں، اگر وہ اپنا نوکر ہے تو اس کی تنخواہ میں دینا جائز نہیں، اور اگر وہ مسجد کا نوکر ہے اور کھال مہتمم مسجد کو مسجد کے لئے دے دی اس نے مسجد کی طرف امام کی تنخواہ میں دے دی تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۷ محمد عبدالحافظ صاحب، میمن سنگھی مدرس مدرسہ یاکدسر پوست لکھیا ضلع میمن سنگھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ قربانی کی جلد سے مسجد بنانا اور مسجد کے چُونا لگانا اور مرمت کرنا اور چٹائی وفرش خرید نا جائز ہے یا نہیں؟ بدلائل کتب صافیہ وعباراتِ صحیحہ سے بیان فرمایا جائے، فقط۔

الجواب

جائز ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں،

کلوا وادخروا وائتجروا[2]۔ رواہ ابوداؤد عن نبیشۃ الھذلی رضی اللہ

کھاؤ اور اٹھا رکھو اور ثواب کے کاموں میں خرچ کرو (اسے ابوداؤد نے نبیشہ ہذلی رضی اللہ

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۹

[2] سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۳

Marfat.com

تعالیٰ عنہ۔ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

تبیین الحقائق و فتاوٰی عالمگیریہ وغیرہما میں ہے:

لو باعہا بالدراھم لیتصدق بہا جاز لانہ قربۃ کالتصدق[1] اگر دراہم کے بدلے فروخت کیا تاکہ دراہم کا صدقہ کرے تو جائز ہے کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے (ت)

ثابت ہُوا کہ خاص تصدق ضرور نہیں بلکہ ہر قربت، ہاں اس سے اپنا تموّل ممنوع ہے کہ اپنے خرچ کے لئے روپوں یا کسی ایسی ہی چیز سے بدلے جو خرچ ہو جاتی ہے۔ بنایہ شرح ہدایہ للامام العینی میں ہے:

المعنی فی عدم اشتراء مالا ینتفع بہ الا بعد استھلاکہ انہ تصرف علی قصد التمول وھو قد خرج عن جھۃ التمول[2] کھال کے بدلے ایسی چیز نہ خریدنا جس کو ہلاک کرنے کے بعد انتفاع حاصل کی ممانعت کا مطلب مال حاصل کرنے کی غرض سے تصرف مراد ہے جبکہ اس صورت میں تموّل کی جہت خارج ہوگیا (ت)

ظاہر ہے کہ مسجد میں صرف کرنا تموّل سے کوئی علاقہ نہیں رکھتا بلکہ تصرفؔ[عہ] باطل ہے، کوئی ذی شعور ایسا نہیں کہہ سکتا، نہ کہ ذی علم، اُن مدعیوں پر فرض ہے کہ اوّلاً شرع مطہر سے اس کا ثبوت دیں کہ جس مسجد کی مرمت پوست قربانی سے ہوئی ہو اس میں نماز ناجائز ہے، جب وہ ثبوت دینے کا ارادہ کریں گے اُن پر کُھل جائے گا کہ ان کی دونوں باتیں محض بے اصل و باطل تھیں، اُن پر توبہ فرض ہے کہ شرع مطہر پر افترا بہت سخت چیز ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے بھائیوں کو توفیقِ خیر دے، آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۵۸ تا ۲۶۴: از رنگون مگول اسٹریٹ، یونانی ڈسپنسری (یونانی شفاخانہ) مرسلہ حکیم محمد ابراہیم راندیری ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

اس بستی میں دستور ہے کہ قربانی کی کھالیں مسجد کے پیش امام کو دے دیتے ہیں، اگر نہ دی جائے تو جھگڑا بھی ہوتا ہے اور پیش امام صاحب بھی یوں فرماتے ہیں کہ قربانی کی کھالوں کا میں حقدار ہُوں، ضرور مجھے دی جائیں، اور اہل جماعت یُوں کہتے ہیں کہ پیش امام صاحب کو قربانی کی کھالیں تبرعاً دینا جائز ہیں نہ کہ جبراً،

عہ فی الاصل ھکذا ولعلہ من قلم الناسخ والصحیح بلکہ اس کو تموّل کہنا تصرف باطل ہے ۱۲ عبد المنان الاعظمی

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الاضحیۃ المطبعۃ الکبری الامیریۃ بولاق مصر ۶/ ۹

[2] البنایۃ فی شرح الہدایۃ " المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۴/ ۱۹۰

Marfat.com

جب تبرعاً دینا جائز ہے تو کچھ حصہ قیمت چرم قربانی کا امام صاحب کو دینگے، اور کچھ حصہ دیگر مساکین کو دیا جائے تو زیادہ افضل ہے، پس اختلاف طرفین کی جانب سے ایک مولوی صاحب منصف قرار دیئے، منصف مولوی صاحب نے یوں حکم دیا کہ قربانی کی کھال سب کی سب مسجد کے پیش امام صاحب کو دے دو اور کسی دیگر مساکین کو نہ دو، اس واسطے کہ وہ لوگ تمھاری حیات و ممات کے حقدار نہیں، اور پیش امام صاحب پر جبراً لینے سے بھی گناہ نہیں، اور گناہ واقع ہو تو میں یہ اقرار کرتا ہوں کہ حشر کے دن اُس گناہ کی جزا سزا میں نے لی، تم لوگ بے خوف قربانی کے سب چمڑے پیش امام صاحب کو دے دو۔

حاضرین محفل میں سے کسی صاحب نے ان مولوی صاحب سے یہ عرض کیا کہ میں نے ایک گائے کی قربانی کی، اور دو مسکینوں نے ایک ساتھ چمڑا مانگا ان کو دیا جائے یا نہیں؛

مولوی صاحب نے جواب دیا کہ ایک چمڑے کی قیمت یا چمڑہ دو مسکینوں کو دینا مکروہ و منع ہے، اُس نے پھر کہا کہ دوسرا مسکین بھی تو سائل ہے، مولوی صاحب نے کہا کہ دوسرے سائل کا سوال اُس کی دُبر میں جانے دو۔

اب سوال یہ ہے کہ:

(۱) اس طرح جبراً قربانی کی کھال پیش امام کو لینا جائز ہے یا نہیں؛

(۲) اگر جبراً لے لیا تو اس پیش امام کے حق میں حکم شرعی کیا ہے؛

(۳) اور اسی طرح جو شخص جبراً لینے والے کی مدد کرے، اس مددگار کے حق میں کیا حکم ہے؛

(۴) اگر کوئی شخص اس خیال سے کہ امام صاحب کو تنخواہ ملتی ہے، قربانی کی کھال نہ دے تو اس شخص پر امام صاحب کو حاضرین مجلس کے ساتھ غضب خدا پڑنے کی بددُعا کرنا جائز ہے یا نہیں؛

(۵) اُس منصف مولوی صاحب کے حق میں جس نے حشر کے دن مواخذۂ خداوندی کی ضمانت نے لی ہے، کیا حکم ہے، نیز منصف مولوی صاحب ایک مسجد کے پیش امام ہیں، اُن کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۶) جو شخص حق کو باطل کرے اس کے حق میں حکم شرعی کیا ہے؛

(۷) ایک کھال کئی مسکینوں کو صدقہ دینا جائز ہے یا نہیں؛

الجواب

اس شخص نے جھوٹ کہا کہ قربانی کی کھالیں اُس کا حق ہیں، شریعت مطہرہ نے کھالوں میں اتنے اختیار دئے ہیں، وہ صورت کرے کہ بعینہ ان کو باقی رکھ کر استعمال میں لائی جائیں، مثلاً مشک یا

Marfat.com

ڈول یا کتابوں کی جلدیں بنوالے، یا کسی ایسی ہی چیز سے جو باقی رکھی جاتی ہے بدل لے، مثلاً اُن کے بدلے برتن یا کتاب خرید لے، یا بالعینہ کھال اپنے عزیزوں، قریبوں خواہ کسی غنی کو دے دے، یا مسجد یا مدرسہ دینی میں دے دی جائے، یا اُسے تقرب الی اللہ کے لئے بیچ کر اُس کے دام فقرا، مساکین طلبہ وغیرہ ہم مصارفِ خیر کو دیئے جائیں، خواہ ایک کو یا سو کو، یہ جو اس شخص نے کہا کہ ایک چمڑے کی قیمت یا ایک چمڑا دو کو دینا منع ہے، محض جھوٹ کہا، اور شریعتِ مطہرہ پر افترا کیا، اور اس کا یہ کہنا کہ پیش امام کو جبراً لینے سے بھی گناہ نہیں، شریعت پر اس کا دوسرا افترا، اور ظلم کو جائز کرنا ہے، اور اس پر وہ سخت جراءت کہ اُس پر جو سزا ہو وُہ اپنے ذمہ لی، عذابِ الٰہی کو ہلکا سمجھنا اور معاذ اللہ کلمۂ کفر ہے، اس کی امامت جائز نہیں، اور یہ پیش امام اگر کھالیں لینے پر جبر کرے اور اس سے باز نہ رہے تو یہ بھی فاسق معلن ہے، اور اس کا امام بنانا گناہ، اور اس جبراً لینے میں جو اس کی مدد کرے وہ سخت شدید گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے، حدیث میں ہے:

من مشی مع ظالم لیعینہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خرج من الاسلام[1]	جو دانستہ ظالم کی مدد کو چلا وہ اسلام سے نکل گیا۔ (ت)

اور جو شخص امام کو کھال نہیں دیتے خواہ وُہ تنخواہ پاتا ہو یا نہ پاتا ہو، اس میں ان پر کوئی شرعی الزام نہیں کہ امام کو دینا شرع نے واجب نہ کیا تھا، نہ کھال امام کا حق تھی کہ اس کی حق تلفی ہوتی، اس پر جو امام نے اُس مسلمان کو وُہ سخت بددعا دی کہ "وہ خود ہی مستحقِ غضب ہوا، العیاذ باللہ تعالٰی کہ اس نے مسلمان کو ناحق ایذا دی، اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ[2]	جس نے بلاوجہ شرعی کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی، اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔ (ت)

والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۶۵ تا ۲۶۹: از سنبھل محلہ رحمٰن سرائے مرسلہ احمد خاں صاحب ۹ رجادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ (۱) قربانی کے جانور کی کھال کے دام صاحبِ قربانی اپنے صرف میں لائے یا نہیں؟ اور (۲) قربانی کا گوشت کس طرح تقسیم کرے؟ اور (۳) قربانی کے چمڑے کو بحق پیش امام دے یا نہیں؟

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۶۱۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/ ۲۲۷

[2] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/ ۳۷۳

Marfat.com

اور مسجد[۲] میں صرف کرے یا مدرسۂ علم قرآن وحدیث میں؟ اور سہری[۵] قربانی کی حجام اپنا حق سمجھ کر لے تو دے یا نہیں؟

الجواب

قربانی[۱] کی کھال کے دام صاحبِ قربانی اپنے صرف میں نہیں لا سکتا۔ حدیث میں ہے:

من باع جلد اضحیتہ فلا اضحیۃ لہ[۱] جو اپنی قربانی کی کھال بیچے اس کی قربانی نہ ہوئی۔

مستحب[۲] یہ ہے کہ گوشت کے تین حصے کرے، ایک حصہ اپنا، ایک احباب کا، ایک مساکین کا۔

پیش[۳] امام کا اس میں کوئی حق نہیں، دو تو اختیار ہے، لیکن اگر وہ اس کا نوکر ہے تو تنخواہ میں نہیں دے سکتا، مسجد[۴] اور مدرسہ دینیہ دونوں میں صرف کرنا جائز۔ حجام[۵] کا اس میں کوئی حق نہیں، دینے کا اختیار ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۷ از موضع میونڈی بزرگ ضلع بریلی مسئولہ سید امیر عالم حسین صاحب ۲۶ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ قیمتِ جلودِ قربانی مسجد میں لگانا درست ہے یا نہیں؟ بعض کہتے ہیں کہ فرش وچھت میں لگانا درست نہیں، یعنی جس جگہ سجدہ کیا جائے وہ جگہ قیمتِ جلودِ قربانی سے نہ بنائی جائے کہ وہ قیمتِ صدقہ ہے اس جگہ سجدہ کرنا حرام ہے، ہاں اس قیمت سے حدودِ دیوارِ مسجد یا غسلخانہ وغیرہ بنایا جائے تو درست ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ کنواں وغیرہ بنوادیا جائے تو کچھ حرج نہیں خواہ مسجد میں ہو یا اور کہیں، اور بعض کہتے ہیں کہ کنواں بھی نہ بنایا جائے کہ وہ قیمت صدقات سے ہے کہ اس کے پانی سے وضو جائز نہ ہوگا اور نہ اس کا پانی پینے کے قابل ہوگا، تو جناب قبلہ سے امیدوار ہیں کہ اس کا ثبوت غلامان کو کیوں نہ دیا جائے کہ قیمتِ جلودِ قربانی کس کام میں صرف کی جائے، آیا مسجد یا کنویں وغیرہ میں لگانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر قربانی کی کھال مسجد میں دے دی تو متولی کو اختیار ہے کہ اُسے مسجد کے جس صرف میں چاہے صرف کرے، اور اگر مسجد میں دینے کی نیت سے خود اس کے دام کئے تو وہ دام بھی مسجد کے ہر کام میں صرف ہو سکتے ہیں، ہاں اگر اپنے خرچ لانے کی بدنیت سے کھال بیچے تو یہ دام خبیث ہیں، مسجد میں نہ دے، نہ مسجد کے کسی کام میں صرف ہوں، بلکہ فقیر مسلمان پر صدقہ کئے جائیں وتحقیق المسئلۃ فی رسالتنا "الصافیۃ الموحیۃ لحکم جلود الاضحیۃ" (اس مسئلہ کی تحقیق ہمارے رسالہ "الصافیۃ الموحیۃ لحکم جلود الاضحیۃ"

---

[۱] المستدرک کتاب التفسیر دار الفکر بیروت ۲/ ۳۹۰

Marfat.com

میں ہے۔ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۷۱: از جزیرہ ضلع فریدپور ڈاک خانہ خاص مرسلہ مولوی مفیض الدین صاحب قاضی ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۲۷ھ

ماقولکم و نفع المسلمین بعلومکم رحمکم اللہ تعالیٰ اندریں کہ تعمیر مسجد از چرم اضحیہ جائز ست یا نہ، وتصدق بچرم اضحیہ از قبیل تطوعات ست یا از واجبات، و در ادائے صدقہ واجبہ تملیک مشروط ست، ہکذا در ادائے صدقہ نافلہ تملیک مشروط است یا نہ؟

آپ کا کیا ارشاد ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کے علوم سے مسلمانوں کو نفع دے، اس مسئلہ میں کہ قربانی کے چرم سے مسجد کی تعمیر جائز ہے یا نہیں؟ قربانی کے چرم کا صدقہ واجب ہے یا نفل؟ اور صدقہ واجبہ کی ادائیگی میں تملیک شرط ہے کیا نفلی صدقہ کی ادائیگی میں بھی تملیک شرط ہے یا نہیں؟ (ت)

الجواب

صدقہ باطلاق عام در گرو تملیک نیست کما نطقت بہ الاحادیث الکثیرۃ وحققناہ فی فتاوٰنا منہا قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ما اطعمت زوجتك فھو لك صدقۃ، وما اطعمت ولدك فھو لك صدقۃ، وما اطعمت خادمك فھو لك صدقۃ[1] بلکہ کفارہ صوم وظہار و یمین خود واجب ست، و شک نیست کہ از قسم صدقہ است، و لہذا غنی را روا نیست، معہذا تملیک لازم نکردہ اند، اباحت دارد کما نصوا علیہ قاطبۃ بر چرم اضحیہ رأساً ہیچ وظیفہ از شرع معین نیست، روا ست کہ باستعمال خود دارد، یا بغنی ہدیہ کند، پس او بمعنی

مطلق صدقہ تملیک کا پابند نہیں ہے جیسا کہ کثیر احادیث اس پر ناطق ہیں اور اس کی تحقیق ہم نے اپنے فتاوٰی میں کی ہے، ایک حدیث یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے: جو تو نے اپنی بیوی کو کھلایا صدقہ ہے اور جو تو نے اپنی اولاد کو کھلایا ہے وہ تیرا صدقہ ہے اور جو تو نے اپنے خادم کو کھلایا ہے وہ تیرا صدقہ ہے۔ بلکہ کفارہ صوم، ظہار اور قسم واجب ہے اور شک نہیں کہ از قسم صدقہ ہے اسی لئے غنی کو کھانا جائز نہیں اس کے باوجود تملیک لازمی نہیں ہے بطور اباحت دینا جائز ہے جیسا کہ تمام فقہاء نے اس پر نص فرمائی ہے چرم قربانی پر تو کوئی شرعی حکم معین نہیں ہے خود استعمال کرنا جائز ہے یا کسی غنی کو ہدیہ کرے تو شرعی مطالبہ کے

---

[1] کنز العمال حدیث ۱۶۳۲۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۴۱۵

Marfat.com

مطالبہ شرعیہ اصلاً صدقہ نیست، نہ واجبہ، نہ نافلہ،
نہ عامہ، نہ خاصہ، پس شرط تملیک فقیر زیادت
بر شرع است، آری اگر بفقیر بخشید صدقہ خاصہ نافلہ
شود، و ایں معنی موجب آں نبود کہ جز ہیں کار آنجا
ہیچ روا نیست، نہ بینی کہ زرے کہ بہ بنائے مسجد
یا تکفین میت صرف کنی، اگر بفقیرے دہی، نیز
صدقہ خاصہ نافلہ بود، و ایں معنی منع نہ کند از صرف
زر در کار خود یا در کار خیر، بلکہ آنجا خود مطالبہ
شرعیہ بود کہ بنائے مسجد بمحل حاجت، و تکفین میت،
ہر دو واجب ست، و بصرف اضحیہ یا چرم او بکار
دگر اصلاً مطالبہ نیست تا گویند کہ مطلوب شرع صدقہ
او ہست و مصرف صدقہ جز محل تملیک نباشد بہ صدقہ اش زنہار از
شرع مطالبہ نیست، بلکہ ایں جا سہ کار فرمودہ اند
کلوا وادخروا واتجروا خورید، و برائے
حاجت بردارید، و بکار ثواب صرف کنید، رواہ
ابوداؤد[1] عن نبشۃ الھذلی رضی اللہ تعالٰی
عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،
ایں سوم خود جمیع میرات و مثوبات را شامل ست،
تعمیر مسجد نیز ازاں ست، پس بالیقین رواست،
واللہ تعالٰی اعلم۔

طور پر ہرگز صدقہ نہیں ہے نہ واجب، نہ ہی نفلی،
اور نہ عام نہ خاص، پس اس میں تملیک فقیر کی شرط
کرنا شرع پر زیادتی ہے ہاں اگر فقیر کو دے گا تو
خاص نفلی صدقہ ہوگا، اس کا یہ مطلب نہیں کہ فقیر
کے بغیر کسی کے لئے روا نہیں، دیکھئے جو زر آپ نے
مسجد کی تعمیر پہ کیا یا میت کے کفن پر خرچ کیا اگر فقیر
کو دیتا تو وہ بھی خاص نفلی صدقہ ہوجاتا جبکہ وہ اس
چیز کو مانع نہیں کہ آپ خود اپنے صرف میں یا کسی بھی
کار خیر میں صرف کریں بلکہ مسجد کی تعمیر ضروری ہو یا کفن
دینے کی حاجت ہو تو شرعی مطالبہ ہے اور یہ دونوں
واجب ہوجاتے ہیں حالانکہ چرم قربانی کو کسی کام پر
خرچ کرنے کا شرعاً کوئی مطالبہ نہیں ہے تاکہ یہ کہا جائے
کہ اس کو صدقہ کرنا شرعاً مطلوب ہے اور اس
صدقہ کا مصرف تملیک کے بغیر نہیں ہوسکتا جبکہ شرع
نے اس کو صرف کرنے کا کوئی بھی حکم نہیں دیا۔ ابوداؤد
نے حضرت نبشہ الہذلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت
کیا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کھاؤ،
ذخیرہ کرو اور اجر کماؤ، یہ تین کام کرنے کا حکم فرمایا
جبکہ تیسرا حکم تمام نیکیوں اور ثواب والے مقامات
کو شامل ہے اور مسجد کی تعمیر بھی نیکی کا کام ہے
لہذا اس کا مصرف تعمیر مسجد کے لئے بالیقین جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷۲: از ملا محمد اسمٰعیل ابن محمد رمضان در مسجد رنگریزاں پالی تاریخ ۱۱ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ ہم لوگ سب محلہ قربانی کی کھالیں ہمارے محلہ کی مسجد
میں دیتے ہیں تاکہ مسجد کی ڈول، رسّی و چراغ وبتّی میں امداد پہنچے، اور اگر سوائے ہماری مسجد کے اور جگہ اُن

---
[1] سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۲

Marfat.com

کھالوں کو صرف کر دے، تو اس کو ہم محلہ سے خارج کر دیتے ہیں، عند الشرع ایسا کرنا کس حکم میں داخل ہے؛

الجواب

مسجد میں چرم قربانی صرف کر دینا جائز ہے مگر واجب نہیں، دوسرا اگر اور کسی جائز صرف میں خرچ کرے اُس پر کوئی مواخذہ نہیں، اس بنا پر اُسے محلہ سے خارج کر دینا ظلم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۷۳ از انبیٹھہ تحصیل نکوڑ ضلع سہارنپور مسئولہ سید مظفر صاحب ۱۲ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

علمائے ذی شان مسئلہ محررۂ ذیل میں کیا ارشاد فرماتے ہیں:

(۱) زید پوست قربانی بعینہٖ مسجد میں دینے کو اور اس کی ضروریات میں خرچ کرنے کو خواہ تنخواہ مؤذن ہو یا دیگر حوائج مسجد، جائز کہتا ہے، اور نیز قربانی کرنے والے کو اپنے استعمال میں لانا، خواہ ڈول بنا کر یا دیگر کسی طریقہ سے شئے معتدا اپنے لئے تیار کرانے کو شرعاً جو جائز کہا گیا، تو اُسی ڈول کو جو اس نے اپنے استعمال کے لئے تیار کرایا تھا مسجد میں اگر دے دے تو زید مذکور اس کو جائز رکھتا ہے اور عمرو ان دونوں امر کو ناجائز کہتا ہے، اور استدلال ہر دو کا کتب فقہ مثل ہدایہ و شامی کی عبارت سے جیسا کہ عبارت ہدایہ مطبوعہ اصح المطابع صفحہ ۴۴۸ میں ہے:

ویتصدق بجلدھا لانہ جزء منھا او یعمل منہ آلۃ تستعمل فی البیت کالنطع والجراب والغربال و نحوھا[1] الخ۔

قربانی کی کھال کو صدقہ کیا جائے کیونکہ یہ قربانی کا جز ہے یا اس کو خود کام میں لا کر گھر میں خوان یا تھیلا یا چھلنی وغیرہ بنا لے الخ (ت)

زید کہتا ہے جبکہ پوست قربانی کی اشیاء قربانی کرنے والا اپنی ذات کے لئے تیار کرا کر استعمال کر سکتا ہے، تو وہ ان کو مسجد میں دے دے تو کیا حرج ہے، عمرو کہتا ہے کہ صدقۂ فطر کے معنی تملیک بلا عوض ہے، تو مسجد میں پوست قربانی دینا جائز نہ ہوگا، کیونکہ مسجد تملیک کی صلاحیت ہی نہیں رکھتی، ایسے ہی شارع علیہ السلام نے پوست قربانی کی اشیاء تیار شدہ کو اپنے نفس کے لئے اپنے گھر میں استعمال کرنے کے لئے حکم فرمایا نہ کہ مسجد میں اُسی شئی کو اپنی طرف سے دے دینے کو۔

(۲) دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر کسی گائے وغیرہ کے سینگ کے اوپر کا حصہ نیچے تک ٹوٹا ہو تو ہدایہ میں تو مطلقاً مکسورۃ القرن کو جائز لکھا ہے، اور شامی میں تفصیل اس طرح کہ اگر کسر مخ تک پہنچے تو ناجائز ہے، و نیز مشاشس یعنی رؤس عظام تک اگر کسر پہنچے تو ناجائز۔ تو جس جانور کا اوپر والا حصہ نیچے تک

---

[1] الہدایہ کتاب الاضحیۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۴۴۸

Marfat.com

اُکھڑ گیا وہ جائز ہوگا یا ناجائز ہوگا؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) زید کا قول صحیح ہے، بیشک اسے امورِ بر وخیر میں صرف کرسکتے ہیں، اور اپنے لئے ایسی چیز جو باقی رکھ کر استعمال کی جائے جیسے ڈول، مشک، کتاب کی جلد وغیرہ بنا سکتے ہیں اور اسے بدرجۂ اولٰی مسجد میں دے سکتے ہیں، تصدق جس میں تملیک فقیر ضرور ہے، صدقات واجبہ مثل زکوٰۃ میں ہے ہر صدقہ واجبہ میں بھی نہیں، جیسے کفارۂ صیام وظہار ویمین کہ ان کے طعام میں تملیکِ فقیر کی حاجت نہیں اباحت بھی کافی ہے، کما فی فتح القدیر[1] وغیرہ عامۃ الکتب (فتح القدیر وغیرہ عام کتب میں جیسا کہ موجود ہے۔ت) چرم قربانی کا تصدق اصلاً واجب نہیں، ایک صدقہ نافلہ ہے، اس میں اشتراطِ تملیک کہاں سے آیا، بلکہ ہر قربت جائز ہے، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کلوا وادخروا وائتجروا[2] کھاؤ اور ذخیرہ رکھو اور ثواب کا کام کرو۔

کیا مسجد میں دینا ثواب کا کام نہیں، امام زیلعی تبیین الحقائق میں فرماتے ہیں: لانہ قربۃ کالتصدق[3] (کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔ت) کیا مسجد میں دینا قربت نہیں، اور عجیب منطق یہ ہے کہ مسجد میں دینا تو جائز نہیں کہ تملیک فقیر نہ ہوگی، اور غنی کا اپنے صرف میں رکھنا جائز اس میں تملیک فقیر ہوگئی ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) قرن اوپر ہی کے حصے کو کہتے ہیں، جو ظاہر ہوتا ہے وہ اگر کل ٹوٹ گیا حرج نہیں ولہذا ہدایہ میں مکسورۃ القرن کو جائز فرمایا، ہاں اگر اندر سے اس کی جڑ نکل آئی کہ سر میں جگہ خالی ہوگئی، تو ناجائز ہے۔ ردالمحتار کا یہی مفاد ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۵: از تلہر ضلع شاہجہانپور محلہ ہندو پٹی مرسلہ مولوی ضیاء الدین صاحب ۲۰ رمضان ۱۳۳۷ھ

مفتیانِ کرام ذوی الاحترام کا اس بارے میں کیا ارشاد ہے، زید کہتا ہے کہ جلد قربانی و عقیقہ مسجد و مدرسہ کے صرف میں آسکتی ہے؛ بکر کا قول ہے کسی فقیر کو دی جائے وہ خرچ کرسکتا ہے

---

[1] فتح القدیر کتاب الزکوٰۃ باب من یجوز دفع الصدق الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۲۰۹

[2] سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۳

[3] تبیین الحقائق کتاب الاضحیۃ المطبعۃ الکبری الامیریہ بولاق مصر ۶/ ۹

Marfat.com

کیونکہ یہ صدقہ ہے، اور صدقات کی تفصیل کلامِ الٰہی نے فرمادی: انما الصدقات للفقراء[1] الاٰیۃ سورہ توبہ (صدقات خاص کر فقراء کے لئے ہیں۔ت) اور حکم باری تعالٰی ہے:

فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول[2] تو اگر تم کسی معاملہ میں تنازع کرو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف پھیرو۔(ت)

لہذا کلام ربانی کی طرف رجوع کی گئی، نیز بکر کا بیان ہے کہ برتقدیر صحت قول زید اس کا ماخذ کہاں ہے امید کہ مسئلہ کی توضیح مع نقل عبارات فرمائی جائے، فقط۔

الجواب

بیشک ہر منازعت میں اللہ و رسول ہی کی طرف رجوع لازم ہے، مگر ہر ایک کو بلاواسطہ رجوع کی لیاقت کہاں، یہیں دیکھئے آیہ کریمہ میں صدقات سے زکوٰۃ مراد کہ اسی میں ارشاد ہوتا ہے والعاملین علیھا[3] (صدقات پر کام کرنے والوں پر۔ت) اور بکر نے اسے قربانی و عقیقہ کو شامل کردیا یہ بھی نہ دیکھا کہ اس کے تو گوشت کی نسبت خود قرآن عظیم میں ارشاد ہے: فکلوا منھا[4] اس میں سے خود بھی کھاؤ۔ اب کہاں رہی صدقات کی وہ تفصیل جو اس آیہ کریمہ میں بالحصر ارشاد ہوئی تھی کہ انما الصدقات للفقراء[5] الاٰیۃ (صدقات فقراء کے لئے ہیں الاٰیۃ۔ت) یہ بھی نہ سمجھا کہ عوام تک اس کو قربانی کہتے ہیں نہ کہ صدقہ، تو ہر کار تقرب اس میں روا لہذا امام زیلعی نے شرح کنزالدقائق میں فرمایا: لانہ قربۃ کالتصدق[6] (کیونکہ صدقہ کی طرح یہ قربت ہے۔ت)، ہاں ہم نے خاص مسئلہ قربانی میں اللہ عزوجل کی طرف رجوع کی تو اس کا ارشاد پایا، فکلوا منھا واطعموا البائس الفقیر[7] خود اس میں سے کھاؤ اور ضرورتمند فقیر کو کھلاؤ۔(ت)

اطعام کے لفظ نے بتایا کہ تصدق ہی واجب نہیں اباحت بھی کافی ہے جو محض ایک قربت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف رجوع کی، تو حضور کا ارشاد پایا:

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶۰
[2] القرآن الکریم ۴/ ۵۹
[3] 〃 ۹/ ۶۰
[4] 〃 ۲۲/ ۲۸ و ۳۶
[5] 〃 ۹/ ۶۰
[6] تبیین الحقائق کتاب الاضحیۃ المکتبۃ الکبری الامیریۃ بولاق مصر ۶/ ۹
[7] القرآن الکریم ۲۲/ ۲۸

Marfat.com

فکلوا وادخروا واتجروا[1]۔ رواہ ابوداؤد وغیرہ عن نبیشۃ الھذلی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

کھاؤ اور اٹھا رکھو اور ثواب کا کام کرو۔ اسے ابوداؤد وغیرہ نے حضرت نبیشہ الہذلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے(ت)

مسجد و مدرسہ دینیہ اہلسنّت میں دینا بھی ثواب کا کام مثل اطعام، اور اسی ائتجروا کے حکم میں داخل ہے، ہاں اگر کوئی شخص اس کی جلد اپنے صرف میں لانے کی نیت سے روپوں پیسوں کو بیچے تو بیشک قیمت اس کے حق میں خبیث ہوگی،

لانہ جزء من التمول کما نصوا علیہ و فی حدیث المستدرك من باع جلد اضحیتہ فلا اضحیۃ لہ[2]۔

کیونکہ یہ مالداری کا جزء ہے جیسا کہ انھوں نے نص فرمائی ہے، اور مستدرک کی حدیث میں ہے: جس نے اپنی قربانی کی کھال فروخت کی تو اس کی قربانی نہیں۔(ت)

وہ قیمت نہ مسجد میں دے نہ مدرسہ میں فان اللہ طیب لایقبل الا الطیب[3] (اللہ تعالٰی طیب ہے وہ صرف طیب کو قبول فرماتا ہے۔ت) بلکہ فقراء پر تقسیم اور تصدق کرے کما ھو حکم مال الخبیث (جیسا کہ ناپاک مال کا حکم ہے۔ت) اور اگر نہ اپنے لئے بلکہ مسجد و مدرسہ یا کسی فقیر ہی کو دینے کیلئے روپوں پیسوں کو بیچے، خود یہ خواہ متولی مسجد و مدرسہ و وکیل فقیر، بہر صورت جائز ہے، اور وہ دام مدرسہ و مسجد میں صرف ہوسکتے ہیں کہ ممنوع تمول ہے نہ کہ تقرب،

وقد مر عن التبیین انہ قربۃ کالتصدق[4] و تمام التحقیق فی رسالتنا "الصافیۃ الموحیۃ لحکم جلود الاضحیۃ"۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

تبیین سے گزرا کہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔ مکمل تحقیق ہمارے رسالہ "الصافیۃ الموحیۃ لحکم جلود الاضحیۃ" میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۶ تا ۲۷۹: انجمن اسلامیہ رانا وارڈ کاٹھیاوار ۵ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

مجدد مائۃ حاضرہ امام اہلسنّت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی! بعد تسلیم

---

[1] سُنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۳

[2] المستدرک للحاکم کتاب التفسیر دار الفکر بیروت ۲/ ۳۹۰

[3] مسند امام احمد بن حنبل مسند ابوہریرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۲۸

[4] تبیین الحقائق کتاب الاضحیۃ المکتبۃ الامیریۃ بولاق مصر ۶/ ۹

Marfat.com

بعد تکریم و قدمبوسی عرض یہ ہے کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) قربانی کے چمڑے کے پیسے جو معلم کہ مدرسہ کی دینی اور دنیاوی تعلیم پر مقرر کئے گئے ہیں آیا ان کو بطور ماہانہ تنخواہ دے سکتے ہیں یا نہیں؛

(۲) قربانی کے چمڑے کے پیسے سے غریب اور تونگر کے بچوں کو تعلیم دینے کے لئے مدرسہ کیلئے عمارت بنانے کے کام میں خرچ کرسکتے ہیں یا نہیں؛

(۳) قربانی کے چمڑے کی آمد سے عمارت بناکر اس کا سود یا کرایہ کہ آئے، اس کو بچوں کی تعلیم میں صرف کرسکتے ہیں یا نہیں؛

(۴) قربانی کے چمڑے کی آمد سے غریب یا تونگر طلباء کو کتاب دے سکتے ہیں یا نہیں مانند قرآن شریف وغیرہ۔

بینوا توجروا۔

الجواب

اقول وباللہ التوفیق اغنیاء جو ایام نحر میں قربانی کرتے ہیں کہ ابتداءً شرع مطہر نے ان پر واجب فرمائی اس کی کھال میں یہ احکام ہیں:

(۱) وہ اسے باقی رکھ کر اپنے استعمال میں لا سکتے ہیں، مثلاً ان کے مشک، ڈول یا کتابوں کی جلدیں بنوائیں لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وادخروا[1] (حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مطابق کہ "اور ذخیرہ کرو"۔ ت)

(۲) اپنے استعمال کے لئے اس سے وہ چیزیں خرید سکتے ہیں جو باقی رکھ کر استعمال ہوتی ہیں، جیسے برتن، کتابیں وغیرہا فان قیام البدل کقیام المبدل منہ (بدل کا قیام مبدل کے قیام کی طرح ہے۔ ت)، درمختار میں ہے:

یتصدق بجلدھا او یعمل منہ نحو غربال وجراب وقربۃ وسفرۃ ودلو او یبدلہ بما ینتفع بہ باقیا کما مر[2]

کھال کا صدقہ کرے یا خود غربال، تھیلا، مشکیزہ، خوان یا ڈول بنالے یا ایسی چیز سے تبادلہ کرے جس کو باقی رکھ کر نفع حاصل کرتا رہے، جیسا کہ گزرا۔ (ت)

(۳) اسے اپنے لئے داموں کو نہیں بیچ سکتے، اگر بیچیں تصدق کریں لانہ سبیل ما حصل

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الضحایا آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۳

[2] درمختار کتاب الاضحیۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۴

Marfat.com

بوجہ خبیث (خبیث طریقہ سے حاصل شدہ کا یہی حکم ہے۔ت) ردالمحتار میں ہے:

تصدق بالدراھم فیما لو ابدلہ بھا[1] | اگر اسے دراہم سے بدلا تو دراہم کو صدقہ کرے (ت)

یہاں تک کہ اگر داموں کو بیچ پھر چاہے کہ اُن داموں سے کوئی چیز ایسی خریدے جس کی خرید جائز تھی، جیسے برتن وغیرہ، تو اب اس کا اختیار نہیں، وُہ دام تصدق ہی کرنے ہوں گے۔ طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے:

قولہ بما ینتفع بعینہ، ظاھرہ انہ لایجوز بیعہ بدراھم ثم یشتری بھا ما ذکر[2] | قولہ وہ چیز جس کے عین سے نفع حاصل کرے اس کا ظاہر یہ ہے کہ کھال کو دراہم کے عوض فروخت کرکے پھر دراہم کے ساتھ کوئی چیز خریدنا جن کو ذکر کیا، جائز نہیں۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

ویفیدہ ما نذکرہ عن البدائع[3] | اس کا فائدہ دے گا جو ہم بدائع کے حوالہ سے ذکر کرینگے۔(ت)

(۴) یوں ہی اپنے لئے کسی ایسی چیز سے بیچیں جو خرچ ہوکر کام میں آتی ہے، جیسے کھانے پینے کی چیزیں، یہ ناجائز ہے، اور اُن کی قیمت تصدق کرنی ہوگی۔ درمختار میں بعد عبارت مذکورہ ہے:

لا بمستھلك کخلّ و لحم و نحوہ کدراھم فان بیع اللحم او الجلد بہ ای بمستھلك او بدراھم تصدق بثمنہ[4] | ہلاک ہونے والی چیز کے عوض نہیں جیسے سرکہ، گوشت وغیرہ مثلاً دراھم، تو اگر گوشت یا کھال کو ایسی ہلاک ہونے والی چیز یا دراھم کے عوض فروخت کیا تو اس کی قیمت صدقہ کرے۔(ت)

(۵) اسے باقی رکھ کر یا باقی رہنے والی چیز سے بدل کر اسے کرائے پر نہیں دے سکتے، مثلاً کھال کی مشک بنائی یا اس سے کوئی برتن خریدا، اور اس مشک یا برتن کو کرایہ پر دیا، یہ ناجائز ہے، اس کرائے کو تصدق کرنا ہوگا۔ درمختار میں ہے:

---

[1] ردالمحتار | کتاب الاضحیۃ | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۵/۲۰۹

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار | کتاب الاضحیۃ | دارالمعرفۃ بیروت | ۴/۱۶۲

[3] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۵/۲۰۱

[4] درمختار | " | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/۲۳۲

Marfat.com

لایؤجرها فان فعل تصدق بالاجرۃ[1] — نہ اجرت پر دے اگر اجرت لی تو صدقہ کردے (ت)

حاوی الفتاوی، فتاوی ظہیریہ، پھر در منتقی، پھر ردالمحتار میں ہے:

لوعمل الجلد جرابا و أجرہ لم یجز، وعلیہ التصدق بالاجرۃ۔[2] — اگر کھال کو تھیلا بنایا اور اجرت پر دیا تو اجرت کو صدقہ کرے، اجرت لینا جائز نہیں۔ (ت)

(۶) اپنے اوپر کسی آتے ہوئے کے بدلے میں، مثلاً نوکر کی تنخواہ یا کسی کام کی اجرت میں نہیں دے سکتے فانہ ایضا فی معنی البیع للتمول (کیونکہ یہ بھی تمول کے معنی میں ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

لایعطی اجر الجزار منہا لانہ کبیع[3] — قصاب کو اجرت میں نہ دے کیونکہ یہ بیع کی طرح ہے۔ (ت)

کفایہ، پھر ردالمحتار میں ہے:

لان کلا منہما معاوضۃ لانہ انما یعطی الجزار بمقابلۃ جزرہ، والبیع مکروہ فکذا ما فی معناہ۔[4] — کیونکہ یہ دونوں معاوضہ ہیں کیونکہ قصاب کو اس کی مزدوری کے عوض دے گا، اور بیع مکروہ ہے تو اس کا ہم معنی بھی مکروہ ہے۔ (ت)

(۷) یونہی اپنی زکوٰۃ کی نیت سے فقیر کو نہیں دے سکتے لانہ ایضا معنی البیع بالدراہم (کیونکہ یہ بھی دراہم کے بدلے بیع کے معنی میں ہے۔ ت)، اور اگر دیں گے فقیر اس کا مالک ہوجائیگا اور زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ قنیہ پھر شرح نقایہ قہستانی پھر ابن عابدین علی الدر میں ہے:

اذا دفع اللحم الی فقیر بنیۃ الزکوٰۃ لایحسب عنہا فی ظاہر الروایۃ[5] — جب فقیر کو زکوٰۃ کی نیت سے گوشت دے تو ظاہر الروایۃ میں زکوٰۃ نہ ہوگی۔ (ت)

(۸) فقراء کو دینے کی نیت سے داموں کو بھی بیچ سکتے ہیں کہ یہ اپنے لئے تمول نہیں، تبیین الحقائق پھر عالمگیریہ میں ہے:

---

[1] درمختار	کتاب الاضحیۃ	مطبع مجتبائی دہلی	۲/۲۳۴
[2] ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۵/۲۰۹
[3] درمختار	"	مطبع مجتبائی دہلی	۲/۲۳۴
[4] ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۵/۲۰۹
[5] ردالمحتار	"	"	۵/۲۰۹

Marfat.com

لا يبيعه بالدراهم لينفق الدراهم على نفسه وعياله، ولو باعها بالدراهم ليتصدق بها جاز لانه قربة كالتصدق[1]۔

دراہم کے عوض اپنے یا اپنے عیال پر خرچ کرنے کے لئے فروخت نہ کرے اگر دراہم کے عوض فروخت کیا دراہم کو صدقہ کرنے کے لئے، تو جائز ہے کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔ (ت)

(۹) غنی کو ہبہ کر سکتے ہیں کہ وہ اپنا تمول نہیں، پھر اس غنی کو اختیار رہے چاہے داموں کو بیچ کر اپنے خرچ میں لائے چاہے کسی کی اجرت یا تنخواہ میں دے چاہے اپنی زکوٰۃ میں دے، اور اس کی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی کہ اب حکم اضحیہ منقطع ہوگیا، وہ اس کی ملک ہے جو چاہے کرے،

لقوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم هو لها صدقة ولنا هدية[2]۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ اس کے لئے صدقہ اور ہمارے لئے ہدیہ ہے۔ (ت)

قنیہ پھر جامع الرموز پھر ردالمحتار میں بعبارت مذکورہ ہے:

لکن اذا دفع لغنی ثم دفع الیه بنیتها یحسب اھ ای دفع الموهوب له بنیة الزکوٰة جاز واجزأ[3]۔

لیکن اگر غنی کو دیا اور غنی نے اپنی زکوٰۃ میں دیا تو زکوٰۃ شمار ہوگی، یعنی موہوب لہ اپنی زکوٰۃ کی نیت سے دے تو جائز ہے۔ (ت)

(۱۰) مسجد میں دے سکتے ہیں،

لقوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وائتجروا[4] رواه ابوداؤد عن نبشة الهذلی رضی اللہ تعالٰی عنه۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی بنا پر کہ اجر کماؤ۔ اس کو ابوداؤد نے حضرت نبشہ ہذلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (ت)

پھر مہتمانِ مسجد کو اختیار ہے کہ اسے بیچ کر مسجد کے جس کام میں چاہیں لائیں اگرچہ امام یا مؤذن یا فراش کی تنخواہ میں،

لانه صار ملك المسجد کمسألة الغنی المذکور فانقطع حکم الاضحية۔

کیونکہ مسجد کی ملک ہوگئی جس طرح غنی والا مذکور مسئلہ، تو قربانی کا حکم ختم ہوگیا۔ (ت)

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الاضحیۃ ۶/۹ و فتاوٰی ہندیۃ کتاب الاضحیۃ الباب السادس ۵/۳۰۱

[2] صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ علٰی موالی ازواج النبی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۰۲

[3] ردالمحتار باب الاضحیۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۰۹

[4] سنن ابی داؤد کتاب الاضحیۃ باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۳

Marfat.com

واقعات امام حسام الدین پھر فتاوٰی ہندیہ میں ہے :

ویمکن تصحیحه تملیکا بالهبة للمسجد و اثبات الملك للمسجد علی هذا الوجه صحیح ، فیتم بالقبض[1]

ہبہ کے طور تملیک کی صحت مسجد کے لئے ممکن ہے اور اس طریقہ سے مسجد کی ملکیت ثابت کرنا صحیح ہے تو ہبہ قبضہ سے تام ہوجائیگا۔ (ت)

فتاوٰی عتابیہ پھر عالمگیریہ میں ہے :

یصح بطریق التملیك اذا سلمه للقیم[2]

جب منتظم کو سونپ دیا تو تملیک کا طریقہ صحیح ہوگیا۔ (ت)

(۱۱) یونہی ہر قربت کے کام میں صرف کرسکتے ہیں، جیسے مدرسۂ دینیہ کی اعانت،

لاطلاق عموم قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم وائتجروا[3]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کہ "ثواب کماؤ" کے اطلاق کی بناء پر۔ (ت)

امام زیلعی سے گزرا : لانه قربة کالتصدق[4] (کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔ ت)

(۱۲) اس کار قربت مثل مسجد یا مدرسہ دینیہ یا تعلیم یتیماں میں صرف کرنے کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ خود اس نیت سے بیچ کر اس کار خیر میں صرف کرنے والوں کو دے دیں،

لقوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم انما الاعمال بالنیات و انما لکل امرئ ما نوی[5]، و تقدم فرق الامام فخر الدین بین ما اذا باع بالدراهم لینفقها علی نفسه و عیاله و اما اذا باعها لاجل الفقراء۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کہ "عمل صرف نیت سے اور ہر ایک کو اس کی نیت کے مطابق ملا۔ اور امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالٰی کا بیان کردہ گزرا کہ اپنے اور اپنی عیال کے لئے دراہم کے عوض فروخت میں فقراء کے لئے فروخت میں فرق ہے۔ (ت)

جب یہ احکام معلوم ہولئے ، بعونہٖ تعالٰی سوال کی چاروں صورتوں کا حکم واضح ہوگیا۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ الواقعات الحسامیۃ کتاب الوقف الباب الحادی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۶۰

[2] " " " الفتاوی العتابیہ " " " ۲/ ۴۶۰

[3] سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۳

[4] تبیین الحقائق کتاب الاضحیۃ المطبعۃ الکبری الامیریہ بولاق مصر ۶/ ۹

[5] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲

Marfat.com

(۱) مدرسہ دنیوی میں نہ دیں کہ وہ قربت نہیں، اور مُدرّسانِ مدرسۂ دینی اگر اس کے نوکر ہیں جن کی تنخواہ اس پر واجب ہوتی ہے اس میں نہیں دے سکتا کہ یہ اس پر آتا ہے، ورنہ مہتمم مدرسہ کو دے دے وہ تنخواہ میں دے، یا جس کار دینی مدرسہ دینیہ میں چاہے صرف کرے۔

(۲) مدرسہ دینیہ کی عمارت میں خرچ کرسکتا ہے کہ قربت ہے۔

(۳) لا الٰہ الا اللہ سُود حرام قطعی ہے، صحیح حدیث میں ہے کہ سُود کھانا ستّر بار اپنی ماں سے زنا کرنے سے بدتر ہے[1] ہاں جو عمارت کارِ خیر مثل تعلیم علمِ دین کے لئے وقف کریں کہ اس کے کرایہ سے وہ کارِ خیر جاری ہو، اس کی تعمیر میں صرف کرسکتا ہے۔

(۴) اسے کتابوں سے بدل کر طلبہ کو دے سکتے ہیں، اگرچہ وہ طلبہ غنی ہوں کہ کتاب باقی رہ کر کام آتی ہے اور ایسی چیز کے عوض اپنے لئے بیچنا جائز ہے، طلبہ کے لئے بدرجۂ اولےٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۸۰ مرسلہ حافظ محمود حسین صاحب مدرس تلمیذ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی ہفتم ذیقعدہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قیمت پوست قربانی کو تنخواہِ مدرسین میں دینا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جو مدرسہ تعلیم علومِ دینیہ کے لئے چندہ سے مقرر ہوا اس میں قربانی کی کھال خواہ بیچ کر اس کی قیمت بھیجنا کہ مصارف مدرسہ مثل تنخواہ مدرسین وخوراکِ طلباء وغیرہ میں صرف کی جائے، مذہبِ صحیح پر جائز ہے کہ ایسے مدارس کی اعانت قربت ہے، اور قربات میں صرف کرنے کے لئے گوشت پوستِ قربانی بیچنے کی مطلقاً اجازت ہے،

فی الهندية لا يبيعه بالدراهم لينفق الدراهم على نفسه وعياله، واللحم بمنزلة الجلد فی الصحيح، ولو باعها بالدراهم ليتصدق بها جاز لانه قربة كالتصدق، كذا فی التبيين

ہندیہ میں ہے کہ اپنے اور اپنے عیال پر دراہم خرچ کرنے کے لئے فروخت نہ کرے اور گوشت بمنزلہ کھال ہے صحیح قول میں، اور دراہم فقیر کو صدقہ کرنے کی غرض سے فروخت کیا تو جائز ہے کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔ یوں تبیین،

---

[1] شعب الایمان حدیث ۵۵۲۰ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۳۹۴

Marfat.com

وھکذا فی الھدایۃ والکافی[1] اھ ملخصًا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ہدایہ اور کافی میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۸۱ ازبنارس محلہ کنڈی گڈ ٹولہ مسجد بی بی راجی شفاخانہ مرسلہ مولوی حکیم عبدالغفور صاحب ۲۵ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مالِ زکوٰۃ و چرم قربانی سے اعانت مدرسہ کی جائے یا نہیں، مصارفِ مدرسہ میں تنخواہ مدرسین کے لئے اور وہ اپنی اُجرت لیتا ہے، اور یہ امر ظاہر ہے کہ اجرت میں مالِ زکوٰۃ یا چرمِ قربانی دینا جائز نہیں۔

الجواب

زکوٰۃ میں تملیک بلاعوض بہ نیتِ زکوٰۃ درکار ہے، بے اس کے اور وجوہ تقرب مثل مسجد و مدرسہ و تکفین موتٰی وغیرہا میں اس کا صرف کافی نہیں، ہاں مثلاً جو طلبۂ علم مصرف ہوں، انھیں نقد یا کپڑے یا کتابیں بروجہ مذکور دے کر اعانت مدرسہ ممکن، کما یظھر من الدر وغیرہ (جیسا کہ در وغیرہ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ ت) چرم قربانی میں تصدق بمعنی مسطور اصلاً ضرور نہیں۔

منسک متوسط میں ہے: لایجب التصدق بہ[2] (اس کا صدقہ واجب نہیں۔ ت)

مسلک متقسط میں ہے: لابکلہ ولا ببعضہ[3] (نہ کل نہ بعض۔ ت) مطلق تقرب روا ہے۔ حدیث میں ہے حضور اقدس سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

وائتجروا[4]۔ رواہ ابوداؤد عن نبشۃ الھذلی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ثواب میں خرچ کرو۔ اس کو ابوداؤد نے نبشہ ہذلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا (ت)

امام زیلعی نے شرح کنز میں فرمایا: لانہ قربۃ کالتصدق[5] (کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔ ت) ظاہر ہے کہ مدارس دینیہ بھی وجوہ قربت و ائتجار سے ہیں، اور وہ تنخواہ حق مدرس میں اجرت ہونا حق

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الاضحیۃ الباب السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۰۱

[2] المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط مع ارشاد الساری باب الہدایا دارالکتاب العربی بیروت ص ۳۱۲

[3] " " " " " " ص ۳۱۲

[4] سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۳

[5] تبیین الحقائق کتاب الاضحیۃ المطبعۃ الکبرٰی الامیریۃ بولاق مصر ۶/ ۹

Marfat.com

معطی لاعانتہ علم الدین میں قربت ہونے کے منافی نہیں، جیسے سقائے سقایہ و مؤذنِ مسجد کی اُجرت،

وقد فصلنا القول فیھا فی فتاوٰنا فی المسئلۃ رسالۃ کافلۃ کافیۃ سمیتھا "الصافیۃ الموحیۃ لحکم جلود الاضحیۃ"۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اس کی تفصیل ہم نے اپنے رسالہ کافلہ کافیہ جس کا نام ہم نے "الصافیۃ الموحیۃ لحکم جلود الاضحیۃ" رکھا، میں بیان کی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۸۲ از طالب پور ضلع مرشد آباد کوٹھی راجہ صاحب مرسلہ محمد جان صاحب محمد ۶ رمضان مبارک

چہ مے فرمایند علمائے شریعت غرّا اندریں مسئلہ کہ اگر چرم اضاحی بمتولیان مدارس دینیہ تملیکًا دادہ شود، وایشاں بصوابدید خود یا باشارۂ استشارۂ دہندگان چرم او را در ضروریات مدرسہ صرف نمایند سمتے از جواز دارد یا نہ؟ بیّنوا توجروا۔

روشن شریعت کے علماء کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں اگر چرم قربانی مدارس کے متولیوں کو تملیک کردی جائیں اور وہ اپنی صوابدید پر یا دینے والوں کے مشورہ سے مدرسہ کی ضروریات میں صرف کریں تو جواز کی صورت ہے یا نہیں۔ بیان کرو اجر پاؤ۔ (ت)

الجواب

درجواز بعد اراقتِ دم و اقامت قربت صورت مذکورہ جائے سخن نیست، متولیان اگر فقراء باشند ایں تملیک تصدق باشد ورنہ ہدیہ، وہیچیک ازینہا در اجزائے اضحیہ ممنوع نیست، فی النقایۃ وشرحھا للبرجندی یھب من یشاء علی سبیل التملیک فقیرا او غنیا[1]، آنچہ کہ ممنوع ومکروہ است بیع بروجہ تمول ست لحدیث من باع اضحیتہ فلا

قربانی کے خون بہا دینے اور قربت قائم کر دینے کے بعد مذکورہ صورت کے جواز میں کوئی شبہہ نہیں ہے، متولی حضرات اگر خود فقیر ہوں تو ان پر صدقہ ہوگا ورنہ ہدیہ ہوگا، ان میں سے کوئی بھی قربانی کے اجزاء میں ممنوع نہیں ہے۔ نقایہ اور اس کی شرح برجندی میں ہے جس کو چاہے دے کر مالک بنا کر فقیر کو خواہ غنی کو اور منع صرف تمول کے طور پر فروخت کرنا ہے اس حدیث کی بناء پر کہ جس نے قربانی کی کھال فرخت کی اس کی

---

[1] شرح النقایۃ للبرجندی کتاب الاضحیۃ منشی نولکشور لکھنؤ ۳/۱۹۹

Marfat.com

اضحیة لہ[1]۔ رواہ الحاکم فی المستدرك و البیھقی فی السنن عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ و سلم، و پیداست کہ ہدیہ از بیع چیزے نباشد، بالجملہ ایں ملنی خود در لحم اضحیہ رواست، و جلد بالاتر ازو نیست، بالاتفاق، و فی الھدایۃ والکافی والتبیین وغیرھا اللحم بمنزلۃ الجلد فی الصحیح[2]، باز آں گاہ کہ جلد بتملیک مضحی در ملک متولی آمد، حکم اضحیہ منتہی شد، متولیان را ہر گونہ تصرف در وروا باشد لحصول المطلق وانتھاء الحاجز، و ذٰلك قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ و سلم فی اللحم المتصدق بہ علی بریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا ھو لھا صدقۃ ولنا ھدیۃ[3]، رواہ البخاری عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنھا، ازینجاست کہ اگر کسے لحم اضحیہ خودش بہ نیت زکوٰۃ بر فقیر تصدق کند زکوٰۃ ادا نشود، و اگر بغنی ہدیہ داد و او از زکوٰۃ خویش بدست فقیرے نہاد زکوٰتش ادا شود، زیراکہ حکم اضحیہ بآں ہدیہ بپایاں رسید، حالا ایں چیزے

قربانی نہیں، اس کو حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے اپنی سُنن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے، اور ظاہر ہے کہ ہدیہ فروخت کی قسم نہیں ہے، خلاصہ یہ کہ قربانی کے گوشت میں بھی یہ معنی موجود ہے جبکہ کھال اس سے اہم نہیں ہے بالاتفاق، اور ہدایہ، کافی اور تبیین وغیرہا میں ہے کہ گوشت کھال کے حکم میں ہے صحیح قول میں، پھر جب کھال قربانی دینے والے کی طرف سے متولی کی ملک کر دی گئی تو قربانی کا حکم تام ہوگیا، متولی حضرات کو اب ہر طرح اس میں تصرف کا اختیار ہے، ممانعت ہونے اور اجازت پائے جانے کی وجہ سے، اور یہ اس طرح کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد اس گوشت کے متعلق جو حضرت بریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کو صدقہ ملا کہ وہ اس پر صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے اس حدیث کو بخاری نے حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے اسی سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ اگر قربانی کا گوشت فقیر کو زکوٰۃ میں دے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اور اگر غنی کو ہدیہ کے طور پر دیا اور اس نے وہ زکوٰۃ میں دے دیا تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی کیونکہ غنی کو ہدیہ دینے سے قربانی کا حکم تام ہوگیا اور اب غنی کے لئے یہ مملوکہ

---

[1] المستدرک | کتاب التفسیر | دار الفکر بیروت | ۲/ ۳۹۰

[2] الہدایۃ | کتاب الاضحیۃ | مطبع یوسفی لکھنؤ | ۴/ ۴۴۸

[3] صحیح البخاری | کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ علی موالی ازواج النبی | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/ ۲۰۲

Marfat.com

ست از آنِ آں غنی در رنگ سائر مملوکات او کہ با آنہا ہر چہ خواہد کند، فی رد المحتار اذا دفع اللحم الٰی فقیر بنیۃ الزکوٰۃ لایحسب عنہا فی ظاہر الروایۃ، لکن اذا دفع لغنی ثم دفع الیہ بنیتہا یحسب[1]۔ پس اگر ایشاں در غیر صور قرب استہلاک کردندے، ہیچ مانع نبودے کہ آنکہ تمول کرد مضحی نبود، و آنکہ مضحی بود تمول نہ کرد، کما اذا تصدق بہ علی فقیر فباعہ بدراہم لنفقتہ، ایں جا کہ صرف ہم باموِر قربت ست، و قربت خود یکے از مصارف اضحیہ است لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وائتجروا، رواہ ابوداؤد[2] عن نبشۃ الہذلی رضی اللہ تعالٰی عنہ، و من فقیر در فتاوٰی خودم بقدر کفایت، و در رسالہ "الصافیۃ الموحیۃ لحکم جلود الاضحیۃ"[3] بمالا مزید علیہ تحقیق نمودہ ام کہ اگر مضحی بخودی خود بے تخلل تملیک بدیگرے جلد اضاحی را بچو امور قربت صرف نماید محذورے نیابد، لاجرم ایں صورت اولٰی بجواز ست کما لا یخفی علی اولی النہی، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

قرار پائی۔ ردالمحتار میں ہے جب قربانی کا گوشت فقیر کو زکوٰۃ کی نیت سے دیا تو ظاہر الروایۃ میں زکوٰۃ میں شمار نہ ہوگا، لیکن جب غنی کو دیا اور غنی نے فقیر کو اپنی زکوٰۃ میں دیا تو غنی کی زکوٰۃ ادا ہوگی، اگر قربانی والے کھال کو قربت کے علاوہ بھی صرف کریں تو کوئی مانع نہیں ہے کیونکہ قربانی والا تمول نہیں بناتا اور تمول والے نے قربانی نہ بنائی مثلاً جب فقیر پر صدقہ کیا اور فقیر نے دراہم کے عوض فروخت کردی تو یہاں کھال قربت میں صرف ہوئی جبکہ قربت خود احکام قربانی سے ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی بناء پر کہ "ثواب کماؤ" اس کو ابوداؤد نے حضرت نبشہ الہذلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے، اور اس فقیر نے اپنے فتاوٰی میں بقدر کفایت اور رسالہ "الصافیہ الموحیہ لحکم جلود الاضحیہ" میں انتہائی بیان کردیا ہے کہ اگر قربانی والا خود بلاواسطہ تملیک دوسرے کو خود صرف کرلے تو کوئی حرج نہیں ہے تو یہ صورت بطریق اولٰی جائز ہوگی، جیسا کہ صاحب فہم پر مخفی نہیں ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)۔

مسئلہ ۲۸۳ از سہسرام ضلع مرسلہ حکیم سراج الدین احمد صاحب ۴ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

قیمت کھال قربانی جو پہلے سے بیوہ و بیکس، یتیم و بے بس، مساکین سکنائے جار و اقربائے دیار پر تقسیم ہوتی، و مساجد کے فرش، جانماز، روشنی، ڈول، رسّی و جھاڑو وغیرہ کے مصارف میں صرف

---

[1] ردالمحتار کتاب الاضحیۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۰۹

[2] سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۳

Marfat.com

ہوا کرتی تھی جس کو اہالیانِ مدرسہ ناجائز مشتہر کرا کے اب مسلم کھال یا کُل قیمت باغوائے اہلیان مدرسہ باغوائے بیان واعظین داخلِ مدرسہ ہوجاتی ہے، اور مسکینان محروم رہتے ہیں، ستم ہے یا نہیں؟ اور اہلیان و مہتممانِ مدرسہ کو اس رقم کا لینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

چرمِ قربانی کے بارے میں یہ حکم ہے کہ اُسے بغیر بیع اپنے کسی صرف میں لائے تو لا سکتا ہے، مثلاً کتابوں کی جلدیں بنائے یا مشک، ڈول بنوائے، اور ایسے ہی کاموں کے لئے کسی غنی کو ہدیہ بھی دے سکتا ہے، اور بہتر یہ ہے کہ اسے مصارفِ خیر میں صرف کرے، مثلاً یتامٰی وبیوگان و مساکین کو دیں یا مساجد کے مصارف مستحبہ میں صرف کرنا یا سُنّی مدارس دینیہ میں امداد علم دین کے لئے دینا، یہ سب صورتیں جائز ہیں لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کلوا وادخروا واتجروا[1] (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کی بنا پر کہ کھاؤ، ذخیرہ بناؤ اور ثواب کماؤ۔ ت) ان میں سے جن میں زیادہ مناسب اور حاجت وقت کے ملائم جانے صرف کرے، کسی صورت کو ظلم نہیں کہہ سکتے، ہاں یتیموں اور بیواؤں اور مسکینوں کو دینا جو ناجائز بتائے وہ ظلم کرتا ہے کہ یہ اس کا شریعتِ مطہرہ پر افترا ہے، یونہی اگر کچھ لوگ اپنے یہاں کی کھالیں حاجتمند یتیموں، بیواؤں، مسکینوں کو دینا چاہیں کہ ان کی صورت حاجت روائی یہی ہو، اُسے کوئی واعظ یا مدرسہ والا روک کر مدرسہ کے لئے لے لے تو یہ اُس کا ظلم ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۴

۱۱ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک غریب شخص کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی، وہ اس قابل نہیں ہے کہ عقیقہ کرے ساتھ قربانی کے، مگر بسبب سنّت ادا ہونے کے اس کو کسی شخص نے کچھ عطیہ کیا تھا اس کو فروخت کرکے اُس نے قربانی کی، اور اس کے پاس کسی طرح کا مقدور نہیں ہے، اور اس قربانی کی کھال کے دام اپنے خرچ میں لانا جائز ہے یا ناجائز؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

عقیقہ کے احکام مثل اضحیہ ہیں، اس سے بھی مثل اضحیہ تقرب الی اللہ عزّوجل مقصود ہوتا ہے، اور جو چیز تقرب کے لئے رکھی گئی وہ تموّل یعنی اپنا مال بنانے سے محفوظ رکھنا چاہئے، کھال بھی جانور کا جز ہے، تو داموں کو بیچ کر اپنے صرف میں لایا جیسا کہ اضحیہ میں ناجائز ہے، یہاں بھی ضرور نامناسب ہونا چاہئے

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الضحایا آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۳

Marfat.com

کہ رجوع عن التقرب نہ ہو، ہاں اُس سے کتاب کی جلد یا مشک، ڈول بناکر اپنے صرف میں لا سکتا ہے یا اسے کسی محتاج کو دے دے، پھر اس سے خفیف قیمت کو اس کی مرضی سے خرید کر دوسرے کے ہاتھ پوری قیمت کو بیچے، ھذا ما ظھرلی (یہ وہ ہے جو مجھ پر ظاہر ہوا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۸۵ از تلہر، محلہ ہندو پٹی، ضلع شاہجہاں پور مرسلہ مولانا مولوی ضیاء الدین صاحب مدظلہ ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قیمت جلد قربانی یا عقیقہ براہ راست مسجد یا مدرسہ دینیہ میں صرف کی جاسکتی ہے، یا تملیک مسکین کی ضرورت واقع ہوگی، بیّنوا بالدلیل و توجروا بالاجر الجزیل (دلیل کے ساتھ بیان کرو اور کثیر اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

ہاں جلد براہِ راست صرف کی جاسکتی ہے،

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا:
وائتجروا[1]۔ اجر و ثواب حاصل کرو۔ (ت)

اور اگر مسجد و مدرسہ میں دینے کے لئے داموں کو فروخت کی تو دام بھی براہِ راست صرف کئے جاسکتے ہیں۔ تبیین الحقائق میں ہے: لانہ قربۃ کالتصدق[2] (کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔ ت) ان صورتوں میں تملیک مسکین ضروری جاننا شرع مطہر میں زیادت کرنا ہے جس پر کوئی دلیل نہیں، تو اپنی طرف سے ایجاد ایجاب ہوا، ما انزل اللہ بھا من سلطٰن[3] (اللہ تعالٰے نے اس پر کوئی دلیل نہ فرمائی۔ ت) ہاں اپنے خرچ میں لانے کے لئے داموں کو بیچے تو اس کی سبیل تصدق ہے کہ ملک خبیث ہے براہِ راست مدرسہ و مسجد میں نہ دے، فان اللہ طیب لا یقبل الا الطیب[4] (بیشک اللہ تعالٰی طیب ہے اور صرف طیب کو قبول فرماتا ہے۔ ت) اس سوال کا جواب پہلے فتوٰی میں نظر نہ آنا عجیب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۳
[2] تبیین الحقائق کتاب الاضحیۃ المطبعۃ الکبری الامیریۃ بولاق مصر ۶/ ۹
[3] القرآن الکریم ۵۳/ ۲۳
[4] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۲۸

Marfat.com

مسئلہ ۲۸۶ ازکانپور مرسلہ مولوی سلیمان صاحب

قربانی کے چمڑا کا روپیہ مسکینوں کو نہ دے بلکہ اس روپیہ سے فوائد عوام کے واسطے کتب خانہ میں قرآن شریف وکتب عربیہ وفارسیہ وانگریزی وبنگلہ وغیرہ خرید کرکے رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے جبکہ وہ دینی کتابیں ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۷ ازبارہ بنکی مسئولہ ریاض حسین ناظم انجمن نورالاسلام ۱۶ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قربانی کی کھال کی قیمت ایک ایسی انجمن میں جس کے اغراض ومقاصد دستور العمل منسلکہ سے واضح رائے عالی ہونگے، صرف ہوسکتی ہے؟

الجواب

مقاصد کے عام الفاظ ہمیشہ دل خوش کُن ہوتے ہیں، اعتبار واقع کا ہے، اگر یہ انجمن حقیقۃً اہلسنت کی ہے، جن کے عقائد وہابیت ودیوبندیت وغیرہما ضلالت سے پاک ہیں اور بچّوں کو اسی مذہب حق کے مطابق تعلیم ہوتی ہے، توبیشک چرم قربانی اس میں صرف کرنے کو دیا جاسکتا ہے، اور اس کے مصارف کے لئے بیچ کر قیمت بھی اس میں دی جاسکتی ہے۔ تبیین الحقائق امام زیلعی میں ہے: لانہ قربۃ کالتصدق[1] (کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۸ ازپٹنہ سٹی، اشرف منزل مرسلہ سید محمد فریدالدین صاحب ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے شہر پٹنہ میں ایک انجمن جس کا نام حفظ المساجد ہے قائم ہوئی ہے، اس کا مقصد محض مرمت مساجد وتعمیر منہدم مسجدوں کی ہے، اس انجمن میں تمامی امراء وغرباء علی قدر مراتب دامے درمے امداد کرتے ہیں، اب یہ انجمن چاہتی ہے کہ چرم قربانی عیدالاضحٰی بھی اس کی مدد میں شامل کیا جائے اگر چرم قربانی عیدالاضحٰی یا قیمت چرم اس انجمن میں دیا جائے تو جائز ہے یا ناجائز؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جائز ہے، قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وائتجروا[2] (حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الاضحیۃ المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ بولاق مصر ۶/ ۹

[2] سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۳

Marfat.com

زیلعی وعالمگیری میں ہے، لانہ قربة کالتصدق[1] (کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۹ از قصبہ کٹرہ، تحصیل تلہر، ضلع شاہجہانپور محلہ مڑھی مرسلہ عبدالغفار خاں ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میں حنفی اگلے سال گائے قربانی کی تھی، اس کی کھال فروخت کرکے اور وہ روپیہ میں نے خدا کی راہ میں اس طرح پر خیرات کیا کہ کھانا پکایا اور بھوکوں کو تقسیم کیا، اور مجھ کو محرم میں چھٹی ملی، اور اِدھر اُدھر نہیں ملی، تو مجھ سے دو چار لوگوں نے کہا یہ بیکار خرچ کیا، اس کا عذاب تاقیامت تجھ کو ہوگا، اس واسطے کہ تم نے محرم میں اماموں کو خیرات دی، تم کو چاہئے کہ مسجد میں یا اسلامیہ مدرسہ میں فرش دئے ہوتے، یا یہاں ایک فقیر صاحب ایک پیر کا عُرس کرتے ہیں اُن کو دیا ہوتا، تو تم کو تاقیامت ثواب ہوتا، ورنہ تم عذاب میں داخل ہوگئے یا حضرات کو بھجوادئے ہوتے تو ثواب ہوتا۔

جناب! یہاں اسلامیہ مدرسہ میں سرکاری انتظام ہے، اور مسجد میں بھی بہت فرش تھے، اس وجہ سے بھوکوں کو کھلادیا میں نے اچھا سمجھ کر، اور آپ کا حال نہیں معلوم تھا کہ جناب کو کٹرہ والے روپیہ روانہ کردیا کرتے ہیں، خیر مجھ سے خطا ہوئی، اب جو حضرت ارشاد فرمائیں وہ فدیہ کرے، یا تو اگلے سال کا حرجہ دے یا اس سال کا بھی ویسے ہی خرچ کردے، مجھ کو محرم میں چھٹی ہوگی۔ بیّنوا توجروا

الجواب
(فدیہ مدرسہ نسواں اسلامیہ کٹرہ)

آپ نے بہت اچھا کیا کہ مساکین کو کھانا کھلادیا، یہ بہت بڑے ثواب کی بات ہے نہ کہ عذاب کی، اُن لوگوں کا کہنا محض غلط ہے، خیرات مولٰی تعالٰی کے نام پر ہوتی ہے اور اس کا ثواب اماموں کی ارواحِ پاک کو پہنچاسکتے ہیں، اور وہ ان پر تصدّق نہیں بلکہ اُن کی نذر ہے، یہ فقیر بفضلہ تعالٰی غنی ہے اموالِ خیرات نہیں لے سکتا، ہاں یہ دوسری بات ہے کہ احباب اچھے مصارف میں صرف کرنے کیلئے زکوٰۃ وصدقات کے اموال بھی بھیجتے ہیں کہ اپنی رائے سے مصارفِ خیر میں صرف کردوں، اور وہ بفضلہ تعالٰی صرف کردئے جاتے ہیں، زکوٰۃ اُس کی جگہ اور دیگر صدقات اُن کی جگہ، یُوں یہ فقیر بھی اُن احباب کا شریکِ ثواب ہوجاتا ہے کہ صدقہ اگر سَو ہاتھوں پر نکلے گا سب کو ثواب ملے گا، ایک روٹی کا ٹکڑا کہ زید کے مال سے پکا، اور زید کی بی بی نے خادمہ کے ہاتھ دروازہ کے سائل کو بھیجا، تو زید جس کا مال ہے، اور بی بی جس نے بھیجا، اور خادمہ جس نے جاکر فقیر کو دیا تینوں یکساں شریکِ ثواب ہیں، اور مولٰی تعالٰی کا فضل

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الاضحیۃ المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۹/۶
فتاوٰی ہندیۃ ؍؍ الباب السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۰۱

Marfat.com

بہت بڑا ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۹۰ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ سلطان روم کے ساتھ اور غیر قوم ملکی جو لڑ رہا ہے، یہ اظہر من الشمس ہے اور اس لڑائی کے خرچہ کے بابت اس دیار کے بڑے بڑے آدمی مل کر مجلس کر رہا ہے کہ اس سال قربانی کا چمڑا کی قیمت جتنا ہوگا وہ سب وہاں بھیجنا ہوگا، اور وہاں بھیجنے سے ہم لوگوں کا ثواب بہت ہوگا اور جہاد کا رتبہ ملے گا، اور ہم لوگ وہاں جاکر سلطان کی لشکر کے ساتھ ہمراہ ہونے کا کچھ تو سرانجام نہیں رکھتا ہوں یہ ہی ہم لوگوں کے واسطے بس ہے، بعد اس کے کہنے کہ اس دیار کا فقراء و غرباء لوگ یہ کہہ رہا ہے کہ اس برس سلطان کی جہت سے ہم لوگ سب کے سب شاید مارا جاوے گا، یہ سب آہ و زاری انھوں کا سُن کے کوئی بیچارہ تھوڑا ہی کچھ علم رکھتا تھا، وُہ اپنی زبان سے یہ کلام باہر کیا کہ یہ جو بڑے آدمی اور بعض دو عالم، سلطان کی خیر خواہی کے واسطے جو کمیٹی کیا ہے شاید یہ خیر خواہی نہ ہوگا بلکہ یہ بدخواہی ہوگا کیونکہ ہر سال جو یہاں کا فقراء و غرباء مساکین لوگ یہ سب چمڑہ کا قیمت اپنے دو زن و فرزند لے کر خوشی سے اوقات بسر کرینگے، اس سال وُہ لوگ غم میں دوع اوقات بسر کرتے ہیں، اور یہ سب روپیہ اچھا نہیں ہے کیونکہ یہ فقیروں کا حق ہے، اور مجھ کو خوف ہے کہ میرے سلطان المعظم کو کچھ نقصان آجائے، اب بڑے دو آدمیوں کو اور بڑے دو عالموں کو جنھوں نے یہ رواج کیا ہے، یہ سزاوار ہے کہ گاؤں بگاؤں مجلس کرکے ہر ایک مسلمان سے دو طاقتکے مطابق کچھ چندہ وغیرہ مقرر کرکے سب کو ملاکر وہاں بھیجنے سے اولیٰ ہوگا، اور وہ مسکین لوگ اپنا حصّہ پاکر اگر خوشی سے دیوے تو بھی بہتر ہوگا، جیسے کہ اور جگہ کے فقیر لوگ دے رہا ہے، اور یہ بھی بہتر ہوگا کہ اس موسم میں ہم لوگوں کو اپنے دو حصّہ کے مطابق فقیروں کو اور غریبوں کو کچھ للہ دیویں، اور بواسطہ اس کے میرے سلطان مدظلہ العظیم کے لئے خدا عزّوجل سے مدد چاہوں، یہ بات اُن بیچارے کا کوئی بڑے آدمی سنتے ہے، وُہ بیچارے کو لعن طعن کر رہا ہے، احقر حضور سے یہ امید کرتا ہے کہ کون حق پر ہے، اور اگر وہ آدمی ناحق پر ہے تو اُس کا کیا حکم ہے؟

الجواب

قربانی کا چمڑا کچھ خاص حق فقراء نہیں، ہر کارِ ثواب میں صرف ہوسکتا ہے، حدیث میں فرمایا:
کلوا وادخروا وائتجروا[1] (کھاؤ، ذخیرہ کرو اور ثواب کماؤ۔ ت) اور واقعی جہاں تک معلوم ہے

ع سوال میں جگہ جگہ "دو" کا لفظ سائل کا تکیۂ کلام ہے ۱۲ عبدالمنان

[1] سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۳

Marfat.com

مجاہدین کو اس وقت امداد کی بہت ضرورت ہے اور اس میں دین کی بڑی منفعت ہے ان شاء اللہ تعالٰی۔
اور اُسی جگہ حکم ہے کہ وہی کام اختیار کریں جس کی حاجت شدید ہو، اور شک نہیں کہ وہاں کی حاجت شدید ہے، فقراء کی خبرگیری جہاں تک شرعاً ضروری ہے اہلِ مال پر لازم ہے وہ اگر نہ کریں ان کی بے سعادتی ہے، مگر یہ کھالیں جن میں شرع نے فقراء کا کوئی حق معیّن نہ فرمایا، یہ اگر نہ دی جائیں دوسرے کارِ اہم میں صَرف کی جائیں تو اس پر اُن کی ناراضی کی کوئی وجہ نہیں، نہ اس پر اُن کا رزق موقوف ہے، نہ عام طور پر یہ کھالیں ان کو دی جاتی تھیں بلکہ مدارس کو دی جاتی تھیں، اور شریعت میں ضررِ عام کا لحاظ ضررِ خاص سے زیادہ اہم ہے، یہاں تک کہ ضررِ عام کے دفع کے لئے ضررِ خاص کا تحمّل کیا جاتا ہے کما فی الاشباہ والنظائر وغیرہ[1] (جیساکہ اشباہ والنظائر وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۱ مسئولہ عنایت بیگ منیجر کارخانہ گلاب کمپنی، سکندرہ راؤ، ضلع علی گڑھ
بروز شنبہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ناصرانِ شرعِ متین کہ ہمارے قصبہ سکندرہ راؤ میں مدرسہ اسلامیہ ہے، اس میں قرآن شریف، اردو، انگریزی پڑھائی جاتی ہے، اس کی امداد کے لئے چرمِ قربانی دینا موجبِ ثواب ہے یا نہیں، بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اس میں انگریزی کی تعلیم ہے اس لئے اس کی امداد ٹھیک نہیں ہے۔

الجواب

مصرفِ قربانی میں تین باتیں حدیث میں ارشاد ہوئی ہیں کلوا وادخروا وائتجروا[2] کھاؤ اور ذخیرہ رکھو اور ثواب کا کام کرو۔ انگریزی پڑھنا بیشک کوئی بات ثواب کی نہیں، اگر یہ احتیاط ہو سکے کہ اُس کے دام صرف قرآن مجید وعلمِ دین کی تعلیم میں صَرف کئے جائیں تو دے سکتے ہیں ورنہ نہیں۔
واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۲ از شاہجہانپور تاجر خیل افضل المدارس مرسلہ مولوی محمد امین صاحب
۷ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

تاج العلماء افضل الفضلاء حضرت! یہ استفتاء نہایت ضروری ہے، مخالفین کا مقابلہ ہے، بہت جلد جواب سے مطلع فرمائیے گا۔

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الخامسۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۲۱
[2] سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۳

Marfat.com

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، بعض جگہ دستور ہے چند گائے جمع کرلی گئیں، اور اُن میں حصے مقرر کر دیئے، اور مالک حصص سے کہہ دیا کہ یہ گائے تمھاری طرف سے کی جاتی ہے اس شرط پر کہ یہ چرم فلاں مدرسہ میں دینا ہوگا، فلاں کام میں صرف کرنا ہوگا، اس قسم کے شرائط عند الشرع جائز ہیں یا نا جائز؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جبکہ کوئی شخص ان میں کسی معیّن گائے کا ایک حصّہ یا چند حصص خریدے اور اُن لوگوں کو اپنی طرف سے قربانی کرنے کی اجازت دے اور یہ شرط ٹھہرے کہ اس کی کھال مدرسہ دینیہ یا فلاں نیک کام میں صرف کرنا ہوگی تو یہ جائز ہے، اس میں حرج نہیں،

وھو ان کان بیعا بشرط فلیس شرطا فیہ نفع احد المتعاقدین، او المعقود علیہ الصالح للاستحقاق، واللہ تعالٰی اعلم۔

یہ اگرچہ بیع بالشرط ہے لیکن اس شرط میں عاقدین اور معقود علیہ میں سے کسی کا نفع نہیں ہے معقود علیہ نفع کے استحقاق کا اہل نہیں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

Marfat.com

١٢

اَلصافیة المُوجِبَة لحُکم جلود الاضحیّة

(چرمہائے قربانی کے حکم کی طرف اشارہ کرنیوالی صاف ستھری کتاب)

مسئلہ ۲۹۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ماقولکم دام فضلکم فیمن باع جلد اضحیتہ لیصرف ثمنہ فی وجوہ القرب کاعانۃ المدارس الاسلامیۃ و شراء حصر المساجد و زیت قنادیلہ وغیر ذٰلک من القربات التی لا تملیک فیھا، فھل ھو جائز، والصرف الی تلک الوجوہ سائغ ام لا، بل یکون صدقۃ واجبۃ لایصرف الا فی مصارفھا افیدونا رحمکم اللہ تعالٰی۔

الجواب الحمد للہ وبہ نستعین، والصلوٰۃ والسلام علٰی سید المرسلین محمد و اٰلہ وصحبہ اجمعین، ما تقرب

خلاصۃ "الصافیۃ الموجبۃ لحکم جلود الاضحیۃ"

مسئلہ: علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ قربانی کی کھال کو راہ ثواب میں خرچ کرنے کیلئے بیچنا جیسے مدارس اسلامیہ کی اعانت، مسجد کیلئے چٹائی، روشنی وغیرہ کار ثواب جس میں کسی خاص فقیر کو مالک نہیں بناتے، جائز ہے یا ناجائز؟ اور ایسا پیسہ ان مصارف میں صرف ہوسکتا ہے یا وہ صدقہ واجبہ ہے اور اس کا فقیر کو مالک بنانا ضروری ہے۔ بینوا توجروا۔

جواب: اللہ تعالٰی کے لئے تعریف ہے اور ہم اسی سے مدد مانگتے ہیں، درود وسلام سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی آل واصحاب پر،

Marfat.com

الی الله تعالیٰ بالقرابین۔ نعم اذا باعه بالدراهم لا بمال يتمول، او ربح يتحصل۔ بل ليصرفه الى وجوه القرب ومرضات الرب۔ جاز له ذلك وان لم يوجد تمليك هناك لان المطلوب فى الاضحى مطلق التقرب دون خصوص التمليك من الفقير ولهذا جازت الاباحة ولو لغنی۔

والمعنى المانع فى البيع انما هو التصرف على قصد التمول كما نص عليه الائمة الاعلام۔ قال فى الهداية لا يشترى به ما لا ينتفع به الا باستهلاكه كالخل والابزار اعتبارا بالبيع بالدراهم والمعنى فيه انه تصرف على قصد التمول[1] اھ وفى مجمع الانهر شرح ملتقى الابحر لا يبيعه بالدراهم لينفق الدراهم على نفسه وعياله والمعنى انه لا يتصرف على قصد التمول[2] ومثله فى البناية شرح الهداية للعلامة البدر وغيره من اسفار العلماء الغرر۔

جب تک لوگ خدا کے لئے قربانی کرتے رہیں۔

قربانی کی کھال کو تمول کی غرض سے نہ بیچا ہو، بلکہ کار ثواب میں صرف کرنے کی غرض سے بیچا ہو تو یہ بھی جائز ہے اور ان مصارف میں اس کا صرف کرنا بھی جائز ہے۔ اگرچہ وہاں فقیر کو مالک نہ بنایا گیا ہو، کیونکہ قربانی کا مقصد مطلق کار ثواب ہی ہے فقیر کو مالک بنانا نہیں۔ اسی لئے قربانی کا گوشت وغیرہ مالدار کو دینا بھی جائز ہے۔

اصل میں قربانی کی کھال کی بیع اس وقت منع ہے جب اس کو اپنی ذات کے تمول کے لئے بیچا ہو۔ اسی کی علماء اعلام کے کلام میں تصریح ہے۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

"مسئلہ کے جزئیات: قربانی کی کھال سے ایسی چیز نہ خریدے جس کو فنا کئے بغیر اس سے فائدہ نہ اٹھایا جاسکے جیسے سرکہ یا غلہ سے بدلنا (کہ ان کو ختم کرکے ہی ان سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے) دراہم کے ساتھ بیع کرنے کی ممانعت کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس نے کار ثواب کی چیز کو اپنی ذات کے نفع اور مالداری کے لئے برتا۔"

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے، روپیہ کے بدلے بیچنا اس مقصد سے منع ہے کہ وہ روپیہ اپنے اور بال بچوں پر صرف کرے کہ یہ "قصد

---

[1] الہدایۃ — کتاب الاضحیۃ — مطبع یوسفی لکھنؤ — ۴/۴۴۵
[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر — — — دار احیاء التراث العربی بیروت — ۲/۵۲۱

Marfat.com

وظاهر ان البيع للقرب ليس من التمول
فى شئ فلا وجه لمنعه بل هو
قربة لكونه فعل لاجل قربة ،
فيكون اقامة للمطلوب الشرعي لا دخولا
فى الوجه المنهى، الا ترى الى ما قال
الامام العلامة فخر الدين
الزيلعي فى تبيين الحقائق شرح
كنز الدقائق لو باعها بالدراهم
ليتصدق بها جاز لانه قربة
كالتصدق[1] اھ فانما علل الجواز
بكونه قربة ، وما نحن فيه ايضا
كذلك ، فيكون مثله فى حكم الجواز،
ويا ليت شعرى من اين يحكم
بوجوب التصدق مع انه لم يكن
معينا فى القربان راسا ولا حدث
آخر ما يوجبه عينا بخلاف ما اذا
باع بالدراهم لينفقها على نفسه
وعياله حيث يجب التصدق
لحدوث التمول المنهى عنه اقول
والسر فى ذلك ما يستفاد
من كلمات العلماء الكرام ان
اصل القربة فى الاضحية انما
تقوم باراقة الدم لوجه الله

وجہ التمول" ہے۔"
یہی بات بنایہ وغیرہ کتب کبار میں ہے، تو ثابت ہوا کہ کھال کی وہی بیع منع ہے جو اپنی ذات کے نفع کے لئے دراہم یا برتنے سے ختم ہو جانے والی چیز کے بدلے میں ہو، اور یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ کار ثواب کے لئے بیچنے کا اس سے کچھ علاقہ نہیں، تو ایسی بیع ممنوع ہونے کی کیا وجہ ہے، بلکہ یہ تو اسی مقصد کے حصول کا ذریعہ ہے جس کے لئے قربانی ہوئی، تو اس کو تو بدرجہ اولی جائز ہونا چاہیئے۔

علامہ فخر الدین زیلعی اپنی شرح کنز میں فرماتے ہیں، "اگر کھال کو صدقہ کرنے کی نیت سے بیچا تو جائز ہے، کیونکہ یہ کار ثواب ہے، جیسے گوشت ہی صدقہ کر دیتا۔"

امام زیلعی نے اپنے کلام میں بیع الدراہم کے جواز کی وجہ مطلقاً کار ثواب بتایا، بیع مسئولہ بھی کار ثواب کے لئے ہی ہے، پھر اس کے ناجائز ہونے کی کیا وجہ ہے، یہ بلاشبہہ جائز ہے۔

ایسے پیسوں کا صدقہ واجب قرار دینا بالکل بے اصل بات ہے، جب خود قربانی کے گوشت اور کھال کا صدقہ کرنا واجب نہیں، تو اس کے دام کا صدقہ کس طرح واجب ہوگا، جبکہ صدقہ کو واجب کرنے والی کوئی نئی بات پیدا بھی نہ ہوئی۔

ہاں وہ بیع بالدراہم جو اپنی ذات کے

---

[1] تبیین الحقائق   کتاب الاضحیۃ   المطبعۃ الکبری الامیریۃ بولاق مصر   ۶/ ۹

Marfat.com

تعالیٰ فما لم یرق لایجوز الانتفاع بشئ
منہ حتی الصوف واللبن وغیر ذٰلک
لانہ نوی اقامۃ القربۃ
بجمیع اجزائها فاذا اقیمت وحصل
المقصود ساغ الانتفاع علیٰ جمیع
الوجوہ، بید انہ لما کان شیئا
تقرب بہ الی المولیٰ سبحٰنہ
وتعالیٰ، والتقرب والتمول ضدان متباینان
لایلتئمان، فقد خرج بذٰلک عن
جہۃ التمول بحیث لاعود الیہ
ابدا فاذا قصد بشئ منہ التمول
فقد خالف واورث ذٰلک خبثا فی
البدل، وایما مال حصل بوجہ
خبیث فسبیلہ التصدق، اما
القربات فلا تنافی التقرب
بل تحققہ ولا تورث خبثا بل
تزھقہ فمن این تحرم
وتجب تصدقہ، قال
الامام العینی فی البنایۃ
المعنی فی اشتراء ما لاینتفع
بہ الابعد استہلاکہ انہ
تصرف علی قصد التمول
وھو قد خرج عن جہۃ
التمول فاذا تمولتہ بالبیع
وجب التصدق لان ھذا

انتفاع کے لئے ہو، وہ ضرور بیع منہی عنہ ہے کہ
اس بیع کا مقصد مال حاصل کرنا ہے، اور یہ شرعاً
منع ہے، اس کا بھید یہ ہے کہ قربانی میں اصل
کارِ ثواب اللہ کے لئے خون کا بہانا ہے، اسی لئے
جب تک جانور سے یہ اصل غرض حاصل نہیں
ہوتی اس سے ہر قسم کا انتفاع مطلقاً منع ہے، حد
یہ ہے کہ اُون اور دُودھ سے بھی انتفاع جائز نہیں،
نہ قربانی کرنے والے کو نہ غیر کو، اور جب اصل غرض
حاصل ہوگئی تو اس کے تمام اجزاء سے ہر قسم کا انتفاع
جائز ہوگیا، لیکن قربانی شدہ جانور کو کلاً یا بعضاً
کسبِ زر کے لئے بیچنا، اس کو قرابت اور
کارِ ثواب سے پھیر کر دنیا کی طرف موڑ دینا ہے،
اور کارِ ثواب اور حصولِ زر میں منافات ہے،
اس لئے اس طرح بیع ناجائز اور منع ہوگی، اور
جو روپیہ اس طرح حاصل ہوگا وہ مالِ خبیث
ہوگا اور مالِ خبیث کا شرعی حکم صدقہ کرنا ہی ہے،
اور صدقہ کی غرض سے بیچنے اور قربانی میں کوئی
منافات نہیں کہ یہ بھی کارِ ثواب اور وہ بھی کارِ ثواب
تو یہ ایک طرح سے اسی کی تکمیل ہے، تو اس سے
حاصل شدہ رقم خبیث نہ ہوگی، لہٰذا یہ بیع بھی
حرام نہ ہوگی۔ اسی بات کو علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ
نے بنایہ میں ارشاد فرمایا: "جس چیز سے انتفاع
اس کے فنا کے بغیر نہ حاصل ہو ایسی چیز سے بیع
حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس قربانی کے
جانور میں تمول کی غرض سے تصرف ہوا حالانکہ وہ جانور

Marfat.com

الثمن حصل بفعل مکروہ فیکون خبیثاً فیجب التصدق[1] اھ و بہ تبین وان کان[عہ] بینا بنفسہ ان لیس کل تبدل بمستھلك تمولا و الا لما جاز البیع بالدراھم بنیۃ التصدق ایضا لصدق التمول علیہ حینئذ فیکون تصرفا ممنوعا خبیثا وھو خلاف المنصوص علیہ ویکون التصدق اذذاك لازالۃ الخبث والخروج عن المآثم لا لاکتساب الثواب والتقرب الی رب الارباب ولایجوز لہ فیہ رجاء القبول ، فان اللہ طیب لایقبل الا الطیب[2]، ولو رجاہ لباء باثم علی اثم فان ارتجاء القبول فی مال خبیث اثم بحیالہ کما صرحوا بہ وھذا کلہ باطل بالبداھۃ

تمول کی جہت سے نکل کر ہمیشہ کے لئے تقرب کی جہت میں داخل ہوگیا ہے، تو جب اسے بیع کرکے کسب زر کیا اس کا صدقہ واجب ہوا، اس لئے کہ یہ قیمت فعل مکروہ سے حاصل ہوئی، تو وہ خبیث ہوئی، اور اس کا صدقہ واجب ہوگیا۔"

سوال وجواب | یہاں اگر کوئی یہ کہے کہ یہ بات تو سب کے نزدیک مسلّم ہے کہ کھال کی بیع بطور تمول ناجائز ہے، اور حاصل ہونے والی قیمت خبیث ہے، ہمارا یہ کہنا ہے کہ کسی ایسی چیز کے بدلے بیچنا جو برتنے سے ختم ہوجائے، یہ بھی بیع بطور تمول ہے، تو کار ثواب کے لئے بھی اس طرح بیچنا بطور تمول ہوا، جس کو ناجائز ہونا چاہیے، اور قیمت کا صدقہ واجب ہونا چاہیے۔

جواب یہ ہے کہ اس خیال کی تردید امام عینی کا کلام کررہا ہے کیونکہ انھوں نے تصدق کے لئے مستہلک سے بھی بیع کو جائز قرار دیا، حالانکہ اس پر بقول آپ کے بیع برائے تمول صادق آنا

عہ فان نفس لفظ التمول یدل بعبارتہ علی المال و بھیئاتہ علی تحصیلہ لنفسہ کما لایخفی ۱۲ منہ قدس سرہ۔

کیونکہ تمول اپنے لفظ کے اعتبار سے مال پر اور صورت کے اعتبار سے اپنی ذات کے لئے تحصیل پر دلالت کرتا ہے ۱۲ منہ قدس سرہٗ۔

---

[1] البنایۃ فی شرح الہدایۃ کتاب الاضحیۃ المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۴/ ۱۹۰

[2] مسند امام احمد بن حنبل از مسند حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۲۸

Marfat.com

فثبت ان ليس كل تبدل بمستهلك تمولا و ان البيع للتصدق خارج عنه فكذا السائر القرب اذ لافارق يقضي بكون هذا تمولا وذاك غيره ومن ادعاه فليات ببرهان على دعواه ولم يقدر عليه ان شاء الله۔

چاہیئے، اور اس کو حرام ہونا چاہیئے، اور اس کا تصدق بلانیت ثواب ضروری ہونا چاہیئے جو مال خبیث کا حکم ہے اس سے ثواب کی امید رکھنا گناہ بالائے گناہ ہونا چاہیئے، اور یہ سب باطل ہے، کیونکہ یہاں تصدق اور طلبِ ثواب کی نیت سے یہ بیع ہوئی،

پھر بھی امام علینی نے اس کو جائز قرار دیا، تو ثابت ہوگیا کہ مستہلک سے بیع مطلقاً تمول کے لئے نہیں ہوتی۔

فان قال قائل انما جاز البيع للتصدق لان للوسائل حكم المقاصد فالبيع للتصدق مثل التصدق و التصدق جائز فكذا البيع له۔

ایک اور سوال وجواب | اگر کوئی یہ کہے کہ صدقہ کی غرض سے بیع جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بیع صدقہ کا ذریعہ اور وسیلہ ہے اور جو حکم مقصد کا ہوتا ہے وہ وسیلہ کا بھی ہوتا ہے صدقہ جائز ہے، تو اس کا وسیلہ بیع بھی جائز ہوگا۔

قلت كذلك البيع للتقرب مثل التقرب والتقرب جائز فكذا البيع له بل يلزم عليه جواز البيع للاكل ايضا لجواز الاكل بنص القرآن العظيم فالحق في التعليل ما قدمنا عن الامام الزيلعي من انه قربة[1]، وحينئذ لابد من كلية الكبرى القائلة بان كل قربة تجوز ههنا ينتج ان البيع للتصدق يجوز ههنا وبه يتضح جواز سائر القرب وضوح الشمس في رابعة النهار هذا و للعبد الضعيف لطف به القوى اللطيف

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تاویل بعینہ دیگر کار ثواب میں بھی جاری ہے کہ یہ سارے کار ثواب جائز ہیں، تو اس کے لئے بیع بھی جائز ہونا چاہیئے بلکہ اس توجیہ سے تو اشیائے مستہلکہ کے عوض بیچنا بھی جائز ہونا چاہیئے، مثلاً غلہ کے عوض کھال بیچیں اور غلہ کو اپنے استعمال میں لائیں کہ قربانی کو کھانا جائز اور بیع اس کے حصول کا ذریعہ، اور جو حکم مقصد کا وہی ذریعہ کا، تو یہ بیع بھی جائز، حالانکہ اس بیع کے ناجائز ہونے کا جزئیہ کلام ائمہ میں موجود ہے۔

تو ثابت ہوا کہ اصل علت جواز یہ نہیں کہ وسیلہ مقاصد کے حکم میں ہے بلکہ اصل علت وہی ہے

---

[1] تبيين الحقائق كتاب الاضحية المطبعة الكبرى الاميرية بولاق مصر ۶/۹

تقریر آخر اشمل و اظهر لبیان الفرق تطهر به المسائل جمیعا ان شاء الله تعالٰی۔

کہ حصولِ زر اور تمول کی غرض سے بیع ناجائز ہے اور مقاصدِ خیر کی غرض سے جائز، جیسا کہ امام زیلعی نے اس کے جواز کی علت میں فرمایا "لانہ قربۃ" (اس لئے کہ یہ کارِ ثواب ہے) اور منطق کی زبان میں یہ قول قیاس کا صغرٰی ہوا، اور نتیجہ دینے کے لئے کبرٰی کا کلیہ ہونا ضروری ہے جو اس طرح ہوگا "ہر قربت جائز ہے" تو بات نصف النہار کی طرح واضح ہوگئی کہ ہر قربت اور کارِ ثواب کے لئے بیع جائز ہے، وللہ الحمد۔

فاقول وبالله التوفیق الجهات ثلث، الاکل والادخار والائتجار وهو طلب الاجر بای وجه کان فقد اخرج ابوداؤد فی سننه بسند صحیح رواته کلهم من رجال الصحیحین ماخلا مسددا فثقة حافظ من شیوخ البخاری عن نبیشة الخیر الهذلی رضی الله تعالٰی عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم انا کنا نهیناکم عن لحومها ان تاکلوها فوق ثلث لکی تسعکم جاء الله بالسعة فکلوا وادخروا و ائتجروا الاوان هذه الایام ایام اکل و شرب وذکر الله عزوجل[1] والائتجار باطلاقه یشمل التصدق وسائر وجوه التقرب کما لا یخفی فان فسره مفسر بالتصدق فلیکن التصدق فی کلامه بالمعنی الاعم علی ما سیأتیک تحقیقه ان شاء الله تعالٰی۔

ایک دوسری تقریر شرعًا قربانی کے مصرف کی تین جہتیں ہیں: اکل (کھانا)، ادخار (جمع کرنا) ایتجار (کارِ ثواب) میں صرف کرنا چاہے کون سا بھی کارِ ثواب ہو، جیسا کہ ابوداؤد نے ایک ایسی سند سے جس کے تمام راوی بخاری اور مسلم کے رواۃ میں ہیں، ایک صاحب حضرت مسدد ایسے نہیں تو وُہ ثقہ ہیں، حافظ ہیں، اور امام بخاری کے اساتذہ میں ہیں، الغرض یہ حدیث صحیح حضرت نبیشہ ہذلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے: "حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہم تم کو قربانی کا گوشت تین دن سے زائد روکنے سے منع کرتے تھے، اس کا مقصد مسکینوں پر آسانی تھی، اب اللہ تعالٰی نے کشادگی فرمادی، تو اب کھاؤ، جمع کرو اور کارِ ثواب میں صرف کرو۔ سنو یہ دن ہی کھانے پینے اور ذکرِ الٰہی کے دن ہیں۔" تو اس حدیث سے مطلقًا ہر کارِ ثواب کیلئے بیچنا جائز ہوا۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۳

Marfat.com

فان قلت الوارد فی حدیث احمد والبخاری و مسلم وغیرهم عن ام المؤمنین الصدیقة رضی الله تعالیٰ عنها قوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کلوا وادخروا و تصدقوا[1]، فلیحمل الائتجار علی التصدق لاتحاد الحکم والحادثة۔

قلت کلا فان الامر ههنا لیس للوجوب باجماع عامة علماء الامة، منهم ساداتنا الائمة الاربعة رضی الله تعالیٰ عنهم، وقد نصوا فی غیر ما کتاب ان لو اکله کله ولم یتصدق بشیئ منه لاشیئ علیه ومعلوم ان الترخیص والترغیب فی مقید لاینافی الترغیب والترخیص فی مطلق، فلا معنی للحمل ولاداعی الیه۔

وسرّ المقام ان الحمل عندنا ضروری لایصار الیه الا لضرورة وهو ان یتمانعا بحیث لایمکن العمل بهما اما حیث لاتمانع فنحن نجری المطلق علی اطلاقه حملا للفظ علی ظاهره وعملا بالدلیل بتمامه، قال المولی المحقق علی الاطلاق

سوال وجواب اگر کوئی آدمی یہ کہے کہ کارِ ثواب سے مراد وہی فقراء پر صدقہ کرنا ہے، تو ہمیں اصرار ہے کہ حدیث شریف کا لفظ ایتجار تمام امورِ خیر کو عام ہے، اس کو تملیک فقراء والے صدقہ میں منحصر کرنا تحکم ہے۔

ہوسکتا ہے کہ کوئی صاحب حدیث عام کو صدقہ خاص پر محمول کرنے کی یہ دلیل دیں، بخاری ومسلم وغیرہ کتبِ احادیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک حدیث مروی ہے جس میں ایتجار کے بجائے تصدّقوا کا لفظ ہے۔ تو ان دونوں حدیثوں میں تطبیق دینے کے لئے کیوں نہ ہم لفظ ایتجار (کارِ ثواب) کو صدقہ پر محمول کریں کیونکہ اصول کا مسئلہ یہ ہے کہ جب حکم اور واقعہ ایک ہو تو عام کو خاص پر محمول کیا جاتا ہے، اور یہاں پر ایسا ہی ہے کہ واقعہ دونوں حدیثوں میں قربانی کے جانور کا ہے اور حکم بھی دونوں جگہ ایک ہی ہے، بس فرق یہ ہے کہ ابوداؤد شریف کی حدیث میں صدقہ عام کا حکم ہے اور صحیحین کی حدیث میں صدقہ خاص کا، لہذا یہاں ایتجار سے مراد صدقہ ہی ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات صحیح ہے کہ جب حکم اور واقعہ ایک ہی ہو تو عام کو خاص پر محمول کیا جائے گا، لیکن یہ حکم عمومی نہیں کہ ہر واجب مستحب کو عام ہو، بلکہ صرف حکم وجوبی کے ساتھ

---

[1] صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب ماکان من النہی عن اکل لحوم الاضاحی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۵۸

Marfat.com

محمد بن الهمام قدس سرہ فی فتح القدیر اجیب عنا بانا انما نحمل فی الحادثۃ الواحدۃ للضرورۃ[1] الخ و قال فی تشیید ھذا الجواب تحقیقہ ان الحمل لما یجب الا للضرورۃ وھی المعارضۃ بین المطلق والمقید[2] الخ۔

فالمناط عند التنقیح ھو التمانع دون اتحاد الحکم والحادثۃ۔

خاص ہے کہ احکام واجبہ میں اتحاد حکم و واقعہ کے وقت عام کو خاص پر محمول کیا جائے گا، اور قربانی کے مصرف کے سلسلہ میں جو حکم ہے استحبابی ہے، اس بات پر چاروں اماموں کا اجماع ہے، لہذا مطلق کو مطلق اور مقید کو مقید رکھا جائے گا، ایک کو دوسرے پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں، تو جس حدیث میں تصدق کا لفظ ہے اس سے وہی مراد لیں گے، اور جس میں مطلقاً کار ثواب کا لفظ ہے اس سے جمیع وجوہِ خیر مراد لیں گے۔ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باری باری دونوں ہی امور کی طرف رغبت دلائی۔

اس کا رمز یہ ہے کہ علمائے احناف کے نزدیک مطلق کو مقید پر حمل کرنے کا حکم بدرجہ مجبوری ہے، یعنی جب مطلق اور مقید دونوں کو اپنے اپنے محل پر حمل کرنا ممکن نہ ہو، اور جہاں ایسا ممکن ہو حمل کرنے کی بالکل ضرورت نہیں۔ امام ابن ہمام فرماتے ہیں: "حادثہ واحدہ میں مطلق کو مقید پر حمل کرنے کا حکم بضرورت ہے، جب مطلق اور مقید کے حکم میں تعارض ہو تو مطلق کو مقید پر حمل کیا جائے کہ مجبوری ہے۔"

تو ثابت ہوا کہ اصل مطلق کو مقید پر حمل کرنے کا سبب مطلقاً اتحاد حکم و حادثہ نہیں، بلکہ دونوں حکموں کا تعارض اور منافاۃ ہے۔

یجزم بذلک من عاشر عرائس نفائس عبارتھم فقد حکموا ان لا حمل ان وردا فی السبب اذ لا تجاذب فی الاسباب ولا ان کان منفیین لامکان الجمع بالامتناع مطلقہ وانہ یجب الحمل ان اتیا فی حکمین مختلفین یوجب احدھما تقیید الآخر

مزید وضاحت کے لئے ہم کلام علماء سے چند مثالیں پیش کرتے ہیں:

(الف) تلویح وغیرہ میں ہے: "مطلق اور مقید اگر اسباب کے بیان میں وارد ہوں تو مطلق کو مقید پر حمل نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ ایک شئی کے چند اسباب ہو سکتے ہیں، تو تعارض نہیں، تو حمل کی ضرورت نہیں۔"

---

[1] فتح القدیر
[2] فتح القدیر

Marfat.com

بتوسط لازم، وذلك كان ينفي المقيد لازم اطلاق المطلق فينتفي بانتفائه فيتقيد لامحالة كما في اعتق عني رقبة ولا تملكني رقبة كافرة فان النهي عن تمليك كافرة ينفي جواز اعتاقها عنه، اذ لا اعتاق عنه بدون تمليكها عنه۔

(ب) تلویح میں اسباب متعدد اور اختلاف حوادث کی صورت میں بھی مطلق کو مقید پر حمل کرنے والوں کو جواب دیتے ہوئے فرمایا: "اگر ایک ہی حادثہ میں ایک حکم میں مطلق کی نفی ہو، اور دوسرے میں مقید کی نفی، تو مطلق کو مقید پر محمول نہیں کیا جائیگا کہ ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں، اصل مراد دونوں کی نفی ہے۔

ہاں دو ایسے مختلف احکام میں مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا، جہاں ایک حکم دوسرے کی تقیید کو مستلزم ہو، جیسے کسی نے کسی سے کہا ہماری طرف سے ایک غلام آزاد کرو، اور مجھے کسی مشرک غلام کا مالک نہ بنانا، ایسی صورت میں آمر کی طرف سے صرف مسلمان خرید کر ہی آزاد کیا جائیگا اگرچہ حکم مطلقاً آزاد کرنے کا ہے، لیکن مشرک غلام کی ملکیت کی نفی نے تملیک کو صرف مسلم غلام تک خاص رکھا، اور اُسے مالک بنائے بغیر اُس کی طرف سے آزاد نہیں ہو سکتا، تو جس کا مالک بنا سکتا ہے، یعنی مسلمان کا، اُسی کو آزاد بھی کرے گا، آزادی کا حکم لاکھ عام ہو۔"

وقد اجابوا القائلين بالحمل في الاسباب واختلاف الحوادث بعدم التعارض كما في التلويح وغيره، وعللوا وجوب الحمل عند الاتحاد بامتناع الجمع ممثلين له بقوله تعالیٰ فصيام ثلثة ايام[1] مع قراءة ابن مسعود رضي الله تعالیٰ عنه بزيادة متتابعات، قالوا فان المطلق يوجب اجزاء غير المتتابع والمقيد يوجب عدم اجزائه كما في التوضيح[2] وغيره فقد افادوا ان الحمل خاص بالايجاب دون الجواز والاستحباب، ولهذا

(ج) توضیح وغیرہ میں تعارض کے وقت مطلق کے مقید پر محمول ہونے کی مثال دیتے ہوئے فرمایا گیا: "اللہ تعالیٰ نے کفارہ میں مطلقاً تین روزے

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۸۹

[2] التوضیح والتلویح فصل فی ذکر المطلق والمقید مصطفی البابی مصر ۱/ ۶۳ و ۶۴

Marfat.com

قال المولی بحر العلوم ملک العلماء عبد العلی اللکنوی قدس سرہ فی فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت، فیہ اشارۃ الی ان الحمل انما ھو اذا کان الحکم الایجاب دون الندب او الاباحۃ اذ لاتمانع فی اباحۃ المطلق و المقید بخلاف الایجاب فان ایجاب المقید یقتضی ثبوت المؤاخذۃ بترک القید و ایجاب المطلق اجزاءہ مطلقا[1] اھ، قول الامام السغناقی فی النہایۃ علی مانقلہ فی البحر مقرا علیہ بل متمسکا بہ من ان الاصح انہ لایجوز حمل المطلق علی المقید عندنا لافی حادثۃ ولاحادثتین حتی جوز ابوحنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ التیمم بجمیع اجزاء الارض بحدیث جعلت لی الارض مسجدا و طھورا ولم یحمل ھذا المطلق علی المقید وھو حدیث التراب طھورا[2] اھ فلعلہ ارادنفی زعم من زعم ان مذھب اصحابنا رضی اللہ تعالٰی عنھم وجوب الحمل عند اتحاد

رکھنے کا حکم دیا، متفرق طور پر ہو یا مسلسل، اس سے کچھ تعرض نہیں کیا صِیَامُ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ (تین یوم کا روزہ) لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی قرارت ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ (مسلسل تین دن) آیا، یہاں ایک حادثہ میں دو متعارض حکم واجب کئے گئے، کیونکہ آیت کا تقاضا یہ ہے کہ متفرق طور پر بھی روزہ رکھ لے تو کفارہ کے لئے کافی ہوگا، اور متتابعات کا تقاضا یہ ہے کہ مسلسل رکھنا واجب ہے، اس لئے یہاں مطلق کو مقید پر حمل کیا جائے گا۔"

تو ان علماء نے تعارض والی صورت کو وجوب کے ساتھ خاص فرمایا۔

(د) یہی بات ملّا عبدالعلی بحرالعلوم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فواتح الرحموت میں فرمائی: "مصنف کی عبارت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مطلق کو مقید پر حمل کرنا احکامِ واجبہ کے ساتھ خاص ہے، احکامِ مستحبہ اور مباحہ کے ساتھ نہیں، اس لئے کہ مطلق اور مقید دونوں کے مباح ہونے میں کوئی تعارض نہیں، البتہ احکام واجبہ میں تعارض ہے کہ مقید کا تقاضا یہ ہوگا کہ جس نے قید پر عمل چھوڑ دیا، مجرم ہوا اور مطلق کا تقاضا یہ ہوگا کہ کوئی جرم نہیں کیا، اس تعارض کو دفع کرنے کی ضرورت ہے، مطلق کو

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی فصل المطلق مادل علی فرد منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/۳۶۲

[2] بحرالرائق کتاب البیع فصل یدخل البناء والمفاتیح فی بیع الدار ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/۲۹۹

Marfat.com

الحادثة مطلقا، فافادان لیس هذا من المناط فی شیٔ بل لایجوز فی حادثة ایضا ای ما لم یتمانعا فیضطر الیه لدفع التعارض، الاتری ان امامنا الاعظم رضی الله تعالٰی عنه لم یحمل الارض علی التراب مع اتحاد الحادثة وعلی هذا التقریر لایتجه ما اورد علیه العلامة المحقق محمد بن عابدین الشامی قدس سره السامی فی رد المحتار کما اوضحته فیما علقته علیه وللعبد الضعیف ههنا بحث شریف لولا غرابة المقام لاتیت به۔

مقید مان لیا جاتا ہے۔

(ک) امام سغناقی نے نہایہ میں فرمایا اور صاحب بحرالرائق نے ان کے قول کو سند کے طور پر ذکر کیا: "صحیح یہی ہے کہ حادثہ چاہے ایک ہو چاہے چند، مطلق کو مقید پر حمل نہیں کیا جائے گا، دیکھو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا: "ساری روئے زمین میرے لئے طہور بنائی گئی"۔ یہ مطلق ہے۔ دوسری حدیث میں فرمایا: "التراب طہور" (مٹی پاک ہے)، یہ خاص اور مقید ہے، ہمارے امام اعظم رحمہ اللہ نے عام کو خاص پر حمل نہیں کیا، اور اس کے سارے اجزا سے ہی تیمم جائز قرار دیا، اگرچہ حادثہ ایک ہی ہے۔

اس عبارت سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ امام سغناقی ان لوگوں کو جواب دے رہے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ حنفیوں کے نزدیک اتحاد حادثہ وحکم ہو تو مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا حالانکہ دار ومدار حادثہ واحدہ یا متعددہ پر نہیں، تعارض پر ہے، اور اسی مجبوری سے عام کو خاص پر یا مطلق کو مقید پر حمل کیا جاتا ہے، اور اسی سے ہمارے امام اعظم نے ایک حادثہ میں بھی عام کو خاص پر حمل نہیں کیا کہ ان دو حکموں میں کوئی تعارض نہیں۔

(یہاں امام شامی کا ایک اعتراض ہے جس کا جواب ہم نے ان کی کتاب پر لکھے ہوئے اپنے حاشیہ میں دیا ہے)

علی ان لقائل ان یقول ان الاتحاد ههنا لو حمل علی التصدق لکونه معه کالمطلق مع المقید فکذلک یجب حمل الاطعام الواردة وعند احمد والشیخین وغیرهم فی حدیث سلمة بن الاکوع رضی الله تعالٰی عنه کلوا واطعموا وادخروا[1]، و

ایک اور دلیل یہی حدیث حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے امام احمد و شیخین نے اس طرح روایت کیا:

(۱) کلوا (کھاؤ) اطعموا (کھلاؤ) ادخروا (جمع کرو)

اور امام احمد، مسلم، ترمذی نے حضرت بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے یوں روایت کی:

[1] صحیح البخاری کتاب الاضاحی باب مایوکل من لحوم الاضاحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۳۵

Marfat.com

عند احمد و مسلم و الترمذی من حدیث بریدة رضی اللہ تعالٰی عنه کلوا ما بداء لکم و اطعموا و ادخروا[1] وعند مسلم و غیرہ من روایة ابی سعید[ن] الخدری رضی اللہ تعالٰی عنه کلوا و اطعموا و احبسوا و ادخروا[2]، فان الاطعام ایضا مع التصدق کالائتجار مع انه باجماع العلماء علی اطلاقه جار للاتفاق علی اباحة الاباحة وعدم قصر الامر علی التملیك، فافهم و المتأمل الموفق اذا نظر حدیث اُمّنا رضی اللہ تعالٰی عنها مع ھٰذہ الاحادیث الاربعة[ع] التی فی روعه ان المراد ثمه بالتصدق المعنی الاعم الشامل لجمیع انواع القرب المالیة

(۲) کلوا ما بدا لکم (جتنا چاہے کھاؤ) واطعموا (کھلاؤ) ادخروا (جمع کرو)

اور امام مسلم وغیرہ کے یہاں ان الفاظ میں مروی ہے:

(۳) کلوا (کھاؤ) اطعموا (کھلاؤ) احبسوا (روک رکھو) ادخروا (جمع کرو)

حضرت نبیشہ ہذلی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث اس کے ساتھ ملالی جائے، تو ان چاروں حدیثوں میں "کلوا" اور "ادخروا" کا لفظ مشترک ہے، صرف حضرت نبیشہ ہذلی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث میں تیسرا لفظ "ایتجروا" (طلب اجر یعنی کارِ ثواب کرو) ہے، اور بقیہ تین حدیثوں میں "ایتجروا" کے بجائے اطعموا ہے، اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں اس مقام پر تصدقوا ہے، گویا ان حدیثوں میں تیسری چیز کو تین لفظوں سے تعبیر کیا: ایتجروا، اطعموا، تصدقوا۔ اب اگر سب چھوڑ کر ہم یہ تسلیم کرلیں کہ حضرت نبیشہ ہذلی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی

ع۱ ای احادیث نبیشة وسلمة و بریدة و ابی سعید رضی اللہ تعالٰی عنهم ۱۲ منه قدس سرہ۔

یعنی حضرت نبیشہ، سلمہ، بریدہ اور ابی سعود رضی اللہ تعالٰی عنہم کی احادیث۔ ۱۲ منہ قدس سرہ۔ (ت)

ع۲ ظنی انه لابد ھٰھنا من لفظ علیه (ای یجب حمل الاطعام الواردة فی الاحادیث علی التصدق)

میرا گمان ہے کہ یہاں "علیہ" کا لفظ ضروری ہے یعنی حدیث میں وارد اطعام کو صدقہ پر محمول کیا جائے۔ (ت)

---

[1] جامع الترمذی ابواب الاضاحی باب فی الرخصة فی اکلها بعد ثلاث امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۸۲

[2] صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب بیان ماکان من النهی عن اکل لحوم الاضاحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۵۹

Marfat.com

كما سيرد عليك تحقيقه ان شاء الله تعالى كما تلتم وترد مورداً واحداً، والاحاديث يفسر بعضها بعضا وبالله التوفيق

حدیث کا لفظ "ایتجروا" عام نہیں، بلکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کی طرح اس سے مراد خاص صدقہ تملیکی ہے (یعنی جس میں فقیر کو مالک بنانا ضروری ہوتا ہے) تو سوال یہ اٹھتا ہے کہ بقیہ تینوں حدیثوں میں لفظ "ایتجروا" کے بجائے لفظ "اطعموا" ہے۔ تو اس کو بھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث "تصدقوا" سے وہی نسبت ہوئی جو ایتجروا کو ہے۔ تو لازم ہوگا کہ اطعام کو بھی تصدقوا پر محمول کیا جائے، اور اطعام میں بھی اباحت کافی نہ ہو تملیک ضروری ہو۔ جس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر کوئی شخص کسی کو قربانی کا گوشت اپنے دسترخوان پر بٹھا کر کھلا دے تو یہ ناجائز ہوگا جب تک کہ فقیر کو اس کا مالک نہ کرے، جبکہ تمام علماء کا اجماع ہے کہ آدمی قربانی کا گوشت جس طرح دوسروں کو دے سکتا ہے اسی طرح بطور اباحت دعوت بھی کر سکتا ہے۔ اور اگر حدیث کے لفظ اطعام کو تصدق پر محمول نہیں کرتے تو ایتجار کو کیسے محمول کرتے ہیں۔

الغرض ان سب حدیثوں پر جتنا غور کیا جائے گا یہ حقیقت کھلتی جائے گی کہ تصدقوا سے مراد صدقہ خاص نہیں۔ بلکہ عام طور پر ہر کار ثواب مراد ہے چاہے اس میں تملیک ہو یا نہ ہو۔

وناهيك قول الامام الجليل صاحب الهداية فيها يستحب ان لا ينقص الصدقة عن الثلث لان الجهات ثلثة الاكل والادخار كما رويناه والاطعام لقوله تعالى واطعموا القانع والمعتر، فانقسم عليها اثلاثاً اه. ومعلوم ان الاطعام لا يقتصر على التمليك لا لغة ولا شرعاً وقد اجمعوا اههنا على

تائید مزید اور انصاف پسندوں کے لئے تو صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ہی کافی ہے جس میں وہ لفظ اطعام کی تفسیر مفہوم صدقہ سے کرتے ہیں۔ عبارت ان کی یہ ہے: "مستحب یہ ہے کہ صدقہ والا حصہ ایک ثلث سے کم نہ ہو" کیونکہ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، دو چیزیں تو احادیث سے ثابت ہیں، کھانا اور جمع کرنا، اور تیسری چیز اطعام، یہ قرآن سے ثابت ہے، ارشاد الٰہی ہے: اطعموا القانع والمعتر (کھلاؤ صابر اور مانگنے

ل الهداية کتاب الاضحیۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴۳۵/۴

Marfat.com

جواز الاباحة بل نصوا ان کل ما شرع بلفظ الاطعام جاز فیہ الاباحة لما سیأتی فاین تعیین التملیك تدعون، ثم رأیت العلامة الاتقانی فی غایة البیان قال فی شرح ھذا الکلام وذلك لان الآیة والخبر تضمنا جواز الاکل والتصدق والادخار فکانت الجھات ثلثا فانقسمت علیھا اثلاثا[1] اھ ومعلوم ان لیس فی الآیة الا لفظ الاطعام المجمع علی شمولہ للاباحة، وقد عبر عنہ بالتصدق فعلم ان التصدق المذکور ھٰھنا ھو المحمول علی الائتجار دون العکس واللہ الموفق۔

والے فقیروں کو) تو جب جہتیں تین ہیں تو گوشت بھی تین حصہ کر لیا جائے۔"

اس عبارت کے شروع میں جس کو صدقہ والا حصہ کہا ہے یہ وہی ہے جس کو بعد والی عبارت میں لفظ اطعام سے بیان کرتے ہیں، اور یہ بات تو سب جانتے ہیں کہ اطعام کے لئے تملیک ضروری نہیں، نہ شرعاً نہ لغۃً، بلکہ سبنے بالاتفاق اطعام میں اباحت کو جائز رکھا، بلکہ یہ تصریح کی کہ جہاں لفظ اطعام آئے وہاں اباحت مراد ہوگی، امام اتقانی اسی عبارت کی شرح میں فرماتے ہیں:

"قرآن وحدیث نے جب کھانا، صدقہ اور جمع کرنا جائز قرار دیا، تو جہتیں تین ہوئیں، لہذا گوشت کا بھی تین حصہ کرنا چاہیے۔"

ہمارا کہنا ہے کہ آیت میں صدقہ کا لفظ بھی نہیں اطعام کا لفظ ہے جس کے لفظ میں اباحت داخل ہے، اور اسی کو یہ علماء لفظ تصدق سے تعبیر کرتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ اس موقعہ پر لفظ تصدق ہی عام معنی میں مستعمل ہے، اور اس سے ہر قسم کا کارِ خیر مراد ہے۔

ثم ان الحاکم روی فی تفسیر سورۃ الحج من مستدرکہ بطریق زید الحباب عن عبداللہ بن عیاش المصری عن الاعرج عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من باع جلد اضحیتہ فلا اضحیۃ لہ[2]

ایک شبہہ اور اس کا جواب امام حاکم نے اپنی مستدرک میں سورۂ حج کی تفسیر میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے ایک روایت نقل کی ہے، امام بیہقی نے بھی سنن کبری میں اسے نقل کیا، حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد بتایا، لیکن امام ذہبی نے تلخیص میں اس پر جرح کی، جو کچھ بھی ہو یہ

---

[1] غایۃ البیان

[2] المستدرک للحاکم کتاب التفسیر تفسیر سورۃ الحج دار الفکر بیروت ۲/۳۹۰

Marfat.com

ورواه البیهقی ایضا فی سننه الکبری ،
قال الحاکم صحیح الاسناد ولم یخرجاه[1]
قلت وهذا وان رده الذهبی فی
التلخیص فقد تلقاه العلماء بالقبول، و
بهذا یتقوی الحدیث وان ضعف سندا '
بید انهم کما تری لایجرون علی اطلاقه، فقد
اتفقوا علی جواز البیع للتصدق ، ونص
ائمتنا فی الصحیح عندهم علی جواز البیع
بما یبقی ، فکان الشان فی تنقیح معنی الحدیث۔
وانا اقول وبالله التوفیق من تأمل
نظم الحدیث وامعن النظر فی القواعد
الفقهیة ، الجأه ذلك الی الجزم بان
المراد بیع خاص لا مطلق التبدل کیفما
کان ، کیف وان التصدق من مقاصد
لاضحیة المأذون فیها شرعا ، وان للبدل
حکم المبدل ، وقد ثبت شرعا جواز دفع القیمة
فی زکوٰة وفطرة ونذر وکفارة کما نص
علیه فی الهدایة والکافی والکنز
والتنویر وغیرها عامة کتب المذهب '
فاذا جاز هذا ، والصدقات
واجبة ، فلأن یجوز وهی نافلة
اولیٰ فافهم ، اما عدم جواز ذلك
فی الهدایا والضحایا بان لا یریق الدم

حدیث علمائے اسلام میں مقبول و متداول ہے ،
اور یہ چیز ضعیف حدیث کو قوی بنا دیتی ہے ،
الفاظ حدیث کے یہ ہیں ،
من باع جلد اضحیة فلا اضحیة لـه۔
(جس نے قربانی کی کھال بھی اس کی قربانی نہیں)
اس حدیث سے اگر کسی کو شبہہ ہو کہ امور خیر
کے لئے بھی اس حدیث کی رُو سے ناجائز ہوئی۔
تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اپنے اطلاق پر
نہیں جس کے خارجی ، داخلی اور شرعی سبھی قسم کے
شواہد ہیں۔
خارجی دلیل تو یہ ہے کہ سارے علمار اس
امر پر متفق ہیں کہ صدقہ کے لئے کھال کی بیع جائز ہے
اور خاص علمائے احناف تو باقی رہنے والی چیز
کے بدلہ میں بھی اس کی بیع جائز قرار دیتے ہیں ، اور
ظاہر ہے کہ سب علمار حدیث کے خلاف اتفاق
نہیں کر سکتے ، اس لئے لامحالہ سب کے نزدیک
یہ حدیث مطلق نہیں ہوئی بلکہ مؤول ہے۔
شرعی شہادت یہ ہے کہ شریعت نے قربانی
کے گوشت وغیرہ کے جو مقاصد قرار دیئے ہیں
ان میں صدقہ بنیادی مقصد ہے ، اور از رُوئے
شرع بدل پر وہی حکم لاگو ہوتا ہے جو مبدل کا تھا '
چنانچہ زکوٰۃ و فطرہ میں جس طرح اصل (غلہ ، چاندی
سونا وغیرہ) ادا کرنا جائز ہے ، اسی طرح اسکی

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب الاضحیة تفسیر سورۃ الحج دار الفکر بیروت ۲/ ۳۹۰

Marfat.com

ویعطی القیم، فان القربة فیها بالاراقة دون التصدق، وھی غیر معقولة، فلا تستبدل ولا تتقوم، کما افادہ فی الھدایة والبحر وغیرھما۔ ثم انا نجد الجزاء ای فلا اضحیة لہ[1] اعظم شاھد علی عدم الاطلاق، فان من باع للتصدق فقد اتی بما کان مندوبا الیہ فی الاضاحی، فکیف یجازی بانتفاء قربتہ مع انہ لم یزد علی القربة الا قربة مطلوبة فی خصوص المحل، وقضیة الجزاء ترتبہ علی فعل ینافی التضحیة و ینفی الاضحیة علی ما فیہ من التاویل لکونہ فی معنی الرجوع عن القربة، فلا یمکن ان یکون من باب القربة، بل ولا من باب الاکل والادخار فان الشرع قد رخص فیھما ایضا مثل الائتجار، ولو کان فیھما ما ینافی الاضاحی ویصح ان یترتب علیہ نفی الاضحیة، لما اذن فیھما، فعند

قیمت بھی، تو قربانی میں بھی یہی ہونا چاہئے کہ جس طرح گوشت اور کھال کا صدقہ جائز ہے اسکی قیمت کا صدقہ بھی جائز ہو۔

ایک ذیلی شبہہ اور اس کا جواب اصل قربانی میں تو ایسا نہیں ہوتا کیونکہ کوئی شخص قربانی کے بجائے اس کی قیمت صدقہ کرنا چاہے تو شرعا جائز نہیں، قربانی ہی کرنی ہوگی، اس کا جواب یہ ہے کہ قربانی میں اصل مقصد خون بہانا ہوتا ہے جو قیمت صدقہ کرنے سے حاصل نہیں ہوتا، اور چونکہ قربانی کا حکم خلافِ قیاس ہے، اس لئے اس میں اپنی عقل سے بدلہ مقرر کرنا صحیح نہیں، جیسا کہ بحر و ہدایہ وغیرہ میں اس کی تصریح ہے، اور گوشت اور کھال کا مقصد صدقہ ہے، اس لئے قیمت سے بھی ادا ہو جاتا ہے۔

داخلی شہادت یہ ہے کہ یہ حدیث مبارک بطور شرط و جزا وارد ہوئی، شرط یہ جملہ ہے، "جس نے قربانی کی کھال بیچی" اور جزا یہ ہے "اس کی قربانی نہیں ہوتی"۔

پس اس جزا کا تقاضا یہ ہے کہ شرط ایسی چیز ہو جس پر قربانی کی نفی مرتب ہو سکے۔ اور قربانی، قربانی نہ رہ جائے، نہ کہ وہ چیز جس سے قربانی کا مقصد بدرجۂ اتم حاصل ہو، یعنی شرط ایسی بیع ہوگی جو ثواب کے لئے نہ ہو، اور وہ بیع جو حصولِ ثواب

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب التفسیر سورۃ الحج دار الفکر بیروت ۲/۳۹۰

Marfat.com

ذٰلك رأينا ان المراد هو البيع بحيث يخرج
عن جميع مارخص له الشرع فيه، وماهو
الا البيع بمستهلك لا لان يصرف
الى قربة فان الاكل وهو الانتفاع
به عاجلا قد ذهب بنفس
التبدل، والادخارع لكونه
لا نفع به ببقائه، والائتجار
لعدم التقرب فخرج عن الوجوه
الثلٰثة الشرعية، فكان هو الملحوظ
بالنهي المورث للخبث الموجب
للتصدق، اما اذا باع ماينتفع به
باقيا فالاكل وان فقد والائتجار و
ان لم يكن فالادخار باق، لان
البدل ينوب المبدل وهو مبقى
فيكون مدخرا، وكذا اذا باع
بمستهلك لقربة فالاكل والادخار
وان ذهب فالائتجار حاصل
وهو افضل الوجوه فلا معنى
للمنع وبه ظهران مانحن
فيه اولى بالجواز من البيع
بباق وهو مصرح بجوازه
في عامة كتب المذهب

کی غرض سے ہو، یا وہ بیع جو باقی رہنے والی چیز
سے ہو، یا اس کو کھا لیا جائے، تو یہ افعال
لا اضحیۃ لہ (اس کی قربانی نہیں) کی شرط
نہیں بن سکتے، کیونکہ ان کی تو خود حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے اجازت دی ہے، تو لامحالہ شرط میں وہی
بیع مراد ہوگی جس کی کھال یا گوشت کو تمول کیلئے
بیچا گیا ہو کیونکہ ایسی بیع سے قربانی کے مقاصد
ثلثہ فوت ہوگئے، بیع کی صورت میں کھانا منتفی
ہوگیا، یہ ظاہر ہے، ادخار (جمع کرنا) اس لئے
منتفی ہوگیا کہ ایسی چیز کے عوض بیچا جو باقی رہنے
والی نہیں ہے کہ کہا جائے کہ بدل اصل کا قائم مقام
ہے، اور طلب ثواب اس لئے منتفی ہوگیا کہ یہ بیع
تمول اور کسب زر کی غرض سے ہوئی تو ایسی
بیع کی صورت میں قربانی کے تینوں مقاصد منتفی
ہوگئے، اور یہ کہنا بالکل چسپاں ہوگیا کہ لا اضحیۃ
لہ (اس کی قربانی نہیں) اور اس بیع سے جو
قیمت حاصل ہوئی خبیث ہوئی، تو اس کا صدقہ
واجب ہوگیا۔

برخلاف اس کے اگر باقی رہنے والی چیز
سے بدلا تو اکل و ثواب تو ضرور منتفی ہوا، مگر
ادخار باقی رہا کہ بدل کا باقی رہنا اصل کا باقی
رہنا ہے، اور ہلاک ہونیوالی چیز سے برائے ثواب

ع الادخار والائتجار كلاهما بالنصب عطفا
على الاكل ١٢ منه قدس سره۔

ادخار اور ائتجار دونوں نصب کے ساتھ ہیں لفظ
اکل پر عطف کی بنا پر، ۱۲ منہ قدس سرہ (ت)

Marfat.com

فانكار جواز هذا ان ليس تحكما فماذا ، و انت اذا تأملت ما القيت عليك ، و اخذت الفطانة بيديك وجعلت الانصاف بين عينيك ، لعلمت ان هذا هو الغنى المفهوم من الحديث ، فى اول النظر كما بعد الطلب الحثيث فان المتبادر من سياق اللفظ ان يكون بيعه[ع] للانتفاع لانه عقد موضوع

بیچا، تو اکل وادخار تو ضرور منتفی ہوا، لیکن طلب ثواب اب بھی باقی ہے، اور یہ ان وجوہ ثلثہ میں سب سے افضل ہے، تو یہ جائز ہوگا، اور اس کا انکار زیادتی اور زبردستی ہے۔

ایک آسان بات | یہ لمبی اور دقیق بحث ترک بھی کر دی جائے تو یہ ایک آسان اور سامنے کی بات ہے کہ لفظ بیع انتفاع کے لئے بیچنے پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ عقد بیع کی وضع ہی اسی غرض کیلئے ہوئی ہے اور یہی لفظ بیع بالدراہم کی طرف بھی اشارہ

ع ثم بعد زمان لما من المولى سبحنه وتعالى على بشراء غاية البيان للعلامة الاتقانی رأيته نقل عن الامام شيخ الاسلام بكل ما يشير الى هذا الذى نحوت اليه حيث قال قال شيخ الاسلام خواهر زاده رحمه الله تعالى فى مبسوطه اما اللحم فالجواب فيه كالجواب فى الجلد ان باعه بالدراهم تصدق بثمنه و ان باعه بشئ اخر ينتفع به جاز كما فى الجلد وانما ذكر محمد رحمه الله تعالى البيع فى حق الجلد دون اللحم لانه بنى الامر على ما هو الغالب و فى الغالب كما ينتفع بعين الجلد يباع بشئ اخر ينتفع به و فى اللحم فى الغالب ينتفع به

پھر کچھ زمانہ بعد جب اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان فرمایا علامہ اتقانی کی غایۃ البیان خرید لینے کا، اسے میں نے دیکھا کہ انھوں نے امام شیخ الاسلام سے وہ سب کچھ نقل فرمایا جس کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے جہاں انھوں نے فرمایا کہ شیخ الاسلام خواہر زادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مبسوط میں فرمایا کہ گوشت کی بابت حکم وہی ہے جو کھال میں ہے کہ اگر دراہم سے فروخت کیا تو صدقہ کرے اور اگر کسی اور نفع آور چیز سے فروخت کیا جائز ہے جیسا کہ کھال کا حکم ہے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے صرف کھال کے متعلق بیع کا حکم اس لئے ذکر کیا کہ انھوں نے غالب رواج پر بنا کرتے ہوئے فرمایا کیونکہ غالب طور پر جلد کو نفع یا نفع مند کے بدلے فروخت

(باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

لذلك وهو الغالب فيه وان يكون بالدراهم لانه البيع المطلق، والبيع من كل وجه اما المقايضة فتستوی فيه جهتا البيع والشراء، اما سائر المستهلكات ففی حكم الدراهم، ولذا جعلها فی الهداية هی الاصل، وقال فی سائرهن اعتبارا بالبيع بالدراهم[1] هذا كله ماخطر بالبال مستعجلا، فانعم الفكر منصفا متأملا، فان وجدت شيئا يعرف وينكر فلم آل جهدا فی اتباع الغرر من ائمة النظر، والله الهادی الی عوالی الفكر۔

کرتا ہے کیونکہ بیع کی یہی صورت اصلی ہے، اور اشیاء سے تبادلہ میں تو بدلین پر قیمت اور بیع دونوں ہونے کا احتمال رہتا ہے، اس لئے صرف لفظ باع بھی اس مقصد پر دلالت کرنے کے لئے کافی ہے کہ حدیث میں لفظ "من باع" سے خاص وہی بیع مراد ہے جو دراہم کے بدلے اپنی ذات کے تمول وانتفاع کے لئے ہو۔

شبہہ اور اس کا جواب اگر کوئی یہ کہے کہ دیگر مستہلکات سے بھی تو بقول آپ کے بیچنا منع ہے، تو آپ کے اس قول کا کیا وزن رہا کہ لفظ بیع پر غور کرنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ بیع ممنوع بالدراہم ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ دیگر مستہلکات کے ساتھ بیع کی ممانعت دراہم کے ہی تابع ہو کر ہے، اصالۃً نہیں، اسی لئے تو ہدایہ میں دراہم کو ہی اصل قرار دیا، اور بقیہ کو اسی پر قیاس کرتے ہوئے فرمایا: اعتبارا بالبیع بالدراھم (دراہم کی بیع پر قیاس کرتے ہوئے)۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ولایباع[2] اھ فاشار ان المراد بالبیع ھو الذی یقصد به الانتفاع ۱۲ منه قدس سرہ۔

کیا جاتا ہے اور گوشت میں غالب یہی ہے کہ اس سے نفع حاصل کیا جاتا ہے اور اسے فروخت نہیں کیا جاتا اھ، تو اس سے اشارہ ہوا کہ بیع سے مراد صرف وہ ہے جس سے انتفاع مقصود ہو ۱۲ منہ قدس سرہ۔ (ت)

---

[1] الہدایۃ کتاب الاضحیۃ مطبع یوسفی ۴/۴۴۸
[2] غایۃ البیان

Marfat.com

(تنبیہ نفیس) اقول وبهذا التحقیق استبان والحمد لله معنی قول الهدایة "لو باع الجلد او اللحم بالدراهم او بما لاینتفع به الا بعد استهلاکه تصدق بثمنه[1] اهـ" فانما معناه اذا باع بها لاجل الانتفاع لا البیع بها مطلقاً فانه رحمه الله تعالٰی ونفعنا ببرکاته فی الاولٰی والاخرٰی قال اولاً یعمل منه آلة تستعمل فی البیت[2]، ثم قال "ولا باس بان یشتری به ماینتفع به فی البیت بعینه مع بقائه[3]"، ثم قال "ولا یشتری به مالاینتفع به الا بعد استهلاکه[4]"، وقال فی تعلیله "اعتبارا بالبیع بالدراهم[5]"، قال "والمعنی فیه انه تصرف علی قصد التمول[6]"، ثم قال "ولو باع الجلد او اللحم[7]" الخ فکلامه کله، بدؤه وثناؤه وفتحه وانتهاؤه فی البیع لاجل الانتفاع لا مطلق البیع، کیف ولو ارید المطلق لما ساغ قوله "ولا یشتری به مالاینتفع به" الخ فان شراء ذٰلك لاجل التصدق جائز قطعاً ولما صح قوله "اعتبارا بالبیع بالدراهم" لمثل مابینا

عبارتِ ہدایہ کی تشریح ہماری اس تحقیق سے ہدایہ کے مندرجہ ذیل قول کے معنی بالکل واضح ہوگئے اور مانعین کا استدلال باطل ہوگیا: "اگر جلد یا گوشت کو دراہم یا ایسی چیزوں کے ساتھ بیچا جنھیں ختم کئے بغیر ان سے انتفاع نہ ہوسکے تو اس کی قیمت صدقہ کرے۔"

(۱) اس عبارت میں بیچنے سے مراد اپنی ذات کیلئے بیچنا ہے، مطلقاً نہیں۔ کیونکہ پہلے انھوں نے یہ فرمایا کہ کھال سے گھریلو کام کے لئے کوئی سامان بنایا جاسکتا ہے، پھر کہا ایسی چیز جسے باقی رکھ کر اس سے فائدہ اٹھایا جائے ـــــ

ـــــ اس سے بدل بھی سکتے ہیں، تو ان دو مسئلوں میں انتفاع ذاتی ہی کا بیان ہے، اس کے بعد فرماتے ہیں کہ ایسی چیز سے نہ بدلیں جو استعمال میں خرچ ہوجائے، تو یہ ممانعت بھی ذاتی استعمال والی ہی بیع کے لئے ہوئی، اب اسی بیع کی ممانعت کی علت بیان فرماتے ہیں کہ یہ بیع بالدراہم کی طرح ہے، تو ظاہر ہے کہ اس سے وہی بیع بالدراہم مراد ہوگی، جو ممنوع ہے، صدقہ کے لئے تو دراہم کے عوض بیچنا جائز ہی ہے، اور آگے اسی کے لئے فرماتے ہیں کہ اس میں معنیٰ تمول ہے، تو یہ کلام ابتداء سے انتہاء تک پکار پکار کر اعلان کر رہا ہے کہ اس بیع سے مراد ذاتی انتفاع

---

[1] الهدایة کتاب الاضحیة مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۴۴۸

Marfat.com

وبطل تعليله بانه "تصرف على قصد التمول"
فليس كل بيع بالدراهم مما يصدق
عليه ذلك كما اسلفنا تحقيقه، وقوله
"ولو باع الجلد الخ" انما هو متفرع على
تلك المسئلة فلا يراد به الاما اريد
بها، كانه لما بين عدم جوازه نشاء
السوال فقيل اذا لم يجز هذا،
فان فعله فاعل فماذا عليه، فاجاب
بانه يتصدق بثمنه ثم نشأ
السوال بان قولكم هذا يفيد صحة
البيع فكيف بحديث "من باع جلد
اضحيته فلا اضحية له[1]" فاجاب "بانه الحديث
انما يفيد كراهة البيع اما البيع جائز
لقيام الملك والقدرة على التسليم[2] اھ"
وهذا دليل أخر على ان
ليس الكلام فى مطلق البيع بالدراهم،
فان البيع بها لاجل التصدق
لا يكره اصلا، وقد بينا هذا،
فابين من هنا مولانا العلامة العلائى
صاحب الدر حيث قال بعد قول
المولى الغزى رحمهما الله تعالى
"تصدق بثمنه اھ مفاده صحة البيع

والی بیع ہے مطلقاً بیع نہیں، ورنہ حضرت کی ان
عبارتوں کے کوئی معنی نہ ہوں گے "ما لا ینتفع به"
(جس سے نفع نہ اٹھایا جاسکے) اعتباراً بالبیع
بالدراھم (بیع بالدراہم پر قیاس کرتے ہوئے)
وانه تصرف علی قصد التمول (یہ تمول کی نیت
سے تصرف ہُوا) اور اسی کے بعد صاحبِ ہدایہ
کی یہ متنازع عبارت "اگر جلد اور گوشت الخ"
تو اس کا مطلب مطلقاً بیع کیسے ہوسکتا ہے،
یہ تو اسی حکم پر متفرع ہے، گویا کسی نے پوچھا کہ
ذاتی اغراض کے لئے جو بیع بالدراہم ہوئی وہ تو
ناجائز ہوئی، اب جو پیسہ اس سے حاصل ہوا کیا
کیا جائے، تو فرمایا وہ مال خبیث ہے، اس کا
صدقہ واجب ہے، اس پر گویا پھر کسی نے پوچھا
آپ کے حکم "یہ مال خبیث ہے" سے یہ پتہ چلتا ہے
کہ بیع ہُوئی مگر فاسد، اور حدیث مبارک "لا اضحیة
له" سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ بیع باطل ہے،
تو اس کا جواب اس طرح دیا کہ "الحدیث
انما یفید الکراھة "یعنی حدیث سے بھی بطلان
ثابت نہیں، مراد کراہت ہی ہے، کیونکہ بیع کے
تو تمام ارکان پائے گئے کہ جانور بیچنے والے کی
ملک ہے، اور مشتری کو اس پر قبضہ بھی دلاسکتا ہے
اس لئے بیع تو ہوگئی، مگر قصد تمول اور عدم بقائے بدل

---

[1] المستدرک للحاکم — کتاب التفسیر (تفسیر سورة الحج) — دار الفکر بیروت — ۲/۳۹۰
[2] الهدایة — کتاب الاضحیة — مطبع یوسفی لکھنؤ — ۴/۴۴۸

Marfat.com

معہ الکراھة، وعن الثانی باطل لانہ کالوقف مجتبی[1] اھ فقد نص ان قول التنویر" کالھدایة تصدق بثمنہ" یفید کراھة البیع، فمحال ان یکون الکلام فی مطلق البیع بالدراھم، بل فی الصورة المکروھة فقط، وھی المارة فی قولہ" لایشتری بہ مالاینتفع بہ" الی قولہ "تصرف علی قصد التمول[2]" ومن اوضح الدلائل علی ذلک ایضا تعلیل الکافی شرح الوافی لمسئلة الھدایة بقولہ "لان معنی التمول سقط عن الاضحیة فاذا تمولھا بالبیع انتقلت القربة الی بدلہ فوجب التصدق[3] اھ فافادان الکلام انما ھو فی صورة التمول لاغیر، ولہذا جاء تصویر المسئلة فی التبیین ومجمع الانہر وغیرھما من الاسفار الغر بلفظة " لایبیعہ

کی وجہ سے فاسد ہوئی۔

(۲) صاحب ہدایہ کا یہ بعد والا کلام بھی اس بات کی دلیل ہے کہ بیع سے ان کی مراد مطلقاً بیع بالدراہم نہیں کیونکہ تصدق کے لئے بیچنے کو تو سبھی جائز کہتے ہیں۔

(۳) یہیں سے "صاحب درمختار" کے کلام کا مطلب بھی واضح ہوگیا جو انھوں نے امام غزی کے قول" تصدق بثمنہ" کی شرح میں فرمایا ہے' اس کا مفاد یہ ہے کہ ایسی بیع جائز ہے مگر فاسد ہے' البتہ قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اس جانور کو وقف کی طرح قرار دے کر اس کی بیع کو باطل قرار دیا، اس عبارت میں اس بات کی صراحت ہے کہ تنویر کا لفظ تصدق بثمنہ بالکل ہدایہ کی عبارت تصدق بثمنہ کی طرح ہے، جو مطلب اس کا ہے وہی تنویر کی عبارت کا بھی ہے، تو ایسی صورت میں محال ہے کہ اس عبارت میں مطلق بیع مراد ہو' بلکہ وہی مراد ہے جو ہدایہ کی عبارت" لایشتری بہ مالاینتفع "سے تصرف علی قصد التمول تک میں مراد ہے۔

(۴) اس مقصد پر اس سے بھی واضح دلالت کافی شرح وافی کی ہے، وہ فرماتے ہیں:

۱؎ درمختار — کتاب الاضحیة — مطبع مجتبائی دہلی — ۲/۲۳۴
۲؎ الہدایة — " — مطبع یوسفی لکھنؤ — ۴/۴۴۸
۳؎ الکافی شرح الوافی

Marfat.com

بالدراهم علی نفسه وعياله[1]، فقد اوضحوا المرام، وازاحوا الاوهام، وهذا دليل رابع علی ماذكرت، والخامس الموتر والله يحب الوتر، ان نقل كلام التبيين فی الهندية ثم قال "وهكذا فی الهداية و الكافی" اهـ[2] فقد افصح بملأ فيه ان معنی كلام التبيين والهداية واحد۔

"قربانی کے جانور سے تمول کے معنی کی نفی ہو جاتی ہے لیکن جب اس کو تمول یعنی کسبِ زر کی نیت سے بیچا تو اب پھر وہ اضحیہ سے نکل گیا، تو اب اس کا صدقہ واجب ہوگا"۔

تو انھوں نے تو نص ہی کر دیا کہ ممانعت کا حکم صورت تمول میں ہے، کسی اور صورت میں نہیں، اس لئے اس مسئلہ کو تبیین، مجمع الانہر وغیرہ کتابوں میں اس طرح بیان کیا گیا: "کھال کو اپنے اور بال بچوں کے لئے دراہم کے عوض نہ بیچے"۔ تو انھوں نے تو قسمہ ہی لگا نہ چھوڑا، یہ چوتھی دلیل ہوئی۔

(۵) اور پانچویں صاحبِ ہندیہ کا یہ کلام کہ انھوں نے صاحبِ تبیین کے کلام کو نقل کر کے فرمایا: "یہ مسئلہ اسی طرح ہدایہ اور کافی وغیرہ میں ہے"۔ تو انھوں نے تو منہ بھر کر گواہی دے دی کہ صاحبِ تبیین اور ہدایہ کی عبارت کا مطلب ایک ہی ہے۔

ثم بعد زمان لما من سبحٰنه وتعالٰی علی عبده الضعيف بشراء غاية البيان شرح الهداية للعلامة الاتقانی رحمه الله تعالٰی، رأيته شرح كلامه بما لم يبق للوهم مجالا، حيث قال يريد به ان القربة فاتت عن الجلد بما باعه ولكن الاضحية ساقط عنها معنی التمول، فلما باعه بالدراهم وجب عليه التصدق بها، لئلا يلزم التمول بشیٔ من الاضحية اوبدلها[3] اهـ فافاد كالكافی وغيره ان المنهی عنه

اس کے بعد غایۃ البیان علامہ اتقانی رحمۃ اللہ علیہ دیکھنے کی توفیق ہوئی تو انھوں نے تو اوہام کے سارے بادلوں کا صفایا کر دیا فرماتے ہیں: "ہدایہ کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ کھال کی بیع کے بعد اس سے قربت اور ثواب ہونے کے معنی ختم ہو گئے حالانکہ قربانی سے کسبِ زر اور حصولِ زر کی غرض ساقط ہے، تو جب دراہم سے اس کو بیچ دیا، تو اس کا صدقہ واجب ہے تاکہ قربانی یا اس کے معاوضہ سے کسی قسم کا تمول نہ لازم آئے"۔

تو انھوں نے بھی کافی کی طرح یہ بات صاف

---

[1] تبیین الحقائق — کتاب الاضحیۃ — المطبعۃ الکبری الامیریۃ بولاق مصر — ۶/۸

[2] فتاوٰی ہندیۃ — الباب السادس — نورانی کتب خانہ پشاور — ۵/۳۰۱

[3] غایۃ البیان

Marfat.com

هو البيع للتمول، وزاد ان المراد بيع يفوت القربة فخرج البيع لاقامة قربة، فانه لا يفوتها بل يحصلها وهو تقرب لا تمول، فاتضح الصواب وزال الارتياب، والحمد لله فی كل باب، هكذا ينبغی التحقيق اذا ساعد التوفيق، ومن المولی تعالٰی هداية الطريق، فقد بان بنعمة الله جل وعلا ان البيع بالدراهم ليس مما يمنع مطلقا بل اذا كان علی جهة التمول، وهو الذی يورث الخبث وعليه يتفرع وجوب التصدق، اما اذا باع بها ليصرفها فی القربات، فذلك سائغ وسائر وجوه القرب مطلقة حينئذ لا حجر فی شیئ منها۔

کردی کہ ہدایہ کی عبارت سے مراد وہ بیع ہے جو تمول کے لئے ہو، اور اتنا اضافہ فرمایا کہ یہ وہ بیع ہے جس سے کارِ ثواب اور قربت ہونے کی نفی ہوتی ہے، تو وہ بیع اس حکمِ ممانعت سے خارج ہوگئی جو ادائے قربت اور حصولِ ثواب کے لئے ہو، والحمد للہ رب العلمین۔

تو یہ امر واضح ہوگیا کہ ممنوع مطلقاً بالدراہم نہیں، بلکہ جب تمول کے طور پر ہو یہی بدل میں خبث پیدا کرتی ہے، اور اسی سے تصدق واجب ہوتا ہے، اور کارِ ثواب کے لئے بیچنے میں کوئی حرج نہیں اگرچہ وہ کارِ ثواب کسی قسم کا ہو۔

بذلك افتيت غير مرة وكتبت فيه فتوٰی مفصلة اذ سئلت عنه لتسع بقين من ذی الحجة عام الف وثلثمائة وخمس من هجرة من لولاه ما صليت الخمس، ولا لاح قمر ولا بزغت شمس، ولا اقبل غد ولا ادبر امس عليه وعلٰی اٰله الغر الكرام افضل صلاة واكمل سلام واخری مجملة اذ ورد علی السؤال لسبع خلون من ذی القعدة الحرام فی العام الذی يلی ذلك العام

میں نے بارہا یہی فتوٰی دیا اور اس موضوع پر ایک مفصل فتوٰی ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ کو لکھا، اور دوسرا مجمل فتوٰی آئندہ سال ذی القعدہ میں دیا، یہ دونوں فتاوٰی میرے فتاوٰی کی چوتھی جلد میں ہیں تو میرے ان فتووں کی مخالفت ہندیوں کی ایک جماعت نے شروع کی جن میں اکثر وہابیہ ہیں، ان کا خیال ہے کہ کھال کی بیع دراہم کے ساتھ مطلقاً ناجائز ہے، خواہ نیت کارِ ثواب کی ہی کیوں نہ ہو، ان کا صدقہ کرنا واجب ہے، وہ بھی اسی طرح کہ فقیر کو اس کا مالک بنا دے، کسی بھی

Marfat.com

وهما مثبتتان فی المجلد الرابع من
مجموعة فتاوی المبارکة ان شاء الله تعالٰی
الملقبة بالعطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة
جعلها الله نافعة للمسلمین ومقبولة لدی
العالمین وحجة لعبده یوم الدین آمین
اله الحق آمین۔

فعند ذٰلك نازعنی شرذمة من
الهندیین اکثرهم من الوهابیة المبطلین
زاعمین ان البیع بالدراهم مطلقا
ولو للقربات یوجب التصدق حتی لایجوز
له الصرف الی مانوی من القرب بل لایخرج
عن العهدة الا بالاداء الی الفقیر علی وجه
التملیك، واحتج الاصاغر منهم علی ذٰلك
بعبارتی الهدایة والدر المذکورتین
وقد بینا ماهو المراد بهما واثبتنا عرش التحقیق
علی انه لامساس لشیئ منهما بمزعوم القوم،
فاغنانا ذٰلك عن الاسترسال مرة اخرٰی
فی ردکلامهم، فانه لشدة وهن نفسه
غنی عن ایهان غیره، فلئن سألتهم
هل الکلام ههنا اعنی فی قول الهدایة
والدر فی بیع یکره لافی غیره، لیقولن
نعم، ولئن سألتهم هل البیع بالدراهم
یکره مطلقا لیقولن لا، قل فانّی تذهبون،
ولئن قالوا فی الاول لا، لقضت علیهم
حجتهم نفسها بالخطأ والجهالة ولئن

دوسرے مصرف میں خواہ مصرف خیر ہی کیوں نہ ہو، صرف
کرنا جائز نہیں، اصاغر نے تو ہدایہ اور درمختار کی
انھیں دونوں عبارتوں سے سند پکڑی۔ جس کا مفصل
بیان اُوپر گزرا، تو ہم کو دوبارہ ان کی تردید کرنی ضروری
نہ تھی، ان کی بات حد درجہ کمزور ہے، کیونکہ ان سے
خود پوچھ دیکھو کہ ہدایہ اور درمختار کی عبارت بیع
مکروہ کے بیان میں ہے، یا کسی دوسری کے
بیان کے لئے، تو کہیں گے بیع مکروہ کے لئے، پھر
ان سے پوچھو کیا کھال کی بیع مطلقاً مکروہ ہے تو
کہیں گے نہیں، تو اب فیصلہ کے لئے کیا باقی
رہ گیا ہے، اور اگر اول میں پلٹ کر جواب دیں
کہ صرف بیع مکروہ کی نہیں، تو ان کا نفس انھیں
خود جھٹلائے گا، اور ثانی میں اگر کہیں ہاں، تو
ان کی بات خود انھیں کو جھٹلا رہی ہے کیونکہ وہ بھی
صدقہ کے لئے بیع جائز قرار دیتے ہیں، اور اگر
وہ اس بیع کے جواز کا انکار کرینگے تو ہم ان کو
نصوص علماء کے لشکروں سے آسودہ کردیں گے۔

Marfat.com

قالوا فی الاخر نعم، فکلامهم انفسهم مناد علیهم بالبهت والبطالة، فانهم ایضا معترفون بجواز البیع للتصدق من دون کراهة، وان لم یعترفوا الاتیناهم بجنود من نصوص العلماء لاقبل لهم بها، فناهیك بهذا القدر مشبعا لهم، ومزیلا لوهم عرض بالهم۔

ولکنی **اقول** لاغرو من نفر قاصرین لایکادون یمیزون بین الغث والسمین والرخیص والثمین والمدین والضمین والشمال والیمین، انما العجب من کبیرهم الکنگوهی المدعی طول الباع وعظم الذراع علی ما فیه من انواع الابتداع عــہ حیث زاد غباوة علی الاتباع واخذ یتشبث بما قدمنا عبارتی العینی والکافی "انه تصرف علی قصد التمول" الی قوله" فیکون خبیثا

اگر یہ چھوٹے لوگ غلطی میں پڑگئے جو موٹے اور دُبلے سستے اور مہنگے، اور دائیں بائیں کی تمیز نہیں رکھتے تو تعجب کی بات نہ تھی، تعجب تو اس بات پر ہے کہ ان سب کے امام گنگوہی صاحب جو طول باع و وسعت اطلاع کے مدعی ہیں انھوں نے کیسے یہ فتوٰی دیا اور اپنی سابقہ گمرہیوں میں اضافہ کرلیا اور سند میں عینی اور کافی کی عبارت پیش کی، ہدایہ اور دُر کی عبارت ہی ان کے خلاف حجت تھیں، لیکن عینی اور کافی کی عبارتیں تو ان کا صریح رد ہیں،

عــہ هذا کان اذ ذاك ثم ترقی به الحال فی الغوایة والضلال فوقع فی الکفر البراح واختار الارتداد الصراح واستحب العمی علی الهدی نعوذ بالله من الهلاك والردی ولاحول ولاقوة الا بالله العلی العزیز الحکیم ۱۲ قدس سره العزیز۔

یہ حکم تو اس کے حال سابق پر تھا پھر گمراہی اور ضلالت میں اس کا حال مزید ترقی کرگیا پس وہ کفر ظاہر میں جا پڑا اور ارتداد صریح کو اختیار کیا اور ہدایت پر گمراہی کو اختیار کیا، ہم ہلاکت و بربادی سے اللہ تعالٰی کی پناہ مانگتے ہیں لاحول ولاقوة الا باللہ العلی العزیز الحکیم ۱۲ قدس سرہ (ت)

Marfat.com

فیجب التصدق، وانه اذا تمولها بالبیع[1]
الیٰ قوله فوجب التصدق[2] فان کلامی الهدایة
والدر، وان کانا حجتین علیهم لا لهم،
لکن لا کما تاین الناصتین بان الکلام فی
صورة التمول لامطلق التبدل، لاسیما
کلام الامام البدر المبین کالبدر، ان
وجوب التصدق لاجل الخبث والخبث
لکراهة البیع، وکراهة البیع لقصد التمول،
فیالیت شعری فیظن الرجل ان کل تبدل
بمستهلك تمول، فیحکم بکراهة البیع به
مطلقا، ام لایدری الفرق بین التمول
والتقرب حتی یحتج علی الضد بالضد، ام
یجیز قیاس المباین علی المباین، والخبیث
علی الطیب، والمنهی عنه علی المأذون
فیه، بل المندوب الیه فهل هذا الا شیٔ
نکرا، وامرا امرا، وایاما کان فالی الله
الضراعة لمنح البراعة ومنع الشناعة۔

قال الرجل هداه الله تعالیٰ الیٰ مسلك
اهل السنة والجماعة، اذا باع المضحی
جلد اضحیته بالدراهم سواء کان البیع
للتمول او بنیة التصدق تعین تصدق ثمنه
کالنذر وهذا هو معنی الصدقة الواجبة۔

خصوصاً ہدایہ کی عبارت میں تو تصدق کی علت خبث کو قرار دیا ہے، اور خبث کی وجہ بیع کی کراہت کو تسلیم کیا ہے، اور بیع کی کراہت کی وجہ تمول کو گردانا ہے تو کیا یہ آدمی دراہم کے ساتھ بیع کو مطلقاً بیع متمول گردانتا ہے، یا تمول اور تقرب کا فرق نہیں جانتا، یا ضد کو ضد پر قیاس کرنے کو اور خبیث کو طیب پر محمول کرنے کو اور بیع منہی عنہ کو بیع جائز پر اعتبار کرنے کو روا قرار دیتا ہے، یہ کتنی شنیع بات ہے، ہم خدا کی اس سے پناہ مانگ رہے ہیں۔

رد ۱ اللہ تعالیٰ اس شخص کو مذہب اہلسنت وجماعت کی ہدایت دے۔ اس نے کہا: "قربانی کرنیوالے نے جب جلد دراہم کے عوض بیچ دی تو تمول (کسب زر) کی نیت ہو یا صدقہ کی اس کے دام کا صدقہ کرنا واجب ہوگیا جیسے نذر کا صدقہ واجب ہوتا ہے، عینی نے شرح ہدایہ میں کہا یہ قصد تمول پر تصرف ہے اور قربانی کسب زر کا ذریعہ ہونے سے نکل چکی ہے، تو جب بیچ کر کسب زر کیا تو صدقہ واجب ہوگیا کیونکہ یہ ثمن فعل مکروہ سے حاصل کیا تو خبیث ہوگا اور صدقہ واجب۔" اور کافی میں ہے جب اس سے تمول کیا تو قربت کھال سے منتقل ہو کر اس کے بدل میں چلی گئی تو اس کا تصدق واجب ہوا۔

اس کلام سے کم از کم یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ شخص

---

[1] البنایۃ فی شرح الہدایۃ کتاب الاضحیۃ المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۲/ ۱۹۰
[2] الکافی شرح الوافی

Marfat.com

قال العینی فی شرح الهدایة انه تصرف علی قصد التمول وقد خرج عن جهة التمول فاذا تموله بالبیع وجب التصدق لان هذا الثمن حصل بفعل مکروہ، فیکون خبیثا فیجب التصدق اھ وفی الکافی فاذا تمولها بالبیع انتقلت القربة الی بدله فوجب التصدق اھ[1] معربا ملخصا۔

اقول دلتنا کلامك هذا علی تعیین الشق الاخیر من الشقوق الثلثة المارة فی قولی، یالیت شعری فعرفنا بتردیدك ان لیس کل بیع بمستهلك تمولا عندك، وانك ماثز بین التمول وغیرہ، وان بدلت التقرب بالتصدق جهلا منك، او تجاهلا مع علمك ان الکلام فی سائر القرب دون التصدق فاذن لا اجد لاحتجاجك بکلام الکافی مثلا، الا کمن ادعی ان من صلی اثم سواء کانت صلاته لله تعالٰی او لغیرہ واحتج علیه بقوله عزوجل "قل یایها الکفرون ٥ لا اعبد ما تعبدون[2] ٥" فان کان الدلیل یتم بان یکون اخص من المدعا مع عدم المساس بالجزء المقصود منه المتنازع فیه اصلا، فلا اری احدا من

تمول اور تقرب کے فرق سے آگاہ ہے تجھی تو بیع تمول اور بیع تقرب کو دُو علیحدہ قسمیں قرار دے کر حرفِ تردید سے بیان کیا کہ تمول ہو یا صدقہ کی نیت دام کا صدقہ واجب ہوگیا، ہاں لاعلمی یا تجاہل عارفانہ میں لفظ تقرب کو تصدق سے بدل دیا کیونکہ کلام تو مطلقاً کارِ ثواب کے لئے بیع کرنے سے متعلق ہے۔

الغرض اس کلام سے اب سمجھ میں آیا کہ بات وہی آخری ہے کہ اس شخص کے نزدیک ضد مخالف سے استدلال جائز ہے، اس استدلال کی کیفیت ایسی ہی ہے جیسے کوئی کہے عبادت خدا کی ہو یا غیر خدا کی سب ناجائز ہے۔ دلیل اس کی قرآن عظیم میں ہے: لا اعبد ما تعبدون، تو ما تعبدون دیکھا ہی نہیں لا اعبد سے استدلال کر دیا۔ اسی طرح صاحبِ کافی کی عبارت تو بیع تمول کی ممانعت میں ہے اور آپ نے مطلقاً بیع حرام کر دی۔

یہ تو عبارتِ کافی سے استدلال کا حال ہے، اور عینی سے استدلال کی حالت تو اور ردی ہے، اس لئے کہ وہ نص کرتے ہیں کہ اس کا تصدق اس لئے واجب ہے کہ مال خبیث ہے، اور یہ صورت بیع تمول کے سوا اور کسی صورت میں ہو ہی نہیں سکتی، تو آپ کا اس عبارت سے استدلال اندھیری رات

---

[1]

[2] القرآن الکریم ۱۰۹/ ۱و۲

Marfat.com

المبطلین یعجز عن اقامة الف دلیل علی دعواه هذا احتجاجك بالكافی، اما التمسك بكلام البدر رفیرأك الله من ان تنقص درجة عمن یدعی وجود اللیل البهیم مُسبل الاستار یحتج علیه بوجود الشمس فی وسط السماء بازغة تبهر الابصار۔

قال "فقد اتضح بهاتین الروایتین وجوب التصدق واذا وجب الصدقة فكونها صدقة واجبة واضح بنفسه فلا یكون مصرفها الا مصرف الصدقة الواجبة كما هو ظاهر، فلا یجوز صرفه الی بناء المساجد والمدارس اھ[۱] بالتعریب۔

اقول ان ارید الوجوب عند التمول فنعم، ولا كلام فیه، او عند التقرب فلا ولا كرامة، وای اثر له فی دلیلك فما ثبت بهما لا نزاع فیه، وما فیه النزاع لم یثبت بهما، وان كان بحسبك ان یقع فی كلام الاصحاب لفظ وجوب التصدق فی ای مسئلة من ای باب، فنعم لدعواك فی كل كتاب، دلائل عدد الرمل والتراب۔

قال والصدقة مطلقا لابد فیها من التملیك سواء كان اباحة او تملیكا تاما[۲]

کے ثبوت میں سورج پیش کرنے کے مرادف ہے' اس شخص نے کہا: "کافی اور عینی کی عبارتوں سے ثابت ہوگیا کہ اس کھال کے دام کا تصدق واجب ہے' تو وہ صدقہ واجبہ ہوا، اور اس کا مصرف وہی ہے جو صدقہ واجبہ کا مصرف ہے، تو اسے مسجد یا مدارس کی تعمیر میں صرف نہیں کرسکتے۔

گنگوہی صاحب کی اس عبارت کا اگر یہ مطلب ہے کہ ان عبارتوں سے یہ ثابت ہے کہ بیع تمول کے لئے ہے تو قیمت کا صدقہ واجب ہے، تو یہ بات صحیح ہے، بیشک اگر بقصد تمول بیع کی تو اس کا تصدق واجب ہے، اور اگر یہ مطلب ہے کہ کسی کار ثواب کی غرض سے بیع کیا تب بھی تصدق واجب ہے، تو یہ بات ان دونوں عبارتوں سے ہرگز ثابت نہیں، اور اگر آپ کے استدلال کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ عبارت میں صدقہ واجبہ کا لفظ مل جائے، چاہے جس باب اور جس بیان میں ہو، تو

۱

۲

Marfat.com

اقول یالیتك اذ لم تهتد الی الصواب قنعت، بما من قبل صنعت، ونفسك عن الاستوسال منعت، ولکنك احببت ان تزید فی الطنبور نغمة، وفی الشطرنج بغلة، فابتدعت القول بان الاباحة من التملیك وانها تجزئ فی الصدقة مطلقا، فجعلت القسیم قسما، والضد ندا مع ان کلمات العلماء فی مسائل الاباحة غیر قلیلة ولا خفیة، بل دوارة فی کثیر من ابواب الفقه، منها الطهارات ومنها الزکوٰة، ومنها الطلاق ومنها اللقطة، ومنها الهبة، ومنها الکراهیة وغیر ذلك وهذا شرح الوقایة للامام الجلیل صدر الشریعة اول کتاب نتدارسه فی الفقه، افاد فیه رحمه الله تعالٰی فی اول کتاب الطهارات من باب التیمم، ان القدرة تثبت بطریق الاباحة، وبطریق التملیك، فان قال صاحب الماء لجماعة من المتیممین لیتوضأ بهذا الماء ایکم شاء، والماء یکفی لکل واحد منفردا ینتقض تیمم کل واحد لثبوت القدرة لکل واحد علی الانفراد، اما اذا قال هذا الماء لکم وقبضوا لا ینتقض تیممهم لانه یبقی

یہ دونوں عبارتیں ہی کیا ہیں، ہر کتاب میں آپ کے مدعا پر سیکڑوں دلیلیں موجود ہیں۔ اس شخص نے کہا: "صدقہ میں مطلقاً تملیک واجب ہے عام ازیں کہ بطور اباحت ہو یا بطور تملیک۔"

آدمی کو صحیح بات نہ معلوم ہو تو جتنا ہو چکا اسی پر صبر کرنا چاہئے اور درازلسانی سے پرہیز کرنا چاہیے، لیکن آپ نے تو ایک نئے سُر کا اضافہ کرنا چاہا، اور شطرنج کے کھیل میں گدھے کو بھی داخل کر دیا کیونکہ یہ بات بالکل غلط ہے کہ اباحت بھی تملیک کا ایک حصہ ہے، اور صدقہ واجبہ تملیکیہ میں بھی اباحت سے کام چل جائے گا، افسوس کہ اس کلام میں قسیم کو قسم اور ضد کو شریک بنا دیا گیا حالانکہ ان دونوں کی تفریق کے بیان میں کتابوں کے ابواب بھرے پڑے ہیں، ابواب طلاق و لقطہ و ہبہ و کراہیہ وغیرہ میں کثرت سے یہ مسائل ہیں۔

ہم لوگ فقہ میں جو اول کتاب امام صدر الشریعۃ کی شرح وقایہ پڑھاتے ہیں اس میں کتاب الطہارۃ کی ابتدا میں ہی لکھتے ہیں: "پانی پر قدرت اباحت سے بھی حاصل ہو جاتی ہے اور تملیک سے بھی، تو پانی والے نے ایک پوری جماعت سے اگر یہ کہا تم میں سے جو چاہے اس پانی سے وضو کرے، اور پانی کسی ایک کے وضو بھر تھا، پوری جماعت کا وضو ٹوٹ جائے گا، کیونکہ علیٰ سبیل الانفراد سب کی قدرت ثابت ہو گئی۔ اور اگر یوں کہا کہ اس پانی پر تم سب قبضہ کر لو، تو تیمم نہ ٹوٹے گا، کیونکہ اتنا پانی جب

Marfat.com

على ملك الواهب ولم تثبت الاباحة لانه لما بطل الهبة بطل ما فى ضمنها اھ ملخصا[1] ونحوه فى الفتح والبحر وغيرهما، فانظر كيف باينوا بينهما، واسمع كيف اثبتوا الاباحة لكل منفردا بقول المالك ليتوضأ به ايكم شاء، مع بداهة انه لا تثبت بقوله هذا شئ من الملك لكل منهم، ولا لاحدهم اقماكنت درست هذا، اوما دريت ولا وعيت ضابطهم، ان ما شرع بلفظ اطعام وطعام جاز فيه الاباحة، وما شرع بلفظ ايتاء واداء شرط فيه التمليك[2]، كما فى ظهار الدر ومجمع الانهر وغيرهما فافتح العين، هل هما قسيمان، او احدهما قسم من الأخر-

سب کو ہبہ کیا اور تقسیم نہیں کیا تو ہبہ مشاع ہونے کی وجہ سے وہ ہبہ باطل ہوا، اور کسی کے لئے اباحت ثابت نہ ہوئی۔ ایسا ہی فتح اور بحر وغیرہ میں ہے۔

تملیک اور اباحت کا فرق اس عبارت سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ پہلی صورت میں اباحت ثابت فرماتے ہیں، اور دوسری صورت جو ہبہ اور تملیک کی طرح ہے، اس میں اباحت کی نفی فرماتے ہیں، اگر دونوں ایک ہی ہوتے تو ایک کا ثبوت اور دوسرے کی نفی کیسے ہوتی۔ در اور مجمع الانہر میں ایک مشہور و معروف ضابطہ مصرح ہے: "مالک نے کسی کھانے کی چیز کی اجازت لفظ "اطعام" سے دی کہ "اسے فلاں کو کھلا دو" تو اس میں اباحت کافی ہے، اور جس کو "ایتاء" سے اجازت دے کہ "اسے فلاں کو دے دو" تو اس میں تملیک ضروری ہے۔" تو آنکھ کھول کر دیکھئے کہ تملیک و اباحت آپس میں قسیم ہیں، یا ایک دوسرے کی قسم!

اوما علمت ان مولى الغزى لما قال ان الزكوة تمليك الخ[3] قال المحقق العلائى خرج الاباحة[4]، او ما عرفت ان الامام صدر الشريعة لما قال فى النقاية تصرف تمليكا[5]

امام غزی نے فرمایا: "الزکوٰۃ تملیک، زکوٰۃ میں فقیر کو مالک بنانا ضروری ہے۔"

علامہ علائی فرماتے ہیں: "اس سے اباحت نکل گئی۔"

---

[1] شرح الوقایۃ — کتاب الطہارۃ — المکتبۃ الرشیدیۃ دہلی — ١/١٠٥-٠٦

[2] در مختار — باب کفارۃ الظہار — مطبع مجتبائی دہلی — ١/٢٥١

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر — باب الظہار — دار احیاء التراث العربی بیروت — ١/٤٥٣

[3] در مختار شرح تنویر الابصار — کتاب الزکوٰۃ — مطبع مجتبائی دہلی — ١/١٢٩

[4] " " " — ١/١٢٩

[5] مختصر الوقایۃ فی مسائل الہدایۃ — فصل مصرف الزکوٰۃ — نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی — ص ٤٧

Marfat.com

يعنى الزكاة قال العلامة الشمس محمد فى شرحها فيه اشارة الى انه لايجوز صرف الاباحة[1] الخ اوما عقلت ماافاد العلامة البحر فى لقطة البحر، اذ قال انما فسرنا الانتفاع بالتملك لانه ليس المراد الانتفاع بدونه كالاباحة[2]، او ما وقفت على قول السيد الشامى فى لقطة رد المحتار ان التصرف على وجه التملك احتراز عن التصرف بطريق الاباحة على ملك صاحبها[3] اه او ما سمعت العلماء يصرحون فى غيرما موضع ان المباح له، انما يتصرف على ملك المبيح لاحظ له من الملك اصلا، حتى لم يثبتوا له ملكا بعد زوال ملك المالك، ايضا قال المولى زين بن نجيم فى شرح الكنز فان قيل المباح يستهلكه المباح له، على ملك المبيح او على ملك نفسه، قلت اذا صار ماكولا زال ملك المبيح عنه، ولم يدخل فى ملك احد[4] اه واثره عنه العلامة الطحطاوى فى حاشية الدر، هذا وكم اسردلك يا هذا من نقول الاسفار، وهى فى الوفور والاستكثار،

امام صدر الشریعۃ نے فرمایا: "(الزکوٰۃ) تصرف تملیکاً" زکوٰۃ تملیک کے طور پر خرچ کی جائے گی۔
علامہ شمس محمد نے اس کی شرح میں کہا: اس میں اشارہ ہے کہ زکوٰۃ کو کسی کے لئے مباح کیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

اسی طرح علماء کی تصریح ہے "جو چیز مباح کی وہ مباح کرنے والے کی ملک پر باقی رہتی ہے جس کے لئے مباح کی گئی، اس کو اس کی ملک سے کوئی تعلق نہیں رہتا" ___ وہ تو یہاں تک فرماتے ہیں "مالک کی ملک زائل ہوجائے تب بھی ضروری نہیں کہ مباح لہ کی ملک ثابت ہو"۔

مولانا زین ابن نجیم شرح کنز میں فرماتے ہیں: "مباح کو مباح لہ مباح کرنے والے کی مالک پر ہی ختم کرتا ہے، یا وہ چیز خود اپنی ہی ملک پر ہوتی ہے کوئی اس کا مالک نہیں"۔

مطلب یہ ہے کہ جب مباح لہ نے اس چیز کو کھالیا، تو وہ چیز مباح کرنے والے کی ملک سے نکل گئی، اور کسی کی ملک میں داخل نہیں ہوئی، حتیٰ کہ کھانے والے کی ملک بھی نہ ہوئی، یہی مطلب ہے ملک نفسہ کا۔ ان کا یہ قول ملا علی قاری نے اپنی کتاب حاشیۂ درر میں پیش کیا، الغرض اگر میں نقل کرنے پر

---

[1] جامع الرموز کتاب الزکوٰۃ مصرف الزکوٰۃ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۲/ ۳۳۸
[2] بحرالرائق کتاب اللقطۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۱۵۸
[3] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۲۰-۲۱
[4] بحرالرائق باب الظہار فصل فی الکفارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/ ۱۰۹

Marfat.com

ما تنتهي دون نقله الاعمار، وانا بحمد الله عالم بمناط غلطك، ومثار لغطك وسأنبهك عليه عن قريب، انشاء المولى القريب المجيب، واما ما اوهمت من اجزاء الاباحة فى الصدقات مطلقا، فواضح البطلان عند كل من يعلم ان الزكاة وصدقة الفطر لا تغنى فيهما الاباحة على المذهب الصحيح المفتى به، وقد قدمنا نصوص النقاية و التنوير والدر، وضابط الدر و شرح ملتقى الابحر، وسيأتى زيادة على ذلك ان اراد المالك۔

وبالجملة كلام الرجل ككلام مدهوش من قرنه الى قدمه مخدوش، و نحن اذ قد اوضحنا المرام وازحنا الاوهام بتوفيق ربنا الملك العلام، فلا علينا ان نقصر الكلام و نطوى بساط الرد والابرام والحمد لله ولى الانعام۔

آوں تو ایسی نصوص کا انبار لگ جائے جو تملیک اور اباحت کے فرق کا اعلان کر رہی ہیں۔

اسی طرح اس کلام کا یہ ٹکڑا کہ "صدقات میں مطلقاً اباحت کافی ہے" یہ بھی غلط ہے، اتنی بات تو ہر آدمی جانتا ہے کہ زکوٰۃ اور صدقہ فطر میں اباحت کافی نہیں، ہم نے اس بات کے جزئیات تنویر اور در سے پہلے نقل کئے، اور در کا ضابطہ بھی نقل کیا، آئندہ مزید تفصیل کریں گے، تو اس قائل کا کلام از تا پا مخدوش ہی مخدوش ہے اور ہمیں مزید رد کی ضرورت نہیں۔

تذييل جليل: قال العبد الذليل بعد هذا، وقفت على تحرير آخر لبعض جلة العصر من افاضل اهل السنة جنح فيه نحو ما جنح اولئك القوم، وحكم ان لابد ههنا من التمليك متمسكا بما تعريبه حكم جلود الاضاحى ان يتصدق بها او ينتفع بها بنفسه او يستبدل لها بما ينتفع به مع بقاء كالغربال والسجادة وغيرهما، ففى صورة

ایک سُنّی عالم کا فتویٰ البتہ علمائے اہلسنت میں سے بھی ایک بزرگ نے اسی قسم کی بات کہی جو گنگوہی صاحب سے مذکور ہوئی، ان کا کلام یہ ہے:

"قربانی کی کھال کا حکم یہ ہے کہ اس کا صدقہ کیا جائے یا اس کو خود استعمال کیا جائے، یا اس کو باقی رہنے والی چیز سے بدلا جائے، جیسے چھلنی، مصلّی وغیرہ، تو تصدق کی صورت میں تملیک ضروری ہے۔"

انھوں نے اپنے کلام سے نہ تو یہ ثابت کیا کہ

Marfat.com

التصدق لابد من التملیك[۱] اھ حاصله معربا۔

اقول هذا کلام کما تری لایکاد یرجع الٰی طائل، فان لزوم التملیك فی التصدق لایستلزم لزومه فی التقرب، ولم یَلُمّ کلامکم بایجاب التصدق ھٰھنا عینا ونفی سائر وجوه التقرب شیئا فالصغری المطویة ھی التی کانت محتاجة الی البیان وقد طویتموها وطویتم الکشح عن بیانها فاختل البرهان، وکانّ ملحظ ھذا الفاضل ومحط نظره ان حکم الجلود اذا کان دائرا بین الاشیاء الثلثة، والبیع بالدراهم ولولاجل التقرب انتفی الاخیران، فتعین الاول، وھو لابد فیه من التملیك ھذا غایة ما یقال فی تقریر کلامه، علٰی حسب مرامه ھنّأه ربه بلطفه واکرامه فالاٰن۔

اقول وباللہ التوفیق وبه الوصول الٰی ذری التحقیق، اعلموا ان للصدقة اطلاقات:

الاول اخصها تملیك المال من الفقیر مجانا، فخرج الاعارة والاباحة وھدیة الغنی والاقراض وھٰذا ھو المراد فی الزکٰوة وصدقة الفطر، وبھذا المعنی یقال ان الصدقة لابد فیها من التملیك وحینئذ لاتدخل فیها الکفارات لجواز الاباحة

کھال کا صدقہ صدقہ واجبہ ہے، نہ یہ ثابت کیا کہ اس کو کسی اور کارِ ثواب میں نہیں لگایا جاسکتا، حالانکہ یہی دلیل کا صغرٰی ہے، بے اس کے ثبوت کے دلیل ہی بیکار ہے، ان بزرگ کی غلطی کی بناء یہ ہے کہ انھوں نے یہ سمجھا کہ قربانی کی کھال صدقہ کرنے، بعینہٖ اس سے انتفاع حاصل کرنے، یا باقی رہنے والی چیز سے استبدال میں منحصر ہے، اور جب بعینہٖ انتفاع اور استبدال بالباقی کی صورت نہ پائی گئی، تو تصدق معیّن ہوگیا، اور اس میں تملیک ضروری ہے (اللہ تعالٰی انھیں اپنے لطف سے نوازے) یہ ان کے کلام کی انتہائی توجیہ ہے۔

لیکن قابلِ غور امر یہ ہے کہ شرع میں صدقہ کا اطلاق متعدد چیزوں پر ہوتا ہے:

(۱) "تملیك المال من الفقیر" اس صورت میں عاریۃ، اباحۃ، ہدیہ غنی، قرض وغیرہ سب صدقہ سے نکل گئے، اور صدقہ فطر اور زکوٰۃ میں لفظ صدقہ سے یہی مراد ہوتی ہے اور اسی صدقہ کے لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں تملیک ضروری ہے، تو صدقہ کفارہ اگرچہ صدقہ واجبہ ہے، لیکن اس معنیٰ

---

[۱] ...

فیھا قطعاً، ولذا قال فی ظہار التنویر صحت الاباحۃ فی طعام الکفارات والفدیۃ دون الصدقات والعشر[1] قال السیدان الفاضلان احمد الطحطاوی ومحمد الشامی (قولہ دون الصدقات) ای الزکوۃ وصدقۃ الفطر[2] فانظر کیف اخرج الکفارات من الصدقات۔

میں وہ صدقہ نہیں کیونکہ اس میں اباحت بھی جائز ہے، تنویر میں ہے:
"کفارہ اور فدیہ کے صدقہ میں اباحت جائز ہے صدقات اور عشر میں نہیں۔"
لفظ صدقہ کی تفسیر میں شامی اور طحطاوی نے کہا: "صدقات سے مراد زکوٰۃ اور صدقہ فطر ہے۔" یہاں کفارہ صدقہ واجبہ ہونے کے باوجود صدقات سے خارج ہے۔

الثانی[عہ] تمکین الفقیر من المال مجانا، وھنا یقطع النظر عن التملیک ویکتفی

(۲) "فقیر کو مال پر قابو دے دینا" یہاں تملیک سے قطع نظر ہوتی ہے، اور یہ انتفاع، تصرف اور

عہ ای فی نوع الطعام منھا اما الکسوۃ فی کفارۃ الیمین فلا تکفی فیھا الاباحۃ کما فی البحر وغیرہ فلیحفظ ھذا المراد، وانا اقول خروج الکسوۃ ضروری فان الاباحۃ انما تکون ما ینتفع بہ باستھلاکہ کالماکولات والمشروبات، والکسوۃ لیس ھکذا کما لا یخفی والحاصل ان عندی فرقا بین الاباحۃ والاعارۃ مطلقا، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ قدس سرہ العزیز۔

یعنی ان اقسام میں سے طعام میں اباحت ہے لیکن کفارہ یمین میں لباس میں اباحت کافی نہیں ہے لیکن جیسا کہ بحر وغیرہ میں ہے تو اس مراد کو محفوظ رکھو اقول (اور میں کہتا ہوں) لباس کا خروج یہاں ضروری ہے کیونکہ اباحت صرف ایسی چیز میں ہوسکتی ہے جس کو ہلاک کرکے انتفاع حاصل کیا جائے جیسے ماکولات مشروبات جبکہ لباس ایسی چیز نہیں ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے، حاصل یہ کہ میرے نزدیک اباحت اور عاریۃ دینے میں فرق ہے، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ قدس سرہ العزیز (ت)

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الطلاق باب الکفارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۱
[2] ردالمحتار علی الدر المختار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۸۴
حاشیۃ الطحطاوی " " " " دار المعرفۃ بیروت ۲/۲۰۲

Marfat.com

باطلاق الانتفاع ، والتصرف والاستهلاك الصادق به وبالاباحة وبهذا المعنى تشمل الكفارات فتعد من الصدقات الواجبة كما قال القهستاني والشامي وغيرهما في مصرف الزكوٰة "انه هو مصرف ايضا لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذٰلك من الصدقات الواجبة اھ[1] وبه علم ان هٰذين المعنيين لايتعداهما الواجب من الصدقات والخلط بينهما كانه هو الذي حد ذاك الرجل الوهابي ان جعل الاباحة من التمليك ، وذٰلك انه رأى في الفتح مايقصر الصدقة على التمليك ورأى في ردالمحتار مانقلنا أنفا وهو يفيد ان الكفارة ايضا من الصدقات ، وقد نقل العبارتين في فتواه فأظن انه نظم منها شكلا و استنتج منه ان الكفارة لابد فيها من التمليك ، وكان داريا ان الاباحة تسوغ فيها ، فلم يتمالك نفسه ان حكم بكون الاباحة قسما من التمليك لانه اضطربت لديه الاقوال ، وضاق عليه ميدان المجال ، ولم يدر التفصي عن الاشكال الا بابداء هذا المحال ، ولم يعرف المسكين فرق المحال ، وان تغير الاوسط يهدم الاشكال

استہلاک سبھی صورتوں کو شامل ہوتا ہے جو تملیک اور اباحت دونوں صورتوں میں ہوسکتا ہے ، صدقہ اس معنی میں کفارہ پر بولا جاتا ہے جو صدقہ واجبہ سے ہے اس کو لینے کا اہل وہی ہے جو زکوٰۃ کا اہل ہے ، چنانچہ قہستانی وشامی وغیرہ نے کہا :

"جو فقیر مصرف زکوٰۃ ہے وہی صدقہ فطر ، کفارات اور نذر وغیرہ کا مصرف ہے ۔"

صدقہ کے یہ دونوں معنی صدقات واجبہ میں ہی متحقق ہونگے ، شاید اسی بات نے اس وہابی آدمی کو یہ جرأت دلائی کہ اس نے اباحت کو بھی تملیک میں شمار کیا کہ انھوں نے فتح القدیر میں دیکھا " صدقہ کے لئے تملیک ضروری ہے " اور ردالمحتار کی ابھی نقل شدہ عبارت میں دیکھا کہ کفارہ بھی صدقات میں سے ہے ۔ یہ دونوں عبارتیں اس نے اپنے فتوٰی میں نقل کی ہیں اور اس سے قیاس ترتیب دے کے یہ نتیجہ نکالا کہ کفارہ کے لئے بھی تملیک ضروری ہے ، اور یہ جان ہی رہے تھے کہ کفارہ میں اباحت ہے تو اس فیصلہ میں اپنے نفس پر قابو نہ پا سکے کہ اباحت بھی تملیک کا ہی ایک حصہ ہے کیونکہ اقوال انھیں مضطرب نظر آئے اور ان میں تطبیق دے نہ پائے تو یہ محال بات بول دی اور قیاس ترتیب دیتے ہوئے انھیں یہ پتہ نہ چلا کہ حد اوسط مکرر نہ ہونے سے نتیجہ غلط ہوتا ، فتح القدیر کی عبارت " الصدقة

---

[1] ردالمحتار بحوالہ القہستانی کتاب الزکوٰۃ باب المصرف دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۸

Marfat.com

فان التی یجب فیہا التملیک ھی الصدقۃ بالمعنی الاخص الوارد فیہا لفظ الایتاء او الاداء او مایؤدی مؤداھما، والکفارات لیست من الصدقات بھذا المعنی، فلا شکل ولا اشکال والحمد للہ المھیمن المتعال، علی انہ ان قطع النظر عن ھذا التحقیق النفیس الانیس الدقیق، فکان السبیل ان یقال باستثناء الکفارات من حکم وجوب التملیک کما فعل الفاضل القہستانی حیث قال تحت قول النقایۃ تصرف تملیکا یستثنی منہ اباحۃ الکفارۃ[1] اھ لا ان یرتکب مثل ھذا المحال، وباللہ العصمۃ عن الزلل والضلال ھذا ما وعدناک فلنعد الی شرح اطلاقات الصدقۃ۔

"یجب فیہ التملیک" میں صدقہ سے مراد صدقہ خاص بمعنی اول ہے، اور "الکفارات تجوز فیہ الاباحۃ" کا صدقہ ہونا بمعنی ثانی ہے، حالانکہ قہستانی ان کی راہ کشادہ کرچکے تھے، وہ فرماتے ہیں "انہ تصرف تملیکا یستثنی منہ الکفارات" صدقات واجبہ میں تملیک ضروری ہے لیکن کفارہ اس سے مستثنیٰ ہے۔

الثالث[3] وربما یقطع النظر عن الفقر ایضا، فتشمل التملیک والاباحۃ للفقیر والغنی، قال فی التوسط شرح سنن ابی داؤد الصدقۃ ما تصدقت بہ علی الفقراء ای غالب انواعھا کذلک فانھا علی الغنی جائزۃ عندنا یثاب بہ بلاخلاف[2] اھ وقال فی

(۳) صدقہ کا ایک اطلاق یہ ہے کہ تملیک، اباحت اور فقیر وغنی، دونوں کو عام ہو، توسط شرح ابوداؤد میں ہے:

"صدقہ یہ ہے کہ فقیروں کو دیا جائے (مطلب یہ کہ صدقہ میں عموماً یہ ہوتا ہے) ورنہ صدقہ ہمارے نزدیک مالداروں کو بھی دینا جائز ہے۔"

---

[1] جامع الرموز کتاب الزکوٰۃ فصل مصرف الزکوٰۃ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۲/۳۸-۳۴۷

[2] التوسط شرح سنن ابوداؤد

Marfat.com

ردالمحتار عن البحر الرائق الصدقة تكون على الاغنياء ايضا وان كانت مجازا عن الهبة عند بعضهم وصرح فى الذخيرة بان فى التصدق على الغنى نوع قربة دون قربة الفقير[1] اھ وروى احمد والطبرانى فى الكبير عن المقدام ابن معديكرب رضى الله تعالٰى عنه، قال قال رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم انك ما اطعمت زوجتك فهو لك صدقة وما اطعمت ولدك فهو لك صدقة، وما اطعمت خادمك فهو لك صدقة[2]، وله فيه عن ابى امامة الباهلى رضى الله تعالٰى عنه عن النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم ما انفق الرجل فى بيته واهله وولده فهو له صدقة[3].

الرابع ربما تطلق حيث لا تمليك و لا اباحة اصلا وانما هو تصرف مالى قصد به نفع المسلمين كحفر الآبار وكرى الانهار وبناء الربط والجسور والمساجد و المدارس وغير ذلك، وعن هذا تقول انها صدقات جارية، ومن ذلك قولهم فى الاوقاف صدقة مؤبدة، وعليه جاء قوله صلى الله تعالٰى عليه وسلم

ردالمحتار میں بحرالرائق سے منقول ہے: "صدقہ مالداروں پر بھی ہوتا ہے کہ مجازًا ہبہ کو صدقہ کہتے ہیں، اور ذخیرہ میں تشریح ہے کہ مالدار کا صدقہ فقیروں کے صدقہ سے کم ثواب والا ہوتا ہے۔

احمد وطبرانی نے کبیر میں مقدام ابن معدیکرب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی: "رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں جو بیوی کو کھلایا تو صدقہ، جو اولاد کو کھلایا تو صدقہ، جو خادم کو کھلایا وہ بھی صدقہ۔"

طبرانی میں ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے: "آدمی اپنے گھر میں جو کچھ اہل وعیال اور خادموں پر خرچ کرتا ہے وہ سب صدقہ ہے۔"

(۴) اس اطلاق میں نہ تملیک ہے نہ اباحت، یہ ایک قسم کا تصرف مالی ہے جس سے مسلمانوں کو نفع پہنچانا مقصود ہوتا ہے، جیسے کنواں بنانا، نہریں تیار کرنا، مسافرخانے اور پل بنانا، مساجد اور مدرسوں کی تعمیر کرنا، اور انھیں امور خیر میں صرف کرنے کو صدقہ جاریہ کہتے ہیں، اور اوقاف کو اسی معنی میں صدقہ موبدہ کہا جاتا ہے، حدیث شریف میں ہے: "حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۵۷
[2] المعجم الکبیر حدیث ۶۳۴ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۰/۲۶۸
[3] " " ۷۴۷۶ " " " ۸/۱۱۲

Marfat.com

اذ اتاه سعد بن عبادة رضی اللہ تعالٰی عنه فقال یارسول اللہ امی ماتت فای الصدقة افضل، قال سقی الماء، فحفر بئرا، و قال هٰذه لام سعد[1]، کما اخرجه احمد وابوداؤد والنسائی وابن ماجة وابن حبان والحاکم عن سعد وابو یعلی عن ابن عباس رضی اللہ عنه فقد سمی سقی الماء بحفر البئر صدقة، ومعلوم ان لا تملیك فیه ولا اباحة، فان من شرطها ان یکون الماء فی ملك المبیح کما لا یخفٰی علی احد وقد قال صدر الشریعة انهم لما لم یملکوه لا تصح اباحتهم اھ[2] وقد نص علماؤنا ان ماء البئر غیر مملوك لصاحبها، ففی الهداية البئر و نحوها ما وضع للاحراز ولا یملك المباح بدونه[3]، وفی فتاوی العلامة خیر الدین الرملی

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ آئے اور عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میری ماں کا انتقال ہوگیا ہے تو کون سا صدقہ اسے مفید ہوگا؟ حضور نے فرمایا، لوگوں کو پانی سے سیراب کرنا۔ انھوں نے ایک کنواں کھدوادیا اور اعلان کردیا کہ یہ سعد کی ماں کے لئے ہے۔" (احمد وابوداؤد ونسائی، ابن ماجہ، حاکم، ابن حبان عن ابی یعلٰی عن ابن عباس)

تو اس حدیث میں پانی کی سیرابی کو صدقہ قرار دیا جس میں نہ تملیک ہے نہ اباحت، کیونکہ اباحت کے لئے شرط یہ ہے کہ شیئ مباح، مباح کرنیوالے کی ملک ہو۔ صدر الشریعہ فرماتے ہیں: "جب مال موقوفہ پر مالکوں کی ملک نہ رہی تو ان کی طرف سے اباحت بھی درست نہیں۔"

اس طرح علماء نے تصریح فرمائی: کنویں کا پانی کنویں والے کی ملک نہیں"۔

ہدایہ میں ہے: "کنواں اور اس کے مثل جو چیزیں ہیں قبضہ کرکے نہیں رکھی گئیں، اور قبضہ کے بغیر مباح پر ملک ثابت نہیں ہوتی۔"

۱؎ سنن ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب فضل سقی الماء آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۳۶
سنن النسائی کتاب الوصایا فضل الصدقۃ عن المیت نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۱۳۲
مسند احمد بن حنبل حدیث سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/۲۸۵ و ۶/۷
موارد الظمآن الٰی زوائد ابن حبان کتاب الزکوٰۃ باب سقی الماء المطبعۃ السلفیۃ مکۃ المکرمۃ ص ۲۱۸
۲؎
۳؎ الہدایۃ کتاب احیاء الموات فصل فی المیاہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۴۸۳

Marfat.com

فی الولوالجیة وکثیر من الکتب لو نزح ماء بئر رجل بغیر اذنه حتی یبست لاشیئ علیه عـہ لان صاحب البئر غیر مالک للماء اھ[۱] فاذن لایکون الا تقربا الی الله تعالٰی بتصرف فی ماله لنفع المسلمین وعلٰی ھذا سائر القرب المالیة سواء فی دخولھا فی معنی الصدقة۔

فتاوٰی خیریہ، ولوالجیہ وغیرہ بہت سی کتابوں میں ہے: "اگر کسی نے کسی کے کنویں کا پانی نکال کر کنواں خشک کردیا تو نکالنے والے پر کوئی تاوان نہیں اس لئے کہ کنویں والا پانی کا مالک نہیں"۔ تو یہ صدقہ اسی معنٰی پر ہے کہ اللہ کے تقرب کے لئے اپنا مال مسلمانوں کے نفع کے خاطر صرف کررہا ہے، اور اس معنی میں سارے مالی کارِ خیر، صدقہ قرار دیئے جانے میں برابر ہیں۔

وقد قال الامام فقیه النفس قاضی خان فی الخانیة قریة فیھا بئر مطویة بالاٰجر خربت القریة، وانقرض اھلھا وبقرب ھذه القریة قریة اخرٰی فیھا حوض یحتاج الی الاٰجر فارادوا ان ینقلوا الاٰجر من القریة التی خربت ویجعلوھا فی ھذا الحوض، قالوا ان عرف بانی تلک البئر لایجوز صرف الاٰجر الا باذنه، لانه عاد الی ملکه وان لم یعرف البانی قالوا الطریق فی ذلک ان

اطلاق نمبر ۴ کی دوسری مثال امام فقیہ النفس قاضیخان فرماتے ہیں: "ایک دیہات میں پختہ کنواں تھا، دیہات اُجڑ گیا اور کنواں معطل ہوگیا' اس کے قریب دوسرے دیہات والوں نے اس کی اینٹیں اپنے حوض میں لگانی چاہیں، اگر کنویں کا بنانے والا موجود ہے تو اس سے اجازت لینی ضروری ہے کیونکہ تعطل کے بعد اینٹیں بانی کی ملک ہوگئیں، اور بانی کا پتہ نہ چلے تو وہ اینٹیں فقیر کو دے دی جائیں اور وہ اپنی طرف سے اس کو حوض میں لگا دے، کیونکہ وہ اینٹیں اب لقطہ

عـہ قلت ای لا ضمان لان الاتلاف صادف مباحا غیر مملوک لاحد اما التعزیر فینبغی ان یکون فیما یظھر اذا فعله لمحض الاضرار ولا ضرر ولا ضرار فی الاسلام ۱۲ منه۔

میں کہتا ہوں یعنی ضمان نہیں ہے کیونکہ یہ ایسی مباح چیز کا اتلاف ہے جس کا کوئی مالک نہیں ہے لیکن تعزیر مناسب ہوگی جبکہ وہ بطور ضرر رسانی ایسا کرے کیونکہ اسلام میں ضرر و ضرار کی ممانعت ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] فتاوٰی خیریة کتاب احیاء الموات فصل فی مسائل الشرب دارالمعرفة بیروت ۲/ ۱۸۶

Marfat.com

يتصدق بها على فقير، ثم ذلك الفقير ينفقها في ذلك الحوض، لانه بمنزلة اللقطة والاولى ان ينفق القاضي في هذا الحوض، ولاحاجة فيه الى التصدق على الفقير اھ[1]، وفي الهندية عن الواقعات الحسامية، فيما اذا لم يعلم الغارس، الحكم في ذلك الى القاضي ان رأى بيعها وصرف ثمنها الى عمارة المقبرة فله ذلك اھ[2] وقال في الخانية قبله نبت الاشجار بعد اتخاذ الارض مقبرة فان علم غارسها كانت للغارس وان لم يعلم فالرأي للقاضي ان رأى ان يبيع الاشجار وتصرف ثمنها الى عمارة المقبرة فله ذلك، وتكون في الحكم كانها وقف اھ[3]

قلت اى في انه مال مصروف الى وجوه البر، اما الوقف فلا لما في الخانية ايضا، رجل جعل ارضه مقبرة، وفيها اشجار عظيمة، قال الفقيه ابوجعفر رحمه الله تعالى وقف الاشجار لا يصح، فتكون الاشجار للواقف، ولورثته

(گری پڑی چیز) کے حکم میں ہے، اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ قاضی اپنے حکم سے اسے حوض میں لگادے اس طرح فقیر کو دینے والے حیلہ سے نجات مل جائے گی۔"

عالمگیری اور واقعات حسامیہ میں ہے:

"اگر قبرستان میں درخت لگانے والے کا پتہ نہ چلے تو قاضی اپنی صوابدید پر اس کو بیچ کر اس کی قیمت قبرستان کی درستگی میں صرف کرسکتا ہے۔"

خانیہ میں ہے: "زمین کو مقبرہ بنانے کے بعد اس میں درخت اگ آئے، لگانے والا معلوم ہو تو وہ اسی کا ہے، اور لگانے والا معلوم نہ ہو تو رائے قاضی کی ہے اسے بیچ کر قبرستان کی مرمت میں لگا سکتا ہے، اس کا حکم وقف ہی کا ہے۔"

مطلب یہ ہے کہ جس طرح وقف ایک ایسا مال ہے جو مصارفِ خیر کے لئے ہی ہے اسی طرح اس درخت کا مصرف بھی مصارفِ خیر ہیں، وہ درخت خود وقف نہیں ہو جاتا۔ اسی خانیہ میں ہے: "ایک آدمی نے زمین مقبرہ کے لئے وقف کی جس میں درخت ہیں، فقیہ ابوجعفر کا فرمان ہے کہ چونکہ درختوں کا وقف صحیح نہیں اس لئے وہ درخت واقف کے

۱؎ فتاوٰی قاضیخان کتاب الوقف فصل فی الوقف المنقول الخ نولکشور لکھنؤ ۴/۷۲۵

۲؎ فتاوٰی ہندیۃ " الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۷۴

۳؎ فتاوٰی قاضیخان " فصل فی الاشجار نولکشور لکھنؤ ۴/۷۲۴

Marfat.com

ان مات ، وكذا البناء في الدار التي جعلها مقبرة[1] اھ ومعلوم ان حكم اللقطة هو التصدق الا ان يكون الملتقط فقيرا، فيصرفه الى نفسه ، وهو ايضا من باب التصدق من المالك ، بل قال في الدر المختار عن العمدة وجد لقطة وعرفها ولم يردها فانتفع بها لفقره ثم ايسر يجب عليه ، ان يتصدق بمثله[2] اھ وان كان المختار خلافه كما في البحر والنهر عن الولوالجية والهندية وجامع الرموز عن الظهيرية قلت لان الصدقة اصابت محلها فلا تتغير بتغير حاله كفقير اخذ الزكوٰة ثم ايسر ليس عليه ردها ، وبالجملة الحكم ههنا التصدق وقد نصوا على جواز صرفه الى عمارة المقبرة واصلاح الحوض ، ومن ذلك ما في الرحمانية عن الاجناس ، اذا خرب مسجد ولا يعرف بانيه وبنى اهل المسجد مسجدا آخر ثم اجمعوا على بيعه، واستعانوا بثمنه في ثمن المسجد الآخر فلا باس به ، وهذا قول محمد خلافا لابي يوسف فانه مسجد ابدا عنده[3] اھ ، وفي السراجية مسجد عتيق لا يعرف بانيه خربت فاتخذ بجنبه

ہوں گے، اور وہ مرگیا تو اس کے ورثہ کی ملک ہوں گے، اور یہی حکم اس کمرہ کا ہے جو ایسے دار میں ہو جس کو مقبرہ کر دیا گیا ہو۔"

رحمانیہ کا جزیہ ہے: "مسجد ویران ہوگئی جس کے بانی کا پتہ نہیں، اور لوگوں نے دوسری مسجد بنا لی، پھر ان کی رائے ہوئی کہ ویران مسجد بیچ کر اُس کی قیمت اِس مسجد میں لگائیں، تو امام محمد کے نزدیک اس میں حرج نہیں، اور قاضی ابویوسف کے نزدیک وہ ایسا نہیں کر سکتے کہ وہ ہمیشہ مسجد ہی رہے گی۔"

سراجیہ میں ہے: "پرانی مسجد جس کے بانی کا پتہ نہیں وہ ویران ہوگئی، لوگوں نے اسی کے قریب دوسری مسجد بنالی، تو قاضی ابویوسف کے نزدیک ویران مسجد کا سامان بیچ کر آباد مسجد میں نہیں لگا سکتے، اور امام محمد کو اس میں اختلاف ہے، اور فتویٰ قاضی ابویوسف رحمہم اللہ تعالٰی کے قول پر ہے۔"

اس کی وجہ وہی ہے کہ مسجد جب ڈھے کر ناقابلِ استعمال ہوگئی اور لوگ مستغنی ہو گئے، تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا مالک بانی ہوجاتا ہے، اور جب بانی کا پتہ نہ چلے تو وہ لقطہ ہوگئی، اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اس کو دوسری مسجد کی تعمیر

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الوقف فصل فی المقابر والرباطات نولکشور لکھنؤ ۴/۷۲۵

[2] درمختار کتاب اللقطۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۶۶

[3] رحمانیہ

Marfat.com

مسجد اخر، لیس لاھل المسجد ان یبیعوہ ویستعینوا بثمنه فی مسجد اخر، عند ابی یوسف خلافا لمحمد وعلیه الفتوی[1]

وذلك ان المسجد اذا خرب والعیاذ باللہ واستغنی عنه یعود عند محمد الی ملك البانی، کما فی التنویر وغیرہ فاذا لم یعرف بانیه صار لقطة، وقد قال الامام محمد ح صرفه الی مسجد اخر فعلم ان التصدق المامور به فی اللقطة ھو بھذا المعنی الرابع الداخل فیه الصرف الی المقابر والحیاض والمساجد، وھذہ الاطلاقات کلھا فقھیة کما تری۔

میں صرف کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

توجب ہمچو قسم کی اشیاء کا حکم لقطہ کا ہوا تو یہ بات صاف ہوگئی کہ اس کا حکم صدقہ کرنا ہے، ہاں پانے والا فقیر ہو تو اپنے اوپر خرچ کرے کہ یہ بھی صدقہ ہے، بلکہ درمختار میں عمدہ سے نقل کیا کہ فقیر نے لقطہ پایا اور اس کو اپنے اوپر خرچ کیا، پھر مالدار ہو گیا تو اس کا صدقہ کرے، اگرچہ فتوٰی اس کے خلاف ہے (بحر و نہر عن الولوالجیہ وجامع الرموز من الظہیریہ)

میں کہتا ہوں قرین قیاس بھی یہی ہے کہ صدقہ اپنے محل کو پہنچ گیا، تو حالت کے بدلنے سے اس کا حکم نہیں بدلے گا، جیسے فقیر مالِ زکوٰۃ کھاتا رہا اب مالدار ہو گیا، تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ جتنی زکوٰۃ کھائی سب واپس کر اور فقیروں پر صدقہ کر۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ایسے مال کا حکم صدقہ کا ہے اور اسی کو عمارتِ مقبرہ اور اصلاحِ حوض میں صرف کا حکم دیتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ صدقہ کا یہ اطلاق اسی چوتھے معنٰی میں ہے اور اس کو مقابر، حوض اور مسجد میں صرف کرنا صدقہ ہی ہے حالانکہ نہ یہاں تملیک ہے نہ اباحت۔ نہ مالدار نہ فقیر، اور یہ بھی واضح ہو کہ یہ سارے اطلاقات فقہیہ ہیں۔

الخامس قد یتوسع فیقطع النظر عن قید المال ایضا، ویطلق علی کل نفع للغیر بایصال الخیر او دفع الضیر، کیفما کان، ومن ذلك حدیث تکرار

(۵) کبھی صدقہ سے مال ہونے کی قید بھی ختم کر دی جاتی ہے، اور مطلقاً غیر کو نفع پہنچانے، اور اس سے ضرر دفع کرنے کو صدقہ کہا جاتا ہے، اس کی مثال وہ حدیث ہے کہ منفرد کے ساتھ مل کر جماعت

---

[1] فتاوٰی سراجیہ کتاب الوقف باب اجارۃ الوقف وبیعه نولکشور لکھنؤ ص ۹۳

Marfat.com

الجماعۃ المروی فی جامع الترمذی وغیرہ الا رجل یتصدق علی ھذا فیصلی معہ[1] وقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کل سلامی من الناس علیہ صدقۃ کل یوم تطلع فیہ الشمس تعدل بین الاثنین صدقۃ بینھما، وتعین الرجل علی دابتہ فتحمل علیھا، او ترفع لہ علیھا متاعہ صدقۃ والکلمۃ الطیبۃ صدقۃ و دل الطریق صدقۃ و تمیط الاذی عن الطریق صدقۃ[2]، اخرجہ احمد والشیخان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما من رجل مسلم یصاب بشیئ فی جسدہ فیتصدق بہ الا رفعہ اللہ بہ درجۃ وحط عنہ خطیئتہ[3]، اخرجہ احمد والترمذی وابن ماجۃ عن ابی الدرداء واحمد والضیاء نحوہ عن عبادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھما باسناد صحیح۔

کرنے کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں حکم دیا:

"الا رجل یتصدق علی ھذا فیصلی معہ کوئی اس پر صدقہ کرے اس کے ساتھ مل کر نماز پڑھے۔"

یوں ہی سرکار نے فرمایا: "آدمی کے ہر جوڑ پر ہر دن صدقہ ہے، تو دو آدمیوں کے بیچ انصاف کرنا صدقہ ہے، آدمی کو جانور پر سوار ہونے میں مدد دینا صدقہ ہے، اس کا بوجھ لاد دینا صدقہ ہے، اچھی بات صدقہ ہے، راستہ بتانا صدقہ ہے، راستے سے کوڑا کرکٹ دور کر دینا صدقہ ہے۔ (احمد و مسلم و بخاری عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

یونہی یہ حدیث شریف: "آدمی کے جسم میں تکلیف ہو تو جو اس پر صدقہ کرے اور مدد کرے تو اللہ تعالےٰ اس کا درجہ بلند کرے گا اور گناہ معاف کرے گا (احمد، ترمذی، ابن ماجہ عن ابی الدرداء احمد وضیاء نحوہ عن عبادہ باسناد صحیح)

---

[1] سنن ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب فی الجمع فی المسجد مرتین آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۸۵
جامع الترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ما جاء فی الجماعۃ فی مسجد الخ امین کمپنی دہلی ۱/۳۰

[2] صحیح البخاری کتاب الجہاد باب من اخذ بالرکاب ونحوہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۱۹
صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب بیان ان اسم الصدقۃ یقع علی کل نوع من المعروف قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۲۵
مسند احمد بن حنبل مسند ابو ہریرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۳۱۶

[3] جامع الترمذی ابواب الدیات باب ما جاء فی العفو امین کمپنی دہلی ۱/۱۶۷
سنن ابن ماجہ ؍؍ باب العفو فی القصاص ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹۷
مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث ابی الدرداء المکتب الاسلامی بیروت ۶/۴۴۸

Marfat.com

السادس قد يستقصى فى التوسع فيقطع النظر عن الغير ايضا و يطلق على كل فعل حسن محمود فى الشرع فانه ان لم يكن تصدقا على غيره، فتصدق على نفسه، ومن ذلك قوله صلى الله تعالى عليه وسلم فى حديث ابى هريرة المار كل خطوة تخطوها الى الصلوة صدقة[1] وجاء فى حديث كل تكبيرة صدقة[2] وقد قال صلى الله تعالى عليه وسلم كل معروف صدقة[3] اخرجه احمد والبخارى و آخرون عن جابر، واحمد ومسلم وابوداؤد عن حذيفة والطبرانى فى الكبير عن ابن مسعود، والبيهقى فى الشعب عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهم، زاد عبد بن حميد والحاكم وصححه فى حديث جابر هذا وما انفق المسلم من نفقة على نفسه واهله كتب له بها صدقة[4]، وتتمه حديث المقدام المقدام

(۶) اور کبھی لفظ صدقہ بھی توسع کی انتہا ہو جاتی ہے کہ ہر فعل محمود و مشروع کو صدقہ کہتے ہیں کہ دوسرے پر صدقہ نہ ہو تو اپنے پر تو ہے۔

"مسجد کی طرف بڑھنے والا قدم صدقہ ہے، ہر تکبیر صدقہ ہے، ہر نیکی صدقہ ہے (احمد و بخاری و آخرون عن جابر، احمد، مسلم، ابوداؤد عن حذیفہ، طبرانی فی الکبیر عن ابن مسعود، بیہقی عن ابن عباس) عبد ابن حمید اور حاکم نے اس حدیث میں اتنا اضافہ کیا اور حاکم نے اس کی تصحیح کی: "مسلمان نے اپنے اور اہل وعیال کے لئے جو خرچ کیا اس پر صدقہ کا ثواب ملے گا۔"

نمبر ۳ میں ذکر کی ہوئی حدیث مقدام ابن معدیکرب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا تتمہ یہ ہے: "اور جو خود کھایا صدقہ ہے۔"

ان اطلاقات کو خوب ذہن نشین کرلیں، شائد کہ اس تحریر کے علاوہ اس تفصیل سے نہ ملے۔

اب صرف یہ فیصلہ رہ جاتا ہے کہ قربانی کے

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجہاد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۰۴ و ۴۱۹
صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ " " " ۱/۳۲۵
[2] " کتاب صلوٰۃ المسافرین " " " ۱/۲۵۰ و کتاب الزکوٰۃ ۱/۳۲۴
[3] صحیح البخاری کتاب الادب " " " ۲/۸۹۰
صحیح مسلم " " " " ۱/۳۲۴
سنن ابوداؤد " " " " ۲/۳۲۰
مسند احمد بن حنبل ۵/۳۹۷ و المعجم الکبیر حدیث ۱۰۴۰۴ و ۱۰۴۱۲ ۱۰/۱۱۰ و ۲۳۲
[4] المستدرک للحاکم کتاب البیوع دار الفکر بیروت ۲/۵۰

Marfat.com

ذکرہ، وما اطعمت نفسك فهو لك صدقة[1]،
اتقن هذا فلعلك لا تجد بيان تلك
الاطلاقات الا فى هذه الوريقات والله سبحنه
واهب العطيات۔

ثم ان المراد بالتصدق فى قولهم
فى الاضاحى يتصدق بالثلث وقولهم
يندب ان لا ينقص الصدقة عن الثلث'
ليس هو المعنى الاخص الاول، كيف و
قد اجمعوا على اباحة الاباحة فى القربان'
فلا يمكن تعيين الاخص المنحصر فى
التمليك، ويتضح ذلك فى قول مجمع الانهر
وغيرہ الجهات ثلث الاكل والادخار و
التصدق اھ[2] فان الاطعام العام الغير
المخصوص بالتمليك المنصوص عليه فى
قوله عز مجده واطعموا القانع والمعتر[3]،
وقد استدل فى الهداية بالآية على قول
البداية يستحب ان لا ينقص الصدقة عن
الثلث، قائلا ان الجهات ثلث الاكل و
الادخار لما روينا والاطعام لقوله تعالٰى[1] و
اطعموا القانع والمعتر والقسم عليها اثلاثا اھ[4]

سلسلہ میں جس صدقہ کا ذکر آیا ہے وہ ان اطلاقات میں سے کس اطلاق کے تحت آیا ہے، تو یہ طے ہے کہ نمبر اول مراد نہیں، کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ قربانی کے گوشت کو بطور اباحت کھلا سکتے ہیں تو اس معنی پر محمول کرنا صحیح نہ ہوگا جس میں تملیک ضروری ہے، اور یہ بات مجمع الانہر وغیرہ کے قول کے ملانے سے صاف ظاہر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ صاحب مجمع فرماتے ہیں: "قربانی کے مصرف کی تین حیثیت ہے: کھانا، جمع کرنا، صدقہ کرنا"۔

حالانکہ قرآن شریف میں کھلانے کا صریح ذکر ہے تو ظاہر ہے کہ یہ کھلانا جس میں اباحت کافی ہوتی ہے صاحب مجمع نے لفظ صدقہ کہہ کر اس کو بھی مراد لیا ہے۔

اسی طرح صاحب ہدایہ نے صاحب بدایہ کے اس قول کی دلیل دی: "صدقہ ثلث سے کم نہ ہونا چاہئے۔"

صاحب بدایہ کہتے ہیں: "اس لئے کہ جہتیں تین ہیں: کھانا، جمع کرنا، یہ تو حدیث سے ثابت ہے، اور کھلانا، یہ قرآن سے ثابت ہے کہ محتاج کو کھلاؤ، تو تینوں کے لئے ایک ایک ثلث رکھا گیا۔"

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۶۳۴ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۰/۲۶۸
[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کتاب الاضحیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۲۱
[3] القرآن الکریم ۲۲/۶۳
[4] الہدایۃ کتاب الاضحیۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۴۴۸

Marfat.com

فلوكان المراد بالصدقة هو المعنى الاخص لما انطبق الدليل على المدعى كما لايخفى، واذقد علمت ان الصدقة لها اطلاقات وان لزوم التمليك انما هو فى المعنى الاوّل وانّه غير مراد ههنا، وجب ان لايكون مرادا ايضا قولهم يتصدق بجلدها فان التصدّق ههنا هو عين التصدق فى قولهم يتصدق بالثلث، يرشدك اليه تعليل الهداية بقوله لانه كجزء منها فثبت ان ليس تصدق الجلد مما يقتصر على التمليك حتى لوصنع منه دلوا، ووقفه على بئر مسجد ليستقى به المتوضؤن جاز عہ قطعا فسقط الاحتجاج رأسا۔

اب اگر صاحبِ ہدایہ کے قول "صدقہ ثلث سے کم نہ ہو" میں لفظ صدقہ سے مراد وہ نہیں جس میں تملیک ضروری ہو، اور جب گوشت میں یہ ثابت ہو چکا تو حسبِ قولِ ہدایہ "کھال بھی قربانی ہی کا جزء ہے" کھال کا بھی یہی حکم ہوگا کہ اس میں بھی تملیک ضروری نہ ہوگی۔ مسجد میں پانی نکالنے کے لئے اس کا ڈول بن سکتا ہے، القصہ ان لوگوں کا ہدایہ اور کافی وغیرہ سے استدلال ساقط ہے۔

بقى انه اذليس المراد الاول فاىّ البواقى يراد وانما البينة على من يدعى، نعم ان سألتنا التبرع، فنقول حديث نبيشة الخير الهذلى رضى الله تعالى عنه يهدينا الى مطلق الائتجار الحاصل بسائر وجوه القرب، فليكن المراد هو المعنى الرابع، وهو الغالب فى الصدقات النافلة،

اب ایک رہ گیا، قربانی میں اگر صدقہ بمعنی اول مراد نہیں، تو بقیہ معانی میں سے کون سے معنی مراد ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ہماری ذمہ داری نہیں ہے، ہمیں تو تملیک والے صدقہ کی نفی سے کام تھا، جب یہ مراد نہیں تو صدقہ اور جس معنی میں مراد لیا جائے ہمارا مقصد حاصل ہے، مگر تبرعاً ہم وہ بھی بتا دیتے ہیں۔

عہ اى على المفتى به من جواز وقف المنقول حيث تعورف وقد تعارف المسلمون وقف الدلو والرشا على آبار المساجد ۱۲ منه قدس سرہ العزیز۔

یعنی مفتی بہ قول پر کہ منقول چیز کا وقف جائز ہے جب متعارف ہو اور بیشک مسلمانوں میں ڈول اور رسّی وغیرہ مساجد کے کنووں کے لئے مروج ہے ۱۲ منہ قدس سرہ العزیز (ت)

Marfat.com

على ان قد بينا ان معنى المنع ليس ترك التصدق المامور به فانه غير المامور به ههنا رأسا بل المعنى قصد التمول المنهى عنه فى كل ما تقرب به الى المولٰى سبحٰنه وتعالٰى، وهو لا يتحقق فى شئ من القرب، فلا يضرنا عند التحقيق ارادة شئ من المعانى اصلا، كما لا يخفى على من رزق العقل السليم والفهم المستقيم، والله سبحٰنه بكل شئ عليم، هذا وجه فى الجواب، عن احتجاج هذا الفاضل المستطاب۔

اقول ثانيا مبناه عن حصر السائغ فى الاوجه الثلٰثة، ولا دليل يدل على الحصر، وعدم الذكر ليس ذكر العدم، وهذا الامام القدورى مقتصرا فى مختصره على شيئين التصدق وعمل آلة حيث قال ويتصدق بجلودها او يعمل منه آلة تستعمل فى البيت اھ[۱] فترك التبدل بما يبقى ايضا، افيظن كلامه هذا معارضا لكلام من ثلث، وهذا المحقق الحلبى قال فى ملتقاه، وهو من متون المذهب المعتمدة كما نص عليه العلامة الشامى، يأكل من

حدیث حضرت نبیشہ ہذلی رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ایتجار (کارِ ثواب) کا لفظ آیا ہے جو تمام کارِ خیر کو عام ہے، تو چوتھے معنٰی جو عام طور سے صدقات نفلیہ مراد ہوتے ہیں وہی مراد لینا صحیح ہوگا۔

علاوہ ازیں ہمارا کہنا ہے کہ قربانی میں قصدِ تصدّق کی ممانعت ہے، نہیں قصدِ تمول کی ممانعت ہے، تو جس قسم کے صدقہ کی نیت کرے قصدِ تمول نہیں پایا جائے گا، اور صدقہ جائز ہوگا، اس لئے صدقہ کی جو قسم بھی مراد لے لو ہمیں کوئی ضرر نہ ہوگا۔

مزید توضیح | جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ اس عالم اہلسنت کی غلط فہمی کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے یہ سمجھا کہ مصارف قربانی کی صرف تین جہتیں ہیں حالانکہ اس پر کوئی دلیل نہیں، اگر کسی مصنف نے صرف تین ہی ذکر کیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ زائد نہیں کہ عدمِ ذکر، ذکرِ عدم وجود کو مستلزم نہیں، امام قدوری نے تو اپنی مختصر میں دو ہی جہت کا ذکر کیا: "کھال کا صدقہ کر دیا جائے یا گھریلو استعمال کے لئے کوئی چیز بنالی جائے۔" تو انھوں نے باقی رہنے والی چیز سے استبدال والی شق چھوڑ دی، تو کیا ان کے کلام کو تین شق ذکر کرنے والوں کے کلام کے معارض سمجھا جائے۔ حضرت ابراہیم حلبی نے فرمایا: "قربانی کا گوشت کھائے اور مالدار اور فقیر جس کو چاہے کھلائے، اور صدقہ تہائی حصّہ سے کم نہ کرے۔"

---

[۱] مختصر القدوری کتاب الاضحیۃ مطبع مجیدی کانپور ص ۲۵۹

Marfat.com

لحم اضحيته ويطعم من شاء من غني و فقير، وندب ان لا ينقص الصدقة عن الثلث اهـ[1] فلم يذكر التبدل بالباقي في مسئلة اللحم مع جوازه قطعا على المذهب الصحيح، وان اختير ما صححه في الظهيرية وغيرها من جواز تبدل الماكول بالماكول كاللحم بالحبوب واللبون وغيره بغيره كالجلد بالكتاب والجراب لا عكسه في الصورتين، فقد ترك هذا الوجه في اللحم، وعلى كل فلم يحط بكل ماهو سائغ، ونظائر ذلك ان تتبعت اعياك عدّها كثرا واذ لا حصر فلا مساغ لان يقال اذا انتفى الاخيران تعين الاول وقد لوحنا ببعض من هذا في مطاوى كلامنا في الوجه السابق۔

واقول ثالثا ان ابيتم الا الحصر فنبئوني افلا يجوز اهداء غني، و ليس من الثلثة، اولا يجوز الاعارة من فقير او ملي وليس منها ولا يجوز البيع بالدراهم للتصدق وليس البيع للتصدق عين التصدق، فاذ بقيت هذه فليكن البيع بها لاجل التقرب ايضا من البواقي۔

وبالجملة فلا دليل يظهر على عدم جواز البيع لاجل القرب ولا على وجوب التمليك

تو انھوں نے بھی تبدیل بالباقی والی شق چھوڑ دی حالانکہ مذہب صحیح پر یہ جائز ہے، اور ظہیریہ میں تو گوشت کو ماکولات جیسے غلہ اور مغزیات کے ساتھ بدلنے کی بھی اجازت دی، اور جلد کو کتاب اور چمڑے کی تھیلی کے ساتھ، اس کا الٹا نہیں، تو ایک یہ صورت بھی متروک ہوگئی، تو قربانی میں جن جن امور کی اجازت ہے سب کا احاطہ نہیں کیا گیا ہے، اور جب حصر و احاطہ نہیں تو یہ کہنا صحیح نہیں کہ جب دو قسمیں متحقق نہ ہوئیں تو تیسری متعین ہے۔

اسی طرح مالدار کو ہدیہ کرنا جائز اور فقیر کو عاریۃً دینا جائز ہے، یہ دونوں صورتیں بھی تو ان تینوں میں شامل نہیں، کیا صدقہ کی نیت سے دراہم کے بدلے بیع جائز نہیں حالانکہ بیع کرنا صدقہ کرنا نہیں ہے، تو جب اس کار ثواب کے لئے بیع جائز تو دوسرے کار ثواب کیلئے کیوں جائز نہ ہوگی۔

المختصر کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے کار ثواب کے لئے بیچنا منع ہو، اور اس کا تصدق بطور تملیک

---

[1] ملتقی الابحر كتاب الاضحية مؤسسة الرسالة بيروت ۲/۲۴۴

Marfat.com

اذا فعل ذلك، بل الدليل ناطق بخلافه فان المانع انما هو قصد التمول وهذا المعزل عنه، والمسوغ كما تبين بكلام التبيين قصد القربة وهذا، فلنقتصر على هذا القدر، حامدين لربنا في الورد والصدر، هذا ما ظهر لفهمي القاصر وفكري الفاتر، ومعاذ الله ان ابرئ نفسي من الخطأ والزلل واصر على رائي بعد وضوح الخلل وسبحن الله اليش انا واليش رأيي، وانما النقص بضاعتي والخطأ صناعتي، والجهل صفتي والعجز سمتي، فان اصبت فبتوفيق ربي، وله الحمد في كل آن وحين، وان اخطأت فبشؤم ذنبي، واسأل التوبة ارحم الراحمين، والحمد لله العزيز الوهاب، والصلاة والسلام على النبي الاواب وآله وصحبه خير آل واصحاب، واذا انتهت الرسالة بحمد ذي الجلالة وددت ان اسميها بعلم لطيف، يكون علما على عام التاليف، كما هو دأبي في جميع التصانيف وقد جاءت بحمد الله تعالى مختصرة، ومع الاختصار مطهرة مظهرة، فناسب ان اسميها "الصافية الموحية لحكم جلود الاضحية" وكان ذلك ضحوة الخميس لليلة بقيت من ذي القعدة الحرام سنة الف وثلثمائة وسبع من

ہونا ثابت ہو، اور جس چیز کو ممانعت پر دلیل قائم ہے، وہ بیع بقصد تمول ہے، اور ان دونوں میں بون بعید ہے، اور قربانی کے اجزاء سے قصد تقرب جائز ہے، اور یہ بیع اسی لئے ہے، اس لئے اس کے جائز ہونے میں شبہہ نہیں۔

اب ہم اسی پر بس کرتے ہیں، اور ابتداً وانتہاً میں اپنے رب کی حمد کرتے ہیں، میں اپنے نفس کو خطا ولغزش سے بری نہیں گردانتا، اور خلل ظاہر ہونے کے بعد میں اپنی رائے پر اصرار کبھی نہیں کرتا، سُبحان اللہ! میں کیا اور میری رائے کیا، نقصان ہی میری پُونجی ہے اور خطا شانِ بندگی، لاعلمی میری صفت اور عاجزی میرا نشان، اگر یہ ٹھیک ہو تو میرے رب کی توفیق سے ہے، اور اسی کے لئے ہر دم تعریف، اور غلط ہو تو میرے گناہوں کی بُرائی، میں اللہ کی جناب میں توبہ کرتا ہوں اور اس کی حمد بجالاتا ہوں، اور اسی کی حمد پر یہ رسالہ ختم ہوا۔

اس کا ایک لطیف نام (جس سے میرے طریقہ کے مطابق کتاب کا سنہ تالیف بھی ظاہر ہو) کی تلاش ہُوئی تو اس کا نام

الصافية الموحية لحكم جلود الاضحية

رکھا، اور یہ پنجشنبہ کے روز چاشت کے وقت ۲۹ ر ذوالحجہ ۱۳۰۷ھ میں ہوا، اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے

Marfat.com

هجرة المولی سید الانام افضل صلاۃ و اکمل سلام و اجمل تحیۃ من الملک المنعام علیہ وعلی آلہ وصحبہ الکرام علی مر اللیالی والایام، والحمد للہ ذی الجلال والاکرام کتبہ العبد المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

آل واصحاب پر ہزاروں سلام، جب تک رات دن گزرتے ہیں، والحمد للہ رب العٰلمین۔

مسئلہ ۲۹۴ از ریاست رامپور مدرسہ مطلع العلوم، مرسلہ محمد امام الدین صاحب ۱۵ صفر ۱۳۳۶ھ

دیہات میں قبل صلوٰۃ العید قربانی کرنا یا مرغ وغیرہ ذبح کرنا درست ہے یا نہیں، اور جزّار بغیر پوست کش کو قربانی کے چمڑے کی قیمت مل سکتی ہے یا نہیں؟ اور میاں جی اور شاگرد جی بغیر طالب علم اس چمڑے کی قیمت کے مصرف ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ اور اس قیمت کو مدرسہ ومسجد وغیرہ کے اسباب میں صرف کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور قربانی کرنے والا اپنے ہاتھ سے مال یعنی چمڑے کی قیمت تقسیم کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

مرغ کی قربانی مکروہ وتشبّہ بالمجوس ہے، نہ اس سے واجب اضحیہ ادا ہوسکتا ہے، اور جائز قربانی شرعی وہ صبح ہی کرسکتے ہیں کہ ان پر نماز عید نہیں، اجرت جزّار میں اس کی قیمت دینا جائز نہیں کہ تمول ہے اور قربانی سے تمول ناجائز، اس چمڑے کا یہی حکم ہے جو اصل کا، کہ ادخار وایتجار دونوں جائز ہیں، خواہ اس کی مشک بنوالے یا کتابوں کی جلدیں، یا اُسے مسجد یا مدرسہ دینیہ اہلسنت میں دے دے، یا بہ نیت مصارفِ خیر بیچ کر اس کی قیمت مصرفِ خیر میں صرف کرے خواہ اپنے ہاتھوں سے یا اور کے ہاتھوں سے، ہاں اگر اپنے لئے اسی داموں سے بیچا تو وہ دام خبیث ہیں، اور ان کی سبیل تصدق۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۵ از سلون ضلع رائے بریلی مرسلہ محمد طٰہٰ صاحب ۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

کیا ارشاد ہے علمائے کرام کا اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ قربانی کی رسی وجھول صدقہ کرنا چاہئے اور حسب ذیل حوالہ پیش کرتا ہے (۱) شرح وقایہ جلد اول، کتاب الحج، باب الاحصار، بیان احکام الھدی (۲) عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ (۳) درمختار جلد اول، باب الھدی (۴) ہدایہ جلد اول، کتاب الحج، باب الھدی (۵) قدوری، باب الھدی (۶) تنقیح الضروری حاشیہ قدوری

بکر کہتا ہے کہ قربانی کی رسی وجھول صدقہ کرنے کی کتب فقہ میں کوئی دلیل نہیں، اور زید کے پیش کردہ دلائل پر حسب ذیل اعتراض کرتا ہے:

Marfat.com

اول شرح وقایہ وہدایہ وغیرہ میں مسئلہ مبحوث عنہ کو باب الھدی میں بیان کیا ہے، حالانکہ یہ مسئلہ باب الاضحیہ سے تعلق رکھتا ہے، اس کے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔

دوم علی طریق التنزل یہ ثابت بھی ہو جائے تو لفظ خطام جس سے زید نے اپنا مدعا ثابت کیا ہے، تو کیا اس کے معنی کسی لغوی نے گراؤں یعنی رسّی کے بیان کئے ہیں۔ ابن اثیر ابوعبیدہ کسی نے تصریح کی ہے خطام کے معنی گراؤں کے ہیں۔

سوم کتاب عمدۃ الرعایہ نے خطام کے تصدق کرنے کے لئے ایک حدیث نقل کی ہے، اور کہا کہ اس حدیث کی بخاری اور مسلم نے تخریج کی ہے۔ تو کیا اس روایت سے خطام کے تصدق کا حکم ثابت ہوتا ہے۔ فقط تمام ہوا کلام بکر کا، بس دریافت طلب یہ ہے کہ زید کا قول صحیح ہے یا نہیں؛ اور بکر کے اعتراضات کے جوابات کیا ہیں؟

الجواب

انقیاد شتر کے لئے دو طریقے معمول ہیں، ایک یہ کہ وسط بینی کے گوشت یا ایک طرف کے نتھنے میں سوراخ کرکے تانبے۔ چاندی، سونے کا حلقہ یا لکڑی یا بالوں کا بنا ہوا چھلا ڈالیں' اور مضبوط ڈور کا سرا اس میں اور دوسرے سرے میں رسّی یا خود اس میں رسّی باندھیں، اس حلقے کو بُرہ بضم موحدہ وفتح رائے مخففہ، اور لکڑی کو خشاس بالکسر اور فارسی میں مُہار بالفتح، اور بالوں کے چھلے کو عربی میں حزامہ، اور سب کو زمام بالکسر، نیز اس ڈور کو زمام اور اس رسّی کو کہ اس میں باندھی جاتی ہے مقود بالکسر، نیز اسے بھی عربی وفارسی میں زمام ومہار' اور مجموع کو ہندی میں نکیل کہتے ہیں' یہ اُس کے انقیاد کا اکمل طریقہ ہے، اور اکثر ناقہائے سواری میں یہی مستعمل ہے کہ بے اس کے انقیاد تام نہیں ہوتا، گرا دینے کا احتمال رہتا ہے، دوسرا یہ کہ رسّی کا حلقہ اس کے گلے میں قریب گوش ہار کی طرح ڈال کر منہ پر ناک کے قریب اس کا پھندا دیتے ہیں، عربی میں اسے خطام بالکسر، اور ہندی میں مُہیر کہتے ہیں، نیز زمام بمعنی سوم بلکہ دوم بلکہ کبھی اوّل کو بھی خطام بولتے ہیں، تو خطام کے چار اطلاق ہُوئے، مگر وہ رسّی کہ گائے بھینس بکری کے گلے میں باندھی جاتی ہے، اُسے خطام کوئی نہیں کہتا، نہ مادۂ خطام اُس کی مساعدت کرتا ہے کہ وہ خطم بمعنی بینی سے ماخوذ ہے۔ نہایہ ابن اثیر ومجمع البحار میں ہے:

خطام البعیر ان یوخذ حبل من لیف او شعر او قطان فیجعل فی احد طرفیہ حلقۃ، ثم یشد فیہ الطرف الاٰخر حتی یصیر کالحلقۃ ثم یقلد البعیر ثم یثنی علی مخطمہ، واما ما یجعل

اونٹ کی خطام یہ ہے کہ کھجور کی چھال یا بالوں یا کاٹن سے رسّی بنا کر اس کے ایک طرف حلقہ بنایا جائے پھر اس میں دوسرا کنارہ باندھا جائے تاکہ وہ حلقہ کی مثل ہو جائے، پھر اسے اونٹ کے گلے میں ہار کی طرح ڈالا جائے پھر اس کو اونٹ کی ناک پر لپیٹ دیا جائے، اور وہ باریک رسّی جو

Marfat.com

فی الانف دقیقا فھو الزمام[1]

ناک میں ڈالی جاتی ہے وہ زمام ہے۔ (ت)

فقہ باب ۲۳ فصل ۳۶ میں ہے:

الخطام الحبل یجعل فی طرفه حلقة ویقلد البعیر ثم یثنی علی مخطمه[2]

خطام وُہ رسی ہے جس کے ایک طرف حلقہ بنا کر اُونٹ کے گلے میں ہار کی طرح ڈالا جاتا ہے، پھر اس کو اونٹ کی ناک پر لپیٹا جاتا ہے۔ (ت)

مصباح منیر میں ہے:

خطام البعیر معروف وسمی بذٰلك لانه یقع علی خطمه[3]

اُونٹ کی مہار معروف چیز ہے اس کو خطام اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی ناک پر لگائی جاتی ہے (ت)

تاج العروس میں ہے:

قال ابن شمیل ھو کل حبل یعلق فی حلق البعیر ثم یعقد علی انفه کان من جلد اوصوف اولیف اوقنب[4]

ابن شمیل نے کہا خطام ہراس رسّی کو کہتے ہیں جسے اونٹ کے گلے میں لٹکایا جاتا ہے پھر اس کی ناک پر گرہ لگادی جاتی ہے چاہے وہ رسّی چمڑے کی ہو یا اون کی ہو یا کھجور کی چھال کی ہو یا سَن کی ہو۔ (ت)

جامع الرموز میں ہے:

(خطامه) ھو حبل یجعل فی عنق البعیر ویثنی علی انفه[5]

(اس کی خطام) وہ رسّی ہے جس کو اونٹ کی گردن میں ڈال کر اس کی ناک پر لپیٹ دیا جاتا ہے (ت)

قاموس میں ہے:

الخطم من الدابة مقدم انفها وفمها،

چارپائے کا خطم اس کی ناک اور منہ کے اگلے حصے کو

---

[1] مجمع بحار الانوار باب الخاء مع الطاء تحت لفظ خطم مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورۃ ۲/۷۱
النہایۃ لابن اثیر باب الخاء " " المکتبۃ الاسلامیۃ لصاحبہا ریاض ۲/۵۰
[2]
[3] المصباح المنیر الخاء مع الطاء تحت لفظ خطم مصطفٰے البابی مصر ۱/۱۸۷
[4] تاج العروس فصل الخاء من باب المیم دار احیاء التراث العربی بیروت ۸/۲۸۲
[5] جامع الرموز کتاب الحج فصل الاحصار مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۴۳۸

Marfat.com

والخطام کل ماوضع فی انف البعیر لیقاد بہ[1]	کہتے ہیں، اور خطام اس شَے کو کہتے ہیں جو اونٹ کی ناک میں ڈالی جاتی ہے تاکہ اس کے ذریعے اونٹ کو کھینچا جاسکے۔ (ت)

تاج میں ہے: کذا فی المحکم[2] (محکم میں یوں ہی ہے۔ ت)۔ بحرالرائق میں ہے:

الخطام ھوالزمام وھو مایجعل فی انف البعیر[3]	خطام زمام ہی ہے اور یہ اس شَی کو کہتے ہیں جو اونٹ کی ناک میں ڈالی جاتی ہے۔ (ت)

درثمین میں ہے:

الخطام الحبل الذی یقاد بہ البعیر[4]	خطام وہ رسّی ہے جس کے ذریعے سے اونٹ کو چلایا جاتا ہے۔ (ت)

مجمع البحار میں کرمانی سے ہے:

بخطامہ[ع] اوبزمامہ وھما بمعنی، والشك فی تعیینہ وھو بکسر خاء خیط یشد فیہ الحلقۃ المسماۃ	(حدیث میں وارد ہونے والے الفاظ) اسکی خطام یا اس کی زمام دونوں ہم معنی ہیں، شک اس کی تعیین میں ہے، اور خِطام خار کے کسرہ کے

ع اى فی حدیث البخاری فی کتاب العلم عن ابی بکرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ذکرا لنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قعد علی بعیرہ و امسك انسان بخطامہ اوبزمامہ[5]۔ الحدیث ۱۲ منہ قدس سرہ العزیز۔	یعنی امام بخاری نے کتاب العلم میں ابوبکرہ سے حدیث بیان کی ہے انھوں نے ذکر فرمایا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اونٹ پر بیٹھے اور ایک آدمی نے اونٹ کی نکیل کو تھام رکھا تھا، الحدیث، ۱۲ منہ قدس سرہ العزیز (ت)

---

[1] القاموس المحیط فصل الخاء من باب المیم مصطفی البابی مصر ۴/ ۱۰۹

[2] تاج العروس " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۸/ ۲۸۲

[3] بحرالرائق کتاب الحج باب الھدی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۷۲

[4] الدر الثمین

[5] صحیح البخاری کتاب العلم باب من قعد حیث ینتھی بہ المجلس قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶

Marfat.com

بالبرة، ویشد فی طرفه المقود[1]

ساتھ اس دھاگے کو کہتے ہیں جس میں برہ نامی حلقے کو باندھا جاتا ہے اور اس کے کنارے میں رسّی باندھی جاتی ہے۔ (ت)

نہایہ نیز مجمع میں ہے:

البرة حلقة تجعل فی لحم الانف، و ربما کانت من شعر[2]

برہ وہ حلقہ ہے جو ناک کے گوشت میں ڈالا جاتا ہے اور بسا اوقات وہ بالوں کا ہوتا ہے (ت)۔

اس میں شرح جامع الاصول لمصنفہ سے ہے:

حلقة یشد بها الزمام[3]

وہ ایک حلقہ ہے جس کے ساتھ زمام کو باندھا جاتا ہے۔ (ت)

نیز امام نووی سے ہے:

الزمام ما یجعل فی انف البعیر دقیقا و قیل ما یشد به رؤسها من حبل وسیر[4]

زمام اس باریک رسّی کو کہتے ہیں جو اونٹ کی ناک میں ڈالی جاتی ہے، اور کہا گیا ہے کہ وہ ایک ایسی رسّی یا تسمہ ہے جس کے ساتھ اونٹوں کے سروں کو باندھا جاتا ہے۔ (ت)

مصباح منیر میں ہے:

قال بعضهم الزمام فی الاصل الخیط الذی یشد فی البرة او فی الخشاش ثم یشد الیه المقود ثم سمی به المقود نفسه[5]

ان میں سے بعض نے کہا زمام اصل میں اس ڈوری کو کہتے ہیں جسے برہ (حلقہ) یا لکڑی میں باندھا جاتا ہے پھر اس میں مقود (رسّی) کو باندھا جاتا ہے پھر خود اس زمام کا نام مقود رکھا جاتا ہے (ت)

تاج العروس میں ہے:

الزمام هو الحبل الذی یجعل فی البرة والخشبة قال الجوهری او فی الخشاش

زمام اس رسّی کو کہتے ہیں جس کو حلقہ یا لکڑی میں ڈالا جاتا ہے، جوہری نے کہا یا اس کو خشاش (لکڑی)

---

[1] مجمع بحار الانوار باب الخاء مع الطاء مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورۃ ۲/۴۲
[2] 〃 〃 〃 باب الباء مع الراء 〃 〃 〃 ۱/۱۸۷
[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/۱۸۷
[4] 〃 〃 〃 باب الزاء مع المیم 〃 〃 〃 ۲/۴۴۰
[5] المصباح المنیر الزاء مع المیم تحت "الزمام" مصطفی البابی مصر ۱/۳۴۴

Marfat.com

ثم یشد فی طرفہ المقود وقد یسمی المقود زماما[1]

میں ڈالا جاتا ہے پھر اس کے کنارے میں رسی باندھی جاتی ہے اور کبھی اس رسی کا نام زمام رکھا جاتا ہے (ت)

صراح میں ہے:

خشاش بالکسر چوبے کہ در بینی شتر کنند و ہرچہ از مس باشد آں را برہ گویند، وآنچہ از موئے آں را خزامہ[2]

خشاش خاء کے کسرے کے ساتھ اس لکڑی کو کہتے ہیں جو اونٹ کی ناک میں ڈالی جاتی ہے، پیتل کی جو چھلے اونٹ کی ناک میں ڈالتے ہیں اس کو برہ کہتے ہیں اگر وہ بالوں کی ہو تو اسے خزامہ کہتے ہیں (ت)

اسی میں ہے، خطام بالکسر مہار[3] (خطام کسرہ کے ساتھ مہار۔ ت)، اسی میں ہے:

زمام بالکسر مہار، و رشتہ کہ در چوب بینی شتر بندند و بر شئے مہار بندند[4]

زمام کسرہ کے ساتھ مہار اور وہ دھاگہ جو اونٹ کی ناک میں ڈالی ہوئی لکڑی کے ساتھ باندھتے ہیں اور اس پر مہار باندھتے ہیں (ت)

برہان میں ہے:

مہار بالفتح چوبیکہ در بینی شتر کنند و ریسمان براں بندند[5]

مہار فتحہ کے ساتھ اس لکڑی کو کہتے ہیں جس کو اونٹ کی ناک میں ڈال کر اس پر ڈوری باندھتے ہیں (ت)

قاموس میں ہے: الخزامۃ ککتابۃ للبرۃ[6] (خزامہ بروزن کتابۃ حلقہ کو کہتے ہیں۔ ت)

تاج میں ہے:

وھی حلقۃ من شعر تجعل فی وترۃ انفہ یشد بھا الزمام کما فی

اور وہ (خزامہ) بالوں کے اس حلقہ کو کہتے ہیں جس کو اونٹ کی ناک کے بانسہ میں ڈال کر اس کے ساتھ

---

[1] تاج العروس فصل الزاء من باب المیم دار احیاء التراث العربی بیروت ۸/۳۲۸
[2] الصراح من الصحاح باب الشین فصل الخاء مطبع مجیدی کانپور ص ۲۵۷
[3] " " " باب المیم فصل الزاء " " " ص ۴۶۸
[4] " " " " " " " " " ۴۷۵
[5] برہان
[6] القاموس المحیط باب المیم فصل الخاء مصطفی البابی مصر ۴/۱۰۶

Marfat.com

الصحاح، وقال اللیث ان کانت من صفر فھی برۃ وان کانت من شعر فھی خزامۃ۔[1]

رسّی باندھی جاتی ہے جیسا کہ صحاح میں ہے۔ لیث نے کہا اگر وہ حلقہ پیتل کا ہو تو اس کو برہ اور اگر وہ بالوں کا ہے تو اس کو خزامہ کہا جاتا ہے (ت)

سنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اھدی عام الحدیبیۃ فی ھدایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جملا کان لابی جھل فی راسا، برۃ من فضۃ، وفی روایۃ من ذھب یغیظ بذٰلک المشرکین۔[2]

بیشک نبی اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حدیبیہ والے سال قربانی کے لئے جو اونٹ روانہ فرمائے ان میں ایک اونٹ ابوجہل کا تھا جس کے سر (ناک) میں چاندی کا ایک چھلّا تھا، ایک روایت ہے کہ سونے کا چھلّا تھا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مشرکوں کو جلانے کے لئے ایسا کیا تھا۔ (ت)

مرقاۃ میں ہے:

(فی راسہ) ای انفہ فان البرۃ حلقۃ من صفر ونحوہ تجعل فی لحم انف البعیر، وقال الاصمعی فی احد جانبی المنخرین لکن لما کان الانف من الراس قال فی راسہ علی الاتساع[3]

(اس کے سر میں) یعنی اس کی ناک میں، کیونکہ برہ پیتل یا اس جیسی کسی شَے کے ایسے حلقہ کو کہتے ہیں جو اونٹ کی ناک کے گوشت میں ڈالا جاتا ہے اور اصمعی نے کہا کہ وہ اونٹ کے نتھنوں کے ایک طرف ڈالا جاتا ہے لیکن ناک چونکہ سر ہی کا حصہ ہے اس لئے راوی حدیث نے بطور مجاز کہا کہ اس کے سر میں حلقہ تھا (ت)

مجمع البحار میں طیبی سے ہے: جعلہ فی الرأس اتساعا[4] (اس حلقہ کو سر میں قرار دینا بطور مجاز ہے۔ ت) سلمہ بن سحیم کی حدیث میں ہے:

---

[1] تاج العروس فصل الخاء من باب المیم داراحیاء التراث العربی بیروت ۸/۲۷۲-۲۷۳
[2] سنن ابی داؤد کتاب المناسک باب فی الھدی آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۴۴
[3] مرقاۃ المفاتیح " الفصل الثانی المکتبۃ الحبیبیۃ کوئٹہ ۵/۵۲۸
[4] مجمع بحار الانوار باب الباء مع الراء مکتبہ دارالایمان المدینۃ المنورۃ ۱/۱۶۸

Marfat.com

ان صاحباً لنا رکب ناقة لیست بمبراة فسقط فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غرر بنفسہ[1]

ہمارا ایک ساتھی بغیر نکیل کے اونٹنی پر سوار ہوا اور گر گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص نے خود کو ہلاکت میں ڈالا۔ (ت)

نہایہ میں ہے:

لیست بمبراۃ ای لیس فی انفہا برۃ یقال ابریت الناقة فھی مبراۃ[2]

"وہ اونٹنی مبراۃ نہیں تھی" کا معنی یہ ہے کہ اس کی ناک میں برہ (حلقہ) نہیں تھا، کہا جاتا ہے کہ میں نے اونٹنی کو حلقہ ڈالا تو وہ مبراۃ (حلقہ والی) ہوگئی (ت)

عمدۃ الرعایہ میں ہے کہ خِطام کی تفسیر زمام گردن لعیر کی اگرچہ کلمات اہل فن سے جدا ہے، مگر معنی سوم زمام پر بجا ہے، اور اس سے ہر رسن گردن سمجھنا خطا ہے، اس میں زمام گردن نہیں بلکہ رسن اور زمام بے تعلق بینی صادق نہیں، حدیث کہ اس میں صحیح بخاری و مسلم کی طرف نسبت کی، جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا:

تصدق بجلالہا و بخطمہا، ولا تعطی اجرۃ الجزار منہا[3]

قربانی کے جانور کی جھلوں اور باگوں کو صدقہ کردیا جائے اور اس میں سے کچھ بھی قصاب کو بطور اجرت نہ دیا جائے۔ (ت)

غلط صریح ہے، نہ صحیح بخاری میں اس کا کہیں نشان نہ صحیح مسلم میں، نہ بحیثیت الفاظ نہ بحیثیت مضمون۔ صحیح بخاری میں بدنہ ہدی کی جھول تصدق کرنے کی حدیث پانچ جگہ روایت کی، باب[1] الجلال للبدن، باب[2] التصدق بجلود البدن، باب[3] یتصدق بجلال البدن، باب[4] الوکالۃ، باب[5] لایوتی الجزار من الھدی شیئا، اور صحیح مسلم میں ایک ہی جگہ پانچ سندوں سے ذکر کی۔ دسوں جگہ نہ ان الفاظ کا پتہ ہے نہ اس پورے مضمون کا، موضع اول و خامس میں بخاری کے لفظ امیر المومنین مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ہیں:

امرنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اتصدق بجلال البدن

رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجھے قربانی کے ان جانوروں کی جھلوں اور چمڑوں کو

---

[1] النہایۃ لابن اثیر باب الباء مع الراء المکتبۃ الاسلامیۃ لصاحبہا ریاض ۱/ ۱۲۲

[2] " " " " " " ۱/ ۱۲۲

[3] عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح الوقایۃ کتاب الحج باب الھدی المکتبۃ الرشیدیۃ دہلی ۱/ ۳۶۴

Marfat.com

التی نحرت و بجلودھا[1]

صدقہ کرنے کا حکم دیا جن کو ذبح کیا گیا تھا (ت)

دوم میں:

امرنی فقسمت لحومھا ثم امرنی فقسمت جلالھا وجلودھا[2]

رسول کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا تو میں نے قربانی کے جانوروں کا گوشت تقسیم کردیا۔ پھر آپ نے مجھے حکم دیا تو میں نے ان کی جھلوں اور چمڑوں کو تقسیم کردیا۔ (ت)

سوم میں:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امرہ ان یقوم علی بدنہ وان یقسم بدنہ کلھا لحومھا وجلودھا وجلالھا[3]۔

بیشک نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ وہ قربانی کے جانوروں کے پاس کھڑے ہوجائیں اور اُن کا گوشت، جھل اور چمڑے سب تقسیم کردیں (ت)

چہارم میں:

اھدی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مائۃ بدنۃ فامرنی بلحومھا فقسمتھا ثم امرنی بجلالھا فقسمتھا، ثم بجلودھا فقسمتھا[4]

نبی اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قربانی کیلئے سَو اونٹ بھیجے اور مجھے حکم دیا کہ میں ان کا گوشت تقسیم کروں تو میں نے کردیا، پھر مجھے ان کی جھلوں کو تقسیم کرنے کا حکم دیا تو میں نے کردیا، پھر مجھے ان کے چمڑوں کو تقسیم کرنے کا حکم دیا تو میں نے کردیا (ت)

صحیح مسلم میں تین سندوں سے:

امرنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اقوم علی بدنہ وان اتصدق لحمھا وجلودھا واجلتھا[5]۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں قربانی کے پاس کھڑا ہوجاؤں اور ان کے گوشت، چمڑوں اور جھلوں کو تقسیم کردوں (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب المناسک باب الجلال للبدن قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۳۰
[2] ؍؍ ؍؍ باب لایعطی الجزار من الھدی شیئاً قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۳۲
[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ بالتصدق بجلود الھدی ۱/۲۳۲
[4] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ یتصدق بجلال البدن ۱/۲۳۲
[5] صحیح مسلم کتاب الحج باب الصدقۃ بلحوم الھدایا وجلودھا وجلالھا ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۴۲۳

Marfat.com

اور دو سندوں سے مثل لفظ سوم بخاری وزاد فی المساکین[1] (یہ لفظ زیادہ کئے کہ مسکینوں میں تقسیم کروں [illegible] ان [illegible] ذکر خطام نہیں، یہ مضمون صحیحین پر بیشی ہے اور نسبت الفاظ میں غلطی یہ کہ صیغہ امر جس [illegible] صحیحین [illegible] اولہ حدیث میں کہیں نہیں، جیسا کہ لامع و ارشاد الساری وشرح مو [illegible] طلانی نے فرمایا:

قال صاحب الکو [illegible] بیع الجلال ولاجلود [illegible] کما هو ظاهر الحـ [illegible] الوجوب اھ [illegible] فی [illegible] الظاہر فذلک صحیح [illegible] اھ

[illegible] ہے کو اب [illegible] اس میں یہ ہے کہ قربانی کے جانوروں کی جھولوں اور کھالوں کی بیع جائز نہیں جیسا [illegible] کا ظاہر ہے کیونکہ امر حقیقتاً وجوب [illegible] اور لامع میں اس کا تعاقب [illegible] فرمایا [illegible] سے اس لئے [illegible] صیغۂ افعل ہے [illegible]

[illegible] علامہ [illegible]

فیہ استحباب [illegible] الجلال [illegible] ذلک فی [illegible] اقول [illegible] اللہ تعالیٰ علیہ [illegible] یمکن ان یکون حکایۃ [illegible] التصدق۔

[illegible] قربانی کے جانوروں [illegible] جھولوں والے [illegible] ثابت ہوتا ہے [illegible] کیونکہ وجوب کا [illegible] لفظ امر [illegible] ہے [illegible] انہوں [illegible] حکایت [illegible]

ممکن ہے یہ حکایت ہو حدث بالصدق [illegible] تصدق لازم [illegible]

[1] صحیح مسلم کتاب الحج باب الصدقۃ بلحوم الہدایا وجلودہا [illegible]

[2] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری باب الجلال للبدن [illegible]

[3] شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک کتاب الحج [illegible]

Marfat.com

ذکرِ خطام کیلئے فقیر نے جتنی کتبِ حدیث اپنے پاس ہیں سب کی مراجعت چاہی، بارہ۱۲ کتابیں دیکھی تھیں، پھر خیال آیا کہ درایہ امام حافظ الحدیث ابنِ حجر عسقلانی دیکھی جائے، اس میں ضرور اس سے تعرض فرمایا ہوگا، اُسے دیکھا تو انھوں نے صاف فرمایا:

لم ار فی شیئ من طرقہ ذکر الخطام[1]

میں نے اس حدیث کے کسی طریق میں ذکرِ خطام نہ دیکھا۔

بالجملہ صحیحین کی طرف اس کی نسبت لفظاً و معنیً ہر طرح غلط ہے، ہاں ہدایہ باب الہدی میں حدیث انھیں الفاظ سے مذکور، اور کتاب الاضحیہ میں بلفظ:

تصدق بجلالھا و خطامھا ولا تعط اجر الجزار منھا شیئا۔[2]

قربانی کے جانوروں کی جھلوں اور باگوں کو صدقہ کر اور اس میں سے کچھ بھی قصاب کو بطور اجرت مت دے (ت)

اسی طرح کافی امام نسفی باب الہدی میں یہی لفظ دوم ہیں، الا لفظۃ الاجر[3] (سوائے لفظ "اجر" کے۔ ت)، نیز بدائع امام ملک العلماء کتاب الاضحیہ میں، الا لفظۃ شیئا[4] (سوائے لفظ "شیئًا" کے۔ ت)

اقول تو حدیث ضرور کہیں مروی ہوئی، اور حافظ (ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ) کا اسے نہ دیکھنا نہ ہونے پر دلیل نہیں۔ امام محقق علی الاطلاق نے فتح میں دو۲ حدیثیں مذکورِ مشائخ ذکر کرکے فرمایا:

قصور نظرنا اخفاھما عنا[5]

ہماری نظر کے قاصر ہونے نے ان دونوں کو ہم سے مخفی رکھا۔ (ت)

یونہی حافظ الشان نے باوصف اس وسعت اطلاع کے نفی نہ فرمائی، یہ ائمہ کے ساتھ علمائے کرام کا ادب ہے بخلاف جہّالِ زمانہ یعنی غیر مقلدین کہ کرمکِ سنگ سے بڑھ کر وقوف نہیں، اور ائمہ پر سلبِ مطلق کے دعوے، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

---

[1] الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ کتاب الحج باب الہدی المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل ۲/۵۴

[2] الہدایۃ کتاب الاضحیۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۴۴۸

[3] الکافی شرح الوافی

[4] بدائع الصنائع کتاب التضحیۃ فصل واما بیان مایستحب الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/۸۱

[5] فتح القدیر

Marfat.com

توحدیث مذکور میں صدقہ خطام کا عنداللہ حکم ہے مگر وہ حدیثاً و فقہاً صرف جلال و خطام شتران ہدی کے بارے میں ہے، قربانی کی گائے بکریوں کی جھولوں اور ان کے گلے کی رسیوں کا ذکر درکنار، جہاں تک نظر کی جاتی ہے شتران اضحیہ کے جلال و خطام کا بھی کہیں ذکر نہیں، اب رہا قیاس، وہ مجتہد سے خاص، اس کا کسے اختیار، اور دلالۃ النص اقول اس کی بھی گنجائش نہیں، نہ اضحیہ من کل الوجوہ معنی ہدی میں ہے، نہ یہ جھولیں اُن جلال سے نہ گلے کی رسیاں اُس خطام کے مثل۔

اوّل تو ظاہر کہ ہدی کے لئے محل خاص ہے یعنی حرم محترم اس کے غیر میں ہدی کو ذبح و نحر نہیں کرسکتے،

قال اللہ تعالیٰ ثم محلھا الی البیت العتیق[1] اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا پھر ان (ہدی کے جانوروں) کا پہنچنا ہے اس آزاد گھر تک۔

وقال تعالیٰ ھدیاً بالغ الکعبۃ[2] اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہدی ہو کعبہ تک پہنچتی۔ (ت)

اور قربانی ہر جگہ ہوسکتی ہے، تو ہدی میں بہ نسبت اضحیہ خصوصیت خاصہ ہے اگرچہ اصل مقصود یعنی تقرب باراقۃ دم میں مساوی ہیں، لہذا کیا مستبعد کہ اصل اجزائے متقرب بہ یعنی لحم و جلد میں حکم یکساں ہو اور زوائد و مضافات کی طرف جو سرایت صاحب خصوص میں ہوئی، اضاحی میں نہ ہو، ولہذا بدائع و ہدایہ و کافی وغیرہا میں حدیث ہدی سے در بارۂ لحم و جلد اضحیہ استناد کیا، اور جلال و خطام اضحیہ کا کسی نے ذکر نہ کیا، حالانکہ حدیث ہدی میں چاروں حکم موجود تھے، اضحیہ میں ان دو پر اقتصار اور ان دو کا ترک، اور اس ترک و اقتصار پر اتفاق کتب آخر کس لئے۔

دوم یہ کہ وہ جھولیں معمولی سردی وغیرہ کی جھولیں نہ تھیں جو اپنے موسم پر ہر پالے ہوئے جانور کیلئے بنائی جاتی ہیں اگرچہ وہ گاڑی میں جوتنے کے بیل ہوں، وہ خاص شتران ہدی کے لئے بنتیں، اور روانگی حرم کے وقت اُن پر ڈالی جاتی ہیں، اور اُن کے لئے ان کا بنانا سنت ہے، تقلید و اشعار کی طرح شعائر اللہ ہدی کی علامت ہوتی ہے، بدنہ ہدی کے گلے میں نعلین وغیرہ یا بٹے ہوئے قلادے ڈالتے اور بالتخصیص اونٹوں پر قلادے کے ساتھ جھولیں بھی ڈالتے، اور اُن کے کوہان میں خفیف نیزہ مار کر خون نکالتے، یہ ان کے ہدی ہونے کی علامتیں تھیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/۳۳
[2] " " ۵/۹۵

Marfat.com

علمائے کرام نے فرمایا، ان جھولوں کا اپنی حیثیت تمول کے مناسب ہونا مستحب ہے، ہدی بھیجنے والا جیسی استطاعت رکھتا ہو ویسی ہی بیش قیمت جھولیں بنائے کہ مساکین کا زیادہ نفع اور شعائر کی زیادہ تعظیم ہو۔ سیدنا عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان پر بیش بہا کپڑوں کی جھولیں ڈالتے اور مدینہ طیبہ سے باہر نکل کر اتار کر تہ کر کے رکھ چھوڑتے، عرفہ کے دن پھر پہناتے اور بعد نحر انھیں کعبہ معظمہ کا غلاف کرتے جب سے بیت مکرم کا غلاف مستقل نیا رہونے لگا انھیں مساکین پر تصدق کرتے۔

علماء فرماتے ہیں کہ راتوں کو یہ جھولیں اتار کر رکھ لی جائیں کہ کانٹوں سے ان میں کھونسا نہ لگے۔ ان میں سے کون سا حرف قربانی کی معمولی جھولوں پر صادق ہے کہ یہ اُن کے معنیٰ میں ہوں۔

امام اجل ابوزکریا نووی قدس سرہ شرح صحیح مسلم میں زیر حدیث مذکور فرماتے ہیں:

فی هذا الحدیث فوائد کثیرة، منها استحباب سوق الهدی وانه یتصدق بلحومها وجلودها وجلالها وانها تجلل واستحبوا ان یکون جلا حسنا، قال القاضی التجلیل سنة وهو عند العلماء مختص بالابل وهو مما اشتهر من عمل السلف قالوا ان یکون بعد الاشعار لئلا یتلطخ بالدم قالوا ویستحب ان تکون قیمتها ونفاستها بحسب حال المهدی، وکان بعض السلف یجلل بالوشی وبعضهم بالحبرة وبعضهم بالقباطی والملاحف والازر، قال مالک اما الجلل فتنزع فی اللیل لئلا یخرقها الشوک، قال واستحب ان

اس حدیث میں بہت سے فائدے ہیں جن میں سے کچھ یہ ہیں قربانی کے جانور کو روانہ کرنے کا استحباب، اور یہ کہ قربانی کے جانوروں کے گوشت، چمڑوں اور جھلوں کو صدقہ کیا جائے، اور یہ کہ ان جانوروں کو جھل پہنائی جائے، اور مشائخ نے اس بات کو مستحب قرار دیا کہ وہ جھل عمدہ ہو۔ قاضی نے کہا کہ جھل پہنانا سنت ہے۔ اور علماء کے نزدیک وہ اونٹوں کے ساتھ مختص ہے، اور یہ اسلاف کا مشہور عمل ہے۔ مشائخ نے کہا کہ اشعار یعنی کوہان میں نیزہ مار کر خون نکالنے کے بعد جھل پہنائی جائے تاکہ وہ خون میں لتھڑ نہ جائے، نیز انھوں نے کہا کہ جھل کا قیمت وعمدگی میں قربانی روانہ کرنے والے کی حیثیت کے مطابق ہونا مستحب ہے۔ بعض اسلاف منقش کپڑوں، بعض یمنی چادروں، بعض مصر کے بنے ہوئے قیمتی کپڑوں، لحافوں اور عمدہ چادروں کی جھلیں پہنایا کرتے تھے۔ امام مالک نے فرمایا: جھلوں کو رات

Marfat.com

كانت الجلال مرتفعة ان لا يجللها حتى يغدو الى عرفات ان كانت بثمن يسير فمن حين يحرم يجلل[1] (ملخصاً)

کے وقت اتار لیا جائے تاکہ کانٹے انھیں پھاڑ نہ دیں اور فرمایا مجھے یہ پسند ہے کہ اگر جھلیں گراں قیمت ہوں تو عرفہ کے دن عرفات کی طرف روانگی سے قبل نہ پہنائے اور اگر وہ کم قیمت والی ہوں تو احرام باندھتے وقت ہی پہنا دے (ملخصاً)۔ (ت)

امام علامہ عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

الجلال جمع جل وهو الذى يطرح على ظهر الحيوان من الابل والفرس والحمار والبغل، وهذا من حيث العرف، و لكن العلماء قالوا ان التجليل مختص بالابل من كساء و نحوها، قال ابن بطال كان مالك وابوحنيفة و الشافعى يرون تجليل البُدن[2]

جلال جل کی جمع ہے، اور وہ اس شَی کو کہتے ہیں جو اونٹ، گھوڑے، گدھے اور خچر وغیرہ جانوروں کی پشت پر ڈالی جاتی ہے، یہ عرف کے اعتبار سے ہے، لیکن علماء نے فرمایا کہ کپڑے وغیرہ جھل پہنانا صرف اونٹ کے ساتھ مختص ہے، ابن بطال نے کہا کہ امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ تعالٰی ہدی کے جانوروں پر جھل ڈالنے کو جائز سمجھتے تھے۔ (ت)

امام جلیل ابوالبرکات نسفی کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں:

فان كانت بدنة قلدها بمزادة او نعل والتقليد احب من التجليل لان التقليد ذكر فى القراٰن قال الله تعالٰى ولا القلائد ولا ذكر للتجليل فيه، وان كان كلاهما ثابتا بالسنة لان هدايا رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم كانت مقلدة مجللة، ولانه قد تجلل البدنة لا على وجه التقرب بخلاف التقليد[3]

اگر ہدی کا جانور (اونٹ یا گائے) ہو تو اس کو چمڑے یا نعل کا ہار پہنا دے اور ہار پہنانا جھل پہنانے سے زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ ہار پہنانے کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے اللہ تعالٰی کا فرمان ہے ولا القلائد (اور نہ وہ جن کے گلے میں ہار ڈالے گئے) اور جھل پہنانے کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے اگرچہ دونوں سنّتِ رسول صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہیں کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہدی کے جانوروں کو ہار اور جھل پہنائے گئے تھے، اور اس لئے بھی کہ جھل کبھی بلانیت تقرب

[1] شرح صحیح مسلم للنووی مع صحیح مسلم کتاب الحج باب الصدقہ بلحوم الهدایا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۲۴-۴۲۳

[2] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب المناسک باب الجلال للبدن، ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۱۰/۴۴، ۴۵

[3] الکافی شرح الوافی

Marfat.com

بالرومية وهو برمهات بالقبطية وفيه يستوي الليل والنهار عند حلول الشمس برج الحمل[1]

قبطی میں برمہات ہے، اور اس مہینے میں سورج کے برج حمل میں حلول کرنے کے وقت رات اور دن برابر ہوتے ہیں۔(ت)

اقول مراد یہ ہے کہ اُس مہینے میں تحویل حمل ہوتی ہے نہ یہ کہ اس دن تحویل حمل تھی، ہم نے زیج الغ بیگی سلطانی

ع مطلوب ۱۰ھ کی تقویم ہے، لہذا جدول سالہائے مبسوطہ ناقصہ سے دو سال تلاش کیا کہ ۱۰ الم کرکے ۳۰ پر صحیح منقسم ہو وہ ۵۸۰ھ تھا، طول سمرقند مطـ لو طول حرم محترم عزحہ سے مابین طولین الحہ او حاصل تفریق ۴۸۰

	ج	مرکز			
∴ بازاء	ما	ط	مط	لح	مو
۶۰۰	ی	ح	نه	مح	ل
۲۲۰	ما	ع	مه	ب	لو
	ط	ما	لـ	و	ط
بازاء ۵۸۰ھ بتفریق آں ازیں	ط	لر	مر	ح	مخ
بہرغرہ ۱۰ھ	ی	ك	لط	ک	
+۱۰ ذی الحجہ ۱۱ یوم ناقص مابین	ط	نا	کا	نت	لـ
طولین	ح	مر	مط		
+ تعدیل الایام	ح	مع	ا	مـ	و
				نه	نه
+ تعدیل المرکز	ح	مع	ب	ک	ا
	ح	لله	لح	مط	
+ اوج	ط	ا	لح	لح	حز
	ب	ک	لـ	لح	لـ
تقویم	یا	ک	لـ	ع	مـ
	ج				

ج	اوج				
ها	ح	مط	لح	سـ	
ح	لط		مح	مر	
ها	ما	لط	ا	ح	مط
ح	ها	لبر	له	ح	
ب	ع	ع	لـ	لط	
			مه	ع	
ب	ع	لط	مط	نـ	

---

[1] فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب بدء الخلق باب ماجاء فی سبع ارضین دار المعرفۃ بیروت ۶/ ۲۱۱
ارشاد الساری " " " " " " دار الکتاب العربی بیروت ۵/ ۲۵۵

Marfat.com

اور زیج[1] اجد بہادر خانی، دو بجوں سے نصف النہار حقیقی مکہ معظمہ دہم ذی الحجہ ۱۲۶۰ھ ہجریہ مطابق بازدہم[2] ذی الحجہ وسطیہ روز شنبہ کی تقویم شمس نکالی، دونوں سے حوت کے اکیسویں درجے میں آئی اول سے حوت کے بیس درجے سینتیس دقیقے انتالیس ثانیے، دوم سے بیس درجے چھتیس دقیقے پچاس ثانیے، بلا شبہہ اس تقویم کا موسم ان ملکوں خصوصًا مکہ معظمہ اور اس کے قریب العرض شہروں میں نہایت معتدل موسم ہوتا ہے، نہ رات کو برف نہ دن کو لُو، نہ برسات کی مکھیاں، تو جن حاجات کے لئے جھولیں ڈالتے ہیں

عہ[1] ۱۲۵۱ — ۱۰ = ۱۲۴۱ فاضل بر تصانیف سی ۱۱ وتضایف ۱۲۳۰ + ۳۰ = ۱۲۶۰

	ج وسط	ج اوج
∴ بازائے ۱۲۰۰		
۶۰	ح و م لو لط ب لو حز ہا مط	با لط مہ ی ط نط . مہ ل
بازاء ۱۱ سال متصاعدًا	ہ لح ل سر ح	ہا ک لخ نب لط
بتفریق آن ازیں بہر غرہ	و ما تب لج سب	ح ی مد ح لح
سنہ ۱۰	با لح لہ کا الہ	ب لط ہ ہ مط
+ ذی الحجہ	ی ک کہ ر الح	ند مو
+ ۱۱ یوم ناقص	ط نا لح لح	ا ما
بازاء سرت ندقہ منہ		

مابین الطومین سنہ ندر

بازاء ایں وتعدیل ایام وفحہ مح ر	د نۃ مد ب لح د ی	لب لط ما سہ سر ش ما لح ما سر لد
حصہ اش از وسط لو نہ لح		
+ حصہ تعدیل ایام زائد	ما لح ما ا ا لح سو	ح الح حز ہ سر مرکز لہ لح مہ
تعدیل المرکز	ما لح ما سر لد لب نہ احہ	لو مط لد
× وسط	ما لح ما سر لد	مط ح نہ
تقویم	ما ک لو مط لد	

فرق بین ۱۲ منہ قدس سرہ

عہ[2] خیال ایسا ہی تھا کہ اس مہینہ میں تاریخ وسطی، ہلال سے ایک مقدم ہے استخراج تقویمات کے بعد دیکھا تو نہ مہینہ مطابقت پر آیا، تو یہ تقویم ۱۱ ہی ذی الحجہ کی ہوئی، بہرحال مطلوب حاصل ہے کہ ۱۰ کی تقویم ایک درجہ کم حوت کے بیسویں ہی درجہ میں رہی۔ منہ قدس سرہ

Marfat.com

اُن کا اصلاً نام ونشان نہ تھا، لاجرم یہ جھولیں وُہ نہ تھیں بلکہ خاص تعظیم شعائر اللہ کے لئے تھیں، تو معمولی جھولیں کسی طرح ان کے معنی میں نہیں۔

سوم یوں کہ خطام ہدی وہ شئی ہے کہ اُسے سبیل اللہ میں لے جاتی اور حرم محترم میں پہنچاتی ہے، تو قربانی کی رسّیاں اس کے برابر نہیں ہوسکتیں، اور گائے بھینس کی جھولوں رسیوں میں اور بھی فرق ہے، شتر نحر کیا جاتا ہے، اس کا ایک پاؤں باندھ کر تین پاؤں سے کھڑا رکھ کر سینہ پر نیزہ مارتے ہیں، جل وخطام دونوں وقت نحر اس سے جُدا کرنے کی حاجت نہیں، گائے بھینس لٹا کر ذبح کی جاتی ہیں، اُس وقت اُن کی رسّی کھول لیتے ہیں، اور اگر جھول تھی وُہ بھی اتار لیتے ہیں تو وقت تقرب الی اللہ رسّی اور جھول اُن کے بدن سے جُدا ہوتی ہیں اور شتر کے بدن سے متصل تو یہ زیر تقرب آتی ہیں، اور وُہ نہیں، اگر باوصف انفصال بھی حکم تصدق سرایت کرے تو اُس کھونٹے کے بھی تصدق کا حکم ہو جس سے وہ جانور بندھا تھا، اور اُس ناند اور طشت کا بھی جس میں اُسے کھانا پانی دیا گیا تھا، بلکہ اُس مکان کا بھی جس میں وہ بندھا تھا، اور اس کا کوئی قائل نہیں۔ عمدۃ القاری وفتح الباری شروح صحیح بخاری وغیرہما میں تصدق جلال ہدی کی یہ وجہ نقل فرمائی کہ اُس پر اہلال لوجہ اللہ واقع ہوا،

حیث قالوا قال المهلب لیس التصدق بجلال البدن فرضا وانما صنع ذٰلك ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما لانه اراد ان لایرجع فی شئ اهل به لله ولا فی شئ اضیف الیه[1]

جہاں انھوں نے فرمایا مہلب نے کہا ہے کہ قربانی کے جانوروں کی جُھلوں کو صدقہ کرنا فرض نہیں، سیدنا حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے تو محض اس لئے ایسا کہا کہ آپ اللہ تعالٰی کے لئے ذبح کئے ہوئے اور اس کی طرف منسوب کئے ہوئے جانوروں کی کسی شئی کی طرف رجوع نہیں کرنا چاہتے تھے۔ (ت)

اس اہلال سے اگر تلبیہ مراد ہو جب تو ظاہر کہ قربانی پر لبیک کہاں، اور اگر تکبیر وقت نحر مراد ہو یہ بھی اُن اشیاء کو شامل نہ ہوگا جو وقتِ نحر و ذبح اس کے بدن پر نہ تھیں۔

اقول اور اول اَولیٰ ہے کہ حکم جل وخطام کی نسبت آیا، قماط جس سے اونٹ کا ایک پاؤں باندھتے ہیں اور حجۃ الوداع شریف میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سَو کے سَو اونٹ یوں ہی نحر فرمائے، ۶۳ بدستِ انور، اور ۳۷ بدست امیر المومنین حیدر، ان رسیوں کے تصدق کا حکم کہیں نہ آیا،

---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب المناسک باب الجلال للبدن ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۱۰/۴۵
فتح الباری " " " " " " دارالمعرفۃ بیروت ۴/۴۳۹

Marfat.com

حالانکہ ضرور وقتِ نحر بُدنوں کے بدن پر تھیں، بلکہ وہی طریقۂ مسنونۂ نحر کی ضامن ہوئیں۔

صحیحین میں زیاد بن جبیر سے ہے:

رأیت ابن عمر اتی علی رجل قد اناخ بدنتہ ینحرھا قال ابعثھا قیاما مقیدۃ سنۃ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1]

میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کو دیکھا آپ ایک ایسے مرد کے پاس آئے جو اپنے اونٹ کو بٹھا کر نحر کر رہا تھا، انھوں نے فرمایا اس کو کھڑا کرکے باندھو یہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنت ہے۔ (ت)

عمدۃ القاری میں ہے:

مقیدۃ معناہ معقولۃ برجل وھی قائمۃ علی الثلاث[2]

مقیدہ کا معنٰی ہے کہ رسّی سے اس کا ایک پاؤں باندھا ہوا ہو اور وہ تین پاؤں پر کھڑا ہو۔ (ت)

بالجملہ اگر کوئی اپنا گھر تصدق کردے اور اس پر قادر ہو، ممانعت نہیں، کلام اس میں ہے کہ قربانی کی جھولیں رسیاں تصدق کرنے کا حکم ہے، اس کا کہیں ثبوت نہیں، نہ حدیث میں نہ فقہ میں، ومن ادعی فعلیہ البیان (جو دعوٰی کرے دلیل بیان کرنا اس پر لازم ہے۔ ت) ولہذا آج تک مسلمانوں میں کہیں اس کا رواج مسموع نہیں، البتہ اگر کوئی شخص تعظیم ضحایا کے لئے اُن پر جھولیں ڈالے اور انھیں حسبِ حیثیت مزین و بیش بہا کرے، اور اُس سے شعائرِ اسلام کی زینت اور فقرائے مسلمین کی منفعت چاہے تو ضرور اُسے ان جھولوں کے تصدق کا حکم دیا جائے گا، اور اُس سے باز رہنا اُسے شنیع ہوگا کہ اللہ عزّوجل سے وعدہ کرکے رجوع نہ ہو، کما بیّنا فی فتاوٰنا وباللہ التوفیق (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا اور توفیق اللہ تعالٰی کے ساتھ۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب المناسک باب نحر الابل المقیدۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۳۱
صحیح مسلم کتاب الحج باب استحباب نحر الابل قیاما معقولۃ " " ۱/۴۲۴
[2] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب الحج باب نحر الابل المقیدۃ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۱۰/۵۰

Marfat.com

باب العقیقہ

(عقیقہ کا بیان)

مسئلہ ۲۹۶ ازبریلی مسئولہ نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب ۲ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

اگر شخصے عقیقہ دو یا زیادہ طفلان خود ادا کند پس بوقتِ ذبح شاۃ نیت ہر ہمہ کافی بود یا برائے ہر اک جانور علیحدہ باید۔

اگر کوئی شخص دو یا اس سے زائد بچوں کا عقیقہ کرے تو کیا ایک بکری ذبح کرتے وقت تمام کی طرف سے نیت کرلینا کافی ہے یا ہر ایک کی طرف سے علیحدہ جانور ہونا چاہیئے۔ (ت)

الجواب

گاؤ وشتر از ہفت بچہ بسندہ کند و بُز و گوسفند جز یک راکفایت نیست، کمافی الاضحیۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

گائے اور اونٹ سات بچوں کی طرف سے کافی ہے جبکہ بھیڑ اور بکری ایک سے زیادہ بچوں کے لئے کفایت نہیں کرتیں، جیسا کہ اضحیہ میں ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۹۷ از چتوڑ گڑھ اودے پور میواڑ مرسلہ نور محمد ولد عبدالحکیم چھینہ ۵ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے عقیقہ کیا اور اس کے چمڑے کی قیمت کرکے قبل وصول قیمت اتنے ہی روپے کا اپنے پاس سے سامان منگوا کر کھانا پکوا کر کچھ کھانا اباحۃً

Marfat.com

اپنے مکان پر فقراء اور مساکین پر اور کچھ تملیکًا ان پر صرف کر دیا، نیز قیمت چمڑہ کے علاوہ اس گوشت میں زائد سامان شامل کرکے گھر والوں نے بھی کھایا، اور بلا امتیاز غنی وفقیر اپنے خویش واقارب کو بھی کھلایا، حالانکہ عقیقہ کے چمڑے کے داموں کا فروخت کرنا، یا اشیائے مستہلکہ کے ساتھ مبادلہ کرنا' اپنے تصرف میں لانے کے لئے ناجائز ہے تو اس شخص نے قیمت کی اشیائے مستہلکہ خریدیں' وہ مساکین پر تصدق کیں، اس کے بعد جب اس نے چمڑے کا دام لے کر اس کا تصرف کرنا ناجائز سنا تو ابھی تک کہ چمڑہ کے دام نہیں لئے تھے اسی روز بیع چمڑہ فسخ کرکے قیمت سے انکار اور اس کے مبادلہ میں اشیائے غیر مستہلکہ از قسم پارچہ یا ظروف لینا مقرر کیا۔

اندریں صورت اس شخص کا چمڑا کی قیمت کرکے بلا اخذ ثمن اپنے داموں سے منگوا کر، پکوا کر مساکین پر تصدق کرنا' اور اس میں زائد سامان پکوا کر خویش واقارب کو کھلانا، اور اس کے بعد اس کے ناجائز ہونے کے خیال سے بیع فسخ کرکے اب اس کا مبادلہ کرنا جائز ہوا کہ نہیں؟ بینوا بسند الکتاب توجروا عند اللہ یوم الحساب۔

الجواب

چرم قربانی سے تمول ممنوع ہے، فقراء پر صرف ممنوع نہیں

لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کلوا وادخروا وائتجروا[1] نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ کھاؤ، ذخیرہ کرو اور صدقہ کرو۔ (ت)

تبیین الحقائق میں ہے: لانہ قربۃ کالتصدق[2] (کیونکہ یہ صدقہ کرنے کی مثل قربت ہے۔ ت) وہ اگر فقراء کے لئے بیچتا اور اسی قیمت میں اور دام ڈال کر کھانا فقراء اور گھر والوں کے لئے پکاتا تو بُرا کرتا کہ تصدق وتمول کا خلط بلاتمیز تھا، لیکن وہ قیمت ہنوز نہ لی تھی' اپنے ذہن سے اس کے بدلے اور روپیہ لے کر اس کا معاوضہ سمجھا، یہ اس کی جہالت تھی، لیکن اس سے اس کھانے میں کوئی خبث نہ آیا اور نہ گھر والوں کے کھانے میں کچھ حرج ہوا، وہ دونوں اس کے خاص اپنے مال تھے، اسے اختیار تھا جہاں چاہے صرف کرے، مگر وہ نیت کہ قیمت چرم قربانی میں فقراء کے لئے' یہ کھانا اس کا عوض نہیں ہوسکتا، اگر روپے کے عوض بیچتا وہ روپے امور تقرب میں ہی صرف کرنے ہوتے، اب کہ وہ بیع فسخ کر دی' اور اشیائے باقیہ سے

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۳

[2] تبیین الحقائق کتاب الاضحیۃ المطبعۃ الکبرٰی الامیریۃ بولاق مصر ۶/ ۹

Marfat.com

بدلا، اس تبدیل سے ثیاب وظروف جو حاصل کئے، مباح الاستعمال ہیں، مگر تصدق کی نیت سے عدول ہوا، اور یہ مکروہ ہے، لہذا مناسب یہ ہے کہ اسے قربات وفقراء ہی پر صرف کر دے۔

غایۃ البیان علامہ اتقانی شرح ہدایہ میں شرح مختصر الکرخی للامام القدوری رحمہم اللہ تعالٰی سے ہے:

جواز الاشتراك بعد الشراء للاضحیۃ محمول علی ان ملکہ لایزول بالشراء الا انہ یکرہ لانہ قد وعد وعدا فلا ینبغی ان یرجع فیہ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

قربانی کے لئے جانور خریدنے کے بعد اس میں دوسرے کو شریک کرنے کا جائز ہونا اس بات پر محمول ہے کہ خریداری کے سبب سے اس کی ملکیت زائل نہیں ہوئی، مگر ایسا کرنا مکروہ ہے، کیونکہ اس نے ایک وعدہ کیا ہے جس سے رجوع کرنا مناسب نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۹۸ و ۲۹۹

۱۴ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) زید نے عقیقے کے لئے دو راسیں خریدیں، بائع کہتا ہے میرے قیاس میں یہ راس ساڑھے دس مہینے کی ہے، دوسری میں بھی شبہہ ہے، بظاہر فربہ ہیں، ان کی قربانی درست ہے یا نہیں؟

(۲) قصاب سے عقیقے کے لئے ایک بکری خریدی، وہ کہتا ہے سال بھر کی ہے، مگر دیکھنے سے اس کی حالت اس قابل نہیں، سال بھر کا بچّہ جو دانت توڑتا ہے وہ اس نے ابھی نہ توڑے، تو اس صورت میں اس کا عقیقہ کیا جائے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) سال بھر سے کم کی بکری عقیقے یا قربانی میں نہیں ہوسکتی، اگر مشکوک حالت ہے تو وہ بھی ایسی ہی ہے کہ سال بھر کی نہ ہونا معلوم ہو لان عدم العلم بتحقق الشرط کعلم العدم (کیونکہ شرط کے متحقق ہونے کا عدمِ علم اس کے عدمِ تحقق کے علم کی طرح ہے۔ ت) خصوصًا بائع کا بیان کہ وہ اس سے زیادہ آگاہ ہے، اور سال بھر سے کم کی ظاہر کرنے میں اس کا کوئی نفع نہیں بلکہ اس کا عکس متوقع ہے کہ جب مشتری اپنے مطلب کی نہ جانے گا نہ لے گا۔ واللہ

---

[1] غایۃ البیان

Marfat.com

تعالیٰ اعلم۔

(۲) جبکہ سال بھر کامل ہونے میں شک ہے تو اس کا عقیقہ نہ کریں، اور قصاب کا قول یہاں کافی نہیں کہ بکنے میں اس کا نفع ہے اور حالت ظاہرہ اس کی بات کو دفع کر رہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱۰ تا ۳۲۰ کیا حکم ہے شرع مطہر کا در بارہ عقیقہ کے:

(۱) جانور ذبح کئے جائیں اُن کی عمر کیا ہونا چاہیئے، اور اگر کسی عضو میں نقصان رکھتے ہوں وہ کام میں آسکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) گوشت کی تقسیم کس طرح کی جائے، آیا کھانا پکا کر کھلوانا افضل ہے یا گوشت کا تقسیم کر دینا؟

(۳) گوشت میں کوئی حصہ والدین کا بھی ہے یا نہیں؟

(۴) دایہ کسی عضو کی مستحق ہے اور حجام وسقّہ و خاکروب، دھوبی وغیرہ؟

(۵) پوست کے دام قیمت جانور میں مُجرا کرنا اور خانگی خرچ میں ملانا جائز ہے یا نہیں؟ کیا طریقہ افضل ہے؟

(۶) اور جانور کو ذبح کس کو کرنا چاہیئے؟ اور دعائے عقیقہ کس طرح اور کس کو پڑھنا چاہیئے؟

(۷) ہڈیاں توڑنا چاہیئے یا نہیں، اور دفن کرنا چاہیئے یا نہیں؟

(۸) مدت اور روزِ عقیقہ کیا ہونا چاہیئے؟

(۹) لڑکے اور لڑکی کے عقیقے میں تعداد جانوروں کی دو۲ و ایک ہونی چاہیئے یا ایک ایک؟

(۱۰) اجرت قصاب کی داموں میں مجرا ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(۱۱) اگر دو۲ جانور ہوں تو ان کی سری و پائے ایک حجام کو، ایک سقّہ کو دی جاسکتی ہے یا دونوں حجام کو؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) ان امور میں احکامِ عقیقہ مثلِ قربانی ہیں، اعضا سلامت ہوں، بکرا بکری ایک سال سے کم کی جائز نہیں، بھیڑ، مینڈھا چھ مہینہ کا بھی ہو سکتا ہے جبکہ اتنا تازہ و فربہ ہو کہ سال بھر والوں میں ملا دیں تو دُور سے متمیّز نہ ہو۔

(۲) گوشت بھی مثلِ قربانی تین حصّے کرنا مستحب ہے، ایک اپنا، ایک اقارب، ایک مساکین کا۔ اور چاہے تو سب کھالے خواہ سب بانٹ دے، جیسے قربانی۔ اور پکا کر کھلانا کچّا تقسیم کرنے سے افضل ہے۔

Marfat.com

(۳) حصہ ضروری کسی کا بھی نہیں، استحبابی حصہ میں تہائی اپنا رکھا گیا ہے، والدین کھا سکتے ہیں، اس کی ممانعت جو مشہور ہے، صحیح نہیں۔

(۴) دائی یعنی جنائی کو ایک ران دی جائے جبکہ وہ مسلمان ہو، جاہلوں میں جو ہند و جنائیاں یا مس ڈاکٹریں بلائی جاتی ہیں، یہ حرام ہے۔ حجام، سقا، خاک رُوب، دھوبی کا کوئی خاص حق نہیں۔

(۵) پوست داموں کو بیچ کر اپنے صرف میں لانا منع ہے، اور قیمت میں مُجرا کرنے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ جانور پہلے خرید کر ذبح کر لیا، اب پوست قصاب نے مول لے لیا، اس کے آتے ہوئے داموں میں یہ دام وضع کر لئے، یوں اپنے صرف کے لئے بیچا گناہ ہوا مگر جانور کی خریداری میں خلل نہ آیا، دوسرے یہ کہ خریدتے وقت شرط کر لی کہ کھال اتنے کو تجھے لینی ہوگی، یہ سرے سے جانور کی بیع ہی کو حرام و فاسد کر دے گا، اُن پر فرض ہوگا کہ اُس عقد کو فسخ کر دیں، پھر از سرِ نو عقد صحیح سے اسے خرید کر عقیقہ میں ذبح کرے، ہاں بعینہٖ پوست کی جلد یا ڈول یا جانماز وغیرہ بنا کر اپنے صرف میں لا سکتا ہے، یوں ہی برتن کپڑے وغیرہ اُن اشیاء کے عوض بیچ سکتا ہے جو قائم رکھ کر استعمال میں آتی ہیں، نہ دام یا اناج وغیرہ جن کا استعمال اُن کو فنا کرنے سے ہوتا ہے، اور کارِ خیر میں دے دینا اپنے صرف میں لانے سے افضل ہے۔

(۶) باپ اگر حاضر اور ذبح پر قادر ہو تو اسی کا ذبح کرنا بہتر ہے کہ یہ شکرِ نعمت ہے، جس پر نعمت ہوئی وہی اپنے ہاتھ سے شکر ادا کرے، وہ نہ ہو یا ذبح نہ کر سکے تو دوسرے کو قائم کرے یا کیا جائے، اور جو ذبح کرے وہی دعا پڑھے، عقیقۂ پسر میں کہ باپ ذبح کرے دُعا یوں پڑھے:

اَللّٰهُمَّ هٰذِهٖ عَقِيْقَةُ ابْنِىْ فُلَانٍ دَمُهَا بِدَمِهٖ وَلَحْمُهَا بِلَحْمِهٖ وَعَظْمُهَا بِعَظْمِهٖ وَجِلْدُهَا بِجِلْدِهٖ وَشَعْرُهَا بِشَعْرِهٖ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا فِدَاءً لِّابْنِىْ مِنَ النَّارِ ط بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔	اے اللہ! یہ میرے فلاں بیٹے کا عقیقہ ہے، اس کا خون اس کے خون، اس کا گوشت اس کے گوشت، اس کی ہڈی اس کی ہڈی، اس کا چمڑہ اس کے چمڑے اور اس کے بال اس کے بال کے بدلے میں ہیں۔ اے اللہ! اس کو میرے بیٹے کے لئے جہنم کی آگ سے فدیہ بنا دے، اللہ تعالیٰ کے نام سے، اللہ بہت بڑا ہے۔ (ت)

فلاں کی جگہ پسر کا جو نام رکھا ہو، لے، دختر ہو تو دونوں جگہ اِبْنِیْ کی جگہ بِنْتِیْ، اور پانچوں جگہ ہٖ کی جگہ ھا کہے اور دوسرا شخص ذبح کرے تو دونوں جگہ ابنی فلاں یا بنتی فلاں کی جگہ

Marfat.com

فُلاَن اِبْنِ فُلاَن یا فُلاَنہ بِنْتِ فُلاَنہ کہے۔ بچّے کو اس کے باپ کی طرف نسبت کرے۔

(۷) ہڈیاں توڑنے میں حرج نہیں، اور نہ توڑنا بہتر، اور دفن کر دینا افضل۔

(۸) عقیقہ ساتویں دن افضل ہے، نہ ہو سکے تو چودھویں، ورنہ اکیسویں، ورنہ زندگی بھر میں جب کبھی ہو، وقت دن کا ہو، رات کو ذبح کرنا مکروہ ہے۔

(۹) کم سے کم ایک تو ہے ہی، اور پسر کے لئے دو افضل ہیں، استطاعت نہ ہو تو ایک بھی کافی ہے۔

(۱۰) گوشت بنانے کی اُجرت داموں میں مُجرا کر سکتا ہے۔

(۱۱) سرے پائے خود کھائے خواہ اقربا، مساکین جسے چاہے، خواہ سب حجام یا سب سقا کو دے دے۔ شرع مطہر نے اُن کا کوئی خاص حق اس میں مقرر نہ فرمایا، فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱۱ تا ۳۱۴ از چھروکھی ضلع گیا ڈاکخانہ اکبرپور مسئولہ سید محمد ولی عالم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) چلہ کے اندر عقیقہ کرنا جائز ہے یا تاخیر؟

(۲) ایک خصی سے عقیقہ ہو گا یا نہیں؟

(۳) گوشت عقیقہ کا آباؤ اجداد کو کھانا چاہیے یا نہیں؟

(۴) ہڈی مذبوح کی توڑنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) عقیقہ ولادت کے ساتویں روز سنت ہے، اور یہی افضل ہے، ورنہ چودھویں، ورنہ اکیسویں دن۔

(۲) خصی عقیقہ اور قربانی میں افضل ہے۔

(۳) عقیقہ کا گوشت آباء واجداد بھی کھا سکتے ہیں۔ مثل قربانی اس میں بھی تین حصے کرنا مستحب ہے۔

(۴) اس کی ہڈی توڑنے کی ممانعت میں علماء تفاؤلاً نہ توڑنا بہتر جانتے ہیں، پسر کے عقیقہ میں دو جانور افضل ہیں، اور ایک بھی کافی ہے اگرچہ خصی نہ ہو۔ عقود الدریہ میں ہے:

قال فی السراج الوهاج اذا اراد ان یعق عن الولد یذبح عن الغلام شاتین وعن الجاریة شاة، ولو ذبح عن الغلام شاة جاز لان النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم عق عن الحسن	السراج الوہاج میں فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنی اولاد کا عقیقہ کرنا چاہے تو لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرے، اگر لڑکے کی طرف سے ایک بکری ذبح کی تب بھی جائز ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت امام حسن

Marfat.com

والحسین رضی اللہ تعالٰی عنہما کبشا کبشا، ولو قدم الذبح قبل یوم السابع او اخر عنه جاز الا ان یوم السابع افضل والمستحب ان یفصل لحمها ولا یکسر عظمها تفاولا بسلامۃ اعضاء الولد، ویاکل ویطعم ویتصدق[1]

اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہما کی طرف سے ایک ایک مینڈھے کا عقیقہ کیا، اگر عقیقہ ساتویں دن سے پہلے کردے یا ساتویں دن کے بعد کرے تب بھی جائز ہے مگر ساتویں دن کرنا افضل ہے، بچے کے اعضاء کی سلامتی کے لئے نیک فالی کے طور پر مستحب یہ ہے کہ گوشت ہڈیوں سے الگ کرلیا جائے اور ہڈیوں کو توڑا نہ جائے، خود کھائے، دوسروں کو کھلائے اور صدقہ کرے۔ (ت)

اسی میں ہے: وحکمها کاحکام الاضحیۃ[2] (عقیقہ کا حکم قربانی کے احکام کی طرح ہے۔ت)

ردالمحتار میں ہے:

فی البدائع افضل الشاۃ ان یکون کبشا املح اقرن موجوءا[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

بدائع میں ہے افضل قربانی یہ ہے کہ مینڈھا چتکبرا سینگوں والا اور خصی ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۱۵: مرسلہ احمد شاہ خاں ازموضع یاسادات ضلع بریلی

عیدالاضحٰی کے روز عقیقہ کرنا جائز ہے یا نہیں

الجواب

جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۱۶: ازمرسنیا تھانہ جہاں آباد ضلع پیلی بھیت مرسلہ شیخ ممتاز حسین صاحب

۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، زید نے اپنے لڑکے کا عقیقہ کیا، سر کے بال منڈوا کر چاندی وزن کرکے حجام کو دے دی، مسکین کو دینی چاہئے تھی اور بکری کا سر حجام کو۔ اور ایک ران بھنگن کو، کہ وہی دائی تھی، اس طرح عقیقہ ہوا یا نہیں؟ جوانی یا بڑھاپے میں عقیقہ کرسکتا ہے یا

---

[1] العقود الدریۃ کتاب الذبائح ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۲۳۲ و ۲۳۳

[2] العقود الدریۃ کتاب الذبائح ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۲۳۳

[3] ردالمحتار کتاب الاضحیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۱۱

Marfat.com

نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بھنگن یا کسی کافرہ کو جنائی بنانا سخت حرام ہے، نہ کافرہ کو ران دی جائے، اور بالوں کی چاندی مسکین کا حق ہے، نائی مسکین ہو تو مضائقہ نہیں، اصل حکم یہ ہے، پھر جس نے اس کے خلاف کیا بھنگن کو ران، غنی نائی کو چاندی دی تو بُرا کیا، مگر عقیقہ ہو گیا، سری کے بارے میں کوئی خاص حکم نہیں جسے چاہے دے، جس کا عقیقہ نہ ہوا ہو وہ جوانی بڑھاپے میں بھی اپنا عقیقہ کرسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۱۷ تا ۳۱۹ از موضع خوردمئو ڈاک خانہ بدوسرائے ضلع بارہ بنکی مرسلہ صفدر علی صاحب ۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) حکم ہے کہ عقیقہ میں سر نائی کو اور ران دائی جنائی کو دی جائے، فی زماننا جنائی اکثر چمارن یا ڈومن ہوتی ہے اور ان کا مذہب ظاہر ہے تو کیا ران مذکور بموجب حکم جنائی کو جو چمارن ہے یا ڈومن ہے دی جائے۔

(۲) گوشت عقیقہ کا صاحبِ عقیقہ یا اس کے والد کے کھانے کی نسبت اکثر بزرگ تحریر فرماتے ہیں کہ درست ہے، اور بعض بزرگ تجویز فرماتے ہیں کہ مکروہ ہے اور نہ کھانا انسب ہے، تو اب قطعی حکم معلوم ہونا چاہئے، کیا کیا جائے، جو طریقہ وسنّت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف نہ ہو۔

(۳) اکثر دیکھا گیا کہ لوگ بکرا منگا کر اور اس کو لڑکے یا لڑکی کے نام ذبح کرکے کچھ گوشت چیل، کوّا کو کھلاتے ہیں، اور کچھ فقراء کو تقسیم کرتے ہیں، یہ فعل کس حد تک صحیح ہے؟

الجواب

(۱) سر نائی کو دینے کا نہ کہیں حکم نہ ممانعت، ایک رواجی بات ہے، جنائی کو ران دینے کا حکم البتہ حدیث ہے، مگر کافرہ سے یہ کام لینا حرام ہے، کافرہ سے مسلمان عورت کو ایسے پردے کا حکم ہے جیسے مرد سے کہ سوا منہ کی ٹکلی اور ہتھیلیوں اور تلووں کے کچھ نہ دکھائے، نہ کہ خاص جنائی کا کام۔

مجتبٰے شرح قدوری وتنویر الابصار ودرمختار میں ہے:

الذمیۃ کالرجل الاجنبی فی الاصح فلا تنظر الی بدن المسلمۃ[1] | اصح قول کے مطابق ذمیہ عورت اجنبی مرد کی طرح ہے لہٰذا وہ مسلمان عورت کے بدن کو نہ دیکھے

[1] درمختار شرح تنویر الابصار بحوالہ مجتبٰے کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی النظر مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۲

Marfat.com

غایۃ البیان میں ہے :

لیس للمؤمنۃ ان تتجرد بین یدی مشرکۃ او کتابیۃ[1] — مومنہ عورت کو مشرکہ یا کتابیہ عورت کے سامنے ننگا ہونا جائز نہیں (ت)

سراج وہاج ، نصاب الاحتساب وشرح الدرر للعلامۃ اسمٰعیل وشرح ہدیہ ابن العماد للعارف عبدالغنی وردالمحتار میں ہے :

لایحل للمسلمۃ ان تنکشف بین یدی یھودیۃ او نصرانیۃ او مشرکۃ الا ان تکون امۃ لھا[2] — مسلمان عورت کو یہودی ، نصرانی یا مشرک عورت کے سامنے ننگا ہونا حلال نہیں سوائے اس کے کہ وہ اس کی لونڈی ہو ۔ (ت)

پھر اگر کسی نے اپنی حماقت سے اس گناہ کا ارتکاب کیا ، اوکان صحیح الاضطرار الیہ (یا اس کی طرف شدید مجبوری ہو ۔ ت) تو اس کو ران وغیرہ کچھ نہ دیں کہ کافروں کا صدقات وغیرہ میں کچھ حق نہیں ، نہ اس کو دینے کی اجازت ۔ غایہ سروجی وبحرالرائق ودرمختار وغیرہا میں ہے :

اما الحربی ولو مستامنا فجمیع الصدقات لایجوز لہ اتفاقا[3] — لیکن کافر حربی اگرچہ مستامن ہو اس کو تمام صدقات دینا بلا اتفاق ناجائز ہے ۔ (ت)

درایہ میں ہے :

صلتہ لاتکون برا شرعا ، ولذا لم یجز التطوع الیہ[4] — اس کے ساتھ صلہ رحمی شرعی طور پر نیکی نہیں ، یہی وجہ ہے کہ اس پر احسان کرنا جائز نہیں (ت)

(۲) عقود الدریہ وغیرہا کتب میں تصریح ہے کہ احکامہا احکام الاضحیۃ[5] عقیقے کے احکام وہی ہیں جو قربانی کے ۔ وہی تین حصے اس میں مستحب ہیں : ایک اپنا ، ایک عزیزوں دوستوں کا ، ایک مسکینوں کا ۔ خود بھی کھائے ، ماں باپ بھی کھائیں ، ممانعت بے اصل ہے ۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی النظر داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۳۸

[2] " " " " " " ۵/ ۲۳۸

[3] درمختار کتاب الزکوٰۃ باب المصرف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۱

[4] ردالمحتار بحوالہ معراج الدرایۃ " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۸

[5] العقود الدریۃ کتاب الذبائح ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۲۳۳

Marfat.com

(۳) مساکین کو دیں، چیل، کوّوں کو کھلانا کوئی معنی نہیں رکھتا، یہ فاسق ہیں، اور کوّوں کی دعوت رسمِ ہنود۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲۰ ۲۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ عقیقے کے جانور کی استخواں توڑنا اور گوشت کے ساتھ پکانے کو عدمِ جواز کہتے ہیں، اور جواز کی دلیل چاہتے ہیں، اور استخواں اور پوست زمین میں دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ہڈیاں توڑنے میں کوئی حرج نہیں، ناجائز کہنے والا دلیل بیان کرے، کہاں سے ناجائز کہتا ہے، یہ شافعیہ کے یہاں ہے، وہ بھی مستحب طور پر نہ کہ واجب کہ توڑنا ناجائز ہو، خود بلا دلیل ناجائز کہہ دینا اور جواز پر اُلٹے دلیل مانگنا حماقت ہے، اور استخواں خالی دفن کریں، پوست دفن کرنا گناہ ہے کہ مال کو ضائع کرنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۲۱ از شہر پونہ جامع مسجد مسئولہ محمد ابراہیم صاحب بروز شنبہ ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وحامیانِ شرعِ مبین کہ بچے کا عقیقہ کیا جائے، لڑکے کے ماں باپ، نانا نانی، دادا، ماموں وغیرہ گوشت عقیقہ کا کھائیں یا نہیں؟

الجواب

سب کھا سکتے ہیں، یہ مسئلہ لوگوں میں غلط مشہور ہے کلوا وتصدقوا وائتجروا[۱] (کھاؤ، صدقہ کرو اور اجر کماؤ۔ ت) عقود الدریہ میں ہے: احکامہا احکام الاضحیۃ[۲] (عقیقہ کے احکام وہی ہیں جو قربانی کے ہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲۲ از کیمپ میرٹھ لال کرتی بازار بنگلہ سول سارجن مرسلہ شیخ احمد بخش ملازم کرنل ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عقیقہ میں جانور کی ہڈی توڑنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

---

[۱] صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب بیان ماکان من النہی عن لحوم الاضاحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۵۸
سُنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۳

[۲] العقود الدریۃ کتاب الذبائح ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۲۳۳

Marfat.com

الجواب

توڑنے میں حرج نہیں، اور نہ توڑنا بہتر ہے،

قال الشیخ المحقق فی شرح المشکوٰۃ انہ مذہب الامام مالک، والکسر مذہب الامام شافعی، قلت وقد صرح علمائنا ان مذہب عالم المدینۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ اقرب الی مذہبنا ویصار الیہ حیث لا نص من اصحابنا کما فی ردّ المحتار وغمز العیون، قلت لاسیما فی مثل ما نحن فیہ، فان الکسر لاینبغی عند مالک، ولو لم یکسر لم یعاقبہ الشافعی رضی اللہ عن الائمۃ اجمعین۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

شیخ محقق علیہ الرحمۃ نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا کہ (ہڈی کا) نہ توڑنا امام مالک کا مذہب ہے، اور توڑنا امام شافعی کا مذہب ہے۔ میں کہتا ہوں ہمارے علمائے نے تصریح فرمائی ہے کہ عالمِ مدینہ کا مذہب ہمارے مذہب کے زیادہ قریب ہے، جہاں ہمارے اصحاب سے کوئی نص موجود نہ ہو وہاں انہی کے مذہب کی طرف رجوع کیا جائے، جیسا کہ ردالمحتار اور غمز العیون میں ہے۔ میں کہتا ہوں خاص طور پر زیرِ بحث مسئلہ جیسے مسائل میں کیونکہ امام مالک کے نزدیک توڑنا مناسب نہیں، اور اگر نہ توڑے تو امام شافعی اس پر عتاب نہیں فرماتے، اللہ تعالٰی ہمارے تمام اماموں پر راضی ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۲۳ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عقیقہ کا گوشت والدین کو کھانا حرام ہے یا ناجائز؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جائز ہے اگر سب آپ ہی کھالیں جب بھی حرج نہیں لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کلوا وادخروا[1] (نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ کھاؤ اور ذخیرہ کرو۔ ت) ہاں بہتر یہ ہے کہ "لا اقل بقدر ثلث" (کم از کم تہائی کو۔ ت) خیرات کردے، اور ایک ران دائی کا حق ہے، ایک ثلث عزیزوں قریبوں میں تقسیم کریں، ایک ثلث اپنے کھانے کے لئے،

بذلک ورد الحدیث واما جواز الاکل فان النسک انما یقوم باراقۃ الدم،

اس پر حدیث وارد ہے، لیکن کھانے کا جواز تو اس لئے ہے کہ عقیقہ تو جانور کا خون بہانے

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۲

Marfat.com

والتصدق باللحم خارج عنه كالاضحية والدم دم شكر لاجبر، وقد صرح العلماء كالشيخ فی اللمعات وغیرہ فی غیرھا ان العقیقة کالاضحیة فی جمیع الشرائط والاحکام، ومعلوم ان الاضاحی تقسم لحومھا اثلاثا ثلث طعمہ و ثلث ھدیة وثلث صدقة وھذا ایضا علی وجہ الاستحباب دون الوجوب، حتی لو اکل الکل جاز فکذا العقیقة، واللہ تعالٰی اعلم۔

کے ساتھ ادا ہو جاتا ہے اور گوشت کو صدقہ کرنا اس سے خارج ہے جیسا کہ قربانی میں ہوتا ہے، اور عقیقہ کے لئے جانور ذبح کرنا بطور شکر ہے اس پر جبر نہیں۔ علماء کرام نے صراحت فرمائی جیسا کہ شیخ محقق نے لمعات میں اور دیگر ائمہ نے دیگر کتب میں فرمایا کہ بیشک عقیقہ تمام شرائط و احکام میں قربانی کی مثل ہے، اور یہ بات معلوم ہے کہ قربانی کا گوشت تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے ایک حصہ خود کھانے کے لئے، دوسرا حصہ ہدیہ و تحفہ کے لئے اور تیسرا حصہ صدقہ کے لئے، اور ایسا کرنا بھی مستحب ہے نہ کہ واجب، یہاں تک کہ اگر تمام گوشت خود کھالے تب بھی جائز ہے، لہذا ایسا ہی معاملہ عقیقہ میں ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۳۲۴، ۳۲۵: شیخ احمد حسین صاحب از مقام سیدپور ڈاکخانہ وزیر گنج ضلع بدایوں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) مردہ کے نام پر عقیقہ دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور بعض عالم یہ کہتے ہیں کہ مردہ کے نام پر قربانی کرنا درست ہے لہذا عقیقہ بھی درست ہے، اگر بچہ پیدا ہو کر سات دن سے پہلے مرے تو کیا حکم ہے؟

(۲) ایک گائے سے تین یا چار یا سات لڑکی کا عقیقہ دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) مردہ کی طرف سے قربانی بلاشبہہ جائز ہے اور عقیقہ شکر نعمت ہے، بعد زوالِ نعمت اس کا محل نہیں، ولہذا اموات بلکہ ان کی طرف سے جواب تک پیدا نہ ہوئے قربانی ثابت ہے، اور عقیقہ بعد موت کہیں ثابت نہیں، جو بچہ سات دن سے پہلے مرگیا عقیقہ نہ کرنے سے جو الزام آتا کہ وہ شفیع ہوگا، یہاں نہ ہوگا کہ شرع نے جو اس کا وقت مقرر فرمایا اس سے پہلے اس کا انتقال ہوگیا، اور سات دن بعد مرا اور عقیقہ نہ کیا اور استطاعت تھی تو اس کی شفاعت کا استحقاق نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) دے سکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۲۶: از شہر بریلی، مدرسہ اہلسنت، مسئولہ مولوی سیراج الدین بنگالی یکے از طلباء مدرسہ مذکور ۴ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

بچہ نابالغ اگر قبل عقیقہ کے مرجائے تو بعد مرنے کے اگر عقیقہ کیا جائے تو ثواب عقیقہ کا ملے گا یا

Marfat.com

نہیں ؛ اور یہ عقیقہ جائز ہے یا نہیں ؛

الجواب

بچہ کی موت کے بعد عقیقہ نہیں ہوسکتا ۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۳۲۷ مسئولہ محمد یعقوب علی خاں از مقام کٹھری ضلع گوڑ گاؤں ڈاکخانہ ڈھینہ اسٹیشن حاٹون

بتاریخ ۱۴ ذی قعدہ ۱۳۳۳ھ

جو بچہ پیدا ہوا اور کسی سبب سے اُس کی زندگی میں عقیقہ نہ ہوا تو بعد مرنے بچہ کے اس کے نام سے عقیقہ کرنا درست ہے یا نہیں ؛

الجواب

عقیقہ بعد موت پسر نہیں کہ وہ شکرِ ولادت ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۲۸ ۳۲۹ از بریلی محلہ سوداگران مسئولہ سردار احمد صاحب ۱۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں ؛

(۱) مُردے کے نام سے عقیقہ دے سکتا ہے یا نہیں ؛ اور بعض عالم کہتے ہیں کہ مُردے کے نام پر قربانی کرنا درست ہے لہذا عقیقہ بھی درست ہے ، اگر بچہ پیدا ہو کے سات دن کے پہلے مرے تو کیا حکم ہے اور سات دن کے بعد مرے تو کیا حکم ہے ؛ اور نر یعنی بکرا لڑکے کے لئے خاص ہے یا نہیں ؛

(۲) ایک گائے سے تین یا چار یا سات لڑکے کا عقیقہ دے سکتا ہے یا نہیں ، اور ایک گائے کے گوشت سے دو حصہ لے کر ایک لڑکے کا عقیقہ دیا جائے تو درست ہے یا نہیں ؛

الجواب

(۱) مُردے کا عقیقہ نہیں کہ وہ شکرِ ولادت ہے بخلاف قربانی کہ ایصال ثواب ہے ، سات دن سے پہلے مرگیا تو ابھی عقیقہ کا وقت ہی نہ آیا تھا اور بعد کو مرا تو عقیقہ گیا ، اس بچّے کی شفاعت کا مستحق نہ ہوگا اگر بلاوجہ باوصف استطاعت نہ کیا ۔ افضل یہ ہے کہ پسر کے لئے دو نر ہوں اور دختر کے لئے ایک مادہ کہ اس میں مقابلہ اعضا اکمل ہے اور اگر نر و مادہ میں عکس ہو جب بھی کوئی حرج نہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ایک گائے میں ایک سے سات تک کا عقیقہ ہوسکتا ہے ، اگر عقیقہ کے سوا دوسرا حصہ ایک یا دو یا کتنا ہی خفیف غیر قربت مثلاً اپنے کھانے کی نیت کو رکھا تو عقیقہ ادا نہ ہوگا ، ہاں اگر وہ حصے

Marfat.com

بھی قربت کے ہوں، مثلاً ایک حصہ عقیقہ، ایک حصہ قربانی عید اضحٰی، تو جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۳۰: ہادی حسین صاحب از شہر بریلی محلہ ذخیرہ ۲۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۹ھ

علمائے کرام اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ زید و ہندہ کے آپس میں ناجائز تعلق تھا، ہندہ کو اس ناجائز تعلق کی وجہ سے حمل رہا، افشائے راز کے باعث زید و ہندہ کا باہم نکاح کر دیا، اب ہندہ نے وضع حمل کیا، زید اس کا عقیقہ کرنا چاہتا ہے، آیا یہ عقیقہ درست ہوگا، اور گوشت یا طعام عزیز و اقربا کو کھانا مباح ہوگا یا نہیں؟ اور نکاحِ زید صورتِ مسطورہ میں صحیح ہے یا نہیں؟ علاوہ ازیں زید کوئی کام بھی آئندہ اس مولود کا مثل ختنہ و مکتب وغیرہ کے کرے، اس میں شرکت دینا اور شیرینی اور طعام دعوت ان امور کی لینا اور کھانا اعزا کو جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

سائل کے بیان سے معلوم ہوا کہ عورت کنواری تھی، اور بچہ نکاح کے کوئی دو مہینے بعد پیدا ہوا، ایسی صورت میں زید اگر جانتا ہے کہ واقع میں یہ حمل نکاح سے پہلے کا ہے تو اسے اس کا عقیقہ کرنے کے کوئی معنی نہیں کہ عقیقہ شکرِ نعمتِ ولادت ہے اور بچہ کی ولادت زانی کے لئے نہیں ہوتی بلکہ صرف ماں کے لئے۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم للعاھر الحجر[1] — نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا زانی کیلئے پتھر ہیں۔ (ت)

اس کا عقیقہ اگر کرے تو اس کی ماں کرے، اس میں شرکت میں حرج نہ ہوگا، اور ختنہ اور شادی اگر زید بھی کرے تو حرج نہیں، اور شرکت بھی جائز ہوئی جبکہ کوئی محذورِ شرعی نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۳۱ تا ۳۳۴: مسئولہ مولوی رحیم بخش صاحب حنفی قادری رضوی از آرہ شاہ آباد مدرس فیض الغرباء بروز پنجشنبہ بتاریخ ۷ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

(۱) قیاس عقیقہ قربانی پر صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو ان دونوں کا جامع علت مشترکہ کیا ہے؟

(۲) قربانی کی طرح عقیقہ میں شرکت جائز ہے یا نہیں؟

(۳) سات لڑکیوں یا تین لڑکے اور ایک لڑکی کے نام سے ایک گائے عقیقہ کرسکتے ہیں یا نہیں؟

---

[1] صحیح البخاری کتاب المحاربین باب للعاھر الحجر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۰۷
کتاب الاحکام باب من قضی لہ بحق اخیہ " " " ۲/ ۱۰۶۵
صحیح مسلم کتاب الرضاع باب الولد للفراش الخ " " " ۱/ ۴۷۰ و ۴۷۱

Marfat.com

الجواب

عقیقہ میں بھی شرکت اسی طرح جائز ہے جیسے قربانی میں، جبکہ سب کی نیت خالص لوجہ اللہ ہو، اگر ایک کی نیت بھی قربت کی نہ ہوگی اور باقی سب تقرب چاہیں گے، کسی کی قربت ادا نہ ہوگی کہ وہ سب گوشت ہوگیا،

لان اللہ تعالٰی لایقبل الشرکۃ واغنی الاغنیاء عن الشرکۃ لہ ولغیرہ فکلہ لغیرہ۔

اس لئے کہ اللہ تعالٰی شرکت کو قبول نہیں فرماتا اور وہ تمام اغنیاء شرکت سے بڑا غنی ہے اور جو اس کے لئے اور اس کے غیر کے لئے (مشترک) ہو تو وہ سب اس کے غیر کے لئے ہے۔ (ت)

عقیقہ اور قربانی دونوں اراقتِ دم لوجہ اللہ ہیں اور اسی کلیہ میں داخل کہ :

ماکان لہ ولغیرہ فھو لغیرہ، وماکان خالصا لہ فھو لہ، وان تعددت الوجوہ، ولذا اجاز التصدق علی فقیرین بالاشتراک ولامشاع، لان المقصود وجہ اللہ تعالٰی وھو واحد، بخلاف الھبۃ۔

جو کچھ اس کے لئے اور اس کے غیر کے لئے (مشترک) ہے تو وہ اس کے غیر کے لئے ہے اور جو خالص اس کی رضا کے لئے ہے تو وہ اس کے لئے ہے اگرچہ وجوہ تقرب متعدد ہوں، اسی واسطے دو فقیروں پر بلا تقسیم مشترکہ طور پر صدقہ کرنا جائز ہے کیونکہ مقصود اللہ تعالٰی کی خوشنودی ہے اور وہ ایک ہی ہے بخلاف ھبہ کے۔ (ت)

لہذا حاجت قیاس نہیں فان المندرج تحت العمومات غیر مسکوت عنہ لیقاس (کیونکہ جو شے عمومات کے تحت درج ہو وہ مسکوت عنہ نہیں ہوتی تاکہ قیاس کیا جائے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۴ از قصبہ امریا ڈاکخانہ امریا پاس محمد اکبر یار خاں بروز چہارشنبہ بتاریخ ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم، کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو بچہ لڑکا یا لڑکی پیدا ہو کر ہفتہ سے کم یا ہفتہ بھر کی عمر یا ہفتہ سے زائد میں انتقال ہوا اب ان کے والدین کو اُن مُردہ بچوں کا عقیقہ چاہئے یا نہیں، اور ہفتہ سے کم عمر میں مرے ان کا عقیقہ کیا جائے یا نہیں؟ اور قربانی بھی ان بچوں کی جانب سے ہوتی ہے یا نہیں؟ اور والدین جو انتقال کرچکے ہوں ان کی جانب سے کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کی بابت جو جوابات ہوں واضح طور پر تحریر فرمائے جائیں سخت ضرورت ہے، جواب جہاں تک ممکن ہو بہت جلد، اور ہفتہ کی عمر سے زائد جہاں تک حد ہو اپنی صغر سنی میں، اس کے واسطے کیا حکم ہے، اور وہ بچے جن کا ذکر ہوا عقیقہ نہ کرنے میں مواخذہ

Marfat.com

کریں گے یا نہیں؟ اگر عقیقہ کر دیا جائے تو شفاعت بروزِ حشر کرادیں گے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

جو مر جائے کسی عمر کا ہو اس کا عقیقہ نہیں ہوسکتا، بچہ اگر ساتویں دن سے پہلے ہی مر گیا تو اس کے عقیقہ نہ کرنے سے کوئی اثر اس کی شفاعت وغیرہ پر نہیں کہ وہ وقتِ عقیقہ آنے سے پہلے ہی گزر گیا، عقیقہ کا وقت شریعت میں ساتواں دن ہے، سات دن سے پہلے مر جانا درکنار، حدیث میں ہے کہ کچا حمل جو گر جاتا ہے وہ روزِ قیامت اپنا نال کھینچتا ہوا آئے گا اور اپنے ماں باپ کے لئے (جبکہ وہ دنیا سے ایمان کے ساتھ گئے ہوں) مولیٰ عزوجل سے ایسا جھگڑا کرے گا جیسے قرضخواہ اپنے قرضدار سے، یہاں تک کہ حکم ہوگا کہ او کچے بچے، اپنے رب سے جھگڑنے والے! اپنے ماں باپ کا ہاتھ پکڑ لے اور جنت میں لے جا[1]۔ ہاں جس بچے نے عقیقہ کا وقت پایا یعنی سات دن کا ہوگیا اور بلا عذر باوصف استطاعت اس کا عقیقہ نہ کیا اُس کے لئے یہ آیا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کی شفاعت نہ کرنے پائے گا۔ حدیث میں ہے: الغلام مرتھن بعقیقتہ[2] لڑکا اپنے عقیقہ میں گروی ہے۔ تیسیر میں ہے:

یعنی اذا لم یعق عنه فمات طفلا لا یشفع فی ابویه[3]

یعنی اگر بچے کا عقیقہ نہ کیا گیا ہو اور وہ بچپن میں مر گیا تو وہ اپنے والدین کی شفاعت نہیں کرے گا (ت)

اشعۃ اللمعات میں ہے:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ گوید کہ معنی آنست کہ فرزند محبوس و ممنوع ست از شفاعت در حق والدین تا عقیقہ او را ندہند، و اعتماد بر قول آں امام اجل ست و ظاہر آن ست کہ وی شنیدہ است از سلف کہ معنی این ست[4]

امام احمد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اس کا معنیٰ یہ ہے کہ بچے کا جب تک عقیقہ نہ کیا جائے اسکو والدین کے حق میں شفاعت کرنے سے روک دیا جاتا ہے اور اعتماد اس عظیم الشان امام کے قول پر ہے، اور ظاہر یہ ہے کہ امام موصوف نے اسلاف سے سُنا ہوگا کہ اس کا معنیٰ یہ ہے۔ (ت)

جو بچہ قبل بلوغ مر گیا اور اُس کا عقیقہ کر دیا تھا، یا عقیقہ کی استطاعت نہ تھی یا ساتویں دن سے پہلے مر گیا، ان

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب الجنائز ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۶

[2] الجامع الصغیر حدیث ۵۸۱۹ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/۳۵۹

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث مذکور کے تحت مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/۱۶۵

[4] اشعۃ اللمعات کتاب الصید باب العقیقۃ الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۴۸۲

Marfat.com

سب صورتوں میں وہ ماں باپ کی شفاعت کرے گا جبکہ یہ دنیا سے باایمان گئے ہوں۔
اس بارے میں متواتر حدیثیں ہیں، قربانی جو اپنے نابالغ بچہ کی طرف سے بعض کے نزدیک واجب ہے، وہ اس کی زندگی ہی میں ہے، بعد مرگ کسی کے نزدیک لازم نہیں، ہاں ان کی طرف سے کرے تو ان کو ثواب پہنچے گا، یونہی ماں باپ کی طرف سے بعد موت قربانی کرنا اجرِ عظیم ہے اس کے لئے بھی اور اس کے والدین کے لئے بھی۔
وھو سبحٰنہ تعالٰی اعلم۔

نوٹ

بیسویں جلد باب العقیقہ پر ختم ہوئی،
اکیسویں جلد کا آغاز کتاب الحظر والاباحۃ سے ہوگا۔

Marfat.com

مآخذ و مراجع

نام کتاب	مصنف کتاب	سن وفات ہجری
ا		
۱۔ الاجزاء فی الحدیث	عبدالرحمٰن بن عمر بن محمد البغدادی المعروف بالنحاس	۴۱۶
۲۔ الاجناس فی الفروع	ابوالعباس احمد بن محمد الناطفی الحنفی	۴۴۶
۳۔ الاختیار شرح المختار	عبداللہ بن محمود ابن مودود الحنفی	۶۸۳
۴۔ الادب المفرد للبخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۵۔ ارشاد الساری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی	۹۲۳
۶۔ ارشاد العقل السلیم	ابوسعود محمد بن محمد العمادی	۹۵۱
۷۔ الارکان الاربع	مولانا عبدالعلی بحرالعلوم	۱۲۲۵
۸۔ الاشباہ والنظائر	شیخ زین الدین بن ابراہیم با بن نجیم	۹۷۰
۹۔ اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ	شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۱۰۔ اصول البزدوی	علی بن محمد البزدوی	۴۸۲
۱۱۔ الاصلاح والایضاح للوقایۃ فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۹۴۰
۱۲۔ آکام المرجان فی احکام الجان	قاضی بدرالدین محمد بن عبداللہ الشبلی	۷۶۹
۱۳۔ انفع الوسائل الی تحریر المسائل	قاضی برہان الدین ابراہیم بن علی الطرسوسی الحنفی	۷۵۸
۱۴۔ امداد الفتاح شرح نورالایضاح	حسن بن عمار الشرنبلالی	۱۰۶۹
۱۵۔ الانوار لعمل الابرار	امام یوسف الاردبیلی الشافعی	۷۹۹

Marfat.com

۱۶ - امالی فی الحدیث	عبد الملک بن محمد بن بشران	۴۳۲
۱۷ - الایجاز فی الحدیث	احمد بن محمد المعروف با بن السنی	۳۶۴
۱۸ - القاب الرواۃ	احمد بن عبد الرحمٰن الشیرازی	۴۰۷
۱۹ - الاصل (مبسوط)	ابو عبد اللہ محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۲۰ - اخبار مدینہ	محمد بن حسن المدنی ابن زبالہ	۲۰۰
۲۱ - الام	محمد بن ادریس الشافعی	۲۰۴
۲۲ - اخبار مدینہ	زبیر ابن بکار الزبیری	۲۵۶
۲۳ - امثال النبی صلی اللہ علیہ وسلم	الحسن بن عبد الرحمٰن الرامہرمزی	۳۶۰
۲۴ - اربعین للحاکم	ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ نیشاپوری	۴۰۵
۲۵ - احیاء العلوم	امام محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۲۶ - اربعین نووی	محی الدین یحییٰ بن شرف النووی الشافعی	۶۷۶
۲۷ - الاذکار المنتخبہ من کلام سید الابرار	ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی	۶۷۶
۲۸ - اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ	علی بن محمد ابن اثیر الشیبانی	۶۳۰
۲۹ - الفیۃ العراقی فی اصول الحدیث	امام زین الدین عبد الرحیم بن الحسین العراقی	۸۰۶
۳۰ - الاصابۃ فی تمییز الصحابہ	شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی	۸۵۲
۳۱ - انموذج العلوم	علامہ جلال الدین محمد بن اسعد الدوانی	۹۰۳
۳۲ - الاتقان	جلال الدین عبد الرحمٰن بن کمال الدین السیوطی	۹۱۱
۳۳ - اعلام بقواطع الاسلام	احمد بن حجر الھیتمی المکی	۹۷۴
۳۴ - الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ	نور الدین علی بن سلطان محمد القاری (ملا علی القاری)	۱۰۱۴
۳۵ - الانتباہ فی سلاسل اولیاء	شاہ ولی اللہ بن عبد الرحیم	۱۱۷۹
۳۶ - اتحاف السادۃ المتقین	سید محمد بن محمد مرتضیٰ الزبیدی	۱۲۰۵
۳۷ - انجاح الحاجۃ حاشیہ سنن ابن ماجہ	عبد الغنی الدہلوی المدنی	۱۲۷۳
۳۸ - اعانۃ الطالبین	سید محمد شطا الدمیاطی	
۳۹ - الاشارات ابن سینا	ابو علی حسین بن عبد اللہ الشہیر با بن سینا	۴۲۸

Marfat.com

ب

۴۰ - بدائع الصنائع	علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی	۵۸۷
۴۱ - البدایۃ (بدایۃ المبتدی)	علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۴۲ - البحر الرائق	شیخ زین الدین بن ابراہیم بابن نجیم	۹۷۰
۴۳ - البرہان شرح مواہب الرحمان	ابراہیم بن موسیٰ الطرابلسی	۹۲۲
۴۴ - بستان العارفین	فقیہ ابواللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۲
۴۵ - البسیط فی الفروع	حجۃ الاسلام محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۴۶ - البنایۃ شرح الہدایۃ	امام بدرالدین ابو محمد العینی	۸۵۵
۴۷ - بہجۃ الاسرار	یوسف بن جریر اللخمی الشطنوفی	۷۱۳
۴۸ - بلوغ المرام	احمد بن علی ابن حجر عسقلانی	۸۵۲
۴۹ - بستان المحدثین	شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ	۱۲۳۹
۵۰ - براہین قاطعہ	رشید احمد گنگوہی	۱۹۰۵ء

ت

۵۱ - تاج العروس	سید محمد مرتضیٰ الزبیدی	۱۲۰۵
۵۲ - تاریخ ابن عساکر	علی بن الحسن الدمشقی بابن عساکر	۵۷۱
۵۳ - تاریخ البخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۵۴ - التجنیس والمزید	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۵۵ - تحریر الاصول	کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن الہمام	۸۶۱
۵۶ - تحفۃ الفقہاء	امام علاء الدین محمد بن احمد السمرقندی	۵۴۰
۵۷ - تحقیق الحسامی	عبدالعزیز بن احمد البخاری	۷۳۰
۵۸ - الترجیح والتصحیح علی القدوری	علامہ قاسم بن قطلوبغا الحنفی	۸۷۹
۵۹ - التعریفات لسید شریف	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۸۱۶
۶۰ - التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید	یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر الاندلسی	۴۶۳

Marfat.com

۶۱	تنبیہ الانام فی آداب الصیام		
۶۲	تفسیر الجلالین	علامہ جلال الدین محلی و جلال الدین السیوطی	۸۶۴ - ۹۱۱
۶۳	تہذیب التہذیب	ابو الفضل احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۶۴	تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن اخبار الشنیعۃ الموضوعۃ	ابو الحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی	۹۲۳
۶۵	تفسیر ابن ابی حاتم	عبد الرحمٰن بن محمد الرازی (حافظ)	۳۲۷
۶۶	تہذیب الاثار	ابو جعفر محمد بن محمد بن جریر	۱۳۱۰
۶۷	تقریب القریب	ابو زکریا یحییٰ بن شرف النوادی	۹۱۱
۶۸	التقریر والتحبیر	محمد بن محمد ابن امیر الحاج الحلبی	۸۷۹
۶۹	التیسیر شرح الجامع الصغیر	عبد الرؤف بن تاج العارفین بن علی المناوی	۱۰۳۱
۷۰	تبیین الحقائق	فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی	۷۴۳
۷۱	تقریب التہذیب	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۷۲	تنویر المقیاس	ابو طاہر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی	۸۱۷
۷۳	تنویر الابصار	شمس الدین محمد بن عبد اللہ بن احمد التمرتاشی	۱۰۰۴
۷۴	تعظیم الصلوٰۃ	محمد بن نصر المروزی	۲۹۴
۷۵	تاریخ بغداد	ابو بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی	۴۶۳
۷۶	التوشیح فی شرح الہدایۃ	عمر بن اسحٰق السراج الہندی	۷۷۳
۷۷	تاریخ الطبری	محمد بن جریر الطبری	۳۱۰
۷۸	تنبیہ الغافلین	نصر بن محمد بن ابراہیم سمرقندی	۳۷۳
۷۹	تاریخ ابن نجار	محمد بن محمود بن حسن بغدادی ابن نجار	۶۴۳
۸۰	الترغیب والترہیب	زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری	۶۵۶
۸۱	التوضیح شرح التنقیح فی اصول الفقہ	عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعۃ	۷۴۷
۸۲	تذکرۃ الحفاظ	شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد الذہبی	۷۴۸
۸۳	تذہیب تہذیب الکمال	شمس الدین محمد بن احمد الذہبی	۷۴۸
۸۴	التلویح شرح توضیح	سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی	۷۹۲
۸۵	تدریب الراوی	جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱

Marfat.com

٨٦ - التعقبات على الموضوعات	جلال الدين عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	٩١١
٨٧ - تاریخ الخمیس	شیخ حسین بن محمد ابن الحسن دیار بکری	٩٦٦
٨٨ - تذکرہ اولی الالباب انطاکی	داؤد بن عمر انطاکی	١٠٠٨
٨٩ - التبیان فی بیان ما فی لیلۃ النصف من شعبان	علی بن سلطان محمد القاری	١٠١٤
٩٠ - تفسیرات احمدیہ	احمد بن ابوسعید المعروف مُلّا جیون	١١٣٠
٩١ - التفسیر المظہری	قاضی ثناء اللہ پانی پتی	١٢٢٥
٩٢ - تحفہ اثناء عشریہ	الشاہ عبدالعزیز دہلوی	١٢٣٩
٩٣ - تنبیہ ذوی الافہام	محمد امین ابن عابدین	١٢٥٢
٩٤ - التحریر المختار (تقریرات الرافعی)	عبدالقادر الرافعی الفاروقی	١٣٢٣
٩٥ - تذکرۃ الموضوعات للفتنی	محمد بن طاہر الفتنی	٩٨٦
٩٦ - تجنیس الملتقط		
٩٧ - تحفۃ المومنین فی الطب	محمد مومن بن محمد زمان الحسینی	
٩٨ - تحفۃ الصلوٰۃ (فارسی)	حسین بن علی الکاشفی الواعظ	٩١٠

ث

٩٩ - الثمانون فی الحدیث	ابوبکر محمد بن الحسین الآجری	٣٦٠
١٠٠ - ثبت	ابو محمد محمد بن امیر المکی المصری	

ج

١٠١ - جامع الترمذی	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی	٢٧٩
١٠٢ - جامع الرموز	شمس الدین محمد الخراسانی	٩٦٢
١٠٣ - الجامع الصحیح للبخاری	امام محمد بن اسمٰعیل البخاری	٢٥٦
١٠٤ - الجامع الصغیر فی الفقہ	امام محمد بن حسن الشیبانی	١٨٩
١٠٥ - الجامع الصحیح للمسلم	مسلم بن حجاج القشیری	٢٦١
١٠٦ - جامع الفقہ (جوامع الفقہ)	ابونصر احمد بن محمد العتابی	٥٨٦

Marfat.com

١٠٧- جامع الفصولین فی الفروع	شیخ بدرالدین محمود بن اسرائیل بابن قاضی	٨١٣
١٠٨- الجامع الکبیر فی فروع الحنفیۃ	ابی الحسن عبید اللہ بن حسین الکرخی	٣٤٠
١٠٩- جواہر الاخلاطی	برہان الدین ابراہیم بن ابوبکر الاخلاطی	٠
١١٠- الجواہر الزکیۃ	احمد بن ترکی بن احمد المالکی	٩٨٩
١١١- جواہر الفتاوٰی	رکن الدین ابوبکر بن محمد بن ابی المفاخر	٥٦٥
١١٢- الجوہرۃ النیرۃ	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد الیمنی	٨٠٠
١١٣- الجرح والتعدیل فی رجال الحدیث	یحیٰی بن معین البغدادی	٢٣٣
١١٤- الجامع الصغیر فی الحدیث	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	٩١١
١١٥- جامع البیان فی تفسیر القرآن (تفسیر طبری)	محمد بن جریر الطبری	٣١٠
١١٦- جزء حدیثی حسن بن عرفہ	ابوعلی حسن بن عرفہ	بعد از ٢٥٦
١١٧- الجامع لاخلاق الراوی والسامع	ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی	٤٦٣
١١٨- جامع احکام الصغار فی الفروع	محمد بن محمود الاسروشنی	٦٣٢
١١٩- جامع الادویہ والاغذیہ	ضیاء الدین عبداللہ بن احمد المالقی	٦٤٦
١٢٠- جواہر العقدین فی فضل الشرفین	نورالدین علی بن احمد السمہودی المصری	٩١١
١٢١- جواہر خمسہ	محمد غوث بن عبداللہ گوالیاری	٩٧٠
١٢٢- جمع الجوامع فی الحدیث	ابوبکر جلال الدین عبدالرحمٰن بن کمال الدین سیوطی	٩١١
١٢٣- جوہر منظم فی زیارت قبر النبی المکرم صلی اللہ علیہ وسلم	شہاب الدین احمد بن محمد ابن حجر المکی	٩٧٤
١٢٤- جذب القلوب الٰی دیار المحبوب	عبدالحق بن سیف الدین محدث دہلوی	١٠٥٢
١٢٥- الجامع الکبیر فی الفتاوٰی	امام ناصر الدین محمد بن یوسف السمرقندی	٥٥٦

ح

١٢٦- حاشیۃ علی الدرر	محمد بن مصطفٰی ابوسعید الخادمی	١١٧٦
١٢٧- حاشیۃ ابن شلبی علی التبیین	احمد بن محمد الشلبی	١٠٢١
١٢٨- حاشیۃ علی الدرر	عبدالحلیم بن محمد الرومی	١٠١٣
١٢٩- حاشیۃ علی الدرر لملا خسرو	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	٨٨٥

Marfat.com

١٣٠ - حاشیۃ علی المقدمۃ السماویۃ	علامہ سفلی	٠
١٣١ - الحاشیۃ لسعدی آفندی علی العنایۃ	سعد اللہ بن عیسٰی الآفندی	٩٤٥
١٣٢ - الحدیقۃ الندیۃ شرح طریقۃ محمدیۃ	عبد الغنی النابلسی	١١٤٣
١٣٣ - الحاوی القدسی	قاضی جمال الدین احمد بن محمد نوح القابسی الحنفی	٦٠٠
١٣٤ - حصر المسائل فی الفروع	امام ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی الحنفی	٣٧٢
١٣٥ - حلیۃ الاولیاء فی الحدیث	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی	٤٣٠
١٣٦ - حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی	محمد بن محمد ابن امیر الحاج	٨٧٩
١٣٧ - حرز الامانی و وجہ التہانی	ابو محمد قاسم بن فیرہ الشاطبی المالکی	٥٩٠
١٣٨ - حیوٰۃ الحیوان الکبرٰی للدمیری	زکریا بن محمد بن محمود القزوینی	٦٨٢
١٣٩ - الحصن الحصین من کلام سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم	شمس الدین محمد بن محمد ابن الجزری	٨٣٣
١٤٠ - حاشیۃ التلویح ملا خسرو	محمد بن فراموز ملا خسرو	٨٨٥
١٤١ - حاشیۃ التلویح حسین چلپی	حسن بن محمد شاہ الفناری چلپی	٨٨٦
١٤٢ - حرز ثمین شرح حصن حصین	نور الدین علی بن سلطان محمد القاری	١٠١٤
١٤٣ - حجۃ اللہ البالغہ	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم الدہلوی	١١٧٩
١٤٤ - حاشیہ مکتوبات شاہ ولی اللہ	″ ″ ″ ″ ″	″
١٤٥ - حصر الشارد فی اسانید الشیخ	محمد عابد السندی	١٢٥٧
١٤٦ - حاشیۃ الکمثری علی الاذکار		
١٤٧ - حاشیہ کفایۃ الطالب الربانی		
١٤٨ - حاشیۃ الحفنی علی الجامع الصغیر	علامہ الحفنی	
١٤٩ - الحاوی للفتاوٰی	جلال الدین عبد الرحمٰن بن کمال الدین السیوطی	٩١١
١٥٠ - حسن المقصد فی عمل المولد	″ ″ ″ ″	″

خ

١٥١ - خزانۃ الروایات	قاضی جکن الحنفی	٠
١٥٢ - خزانۃ الفتاوٰی	طاہر بن احمد عبد الرشید البخاری	٥٤٢

Marfat.com

۱۵۳ - خزانۃ المفتین	حسین بن محمد السمعانی السیمقانی	۷۴۰ کے بعد
۱۵۴ - خلاصۃ الدلائل	حسام الدین علی بن احمد المکی الرازی	۵۹۸ھ
۱۵۵ - خلاصۃ الفتاوٰی	طاہر بن احمد عبدالرشید البخاری	۵۴۲ھ
۱۵۶ - الخیرات الحسان	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۱۵۷ - الخصائص الکبرٰی	جلال الدین عبدالرحمٰن بن کمال الدین السیوطی	۹۱۱
۱۵۸ - خلاصۃ الوفا	علی بن احمد السمہودی	۹۱۱
۱۵۹ - خزائن الاسرار فی شرح تنویر الابصار	علاء الدین محمد بن علی الحصکفی	۱۰۸۸

د

۱۶۰ - الدرایۃ شرح الھدایۃ	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۱۶۱ - الدرر (درر الحکام)	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	۸۸۵
۱۶۲ - الدر المختار فی شرح تنویر الابصار	محمد بن علی المعروف علاء الدین الحصکفی	۱۰۸۸
۱۶۳ - الدر النثیر	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی	۹۱۱
۱۶۴ - الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور	〃 〃 〃 〃 〃	〃

ذ

۱۶۵ - ذخیرۃ العقبٰی	یوسف بن جنید الجلبی (چلپی)	۹۰۵
۱۶۶ - ذخیرۃ الفتاوٰی	برہان الدین محمود بن احمد	۶۱۶
۱۶۷ - ذم الغیبۃ	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱

ر

۱۶۸ - الرحمانیۃ		
۱۶۹ - رد المحتار	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۷۰ - رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ	ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن الدمشقی	۷۸۱
۱۷۱ - رغائب القرآن	ابو مروان عبدالملک بن حبیب السلمی (القرطبی)	۲۳۹

Marfat.com

١٧٢- رفع الغشاء فی وقت العصر والعشاء	شیخ زین الدین بابن نجیم		٩٧٠
١٧٣- رد علی الجہمیۃ	عثمان بن سعید الدارمی		٢٨٠
١٧٤- رسالہ نذور	مولوی اسمٰعیل دہلوی	١٨٣١ء	١٢٤٦
١٧٥- رسالہ قشیریہ	عبدالکریم بن ہوازن القشیری		٤٦٥
١٧٦- رمز الحقائق شرح کنز الدقائق	بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی		٨٥٥
١٧٧- رفع الاشتباہ عن سبل المیاہ	قاسم بن قطلوبغا المصری		٨٧٩
١٧٨- رسالہ طلوع ثریا	جلال الدین عبدالرحمٰن بن کمال الدین السیوطی		٩١١
١٧٩- رسالہ اتحاف الغرفہ	″ ″ ″ ″		″
١٨٠- رسائل ابن نجیم	زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم		٩٧٠
١٨١- رسالہ اہتداء	علی بن سلطان محمد القاری		١٠١٤
١٨٢- رسالہ القول البلیغ فی حکم التبلیغ	احمد بن سید محمد مکی الحموی		١٠٩٨
١٨٣- رسالہ انصاف	شاہ ولی اللہ الدہلوی		١١٧٩
١٨٤- رسائل ابن عابدین	محمد امین آفندی ابن عابدین		١٢٥٢
١٨٥- رسالہ میلاد مبارک (الکوکب الانور علی عقد الجوہر)	جعفر بن اسمٰعیل البرزنجی		١٣١٧
١٨٦- الریاض النضرہ فی فضائل العشرہ	ابو جعفر احمد بن احمد الشہیر بالمحب الطبری المکی		٦٩٤
١٨٧- رسالہ بدعت	میاں اسمٰعیل بن شاہ عبدالغنی الدہلوی	١٨٣١ء	١٢٤٦
١٨٨- رسالہ دعائیہ	مولوی خرم علی		
١٨٩- رسالہ غایۃ المقال	ابو الحسنات محمد عبدالحی		١٣٤٣

ز

١٩٠- زاد الفقہاء	شیخ الاسلام محمد بن احمد الاسبیجابی المتوفی اواخر القرن السادس		
١٩١- زاد الفقیر	کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الہمام		٨٦١
١٩٢- زواہر الجواہر	محمد بن محمد التمرتاشی	تقریباً	١٠١٦
١٩٣- زیادات	امام محمد بن حسن الشیبانی		١٨٩
١٩٤- زہر النسرین فی حدیث المعمرین	محمد بن علی الشوکانی		١٢٥٠

Marfat.com

۱۹۵ - زہر الربیٰ علی المجتبیٰ	جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی	۹۱۱
۱۹۶ - زہر الروض فی مسئلۃ الحوض	محمد بن عبداللہ ابن شحنہ	۹۲۱
۱۹۷ - الزواجر عن ا الکبائر	شہاب الدین احمد بن محمد ابن حجر المکی	۹۷۴
۱۹۸ - زبدۃ الآثار فی اخبار قطب الاخبار	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۲۵۲
۱۹۹ - زبدۃ الاسرار فی مناقب غوث الابرار	〃 〃 〃	〃

س

۲۰۰ - السراج الوہاج (شرح قدوری)	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد الیمنی	۸۰۰
۲۰۱ - السنن لابن ماجۃ	ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجۃ	۲۷۳
۲۰۲ - السنن لابن منصور	سعید بن منصور الخراسانی	۲۷۳
۲۰۳ - السنن لابی داوٗد	ابوداوٗد سلیمان بن اشعث	۲۷۵
۲۰۴ - السنن للنسائی	ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی	۳۰۳
۲۰۵ - السنن للبیہقی	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸
۲۰۶ - السنن للدارقطنی	علی بن عمر الدارقطنی	۳۸۵
۲۰۷ - السنن للدارمی	عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی	۲۵۵
۲۰۸ - سیرت ابن ہشام	ابومحمد عبدالملک بن ہشام	۲۱۳
۲۰۹ - سیرت عیون الاثر	محمد بن عبداللہ ابن سید الناس	۷۳۴
۲۱۰ - سراجی فی المیراث	سراج الدین سجاوندی	ساتویں صدی ہجری
۲۱۱ - سیر اعلام النبلاء	شمس الدین محمد احمد الذہبی	۷۴۸
۲۱۲ - السعایہ فی کشف ما فی شرح الوقایہ	محمد بن عبدالحی لکھنوی	۱۳۰۴
۲۱۳ - سیرت عمر بن محمد ملا	عمر بن محمد ملا	
۲۱۴ - سیرت ابن اسحاق	محمد بن اسحاق بن یسار	۱۵۱
۲۱۵ - سراج القاری		
۲۱۶ - السعدیہ		
۲۱۷ - السعی المشکور فی رد المذہب الماثور	محمد بن عبدالحی لکھنوی ہندی	۱۳۰۴

Marfat.com

ش

٢١٨	الشافی	شمس الائمۃ عبداللہ بن محمود الکردری	
٢١٩	شرح الاربعین للنووی	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	٩٧٣
٢٢٠	شرح الاربعین للنووی	ابراہیم ابن عطیۃ المالکی	١١٠٦
٢٢١	شرح الاربعین للنووی	علامہ احمد بن الحجازی	٩٧٨
٢٢٢	شرح الاشباہ والنظائر	ابراہیم بن حسین بن احمد بن محمد ابن البیری	١٠٩٩
٢٢٣	شرح الجامع الصغیر	امام قاضی خان حسین بن منصور	٥٩٢
٢٢٤	شرح الد..	شیخ اسمٰعیل بن عبدالغنی النابلسی	١٠٦٢
٢٢٥	شرح سفر السعادۃ	شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	١٠٥٢
٢٢٦	شرح السنۃ	حسین بن منصور البغوی	٥١٦
٢٢٧	شرح شرعۃ الاسلام	یعقوب بن سیدی علی زادہ	٩٣١
٢٢٨	شرح مختصر الطحاوی للاسبیجابی	ابونصر احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	٤٨٠
٢٢٩	شرح الغریبین		
٢٣٠	شرح المسلم للنووی	شیخ ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی	٦٧٦
٢٣١	شرح معانی الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی	٣٢١
٢٣٢	شرح المنظومۃ لابن وہبان	عبدالبر بن محمد ابن شحنۃ	٩٢١
٢٣٣	شرح المنظومۃ فی رسم المفتی	محمد امین ابن عابدین الشامی	١٢٥٢
٢٣٤	شرح الصدور بشرح حال الموتٰی والقبور	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی	٩١١
٢٣٥	شرح مواہب اللدنیۃ	علامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی	١١٢٢
٢٣٦	شرح مؤطا امام مالک	علامۃ محمد بن عبدالباقی الزرقانی	١١٢٢
٢٣٧	شرح المہذب للنووی	شیخ ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی	٦٧٦
٢٣٨	شرح النقایۃ	مولانا عبدالعلی محمد بن حسین البرجندی	٩٣٢
٢٣٩	شرح الوقایۃ	صدر الشریعۃ عبیداللہ بن مسعود	٧٤٧
٢٤٠	شرح الہدایۃ	محمد بن محمد بن محمد ابن شحنۃ	٨٩٠

Marfat.com

۲۴۱- شرعۃ الاسلام	امام الاسلام محمد بن ابی بکر	۵۷۳
۲۴۲- شعب الایمان	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸
۲۴۳- شرح الجامع الصغیر	احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	۴۸۰
۲۴۴- شرح الجامع الصغیر	عمر بن عبد العزیز الحنفی	۵۳۶
۲۴۵- الشفاء فی تعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	ابو الفضل عیاض بن موسیٰ قاضی	۵۴۴
۲۴۶- شرح شافیہ ابن حاجب	رضی الدین محمد بن الحسن الاسترابادی	۶۸۶
۲۴۷- شرح کافیہ ابن حاجب	″ ″ ″ ″	″
۲۴۸- شرح طوالع الانوار	محمود بن عبد الرحمان الاصفہانی	۷۳۹
۲۴۹- شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام	تقی الدین علی بن عبد الکافی السبکی	۷۵۶
۲۵۰- شرح عقائد النسفی	سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی	۷۹۲
۲۵۱- شرح المقاصد	″ ″ ″ ″	″
۲۵۲- شرح المواقف	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۸۱۶
۲۵۳- شرح السراجی	″ ″ ″ ″	″
۲۵۴- شرح چغمینی	موسیٰ پاشا بن محمد الرومی	۸۴۱
۲۵۵- شرح حاشیہ الکنز ملا مسکین	معین الدین الہروی ملا مسکین	۹۵۴
۲۵۶- شرح فقہ اکبر	علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴
۲۵۷- شرح عین العلم	″ ″ ″ ″	″
۲۵۸- شرح قصیدہ اطیب النغم	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۲۵۹- شرح قصیدہ ہمزیہ	″ ″ ″ ″	″
۲۶۰- شرح رباعیات	″ ″ ″ ″	″
۲۶۱- شرح فواتح الرحموت	″ ″ ″ ″	″
۲۶۲- شفاء العلیل	″ ″ ″ ″	″
۲۶۳- شرح النقایہ لابی المکارم	ابو المکارم بن عبد اللہ بن محمد ″	بعد از ۹۰۷
۲۶۴- شرف المصطفیٰ	حافظ عبد الملک بن محمد نیشاپوری	۴۰۶
۲۶۵- شرح مقدمہ عشماویہ	احمد بن ترکی المالکی	

Marfat.com

٢٦٦- شرح جامع الاصول للمصنف	مبارک بن محمد المعروف بابن الاثیر الجزری	٦٠٦
٢٦٧- شرح الملتقی للبهنسی	محمد بن محمد المعروف بابن البهنسی	٩٨٧
٢٦٨- شرح درر البحار	عبدالوہاب ابن احمد الشہیر بابن وہبان	٧٦٨

ص

٢٦٩ - صحاح الجوہری	اسمٰعیل بن حماد الجوہری	٣٩٣
٢٧٠ - صحیح ابن حبان (کتاب التقاسیم والانواع)	محمد بن حبان	٣٥٤
٢٧١ - صحیح ابن خزیمۃ	محمد بن اسحاق ابن خزیمۃ	٣١١
٢٧٢ - الصراح	ابوفضل محمد بن عمر بن خالد القرشی	تقریباً ٦٩٠
٢٧٣ - صغیری شرح منیہ	ابراہیم الحلبی	٩٥٦
٢٧٤ - صراط مستقیم	سید احمد شہید بریلوی	١٢٤٦
٢٧٥ - الصواعق المحرقۃ	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	٩٧٣

ط

٢٧٦ - الطحطاوی علی الدر	سید احمد الطحطاوی	١٣٠٢
٢٧٧ - الطحطاوی علی المراقی	سید احمد الطحطاوی	١٣٠٢
٢٧٨ - طبقات المقربین	محمد بن احمد الذہبی	٧٤٨
٢٧٩ - طبقات القراء	محمد بن محمد الجزری	٨٣٣
٢٨٠ - الطریقۃ المحمدیۃ	محمد بن پیر علی المعروف برکلی	٩٨١
٢٨١ - طلبۃ الطلبۃ	نجم الدین عمر بن محمد النسفی	٥٣٧

ع

٢٨٢ - عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری	علامہ بدرالدین ابی محمد محمود بن احمد العینی	٨٥٥
٢٨٣ - العنایۃ شرح الہدایۃ	اکمل الدین محمد بن محمد البابرتی	٧٨٦
٢٨٤ - عنایۃ القاضی حاشیۃ علی تفسیر البیضاوی	شہاب الدین الخفاجی	١٠٦٩

Marfat.com

٢٨٥ ـ عیون المسائل	ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی	٣٠٨
٢٨٦ ـ عقود الدریۃ	محمد امین ابن عابدین الشامی	١٢٠٢
٢٨٧ ـ عدۃ	کمال الدین محمد بن احمد الشہیر بطاشکبری	١٠٣٠
٢٨٨ ـ عمل الیوم واللیلۃ	ابوبکر احمد بن محمد ابن السنی	٣٦٤
٢٨٩ ـ عوارف المعارف	شہاب الدین سہروردی	٦٣٢
٢٩٠ ـ عقد الفرید	ابو عبد اللہ محمد بن عبد القوی المقدسی	٦٩٩
٢٩١ ـ عین العلم	محمد بن عثمان بن عمر الحنفی البلخی	٨٣٠
٢٩٢ ـ عقد الجید	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم الدہلوی	١١٧٩
٢٩٣ ـ عقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ	محمد امین آفندی ابن عابدین	١٢٥٢
٢٩٤ ـ عمدۃ الرعایہ فی حل شرح الوقایہ	محمد بن عبد الحی اللکھنوی	١٣٠٤

غ

٢٩٥ ـ غایۃ البیان شرح الہدایۃ	شیخ قوام الدین امیر کاتب ابن امیر الاتقانی	٧٥٨
٢٩٦ ـ غرر الاحکام	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	٨٨٥
٢٩٧ ـ غریب الحدیث	ابو الحسن علی بن مغیرۃ البغدادی المعروف باثرم	٢٣٠
٢٩٨ ـ غمز عیون البصائر	احمد بن محمد الحموی المکی	١٠٩٨
٢٩٩ ـ غنیۃ ذوالاحکام	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	١٠٦٩
٣٠٠ ـ غنیۃ المستملی	محمد ابراہیم بن محمد الحلبی	٩٥٦
٣٠١ ـ غیث النفع فی القراء السبع	یحیٰی بن شرف النووی	٦٧٦

ف

٣٠٢ ـ فتح الباری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	٨٥٢
٣٠٣ ـ فتح القدیر	کمال الدین محمد بن عبد الواحد بابن الہمام	٨٦١
٣٠٤ ـ فتاوی النسفی	امام نجم الدین النسفی	٥٣٧
٣٠٥ ـ فتاوی بزازیۃ	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	٨٢٧

Marfat.com

۳۰۶ - فتاوی حجہ		
۳۰۷ - فتاوی خیریۃ	علامہ خیر الدین بن احمد بن علی الرملی	۱۰۸۱
۳۰۸ - فتاوی سراجیۃ	سراج الدین علی بن عثمان الاوشی	۵۷۵
۳۰۹ - فتاوی عطاء بن حمزہ	عطاء بن حمزہ السغدی	
۳۱۰ - فتاوی غیاثیہ	داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	
۳۱۱ - فتاوی قاضی خان	حسن بن منصور قاضی خان	۵۹۲
۳۱۲ - فتاوی ہندیہ	جمعیت علماء اورنگ زیب عالمگیر	
۳۱۳ - فتاوی ظہیریۃ	ظہیر الدین ابوبکر محمد بن احمد	۶۱۹
۳۱۴ - فتاوی ولوالجیۃ	عبد الرشید بن ابی حنیفۃ الولوالجی	۵۴۰
۳۱۵ - فتاوی الکبری	امام صدر الشہید حسام الدین عمر بن عبد العزیز	۵۳۶
۳۱۶ - فقہ الاکبر	الامام الاعظم ابی حنیفۃ نعمان بن ثابت الکوفی	۱۵۰
۳۱۷ - فتح المعین	سید محمد ابی السعود الحنفی	
۳۱۸ - فتح المعین شرح قرۃ العین	زین الدین بن علی بن احمد الشافعی	۸۷۲
۳۱۹ - الفتوحات المکیۃ	محی الدین محمد بن علی ابن عربی	۶۳۸
۳۲۰ - فواتح الرحموت	عبد العلی محمد بن نظام الدین الکندی	۱۲۲۵
۳۲۱ - الفوائد	تمام بن محمد بن عبد اللہ البجلی	۴۱۴
۳۲۲ - فوائد المخصصۃ	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۳۲۳ - فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	عبد الرؤف المناوی	۱۰۳۱
۳۲۴ - فوائد سمویۃ	اسمعیل بن عبد اللہ الملقب بسمویۃ	۲۶۷
۳۲۵ - فضائل القرآن لابن ضریس	ابو عبد اللہ محمد بن ایوب ابن ضریس البجلی	۲۹۴
۳۲۶ - فوائد الخلعی	ابو الحسن علی بن الحسین الموصلی	۴۹۲
۳۲۷ - فصول العمادی	محمد بن محمود استروشنی	۶۳۶
۳۲۸ - فتاوی تاتارخانیہ	عالم بن العلاء الانصاری الدہلوی	۷۸۶
۳۲۹ - فتح المغیث	امام محمد بن عبد الرحمٰن السخاوی	۹۰۳
۳۳۰ - فتاوی زینیہ	زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم	۹۷۰

Marfat.com

۳۳۱ - فتح المعین شرح اربعین	شہاب الدین احمد بن محمد ابن حجر المکی	۹۷۴
۳۳۲ - فتح الالہ شرح المشکاۃ	" " "	"
۳۳۳ - فتاوی الفقہیہ ابن حجر مکی	" " "	"
۳۳۴ - فتاوی انقرویہ	محمد بن حسین الانقروی	۱۰۹۸
۳۳۵ - فتاوی اسعدیہ	سید اسعد ابن ابی بکر المدنی الحسینی	۱۱۱۶
۳۳۶ - فوائد مجموعہ شوکانی	محمد بن علی بن محمد الشوکانی	۱۲۵۰
۳۳۷ - فتاوی جمال بن عمر المکی	جمال بن عمر المکی	۱۲۸۴
۳۳۸ - فضل لباس العمائم	ابو عبداللہ محمد بن وضاح	
۳۳۹ - فتاوی قاعدیہ	ابو عبداللہ محمد بن علی القاعدی	
۳۴۰ - فتاوی غزی	محمد بن عبداللہ التمرتاشی	۱۰۰۴
۳۴۱ - فتاوی شمس الدین الرملی		
۳۴۲ - فتح الملک المجید		
۳۴۳ - فتح العزیز (تفسیر عزیزی)	عبدالعزیز بن ولی اللہ الدہلوی	۱۲۳۹

ق

۳۴۴ - القاموس المحیط	محمد بن یعقوب الفیروزآبادی	۸۱۷
۳۴۵ - قرۃ العین	زین الدین بن علی بن احمد الشافعی	۸۷۲
۳۴۶ - القنیۃ	نجم الدین مختار بن محمد الزاہدی	۶۵۸
۳۴۷ - القرآن الکریم		
۳۴۸ - قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب	ابو طالب محمد بن علی المکی	۳۸۶
۳۴۹ - القول المسدد	شہاب الدین احمد بن علی القسطلانی	۸۵۲
۳۵۰ - قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۳۵۱ - القول الجمیل	" " "	"
۳۵۲ - قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار	محمد بن عبدالحی لکھنوی انصاری	۱۳۰۴
۳۵۳ - القول الصواب فی فضل عمر بن الخطاب	ابراہیم بن عبداللہ الیمنی	"

Marfat.com

ک

٣٥٤ - الکافی فی الفروع	حاکم شہید محمد بن محمد	٣٣٤
٣٥٥ - الکامل لابن عدی	ابواحمد عبداللہ بن عدی	٣٦٥
٣٥٦ - الکبریت الاحمر	سید عبدالوہاب الشعرانی	٩٧٣
٣٥٧ - کتاب الآثار	امام محمد بن حسن الشیبانی	١٨٩
٣٥٨ - کتاب الآثار	امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری	١٨٢
٣٥٩ - کتاب الالمام فی آداب دخول الحمام	ابوالمحاسن محمد بن علی	
٣٦٠ - کتاب السواک	ابونعیم احمد بن عبداللہ	٤٣٠
٣٦١ - کتاب الہدیۃ لابن عماد	عبدالرحمٰن بن محمد عماد الدین بن محمد العمادی	١٠٥٠
٣٦٢ - کتاب الطہور	لابی عبید	
٣٦٣ - کتاب العلل علی ابواب الفقہ	ابومحمد عبدالرحمٰن ابن ابی حاتم محمد الرازی	٣٢٧
٣٦٤ - کتاب الاصل	امام محمد بن حسن الشیبانی	١٨٩
٣٦٥ - کتاب الوسوسۃ	ابوبکر بن ابی داؤد	
٣٦٦ - کشف الاسرار	علاء الدین عبدالعزیز بن احمد البخاری	٧٣٠
٣٦٧ - کشف الرمز	علامۃ المقدسی	
٣٦٨ - کشف الاستار عن زوائد البزار	امین الدین عبدالوہاب بن وہبان الدمشقی	٧٦٨
٣٦٩ - کنز العمال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین	٩٧٥
٣٧٠ - الکفایۃ	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی	تقریباً ٨٠٠
٣٧١ - کف الرعاع	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	٩٧٣
٣٧٢ - کنز الدقائق	عبداللہ بن احمد بن محمود	٧١٠
٣٧٣ - الکنی للحاکم	ابوعبداللہ الحاکم	٤٠٥
٣٧٤ - الکواکب الدراری	شمس الدین محمد بن یوسف الشافعی الکرمانی	٧٨٦
٣٧٥ - کتاب الجرح والتعدیل	محمد بن حبان التمیمی	٣٥٤
٣٧٦ - کتاب المغازی	یحیٰی بن سعید القطان	١٩٨

Marfat.com

۲۷۷	کتاب الصمت	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱
۲۷۸	کتاب الزہد	عبداللہ بن مبارک	۱۸۰
۲۷۹	الکشاف عن حقائق التنزیل	جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری	۵۳۸
۲۸۰	کتاب الحجہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ	ابو عبداللہ محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۲۸۱	کتاب المشیخۃ امام محمد	〃 〃 〃	〃
۲۸۲	کتاب المراسیل	سلیمان بن اشعث السجستانی	۲۷۵
۲۸۳	کتاب البعث والنشور	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا	۲۸۱
۲۸۴	کتاب الاخوان	ابو بکر عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا	〃
۲۸۵	کتاب الضعفاء الکبیر	ابو جعفر محمد بن عمرو العقیلی المکی	۳۲۲
۲۸۶	کتاب الزہد الکبیر للبیہقی	احمد بن حسن البیہقی	۴۵۸
۲۸۷	کتاب الرواۃ عن مالک ابن انس	ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی	۴۶۳
۲۸۸	کتاب الحجہ علی تارک المحجہ	نصر بن ابراہیم المقدسی	۴۹۰
۲۸۹	کیمیائے سعادت	امام محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۲۹۰	کفایۃ الطالب الربانی شرح لرسالہ ابن ابی زہر القہروانی	ابو الحسن علی بن ناصر الدین الشاذلی	۹۳۹
۲۹۱	کشف الظنون	مصطفیٰ بن عبداللہ حاجی خلیفہ	۱۰۶۷
۲۹۲	کشف الغمہ	شیخ عبدالوہاب بن احمد الشعرانی	۹۷۳
۲۹۳	کتاب الصفین	یحییٰ بن سلیمان الجعفی (استاد امام بخاری)	
۲۹۴	کتاب المصاحف ابن الانباری		
۲۹۵	کمالین حاشیہ جلالین	شیخ سلام اللہ بن محمد شیخ الاسلام محدث رامپوری	۱۲۳۳
۲۹۶	کتاب المغازی	محمد بن عمر بن واقد الواقدی	۲۰۷

ل

۲۹۷	لمعات التنقیح	علامہ شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۲۹۸	لقط المرجان فی اخبار الجان	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن محمد السیوطی	۹۱۱

Marfat.com

۲۹۹ - لسان العرب	جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور المصری	۷۱۱
۳۰۰ - اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ	ابوبکر عبدالرحمن بن کمال الدین السیوطی	۹۱۱
۳۰۱ - لواقع الانوار القدسیہ المنتخب من الفتوحات المکیہ	عبدالوہاب بن احمد الشعرانی	۹۷۳

م

۳۰۲ - مبارق الازہار	الشیخ عبداللطیف بن عبدالعزیز ابن الملک	۸۰۱
۳۰۳ - مبسوط خواہرزادہ	بکر خواہرزادہ محمد بن حسن البخاری الحنفی	۴۸۳
۳۰۴ - مبسوط السرخسی	شمس الائمہ محمد بن احمد السرخسی	۴۸۳
۳۰۵ - مجری الانہر شرح ملتقی الابحر	نور الدین علی الباقانی	۹۹۵
۳۰۶ - مجمع بحار الانوار	محمد طاہر الفتنی	۹۸۱
۳۰۷ - مجموع النوازل	احمد بن موسیٰ بن عیسیٰ	۵۵۰
۳۰۸ - مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر	عبدالرحمن بن محمد بن سلیمان المعروف بداماد آفندی شیخی زادہ	۱۰۷۸
۳۰۹ - المحیط البرہانی	امام برہان الدین محمود بن تاج الدین	۶۱۶
۳۱۰ - المحیط الرضوی	رضی الدین محمد بن محمد السرخسی	۶۷۱
۳۱۱ - مختارات النوازل	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۳۱۲ - مختار الصحاح	محمد بن ابی بکر عبدالقادر الرازی	۶۶۰
۳۱۳ - المختارۃ فی الحدیث	ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد	۶۴۳
۳۱۴ - المختصر	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۳۱۵ - مدخل الشرع الشریف	ابن الحاج ابی عبداللہ محمد بن محمد العبدری	۷۳۷
۳۱۶ - مراقی الفلاح شرح نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۳۱۷ - مرقات شرح مشکوٰۃ	علی بن سلطان ملا علی قاری	۱۰۱۴
۳۱۸ - مرقات الصعود	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۳۱۹ - مستخلص الحقائق	ابراہیم بن محمد الحنفی	
۳۲۰ - المستدرک للحاکم	ابوعبداللہ الحاکم	۴۰۵
۳۲۱ - المستصفی شرح الفقہ النافع	حافظ الدین عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰

Marfat.com

۴۲۲ - مسلم الثبوت	محب اللہ البہاری	۱۱۱۹
۴۲۳ - مسند ابی داود	سلیمان بن داود الطیالسی	۲۰۴
۴۲۴ - مسند ابی یعلیٰ	احمد بن علی الموصلی	۳۰۷
۴۲۵ - مسند اسحٰق ابن راہویۃ	حافظ اسحٰق ابن راہویۃ	۲۳۸
۴۲۶ - مسند الامام احمد بن حنبل	امام احمد بن محمد بن حنبل	۲۴۱
۴۲۷ - المسند الکبیر فی الحدیث	حافظ ابوبکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق البزار	۲۹۲
۴۲۸ - المسند الکبیر فی الحدیث	ابو محمد عبد بن محمد حمید الکشی	۲۹۴
۴۲۹ - مسند الفردوس	شہردار بن شیرویہ الدیلمی	۵۵۸
۴۳۰ - مصباح المنیر	احمد بن محمد بن علی	۷۷۰
۴۳۱ - المصفّٰی	حافظ الدین عبد اللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۴۳۲ - مصنف ابن ابی شیبۃ	ابوبکر عبد اللہ بن محمد احمد النسفی	۲۳۵
۴۳۳ - مصنف عبد الرزاق	ابوبکر عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی	۲۱۱
۴۳۴ - مصباح الدجیٰ	امام حسن بن محمد الصغانی الہندی	۶۵۰
۴۳۵ - معرفۃ الصحابۃ	ابونعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی	۴۳۰
۴۳۶ - المعجم الاوسط	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۴۳۷ - المعجم الصغیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۴۳۸ - المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۴۳۹ - معراج الدرایۃ	قوام الدین محمد بن محمد البخاری	۷۴۹
۴۴۰ - مشکوٰۃ المصابیح	شیخ ولی الدین العراقی	۷۴۲
۴۴۱ - المغنی فی الاصول	شیخ عمر بن محمد الخبازی الحنفی	۶۹۱
۴۴۲ - المغرب	ابوالفتح ناصر بن عبد السید المطرزی	۶۱۰
۴۴۳ - مختصر القدوری	ابوالحسین احمد بن محمد القدوری الحنفی	۴۲۸
۴۴۴ - مفاتیح الجنان	یعقوب بن سیدی علی	۹۳۱
۴۴۵ - المفردات للامام راغب	حسین بن محمد بن مفضل الاصفہانی	۵۰۲
۴۴۶ - المقدمۃ العشماویۃ فی الفقہ المالکیۃ	ابو العباس عبد الباری العشماوی المالکی	

Marfat.com

۴۴۷ - الملتقط (فی فتاوی ناصری)	ناصر الدین محمد بن یوسف الحسینی	۵۵۶
۴۴۸ - مجمع الزوائد	نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی	۸۰۷
۴۴۹ - مناقب الکردری	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۷
۴۵۰ - المنتقیٰ (فی الحدیث)	عبد اللہ بن علی ابن جارود	۳۰۷
۴۵۱ - المنتقیٰ فی فروع الحنفیہ	الحاکم الشہیر محمد بن محمد بن احمد	۳۳۴
۴۵۲ - منحۃ الخالق حاشیہ بحر الرائق	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۴۵۳ - منح الغفار	محمد بن عبد اللہ التمرتاشی	۱۰۰۴
۴۵۴ - ملتقی الابحر	امام ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶
۴۵۵ - منہاج النووی (شرح صحیح مسلم)	شیخ ابوزکریا یحییٰ بن شرف النواوی	۶۷۶
۴۵۶ - مجمع البحرین	مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب الحنفی	۶۹۴
۴۵۷ - المبتغیٰ	شیخ عیسیٰ بن محمد ابن ایناج الحنفی	
۴۵۸ - المبسوط	عبد العزیز بن احمد الحلوانی	۴۵۶
۴۵۹ - مسند فی الحدیث	الحافظ ابو الفتح نصر بن ابراہیم الہروی	۵۱۰
۴۶۰ - المسند الکبیر	یعقوب بن شیبۃ السدوسی	۲۶۲
۴۶۱ - منیۃ المصلی	سدید الدین محمد بن محمد الکاشغری	۷۰۵
۴۶۲ - موطا امام مالک	امام مالک بن انس المدنی	۱۷۹
۴۶۳ - موارد الظمآن	نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی	۸۰۷
۴۶۴ - مشکلات	احمد بن مظفر الرازی	۶۴۲
۴۶۵ - مہذب	ابی اسحٰق ابن محمد الشافعی	۴۷۶
۴۶۶ - میزان الشریعۃ الکبریٰ	عبد الوہاب الشعرانی	۹۷۳
۴۶۷ - میزان الاعتدال	محمد بن احمد الذہبی	۷۴۸
۴۶۸ - المستخرج علی الصحیح البخاری	احمد بن موسیٰ ابن مردویہ	۴۱۰
۴۶۹ - مکارم الاخلاق	محمد بن جعفر الخرائطی	۳۲۷
۴۷۰ - مسند الامام اعظم	ابوحنیفہ نعمان بن ثابت	۱۵۰
۴۷۱ - موطا الامام محمد	ابو عبد اللہ محمد بن الحسن الشیبانی	۱۸۹

Marfat.com

۴۷۲ - المسند فی الحدیث	حسن بن سفیان النسوی	۳۰۳
۴۷۳ - معالم السنن لابی سلیمان الخطابی	احمد بن محمد بن ابراہیم الخطابی	۳۸۸
۴۷۴ - مقاماتِ حریری	قاسم بن علی الحریری	۵۱۶
۴۷۵ - معالم التنزیل تفسیر البغوی	ابو محمد الحسین بن مسعود البغوی	۵۱۶
۴۷۶ - الملل والنحل	ابو الفتح محمد بن عبدالکریم الشہرستانی	۵۴۸
۴۷۷ - موضوعاتِ ابنِ جوزی	ابو الفرج عبدالرحمٰن بن علی بن الجوزی	۵۹۷
۴۷۸ - مقدمہ ابن الصلاح فی علوم الحدیث	ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمٰن ابن الصلاح	۶۴۲
۴۷۹ - مختصر سنن ابی داؤد للحافظ المنذری	عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری	۶۵۶
۴۸۰ - مدارک التنزیل تفسیر النسفی	ابو البرکات عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۴۸۱ - المواقف السلطانیہ فی علم الکلام	عضد الدین عبدالرحمٰن بن رکن الدین احمد	۷۵۶
۴۸۲ - مقدمہ جزریہ	محمد بن محمد الجزری	۸۳۳
۴۸۳ - مقاصد حسنہ	شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی	۹۰۲
۴۸۴ - المواہب اللدنیہ	احمد بن محمد القسطلانی	۹۲۳
۴۸۵ - المنح الفکریہ شرح مقدمہ جزریہ	علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴
۴۸۶ - المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط	" " "	"
۴۸۷ - ماثبت بالسنۃ	شیخ عبدالحق بن سیف الدین الدہلوی	۱۰۵۲
۴۸۸ - المیبذی	قاضی میر حسین بن معین الدین	۱۰۹۶
۴۸۹ - مسوی مصفی شرح موطا امام مالک	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۶
۴۹۰ - مکتوبات شاہ ولی اللہ	" " "	"
۴۹۱ - مکتوبات	مرزا مظہر جان جاناں	۱۱۹۵
۴۹۲ - ملفوظات	" " "	"
۴۹۳ - معمولات	" " "	"
۴۹۴ - مخزنِ ادویہ فی الطب	محمد حسین بن محمد الہادی بہادر خاں	
۴۹۵ - مجموعہ فتاویٰ	ابو الحسنات محمد عبدالحی	۱۲۴۳
۴۹۶ - معیار الحق	سید نذیر حسین الدہلوی	

Marfat.com

۴۹۷۔ مظاہر حق	مولوی نذیر الحق میرٹھی	
۴۹۸۔ مکتوبات امام ربانی	شیخ احمد سرہندی	۱۰۳۴
۴۹۹۔ مناصحہ فی تحقیق مسئلۃ المصافحہ		
۵۰۰۔ مفتاح الصلوٰۃ		
۵۰۱۔ مجتبیٰ شرح قدوری		
۵۰۲۔ مشیخہ ابن شاذان		
۵۰۳۔ معرفۃ الصحابہ لابی نعیم	احمد بن عبداللہ اصبہانی	۴۳۰
۵۰۴۔ مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر)	امام فخر الدین رازی	۶۰۶

ن

۵۰۵۔ النقایۃ مختصر الوقایۃ	عبداللہ بن مسعود	۷۴۵
۵۰۶۔ نصب الرایۃ	ابو محمد عبداللہ بن یوسف الحنفی الزیلعی	۷۶۲
۵۰۷۔ نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۵۰۸۔ النہایۃ	حسام الدین حسین بن علی السغناقی	۷۱۱
۵۰۹۔ النہایۃ لابن اثیر	مجد الدین مبارک بن محمد الجزری ابن اثیر	۶۰۶
۵۱۰۔ النہر الفائق	عمر بن نجیم المصری	۱۰۰۵
۵۱۱۔ نوادر فی الفقہ	ہشام بن عبیداللہ المازنی الحنفی	۲۰۱
۵۱۲۔ نور العین	محمد بن احمد المعروف بنشانجی زادہ	۱۰۳۱
۵۱۳۔ النوازل فی الفروع	ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی	۳۷۶
۵۱۴۔ نوادر الاصول فی معرفۃ اخبار الرسول	ابو عبداللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی	۲۵۵

و

۵۱۵۔ الوافی فی الفروع	عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۵۱۶۔ الوجیز فی الفروع	ابو حامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۵۱۷۔ الوقایۃ	محمود بن صدر الشریعۃ	۶۷۳

Marfat.com

۵۱۸ ۔ الوسیط فی الفروع	ابی حامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵

ھ

۵۱۹ ۔ الھدایۃ فی شرح البدایۃ	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳

ی

۵۲۰ ۔ الیواقیت والجواہر	سید عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳
۵۲۱ ۔ ینابیع فی معرفۃ الاصول	ابی عبداللہ محمد ابن رمضان الرومی	۷۶۹

Marfat.com

ضمیمہ
ماخذ و مراجع

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف کتاب	سن وفات ہجری
	ا		
۱ -	انوار التنزیل فی اسرار التاویل (تفسیر البیضاوی)	ناصر الدین ابو سعید عبد اللہ بن عمر البیضاوی	۶۹۱/۶۹۶/۶۸۵ هدیۃ العارفین ۱/۴۶۳
۲ -	الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب	ابو عمر یوسف بن عبد اللہ النمری القرطبی	۴۶۲
۳ -	اوضح رمز علی شرح نظم الکنز	علی بن محمد ابن غانم المقدسی	۱۰۰۴
۴ -	الاستذکار	یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر الاندلسی	۴۶۳
۵ -	الافراد	علی بن عمر الدار قطنی	۳۸۵
۶ -	الایضاح فی شرح التجرید	امام ابو الفضل عبد الرحمٰن بن احمد الکرمانی	۵۴۳
۷ -	اسباب النزول	ابو الحسن علی بن احمد الواحدی	۴۶۸
۸ -	ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح	شاہ محمد اسمٰعیل بن شاہ عبد الغنی دہلوی	۱۲۴۶
۹ -	انفاس العارفین	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم	۱۱۰۶
۱۰ -	انسان العین	〃 〃 〃 〃 〃	〃
۱۱ -	انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون	علی بن برہان الدین حلبی	۱۰۴۴
۱۲ -	ارشاد الطالبین	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵
۱۳ -	الاعلام باعلام بلد اللہ الحرام	قطب الدین محمد بن احمد الحنفی	۹۸۹

Marfat.com

۱۴ - ارشاد الساری الیٰ مناسک الملاّعلی القاری	حسین بن محمد سعید عبد الغنی المکی الحنفی	
۱۵ - الآداب الحمیدہ و الاخلاق	محمد بن جریر الطبری	۳۱۰
۱۶ - الاربعین طائیہ	ابو الفتح محمد بن محمد الطائی الھمدانی	۵۵۵
۱۷ - انیس الغریب	جلال الدین عبد اللہ بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱
۱۸ - الارشاد فی الکلام	امام ابو المعالی عبد الملک ابن عبد اللہ الجوینی الشہیر بامام الحرمین	۴۷۸
۱۹ - افضل القراء لقراء ام القراء	احمد بن محمد ابن حجر مکی	۹۷۴
۲۰ - الاعتبار فی بیان الناسخ والمنسوخ من الاخبار	محمد بن موسیٰ الحازمی الشافعی	۵۸۴

ت

۲۱ - تلخیص الجامع الکبیر	کمال الدین محمد بن عباد الحنفی	۶۵۲
۲۲ - تحفۃ الحریص فی شرح التلخیص	علی بن بلبان الفارسی المصری الحنفی	۷۳۹
۲۳ - تقویۃ الایمان	شاہ محمد اسمٰعیل بن شاہ عبد الغنی دہلوی	۱۲۴۶
۲۴ - تعلیم المتعلم	امام برہان الدین الزرنوجی	
۲۵ - الترغیب والترھیب	ابو القاسم اسمٰعیل بن محمد الاصبہانی	۵۳۵
۲۶ - تذکرۃ الموتیٰ والقبور	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵
۲۷ - التثبیت عند التبییت	جلال الدین عبد الرحمٰن بن کمال الدین السیوطی	۹۱۱
۲۸ - تلخیص الادلہ لقواعد التوحید	ابو اسحٰق ابراہیم بن اسمٰعیل الصفار البخاری	۵۳۴
۲۹ - تفہیم المسائل		
۳۰ - تنبیہ الغافل والوسنان	ابن محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲

ث

۳۱ - ثقفیات	ابو عبد اللہ قاسم بن الفضل الثقفی الاصفہانی	۲۸۹
۳۲ - ثواب الاعمال لابن حبان	محمد بن حبان	۳۵۴

ج

۳۳ - الجامع لاحکام القرآن (تفسیر قرطبی)	ابو عبد اللہ محمد ابن احمد القرطبی	۶۷۱

Marfat.com

۳۴ - جامع المضمرات والمشکلات (شرح قدوری)	یوسف بن عمر الصوفی	۸۳۲
۳۵ - جدالممتار علی ردالمحتار	امام احمد رضا بن نقی علی خاں	۱۳۴۰

ح

۳۶ - الحسامی	محمد بن محمد بن عمر حسام الدین الحنفی	۶۴۴
۳۷ - حاشیہ درر غرر نابلسی	اسمٰعیل بن عبدالغنی نابلسی	۱۰۶۲
۳۸ - حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل	عبدالقادر الفاکہی	۹۸۲
۳۹ - حواشی علی معالم التنزیل	امام احمد رضا خاں بن نقی علی خاں	۱۳۴۰
۴۰ - حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین	〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃	〃

خ

۴۱ - خلاصۃ خلاصۃ الوفا	نورالدین علی بن احمد السمہودی	۹۱۱

د

۴۲ - دلائل النبوۃ	ابوبکر بن احمد بن حسین البیہقی	۴۵۸
۴۳ - در ثمین فی مبشرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم	۱۱۷۶
۴۴ - در منظم فی مولد النبی المعظم 〃 〃 〃 〃	ابوالقاسم محمد بن عثمان اللؤلؤی الدمشقی	۸۶۷
۴۵ - کتاب الدعوات	احمد بن حسین البیہقی	۴۵۸
۴۶ - الدرۃ المغیبۃ فی زیارۃ المصطفویۃ	نورالدین علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴
۴۷ - الدرۃ الثمینۃ فی اخبار المدینۃ	حافظ محب الدین محمد بن محمود بن نجار	۶۴۳
۴۸ - الدرر السنیۃ فی الرد علی الوہابیۃ	مفتی احمد بن السید زینی دحلان	۱۳۰۴

ذ

۴۹ - ذکر الموت	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا البغدادی	۲۸۱

Marfat.com

ر

۵۰ ـ رفع الانتقاض ودفع الاعتراض الخ	محمد امین ابن عابدین الشہیر بابن عابدین	۱۲۵۲

س

۵۱ ـ سلفیات من اجزاء الحدیث	حافظ ابو الطاہر احمد بن محمد السلفی	۵۸۶
۵۲ ـ السراج المنیر فی شرح جامع الصغیر	علی بن محمد بن ابراہیم المعری العزیزی	۱۰۷
۵۳ ـ سُنن الہدیٰ	عبدالغنی بن احمد بن شاہ عبدالقدوس گنگوہی	
۵۴ ـ سُنن فی الحدیث	حافظ ابو علی سعید بن عثمان ابن السکن البغدادی	۳۵۳

ش

۵۵ ـ شرح رسالہ فضالیہ	علامہ ابراہیم بن محمد الباجوری	۱۲۷۶
۵۶ ـ شرح الصغریٰ	علامہ محمد یوسف السنوسی	۸۹۵
۵۷ ـ الشامل فی فروع الحنفیہ	ابو القاسم اسمٰعیل بن حسین البیہقی الحنفی	۴۰۲
۵۸ ـ شرح صحیح بخاری الکواکب الدراری	محمد بن یوسف الکرمانی	۷۹۶
۵۹ ـ شفاء العلیل شرح القول الجمیل	مولوی خرم علی بلہوری	غالباً ۱۲۷۱
۶۰ ـ شرح صحیح بخاری	ناصر الدین علی بن محمد ابن منیر	
۶۱ ـ شرح زیج سلطانی	عبدالعلی بن محمد بن حسین	۹۳۳
۶۲ ـ شفاء العلیل وبل الغلیل	ابن عابد بن محمد امین آفندی	۱۳۵۲

ص

۶۳ ـ الصحاح الماثورہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم		
۶۴ ـ صغریٰ شرح منیۃ المصلی	شیخ ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶
۶۵ ـ صراطِ مستقیم	شاہ محمد اسمٰعیل بن عبدالغنی دہلوی	۱۲۴۶

Marfat.com

ط

۶۶ - الطبقات الکبریٰ	محمد بن سعد الزہری	۲۳۰

غ

۶۷ - غرائب القرآن ورغائب الفرقان (تفسیر نیشاپوری)	نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری	۷۲۸
۶۸ - غریب الحدیث	قاسم بن سلام البغدادی	۲۲۴
۶۹ - غریب الحدیث	ابراہیم بن اسحٰق الحربی	۲۸۵
۷۰ - غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار	مولوی خرم علی بلہوری	غالباً ۱۲۷۱

ف

۷۱ - الفتوحات الالٰہیۃ (تفسیر جمل)	سلیمان بن عمر الشافعی الشہیر بالجمل	۱۲۰۴
۷۲ - الفرج بعد الشدۃ	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا البغدادی	۲۸۱
۷۳ - فاتح شرح قدوری		
۷۴ - فوائد حاکم وخلاص		
۷۵ - فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	عبدالرؤف المناوی	۱۰۳۱
۷۶ - فیوض الحرمین	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم	۱۱۷۶
۷۷ - فتاویٰ شاہ رفیع الدین	شاہ رفیع الدین	۱۱۳۳
۷۸ - الفتح المبین شرح اربعین نووی	احمد بن محمد ابن حجر مکی	۹۷۴
۷۹ - فصل الخطاب فی رد ضلالات ابن عبدالوہاب		
۸۰ - فتوح الغیب	سید شیخ عبدالقادر گیلانی	۵۶۱
۸۱ - فتاویٰ عزیزی	عبدالعزیز بن ولی اللہ الدہلوی	۱۰۰۴

ق

۸۲ - قرۃ عیون الاخیار	محمد امین ابن عابدین الشہیر بابن عابدین	۱۲۵۲

Marfat.com

ک

۸۳ - کشف الغطاء مالزم للموتی علی الاحیاء	محمد شیخ الاسلام بن محمد فخر الدین	
۸۴ - کتاب اتباع الاموات	ابراہیم بن اسحاق الحربی	۲۸۵
۸۵ - کتاب الدعوات	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۸۶ - کتاب الثواب فی الحدیث	ابو الشیخ عبد اللہ بن محمد بن جعفر	۳۹۹
۸۷ - کشف النور عن اصحاب القبور	عبد الغنی نابلسی	۱۱۴۳
۸۸ - کتاب الزہد	امام احمد بن محمد بن حنبل	۲۴۱
۸۹ - کتاب القبور	عبد اللہ بن محمد ابن ابی الدنیا	۲۸۱
۹۰ - کتاب الروضہ	ابو الحسن بن براء	
۹۱ - کتاب الزہد	حافظ ہناد بن السری التیمی الدارمی	۲۴۳
۹۲ - کتاب ذکر الموت		
۹۳ - کتاب ادعیۃ الحج والعمرہ	قطب الدین الدہلوی	۱۲۸۹
۹۴ - کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق	عبد الرؤف بن تاج الدین بن علی المناوی	۱۰۳۱
۹۵ - کتاب الخراج	قاضی امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم حنفی	۱۸۲
۹۶ - کف الرعاع عن المحرمات اللہو والسماع	ابو العباس احمد بن محمد ابن حجر مکی	۹۷۴

ل

۹۷ - لباب المناسک	شیخ رحمۃ اللہ بن قاضی عبد اللہ السندی	۹۷۸

م

۹۸ - منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبر	علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴
- مجموعہ خانی (فارسی)		
۹۹ - مقامات مظہر وضمیمہ مقامات مظہر	مرزا مظہر جان جاناں	۱۱۹۵
۱۰۰ - مشارق الانوار القدسیہ فی بیان العہود المحمدیہ	عبد الوہاب بن احمد الشعرانی	۹۷۴

Marfat.com

۱۰۱ ـ مسند الکبیر فی الحدیث	ابو محمد عبید بن حمید الکشی	۲۴۹
۱۰۲ ـ المنتقیٰ فی احادیث الاحکام عن خیر الانام	احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ	۷۲۸
۱۰۳ ـ منظومۃ النسفی فی الخلاف	نجم الدین عمر بن محمد النسفی	۵۳۷
۱۰۴ ـ معراج الدرایۃ فی شرح الہدایۃ	امام قوام الدین بن محمد الکاکی	۷۴۹
۱۰۵ ـ المسند الصحیح فی الحدیث	ابو عوانہ یعقوب بن اسحٰق الاسفرائنی	۳۱۶
۱۰۶ ـ مسند الشامیین		
۱۰۷ ـ مدارج النبوۃ	شیخ عبد الحق محدث الدہلوی	۱۰۵۲
۱۰۸ ـ مجمع البرکات	〃 〃 〃	〃
۱۰۹ ـ مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفاء	جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱
۱۱۰ ـ مختصر تاریخ ابن عساکر	امام محمد بن مکرم المعروف بابن منظور	۷۱۱
۱۱۱ ـ مائۃ مسائل	محمد اسحٰق محدث دہلوی	۱۲۶۲
۱۱۲ ـ مسائل اربعین	〃 〃 〃	〃
۱۱۳ ـ مالابدمنہ	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵
۱۱۴ ـ مشکوٰۃ المصابیح	ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الخطیب	۷۴۰
۱۱۵ ـ منتقیٰ یا درمنتقی فی شرح الملتقی	علاء الدین الحصکفی	۱۰۸۸
۱۱۶ ـ موضح القرآن ترجمۃ القرآن	شاہ عبد القادر بن شاہ ولی اللہ الدہلوی	۱۲۳۰
۱۱۷ ـ مثنوی شریف فارسی منظوم	ملا جلال الدین محمد بن محمد الرومی البلخی القونوی	۷۲۲
۱۱۸ ـ مصطلحات الحدیث	علی بن السید محمد بن علی الجرجانی سید شریف	۸۱۶
۱۱۹ ـ المقاصد فی علم الکلام	علامہ سعد الدین مسعود بن عمر التفتازانی	۷۹۱
۱۲۰ ـ مغنی المستفتی عن سوال المفتی	علامہ حامد آفندی	
۱۲۱ ـ مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح	قطب الدین دہلوی	۱۲۸۹
۱۲۲ ـ منۃ الجلیل	ابن عابد بن محمد امین آفندی	۱۲۵۲
۱۲۳ ـ مفتاح الغیب فی شرح فتوح الغیب	عبد الحق بن سیف الدین محدث دہلوی	۱۰۵۲

ن

۱۲۴ ـ نافع فی الفروع	امام ناصر الدین محمد بن یوسف السمرقندی	۴۰۲

Marfat.com

۱۲۵ ۔ نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار	محمد بن علی الشوکانی	۱۲۵۰
۱۲۶ ۔ نصیحۃ المسلمین	خرم علی بلہوری	۱۲۷۱
۱۲۷ ۔ نفحات الانس من حضرات القدس	عبدالرحمٰن بن احمد الجامی	۸۹۷
۱۲۸ ۔ نسیم الریاض فی شرح شفاء قاضی عیاض	قاضی عیاض، احمد بن محمد الخفاجی	۱۰۶۹
۱۲۹ ۔ النشر فی قراۃ العشر	شمس الدین محمد بن محمد ابن الجزری	۸۳۳
۱۳۰ ۔ نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر	احمد بن علی حجر العسقلانی	۸۵۲
۱۳۱ ۔ نفع المفتی والمسائل	مولوی عبدالعلی مدراسی	۱۳۰۶
۱۳۲ ۔ نوادر الاصول	ابوعبداللہ محمد بن علی حکیم الترمذی	۲۵۵
۱۳۳ ۔ نصاب الاحتساب فی الفتاوی	عمر بن محمد بن عوف الشامی	
۱۳۴ ۔ نور الشمعہ فی ظفر الجمعہ	علی بن غانم المقدسی	
۱۳۵ ۔ نظم الفرائد وجمع الفوائد فی الاصول	عبدالرحیم بن علی الرومی المعروف شیخ زادہ	۹۴۴
۱۳۶ ۔ نافع شرح قدوری		
۱۳۷ ۔ نام حق	شرف الدین بخاری	
۱۳۸ ۔ نتائج الافکار فی کشف الرموز والاسرار	شمس الدین احمد بن قودر المعروف بقاضی زادہ	۹۸۸

و

۱۳۹ ۔ وفیات الاعیان	شمس الدین احمد بن محمد ابن خلکان	۶۸۱
۱۴۰ ۔ واقعات المفتیین		۳۲۵
۱۴۱ ۔ وفاء الوفاء	نور الدین علی بن احمد السمہودی	۹۱۱

ھ

۱۴۲ ۔ ہوامع	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۱۴۳ ۔ ہمعات	" " " " " "	"

○

Marfat.com

اہلِ علم حضرات کے لئے خوشخبری

فتاویٰ رضویہ

۲۰ جلدیں

خصوصیات جدید ایڈیشن

- عربی فارسی عبارات کے مقابل سلیس اُردو ترجمہ
- نادر اور قیمتی حوالہ جات کی تخریج، بقید جلد، صفحہ اور مطبع کتاب
- عبارات کی پیرابندی قامہ و ڈیش کے ساتھ
- کتابت اعلیٰ، کاغذ بہترین، آفسٹ طباعت، جلد مضبوط ڈائی دار
- ہر جلد کے ساتھ ماٰخذ و مراجع کے عنوان سے سینکڑوں کُتب اور اُن کے مصنفین بمع سنِ وفات
- سائز ۲۰×۳۰ / ۸، صفحات ہر جلد اوسطاً ۷۵۰

باقی جلدوں پر تیز رفتاری سے کام جاری ہے

ملنے کے پتے

رضا فاؤنڈیشن ○ مکتبہ تنظیم المدارس ○ مکتبہ قادریہ

جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری گیٹ، لاہور

Marfat.com

فتاوٰی رضویہ کی جدید اشاعت میں ناقابل فراموش سرپرستی فرمانے پر ہم

مبلّغ یورپ حضرت علامہ مولانا الحاج پیر

سید معروف حسین شاہ صاحب

دامت برکاتہم العالیہ

عارف نوشاہی قادری

بانیٔ ورلڈ اسلامک مشن و سرپرست اعلیٰ مرکزی جمعیت تبلیغ اسلام (یو۔کے)

بریڈ فورڈ (کشمیر کالونی جہلم، پاکستان) کی خدمت میں

ہدیۂ تبریک

پیش کرتے ہوئے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ جلّ وعلا آپ کی سرپرستی میں

فتاوٰی رضویہ کی جدید اشاعت کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔

آمین ثم آمین بجاہ طہ ویسین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم

اراکین رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور پاکستان

Marfat.com

marfat.com

Marfat.com

فتاویٰ رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی

۳۱

رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۸
پاکستان (۵۴۰۰۰)

فتاویٰ رضویہ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۸

پاکستان (۵۴۰۰۰)

Marfat.com

مَن یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیرًا یُّفَقِّھُہُ فِی الدِّیْنِ (الحدیث)

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

جلد ۲۱

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ ———— ۱۳۴۰ھ

۱۸۵۶ء ———— ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور۔ پاکستان (۵۴۰۰۰)

فون نمبر: ۷۶۵۷۳۱۴

Marfat.com

نام کتاب ـــــ فتاویٰ رضویہ جلد ۲۱

تصنیف ـــــ شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ترجمہ عربی عبارات ـــــ حضرت علامہ مولانا مفتی قاضی محمد سیف الرحمٰن ہری پور ہزارہ

پیش لفظ ـــــ حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

ترتیب فہرست ـــــ " " " " " " " " " " " " " " " " " "

تبویب جدید ـــــ " " " " " " " " " " " " " " " " " "

تخریج و تصحیح ـــــ مولانا نذیر احمد سعیدی، مولانا محمد اکرام اللہ بٹ، مولانا غلام حسن

باہتمام و سرپرستی ـــــ حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صدر تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان

کتابت ـــــ محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالہ)

پیسٹنگ ـــــ مولانا محمد منشا تابش قصوری معلم شعبۂ فارسی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

صفحات ـــــ ۶۴۹

اشاعت ـــــ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ / مئی ۲۰۰۲ء

مطبع ـــــ

ناشر ـــــ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

قیمت ـــــ

○

ملنے کے پتے

- ○ مکتبہ اہلسنت، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
- ○ مکتبہ ضیائیہ، بوہڑ بازار، راولپنڈی
- ○ ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

Marfat.com

اجمالی فہرست

پیش لفظ	۵
کتاب الحظر والاباحۃ	۱۰۱
اعتقادیات وسیر	۱۰۱
آثارِ مقدسہ سے تبرک وتوسل	۳۹۷
تصوف وطریقت	۴۵۹
شُرب وطعام	۶۰۷

فہرست رسائل

جلی النص	۲۰۱
الرمز المرصف	۲۳۱
برکات الامداد	۳۰۱
فقہ شہنشاہ	۳۳۹
بدر الانوار	۳۹۷
شفاء الوالہ	۴۲۵
نقاء السلافۃ	۴۶۱
مقال العرفاء	۵۲۱
الیاقوتۃ الواسطۃ	۵۶۹

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمدُ للہ! اعلیٰحضرت امام المسلمین مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خزائن علمیہ اور ذخائرِ فقہیہ کو جدید انداز میں عصرِ حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظرِ عام پر لانے کے لئے دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ ماہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہُوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری سے مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا کی متعدد تصانیف شائع کر چکا ہے مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ المعروف بہ فتاوٰی رضویہ کی تخریج و ترجمہ کے ساتھ عمدہ و خوبصورت انداز میں اشاعت ہے۔ فتاوٰی مذکورہ کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ/مارچ ۱۹۹۰ء میں ہُوا تھا اور بفضلہٖ تعالیٰ جل مجدہٗ و بعنایت رسولہ الکریم تقریباً بارہ سال کے مختصر عرصہ میں اکیسویں جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس سے قبل کتاب الطہارت، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الجنائز، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الایمان، کتاب الحدود والتعزیر، کتاب السیر، کتاب الشرکۃ، کتاب الوقف، کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الشہادۃ، کتاب القضاء والدعاوی، کتاب الوکالہ، کتاب الاقرار، کتاب الصلح، کتاب المضاربہ، کتاب الامانات، کتاب العاریہ، کتاب الھبہ، کتاب الاجارہ، کتاب الاکراہ، کتاب الحجر، کتاب الغصب، کتاب الشفعہ، کتاب القسمہ، کتاب المزارعہ، کتاب الصید، کتاب الذبائح اور کتاب الاضحیہ پر مشتمل جلدیں شائع ہو چکی ہیں جن کی تفصیل سنین، مشمولات، مجموعی صفحات اور ان میں شامل رسائل کی تعداد کے اعتبار سے حسب ذیل ہے:

Marfat.com

نمبر جلد	عنوانات	تعداد ابواب	رسائل	سنین اشاعت	صفحات
۱	کتاب الطہارت	۲۲	۱۱	شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ — مارچ ۱۹۹۰	۸۳۸
۲	"	۳۳	۷	ربیع الثانی ۱۴۱۲ — نومبر ۱۹۹۱	۷۱۰
۳	"	۵۹	۶	شعبان المعظم ۱۴۱۲ — فروری ۱۹۹۲	۷۵۶
۴	"	۱۳۲	۵	رجب المرجب ۱۴۱۳ — جنوری ۱۹۹۳	۷۹۰
۵	کتاب الصلوٰۃ	۱۴۰	۶	ربیع الاول ۱۴۱۴ — ستمبر ۱۹۹۳	۶۹۲
۶	"	۲۵۴	۴	ربیع الاول ۱۴۱۵ — اگست ۱۹۹۴	۷۳۶
۷	"	۲۶۹	۷	رجب المرجب ۱۴۱۵ — دسمبر ۱۹۹۴	۷۲۰
۸	"	۳۳۷	۶	محرم الحرام ۱۴۱۶ — جون ۱۹۹۵	۶۶۴
۹	کتاب الجنائز	۲۷۳	۱۳	ذیقعدہ ۱۴۱۶ — اپریل ۱۹۹۶	۹۳۶
۱۰	کتاب الزکوٰۃ، صوم، حج	۳۱۶	۱۲	ربیع الاول ۱۴۱۷ — اگست ۱۹۹۶	۸۳۲
۱۱	کتاب النکاح	۲۵۹	۶	محرم الحرام ۱۴۱۸ — مئی ۱۹۹۷	۷۳۶
۱۲	کتاب النکاح، طلاق	۳۲۸	۳	رجب المرجب ۱۴۱۸ — نومبر ۱۹۹۷	۶۸۸
۱۳	کتاب الطلاق، ایمان، حدود، تعزیر	۲۹۲	۲	ذیقعدہ ۱۴۱۸ — مارچ ۱۹۹۸	۶۸۸
۱۴	کتاب السیر (ا)	۳۳۹	۷	جمادی الاخریٰ ۱۴۱۹ — ستمبر ۱۹۹۸	۷۰۲
۱۵	" (ب)	۸۱	۱۵	محرم الحرام ۱۴۲۰ — اپریل ۱۹۹۹	۷۴۴
۱۶	کتاب الشرکۃ، کتاب الوقف	۴۴۲	۳	جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ — ستمبر ۱۹۹۹	۶۴۲
۱۷	کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الکفالہ	۱۵۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۲۰ — فروری ۲۰۰۰	۷۱۹
۱۸	کتاب الشہادۃ، کتاب القضاء والدعاوی	۱۵۲	۲	ربیع الثانی ۱۴۲۱ — جولائی ۲۰۰۰	۷۴۰
۱۹	کتاب الوکالہ، کتاب الاقرار، کتاب الصلح، کتاب المضاربہ، کتاب الامانات، کتاب العاریہ، کتاب الہبہ، کتاب الاجارہ، کتاب الاکراہ، کتاب الحجر، کتاب الغصب	۲۹۹	۳	ذیقعدہ ۱۴۲۱ — فروری ۲۰۰۱	۶۹۲

Marfat.com

۲۰	کتاب الشفعہ، کتاب القسمہ، کتاب المزارعہ، کتاب الصید والذبائح، کتاب الاضحیہ۔	۳۴۴	۳	صفر المظفر ۱۴۲۲ — مئی ۲۰۰۱	۶۳۲

فتاوٰی رضویہ قدیم کی پہلی آٹھ جلدوں کے ابواب کی ترتیب وہی ہے جو معروف و متداول کتبِ فقہ و فتاوٰی میں مذکور ہے۔ رضا فاؤنڈیشن کی طرف سے اب تک شائع ہونے والی بیس۲۰ جلدوں میں اسی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے مگر فتاوٰی رضویہ قدیم کی بقیہ چار مطبوعہ جلدوں (جلد نہم، دہم، یازدہم، دوازدہم) کی ترتیب ابوابِ فقہ سے عدمِ مطابقت کی وجہ سے محلِ نظر ہے۔ چنانچہ ادارہ ہذا کے سرپرستِ اعلیٰ محسنِ اہلسنّت مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت علامہ مولٰنا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صاحب اور دیگر اکابر علماء و مشائخ سے استشارہ و استفسار کے بعد اراکینِ ادارہ نے فیصلہ کیا کہ آئندہ شائع ہونے والی جلدوں میں فتاوٰی رضویہ کی قدیم جلدوں کی ترتیب کے بجائے ابوابِ فقہ کی معروف ترتیب کو بنیاد بنایا جائے۔ عام طور پر فقہ و فتاوٰی کی کتب میں کتاب الاضحیہ کے بعد کتاب الحظر والاباحۃ کا عنوان ذکر کیا جاتا ہے اور ہمارے ادارے سے شائع شدہ بیسویں جلد کا اختتام چونکہ کتاب الاضحیہ پر ہوا لہذا اب اکیسویں۲۱ جلد میں مسائل حظر و اباحت کی اشاعت کا آغاز کیا جارہا ہے۔ اس سلسلہ میں ہم بحرالعلوم حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالمنان صاحب اعظمی دامت برکاتہم العالیہ کی تحقیقِ انیق کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے اس سے بھرپور استفادہ اور راہنمائی حاصل کررہے ہیں۔

یاد رہے کہ فتاوٰی رضویہ قدیم میں کتاب الحظر والاباحۃ کے عنوان پر مشتمل جلد جس کو مکتبہ رضا ایوان عرفان بیسلپور نے جلد دہم اور رضا اکیڈمی بمبئی نے جلد نہم کے نام سے شائع کیا ہے وہ غیر مرتّب و غیر مبوّب ہے اس میں شامل بعض رسائل کی ابتداء و انتہاء ممتاز نہیں۔ کچھ رسائل بے نام شامل ہیں جبکہ بعض رسائل کے مندرجات یکجا ہونے کی بجائے متفرق و منتشر طور پر مذکور ہیں، اس جلد میں شامل دونوں حصوں کے عنوانات و مسائل ایک جیسے ہونے کے باوجود دونوں کی فہرست یکجا نہیں کی گئی، لہذا اس کی ترتیب و تبویب خاصا مشکل اور وقت طلب معاملہ تھا۔ راقم نے متوکلاً علی اللہ اس پر کام شروع کیا تو اللہ تعالٰی کے فضل و کرم، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم کی نظرِ عنایت اور اعلٰحضرت علیہ الرحمۃ کے روحانی تصرف و کرامت کے صدقے میں توقع سے بھی کم وقت میں یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا الحمد للہ علٰی ذالک۔

کتاب الحظر والاباحۃ کی ترتیب جدید میں ہم نے جن امور کو بطورِ خاص ملحوظ رکھا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں،

(ا) حظر و اباحت سے متعلق فتاوٰی رضویہ قدیم کے دونوں مطبوعہ حصّوں کی (استفتاء میں مذکور)

Marfat.com

مسائل کے اعتبار سے یکجا تبویب کر دی ہے۔

(ب) ایک ہی استفتاء میں مختلف ابواب سے متعلق مسائل مذکور ہونے کی صورت میں ہر مسئلہ کو مستفتی کے نام سمیت متعلقہ باب کے تحت درج کیا ہے۔

(ج) فتاویٰ رضویہ قدیم کی کتاب الحظر والاباحۃ میں شامل رسائل کو ان کے عنوانات کے مطابق متعلقہ ابواب کے تحت داخل کر دیا ہے۔

(د) رسائل کی ابتداء و انتہا کو ممتاز کیا ہے۔

(ھ) بے نام رسائل کے ناموں کو ظاہر کیا ہے۔

(و) جن رسائل کے مندرجات و مشمولات یکجا نہ تھے ان کو اکٹھا کر دیا ہے۔

(ز) حظر و اباحت سے متعلق بعض رسائل اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ جو فتاویٰ رضویہ قدیم میں شامل نہ ہو سکے تھے اُن کو بھی مناسب جگہ پر شامل اشاعت کر دیا ہے۔

(ح) تبویب جدید کے بعد موجودہ ترتیب سابق ترتیب سے بالکل مختلف ہوگئی ہے لہٰذا پوری کتاب کی مکمل فہرست موجودہ ابواب کے مطابق نئے سرے سے تیار کرنا پڑی۔

(ط) جلد ہٰذا میں شامل تمام رسائل کے مندرجات کی مفصل فہرست مرتب کی گئی۔

(ی) اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بعض مقامات پر گفتگو کرتے ہوئے اپنے تبحر علمی کے پیش نظر ایسے مسائل بھی زیر بحث لے آتے ہیں جو متعلقہ ابواب میں سے کسی کے تحت مندرج نہیں ہو سکتے ایسے مسائل کے لئے مفصل فہرست کے بعد ہم نے ضمنی مسائل کے عنوان سے الگ فہرست مرتب کی ہے۔

کتاب الحظر والاباحۃ کے مترجم

سوائے ان رسائل کے جن کو اب فتاویٰ میں نئے سرے سے شامل کیا گیا ہے پوری "کتاب الحظر والاباحۃ" کی عربی اور فارسی عبارات کا مکمل ترجمہ جامع منقول و معقول، فاضل جلیل، محقق شہیر، مصنف کتب کثیرہ، فخر المدرسین حضرت مولانا علامہ مفتی قاضی محمد سیف الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے کیا ہے جو استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا قاضی محمد عبدالسبحان بن مولانا مظہر جمیل بن مولانا مفتی محمد غوث (کھلابٹ، ہزارہ) کے صاحبزادے اور استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا محمد جلیل صاحب محدث ہزاروی کے نواسے ہیں، آپ نے تمام درسیات اپنے والد گرامی سے پڑھیں، فارغ التحصیل ہوتے ہی درس و تدریس سے وابستہ ہوگئے اور سالہا سال آپ نے اہلسنت کے معروف ادارے جامعہ رحمانیہ ہری پور میں بطور شیخ الحدیث تدریسی فرائض سرانجام دیئے، آپ کے آباء و اجداد نے

Marfat.com

ڈنکے کی چوٹ پر احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا فریضہ سرانجام دیا، چنانچہ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا قاضی محمد عبدالسبحان صاحب اور برادر اکبر حضرت مولانا قاضی غلام محمود صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کی متعدد درسی و غیر درسی تصانیف اربابِ علم میں معروف ہیں، مناظرہ و ردِّ بد مذہباں خصوصاً ردِّ وہابیہ میں ان بزرگوں کی خدمات کو اہل سنت و جماعت میں انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

اکیسویں جلد

یہ جلد "کتاب الحظر والاباحۃ" کا پہلا حصہ ہے جو ۲۹۱ سوالوں کے جوابات اور مجموعی طور پر ۶۷۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس جلد میں بنیادی طور پر جن چار ابواب سے متعلق مسائل کو زیر بحث لایا گیا ہے وہ یہ ہیں:

(۱) اعتقادیات و سیر (۲) تصوّف و طریقت

(۳) آثارِ مقدسہ سے تبرک و توسل (۴) شرب و طعام

علاوہ ازیں دیگر کئی ایک ابواب کے مسائل کثیرہ پر ضمناً گفتگو واقع ہوئی لہذا راقم الحروف نے مسائل و رسائل کی مفصل فہرست کے علاوہ مسائل ضمنیہ کی الگ فہرست بھی قارئین کی سہولت کے لئے تیار کر دی ہے نیز اس جلد میں شامل چار مستقل ابواب کے مسائل اگر کہیں ایک دوسرے کے تحت ضمناً مندرج تھے تو ان کی فہرست ہم نے متعلقہ باب کی مفصل فہرست کے آخر میں بطور ضمیمہ ذکر کر دی ہے تاکہ ان مسائل کی تلاش میں دقت و ابہام پیدا نہ ہو۔

انتہائی وقیع اور گرانقدر تحقیقات و تدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل نو[9] رسائل بھی اسی جلد کی زینت ہیں:

(۱) جلی النص فی اماکن الرخص (۱۳۳۷ھ)

اس بات کا بیان کہ بعض اوقات بعض ممنوعات میں رخصت ملتی ہے۔

(۲) الرمز المرصّف علی سؤال مولٰینا السید آصف (۱۳۳۹ھ)

کفار سے معاملات، احکام مرتدہ اور ایک اشتہار (اسلامی پیام) کے بعض مندرجات سے متعلق مولانا سید آصف علیہ الرحمۃ کے سوالات کا مفصل و مدلّل جواب۔

(۳) شفاء الوالہ فی صور الحبیب و مزارہ و نعالہ (۱۳۱۵ھ)

قدم شریف اور مقاماتِ مقدسہ کے نقشے بنانا جائز جبکہ جاندار خصوصاً اولیاء کرام کی تصویریں بنانا ناجائز و گناہ ہیں۔

Marfat.com

(۴) برکات الامداد لاھل الاستمداد (۱۳۱۱ھ)

محبوبانِ خدا سے مدد طلب کرنے کا ثبوت قرآن وحدیث کی روشنی میں۔

(۵) بدر الانوار فی آداب الآثار (۱۳۲۶ھ)

بزرگانِ دین کے آثار وتبرکات کی تعظیم اور اُن کی زیارت پر معاوضہ کا بیان۔

(۶) فقہ شہنشاہ وان القلوب بید المحبوب بعطاء اللہ (۱۳۲۶ھ)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شہنشاہ کہنا جائز ہے نیز اس بات کا ثبوت کہ محبوبانِ خدا کو بعطاءِ الٰہی دلوں کا مالک کہنا درست ہے۔

(۷) نقاء السلافۃ فی احکام البیعۃ والخلافۃ (۱۳۱۹ھ)

بیعت وخلافت اور سجادہ نشینی کے احکام کا بیان۔

(۸) مقال العرفاء باعزاز شرع وعلماء (۱۳۲۷ھ)

علم وعلماءِ شریعت کی فضیلت کا بیان اور شریعت وطریقت کے بارے میں ایک شخص کے دس اقوالِ شنیعہ کا ردِّ بلیغ۔

(۹) الیاقوتۃ الواسطۃ فی قلب عقد الرابطۃ (۱۳۰۹ھ)

تصورِ شیخ اور شغلِ برزخ کے اثبات پر دلائل وبراہین۔

ان میں سے مقدم الذکر تین رسالے پہلے سے فتاوٰی رضویہ قدیم کی کتاب الحظر والاباحۃ میں شامل تھے جبکہ باقی چھ رسائل اب شامل کئے گئے ہیں۔ رسالہ نقاء السلافۃ مطبوعہ نسخہ کے ساتھ ایک مسئلہ منسلک تھا جو فتاوٰی افریقہ سے ماخوذ ہے اس کو بھی اس جلد میں شامل کر دیا گیا جو پیشِ نظر جلد کے صفحہ ۴۹۹ پر مسئلہ نمبر ۱۸۰ کے عنوان سے مذکور ہے۔

ربیع الاول ۱۴۲۳ھ
مئی ۲۰۰۲

حافظ محمد عبد الستار سعیدی
ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

Marfat.com

فہرست مضامین مفصّل

اعتقادیات وسیر ۱۰۱

(ایمان، کفر، شرک، تقدیر، ردّت، ہجرت، سنّیت، گناہ، توبہ وغیرہا) ۱۰۱

جذامی کے ساتھ کھانا جائز ہے ضروری نہیں ۱۰۱
رسول اللہ صلّے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجذوم کو اپنے ساتھ کھانا کھلایا۔ ۱۰۱

مجذوم کے ساتھ کھانا کب ثواب اور کب نامناسب ہے۔ ۱۰۲

یہ خیال باطل ہے کہ بیماری اُڑ کر لگتی ہے، احادیثِ صحیحہ میں اسے رَد فرمایا ہے۔ ۱۰۲

قوی الایمان کے لئے مجذوم سے مخالطت نقصان دہ نہیں اور ضعیف الاعتقاد کے لئے احتراز بہتر ہے۔ ۱۰۳

احادیث سے مسئلہ کی تائید۔ ۱۰۳

خدا کا واسطہ دیا تو بلا وجہ نہ ماننا گناہ ہے۔ ۱۰۴

یہ لفظ کہ ہم خدا و رسول کو نہیں مانتے صریح کفر ہے، اس کے قائل پر توبہ و تجدیدِ اسلام اور تجدیدِ نکاح لازم ہے، اعلانیہ توبہ نہ کرے تو مسلمان اس سے بائیکاٹ کریں۔ ۱۰۴

مالِ حرام پر نیاز سے متعلق سوال۔ ۱۰۵

زنہار مالِ حرام قابلِ قبول نہیں، نہ اسے راہِ خدا میں صرف کرنا روا، نہ اس پر ثواب، بلکہ نرا وبال ہے۔ ۱۰۵

مسئلہ بالا پر قرآن وحدیث سے دلائل۔ ۱۰۵

حنش راوی متروک ہے۔ ۱۰۷

جو چیز بارگاہِ الٰہی سے مردود ہو وہ دربارِ رسول میں مقبول نہیں ہوسکتی۔ ۱۰۸

Marfat.com

یہ کہنا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام ناپاک چیزوں کو قبول فرماتے ہیں توہین و گستاخی ہے۔ ۱۰۸
نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام عالم سے زیادہ ستھرے ہیں۔ ۱۰۸
مباح و حرام میں کوئی نسبت نہیں۔ ۱۰۸
علماء کے اس فرمان کا مطلب کہ جس کے پاس مال حرام ہو اور وہ مالک معلوم نہ ہو تو اس کی طرف سے تصدق کرے۔ ۱۰۸
حاصل نیاز۔ ۱۰۹
معنی قبول طاعت۔ ۱۰۹
ردّ الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معنی۔ ۱۱۰
مال حرام سے تصدق کرکے امید ثواب رکھنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ ۱۱۰
مسئلہ مذکورہ پر عبارات علماء سے تائید۔ ۱۱۰
جذامی کے ساتھ کھانے پینے سے متعلق استفتاء۔ ۱۱۱
ضعیف الاعتقاد اور وہمی خیالات کے حامل لوگوں کو جذامی کے ساتھ کھانے پینے سے بچنا چاہیے۔ ۱۱۱
یہ خیال محض غلط ہے کہ جذامی کے ساتھ کھانے کی تاثیر سے دوسرا شخص بیمار ہو جاتا ہے۔ ۱۱۱
تقدیر الٰہی میں جو لکھا ہے ضرور ہوگا اور جو نہیں لکھا ہے ہرگز نہ ہوگا۔ ۱۱۱
جذامی سے اجتناب کے متعلق احادیث کا محمل۔ ۱۱۲
جذام اور دیگر عیوب کی وجہ سے بیوی کو طلاق نہیں ہو جاتی۔ ۱۱۲
مردار کی چربی سے متعلق ایک سوال۔ ۱۱۲
مردار کی چربی سر میں لگانا گناہ ہے کفر نہیں۔ ۱۱۳
تلقین اسلام پر اجرت لینا گناہ ہے۔ ۱۱۳
ہمارے ائمہ کرام مالی جرمانہ (تعزیر بالمال) کے قائل نہیں۔ ۱۱۳
مال غیر ناحق کھا لینے کے بعد جب تک تاوان نہ دے گناہ سے توبہ نہ ہوگی۔ ۱۱۳
دو مسائل پر مشتمل استفتاء۔ ۱۱۴
مسئلہ اولیٰ۔ ۱۱۴
اللہ تعالیٰ کو عاشق اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معشوق کہنا ناجائز ہے۔ ۱۱۴
معنی عشق اللہ تعالیٰ کے حق میں محال قطعی ہے ۱۱۴
صرف معنی محال کا وہم ممانعت کے لئے کافی ہے ۱۱۴
مصنف علیہ الرحمۃ کی تحقیق۔ ۱۱۴
مسئلہ ثانیہ۔ ۱۱۴
مدینہ طیبہ کو یثرب کہنا ممنوع و گناہ اور کہنے والا گنہگار ہے۔ ۱۱۴
مسئلہ مذکورہ پر شواہد و دلائل۔ ۱۱۴
قرآن مجید میں جو لفظ یثرب آیا ہے وہ منافقین کا قول نقل کیا گیا ہے۔ ۱۱۵
اللہ تعالیٰ نے منافقین کا رد کرتے ہوئے مدینہ منورہ کا نام طابہ رکھا۔ ۱۱۵
بعض اشعار اکابر میں لفظ یثرب کے وقوع کا عذر۔ ۱۱۵

Marfat.com

شرع مطہر شعر و غیر شعر سب پر حجت ہے، شعر شرع پر حجت نہیں۔	۱۱۸
مدینہ کی وجہ تسمیہ۔	۱۱۹
یثرب کہنے سے کیوں منع کیا گیا۔	۱۱۹
جس نے ایک بار یثرب کہا وہ دس بار مدینہ کہے۔	۱۱۹
کافر و مشرک کا کوئی عمل للہ نہیں۔	۱۲۰
کافروں کے میلے میں شریک ہونا مسلمان کو منع ہے مگر کفر نہیں کہ عورت نکاح سے نکل جائے۔	۱۲۰
مسئلہ مذکورہ کی تائید احادیث مبارکہ سے۔	۱۲۰
سچی توبہ کے بعد گناہ باقی نہیں رہتا۔	۱۲۱
سچی توبہ کس کو کہتے ہیں۔	۱۲۱
ارکانِ توبہ تین ہیں۔	۱۲۲
حقوق اللہ اور حقوق العباد میں کوتاہی پر توبہ میں فرق۔	۱۲۲
ہندو حلوائی کی دکان سے مٹھائی خرید کر اس پر فاتحہ پڑھنا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور بزرگانِ دین کو ایصالِ ثواب کرنا کیسا ہے۔	۱۲۳
ہندو بلاشبہہ قطعی طور پر کافر اور مشرک ہیں انھیں کافر نہ جاننے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔	۱۲۴
آریہ ہندوؤں کا ہی ایک فرقہ ہے۔	۱۲۴
بعض عقائد و نظریاتِ آریہ کا بیان۔	۱۲۴
کافر سے دوستی حرام اور دینی رجحان کی بنا پر ہو تو کفر ہے۔	۱۲۵
مسلمان کب کلمہ کفر کہہ سکتا ہے۔	۱۲۶
ہندو کے ہاتھ کی بنی ہوئی مٹھائی کا استعمال فتویٰ کی رُو سے جائز مگر تقویٰ کی رُو سے پرہیز کرنا چاہیے۔	۱۲۶
اصل اشیاء میں طہارت پائی جاتی ہے۔	۱۲۶
یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔	۱۲۶
دین کی بنیاد آسانی پر ہے۔	۱۲۶
عالم کو گالی دینے اور اس کو حقیر جاننے سے متعلق سوال۔	۱۲۶
غیبت جاہل کی بھی سوا مخصوص صورتوں کے حرام قطعی و گناہ کبیرہ ہے۔	۱۲۷
بلا وجہ شرعی کسی مسلمان جاہل کی بھی تحقیر حرام قطعی ہے۔	۱۲۷
کسی مسلمان جاہل کو بھی بے اذن شرعی گالی دینا حرام قطعی ہے۔	۱۲۷
احادیثِ مبارکہ سے مسئلہ مذکورہ کی تائید۔	۱۲۸
جب عام مسلمانوں کے باب میں یہ احکام ہیں تو علماءِ کرام کی شان تو ارفع و اعلیٰ ہے۔	۱۲۸
توہین علماءِ کرام پر احادیث میں وعید شدید۔	۱۲۸
عالم کو اس لئے بُرا کہنا کہ وہ عالم ہے صریح کفر ہے۔	۱۲۹
کسی دنیوی خصومت کے باعث عالم کو بُرا کہنے اور گالی دینے والا فاسق و فاجر اور بے سبب اس سے رنج رکھنے والا مریض القلب خبیث الباطن ہے۔	۱۲۹

Marfat.com

مسلمان نے عیسائی کا حقہ پیا تو اس کیلئے کیا حکم ہے۔ ١٣٠

کافر کا اقرار اسلام اس کو مسلمان ٹھہرانے کیلئے کافی ہے جب تک کفر جدید ظاہر نہ ہو۔ ١٣٠

نفی کی گواہی نامعتبر ہے۔ ١٣٠

کفار نے گھر میں ناقوس بجایا ایک مسلمان نے اس پر گولہ اندازی کی جس پر ایک مینیجر مسلمان نے اس کو تنبیہ کی اور جرمانہ لیا۔ کیا مینیجر گنہگار ہوگا۔ ١٣٠

نذر و نیاز کی ایک صورت سے متعلق استفتاء۔ ١٣١

آدمی حقیقتاً کسی بات سے مشرک نہیں ہوتا جب تک غیر خدا کو معبود یا مستقل بالذات و واجب الوجود نہ جانے۔ ١٣١

بعض نصوص میں جو بعض افعال پر اطلاق شرک ہے اس کی تاویل۔ ١٣١

کفر ضروریات دین کے انکار سے ہی لازم آتا ہے۔ ١٣١

بعض اعمال پر نصوص میں جو اطلاق کفر ہوا اس سے مراد کفر مصطلح نہیں۔ ١٣١

ہر شرک کفر ہے اور کفر مزیل اسلام۔ ١٣١

مومن کسی کبیرہ کے ارتکاب سے خارج اسلام نہیں ہوتا۔ ١٣١

شرک کی تعریف ١٣١

مومن جو نذر و نیاز بقصد ایصال ثواب کرتے ہیں اس میں ہرگز قصد عبادت نہیں رکھتے۔ ١٣٢

ایصال ثواب کے لئے مروج نذر و نیاز نذر شرعی نہیں۔ ١٣٢

اصطلاح عرفی ہے کہ سلاطین و علماء کے حضور جو چیز پیش کی جائے اس کو نذر و نیاز کہتے ہیں۔ ١٣٢

نیاز نذر سے عام تر ہے۔ ١٣٢

محبوبان خدا کی طرف تقرب مطلقاً ممنوع نہیں جب تک بروجہ عبادت نہ ہو۔ ١٣٢

تقرب کا معنیٰ ١٣٢

محبوبان بارگاہ خداوندی کی نزدیکی و رضا ہر مسلمان کو مطلوب ہے کہ ان کا قرب بعینہٖ قرب خدا اور ان کی رضا اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ ١٣٢

مسئلہ کی تائید قرآن و حدیث اور عبارات فقہاء سے۔ ١٣٢

جو شخص نذر و نیاز میں عبادت غیر کا قصد کرے ضرور مشرک ہے ١٣٣

بدگمانی سخت تر جھوٹ اور اشد حرام ہے ١٣٣

قرآن و حدیث سے بدگمانی کی مذمت۔ ١٣٣

مرد کے سر پر چوٹی رکھنا حرام ہے خصوصاً کسی کے نام کی چوٹی۔ ١٣٤

مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتیں اور عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مرد ملعون ہیں۔ ١٣٤

فارسی زبان میں ایک ناقص سوال اور اس کا جواب ١٣٥

Marfat.com

آریہ سماجوں میں ملازمت کرنے والے مسلمانوں سے متعلق ایک استفتاء۔ ۱۳۶

کلماتِ ملعونہ کفریہ کی کاپی نویسی کرنے والے، انھیں چھاپنے والے اور اس میں کسی طرح سے اعانت کرنے والے مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ اور ملائکہ لعنت کرتے ہیں۔ ۱۳۶

گناہ میں معاونت کرنے والا بھی گنہ گار ہے اور مستحقِ جہنم ہے ان کا بائیکاٹ کیا جائے۔ ۱۳۶

مصنف علیہ الرحمۃ کا تقویٰ اور اللہ و رسول سے محبت کا تقاضا کہ کفریہ کلمات کو نہ خود پڑھا نہ سنا بلکہ استفتاء سے نکال دینے کا حکم دیا ۱۳۹

ایک شخص کے بارے میں سوال جس نے سرِ عام کلماتِ کفر کہے مگر علانیہ توبہ نہیں کی۔ ۱۳۹

جس طرح خلق پر ظاہر ہونے والے گناہ کے دو تعلق ہیں اسی طرح اس کی توبہ کے بھی دو رخ ہیں۔ ۱۴۱

توبہ کا جو رُخ جانبِ خدا ہے اس کا رکنِ اعظم ندامت قلبی ہے۔ ۱۴۱

حدیث میں ندامت کو توبہ کیوں قرار دیا گیا۔ ۱۴۱

توبہ کا دوسرا رُخ جانبِ خلق ہے کہ جس طرح ان پر گناہ ظاہر ہوا اسی طرح ان پر اس کا توبہ و رجوع بھی ظاہر ہو۔ ۱۴۲

گناہ علانیہ کے لئے شرع نے توبہ کا علانیہ حکم دیا اور پوشیدہ گناہ کے لئے پوشیدہ توبہ ہے۔ ۱۴۲

اعلانیہ گناہ پر اعلانیہ توبہ میں حکمتیں۔ ۱۴۳

حکمت اول۔ ۱۴۳

حکمت دوم۔ ۱۴۳

حکمت سوم۔ ۱۴۳

حکمتِ چہارم۔ ۱۴۳

بد مذہب کی مذمت اس کے مرنے پر بھی جائز بلکہ کبھی شرعاً واجب۔ ۱۴۳

آسمان پر اللہ تعالیٰ کے گواہ ملائکہ اور زمین پر اہلسنت ہیں۔ ۱۴۳

حکمت پنجم۔ ۱۴۴

اعلانیہ گناہ دوہرا گناہ ہے اور اعلان گناہ دوسرا گناہ بلکہ اس گناہ سے بھی بدتر گناہ۔ ۱۴۴

اعلان گناہ کی مذمت احادیث سے۔ ۱۴۴

اعلان گناہ کا باعث نفس کی جرأت وجسارت وسرکشی وبے حیائی ہے۔ ۱۴۵

مرض کا علاج اس کی ضد سے ہوتا ہے۔ ۱۴۵

حرج مدفوع بالنص ہے۔ ۱۴۵

مجمع توبہ مجمع گناہ کے مشابہ ہونا چاہیے۔ ۱۴۵

کیا علانیہ توبہ کے لئے مشاکلت مجمع ومجلس شرط ہے۔ ۱۴۵

حدیث "اعلنوا النکاح" کی توجیہ۔ ۱۴۵

سَو کے سامنے گناہ کیا اور ایک گوشہ میں دو کے سامنے اظہارِ توبہ کر دیا اس سے فوائد مطلوبہ پُورے نہ ہوں گے۔ ۱۴۶

اعلانیہ توبہ میں ایک اور نکتہ۔ ۱۴۶

Marfat.com

خیالات بدمذہبی کے اظہار پر امیرالمومنین فاروق اعظم نے ایک شخص کو سخت سزا دی اور اس سے قطع تعلق کا حکم دیا تاوقتیکہ وہ ٹھیک ہوگیا۔ ۱۴۶

فاسق کی گواہی تائب ہوکر بھی قبول نہیں جب تک کچھ مدت گزر نہ جائے۔ ۱۴۹

بعد از توبہ کیسے کاذب کی گواہی مقبول اور کیسے کی نامقبول ہے۔ ۱۴۹

غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صحابہ کرام سے افضل کہنا گمراہی ہے اور بعطائے الٰہی انکو مالک نفع وضرر کہنے میں حرج نہیں۔ ۱۵۰

کسی کو مالک نفع وضرر کہنا کب جائز اور کب کفر ہے۔ ۱۵۰

مجلس میلاد مبارک اور گیارھویں شریف میں دو حیثیتیں ہیں ایک خصوص فعل اور دوسری مقصد و منشا۔ بحیثیت اول یہ جزء ایمان نہیں جبکہ بحیثیت ثانی داخل ایمان ہے۔ ۱۵۰

مسئلہ پر قرآن وحدیث سے دلیل۔ ۱۵۱

چار سوالات پر مشتمل ایک استفتاء۔ ۱۵۱

کلمۂ طیبہ سے استہزاء کرنے والا تجدید اسلام و تجدید نکاح کرے۔ ۱۵۱

رافضیوں سے میل جول حرام، اس کا مرتکب فاسق، مسلمان اس سے مقاطعہ کریں۔ ۱۵۲

سود خور سے بیعت بلا مجبوری منع ہے۔ ۱۵۲

سود کھانے والے، کھلانے والے اور لکھنے والے اور اس پر گواہی دینے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت۔ ۵۲

جو یہ عقیدہ رکھے کہ حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے برابر کوئی صحابی نہیں وہ اہل سنت سے خارج ہے۔ ۱۵۲

تفضیلیہ فرقہ رافضیوں کا چھوٹا بھائی ہے۔ ۱۵۲

ان کے رافضی ہونے سے سنی بننے پر کچھ الزام نہیں۔ ۱۵۲

بھنگی کے گھر کھانے پر فاتحہ وایصال ثواب کرنے والے اور کھانے والے کا کیا حکم ہے۔ ۱۵۳

کافر کی کوئی نیاز و عمل مقبول نہیں۔ ۱۵۳

کفار کے کھانے پر فاتحہ دلانے والے اور ثواب کا اعتقاد رکھنے والے پر توبہ فرض ہے بلکہ اس کو تجدید اسلام و تجدید نکاح چاہئے ورنہ مسلمان اس سے قطع تعلق کریں۔ ۱۵۳

شادی کے موقع پر تاشہ بجانے کے بارے میں استفتاء۔ ۱۵۴

کیسی دف شادی کے موقع پر بجانے کی اجازت ہے۔ ۱۵۴

مروج ڈھول تاشے بجانا جائز نہیں۔ ۱۵۴

ناجائز بات سے اگر کوئی کافر یا بدمذہب منع کرے تو اس کو جائز نہیں کہا جا سکتا۔ ۱۵۴

سنی مسلمانوں کو دین پر کیسا اعتقاد چاہئے۔ ۱۵۴

سود، جوا اور زنا حرام اور ان کا مرتکب مستحق نار و غضب جبار ہے۔ ۱۵۴

Marfat.com

زنا کب سود اور جوئے سے بدتر اور کب ان سے کمتر گناہ ہے۔ ١٥٥
سود خور، جواری اور زانی کے ساتھ کھانا نہیں کھانا چاہیئے۔ ١٥٥
چار سوالات پر مشتمل استفتار۔ ١٥٥
کاہنوں اور جوتشیوں سے ہاتھ دکھاکر تقدیر کا بھلا یا برا دریافت کرنا کیسا ہے۔ ١٥٥
نوجوان بیوہ عورتوں کے نکاح ثانی پر طعن کرنا کیسا ہے۔ ١٥٥
بیاہ شادیوں پر طوائف اور بھانڈ نچانے کا حکم شرعی کیا ہے۔ ١٥٥
جوئے کا انگھہ لگانے والے حنفی المذہب اور اہلسنت وجماعت رہتے ہیں یا نہیں۔ ١٥٥
اطاعت والدین جائز باتوں میں فرض ہے اور ناجائز بات کا حکم دیں تو اطاعت ناجائز ہے۔ ١٥٧
ماں باپ مرتکب کبائر بھی ہوں تب بھی اولاد پر ان کی اطاعت لازم ہے جب تک مرتد نہ ہوں۔ ١٥٧
مرتد کے لئے مسلمان پر کوئی حق نہیں۔ ١٥٧
بڑے بھائی کو حق تعظیم حاصل ہے مگر وہ ماں باپ کا ہمسر نہیں ہوسکتا۔ ١٥٧
بلاوجہ شرعی ایذا رسانی حلال نہیں۔ ١٥٧
اہل ہنود کا میلہ دیکھنے کے لئے جانا مطلقاً ناجائز ہے بلکہ بعض صورتوں میں کفر لازم آتا ہے۔ ١٥٧
کفریات کو تماشا بنانا ضلال بعید ہے۔ ١٥٨
منکرات کا تماشا بنانا جائز نہیں۔ ١٥٨
شعبدہ باز بھان متی بازیگر کے افعال حرام ہیں ١٥٩
حرام کو تماشا بنانا حرام۔ ١٥٩
کافروں کی شیطانی خرافات کو اچھا جاننا آفت اشد ہے اس صورت میں تجدید اسلام اور تجدید نکاح کا حکم کیا جائے گا۔ ١٥٩
میلہ کفار میں تجارت کے لئے جانا بھی ممنوع ہے ١٥٩
معبد کفار میں جانا گناہ ہے۔ ١٥٩
کفار کو دعوت ہدایت و اسلام دینے کے لئے ان کے میلے میں عالم دین کو جانا مطلقاً جائز ہے ١٦١
حرام اور کفر اور سود کھانے میں کون سا گناہ صغیرہ اور کون سا کبیرہ ہے۔ ١٦١
کفر ہر کبیرہ سے بدتر کبیرہ ہے۔ ١٦١
سود گناہ کبیرہ ہے۔ ١٦١
بدعت سیئہ اور گناہ کبیرہ میں نسبت۔ ١٦٢
فسق اعتقاد فسق عمل سے بدتر ہے۔ ١٦٢
غیبت زنا سے بدتر ہے۔ ١٦٢
فتنہ قتل سے سخت تر ہے۔ ١٦٢
کون سا جھوٹ صغیرہ ہے۔ ١٦٣
صغیرہ بعد از اصرار کبیرہ ہوجاتا ہے۔ ١٦٣
غیبت و کذب کب زنا سے بدتر ہوتے ہیں۔ ١٦٣
سجدہ تحیت اگر بت، چاند یا سورج وغیرہ کو کیا جائے تو اس پر حکم کفر ہے۔ ١٦٣
کفر اگرچہ عقد قلبی ہے مگر اقوال زبان اور بعض افعال اس پر دلیل ہوتے ہیں۔ ١٦٣
معبودان باطل کی تصویر کو سجدہ کرنا کفر ہے۔ ١٦٣

Marfat.com

کونسی تصویر کو سجدہ کرنا کفر نہیں۔ ۱۶۳
فقہ اکبر کی ایک عبارت کی توجیہ۔ ۱۶۴
ایک حدیث کا مطلب۔ ۱۶۴
اہل قبلہ کون ہیں۔ ۱۶۴
ہندو مسلم اتحاد کی خاطر رسومات شنیعہ کا مرتکب ہونے والی جماعت کے بارے میں سوال۔ ۱۶۵
کفار کے افعال قبیحہ شنیعہ کو مستحسن جاننا بالاتفاق اکفر ہے۔ ایسے لوگ اسلام سے خارج ہوگئے ان کی عورتیں نکاح سے نکل گئیں اور ان کی بیعتیں جاتی رہیں۔ ۱۶۶
مشرکین کے تہوار کی خوشی منانا اور اس میں شریک ہونا معصیت قطعیہ ہے۔ ۱۶۶
معصیت قطعیہ کا استحلال کفر ہے۔ ۱۶۶
کفار کے افعال ملعونہ کو برا جان کر شرکت کرنیوالے مرتکب کبائر اور مستحق عذاب نار ہیں۔ ۱۶۶
مسئلہ مذکورہ پر قرآن و حدیث سے دلائل۔ ۱۶۷
کافر و مومن میں اتحاد کیسا۔ ۱۶۸
کفار کے امور دنیوی میں ایک حد تک موافقت کی جا سکتی ہے مگر امور مذہبی میں موافقت جائز نہیں۔ ۱۶۸
تعزیہ مذہب میں ناروا و ممنوع ہے۔ ۱۶۸
اودھ کے کچھ ہندو تعزیہ بناتے اور اٹھاتے ہیں۔ ۱۶۸
فعل حلال کو حرام کرنیوالے، غیر مقلدین کو خلاف شرع مدد دینے والے، شرعی معاملے میں جھوٹی شہادت دینے والے کے پیچھے نماز ناجائز ہے جب تک

توبہ نہ کریں۔ ۱۶۹
حق کے مقابل باطل کی اعانت کرنے والے کی امامت ناجائز اور مسلمان ان کا مقاطعہ کریں۔ ۱۶۹
قاضی کا رجسٹر شرعاً کوئی شرط نکاح نہیں۔ ۱۶۹
اہل ہنود کی خرافات و لغویات پر مشتمل مجالس میں شریک ہونے والے مسلمان فاسق و فاجر مرتکب کبائر اور مستحق غضب جبار و عذاب نار ہیں۔ ۱۷۰
مسلمان کا گزر کفار کے محلہ سے ہو تو جلد گزر جائے۔ ۱۷۰
ہندوؤں کے افعال ملعونہ کو بطور تماشہ دیکھنا لعنت اور بنگاہ وقعت دیکھنا کفر ہے۔ ۱۷۰
خاکروب مسلمان ہوتے ہی غسل کرکے پاک صاف ہو جائے تو اس کے ساتھ کھانا پینا جائز ہے۔ ۱۷۲
جو کافر تلقین اسلام چاہے اس کو تلقین کرنا فرض اور اس میں تاخیر گناہ کبیرہ ہے۔ ۱۷۲
جوان لڑکی کو مسلمان کرنے والے عالم کے پیچھے نماز ناجائز نہیں۔ ۱۷۲
مسلمان پر بدگمانی حرام ہے۔ ۱۷۲
آیات قرآنیہ سے تائید۔ ۱۷۲
خاکروب مسلمان ہو کر پھر اپنی قوم سے مل گیا اور اب دوبارہ قبول اسلام کی درخواست کرے تو اس میں تامل نہیں کرنا چاہیے۔ ۱۷۳
کافروں کے غلط طعنہ کا لحاظ کرنا اور مسلمانوں کی دل شکنی کی پرواہ نہ کرنا جہالت ہے۔ ۱۷۳

Marfat.com

برہمن اور خاکروب میں سے زیادہ نجس کون ہے۔ ۱۷۳

جو خود عالم نہ ہو اور مستند علماء کا فتویٰ نہ مانے تو وہ گمراہ ہے۔ ۱۷۳

غیر عالم کو حکم ہے کہ عالم سے پوچھو۔ ۱۷۳

نومسلم خاکروب کے ساتھ کھانا کھانے والے مسلمان کی ہنسی اڑانے والا گنہگار ہے۔ ۱۷۴

عورت مسلمان ہو جائے اور اس کا شوہر خاکروب ہو شرعاً کیا حکم ہے۔ ۱۷۴

تحلیلِ حرام و تحریمِ حلال دونوں کفر ہیں۔ ۱۷۵

فاسق و مرتکبِ کبیرہ اور مفتری علی اللہ کے پیچھے نماز ممنوع ہے۔ ۱۷۵

وہابیہ بے دین ہیں ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ ۱۷۶

کسی کے عقائدِ کفریہ پر مطلع ہو کر ان کو امام و مدرس بنانا مستحسن سمجھنے والا خود کافر ہو جاتا ہے ۱۷۶

رضا بالکفر کفر ہے۔ ۱۷۶

ضروریاتِ دین کا منکر کافر ہے اور اس کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے۔ ۱۷۶

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالیاں دینے، لکھنے اور چھاپنے والے وہابیہ کو امام و مدرس بنانے والا کیسا مسلمان ہے۔ ۱۷۶

محبتِ رسول اور نفرتِ گستاخان کے بغیر کوئی مسلمان نہیں ہو سکتا۔ ۱۷۷

زبان سے توسب دعویٰ محبت کر دیتے ہیں مگر عملی کارروائیاں آزمائش کرا دیتی ہیں۔ ۱۷۷

اہلِ ہنود کی طرف سے حکومت خود اختیاری کی تحریک و شورش میں مسلمانوں کی شرکت کے بارے میں استفتاء، اور ہندوؤں کے مسلمانوں کے ساتھ رویے کی جھلک۔ ۱۷۸

یہود اور مشرک مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ ۱۷۹

قرآن پاک سے دلائل ۱۷۹

ہندو مذہب کی کتاب بید مثل قرآن مجید زید نے گلے میں ڈال رکھی ہے کافر اس کو قرآن مجید سمجھ کر توہین کرنا چاہتا ہے تو کیا زید کو دفاع کرنا چاہیے اور دیگر مسلمانوں کو اس کی مدد کرنی چاہیے یا نہیں۔ ۱۸۲

مثال میں بسا اوقات فرق رہ جاتا ہے۔ ۱۸۲

کافر مذہب کی کتاب کو قرآن مجید سے تشبیہ دینا توہینِ قرآن ہے۔ ۱۸۲

اصرار علی الحرام جرم ہے۔ ۱۸۲

اپنے نفس کو سزا و ذلت پر پیش کرنا بحکمِ حدیث حرام ہے۔ ۱۸۳

شیعہ کی تنظیم میں سنیوں کو شریک ہونا کیسا ہے۔ ۱۸۳

سنیوں کو غیر مذہب والوں سے اختلاط میل جول ناجائز ہے خصوصاً جبکہ وہ افسر ہوں اور یہ ماتحت۔ ۱۸۴

زنا کے ثبوت کا شرعی معیار۔ ۱۸۴

Marfat.com

حدِ قذف اسی کوڑے ہیں ۔ ۱۸۳
اجنبیہ عورت سے خلوت حرام ہے ۔ ۱۸۳
محدود فی القذف کی گواہی ہمیشہ کو مردود ہے
روافض کی گمراہی کا ثبوت حدیث میں اور ان
سے قطع تعلق کا حکم ۔ ۱۸۴
دسہرہ کی جھنڈی کے جلسہ میں ہنود کے ساتھ
شریک ہونے والے مسلمان سے متعلق سوال ۔ ۱۸۵
مراسم کفر کی اعانت اور ان میں شرکت ممنوع و گناہ
اور مخالفت حکم الٰہی ہے ۔ ۱۸۶
کفار کی رسومات و افعال کو مستحسن جاننے والا
کافر ہے مسلمان اس سے بائیکاٹ کریں ۔ ۱۸۶
ہنود کے تہوار "پکوسن" کے موقع پر مسلمان تیلیوں
کا گھانی ڈھلانا اور اس کے عوض ہندوؤں سے
پیسے وصول کرنا کیسا ہے ۔ ۱۸۷
ہنود کے تہواروں میں ان کی موافقت کرنیوالے
مسلمانوں اور مسلمانوں کو شرکت پر مجبور کرنیوالے
رئیس کے بارے میں کیا حکم ہے ۔ ۱۸۷
معاصی پر اجارہ جائز نہیں ۔ ۱۸۷
فعل حرام کی اجرت حرام ہے ۔ ۱۸۷
ناجائز کا ترک واجب ہے ۔ ۱۸۷
اغراض فاسدہ کفار کی تحصیل نامناسب ۔ ۱۸۸
خوردبین سے مشاہدہ ہوا ہے کہ دودھ اور پانی
سب میں یقیناً کیڑے ہوتے ہیں ۔ ۱۸۸
مطابق قانون فطرت ہے کہ رطوبت میں حرارت
جب عمل کرے گی تو فیضان زوج ہوگا ۔ ۱۸۸
موہومات اور بیہودہ خیالات کی موافقت کی جائے
تو دین و دنیا کی عافیت تنگ ہو جائے گی ۔ ۱۸۸
ہنود کے مذہبی تہوار کو اچھا جان کر منانے والا
اسلام سے خارج ورنہ فاسق تو ضرور ہوگا ۔ ۱۸۸
اللہ تعالیٰ کی معصیت میں کسی کا اتباع درست
نہیں ۔ ۱۸۸
مباہلہ کیا ہے ، وہ کس وقت ، کس سے ، کس
طرح کیا جاتا ہے ۔ ۱۸۹
مشکوک یا مظنون بات پر مباہلہ سخت جرأت
ہے ۔ ۱۸۹
فرقہ اسمٰعیلیہ کے ایک مذہبی پیشوا کا استقبال
کرنیوالے مسلمانوں سے متعلق سوال ۔ ۱۸۹
بدمذہبوں سے میل جول رکھنے والے اگر توبہ
نہ کریں تو مسلمان ان کو اپنے پاس نہ بیٹھنے
دیں سنی مدرسے کی رکنیت تو بڑی چیز ہے ۔ ۱۹۰
تعظیم بدمذہباں اور ان سے اختلاط رکھنے اور
ان کو سلام کہنے پر وعیدات قرآن وحدیث سے ۔ ۱۹۰
ابراہیم بن میسرہ تابعی مکی اور ثقہ ہیں ۔ ۱۹۲
جس چیز کے کفر پر اتفاق ہو اور جس کے کفر میں
اختلاف ہو دونوں کا حکم ۔ ۱۹۳
ایک سنی عالم کے تحریری اعلان کے بارے میں
سوال جس کے شروع میں حمد و نعت نہیں
اور نہ ہی اس میں نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ
وسلم کا وسیلہ تحریر کیا گیا ہے ۔ ۱۹۴
مسلمان پر نیک گمان کا حکم ہے ۔ ۱۹۴

Marfat.com

کسی سُنّی کے عدم ذکر توسّل کو انکارِ توسل قرار
نہیں دیا جا سکتا۔ ۱۹۴
توسّل کا انکار کرنیوالا سنّی نہیں ہوتا۔ ۱۹۴
حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے توسل
مسلمان کے دل میں رچا ہوا ہے اگرچہ بعض
اوقات زبان سے نہ کہے۔ ۱۹۴
کائنات کی ہر نعمت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے وسیلے سے ملتی ہے۔ ۱۹۵
نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم قاسم خزائنِ حق
ہیں۔ ۱۹۵
مصنف علیہ الرحمۃ کی طرف سے مستفتی کو
حسنِ اعتقاد پر داد۔ ۱۹۵
پاسپورٹ کے لئے تصویر بنانے اور بنوانے
سے متعلق استفتاء۔ ۱۹۵
ذی روح کی تصویر کھینچنی بالاتفاق حرام ہے
اگرچہ صرف چہرہ کی ہو۔ ۱۹۶
جس کا کھینچنا حرام اس کا کھنچوانا بھی حرام ہے ۱۹۶
جس چیز کا لینا حرام اس کا دینا بھی حرام ہے ۱۹۶
الضرورت تبیح المحظورات۔ ۱۹۷
مجرد تحصیل منفعت کے لئے کوئی ممنوع
مباح نہیں ہوتا۔ ۱۹۷
جائز نوکری تیس روپیہ اور ناجائز ڈیڑھ سو
کی ملتی ہو تو نفع کے لئے ناجائز کو اختیار کرنا
حرام ہے۔ ۱۹۷
عیسائیوں کے بگل بجانے کی نوکری مسلمان
کے لئے جائز نہیں۔ ۱۹۷
اگر حج کی ادائیگی کی رشوت کے بغیر کوئی
صورت نہ ہو تو کیا کرے۔ ۱۹۸
کس صورت میں تصویر کی اجازت ہے۔ ۱۹۸
کافر کہے مجھے مسلمان کرلو تو مسلمان کو اس
کیلئے فرض نماز توڑ دینا واجب ہے۔ ۱۹۹
ظن غالب یقین کے ساتھ لاحق ہے۔ ۱۹۹
کفار کو دعوتِ اسلام دینا کب واجب اور
کب مستحب ہے۔ ۱۹۹
○ رسالہ جلی النص فی اماکن الرخص
(اس بات کا بیان کہ بعض اوقات بعض ممنوعات
میں رخصت ملتی ہے) ۲۰۱
نہ ہر ممنوع کسی نہ کسی وقت مباح ہو سکتا ہے
نہ ہر وقت ایسا کہ کسی نہ کسی ممنوع میں رخصت
کی قابلیت رکھتا ہے۔ ۲۰۲
مواقع رخصت کے بارے میں کچھ قواعد و
اصولِ شرعیہ جن میں بظاہر تعارض ہے۔ ۲۰۲
اصل اول۔ ۲۰۲
مفسدہ کا دفع مصلحت کی تحصیل سے زیادہ
اہم ہے۔ ۲۰۲
اصل اول کی مؤید حدیث۔ ۲۰۲
قاعدۂ مذکورہ مطلقاً لحاظ نہی بتاتا ہے۔ ۲۰۲
اصل دوم۔ ۲۰۲
مجبوریاں ممنوع کو مباح کر دیتی ہیں۔ ۲۰۲
اصل مذکور دو آیتوں سے ماخوذ ہے۔ ۲۰۲

Marfat.com

قاعدہ مذکورہ مطلقاً لحاظ ضرورت بتاتا ہے۔ ۲۰۳
اصل سوم۔ ۲۰۳
دو بلاؤں کا مبتلا ان میں سے ہلکی کو اختیار کرے۔ ۲۰۳
اصل مذکور کا ماخذ آیت کریمہ ہے۔ ۲۰۳
قاعدہ مذکورہ دونوں اطلاق نہیں کرتا بلکہ موازنہ چاہتا ہے۔ ۲۰۳
اصل چہارم۔ ۲۰۳
ضرر مدفوع ہے۔ ۲۰۳
اصل مذکور کی مؤید آیت کریمہ وحدیث اقدس۔ ۲۰۳
اصل پنجم۔ ۲۰۳
مشقت آسانی لاتی ہے۔ ۲۰۳
قاعدہ مذکورہ کی مؤید آیت کریمہ۔ ۲۰۳
مشقت ودشواری کا دائرہ ضرورت ومجبوری سے وسیع تر ہے۔ ۲۰۳
اصل ششم۔ ۲۰۳
جس کا لینا حرام اس کا دینا بھی حرام۔ ۲۰۳
اصل مذکور کی مؤید آیت کریمہ۔ ۲۰۳
اصل ہفتم۔ ۲۰۳
اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے ہر ایک کیلئے اس کی نیت۔ ۲۰۳
قاعدہ مذکورہ کی مؤید آیت کریمہ۔ ۲۰۳
مواقع واماکن رخص کا بیان اور قواعد مذکورہ سبعہ کے موارد کی وضاحت۔ ۲۰۳
مراتب پانچ ہیں، ضرورت، حاجت، منفعت،
زینت، فضول۔ ۲۰۵
پانچ چیزیں ہیں جن کے حفظ کو اقامت شرائع الٰہیہ ہے دین، عقل، نسب، نفس اور مال۔ ۲۰۵
مراتب خمسہ مذکورہ کی تعریفیں اور مثالیں۔ ۲۰۵
ضرورت کا استثنا بدیہی ہے۔ ۲۰۶
متعدد مثالیں کہ اپنی ضرورت تو ضرورت ہے دوسرے مسلم کی ضرورت کا بھی لحاظ فرمایا گیا ہے۔ ۲۰۶
ڈوبتے کو بچا سکتا ہے تو نماز توڑ کر بچانا لازم ہے اگرچہ نماز قضا ہو جائے۔ ۲۰۶
بچے کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو قابلہ نماز مؤخر کردے۔ ۲۰۶
اندھے کو کنویں میں گرنے سے بچانے کے لئے نماز توڑ دینا لازم ہے۔ ۲۰۶
جن کا نفقہ اس پر لازم ہے ان کا بندوبست کئے بغیر حج کو نہ جائے۔ ۲۰۷
زینت وفضول کے لئے کوئی ممنوع شرعی رخصت نہیں ہو سکتا۔ ۲۰۸
مجرد منفعت کے لئے کوئی ممنوع شرعی رخصت نہیں ہو سکتا۔ ۲۰۸
حقنہ بضرورت مرض جائز اور منفعت ظاہرہ مثلاً قوت جماع کے لئے ناجائز ہے۔ ۲۰۸
حلال کام میں تیس روپے ماہانہ پاتا ہے اور نصرانی ناقوس بجانے پر ڈیڑھ سو ماہانہ دیتے

Marfat.com

اس منفعت کے لئے یہ نوکری جائز نہیں۔ ۲۰۹

فاسقانہ وضع کا جوتا بنانے پر موچی اور ایسی وضع کے کپڑے بنانے پر درزی کو کتنی اجرت ملے اس کی اجازت نہیں کہ یہ معصیت پر اعانت ہے۔ ۲۱۰

لکڑی جنگل سے مفت مل سکتی ہے مگر اس کے لئے کسی شخص کو رشوت دینی پڑتی ہے تو دینا حرام ہے ۲۱۰

کعبہ معظمہ میں داخل ہونے کے لئے رشوت دینا اور اس کا لینا حرام ہے۔ ۲۱۱

حرام محض منفعت کے لئے حلال نہیں ہوسکتا۔ ۲۱۱

الصریح یفوق الدلالۃ۔ ۲۱۲

تبدیل وقف کب جائز اور کب ناجائز ہے۔ ۲۱۲

وقف کو حالت سابقہ پر رکھنا واجب ہے نہ کہ اس میں زیادتی کرنا۔ ۲۱۲

ہندیہ کی عبارت سے پیدا ہونے والے ایک اعتراض کا جواب۔ ۲۱۳

والدین کے فرمان کی خلاف ورزی کس صورت میں جائز اور کس صورت میں ناجائز ہے۔ ۲۱۳

اذان سے استہزاء کفر ہے اس کا مرتکب تجدید اسلام و تجدید نکاح کرے۔ ۲۱۵

داڑھی سے استہزاء کرنے والے کا ایمان زائل، نکاح باطل اور عذر جہل غلط و عاطل ہے ۲۱۵

داڑھی شعار اسلام ہے۔ ۲۱۵

شعار اسلام سے استہزاء اسلام سے استہزاء ہے۔ ۲۱۵

جس شخص کے عقائد کا ٹھکانا نہ ہو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے یا نہیں۔ ۲۱۶

ہمزاد کیا ہے اس کی تسخیر کے لئے عمل کرنا کیسا ہے۔ ۲۱۶

آسیب، بھوت، چڑیل اور شہد وغیرہ جو مشہور ہیں صحیح ہیں یا غلط۔ ۲۱۶

دست غیب اور مصلے کے نیچے سے اشرفی وغیرہ کا نکلنا صحیح ہے یا نہیں۔ ۲۱۶

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ہمزاد مسلمان ہوگیا تھا۔ ۲۱۶

تسخیر ہمزاد اگر سفلیات سے ہو تو حرام قطعی بلکہ بعض صورتوں میں کفر، اور اگر علویات سے ہو تب بھی خالی از ضرر نہیں۔ ۲۱۷

صحبت جن کا کم از کم ضرر یہ ہے کہ آدمی متکبر ہو جاتا ہے۔ ۲۱۸

جن اور ناپاک روحیں احادیث سے ثابت ہیں۔ ۲۱۸

شہداء کرام خبیث حرکات سے منزہ و مبرا ہیں ۲۱۸

دست غیب کی صحیح اور غلط صورتیں۔ ۲۱۸

دست غیب کا اعلیٰ اور سہل تر عمل وہ ہے جو قرآن مجید میں موجود ہے۔ ۲۱۹

لوگ عمل حب کے پیچھے خستہ و خوار پھرتے ہیں مگر نہیں ملتا حالانکہ حب کا سہل و یقینی عمل قرآن مجید میں مذکور ہے۔ ۲۱۹

طوسی کا رفض حد کفر تک نہ تھا اس نے

Marfat.com

حتی الامکان اگلوں کے کفر کی تاویلات کیں جو گناہ ہے اور جہاں اس نے خلاف اہلسنت کیا اس کا رد کر دیا گیا ہے۔ ۲۲۰

منطقی و فلسفی شراح و محشین معصوم نہیں۔ ۲۲۰

یہ جو مشہور ہے کہ گھر، گھوڑا اور عورت منحوس ہوتے ہیں محض باطل و مردود اور ہندوؤں کے خیالات ہیں۔ ۲۲۰

تعزیہ ناجائز و بدعت ہے مگر کفر نہیں کہ نماز جنازہ ناجائز اور ذبیحہ مردار ہو۔ ۲۲۱

افراط و تفریط دونوں مذموم ہیں۔ ۲۲۱

ابن ماجہ کی ایک حدیث پر کلام اور اس کی توجیہ۔ ۲۲۱

ہر بدعت سیئہ کفر نہیں۔ ۲۲۱

بعض بدمذہبیاں کفر نہیں۔ ۲۲۱

مسئلہ کی تائید عبارات فقہاء سے۔ ۲۲۱

لعنت بہت سخت چیز ہے مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہیے۔ ۲۲۲

جب تک کفر پر مرنا ثابت نہ ہو کافر پر بھی لعنت جائز نہیں۔ ۲۲۲

دیوبندی عقائد والوں سے میل جول حرام ہے۔ ۲۲۲

فری میسن کے بارے میں سوال و جواب۔ ۲۲۲

ایک اجمالی مبہم سوال۔ ۲۲۳

کواکب فلکی کے اثرات سعد و نحس پر عقیدہ رکھنا کیسا ہے اور تعویذات میں عامل کو انکی رعایت کہاں تک درست ہے۔ ۲۲۳

مسلمان مطیع پر کوئی چیز نحس نہیں اور کافروں کے لئے کچھ سعد نہیں۔ ۲۲۳

کبھی گناہ بھی سعادت ہوجاتا ہے۔ ۲۲۳

کواکب کو مؤثر جاننا شرک، ان سے مدد مانگنا حرام اور ان کی رعایت خلاف توکل ہے۔ ۲۲۴

تسخیر و تکوین سے کیا مراد ہے۔ ۲۲۴

مسئلہ سے متعلق اشعۃ اللمعات پر مصنف علیہ الرحمۃ کا حاشیہ۔ ۲۲۴

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طلب باراں کی دعا مانگتے وقت منزل قمر کی رعایت کا حکم دیا۔ ۲۲۴

حرام کھانا کبھی جائز نہیں ہوتا جس وقت جائز ہوتا ہے اس وقت حرام نہیں رہتا۔ ۲۲۵

"فقیری میں جھوٹ بولنا اور حرام کھانا جائز ہے" یہ کہنے والے کا کیا حکم ہے۔ ۲۲۵

دینی مدرسہ میں حکومت انگریز کی امداد کی بنا پر انگریزی وغیرہ داخل نہ کی گئی تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں اور اس کا بند کرنا محض بے وجہ ہے۔ ۲۲۶

حکومتی خطاب واپس کرنا نہ کرنا کوئی شرعی مسئلہ نہیں اگر واپسی خطاب میں بندش امداد کا اندیشہ صحیح ہے تو واپسی حماقت ہے۔ ۲۲۸

اہل ہنود کے رسومات کفریہ پر مشتمل جلسوں میں شرکت کرنے والا قابل امامت نہیں۔ ۲۲۸

دشمنان دین سے احتراز فرض ہے۔ ۲۲۸

Marfat.com

فرض کا ترک موجب ملامت اور مانع امامت ہے۔ ۲۲۸

کافر کے لئے دعائے مغفرت و فاتحہ خوانی کفر خالص و تکذیب قرآن ہے۔ ۲۲۸

مشرک کی نماز و دعا کے لئے اشتہار چھاپنے والے دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ ۲۲۸

قربانی گاؤ شعار اسلام ہے اور ہندوستان میں اس کا جاری رکھنا واجب ہے۔ ۲۲۸

کفار و زنادقہ کو واعظ مسلمین و پیشوائے دین بنانا اسلام کو کند چھری سے ذبح کرنا ہے۔ ۲۲۹

مشرکین و کفار کے ساتھ اتحاد و وداد حرام قطعی ہے۔ ۲۲۹

سلاطین اسلام و ممالک اسلامیہ و اماکن مقدسہ کے لئے خطبۂ جمعہ و عیدین میں دعا مستحب ہے۔ ۲۳

۱ ⊙ رسالہ الرمز المرصف علی سؤال مولینا السید آصف (کفار سے معاملات، احکام مرتدہ اور ایک اشتہار (اسلامی پیام) کے بعض مندرجات سے متعلق مولانا سید آصف علیہ الرحمہ کے سوالات کا مفصل و مدلل جواب) ۲۳۱

ارشاد الٰہی "یاایہا الذین اٰمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالا" عام و مطلق ہے۔ ۲۳۳

کافر کو راز دار بنانا مطلقاً ممنوع ہے اگرچہ امور دنیویہ میں ہو۔ ۲۳۳

کفار ہرگز تا قدر قدرت ہماری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے۔ ۲۳۳

حدیث لا تستضیئوا بنار المشرکین کی تفسیر۔ ۲۳۳

آیۂ کریمہ لا تتخذوا بطانۃ من دونکم کی تفسیر۔ ۲۳۴

جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نصرانی کو محرر بنانے سے انکار فرمادیا۔ ۲۳۴

کفار سے جملہ انواع معاملات ناجائز نہیں۔ ۲۳۵

ہر کافر حربی کافر محارب ہے وہ ذمی و معاہد کا مقابل ہے۔ ۲۳۶

راز دار بنانا ذمی معاہد کو بھی جائز نہیں۔ ۲۳۶

موالات مطلقہ جملہ کفار سے حرام ہے حربی ہو یا ذمی۔ ۲۳۶

بر و احسان معاہد سے جائز اور حربی سے حرام ہے۔ ۲۳۶

امام رازی کی ایک عبارت کا مطلب۔ ۲۳۶

آیۂ کریمہ "واغلظ علیہم" کا شان نزول اور تفسیر۔ ۲۳۶

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قبل ارشاد "واغلظ علیہم" کفار پر انواع انواع کے نرمی و عفو و صفح فرماتے تھے۔ ۲۳۶

امام عطاء بن ابی رباح کے مناقب۔ ۲۳۷

یہود و مشرکین عداوت مسلمین میں سب کافروں سے سخت تر ہیں۔ ۲۳۷

یاایہا النبی جاہد الکفار میں حکم جہاد عام ہے۔ ۲۳۷

Marfat.com

کسی وصف پر حکم کا مرتب ہونا اسکی علیت کا مشعر ہوتا ہے۔ ۲۳۶

نفس کفر میں تمام کفار برابر ہیں "الکفر ملۃ واحدۃ" ۲۳۷

معاہد کا استثنا حکم جہاد سے دلائل قاطعہ متواترہ سے فردرۃً معلوم و مستغرق فی الاذہان ہے۔ ۲۳۷

تفاوت عداوت کفار پر بنائے کار نہیں۔ ۲۳۷

حسب حاجت ذلیل قلیل ذمیوں سے حربیوں کے مقابلہ و مقاتلہ میں مدد لے سکتے ہیں۔ ۲۳۷

مسخر کتے سے شکار میں مدد لینا جائز ہے۔ ۲۳۷

مشرک سے استعانت مطلقاً ناجائز۔ ۲۳۸

کافر طبیب سے کس نوعیت کا علاج جائز اور کس نوعیت کا ناجائز ہے۔ ۲۳۸

کافر طبیبوں کے مسلمان مریضوں کو فریب دینے کے متعدد طریقے۔ ۲۳۹

مصر کے ایک مسلمان رئیس اور یہودی طبیب کا واقعہ۔ ۲۴۱

بعض لوگ کافر طبیب کے ساتھ مسلمان طبیب کو بھی شریک کرتے ہیں کہ جو نسخہ وہ بتائے مسلمان کو دکھالیں، یوں اس کے مکر سے امن سمجھتے ہیں اور اس میں کوئی حرج نہیں جانتے حالانکہ اس میں متعدد خرابیاں ہیں۔ ۲۴۲

یہودی طبیب سے علاج کرانے والے ایک مسلمان مریض کا واقعہ۔ ۲۴۳

امام مازری علیہ الرحمۃ کے علیل ہونے اور یہودی طبیب سے علاج کرانے کا عجیب واقعہ۔ ۲۴۳

عورت مرتدہ ہونے پر نکاح سے خارج نہیں ہوتی۔ ۲۴۳

قول صوری و ضروری میں فرق ہے۔ ۲۴۳

سوائے نکاح کے باقی تمام احکام ارتداد مرتدہ پر جاری ہوں گے۔ ۲۴۴

مرتدہ اپنے مسلمان شوہر کا ترکہ نہیں پائیگی۔ ۲۴۴

عورت اگر مرض الموت میں مرتدہ ہوئی تو شوہر اس کا ترکہ پائے گا ورنہ نہیں۔ ۲۴۴

مرتدہ جب تک اسلام نہ لائے شوہر کو اسے ہاتھ لگانا حرام ہے۔ ۲۴۴

عالمگیری و درمختار کی عبارتوں سے استنباط کہ مرتدہ کا نکاح نہیں جاتا مگر وہ شوہر پر حرام ہوجاتی ہے۔ ۲۴۴

مرتدہ کو تجدید نکاح کا حکم بنظر احتیاط ہے ۲۴۵

مرتدہ کا شوہر پر حرام ہوجانا موجب زوال نکاح نہیں۔ ۲۴۵

بارہا عورت ایک مدت تک بلکہ کبھی ہمیشہ کے لئے حرام ہوجاتی ہے اور نکاح قائم رہتا ہے۔ ۲۴۵

زوجہ کی بہن سے نکاح کر کے قربت کرلے تو زوجہ حرام ہوگئی یہاں تک کہ اس کی بہن کو

Marfat.com

جدا کرے اور اس کی عدت گزر جائے۔ ۲۴۵
حرمتِ مصاہرت طاری ہونے سے متارکہ لازم ہے کیونکہ نکاح قائم ہے۔ ۲۴۵
زنِ مفضاۃ یعنی جس کے سبیلین ایک ہوجائیں اسکے نکاح میں اصلاً خلل نہیں اور حرمت ابدی دائم ہے۔ ۲۴۵
بُت اور تعزیہ نیز ان دونوں کے چڑھاوے میں فرق ہے۔ ۲۴۶
سبیل اور کھانا چائے بسکٹ وغیرہ جو رافضیوں کے مجمع کے لئے کئے جائیں ناجائز و گناہ ہیں ان میں چندہ دینا گناہ اور اس میں شامل ہونے والوں کا حشر بھی انہی کے ساتھ ہوگا۔
سبیل لگانا جائز ہے۔ ۲۴۶
دیوبندی گمراہ و بے دین ہیں۔ ۲۴۷
تعزیہ ناجائز ہے اور گھوڑا نکالنا بھی صحیح نہیں ۲۴۷
اکابر کی نقل بنانی بے ادبی ہے۔ ۲۴۷
گاندھی کے جلوس میں استقبال کے لئے جانا مسلمانوں کو کیسا ہے۔ ۲۴۷
کافر کو تعظیماً سلام کہنے والا کافر ہو جاتا ہے ۲۴۷
ہنود کے میلوں میں بطور تماشائی جانے والا گنہگار ہے کافر نہیں۔ ۲۴۸
ایک جلسہ میں شرکت سے متعلق سوال و جواب ۲۴۸
تین سوالوں پر مشتمل استفتاء۔ ۲۴۸
ہر شخص سے جتنا تعلق حدود شرع سے باہر نہیں اپنے متنوع احوال پر جائز یا مستحسن یا فرض ہے اور جو حدود شرع سے باہر ہو با خلاف احوال مکروہ، ممنوع یا حرام ہے۔ ۲۴۹
جو مدارس ہر طرح خالص اسلامی ہوں ان کا جاری رکھنا موجبِ اجرِ عظیم ہے۔ ۲۴۹
گورنمنٹ کی طرف سے مدارس اسلامیہ کو دی جانے والی امداد کو قبول کرنا جائز اور اس کا قطع کرنا حماقت ہے۔ ۲۴۹
مناع للخیر پر وعید شدید ہے۔ ۲۵۰
نالائق مدرس مقرر کرنا صحیح نہیں۔ ۲۵۰
بادشاہ اگر غیر مستحق کو کچھ دے تو دگنا ظلم کیا ایک غیر مستحق کو دینے کا اور دوسرا مستحق کو نہ دینے کا۔ ۲۵۰
قولِ مشرک کو حکمِ شرع ماننا سراسر خلافِ اسلام ہے۔ ۲۵۰
مشرکوں کو خیر خواہ سمجھنا حماقت وجہالت ہے قرآن مجید سے دلیل۔ ۲۵۰
تین سوالات پر مشتمل استفتاء۔ ۲۵۱
رابطۂ شیخ جائز و مستحسن و سنتِ اکابر ہے ۲۵۲
مسلمان پر بلا وجہ شرعی حکمِ تکفیر خود قائل کے لئے مستلزمِ کفر ہے۔ ۲۵۲
تعزیر شرعی حاکم اسلام کی رائے پر ہے عام لوگوں کے ہاتھ میں نہیں سوائے اسکے کہ مقاطعہ کریں۔ ۲۵۲
بے علم مفتی اگر کچھ جاہلوں کا مقتدا ہو تو وہ حدیث مبارک "ضلوا واضلوا" کا مصداق ہے۔ ۲۵۲

Marfat.com

بے علم کے فتویٰ دینے پر وعید شدید۔ ۲۵۳
نماز میں حضورِ قلب وخشوع وخضوع معز مقصود
اور اعز مطلوب ہے۔ ۲۵۳
باطل ضعیف یا مشکوک مسائل پھیلا کر مسلمانوں
میں اختلاف وفتنہ وفساد پیدا کرنا حرام ہے ۲۵۳
عالمِ دین نائبِ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ
علیہ وسلم ہے۔ ۲۵۳
مسلمانوں میں بلا وجہ شرعی فتنہ واختلاف
پیدا کرنا نیابتِ شیطان ہے۔ ۲۵۳
کسی کا ذکر مہاتما کہنا سخت حرام ہے۔ ۲۵۴
مہاتما کے معنی روحِ اعظم کے ہیں۔ ۲۵۴
روحِ اعظم حضرت جبریل علیہ السلام کا
وصف ہے۔ ۲۵۴
فاسق کی مدح سرائی پر وعید۔ ۲۵۴
شرعِ شریف میں ہر کافر سے مطلقاً ترکِ موالات
کا حکم ہے خصوصاً مرتدین سے۔ ۲۵۴
معاملت وموالات الگ الگ چیزیں۔ ۲۵۵
جب کوئی بددین مسلمانوں کو بہکائے تو اس کا
دفع کرنا اور قلوبِ مسلمین سے شبہاتِ شیاطین
کا دفع کرنا فرضِ اعظم ہے۔ ۲۵۶
خلافت کمیٹی کا حیلہ اللہ تعالےٰ کے فرض کو
باطل نہیں کرتا۔ ۲۵۶
مکرِ شیطان کو دفع کرنے سے روکنا شیطان کے
سوا کسی کا کام نہیں ہو سکتا۔ ۲۵۶
مسلمانوں پر فرض ہے کہ روافض و مرزائیہ
اور ان کے معاونین کے فتنوں کا سدِ باب
کریں۔ ۲۵۸
مساجد میں مشرکوں سے لیکچر کرانا حرام اور
توہینِ مسجد ہے۔ ۲۵۸
پابندیِ اسلام سے آزاد عالم قابلِ فتویٰ
نہیں۔ ۲۵۸
کتا اگر جانماز پر چلا جائے اور اسکے پاؤں
اور جانماز دونوں خشک ہوں تو جانماز کا
دھونا لازم نہیں، یہی حکم مشرک کے بارے
میں بھی ہے۔ ۲۵۸
گاندھی کو امام بنانا اور ہندوؤں سے اتحاد
منانا دشمنیِ اسلام ہے اور اس میں چندہ
دینا مسلمان کا کام نہیں۔ ۲۵۸
ترکوں کی حمایت اور خلافت کے نام پر مسلمانوں
سے چندہ لینے والوں کے مقاصد کی نشاندہی۔ ۲۵۸
مرتد سے میل جول رکھنا اور فاسق سے بے ضرورت
اختلاط مکروہ ہے۔ ۲۶۰
وہابیہ و دیوبندیہ دمخالفانِ دین وحشلامان
مشرکین کے جلسہ میں سنی کو شرکت حلال نہیں ۲۶۰
بیس سوالات پر مشتمل استفتاء ۲۶۱
خلافتِ ترک صحیح ہے یا نہیں۔ ۲۶۱
خلیفۃ المسلمین سے بغاوت کرنے والے کا
کیا حکم ہے۔ ۲۶۱
مقابلہ اور روس کے خلاف بادشاہِ اسلام کی
اعانت مسلمانوں پر فرض ہے یا نہیں۔ ۲۶۱

Marfat.com

کیا اہلِ اسلام کو خلیفہ کے مقابلے میں نصاریٰ کی مالی مدد کرنا جائز ہے۔ ۲۶۱
حکومتِ نصاریٰ و کفار کے لشکر میں شامل ہو کر مسلمان سے مقاتلہ کرنا حرام ہے یا نہیں، اور عمداً ایسا کرنیوالوں کی کیا سزا ہے۔ ۲۶۱
نصاریٰ کی وہ ملازمتیں جن میں خلافِ شرع فیصلے کرنے پڑیں جائز ہے یا نہیں۔ ۲۶۱
نصاریٰ سے موالات، ان کی تعظیم، بڑے دن میں ان کو ڈالی دینا اور ان سے معاملۂ بیع و شراء کا کیا حکم ہے۔ ۲۶۲
مشرکین سے اس طور پہ مدد لینا کہ کوئی بات خلافِ شرع لازم نہ آئے جائز ہے یا نہیں۔ ۲۶۲
مسلمانوں کو علی گڑھ کالج کی امداد کرنا، اس میں بچوں کو پڑھوانا اور اس کی ملازمت کرنا کیسا ہے۔ ۲۶۲
جزیرۃ العرب بالخصوص حرمین شریفین میں مشرکین و یہود و نصاریٰ کا داخل ہونا ممنوع ہے یا نہیں، اور جو شخص قصداً ان کو داخل کرے اس کے بارے میں کیا حکم شرعی ہے۔ ۲۶۲
بلادِ اسلامیہ و مقاماتِ مقدسہ اور مساجد خصوصاً مسجدِ اقصیٰ پر نصاریٰ کے قبضہ ہو جانے پر یا بےحرمتی ہونے کی حالت میں مسلمانوں پر جلسے کرنا اور ریزولیوشن پاس کرنا فرض ہے یا نہیں۔ ۲۶۲
کتابیوں سے بدتر مجوس ہیں، مجوس سے بدتر مشرکین ہیں جیسے ہنود مشرکین سے بدتر مرتدین ہیں جیسے وہابیہ خصوصاً دیوبندیہ۔ ۲۶۴
شرک بدترین اصنافِ کفر سے ہے۔ ۲۶۴
شرع میں ہر نبی کا یوم ولادت صاحبِ عظمت ہے ۲۶۴
حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق یومِ جمعہ میں ہوئی جو اس کی وجہِ فضیلت ہے۔ ۲۶۴
روزِ جمعہ تمام دنوں کا سردار ہے۔ ۲۶۵
شرعِ مطہر میں تاریخ قمری معتبر ہے نہ کہ شمسی۔ ۲۶۵
ہولی و دوالی کی تعظیم اور نیروز و مہرجان کے نام پر کچھ دینا جائز نہیں۔ ۲۶۵
شرکتِ کفر سے لزومِ کفر ہے۔ ۲۶۶
مباح کا فعل و ترک یکساں ہے جب تک خارج سے کوئی وجہ داعی یا مانع پیدا ہو۔ ۲۶۶
کسی امرِ مباح کو شرعاً فرض ٹھہرا لینا قطعاً حرام اور شریعت پر افترا ہے۔ ۲۶۶
علی گڑھ کالج کی حالت پیر نیچر کے زمانے میں اور اس کے بعد۔ ۲۶۷
درسِ نظامی میں شامل فلسفہ قدیمہ کی بعض کفریات کا تذکرہ۔ ۲۶۷
زید پکا سُنّی ہے مگر برادری کے وہابیوں کی چند عورات اس کے پاس آتی رہتی ہیں اور زید ان کی خوب خاطر مدارات کرتا ہے، کیا ایسا کرنے سے اس کی سنّیت میں فرق پڑتا ہے۔ ۲۶۸

Marfat.com

حدیث میں حکم ہے کہ رفاقت صرف مومن سے کر اور تیرا کھانا صرف پرہیزگار کھائے۔ ۲۶۹

گیارہ سوالات پر مشتمل استفتاء۔ ۲۶۹

مشرک و کافر کے جنازے کو کندھا دینا ضروری قرار دینے والا شریعت پر افترا کرتا ہے۔ ۲۷۰

تعظیم مشرک کفر ہے۔ ۲۷۱

مشرک کی جے پکارنا مشرک کا کام ہے۔ ۲۷۱

اگر کوئی جبراً لوگوں کو ارزاں فروخت کرنے پر مجبور کرے تو ایسی اشیاء کو خریدنا اور کھانا حرام ہے۔ ۲۷۱

مندر ماوائے شیاطین ہے اس میں مسلمان کو جانا منع ہے۔ ۲۷۲

مندر میں نماز پڑھنا ناجائز ہے۔ ۲۷۲

قرآن عظیم کو مثل وید بتانا کفر ہے۔ ۲۷۲

ہنود کے وید پر عمل کا حکم حکم کفر ہے۔ ۲۷۲

حکم کفر کفر ہے۔ ۲۷۲

شرعی فیصلے ہندو سرپنچ اور پنچ سے کرانا حرام اور بحکم قرآن سخت ضلالت ہے۔ ۲۷۳

مشرک کی خوشی کے لئے شعار اسلام بند کرنا حرام ہے۔ ۲۷۳

مولوی عبدالباری صاحب کی تصریح۔ ۲۷۳

مسجد میں سکونت و خورد و نوش غیر معتکف کو جائز نہیں۔ ۲۷۳

مشرکین کا مسجد میں مجمع توہین مسجد ہے۔ ۲۷۳

مالی جرمانہ منسوخ ہو چکا لہذا کسی پر مالی جرمانہ ڈالنا حرام ہے۔ ۲۷۳

منسوخ پر عمل حرام ہے۔ ۲۷۳

فیصلہ معاملات کے لئے پنچایت میں درخواست دینے والوں سے پیسے وصول کرنا رشوت و حرام ہے۔ ۲۷۳

کافر کی زمین پر مسجد تعمیر نہیں ہو سکتی اور نہ وہ مسجد مسجد ہوگی۔ ۲۷۳

پرائی زمین کو مسجد کے لئے وقف نہیں کیا جا سکتا۔ ۲۷۴

مسجد کے لئے کافر وقف نہیں کر سکتا کہ وہ اس کا اہل نہیں۔ ۲۷۴

مشرک سے امور دینیہ میں مدد لینا جائز نہیں ۲۷۴

جس جلسہ میں مقررین و صدر وہابی دیوبندی نیچری اور ہندو وغیرہ ہوں اس میں شریک ہونا قطعی حرام اور سخت مضر اسلام ہے۔ ۲۷۵

تحسین الکافر کفر۔ ۲۷۵

غیر کافر کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے ۲۷۵

مشرک کے سوگ میں ہڑتال کرنا اور کاروبار بند کرنا حرام ہے۔ ۲۷۶

تین دن سے زائد مسلمان کا سوگ منانا حرام ہے۔ ۲۷۶

مشرک کی تعظیم کرنے والے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ ۲۷۷

غیر مقلدین و مرزائیے سے نشست و برخاست رکھنے والے امام کے پیچھے نماز کا حکم شرعی۔ ۲۷۸

Marfat.com

صدیق و فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے گستاخوں کے پاس بیٹھنے والے کا انجام ۔ ۲۷۹
مرزا غلام احمد قادیانی کو مجدد و مہدی یا پیغمبر ماننے والے مسلمان ہیں یا نہیں، ان کا نکاح کسی عورت سے ہوسکتا ہے یا نہیں، اور جن عورتوں کا نکاح ان سے کر دیا گیا ہے انکے بارے میں کیا حکم ہے ۔ ۲۷۹
قادیانی ایسا مرتد ہے جس کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر و مرتد ہے ۔ ۲۸۰
تصرفاتِ مرتد کے بارے میں فتاویٰ عالمگیریہ کی عبارت ۔ ۲۸۰
طلاق بلا نکاح نہیں ہوتی ۔ ۲۸۱
زنا کے لئے عدت نہیں ہوتی ۔ ۲۸۱
نکاح باطل سے نہ تو نسب ثابت ہوتا ہے نہ ہی عدت لازم ہوتی ہے ۔ ۲۸۱
لوگوں کو کابل کی طرف مجبور کرنے والے واعظین سے متعلق استفتاء ۔ ۲۸۱
ہندوستان دارالاسلام ہے اور دارالاسلام سے ہجرت فرض نہیں ۔ ۲۸۱
عالمِ دین کے علم کی لوگوں کو محتاجی ہو تو اس کو ہجرت تو درکنار طویل سفر کی بھی اجازت نہیں ۲۸۲
علمائے دیوبند اور ان کی قابلِ اعتراض چند تصانیف کے بارے میں سوال و جواب ۔ ۲۸۲
دیوبندیوں کا یہ ظاہر کرنا کہ ہمارا وہ عقیدہ نہیں جو ہماری طرف منسوب کیا جاتا ہے اور متعلقہ
عبارت کی تاویل کرنا مقبول ہے یا نہیں ۔ ۲۸۲
رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے دشمنوں سے دشمنی فرض ہے ۔ ۲۸۴
علمائے دیوبند کی تکفیر نہ کرنے والوں کی اقتدار میں نماز کے جواز و عدمِ جواز کی تفصیل ۔ ۲۸۴
کون سے کافر کو کافر کہہ کر پکارنا منع ہے ۔ ۲۸۵
کافر کو کافر نہ جاننا خود کفر ہے ۔ ۲۸۵
شرعِ مطہر میں کافر ہر غیر مسلم کا نام ہے ۔ ۲۸۵
جس نے کفر کو کفر نہ جانا تو ضرور کفر کو اسلام جانا ۔ ۲۸۶
کفر اور اسلام میں تقابل تضاد ہے ۔ ۲۸۶
اسلام کی ضد کفر ہی ہے ۔ ۲۸۶
کفریات پر مشتمل چند کتابوں کے مصنفین کے نام ۔ ۲۸۶
سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی توہین کرنیوالے رافضی ہیں یا وہابی، انکے ساتھ میل جول مسلمانوں کو جائز نہیں ۔ ۲۸۷
کفار سے میل جول رکھنے، ان کی تعظیم کرنیوالے اور ملعون حرکات کرنے والے مسلمانوں کے بارے میں حکم شرعی کا بیان، نیز چار احادیث مبارکہ اور عباراتِ ائمہ سے ان کی مذمت ۔ ۲۸۸
ہند اور سندھ سے ہجرت کے متعلق ایک فارسی استفتاء اور اس کا جواب ۔ ۲۹۰
اس بات پر دلائل کہ ہندوستان دارالسلام ہے جب کوئی حکم کسی علت کی وجہ سے ثابت ہو ۲۹۱

Marfat.com

تو جب تک علت موجود رہے گی وہ حکم باقی رہے گا۔ ۲۹۱
دار الاسلام میں جب تک کوئی حکم اسلامی موجود ہو تو وہ دار الحرب نہ ہوگا اگرچہ مسلمانوں کا غلبہ ختم ہو گیا ہو۔ ۲۹۲
ہجرت کرنا دار الکفر سے فرض ہے نہ کہ دار الاسلام سے۔ ۲۹۲
ہجرت خاصہ اور ہجرت عامہ میں فرق۔ ۲۹۲
جس نے قصداً کلمۂ کفر کہا یا اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی گستاخی کی تو وہ کافر ہو گیا اور اس کی بیوی نکاح سے نکل گئی پھر اگر مسلمان ہوا اور توبہ کرے تو عورت کو اختیار ہے کہ اس کے ساتھ دوبارہ نکاح کرے یا بعد عدت کسی اور سے کرے۔ ۲۹۳
عالم ہونے کی وجہ سے عالم دین کو برا کہنا کفر ہے اور بیوی نکاح سے نکل جاتی ہے۔ ۲۹۴
سنی العقیدہ عالم کی توہین جاہل کو جائز نہیں چاہے اس کے عمل کیسے ہوں۔ ۲۹۴
بدمذہب و گمراہ اگرچہ عالم کہلاتا ہو اس کو برا کہا جائے گا مگر اسی قدر جتنے کا وہ مستحق ہے ۲۹۴
ہندو پنڈت سے ماتھے پر قشقہ (ٹیکہ) لگوانا کیسا ہے۔ ۲۹۴
ہندوؤں کے ساتھ ڈھول باندھ کر گاتے بجاتے راماین وغیرہ کتابوں کو باادب و احترام ساتھ لے کر ان کی مجلس تک مسلمان بھی گئے ان کا یہ عمل کیسا ہے۔ ۲۹۵
قرآن مجید کا راماین اور بائیبل کے ساتھ ملا کر ہندوؤں کے ساتھ پوجا کیا جانا اور مندر میں لے جانا اور اس اہتمام میں مسلمانوں کا شریک ہونا درست ہے یا نہیں۔ ۲۹۶
ہندوؤں اور مسلمانوں کا مشترکہ چندہ جمع کرنا اور اس کو رفاہ عام مسلمان کرنا مثلاً مرمت مسجد اور لاوارث مسلمانوں کی تجہیز و تکفین وغیرہ ممنوع ہے یا نہیں۔ ۲۹۶
مدینہ منورہ تمام شہروں سے افضل ہے۔ ۲۹۷
مجاورت مدینہ منورہ ہمارے ائمہ کے نزدیک مکروہ ہے۔ ۲۹۷
خلافت اسلامیہ و ہجرت عن الہند کے بارے میں مولانا عبد الباری اور ابو الکلام کی تحریک سے متعلق سوال۔ ۲۹۸
زبردستی نماز پڑھنے کو کہا اس نے انکار کر دیا تو کیا حکم ہے۔ ۲۹۸
ذابح البقر کی بخشش ہوگی یا نہیں۔ ۲۹۹
کالی بھوانی اور شیخ سدو سے امداد طلب کرنا کیسا ہے۔ ۲۹۹

○ رسالہ برکات الامداد لاھل

الاستمداد (محبوبانِ خدا سے مدد طلب کرنے کا ثبوت قرآن و حدیث کی روشنی میں) ۳۰۱
وہابیوں کے استعانت سے متعلق عقیدے اور اس پر بزعم خویش آیات قرآنیہ، قول سعدیؒ قول نظامی گنجوی اور اقوال صوفیا علیہم الرحمۃ

Marfat.com

استدلال کے بارے میں استفسار۔ ۳۰۱

وہابی حق باتوں سے باطل معنی کا ثبوت چاہتا ہے جو ہرگز نہ ہوگا۔ ۳۰۲

آیہ کریمہ "انی وجہت وجھی" کی تفسیر ۳۰۲

وہابیوں کی بیان کردہ تفسیر پر متعدد خرابیوں کا لزوم۔ ۳۰۳

آیہ کریمہ "وایاک نستعین" میں استعانت حقیقی کا حصر ہے نہ کہ مطلق کا۔ ۳۰۳

مناجات سعدی ونظامی میں فریادرسی ویاوری حقیقی کا حصر حضرت عزت عزوجل میں ہے نہ کہ مطلق کا۔ ۳۰۳

استعانتِ حقیقیہ کا مطلب۔ ۳۰۳

استعانتِ حقیقیہ کا غیر خدا کے ساتھ اعتقاد ہر مسلمان کے نزدیک شرک ہے۔ ۳۰۳

محبوبانِ خدا کو واسطۂ وصولِ فیض اور ذریعہ ووسیلۂ قضائے حاجات جاننا حق ہے۔ ۳۰۳

قرآن مجید میں طلبِ وسیلہ کا حکم ہے۔ ۳۰۳

وجودِ حقیقی اور علمِ حقیقی اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں مگر غیر خدا کے لئے ان کا اثبات شرک نہیں جب تک وجود حقیقی وعلمِ حقیقی مراد نہ لیا جائے، یہی حکم غیر خدا سے استعانت کا ہوگا کہ جب تک استعانت حقیقیہ کا ارادہ نہ ہو شرک نہیں ہوگا۔ ۳۰۳

خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے بندوں کو علیم وعلام کہا ہے۔ ۳۰۳

استعانت کا کون سا معنیٰ غیر خدا کے ساتھ مختص ہے کہ اس معنی کا اعتقاد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے استعانت کفر ہے۔ ۳۰۴

وہابیہ اس استعانت کو بھی آیہ کریمہ "وایاک نستعین" میں داخل مانتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حق میں محال قطعی ہے۔ ۳۰۴

وہابیہ کے بیوقوفانہ سوال کا جواب آیتِ قرآنی سے۔ ۳۰۴

غیر خدا سے استعانت کے جواز پر دو آیاتِ قرآنیہ اور تینتیس ۳۳ احادیث سے استدلال۔ ۳۰۵

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مشرک غلام سے استعانت سے انکار فرمایا حالانکہ وہ دنیاوی طور پر امانت دار تھا۔ ۳۰۸

حدیث ربیعہ کی شرح۔ ۳۰۹

دنیا وآخرت کی سب مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اختیار میں ہے۔ ۳۰۹

شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کا ارشاد ۳۱۰

ملا علی قاری علیہ الرحمہ کا ارشاد ۳۱۰

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مالک ومختارِ جنت ہیں۔ ۳۱۰

امام ابن حجر مکی کا ارشاد۔ ۳۱۰

تین وہابیت کش حدیثیں۔ ۳۱۷

ان تصانیف جلیلہ کے نام جن میں مسئلۂ استعانت وتوسل کے جواز کا ثبوت مذکور ہے۔ ۳۱۹

Marfat.com

دربارۂ استعانت صوفیہ کرام کے اقوال و افعال سے دفتر بھرے ہیں۔ ٣٢٠

فضائل و مناقب سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ ٣٢١

حضرت امام سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالےٰ علیہ سے متعلق ایک حکایت۔ ٣٢٣

کونسی استعانت بالغیر جائز اور کون سی ناجائز ہے۔ ٣٢٤

وہابیہ انبیاء و اولیاء سے استعانت کو شرک قرار دیتے ہیں مگر خود حکیم، تھانیدار، جمعدار، ڈپٹی اور جج وغیرہ سے استعانت کرتے ہیں۔ ٣٢٥

وہابیہ کی طرف جہلاء کو دھوکہ دینے کے لئے زندہ و مردہ اور قریب و بعید کا فرق کرنا سخت جہالت بے مزہ ہے۔ ٣٢٦

وہابیہ کا تراشیدہ نیا شگوفہ اور تین وجوہ سے اس کا رد۔ ٣٢٧

پہلا رد (اولاً) ٣٢٨

دوسرا رد (ثانیاً) ٣٢٨

تیسرا رد (ثالثاً) ٣٢٩

اہل لا الہ الا اللہ پر بدگمانی حرام اور ان کے کلام کو جس کے صحیح معنی بے تکلف درست ہوں خواہی نخواہی معنی کفر کی طرف ڈھال لینا قطعی گناہ کبیرہ ہے۔ ٣٢٩

بدگمانی کی ممانعت قرآن و حدیث سے، اور اسی پر سخت وعیدیں۔ ٣٢٩

مسلمان انبیاء و اولیاء کو عیاذاً باللہ خدا یا خدا کا ہمسر یا قادر بالذات یا معین مستقل نہیں جانتے بلکہ انہیں اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے اور اس کے حکم سے اس کی نعمتیں بانٹنے والا مانتے ہیں۔ ٣٣١

○ رسالہ فقہ شہنشاہ و ان

القلوب بید المحبوب بعطاء اللہ (رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو شہنشاہ کہنا جائز ہے نیز اس بات کا ثبوت کہ محبوبان خدا کو بعطاء الٰہی دلوں کا مالک کہنا درست ہے) ٣٣٩

مصنف علیہ الرحمۃ کے نعتیہ کلام کے مصرع "حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو" اور مدح غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مصرع "بندہ مجبور ہے خاطر پہ ہے قبضہ تیرا" کے بارے میں سید محمد آصف صاحب علیہ الرحمۃ کا استفسار۔ ٣٣٩

جواب سوال اول ٣٤١

لفظ "شہنشاہ" اولاً بمعنی سلطان عظیم السلطنۃ محاورات میں شائع و ذائع ہے۔ ٣٤١

عرف و محاورہ کو افادۂ مقاصد میں دخل تام ہے ٣٤١

امام ابوالعلاء لیثی ناصحی کا لقب شاہان شاہ ملک الملوک تھا۔ ٣٤١

Marfat.com

موقوفہ زمین سو سال کے لئے اجارہ پر دینا شرعاً جائز نہیں۔ ۳۴۳

امام ناصحی علیہ الرحمہ خود اپنے دستخط ملک الملوک کے ساتھ کیا کرتے تھے اور بعد کے علماء بھی آپ کو اسی لقب کے ساتھ ملقب کیا کرتے تھے ۳۴۳

امر مذکورہ بالا پر متعدد حوالہ جات ۳۴۴

متعدد علمائے کرام کے کلام و اشعار جن میں لفظ شہنشاہ اور اس کے مترادفات کو استعمال فرمایا گیا ہے۔ ۳۴۴

حضرت مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمہ کا کلام۔ ۳۴۴

کلام شیخ سعدی علیہ الرحمہ ۳۴۵

کلام امیر خسرو علیہ الرحمہ ۳۴۶

کلام خواجہ شمس الدین حافظ علیہ الرحمہ ۳۴۶

کلام مولانا نظامی علیہ الرحمہ ۳۴۶

قاضی شیخ شہاب الدین کا تفسیر بحرِ مواج میں فرمان۔ ۳۴۶

لفظ شہنشاہ کے منع و جواز کے بارے میں تحقیقِ مصنف علیہ الرحمہ۔ ۳۴۷

لفظ شہنشاہ اور ملک الملوک کو اگر استغراقِ حقیقی پر محمول کریں تو یہ قطعاً مختص بحضرت عزت عز جلالہ ہے اور اس معنی کے ارادے سے اس کو غیر اللہ کے لئے استعمال کرنا کفر ہے۔ ۳۴۷

رب تعالیٰ کے سوا کسی اور کی سلطنت ماننا ہر کفر سے بدتر کفر ہے۔ ۳۴۷

کوئی مسلمان استغراق حقیقی کے ارادے سے لفظِ شہنشاہ غیر خدا کے لئے استعمال نہیں کر سکتا نہ زنہار کلام مسلم میں یہ لفظ سُن کر کسی کا اس طرف ذہن جا سکتا ہے بلکہ قطعاً عہدیا استغراق عرفی مراد ہوتا ہے ۳۴۷

قائل کا مسلمان ہونا قرینہ قاطعہ ہوتا ہے کہ اس کے کلام میں لفظ شہنشاہ وغیرہ سے مراد استغراق حقیقی نہیں بلکہ عہدیا استغراق عرفی ہے۔ ۳۴۷

”انبت الربیع البقل“ اگر موحد کہے تو مجاز پر محمول ہوگا کیونکہ اس کا موحد ہونا اس پر قرینہ ہے۔ ۳۴۷

کسی شخص موحد نے قسم کھائی کہ ”لا یدخل ھذہ الدار الا ان یحکم علیہ الدھر“ پھر اس گھر میں داخل ہوا تو حانث نہ ہوگا اور یہ کلام مجاز پر محمول ہوگا کیونکہ حالف کا موحد ہونا قرینہ ہے۔ ۳۴۷

لفظ ”شہنشاہ“ میں محض احتمال استغراق حقیقی موجب منع نہیں ہو سکتا ورنہ ہزاروں الفاظ کہ تمام عالم میں دائر و سائر ہیں ممنوع ہو جائیں گے۔ ۳۴۷

لفظ شہنشاہ کی وضع و ترکیب جیسے متعدد الفاظ کی فہرست۔ ۳۴۸

بعض علماء، ائمہ اور بزرگان دین کے القاب جلیلہ۔ ۳۴۸

Marfat.com

قاضی القضاۃ کا معنی ۳۴۸

امیر الامراء، خان خاناں اور بیگا ربیگ کا معنی۔ ۳۴۹

بیگا، بیگ ترکی زبان کا لفظ ہے۔ ۳۴۹

استغراق حقیقی وعموم پر رکھیں تو قاضی القضاۃ، حاکم الحاکمین، عالم العلماء اور سید الاسیاد قطعاً حضرت رب العزت عزوجل کے لئے ہی خاص ہیں اور دوسرے پر ان کا اطلاق صریح کفر ہے۔ ۳۴۹

بنظر حقیقت اصلیہ صرف قاضی وحاکم وسید وعالم بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہی خاص ہیں ۳۴۹

قرآن وحدیث سے مسئلہ مذکورہ کی تائید۔ ۳۴۹

امام الائمہ، شیخ الشیوخ اور شمس المشائخ وغیرہ القاب اپنے استغراق حقیقی پر یقیناً حضور پرنور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہیں اور دوسرے پر ان کا اطلاق کفر ہے۔ ۳۵۰

کسی کو سرور دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امام وشیخ ماننا صراحۃً کفر ہے۔ ۳۵۰

اس بات پر دلیل کہ عرف عام میں امیر الامراء اور قاضی القضاۃ وغیرہ الفاظ میں استغراق حقیقی ارادۃً وافادۃً ہر طرح قطعاً متروک ومہجور ہے۔ ۳۵۱

لفظ شہنشاہ سے عرف عام میں استغراق حقیقی مراد لینا متروک ہے اور مذہبی پاس معنی کا فائدہ دیتا ہے۔ ۳۵۱

علماء وصوفیاء کے بارے میں یہ گمان کرنے والا بیگا مجنون ہوگا کہ انھوں نے لفظ شہنشاہ وغیرہ کو استغراق حقیقی کے ارادہ سے استعمال کیا ہے۔ ۳۵۱

امام ماوردی کا لقب اقضی القضاۃ تھا۔ ۳۵۲

لفظ اقضی القضاۃ اور قاضی القضاۃ نیز املک الملوک اور ملک الملوک میں فرق۔ ۳۵۲

سب سے پہلے اقضی القضاۃ کا لقب امام ماوردی کا ہوا۔ ۳۵۲

سیدنا امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سب سے پہلے قاضی القضاۃ کے لقب سے ملقب ہوئے۔ ۳۵۲

کوئی لفظ جب ارادۃً وافادۃً ہر طرح سے شناعت سے پاک ہو تو صرف احتمال باطل اسے ممنوع کردے گا۔ ۳۵۳

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صدر اسلام میں ملک الملوک، سید، حکیم، ابوالحکم، مالک، خالد اور عزیز وغیرہ نام رکھنے اور غیر خدا پر ان کے اطلاق سے کیوں منع فرمایا حالانکہ قرآن وحدیث میں ان کا اطلاق غیر اللہ پر ہوا ہے۔ ۳۵۴

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے سید کہا۔ ۳۵۴

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا

Marfat.com

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری امت کے حکیم ہیں۔ ۳۵۸

امام ابوبکر ابن ابی شیبہ امام بخاری اور امام مسلم کے استاذ ہیں علیہم الرحمۃ۔ ۳۵۸

عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کے بیٹے سیدنا حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے باپ کو کہا تو ذلیل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عزیز ہیں۔ ۳۵۸

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے بیس سے زائد کا نام حکم، تقریباً دس کا نام حکیم، ساٹھ سے زائد کا نام خالد اور ایک سو کا نام مالک ہے۔ ۳۵۹

ازروئے حدیث لفظ مفلس اور صرعہ کا معنیٰ۔ ۳۵۹

وہابیہ وخوارج کی تجہیل بطور جملہ معترضہ۔ ۳۶۰

تحریم خمر کے موقعہ پر ابتداءً نقیر و مزفت وغیرہ برتنوں کے استعمال سے روکا گیا پھر اجازت دے دی گئی۔ ۳۶۱

بالجملہ اکابر ائمہ و علماء و اولیاء نے مقصود پر نظر فرما کر لفظ شہنشاہ کا اطلاق فرمایا اور جن کی نظر لفظ پر گئی منع بتایا۔ ۳۶۱

فرمانِ رسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "من کان سامعا مطیعا فلا یصلین العصر الا فی بنی قریظۃ" پر صحابہ کرام کے دو گروہ ہوگئے ایک نے مقصود پر نظر کرتے ہوئے نمازِ عصر راستے میں ادا کر لی اور دوسرے نے لفظ پر نظر کرتے ہوئے نہ پڑھی۔ ۳۶۱

دوم (ثانیاً) ۳۶۲

مانعین نے ظاہر نہی پر نظر کی کہ اس میں اصل تحریم ہے اور اطلاق کرنیوالوں نے دیکھا کہ لفظ ارادۃ وافادۃ ہر طرح شناعت سے پاک ہے تو نہی تنزیہی ہوئی۔ ۳۶۲

نہی تنزیہی کی مثالیں۔ ۳۶۲

سوم (ثالثاً) ۳۶۳

زبور میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زمین اور تمام امتوں کی گردنوں کا مالک کہا گیا۔ ۳۶۳

حضرت اعشیٰ مازنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں یوں فریاد کی: یامالک الناس و دیان العرب۔ ۳۶۴

زمخشری معتزلی ہے۔ ۳۶۴

لفظ اقضی القضاۃ کے اطلاق پر زمخشری کا اعتراض اور امام ابن المنیر کا جواب۔ ۳۶۴

چہارم (رابعاً) ۳۶۵

حدیث ابن النجار کی صحت ثابت نہیں۔ ۳۶۵

حدیث ابوہریرہ بداہتًا طالب تاویل ہے جس کی علمائے نے دو تاویلیں فرمائی ہیں۔ ۳۶۵

ملک الاملاک نام رکھنے سے اللہ یا رحمٰن نام رکھنا بدتر و خبیث تر ہے۔ ۳۶۷

ابو العتاہیہ شاعر نے اپنی ایک بیٹی کا نام اللہ اور دوسری کا نام رحمٰن رکھا پھر اس سے توبہ

Marfat.com

کرلی تھی۔ ٣٦٧
قاطع ہر کلام یہ کہ حدیث کی تفسیر کرنے والا خود حدیث سے بہتر کوئی نہیں ہو سکتا۔ ٣٦٨
حدیث "اغیظ رجل علی اللہ" کی تاویل۔ ٣٦٨
پنجم (خامسا) ٣٧١
مالک الملوک نام رکھنے کی علت منہی بندے کا متکبر ہونا ہے۔ ٣٧١
علت منع تکبر کو مانا جائے تو ممانعت اپنے آپ کو خود شہنشاہ کہنے کی ہوگی، دوسرے نے اگر معظم دینی سمجھ کر تعظیم کی تو اس کو تکبر سے کیا نسبت۔ ٣٧٣
حاصل یہ کہ لفظ شہنشاہ اور اس کے مترادفات سے تمام ممانعتیں تکبر سے بچنے کے لئے ہیں اور تکبر خود اپنے کہنے سے ہے دوسرے کے کہنے سے نہیں، پھر اپنے آپ کو کہنے میں بھی حقیقۃً حکم نیت پر دائر ہوگا، اگر بوجہ تعلی و تکبر ہے تو قطعاً حرام ورنہ نہیں۔ ٣٧٤
اپنے غلام کو بلا نیت تکبر کہا "اے میرے بندے" تو حرج نہیں۔ ٣٧٤
اپنے آپ کو عالم کہنا بسبیل تفاخر ہو تو حرام، ورنہ جائز ہے۔ ٣٧٥
اسبال ازار بطور تکبر ہو تو ناجائز ورنہ نہیں۔ ٣٧٦
بطور تکبر اسبال ازار پر سخت وعیدیں۔ ٣٧٦
سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسبال ازار سے متعلق اظہار تشویش اور حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جواب۔ ٣٧٦
ششم (سادسا) ٣٧٧
حدیث میں ممانعت شہنشاہ وغیرہ نام رکھنے کی ہے نہ کہ وصف بتانے کی۔ ٣٧٧
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے صحابی کے کسی دانت میں نوے برس کی عمر تک جنبش نہیں ہوئی۔ ٣٧٨
ہفتم (سابعا) ٣٧٨
"حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو" میں شہنشاہ سے مراد خود اللہ تعالیٰ ہے اور روضہ کا معنی خیابان، تو اسی روضۂ شہنشاہ کا معنی ہوا خیابان الٰہی اور خدا کی کیاری۔ ٣٧٨
روضہ کا معنی قبر نہیں بلکہ خیابان اور کیاری ہے قبر پر روضہ کا اطلاق تشبیہ بلیغ ہے جیسے رأیت اسدا یرمی۔ ٣٧٨
حدیث میں قبر مومن کو روضۃ من ریاض الجنۃ کہا گیا۔ ٣٧٨
قرآن مجید میں مدینہ طیبہ کی تمام زمین کو ارض اللہ (اللہ کی زمین) کہا گیا۔ ٣٧٩
حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شاہ طیبہ بھی ہیں شاہ روئے زمین بھی اور شاہ تمام اولین و آخرین بھی جن میں ملوک وسلاطین سب داخل ہیں۔ ٣٧٩
جواب سوال دوم ٣٧٩

Marfat.com

الحی عز وجل ہی مقلب القلوب ہے۔	۳۷۹
نہ صرف دل بلکہ عالم کے ذرّے ذرّے پر حقیقی قبضہ اسی کا ہے۔	۳۷۹
اللہ تعالیٰ کی قدرت لامحدود اور اسکی عطا کا باب وسیع نامسدود ہے۔	۳۷۹
رب تعالیٰ اپنے محبوبوں کو جس کے دست و پا، چشم و گوش اور دل و ہوش پر چاہے قدرت دے اس کی قدرت میں کمی نہ عطا میں تنگی۔	۳۸۰
باذن الٰہی ملائکہ دلوں میں القائے خیر کرتے، نیک ارادے ڈالتے اور بُرے خطروں سے پھیرتے ہیں۔	۳۸۰
ملائکہ کی شان تو بلند ہے شیاطین کو قلوب عوام میں تصرف دیا ہے سوائے منتخب بندوں کے۔	۳۸۱
اذان و تکبیر کی آواز سے شیطان گوز زناں بھاگ جاتا ہے	۳۸۲
لمۂ شیطانی اور لمۂ ملکی دونوں مشہور اور حدیثوں میں مذکور ہیں پھر اولیائے کرام کو قلوب میں تصرف کی قدرت عطا ہونی کیا محلِ انکار ہے۔	۳۸۳
فضائل و مناقب و کرامات سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ	۳۸۳
حدیث اول	۳۸۳
سرکار غوث اعظم نے حضرت ابو صالح کے دل کو ایک نگاہ میں تمام خطرات سے پاک فرما دیا۔	۳۸۳
امام اجل مصنف بہجۃ الاسرار کی جلالتِ شان اور اس کتاب کی صحت و عظمت۔	۳۸۴
امام شطنوفی علیہ الرحمہ کا مختصر تعارف۔	۳۸۴
حدیث دوم	۳۸۸
حدیث سوم	۳۸۸
حدیث چہارم	۳۸۹
سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کے سینے پر ہاتھ مار کر تمام حفظ کی ہوئی کتابیں یکسر محو کر دیں اور ساتھ ہی علم لدنی سے اسکا سینہ بھر دیا۔	۳۸۹
حدیث پنجم	۳۹۰
سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ نے ایک آن میں اکابر علماء کو تمام عمر کا پڑھا لکھا بھلا دیا اور پھر ایک آن میں واپس عطا فرما دیا۔	۳۹۱
حدیث ششم	۳۹۲
سرکار غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مالک حقیقی نے تمام اولیاء کے قلوب و احوال پر تصرف بخشا ہے چاہے روک لیں چاہے چھوڑ دیں۔	۳۹۲
حدیث ہفتم	۳۹۲
حدیث مفید مسلمین و محافظِ ایمان و دین۔	۳۹۴

ضمیمہ عقائد و سیر

آثار و تبرکاتِ محبوبانِ خدا کا منکر آیات و احادیث کا انکار کرنے والا سخت جاہل خاسر بالکمال گمراہ فاجر ہے، اس پر توبہ فرض ہے۔	۳۹۸
آثار و تبرکات کے ثبوت پر سات دلیلیں۔	۳۹۸
حضورِ انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب اشیاء کی تعظیم بھی دراصل تعظیم رسول ہی ہے۔	۴۰۲

Marfat.com

نقشۂ نعلین شریفین پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنے میں کچھ حرج نہیں۔ ۴۱۲

نقل بحالت استعمال اور تمثال میں فرق بدیہی ہے ۴۱۳

جو چیز حضور اقدس صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کے نام سے مشہور ہو اس کی تعظیم شعائر دین سے ہے ۴۱۵

تمام امت پر سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ حق ہے کہ جب آپ کے آثار شریفہ یا ان پر دلالت کرنے والی کسی شے کو دیکھیں تو بکمال ادب و تعظیم آپ کا تصور لائیں اور بکثرت درود وسلام پڑھیں۔ ۴۲۲

ذی روح کی تصویر بنانا حرام اس پر ثواب کی نیت جہالت ہے۔ ۴۲۹

قرآن وحدیث میں شریعت، طریقت اور حقیقت سب کچھ ہے۔ ۴۶۱

اللہ تعالیٰ تک بے وسیلہ رسائی محال قطعی اور رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم تک بے وسیلہ رسائی دشوار عادی ہے۔ ۴۶۴

اللہ تعالے کی طرف وسیلہ رسول اللہ علیہ السلام اور آپ کی طرف وسیلہ مشائخ کرام ہیں۔ ۴۶۴

خلافت عامہ اور خاصہ۔ ۴۶۷

خلافت کی سات قسمیں۔ ۴۶۹

خلافت جیسے امور کے ثبوت کے لئے دو طریقے ہیں، اتصال سند اور شہرت تقریر۔ ۴۸۵

حضور کی شفاعت اہل کبائر کے لئے۔ ۵۰۰

بیعت سے منکر کا حکم۔ ۵۱۵

شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا ترجمہ ہے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راہ، یہ قطعاً عام ومطلق ہے نہ کہ صرف چند احکام جسمانی سے خاص۔ ۵۲۳

صراط مستقیم سے مراد شریعت ہے۔ ۵۲۳

طریقت اگر شریعت سے جدا ہو تو وہ خدا تک نہیں بلکہ شیطان تک پہنچائے گی۔ ۵۲۴

معرفت وحقیقت مختلف درجات میں شریعت کے ہی نام ہیں۔ ۵۲۶

فقرو کا طریقت کو شریعت سے الگ کرکے حصر کر دینا کہیں مقصود ہے اور اسی کیلئے انبیاء علیہم الصلوات والتسلیم مبعوث ہوئے ورنہ شریعت کو لغو و باطل کر دیتا ہے۔ ۵۲۸

شریعت کو لغو و باطل سمجھنا صریح کفر وارتداد ہے ۵۲۸

اولیاء کبھی غیر علماء نہیں ہو سکتے۔ ۵۳۰

حق سبحانہ وتعالیٰ کے متعلق بندوں کے پانچ علم ہیں، علم ذات، علم صفات، علم افعال، علم اسماء اور علم احکام۔ ان میں سے ہر پہلا دوسرے سے مشکل تر ہے۔ ۵۳۰

گمراہ و بدعقیدہ علماء وارث نبی نہیں نائب ابلیس ہیں۔ ۵۳۰

حدیث میں خلیفۂ انبیاء ہونے کیلئے تین شرطیں ہیں، قرآن وحدیث جانے اور ان کی سمجھ رکھے۔ ۵۳۲

احکام شرع کی پابندی نہ کرنا الا زندیق ہے

Marfat.com

اور اس کے ہاتھ پر ظاہر ہونے والے خوارق
عادات مکر و استدراج ہیں۔ ۵۴۶
کرامت کی دو قسمیں ہیں : محسوس ظاہری،
معقول معنوی۔ ۵۴۹
اشغال و اذکار اولیاء کبار میں بدعت سیئہ کا
کا گمان سراسر غلط ہے۔ ۵۷۵
ہیئات عبادات توقیفی ہے۔ ۵۸۱

آثارِ مقدسہ اور ان سے تبرک و توسل

○ رسالہ بدر الانوار فی آداب الآثار
(بزرگانِ دین کے آثار و تبرکات کی تعظیم اور
ان کی زیارت پر معاوضہ کا بیان) ۳۹۷
فصل اول ۳۹۷
آثار و تبرکاتِ محبوبانِ خدا کا منکر آیات و
احادیث کا انکار کرنے والا سخت جاہل خاسر
یا کمال گمراہ فاجر ہے اس پر توبہ فرض ہے ۳۹۸
آثار و تبرکات کے ثبوت پر سات دلیلیں۔ ۳۹۸
آیت کریمہ "انّ اول بیتٍ وضع للناس الخ"
کی تفسیر۔ ۳۹۸
مقام ابراہیم میں کیا آیات بینات ہیں۔ ۳۹۸
آیۂ کریمہ "قال لھم نبیھم ان آیۃ ملکہ الخ"
کی تفسیر۔ ۴۰۰
تابوت سکینہ میں کون کون سے تبرکات تھے ۴۰۰
حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خود
اپنے بال بطور تبرک صحابہ میں تقسیم کرائے۔ ۴۰۰

سرکار دو عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے
نعلین مبارک، جبہ شریف، تہبند، کمبل
اور رضائی وغیرہ تبرکات صحابہ وصحابیات
رضوان اللہ تعالٰی علیہم کے پاس محفوظ
تھے جن سے وہ برکت و فیض حاصل کرتے
اور لوگوں کو ان کی زیارت کراتے تھے۔ ۴۰۱
حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب
اشیاء کی تعظیم بھی در اصل تعظیم رسول ہی ہے۔ ۴۰۲
حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالٰی عنہ کی
ٹوپی میں موئے مبارک کی جلوہ گری۔ ۴۰۳
فصل دوم ۴۰۳
برکت آثار بزرگانِ دین سے انکار آفتاب روشن کا
انکار ہے۔ ۴۰۴
اولیاء و علماء حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
ورثاء ہیں۔ ۴۰۴
برکت آثار بزرگانِ دین سے متعلق متعدد ائمہ و
علماء کی عبارات۔ ۴۰۴
فصل سوم ۴۱۲
تبرک آثار شریفہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ
وسلم سے کیسا ہے اور اس کے لئے ثبوت
یقینی درکار ہے یا صرف شہرت کافی ہے۔ ۴۱۲
نعلین شریفین کی تمثال (تصویر) کو بوسہ دینا
کیسا ہے اور اس کے اوپر کچھ مقدس کلمات
تحریر کرنا کیسا ہے۔ ۴۱۲
فی الواقع آثار شریفہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے

Marfat.com

تبرک سلفاً خلفاً زمانۂ اقدس حضور پرنور صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم
سے آج تک بلانکیر رائج ومعمول اور بہ اجماع
مسلمین مندوب ومحبوب اور بکثرت احادیث
اس پر ناطق ہیں، ایسی جگہ ثبوت یقینی اور سند
محدثانہ کی اصلاً حاجت نہیں۔ ۲۱۲

سرکار کی تعظیم کا ایک طریقہ آپکے تمام متعلقات
کی تعظیم ہے۔ ۲۱۲

برکات نقش نعل پاک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ۲۱۳
نقشۂ نعلین شریفین پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے
میں کچھ حرج نہیں۔ ۲۱۳

نعل بحالت استعمال اور تمثال میں فرق
بدیہی ہے۔ ۲۱۳

امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ
نے با تورات صدقہ کی رانوں پر حبیس فی سبیل اللہ
واضح فرمایا تھا۔ ۲۱۴

فصل چہارم ۲۱۴
متعلقہ آثار مقدسہ ۲۱۴

بلا سند تبرکات شریفہ کی زیارت، انکو مصنوعی
کہنا، ان پر زائرین سے نذرانہ وصول کرنا یا
نذرانہ مانگنا کیسا ہے۔ ۲۱۴

نبی اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے آثار و
تبرکات شریفہ کی تعظیم فرض عظیم ہے۔ ۲۱۴
تابوت سکینہ میں کیا ہے۔ ۲۱۴
تواتر سے ثابت ہے کہ جس چیز کو کسی طرح

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کوئی علاقہ
بدن اقدس سے چھونے کا ہوتا صحابہ و
تابعین وائمۂ دین ہمیشہ اس کی تعظیم وحرمت
اور اس سے طلب برکت فرماتے آئے۔ ۲۱۴

تبرکات وآثار رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے لئے کسی سند کی حاجت نہیں۔ ۲۱۵

جو چیز حضور انور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
نام سے مشہور ہو اس کی تعظیم شعائر دین
سے ہے۔ ۲۱۵

شفاء شریف، مواہب لدنیہ اور مدارج النبوۃ
وغیرہ سے تائید۔ ۲۱۵

ائمۂ دین نے نعل اقدس کی شبیہ ومثال کی
تعظیم سے صدہا مدد یں پائیں اور اس باب
میں مستقل کتب تصنیف فرمائیں۔ ۲۱۵

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نعلین،
ردائے اقدس، جبہ مقدسہ اور عمامہ مکرمہ
واجب التعظیم ہیں۔ ۲۱۵

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملبوسات شریفہ
سے آپ کے ناخن مبارک ہزاروں درجے
اعظم واعلیٰ واکرم واولیٰ ہیں۔ ۲۱۵

حضور پرنور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے
ناخن پاک، آپ کی ریش مبارک کا بال ارفع
اعلیٰ ہے جس کی عظمت کو ہفت آسمان وزمین
نہیں پہنچ سکتے۔ ۲۱۵

تعظیم آثار مقدسہ کے لئے یقین درکار ہے

Marfat.com

نہ کوئی خاص سند بلکہ صرف نام پاک سے اشتہار کافی ہے۔ ۴۱۵
بے ادراک سند تعظیم آثار مقدسہ کی تعظیم سے باز رہنے والوں کا دل بیمار ہے۔ ۴۱۵
مستند آثار مقدسہ کی تعظیم نہ کرنے والا کافر ہے یا منافق۔ ۴۱۵
بلا ثبوت شرعی کسی خاص شخص پر بدگمانی ناجائز وگناہ وحرام ہے۔ ۴۱۶
بدگمانی سے بڑھ کر کوئی جھوٹی بات نہیں۔ ۴۱۶
تبرکات شریفہ کی زیارت کرانے پر لوگوں سے کچھ مانگنا سخت شنیع ہے۔ ۴۱۶
بلا عذر سوال کرنا حرام ہے۔ ۴۱۶
دین کے نام سے دنیا کمانا بہت برا ہے۔ ۴۱۶
آثار مقدسہ کو پیسے کمانے کے لئے شہر بہ شہر لئے پھرنا ان کی توہین ہے۔ ۴۱۷
حضرت امام مالک رضی اللہ تعالے عنہ سے خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے بیٹوں کو گھر آکر پڑھانے کی درخواست کی تو امام مالک نے اس کو مسترد کر دیا۔ ۴۱۷
امام نخعی نے خلیفۂ وقت کے بیٹوں کو خلیفہ کے گھر پڑھانے سے انکار کر دیا۔ ۴۱۷
شرع مطہرہ کا قاعدہ کلیہ ہے کہ المعہود کالمشروط۔ ۴۱۷
زیارت تبرکات شریفہ پر اجرت بچند وجوہ حرام ہے۔ ۴۱۸
زیارت آثار شریفہ کوئی ایسی چیز نہیں جو زیر اجارہ داخل ہو۔ ۴۱۸
اجرت مجہول ہو تو اجارہ ناجائز وحرام ہے۔ ۴۱۸
زیارت آثار مقدسہ وتبرکات شریفہ پر نذرانہ کے جواز کی ایک صورت۔ ۴۱۸
اعانت مسلمین ثواب ہے۔ ۴۱۹
اولاد عبد المطلب کے حسن سلوک کا صلہ خود سرور عالم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم عنایت فرمائیں گے۔ ۴۱۹
مستحب کے حصول کے لئے حرام کو اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ ۴۱۹
جس چیز کا لینا حرام اس کا دینا بھی حرام ہے ۴۱۹
تندرست اور کسب پر قادر بھکاری کو دینا حرام ہے۔ ۴۲۰
فصل پنجم ۴۲۰
نقل روضۂ منورہ حضور اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم اور نقل روضۂ امام حسین رضی اللہ تعالے عنہ اور تعزیے میں فرق، ان کی تعظیم وتکریم کا حکم شرعی۔ ۴۲۰
تمام امت پر سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ حق ہے کہ جب آپ کے آثار شریفہ یا ان پر دلالت کرنے والی کسی شے کو دیکھیں تو بکمال ادب وتعظیم آپ کا تصور لائیں اور بکثرت درود وسلام پڑھیں۔ ۴۲۲
تعزیہ ہرگز نقل روضۂ امام حسین نہیں اور نہ بنانے والے اس کا قصد کرتے ہیں۔ ۴۲۳

Marfat.com

تعزیہ داری کی قباحتیں ۔۔۔ ۴۲۳
وما یؤدی الی المحظور محظور ۔ ۔۔۔ ۴۲۴
○ رسالہ شفاء الوالہ فی صور الحبیب ومزارہ ونعالہ (قدم شریف اور مقامات مقدسہ کے نقشے بنانا جائز جبکہ جاندار خصوصاً اولیاء کرام کی تصویریں بنانا ناجائز وگناہ ہیں) ۔۔۔ ۴۲۵
چار سوالات پر مشتمل استفتاء ۔ ۔۔۔ ۴۲۵
ابلیس کے مکروں میں سے سخت تر یہ ہے کہ حسنات کے دھوکے میں سیئات کراتا ہے ۔ ۔۔۔ ۴۲۶
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ذی روح کی تصویر بنانا، بنوانا اور اعزازاً اپنے پاس رکھنا سب حرام فرمایا ہے اور دور کرنے مٹانے کا حکم دیا ہے ۔ ۔۔۔ ۴۲۶
تصویر کے بارے میں وعید پر مشتمل بعض احادیث کریمہ جو حد تواتر میں ہیں ۔ ۔۔۔ ۴۲۶
حدیث ۱ ۔ ۔۔۔ ۴۲۷
ہر مصور جہنم میں ہے ۔ ۔۔۔ ۴۲۷
حدیث ۲ ۔ ۔۔۔ ۴۲۷
بیشک نہایت سخت عذاب روز قیامت تصویر بنانے والوں کو ہے ۔ ۔۔۔ ۴۲۷
حدیث ۳ ۔۔۔ ۴۲۷
مصور سے بڑھ کر ظالم کوئی نہیں ہو سکتا ۔ ۔۔۔ ۴۲۷
حدیث ۴ ۔۔۔ ۴۲۷
مصوروں کو روز قیامت عذاب ہوگا اور

صورتوں میں جان ڈالنے کا حکم ہوگا ۔ ۔۔۔ ۴۲۸
حدیث ۵ ۔۔۔ ۴۲۸
حدیث ۶ ۔۔۔ ۴۲۸
ظالم بہت محروم اور غصہ رکھنے وعید شدید ۔۔۔ ۴۲۸
حدیث ۷ ۔ ۔۔۔ ۴۲۹
تمام دوزخیوں سے سخت ترین عذاب ان لوگوں کو ہوگا ۔ ۔۔۔ ۴۲۹
حدیث ۸ ۔۔۔ ۴۲۹
پانچ اشخاص اشد عذاب میں مبتلا ہوں گے ۔ ۔۔۔ ۴۲۹
حدیث ۹ ۔۔۔ ۴۲۹
حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا ایک واقعہ کہ انھوں نے ایک منقش پردہ لٹکایا جس پر حضور علیہ السلام ناراض ہوئے اور پردہ اتار دیا ۔ ۔۔۔ ۴۲۹
جس گھر میں تصویریں ہوں اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے ۔ ۔۔۔ ۴۳۰
حدیث ۱۰ ۔۔۔ ۴۳۰
مورتوں کے سر کاٹنے اور تصویردار پردوں کو کاٹ کر پھینکنے کا حکم ۔ ۔۔۔ ۴۳۰
حدیث ۱۱ تا ۱۴ ۔۔۔ ۴۳۱
ملائکہ رحمت اس گھر میں نہیں جاتے جہاں تصویر اور کتا ہو ۔ ۔۔۔ ۴۳۱
حدیث ۱۵ ۔۔۔ ۴۳۱
گھر میں تین چیزوں کے ہوتے ہوئے کوئی

Marfat.com

فرشتۂ رحمت گھر میں داخل نہیں ہوتا۔ ۴۳۱

حدیث ۱۶ و ۱۷ و ۱۸ ۴۳۱

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کا ایک واقعہ۔ ۴۳۲

حدیث ۱۹ ۴۳۲

نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جس چیز میں تصویر دیکھتے اُسے توڑے بغیر نہ چھوڑتے۔ ۴۳۲

حدیث ۲۰ ۴۳۲

تصویریں مٹانے اور حدِ شرع سے بلند قبروں کو پست کرنے کا حکم۔ ۴۳۲

بلندئ قبر کی حدِ شرع ایک بالشت ہے۔ ۴۳۲

حدیث ۲۱ ۴۳۳

بتوں کو توڑنے اور تصویروں کو مٹانے کا حکم۔ ۴۳۳

معظّمین کی تصاویر کو مٹانے والے حکم سے مستثنیٰ ماننا باطل ہے۔ ۴۳۳

شرعِ مطہر میں زیادہ شدتِ عذاب تعظیمِ تصاویر پر ہی آئی ہے۔ ۴۳۳

ابتدائے بُت پرستی تعظیمِ تصاویرِ معظّمین سے ہوئی۔ ۴۳۳

جن پانچ بُتوں یعنی وُد، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کا ذکر سورۂ نوح میں ہے یہ پانچ بندگان صالحین تھے۔ ۴۳۳

حدیث ۲۲ ۴۳۴

فتح مکہ کے موقع پر سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے کعبہ میں داخل ہونے اور تصاویر و اصنام سے کعبہ کو پاک کرنے کا واقعہ۔ ۴۳۴

حدیث ۲۳ تا ۲۵ ۴۳۶

فتح مکہ کے روز حضور علیہ السلام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کعبہ کی تطہیر کا حکم دیا تو آپ نے اور دیگر صحابہ نے زمزم کے پانی سے کعبہ کو اندر باہر سے دھویا اور چادریں بھگو کر تصاویر کو مٹایا۔ ۴۳۷

حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پانی کا ڈول منگواکر دو تصویروں کو مٹانے میں خود رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے شرکت فرمائی۔ ۴۳۷

حدیث ۲۶ ۴۳۷

بعض امہات المومنین کی طرف سے ماریہ نامی گرجے کا ذکر بارگاہِ رسالت میں کرنا اور آپ کا اس پر ردِ عمل کا اظہار فرمانا۔ ۴۳۸

حدیث ۲۷ ۴۳۸

جب امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام تشریف لے گئے ایک زمیندار نے آپ کو دعوت پر بلایا تو آپ نے فرمایا ہم ان کنیسوں میں داخل نہیں ہوتے جن میں تصویریں ہوں۔ ۴۳۸

ذی روح کی تصویر بنانا حرام، اس پر ثواب کی نیت جہالت ہے۔ ۴۳۹

تصاویر ذوی الارواح کو نظرِ عوام وجہال سے بچاکر بیابان جنگل میں دفن کردینا چاہیے ۴۳۹

Marfat.com

یا اس طرح دریا برد کر دیا جائے کہ پھر کبھی ظاہر نہ ہو۔ ۴۳۹
روضۂ مقدسہ کا نقش بنانا بالاجماع جائز ہے۔ ۴۳۹
کن کن اکابر دین نے مزار مقدس اور نعل پاک کے نقش بنائے انکی تعظیم کی اور ان سے تبرک حاصل کرتے رہے اور اس سلسلہ میں انکے ارشادات عالیہ ۴۳۹
دلائل الخیرات کی عظمت شان۔ ۴۴۶
روضۂ مبارکہ کا نقشہ بنانے کے فوائد۔ ۴۴۷
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسرار سے فائدہ اٹھانے اور آپ کے انوار سے پھول چننے کی صورت۔ ۴۴۸
ذکر کے وقت حضور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تصور دل میں جمائیں۔ ۴۴۸
نعل مقدس کے نقش کا احترام مثل نعل مقدس چاہیے۔ ۴۴۸
برکت وعظمت نقش نعل رسول میں ابو الیمن کا ایک قصیدہ۔ ۴۵۰
وصف نقشہ نعل مبارک میں ابن المرحل کا قصیدہ۔ ۴۵۱
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نقش نعل مبارک کی برکت سے درد دور ہو گیا۔ ۴۵۲
نقش نعل مبارک کی آزمودہ برکات۔ ۴۵۳
اسمائے گرامی ان ائمہ واعلام کے جنھوں نے نعل مبارک کے نقشے بنوائے یا تذکرہ کر دیے، ان سے تبرک کیا، مدحیں لکھیں اور سر و آنکھوں پہ رکھنے اور بوسہ دینے کی ترغیبیں کی ہیں۔ ۴۵۳
امام ابوالحسین عبداللہ بن عبداللہ بن ادریس بن مالک کا مختصر تذکرہ۔ ۴۵۴
اسمٰعیل بن ابی ادریس کا تذکرہ۔ ۴۵۴
ان پانچ علمائے کرام کا ذکر جن کی امامت کبریٰ پہ اجماع اور ان کی جلالت شان مشہور و معروف ہے۔ ۴۵۶
بالجملہ مزار مقدس کا نقشہ تابعین کرام اور نعل مبارک کی تصویر تبع تابعین سے ثابت ہے۔ ۴۵۶
ارشادات ائمہ واعلام کے مقابل قول ابن آل قابل استدلال نہیں۔ ۴۵۷

تصوّف وطریقت

(بیعت، سجادہ نشینی، تصور شیخ، مراقبہ اور پیری مریدی کے احکام) ۴۵۹
شریعت، طریقت، معرفت اور حقیقت میں باہم اصلاً کوئی تخالف نہیں۔ اس کا مدعی اگر بے سمجھے کہے تو نرا جاہل ہے اور اگر سمجھ کر کہے تو گمراہ بددین ہے۔ ۴۶۰
حضور اقدس صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کے اقوال شریعت، آپ کے افعال طریقت، آپ کے احوال حقیقت اور آپ کے علوم بے مثال معرفت ہیں۔ ۴۶۰
○ رسالہ نقاء السلافۃ فی احکام البیعۃ والخلافۃ (بیعت وخلافت اور سجادہ نشینی کے احکام کا بیان) ۴۶۱
قرآن وحدیث میں شریعت، طریقت اور حقیقت سب کچھ ہے۔ ۴۶۱

Marfat.com

قرآن وحدیث کو سمجھنے کے لئے علماء ومشائخ اور ائمہ کی ضرورت ہے۔ ۴۶۱

یہ سلسلہ مقرر ہے کہ عوام آج کل کے علماء دین کا دامن تھامیں اور وہ تصانیف علماء ماہرین کا اور وہ مشائخ فتویٰ کا اور وہ ائمہ ہدیٰ کا اور وہ قرآن وحدیث کا۔ ۴۶۲

غیر مقلدین کی گمراہی کا سبب ۴۶۳

سلوک کی باریکیاں اور معرفت کی حقیقتیں سمجھنے کے لئے مرشد کی ضرورت۔ ۴۶۳

آدمی کتنا ہی بڑا عالم، عامل، زاہد، کامل ہو اس پر واجب ہے کہ ولی عارف کو اپنا مرشد بنائے، ہمت پست کوتاہ دست لوگ اگر سلوک نہ بھی چاہیں تو انھیں توسل کے لئے شیخ کی حاجت ہے۔ ۴۶۳

اللہ تعالےٰ تک بے وسیلہ رسائی محال قطعی اور رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تک بے وسیلہ رسائی دشوار عادی ہے۔ ۴۶۴

اللہ تعالیٰ کی طرف سے وسیلہ رسول اللہ علیہ السلام اور آپ کی طرف وسیلہ مشائخ کرام ہیں۔ ۴۶۴

سند سے حصولِ برکت ۴۶۵

خواجہ رتن بن عبد اللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا تذکرہ۔ ۴۶۵

فضائل ومناقب سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ ۴۶۶

خلافت عامہ اور خاصہ۔ ۴۶۷

سجادہ نشین مقرر کرنے کی صورتیں۔ ۴۶۸

خلافت کی سات قسمیں۔ ۴۶۹

افضلیتِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ ۴۷۰

ابو الحسن خرقانی ابو یزید بسطامی کے خلیفہ ہیں رحمۃ اللہ علیہما۔ ۴۷۲

مولوی عبد السمیع صاحب مصنف انوار ساطعہ کی طرف سے تعدد بیعت سے متعلق استفسار

پیر صادق کے ہوتے ہوئے غیر کے ہاتھ پر بیعت پریشان نظری و باعث محرومی ہے ۴۷۴

پیر صادق قبلہ توجہ ہے۔ ۴۷۵

صاحبِ تحری کا قبلہ قبلۂ تحری ہے۔ ۴۷۵

فیض پیر من وسلویٰ ہے۔ ۴۷۶

باپ پدرِ گل ہے اور پیر پدرِ دل ہے۔ ۴۷۶

مولیٰ معتق مشتِ خاک ہے اور پیر معتق جانِ پاک۔ ۴۷۶

حضرت علی بن ہیتی کے ایک مرید کا واقعہ جس کو آپ نے ملازمتِ غوث اعظم اختیار کرنے کا حکم دیا۔ ۴۷۷

سجادہ نشین کا معاون مقرر کرنا ۴۷۷

صرف ایک پیر کی بیعت۔ ۴۷۷

مسئلہ منقولہ از فتاوی افریقہ ۴۷۷

"جس کا پیر نہیں اسکا پیر شیطان ہے" کی تحقیق ۴۷۹

مرشد وہادی دو طور پر ہے عام اور خاص ۴۸۰

سجادہ نشین کے متعلق چند مسائل ۴۸۱

خلافت جیسے امور کے ثبوت کے لئے دو طریقے

Marfat.com

ہیں۔ اتصال سند اور شہرت تقریر۔ ۴۸۵
ابتداء اسہل من الابتداء۔ ۴۹۱
بنی اسرائیل سے عمالقہ تابوت سکینہ چھین کر لے گئے جو مدتہا مدت کے بعد واپس ہوا۔ ۴۹۱
قرامطہ کعبہ معظمہ سے حجر اسود اکھاڑ کر حجر کو لے گئے اور بائیس ۲۲ برس بعد مسلمانوں نے اس کو واپس پایا۔ ۴۹۱
پیر کے لئے چار شرطیں۔ ۴۹۱
عورت مرشد نہیں بن سکتی۔ ۴۹۳
فلاح دو قسم ہے۔ ۴۹۷
حضور کی شفاعت اہل کبائر کے لئے۔ ۵۰۰
فلاح باطن ۵۰۳
مرشد دو قسم ہے عام اور خاص۔ ۵۰۵
مرشد اتصال کی چار شرطیں۔ ۵۰۵
پیر کے لئے علم کی شدید ضرورت ہے۔ ۵۰۶
مرشد ایصال اور اس کی شرطیں۔ ۵۰۷
بیعت دو قسم ہے بیعت تبرک اور بیعت ارادت۔ ۵۰۸
تعریف بیعت تبرک کے فوائد۔ ۵۰۸
بیعت ارادت اور پیر کو کیسا سمجھے۔ ۵۰۹
مرشد عام سے جدائی دو قسم ہے۔ ۵۱۱
سچا سنی کبھی بے پیرا نہیں۔ ۵۱۱
بارہ فرقوں کا پیر شیطان ہے۔ ۵۱۱
فلاح تقویٰ کے لئے مرشد خاص کی ضرورت نہیں۔ ۵۱۳
سلوک کی عام دعوت نہیں اور نہ ہر شخص اس کا اہل ہے۔ ۵۱۴
بیعت سے منکر کا حکم۔ ۵۱۵
فلاح انسان کیلئے مرشد خاص کی ضرورت۔ ۵۱۶
سلوک میں کیسے پیر کی ضرورت ہے۔ ۵۱۷
آیت وسیلہ کے لطائف۔ ۵۱۸
حاصل تحقیق۔ ۵۱۹

○ رسالہ مقال العرفاء باعزاز شرع و علماء (علم و علماء شریعت کی فضیلت کا بیان اور شریعت و طریقت کے بارے میں ایک شخص کے دس اقوال شنیعہ کا رد بلیغ) ۵۲۱
العلماء ورثۃ الانبیاء کا مصداق کون سے علماء ہیں۔ ۵۲۱
یہ قول کہ شریعت چند احکام فرض و واجب حلال و حرام کا نام ہے "محض اندھا پن ہے" ۵۲۲
شریعت تمام احکام جسم و جان و روح و قلب و جملہ علوم الٰہیہ و معارف نامتناہیہ کو جامع ہے جن میں ایک ایک ٹکڑے کا نام طریقت و معرفت ہے۔ ۵۲۳
باجماع اولیائے کرام کا اجماع قطعی ہے کہ تمام حقائق کو شریعت مطہرہ پر عرض کرنا فرض ہے، اگر شریعت کے مطابق ہوں تو حق و مقبول ورنہ مردود و مخذول۔ ۵۲۴
یقیناً شریعت ہی اصل کار ہے، شریعت ہی

Marfat.com

مناط و مدار ہے اور شریعت ہی محک معیار ہے ۵۲۳
شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام
کا ترجمہ ہے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ
علیہ وسلم کی راہ، یہ قطعاً عام و مطلق ہے
نہ کہ چند احکام جسمانی سے خاص۔ ۵۲۳
صراطِ مستقیم سے مراد شریعت ہے۔ ۵۲۳
شریعت ہی وہ راہ ہے جس سے وصول الی اللہ
ہے اسکے سوا جو راہ چلے گا اللہ کی راہ سے دور پڑیگا ۵۲۳
عمرو کا قول کہ طریقت نام ہے وصول الی اللہ کا
محض جنون و جہالت ہے۔ ۵۲۴
طریق، طریقہ اور طریقت راہ کو کہتے ہیں
نہ کہ پہنچ جانے کو۔ ۵۲۴
طریقت اگر شریعت سے جدا ہو تو وہ خدا تک
نہیں بلکہ شیطان تک پہنچائے گی۔ ۵۲۴
طریقتِ حقہ راہِ ابلیس نہیں بلکہ راہِ خدا ہے
تو یقیناً وہ شریعتِ مطہرہ ہی کا ٹکڑا ہے۔ ۵۲۴
طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے وہ اتباعِ
شریعت ہی کا صدقہ ہے۔ ۵۲۴
شریعت کو قطرہ اور طریقت کو دریا کہنا نرے
پاگل کا کام ہے۔ ۵۲۴
شریعت منبع ہے اور طریقت اس سے
نکلا ہوا دریا بلکہ شریعت اس مثال سے بھی متعال ہے ۵۲۵
منبع و دریا اور شریعت و طریقت میں کئی
وجوہ سے فرق ہے۔ ۵۲۵
شریعتِ مطہرہ ایک ربانی نور کا فانوس ہے
کہ دینی عالم میں اس کے سوا کوئی روشنی نہیں ۵۲۶
معرفت و حقیقت مختلف درجات میں شریعت
کے ہی نام ہیں۔ ۵۲۶
ابلیس فانوسِ شریعت کو بجھانے کے لئے
کئی حیلوں اور بہانوں سے بندے کو دھوکا
دیتا ہے۔ ۵۲۶
شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ہر ہر لمحے
مرتے دم تک ہے اور طریقت میں قدم
رکھنے والوں کو اور زیادہ ہے۔ ۵۲۷
جاہل عابد اور بے باکانہ گناہوں کا ارتکاب
کرنے والے عالم کی مذمت۔ ۵۲۷
بغیر فقہ کے عبادت کرنے والا چکی کھینچنے
والے گدھے کی مثل ہے۔ ۵۲۷
شریعت عمارت ہے اس کا اعتقاد بنیاد
اور عمل اس کی چنائی ہے اور اس عمارت
کی بلندی طریقت ہے۔ ۵۲۸
صوفی جاہل شیطان کا مسخرہ ہے۔ ۵۲۸
ایک فقیہ شیطان پر ہزاروں عابدوں سے
زیادہ بھاری ہے۔ ۵۲۸
بے علم مجاہدہ کرنے والوں کو شیطان
انگلیوں پر نچاتا ہے۔ ۵۲۸
عمرو کا طریقت کو شریعت سے الگ کر کے
حصر کر دینا کہ یہی مقصود ہے اور اسی کے لئے
انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم مبعوث ہوئے
صراحتاً شریعت کو لغو و باطل کر دینا ہے۔ ۵۲۸

Marfat.com

شریعت کو لغو و باطل کہنا صریح کفر و ارتداد ہے ۵۲۸

حضور اکرم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے عمر بھر شریعت کی طرف ہی بلایا تو اس کا خادم اور اس کا عالم کیونکر ان کا وارث نہ ہوگا۔ ۵۲۹

وارث ہونے کے لئے ضروری نہیں کہ مورث کا کل مال پائے۔ ۵۲۹

علماء شریعت سے وراثت انبیاء کا سلب کرنا جنون محض ہے۔ ۵۲۹

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نبی بھی ہوتے ہیں اور ولی بھی، ان کے علوم نبوت کو شریعت کہتے ہیں جن کی طرف عام امت کو دعوت دیتے ہیں اور علوم ولایت خاص خاص لوگوں کو خفیہ تعلیم ہوتے ہیں۔ ۵۲۹

اولیاء کبھی غیر علماء نہیں ہو سکتے۔ ۵۳۰

علم باطن وہی جان سکتا ہے جو علم ظاہر جانتا ہے۔ (امام مالک) ۵۳۰

اللہ تعالے نے کبھی جاہل کو اپنا ولی نہیں بنایا۔ (امام شافعی) ۵۳۰

علم باطن علم ظاہر کا ثمرہ و نتیجہ ہے۔ ۵۳۰

حق سبحانہٗ وتعالے کے متعلق بندوں کے پانچ علم ہیں، علم ذات، علم صفات، علم افعال، علم اسماء اور علم احکام۔ ان میں سے ہر پہلا دوسرے سے مشکل تر ہے۔ ۵۳۰

جو آسان ترین یعنی علم احکام سے عاجز ہو وہ مشکل ترین یعنی علم ذات کو کیسے پا سکتا ہے۔ ۵۳۰

گمراہ و بدعقیدہ علماء وارث نبی نہیں نائب ابلیس ہیں۔ ۵۳۰

ثم اورثنا الکتب الذین اصطفینا من عبادنا (الآیۃ) کی تفسیر۔ ۵۳۰

عالم باعمل چاند اور عالم بے عمل شمع ہے۔ ۵۳۱

حدیث میں خلیفۂ انبیاء ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں، قرآن و حدیث جانے اور ان کی تجوید رکھے۔ ۵۳۲

خلیفہ و وارث میں فرق ہے آدمی کی تمام اولاد اس کی وارث ہے مگر جانشین ہونے کی لیاقت ہر ایک میں نہیں۔ ۵۳۲

قرآن مجید نے سب وارثان کو چنے ہوئے بندے کہا تو وہ قطعاً اللہ والے ہوئے، ۵۳۲

جب اللہ والے ہوئے تو ضرور ربانی ہوئے۔ ۵۳۲

ربانیوں کی صفات قرآن مجید کی رو سے۔ ۵۳۲

ربانی عالم فقیہ مدرس کو کہتے ہیں۔ ۵۳۲

علماء شریعت ہی علماء ربانی ہیں۔ ۵۳۳

علماء شریعت کو شیطان کہنے والے ابلیس یا اس کی ذریت کے منافق خبیث ہیں۔ ۵۳۳

تین شخصوں کے حق کو صرف منافق ہی ہلکا جانے گا۔ ۵۳۳

انسان اور چوپائے میں علم ہی کا فرق ہے۔ ۵۳۴

علمائے شریعت ہرگز طریقت کے سد راہ نہیں بلکہ وہی اس کے فتح باب اور نگہبان راہ ہیں۔ ۵۳۵

Marfat.com

ساٹھ اقوالِ اولیائے کرام عظمتِ شریعت پر اور اس بات پر کہ طریقت اس سے جدا نہیں، طریقت محتاجِ شریعت ہے اور شریعت ہی اصل کار و مدار و معیار ہے۔ ۵۳۵

حضرت جنید بغدادی کو ان کے مرشد حضرت سری سقطی کی دعا۔ ۵۳۸

جو علمِ شریعت سے آگاہ نہیں اسے پیر نہ بنایا جائے۔ ۵۳۹

علمِ طریقت بالکل کتاب و سنت کا پابند ہے ۵۳۹

حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ نے قبلہ کی طرف تھوکنے والے کو ولی تسلیم نہیں کیا۔ ۵۳۹

حضرت ابوسعید خراز رضی اللہ عنہ کا تذکرہ۔ ۵۴۰

حضرت سیدنا حارث محاسبی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا تذکرہ۔ ۵۴۰

حضرت سیدنا ابوعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنے بیٹے کو وصیت۔ ۵۴۱

حضرت سیدنا ابوالحسین احمد بن الحواری رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا تذکرہ۔ ۵۴۱

حضرت سیدنا ابوحفص عمر حداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ۔ ۵۴۱

حضرت سیدنا ابوالحسین احمد نوری اور ابوالعباس احمد بن محمد الآدمی رضی اللہ تعالےٰ عنہما کا ذکرِ خیر۔ ۵۴۲

حضرت ممشاد دینوری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سلسلہ چشتیہ بہشتیہ کے مرجع ہیں۔ ۵۴۲

تصوف تین وصفوں کا نام ہے۔ ۵۴۳

حضرت ابوعلی رودباری بغدادی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا تذکرہ۔ ۵۴۴

کتاب التعرف لمذہب التصوف کی فضیلت۔ ۵۴۴

سیدنا جعفر بن محمد خواص سیدنا جنید بغدادی کے خلیفہ ہیں رضی اللہ تعالےٰ عنہما۔ ۵۴۵

علم احکامِ الٰہی کی فضیلت ۵۴۵

سید داؤد کبیر سید محمد دنی شاذلی کے پیر و مرشد ہیں رضی اللہ تعالےٰ عنہما ۵۴۵

سیدنا شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سردارِ سلسلہ سہروردیہ ہیں۔ ۵۴۵

جس حقیقت کو شریعت رد کردے وہ حقیقت نہیں بے دینی ہے۔ ۵۴۶

شریعت کی پرواہ نہ کرنے والے جعلی صوفیاً سے چور اور زانی بہتر ہیں۔ ۵۴۶

احکامِ شرع کی پابندی نہ کرنیوالا زندیق ہے اور اس کے ہاتھ پہ ظاہر ہونے والے خوارق عادات مکر و استدراج ہیں۔ ۵۴۶

شریعت و طریقت کو جدا سمجھنے والے ظاہر بین ہیں۔ ۵۴۸

مدعیِ تصوف اگر شریعت و طریقت کو جدا بتائے تو دروغ گو اور لاف زن ہے۔ ۵۴۸

سو بات کی ایک بات یہ ہے کہ ولی کا علم کتاب و سنت سے باہر نہ جائے گا۔ ۵۴۹

Marfat.com

کرامت کی دو قسمیں ہیں (۱) محسوس ظاہری (۲) معقول معنوی۔ ۵۴۹
کرامات محسوسہ اور کرامت معنویہ کی تفصیل۔ ۵۴۹
عوام صرف کرامات محسوسہ کو جانتے ہیں اور کرامات معنویہ کو صرف خواص پہچانتے ہیں۔ ۵۴۹
عالم اور بے علم برابر نہیں ہو سکتے۔ ۵۵۰
اقطاب اربعہ کا تذکرہ۔ ۵۵۰
الشریعۃ ھی الشجرۃ والطریقۃ ھی الثمرۃ ۵۵۱
حضرت سیدنا علی خواص امام عبدالوہاب شعرانی کے پیر و مرشد ہیں رضی اللہ تعالےٰ عنہما۔ ۵۵۱
حقیقت عین شریعت اور شریعت عین حقیقت ہے۔ ۵۵۱
حضرت سیدنا ابو المکارم رکن الدین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا تذکرہ۔ ۵۵۷
حضرت سیدنا نجم الدین کبریٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سلسلہ کبرویہ کے سردار ہیں۔ ۵۵۷
حضرت خواجہ مودود چشتی اور شیخ الاسلام احمد نامقی جامی کا تذکرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما۔ ۵۵۸
مناقب چشتیاں۔ ۵۵۸
سشر انطاسات۔ ۵۶۲
تذکرہ حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ۔ ۵۶۳
پیری مریدی کی شرائط ۵۶۶
خاتمہ رزقنا اللہ حسنہا۔ ۵۶۸
البرہان القویۃ الواسطۃ فی قلب عقب
الرابطۃ (تصور شیخ اور شغل برزخ کے اثبات پر دلائل و براہین) ۵۶۹
تصور شیخ پر وجہ رابطہ جس کو برزخ بھی کہتے ہیں شرعاً جائز ہے اس کے منع پر اصلاً دلیل نہیں۔ ۵۷۰
وہابیہ کے ایک بڑے دھوکہ کی نشاندہی۔ ۵۷۱
قول جواز کا حاصل صرف اس قدر ہے کہ "لم یؤمر بہ ولم ینہ عنہ"۔ ۵۷۲
مجوز نافی امر و نہی ہے اور نافی پر شرعاً اور عقلاً بینہ نہیں۔ ۵۷۲
حرام و ممنوع کہنے والا نہی شرعی کا مدعی ہے ثبوت دینا اس کے ذمے ہے کہ شرع نے کہاں منع کیا۔ ۵۷۲
اباحت اصل ہے اثبات حرمت و کراہت کے لئے دلیل چاہئے۔ ۵۷۲
ہر مسئلہ میں اصل صحت ہے فساد و کراہت کا قول محتاج دلیل ہے۔ ۵۷۲
قائل جواز مثل سائل مدعا علیہ ہے جس سے مطالبہ دلیل محض جنون ہے۔ ۵۷۲
مجوز کے لئے یہی دلیل بس ہے کہ منع پر کوئی دلیل نہیں۔ ۵۷۲
اس قول مقام میں نہایت سعی منکرین عدم نقل سے استدلال ہے جو عقلاء کے نزدیک اصل استناد ہے۔ ۵۷۲

Marfat.com

عدمِ نقل، نقلِ عدم نہیں۔ نہ عدمِ فعل منع کو مستلزم ہے۔ ۵۷۳
نقل مع عدم الطلب فعلاً و کفاً و عدمِ ذکر رأساً دونوں انعدامِ امر و نہی کی صورتیں ہیں۔ ۵۷۳
ثبوتِ اخص کو ارتفاعِ اعم پر دلیل بنانا باطل ہے ۵۷۳
مصنف علیہ الرحمہ کے چند رسائل کا حوالہ ۵۷۳
اگر عدمِ ورود پر ورودِ منع ٹھہرائیں تو ایک شغل برزخ پر کیا موقوف عامہ اذکار و اشغالِ اولیاءِ کرام معاذ اللہ بدعتِ شنیعہ و حرام و ممنوع قرار پائیں گے۔ ۵۷۳
شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی تصنیف "القول الجمیل" کی وضع ہی اذکارِ محدثہ اور اشغال حادثہ کی ترویج و تعلیم کے لئے ہے۔ ۵۷۴
اولیاءِ طریقت مجتہدین شریعت کے مانند ہوتے ہیں۔ ۵۷۵
مجتہدینِ شریعت نے استنباطِ احکام ظاہر شریعت کے اصول ٹھہرائے، اولیاءِ طریقت نے باطن شریعت کی تحصیل کے جس کو طریقت کہتے ہیں قواعد مقرر فرمائے۔ ۵۷۵
اشغال و اذکار اولیاءِ کبار میں بدعت سیئہ کا گمان سراسر غلط ہے۔ ۵۷۵
اولیاءِ کبار کے اشغال کے بدعت سیئہ نہ ہونے پر شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ، مولوی خرم علی معلم ثالث وہابیہ، شاہ عبد العزیز علیہ الرحمہ اور مرزا مظہر جان جاناں کی شہادت۔ ۵۷۵
خود امام الطائفہ شاہ اسمٰعیل دہلوی کی گواہی ۵۷۶
اولیاءِ کرام کے ساتھ وہابیہ کی روش اور حالت۔ ۵۷۶
مسئلہ شغل برزخ پر اقوال اولیاءِ کبار پیش نہ کرنے کی وجوہات۔ ۵۷۷
تصور برزخ میں خاص خاندان عزیزی کی نصوص۔ ۵۷۸
عبارت شاہ عبد العزیز صاحب علیہ الرحمہ سے پندرہ وہابیت کش فوائد۔ ۵۷۸
مطلق اپنے اطلاق پر رہتا ہے۔ ۵۸۱
مطلق اصولی کو مطلق منطقی سمجھنا غلط ہے۔ ۵۸۱
نیک بات بانضمام اوضاعِ خاصہ بد نہیں ہو سکتی۔ ۵۸۱
قائل جواز کو صرف اسی قدر بس کہ یہ مقید زیرِ مطلق داخل ہے۔ ۵۸۱
ہیأت عبادات توقیفی ہے۔ ۵۸۱
اپنی طرف سے اطلاق مقید اور تقیید مطلق دونوں ممنوع ہیں۔ ۵۸۱
بدعت شرعیہ و بدعت لغویہ کی تعریفیں اور ان میں فرق۔ ۵۸۱
قضیۂ کل بدعۃ ضلالۃ کس تقدیر پر عام مخصوص البعض اور کس تقدیر پر غیر مخصوص البعض ہے۔ ۵۸۲
وہابیہ کے طور پر شاہ ولی اللہ و شاہ عبد العزیز سے لے کر صحابہ کرام تک سب بدعتی ہیں۔ ۵۸۲

Marfat.com

عدم فعل تاضی منع نہیں کہ جس میں اتباع ہے نہ مجرد ترک میں۔ ٥٨٢

یہ جاہلی مغالطہ کہ اس طریقے میں کوئی بھلائی ہوتی تو صحابہ ہی کرتے تو کیا دین میں ان سے زیادہ سمجھ رکھتے ہو محض بیہودہ و نامسموع ہے۔ ٥٨٢

اولیاء کرام کے ایجادات محمود و مقبول ہیں۔ ٥٨٢

کفار سے غیر شعار میں اتفاقاً مشابہت ہرگز وجہ ممانعت نہیں۔ ٥٨٢

فاسئلوا اھل الذکر وجوب تقلید میں نص ہے۔ ٥٨٢

آیت کریمہ مذکورہ کے بارے میں وہابیوں کی جہالت۔ ٥٨٣

اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے نہ کہ خصوص سبب کا۔ ٥٨٣

نماز میں تصور برزخ کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا فرمان۔ ٥٨٣

تصور شیخ اور شغل برزخ میں علماء کرام کی نصوص۔ ٥٨٥

روضہ مطہرہ کا نقشہ پیش نظر رکھنا اور اس سے لو لگانا۔ ٥٨٦

قبر مبارک کا حج۔ ٥٨٨

اپنی تعریف پر مشتمل اشعار سن کر خوش ہونے والے پیر کے بارے میں سوال۔ ٥٩٦

حب ثنا کوئی خصلت محمودہ نہیں اور اس کے عواقب خطرناک ہیں۔ ٥٩٦

اپنی جھوٹی یا واقعی تعریف کو دوست رکھنے والے کا حکم۔ ٥٩٦

حب ریاست اگر اچھی نیت سے ہو تو جائز بلکہ مستحب ہے۔ ٥٩٦

اپنی تعریفوں پر خوش ہونے والا پیر کب قابل بیعت ہے اور کب نہیں۔ ٥٩٨

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی نعت سن کر جو انعامات عطا فرمائے کسی پیر کو جائز نہیں کہ وہ اپنی تعریف میں قصیدہ خوانی کو اس پر قیاس کرے۔ ٥٩٨

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و محبت و ثناء و مدحت عین اسلام اور اس کا اظہار اہم فرض ہے۔ ٥٩٩

ذکر رسول عین ذکر الٰہی اور ثناء رسول عین ثناء الٰہی ہے۔ ٥٩٩

خلیفہ راشد عمر بن عبد العزیز نے ایک شاعر سے نعت رسول سنی۔ ٥٩٩

کسی فرقہ کا کوئی شخص سدا سہاگن نہیں بن سکتا سب کو حرام۔ ٥٩٩

مجذوب عقل و ہوش دنیا نہیں رکھتا اس کے افعال بالارادہ نہیں ہوتے لہٰذا وہ سند نہیں۔ ٥٩٩

داڑھی اور بھنویں منڈانا، مرد ہو کر کانوں میں مندرے پہننا اور عورتوں جیسے لمبے بال رکھنا اور مرد کو زنانی وضع اختیار کرنا حرام و باعث لعنت ہے۔ ایسے کو پیران کرام کا مرید ہونا

Marfat.com

حرام ہے۔ ٦٠٠
عورت کے رحم میں دو خانے ہوتے ہیں، دایاں
خانہ لڑکے کے لئے اور بایاں لڑکی کے لئے۔ ٦٠٠
رحم میں مرد و عورت کے نطفہ کے غالب و مغلوب
ہونے کے اعتبار سے لڑکا یا لڑکی بننے کی چار
صورتیں ہیں کبھی ظاہراً و باطناً لڑکا، کبھی ظاہراً
و باطناً لڑکی، کبھی ظاہراً لڑکا اور باطناً لڑکی اس
کو زنانی وضع اور نسوانی حرکت کا شوق رہتا ہے
اور کبھی ظاہراً لڑکی مگر باطناً لڑکا، اس کو مردانہ
وضع و حرکات مرغوب ہوتی ہیں۔ ٦٠٠
مردانہ وضع بنانے والی عورت پر لعنت۔ ٦٠٠
مردانہ جوتا پہننے والی عورت پر لعنت۔ ٦٠٠
کسی ایک بات میں بھی مرد کو عورت اور عورت
کو مرد کی وضع لینی حرام و موجب لعنت ہے۔ ٦٠١
رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گیسو انتہا
درجہ شانہ مبارک تک رہتے۔ ٦٠٢
مشت بھر سے کم داڑھی کو کاٹنا کسی نے مباح
قرار نہیں دیا۔ ٦٠٢
داڑھی مونڈنا ہند کے یہودیوں اور عجمی آتش پرستوں
کا طریقہ ہے۔ ٦٠٢
فاسق کے ہاتھ پر بیعت جائز نہیں، اگر کر لی
تو فسخ کر کے کسی متقی، سنی، صحیح العقیدہ متصل
السلسلہ پیر کے ہاتھ پر بیعت کرے۔ ٦٠٣
مزامیر جائز نہیں۔ ٦٠٣
بیعت ایسے شخص سے کی جائے جس میں کم از کم
چار شرطیں پائی جائیں یعنی وہ سُنی صحیح العقیدہ ہو،
عالم دین ہو، فاسق نہ ہو اور اس کا سلسلہ
رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک متصل ہو۔ ٦٠٣
خاندان قادریہ میں بیعت شخص اب خاندان
چشتیہ صابریہ بیعت ہونے کا شوق رکھتا ہے
اس کے لئے کیا حکم ہے۔ ٦٠٣
جس طرح ایک شخص کے دو باپ، ایک وقت
میں عورت کے دو خاوند نہیں ہو سکتے ایسے
ہی کسی مرید کے دو پیر نہیں ہو سکتے۔ ٦٠٣
پریشان نظری والا کسی کی طرف سے فیض نہیں پاتا ٦٠٤
جس کو کسی چیز میں رزق دیا تو اس کو چاہیئے
کہ وہ اس چیز پر لزوم اختیار کرے۔ ٦٠٤
ایک ایسے عامل کے بارے میں سوال جو ایک
میز پر ارواحِ مسلمین کو حاضر کرتا ہے اور ان
سے بات چیت کرتا ہے اور ان سے سوالات
کے جواب پوچھتا ہے۔ ٦٠٤
روحیں حاضر کر کے سوالات پوچھنے والے
عامل کی صداقت کا امتحان لینے کا ایک
آسان طریقہ۔ ٦٠٥
مرد نمازی اور صالح ناخواندہ کی بیعت شرعاً
ناجائز ہے۔ ٦٠٥
ایک مجمل سوال کا جواب۔ ٦٠٥
مرید اشتغال و طلیش کے لئے نہیں بنایا جاتا۔ ٦٠٦
معافی تقصیر میں کبھی تاخیر ہی مصلحت ہوتی ہے ٦٠٦
حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے

Marfat.com

ساتھیوں کی معافی میں پچاس شب تک تاخیر کی گئی۔ ۶۰۶

ملائکہ سے ملاقات و کلام کے لئے ولایت درکار ہے۔ ۶۰۶

ولایت کسبی نہیں محض عطائی ہے۔ ۶۰۶

جنوں سے کلام و مصاحبت میں کوئی خیر نہیں کم از کم اس کا ضرر یہ ہے کہ آدمی متکبر ہو جاتا ہے۔ ۶۰۶

ضمیمہ تصوف و طریقت

رابطہ شیخ جائز و مستحسن و سنت اکابر ہے۔ ۲۵۲

شرب و طعام

(دعوت ولیمہ، مہمانی، ذبیحہ، شکار اور گوشت وغیرہ) ۶۰۷

ہنود جو اپنے معبودان باطل کو ذبیحہ کے سوا اور قسم طعام و شیرینی وغیرہ چڑھاتے ہیں اور اسے بھوگ یا پرشاد کہتے ہیں اس کا کھانا شرعاً حلال ہے مگر مسلمان کو احتیاط چاہیے۔ ۶۰۷

مسلمان نے مجوسی کی بکری اس کے اس کے آتشکدہ یا کافر کی بکری اس کے بتوں کے لئے اللہ کا نام لے کر ذبح کی تو اس کو کھانا جائز ہے مگر ایسا کرنا مسلمان کے لئے مکروہ ہے۔ ۶۰۸

مجوسی کے نیروز کے موقع پر لائے ہوئے کھانوں کا حکم شرعی۔ ۶۰۸

دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے ۹۰۸

جس درخت کو پاخانہ وغیرہ کا ناپاک پانی دیا گیا ہو اس کا میوہ کھانا بلا کراہت جائز ہے۔ ۹۰۹

ناچ گانا، باجا اور آتش بازی پر مشتمل تقریبات شادی بیاہ میں شریک ہونا کیسا ہے۔ ۹۰۹

عالم اگر جانے کہ کسی تقریب میں میری شرکت پر عوام مجھے متہم و مطعون کریں گے تو نہ جائے۔ ۹۱۱

مواقع تہمت سے بچنا چاہیے۔ ۹۱۱

مسلمانوں پر فتح باب غیبت ممنوع ہے۔ ۹۱۱

خلافت عہد معیوب ہے۔ ۹۱۲

سور اور مردار کا گوشت پکا کر عیسائیوں کو کھلانے والوں اور ان کے گھر سے کھانا کھانے والے امام کے بارے میں استفتاء۔ ۹۱۲

خبیث ترین اشیاء پکا کر غیر مسلموں کو کھلانے کا پیشہ کرنے والے تقویٰ سے عاری لوگوں کے گھر سے دیندار اور صاحب تقویٰ حضرات کو کھانا وغیرہ کھانے سے بچنا چاہیے۔ ۹۱۲

جو اللہ تعالےٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ مقامات تہمت سے بچے۔ ۹۱۳

جن کاموں کو کان ناپسند کریں اور جن کاموں کے ارتکاب پر معذرت کرنی پڑے از روئے حدیث ان سے بچنا لازم ہے۔ ۹۱۳

بغیر شرعی مجبوری کے مسلمانوں کو متنفر کرنا ممنوع ہے۔ ۹۱۴

مسئلہ کی تائید قرآن و حدیث سے۔ ۹۱۴

Marfat.com

عیسائیوں کے ساتھ مل کر کھانا پینا اور اس قسم کے دوسرے کام کرنا کج فطرت اور فتنہ باز لوگوں کا شعار ہوتا ہے۔ ۶۱۵

عہدۂ امامت ان لوگوں کو نہیں دینا چاہیے جن سے لوگ نفرت کرتے ہیں۔ ۶۱۵

حرامزادے، جذامی اور کوڑھ کے مریض کو امام بنانا کیوں ناجائز ہے۔ ۶۱۵

کافروں کو کھلانے کے لئے مسلمانوں کو حرام چیزیں پکانا یقیناً ناجائز وحرام ہے۔ ۶۱۶

ہندو کی دعوت پر اس کی بیٹی کی شادی کا کھانا مسلمانوں نے خود اپنے ہاتھوں سے تیار کرواکر کھایا تو یہ نامناسب و بےجا حرکت ہے۔ ۶۱۷

حرام اور ناپاک پیشہ کرنے والوں کا مال خبیث ہے۔ ۶۱۷

کتے کی قیمت، زانیہ کی کمائی اور پچھنے لگانے والے کی کمائی خبیث ہے۔ ۶۱۷

خنزیر خوروں کی کمائی اخبث ہے۔ ۶۱۷

علاقے کی عادت خضاب وعدم خضاب سے خروج مکروہ ہے۔ ۶۱۷

افراط و تفریط دونوں ہی برے ہیں۔ ۶۱۹

انگریزوں کے ملک سے بند ڈبوں میں آنے والا دودھ اور مکھن کیسا ہے نیز دانت صاف کرنیوالے برش کا کیا حکم ہے۔ ۶۱۹

مسلمان نے بکری ذبح کی، اپنے ہاتھ سے پکایا اس کو انگریز نے اپنے سامنے رکھ کر چھری اور کانٹے سے کاٹا، اس کا ہاتھ نہ لگا، کوئی مسلمان شخص غفلت سے اس کو کھالے تو کیا حکم ہے۔ ۶۱۹

اصل اشیاء میں طہارت وحلت ہے جب تک تحقیق نہ ہو کہ اس میں نجس وحرام چیز ملی ہے محض شبہہ پر نجس وحرام نہیں کہہ سکتے۔ ۶۲۰

کنوؤں، تالابوں اور راستوں میں رکھے ہوئے گھڑوں کا حکم۔ ۶۲۰

مشرکین وکفار اور جاہل مسلمانوں کی تیار کردہ اشیاء خوردونوش کیسی ہیں۔ ۶۲۰

مشتبہ اشیاء میں احتیاط بہتر ہے۔ ۶۲۰

سینگ ہر جانور کا یہاں تک کہ مردار کا بھی پاک ہے اس کی مسواک جائز ہے۔ ۶۲۰

خنزیر کے بالوں سے بنا ہوا برش نجس ہے۔ ۶۲۱

سنت مسواک چھوڑ کر نصرانیوں کا برش اختیار کرنا جہالت اور مرض قلب کی دلیل ہے۔ ۶۲۱

کسی کافر یا غیر مسلم انگریز کے ساتھ کھانے یا اس کا جھوٹا کھانے سے احتراز ضروری ہے۔ ۶۲۱

مسلمانوں کے مذہب میں چھوت نہیں۔ ۶۲۲

کمہار ہندو اور عام اہل ہنود کی طرف سے بطور ہدیہ یا بطور رسم کچھ بھیجیں تو اس کا لینا اور اس کا کھانا کیسا ہے ۶۲۲

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کسرٰی ایران، بادشاہ فدک اور قیصر روم کے ہدیے قبول فرمائے۔ ۶۲۲

Marfat.com

قیلہ بنت العزّٰی اپنی بیٹی اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے تحفہ لائی۔ ۶۲۲

آیۂ کریمہ "لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین" کا شان نزول۔ ۶۲۴

ہدیۂ کفار کے رد وقبول سے متعلق احادیث کریمہ میں تطبیق و توفیق۔ ۶۲۵

مصنف کی تحقیق کہ ہدایائے کفار کہاں قبول کرنا ضروری کہاں ممنوع اور کہاں مباح ہے ۶۲۵

کفار کا پکایا ہوا یا جدید کیا ہوا گوشت حرام ہے۔ ۶۲۶

ایک شخص سود ورشوت بھی لیتا ہے اور تجارت وغیرہ حلال پیشہ بھی اس کے مکان پر کھانا کیسا ہے۔ ۶۲۷

نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادتِ کریمہ زمین پر دسترخوان بچھا کر کھانا تناول فرمانا تھی، اور یہی افضل ہے۔ ۶۲۹

روافض کے ہاں کھانا کیسا ہے، اور یہ جو مشہور ہے کہ وہ اہل سنت وجماعت کو کھانا خراب کرکے کھلاتے ہیں اس کا کوئی ثبوت ہے یا نہیں۔ ۶۳۱

انگریزی دواخانوں پر فروخت ہونیوالے عرق کا حکم جو شراب آور نہیں ہوتا۔ ۶۳۲

اصل اشیاء میں طہارت واباحت ہے، جب تک نجاست یا حرمت معلوم نہ ہو حکم جواز ہے۔ ۶۳۲

کو لئے گوشت تھیں اور کون سے ظاہر ہیں۔ ۶۳۲

مشرکین کی تیار کردہ اشیاء خورد ونوش اور ملبوسات وغیرہ کا استعمال کب جائز اور کب ناجائز ہے۔ ۶۳۲

نصاریٰ کے یہاں کی رقیق اشیاء کم ہی نجاست غلیظہ سے خالی ہوتیں اور نہیں تو اسپرٹ کی آمیزش تو ضرور ہوتی ہے۔ ۶۳۳

شرع مطہر نے بُرے کام اور بُرے نام دونوں سے احتراز کا حکم دیا ہے۔ ۶۳۳

سود خور کے ہاں کھانا اور اس سے پیسہ لے کر مسجد میں لگانا یا گیارھویں، میلاد میں صرف کرنا کیسا ہے۔ ۶۳۳

ایک مردار خور کے ہاں سے نیاز وغیرہ کا گوشت کھانا مسلمانوں کو جائز ہے یا نہیں۔ ۶۳۳

سود خور کے گھر کا کھانا جائز ہے جب تک یہ تحقیق نہ ہو کہ جو کھانا سامنے لایا گیا ہے وہ حرام ہے۔ ۶۳۳

ترکِ نماز کا مال وطعام پر کوئی اثر نہیں لیکن عالم مقتدا اس کے ہاں کھانے سے احتراز کرے ۶۳۵

عالم مقتدا کو بے ضرورت سود خوار کے ہاں کھانے پینے سے احتراز چاہیے۔ ۶۳۵

ترکِ نماز کبیرہ اخبث واکبر ہے۔ ۶۳۵

تارکِ نماز پر وعید شدید۔ ۶۳۵

مسلمان دھوبیوں کو مسلمانوں میں ملانا اور احکام دین سکھانا فرض ہے اور ان سے

Marfat.com

نفرت کرنا اور تعلیم شریعت سے انکو دور رکھنا حرام ہے ۶۳۶
عوام ہندوستان نے چھوت کا مسئلہ کفارِ ہند سے سیکھا ہے ۔ ۶۳۷
جس کا ذریعہ معاش صرف مالِ حرام ہے ان کے گھروں میں کھانے پینے سے بچنا اولیٰ ہے ۔ ۶۳۷
بے پردہ نکلنے والی عورتیں فاسقہ اور ان کے مرد دیوث ہیں، ان سے میل جول مناسب نہیں۔ ۶۳۷
تاڑی کیا ہے، وہ کب حلال و طاہر اور کب حرام ونجس ہوتی ہے ۔ ۶۳۸
خاکروب لڑکی سے روٹی چھین کر کھانیوالے مسلمان لڑکے اور لڑکی کے بارے میں سوال ۔ ۶۳۸
سات برس کے بچے کو نماز کا حکم دو اور دس برس کی عمر میں نماز پر سختی کرو۔ ۶۳۹
جو بات عام مسلمانوں کی نفرت کا موجب ہو شرعاً منع ہے۔ ۶۳۹
جس بات میں آدمی متہم ومطعون ہو شرعی طور پر ممنوع ہے۔ ۶۳۹
جو بات مسلمانوں پر فتح باب غیبت کرے انھیں فتنے میں ڈالے گی اور انھیں فتنے میں ڈالنا حرام ہے۔ ۶۴۰
فتنہ سوتی ہوئی خرابی ہے جو کوئی اس کو جگائے اس پر اللہ تعالےٰ کی لعنت ہے۔ ۶۴۰
خنزیر خوروں کے ہاں کھانا اور خنزیر کا شکار کرنا اور کفار کو کھلانا مسلمانوں کے لئے کیسا ہے ۔ ۶۴۰
شریعت آسان ہے جب تک کسی خاص شئے میں حرمت یا نجاست کا حال معلوم نہ ہو پاک وحلال ہے ۔ ۶۴۱
سود خوار کے ہاں نہ کھانا بہتر ہے خصوصاً عالم ومقتدار کو۔ ۶۴۱
جس جانور کی ماں حلال ہے وہ حلال ہے کہ جانور میں نسب ماں سے ہے نہ کہ باپ سے۔ ۶۴۲
حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی فاتحہ کا کھانا مردوں کو ممنوع و ناجائز نہیں۔ ۶۴۲
ضرورت ومجبوری میں حرام کھانا یا اس کو استعمال میں لانا بقدرِ ضرورت جائز ہے۔ ۶۴۲
شراب نوشی راہِ خدا سے روکتی ہے اسکے مرتکب پر اللہ تعالےٰ نے لعنت فرمائی ہے ۶۴۲
پانچ سوالات پر مشتمل استفتاء۔ ۶۴۳
مزارات پر مردوں کا جانا مندوب ومحبوب مگر عورتوں کو روکنا ہی انسب واسلم ہے۔ ۶۴۳
دف بجانا کن شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ ۶۴۳
شادی وغیرہ پر گانا کب جائز اور کب ناجائز ہے۔ ۶۴۴
تیجہ، دسواں، چہلم سب جائز ہیں جب

Marfat.com

بنیت محمود اور بطور محمود ہوں۔ ۶۴۴
وہابی ایک سخت گمراہ بد دین فرقہ ہے۔ ۶۴۴
کن لوگوں کی دعوت کرنی اور کن کن کی نہ کرنی چاہئے نیز کن لوگوں کی دعوت نامنظور کرنی چاہئے اور کیوں۔ ۶۴۴
حلال و حرام مشترک مال سے کنواں کھدوایا جائے تو اس کا اور اس کے پانی کا کیا حکم ہے۔ ۶۴۵
خاکی انڈا کھانا جائز ہے۔ ۶۴۶
روافض کے ہاں کھانا کھانے والے کے پیچھے نماز کا حکم کیا ہے۔ ۶۴۷
زانی، شرابی اور سودخوار کے یہاں کھانا خلاف اولیٰ ہے مگر وہ کافر نہیں۔ ۶۴۷
یہود و نصاریٰ کافر اصلی ہیں مرتد نہیں۔ ۶۴۷
رافضی، وہابی، قادیانی، نیچری اور چکڑالوی مرتد ہیں۔ ۶۴۷
عام کافروں اور مرتدوں کے احکام میں فرق ۶۴۸
قادیانی کے مکان پر دانستہ کھانا کھانے جانے والا گنہگار ہے، توبہ کرے تو اس سے متصل مولود شریف پڑھوایا جا سکے۔ ۶۴۸
جس مارکیٹ میں مجوسی نے خنزیر کاٹا وہاں سے گوشت خریدنا مسلمان کے لئے کیسا ہے ۶۴۸
مجوسی کے ہاتھ کی ذبح ہوئی بکری بھی خنزیر کی مثل ہے۔ ۶۴۹
مجوسی سے گوشت خریدنا کب جائز اور کب ناجائز ہے۔ ۶۴۹

جو مسلمان تجارت بھی کرتے ہیں، سود بھی کھاتے ہیں اور زمیندار بھی ہیں ان کے یہاں کا کھانا پینا اور لڑکی لڑکوں کو بیاہنا جائز ہے یا نہیں۔ ۶۵۰
ہنود کے یہاں کا کھانا کیسا ہے۔ ۶۵۰
ضرورتاً سودی قرض لینے والے کے یہاں کھانے میں حرج نہیں۔ ۶۵۱
اہل کتاب و اہل ہنود کے ہاں اور ان کے ہاتھ کے پکائے ہوئے کھانے سے متعلق سوال و جواب۔ ۶۵۱
کھانے میں عیب نکالنا، سر برہنہ کھانا اور کسی کے بلا دعوت کھانے کو جانا کیسا ہے ۶۵۲
کھانے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت کریمہ یہ تھی کہ پسند آیا تو تناول فرمالیا ورنہ نہیں۔ ۶۵۲
بلا دعوت کسی کے ہاں کھانا کھانے جانے والے کے لئے حدیث میں وعید۔ ۶۵۲
مدعو شخص دوسروں کو کب اپنے ساتھ دعوت پر لے جا سکتا ہے اور کب نہیں۔ ۶۵۳
غزوہ خندق کے موقع پر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعوت۔ ۶۵۳
معجزہ رسول صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کہ کھانا اور سالن ختم نہیں ہوا۔ ۶۵۳
قماربازی، طوائف یا کوئی حرام پیشہ کرنے والے کے ہاں میلاد و گیارھویں کی نیاز کھانا

Marfat.com

کیسا ہے۔ ۶۵۳

خریداری میں عقد و نقد مال حرام پر جمع ہوئے تو اس کا کھانا حرام ہے ورنہ نہیں ۶۵۴

رنڈی سے نکاح کر کے اس کا مال اپنے مال میں ملانا اور اس کو کھانا کیسا ہے۔ ۶۵۴

دعوت طعام کونسی سنت ہے اور کسی دعوت کو قبول نہ کرنا گناہ ہے۔ ۶۵۵

دعوتِ ولیمہ کو قبول کرنا سنتِ مؤکدہ ہے جبکہ وہاں کوئی معصیت و مانع شرعی نہ ہو۔ ۶۵۵

عام دعوتوں کا قبول کرنا افضل ہے۔ ۶۵۵

خاص اسی شخص کی دعوت ہو تو قبول کرنے یا نہ کرنے کا اس کو مطلقاً اختیار ہے۔ ۶۵۵

جھینگے کے مچھلی ہونے میں اختلاف ہے لہذا اس سے بچنے میں احتیاط ہے۔ ۶۵۶

گوشت ہمیشہ کھانے کی قرآن مجید میں کہیں ممانعت نہیں، ہاں نفس پروری سے قرآن نے منع فرمایا ہے۔ ۶۵۷

عشرۂ محرم الحرام میں ضرورتاً شکار کرنا جائز ہے۔ ۶۵۷

محض تفریح طبع کے لئے شکار کھیلنا ناجائز ہے۔ ۶۵۷

جو چیز بعینہٖ سود میں آئی اس کا کھانا حرام اور سود کے روپے سے خریدی تب بھی ناجائز ہے۔ ۶۵۸

سودخوار کے کھانے سے اجتناب چاہیئے۔ ۶۵۸

شبہہ کے مال سے احتراز چاہیئے مگر حرمت نہیں جب تک معلوم نہ ہو۔ ۶۵۸

وارث اگر جانتا ہے کہ یہ روپیہ سود کا ہے تو اس کو لینا جائز نہیں، مورث نے جس سے لیا تھا اس کو واپس کرے یا تصدق کرے ۶۵۸

پیشۂ تصویر سے اکل و شرب کیسا ہے۔ ۶۵۸

ہندو کے یہاں گوشت کھانا حرام، دوسری چیزوں میں فتویٰ جواز اور تقویٰ احتراز ہے۔ ۶۵۸

یہ بات غلط ہے کہ ہندو کے یہاں کھانے سے چالیس دن دعا قبول نہیں ہوتی۔ ۶۵۹

بے نماز کے ہمراہ کھانا پینا اور میل جول رکھنا شرعاً کیسا ہے۔ ۶۵۹

شراب حرام، تمام نجاستوں کی ماں، اور اس کو پینے والے کو جہنمیوں کا خون اور پیپ پلایا جائے گا۔ ۶۵۹

تقریب طعام شادی کی تین صورتیں اور ان کا شرعی حکم۔ ۶۶۰

جو دو مصیبتوں میں ہو جائے تو وہ ان میں اخف و اھون کو اختیار کرے۔ ۶۶۱

تعزیت ولادت یا ختنہ یا گھر بھوج یعنی تیاری مکان میں کھانا کرنا اور اس میں شریک ہونا جائز ہے یا نہیں۔ ۶۶۱

ہندو کے گھر جھٹکے کا گوشت کھانیوالا اور مردار کے گوشت کو فروخت کرنیوالا مسلمان شیطان کا مسخرہ ہے، اس کا دین ایمان

Marfat.com

ٹھیک نہیں مسلمان اس سے میل جول بند کرکے اس کا بائیکاٹ کریں۔ ٦٦٢
میلاد کرانے والوں کے گھر سے میلاد پڑھنے والوں کو کھانا کس صورت میں جائز اور کس صورت میں ناجائز ہے۔ ٦٦٢
خوشی کے موقع پر محفل کرانا اور کھانا تیار کرنے والوں اور میلاد خوانوں کو کھلانا جائز ہے۔ ٦٦٣
خوشخبری پاکر کھانا اور مٹھائی تقسیم کی جائے تو اغنیاء وفقراء سب کھا سکتے ہیں۔ ٦٦٣
ہندو کے یہاں کا پکا ہوا کھانا اور اس کو میلاد شریف میں تقسیم کرنا کیسا ہے۔ ٦٦٣
میلاد شریف میں قوالی کی طرح پڑھنا کیسا ہے نیتپ کے پیچھے سے کھانا جائز ہے البتہ خود سیپ کو کھانا حرام ہے۔ ٦٦٤
عیسائیوں کے ساتھ کھانا پینا، آپس میں ایک دوسرے کے برتن استعمال کرنا اور ایک دوسرے کا حقہ پینا ممنوع ہے۔ ٦٦٤
بدمذہبوں سے مجالست، مؤاکلت اور مشاربت کی ممانعت احادیث مبارکہ سے۔ ٦٦٤
آیت کریمہ احل لکم الطیبٰت و طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم و طعامکم حل لھم" میں طعام سے مراد ذبیحہ ہے۔ ٦٦٥
گیہوں، چاول، دودھ اور دہی وغیرہ تو مشرک کے گھر بھی حلال ہے جبکہ نجس نہ ہو۔ ٦٦٥
شرع مطہر میں ہر غیر مسلم کافر ہے یہودی ہو یا نصرانی یا مجوسی یا مشرک۔ ٦٦٥
جو اہل کتاب کو کافر نہ جانے وہ خود کافر ہے۔ ٦٦٥
طعام کو حاضر رکھ کر کھانے سے پہلے دعا کرنا جائز ہے۔ ٦٦٦
شہد کو اتارنا جائز اور بیت النحل میں کچھ چھوڑ دینا ضروری نہیں۔ ٦٦٦
شہد میں لوگوں کے لئے شفا ہے۔ ٦٦٦
شہد مکھیوں کی غذا نہیں ان کی غذا پھل پھول ہیں شہد تمام و کمال ہمارے لئے ہے۔ ٦٦٧
کافر کا بچا ہوا کھانا مسلمان کو درست نہیں کہ "نیم خوردہ سگ ہم سگ را شاید" ٦٦٧
حلال جانور کا کچا اور پکا انڈا سب حلال ہے، ہاں اگر وہ خون ہو جائے تو حرام و نجس ہے۔ ٦٦٧
اہل ہنود کی اشیاء خوردنی کا استعمال مسلمان کو جائز و حلال مگر اہل ہنود کے ہمراہ کھانا جائز نہیں۔ ٦٦٨
ہندو کے گھر کا گوشت کھانا تو حرام ہے مگر دیگر اشیاء مباح ہیں جب تک نجاست و حرمت کی تحقیق نہ ہو جائے۔ ٦٦٨
غیر مسلم چار قسم کے ہیں، کتابی، مجوسی، مشرک اور مرتد۔ ان اقسام اربعہ کے احکام۔ ٦٦٨
زید نے بیٹی کا مہر لے کر شادی کا کھانا پکوایا۔

Marfat.com

پھر لڑکی سے اجازت لی اس نے اجازت دے دی تو اس کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ ٦٦٩

ہیجڑے کے یہاں دعوت کھانے کو نہ جایا جائے ٦٦٩

زمزم شریف اور بقیہ وضو کے سوا کھڑے ہو کر پانی پینا مکروہ ہے۔ ٦٦٩

روٹی کے چار ٹکڑے کرنا ضروری نہیں۔ ٦٦٩

بائیں ہاتھ میں روٹی لے کر دائیں سے نوالہ توڑنا دفعِ تکبر کے لئے ہے۔ ٦٦٩

مسلمان دھوبی کے گھر کھانا کھانا جائز ہے۔ ٦٧٠

حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے دسترخوان پر قسم قسم کے متعدد کھانے نہیں ہوتے تھے۔ ٦٧٠

دسترخوان فرسٹ سیکنڈ کا معیار الگ الگ بنانا سنت نصاریٰ ہے، حاضرین میں تفریق بدعت ہے اور ایک فریق کی تذلیل و دل شکنی ہے۔ ٦٧٠

دعوتِ ولیمہ وطعام کے بارے میں ظاہر الروایہ کے اطلاق اور شروح وفتاویٰ میں اس کو کئی قیدوں سے مقید کرنے سے متعلق استفتار۔ ٦٧٠

زید اس سبب سے دعوتوں میں نہیں جاتا کہ آجکل کی دعوتوں میں عموماً فخر و تطاول انشاء الحمد اور حبوب وطعام کی بے قدری ہوتی ہے اس کا یہ فعل کیسا ہے۔ ٦٧٢

تقیید مطلق وتخصیص عمومات وتفصیل مجملات وتوضیح مبہمات منصب شراح ہے اسی غرض کے لئے وضع شروح ہے وہ اس کے مبائن نہ سمجھے جائیں بلکہ وہ مبین ہیں۔ ٦٧٢

ملاہی وملاعب پر مشتمل دعوتوں میں عاصی اور متقی کے شریک ہونے کی جواز وعدمِ جواز کی صورتیں۔ ٦٧٢

کسی مسلمان پر بلا دلیل بدگمانی حرام قطعی ہے۔ ٦٧٣

کسی دعوت میں نہی عن المنکر کی نیت سے جانے والا ثواب پاتا ہے۔ ٦٧٤

سود خوار، بے نمازی، شرابی، زانی، مخنث اور دیوث کے ساتھ کھانا نہ چاہئے۔ ٦٧٤

شرابی کے ہاتھ اور منہ کے پاک ہونے کا کوئی اعتبار نہیں۔ ٦٧٤

کسی کی منکوحہ سے بے طلاق و وفاتِ شوہر نکاح باطل محض ہے۔ ٦٧٤

ضمیمہ شرب وطعام

جذامی کے ساتھ کھانا جائز ہے ضروری نہیں ١٠١

مجذوم کے ساتھ کھانا کب ثواب اور کب نامناسب ہے۔ ١٠٢

ضعیف الاعتقاد اور وہمی خیالات کے حامل لوگوں کو جذامی کے ساتھ کھانے پینے سے بچنا چاہئے۔ ١١١

ہندو کے ہاتھ کی بنی ہوئی مٹھائی کا استعمال فتویٰ کی رُو سے جائز مگر تقویٰ کی رُو سے پرہیز کرنا چاہئے۔ ١٢٦

Marfat.com

خاکروب مسلمان ہوتے ہی غسل کرکے پاک
صاف ہو جائے تو اس کے ساتھ کھانا پینا
جائز ہے۔ ۱۶۲
نومسلم خاکروب کے ساتھ کھانا کھانے والے
مسلمان کی ہنسی اڑانے والا گنہگار ہے۔ ۱۶۳

سبیل اور کھانا، چائے، بسکٹ وغیرہ جو
رافضیوں کے مجمع کے لئے کئے جاتے ہیں
ناجائز و گناہ ہیں، ان میں چندہ دینا گناہ اور
اس میں شامل ہونے والوں کا حشر بھی انہی
کے ساتھ ہوگا۔ ۲۳۴

marfat.com
Marfat.com

فہرست ضمنی مسائل

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے مجذوم کو اپنے ساتھ کھانا کھلایا۔ ۱۰۱

حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے خود اپنے بال بطور تبرک صحابہ میں تقسیم کئے۔ ۴۰۲

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گیسو انتہا درجہ شانہ مبارک تک رہتے۔ ۶۰۲

نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ زمین پر دسترخوان بچھا کر کھانا تناول فرمانا تھی اور یہی افضل ہے۔ ۶۲۹

کھانے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت کریمہ یہ تھی کہ پسند آیا تو تناول فرمالیا ورنہ نہیں۔ ۶۵۲

حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے دسترخوان پر قسم قسم کے متعدد کھانے نہیں ہوتے تھے۔ ۶۷۰

مرض و تداوی

یہ خیال باطل ہے کہ بیماری اڑ کر لگتی ہے، احادیث صحیحہ میں اسے رد فرمایا ہے۔ ۱۰۲

یہ خیال محض غلط ہے کہ جذامی کے ساتھ کھانے کی تاثیر سے دوسرا شخص بیمار ہو جاتا ہے۔ ۱۱۱

مرض کا علاج اس کی ضد سے ہوتا ہے۔ ۱۴۵

کسی کافر یا غیر مسلم انگریز کے ساتھ کھانے یا اس کا جھوٹا کھانے سے احتراز ضروری ہے مسلمانوں کے مذہب میں چھوت نہیں۔ ۶۲۲

انگریزی دواخانوں پر فروخت ہونے والے

Marfat.com

عرق کا حکم جو نشہ آور نہیں ہوتا۔ ۹۳۲

مخالطت، مجالست، ہجران، سلوک، موالات

قوی الایمان کے لئے مجذوم سے مخالطت نقصان دہ نہیں اور ضعیف الاعتقاد کیلئے احتراز بہتر ہے۔ ۱۰۳
احادیث سے مسئلہ کی تائید ۱۱۲
کافروں کے میلے میں شریک ہونا مسلمان کو منع ہے مگر کفر نہیں کہ عورت نکاح سے نکل جائے۔ ۱۲۰
مسلمان نے عیسائی کا حقہ پیا تو اس کے لئے کیا حکم ہے۔ ۱۳۰
بلا وجہ شرعی ایذا رسانی حلال نہیں۔ ۱۵۷
کفار کے امور دنیوی میں ایک حد تک موافقت کی جا سکتی ہے مگر امور مذہبی میں موافقت جائز نہیں۔ ۱۶۸
شیعہ کی تنظیم میں سنیوں کو شریک ہونا کیسا ہے۔ ۱۸۳
سنیوں کو غیر مذہب والوں سے اختلاط میل جول ناجائز ہے خصوصاً جبکہ وہ افسر ہو اور یہ ماتحت۔ ۱۸۴
مراسم کفر کی اعانت اور ان میں شرکت ممنوع گناہ اور مخالفت حکم اللہ ہے۔ ۱۸۶
دیوبندی عقائد والوں سے میل جول حرام ہے۔ ۲۲۲
مشرکین و کفار کے ساتھ اتحاد و وداد حرام قطعی ہے۔ ۲۲۹
گاندھی کے جلوس میں استقبال کے لئے جانا مسلمانوں کو کیسا ہے۔ ۲۴۶
ایک جلسہ میں شرکت سے متعلق سوال و جواب۔ ۲۴۸
شرع شریف میں ہر کافر سے مطلقاً ترک موالات کا حکم ہے خصوصاً مرتدین سے۔ ۲۵۴
معاملات و موالات الگ الگ چیزیں ہیں۔ ۲۵۵
گاندھی کو امام بنانا اور ہندوؤں سے اتحاد منانا دشمنی اسلام ہے اور اس میں چندہ دینا مسلمان کا کام نہیں۔ ۲۵۸
مرتد سے میل جول رکھنا گناہ اور فاسق سے بے ضرورت اختلاط مکروہ ہے۔ ۲۶۰
وہابیہ دیوبندیہ و مخالفان دین و غلامان مشرکین کے جلسہ میں سنی کو شرکت حلال نہیں۔ ۲۶۰
نصاریٰ سے موالات، ان کی تعظیم، بڑے دن میں ان کو ڈالی دینا اور ان سے معاملہ بیع و شراء کا کیا حکم ہے۔ ۲۶۲
ہولی و دیوالی کی تعظیم اور نیروز و مہرجان کے نام پر کچھ دینا جائز نہیں۔ ۲۶۵
زید پکا سنی ہے مگر برادری کے وہابیوں کی چند عورات اس کے پاس آتی رہتی ہیں اور زید ان کی خوب خاطر مدارات کرتا ہے کیا ایسا کرنے سے اس کی سنیت میں فرق

Marfat.com

پڑتا ہے۔ ۲۶۸

حدیث میں حکم ہے کہ رفاقت صرف مومن سے کرو اور تیرا کھانا صرف پرہیزگار کھائے۔ ۲۶۹

جس جلسہ میں مقررین وصدر وہابی، دیوبندی نیچری اور ہندو وغیرہ ہوں اس میں شریک ہونا قطعی حرام اور سخت مضر اسلام ہے۔ ۲۷۵

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی توہین کرنے والے رافضی ہیں یا وہابی، ان کے ساتھ میل جول مسلمانوں کو جائز نہیں۔ ۲۸۷

قرآن مجید کا رامائن اور بائیبل وغیرہ کے ساتھ ملا کر ہندوؤں کے ساتھ پوجا کیا جانا اور مندر میں لے جانا اور اس اہتمام میں مسلمانوں کا شریک ہونا درست ہے یا نہیں۔ ۲۹۶

بغیر شرعی مجبوری کے مسلمانوں کو متنفر کرنا ممنوع ہے۔ ۶۱۴

عیسائیوں کے ساتھ مل کر کھانا پینا اور اس قسم کے دوسرے کام کرنا کج فطرت اور فتنہ باز لوگوں کا شعار ہوتا ہے۔ ۶۱۵

جو مسلمان تجارت بھی کرتے ہیں، سود بھی کھاتے ہیں اور زمیندار بھی ہیں ان کے یہاں کا کھانا پینا اور لڑکی لڑکوں کو بیاہنا جائز ہے یا نہیں۔ ۶۵۰

عیسائیوں کے ساتھ کھانا پینا، آپس میں ایک دوسرے کے برتن استعمال کرنا اور ایک دوسرے کا حقہ پینا ممنوع ہے۔ ۶۶۴

بدمذہبوں سے مجالست، مؤاکلت اور مشاربت کی ممانعت احادیث مبارکہ سے۔ ۶۶۴

سود خوار، بے نمازی، شرابی، زانی، مخنث اور دیوث کے ساتھ کھانا نہ چاہئے۔ ۶۶۷

صدقہ و خیرات

زنہار مالِ حرام قابل قبول نہیں، نہ اسے راہِ خدا میں صرف کرنا روا، نہ اس پر ثواب بلکہ نرا وبال ہے۔ ۱۰۵

مسئلہ بالا پر قرآن و حدیث۔ ۱۰۵

مالِ حرام سے تصدق کر کے امیدِ ثواب رکھنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ ۱۱۰

اسماءُ الرجال

حنش راوی متروک ہے۔ ۱۰۷

ابراہیم بن میسرہ تابعی مکی اور ثقہ ہیں۔ ۱۹۲

فوائد اصولیہ

جو چیز بارگاہِ الٰہی سے مردود ہو وہ دربارِ رسول میں مقبول نہیں ہو سکتی۔ ۱۰۸

مباح وحرام میں کوئی نسبت نہیں۔ ۱۰۸

شرع مطہر شعر وغیر شعر سب پر حجت ہے، شعر شرع پر حجت نہیں۔ ۱۱۸

کافر و مشرک کا کوئی عمل للہ نہیں۔ ۱۲۰

Marfat.com

اصل اشیاء میں طہارت پائی جاتی ہے۔ ۱۲۶
یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔ ۱۲۶
دین کی بنیاد آسانی پر ہے۔ ۱۲۶
کافر کا اقرار اسلام اس کو مسلمان ٹھہرانے کے لئے کافی ہے جب تک کفر جدید ظاہر نہ ہو۔ ۱۳۰
آدمی حقیقۃً کسی بات سے مشرک نہیں ہوتا جب تک غیر خدا کو معبود یا مستقل بالذات و واجب الوجود نہ جانے۔ ۱۳۱
بعض نصوص میں جو بعض افعال پر اطلاق شرک ہوا اس کی تاویل۔ ۱۳۱
کفر ضروریات دین کے انکار سے ہی لازم آتا ہے۔ ۱۳۱
بعض اعمال پر نصوص میں جو اطلاق کفر ہوا اس سے مراد کفر مصطلح نہیں۔ ۱۳۱
ہر شرک کفر ہے اور کفر مزیل اسلام۔ ۱۳۱
مومن کسی کبیرہ کے ارتکاب سے خارج اسلام نہیں ہوتا۔ ۱۳۱
محبوبان خدا کی طرف تقرب مطلقاً ممنوع نہیں جب تک بروجہ عبادت نہ ہو۔ ۱۳۲
گناہ علانیہ کے لئے شرع نے توبہ علانیہ کا حکم دیا اور پوشیدہ گناہ کے لئے پوشیدہ توبہ ہے۔ ۱۳۴
خروج مذموم بالنص ہے۔ ۱۳۵
مجلس میلاد مبارک اور گیارھویں شریف میں
دو حیثیتیں ہیں، ایک خصوصی فضل اور دوسری مقصود و منشاء۔ بحیثیت اول یہ جزو ایمان نہیں جبکہ بحیثیت ثانی داخل ایمان ہے۔ ۱۵۰
کفر ہر کبیرہ سے بدتر کبیرہ ہے۔ ۱۶۱
سود گناہ کبیرہ ہے۔ ۱۶۱
بدعت سیئہ اور گناہ کبیرہ میں نسبت۔ ۱۶۲
فسق اعتقاد فسق عمل سے بدتر ہے۔ ۱۶۲
صغیرہ بعد از اصرار کبیرہ ہو جاتا ہے۔ ۱۶۳
کفر اگرچہ عقد قلبی ہے مگر اقوال زبان اور بعض افعال اس پر دلیل ہوتے ہیں۔ ۱۶۳
معبودان باطل کی تصویر کو سجدہ کرنا مطلقاً کفر ہے۔ ۱۶۳
مشرکین کے تہوار کی خوشی منانا اور اس میں شریک ہونا معصیت قطعیہ ہے۔ ۱۶۹
معصیت قطعیہ کا استحلال کفر ہے۔ ۱۶۹
جو کافر تلقین اسلام چاہے اس کو تلقین کرنا فرض اور اس میں تاخیر گناہ کبیرہ ہے۔ ۱۷۲
تحلیل حرام و تحریم حلال دونوں کفر ہیں۔ ۱۷۵
رضا بالکفر کفر ہے۔ ۱۷۶
اصرار علی الحرام جرم ہے۔ ۱۸۲
ناجائز کا ترک واجب ہے۔ ۱۸۶
اللہ تعالیٰ کی معصیت میں کسی کا اتباع درست نہیں۔ ۱۸۸
مباہلہ کیا ہے، وہ کس وقت، کس سے، کس طرح کیا جاتا ہے۔ ۱۸۹

Marfat.com

جس چیز کے کفر پر اتفاق ہو اور جس کے کفر میں اختلاف ہو دونوں کا حکم۔ ۱۹۳
جس چیز کا لینا حرام اس کا دینا بھی حرام ہے ۱۹۶
الضرورات تبیح المحظورات۔ ۱۹۷
مجرد تحصیل منفعت کے لئے کوئی ممنوع مباح نہیں ہوتا۔ ۱۹۷
ظن غالب یقین کے ساتھ لاحق ہے۔ ۱۹۹
نہ ہر ممنوع کسی نہ کسی وقت مباح ہو سکتا ہے نہ ہر وقت ایسا کہ کسی نہ کسی ممنوع میں رخصت کی قابلیت رکھتا ہے۔ ۲۰۲
مفسدہ کا دفع مصلحت کی تحصیل سے زیادہ اہم ہے۔ ۲۰۲
مجبوریاں ممنوع کو مباح کر دیتی ہیں۔ ۲۰۲
دو بلاؤں کا مبتلا ان میں سے ہلکی کو اختیار کرے۔ ۲۰۳
ضرر مدفوع ہے۔ ۲۰۳
مشقت آسانی لاتی ہے۔ ۲۰۳
مشقت و دشواری کا دائرہ ضرورت و مجبوری سے وسیع تر ہے۔ ۲۰۴
جس کا لینا حرام اس کا دینا بھی حرام۔ ۲۰۴
اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے ہر ایک کے لئے اس کی نیت۔ ۲۰۴
زینت و فضول کے لئے کوئی ممنوع شرعی رخصت نہیں ہو سکتا۔ ۲۰۸
مجرد منفعت کے لئے کوئی ممنوع شرعی رخصت نہیں ہو سکتا۔ ۲۰۸
حرام محض منفعت کے لئے حلال نہیں ہو سکتا۔ ۲۱۱
الصریح یفوق الدلالۃ۔ ۲۱۲
شعار اسلام سے استہزاء اسلام سے استہزاء ہے۔ ۲۱۵
افراط و تفریط دونوں مذموم ہیں۔ ۲۲۱
ہر بدعت سیئہ کفر نہیں۔ ۲۲۱
بعض بد مذہبیاں کفر نہیں۔ ۲۲۱
کسی وصف پر حکم کا مرتب ہونا اس کی علیت کا مشعر ہوتا ہے۔ ۲۳۷
تفاوت عداوت کفار پر بنائے کار نہیں۔ ۲۳۷
شرکت کفر سے لزوم کفر ہے۔ ۲۶۶
مباح کا فعل و ترک یکساں ہے جب تک خارج سے کوئی وجہ داعی یا مانع نہ پیدا ہو۔ ۲۶۶
کسی امر مباح کو شرعاً فرض ٹھہرا لینا قطعاً حرام اور شریعت پر افتراء ہے۔ ۲۶۶
تعظیم مشرک کفر ہے۔ ۲۷۱
حکم کفر کفر ہے۔ ۲۷۲
مشرک کی خوشی کے لئے شعار اسلام بند کرنا حرام ہے۔ ۲۷۳
منسوخ پر عمل حرام ہے۔ ۲۷۳
تبجیل الکافر کفر۔ ۲۷۵
غیر کافر کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔ ۲۷۵

Marfat.com

کافر کو کافر نہ جاننا خود کفر ہے۔ ۲۸۵

جس نے کفر کو کفر نہ جانا تو ضرور کفر کو اسلام جانا ۲۸۶

کفر اور اسلام میں تقابل تضاد ہے۔ ۲۸۶

جب کوئی حکم کسی علت کی وجہ سے ثابت ہو تو جب تک علت موجود رہے گی وہ حکم باقی رہے گا۔ ۲۹۱

دار اسلام میں جب تک کوئی حکم اسلامی موجود ہو تو وہ دار حرب نہ ہوگا اگرچہ مسلمانوں کا غلبہ ختم ہو گیا ہو۔ ۲۹۲

عرف و محاورہ کو افادۂ مقاصد میں دخل تام ہے۔ ۳۴۱

کسی شخص موحد نے قسم کھائی کہ "لا یدخل هذه الدار الا ان یحکم علیه الله هو" پھر اس گھر میں داخل ہوا تو حانث نہ ہوگا اور یہ کلام مجاز پر محمول ہوگا کیونکہ حالت کا موحد ہونا قرینہ ہے۔ ۳۴۷

لفظ شہنشاہ میں محض احتمال استغراق حقیقی موجب منع نہیں ہو سکتا ورنہ ہزاروں الفاظ کہ تمام عالم میں دائر و سائر ہیں ممنوع ہو جائیں گے۔ ۳۴۷

کوئی لفظ جب ارادۂ و افادۂ ہر طرح سے شناعت سے پاک ہو تو صرف احتمال باطل اسے ممنوع نہ کر دے گا۔ ۳۵۳

مانعین نے ظاہر معنی پر نظر کی کہ اس میں اصل تحریم ہے اور اطلاق کرنے والوں نے دیکھا کہ لفظ ارادۂ و افادۂ ہر طرح شناعت سے پاک ہے تو نہی تنزیہی ہوئی۔ ۳۶۳

قاطع ہر کلام یہ کہ حدیث کی تفسیر کرنے والا خود حدیث سے بہتر کوئی نہیں ہو سکتا۔ ۳۶۸

"المعہود عرفا کالمشروط لفظا"۔ ۴۱۷

ان الصریح یفوق الدلالۃ۔ ۴۱۸

ما حرم اخذہ حرم اعطاءہ۔ ۴۱۹

وما یؤدی الی محظور محظور۔ ۴۲۳

البقاء اسہل من الابتداء ۴۹۱

مجوز نافی امر و نہی ہے اور نافی پر شرعاً اور عقلاً بینہ نہیں۔ ۵۷۲

حرام و ممنوع کہنے والا نہی شرعی کا مدعی ہے ثبوت دینا اس کے ذمے ہے کہ شرع نے کہاں منع کیا۔ ۵۷۲

قائل جواز مثل سائل مدعا علیہ ہے جس سے مطالبۂ دلیل محض جنون ہے۔ ۵۷۲

مجوز کے لئے یہی دلیل بس ہے کہ منع پر کوئی دلیل نہیں۔ ۵۷۲

عدم نقل نقل عدم نہیں۔ نہ عدم فعل منع کو مستلزم ہے۔ ۵۷۳

نقل مع عدم النقل فعلاً و کفّاً و عدم ذکر رأساً دونوں انعدام امر و نہی کی صورتیں ہیں۔ ۵۷۳

مطلق اپنے اطلاق پر رہتا ہے۔ ۵۸۱

نیک بات بانضمام اوضاع خاصہ بد نہیں ہو سکتی۔ ۵۸۱

Marfat.com

قائل جواز کو صرف اسی قدر بس کہ یہ مقید زہر مطلق میں داخل ہے۔ ٥٨١
اپنی طرف سے اطلاق مقید اور تقیید مطلق دونوں ممنوع ہیں۔ ٥٨١
قضیہ "کل بدعۃ ضلالۃ" کس تقدیر پر عام مخصوص البعض اور کس تقدیر پر غیر مخصوص البعض ہے۔ ٥٨٢
عدم فعل قاضی منع نہیں کف میں اتباع ہے نہ مجرد ترک میں۔ ٥٨٢
افراط و تفریط دونوں ہی بُرے ہیں۔ ٦١٩
اصل اشیاء میں طہارت و اباحت ہے، جب تک نجاست یا حرمت معلوم نہ ہو حکم جواز ہے۔ ٦٣٢
جو بات عام مسلمانوں کی نفرت کا موجب ہو شرعاً منع ہے۔ ٦٣٩
جس بات میں آدمی متہم و مطعون ہو شرعی طور پر ممنوع ہے۔ ٦٣٩
جو دو مصیبتوں میں مبتلا ہو جائے تو وہ ان میں اخف و اہون کو اختیار کرے۔ ٦٦١
شرع مطہر میں ہر غیر مسلم کافر ہے یہودی ہو یا نصرانی یا مجوسی یا مشرک۔ ٦٦٥
جو اہل کتاب کو کافر نہ جانے وہ خود کافر ہے۔ ٦٦٥
تقیید مطلق و تخصیص عمومات و تفصیل مجملات و توضیح مبہمات منصب شراح ہے اسی غرض کے لئے وضع شروح ہے وہ اس کے مباین نہ سمجھے جائیں بلکہ وہ مبین ہیں۔ ٦٧٢

فضائل ومناقب

نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام عالم سے زیادہ ستھرے ہیں۔ ١٠٨
مدینہ طیبہ کو یثرب کہنا ممنوع وگناہ اور کہنے والا گنہگار ہے۔ ١١٦
مسئلہ مذکورہ پر شواہد و دلائل۔ ١١٦
اللہ تعالیٰ نے منافقین کا رد کرتے ہوئے مدینہ منورہ کا نام طابہ رکھا۔ ١١٧
بعض اشعار اکابر میں لفظ یثرب کے وقوع کا عذر۔ ١١٨
یثرب کہنے سے کیوں منع کیا گیا۔ ١١٩
جس نے ایک بار یثرب کہا وہ دس بار مدینہ کہے۔ ١١٩
جب عام مسلمانوں کے باب میں یہ احکام ہیں تو علماء کرام کی شان تو ارفع و اعلیٰ ہے ١٢٨
محبوبانِ بارگاہِ خداوندی کی نزدیکی و رضا ہر مسلمان کو مطلوب ہے کہ ان کا قرب بعینہ قربِ خدا اور ان کی رضا اللہ تعالیٰ کی رضا ہے ١٣٢
غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صحابہ کرام سے افضل کہنا گمراہی ہے اور بعطائے الٰہی انکو مالکِ نفع وضرر کہنے میں حرج نہیں۔ ١٥٠
کائنات کی ہر نعمت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے ملتی ہے۔ ١٩٥

Marfat.com

نبی کریم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم قاسم نعمائے حق ہیں۔ ۱۹۵
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قبل ارشاد واغلظ علیہم کفار پر انواع انواع کے نرمی وعفو وصفح فرماتے تھے۔ ۲۳۶
امام عطاء بن ابی رباح کے مناقب۔ ۲۳۷
عالم دین نائب رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم ہے۔ ۲۵۳
روح اعظم حضرت جبریل علیہ السلام کا وصف ہے۔ ۲۵۴
شرع میں ہر نبی کا یوم ولادت صاحب عظمت ہے۔ ۲۶۴
روز جمعہ تمام دنوں کا سردار ہے۔ ۲۶۵
سنی العقیدہ عالم کی توہین جاہل کو جائز نہیں چاہے اس کے کلے کیسے ہوں۔ ۲۹۴
مدینہ منورہ تمام شہروں سے افضل ہے۔ ۲۹۷
مجاورت مدینہ منورہ ہمارے ائمہ کے نزدیک مکروہ ہے۔ ۲۹۸
دنیا وآخرت کی سب مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اختیار میں ہیں۔ ۳۰۹
شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ۳۱۰
ملا علی قاری علیہ الرحمۃ کا ارشاد۔ ۳۱۰
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مالک ومختار جنت ہیں۔ ۳۱۰
امام ابن حجر مکی کا ارشاد ۳۱۰
فضائل ومناقب سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ ۳۲۱
امام حسن رضی اللہ تعالی عنہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سید کہا۔ ۳۵۷
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا حضرت ابودردار رضی اللہ تعالی عنہ میری امت کے حکیم ہیں۔ ۳۵۸
زبور میں حضور اقدس صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کو زمین اور تمام امتوں کی گردنوں کا مالک کہا گیا۔ ۳۶۳
حضرت اعشی مازنی رضی اللہ تعالے عنہ نے بارگاہ رسالت میں یوں فریاد کی: یا مالک الناس و دیان العرب۔ ۳۶۴
حدیث میں قبر مومن کو روضۃ من ریاض الجنۃ کہا گیا۔ ۳۷۸
قرآن مجید میں مدینہ طیبہ کی تمام زمین کو ارض اللہ (خدا کی زمین) کہا گیا۔ ۳۷۹
حضور اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم شاہ طیبہ بھی، شاہ روئے زمین بھی اور شاہ تمام اولین وآخرین بھی جس میں ملوک وسلاطین سب داخل ہیں۔ ۳۷۹
فضائل ومناقب وکرامات سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالے عنہ۔ ۳۸۳
امام اجل مصنف بہجۃ الاسرار کی جلالت شان اور اس کتاب کی صحت وعظمت۔ ۳۸۴
سرکار غوث پاک رضی اللہ تعالے عنہ کو مالک حقیقی نے تمام اولیاء کے قلوب احوال

Marfat.com

پر تصرف بخشا چاہے روک لیں چاہے چھوڑ دیں۔ ۳۹۲

اولیاء و علماء حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ورثا ہیں۔ ۴۰۴

برکت آثار بزرگانِ دین سے متعلق متعدد ائمہ و علماء کی عبارات۔ ۴۰۴

سرکار کی تعظیم کا ایک طریقہ آپ کے تمام متعلقات کی تعظیم ہے۔ ۴۱۲

برکاتِ نقشِ نعلِ پاک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ۴۱۳

اولادِ عبد المطلب سے حسنِ سلوک کا صلہ خود سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم عنایت فرمائینگے ۴۱۹

روضہ مقدسہ کا نقش بنانا بالاجماع جائز ہے ۴۳۹

دلائل الخیرات کی عظمت شان۔ ۴۴۶

روضۂ مبارکہ کا نقشہ بنانے کے فوائد۔ ۴۴۷

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسرار سے فائدہ اٹھانے اور آپ کے انوار سے پھول چننے کی صورت۔ ۴۴۸

ذکر کے وقت صورتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تصور دل میں جمائیں۔ ۴۴۸

نعل مقدس کے نقش کا احترام مثل نعل مقدس چاہیئے۔ ۴۴۸

برکت و عظمتِ نقشِ نعلِ رسول میں ابوالیمن کا ایک قصیدہ۔ ۴۵۰

وصف نقشۂ نعل مبارک میں ابن المرحل کا قصیدہ۔ ۴۵۱

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نقش نعل مبارک کی برکت سے درد دور ہوگیا۔ ۴۵۲

نقش نعل پاک کی آزمودہ برکات۔ ۴۵۳

فضائل و مناقب سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ ۴۶۶

افضلیت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ ۴۷۰

باپ پدرِ گل ہے اور پیر پدرِ دل ہے۔ ۴۷۶

مولیٰ معتق مشتِ خاک ہے اور پیر معتق جانِ پاک۔ ۴۷۶

صرف بیعت تبرک کے فوائد۔ ۵۰۷

بیعتِ ارادت اور پیر کو کیا سمجھے۔

شریعت تمام احکام جسم و جان و روح و قلب و جملہ علومِ الٰہیہ و معارف نا متناہیہ کو جامع ہے جن میں سے ایک ٹکڑے کا نام طریقت و معرفت ہے۔ ۵۲۳

جملہ اولیاء کرام کا اجماع قطعی ہے کہ تمام حقائق کو شریعت مطہرہ پر عرض کرنا فرض ہے اگر شریعت کے مطابق ہوں تو حق و مقبول ورنہ مردود و مخذول۔ ۵۲۳

یقیناً شریعت ہی اصل کار ہے، شریعت ہی مناط و مدار ہے اور شریعت ہی محک معیار ہے۔ ۵۲۳

شریعت منبع ہے اور طریقت اس سے نکلا ہوا دریا بلکہ شریعت اس مثال سے بھی متعال ہے۔ ۵۲۵

شریعت مطہرہ ایک ربانی نور کا فانوس ہے

Marfat.com

کہ دینی عالم میں اس کے سوا کوئی روشنی نہیں ۵۲۶
شریعت عمارت ہے اس کا اعتقاد بنیاد
اور عمل اس کی چنائی ہے اور اس عمارت
کی بلندی طریقت ہے۔ ۵۲۸
ایک فقیہ شیطان پر ہزاروں عابدوں سے
زیادہ بھاری ہے۔ ۵۲۸
حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمر بھر
شریعت کی طرف ہی بلایا تو اس کا خادم اور
اس کا عالم کیونکر ان کا وارث نہ ہوگا۔ ۵۲۹
عالم باعمل چاند اور عالم بے عمل شمع ہے۔ ۵۳۱
ربانیوں کی صفات قرآن مجید کی رو سے۔ ۵۳۲
ربانی عالم فقیہ مدرس کو کہتے ہیں۔ ۵۳۳
علما سے شریعت ہی علمائے ربانی ہیں۔ ۵۳۳
علمائے شریعت ہرگز طریقت کے سد راہ نہیں
بلکہ وہی اس کے فتح باب اور نگہبان راہ ہیں ۵۳۵
کتاب التعرف لمذہب التصوف کی فضیلت ۵۴۵
علم احکام الٰہی کی فضیلت ۵۴۵
عالم اور بے علم برابر نہیں ہو سکتے۔ ۵۵۰
مناقب چشتیاں۔ ۵۵۸
حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے
اپنی نعت سن کر جو انعامات عطا فرمائے
کسی پیر کو جائز نہیں کہ وہ اپنی تعریف میں
قصیدہ خوانی کو اس پر قیاس کرے۔ ۵۹۸
سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و
محبت و ثنا و مدحت عین ایمان اور اس کا
اظہار اہم فرض ہے۔ ۵۹۹
ذکر رسول عین ذکر الٰہی اور ثنائے رسول عین
ثنائے الٰہی ہے۔ ۵۹۹
دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے ۶۰۸

ضمان و تاوان

مال غیر ناحق کھا لینے کے بعد جب تک تاوان
نہ دے گناہ سے توبہ نہ ہوگی۔ ۱۱۳

ایصال ثواب و نذر و نیاز

ہندو حلوائی کی دکان سے مٹھائی خرید کر اس
پر فاتحہ پڑھنا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
اور بزرگان دین کو ایصال ثواب کرنا کیسا ہے ۱۲۳
نذر و نیاز کی ایک صورت سے متعلق استفسار ۱۳۱
مومن جو نذر و نیاز بقصد ایصال ثواب
کرتے ہیں اس میں ہرگز قصد عبادت نہیں کرتے ۱۳۲
ایصال ثواب کے لئے مروج نذر و نیاز شرک نہیں
جو شخص نذر و نیاز میں عبادت غیر کا قصد
کرے ضرور مشرک ہے۔ ۱۳۴
بھنگی کے گھر کھانے پر فاتحہ و ایصال ثواب
کرنے والے اور کھانے والے کا کیا حکم ہے ۱۵۳
کافر کی کوئی نیاز و عمل مقبول نہیں۔ ۱۵۴
کافر کے لئے دعائے مغفرت و فاتحہ خوانی کفر
خالص و تکذیب قرآن ہے۔ ۲۲۸
ایک مزار مجور کے ہاں سے نیاز وغیرہ کا

Marfat.com

گوشت کھانا مسلمانوں کو جائز ہے یا نہیں۔ ۶۳۳

تیجہ، دسواں، چہلم سب جائز ہیں جب بنیت محمود اور بطور محمود ہوں۔ ۶۴۴

قمار باز، طوائف یا کوئی حرام پیشہ کرنے والے کے ہاں میلاد و گیارھویں کی نیاز کھانا کیسا ہے ۶۵۳

حیل

مسلمان کب کلمۂ کفر کہہ سکتا ہے۔ ۱۲۶

زیارتِ تبرکاتِ شریفہ پر کچھ دینے اور لینے کے جواز کی ایک صورت۔ ۴۱۸

سب وشتم ولعنت

عالم کو گالی دینے اور اس کو حقیر جاننے سے متعلق سوال۔ ۱۲۶

کسی مسلمان جاہل کو بھی بے اذنِ شرعی گالی دینا حرام قطعی ہے۔ ۱۲۷

کسی دنیوی خصومت کے باعث عالم کو بُرا کہنے اور گالی دینے والا فاسق وفاجر اور بے سبب اس سے رنج رکھنے والا مریض القلب خبیث الباطن ہے۔ ۱۲۹

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالیاں دینے، لکھنے اور چھاپنے والے وہابیہ کو امام و مدرس بنانے والا کیسا مسلمان ہے۔ ۱۷۶

لعنت بہت سخت چیز ہے مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہیے۔ ۲۲۲

جب تک کفر پر مرنا ثابت نہ ہو کافر پر بھی لعنت جائز نہیں۔ ۲۲۲

کسب واجارہ

تلقینِ اسلام پر اجرت لینا گناہ ہے۔ ۱۱۳

آریہ سماجوں میں ملازمت کرنیوالے مسلمانوں سے متعلق ایک استفتار۔ ۱۳۶

کلماتِ ملعونہ کفریہ کی کاپی نویسی کرنے والے، انھیں چھاپنے والے اور اس میں کسی طرح سے اعانت کرنے والے مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ اور ملائکہ لعنت کرتے ہیں۔ ۱۳۶

ہنود کے تہوار "پچوسن" کے موقع پر مسلمان تیلیوں کا گھانی نہ چلانا اور اس کے عوض ہندوؤں سے پیسے وصول کرنا کیسا ہے۔ ۱۸۷

معاصی پر اجارہ جائز نہیں۔ ۱۸۷

فعلِ حرام کی اجرت حرام ہے۔ ۱۸۷

جائز نوکری تیس روپیہ اور ناجائز ڈیڑھ سو روپیہ کی ملتی ہو تو نفع کے لئے ناجائز کو اختیار کرنا حرام ہے۔ ۱۹۷

عیسائیوں کے بگل بجانے کی نوکری مسلمان کے لئے جائز نہیں۔ ۱۹۷

حلال کام میں تیس ۳۰ روپے ماہانہ پاتا ہے اور نصرانی ناقوس بجانے پر ڈیڑھ سو روپے ماہانہ دیں گے اس منفعت کے لئے یہ نوکری جائز نہیں۔ ۲۰۹

Marfat.com

فاسقانہ وضع کا جوتا بنانے پر موچی اور ایسی وضع کے کپڑے بنانے پر درزی کو کتنی اجرت لے اسکی اجازت نہیں کہ معصیت پر اعانت ہے۔ ۲۱۰

نصاریٰ کی وہ ملازمتیں جن میں خلاف شرع فیصلے کرنے پڑیں جائز ہیں یا نہیں۔ ۲۶۱

مسلمانوں کو علی گڑھ کالج کی امداد کرنا، اس میں بچوں کو پڑھوانا اور اس کی ملازمت کرنا کیسا ہے۔ ۲۶۲

موقوفہ زمین سو سال کے لئے اجارہ پر دینا شرعاً جائز نہیں۔ ۳۴۴

تبرکات شریفہ کی زیارت پر کچھ لینا بسبب عرف اجارہ ہے جو چند وجوہ سے حرام ہے۔ ۴۱۶

حرام اور ناپاک پیشہ کرنے والوں کا مال خبیث ہے۔ ۶۱۷

کتے کی قیمت، زانیہ کی کمائی اور پچھنے لگانے والے کی کمائی خبیث ہے۔ ۶۱۷

خنزیر خوروں کی کمائی اخبث ہے۔ ۶۱۷

جس کا ذریعہ معاش صرف مال حرام ہے ان کے گھروں میں کھانے پینے سے بچنا اولیٰ ہے۔ ۶۴۷

رنڈی سے نکاح کرکے اس کا مال اپنے مال میں ملانا اور اس کا کھانا کیسا ہے۔ ۶۵۲

پیشۂ تصویر سے اکل و شرب کیسا ہے۔ ۶۵۸

میلاد کرانے والوں کے گھر سے میلاد پڑھنے والوں کو کھانا کس صورت میں جائز اور کس صورت میں ناجائز ہے۔ ۶۶۲

ردّ بدمذہباں و مناظرہ

بدمذہب کی مذمت اس کے مرنے پر بھی جائز بلکہ کبھی شرعاً واجب۔ ۱۴۴

جو یہ عقیدہ رکھے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برابر کوئی صحابی نہیں وہ اہلسنت سے خارج ہے۔ ۱۵۲

تفضیلیہ فرقہ رافضیوں کا چھوٹا بھائی ہے۔ ۱۵۲

روافض کی گمراہی کا ثبوت حدیث میں اور ان سے قطع تعلق کا حکم۔ ۱۸۴

بدمذہبوں سے میل جول رکھنے والے اگر توبہ نہ کریں تو مسلمان ان کو اپنے پاس نہ بیٹھنے دیں سنی مدرسے کی رکنیت تو بڑی چیز ہے۔ ۱۹۰

تعظیم بدمذہباں اور ان سے اختلاط رکھنے اور ان کو سلام کہنے پر وعیدات قرآن و حدیث سے۔ ۱۹۰

دیوبندی گمراہ و بے دین ہیں۔ ۲۲۷

مسلمانوں پر فرض ہے کہ روافض و مرزائیہ اور ان کے معاونین کے فتنوں کا سدباب کریں۔ ۲۵۷

کتابیوں سے بدتر مجوس ہیں، مجوس سے بدتر مشرکین ہیں جیسے ہنود، مشرکین سے بدتر ہیں جیسے وہابیہ خصوصاً دیوبندیہ۔ ۲۶۴

قادیانی ایسا مرتد ہے جس کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر و مرتد ہے۔ ۲۸۰

Marfat.com

علمائے دیوبند اور ان کی قابلِ اعتراض چند تصانیف کے بارے میں سوال وجواب۔ ۲۸۲

دیوبندیوں کا یہ ظاہر کرنا کہ ہمارا وہ عقیدہ نہیں جو ہماری طرف منسوب کیا جاتا ہے اور متعلقہ عبارات کی تاویل کرنا مقبول ہے یا نہیں۔ ۲۸۲

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے دشمنوں سے دشمنی فرض ہے۔ ۲۸۴

وہابی حق باتوں سے باطل معنی کا ثبوت چاہتا ہے جو ہرگز نہ ہوگا۔ ۳۰۲

وہابیہ اس استعانت کو بھی آیت کریمہ و ایاك نستعين میں داخل مانتے ہیں جو اللہ تعالٰے کے حق میں محال قطعی ہے۔ ۳۰۴

وہابیہ کے بیوقوفانہ سوال کا جواب آیتِ قرآنی سے۔ ۳۰۴

تین وہابیت کش حدیثیں۔ ۳۱۷

وہابیہ انبیاء و اولیاء سے استعانت کو شرک قرار دیتے ہیں مگر خود حکیم، تھانہ دار، جمعدار، ڈپٹی اور جج وغیرہ سے استعانت کرتے ہیں۔ ۳۲۵

وہابیہ کی طرف جہلاء کو دھوکا دینے کے لئے زندہ ومردہ اور قریب وبعید کا فرق کرنا سخت جہالت بےمزہ ہے۔ ۳۲۶

وہابیہ کا تراشیدہ نیا شگوفہ اور تین وجوہ سے اس کا رد۔ ۳۲۷

وہابیہ وخوارج کی تجہیل بطور جملہ معترضہ
لقب اقضی القضاۃ کے اطلاق پر زمخشری کا اعتراض اور امام ابن المنیر کا جواب۔ ۳۶۰ ۳۶۴

برکت آثارِ بزرگانِ دین سے انکار آفتابِ روشن کا انکار ہے۔ ۴۰۴

تعزیہ ہرگز نقل روضۂ امام حسین نہیں اور نہ بنانے والے اس کا قصد کرتے ہیں۔ ۴۲۳

تعزیہ داری کی قباحتیں۔ ۴۲۳

غیر مقلدین کی گمراہی کا سبب۔ ۴۶۳

عمرو کا قول کہ طریقت نام ہے وصول الی اللہ کا محض جنون وجہالت ہے۔ ۵۲۴

شریعت کو قطرہ اور طریقت کو دریا کہنا پکے پاگل کا کام ہے۔ ۵۲۴

وہابیہ کے ایک بڑے دھوکا کی نشان دہی۔ ۵۷۱

امثالِ مقام میں نہایت سعی منکرین عدم نقل سے استدلال ہے جو عقلاء کے نزدیک بے اصل استناد ہے۔ ۵۷۲

اگر عدمِ ورود پر ورودِ منع ٹھہرائیں تو ایک شغل برزخ پر کیا موقوف عامۂ اذکار و اشغالِ اولیاء کرام معاذ اللہ بدعت شنیعہ وحرام وممنوع قرار پائیں گے۔ ۵۷۳

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی تصنیف "القول الجمیل" کی وضع ہی اذکارِ محدثہ اور اشغال حادثہ کی ترویج وتعلیم کے لئے ہے۔ ۵۷۴

اولیائے کبار کے اشغال بدعت سیئہ نہ ہونے پر شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ، مولوی خرم علی معلم ثالث وہابیہ، شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ اور

Marfat.com

مرزا مظہر جان جاناں کی شہادت۔ ۵۷۵

خود امام الطائفہ شاہ اسمٰعیل دہلوی کی گواہی۔ ۵۷۶

اولیائے کرام کے ساتھ وہابیہ کی روش اور حالت۔ ۵۷۶

مسئلہ شغل برزخ پر اقوال اولیائے کبار پیش نہ کرنے کی وجوہات۔ ۵۷۷

تصور برزخ میں خاص خاندان عزیزی کی نصوص۔ ۵۷۸

عبارت شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمہ سے پندرہ وہابیت کش فوائد۔ ۵۷۸

وہابیہ کے طور پر شاہ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز سے لے کر صحابہ کرام تک سب بدعتی ہیں۔ ۵۸۲

یہ جاہل مغالطہ کہ اس طریقے میں کوئی بھلائی ہوتی تو صحابہ ہی کرتے تم کیا دین میں ان سے زیادہ سمجھ رکھتے ہو، بیہودہ و نامسموع ہے۔ ۵۸۲

وہابی ایک سخت گمراہ بددین فرقہ ہے۔ ۶۴۴

یہود و نصاریٰ کافر اصلی ہیں مرتد نہیں۔ ۶۴۷

رافضی، وہابی، قادیانی، نیچری اور چکڑالوی مرتد ہیں۔ ۶۴۷

شہادت وقضاء

آسمان پر اللہ تعالیٰ کے گواہ ملائکہ اور زمین پر اہل سنت ہیں۔ ۱۴۳

فاسق کی گواہی تائب ہو کر بھی قبول نہیں جب تک کچھ مدت گزر نہ جائے۔ ۱۴۹

بعد از توبہ کیسے کاذب کی گواہی مقبول اور کیسے کی نامقبول ہے۔ ۱۴۹

محدود فی القذف کی گواہی ہمیشہ کو مردود ہے۔ ۱۸۳

شرعی فیصلے ہندو سرپنچ اور پنچ سے کرانا حرام اور بحکم قرآن سخت ضلالت ہے۔ ۲۶۳

لہو ولعب

شادی کے موقع پر تاشہ بجانے کے بارے میں استفتاء۔ ۱۵۴

کیسی دف شادی کے موقع پر بجانے کی اجازت ہے۔ ۱۵۳

مروج ڈھول تاشے بجانا جائز نہیں۔ ۱۵۴

بیاہ شادیوں پر طوائف اور بھانڈ نچانے کا شرعی حکم کیا ہے۔ ۱۵۵

اہل ہنود کا میلہ دیکھنے کے لئے جانا مطلقاً ناجائز ہے بلکہ بعض صورتوں میں کفر لازم آتا ہے۔ ۱۵۷

کفریات کو تماشا بنانا ضلال بعید ہے ۱۵۸

منکرات کا تماشا بنانا جائز نہیں۔ ۱۵۸

شعبدہ بازیاں حتی بازیگر کے افعال حرام ہیں۔ ۱۵۹

حرام کو تماشا بنانا حرام۔ ۱۵۹

کفار کو دعوت ہدایت و اسلام دینے کیلئے ان کے میلے میں عالم دین کو جانا مطلقاً جائز ہے ۱۶۱

Marfat.com

ہندوؤں کے افعال ملعونہ کو بطور تماشا دیکھنا لعنت اور بنگاہِ وقعت دیکھنا کفر ہے۔ ۱۷۰

ہنود کے میلوں میں بطور تماشائی جانے والا گنہگار ہے کافر نہیں۔ ۲۴۸

مزامیر جائز نہیں۔ ۶۰۳

ناچ گانا، باجا اور آتشبازی پر مشتمل تقریبات شادی بیاہ میں شریک ہونا کیسا ہے۔ ۶۰۹

دف بجانا کن شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ ۶۴۳

شادی وغیرہ پر گانا کب جائز اور کب ناجائز ہے۔ ۶۴۴

محض تفریح طبع کے لئے شکار کھیلنا ناجائز ہے۔ ۶۵۷

میلاد شریف میں قوالی کی طرح پڑھنا کیسا ہے ۶۶۴

بیوع

میلۂ کفار میں تجارت کے لئے جانا بھی ممنوع ہے ۱۵۹

اگر کوئی جبراً لوگوں کو ارزاں فروخت کرنے پر مجبور کرے تو ایسی اشیاء کو خریدنا اور کھانا حرام ہے۔ ۲۷۱

جس مارکیٹ میں مجوسی نے خنزیر کاٹا وہاں سے گوشت خریدنا مسلمان کے لئے کیسا ہے۔ ۶۴۸

مجوسی سے گوشت خریدنا کب جائز اور کب ناجائز ہے۔ ۶۴۹

خریداری میں عقد و نقد مال حرام پر جمع ہوئے تو اس کا کھانا حرام ہے ورنہ نہیں۔ ۶۵۴

غیبت و کذب

غیبت جاہل کی بھی سوا مخصوص صورتوں کے حرام قطعی و گناہِ کبیرہ ہے۔ ۱۲۷

غیبت زنا سے بدتر ہے۔ ۱۶۲

کون سا جھوٹ صغیرہ ہے۔ ۱۶۳

غیبت و کذب کب زنا سے بدتر ہوتے ہیں ۱۶۳

سلام و تحیت و سجدۂ تعظیمی

سجدۂ تحیت اگر بت، چاند یا سورج وغیرہ کو کیا جائے تو اس پر حکم کفر ہے۔ ۱۶۳

کافر کو تعظیماً سلام کہنے والا کافر ہو جاتا ہے ۲۴۷

امامت

فعل حلال کو حرام کرنیوالے، غیر مقلدین کو خلاف شرع مدد دینے والے، شرعی معاملے میں جھوٹی شہادت دینے والے کے پیچھے نماز ناجائز ہے جب تک توبہ نہ کریں۔ ۱۶۹

حق کے مقابل باطل کی اعانت کرنیوالے کی امامت ناجائز اور مسلمان ان کا مقاطعہ کریں۔ ۱۶۹

جوان لڑکی کو مسلمان کرنیوالے عالم کے پیچھے نماز ناجائز نہیں۔ ۱۷۲

فاسق و مرتکب کبیرہ اور مفتری علی اللہ کے پیچھے نماز ممنوع ہے۔ ۱۷۵

وہابیہ بے دین ہیں ان کے پیچھے نماز باطل

Marfat.com

محض ہے۔ ۱۷۶

اہلِ ہنود کے رسومات کفریہ پر مشتمل جلسوں میں شرکت کرنے والا قابلِ امامت نہیں۔ ۲۲۸

فرض کا ترک موجبِ ملامت اور مانعِ امامت ہے۔ ۲۲۸

مشرک کی تعظیم کرنیوالے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔ ۲۷۷

غیر مقلدین و مرزائیہ سے نشست و برخاست رکھنے والے امام کے پیچھے نماز کا حکم شرعی۔ ۲۷۸

علماء دیوبند کی تکفیر نہ کرنے والوں کی اقتداء میں نماز کے جواز و عدم جواز کی تفصیل۔ ۲۸۴

سور اور مردار کا گوشت پکا کر عیسائیوں کو کھلانے والوں اور ان کے گھر سے کھانا کھانے والے امام کے بارے میں استفتاء۔ ۹۱۲

عہدۂ امامت ان لوگوں کو نہیں دینا چاہیے جن سے لوگ نفرت کرتے ہیں۔ ۹۱۵

حرامزادے، جذامی اور کوڑھ کے مریض کو امام بنانا کیوں ناجائز ہے۔ ۹۱۵

روافض کے ہاں کھانا کھانے والے کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔ ۹۲۷

انجاس

برہمن اور خاکروب میں سے زیادہ نجس کون ہے ۱۷۳

کتا اگر جانماز پر چلا جائے اور اس کے پاؤں اور جانماز دونوں خشک ہوں تو جانماز کا دھونا لازم نہیں، یہی حکم مشرک کے بارے میں ہے ۱۵۸

کون سے کیڑے نجس اور کون سے طاہر ہیں۔ ۹۳۲

مشرکین کی تیار کردہ اشیاء خورد و نوش اور ملبوسات وغیرہ کا استعمال کب جائز اور کب ناجائز ہے۔ ۹۳۳

نصاریٰ کے یہاں کی رقیق اشیاء اکثر بھی نجاست غلیظہ سے خالی ہوتی اور نہیں تو اسپرٹ کی آمیزش تو ضرور ہوتی ہے۔ ۹۳۴

مجوسی کے ہاتھ کی ذبح کی ہوئی بکری بھی خنزیر کی مثل ہے۔ ۹۴۹

شرابی کے ہاتھ اور منہ پاک ہونے کا کوئی اعتبار نہیں۔ ۹۷۴

حدود و تعزیر

یہ لفظ کہ ہم خدا اور رسول کو نہیں مانتے صریح کفر ہے، اس کے قائل پر توبہ اور تجدید نکاح لازم ہے، اعلانیہ توبہ نہ کرے تو مسلمان اس سے بائیکاٹ کریں۔ ۱۰۳

ہمارے ائمہ کرام مالی جرمانہ (تعزیر بالمال) کے قائل نہیں۔ ۱۱۳

کمہار نے گھر میں ناقوس بجایا ایک مسلمان نے اس پر کلوخ اندازی کی جس پر ایک منیجر مسلمان نے اس کو تنبیہ کی اور جرمانہ لیا گیا منیجر گنہگار ہوگا۔ ۱۳۰

رافضیوں سے میل جول حرام، اس کا مرتکب فاسق، مسلمان اس سے مقاطعہ کریں۔ ۱۵۲

Marfat.com

کفار کے کھانے پر فاتحہ دلانے والے اور ثواب کا اعتقاد رکھنے والے پر توبہ فرض ہے بلکہ اس کو تجدیدِ اسلام و نکاح چاہیے ورنہ مسلمان اس سے قطع تعلق کریں۔ ۱۵۳

زنا کے ثبوت کا شرعی معیار۔ ۱۸۴

حدِ قذف اسّی کوڑے ہیں۔ ۱۸۴

کفار کی رسومات و افعال کو مستحسن جاننے والا کافر ہے مسلمان اس سے بائیکاٹ کریں۔ ۱۸۶

تعزیر شرعی حاکمِ اسلام کی رائے پر ہے عام لوگوں کے ہاتھ میں نہیں سوائے اسکے کہ مقاطعہ کریں ۲۵۲

مالی جرمانہ منسوخ ہوچکا لہٰذا کسی پہ مالی جرمانہ ڈالنا حرام ہے۔ ۲۷۳

ہندو کے گھر جھٹکے کا گوشت کھانے والا اور مردار کے گوشت کو فروخت کرنے والا مسلمان شیطان کا مسخرہ ہے، اس کا دین ایمان ٹھیک نہیں، مسلمان اس سے میل جول بند کر کے اس کا بائیکاٹ کریں۔ ۶۶۲

تعزیہ اور اس سے متعلق بدعات

تعزیہ مذہب میں ناروا و ممنوع ہے۔ ۱۶۸

تعزیہ ناجائز و بدعت ہے مگر کفر نہیں کہ نمازِ جنازہ ناجائز اور ذبیحہ مردار ہو۔ ۲۲۱

بت اور تعزیہ نیز ان دونوں کے چڑھاوے میں فرق ہے۔ ۲۴۶

تعزیہ ناجائز ہے اور گھوڑا نکالنا بھی صحیح نہیں ۲۴۷

دیکھنا، چھونا، حجاب

اجنبیہ عورت سے خلوت حرام ہے۔ ۱۸۴

بے پردہ نکلنے والی عورتیں فاسقہ اور ان کے مرد دیوث ہیں، ان سے میل جول مناسب نہیں۔ ۶۳۷

علم، علماء، تعلیم، تبلیغ و تلقین، تدریس

خاکروب مسلمان ہو کر پھر اپنی قوم سے مل گیا اور اب دوبارہ قبولِ اسلام کی درخواست کرے تو اس میں تامل نہیں کرنا چاہیئے۔ ۱۷۳

جو خود عالم نہ ہو اور مستند علماء کا فتویٰ نہ مانے تو وہ گمراہ ہے۔ ۱۷۳

غیر عالم کو حکم ہے کہ عالم سے پوچھو۔ ۱۷۳

کافر کہے مجھے مسلمان کرلو، تو مسلمان کو اس کے لئے فرض نماز توڑ دینا واجب ہے۔ ۱۹۹

کفار کو دعوتِ اسلام دینا کب واجب اور کب مستحب ہے۔ ۱۹۹

جو مدارس ہر طرح خالص اسلامی ہوں ان کا جاری رکھنا موجبِ اجرِ عظیم ہے۔ ۲۴۹

نالائق مدرس مقرر کرنا صحیح نہیں۔ ۲۵۰

جب کوئی بددین مسلمانوں کو بہکائے تو اس کا دفع کرنا اور قلوبِ مسلمین سے شبہاتِ شیاطین کا رفع کرنا فرضِ اعظم ہے۔ ۲۵۶

درسِ نظامی میں شامل فلسفہ قدیم کی بعض کفریات کا تذکرہ۔ ۲۶۷

Marfat.com

عالم دین کے علم کی لوگوں کو محتاجی ہو تو اس کو ہجرت تو دور کنار سفر طویل کی بھی اجازت نہیں۔ ۴۸۲

عالم اگر جانے کہ کسی تقریب میں میری شرکت پر عوام مجھے متہم و مطعون کریں گے تو نہ جائے۔ ۶۱۱

تارک نماز کا مال و طعام پر کوئی اثر نہیں لیکن عالم مقتدا اس کے ہاں کھانے سے احتراز کرے۔ ۶۳۵

عالم مقتدا کو بے ضرورت سود خوار کے ہاں کھانے پینے سے احتراز چاہیے۔ ۶۳۵

مسلمان دعویوں کو مسلمانوں میں علما اور احکام دین سکھانا فرض ہے اور ان سے نفرت کرنا اور تعلیم شریعت سے ان کو دور رکھنا حرام ہے۔ ۶۳۶

کسی دعوت میں نہی عن المنکر کی نیت سے جانے والا ثواب پاتا ہے۔ ۶۷۴

سائنس و طب و فلسفہ و منطق

خوردبین سے مشاہدہ ہوا ہے کہ دودھ اور پانی سب میں یقیناً کیڑے ہوتے ہیں۔ ۱۸۸

مزعومہ قانون فطرت ہے کہ رطوبت میں حرارت جب عمل کرے گی تو فیضان روح ہوگا۔ ۱۸۸

ثبوت انفس کو ارتفاع اثم پر دلیل بنانا باطل ہے۔ ۵۴۳

منطق اصول کو مطلق منطق سمجھنا غلط ہے۔ ۵۸۱

عورت کے رحم میں دو خانے ہوتے ہیں، داہنا خانہ لڑکے کے لئے اور بایاں لڑکی کے لئے۔ ۶۰۰

رحم میں مرد و عورت کے نطفہ کے غالب و مغلوب ہونے کے اعتبار سے لڑکا یا لڑکی بننے کی چار صورتیں ہیں، کبھی ظاہراً و باطناً لڑکا، کبھی ظاہراً و باطناً لڑکی، کبھی ظاہراً لڑکا اور باطناً لڑکی، اس کو زنانی وضع اور نسوانی حرکت کا شوق رہتا ہے اور کبھی ظاہراً لڑکی مگر باطناً لڑکا، اس کو مردانہ وضع و حرکات مرغوب ہوتی ہیں۔ ۶۰۰

شہد میں لوگوں کے لئے شفا ہے۔ ۶۶۶

شہد مکھیوں کی غذا نہیں ان کی غذا پھل پھول ہیں، شہد تمام و کمال ہمارے لئے ہے۔ ۶۶۷

تصویر

کوئی تصویر کو سجدہ کرنا کفر نہیں۔ ۱۹۴

پاسپورٹ کے لئے تصویر بنانے اور بنوانے سے متعلق استفسار۔ ۱۹۵

ذی روح کی تصویر کھینچنی بالاتفاق حرام ہے اگرچہ صرف چہرہ کی ہو۔ ۱۹۶

جس کا کھینچنا حرام کھنچوانا بھی حرام ہے۔ ۱۹۷

کس صورت میں تصویر کی اجازت ہے۔ ۱۹۸

رشوت و سود و جوا

سود خور سے محبت بلا مجبوری منع ہے۔ ۱۵۲

سود کھانے والے، کھلانیوالے، لکھنے والے

Marfat.com

اور اس پر گواہی دینے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت۔ ۱۵۲

زناء کب سود اور جوئے بدتر اور ان سے کمتر گناہ ہے۔ ۱۵۵

جوئے کا اڈہ لگانے والے حنفی المذہب اور اہل سنت وجماعت رہتے ہیں یا نہیں۔ ۱۵۵

حرام اور کفر اور سود کھانے میں کون سا گناہ صغیرہ اور کون سا کبیرہ ہے۔ ۱۶۱

اگر حج کی ادائیگی کی رشوت کے بغیر کوئی صورت نہ ہو تو کیا کرے۔ ۱۹۸

لکڑی جنگل سے مفت مل سکتی ہے مگر اس کے لئے کسی شخص کو رشوت دینی پڑتی ہے تو دینا حرام ہے۔ ۲۱۰

کعبہ معظمہ میں داخل ہونے کے لئے رشوت دینا اور اس کا لینا حرام ہے۔ ۲۱۱

فیصلہ معاملات کے لئے پنچایت میں درخواست دینے والوں سے پیسے وصول کرنا رشوت و حرام ہے۔ ۲۶۳

سود خور کے ہاں کھانا اور اس سے پیسہ لے کر مسجد میں لگانا یا گیارھویں و میلاد میں صرف کرنا کیسا ہے۔ ۶۳۳

سود خور کے گھر کا کھانا جائز ہے جب تک یہ تحقیق نہ ہو کہ جو کھانا سامنے لایا گیا ہے وہ حرام ہے۔ ۶۳۳

ضرورتاً سودی قرض لینے والے کے یہاں کھانے میں حرج نہیں۔ ۶۵۱

جو چیز بعینہ سود میں آئی اس کا کھانا حرام اور سود کے روپے سے خریدی تب بھی ناجائز ہے ۶۵۸

سود خور کے کھانے سے اجتناب چاہئے۔ ۶۵۸

وارث اگر جانتا ہے کہ یہ روپیہ سود کا ہے تو اس کو لینا جائز نہیں، مورث نے جس سے لیا تھا اس کو واپس کرے یا تصدق کرے۔ ۶۵۸

اذان

اذان سے استہزار کفر ہے اس کا مرتکب تجدید اسلام و تجدید نکاح کرے۔ ۲۱۵

داڑھی، حلق، قصر، حجامت

مرد کے سر پر چوٹی رکھنا حرام ہے خصوصاً کسی کے نام کی چوٹی۔ ۱۳۴

داڑھی سے استہزاء کرنیوالے کا ایمان زائل، نکاح باطل اور عذر جہل غلط و عاطل ہے۔ ۲۱۵

داڑھی شعار اسلام ہے۔ ۲۱۵

داڑھی اور بھنویں منڈانا، مرد ہو کر کانوں میں مندرے پہننا اور عورتوں جیسے لمبے بال رکھنا اور مرد کو زنانی وضع اختیار کرنا حرام و باعث لعنت ہے۔ ایسے کو پیر مان کر اس کا مرید ہونا حرام ہے۔ ۶۰۰

مشت بھر سے کم داڑھی کو کاٹنا کسی نے مباح قرار نہیں دیا۔ ۶۰۲

Marfat.com

داڑھی مونڈنا ہندو کے یہودیوں اور مجوسی آتش پرستوں کا طریقہ ہے۔ ۲۰۲

تسخیر ہمزاد، آسیب، جن بھوت
دستِ غیب و عملیات

کاہنوں اور جوتشیوں سے ہاتھ دکھا کر تقدیر کا بھلا یا بُرا دریافت کرنا کیسا ہے ۲۱۵
ہمزاد کیا ہے۔ اس کی تسخیر کے لئے عمل کرنا کیسا ہے۔ ۲۱۶
آسیب، بھوت، چڑیل اور شہید وغیرہ جو مشہور ہیں صحیح ہیں یا غلط۔ ۲۱۶
دستِ غیب اور مصلّے کے نیچے سے اشرفی وغیرہ کا نکلنا صحیح ہے یا نہیں۔ ۲۱۶
حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ہمزاد مسلمان ہوگیا تھا۔ ۲۱۶
تسخیر ہمزاد اگر سفلیات سے ہو تو حرام قطعی بلکہ بعض صورتوں میں کفر اور علویات سے ہو تب بھی خالی از خطر نہیں۔ ۲۱۷
صحبتِ جن کا کم از کم ضرر یہ ہے کہ آدمی متکبر ہو جاتا ہے۔ ۲۱۸
جن اور ناپاک روحیں احادیث سے ثابت ہیں۔ ۲۱۸
دستِ غیب کی صحیح اور غلط صورتیں۔ ۲۱۸
دستِ غیب کا اعلیٰ اور سہل تر عمل وہ ہے جو قرآن مجید میں موجود ہے۔ ۲۱۹
لوگ عملِ حُب کے پیچھے خستہ و خوار پھرتے ہیں مگر نہیں ملتا حالانکہ حُب کا سہل و یقینی عمل قرآن مجید میں مذکور ہے۔ ۲۱۹
کواکبِ فلکی کے اثراتِ سعد و نحس پر عقیدہ رکھنا کیسا ہے اور تعویذات میں عامل کو ان کی رعایت کہاں تک درست ہے۔ ۲۲۳
مسلمان مطیع پر کوئی چیز نحس نہیں اور کافروں کے لئے کچھ سعد نہیں۔ ۲۲۳
کواکب کو مؤثر جاننا شرک، ان سے مدد مانگنا حرام اور ان کی رعایت خلافِ توکل ہے۔ ۲۲۴
ایک ایسے عامل کے بارے میں سوال جو ایک میز پر ارواحِ مسلمین کو حاضر کرتا ہے اور ان سے بات چیت کرتا ہے اور ان سے سوالات کے جواب پوچھتا ہے۔ ۴۰۳
روحیں حاضر کر کے سوالات پوچھنے والے عامل کی صداقت کا امتحان لینے کا ایک آسان طریقہ۔ ۴۰۵
جنوں سے کلام و مصاحبت میں کوئی خیر نہیں کم از کم اس کا ضرر یہ ہے کہ آدمی متکبر ہو جاتا ہے۔ ۴۰۶

دُعا و استغفار

سلاطینِ اسلام کو دعا ایک اسلامیہ امام کی مقدّ

Marfat.com

کے لئے خطبۂ جمعہ وعیدین میں دعاء مستحب ہے۔ ۲۳۰

طعام کو حاضر رکھ کر کھانے سے پہلے دعاء کرنا جائز ہے۔ ۶۶۶

سیاست وامورِ سلطانیہ

اہلِ ہنود کی طرف سے حکومت خود اختیاری کی تحریک وشورش میں مسلمانوں کی شرکت کے بارے میں استفتاء، اور ہندوؤں کے مسلمانوں کے ساتھ رویے کی جھلک۔ ۱۷۸

دینی مدرسہ میں حکومت انگریز کی امداد کی بناء پر انگریزی وغیرہ داخل نہ کی گئی تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں اور اس کا بند کرنا محض بے وجہ ہے۔ ۲۲۷

حکومتی خطاب واپس کرنا نہ کرنا کوئی شرعی مسئلہ نہیں اگر واپسی خطاب میں بندش امداد کا اندیشہ صحیح ہے تو واپسی حماقت ہے۔ ۲۲۸

قربانی گاؤ شعارِ اسلام ہے اور ہندوستان میں اس کا جاری رکھنا واجب ہے۔ ۲۲۸

گورنمنٹ کی طرف سے مدارس اسلامیہ کو دی جانیوالی امداد کو قبول کرنا جائز اور اس کا قطع کرنا حماقت ہے۔ ۲۴۹

بادشاہ اگر غیر مستحق کو کچھ دے تو دگنا ظلم کیا ایک غیر مستحق کو دینے کا اور دوسرا مستحق کو نہ دینے کا۔ ۲۵۰

مشرکوں کو خیر خواہ سمجھنا حماقت وجہالت ہے ۲۵۰

خلافت کمیٹی کا حیلہ اللہ تعالےٰ کے فرض کو باطل نہیں کرتا۔ ۲۵۶

ترکوں کی حمایت اور خلافت کے نام پر مسلمانوں سے چندہ لینے والوں کے مقاصد کی نشاندہی۔ ۲۵۸

خلافت ترک صحیح ہے یا نہیں۔ ۲۶۱

خلیفۃ المسلمین سے بغاوت کرنیوالے کا کیا حکم ہے۔ ۲۶۱

حملہ آوروں کے خلاف بادشاہ اسلام کی اعانت مسلمانوں پر فرض ہے یا نہیں۔ ۲۶۱

ہندوستان دارالاسلام ہے اور دارالاسلام سے ہجرت فرض نہیں۔ ۲۸۱

ہند اور سندھ سے ہجرت کے متعلق ایک فارسی استفتاء اور اس کا جواب۔ ۲۹۰

خلافتِ اسلامیہ و ہجرت عن الہند کے بارے میں مولانا عبدالباری اور ابوالکلام کی تحریک سے متعلق سوال۔ ۲۹۸

معافی تقصیر میں کبھی تاخیر ہی مصلحت ہوتی ہے۔ ۶۰۰

نماز

ڈوبتے کو بچا سکتا ہے تو نماز توڑ کر بچانا لازم ہے اگرچہ نماز قضاء ہو جائے۔ ۲۰۶

بچے کے ضائع ہونے کا خدشہ ہو تو قابلہ نماز مؤخر کرے۔ ۲۰۶

Marfat.com

اندھے کو کنویں میں گرنے سے بچانے کے لئے نماز توڑ دینا لازم ہے۔ ۲۰۶

نماز میں حضور قلب و خشوع و خضوع مغز مقصود اور اعز مطلوب ہے۔ ۲۵۳

مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ ۲۶۲

زبردستی نماز پڑھنے کو کہا اس نے انکار کر دیا تو کیا حکم ہے۔ ۲۹۸

صاحب تحری کا قبلہ قبلۂ تحری ہے۔ ۲۷۵

ترک نماز کبیرہ اخبث و اکبر ہے۔ ۴۳۵

تارک نماز پر وعید شدید۔ ۴۳۵

سات برس کے بچے کو نماز کا حکم دو اور دس برس کی عمر میں نماز پر سختی کرو۔ ۴۳۹

بے نمازی کے ہمراہ کھانا پینا اور میل جول رکھنا شرعاً کیسا ہے۔ ۴۵۹

لغت و بلاغت

مہاتما کے معنی روح اعظم کے ہیں۔ ۲۵۴

لفظ شہنشاہ اولاً بمعنی سلطان عظیم السلطنۃ محاورات میں شائع و ذائع ہے۔ ۳۴۱

متعدد علمائے کرام کے کلام و اشعار جن میں لفظ شہنشاہ اور اس کے مترادفات کو استعمال فرمایا گیا ہے۔ ۳۴۴

لفظ شہنشاہ کے منع و جواز کے بارے میں تحقیق مصنف علیہ الرحمۃ۔ ۳۴۷

کوئی مسلمان استغراق حقیقی کے ارادے سے لفظ شہنشاہ غیر خدا کے لئے استعمال نہیں کر سکتا تو زنہار کلام مسلم میں یہ لفظ سن کر کسی کا اس طرف ذہن جا سکتا ہے بلکہ قطعاً عہد یا استغراق عرفی مراد ہوتا ہے ۳۴۷

قائل کا مسلمان ہونا قرینہ قاطعہ ہوتا ہے کہ اس کے کلام میں لفظ شہنشاہ وغیرہ سے مراد استغراق حقیقی نہیں بلکہ عہد یا استغراق عرفی ہے۔ ۳۴۸

"انبت الربیع البقل" اگر موحد کہے تو مجاز پر محمول ہوگا کیونکہ اس کا موحد ہونا اس پر قرینہ ہے۔ ۳۴۷

لفظ شہنشاہ کی وضع و ترکیب جیسے متعدد الفاظ کی فہرست۔ ۳۴۸

قاضی القضاۃ کا معنی ۳۴۸

امیر الامراء، خانخاناں اور بیگار بیگ کا معنی۔ ۳۴۹

بیگار بیگ ترکی زبان کا لفظ ہے۔ ۳۴۹

اس بات پر دلیل کہ عرف عام میں امیر الامراء اور قاضی القضاۃ وغیرہ الفاظ میں استغراق حقیقی ارادۃً و افادۃً ہر طرح قطعاً متروک و مہجور ہے۔ ۳۵۱

لفظ شہنشاہ سے عرف عام میں استغراق حقیقی مراد لینا متروک ہے اور نہ ہی یہ اس معنی کا فائدہ دیتا ہے۔ ۳۵۱

لفظ اقضی القضاۃ اور قاضی القضاۃ نیز احکم الملوک اور ملک الملوک میں فرق۔ ۳۵۲

Marfat.com

روضہ کا معنی قبر نہیں بلکہ خیابان اور کیاری ہے — ۲۷۸

قبر پر روضہ کا اطلاق تشبیہ بلیغ ہے جیسے رأیتُ اسدًا یرمی۔ — ۳۷۸

طریق، طریقہ اور طریقت "راہ" کو کہتے ہیں نہ کہ پہنچ جانے کو۔ — ۵۲۴

احکام مسجد

مساجد میں مشرکوں سے لیکچر کرانا حرام اور توہین مسجد ہے۔ — ۲۵۸

مسجد میں سکونت وخورد ونوش غیر معتکف کو جائز نہیں۔ — ۲۷۳

مشرکین کا مسجد میں مجمع توہین مسجد ہے۔ — ۲۷۳

کافر کی زمین پر مسجد تعمیر نہیں ہوسکتی اور نہ وہ مسجد مسجد ہوگی۔ — ۲۷۳

تاریخ و تذکرہ

ہندو بلاشبہہ قطعی طور پر کافر اور مشرک ہیں انھیں کافر نہ جاننے والا خود کافر ہوجاتا ہے — ۱۲۴

آریہ ہندوؤں کا ہی ایک فرقہ ہے۔ — ۱۲۴

بعض عقائد ونظریات آریہ کا بیان۔ — ۱۲۴

مصنف علیہ الرحمۃ کا تقوی اور اللہ ورسول سے محبت کا تقاضا کہ کفریہ کلمات کو نہ خود پڑھا نہ سنا بلکہ استفتاء سے نکال دینے کا حکم دیا۔ — ۱۳۹

خیالات بدمذہبی کے اظہار پر امیر المومنین فاروق اعظم نے ایک شخص کو سخت سزا دی اور اس سے قطع تعلق کا حکم دیا تاوقتیکہ وہ ٹھیک ہوگیا۔ — ۱۲۶

اودھ کے کچھ ہندو تعزیہ بناتے اور اٹھاتے ہیں۔ — ۱۶۸

طوسی کا رفض حدِ کفر نہ تھا اس نے حتی الامکان اگلوں کے کفر کی تاویلات کیں جو گناہ ہے اور جہاں اس نے خلافِ اہل سنت کیا اس کا رد کردیا گیا ہے۔ — ۲۲۰

جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے نصرانی کو محرر بنانے سے انکار فرمادیا۔ — ۲۳۴

مصر کے ایک مسلمان رئیس اور یہودی طبیب کا واقعہ۔ — ۲۴۱

یہودی طبیب سے علاج کرانیوالے ایک مسلمان مریض کا واقعہ۔ — ۲۴۳

امام مازری علیہ الرحمۃ کے علیل ہونے اور یہودی طبیب سے علاج کرانے کا عجیب واقعہ۔ — ۲۴۳

حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق یوم جمعہ میں ہوئی جو اس کی وجہ فضیلت ہے۔ — ۲۶۴

علیگڑھ کالج کی حالت پیر نیچر کے زمانے میں اور اس کے بعد۔ — ۲۶۷

کفریات پر مشتمل چند کتابوں کے مصنفین کے نام۔ — ۲۸۶

Marfat.com

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنے مشرک غلام سے استعانت سے انکار فرمایا حالانکہ وہ دنیاوی طور پر امانت دار تھا۔ ۳۰۸

ان تصانیف جلیلہ کے نام جن میں مسئلہ استعانت و توسل کے جواز کا ثبوت مذکور ہے۔ ۳۱۹

حضرت امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق ایک حکایت۔ ۳۲۲

امام ابو العلاء لیثی ناصحی کا لقب شاہان شہ ، ملک الملوک تھا۔ ۳۴۱

امام ناصحی علیہ الرحمۃ خود اپنے دستخط لفظ ملک الملوک کے ساتھ کیا کرتے تھے اور بعد کے علماء بھی آپ کو اسی لقب کے ساتھ ملقب کرتے تھے۔ ۳۴۳

بعض علماء ، ائمہ اور بزرگان دین کے القاب جلیلہ۔ ۳۴۸

امام ماوردی کا لقب اقضی القضاۃ تھا۔ ۳۵۲

سب سے پہلے اقضی القضاۃ کا لقب امام ماوردی کا ہوا۔ ۳۵۲

سیدنا امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ سب سے پہلے قاضی القضاۃ کے لقب سے ملقب ہوتے۔ ۳۵۴

امام ابو بکر ابن ابی شیبہ امام بخاری اور امام مسلم کے استاذ ہیں علیہ الرحمۃ۔ ۳۵۸

عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کے بیٹے سیدنا حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنے باپ کو کہا تو ذلیل ہے اور رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عزیز ہیں۔ ۳۵۸

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین میں سے بیس سے زائد کا نام حکم ، تقریباً دس کا نام حکیم ، ساٹھ سے زائد کا نام خالد اور ایک سو سے زائد کا نام مالک ہے۔ ۳۵۹

تحریم خمر کے موقع پر ابتداءً نقیر و مزفت وغیرہ برتنوں کے استعمال کو روکا گیا پھر اجازت دے دی گئی۔ ۳۶۱

زمخشری معتزلی ہے۔ ۳۶۴

ابو العتاہیہ شاعر نے اپنی ایک بیٹی کا نام اللہ اور دوسری کا نام رحمٰن رکھا تھا پھر اس سے توبہ کرلی تھی ۳۶۷

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسبال ازار سے متعلق اظہار تشویش اور حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا جواب۔ ۳۶۹

امام شطنوفی علیہ الرحمۃ کا مختصر تعارف ۳۸۴

سرکار دو عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے نعلین مبارک ، جبہ شریف ، تہبند ، کمبل اور رضائی وغیرہ تبرکات صحابہ و صحابیات رضوان اللہ تعالےٰ علیہم کے پاس محفوظ تھے جن سے وہ برکت و فیض حاصل کرتے اور لوگوں کو ان کی زیارت کراتے تھے۔ ۴۰۱

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹوپی میں موئے مبارک کی جلوہ گری۔ ۴۰۳

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ

Marfat.com

نے جانورانِ صدقہ کی رانوں پر "حبیس فی سبیل اللہ" داغ فرمایا تھا۔ ۴۱۴

امام مالک نے ہارون رشید کے گھر جا کر اس کے بیٹوں کو پڑھانے سے انکار کر دیا تھا۔ ۴۱۷

امام شریک نخعی کا ایک واقعہ۔ ۴۱۷

حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ایک واقعہ کہ انھوں نے ایک منقش پردہ لٹکایا جس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ناراض ہوئے اور پردہ اتار دیا۔ ۴۲۹

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کا ایک واقعہ۔ ۴۳۲

ابتدائے بُت پرستی تعظیمِ تصاویرِ معظمین سے ہوئی۔ ۴۳۳

جن پانچ بتوں یعنی وَد، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کا ذکر سورۂ نوح میں ہے، یہ پانچ بندگانِ صالحین تھے۔ ۴۳۳

فتح مکہ کے موقع پر سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کعبہ میں داخل ہونے اور تصاویر واصنام سے کعبہ کو پاک کرنے کا واقعہ۔ ۴۴۴

فتح مکہ کے روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عمر کو کعبہ کی تطہیر کا حکم دیا تو آپ نے اور دیگر صحابہ نے زمزم کے پانی سے کعبہ کو اندر باہر سے دھویا اور چادریں بھگو کر تصاویر کو مٹایا۔ ۴۳۷

حضرت اسامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پانی کا ڈول منگوا کر دو تصویروں کو مٹانے میں خود رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شرکت فرمائی۔ ۴۳۷

بعض امہات المومنین کی طرف سے ماریہ نامی گرجے کا ذکر بارگاہِ رسالت میں کرنا اور آپ کا اس پر ردِّ عمل کا اظہار فرمانا۔ ۴۳۸

جب امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ شام تشریف لے گئے، ایک زمیندار نے آپ کو دعوت پر بلایا تو آپ نے فرمایا ہم ان کنیسوں میں داخل نہیں ہوتے جن میں تصویریں ہوں۔ ۴۳۸

کن کن اکابر دین نے مزار مقدس اور نعل پاک کے نقش بنائے، ان کی تعظیم کی اور ان سے تبرک حاصل کرتے رہے اور اس سلسلہ میں ان کے ارشاداتِ عالیہ کیا ہیں۔ ۴۳۹

اسماء گرامی ان ائمہ واعلام کے جنھوں نے نعل مبارک کے نقشے بنوائے، تلامذہ کو دئے، ان سے تبرک کیا، مدحیں لکھیں اور سر و آنکھوں پر رکھنے اور بوسہ دینے کی ترغیبیں کی ہیں۔ ۴۵۲

امام ابو اویس عبد اللہ بن عبد اللہ بن اویس بن مالک کا مختصر تذکرہ۔ ۴۵۳

اسماعیل بن ابی اویس کا تذکرہ۔ ۴۵۴

ان پانچ ائمہ کرام کا ذکر جن کی امامت کبریٰ پر اجماع اور ان کی جلالتِ شان مشہور و معروف ہے ۴۵۶

Marfat.com

بالجملہ مزار مقدس کا نقشہ تابعین کرام اور نعلین مبارک کی تصویر تسبیح تابعین سے ثابت ہے۔ ۴۵۶

خواجہ ربیع عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا تذکرہ۔ ۴۶۵

حضرت علی بن ہیتی کے ایک مرید کا واقعہ جس کو آپ نے ملازمت غوث اعظم اختیار کرنے کا حکم دیا۔ ۴۶۶

ابوالحسن خرقانی ابویزید بسطامی کے خلیفہ ہیں رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہما۔ ۴۸۸

بنی اسرائیل سے عمالقہ تابوت سکینہ چھین کر لے گئے کچھ مدت کے بعد واپس ہوا۔ ۴۹۱

قرامطہ کعبہ معظمہ سے حجر اسود اکھاڑ کر لے گئے اور بائیس ۲۲ برس بعد مسلمانوں نے اسکو واپس پایا۔ ۴۹۱

حضرت جنید بغدادی کو ان کے مرشد حضرت سری سقطی کی دعا۔ ۵۳۸

حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ نے قبلہ کی طرف تھوکنے والے کو ولی تسلیم نہیں کیا۔ ۵۳۹

حضرت ابوسعید خراز رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا تذکرہ۔ ۵۴۰

حضرت سیدنا حارث محاسبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ۔ ۵۴۰

حضرت سیدنا ابوعثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی اپنے بیٹے کو وصیت۔ ۵۴۱

حضرت سیدنا ابوالحسین احمد بن حواری رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا تذکرہ۔ ۵۴۱

حضرت سیدنا ابوحفص عمر حداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ۔ ۵۴۱

حضرت سیدنا ابوالحسین احمد نوری اور ابوالعباس احمد بن محمد الآدمی رضی اللہ تعالےٰ عنہما کا ذکر خیر۔ ۵۴۲

حضرت ممشاد دینوری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سلسلہ چشتیہ بہشتیہ کے درمیان ہیں۔ ۵۴۳

حضرت ابوعلی رودباری بغدادی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا تذکرہ۔ ۵۴۴

سیدنا جعفر بن محمد خواص سید جنید بغدادی کے خلیفہ ہیں رضی اللہ تعالےٰ عنہما۔ ۵۴۵

سیدنا داؤد کبیر سید محمد وفی شاذلی کے پیرومرشد ہیں رضی اللہ تعالےٰ عنہما۔ ۵۴۵

سیدنا شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالےٰ عنہما سردار سلسلہ سہروردیہ ہیں۔ ۵۴۵

اقطاب اربعہ کا تذکرہ۔ ۵۵۰

حضرت سیدنا علی خواص امام سید عبدالوہاب شعرانی کے پیرومرشد ہیں رضی اللہ عنہما۔ ۵۵۱

حضرت سیدنا ابوالمکارم رکن الدین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا تذکرہ۔ ۵۵۲

حضرت سیدنا نجم الدین کبریٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سلسلہ کبرویہ کے سردار ہیں۔ ۵۵۸

حضرت خواجہ مودود چشتی اور شیخ الاسلام احمد نامقی جامی کا تذکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ ۵۵۸

تذکرہ حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ۔ ۵۶۴

Marfat.com

خلیفہ راشد عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالٰے عنہ نے ایک شاعر سے نعتِ رسول سنی ۔ ۵۹۹

حضرت کعب رضی اللہ تعالٰے عنہ اور ان کے ساتھیوں کی معافی میں پچاس شب تک تاخیر کی گئی ۔ ۶۰۶

عوامِ ہندوستان نے چھوت کا مسئلہ کفارِ ہند سے سیکھا ہے ۔ ۶۳۷

غزوۂ خندق کے موقع پر حضرت جابر رضی اللہ تعالٰے عنہ کی دعوت ۔ ۶۵۳

جنائز

مشرک کی نماز و دعاء کے لئے اشتہار چھاپنے والے دائرۂ اسلام سے خارج ہیں ۔ ۲۲۸

مشرک و کافر کے جنازے کو کندھا دینا ضروری قرار دینے والا شریعت پر افترا کرتا ہے ۔ ۲۷۰

وقف

تبدیلی وقف کب جائز اور کب ناجائز ہے ۔ ۲۱۲

وقف کو حالت سابقہ پر باقی رکھنا واجب ہے نہ کہ اس میں زیادتی کرنا ۔ ۲۱۲

پرانی زمین کو مسجد کے لئے وقف نہیں کیا جا سکتا ۔ ۲۷۴

مسجد کے لئے کافر وقف نہیں کر سکتا کہ وہ اس کا اہل نہیں ۔ ۲۷۴

سوگ

مشرک کے سوگ میں ہڑتال کرنا اور کاروبار بند کرنا حرام ہے ۔ ۲۷۶

تین دن سے زائد مسلمان کا سوگ منانا حرام ہے ۲۷۶

نکاح و طلاق و عدت

جذام اور دیگر عیوب کی وجہ سے بیوی کو طلاق نہیں ہو جاتی ۔ ۱۱۲

کلمۂ حمد سے استہزاء کرنے والا تجدیدِ اسلام و تجدید نکاح کرے ۔ ۱۵۱

نوجوان بیوہ عورتوں کے نکاحِ ثانی پر طعن کرنا کیسا ہے ۔ ۱۵۵

کافروں کی شیطانی خرافات کو اچھا جاننا آفت اشد ہے اس صورت میں تجدید اسلام اور تجدید نکاح کا حکم کیا جائے گا ۔ ۱۵۹

قاضی کا رجسٹر شرعاً کوئی شرطِ نکاح نہیں ۔ ۱۶۹

عورت مسلمان ہو جائے اور اس کا شوہر خاکروب ہو شرعاً کیا حکم ہے ۔ ۱۷۴

عورت مرتدہ ہونے پر نکاح سے خارج نہیں ہوتی ۔ ۲۴۳

زوجہ کی بہن سے نکاح کر کے قربت کر لے تو زوجہ حرام ہو گئی یہاں تک کہ اس کی بہن کو جدا کرے اور اس کی عدت گزر جائے ۔ ۲۴۵

حرمتِ مصاہرت طاری ہونے سے متارکہ

Marfat.com

لازم ہے کیونکہ نکاح قائم ہے۔ ۲۲۵

زن مقضاۃ یعنی جس کے سبیلین ایک ہو جائیں اس کے نکاح میں اصلاً خلل نہیں اور حرمت ابدی دائم ہے۔ ۲۴۵

مرزا غلام احمد قادیانی کو مجدد یا پیغمبر ماننے والے مسلمان ہیں یا نہیں۔ ان کا نکاح کسی عورت سے ہو سکتا ہے یا نہیں اور جن عورتوں کا نکاح ان سے کر دیا گیا ہے ان کے بارے میں کیا حکم ہے۔ ۲۷۹

طلاق بلا نکاح نہیں ہوتی۔ ۲۸۱

زنا کے لئے عدت نہیں ہوتی۔ ۲۸۱

نکاح باطل سے نہ تو نسب ثابت ہوتا ہے نہ ہی عدت لازم ہوتی ہے۔ ۲۸۱

جس نے قصداً کلمۂ کفر کہا یا اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گستاخی کی تو وہ کافر ہو گیا اور اس کی بیوی نکاح سے نکل گئی پھر اگر مسلمان ہوا اور توبہ کرے تو عورت کو اختیار ہے کہ اس کے ساتھ دوبارہ نکاح کرے یا بعد عدت کسی اور سے کرے۔ ۲۹۴

عالم ہونے کی وجہ سے عالم دین کو برا کہنا کفر ہے اور بیوی نکاح سے نکل جاتی ہے۔ ۲۹۴

کسی کی منکوحہ سے بے طلاق و وفات شوہر نکاح باطل محض ہے۔ ۶۴۴

صید و ذبائح

تارک البقر کی بخشش ہوگی یا نہیں۔ ۲۹۹

لباس و وضع قطع

مردانہ وضع بنانے والی عورت پر لعنت۔ ۶۰۰

مردانہ جوتا پہننے والی عورت پر لعنت۔ ۶۰۱

کسی ایک بات میں بھی مرد کو عورت اور عورت کو مرد کی وضع لینی حرام و موجب لعنت ہے۔ ۶۰۱

عہد و پیمان

خلاف عہد معیوب ہے۔ ۶۱۲

ترغیب و ترہیب

کافر سے دوستی حرام اور دینی رجحان کی بناء پر ہو تو کفر ہے۔ ۱۲۵

توہین علماء کرام پر احادیث میں وعید شدید۔ ۱۲۸

عالم کو اس لئے برا کہنا کہ وہ عالم ہے صریح کفر ہے۔ ۱۲۹

بدگمانی سخت تر جھوٹ اور اشد حرام ہے۔ ۱۳۳

قرآن و حدیث سے بدگمانی کی مذمت۔ ۱۳۳

مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتیں اور عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مرد ملعون ہیں۔ ۱۳۴

گناہ میں معاونت کرنے والا بھی گنہگار ہے۔

Marfat.com

اور مستحق جہنم ہے ان کا بائیکاٹ کیا جائے۔ ۱۳۶

اعلانیہ گناہ دوہرا گناہ ہے اور اعلانِ گناہ دوسرا گناہ بلکہ اس گناہ سے بھی بدتر گناہ۔ ۱۴۴

اعلانِ گناہ کی مذمت احادیث سے۔ ۱۴۴

سود، جوا اور زنا حرام اور ان کا مرتکب مستحقِ نار وغضبِ جبار ہے۔ ۱۵۴

سود خور، جواری اور زانی کے ساتھ کھانا نہیں کھانا چاہیئے۔ ۱۵۵

کفار کے افعالِ قبیحہ وشنیعہ کو مستحسن جاننا باتفاقِ ائمہ کفر ہے۔ ایسے لوگ اسلام سے خارج ہوگئے ان کی عورتیں نکاح سے نکل گئیں اور ان کی بیعتیں جاتی رہیں۔ ۱۶۶

کفار کے افعالِ ملعونہ کو بُرا جان کر شرکت کرنے والے مرتکبِ کبائر اور مستحقِ عذابِ نار ہیں۔ ۱۶۶

اہلِ ہنود کی خرافات ولغویات پر مشتمل مجالس میں شریک ہونے والے مسلمان فاسق و فاجر مرتکبِ کبائر اور مستحقِ غضبِ جبار و عذابِ نار ہیں۔ ۱۷۰

مسلمان کا گزر کفار کے محلہ سے ہو تو جلد گزر جائے۔ ۱۷۰

مسلمان پر بدگمانی حرام ہے۔ ۱۷۲

اپنے نفس کو سزا و ذلت پر پیش کرنا بحکمِ حدیث حرام ہے۔ ۱۸۳

مشکوک یا مظنون بات پر مباہلہ سخت جرأت ہے ۱۸۹

کفار وزنادقہ کو واعظ مسلمین وپیشوائے دین بنانا اسلام کو کند چھری سے ذبح کرنا ہے ۲۲۹

مناع للخیر پر وعید شدید ہے۔ ۲۵۰

مسلمانوں میں بلاوجہ شرعی فتنہ واختلاف پیدا کرنا نیابتِ شیطان ہے۔ ۲۵۳

فاسق کی مدح سرائی پر وعید۔ ۲۵۴

صدیق وفاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے گستاخوں کے پاس بیٹھنے والے کا انجام۔ ۲۷۹

اہلِ "لا الٰہ الا اللہ" پر بدگمانی حرام اور انکے کلام کو جس کے صحیح معنی بے تکلف درست ہوں خواہی نخواہی معنی کی طرف ڈھال لے جانا قطعاً گناہِ کبیرہ ہے۔ ۳۲۹

بدگمانی کی ممانعت قرآن وحدیث سے اور اس پر سخت وعیدیں۔ ۳۲۹

علماء وصوفیاء کے بارے میں یہ گمان کرنیوالا پکا مجنون ہوگا کہ انھوں نے لفظ شہنشاہ وغیرہ کو استغراق حقیقی کے ارادے سے استعمال کیا ہے۔ ۳۵۱

بطورِ تکبر اسبالِ ازار پر سخت وعیدیں۔ ۳۷۶

بدگمانی سے بڑھ کر کوئی جھوٹی بات نہیں۔

تبرکات کی زیارت کرانے پر لوگوں سے کچھ مانگنے کی شناعتیں۔

تصویر کے بارے میں وعید پر مشتمل بعض

Marfat.com

احادیث کریمہ حد تواتر میں ہیں۔ ۴۲۶

ہر مصور جہنم میں ہے۔ ۴۲۷

بیشک نہایت سخت عذاب روز قیامت تصویر بنانے والوں کو ہے۔ ۴۲۷

مصوروں کو روز قیامت عذاب ہوگا اور صورتوں میں جان ڈالنے کا حکم ہوگا۔ ۴۲۸

ظالم، بہشت محروم اور مصور کیلئے وعید شدید۔ ۴۲۸

تمام دوزخیوں سے سخت تر عذاب کن لوگوں کو ہوگا۔ ۴۲۹

پانچ اشخاص اشد عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

ملائکہ رحمت اس گھر میں نہیں جاتے جہاں تصویر اور کتا ہو۔ ۴۳۱

شرح مظہر میں زیادہ شدت عذاب تعظیم تصاویر پر بھی آئی ہے۔ ۴۳۳

بارہ فرقوں کا پیر شیطان ہے۔ ۵۱۱

جاہل عابد اور بے باکانہ گناہوں کا ارتکاب کرنے والے عالم کی مذمت۔ ۵۲۴

بغیر فقہ کے عبادت کرنے والا چکی کھینچنے والے گدھے کی مثل ہے۔ ۵۲۶

صوفی جاہل شیطان کا مسخرہ ہے۔ ۵۲۸

علماء شریعت سے وراثت انبیاء کا سلب کرنا جنون محض ہے۔ ۵۲۹

علماء شریعت کو شیطان کہنے والے ابلیس یا اس کی ذریت کے منافق خبیث ہیں۔ ۵۳۳

حب ثنا کوئی خصلت محمود نہیں اور اس کے عواقب خطرناک ہیں۔ ۵۹۶

مواقع تہمت سے بچنا چاہئے۔ ۶۱۱

مسلمانوں پر فتح باب غیبت ممنوع ہے۔ ۶۱۲

جن کاموں کو کان ناپسند کریں اور جن کاموں کے ارتکاب پر معذرت کرنی پڑے از روئے حدیث ان سے بچنا لازم ہے۔ ۶۱۳

مشتبہ اشیاء میں احتیاط بہتر ہے۔ ۶۲۰

شرع مطہر نے برے کام اور برے نام دونوں سے احتراز کا حکم دیا ہے۔ ۶۲۳

فتنہ سوئی ہوئی خرابی ہے جو کوئی اس کو جگائے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ ۶۳۰

شراب حرام، تمام نجاستوں کی ماں اور اس کو پینے والے کو جہنمیوں کا خون اور پیپ پلایا جائیگا ۶۵۹

کسی مسلمان پر بلا دلیل بدگمانی حرام قطعی ہے ۶۷۳

مسواک

سینگ ہر جانور کا یہاں تک کہ مردار کا بھی پاک ہے، اس کی مسواک جائز ہے۔ ۶۲۰

خنزیر کے بالوں سے بنا ہوا برش نجس ہے۔ ۶۲۱

سنت مسواک چھوڑ کر نصرانیوں کا برش اختیار کرنا جہالت اور مرض قلب کی دلیل ہے۔ ۶۲۱

ہدایا وتحائف

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے۔

Marfat.com

کسریٰ، ایران، بادشاہ، فدک اور قیصر روم کے ہدیے قبول فرمائے۔ ٦٢٢

قتیلہ بنت العزی اپنی بیٹی اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے تحفہ لائی۔ ٦٢٢

ہدیہ کفار کے ردّ و قبول سے متعلق احادیثِ کریمہ میں تطبیق و توفیق۔ ٦٢٥

مصنف کی تحقیق کہ ہدایائے کفار کہاں قبول کرنا ضروری، کہاں ممنوع اور کہاں مباح ہے۔ ٦٢٥

کفار کا پکایا ہوا یا ہدیہ کیا ہوا گوشت حرام ہے ٦٢٧

زیارتِ قبور

مزارات پر مردوں کا جانا مندوب و محبوب مگر عورتوں کو روکنا ہی انسب و اسلم ہے۔ ٦٤٣

حج

جن کا نفقہ اس پر لازم ہے ان کا بندوبست کئے بغیر حج کو نہ جائے۔ ٢٠٧

فوائد تفسیریہ

قرآن مجید میں جو لفظ یثرب آیا ہے وہ منافقین کا قول نقل کیا گیا ہے۔ ١١٧

ارشاد الٰہی "یاایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا بطانۃ من دونکم لایالونکم خبالا" عام و مطلق ہے۔ ٢٢٣

آیۃ کریمہ "لاتتخذوا بطانۃ من دونکم" کی تفسیر۔ ٢٣٤

آیۃ کریمہ "واغلظ علیھم" کا شانِ نزول اور تفسیر۔ ٢٣٦

یاایھا النبی جاھد الکفار میں حکمِ جہاد ہے ٢٣٧

آیۃ کریمہ "انی وجھت وجھی" (الآیۃ) کی تفسیر۔ ٣٠٢

وہابیوں کی بیان کردہ تفسیر پر متعدد خرابیوں کا لزوم۔ ٣٠٣

آیت کریمہ "وایاک نستعین" میں استعانت حقیقی کا حصر ہے نہ کہ مطلق کا۔ ٣٠٣

آیت کریمہ "انّ اول بیت وضع للناس الخ" کی تفسیر۔ ٣٩٨

مقام ابراہیم میں کیا آیات بینات ہیں۔ ٣٩٨

آیت کریمہ "قال لھم نبیھم ان اٰیۃ ملکہ" الخ کی تفسیر۔ ٤٠٠

تابوت سکینہ میں کون کون سے تبرکات تھے ٤٠٠

آیت وسیلہ کے لطائف۔ ٥١٨

"ثم اورثنا الکتٰب الذین اصطفینا من عبادنا (الآیۃ)" کی تفسیر۔ ٥٣٠

فاسئلوا اھل الذکر وجوبِ تقلید میں نص ہے۔ ٥٨٢

آیت کریمہ مذکورہ کے بارے میں وہابیوں کی جہالت۔ ٥٨٣

اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے نہ کہ خصوص سبب کا۔ ٥٨٣

Marfat.com

آیۂ کریمہ "لا ینہاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین" کا شان نزول۔ ۲۲۴

آیۂ کریمہ "احل لکم الطیبٰت وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم وطعامکم حل لھم" میں طعام سے مراد ذبیحہ ہے۔ ۲۶۵

فوائد حدیثیہ

تمادِ الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا معنی۔ ۱۱۰

جذامی سے اجتناب کے متعلق احادیث کا محمل۔ ۱۱۲

حدیث میں ندامت کو توبہ کیوں قرار دیا گیا۔ ۱۴۱

حدیث "اعلنوا النکاح" کی توجیہ۔ ۱۴۵

ایک حدیث کا مطلب۔ ۱۶۴

اہل قبلہ کون ہیں۔ ۱۶۴

ابن ماجہ کی ایک حدیث پر کلام اور اس کی توجیہ۔ ۲۲۱

حدیث "لا تستضیئوا بنار المشرکین" کی تفسیر۔ ۲۲۳

حدیث ربیعہ کی شرح۔ ۳۰۹

نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے صدر اسلام میں ملک الملوک، سید، حکیم، ابو الحکم، مالک، خالد اور عزیز وغیرہ نام رکھنے اور غیر خدا پر ان کے اطلاق سے کیوں منع فرمایا حالانکہ قرآن وحدیث میں ان کا اطلاق غیر اللہ پر ہوا ہے۔ ۳۵۴

از روئے حدیث لفظ مفلس اور صرعہ کا معنی۔ ۳۵۹

حدیث ابوہریرہ بہ اہتمام طالب تاویل ہے جس کی علماء نے دو تاویلیں فرمائی ہیں۔ ۳۶۵

حدیث "اغیظ رجل علی اللہ" کی تاویل۔ (حاشیہ) ۳۶۸

فوائد فقہیہ وافتاء ورسم المفتی

علماء کے اس فرمان کا مطلب کہ جس کے پاس مال حرام ہو اور مالک معلوم نہ ہو تو اس کی طرف سے تصدق کر دے۔ ۱۰۸

حاصل نیاز۔ ۱۰۹

معنی قبول طاعت۔ ۱۰۹

نفی کی گواہی نامعتبر ہے۔ ۱۳۰

اصطلاح عرفی ہے کہ سلاطین وخلفاء کے حضور جو چیز پیش کی جائے اسکو نذر ونیاز کہتے ہیں۔ ۱۳۲

نیاز نذر سے عام تر ہے۔ ۱۳۲

تقرب کا معنی۔ ۱۳۲

ناجائز بات سے اگر کوئی کافر یا بدمذہب منع کرے تو اس کو جائز نہیں کہا جا سکتا ۱۵۴

فتنہ قتل سے سخت تر ہے۔ ۱۶۲

مثال میں بسا اوقات فرق رہ جاتا ہے۔ ۱۸۲

مراتب پانچ ہیں، ضرورت، حاجت، منفعت، زینت، فضول۔ ۲۰۵

Marfat.com

پانچ چیزیں ہیں جن کے حفظ کو اقامت شرائع الٰہیہ ہے: دین، عقل، نسب، نفس اور مال۔ ٢٠٥

حقنہ بضرورت مرض جائز اور منفعت ظاہرہ مثلاً قوت جماع کے لئے ناجائز ہے۔ ٢٠٨

حرام کھانا کبھی جائز نہیں ہوتا جس وقت جائز ہوتا ہے اس وقت حرام نہیں رہتا۔ ٢٢٥

معاہد کا استثنا حکم جہاد سے دلائل قاطعہ متواترہ سے ضرورۃً معلوم و مستقر فی الاذہان ہے ٢٣٧

قول صوری و ضروری میں فرق ہے۔ ٢٤٣

عالمگیری و درمختار کی عبارتوں سے استنباط کہ مرتدہ کا نکاح نہیں جاتا مگر وہ شوہر پر حرام ہو جاتی ہے۔ ٢٤٤

مرتدہ کو تجدید نکاح کا حکم بنظر احتیاط ہے۔ ٢٤٥

مرتدہ کا شوہر پر حرام ہو جانا موجب زوال نکاح نہیں۔ ٢٤٥

بارہا عورت ایک مدت تک بلکہ کبھی ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے اور نکاح قائم رہتا ہے۔ ٢٤٥

بے علم مفتی اگر کچھ جاہلوں کا مقتدا ہو تو وہ حدیث مبارک "ضلوا و اضلوا" کا مصداق ہے ٢٥٢

بے علم فتویٰ دینے پر وعید شدید۔ ٢٥٣

پابندی اسلام سے آزاد عالم قابل فتویٰ نہیں ٢٥٨

شرع مطہر میں تاریخ قمری معتبر ہے نہ کہ شمسی۔ ٢٦٥

کون سے کافر کو کافر کہہ کر پکارنا منع ہے۔ ٢٨٥

شرع مطہر میں کافر ہر غیر مسلم کا نام ہے۔ ٢٨٥

اسلام کی ضد کفر ہی ہے۔ ٢٨٦

ہجرت کرنا دار کفر سے فرض ہے نہ کہ دار اسلام سے۔ ٢٩٢

ہجرت خاصہ اور ہجرت عامہ میں فرق۔ ٢٩٢

اسبال ازار بطور تکبر ہو تو ناجائز ورنہ نہیں۔ ٣٧٦

بلندی قبر کی حد شرع ایک بالشت ہے۔ ٤٣٢

قول جواز کا حاصل صرف اس قدر ہے کہ لم یؤمر به ولم ینه عنه۔ ٥٧٢

اباحت اصل ہے اثبات حرمت و کراہت کے لئے دلیل چاہیے۔ ٥٧٢

ہر مسئلہ میں اصل صحت ہے فساد و کراہت کا قول محتاج دلیل ہے۔ ٥٧٢

بدعت شرعیہ و بدعت لغویہ کی تعریفیں اور ان میں فرق۔ ٥٨١

کفار سے غیر شعار میں اتفاقاً مشابہت ہرگز وجہ ممانعت نہیں۔ ٥٨٢

مجذوب عقل و ہوش دنیا نہیں رکھتا اس کے افعال بالارادہ نہیں ہوتے لہذا وہ سند نہیں۔ ٥٩٩

علاقے کی عادت خضاب و عدم خضاب سے خروج مکروہ ہے۔ ٦١٧

اصل اشیاء میں طہارت و حلت ہے جب تک

Marfat.com

تحقیق نہ ہو کہ اس میں نجس و حرام چیز ملی ہے محض شبہ پر نجس و حرام نہیں کہہ سکتے۔ ۶۲۰

تاڑی کیا ہے، وہ کب حلال و طاہر اور کب حرام و نجس ہوتی ہے۔ ۶۳۸

شریعت آسان ہے جب تک کسی خاص شے میں حرمت یا نجاست کا حال معلوم نہ ہو۔ پاک و حلال ہے۔ ۶۴۱

سود خوار کے یہاں نہ کھانا بہتر ہے خصوصاً عالم و مقتدا کو۔ ۶۴۱

جس جانور کی ماں حلال ہے وہ حلال ہے کہ جانوروں میں نسب ماں سے ہے نہ کہ باپ سے۔ ۶۴۲

حضرت فاطمۃ الزہرا کی فاتحہ کا کھانا مردوں کو ممنوع و ناجائز نہیں۔ ۶۴۴

ضرورت و مجبوری میں حرام کھانا یا اس کو استعمال میں لانا بقدر ضرورت جائز ہے۔ ۶۴۴

دعوت ولیمہ کو قبول کرنا سنت مؤکدہ ہے جبکہ وہاں کوئی معصیت و مانع شرعی نہ ہو۔ ۶۵۵

عام دعوتوں کا قبول کرنا افضل ہے۔ ۶۵۵

خاص اسی شخص کی دعوت ہو تو قبول کرنے یا نہ کرنے کا اس کو مطلقاً اختیار ہے۔ ۶۵۵

جھینگے کے مچھلی ہونے میں اختلاف ہے لہذا اس سے بچنے میں احتیاط ہے۔ ۶۵۶

مشتبہ کے مال سے احتراز چاہیے مگر حرمت نہیں جب تک معلوم نہ ہو۔ ۶۵۸

غیر مسلم چار قسم کے ہیں: کتابی، مجوسی، مشرک اور مرتد۔ ان اقسام اربعہ کے احکام۔ ۶۶۸

دعوت ولیمہ و طعام کے بارے میں ظاہر الروایہ کے اطلاق اور شروح و فتاوی میں اس کو کئی قیدوں سے مقید کرنے سے متعلق استفسار۔ ۶۷۰

ملاہی و ملاعب پر مشتمل دعوتوں میں خاص اور متقی کے شریک ہونے کی جواز و عدم جواز کی صورتیں۔ ۶۷۲

میراث

مرتدہ اپنے شوہر کا ترکہ نہیں پائے گی۔ ۲۴۴

عورت اگر مرض الموت میں مرتدہ ہوئی تو شوہر اس کا ترکہ پائے گا ورنہ نہیں۔ ۲۴۴

وارث ہونے کے لئے ضروری نہیں کہ وہ مورث کا کل مال پائے۔ ۵۲۹

جرح و تعدیل

حدیث ابن النجار کی صحت ثابت نہیں۔ ۲۶۵

معجزات و کرامات

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی دعا سے صحابی کے کسی دانت میں نوے برس کی عمر تک جنبش نہیں ہوئی۔ ۲۴۸

سرکار غوث اعظم نے حضرت ابو صالح کے دل کو ایک نگاہ میں تمام خطرات سے پاک فرما دیا ۲۴۳

Marfat.com

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کے سینے پر ہاتھ مار کر تمام حفظ کی ہوئی کتابیں یکسر محو کر دیں اور ساتھ ہی علم لدنی سے اس کا سینہ بھر دیا۔ ۳۸۹

سرکار غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آن میں اکابر علماء کو تمام عمر کا پڑھا لکھا بھلا دیا اور پھر ایک آن میں واپس عطا فرما دیا۔ ۳۹۱

معجزۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ کھانا اور سالن ختم نہیں ہوا۔ ۶۵۳

حقوق

حقوق اللہ اور حقوق العباد میں کوتاہی پر توبہ میں فرق۔ ۱۲۲

بلا وجہ شرعی کسی مسلمان جاہل کی بھی تحقیر حرام قطعی ہے۔ ۱۲۷

اطاعت والدین جائز باتوں میں فرض ہے اور ناجائز بات کا حکم دیں تو اطاعت ناجائز ہے۔ ۱۵۷

ماں باپ مرتکب کبائر بھی ہوں تب بھی اولاد پر ان کی اطاعت لازم ہے جب تک مرتد نہ ہوں۔ ۱۵۷

مرتد کے لئے مسلمان پر کوئی حق نہیں۔ ۱۵۷

بڑے بھائی کو حق تعظیم حاصل ہے مگر وہ ماں باپ کا ہمسر نہیں ہو سکتا۔ ۱۵۷

متفرقات

اللہ تعالیٰ کو عاشق اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معشوق کہنا ناجائز ہے۔ ۱۱۴

مدینہ کی وجہ تسمیہ۔ ۱۱۹

ارکان توبہ تین ہیں۔ ۱۲۲

شرک کی تعریف۔ ۱۳۱

جس طرح خلق پر ظاہر ہونے والے گناہ کے دو تعلق ہیں اسی طرح اس کی توبہ کے بھی دو رخ ہیں۔ ۱۴۱

اعلانیہ گناہ پر اعلانیہ توبہ میں حکمتیں۔ ۱۴۳

اعلان گناہ کا باعث نفس کی جرأت و جسارت و سرکشی و بے حیائی ہے۔ ۱۴۵

فقہ اکبر کی ایک عبارت کی توجیہ۔ ۱۶۴

ہندیہ کی عبارت سے پیدا ہونے والے ایک اعتراض کا جواب۔ ۲۱۳

منطقی و فلسفی شراح و محشین معصوم نہیں۔ ۲۲۰

فریمیسن کے بارے میں سوال و جواب۔ ۲۲۲

تسخیر و تلوین سے کیا مراد ہے۔ ۲۲۴

مسئلہ سے متعلق اشعۃ اللمعات پر مصنف علیہ الرحمہ کا حاشیہ۔ ۲۲۴

امام رازی کی ایک عبارت کا مطلب۔ ۲۳۶

کافر طبیبوں کے مسلمان مریضوں کو فریب دینے کے متعدد طریقے۔ ۲۳۹

سند سے حصول برکت۔ ۲۶۵

Marfat.com

مبیع و دنیا اور شریعت و طریقت میں کئی وجوہ سے فرق ہے۔ ۵۲۵

ابلیس فانوس شریعت کو بجھانے کے لئے کئی حیلوں اور بہانوں سے بندے کو دھوکا دیتا ہے۔ ۵۲۶

خلیفہ و وارث میں فرق ہے آدمی کے تمام اولاد اس کی وارث ہے مگر جانشین ہونے کی لیاقت ہر ایک میں نہیں۔ ۵۴۲

انسان اور چوپائے میں علم ہی کا فرق ہے۔ ۵۴۴

اولیاء طریقت مجتہدین شریعت کے مانند ہوتے ہیں۔ ۵۶۵

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الحظر والاباحۃ

(ممنوع اور مباح کاموں کا تفصیلی بیان)

اعتقادات وسیر

ایمان، کفر، شرک، تقدیر، ردت، ہجرت، سنیت، گناہ، توبہ وغیرہا سے متعلق مسائل

مسئلہ ۱۹ رجب ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک برات میں کچھ لوگ جمع تھے ان میں ایک جذامی تھا، لوگوں نے اس کے ساتھ کھانا پسند نہ کیا، ایک شخص مُصر ہوا، جب بحث بڑھی براتیوں نے اس سے کہا واسطے خدا اور رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس وقت اسے علیحدہ کردو اور صاحبِ مکان کا کھانا خراب نہ کرو، وہ بولا ہم خدا و رسول کو نہیں جانتے، اس وقت سب نے کہا یہ شخص کلمہ کفر بولا جذامی کے ساتھ اسے بھی الگ کردیا اور اپنے جلسہ سے نکال دیا، چند شخص اور بھی اس کے شریک ہو کر چلے گئے، اس صورت میں اُس شخص اور اُس کے شریکوں کے لئے کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ)

الجواب

ہر چند جذامی کے ساتھ کھانا جائز ہے بلکہ خود نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجذوم کو اپنے ساتھ کھلایا اور فرمایا:

كل معي بسم الله ثقة بالله وتوكلا على الله، رواه — میرے ساتھ ہو کر اللہ تعالٰی کا نام لے کر کھائیے اللہ تعالٰی پر اعتماد اور اس پر بھروسا رکھتے ہوئے۔

Marfat.com

ابو داؤد والترمذی وابن ماجۃ بسند حسن وابن حبان والحاکم وصححاہ۔

ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے اچھی سند کے ساتھ اسے روایت کیا ہے، ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (ت)

یہاں تک کہ اگر بقصد تواضع وتوکل واتباع ہو تو ثواب پائے گا،

اخرجہ الطحاوی عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کل مع صاحب البلاء تواضعا لربک وایمانا[2]۔

امام طحاوی نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تخریج فرمائی کہ صاحب مصیبت کے ساتھ کھاؤ اپنے پروردگار کے لئے عجز وانکسار کرتے ہوئے اور اس پر یقین رکھتے ہوئے۔ (ت)

مگر خواہی نخواہی اس کے ساتھ کھانا ضروری بھی نہیں بلکہ جس کی نظر اسباب پر مقتصر ہو اور خدا پر سچا توکل نہ رکھتا ہو اس کے حق میں بچنا ہی مناسب ہے تاکہ بیماری اڑکر لگ جاتی ہے کہ یہ خیال تو باطل محض ہے، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحیح حدیثوں میں اسے رد فرمایا،

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا عدوٰی۔ اخرجہ احمد والشیخان وابو داؤد عن ابی ھریرۃ واحمد ومسلم عن جابر بن عبد اللہ وعن السائب بن یزید رضی اللہ تعالٰی عنھم قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فمن اعدی۔

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی مرض میں تعدیہ نہیں۔ امام احمد، بخاری، مسلم اور ابو داؤد نے حضرت ابوہریرہ سے اسکی تخریج فرمائی، مسند احمد اور مسلم نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت فرمائی اور حضرت سائب بن یزید سے بھی (اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو)

---

[1] جامع الترمذی کتاب الاطعمۃ باب ما جاء فی الاکل مع المجذوم امین کمپنی دہلی ۲/۴

سنن ابی داؤد کتاب الکہانۃ والطیر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۹۱

سنن ابن ماجہ ابواب الطب باب الجذام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۱

[2] شرح معانی الآثار للطحاوی کتاب الکراھیۃ باب الاجتناب من ذی داء الطاعون الخ " " ۲/۳۱۴

[3] صحیح البخاری کتاب الطب باب الجذام قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۵۰

صحیح مسلم کتاب السلام باب لاعدوٰی الخ " " " ۲/۲۳۰

Marfat.com

الاول اخرجه الشیخان[1] و ابوداؤد عن ابی ھریرۃ ایضا رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

حضور اقدس نے ارشاد فرمایا پہلے اونٹ میں تعدیہ مرض کیسے ہوا۔ بخاری، مسلم اور ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسکی تخریج فرمائی (ت)

بلکہ اس نظر سے کہ شاید قضائے الٰہی کے مطابق کچھ واقع ہوا اور اُس وقت شیطان کے بہکانے سے یہ سمجھ میں آیا کہ فلاں فعل سے ایسا ہوگیا ورنہ نہ ہوتا تو اس میں دین کا نقصان ہوگا،

فان "لو" تفتح عمل الشیطان قالہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

لوگو! حرف "لو" سے بچو کیونکہ یہ شیطانی کاموں کا دروازہ کھول دیتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔ (ت)

غرض قوی الایمان کو توکلا علی اللہ اس سے مخالطت میں کچھ نقصان نہیں اور ضعیف الاعتقاد کے حق میں اپنے دین کی احتیاط کو احتراز بہتر، ولہذا سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فرمن المجذوم کما تفر من الاسد، اخرجہ البخاری[2] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

کوڑھے سے اسی طرح بھاگو جس طرح تم شیر سے بھاگتے ہو۔ امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے اس کی تخریج فرمائی۔ (ت)

دوسری حدیث میں ہے:

اتقوا صاحب الجذام کما یتقی السبع اذا ھبط وادیا فاھبطوا غیرہ، رواہ ابن سعد فی الطبقات[3] عن عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

کوڑھ کے مریض سے اسی طرح بچو جس طرح موذی درندے سے بچاؤ کیا جاتا ہے، جب وہ کسی وادی میں اترے تو تم کسی دوسری میں اتر جاؤ، ابن سعد نے طبقات میں حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسے روایت کیا ہے (ت)

نیز حدیث میں ہے:

---

[1] صحیح البخاری کتاب الطب باب لاعدوٰی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۵۹
صحیح مسلم کتاب السلام " " " " " ۲/۲۳۰
[2] صحیح البخاری کتاب الطب باب الجذام " " " ۲/۸۵۰
[3] طبقات الکبرٰی لابن سعد ترجمہ عبد اللہ ابن جعفر دار صادر بیروت ۴/۱۱۷

Marfat.com

كلم المجذوم وبينك وبينه قيد رمح او رمحين۔ رواه ابن السني[1] وابو نعيم في الطب النبوي عن عبد الله بن اوفى رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم۔

کوڑھی سے اس حالت میں بات کرو کہ تمہارے اور اس کے درمیان ایک دو نیزے کی مسافت کی مقدار ہو۔ محدث ابن سنی اور ابونعیم نے طب نبوی میں حضرت عبداللہ ابن ابی اوفی کے حوالے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اسے روایت کیا ہے۔ (ت)

بہرحال برات والوں کا انکار کچھ بے جا نہ تھا اور اس شخص کا اصرار محض ناحق؛ پھر جب انھوں نے خدا کا واسطہ دیا اس پر بلا وجہ نہ ماننا گناہ ہُوا، حدیث میں ہے،

ملعون من سئل بوجه الله ثم منع سائله مالم يسئل هجرا۔ اخرجه الطبراني[2] في الكبير بسند حسن عن ابي موسى الاشعري عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم۔

وہ شخص ملعون ہے کہ جس سے خدا کے نام پر کچھ مانگا جائے تو وہ سائل کو کچھ نہ دے بشرطیکہ وہ کسی کو چھوڑنے کا سوال نہ کرے۔ امام طبرانی نے معجم کبیر میں سند حسن کے ساتھ حضرت ابوموسیٰ اشعری کے حوالے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تخریج فرمائی۔ (ت)

یہاں تک تو حماقت یا گناہ ہی تھا اس کے بعد وہ لفظ جو اس نے کہا کہ ہم خدا و رسول کو نہیں جانتے یہ صریح کلمۂ کفر ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ اس شخص پر فرض ہے کہ توبہ کرے اور از سرِ نو مسلمان ہو، اور اگر جورو رکھتا ہے تو نئے سرے سے نکاح چاہئے، اور جس طرح وہ کلمہ مجمع میں کہا تھا تو یہ بھی مجمع میں کرے، اگر نہ مانے تو مسلمان ضرور اُسے اپنے گروہ سے نکال دیں، نہ اپنے پاس بٹھائیں نہ اس کے پاس بیٹھیں، نہ اس کے معاملات میں شریک ہوں، نہ اپنی تقریبوں میں اُسے شریک کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

واما ينسينك الشيطن فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظلمين[3]۔

اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ مت بیٹھ۔ (ت)

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن السنی وابی نعیم فی الطب حدیث ۲۸۳۲۹ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۰/۵۴

[2] مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی کتاب الزکوٰۃ باب فیمن سأل بوجہ اللہ ۳/۱۰۳

الترغیب والترہیب بحوالہ الطبرانی کتاب الصدقات ۱/۴۰۱

[3] القرآن الکریم ۶/۶۸

Marfat.com

اور جو لوگ اس کا ساتھ دے کر اُٹھ گئے وہ بھی سخت گناہگار ہوئے اُن پر بھی توبہ واجب، اگر نہ کریں تو مسلمانوں کو اُن سے بھی جدائی مناسب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے حضور سرورِ کائنات صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نیاز اگرچہ حرام مال پر دیتا ہے مگر پھر بھی حضور قبول فرما لیتے ہیں، جیسے کسی امیر کا لڑکا پیدا ہو تو بھاٹ بھکاری وغیرہ جو گھاس کا پودا یا اور کچھ ڈھوئی کے لے جاتے ہیں وہ اُسے خوشی سے قبول کرلیتا ہے، اسی طرح سرورِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بھی قبول فرما لیتے ہیں۔ اور کہتا ہے میں نے بعض کتابوں میں بھی ایسا لکھا دیکھا ہے، آیا یہ قول زید کا صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

یہ قول اس کا غلط صریح و باطل قبیح، اور حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افترائے فضیح ہے قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار[1] (نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:) جو مجھ پر دانستہ جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔ (ت)

زنہار مالِ حرام قابلِ قبول نہیں، نہ اُسے راہِ خدا میں صرف کرنا روا، نہ اُس پر ثواب ہے بلکہ نرا وبال ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

یایھا الذین اٰمنوا انفقوا من طیبٰت ماکسبتم[2] اے ایمان والو! اپنی کمائی میں سے پاکیزہ چیزیں ہماری راہ میں خرچ کرو۔

پھر فرماتا ہے:

ولا تیمّموا الخبیث منہ تنفقون[3] اور خبیث چیز کا قصد نہ کیا کرو کہ اس میں سے ہماری راہ میں اٹھاؤ۔

اور فرماتا ہے:

انما یتقبل اللہ من المتقین[4] خدا قبول نہیں کرتا مگر پرہیزگاروں سے۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۱
[2] القرآن الکریم ۲/۲۶۷ [3] القرآن الکریم ۲/۲۶۸ [4] القرآن الکریم ۵/۲۷

Marfat.com

بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اپنی صحاح میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من تصدق بعدل تمرۃ من کسب طیب ولا یقبل اللہ الا الطیب فان اللہ یقبلہا بیمینہ[1] الحدیث۔

جو ایک کھجور کے برابر پاک کمائی سے تصدق کرے اور اللہ تعالٰی نہیں قبول فرماتا مگر پاک کو، تو حق جل وعلا اسے اپنے یمین قدرت سے قبول فرماتا ہے، الحدیث۔

وفی روایۃ ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ ان اللہ طیب لا یقبل الا الطیب[2]

یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں بیشک اللہ پاک ہے پاک ہی کو قبول فرماتا ہے۔

واخرج الامام احمد وغیرہ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا یکسب عبد مالا من حرام فیتصدق بہ فیقبل منہ ولا ینفق منہ فیبارک لہ فیہ ولا یترکہ خلف ظہرہ الا کان زادہ الی النار ان اللہ لا یمحوا السیئ بالسیئ ولکن یمحو السیئ بالحسن ان الخبیث لا یمحوا الخبیث[3] اختصرتہ من حدیث وقد حسنہ بعض العلماء۔

(امام احمد وغیرہ نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے تخریج کی کہ انھوں نے فرمایا) یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں یہ نہ ہوگا کہ بندہ حرام کمائے اس سے تصدق کرے اور وہ قبول کر لیا جائے گا اور نہ یہ کہ اُسے اپنے تصرف میں لائے تو اس کے لئے اس میں برکت دی اور نہ اُسے اپنے پیچھے چھوڑ جائے گا مگر یہ کہ وہ اس کا توشہ ہوگا جہنم کی طرف، بیشک اللہ تعالٰی برائی سے برائی کو نہیں مٹاتا ہاں بھلائی سے برائی کو مٹاتا ہے بیشک خبیث خبیث کو نہ مٹائے گا۔ (یہ حدیث سے مختصرًا بیان کیا ہے اور بعض علما نے اسے حسن کہا ہے)

واخرج الحاکم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی

(حاکم نے عبد اللہ ابن عباس (اللہ تعالٰی ان دونوں سے راضی ہو) کے حوالے سے تخریج کی کہ

---

[1] صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ من کسب طیب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۹

[2] السنن الکبرٰی کتاب صلوٰۃ الاستسقاء ۳/۳۴۶ و صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ " " " ۱/۳۲۶

[3] مسند امام احمد بن حنبل حدیث عبد اللہ بن مسعود دار الفکر بیروت ۱/۳۸۷

Marfat.com

عليه وسلم لا يغبطن جامع المال من غير حله او قال من غير حقه فانه ان تصدق لم يقبل منه وما بقي كان زاده الى النار[1] قال الحاكم صحيح الاسناد ولم يصب ففيه حنش متروك لكن له شاهد عند البيهقي عن ابن مسعود رضي الله عنه۔

انھوں نے فرمایا) یعنی نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہے جو غیر حلال سے جمع کرے اُس پر کوئی رشک نہ لی جائے اگر وہ اس سے خیرات کرے گا تو قبول نہ ہوگی اور جو بچ رہے گا وہ اس کا توشہ ہوگا جہنم کی طرف۔ (حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن اس نے ٹھیک نہیں کہا کیونکہ اس میں حنش نامی راوی متروک ہے لیکن امام بیہقی کے نزدیک اس کے لئے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حوالے سے شاہد موجود ہے۔ ت)

واخرج ابن خزيمة وابن حبان في صحيحهما والحاكم في المستدرك من طريق دراج عن ابي حجيرة رضي الله تعالىٰ عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من جمع مالا حراما ثم تصدق به لم يكن له فيه اجر و كان اصره عليه[2]۔

(ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں تخریج کی اور حاکم نے مستدرک میں دراج کے طریقے سے ابو حجیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ انھوں نے فرمایا۔ ت) یعنی نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو حرام مال جمع کرے پھر اسے خیرات میں دے اس کے لئے ثواب کچھ نہ ہوگا اور اس کا وبال اس پر ہوگا۔

اخرج الطبراني من ابي الطفيل رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من كسب مالا من حرام فاعتق منه ووصل منه رحمه كان ذلك اصره عليه[3]۔

(امام طبرانی نے ابو الطفیل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حوالے سے تخریج فرمائی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت ہے۔ ت) یعنی نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو حرام مال کمائے پس اس میں سے غلام آزاد کرے اور صلہ رحم کرے تو یہ بھی اُس پر وبال ٹھہرے۔

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب البیوع دار الفکر بیروت ۲/۵

[2] المستدرک للحاکم کتاب الزکوٰۃ دار الفکر بیروت ۱/۳۹۰

[3] کنز العمال بحوالہ طب عن ابی الطفیل حدیث ۹۲۷۰ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۴/۱۵

Marfat.com

واخرج ابوداؤد فی المراسیل عن القاسم عن مخیمرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اکتسب مالا من مأثم فوصل بہ رحمہ او تصدق بہ او انفقہ فی سبیل اللہ جمع ذلک جمیعا فقذف بہ فی جہنم۔

(ابوداؤد نے مراسیل میں بواسطہ قاسم عن مخیمرہ سے تخریج کی کہ انھوں نے فرمایا۔ت) یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں جو گناہ کی وجہ سے مال کمائے اس سے صلہ رحم یا تصدق یا راہ خدا میں خرچ کرے یہ سب جمع کرکے اسے جہنم میں پھینک دیا جائے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

سبحان اللہ! مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تو یہ ظاہر تصریحیں، اور بیباک لوگ حضور پر تہمت رکھیں کہ ناپاک مال بھی سرکار میں قبول ہوجاتا ہے، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اے عزیز! جو چیز خدا کی بارگاہ سے مردود اور اس کی ناراضی سے آلودہ ہے کیونکر ممکن کہ مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دربار میں رضا وقبول سے مشرف ہو بلکہ درحقیقت زید کی یہ جرأت سرکار رسالت علیہ افضل الصلوۃ والتحیۃ میں گستاخی واہانت کہ معاذ اللہ انھیں ناپاک چیزوں کا پسند وقبول کرنے والا بتاتا ہے۔ ہیہات ہیہات واللہ وہ تمام عالم سے زیادہ ستھرے ہیں اور ستھروں کے لائق نہیں مگر ستھری چیز، گندی چیزیں گندوں کے سزاوار ہیں قال اللہ تعالٰی عزوجل:

الخبیثٰت للخبیثین والخبیثون للخبیثٰت والطیبٰت للطیبین والطیبون للطیبٰت اولٰئک مبرءون مما یقولون۔[2]

گندیاں گندوں کے لئے اور گندے گندیوں کو اور ستھریاں ستھروں کو اور ستھرے ستھریوں کو وہ بری ہیں اُن باتوں سے جو لوگ کہتے ہیں۔

انھیں میں یہ بات بھی ہے کہ وہاں ناپاک مال مقبول ہو، وہ طیب طاہر اس خبیث قول سے بری ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اور گھاس کے پتی وغیرہ کی مثال محض حماقت کہ مباح وحرام میں کیا مناسبت، لہذا امرائے دنیا بہتیرے خون آلودہ ہزاراں خباثات ہوتے ہیں انھیں تاجدار یطھرکم تطھیرا سے کیا نسبت، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ ٹھیک مثال یوں ہے کہ جشن سلطانی میں کوئی احمق بیباک نذر شاہی کو پیشاب کا قارورہ لے جائے پھر دیکھے کہ مقبول ہوتا ہے یا اس مردک کے منہ پر مارا جاتا ہے، اور وہ جو علماء فرماتے ہیں کہ جس کے پاس مال حرام ہو اور مالک معلوم

---

[1] کتاب المراسیل باب زکوٰۃ الفطر حدیث ۱۱۰ المکتبۃ القاسمیہ فیصل آباد ص ۸۱

[2] القرآن الکریم ۲۴/ ۲۶

Marfat.com

نہ رہیں یا بے وارث مرجائیں تو اُن کی طرف سے تصدق کردے اس کے یہ معنیٰ نہیں کہ یہ صدقہ مقبولہ ہے یا ارادۂ خود میں صرف کرنا ٹھہرے گا یا اس پر انفاق فی سبیل اللہ کا ثواب پائے گا بلکہ وجہ یہ ہے کہ جب اس میں تصرف حرام ہوا اور مالک تک پہنچا نہیں سکتا ناچار اس کی نیت سے فقیر کو دے دے کہ اللہ جل جلالہٗ کے پاس امانت رہے اور وہ روزِ قیامت مالک کو پہنچا دے،

فی اخر متفرقات الغصب من الهندیة عن الغایة رجل له خصم فمات ولا وارث له یتصدق عن صاحب الحق المیت بمقدار ذلك لیکون ودیعة عند اللہ تعالیٰ فیوصل الیٰ خصمائه یوم القیمة۔[1]

فتاوٰی ہندیہ میں متفرق مسائل غصب کے آخر میں الغایہ سے منقول ہے ایک شخص کا فریق مخالف مرگیا کہ جس کا کوئی وارث نہیں، یہ شخص صاحبِ حق میت کی طرف سے (جتنا مال میت کا اس کے پاس موجود ہے) اتنی مقدار خیرات کردے تاکہ یہ خیرات کردہ مال اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں بطور امانت رہے تاکہ قیامت کے دن اللہ تعالٰی اس کے مخالف تمام مدعیوں کو وہ مال پہنچا دے۔ (ت)

بالجملہ زید کی جہالت وضلالت میں شک نہیں اور اُس کا دعوٰی کہ میں نے بعض کتابوں میں ایسا ہی دیکھا ہے' یا تو محض حکایت بے محکی عنہ ہے یا کسی ایسے ہی سفیہ جاہل خواہ ضال مضل نے کہیں لکھ دیا ہوگا، اور اگر فقہائے کرام کے ارشاد سُنئے تو زید کے لئے حکم نہایت سخت وجگرشگاف نکلتا ہے، اس کا کہنا کہ حضور میں یہ نیاز قبول ہوتی ہے بعینہٖ یہ کہنا ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالٰی اُس پر ثواب دیتا ہے کہ نیاز کا حاصل نہیں مگر یہ کہ لوجہ اللہ تصدق کریں اور اس کا ثواب کسی محبوبِ خدا کی نذر ہو ورنہ یہ عین طعام ولباس وہاں نہیں پہنچتے،

نظیر ذلك قوله تعالیٰ "لن ینال اللہ لحومها ولا دماؤها ولکن یناله التقوٰی منکم"[2]

اس کی مثال اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: اللہ تعالٰی کی بارگاہ تک قربانیوں کے گوشت اور خون نہیں پہنچتے بلکہ اس تک تمہارا تقوٰی پہنچتا ہے (ت)

خود قربات وطاعات میں قبول ووصول ثواب کا ایک حاصل، ردالمحتار میں ہے:

القبول ترتب الغرض المطلوب من الشیئ

قبول کہتے ہیں کسی شئے کی غرض مطلوب کا کسی

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الغصب باب المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۱۵۷
[2] القرآن الکریم ۲۲/۳۷

Marfat.com

علی الشئ کترتب الثواب علی الطاعۃ [1]

شئے پر مرتب ہونا جیسے ثواب کا عبادت پر مرتب ہونا (ت)

اسی میں ہے :

معنی الصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قد ترد عدم اثابۃ العبد علیہا الخ [2]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس پر صلوٰۃ کے مردود ہونے کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ بندے کو ثواب نہیں پہنچتا (یعنی اس نے درود تو بھیجا مگر اس کو نفع یعنی ثواب نہ ہوا)۔ (ت)

تفسیر کبیر میں ہے :

قال المتکلمون کل عمل یقبلہ اللہ تعالٰی فھو یثیب صاحبہا ویرضاہ عنہ والذی لایثیبہ علیہ ولا یرضاہ منہ فھو المردود [3]

متکلمین نے فرمایا کہ جس عمل کو اللہ تعالٰی قبول فرمائے تو اس کا ثواب اس کے صاحب تک پہنچا دیتا ہے اور اس سے راضی ہوتا ہے اور جس کا ثواب اسے نہ پہنچائے اور اس سے راضی نہ ہو تو وہ مردود ہے۔ (ت)

تو صاف ثابت کہ زید کے نزدیک مال حرام سے تصدق پر بھی استحقاق ثواب ہے، اور علماء فرماتے ہیں جو حرام مال سے تصدق کرکے اس پر ثواب کی امید رکھے کافر ہوجائے۔ خلاصہ میں ہے :

رجل تصدق من الحرام ویرجوا الثواب یکفر [4] الخ۔

کسی شخص نے حرام مال سے صدقہ کیا اور اس پر ثواب کی امید رکھتا ہے تو وہ کافر ہوجائیگا الخ۔ (ت)

عالمگیریہ میں ہے :

لو تصدق علی فقیر شیئا من المال الحرام و

اگر فقیر پر حرام مال میں سے کچھ صدقہ کیا اور ثواب

---

[1] رد المحتار کتاب الصلوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۴۹

[2] " " " " " " " " " " ۱/۳۴۹

[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)

[4] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الکراہیۃ الجنس السابع مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/۳۰۴

Marfat.com

یرجوا الثواب یکفر[1] الخ۔ | کی امید رکھتا ہے تو کافر ہو جائے گا الخ (ت)

زید پر فرض ہے کہ ایسے خرافات سے توبہ کرے اور اُسے از سرِ نو کلمۂ اسلام پڑھنا اور اُس کے بعد اپنی عورت سے نکاح جدید کرنا چاہئے،

نظرا الی ماقالہ الفقہاء کما یظھر بمراجعۃ الدرالمختار وغیرہ من الاسفار، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

اس بات پر نظر رکھتے ہوئے کہ جو کچھ فقہاءِ کرام نے ارشاد فرمایا جیسا کہ درمختار وغیرہ بڑی کتابوں کی طرف مراجعت سے ظاہر ہوتا ہے، اللہ تعالٰی پاک و برتر، سب سے زیادہ علم رکھتا ہے اور اس بزرگی والے کا علم زیادہ کامل اور زیادہ پختہ ہے۔ (ت)

مسئلہ ۳

۴ رجب ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ ایک شخص کو عارضہ جذام کی ابتدا ہے اس کے بھائی بند اور اولاد نے اس کے ساتھ کھانا پینا چھوڑ دیا ہے اور اُس سے کہتے ہیں کہ تجھ سے تیری زوجہ بھی بلا طلاق علیحدہ ہو سکتی ہے ایسی حالت میں جو حکم شرع مطہرہ میں ایسے مریض کے واسطے ہو بیان فرمائیں، اللہ تعالٰی اجر دے گا۔ فقط۔

الجواب

فی الواقع ضعیف الاعتقاد لوگ جنھیں خدائے تعالٰی پر سچا توکل نہ ہو اور وہمی خیالات رکھتے ہوں انھیں جذامی کے ساتھ کھانے پینے سے بچنا چاہئے، نہ اس خیال سے کہ اس کے ساتھ کھانے کی تاثیر سے دوسرا شخص بیمار ہو جاتا ہے، یہ خیال محض غلط ہے تقدیرِ الٰہی میں جو کچھ لکھا ہے ضرور ہوگا اور جو نہیں لکھا ہے ہرگز نہ ہوگا۔ اللہ تعالٰی مسلمانوں کو ارشاد فرماتا ہے کہ یوں کہیں:

لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا ھو مولانا و علی اللہ فلیتوکل المؤمنون[2]

ہمیں ہرگز نہ پہنچے گی مگر وہ بات جو اللہ تعالٰی نے ہمارے لئے لکھ دی، وہ ہمارا مولٰی ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسا چاہئے۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب السیر الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۷۲

[2] القرآن الکریم ۹/ ۵۱

Marfat.com

خود نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ایک جذامی کو اپنے ساتھ کھلایا، بلکہ یہ لحاظ کرے کہ اس کے ساتھ کھایا پیا اور معاذ اللہ شاید حسب تقدیر الٰہی کچھ واقع ہوا تو شیطان دل میں ڈالے گا کہ اس فعل نے ایسا کیا ورنہ نہ ہوتا، اس شیطانی خیال سے بچنے کے لئے اس سے احتراز کرے، اسی لئے حدیث میں حکم ہے کہ:

"جذامی سے بچو جیسا شیر سے بچتے ہیں۔ اگر وہ ایک نالے میں اُترے تم دوسرے نالے میں اُترو۔"

اور ایک حدیث میں ہے کہ:

"جذامی سے نیزہ دو نیزہ کے فاصلہ سے بات کرو۔"

والعیاذ باللہ رب العالمین، یہ اسی کے لئے ہے جسے واقعی جذام ہو نہ یہ کہ خون میں صرف قدرے جوش کی کچھ علامت سی پاکر اُسے دُور دُور کرنے لگیں کہ یہ تو ناحق مسلمان کا دل دُکھانا ہے خصوصاً بھائی بند اولاد کا ایسا کرنا کس قدر خدا ترسی و انسانیت سے بعید ہے، اللہ تعالےٰ کی پناہ مانگیں کیا وہ ان کو مبتلا نہیں کرسکتا والعیاذ باللہ رب العالمین، اس طرح کے جوش کی علامت معاذ اللہ بعض اوقات بے مرض جذام بھی خون کی حدت وغیرہ سے پیدا ہو جاتی اور باذن الٰہی مصفیات وغیرہا کے استعمال سے جاتی رہتی ہے اللہ تعالےٰ اپنی بلاؤں سے پناہ عطا فرمائے آمین! اور لوگوں کا یہ کہنا کہ تیری زوجہ بلا طلاق علیحدہ ہوسکتی ہے اگر اس سے یہ مقصود کہ بے طلاق اس کے نکاح سے نکل سکتی ہے تو محض خطا ہے، ہمارے مذہب میں جب تک یہ طلاق نہ دے گا وہ ہرگز اس کے نکاح سے باہر نہ ہوگی۔ درمختار میں ہے:

لا یتخیر احد الزوجین بعیب الاٰخر ولو فاحشا کجنون وجذام وبرص ورتق وقرن الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم	میاں بیوی میں سے کوئی ایک دوسرے میں عیب پائے جانے کی وجہ سے خواہ عیب حد سے بھی زیادہ ہو جُدائی کا حق نہیں رکھتا۔ عیب سے

مراد دیوانگی، کوڑھ، برص (پھلبہری)، رتق (مقام ستر کا جڑ جانا) قرن (وہاں ہڈی نکل آنا) ۲ اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بھنگی نے کسی برتن میں مردار بکری کی چربی رکھی تھی وہ برتن کتا اس کے یہاں سے لاکر ایک مسلمان عورت کے دروازہ پر ڈال دیا گیا وہ عورت جب باہر کے لوٹے میں چربی دیکھ کر گھر میں لے گئی اور تھوڑی سی چربی اپنے بالوں میں لگائی، جس شخص نے

[illegible] کنز العمال حدیث ۱۲۰۳ [illegible] کنز العمال حدیث [illegible]

کے درمختار کتاب الطلاق کتاب العنین مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۵-۲۵۴

Marfat.com

اُسے لوٹا لے جاتے دیکھا تھا اُس نے مطعون کیا کہ اس نے سُور کی چربی استعمال کی، یہ سُن کر زید اُس کے یہاں گیا اور کہا تیرے ایمان میں فرق آگیا تو پھر مسلمان ہو، اُسے مسلمان کیا، بعدہٗ کہا ہمارا حق مسلمان کرنے کا پانچ روپیہ دے، وہ بیچاری اپنی محتاجی کا عذر بھی کرتی رہی، آخر سوا روپیہ لے کر چھوڑا، اور جس نے لوٹا لے جاتے دیکھا تھا اُسے بھی دبایا کہ تُو نے منع کیوں نہ کیا چار آنہ اُس سے لئے، یہ ڈیڑھ روپیہ زید کے لئے حلال تھا یا حرام؟ اور وہ عورت اس صورت میں مسلمان رہی تھی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان کرو تاکہ اجر پاؤ۔ ت) فقط۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں وہ عورت گناہگار تو بیشک ہُوئی کہ اگر جانتی تھی کہ اس میں مردار کی چربی ہے پھر بالوں میں لگائی تو یہ گناہ، اور اگر نہ جانتی تھی تو بزعم خود پرایا مال بے مشہور کے اپنے تصرف میں لانے کی مجرم ہوئی، بہرحال اس کی معصیت میں شک نہیں مگر معاذ اللہ اتنی بات پر کافرہ نہیں ہوسکتی تجدیدِ کلمۂ اسلام بہتر ہے مگر اس فعل کے باعث اس کی حاجت نہ تھی، تو زید اس وجہ سے اس عورت کے ایمان میں فرق بتا کر گناہگار ہوا، پھر تلقینِ اسلام پر اُجرت لینا اس کا دوسرا گناہ تھا، پھر اس دیکھنے والے کو دبا کر اُس سے چار آنہ لینا تیسرا گناہ ہُوا،

فان ائمتنا لایقولون بالتعزیر بالمال و علی القول به فذالك ای الامام دون العوام۔

کیونکہ ہمارے ائمہ کرام مالی جرمانہ اور تاوان کے قائل نہیں اور مالی تاوان اور جرمانہ کے قول پر تو یہ امام کو حق ہے عوام کو نہیں۔ (ت)

یہ ڈیڑھ روپیہ کہ زید نے لیا اس کے حق میں حرام ہے اُس پر واجب کہ جن جن سے لیا انھیں پھیر دے، اگر کھا چکا ہو تو اپنے پاس سے دے، بغیر اس کے اس گناہ سے توبہ نہ ہوگی۔

قال تعالٰی: ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[1] واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم فقط۔

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: (لوگو) ایک دوسرے کے مال ناجائز طریقے سے باہم نہ کھایا کرو۔ اللہ تعالٰی سب کچھ خوب جانتا ہے اور اس بڑی شان والے کا علم زیادہ مکمل اور پختہ ہے فقط۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۸

Marfat.com

مسئلہ از امروہہ مرسلہ مولوی سید محمد شاہد صاحب میلاد خواں ۲۲ شعبان ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں، بینوا توجروا (بیان کرو اور اجر پاؤ۔ ت)

مسئلہ اُولٰی

اللہ تعالٰی کو عاشق اور حضور پُرنور سرورِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اس کا معشوق کہنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

ناجائز ہے کہ معنی عشق اللہ عزوجل کے حق میں محال قطعی ہیں اور ایسا لفظ بے ورود ثبوت شرعی حضرت عزت کی شان میں بولنا ممنوع قطعی۔ ردالمحتار میں ہے:

مجرد ایہام المعنی المحال کاف فی المنع[1] — صرف معنی محال کا وہم ممانعت کے لئے کافی ہے (ت)

امام علامہ یوسف اردبیلی شافعی رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب الانوار لاعمال الابرار میں اپنے اور شیخین مذہب امام رافعی وہ ہمارے علمائے حنفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے نقل فرماتے ہیں:

لو قال انا اعشق اللہ او یعشقنی فمبتدع و العبارۃ الصحیحۃ ان یقول احبہ و یحبنی کقولہ تعالٰی یحبھم و یحبونہ[2] — اگر کوئی شخص کہے میں اللہ تعالٰی سے عشق رکھتا ہوں اور وہ مجھ سے عشق رکھتا ہے تو وہ بدعتی ہے، لہذا عبارت صحیح یہ ہے کہ وہ یوں کہے کہ میں اللہ تعالٰی سے محبت کرتا ہوں اور وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کی طرح "اللہ تعالٰی اُن سے محبت رکھتا ہے اور وہ لوگ اللہ تعالٰی سے محبت رکھتے ہیں"۔ (ت)

اسی طرح امام ابن حجر مکی قدس سرہ الملکی نے اعلام میں نقل فرماکر مقرر رکھا۔

اقول وظاھر ان منشاء الحکم لفظ یعشقنی دون ادعائہ لنفسہ الاتری الی قولہ انا — **اقول** (میں کہتا ہوں) ظاہر یہ ہے کہ منشائے حکم لفظ "یعشقنی" ہے نہ کہ وہ لفظ جس میں اپنی ذات کے لئے دعوی عشق کیا گیا ہے کیا تم اس

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۵۳

[2] الانوار لاعمال الابرار کتاب الردۃ المطبعۃ الجمالیہ مصر ۲/ ۳۴۱

Marfat.com

العبارة الصحيحة يجبنى ثم الظاهر ان
تكون العبارة بواؤ العطف كقوله احبه
و يجبنى فيكون الحكم لاجل قوله يعشقنى
و الا فلا يظهر له وجه بمجرد قوله اعشقه
فقد قال العلامة احمد بن محمد بن
المنير الاسكندرى فى الانتصاف ردا على
الزمخشرى تحت قوله تعالىٰ فى سورة المائدة
يحبهم ويحبونه بعد اثبات ان محبة العبد
لله تعالىٰ غير الطاعة وانها ثابتة واقعة
بالمعنى الحقيقى اللغوى ما نصه ثم اذا
ثبت اجراء محبة العبد لله تعالىٰ على حقيقتها
لغة فالمحبة فى اللغة اذا تأكدت سميت
عشقا فمن تأكدت محبته لله تعالىٰ وظهرت
اٰثار تأكدها عليه من استيعاب الاوقات فى
ذكره وطاعته فلا يمنع ان تسمى محبته عشقا
اذ العشق ليس الا المحبة البالغة اھ [1]
لكن الذى فى نسختى الانوار ونسختين عندى
من الاعلام انما هو باؤ فليتأمل وليحرر
ثم اقول لست بغافل عما اخرج ، والله تعالىٰ
اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم ۔

قول کو نہیں دیکھتے کہ صحیح عبارت "یجبنی" ہے پھر
ظاہر ہے کہ عبارت واؤ عاطفہ کے ساتھ ہے
جیسے اس کا قول ہے اُحِبُّہٗ وَیُحِبُّنِیْ یعنی میں
اس سے محبت رکھتا ہوں اور وہ مجھ سے محبت
رکھتا ہے پھر حکم اس کے یعشقنی کہنے کی وجہ
سے ہے ورنہ اس کے صرف اعشقہ کہنے سے
کوئی امتناعی وجہ ظاہر نہیں ہوتی ، چنانچہ علامہ
احمد بن محمد منیر اسکندری نے "الانتصاف" میں
علامہ زمخشری کی تردید کرتے ہوئے فرمایا جو
اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے ذیل میں جو سورۂ
مائدہ میں مذکور ہے : یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ
(اللہ تعالیٰ ان سے محبت رکھتا ہے اور وہ اس
سے محبت رکھتے ہیں) اس بات کو ثابت کرنے
کے بعد کہ بندے کا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا
اس کی اطاعت (فرمانبرداری) سے جدا ہے
(الگ ہے) اور محبت معنی حقیقی لغوی کے طور
پر ثابت اور واقع ہے (جیساکہ) موصوف نے
تصریح فرمائی ، پھر جب بندے کا اللہ تعالیٰ سے
محبت کرنے کا اجراء حقیقت لغوی کے طریقہ
سے ثابت ہوگیا اور محبت بمعنی لغوی جب پختہ
اور مؤکد ہو جائے تو اسی کو عشق کا نام دیا جاتا ہے پھر جس کی اللہ تعالیٰ سے پختہ محبت ہو جائے
اور اس پر پختگی محبت کے آثار ظاہر ہو جائیں (نظر آنے لگیں) کہ وہ ہمہ اوقات اللہ تعالیٰ کے ذکر و فکر
اور اس کی اطاعت میں مصروف رہے تو پھر کوئی مانع نہیں کہ اس کی محبت کو عشق کہا جائے ، کیونکہ

---

[1] کتاب الانتصاف علی تفسیر الکشاف تحت آیۃ یحبہم ویحبونہ الخ انتشارات آفتاب تہران ایران ۱/۶۲۲

Marfat.com

محبت ہی کا دوسرا نام عشق ہے اھ لیکن میرے پاس جو نسخہ "الاقواد" ہے اور دو نسخے میرے پاس "الاعلام" کے ہیں ان میں عبارت مذکورہ صرف "اَوْ" کے ساتھ مذکور ہے لہذا غور وفکر کرنا چاہئے اور لکھنا چاہئے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ میں اس سے بے خبر نہیں جس کی موصوف نے تخریج فرمائی اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے اور اس عظمت والے کا علم بڑا کامل اور بہت پختہ ہے۔ (ت)

مسئلہ ثانیہ

کیا حکم شرع شریف کا اس بارے میں کہ مدینہ شریف کو "یثرب" کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو شخص یہ لفظ کہے اس کی نسبت کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مدینہ طیبہ کو یثرب کہنا ناجائز وممنوع وگناہ ہے اور کہنے والا گنہگار۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من سمی المدینۃ یثرب فلیستغفر اللہ ھی طابۃ ھی طابۃ۔ رواہ الامام احمد[1] بسند صحیح عن البراء ابن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو مدینہ کو یثرب کہے اس پر توبہ واجب ہے مدینہ طابہ ہے مدینہ طابہ ہے (اسے امام احمد نے بسند صحیح براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

فتسمیتھا بذلك حرام لان الاستغفار انما ھو عن خطیئۃ۔[2]

یعنی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مدینہ طیبہ کا یثرب نام رکھنا حرام ہے کہ یثرب کہنے سے استغفار کا حکم فرمایا اور استغفار گناہ ہی سے ہوتی ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ الباری مرقاۃ شریف میں فرماتے ہیں:

قد حکی عن بعض السلف تحریم

بعض اسلاف سے حکایت کی گئی ہے کہ مدینہ منورہ

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن براء بن عازب رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/۲۸۵

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث من سمی المدینۃ یثرب الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/۴۲۲

Marfat.com

تسمیۃ المدینۃ بیثرب ویؤیدہ مارواہ احمد (فذکر الحدیث المذکور ثم قال) قال الطیبی رحمہ اللہ فظھران من یحقر شان ما عظمہ اللہ تعالٰی ومن وصف ما سماہ اللہ تعالٰی بالایمان بما لایلیق بہ یستحق ان یسمی عاصیاً الخ۔[1]

کو یثرب کہنا حرام ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو امام احمد نے روایت فرمایا ہے، پھر حدیث مذکور بیان فرمائی، پھر علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا پس اس سے ظاہر ہوا کہ جو اس کی شان کی تحقیر کرے کہ جس کو اللہ تعالٰی نے عظمت بخشی اور جس کو اللہ تعالٰی نے ایمان کا نام دیا اس کا ایسا وصف بیان کرے جو اس کے لائق اور شایانِ شان نہیں تو وہ اس قابل ہے کہ اس کا نام عاصی (گناہگار) رکھا جائے الخ (ت)

قرآن عظیم میں کہ لفظ یثرب آیا وہ رب العزت جل وعلا نے منافقین کا قول نقل فرمایا ہے:

واذ قالت طائفۃ منھم یا اھل یثرب لا مقام لکم۔[2]

جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا اے یثرب کے رہنے والو! تمھارے لئے کوئی جگہ اور ٹھکانا نہیں (ت)

یثرب کا لفظ فساد و ملامت سے خبر دیتا ہے وہ ناپاک اسی طرف اشارہ کرکے یثرب کہتے اللہ عزوجل نے ان پر رد کے لئے مدینہ طیبہ کا نام طابہ رکھا، حضور اقدس سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یقولون یثرب وھی المدینۃ۔ رواہ الشیخان[3] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

وہ اسے یثرب کہتے ہیں اور وہ تو مدینہ ہے۔ (اس کو بخاری ومسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللہ تعالٰی سمی المدینۃ

بے شک اللہ عزوجل نے مدینہ کا نام

---

[1] المرقاۃ شرح المشکوۃ کتاب المناسک تحت حدیث ۲۷۳۸ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۵/ ۶۲۲

[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۱۳

[3] صحیح البخاری فضائل المدینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۲

صحیح مسلم کتاب الحج باب المدینۃ تنفی خبثھا الخ ۱/ ۴۴۴

Marfat.com

طابۃ۔ رواہ الائمۃ احمد[1] ومسلم[2] والنسائی عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

طابہ رکھا (اسے ائمہ احمد، مسلم اور نسائی نے جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

مرقاۃ میں ہے:

المعنی ان اللہ تعالٰی سماھا فی اللوح المحفوظ او امرنبیہ ان یسمیھا بھا ردا علی المنافقین فی تسمیتھا بیثرب ایماء الی تثریبھم فی الرجوع الیھا۔[3]

مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے لوحِ محفوظ میں مدینہ منورہ کا نام "طابہ" رکھا ہے یا اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو حکم فرمایا کہ وہ مدینہ پاک کا نام طابہ رکھیں یثرب رکھنے میں اہلِ نفاق کا رد کرتے ہوئے ان کی سرزنش (توبیخ) کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ انھوں نے پھر نازیبا (یا متروک) نام کی طرف رجوع کرلیا۔ (ت)

اسی میں ہے:

قال النووی رحمہ اللہ تعالٰی قد حکی عیسٰی بن دینار ان من سماھا یثرب کتب علیہ خطیئۃ واما تسمیتھا فی القراٰن بیثرب فھی حکایۃ قول المنافقین الذین فی قلوبھم مرض۔[4]

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا عیسٰی بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے حکایت کی گئی ہے کہ جس کسی نے مدینہ طیبہ کا نام یثرب رکھا یعنی اس نام سے پکارا تو وہ گناہگار ہوگا۔ جہاں تک قرآن مجید میں یثرب نام کے ذکر کا تعلق ہے تو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ منافقین کے قول کی حکایت ہے کہ جن کے دلوں میں بیماری ہے۔ (ت)

بعض اشعار اکابر میں کہ یہ لفظ واقع ہوا، اُن کی طرف سے عذر یہی ہے کہ اُس وقت اس حدیث وحکم پر اطلاع نہ پائی تھی جو مطلع ہوکر کہے اس کے لئے عذر نہیں معہذا شرعا مطہر شعر وغیر شعر

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۹۰

[2] صحیح مسلم کتاب الحج باب المدینۃ تنفی خبثھا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۵

[3] المرقاۃ شرح المشکوٰۃ کتاب المناسک حدیث ۲۷۳۸ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۵/ ۶۲۴

[4] " " " " " ۵/ ۶۲۳

Marfat.com

سب پر حجت ہے، شعر شرع پر حجت نہیں ہوسکتا۔ مولانا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ، مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اورا مدینہ نام نہاد از جہت تمدن و اجتماع مردم و استیناس و ایتلاف ایشاں درو ے و نہی کرد از خواندن یثرب یا از جہت آنکہ نام جاہلیت است یا سبب آنکہ مشتق از یثرب بمعنی ہلاک و فساد و تثریب بمعنی توبیخ و ملامت ست یا بتقریب آنکہ در اصل نام صنمے یا یکے از جبابرہ بود بخاری در تاریخ خود حدیثے آوردہ کہ یکبار یثرب گوید باید کہ دہ بار مدینہ گوید تا تدارک و تلافی آں کند و در روایتے دیگر آمدہ باید کہ استغفار کند و بعضے گفتہ اند کہ تعزیر باید کرد قائل آں را و آنکہ در قرآن مجید آمدہ است یا اہل یثرب از زبان منافقان ست کہ بذکر آں قصد اہانت آں می کردند عجب کہ برزبان بعضے اکابر در اشعار لفظ یثرب آمدہ[1] انتہی۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہٗ۔

آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کا نام "مدینہ" رکھا، اس کی وجہ وہاں لوگوں کا رہنا سہنا اور جمع ہونا اور اس سے انس و محبت رکھنا ہے اور آپ نے اسے یثرب کہنے سے منع فرمایا اس لئے کہ یہ زمانہ جاہلیت کا نام ہے یا اس لئے کہ یہ "ثرب" سے بنا ہے جس کے معنی ہلاکت اور فساد ہے اور تثریب بمعنی سرزنش اور ملامت ہے یا اس وجہ سے کہ یثرب کسی بُت یا کسی جابر و سرکش بندے کا نام تھا۔ امام بخاری اپنی تاریخ میں ایک حدیث لائے ہیں کہ جو کوئی ایک مرتبہ "یثرب" کہہ دے تو اسے دس مرتبہ "مدینہ" کہنا چاہیے تاکہ اس کی تلافی اور تدارک ہوجائے۔ قرآن مجید جو "یا اھل یثرب" آیا ہے تو وہ اہل نفاق کی زبان سے ادا ہوا ہے کہ یثرب کہنے سے وہ مدینہ منورہ کی توہین کا ارادہ رکھتے تھے، ایک دوسری روایت میں ہے کہ یثرب کہنے والا اللہ تعالٰی سے استغفار کرے اور معافی مانگے۔ اور بعض نے فرمایا ہے کہ اس نام سے پکارنے والے کو سزا دینی چاہیئے، حیرت کی بات ہے کہ بعض بڑے لوگوں کی زبان سے اشعار میں لفظ یثرب صادر رہوا ہے۔ انتہی۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے اور عظمت و شان والے کا علم بہت پختہ اور بڑا مکمل ہے۔ (ت)

مسئلہ ازکانپور مرسلہ مولوی وصی احمد سورتی ۲۱ ماہ رمضان المبارک ۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ ایک بُت پرست کافر نے اپنے بُت کے نام

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ کتاب المناسک باب حرم المدینہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۹۴-۳۹۳

Marfat.com

بغرض تقرب روپیہ اٹھا رکھا اسی مبلغ منذورسے بایں نیت اسباب اکل وشرب خریدا کو خاص دن جس میں نذر ادا کی جاتی ہے دعوت کھلائی جائے جب وہ دن آپہنچا تو وہ ہندو اہل اسلام سے کہنے لگا میری نیت ہے کہ میں تمام اہل اسلام کو للہ اس مال مذکور سے کھلاؤں اسی موجب اس ہندو نے مسلمانوں کو بکرے چاول وغیرہا دے بروقت دینے کے مکرر صد کر للہ دیتا ہوں کہا بعض مسلمانوں نے وہ مال منذور قبول کیا آپس میں پکا کر دعوتیں کیں بعض لوگ باز رہے لہذا باہمی اختلاف واقع ہوا ہے آپ للہ جواب سے سرفراز فرمائیں، آیا اس کافر کا قول "جو للہ دیتا ہوں" کہا معتبر ہے یا نہیں، کھانا درست ہوگا یا نہیں، بر صورت ثانی جو لوگ کھا چکے ہیں وہ لوگ کس امر کے مرتکب ہوئے؟ مفصل تحریر ہو۔ بینوا بالکتاب توجروا بالثواب (کتاب اللہ کے حوالے سے بیان کرو تاکہ اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

کافر مشرک کا کوئی عمل للہ نہیں فان الکفر ھو الجھل باللہ فاذا جھلہ فکیف یعمل لہ (چونکہ اللہ تعالٰی کو نہ جاننا کفر ہے پھر جب یہ اس کو نہیں جانتا (یعنی اس کے معاملے میں جہالت کا برتاؤ کرتا ہے) تو اس کے لئے عمل کیسے کرسکتا ہے۔ ت) مسلمان مال مذکور (نامکمل)

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اہل اسلام میں سے کوئی شخص بغرض تماشہ دیکھنے کے کسی میلے اہل ہنود کے میں قصداً جائے تو اس کی عورت نکاح سے باہر ہوجاتی ہے یا نہیں اگرچہ وہ شخص یہ تو جانتا ہے کہ ہنود کے میلے میں جانا گناہ ہے اور اس شخص کے واسطے کیا حکم ہے جو کسی رئیس قوم ہنود کا ملازم ہے وہ بوجہ ملازمت کے اپنے آقا کے ساتھ مجبوراً جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

کافروں کے میلے میں جانے سے آدمی کافر نہیں ہوتا کہ عورت نکاح سے نکل جائے، جو لوگ ایسے فتوے دیتے ہیں شریعت مطہرہ پر افترا کرتے ہیں، البتہ اس میں شریک ہونا مسلمان کو منع ہے، حدیث میں ہے:

من کثر سواد قوم فھو منھم۔[1] جس شخص نے کسی قوم کی جماعت تعداد میں اضافہ کیا تو وہ انہی میں سے ہے (ت)

دوسری حدیث میں ہے:

---

[1] کنز العمال حدیث ۲۴۷۳۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۹/۲۲

Marfat.com

من جامع المشرك وسكن معه فانه مثلہ[1] جو کوئی کسی مشرک کے ساتھ جمع ہوا اور اس کے ساتھ ٹھہرا تو بیشک وُہ اسی مشرک کی طرح ہے (ت)

علماء فرماتے ہیں مسلمان کو چاہیئے کہ مجمع کفار پر ہو کر نہ گزرے کہ اُن پر لعنت اترتی ہے اور پُر ظاہر کہ اُن کا میلہ صدہا کفر کے شعار اور شرک کی باتوں پر مشتمل ہوگا اور یہ ممانعت وازالہ منکر پر قادر نہ ہوگا تو خواہی نخواہی گونگا شیطان اور کافر کا تابعدار ہو کر مجمع کفار میں رہنا اور ان کے کفریات کو دیکھنا سُننا مسلمان کی ذلت ہے اور کافر کی نوکری مسلمان کے لئے وہی جائز ہے جس میں اسلام و مسلم کی ذلت نہ ہو نص علیہ العلماء کما فی الغمز وغیرہ (علماء کرام نے اس کی تصریح فرمائی جیسا کہ الغمز وغیرہ میں مذکور ہے۔ ت) رزق اللہ کے ذمہ ہے اور اس کے راستے کھلے ہوئے، تو عذرِ مجبوری غلط ہے واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (اور اللہ تعالٰی سب کچھ اچھی طرح جانتا ہے اور اس بزرگ و عظیم ذات کا علم بڑا کامل اور زیادہ محکم ہے۔ ت)

مسئلہ ۹ از ڈونگر گڑھ ضلع رائے پور سنٹرل پرونسس مرسلہ شیخ حسین الدین احمد صاحب ۸ شعبان ۱۳۱۳ھ

زید شراب پیتا ہے اور زید نے عمرو کو ورغلا کر شراب پلائی وُہ بھی پینے لگا تھوڑے عرصہ میں زید تائب ہوا اور قطعاً شراب چھوڑ دی مگر عمرو پیتا رہا، تو کیا عمرو کے مؤاخذہ میں زید بھی پکڑا جائے گا، اگر پکڑا جائے گا تو زید کے بچنے کی کون سی صورت ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

سچی توبہ اللہ عزوجل نے وہ نفیس شئی بنائی ہے کہ ہر گناہ کے ازالہ کو کافی ووافی ہے، کوئی گناہ ایسا نہیں کہ سچی توبہ کے بعد باقی رہے یہاں تک کہ شرک وکفر۔ سچی توبہ کے یہ معنی ہیں کہ گناہ پر اس لئے کہ وہ اس کے رب عزوجل کی نافرمانی تھی نادم و پریشان ہو کر فوراً چھوڑ دے اور آئندہ کبھی اُس گناہ کے پاس نہ جانے کا سچے دل سے پُورا عزم کرے جو چارہ کار اس کی تلافی کا اپنے ہاتھ میں ہو بجالائے مثلاً نماز روزے کے ترک یا غصب، سرقہ، رشوت، ربا سے توبہ کی تو صرف آئندہ کے لئے ان جرائم کا چھوڑ دینا ہی کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی ضرور ہے کہ جو نماز روزے ناغہ کئے ان کی قضا کرے جو مال جس جس سے چھینا، چرایا، رشوت، سُود میں لیا اُنھیں اور وہ نہ رہے ہوں تو ان کے وارثوں کو

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی الاقامۃ بارض الشرک آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۹

Marfat.com

واپس کر دے یا معاف کرائے، پتا نہ چلے تو اتنا مال تصدق کر دے اور دل میں نیت رکھے کہ وہ لوگ جب ملے اگر تصدق پر راضی نہ ہوئے اپنے پاس سے انھیں پھیر دوں گا۔ شرح فقہ اکبر میں ہے:

قد نصوا علی ان ارکان التوبة ثلٰثة الندامة علی الماضی والاقلاع فی الحال والعزم علی عدم العود فی الاستقبال هذا ان کانت التوبة فیما بینه وبین الله کشرب الخمر وان کانت عما فرط فیه من حقوق الله کصلٰوة وصیام وزکٰوة فتوبته ان یندم علی تفریطه اولاً ثم یعزم علی ان لا یعود ابدًا ولو بتاخیر صلاة عن وقتها ثم یقضی ما فاته جمیعًا وان کانت مما یتعلق بالعباد فان کانت من مظالم الاموال فتتوقف صحة التوبة منها مع ما قدمناه فی حقوق الله تعالٰی علی الخروج عن عهدة الاموال وارضاء الخصم بان یتحلل عنهم او یردها الیهم او الی من یقوم مقامهم من وکیل او وارث وفی القنیة رجل علیه دیون لاناس لا یعرفهم من غصوب او مظالم او جنایات یتصدق

اہلِ علم نے تصریح فرمائی ہے کہ توبہ کے ارکان تین ہیں (۱) گزشتہ جرم پر ندامت یعنی نادم و شرمسار ہونا (۲) موجودہ طرزِ عمل کو درست رکھنا اور گناہ کا ازالہ و بیخ کنی کرنا (۳) آئندہ کے لیے گناہ نہ کرنے کا پختہ عزم کرنا۔ یہ اس وقت کا کام ہے جبکہ توبہ بندے اور اللہ تعالٰی کے درمیان ہو۔ جیسے شراب نوشی۔ لیکن اگر اس نے حقوق اللہ میں کوتاہی کی اور ان سے توبہ کرنا چاہے جیسے نماز، روزے اور زکوٰۃ وغیرہ کی ادائیگی میں غفلت اور کوتاہی کی تو اس کے لئے توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اس کوتاہی پر نادم ہو پھر پختہ ارادہ کرے کہ آئندہ ان کی ادائیگی میں غفلت سے کام نہیں لے گا اور انھیں ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ پھر تمام ضائع کردہ حقوق کی قضا کرے اور اگر ضائع کردہ حقوق کا تعلق بندوں سے ہو تو صحتِ توبہ اس پر موقوف ہے جس کو ہم نے پہلے حقوق اللہ کے ضمن میں بیان کر دیا ہے کہ اس صورت میں اموال کی ذمہ داری سے سبکدوش ہونا اور مظلوم کو راضی کرنا ضروری ہے جن کا مال غصب کیا گیا وہ انھیں واپس کیا جائے یا ان سے معاف کرایا جائے اور وہ متعلقہ افراد موجود اور بقیدِ حیات نہ ہوں تو ان کے ورثا متعلقین اور قائم مقام افراد جو وکلاء کے ذریعے اموال کی واپسی اور معافی کرائیں

Marfat.com

بقدرها علی الفقراء علی عزیمة القضاء ان وجدهم مع التوبة علی الله تعالٰی فیعذر انتهی وان کانت المظالم فی الاعراض کالقذف والغیبة فیجب فی التوبة فیها مع ما قدمناه فی حقوق الله تعالٰی ان یخبر اصحابها بما قال من ذٰلك ویتحلل منهم فان تعذر ذٰلك فلیعزم علٰی انه متی وجدهم تحلل منهم فان عجز بان کان میتا فلیستغفر الله والمرجو من فضله وکرمه ان یرضی خصماءه من خزائن احسانه فانه جواد کریم رءوف رحیم[1] اھ ملتقطا۔

لائی جائے۔ قنیہ میں ہے اگر کسی شخص پر لوگوں کے قرضہ جات مثلاً غصب، مظالم اور جنایات کی قسم سے ہوں اور توبہ کرنے والا ان متعلقہ افراد کو نہیں جانتا پہچانتا تو اتنی مقدار فقراء ومساکین میں قضا کی نیت سے خیرات کردے، اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں توبہ کرنے کے باوجود اگر ان افراد کو کہیں پالے تو ان سے معذرت کرے (یعنی ان سے معافی مانگے) اگر مظالم کا تعلق عزت وغیرہ سے ہو جیسے کسی کو گالی دینا، غیبت کرنا، تو ان میں وجوبِ توبہ اس شرط سمیت جو ہم نے حقوق اللہ کے ضمن میں بیان کئے ہیں یہ ہے کہ جو کچھ اس نے ان کے بارے میں کہا انھیں اس جرم پر اطلاع دے اور ان سے معافی مانگے، اگر یہ مشکل ہو تو پختہ ارادہ کرلے کہ جب بھی انھیں پائے گا تو ضرور معذرت کرے گا۔ اگر اس طریقہ سے بھی عاجز ہو جائے یعنی مظلوم وفات پا گیا ہو تو پھر اللہ تعالٰی سے بخشش مانگے، اور اللہ تعالٰی کے فضل وکرم سے قوی امید ہے کہ وہ مظلوم مرحوم کو اپنے جُود واحسان کے خزانوں میں سے دے کر راضی کردے گا اور دونوں میں صلح کرادے گا کیونکہ وہ بے حد سخی، کرم کرنے والا، انتہائی شفقت فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ انتخاب کردہ عبارت مکمل ہوگئی۔ (ت)

مسئلہ از لکھنؤ محلہ رام گنج متصل حسین آباد مرسلہ اسد اللہ خاں کوبک غرہ شعبان معظم ۱۳۱۵ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں باب کہ شیرینی از دکان حلوائی ہندو خرید کردہ اگر فاتحہ خوانند وثواب آں بروح رسول مقبول علیہ الصلٰوۃ والسلام یا دیگر بزرگانِ دین رسانند جائز ست یانہ، وجمہور ایں طریق

علمائے دین اور مفتیانِ شرع متین اس بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ ہندو حلوائی کی دکان سے مٹھائی خرید کر فاتحہ پڑھی جائے اور اس کا ثواب رسولِ مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی روحِ مبارک یا دیگر بزرگانِ دین کی ارواح

---

[1] منح الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر التوبۃ وشرائطھا مصطفی البابی مصر ص ۵۹-۱۵۸

Marfat.com

فاتحہ را جواز گفتہ اند یا نہ، واحتراز از ایشاں بآیات قرآنی و احادیث نبوی جائز است یا نہ، وایشاں کافر اند یا مشرک، و بصورت دیگر اگر کسے ایشاں را کافر و مشرک گوید در بارۂ او چہ حکم است۔ بینوا توجروا۔

کو ایصال کیا جائے تو کیا یہ جائز ہے؟ جمہور اہل علم اس کے جواز کے قائل ہیں یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی رُو سے یہ لوگ کافر و مشرک قرار پاتے ہیں یا نہیں؟ اور ان سے پرہیز کرنا چاہیے یا نہیں؟ اگر کوئی شخص انھیں کافر و مشرک نہ خیال کرے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بیان کرو تاکہ اجر پاؤ۔ (ت)

الجواب

ہنود والا قطعاً کافران ومشرکانند ہر کہ ایشاں را کافر و مشرک نداند خود کافر است۔ آرے درایشاں طائفۂ تازہ برآمدہ کہ خود را آریہ خوانند بزبان دعوی توحید کنند و دم تحریم بت پرستی زنند فاما برادری و الفت و یک جہتی ایشاں ہرچہ ہست باہمیں بت پرستان ست کہ سنگ و آب و درخت و پیکرہائے تراشیدہ را بخدائے پرستند ایشاں را ہم مذہب و برادر دینی خواند و انند و از نام مسلماناں در آب و آتش مانند قاتلہم اللہ انّٰی یؤفکون[1] باز ایں خبیثاں اگرچہ بظاہر از پرستش غیر محترز باشند مادہ و روح ہر دو را چو خدا قدیم و غیر مخلوق دانند پس شرک اگر در عبادت نشد در وجوب وجود شد بہرچہ سر اور ایشاں لازم ست و او قطعاً بمشرکیت پس آں ادعائے توحید ہم باد ہوا ست

ہنود بلاشبہہ قطعی طور پر کافر و مشرک ہیں لہٰذا جو انھیں کافر و مشرک نہ جانے وہ خود کافر ہوجاتا ہے، ان میں ایک نیا فرقہ نکلا ہے جو آریہ کہلاتا ہے، وہ زبانی طور پر توحید کا دعوٰی کرتے ہیں اور بت پرستی کے حرام ہونے کا اقرار بھی کرتے ہیں لیکن برادری الفت ومحبت اور اتحاد میں ان کا رویہ بت پرستوں سے مختلف نہیں، ان بت پرستوں کے ساتھ ان کی الفت ومحبت ان کا اتحاد قائم ہے جو پتھر، پانی، درختوں اور تراشیدہ مُورتیوں کو خدا سمجھتے ہوئے پوجتے ہیں اور یہ انھیں اپنا ہم مذہب اور دینی بھائی خیال کرتے ہیں (اور مسلمانوں کے نام سے پانی آگ بن جاتے ہیں یعنی ان کے نام سے بھی جلتے ہیں) اللہ تعالٰی ان کا ستیاناس کرے کہاں اوندھے پھرے جاتے ہیں۔ پھر یہ خبیث اگرچہ غیر کی عبادت و بندگی سے پرہیز کرتے ہیں مگر مادہ اور

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۳۰

Marfat.com

واگر فرض کنیم غایت آنکہ ہمیں مشرک نباشد اما
درکفر ایشاں چہ جائے سخن ہر کہ با محمد رسول اللہ صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم نگرود کافرست وہر کہ ایں را کافر
نداند خود باو ہمسرست قال اللہ تعالٰی ومن
یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ
وھو فی الاخرۃ من الخسرین[1] اگر دوستی وموالات
با ہر کافر کہ باشد حرام اشد وکبیرہ اعظم ست واگر
بربنائے میل دینی باشد خود کفر قال تعالٰی ومن
یتولھم منکم فانہ منھم[2] وصحت ومخالطت
بے دوستی وموانست اگر در کار دنیوی بربنائے
ضرورت بقدر ضرورت بے تعظیم وتکریم وبے مداہنت
در کار دین باشد رخصت ست ورنہ انہم حرام
مگر بحالت اکراہ شرعی قال اللہ تعالٰی فلا تقعد
بعد الذکری مع القوم الظلمین[3] ۞ وقال
تعالٰی الا من اکرہ وقلبہ مطمئن
بالایمان[4] ودرشیرینی ساختۂ ایشاں
تا آنکہ بالخصوص در وخلط نجاستے یا چیزے حرام
معلوم نباشد فتوٰی جوازست وتقوٰی احتراز
کما نص علیہ فی الاحتساب ودر فاتحہ ازو
احتراز انسب ست فان اللہ طیب
لا یقبل الا الطیب[5] وطیب بودن اشیائے

روح دونوں کو اللہ تعالٰی کی طرح قدیم اور غیر مخلوق مانتے ہیں اور کہتے ہیں۔ پس اگر عبادت میں شرک نہ ہوا تو وجوبِ وجود میں شرک ہوگیا۔ پس ہر وجہ سے ان پر تین خدا لازم ہوگئے۔ لہذا وہ یقیناً مشرک ہیں، ان کا دعوٰی توحید ہوا میں پاؤں رکھنے کے مترادف ہے۔ اگر ہم آخری درجہ پر فرض کرلیں کہ وہ مشرک نہیں تاہم ان کے کفر یعنی کافر ہونے میں بات کرنے کی کوئی گنجائش نہیں اس لئے کہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نہ ہو وہ کافر ہے اور جو انھیں کافر نہ جانے وہ خود کفر میں ان کے ساتھ برابر ہے، چنانچہ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے (اور اس کا طلبگار رہو) تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائیگا بلکہ وہ دارِ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔ لہذا ہر کافر سے دوستی اور ملاپ سخت منع، حرام اور بہت بڑا گناہ ہے، اور اگر دینی رجحان کی بنا پر ہو تو بلاشبہہ کفر ہے، چنانچہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: جو کوئی تم میں سے ان (کافروں) سے دوستی رکھے گا تو بلاشبہہ وہ انہی میں سے ہے۔ اور اگر

---

[1] القرآن الکریم ۳/۸۵
[2] القرآن الکریم ۵/۵۱
[3] " ۶/۶۸
[4] " ۱۶/۱۰۶
[5] مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۳۲۸

Marfat.com

ایشاں اگرچہ بحکم ظاہر طاہرست اما باطن مشکوک پس اسلم بجانب ست کہ حتی الامکان در ہمچو امور تنقیہ گردانیدہ شود کما فصلناہ فی فتاوٰنا ورنہ تحیرکہ اصل در اشیاء طہارت ست ویقین بشک زائل نشود والدین یسر قال محمد بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ[۲] ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مجلس اور میل جول بربنائے ضرورت بقدر ضرورت بغیر دوستی اور انس ومحبت کے، بلا تعظیم وتکریم اور بغیر دینی نقصان یا کمزوری کے ہو تو اس کی اجازت اور رخصت ہے، بصورت دیگر میل جول اور مجلس بھی حرام ہے، ہاں اگر کوئی فریق مخالف کے جبر واکراہ کے باعث مجبور ہوجائے تو وہ مستثنٰی ہے، چنانچہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے کہ یاد آجانے کے بعد ظالموں کے پاس ہرگز نہ بیٹھو۔ نیز ارشاد فرمایا: "کفریہ بات زبان سے نکالنی کفر ہے" مگر اس حالت میں کہ کسی پر زبردستی کی جائے (یعنی اُسے کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا جائے۔ مترجم) تو وہ (اپنی جان بچانے کے لئے۔ مترجم) کلمہ کفر کہہ سکتا ہے بشرطیکہ اس کا دل (بدستور) ایمان پر ثابت قدم اور مطمئن ہو۔ رہی یہ بات کہ ان کے ہاتھوں کی بنی ہوئی مٹھائی کا استعمال تو جب تک خصوصیت سے اس میں کسی نجاست یا حرام کی ملاوٹ نہ ہو تو بربنائے فتوٰی اس کا استعمال جائز ہے مگر تقوٰی یہ ہے کہ اس سے بھی پرہیز کیا جائے، جیسا کہ "نصاب الاحتساب" میں صراحۃً مذکور ہے، لہٰذا فاتحہ کے عمل کے لئے اس سے پرہیز ہی زیادہ مناسب ہے اس لئے کہ اللہ تعالٰی (خود) پاک ہے لہٰذا وہ پاکیزہ چیزوں کے علاوہ کوئی چیز قبول نہیں فرماتا، اور کافروں کی چیزیں اگرچہ ظاہری اور سرسری حکم میں پاک تصور ہوتی ہیں مگر درحقیقت مشتبہ اور مشکوک ہوتی ہیں لہٰذا زیادہ سلامتی اسی میں ہے کہ اس قسم کے نفیس کاموں کے سلسلے میں حتی الامکان کفار ومشرکین کے نزدیک نہ جائیں جیسا کہ ہم نے اپنے فتوٰی میں اس کو تفصیل سے بیان کیا ورنہ تحیر (کچھ مضائقہ نہیں) کیونکہ اصل اشیاء میں طہارت پائی جاتی ہے اور یقین شک سے زائل نہیں ہوتا اور دین کی بنیاد آسانی پر ہے، چنانچہ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں جب تک کسی معین چیز کے حرام ہونے کو نہ جانیں۔ اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی عالم وفقیہ کو گالی دے یا حقارت کرے تو

---

[۱] صحیح البخاری کتاب الایمان باب الدین یسر قدیمی کتب خانہ کراچی

[۲] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر ۵/ ۳۴۷ نورانی کتب خانہ پشاور

Marfat.com

اس کے اوپر حکمِ کفر جاری ہوگا یا نہیں؟ اور اکثر عوام الناس اس زمانے میں عالموں کو گالی دیتے اور حقارت اور غیبت کرتے ہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

غیبت تو جاہل کی بھی سوا صُوَرِ مخصوصہ کے حرام قطعی وگناہ کبیرہ ہے، قرآن عظیم میں اسے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا فرمایا۔ اور حدیث میں آیا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم والغیبۃ فان الغیبۃ اشد من الزنا ان الرجل قد یزنی ویتوب فیتوب اللہ علیہ وان صاحب الغیبۃ لایغفر لہ حتی یغفرلہ صاحبہ۔ رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ[1] وابوالشیخ فی التوبیخ عن جابر بن عبداللہ وابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

غیبت سے بچو کہ غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت ہے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ زانی توبہ کرے تو اللہ تعالٰی اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے اور غیبت کرنے والے کی بخشش ہی نہ ہوگی جب تک وہ نہ بخشے جس کی غیبت کی تھی۔ (اس کو ابن ابی الدنیا نے ذم الغیبۃ میں اور ابوالشیخ نے توبیخ میں جابر بن عبداللہ اور ابوسعید خدری سے روایت کیا اللہ تعالٰی ان سے راضی ہو۔ ت)

یونہی بلاوجہ شرعی کسی مسلمان جاہل کی بھی تحقیر حرام قطعی ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بحسب امرئ من الشران یحقر اخاہ المسلم کل المسلم علی المسلم حرام دمہ ومالہ وعرضہ[2] رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

آدمی کے بد ہونے کو یہ بہت ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کی تحقیر کرے مسلمان کی ہر چیز مسلمان پر حرام ہے خون آبرو مال۔ (اسے مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اسی طرح کسی مسلمان جاہل کو بھی بے اذن شرعی گالی دینا حرام قطعی ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] الغیبۃ والنمیمۃ رسالہ من رسائل ابن ابی الدنیا باب الغیبۃ وذمہا حدیث ۲۵ موسسۃ الکتب الثقافیۃ ۲/ ۴۶

[2] صحیح مسلم کتاب البروالصلۃ باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۷

Marfat.com

سباب المسلم فسوق[1] رواه البخاری و مسلم والترمذی والنسائی و ابن ماجة والحاکم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

مسلمان کو گالی دینا گناہ کبیرہ ہے (اسے امام بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

سباب المسلم کالمشرف علی الهلکة۔ رواہ الامام احمد[2] والبزار عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنهما بسند جید۔

مسلمان کو گالی دینے والا اس شخص کی مانند ہے جو عنقریب ہلاکت میں پڑا چاہتا ہے (اسے امام احمد اور بزار نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ت)

اور فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ۔ رواہ الطبرانی[3] فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالٰی کو ایذا دی (اسے امام طبرانی نے الاوسط میں سند حسن کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ت)

جب عام مسلمانوں کے باب میں یہ احکام ہیں تو علمائے کرام کی شان تو ارفع واعلٰی ہے۔ حدیث میں ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لا یستخف بحقهم الا منافق۔ رواہ الطبرانی[4] فی الکبیر عن ابی امامة رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

علماء کو ہلکا نہ جانے گا مگر منافق (طبرانی نے کبیر میں ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا۔ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب سباب المسلم فسوق قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۸
جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ ماجاء فی الشتم امین کمپنی دہلی ۲/۱۹
سنن ابن ماجہ ابواب الفتن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۲۹۱
[2] الترغیب والترہیب بحوالہ البزار الترہیب من السباب واللعن مصطفٰی البابی مصر ۳/۴۶۶
[3] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/۳۷۳
[4] المعجم الکبیر حدیث ۷۸۱۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/۲۳۸

Marfat.com

دوسری حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم:

لایستخف بحقھم الامنافق بین النفاق۔ رواہ ابوالشیخ فی التوبیخ[1] عن جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اُن کے حق کو ہلکا نہ سمجھے گا مگر کھلا منافق۔ (اسے ابوالشیخ نے التوبیخ میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰے عنہما سے روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم:

لیس من امتی من لم یعرف لعالمنا حقہ۔ رواہ احمد[2] والحاکم والطبرانی فی الکبیر عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو ہمارے عالم کا حق نہ پہچانے وہ میری امت سے نہیں۔ (اسے احمد، حاکم اور طبرانی نے کبیر میں عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا۔ ت)

پھر اگر عالم کو اس لئے بُرا کہتا ہے کہ وہ عالم ہے جب تو صریح کافر ہے اور اگر بوجہ علم اس کی تعظیم فرض جانتا ہے مگر اپنی کسی دنیوی خصومت کے باعث بُرا کہتا ہے گالی دیتا تحقیر کرتا ہے تو سخت فاسق فاجر ہے اور اگر بے سبب رنج رکھتا ہے تو مریض القلب خبیث الباطن ہے اور اُس کے کفر کا اندیشہ ہے۔

خلاصہ میں ہے:

من ابغض عالما من غیر سبب ظاھر خیف علیہ الکفر[3]

جو کسی عالم سے بغیر سبب ظاہری کے عداوت رکھتا ہے اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔ (ت)

منح الروض الازہر میں ہے:

الظاھر انہ یکفر[4] (ظاہر یہ ہے کہ وہ کافر ہو جائے گا۔ ت)

واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اور اللہ تعالٰے سب سے بڑا عالم ہے اور اس عزت و توقیر والے کا علم بڑا کامل اور بہت پختہ (محکم) ہے۔ (ت)

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ حدیث ۴۴۳۸۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۳۲

[2] مسند امام احمد بن حنبل حدیث عبادہ ابن صامت دارالفکر بیروت ۵/ ۳۲۳

[3] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الفاظ الکفر الفصل الثانی الجنس الثامن مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۸۸

[4] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی العلم والعلماء مصطفی البابی مصر ص ۱۷۳

Marfat.com

مسئلہ ۱۲ ۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عیسائی نے براہ فریب دہی مسلمانوں کا حقہ پیا، مسلمان چونکہ اسے مسلمان سمجھتے تھے انھوں نے اس کا پیا ہوا حقہ پیا، پھر ایک شخص آیا اس نے عیسائی کو حقہ پیتے دیکھ کر کہا تو عیسائی ہوکر مسلمانوں کا حقہ پیتا ہے، اس نے کہا میں فلاں مسجد میں ایک مہینہ ہوا مسلمان ہوگیا ہوں، جب اس مسجد میں تحقیق کیا گیا تو بیان اس کا بے ثبوت نکلا، ایسی حالت میں وہ مسلمان جنھوں نے اس کا پیا ہوا حقہ پیا ہے کیا کریں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

جب نادانستہ پیا اُن پر کچھ الزام نہیں بلکہ جب وہ کہتا ہے میں مسلمان ہوچکا ہوں تو اُسے مسلمان ہی سمجھا جائے گا جب تک اُس سے کفر جدید ظاہر نہ ہو، اور اس تحقیقات کا کچھ اعتبار نہیں کہ نفی کی گواہی نامعتبر ہے اور کافر کا اقرار کرنا ہی اُسے مسلمان ٹھہرانے کے لئے کافی ہے کما نص علیہ فی الدر المختار وغیرہ (جیسا کہ اس پر درمختار وغیرہ میں نص کی گئی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳ از کڑہ ڈاکخانہ اوبرہ ضلع گیا مرسلہ مولوی سید کریم خاں صاحب غرہ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کمہار کا گھر جو رعیت مسلمان زمیندار کا ہے مسجد کے متصل ہے، کمہار نے اپنے گھر میں ناقوس بجایا، اس پر ایک مسلمان نے کلوخ اندازی کی، اُس کمہار نے منیجر زمیندار کے پاس کہ وہ بھی مسلمان ہے نالش کی، منیجر مسلمان نے اس مسلمان کی تنبیہ کی اور اس سے جرمانہ لیا، اس تائید کفر کے سبب منیجر مسلمان گنہگار ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ضرور کہ اس کا یہ حکم قرآن عظیم کے مطابق نہ تھا،

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الفٰسقون[1]○ واللہ تعالٰی اعلم۔

اور جو کوئی اللہ تعالٰی کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہی فاسق (نافرمان) ہیں۔ اور اللہ تعالٰی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵/۴۷

Marfat.com

مسئلہ ۱۴ از تحصیل چورو ریاست بیکانیر مرسلہ والد مولوی امتیاز احمد صاحب ۱۴ شعبان ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو بکرے نذر و نیاز یعنی تقرب و عبادت کسی پیر صاحب کے پرورش ہوتے ہیں اور قندوریاں بنائی جاتی ہیں اور پنڈا بھرتے ہیں جیسے ہنود بھرتے ہیں اور ڈوری اور بدھی اور چوٹی اور جھرولا اور تاتے گلے میں ڈالتے ہیں یہ امور اخص شرع ہیں یا نہیں اور ان امور کا کرنے والا مشرک ہوتا ہے یا نہیں؟ ہمارے شہر چورو ریاست بیکانیر میں اندر ان مسائل کے بحث ہو رہی ہے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

اللھم احفظنا (اے اللہ! ہماری حفاظت فرما۔ ت) آدمی حقیقۃً کسی بات سے مشرک نہیں ہوتا جب تک غیر خدا کو معبود یا مستقل بالذّات و واجب الوجود نہ جانے، بعض نصوص میں بعض افعال پر اطلاقِ شرک تشبیہاً یا تغلیظاً یا بارادہ ومقارنت باعتقاد منافی توحید و امثال ذٰلک من التاویلات المعروفۃ بین العلماء وارد ہوا ہے جیسے کفر نہیں مگر انکار ضروریاتِ دین اگرچہ ایسی ہی تاویلات سے بعض اعمال پر اطلاقِ کفر آیا ہے یہاں ہرگز علی الاطلاق شرک وکفر مصطلح علم عقائد کہ آدمی کو اسلام سے خارج کردیں اور بے توبہ مغفور نہ ہوں زنہار مراد نہیں کہ یہ عقیدۂ اجماعیہ اہلسنت کے خلاف ہے ہر شرک کفر ہے اور کفر مزیلِ اسلام، اور اہلسنت کا اجماع ہے کہ مومن کسی کبیرہ کے سبب اسلام سے خارج نہیں ہوتا ایسی جگہ نصوص کو علٰی اطلاقہا کفر و شرک مصطلح پر حمل کرنا اشقیائے خوارج کا مذہب مطرود ہے اور شرکِ اصغر ٹھہرا کر پھر قطعاً مثل شرک حقیقی غیر مغفور ماننا وہابیہ نجدیہ کا خبط مردود۔ واللہ المستعان علٰی کل عنود (اللہ تعالٰی ہی سے مدد مانگی جاتی ہے ہر عناد کرنے والے کے مقابلے میں۔ ت) شرح عقائد میں ہے:

الاشراک ھو اثبات الشریک فی الالوھیۃ بمعنی وجوب الوجود کما للمجوس او بمعنی استحقاق العبادۃ کما لعبدۃ الاصنام[1]

اشراک یعنی شرک اللہ تعالٰی کی الوہیت میں کسی کو شریک سمجھنا ہے یعنی وجوب وجود میں شریک ماننا جیسے مجوس یا عبادت کے استحقاق میں شریک بنانا جیسے بتوں کے پجاری۔ (ت)

---

[1] شرح العقائد النسفیہ بحث واللہ تعالٰی خالق لافعال العباد دار الاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ص ۹۱

Marfat.com

متونِ عقائد میں ہے :

الکبیرۃ لا تخرج العبد المؤمن من الایمان ولا تدخلہ فی الکفر[1]

کوئی گناہِ کبیرہ بندۂ مومن کو ایمان سے نکال کر کفر میں داخل نہیں کرتا (ت)

نذر و نیاز کہ مسلمین بقصدِ ایصالِ بارواح طیبہ حضرات اولیاء کرام نفعنا اللہ تعالٰی ببرکاتہم (اللہ تعالٰی ہمیں ان کی برکتوں سے مستفید فرمائے۔ ت) کرتے ہیں ہرگز قصدِ عبادت نہیں رکھتے نہ انھیں معبود و الٰہ و مستحقِ عبادت جانتے ہیں، نہ یہ نذرِ شرعی ہے بلکہ اصطلاحِ عرفی ہے کہ سلاطین و عظماء کے حضور جو چیز پیش کی جائے اسے نذر و نیاز کہتے ہیں، اور نیاز تو اس سے بھی عام تر ہے۔ عام محاورہ ہے کہ مجھے فلاں صاحب سے نیاز نہیں میں تو آپ کا نیازمند ہوں۔ فقیر نے اپنے فتاوٰی میں ان اطلاقات کی بحث شافی لکھی اور خود کبرائے مانعین سے اُن کا اطلاق ثابت کیا۔ شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں :

حضرت امیر و ذریۂ طاہرہ او را تمام امت برمثال پیران و مرشدان می پرستند و امور تکوینیہ را بایشان وابستہ می دانند و فاتحہ و درود و صدقات و نذر بنامِ ایشان رائج و معمول گردیدہ چنانچہ با جمیع اولیاء ہمیں معاملہ است[2]

جنابِ امیر اور ان کی پاکیزہ اولاد کو تمام امت کے لوگ عقیدت و محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور تکوینی معاملات کو ان سے وابستہ خیال کرتے ہیں اسی لئے فاتحہ، درود، صدقات، خیرات اور نذر و نیاز کی کارگزاریاں لوگوں میں ان کے نام کے ساتھ رائج اور معمول بن گئی ہیں جیسا کہ دیگر اولیاء کرام کے معاملے میں یہی صورتِ حال ہے۔ (ت)

محبوبانِ خدا کی طرف تقرب مطلقاً ممنوع نہیں جب تک بروجہِ عبادت نہ ہو، تقرب نزدیکی چاہنے رضامندی تلاش کرنے کو کہتے ہیں اور محبوبانِ بارگاہِ عزت مقربانِ حضرت صمدیت علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نزدیکی و رضا ہر مسلمان کو مطلوب ہے اور وہ افعال کہ اس کے اسباب ہوں بجا لانا ضرور محبوب کہ ان کا قرب بعینہٖ قربِ خدا اور ان کی رضا اللہ کی رضا ہے۔

قال اللہ تعالٰی واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مومنین[3]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: ایمان والوں کے لئے اللہ تعالٰی اور اس کا رسول زیادہ حق رکھتے ہیں کہ انھیں راضی کیا جائے (ت)

---

[1] متن شرح العقائد مبحث الکبیرۃ دار الاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ص ۸۲-۸۳
مجموع المتون فی مختلف الفنون فن التوحید الشئون الدینیۃ دولۃ قطر ص ۱۵۹
[2] تحفۂ اثنا عشریہ باب ہفتم در امامت تمہید کلام و تقریر مرام سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۴۳
[3] القرآن الکریم ۹ / ۶۲

Marfat.com

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الصدقة يبتغى بها وجه الله تعالٰى والهدية يبتغى بها وجه الرسول وقضاء الحاجة[1] رواه الطبرانى فى الكبير عن عبدالرحمٰن بن علقمة رضى الله تعالٰى عنه۔

صدقے سے اللہ عزوجل کی رضا مطلوب ہوتی ہے اور ہدیہ سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رضا اور اپنی حاجت روائی منظور ہوتی ہے (امام طبرانی نے اس کو معجم کبیر میں حضرت عبدالرحمٰن بن علقمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ ت)

درمختار میں ہے:

فى المنية انا لانسئ الظن بالمسلم انه يتقرب الى الادمى بهذا النحر ونحوه فى شرح الوهبانية عن الذخيرة[2]۔

منیہ میں ہے کہ ہم کسی مسلمان کے بارے میں یہ بدگمانی نہیں کرتے کہ وہ اس قربانی اور اس جیسے کام سے کسی آدمی کا تقرب چاہتا ہے، شرح وہبانیہ میں ذخیرہ کے حوالے سے اسی طرح مذکور ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله انه يتقرب الى الأدمى اى على وجه العبادة لانه المكفر وهذا بعيد من حال المسلم[3]۔

مصنفِ درمختار کا قول ہے کہ کسی آدمی کا تقرب چاہتا ہو یعنی اس تقرب سے عبادت مراد ہو تو یہ کفر ہے اور یہ چیز مسلمان کے حال سے بعید ہے۔ (ت)

ہاں جو شخص عبادت غیر کا قصد کرے ضرور مشرک ہے، مگر یہ قصد مسلمان کلمہ گو سے بے اُس کے صریح اقرار کے کہ وُہ غیر خدا کو معبود جانتا ہے محض اپنے ظنوں سے ثابت نہ ہوگا، یہ سب سے بدتر بدگمانی ہے اور بدگمانی سب سے سخت تر جھوٹ اور اشد حرام۔

قال الله تعالٰى يايها الذين اٰمنوا اجتنبوا كثيرا من الظن ان بعض

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے پرہیز کرو کیونکہ بعض گمان

---

[1] کنز العمال بحوالہ طب عن عبدالرحمٰن بن علقمہ حدیث ۱۵۹۹۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۳۴۸

[2] درمختار کتاب الذبائح مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۰

[3] ردالمحتار کتاب الذبائح داراحیاء التراث العربی ۵/ ۱۹۷

Marfat.com

گناہ ہوتے ہیں (ت)

الظن اثم ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں ،

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ۔ رواہ الائمۃ مالک والبخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ۔

لوگوں سے گمان بد کرنے سے پرہیز کرو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے ، الحدیث ۔ (ائمہ کرام مثلاً امام مالک ، بخاری ، مسلم ، ابوداؤد ، امام ترمذی نے بحوالہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ اسے روایت کیا ہے ۔ ت)

مرد کے سر پر چوٹی رکھنا ویسے ہی حرام ہے ۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں ،

لعن اللہ المتشابھات من النساء بالرجال والمتشبھین من الرجال بالنساء ۔ رواہ الائمۃ احمد والبخاری وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما وفیہ احادیث کثیرۃ بالغۃ حد التواتر ۔

اللہ تعالٰے نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں سے مشابہت اختیار کریں اور ان مردوں پر بھی لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں ۔ ائمہ کرام مثلاً امام احمد بخاری ، ابوداؤد ، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے ۔ (اس بارے میں بہت سی احادیث مروی ہیں جو تواتر کی حد تک

۱؎ القرآن الکریم ۴۹/۱۲

۲؎ صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم الظن قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۱۶
جامع الترمذی ابواب البر باب ماجاء فی سوء الظن امین کمپنی دہلی ۲/۲۰
صحیح البخاری کتاب الوصایا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۸۳
موطا امام مالک ماجاء فی المہاجرۃ کتب خانہ کراچی ص ۷۰۶

۳؎ مسند امام احمد بن حنبل مرویات ابن عباس رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۱/۳۳۹
سنن ابن ماجہ کتاب النکاح باب فی المخنثین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۸
صحیح البخاری کتاب اللباس باب المتشبھین قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۷۴
سنن ابی داؤد " آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۱۰
جامع الترمذی ابواب الادب امین کمپنی دہلی ۲/۱۰۲

Marfat.com

پہنچی ہوئی ہیں۔ (ت)

خصوصاً کسی کے نام کی چوٹی کہ رسومِ کفارِ ہنود سے ہے، یوہیں ڈوری بدھی کلاوہ بھی محض جہالت و بے اصل ہے۔ پنڈا بھرنا، قندوری بھرنا، جھرولا، تاتا میری زبان کے الفاظ نہیں، نہ مجھے ان کے معانی معلوم۔ یہ بھی اگر بدھی چوٹی وغیرہ کے مثل ہوں تو ان کا بھی وہی حکم ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵: از چاٹگام موضع قلاوجان مرسلہ نظام الدین ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۲۳ھ

چہ می فرمایند علمائے دین رحمکم اللہ تعالٰی اندریں مسئلہ کہ زید وعمرو ہر دو عالم اند ہرگاہ قطعہ فرائض بعبارت صحیحہ ومسئلہ صریحہ پیش ایشاں وقوع آمد پس زید بربنائے نفاق وعداوت دنیاوی گفتہ کہ اکثر جائے فرائض غلط کردہ و دستخط بہ تصحیح مسئلہ آں ممنوع وعمرو اولا فرائض موصوفہ بغور نظر دیدہ دستخط بداں بر تصحیح مسئلہ آں کردہ اند باز از زبانی زید غلط عبارتش شنیدہ و دستخط خود از وے منقطع کردہ اند ہر دو عالم موصوف باوجودیکہ حضرات متدینین ادام اللہ فیوضہم آنرا تحقیق کردہ تصحیح فرمودہ اند عبارتش را مغلطہ گویند، دستخط بداں غیر مشروع پندارند پس دریں واقعہ دماغ وغروری منسوب شوند یا نہ و آنانکہ صحیح وجائز را ناجائز وحلال را حرام بربنائے دماغ وغروری میدانند کافر گردد یا بارتکاب کبیرہ۔ بیّنوا توجروا۔

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں (اے علم والو! اللہ تعالٰی تم پر رحم فرمائے) زید اور عمرو دونوں عالم ہیں ان دونوں کے سامنے قطعہ فرائض عبارت صحیحہ اور مسئلہ صریحہ کے ساتھ پیش کیا گیا تو زید نے نفاق اور دنیوی عداوت کی بنا پر کہہ دیا کہ فرائض کے زیادہ تر مقامات میں غلطی کی گئی ہے لہذا اس مسئلے کی صحت پر دستخط کرنا جائز نہیں، عمرو نے پہلے فرائض موصوفہ کو غور وفکر سے دیکھا پھر اس مسئلہ کی صحت کو تسلیم کرتے ہوئے دستخط کر دیئے، ازاں بعد زید کی زبانی اس کی غلط عبارت سُنی تو دونوں موصوف عالموں نے اس سے اپنے دستخط مٹا دیئے اگرچہ دیندار حضرات (اللہ تعالٰی ان کے فیوض وبرکات ہمیشہ پھیلائے) نے اس کی تحقیق کے بعد اس کی تصحیح فرمائی کیونکہ یہ دونوں اسکی عبارت کو غلط کہہ کر اس پر دستخط کو ناجائز سمجھے پس کیا اس واقعہ میں وہ لوگ عالی دماغ اور تکبر کی طرف منسوب ہوں گے؟ اور جو لوگ علو دماغ اور تکبر کی بنا پر صحیح اور جائز کو ناجائز اور حلال کو حرام جانیں کافر قرار پائیں گے یا کبیرہ گناہ کے مرتکب؟ بیان فرما کر اجر وثواب کے مستحق ہوں۔ (ت)

Marfat.com

الجواب

دریں سوال کمال اجمال بلکہ اجمال بکار بردہ شد می بایست نقل آں فتویٰ فرستند تا دیدہ شود کہ آیا فی الواقع غلط است و زید بجہالت او بے پردہ و باز عمرو نیز آگاہ و متنبہ شدہ تصحیح خود ازوے جدا کردہ دریں صورت ہر دو بر صواب باشند یا حقیقۃً صحیح ست و انگاہ دیدنی ست کہ مسئلہ ازاں باب ست کہ خطا در فہم او بایشان عارض شود و دریں صورت دراںچہ کردند معذور باشند یا آنچناں نیست کہ بالقصد مکابرۂ حق کردہ اند انگاہ لاجرم آثم و بزہ کار شوند فاما کفر نبود مگر آنکہ مسئلہ از ضروریات دیں باشد کہ انکار بلکہ شک دراں کفر است، والعیاذ باللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس سوال میں مکمل اجمال بلکہ ناقص چھوڑ دینے سے کام لیا گیا ہے (یعنی سوال ہی ادھورا ہے) مناسب تو یہ تھا کہ اس فتویٰ کی نقل ہمراہ سوال بھیجی جاتی تاکہ یہ دیکھا جاتا کہ آیا واقعی وہ غلط ہے اور زید اس کی غلطی کی تہہ تک پہنچا اور عمرو بھی اور وہ اس سے آگاہ اور ہوشیار ہو گئے اس لئے اپنی تصحیح (ضمانت صحت) اس سے الگ کر لی۔ پس اس صورت میں دونوں راہ صواب پر ہیں یا درحقیقت وہ صحیح ہے۔ پھر یہ دیکھنا ہے کہ مسئلہ اس باب سے ہے کہ اس کے سمجھنے میں ان کو غلطی لاحق ہوگئی۔ اس صورت میں وہ معذور تصور ہوں گے پھر یہ دیکھنا ہے کہ کیا انھوں نے دانستہ حق کا مقابلہ کیا، اگر ایسا ہے تو اس صورت میں وہ ضرور گناہ کے مرتکب ہوئے لیکن کفر پھر بھی نہیں ہوگا الا یہ کہ مسئلہ ضروریات دین سے ہو (اور اس کا صراحۃً انکار ہو تو پھر کفر لازم آئے گا۔ مترجم) کہ اس کا انکار یا اس میں شک کیا جائے تو کفر ہے، اللہ تعالےٰ کی پناہ، اور اللہ سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۶ از شہر مرسلہ منشی احمد حسین خوشنود نقشہ نویس فیض آباد دفتر اسسٹنٹ ریلوے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اُن مسلمانوں کے حق میں جو آریہ سماجوں میں جاکر کاپی نویسی کرتے ہیں یا پریس میں ہیں یا اُن کے اخبار اور مذہبی پرچے روانہ یا تقسیم کرتے ہیں حالانکہ اُن پرچوں میں قرآن کریم اور رسول رحیم پر کھلے کھلے اعتراض والزام ہوتے ہیں رسول مقبول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ شہدا اور علمائے متقدمین ومتاخرین کو کھلی کھلی گالیاں دیے جاتے ہیں جن کے شاہد سماجی کتب ترک اسلام، تہذیب الاسلام، آریہ مسافر جالندھر، آریہ مسافر میگزین، مسافر بہرائچ، آریہ پتر بریلی، ستیارتھ پرکاش موجود ہیں۔ نمونے کے طور سے چند الفاظ نقل ذیل ہیں ستیارتھ پرکاش، مسافر

Marfat.com

بہرائچ ۔ آیا اُن مسلمانوں سے جو سماجوں میں ملازم ہیں میل جول رکھا جائے اور مسلمان سمجھے جائیں، ایسے مسلمان جو مخالفینِ اسلام و دشمنانِ خدا و رسول کی اعانت کرنے والے ہیں اُن کے جنازے کی نماز پڑھنا درست ہے اور ان کے ساتھ شراکت و نکاح جائز ہے یا نہیں؟ مفصّل بیان فرمائیے۔ اللہ اس کا اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

الجواب

اللہ عزّ وجل اپنے غضب سے پناہ دے، الحمدللہ فقیر نے وہ ناپاک ملعون کلمات نہ دیکھے، جب سوال کی اس سطر پر آیا جس سے معلوم ہوا کہ آگے کلماتِ لعینہ ملعونہ منقول ہونگے ان پر نگاہ کی، نیچے کی سطریں جن میں سوال ہے باحتیاط دیکھیں ایک ہی لفظ جو اوپر سائل نے نقل کیا اور نا دانستگی میں نظر پڑا وہی مسلمان کے دل پر زخم کو کافی ہے اب یہ کہ جواب لکھ رہا ہوں کاغذ تہ کرلیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملعونات کو نہ دکھائے نہ سنائے جو نام کے مسلمان کاپی نویسی کرتے ہیں اور رعز وجل و قرآن عظیم و محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ایسے ملعون کلمات ایسی گالیاں اپنے قلم سے لکھتے یا چھاپتے یا کسی طرح اس میں اعانت کرتے ہیں اُن سب پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اُترتی ہے وہ اللہ و رسول کے مخالف اور اپنے ایمان کے دشمن ہیں قہرِ الٰہی کی آگ اُن کے لئے بھڑکتی ہے صبح کرتے ہیں تو اللہ کے غضب میں اور شام کرتے ہیں تو اللہ کے غضب میں، اور خاص جس وقت ان ملعون کلموں کو آنکھ سے دیکھتے قلم سے لکھتے، مقابلہ وغیرہ میں زبان سے نکالتے یا پتھر پر اس کا ہلکا بھرا بناتے ہیں، ہر کلمے پر اللہ عز وجل کی سخت لعنتیں ملائکۃ اللہ کی شدید لعنتیں اُن پر اُترتی ہیں، یہ میں نہیں کہتا قرآن فرماتا ہے:

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعدلھم عذابا مھینا[1]

بیشک وہ لوگ جو ایذا دیتے اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا و آخرت میں، اللہ نے ان کے لئے تیار کر رکھا ہے ذلت کا عذاب۔

اُن ناپاکوں کا یہ گمان کہ گناہ تو اُس خبیث کا ہے جو مصنف ہے ہم تو نقل کرنے یا چھاپ دینے والے ہیں سخت ملعون و مردود گمان ہے، زید کسی دنیا کی عزت دار کو گالیاں لکھ کر چھپوانا چاہے تو ہرگز نہ چھاپیں گے جانتے ہیں کہ مصنف کے ساتھ چھاپنے والے بھی گرفتار ہوں گے مگر اللہ واحد قہار کے قہر و عذاب و لعنت و عتاب کی کیا پرواہ ہے یقیناً یقیناً کاپی لکھنے والا، پتھر بنانے والا، چھاپنے والا، کل چلانے والا

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۷

Marfat.com

غرض جان کر کے کہہ میں یہ کچھ ہے کسی طرح اس میں اعانت کرنے والا سب ایک رسی میں باندھ کر جہنم کی بھڑکتی آگ میں ڈالے جانے کے مستحق ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے :

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان [1] گناہ اور حد سے بڑھنے میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من مشی مع ظالم لیعینہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خرج من الاسلام رواہ الطبرانی فی الکبیر [2] والضیاء فی صحیح المختارۃ عن اوس بن شرحبیل رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو دانستہ کسی ظالم کے ساتھ اس کی مدد دینے چلا وہ یقیناً اسلام سے نکل گیا (امام طبرانی نے معجم کبیر میں اور ضیاء نے صحیح مختارہ میں حضرت اوس بن شرحبیل رضی اللہ تعالٰے عنہ سے اسے روایت کیا ہے)

یہ اس ظالم کے لئے ہے جو گرہ بھر زمین یا چار پیسے کسی کے دبا لے یا زید و عمرو کسی کو ناحق سست کہے اس کے مددگار کو ارشاد ہوا کہ اسلام سے نکل جاتا ہے تو یہ اشد ظالمین جو اللہ و رسول کو گالیاں دیتے ہیں ان باتوں میں اُن کا مددگار کیونکر مسلمان رہ سکتا ہے۔

طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح حدیقہ ندیہ میں ہے :

من آفات الید کتابۃ ما یحرم تلفظہ من شعر المجون والفواحش والقذف والقصص التی فیہا نحو ذٰلک والاھاجی نثرا ونظما والمصنفات المشتملۃ علی مذاھب الفرق الضالۃ فان القلم احدی اللسانین فکانت الکتابۃ فی معنی الکلام بل ابلغ منہ لبقائہا علی صفحات اللیالی والایام والکلمۃ تذھب فی الھواء ولا تبقی اثرا مختصرا [3]

ہاتھ کی آفتوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ کچھ لکھا جائے جس کا بولنا حرام ہے یعنی جیسے مذمت کے اشعار، فحش باتیں، گالی گلوچ اور وہ واقعات جو اس قسم کی باتوں پر مشتمل ہوں اور ہجو کرنا خواہ نثر میں ہو یا نظم میں اور گمراہ فرقوں کے مذاہب پر مشتمل تصنیفات اس لئے کہ بولنے والی زبان کی طرح قلم بھی ایک زبان ہے (جس کے ذریعے اظہار خیال ہوتا ہے) لہذا لکھنا بولنے ہی کی طرح ہے بلکہ بولنے سے بھی زیادہ بلیغ ہے جبکہ (زبان سے ادا ہونے والے) کلمات ہوا میں (منتشر ہو کر) گم ہو جاتے ہیں اور باقی نہیں رہتے اھ مختصرا۔

---

[1] القرآن الکریم ۵/۲

[2] المعجم الکبیر حدیث ۶۱۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/۲۲۷

[3] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الصنف الخامس مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۴۴۳-۴۴۴

Marfat.com

ایسے اشد فاسق فاجر اگر توبہ نہ کریں تو ان سے میل جول ناجائز ہے ان کے پاس دوستانہ اُٹھنا بیٹھنا حرام ہے پھر مناکحت تو بڑی چیز ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[1]

اگر تجھے شیطان (غلط قسم کی مجلس میں بیٹھنے کی ممانعت کا حکم) بھلادے تو یاد آجانے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ (ت)

اور رجوان میں اس ناپاک کبیرہ کو حلال بتائے اس پر اصرار و استکبار و مقابلہ شرع سے پیش آئے وہ یقیناً کافر ہے اس کی عورت اس کے نکاح سے باہر ہے، اس کے جنازے کی نماز حرام، اسے مسلمانوں کی طرح غسل دینا، کفن دینا، دفن کرنا، اس کے دفن میں شریک ہونا، اس کی قبر پر جانا سب پر حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

ولا تصل علٰی احد منھم مات ابدا ولا تقم علٰی قبرہ[2] واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

جب ان کافروں میں سے کوئی مرجائے تو اس پر نماز مت پڑھو اور نہ اس کی قبر پہ کھڑے ہو۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم (ت)

فقیر کے یہاں فتاوی مجموعہ پر نقل ہوتے ہیں، میں نے نقل فرمانے والے صاحب سے کہہ دیا ہے کہ اُن ملعون الفاظ کی نقل نہ کریں۔ سنا گیا ہے کہ سائل کا قصد اس فتوے کے چھاپنے کا ہے میں درخواست کرتا ہوں کہ اُن ملعونات کو نکال ڈالیں اُن کی جگہ دو ایک سطریں خالی صرف نقطے لگا کر چھوڑ دیں کہ مسلمانوں کی آنکھیں ان لعنتی ناپاکوں کے دیکھنے سے باذنہ تعالیٰ محفوظ رہیں۔ فاللہ خیر حافظا وھو ارحم الراحمین (اللہ تعالٰی سب سے بہتر نگہبان ہے اور وہ سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔ ت)

مسئلہ ۷۱: از گونڈا ملک اودھ مرسلہ مسلمانان گونڈا عموماً و حافظ عبدالعزیز صاحب مدرس انجمن اسلامیہ گونڈا ذوالحجہ ۱۳۲۴ھ

زید نے پیشتر جس کو عرصہ قریب چار سال کے ہوا تین چار شخصوں کے سامنے یہ کمال توہین و بے ادبی کے کہے کہ جملہ انبیاء علیہم السلام نے گناہ کیا اور گناہ میں مبتلا رہے جب بہت کچھ کہا گیا تو پھر زید نے بلا توبہ یہ کلمہ کہا کہ اچھا نبی معصوم سہی مگر ہم سوائے انبیاء کے کسی کو قطعی جنتی نہیں کہہ سکتے، اور یہ کلمات ساٹھ ستر مسلمانوں کے سامنے مکرر سہ کرر کہے، اس کا جواب زید کو یہ دیا گیا کہ تم نے یہ بھی خلافِ کلام اللہ و حدیث شریف کے کہا

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸
[2] القرآن الکریم ۹/ ۸۴

Marfat.com

کیونکہ عشرہ مبشرہ واصحاب بدر وشہداء وغیرہ وغیرہ ضرور قطعی جنتی ہیں اور ان کی نسبت حدیث شریف وکلام پاک میں حکم آچکا ہے مگر زید نے ایک نہ مانی اور یہی کہتا رہا کہ ہم ہرگز نہیں کہہ سکتے" بلکہ فوجداری کرنے کو مستعد وآمادہ ہوگیا: بروقت استفسار علماء دین نے فتوٰی دیا کہ زید ایسے کلمات کہنے سے قطعاً بدمذہب وگمراہ بے دین وخارج از دائرہ اہلسنت وجماعت ہے اور اس کے پیچھے نماز ناجائز کیا بلکہ بالکل باطل ہے۔ اسکو مناسب ہے کہ توبہ کرے جبکہ زید مذکور کو توبہ کرنے کے واسطے کہا گیا تو اول تو اس نے کلمات بالا کے کہنے سے انکار کیا جب سب لوگوں پر پورے طور سے کلمات ناشائستہ بالا کا کہنا ثابت ہوگیا تو پھر یہ حیلہ کیا کہ فلاں فلاں دو شخصوں کے روبرو ہم نے توبہ کرلی، اور ان دو شخصوں کا نام لیا کہ جو زید کے دوست واحباب ہیں اور جنہوں نے سابقاً مثل زید کے یہ کہا تھا کہ ایسے کلمات زید نے نہیں کہے اور پھر وہی دونوں شخص کہنے لگے کہ زید نے توبہ کرلی ہے، لیکن دیگر صاحبان نے اس کہنے زید اور ان کے احبابوں کے کہنے کو تسلیم نہیں کیا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی ترک کردی جب علماء سے دریافت کیا کہ زید دو شخص کو گواہ دیتا ہے کہ ان کے روبرو توبہ کرلی وہ شاہد ہیں تو یہ توبہ لائق پذیرائی ہے یا نہیں، تو عالم صاحب نے ارقام فرمایا کہ جب زید نے کلمات ضلالت علانیہ ساٹھ ستر مسلمانوں کے مجمع میں کہے اور مسلمانوں کو اپنی گواہی پر گواہ کرلیا اس کو لازم ہے کہ ویسی ہی علی الاعلان توبہ کرکے مسلمانوں کو ان کلمات کے ضلالت ہونے اور اپنے رجوع کرنے پر گواہ کرلے جبکہ خود زید زندہ ہے تو توبہ کرسکتا ہے، شہادت کی کیا حاجت ہے: اور مفتی صاحب نے یہ حدیث شریف بھی ارقام فرمادی ہے،

اذا عملت سیئۃ فاحدث عندھا التوبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ۔ رواہ الطبرانی[1] فی معجمہ الکبیر۔

جب تم کوئی گناہ کرو تو اسی وقت توبہ کرو، پوشیدہ گناہ کی توبہ پوشیدگی سے اور اعلانیہ گناہ کی توبہ اعلانیہ، چنانچہ امام طبرانی نے اپنی معجم کبیر میں اسے روایت کیا ہے۔ (ت)

اور مولوی صاحب نے یہ کل مسئلہ تحفہ حنفیہ میں طبع کراکے شائع کرادیا ہے، اب پھر بعد چارسال کے دو تین آدمیوں کے سامنے کلمات لاطائل کا اقرار کرکے توبہ کرلی ہے اور یہ تین شخص ضرور معتبر اور معتمد ہیں مگر جس وقت زید نے ایک مجمع میں وہ کلمات بیہودہ کہے تھے اُس وقت یہ صاحب اُس مجمع میں نہ تھے

---

[1] المعجم الکبیر عن معاذ بن جبل حدیث ۳۳۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۰/۱۵۹
کنز العمال برمز طب فی الفردوس حدیث ۱۰۱۸۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/۲۰۹

Marfat.com

اور معاملہ کو ضرور سنا تھا، ایک مفتی صاحب سے جو اس بارہ میں استفسار کیا گیا تو وہ فرماتے ہیں کہ جب دو تین شخص معتبر توبہ کے شاہد ہیں اور وہ اس کی توبہ کی خبر دیتے ہیں تو یہ بھی ایک قسم کا اعلان ہے جب مجمع میں کہتا ہے کہ میں نے فلاں فلاں کے رُو برو توبہ کر لی ہے تو اخبار عن التوبہ جو مجمع میں ہوا بمنزلہ توبہ کے ہے پس اعلان حاصل ہو گیا اس لئے یہ توبہ معتبر و صحیح ہو گی اس کا اعتبار کر لینا چاہئے اگرچہ اس فرمان عالم صاحب کو مان لیا گیا مگر دوسرے صاحبوں نے کہا کہ آپ سے بھی استفتا لیا جائے یعنی دیگر علماء سے تاکہ کامل اطمینان ہو جائے۔

الجواب

اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق ہی سے کہتا ہوں۔ ت) اس مسئلہ میں مجملاً تحقیق حق یہ ہے کہ وہ گناہ جو خلق پر بھی ظاہر ہو جس طرح خود اس کے لئے دو تعلق ہیں، ایک بندے اور خدا میں کہ اللہ عزوجل کی نافرمانی کی اس کا ثمرہ حق جل وعلا کی معاذ اللہ ناراضی اس کے عذاب منقطع یا ابدی کا استحقاق، دوسرا بندے اور خلق میں کہ مسلمانوں کے نزدیک وہ آثم و ظالم یا گمراہ کافر بحسب حیثیت گناہ ٹھہرے اور اس کے لائق سلام و کلام و تعظیم و اکرام و اقتدائے نماز وغیرہا امور و معاملات میں اُس کے ساتھ انھیں برتاؤ کرنا ہو۔ یُوہیں اس سے توبہ کے لئے بھی دو رُخ ہیں، ایک جانب خدا اس کا رکن اعظم بصدق دل اُس گناہ سے ندامت ہے، فی الحال اُس کا ترک اور اس کے آثار کا مٹانا اور آئندہ کبھی نہ کرنے کا صحیح عزم، یہ سب باتیں سچی پشیمانی کو لازم ہیں، ولہذا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

النَّدمُ توبۃٌ[1]۔ رواہ احمد والبخاری فی التاریخ وابن ماجۃ والحاکم عن ابن مسعود والحاکم والبیھقی فی شعب الایمان عن انس والطبرانی فی الکبیر وابو نعیم

ندامت توبہ ہے (امام احمد اور امام بخاری نے تاریخ میں، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسے روایت کیا۔ امام حاکم اور امام بیہقی نے شعب الایمان

---

[1] مسند امام احمد عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۱/ ۳۷۶
سنن ابن ماجہ کتاب الزہد باب ذکر التوبۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۳
المستدرک للحاکم کتاب التوبۃ والانابۃ دار الفکر بیروت ۴/ ۲۴۳
شعب الایمان حدیث ۷۰۳۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵/ ۳۸۷

Marfat.com

فی الحلیۃ عن ابی سعید الانصاری رضی اللہ تعالٰی عنہم وھو حدیث صحیح۔

میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند سے روایت کیا، امام طبرانی نے معجم کبیر میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت ابو سعید انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا اور وہ صحیح حدیث ہے۔ (ت)

یعنی وہی سچی صادق ندامت کہ بقیہ ارکان توبہ کو خود مستلزم ہے اسی کا نام توبۂ سر ہے، دوسرا جانب خلق کہ جس طرح اُن پر گناہ ظاہر ہوا اور اُن کے قلوب میں اس کی طرف سے کشیدگی پیدا ہوئی اور معاملات میں اس کے ساتھ اس کے گناہ لائق انھیں احکام دیئے گئے اسی طرح اُن پر اُس کی توبہ و رجوع ظاہر ہو کہ ان کے دل اس سے صاف ہوں اور احکام حالت برأت کی طرف مراجعت کریں یہ توبۂ علانیہ ہے توبۂ سر سے تو کوئی گناہ خالی نہیں ہو سکتا اور گناہ علانیہ کے لئے شرع نے توبۂ علانیہ کا حکم دیا ہے امام احمد کتاب الزہد میں بسند حسن اور طبرانی معجم کبیر اور بیہقی شعب الایمان میں بسند جید سیدنا معاذ بن جبل سے اور دیلمی مسند الفردوس میں انس بن مالک سے موصولاً اور امام احمد زہد میں عطا بن یسار سے مرسلاً بالفاظ عدیدہ مطولہ و مختصرہ راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

علیک بتقوی اللہ عزوجل ما استطعت واذکر اللہ عزوجل عند کل حجر و شجر واذا عملت سیئۃ فاحدث عندھا توبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ[1] ھذا لفظ احمد عن معاذ وفی مرسلہ من قولہ اذا عملت سیئۃ الحدیث[2] ولفظ الدیلمی اذا احدثت ذنبا فاحدث عندھا توبۃ ان سرا فسر وان علانیۃ فعلانیۃ[3]۔

اللہ عزوجل سے تقوٰی لازم رکھو اور ہر پتھر اور پیڑ کے پاس اللہ کی یاد کرو اور جب کوئی گناہ کرے اس وقت توبہ لا، خفیہ کی خفیہ اور آشکارا کی آشکارا۔ (یہ حضرت معاذ کے حوالے سے مسند احمد کے الفاظ ہیں اور مسند احمد کی مرسل حدیث میں ان کے قول اذا عملت (الحدیث) تک الفاظ ہیں اور محدث دیلمی کے الفاظ یہ ہیں:) جب تجھ سے نیا گناہ ہو فوراً نئی توبہ کر، نہاں کی نہاں اور عیاں کی عیاں۔

---

[1] الزہد لاحمد بن حنبل مقدمۃ الکتاب دار الریان للتراث القاہرۃ ص ٣٥

[2] اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ احمد فی الزہد عن عطا بن یسار مرسلاً دار الفکر بیروت ٨/ ٦٠٣

[3] کنز العمال بحوالہ الدیلمی عن انس حدیث ١٠٢٢٨ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ٤/ ٢١٢

Marfat.com

اقول و باللہ التوفیق (اللہ تعالٰی کی عطا کردہ توفیق ہی سے میں کہتا ہوں۔ ت) اس حکم میں بکثرت حکمتیں ہیں:

اول اصلاح ذات بین کا حکم ہے یعنی آپس میں صفائی اور صلح رکھو۔ یہ گناہ علانیہ میں توبہ علانیہ ہی پر موقوف کہ جب مسلمان اس کے گناہ سے آگاہ ہوتے اگر توبہ سے واقف نہ ہوں تو ان کے قلوب اس سے ویسے ہی رہیں گے جیسے قبل توبہ تھے۔

دوم جب وہ اسے بُرا سمجھے ہُوئے ہیں تو اس کے ساتھ وہی معاملات بُعد و تنفر رکھیں گے جو بدوں کے ساتھ درکار ہیں علی الخصوص بدمذہب لوگ جیسا زید کا حال ہے یہ بہت برکات سے محرومی کا باعث ہوگا۔

سوم جب یہ واقع میں تائب ہولے اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ[1] گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ (ت)

تو اب مسلمانوں کے وہ معاملات نظر بواقع بیجا ہوں گے اور انھیں اس بیجا پر خود یہ شخص حامل ہوا کہ اگر اپنی توبہ کا اعلان کردیتا تو کیوں وہ معاملات رہتے تو لازم ہوا کہ انھیں مطلع کردے جیسے کسی کے کپڑے میں نجاست ہو اور وہ مطلع نہیں تو جاننے والے پر اسے خبر دینی ضروری ہے۔

چہارم ایسے گناہوں میں جو بدمذہبی بددینی ہے جیسے صورت مسئولہ میں زید کے وہ کلمات خبیثہ اُن میں ایک اور سخت آفت کا اندیشہ ہے کہ اگر یہ مرگیا اور مسلمانوں پر اس کی توبہ ظاہر نہیں اور بدمذہب کی مذمت اس کے مرنے پر بھی جائز بلکہ کبھی شرعاً واجب ہے تو اہلسنّت اسے برا اور بددین اور گمراہ کہیں گے اور اُن کے سیّد و مولٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں زمین میں اللہ عزوجل کا گواہ بتایا ہے آسمان میں اس کے گواہ ملائکہ ہیں اور زمین میں اہلسنت تو ان کی گواہی سے اس پر سخت ضرر کا خوف ہے اور وہ خود اس میں تقصیر وار ہے کہ اعلان توبہ سے ان کا قلب صاف نہ کردیا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف فرما تھے ایک جنازہ گزرا حاضرین نے اس کی تعریف کی نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "وجبت" واجب ہوگئی۔ ایک دوسرا جنازہ گزرا اس کی مذمت کی، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "وجبت" واجب ہوگئی۔ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ!

---

[1] کنز العمال برمز ھ، ق، طب عن ابن مسعود حدیث ۱۰۲۴۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۲۲۰

Marfat.com

کیا چیز واجب ہوگئی - فرمایا :

هذا اثنیتم علیه خیرا فوجبت له الجنة و هذا اثنیتم علیه شرا فوجبت له النار انتم شهداء الله فی الارض۔ رواہ احمد والشیخان[1] عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

پہلے کی تم نے تعریف کی اُس کے لئے جنت واجب ہوگئی، دوسرے کی مذمت کی اس کے لئے دوزخ واجب ہوگئی، تم اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو زمین میں۔ (امام احمد، بخاری اور مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے اسے روایت کیا۔ ت)

اور یہ نہ بھی ہو تو اتنا ضرور ہے کہ علماء وصلحاء اہلسنت اس کی تجہیز میں شرکت اور اس کے جنازہ پر نماز سے احتراز کریں گے شفاعت اخیار سے محروم رہے گا، یہ شناعت کیا کم ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ ت)

پنجم اصل یہ ہے کہ گناہ علانیہ دوہرا گناہ ہے کہ اعلان گناہ دوہرا گناہ بلکہ اس گناہ سے بھی بدتر گناہ ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

کل امتی معافی الا المجاھرین - رواہ الشیخان[2] عن ابی ھریرۃ والطبرانی فی الاوسط عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھما۔

میری سب امت عافیت میں ہے سوا اُن کے جو گناہ آشکارا کرتے ہیں (بخاری ومسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے اور امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔ ت)

نیز حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

لایزال العذاب مکشوفا عن العباد ما استتروا بمعاصی اللہ، فاذا اعلنوھا

ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بندوں سے دور رہے گا جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کو چھپائیں

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ثناء الناس علی المیت قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۳
صحیح مسلم " باب فی من یثنی علیہ خیر او شر من الموتی " " " ۱/۳۰۸
[2] صحیح البخاری کتاب الادب باب ستر المؤمن علی نفسہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۹۶
صحیح مسلم کتاب الزہد باب النہی عن ہتک الانسان ستر نفسہ " " " ۲/۴۱۲
المعجم الاوسط حدیث ۴۴۹۴ مکتبۃ المعارف ریاض ۵/۲۸۰

Marfat.com

استوجبوا عذاب النار۔ رواہ فی مسند[1] الفردوس عن المغیرۃ بن شعبۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اور چھپائیں گے پھر جب علانیہ گناہ اور نافرمانیاں کریں گے تو وہ عذاب کے مستحق اور سزاوار ہو جائینگے محدث دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے[1] اسے روایت کیا ہے۔ (ت)

اعلان پر باعث نفس کہ جرأت وجسارت وسرکشی وبے حیائی ہے اور مرض کا علاج ضد سے ہوتا ہے جب مسلمانوں کے مجمع میں اپنی ندامت وپشیمانی ظاہر کرے گا اور اپنے قول یا فعل یا عقیدہ کی بدی وشناعت پر اقرار لائے گا تو اس سے جو انکسار پیدا ہو گا اُس سرکشی کی دوا ہو گا فکر حاضر میں اس وقت اتنی حکمتیں خیال میں آئیں اور شریعت مطہرہ کی حکمتوں کو کون حصر کر سکتا ہے ان میں اکثر وجوہ یہ چاہتے ہیں کہ جن جن لوگوں کے سامنے گناہ کیا ہے ان سب کے مواجہ میں توبہ کرے مگر یہ کثرت مجمع کی حالت میں مطلقاً اور بعض صورتیں ویسے بھی حرج سے خالی نہیں اور حرج مدفوع بالنص ہے تاہم اس قدر ضرور چاہئے کہ مجمع توبہ مجمع گناہ کے مشابہ ہو سب میں ادنٰی درجہ کا اعلان اگرچہ دو کے سامنے بھی حاصل ہو سکتا ہے،

کما اجاب علماؤنا عن تمسک الامام مالک فی اشتراط الاعلان بحدیث اعلنوا النکاح ان من اشہد فقد اعلن کما فی مختصر الکرخی ومبسوط الامام محرر المذہب وغیرھما۔

جیسا کہ ہمارے علماءِ کرام نے حضرت امام مالک کو ان کے استدلال سے جواب دیا کیونکہ امام مالک نے حدیث اعلنوا النکاح (لوگو! نکاح کا اعلان کیا کرو) سے نکاح کے لئے اسے شرط قرار دیا ہے ہمارے ائمہ نے فرمایا، جو شخص نکاح پر گواہ بنائیگا تو بلاشبہہ اس نے نکاح کا اعلان کر دیا، (گویا حدیث میں اعلان سے تشہیر مراد ہے۔ مترجم) جیسا کہ مختصر کرخی اور مذہب تحریر کرنے والے امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی مبسوط اور ان دو کے علاوہ دوسری کتابوں میں مذکور ہے۔ (ت)

مگر وہ مقاصد شرع یہاں بے مشاکلت ومشابہت حاصل نہ ہوں گے ولہذا علامہ مناوی نے فیض القدیر میں اس حدیث کی شرح میں لکھا:

احدث عندھا توبۃ تجانسہا مع رعایۃ المقابلۃ وتحقق

گناہ کے ہوتے ہی ایسی نئی توبہ کریں جو اس گناہ کی مجانس (اس کی مثل) ہو باوجودیکہ اس

---

[1] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۵۰۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۹۶

Marfat.com

المشاکلۃ اھ مختصراً۔ میں رعایت مقابلہ، تحقق مشاکلت ہو (مختصراً عبارت مکمل ہوئی۔ (ت)

سو کے سامنے گناہ کیا اور ایک گوشہ میں دو کے آگے اظہار توبہ کردیا تو اس کا اشتہار مثل اشتہار گناہ نہ ہوا اور وہ فوائد کہ مطلوب تھے پورے نہ ہوئے بلکہ حقیقۃً وہ مرض کہ باعث اعلان تھا توبہ میں کمی اعلان پر بھی وہی باعث ہے کہ گناہ تو دل کھول کر مجمع کثیر میں کرلیا اور اپنی خطا پر اقرار کرتے عار آتی ہے چپکے سے دو تین کے سامنے کہہ لیا وہ انکسار کہ مطلوب شرع تھا حاصل ہونا درکنار ہنوز خودداری و استنکاف باقی ہے اور جب واقع ایسا ہو تو حاشا توبہ بسر کی بھی خبر نہیں کہ وہ ندامت صادقہ چاہتی ہے اور اس کا خلوص مانع استنکاف۔ پھر انصاف کیجئے تو اس کا یہ کہنا کہ میں نے توبہ کرلی ہے اور اُس مجمع میں توبہ نہ کرنا خود بھی اُسی خودداری و استنکاف کی خبر دے رہا ہے ورنہ گزشتہ توبہ کا قصہ پیش کرنا گوارا ہوتا نہ نام گنانا اُن تحقیقات پر موقوف رکھنا یہ جھگڑا آسان تھا یا مسلمانوں کے سامنے یہ دو حرف کہہ لینا کہ الٰہی! میں نے اپنے اُن ناپاک اقوال سے توبہ کی۔ پھر یہاں ایک نکتہ اور ہے اُس کے ساتھ بندوں کے معاملے تین قسم ہیں ایک یہ کہ گناہ کی اس کو سزا دی جائے اس پر یہاں قدرت کہاں، دوسرے یہ کہ اس کے ارتباط و اختلاط سے تحفظ و تحرز کیا جائے کہ بدمذہب کا ضرر سخت متعدی ہوتا ہے، تیسرے یہ کہ اس کی تعظیم و تکریم مثل قبول شہادت اقتدائے نماز وغیرہ سے احتراز کریں۔ فاسق و بدمذہب کے اظہار توبہ کرنے سے قسم اول تو فوراً موقوف ہوجاتی ہے الا فی بعض صور مستثنیات مذکورۃ فی الدر وغیرہ (مگر بعض ان صورتوں میں جو درمختار وغیرہ میں مذکور ہیں۔ ت) مگر دو قسم باقی ہنوز باقی رہتی ہیں یہاں تک کہ اس کی صلاح حال ظاہر ہو اور مسلمان کو اس کے صدق توبہ پر اطمینان حاصل ہو اس لئے کہ بہت عیار اپنے بچاؤ اور مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے زبانی توبہ کرلیتے ہیں اور قلب میں وہی فساد بھرا ہوا ہے، عراق میں ایک شخص صبیغ بن عسل تیمی کے سر میں کچھ خیالات بدمذہبی گھومنے لگے، امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حضور عرضی حاضر کی گئی طلبی کا حکم صادر فرمایا وہ حاضر ہوا امیرالمومنین نے کھجور کی شاخیں جمع کر رکھیں اور اسے سامنے حاضر ہونے کا حکم دیا فرمایا تو کون ہے؟ کہا میں عبداللہ صبیغ ہوں، فرمایا اور میں عبداللہ عمر ہوں اور اُن شاخوں سے مارنا شروع کیا کہ خون بہنے لگا پھر قید خانے بھیج دیا جب زخم اچھے ہوئے پھر بلایا اور ویسا ہی مارا پھر قید کردیا سہ بارہ پھر ایسا ہی کیا یہاں تک کہ وہ بولا یا امیرالمومنین! واللہ اب وہ

۱؎ فیض القدیر شرح الجامع الصغیر للمناوی حدیث ۹۶۳ دار المعرفۃ بیروت ۱/۴

Marfat.com

ہو امیرے سر سے نکل گئی، امیر المومنین نے اسے حاکم یمن حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس بھیج دیا اور حکم فرمایا کہ کوئی مسلمان اس کے پاس نہ بیٹھے وہ جدھر گزرتا اگر سو آدمی بیٹھے ہوتے سب متفرق ہو جاتے یہاں تک کہ ابو موسیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عرضی بھیجی کہ یا امیر المومنین! اب اس کا حال صلاح پر ہے اُس وقت مسلمانوں کو اُن کے پاس بیٹھنے کی اجازت فرمائی، دارمی سنن اور نصر مقدسی وابو القاسم اصبہانی دونوں کتاب الحجۃ ابن الانباری کتاب المصاحف اور لالکائی کتاب السنۃ اور ابن عساکر تاریخ دمشق میں سلیمان بن یسار سے راوی:

رجلا من بنی تمیم یقال لہ صبیغ بن عسل قدم المدینۃ وکان عندہ کتب فکان یسأل عن متشابہ القراٰن فبلغ ذلک عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فبعث الیہ وقد اعدلہ عراجین النخل فلما دخل علیہ قال من انت قال انا عبد اللہ صبیغ قال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وانا عبد اللہ عمر واوما الیہ فجعل یضربہ بتلک العراجین فما زال یضربہ حتی شجہ وجعل الدم یسیل علی وجہہ فقال حسبک یا امیر المومنین واللہ فقد ذھب الذی اجد فی راسی[1]

قبیلہ بنی تمیم کا ایک شخص جس کو "صبیغ بن عسل" کہا جاتا تھا مدینہ منورہ آیا اس کے پاس کچھ کتابیں تھیں اور قرآن مجید کے متشابہات کے بارے میں پوچھتا تھا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک یہ بات پہنچی تو آپ نے ایک آدمی بھیج کر اسے اپنے ہاں بلا لیا اور اس کے لئے کھجوروں کی چند بڑی ٹہنیاں تیار رکھیں، جب وہ امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا: میں عبد اللہ صبیغ ہوں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا: میں اللہ تعالےٰ کا بندہ عمر ہوں، پھر اس کی طرف بڑھے اور ان ٹہنیوں سے اسے مارنے لگے، اُسے مسلسل مارتے رہے یہاں تک کہ وُہ زخمی ہو گیا اور اس کے چہرے پر خُون بہنے لگا، اس نے کہا بس بھی کریں کافی ہو گیا ہے امیر المومنین! خدا کی قسم میں اپنے دماغ میں جو کچھ پاتا تھا وہ نکل گیا ہے یعنی ختم

---

[1] تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ صبیغ بن عسل دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/۳۸۴
سنن الدارمی حدیث ۱۴۶ دار المحاسن للطباعۃ القاہرۃ ۱/۵۱

Marfat.com

وللنصر وابن عساكر عن ابي عثمان
النهدي عن صبيغ كتب
الينا امير المؤمنين الى اهل
البصرة ان لا تجالسوا صبيغا
قال ابو عثمان فلو جاء و نحن
مائة لتفرقنا عنه و للدارمي
وابن عبد الحكيم و ابن عساكر
عن مولى ابن عمر قال قال
له عمر عما تسأل فحدثه فارسل
الى عمر يطلب الجريد فضربه
بها حتى ترك ظهره دبرة ثم
تركه حتى برء ثم دعا
به ليعود به فقال
صبيغ يا امير المؤمنين
ان كنت تريد قتلي
فاقتلني قتلا جميلا
وان كنت تريد
تداويني فقد والله برئت
فاذن له الى ارضه
وكتب له الى ابي موسى
الاشعري ان لا يجالسه
احد من المسلمين
فاشتد ذلك على الرجل

ہوگیا ہے۔ نصر مقدسی اور ابن عساکر نے ابو عثمان
نہدی کے حوالے سے صبیغ سے روایت کی،
امیرالمومنین نے اہل بصرہ کو لکھا کہ وہ صبیغ کے
پاس نہ بیٹھا کریں۔ چنانچہ ابو عثمان نے بیان کیا
(کہ اس حکم کے بعد لوگوں کی یہ حالت ہوگئی کہ)
اگر وہ شخص آتا اور ہم ایک سو کی تعداد میں موجود
ہوتے تو ہم ادھر ادھر بکھر جاتے۔ دارمی،
ابن عبد الحکیم اور ابن عساکر نے حضرت عبداللہ
ابن عمر کے آزاد کردہ غلام سے روایت کی، غلام
نے کہا حضرت عمر فاروق نے اس سے دریافت
فرمایا: تو کس بارے میں سوال کرنا چاہتا ہے؟
اس نے جواب دیا اور بیان کیا۔ پھر امیرالمومنین
نے لاٹھیاں منگوانے کے لئے میرے پاس آدمی
بھیجا اور لاٹھیاں منگوا کر اسے مارا پیٹا یہاں
تک کہ اس کی پیٹھ زخمی ہوگئی، اسے اس
حالت میں رخصت کر دیا تا آنکہ وہ صحت یاب
ہوکر ٹھیک ہوگیا پھر اسے طلب کیا تا کہ اسے
مزید زدوکوب کریں۔ صبیغ مذکور نے عرض کی
اے امیرالمومنین! اگر مجھے مار ڈالنا چاہتے ہیں
تو مجھے مار ڈالیں اور اگر میرا علاج کرنا چاہتے
ہیں تو خدا کی قسم اب میں ٹھیک ہوگیا ہوں۔
امیرالمومنین نے پھر اسے اپنے وطن جانے کی
اجازت دے دی اور اس کے بارے میں حکم

سلہ تہذیب دمشق الکبیر ترجمہ صبیغ بن عسل دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۸۴/۶

Marfat.com

فکتب ابی موسٰی الی عمر ان قد حسنت هیأته ان ائذن للناس فی مجالسته، ولابن الانباری ولنصر واللالکائی وابن عساکر عن السائب بن یزید رضی اللہ تعالٰی عنہ وذکر القصة قال فلم یزل یعنی صبیغا وضیعا فی قومہ حتی هلك وکان سید قومہ[2]

ابوموسٰی اشعری کی طرف یہ ہدایت تحریری بھیجی کہ کوئی مسلمان اس شخص کے پاس نہ بیٹھنے پائے۔ یہ حکم اسے گراں گزرا، کچھ عرصہ بعد ابوموسٰی اشعری نے امیرالمومنین کو لکھا کہ اس کی حالت اچھی ہوگئی ہے، آپ نے انھیں جواب بھیجا کہ اب لوگوں کو اس کے پاس بیٹھنے کی اجازت دے دیں۔ ابن الانباری نصر مقدسی، لالکائی اور ابن عساکر نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے روایت فرمائی کہ انھوں نے پورا واقعہ بیان کیا اور فرمایا کہ پھر ہمیشہ صبیغ اپنی قوم میں (بے قدر) کہتر ہوگیا یہاں تک کہ اسے موت آگئی، باوجودیکہ وہ اپنی قوم کا سردار تھا۔ (ت)

پھر صحت توبہ پر اطمینان کتنی مدت میں حاصل ہوتا ہے صحیح یہ کہ اس کے لئے کوئی مدت متعین نہیں کرسکتے جب اس شخص کی حالت کے لحاظ سے اطمینان ہوجائے کہ اب اس کی اصلاح ہوگئی اُس وقت اُس سے دُوقسم اخیر کے معاملات برطرف ہوں گے۔ فتاوٰی امام قاضی خاں پھر فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

الفاسق اذا تاب لاتقبل شهادته مالم یمض علیه زمان یظهر علیه اثر التوبة والصحیح ان ذٰلك مفوض الی رأی القاضی[3]

بدکردار جب تائب ہوجائے تب بھی اسکی شہادت مقبول نہ ہوگی جب تک کہ کچھ زمانہ بیت جائے تاکہ اس پر توبہ کے آثار ہوجائیں، اور صحیح یہ ہے کہ یہ مسئلہ قاضی کی رائے پر منحصر ہے (یعنی جب قاضی کو اس سے مکمل اطمینان ہوجائے تو پھر شہادت مقبول ہوگی۔ مترجم)۔ (ت)

ظاہر ہے کہ یہ بات نظر بحالات مختلف ہوجاتی ہے ایک سادہ دل راست گو سے کوئی گناہ ہوا اس نے توبہ کی اس کے صدق پر جلد اطمینان ہوجائے گا اور دروغ گو مکّار کی توبہ کا اعتبار نہ کرینگے اگرچہ ہزار مجمع میں تائب ہو۔ امام اجل ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی قدس سرہ الربانی بدائع میں

---

[1] تہذیب دمشق الکبیر ترجمہ صبیغ بن عسل ۶/۳۸۷ و سنن الدارمی حدیث ۱۵۰ ۱/۵۱

[2] تہذیب دمشق " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/۳۸۷

[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الشہادات الباب الرابع الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۴۶۸

Marfat.com

فرماتے ہیں ،

المعروف بالکذب لاعدالة له ولا تقبل شهادته ابدا وان تاب بخلاف من وقع في الكذب سهوا او ابتلي به مرة ثم تاب[1] والله تعالیٰ اعلم۔

جو کوئی دروغ گوئی (یعنی جھوٹ بولنے میں مشہور ہو) تو اس کے لئے کوئی عدالت نہیں لہذا کبھی بھی اس کی شہادت مقبول نہیں ہو سکتی اگرچہ تائب ہو جائے بخلاف اس شخص کے جس نے بھول کر جھوٹ کہہ دیا یا کبھی کبھار اس سے غلط بیانی ہوگئی پھر اس نے توبہ کر ڈالی (تو اس کی شہادت توبہ کرنے کے بعد مقبول ہوگی۔ مترجم) اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں ،

زید کہتا ہے کہ حضرت محبوب سبحانی علیہ الرحمۃ صحابہ سے افضل ہیں اور ایصال نفع و نقصان کے مالک ہیں چنانچہ مجھ کو ان کی گیارھویں کرنے سے ترقی ہوئی، گیارھویں اور مولود میرا ایمان ہے۔ عمرو کہتا ہے کہ حضرت محبوب سبحانی علیہ الرحمۃ صحابہ کرام سے افضل نہیں اور نہ مالک نفع وضرر ہیں البتہ ان کی مقدس روح کو فاتحہ شیرینی وغیرہ کا ثواب پہنچانا موجب خیر و برکت ہے۔ گیارھویں اور مولود اقدس مروجہ داخل ایمان نہیں کیونکہ میں نے یہ دونوں اٰمنت باللہ کے معنی میں سے نہیں سنے، لیکن یہ بات ضرور ہے کہ ذکر ولادت جناب رسالتمآب علیہ افضل التحیات کا مشروع طور پر کرنا ایمان کے لوازمات سے ہے اور باعث فلاح دارین ہے ۔ کس کا قول درست ہے؟ بینوا توجروا (بیان کرو تاکہ اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل کہنا گمراہی ہے اور بعطائے الٰہی مالک نفع وضرر کہنے میں حرج نہیں، مسلمان جب ایسا لفظ کہتا ہے اس کی مراد یہی ہوتی ہے نہ یہ کہ معاذ اللہ بذات خود بے عطائے الٰہی مالک نفع وضرر جانے کہ یہ کفر خالص ہے اور کوئی مسلمان اس قصد سے نہیں کہتا۔ مجلس میلاد مبارک و یازدہم شریف میں دو حیثیتیں ہیں ایک حیثیت خصوص فعل اس طور پر تو فرائض حتی کہ نماز و روزہ بھی داخل ایمان و جزء ایمان نہیں، اٰمنت باللہ (میں اللہ پر ایمان لایا۔ ت) میں ان کا بھی ذکر صریح نہیں۔ دوسری حیثیت مقصد و منشاء یعنی محبت و تعظیم حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت و تعظیم اہلبیت و صحابہ و اولیاء و علماء رضی اللہ تعالیٰ

---

[1] بدائع الصنائع کتاب الشہادات فصل اما الشرائط ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

Marfat.com

عنہم بھی اس میں داخل ہے، یہ ضرور رکنِ ایمان ہے،

قال اللہ تعالٰی وتعزروہ و توقروہ[1]

اللہ تعالٰی نے (قرآن مجید میں) ارشاد فرمایا ان کی (یعنی حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی) تعظیم وتوقیر کرو۔(ت)

وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

اور حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم لوگوں میں اس وقت تک کوئی ایمان دار نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والدین، اس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں (یعنی وہ سب سے زیادہ مجھے محبوب رکھے)۔ اور اللہ تعالےٰ سب سے زیادہ علم والا ہے۔(ت)

مسئلہ ۱۹ تا ۲۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) زید نے ایک شخص کو حُقّہ بھر کر دیا، شخص مذکور نے حُقّہ لے کر ایک شعر پڑھا، زید نے اپنی لاعلمی کی وجہ سے یہ کہا سمع اللہ لمن حمدہ نہیں کیا۔ اس کے واسطے کیا حکم ہے؟

(۲) دیگر سوال یہ ہے کہ جس شخص کی قرابت داری رافضیوں سے ہو اور ان کے کھانے پینے میں اور زلیست ومرگ میں بھی شامل ہو اور کوئی سمجھائے تو اس کا یہ جواب کہ ہم سے یہ ترک ہو نہیں سکتا۔

(۳) اور مسئلہ سوم یہ ہے کہ جو شخص سُود خور سے محبتِ قلبی رکھے اور بعد مرگ اس کے مال کی پیروی بہت سی کرے، اس کے واسطے کیا حکم ہے؟

(۴) چہارم زید کی والدہ کا زید کی شادی کے وقت تک یہ عقیدہ تھا کہ حضرت علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ کے برابر کسی صحابی کا رتبہ نہیں ہے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

(۱) پہلا لفظ ناپاک جس نے بکا اُسے نئے سرے سے کلمۂ اسلام پڑھنا چاہئے اور اپنی عورت سے تجدیدِ نکاح کرے لانہ استہزاء بکلمۃ الحمد الالٰھی عزجلالہ (اس لئے کہ یہ اللہ تعالےٰ (کہ جس کا جلال ورعب غالب ہے) کے کلمۂ حمد کے ساتھ مذاق ہے۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/ ۹

[2] صحیح البخاری کتاب الایمان باب حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم من الایمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷

Marfat.com

(۲) رافضیوں سے میل جول حرام ہے اور اس کا مرتکب اگر رافضی نہ بھی ہو تو سخت درجہ کا فاسق فاجر ضرور ہے اور جب وہ اس پر اصرار کرتا ہے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ خود اس سے ملنا جلنا ترک کردیں۔

قال اللہ تعالٰی واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین[1]	اللہ تعالٰی نے (قرآن مجید میں) ارشاد فرمایا: اگر شیطان تمھیں بھلاوے میں ڈال دے تو پھر یاد آنے پر ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ (ت)

(۳) سُود خوار سے محبت اگر اپنی کسی قرابت، رشتہ، جائز احسان کی وجہ سے ہے تو اس قدر پر انسان مجبور ہے اور بے اس کے اُس سے بھی خلط ملط منع ہے،

فی التفسیر الاحمدی بعد ما ذکر شمول الکریمۃ المتلوۃ لکل کافر والمبتدع والفاسق ان القعود مع کلھم ممنوع[2]	تفسیر احمدی میں یہ ذکر کرنے کے بعد کہ اوپر ذکر کردہ آیہ کریمہ ہر کافر، بدعتی اور فاسق کو شامل ہے یہ بیان فرمایا کہ ان سب کے پاس بیٹھنا شرعاً منع ہے۔ (ت)

اور بعد مرگ اس کے مال کی پیروی سے اگر مراد یہ ہے کہ اس کا سُود جو لوگوں پر پھیلا ہوا تھا وصول میں کوشش کی جب تو یہ کوشش کرنے والا بھی سُود خوار کی طرح ملعون ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعن اللہ اٰکل الربٰو وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ[3]	سُود کھانے والے، کھلانے والے، لکھنے والے اور اس کی گواہی دینے والے سب پر اللہ تعالٰی کی لعنت ہے۔ (ت)

اور اگر کسی مال حلال کے لئے کوشش کی تو حرج نہیں۔

(۴) زید کی والدہ عقیدۂ مذکورہ کے سبب اہلسنت سے خارج اور ایک گمراہ فرقے تفضیلیہ میں داخل ہے جن کو ائمہ دین نے رافضیوں کا چھوٹا بھائی کہا ہے مگر اس سے زید پر کچھ الزام

---

[1] القرآن الکریم ۶/۶۸

[2] التفسیرات الاحمدیۃ تحت آیۃ وما علی الذین یتقون من حسابھم مطبع کریمیہ بمبئی ص ۳۸۸

[3] صحیح مسلم کتاب البیوع باب الربٰو قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۷

Marfat.com

نہیں جبکہ وہ اس عقیدہ میں شریک نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳ از سنبھل ضلع مراد آباد محلہ ٹیلہ مرسلہ نادر حسین صاحب ۱۴ رجمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ

زید نے بھنگی کے گھر پر جاکر اس کے گھر کے کھانے پکے ہوئے پر فاتحہ جناب شاہ بدیع الدین یعنی مدار صاحب دے کر کچھ دام اور شیرینی اور خشک آٹا وغیرہ اپنے گھر لاکر استعمال میں لایا اور سالہا سال سے ایسا ہی کیا کرتا ہے یعنی وہ اپنا اسے پیر سمجھتے ہیں، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا یہ فعل شرعاً جائز تھا یا ناجائز؟ اگر جائز تھا تو احکامِ شرعیہ کے کون شئے کے جواز سے؟ اور اس کے لائے جنس کا کھانا دوسرے مسلمان کو چاہئے یا نہیں؟ اور اگر ناجائز تھا تو اس کی نسبت کیا حکم؟ مسلمانوں کو اس سے بچنا بہتر ہے یا نہیں؟

الجواب

زید بقید کا یہ فعل بہت ناپاک و بد ہے یہاں علی العموم بھنگی کفار ہیں، اور کافر کی کوئی نیاز کوئی عمل قبول نہیں، نہ ہرگز اس پر ثواب ممکن جسے پہنچایا جائے،

قال اللہ تعالیٰ وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلنٰہ ھباء منثورا[1] اللہ تعالیٰ نے (قرآن مجید میں) ارشاد فرمایا: اور ہم نے ان کاموں کا ارادہ کیا جو انھوں نے (دنیاوی زندگی میں) کئے پھر ہم انھیں بکھرا ہوا گرد وغبار بنا کر اڑا دیں گے۔ (ت)

اس کے کھانے پر فاتحہ دینا اس کا ثواب پہنچنے کا اعتقاد ہے اور یہ قرآن عظیم کے خلاف ہے۔ زید پر توبہ فرض ہے بلکہ تجدید اسلام و نکاح چاہئے بھنگی کا صدقہ جو یہ شخص لاتا اور رکھاتا ہے اسلام کو ذلیل اور مسلمانوں کو متنفر کرنا ہے مسلمان اُسے نہ کھائیں، اور یہ شخص تائب نہ ہو تو اسے بھنگیوں ہی پر چھوڑ دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۴ از ڈلیسہ اسحاق اللہ ملک گجرات مرسلہ پیرزادہ محمد معصوم شاہ صاحب ۱۷ رجمادی الاولےٰ ۱۳۳۱ھ

بخدمت جناب مجددِ ہند مولانا مولوی صاحب احمد رضا خان صاحب، بعد تسلیم کے گزارش حال یہ ہے کہ آپ کے نام پیر ڈلیسہ سے فتویٰ لکھا ہے وہ شخص مولوی اشرفعلی کا پیرو ہے اور یہاں پر چار سو مکان اہلسنت وجماعت کے ہیں اُن کو مولوی اشرفعلی کے سپرد کرنا چاہتا ہے یعنی ہمارے ہاں۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۵/ ۲۳

Marfat.com

دستور ہے کہ شادی میں نکاح کے وقت تاشہ بجایا کرتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ غیر مقلد ہماری جماعت میں نہ آنے پائیں مگر یہ شخص اشرف علی کے پیرو ہو کر تاشہ بجانا منع کرتا ہے اور جس شے میں گناہ نہ ہو اس کو بھی منع کرتا ہے اس واسطے آپ اسحاق اللہ کے نام پر لکھنا تاکہ ہم ان شیطانوں کے پھندوں سے بچیں اگرچہ یہاں پر تاشہ بجانا بند ہوسے تو ہم کو اپنے مذہب سے پھر جانے کا خوف ہے۔

الجواب

جناب پیرزادہ صاحب دام مجدہم تسلیم!

شرع مطہر نے شادی میں دف جس میں جلاجل نہ ہوں اور قانون موسیقی پر نہ بجائیں جائز رکھا ہے۔ ڈھول تاشے باجے جس طرح رائج ہیں جائز نہیں، ناجائز بات کو اگر کوئی بدمذہب یا کافر منع کرے تو اسے جائز نہیں کہا جاسکتا، کل کو کوئی وہابی ناچ کو منع کرے تو کیا اُسے بھی جائز کردینا ہوگا، سنی مسلمانوں کو دین پر ایسا بودا پوچ اعتقاد نہ چاہیے کہ گناہ کی اجازت نہ ملے تو دین ہی سے پھر جائیں، دین پر اعتقاد ایسا چاہیے کہ لاتشرك بالله وان حرقت (اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر اگرچہ تجھے جلادیا جائے۔ت) اگر کوئی جلا کر خاک کردے تو دین سے نہ پھرے، اللہ عزوجل فرماتا ہے،

ومن الناس من یعبد اللہ علی حرف فان اصابہ خیر اطمان بہ وان اصابتہ فتنۃ انقلب علی وجہہ خسر الدنیا والاخرۃ ذلک ھو الخسران المبین[1] والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم۔

کچھ لوگ کنارے پر کھڑے اللہ کو پوجتے ہیں اگر کوئی بھلائی پہنچی جب تو خوش ہیں اور کوئی آزمائش ہوئی تو اُلٹے منہ پلٹ گئے ایسوں کا دنیا و آخرت دونوں میں گھاٹا ہے یہی صریح زیاں کاری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۱: مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ،

سود کھانا اور جوا کھیلنا اور زنا وغیرہ یہ سب فعل بد کی گناہ ایک برابر ہے یا نہ؟ اور ایسے آدمی کے ساتھ کھانا پینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر و ثواب پاؤ۔ت)

الجواب

یہ سب افعال حرام اور سخت کبائر ہیں، ان میں سے کسی فعل کا مرتکب مستحق نار و غضب جبار ہے

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/۱۱

Marfat.com

پھر زنا کہ سخت خبیث کبیرہ ہے اس میں اگر حق العبد شامل نہ ہو تو سود اور جُوا اس سے بدتر ہیں سود کی نسبت صحیح حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا :

الربٰو ثلث وسبعون حوبا ادناھن ان یقع الرجل علی امہ[1] — سود کھانا تہتر گناہوں کا مجموعہ ہے ان میں سے سب ہلکا گناہ ایسا ہے جیسے آدمی اپنی ماں سے زنا کرے ۔

اور اگر زنا میں حق العبد بھی شامل ہے تو وہ سُود اور جُوئے دونوں سے بدتر ہے کہ سُود اور جوئے کا اثر مال پر ہے اور زنا کا ناموس پر اور ناموس مال سے عزیز تر ہے ، ایسے لوگوں کے ساتھ کھانا کھانا نہ چاہئے ۔ واللہ تعالٰی اعلم ۔

مسئلہ ۲۶ تا ۲۹ از مقام سوجت مارواڑ بازار کے اندر مسئولہ شیخ ننّے میاں کلاہ فروش داھن منڈی

(۱) یہ کہ کاہنوں اور جوتشیوں سے ہاتھ دکھلا کر تقدیر کا بھلا یا بُرا دریافت کرنا ۔

(۲) اور بیچاری نوجوان بیوہ عورتوں کے نکاح ثانی کو بُرا سمجھنے اور نکاح ثانی کرنے والوں پر طعن کرنا ۔

(۳) اور بیاہ شادیوں میں طوائف اور بھانڈ نچانا ۔

(۴) اور جُوئے کا انگھہ لگانا ہار جیت کا جیسا کہ اکثر ہنود ومہاجن وغیرہ لگایا کرتے ہیں ایسا کام کرنے والے حنفی المذہب اور اہلسنت وجماعت رہے یا نہیں ، کیا حکم ہے ؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر وثواب پاؤ ۔ ت)

الجواب

(۱) کاہنوں اور جوتشیوں سے ہاتھ دکھا کر تقدیر کا بھلا بُرا دریافت کرنا اگر بطور اعتقاد ہو یعنی جو یہ بتائیں حق ہے تو کفر خالص ہے ، اسی کو حدیث میں فرمایا :

فقد کفر بما نزل علٰی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2] — بے شک اس نے انکار کیا جو کچھ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام پر اُتارا گیا ۔ (ت)

اور اگر بطور اعتقاد وتیقن نہ ہو مگر میل ورغبت کے ساتھ ہو تو گناہِ کبیرہ ہے ۔ اسی کو حدیث میں فرمایا :

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب التجارات باب التغلیظ فی الربٰو ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۶۵

[2] جامع الترمذی کتاب الطہارت باب ماجاء فی کراھیۃ اتیان الحائض امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۹

Marfat.com

لم یقبل الله له صلوٰۃ اربعین صباحاً[1]۔ اللہ تعالیٰ چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہ فرمائیگا۔
اور اگر ہزل واستہزاء ہو تو عبث و مکروہ حماقت ہے، ہاں اگر بقصد تعجیز ہو تو حرج نہیں۔
واللہ تعالےٰ اعلم۔

(۲) نکاح ثانی کو برا سمجھنا اور اس پر طعن کرنا اگر محض بر بنائے رسم ورواج ومصالح عرفیہ ہے
نہ یوں کہ اسے شرعاً حرام جانیں یا شرعاً حلال جان کر تحلیل شرع کو برا سمجھے تو چنداں مورد الزام نہیں۔
کما فصلنا یا طیب تفصیل فی رسالتنا عقائد التھانی فی حکم نکاح الثانی۔ جیسا کہ ہم نے اس مسئلہ کی بہت عمدہ تفصیل اپنے رسالہ عقائد التھانی فی حکم نکاح الثانی میں بیان کی ہے (ت)

اور اگر اُسے شرعاً حرام سمجھتا ہے تو حکم کفر ہے اور شرعاً حلال جان کر تحلیل شرع کو معاذ اللہ بُرا جانتا ہے
تو صریح مرتد۔ واللہ تعالےٰ اعلم

(۳) طوائفوں کا ناچ مطلقاً حرام قطعی ہے جس کی حُرمت پر متعدد آیاتِ قرآنیہ ناطق ہیں بھانڈ
جس طرح نقلیں بنایا اور لوگوں کو ہنسایا کرتے ہیں یہ بھی شرعاً حرام ہے۔ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم
فرماتے ہیں:

من قعد وسط الحلقۃ فھو ملعون[2]۔ جو مجلس محفل کے درمیان بیٹھا وہ ملعون ہے (ت)

اور مزامیر کے ساتھ اُن کا گانا بھی حرام ہے اور اگر چلکے توڑے کے ساتھ ناچتے ہوں
تو یہ بھی حرام ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

(۴) جو ابھی بنصِ قطعی قرآن حرام ہے مگر ان افعال کے کرنے سے آدمی گنہگار ہوتا ہے
مستحقِ عذابِ نار ہوتا ہے مگر حنفیت یا سنیت سے خارج نہیں ہوتا جب تک اعتقاد میں فرق
نہ ہو۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اطاعتِ والدین وبرادران
واجب ہے یا فرض؟ اور بصورت ارتکاب ان کے کہ گناہ کبیرہ مثلاً زنا کرنا، چوری کرنا، داڑھی منڈانا

---

[1] جامع الترمذی کتاب الاشربۃ باب ماجاء فی شارب الخمر امین کمپنی دہلی ۲/۸
[2] " " کتاب الادب ماجاء فی کراہیۃ القعود وسط الحلقۃ " ۲/۱۰۰

Marfat.com

یا کترواناترکِ اطاعت واجب ہے یا اب بھی اطاعت کرنا چاہیئے، اور اگر بعد ارتکاب کے لڑکا اپنے باپ سے یا چھوٹا بھائی بڑے بھائی سے کہے کہ داڑھی منڈانا یا زنا کرنا یا چوری کرنا چھوڑ دو، اور اس کے جواب میں وہ کہے کہ یہ تو ضرور کروں گا، اس حالت میں طاعت کرے یا نہیں؟ اور اگر وہ شخص توبہ سے انکار کرے تو کافر ہُوا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

اطاعت والدین جائز باتوں میں فرض ہے اگرچہ وہ خود مرتکب کبیرہ ہوں، اُن کے کبیرہ کا وبال اُن پر ہے مگر اُس کے سبب یہ امورِ جائزہ میں اُن کی اطاعت سے باہر نہیں ہو سکتا، ہاں اگر وہ کسی ناجائز بات کا حکم کریں تو اس میں ان کی اطاعت جائز نہیں،

لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالٰی۔[1] اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت (فرمانبرداری) نہیں۔ (ت)

ماں باپ اگر گناہ کرتے ہوں اُن سے بہ نرمی و ادب گزارش کرے اگر مان لیں بہتر ورنہ سختی نہیں کر سکتا بلکہ غیبت میں اُن کے لئے دُعا کرے، اور اُن کا یہ جاہلانہ جواب دینا کہ یہ تو ضرور کروں گا یا توبہ سے انکار کرنا دوسرا سخت کبیرہ ہے مگر مطلقاً کفر نہیں جب تک حرام قطعی کو حلال جاننا یا حکمِ شرع کی توہین کے طور پر نہ ہو اس سے بھی جائز باتوں میں اُن کی اطاعت منع نہ کی جائیگی ہاں اگر معاذ اللہ یہ انکار بروجہ کفر ہو تو وہ مرتد ہو جائیں گے اور مرتد کے لئے مسلمان پر کوئی حق نہیں، رہا بڑا بھائی وہ ان احکام میں ماں باپ کا ہمسر نہیں، ہاں اُسے بھی حقِ تعظیم حاصل ہے اور بلا وجہ شرعی ایذا رسانی تو کسی مسلمان کی حلال نہیں۔ اور اللہ تعالٰی سب مخلوق سے زیادہ جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۳۱ از پیلی بھیت کچہری کلکٹری مرسلہ جناب مولوی عرفان علی صاحب رضوی برکاتی بیسلپوری ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

اہل ہنود کے میلوں مثل دسہرہ وغیرہ میں جو مسلمان دیکھنے کی غرض سے جاتے ہیں کیا ان کی عورتیں نکاح سے باہر ہو جاتی ہیں؟ کیا تجارت پیشہ لوگوں کو بھی جانا ممنوع ہے؟

الجواب

اُن کا میلہ دیکھنے کے لئے جانا مطلقاً ناجائز ہے، اگر اُن کا مذہبی میلہ ہے جس میں وہ اپنا

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل بقیہ حدیث الحکم بن عمرو الغفاری المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۶۶

Marfat.com

کفر و شرک کریں گے کفری آوازوں سے چلائیں گے جب تو ظاہر ہے اور یہ صورت سخت حرام مجملہ کبائر ہے پھر بھی کفر نہیں۔ اگر کفری باتوں سے کافر ہے نہ ان معاذ اللہ ان میں سے کسی بات کو پسند کرے یا ہلکا جانے تو آپ ہی کافر ہے اس صورت میں عورت نکاح سے نکل جائے گی اور یہ اسلام سے، ورنہ فاسق ہے، اور فسق سے نکاح نہیں جاتا، پھر بھی وعید شدید ہے اور کفریات کو تماشا بنانا ضلال بعید ہے۔ حدیث میں ہے:

من کثر سواد قوم فهو منهم ومن رضي عمل قوم كان شريك من عمل به۔ رواه ابو يعلى في مسنده وعلي بن معبد في كتاب الطاعة والمعصية عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ورواه الامام عبد الله بن المبارك في كتاب الزهد عن ابي ذر رضي الله تعالى عنه من قوله وهو عند الخطيب عن انس رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بلفظ من سود مع قوم فهو منهم۔[2]

جو کسی قوم کا جتھا بڑھائے وہ انھیں میں سے ہے اور جو کسی قوم کا کوئی کام پسند کرے وہ اس کام کرنے والوں کا شریک ہے (امام ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں اس کو روایت فرمایا، اور علی بن معبد نے کتاب الطاعۃ والمعصیۃ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اسے روایت کیا، اور امام عبد اللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ نے کتاب الزہد میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول سے اس کو روایت کیا جبکہ وہ خطیب کے نزدیک حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے: جو کسی قوم کے ساتھ ہو کر ان کا جتھا بڑھائے تو وہ انہی میں شمار ہے۔ ت)

اور اگر مذہبی میلہ نہیں لہو و لعب کا ہے جب بھی ناممکن کہ منکرات و قبائح سے خالی ہو اور منکرات کا تماشا بنانا جائز نہیں، ردالمحتار میں ہے:

کرہ کل لهو والاطلاق — ہر کھیل مکروہ یعنی ناپسندیدہ کام ہے، اور اسی کو

---

[1] نصب الرایۃ لاحادیث الہدایۃ بحوالہ ابی یعلی و علی بن معبد کتاب الجنایات المکتبۃ الاسلامیۃ ۴/۳۴۶
[2] کنز العمال بحوالہ خط عن انس حدیث ۲۴۶۸۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/۱۰
تاریخ بغداد ترجمہ عبد اللہ بن عتاب ۵۱۶۷ دار الکتاب العربی بیروت ۱۰/۳۸

Marfat.com

شامل لنفس الفعل واستماعہ[1]

مطلق (بغیر کسی قید) ذکر کرنا اس کے کرنے اور سُننے دونوں کو شامل ہے۔ (ت)

طحطاوی صدر کتاب بیان علوم محرمہ ذکر شعبدہ میں ہے :

یظھر من ذلک حرمۃ التفرج علیھم لان الفرجۃ علی المحرم حرام[2]

اس سے کھیل (تماشا) پر خوشی منانے کی حرمت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ کسی حرام کام پر خوشی منانا بھی حرام ہے۔ (ت)

یعنی شعبدہ باز بھان متی بازیگر کے افعال حرام ہیں اور اس کا تماشا دیکھنا بھی حرام ہے کہ حرام کو تماشا بنانا حرام ہے خصوصاً اگر کافروں کی کسی شیطانی خرافات کو اچھا جانا تو آفت اشد ہے اور اس وقت تجدید اسلام و تجدید نکاح کا حکم کیا جائے گا۔ غمز العیون میں ہے :

اتفق مشائخنا ان من رأی امر الکفار حسنا فقد کفر حتی قالوا فی رجل قال ترک الکلام عند اکل الطعام حسن من المجوس اوترک المضاجعۃ عندھم حال الحیض حسن فھو کافر[3]

ہمارے مشائخ کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ جس نے کافروں کے کسی کام کو اچھا سمجھا تو وہ کافر ہوگیا، انھوں نے یہاں تک شدت اختیار فرمائی کہ اگر کسی شخص نے (آتش پرستوں کے بارے میں) کہا کہ ان کا طعام کھانے کے وقت خاموش رہنا اچھی بات ہے، اور اسی طرح ایام ماہواری میں عورت کے پاس نہ لیٹنا عمدہ بات ہے' تو وہ کافر ہے۔ (یعنی اہل کفر کی بات کو بھی اچھا کہنا یا سمجھنا خالص اسلام میں موجب کفر ہے)۔ (ت)

اور اگر تجارت کے لئے جائے تو اگر میلہ اُن کے کفر و شرک کا ہے جانا ناجائز و ممنوع ہے کہ اب وہ جگہ اُن کا معبد ہے اور معبدِ کفار میں جانا گناہ۔ تیمیہ پھر تتارخانیہ پھر ہندیہ میں ہے :

یکرہ للمسلم الدخول فی البیعۃ والکنیسۃ وانما یکرہ من حیث انہ مجمع الشیاطین[4]

یہودیوں کی عبادت گاہ اور عیسائیوں کے گرجے (چرچ) میں کسی مسلمان کا داخل ہونا مکروہ ہے اس لئے کہ وہ شیاطین کے جمع ہونے کی جگہ ہے (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۵۳

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار خطبۃ الکتاب دارالمعرفۃ بیروت ۱/۳۱

[3] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الثانی ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۲۹۵

[4] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الرابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۶

Marfat.com

بحرالرائق میں ہے:

والظاھر انھا تحریمیۃ لانھا المرادۃ عند اطلاقھم[1]	ظاہر یہ ہے کہ کراہت سے کراہت تحریمی مراد ہے کیونکہ "عند الاطلاق" وہی مراد ہوا کرتی ہے۔ (ت)

بلکہ ردالمحتار میں ہے:

فاذا حرم الدخول فالصلاۃ اولٰی[2]	جب وہاں جانا اور داخل ہونا حرام ہے تو نماز پڑھنا بدرجہ اولٰی حرام ہے۔ (ت)

اور اگر لہو ولعب کا ہے اور خود اُس سے بچے نہ اُس میں شریک ہو نہ اُسے دیکھے نہ وہ چیزیں بیچے جو اُن کے لہو ولعب ممنوع کی ہوں تو جائز ہے پھر بھی مناسب نہیں کہ اُن کا مجمع ہر وقت محل لعنت ہے تو اس سے دُوری ہی میں خیر وسلامت ہے ولہذا علماء نے فرمایا کہ اُن کے محلہ میں ہو کر نکلے تو جلد لپکتا ہوا گزر جائے۔ تنقیح زوی الاحکام، پھر فتح المعین، پھر طحطاوی میں ہے:

ھم محل نزول اللعنۃ فی کل وقت ولا شک انہ یکرہ السکون فی جمیع بیوت کذلک بل وان یمر فی اماکنھم الا ان یھرول ویسرع وقد وردت بذلک اثار[3]	اس لئے کہ ہر وقت، مقامات کفار پر خدا کی لعنت برستی ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسی مجلس (اور جگہ) میں ٹھہرنا مکروہ (ناپسندیدہ امر) ہے بلکہ اُن کے مقامات کے قریب جب کبھی گزرنا پڑے تو جلدی سے دوڑ کر گزرے۔ چنانچہ آثار میں یہی وارد ہوا ہے۔ (ت)

اور اگر خود شریک ہو یا تماشا دیکھے یا اُن کے لہو ممنوع کی چیزیں بیچے تو آپ ہی گناہ وناجائز ہے۔

درمختار میں ہے:

قدمنا معزیا للنھران ما قامت المعصیۃ بعینہ یکرہ بیعہ تحریما والافتنزیھا[4]	ہم نے "النھر الفائق" کی طرف نسبت کرتے ہوئے پہلے بیان کردیا ہے جس کے ساتھ "بعینہٖ" گناہ قائم ہو اس کا فروخت کرنا مکروہ تحریمی ہے، لیکن اگر ایسا نہ ہو تو پھر کراہت تنزیہی ہوگی (ت)

---

[1] ردالمحتار بحوالہ بحرالرائق کتاب الصلوٰۃ مطلب تکرہ الصلوٰۃ فی الکنیسۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۵۴

[2] " " " " " " " " " " " "

[3] "

[4] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۶

Marfat.com

فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے :

اذااراد المسلم ان یدخل دار الحرب بامان للتجارۃ ومعہ فرسہ وسلاحہ وھو لایرید بیعہ منھم لم یمنع ذٰلک منہ[1]۔ جب کوئی مسلمان دارِ حرب (دارِ کفر) میں کاروبار کے لئے جانا چاہے اور اُس کے ساتھ گھوڑا اور ہتھیار وغیرہ ہوں اور وُہ انھیں (وہاں) بیچنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو اُسے نہ روکا جائے گا۔ (ت)

ہاں ایک صورت جوازِ مطلق کی ہے وہ یہ کہ عالم اُنھیں ہدایت اور اسلام کی طرف دعوت کے لئے جائے جبکہ اس پر قادر ہو یہ جانا حسن ومحمود ہے اگرچہ اُن کا مذہبی میلہ ہو ایسا تشریف لے جانا خود حضور سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے بار ہا ثابت ہے مشرکین کا موسم بھی اعلان شرک ہونا لبیک میں کہتے:

لاشریك لك الا شریکا ھولك تملکہ وما ملك ۔ تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ شریک جس کا تُو مالک ہے مگر وہ تیرا مالک نہیں (ت)

جب وہ سفہا لاشریك لك تک پہنچتے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے : ویلکم قط قط خرابی ہو تمھارے لئے بس بس یعنی آگے استثنا نہ بڑھاؤ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (اور اللہ تعالےٰ سب سے زیادہ علم رکھتا ہے ۔ ت)

مسئلہ ۳۲ مسئولہ اکبر یار خاں محصلِ چندہ مدرسہ اہلسنت باشندہ شہر کہنہ روز پنجشنبہ ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ

اس مسئلہ میں کہ حرام اور کفر اور سُود کھانے میں کون سا گناہ صغیرہ ہے اور کون سا کبیرہ ہے ؟ مہربانی فرماکر کے جواب بالتفصیل وارد ہونا چاہئے۔

الجواب

لاالٰہ الا اللہ ، کفر ہر کبیرہ سے بدتر کبیرہ ہے، اور سُود بھی کبیرہ ہے الا اللمم ان ربك واسع المغفرۃ[2] (جو لوگ بڑے بڑے گناہوں اور بےحیائی کے کاموں سے بچتے رہتے ہیں مگر یہ کہ کبھی (شاذ ونادر) ان سے کوئی غلطی سرزد ہوجائے ، یقیناً تمھارا پروردگار وسیع بخشش والا ہے ۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم (اور اللہ تعالےٰ سب کچھ اچھی طرح جانتا ہے ۔ ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب السیر الباب السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۳۳

[2] القرآن الکریم ۵۳/۳۲

Marfat.com

مسئلہ ۳۳: ازبنارس محلہ کچی باغ مدرسہ مظہر العلوم حافظ نور محمد طالب علم ساکن مئو روز پنجشنبہ تاریخ ۹ محرم ۱۳۳۳ھ

(۱) بدعت سیئہ کا عامل ومعتقد گناہ کبیرہ کے عامل سے زیادہ فاسق ہے یا کم یا برابر؟

۲ غیبت کرنا، جھوٹ بولنا، خاص کر وہ جھوٹ جس سے خلق خدا میں فتنہ ہو۔ دو دوست میں یا شوہر بی بی میں یا باپ بیٹے میں یا بھائی بھائی میں اس جھوٹ سے رنجش ہوجائے، باہم جدائی ہو کے گھر کی خرابی کی نوبت آجائے، اور مسلمان کے عیب کی تلاش وتجسس میں رہنا، کوئی مسلمان اگر پوشیدگی سے کوئی گناہ کرتا ہو تو اس کی تجسس میں لگے رہنا اور پتا پانے پر یا محض اپنی شبہ وقیاس اس کو فاش کرنا شہرت دینا کس درجہ کا گناہ ہے اور گناہان مذکورہ بالا کا مرتکب فاسق ومستحق لعنت خدا ورسول ہے یا نہیں؟ اور یہ سب گناہ شرعاً ودرجۂ فسق میں زنا سے کم ہے یا زیادہ یا برابر؟ جواب مفصل اور مدلل درکار ہے۔ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

(۱) عمل بدعت سیئہ مکروہ وحرام وصغیرہ وکبیرہ ہر قسم ہے تو اس کا مرتکب مطلقاً فاسق بھی نہیں ہوسکتا جب تک اصرار نہ کرے اور اعتقاد بالبدعۃ السیئۃ یعنی کسی عقیدۂ قطعیہ اجماعیہ اہلسنت کے خلاف اعتقاد رکھنے والا ضرور ہر کبیرہ عمل سے بدتر کبیرہ کا مرتکب اور فاسق عملی سے بدتر فاسق ہے۔ غنیہ میں ہے:

فسق الاعتقاد اشد من فسق العمل[1] اعتقاد میں فسق، عمل کے فسق سے بدتر ہے۔

واللہ تعالٰی اعلم۔ اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

(۲) یہ سب گناہان کبیرہ ہیں اور ان کا مرتکب فاسق ومستحق لعنت۔ حدیث میں فرمایا:

الغیبۃ اشد من الزنا[2] غیبت سخت ہے زنا سے۔

اور ظاہر ہے کہ قتل مومن غیبت سے اشد ہے۔ اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

والفتنۃ اشد من القتل[3] فتنہ قتل سے سخت تر ہے۔

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۴

[2] شعب الایمان حدیث ۶۷۴۱، ۶۷۴۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵/۳۰۶
مجمع الزوائد باب ماجاء فی الغیبۃ الی آخرہ دار الکتاب بیروت ۸/۹۱

[3] القرآن الکریم ۲/۱۹۱

Marfat.com

اور ان سب میں حق العباد ہے تو اُس زنا سے ضرور بدتر ہے جس میں حق العباد نہ ہو مگر وہ جھوٹ جس سے کسی کا ضرر نہ ہو کہ بے مصلحت شرعی ہو تو گناہ ضرور ہے مگر اسے زنا کے برابر نہیں کہہ سکتے کہ یہ صغیرہ ہے بعد اصرار کبیرہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۵ از موضع سوہا ور ضلع بجنور محلہ مولویاں مسئولہ حفظ الرحمٰن روز شنبہ ۱۷ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

جو مسلمان نماز پڑھتا ہے قبلہ کی طرف لیکن تصویر کو سجدہ کرتا ہے اس کو کافر کہنا چاہیے یا نہیں؟ اگر کافر کہا جائے تو قولِ امام لایکفر اهل القبلۃ (امام اعظم کے نزدیک اہل قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے گی۔ ت) کی کیا توجیہ ہے؟ نیز بخاری میں ہے حضرت انس سے روایت ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے،

"جو ہماری طرح نماز پڑھے، ہمارے قبلہ کی طرف متوجہ ہو، ہمارا ذبیحہ کھائے، وہ مسلمان ہے اس کے لئے اللہ رسول کا ذمہ ہے اس کے ذمہ میں اللہ کا عہد نہ توڑو۔"

اس کا کیا مطلب ہے؟ فقط۔

الجواب

سجدۂ تحیت اگر بُت یا چاند یا سورج کو کرتا ہے ضرور اس پر حکم کفر ہے، کفر اگرچہ عقد قلبی ہے مگر جس طرح اقوال زبان اس پر دلیل ہوتے ہیں یوہیں بعض افعال بھی جن کو شریعت نے ٹھہرا دیا ہے کہ یہ صادر نہیں ہوتے مگر کافر سے انھیں میں سے اشیاء مذکورہ کو سجدہ ہے یا معاذ اللہ مصحف شریف کو نجاست میں پھینک دینا یا کسی نبی کی شان میں گستاخی؛

کما صرح به علماؤنا المتکلمون فی المسایرۃ وشروح المقاصد والمواقف والفقه الاکبر وغیرها۔

جیسا کہ اس کی تصریح ہمارے متکلمین علماء نے (متعدد کتبِ عقائد) مثلاً المسایرہ، شروح مقاصد، المواقف اور فقہ اکبر وغیرہ میں (اچھے انداز سے) فرمائی ہے۔ (ت)

یوہیں تصویر اگر مشرکین کے معبودانِ باطل کی ہو تو اسے سجدہ کرنے پر بھی مطلقاً حکم کفر ہے

لاشتراك العلة بل لا فرق بينهما وبين الوثن الا بالتسطیح بالتجسیم۔

اس لئے کہ علت مشترک ہے (لہٰذا حکم بھی ایک ہے) بلکہ اس میں (یعنی تصویر) اور بت میں سوائے جسمانیت اور کوئی فرق نہیں (مراد یہ کہ وثن (بت) میں جسم ہے جبکہ عکسی اور نقشی تصویر میں جسم نہیں)۔ (ت)

اور اگر ایسی نہیں تو اسے سجدہ کرنا مطلقاً حرام و کبیرہ ہے مگر کفر نہیں جب تک بہ نیت عبادت

Marfat.com

نہ ہو، جس صورت پر حکم کفر نہیں اُس پر تو حدیث و قول فقہ اکبر سے کوئی اشتباہ ہی نہیں اور جن صورتوں پر حکم کفر ہے اُن پر جواب ظاہر ہے اہل قبلہ وہی ہے کہ ضروریات دین پر ایمان لاتا ہو اور کوئی قول و فعل قاطع ایمان اُس سے صادر نہ ہو ورنہ صرف قبلہ کی طرف ہماری سی نماز پڑھنا اور ہمارا ذبیحہ کھانا بنصوص قطعیہ قرآن ایمان کے لئے کافی نہیں، منافقین یہ سب کچھ کرتے تھے اور یقیناً کافر تھے۔

قال تعالیٰ لا یاتون الصلوٰۃ الا وھم کسالیٰ[1]، وقال تعالیٰ اذا جاءک المنفقون قالوا نشھد انک لرسول اللہ واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشھد ان المنٰفقین لکاذبون[2] الیٰ اٰخر الرکوع الشریف، قال تعالیٰ ولئن سألتھم لیقولن انما کنا نخوض و نلعب قل اباللہ و اٰیتہ ورسولہ کنتم تستھزءون لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم[3]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ (اہل نفاق) نماز ادا نہیں کرتے مگر جی ہارے سُستی سے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ یقیناً آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں (آخر رکوع شریف تک یہی ذکر ہے)۔ اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اگر آپ اُن سے پوچھیں (کہ یہ تم کیا کہہ رہے ہو) تو جھوٹ کہہ دیں گے یہ تو ہم ہنسی کھیل کر رہے ہیں، (ان سے) فرما دیجئے کیا اللہ تعالیٰ، اس کی آیتوں اور اس کے رسول (گرامی) سے ہنسی مذاق کر رہے ہو (یعنی کیا تم نے اتنا بھی نہ سوچا کہ اپنے مذاق کا محل کس کو بنا رہے ہو) لہٰذا اب بے جا بہانے نہ بناؤ کیونکہ اب تم اپنے ایمان کے بعد (کھلے) کافر ہوگئے ہو۔ (ت)

مسئلہ شرح فقہ اکبر و ردالمحتار وغیرہما میں مصرح ہے اور ہم نے تمہید ایمان وغیرہ میں بارہا اسے مفصل کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۹/۵۴
[2] " ۶۳/۱
[3] " ۹/۶۵ - ۶۶

Marfat.com

مسئلہ ۳۶ تا ۴۱ مسئولہ سید منظور حسین صاحب بتوسط احمد حسن خاں رضوی نجیب آباد محلہ بو علیخاں مرحوم ضلع بجنور ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۳ھ

اعلحضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت، صاحب حجت قاہرہ، مؤید ملت طاہرہ جناب مولانا صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

حضور کا کیا ارشاد ہے حضور کا فضل ہمیشہ رہے، دربارۂ مسئلہ ذیل: کل یہاں نجیب آباد کے بازاروں گلی کوچوں میں مسلمانوں کی ایک جماعت (جس میں پڑھے لکھے بلکہ متعدد ذی اثر و مقتدر شرفاء قصبہ بھی شامل تھے اور جن میں سے بعض تو عامی عوام کی زبانوں پر معاذ اللہ دین کا جھنڈا، اسلام کا رکن و اسلام کا پایہ وغیرہ وغیرہ ناموں سے مشہور رہیں) بہ معیت ایک ہجوم کفار ہنود رنگ پاشی کرتی مغلظ و شرمناک ہولیاں گاتی، جے جے کے نعرے بلند کرتی، دکانوں پر سے مسلمانوں کو ہولی بازی میں حصہ لینے کے لئے بالجبر کھینچتی اور ہر سامنے آنے والے ہندو مسلمان پر رنگ برساتی ہوئی گزری، والعیاذ باللہ تعالیٰ مسلمانوں کی داڑھیاں (جن کے تھیں) چہرے کپڑے گلال و رنگ میں شہڈوب تھے باؤلوں دیوانوں کی طرح بیہوش آپے سے باہر کودتے پھاندتے چیختے چلاتے پھرتے تھے، غرض ہر باغیرت مسلمان کے پیش نظر ایک ہولناک وحشت خیز منظر تھا جماعت مذکورہ نے بعض غیور مسلمانوں کے مطالبہ کرنے پر یہ جواب دیا کہ یہ حرکت شنیعہ بدیں وجہ کی گئی ہے کہ اس طرح (ان کے زعم میں) ہندو مسلم باہم متحد و متفق ہو جائیں اور کہ ایسا کرنے میں کوئی دینی مضرت نہیں ہے مسلمان پہلے بھی کھیلا کرتے تھے، بلکہ ایک مقام پر کسی مولوی صاحب نے بھی شرکت کی تھی ہم ہنود کے کندھوں پر تعزیے رکھا کر بدلہ لیں گے جو (ان کے زعم میں) دین کا نفع عظیم ہے، اب دریافت طلب امور ذیل ہیں:

(۱) معاذ اللہ اگر کسی مسلمان نے حرکت مذکورہ جائز جان کر کی،

(۲) یا قصداً برضا و رغبت اس کا ارتکاب کیا (جیسا کہ ظاہر ہے کہ جماعت مذکورہ نے کیا اگر وہ نہ چاہتے تو کفار مذکور ہرگز ہرگز ایسا نہ کرتے نہ پیشتر کبھی یہاں ایسا ہوا چنانچہ امسال بھی شہر کے اکثر باحمیت مسلمان بحمدہٖ تعالیٰ اس ناپاک و خفیف حرکت سے مجتنب و محفوظ رہے)

(۳) یا اگر کسی مسلمان نے جماعت مذکورہ کے فعل کو بجائے رنج و نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھنے کے بنظر مسرت وعظمت و استحسان دیکھا بلکہ غیور معترضین سے اُلٹا معارضہ کیا اگرچہ خود شریک نہیں ہوا۔

(۴) یا اگر کوئی مسلمان جماعت مذکورہ کو قبل از علانیہ توبہ رکن اسلام سمجھے یا حرکت مذکورہ کی تعریف

Marfat.com

کرے یا کسی طرح اس کا ساتھ دے تو ہر چہار اشخاص کے ایمان و نکاح و بیعت پر کسی قسم کا نقص اثر تو نہیں پڑتا ہے، اگر نقص اثر پڑتا ہے تو ان سے کس طرح توبہ کرائی جائے۔

(۵) اور کیا ایسا اتحاد جائز ہے، جواب مدلل و مفصل و آسان عبارت میں اور حتی الامکان جلد عطا ہو تاکہ ہر مسلمان سمجھ سکے اور بروز جمعہ مساجد میں اعلان کرکے مسلمانوں کو اس قبیح حرکت سے ڈرایا اور بچایا جائے ورنہ معاذ اللہ ممکن ہے کہ رسم ناپاک نجیب آباد میں ہمیشہ کے لئے قائم ہو جائے اور نمونہ ملعونہ کی تقلید تمام ضلع بلکہ دور دور شہروں میں کی جائے۔

(۶) نیز ارشاد فرمایئے کہ اگر جماعت مذکورہ جناب کے حکم شرعی پر عمل کرکے تائب نہ ہو تو عام مسلمان ان سے سلام و کلام کریں یا نہیں، جواب مستند اقدس و مہر شریف سے مزین ہو۔

ہم مستفتیان اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضور بباعث ہجوم کام نہایت عدیم الفرصت ہیں لیکن امر ہذا اگر حضور سے (کہ صدی موجودہ میں واحد ناخدا اسلام ہیں) تو عرض کیا جائے تو اور کہاں جائیں، اللہ تعالیٰ حضور کو ہم غریبوں کے سروں پر تا عرصہ دراز باعافیت و عزت صحت سلامت باکرامت اعدائے دین اللہ پر نمایاں طور پر مظفر و منصور مع جمیع متبعین قائم رکھے اور شب و روز اپنی بے انتہا برکات نازل فرماتا رہے بطفیل حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

الجواب

ظاہر ہے کہ افعال شنیعہ مذکورہ سخت ملعون ہیں جس نے انہیں مستحسن جانا باتفاق ائمہ کرام کافر ہے۔ غمز العیون والبصائر میں ہے:

من استحسن فعلا من افعال الکفار کفر باتفاق المشائخ[1]

جس (بدنصیب) نے کفار کے افعال میں سے کسی فعل کو اچھا سمجھا (اور اس کی تحسین کی) تو وہ مشائخ کے اتفاق سے کافر ہو گیا (ت)

یہ لوگ تو اسلام سے خارج ہو گئے ان کی عورتیں نکاح سے نکل گئیں ان کی بیعتیں جاتی رہیں، جس نے ان افعال کو جائز و حلال جانا اور ان پر راضی ہوا اور ان پر معترضین سے معارضہ کیا یہ لوگ بھی اسی حکم میں ہیں کہ مشرکین کے تہوار کی خوشی منانا ان کے ایسے افعال ملعونہ میں شرکت کرنا معصیت قطعیہ ہے، اور معصیت قطعیہ کا استحلال کفر ہے، اور جنہوں نے ان افعال ملعونہ کو صرف شنیع ہی جانا اور انہیں بہ نگاہ

---

[1] غمز عیون البصائر الفن الثانی کتاب السیر والردۃ ادارۃ القرآن کراچی

Marfat.com

اپنی شیطانی مصلحت کے خیال سے شرکت کی اُن کے قلب کا حال اللہ عزّوجلّ جانتا ہے مرتکب کبائر ہوئے مستحقِ عذابِ نار ہوئے سزاوارِ لعنتِ جبّار ہوئے مگر عنداللہ کافر نہ ہوئے، لیکن شرع ظاہر پر حکم فرماتی ہے، حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من تشبه بقوم فهو منهم [1] جو کسی قوم سے مشابہت پیدا کرے گا وہ انھیں میں سے ہے۔

دوسری حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من کثر سواد قوم فهو منهم [2] جو کسی قوم کی جماعت بڑھائے وُہ انھیں میں سے ہے۔

ان پر بھی توبہ اور تجدیدِ اسلام فرض ہے تائب ہوں اور نئے سرے سے کلمہ پڑھ کر اپنی عورتوں سے نکاح دوبارہ کریں اور وہ مصلحت ملعونہ اتحاد کہ اُن کے قلب میں ابلیس نے القا کی، وہ خود کب حلال ہے، کافر و مومن میں اتحاد کیسا، اللہ عزّوجلّ فرماتا ہے:

یاایها الذین اٰمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء [3] اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمن کو دوست نہ ٹھہراؤ۔

اور فرماتا ہے:

لا یتخذ المؤمنون الکٰفرین اولیاء من دون المؤمنین [4] ایمان والے ایمان والوں کے سوا کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں۔

اور فرماتا ہے:

لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسوله ولو کانوا اٰباءهم او ابناءهم تم نہ پاؤ گے اُنھیں جو ایمان رکھتے ہیں اللہ اور قیامت کے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنھوں نے مخالفت کی اللہ و رسول کی اگرچہ وُہ ان کے باپ ہوں یا

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب لبس الشهرة آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۰۳

[2] تاریخ بغداد ترجمہ عبداللہ بن عتاب ۵۱۶۷ دارالکتاب العربی بیروت ۱۰/۴۰

اتحاف السادۃ المتقین کتاب الحلال والحرام الباب السادس دارالفکر بیروت ۶/۱۲۸

[3] القرآن الکریم ۶۰/۱

[4] ؍؍ ۳/۲۸

Marfat.com

او اخوانھم او عشیرتھم[1] — بیٹے ہوں یا بھائی ہوں یا کنبے والے ہوں۔

اور فرماتا ہے:

ومن یتولھم منکم فانہ منھم[2] — تم میں جو ان سے دوستی رکھے گا وہ انھیں میں سے ہے۔

کفار میں امور دنیوی مثل تجارت وغیرہا میں موافقت کی جا سکتی ہے جہاں تک مخالفت شرع نہ ہو مگر ان کے امور مذہبی میں موافقت اور وہ بھی معاذ اللہ اس حد تک ضرور لعنت الٰہی اترنے کی باعث ہے اور وہ بیہودہ خیال کہ ہم ان سے تعزیہ اٹھوالیں گے سخت جہالت ہے تعزیہ مسلمانوں کی کوئی عید نہیں بلکہ جہال نے اسے موسم ماتم بنا رکھا ہے، مسلمانوں کا کوئی امر مذہبی نہیں بلکہ مذہب میں ممنوع و ناروا ہے، ہندوؤں کے مذہب میں ان کی ممانعت نہیں، اودھ میں بہتیرے ہندو آپ ہی تعزیہ بناتے اور اٹھاتے ہیں بخلاف ہولی کہ عید کفار ہے اور ان کا مذہبی شعار ہے، اور دین اسلام میں سخت حرام ہے تو یہ اس کا معاوضہ کیسے ہو سکتا ہے، ایسا ملعون اتحاد منانے والے کیا ہنود سے یہ قرار داد لے سکتے ہیں کہ وہ عید اضحیٰ میں ان کا ساتھ دیں گے گائے پچھاڑیں چھوٹی سی بچھیا وہ بھی لٹائیں گے سیر بھر یہ کھائیں تو پاؤ بھر وہ بھی کھالیں گے ایسا ہوتا تو کچھ جاہلانہ معاوضہ کا گمان ممکن تھا کہ عید اضحیٰ مسلمانوں کی عید ہے اور گاؤ کشی ان کا مذہبی مسئلہ اور ہندوؤں کے یہاں حرام ہے ان سے کہہ کر دیکھیں کیا جواب ملتا ہے اس وقت کھل جائے گا کہ اس ملعون اتحاد کی تالی ایک ہی ہاتھ سے بجی ہندو اپنے مذہب پر قائم ہیں اور تم مسلمان اپنے دین سے نکل گئے ایسوں کو رکن اسلام کہنا اسلام کی توہین کرنا ہے اللہ تعالٰی مسلمانوں کو ہدایت دے اور شیطان ملعون کے دھوکوں سے بچائے اگر یہ لوگ نہ مانیں اور ایسے ہی اعلان کے ساتھ توبہ نہ کریں جس اعلان کے ساتھ وہ کفریات کئے تھے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان کو چھوڑ دیں ان سے میل جول سلام کلام سب ترک کر دیں۔

قال اللہ تعالٰی:

واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر کہیں تجھے شیطان بھلاوے میں ڈال دے تو پھر یاد آنے کے بعد ہرگز ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/۲۲
[2] القرآن الکریم ۵/۵۱
[3] " " ۶/۶۸

Marfat.com

مسئلہ ۴۲: مرسلہ صالح محمد خاں سابق مدرس ساکن قصبہ بالکہ ضلع بلند شہر ۵ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ کیا حال ہے ایسے شخص کا جو گناہان مندرجہ ذیل کا مرتکب ہُوا وہ شخص مسلمان رہا یا نہیں اور نماز اس کے پیچھے جائز ہے یا نہیں،

(۱) ایک شخص نے جان بُوجھ کر بسبب دُنیوی رنجش کے قصداً فعل حلال شرعی کو حرام کردیا۔

(۲) غیر مقلدین کو جو اپنے کو عامل بالحدیث مشہور کرتے ہیں اور اماماں مجتہدین رحمہم اللہ تعالٰی کو بدعتی اور اصحاب الرائے کہتے اُن کو دربارہ شخصے خلاف شرع مدد دی۔

(۳) شرعی معاملہ میں عمداً بحلف جھوٹی شہادت دی۔

(۴) چار مسلمانان اہلسنت وجماعت حنفی مذہب واقف مسائل شرعی کے رُوبرو شرعی فعل حلال وجائز کو برحق اور سچا تسلیم کرکے پھر اس کلمہ حق سے منحرف ہوکر ناجواز کا قائل ہوا، اور یہ شخص پیش امام مسجد بھی ہے آیا نماز اس کے پیچھے جائز ہے یا نہیں؟ مع دلیل وحوالہ کتاب اللہ وحدیث رسول اللہ اور یا عبارت فقہیہ مرتب فرماکر مزین بمہر خاص فرمائیں۔

(۵) اگر قاضی شہر کے علاوہ دوسرا کوئی شخص مطابق شرع شریف نکاح پڑھا دے لیکن اندراج اس کا رجسٹر قاضی شہر مذکور میں نہ ہو تو وہ نکاح جائز وصحیح ہے یا نہیں؟ جواب مرحمت ہو۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

ایسے لوگ سخت گنہگار بلکہ گمراہ ہیں کہ حق کے مقابل باطل کی اعانت کرتے ہیں، ایسے شخص کے پیچھے نماز ناجائز ہے بلکہ جب تک توبہ نہ کریں مسلمانوں کو اُن سے بالکل قطع علاقہ کردینا چاہئے کہ وہ ظالم ہیں اور ظالم بھی کس پر، دین پر، اور اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

واما ینسینّك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1] اگر تمھیں شیطان بھلادے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ مت بیٹھو۔ (ت)

قاضی کا رجسٹر شرعاً کوئی شرطِ نکاح نہیں، رجسٹر آج سے نکلے ہیں، پہلے نکاح کیونکر ہوتے تھے ہاں یادداشت کے لئے درج ہونا بہتر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

Marfat.com

مسئلہ ۴۳ مرسلہ حافظ عبدالحمید خان حنفی از قصبہ بالکہ ضلع بلندشہر ۵ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اہل ہنود میں کم زیادہ ایک ہفتہ تک شام سے آدھی رات تک یا بعد تک ایسی مجلس ہوتی رہے کہ جس میں رام و لچھمن و راون و سیتا وغیرہ عورت و مرد کے قسم قسم کی تصویریں دکھائی جائیں اور ساتھ ہی ان کے طرح طرح کا باجا بجا کر بھجن وغیرہ گانا گایا جائے اور اُن تصویروں کو نعوذ باللہ معبود حقیقی سمجھیں اور ہر طرح کے فحش ولغویات پیدا ہوتے ہوں تو ایسی مجلسوں میں اُن مسلمانوں کو جو از روئے تحقیق مذہب اسلام ایسی تقریب کی برائیوں سے بخوبی فی الجملہ واقف ہوں اور نمازی بھی ہوں شریک مجلس ہونا اور دلچسپی حظ نفس اُٹھانا و بعض بعض شبیہ ناپاک پر وقعت کی نظر ڈالنا و بعض شبیہ عورات پر شہوت کی نظر ڈالنا اور مثل عقائد باطلہ اہل ہنود تعریف و توصیف سوانگ و تماشہ میں بتالیف قلوب مشرکین تائید یا ہُوں ہاں کرنا اور عشاء و فجر کی نمازیں بایں نمط کہ عشاء بمصروفی تماشہ و فجر کی نماز غلبۂ نیند سے قضا کرنا و باعتراض بعض مانعین یہ کہنا کہ ہم تو حق و باطل میں امتیاز ہوجانے کی غرض سے شامل ہوتے ہیں اور ایسی ہی بے سُود تاویلات کرنا اور زینت مجلس کے واسطے اپنے گھروں سے جاجم و دیگر فرش و چوکیات و پارچہ و زیورات دینا اور بوقت اختتام جلسہ اپنی نام آوری یا فخر یا شخصیت یا اہل ہنود میں اپنی وقعت ہونے یا بصورت نہ دینے کے اپنی ذلت و حقارت جان کر ہمراہ اہل ہنود روپیہ روپیہ دینا بالخصوص وہ مسلمان جو کسی مسافر مسکین کو باوجود مقدرت آدھ آنہ نہ دے سکتے ہوں اور اس مجلس کی شیرینی جو بنام تہوار پرشاد تقسیم ہوتی ہے کھانا تو ایسے مسلمانوں کے واسطے از روئے احکام شرع شریف کیا کیا حکم ہے صاف صاف مع عبارت قرآن مجید وحدیث شریف وفقہ مبارک جداگانہ ہر امور مستفسرہ صدر کا جواب مفصل ارقام فرمائیں، اللہ تعالٰی اجر دے گا فقط والسلام علی ختم الکلام (کلام کے اختتام پر سلام ہو۔ ت) (یعنی آپ کو الوداعی سلام ہو)

الجواب

ایسے لوگ فساق فجار مرتکب کبائر مستحق عذاب نار وغضب جبار ہیں، مسلمان کو حکم ہے راہ چلتا ہوا کفار کے محلہ سے گزرے تو جلد نکل جائے کہ وہ محل لعنت ہے نہ کہ خاص ان کی عبادت کی جگہ، جس وقت وہ غیر خدا کو پُوج رہے ہوں قطعاً اس وقت لعنت اُترتی ہے اور بلاشبہہ اس میں تماشائیوں کا بھی حصہ ہے، یہ اس وقت ہے کہ محض تماشا مقصود ہو اور اسی غرض سے نقد و اسباب دے کر اعانت کی جاتی ہو اور اگر اُن افعال ملعونہ کو اچھا جانا یا اُن تصاویر باطلہ کو وقعت کی نگاہ سے دیکھا یا اُن کے کسی حکم کفر پر ہوں ہاں کہا جیسا کہ سوال میں مذکور ہے جب تو صریح کفر ہے۔ والعیاذ

Marfat.com

میں ہے :

من استحسن فعلا من افعال الکفار کفر باتفاق المشائخ[1]

جس شخص نے کافروں کے افعال میں سے کسی فعل کو اچھا سمجھا تو مشائخ کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ وُہ بلا شک وشبہہ کافر ہوگیا ہے (ت)

اُن لوگوں کو اگر اسلام عزیز ہے اور یہ جانتے ہیں کہ قیامت کبھی آئے گی اور اللہ واحد قہار کے حضور جانا ہوگا تو اُن پر فرض ہے کہ توبہ کریں اور ایسی ناپاک مجلسوں سے دُور بھاگیں نئے سرے سے کلمۂ اسلام اور اپنی عورتوں سے نکاح جدید کریں ورنہ عذابِ الٰہی کے منتظر رہیں۔ قال اللہ تعالٰی :

یایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوٰت الشیطٰن، ان الشیطٰن للانسان عدو مبین[2]

اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ، اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو، کیونکہ وہ انسان کا کھلا اور واضح دشمن ہے (ت)

مسئلہ ۴۴ تا ۴۸: مرسلہ محمد ظہور سوداگر پارچہ المورّہ متصل مسجد کارخانہ بازار ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس باب میں کہ :

(۱) زید خاکروب نے مع اپنی ایک بی بی اور جوان لڑکی کے قبولِ اسلام کی درخواست کی چنانچہ اُن کو فوراً مسلمان کرلیا گیا، کیا فوراً ہی اُن کو اپنا حُقّہ دینا اور اُن کے ساتھ کھانا پینا وغیرہ درست ہے یا نہیں ؟

(۲) مسماۃ ہندہ جو اس خاکروب نومسلم کی جوان نومسلمہ لڑکی ہے اُس کو مسلمان کرنے والے عالم کے پیچھے کیا نماز درست ہے حالانکہ اسکے پیچھے اب تک نماز پڑھتے تھے ؟

(۳) کسی عالم باعمل اور صالح پر جس نے خاکروب کی جوان لڑکی کو مسلمان کیا ہو کیا یہ اتہام کرنا گناہ نہیں ہے کہ تُونے اپنے نفس کے لئے اس کو مسلمان کیا ہے اور تو اس سے آشنائی کرے گا۔

(۴) اگر ایک بار قبول اسلام کرنے کے بعد وُہ خاکروب پھر اپنی قوم میں مل گیا ہو اور دوبارہ قبول اسلام کی درخواست کرے تو کیا اس کے مسلمان کرنے میں کچھ تامل کرنا چاہئے حالانکہ خوف ہے کہ آریہ اور عیسائی فوراً اس کو لے لیں گے۔

(۵) اگر خاکروب کو مسلمان کرنے اور اس کے ساتھ کھانے پینے سے اس خوف سے پرہیز کرے

---

[1] غمز العیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب السیر والردۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۲۹۵

[2] القرآن الکریم ۲/۲۰۸

Marfat.com

کہ اس کے ہمسایہ ہندو اس پر ہنسیں گے اور اعتراض کریں گے تو یہ اس مسلمان کی مذہبی کمزوری ہے یا اس کو کیا کہیں گے ؟

(۶) کیا شریعت اسلام کے نزدیک ایک برہمن سے ایک خاکروب ناپاک اور نجس تر سمجھا جاتا ہے؟ حالانکہ برہمن کو سخت شرک کی وجہ سے زیادہ ناپاک سمجھنا چاہئے۔

(۷) مستند علمائے دین کے فتاوی کو جو شخص ہیچ و پوچ سمجھ کر اس پر عمل نہ کرے اور کہے کہ فتوی وہی ہے جو ہمارا دل گواہی دے ، ایسا شخص شریعت کے نزدیک کیسا ہے ؟

(۸) اگر کوئی مسلمان نو مسلم خاکروب کے ساتھ حقہ پیئے ، کھانا کھانے پر ایک مسلمان کی ہنسی اڑاے وہ مسلمان کیسا ہے ؟

(۹) خاکروب کی بالغہ لڑکی جو مسلمان ہوگئی ہے کیا اس کے پانے کا اس کا شوہر خاکروب مستحق ہے یا قبول اسلام سے پیشتر باقاعدہ طور پر اس کے ماں باپ کے یہاں سے اس کی رسم رخصت عمل میں نہ آئی ہو اور دوران مقدمہ میں (جو اس کے شوہر نے اس کے نام دائر کیا ہے) مسلمان ہوگئی ہو۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

(۱) اسلام لاتے ہی فوراً ہر قوم والے کو غسل کرنا چاہئے خصوصاً وہ قوم کہ نجاسات سے تلوث جن کا پیشہ ہو مسلمان کرتے ہی ان کو خوب پاک کرکے نہلا دیں اس کے بعد معاً ان کے ساتھ کھائیں پئیں۔

(۲) جو کافر تلقین اسلام چاہے اسے تلقین فرض ہے اور اس میں دیر لگانا اشد کبیرہ بلکہ اس میں تاخیر کو علماء نے کفر لکھا اگر بلا وجہ شرعی دیر کرتا ہے تو اس کے پیچھے نماز ناجائز ہوتی نہ کہ وہ فرض بجا لایا اس بنا پر اس کے پیچھے نماز میں تامل کریں۔

(۳) مسلمان پر بدگمانی حرام ہے ، اللہ عزوجل فرماتا ہے :

یٰایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[1] — اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو بے شک کچھ گمان گناہ ہیں۔

اور فرماتا ہے :

ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر — غیر یقینی بات کے پیچھے نہ جا بیشک کان اور آنکھ

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

Marfat.com

والفؤاد کل اولٰئك کان مسئولا[1] — اور دل سب سے پرسش ہونی ہے۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم والظن فان الظن اکذب[2] الحدیث۔ — بدگمانی سے دُور بھاگو بدگمانی سب سے بڑھ کر جھُوٹی بات ہے۔

(۴) ہرگز تامل جائز نہیں، بارگاہِ عزت وہ بارگاہِ کرم ہے کہ: ؎

باز آباز آہر آنچہ ہستی باز آ — گر کافر و رند و بُت پرستی باز آ

ایں در گہِ ما درگہ نا امیدی نیست — صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

(جو کچھ بھی تُو ہے اس کام سے مکرر سہ کرر رک جا یعنی اسے چھوڑ دے، اگر تو کافر ہے اوباش اور بُت کا پُجاری ہے تاہم اس کو چھوڑ دے۔ یہ دروازہ (یعنی اللہ تعالٰی کی بارگاہ) ہمارے نا امید ہو کر لوٹ جانے کا دروازہ نہیں، اگر تُو نے سَو مرتبہ بھی توبہ کرکے توڑ دی تو پھر بھی (اس بارگاہ کی طرف) لوٹ آ۔ ت)

(۵) کافروں کے غلط طعنہ کا لحاظ کرنا اور اس کا خیال نہ کرنا کہ اس مسلمان کی دل شکنی ہوگی کسی ایسے ہی کا کام ہے جو نرا جاہل ہے یا معاذ اللہ کافروں کی طرف مائل ہے۔

(۶) کفر کی نجاست میں برہمن خاکروب سے نجس تر ہیں مگر ظاہری نجاست سے تلوث اس کو زائد رہتا ہے ولہذا مسلمانوں میں رائج ہے کہ خاکروب کی چھوئی چیز سے جیسا احتراز کرتے ہیں برہمن کی چھُوئی ہوئی سے نہیں کرتے لیکن یہ اُسی وقت ہے جب تک وُہ مسلمان نہ ہُوا، جب اسلام لے آیا اور طہارت کرلی اب وُہ اپنا بھائی ہے۔

(۷) یہ شخص اگر خود عالم کامل نہیں تو مستند علمائے دین کے فتوے نہ ماننے کے سبب ضال و گمراہ ہے، قرآن عظیم نے غیر عالم کے لئے یہ حکم دیا کہ عالم سے پُوچھو نہ یہ کہ جس پر تمھارا دل گواہی دے عمل کرو۔ قال اللہ تعالٰی:

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون[3] — علم والوں سے پُوچھ لیا کرو اگر تمھیں علم نہ ہو۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۳۶

[2] جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی ظن السوء امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰

[3] القرآن الکریم ۱۶/ ۴۳

Marfat.com

جاہل کیا اور جاہل کا دل کیا۔

نعم من کان عالما فقیھا مبصرا ماھرا متبحرا فھو مامور بقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم استفت قلبک وان افتاک المفتون۔

ہاں اگر وہ عالم فقیہ (یعنی قانونِ فقہ جاننے والا)، بصیرت رکھنے والا، علم میں مہارت اور تجربہ رکھنے والا اور علم کا سمندر ہو تو اسے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے اس ارشادِ گرامی کی وجہ سے یہ حکم دیا گیا کہ اپنے دل سے فتوٰی پوچھ اگرچہ تجھیں مفتیانِ کرام کچھ فتوٰی دیں۔ (ت)

(۸) یہ ہنسی اڑانے والا سخت گنہگار ہوگا۔ قال اللہ تعالٰی:

یایھا الذین اٰمنوا لا یسخر قوم من قوم عسٰی ان یکونوا خیرا منھم ولا نساء من نساء عسٰی ان یکن خیرا منھن۔[2]

اے ایمان والو! کوئی قوم کسی دوسری قوم سے ہنسی مذاق نہ کرے، کیا خبر شاید وہ (جن سے ہنسی مذاق کیا گیا) ہنسی کرنے والوں سے بہتر ہوں۔ اور نہ عورتیں عورتوں سے ہنسی مذاق کریں شاید وہ ہنسی مذاق کی جانے والی عورتیں ان سے بہتر ہوں (مقصد یہ کہ کوئی کسی دوسرے کو کمتر اور کمزور نہ سمجھے، ہو سکتا ہے کہ انجام کے لحاظ سے وہ کمتر اس بالاتر سے اچھا اور افضل ہو)۔ (ت)

کیا معلوم کہ اللہ تعالٰی کے نزدیک اس ہنسنے والے سے وہ خاکروب ہی بہتر ہو۔

(۹) عورت جب مسلمان ہو جائے حکم یہ ہے کہ اس کے شوہر سے اسلام کے لئے کہا جائے اگر مان لے فبہا وہ اس کی عورت ہے اور نہ مانے تو اس کا یہ انکار کرنا اس نکاح کو ساقط کرتا ہے، یہ حکم اس وقت ہے کہ حاکمِ اسلام اس پر اسلام پیش کرے اور وہ نہ مانے، جہاں حاکمِ اسلام نہیں عورت تین حیض کا انتظار کرے، اس مدت میں اگر وہ مسلمان نہ ہو نکاح زائل ہو جائے گا۔ بہرحال مسلمہ عورت پر کافر کو شرعاً کوئی دعوٰی نہیں پہنچتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۹: مسئولہ مولوی محمد واحد صاحب ۳ جمادی الآخرہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مستحبات کو بدعت سیئہ کہہ کر رد کرنے والے یا (قرون ثلٰثہ میں نہ تھے) کہہ کر منع کرنے والے کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ اور ایسے لوگوں کو کسی مسجد کا امامِ مستقل

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین کتاب عجائب القلب بیان ما یؤاخذ بہ العبد من وساوس القلوب الخ دار الفکر بیروت ۷/ ۲۹۸
کنز العمال بحوالہ حم عن وابصۃ حدیث ۲۹۲۲۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ...

[2] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۱

Marfat.com

بنانا یا مدرس مقرر کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

کتب عقائد میں تصریح ہے کہ تحلیل حرام و تحریم حلال دونوں کفر ہیں یعنی جو شے مباح ہو جسے اللہ و رسول نے منع نہ فرمایا اُسے ممنوع جاننے والا کافر ہے جبکہ اس کی اباحت و حلّت ضروریاتِ دین سے ہو یا کم از کم حنفیہ کے طور پر قطعی ہو ورنہ اس میں شک نہیں کہ بے منع خدا و رسول منع کرنے والا شریعت مطہرہ پر افتراء کرتا ہے اور اللہ عزّ وجل پر بہتان اٹھاتا ہے اور اس کا ادنیٰ درجہ فسق شدید و کبیرہ وخبیثہ ہے، قال اللہ تعالیٰ :

ولا تقولوا لما تصف السنتکم ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[1]

اور جو کچھ تمھاری زبانیں جھُوٹ بیان کرتی ہیں (اس کے متعلق یہ نہ کہا کرو کہ یہ حلال اور یہ حرام ہے تاکہ تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھو (یا درکھو) جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوتے۔ (ت)

وقال اللہ تعالیٰ (نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ ت):

انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون[2]

اللہ تعالیٰ کے ذمّے وہی لوگ جھوٹا الزام لگاتے ہیں (جو درحقیقت) ایمان نہیں رکھتے (ت)

فاسق و مرتکب کبیرہ و مفتری علی اللہ ہونا ہی اس کے پیچھے نماز ممنوع اور اسے امام بنانا ناجائز ہونے کے لئے بس تھا، فتاوی الحجہ و غنیہ میں ہے :

لو قدموا فاسقا یاثمون[3]

اگر لوگوں نے کسی فاسق (مرتکب گناہ کبیرہ) کو امام بناکر آگے کیا تو لوگ گناہگار ہونگے۔ (ت)

تبیین الحقائق و طحطاوی میں ہے :

لان فی تقدیمہ تعظیمہ و

کیونکہ اس کو (یعنی فاسق کو) آگے کھڑا کرنے

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶

[2] ؍ ؍ ۱۶/ ۱۰۵

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

Marfat.com

فقد وجب علیھم اھانتہ شرعاً[1] میں اس کی تعظیم ہے جبکہ لوگوں پر شرعاً اس کی توہین ضروری ہے۔ (ت)

مگر یہ وجہ منع کہ سوال میں مذکور آج کل اصول وہابیت مردودہ مخذولہ سے ہے اور وہابیہ بے دین ہیں اور ان کے پیچھے نماز باطل محض۔ فتح القدیر میں ہے:

الصلوٰۃ خلف اھل الاھواء لاتجوز[2] اہل ہوا (خواہش پرست) کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز ہے (ت)

اور انھیں امام و مدرس بنانا حرام قطعی اور اللہ و رسول کے ساتھ سخت خیانت اور مسلمانوں کی کمال بدخواہی۔ صحیح مستدرک میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استعمل علی عشرۃ رجلا وفیھم من ھو ارضی للہ منہ فقد خان اللہ و رسولہ والمؤمنین[3] اگر کسی نے دس آدمیوں پر ایک شخص کو حاکم بنایا جبکہ ان میں وہ شخص بھی تھا جو اس حاکم سے اللہ تعالٰی کو زیادہ پسند تھا، تو اس حاکم بنانے والے شخص نے اللہ تعالٰی، اس کے رسول اور مسلمانوں سے خیانت کی۔ (ت)

اور اگر ان کے عقائد کفریہ پر مطلع ہو کر ان کے استحسان یا آسان سمجھنے سے ہو تو امام و مدرس بنانے والا خود کافر ہو جائے گا:

فان الرضی بالکفر کفر ومن انکر شیئا من ضروریات الدین فقد کفر ومن شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[4] پس کفر سے خوشنودی کفر ہے، اور جو کوئی ضروریات دین میں سے کسی بات کا انکار کرے تو وہ بلاشبہہ کافر ہے۔ پھر جو کوئی اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وُہ بھی کافر ہے (ت)

۔ کسی مسجد یا مدرسہ کے مہتمم متولی کیا روا رکھیں گے کہ اپنے اختیار سے اسے امام و مدرس کریں جو ان کے ماں باپ کو علانیہ مغلظ گالیاں دیا کرے، ہرگز نہیں۔ پھر وہابیہ تو اللہ عزوجل کے محبوب

---

[1] تبیین الحقائق باب الامامۃ والحدث فی الصلوٰۃ المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ بولاق مصر ۱/۱۳۴

[2] فتح القدیر باب الامامۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴

[3] المستدرک للحاکم کتاب الاحکام ۴/۹۲ و نصب الرایۃ کتاب ادب القاضی ۴/۶۲

[4] حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین خطبۃ الکتاب مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۳

Marfat.com

محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو علانیہ گالیاں دیتے، لکھتے، چھاپتے ہیں۔ وہ کیسا مسلمان کہ اسے ہلکا جانے اور ایسوں کو مدرس و امام کرے۔ اللہ تعالٰے سچا اسلام دے اور اس پر سچی استقامت عطا فرمائے اور اپنی اور اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی سچی محبت دے اور ان کے دشمنوں سے کامل عداوت و نفرت عطا فرمائے کہ بغیر اس کے مسلمان نہیں ہو سکتا اگرچہ لاکھ دعوٰی اسلام کرے اور شبانہ روز نماز روزے میں منہمک رہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہٖ وولدہٖ والناس اجمعین[1] (لوگو!) تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کی نگاہ میں اس کے والدین، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (ت)

کاش مسلمان اتنا ہی کریں کہ اللہ و رسول کی محبت و عظمت کو ایک پلہ میں رکھیں اپنے ماں باپ کی الفت و عزت کو دوسرے میں۔ پھر دشمنان و بدگویانِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اُتنا ہی برتاؤ کریں جو اپنی ماں کو گالیاں دینے والے کے ساتھ برتتے ہیں تو یہ صلح کلی، یہ بے پرواہی، یہ سہل انگاری یہ نیچری ملعون تہذیب سدِّ راہ ایمان نہ ہو ورنہ ماں باپ کی محبت و عزت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی محبت و عزت سے زائد ہو کر ایمان کا دعوٰی محض باطل اور اسلام قطعاً زائل، والعیاذ باللہ تعالٰے (اللہ تعالٰے کی پناہ۔ ت) قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا۔ ت):

الم ۱ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لا یفتنون[2] کیا لوگ اس گھمنڈ میں پڑ گئے کہ وہ صرف اتنا کہنے پر کہ ہم ایمان لائے، چھوڑ دئے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی۔ (ت)

زبان سے سب کہہ دیتے ہیں کہ ہاں ہمیں اللہ و رسول کی محبت و عظمت سب سے زائد ہے مگر عملی کارروائیاں آزمائش کرا دیتی ہیں کہ کون اس دعوے میں جھوٹا اور کون سچا۔

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب[3] وصلی اللہ تعالٰی وسلم و بارک علی اے ہمارے پروردگار! ہمارے دلوں کو نہ پھیر جبکہ تُو نے سیدھی راہ دکھا دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت سے نواز دے، یقیناً تو ہی

---

[1] صحیح البخاری کتاب الایمان باب حب الرسول قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷
[2] القرآن الکریم ۲۹/۲
[3] " " ۳/۸

Marfat.com

مالکنا ومولٰینا وآلہ والاصحاب آمین
واللہ تعالیٰ اعلم۔

بہت زیادہ عطا کرنیوالا ہے۔ ہمارے مالک مولیٰ پر اللہ تعالیٰ درود وسلام اور برکات کا نزول فرمائے اور اُن کی آل اور ساتھیوں پر بھی (درود وسلام اور برکات نازل ہوں) اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۴ از شاہجہانپور مرسلہ منصور حسن خان صاحب تحصیلدار ۹ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

اس وقت ہندوستان میں بہت زور کے ساتھ حکومت خود اختیاری کی بحث چھڑی ہوئی ہے: حکومت خود اختیاری کے یہ معنی ہیں کہ برائے نام انگریزوں کی نگرانی رہے گی اور حکومت درحقیقت باشندگان ہندوستان کے ہاتھ میں ہوگی، اگر گورنمنٹ نے اسے عطا کردیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہندو صاحبان جو اعداد اور تمول میں ہم سے بہت زائد ہیں ہم پر فوقیت رکھیں گے بحالت موجودہ ہندو صاحبان کا مسلمانوں کے معاملات میں جو رویہ ہے اس پر مندرجہ ذیل واقعات روشنی ڈالتے ہیں:

(۱) کانپور کے پنڈت گراونڈ پر ہندو مجارٹی نے فیصلہ دیا کہ مسلمان نماز جنازہ نہ پڑھیں۔

(۲) ساور اجمیر شریف میں یہ احکام نافذ کردیے گئے کہ مسلمان عقیقہ اور قربانی میں بکرا بکری بھی ذبح نہ کرنے پائیں۔

(۳) جبلپور میں تراویح کے وقت باجا بجانا فرض سمجھا گیا اور کسی ہندو تعلیم یافتہ نے مسلمانوں کی فریاد پر توجہ تک نہ کی مسجدوں میں نماز بند کردی گئی۔

(۴) بنگال میں شبرات کی رخصت تک ہندو سپرنٹنڈنٹ کی وجہ سے مسلمانوں کو نہ مل سکی۔

(۵) بنگال کی کونسل میں مسٹر ستہارے نے رخصت نماز جمعہ کی مخالفت کی، اس لئے رزولیوشن مسٹر ابوالقاسم نے واپس لے لیا، اگر ہندو ممبر مل کر ووٹ دیتے تو رزولیوشن پاس ہوجاتا۔

(۶) صوبہ متحدہ میں پیران کلیر شریف کی چھوٹی سی سڑک بننے میں ہندوؤں نے ووٹ نہیں دیے اور سید آل نبی صاحب کا رزولیوشن پاس نہ ہوسکا۔

(۷) الٰہ آباد اور لکھنؤ میں اب تک ہندو میونسپلٹیوں کو چھوڑے ہوئے ہیں اس لئے کہ مسلمانوں کے ساتھ گورنمنٹ نے رعایت کی ہے۔

(۸) ہندو لیڈروں نے جو کانگریس کے ارکان و عناصر ہیں میونسپلٹی کے قانون سے اس لئے مخالفت کی کہ مسلمانوں کو تین جگہ اُن کی تعداد سے زیادہ دے دیں اس کے متعلق صرف اخبار لیڈر اور آنریبل مالوی جی اور ہندو سبھا کے جلسوں کا مطالعہ کافی ہے خصوصی اُس جلسہ کا جو بنارس میں بہ تاریخ

Marfat.com

رامپال سنگھ کی صدارت میں ہوا تھا۔

(۹) بنگال گورنمنٹ کے بار بار اصرار پر بھی ہندوؤں نے مسلمانوں کو کلر کی لائن میں نہیں گھسنے دیا جس کے لئے گورنمنٹ کو آخری کارروائی کرنی پڑی۔

(۱۰) ہندو ممبروں نے جو مشترک ووٹ سے کونسلوں میں جاتے ہیں کبھی مسلمانوں کے حق میں اپنی رائے نہیں دی، نہ مسلمانوں کے حقوق کا خیال کیا۔

(۱۱) چندوسی میں ہندوؤں نے لٹھ کے ذریعہ سے محفل میلاد شریف بند کر دی۔

(۱۲) اُردو کی مخالفت صرف مالوی جی اور چنتامنی جی ہی نہیں کرتے ہیں بلکہ مسٹر گاندھی بھی کرتے ہیں اور نہایت شائستگی سے سمجھاتے ہیں کہ جب تک مسلمان ہندی حروف نہ سیکھ لیں اُس وقت تک انھیں اردو خط میں اجازت دی جائے۔

(۱۳) قربانی کا مسئلہ ہمیشہ زیر بحث نہیں بلکہ موجب کُشت وخُون رہتا ہے، اور زبردستی مسلمانوں کو اپنے فرائض سے روکا جاتا ہے، اور کوشش اس بات کی کی جاتی ہے کہ بکرا بکری بھی وہ نہ ذبح کرنے پائیں۔

(۱۴) نوکریوں کا یہ حال ہے کہ جہاں تک ممکن ہوتا ہے ہر صوبہ میں مسلمانوں کو محبانِ وطن اور رہوم رولر اصحاب گھسنے نہیں دیتے۔

مندرجہ بالا واقعات پر نظر ڈالنے کے بعد کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلمانوں کو اُس شورش میں جو ہندو صاحبان اس کے متعلق کر رہے ہیں مذہباً شریک ہونا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

اللہ عزّوجلّ فرماتا ہے:

لتجدن اشدّ النّاس عداوۃً للذین اٰمنوا الیھود والّذین اشرکوا[1]

ضرور ضرور تم مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن یہود اور مشرکوں کو پاؤ گے۔

اور فرماتا ہے:

یاایھا الذین لاتتخذوا بطانۃً من دونکم لا یالونکم خبالا ودّوا ما عنتّم قد بدت البغضاء من افواھھم

اے ایمان والو اوروں کو اپنا ولی دوست نہ سمجھو وہ تمھاری ضرر رسانی میں کمی نہیں کرتے، اُن کی دلی تمنّا ہے کہ تم مشقّت میں پڑو، دشمنی ان کے منہ سے

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۸۲

Marfat.com

وما تخفی صدورھم اکبر قد بینا لکم الایات ان کنتم تعقلون؎۱

سے ظاہر ہو رہی ہے اور وہ جو اُن کے سینوں میں دبی ہے بہت زیادہ ہے ہم نے روشن نشانیاں تمھیں بتا دیں اگر تم عقل رکھتے ہو۔

اس ارشادِ الٰہی کے بعد کیا کوئی عاقل دیندار مسلمان ہنود کی شورش میں ان کا ساتھ دینا روا رکھے گا اور وقت پر زبانی باتوں کے دھوکے میں آکر بالآخر اُن سے اسلام و مسلمین کے ساتھ نیک برتاؤ اور دلی دوستی کی امید رکھے گا اس حکومت با اختیار کا حاصل اگر ہندوستان میں صرف اس قدر ہوا کہ اوپر کی کونسلوں میں ہندو ممبر بکثرت کر دے گئے اور امورِ انتظامیہ کے سوا دیگر احکام میں ان کی رائے سُنی گئی اور کثرت پر فیصلہ ہُوا جب تو ظاہر کہ ہر طرح ہنود کی جیت ہے انھیں کی کثرت رہے گی اور انھیں کی بات ؛ جیسا کہ بعض وقائع مذکورہ سوال اس کا نمونہ ہیں، پھر کمیٹیوں میں اُن کے اور تمھارے حالات و عادات جو سُنے گئے وہ اور بھی اُن کے مؤید ہیں یعنی یہ کہ بہت ہنود نہ فقط اپنے حفظ حقوق بلکہ مسلمانوں کی پامالی حقوق میں بیدریغ کوشش کرتے ہیں اور بہتیرے مسلمان ممبر دم نہیں مارتے بلکہ بعض تو صلح کل و بے تعصب بننے کو الٹا اُن کا ساتھ دیتے ہیں، مسلمانوں کی تعداد ایک تو کم تھی ہی اور بھی کم رہ جاتے ہیں آخر بار پامالی ہنود کے ہاتھ رہتا ہے اب اس کا اثر جزئیات پر پڑتا ہے، اُس حالت میں کلیات پر پڑے گا گورنمنٹ کو مسلمانوں ہندوؤں کے معاملہ میں نہ کسی کی طرفداری نہ کسی سے خصومت، جب ہندوستانی ممبر بڑھے اور کثرت ہنود کی ہُوئی تو اب احکام ان رایوں سے فیصل ہو کر آئیں گے جو ایک قوم کی ذاتی طرفدار اور دُوسروں کی ذاتی مخالف ہے اس وقت وہ اسی لئے مسلمانوں کو بلا رہے ہیں کہ یوں اختیارات اپنے کرلیں اور انھیں کی کوششوں سے ان کے حقوق پامال کرنے پر خاطر خواہ قادر ہو جائیں گے جب یہ جم گئی پھر کیا ہوتا ہے ع

دریغ سود ندارد چو کار رفت از دست

(جب کام ہاتھ سے نکل جائے تو پھر پشیمان ہونے کا کچھ فائدہ نہیں۔ت)

ع مرد آخر بیں مبارک بندہ است

(نتیجہ کو دیکھنے والا مرد بابرکت آدمی ہے۔ت)

اور اگر بالفرض حکومت خود اختیاری اپنے حقیقی معنی پر ملی تو وقت سخت تر ہے غور کرو اس وقت کہ

؎۱ القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸

مُلک اُن کے ہاتھ میں نہیں تمھارے مذہبی شعائر میں کتنی رکاوٹیں ڈالتے ہیں، رات دن کوشاں رہتے ہیں اور اپنی کثرتِ تعداد وکثرتِ مال کے سبب کچھ نہ کچھ کامیاب ہوتے رہتے ہیں، جب اختیارات اُن کے ہاتھ میں ہُوئے اس وقت کا کیا اندازہ ہوسکتا ہے، مثلاً اُس وقت تو قربانیاں ان قیود وحدود کے ساتھ کہ اُن کا لگایا جانا بھی شورشِ ہنود کے باعث ہے ہو بھی جاتی ہیں اس وقت قتلِ انسان سے بڑھ کر جُرم ٹھہریں گی اور مسلمانوں کو مجبورانہ اپنا یہ شعارِ دینی بند کرنا پڑے گا۔ کیا گورنمنٹ تنہا تمھیں ملک دے دے گی کہ اُس میں خالص احکامِ اسلام جاری کرو، یہ تو ممکن نہیں، نہ تنہا اُن کو ملے، پھر شرکت رکھو گے یا ملک بانٹ لوگے کہ ایک حصّہ میں تم اسلامی احکام جاری کرو ایک میں وُہ اپنے مذہبی احکام جو تمھاری شریعت کی رُو سے احکامِ کفر ہیں، بر تقدیرِ ثانی ظاہر ہے کہ ہندوستانی کا کوئی شہر اسلامی آبادی سے خالی نہیں تو اُن لاکھوں مسلمانوں پر اپنی شریعت مطہرہ کے خلاف احکام تم نے اپنی کوشش متفقہ سے جاری کرائے اور اس کے تم ذمہ دار ہوئے اور

من لم یحکم بما انزل اللّٰہ فاولٰئک ھم الکٰفرون ○ ھم الظٰلمون[1] ○ ھم الفسقون ۔ | جو کچھ اللہ تعالٰی نے نازل فرمایا (بندوں پر اتارا) جو لوگ اس کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر، ظالم اور نافرمان ہیں۔ (ت)

کے تمغے پائے، بر تقدیرِ اول کیا ہنود راضی ہوجائیں گے کہ ملک مشترک ہو اور احکام تنہا احکامِ اسلام۔ ہرگز نہیں، آخر تمھیں اُن کے ساتھ کسی نہ کسی قانون خلافِ اسلام پر راضی ہونا اور اپنی رضا وسعی سے مسلمانوں کو اس کا پابند کرنا پڑے گا اور قرآن عظیم سے وہی تین خطابوں کا تمغہ ملے گا، یہ سب اُس وقت ہے کہ جھگڑا نہ اُٹھے اور اگر پھوٹ پڑی اور تجربہ کہتا ہے کہ ضرور پڑے گی اُس وقت اگر ہنود حسبِ عادت آپ بے قصور بنے اور سب ڈھلی بگڑی تمھارے سر ڈالی تو زمین میں بیٹھے بٹھائے فساد اُٹھانے اور حکمِ الٰہی لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ[2] (لوگو! اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔ ت) کی مخالفت کرکے خود اپنی اور لاکھوں ناکردہ مسلمانوں کی جان وعزت معرضِ خطرہ میں ڈالنے کا ذمہ دار کون ہوگا۔ اللہ عزوجل سیدھی سمجھ دے، آمین! واللہ سبحانہٗ وتعالٰی۔

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۴۴، ۴۵، ۴۷

[2] " " ۲/ ۱۹۵

Marfat.com

مسئلہ ۵: خیرآباد اودھ ضلع سیتاپور مرسلہ سید امتیاز حسین صاحب آنریری مجسٹریٹ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین کہ زید مسلمان ہے اور اس کے گلے میں ہندو مذہب کی ایک کتاب بند جزدان میں مثل کلام مجید کے بطور حمائل کے پڑا ہے۔ زید کو علم ہے کہ میرے گلے میں ہندو مذہب کی کتاب ہے یا اور کوئی غیر معظم کتاب ہے مگر کافر اس کو یہ سمجھتا ہے کہ یہ شخص مسلمان ہے اور اس کے گلے میں کلام مجید ہے یہ سمجھ کر اس کتاب کی جس کو وہ کافر اپنے خیال میں کلام مجید سمجھتے ہوئے توہین کرنا چاہتا ہے زید اس کی حفاظت کرتا ہے محض اس وجہ سے کہ یہ کافر کلام اللہ سمجھ کر توہین کرتا ہے، ایسی صورت میں مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ زید کے شریک ہوں اور اس کافر کے حملہ کو روکیں یا سمجھ کر کہ اس کے اندر غیر مذہب کی کتاب ہے اور کوئی معظم چیز نہیں ہے سکوت اختیار کریں اور زید کو لعنت ملامت کریں، شرعاً کیا حکم ہے؛ اگر زید کو کوئی نقصان پہنچے اور اس کے معاونین کو مدد کرنے سے تکلیف پہنچے تو وہ عنداللہ ماجور (اللہ تعالٰی کے نزدیک اجر و ثواب دئے ہوئے۔ت) ہوں گے۔ مشرح جواب تحریر فرمائیے فقط۔

الجواب

سوال تمثیلی ساختہ معلوم ہوتا ہے مثال میں بسا اوقات فرق رہ جاتا ہے جس کے سبب حکم بدل جاتا ہے اگرچہ تمثیل قائم کرنے والا اپنے ذہن میں یہ سمجھے کہ میں نے اصل واقعہ کا بالکل چربہ اتار لیا ہے بہرحال اس صورت مستفسرہ کا حکم یہ ہے کہ زید بوجوہ قابل سخت ملامت ہے، اوّل تو سب سے پہلے اس کا جرم شنیع یہ ہے کہ اُس نے ایک کافر مذہب کی کتاب کو معاذ اللہ قرآن مجید سے تشبیہ دی، جزدان میں رکھا، گلے میں حمائل کے طور پر ڈالا، یہ خود اس نے قرآن عظیم کی توہین کی، امیر المومنین فاروق عادل رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک کنیز کو دیکھا کہ بیبیوں کی طرح دوپٹا اوڑھے جارہی ہے اس پر درّہ لیا اور فرمایا:

ای دفار القی عنك الخمار اتتشبھین بالحرائر۔[1]

اے بدبو والی! اپنی اوڑھنی اتار، کیا بیبیوں کے مشابہ بنتی ہے۔

اور اگر واقعی اس نے کافر مذہب کی کتاب معاذ اللہ مثل قرآن کریم مستحق تعظیم سمجھا جب تو وہ خود ہی کافر مرتد ہے ورنہ کم از کم مبتلائے حرام ضرور ہے اور اس حرام کے باقی رکھنے ہی نے اس ہندو کو غلط فہمی پیدا کی تو یہ اس کا دوسرا جرم ہے کہ حرام پر مصر ہے، پھر اس کے سبب جو فتنہ فساد پیدا ہوگا اُس کا منشا یہی اس کا اصرار علی الحرام ہے کیوں نہیں اسے جزدان سے نکال کر فوراً پھینک دیتا ہے کہ یہ تیرے ہی مذہب کی ناپاک کتاب ہے اس کی جتنی چاہے توہین کر، یوں یہ خود بھی حرام سے بچے اور فتنہ بھی فرو ہو جائے کہ یہ ایسا نہیں کرتا خود بانی فتنہ ہے یہ اس کا تیسرا جرم ہے، اگر پٹا تو ایک پوتھی

---

[1] الدر المنثور تحت آیۃ ولکن الله ان لیعرفن فلا یؤذین منشورات مکتبۃ آیۃ اللہ العظمٰی قم ایران ۵/۲۲۱

Marfat.com

کی حمایت میں پٹا اور مارا بھی تو ایک پوتھی کے پیچھے مارا، اور اگر وہ غالب آیا اور اس نے اس کتاب کی توہین جسے اس نے اپنے فعل واصرار باطل سے اُسے معاذاللہ قرآن عظیم باور کرایا ہے تو اس ہندو کے زعم میں توہین قرآن عظیم پر قادر ہونا اور اس معاملہ دینیہ مذہبیہ میں مسلمان پر فتح پانا اس کا منشا بھی یہی شخص ہے اور اگر وہ مغلوب ہوا اور اس نے مارا اور جیل خانہ گیا تو محض بلاوجہ شرعی بلکہ برخلاف وجہ شرعی ایک گناہ پر اصرار کے لئے اپنے نفس کو سزا و ذلت پر پیش کیا اور یہ بھی بحکم حدیث حرام ہے اور یہ اس کا چوتھا جرم ہے۔ بہرحال یہ شخص سخت ملامتوں کا مستحق و سزاوار ہے جو اس کی اعانت کرینگے وہ بھی ان جرائم سے حصہ لیں گے اور اور گناہ پر مدد دے کر گنہ گار ہوں گے۔ قال اللہ تعالٰی:

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1] لوگو! گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ (ت)

ان پر لازم ہے کہ اگر وہ فتنہ اٹھاتا ہے یہ فرو کریں اور زعم کافر میں توہین اسلام نہ ہونے دیں اس کے گلے سے لے کر جزدان سے نکال کر وہ ہندوانی پستک اُس ہندو کے سامنے پھینک دیں کہ فتنہ بند ہو اور وہ جرائم مذکورہ سب منسدود۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۶ تا ۵۸ از رائے پور چھتیس گڑھ مرسلہ گوھر علی عرائض نویس نیا پارہ اکھاڑا

(۱) کہ جہاں مسلمان بستے ہیں وہاں ایک شراب کی بھٹی ہے چند لوگ شیعہ اُس راہ سے گزرے جو اپنی قوم میں مقرر ہیں انھیں معلوم ہوا کہ یہاں پر مسلمان شراب پیا کرتے ہیں تو انھوں نے ایک انجمن مقرر کیا اور اپنی قوم کے چند لوگوں کو سکریٹری پریزیڈنٹ انجمن بنایا اور اس میں سُنیوں کو ممبر مقرر کیا، ازروئے شرع سُنّی بھی اُن کی رائے سے موافقت کرسکتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟

(۲) اس انجمن میں دو مسئلے پیش ہیں کہ کوئی سُنّی شراب پیئے یا زنا کرے اُس کو خارج از قوم کردینا اور شادی و غمی میں شریک نہ ہونا زنا کس حالت میں سمجھا جائے گا جبکہ کوئی شخص کسی عورت سے صرف بات کر رہا ہے یا عورت مذکورہ اس کے گھر میں کسی مزدوری کے لئے بیٹھی ہے یا کسی پیشہ ور شخص کے مکان کو ضرورت سے آتی ہے کیونکہ اس شہر میں مزدور عورتیں بہت ہیں جو آدمی تنہا نوکری پیشہ وجن کی مستورات نہیں تو وہ ان کو اپنے گھروں میں کام کرنے کے ساتھ تعلق ہے اور وہ شخص باہر کھڑا ہوا اندر مکان کا حال کیا جانتا ہے کہ مکان میں کیا ہو رہا ہے علماء دین

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۲

Marfat.com

باطن کے حالات کی نسبت کیا بیان کرتے ہیں، کیا یہی زنا کی صورتیں ہیں؟

(۳) شیعہ قوم سے سُنّی کہاں تک شریک ہوسکتے ہیں؟

ان اوپر لکھے ہوئے وجوہ کی نسبت حضور کرم فرما کر اس فقیر کو جواب سے سرفراز فرمائیں تو بڑی مہربانی ہوگی، خداوند کریم آپ کو جزائے خیر دے گا۔

الجواب

(۱) سُنّیوں کو غیر مذہب والوں سے اختلاط میل جول ناجائز ہے خصوصاً یوں کہ وہ افسر ہوں یہ ماتحت۔ قال اللہ تعالٰی:

وامّا ینسینّک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین۔[1]

اگر تجھے شیطان کبھی بھول میں ڈال دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھ۔ (ت)

وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

فایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم۔[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

تم ان سے دُور رہو اور وہ تم سے دُور رہیں کہیں تمہیں گمراہ نہ کردیں اور فتنے میں نہ ڈال دیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۲) زنا نہیں ثابت ہوسکتا جب تک چار مرد عاقل بالغ ثقہ، متقی، پرہیزگار اپنی آنکھ سے ایسا مشاہدہ نہ بیان کریں جیسے سُرمہ دانی میں سلائی، بغیر اس کے جو شخص کسی مسلمان کی نسبت زنا کی تہمت رکھے گا بحکم قرآن مجید اسّی کوڑوں کا مستحق ہوگا پھر اس کی گواہی ہمیشہ کو مردود۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اجنبی عورت سے خلوت حرام ہے، جو لوگ انھیں نوکر رکھتے ہیں ضرور مکان میں دونوں تنہا ہوتے ہوں گے، اور اسے شرع نے حرام فرمایا۔

(۳) کہیں تک بھی نہیں، آیت وحدیث میں مطلقاً ممانعت فرمائی، بلکہ ایک حدیث خاص اس قوم کا نام لے کر آئی کہ:

یاتی قوم لھم نبز یقال لھم الرافضۃ لایشھدون جمعۃ

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، ایک قوم آنے والی ہے ان کا یہ لقب ہوگا

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

Marfat.com

ولاجماعۃ ویطعنون السلف[1] فلا تجالسوھم ولا تواکلوھم ولا تشاربوھم ولا تناکحوھم واذا مرضوا فلا تعودوھم واذا ماتوا فلا تشھدوھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم[2]

انھیں رافضی کہا جائے گا وہ نہ جمعہ پڑھیں گے نہ جماعت، اور امت کے اگلوں پر طعنہ کریں گے، تم اُن کے پاس مت بیٹھنا، ان کے ساتھ کھانا نہ کھانا، ان کے ساتھ پانی نہ پینا، ان کے ساتھ شادی بیاہت نہ کرنا، وہ بیمار پڑیں تو انھیں پُوچھنے کو نہ جانا، مرجائیں تو ان کے جنازہ پر نہ جانا، نہ اُن پر نماز پڑھنا، نہ اُن کے ساتھ نماز پڑھنا۔

دیکھو حدیث نے موت وحیات کے سب تعلق کو اُن سے قطع کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۹ از قصبہ کرتپور ضلع بجنور محلہ مدھوپاڑہ مرسلہ منشی منیر الدین صاحب ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

اگر کوئی مسلمان دسہرہ کی جھنڈی کے جلسہ میں ہنود کا شریک ہو یا اس میں گنگا پھری یا بینٹی یا دیگر کھیل خود کھیلے یا دوسروں کو کھلائے یا اس میں کسی قسم کا باجا خود بجائے یا دوسروں سے بجوائے یا کوئی راگ خود گائے یا اوروں سے گوائے یا اس میں کسی قسم کی امداد دامے درمے قدمے قلمے جلوس مذکور کی رونق افزائی کی نیت سے کرے یا اُس جلوس کا تماشا تفریحاً اور دوسروں کو ترغیب دیکھنے کی دلائے یا میل ملاپ باہمی کی وجہ سے شرکت کرے یا دیگر اغراضِ دنیا کے باعث ہنود سے بامیدِ حصول خوشنودی ہنود جلوس کی اعانت میں سرپرستانہ پیش آئے یا ایسی سرپرستی کا ارادہ کرے اور اُس حد تک کہ اگر اُس جلوس میں اُس مقام کے رواج و دستور کے خلاف منجانب ہنود امورِ جدیدہ کے اضافہ کرنے کی آمادگی ہو اور اُس کی اطلاع پاکر خواہ اس کا ظہور دیکھ کر وہاں کے غربا مسلمانان بخوفِ ہیجان فتنہ حسب ضابطہ کچہری اُس کے انسداد کی کوشش و چارہ جوئی کریں اور کوئی شخص مسلمان سربرآوردہ خواہ رئیس حکام رس بذاتِ خود یا بذریعہ اپنے آدمیوں کے خود دار ریاست و استطاعت یا سرپنچی و منبری کے مسلمانان کو چارہ جوئی سے باز رکھے اور تخویف دلائے یا اگر مسلمانان بامیدِ انصاف گورنمنٹ بلاخوف و خطر مصروف چارہ جوئی رہیں اور مسلمان مانع چارہ جوئی جانب دار اہل ہنود ہوکر امرِ جدید کو جلوس مذکور میں اپنی کوشش سے اضافہ کرے اور اس جلوس مذکور میں ایسی نمایاں سعی و پیروی کرے کہ جس سے ایک مسجد کے اُس احترام میں فرق آجائے جس کو حکام ضلع نے بلحاظ عبادت گاہوں کے بذریعہ احکام تحریری منظوری کیا ہو یعنی باوجود ممانعت حاکم علاقہ کے مسجد مسلمانان

---

[1] تاریخ بغداد ترجمہ الفضل بن غانم ۶۷۹۰ دار الکتاب العربی بیروت ۱۲/ ۳۵۸

[2] کنز العمال حدیث ۳۲۴۶۸ و ۳۲۵۲۹ و ۳۲۵۴۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۵۲۹، ۵۴۰، ۵۴۲

Marfat.com

کے گرد پچاس پچاس قدم دونوں طرف باجا گاجا شور وغل ہر قسم اہلِ جلوس جھنڈی سے کرا دے تو ایسا مسلمان نیز مسلمانانِ متذکرہ بالا شرعاً کس گناہ کے مرتکب ہیں، آیا بدعت یا فسق یا کفر ارتداد اور دیگر مسلمانان کو ان سے میل جول رکھنا کیسا ہے؟ بصراحت وتفصیل فتوٰی میں ارقام فرمایا جائے فقط۔

الجواب

مراسمِ کفر کی اعانت اور ان میں شرکت ممنوع وناجائز وگناہ اور مخالفتِ حکم الٰہی ہے،

قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ (ت)

حدیث میں ارشاد ہوا:

من سود مع قوم فھو منھم وفی لفظ من کثر سواد قوم فھو منھم[2]

جو کسی قوم کی جماعت میں شریک ہوکر ان کا گروہ بڑھائے وہ انھیں میں سے ہے۔

خصوصاً توہینِ مسجد پر اعانت کہ بہت سخت تر ہے، پھر اگر یہ باتیں شامتِ نفس اور طمعِ دنیا سے ہوں تو صرف استحقاقِ جہنم ہے، اور اگر کسی رسمِ کفر کے پسند ورضا کے ساتھ ہوں تو کھلا کفر ہے۔ غمز العیون میں ہے:

من استحسن فعلا من افعال الکفار کفر باتفاق المشائخ[3]

جس شخص نے کافروں کے کسی کام کو اچھا سمجھا تو وہ باتفاقِ مشائخ کافر ہوگیا۔ (ت)

مسلمانوں کو ایسے شخص سے میل جول منع ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[4]

اگر تمھیں شیطان کسی بھلاوے میں ڈال دے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ مت بیٹھو۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵/۲

[2] کنز العمال بحوالہ الخط عن انس حدیث ۲۴۶۸۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/۱۰
〃 بحوالہ الدیلمی عن ابن مسعود 〃 ۲۴۷۳۵ 〃 〃 ۹/۲۲

[3] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر الفن ثانی کتاب السیر والردۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۲۹۵

[4] القرآن الکریم ۶/۶۸

Marfat.com

اور فرماتا ہے:

ولاترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار [1] (لوگو!) ظالموں کی طرف مت جھکو ورنہ تمہیں دوزخ کی آگ چھوئے گی۔ (ت)

مسئلہ ۶۲: از گودھرہ مدرسہ فیض عام مرسلہ مولوی عبدالرحمن بن مولوی محمد عیسٰی صاحب ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۲۶ھ

(۱) قصبہ لوناواڑہ میں ہنود بکثرت رہتے ہیں یہ لوگ بماہ ساون آٹھ روز تہوار مناتے ہیں اُس کو اپنی اصطلاح میں "پچوسن" کہتے ہیں، ان دنوں میں آٹھ روزے بھی اپنے مذہب کے موافق رکھتے ہیں اور جانداری شیئ کو مارنا اور تکلیف دینا بُرا سمجھتے ہیں، چنانچہ مسلمان تیلیوں کو اس بنا پر گھانی چلانے سے روکتے ہیں اس لئے کہ تلوں میں کچھ کیڑے جو ہوتے ہیں وہ پل جاتے ہیں، اُس آٹھ روز مسلمانوں کو گھانی نہ چلانے کے عوض میں روپے بھی دینا چاہتے ہیں پس مسلمانوں کو اُس آٹھ روز گھانی نہ چلانا اور روپیہ لے کر اس امر میں ان کی اتباع کرنا کیسا ہے؟

(۲) جو مسلمان کہ ہنود کے تہوار میں اُن کی موافقت کرے اور اُس کو منائے اس کیلئے کیا وعید ہے؟

(۳) کسی قصبہ کا رئیس مسلمانوں کو کہے کہ تم ہنود کے تہواروں میں اُن کی اتباع کرو ورنہ تم کو سخت اذیت پہنچاؤں گا، پس مسلمانوں کو اس امر میں رئیس کی اتباع درست ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما الاعمال بالنیات ولکل امرئ ما نوی [2] (یادرکھو) اعمال کا مدار ارادوں پر ہے، اور آدمی کے لئے وہی کچھ ہے جس کا اس نے ارادہ کیا ہے۔ (ت)

اگر اس سے تیلیوں کی نیت انکی موافقت اور اُن کی رسم مذہبی میں شرکت ہے تو حرام ہے، اور حرام فعل کی اُجرت میں جو کچھ لیا جائے وہ بھی حرام کہ اجارہ نہ معاصی پر جائز ہے نہ اطاعت پر، اور اگر اُنھوں نے یہ سمجھا کہ واقعی تیل پیلنا فعل شنیع ہے کہ اس سے کیڑے پس جاتے ہیں، تو یہ وہی خیالاتِ باطلہ ہنود کی شرکت ہوئی، ایسا ہو تو یہ فعل ہمیشہ ناجائز ہے اور ناجائز کا ترک واجب اور

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

[2] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲

Marfat.com

اجرت اس پر لینا حرام۔ اور اگر انھوں نے یہ سمجھا کہ ہمارا وہ کام ایک مباح شرعی ہے کچھ واجب تو نہیں کہ اس کا کرنا ضرور ہو آٹھ دن محنت سے بچتے ہیں اور سلطنت کے دام مال مباح کافر سے ملتے ہیں یہ سمجھ کر آرام کیا اور دام لے تو حرام نہیں، پھر بھی اغراض فاسدہ کفار کی تحصیل نامناسب ہے۔ ایسے موہومات کہ کیڑے ہوں گے اور پس جائیں گے شرعًا عرفًا عقلًا کسی طرح قابلِ اعتبار نہیں ورنہ رات کو چلنا منع ہو جائے کیا معلوم اندھیرے میں کوئی چیونٹی پس جائے بلکہ پانی پینا منع ہو جائے کیا معلوم اس میں کوئی باریک کیڑا ہو کہ نظر نہ آتا ہو، بلکہ خوردبین سے مشاہدہ ہوا ہے کہ دودھ اور پانی سب میں یقینًا کیڑے ہوتے ہیں۔ اور یہی مطابق قانونِ فطرت ہے کہ رطوبت میں حرارت جب عمل کریگی فیضانِ روح ہوگا۔ تو دین و دنیا سب کی عافیت تنگ ہو جائے۔ ایسے بیہودہ خیال کسی طرح موافقِ اسلام نہیں ہو سکتے۔ صحیح حدیث میں ہے:

نھی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یفتش التمر عما فیہ۔ رواہ الطبرانی[1] فی المعجم الکبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما بسند حسن۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس امر کو پائنے سے منع فرمایا کہ کھاتے وقت چھوہارا توڑ کر اس کی تلاشی لی جائے کہ اس میں کوئی کیڑا تو نہیں۔ (طبرانی نے معجم کبیر میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما سے بسندِ حسن اسے روایت کیا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۲) اگر ان کے مذہبی تہوار کو اچھا جان کر منائے گا اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ غمز العیون میں ہے:

من استحسن فعلا من افعال الکفار کفر باتفاق المشائخ۔[2]

جس آدمی نے کافروں کے کسی کام کو اچھا سمجھا تو مشائخ کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ کافر ہو گیا۔ (ت)

ورنہ فسق و معصیت ضرور ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) اللہ عزوجل کی معصیت میں کسی کا اتباع درست نہیں۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] کنز العمال بحوالہ طب عن ابن عمر حدیث ۴۰۹۰۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۲۶۰

[2] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب السیر والردۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۲۹۵

Marfat.com

لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی فرمانبرداری نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۶۳ از گونڈل کاٹھیاواڑ مرسلہ عبدالستار رضوی برکاتی ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

مباہلہ کیا ہے، اور وہ کس وقت، کس سے، کس طرح کیا جاتا ہے؟

الجواب

مباہلہ یہ کہ دو فریق جمع ہو کر اپنا اپنا دعویٰ بیان کریں اور ہر فریق دُعا کرے کہ ان دونوں میں جو جھوٹا ہو اُس پر لعنتِ الٰہی ہو، یہ جائز ہے، اور اب تک مشروع ہے کما نص علیہ فی ردالمحتار (جیسا کہ ردالمحتار میں اس پر نص کی گئی ہے۔ ت) مباہلہ ہر اُس صورت میں ہو سکتا ہے کہ اپنے قول کی حقانیت پر یقین قطعی ہو، مشکوک یا مظنون بات پر مباہلہ سخت جرأت ہے مثلاً ہم کسی شافعی المذہب سے اس امر پر مباہلہ نہیں کر سکتے کہ قرأت خلف الامام ناجائز ہے، نہ شافعی ہم سے مباہلہ کر سکتا ہے کہ واجب ہے، اور ہم اور وہ دونوں غیر مقلدوں سے اس پر مباہلہ کر سکتے ہیں کہ امام اعظم و امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ائمۂ دین ہیں اور اُن کی تقلید جائز۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۴ از ادیپور میواڑ راجپوتانہ مہارانہ اسکول مرسلہ مولوی وزیر احمد صاحب مدرس ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

اس شہر میں روافض یعنی فرقہ اسمٰعیلیہ بوہروں کے امام بڑے مُلّا آئے ہیں اُن کا دعویٰ ہے کہ "میں داعیِ وقت ہوں، امام اور عامل میں ہی مقرر کرتا ہوں، میں قوم کا مالک و مختار ہوں"۔ ان کو بوہرے سیّدنا کے لفظ سے پکارتے ہیں، جب یہ شہر میں آئے تو ان کی سواری بڑی شان و شوکت کے ساتھ مع دو تین ہزار بوہروں کے مدرسہ اسلامیہ حنفیہ جس راستہ میں واقع ہے اُس طرف ہو کر نکلی تو مدرسہ حنفیہ کے ممبرانِ سنّت جماعت حنفی مذہب والوں نے مدرسہ کو رنگ برنگ کے کاغذ کے پھریروں سے آراستہ کیا اور ایک بڑے سُرخ کپڑے پر بڑے بڑے کاغذ کے حروف بناکر "خوش آمدید" لکھا اور بڑے ملّا صاحب کے نظارے کے لئے آویزاں کردیا اور جب ملّا صاحب کی سواری مدرسہ کے قریب آئی تو حنفی ممبرانِ مدرسہ نے ادب کے ساتھ ملّا صاحب کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے اور گلدستے نذر کئے اور ان کے سر پر پھول اُچھالے اور بعد میں ممبرانِ مدرسہ

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۳۱۵۰ مکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۳/ ۲۰۸ و ۲۰۹

Marfat.com

ملا صاحب کی قیام گاہ میں ملا صاحب کو مدرسہ میں آنے کی دعوت دینے کو گئے تو ملا صاحب نے ان لوگوں کو دس دس بیس بیس روپے کا انعام دے کر رخصت کیا، اب ارشاد فرمائیں کہ حنفیوں کا بوسے فرقہ کے امام کے ساتھ ایسا برتاؤ کرنا کیسا ہے، اگر ان ممبروں نے اس لالچ سے کہ ملا صاحب مدرسہ میں کچھ روپیہ دے جائیں گے، ایسا کیا تو یہ ان کا ایسا کرنا کیسا ہے، اور یہ لوگ حنفی مذہب کے مدرسہ کے ممبر مانے جانے کے قابل ہیں یا نہیں، اور بے پڑھے مسلمانوں پر اس کا کیا اثر پڑے گا ؟

الجواب

جن لوگوں نے ایسا کیا انھوں نے اپنے لئے جہنم کا سامان پورا کر لیا انھوں نے اپنی بدفعلی سے عرش الٰہی کو ہلا دیا، انھوں نے واحد قہار کا غضب اپنے سر لیا، انھوں نے قرآن عظیم کی تحقیر کی، انھوں نے دین اسلام کے ڈھانے پر مدد دی۔ یہ اسی بنا پر ہے کہ انھوں نے روپیہ کے لالچ سے ایسا کیا، اگر دل سے اسے ان تعظیموں کا مستحق جانتے تو کھلے کافر ہوتے، اور اب بھی فقہائے کے اطلاق ان کے بارے میں بہت سخت ہیں کہ وہ بخوشی بلاضرورت ان ملعون حرکات کے مرتکب ہوئے ہیں ان پر فرض ہے کہ جس اعلان کے ساتھ ان ناپاک حرکتوں سے شیطان کھیلایا اور بے پڑھے مسلمانوں کا دین ڈھایا ابلیس لعین کا پھریرا سر بازار اڑایا اسی اعلان کے ساتھ عام مجمعوں میں توبہ کریں اور مناسب کہ از سر نو کلمۂ اسلام پڑھیں پھر اپنی عورتوں سے نکاح جدید کریں، اگر توبہ نہ مانیں تو ایسے لوگ اس قابل بھی نہیں کہ مسلمان ان کو اپنے پاس بیٹھنے دیں سنی مدرسے کی رکنیت تو بڑی چیز ہے، اس حال پر بھی جو انھیں رکن مدرسہ دینیہ رکھیں گے اللہ و رسول و مسلمین سب کے خائن و بدخواہ ہوں گے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے،

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[ل] — ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تم کو دوزخ کی آگ لگے گی۔

دوسری آیت میں ارشاد ہوا :

واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین[ل] — اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

دو حدیثوں میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ل القرآن الکریم ۱۱/۱۱۳

ل " " ۶/۶۸

Marfat.com

اذا امدح الفاسق غضب الرب واھتز لذٰلك العرش۔ رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ وابویعلی فی المسند والبیہقی فی شعب الایمان[1] عن انس وابن عدی فی الکامل عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے رب غضب فرماتا ہے اور عرشِ الٰہی ہل جاتا ہے (محدث ابن ابی الدنیا نے ذم الغیبۃ میں روایت کیا ہے اور ابویعلی نے اپنی مسند میں، اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس کے حوالے سے، اور ابن عدی نے "الکامل" میں حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے روایت کیا (اللہ تعالٰی ان دونوں سے راضی ہو)۔(ت)

نیز حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم فرماتے ہیں؛

من سلم علٰی صاحب بدعۃ اولقیہ بالبشر او استقبلہ بمایسرہ فقد استخف بما انزل علٰی محمد۔ رواہ الخطیب[2] عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

جو کسی بدمذہب کو سلام کرے یا اس سے بکشادہ پیشانی ملے یا ایسی بات کے ساتھ اس سے پیش آئے جس میں اس کا دل خوش ہو اس نے اس چیز کی تحقیر کی جو محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اتاری گئی (اسے خطیب نے حضرت ابن عمر (اللہ تعالیٰ ان دونوں سے راضی ہو) سے روایت کیا۔ ت)

نیز چھ حدیثوں میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں؛

۱ من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علٰی ھدم الدین۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر وابونعیم فی الحلیۃ عن عبد اللہ بن بشیر وابن عدی وابن عساکر عن ام المومنین الصدیقۃ والحسن بن سفیٰن فی مسندہ وابونعیم فی الحلیۃ عن معاذ بن جبل

جس نے کسی بدمذہب کی توقیر کی اُس نے دین کے ڈھا دینے پر مدد دی۔ (امام طبرانی نے معجم کبیر میں اور ابونعیم نے الحلیہ میں عبداللہ بن بشیر سے اس کو روایت کیا۔ ابن عدی اور ابن عساکر نے مسلمانوں کی ماں سیدہ عائشہ صدیقہ سے اور حضرت حسن بن سفیان نے اپنی مسند میں اور ابونعیم نے الحلیہ میں معاذ بن جبل کے حوالہ سے

---

[1] شعب الایمان حدیث ۴۸۸۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴/۲۳۰
الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی ترجمہ سابق بن عبداللہ الرقی دار الفکر بیروت ۳/۱۳۰۷

[2] تاریخ بغداد ترجمہ عبدالرحمٰن بن نافع ۵۳۷۸ دار الکتاب العربی بیروت ۱۰/۲۶۴

Marfat.com

والسجزی فی الابانۃ عن ابن عمر وھو وابن عدی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم والبیھقی فی شعب الایمان عن ابراھیم بن میسرۃ التابعی المکی الثقۃ مرسلاً[1]

اور السجزی نے الابانۃ میں عبداللہ ابن عمر کے حوالے سے اور اسی نے اور ابن عدی نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اس کو روایت کیا، نیز امام بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابراہیم بن میسرہ جو کہ تابعی مکی اور قابل اعتماد ہیں، نے بصورت ارسال اس کو روایت کیا۔ (ت)

دو حدیثوں میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا عملت سیئۃ فاحدث عندھا توبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ رواہ الامام احمد فی کتاب الزھد[2] والطبرانی فی الکبیر والبیھقی فی الشعب عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن جید واحمد ایضاً فیہ عن عطاء بن یسار مرسلاً۔

جب تو کوئی گناہ کرے تو فوراً توبہ کر، پوشیدہ کی پوشیدہ اور علانیہ کی علانیہ۔ (امام احمد نے کتاب الزہد اور طبرانی نے معجم کبیر میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اچھی اور عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا، نیز امام احمد نے اسی میں عطا بن یسار سے بطور مرسل روایت فرمائی۔ ت)

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استعمل رجلا من عصابۃ

جس نے کسی گروہ پر ایسے کو افسر بنایا کہ اس گروہ

---

[1] کنز العمال بحوالہ الطب عن عبداللہ بن بشیر حدیث ۱۱۰۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۲۱۹
الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی ترجمہ الحسن بن یحیٰی ابو عبدالملک الخشنی دار الفکر بیروت ۲/۷۳۶
شعب الایمان دار الذیان للتراث بیروت ص ۳۵
حلیۃ الاولیاء وشرح خالد بن معدان ۳۱۸ دار الکتاب العربی بیروت ۵/۲۱۸
تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ حسن بن یحیٰی دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۰۳
[2] کتاب الزہد لامام احمد بن حنبل دار الریان للتراث القاہرۃ ص ۳۵
المعجم الکبیر عن معاذ بن جبل حدیث ۳۳۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۰/۱۵۹

Marfat.com

وفیهم من هو ارضی لله منه فقد خان الله و رسوله و المومنین۔ رواہ الحاکم[1] و صححه و ابن عدی و العقیلی و الطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

میں اس سے زیادہ اللہ کو پسندیدہ شخص موجود ہے اس نے اللہ و رسول اور مسلمانوں سب کی خیانت کی۔ (ابن حاکم نے اس کو روایت کرکے صحیح قرار دیا۔ ابن عدی، عقیلی، طبرانی اور خطیب بغدادی نے حضرت ابن عباس سے اس کو روایت کیا (اللہ تعالٰی باپ، بیٹے دونوں سے راضی ہو)۔ ت)

فتاوٰی ظہیریہ امام ظہیر الدین و اشباہ و النظائر محقق زین و تنویر الابصار شیخ الاسلام غزی و درمختار میں ہے:

لو سلم علی الذمی تبجیلا یکفر لان تبجیل الکافر کفر و لو قال لمجوسی یا استاد تبجیلا کفر[2]۔

اگر کسی مسلمان نے کسی ذمی کافر کو بطور عزت و توقیر سلام کیا تو وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ کافر کی عزت افزائی کفر ہے، اور اگر کسی نے آتش پرست کو تعظیم کے طور پر "اے استاد" کہا تو وہ کافر ہو گیا۔ (ت)

فصول عمادی و عقد الفرائد و درمختار و جامع الفصولین و نور العین و محیط و فتاوٰی عالمگیریہ وغیرہا میں ہے:

مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل و النکاح و اولادہ اولاد زنا و ما فیه خلاف یؤمر بالاستغفار و التوبة و تجدید النکاح[3]۔ و اللہ تعالٰی اعلم۔

جو چیز بالاتفاق کفر ہے وہ عمل اور نکاح کو باطل کر دیتا ہے اس کی اولاد، اولادِ زنا ہو گی اور جس چیز کے کفر ہونے میں اختلاف ہے تو ارتکاب کرنے والے کو توبہ استغفار اور تجدید نکاح کا حکم ہے۔ و اللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب الاحکام دار الفکر بیروت ۴/ ۹۲
[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الحظر و الاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۱
[3] درمختار کتاب الجہاد باب المرتد " " " ۱/ ۳۵۹

Marfat.com

مسئلہ از ریاست لشکر گوالیار بازار پاٹنکر مسئولہ علی حسین صاحب مہتمم مدرسہ تعلیم القرآن واقع مسجد بازار مذکور ۱۵ صفر ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ط

اما بعد ، کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ان اعلان کرنے والے صاحب کی بابت جو باوجود اہلِ علم اور سنّت و جماعت ہونے کے اپنے اعلان کی سطر چودہ و پندرہ میں تحریر فرماتے ہیں اعتراض اوّل یہ کہ اعلان کے شروع میں نہ حمد ہے نہ نعت ۔ اعتراض دوم سطر پندرہ وچودہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وسیلہ بھی تحریر نہیں ۔ یہ دونوں اعتراض صحیح ہیں یا غلط ؟ اگر صحیح ہیں تو اعلان کرنے والے صاحب کے حق میں شرعی حکم کیا ہے ؟ اور وہ اہلِ سنّت و جماعت کہے جا سکتے ہیں ؟ اور اگر غلط ہیں تو کس طرح ؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر و ثواب پاؤ ۔ ت) ۔ امید ہے کہ حسبِ ذیل پتہ پر جواب باصواب سے مطلع فرمائیں گے تاکہ اس کو شائع کر دیا جائے ۔

الجواب

جب سوال میں اعلان دہندہ کے سُنّی ذی علم ہونے کا اقرار ہے تو سُنّی خصوصاً ذی علم پر ایسی باتوں میں مؤاخذہ کوئی وجہ نہیں رکھتا ، شروع میں حمد و نعت نہ لکھنا ممکن کہ بلحاظِ ادب ہو کہ ایسے پرچے لوگ احتیاط سے نہیں رکھتے ، اور وقتِ تحریر زبان سے ادا کر لینا کافی ہے ۔ جیسا امام ابن الحاجب نے کافیہ میں کیا مسلمان پر نیک گمان کا حکم ہے ۔ قال اللہ تعالیٰ :

ظن المؤمنون والمؤمنٰت بانفسہم خیرا[1]	مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو اپنے لوگوں پر اچھا گمان کرنا چاہئے ۔ (ت)

سطر چودہ میں یہ ہے : "وہ ہماری خطاؤں کو محض اپنے فضل و کرم سے معاف فرمائے ۔" اس میں توسّل کا ذکر نہیں تو معاذ اللہ توسّل سے انکار بھی تو نہیں ، اور سُنّی کیونکر انکار کرے گا ، اور انکار کرے تو سُنّی کب ہوگا ، مسلمان کے دل میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسّل رچا ہوا ہے اس کی کوئی دُعا توسّل سے خالی نہیں ہوتی اگرچہ بعض وقت زبان سے نہ کہے ۔ مولٰنا قدس سرہٗ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں : ؎

اے بسا ناوردہ استثنا بہ گفت	جانِ اُو با جانِ استثناست جفت[2]

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۲

[2] مثنوی معنوی دفتر اول حکایت عاشق شدن بادشاہ بر کنیزک نورانی کتب خانہ پشاور ص ۵

Marfat.com

(اے شخص کہ بسا اوقات تیرے کلام میں استثنار نہیں لایا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی جان استثنار کی جان سے گانٹھی ہوئی ہے۔ ت)

اور "محض" کا لفظ معاذ اللہ توسّل کی نفی نہیں، دین و دنیا و جسم و جان میں جو نعمت کسی کو ملی اور ملتی ہے اور ابد الآباد تک ملے گی سب حضور اقدس خلیفۃ اللہ الاعظم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے وسیلے اور حضور کے مبارک ہاتھوں سے ملی اور ملتی ہے اور ابد الآباد تک ملیگی قال النبی انما انا قاسم[1] واللہ المعطی دینے والا اللہ ہے اور بانٹنے والا میں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم، بایں ہمہ جو نعمت ہے اللہ عزّ وجل کے محض فضل و کرم سے ہے، حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا وسیلہ و واسطہ و قاسم ہر نعمت ہونا یہ بھی تو محض فضل و کرمِ الٰہی جل وعلا ہے فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم[2] اے محبوب اللہ کی کتنی رحمت ہے کہ تم ان کے لئے نرم و رحیم و مہربان ہوئے، والحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (ہر تعریف اللہ تعالٰے کے لئے ہے جو پروردگار ہے سارے جہانوں کا، حضور پر اللہ تعالٰے کی رحمت اور سلام ہو۔ ت) اعتراض اگرچہ صحیح نہیں مگر میں معترض کے اس حسنِ اعتقاد کی داد دیتا ہوں کہ توسل اقدس کا ذکر نہ آنا اسے ناگوار ہوا، جزاہ اللہ خیرا، واللہ تعالٰی اعلم (اللہ تعالٰی سائل کو بہت اچھا صلہ عطا فرمائے، اور اللہ تعالٰے سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہے۔ ت)۔

مسئلہ ۶۶ از ڈربن ناٹال جنوبی افریقہ مسئولہ مولوی عبد العلیم صاحب قادری برکاتی رضوی میرٹھی ۲۱ صفر ۱۳۳۷ھ

ماقولکم ایھا العلماء الکرام (اے معزز اہل علم مسئلہ ذیل کے متعلق تمہارا کیا ارشاد ہے۔ ت) حکومت کی طرف سے اعلان ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص ہندوستان سے باہر جانا چاہے یا باہر سے ہندوستان آنا چاہے تو اس کو گورنمنٹ سے ایک اجازت نامہ جس کو بزبانِ انگریزی پاسپورٹ کہتے ہیں لینا ضروری ہوگا ورنہ داخلہ خارجہ کی اجازت نہ دی جائے گی یہ اجازت نامہ نہیں مل سکتا تاوقتیکہ ایک تصویر کم از کم نصف حصہ اعلٰی بدن کی اجازت لینے والا داخل کرے اس تصویر کی تین نقلیں ہوں گی جو تینوں بھیجی جائیں گی دو گورنمنٹ میں محفوظ رہیں گی اور ایک اجازت نامہ کے ساتھ واپس مل جائے گی جس کا اجازت گیرندہ کو اپنے پاس رکھنا ضروری ہے، بعض اشخاص مسلمین اپنے اہل و عیال سے دُور بعض

---

[1] مسند احمد بن حنبل ترجمہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۲/۲۳۴
[2] القرآن الکریم ۳/۱۵۹

Marfat.com

تجارتی کاروبار میں مبتلا نقل وحرکت کے بغیر چارہ نہیں ، بعض علماء کو اعلاء کلمۃ الحق کے لئے باہر جانے یا جاکر واپس آنے کی ضرورت ایسی اشد شدید ضروریات میں کہ جہاں بعض شکلوں میں سخت ترین دینی نقصانات بھی ہیں اجازت لینے کی غرض سے نصف حصہ اعلیٰ بدن کی تصویر کھنچوانا بذریعہ فوٹوگراف جائز ہے یا نہیں اور اس اجازت نامہ کو اپنے پاس رکھنا جائز ہے یا نہیں ؛ بینوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجروثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

شک نہیں کہ ذی روح کی تصویر کھینچنی بالاتفاق حرام ہے اگرچہ نصف اعلیٰ بلکہ صرف چہرہ کی ہو کہ تصویر چہرہ ہی کا نام ہے ، امام طحاوی رحمہ اللہ تعالٰی نے شرح معانی الآثار میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی الصورۃ الرأس [۱] (سر کی تصویر کے لئے یہ حکم نہیں کیونکہ وہ جائز نہیں اس لئے کہ تصویر چہرہ ہی کا نام ہے۔ ت) اگرچہ ان کے پاس رکھنے میں خلاف ہے اور صحیح و معتمد یہ ہے کہ ان کا بھی رکھنا حرام ہے جیسا پوری تصویر کا ، مگر جبکہ اتنی چھوٹی ہو کہ زمین پر رکھ کر کھڑے ہو کر دیکھنے سے اعضاء کی تفصیل نظر نہ آئے ، یا ذلت و خواری کی جگہ مثلاً فرش پا انداز میں ہو یا چہرہ بگاڑ دیں کاٹ دیں محو کر دیں کہ ان صورتوں میں پوری تصویر بھی رکھنی جائز ہے یا ضرورت و مجبوری ہو جیسے سکہ کی تصویریں ، اس کی کامل تحقیق ہمارے رسالہ عطایا القدیر فی حکم التصویر (اللہ تعالٰی قدرت و طاقت رکھنے والے کی عطائیں تصویر کا حکم بیان کرنے میں۔ ت) میں ہے اور ان صورتوں میں اگرچہ رکھنا جائز ہے کھینچنا ان کا بھی حرام ہے ،

لاطلاق نصوص رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی احادیث متواترۃ ثم اطلاق الائمۃ فی کتب متکاثرۃ۔

اس لئے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے اس کے متعلق متواتر حدیثوں میں مطلق نصوص وارد ہوئیں۔ اور پھر ائمہ کرام نے متعدد کتابوں میں اس کو علی الاطلاق (بغیر کسی قید کے) ذکر فرمایا ہے۔ (ت)

اور جس کا کھینچنا حرام ہے کھنچوانا بھی حرام ہے ، شرع مطہرہ کا قاعدہ ہے ،

ما حرم اخذہ حرم اعطاؤہ [۲] قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان [۳]

جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا : (لوگو) گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو۔

---

۱ شرح معانی الآثار کتاب الکراہیۃ باب التصاویر فی الثوب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۶۴

۲ الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الرابعۃ عشر ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۸۹

Marfat.com

وقال تعالیٰ کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون[1]

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو بُرا کام لوگ کیا کرتے اہلِ کتاب اس کے کرنے سے ایکدوسرے کو نہ روکتے۔ کتنا بُرا رویہ ہے جو وہ کیا کرتے تھے (ت)

مگر مواضع ضرورت مستثنیٰ رہتے ہیں، الضرورات تبیح المحظورات[2] (ضرورتیں (مجبوریاں) ممنوعات کو مباح کردیتی ہیں۔ت) اور حرجِ بیّن و ضرورت و مشقتِ شدیدہ کا بھی لحاظ فرمایا گیا ہے،

ماجعل علیکم فی الدین من حرج[3] لا ضرر ولا ضرار[4] یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[5]

اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی، نہ تو کسی سے نقصان اٹھاؤ اور نہ کسی کو نقصان پہنچاؤ، اللہ تعالیٰ تم پر آسانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے وہ تمھیں کسی تنگی میں ڈالنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ (ت)

ہاں مجرد تحصیلِ منفعت کے لئے کوئی ممنوع مباح نہیں ہوسکتا مثلاً جائز نوکری تیس ۳۰ روپیہ ماہوار کی ملتی ہو اور ناجائز ڈیڑھ سو روپے مہینہ کی تو اس ایک سو بیس روپے ماہانہ نفع کے لئے ناجائز کا اختیار حرام ہے۔ فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے؛

رجل أجر نفسہ من النصاری لضرب الناقوس کل یوم بخمسۃ دراھم ویعطی فی عمل آخر کل یوم درھم علیہ ان یطلب الرزق من موضع آخر[6]

ایک شخص نے عیسائیوں کے ہاں اجرت پر بگل بجانے کی ملازمت اختیار کی اِس شرط پر کہ اُسے یومیہ پانچ درہم ملیں گے، اور کسی دوسرے (جائز کام پر) ہر روز اُسے ایک درہم دئے جانے کا وعدہ ہوا تو پھر اُس پر لازم ہے کہ وُہ دوسری جگہ رزقِ حلال تلاش کرے (لہذا تھوڑی اجرت پر جائز کام کرے، اور زیادہ پر حرام کام نہ کرے)

---

[1] القرآن الکریم ۵/۷۹ [2] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الخامسۃ ۱/۱۱۸

[3] " " ۲۲/۷۸

[4] مسند امام احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۳۱۳

[5] القرآن الکریم ۲/۱۸۵

[6] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ مطبع نولکشور دہلی ۴/۷۸۰

Marfat.com

اس سوال کے ورود پر ہم نے ایک رسالہ تجلی النص فی اماکن الرخص[1] (مقامات رخصت میں واضح اور ظاہر نص کا بیان۔ ت) تحقیقات جلیلہ پر مشتمل لکھا ان تمام مباحث کی تنقیح وتشریح اس میں ہے تصویر کھنچوانے میں معصیت بوجہ اعانت معصیت ہے پھر اگر بخوشی ہو تو بلاشبہ خود کھینچنے ہی کی مثل ہے یونہی اگر اسے کھنچوانا مقصود نہیں بلکہ دوسرا مقصد مباح مثلاً کوئی جائز سفر، مگر قانوناً تصویر دینی ہوگی تو اگر وہ مقصد ضرورت وحاجت صحیحہ موجب حرام و ضرر و مشقت شدیدہ تک نہ پہنچا جب بھی ناجائز کہ منفعت کیلئے ناجائز جائز نہیں ہوسکتا، اور اگر یہ حالت ہے تو ایسی صورت میں فعل کی نسبت فاعل پر مقتصر رہتی ہے اور یہ اس نیت سے بری اور اپنے اوپر سے دفع حرج وضرر کا قاصد ہونے کے سبب لا تزر وازرۃ وزر اخری[2] (کوئی شخص کسی دوسرے شخص کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ ت) اور انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی[3] (یاد رکھو اعمال کا مدار ارادوں پر ہے اور ہر آدمی کے لئے وہی کچھ ہے جس کا اس نے ارادہ کیا ہے۔ ت) کا فائدہ پاتا ہے۔ فتح القدیر میں ہے:

ما ذکر انہ لا یتوصل الی الحج الا بالرشاء فتکون الطاعۃ سبب المعصیۃ فیہ نظر بل الاثم فی مثلہ علی الاخذ لا المعطی علی ما عرف من تقسیم الرشوۃ فی کتاب القضاء[4]

جو کچھ ذکر کیا گیا یہ ہے کہ ادائیگی حج کا سوائے رشوت دینے کے اور کوئی ذریعہ نہیں، تو پھر (اس صورت میں) طاعت گناہ کا سبب ہوجائے گی۔ اس پر اعتراض اور اشکال ہے وہ یہ کہ اس نوع کے مسائل میں رشوت لینے والے کو گناہ ہوگا نہ کہ دینے والے کو، جیسا کہ کتاب القضاء میں "تقسیم رشوت" کے عنوان سے معلوم ہوا۔ (ت)

اہل وعیال کے پاس جانے یا انھیں لانے کی ضرورت بیشک ضرورت ہے، رؤف ورحیم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شریعت ہرگز یہ حکم نہ دے گی کہ تصویریں لیں گے، تم یہیں رہو اور انھیں سمندر پار پڑا رہنے دو کہ نہ تم ان کی موت وحیات میں شریک ہوسکو نہ وہ تمہاری، تجارت اگر پہلے سے وہاں تھی اور اب اسے قطع کرکے مال وہاں سے لانے کے لئے ایک بار جانا ہے اگر نہ جائے تو مال جائے' تو یہ بھی صورت اجازت ہے کہ شرع میں مال شقیق نفس ہے۔

---

[2] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴

[3] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲

[4] فتح القدیر کتاب الحج مقدمۃ کتاب الخروج الی الحج مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۳۲۹

Marfat.com

قال اللہ تعالٰی اموالکم التی جعل اللہ لکم قیٰما[1]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) تمھارے وُہ مال کہ جنھیں اللہ تعالٰی نے تمھارے ٹھہراؤ اور قیام کا ذریعہ بنایا ہے۔ (ت)

اور اگر تجارت قائم رکھنے کو جانا ہے مگر ایک ہی بار کہ پھر وہیں توطن کا ارادہ ہے یا بار بار، مگر تصویر اوّل ہی بار لی جائے گی تو یہ بھی جواز میں ہے کہ ایک بار جانے سے چارہ نہیں، اور اگر ہر بار تصویر دینی ہوگی تو دو صُورتیں ہیں: اوّل یہ کہ اس کے پاس ذریعہ رزق وہی تجارت ہے اور وہ تجارت وہیں چلتی ہے، اگر یہاں مال اٹھا لائے بیکار جائے یا نقصان شدید اٹھائے تو یہ پھر حرج و ضرر کی صورت میں آگیا والحرج مدفوع، اور اگر اس کے قطع میں معتد بہ ضرر نہیں یا وُہ تجارت یہاں بھی چلے گی اگرچہ نفع کم ملے گا تو صرف بغرضِ قطع ایک بار جانے کی اجازت ہے دوبارہ کی نہیں کہ منفعت کے لئے ناروا' روا کرنا ناروا۔ اعلائے کلمۃ اللہ میں تین صورتیں ہیں اگر کچھ کافروں نے وہاں سے اسے لکھا کہ ہم تمھارے ہی ہاتھ پر مسلمان ہوں گے آکر ہمیں مسلمان کرلو، تو لازم ہے کہ جائے کہ اس کے لئے فرض نماز کی نیت توڑ دینا واجب ہوتا ہے۔ حدیقہ ندیہ بحث آفات الید میں ہے:

لو قال ذمی للمسلم اعرض علی الاسلام یقطع وان کان فی الفرض کذا فی خزانۃ الفتاوٰی[2]

اگر کسی ذمی کافر نے مسلمان سے کہا کہ مجھ پر اسلام پیش کیجئے، تو وہ فرض نماز کی نیت توڑ دے (اور پہلی فرصت میں اس کافر کو مسلمان کرے) خزانۃ الفتاوٰی میں یُونہی مذکور ہے۔ (ت)

یا وہاں کچھ کفار اسلام کی طرف مائل ہیں کوئی ہدایت کرنے والا ہو تو ظن غالب ہے کہ مسلمان ہوجائیں گے، اس صورت میں بھی اجازت ہوگی فان الظن الغالب ملتحق بالیقین (کیونکہ ظن غالب (یعنی غالب گمان) یقین کے ساتھ لاحق ہے۔ ت) بلکہ اس صورت میں بھی وجوب چاہئے کہ ایسی حالت میں تاخیر جائز نہیں، کیا معلوم کہ دیر میں شیطان راہ مار دے اور یہ مستعدی جاتی رہے، اور یہاں یہ خیال نہیں ہوسکتا کہ کچھ میں ہی تو متعین نہیں کہ ہر ایک یہی خیال کرے گا تو کوئی نہ جائے گا، اور اگر یہ بھی نہیں عام کفار کی سی حالت ہے تو بحمد اللہ تعالٰی دعوتِ اسلام ایک ایک ذرّہ زمین کو پہنچ چکی، ولہذا اب قتالِ کفار میں تقدیم دعوت صرف مستحب ہے۔ ہدایہ میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۵

[2] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الصنف الخامس المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ لائلپور ۲/ ۴۵۹

Marfat.com

يستحب ان يدعو من بلغته الدعوة مبالغة في الانذار ولا يجب ذلك[1]

جس شخص کو دعوتِ اسلام پہنچ گئی ہو تو اُسے ڈرانے میں مبالغہ کرتے ہوئے دوبارہ اسلام کی دعوت دینا مستحب ہے لیکن واجب نہیں۔ (ت)

اب یہ صورت منفعت کے درجہ میں آگیا اس کے لئے اجازت درکار ہے، ہاں اگر معلوم ہو کہ وہاں ہنوز دعوتِ اسلام پہنچی ہی نہیں تو تبلیغ واجب ہے یہ صورت دوم کی مثل ہو کر اجازت میں رہے گا، ظاہر ہے کہ صورتِ سوال وہ نئی تازی، حال کی صورت ہے کہ کتب میں ہونا درکنار اس سے پہلے کبھی سننے ہی میں نہیں آئی۔ فقیر نے جو کچھ ذکر کیا تفقہاً ہے اور مولٰی تعالٰی سے امید صواب وثواب ہے۔

فان اصبتُ فمن ربی وله الحمد وان اخطأت فمنی ومن الشیطان والله ورسوله عنه بریئان جل وعلا وصلی الله تعالٰی علیه وسلم، والله تعالٰی اعلم۔

اگر میں مصیب ہوا (مراد یہ کہ میں نے ٹھیک کہا) تو پھر یہ میرے پروردگار کی طرف سے ہے، اور اگر میں خطا کار ہوا تو پھر یہ میرا قصور اور شیطان کا وسوسہ ہے۔ لہٰذا اللہ تعالٰی اور اس کا محبوب رسول دونوں اس سے بری الذمہ ہیں۔ اللہ تعالٰی بڑی شان والا اور بلند مرتبہ ہے۔ رسول گرامی پر اللہ تعالٰی کی رحمت اور سلام ہو۔ اور اللہ تعالٰی سب سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ (ت)

---

[1] الہدایۃ کتاب السیر باب کیفیۃ القتال المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/ ۵۳۰

Marfat.com

رسالہ

جلی النّص فی اماکن الرّخص

۱۳ ۳۷

(مقاماتِ رخصت کے بیان میں واضح نص)

مسئلہ ۶۷ بعض اوقات بعض ممنوعات میں رخصت ملتی ہے ان کی اجمالی تفصیل کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ الذی بعث نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بشریعۃ سمحۃ سھلۃ غراء بیضاء لیلھا کنھارھا وافضل الصلوٰۃ واکمل السلام علٰی من احل لنا الطیبات وحرم علینا الخبائث ووضع عنا ما کان علی الامم الخالیۃ من الاصر والاغلال واوزارھا وعلٰی اٰلہ وصحبہ واولیائہ وحزبہ الذین جعلھم

اللہ تعالٰی کے مقدس نام سے شروع جو بے حد رحم کرنے والا مہربان ہے۔ ہر قسم کی تعریف اس اللہ تعالٰی کے لئے ہے کہ جس نے ہمارے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ایسی شریعت دے کر بھیجا جو کشادہ، نرم، آسان اور بے حد روشن ہے جس کی رات دن کی طرح ہے، اور عمدہ درود اور سب سے زیادہ کامل سلام اُن پر نازل ہو کہ جنھوں نے ہمارے لئے پاک اور ستھری چیزیں حلال فرمادیں، اور گندی چیزیں ہم پر حرام کردیں۔ اور جو بوجھ، طوق اور گناہ گزشتہ اُمتوں کے ذمے تھے وہ ہم سے اتار دیئے۔ اور اُن کی اولاد، صحابہ، دوست اور ان کے گروہ پر بھی (درود و

Marfat.com

ربهم امة وسطا فقالوا بالحق وقاموا بالعدل وفازوا بفیوض الشریعة وانوارها وعلینا بهم ولهم وفیهم یا ارحم الراحمین۔ ابد الآبدین فی کل آن وحین عدد اوبار الهدایا واصواف الضحایا واشعارها آمین!

سلام ہو) جن کو ان کے پروردگار نے درمیانی امت بنایا، پھر انھوں نے حق بیان فرمایا اور انصاف قائم کیا۔ اور شریعت کے فیوضات و انوار کی وجہ سے کامیاب ہوئے۔ پھر ان کی وجہ سے ہم پر اور ان کے لئے اور ان کے اندر، اے سب سے بڑے رحم کرنے والے! ہر لمحہ اور ہمیشہ ہمیشہ رہے۔ قربانی کے اونٹوں کے بال اور بھیڑوں کی اون اور بکریوں کے بالوں کی تعداد کے مطابق رہے۔ یا اللہ! ہماری اس دعا کو شرف قبولیت سے نواز دے۔ (ت)

اما بعد: یہ چند سطور کاشفۃ الستور لعیون الغفور لامعۃ النور (چند سطریں پردہ اٹھانے والی، گناہ بخشنے والے روشن نور کی مدد سے۔ ت) اس بیان میں ہیں کہ بعض اوقات بعض ممنوعات میں رخصت ملتی ہے اس کی اجمالی تفصیل کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ نہ ہر ممنوع کسی نہ کسی وقت مباح ہو سکتا ہے نہ ہر وقت ایسا کہ کسی نہ کسی ممنوع میں رخصت کی قابلیت رکھتا ہے اور اس کے متعلق بعض قواعد فقہیہ میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے،

ایک اصل یہ ہے کہ درء المفاسد اهم من جلب المصالح[1] مفسدہ کا دفع مصلحت کی تحصیل سے زیادہ اہم ہے، حدیث ذکر کی جاتی ہے،

ترك ذرة مما نهى الله عنه افضل من عبادة الثقلین[2]

ایک ذرہ ممنوع شرعی کا چھوڑ دینا جن و انس کی عبادت سے افضل ہے۔

یہ قاعدہ مطلقاً لحاظ نہی بتاتا ہے۔

دوم الضرورات تبیح المحظورات[3] مجبوریاں ممنوع کو مباح کر دیتی ہیں۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) اس کا استنباط کریمہ فاتقوا الله ما استطعتم[4] و کریمہ

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الخامسۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۲۵
[2] " " " " " " " "
[3] " " " " " " " " ۱/۱۱۸
[4] القرآن الکریم ۲/۲۸۶

لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا[1] میں ہے یعنی مقدور بھر پرہیزگاری کرو۔ اللہ کسی جان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں رکھتا۔ یہ مطلقاً لحاظ ضرورت فرماتا ہے۔

سوم من ابتلی ببلیتین اختار اھونھما[2] دو بلاؤں کا مبتلا اُن میں ہلکی کو اختیار کرے۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) یہ کریمہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان[3] (مگر وہ شخص کہ جس پر زبردستی کی جائے جبکہ اس کا دل ایمان سے مطمئن ہو۔ ت) سے ماخوذ ہے یہ قاعدہ دونوں اطلاق نہیں کرتا بلکہ موازنہ چاہتا ہے۔

چہارم الضرر یزال[4] (نقصان کو دُور کیا جاتا ہے۔ ت) ضرر مدفوع ہے۔

قال عزوجل ماجعل علیکم فی الدین من حرج[5] (اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا) تم پر دین میں کوئی تنگی نہ رکھی۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لاضرر ولاضرار۔ رواہ ابن ماجۃ عن عبادۃ[6] ولاحمد عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم بسند حسن۔

نہ ضرر لو نہ ضرر دو۔ (ابن ماجہ نے اس کو حضرت عبادہ سے روایت کیا اور امام احمد نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (ت)

ارتکابِ ممنوع بھی ضرر ہے تو یہ اصل اول سے موافق ہے اور انسانی ضرورت بھی ضرر ہے تو اصل دوم کے مطابق ہے۔

پنجم المشقۃ تجلب التیسیر[7] مشقت آسانی لاتی ہے۔ اور اسی کے معنی میں ہے ماضاق

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۶۴

[2] کشف الخفاء حدیث ۲۳۹۸ دار الکتاب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۰۷
الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الخامسۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۲۳

[3] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۶

[4] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الخامسہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۱۸

[5] القرآن الکریم ۲۲/ ۷۸

[6] سنن ابن ماجہ کتاب الاحکام باب من بنی فی حقہ مایضر بجارہ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۰
مسند امام احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہما المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۳۱۳

[7] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الرابعۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۰۵

Marfat.com

امر الا اتسع[1] (کوئی معاملہ تنگ نہیں ہوا مگر اس میں کشادگی رکھی گئی۔ ت) مولیٰ سبحانہٗ فرماتا ہے:

یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[2]۔ اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔

اس کا دائرہ ضرورت ومجبوری سے وسیع تر ہے۔

ششم ما حرم اخذہ حرم اعطاؤہ[3] جس کا لینا حرام اس کا دینا بھی حرام۔

قال تعالیٰ لاتعاونوا علی الاثم والعدوان[4]۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) گناہ اور حد سے بڑھنے پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

ہفتم انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی[5]۔ اعمال نیتوں پر ہیں اور ہر ایک کے لئے اس کی نیت۔

قال عزوجل:

یاایھا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم[6]۔ ایمان والو! آپ ٹھیک رہو دوسرے کا بہکنا تمہیں ضرر نہ دے گا جب تم راہ پر ہو۔

ہم دیکھتے ہیں حج میں مدت سے ٹیکس لئے جاتے ہیں اور اس سے حج ممنوع نہیں ہوجاتا، تجارتوں پر صدہا سال سے تمام دنیا میں ٹیکس اور چنگیاں ہیں اس سے تجارت بند نہیں کی جاتی یہ قاعدہ ہفتم کے موافق ہے لیکن سود کا لینا دینا دونوں حرام۔ حدیث صحیح میں دونوں پر لعنت فرمائی، دوسری حدیث میں ارشاد ہوا:

الراشی والمرتشی کلاھما فی النار[7]۔ رشوت دینے اور لینے والا دونوں جہنم میں ہیں۔

یہ قاعدہ ششم کے مطابق ہے لہٰذا بقدر وسعت ان مواقع واماکن کا بیان چاہئے جہاں رخصت

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الرابعۃ ۱/۱۱۶ [2] القرآن الکریم ۲/۱۸۵

[3] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الرابعۃ عشر ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۸۹

[4] القرآن الکریم ۵/۲

[5] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲

[6] القرآن الکریم ۵/۱۰۵

[7] کنز العمال بحوالہ طب ص حدیث ۱۵۰۷۷ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۱۱۳

الترغیب والترہیب ترہیب الراشی والمرتشی مصطفی البابی مصر ۳/۱۸۰

Marfat.com

ملتی ہے اور جہاں نہیں کہ ان قواعد کے موارد واضح ہوں نیز مسائل کثیرہ ومباحث غزیرہ باذنہ تعالٰے روشن ولائح ہوں نیز اس شریعت مطہرہ کی رحمتیں اور اس کا اعتدال اور برخلاف شرائع یہود ونصارٰی سختی ونرمی محض سے انفصال ظاہر ہو وباللہ التوفیق (اللہ تعالٰے ہی کے کرم سے توفیق حاصل ہوتی ہے۔ ت) علماء فرماتے ہیں: مراتب پانچ ہیں:

(۱) ضرورت (۲) حاجت (۳) منفعت (۴) زینت (۵) فضول

امام محقق علے الاطلاق نے اسے اقسام اکل میں دکھایا اور ضرورت یہ بتائی کہ بے اس کے ہلاک یا قریب ہلاک ہو۔ اور حاجت یہ کہ حرج ومشقت میں پڑے۔ باقیوں کی تعریف نہ فرمائی مثال بتائی۔ منفعت گیہوں کی روٹی بکری کا گوشت۔ زینت حلوا، مٹھائی۔ فضول طعام شبہہ حرام ونقلہ فی غمز العیون[1] من قاعدۃ الضرر یزال واقتصر علیہ (غمز العیون میں اُسے اس قاعدے سے نقل فرمایا کہ نقصان دُور کیا جائے، اور اسی پر اکتفاء کیا۔ ت) فقیر بقدر فہم کلام عام کرے **فاقول** (پس میں کہتا ہوں) پانچ چیزیں ہیں جن کے حفظ کو اقامت شرائع الٰہیہ ہے دین وعقل ونسب ونفس ومال عبث محض کے سوا تمام افعال انھیں میں دورہ کرتے ہیں اب اگر فعل (کہ ترک بمعنی کف کو کہ وہی مقدور وزیر تکلیف ہے نہ کہ بمعنی عدم کما فی الغمز وغیرہ بھی شامل) اگر ان میں کسی کا موقوف علیہ ہے کہ بے اس کے یہ فوت یا قریب فوت ہو، تو یہ مرتبہ **ضرورت** ہے جیسے دین کے لئے تعلم ایمانیات وفرائض عین، عقل ونسب کے لئے ترک خمر وزنا، نفس کے لئے اکل وشرب بقدر قیام بنیہ، مال کے لئے کسب ودفع غصب وامثال ذٰلک اور اگر توقف نہیں مگر ترک میں لحوق مشقت وضرر وحرج ہے تو **حاجت** جیسے معیشت کے لئے چراغ کہ موقوف علیہ نہیں ابتدائے زمانہ رسالت علٰی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ (صاحبِ رسالت پر عمدہ درود اور ثنا ہو۔ ت) میں اُن مبارک مقدس کاشانوں میں چراغ نہ ہوتا۔ اُم المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں:

والبیوت یومئذ لیس فیھا مصابیح۔ رواہ الشیخان[2]۔

گھروں میں ان دنوں چراغ نہیں ہوتے تھے۔ بخاری ومسلم نے اسے روایت کیا۔ (ت)

---

[1] غمز عیون البصائر القاعدۃ الخامسۃ الضرر یزال ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۱۱۹

[2] صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ علے الفروش قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۶

صحیح مسلم 〃 باب سترۃ المصلی الخ 〃 〃 ۱/ ۱۹۸

Marfat.com

مگر عامہ کے لئے گھر میں بالکل روشنی نہ ہونا ضرور باعثِ مشقت وحرج ہے، اور اگر یہ بھی نہ ہو مگر حصول مفید ہے نفس فائدہ مقصودہ اس سے حاصل ہوتا ہے تو **منفعت** جیسے مکان کے ہر دالان میں ایک چراغ، اور اگر فائدہ مقصودہ کی تحصیل اس پر نہیں بلکہ ایک امر زائد زیب وزیبائش بقدر اعتدال کے لئے ہے تو **زینت** جیسے چراغ کی جگہ فانوس، اور اگر اس سے اتنا فائدہ بھی نہیں یا اس میں افراط اور خروج عن الحد ہے تو **فضول** جیسے بے کسی نیت محمودہ کے گھر میں چراغاں۔ اب مواقع **ضرورت** کا استثناء تو بدیہی جس کے لئے اصل دوم کافی اور اس کی فروع معروف ومشہور اور استقصاء سے بعید، مجبوراً مثلاً کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکے بیٹھ کر پڑھے ورنہ لیٹ کر ورنہ اشارہ سے الیٰ غیر ذٰلک مما لایخفی (ان کے علاوہ باقی صورتیں جو کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ت) اس کے لئے تمام ممنوعات کسی حال میں قابلِ اباحت یا متحمل رخصت ہوں مباح یا مرخص ہو جاتے ہیں تو مثل زنا و قتل ناحق مسلم کہ کسی شدید سے شدید ضرورت کے لئے بھی مرخص نہیں ہو سکتے، یہاں تک کہ اگر صحیح خوف قتل کے سبب بھی ان پر اقدام کرے گا مجرم ہوگا حکم ہے کہ باز رہے اگرچہ قتل ہو جائے، اگرچہ اکراہ اگرچہ پائے گا کما نصوا علیہ اصولًا وفروعًا (جیسا کہ اصول وفروع کے لحاظ سے ائمہ کرام نے اس کی تصریح فرمائی۔ ت) پھر اپنی ضرورت تو ضرورت ہے ہی دوسرے مسلم کی ضرورت کا بھی لحاظ فرمایا گیا ہے، مثلاً:

(۱) دریا کے کنارے نماز پڑھتا ہے اور کوئی شخص ڈوبنے لگا اور یہ بچا سکتا ہے لازم ہے کہ نیت توڑے اور اسے بچائے، حالانکہ ابطالِ عمل حرام تھا،

قال تعالیٰ لا تبطلوا اعمالکم[1] — اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو اپنے اعمال کو باطل نہ کیا کرو۔ (ت)

(۲) نماز کا وقت تنگ ہے ڈوبتے کو بچانے میں نکل جائے گا، بچائے اور نماز قضا پڑھے اگرچہ قصداً قضا کرنا حرام تھا۔

(۳) نماز کا وقت جاتا ہے اور دائی جنائی اگر نماز میں مشغول ہو بچے پر ضائع ہونے کا اندیشہ ہے نماز کی تاخیر کرے۔

(۴) نماز پڑھتا ہے اور اندھا کنویں کے قریب پہنچا اگر نہ بتائے وہ کنویں میں گر جائے، نیت توڑ کر بتانا واجب ہے۔ اشباہ میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۴۷/ ۳۳

Marfat.com

تخفیفات الشرع انواع الخامس تخفیف تاخیر کتاخیر الصلٰوۃ عن وقتھا فی حق مشتغل بانقاذ غریق ونحوہ[1]

شریعت کی سہولتوں کی کئی قسمیں ہیں، پانچویں قسم یہ ہے کہ تاخیر کی سہولت ہے، جیسے وہ شخص جو کسی ڈوبتے ہُوئے کو بچائے تو اس کا اپنی نماز میں تاخیر کرنا (ت)

ردالمحتار کتاب الحج میں ہے:

جاز قطع الصلٰوۃ او تاخیرھا لخوفہ علٰی نفسہ او مالہ او نفس غیرہ او مالہ کخوف القابلۃ علی الولد والخوف من تردّی اعمٰی وخوف الراعی من الذئب وامثال ذٰلک[2]

نماز توڑ دینا یا اس میں تاخیر کرنا جائز ہے جبکہ کسی شخص کو اپنی جان یا اپنے مال کا خطرہ ہو، یا کسی دوسرے کی جان و مال کے تباہ ہونے کا اندیشہ ہو، جیسے دایہ کا بچّے کی پیدائش کے وقت ڈر یا اندھے کے کنویں میں گرنے کا خوف، یا چرواہے کا بھیڑیئے سے خطرہ، یا اس قسم کے دوسرے مواقع۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں) یہ بھی حقیقۃً اپنے نفس کی طرف راجع کہ یہ شرعاً ان کے بچانے پر مامور ہے ؎

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است   اگر خاموش بنشینم گناہ است

(اگر میں یہ دیکھوں کہ اندھا اور کنواں ہے تو اگر اس موقع پر خاموش رہوں تو گناہ ہے) (ت)

ولہذا جن کا نفقہ اس پر لازم ہے بے اُن کا بندوبست کئے حج کو نہ جائے اور جن کا نفقہ اس پر نہیں اگرچہ اس کے چلے جانے سے ان کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو اس پر لحاظ لازم نہیں کہ یہ یہاں رہتا جب بھی تو انھیں نفقہ دینے کا شرعاً مامور نہ تھا۔ پھر عالمگیریہ میں ہے:

کرھت خروجہ (ای للحج) زوجتہ واولادہ او من سواھم ممن تلزمہ نفقتہ وھو لایخاف الضیعۃ علیھم فلاباس بان یخرج ومن لاتلزمہ نفقتہ لوکان حاضرا فلاباس بالخروج مع کراھتہ وان

اگر اس کی بیوی اور بچّے یا اُن کے علاوہ دوسرے افرادِ کنبہ کہ جن کا خرچہ اس پر لازم ہے، اگر یہ حج کے لئے جائے اور یہ سب اس کے جانے کو پسند نہ کریں اور اُسے اُن کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو پھر اس صورت میں اُس کے جانے میں کوئی حرج نہیں اور جن لوگوں کا خرچہ

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الرابعۃ ادارۃ القرآن وعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۱۱۷

[2] ردالمحتار کتاب الحج دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۱۴۲

Marfat.com

كان يخاف الضيعة عليهما[1]۔ اس پر لازم نہیں، اگرچہ موجود ہو تو ناپسندیدگی کے باوجود اس کے باہر جانے میں کوئی حرج نہیں اگرچہ اس کے ضائع ہونے کا خدشہ ہو۔ (ت)

اور زینت و فضول کے لئے کسی ممنوع شرعی کی اصلاً رخصت نہ ہوسکنا بھی ایضاح سے غنی جس پر اصل اول بدرجۂ اولٰی دلیل واقی ورنہ احکام معاذ اللہ ہوائے نفس کا بازیچہ ہوجائیں،

اقول یونہی مجرد منفعت کے لئے کہ وہ اصل مدلول اصل اول اور اس پر کتب معتمدہ میں فروع کثیرہ دال،

(۱) حقنہ بضرورتِ مرض جائز ہے اور منفعت ظاہرہ مثلاً قوتِ جماع کے لئے ناجائز ہے۔ ردالمحتار میں ذخیرۂ امام اجل برہان الدین محمود سے ہے:

يجوز الاحتقان للمرض فلو احتقن لا لضرورة بل لمنفعة ظاهرة بان يتقوى على الجماع لا يحل عندنا[2]۔ بیمار کے لئے حقنہ کرنے کی اجازت ہے اگر اس نے بغیر ضرورت حقنہ لیا کسی ظاہری فائدہ کے لئے، مثلاً اس لئے کہ جماع پر قوی ہو تو ہمارے لئے یہ حلال نہیں اھ۔ (ت)

اس پر حواشی فقیر میں ہے:

اقول هذا ظاهر اذا كان معه من القوة مايقدر به على اداء حق المرأة في الديانة و تحصين فرجها اما اذا عجز عن ذلك فهل يعد ضرورة الظاهر لا لانه بسبيل من ان يطلقها فتنكح من شاءت فاتت الواجب عليه احد امرين امساك بمعروف او تسريح باحسان فان عجز عن الاول لم يعجز عن

میں کہتا ہوں کہ یہ بات ظاہر ہے کہ جب اس میں قوتِ مردمی موجود ہو کہ جس کی وجہ سے وہ عورت کا حق ادا کرنے پر قدرت رکھتا ہے دیانت اور حفاظتِ فرج کے لحاظ سے، لیکن اگر وہ اس سے عاجز ہے تو کیا اس کو بھی ضرورت میں شمار کیا جائے گا؟ ظاہر یہ ہے کہ صورتِ مذکورہ ضرورت میں شمار نہیں، کیونکہ اس کے لئے یہ راستہ ہے کہ اس صورت میں وہ عورت کو طلاق دے دے تو پھر وہ جس سے چاہے نکاح کرلے، کیونکہ

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب المناسک الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۲۱

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی النظر والمس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۳۶

Marfat.com

الاٰخر نعم المعھود فی الھند ان النساء یتعیرن بالتزوج الثانی تعیرا شدیدا لکن ھذا من قبلھن بجھلھن لیس علیہ فیہ اخذ فلیتأمل[1] انتھی ماکتبت علیہ۔

اس پر دو باتوں میں سے ایک واجب ہے، یا بھلائی کے ساتھ روک رکھنا یا احسان کرتے ہوئے چھوڑ دینا۔ اگر یہ پہلی بات سے عاجز ہو گیا تو دُوسری سے عاجز نہیں۔ ہاں البتہ ہندوستان میں مشہور و متعارف یہ ہے کہ عورتیں دوسرا نکاح کرنے سے سخت عار محسوس کرتی ہیں۔ لیکن یہ پابندی عورتوں کی طرف سے عائد کردہ ہے اُن کی ناسمجھی کی وجہ سے۔ اس میں اُس پر کوئی گرفت نہیں۔ اس باب میں غور و فکر کرنا چاہئے۔ یہ آخر عبارت ہے جو میں نے اس کے حاشیہ میں لکھی۔ (ت)

(۲) حلال کام میں تیس روپیہ مہینہ پاتا ہے اور نصرانی ناقوس بجانے پر ڈیڑھ سو روپے ماہوار دیں گے، اس منفعت کے لئے یہ نوکری جائز نہیں۔

(۳) یونہی بھٹی کے لئے شیرہ نکالنے کی۔ فتاوٰی امام اجل قاضی خان میں ہے:

رجل اٰجر نفسہ من النصارٰی لضرب الناقوس کل یوم بخمسۃ دراھم ویعطی فی عمل اٰخر کل یوم درھم قال ابراھیم بن یوسف رحمہ اللہ تعالٰی لاینبغی ان یؤاجر نفسہ منھم انما علیہ ان یطلب الرزق من موضع اٰخر وکذا لو اٰجر نفسہ منھم بعصر العنب للخمر لان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعن العاصر[2] اھ۔

ایک آدمی عیسائیوں کے ہاں بگل بجانے کی نوکری اختیار کرتا ہے کہ اُسے ہر دن اس کام پر پانچ درہم ملیں گے لیکن اگر کوئی دوسرا جائز کام کرے تو اس پر یومیہ ایک درہم ملے گا، امام ابراہیم بن یُوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ عیسائیوں کے ہاں بگل بجانے کی نوکری کرے، بلکہ اس کے لئے لازم ہے کہ وہ کسی دُوسری جگہ سے رزقِ حلال تلاش کرے۔ اور یہی حکم ہے اُس شخص کا جو شراب بنانے کے لئے انگور نچوڑنے کی ملازمت کرتا ہے، اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس باب میں جن بدنصیبوں پر لعنت فرمائی ان میں انگور نچوڑنے والا بھی شامل ہے (عبارت مکمل ہوگئی)۔ (ت)

اقول ولاینبغی ھھنا بمعنی لایجوز

اقول (میں کہتا ہوں) لاینبغی یہاں بمعنی

---

[1] جدالممتار علٰی ردالمحتار

[2] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظروالاباحۃ نولکشور لکھنؤ ۴/۷۸۰

Marfat.com

بدلیل قولہ "علیہ" فانہ لایجاب وبدلیل تشبیہہ فی الحکم بما صح علیہ اللعن۔

لایجوز ہے یعنی اس کے لئے یہ جائز ہی نہیں، اور اس کی دلیل مصنف کا یہ قول "علیہ" ہے کیونکہ لفظ علی ایجاب کے لئے آتا ہے، اور اس دلیل سے کہ مصنف نے اس مسئلے کو حکم میں اس سے تشبیہ دی کہ جس پر لعنت صحیح ہے۔ (ت)

(۴ و ۵) موچی کو نیچری وغیرہ فاسقانہ وضع کا جوتا بنانے یا درزی کو ایسی وضع کے کپڑے سینے پر کتنی ہی اجرت ملے اجازت نہیں، کہ معصیت پر اعانت ہے۔ خانیہ میں متصل عبارت مذکورہ ہے:

وکذا الاسکاف اوالخیاط اذا استوجر علی خیاطۃ شئی من زی الفساق ویعطی لہ فی ذلک کثیر اجر لا یستحب لہ ان یعمل لانہ اعانۃ علی المعصیۃ اھ[1] ۔ اقول ولایستحب ھھنا للنھی لاجل التشبیہ المذکور و بدلیل الدلیل ففی الخانیۃ مسئلۃ الطبل لایجوز لانہ اعانۃ علی المعصیۃ[2] و فی اوئل شہادات الھندیۃ عن المحیط الاعانۃ علی المعاصی من جملۃ الکبائر[3]۔

اور یہی حکم ہے موچی اور درزی کا کہ جب اسے کسی ایسی چیز کے سینے اور بنانے پر اجرت دی جائے جو فاسقوں کی وضع اور شکل کا لباس ہو اور اس میں اُسے زیادہ اجرت دینے کا وعدہ کیا جائے تو اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ یہ کام کرے اس لئے کہ گناہ پر یہ دوسرے کی امداد کرنا ہے اھ۔ اقول (میں کہتا ہوں) یہاں "لایستحب" بمعنی نہی ہے تشبیہ مذکور کی وجہ سے اور دلیل کی وجہ سے چنانچہ فتاوٰی قاضی خاں میں طبل بجانے کے متعلق ہے کہ جائز نہیں اس لئے کہ یہ گناہ پر امداد دینا ہے، اور فتاوٰی عالمگیری کی بحث "اوئل شہادات" میں محیط سے نقل کیا کہ گناہ کے کاموں میں کسی کی امداد کرنا کبیرہ گناہوں میں شامل ہے۔ (ت)

(۶) لکڑی جنگل سے مفت مل سکتی ہے اور ایک شخص لینے نہیں دیتا جب تک اُسے رشوت نہ دو، دینا حرام۔ بحرالرائق میں ہے:

وفی القنیۃ قبیل التحری الظلمۃ تمنع الناس من الاحتطاب من

القنیہ کی بحث تحری سے تھوڑا پہلے یہ مسئلہ مذکور ہے کہ ظالم لوگ چراگاہ سے لوگوں کو لکڑیاں نہیں

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی النظر والمس نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۸۰
[2] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی التسبیح والتسلیم الخ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۹۳
[3] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشہادات الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۴۵۰

Marfat.com

المروج الابدفع شئ اليهم فالدفع والاخذ حرام لانه رشوة[1]

لانے دیتے جب تک کہ انھیں کچھ نہ دے۔ اور دینا اور لینا دونوں حرام ہیں اس لئے کہ یہ رشوت ہے۔ (ت)

(۷) کعبہ معظمہ کی داخلی کس درجہ منفعت عظیمہ ہے مگر بے لئے دیئے نہ کرنے دیں تو جائز نہیں کہ اس پر لینا حرام ہے تو دینا بھی حرام، اور حرام محض منفعت کے لئے حلال نہیں ہوسکتا۔ ردّ المحتار میں ہے:

فی شرح اللباب ویحرم اخذ الاجرة لمن یدخل البیت او یقصد زیارة مقام ابراھیم علیہ الصلٰوۃ والسلام بلاخلاف بین علماء الاسلام وائمة الانام کما صرح بہ فی البحر وغیرہ اھ وقد صرحوا بان ما حرم اخذہ حرم دفعہ الا لضرورة ولاضرورة ھنا لان دخول البیت لیس من مناسك الحج اھ[2]

شرح لباب میں ہے اُس شخص کو اُجرت دینا حرام ہے جو کسی کو کعبہ شریف کے اندر لے جائے، یا وہ مقام ابراہیم علیہ الصلٰوۃ والسلام کی زیارت کرنے کا ارادہ کرے۔ اس مسئلہ میں تمام علماء کا اتفاق ہے۔ علمائے اسلام اور ائمہ انام میں سے کسی کا اختلاف نہیں جیسا کہ "بحر رائق" وغیرہ میں اس کی تصریح کی گئی اھ۔ اہل علم نے یہ تصریح فرمائی کہ جس چیز کا لینا حرام اُس چیز کا دوسرے کو دینا بھی حرام ہے۔ مگر یہ کہ خاص مجبوری ہو۔ اور یہاں کوئی مجبوری نہیں۔ کیونکہ کعبہ شریف کے اندر داخل ہونا احکامِ حج میں سے نہیں اھ (ت)

اُس پر حواشیِ فقیہ میں ہے:

ولاھو واجبا فی نفسہ فمن الجھل ارتکابہ لاتیان مستحب بل این الاستحباب مع لزوم الحرام وما عن الامام رضی اللہ تعالٰی عنہ من بذلہ شطر مالہ للسدنة لیبیت لیلة فی الکعبة الشریفة

اور یہ اس بناء پر بذاتہٖ واجب بھی نہیں تو پھر مستحب ادا کرنے کے لئے اجرت دینے کا ارتکاب جہالت ہے بلکہ لزوم حرام کے ساتھ استحباب کیسے ہوسکتا ہے۔ اور جو کچھ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے اپنے مال کا کچھ حصہ خادمانِ کعبہ کے لئے خرچ کیا تاکہ خانہ کعبہ میں رات گزاریں اور وہاں

---

[1] بحرالرائق کتاب القضاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۲۶۲
[2] ردالمحتار کتاب الحج باب الھدی داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۶-۲۵۵

Marfat.com

نختم فیها القرآن الکریم فی رکعتین. فاقول یجب انه کان بعد التصریح بنفی الاجرة والصریح یفوق الدلالة کما نصوا علیه فی الخانیة وغیرها.

دو نفلوں میں پورا قرآن مجید ختم کریں۔ **فاقول** (پس میں کہتا ہوں) ضروری ہے کہ یہ کلام نفی اجرت کی تصریح کے بعد ہو۔ اور صریح کلام دلالت سے فائق (اوپر) ہوتا ہے، جیسا کہ فتاوٰی قاضیخان وغیرہ میں ائمہ کرام کی اس پر تصریح موجود ہے۔ (ت)

(۸) وقف اگر قابلِ انتفاع نہ رہے اُسے بیچ کر اس کے عوض دوسری زمین خرید کر وقف کرسکتے ہیں لیکن اگر وہ قابلِ انتفاع ہے اور اس کی قیمت کو دوسری جگہ وہ زمین مل سکتی ہے کہ اس سے سوجھے زائد منفعت رکھتی ہو تبدیل جائز نہیں۔ فتح القدیر میں ہے:

الاستبدال لاعن شرط ان کان لخروج الوقف عن انتفاع الموقوف علیهم به فینبغی ان لایختلف فیه وان کان لا لذٰلک بل امکن ان یؤخذ بثمن الوقف ماهو خیر منه فینبغی ان لایجوز لان الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیه دون زیادة اخری۱؎ (ملتقطاً)

تبادلہ کرنا بغیر شرط، جبکہ وقف "موقوف علیہ" کے لئے قابلِ انتفاع نہ ہو، مناسب ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہ کیا جائے۔ اور اگر یہ نہ ہو (یعنی وقف قابلِ انتفاع ہو) لیکن وقف کو فروخت کردیا جائے اور اس کے بدل اُس سے اعلٰی اور عمدہ زمین خرید لی جائے تو مناسب ہے کہ یہ صورت جائز نہ ہو۔ کیونکہ واجب یہ ہے کہ جس حالت پر پہلے وقف تھا اُسی حالت پر اُسے باقی رکھا جائے اور اس میں کوئی زیادت اور اضافہ نہ کیا جائے۔ (ت)

بالجملہ مسائل بکثرت ہیں کہ محض منفعت بیع ممنوع نہیں ہوسکتی،

فان قلت الیس فی سیر الهندیة عن الذخیرة وفی کراهیتها عن المحیط ما نصه وان اراد الخروج للتجارة الی ارض العدو

اگر کہا جائے کہ کیا فتاوٰی عالمگیری، بحث سیر، بحوالہ ذخیرہ اور بحث کراہیۃ بحوالہ المحیط میں یہ مذکور نہیں کہ جس کی اُس نے تصریح فرمائی۔ اگر تجارت کے لئے سرزمینِ دشمن کی طرف

۱؎ فتح القدیر کتاب الوقف مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۴۴۴

Marfat.com

بامان فكرها (اى الابوان) خروجه
فان كان امرا يخاف عليه منه
وكانوا قوما يوفون بالعهد يعرفون
بذلك وله فى ذلك منفعة فلا باس
بان يعصيهما[1] اه فقد ابيح عصيانهما
للمنفعة **اقول** يجب ان يراد
به ما اذا كان نهيهما لمجرد
محبة وكراهة فراقه غير
جازم ولذا فرضوا خروجه
بامان وكونهم معروفين
بالوفاء حتى لا يخاف عليه
منه اما اذا خيف لم يحل له
الخروج بغير اذنهما لان
نهيهما اذن يكون نهى جزم
ففى الكتابين بعده وان كان
يخرج فى تجارة ارض العدو
مع عسكر من عساكر
المسلمين فكره ذلك ابواه او
احدهما فان كان ذلك
العسكر عظيما لا يخاف عليهم
من العدو باكبر الرأى فلا
باس بان يخرج وان كان
يخاف على العسكر من العدو

اجازت نامہ لے کر جانا چاہئے لیکن والدین اس کے
وہاں جانے کو ناپسند کریں۔ اگر معاملہ پُر امن ہو،
اس میں کوئی خطرہ اور اندیشہ نہ ہو، اور وہ وعدہ
وفا کرتے ہوں اور اس وصف میں مشہور و معروف
ہوں، اور اس کا بھی وہاں جانے میں فائدہ ہو
تو پھر اس صورت میں والدین کا حکم نہ ماننے
میں کوئی حرج نہیں اھ (یہاں دیکھئے کہ) حصولِ
فائدہ کے لئے والدین کی نافرمانی کو جائز اور مباح
قرار دیا گیا **اقول** (میں کہتا ہوں) واجب ہے
کہ اس سے وہ صورت مراد ہو کہ جس میں والدین کا
اُسے روکنا محض محبّت اور شفقت کے طور پر ہو
اور اُس کی جدائی کا ناپسند ہونا غیر یقینی ہو، یہی
وجہ ہے کہ فقہاء نے خروج کو
امن اور وہاں کے لوگوں کا وفادار ہونے میں
مشہور و معروف ہونے پر مسئلہ کو فرض کیا یہاں تک
کہ اُسے اِس معاملہ میں کوئی خوف و خطرہ نہ ہو،
لیکن اگر خطرہ و اندیشہ ہو تو پھر والدین کی اجازت
بغیر اس کا باہر جانا اور سفر کرنا جائز نہیں، اس لئے
کہ دریں صورت اُن کی نہی یقینی ہو گی۔ پھر ازیں
بعد دُو کتابوں میں مذکور ہے اگر کاروبار کے لئے
دشمن کے ملک میں اسلامی فوجوں میں سے
کسی اسلامی فوج کے ساتھ باہر جائے تو
والدین یا اُن میں سے کوئی ایک اس جانے کو ناپسند

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب السیر الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۱۸۹
کتاب الکراہیۃ الباب السادس والعشرون " " " " ۵/۶۶-۳۶۵

Marfat.com

بغالب الرای لا یخرج بغیر اذنہما و کذلک ان کانت سریۃ اوجریدۃ الخیل لایخرج الا باذنہما لان الغالب ھو الہلاک فی السرایا[۱] اھ فتسمیتہ عصیانا بحسب الصورۃ الاتری ان العبد یستبد من خیرۃ نفسہ فی نہی الشرع الارشادی الغیر الجازم فکیف بنہی الابوین کذلک ولم یرد ذلک فکیف یحل عصیانہما لمتفعۃ مالیۃ وھذا نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قائلا ولا تعقن والدیک وان امراک ان تخرج من اھلک ومالک[۲] رواہ احمد بسند صحیح علی اصولنا والطبرانی فی الکبیر عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ ولفظہ فی اوسط الطبرانی اطع والدیک وان اخرجاک من مالک ومن کل شیئ ھو لک[۳] فافہم وتثبت بالتنبہ فلیس الفقہ الا بالتفقہ ولا تفقہ الا بالتوفیق۔

کریں۔ پس اگر یہ لشکر عظیم ہو کر اُن کی موجودگی میں غالب رائے کے مطابق دشمن سے کوئی خطرہ اور کھٹکا نہ ہو تو پھر اس صورت میں اس کے باہر جانے میں کچھ حرج نہیں، لیکن اگر لشکر اسلام کو غالب رائے کے مطابق دشمن سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ و خطرہ ہو تو پھر والدین کی اجازت کے بغیر نہ جائے اور اسی طرح اگر فوجی دستہ یا گھڑ سواروں کا رسالہ ہو تو بغیر اجازت والدین باہر نہ جائے کیونکہ فوجی دستوں میں غالبًا ہلاکت ہوا کرتی ہے اھ، پھر اس کو "عصیان" کہنا بلحاظ صورت ہے۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ شرعی غیر جازم نہی ارشادی کے باوجود بندے کو اپنے نفس کا اختیار ہوتا ہے، پھر جب والدین کی نفی بھی ایسی ہے تو کیسے نہ ہوگا اگر یہ وارد نہ ہو تو پھر اُن کا "عصیان" دنیاوی مالی فائدے کے لیے کیسے جائز ہوگا۔ یہ ہمارے حضور پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمارہے ہیں "اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرو اگرچہ وہ تمہیں اہل وعیال اور مال سے الگ ہونے کا حکم دیں"۔ امام احمد نے ہمارے اصولوں کے مطابق سند حسن کے ساتھ اس کو روایت فرمایا، اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اس کو روایت فرمایا، اور اس کے الفاظ "اوسط طبرانی" میں

---

[۱] فتاوٰی ہندیۃ کتاب السیر الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۱۸۹
" کتاب الکراہیۃ الباب السادس والعشرون " " " " ۵/۳۶۶
[۲] مسند امام احمد بن حنبل ترجمہ معاذ رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۵/۲۳۸
[۳] المعجم الاوسط للطبرانی " " " حدیث ۷۹۵۲ مکتبۃ المعارف الریاض ۸/۳۶۰

Marfat.com

یہ ہیں : "(اے شخص!) اپنے والدین کی اطاعت کیجئے اگرچہ وُہ تمھیں تمھارے مال اور تمھاری ہر مملوکہ شَے سے تمھیں الگ اور برطرف کردیں"۔ اس کو خوب سمجھ لیجئے، اور ہوشیاری سے ثابت قدم رہیئے کیونکہ فقہ بغیر سمجھے نہیں ہوسکتی، اور سمجھ بُوجھ حصولِ توفیق کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ ت) [رسالہ جلی النص فی اماکن الرخص ختم شد]

مسئلہ ۶۸-۶۹ مسئولہ عبدالرحیم صاحب دکان محمد عمر صاحب عطار محلہ پاٹہ نالہ لکھنؤ

حضرت قامع ضلالت قیّم و مروّج سنّت حسنا تکم السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'!

(۱) جناب کا کیا ارشاد ہے اس مسئلہ میں کہ زید نے مؤذنِ مسجد کی اذان کے ساتھ تمسخر کیا یعنی لفظ حیّ علی الصلٰوۃ سُن کر یُوں مضحکہ اڑایا "بھیّا لٹھ چلا"۔ آیا زید کے لئے حکمِ ارتداد و سقوطِ نکاح ثابت ہُوا یا نہیں، اور زید کا نکاح ٹوٹا یا نہیں؟ اس کی منکوحہ اس پر حرام ہوئی یا نہیں؛ اور بغیر دوبارہ نکاح میں لائے ہوئے وطی کرنا حرام اور زنا کاری ہے یا نہیں؛ اور بعد علم اگر منکوحۂ زید نہ مانے اور ہمبستری ہوتی رہے تو منکوحۂ زید پر بھی شرعًا جُرم زنا عائد ہوگا یا نہیں؟

(۲) زید نے ایک مرتبہ شعارِ اسلامیہ داڑھی کے متعلق کہا کہ میں داڑھی نہیں رکھوں گا مجھے ان خفاش پروں کی ضرورت نہیں۔ یہ بھی دین کے ساتھ استہزا اور موجبِ ردت وسقوطِ نکاح ہے یا نہیں؟ اور زید کا عذر کہ ہم کو مسئلہ معلوم نہ تھا لہذا ہمارا نکاح باقی ہے، شریعت میں مقبول ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجروثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

(۱) اذان سے استہزاء ضرور کفر ہے اگر اذان ہی سے اُس نے استہزاء کیا تو بلاشبہہ کافر ہوگیا، اس کی عورت اس کے نکاح سے نکل گئی، یہ اگر پھر مسلمان ہو اور عورت اس سے نکاح کرے اُس وقت وطی حلال ہوگی ورنہ زنا، اور عورت اگر بلا اسلام و نکاح اس سے قربت پر راضی ہو وُہ بھی زانیہ ہے۔ اور اگر اذان سے استہزا مقصود نہ تھا بلکہ خاص اس مؤذن سے بایں وجہ کہ وہ غلط پڑھتا ہے تو اُس حالت میں زید کو تجدیدِ اسلام و تجدیدِ نکاح کا حکم دیا جائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) داڑھی کے ساتھ استہزاء بھی ضرور کُفر ہے، زید کا ایمان زائل اور نکاح باطل اور عذرِ جہل غلط و عاطل کہ زید نہ کسی دُور دراز پہاڑ کی تلی کا رہنے والا ہے نہ ابھی تازہ ہندو سے مسلمان ہُوا ہے کہ اُسے نہ معلوم ہو کہ داڑھی شعارِ اسلام ہے، اور شعارِ اسلام سے استہزاء اسلام سے

Marfat.com

استہزا ہے، ہاں یہ ممکن ہے کہ اس سے نکاح ٹوٹ جانا نہ جانتا ہو، مگر اس کا نہ جاننا اس کے نکاح کو محفوظ نہ رکھے گا، شیشے پر پتھر پھینکے شیشہ ضرور ٹوٹ جائے گا اگرچہ یہ نہ جانتا ہو کہ اس سے ٹوٹ جاتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ مسئولہ حکیم محمد اکبر صاحب جگدیش کا چوک اودے پور میواڑ

جس شخص کے عقائد کا ٹھکانا نہ ہو دائرۂ اسلام سے خارج ہے یا نہیں؟

الجواب

عقائد کا ٹھکانا نہ ہونا کئی معنی پر مستعمل ہوتا ہے، کبھی یہ کہ اس کی صحت عقیدہ پر اطمینان نہیں، کبھی یہ کہ یہ مذبذب العقیدہ متزلزل العقیدہ ہے، کبھی سنیوں کی سی باتیں کرتا ہے کبھی بدمذہبوں کی سی۔ ان دونوں معنی پر اسلام سے خارج ہونا لازم نہیں ہوتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ازمیرٹھ مرسلہ مولوی محمد حبیب اللہ صاحب قادری رضوی خطیب مسجد جامع خیر نگر، مدرس مدرسہ قومیہ ۱۴۳

(۱) ہمزاد کیا ہے، اس کی تسخیر کے لئے عمل کرنا کیسا ہے؟

(۲) آسیب، بھوت، چڑیل وغیرہ شہید وغیرہ جو مشہور ہیں صحیح ہیں یا غلط؟

(۳) دست غیب اور مصلے کے نیچے سے اشرفی وغیرہ نکلنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) ہمزاد از قسم شیاطین ہے، وہ شیطان کہ ہر وقت آدمی کے ساتھ رہتا ہے وہ مطلقاً کافر ملعون ابدی ہے سوا اس کے جو حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر تھا وہ برکت صحبت اقدس مسلمان ہوگیا، صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ما منکم من احد الا وقد وکل اللہ قرینہ من الجن وقرینہ من الملٰئکۃ، قالوا وایاک یا رسول اللہ قال وایای الا ان اللہ اعاننی علیہ فاسلم فلا یامرنی الا بخیر۔[1] اھ، اعنی علیہ

لوگو! تم میں سے کوئی شخص نہیں کہ جس کے ساتھ ہمزاد جن اور ہمزاد فرشتہ نہ ہو۔ لوگوں نے عرض کی اے اللہ تعالٰی کے رسول! کیا آپ کے ساتھ بھی ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ہاں میرے ساتھ بھی ہے لیکن اللہ تعالٰی نے میری مدد فرمائی کہ وہ مسلمان ہوگیا

[1] صحیح مسلم کتاب صفۃ المنافقین باب تحریش الشیطان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۷۶
مسند احمد بن حنبل عن ابن مسعود المکتب الاسلامی بیروت ۱/۳۸۵

Marfat.com

روایۃ الفتح المؤیدۃ بمایأتی من الاحادیث۔

لہذا وہ مجھے سوائے بھلائی کے کچھ نہیں کہتا اھ، اس سے میری مراد فتح الباری کی روایت ہے کہ جس کی تائید آئندہ احادیث سے ہوتی ہے (ت)

اسی طرح طبرانی نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی اور بزار حضرت عبداللہ بن عباس یا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فضلت علی الانبیاء بخصلتین کان شیطانی کافرا فاعاننی اللہ علیہ حتی اسلم[1] الحدیث۔

دوسرے انبیاء کرام پر دو باتوں میں مجھے فضیلت بخشی گئی، ایک یہ کہ میرا شیطان کافر تھا کہ اللہ تعالٰی نے مجھے اس پر قوت دی یہانتک کہ وہ مسلمان ہوگیا، الحدیث۔ (ت)

بیہقی وابونعیم دلائل النبوۃ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فضلت علی اٰدم بخصلتین کان شیطانی کافرا فاعاننی اللہ علیہ حتی اسلم وکن ازواجی عونالی وکان شیطان اٰدم کافرا وزوجتہ عونا لہ علی خطیئتہ[2]۔

حضرت آدم پر مجھے دو خصلتوں میں فضیلت دی گئی ایک یہ کہ میرا شیطان کافر تھا کہ اللہ تعالٰی نے مجھے اس پر غلبہ دیا یہاں تک کہ وہ مسلمان ہوگیا اور میری بیویاں میری مددگار رہیں، اور حضرت آدم کا شیطان کافر رہا اور انکی بیوی نے خطا پر ان کی مدد کی۔ (ت)

اُس کی تسخیر جو سفلیات سے ہو وہ تو حرام قطعی بلکہ اکثر صور میں کفر ہے کہ بے اُن کے خوشامد اور مدائح ومرضیات کے نہیں ہوتی اور جو علویات سے ہو وہ اگرچہ بصولت وسطوت ہے مگر اس کا ثمرہ غالباً اپنے کاموں میں شیطان سے ایک نوع استعانت سے خالی نہیں ہوتا کہ وہ غلبہ قاہرہ کہ

ومن یزغ منہم عن امرنا نذقہ من عذاب السعیر[3]۔

اور ان میں سے جو کوئی اس کے حکم سے منہ پھیرے ہم اسے بھڑکتی آگ کا عذاب چکھائیں گے۔ (ت)

---

[1] کشف الاستار عن زوائد البزار حدیث ۲۴۳۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۳/۱۴۶
مجمع الزوائد بحوالہ البزار باب عصمتہ صلے اللہ علیہ وسلم عن القرین ۸/۲۲۵ و باب منہ خصائص ۸/۲۶۹
[2] دلائل النبوۃ للبیہقی باب ماجاء فی تحدث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دار الکتب العلمیہ بیروت ۵/۴۸۸
[3] القرآن الکریم ۳۴/۱۲

Marfat.com

جو استجابت دُعا ھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی[1] (مجھے ایسی بادشاہی دے زوال جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو۔ ت) سے تماشی ہر ایک کو کہاں نصیب اور بالفرض نہ بھی ہو تو کافر شیطان کی مخالطت ضرور مورث تغیر احوال و محدوث ظلمت، حضرت سیدنا شیخ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ کم از کم وہ ضرر کہ صحبت جن سے ہوتا ہے یہ ہے کہ آدمی متکبر ہو جاتا ہے والعیاذ باللہ تعالٰی، تو راہ سلامت اُس سے بُعد و مجانبت ہی میں ہے، رب عزوجل تو اُس دُعا کا حکم دے کہ اعوذ بک رب ان یحضرون[2] (اے میرے پروردگار! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ شیطان میرے پاس حاضر ہوں۔ ت) اور یہاں یہ رٹ لگائی جائے کہ حاضر شو حاضر شو والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم (حاضر ہوجا، حاضر ہوجا، اور اللہ تعالٰی کی پناہ، اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ ت)

(۲) ہاں جن اور ناپاک رُوحیں مرد و عورت احادیث سے ثابت ہیں اور وہ اکثر ناپاک موقعوں پر ہوتی ہیں، انھیں سے پناہ کے لئے پاخانہ جانے سے پہلے یہ دُعا وارد ہوتی:

اعوذ باللہ من الخبث و الخبائث[3] میں گندی اور ناپاک چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ (ت)

وہ سخت جھوٹے کذاب ہوتے ہیں اپنا نام کبھی شہید بتاتے ہیں اور کبھی کچھ۔ اس وجہ سے جاہلان بے خرد میں شہیدوں کا سر پر آنا مشہور ہو گیا ورنہ شہدائے کرام ایسی خبیث حرکات سے منزّہ و مبرا ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) ہاں صحیح ہے مگر اس عملداری میں کیاب بلکہ نایاب ہے۔ دست غیب کے نہایت درجہ کا حاصل اب صرف فتوح ظاہرہ و وسعت رزق ہوتا ہے، پھر اگر دست غیب اس طرح ہو کہ جن کو تابع کرکے اس کے ذریعہ سے لوگوں کے مال معصوم منگوائے جائیں تو اشد سخت حرام کبیرہ ہے اور اگر سفلیات سے ہو تو قریب بکفر اور علویات سے ہو تو خود یہ شخص مارا جائے گا یا کم از کم پاگل ہو جائے یا سخت سخت امراض و بلایا میں گرفتار ہو اعمال علویہ کو ذریعہ حرام بنانا ہمیشہ ایسے ثمرے لاتا ہے اور اس کے حرام قطعی ہونے میں کیا شبہہ ہے،

قال اللہ تعالٰی ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[4] اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) اپنے مال آپس میں ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳۸/۳۵
[2] القرآن الکریم ۲۳/۹۸
[3] مسند امام احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۱۰۱
[4] القرآن الکریم ۲/۱۸۸

Marfat.com

اور اگر کسی دوسرے کی ملک معصوم نہ لائی جاتی ہو بلکہ خزانۂ غیب سے اس کو کچھ پہنچایا جائے یا مال مباح غیر معصوم اور وہ جن کہ مسخر کیا جائے مسلمان ہو نہ کہ شیطان، اور اعمال علویہ سے ہو نہ کہ سفلیہ سے، اور اسے منگا کر مصارف محمودہ یا مباحہ میں صرف کرے نہ کہ معاذ اللہ حرام و اسراف میں، تو یہ عمل جائز ہے، اور جو اس طریقے سے ملے اس کا صَرف کرنا بھی جائز کہ جس طرح کسبِ حلال کے اور طُرق ہیں اسی طرح ایک طریقہ یہ بھی ہے، دستِ غیب کا سب سے اعلیٰ عمل قطعی عمل، یقینی عمل جس میں تخلف ممکن نہیں اور سب اعمال سے سہل تر خود قرآن عظیم میں موجود ہے، لوگ اسے چھوڑ کر دشوار دشوار ظنیات بلکہ وہمیات کے پیچھے پڑتے ہیں اور اُس سہل و آسان یقینی و قطعی کی طرف توجہ نہیں کرتے،

قال اللہ تعالیٰ و من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب[1]۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو اللہ سے ڈرے تقویٰ و پرہیزگاری کرے اللہ عزوجل ہر مشکل سے اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہو گا۔

اور دستِ غیب کسے کہتے ہیں، اسی طرح لوگ عملِ حُب کے پیچھے خستہ و خوار پھرتے ہیں اور نہیں ملتا، اور حُب کا سہل و یقینی و قطعی عمل قرآن عظیم میں مذکور ہے اس کی غرض نہیں کرتے۔

قال اللہ تعالیٰ ان الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت سیجعل لھم الرحمٰن ودا[2] اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے قریب ہے کہ رحمان ان کے لئے محبت کر دے گا (دلوں میں انکی حب ڈال دے گا)

نسأل اللہ حسن التوفیق (ہم اللہ تعالٰی سے حسنِ توفیق مانگتے ہیں۔ت) واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ مرسلہ حامد علی طالب علم مدرسہ اہلسنت و جماعت بریلی

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص نصیر الدین طوسی ملوم و مذموم کو بلفظ مولی الاعظم اور قدوۃ العلماء الراسخین اور نصیر الملۃ والدین قدس اللہ تعالیٰ نفسہ و روح رمسہ (بڑا مولیٰ، پختہ علماء کے پیشوا، دین اور ملت کے مددگار، اللہ تعالٰی ان کے نفس کو پاک کرے اور انکی ہڈیوں کو آرام پہنچائے۔ت) سے تعبیر کرے تو ایسے کو فاسق یا کافر نہ جاننے والا دائرۂ اسلام سے خارج ہوا یا

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/ ۲
[2] " " ۱۹/ ۹۶

Marfat.com

نہیں، اگر نہ ہوا تو فاسق بھی ہوا یا نہیں؟ امید کہ دلیل عقلی و نقلی سے اس کا اثبات فرمایا جائے۔

الجواب

طوسی کا رفض حدِ کفر نہ تھا بلکہ اس نے حق الامکان اپنے اگلوں کے کفر کی تاویلات کیں اور ضروریات کا منکر ہوگیا اُس کی ایسی توجیہ گناہ ضرور ہے اور منطقی فلسفی شراح و محشین معصوم نہیں جہاں جہاں اس نے خلاف اہلسنت کیا ہے اُس کا رد کر دیا گیا، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ

۲۳ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ جو مشہور ہے کہ گھر اور گھوڑا اور عورت منحوس ہوتے ہیں اس کی کیا اصل ہے؟

الجواب

یہ سب محض باطل و مردود خیالات ہندوؤں کے ہیں، شریعت مطہرہ میں ان کی کوئی اصل نہیں، شرعاً گھر کی نحوست یہ ہے کہ تنگ ہو ہمسائے بُرے ہوں۔ گھوڑے کی نحوست یہ کہ شریر ہو۔ بدلگام، بدرکاب ہو۔ عورت کی نحوست یہ کہ بدزبان ہو، بدروبہ ہو۔ باقی وہ خیال کہ عورت کے پھیرے سے یہ ہوا، فلاں کے پھیرے سے یہ۔ یہ سب باطل اور کافروں کے خیال ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ

از جاورہ مرسلہ صاحب علی صاحب امام مسجد چھیپیان ۲۷ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص تعزیہ ثواب و عبادت جان کر خود بنائے یا اوروں کو بنانے کی ترغیب دے اور تعزیہ دیکھ کر تعظیماً کھڑا ہو جائے اور اس پر فاتحہ پڑھے اور تعزیہ کے ساتھ ننگے پیر تعظیماً چلے اور مرثیہ بھی پڑھوا تا جائے، شاہ مولٰنا عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنے فتاوٰی کی جلد اول میں لکھا ہے کہ جو بدعت کو عبادت سمجھ کر کرے وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے[1] اور اس پر ابن ماجہ کی ایک حدیث لاتے ہیں اس کا مضمون یہ ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے:

"بدعتی اسلام سے ایسا صاف نکل جاتا ہے جیسے گوندھے ہوئے آٹے سے بال صاف۔"[2]

تو شاہ صاحب کے قول "خارج اسلام ہے" سے کیا مطلب ہے، یعنی ایسا شخص کافر و مرتد ہے یا گمراہ

---

[1] فتاوٰی عزیزیہ رسالہ ربیع کبیرا ن مطبع مجتبائی دہلی (فوٹو سٹیٹ) ۱/۱

[2] سنن ابن ماجہ مقدمہ باب اجتناب البدع والجدل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۶

Marfat.com

و رافضی ہے، بہرنوع ایسے شخص کا ذبح کیا ہوا جانور حرام یا حلال؟ ایسے شخص کی نماز جنازہ درست ہے یا نہیں؟ جو لوگ ایسے تعزیہ پرست کے مرید ہوں اُن کا کیا حکم ہے؟ ایسے تعزیہ پرست اور بُت پرست میں کیا فرق ہے؟ ایسے تعزیہ پرست پر لعنت آتی ہے یا نہیں؟ کیا بزرگانِ چشت سے کسی بزرگ نے تعزیہ بنایا یا بنوایا یا تعظیم دی ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

تعزیہ ضرور ناجائز و بدعت ہے مگر حاشا کفر نہیں کہ نماز جنازہ ناجائز یا ذبیحہ مردار یا بُت پرستوں میں شمار ہو، افراط و تفریط دونوں مذموم ہیں۔ یہ حدیث ابن ماجہ قطع نظر اس سے کہ شدید الضعف ہے اپنے امثال کی طرح اسلام کامل سے ماؤل یا بدعتِ مکفرہ پر محمول، ورنہ ہر بدعت سیئہ کفر ہو جبکہ اُس کا صاحب استحسان کرے، اور یہی غالب ہے۔ اور بدعت عقیدہ تو مطلقاً کفر ہو جانا لازم کہ اُس کی تعریف ہی یہ ہے کہ:

ماا حدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وجعل دینا قویما وصراطاً مستقیما کما فی البحر الرائق۔[1]

جو حق حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے (بطور یقین) ہمیں موصول ہوا اس کے خلاف کوئی نیا عقیدہ ایجاد کرکے اس کو ٹھیک اور سیدھا دین قرار دینا، جیسا کہ بحر رائق میں مذکور ہے (بدعت اعتقاد کرے)۔ (ت)

حالانکہ باجماعِ اُمت بعض بدمذہبیاں کُفر نہیں۔ فتاوٰی خلاصہ و فتح القدیر و عالمگیریہ وغیرہا میں ہے:

الرافض ان فضل علیا علی غیرہ فھو مبتدع وان انکر خلافۃ الصدیق فھو کافر۔[2]

اگر رافضی (کٹر شیعہ) جناب علی کو دوسرے خلفاء پر فضیلت دے تو وُہ بدعتی ہے لیکن اگر حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت کا انکار کرے تو پھر وُہ کافر ہے۔ (ت)

خلاصہ وغیرہ میں ہے:

اذا قال ان للہ یدا ارجلا کما

جب یہ کہے کہ بندوں کی طرح اللہ تعالٰی کے ہاتھ

---

[1] بحرالرائق کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۴۹

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب السیر باب احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۶۴

خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الصلوٰۃ الفصل الخامس عشر مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۱۴۹

Marfat.com

للعباد فهو کافر وان قال جسم لا کالاجسام فهو مبتدع[1]

پاؤں ہیں، تو وہ کافر ہے۔ اور اگر کہے کہ اللہ تعالٰی کا جسم ہے لیکن دوسرے اجسام کی طرح نہیں تو وہ بدعتی ہے۔ (ت)

نیز اسی میں ہے:

وجملة ان من کان اھل قبلتنا ولم یغل فی ھواہ حتی لم یحکم بکونه کافرا یجوز الصلوٰۃ خلفه ویکرہ[2]

خلاصہ کلام اگر ہماری طرح اہل قبلہ ہیں، اور اپنی خواہش پرستی میں حد سے بڑھے ہوئے درجہ غلو میں نہیں یہاں تک کہ اُن کے کافر ہونے کا فیصلہ نہیں کیا گیا تو ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے لیکن مکروہ ہے۔ (ت)

ہزارہا مسائل متواترہ اسی تفصیل پر دال ہیں تو حکم مطلق کیسے صحیح ہو سکتا ہے ہاں افعال مذکورہ سوال کا مرتکب قابل بیعت نہیں کہ شرائط پیر سے اس کا سنی العقیدہ غیر فاسق معلن ہونا ہے اور لعنت بہت سخت چیز ہے ہر مسلمان کو اس سے بچایا جائے بلکہ لعین کافر پر بھی لعنت جائز نہیں جب تک اس کا کفر پر مرنا قرآن وحدیث سے ثابت نہ ہو۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از مانیا والا ڈاک خانہ قاسم پور گڑھی ضلع بجنور مرسلہ سید کفایت علی صاحب

۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی قصبہ دیوبند مدرسہ مولوی اشرفعلی تھانوی کے یہاں سے سند یافتہ ہو ویسے ہی عقائد ہیں حقہ، سگریٹ و پان نماز خورد و نوش میں شرکت یہ سب باتیں چاہئے یا نہیں۔ بینوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر وثواب پاؤ۔ت)

الجواب

دیوبندیوں کے عقائد والے مرتد ہیں ان کے ساتھ کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا میل جول سب حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از گونڈل کاٹھیاوار مرسلہ قاضی قاسم میاں صاحب ۲۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فریمیسن کیا ہے اور اس میں داخل ہونے والے کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

فریمیسن سحر ہے اور جہاں تک اس کی نسبت معلوم ہوا وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ایمان کے سلب کے لئے رکھا گیا ہے ولہذا اس میں صرف مسلمان یا کتابی کو لیتے ہیں، معاذ اللہ جو اس کے کارکنا

[1] و [2] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الصلوٰۃ الفصل الخامس عشر مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۱۴۹

Marfat.com

معمول ہوجاتا ہے بظاہر اپنے دین پر جو پہلے تھا زیادہ مستقیم ہوجاتا ہے اور باطن میں تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے محض انکار نقیض لہ شیطنا فھو لہ قرین[1] (لہٰذا ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں پھر وہ اس کا ہم نشین ہوجاتا ہے (اور وہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا ہے) ۔ ت) کا کھلا مصداق ہوجاتا ہے ۔ ایک شیطان علانیہ اس کے ساتھ رہتا ہے جسے وہ دیکھتا ہے اور اس سے باتیں کرتا ہے اور وہ اسے یہ راز ظاہر کرنے سے ہر وقت مانع رہتا ہے ۔ اور یہی سبب ہے کہ فریمیسن اگر شہر کے ایک کنارے سے گزرے تو دوسرے کو جو شہر کے دوسرے کنارے پر ہے اطلاع ہوجاتی ہے ، ایک کا شیطان دوسرے کے شیطان کو اطلاع کر دیتا ہے' واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۹ از موضع ہری پورہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو مسلمان کافر کو نفع پہنچائے اور مسلمانوں کو ضرر ، اور مسلمانوں کو برا کہے اور کافروں کو اچھا سمجھے اور ان کی طرفداری کرے اور مسلمانوں کی نہیں ۔ کیا حکم ہے اس شخص پر' دائرہ اسلام میں ہے یا نہیں ؟ بیّنوا توجروا ۔

الجواب

تفصیل واقعہ کی لکھی جائے اجمالی لفظ ہولناک ہوتے ہیں اور تفصیل معلوم کی جائے تو کچھ سے کچھ نکلتا ہے ۔ واللہ تعالٰی اعلم ۔

مسئلہ ۸۰ از مرادآباد حسن پور مرسلہ عبدالرحمٰن مدرس ۸ ذی القعدہ ۱۳۳۸ھ

کواکب فلکی کے اثرات سعد ونحس پر عقیدت رکھنا کیسا ہے ، اور تعویذات میں عامل کو اُن کی رعایت کہاں تک درست ہے ؟

الجواب

مسلمان مطیع پر کوئی چیز نحس نہیں اور کافروں کے لئے کچھ سعد نہیں ، اور مسلمان عاصی کے لئے اس کا اسلام سعد ہے ، طاعت بشرط قبول سعد ہے ، معصیت بجائے خود نحس ہے اگر رحمت وشفاعت اس کی نحوست سے بچالیں بلکہ نحوست کو سعادت کر دیں اولئک یبدل اللہ سیاٰتھم حسنات[2] (یہی وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالٰی ان کی برائیوں کو بھلائیوں سے بدل دیتا ہے ۔ ت) بلکہ کبھی گناہ

---

[1] القرآن الکریم ۴۳/ ۳۶
[2] " " ۲۵/ ۷۰

Marfat.com

یوں سعادت ہوجاتا ہے کہ بندہ اُس پر خائف و ترساں و تائب و کوشاں رہتا ہے وہ دھل گیا اور بہت سی حسنات مل گئیں باقی کواکب میں کوئی سعادت و نحوست نہیں اگر اُن کو خود مؤثر جانے مشرک ہے اور اُن سے مدد مانگے تو حرام ہے ورنہ اُن کی رعایت ضرور خلاف توکل ہے۔ اشعۃ اللمعات میں ہے:

آنچہ اہل عزائم وتکسیر می کنند مثل تبخیر وتلوین وحفظ ساعات نیز مکروہ وحرام است نزد اہل دیانت وتقوٰی کذا قال العلماء۔ [1]

جو کچھ اہل عزائم اور اصحاب تکسیر کرتے ہیں جیسے تبخیر (یعنی وقت کے ستاروں کی رعایت کرکے خاص بخورات کا استعمال کرنا) اور تلوین (یعنی مصلے وغیرہ کو ستاروں کے خصوصی رنگوں کی طرح رنگین کرنا) اور ان کی ساعات کی حفاظت کرنا پس یہ بھی اہل دیانت اور احباب تقوٰی کے نزدیک مکروہ اور حرام ہے۔ (چنانچہ) علماء کرام نے اسی طرح فرمایا ہے۔ (ت)

تبخیر سے مراد حسب رعایت کواکب وقت اس کے بخورات خاصہ کا استعمال ورنہ تعظیم ذکر و تلاوت کے لئے عود و لوبان سلگانا مستحب ہے اور تلوین سے مراد مصلے وغیرہ کو الوان خاصۂ کواکب سے رنگین کرنا اور فقیر نے اس کے حاشیہ پر لکھا:

یعنی چونکہ مقصود استعانت بکواکب باشد حرام ست کہ استعانت بانچہ استقلال او بزعم مشرکاں راسخ شدہ است روا نبود ورنہ مکروہ وترک اولٰی ست کہ از اعمال اہل توکل نیست ومشابہتے دارد بافعال آنان وظاہر ست کہ اگر استعانت بکواکب نباشد واہل تجربہ عملہا بتجربہ دانستہ باشند کہ مراعات ایں امور ہمچو مراعات اوزان و تخصیصات کثیرہ دارد وبہ مقصود و بقضاء اللہ تعالٰی مے افتد دریں حال باکے نیست خود اشد ہم فی امر اللہ عزوجل امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہنگام استسقاء بمراعات منزل قمر

چونکہ اصل مقصود ستاروں سے طلب امداد ہے اس لئے حرام ہے۔ اس لئے کہ اُن اشیاء سے مدد لینا جائز نہیں کہ جن کا استقلال مشرکین کے خیال میں پختہ ہوگیا ہے ورنہ مکروہ اور ترک اولٰی ہے (یعنی بہتر کام نہ کرنا) اس لئے کہ یہ ارباب توکل کے اعمال میں سے نہیں بلکہ اُن دوسرے لوگوں کے افعال سے مشابہ ہے۔ اور یہ ظاہر ہے بشرطیکہ طلب امداد ستاروں سے نہ ہو اور صالح اہل تجربہ اپنے تجربہ سے جانتے ہیں کہ ان امور کی رعایت کرنا بالکل اُسی طرح ہے جس طرح اوزان اور بے شمار تخصیصات کی رعایت کرنا

[1] اشعۃ اللمعات کتاب الطب والرقی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر پاکستان ۳/ ۶۰۸

Marfat.com

امر فرمودہ ہمبرین محمول باشد آنچہ شاہ محمد غوث گوالیاری وحضرت شیخ محمد شناوی وغیرہما اجلہ اکابر قدست اسرارہم کردہ اند و در کتب نفیسہ خود ہا ہمچو جواہر و شروح آن با و تصریح فرمودہ فلیکن التوفیق و باللہ التوفیق۔[1]

دواؤں میں، مناسب مقصود۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے مطابق واقع ہو (اور ان کا ظہور ہو) پس اس صورت میں کچھ ڈر نہیں (کیا غور نہیں کرتے) کہ خود وہ بزرگ ہستی جو اللہ تعالیٰ غالب اور جلیل القدر کے معاملات میں بہت سخت گیر تھے یعنی مومنوں کے امیر حضرت عمر، سب سے بڑے فرق کرنیوالے (یعنی حق و باطل میں معیار اور کسوٹی، اللہ تعالےٰ ان سے راضی ہو، نے طلبِ باراں کی دُعا مانگتے وقت منزلِ قمر کی رعایت کرنے کا حکم فرمایا۔ اور اسی پر وُہ سب باتیں قیاس شدہ ہیں جو شاہ محمد غوث گوالیاری اور حضرت شیخ محمد شناوی اور ان کے علاوہ دوسرے جلیل القدر اکابرین نے (ان کے اسرار و رموز پاک کر دئے جائیں) اپنی اپنی عمدہ کتابوں میں ذکر فرمائیں، جیساکہ جواہر خمسہ اور اس کی شروح میں اُن کی صراحت فرمائی۔ لہذا توفیق ہونی چاہئے، اور حصولِ توفیق اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم ہی سے ہوسکتی ہے۔ (ت)

مسئلہ از شہر کہنہ محلہ قاضی ٹولہ کلن خاں ۴ محرم الحرام ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے پالے کی بازی بدی، پھر ایک شخص کے سمجھانے سے منکر ہوگیا۔ جب پالے والے مُصر ہوئے اور کھیل پر مجبور کیا تو اس معصیت کے بچانے کی غرض سے دُو شخصوں نے جھُوٹ کہہ دیا کہ اس نے بازی نہیں بدی تھی، پس بازی والوں نے ان دُو شخصوں سے طعناً پوچھا کیا تمھارے یہاں فقیری میں جھُوٹ بولنا اور حرام کھانا جائز ہے؟ ان شخصوں نے جواب دیا: ہاں اس میں جائز ہے۔ اور نیت جانب خیر سے یہ الفاظ کہے، پس اس صورت میں ان پر کیا معصیت ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

سوال میں حرام کھانا بھی تھا اور حرام کھانا کبھی جائز نہیں ہوتا جس وقت جائز ہوتا ہے اُس وقت وہ حرام نہیں رہتا اگر "ہاں جائز ہے" کہنے میں حرام کھانا بھی اس نے مراد لیا تو البتہ سخت لفظ کہا توبہ لازم ہے بلکہ تجدید اسلام چاہئے، اور اگر صرف جھُوٹ بولنے کی نسبت کہا کہ ایسی صورت میں جہاں حرام سے بچنا ہوتا ہو خلاف واقع بات کہنا جائز ہے تو حرج نہیں، اگرچہ اس میں بھی تفصیل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] حاشیہ امام احمد رضا خاں علی اشعۃ اللمعات

Marfat.com

مسئلہ ۱۵۸ از محلہ کچی باغ مسئولہ خلیل الرحمن بنارسی ۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

معدن عالم صوری و مخزن اسرار معنوی جناب حضرت مولانا حافظ مفتی احمد رضا خاں صاحب دام ظلہ

بعد ہدیہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بکمال ادب ملتجی ہوں براہ کرم اپنے اوقات گرانمایہ سے چند منٹ حرج فرما کر جواب سوالات مرسلہ مزین فرما کر بصیغہ بیرنگ پتہ ذیل سے مرحمت فرما کر مجھ متر صد کو شاد فرمائیے۔ ان مسائل کی یہاں سخت ضرورت ہے۔ ہم سب اعلیحضرت دام فیضہ کے معتقدین سے ہیں لہذا ہم سب بیحد انتظار کرتے رہیں گے۔ اگر جلد جواب سے مزین فرما کر مرحمت فرمایا جائے تو عنایت لطف وکرم ہے۔ اس سے پیشتر حقیر نے اعلیحضرت کے دارالافتاء سے ڈھائی سو نسخے رسالہ "انفس الفکر" منگوا کر مسلمانوں کو تقسیم کیا جس سے بہ نسبت سال گزشتہ وسال پیوستہ کے امسال باوجود کوشش بلیغ دشمنان دین کے قربانی گاؤ بکثرت المضاعف ہوئیں، الحمدللہ حضور کا فیض ایسا ہی ہے، زیادہ بجز تمنائے حصول زیارت اور کیا عرض کروں فقط۔

آپ کا خادم عاصی خلیل الرحمن عفی عنہ بنارسی از محلہ کچی باغ مورخہ ۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ ہجری

(۱) یہ کہ مدرسہ اسلامیہ عربیہ جس میں عرصہ پچیس سال سے خزانہ گورنمنٹ سے امداد ماہوار ایک سو روپے مقرر ہے جس میں درسگاہ حسین یک کتب فقہ و احادیث و قرآن شریف کی تعلیم ہوتی ہے اس میں ممبران خلافت کمیٹی نے جو تجویز پاس کیا ہے کہ گورنمنٹ سے امداد نہ لینا چاہئے، پس استفسار ہے کہ یہ امداد جو گورنمنٹ سے عرصہ پچیس سال سے برابر ملتی ہے اب لینا جائز ہے یا نہیں، مدرسہ ہذا میں سوائے تعلیم دینیات کے ایک حرف کسی غیر ملت و غیر زبان کی نہیں ہوتی۔

(۲) یہ کہ زید جو اس درسگاہ دینی کا منتظم و خادم ہے بسبب حسن انتظام گورنمنٹ نے خطاب دیا ہے اور یہ خطاب بھی عرصہ دس سال سے ملا ہے ممبران خلافت کمیٹی نے یہ بھی پاس کیا ہے کہ گورنمنٹ کو خطاب واپس کردینا چاہئے پس ایسی حالت میں کہ جب خدمت انتظام درسگاہ تعلیم علوم دین کے صلہ میں خطاب دیا ہے اندیشہ ہے کہ واپس کرنے میں یہ امداد بھی نہ ملے ایسی حالت میں خطاب کا واپس کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

(۳) یہ کہ زید جلسہ خلافت کمیٹی میں اس سبب سے شرکت نہیں کرتا کہ اس میں اہل ہنود جن کو اس وقت ممبران خلافت کمیٹی اپنا بھائی کہتے ہیں اور ان سے اس قدر ارتباط بڑھا رکھا ہے کہ تلک مہراج کے مرنے کے غم میں بروز دوسرا ان جامع مسجد میں ننگے سر ننگے پیر جمع ہو کر تلک مہراج کے لئے دعا اور فاتحہ اور نماز کا ان کی مغفرت کے لئے اشتہار شائع کیا اور قربانی گاؤ کو بلحاظ اہل ہنود منع کرتے ہیں اور بکری قربانی کرنا افضل و فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بتلاتے ہیں اور نقصان اور عدم جواز قربانی گاؤ میں رسالے چھاپتے ہیں اور جلسہ خلافت کمیٹی میں کل دشمنان دین محمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اسپیچ و تقریر کراتے ہیں جو اپنی کتاب الجرح علی ابی حنیفہ میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو سگ و زندیق و بے علم و

Marfat.com

صدہا باتیں ناشائستہ ناگفتہ بہ لکھا ہے، اگر ایسے شخصوں کی تقریر نہ سننے کی غرض سے اور کفار کی اعانت و شرکت نہ کرنے کی غرض سے اگر زید ایسے جلسوں میں نہ شریک ہو تو کیا بوجہ ان امور متذکرہ بالا کے زید قابلِ ملامت و ناقابلِ امامت ہے، کیونکہ جو لوگ کہ ان وجوہ سے شرکت نہیں کرتے ان کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز بتلاتے ہیں، ان لوگوں نے اس قدر ارتباط ان کفاروں سے بڑھا رکھا ہے کہ جس وقت اُن میں کا کوئی مقرر و نامور کسی شہر میں جاتا ہے تو اہلِ اسلام ان کفاروں کی گاڑیاں بدستِ خود کھینچ لاتے ہیں، ان کفاروں نے اس قدر تعصب اپنے مذہب میں بڑھا رکھا ہے کہ یہاں بعض مسجد میں اذان نہیں کہنے دیتے۔ بعض مسجد کے فرش پر جو اُن کی پرستش کے درخت کی ڈالیں لٹکی ہوئی ہیں جس سے حوض دہ در دہ کا پانی پتیوں کے گرنے اور سڑنے سے متغیر و متعفن ہو جاتا ہے اس درخت کی ڈال کو تعصبِ مذہبی سے نہیں کاٹتے۔ بعض مسجد پر صحنِ مسجد میں جو اُن کا بُت پرستش کا نصب ہے اس کی پرستش کے لئے فرشِ مسجد پر سے جو سجدہ گاہِ مسلمانان ہے بپائے نجس مرور کرتے ہیں، مگر افسوس کہ مسلمانان اہلِ ہنود کو اپنا بھائی بناتے ہیں اور ان کی خاطرداری سے گاؤ کی قربانی بند کرنے میں بہر نوع کوشش تام کرتے ہیں اپنے مساجد کی بے حرمتی و نقصان اور اذان بند ہونے کا جو بعض مسجد پر بند کر رکھا ہے کچھ صدمہ و خیال نہیں ہوتا، آیا ایسے دشمنوں کے جلسہ میں نہ شرکت ہونے سے کیا آدمی گنہگار ہوتا ہے قابلِ امامت نہیں رہتا۔

(۴) یہ کہ زید جو پنجگانہ و بروز جمعہ و خطبہ ثانیہ بروز جمعہ و خطبہ عیدین وغیرہا میں بشیتر مسلمانان کی جماعت
۱ کثیر میں بہ اعلان تمام دعاء و ترقی جاہ و جلال و قیام سلطنت سلطان اعظم والی سلطنت روم و بلادِ غرب کے لئے محافظتِ مقاماتِ مقدسہ حرمین شریفین کے لئے دُعا کرتا ہے اور خطبہ نباتہ جس کے خطبہ ثانیہ میں سلطان المعظم کے لئے خلد اللہ ملکہ کے لئے دُعا درازطبع ہے پڑھتا ہے سامعین آمین کہتے ہیں، آیا اس طریق پر دعا کرنا سلطان المعظم کے لئے جائز ہے یا جلسۂ کفار اور غیر مقلدین میں شریک ہو کر دشنام دہی کرنا اور اظہارِ وفاداری سلطان المعظم کیلئے کرنا جائز ہے، زید پر بیجد حملہ اس امر کا ہے کہ تو کیوں نہیں ایسے جلسوں میں شریک ہوتا، اس لئے طرح طرح کی بندشیں عدم جواز امامت و واپسی خطاب وغیرہ کے لئے حملہ کرتا ہے۔ پس آیا اس صورت سے دعا کرنا بعد نماز و درمیان خطبہ جائز ہے یا اس جلسہ مخالفین میں؟ بیّنوا بالکتاب و توجروا بالصواب (کتاب کے حوالہ سے (مسئلہ کو) بیان فرماؤ اور راہِ صواب یعنی راہِ راست کا اجر پاؤ۔ ت) فقط۔

الجواب

(۱) جبکہ وہ مدرسہ صرف دینیات کا ہے اور امداد کی بناء پر انگریزی وغیرہ اس میں داخل نہ کی گئی تو اس کے لینے میں شرعًا کوئی حرج نہیں، تعلیمِ دینیات کو جو مدد پہنچی تھی اس کا بند کرنا محض بے وجہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

Marfat.com

(۲) خطاب واپس کرنا نہ کرنا کوئی مسئلہ شرعی نہیں، اور اگر یہ اندیشہ صحیح ہے کہ واپسی خطاب میں امداد بھی بند ہوجائے گی تو واپس کرنا حماقت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) اگر یہ امور واقعی ہیں تو ایسے جلسوں کی شرکت حرام ہے اور جو اُن میں شریک ہو قابلِ ملامت اور ناقابلِ امامت ہے، تو وہ کہ احتراز کرے۔ دشمنانِ دین سے احتراز فرض ہے، اور فرض کا ترک موجبِ ملامت اور مانعِ امامت ہے نہ کہ اس کا بجالانا۔ اور کافر کے لئے دعائے مغفرت و فاتحہ خوانی کفرِ خالص و تکذیبِ قرآنِ عظیم ہے کما فی العلمگیریۃ وغیرھا (جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری اور اس کے علاوہ دوسرے فتاوٰوں میں مسئلہ مذکور ہے۔ ت) اور اُن کے خاردیوار کے لئے یہی بہت تھا کہ مشرک کے ماتم میں شریک ہوئے، اور اس پر ظلمِ شدید یہ کہ عبادت گاہ واحد قہار کو مشرک کا ماتم گاہ بنایا، پھر اس کے لئے نماز کا اشتہار پورا پورا موجبِ لعنتِ جبار قہار ہے۔

قال اللہ تعالٰی ولا تصل علٰی احد منھم مات ابدا ولا تقم علٰی قبرہ[1]۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: اگر ان میں سے کوئی مرجائے تو اس پر نماز نہ پڑھو اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہو۔ (ت)

بلاشبہ یہ اشتہار دینے اور اس پر عمل کرنے والے سب قطعی مرتد ہیں، وہ اسلام سے نکل گئے اور ان کی عورتیں نکاح سے، قاتلھم اللہ انّٰی یؤفکون[2] (اللہ تعالٰی انہیں مارے وہ کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ ت) اور قربانیِ گاؤ شعارِ اسلام ہے،

قال اللہ تعالٰی والبدن جعلنٰھا لکم من شعائر اللہ[3]۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: ہم نے بُدنہ (قربانی کا جانور) کو تمہارے لئے اللہ تعالٰی کی نشانیوں میں سے کیا ہے۔ (ت)

اور ہندوستان میں اس کا جاری رکھنا واجب ہے کما حققناہ فی انفس الفکر فی قربان البقر (جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق (اپنے ایک رسالہ بنام) انفس الفکر فی قربان البقر (بہت عمدہ سوچ گائے کی قربانی کرنے میں) میں کردی۔ ت) اور خوشنودیِ ہنود کے لئے اس کا بند کرنا حرام ہے،

---

[1] القرآن الکریم ۸۴/۹

[2] " ۳۰/۹

[3] " ۳۶/۲۲

Marfat.com

قال اللہ تعالیٰ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[1]

اللہ تعالٰے نے فرمایا : (لوگو !) ظالموں کی طرف مت جھکو (اور مائل نہو) ورنہ تمھیں دوزخ کی آگ چھُوئے گی ۔(ت)

ناپاکوں کافروں مرتدوں کو واعظِ مسلمین بنانے والے اسلام کو ڈھاتے ہیں اور کفر ولعنتِ الٰہی کی نیو چُنواتے ہیں ، حدیث تو بد مذہب کی توقیر پر فرماتی ہے ؛

من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام[2]

جس نے کسی بد مذہب کی توقیر کی اس نے دینِ اسلام کے ڈھا دینے پر مدد دی ۔ (ت)

نہ کہ کفار و زنادقہ مثل وہابیہ وغیر مقلدین و دیوبندیہ وغیرہم کو واعظِ مسلمین وپیشوائے دین بنانا کہ صراحۃً اسلام کو کُند چھُری سے ذبح کرنا ہے ، افسوس کہ گائے کی قربانی بند اور ذبح اسلام کے نعرے بلند ، مگر اسلام گائے سے بھی گیا گزرا ' عزت وجبروت ہے اُس کے لئے جس نے اُن کے دل اُلٹ دئے اور آنکھیں پلٹ دیں کہ اُن کو اسلام کفر سُوجھتا ہے اور کفر اسلام ،

فسبحٰن مقلب القلوب والابصار ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذھدیتنا وھب لنا من لدنك رحمۃ انك انت الوھاب ۔

پاک اور منزّہ ہے دلوں اور آنکھوں کا پھیرنے والا ۔ اے ہمارے پروردگار ! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر دیجئے اس کے بعد کہ تُو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنی بارگاہ سے رحمت عطا کر دیجئے ، یقیناً تُو بلا معاوضہ بہت زیادہ بخشش اور عطا فرمانیوالا ہے (ت)

کفار اور مشرکین سے اتحاد و وداد حرام قطعی ہے ، قرآن عظیم کے نصوص اُس کی تحریم سے گونج رہے ہیں ، اور کچھ نہ ہو تو اتنا کافی ہے کہ ؛

من یتولھم منکم فانہ منھم[3]

واحد قہار فرماتا ہے کہ تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا وُہ بیشک انھیں میں سے ہے ۔

اللہ عزّ وجل کا ارشاد اور وہ بھی "بیشک" کے ساتھ ، آخر اُس کے نتائج ظاہر ہیں کہ کفار سے اتحاد و وداد منانے والے موافق ارشادِ الٰہی بیشک منھم (اُنھی میں سے) ہو گئے ، کیا آج تک کبھی ہوا تھا

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/۱۱۳

[2] کنز العمال حدیث ۱۱۰۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۲۱۹

[3] القرآن الکریم ۵/۵۱

Marfat.com

کہ مشرک کے ماتم میں مسلمان سر برہنہ ہوئے ہوں، مسلمانوں نے مسجد کو اُس کی ماتم گاہ بنایا ہو، مسلمانوں نے اُس کے لئے دعا و نماز کا اشتہار دیا ہو، مسلمان مشرکوں کی گاڑی کے بیل بنے ہوں، اور یہ ہونا ہی تھا کہ جب اسلام چھوڑا انسانیت خود گئی، اب جو چاہے بیل بنے جو چاہے گدھا کہ اللہ عزّوجل فرما چکا،

اولٰئک کالانعام بل ھم اضل[۱] — وہی لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے زیادہ بھٹکے ہوئے (ت)

بلکہ فرمایا،

اولٰئک ھم شر البریۃ[۲] — وہی لوگ بدترین مخلوق ہیں (ت)

کافر تو کافر فاسق کی تعریف پر حدیث میں فرمایا،

اذا مدح الفاسق غضب الرب واھتز لذلک العرش[۳] — جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے ربّ عزّوجل غضب فرماتا ہے اور عرشِ الٰہی ہل جاتا ہے۔

نہ کہ مشرک کی تعظیم اور وُہ بھی اس درجہ عظیم،

فانھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور[۴] — (لوگو!) آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوجاتے ہیں جو سینوں میں مستور ہیں۔ (ت)

سائل بیچارہ اس کا شاکی ہے کہ ہندوؤں نے اذانِ ہندی اور یہ کیا اور یہ کیا اور ان مسلمان کہلانے والوں نے اس کے برعکس یہ کچھ کیا، یہ شکایت محض بے جا و ناوا قفی ہے ہندو اپنے دین باطل پر قائم ہیں وُہ کیوں چھوڑیں، دین تو انھوں نے چھوڑا ہے۔ ہر جھوٹ انھیں کی طرف سے چاہئے ایسے لوگوں کے جلسوں میں شرکت ہرگز جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳) جلسہ مخالفین کا حکم اُوپر گزرا اور سلاطینِ اسلام و ممالکِ اسلام و اماکنِ مقدسہ اسلام کے لئے دعا خطبہ جمعہ و خطبہ عیدین میں اور ہر نماز کے بعد مستحب و مندوب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[۱] القرآن الکریم ۷/۱۷۹

[۲] " " ۹۸/۶

[۳] کشف الخفاء حدیث ۲۷۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۸۵

[۴] القرآن الکریم ۲۲/۴۶

Marfat.com

رسالہ

الرمز المرصف علی سوال مولٰنا السیّد اٰصف

۳۹

(مولانا سید آصف کے سوال پر مضبوط اشارہ)

مسئلہ ۸۶ از کانپور فیل خانہ قدیم مسئولہ جناب مولٰنا مولوی سید محمد آصف صاحب قادری برکاتی رضوی ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم (یا حبیب محبوب اللہ روحی فداک) قبلۂ کونین وکعبۂ دارین دامت برکاتہم۔

اللہ تعالٰی کے مقدس نام سے شروع جو نہایت رحم کرنے والا مہربان ہے۔ ہم اللہ تعالٰی کی نئی نئی تعریف کرتے ہیں اور اس کے رسول کریم پر نئے انداز سے درود بھیجتے ہیں، اے اللہ کے محبوب کے حبیب! میری روح آپ پر قربان ہو دونوں جہان کے قبلہ اور دنیا وآخرت کے کعبہ ان کے فیوض وبرکات ہمیشہ رہیں۔ (ت)

بعد تسلیمات فدویانہ وتمنائے حصول سعادت آستانہ بوسی التماس این کہ بفضلہ تعالٰی کمترین بخیریت ہے حضوری ملازمان سامی کی مدام بارگاہ احدیت سے مطلوب۔ اشتہار اسلامی پیام میں عبدالماجد کے اس لکھنے پر کہ "مسلمان ڈوب رہا ہے نامسلم تیراک ہاتھ دے تو جان بچانا چاہیے یا نہیں" یوں

Marfat.com

درج ہے کہ " مسلمان کو اگر ڈوبنے پر یقین نہ ہو ہاتھ پاؤں مار کر بچ جانے کی امید ہو یا کوئی مسلمان فریاد رس خواہ کوئی درخت وغیرہ ملنے کا ظن ہو تو کافر کو ہاتھ دینے کی اجازت نہیں الخ " معلوم ہوتا ہے کہ کفار سے معاملت کی بھی اجازت نہ ہو اُن سے علاج بھی نہ کرائے لا یالونکم خبالا (وہ تمہیں نقصان پہنچانے میں کوتاہی نہیں کرتے ۔ ت) سے کیا مقصود ہے آیا دین کے معاملہ میں کفار محارب فی الدین نقصان پہنچانے میں کمی نہ کریں گے یا ہر معاملہ میں اور ہر وقت جب موقع پائیں اور ایک کافر کو غیر محارب ہو تفسیر کبیر میں آیہ کریمہ لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم الی آخر الآیۃ (اللہ تعالٰی تمہیں ان لوگوں سے نہیں روکتا جو تم سے جنگ نہیں کرتے الی آخر الآیۃ ۔ ت) کے متعلق لکھا ہے :

وقال اھل التاویل ھذہ الآیۃ تدل علی جواز البر بین المشرکین والمسلمین وان کانت الموالاۃ منقطعۃ [1]

(امام رازی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ) اہلِ تفسیر نے اس آیۃ کے متعلق فرمایا کہ یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اہلِ شرک اور اہلِ اسلام کے درمیان حُسنِ سلوک کرنا جائز ہے اگرچہ موالات منقطع ہے (ت)

رسالہ الرضا بابت ماہ ذیقعدہ حصہ ملفوظات ص ۹ ۸ میں ہے :

" حضور اقدس صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم اُنھیں سے خلق فرماتے جو رجوع لانے والے ہوتے جیسا کہ اس روایت سے ظاہر ہے اور کفار و مرتدین کے ساتھ ہمیشہ سختی فرمائی الخ "

بعض کفار کی آنکھوں میں سلائی پھیرنا تو قصاصاً تھا کیا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم قبل نزول آیت یایھا النبی جاھد الکفار والمنٰفقین [2] (اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو ۔ ت) نرمی نہ فرماتے تھے اور کیا جو رجوع نہ لانے والے تھے اُن سے ہمیشہ بشدت پیش آتے تھے یا پہلے اُن سے بھی نرمی سے پیش آتے ، کفار مختلف طبائع کے تھے اور ہیں بعض کو اسلام اور مسلمانوں سے سخت عداوت ہے اور بعض کو بہت کم ، کیا سب سے یکساں حکم ہے یا امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں اُن سے حسب مراتب تدریجاً سختی کرنے کا حکم ہے اور محارب وغیر محارب کا فرق ہے ۔ حضور فدوی کو اس مسئلہ میں کہ مرتدہ کا نکاح باقی رہتا ہے لیکن فتاوٰی کی کتابوں کے خلاف ہونے کی وجہ خلجان رہتا ہے حضور کے فتاوٰی میں اور کتابوں کے خلاف لکھا ہے کہ بعض احکام بوجہ اختلافِ زمانہ مختلف ہوجاتے ہیں لیکن

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ لا ینھٰکم اللہ عن الذین الخ مطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۳۰/ ۳۰۴

[2] القرآن الکریم ۹/ ۷۳

Marfat.com

فتاوی ہندیہ جو قریب زمانہ کی ہے اس میں بھی نہیں ہے اگرچہ بوجہ سلطنت اسلامیہ نہ ہونے کے مرتدہ پر احکام شریعت نہیں جاری کئے جاسکتے مثل ضرب وغیرہ کے، لیکن جب وہ اسلام سے خارج ہوگئی تو نکاح کا باقی رہنا کیسا، کیا وہ ترکہ بھی اپنے سابق شوہر کا شرعاً پائے گی اور اس کے مرنے پر اُس کا جو پہلے شوہر تھا ترکہ اس کا شوہر پائے گا، اگر کفار غیر محارب کے ہمراہ محارب کفار کا مقابلہ کیا جائے اور محارب کفار کو غیر محارب کے امداد سے نقصان پہنچایا جائے تو کیا گناہ ہے اسی "اسلامی پیغام" میں ہے" اب جو قرآن کو جھٹلائے وہ مشرک یا مرتد کو ڈوبنے سے نجات دینے والا حامی و مددگار جانے" کیا نعوذ باللہ جتنے مسلمان کفار سے علاج کراتے ہیں اور معاملات میں اُن سے مدد لیتے ہیں سب قرآن کو جھٹلاتے ہیں فقط والتسلیم عریضہ ادب فدوی محمد آصف. یغفر اللہ لہ ولوالدیہ ولجمیع المؤمنین والمؤمنات بحرمۃ النبی الکریم علیہ الصلوۃ والتسلیم (اللہ تعالٰی اُسے، اُس کے والدین اور تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کو حضور نبی کریم کے طفیل بخش دے، ان پر صلوۃ وسلام کا نزول ہو۔ ت)

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، مولانا المکرم اکرمکم اللہ تعالٰی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اللہ تعالٰی کے عظیم نام سے شروع جو بیحد رحم کرنے والا ہے، ہم اللہ تعالٰی کی تعریف کرتے ہیں اور اس کے رسول کریم پر درود بھیجتے ہیں۔ مولانا گرامی! اللہ تعالٰی تمھاری عزت و توقیر فرمائے تم پر سلام ہو اور اللہ تعالٰی کی برکت اور اس کی برکتیں ہوں (ت)

ارشادِ الٰہی یاایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا بطانۃ من دونکم لایالونکم خبالا[1] (اے ایمان والو! اپنے سوا غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ وہ تمھیں نقصان پہنچانے میں کوتاہی نہیں کرتے۔ ت) عام ومطلق ہے کافر کو رازدار بنانا مطلقاً ممنوع ہے اگرچہ امورِ دنیویہ میں ہو وہ ہرگز تاقدرِ قدرت ہماری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے قل صدق اللہ[2] ومن اصدق من اللہ قیلا[3] (فرمادیجئے اللہ تعالٰی نے سچ فرمایا اور بات کرنے میں اللہ تعالٰی سے زیادہ سچا کون ہوسکتا ہے۔ ت) سیدنا امام اجل حسن بصری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حدیث لاتستضیئوا بنار المشرکین[4] (مشرکین کی آگ سے روشنی نہ لو) کی

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸ [2] القرآن الکریم ۳/ ۹۵ [3] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۲
[4] مسند احمد بن حنبل عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۹۹

Marfat.com

تفسیر فرمائی کہ اپنے کسی کام میں اُن سے مشورہ نہ لو اور اُسے اسی آیۂ کریمہ سے ثابت بتایا ابویعلیٰ مسند اور عبد بن حمید اور ابن جریر اور ابن المنذر و ابن ابی حاتم تفاسیر اور بیہقی شعب الایمان میں بطریق ازہر بن راشد انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی :

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا تستضیئوا بنار المشرکین قال فلم ندر ما ذلک حتی اتوا الحسن فسألوہ فقال نعم یقول لا تستشیروھم فی شیئ من امورکم قال الحسن وتصدیق ذلک فی کتاب اللہ تعالٰی ثم تلا ھذہ الاٰیۃ یاایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم[1][2]

انس بن مالک نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا : (لوگو !) شرک کرنے والوں کی آگ سے روشنی نہ لو ۔ فرمایا ، ہم نہ سمجھے کہ اس کا مفہوم کیا ہے ، یہاں تک کہ لوگ حسن بصری کے پاس گئے اُن سے اس کا مفہوم دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ ہاں ٹھیک ہے اللہ تعالٰی نے ارشاد فرماتا ہے "اپنے کسی کام میں شرک کرنے والوں سے مشورہ نہ لو" حضرت حسن نے فرمایا کہ اس کی تصدیق اللہ تعالٰی کی کتاب میں موجود ہے ۔ پھر یہی آیت تلاوت فرمائی : اے ایمان والو ! اپنے سوا دوسروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ ۔ (ت)

امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اسی آیت کریمہ سے کافر کو محرر بنانا منع فرمایا ابن ابی شیبہ مصنف اور عبد بن حمید و ابی حاتم رازی تفاسیر میں اُس جناب سے راوی :

انہ قیل لہ ان ھٰھنا غلاما من اھل الحیرۃ حافظا کاتبا فلو اتخذتہ کاتبا قال اتخذت اذا بطانۃ من دون المؤمنین[3]

حضرت عمر فاروق کی بارگاہ میں عرض کی گئی کہ یہاں حیرہ کا رہنے والا ایک غلام ہے جو حافظ اور کاتب ہے اگر آپ اس کو اپنے ہاں کاتب مقرر کر دیں تو کیا ہی اچھا ہوگا ، اس پر ارشاد فرمایا کہ پھر تو میں نے مسلمانوں کو چھوڑ کر اس کافر کو اپنا رازدار بنا لیا ۔ (ت)

تفسیر کبیر میں انھیں امور دنیویہ میں اُن سے مشاورت و موالست کو سبب نزول کریمہ اور اس کے

---

[1] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ یاایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا بطانۃ الخ المطبعۃ المیمنیۃ مصر ۴/۳۹

[2] شعب الایمان حدیث ۹۳۷۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۷/۴۳

[3] تفسیر ابن ابی حاتم تحت آیۃ یاایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا بطانۃ الخ حدیث ۴۰۴۹ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکۃ المکرمۃ ۳/۷۴۳

Marfat.com

نہی مطلق کے لئے بتایا اور اسے اس گمان کا کہ اُن سے مخالفت تو دین میں ہے دنیوی امور میں بدخواہی نہ کریں گے رَد ٹھہرایا کہ :

ان المسلمین کانوا یشاورونھم فی امورھم ویؤانسونھم لما کان بینھم من الرضاع والحلف ظنا منھم انھم خالفوھم فی الدین فھم ینصحون لھم فی اسباب المعاش فنھاھم اللہ تعالٰی بھذہ الاٰیۃ عنہ فمنع المؤمنین ان یتخذوا بطانۃ من غیر المؤمنین فیکون ذٰلک نھیا عن جمیع الکفار وقال تعالٰی یاایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء ومما یؤکد ذٰلک ما روی انہ قیل لعمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ ھٰھنا رجل من اھل الحیرۃ نصرانی لایعرف اقوی حفظا ولا احسن خطا منہ، فان رأیت ان تتخذہ کاتبا فامتنع عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ من ذٰلک وقال اذا اتخذت بطانۃ من غیر المؤمنین فقد جعل عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ ھٰذہ الاٰیۃ دلیلا علی النھی عن اتخاذ النصرانی بطانۃ۔[1]

مسلمان اپنے دنیوی معاملات میں کافروں سے مشورہ کیا کرتے تھے اور اُن سے موانست رکھتے تھے اس لئے کہ دونوں کے درمیان رضاعت اور قسمیں تھیں، پس مسلمانوں کا یہ خیال تھا کہ اگرچہ کافر دین میں اُن کے مخالف ہیں تاہم اسبابِ معاش وغیرہ میں اُن کے خیر خواہ ہیں، پھر اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کو اس آیۃ مذکورہ میں کافروں کے ساتھ رواداری اور رازداری سے منع فرمایا، لہذا اللہ تعالٰے نے مسلمانوں کو اہلِ ایمان کے علاوہ غیروں کو رازدار بنانے کی ممانعت فرمائی، پھر یہ تمام کافروں سے نہی ہے۔ اور اللہ تعالٰے نے ارشاد فرمایا اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ اور اس کی اس روایت سے تاکید ہوتی ہے کہ جس میں یہ مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمت میں یہ درخواست کی گئی کہ یہاں اہلِ حیرہ میں سے ایک شخص عیسائی ہے اس کی یادداشت (قوتِ حفظ) بھی بڑی قوی ہے اور خط بھی خوبصورت (یعنی خوشنویس) ہے، اگر آپ مناسب سمجھیں تو اپنے ہاں اسے منشی مقرر کرلیں۔ ارشاد فرمایا پھر تو میں نے غیر مسلموں کو اپنا رازدار بنالیا۔ لہذا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰے عنہ نے اس آیۃ مذکورہ کو اس پر دلیل ٹھہرایا کہ عیسائی کو رازدار بنانے کی ممانعت ہے۔ (ت)

اس سے جملہ انواعِ معاملت کیوں ناجائز ہوگئے، بیع وشراء اجارہ واستئجار وغیرہا میں کیا رازدار

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ یاایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا بطانۃ الخ مطبعۃ البھیۃ المصریۃ مصر ۱۰/ ۲۰۹

Marfat.com

بنانا یا اس کی خیرخواہی پر اعتماد کرنا ہے جیسے چمار کو دام دے کر جوتا گنٹھوالیا، بھنگی کو مہینہ دیا پاخانہ اٹھوالیا، بزاز کو روپے دے کر کپڑا مول لے لیا، آپ تاجر ہے کوئی جائز چیز اس کے ہاتھ بیچی دام لے لئے وغیرہ وغیرہ۔ ہر کافر حربی کافر محارب ہے حربی و محارب ایک ہی ہے جیسے جدلی و مجادل، وہ ذمی و معاہد کا مقابل ہے، رازدار بنانا ذمی و معاہد کو بھی جائز نہیں۔ امیر المومنین کا وہ ارشاد ذمی ہی کے بارے میں ہے، یونہی موالات مطلقہ جملہ کفار سے حرام ہے حربی ہوں یا ذمی۔ ہاں صرف در بارۂ بر و احسان ان میں فرق ہے معاہد سے جائز ہے کہ لاینھکم اللّٰہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین[1] (اللہ تعالٰی تمہیں ان لوگوں سے (معاملات کرنے سے) نہیں روکتا جو دین میں تم سے جنگ نہیں کرتے۔ ت) اور حربی سے حرام کہ انما ینھکم اللّٰہ عن الذین قاتلوکم فی الدین[2] (اللہ ان لوگوں سے تمہیں منع فرماتا ہے جو دین میں تم سے جنگ کرتے ہیں۔ ت) عبارت بحر منقولۂ سوال کا یہی مطلب ہے یہی قول اکثر اہل تاویل ہے اور اسی پر اعتماد و تعویل ہے، اور ائمہ حنفیہ کے یہاں تو اس پر اتفاق جلیل ہے۔ خود تفسیر کبیر میں زیر کریمہ لاینھکم اللّٰہ ہے:

الاکثرون علی انھم اھل العھد وھذا قول ابن عباس والمقاتلین والکلبی[3]۔

اکثر ائمہ تفسیر کی رائے یہ ہے کہ اس سے اہل عہد مراد ہیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس، دو مقاتل اور کلبی کا یہی قول ہے۔ (ت)

ہمارے المحجۃ المؤتمنہ میں یہ مطلب نفیس جامع صغیر امام محمد و ہدایہ و درر الحکام و غایۃ البیان و کفایہ و جوہرہ نیرہ و مستصفٰی و نہایہ و فتح القدیر و بحرالرائق و کافی و تبیین الحقائق و تفسیر احمدی و فتح اللہ المعین و غنیہ ذوی الاحکام و معراج الدرایہ و عنایہ و محیط برہانی و چلپی زادہ و بدائع امام ملک العلماء سے ثابت کیا حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں قبل ارشاد واغلظ علیھم (کافروں اور منافقوں پر سختی کرو۔ ت) انواع اقسام کے نرمی و عفو و صفح فرماتے خود اموال غنیمت میں مؤلفۃ القلوب کا ایک سہم مقرر تھا مگر اس ارشاد کریمہ پر عفو و صفح کو نسخ فرمادیا اور مؤلفۃ القلوب کا سہم ساقط ہوگیا،

وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا للظٰلمین نارا احاط بھم سرادقھا[4]۔

فرما دیجئے حق تمہارے رب کی طرف سے ہے لہذا جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے یقیناً ہم نے ظالموں کے لئے ایک ایسی آگ تیار کر رکھی ہے کہ جس کی دیواروں نے انہیں گھیرے میں لے رکھا ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶۰/۸ [2] القرآن الکریم ۶۰/۹

[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ لاینھکم اللّٰہ الذین لم یقاتلوکم الخ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر [illegible]

[4] القرآن الکریم ۱۸/۲۹

Marfat.com

سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے افضل الاساتذہ امام عطاء بن ابی رباح رضی اللہ تعالٰی عنہ جن کی نسبت امام فرماتے ہیں میں نے اُن سے افضل کسی کو نہ دیکھا وہ کریمہ واغلظ علیھم کو فرماتے ہیں:

نسخت ھذہ الآیۃ کل شیئ من العفو والصفح[1] اس آیت کریمہ نے ہر قسم کی معافی اور درگزر کرنے کو منسوخ کردیا ہے (ت)

قرآن عظیم نے یہود ومشرکین کو عداوتِ مسلمین میں سب کافروں سے سخت تر فرمایا:

لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین اٰمنوا الیھود والذین اشرکوا[2]۔ تم اہلِ ایمان سے عداوت کرنے میں سب سے زیادہ یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے (ت)

مگر ارشاد:

یایھا النبی جاھد الکفار والمنفقین واغلظ علیھم وماوٰھم جھنم وبئس المصیر[3]۔ اے نبی مکرم! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور اُن پر سختی کیا کرو، اور اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔ (ت)

عام آیا اس میں سب کا استثناء نہ فرمایا کسی وصف پر حکم کا مرتّب ہونا اُس کی علیت کا مشعر ہوتا ہے یہاں انھیں وصفِ کفر سے ذکر فرما کر اس پر جہاد وغلظت کا حکم دیا تو یہ سزا ان کے نفسِ کفر کی ہے نہ کہ عداوت مومنین کی، اور نفسِ کفر میں وہ سب برابر ہیں الکفر ملۃ واحدۃ (سارا کفر ایک ہی ملّت ہے۔ ت)

١ ہاں معاہد کا استثناء دلائل قاطعہ متواترہ سے ضرورۃً معلوم ومستقر فی الاذہان کہ حکم جاھد سن کر اس کی طرف ذہن جاتا ہی نہیں فنفس النص لم یتعلق بہ ابتداءً کما افادہ فی البحرالرائق (پھر نفسِ نص ابتداءً ہی اُس سے متعلق نہیں (یعنی معاہد کو نص شامل ہی نہیں) جیسا کہ البحرالرائق میں یہ افادہ پیش کیا ہے۔ ت) تفاوت عداوت پر بنائے کار ہوتی تو یہود کا حکم مجوس سے سخت تر ہوتا حالانکہ امر بالعکس ہے اور نصارٰی کا حکم یہود سے کم تر ہوتا حالانکہ یکساں ہے۔ ذمّی وحربی کافر کا فرق میں بتا چکا ہوں اور یہ کہ ہر حربی محارب ہے حسبِ حاجت ذلیل قلیل ذمیوں سے حربیوں کے مقاتلہ ومقابلہ میں مدد لے سکتے ہیں ایسی جیسے سدھائے ہوئے مسخر کُتّے سے شکار میں، امام سرخسی نے شرح صغیر

---

[1] معالم التنزیل علٰی ہامش تفسیر الخازن تحت آیۃ واغلظ علیھم الخ مصطفی البابی مصر ۳/ ۲۳-۱۲۲

[2] القرآن الکریم ۵/ ۸۲

[3] ؍؍ ؍؍ ۹/ ۷۳

Marfat.com

میں فرمایا :

والاستعانة باهل الذمة كالاستعانة بالكلاب [1] | ذمی کافروں سے مدد لینا سدھائے ہوئے کتوں سے مدد لینے کی طرح ہے ۔ (ت)

اور بروایت امام طحاوی ہمارے ائمۂ مذہب امام اعظم و صاحبین وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اس میں بھی کتابی کی تخصیص فرمائی مشرک سے استعانت مطلقاً ناجائز رکھی اگرچہ ذمی ہو ، ان مباحث کی تفصیل جلیل "المحجة المؤتمنة" میں ملاحظہ ہو ۔

رہا کافر طبیب سے علاج کرانا خارجی یا ظاہر مکشوف علاج جس میں اس کی بدخواہی نہ چل سکے وہ تو لایالونکم خبالا [2] (وہ کافر تمھیں نقصان پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کریں گے ۔ ت) سے بالکل بے علاقہ ہے اور دنیاوی معاملات میں بیع و شراء و اجارہ و استئجار کی مثل ہے ، ہاں اندرونی علاج جس میں اس کے فریب کو گنجائش ہو اس میں اگر کافروں پر یوں اعتماد کیا کہ ان کو اپنی مصیبت میں مددگار اپنا ولی خیرخواہ اپنا مخلص باخلاص خلوص کے ساتھ ہمدردی کرکے اپنا ولی دوست بنانے والا اس کی بیکسی میں اس کی طرف اتحاد کا ہاتھ بڑھانے والا جانا تو بیشک آیۂ کریمہ کا مخالف ہے اور ارشاد آیت جان کر ایسا کیا تو نہ صرف اپنی جان بلکہ جان و ایمان و قرآن سب کا دشمن اور انھیں اس کی خبر ہوجائے اور اس کے بعد واقعی دل سے اس کی خیرخواہی کریں تو کچھ بعید نہیں کہ وہ تو مسلمان کے دشمن ہیں اور یہ مسلمان ہی نہ رہا فانه منهم [3] (وہ انھی میں سے ہے ۔ ت) ہوگیا ان کی تو یہی تمنا تھی ۔

قال تعالٰی ودوا لو تکفرون کما کفروا فتکونون سواء [4] | (اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا) ان کی آرزو ہے کہ کسی طرح تم بھی اُن کی طرح کافر ہو تو تم اور وہ ایک سے ہوجاؤ ۔

والعیاذ باللہ تعالٰی (اور اللہ تعالٰی کی پناہ ۔ ت) ـــ مگر الحمدللہ کوئی مسلمان آیۂ کریمہ پر مطلع ہو کر ہرگز نہ جانے گا اور جانے تو آپ ہی اس نے تکذیب قرآن کی ، بلکہ یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ ان کا پیشہ ہے اسی سے روٹیاں کھاتے ہیں ایسا کریں تو بدنام ہوں دکان پھیکی پڑے کھل جائے تو حکومت کا مواخذہ ہو سزا ہو یوں

---

[1] شرح الجامع الصغیر للسرخسی (محمد بن احمد)

[2] القرآن الکریم ۳ /۱۱۸ [3] سنن ابی داؤد کتاب اللباس ۲ /۲۰۳

[4] القرآن الکریم ۴ /۸۹

Marfat.com

بدخواہی سے باز رہتے ہیں تو اپنے خیر خواہ ہیں نہ کہ ہمارے، اس میں تکذیب نہ ہوئی، پھر بھی خلافِ احتیاط و شنیع ضرور ہے خصوصاً یہود و مشرکین سے خصوصاً سر برآوردہ مسلمان کو، جس کے کم ہونے ہیں وہ اشقیاء اپنی فتح سمجھیں، وہ جیسے جان و ایمان دونوں عزیز ہیں اس بارے میں کریمہ لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالا[1] کسی کافر کو رازدار نہ بناؤ وہ تمھاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے، وکریمہ ولم یتخذوا من دون اللہ ولا رسولہ ولا المومنین ولیجۃ[2] اللہ و رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو دخیل کار نہ بنانا، وحدیث مذکور لا تستضیئوا بنار المشرکین[3] مشرکوں کی آگ سے روشنی نہ لو، بس ہیں۔ اپنی جان کا معاملہ اس کے ہاتھ میں دے دینے سے زیادہ اور کیا رازدار و دخیلِ کار و مشیر بنانا ہوگا۔ امام محمد عبدری ابن الحاج مکی قدس سرہ مدخل میں فرماتے ہیں :

واشد فی القبح واشنع ما ارتکبہ بعض الناس فی ھذا الزمان من معالجۃ الطبیب والکحال الکافرین اللذین لا یرجی منھما نصح ولا خیر بل یقطع بغشھما واذیتھما لمن ظفرا بہ من المسلمین سیما ان کان المریض کبیرا فی دینہ او علمہ[4]

یعنی سخت تر قبیح و شنیع ہے وہ جس کا ارتکاب آجکل بعض لوگ کرتے ہیں۔ کافر طبیب اور سیتے سے علاج کرانا، جن سے خیر خواہی اور بھلائی کی امید درکنار یقین ہے کہ جس مسلمان پر قابو پائیں اسکی بدسگالی کرینگے اور اُسے ایذا پہنچائیں گے خصوصاً جبکہ مریض دین یا علم میں عظمت والا ہو۔

پھر فرمایا :

انھم لا یعطون لاحد من المسلمین شیئا من الادویۃ التی تضرھا ظاھرا لانھم لو فعلوا ذلک لظھر غشھم وانقطعت مادۃ معاشھم لکنھم یضیفون لہ من الادویۃ ما یلیق

یعنی وہ مسلمان کو کھلے ضرر کی دوا نہیں دیتے کہ یوں تو اُن کی بدخواہی ظاہر ہو جائے اور اُن کی روزی میں خلل آئے بلکہ مناسب دوا دیتے اور اس میں اپنی خیر خواہی و فن دانی ظاہر کرتے ہیں اور کبھی مریض اچھا ہو جاتا ہے جس میں اُن کا نام ہو اور معاش خوب چلے

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸

[2] " " ۹/ ۱۶

[3] مسند امام احمد بن حنبل عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۹۹

[4] المدخل لابن الحاج فصل فی المزین الکحال والطبیب الکافرین دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۱۱۴

Marfat.com

بذلك المرض ويظهرون النصيحة فيه و
النصح وقد يتعافى المريض فينسب ذلك
الى حذق الطبيب ومعرفته ليقع عليه
الى شئ كثير بسبب ما وقع له من الثناء
على نصحه في صنعته لكنه يدس في اثناء
وصفه حاجة لا يفطن لما فيها من الضرر
غالبا وتكون تلك الحاجة مما تنفع ذلك
المريض وينتعش منه في الحال لكنه يبقى
المريض بعدها مدة في صحة وعافية ثم
يعود عليه بالضرر في آخر الحال وقد يدس
حاجة اخرى كما تقدم لكنه اذا جامع
انتكس ومات وكذلك يفعل في حاجة اخرى
يصح المريض بعد استعمالها لكنه اذا دخل
الحمام انتكس ومات وقد يدس حاجة
اخرى فاذا استعملها المريض صح وقام من مرضه
لكن لها مدة فاذا انقضت تلك المدة عادت
بالضرر عليه وتختلف المدة في ذلك فمنها ما يكون
مدتها سنة او اقل او اكثر الى غير ذلك من شئ
وهو كثير ثم يتعالل عدو الله بان هذا مرض
آخر دخل عليه فليس له فيه حيلة فلو سلم
منه لعاش وصح ويظهر التأسف والحزن على
ما اصاب المريض ثم يصف بعد ذلك اشياء تنفع
لمرضه لكنها لا تفيد بعد ان فات الامر فيه فينصح
حيث لا ينفع نصحه فمن يرى ذلك منه يعتقد انه
انه من الناصحين وهو من اكبر الغاشين وقد قيل ؎

اور اسی کے ضمن میں ایسی دوا دیتے ہیں کہ فی الحال
مریض کو نفع دے اور آئندہ ضرر لائے یا ایسی
دوا کہ اس وقت مرض کھو دے مگر جب مریض
جماع کرے مرض لوٹ آئے اور مر جائے یا
ایسی کہ سر دست تندرست کر دے مگر جب
حمام کرے مرض پلٹے اور موت ہو یا ایسی کہ اس
وقت مریض کھڑا ہو جائے اور ایک مدت
سال بھر یا کم و بیش کے بعد وہ اپنا رنگ لائے
اور ان کے سوا ان کے فریبوں کے بہت
طریقے ہیں۔ پھر جب مرض پلٹا تو اللہ کا دشمن
یوں بہانے بناتا ہے کہ یہ جدید مرض ہے اس
میں میرا کیا اختیار ہے اور مریض کی حالت پر
افسوس کرتا ہے پھر صحیح نافع نسخے بتاتا ہے
مگر جب بات ہاتھ سے نکل گئی کیا فائدہ،
تو اس وقت خیر خواہی دکھاتا ہے جب اس سے
نفع نہیں دیکھنے والے اسے خیر خواہ سمجھتے ہیں
حالانکہ وہ سخت تر بد خواہ ہے ؎

Marfat.com

كل العداوة قد ترجى ازالتها
الا عداوة من عاداك فى الدين[1]

ہر عداوت کے ازالہ کی امید کی جا سکتی ہے سوائے اس شخص کے جو تیرے ساتھ دین میں عداوت رکھے۔

پھر فرمایا:

وقد يستعملون النصح فى بعض الناس ممن لاخطر لهم فى الدين ولا علم و ذلك ايضا من الغش لانهم لو لم ينصحوا لما حصلت لهم الشهرة بالمعرفة بالطب ولتعطل عليهم معاشهم و قد يتفطن لغشهم و من غشهم نصحهم لبعض ابناء الدنيا ليشتهروا بذلك و تحصل لهم الحظوة عندهم وعند كثير ممن شابههم ويتسلطون بسبب ذلك على قتل العلماء و الصالحين وهذا النوع موجود ظاهر، و قد ينصحون العلماء و الصالحين و ذلك منهم غش ايضا لانهم يفعلون ذلك لكى تحصل لهم الشهرة وتظهر صنعتهم فيكون سببا الى اتلاف من يريدون اتلافه منهم و هذا منهم مكر عظيم[2]

یعنی وہ کبھی عوام کے علاج میں خیر خواہی کرتے ہیں اور یہ بھی ان کا مکر ہے کہ ایسا نہ کریں تو شہرت کیسے ہو روٹیوں میں فرق آئے اور کبھی انکے فریب پر لوگ چرچ جائیں۔ یونہیں یہ فریب ہے کہ بعض رئیسوں کا علاج اچھا کرتے ہیں کہ شہرت اور اس کے نزدیک اور راس جیسوں کی نگاہ میں وقعت ہو پھر علما وصلحا کے قتل کا موقع ملے اور ایسے اب موجود و ظاہر ہیں اور کبھی علما وصلحا کے علاج میں بھی خیر خواہی کرتے ہیں اور یہ بھی فریب ہے کہ مقصود ساکھ بندھن ہے، پھر جس عالم یا دیندار کا قتل مقصود ہے اسکی راہ ملنا اور یہ اُن کا بڑا مکر ہے پھر اپنے زمانے کا ایک واقعہ ثقہ معتمد کی زبانی بیان فرمایا کہ مصر میں ایک رئیس کے یہاں ایک یہودی طبیب تھا رئیس نے کسی بات پر ناراض ہو کر اسے نکال دیا وہ خوشامدیں کرتا رہا یہاں تک کہ رئیس راضی ہو گیا کا فروقت کا منتظر رہا پھر رئیس کو کوئی سخت مرض ہوا - میں طبیب مغربی سے طب پڑھ رہا تھا لوگ انھیں بلانے آئے اُنھوں نے عذر کیا لوگوں نے اصرار کیا گئے اور مجھے فرما گئے میرے آنے تک بیٹھے رہنا تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ کانپتے تھرتھراتے واپس آئے، میں نے کہا خیر ہے، فرمایا میں نے پوچھا کہ یہودی نے کیا نسخہ دیا، معلوم ہوا کہ وہ رئیس کا کام تمام کر چکا، میں اندر نہ گیا کہ ایک تو اس کے بچنے کی امید نہیں

---

[1] المدخل لابن الحاج فصل فى المزين وسائل الطبيب الكافر دار الكتاب العربى بيروت ۴/۱۶-۱۱۵
[2] " " " " " " " " " " ۴/۱۷-۱۱۶

Marfat.com

پھر یہ اندیشہ کہ کہیں یہودی میرے ذمے نہ رکھ دے، رئیس کل تک نہ بچے گا، وہی ہوا کہ صبح تک اس کا انتقال ہوگیا، پھر فرمایا کہ بعض لوگ کافر طبیب کے ساتھ مسلمان طبیب کو بھی شریک کرتے ہیں کہ جو نسخہ وہ بتائے مسلمان کو دکھا لیں، یوں اس کے مکر سے امن سمجھتے ہیں اور اس میں کچھ حرج نہیں جانتے۔

فرمایا:

وهذا ليس بشيء أيضا من وجوه الأول أن المسلم قد يغفل عن بعض ما وصفه الثاني ما فيه اقتداء الغير به الثالث فيه الإعانة لهم على كفرهم بما يعطيه لهم الرابع فيه ذلة المسلم لهم الخامس فيه تعظيم شأنهم سيما إن كان المريض رئيسا وقد أمر الشارع عليه الصلوٰة والسلام بتصغير شأنهم وهذا عكسه[1]

یہ بھی بوجوہ کچھ نہیں۔ ایک تو ممکن کہ جو دوا کافر نے بتائی اس وقت مسلمان طبیب کے خیال میں اس کا ضرر نہ آئے، پھر اس کی دیکھا دیکھی اور مسلمان بھی کافر سے علاج کرائیں گے، فیس وغیرہ جو اسے دی جائے وہ اس کے کفر پر مدد ہوگی، مسلمان کو اس کے لئے تواضع کرنی پڑے گی، علاج کی ناموری سے کافر کی شان بڑھے گی خصوصاً اگر مریض رئیس ہو تو رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے انکی تحقیر کا حکم دیا اور یہ اس کا عکس ہے۔

پھر فرمایا:

ثم مع ذلك ما يحصل من الأنس والود لهم وإن قل إلا من عصم الله وقليل ما هم وليس ذلك من أخلاق أهل الدين[2]

پھر ان سب وجوہ کے ساتھ یہ ہے کہ اس سے ان کے ساتھ انس اور کچھ محبت پیدا ہو جاتی ہے اگرچہ تھوڑی ہی سہی سوا اس کے جسے اللہ محفوظ رکھے اور وہ بہت کم ہیں اور کافر سے انس اہل دین کی شان نہیں۔

پھر فرمایا:

ومع ذلك يخشى على دين بعض من يستطبهم من المسلمين[3]

ان سب قباحتوں کے ساتھ سخت آفت یہ ہے کہ کبھی ان سے علاج کروانے والے کے ایمان پر اندیشہ ہوتا ہے۔

---

[1] المدخل لابن الحاج فصل في المريض وسائس الطبيب الكافر دار الكتاب العربي بيروت ۴/۱۳۶-۱۳۷
[2] و [3] المدخل " " " " " " " " " ۴/۱۳۷

Marfat.com

پھر اپنے بعض ثقہ معتمد برادران دینی کا واقعہ بیان فرمایا کہ اُن کے یہاں بیماری ہُوئی مریض نے ایک یہودی طبیب کی طرف رجوع پر اصرار کیا ، انھوں نے اسے بلایا ، وہ علاج کرتا رہا ، ایک دن اسے خواب میں دیکھا کہ ان سے کہتا ہے کہ موسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دین قدیم ہے اُسی کو اختیار کرنا چاہیئے ، اور یونہیں کیا کیا بکتا رہا ، یہ ترساں ولرزاں جاگے اور عہد کر لیا کہ اب وہ میرے گھر نہ آنے پائے ۔ راستے میں بھی وہ جہاں ملتا یہ اور راہ ہو جاتے کہ مبادا اس کا وبال انھیں پہنچے ، امام فرماتے ہیں :

فهذا قد رحم بسبب انه كان معتنی به فيخاف من استطبهم ولم يكن معتنی به ان يهلك معهم ولولم يكن فيه الا الخوف من هذا الامر الخطر لكان متعينا تركه فكيف مع وجود ما تقدم[1]۔

ان صاحب پر تو یوں رحمت ہوئی کہ زیرِ عنایت تھے جو ایسا نہ ہو اور اُن سے علاج کرائے اُس پر خوف ہے کہ اُن کے ساتھ ہلاک ہو جائے اُن کے علاج میں اُس شدید خطرناک خوف کے سوا اور کچھ نہ ہوتا تو اسی قدر سے اُس کا ترک لازم ہوتا نہ کہ اور شناعتوں کے ساتھ جن کا ذکر گزرا ۔

ان امام ناصح رحمہ اللہ تعالٰے کے ان نفیس بیانوں کے بعد زیادت کی حاجت نہیں اور بالخصوص علمائے وعظمائے دین کے لئے زیادہ خطر کا مؤید امام مازری رحمہ اللہ تعالٰے کا واقعہ ہے علیل ہوئے ایک یہودی معالج تھا اچھے ہو جاتے پھر مرض عود کرتا ، کئی بار یونہیں ہوا ، آخر اسے تنہائی میں بلا کر دریافت فرمایا اس نے کہا اگر آپ سچ پُوچھتے ہیں تو ہمارے نزدیک اس سے زیادہ کوئی کارِ ثواب نہیں کہ آپ جیسے امام کو مسلمانوں کے ہاتھ سے کھو دوں ، امام نے اسے دفع فرمایا ، مولٰی تعالٰی نے شفا بخشی ، پھر امام نے طب کی طرف توجہ فرمائی اور اس میں تصانیف کیں اور طلبہ کو حاذق اطبا کر دیا اور مسلمانوں کو ممانعت فرما دی کہ کافر طبیب سے کبھی علاج نہ کرائیں یہود کے مثل مشرکین ہیں کہ قرآن عظیم نے دونوں کو ایک ساتھ مسلمانوں کا سب سے سخت تر دشمن بتایا اور لایالونکم خبالا تو عام کفار کے لئے فرمایا ۔

عورت کا مرتدہ ہو کر نکاح سے نہ نکلنا تمام کتب ظاہر الروایۃ وجملہ متون وعامۂ شروح وفتاوائے قدیمہ سب کے خلاف ہے اور سب کے موافق ، خلاف ہے قول صوری کے اور موافق ہے قول ضروری کے ۔ قول ضروری اور صوری کا فرق میرے رسالہ اجلی الاعلام بان الفتوٰی مطلقا علٰی قول الامام (بالکل ظاہر اور واضح اعلان ہے کہ فتوٰی دینا علی الاطلاق امام کے قول پر ہے ۔ ت) میں ملے گا کہ میرے فتاوٰی

---

[1] المدخل لابن الحاج فی فصل فی المزین دسائس الطبیب الکافر دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۱۲۰

Marfat.com

جلد اول میں طبع ہوا اور اس کا قول ضروری کے موافق ہوتا میرے فتوے سے کہ بجواب سوال علی گڑھ لکھا تھا ہر اس کی نقل حاضر ہوگی اور یہ حکم صرف نکاح میں ہے باقی تمام احکام ارتداد جاری ہوں گے نہ وہ شوہر کا ترکہ پائے گی نہ شوہر اس کا اگر اپنے مرض الموت میں مرتدہ نہ ہوئی ہو، نیز جب تک وہ اسلام لائے شوہر کو اسے ہاتھ لگانا حرام ہوگا۔ عالمگیری متشار مسئلہ مذکورہ سے خالی نہیں باب نکاح الکفار میں دیکھئے۔

لو اجرت کلمۃ الکفر علی لسانہا مغایظۃ لزوجہا او اخراجا لنفسہا عن حبالتہ او لاستیجاب المہر علیہ بنکاح مستانف تحرم علی زوجہا فتجبر علی الاسلام ولکل قاض ان یجدد النکاح بادنی شیئ ولو بدینار سخطت او رضیت ولیس لہا ان تتزوج الا بزوجہا قال الھندوانی واٰخذ بہذا قال ابو اللیث وبہ ناخذ کذا فی التمرتاشی۔[1]

اگر کسی منکوحہ عورت نے اپنی زبان پر کلمۂ کفر جاری کیا اپنے شوہر کو طیش دلاتے ہوئے یا اپنی ذات کو اس سے باہر کرنے کے لئے یا اس لئے کہ اس پر جدید نکاح سے مہر واجب ہو، تو وہ اپنے شوہر پر حرام ہو جائے گی، پھر اسے اسلام لانے پر مجبور کیا جائیگا۔ اور ہر قاضی کے لئے جائز ہے کہ وہ بالکل کسی معمولی چیز سے دوبارہ اس کا نکاح پڑھا دے اگرچہ ایک اشرفی ہی کیوں نہ ہو، چاہے عورت ناراض ہو یا راضی۔ اور عورت کے لئے یہ گنجائش نہیں کہ وہ اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور سے نکاح کرے۔ فقیہ ہندوانی نے فرمایا کہ میں اسی کو اختیار کرتا ہوں، فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں، یونہی تمرتاشی میں مذکور ہے۔ (ت)

اسی کے بیان میں درمختار میں ہے:

صرحوا بتعزیرہا خمسۃ وسبعین وتجبر علی الاسلام وعلی تجدید النکاح بمہر یسیر کدینار وعلیہ الفتوٰی ولوالجیۃ۔[2]

فقہائے کرام نے تصریح فرمائی کہ عورت کو پچہتر کوڑے سزا دی جائے اور اسلام لانے پر مجبور کیا جائے اور بالکل معمولی مہر سے جدید نکاح کیا جائے جیسے کہ ایک اشرفی وغیرہ۔ اور اسی پر فتوٰی ہے، ولوالجیہ۔ (ت)

یہ احکام اسی طرح مذہب کے خلاف ہیں جب مرتدہ ہوتے ہی نکاح فوراً فسخ ہوگیا کہ ارتداد احدہما فسخ فی الحال

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب العاشر نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۳۹
[2] درمختار " باب نکاح الکافر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۰

ف: رسالہ اجلی الاعلام فتاوٰی رضویہ رضا فاؤنڈیشن لاہور، جلد اول کے صفحہ ۵۹ پر موجود ہے۔

Marfat.com

(میاں بیوی دونوں میں سے کسی ایک کا اسلام سے روگردانی کرنا فوراً نکاح کو ختم کردیتا ہے۔ ت) پھر بعد عدت دوسرے سے اُسے نکاح ناجائز ہونا کیا معنی، اور پہلے سے تجدید نکاح پر جبر کیا معنی، کیوں نہیں جائز کہ وہ کسی سے نکاح نہ کرے اور اس تجدید میں زبردستی ادنیٰ سے ادنیٰ مہر باندھنے کا ہر قاضی کو اختیار ملنا کیا معنی، مہر عوض بضع ہے اور معاوضات میں تراضی شرط **اقول** (میں کہتا ہوں) بلکہ ان اکابر کے قول ماخوذ ومفتیٰ بہ کو کہ قول ائمہ بخارا ہے فتوائے ائمہ بلخ رحمہم اللہ تعالیٰ سے جسے فقیر نے باتباع نہر الفائق وغیرہ اختیار کیا بُعد نہیں، تجدیدِ نکاح بنظرِ احتیاط ہے اور شوہر پر حرام ہوجانا موجبِ زوال نکاح نہیں، بارہا عورت ایک مدت تک حرام ہوجاتی ہے اور نکاح باقی ہے جیسے بحال نماز و روزہ رمضان واعتکاف واحرام وحیض ونفاس، یونہی جبکہ زوجہ کی بہن سے نکاح کرکے قربت کرلے زوجہ حرام ہوگئی یہاں تک کہ اس کی بہن کو جُدا کردے اور اس کی عدت گزر جائے بلکہ کبھی ہمیشہ کے لئے حرام ہوجاتی ہے اور نکاح زائل نہیں جیسے حرمت مصاہرت طاری ہونے سے کہ متارکہ لازم ہے تو نکاح قائم ہے اور زن مفضاۃ کہ سبیلین ایک ہوجائیں نکاح میں اصلاً خلل نہیں اور حرمت ابدی دائم ہے والمسائل منصوص علیہا فی الدر وغیرہ من الاسفار الخ (مسائل مذکورہ کی درمختار وغیرہ بڑی کتابوں میں صراحت کردی گئی الخ۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(رسالہ "الرمز المرصف علی سوال مولٰنا السید اٰصف" ختم شد)

Marfat.com

مسئلہ از وزیر احمد مدرس مہارانا ہائی اسکول اودے پور میواڑ ۱۲ محرم ۱۳۳۹ھ

بت یا تعزیہ کا چڑھاوا مسلمان کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

مسلمان کے نزدیک بت اور تعزیہ برابر نہیں ہوسکتے اگرچہ تعزیہ بھی جائز نہیں، بت کا چڑھاوا غیر خدا کی عبادت ہے، اور تعزیہ پر جو ہوتا ہے وہ حضرات شہدائے کرام کی نیاز ہے، اگرچہ تعزیہ پر رکھنا لغو ہے، بت کی پوجا اور محبوبان خدا کی نیاز کیونکر برابر ہوسکتی ہے، اُس کا کھانا مسلمانوں کو حرام ہے اور اس کا کھانا بھی نہ چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از شہر کہنہ مسئولہ محمد خلیل الدین احمد صاحب ۱۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محرم الحرام کو روافض جریدہ اُٹھاتے ہیں گشت کے وقت ان کو اگر کوئی اہل سنت وجماعت شربت کی سبیل لگا کر شربت پلائے یا اُن کو چائے، بسکٹ یا کھانا کھلائے اور اُن کی شمول میں کچھ اہلسنت وجماعت بھی ہوں اور کھائیں پئیں، تو یہ فعل کیسا ہے اور اس سبیل وغیرہ میں چندہ دینا کیسا ہے؟

الجواب

یہ سبیل اور کھانا چائے بسکٹ کہ رافضیوں کے مجمع کے لئے کئے جائیں جو تبرا و لعنت کا مجمع ہے ناجائز و گناہ ہیں اور اُن میں چندہ دینا گناہ ہے اور اُن میں شامل ہونے والوں کا حشر بھی انھیں کے ساتھ ہوگا۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من کثر سواد قوم فہو منہم[1] وقال اللہ تعالٰی ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[2] وقال تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی کسی جماعت کو بڑھائے (اور اس میں اضافہ کرے) تو وہ انہی میں شمار ہے۔ اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) ظالموں کی طرف مائل نہ ہو ورنہ تمہیں آگ چھوئے گی۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور گناہ اور زیادتی کے معاملات میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ (ت)

---

[1] کنز العمال بحوالہ الدیلمی عن ابن مسعود حدیث ۲۴۷۳۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۲۲

[2] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

[3] القرآن الکریم ۵/ ۲

Marfat.com

مسئلہ ۸۹ از موضع مزنگ لاہور بڑا بازار مسئولہ اللہ دتہ زرگر ۱۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ موضع مزنگ لاہور میں فرقہ وہابیہ و دیوبندیہ نے اس بات پر بہت زور دے رکھا ہے بلکہ جابجا اشتہار جاری کئے ہیں کہ محرم شریف کے دنوں میں تعزیہ نکالنا اور سبیل لگانا اور گھوڑا نکالنا سخت گناہ ہے برائے مہربانی ان کی تردید فرمائیں۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجروثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

سبیل لگانا ضرور جائز ہے، دیوبندی ضرور گمراہ ہیں بے دین ہیں، البتہ تعزیہ ناجائز ہے، اور گھوڑا نکالنا نقل بنانا ہے اور اکابر کی نقل بنانی بے ادبی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۰ خلیل الرحمٰن خاں صاحب رکن انجمن خادم الساجدین قاضی ٹولہ ۳ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گاندھی کا جلوس جو آنے والا ہے اس کو لیڈر یعنی ہادی اور رہبر سمجھ کر اور یہ جان کر کہ اُس کا بڑا رتبہ بڑی عزت ہے اور اس کے آنے سے شہر کی خاک پاک ہوجائے گی اس کا استقبال شاندار بنانے کیلئے جانا کیسا ہے؟ اور یہ جو بعض جاہلوں نے مشہور کیا ہے کہ کوئی کسی نیت سے جائے مطلقًا کافر ہوجائے گا، یہ سچ ہے یا افتراء؟ بیّنوا توجروا (بیان کرو تاکہ اجروثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

اُس جلوس میں شرکت حرام ہے اور اُسے شاندار بنانے کی نیت بدخواہیِ اسلام ہے اور اسکی آمد سے شہر کی خاک پاک ہونے کا خیال تکذیبِ کلامِ ذی الجلال والاکرام ہے، اور صرف تماشا دیکھنے کی نیت سے جانا ہرگز کفر نہیں البتہ یہ بھی حرام ہے۔ طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے:

التفرج علی المحرم حرام[1] حرام کام پر خوش ہونا حرام ہے (ت)

یہ جس نے کہا کہ مطلقًا جانے پر حکم کفر ہے محض افترا کیا، البتہ ایسی تعظیم کو ائمہ نے کفر لکھا ہے جبکہ بلااکراہ ہو۔ اشباہ والنظائر و تنویرالابصار و درمختار وغیرہ میں ہے:

لوسلم علی الذمی تبجیلا کفر[2] اگر کسی نے ذمی کافر کی تعظیم کرتے ہوئے سلام دیا تو کافر ہوگیا (ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار مقدمۃ الکتاب دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۳۱

[2] درمختار کتاب الکراہیۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۱

Marfat.com

انہیں میں ہے :

لوقال لمجوسی یا استاد تبجیلا یکفر[1]

اگر آتش پرست کو عزت افزائی سے "اے استاد" کہا تو کافر ہو جائے گا۔ (ت)

جو صرف تماشا دیکھنے کو جائے اور شریک تعظیم نہ ہو اُسے کافر کہنا وہابیہ کا شیوہ ہے ان کے یہاں یہ مسئلہ ہے کہ ہنود کے میلوں میں جانے سے مطلقاً کافر ہو جاتا ہے اور بی بی نکاح سے نکل جاتی ہے حالانکہ وہابیہ خود کافر ہیں، تماشائی کافر نہیں ہو سکتا البتہ گنہگار ضرور ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۱ از شہر محلہ قانون گویاں مسئولہ وردی بیگ ۳ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مولوی شوکت علی اور مولوی محمد علی اور مسٹر گاندھی ان کے جلسہ میں جانا چاہئے کہ نہیں ؟ اور جیسا حکم حضور دیں۔

الجواب

اس جلسہ میں جانا حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۲ از کراچی کیمپ (سندھ) صدر بازار مسئولہ سیٹھ حاجی ابوبکر و حاجی ایوب عفا اللہ عنہ تاجر و رکن اعلٰی مجلس منتظمہ مدرسہ اسلامیہ جماعت میمنان ۲ صفر ۱۳۳۹ھ

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی رسولہ وحبیبہ سیدنا و سید المرسلین محمد و اٰلہ الطیبین الطاہرین وصحبہ اجمعین۔

سب تعریف اللہ تعالٰی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور درود و سلام اس کے رسول اور اس کے حبیب پر ہو جو ہمارے آقا اور رسولوں کے سردار ہیں جو کہ محمد کریم ہیں، اور ان کی پاک صاف اولاد پر اور ان کے تمام ساتھیوں پر۔ (ت)

فاما بعد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان و مسند آرایان شرع متین حضرت سیدنا و سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس باب میں کہ :

(۱) آج کل کی شورشہائے سیاسی میں ہندوستان کے اہل اسلام کو ارباب حکومت ہند سے شرعاً قطع علائق ضروری ہے یا نہیں، اور اگر ہے تو کس حد تک ؟

(۲) نیز ایک ایسے صوبہ میں جس کی قریباً پچاسی فیصدی آبادی اسلامی قلاعین اور کاشتکاران

---

[1] درمختار کتاب الکراہیۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۱

Marfat.com

پر مشتمل ہے جن کے سالانہ محاصل اراضی کا ایک حصہ تعلیمی امداد کے ذیل وصولی کر کے پھر سے حصہ رسدی اور بلا تفریق مذہب وملت مدارس مروجہ امدادیہ کو تقسیم کیا جاتا ہے، آیا اس حصہ رسدی امداد سے جو ایک طرح سے اپنی ہی رقم ادا کردہ کا حصہ واپس کردہ ہے استفادہ کرنا شرعاً جائز ہے یا ناجائز، خصوصاً ایسے مدارس و مکاتب کے لئے جو کامل اسلامی اہتمام کے ماتحت جاری ہیں اور جن کے دینی و مذہبی شعبۂ تعلیم پر ارباب حکومت ہرگز کسی نہج معترض نہیں ہوتے اور جن کے نصاب تعلیم کا سرکاری حصۂ مروجہ تعلیم بھی کسی خفیف سے خفیف شائبۂ موانع شرعیہ سے جزءاً وکلاً پاک ہے مثلاً کلام مجید، حدیث شریف، فقہ حنفیہ وغیرہ کی تعلیم و تدریس کی پوری پوری آزادی کے پہلو بہ پہلو صرف علوم مروجہ مثل ریاضیات، تاریخ، جغرافیہ اور کتب اردو بھی اس اہتمام خاص کے ساتھ پڑھانے کی اجازت ہے کہ بجائے مقررہ مدارس گورنمنٹ کے کتب اسلام پڑھائی جائیں جن کا بیشتر حصہ ارکان خمسہ اسلامی تشریح و توضیح سے مملو اور خالص و مستند اسلامی تاریخ مثل سریات و غزوات نبوی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے معمور ہے اس امداد سے متمتع ہونا شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟

(۳) نیز بصورت جواز جو شخص (مسلمان) محض مشرکین ہنود سے خراج تحسین و آفرین حاصل کرنے کے لئے ایسے اسلامی مدارس کے لئے جن میں غریب ومفلس و کم استطاعت طلباء اور مساکین و یتامیٰ کی تعلیم و تدریس دینی و دنیوی کا اہتمام مفت ہوتا ہو اور انھیں سال بھر میں دو بار سرد و گرم پوشاکیں بمناسبت موسم مفت بہم پہنچائی جاتی ہیں اور محض اللہ پاک کے بھروسہ پر اور کافی امدادی فنڈ کے بل بوتے پر ہی ان کی رہائش و خورش کا انتظام مناسب بھی زیر غور ہے، نیز ان بیکس طلباء کو آئندہ اپنی تعلیمات دینی و دنیوی کے اس اہتمام کے یعنی اہتمام پابندی جملہ اشعار اسلامی کے ساتھ جاری رکھتے ہیں للہ اور محض حبۃً لوجہ اللہ ہر طرح کی ممکن امداد دی جاتی ہے اسی امداد سرکاری سے دست کشی پر مجبور کر کے اسے نقصان صریح پہنچانا چاہتا ہو محض بایں خیال کہ چونکہ بعض مشرکین ہنود اسے ناجائز قرار دیتے ہیں۔ لہذا یہ شرعاً بھی ناجائز ہے، اس کے باب میں شرعاً کیا رائے ان کی درست ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) حکومت ہو یا رعیت ہند کی ہو یا کہیں کی، ہر شخص سے جتنا تعلق حدود شرع سے باہر نہیں اپنے تنوع احوال پر جائز یا مستحسن یا فرض ہے اور جو کچھ حد سے باہر ہو باختلاف احوال مکروہ یا ممنوع یا حرام ہے یہ حکم جیسا پہلے تھا اب بھی ہے جدید شورشوں نے جو نئے احکام جاری کئے بے اصل ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جو مدارس ہر طرح خالص اسلامی ہوں اور ان میں وہابیت نیچریت وغیرہما کا دخل نہ ہو ان کا جاری رکھنا موجب اجر عظیم ہے، احادیث کثیرہ ان کے فضائل سے مملو ہیں، ایسے مدارس کے لئے گورنمنٹ

Marfat.com

اگر اپنے پاس سے امداد کرتی تو بے شبہ اُس کا لینا جائز تھا اور اس کا قطع کرنا حماقت خصوصاً جبکہ اس کے قطع سے مدرسہ نہ چلے کہ اب یہ سبب خیر تھا اور مناع للخیر پر وعید شدید وارد ہے نہ کہ جب وہ امداد بھی رعایا ہی کے مال سے ہو تو اب دوہری حماقت بلکہ دونا ظلم ہے کہ اپنے مال سے اپنے دین کو نفع پہنچانا بند کیا اور جب وہ مدارس اسلامیہ میں نہ لیا گیا گورنمنٹ اپنے قانون کے مطابق اسے دوسرے مدارس غیر اسلامیہ میں دے گی تو حاصل یہ ہوا کہ ہمارا مال ہمارے دین کی اشاعت میں صرف نہ ہو بلکہ اور کسی دین باطل کی تائید میں خرچ ہو، کیا کوئی مسلم عاقل اسے گوارا کر سکتا ہے۔ ردالمحتار میں قبیل باب المرتد ہے:

وفی زواخر الفن الثالث من الاشباہ اذا ولی السلطان مدرسا لیس باھل لم تصح تولیتہ وفی البزازیۃ السلطان اذا اعطی غیر المستحق فقد ظلم مرتین بمنع المستحق واعطاء غیرہ ام فھی توجیہ ھذہ الوظائف لابناء ھؤلاء الجھلۃ ضیاع العلم والدین واعانتھم علی اضرار المسلمین[1] ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

الاشباہ والنظائر کے تیسرے فن کے آخر میں ہے کہ اگر بادشاہ کوئی ایسا پڑھانے والا استاذ مقرر کرے کہ جو قابل نہ ہو تو اس کا تقرر کرنا صحیح نہیں۔ اور فتاوٰی بزازیہ میں ہے کہ جب بادشاہ کسی غیر مستحق کو کچھ دے تو اس نے دُگنا ظلم کیا ایک یہ کہ مستحق کو نہ دیا، دوسرا یہ کہ غیر مستحق کو دے دیا (اھ) پس یہ وظائف اس قسم کے جاہلوں کو دینا علم اور دین کو ضائع کرنا ہے، اور مسلمانوں کو دکھ پہنچانے پر اُن کی مدد کرنا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۳) ظاہر ہے کہ اُس کی یہ رائے باطل و مضر ہے اور مشرک کے کہنے کو ترجیح کا حکم ماننا سراسر خلافِ اسلام ہے احمق جاہلوں نے آج کل مشرکین کو اپنا خیر خواہ سمجھ رکھا ہے، اور یہ صراحۃً قرآن عظیم کی تکذیب ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

لایالونکم خبالا ودوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بینا لکم الاٰیٰت ان کنتم تعقلون[2]۔

وہ تمہاری نقصان رسانی میں کمی نہ کریں گے اُن کی دلی تمنا ہے کہ تم مشقت میں پڑو بے شک عداوت اُن کے منہوں سے ظاہر ہو چکی ہے اور وہ جو اُن کے دلوں میں دبی ہے اور بڑی ہے بے شک ہم نے نشانیاں صاف بیان فرما دیں اگر تمہیں سمجھ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] ردالمحتار کتاب الجہاد فصل فی الجزیۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۲۸۰

[2] القرآن الکریم ۳/۱۱۸

Marfat.com

مسئلہ ۹۵ تا ۹۷: از سندیلہ ضلع ہردوئی مکان چودھری نبی جان صاحب مرسلہ مولوی مقیم الدین صاحب دامانی ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت وطریقت اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ رابطۂ شیخ بدعت اور شرک ہے اور نماز میں کفر ہے۔ اور مکتوب ۳۰ جلد ثانی مکتوباتِ امام ربّانی صاحب کی یہ تاویل کرتا ہے کہ وہ حالت بے اختیاری کی تھی اور بے اختیاری خیال نماز میں جائز ہے۔ عمرو کہتا ہے کہ یہ مذہب فرقہ اسمٰعیلیہ کا ہے، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ قول زید کا حق ہے یا عمرو کا؟ اگر قول عمرو کا حق ہے تو حکم کفر مطابق حدیث شریف زید پر عائد ہوگا یا نہیں؟ اور زید پر تعزیر شرعی آئے گی یا نہیں؟ زید چونکہ علم سے ناواقف ہوکر فتوٰی دے بیٹھا تو مورد حدیث فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا[1] (پھر انھوں نے بغیر علم فتوٰی دیا تو خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ ت) کا ہوگا یا نہیں؟ اگر کوئی ایسا کامل ظاہر ہو کہ جس کے فیض سے علاوہ فوائد دینی و دنیوی کے صدہا لوگ نمازوں میں روتے نظر آئیں اگر کوئی اس فیض کو روکنے کی کوشش کرے تو مورد ویصدون عن سبیل اللہ[2] (اور وہ دوسروں کو اللہ تعالٰی کے راستہ سے روکتے ہیں۔ ت) کا ہوگا یا نہیں؟

دوسرا امر یہ کہ علماء سابق کہ جن کا تقوٰی اور تبحر علمی شہرۂ آفاق تھا اُنھوں نے مسائل اختلافیہ فقہیہ میں ایک جانب کو راجح سمجھ کر عوام میں رائج اور شائع کردیا اور عوام میں بلحاظ فتنہ وفساد اُس اختلاف کو ظاہر نہ کیا، اب اس زمانہ میں بعض علماء نے دوسری جانب کو عوام میں شائع کرکے فتنہ اور فساد میں ڈال دیا کہ اوّل تو عوام کہنے لگے کہ ہم کس کس مولوی کی مانیں کہ کوئی مولوی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ کہتا ہے۔ دوسرا علمائے سابق کہ تقوٰی اور تبحر علمی میں مشہور تھے اُن پر الزام غلطی کا لگاکر ضمناً راستہ جہنّم کا دکھایا۔

تیسرے پہلے تو ذبح قبور اور ذبح فوق العقدہ اور ضاد ظا اور سنتِ فجر وغیرہ میں جھگڑا کرکے اپنا اعتبار جمایا پھر رفع یدین اور جہر آمین تک بھی پہنچیں گے کہ یہ بھی حدیث سے ثابت ہے، تو جب ان علماء سابق سے تقلید چھڑائی حالانکہ ان کے دلائل ترجیح کی کتابوں میں موجود ہیں کہ بعضے رسالہ صیقل میں راقم نے ذکر کئے ایسا ہی بڑے اماموں سے بھی تقلید چھڑاکر اپنا مقلد بناکر چھوڑیں گے تو ایسے مولویوں کا کیا حکم ہے؟

المستفتی خاکسار محمد مقیم الدین دامانی

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب کیف یقبض العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰
[2] القرآن الکریم ۷/ ۴۵

Marfat.com

الجواب

دربارۂ رابطہ قولِ عمرو حق ہے اور قولِ زید سراسر باطل۔ رابطۂ شیخ بلاشبہہ جائز و مستحسن و سنّتِ اکابر ہے، فقیر کا رسالہ الیاقوتۃ الواسطۃ فی قلب عقد الرابطۃ اسی مسئلہ کے بیان میں ہے۔ عبارتِ مکتوبات کی تاویل کہ زید نے کی تاویل نہیں، تحویل و تبدیل ہے۔ اور اسے شرک و کفر کہنا مسئلۂ وہابیت ہے، اور وہابیہ خود مشرک و کافر ہیں۔ کسی شخص مسلم پر بلا وجہ شرعی حکم تکفیر بحسب ظواہر احادیث صحیحہ و نصوص صریحہ جمہور فقہاء خود قائل کے لئے مستلزم کفر ہے۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقد باء بہ احدھما[1]

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو "او کافر" کہے تو وہ کفر دونوں میں کسی ایک پر لوٹ پڑتا ہے۔ (ت)

اور اس پر ضرور تعزیر شرعی لازم کہ حاکم اسلام کی رائے پر ہے سلطانِ اسلام یا اس کے مقرر کردہ حکام شرعیہ جس سے قتل تک اسے تعزیر دے سکتے ہیں، تعزیر ہم لوگوں کے ہاتھ میں نہیں، ہمارے پاس اسی قدر ہے کہ اس سے میل جول سلام کلام ترک کریں۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فایاکم و ایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم[2]۔ وقال تبارک وتعالٰی واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[3]۔

حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا (لوگو!) گمراہوں سے اپنے آپ کو بچاؤ کہ تمھیں گمراہ نہ کردیں اور تمھیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اگر تمھیں شیطان بھلادے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ (ت)

بے علم فتوٰی دینے والا اگر کچھ جاہلوں کا مقتدا ہو تو ضرور حدیث فضلوا واضلوا (وہ خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کو گمراہ کیا۔ ت) کا مصداق ہے، آپ بھی گمراہ ہوا اور انھیں بھی گمراہ کرے گا کہ صدر حدیث یوں ہے:

اتخذ الناس رؤسا جھالا

لوگوں نے جاہل سرداروں کو (سربراہ) بنالیا ہے

---

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۰۱

[2] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء " " " ۱/۹

[3] القرآن الکریم ۶/۶۸

Marfat.com

فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا[1] اُن سے اسلامی مسائل دریافت کئے گئے تو انھوں نے بے علمی سے فتوے دیئے، خود بھی بھٹک گئے اور دوسروں کو بھی بہکا دیا۔ (ت)

اور اگر مقتدائے دیگران نہ ہو تو اس حدیث سے کسی حال بچ کر نہیں جا سکتا کہ:

من افتی بغیر علم لعنتہ ملئکۃ السماء والارض[2] جو بغیر علم کے فتوٰی دے آسمان وزمین کے فرشتے اُس پر لعنت کریں۔ (ت)

والعیاذ باللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی کی پناہ۔ ت) نماز میں حضورِ قلب وخشوع وخضوع مغز مقصود و اعز مطلوب ہے اگر واقعی کسی کامل کے فیض سے حاصل ہو جو شرائطِ اربعہ مشیخت کا جامع ہے تو اس سے روکنے والے بیشک فصدوا عن سبیل اللہ[3] (پھر وہ اوروں کو اللہ تعالٰی کی راہ سے روکتے ہیں۔ ت) کے مصداق ہیں باطل یا ضعیف یا مشکوک مسائل پھیلا کر مسلمانوں میں اختلاف وفتنہ وفساد ڈالنا حرام ہے۔

قال رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم بشّروا ولاتنفّروا[4] حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: بشارت دیا کرو، نفرت نہ دلایا کرو (ت)

جو بنام علم کسب شہرت کے لئے ایسا کرے عالم نہیں۔ عالم دین نائبِ رسول ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اور مسلمانوں میں بلاوجہ شرعی اختلاف وفتنہ پیدا کرنا نیابتِ شیطان۔ حدیث میں ہے:

الفتنۃ نائمۃ لعن اللہ من ایقظھا[5] فتنہ سورہا ہے اس کے جگانے والے پر اللہ کی لعنت۔

والعیاذ باللہ تعالٰی (اور اللہ تعالٰی کی پناہ۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب کیف یقبض العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۰
[2] کنز العمال حدیث ۲۹۰۱۸ موسستہ الرسالہ بیروت ۱۰/۱۹۳
[3] القرآن الکریم ۵۸/۱۶
[4] صحیح البخاری کتاب العلم ماکان النبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتخولھم بالموعظۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶
[5] کشف الخفاء حرف الفاء حدیث ۱۸۱۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۷۷

Marfat.com

مسئلہ ۹۵: از قصبہ مالیگاؤں ضلع ناسک احاطہ بمبئی مسئولہ سیکریٹری انجمن ہدایت اسلام ۲۵ جمادی الاولٰی ۱۳۳۹ھ

بحضور ہادی متین مدظلہ العالی پس از سلام سنت والاسلام ہم چند دردمند مسلمانان قصبہ مالیگاؤں خدمت اقدس میں عرض پرداز ہیں کہ آیا گاندھی کو مہاتما کہنا جائز ہے؟ نان کوآپریشن میں ہم شریک ہوں یا نہیں، اور ہمارے مدرسہ میں گورنمنٹ سے گرانٹ ملتی ہے آیا ہمارے لئے اس کا لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ یہ بات واضح رائے عالی رہے کہ گورنمنٹ مالگزاری کے ساتھ بطریق ابواب ہم لوگوں سے بنام محصول تعلیم، ڈاکخانہ، سڑک، شفاخانہ وغیرہ وغیرہ روپیہ وصول کرلیتی ہے تو یہ روپیہ ہمارا ہی ہے جو ہم کو ملتا ہے، زیادہ ادب!

الجواب

گاندھی خواہ کسی مشرک یا کافر یا بدمذہب کو مہاتما کہنا حرام اور سخت حرام ہے۔ "مہاتما" کے معنی ہیں روحِ اعظم۔ یہ وصف سیدنا جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔ مخالفانِ دین کی ایسی تعریف اللہ عزوجل و رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ایذا دینا ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا مدح الفاسق غضب الرب واھتز لذٰلک العرش۔ رواہ ابویعلٰی فی مسندہ والبیہقی فی شعب الایمان عن انس وابن عدی فی الکامل عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے رب عزوجل غضب فرماتا ہے اور عرش الٰہی ہل جاتا ہے۔ (ابویعلٰی نے اپنی مسند میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس سے اس کو روایت کیا، اور ابن عدی نے الکامل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے اسے روایت کیا۔ت)

جب فاسق کی مدح پر یہ حکم اس مشرک کی مدح پر اور ایسی عظیم مدح پر کیا حال ہوگا، نان کوآپریشن کہ آجکل کے لیڈر بننے والوں نے نکالا محض بے بنیاد ہے، شرع مطہر میں اس کی کچھ اصل نہیں، شرع شریف میں ہر کافر سے مطلقاً ترکِ موالات کا حکم ہے، مجوس ہوں یا ہنود، نصارٰی یا یہود، خصوصاً وہابیہ وغیرہم مرتدین عنود، اور عام طور پر صاف ارشاد ہوا:

لا یتخذ المؤمنون الکٰفرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل

مسلمان مسلمانوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے اُسے اللہ سے کچھ

لہ الکامل فی ضعفاء الرجال ترجمہ ابی بن عبداللہ الرقی دار الفکر بیروت
شعب الایمان حدیث ۴۸۸۴ دار الکتب العلمیہ بیروت

Marfat.com

ذٰلک فلیس من اللہ فی شئ [1]

علاقہ نہیں۔

اور صاف تر فرما دیا:

ومن یتولھم منکم فانہ منھم [2]

جو تم میں اُن سے دوستی کرے وہ انھیں میں سے ہے۔

ان ساختہ لیڈروں نے معاملت کا نام موالات رکھ کر اُسے تو مطلقاً حرام بلکہ کفر ٹھہرا دیا اور مشرکوں سے موالات بلکہ اتحاد بلکہ اُن کی غلامی و انقیاد کو حلال بلکہ موجب رضائے الٰہی بنا لیا ہر طرح اللہ و رسول و شریعت پر سخت افترا کیا، جس مدرسہ میں تعلیم خلافِ شرع ہوتی ہو یا اور کسی طرح مخالفت شرع ہو وہ خود ہی ناجائز ہے اور ناجائز پر امداد لینی بھی ناجائز، ورنہ جو امداد نہ کسی امر خلافِ شرع سے مشروط نہ اس کی طرف منجر ہو اس میں حرج نہیں خصوصاً جبکہ ہمارا ہی روپیہ ہم کو دیا جاتا ہے اُسے حرام کہنا شریعت پر افترا ہے۔

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون [3]

جو لوگ اللہ تعالےٰ کے ذمے جھوٹ لگاتے ہیں وہ کبھی بامُراد نہیں ہوسکتے۔ (ت)

مسائل موالات و امداد کے روشن بیان میں ہماری کتاب المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ زیرِ طبع ہے اُس سے تفصیل معلوم ہوسکتی ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۹۹ از امروہہ محلہ گذری مسئولہ سید خادم علی صاحب ۱۷ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک طرف تو خلافت اسلامیہ کے دردناک مصیبت میں عالم اسلامی گھرا ہوا ہے اور مسلمانوں کی توجہ کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے اور دوسری طرف ہندوستان کے بعض مقامات پر مرزائیوں کا بعض مقامات پر شیعوں کا زور بڑھ رہا ہے، وہ لوگ اہلسنت وجماعت سے مذہبی چھیڑ چھاڑ کر رہے ہیں اور عوام کو بہکا کر اور مطاعنِ مذہب سنا سنا کر اکثر کو مذہب میں متشکک اور بعض کو بالکل برگشتہ بنا رہے ہیں اور اس مقصد کے لئے اُن کے یہاں بہت سی انجمنیں

؏ فتاوٰی رضویہ کی جلد ۱۴ میں شاملِ اشاعت کردی گئی ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۲۸
[2] القرآن الکریم ۵/ ۵۱
[3] القرآن الکریم ۱۰/ ۶۹

Marfat.com

قائم ہیں اور بہت سے رسائل موقت وشیوع وجاری ہیں ہزاروں روپیہ ماہوار وہ لوگ ان کاموں میں صرف کر رہے ہیں، آیا اس وقت بحالت موجودہ اہلسنت کو وعظ کی مجالس قائم کر کے عوام کے خیالات کو صاف کرنے اور اُن کو شکوک وشبہات سے بچانے کی غرض سے اُن کا جواب دینا اور رد کرنا اور اگر فریق ثانی مباحثہ پر آمادہ ہو اور مطالبہ کرے تو اس کا انتظام کرنا چاہئے یا نہیں؟ اور اگر چاہئے تو یہ کام فرض ہے یا واجب؟ مستحب ہے یا ناجائز؟ اور اگر زمانہ حال کا لحاظ کر کے اس طرف سے چشم پوشی کی جائے تو یہ فعل جائز ہے یا ناجائز؟ اور بعض ایسے مخصوص مقامات پر جہاں اُن لوگوں کا زور ہے ان کی مدافعت کے لئے دو ایک ٹوٹی پھوٹی انجمنیں بھی قائم ہیں اور وہ کبھی کبھی ان کا رد کرتی ہیں، اب اُن انجمنوں کا قائم رکھنا اور مدافعت کرتے رہنا چاہئے یا اُن کاموں کو ترک کر دینا چاہئے اور اس وقت ان امور میں روپیہ صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض لیڈران قوم جن میں کچھ مولوی بھی ہیں جو آج کل مسئلۂ خلافت میں بڑے بڑے کام کر رہے ہیں زمانہ موجودہ میں کسی رد وجواب اور بحث مباحثہ کو اور اسی قسم کے دوسرے مذہبی کاموں میں اشتغال کو مسئلہ خلافت کے اہتمام میں مخل خیال فرما کر ناجائز فرماتے ہیں اُن کی یہ رائے صحیح اور اُن کا یہ حکم قابل پابندی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

جب کوئی گمراہ بددین رافضی ہو یا مرزائی، وہابی ہو یا دیوبندی وغیرہم خذلہم اللہ تعالٰی اجمعین (اللہ تعالٰی ان کو بے یار ومددگار چھوڑے۔ ت) مسلمانوں کو بہکانے فتنہ وفساد پیدا کرے تو اس کا دفع اور قلوب مسلمین سے شبہات شیاطین کا رفع فرض اعظم ہے جو اس سے روکتا ہے یصدون عن سبیل اللہ ویبغونہا عوجا[1] میں داخل ہے کہ اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی چاہتے ہیں۔ اور خلافت کیلئے کا حیلہ اللہ کے فرض کو باطل نہیں کرتا نہ شیطان کے مکر کو دفع کرنے سے روکنا شیطان کے سوا کسی کا کام ہو سکتا ہے، جو ایسا کہتے ہیں اللہ عزوجل اور شریعت مطہرہ پر افتراء کرتے ہیں مستحق عذاب نار وغضب جبار ہوتے ہیں، اُدھر ہندوؤں سے وداد واتحاد منایا، ادھر روافض ومرزائیہ وغیرہم ملاعنہ کا سد فتنہ ناجائز ٹھہرایا، غرض یہ ہے کہ ہر طرف سے ہر طرح سے اسلام کو بے چھری حلال کر دیں اور خود مسلمان بلکہ لیڈر بنے رہیں، واللہ لا یہدی القوم الظالمین[2] (اور اللہ تعالٰی ظالم لوگوں کو راہ نہیں

---

[1] القرآن الکریم ٧/ ٤٥

[2] ، ، ٢/ ٢٥٨

Marfat.com

دکھاتا۔ ت) مسلمانوں پر فرض ہے کہ ایسے گمراہوں، گمراہ گروں، بے دینوں کی بات پر کان نہ رکھیں۔ ان پر فرض ہے کہ روافض و مرزائیہ اور خود ان بے دینوں یا جس کا فتنہ اٹھتا دیکھیں سدِ باب کریں۔ وعظِ علماء کی ضرورت ہو وعظ کہلوائیں، اشاعتِ رسائل کی حاجت ہو اشاعت کرائیں۔ حسبِ استطاعت اس فرض عظیم میں روپیہ صرف کرنا مسلمانوں پر فرض ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لما ظھرت الفتن او قال البدع فلیظھر العالم علمہ ومن لم یفعل ذٰلک فعلیہ لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والناس اجمعین لایقبل اللہ منہ صرفا ولا عدلا[1]۔

جب ظاہر ہوں فتنے یا فسادیا بدمذہبیاں اور عالم اپنا علم اس وقت ظاہر نہ کرے تو اس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے، اللہ اس کا فرض قبول کرے نہ نفل۔

جب بدمذہبوں کے دفع نہ کرنے والے پر یہ لعنتیں ہیں تو جو خبیث اُن کے دفع کرنے سے روکے اس پر کس قدر اشد غضب ولعنتِ اکبر ہوگی۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

اور ظالم جلدی جان لیں گے کہ وہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۰ تا ۱۰۲ از راجکوٹ کاٹھیاوار مسئولہ قاضی سید عبدالاول میاں صاحب سُنّی حنفی ۱۳ جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک ہندو مشرک کا لیکچر مسجد میں ہو اور سُننے کو مشرک اور مسلمان مسجد میں جمع ہوں اور تالی اور جے اور اللہ اکبر کے نعرے بلند کریں، تو آیا یہ جائز ہے یا ناجائز؟ زید کہتا ہے کہ یہ جائز ہے اور علمائے دین نے فتوٰی دیا ہے اس باعث دہلی وغیرہ شہروں میں ایسا ہوا ہے۔ ۱

(۲) اور اس روز جمعہ تھا تو جائے نماز اور مصلّے وغیرہ بچھے ہوئے تھے اور اس کے اوپر کھلے پیر پھرنے والے مشرک پیر دھوئے بغیر پھرتے رہے تو اب یہ جائے نماز اور مصلّے دھو کر پاک کیے جائیں یا نہیں؟

(۳) اور مولوی شوکت علی ومحمد علی اور گاندھی وغیرہ خلافت کے نام کا جو چندہ کر رہے ہیں اس چندہ میں

---

[1] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۱۲۷۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۳۲۱ و صحیح البخاری ۲/ ۱۰۸۴

[2] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

Marfat.com

روپیہ دیا جائے یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

(نوٹ) یہاں پر راجکوٹ میں ایک گاندھی کا چیلا آیا ہوا ہے اور پچر کر کے ہنود مشرک اور مسلمان کو ایک کرنا چاہتا ہے اور مسلمان کثرت سے شامل ہو رہے ہیں اور مالی امداد بھی دے رہے ہیں اور آئندہ بھی خوف ہے کہ مسجد میں پچر ہوں گے، لہٰذا آپ بہت جلد اس مسئلہ کا جواب مرحمت فرمائیں تاکہ اس خرافات کا بندوبست ہو۔

الجواب

(۱) یہ حرام حرام سخت حرام ہے توہینِ مسجد ہے، تعظیمِ مشرک ہے، تذلیلِ اسلام ہے۔ جہاں ہوا ابلیس کے فتوے سے ہوا کسی مسلمان عالم نے اس کے جواز کا فتوٰی نہ دیا، اور جو پابندیٔ اسلام سے آزاد اور کفر و ابلیس کے غلام و منقاد ہوں نہ وہ قابلِ فتوٰی نہ ان کے بکنے پر التفات روا، والتفصیل فی المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ (اس کی تفصیل رسالہ المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ میں بیان کی گئی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) کتا اگر جانماز پر چلا جائے اور اس کے پاؤں اور جانماز دونوں خشک ہوں تو بالاتفاق اس کا دھونا لازم نہیں، آنا تو مشرکوں کے یوں پھرنے سے مسجد کی توہین ضرور ہوئی مگر مصلٰی ناپاک نہ ہوئے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳) گاندھی کو امام بنانا ہندوؤں مشرکوں سے اتحاد منانا سخت سے سخت حرام و کبیرہ و دشمنیٔ اسلام ہے، اسلام کی بیخ کنی کے لئے چندہ دینا کسی مسلمان کا کام نہیں۔

قال اللہ تعالٰی فسینفقونہا ثم تکون علیہم حسرۃ ثم یغلبون[1] یعنی اس وقت تو مال دے رہے ہیں پھر قیامت میں اس دینے کی حسرت اٹھائیں گے، ہاتھ جائیں گے کہ مال بھی دیا اور خدا کا غضب بھی سر پر لیا پھر مغلوب و مقہور کرکے جہنم میں پھینک دیے جائیں گے۔

ترکوں کی حمایت اور اماکنِ مقدسہ کی حفاظت کا نام دھوکے کی ٹٹی بنا رکھا ہے، صاف چھاپ چکے ہیں کہ اگر ترکی مسئلہ حسبِ خواہش فیصل بھی ہو جائے جب بھی ہماری یہ کوشش برابر جاری رہے گی جب تک گنگا جمنا کی مقدس زمینیں آباد نہ کرالیں، صاف چھاپ چکے ہیں کہ اگر ترک بھی ہندوستان پر چڑھ آئیں تو ہم ان سے بھی لڑیں گے تو اصل غرض ہندوؤں کی بنے منانا اور گنگا جمنا کی زمینوں کو مقدس کرانا ہے ایسی کفری غرض کے لئے چندہ دینا اسلام کی دشمنی اور اللہ واحد قہار کی سخت ناراضی ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۸/۳۶

Marfat.com

مسئلہ ۱۰۳: ضلع بھاگلپور ڈاک خانہ سبور موضع ابراہیم پور مسئولہ محمد شریف عالم صاحب ۱۵ جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، زید، عمرو، بکر تین[۳] اشخاص ہیں جن کی تعریف ذیل میں درج ہے:

(۱) زید ایک وہابی کافر مرتد شخص ہے۔

(۲) عمرو ایک پکا سُنّی خوش عقیدہ مسلمان ہے لیکن زید مذکور کے مکان پر جاتا آتا ہے، اس سے ہم کلام ہوتا اور اس کے یہاں کھاتا پیتا ہے لیکن زید مذکور کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا اور نہ مناکحت کرتا ہے بلکہ اُس سے عقیدۃً نفرت رکھتا ہے اور اس کے کفر میں شک نہیں کرتا۔ ایسی صورت میں کیا عمرو بھی مثل زید کے عند الشرع وہابی کافر مرتد ہوجائے گا یا صرف فاسق گنہگار رہوگا یا کچھ بھی نہیں؟

(۳) بکر ایک پکا سُنّی خوش عقیدہ مسلمان ہے اور زید مذکور کے نہ مکان پر آتا جاتا، نہ اس سے گفتگو کرتا نہ اس کے یہاں کھاتا پیتا ہے نہ زید مذکور کے پیچھے نماز پڑھتا اور نہ مناکحت کرتا ہے بلکہ اُس کو کافر مرتد سمجھتا اُس کے کفر میں شک نہیں کرتا اُس سے نفرت دینی و دنیوی ہر دو پہلو رکھتا ہے ہاں عمرو مذکور سے جو پکا سُنّی صحیح العقیدہ ہے راہ و رسم رکھتا ہے اس سے ہم کلام ہوتا ہے اس کے یہاں کھاتا پیتا ہے اس کے گھر پر جاتا آتا ہے، ایسی صورت میں کیا بکر مذکور مثل زید کے عند الشرع وہابی کافر مرتد ہوجائیگا یا صرف فاسق گنہ گار رہوگا یا نہ وہابی اور نہ فاسق ہوگا بلکہ مسلمان صحیح العقیدہ رہے گا۔

صورت مذکورہ بالا ع۲ و ع۳ کا جواب بالتفصیل ارقام فرمائیں۔

الجواب

صورتِ مذکورہ میں عمرو و بکر دونوں سُنّی مسلمان ہیں اُن میں کوئی کافر یا گمراہ نہیں مگر عمرو فاسق گنہگار ہے کہ مرتد سے میل جول رکھتا ہے۔

وقد قال اللّٰہ تعالٰی ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[۱]، وقال صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم[۲]۔

اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) ظالموں کی طرف مائل نہ ہو ورنہ تمھیں آگ چھُوئے گی۔ اور حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ان سے بچو، کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں اور تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ (ت)

---

[۱] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

[۲] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ الضعفاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

Marfat.com

اور بکر کا عمرو سے ملنا اگر بنائے مصلحت شرعیہ ہو کہ اس سے امید ہے کہ اس کی نصیحت مانے اور زید سے ملنا چھوڑ دے تو حرج نہیں ورنہ نامناسب ہے خصوصاً اس حالت میں کہ بکر کوئی اعزاز علمی و دینی رکھتا ہو کہ ایسے کو فاسق سے بے ضرورت اختلاط مکروہ ہے۔ عالمگیری میں ہے:

یکرہ للمشہور المقتدی الاختلاط الی رجل من اھل الباطل والشر الا بقدر الضرورۃ لانہ یعظم امرہ بین ایدی الناس ولوکان رجلا لایعرف یداریہ لیدفع الظلم عن نفسہ من غیر اثم فلا بأس بہ کذا فی الملتقط[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جو شخص مشہور ہو اور لوگوں کا پیشوا ہو اُسے اہل باطل اور صاحب شر لوگوں سے میل ملاپ رکھنا مکروہ ہے ہاں اگر قدر ضرورت کی اجازت ہے کیونکہ لوگوں میں اس کی شان معظم ہے لیکن اگر کوئی شخص غیر معروف ہو تو اس سے تعلقات رکھنا تاکہ اپنی ذات سے بغیر گناہ ظلم کا دفاع ہو جائے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ فتاوٰی ملتقط میں اسی طرح مذکور ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰۱: از شہر محلہ ذخیرہ چاہ چڑیماراں مسئولہ شمشیر علی قادری رضوی ۱۱ رجب المرجب ۱۳۳۹ھ

حضور پرنور اعلحضرت قبلہ و کعبہ دام برکاتہم، حضور! یہ جلسہ وہابیوں کا جو ۲۴، ۲۵، ۲۶ مارچ کو متصل مسجد نو محلہ ہونے والا ہے اس میں اہلسنت و جماعت خصوصاً حضور کے مریدین کو جلسہ مذکور میں شریک ہونا جائز ہے یا ناجائز؟ اہل وہابیہ وہاں جائیں گے، ایسے جلسے میں جہاں وہابی ہوں ہم اہلسنت و جماعت کو جانا جائز ہے یا ناجائز؟ امید کہ حضور اپنے مہر اور دستخط سے مشرف فرمائیں تاکہ ہم اہل السنت والجماعت شریک ہونے سے پرہیز کریں۔ بینوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

شمشیر علی قادری رضوی محلہ ذخیرہ چاہ چڑیماراں بریلی نیاز محمد رضوی شمس الحسن رضوی ذخیرہ

الجواب

وہ کہ وہابیہ و دیوبندیہ و مخالفانِ دین و غلامانِ مشرکین کا جلسہ ہو اس میں سُنّی کو شرکت کیسے حلال ہو سکتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم[2]۔

اُن سے دُور بھاگو اور انھیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں کہیں تم کو فتنے میں نہ ڈال دیں۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الرابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۷۶

[2] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰

Marfat.com

سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کے متوسلین کو بالخصوص تاکید ہے کہ یک لخت ایسے لوگوں سے دُور رہیں تاکہ اپنے رب جل وعلا اور اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نزدیک رہیں۔ واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ ۱۰۵ تا ۱۱۴ از بدایوں مرسلہ عبدالماجد از نام حبیب الرحمٰن ۱۲ رجب ۱۳۳۹ھ

(۱) خلافتِ تُرک صحیح ہے یا نہیں؟

(۲) خلیفۃ المسلمین سے بغاوت کرنے والے کے لئے کیا حکم ہے آیا اُس باغی سے قتال واجب ہے یا نہیں؟

(۳) بادشاہِ اسلام سے کوئی غیر مسلم حکومت جنگ کرے ممالک اسلامیہ پر حملہ آور ہو تو مسلمانوں پر جس طرح ممکن ہو بادشاہ کی اعانت اور حکومت کو نقصان پہنچانا فرض ہے یا نہیں؟

(۴) اہلِ اسلام کو جائز ہے یا نہیں کہ خلیفہ کے مقابلے میں کفار نصارٰی کی مالی امداد کریں۔

(۵) مسلمانوں پر یہ حرام ہے یا نہیں کہ حکومت نصارٰی کی فوج میں ملازم ہو کر اپنے برادران اسلام سے مقابلہ ومقاتلہ کریں۔

(۶) شرعاً اُن لوگوں کے واسطے کیا سزا مقرر ہے جو مخالف اسلام لشکر کے ساتھ شریک ہو کر عمداً مسلمانوں کو قتل کریں۔

(۷) نصارٰی کی وُہ ملازمتیں جن میں خلافِ شرع فیصلے کرنے پڑتے ہیں (مثلاً ڈپٹی کلکٹری وغیرہ) جائز ہیں یا نہیں، ارشاد باری عزاسمہ:

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الکٰفرون[1]، ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الظٰلمون[2]، ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الفٰسقون[3]

اور جو کوئی اللہ تعالٰے کے نازل کئے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہی لوگ کافر ہیں، اور جو کوئی اللہ کے نازل کئے ہوئے کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں، اور جو لوگ اللہ کے اُتارے ہوئے کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی لوگ نافرمان ہیں (ت)

کے کیا معنٰی ہیں؟

(۸) یُونہی آنریری مجسٹریٹی جس میں قانون کی پابندی لازم ہے اگرچہ وُہ خلافِ شریعت ہو جائز ہے

---

[1] القرآن الکریم ۵/۴۴
[2] القرآن الکریم ۵/۴۵
[3] ؎ ؎ ۵/۴۷

Marfat.com

یا حرام ؟ اور بموجب فرمانِ الٰہی :

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1] گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

مسلمانوں پر اس کا ترک واجب ہے یا نہیں ؟

(۹) نصاریٰ سے موالات جائز ہے یا نہیں ؟ یونہی ان کی تعظیم درست ہے یا نہیں ؟

(۱۰) یہاں مذہبی منافرت میں نصاریٰ کا حکم ہنود سے سخت ہے یا نہیں ؟

(۱۱) بڑے دن میں نصاریٰ کو ڈالی دینا حرام ہے یا نہیں ؟

(۱۲) کسی نصرانی حاکم یا شہزادے کے جلوس میں شرکت کیسی ہے ۔ ایسے شخص پر جو اس جلوس میں شریک ہو لزوم کفر و تجدید اسلام و تجدید نکاح کا حکم ہے یا نہیں ؟

(۱۳) نصاریٰ سے ترک معاملات بیع و شراء وغیرہ جائز ہے یا نہیں ؟

(۱۴) مشرکین سے اس طور پر مدد لینا کہ کوئی بات خلاف شرع لازم نہ آتی ہو جائز ہے یا ناجائز ؟

(۱۵) مسلمانوں کو علی گڑھ کالج کی امداد حرام ہے یا کیا ؟

(۱۶) لڑکوں کو اس میں پڑھنا اور پڑھوانا درست ہے یا نہیں ؟

(۱۷) اس کی ملازمت کیسی ہے ؟

(۱۸) جزیرۃ العرب خصوصاً مکہ معظمہ و مدینہ منورہ بالخصوص حرم شریف کے اندر مشرکین وغیرہ و نصاریٰ کے داخل ہونے کی ممانعت ہے یا نہیں ؟

(۱۹) جو شخص قصداً ان کو حرمین محترمین کے اندر داخل کرے اور اس کا باعث ہو اس کے لئے کیا حکم ہے ؟

(۲۰) بلاد اسلامیہ و مقامات متبرکہ اور مساجد خصوصاً مسجد اقصٰی پر نصاریٰ کا قبضہ ہو جانے یا بے حرمتی ہونے کی حالت میں مسلمانوں پر جلسے کرنا ریزولیوشن پاس کرنا وغیرہ فرض ہے یا نہیں !

الجواب

(۱) ترک اور توڑنے کیا جانا کیا ترک ۔ صدہا سال سے حامیان دین متین اور حافظان بیضۂ دین خادمان حرمین محترمین اور بادشاہان قلب و طین آن کے اختیار نہ خلفاء کہ جیسوں خلفاء کہلانے والوں سے افضل و اعلٰی خیر خواہی و نصیحت اور بقدر قدرت اعانت کی فرضیت لفظ خلافت پر موقوف جاننا جہالت

---

[1] القرآن الکریم ۲/۵

Marfat.com

اور اس کے لئے محض بلا وجہ احادیثِ متواترہ و اجماعِ صحابہ و اجماعِ تابعین و اجماعِ ائمۂ دین و عقیدۂ جملہ اہلسنت و جماعت کا رد کرنا اور خارجیوں معتزلیوں کا دامن پکڑنا ضلالت۔

(۲) یہ سوال اول پر متفرع تھا۔

(۳) جو جس قدر پر قادر ہو شرع اسی قدر کا اُسے حکم فرماتی ہے اس سے آگے بڑھانا شرع پر زیادت اور اللہ پر افترا اور مسلمانوں کی بدخواہی ہے۔

(۴) لفظ خلیفہ سائل نے ناحق بڑھایا کیا سلطنتِ اسلام کی بدخواہی میں حرج نہیں رسیدیں دیں ندویں دیں چندے دیئے طبی وفد کا سامان کہ جنگ بلقان میں مسلمانوں نے ترک کے لئے خریدا تھا گورنمنٹ کو دے دیا جو بمقابلہ ترک استعمال میں آیا۔

(۵) مسلمان بادشاہ کی فوج میں بھی نوکر ہو کر خواہ بے نوکری مسلمانوں سے مقاتلہ کسی حال میں جائز نہیں مگر باغیوں خارجیوں وامثالہم سے تو اہل خلافت کمیٹی جن کا مقولہ ہے کہ ہم ہندی قوم پرست ہیں ہمارا فرض ہے کہ ترکی بھی ہندوستان پر چڑھائی کرے تو ہم اس کے خلاف تلوار اٹھائیں، خلافت کمیٹی کے طور پر بھی کافر و خارج از اسلام ہیں۔

(۶) اس کا جواب جواب سابق سے واضح ہے، سب جانتے ہیں کہ عمداً قتل ناحق مسلم اشد کبائر سے ہے اگرچہ لشکر مسلمین کے ساتھ ہو اس کی سزا اگر پارٹی دے سکتی ہے تو پہلے اپنے لیڈروں کو دے جن کا قول مذکور ہوا۔ ۱

(۷) شرع مطہر کا حکم عام ہے اسلامی ریاست خواہ اسلامی سلطنت کی بھی وہ ملازمت جس میں خلافِ شرع حکم کرنا ہو جائز نہیں قصداً خلافِ شریعت حکم کرنا اگر براہِ عناد یا استحسان یا استحلال مخالفت یا استخفافِ حکمِ شریعت ہو کفر ہے ورنہ ظلم و فسق۔ اور یہ کچھ ملازمت ہی پر موقوف نہیں، نہ مقدمات سے خاص، ویسے ہی جو شخص خلاف ما انزل اللہ حکم کرے گا انھیں صورتوں پر کافر، ظالم، فاسق ہے جیسے یہ لوگ کہ ہندوؤں سے اتحاد منا رہے ہیں اُن سے استمداد کر رہے ہیں ان سے بھائی چارہ گانٹھ رہے ہیں انھیں رہنما اور آپ ان کے پس رو بن رہے ہیں معاملۂ دینی میں اُن کی اطاعت کر رہے ہیں جو وہ کہتے ہیں وہی مانتے ہیں انھیں مسجدوں میں لیجا کر مسلمانوں کا واعظ بناتے ہیں ان کی خاطر شعارِ اسلام بند کرتے ہیں ان کے معاہد و حلیف بنتے ہیں انھیں اپنا خیرخواہ سمجھتے ہیں وغیرہ وغیرہ کہ تمام لیڈر بننے والے ان میں مبتلا ہیں اور انھیں باتوں کا عوام کو حکم دیتے ہیں سب انھیں آیات کفرون، ظلمون، فسقون کے تحت میں داخل ہیں کہ یہ سب باتیں خلافِ ما انزل اللہ ہیں۔

Marfat.com

(٨) اس کا جواب جواب سابق سے واضح۔

(٩) موالات کسی غیر مسلم بلکہ کسی غیر سُنّی سے جائز نہیں، مجرد دنیوی معاملات سوائے مرتد سب جائز ہیں۔ ہنود و وہابیہ و دیوبندیہ سے جو موالاتیں خلافت کمیٹی والے کر رہے ہیں وہ سخت حرام و تباہی دین موجب لعنت رب العالمین ہیں۔ کتابیوں سے بدتر مجوس ہیں، مجوس سے بدتر مشرکین ہیں جیسے ہنود، مشرکین سے بدتر مرتدین ہیں جیسے وہابیہ خصوصاً دیوبندیہ، سائلوں کی وہ پارٹی ہنود و وہابیہ کی کیا کیا تعظیمیں کر رہی ہے جو حسب روشن تصریحات فقہائے کرام کفر ہیں۔ کیا پارٹی زیر حکم شریعت نہیں یا مسئلہ تعظیم کفار سے ہنود، وہابی، دیوبندی مستثنٰی ہیں، ہرگز نہیں۔ ہاں صورت ضرورت سلطنت مستثنٰی ہے کما یفیدہ صادق المدارک والمفاتیح وغیرھما (جیسا کہ مدارک اور تفسیر کبیر وغیرہ میں اس کا افادہ پیش فرمایا۔ ت) خود قرآن عظیم اس استثناء پر دال، واللّٰہ یعلم المفسد من المصلح[1] (اور اللہ تعالٰی فساد کرنے والے اصلاح کرنے والے کو جانتا ہے۔ ت)

(١٠) مذہبی منافرت بحسب مراتب کفر و ضلالت ہے۔ ہنود مشرک بُت پرست ہیں اور شرک بدترین اصناف کفر سے ہے، تو ہنود ہی سے مذہبی منافرت اشد و آکد ہے۔ اور ہنود سے بھی سخت تر منافرت کے مستحق وہابیہ دیوبندیہ ہیں کہ مرتد ہیں لیکن ہندوؤں اور دیوبندیوں سے اتحاد منایا جارہا ہے انھیں جگر کا پارا آنکھ کا تارا بنایا جارہا ہے، اسلام واحد قہار کے حضور تماشائی ہے۔

(١١) بڑے دن کا حکم پارٹی کے جگری بھائیوں کی ہولی دوالی سے خفیف تر ہے اور ماتھوں پر ہندوؤں سے قشقے لگوانا سب سے سخت تر۔ اگر ثابت ہو کہ یہ دن ولادت سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے تو بے شک شرع میں ہر نبی کا روز ولادت صاحب عظمت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وجوہ فضیلت روز جمعہ سے پہلی وجہ یہی ارشاد فرمائی کہ اسی میں تخلیق سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوئی۔ صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

خیر یوم طلعت علیہ الشمس یوم الجمعۃ فیہ خلق اٰدم[2] الحدیث۔	سب سے بہتر دن کہ جس پر سورج طلوع ہوا ہو روز جمعہ ہے، اسی میں حضرت آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پیدا کئے گئے، الحدیث۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۰

[2] صحیح مسلم کتاب الجمعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۸۲

Marfat.com

ابن ماجہ نے ابولبابہ ابن عبدالمنذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا:

ان یوم الجمعۃ سید الایام واعظمھا عند اللہ تعالٰی فیہ خمس خصال خلق اللہ فیہ اٰدم[1]

یقیناً روزِ جمعہ تمام دنوں کا سردار اور اللہ تعالٰے کے نزدیک اُن سب سے عظیم تر ہے۔ اس میں پانچ خصلتیں ہیں، ایک یہ کہ اس میں اللہ تعالٰے نے حضرت آدم کو پیدا فرمایا۔ (ت)

اگر کوئی اس نکتے سے غافل ہو کر (جس سے آج بڑے بڑے لیڈر بننے والے اور تمام عوام غافل ہیں کہ شرع مطہر میں تاریخ قمری معتبر ہے نہ کہ شمسی۔ علماء نے فرمایا اپنے معاملات میں بھی مسلمانوں کو اس کے اعتبار کی اجازت نہیں۔

قال اللہ تعالٰی ان عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھرا فی کتاب اللہ یوم خلق السمٰوٰت والارض منھا اربعۃ حرم ذٰلک الدین القیم[2])

اللہ تعالٰے نے ارشاد فرمایا: یقیناً مہینوں کا شمار اللہ تعالٰے کے نزدیک بارہ[12] مہینے ہیں نوشتۂ الٰہی میں، جب سے اس نے آسمان اور زمین پیدا فرمائے، ان میں سے چار[4] عزت وحرمت رکھتے ہیں، اور یہی ٹھیک دین ہے۔ (ت)

1 اُسے روزِ ولادتِ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام جان کر بہ نیتِ تعظیمِ نبوت نہ کہ بہ نیتِ تشبّہ نصارٰی تعظیم کرے وہ ہرگز ہولی دوالی کی تعظیم کے مثل نہیں ہوسکتا کہ وہ اسی غفلت نکتہ کے باعث غلطی ہوئی۔ اور یہ کفر ہے۔ تنویر الابصار میں ہے:

الاعطاء باسم النیروز والمھرجان لایجوز وان قصد تعظیمہ یکفر[3]

نیروز اور مہرجان کے نام پر کچھ دینا جائز نہیں، اگر اُن کی تعظیم کا ارادہ کرے تو کافر ہوجائیگا۔ (ت)

پھر ڈالی والوں کی نیت بوجہ سلطنت خوشامد ہوتی ہے جس میں کسی نہ کسی وجہ پر عوام کو ابتلاء ہے اور خود لیڈر بننے والوں کو اب تک یا آج سے پہلے کل تک تھا بلکہ غناء کے سبب خوشامد مسلمان امراء کے ساتھ

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیہا باب فی فضل الجمعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷۷

[2] القرآن الکریم ۹/ ۳۶

[3] درمختار شرح تنویر الابصار مسائل شتی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۵۰

Marfat.com

کب روا ہے،

من تواضع لغنی لاجل غناہ ذھب ثلثا دینہ[1] — جس نے کسی مالدار کی اس کے سرمایہ دار ہونے کی وجہ سے عزت و تواضع کی اس کا دو تہائی دین ضائع ہوگیا۔ (ت)

اس سے بچتے ہیں تو وہی بچتے ہیں جن کو اللہ عزوجل نے نعمت زہد و قناعت و مجانبت امراء عطا فرمائی ہے وقلیل ماھم[2] (اور بچنے والے بہت تھوڑے ہیں۔ ت) یوں بھی تحائف ہوں وہ والی ناجائز ہیں کہ بلا وجہ کفار کی طرف میل ہیں خصوصاً جب اس اتحاد ملعون کے سبب ہوں جس کی آگ نے آج مشتعل ہو کر ان لوگوں کا دین یکسر پھونک دیا۔

(۱۲) عجب کردہ پارٹی جسے عمر بھر ایسی ہی باتوں اور ان سے زائد میں ابتلاء رہا اور جنود کے ساتھ بہت اخبث و اشنع ہیں اب علانیہ مبتلا ہے ایسے سوال ان بندگان خدا سے کرے جن کو ہمیشہ کثرت دنیا سے بکرم تعالٰی محفوظ رکھا ایسے افعال اگر بضرورت صحیحہ ہوں محذور نہیں اور خوشامد سلطنت کے لئے ہوں جب بھی شرکت کفر نہیں کہ لزوم کفر ہو آگے حکم و فرق اسی طرح ہیں جو ابھی گزرے خوشامد سلطنت نہ اضطرار ہے نہ مفید دین ٹھہرا کر خالص طیب قلب سے استحسان و اختیار بخلاف پرستش جلوس گاندھی وغیرہ مشرکین کہ اس اتحاد ملعون کی بنا پر ہے جسے ہندو دین بنا کر غایت درجہ استحسان میں بتایا جاتا ہے تو وہ ضرور شرکت کفر ہے اور اس پر لزوم کفر اور تجدید ایمان و نکاح کا حکم، ہاں جسے نہ یہ اتحاد منظور تھا نہ تعظیم شرک مقصود محض بطور تماشا جلوس گاندھی میں شریک ہوا اس پر بھی لزوم کفر نہیں، البتہ اتنا کہا گیا اور یہ ضرور حق ہے کہ حرام فعل کا تماشا دیکھنا بھی حرام ہے۔

(۱۳) معاملات مجردہ مثل بیع و شرا کے اشیائے مباحہ شرع نے نہ کسی خاص قوم سے واجب کئے نہ حرام مباح کا فعل و ترک یکساں ہے جب تک خارج سے کوئی وجہ داعی یا مانع نہ پیدا ہو مگر کسی امر مباح کو شرعاً فرض ٹھہرا لینا جیسا پارٹی والے کر رہے ہیں یہ قطعاً حرام اور شریعت مطہرہ پر افترا و اتہام ہے۔

(۱۴) ان مشرکین سے دین میں مدد لینی ہی حرام ہے، کوئی بات خلاف شرع لازم نہ آنا کیا معنی، اس کی تفصیل المحجۃ المؤتمنہ میں ہے۔

(۱۵ و ۱۶) کالج ہو یا مدرسہ اگرچہ کیسا ہی دینی کہلاتا ہو اعتبار تعلیم کا ہے اگر اس میں دین اسلام یا مذہب اہلسنت یا شریعت مطہرہ کے خلاف تعلیم دی جاتی تلقین کی جاتی ہے تو اس کی امداد بھی حرام

---

[1] کشف الخفاء حدیث ۲۴۴۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت [illegible]
[2] القرآن الکریم ۳۸/۲۴

Marfat.com

اور اُس میں پڑھنا پڑھوانا بھی حرام۔ علی گڑھ کالج زمانۂ پیر نیچر میں ان باتوں کا معدن تھا اور اب اُس کی حالت جہاں تک معلوم ہے عام کالجوں کی ہے مسلمان بچّوں کو زندیق و بے دین بنانے کی خاص لگاتار جان توڑ کوشش جو پیر نیچر کو تھی ظاہرًا اب اس میں اُس کا جانشین کوئی نہیں۔ ایک انگریزی کی تعلیم گاہ ہے جس میں حساب، ریاضی، ہندسہ، جبر و مقابلہ وغیرہ علوم جائزہ کے ساتھ سائنس وجغرافیہ بھی پڑھائے جاتے ہیں کہ بعض کفریات پر مشتمل ہیں جس طرح درسِ نظامی کے عام مدارس میں فلسفہ قدیمہ پڑھاتے ہیں، وہ کیا کفریات سے خالی ہے قدم زمانہ و قدم عقول و قدم افلاک و قدم انواع عناصر و خالقیت عقول و مسئلۃ الواحد لا یصدر عنہ الا الواحد (اور یہ مسئلہ ہے کہ ایک سے صرف ایک ہی صادر ہو سکتا ہے۔ ت) (فلاسفہ قدیم کا یہ خیال ہے) و نفی علم جزئیات وغیرہا کثیر کفریات کیا اُس میں نہیں، پھر اگر پڑھانے والے پڑھائیں اور پوری کوشش سے اس کا رد طلبہ کے ذہن نشین نہ کریں تو وہ سب نظامی مدارس علی گڑھ کالج ہی ہیں اور اگر علی گڑھ کالج کے معلم حرکت ارض و سکون شمس وغیرہا کفریات کا رد متعلمین کے ذہن نشین کریں تو وہ بھی ایک مدرسہ نظامیہ کے رنگ پر ہے، ہاں اب خصوصیت کے ساتھ تمام ہندوستان میں تعلیم کفر و تلقین ارتداد و سلبِ ایمان کا مرکز مدرسہ دیوبند ہے جو کمیٹی کے شیخ الہند اور بہت جوشیلے لیڈروں کا مرجع و ماوٰی ہے یونہی دہلی، سہارن پور، میرٹھ، بریلی وغیرہا کے مدرسے جو اسی مدرسہ دیوبند کی فاسد شاخیں ہیں ان سب میں امداد قطعًا حرام اور پڑھنا پڑھانا قاطع اسلام۔ اب علی گڑھ کے متعدد پڑھے ہُوئے مسلمان پائے لیکن دیوبند اور اس کی شاخوں کا رنگ جس پر چڑھا وُہ اللہ و رسول کو گالیاں دینے والا مرتد ہی نظر پڑا۔

(۱۷) کالج ہو یا مدرسہ جس کی ملازمت اعانت کفر یا ضلال یا حرام کے لئے ہو باختلافِ احوال کُفر یا ضلال یا حرام ہے۔ اور جو ملازمت اس سے پاک ہو اس میں حرج نہیں۔ اور اگر کوئی عالم خدا شناس، خدا ترس، سُنّی المذہب، حامیِ دین ایسی جگہ تعلیم کی ملازمت اس نیّت سے کرے کہ کفریات سے طلبہ کو بچاؤں گا اُن کا رَد ذہن نشین کروں گا گمراہی کی طرف نہ جانے دُوں گا، اور ایسا ہی کرے تو اُس کے لئے اجرِ عظیم ہے۔ وُہ بازار میں ذاکر کے مثل ہے کہ اموات میں زندہ ہے نہیں نہیں بلکہ جو موت کے مُنہ میں ہیں اُنھیں زندگی کی طرف لانے والا۔

(۱۸ و ۱۹) حرم شریف سے سائلوں کی مراد مسجد الحرام شریف ہے ورنہ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ خود حرم ہیں بلکہ اُن کے گرد و پیش کے جنگل بھی۔ مسجد الحرام شریف نہ صرف مسجد الحرام کسی مسجد میں کسی کافر حربی کا لے جانا مطلقًا ناجائز ہے خصوصًا یہ ظلم جو اہلِ پارٹی نے متعدد مساجد کے ساتھ برتا کہ ان میں مشرکین کو بطور استعلا لے گئے اور انھیں واعظ مسلمین بنا کر مسلمانوں سے اُونچا کھڑا کیا اور مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ

Marfat.com

وسلم کے مسند پر جلوہ دیا، یہ خاص وحی شیطان و مخالفت دین و ایمان ہوا کہ پھر اس کی حمایت پر زور دینا اور اغوائے مسلمین کے لئے اس کے جواز میں رسائل لکھنا صریح نیابت ابلیس اور اپنے باطنی کفر کی تلبیس ہے۔ جزیرۂ عرب شریف میں کفار کو ساکن و متوطن کرنا ناجائز ہے مگر مدتوں سے سلاطین جہاں حدود وغیرہ احکام شرعیہ بدل دیئے اس حکم پر بھی عامل نہ رہے تجارت وغیرہا کے لئے نہ آمد و رفت ممنوع ہے نہ اس کی اجازت مدفوع۔

(۲۰) جلسے اور ریزولیشن اگر معاملہ مسجد کانپور میں کئے جاتے تو ضرور امید منفعت تھی جس کا بیان ابانۃ المتواری سے واضح ہے، ملک اور وہ بھی اتنا وسیع اور وہ بھی مسلمانوں کا اور وہ بھی نصاریٰ سے محض چیخ و پکار کی بنا پر واپس مل جانا کسی طرح قرین قیاس نہیں۔ شرع مطہر محمل بات فرض نہیں کرتی ہندوستان یا ذرا سا لکھنؤ ہی واپس لینے کے لئے لیڈر بننے والوں میں جن جن کے باپ دادا اہل اسلام تھے انھوں نے کتنے جلسے کئے کتنے ریزولیشن پاس کئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۵ از بھاگلپور مسئولہ عظمت حسین صاحب پیشکار سب جج ۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید ایک شخص پکا سُنّی ہے اور اس کے یہاں برادری کی قید ہے اور چند لوگ اس کی برادری کے پکے وہابی ہیں، ان وہابیوں کی چند عورات زید سُنّی کے یہاں آیا کرتی ہیں اور زید ان کی پوری خاطر مدارات کرتا ہے اور پلاؤ قورمہ پکا کر کھلاتا ہے، مطابق فتوی حسام الحرمین کے زید سُنّی رہا یا وہابی ہوگیا؟ آیا اسلام میں اس کے کسی قسم کا فرق آیا یا نہیں؟ دائرۂ اسلام کے اندر رہا یا خارج ہوگیا؟ بیان زید یہ ہے کہ ہم اس کے عقیدہ کو برا سمجھتے ہیں مگر بخیال رشتہ کے اس کی خاطر کرتے ہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر فی الواقع زید اس کے مذہب کو برا اور وہابیہ کو کافر جانتا ہے تو وہ اس حرکت سے وہابی نہ ہوا مگر گنہگار فاسق ضرور ہوا، اس پر توبہ لازم ہے اور آئندہ احتیاط فرض۔ برادری ہی کب رہی جب دین مختلف ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یایھا الذین امنوا لاتتخذوا اباءکم واخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان ومن یتولھم فاولئک ھم الظلمون[1]

اے ایمان والو! اپنے باپ بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور جو ان سے دوستی کرے گا تو وہی پکا ظالم ہوگا۔

[1] القرآن الکریم ۹/ ۲۳

Marfat.com

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لاتصاحب الا مؤمنا ولایاکل طعامك الا تقی۔ رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن حبان والحاکم باسانید صحیحۃ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

رفاقت نہ کر مگر مسلمان سے، اور تیرا کھانا نہ کھائے مگر پرہیزگار یعنی سُنّی۔ (امام احمد، ابوداؤد، جامع ترمذی، ابن حبان اور امام حاکم نے صحیح سندوں کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حوالے سے روایت کیا، انھوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت فرمائی۔ واللہ تعالےٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۶ تا ۱۳۶ از مہروناگھاٹ ڈاکخانہ قصبہ لار ضلع گورکھپور مسئولہ شیخ عباس علی و شیخ غوث علی و شیخ فضل حسین و شیخ رخت علی زمیندار ان ۲۲ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ذیل کے مسائل میں، زید خیالاتِ مندرجہ کی عام طور پر تبلیغ کرتا ہے، جواب بحوالہ نام کتاب وعبارت وصفحہ وسطر درکار ہے :

(۱) مشرک وکفّار کے جنازہ میں مشایعت، کاندھا دینا اہلِ اسلام کے لئے صرف جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہے۔

(۲) مساجد وعیدگاہ میں جلسہ وسبھا کرتا ہے اور تمام بُت پرست بلا روک ٹوک آتے جاتے ہیں جس میں صدرِ جلسہ وسبھا بُت پرست مشرک ہوتا ہے عیدگاہ میں اُس مشرک صدر کے لئے کرسی بچھائی جاتی ہے وُہ اس پر بیٹھتا ہے اور نام کے اہلِ اسلام زمین پر ہوتے ہیں۔ سترِ عورت مشرکین کا عام طور پر کُھلا ہوتا ہے جلسہ میں عام طور پر تالیاں بجیں اور مشرکین کے جے کے نعرے لگائے جاتے ہیں۔

(۳) سوم بکرے کے گوشت کا نرخ چھ پیسے سیر مقرر کیا ہے اس لئے کہ ارزاں دیکھ کر اہلِ اسلام کھائیں اور گائے کے گوشت سے احتراز کریں، اور کہتا ہے کہ جو اس مقرر نرخ سے زائد دام لے یا زائد دام سے خریدے وہ سوئر بیچتا اور سوئر خریدتا ہے اور جو نرخ مقرر سے زائد دام دے کر بکرے کا گوشت کھائے وُہ سوئر کھاتا ہے۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب من یؤمران یجالس آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۰۸
جامع الترمذی ابواب الزہد باب ماجاء فی صحبۃ المومن امین کمپنی دہلی ۲/۶۲

Marfat.com

(۴) شوالہ مندر میں جاکر لیکچر دیتا ہے جس میں عام اہلِ اسلام کو بھی شریک کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جیسے مسلمانوں کا قرآن ایسا ہنود کا وید ہے مسلمانوں کو قرآن پر اور ہنود کو اپنے وید پر عمل کرنا چاہیے۔

(۵) ہزار داڑھی بڑھاؤ ہزار مسجد بناؤ مسلمان نہیں کچھ ثواب نہیں جب تک ہنود کے ساتھ میل جول کیکے ساتھ ہو کر ملک کی بہبود میں سعی نہ کرو دیس بھگت نہ بنو۔

(۶) مسلمانوں کے امور کے فیصلہ کے لئے پنچایت مقرر کی ہے جس میں ہنود سرپنچ و پنچ ہیں ہر قسم کے فیصلہ جات شرعی کو بھی اُن پنچوں سے کراتا ہے۔ بعض مواقع پر اہلِ اسلام نے کہا کہ ہم لوگ فلاں معاملہ کا فیصلہ بموجب شریعت چاہتے ہیں اُس میں بھی دیگر اہلِ اسلام پنچ کے ساتھ ایک مشرک ہندو کو پنچ بنا کر شریک فیصلہ کیا جب اہلِ اسلام نے اس پر اعتراض کیا کہ ہندو شرعی معاملہ میں کیسے پنچ ہو سکتا ہے تو ناراض ہو کر اُس ہندو کی خاطر سے بلا فیصلہ اُٹھ گیا اور کہا کہ میں اُس وقت تک شریک فیصلہ نہیں ہو سکتا جب تک ہندو کو بحیثیت پنچ شریک فیصلہ نہ کرو گے۔

(۷) لوگوں کو ترغیب و تحریص کرتا ہے کہ ہندو بھائی کی خاطر سے گائے کا ذبح کرنا اُس کا گوشت کھانا چھوڑ دو۔ اور اگر کوئی چھپا کر دوسرے گاؤں سے گائے کا گوشت لاتا ہے اُس پر تشدد کیا جاتا ہے۔

(۸) باوجودیکہ ہر گاؤں میں قیام کا موقع مسجد کے علاوہ دوسرے مکان اہلِ اسلام پر آسانی سے ممکن ہے اور ہر اہلِ اسلام مکان پر قیام کو کہتا بھی ہے لیکن مسجد میں قیام، بود و باش، خورد و نوش رکھتا ہے اور ہر وقت مشرکین و عوام کا مجمع عام رہتا ہے جس میں ہر قسم کا فیصلہ مسلم و غیر مسلم ہوتا ہے۔

(۹) مسلمانوں سے محض دباؤ کے خیال سے ایک پرامیسری پرونوٹ ہر فیصلے سے پہلے رکھوا لیتا ہے کہ بعد فیصلہ اگر فیصلے سے انکار کرو گے تو یہ پرونوٹ کا روپیہ تم سے وصول کر لیا جائے گا یا نقد روپیہ جمع کراتا ہے اور اگر فیصلہ پنچ سے انکار کرو گے تو یہ روپیہ سوخت ہو جائے گا۔ جس خیال کی تبلیغ کرتا ہے اُس پر وہ ترکِ صلوٰۃ و ارتکابِ منہیات پر جرمانہ ایک مقدار میں وصول کرتا ہے۔

(۱۰) فیصلہ معاملات کے لئے جو لوگ درخواست پنچایت میں دیتے ہیں ان سے عہر یا کم سے کم ۵ر رسوم وصول کیا جاتا ہے۔

(۱۱) اہلِ ہنود سے بلا کسی معاوضہ کے بنا مسجد کے لئے زمین لی ہے اور اُس کی تعمیر میں بھی ان سے ہر قسم کی مدد لیتا ہے۔

الجواب

(۱) زید شریعت مطہرہ پر افترا کرتا ہے جلد بتائے کہ کہاں شریعت نے مشرک و کافر کے جائیکہ

Marfat.com

کو کندھا دینا اور مشایعت کرنا ضروری بتایا ہے ورنہ کریمہ:

لا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[۱]

(لوگو!) جو کچھ تمھاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں اس کے متعلق یہ نہ کہا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے تاکہ تم اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھو، بیشک جو لوگ اللہ تعالٰی کے ذمّے جھوٹ لگاتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔ (ت)

میں داخل ہونے کا اقرار کرے، حدیث میں تو روافض کے لئے فرمایا، واذا ماتوا فلا تشھدوھم[۲] (اور جب وُہ مرجائیں تو ان کی نماز جنازہ میں حاضر نہ ہوں۔ ت) نہ کہ کفار۔ اگر اس کا حکم ہوتا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ضرور جنازۂ ابوطالب کی مشایعت فرماتے۔

(۲) یہ تعظیم مشرک ہے اور تعظیم مشرک کفر ہے، ظہیریہ و اشباہ و درمختار وغیرہا میں ہے:

تبجیل الکافر کفر[۳] (کافر کی تعظیم کفر ہے۔ ت) مشرک کا اس طرح مسجد میں لے جانا بلاشبہہ حرام ہے المحجۃ المؤتمنہ میں اس کی تفصیل تام ہے، اور مساجد و عیدگاہ میں ایسے جلسے اور سبھائیں حرام ہیں، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ان المساجد لم تبن لھذا[۴] (مسجدیں اس لئے تعمیر نہیں ہوئیں۔ ت) مشرک کی جے پکارنا مشرک کا کام ہے رب عزوجل اس پر غضب فرماتا ہے اور عرش الٰہی ہل جاتا ہے کما فی الحدیث[۵] عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (جیسا کہ حدیث پاک میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت ہے۔ ت)۔

(۳) یہ اس کے مُنہ کا سوئر ہے، مسلمانوں پر اس کا کیا اثر ہے، وہ اس میں شریعت پر افترا کر رہا ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: لا تسعروا[۶] (لوگو! قیمتیں مقرر نہ کرو۔ ت) بلکہ اگر بیچنے والے اس کے جبر سے اتنا ارزاں بیچیں تو خریدنا اور رکھنا حرام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

۱؎ القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶

۲؎ کنز العمال حدیث ۳۲۵۴۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۴۲

تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ حسین بن الولید السمین النیسابوری داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۶۹

۳؎ درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۱

۴؎ سُنن ابی داوٗد کتاب الصلوٰۃ باب فی کراہیۃ انشاد الضالۃ فی المسجد آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۶۸

۵؎ شعب الایمان حدیث ۴۸۸۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۲۳۰

۶؎ کشف الخفاء حدیث ۳۰۱۴ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۳۲۱

Marfat.com

الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم[1] مگر یہ کہ تجارت تمہاری آپس کی رضامندی سے ہو (ت)

(۴) مندر: وائے شیاطین ہے، اس میں مسلمان کو جانا منع ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

فی التتارخانیۃ یکرہ للمسلم الدخول فی البیعۃ والکنیسۃ حیث انہ مجمع الشیاطین قال فی البحر والظاھر انہا تحریمیۃ لانہا المرادۃ عند اطلاقھم اھ فاذا حرم الدخول فالصلوٰۃ اولٰی[2]

فتاوٰی تاتارخانیہ میں ہے کسی مسلمان کو یہودیوں عیسائیوں کے گرجوں میں جانا مکروہ ہے اس لئے کہ وہ شیطانوں کے جمع ہونے کے مکانات ہیں۔ بحرالرائق میں فرمایا ظاہر یہ ہے کہ یہاں کراہت سے کراہت تحریمی مراد ہے کیونکہ اطلاق کے وقت یہی مراد ہوا کرتی ہے اھ۔ جب وہاں جانا حرام ہے تو پھر نماز پڑھنا بدرجۂ اولٰی حرام ہے۔ (ت)

جب اس میں یونہی جانا حرام ہے جن مقاصد فاسدہ کے لئے زید سا شخص لے جاتا ہو اُن کا کیا ذکر۔ قرآن عظیم کو مثلِ وید بتانا کفر ہے اور ہندوؤں کے وید پر عمل کا حکم حکمِ کفر ہے اور حکمِ کفر ہے۔ عام کتب میں ہے: الرضا بالکفر کفر[3] (کفر پر راضی ہونا کفر ہے۔ ت)

(۵) مشرکین ہند سے میل جول حرام ہے:

قال اللہ تعالٰی ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[4]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: ظالموں کی طرف مت جھکو ورنہ تمہیں آگ چھوئے گی۔ (ت)

حرام کو مدارِ اسلام بتانا کفر ہے والتفصیل فی المحجۃ المؤتمنۃ (اور تفصیل المحجۃ المؤتمنۃ میں ہے۔ ت)

(۶) یہ حرام ہے اور بحکمِ قرآن سخت ضلالت و بے دینی:

قال اللہ تعالٰی یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا بہ ویرید الشیطٰن ان یضلھم ضلٰلاً بعیدا[5]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: وہ چاہتے ہیں کہ شیطان کے پاس اپنا فیصلہ لے جائیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا کہ اس کا انکار کریں حالانکہ شیطان چاہتا ہے کہ ان کو دُور کی گمراہی میں بھٹکا دے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۹
[2] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۵۳
[3] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحًا و کنایۃً مصطفی البابی مصر ص ۱۷۷
[4] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳
[5] القرآن الکریم ۴/ ۶۰

Marfat.com

(۷) یہ حرام ہے، بدخواہیِ اسلام ہے، مشرک کی خوشی کو شعارِ اسلام کا بند کرنا حرام ہے۔ مسلمان پر اس کے جائز فعل کے سبب تشدد کرنا ظلمِ صریح اور شیطان کا کام ہے، خود ان کے بڑے لیڈر مولوی عبدالباری صاحب نے اپنے رسالہ "قربانیِ گاؤ" میں تصریح کر دی ہے کہ ہنود کی خاطر یا مروّت کے لئے گاؤکشی چھوڑنا حرام ہے، والتفصیل فی الطاری الداری (اور پوری تفصیل رسالہ مذکورہ الطاریٔ الداری میں ہے۔ ت)۔

(۸) مسجد میں سکونت وخورونوش سوائے معتکف کسی کو جائز نہیں۔ فتاوٰی سراجیہ میں ہے: یکرہ النوم والاکل فیہ لغیر المعتکف[1]۔ معتکف کے علاوہ کسی کو مسجد میں سونا، کھانا پینا مکروہ ہے۔ (ت)

اور مشرکین کا مجمع توہینِ مسجد ہے وانظر المحجۃ المؤتمنۃ (اور تفصیل المحجۃ المؤتمنۃ میں دیکھئے۔ ت)

(۹) وہ نوٹ لکھوانا یا روپیہ جمع کرا کر ضبط کرنا یا گناہ پر مالی جُرمانہ ڈالنا یہ سب حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[2]۔ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) اپنے مال آپس میں ناجائز طور پر نہ کھاؤ۔ (ت)

مالی جرمانہ منسوخ ہوگیا اور منسوخ پر عمل حرام ہے۔

(۱۰) یہ سنّتِ نصارٰی اور شرعاً حرام ورشوت ہے اور رشوت لینے و دینے والا دونوں جہنمی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الراشی والمرتشی کلاھما فی النار[3]۔ رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں دوزخی ہیں۔ (ت)

(۱۱) کافر کی زمین پر مسجد تعمیر نہیں ہوسکتی، نہ وہ مسجد مسجد ہوگی، نہ مسجد وقف ہوگی۔

قال اللہ تعالٰی وان المسٰجد للہ[4]۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: مسجدیں اللہ تعالٰی کی ہیں (ت)

---

[1] فتاوٰی سراجیہ کتاب الکراہیۃ باب المسجد نولکشور لکھنؤ ص ۷۱

[2] القرآن الکریم ۲/۱۸۸

[3] کنزالعمال حدیث ۱۵۰۷۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۱۱۳

[4] القرآن الکریم ۷۲/۱۸

Marfat.com

مسلمان اسے وقف نہیں کرسکتے کہ پرائی ملک ہے۔ ردالمحتار میں ہے :

الواقف لابدان یکون مالکالہ وقت الوقف ملکا باتا[1] — کسی چیز کو وقف کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ وقف کرتے وقت اس چیز کا مکمل طور پر مالک ہو۔ (ت)

مسجد کے لئے کافر وقف نہیں کرسکتا کہ وہ اس کا اہل نہیں۔

قال اللہ تعالٰی ماکان للمشرکین ان یعمروا مسٰجد اللہ[2] — اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا : شرک کرنے والوں کو لائق نہیں کہ وہ اللہ تعالٰی کے گھروں کی تعمیر کریں۔ (ت)

ہاں اگر کافر کسی مسلمان کو اپنی زمین بیچتا یا ہبہ کر دیتا اور مسلمان کی ملک ہوجاتی وہ اپنی طرف سے وقف کرتا تو جائز تھا، اور مشرک سے امور دینیہ میں مدد لینی بھی جائز نہیں۔ تفسیر ارشاد العقل وتفسیر فتوحات الٰہیہ زیر آیۂ کریمہ لایتخذ المؤمنون الکٰفرین اولیاء (مسلمان کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں۔ ت) ہے :

نھوا عن موالاتھم وعن الاستعانۃ بھم فی الغزو وسائر الامور الدینیۃ[3]، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ — انھیں (مسلمانوں کو) کافروں کی دوستی سے روک دیا گیا اور جہاد اور تمام دینی کاموں میں کافروں سے مدد لینے کی ممانعت ہے۔ اور اللہ تعالٰی پاک اور برتر سب سے بڑا عالم ہے، اور اس بڑی شان والے کا علم زیادہ کامل اور زیادہ پختہ ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۲۳ : از ریوکھیرا محلہ نور الحلیم شاہ شریف آباد مسئولہ اراکین انجمن نور اسلام ۹ شعبان ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس جلسہ میں وہابی، ندوی، نیچری، دیوبندی، ہندو مقرر، لکچرار، واعظ ہوں اور ان کا صدر دیوبندی وغیرہ یا ہندو ہو ایسے جلسوں میں مسلمانانِ اہلسنت وجماعت

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۵۹

[2] القرآن الکریم ۹/۱۷

[3] الفتوحات الالٰہیۃ تحت آیۃ لایتخذ المؤمنون الخ ۳/۲۸ مصطفی البابی مصر ۱/۲۵۲

Marfat.com

کو شرعاً شریک ہونا جائز ہے یا نہیں ؟ اور جو مسلمان ایسے جلسوں میں شریک نہ ہو وہ خارج از اسلام ہے یا نہیں ؟ اس سے ترکِ موالات کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

ایسے جلسوں میں شریک ہونا قطعاً حرام اور سخت مضرِ اسلام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے :

واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[1] اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

اللہ تعالیٰ اُن کے پاس بیٹھنے کو شیطانی کام بتاتا ہے اور بھولے سے بیٹھ گیا ہو تو یاد آنے پر فوراً اُٹھ آنے کا حکم فرماتا ہے نہ کہ اُن کا وعظ ولیکچر سُننا۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم فرماتے ہیں :

ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم[2] اُن سے دور بھاگو انھیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تم کو فتنے میں نہ ڈال دیں۔

نہ کہ انھیں مسندِ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر بٹھانا۔ انھیں صدر یا واعظ بنانے میں ان کی تعظیم و توقیر ہے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من وقر صاحب بدعة فقد اعان علیٰ ھدم الاسلام[3] جس نے کسی بدمذہب کی توقیر کی بے شک اُس نے دینِ اسلام ڈھا دینے پر مدد کی۔

فتاوٰی ظہیریہ و الاشباہ والنظائر و منح الغفار و درمختار وغیرہا میں ہے : تبجیل الکافر کفر[4] کافر کی تعظیم کُفر ہے۔ تو جو مسلمان ایسے جلسوں میں شریک نہ ہوں وہ اللہ و رسول جل وعلا و صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا حکم مانتے ہیں اپنے اسلام کو دستبردِ کفار و مرتدین و شیاطین سے بچاتے ہیں اس بناء پر جو اُن کو خارج از اسلام بتاتا ہے خود خارج از اسلام ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں : فقد باء بھا احدھما[5] جو کسی کو کافر کہے اگر وُہ کافر نہیں تو یہ کہنے والا خود کافر

---

[1] القرآن الکریم ۶/۶۸

[2] صحیح مسلم باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰

[3] شعب الایمان حدیث ۹۴۶۴ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۷/۶۱

[4] دُرمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۱

[5] صحیح البخاری کتاب الادب باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۰۱

Marfat.com

ہوجاتا ہے۔ جو اُن سے اس بنا پر ترکِ موالات کرے وہ ابلیس سے موالات کرتا ہے۔ مسلمانوں کو اس سے ترکِ موالات چاہئے۔

قال اللہ تعالٰی لا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[1]۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ (اللہ تعالٰی نے فرمایا) ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تمہیں دوزخ کی آگ چھوئے گی۔ اللہ تعالٰی کی پناہ۔

واللہ تعالٰی اعلم۔ اور اللہ تعالٰی سب کچھ اچھی طرح جانتا ہے (ت)

مسئلہ ۱۳۱: از بنارس محلہ مدنپورہ متصل دہتوریا پورہ مسئولہ محمد امین و محمد سلیمان ۱۰ شعبان ۱۳۳۹ھ

شہر بنارس میں جس تاریخ کو آپ کا اشتہار جماعت رضائے مصطفٰی کی طرف سے بابت نکاح کے جو آیا ہے اس پر مخالف لوگ اعتراض کررہے ہیں، ہم لوگ بہت پریشان ہیں لہذا ہم نے دوسرے جمعہ کو جو کاروبار بند کردیا یہ مسئلہ ہم کو معلوم نہ تھا کہ بند کرنے سے ہم کو کلمہ پڑھنے کے بعد نکاح دوبارہ کرنے کی ضرورت ہوگی اور ہم لوگوں کو خلافت کمیٹی سے حکم ہوا تھا کہ تم لوگ ہڑتال کردو یعنی اپنا کاروبار بند کردو جس میں سے کچھ لوگ مسجد میں دُعا کرنے کے لئے گئے اور کچھ لوگ فضول اِدھر اُدھر گھومتے رہے۔ لہذا ہم کو معلوم ہونا چاہئے کہ ایسے موقع پر جو لوگ دُعا مانگنے کے لئے گئے تو اُن کے واسطے کیا مسئلہ ہے اور جو لوگ کہ فضول گھومتے رہے اُن کے لئے کیا مسئلہ ہے، مگر خاص کر ہڑتال کی وجہ سے بند تھا بالکل کاروبار، مہربانی فرماکر جواب سے جلد مشرف فرمایا جائے۔

الجواب

مخالفوں کے اعتراض کی پرواہ نہ کیجئے، وہ تو قرآن و حدیث کو پیٹھ دے کر مشرک کے پیرو ہولئے ہیں مشرک کو اپنا رہنما بنالیا ہے، مشرک جو کہتا ہے وہی مانتے ہیں حالانکہ مشرک کی اطاعت کو قرآن مجید نے حرام فرمایا ہے، مشرکوں کا سوگ درکنار تین دن بعد مسلمان کا سوگ بھی صحیح حدیثوں نے حرام فرمایا ہے، مشرکوں کے سوگ میں بازار بند کرنا مشرک کی تعظیم ہے، اور کافر کی تعظیم کو فقہائے کرام نے کفر فرمایا ہے، مشرکوں سے اتحاد حرام و کفر ہے، مشرک کے حکم سے کاروبار بند کرنا حرام ہے، حرام کو حلال و خوب سمجھنا کفر ہے۔ جن لوگوں نے مفسدوں کے مجبور کرنے سے دفع فتنہ کے لئے دکان بند کی اُن پر تجدیدِ اسلام و نکاح کا حکم نہیں کہ وُہ اس پر راضی نہ تھے، ہاں یہ الزام ہے کہ بلا مجبوری خلافِ شرع بات کرنے میں مجبور بن گئے اگر کوئی دس روپے چھیننا چاہتا تو یوں سہل مجبور نہ بن جاتے اور جن لوگوں نے خوشی سے بند کئے وہ سخت کبیرہ گناہ کے

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/۱۱۳

Marfat.com

مرتکب ہُوئے، پھر اگر مشرکوں کا سوگ منانا یا مشرک کا حکم اس کی فرمانبرداری کو ماننا منظور تھا تو بیشک اُن پر لازم ہے کہ نئے سرے سے کلمۂ اسلام پڑھیں، اس کے بعد اگر اپنی عورتیں رکھنا چاہیں تو اُن سے دوبارہ نکاح کریں۔ فضول گھومنا بُرا ہے اور دُعا اگر اچھی ہے خوب ہے مگر مشرک کا حکم ماننے کو دُعا کرنا روزہ رکھنا رسالت میں شرک ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۹ از راندیر ضلع سورت ڈاکخانہ خاص مسئولہ جناب مولانا مولوی فقیر غلام محی الدین صاحب ۲۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کسی ضروری امر کے لئے سُورت گیا، قریب مغرب ایک مسجد میں پہنچا، امام نے گاندھوی خبثا کے لئے ہار بنائے تھے اقامت ہونے کے سبب امام تو مصلّے پر کھڑا ہوگیا، یہ خبثا آئے تو اُس شخص کو چند احباب نے گھیر کر کہا کہ یہ ہار پہنا دو، اُن احباب کے کہنے سے شخص مذکور نے ہار پہنا کر اپنی جان چھڑائی اور بعد اُس امام کے پیچھے بلکہ اُس مسجد ہی میں نماز نہ پڑھی، اُس کے دل میں نہ امام کی عظمت نہ اُن خبثا کی عزت، لیکن مجبوراً شرما شرمی ہار پہنائے ہیں، اس میں کچھ گناہ ثابت ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر و ثواب پاؤ۔ ت)۔

الجواب

یہ ہار پہنانا عرفاً تعظیم ہے اور یہ لوگ فسّاق و گمراہ ہیں بلکہ ان میں بعض فنا فی المشرکین ہو کر اسلام سے بھی گزر گئے۔ تعظیمِ فاسق ناجائز ہے۔ تبیین الحقائق میں ہے:

لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاً[1]

چونکہ اس کو آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے جبکہ شریعت میں لوگوں پر اس کی توہین و تذلیل واجب ہے۔ (ت)

اور تعظیم کافر کو علمائے کرام نے کفر لکھا ہے۔ درمختار وغیرہ میں ہے:

لوسلم علی الذمی تبجیلا کفر لان تبجیل الکافر کفر[2]

اگر کافر کے احترام میں اس کو سلام کیا تو کافر ہوگا کیونکہ کافر کا احترام کفر ہے (ت)

شخص مذکور نے اس امام کے پیچھے نماز نہ پڑھی بہت اچھا کیا مگر یہ ہار پہنانا اُس سے بڑی خطا ہُوئی تو یہ فرض ہے منکر کا حکم دینے والے احباب نہ تھے نہ احباب کی خاطر کوئی شرعی مجبوری، ہاں

[1] تبیین الحقائق باب الامامۃ والحدث فی الصلوٰۃ المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/۱۳۴

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۱

Marfat.com

اکراہ کی حالت ہوتی تو معذوری تھی۔ وھو تعالیٰ اعلم (اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ ت)

مسئلہ نمبر از رامہ تحصیل گوجرخان ضلع راولپنڈی ڈاکخانہ جاتلی مسئولہ محمد جی ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

رئیس المحققین قاطع بدین عمدۃ الاملین دام لطفہ، تسلیم کے بعد حضور انور کی خدمت اقدس میں عاجزانہ عرض ہے کہ ایک مولوی صاحب نے ارشاد کیا ہے کہ جو شخص غیر مقلدین و مرزائی کے ساتھ نشست برخاست کرے گا وُہ کافر اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی حالانکہ نشست و برخاست ان کے ساتھ برائے امورِ دُنیا ہے قرابت یا کسی امر ضروری کے سبب سے ان کے شریکِ مجلس ہونا ضروری پڑتا ہے اُن کے افعال و اقوال کو اچھا نہیں سمجھا جاتا ہے تب بھی ان کی مجلس میں شرکت کفر ہے۔ اب جو حکم شرعی ہو بیان فرمائیں۔ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

وہابیہ و غیر مقلدین و دیوبندی و مرزائی وغیرہم فرقے آج کل سب کفار مرتدین ہیں ان کے پاس نشست و برخاست حرام ہے اُن سے میل جول حرام ہے اگرچہ اپنا باپ یا بھائی بیٹے ہوں۔

قال اللہ تعالٰی و امّا ینسینّك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اگر تجھیں شیطان بھلائے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو۔

وقال تعالٰی لا تجد قوما یؤمنون باللہ و الیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ و رسولہ ولو کانوا اٰباءھم و اخوانھم او عشیرتھم[2]

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم لوگوں کو ایسا نہ پاؤ گے کہ جو اللہ تعالٰی اور پچھلے دن پر ایمان رکھتے ہوں کہ وُہ ان سے دوستی رکھیں کہ جنھوں نے اللہ تعالٰی اور اس کے رسول کی مخالفت کی اگرچہ وُہ انکے باپ دادا یا انکے بھائی یا انکے قبیلے کے لوگ ہوں۔ (ت)

اور ان لوگوں سے کسی دنیاوی معاملت کی بھی اجازت نہیں، کما بیّناہ فی المحجۃ المؤتمنۃ (جیسا کہ ہم نے اسے اپنی کتاب المحجۃ المؤتمنۃ میں بیان کردیا ہے۔ ت) ان کے پاس بیٹھنے والا اگر ان کو مسلمان سمجھ کر ان کے پاس بیٹھتا ہے یا ان کے کفر میں شک رکھتا ہے اور وہ انکے اقوال سے مطلع ہے تو بلاشبہہ خود کافر ہے۔ فتاوٰی بزازیہ و مجمع الانہر و درمختار وغیرہا میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲

Marfat.com

من شك فی عذابه وکفره فقد کفر [1] جس نے اُن کے عذاب اور کفر میں شک کیا تو بلاشُبہہ وہ بھی کافر ہوگیا۔ (ت)

اور اگر ان کو یقیناً کافر جانتا ہے اور پھر ان سے میل جول رکھتا ہے تو اگرچہ اس قدر سے کافر نہ ہوگا مگر فاسق ضرور ہے اور اسے امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی قریب بحرام کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ اور معاذاللہ بالآخر اس پر اندیشۂ کفر ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ شرح الصدور میں فرماتے ہیں ایک شخص رافضیوں کے پاس بیٹھا کرتا تھا اُس کے مرتے وقت لوگوں نے اسے کلمۂ طیبہ کی تلقین کی، اس نے کہا نہیں کہا جاتا، پوچھا کیوں؟ کہا یہ دو شخص کھڑے ہیں یہ کہتے ہیں تو ان کے پاس بیٹھا کرتا تھا جو ابوبکر و عمر (رضی اللہ تعالٰی عنہما) کو بُرا کہتے تھے اب چاہتا ہے کہ کلمہ پڑھ کر اُٹھے نہ پڑھنے دیں گے [2]۔ جب صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما کے بُرا کہنے والوں کے پاس بیٹھنے والوں کی یہ حالت ہے تو یہ لوگ تو اللہ جل و علا اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بُرا کہتے ہیں ان کی تنقیص شان کرتے ہیں انھیں طرح طرح کے عیب لگاتے ہیں اُن کے پاس بیٹھنے والے کو کلمہ نصیب ہونا اور بھی دشوار ہے، نسأل اللہ العفو و العافیة (ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت چاہتے ہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۱ تا ۱۴۳: مسئولہ مولنٰنا مولوی احمد مختار صاحب میرٹھی مورخہ ۸ شعبان المعظم ۱۳۳۸ھ

ماقولکم ایہا العلماء الکرام (اے علماء کرام! آپ کا کیا ارشاد گرامی ہے۔ ت):

(۱) مرزا غلام احمد قادیانی کو مجدّد، مہدی، مسیح موعود اور پیغمبر صاحب وحی و الہام ماننے والے مسلم ہیں یا خارج از اسلام اور مرتد؟

(۲) بشکل ثانی اس کا نکاح کسی مسلمہ یا غیر مسلمہ یا اُن کی ہم عقیدہ عورت سے شرعاً درست ہے یا نہیں؟

(۳) بصورت ثانیہ جن عورات کا نکاح ان لوگوں کے ساتھ منعقد کیا گیا ہے کیا ان عورات کو اختیار حاصل ہے کہ بغیر طلاق لئے اور بلا عدت کسی مرد مسلم سے عقد نکاح کرلیں۔ بیّنوا اجرکم اللہ تعالٰی (بیان کرو اللہ تعالٰی تمھیں اجر و ثواب عطا فرمائے۔ ت)

الجواب

(۱) لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت ملنے کا جو قائل ہو وُہ تو مطلق کافر مرتد ہے اگرچہ کسی ولی یا صحابی کے لئے مانے۔

---

[1] درمختار کتاب الجهاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶
[2] شرح الصدور باب ما یقول الانسان فی مرض الموت مصطفٰے البابی مصر ص ۱۶

Marfat.com

قال اللہ تعالیٰ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین[1] وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انا خاتم النبیین لا نبی بعدی[2]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: لیکن محمد کریم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور سب نبیوں سے آخر ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: میں تمام انبیاء کرام سے آخر میں آیا لہذا میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (ت)

لیکن قادیانی تو ایسا مرتد ہے جس کی نسبت تمام علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ:

من شك في كفره فقد كفر[3] جس نے اس کے کفر میں شک کیا وہ بھی کافر ہوگیا۔ (ت)

اُسے معاذ اللہ مسیح موعود یا مہدی یا مجدد یا ایک ادنیٰ درجہ کا مسلمان جاننا درکنار جو اس کے اقوال ملعونہ پر مطلع ہو کر اس کے کافر ہونے میں ادنیٰ شک کرے وہ خود کافر مرتد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) قادیانی عقیدے والے یا قادیانی کو کافر مرتد نہ ماننے والے مرد خواہ عورت کا نکاح اصلاً قطعاً ہرگز زنہار کسی مسلم کافر یا مرتد اس کے ہم عقیدہ یا مخالف العقیدہ غرض تمام جہان میں انسان حیوان جن شیطان کسی سے نہیں ہوسکتا جس سے ہوگا زنائے خالص ہوگا۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلك لا یجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط[4]

کسی مرتد مرد کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی مرتد عورت سے یا کسی اصلی کافر عورت سے نکاح کرے۔ اسی طرح کسی مرتد عورت کو بھی جائز نہیں کہ وہ کسی شخص سے نکاح کرے۔ مبسوط میں یونہی ہے۔ (ت)

اسی میں دربارۂ تصرفات مرتد ہے:

منها ما هو باطل بالاتفاق نحو النکاح لا یجوز له ان یتزوج امرأۃ مسلمۃ ولا مرتدۃ ولا ذمیۃ ولا حرۃ

مرتد آدمی کے بعض تصرفات بالاتفاق باطل ہیں جیسے نکاح کرنا۔ لہذا مرتد شخص کیلئے جائز نہیں کہ وہ کسی مسلمان عورت یا اپنے جیسی کسی مرتد عورت یا ذمّی

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/۴۰

[2] اللآلی المصنوعۃ کتاب المناقب دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۲۴۳

الموضوعات لابن جوزی کتاب الفضائل باب ذکر انہ لا نبی بعدہ دار الفکر بیروت ۱/۲۸۰

[3] درمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/[illegible]

[4] فتاوٰی ہندیۃ کتاب النکاح الباب الثالث القسم السابع نورانی کتب خانہ پشاور [illegible]

Marfat.com

ولا مملوكة[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

کافرہ عورت، چاہے آزاد ہو یا لونڈی سے نکاح کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۳) جس مسلمان عورت کا غلطی یا جہالت سے کسی ایسے کے ساتھ نکاح باندھا گیا اس پر فرض فرض فرض ہے کہ فوراً فوراً اُس سے جُدا ہو جائے کہ زنا سے بچے، اور طلاق کی کچھ حاجت نہیں، بلکہ طلاق کا کوئی محل ہی نہیں۔ طلاق تو جب ہو کہ نکاح ہوا ہو، نکاح ہی سرے سے نہ ہُوا، نہ اصلاً عدّت کی ضرورت کہ زنا کے لئے عدّت نہیں، بلا طلاق و بلا عدّت جس مسلمان سے چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ درمختار میں ہے:

نکح کافر مسلمۃ فولدت منہ لایثبت النسب منہ ولا تجب العدۃ لانہ نکاح باطل[2]

کسی کافر نے کسی مسلمان عورت سے (اپنے خیال میں) نکاح کرلیا تو اس سے عورت نے بچہ جنا تو اس سے بچے کا نسب ثابت نہ ہوگا، اور نہ عورت پر عدّت واجب ہوگی، اس لئے کہ وہ ایک باطل نکاح ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای فالوطئ فیہ زنا لایثبت بہ النسب[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

یہ وطی زنا قرار پائے گی اس سے بچے کا نسب ثابت نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۴: از لاہور مسجد بیگم شاہی مرسلہ مولوی احمد الدین صاحب یکم ذی القعدہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں، اکثر واعظین لوگوں کو کابل ہجرت کرنے پر مجبور کر رہے ہیں، اس کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب

شریعت مجبور نہیں کرتی، ہندوستان میں بکثرت شعائرِ اسلام اب تک جاری ہیں تو ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک بدستور دارالاسلام ہے،

ما بقیت علقۃ من علائق الاسلام فان الاسلام یعلو ولا یعلو

جب تک اسلام کے ذرائع میں سے کوئی ذریعہ اسلام موجود ہو تو وہ دارِ اسلام ہے، کیونکہ

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب السیر الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۵۵
[2] درمختار کتاب الطلاق فصل فی ثبوت النسب مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۳
[3] ردالمحتار 〃 〃 〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۳۳

Marfat.com

کما فی جامع الفصولین والدر المختار و جلائل الاسفار۔

اسلام ہمیشہ غالب ہوتا ہے کبھی مغلوب نہیں ہوتا۔ جیسا کہ جامع الفصولین، درمختار اور دوسری بڑی بڑی کتابوں میں (یہ مسئلہ) مذکور ہے (ت)

اور دارالاسلام سے ہجرت فرض نہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا ھجرۃ بعد الفتح[1]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: فتح کے بعد ہجرت جائز نہیں (ت)

اور یہ ہجرت جائز ہمیشہ تھی اور اب بھی ہے مگر عالم دین کو جس کے علم کی طرف یہاں کے لوگوں کو حاجت ہے اُسے ہجرت ناجائز ہے، ہجرت درکنار اُسے سفر طویل کی اجازت نہیں دیتے، حتی کہ بزازیہ و تنویر الابصار وغیرہا میں ہے:

فقیہ فی بلدۃ لیس فیہا غیرہ افقہ منہ یرید ان یغزو لیس لہ ذلک و تقیید السفر من صدر کتاب الجہاد وعمم فی البزازیۃ السفر ولا یخفی ان المقید یفید غیرہ بالاولی[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر کسی شہر میں کوئی ایسا عالم ہو کہ اس سے بڑا اس شہر میں کوئی اور عالم نہ ہو اگر وہ جہاد پر جانا چاہے تو یہ اس کے لئے مناسب نہیں یعنی وہ جہاد کیلئے نہ جائے۔ درمختار کے کتاب الجہاد میں ہے کہ فتاوٰی بزازیہ میں سفر کو عام رکھا ہے۔ اور یہ بات پوشیدہ نہیں کہ سفر مقید یہ فائدہ دیتا ہے کہ سفر غیر مقید میں بطریق اولٰی یہ حکم جاری ہے۔ (اسکی وضاحت یہ ہے جب جہاد کے لئے جانا جائز نہیں تو پھر دوسرے کاموں کے لئے سفر کرنے کی اجازت کیسے ہوسکتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۳ تا ۱۴۹: از حسن پور ضلع مرادآباد مسئولہ عبدالرحمٰن مدرس ۸ ذی القعدہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:

(۱) تمام علمائے دیوبند قطعی کافر ہیں جو اُن کو کافر نہ جانے وہ بھی کافر ہیں۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجہاد باب وجوب النفیر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۹۶
صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب المبایعۃ بعد الفتح " " " ۲/۱۳۱
المعجم الکبیر حدیث ۲۳۳۹۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/۲۶۳
[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الجہاد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۳۹

Marfat.com

(۲) جو علمائے دیوبندیہ ظاہر کریں کہ ہمارا یہ عقیدہ نہیں جو منسوب کیا جاتا ہے بلکہ ہم لوگ بھی ایسے عقائد رکھنے والے کو کافر سمجھتے ہیں تو اس حیلہ شرعی سے بریت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ علاوہ ازیں وہ تقویۃ الایمان وغیرہ کی عبارت کی تاویل کر کے اُن کا اچھا مطلب نکالتے ہیں، تو ایسے علماء کے متعلق شرع شریف میں کیا حکم ہے اور اُن کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اور یہ لوگ امکانِ کذب کے قائل ہیں، اور اقرار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو امکانِ کذب کا قائل نہیں وہ کافر ہے، تو اُن کے لئے کیا حکم ہے؟ اور ہم کو گزشتہ نمازیں جو ان کے پیچھے ادا کی گئی ہیں لوٹانی چاہئیں یا نہیں؟

(۳) جو اشخاص نہ عالم ہیں نہ دیوبند کے تعلیم یافتہ، نہ اُن سے بیعت و عقیدت رکھتے ہیں محض اپنی لاعلمی عقائد کی وجہ سے اُن کو کافر نہیں سمجھتے اور اُن کے عقائد بھی ایسے بالکل نہیں ہیں جن پر تکفیر لازم آتی ہے تو اُن کے پیچھے نماز پڑھنی چاہئے یا تنہا بہتر ہے، اور جو امام مسجدوں کے اور حافظ ایسے ہیں کہ تقویۃ الایمان وغیرہ کو بُرا سمجھتے ہیں اور نہ اُن کے عقائد باطلہ ہیں صرف علمائے دیوبند کو کافر نہیں سمجھتے اور ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں تو کیا ایسے لوگ بھی کافر ہیں اور قابلِ اقتدار نہیں؟

(۴) کیا یہ حدیث ہے کہ کسی کافر کو بھی کافر نہیں کہنا چاہئے اور کیوں؟ اور اگر کسی نے علمائے دیوبند یا اور کسی کافر کو کافر کہا تو اس کے ذمہ کتنا گناہ ہوگا؟

(۵) مصنف تقویۃ الایمان، صراطِ مستقیم، تحذیر الناس، حفظ الایمان، یکروزی کے کون کون ہیں؟ اور شرع شریف میں اُن کے لئے کیا حکم ہے؟

مدلل و مفصل جواب حوالۂ کتب مع مُہر و دستخط فرما دیں، خدائے عزوجل جزائے خیر عطا فرمائے، آمین!

الجواب

(۱) بیشک وہ سب کفار ہیں، اور جو اُن کے اقوال پر مطلع ہو کر انھیں کافر نہ جانے وہ بھی کافر ہے، علمائے کرام حرمین طیبین نے بالاتفاق اُن کی نسبت فرمایا ہے:

من شك في كفره وعذابه فقد كفر [1]

جو اُن کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر۔

(۲) قال الله تعالیٰ يحلفون ــــــ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ کی قسمیں

---

[1] حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین   مقدمۃ الکتاب   مکتبہ نبویہ لاہور   ص ۱۳

Marfat.com

باللہ ما قالوا ولقد قالوا کلمۃ الکفر و کفروا بعد اسلامھم[1] کھاتے ہیں کہ انھوں نے نہیں کہا اور بیشک ضرور کفر کا بول بولے اور اپنے اسلام کے بعد کافر ہوگئے۔

یہ حیلہ شرعی نہیں حیلہ شیطانی ہے اور اس سے براءت نہیں ہو سکتی، وہ ملعون عقائد و اقوال اُن کی کتابوں میں موجود ہیں اور اُن پر اب تک مصر ہیں اُن کو بار بار چھاپ رہے ہیں تو وہ ان کا فقط ناواقف کے بہلانے کو ہوتا ہے اور جو واقف ہے مگر ذی علم نہیں اس کے سامنے یہ حیلہ ہوتا ہے کہ ان عبارتوں کا یہ مطلب نہیں، اور جو ذی علم ہے اس کے سامنے یہ ہوتا ہے کہ رنگون پہنچے وہاں سے بھاگا کلکتے میں پیچھا کیا وہاں سے بھی اڑ گیا۔ اہل علم کے سامنے یہ ہوتا ہے کہ میں اس فن سے جاہل ہوں میرے اساتذہ بھی جاہل تھے تم مجھے معذور بھی کرو تو میں وہی کہے جاؤں گا، تقویۃ الایمان کو جو اچھا سمجھے یا امکان کذب نہ ماننے والے کو کافر کہے اُن سب پر ستر ستر اور زائد زائد وجوہ سے کفر لازم ہے جس کی تفصیل سبحٰن السبوح و کوکبۃ شہابیہ و کشف ضلال دیوبند شرح الاستمداد وغیرہا میں ہے اُس کے پیچھے نماز باطل ہے اور جو پڑھ چکے ہیں اُن کا پھیرنا فرض ہے اور نہ پھیرنا فسق۔

(۳) سائل صورت وہ فرض کرتا ہے جو واقع نہ ہوگی، دیوبندیوں کے عقائد کفر طشت از بام ہو گئے: منکر بننے والے اپنی جان چھڑانے کے لئے انکار کرتے ہیں کہ ہمیں معلوم نہیں جو منکر ہو اس سے کہئے فتاوٰی موجود و شائع ہیں دیکھو کہ کافروں کا کفر معلوم ہو اور دھوکے سے بچے اور ان کے پیچھے نمازیں غارت نہ کرو، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دشمنوں سے دشمنی فرض ہے اس فرض پر قائم ہو تو کہتے ہیں ہمیں کتابیں دیکھنے کی حاجت نہیں، یہ اُن کا کید ہے، اُن کے دل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عظمت ہوتی تو جن کی نسبت ایسی عام اشاعت سنتے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دشنام دہندہ ہے اس سے فوراً خود ہی کنارہ کش ہوتے اور آپ ہی اس کی تحقیق کو بیقرار ہوتے، کیا کوئی کسی کو سنے کہ تیرے قتل کے لئے گھات میں بیٹھا ہے اطمینان نہ آئے تو چل تجھے دکھا دیں وہ یوں ہی بے پروائی برتے گا اور کہے گا مجھے تحقیقات کی ضرورت ہے نہ اس سے احتراز کی حاجت، تو یہ لوگ ضرور مکار اور بباطن انھیں سے اتحاد یا دین سے محض بیگانہ و بیزار ہوتے ہیں ان کے پیچھے نماز سے احتراز فرض ہے، ہاں اگر واقع میں کوئی نو وارد یا نرا جاہل یا ناواقف ایسا ہو جس کے کان تک یہ آوازیں نہ گئیں اور وہ بوجہ ناواقفی محض اس شخص کا فرنہ سمجھا وہ اس وقت تک معذور ہے جب کہ سمجھانے سے فوراً قبول کرلے۔

---

[1] القرآن الکریم ۹/۷۴

Marfat.com

(۴) یہ حدیث پر کافر پرستوں کا افترا ہے جس نے دیوبندیہ وغیرہم کفار کو کفار کہا اس پر کوئی گناہ نہیں۔ اللہ عزوجل نے کافر کو کافر کہنے کا حکم دیا قل یایھا الکفرون[1] (اے نبی! فرما دیجئے اے کافرو!) ہاں کافر ذمی کہ سلطنت اسلام میں مطیع الاسلام ہو کر رہتا ہے اُسے کافر کہہ کر پکارنا منع ہے اگر اُسے ناگوار ہو۔ درمختار میں ہے:

شتم مسلم ذمیا عزر و فی القنیۃ قال لیھودی او مجوسی یا کافر یاثم ان شق علیہ[2]
کسی مسلمان نے کسی ذمی کافر کو گالی دی تو اس پر تعزیر جاری کی جائے گی۔ قنیہ میں ہے: کسی یہودی یا آتش پرست کو "اے کافر" کہا تو کہنے والا گنہگار ہوگا اگر اُسے ناگوار گزرا۔ (ت)

یوں ہی غیر سلطنت اسلام میں جبکہ کافر کو "او کافر" کہہ کر پکارنے میں مقدمہ چلتا ہو۔

فانہ لایحل لمسلم ان یذل نفسہ الا بضرورۃ شرعیۃ۔
تو کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل کرے مگر جبکہ کوئی شرعی مجبوری ہو (ت)

مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ کافر کو کافر نہ جانے یہ خود کفر ہے،

من شك فی عذابہ وکفرہ فقد کفر[3]
جس نے ان کے عذاب اور کفر میں شک کیا تو وہ بلاشبہہ کافر ہوگیا۔ (ت)

یوں ہی جب کسی کافر کی نسبت پوچھا جائے کہ وہ کیسا ہے اس وقت اس کا حکم واقعی بتانا واجب ہے۔ حدیث میں ہے:

اترعون من ذکر الفاجر متی یعرفہ الناس اذکروا الفاجر بما فیہ یحذرہ الناس[4]
کیا تم بدکار کا ذکر کرنے سے گھبراتے اور خوف رکھتے ہو تو پھر لوگ اسے کب پہچانیں گے، لہذا بدکار کی ان برائیوں سے ذکر کرو جو اُس میں موجود ہیں تاکہ لوگ اُس سے بچیں اور ہوشیار رہیں۔ (ت)

یہ کافر کہنا بطور دشنام نہیں ہوتا بلکہ حکم شرعی کا بیان۔ شرع مطہر میں کافر ہر غیر مسلم کا نام ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۰۹/۱
[2] درمختار کتاب الحدود باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲۹
[3] " کتاب الجہاد باب المرتد " " " ۱/۳۵۶
[4] نوادر الاصول للترمذی الاصل السادس والستون والمائۃ دار صادر بیروت ص ۲۲۳

Marfat.com

قال اللہ تعالیٰ ھو الذی خلقکم فمنکم کافر ومنکم مؤمن[1]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا : اللہ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا فرمایا پھر کچھ تمہارے اندر کافر ہیں اور کچھ تمہارے اندر مومن ہیں۔ (ت)

سوال ختم کے وقت حکم کو چھپانا اگر یوں ہے کہ اُسے یقیناً کافر جانتا ہے اور اُسے کافر کہنا معیوب نہیں جانتا مگر اپنی مصلحت کے سبب بچتا ہے تو صرف گنہگار ہے جبکہ وہ مصلحت صحیحہ تا حد ضرورت شرعیہ نہ ہو۔ اور اگر واقعی کافر کو کافر کہنا معیوب و خلاف تہذیب جانتا ہے تو قرآن عظیم کو عیب لگاتا ہے اور قرآن عظیم کو عیب لگانا کفر ہے ، اور اُسے کافر جانتا ہی نہیں تو خود اس کے کافر ہونے میں کیا کلام ہے کہ اس نے کفر کو کفر نہ جانا تو ضرور کفر کو اسلام جانا (العیاذ باللہ تعالیٰ) (کیونکہ کفر اور اسلام کے درمیان کوئی واسطہ نہیں) تو اسلام کو کفر جانا۔

لان ماکان کفرا فضدہ الاسلام فاذا جعلہ اسلاما فقد جعل ضدہ کفرا لان الاسلام لا یضادہ الا الکفر ، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

اس لئے کہ جو کچھ کفر ہو تو اس کی ضد اسلام ہے ، پھر جب کفر کو اسلام ٹھہرایا تو پھر اس کی ضد کفر ہوگی (یعنی اسلام کفر اور کفر اسلام ہو جائے گا) کیونکہ اسلام کے مخالف صرف کفر ہے ، اور اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ (ت)

(۵) تقویۃ الایمان و صراط مستقیم و یکروزی کا مصنف اسمٰعیل دہلوی ہے ، اس پر صدہا وجہ سے لزوم کفر ہے۔ دیکھو سبحٰن السبوح و کوکبۂ شہابیہ و تمہید و شرح الاستمداد اور تحذیر الناس نانوتوی و براہین قاطعہ گنگوہی و حفظ الایمان تھانوی میں قطعی یقینی اللہ و رسول کو گالیاں ہیں اور ان کے مصنفین مرتدین ان کی نسبت علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے :

من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[2]

جو ان کے کفر و عذاب میں شک ہی کرے وہ بھی کافر ہے۔

دیکھو کتاب مستطاب حسام الحرمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۶۴/۲

[2] حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین مقدمۃ الکتاب مکتبہ نبویہ لاہور

Marfat.com

مسئلہ ۱۵۰: از دفتر ریلوے انجنیر سرسہ ضلع حصار مسئولہ سید محمد ابراہیم نقشہ نویس صاحب ۱۳ ذی القعدۃ الحرام ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس شخص کے بارے میں جو حضرت غوث پاک کی توہین اور ان کے خاندان کی بے عزتی رُوبرو اہلِ اسلام علانیہ کرتا ہے اور اس پر اصرار کرتا ہے آیا ایسا شخص مومن ہے یا دائرۂ اسلام سے خارج ہے؟ ایسے شخص سے سلام یا کلام کرنا مسلمانوں کو چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

حضور سیدنا غوثِ اعظم قطبِ اکرم، جگر پارۂ حضور پُرنور سیدِ عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلّم کی توہین فی نفسہٖ زہر قاتل وموجبِ بربادیٔ دین و دُنیا۔ بہجۃ مقدسہ میں ہے:

تکذیبکم لی سم قاتل لادیانکم و سبب لذھاب دنیاکم و اخراکم[1]

تم لوگوں کا مجھے جھٹلانا زہرِ قاتل، اور تمھاری دُنیا اور آخرت کی تباہی و بربادی کا سبب ہے (ت)

اور یہاں نظر بواقع اس طرح توہینِ علانیہ کا مرتکب ومُصِر نہ ہوگا مگر کٹّر رافضی لعین یا پکّا وہابی خبیث، اور یہ دونوں قطعاً دائرۂ اسلام سے خارج ہیں کما ھو مفصل فی حسام الحرمین و فتاوی الحرمین و رد الرفضۃ (جیسا کہ مسائل مذکورہ کی پُوری تفصیل حسام الحرمین، فتاوی حرمین اور رد الرفضہ میں ہے۔ ت) مسلمانوں کو ان سے میل جول رکھنا، سلام کرنا، پاس بیٹھنا، پاس بٹھانا سب حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[2]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اگر تمھیں شیطان بھلا دے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو (ورنہ اُن جیسے ہی ہوجاؤ گے)۔ (ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلّم فرماتے ہیں:

فایاکم و ایاھم لا یضلونکم و لا یفتنونکم[3] - واللہ تعالٰی اعلم۔

(لوگو!) تم اُن سے دُور بھاگو، اور انھیں اپنے سے دُور کردو، کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں اور تمھیں کسی فتنے میں نہ ڈالدیں۔ اور اللہ تعالٰے سب سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ (ت)

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر کلمات اخبر بہا عن نفسہ محدثا بنعمۃ ربہ الخ مصطفٰی البابی مصر ص ۲۴

[2] القرآن الکریم ۶ / ۶۸

[3] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ / ۱۰

Marfat.com

مسئلہ ۱۵۱: از بمبئی مدرسہ سید فیاض الدین بریلوی نواب مسجد لائن ۵۵ پوسٹ ۹
۲۳ ذی القعدۃ الحرام ۱۳۳۸ھ

الجواب

انہوں نے اللہ واحد قہار جل جلالہ اور اس کے رسول حبیب مختار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ایذا دی ابلیس لعین کے قدموں پر اس کی پیروی کی نام اسلام کو ذلیل کیا کفر و کفار کو فروغ دیا غضب الٰہی اپنے سر پر لیا اپنی ملعون حرکات سے عرش الٰہی کو لرزا دیا کفار کے ساتھ اُن کے خاص دفتر میں اپنا چہرہ دکھایا اللہ اور رسول اور ملائکہ سب کی لعنت کے کام کئے هم للكفر يومئذ اقرب منهم للايمان[1] (وہ لوگ اس دن ایمان کی بنسبت کفر کے زیادہ قریب تھے۔ ت) میں صراحۃً داخل ہوئے اُن پر ہر فرض سے اعظم فرض ہے کہ اپنی ان کفری حرکات سے علی الاعلان توبہ کریں نئے سرے سے کلمہ اسلام پڑھیں پھر اپنی عورتوں کو رکھنا ہو تو ان سے دوبارہ نکاح کریں، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولا تتبعوا خطوت الشيطن انه لكم عدو مبين[2] الى قوله تعالى هل ينظرون الا ان ياتيهم الله في ظلل من الغمام والملئكة وقضى الامر[3]

(لوگو!) شیطان کے قدموں پر نہ چلو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے (اللہ تعالٰی کے اس ارشاد تک) وہ نہیں انتظار کرتے مگر یہ کہ ان پر چھائے ہوئے بادلوں میں (اللہ تعالٰی کا) عذاب آجائے اور فرشتے نازل ہوجائیں اور کام کا فیصلہ ہوجائے (تو پھر ایمان لانے کا کیا فائدہ)۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من جامع المشرك وسكن معه فانه مثله[4] فاذا كان في محض المساكنة فكيف في مثل المعاونة۔

جو کوئی کسی مشرک کے ساتھ جمع ہوا اور اس کے ساتھ سکونت اختیار کی تو وہ اسی جیسا ہوجائے گا، تو جب صرف رہنے سہنے کا یہ حکم ہے تو پھر مدد کرنے میں کتنا سخت حکم ہوگا۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۶۷
[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۰۸
[3] " " ۲/ ۲۱۰
[4] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی الاقامۃ بارض المشرک آفتاب عالم پریس لاہور

Marfat.com

دوسری حدیث میں ہے :

من کثر سواد قوم فهو منهم [1]

جس شخص نے کسی جماعت کو بڑھایا (اور پھیلایا) تو وہ اسی میں شمار ہوگا۔ (ت)

تیسری حدیث میں ہے :

من سود مع قوم فهو معهم [2] اھ فاذا کان هذا فی مجرد التسوید فکیف مع المشارکة المذکورة التأیید۔

جو کوئی کسی قوم کے ساتھ ہوکر انھیں بڑھائے (اور ان کی کثرت میں اضافہ کرے) تو وہ ان ہی کے ساتھ ہوگا اھ، پھر جب طلب کثرت کا یہ حکم ہے تو پھر ان کے ساتھ شراکت مذکورہ کہ جس میں اُن کی تائید و تصدیق ہے اُس کا کتنا سخت حکم ہوگا۔ (ت)

چوتھی حدیث میں ہے :

اذا مدح الفاسق غضب الرب واهتز لذلك العرش [3] اھ فاذا کان هذا فی الفاسق فما ظنك بالکافر المارق۔

جب کسی نافرمان کی تعریف کی جائے تو اللہ تعالٰے غضب ناک ہوجاتا ہے اور اس وجہ سے اُس کا عرش کانپ جاتا ہے اھ، جب فاسق کا یہ حکم ہے تو پھر کافر سرکش کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے (ت)

شفاء شریف امام قاضی عیاض و اعلام امام ابن حجر مکی میں ہے :

1 وکذا (یکفر) من فعل فعلا اجمع المسلمون علی انه لا یصدر الا من کافر وان کان صاحبه مصرحا بالاسلام مع فعله [4]

اور اسی طرح وہ شخص کافر ہوجائے گا جس نے کوئی ایسا کام کیا کہ مسلمانوں کا جس پر اتفاق ہے کہ ایسا کام بغیر کسی کافر کے نہیں ہوسکتا اگرچہ وُہ کام کرنے والا اپنا کام کرنے کے باوجود اسلام کا اظہار کرے۔ (ت)

جامع الفصولین و منح الروض الازہر میں ہے :

من خرج الی السدة کفر اذ فیه

جو کوئی کفار کی مجلس میں جائے تو کافر ہوگیا اس لئے

---

[1] کنز العمال بحوالہ عن ابن مسعود حدیث ۲۴۷۳۵ موسستہ الرسالہ بیروت ۹/۲۲

[2] کنز العمال بحوالہ خط عن انس حدیث ۲۴۶۸۱ موسستہ الرسالہ بیروت ۹/۱۰

[3] شعب الایمان حدیث ۴۸۸۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴/۲۳۰

[4] الاعلام بقواطع الاسلام الفصل الثالث مکتبۃ الحقیقۃ استنبول ترکی ص ۳۷۸

Marfat.com

باعلان الکفر وکانه اعان علیه[1] اھ فاذا کان هذا فی کانه فکیف فی اتانه۔

کہ اس میں کفر کا اعلان ہے، گویا وہ اس کے پاس امداد کے لئے گیا ہے اھ، جب گویا میں یہ حکم ہے تو پھر اصل اور تحقیق میں کیا حکم ہوگا۔ (ت)

فتاوی امام ظہیر الدین و اشباہ والنظائر و تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

لو سلم علی الذمی تبجیلا یکفر لان تبجیل الکافر کفر[2] او قال لمجوسی یا استاذ تبجیلا کفر[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر کوئی ذمی کافر کو تعظیم کے طور پر سلام دے تو کافر ہوجائے گا اس لئے کہ کافر کی تعظیم کفر ہے، اگر کسی نے آتش پرست کو بطور تعظیم "اسے کافر" کہا تو کافر ہوگیا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۲: واقع دربار عالیہ بھرچونڈی شریف اسٹیشن ڈھرکی ضلع سکھر (سندھ) مسئولہ عاکف فقیر عبداللہ قادری ۲۸ ذی القعدہ ۱۳۳۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم۔

بخدمت تاج الفقہاء سراج العلماء المحققین حامی السنۃ والدین غیاث الاسلام والمسلمین مجدد مائۃ حاضرہ جناب سید احمد رضا خاں صاحب قادری بعد الوف الوف تسلیمات مع التکریمات بعد آداب واضح برائے عالی باد کہ مسئلہ ہجرت معروف ومشہور کہ در ہند وسندھ کہ بتمام جوش وخروش علماء وقت بفرضیت او قائل شدہ اند و واعظ وخطیب و زاہد و عابد بعام وخاص مجالس مخصوصہ بشدت وحدت تمام دریں بارہ گشتہ اند بلکہ از اکثر علماء وقت مقال بدیں منوال رفتہ کہ

بخدمت فقہاء کے تاج، باریک بین علماء کرام کے چراغ، سنت اور دین کے مددگار، اسلام اور مسلمانوں کے فریادرس، اس موجودہ صدی کے مجدد، جناب سید احمد رضا خاں صاحب قادری، ہزاروں ہزاروں سلام عزت واحترام کے ساتھ، سینکڑوں قسم کے آداب بجالاتے ہوئے حضور کی رائے عالی پر ظاہر ہو کہ مسئلہ ہجرت جو مشہور ومعروف ہے کہ ہند اور سندھ میں پورے جوش وخروش سے وقت کے علماء اس کی فرضیت کے قائل ہوگئے ہیں۔ پس دینی وعظ کرنے والے، گوشہ نشین زاہد اور جہاد کو تیار ہے عام اور خاص خصوصی مجالس میں انتہائی

---

[1] جامع الفصولین الفصل الثامن والثلاثون اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۳۱۲

[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحا الخ مصطفی البابی مصر ص ۱۸۶

[3] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الحظر والاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۱

Marfat.com

ہر آنانکہ ہجرت نکنند و یا قائل بفرضیت او نشوند خارج از ایمان اند و زنان بر ایشاں حرام گردند آیا آں مفتی الزماں دریں مسئلہ کہ منزلۃ الاقوام است چہ فرمایند بدلائل قاطعہ و براہین ساطعہ دریں باب چہ تحریر دارند براہ نوازش و عنایت بترسیم حقیقت مسئلہ حق مسئولہ شتاب بہ جواب سرفراز فرمایند کہ ما در فرضیت و استحبابیت ایں ہجرت سخت متردد و متشکک و مضطرب حال مذبذب باہم تاکید مزید۔

وحدت اختیار کرتے ہوئے اس معاملے میں ایک ہو گئے ہیں یہاں تک کہ اکثر علماء سے اس طرز پر گفتگو کرتے وقت وہ اس طرف گئے ہیں کہ جو لوگ ہجرت نہیں کرتے یا اس کی فرضیت کے قائل نہیں تو وہ ایمان سے خارج ہیں اور منکوحہ عورتیں ان پر حرام ہیں۔ کیا زمانے کے مفتی حضرات اس مسئلہ میں کہ لغزش اقدام کا سبب ہے یقینی دلائل اور روشن شواہد کے پیش نظر اس باب میں کیا تحریر رکھتے ہیں رائے نوازش اور نظر عنایت سے اس مسئلہ مسئولہ کا جلدی جواب عنایت فرماکر سرفراز فرمائیں اس لئے کہ ہم اس ہجرت کے فرض اور مستحب ہونے میں سخت تردد، شک اور اضطراب اور تذبذب میں اپنے آپ کو پاتے ہیں، اور مزید تاکید سے عرض کرتے ہیں۔ (ت)

الجواب

بحمد اللہ تعالٰی ہند و سندھ تاحال دار اسلام است کما حققناہ فی رسالتنا اعلام الاعلام بان ہندستان دار الاسلام جمعہ و عیدین و اذان و اقامہ وغیرہا بکثرت شعار اسلامیہ جاری ست و شہرے کہ دار الاسلام بود تا رشتہ از رشتہاء اسلام برجاست ہمچناں دار الاسلام ست کہ اسلام غالب ست و مغلوب نتواں شد وللہ الحجۃ البالغۃ درجامع الفصولین ست ما بقی شیئ من احکام دار الاسلام تبقی دار الاسلام علی ما عرف ان الحکم اذا ثبت بعلۃ فی

اللہ تعالٰی کی تعریف وستائش کرتے ہوئے گزارش ہے کہ ہند اور سندھ ابھی تک دار اسلام ہیں جیسا کہ ہم نے اپنے ایک رسالہ موسومہ "اعلام الاعلام بان ہندستان دار الاسلام" میں اس کی تحقیق کی ہے، نماز، جمعہ، عیدین، اذان اور اقامت وغیرہ بے شمار شعائر اسلامیہ اس میں جاری ہیں اور جو شہر کہ دار اسلام ہے جب تک اسلام کے رشتوں میں سے کوئی رشتہ قائم ہے تو وہ حسب سابق دار اسلام ہی ہے کیونکہ اسلام غالب ہے اور کبھی مغلوب نہیں ہوسکتا، اور کامل دلیل اللہ تعالٰی ہی کے لئے ہے۔ چنانچہ جامع الفصولین میں ہے جب تک دار اسلام کا کوئی حکم باقی ہو تو وہ دار اسلام ہی رہے گا، جیسا کہ معلوم ہے کہ کوئی حکم جب کسی

Marfat.com

بقی شیٔ من العلۃ یبقی الحکم ببقائہ [1]
ھکذا ذکر شیخ الاسلام ابوبکر فی
شرح سیر الاصل و در فصول عمادی ست
دار الاسلام لا تصیر دار الحرب اذا
بقی شیٔ من احکام الاسلام وان
زال غلبۃ اھل الاسلام [2] امام ناصر الدین
فرماید ما بقیت علقۃ من علائق
الاسلام یترجح جانب الاسلام [3] و
در شرح نقایہ است ان الدار محکومۃ
بدار الاسلام ببقاء حکم واحد
فیھا کما فی العمادی وغیرھا [4]
و ہجرت از دار الحرب فرض است تا از دار الاسلام،
قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
لاھجرۃ بعد الفتح رواہ الشیخان [5]
ہجرت خاصہ کہ بر شخصے خاص بوجہ خاص لازم
آید چیزے دیگر ست و آواز محلہ بمحلہ بلکہ
از خانہ بخانہ دیگر توان شد و الیھا
الاشارۃ فی حدیث من

علت کی وجہ سے ثابت ہو تو جب تک وہ علت
موجود رہے گی وہ حکم باقی رہے گا۔ شیخ الاسلام
حضرت ابوبکر نے شرح سیر الاصل میں اسی طرح
بیان فرمایا، اور فصول عمادی میں ہے کہ دار الاسلام
میں جب تک کوئی حکم اسلامی موجود ہو تو وہ "دار الحرب"
نہ ہوگا اگرچہ مسلمانوں کا غلبہ ختم ہوگیا ہے۔ امام ناصر الدین
فرماتے ہیں کہ جب تک اسلام کے رشتوں میں سے کوئی
رشتہ باقی ہو تو اسلام کی جانب کو ترجیح ہوگی۔ اور
"شرح نقایہ" میں مذکور ہے کہ اگر ملک میں ایک بھی
اسلامی حکم باقی ہو تو اس پر دار الاسلام کا حکم
لگایا جائے گا جیسا کہ "عمادی" وغیرہ میں مذکور ہے
اور ہجرت کرنا دار کفر سے فرض ہے نہ کہ دار الاسلام
سے۔ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،
فتح مکہ کے بعد کوئی ہجرت نہیں۔ بخاری و مسلم نے
اسے روایت فرمایا۔ خاص ہجرت کہ کسی شخص پر
کسی خاص وجہ کی بنا پر لازم ہو تو یہ ایک دوسری
بات ہے ایک محلہ سے دوسرے محلہ تک بلکہ ایک
گھر سے دوسرے گھر تک آواز پہنچ سکتی ہے۔

---

[1] جامع الفصولین — الفصل الاول فی القضاء — اسلامی کتب خانہ کراچی — ۱/۱۳
[2] فتاوی جامع الفوائد بحوالہ فصول العمادی — کتاب الجہاد — مکتبہ حقانیہ کوئٹہ — ص ۴۴۴
[3] " " " " " ناصر الدین " " " " — ص ۴۴۴
[4] جامع الرموز — کتاب الجہاد — مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران — ۴/۵۵۶
[5] صحیح البخاری — " باب وجوب النفیر الخ — قدیمی کتب خانہ کراچی — ۱/۳۹۶
صحیح مسلم — کتاب الامارۃ باب المبایعۃ بعد الفتح " " " — ۲/۱۳۱

فر بدینہ[1] الحدیث،

واما ہجرت عامہ نباشد مگر از دار الحرب و ادعائے فرضیتش از دار الاسلام باطل محض ست و اصلے ندارد وتفوہ بتکفیر منکر فرضیت غلو فی الدین ست وتکفیر تارک ازاں ہم بالاتر ضلال مبین ست مگر آنا نترسند از احادیث کثیرہ ناطقہ بآنکہ اکفار مسلم کفر ست قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایما امرء قال لاخیہ کافر فقد باء بھا احدھما[2] فان کان کما قال والا رجعت علیہ رواہ مسلم والترمذی عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما موجب ہجرت اگر تسلط نصاریٰ ست او نہ از امروز ست صد سال بیش می گزرد اینہا و آباء اینان تاحال اقامت داشتند و بزعم خود بترک تخم کدام حکم کاشتند و اگر چیزے ست کہ در ممالک دیگر ناشی شدہ پس ایں حکم عجیبے ست کہ حادثے بملکے رود ہجرت از ملک دیگر واجب شود۔ نسأل اللہ العفو والعافیۃ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

حدیث میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا کہ جو کوئی اپنے دین کی حفاظت فرمائیگا الحدیث۔ لیکن عام ہجرت سوائے دار حرب کے نہیں ہوسکتی، لہٰذا دار الاسلام سے ہجرت کی فرضیت کا دعوٰی کرنا بلاشُبہہ باطل ہے یہ اپنے اندر کوئی اصلیت نہیں رکھتا، اور جو کوئی اس کی فرضیت کا انکار کرے اسے کافر قرار دینا دین میں بڑی زیادتی ہے پھر تارک کی تکفیر اس سے بھی بڑھ کر گمراہی ہے۔ مگر کیا وہ لوگ اس بات سے نہیں ڈرتے کہ بے شمار روایات اس پر ناطق ہیں کہ کسی مسلمان کو کافر قرار دینا کفر ہے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس آدمی نے اپنے بھائی کو کافر کہا تو یہ کُفران دونوں میں سے کسی ایک پر پلٹ جائے گا۔ لہٰذا اگر کہنے والے کے مطابق وُہ کافر ہے تو وہی کافر ہوگا ورنہ کہنے والے پر کفر لوٹ آئے گا۔ امام مسلم اور امام ترمذی نے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس حدیث کو روایت کیا (جو لوگ ہجرت کے قائل ہیں اور اُسے فریضہ ایمان قرار دیتے ہیں ہم ان سے پُوچھتے ہیں کہ) ہجرت کرنے کا سبب اور وجہ کیا ہے؟ اگر عیسائیوں کا تسلّط ہے تو وہ کوئی آج نہیں ہوا بلکہ آج سے سَو سال پہلے کا ہے پھر اتنی مدّت یہ لوگ اور ان کے باپ دادے اب تک یہاں کیوں ٹھہرے رہے، اور اپنے خیال میں ہجرت نہ کرکے اُنھوں نے کون سے حکم کا بیج بویا؟ اور اگر ہجرت

---

[1] الدر المنثور بحوالہ ابن مردویہ تحت آیۃ ۴/۹۷ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۲/۲۰۶

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ یا کافر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۷

جامع الترمذی ” باب ماجاء فی من رمی اخاہ بکفر امین کمپنی دہلی ۲/۱۸

Marfat.com

کسی ایسے کام کی وجہ سے ہے جو کسی دوسرے ممالک میں پیدا ہو گیا، تو پھر یہ حکم عجیب ہے کہ کوئی جدید حادثہ کسی ملک میں پیدا ہو جائے تو پھر ہجرت کرنا کسی دوسرے ملک پر واجب ہو جاتا ہے۔ (ختم کلام) ہم اللہ تعالےٰ سے معافی اور عافیت کی دُعا کرتے ہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۳ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:
۴ شوال

(۱) کسی کی زبان سے کلمۂ کفر نکل گیا یا اللہ و رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو گالی دی پھر نادم ہو کر فوراً توبہ کی اب بی بی اس کی نکاح میں اُس کے رہے گی یا نہیں؟

(۲) یہ جو مسئلہ مشہور ہے کہ اگر کوئی جاہل عالم کو گالی دے تو بی بی پر اُس کے طلاق واقع ہو جاتی ہے یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو عالم کو کس مرتبہ کا ہونا اور گالی کا کس مرتبہ کا ہونا شرط ہے اور اگر عالم بدخو یا فاسد العقیدہ کو گالی دے یا صحیح العقیدہ کو کسی بات پر خواہ دنیاوی یا اُخروی یا مسئلہ اخلاقی لے کر جھگڑا کر کے باہم گالی گلوچ کی یہ جھگڑا مابین دو عالموں کے ہو تو شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

الجواب

(۱) جس نے کلمۂ کفر قصداً کہا یا اللہ یا نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی وہ کافر ہو جاتا ہے اُس کی عورت نکاح سے نکل جاتی ہے پھر اگر مسلمان ہوا اور توبہ کرے عورت کو اختیار ہے کہ اُس سے دوبارہ نکاح کرے خواہ بعد عدت کے اور سے کرے۔

(۲) عالم دین کو بُرا کہنا اگر اُس کے عالم دین ہونے کے سبب ہے تو کفر ہے اور عورت نکاح سے باہر، خواہ بُرا کہنے والا خود عالم ہو یا جاہل، اور عالم سُنّی العقیدہ کی توہین جاہل کو جائز نہیں اگرچہ اُس کے عمل کیسے ہی ہوں، اور بدمذہب و گمراہ اگرچہ عالم کہلاتا ہو اُسے بُرا کہا جائے گا مگر اسی قدر جتنے کا وہ مستحق ہے، اور فحش کلمہ سے ہمیشہ اجتناب چاہیے۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۵ از آرہ محلہ نواوہ ڈاک بنگلہ مرسلہ محبوب علی و عبد الغفور صاحب ۲ آخر ذی القعدہ ۱۳۳۸ھ
۱۳۳۸ھ

ایک پنڈت صاحب ساکن بلیا کے، وہ آج کل آرہ میں آ کر بہت زوروں کے ساتھ ہندو مسلمان کو ایک جا جمع کر کے لکچر دیا کرتے ہیں بعد ختم لکچر کے پنڈت صاحب اکثر موقعوں پر خود اپنے ہاتھ ہندو مسلمانوں کو ٹیکا دیتے ہیں بعد اُس کے مسلمان سے گلے گلے ملتے ہیں مگر قبل ٹیکا دینے کے مسلمانوں سے دریافت کرتے ہیں کہ آپ لوگوں کے یہاں ممانعت ہے یا نہیں، اُس پر چند مسلمانوں نے جواب دیا کہ کوئی ممانعت نہیں ہے اور نہ ٹیکے سے انکار ہے، اس کہنے پر وہ ٹیکا دیتے ہیں اور گلے گلے ملتے ہیں اور اسی لکچر کے اندر یہ کہا کہ ہندو مسلمان ایک دل ہو کر اپنے اپنے گھروں میں انتظام کریں بلکہ اُس کے انتظام کے لئے چند

Marfat.com

مسلمان ممبر بنائے گئے اور یہ رائے مانی کہ اس غلہ کو بیچ کر ایک جگہ جمع کیا جائے ، اسی رائے کو دونوں فریق نے پاس کرکے ایک ہندو کے یہاں جمع کرنے کے لئے قرار دیا گیا اور یہ کہا گیا کہ دونوں فریق کی رائے سے یہ پیسہ اپنے کارِ خیر کے لئے خرچ کریں۔ اب میں علمائے دین سے اس امر کو دریافت کرتا ہوں کہ وہ شراکت کا پیسہ ہم لوگ اپنے کارِ خیر میں جیسے مسجد کی مرمت یا تجہیز و تکفین مداراتِ میت وغیرہ وغیرہ میں لاسکتے یا نہیں ، اور ایک روز پنڈت صاحب نے ہندو مسلمان سے مخاطب ہو کر کہا کہ آج ہم اپنے رامائن کا اور مسلمانوں کے قرآن مجید کی اور انگریزوں کی بائبل کی یعنی تینوں کتابوں کی پوجا کریں گے ، اس کے انتظام اور اہتمام کے لئے یہ تھا کہ ایک ڈولہ جس کو وہ لوگ سنگاسن کہتے ہیں اس کو بڑے تکلف کے ساتھ ہار پھول سے سجا کر اس کے اندر ایک طرف رامائن ایک طرف بائبل اور بیچ میں مسلمانوں سے قرآن مجید منگوا کر رکھا اور بڑے اہتمام کے ساتھ بھجن گاتے اور ڈھول و جھانج وغیرہ بجاتے اور اس میں مسلمان بھی شریک ہو کر شہر سے گھماتے ہوئے اپنے مندر کے اندر لیجا کر رکھا ، خیر کہا ہماری شریعت میں علماء نے اس امر کو کہ کلام پاک غیر مذہب میں بے دین کی مجلس میں لے جانا اور یہ برتاؤ کرنا اور مندر کے اندر لیجا کر رکھنا کیا جائز ہے ؟ جب مسلمانوں سے کہا گیا تو اُن لوگوں نے جواب دیا کہ اس میں حرج ہی کیا ہوا اگر ایسا کیا گیا کیونکہ ہم لوگوں نے شہر کے ایک ایک مولوی صاحب سے دریافت کیا تو اُنھوں نے کہا کہ کوئی حرج نہیں ہے ، اور ٹیکا کے بارے میں بھی یہی جواب ملا ، ان سب واقعات کو لکھ کر خدمت بابرکت میں اپنے علمائے دین شرع متین کے پیش کرتا ہوں کہ فی الحقیقت یہ سب بات شرع کے اندر جائز ہے یا نہیں ، جیسا کہ یہاں پر مسلمان ہم کو جواب دیتے ہیں کہ ہم نے یہ سب مولوی صاحب سے دریافت کر لیا ہے ، لہٰذا ذیل چند جملے درج کرتا ہوں جو مضمون بالا کا لب لباب ہو سکتا ہے ، ان سوالوں کے جواب سے بالتفصیل سرفراز فرمایا جائے تاکہ ان بھائی مسلمانوں کی خدمت میں پیش کر کے اُن کی اصلاح کی جائے ، اُن کے عقائد دربارہ مذکورہ درست نہیں ہیں اور ان کی ان خود پرستیوں کی پوری پوری گوشمالی ہو جائے ، وہ مذہب پر دھبہ لگانے والی حرکت سے باز آ کر راہِ راست پر آجائیں ، اس لئے گزارش خدمت عالی ہے کہ جلد جواب اسی پرچہ کی پشت پر تحریر فرمائیں۔

(۱) مسلمانوں کو پیشانی پر ٹیکا لگانا خواہ وہ کسی قسم کا مانند زعفران و صندل وغیرہ کے ہو جائز ہے یا نہیں ؟

(۲) ہندوؤں کے شال غول باندھ کر گاتے بجاتے رامائن وغیرہ ہندوؤں کی کتابوں کو بڑے اہتمام کے ساتھ سنگاسن وغیرہ میں رکھ کر ہندوؤں کی مجلس میں جانا جہاں پر "رام چندر کی جے" کی صدا بلند ہوتی ہو مسلمانوں کے لئے جائز ہے یا نہیں ؟

Marfat.com

(۳) قرآن مجید کا دوسری کتابوں کے شامل مانند رامائن بائیبل وغیرہ ہندوؤں کے ساتھ پوجا کیا جانا خواہ مندر کے اندر لیجانا اور اس کے اہتمام میں مسلمانوں کا شریک ہونا درست ہے یا نہیں؟

(۴) ہندوؤں کے شامل چندہ جمع کرنا اور اس چندہ سے رفاہ عام مسلمان کرنا مثلاً مرمت مسجد، تجہیز و تکفین میت لاوارث مسلمانی، امداد بیوگان مسلم یا یتیم بچوں کی تربیت و تعلیم وغیرہ وغیرہ ممنوع ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) ماتھے پر قشقہ (ٹیکا) لگانا خاص شعارِ کفر ہے اور اپنے لئے جو شعارِ کفر پر راضی ہو اس پر لزومِ کفر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: من تشبہ بقوم فہو منہم[۱] جو کسی قوم سے مشابہت پیدا کرے وہ انھیں میں سے ہے۔ اشباہ والنظائر میں ہے:

عبادۃ الصنم کفر ولا اعتبار بما فی قلبہ وکذا لوتزنر بزنار الیہود والنصارٰی دخل کنیستھم اولم یدخل[۲] واللہ تعالٰی اعلم۔

بُت کی پوجا کرنا کفر ہے اور جو کچھ اس کے دل میں ہے اُس کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور اسی طرح اگر کسی نے یہودیوں اور عیسائیوں کا زنار گلے میں ڈالا چاہے انکے گرجوں میں جائے یا نہ جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۲) سائل یہ پوچھتا ہے کہ وہ حرکات بلعنہ جائز ہیں یا نہیں، یہ پوچھے کہ کفر ہے یا نہیں؛ اُن کی عورتیں نکاح سے نکلیں یا نہیں ان حرکات سے۔

جامع الفصولین منح الروض الازہر میں ہے:

من خرج الی السدۃ (قال القاری ای مجمع اھل الکفر) کفر لان فیہ اعلان الکفر وکانہ اعان علیہ[۳] واللہ تعالٰی اعلم۔

جو کوئی (دارالاسلام کو چھوڑ کر) کفار و مشرکین کے مجمع میں جائے (السدۃ، شارح ملا علی قاری نے فرمایا: اس کا معنی مجمع اہل کفر ہے) تو وہ کافر ہوگیا کیونکہ اس میں کفر کا اعلان ہے، گویا وہ کفر پر ان کی امداد کر رہا ہے۔ اور اللہ تعالٰی سب کچھ زیادہ جاننے والا ہے۔ (ت)

---

[۱] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لبس الشہرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۰۳

[۲] الاشباہ والنظائر کتاب السیر والردۃ الفن الثانی ادارۃ القرآن کراچی ۱/۲۹۵

[۳] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحاً وکنایۃً مصطفی البابی مصر ص ۱۸۹
جامع الفصولین الفصل الثامن والثلاثون اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۳۱۳

Marfat.com

(۳) قرآن عظیم کا مندر میں لیجانا اُس کی توہین ہے اور قرآن عظیم کی توہین کفر اور رامائن کی پُوجا اگر کفر نہ ہوئی تو دنیا میں کوئی بات کفر نہیں ہوسکتی، اور کفر کے اہتمام میں شریک ہونا اور اُس پر راضی ہونا کفر ہے الرضا بالکفر کفر (کفر پر راضی ہونا کفر ہے۔ ت) وہ لوگ اسلام سے نکل گئے اور انکی عورتیں ان کے نکاح سے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۴) ممنوع ہے اور سخت ممنوع ہے شرکت کے سبب اگر ان کا روپیہ ہمارے یہاں کے کارِ خیر میں صرف ہوگا تو مسلمان کا روپیہ ان کے کفر کے کاموں میں صرف ہوگا جن کو وہ کارِ خیر سمجھتے ہیں مثلاً مندروں کی اعانت بتوں کی زینت وغیرہ، اور اُن پر راضی ہونا کفر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۹ از امرتسر کٹرہ پرجہ مرسلہ غلام محمد صاحب دُکاندار ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرح متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ اگر ہجرت ہی کرنی ہے تو بجائے کابل کے مدینہ منورہ ہجرت کروں گا کم از کم یہ تو ہوگا کہ مسجد نبوی شریف میں ایک نماز پڑھنے سے پچاس ہزار نماز کا ثواب ہوگا اور کہتا ہے دین مدینہ منورہ سے نکلا ہے اور پھر اسی طرف پلٹ جائے گا، پس اُس جگہ سے کون جگہ افضل ہوگی، اور اس زمانہ میں جبکہ نصارٰی کا قبضہ اُس جگہ ہے کابل سے ہزار درجہ اُس جگہ کی ہجرت کو افضل کہتا ہے اور اپنے لئے باعثِ سلامتیِ دین و شفاعت تصور کرتا ہے، زید کا یہ خیال درست ہے یا نہیں؟ یہ ہجرت اس کی درست ثابت ہوگی یا نہیں؟ اور اگر ہجرت میں یہ نیت کرے کہ جب تک بیت اللہ شریف اور مدینہ منورہ پر کفار کا قبضہ ہے اتنی مدت اپنے وطن میں نہ آئے گا، ایسی نیت اسکی درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب

زید کے بالائی خیالات سب صحیح ہیں بیشک مدینہ طیبہ سے کسی شہر کو نسبت نہیں ہوسکتی۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

والمدینۃ خیرلھم لوکانوا یعلمون[1] مدینہ اُن کے لئے سب سے بہتر ہے اگر وہ جانیں۔

مگر مدینہ طیبہ میں مجاورت ہمارے ائمہ کے نزدیک مکروہ ہے کہ حفظِ آداب نہ ہوسکے گا اور قبضۂ کفار کا بیان غلط ہے اور ہو تو یہ نیت کہ اُن کے قبضہ تک وہیں رہے گا اُلٹی نیت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] صحیح البخاری فضائل المدینہ باب من رغب عن المدینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۲
صحیح مسلم کتاب الحج باب ترغیب الناس فی سکنی المدینۃ الخ " " " ۱/۴۴۵

Marfat.com

مسئلہ ۱۹۰–۱۹۱ از کلکتہ زکریا اسٹریٹ ۴۳ مرسلہ حکیم سعید الرحمٰن صاحب دہلوی ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

حضرت اقدس جناب مولانا صاحب قبلہ دام فیضہم السلام علیکم، مزاج گرامی! نہایت ادب سے معذرت خواہی کے ساتھ خدمت والا میں گزارش ہے کہ برائے کرم امور ذیل کا جواب مرحمت فرما کر خادم کی تسکین فرمائیں :

(۱) مسائل خلافت اسلامیہ و ہجرت عن الہند کے متعلق مولوی عبدالباری اور ابوالکلام وغیرہ نے جو کچھ آواز اٹھائی ہے یہ حدود اسلامیہ و شرعیہ کے موافق ہے یا خلاف ؟

(۲) ہر لحاظ سے جناب والا کی خاموشی کن مصالح کی بنا پر ہے ؟ اگر موافق ہے تو کیوں ان اصحاب کی تائید میں آواز نہیں اٹھاتے ؟ اور اگر خلاف ہے تو دوسرے مسلمانوں کو خطرناک ہلاکت سے نہیں روکا گیا جناب والا نے اپنے لئے کیا راہ عمل تجویز فرمائی ہے ؟

الجواب

مقصد بتایا جاتا ہے اماکن مقدسہ کی حفاظت، اس میں کون مسلمان خلاف کرسکتا ہے اور کارروائی کی جاتی ہے کفار سے اتحاد مشرک لیڈروں کی غلامی و تقلید قرآن و حدیث کی عمر کر بت پرستی پر نثار کرنا مسلمانوں کا قشقہ لگوانا، کافروں کی جے بولنا، رام لچھمن پر پھول چڑھانا، راماین کی پوجا میں شریک ہونا، مشرک کا جنازہ اپنے کندھوں پر اٹھا کر اس کی جے بولتے ہوئے مرگھٹ کو لے جانا، کافروں کو مسجد میں لیجا کر مسلمانوں کا واعظ بنانا شعار اسلام قربانی گاؤ کو کفار کی خوشامد میں بند کرنا ایک ایسے مذہب کی فکر میں ہونا جو اسلام و کفر کی تمیز اٹھا دے اور بتوں کے معبد پر آگ کو مقدس ٹھہرائے، اور اسی طرح کے بہت اقوال و احوال و افعال جن کا پانی سر سے گزر گیا اور جنہوں نے اسلام پر یکسر پانی پھیر دیا۔ کون مسلمان ان میں موافقت کرسکتا ہے۔ ان حرکات خبیثہ کے رد میں فتوے لکھے گئے اور لکھے جارہے ہیں، اس سے زیادہ کیا اختیار ہے، باقی ہے اسے جو مقلب القلوب والابصار ہے۔ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (اور ہمیں اللہ تعالٰی کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ گناہوں سے تحفظ، اور نیکی بجا لانے کی طاقت کسی میں نہیں مگر اللہ تعالٰی بلند شان والے، بڑی عظمت والے کی توفیق سے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۲–۱۹۳ از گوری ڈاک خانہ رائے پور ضلع مظفر پور مرسلہ عبدالجبار صاحب یکم شعبان ۱۳۳۹ھ

(۱) ایک شخص نماز نہیں پڑھتا ہے لوگوں نے زبردستی نماز پڑھنے کو کہا اور اس نے انکار کیا، اس صورت میں انکار کرنے والے اور تاکید کرنے والے کے ایمان میں نقص آیا یا نہیں ؟ اگر نقص آیا تو کس درجہ کا ؟ بصورت اکراہ و خوف سزا سے جبریہ نماز پڑھتا ہے، نہ معلوم نماز ہوا یا ادا کرتا ہے

Marfat.com

یا خلوص، لیکن ظاہر اسباب زبردستی دباؤ ہے، پس نماز عام جاہل کے دباؤ سے مقبول ہے یا نہیں ؟

(۲) ذابح البقر جس نے اپنا پیشہ ذبح کرنا مویشیوں کا و نفع اٹھانا فروختِ گوشت سے ہمیشہ اختیار کرلیا ہے بخشا جائے گا یا نہیں ؟ و پرسش خون ناحق اس کا یوم الحشر میں ہوگا یا نہیں ؟

(۳) ایک مسلمان نذر لغیر اللہ کھاتا و امدادِ مخلوق مثل شیخ سدّو و خواجہ خضر و کالی بھوانی وغیرہ تعزیہ پرستی سے طلب کرتا ہے وبصورت حصول مراد نہیں نذر دینے سے ضرر جان و مال کا تصوّر کرتا ہے، ان صورتوں میں نقصِ ایمان واقع ہُوا یا نہیں ؟ و ذبیحہ اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

(۱) تاکید کرنے والے پر الزام نہیں، اور انکار اگر یوں ہے کہ تیرے کہنے سے نہیں پڑھتا تو گناہ ہی ہے اور اگر فرضیتِ نماز سے انکار کرے تو کفر کما فی جامع الفصولین[1] وغیرہ (جیسا کہ جامع الفصولین وغیرہ میں ہے۔ ت) قبول وعدمِ قبول کا بیان اُوپر گزرا سقوط فرض ہوجائے گا لاریاء فی الفرائض کما فی الاشباہ وغیرھا (فرائض میں دکھاوا نہیں، جیسا کہ الاشباہ وغیرہ میں مذکور ہے۔ ت) مسلمان پر بدگمانی حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) ذبحِ بقر کو خونِ ناحق کہنا کلمۂ کفر ہے اور اس کی بخشش نہ جاننا ضلالت وگمراہی اور اُس پیشے کے جواز میں کوئی شُبہہ نہیں اور ذابح البقر کی وعید موضوع و بے اصل ہے حوالہ اس پر ہے جو ان دعاوی باطلہ کا مدعی ہو اُلٹا مطالبہ جہالت وہابیہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) کالی بھوانی سے مدد مانگنے والے کو مسلمان کہنا کفر ہے، کہنے والے پر تجدیدِ اسلام و تجدیدِ نکاح لازم ہے۔ اور کالی بھوانی، شیخ سدّو ارواحِ خبیثہ کے ساتھ نبی اللہ خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استمداد کو ملانا صریح گمراہی اور نبی اللہ کی توہین اور امام الوہابیہ مخذول کی طرز لعین ہے توبہ فرض ہے اور جب وہ کالی بھوانی سے مدد مانگتا ہے تو قطعاً کافر مشرک ہے اس کے ایمان کے نقصان کمال اور اُس کے ذبیحہ سے سوال نادانی ہے، نہ اس کے بعد کسی امرِ محتمل سے بحث کی حاجت نہ کہ جائز یا مستحب۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] جامع الفصولین الفصل الثامن والثلاثون اسلامی کتب خانہ کراچی ص ۳۰۶

Marfat.com

رسالہ

برکات الامداد لاھل الاستمداد ۱۳۱۱ھ

(مدد طلب کرنے والوں کیلئے امداد کی برکتیں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۶۵ از سہسوان محلہ شہباز پورہ مرسلہ احمد نبی خاں ۱۴ر شعبان المعظم ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آیۂ و ایاک نستعین کے معنی وہابی یوں بیان کرتا ہے کہ استعانت غیر حق سے شرک ہے ؎

دیکھ حصر نستعین اے پاک دیں — استعانت غیر سے لائق نہیں
ذاتِ حق بیشک ہے نعم المستعان — حیف ہے جو غیر حق کا ہو دھیان

اور علمائے صوفیہ کرام کا عقیدہ یوں ظاہر کرتا ہے کہ حضرت مصلح الدین سعدی شیرازی رحمہ اللہ تعالٰی کا بھی یہی ایمان تھا کہ ع

ندارم غیر از تو فریاد رس

(ہم تیرے سوا کوئی فریاد کو پہنچنے والا نہیں رکھتے۔ت)

اور حضرت مولانا نظامی گنجوی رحمہ اللہ تعالٰی بھی دعا میں عرض کرتے تھے ؎

Marfat.com

بزرگا بزرگی دہا بیکسم — تو ای یاوری بخش ویاری رسم

(اے بزرگ! بزرگی عطا فرما کہ میں بیکس ہوں، تو ہی حمایت کرنیوالا اور میری مدد کرنیوالا ہے)

اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ کا قصہ دلچسپ۔ وغیرہ، دولہا بیان کرتا ہے جو تذکرۃ الواعظین میں لکھا ہے کہ ایک روز آپ نماز پڑھ رہے تھے جب نستعین پر پہنچے بیہوش ہوکر گر پڑے، جب ہوش ہوا فرمایا: جب رب العالمین ایاک نستعین فرمائے اور میں غیر حق سے مانگوں مجھ سے زیادہ بے ادب کون ہوگا۔ دوسری آیت شریف جناب ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے قصہ کا کہ انی وجہت وجہی للذی سے بیان کرتا ہے اور بہت سی آیات شریفہ اور حدیث پاک اور قول علماء وصوفیہ بتاتا ہے لہذا مستدعی خدمت عالی ہوں کہ تردید اس کی مرحمت ہو کہ اس وہابی سے بیان کروں، جواب قرآن کا قرآن سے، حدیث کا حدیث سے، اقوال کا اقوال سے ارشاد فرمائیے گا اور ممنون ہوں۔ بینوا توجروا۔

راقم نیاز احمد نبی خان، سہسوان

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وبہ نستعین والصلوٰۃ والسلام علی اعظم غوث اکرم ومعین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

سب حمدیں اللہ تعالیٰ کے لئے، اور اسی سے ہم مدد چاہتے ہیں، اور صلوٰۃ وسلام سب سے بڑے بزرگی والے غوث ومددگار محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین پر۔ (ت)

الحمد للہ آیات کریمہ تو مسلمان کی ہیں اور حضرت مولانا سعدی ومولانا نظامی قدس سرہ السامی کے جو اشعار نقل کئے وہ بھی حق ہیں، مگر وہابی حق باتوں سے باطل معنی کا ثبوت چاہتا ہے جو ہرگز نہ ہوگا آیہ کریمہ انی وجہت وجہی کو تو اس مقام سے کوئی علاقہ ہی نہیں، اس میں توجہ بقصد عبادت کا ذکر ہے کہ میں اپنی عبادت سے اسی کا قصد کرتا ہوں جس نے پیدا کئے زمین وآسمان، نہ یہ کہ مطلق توجہ کا جس میں انبیاء واولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے استعانت بھی داخل ہو سکے۔ جلالین شریف میں اس آیہ کریمہ کی تفسیر فرمائی:

قالوا لہ ما تعبد قال انی وجہت وجہی قصدت بعبادتی الخ[1]

یعنی کافروں نے سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے کہا تم کسے پوجتے ہو، فرمایا میں اپنی عبادت سے اس کا قصد کرتا ہوں جس نے بنائے آسمان وزمین۔

[1] تفسیر جلالین تحت آیۃ ۶/۷۹ اصح المطابع دہلی ص ۱۱۹

Marfat.com

آیت میں اگر مطلق توجہ مراد ہو تو کسی کی طرف منہ کر کے باتیں کرنا بھی شرک ہو، نماز میں قبلہ کی طرف توجہ بھی شرک ہو کہ قبلہ بھی غیر خدا ہے خدا نہیں۔ اور رب العزت جل وعلا کا ارشاد ہے:

حیثما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ[1] جہاں کہیں ہو اپنا منہ قبلہ کی طرف کرو۔

معاذ اللہ شرک کا حکم دینا ٹھہرے، مگر وہابیہ کی عقل کم ہے۔ آیۂ کریمہ وایاک نستعین مناجات سعدی و نظامی میں استعانت و فریاد رسی و یاوری دیاری حقیقی کا حضرت عزّ وجل و علا میں حصر ہے نہ کہ مطلق کا، اور بلاشبہہ حقیقت ان امور بلکہ ہر کمال بلکہ وجود ہستی کی خاص بجناب احدیت عزّ وجل ہے استعانت حقیقیہ یہ کہ اسے قادر بالذات و مالک مستقل و غنی بے نیاز جانے کہ بے عطائے الٰہی وہ خود اپنی ذات سے اس کام کی قدرت رکھتا ہے۔ اس معنی کا غیر خدا کے ساتھ اعتقاد ہر مسلمان کے نزدیک شرک ہے نہ ہرگز کوئی مسلمان غیر کے ساتھ اس معنی کا قصد کرتا ہے بلکہ واسطہ وصول وفیض و ذریعہ و وسیلہ قضائے حاجات جانتے ہیں اور یہ قطعاً حق ہے۔ خود رب العزت تبارک وتعالیٰ نے قرآن عظیم میں حکم فرمایا:

وابتغوا الیہ الوسیلۃ[2] اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

بایں معنی استعانت بالغیر ہرگز اس سے حصر ایاک نستعین کے منافی نہیں، جس طرح وجود حقیقی کہ خود اپنی ذات سے بے کسی کے پیدا کئے موجود ہونا خالص بجناب الٰہی تعالیٰ وتقدس ہے، پھر اس کے سبب دوسرے کو موجود کہنا شرک نہ ہوگیا جب تک وہی وجود حقیقی نہ مراد لے۔ حقائق الاشیاء ثابتۃ پہلا عقیدہ اہل اسلام کا ہے، یونہی علم حقیقی کہ اپنی ذات سے بے عطائے غیر ہو اور تعلیم حقیقی کہ بذات خود بے حاجت بہ دیگرے القائے علم کرے، اللہ جل جلالہ سے خاص ہیں۔ پھر دوسرے کو عالم کہنا یا اس سے علم طلب کرنا شرک نہیں ہو سکتا جب تک وہی معنی اصلی مقصود نہ ہوں، خود رب العزت تبارک وتعالیٰ قرآن عظیم میں اپنے بندوں کو علیم و علماء فرماتا ہے اور حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت ارشاد کرتا ہے:

یعلمھم الکتب والحکمۃ[3] یہ نبی انہیں کتاب و حکمت کا علم عطا کرتا ہے۔

یہی حال استعانت و فریاد رسی کا ہے کہ ان کی حقیقت خاص بخدا اور بمعنی وسیلہ و توسل و توسط غیر کے لئے ثابت اور قطعاً روا، بلکہ یہ معنی تو غیر خدا ہی کے لئے خاص ہیں، اللہ عزّ وجل وسیلہ و توسل و توسط بننے سے

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۴۴
[2] القرآن الکریم ۵/۳۵
[3] " " ۳/۱۶۴

Marfat.com

پاک ہے، اس سے اوپر کون ہے کہ یہ اس کی طرف وسیلہ ہوگا اور اس کے سوا حقیقی حاجت روا کون ہے کہ یہ بیچ میں واسطہ بنے گا، ولہذا حدیث میں ہے جب اعرابی نے حضور پُرنور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم حضور کو اللہ تعالےٰ کی طرف شفیع بناتے ہیں اور اللہ عزوجل کو حضور کے سامنے شفیع لاتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر سخت گراں گزرا دیر تک سبحان اللہ فرماتے رہے، پھر فرمایا:

ویحك انه لایستشفع باللّٰه علی احد شان اللّٰه اعظم من ذٰلك - رواه ابوداؤد عن جبیر بن مطعم رضی اللّٰه تعالیٰ عنه -

ارے نادان! اللہ کو کسی کے پاس سفارشی نہیں لاتے ہیں کہ اللہ کی شان اس سے بہت بڑی ہے (اسے ابوداؤد نے جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اہل اسلام انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے یہی استعانت کرتے ہیں جو اللہ عزوجل سے کیجئے تو اللہ اور اس کا رسول غضب فرمائیں اور اسے اللہ جل وعلا کی شان میں بے ادبی ٹھہرائیں اور حق تو یہ ہے کہ اس استعانت کے معنی اعتقاد کر کے جناب الٰہی جل وعلا سے کرے تو کافر ہو جائے مگر وہابیہ کی بد عقلی کو کیا کہئے، نہ اللہ کا ادب نہ رسول سے خوف، نہ ایمان کا پاس، خواہی نخواہی اس استعانت کو ایاك نستعین میں داخل کرے جو اللہ عزوجل کے حق میں محال قطعی ہے اسے اللہ تعالےٰ سے خاص کئے دیتے ہیں، ایک بیوقوف وہابی نے کہا تھا ؎

وُہ کیا ہے جو نہیں ملتا خدا سے ۔۔۔ جسے تم مانگتے ہو اولیاء سے

فقیر غفر اللہ تعالےٰ لہ نے کہا ؎

توسل کر نہیں سکتے خدا سے ۔۔۔ اسے ہم مانگتے ہیں اولیاء سے

یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ خدا سے توسل کرکے اُسے کسی کے یہاں وسیلہ و ذریعہ بنایئے، اس وسیلہ بننے کو ہم اولیائے کرام سے مانگتے ہیں کہ وہ دربارِ الٰہی میں ہمارا وسیلہ و ذریعہ و واسطہ قضائے حاجات ہوجائیں۔ اس بے وقوفی کے سوال کا جواب اللہ عزوجل نے اس آیۂ کریمہ میں دیا ہے،

علیہ جل وعلا و صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ۔۔۔ علیہ جل جلالہٗ ۔۔۔ علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سلہ سنن ابی داود کتاب السنۃ باب فی الجہمیۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۹۳

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جآؤك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابًا رحيمًا[1]

اور جب وہ اپنی جانوں پر ظلم یعنی گناہ کر کے تیرے پاس حاضر ہوں اور اللہ سے معافی چاہیں اور معافی مانگے ان کے لئے رسول، تو بیشک اللہ کو توبہ قبول کرنیوالا مہربان پائیں گے۔

کیا اللہ تعالےٰ اپنے آپ نہیں بخش سکتا تھا، پھر یہ کیوں فرمایا کہ اے نبی! تیرے پاس حاضر ہوں اور تو اللہ سے ان کی بخشش چاہے تو یہ دولت و نعمت پائیں گے۔ یہی ہمارا مطلب ہے جو قرآن کی آیت صاف فرما رہی ہے۔ مگر وہابیہ تو عقل نہیں رکھتے۔

خدارا انصاف! اگر آیہ کریمہ ایاك نستعین میں مطلق استعانت کا ذاتِ الٰہی جل وعلا میں حصر مقصود ہو تو کیا صرف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی سے استعانت شرک ہوگی، کیا یہی غیرِ خدا ہیں، اور سب اشخاص و اشیاء وہابیہ کے نزدیک خدا ہیں یا آیت میں خاص انھیں کا نام لے دیا ہے کہ ان سے شرک اوروں سے روا ہے، نہیں نہیں، جب مطلقاً ذاتِ احدیت سے تخصیص اور غیر سے شرک ماننے کی ٹھہری تو کیسی ہی استعانت کسی غیرِ خدا سے کی جائے ہمیشہ ہر طرح شرک ہی ہوگی کہ انسان ہوں یا جمادات، احیا ہوں یا اموات، ذوات ہوں یا صفات، افعال ہوں یا حالات، غیرِ خدا ہونے میں سب داخل ہیں۔ اب کیا جواب ہے آیہ کریمہ کا کہ رب جل وعلا فرماتا ہے؛

واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ[2]   استعانت کرو صبر و نماز سے۔

کیا صبر خدا ہے جس سے استعانت کا حکم ہوا ہے، کیا نماز خدا ہے جس سے استعانت کو ارشاد کیا ہے۔

دوسری آیت میں فرماتا ہے؛

وتعاونوا علی البرّ والتقوٰی[3]   آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرو بھلائی اور پرہیزگاری پر۔

کیوں صاحب! اگر غیرِ خدا سے مدد لینی مطلقاً محال ہے تو اس حکمِ الٰہی کا حاصل کیا، اور اگر ممکن ہو تو جس سے مدد مل سکتی ہے اُس سے مدد مانگنے میں کیا زہر گھُل گیا۔

احادیث مبارکہ: —— حدیثوں کی تو گنتی ہی نہیں بکثرت احادیث میں صاف صاف حکم ہے کہ —— صبح کی عبادت سے استعانت کرو —— شام کی عبادت سے استعانت کرو ——

ؔ۱ القرآن الکریم ۴/۶۴   ؔ۲ القرآن الکریم ۲/۱۵۳
ؔ۳ " " ۵/۲

Marfat.com

کچھ رات رہے کی عبادت سے استعانت کرو — علم کے لکھنے سے استعانت کرو — سحری کے کھانے سے استعانت کرو — دوپہر کے سونے سے استعانت و صدقہ سے استعانت کرو — عورتوں کی خانہ نشینی میں انھیں سنگار رکھنے سے استعانت کرو — حاجت روائیوں میں حاجتیں چھپانے سے استعانت کرو — کیا یہ سب چیزیں وہابیہ کی خدا ہیں کہ ان سے استعانت کا حکم آیا۔ یہ حدیثیں خیال میں نہ ہوں تو مجھ سے سنئے ۔

(۱) البخاری والنسائی عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اِسْتَعِیْنُوْا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَیْئٍ مِّنَ الدُّلْجَةِ [۱]

امام بخاری اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صبح و شام اور رات کے کچھ حصہ میں عبادت سے استعانت کرو۔ (ت)

(۲) الترمذی عن ابی ھریرة۔ [۲]

ترمذی نے ابوہریرہ سے روایت کیا (ت)

(۳) والحکیم الترمذی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھم عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم استعن بیمینك علی حفظك [۳]

حکیم ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے انھوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ اپنے حافظہ کی امداد کرو اپنے ہاتھ سے۔ (ت)

(۴) ابن ماجة والحاکم والطبرانی فی الکبیر والبیھقی فی شعب الایمان عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم استعینوا بطعام السحر علی صیام النھار وبالقیلولة علی قیام اللیل [۴]

ابن ماجہ اور حاکم اور طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دن کے روزے رکھنے پر سحری کے کھانے سے استعانت کرو اور رات کے قیام کیلئے قیلولہ سے استعانت کرو (ت)

---

[۱] صحیح البخاری کتاب الایمان باب الدین یسر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰

[۲] جامع الترمذی ابواب العلم باب ماجاء فی الرخصة فیہ امین کمپنی دہلی ۲/۹۱

[۳] کنز العمال حدیث ۲۹۳۰۵ ۱۰/۲۴۵ و مجمع الزوائد کتاب العلم باب کتابة العلم ۱/۱۵۲

[۴] سنن ابن ماجہ ابواب الصیام باب ماجاء فی السحور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۲۳
المستدرک للحاکم کتاب الصوم الاستعانة بطعام السحر دار الفکر بیروت ۱/۴۲۵

Marfat.com

(۵) الدیلمی فی مسند الفردوس عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم استعینوا علی الرزق بالصدقۃ۔[1]

دیلمی نے مسند فردوس میں عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روایت کیا کہ رزق پر صدقہ سے استعانت کرو۔ (ت)

(۶) ابن عدی فی الکامل عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم استعینوا علی النساء بالعری فان احدٰھن اذا کثرت ثیابھا و احسنت زینتھا اعجبھا الخروج۔[2]

ابن عدی نے کامل میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انھوں نے حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ عورتوں کے خلاف استعانت حاصل کرو تنگیٔ لباس سے، کیونکہ جب ان کے جوڑے زیادہ ہوں گے اور ان کی زینت اچھی بنے گی وہ باہر نکلنا پسند کریں گی۔ (ت)

(۷) الطبرانی فی الکبیر والعقیلی و ابن عدی و ابونعیم فی الحلیۃ و البیھقی فی الشعب عن معاذ بن جبل۔[3]

طبرانی نے کبیر میں اور عقیلی اور ابن عدی اور ابونعیم نے حلیہ میں اور بیہقی نے شعب میں معاذ بن جبل سے روایت کیا (ت)

(۸) والخطیب عن ابن عباس۔[4]

خطیب نے ابن عباس سے روایت کیا (ت)

(۹) والخلعی فی فوائدہ عن امیر المؤمنین علیّ المرتضیٰ۔[5]

خلعی نے اپنی فوائد میں امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا (ت)

(۱۰) والخرائطی فی اعتلال القلوب عن امیر المؤمنین عمر الفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

خرائطی نے اعتلال القلوب میں امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہم سے انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ حاجت روائیوں میں

---

[1] کنز العمال بحوالہ فر عن عبد اللہ بن عمرو حدیث ۱۵۹۶۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۳۴۳
[2] کنز العمال بحوالہ عد عن انس حدیث ۴۴۹۵۲ 〃 〃 〃 ۱۶/ ۳۷۲
[3] حلیۃ الاولیاء ترجمہ خالد بن معدان ۳۱۸ دار الکتب العلمیہ 〃 ۵/ ۲۱۵
[4] تاریخ بغداد ترجمہ حسین بن عبید اللہ ۴۱۲۴ 〃 〃 〃 〃 ۸/ ۵۷
[5] الجامع الصغیر حدیث ۹۸۵ 〃 〃 〃 〃 ۱/ ۶۶

Marfat.com

استعینوا علی انجاح الحوائج بالکتمان۔[1] حاجتیں چھپانے سے استعانت کرو۔ (ت)

یہ دس حدیثیں تو افعال سے استعانت میں ہوئیں، بعض حدیثیں اشخاص سے استعانت میں لیجئے کہ تمیں احادیث کا عدد کامل ہو۔

حدیث ۱۱: احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ بسند صحیح اُمّ المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا لانستعین بمشرک۔[2] ہم کسی مشرک سے استعانت نہیں کرتے۔

اگر مسلمان سے استعانت بھی ناجائز ہوتی تو مشرک کی تخصیص کیوں فرمائی جاتی۔ ولہذا امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے ایک نصرانی غلام وثیق نامی سے کہ دنیاوی طور کا امانت دار تھا ارشاد فرماتے ہیں:

اَسْلِمْ اَسْتَعِنْ بِکَ عَلٰی اَمَانَۃِ الْمُسْلِمِیْن۔ مسلمان ہوجا کہ میں مسلمانوں کی امانت پر تجھ سے استعانت کروں۔

وہ نہ مانا تو فرماتے ہم کافر سے استعانت نہ کریں گے۔

حدیث ۱۲: امام بخاری تاریخ میں خبیب بن یساف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے:

انا لانستعین بالمشرکین علی المشرکین۔[3] ہم مشرکوں سے مشرکوں پر استعانت نہیں کرتے۔

ورواہ الامام احمد ایضاً۔ (امام احمد نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ ت)

حدیث ۱۳: صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن نسائی میں ہے چند قبائل عرب نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی

---

[1] کنز العمال بحوالہ عق، عد، طب، حل، عب عن معاذ بن جبل، الخرائطی فی اعتلال القلوب عن عمر، خط وابن عساکر عن علی فی فوائدہ عن علی، حدیث ۱۶۸۰۰ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۶/۵۱۷

[2] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی المشرک یسہم لہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۹
مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/۶۸
سنن ابن ماجہ ابواب الجہاد باب الاستعانۃ بالمشرکین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۸

[3] المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الجہاد باب فی الاستعانۃ بالمشرکین ادارۃ القرآن ۱۲/۳۹۴
مسند احمد بن حنبل حدیث جد خبیب رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۴۵۴

Marfat.com

علیہ وسلم سے استعانت کی، حضورِ والا نے مدد عطا فرمائی۔

عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اتاہ رعل و ذکوان وعصیۃ وبنولحیان فزعموا انہم قد اسلموا واستمدوہ علٰی قومہم فامدہم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الحدیث۔[1]

حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس رِعل، ذکوان، عصیۃ اور بنولحیان قبائل کے لوگ آئے اور انھوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ وہ اسلام قبول کرچکے ہیں اور اپنی قوم کے لئے آپ سے مدد طلب کی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مدد کی، الحدیث۔ (ت)

حدیث ۱۴: صحیح مسلم و ابوداؤد و ابن ماجہ و معجم کبیر طبرانی میں ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے حضور پُرنور سیدالعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: مانگ کیا مانگتا ہے کہ ہم تجھے عطا فرمائیں۔ عرض کی میں حضور سے سوال کرتا ہُوں کہ جنت میں حضور کی رفاقت عطا ہو۔ فرمایا بھلا اور کچھ۔ عرض کی بس میری مراد تو یہی ہے۔ فرمایا تُو میری اعانت کر اپنے نفس پر کثرتِ سجود سے۔

قال کنت ابیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاتیتہ بوضوئہ وحاجتہ، فقال لی سل، ولفظ الطبرانی فقال یوما یاربیعۃ سلنی فاعطیک، رجعنا الٰی لفظ مسلم فقال فقلت اسألک مرافقتک فی الجنۃ، قال اوغیر ذٰلک، قلت ھو ذاک، قال فاعنی علٰی نفسک بکثرۃ السجود۔[2]

الحمدللہ یہ جلیل ونفیس حدیث صحیح اپنے ہر ہر فقرہ سے وہابیت کُش ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اَعِنّی فرمایا کہ میری اعانت کر، اسی کو استعانت کہتے ہیں، یہ درکنار حضورِ والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مطلق طور پر سَلْ فرمانا کہ مانگ کیا مانگتا ہے، جانِ وہابیت پر کیسا پہاڑ ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور ہر قسم کی حاجت روا فرما سکتے ہیں، دنیا و آخرت کی سب مرادیں حضور کے اختیار میں ہیں جب تو بلاتقیید وتخصیص فرمایا: مانگ کیا مانگتا ہے۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجہاد باب العون بالمدد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۳۱

[2] صحیح مسلم کتاب الصلٰوۃ باب فضل السجود والحث علیہ " " ۱/ ۱۹۳

المعجم الکبیر عن ربیعہ بن کعب حدیث ۴۵۷۶ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۵/ ۵۸

Marfat.com

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی شرح مشکوٰۃ شریف میں اسی حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

از اطلاق سوال کہ فرمود سل بخواہ و تخصیص نکرد بمطلوبی خاص معلوم میشود کہ کار ہمہ بدست ہمت کرامت اوست صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہرچہ خواہد وہرکرا خواہد باذن پروردگار خود بدہد ؎

فان من جودك الدنيا وضرتها
ومن علومك علم اللوح والقلم[1]

مطلق سوال کے متعلق فرمایا "سوال کر" جس میں کسی مطلوب کی تخصیص نہ فرمائی، تو معلوم ہوا کہ تمام اختیارات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ کرامت میں ہیں، جو چاہیں جسے چاہیں اللہ تعالیٰ کے اذن سے عطا کریں۔ آپ کی عطا کا ایک حصہ دنیا و آخرت ہے اور آپ کے علوم کا ایک حصہ لوح و قلم کا علم۔ (ت)

علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقاۃ میں فرماتے ہیں:

يؤخذ من اطلاقه صلى الله تعالى عليه وسلم الامر بالسؤال ان الله مكنه من اعطاء كل ما اراد من خزائن الحق[2]

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو مانگنے کا حکم مطلق دیا اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل نے حضور کو قدرت بخشی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے جو کچھ چاہیں عطا فرمائیں۔ (ت)

پھر لکھا:

وذكر ابن سبع في خصائصه وغيره ان الله تعالى اقطعه ارض الجنة يعطي منها ما شاء لمن يشاء[3]

یعنی امام ابن سبع وغیرہ علماء نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص کریمہ میں ذکر کیا ہے کہ جنت کی زمین اللہ عزوجل نے حضور کی جاگیر کردی ہے کہ اس میں سے جو چاہیں جسے چاہیں بخش دیں۔ (ت)

امام اجل سیدی ابن حجر مکی قدس سرہ الملکی "جوہر منظم" میں فرماتے ہیں:

---

[1] اشعۃ اللمعات کتاب الصلوٰۃ باب السجود وفضلہ فصل اول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۹۶
[2] و [3] مرقات المفاتیح مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/۶۱۵

Marfat.com

انه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خلیفۃ اللہ الذی جعل خزائن کرمہ و موائد نعمہ طوع یدیہ و تحت ارادتہ یعطی منہا من یشاء و یمنع من یشاء[1]

[311] بے شک نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے خلیفہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم کے خزانے اور اپنی نعمتوں کے خوان حضور کے دست قدرت کے فرمانبردار اور حضور کے زیرِ حکم و ارادہ واختیار کر دئے ہیں کہ جسے چاہیں عطا فرماتے ہیں اور جسے چاہیں نہیں دیتے۔ (ت)

اس مضمون کی تصریحیں کلماتِ ائمہ وعلماء واولیاء وعرفاء میں حدِ تواتر پر ہیں جو اُن کے انوار سے دیدۂ ایمان منور کرنا چاہے فقیر کا رسالہ سلطنۃ المصطفیٰ فی ملکوت کل الورٰی (۱۲۹۷ھ) مطالعہ کرے۔

اس جلیل حدیث میں سب سے بڑھ کر جانِ وہابیت پر یہ کیسی آفت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے جنت مانگی کہ اسألك مرافقتك فی الجنۃ یا رسول اللہ! میں حضور سے سوال کرتا ہوں کہ جنّت میں رفاقتِ والا سے مشرف ہوں۔ وہابیہ کے طور سے یہ کیسا کھلا شرک ہے مگر اس کی شکایت کیا، ابھی فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے بجواب سوال دہلی ایک نفیس رسالہ اکمال الطامۃ علی شرك سوّی بالامور العامۃ تالیف کیا اور بہ توفیقہ تعالیٰ اس میں تین سو ساٹھ آیتوں حدیثوں سے ثبوت دیا کہ وہابیہ کے طور پر حضرات انبیاء کرام وملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام سے لے کر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خود حضرت رب العزّت جل جلالہٗ تک معاذ اللہ کوئی شرک سے محفوظ نہیں، ولا حول و لا قوۃ الا باللہ العلیّ العظیم ؎

اشراک بمذہبے کہ تا حق برسد
مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم

(ایک مذہب میں شرک اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے وہ سب کو معلوم ہے اور مذہب والے بھی سبکو معلوم ہیں)

حدیث ۱۵ تا ۲۸ چودہ حدیثوں میں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اطلبوا الخیر عند حسان الوجوہ[2] خیر طلب کرو نیک رُویوں کے پاس۔

---

[1] الجوہر المنظم | الفصل السادس | المطبعۃ الخیریۃ مصر | ص ۴۲
[2] التاریخ الکبیر | حدیث ۴۶۸ | دار الباز مکۃ المکرمۃ | ۱/ ۱۵۷
موسوعۃ رسائل ابن ابی الدنیا | قضاء الحوائج | حدیث ۵۱ | مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت | ۲/ ۴۹
کشف الخفاء | حدیث ۳۹۴ | دار الکتب العلمیہ بیروت | ۱/ ۱۲۲

Marfat.com

وفی لفظ (دوسرے الفاظ میں):

اطلبوا الخیر والحوائج من حسان الوجوہ[1] — نیکی اور حاجتیں خوبصورتوں سے مانگو۔

وفی لفظ (بالفاظ دیگر):

اذا ابتغیتم المعروف فاطلبوہ عند حسان الوجوہ[2] — جب نیکی چاہو تو خوبرویوں کے پاس طلب کرو۔

وفی لفظ (دوسرے لفظوں میں):

اذا طلبتم الحاجات فاطلبوھا عند حسان الوجوہ[3] — جب حاجتیں طلب کرو خوشرو چہروں کے پاس طلب کرو۔

وفی لفظ بزیادۃ (اضافہ کے ساتھ دیگر الفاظ میں):

فان قضی حاجتک قضاھا بوجہ طلق وان ردک ردک بوجہ طلق۔ اخرجہ الامام البخاری فی التاریخ[4] وابوبکر بن ابی الدنیا فی قضاء الحوائج[5] وابو یعلی فی مسندہ[6] والطبرانی فی الکبیر والعقیلی[7] وابن عدی[8]

خوش جمال آدمی اگر تیری حاجت روا کرے گا تو بکشادہ روئی اور تجھے پھیرے گا تو بکشادہ پیشانی (اسے امام بخاری نے تاریخ میں، ابوبکر بن ابی الدنیا نے قضاء الحوائج میں، ابو یعلی نے اپنی مسند میں، طبرانی نے کبیر میں، عقیلی نے، ابن عدی نے

---

[1] المعجم الکبیر عن ابن عباس حدیث ۱۱۱۱۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸۱/۱۱

[2] الکامل لابن عدی ترجمہ یعلی بن ابی الاشدق الخ دار الفکر بیروت ۲۷۴۳/۷

کنز العمال حدیث ۱۶۷۹۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۵۱۶/۶

[3] اتحاف السادۃ کتاب الصبر والشکر بیان حقیقۃ النعمۃ الخ دار الفکر بیروت ۹۱/۹

[4] التاریخ الکبیر حدیث ۲۰۸ دار الباز مکۃ المکرمۃ ۱۵۶/۱

[5] موسوعۃ رسائل ابن ابی الدنیا قضاء الحوائج حدیث ۴۵ مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت ۵۱/۲

[6] مسند ابی یعلی عن عائشہ رضی اللہ عنہا حدیث ۴۴۰۴ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت ۳۸۶/۴

[7] الضعفاء الکبیر حدیث ۵۹۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۲۱/۲

[8] الکامل لابن عدی ترجمہ حکم بن عبداللہ بن سعد دار الفکر بیروت ۶۲۲/۲

Marfat.com

والبیهقی فی شعب الایمان[1] وابن عساکر[2]۔

بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن عساکر نے روایت کیا۔ (ت)

(۱۵) عن ام المؤمنین الصدیقة، وعبد بن حمید فی مسنده، وابن حبان فی الضعفاء، وابن عدی فی الکامل[3]، والسلفی فی الطیوریات۔

(۱۵) حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کو عبد بن حمید نے اپنی مسند اور ابن حبان نے ضعفاء اور ابن عدی نے کامل اور سلفی نے طیوریات میں ذکر کیا (ت)

(۱۶) عن عبد اللہ بن عمر الفاروق، وابن عساکر[4] وکذا الخطیب[5] فی تاریخهما۔

(۱۶) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی روایت کو اور ابن عساکر اور ایسے ہی خطیب نے اپنی اپنی تاریخ میں ذکر کیا۔ (ت)

(۱۷) عن انس بن مالک بلفظ التمسوا، والطبرانی فی الاوسط[6] والعقیلی[7] والخرائطی فی اعتلال القلوب وتمام فی فوائده وابو سهل عبد الصمد بن عبد الرحمٰن البزار فی جزئه وصاحب المهروانیات۔

(۱۷) حضرت انس بن مالک کی روایت میں التمسوا کا لفظ ہے اور اس کو طبرانی نے اوسط اور عقیلی اور خرائطی نے اعتدال القلوب اور تمام نے اپنی فوائد میں اور ابوسہیل عبد الصمد بن عبد الرحمٰن بزار نے اپنی جزء میں اور مہروانیات والے نے روایت کیا ہے (ت)

(۱۸) عن جابر بن عبد اللہ، والدارقطنی فی الافراد[8] بلفظ ابتغوا والعقیلی و

(۱۸) حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کو دارقطنی "ابتغوا" کے لفظ کے ساتھ اور عقیلی اور

[1] شعب الایمان حدیث ۳۵۴۱ و ۳۵۴۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۲۷۸
[2] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن عائشہ حدیث ۱۶۷۹۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۵۱۶
[3] الکامل لابن عدی ترجمہ یعلی بن اشدق دار الفکر بیروت ۷/ ۲۷۴۲
[4] تہذیب تاریخ ابن عساکر ترجمہ خیثمہ بن سلیمان دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۰۸
[5] تاریخ بغداد ترجمہ ۱۲۸۷ محمد بن محمد المقری دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۲۲۶
[6] المعجم الاوسط حدیث ۶۱۱۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۷/ ۷۱
[7] الضعفاء الکبیر حدیث ۶۲۸ دار الکتاب العلمیہ بیروت ۲/ ۱۳۹
[8] کنز العمال بحوالہ قط فی الافراد حدیث ۱۶۷۹۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۵۱۶

Marfat.com

وابن ابی الدنیا فی قضاء الحوائج[1] و
الطبرانی فی الاوسط وتمام والخطیب
فی رواة مالک۔

(۱۹) عن ابی ھریرۃ ، وابن النجار
فی تاریخہ[2]۔

(۲۰) عن امیر المؤمنین علی المرتضیٰ
والطبرانی فی الکبیر[3]۔

(۲۱) عن یزید بن خصیفہ عن ابیہ
عن جدہ ابی خصیفہ بلفظ التمسوا
وتمام فی الفوائد۔

(۲۲) عن ابی بکرۃ والخطیب[4] وتمام و
لفظہ التمسوا والبیہقی فی الشعب و
الطبرانی[5]۔

(۲۳) عن عبد اللہ بن عباس ھذا الاخیر
منھم خاصۃ عن ابن عباس باللفظ
الثانی وابن عدی عن ام المؤمنین باللفظ
الثالث ، واخرجہ ابن عدی فی الکامل
والبیہقی فی الشعب[6]۔

ابن ابی الدنیا نے قضاء الحوائج میں ، اور طبرانی
نے اوسط میں اور تمام اور خطیب نے رواۃ مالک
میں ذکر کیا ہے (ت)

(۱۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کو
ابن النجار نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا (ت)

(۲۰) حضرت امیر المؤمنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
کی روایت کو طبرانی نے کبیر میں ذکر کیا۔

(۲۱) حضرت یزید بن خصیفہ نے اپنے والد انھوں
نے یزید کے دادا ابی خصیفہ سے "التمسوا" کے
لفظ کے ساتھ اور تمام نے فوائد میں ذکر کیا۔

(۲۲) حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت
کو اور خطیب اور تمام نے "التمسوا" کے لفظ کو
اور بیہقی نے شعب میں اور طبرانی نے ذکر کیا ہے۔ (ت)

(۲۳) یہ آخری ان سے خاص حضرت ابن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثانی لفظ کے ساتھ اور ابن عدی
نے حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے تیسرے لفظ
کے ساتھ اسکو ابن عدی نے کامل میں اور بیہقی نے
شعب میں ذکر کیا (ت)

---

[1] موسوعہ رسائل ابن ابی الدنیا قضاء الحوائج حدیث ۳۵ موسسۃ الکتب بیروت ۲/ ۵۱
[2] کشف الخفاء بحوالہ ابن النجار فی تاریخ بغداد حدیث ۲۰۵ موسسۃ الکتب العلمیہ ۱/ ۱۹۰
[3] المعجم الکبیر عن ابی خصیفہ حدیث ۹۰۳ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۲۲/ ۳۹۶
[4] تاریخ بغداد ترجمہ محمد بن محمد ابوبکر المقری ۱۲۸۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۲۲۶
[5] المعجم الکبیر عن ابن عباس حدیث ۱۱۱۰ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۱/ ۸۴
[6] شعب الایمان حدیث ۱۰۸۴۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۷/ ۴۳۴

Marfat.com

(٢٤) عن عبد الله بن جراد باللفظ الرابع، واحمد بن منیع فی مسنده عن الحجاج بن یزید۔

(٢٥) عن ابیه یزید القسملی[1] باللفظ الخامس رضی الله تعالیٰ عنهم اجمعین هذه کلها مسندات، وابوبکر بن ابی شیبة فی مصنفه۔

(٢٦) عن ابن مصعب[2] الانصاری و

(٢٧) عن عطاء[3] و

(٢٨) عن الزهری[4] مرسلات

(٢٤) حضرت عبداللہ بن جراد سے چوتھے لفظ کے ساتھ اور احمد بن منیع نے اپنی مسند میں حجاج بن یزید نے ذکر کیا (ت)

(٢٥) اس نے اپنے باپ یزید قسملی سے پانچویں لفظ کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، یہ تمام مسندات اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں ذکر کیا (ت)

(٢٦) ابن مصعب انصاری سے اور

(٢٧) عطاء سے

(٢٨) اور زہری سے سب مرسلات ہیں۔

امام محقق جلال الملۃ والدین سیوطی فرماتے ہیں:

الحدیث فی نقدی حسن صحیح[5] یہ حدیث میری پرکھ میں حسن صحیح ہے، قلت وقوله هذا لاشك حسن صحیح فقد بلغ حد التواتر علی رأی (میں کہتا ہوں اور ان کا یہ قول حق ہے بیشک یہ حسن صحیح حد تواتر کو پہنچی ہے میری رائے میں)

حضرت عبداللہ بن رواحہ یا حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

قد سمعنا نبینا قال قولا ۔۔۔ هو لمن یطلب الحوائج راحة

اغتدوا واطلبوا الحوائج ممن ۔۔۔ زین الله وجهه بصباحة[6]

یعنی بے شک ہم نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک بات فرماتے سنا کہ وہ حاجت مانگنے والوں کے لئے آسائش ہے، ارشاد فرماتے ہیں کہ صبح کرو اور حاجتیں اس سے مانگو جس کا چہرہ اللہ تعالیٰ نے گورے رنگ سے آراستہ کیا ہے۔ رواہ العسکری۔

---

[1] کشف الخفاء بحوالہ القسملی حدیث ٥٢٧ دارالکتب العلمیۃ بیروت ١/ ١٦٠

[2] المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الادب ما ذکر فی طلب الحوائج حدیث ٦٣٢٧ کراچی ٩/ ١٠

[3] " " " " ٦٣٢٨ " "

[4] " " " " ٦٣٢٩ " "

[5] کشف الخفاء تحت حدیث ٥٢٧ دارالکتب العلمیۃ بیروت ١/ ١٦٠

[6] الدرر المنتثرة فی الاحادیث المشتهرة تحت حدیث ٨٨ المکتب الاسلامی بیروت ص ٦٨

Marfat.com

حدیث ۴۹ کہ حضور پُرنور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ وعلٰی آلہٖ فرماتے ہیں :

اطلبوا الفضل عند الرحماء من امتی تعیشوا فی اکنافھم فان فیھم رحمتی۔[1]

فضل میرے رحمدل امتیوں کے پاس طلب کرو کہ ان کے سائے میں چین کرو گے کہ ان میں میری رحمت ہے۔

وفی لفظ (اور دوسرے الفاظ میں۔ت) :

اطلبوا الحوائج الی ذوی الرحمۃ من امتی ترزقوا وتنجحوا۔

اپنی حاجتیں میرے رحمدل امتیوں سے مانگو رزق پاؤ گے مرادیں پاؤ گے۔

وفی لفظ قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (بالفاظ دیگر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا۔ت) :

یقول اللہ عزوجل اطلبوا الفضل من الرحماء من عبادی تعیشوا فی اکنافھم فانی جعلت فیھم رحمتی۔[2]

اللہ تعالٰی فرماتا ہے فضل میرے رحمدل بندوں سے مانگو ان کے دامن میں عیش کرو گے کہ میں نے اپنی رحمت ان میں رکھی ہے۔

رواہ باللفظ الاول ابن حبان والخرائطی فی مکارم الاخلاق والقضاعی فی مسند الشھاب والحاکم فی التاریخ وابوالحسن الموصلی وبالثانی العقیلی والطبرانی فی الاوسط وبالثالث العقیلی کلھم عن ابی سعیدؓ الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

روایت کیا پہلی حدیث کو ابن حبان اور خرائطی نے مکارم الاخلاق میں، اور قضاعی نے مسند الشہاب میں، اور حاکم نے تاریخ میں، اور ابوالحسن موصلی نے، اور دوسری حدیث کو عقیلی اور طبرانی نے اوسط میں، اور تیسری کو عقیلی نے۔ یہ ساری حدیثیں ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی گئیں۔ (ت)

حدیث ۵۰ کہ حضور والا ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

اطلبوا المعروف من رحماء امتی

میرے نرم دل امتیوں سے نیکی و احسان مانگو

---

[1] کنز العمال بحوالہ الخرائطی فی مکارم الاخلاق حدیث ۱۶۸۰۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۵۱۸

[2] کنز العمال بحوالہ عق وطس عن ابی سعید خدری " ۱۶۸۰۱ " " ۶/۵۱۸

[3] الضعفاء الکبیر حدیث ۷۵۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/۴

Marfat.com

تعیشوا فی اکنافھم۔ اخرجہ الحاکم[1] فی المستدرک عن امیر المؤمنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الاسنی۔

اُن کے ظلِّ عنایت میں آرام کروگے (اسے حاکم نے مستدرک میں امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الاسنی سے روایت کیا۔ ت)

انصاف کی آنکھیں کہاں ہیں، ذرا ایمان کی نگاہ سے دیکھیں، یہ سولہ[۱۶] بلکہ سترہ[۱۷] حدیثیں کیسا صاف صاف واشگاف فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم نے اپنے نیک امتیوں سے استعانت کرنے، ان سے حاجتیں مانگنے، اُن سے خیر و احسان طلب کرنے کا حکم دیا کہ وہ تمھاری حاجتیں بکشادہ پیشانی رواکرینگے، ان سے مانگو تو رزق پاؤ گے، مرادیں پاؤ گے، ان کے دامنِ حمایت میں چین کروگے ان کے سایۂ عنایت میں عیش اٹھاؤ گے۔

یارب! مگر استعانت اور کس چیز کا نام ہے، اس سے بڑھکر اور کیا صورتِ استعانت ہوگی، پھر حضرات اولیاء سے زیادہ کون سا امتی نیک و رحمدل ہوگا کہ ان سے استعانت شرک ٹھہرا کر اس سے حاجتیں مانگنے کا حکم دیا جائے گا۔ الحمد للہ حق کا آفتاب بے پردہ و حجاب روشن ہوا، مگر وہابیہ کا منہ خدا نے مارا ہے انھیں اس عیش، چین، آرام، خیر، برکت، سایۂ رحمت، دامنِ رافت میں حصہ کہاں جس کی طرف مہربانِ خدا مہربان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے امتیوں کو بلا رہا ہے ع

گر بر تو حرام ست حرامت بادا

(اگر تجھ پر حرام ہے تو حرام رہے۔ ت)

والحمد للہ رب العلمین تیس[۳۰] حدیث کا وعدہ بحمد اللہ پورا ہوا، آخر میں تین[۳] حدیثیں وہابیت کُش اور سُنیے جا ئیے کہ عدد وتر اللہ عزوجل کو محبوب ہے:

حدیث ۳۱ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اذا ضل احدکم شیئا و اراد عونا وھو بارض لیس بھا انیس فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی فان للہ عبادا لایراھم[2]۔ (والحمد للہ)

جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہوجائے یا راہ بھول جائے اور مدد چاہے اور ایسی جگہ ہو جہاں کوئی ہمدم نہیں تو اسے چاہیئے یوں پکارے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب الرقاق دار الفکر بیروت ۴/ ۳۲۴

[2] المعجم الکبیر عن عتبہ بن غزوان حدیث ۲۹۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/ ۱۱۸ - ۱۱۷

Marfat.com

رواہ الطبرانی عن عتبۃ بن غزوان رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، کہ اللہ کے کچھ بندے ہیں جنھیں یہ نہیں دیکھتا وہ اس کی مدد کریں گے (واللہ)۔ (اسے طبرانی نے عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۳۲ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

جب جنگل میں جانور چھوٹ جائے فلیناد یا عباد اللہ احبسوا۔ تو یوں ندا کرے اے اللہ کے بندو! روک دو، عباد اللہ اسے روک دیں گے۔ رواہ ابن السنی عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے ابن السنی نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۳۳ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

یوں ندا کرے اعینوا یا عباد اللہ مدد کرو اے اللہ کے بندو۔ رواہ ابن ابی شیبۃ[2] والبزار عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما (اسے ابن ابی شیبہ اور بزار نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

یہ حدیثیں کہ تین صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے روایت فرمائیں قدیم سے اکابر علمائے دین رحمہم اللہ تعالٰی کی مقبول و معمول و مجرب ہیں، اس مطلب جلیل کی قدرے تفصیل اور ان حدیثوں کی شوکت قاہرہ کے حضور وہابیہ کی حرکت مذبوحی کا حال دیکھنا ہو تو فقیر کا رسالہ انہار الانوار من یم صلاۃ الاسرار ملاحظہ ہو، اور اس سے زائد ان حضرات کی بڑی عالت حدیث اجل و اعظم[3] یا محمد انی توجہت بک الی ربی (یا محمد! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں۔ ت) کے حضور ہے کہ وہ حدیث صحیح و جلیل و مشہور منجملہ اعظم و اکبر احادیث استعانت ہے جس سے ہمیشہ ائمہ دین مسئلہ استعانت میں استدلال فرماتے رہے، اس کی تفصیل بھی فقیر کے اسی رسالے میں مسطور ہے کہ یہاں بخوف تطویل ذکر نہ کی۔

---

[1] عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی باب ما یقول اذا انفلتت الدابۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۲

[2] المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب الدعاء باب ما یدعو بہ الرجل الخ حدیث ۹۰۰۰ ۱۰/ ۳۹۰

[3] جامع الترمذی ابواب الدعوات امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۹۴

المستدرک للحاکم کتاب صلوٰۃ التطوع دار الفکر بیروت ۱/ ۳۱۳ و ۵۱۹

Marfat.com

اقوالِ علماء: رہے اقوالِ علماء، ان کا نام لینا تو وہابی صاحبوں کی بڑی حیاداری ہے۔ صدہا قول علمائے اہلسنت وائمۂ ملت کے نہ صرف ایک بار بلکہ بار بار نہ صرف ایک آدھ رسالے بلکہ تصانیف کثیرہ اہلسنت میں ان حضرات کے سامنے پیش ہو چکے، دیکھ چکے، سن چکے، جانچ چکے، جن کے جواب سے آج تک عاجز ہیں اور بحولہ تعالٰی قیامت تک عاجز رہیں گے، مگر آنکھوں کے ڈھلے پانی کا علاج کیا کہ اب بھی اقوالِ علماء کا نام لئے جاتے ہیں یعنی ہزار بار مارا تو مارا اب کی بار مار لو تو جانیں، سبحان اللہ!

شفاء[1] السقام امام علامہ مجتہد فہامہ سیدی تقی الملۃ والدین علی بن عبدالکافی و کتاب[2] الافکار امام اجل اکمل سیدی ابو زکریا نووی و احیاء[3] العلوم وغیرہ تصانیف عظیمہ امام الانام حجۃ الاسلام قطب الوجود محمد غزالی و روض[4] الریاحین و خلاصۃ[5] المفاخر و نشر[6] المحاسن وغیرہا تصانیف جلیلہ امام اجل اکرم عارف باللہ فقیہ محقق عبداللہ بن سعد یافعی و حصن[7] حصین امام شمس الدین ابوالخیر ابن جزری و مدخل[8] امام ابن الحاج محمد عبدری مکی و مواہب[9] لدنیہ و منح محمدیہ امام احمد قسطلانی و افضل[10] القریٰ لقراء ام القریٰ و جوہر[11] منظم و عقود[12] الجمان وغیرہ تصانیف امام عارف باللہ سیدی ابن حجر مکی و میزان[13] امام اجل عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی و حرز[14] ثمین ملا علی قاری و مجمع[15] بحار الانوار علامہ طاہر فتنی و لمعات[16] التنقیح و اشعۃ[17] اللمعات و جذب[18] القلوب و مجمع[19] البرکات و مدارج[20] النبوۃ وغیرہا تالیف شیخ الشیوخ علماء الہند مولانا عبدالحق محدث دہلوی و فتاوی[21] خیریہ علامہ خیر الملۃ والدین رملی و مراقی[22] الفلاح علامہ حسن وفائی شرنبلالی و مطالع[23] المسرات علامہ فاسی و شرح مواہب[24] علامہ محمد زرقانی و نسیم[25] الریاض علامہ شہاب الدین خفاجی وغیرہا تصانیف کثیرہ علمائے کرام و ساداتِ اسلام جن کی تحقیق و تنقیح و اثبات و تصریح استمداد و اعانت سے زمین و آسمان گونج رہے ہیں۔ اگر مطالعہ کرنے کی لیاقت نہ تھی تو کیا تصحیح[1] المسائل و سیف[2] الجبار و بوارق[3] محمدیہ وغیرہا تصانیف نفیسہ عماد السنۃ معین الحق حضرت مولانا فضل رسول قدس سرہ المقبول بھی نہ دیکھیں، یہ تو عام فہم زبان اردو فارسی میں خاص تمہارے ہی مذہب نامہذب کے رد میں تصنیف ہوئیں اور بحمد اللہ بارہا مطبوع ہو کر راحتِ قلوب صادقین و غیظ صدور مارقین ہوئیں، علی الخصوص کتاب جلیل فیوض[4] ارواحِ قدس جس میں خاندانِ عزیزی کے صدہا اقوال صریحہ قاتل وہابیت قبیحہ منقول، مگر ہے یہ کہ ع

بیحیا باش و آنچہ خواہی کن

(بیحیا ہو جا پھر جو چاہے کر۔ ت)

تصانیف فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ سے کتاب حیاۃ[5] الموات فی بیان سماع الاموات و رسالہ انہار[6] الانوار من یم صلاۃ الاسرار و رسالہ انوار[7] الانتباہ فی حل نداء یا رسول اللہ

Marfat.com

ورسالہ الاھلال بفیض الاولیاء بعد الوصال وکتاب الامن والعلیٰ لنا عتی المصطفیٰ بدافع البلاء وخصوصاً کتاب مستطاب سلطنۃ المصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ وغیرہا میں جابجا بکثرت ارشادات واقوالِ ائمہ وعلماء واولیائے کرام مذکور یہاں ان کے ذکر سے اطالت کی حاجت نہیں اور خود اسی تحریر میں جو اقوال حضرت شیخ محقق ومولانا علی قاری وامام ابن حجر مکی رحمہم اللہ تعالیٰ کے زیر حدیث ۱۳ مذکور ہوئے قتلِ وہابیت کو کیا کم ہیں۔ پھر وہابی صاحب کی اس سے بڑھ کر پرلے سرے کی شوخ چشمی یہ کہ علماء کے ساتھ صوفیائے کرام کا نام پاک بھی لے دیا، کیا وہابیت وحیا میں ایسا ہی تناقض تام ہے کہ ایک آن کو بھی حیا کا کوئی شمہ وہابیت کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا، انا للہ و انا الیہ راجعون۔

دربارۂ استعانت صوفیائے کرام کے اقوال، افعال، احوال، اعمال سے دفتر بھرے ہیں دریا بھر رہے ہیں۔ اس بیدے کی صفائی کا کیا کہنا، ذرا آنکھوں پر ایمان کی عینک لگا کر حضرت شیخ محقق مولٰنا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز کا ترجمہ مشکوٰۃ شریف ملاحظہ ہو، اس مسئلہ میں حضرات اولیائے کرام قدست اسرارہم سے کیا ذکر کرتے ہیں فرماتے ہیں:

آنچہ مروی ومحکی ست از مشائخ اہلِ کشف در استمداد از ارواح کمل واستفادہ از آن خارج از حصر است ومذکورست در کتب ورسائل ایشاں ومشہور است میان ایشاں کہ حاجت نیست کہ آں را ذکر کنیم وشاید کہ منکر ومتعصب سود نہ کند او را کلمات ایشاں۔ عافانا اللہ من ذٰلک[1]

مشائخ اہلِ کشف سے کامل لوگوں کی ارواح سے استمداد اور استفادہ گنتی سے باہر ہے اور ان کی کتب ورسائل میں مذکور ہے اور ان میں مشہور ہے لہٰذا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، ہو سکتا ہے کہ ان کے کلمات منکر ومتعصب لوگوں کو فائدہ نہ دیں۔ اللہ تعالیٰ اسے محفوظ رکھے۔ (ت)

اللہ اکبر، ان منکروں بے دولت کی بے نصیبی یہاں تک پہنچی کہ اکابر علماء وعرفاء کے کلمات

---

[1] اشعۃ اللمعات کتاب الجہاد باب حکم الاسراء فصل اول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۴۰۲

Marfat.com

حضرات اولیائے کرام سے انھیں نفع پہنچنے کی امید نہ رہی اور فی الواقع ایسا ہی ہے، یُوں نہ مانئے تو آزما لیجئے اور ان ہزار در ہزار ارشاداتِ بیشمار سے امتحاناً صرف ایک کلام پاک فرزند دلبند صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ذکر کریں جو بتصریح اعاظم اولیاء سید الاولیاء و امام الاصفیاء و قطب الاقطاب و تاج الاوتاد و مرجع الابدال و مفزع الافراد اور باعتراف اکابر علماء امام شریعت و سردارِ اُمت و محی دین و ملت و نظامِ طریقت و بحرِ حقیقت و عینِ ہدایت و دریائے کرامت ہے، وہ کون، ہاں وہ سید الاسیاد واہب المراد سیدنا و مولٰنا و ملاذنا و ماوٰنا و غوثنا و غیثنا حضرت قطبِ عالم و غوثِ اعظم سید ابو محمد عبد القادر حسنی حسینی صلے اللہ تعالےٰ علیٰ جدہ الاکرام و علیٰ آلہٖ و علیہ و بارک وسلم، اور وہ کلام پاک نہ ایسا کہ کسی ایسے ویسے رسالے یا محض زبانوں پر مشہور ہوا بلکہ اکابر و اجلہ ائمہ کرام و علمائے عظام مثل امام اجل عارف باللہ سید القراء ثقہ ثبت حجت فقیہ محدث راویۃ الحضرۃ العلیۃ القادریۃ سیدنا امام ابو الحسن نور الدین علی بن جریر لخمی شطنوفی پھر امام اکرم شیخ الفقہاء فرد الوفا عالم ربانی لوائے حکمت یمانی سیدنا امام عبد اللہ بن اسعد یافعی شافعی مکی پھر فاضلِ اجل فقیہ اکمل محدثِ اجل شیخ الحرم المحترم مولٰنا علی قادری حنفی ہروی مکی و لبقیۃ السلف جلیل الشرف صاحب کرامات عالی و برکات معالی مولٰنا محمد ابو المعالی سلمی معالی پھر شیخ شیوخ علماء الہند محقق فقیہ عارف نبیہ مولٰنا شیخ عبد الحق محدث دہلوی وغیرہم کبرائے ملت و عظمائے امت قدسنا اللہ تعالٰی باسرارھم و افاض علینا من برکاتھم و انوارھم نے اپنی تصانیف جلیلہ جمیلہ معتمدہ مستندہ مثل بہجۃ الاسرار شریف و خلاصۃ المفاخر و نزہۃ الخاطر الفاتر و تحفہ قادریہ و اخبار الاخیار و زبدۃ الآثار وغیرہ میں ذکر و روایت فرمایا کہ حضور پُر نور جگر پارۂ شافع یوم النشور صلی اللہ تعالےٰ علیہ فعلیہ و بارک وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

من استغاث بی فی کربۃ کشف عنہ و من نادانی باسمی فی شدۃ فرجت عنہ و من توسل بی الی اللہ فی حاجۃ قضیت لہ و من صلی رکعتین یقراء فی کل رکعۃ بعد الفاتحۃ سورۃ الاخلاص احدی عشرۃ مرۃ ثم یصلی ویسلم علی رسول اللہ

جو کسی مصیبت میں مجھ سے فریاد کرے وہ مصیبت دور ہو، اور جو کسی سختی میں میرا نام لے کر ندا کرے وہ سختی دفع ہو، اور جو اللہ عزوجل کی طرف کسی حاجت میں مجھے وسیلہ کرے وہ حاجت پوری ہو، اور جو دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں بعد فاتحہ گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھے پھر سلام پھیر کر رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر

Marfat.com

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد السلام و یذکرنی ثم یخطو الی جہۃ العراق احدی عشرۃ خطوۃ و یذکر اسمی و یذکر حاجتہ فانہا تقضی باذن اللہ تعالیٰ۔ ۱؎

درود وسلام بھیجے اور مجھے یاد کرے، پھر بغداد شریف کی طرف گیارہ قدم چلے اور میرا نام لے اور اپنی حاجت کا ذکر کرے تو بیشک اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ حاجت روا ہو۔

یقول العبد صدقت یا سیدی یا مولائی رضی اللہ تعالیٰ عنک وعن کل من کان لک و منک فالحمد للہ الذی جعل وارث ابیک المرسل رحمۃ و مولی النعمۃ وصلی اللہ تعالیٰ علی ابیک وعلیک وعلی کل من انتمی الیک وبارک وسلم وشرف وکرم آمین آمین یا ارحم الراحمین۔ والحمد للہ رب العٰلمین۔

یہ بندہ (یعنی احمد رضا) عرض کرتا ہے کہ میرے آقا و مولیٰ! آپ نے سچ فرمایا اللہ تعالیٰ آپ سے اور آپ کے متوسلین اور آپ کی اولاد سے راضی ہو، تمام حمدیں اللہ تعالیٰ کیلئے جس نے آپ کے والد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وارث، رحمت اور آقائے نعمت بنایا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے والد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ پر اور آپ سے منسوب سب پر رحمتیں نازل فرمائے اور برکتیں اور سلامتی اور کرم فرمائے۔ آمین یا ارحم الراحمین والحمد للہ رب العالمین (ت)

حضرت ابو المعالی قدس سرہ العالی کی روایت میں الفاظ کریمہ کشفت فرجت قضیت بصیغۂ متکلم معلوم ہیں، وہاں کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں:

عمر بزاز قدس سرہ میگوید من شنیدہ ام از حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ ہر کہ در کربتے بمن استغاثہ کند کشفت عنہ و در گردانم آن کربت را ازو، وہر کہ در شدتے بنام من ندا کند فرجت عنہ خلاص بخشم او را ازاں

عمر بزاز فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ جو شخص مصیبت میں مجھ سے استغاثہ کرے گا میں مدد کروں گا اور اس سے اس کی تکلیف دور کروں گا، اور جو سختی میں مجھے ندا کرے گا اس کی سختی کو دور

۱؎ بہجۃ الاسرار ذکر فضل اصحابہ وبشراہم مصطفی البابی مصر ص ۱۰۲

Marfat.com

شدت، وہرکہ درحاجتے توسّل بمن کند درحضرت جل وعلا قضیت لہ حاجت او را برآرم۔[1]

کردوں گا اور خلاصی دلاؤں گا۔ اور جو اپنی حاجت میں مجھ سے توسل کرے گا اللہ تعالیٰ کے دربار میں اس کی حاجت پوری کروں گا۔ (ت)

علامہ علی قاری بعد ذکر روایت فرماتے ہیں:

قَدْ جُرِّبَ ذٰلِكَ مِرَارًا فَصَحَّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ۔[2]

بیشک یہ بارہا تجربہ کیا گیا ٹھیک اترا، اللہ تعالیٰ کی رضا شیخ پر ہو۔ (ت)

فقیر غفرلہٗ نے اس نماز مبارک کی ترکیب وبعض نکات ولطائف غریب میں ایک مختصر رسالہ مسمّٰی بہ ازہار الانوار من صبا صلوٰۃ الاسرار (۱۳۰۵ھ) اور اس کے ہر ہر فعل کے ثبوت کو کافی، ہر ہر جز کے احادیث کثیرہ واقوال ائمہ وحکم شرعیہ سے اثبات وافی میں ایک مفصل رسالہ نفیسہ بر فوائد جلیلہ مسمّٰی بہ انہار الانوار من یمّ صلوٰۃ الاسرار (۱۳۰۵ھ) تصنیف کیا جس کی خداداد شوکتِ قاہرہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے وللہ الحمد۔ ایمان سے کہنا یہ وہی اولیاء ہیں جن پر تم یہ جیتا بہتان اٹھاتے ہو مگر وہ تو حضرات اولیاء تمھیں منکر متعصب فرما ہی چکے، تم پر ارشاداتِ اولیاء کا کیا اثر ہو، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ عنانِ قلم روکتے روکتے سخن طویل ہوا جاتا ہے، چند فوائدِ ضروریہ لکھ کر ختم کیا چاہیے۔

فائدہ ضروریہ

حضرت امام سفیان ثوری قدس سرہ النوری کی نقل قول میں مخالف نے ستم کارسازی کو کام فرمایا ہے، اصل حکایت شاہ عبدالعزیز صاحب کی فتح العزیز سے سنئے، لکھتے ہیں:

شیخ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ در نماز شام امامت میکرد، چوں اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ

شیخ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے شام کی نماز میں امامت فرمائی، جب ایاک نعبد و

---

[1] تحفہ قادریہ باب دہم فی التوسل الیہ الخ قلمی ص ۷۶

[2] نزہۃ الخاطر والفاتر

نستعین گفت بیہوش افتاد، چوں بخود آمد گفتند اے شیخ! ترا چہ شدہ بود؟ گفت چوں ایاک نستعین گفتم ترسیدم کہ مرا بگویند کہ اے دروغ گو! چرا از طبیب دارو می خواہی و از امیر روزی و از بادشاہ یاری می جوئی؟ ولہذا بعضے از علما گفتہ اند کہ مرد را باید کہ شرم کند ازانکہ ہر روز و شب پنج نوبت در مواجہہ پروردگار خود استادہ دروغ گفتہ باشد، لیکن دریجا باید فہمید کہ استعانت از غیر بوجہے کہ اعتماد بر آں غیر باشد و او را مظہر عون الٰہی نداند حرام است، و اگر التفات محض بجانب حق است و او را مظاہر عون دانستہ و نظر بکارخانہ اسباب و حکمت او تعالیٰ در آں نمودہ بغیر استعانت ظاہری نماید، دور از عرفان نخواہد بود، و در شرع نیز جائز و روا است، و انبیاء و اولیاء ایں نوع استعانت بغیر کردہ اند، و در حقیقت ایں نوع استعانت بغیر نیست بلکہ استعانت بحضرت حق است لاغیر۔[1]

وایاک نستعین پر پہنچے بیہوش ہو کر گر پڑے، جب ہوش میں آئے تو لوگوں نے دریافت کیا، اے شیخ! آپ کو کیا ہو گیا تھا؟ فرمایا، جب ایاک نستعین کہا تو خوف ہوا کہ مجھ سے یہ نہ کہا جائے اے جھوٹے! پھر طبیب سے دوا کیوں لیتا ہے۔ امیر سے روزی اور بادشاہ سے مدد کیوں مانگتا ہے؟ اس لئے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ انسان کو خدا سے شرم کرنی چاہئے کہ پانچ وقت اس کے حضور کھڑا ہو کر جھوٹ بولتا ہے مگر یہاں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ غیر اللہ سے اس طرح مدد مانگنا کہ اسی پر اعتماد ہو اور اس کو اللہ کی مدد کا مظہر نہ جانا جائے حرام ہے اور اگر توجہ حضرت حق ہی کی طرف ہے اور اس کو اللہ کی مدد کا مظہر جانتا ہے اور اللہ کی حکمت اور کارخانۂ اسباب پر نظر کرتے ہوئے ظاہری طور پر غیر سے مدد چاہتا ہے تو یہ عرفان سے دور نہیں اور شریعت میں بھی جائز و روا ہے اور انبیاء اور اولیاء نے ایسی استعانت کی ہے، اور درحقیقت یہ استعانت غیر سے نہیں ہے بلکہ یہ حضرت حق سے ہی استعانت ہے۔ (ت)

مخالف صاحب نے دیکھا کہ حکایت اگر صحیح طور پر نقل کریں تو ساری قلعی کھل جاتی ہے، طبیبوں سے دوا چاہنی، امیروں سے نوکری مانگنی، بادشاہوں سے مقدمات وغیرہا میں رجوع کرنا سب شرک ہوا جاتا ہے جس میں خود بھی مبتلا ہیں، لہٰذا از طبیب دوا وغیرہ الفاظ کی جگہ یوں بتایا کہ "غیر حق سے مدد مانگوں مجھ سے زیادہ بے ادب کون ہوگا" تاکہ جاہلوں کے بہکانے کا [illegible]

۱؎ فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تفسیر سورۂ فاتحہ پارہ الٓمّ افغانی دارالکتب دہلی ص ۸

Marfat.com

حضرات انبیاء و اولیاء علیہم السلام والثناء سے استعانت پر جائیں اور آپ حکیم جی سے دوا کرائے، نواب، راجہ کی نوکریاں کرنے، منصف ڈپٹی کے یہاں نالشیں لڑانے کو الگ بچ جائیں۔ سبحان اللہ کہاں وہ تبتل تام و اسقاط تدبیر و اسباب کا مقام جس کی طرف امام رحمہ اللہ تعالےٰ نے اس قول میں ارشاد فرمایا جس کے اہل مریض ہوں تو دوا نہ کریں، بیماری کو کسی سبب کی طرف نسبت نہ فرمائیں، عین معرکۂ جہاد میں کوڑا ہاتھ سے گر پڑے تو دوسرے سے نہ کہیں آپ ہی اُتر کے اٹھائیں، اور کہاں مقام شریعتِ مطہرہ و احکامِ جواز و منع و شرک و اسلام، مگر ان ذی ہوشوں کے نزدیک کمال تبتل و شرک متقابل ہیں کہ جو اس اعلیٰ درجۂ انقطاع محض و تفویضِ تام پر نہ ہو امشرک ٹھیرایا، انا للہ و انا الیہ راجعون۔

ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو، اسی حکایت کے بعد شاہ صاحب نے کیسی تصریح فرما دی کہ استعانت بالغیر وہی ناجائز ہے کہ اس غیر کو مظہر عونِ الٰہی نہ جانے بلکہ اپنی ذات سے اعانت کا مالک جان کر اس پر بھروسا کرے، اور اگر مظہر عونِ الٰہی سمجھ کر استعانت بالغیر کرتا ہے تو شرک و حرمت بالائے طاق، مقامِ معرفت کے بھی خلاف نہیں خود حضرات انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے ایسی استعانت بالغیر کی ہے۔

مسلمانو! مخالفین کے اس ظلم و تعصب کا ٹھکانا ہے کہ بیمار پڑیں تو حکیم کے دوڑیں، دوا پر گریں، کوئی مارے پیٹے تو تھانے کو جائیں، رپٹ لکھائیں، ڈپٹی وغیرہ سے فریاد کریں، کسی نے زمین دبالی کہ تمسک کا روپیہ نہ دیا تو منصف صاحب مدد کیجیو، جج بہادر خبر لیجیو۔ نالش کریں، استغاثہ کریں، غرض دنیا بھر سے استعانت کریں، اور حصر ایاک نستعین کو اس کے منافی نہ جانیں، ہاں انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء سے استعانت کی اور شرک آیا، ان کاموں کے وقت آیت کا حصر کیوں نہیں یاد آتا، وہاں تو یہ ہے کہ ہم خاص تجھی سے استعانت کرتے ہیں، کیا مخالفین کے نزدیک "خاص تجھی" میں بید، حکیم، تھانیدار، جمعدار، ڈپٹی، منصف، جج وغیرہ سب آ گئے کہ اس حصر سے خارج نہ ہوئے، یا معاذ اللہ آیۂ کریمہ کا حکم ان پر جاری نہیں، یہ خدا کے ملک سے کہیں الگ بستے ہیں، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

غرض مخالفین خود بھی دل میں خوب جانتے ہیں کہ آیۂ کریمہ مطلق استعانت بالغیر کی اصلاً ممانعت نہیں، نہ وُہ ہرگز شرک یا ممنوع ہو سکتی ہے بلکہ استعانت حقیقیہ ہی رب العزۃ جل وعلا سے خاص فرمائی گئی ہے اور اس کا اختصاص کسی طرح حضراتِ انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام

Marfat.com

سے استعانت جائزہ کا منافی نہیں ہوسکتا، مگر عوام بیچاروں کو بہکانے اور محبوبانِ خدا کا نام پاک ان کی زبان سے چھڑانے کو دیدہ و دانستہ قرآن و حدیث کے معنی بدلتے ہیں تو بات کیا کہ سر کی کھلی اور دل کی بند ہیں، پاؤں تلے کی نظر آتی ہے، حکیم جی کو علاج کرتے، تھانہ دار کو چوریاں نکالتے، نواب راجہ کو نوکریاں دیتے، ڈپٹی منصف کو مقدمات بگاڑتے سنبھالتے آنکھوں دیکھ رہے ہیں، ان کی امداد و اعانت سے کیونکر منکر ہوں، اور حضرات عُلیہ انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء سے جو باطن و ظاہر، قاہرہ باہرہ دین پہنچ رہی ہیں وہ نہ دل کے اندھوں کو سوجھیں اور نہ ہی اپنے نصیبے میں ان کی برکات کا حصہ کہیں، پھر بھلا کیونکر یقین لائیں، جیسے معتزلہ خذلہم اللہ تعالٰی کہ ان کے پیشوا ظاہری عبادتیں کرتے کرتے مرگئے، کرامات اولیاء کی اپنے میں بوند تہ پائی، ناچار منکر ہوگئے ع

چوں نہ دیدند حقیقت رہِ افسانہ زدند

(جب انہوں نے حقیقت کو نہ سمجھا تو افسانہ کی راہ اختیار کی۔ ت)

پھر ان حضرات کو ڈپٹی، منصف، حکیم سے خود بھی کام پڑا رہتا ہے وہاں سے استعانت کیونکر شرک کہیں، معہذا ان لوگوں سے کوئی کاوش بھی نہیں، دل میں آزار تو حضرات انبیاء و اولیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والثناء سے ہے، ان کا نام تعظیم و محبت سے نہ آنے پائے ان کی طرف کوئی سچی عقیدت سے رجوع نہ لائے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1] (عنقریب جان جائیں گے ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ ت)

فائدہ مہمہ

مخالفین بیچارے کم علموں کو اکثر دھوکا دیتے ہیں کہ یہ تو زندہ ہیں فلاں عقیدہ یا معاملہ ان سے شرک نہیں، وہ مردہ ہیں ان سے شرک ہے، یا یہ تو پاس بیٹھے ہیں ان سے شرک نہیں، وہ دور ہیں ان سے شرک ہے، وعلٰی ہذا القیاس طرح طرح کے بیہودہ وسواس، مگر یہ سخت جہالت بے مزہ ہے، جو شرک ہے وہ جس کے ساتھ کیا جائے شرک ہی ہوگا، اور ایک کے لئے شرک نہیں تو کسی کے لئے بھی شرک نہیں ہوسکتا، کیا اللہ کے شریک مُردے نہیں زندے ہوسکتے ہیں، دور کے نہیں ہوسکتے پاس کے ہوسکتے ہیں، انبیاء نہیں ہوسکتے حکیم ہوسکتے ہیں، انسان نہیں ہوسکتے

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

Marfat.com

فرشتے ہو سکتے ہیں، حاشا للہ اللہ تبارک وتعالےٰ کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔ تو مثلاً جو بات ندا خواہ کوئی شے جس اعتقاد کے ساتھ کسی پاس بیٹھے ہوئے زندہ آدمی سے شرک نہیں وہ اسی اعتقاد سے کسی دُور والے یا مُردے بلکہ اینٹ پتھر سے بھی شریک نہیں ہو سکتی، اور جو ان میں سے کسی سے شرک ٹھیرے وہ قطعاً یقیناً تمام عالم سے شرک ہوگی، اس استعانت ہی کو دیکھئے کہ جس معنیٰ پر خدا سے شرک ہے یعنی اسے قادر بالذات و مالک مستقل جان کر مدد مانگنا، بر این معنی اگر دفع مرض میں طبیب یا دوا سے استمداد کرے یا حاجتِ فقر میں امیر یا بادشاہ کے پاس جائے یا انصاف کرانے کو کسی کچہری میں مقدمہ لڑائے، بلکہ کسی سے روزمرہ کے معمولی کاموں ہی میں مدد لے، جو بالیقین تمام مخالفین روزانہ اپنی عورتوں، بچّوں، نوکروں سے کرتے کراتے رہتے ہیں، مثلاً یہ کہنا کہ فلاں چیز اٹھا دے یا کھانا پکا دے یا پانی پلا دے، سب شرک قطعی ہے، کہ جب یہ جانا کہ اس کام کے کر دینے پر انھیں خود اپنی ذات سے بے عطائے الٰہی قدرت ہے تو صریح کفر اور شرک میں کیا شبہہ رہا، اور جس معنیٰ پر ان سب سے استعانت شرک نہیں یعنی مظہر عون الٰہی و واسطہ و وسیلہ و سبب سمجھنا اس معنی پر حضرات انبیاء و اولیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والثناء سے کیوں شرک ہونے لگی، مگر حکیم، امیر، جج، اولاد، نوکر، جورو، ان سب کو مظہرِ عون و سبب و وسیلہ جاننا جائز ہے، اور ان حضرات عالیہ کو کہ وہ اعلیٰ مظہر و اعظم سبب و افضل وسائل بلکہ منتہی الاسباب وغایۃ الوسائط ونہایۃ الوسائل ہیں، ایسا سمجھنا شرک ہو گیا، ہزار تف بریں بے عقلی و نا انصافی۔

غرض پانی وہیں مرتا ہے کہ جو کچھ غصہ ہے وہ حضرات محبوبانِ خدا کے بارے میں ہے، جورو، یار، بچے مددگار، نوکر، کارگزار مگر انبیاء و اولیاء کا نام آیا اور سر پر شرک کا بھوت سوار، یہ کیا دین ہے، کیسا ایمان ہے! ولاحول ولا قوۃ اِلّا باللہ العلی العظیم۔

مسلمین اس نکتے کو خوب محفوظ و ملحوظ رکھیں، جہاں ان چالاکوں، عیّاروں کو کوئی فرق کرتے دیکھیں کہ فلاں عمل یا فلاں اعتقاد فلاں کے ساتھ شرک ہے فلاں سے نہیں، یقین جان لیجئے کہ نرے جھوٹے ہیں، جب ایک جگہ شرک نہیں تو اس اعتقاد سے کسی جگہ شرک نہیں ہو سکتا، واللہ الهادی الٰی طریقٍ سوی۔

فائدہ ضروریہ

مخالفین جب سب طرح عاجز آجاتے ہیں اور کسی طرف راہِ مفر نہیں پاتے تو ایک نیا شگوفہ

Marfat.com

چھوڑتے ہیں کہ صاحبو! ہم بھی اسی استعانت کو شرک کہتے ہیں جو غیر خدا کو قادر بالذات و مالک مستقل بے عطائے الٰہی جان کر کی جائے ، اور اپنی بات بنانے اور خجلت مٹانے کو ناحق ناروا بیجا بے عوام مومنین پر جیتا بہتان باندھتے ہیں کہ وہ ایسا ہی سمجھ کر انبیاء و اولیاء سے استعانت کرتے ہیں ہمارا یہ حکم شرک انھیں کی نسبت ہے۔ اس بارے درجہ کی بناوٹ کا لفافہ تین طرح کھل جائے گا :

اوّلاً صریح جھوٹے ہیں کہ صرف اسی صورت کو شرک جانتے ہیں ، ان کے امام خود تقویۃ الایمان میں لکھ گئے ہیں :

"کہ پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ہوتا ہے۔"[1]

کیوں اب کہاں گئے وہ جھوٹے دعوے۔

ثانیاً ان کے سامنے یوں کہئے کہ یا رسول اللہ! حضور کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیفۂ اعظم و نائب اکرم و قاسم نعم کیا ، دنیا کی کنجیاں ، زمین کی کنجیاں ، خزانوں کی کنجیاں ، مدد کی کنجیاں ، نفع کی کنجیاں حضور کے دست مبارک میں رکھیں ، روزانہ دو وقت تمام امت کے اعمال حضور کی بارگاہ میں پیش کرائے ، یا رسول اللہ! میرے کام میں نظر رحمت فرمائیے ، اللہ کے حکم سے میری مدد و اعانت فرمائیے۔

اب ان لفظوں میں تو صراحۃً قدرت ذاتی کا انکار اور مظہریت عون الٰہی کی تصریح ہے ، ان میں تو معاذ اللہ اس ناپاک گمان کی بو بھی نہیں آسکتی ، یہ کہتے جائیے اور ان صاحبوں کے چہرے کو غور کرتے جائیے ، اگر کشادہ پیشانی اسے سنیں اور آثار کراہت و غیظ ظاہر نہ ہوں جب تو خیر ، اور اگر دیکھئے کہ صورت بگڑی ، ناک بھوں تنی ، منہ پر دھوئیں کی مانند تاریکی دوڑی ، تو جان لیجئے کہ دلی آگ اپنا رنگ لاتی ہے

کھوٹے کھرے کا پردہ کھل جائے گا چلن میں

سبحان اللہ! میں عبث امتحان کو کہتا ہوں ، بارہا امتحان ہو ہی لیا ، ان صاحبوں میں نواب دہلوی مصنف ظفر جلیل تھے ، حدیث عظیم و جلیل ثابت یا محمد انی توجہت بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی لی[2] کہ صحاح ستہ سے تین صحاح جامع ترمذی ، سنن نسائی ، سنن ابن ماجہ

---

[1] تقویۃ الایمان پہلا باب توحید و شرک کے بیان میں مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۷

[2] جامع الترمذی ابواب الدعوات ۲/۱۹۷ و المستدرک کتاب صلوٰۃ التطوع ۱/۳۱۳ و کتاب الدعا ۱/۵۱۹ سنن ابن ماجہ ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی صلوٰۃ الحاجۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰۰

Marfat.com

میں مروی اور اکابر محدثین مثل امام ترمذی و امام طبرانی و امام بیہقی و ابوعبداللہ حاکم و امام عبدالعظیم منذری وغیرہم اسے صحیح فرماتے آئے جسے خود حضور پُرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے قضائے حاجت کے لئے تعلیم، اور صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالٰی عنہم نے زمانۂ اقدس اور حضور کے بعد زمانۂ امیرالمومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ میں حاجت روائی کا ذریعہ بنایا، اس میں کیا تھا، یہی نا کہ یارسول اللہ! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف توجہ کرتا ہوں کہ وہ میری حاجت روا فرمائے، اس میں معاذاللہ قدرت بالذات کی کہاں بو تھی جو نواب صاحب کو پسند نہ آئی کہ نہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کا پاس، نہ صحابہ و تابعین کی تعلیم و عمل کا لحاظ، نہ اکابر حفاظ حدیث کی تصحیح کا خیال، سخت ڈھٹائی کے ساتھ حاشیہ ظفر جلیل پر حدیث صحیح کو بزورِ زبان و زورِ بہتان رد کرنے کے لئے عقل و شرع کی قید سے نکل بے دھڑک بے پر کی اُڑا دی کہ یہ حدیث قابلِ حجت نہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اس واقعہ عبرت خیز کا بیان ہمارے رسالہ انہار الانوار میں ہے، اب دیکھئے کہ نہ فقط اولیاء بلکہ خود حضور پرنور سید الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والثناء سے استعانت جائزہ محمودہ، خود حضور اقدس کی فرمودہ، صحابہ و تابعین کی معمولہ ومقبولہ، صحیح حدیث میں ان لوگوں کا یہ حال ہے، قل موتوا بغیظکم ان اللہ علیم بذات الصدور[1]

ثالثاً سب جانے دو، سرے سے یہ ناپاک ادعا ہے کہ بندگانِ خدا محبوبانِ خدا کو قادر مستقل جان کر استعانت کرتے ہیں، ایک ایسی سخت بات ہے جس کی شناعت پر اطلاع پاؤ تو مدتوں تمھیں توبہ کرنی پڑے اہلِ لا الٰہ الا اللہ پر بدگمانی حرام، اور ان کے کلام کو جس کے صحیح معنی بے تکلف درست ہوں خواہی نخواہی معاذاللہ معنیٰ کفر کی طرف ڈھال لے جانا قطعاً گناہِ کبیرہ ہے۔ حق سبحانہٗ وتعالٰی فرماتا ہے:

یاایہا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[2]

اے ایمان والو! بہت گمانوں کے پاس نہ جاؤ بیشک کچھ گمان گناہ ہیں۔

اور فرماتا ہے:

ولا تقف ما لیس لک بہ علم،

پیچھے نہ پڑ اس بات کے جو تجھے تحقیق نہیں،

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۹ [2] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

Marfat.com

ان السمع والبصر والفؤاد کل اولٰئک کان عنہ مسئولا۔[1]

بیشک کان، آنکھ، دل سب سے سوال ہونا ہے۔

اور فرماتا ہے:

لولا اذ سمعتموہ ظن المؤمنون والمؤمنٰت بانفسہم خیرا۔[2]

کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے اسے سنا تو مسلمان مردوں عورتوں نے اپنی جانوں یعنی اپنے بھائی مسلمانوں پر نیک گمان کیا ہوتا۔

اور فرماتا ہے:

یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مؤمنین۔[3]

اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ اب ایسا نہ کرنا اگر ایمان رکھتے ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث[4] رواہ مالک والبخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی۔

گمان سے بچو کہ گمان سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے۔ (اسے امام مالک، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

افلا شققت عن قلبہ[5] رواہ مسلم وغیرہ۔

تو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا (اسے امام مسلم وغیرہ نے روایت کیا۔ ت)

علماء کرام فرماتے ہیں کلمہ گو کے کلام میں اگر ننانوے (۹۹) معنی کفر کے نکلیں اور ایک تاویل اسلام کی پیدا ہو تو واجب ہے اسی تاویل کو اختیار کریں اور اسے مسلمان ٹھہرائیں کہ حدیث میں آیا ہے:

الاسلام یعلو ولا یعلی[6] رواہ الرویانی

اسلام غالب رہتا ہے اور مغلوب نہیں کیا جاتا۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/۳۶
[2] القرآن الکریم ۲۴/۱۲
[3] " " ۲۴/۱۷
[4] صحیح بخاری باب قول اللہ عزوجل من بعد وصیۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۸۴
[5] سنن ابی داؤد باب علی ما یقاتل المشرکون آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۵۵
[6] سنن الدارقطنی کتاب النکاح باب المہر دارالمحاسن للطباعۃ قاہرہ ۳/۲۵۲

Marfat.com

والدارقطنی والبیھقی والضیاء والخلیل عن عائذ بن عمرو المزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(اسے رویانی، دارقطنی، بیہقی، ضیاء اور خلیل نے عائذ بن عمرو المزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ ت)

نہ کہ بلاوجہ منہ زوری سے صاف ظاہر، واضح، معلوم، معروف معنٰی کا انکار کرکے اپنی طرف سے ایک ملعون، مردود، مصنوع، مطرود احتمال گھڑیں اور اپنے لئے علمِ غیب اور اطلاع حال کا دعوٰی کرکے زبردستی وہی ناپاک مراد مسلمانوں کے سر باندھیں، قیامت تو نہ آئے گی، حساب تو نہ ہوگا۔ ان بہتانوں، طوفانوں پر بارگاہِ قہار سے مطالبۂ جواب تو نہ ہوگا۔ ہاں ہاں جواب تیار کر رکھو اس سخت وقت کے لئے جب مسلمانوں کی طرف سے جھگڑنا آئے گا لا الٰہ الا اللہ ہاں اب جانا چاہتے ہیں ستمگر لوگ کہ کس پلٹے پر پلٹا کھاتے ہیں، یوں اعتبار نہ آئے تو اپنے کذب کا امتحان کرلو، اہل استعانت سے پوچھو تو کہ تم انبیاء واولیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والثنا کو عیاذاً باللہ خدا یا خدا کا ہمسر یا قادر بالذات یا معین مستقل جانتے ہو یا اللہ عزوجل کے مقبول بندے اس کی سرکار میں عزت و وجاہت والے، اس کے حکم سے اس کی نعمتیں بانٹنے والے مانتے ہو، دیکھو تو تمھیں کیا جواب ملتا ہے۔

امام علامہ خاتمۃ المجتہدین تقی الملۃ والدین فقیہ محدث ناصر السنۃ ابوالحسن علی بن عبدالکافی سبکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب مستطاب شفاء السقام میں استمداد و استعانت کو بہت احادیثِ صریحہ سے ثابت کرکے ارشاد فرماتے ہیں:

لیس المراد نسبۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی الخلق والاستقلال بالافعال ھذا لایقصدہ مسلم فصرف الکلام الیہ ومنعہ من باب التلبیس فی الدین والتشویش علی عوام الموحدین[1]

یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مدد مانگنے کا یہ مطلب نہیں کہ حضور انور کو خالق اور فاعل مستقل ٹھیراتے ہوں، یہ تو اس معنٰی پر کلام کو ڈھال کر استعانت سے منع کرنا دین میں مغالطہ دینا اور عوام مسلمانوں کو پریشانی میں ڈالنا ہے۔

صدقت یا سیدی جزاک اللہ عن الاسلام و

اے میرے آقا! آپ نے سچ فرمایا اللہ تعالیٰ

---

[1] شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام الباب الثامن فی التوسل الخ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۱۷۵

Marfat.com

والمسلمین خیرا۔ آمین! آپ کو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے آمین (ت)

فقیہ محدث علامہ محقق عارف باللہ امام ابن حجر مکی قدس سرہ الملکی کتاب افادت نصاب جوہر منظم میں حدیثوں سے استعانت کا ثبوت دے کر فرماتے ہیں:

فالتوجه والاستغاثة به صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وبغیرہ لیس لهما معنی فی قلوب المسلمین غیر ذٰلك ولا یقصد بهما احد منهم سواہ فمن لم ینشرح صدرہ لذٰلك فلیبك علٰی نفسه نسأل اللہ العافیة والمستغاث به فی الحقیقة هو اللہ والنبی صلی اللہ تعالٰی علیه واسطة بینه وبین المستغیث فهو سبحٰنه مستغاث به والغوث منه خلقا وایجادا والنبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم مستغاث والغوث منه سببا وکسبا۔[1]

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم یا حضور اقدس کے سوا اور انبیا و اولیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والثناء کی طرف توجہ اور ان سے فریاد کے یہی معنی مسلمانوں کے دل میں ہیں اس کے سوا کوئی مسلمان اور معنی نہیں سمجھتا ہے نہ قصد کرتا ہے تو جس کا دل اسے قبول نہ کرے وہ آپ اپنے حال پر روئے، ہم اللہ تبارک وتعالٰی سے عافیت مانگتے ہیں، حقیقتاً فریاد اللہ عزوجل کے حضور ہے اور نبی صلی اللہ تعالٰی اس کے اور اس فریادی کے بیچ میں وسیلہ و واسطہ ہیں، تو اللہ عزوجل کے حضور فریاد ہے اور اس کی فریاد رسی یوں ہے کہ مراد کو خلق و ایجاد کرے اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور فریاد ہے اور حضور کی فریاد رسی یوں ہے کہ حاجت روائی کے سبب ہوں اور اپنی رحمت سے وہ کام کریں جس کے باعث اس کی حاجت روا ہو۔

مخالف کو کریما کا مصرعہ یاد رہا کہ:

ندارم غیر از تو فریاد رس

(ہم تیرے سوا کوئی فریاد کو پہنچنے والا نہیں رکھتے۔ ت)

اور وہ بیشک حق ہے جس کے معنی ہم اوپر بیان کر آئے مگر یہ یاد نہ آیا کہ اس کے کہلائے طائفہ کے اکابر و علماء حضور پرنور سیدنا ومولانا وغوثنا وماوٰنا حضرت غوث اعظم غوث الثقلین صلی اللہ تعالٰی جدہ الکریم وآبائہ الکرام وعلیہ وعلٰی مریدیہ ومحبیہ وبارک وسلم کو فریاد رس مان رہے ہیں۔

---

[1] الجوہر المنظم الفصل السابع فیما ینبغی للزائر الخ المطبعۃ الخیریہ مصر ص ۶۲

Marfat.com

شاہ ولی اللہ صاحب ہمعات میں لکھتے ہیں :

امروز اگر کسے را مناسبت بروح خاص پیدا شود واز آں جا فیض بردارد غالباً بیروں نیست ازآنکہ ایں معنی بہ نسبت پیغمبر صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم باشد یا بہ نسبت حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ یا بہ نسبت غوث الاعظم جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ[1]

آج اگر کسی کو رُوحِ خاص سے مناسبت پیدا ہو جائے اور وہ وہاں سے فیضیاب ہو تو غالباً بعید نہیں کہ یہ کمال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مناسبت سے حاصل ہوا ہوگا یا بہ نسبت غوث الاعظم جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ ملا ہوگا۔ (ت)

شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی محبوبیت بیان کرکے فرماتے ہیں :

ایں مرتبہ ازاں مراتب است کہ ہیچکس را از بشر نہ دادہ اند، مگر بہ طفیل ایں محبوبے برخے از اولیاء امت او راشمہ محبوبیت آں نصیب شدہ ومسجود خلائق ومحبوب دلہا گشتہ اند مثل حضرت غوث الاعظم وسلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء قدس اللہ سرہما[2]

یہ وُہ مرتبہ ہے جو کسی انسان کو نصیب نہ ہوا، ہاں حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے طفیل سے اس کا کچھ حصہ اولیائے امت تک پہنچا، پھر یہ حضرات اس کی برکت سے مسجودِ خلائق اور محبوبِ قلوب ہوئے جیسے حضرت غوث الاعظم اور سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء قدس اللہ سرہما۔ (ت)

مرزا مظہر جانجاناں اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں :

آنچہ در تاویل قول حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالےٰ عنہ قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ نوشتہ اند[3]

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے قول کہ "میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے" کی تاویل میں انھوں نے لکھا ہے (ت)

---

[1] ہمعات ہمعہ ۱۱ اکادیمیۃ الشاہ ولی اللہ حیدرآباد ص ۶۲
[2] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) سورۃ الم نشرح مسلم بکڈپو لال کنواں دہلی ص ۳۲۲
[3] کلمات طیبات فصل دوم در مکاتیب مرزا مظہر جانجاناں مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۹

Marfat.com

انہی کے ملفوظات میں ہے :

التفات غوث الثقلین بحال منتسبان طریقۂ علیۂ ایشاں بسیار معلوم باشد یا ہیچ کس از اہل ایں طریقہ ملاقات نشدہ کہ توجہ مبارک آں حضرت بحالش مبذول نیست [1]

غوث الثقلین کی توجہ اپنے سلسلے سے وابستہ حضرات کی طرف بہت معلوم ہوتی ہے آپ کے سلسلے کے کسی ایسے شخص سے ملاقات نہ ہوئی جو آپ کی توجہ سے محروم ہو۔ (ت)

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی سیف المسلول میں لکھتے ہیں :

فیوض و برکات کارخانۂ ولایت اول بریک شخص نازل می شود وازاں تقسیم شدہ بہر یک از اولیائے عصر می رسد و بہ ہیچ کس از اولیاء اللہ بے توسط او فیضے نمی رسد، ایں منصب عالی تا وقت ظہور سید الشرفا بہ حضرت غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر الجیلانی بروح حسن عسکری علیہ السلام متعلق بودہ چوں حضرت غوث الثقلین پیدا شد ایں منصب مبارک بوے متعلق شد و تا ظہور محمد مہدی ایں منصب بروح مبارک حضرت غوث الثقلین متعلق باشد ولہذا آں حضرت قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ فرمودہ و قول حضرت غوث الثقلین اخی وخلیلی کان موسٰی بن عمران نیز برآں دلالت وارد [2]

کارخانۂ ولایت کے فیوض پہلے ایک شخص پر نازل ہوتے، پھر اس سے منقسم ہو کر ہر زمانے کے اولیاء کو ملتے اور کسی ولی کو ان کے توسط کے بغیر فیض نہ ملا۔ حضرت غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰے عنہ کے ظہور سے قبل یہ منصب عالی حسن عسکری علیہ السلام کی روح سے متعلق تھا، جب غوث الثقلین پیدا ہوئے تو یہ منصب آپ سے متعلق ہوا اور محمد مہدی کے ظہور تک یہ منصب حضرت غوث الثقلین کی روح سے متعلق رہے گا، اس لئے آپ نے فرمایا میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے، پھر غوث پاک کا یہ قول "میرے بھائی اور دوست موسٰی بن عمران تھے" بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔ (ت)

یہ سب ایک طرف، خود امام الطائفہ میاں اسمٰعیل دہلوی صراط المستقیم میں اپنے پیر کا حال لکھتے ہیں :

"روح مقدس جناب حضرت غوث الثقلین و

حضرت غوث الثقلین اور حضرت خواجہ بہاؤ الدین

---

[1] کلمات طیبات ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۸

[2] السیف المسلول لقاضی ثناء اللہ پانی پتی (مترجم اردو) فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۵۰۰

Marfat.com

جنابِ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند متوجہ حالِ حضرت ایشاں گردیدہ[1]

نقشبند کی ارواحِ مبارکہ ان کے حال پر متوجہ تھیں۔ (ت)

اسی میں ہے:

شخصیکہ در طریقہ قادریہ قصدِ بیعت مے کند البتہ اورا در جنابِ حضرت غوث الاعظم اعتقادے عظیم بہم می رسد (الی قولہ) کہ خود را از زمرۂ غلامانِ آں جناب می شمارد اھ ملخصاً[2]

ایک شخص نے قادری طریقے میں بیعت کا ارادہ کیا یقیناً اس کو جنابِ حضرت غوث الثقلین میں بہت گہرا اعتقاد تھا (الی قولہ) خود کو آنجناب کے غلاموں میں شمار کیا اھ ملخصاً۔ (ت)

اسی میں ہے:

اولیائے عظام مثل حضرت غوث الاعظم و حضرت خواجۂ بزرگ[3] الخ۔

اولیائے عظام جیسے غوث پاک رضی اللہ تعالٰی عنہ اور حضرت خواجہ بزرگ۔ (ت)

یہی امام الطائفہ اپنی تقریر ذبیحہ مندرج مجموعۂ زبدۃ النصائح میں لکھتے ہیں:

اگر شخصے بزے را خانہ پرورکند تا گوشت او خوب شود و او را ذبح کردہ و پختہ فاتحہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ خواندہ بخوراند، خللے نیست[4]۔

اگر کوئی شخص کوئی بکرا گھر میں پالے تاکہ اس کا گوشت اچھا ہوجائے اور اس کو ذبح کرکے پکا کر غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی فاتحہ دلائے اور لوگوں کو کھلائے، تو کوئی خلل نہیں۔ (ت)

ایمان سے کہیو، "غوث الاعظم" کے یہی معنی ہوئے کہ "سب سے بڑے فریادرس" یا کچھ اور۔ خدا کو ایک جان کر کہنا "غوث الثقلین" کا یہی ترجمہ ہوا کہ "جن و بشر کے فریادرس" یا کچھ اور۔ پھر یہ کیسا کھلا شرک تمہارا امام اور اس کا سارا خاندان بول رہا ہے۔ قول کے سچے ہو تو ان سب کو ذرا جی کڑا کرکے مشرک بے ایمان کہہ دو، ورنہ شریعت کیا ان کی خانگی ساخت ہے کہ فقط باہر والوں کیلئے خاص ہے گھر والے سب اس سے مستثنٰی ہیں۔

---

[1] صراطِ مستقیم خاتمہ در بیان پارہ از وارادات و معاملات الخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۶۶
[2] " " تکملہ باب چہارم در بیان طریق الخ " " ص ۱۴۷
[3] " " تکملہ در بیان سلوک ثانی راہ ولایت المکتبۃ السلفیۃ لاہور ص ۱۳۲
[4] زبدۃ النصائح رسالہ نذور

Marfat.com

افسوس اس امام کی تلوّن مزاجیوں نے طائفہ کی مٹی اور بھی خراب کی ہے، آپ ہی تو شرک کا قانون سکھائے جس کی بناء پر طائفہ کے نواب بھوپالی بہادر دلی زبان سے کہہ ہی گئے غوث اعظم یا غوث الثقلین کہنا شرک سے خالی نہیں، اور آپ ہی جب تلوّن کی لہر آئے تو اپنی موج میں آکر انھیں گھڑے میں دھکا دے اور خود دُور کھڑا قہقہے لگائے کہ انی بریءٌ منك انی اخاف اللہ رب العالمین[1] (میں تجھ سے الگ ہوں میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہان کا رب ہے) اب یہ بیچارے رویا کریں ؎

اپنا بیڑا کھے گئے اور ہو گئے ندیا پار
بانھ نہ میری تھام لی سو آن پڑی منجدھار

کون سنتا ہے الخ ؎

دو گونہ رنج و عذاب است جانِ مجنوں را ۔۔۔ بلائے صحبتِ لیلیٰ و فرقتِ لیلیٰ

(مجنوں کی جان کے لئے دوہرا دکھ اور عذاب ہے صحبتِ لیلیٰ کی مصیبت اور لیلیٰ کا فراق)

ضعف الطالب والمطلوب ٥ لبئس المولیٰ ولبئس العشیر، وحسبنا اللہ و نعم الوکیل، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم، نعم المولیٰ ونعم النصیر، والحمد للہ رب العالمین، وقیل بعدًا للقوم الظٰلمین، وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیّد المرسلین غوث الدنیا وغیاث الدین سیدنا و مولٰنا محمد و اٰلہ وصحبہ اجمعین، اٰمین!

طالب و مطلوب کمزور ہوئے، تو بُرا مددگار اور بُرا خاندان، ہمیں اللہ تعالٰی کافی اور وہ اچھا وکیل ہے، نیکی کی طرف پھرنا اور قوت صرف اللہ تعالٰی کی مدد سے ہے جو غالب حکمت والا ہے وہی اچھا مددگار اور اچھا آقا ہے، اور رب العالمین کے لئے تمام حمدیں، اور ظالم قوم کو کہا گیا تمہارے لئے بُعد ہے، وصلی اللہ تعالٰی علٰی سید المرسلین غوث الدنیا وغیاث الدین سیدنا و مولانا محمد و آلہ وصحبہ اجمعین، آمین! (ت)

الحمد للہ کہ یہ نہایت اجمالی جواب اور اتنے اجمال پر کافی و وافی موضح صواب چند جلسات میں ۱۶ شعبان المعظم روز مبارک جمعہ ۱۳۱۱ھ ہجریہ قدسیہ کو بوقت عصر تمام اور بلحاظ تاریخ

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/۱۶

Marfat.com

برکات الامداد لاھل الاستمداد (۱۳۱۱ھ) نام ہوا۔ نفعنی اللّٰہ بہ وبسائر تصانیفی والمسلمین فی الدارین بالنفع الاتم۔ وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی سیّدنا ومولٰنا محمد واٰلہ وصحبہ وسلم۔ واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتمّ واحکم۔

تمّت

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم

Marfat.com

رسالہ

فقہ شہنشاہ وان القلوب بید المحبوب بعطاء اللہ

۱۳۲۶ھ

(لفظ "شہنشاہ" کا مفہوم اور یہ کہ بیشک محبوبانِ خدا کا بعطاءِ الٰہی دلوں پر قبضہ ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مسئلہ ۱۶۶ از کانپور، محلہ فیل خانہ کہنہ، مکان مولوی سید محمد اشرف صاحب وکیل، مرسلہ سید محمد آصف صاحب ۸ ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ

حامیِ سنّت، ماحیِ بدعت جناب مولانا صاحب دامت فیوضہم، بعد سلام مسنون الاسلام، التماسِ مرام اینکہ ان دنوں جناب والا کا دیوانِ نعتیہ کمترین کے زیرِ مطالعہ ہے، بعد آداب ملازمان حضور کی خدمتِ بابرکت میں ملتمس ہوں کہ دو مصرع کے الفاظ شرعاً قابلِ ترمیم معلوم ہوتے ہیں، اور غالباً اس ہیچداں کی رائے سے ملازمان سامی بھی متفق ہوں، اور درصورت عدمِ اتفاق جوابِ باصواب سے تشفی فرمائیں ؎

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو

Marfat.com

اس مصرع میں لفظ "شہنشاہ" خلاف حدیث ممانعت دربارہ قول ملک الملوک ہے بجائے "شہنشاہ" اگر "میرے شاہ" ہو تو کسی قسم کا نقصان نہیں۔ دوسرا یہ مصرع حضرت غوث اعظم قدس سرہ کی تعریف میں:

ع بندہ مجبور ہے خاطر پہ ہے قبضہ تیرا

صحیح حدیث شریف سے ثابت ہے کہ دل خداوند کریم کے قبضۂ قدرت میں ہیں اور وہی ذات مقلب القلوب ہے، چونکہ اس ہیچمدان سراپا عصیاں کو ملازمانِ جناب والا سے خاص عقیدت و ارادت ہے لہٰذا امیدوار ہے کہ یہ تحریر محض اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ (دین نصیحت ہے۔ ت) پر محمول فرمائی جائے۔ بخدا فدوی نے کسی اور غرض سے نہیں لکھا۔

عریضۂ ادب سید محمد آصف عفی عنہ

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ھو الشاہ، والشاھنشاہ، لا ملک سواہ، فمن ادعاہ دونہ فقد ضل وتاہ، وصلی اللہ تعالٰی سید العالمین مالک الناس دیان العرب والعجم، الذی ملک الارض ورقاب الامم، وعلٰی اٰلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم، اٰمین!

سب خوبیاں اللہ تعالٰی کے لئے جو حقیقی بادشاہ اور بادشاہوں کا بادشاہ ہے اس کے سوا کوئی حقیقی بادشاہ نہیں ہے تو جو اس کے غیر کو مقابلہ میں سمجھے تو وہ گمراہ اور بھٹکا ہوا ہے، اور اللہ تعالٰی رحمت نازل فرمائے جہان کے سردار، عرب و عجم کے جزا دہندہ جو روئے زمین اور امتوں کے مالک ہیں اور آپ کی آل پاک اور صحابہ پر اور برکت اور سلامتی فرمائے۔ آمین۔ (ت)

کرم فرمائے مکرم ذی اللطف والکرم مکرمی سید محمد آصف صاحب زید کرمہم، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

نوازش نامہ تشریف لایا، ممنون فرمایا، حق سبحانہٗ وتعالٰی آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے آپ کے صرف انھیں دو مصرعوں پر تامل فرمانے سے شکر الٰہی بجا لایا کہ اس میں بحمداللہ تعالٰی آپ کی سنیت خالصہ اور محبت و تعظیم حضور پرنور سید الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والثناء کا شاہد پایا، ورنہ قوم نے اوب مخذلہم اللہ تعالٰی کے نزدیک تو ان اوراق میں معاذ اللہ معاذ اللہ ہزاروں شرک بھرے ہیں کہ ان دو لفظوں کو ان سے کچھ بھی نسبت نہیں حالانکہ بحمداللہ تعالٰی اس میں جو کچھ ہے اکابر ائمہ دین و اعاظم عرفائے کاملین کے ایمان کامل

Marfat.com

کا ایک مختصر نمونہ ہے، جیسا کہ فقیر کی کتاب "سلطنۃ المصطفیٰ فی ملکوت کلّ الورٰی" کے مطالعہ سے ظاہر ہے، وللہ الحمد۔

اب شکریہ کے ساتھ بتوفیقہٖ تعالےٰ جواب عرض کروں، امید کہ جس خالص اسلامی محبّت سے یہ اطلاع دی اسی پر ان جوابوں کو مبنی سمجھ کر ویسی ہی نظر سے ملاحظہ کرینگے۔ وباللہ التوفیق۔

جواب سوال اوّل: لفظ "شہنشاہ" اوّلاً بمعنی سلطان عظیم السلطنۃ محاورات میں شائع و ذائع ہے، اورعرف ومحاورہ کو افادۂ مقاصد میں دخلِ تام، قال اللہ تعالےٰ: وأمر بالعُرف[1] (اور بھلائی کا حکم دو۔ ت)

خود ہمارے فقہاء کرام میں امام اجل علاء الدین ابوالعلاء لیثی ناصحی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا لقب "شاہانِ شہ، ملک الملوک" تھا۔ ائمہ وعلمائے مابعد جو ان کے فتاوٰی نقل کرتے ہیں اسی لقب سے انھیں یاد فرماتے ہیں اور وہ جناب فقاہت مآب خود اپنے دستخط انھیں الفاظ سے کرتے۔ امام رکن الدین ابوبکر محمد بن ابی المفاخر بن عبدالرشید کرمانی جواہر الفتاوٰی کتاب الاجارہ باب سادس میں فرماتے ہیں:

قال الامام القاضی ملك الملوك ابوالعلاء الناصحی لما سُئِلَ عمن اجر ارضا موقوفۃ مائۃ سَنَۃ ھل یجوز۔

امام، قاضی، شاہوں کے شاہ ابوالعلا ناصحی سے یہ استفتاء کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک موقوفہ زمین سال بھر کے لئے اجارہ میں دی تو کیا اس کا یہ فعل ازروئے شرع جائز و درست ہے ۱۲م

افتٰی ببطلان الاجارۃ معشر من زمرۃ الفقہاء قطعًا لازمًا

فقہاء کی ایک جماعت نے فتوٰی دیا کہ یہ اجارہ قطعی اور لازمی طور پر باطل ہے۔ ۱۲م

وبذالك اُفتی للمتدین حسبۃ کیلا اکون بما احوز ظالما

میرا عدمِ جواز کا یہ فتوٰی دینا دینداروں کے لئے کافی ہے تاکہ میں اپنی جمع کردہ چیزوں کی وجہ سے ظالم نہ ہو جاؤں۔ ۱۲م

ملك الملوك ابوالعلا مجیبہٗ لمعز دین اللہ مدعو ادائما[2]

شاہوں کے شاہ ابوالعلاء اس کا مجیب ہے دینِ الٰہی کے غلبہ کے لئے ہمیشہ دعاگو ہے۔ ۱۲م

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۹۹

[2] جواھر الفتاوٰی کتاب الاجارۃ الباب السادس قلمی نسخہ ورق ۱۳۸، صفحہ ۲۷۵

Marfat.com

اسی کی کتاب القضاء میں ایک اور مسئلہ اس جناب سے بایں عنوان نقل فرمایا:

قال القاضی الامام ملك الملوك ابو العلاء الناصحی[1]	قاضی، امام، شاہوں کے شاہ ابو العلاء ناصحی نے کہا - ۱۲م

پھر تیسرے مسئلے میں فرمایا:

قال القاضی الامام ملك الملوك هذا لما عرض علیه محضر[2]	قاضی، امام، شاہوں کے شاہ نے یہ کہا جب ان کے پاس دستاویز پیش کیا گیا ۱۲م

اسی میں ان کا منظوم فتویٰ نقل کیا جس کے آخر میں فرمایا:

شاهان شه ملك الملوك ابو العلاء	شاہوں کے شاہ ابو العلاء نے اس جواب کو
نظم الجواب منظماً ومفصلا	نظم اور ترتیب اور تفصیل سے بیان کیا ہے ۱۲م

پھر فرمایا وقال ملك الملوك[3] (شاہوں کے شاہ نے فرمایا - ت) اور ان کا چوتھا فتویٰ نقل کیا جس کے آخر میں فرمایا:

شاهان شه ملك الملوك ابو العلا	شہنشاہ وقت ابو العلا نے اس جواب کو
نظم الجواب لكل من هو قد عرف	ہر جاننے والے شخص کے لئے مرتب کیا - ۱۲م

پھر ان کا پانچواں فتویٰ نقل فرمایا جس کے دستخط یوں فرمائے ہیں:

شاهان شه ملك الملوك ابو العلاء	شاہوں کے شاہ ابو العلا نے جواب کو یوں مرتب
نظم الجواب مبیناً لمناسبه[4]	فرمایا کہ اس کے ہر پہلو کو واشگاف کر دیا - ۱۲م

پھر ان کا چھٹا فتویٰ نقل کیا جس کے دستخط ہیں:

شاهان شه ملك الملوك ابو العلاء	شاہوں کے شاہ ملک الملوک ابو العلا مسلمانوں
هادی امیر المؤمنین لقد نظم[5]	کے امیر و رہبر نے اس جواب کو مرتب کیا - ۱۲م

یونہی کتاب الوقف میں ان کے متعدد فتاوے نقل فرمائے ازاں جملہ ایک کلام کا ختم یہ ہے:

---

[1] جواہر الفتاوی کتاب القضاء ص ۲۵۳ ورق ۱۴۴ [2] جواہر الفتاوی کتاب القضاء ص ۲۵۲ ورق ۱۴۴

[3] ″ ″ ″ ″ ″ [4] ″ ″ ″ ″ ″

[5] ″ ″ ″ الباب السادس قلمی نسخہ ص ۲۵۴ ص ۱۴۴

Marfat.com

ملك الملوك ابو العلاء مجيبه
معز دين الله يشكر داعيا[1]

شاہوں کے شاہ ابو العلاء اس کا مجیب ہے جو دین الٰہی کے غلبہ کے لئے شکر کے ساتھ دعا کرتا ہے۔ ۱۲م

ایک[11] کے آخر میں ہے :

شاهان شه ملك الملوك ابو العلاء
نظم الجواب لمن تعفى بالله[2]

شہنشاہ ملک الملوک ابو العلاء نے یہ جواب اس شخص کے لئے مرتب کیا جو اللہ عزوجل کی پناہ کا طالب ہے ۱۲م

یوں ہی ۱۲ تا ۱۵ کتاب البیوع میں ان کے چار فتوے نقل فرمائے، ہر ایک کی ابتداء انھیں لفظوں سے کی :

قال القاضی الامام ملك الملوك[3]

قاضی، امام، ملک الملوک نے کہا۔ (ت)

غرض کتاب مستطاب ان کے فتاوائے صواب اور ان کے ان گرامی الفاظ سے مشحون ہے۔

علامہ[16] خیر الدین رملی استاد صاحب دُرِ مختار رحمہما اللہ تعالیٰ نے فتاویٰ خیریہ کتاب الاجارہ میں نوازل سے نقل فرمایا :

قال سئل ملك الملوك ابو العلاء فيمن اجر دار موقوفة مائة سنة الخ[4]

شاہوں کے شاہ ابو العلاء سے اس شخص کے بارے میں استفسار کیا گیا جس نے ایک وقف کی ہوئی زمین کو سال بھر کیلئے اجرت میں دیا تو کیا حکم ہے ۱۲م

اسی[17] کی کتاب القضا باب خلل المحاضر والسجلات میں دربارہ ساعی فرمایا :

فحول المتأخرين افتوا بجواز قتله حتى قال ملك الملوك الناصحى رحمه الله تعالىٰ[5]

متاخرین میں معتمد و مستند علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ ایسے شخص کو قتل کرنا جائز ہے حتی کہ شاہوں کے شاہ ناصحی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔ ۱۲م

---

[1] جواہر الفتاویٰ کتاب الوقف، قلمی ص ۳۰۹ ورق ۱۵۵ — [2] جواہر الفتاویٰ کتاب الوقف ص ۳۱۰ ورق ۱۵۵

[3] جواہر الفتاویٰ کتاب البیوع الباب السادس قلمی نسخہ ص ۲۵۹ ورق ۱۳۰

[4] فتاویٰ خیریہ کتاب الاجارۃ دار المعرفۃ بیروت ۲/۱۲۱

[5] " کتاب ادب القاضی باب خلل المحاضر والسجلات " " " ۲/۲۰

Marfat.com

پھر[18] ان کا منظوم فتویٰ نقل فرمایا: ؎

القتل مشروع علیہ واجب
زجراً لہ والقتل فیہ مقنع
شاھان شہ ملک الملوک ابو العلاء
نظم الجواب لکل من ھو یبدع[1]

ایسے شخص کو قتل کرنا مشروع بلکہ اس کے زجر و توبیخ کے لئے واجب ہے اور اس میں قتل عین عدل ہے شاہوں کے شاہ مالک الملوک ابو العلاء نے بدعت و علم رکھنے والوں کے لئے اس جواب کو مرتب کیا ۱۲م

حضرت[19] عمدۃ العلماء والاتقیاء زبدۃ العرفاء والاولیاء مولوی معنوی سیدی محمد جلال الملۃ والدین رومی قدس سرہ الشریف مثنوی شریف میں ایک بادشاہ کی حکایت میں فرماتے ہیں: ؎

گفت شاہنشاہ جرایش کم کنید
در بجنگد نامش از خط برزنید[2]

بادشاہ نے کہا اس کی اجرت کم کر دی جائے اور اگر وہ آمادہ جنگ ہو تو روزنامچہ سے اس کا نام نکال دو ۱۲م

نیز[20] ابتدائے مثنوی مبارک میں فرماتے ہیں: ؎

تا سمرقند آمدند آں دو امیر
پیش آں زرگر زشاہنشہ بشیر[3]

بادشاہ کے دونوں امیر دائمی بشہر سمرقند آئے اور اس مرد زرگر کو بادشاہ کی جانب سے خوشخبری دی ۱۲م

وہیں[21] فرماتے ہیں:

پیش شاہنشاہ بردش خوش نباز
تا بسوزد بر سر شمع طراز[4]

اس خوش نصیب مرد زرگر کو بادشاہ کے پاس لے آئے تاکہ اس شمع طراز معشوقہ پر اسے قربان کر دے ۱۲م

اسی[22] میں فرمایا: ؎

ہم ز انواع اوانی بے عدد
کاں نباشد در بزم شاہنشاہ سزد[5]

اور بہت سے مختلف قسم کے برتن بھی ایسا جو بادشاہوں کی بزم مسرت کی زیب و زینت نہیں ۱۲م

---

[1] فتاویٰ خیریہ کتاب ادب القاضی باب غلل الحاضر و السجلات دار المعرفۃ بیروت ۲/۲۰
[2] مثنوی معنوی در بیان آنکہ ترک الجواب جواب مقرر ایں سخن الخ نورانی کتب خانہ پشاور دفتر چہارم ص۴۳
[3] و [4] مثنوی معنوی فرستادن بادشاہ رسولاں بسمرقند در طلب زرگر 〃 〃 〃 دفتر اول ص ۹
[5] مثنوی معنوی 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

Marfat.com

حضرت[۲۳] عارف باللہ داعی الی اللہ سیدی مصلح الدین سعدی شیرازی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

جمال الانام مفخر الاسلام سعد ابن الاتابك الاعظم شاهنشاه المعظم مالك رقاب الامم مولیٰ ملوك العرب و العجم[۱]

مخلوق کے جمال، اسلام کے لئے قابلِ فخر، سعد ابن اتابک اعظم، قابلِ عظمت شہنشاہ، لوگوں کی گردنوں کے مالک، عرب و عجم کے بادشاہوں کے مولیٰ و آقا۔ ۱۲م

نیز[۲۴] فرماتے ہیں:

با رعیت صلح کن و ز جنگِ خصم ایمن نشین
زانکه شاهنشاهِ عادل را رعیت لشکر است[۲]

رعایا کے ساتھ خیر خواہی سے پیش آ، اور پھر دشمن کی جانب لڑائی سے بے خوف رہ، کیونکہ عادل بادشاہ کے لئے رعایا ہی لشکر ہے۔ ۱۲م

نیز[۲۵] فرماتے ہیں:

شهنشه بر آشفت کاینک وزیر
تعلل میندیش و حجت مگیر[۳]

بادشاہ نے غصّے سے کہا اے وزیر! بہانہ مت بنا اور حجت مت لا۔ ۱۲م

نیز[۲۶] فرماتے ہیں:

سرِ پُر غرور از تحمل تهی
حرامش بود تاج شاهنشهی[۴]

جو سر صبر و تحمل سے خالی اور کبر و نخوت سے پُر ہو وہ بادشاہی کے تاج سے محروم ہوتا ہے۔ ۱۲م

نیز[۲۷] فرماتے ہیں:

دوان آمدش گله بانے ز پیش
شهنشه بر آورد تعلق ز کیش[۵]

بادشاہ کے پاس سامنے سے ایک چرواہا دوڑتا آیا بادشاہ نے (اُسی وقت) تیر ترکش سے نکال لیا۔ ۱۲م

۱؎ گلستانِ سعدی	دیباچہ کتاب دانش سعدی	تہران ایران	ص ۱۲
۲؎ "	باب اول	" "	ص ۲۰
۳؎ بوستان	"	ملک سراج الدین اینڈ سنز لاہور	ص ۳۴
۴؎	"	" " "	۳۸
۵؎	"	" " "	۴۲

Marfat.com

محبوبِ محبوبِ الٰہی حضرت عارف باللہ سیدی خسرو قدس سرہٗ اوائل قران السعدین صفت[۱] تختِ شاہی میں فرماتے ہیں:؎

کیست جز او شہ کہ نہد پائے راست
پیش شکوہ کہ شہنشاہ راست[۲]

اس کے سوا کون ہے جو بادشاہ کی شان وشوکت کے سامنے سیدھا پاؤں رکھے۔ ۱۲م

عارف باللہ امام العلماء حضرت مولانا نور الدین جامی قدس سرہ السامی تحفۃ الاحرار میں فرماتے ہیں:؎

زد بجہان نوبت شاہنشہی
کوکبۂ فخر عبید اللّٰہی[۳]

حضرت عبید اللہ احرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ستارۂ افتخار نے دنیا میں اپنی شہنشاہی کا نقارہ بجایا ۱۲م

حضرت خواجہ شمس الدین حافظ قدس سرہٗ فرماتے ہیں:؎

خان بن خان شہنشاہ شہنشاہ نژاد
آنکہ مے زیبد اگر جان جہانش خوانی[۴]

خان بن خان خاندانی شاہوں کے شاہ جسے جانِ جہان کا خطاب زیب دیتا ہے ۱۲م

نیز فرماتے ہیں:؎

ہم نسلِ شہنشہِ زمان است
ہم نعتِ خلیفۂ زمین است[۵]

زمانہ کے بادشاہوں کا ہم رتبہ خلیفۂ زمین کا ہم جنس ہے ۱۲م

حضرت مولانا نظامی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں:؎

گزارندۂ شرح شاہنشہی
چنیں داد پرسندہ را آگہی[۶]

احکام شاہی کی تفصیل سنانے والے نے سائل کو یوں آگاہ کیا۔ ۱۲م

محقق دوم قاضی شیخ شہاب الدین تفسیر بحر مواج میں فرماتے ہیں:

"سلطان السلاطین خداوند با عزت و تمکین پادشاہ سلیمان فر الخ"[۷]

۱

۲ تحفۃ الاحرار

۳ دیوانِ حافظ ردیف الیاء حامد اینڈ کمپنی لاہور ص ۳۸۳

۴ ″ ″ ترکیب بند ″ ″ ″ ص ۴۹۹

۵

۶ تفسیر بحر مواج

Marfat.com

غرض کلمات اکابر میں اس کے صدہا نظائر ملیں گے، ہمیں کیا لائق ہے کہ ان تمام ائمہ وفقہاء وعلماء وعرفاء رحمہم اللہ تعالٰی قدست اسرارھم پر طعن کریں وہ ہم سے ہر طرح اعرف و اعلم تھے، لہذا واجب کہ بتوفیقِ الٰہی نظرِ فقہی سے کام لیں، اور اس لفظ کے منع وجواز میں تحقیق مناط کریں کہ مسئلہ قطعاً معقول المعنٰی ہے نہ کہ محض تعبدی۔

فاقول و باللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ سے ہے۔ت) ظاہر ہے کہ اصل منشائے منع اس لفظ کا استغراق حقیقی پر حمل ہے یعنی موصوف کا استثنار تو عقلی ہے کہ خود اپنے نفس پر بادشاہ ہونا معقول نہیں، اس کے سوا جمیع ملوک پر سلطنت اور یہ معنٰی قطعاً مختص بحضرت عزت عزجلالہ ہیں، اور اس معنے کے ارادے سے اگر غیر پر اطلاق ہو تو صراحۃً کفر ہے کہ اس کے استغراق حقیقی میں رب عزوجل بھی داخل ہوگا یعنی معاذ اللہ موصوف کو اس پر بھی سلطنت ہے یہ ہر کفر سے بدتر کفر ہے مگر حاشا ہرگز کوئی مسلمان اس کا ارادہ کرسکتا ہے نہ زنہار کلامِ مسلم میں یہ لفظ سُن کر کسی کا اس طرف ذہن جاسکتا ہے، بلکہ قطعاً قطعاً عہدیا استغراق عرفی ہی مراد، اور وہی مفہوم و مُستفاد ہوتا ہے کہ قائل کا اسلام ہی اس ارادہ پر قرینہ قاطعہ ہے، جیسا کہ علمائے موحد کے اَنْبَتَ الرَّبِیْعُ الْبَقْلَ (موسم ربیع نے سبزہ اگایا) کہنے میں تصریح فرمائی، نیز فتاوٰی خیریہ میں ہے:

سئل فی رجل حلف لایدخل ھٰذہ الدار الّا ان یحکم علیہ الدھر فدخل ھل یحنث (اجاب) لا۔ وھذا مجاز لصدورہ عن الموحّدِ والحکم القضاء واذا دخلھا فقد حکم ای قضٰی علیہ ربُّ الدّھر بدخولھا وھو مستثنٰی من یمینہ، فلاحنث [1]

ایک ایسے شخص کے بارے میں استفسار کیا گیا جس نے یہ قسم کھالی تھی کہ اس گھر میں داخل نہ ہوں گا جب تک کہ اس پر زمانہ کا حکم نہ ہو، پھر وہ اس گھر میں داخل ہوا تو کیا اس کی قسم ٹوٹ جائیگی؟ جواب نفی میں ملا، چونکہ موحد سے یہ جملہ صادر ہوا اس لئے مجاز قرار پائے گا اور حکم بمعنی قضاء ہے اور جب وہ شخص داخل ہُوا تو اس کا دخول رب الدہر کے حکم اور قضاء سے ہوا ہے اور یہ اس قسم سے مستثنٰی ہے لہٰذا حانث نہ ہوگا۔ ۱۲م

اب رہا یہ کہ استغراق حقیقی اگرچہ نہ مراد نہ مفہوم، مگر مجرد احتمال ہی موجب منع ہے، یہ قطعاً

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الایمان دارالمعرفۃ بیروت ۱/۸۷

Marfat.com

ماعن ہے۔ یوں تو ہزاروں الفاظ کہ تمام عالم میں وائر و سائر ہیں منع ہو جائیں گے۔ پہلے تو و اسی لفظ "شاہنشاہ" کی وضع و ترکیب لیجئے۔ مثلاً قاضی القضاۃ، امام الائمہ، شیخ الشیوخ، شیخ المشائخ، عالم العلماء، صدر الصدور، امیر الامراء، خان خانان بیگلر بیگ وغیرہا کہ علماء و مشائخ و عام سب میں رائج ہیں۔ شیخ المشائخ، سلطان الاولیاء، محبوب الٰہی اور شیخ الشیوخ حضرت سیدنا شہاب الحق والدین عمر سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا لقب ہے۔ جواہر الفتاوی کتاب اصول الدین وکتاب اصول فقہ وکتاب الایمان وکتاب الغصب وکتاب الدعوی وکتاب الکراہیت وغیرہا سب کے باب سادس میں امام علاء الدین سمرقندی کو عالم العلماء فرمایا۔

امام اجل عبد الرحمن اوزاعی امام اہل الشام کہ امام اعظم ابوحنیفہ و امام مالک کے زمانے میں تھے اور تبع تابعین کے اعلیٰ طبقے میں ہیں، امام مالک کو عالم العلماء فرمایا کرتے۔

زرقانی علی الموطا میں ہے:

اما مالک فهو الامام المشهور صدر الصدور اكمل العقلاء واعقل الفضلاء كان الاوزاعي اذا ذكر مالكاً قال قال عالم العلماء وعالم اهل المدينة ومفتي الحرمين[1]	امام مالک تو مشہور امام ہیں، رئیسوں میں رئیس، عقلاء میں کامل تر، فضلاء میں سب سے فہیم، امام اوزاعی جب امام مالک کا تذکرہ کرتے تو فرماتے کہ عالم العلماء، مدینہ والوں کے عالم اور حرمین طیبین کے مفتی نے فرمایا ہے۔ ۱۲م

امام الائمہ امام محمد بن خزیمہ حافظ الحدیث کا لقب ہے۔ قاضی القضاۃ اسلامی سلطنتوں کا معروف عہدہ ہے۔ عامہ کتب فقہ میں اس کا اطلاق موجود اور ائمہ کی زبانوں پر شائع۔ درمختار کتاب القضا میں ہے:

لا يستخلف قاضٍ نائبا الا اذا فوض اليه كجعلتك قاضي القضاة هو الذي يتصرف فيهم مطلقاً تقليداً و لا[2]	کوئی بھی قاضی اپنا نائب اس وقت مقرر کر سکتا ہے جب اسکو نائب بنانے کے اختیارات سپرد کئے گئے ہوں مثلاً یہ کہے میں نے تمہیں قاضی القضاۃ بنایا،

قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) وہ ہے جسے علی الاطلاق تصرف کا حق حاصل ہو چاہے تقلید ہو یا نہ ہو ۱۲م

---

[1] شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک مقدمۃ الکتاب دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۳۴۲

[2] الدر المختار کتاب القضاء فصل فی الحبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۷۴

Marfat.com

بحرالرائق و ردالمحتار کتاب الوقف میں ہے:

قولهم فی الاستدانة بامر القاضی المراد به قاضی القضاة وفی کل موضع ذکروا القاضی فی امور الاوقاف[1]

استدانت بامر القاضی میں ان کی مراد قاضی سے "قاضی القضاۃ" ہے، اور امور اوقاف میں جہاں بھی "قاضی" کا لفظ آیا ہے اس سے یہی (قاضی القضاۃ) مراد ہے۔ ۱۲م

امیر الامرا، خان خاناں، بگار بگ عربی فارسی ترکی تین مختلف زبانوں کے لفظ ہیں اور معنی ایک، یعنی سرور سروراں، سردار سرداراں، سید الاسیاد، اور اگر امیر امر بمعنی حکم سے لیجئے تو امیر الامرا بمعنی حاکم الحاکمین، شک نہیں کہ ان الفاظ کو عموم واستغراق حقیقی پر رکھیں تو قاضی القضاۃ وحاکم الحاکمین وعالم العلماء وسید الاسیاد قطعاً حضرت رب العزت عزوجل ہی کے لئے خاص ہیں اور دوسرے پر ان کا اطلاق صریح کفر، بلکہ بنظر حقیقت اصلیہ صرف قاضی وحاکم وسید وعالم بھی اسی کے ساتھ خاص۔ قال اللہ تعالٰی:

واللہ یقضی بالحق والذین یدعون من دونہ لا یقضون بشیئ ان اللہ ھو السمیع البصیر[2]

اور اللہ سچا فیصلہ فرماتا ہے اور اس کے سوا جن کو پوجتے ہیں وہ کچھ فیصلہ نہیں کرتے۔ بیشک اللہ ہی سنتا دیکھتا ہے۔

وقال اللہ تبارک وتعالٰی:

لہ الحکم والیہ ترجعون[3]

اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف پھر جاؤ گے۔

وقال اللہ تعالٰی:

اِنِ الحُکمُ اِلَّا للہ۔[4]

حکم نہیں مگر اللہ کا۔

وقال اللہ تعالٰی:

وھو العلیم الحکیم[5]

وہی علم وحکمت والا ہے۔

وقال اللہ تعالٰی:

یوم یجمع اللہ الرسل فیقول

جس دن اللہ جمع فرمائے گا رسولوں کو پھر فرمائیگا

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۴۱۰
[2] القرآن الکریم ۴۰/۲۰ - [3] القرآن الکریم ۲۸/۸۸ [4] القرآن الکریم ۱۲/۴۰ [5] القرآن الکریم ۶/۲

Marfat.com

ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا ۔[1] تمھیں کیا جواب ملا، عرض کریں گے ہمیں کچھ علم نہیں ۔

وفد بنی عامر نے حاضر ہوکر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی، اَنْتَ سَیِّدُنَا حضور ہمارے سید ہیں ۔ فرمایا، اَلسَّیِّدُ اللّٰہُ سید تو خدا تعالٰی ہی ہے ۔

رواہ احمد وابوداؤد[2] عن عبد اللہ بن الشخیر العامری رضی اللہ تعالٰی عنہ ۔ اسے روایت کیا ہے احمد اور ابو داؤد نے عبد اللہ بن شخیر عامری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ۔ (ت)

یوں ہی نہ ملک الملوک بلکہ صرف ملک ہی ۔ قال اللہ تعالٰی ،

لہ الملک ولہ الحمد[3] اسی کے لئے ملک اور اسی کے لئے تعریف ۔

وقال اللہ تعالٰی ،

لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ[4] آج کس کی بادشاہی ہے ۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے اسی حدیث مَلِکُ الْمُلُوْکِ کی تعلیل میں فرمایا :

لَا مَلِکَ اِلَّا اللّٰہُ بادشاہ کوئی نہیں سوائے اللہ تعالٰی کے ۔ رواہ مسلم[5] عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے روایت کیا ہے مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ۔ ت)

اور امام الائمہ، شیخ الشیوخ، شیخ المشائخ اپنے استغراق حقیقی پر یقیناً حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص، اور دوسرے پر اطلاق قطعاً کفر کہ اس کے عموم میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم بھی داخل ہوں گے، اور معنی یہ ٹھہریں گے کہ فلاں شخص معاذ اللہ حضور سید عالم امام العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا بھی شیخ و امام ہے، اور یہ صراحۃً کفر ہے مگر حاشا ان تمام الفاظ میں نہ ہرگز یہ معنی قائلین کی مراد نہ ان کے اطلاق سے مفہوم و مستفاد، اور اس پر

---

[1] القرآن الکریم ۵/۱۰۹

[2] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی کراہیۃ التمادح آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۰۶
مسند احمد بن حنبل عن عبد اللہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/۲۴

[3] القرآن الکریم ۶۴/۱

[4] ۴۰/۱۶

[5] صحیح مسلم کتاب الادب باب تحریم التسمی بملک الاملاک قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۰۸

Marfat.com

دلیلِ ظاہر و باہر یہ ہے کہ متکبر مغرور جبّار سلاطین کہ اپنے آپ کو ما بدولت و اقبال اور اپنے بڑے عہدہ داروں، امراء و وزراء کو بندۂ حضور و فدوی خاص لکھتے ہیں، جن کے تکبّر کی یہ حالت کہ اللہ و رسول کی توہین پر شاید چشم پوشی بھی کر جائیں، مگر ہرگز اپنی ادنٰی سی توہین پہ درگزر نہ کریں گے۔ یہی جبّار انھیں امراء کو قاضی القضاۃ و امیر الامراء و خان خاناں و بگار بگ خطاب دیتے اور خود لکھتے، اور اوروں سے لکھواتے، اور لوگوں کو کہتے، لکھتے دیکھتے، سنتے اور پسند و مقرر رکھتے ہیں بلکہ جو ان کے اس خطاب پر اعتراض کرے عتاب پائے اگر ان میں استغراق حقیقی کا ادنٰی ابہام بھی ہوتا جس سے متوہم ہوتا کہ یہ امراء خود ان سلاطین پر بھی حاکم و افسر و بالا و برتر و سردار و سرور ہیں، تو کیا امکان تھا کہ اسے ایک آن کے لئے بھی روا رکھتے۔ تو ثابت ہوا کہ عرفِ عام میں امثال الفاظ میں استغراقِ حقیقی ارادۃً و افادۃً ہر طرح قطعًا یقینًا متروک و مہجور ہے، جس کی طرف اصلاً خیال بھی نہیں جاتا، بعینہٖ بداہۃً یہی حال شاہنشاہ کا ہے، کیا بجز مجنون کے سوا کوئی گمان کر سکتا ہے کہ امام اجل ابو العلاء علاء الدین ناصحی، امام اجل ابو بکر رکن الدین کرمانی، علامہ اجل خیر الملّۃ والدّین رملی، عارف باللہ شیخ مصلح الدین، عارف باللہ حضرت امیر، عارف باللہ حضرت حافظ، عارف باللہ حضرت مولوی معنوی، عارف باللہ حضرت مولانا نظامی، عارف باللہ حضرت مولانا جامی، فاضل جلیل مخدوم شہاب الدین وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم و قدست اسرارہم کے کلام میں یہ ناپاک معنی مراد ہونا درکنار، اسے سُن کر کسی مسلمان کا وہم بھی اس طرف جا سکتا ہے تو بے ارادہ و بے افادہ اگر مجرد احتمال منع کے لئے کافی ہوتا وہ تمام الفاظ بھی حرام ہوتے، حالانکہ خواص و عام سب میں شائع و ذائع ہیں، خصوصًا قاضی القضاۃ کہ انھیں فقہائے کرام کا لفظ اور قدیمًا و حدیثًا ان کے عامہ کتب میں موجود ہے، اس میں اور شہنشاہ میں کیا فرق ہے۔ لاجرم امام قاضی عیاض مالکی المذہب نے فرمایا:

ومنھم قولھم شاہ ملوك وکذا مایقولون قاضی القضاۃ[1] اھ، نقلہ فی المرقاۃ۔

ان میں بادشاہوں کا بادشاہ اور یوں وہ قاضی القضاۃ کا قول کہتے ہیں اھ۔ مرقات میں اس کو نقل کیا۔ (ت)

اسی کی مانند امام حجر شافعی المذہب نے زواجر میں اپنے یہاں کے بعض ائمہ سے نقل کیا،

---

[1] مرقاۃ المفاتیح کتاب الادب باب الاسامی الفصل الاول المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۵۱۷
اکمال المعلم بفوائد مسلم باب تحریم التسمی بملک الاملاک دار الوفاء بیروت ۷/ ۱۹، ۲۰

Marfat.com

مگر جانتے ہو کہ یہ قاضی القضاۃ[عـه] کس کا لقب ہے اور کب سے رائج ہے۔ سب میں پہلے یہ لقب پایا ہے امام

عـه امام ماوردی کا لقب "اقضی القضاۃ" تھا:

کما فی ارشاد الساری[1] وظنی انه اول من تسمّی به اوہن عم الامام البدر ان ھذا ابلغ من قاضی القضاۃ لانه افعل التفضیل قال ومن جھلاء ھذا الزمان من مسطری سجلات القضاۃ یکتبون للنائب اقضی القضاۃ وللقاضی الکبیر قاضی القضاۃ[2] اھ واقرہ الامام القسطلانی اقول وعندی ان الامر بالعکس فان اقضی القضاۃ من له مزیّة فی القضاء علی سائر القضاۃ ولا یلزم ان یکون حاکما علیھم ومتصرفا فیھم بخلاف قاضی القضاۃ کما نقلنا عن الدر المختار ونظیرہ املک الملوک یصدق اذا کان اکثر ملکا منھم بخلاف ملک الملوک فھو الذی نسبة الملوک الیه کنسبة الرعایا الی الملوک کما لا یخفی فھذا ھو الابلغ وبه یندفع اعتراض الامام الماوردی، ولله الحمد منه عفی عنه۔

جیسا کہ ارشاد الساری میں ہے، اور گمان یہ ہے کہ وہ پہلے شخص ہیں جن کا یہ نام رکھا گیا اور امام بدر الدین عینی رحمہ اللہ تعالٰی کا گمان ہے کہ اقضی القضاۃ زیادہ ابلغ ہے قاضی القضاۃ کی نسبت، کیونکہ اس میں افعل تفضیل ہے اور انھوں نے فرمایا ہمارے زمانے کے جاہل قاضیوں کے دفتری لوگ مثلاً نائب قاضی کو اقضی القضاۃ لکھتے ہیں اور قاضی کبیر کو قاضی القضاۃ لکھتے ہیں اھ، اس کلام کو امام قسطلانی نے ثابت رکھا، میں کہتا ہوں، حالانکہ میرے نزدیک معاملہ بالعکس ہے کیونکہ اقضی القضاۃ وہ ہے جس کے فیصلے دوسرے قاضیوں کی نسبت زیادہ ہوں اس کے لئے ضروری نہیں کہ وہ قاضیوں کا حاکم ہو اور ان کے متعلق اختیار رکھتا ہو اسکے برخلاف قاضی القضاۃ ہے جیسا کہ ہم نے درمختار سے نقل کیا اس کی نظیر املک الملوک کا مصداق کثیر مملکت والا دوسروں کے مقابلہ میں بخلاف ملک الملوک اس کو کہتے ہیں جو بادشاہوں کا سردار ہو جس طرح کہ بادشاہ کے لئے رعایا ہوتی ہے جیسا کہ مخفی نہیں لہذا یہ ابلغ ہے اس سے امام ماوردی کا اعتراض ختم ہو گیا اللہ تعالٰی کے لئے ہی تمام تعریفیں ہیں۔ (ت)

---

[1] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب الادب دار الکتاب العربی بیروت ۹/۱۲۸

[2] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب الادب باب ابغض الاسماء الی اللہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۲/۲۱۵

Marfat.com

مذہب سیدنا امام ابو یوسف تلمیذ اکبر سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما کا ہوا اور اس زمانہ خیر کے ائمہ کرام تبع تابعین و اتباعِ اعلام نے اسے مقبول و مقرر رکھا۔ اور جب سے آج تمام علمائے حنفیہ اور بہت دیگر علمائے مذاہب ثلاثہ میں رائج و جاری و ساری ہے۔ امام اجل علامہ بدر الملۃ والدین محمود عینی حنفی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری شریف میں فرماتے ہیں:

اول من تسمّٰی قاضی القضاۃ ابو یوسف من اصحاب ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما وفی زمنہ کان اساطین الفقہاء و العلماء والمحدثین فلم ینقل عن احد منہم انکار عن ذلک [1]

یعنی سب میں پہلے جس کا لقب قاضی القضاۃ ہوا امام اعظم کے شاگرد امام ابو یوسف ہیں رضی اللہ تعالےٰ عنہما، اس جناب نے یہ لقب قبول فرمایا، اور ان کے زمانے میں فقہاء و علماء و محدثین کے اکابر و عمائد تھے، ان میں کسی سے اس کا انکار منقول نہ ہوا۔

اب ثابت ہوا کہ وہ طعن نہ فقط انھیں ائمہ و فقہاء و اولیاء پر ہوگا جن سے لفظ "شہنشاہ" کی سندیں گزریں، بلکہ ائمہ تبع تابعین اور ان کے اتباع اور امام مذہب حنفی ابو یوسف اور اس وقت سے آج تک کے تمام علمائے حنفیہ اور بکثرت علمائے بقیہ مذاہب سب پر طعن لازم آئے گا اور اس پر جرأت ظلم شدید و جہل مدید ہوگی۔ لاجرم بات وہی ہے کہ لفظ جب ارادۃً و افادۃً ہر طرح سے شناعت سے پاک ہے تو صرف احتمال باطل سے ممنوع نہ کر دے گا، ورنہ سب سے بڑھ کر نماز میں تَعَالٰی جَدُّكَ حرام ہو، کہ دوسرے معنی کس قدر شنیع و فظیع رکھتا ہے، ہاں صدر اسلام میں کہ شرک کی گھٹائیں عالمگیر چھائی ہوتی تھیں۔ نقیر و قطمیر کے ساتھ نہایت تدقیق فرمائی جاتی کہ توحید بروجہ اتم اذہان میں متمکن ہو، ولہذا نہ فقط شہنشاہ بلکہ اَنْتَ سَیِّدُنَا کے جواب میں ارشاد ہوا اَلسَّیِّدُ اللّٰہُ سید اللہ ہی ہے۔ ابو الحکم کنیت رکھنے پر فرمایا:

ان اللہ ھُوَ الْحَکَمُ والیہ الحکم فلم تکنّی ابا الحکم رواہ ابو داؤد والنسائی عن ابی شُرَیْح

بے شک اللہ ہی حکم ہے اور حکم کا اختیار اسی کو ہے تو تیری کنیت ابو الحکم کیوں ہے (اس کو

---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب الادب باب ابغض الاسماء الی اللہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۲۲/۲۱۵

[2] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی تغییر الاسم القبیح آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۲۱
سنن النسائی ادب القضاۃ باب اذا حکموا رجلاً الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۳۰۴

Marfat.com

رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

روایت کیا ہے ابوداؤد اور نسائی نے ابی شریح رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔ (ت)

غلاموں کو ارشاد ہوا تھا:

لَا یَقُوْلُ الْعَبْدُ لِسَیِّدِہٖ مَوْلَایَ فَاِنَّ مَوْلَاکُمُ اللّٰہُ[1]۔ رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

غلام اپنے آقا کو مولٰی نہ کہے کیونکہ تمہارا مولٰی تو اللہ تعالٰی ہی ہے (اسے روایت کیا ہے مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔ ت)

ایک حدیث شریف میں آیا:

لَا تُسَمُّوْا اَبْنَاءَکُمْ حَکِیْمًا وَّلَا اَبَا الْحَکَمِ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْحَکِیْمُ الْعَلِیْمُ[2]۔ رواہ عطاء عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم، ذکرہ الامام البدر محمود فی عمدۃ القاری۔

اپنے بیٹوں کا نام حکیم یا ابوالحکم نہ رکھو کہ اللہ تعالٰی ہی حکیم وعلیم ہے۔ اس کو عطاء نے ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انہوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے (اسے امام بدر محمود نے عمدۃ القاری میں روایت کیا ہے۔ ت)

۵ و ۶ ایک حدیث شریف میں آیا:

اَبْغَضُ الْاَسْمَاءِ اِلَی اللّٰہِ خَالِدٌ وَّمَالِکٌ[3]، وَذٰلِکَ اِنَّ اَحَدًا لَیْسَ بِخَالِدٍ وَّ الْمَالِکُ ھُوَ اللّٰہُ۔ ذکرہ الامام البدر عن الداودی۔

اللہ عزوجل کو سب سے زیادہ ناپسند نام خالد و مالک ہیں اس لئے کہ کوئی ہمیشہ نہ رہے گا اور مالک اللہ تعالٰی ہی ہے (اس کو امام بدر نے داودی سے ذکر کیا ہے۔ ت)

یونہی عزیز و حکم ناموں کو تبدیل فرمادیا۔ سنن ابی داؤد میں ہے:

غَیَّرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِسْمَ عَزِیْزٍ وَّالْحَکَمِ۔ قال ترکت اسانیدھا اختصارًا[4]۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے اسم عزیز و حکم کو تبدیل فرمادیا۔ فرمایا اس کی اسانید کو بوجہ اختصار ترک کردیا۔ (ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الالفاظ باب حکم اطلاق لفظۃ العبد الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۸

[2] و [3] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب الادب باب ابغض الاسماء ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۲۲/ ۲۱۵

[4] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب تغییر الاسم القبیح آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۲۱

Marfat.com

حدیث شریف میں ہے کہ نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

لا تسمّه عَزِیْزًا۔ رواہ احمد[1] والطبرانی[2] فی الکبیر عن عبدِ الرحمٰن بن سمرة رضی اللہ تعالٰی عنه۔

اس کا نام عزیز نہ رکھ۔ (اس کو روایت کیا ہے احمد اور طبرانی نے کبیر میں عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔ ت)

نیز حدیث شریف میں ہے :

نَهَى النَّبِیُّ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اَنْ یُّسَمَّی الرَّجُلُ حَرْبًا وَّ وَلِیْدًا اَوْ مُرَّةً اَوْ اَبَا الْحَکَمِ۔ رَوَاہُ الطَّبْرانی فی الکبیر عن عَبْدِ اللہِ ابن مسعودٍ رضی اللہ تعالٰی عنه۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ حرب یا ولید یا مرّہ یا حکم نام رکھا جائے۔ (اس کو طبرانی نے کبیر میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حالانکہ یہ الفاظ و اوصاف غیر خدا کے لئے خود قرآن عظیم و احادیث و اقوالِ علماء میں بکثرت وارد۔

قال اللہ تعالٰے :

سیّدًا و حصورًا و نبیًّا من الصالحین[3]

سردار اور ہمیشہ کے لئے عورتوں سے بچنے والا اور نبی ہمارے خاصوں میں سے۔

وقال اللہ تعالٰے :

والفیا سیّدها لدا الباب[4]

اور دونوں کو عورت کا میاں (سیّد) دروازے کے پاس ملا۔

وقال اللہ تعالٰے :

فابعثوا حکمًا من اھله وحکمًا من اھلھا[5]

تو ایک پنچ مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک پنچ عورت والوں کی طرف سے۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عبد الرحمٰن — المکتب الاسلامی بیروت ۴/۱۷۸
[2] المعجم الکبیر حدیث ۹۹۹۲ — المکتبة الفیصلیة بیروت ۱۰/۸۹
[3] القرآن الکریم ۳/۳۹
[4] 〃 〃 ۱۲/۲۵
[5] 〃 〃 ۴/۳۵

Marfat.com

وقال اللہ تعالیٰ :

وإن حکمت فاحکم بینھم بالقسط [1]	اور اگر ان میں فیصلہ فرماؤ تو انصاف سے فیصلہ کرو۔

وقال اللہ تبارک وتعالیٰ :

[illegible] صبیا [2]	اور ہم نے اسے بچپن ہی میں نبوت دی۔

وقال اللہ تبارک وتعالیٰ :

فان اللہ ھو مولٰہ وجبریل وصالح المؤمنین [3]	تو بیشک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے۔

وقال اللہ تعالیٰ عن عبدہٖ زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام :

وانی خفت الموالی من وراءی [4]	اور مجھے اپنے بعد اپنے قرابت والوں کا ڈر ہے۔

وقال اللہ تعالیٰ :

ھم فیھا خالدون [5]	انھیں ہمیشہ اس میں رہنا۔

وقال اللہ تعالیٰ :

فھم لھا مالکون [6]	یہ تو ان کے مالک ہیں۔

وقال اللہ تعالیٰ :

ونادوا یا مالک [7]	اور وہ پکاریں گے اے مالک!

وقال اللہ تعالیٰ :

وآتینٰہ الحکمۃ [8]	اور ہم نے اسے حکمت دی۔

وقال اللہ تعالیٰ :

ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرًا کثیرًا [9]	اور جسے حکمت ملی اسے بہت بھلائی ملی۔

١	القرآن الکریم	۵/۴۲	٢	القرآن الکریم	۱۹/۱۲
٣	"	۶۶/۴	٤	"	۱۹/۵
٥	"	۲/۸۱ و ۸۲	٦	"	۳۶/۷۱
٧	"	۴۳/۷۷	٨	"	۳۸/۲۰
٩	"	۲/۲۶۹			

Marfat.com

وقال اللہ تبارک وتعالٰی :

وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنافقین لایعلمون[1]

عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

وقال رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم :

اَنَا سَیِّدُ وَلَدِ اٰدَمَ ۔ رواہ مسلم[2] و ابوداؤد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ۔

میں تمام اولادِ آدم کا سیّد (سردار) ہوں۔ (اسے روایت کیا ہے مسلم اور ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے۔ ت)

وقال صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم :

اِنَّ اِبْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ ۔ رواہ البخاری[3] عن ابی بکرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ۔

بیشک یہ میرا بیٹا سیّد ہے (یعنی حضرت امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ) (اس کو روایت کیا ہے امام بخاری نے ابوبکرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔ ت)

وقال صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم :

اَللہُ وَرَسُوْلُہٗ مَوْلٰی مَنْ لَّا مَوْلٰی لَہٗ ۔ رواہ الترمذی[4] وحسنہ وابن ماجۃ عن امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ ۔

اللہ اور اس کا رسول ہر بے مولٰی کے مولٰی ہیں۔ (اس کو روایت کیا ہے ترمذی نے اور اسے حسن کہا اور ابن ماجہ نے امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔ ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے سعد بن معاذ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے فرمایا :

لَقَدْ حَکَمْتَ فِیْھِمْ بِحُکْمِ اللہِ،

بے شک تم نے ان یہود کے بارے میں وہ حکم

---

[1] القرآن الکریم ۶۳/ ۸
[2] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۴۵
سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی التخییر بین الانبیاء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۸۶
[3] صحیح البخاری فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مناقب الحسن والحسین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۳۰
[4] جامع الترمذی ابواب الفرائض باب ماجاء فی میراث الخال امین کمپنی دہلی ۲/ ۳۱
سنن ابن ماجہ 〃 باب ذوی الارحام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۱

Marfat.com

رواہ مسلم[1] عن عائشۃ وعن ابی سعید الخدری والنسائی عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

دیا جو خدا نے تعالٰی کا حکم تھا۔ (اس کو مسلم نے عائشہ اور ابی سعید خدری سے اور نسائی نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے۔ ت)

اسی حدیث شریف میں ہے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ان سے حکم کے لئے فرمایا، انھوں نے عرض کی:

اللہ ورسولہ احق بالحکم۔[2] رواہ الحافظ محمد بن عائذ فی المغازی بسندہ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

حکم دینا تو اللہ تعالٰی اور اس کے رسول کا حق ہے۔ (اسے روایت کیا ہے حافظ محمد بن عائذ نے مغازی میں اپنی سند کے ساتھ جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے۔ ت)

وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیما یروی الطبرانی فی اوسطہ۔

حَکِیْمُ اُمَّتِیْ عُوَیْمِرٌ۔[3] میری امت کے حکیم عویمر (ابو درداء) ہیں۔

انصار کرام نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی:

یا رسول اللہ انت واللہ الاعز العزیز۔[4] رواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ استاذ البخاری ومسلم عن عروۃ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

یا رسول اللہ! خدا تعالٰی کی قسم حضور ہی سب سے زیادہ عزت والے ہیں۔ (اسے روایت کیا ہے ابوبکر بن ابی شیبہ استاذ بخاری و مسلم نے عروہ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے۔ ت)

صرف حضور ہی کے لئے عزت ہے۔

عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ابن عبداللہ ابن ابی منافق نے اپنے باپ سے فرمایا:

انک الذلیل ورسول اللہ صلی اللہ تعالٰی

بے شک تو ہی ذلیل ہے اور حضور صلی اللہ تعالٰی

۱؎ صحیح مسلم کتاب الجہاد باب جواز قتال من نقض العہد الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۵

۲؎ المواہب اللدنیہ غزوہ بنی قریظہ حکم سعد بن معاذ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۴۶۶

۳؎ کنز العمال بحوالہ طس حدیث ۳۳۵۰۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۶۱۸

۴؎ الدر المنثور بحوالہ ابن ابی شیبہ تحت آیۃ وللہ العزۃ ولرسولہ الخ مکتبۃ آیۃ اللہ العظمٰی قم ایران ۶/ ۲۲۴

Marfat.com

علیہ وسلم العزیز۔ رواہ الترمذی[1] عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما و نحوہ الطبرانی عن اسامۃ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

علیہ وسلم ہی عزیز و صاحبِ عزت ہیں (اسے روایت کیا ہے ترمذی نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے، یونہی طبرانی نے اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے۔

صحابۂ کرام میں بیس[20] سے زائد کا نام حکم ہے، تقریباً دس[10] کا نام حکیم، اور ساٹھ[60] سے زیادہ کا خالد، اور ایک سو دس[110] سے زیادہ کا مالک ــــ ان وقائع اور ان کے امثال کثیرہ پر نظر سے ظاہر ہے کہ ایسی نہی میں شرع مطہر کا مقصود کیا تھا، اور اس پر قرینۂ واضحہ یہ ہے کہ خود حدیث شریف میں اس کی تعلیل یوں ارشاد ہوئی کہ:

لَا مَلِكَ اِلَّا اللّٰهُ[2] خدا تعالیٰ کے سوا کوئی بادشاہ ہی نہیں۔

ظاہر ہے کہ حصر اسی السید ھو اللہ و مولٰکم اللہ (سید اللہ تعالیٰ ہی ہے اور تمھارا مولیٰ اللہ تعالیٰ ہے۔ ت) کے قبیل سے ہے، ورنہ خود قرآن عظیم میں ارشاد ہوا:

وقال الملِكُ اِنِّیْ اَرٰی[3] اور بادشاہ نے کہا میں نے خواب میں دیکھیں۔

اور فرمایا:

وقال الملك ائتونی بہ[4] اور بادشاہ بولا کہ انھیں میرے پاس لے آؤ۔

اور فرمایا:

ان الملوك اذا دخلوا قریۃ[5] بیشک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں۔

امام بخاری نے بھی اپنی صحیح میں اسی معنیٰ کی طرف اشارہ کیا، حدیث انما الکرمُ قلب المؤمن (مومن کا دل کرم کا خزانہ ہے) کے نیچے فرماتے ہیں:

وقد قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انما المفلس الذی یفلس یوم القیٰمہ

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: صحیح معنیٰ میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن

---

[1] جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ المنافقین امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۶۵

[2] صحیح مسلم کتاب الادب باب تحریم التسمی بملک الاملاک قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۰۸

[3] القرآن الکریم ۱۲/ ۴۳ [4] القرآن الکریم ۱۲/ ۵۰

[5] " ۲۷/ ۳۴

Marfat.com

كقوله انما الصرعة الذی یملك نفسه عند الغضب[1] كقوله لا مالك الا الله[2] فوصفه بانتهاء الملك ثم ذكر الملوك ايضا قال ان الملوك اذا دخلوا قرية افسدوها[3]

حالت افلاس میں ہو جس طرح آپ کا یہ ارشاد گرامی کہ حلیم و بُردبار وہ شخص ہے جو غیظ و غضب میں اپنے نفس کو کنٹرول میں رکھے اور اسی کے ہم مثل آپ کا یہ ارشاد بھی ہے "بادشاہت تو صرف اللہ کے لئے ہے" یہاں ذات باری تک بادشاہت کی انتہا مانی گئی حالانکہ دوسروں کے لئے بھی بادشاہ ہونے کا ذکر موجود ہے۔ چنانچہ فرمایا، بے شک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے اھ ۱۲م

وہابیہ و خوارج اسی نکتہ جلیلہ سے غافل ہو کر شرک و کفر میں پڑے کہ اللہ تعالے تو اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ[4] حکم تو اللہ ہی کا ہے، فرماتا ہے، مولیٰ علی نے کیسے ابوموسیٰ کو حکم فرمایا — اللہ تعالے تو اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ[5] فرماتا ہے، مسلمانوں نے انبیاء و اولیاء سے کیسے استعانت کی — اللہ تعالے تو قُلْ لَّا يَعْلَمُ الآیۃ[6] فرماتا ہے، اہلسنت نے کیسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اطلاع غیوب مان لی — اور اندھوں نے نہ دیکھا کہ وہی خدا تعالے فابعثوا حکما[7] ایک پنچ بھیجو — اور تعاونوا على البر والتقوىٰ[8] اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو — اور واستعينوا بالصبر والصلوٰة[9] اور صبر اور نماز سے مدد چاہو — اور الا من ارتضیٰ من رسول[10] سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ اور يجتبي من رسله من يشاء[11] چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے — اور تلك من انباء الغيب نوحيها اليك[12] یہ غیب کی خبریں ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں — اور يؤمنون بالغيب[13] بے دیکھے ایمان لائے، وغیرہا فرمارہا ہے افتؤمنون ببعض الكتب وتكفرون ببعض[14] تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو۔ ۱۲م

---

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما الکرم قلب المؤمن قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۰۳

[2] القرآن الکریم ۴۰/۱۲ [3] القرآن الکریم ۲۷/۳۴

[4] " ۶/۵۷ [5] " ۱/۴

[6] " ۲۷/۶۵ [7] " ۴/۳۵

[8] " ۵/۲ [9] " ۲/۴۵

[10] " ۷۲/۲۷ [11] " ۳/۱۷۹

[12] " ۱۱/۴۹ [13] القرآن الکریم ۲/۳ [14] القرآن الکریم ۲/۸۵

Marfat.com

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا، اس مقصد کی شرع کی نظر واقعۂ تحریم خمر ہے کہ ابتداء میں نقیر و مزفت، جرہ و حنتم یعنی مضبوط برتنوں میں نبیذ ڈالنے سے منع فرمایا تھا کہ تساہل نہ واقع ہو، جب اس کی حرمت اور اس سے نفرت مسلمانوں کے دل میں جم گئی اور اس سے کامل تحفظ و احتیاط نے قلوب میں جگہ پائی، فرمایا:

ان ظرفا لا یحل شیئا و لا یحرمہ[1] برتن کسی چیز کو حلال و حرام نہیں کرتا۔

بالجملہ ان اکابر ائمہ و علماء و اولیاء نے مقصود پر نظر فرما کر لفظ شاہنشاہ کا اطلاق فرمایا، اور جن کی نظر لفظ پر گئی منع بتایا کما نقلہ فی التتارخانیہ (جیسا کہ تتارخانیہ میں نقل کیا گیا ہے۔ ت) دونوں فریق کے لئے ایک وجہ موجہ ہے لکل وجھۃ ھو مولیھا[2] (ہر ایک کے لئے ایک جہت ہے وہ اس طرف پھریگا) اس کی نظیر واقعۂ نماز ظہر یا عصر ہے کہ جب یہودی بنی قریظہ پر لشکرکشی فرمائی عسکر ظفر پیکر میں اس منادی کا حکم فرمایا کہ:

من کان سامعا مطیعا فلا یصلین العصر الا فی بنی قریظۃ۔ جو بات سنتا اور حکم مانتا ہو وہ ہرگز عصر نہ پڑھے مگر آبادی بنی قریظہ میں۔

صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم رواں ہوئے، راہ میں وقت عصر ہوا، اس پر دو فرقے ہوگئے، بعض نے کہا لا نصلی حتی نأتیھا ہم تو جب تک اس آبادی میں نہ پہنچ جائیں نماز نہ پڑھیں گے کہ ہمیں ارشاد فرمایا ہے کہ نماز وہیں پہنچ کر پڑھنا، بعض نے کہا بل نصلی لم یرد منا ذلك بلکہ ہم نماز راہ ہی میں پڑھ لیں گے، ارشاد سے مقصود جلدی ہے حتی نہ یہ کہ نماز قضا کردی جائے۔ غرض کچھ نے نماز راہ میں پڑھ لی اور جا ملے، کچھ نے نہ پڑھی، یہاں تک کہ عشاء کے وقت وہاں پہنچے، دونوں فریق کا حال بارگاہِ اقدس میں معروض ہوا، ولم یعنف واحدا منھم حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان میں سے کسی پر اعتراض نہ فرمایا۔ رواہ الائمۃ منھم الشیخان[3] عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما (اس کو ائمہ حدیث خصوصاً شیخین نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الاشربہ باب النہی عن الانتباذ فی الحنتم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۶۷

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۴۸

[3] صحیح البخاری ابواب صلوٰۃ الخوف باب صلوٰۃ الطالب والمطلوب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۹

Marfat.com

علماء فرماتے ہیں ایک فریق نے مقصود پر نظر کی اور دوسرے نے لفظ کو دیکھا۔

اقول یعنی اور اس پر عمل خلافِ مقصود نہ تھا بخلاف جمود ظاہریہ کہ مقصود سے یکسر دور پڑتا، اور احکامِ شرعیہ کو معاذ اللہ محض بے معنی ٹھہراتا ہے، کما ھو مخصوص من دابھم (جیسا کہ ان کی عادت معروف ہے ۔ ت) لہذا فریقین میں کسی پر ملامت نہ فرمائی، یہی حال یہاں ہے۔

ثانیاً اسے یوں بھی تحریر کرسکتے ہیں کہ مانعین نے ظاہر نہی پر نظر کی کہ اس میں اصل تحریم ہے اور اطلاق کرنے والوں نے دیکھا کہ لفظ ارادۃً وافادۃً ہر طرح شناعت سے پاک ہے تو نہی صرف تنزیہی ہے کہ منافی جواز و اباحت نہیں، جس طرح حدیث میں ارشاد ہوا:

لَا یَقُلِ الْعَبْدُ رَبِّیْ۔[1] غلام اپنے آقا کو اپنا رب نہ کہے۔

اور فرمایا:

لَا یَقُلْ اَحَدُکُمْ اَسْقِ رَبَّکَ اَطْعِمْ رَبَّکَ وَضِّیٔ رَبَّکَ وَلَا یَقُلْ اَحَدُکُمْ رَبِّیْ۔[2] تم میں سے کوئی نہ کہے کہ اپنے رب کو پانی پلا، اپنے رب کو کھانا کھلا، اپنے رب کو وضو کرا، اور نہ کوئی کسی کو اپنا رب کہے۔

اور علماء نے تصریح فرمائی کہ یہ نہی صرف تنزیہی ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ تعالٰی شرح صحیح مسلم شریف میں اسی حدیث کے تحت میں فرماتے ہیں:

النھی للادب وکراھۃ التنزیہ لا للتحریم۔[3] ممانعت بطور ادب ہے، اور کراہت تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی۔

امام بخاری اپنی صحیح میں فرماتے ہیں:

باب کراھۃ التطاول علی الرقیق وقولہ عبدی او امتی وقال اللہ تعالٰی والصالحین من عبادکم وامائکم وقال عبد... یہ باب ہے اس بارے میں کہ غلام پر زیادتی مکروہ ہے اور آقا کے اس قول کے سلسلہ میں کہ میرا عبد اور میری باندی ہے۔ اور اللہ عزوجل کا یہ ارشاد "اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا"

---

[1] صحیح مسلم کتاب الالفاظ باب حکم اطلاق لفظۃ العبد الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۳۸
[2] " " " " " " " " ۲/۲۳۸
[3] شرح صحیح مسلم للنووی " " " " " " ۲/۲۳۸

Marfat.com

مملوکا واذکرنی عند ربک ای عند سیدک[1]

اور فرمایا: عبدِ مملوک اور مجھے اپنے رب یعنی اپنے آقا کے پاس یاد کرو۔ ۱۲م

امام عینی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

ذکر ھذا کلہ دلیلا لجواز ان یقول عبدی و امتی و ان النھی الذی ورد فی الحدیث عن قول الرجل عبدی و امتی وعن قولہ اسق ربک ونحوہ للتنزیہ لا للتحریم[2]

یہ تمام باتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ (مملوک اور مملوکہ) کو "عبدی" اور "اَمتی" (میرا بندہ میری باندی) کہنا جائز ہے، اور احادیثِ کریمہ میں جو یہ وارد ہے کہ کوئی آدمی "عبدی" (میرا عبد) اور اَمتی (میری باندی) نہ کہے، یونہی "اپنے رب کو پانی پلا" نہ کہے یا اس قسم کی دیگر ممانعت تو یہ تحریم کے لئے نہیں بلکہ تنزیہہ کے لئے ہے۔ ۱۲م

امام قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری شریف میں فرماتے ہیں:

فان قلت قد قال تعالیٰ اذکرنی عند ربک وارجع الی ربک اجیب بانہ ورد لبیان الجواز والنھی للادب و التنزیہ دون التحریم[3]

اگر یہ اعتراض ہو کہ اللہ عزّوجل نے فرمایا ہے "مجھے اپنے رب کے پاس یاد کرو" "اور اپنے رب کی طرف لوٹو"، تو جواب یہ ہوگا کہ یہ بیانِ جواز کے لئے ہے اور نہی تحریم کے لئے نہیں بلکہ تادیباً اور تنزیہاً ہے ۱۲م

ثالثاً مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی تحفہ اثنا عشریہ میں نقل کرتے ہیں کہ اللہ عزّوجل زبورِ مقدس میں فرماتا ہے:

اِمتَلَأَتِ الْاَرْضُ مِنْ تَحْمِیْدِ اَحْمَدَ وَتَقْدِیْسِہٖ وَمَلَکَ الْاَرْضَ وَرِقَابَ الْاُمَمِ[4]

زمین بھر گئی احمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی حمد اور اس کی پاکی کے بیان سے، احمد مالک ہوا تمام زمین اور سب اُمتوں کی گردنوں کا۔ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب العتق باب کراہیۃ التطاول علی الرقیق الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۴۶
[2] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری " " " " " " ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۱۳/۱۱۰
[3] ارشاد الساری " " " " " " " " " " دارالکتاب بیروت ۴/۳۲۴
[4] تحفہ اثنا عشریہ باب ششم دربحث نبوت وایمان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۶۹

Marfat.com

امام احمد مسند، اور عبد اللہ بن احمد زوائد مسند، اور امام طحاوی شرح معانی الآثار، اور امام بغوی و ابن السکن و ابن ابی عاصم و ابن شاہین، و ابن ابی خیثمہ و ابو یعلیٰ بطرق عدیدہ حضرت اعشی مازنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ وہ خدمتِ اقدس حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں فریادی آئے اور اپنی عرضی حضور میں گزارنی جس کی ابتداء یہ تھی :

یَا مَالِکَ النَّاسِ وَ دَیَّانَ الْعَرَبِ ۔ اے تمام آدمیوں کے مالک اور عرب کے جزا و سزا دینے والے !

مسند احمد و شرح معانی الآثار میں مَالِکُ النَّاسِ[۱] ہے اور زوائد مسند نیز طرق متعددہ کی روایت سے بعض نسخ میں یا ملک النَّاسِ وَ دَیَّانَ الْعَرَبِ[۲] یعنی اے تمام آدمیوں کے بادشاہ اور عرب کے جزاء وغیرہ، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی فریاد کو سن کر حاجت روائی فرمائی ۔ ظاہر کہ آدمیوں اور امتوں میں سلاطین وغیر سلاطین سب داخل ہیں ۔ جب حضور تمام آدمیوں کے مالک، تمام آدمیوں کے بادشاہ، تمام امتوں کی گردنوں کے مالک ہیں تو بالیقین تمام بادشاہوں کے بھی مالک، تمام سلاطین کے بھی بادشاہ، تمام بادشاہوں کی گردنوں کے بھی مالک ہوئے ۔ مَلِکُ النَّاسِ کا نسخہ تو عین مدعا ہے اور مَالِکُ النَّاسِ اس سے بھی اعظم و اعلیٰ ہے کہ بادشاہ لوگوں پر حاکم ہوتا ہے اُن کی گردنوں کا مالک نہیں ہوتا ۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحکم آیت و حدیث جلیل تمام بادشاہوں کی گردنوں کے بھی مالک ہیں، وللہ الحمد ۔

زمخشری معتزلی نے کشاف سورۂ ہود میں زیرِ قولہ تعالیٰ وانت احکم الحٰکمین اقضی القضاۃ پر اعتراض کیا ۔ امام ابن المنیر محشی نے انتصاف میں اس کا رد فرمایا کہ حدیث شریف میں ارشاد ہوا : اقضاکم علی[۳] (علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم سب سے زیادہ فیصلہ کرنے والے ہیں[۴]) اس سے جواز ثابت

---

[۱] مسند احمد بن حنبل از مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۰۱
شرح معانی الآثار کتاب الکراہیۃ باب الشعر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۱۰
[۲] مسند ابو یعلیٰ حدیث ۶۸۳۶ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۶/۲۳۰
مجمع الزوائد بحوالہ عبد اللہ بن احمد کتاب النکاح ۴/۳۲۱ و کتاب الادب باب جواز الشعر الخ ۸/۱۲۷
[۳] فیض القدیر بحوالہ ابن المنیر تحت حدیث ۱۲۰۳ دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۳۰

Marfat.com

ہوتا ہے، یعنی جب اَقضٰی کی اضافت سب کی طرف ہے اور اس میں قُضاۃ بھی داخل، تو اَقضَاکُم سے اقضی القضاۃ بھی حاصل۔ ظاہر ہے کہ اَقضَاکُم عموم میں مَالِكُ النَّاس و مَلِكُ النَّاس و مَالِكُ رِقَابِ الْاُمَمِ کے برابر نہیں کہ وُہ بظاہر عرف مخاطبین سے خاص ہے، تو ان الفاظ کریمہ سے مالک الملوک و ملک الملوک و مالک رقاب الملوک و شہنشاہ بدرجۂ اولٰی ثابت، پس آیت و حدیث میں ان ارشاداتِ عالیہ کا آنا دلیل روشن ہے کہ نہی صرف اسی طور پر ہے جیسے مولٰی و سیّد کہنے سے منع فرمایا حالانکہ قرآن و حدیث خود ان کا اطلاق فرما رہے ہیں وللہ الحمد۔

سابعًا اگر یہاں کوئی حدیث دربارۂ نہی ثابت بھی ہو تو کلام مذکور اس کے لئے کافی و وافی ہے۔ نظر دقت میں یہاں ایک حدیث ابن النجار ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سمع رجلاً یقول شاھان شاہ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اَللّٰہُ مَلِكُ الْمُلُوْكِ[1]

یعنی ایک شخص نے دوسرے کو پکارا: اے شاہانِ شاہ۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سُن کر فرمایا: شاہانِ شاہ اللہ ہے۔

اس کی تو صحت بھی ثابت نہیں۔

رہی حدیثِ جلیل صحیح ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی کہ صحیحین و سُنن ابی داؤد و جامع ترمذی میں مروی:

اخنع الاسماء عند اللہ یوم القیٰمۃ رجل تسمّٰی مَلِكُ الْاَمْلَاكِ[2]

روزِ قیامت اللہ تعالٰی کے نزدیک سب ناموں میں زیادہ ذلیل و خوار وہ شخص ہے جس نے اپنا نام ملک الاملاک رکھا۔

یہ بداہۃً طالبِ تاویل ہے کہ وُہ شخص خود نام نہیں، اور اس روایت کے لفظ یہ ہیں کہ وہ شخص سب سے بُرا نام ہے۔ علماء نے اس میں دو تاویلیں فرمائیں:

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن النجار حدیث ۴۵۹۹۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۵۹۶

[2] صحیح البخاری کتاب الادب باب ابغض الاسماء الی اللہ تعالٰی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۱۶

سنن ابی داؤد 〃 باب فی تغییر الاسم القبیح آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۲۲

جامع الترمذی 〃 باب مایکرہ من الاسماء امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۷

صحیح مسلم کتاب الالفاظ باب تحریم بملک الاملاک قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۰۸

Marfat.com

ایک یہ کہ مجازاً نام سے ذات مراد ہے، یعنی روزِ قیامت اللہ تعالےٰ کے نزدیک سب آدمیوں سے بدتر وہ شخص ہے جس نے اپنا یہ نام رکھا۔

دوسری یہ کہ خبر میں حذفِ مضاف ہے، یعنی اللہ تعالےٰ کے نزدیک روزِ قیامت سب ناموں سے بدتر یہ نام ہے۔

مصابیح و اشعۃ اللمعات وسراج المنیر شرح جامع صغیر میں تاویلِ ثانی ذکر کی۔ امام قرطبی نے مفہم اور امام نووی نے منہاج، اور علامہ حفنی نے حواشی جامع صغیر میں اوّل پر جزم و اختصار کیا۔

فیض القدیر میں قرطبی سے ہے:

المراد بالاسم المسمّٰی بدلیل روایۃ اغیظ رجل واخبثہ[1]

نام سے ذات مراد ہے کیونکہ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں "آدمیوں میں سب سے بدتر اور خبیث"۔ ۱۲م

شرح امام نووی میں ہے:

قالوا معناہ اشد ذلّا وصغارًا یوم القیامۃ والمراد صاحب الاسم وتدل علیہ الروایۃ الثانیۃ اغیظ رجل[2]

علماء نے فرمایا اس کا معنیٰ یہ ہے قیامت کے دن سب سے زیادہ ذلیل وحقیر، اور اس سے مراد مسمّٰی ہے جیسا کہ دوسری روایت میں اغیظ رجل (لوگوں میں سب سے بدتر) کا لفظ بتا رہا ہے ۱۲م۔

حواشی حفنی میں ہے:

اخنع الاسماء ای مسمّی الاسماء بدلیل قولہ رجل لانہ المسمّی لا الاسم[3]

ناموں میں سب سے زیادہ ذلیل یعنی نام والوں میں سب سے زیادہ ذلیل، کیونکہ ایک روایت میں رجل (آدمی) کا لفظ آیا ہے اور آدمی مسمّٰی ہے نہ کہ اسم۔ ۱۲م

علامہ طیبی نے شرح مشکوٰۃ، پھر علامہ قسطلانی نے شرح بخاری، پھر علامہ مناوی نے فیض القدیر

---

[1] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ۲۰۳ دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۲۰

[2] شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الآداب باب تحریم التسمی بملک الاملاک قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۰۸

[3] حواشی الحفنی علی الجامع الصغیر مع السراج المنیر المطبعۃ الازہریۃ المصریۃ مصر ۱/۶۸

Marfat.com

پھر تیسیر شروح جامع صغیر اور علامہ طاہر نے مجمع البحار، اور علامہ قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں دونوں ذکر فرمائیں، طیبی پھر ارشاد الساری پھر فیض القدیر نے اشارہ کیا کہ تاویلِ اوّل ابلغ ہے۔

حیث قال اَغْنیٰ الطیبی یمکن ان یراد بالاسم المسمّٰی ای اخنع الرجال کقولہ سبحانہ وتعالیٰ سبح اسم ربك الاعلیٰ وفیہ مبالغۃ لانہ اذا قدّس اسمہ عمّا لا یلیق بذاتہ فذاتہٗ بالتقدیس اُولیٰ واذا کان الاسم محکوما علیہ بالصغار والھوان فکیف المسمّٰی بہٖ[1] اھ نقلہ فی فیض القدیر ونحوہٗ فی الارشاد۔

چنانچہ طیبی نے کہا یہاں اسم سے مسمّٰی مراد لیا جاسکتا ہے، یعنی لوگوں میں سب سے زیادہ ذلیل و پست جیسا کہ اللہ عزوجل کا یہ ارشاد "اپنے رب اکبر کے نام کی پاکی بولو" اور اس میں مبالغہ ہے کیونکہ جب نامناسب چیزوں سے اسم الٰہی کی تقدیس ضروری ہے تو خود ذاتِ باری تقدیس کی کتنی مستحق ہوگی، لہٰذا جب (ملک الملوک جیسے) نام پر ذلت (حقارت) کا حکم ہے تو اس کے مسمّٰی کا کیا حال ہوگا۔ ۱۲م

مرقاۃ نے تصریح کی کہ یہی تاویل بہتر ہے۔

حیث قال بعد نقلہ نحوما مرعن القبض ومثل مافی الارشاد مانصّہٗ وھذا التاویل ابلغ واولیٰ لانّہ موافق لروایۃ اغیظ رجل[2] اھ۔

چنانچہ فیض القدیر کی مذکورہ عبارت کے ہم معنی اور عبارت ارشاد کے ہم مثل ایک عبارت نقل کرنے کے بعد فرمایا یہ تاویل بلیغ تر اور سب سے بہتر ہے کیونکہ یہ اس روایت کے مطابق ہے جس میں ایسے نام رکھنے والوں کو سب سے زیادہ خبیث بتایا۔ ۱۲م

بلکہ تاویل دوم پر افعل التفضیل اس کے غیر پر صادق آئے گا کہ بلاشبہہ ملک الاملاک نام رکھنے سے اللہ یا رحمٰن نام رکھنا بدرجہا بدتر و خبیث تر ہے۔ ابوالعتاہیہ شاعر کی نسبت منقول ہوا کہ اس کی دو بیٹیاں تھیں: ایک کا نام اللہ اور دوسری کا نام رحمٰن۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ ذکر کیا جاتا ہے کہ پھر اس نے اس سے توبہ کرلی تھی۔ فیض القدیر علامہ مناوی میں ہے:

---

[1] شرح الطیبی علیٰ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الادب باب الاسماء ادارۃ القرآن کراچی ۹/ ۶۸
[2] مرقاۃ المفاتیح " المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۵۱۶

Marfat.com

من العجائب التي لا تخطر بالبال ما نقله ابن بزيزة عن بعض شيوخه ان ابا العتاهية كانت له ابنتان تسمى احداهما الله والاخرى الرحمن وهذا من عظيم القبائح وقيل انه تاب ١؎

ابن بزیزہ نے اپنے بعض مشائخ سے ایک ایسی تعجب خیز بات نقل کی ہے جس کا دل میں خطرہ بھی نہیں گزرتا، وہ یہ کہ ابوالعتاہیہ کی دو بیٹیاں تھیں، ایک کا نام اللہ اور دوسری کا نام رحمٰن رکھا تھا۔ اور یہ تو بڑی ہی قبیح بات ہے اور ایک قول کے مطابق وہ اس سے تائب ہوگیا تھا ۱۲م

اور قاطع ہر کلام یہ کہ حدیث کی تفسیر کرنے والا خود حدیث سے بہتر کون ہوگا۔ یہی حدیث صحیح مسلم شریف کی دوسری روایت میں ان لفظوں سے ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اغیظ رجل علی اللہ یوم

قیامت کے دن سب سے زیادہ خدا کے غضب

ع؎ تبعنا فيه الشراح وقد اضطربوا في تاويل قوله صلى الله تعالى عليه وسلم اغيظ رجل على الله اضطرابا كثيرا وحاملهم عليه ان ظاهره المغيظ كون الله تغيظ على الله فيكون الغيظ صادرا منه و متعلقا به تعالى وهو خلاف عن المقصود فان المراد بيان شدة غضب الله تعالى عليه وهذا معنى ما قال الطيبي ان على هنا ليست بصلة للغيظ كما يقال اغتاظ على

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد "اغیظ رجل علی اللہ" کی تاویل میں ہم نے شارحین حضرات کو بہت مضطرب پایا، اس تاویل پر ان کو آمادگی اس سے ہوئی کہ حدیث کے ظاہر الفاظ میں وہ شخص اللہ تعالے پر شدید غیظ والا ہے، تو غیظ بندے سے صادر ہو کر اللہ تعالے سے متعلق ہوگا حالانکہ یہ خلاف مقصود ہے کیونکہ مقصد تو یہ بیان کرنا ہے کہ اللہ تعالے کا شدید غضب اس شخص پر ہوگا۔ اور طیبی رحمہ اللہ تعالے کے قول کا بھی یہی معنٰی ہے کہ "علی" یہاں پر "اغیظ" کا صلہ نہیں ہے جیسے کہ اغتاظ علی

(باقی اگلے صفحہ پر)

۱؎ فیض القدیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ۲۰۳ دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۰۲

Marfat.com

القیمۃ و اخبثہ و اغیظہ میں اور سب سے بڑھ کر خبیث اور سب سے زیادہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

صاحبه ویغیظ علیه وهو مغیظ مختق لان المعنی یاباه کما لایخفی ثم اخذ فی التاویل فقال ولکن بیان کانه لما قیل اغیظ رجل قیل علی من؟ قیل علی الله اھ[1] ـ وانت تعلم انه لم یأت بشئ وانما جعله صلة الاغیظ کما کان وقال القاضی الامام اسم تفضیل بنی للمفعول[2] اھ **اقول** و انت تعلم انه خلاف الاصل ثم بهذا التاویل لما صار الغیظ مضافا الی الله تعالٰی وهو محال منه لانه غضب العاجز عن الانتقام کما فی المرقاۃ احتاجوا الی تاویله بانه مجاز عن عقوبته کما فی النهایة والطیبی والمرقاۃ، ثم بعد هذا الکل لم یتضح کلمة علی، فالتجأ القاری الی انه علی حذف مضاف ای بناء علی حکمه تعالٰی[3] اھ **اقول** ولا یخفی علیك ما فیه

صاحبہ" اور "یغیظ علیہ" میں صلہ بن رہا ہے کیونکہ "علی" کا "اغیظ" کے لئے صلہ ہونا معنٰی کے خلاف ہے جیسا کہ ظاہر ہے طیبی نے یہ بیان کرنے کے بعد تاویل شروع کی، گویا بیان یوں ہے کہ جب "اغیظ رجل" کہا گیا تو سوال ہوا کہ کس پر، تو جواب میں کہا گیا اللہ پر اھ ـ حالانکہ آپ پر واضح ہے کہ یہ تاویل بے مقصد ہے اور "علی" ویسے ہی "اغیظ" کا صلہ رہا ہے ـ اور قاضی نے تاویل میں فرمایا کہ اغیظ اسم تفضیل مفعول کے معنٰی میں ہے اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ بھی خلافِ اصل ہے نیز یہ کہ جب غیظ کی اضافت اللہ تعالٰی کی طرف ہوئی تو اللہ تعالٰی کے لئے یہ معنٰی محال ہے کیونکہ یہ انتقام سے عاجز والا غضب ہے (جبکہ اللہ تعالٰی عجز سے پاک ہے) جیسا کہ مرقاۃ میں ہے سب اس کی تاویل پر ہیں کہ یہ کلام اس شخص پر اللہ تعالٰی کے عقاب و عذاب سے مجاز ہے جیسا کہ نہایہ، طیبی، مرقاۃ

(باقی برصفحہ آیندہ)

[1] شرح الطیبی کتاب الادب باب الاسامی حدیث ۴۷۵۵ ادارۃ القرآن کراچی ۹/ ۶۸ و ۶۹
[2] مرقاۃ المفاتیح بحوالہ القاضی کتاب الادب ″ ″ ″ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۵۱۶
[3] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۸/ ۵۱۵

Marfat.com

وعلی کان یسمّی ملک الاملاک لا ملک الا اللّٰہ ۔[۱]

خدا کا مبغوض وہ شخص ہے جس کا نام ملک الاملاک کہا جاتا تھا، بادشاہ کوئی نہیں خدا تعالیٰ کے سوا ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

من البعد الشدید وبالجملة رجع الکلام علی تاویلهم الی ان اشد الناس مغضوبیة بناءً علی حکم الله تعالٰی وانا اقول وبالله التوفیق ان جعل الغیظ وهو غضب العاجز صادرًا عن الرجل وعلی صلة له تخلصنا عن ذلك کله ولا تستمرّ اباء المعنی فان المجرم المعذب الکافر بعظمة الملك ونعمته لابدّ له من التغیظ علی الملك عند حلول نقمته به وکلما کانت اشد عذابًا کانت اشد تغیظًا والتهابًا فکانت کنایة عن انه اشد الناس عذابًا وناسب ذکره بهذا الوجه اشارة الی کونه متکبرًا علی ربه منازعًا له فی کبریائه فاذا احس مس العذاب جعل یتغیظ علی من لا یقدر علیه ولا یستطیع الفرار منه وقد کان یزعم مساواته فی العظمة والاقتدار فمن یقدر قدر تغیظه الا الواحد القهار والعیاذ بالله العزیز الغفار ۔ والله سبحانه وتعالٰی اعلم ۱۲ منه عفی عنه ۔

میں ہے لیکن اس کے باوجود کلمہ "علیٰ" کی وضاحت نہ ہوسکی اس لئے ملا علی قاری لفظ "اللّٰہ" سے قبل مضاف مقدر ماننے پر مجبور ہوئے یعنی اغیظ رجل علیٰ حکم اللّٰہ تعالیٰ اور اقول (میں کہتا ہوں) تجھ پر مخفی نہیں ہے کہ اس تاویل میں شدید بُعد ہے، خلاصہ یہ کہ ان حضرات کی تاویل کا ماحاصل یہ ہے کہ وہ شخص اللہ تعالےٰ کے حکم پر لوگوں میں سے شدید مغضوب ہوگا حالانکہ میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اگر ہم غیظ کو عاجز کا غضب قرار دے کر اس کا صدور شخص مذکور سے بتائیں تو ہم تمام اعتراض سے بچ جائیں گے اور اس معنی کا انکار بیجا رہے گا قابل قبول نہ ہوگا کیونکہ عذاب میں مبتلا ہونے والے اللہ تعالیٰ کی عظمت و نعمت کے منکر شخص کو لازماً اپنے ملک ہونے کی بنا پر عذاب کی وجہ سے غصہ آئیگا، اور جیسے جیسے عذاب کی شدت ہوگی اس کے غصے میں شدت آئیگی تو یہ تمام لوگوں سے بڑھ کر عذاب سے کنایہ ہے ۔ اس انداز سے اسکے ذکر کی مناسبت میں اپنے رب تعالیٰ پر تکبر اور اس کی کبریائی میں مقابل بننے کی طرف اشارہ ہے ۔ تو جب اسکو عذاب ہوگا تو اپنے گمان میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و اقتدار میں مساوی ہونے کے باوجود عذاب سے خلاصی میں اپنی بے بسی پر غیظ میں آئیگا، تو اس کے غیظ کی مقدار کو اللہ تعالےٰ کے بغیر کوئی نہ جان سکے گا، والعیاذ باللہ تعالےٰ ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم (ت)

[۱] شرح مسلم کتاب الالفاظ باب تحریم التسمی بملک الاملاک قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۰۸

Marfat.com

بالجملہ حدیث حکم فرما رہی ہے کہ اس نام والا روزِ قیامت تمام جہان سے زیادہ خدا تعالٰی کے غضب وعذاب میں ہے۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا: ای اکبر من یغضب علیہ[1] یعنی سب سے بڑھ کر جس پر غضبِ الٰہی ہوگا۔ علامہ طیبی نے کہا: یعذبہ اشد العذاب اللہ تعالٰی اسے سخت تر عذاب فرمائے گا۔ نقلھما فی المرقاۃ[2] (انھیں مرقاۃ میں نقل کیا گیا ہے۔ت) اور شک نہیں کہ سب سے سخت تر عذاب وغضب نہ ہوگا مگر کافر پر، اور "ملک الاملاک" نام رکھنا بالاجماع کفر نہیں ہوسکتا، جب تک استغراق حقیقی مراد نہ لے۔ تو حاصلِ حدیث یہ نکلا کہ جس شخص نے بدعویٰ الوہیت و خدائی اپنا نام ملک الاملاک رکھا اس پر سب سے زیادہ سخت عذاب وغضب ربّ الارباب ہے، اور یہ قطعاً حق ہے اور اسے ما نحن فیہ سے علاقہ نہیں۔ کما لا یخفٰی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت)

خامساً اس معنیٰ حق حقیقت سے جس میں وُہ نام رکھنے والا ضرور صفتِ خاص ربّ العزت بلکہ الوہیت سے بھی بڑھ کر منزلت کا مدعی قطعاً مستحقِ اشدّ العذاب الابدی ہے۔ تنزّل لیجئے تو علماء نے سببِ نہی یہ بتایا ہے کہ اس نام سے اس کا متکبّر ہونا پیدا ہے۔ شرح مشکوٰۃ علامہ طیبی میں ہے:

المالک الحقیقی لیس الا ھو ومالکیۃ الغیر مستردۃ الی مالک الملوک فمن تسمی بھذا الاسم نازع اللہ سبحٰنہ فی رداء کبریائہ واستنکف ان یکون عبداللہ لان وصف المالکیۃ مختص باللہ تعالٰی لایتجاوزہ والملوکیۃ بالعبد لایتجاوزہ فمن تعدّی طورہ فلہ فی الدنیا الخزی والعار وفی الاٰخرۃ الالقاء فی النار[3]

مالک حقیقی تو صرف وہی ذات ہے اور دوسروں کی بادشاہت وملکیت اسی شہنشاہ کی رہینِ منت، تو جس نے "ملک الملوک" اپنا نام رکھا تو اس نے کبریائی کی چادر میں اللہ سے منازعت مول لی اور اپنے کو بندۂ خدا ہونے سے تکبّر کیا کیونکہ مالک ہونا ایک ایسا وصف ہے جو ذاتِ باری کے ساتھ خاص ہے، دوسروں میں یہ پایا نہیں جاسکتا، یونہی مملوک ہونا یہ بندوں کے ساتھ خاص ہے ان سے متجاوز نہیں ہوسکتا، تو جو اس دائرۂ کار سے آگے بڑھ گیا وہ دنیا میں رسوا اور ذلیل اور آخرت میں عذابِ نار کا سزاوار ہے۔ ۱۲م

---

[1] مرقات المفاتیح بحوالہ القاضی کتاب الادب باب الاسامی تحت حدیث ۴۷۵۵ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۵۱۶

[2] " " الطیبی " " " " " " " ۸/ ۵۱۷

[3] شرح الطیبی علی المشکوٰۃ " " " " ادارۃ القرآن کراچی ۹/ ۷۵

Marfat.com

مرقاۃ میں ہے :

الملک الحقیقی لیس الا ھو وملکیۃ غیرہ مستعارۃ فمن سمّی بھٰذا الاسم نازع اللّٰہ بردائہ وکبریائہ ولما استنکف ان یکون عبد اللّٰہ جُعِلَ لہ الخزی علٰی رؤس الاشھاد[1]۔

مالک حقیقی تو وہی ذات ہے اور دوسروں کی ملکیت عارضی، لہٰذا جس نے اس نام "ملک الملوک" سے اپنا نام رکھا، اس نے ردائے الٰہی اور اس کی کبریائی سے منازعت کی، اور جب اس نے بندۂ خدا ہونے سے تکبر کیا تو علی الاعلان ذلت و رسوائی اس کے لئے مقرر کر دی گئی۔ ۱۲م

تیسیر شرح جامع صغیر میں ہے :

لا مالک لجمیع الخلائق الا اللّٰہ وما لکیۃ الغیر مستردۃ الٰی مالک الملوک فمن تسمّٰی بذٰلک نازع اللّٰہ فی رداء کبریائہ واستنکف ان یکون عبد اللّٰہ[2]۔

مخلوقات کا مالک تو صرف اللہ ہے، اور غیر کا مالک ہونا اسی شہنشاہ کا صدقہ ہے تو جس نے یہ (ملک الملوک) نام رکھا تو اس نے اللہ عزوجل سے اس کی کبریائی کی چادر چھین لی اور بندۂ الٰہی ہونے سے تکبر کیا۔ ۱۲م

بعینہٖ یوں ہی سراج المنیر میں ہے :

من قولہ فمن تسمّٰی بذٰلک الخ[3]۔

ارشاد الساری میں ہے :

المالک الحقیقی لیس الا ھو مثل ما مر عن الطیبی الٰی قولہ استنکف ان یکون عبد اللّٰہ وزاد فیکون لہ الخزی والنکال[4]۔

مالک حقیقی تو صرف وہی ذات ہے استنکف ان یکون عبد اللّٰہ (اللہ کا بندہ ہونے سے تکبر کیا) تک من وعن طیبی کے قول کی طرح، البتہ اس میں یکون لہ الخ کا لفظ زائد ہے یعنی اس کیلئے ذلت و رسوائی ہے۔ ۱۲م

---

[1] مرقاۃ المفاتیح کتاب الادب باب الاسامی تحت حدیث ۴۷۵۵ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/۵۱۵

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ۲۰۳ اخنع الاسماء عند اللہ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۳۱۔۳۰

[3] السراج المنیر " " " " " " " " " " " " المطبعۃ الازہریۃ المصریۃ مصر ۱/ ۴۶

[4] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب الادب باب ابغض الاسماء الخ دار الکتاب العربی بیروت ۹/ ۱۱۷۔۱۱۶

ان سب عبارات کا حاصل یہ کہ علتِ نہی ہے کہ اس نے تکبّر کیا، اور اللہ تعالٰی کا بندہ بننے سے نفرت کی، اِن کلمات کو اگر ان کی حقیقت پر پرکھئے جب تو یہی وجہ سابق ہے کہ حدیث اسی کی نسبت ہے جو حقیقی اصلی شاہنشہی یعنی الوہیت کا مدعی اور عبدیت سے منکر ہو ورنہ کم از کم اس قدر ضرور کہ علتِ منع تکبّر بتاتے ہیں، تو ممانعت خود اپنے آپ شہنشاہ کہنے سے ہُوئی کہ اپنی تعظیم کی اور اپنے آپ کو بڑا جانا، دوسرے نے اگر معظم دینی کی تعظیم کی اسے خدا تعالٰی کے بڑا کئے سے بڑا جانا تو اسے تکبر سے کیا علاقہ۔ اب یہ حدیث اس طریق کی طرف راجع ہُوئی کہ آقا کو منع فرمایا کہ اپنے غلام کو اپنا بندہ نہ کہے، حالانکہ قرآن وحدیث واقوال جمیع علمائے امت میں واقع ہے۔ قال اللہ تبارک وتعالٰی:

والصالحین من عبادکم[1] — اور اپنے لائق بندوں۔

وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم:

لیس علی المسلم فی عبدہ ولا فرسہ صدقۃ[2] — مسلمان کے عبد (غلام) اور گھوڑے میں صدقہ نہیں۔

اس مسئلے کی تحقیق فتاوائے فقیر میں بحمد اللہ تعالٰی بروجہِ اتم ہے، امام قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

قال فی مصابیح الجامع ساق المؤلف فی الباب قولہ تعالٰی والصالحین من عبادکم وامائکم، وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قوموا الی سیدکم تنبیھًا علی ان النھی انما جاء متوجھًا علی جانب السیّد اذھو فی مظنۃ الاستطالۃ وان قول الغیر ھذا عبدُ زیدٍ

مصابیح الجامع میں فرمایا کہ مؤلف کا باب کی مناسبت سے اللہ عزّوجل کا یہ ارشاد "اپنے لائق بندوں اور کنیزوں"، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول "اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ" پیش کرنا اس بات پر تنبیہ کے لئے ہے کہ ممانعت خود ذاتِ سیّد کی طرف نسبت کرتے ہوئے ہے، کیونکہ یہ کبر کی جا ہے۔ رہا کسی غیر کا یہ کہنا "یہ زید کا عبد (غلام)

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۳۲

[2] صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۱۶

سنن ابی داؤد " باب صدقۃ الرقیق آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۲۵

سنن ابن ماجہ ابواب الزکوٰۃ باب صدقۃ الخیل والرقیق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۱

Marfat.com

وهذه أمة خالد جائز لانه يقوله اخبارا وتعريفا وليس فى مظنة الاستطالة والاٰية والحديث مما يؤيد هذا الفرق[1]

ہے، یہ خالد کی باندی ہے" تو یہ جائز ہے کیونکہ اس قول سے مقصود خبر دینا اور تعریف کرنا ہے، یہاں کبر و نخوت کی کوئی جگہ نہیں۔ آیت کریمہ اور حدیث پاک سے بھی اسی فرق کی تائید ہوتی ہے ۱۲ م

عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے:

المعنى فى ذلك كله راجع الى البراءة من الكبر[2] یہ معنی کبر و نخوت سے برات کے لئے ہے ۱۲ م

شرح السنۃ امام بغوی پھر مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:

معنى هذا راجع الى براءة من الكبر والتزام الذل والخضوع[3]

یہ تمامی تاویلات کبر اور ذلت و خواری کے التزام سے برات کے لئے ہے۔ ۱۲ م

ان سب عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ ساری ممانعتیں تکبر سے بچنے کے لئے ہیں، اور یہ کہ تکبر خود اپنے کہنے میں ہو سکتا ہے دوسرے کو کہنے میں تکبر کا کیا محل، پھر اپنے آپ کو کہنے میں بھی حقیقۃً حکم نیت پر دائر ہوگا، اگر بوجہ تعلّی و تکبر ہے قطعاً حرام، ورنہ نہیں،

فانما الاعمال بالنيات وانما لكل امرئ ما نوى[4]

اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جو اس نے کیا۔

اس کی نظیر یہ ہے کہ اپنے غلام کو "اے میرے بندے" کہنا بہ نیت تکبر نہ ہو تو کچھ حرج نہیں۔

امام نووی پھر امام عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں:

المراد بالنهى من استعمله على جهة التعاظم لا من

ممانعت سے مراد اس خاص صورت میں ممانعت ہے جب اسے بڑائی بیان کرنے کے لئے استعمال

---

[1] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب العتق باب کراہیۃ التطاول علی الرقیق دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۳۲۳
[2] عمدۃ القاری شرح " " " " " ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۱۳/ ۱۱۰
[3] شرح السنۃ للبغوی باب یقول العبد بما لکہ الخ تحت حدیث ۳۳۰۳ المکتب الاسلامی بیروت ۱۲/ ۳۵۱
مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب الادب باب الاسامی تحت حدیث ۴۷۶۰ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۵۲۰
[4] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲

Marfat.com

مرادہ التعریف[1]

کہے اور جس کی مراد دوسرے کی تعریف ہو اس کے لئے ممانعت نہیں۔ ۱۲م

مرقاۃ میں ہے:

ولذا قیل فی کراھۃ ھذہ الاسماء ھو ان یقول ذلك علی طریق التطاول علی الرفیق والتحقیر لشانہ والا فقد جاء بہ القرآن قال اللہ تعالیٰ والصالحین من عبادکم وامائکم وقال اذکرنی عند ربك[2]

اس وجہ سے بعض علماء نے کہا ایسا نام رکھنا اس وقت مکروہ ہے جب کہنے والے کا مقصد غلام پر فخر کرنا اور اس کی شان کی حقارت ظاہر کرنا ہو ورنہ خود قرآن ناطق ہے اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: "اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا" اور فرماتا ہے" اور اپنے آقا کے پاس ہمیں یاد کرو" ۱۲م

اشعۃ اللمعات میں ہے:

وگفتہ اند کہ منع ونہی از اطلاقِ عَبد وامۃ بر تقدیرے است کہ بروجہ تطاول وتحقیر وتصغیر باشد، والا اطلاقِ عَبد وامۃ در قرآن واحادیث آمدہ[3]

علماء نے فرمایا ہے کہ (اپنے غلام اور باندی پر) عَبد اور اُمۃ کا اطلاق اس صورت میں منع ہے جب یہ ازراہِ تکبر اور تحقیر وتصغیر ہو، ورنہ خود قرآن واحادیث میں لفظ عَبد اور اَمۃ موجود ہے۔ ۱۲م

دوسری نظیر اپنے آپ کو عالم کہنا ہے کہ بر سبیلِ تفاخر حرام، ورنہ جائز۔ حدیث شریف میں ہے:

من قال انا عالم فھو جاھل۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط[4]

جو شخص یہ کہے کہ میں عالم ہوں وہ جاہل ہے۔ (اس کو روایت کیا ہے طبرانی نے اوسط میں

---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب العتق ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۱۲/ ۱۱۳

[2] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الادب تحت حدیث ۴۷۶۰ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۵۲۰

[3] اشعۃ اللمعات کتاب الادب باب الاسامی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۴۷

[4] المعجم الاوسط حدیث ۶۸۴۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۷/ ۴۳۳

Marfat.com

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے۔ (ت)

حالانکہ نبی اللہ سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: انی حفیظ علیم[1] بے شک میں حفاظت کرنے والا ہوں، عالم ہوں۔

تیسری نظیر اسبالِ ازار ہے یعنی تہبند یا پائچے ٹخنوں سے نیچے خصوصاً زمین تک پہنچتے رکھنا کہ اس کے بارے میں کیا کیا سخت وعیدیں وارد، یہاں تک کہ فرمایا:

ثلثۃ لا یکلمھم اللہ یوم القیٰمۃ و لا ینظر الیھم و لا یزکیھم ولھم عذاب الیم۔ المسبل ازارہ والمنان والمنفق سلعتہ بالحلف الکاذب۔ رواہ الستۃ الا البخاری عن ابی ذر النجاری علیہ رضوان الباری۔

تین شخص ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے روزِ قیامت ان سے بات نہ کرے گا اور ان کی طرف نظر نہ فرمائیگا اور انھیں پاک نہیں کرے گا اور ان کے لئے عذاب دردناک ہے۔ یہ تہبند لٹکانے والا اور دے کر احسان رکھنے والا، اور جھوٹی قسم کھا کر اپنا مال چلتا کرنے والا۔ اسے روایت کیا صحاح ستہ میں بخاری کے سوا ابی ذر نجاری رحمۃ اللہ علیہ سے۔ (ت)

پھر جب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی:

ان ازاری یسترخی الا ان اتعاھدہ۔

یا رسول اللہ! بیشک میرا تہبند ضرور لٹک جاتا ہے مگر یہ کہ میں اس کی خاص احتیاط اور خیال رکھوں۔

فرمایا:

انت لست ممن یفعلہ خیلاء۔

تم ان میں سے نہیں جو براہِ تکبر و ناز ایسا کریں۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۵۵

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷۱
سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب ماجاء فی اسبال الازار آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۹
مسند احمد بن حنبل عن ابی ذر المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۱۴۸، ۱۶۲، ۱۶۸
سنن الدارمی کتاب البیوع باب ۶۳ حدیث ۲۶۰۸ دارالمحاسن للطباعۃ قاہرہ ۲/ ۱۸۰
سنن النسائی " باب المنفق سلعتہ بالحلف الکاذب نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۲۱۱
سنن ابن ماجہ ابواب التجارات باب ماجاء فی کراہیۃ الایمان الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۶۰

Marfat.com

رواہ الشیخان[۱] و ابوداؤد والنسائی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

(اسے روایت کیا شیخان اور ابوداؤد و نسائی نے ابنِ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے۔ ت)

سادسًا[عہ] حدیث میں ممانعت ہے تو نام رکھنے کی۔ کسی کے وصف میں کوئی بات بیان کرنے اور نام رکھنے میں بڑا بل ہے۔ آخر نہ دیکھا کہ حدیثوں میں عزیز و حَکَم و حکیم نام رکھنے کی ممانعت آئی، اور عزّت وحکم وحکمت سے قرآن وحدیث میں بندوں کا وصف فرمایا گیا جن کی سندیں اوپر گزریں، نیز اس کی نظیر حابس الفیل وسائق البقرات ہے کہ رب عزّ وجل کے یہ نام رکھنا حرام اور وصف وارد، جب واقعۂ حدیبیہ میں ناقۂ قصواء شریف بیٹھ گیا، اور لوگوں نے کہا ناقہ نے سرکشی کی، تو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: نہ اس نے سرکشی کی نہ اس کی یہ عادت ولکن حَبَسَہَا حَابِسُ الْفِیْلِ[۲] بلکہ اسے حابس فیل نے روک دیا، یعنی جس نے ابرہہ کے ہاتھی کو بٹھادیا اور کعبہ معظمہ پر حملہ کرنے سے روکا تھا، عزّجلالہٗ۔

زرقانی علی المواہب میں علامہ ابن المنیر سے ہے:

یجوز اطلاق ذٰلک فی حق اللہ تعالٰی فیقال حبسہا اللہ حابس الفیل وانما الذی یمکن ان یمنع تسمیتہ سبحانہ حابس الفیل ونحوہ اھ قال الزرقانی وھو مبنی علی الصحیح من الاسماء توقیفیۃ[۳]

اللہ تبارک وتعالٰی پر اس کا اطلاق جائز ہے اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اللہ حابس فیل نے اسے روک لیا۔ ہاں ممانعت اس صورت میں ہوسکتی ہے جب "حابس فیل" یا اس کے ہم معنی کو اسمِ الٰہی قرار دے دیا جائے۔ زرقانی نے کہا اس کی بناء وہ قول صحیح ہے جس میں اسمائے الٰہی کو توقیفی قرار دیا ہے، ۱۲م

عہ الوجوہ الخمسۃ الاول عامۃ وھذا خاص بغیر التسمیۃ ۱۲ منہ غفرلہ۔

پہلے پانچ وجوہ عام اور یہ غیر تسمیہ سے خاص ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] صحیح البخاری فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۱۷
" کتاب اللباس باب من جرّ ازارہ من غیر خیلاء " " ۲/۸۶۰
صحیح مسلم " باب تحریم جرّ الثوب خیلاء " " ۲/
سنن ابی داؤد " باب ماجاء فی اسبال الازار آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۰۹
[۲] المواہب اللدنیہ بیان صلح الحدیبیہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۴۹۱
[۳] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ امر الحدیبیۃ دار المعرفۃ بیروت ۲/۱۸۴

Marfat.com

اکیدر بادشاہ دومۃ الجندل کے واقعہ میں حضرت بجیر طائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ؎[1]

تبارک سائق البقرات انی ۔۔۔ اللہ تبارک وتعالیٰ گایوں کو چلانے والا ہے
رأیت اللہ یہدی کل ہاد ۔۔۔ میں نے اللہ تعالیٰ کو ہر رہنما کا رہنما پایا (ت)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا کلام پسند کیا اور فرمایا:

لا یفضض اللہ فاک۔ رواہ ابن السکن وابو نعیم وابن مندہ۔[2] اللہ تیرا منہ بے دندان نہ کرے (نوّے برس جئے کسی دانت کو جنبش نہ ہوئی) (اس کو روایت کیا ابن السکن اور ابو نعیم اور ابن مندہ نے۔ ت)

یہ ہے تمام وہ کلام کہ ان اکابر متقدمین ومتاخرین ائمہ دین وفقہائے معتمدین وعرفائے کاملین کی طرف سے فقیر نے حاضر کیا، اور ممکن کہ خود ان کے پاس اس سے بھی بہتر جواب ہو، وفوق کل ذی علم علیم[3]۔

سابعًا اس سب سے قطع نظر کرکے یہی فرض کرلیجئے کہ معاذ اللہ ان تمام اکابر پر طعن ثابت ہوا اور جواب معدوم، تو انصافًا فقیر کا مصرع اب بھی اس روش پر نہیں کہ ان ائمہ وعلماء نے قطعًا غیر خدا کو شہنشاہ وقاضی القضاۃ کہا ہے حتی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی نہیں بلکہ کسی عالم یا ولی یا نرے حکام دنیوی کو، اور وہ مصرع اس معنی میں ہرگز متعین نہیں۔ ہم پوچھتے ہیں لفظ شہنشاہ حضرت عزجلالہ سے مخصوص ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو سرے سے منشاء شبہہ زائل، اور اگر ہے تو جو لفظ اللہ عزوجل کے لئے خاص تھا اسے غیر اللہ پر کیوں حمل کیجئے؟ شہنشاہ سے اللہ ہی کیوں نہ مراد لیجئے کہ روضہ یعنی قبر نہیں بلکہ خیابان اور کیاری کو کہتے ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ فہم فی روضۃ یحبرون[4] (اللہ تعالیٰ نے فرمایا: باغ کی کیاری میں ان کی خاطرداری ہوگی۔ ت) قبر پر اس کا اطلاق تشبیہ بلیغ ہے جیسے رأیت اسدا یرمی (میں نے شیر کو تیر اندازی کرتے دیکھا) حدیث شریف قبر مومن کو روضۃ من ریاض الجنۃ[5] فرمایا جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری، تو روضۂ شہنشاہ کے معنی ہوئے

---

[1] دلائل النبوۃ لابی نعیم ذکر ما کان فی غزوہ تبوک عالم الکتب بیروت الجزء الثانی ص ۱۹۲
[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ بحوالہ ابن مندہ وابو نعیم وابن السکن دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۷۴
[3] القرآن الکریم ۱۲/ ۷۶
[4] القرآن الکریم ۳۰/ ۱۵
[5] جامع الترمذی ابواب صفۃ یوم القیامۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۹

Marfat.com

الٰہی خیابان، خدا کی کیاری۔ اس میں کیا حرج ہے، جب قرآن عظیم نے مدینہ طیبہ کی ساری زمین کو اللہ عزوجل کی طرف اضافت فرمایا:

الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا[1] — کیا خدا کی زمین یعنی زمینِ مدینہ کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے۔

تو خاص روضۂ انور کو الٰہی روضہ، شاہنشاہی خیابان، ربانی کیاری کہنے میں کیا حرج ہے، وللہ الحمد۔

بایں ہمہ جب فقیر بعون القدیر آیت و حدیث سے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مَالِکُ النَّاسِ، مَلِکُ النَّاسِ، مَالِکُ الْاَرْضِ، مَالِکُ رِقَابِ الْاُمَمِ ہونا ثابت کرچکا تو لفظ پر اصرار یا روایتِ خلاف پر انکار کی حاجت نہیں۔ یہ بھی ہمارے علماء سے بعض متاخرین کا قول ہے اس کے لحاظ بجائے "شاہنشاہِ طیبہ" کہئے کہ وہ شاہِ طیبہ بھی ہیں اور شاہِ تمام روئے زمین بھی، اور شاہِ تمام اوّلین و آخرین بھی، جن میں ملوک و سلاطین سب داخل، بادشاہ ہو یا رعیّت، وہ کون ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے دائرۂ غلامی سے سر باہر نکال سکتا ہے ؎

محمد عربی کابروئے ہر دو سراست — کسیکہ خاک درش نیست خاک برسر او

(محمد عربی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم دونوں جہانوں کی عزت ہیں جو انکے در کی خاک نہیں اسکے سر پر خاک)

وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا و مولانا محمد و آلہ وصحبہ اجمعین ولیکن ھذا ھٰذا اٰخر الکلام فی المسئلۃ الاولٰی الحمد للہ فی الاولٰی والاخرٰی۔

اللہ تعالٰے کی رحمت نازل ہو ہمارے آقا و مولٰی پر صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم اور آپ کی آل و اصحاب سب پر، یہ پہلے مسئلہ میں آخری کلام ہے دنیا و آخرت میں تمام حمدیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں۔ (ت)

جواب سوال دوم: الحق اللہ عزوجل ہی مقلب القلوب ہے، سب کے دلوں، نہ صرف دل بلکہ عالم کے ذرّے ذرّے پر حقیقی قبضہ اسی کا ہے، مگر نہ اس کی قدرت محدود نہ اس کی عطا کا باب وسیع مسدود، اِنَّ اللہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ[2] بے شک اللہ تعالٰے ہر چیز پر قادر ہے وما کان عطاء ربك محظورا[3] اور تیرے رب کی عطا پر روک نہیں۔ وہ علی الاطلاق فرماتا ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۹۷
[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۰
[3] ؎ ؎ ۱۷/ ۲۰

Marfat.com

وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یُسَلِّطُ رُسُلَہٗ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ۔[1] اللہ تعالٰی اپنے رسولوں کو جس پر چاہے قبضہ و قابو دیتا ہے۔

اس کا اطلاق اجسام و ابصار و اسماع و قلوب سب کو شامل ہے، وہ اپنے محبوبوں کو جس کے چاہے دست و پا پر قدرت دے، چاہے چشم و گوش پر، چاہے دل و ہوش پر، اس کی قدرت میں کمی نہ عطا میں تنگی۔ کیا ملائکہ دلوں میں القائے خیر نہیں کرتے، نیک ارادے نہیں ڈالتے، بُرے خطروں سے نہیں پھیرتے، ضرور سب کچھ باذن اللہ کرتے ہیں۔ پھر دلوں میں تصرف کے اور کیا معنی! قال اللہ تعالٰی:

اِذْ یُوْحِیْ رَبُّکَ اِلَی الْمَلٰٓئِکَۃِ اَنِّیْ مَعَکُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا[2] جب وحی فرماتا ہے تیرا رب فرشتوں کو کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تو تم دل ثابت رکھو مسلمانوں کے۔

سیرت ابن اسحاق و سیرت ابن ہشام میں ہے بنی قریظہ کو جاتے ہوئے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم راہ میں اپنے کچھ اصحاب پر گزرے، ان سے دریافت فرمایا: تم نے ادھر جاتے ہوئے کوئی شخص دیکھا؟ عرض کی: دحیہ بن خلیفہ کو نقرہ خنگ پر سوار جاتے ہوئے دیکھا۔ فرمایا:

ذالک جبریل بعث الٰی بنی قریظۃ یزلزل بھم حصونھم ویقذف الرعب فی قلوبھم[3] وہ جبریل تھا کہ بنی قریظہ کی طرف بھیجا گیا کہ ان کے قلعوں میں زلزلے اور ان کے دلوں میں رعب ڈالے۔ ۱۲م

امام بیہقی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اذا جلس القاضی فی مجلسہ ھبط علیہ ملکان یسددانہ ویوفقانہ ویرشدانہ مالم یجر فاذا جار عرجا وترکاہ[4] جب قاضی مجلس حکم میں بیٹھتا ہے تو دو فرشتے اترتے ہیں کہ اس کی رائے کو درستی دیتے ہیں اور اسے ٹھیک بات کہنے کی توفیق دیتے ہیں اور اسے نیک راستہ بتاتے ہیں جب تک حق سے میل نہ کرے، جہاں اس نے میل کیا فرشتوں نے اسے چھوڑا اور آسمان پر اڑ گئے۔ ۱۲م

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/ ۶ [2] القرآن الکریم ۸/ ۱۲
[3] السیرۃ النبویۃ لابن ہشام مع الروض الانف غزوۂ بنی قریظہ مکتبہ فاروقیہ ملتان ۲/ ۱۹۵
[4] السنن الکبرٰی کتاب آداب القاضی باب من ابتلی بشیئ الخ دار صادر بیروت ۱۰/ ۸۸

Marfat.com

دیلمی مسند الفردوس میں صدیق اکبر و ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما، دونوں سے راوی کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ و آلہٖ وسلم فرماتے ہیں :

لو لم ابعث فیکم لبعث عمر ایّد اللہ عمر بملکین یوفّقانہ ویسدّدانہ فاذا اخطأ صرّفاہ حتی یکون صوابا۔[۱]

اگر میں ابھی تم میں ظہور نہ فرماتا تو بیشک عمر نبی کیا جاتا، اللہ عزوجل نے دو فرشتوں سے تائید فرمائی ہے کہ وہ دونوں عمر کو توفیق دیتے اور ہر بات میں اسے راہ پر رکھتے، اگر عمر کی رائے لغزش کرنے کو ہوتی ہے وہ پھیر دیتے ہیں یہاں تک کہ عمر سے حق ہی صادر ہوتا ہے۔ ۱۲ام

ملائکہ کی شان تو بلند ہے، شیاطین کو قلوبِ عوام میں تصرف دیا ہے جس سے فقط اپنے چُنے ہوئے بندوں کو مستثنیٰ کیا ہے کہ :

ان عبادی لیس لک علیہم سلطان[۲]

میرے خاص بندوں پر تیرا قابو نہیں۔

قال اللہ تعالےٰ :

یوسوس فی صدور الناس من الجنّۃ والنّاس[۳]

شیطان جن اور لوگ، لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتے ہیں۔

وقال اللہ تعالےٰ :

شیٰطین الانس والجن یوحی بعضہم الی بعض زخرف القول غرورا[۴]

شیطان آدمی اور جن ایک دوسرے کے دل میں ڈالتے ہیں بناوٹ کی بات دھوکے کی۔ ۱۲ام

بخاری، مسلم، ابوداؤد مثل امام احمد، حضرت انس بن مالک اور مثل ابن ماجہ حضرت ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ و آلہٖ وسلم فرماتے ہیں :

---

[۱] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۵۱۲۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/۲۷۴
[۲] القرآن الکریم ۱۷/ ۶۵
[۳] " " ۱۱۴/ ۵ و ۶
[۴] " " ۶/ ۱۱۲

Marfat.com

ان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم[1] — بے شک شیطان انسان (آدمی) کی رگ رگ میں خون کی طرح ساری وجاری ہے۔

صحیحین وغیرہما میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

"جب اذان ہوتی ہے شیطان گوز زناں بھاگ جاتا ہے کہ اذان کی آواز نہ سنے، جب اذان ہو چکتی ہے پھر آتا ہے، جب تکبیر ہوتی ہے پھر بھاگ جاتا ہے، جب تکبیر ہو چکتی ہے پھر آتا ہے حتی یخطر بین المرء ونفسہ یقول اذکر کذا اذکر کذا لما لم یکن یذکرہ حتی یظل الرجل ما یدری کم صلی[2] یہاں تک کہ آدمی اور اس کے دل کے اندر حائل ہوکر خطرے ڈالتا ہے، کہتا ہے کہ یہ بات یاد کر وہ بات یاد کر ان باتوں کے لئے جو آدمی کے خیال میں بھی نہ تھیں یہاں تک کہ انسان کو یہ بھی خبر نہیں رہتی کہ کتنی پڑھی۔"

امام ابوبکر بن ابی الدنیا کتاب مکائد الشیطان، اور امام اجل ترمذی نوادر الاصول میں بسند حسن، اور ابویعلیٰ مسند، اور ابن شاہین کتاب الترغیب، اور بیہقی شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی،

ان الشیطان واضع خطمہ علی قلب ابن آدم فان ذکر اللہ خنس وان نسی التقم قلبہ فذلک الوسواس — بیشک شیطان اپنی چونچ آدمی کے دل پر رکھے ہوئے ہے، جب آدمی خدا تعالیٰ کو یاد کرتا ہے شیطان دبک جاتا ہے اور جب آدمی (ذکر سے) غفلت کرتا ہے (بھول جاتا ہے) تو شیطان اس کا

---

[1] صحیح البخاری، باب الاعتکاف ۱/۲۷۲، کتاب بدء الخلق ۱/۴۶۳، کتاب الاحکام ۲/۱۰۶۳ قدیمی کتب خانہ کراچی
سنن ابی داؤد کتاب الصوم باب المعتکف یدخل البیت لحاجتہ الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۳۵

[2] صحیح البخاری کتاب الاذان باب فضل التاذین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۵
صحیح مسلم کتاب الصلوۃ باب فضل الاذان وہرب الشیطان الخ " " ۱/۱۶۷
" کتاب المساجد باب السہو فی الصلوۃ والسجود " " ۱/۲۱۱
مسند احمد بن حنبل المکتب الاسلامی بیروت ۲/۳۱۳، ۳۹۰، ۵۰۴

Marfat.com

الخناس [١] دل اپنے منہ میں لے لیتا ہے تو یہ ہے (شیطان خناس) وسوسہ ڈالنے والا، دبک جانیوالا۔

لمّہ شیطانی و لمّہ ملکی دونوں مشہور اور حدیثوں میں مذکور ہیں، پھر اولیائے کرام کو قلوب میں تصرف کی قدرت عطا ہونی کیا محلِ انکار ہے۔ حضرت علامہ سلجماسی رحمۃ اللہ علیہ کتابِ ابریز میں اپنے شیخ حضرت سیدی عبد العزیز رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عوام جو اپنے حاجات میں اولیائے کرام مثل حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے استعانت کرتے ہیں نہ کہ اللہ عزوجل سے، حضرات اولیائے ان کو قصداً ادھر لگا لیا ہے کہ دعا میں مراد ملنی نہ ملنی دونوں پہلو ہیں عوام (مراد) نہ ملنے کی حکمتوں پر مطلع نہیں کئے جاتے، تو اگر بالکلیہ خالص اللہ عزوجل ہی سے مانگتے پھر مراد ملتی نہ دیکھتے تو احتمال تھا کہ خدا کے وجود ہی سے منکر ہو جاتے، اس لئے اولیائے ان کے دلوں کو اپنی طرف پھیر لیا کہ اب اگر (مراد) نہ ملنے پر بے اعتقادی کا وسوسہ آیا بھی تو اس ولی کی نسبت آئے گا جس سے مدد چاہی تھی، اس میں ایمان تو سلامت رہے گا۔

حدیثِ اوّل: اور سنئے، مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری کتاب مستطاب نُزھۃُ الخاطِرُ الفاتِر فی ترجمۃِ سیّدی الشریف عبد القادر رضی اللہ تعالٰی عنہ میں فرماتے ہیں:

روی الشیخ الجلیل ابو صالح المغربی رحمہ اللہ تعالٰی انہ قال قال لی سیدی الشیخ ابو مدین قدس اللہ سرہٗ یا ابا صالح سافر ١
الی بغداد وأت الشیخ محی الدین عبد القادر لیعلمك الفقر، فسافرت الی بغداد فلما رأیتہ رأیت رجلا ما رأیت اکثر ھیبة منہ (فساق الحدیث الی اٰخرہ الی ان قال) قلت یا سیدی ارید ان تمدنی منك بھذا الوصف فنظر نظرةً

یعنی شیخ جلیل ابو صالح مغربی رحمہ اللہ تعالٰی نے روایت کی، مجھ کو میرے شیخ حضرت ابو شعیب مدین رضی اللہ تعالٰے عنہ نے فرمایا: اے ابو صالح! سفر کر کے حضرت شیخ محی الدین عبد القادر کے حضور حاضر ہو کہ وہ تجھ کو فقر تعلیم فرمائیں، میں بغداد گیا جب حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا میں نے اس ہیبت و جلال کا کوئی بندۂ خدا نہ دیکھا تھا حضور نے مجھ کو ایک سو بیس (١٢٠) دن یعنی تین چلّے خلوت میں بٹھایا پھر میرے پاس تشریف لائے اور قبلہ کی طرف

---

[١] شعب الایمان حدیث ٥٤٠ دار الکتب العلمیۃ بیروت ١/٤٠٣
نوادر الاصول الاصل التاسع والخمسون والمائتان الخ دار صادر بیروت ص ٢٥٤

Marfat.com

فتفرقت عن قلبي جواذب الارادات كما يتفرق الظلام بهجوم النهار وانا الآن انفق من تلك النظرة[1]

اشارہ کرکے فرمایا: اے ابوصالح! ادھر کو دیکھ تجھ کو کیا نظر آتا ہے؟ میں نے عرض کی: کعبہ معظمہ۔ پھر مغرب کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: ادھر کو دیکھ تجھے کیا نظر آتا ہے؟ میں نے عرض کی: میرے پیر ابومدین۔ فرمایا: کدھر جانا چاہتا ہے کعبہ کو یا اپنے پیر کے پاس؟ میں نے کہا: اپنے پیر کے پاس۔ فرمایا: ایک قدم میں جانا چاہتا ہے یا جس طرح آیا تھا؟ میں نے عرض کی: بلکہ جس طرح آیا تھا۔ فرمایا: یہ افضل ہے۔ پھر فرمایا: اے ابوصالح! اگر تو فقر چاہتا ہے تو ہرگز بے زینہ اس تک نہ پہنچے گا اور اس کا زینہ توحید ہے اور توحید کا مدار یہ ہے کہ عین السر کے ساتھ دل سے ہر خطرہ مٹا دے لوح دل بالکل پاک و صاف کرلے۔ میں نے عرض کی: اے میرے آقا! میں چاہتا ہوں کہ حضور اپنی مدد سے یہ صفت مجھ کو عطا فرمائیں۔ یہ سن کر حضور نے ایک نگاہ کرم مجھ پر فرمائی کہ ارادوں کی تمام کششیں میرے دل سے ایسی کافور ہوگئیں جیسے دن کے آنے سے رات کی اندھیری۔ اور میں آج تک حضور کی اسی ایک نگاہ سے کام چلا رہا ہوں۔

دیکھئے خاطر پر اس سے بڑھ کر اور کیا قبضہ ہوگا کہ ایک نگاہ میں دل کو تمام خطرات سے پاک فرما دیا اور نہ فقط اسی وقت بلکہ ہمیشہ کے لئے۔

امام اجل مصنف بہجۃ الاسرار کی جلالت شان اور اس کتاب جلیل کی صحت عظمت

فائدہ: یہ حدیث جلیل حضرت امام اجل سید العلماء، شیخ القراء، عمدۃ العرفاء، نور الملۃ والدین ابوالحسن علی بن یوسف بن جریر لخمی شطنوفی قدس سرہ العزیز کہ صرف دو واسطہ سے حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید ہیں۔ امام جلیل الشان، شیخ القراء، ابوالخیر شمس الدین محمد محمد محمد ابن الجزری رحمہ اللہ تعالیٰ مصنف حصن حصین شریف کے استاذ ہیں۔ امام ذہبی صاحب میزان الاعتدال ان کی مجلس مبارک میں حاضر ہوئے۔ اور طبقات القراء میں ان کی مدح و ستائش کی اور ان کو امام یکتا لکھا۔

حيث قال علي بن يوسف بن جرير اللخمي الشطنوفي الامام الاوحد المقرئ نور الدين

چنانچہ کہا کہ علی بن یوسف بن جریر لخمی شطنوفی نور الدین امام یکتا، مدرس قراءت اور

[1] نزہۃ الخاطر الفاتر فی ترجمۃ عبد القادر

Marfat.com

شیخ القراء بالدیار المصریۃ[1]

بلادِ مصر کے شیخ القراء ہیں - ۱۲م

اور امام اجل عارف باللہ سیدی عبد اللہ بن اسعد یافعی شافعی یمنی رحمہ اللہ تعالیٰ "فی مرآۃ الجنان" میں اُس جناب کو اِن مناقب جلیلہ سے یاد فرمایا:

روی الشیخ الامام الفقیہ العالم المقری ابو الحسن علی بن یوسف بن جریر بن معضاد الشافعی اللخمی فی مناقب الشیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسندہ[2] الخ۔

شیخ و امام، زبردست فقیہ، مدرسِ قراءت علی ابن یوسف بن جریر بن معضاد شافعی لخمی نے شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت بیان کی - ۱۲م

اور امام اجل شمس الملۃ والدین ابو الخیر ابن الجزری مصنفِ حصن حصین نے نہایۃ الدرایات فی اسماء الرجال القراءات میں فرمایا:

علی بن یوسف بن جریر بن فضل بن معضاد نور الدین ابو الحسن اللخمی الشطنوفی الشافعی الاستاذ المحقق البارع شیخ الدیار المصریۃ ولد بالقاہرۃ سنۃ اربع و اربعین و ستمائۃ و تصدر للاقراء بالجامع الازہر من القاہرۃ و تکاثر علیہ الناس لاجل الفوائد والتحقیق و بلغنی انہ عمل علی الشاطبیۃ شرحاً فلو کان ظہر لکان من اجود شروحہا توفی یوم السبت اوان الظہر و دفن یوم الاحد العشرین من ذی الحجۃ سنۃ ثلث عشرۃ و سبع مائۃ رحمہ اللہ تعالیٰ[3] (مختصراً)

یعنی علی بن یوسف نور الدین ابو الحسن شافعی استاذ محقق ایسے کمال والے جو عقلوں کو حیران کر دے بلادِ مصر کے شیخ قاہرۂ مصر میں پیدا ہوئے اور مصر کی جامع ازہر میں صدر تعلیم پر جلوس فرمایا، ان کے فوائد و تحقیق کے سبب خلائق کا ان پر ہجوم ہوا' میں نے سُنا کہ شاطبیہ پر بھی اس جناب نے شرح لکھی، یہ شرح اگر ظاہر ہوتی تو ان کی تمام شرحوں سے بہتر شروح میں ہوتی۔ روز دوشنبہ بوقتِ ظہر وفات پائی اور بروز یکشنبہ بستم ذی الحجہ ۷۱۳ھ میں دفن ہوئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ - انتہی ۱۲م

---

[1] زبدۃ الآثار بحوالہ طبقات المقرئین مطبع بکسلنگ کمپنی جزیرہ ص ۳

[2] مرآۃ الجنان و عبرۃ الیقظان فی معرفۃ ما یعتبر من حوادث الزمان

[3] زبدۃ الآثار بحوالہ نہایۃ الدرایات فی اسماء الرجال والقرأت مطبع بکسلنگ کمپنی جزیرہ ص ۵

Marfat.com

اور امام اجل جلال الملۃ والدین سیوطی نے "حسن المحاضرۃ باخبار مصر والقاہرۃ" میں فرمایا:

علی بن یوسف بن جریر اللخمی الشطنوفی الامام الاوحد نور الدین ابوالحسن شیخ القراء بالدیار المصریۃ تصدر للاقراء بالجامع الازھر وتکاثر علیہ الطلبۃ۔[1]

یعنی علی بن یوسف ابوالحسن نور الدین امام یکتا ہیں، اور بلادِ مصر میں شیخ القراء پھر ان کا مسندِ تعلیم پر جلوس اور طلبہ کا ہجوم اور تاریخ ولادت و وفات اسی طرح ذکر فرمائی۔

نیز امام سیوطی نے اس جناب کا تذکرہ اپنی کتاب "بغیۃ الوعاۃ" میں لکھا، اور اس میں نقل فرمایا کہ

لہ الید الطولیٰ فی علم التفسیر۔[2]

علمِ تفسیر میں اس جناب کو ید طولیٰ تھا۔

اور حضرت شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے کتاب "زبدۃ الاسرار" میں اس جناب کے فضائل عالیہ یوں بیان فرمائے:

بھجۃ الاسرار من تصنیف الشیخ الامام الاجل الفقیہ العالم المقریٔ الاوحد البارع نور الدین ابی الحسن علی بن یوسف الشافعی اللخمی وبینہ وبین الشیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واسطتان وھو داخل فی بشارۃ قولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ طوبیٰ لمن رآنی ولمن رأی من رآنی ولمن رأی من رأی من رآنی۔[3]

یعنی امام اجل، فقیہ، عالم، مدرس قراءت، یکتا، عجب صاحب کمال نور الدین ابوالحسن علی بن یوسف شافعی لخمی، ان میں اور حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں صرف دو واسطے ہیں اور وہ حضور پرنور سرکار غوثیت کی اس بشارت میں داخل ہیں کہ شادمانی ہے اسے جس نے مجھ کو دیکھا اور اسے جس نے میرے دیکھنے والوں کو دیکھا اور اسے جس نے میرے دیکھنے والے کے دیکھنے والوں کو دیکھا۔ انتہیٰ

ان امام اجل یکتا نے کہ ایسے اکابر ائمہ جن کی امامت وعظمت وجلالت شان کے ایسے مداح گئے، اپنی کتاب مستطاب "بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار" شریعت میں (کہ امام اجل یافعی وغیرہ اکابر اس سے سند لیتے آئے امام اجل شمس الملۃ والدین ابوالخیر ابن الجزری مصنف حصن حصین نے یہ کتاب مستطاب

---

[1] حسن المحاضرۃ باخبار مصر والقاہرۃ

[2] بغیۃ الوعاۃ للسیوطی

[3] زبدۃ الاسرار خطبۃ الکتاب

Marfat.com

حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر حنفی وشطوطی رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھی، اور حدیث کی طرح اس کی سند حاصل کی، اور علامہ عمر بن عبدالوہاب حلبی نے اس کی روایات معتمد ہونے کی تصریح کی، اور حضرت شیخ محقق محدث دہلوی نے زبدۃ الآثار شریف میں فرمایا:

ایں کتاب بہجۃ الاسرار کتابے عظیم وشریف ومشہور است[1]

یہ کتاب بہجۃ الاسرار ایک عظیم وشریف اور مشہور کتاب ہے۔ ۱۲م

اور زبدۃ الاسرار شریف میں اس کی روایات صحیح وثابت ہونے کی تصریح کی) یوں بسندِ صحیح روایت فرمائی کہ:

حدثنا الفقیہ ابو الحجاج یوسف بن عبدالرحیم بن حجاج بن یعلیٰ الفاسی المالکی المحدث بالقاھرۃ سنۃ ۶۷۱ قال اخبرنا جدی حجاج بفاس سنۃ ۶۲۳ قال حججت مع الشیخ ابی محمد صالح بن ویرجان الدکالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سنۃ ۵۸۸ فلما کنا بعرفات وافینا بھا الشیخ ابا القاسم عمر بن مسعود المعروف بالبزار فتسالما وجلسا یتذاکران ایام الشیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال الشیخ ابو محمد قال لی سیدی الشیخ ابو مدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا صالح سافر الی بغداد الحدیث[2]

یعنی فقیہ محدّث ابوالحجاج نے ہم سے حدیث بیان کی کہ میرے جد امجد حجاج بن یعلیٰ بن عیسیٰ فاسی نے مجھے خبر دی کہ میں نے شیخ ابو محمد صالح کے ساتھ ۵۸۸ھ میں حج کیا، عرفات میں ہم کو حضرت شیخ ابوالقاسم عمر بزار ملے۔ دونوں شیخ بعد سلام بیٹھ کر حضور پُرنور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر فرمانے لگے۔ ابو محمد صالح نے فرمایا مجھ سے میرے شیخ حضرت شعیب ابو مدین نے فرمایا: اے صالح! سفر کرکے بغداد حاضر ہو۔ الیٰ آخرہ۔

تنبیہ: یہاں سے معلوم ہوا کہ ان شیخ کا نام گرامی صالح ہے اور کنیت ابو محمد، نزہۃ الخاطر میں ابو صالح واقع ہوا سہوِ قلم ہے۔

---

[1] زبدۃ الآثار مع زبدۃ الاسرار خطبۃ الکتاب مطبع بکسلنگ کمپنی جزیرہ ص ۲
[2] بہجۃ الاسرار ذکر فصول من کلامہ مرصعا بشیئ الخ مصطفےٰ البابی مصر ص ۵۲

Marfat.com

حدیثِ دوم: اور سُنئے، اسی حدیث جلیل میں ہے کہ حضرت صالح یہ روایت فرما چکے تو حضرت سیدِ ابو زر قدس سرہٗ نے فرمایا،

وانا ایضا کنت جالسا بین یدیه فی خلوته فضرب بیده فی صدری فاشرق فی قلبی نور علیٰ قدر دائرة الشمس ووجدت الحق من وقتی وانا الی الاٰن فی زیادة من ذلك النور [1]

یعنی یونہی میں بھی ایک روز حضور پُر نور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے حضور خلوت میں حاضر تھا حضور نے اپنے دستِ مبارک کو میرے سینے پر مارا، فوراً ایک نور قرصِ آفتاب کے برابر میرے دل میں چمک اٹھا، اور اسی وقت سے میں نے حق کو پایا، اور آج تک وہ نور ترقی کر رہا ہے۔

حدیثِ سوم: اور سُنئے، امام ممدوح اسی بہجۃ الاسرار شریف میں بایں سند راوی،

حدثنا الشیخ ابو الفتوح محمد ابن الشیخ ابی المحاسن یوسف بن اسمٰعیل التیمی البکری البغدادی قال اخبرنا الشیخ الشریف ابو جعفر محمد بن ابی القاسم العلوی قال اخبرنا الشیخ العارف ابو الخیر بشر بن محفوظ بغداد ی بمنزله الحدیث۔

یعنی ہم سے شیخ ابو الفتوح محمد صدیقی بغدادی نے حدیث بیان کی کہ ہم کو سید ابو جعفر محمد علوی نے خبر دی کہ ہم سے شیخ عارف باللہ ابو الخیر بشر بن محفوظ بغدادی نے اپنے دولت خانے پر بیان فرمایا کہ ایک روز میں اور بارہ صاحب اور (جن کے نام حدیث میں مفصل مذکور ہیں) خدمتِ اقدس حضور پُر نور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں حاضر تھے کہ حضور نے فرمایا، لِيَطْلُبْ كُلٌّ مِنْكُمْ حَاجَةً أُعْطِيهُ لَهُ، تم میں سے ہر ایک ایک مراد مانگے کہ ہم عطا فرمائیں (اس پر دو صاحبوں نے دینی حاجتیں متعلق علم و معرفت اور تین شخصوں نے دنیوی عہدہ و منصب کی مرادیں مانگیں جو بتفصیل مذکور ہیں) حضور پُر نور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا،

كُلًّا نُمِدُّ هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا۔

ہم ان اہلِ دین اور ان اہلِ دُنیا سب کی مدد کرتے ہیں تیرے رب کی عطا سے، اور تیرے رب کی عطا پر روک نہیں۔

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر فصول من کلامہ مرصعا بشیٔ الخ مصطفیٰ البابی مصر ص ۳۰

Marfat.com

خدا کی قسم! جس نے جو مانگا تھا پایا، میں نے یہ مراد چاہی تھی کہ ایسی معرفت مل جائے کہ واردات قلبی میں مجھے تمیز ہو جائے کہ یہ وارد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یہ نہیں (اوروں کو ان کی مرادیں ملنے کی تفصیل بیان کر کے فرماتے ہیں):

واما انا فان الشیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وضع یدہ علیٰ صدری وانا جالس بین یدیہ فی مجلسہ ذٰلک فوجدت فی الوقت العاجل نورًا فی صدری وانا الی الاٰن افرق بہ بین موارد الحق والباطل وامیز بہ بین احوال الھدیٰ والضلال وکنت قبل ذٰلک شدید القلق لالتباسہا علیّ[1]

اور میری یہ کیفیت ہوئی کہ میں حضور کے سامنے حاضر تھا، حضور نے اسی مجلس میں اپنا دستِ مبارک میرے سینے پر رکھا فورًا ایک نور میرے سینے میں چمکا کہ آج تک میں اسی نور سے تمیز کر لیتا ہوں کہ یہ وارد حق ہے اور یہ باطل، یہ حال ہدایت ہے اور یہ گمراہی، اور اس سے پہلے مجھے تمیز نہ ہو سکنے کے باعث سخت قلق رہا کرتا تھا۔

حدیث چہارم: اور سنیے، امام ممدوح اسی کتاب جلیل میں اِس سندِ عالی سے راوی کہ:

اخبرنا ابو محمد الحسن ابن ابی عمران القرشی وابو محمد سالم بن علی الدمیاطی قال اخبرنا الشیخ العالم الربانی شہاب الدین عمر السہروردی الحدیث یعنی ہمیں ابو محمد قرشی وابو محمد دمیاطی نے خبر دی، دونوں نے فرمایا کہ ہمیں حضرت شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین عمر سہروردی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سردارِ سلسلہ سہروردیہ نے خبر دی کہ مجھے علمِ کلام کا بہت شوق تھا، میں نے اسکی کتابیں ازبر حفظ کر لی تھیں اور اس میں خوب ماہر ہو گیا تھا، میرے عمِ مکرم پیرِ معظم حضرت سیدی نجیب الدین عبد القاہر سہروردی رضی اللہ تعالےٰ عنہ مجھ کو منع فرماتے تھے اور میں باز نہ آتا تھا ایک روز مجھے ساتھ لے کر بارگاہِ غوثیت پناہ میں حاضر ہوئے، راہ میں مجھ سے فرمایا: اے عمر! ہم اس وقت اس کے حضور حاضر ہونے کو ہیں جس کا دل اللہ تعالےٰ کی طرف سے خبر دیتا ہے دیکھو ان کے سامنے باحتیاط حاضر ہونا کہ ان کے دیدار سے برکت پاؤ۔

جب ہم حاضرِ بارگاہ ہوئے میرے پیر نے حضرت سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے عرض کی: اے میرے آقا! یہ میرا بھتیجا علمِ کلام میں آلودہ ہے میں منع کرتا ہوں، نہیں مانتا۔ حضور نے مجھ سے فرمایا: اے عمر! تم نے علمِ کلام میں کون سی کتاب حفظ کی ہے؟ میں نے عرض کی: فلاں فلاں کتابیں۔

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر فصول من کلامہ مرصعا بشئ الخ مصطفےٰ البابی مصر ص ۳۰ و ۳۱

Marfat.com

فامرّ یدہ علیٰ صدری فواللہ ما نزعہا وانا احفظ من تلک الکتب لفظۃ ونسانی اللہ جمیع مسائلہا ولکن وقرأتہ فی صدری العلم اللدنی فی الوقت العاجل فقمت من بین یدیہ و انا انطق بالحکمۃ وقال لی یا عمر انت اٰخر المشہورین بالعراق ۔ قال وکان الشیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سلطان الطریق والمتصرف فی الوجود علی التحقیق حضور نے دستِ مبارک میرے سینے پر پھیرا، خدا تعالیٰ کی قسم! ہاتھ ہٹانے نہ پائے تھے کہ مجھے ان کتابوں سے ایک لفظ بھی یاد نہ رہا، اور ان کے تمام مطالب اللہ تعالیٰ نے مجھے بھلا دیے، ہاں! اللہ تعالیٰ نے میرے سینے میں فوراً علم لدنی بھر دیا تو میں حضور کے پاس سے علم الٰہی کا گویا ہو کر اٹھا، اور حضور نے مجھ سے فرمایا ملک عراق میں سب سے پیچھے نامور تم ہو گے یعنی تمہارے بعد عراق بھر میں کوئی اس درجہ شہرت کو نہ پہنچے گا۔ اس کے بعد امام شیخ الشیوخ سہروردی فرماتے ہیں حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بادشاہِ طریق ہیں اور تمام عالم میں یقیناً تصرف فرمانے والے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

پھر امام مذکور بسند خود حضرت شیخ نجم الدین تفلیسی رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت فرماتے ہیں میرے شیخ حضرت شیخ الشیوخ نے مجھے بغداد مقدس میں چلّے میں بٹھایا تھا، چالیسویں روز میں واقعہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت شیخ الشیوخ ایک بلند پہاڑ پر تشریف فرما ہیں اور ان کے پاس بکثرت جواہر ہیں اور پہاڑ کے نیچے انبوہ کثیر جمع ہے، حضرت شیخ پیمانے بھر بھر کر وہ جواہر خلق پر پھینکتے ہیں اور لوگ لوٹ رہے ہیں جب جواہر کمی پر آتے ہیں خود بخود بڑھ جاتے ہیں گویا چشمے سے ابل رہے ہیں۔ دن تمام کرکے میں خلوت سے باہر نکلا اور حضرت شیخ الشیوخ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ جو دیکھا تھا عرض کروں، میں کہنے نہ پایا تھا کہ حضرت شیخ نے فرمایا: جو تم نے دیکھا وہ حق ہے، اور اس جیسے کتنے ہی، یعنی صرف اتنے ہی جواہر نہیں جو تم نے دیکھے بلکہ اتنے اور بہت سے ہیں، یہ وہ جواہر ہیں کہ حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علم کلام کے بدلے میرے سینے میں بھر دیے ہیں۔[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اس سے بڑھ کر دلوں پر تابو اور کیا ہوگا کہ ایک ہاتھ مار کر تمام حفظ کی ہوئی کتابیں یکسر محو فرما دیں کہ نہ ان کا ایک لفظ یاد رہے اور نہ اس علم کا کوئی مسئلہ، اور ساتھ ہی علم لدنی سے سینہ بھر دیں۔

حدیث پنجم اور سنیے، امام ممدوح اسی کتاب جلیل الفتوح میں اس سند عالی سے راوی:
حدثنا الشیخ الصالح ابو عبد اللہ محمد بن کامل بن ابو المعالی الحسینی قال سمعت

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر فصول من کلامہ مرصعا بشیٔ الخ مصطفی البابی مصر ص ۳۲ و ۳۳

الشیخ العارف ابامحمد مفرج بن بنھان بن رکاف الشیبانی یعنی ہم سے شیخ صالح ابوعبداللہ محمد حسینی نے حدیث بیان کی کہ میں نے شیخ عارف ابومحمد مفرج کو فرماتے سنا کہ جب حضور پرنور رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا شہرہ ہوا فقہائے بغداد سے سو فقیہ کہ فقاہت میں سب سے اعلیٰ اور ذہین تھے، اس بات پر متفق ہوئے کہ انواع علوم سے سو مختلف مسئلے حضور سے پوچھیں، ہر فقیہ اپنا جدا مسئلہ پیش کرے تاکہ انھیں جواب سے بند کر دیں، یہ مشورہ گانٹھ کر سو مسئلے الگ الگ چھانٹ کر حضور اقدس کی مجلس وعظ میں آئے، حضرت شیخ مفرج فرماتے ہیں میں اس وقت مجلس وعظ میں حاضر تھا، جب وہ فقہاء آ کر بیٹھ لئے حضور پرنور رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے سر مبارک جھکایا اور سینۂ انور سے نور کی ایک بجلی چمکی جو کسی کو نظر نہ آئی مگر جسے خدا نے چاہا اس بجلی نے ان سب فقیہوں کے سینوں پر دورہ کیا، جس جس کے سینے پر گزرتی ہے وہ حیرت زدہ ہو کر تڑپنے لگتا ہے، پھر وہ سب فقہاء ایک ساتھ سب چلّانے لگے اور اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور سر ننگے ہو کر منبر اقدس پر گئے اور اپنے سر حضور پرنور کے قدموں پر رکھے، تمام مجلس سے ایک شور اُٹھا جس سے میں نے سمجھا کہ بغداد دہل گیا، حضور پرنور ان فقیہوں کو ایک ایک کرکے اپنے سینۂ مبارک سے لگاتے اور فرماتے تیرا سوال یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے۔ یونہی ان سب کے مسائل اور ان کے جواب ارشاد فرما دیئے۔

جب مجلس مبارک ختم ہوئی تو میں ان فقیہوں کے پاس گیا اور ان سے کہا: یہ تمھارا حال کیا ہوا تھا؟ بولے:

لمّا جلسنا فقدنا جمیع ما نعرفه من العلم حتی کانه نسخ منّا فلم یمرّ بنا قط فلمّا ضمّنا الیٰ صدره رجع الیٰ کلّ منّا ما نزع عنه من العلم ولقد ذکرنا مسائلنا التی هیأناها له وذکر فیها اجوبتها۔[1]

جب ہم وہاں بیٹھے جتنا آتا تھا دفعۃً سب ہم سے گم ہو گیا، ایسا مٹ گیا کہ کبھی ہمارے پاس ہو کر نہ گزرا تھا، جب حضور نے ہمیں اپنے سینۂ مبارک سے لگایا ہر ایک کے پاس اس کا چھنا ہوا علم پلٹ آیا، ہمیں وہ اپنے مسئلے بھی یاد نہ رہے تھے جو حضور کے لئے تیار کرکے لے گئے تھے، حضور نے وہ مسائل بھی ہمیں یاد دلائے اور ان کے وہ جواب ارشاد فرمائے جو ہمارے خیال میں بھی نہ تھے۔

اس سے زیادہ قلوب پر اور کیا قبضہ درکار ہے کہ ایک آن میں اکابر علماء کو تمام عمر کا پڑھا لکھا

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر وعظہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ مصطفےٰ البابی مصر ص ۹۶

Marfat.com

فامرّ یدہ علی صدری فواللّٰہ ما نزعہا وانا احفظ من تلک الکتب لفظۃ واانسانی اللّٰہ جمیع مسائلہا ولکن وقرابلہٗ فی صدری العلم اللدنی فی الوقت العاجل فقمت من بین یدیہ و انا انطق بالحکمۃ وقال لی یا عمر انت اٰخر المشہورین بالعراق، قال وکان الشیخ عبد القادر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سلطان الطریق والمتصرف فی الوجود علی التحقیق حضور نے دستِ مبارک میرے سینے پر پھیرا، خدا تعالٰے کی قسم! ہاتھ ہٹانے نہ پائے تھے کہ مجھے ان کتابوں سے ایک لفظ بھی یاد نہ رہا اور ان کے تمام مطالب اللہ تعالٰی نے مجھے بھلا دئے، ہاں! اللہ تعالٰے نے میرے سینے میں فوراً علم لدنی بھر دیا تو میں حضور کے پاس سے علم الٰہی کا گویا ہوکر اٹھا، اور حضور نے مجھ سے فرمایا: ملک عراق میں سب سے پچھلے نامور تم ہوگے یعنی تمہارے بعد عراق بھر میں کوئی اس درجہ شہرت کو نہ پہنچے گا۔ اس کے بعد امام شیخ الشیوخ سہروردی فرماتے ہیں حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالٰی عنہ بادشاہِ طریق ہیں اور تمام عالم میں یقیناً تصرف فرمانے والے رضی اللہ تعالٰے عنہ۔

پھر امام مذکور بسندِ خود حضرت شیخ نجم الدین تفلیسی رحمہ اللہ تعالٰی سے روایت فرماتے ہیں میرے شیخ حضرت شیخ الشیوخ نے مجھے بغداد مقدس میں چلّے میں بٹھایا تھا، چالیسویں روز میں واقعہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت شیخ الشیوخ ایک بلند پہاڑ پر تشریف فرما ہیں اور ان کے پاس بکثرت جواہر ہیں اور پہاڑ کے نیچے انبوہِ کثیر جمع ہے، حضرت شیخ پیمانے بھر بھر کر وہ جواہر خلق پر پھینکتے ہیں اور لوگ لوٹ رہے ہیں جب جواہر کمی پر آتے ہیں خود بخود بڑھ جاتے ہیں گویا چشمے سے ابل رہے ہیں۔ دن ختم کرکے میں خلوت سے باہر نکلا اور حضرت شیخ الشیوخ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ جو دیکھا تھا عرض کروں، میں کہنے نہ پایا تھا کہ حضرت شیخ نے فرمایا: جو تم نے دیکھا وہ حق ہے، اور اس جیسے کتنے ہی، یعنی صرف اتنے ہی جواہر نہیں جو تم نے دیکھے بلکہ اتنے اور بہت سے ہیں، یہ وہ جواہر ہیں کہ حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے علمِ کلام کے بدلے میرے سینے میں بھر دئے ہیں[1] رضی اللّٰہ تعالٰے عنہم۔

اس سے بڑھ کر دلوں پر قابو اور کیا ہوگا کہ ایک ہاتھ مار کر تمام حفظ کی ہوئی کتابیں یکسر محو فرما دیں کہ ان کا ایک لفظ یاد رہے اور نہ اس علم کا کوئی مسئلہ، اور ساتھ ہی علمِ لدنی سے سینہ بھر دیا۔

حدیث بست و پنجم: اور سنئے، امام ممدوح اسی کتاب جلیل الفتوح میں اس سند عالی سے راوی، حدثنا الشیخ الصالح ابو عبد اللّٰہ محمد بن کامل بن ابو المعالی الحسینی قال سمعت

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر فصول من کلامہ مرصعا بشیئ الخ مصطفٰے البابی مصر ص ۳۲ و ۳۳

Marfat.com

الشیخ العارف ابا محمد مفرج بن بنھان بن رکاف الشیبانی یعنی ہم سے شیخ صالح ابو عبداللہ محمد حسینی نے حدیث بیان کی کہ میں نے شیخ عارف ابو محمد مفرج کو فرماتے سنا کہ جب حضور پرنور رضی اللہ تعالٰی عنہ کا شہرہ ہوا فقہائے بغداد سے سَو فقیہ کہ فقاہت میں سب سے اعلٰی اور ذہین تھے، اس بات پر متفق ہوئے کہ انواع علوم سے سَو مختلف مسئلے حضور سے پوچھیں، ہر فقیہ اپنا جدا مسئلہ پیش کرے تاکہ انھیں جواب سے بند کر دیں، یہ مشورہ گانٹھ کر سَو مسئلے الگ الگ چھانٹ کر حضور اقدس کی مجلس وعظ میں آئے، حضرت شیخ مفرج فرماتے ہیں میں اس وقت مجلس وعظ میں حاضر تھا، جب وہ فقہاء آ کر بیٹھ لئے حضور پرنور رضی اللہ تعالٰی عنہ نے سر مبارک جھکایا اور سینۂ انور سے نور کی ایک بجلی چمکی جو کسی کو نظر نہ آئی مگر جسے خدا نے چاہا اس بجلی نے ان سب فقیہوں کے سینوں پہ دورہ کیا، جس جس کے سینے پر گزرتی ہے وہ حیرت زدہ ہو کر تڑپنے لگتا ہے، پھر وہ سب فقہاء ایک ساتھ سب چلّانے لگے اور اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور سر ننگے ہو کر منبر اقدس پر گئے اور اپنے سر حضور پرنور کے قدموں پر رکھے، تمام مجلس سے ایک شور اٹھا جس سے میں نے سمجھا کہ بغداد دہل گیا، حضور پرنور ان فقیہوں کو ایک ایک کر کے اپنے سینۂ مبارک سے لگاتے اور فرماتے تیرا سوال یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے۔ یونہی ان سب کے مسائل اور ان کے جواب ارشاد فرما دیئے۔

جب مجلس مبارک ختم ہوئی تو میں ان فقیہوں کے پاس گیا اور ان سے کہا: یہ تمھارا حال کیا ہوا تھا؟ بولے:

لمّا جلسنا فقدنا جمیع ما نعرفه من العلم حتی کانّه نسخ منّا فلم یمرّ بنا قط فلمّا ضمنا الی صدرہ رجع الی کلّ منّا ما نزع عنه من العلم ولقد ذکرنا مسائلنا التی هیأناها له وذکر فیها اجوبتها[1]

جب ہم وہاں بیٹھے جتنا آتا تھا دفعۃً سب ہم سے گم ہوگیا، ایسا مٹ گیا کہ کبھی ہمارے پاس ہو کر نہ گزرا تھا، جب حضور نے ہمیں اپنے سینۂ مبارک سے لگایا ہر ایک کے پاس اس کا چھنا ہوا علم پلٹ آیا، ہمیں وہ اپنے مسئلے بھی یاد نہ رہے تھے جو حضور کے لئے تیار کر کے لے گئے تھے، حضور نے وہ مسائل بھی ہمیں یاد دلائے اور ان کے وہ جواب ارشاد فرمائے جو ہمارے خیال میں بھی نہ تھے۔

اس سے زیادہ قلوب پر اور کیا قبضہ درکار ہے کہ ایک آن میں اکابر علماء کو تمام عمر کا پڑھا لکھا

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر وعظہ رضی اللہ تعالٰی عنہ مصطفٰی البابی مصر ص ۹۶

Marfat.com

سب بھلا دیں اور پھر ایک آن میں عطا فرمادیں۔

حدیث ششم : اور سنئے، امام ممدوح اسی کتاب مبارک میں اس سند جلیل سے راوی کہ:

اخبرنا الشیخ ابوالحسن علی بن عبداللہ الابھری وابومحمد سالم الدمیاطی الصوفی قالا سمعنا الشیخ شہاب الدین السہروردی الحدیث۔ یعنی ہمیں شیخ ابوالحسن ابہری و ابومحمد سالم الدمیاطی الصوفی نے خبر دی، دونوں نے فرمایا کہ ہم نے حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کو فرماتے سنا کہ میں سنہ ۵۶۰ھ میں اپنے شیخ معظم و عم مکرم سیدی نجیب الدین عبدالقادر سہروردی کے ہمراہ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حضور حاضر ہوا، میرے شیخ نے حضور کے ساتھ عظیم ادب برتا، اور حضور کے ساتھ ہمہ تن گوش بے زبان ہو کر بیٹھے۔ جب ہم مدرسۂ نظامیہ کو واپس آئے میں نے اس ادب کا حال پوچھا، فرمایا:

کیف لا اتأدب معہ من صرفہ مالکی فی قلبی وحالی وقلوب الاولیاء واحوالھم ان شاء امسکہ وان شاء ارسلہ[1]

میں کیونکر ان کا ادب نہ کروں جن کو میرے مالک نے دل اور میرے حال اور تمام اولیاء کے قلوب و احوال پر تصرف بخشا ہے، چاہیں روک لیں چاہیں چھوڑ دیں۔

کیسے قلوب پر کیسا عظیم قبضہ ہے!

حدیث ہفتم : اور سنئے، اور سب سے اجلّ و اعلٰی سنئے، امام ممدوح قدس سرہٗ اسی کتاب عالی نصاب میں اسی سند صحیح سے روایت فرماتے ہیں کہ:

حدثنا الشیخ ابومحمد القاسم بن احمد الہاشمی الحرمی الحنبلی قال اخبرنا الشیخ ابوالحسن علی الخباز قال اخبرنا الشیخ ابوالقاسم عمر بن مسعود البزاز الحدیث۔

یعنی شیخ ابومحمد ہاشمی ساکن حرم محترم نے ہم سے حدیث بیان کی کہ انھیں عارف حضرت ابوالحسن علی خباز نے خبر دی کہ انھیں امام اجل عارف اکمل سیدی عمر بزار نے خبر دی کہ میں ۱۵ جمادی الآخرہ سنہ ۵۵۶ھ روز جمعہ کو حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہمراہ جامع مسجد کو جاتا تھا، راہ میں کسی شخص نے حضور کو سلام نہ کیا۔ میں نے اپنے جی میں کہا سخت تعجب ہے، ہر جمعہ کو تو خلق کا حضور پر وہ ازدحام ہوتا تھا کہ ہم مسجد تک بمشکل پہنچ پاتے تھے آج کیا واقعہ ہے کہ کوئی سلام تک نہیں کرتا، یہ بات

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر الشیخ ابوالنجیب عبدالقاہر السہروردی مصطفٰی البابی مصر ص ۲۲۵

Marfat.com

ابھی میرے دل میں پوری آنے بھی نہ پائی تھی کہ حضور پُر نور رضی اللہ عنہ نے تبسم فرماتے ہوئے میری طرف دیکھا اور معًا لوگ تسلیم و مجرا کے لئے چاروں طرف سے دوڑ پڑے یہاں تک کہ میرے اور حضور کے بیچ میں حائل ہو گئے ، میں اس ہجوم میں حضور سے دُور رہ گیا، میں نے اپنے جی میں کہا کہ اس حالت سے تو وہی پہلا حال اچھا تھا یعنی دولتِ قرب تو نصیب تھی ۔ یہ خطرہ میرے دل میں آتے ہی معًا حضور نے میری طرف پھر کر دیکھا اور تبسم فرمایا ، اور ارشاد کیا ، اے عمر! تم ہی نے اس کی خواہش کی تھی ۔ او ما علمت انّ قلوب الناس بیدی ان شئت صرفتھا عنی و ان شئت اقبلت بھا الیّ[1] ۔ یعنی کیا تمھیں معلوم نہیں کہ لوگوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں چاہوں تو اپنی طرف سے پھیر دوں اور چاہوں تو اپنی طرف متوجہ کر لوں ، رضی اللہ تعالیٰ عنہ و رحمنا بہ وجعلنا لہ وبہ الیہ ولو یقطعنا بجاہہ لدیہ امین ۔

یہ حدیث کریم (مذکورہ بالا) بعینہٖ انھیں الفاظ سے مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے نزہۃ الخاطر الفاتر شریف میں ذکر کی ۔ عارف باللہ سیدی نور الملّۃ والدّین جامی قدس سرہ السامی نفحات الانس شریف میں اس حدیث کو لا کر ارشاد اقدس کا ترجمہ یوں تحریر فرماتے ہیں :

نا دانستی کہ دلہائے مردماں بدست من است اگر خواہم دلہائے ایشاں را از خود بگردانم ، و اگر خواہم روئے در خود کنم[2]

تُو نہیں جانتا کہ لوگوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں اگر چاہوں تو ان لوگوں کے قلوب از خود پھیر دوں اور اگر چاہوں تو اپنی طرف متوجہ کر لوں ۱۲ م

یہی تو اس سگِ کوئے قادری غفرلہٗ مولاہ نے عرض کیا تھا ، ع

بندہ مجبور ہے خاطر پہ ہے قبضہ تیرا

اور دو شعر بعد میں عرض کیا تھا : ؎

کنجیاں دل کی خدا نے تجھے دیں ایسی کر ۔۔۔ کہ یہ سینہ ہو محبت کا خزینہ تیرا

اس قصیدۂ مبارک کے وصل چہارم میں ان اشقیاء کا رد تھا جو حضور پر نور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تنقیص شان کرتے ہیں ، ظاہر ہے کہ ان کے ناپاک کلموں سے غلامانِ بارگاہ کے قلب پر کیا کچھ صدمہ نہیں پہنچتا اپنے اور اپنے خواجہ تاشوں کی تسکین کو وہ مصرع تھا جس طرح دوسری جگہ عرض کیا ہے ؎

رنج اعدا کا رضا چارہ ہی کیا ہے جب انھیں ۔۔۔ آپ گستاخ رکھے حلم و شکیبائی دوست

---

۱ بہجۃ الاسرار فصول من کلامہ مرصعا بشیٔ من عجائب احوالہ مصطفٰی البابی مصر ص ۷۶

۲ نفحات الانس من حضرات القدس ترجمہ شیخ ابو عمر ولیفینی از انتشارات کتابفروشی محمودی ص ۵۲۱

Marfat.com

اور یہ اس آیۂ کریمہ کا اتباع ہے کہ،

ولو شاء اللہ لجمعھم علی الھدیٰ فلا تکونن من الجٰھلین[1]

اللہ چاہتا تو سبھی کو ہدایت پر جمع فرما دیتا تو نادان نہ بن۔

اب اس کلام کو ایک حدیث مفید مسلمین و محافظ ایمان و دین پر ختم کریں، امام ممدوح قدس سرہٗ فرماتے ہیں،

حدثنا الشیخ الفقیہ ابو الحسن علی بن الشیخ ابو العباس احمد بن المبارك البغدادی الحریمی، قال اخبرنا الفقیہ الشیخ محمد بن عبد اللطیف الترمسی البغدادی الصوفی قال کان شیخنا الشیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا تکلم بالکلام العظیم یقول عقیبہ باللہ قولوا صدقت و انما اتکلم عن یقین لا شك فیہ انما انطق فانطق واعطی فافرق وامر فافعل والعھدۃ علی من امرنی والدیۃ علی العاقلۃ تکذیبکم لی سم ساعۃ لادیانکم وسبب لاذھاب دنیاکم واخراکم انا سیاف انا قتال و یحذرکم اللہ نفسہ لولا لجام الشریعۃ علی لسانی لاخبرتکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم انتم بین یدی کالقواریر یری ما فی بطونکم وظواھرکم

یعنی حضور پُر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کوئی عظیم بات فرماتے اس کے بعد ارشاد فرماتے تم پر اللہ عزوجل کا عہد ہے کہ کہو حضور نے سچ کہا، میں اس یقین سے کلام فرماتا ہوں جس میں اصلاً کوئی شک نہیں میں کہلوایا جاتا ہوں تو کہتا ہوں، اور مجھے عطا کرتے ہیں تو تقسیم فرماتا ہوں، اور مجھے حکم ہوتا ہے تو میں کام کرتا ہوں، اور ذمہ داری اس پر ہے جس نے مجھے حکم دیا، اور خون بہا مددگاروں پر، تمہارا میری بات کو جھٹلانا تمہارے دین کے حق میں زہر ہلاہل ہے جو اسی ساعت ہلاک کر دے اور اس میں تمہاری دنیا و آخرت کی بربادی ہے، میں تیغ زن ہوں میں سخت کش ہوں، اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے، اگر شریعت کی روک میری زبان پر نہ ہوتی تو میں تمہیں بتا دیتا جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع رکھتے ہو، تم سب میرے سامنے شیشے کی طرح ہو، تمہارے فقط ظاہر ہی نہیں بلکہ جو کچھ تمہارے دلوں کے اندر ہے وہ سب ہمارے

---

[1] القرآن الکریم ۶/۳۵

Marfat.com

لولا لجام الحکم علیٰ لسانی لنطق صاع یوسف بما فیہ لکن العلم مستجیر بذیل العالم کیلا یبدیٔ مکنونۃ [1]

پیش نظر ہے، اگر حکم الٰہی کی روک میری زبان پر نہ ہوتی تو یوسف کا پیمانہ خود بول اٹھتا کہ اس میں کیا ہے، مگر ہے یہ کہ علم عالم کے دامن سے لپٹا ہوا پناہ مانگ رہا ہے کہ راز کی باتیں فاش نہ فرمایئے۔

صدقت یا سیّدی واللہ انت الصادق المصدوق من عند اللہ وجلی لسان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیك وبارك وسلّم وشرف و مجد و عظم وکرم۔

اے میرے آقا! آپ نے سچ فرمایا، قسم خدا کی۔ اللہ عزّ وجل کے نزدیک اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق آپ بڑے سچے ہیں، آپ پر بھی اللہ کی رحمت و برکت اور سلام - ۱۲ م

یہ مختصر عجالہ بصورتِ رسالہ ظاہر ہوا، اور اس میں دو[2] مسئلوں پر کلام تھا، ایک لفظ "شہنشاہ" دُوسرے یہ کہ قلوب پر سیّد اکرم و مولائے افخم حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا قبضہ و تصرف ہے، لہٰذا مناسب کہ اس کا تاریخی نام فقہ شہنشاہ وان القلوب بید المحبوب بعطاء اللہ رکھا جائے۔

والحمد للہ رب العالمین، وافضل الصّلوٰۃ والسلام علیٰ افضل المرسلین وآلہٖ وصحبہٖ وابنہٖ وحزبہٖ اجمعین، اٰمین، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبــــــــــــــــــــــہ
عبدہٗ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ
بمحمدنِ المصطفیٰ علیہ افضل التحیۃ والثناء

---

[1] بہجۃ الاسرار کلمات اخبر بہا عن نفسہٖ مصطفی البابی مصر ص ۲۴

آثار مقدسہ اور اُن سے تبرک و توسل

رسالہ

بدر الانوار فی اٰداب الاٰثار

(آثارِ مقدسہ کے آداب کے بارے میں روشنیوں کا ماہِ کامل)

(۱۳۲۶ھ)

فصل اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۶۷ اجمیر شریف درگاہ معلّٰی مرسلہ سید حبیب اللہ قادری دمشقی طرابلسی شامی
۲۸ رجادی الآخرہ ۱۳۲۳ھ

ماقولکم دام فضلکم (اللہ تعالٰی کا ہمیشہ آپ پر فضل ہو آپ کا کیا ارشاد مبارک ہے۔ ت) ایک شخص اپنے وعظ میں صاف انکار کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا کوئی تبرک اور حضور کے آثار شریفہ سے کوئی چیز اصلاً باقی نہیں، نہ صحابہ کے پاس تبرکاتِ شریفہ سے کچھ تھا نہ کبھی کسی نبی کے آثار سے کچھ تھا، اُمید کہ اس کا جواب بحوالہ احادیث و کتاب ارشاد ہو۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ حمدا یکافئنی فضلہ وانعامہ ویحلنا برضاہ دار المقامۃ دارا ذات برکۃ و سلامۃ لا مخافۃ فیھا و الاسامۃ والصلوٰۃ والسلام

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ اللہ تعالٰی کے لئے تمام حمدیں جو مجھے اپنے فضل وانعام میں کفایت دے اور ہمیں اپنی رضا سے برکت اور سلامتی والے گھر (جنت) میں

Marfat.com

على نبي التهامة خير من لبس الجبة والنعل والعمامة وعلى اله وصحبه ذوى الكرامة أئمة الأمة المبلغين احكامه المعظمين اثاره بعده وامامه صلوة تنمى وتنمى الى يوم القيامة ۔

داخل کرے جہاں خوف ہے نہ تکلیف ، اور صلوٰۃ و سلام تہامہ کے نبی پر جو جبّہ و چپل اور عمامہ پہننے والوں میں سب سے افضل ہیں اور آپ کی آل اصحاب کرامت والوں پر جو اُمت کے مخلص اور ان کو احکام پہنچانے والے ہیں اور آپ کے آثار مبارکہ کی آپ کے بعد اور سامنے بھی تعظیم کرنے والے ہیں ایسا بڑھنے والی صلوٰۃ قیامت تک بڑھتی رہے ۔ (ت)

اما بعد ، یہ فتاوٰی ہیں متعلق تبرکات شریفہ و آثار لطیفہ کہ اُن کا ادب کیسا ہے اور اُن کے ثبوت میں کیا دیکھا ہے اور بے سند ہوں تو کیا چاہئے اور زیارت پر نذرانہ لینے دینے مانگنے کے جن کا فقیر سے سوال ہوا اور مجموع کا بدر الانوار فی آداب الآثار نام ٹھہرا ، والحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ علی المولٰی و آلہ اجمعین ۔

ایسا شخص آیات و احادیث کا منکر اور سخت جاہل خاسر بلکہ گمراہ فاجر ہے اس پر توبہ فرض ہے اور بعد اطلاع بھی تائب نہ ہو تو ضرور گمراہ بے دین ہے ۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے :

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبٰرکا وھدًی للعٰلمین فیہ اٰیٰت بیّنٰت مقام ابراھیم۔[1]

بیشک سب میں پہلا گھر کہ لوگوں کے لئے مقرر فرمایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور سارے جہان کو راہ دکھاتا اس میں کھلی نشانیاں ہیں ابراہیم کے کھڑے ہونے کا پتھر ،

جس پر کھڑے ہو کر انہوں نے کعبہ معظمہ بنایا اُن کے قدم پاک کا نشان اس میں بن گیا ، اجلّہ محدثین عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ازرقی نے امام اجل مجاہد تلمیذ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں روایت کی :

قال اثر قدمیہ فی المقام اٰیۃ بیّنۃ[2]

فرمایا کہ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دونوں قدم پاک کا اس پتھر میں نشان ہو جانا کھلی نشانی ہے جسے اللہ عزوجل آیات بیّنات فرما رہا ہے ۔

---

[1] القرآن الکریم ۳ /۹۶

[2] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ ۳ /۹۶ المطبعۃ المیمنیۃ مصر ۴ /۹

تفسیر القرآن العظیم لابن ابی حاتم " " مکتبہ نزار مکۃ المکرمۃ ۳ /۷۱۱

Marfat.com

تفسیر کبیر میں ہے :

الفضیلة الثانیة لهذا البیت مقام ابراهیم وهو الحجر الذی وضع ابراهیم قدمه علیه فجعل الله ماتحت قدم ابراهیم علیه الصلٰوة والسلام من ذٰلك الحجر دون سائر اجزائه کالطین حتی غاص فیه قدم ابرٰهیم علیه الصلٰوة والسلام وهذا ممالا یقدر علیه الا الله تعالٰی، ولا یظهره الا علی انبیاء، ثم لما رفع ابراهیم علیه الصلٰوة والسلام قدمه عنه خلق فیه الصلابة الحجریة مرة اخری، ثم انه تعالٰی ابقی ذلك الحجر علٰی سبیل الاستمرار والدوام فهذه انواع من الاٰیات العجیبة والمعجزات الباهرة اظهرها الله تعالٰی فی ذٰلك الحجر۔[1]

یعنی کعبہ معظمہ کی ایک فضیلت مقام ابراہیم ہے یہ وُہ پتھر ہے جس پر ابراہیم علیہ الصلٰوۃ والسلام نے اپنا قدم مبارک رکھا تو جتنا ٹکڑا ان کے زیرِ قدم آیا تر مٹی کی طرح نرم ہوگیا یہاں تک کہ ابراہیم علیہ الصلٰوۃ والسلام کا قدم مبارک اُس میں پَیر گیا اور یہ خاص قدرتِ الٰہیہ و معجزہٗ انبیاء ہے پھر جب ابراہیم علیہ الصلٰوۃ والسلام نے قدم اٹھایا اللہ تعالٰی نے دوبارہ اُس ٹکڑے میں پتھر کی سختی پیدا کردی کہ وہ نشانِ قدم محفوظ رہ گیا پھر اسے حق سبحٰنہٗ نے مدتہا مدت باقی رکھا تو یہ اقسام اقسام کے عجیب وغریب معجزے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے اس پتھر میں ظاہر فرمائے۔

ارشاد العقل السلیم میں ہے :

ان کلو احد من اثر قدمیه فی صخرة صماء وغوصه فیها الی الکعبین والانة بعض الصخور دون بعض وابقائه دون سائر اٰیات الانبیاء علیهم الصلٰوة والسلام وحفظه مع کثرة الاعداء طوف سنة اٰیة مستقلة۔[2]

یعنی اسی ایک پتھر کو مولٰی تعالٰی نے متعدد آیات فرمایا اس لئے کہ اس میں ابراہیم علیہ الصلٰوۃ والتسلیم کا نشانِ قدم ہوجانا ایک اور ان کے قدموں کا گٹّوں تک اس میں پَیر جانا دو اور پتھر کا ایک ٹکڑا نرم ہوجانا باقی کا اپنے حال پر رہنا تین، اور معجزاتِ انبیاءِ سابقین علیہم الصلٰوۃ والتسلیم میں اس معجزے کا باقی رکھنا چار، اور باوصف کثرتِ اعداء ہزاروں برس اُس کا محفوظ رہنا پانچ، یہ ہر ایک بجائے خود ایک آیت و معجزہ ہے۔

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیت ۳/ ۹۶ المطبعة البهیة المصریة مصر ۸/ ۱۵۵
[2] ارشاد العقل السلیم " " ۲/ ۹۶۳ دار احیاء التراث العربی بیروت الجزء الاول ۱/ ۹۱

Marfat.com

مولیٰ سبحنہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وقال لهم نبيهم انّ اٰية ملكه ان ياتيكم التابوت فيه سكينة من ربكم و بقية مما ترك اٰل موسٰى و اٰل هٰرون تحمله الملٰئكة انّ فى ذٰلك لاٰية لكم ان كنتم مؤمنين[1]

بنی اسرائیل کے نبی شمویل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن سے فرمایا کہ سلطنت طالوت کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمھارے پاس تابوت جس میں تمھارے رب کی طرف سے سکینہ ہے اور موسٰی و ہارون کے چھوڑے ہُوئے تبرکات ہیں فرشتے اسے اٹھا کر لائیں، بے شک اس میں تمھارے لئے عظیم نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

وہ تبرکات کیا تھے، موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عصا اور ان کی نعلین مبارک اور ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمامہ مقدسہ وغیرہا، ان کی برکات تھیں کہ بنی اسرائیل اُس تابوت کو جس لڑائی میں آگے کرتے فتح پاتے اور جس مراد میں اس سے توسّل کرتے اجابت دیکھتے۔ ابن جریر و ابن ابی حاتم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، قال،

وبقية مما ترك اٰل موسٰى عصاه ورضاض الالواح[2]

تابوت سکینہ میں تبرکات موسویہ سے ان کا عصا تھا اور تختیوں کی کرچیں۔

وکیع بن الجراح و سعید بن منصور و عبد بن حمید و ابن ابی حاتم و ابوصالح تلمیذ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما سے راوی، قال،

كان فى التابوت عصا موسٰى وعصا هٰرون وثياب موسٰى وثياب هٰرون ولوحان من التوراة والمن وكلمة الفرج لا اله الا الله الحليم الكريم وسبحٰن الله رب السمٰوٰت السبع ورب العرش العظيم والحمد لله رب العالمين[3]

تابوت میں موسٰی و ہارون علیہما الصلوٰۃ والسلام کے عصا، اور دونوں حضرات کے ملبوس اور توریت کی دو تختیاں اور قدرے مَن کہ بنی اسرائیل پر اترا اور یہ دعائے کشائش لا الٰہ الا اللہ الحلیم الکریم الخ۔

معالم التنزیل میں ہے،

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۴۸

[2] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ ۲/۲۴۸ المطبعۃ المیمنیۃ مصر ۲/۳۶۶

[3] تفسیر القرآن العظیم لابن ابی حاتم حدیث ۲۴۹۵ مکتبہ نزار مکۃ المکرمۃ ۲/۴۷۰

Marfat.com

کان فیہ عصا موسٰی ونعلاہ وعمامۃ ھٰرون وعصاہ[1] الخ۔

تابوت میں موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عصا اور ان کی نعلین اور ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمامہ وعصا الخ (ت)

صحیح بخاری وصحیح مسلم میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دعا بالحلاق وناول الحالق شقہ الایمن فحلقہ ثم دعا اباطلحۃ الانصاری فاعطاہ ایاہ ثم ناول الشق الایسر فقال احلق فحلقہ فاعطاہ اباطلحۃ فقال اقسمہ بین الناس[2]

یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حجام کو بلا کر سر مبارک کے داہنی جانب کے بال مونڈنے کا حکم فرمایا پھر ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بلا کر وہ سب بال انھیں عطا فرما دئے پھر بائیں جانب کے بالوں کو حکم فرمایا اور وہ ابوطلحہ کو دے کہ انھیں لوگوں میں تقسیم کر دو۔

صحیح بخاری شریف کتاب اللباس میں عیسٰی بن طہمان سے ہے:

قال اخرج الینا انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ نعلین لھما قبالان فقال ثابت البنانی ھذا نعل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[3]

انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ دو نعل مبارک ہمارے پاس لائے کہ ہر ایک میں بندش کے دو تسمے تھے ان کے شاگرد رشید ثابت بنانی نے کہا یہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نعل مقدس ہے۔

صحیحین میں ابوبردہ سے ہے:

قال اخرجت الینا عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا کساء ملبدا وازارا غلیظا فقالت قبض روح رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے ایک رضائی یا کمبل اور ایک موٹا تہبند نکال کر ہمیں دکھایا اور فرمایا کہ وقتِ وصالِ اقدس حضور پرنور

---

[1] معالم التنزیل علی ہامش تفسیر الخازن تحت آیۃ ۲/۲۴۸ مصطفی البابی مصر ۱/۲۵۷
[2] صحیح مسلم کتاب الحج باب بیان ان السنۃ یوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۲۱
[3] صحیح البخاری کتاب الجہاد " " " ۱/۴۳۸
" کتاب اللباس " " " ۲/۸۷۱

Marfat.com

علیہ وسلم فی ھذین۔[1] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یہ دو کپڑے تھے۔

صحیح مسلم شریف میں حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

انھا اخرجت جبۃ طیالسیۃ کسروانیۃ لھا لبنۃ دیباج وفرجیھا مکفوفین بالدیباج وقالت ھذہ جبۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کانت عند عائشۃ فلما قبضت قبضتھا وکان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یلبسھا فنحن نغسلھا للمرضی نستشفی بھا۔[2]

یعنی انھوں نے ایک اُونی جبہ کسروانی ساخت نکالا اس کی پلیٹ ریشمین تھی اور دونوں چاکوں پر ریشم کا کام تھا اور کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جبہ ہے ام المومنین صدیقہ کے پاس تھا ان کے انتقال کے بعد میں نے لے لیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے پہنا کرتے تھے تو ہم اسے دھو دھو کر مریضوں کو پلاتے اور اس سے شفا چاہتے ہیں۔

صحیح بخاری میں عثمٰن بن عبداللہ بن موہب سے ہے:

قال دخلت علی ام سلمۃ فاخرجت الینا شعرا من شعر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مخضوبا۔[3]

میں حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی ہمیں زیارت کرائی اس پر خضاب کا اثر تھا۔

یہ چند احادیث خاص صحیحین سے لکھ دیں اور یہاں احادیث میں کثرت اور اقوالِ ائمہ کا تواتر بشدت اور مسئلہ خود واضح، اور اس کا انکار جہل فاضح ہے لہٰذا صرف ایک عبارت شفاء شریف پر اقتصار کریں، فرماتے ہیں:

ومن اعظامہ واکبارہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعظام جمیع اسبابہ وما لمسہ او عرف بہ وکانت فی

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کا ایک جزء یہ بھی ہے کہ جس چیز کو حضور سے کچھ علاقہ ہو حضور کی طرف منسوب ہو حضور نے اسے

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجہاد ۱/ ۴۳۸ و کتاب اللباس باب الاکسیۃ والخمائص ۲/ ۸۶۵ قدیمی کتب خانہ کراچی
صحیح مسلم کتاب اللباس باب التواضع فی اللباس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۹۲-۱۹۳

[2] صحیح مسلم ؍ باب تحریم استعمال اناء الذھب والفضۃ الخ ؍ ۲/ ۱۹۰

[3] صحیح البخاری ؍ باب یذکر فی الشیب ؍ ۲/ ۸۷۵

Marfat.com

قلنسوة خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ شعرات من شعرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فسقطت قلنسوتہ فی بعض حروبہ فشد علیہا شدۃ انکر علیہ اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کثرۃ من قتل فیہا فقال لم افعلہا بسبب القلنسوۃ بل لما تضمنتہ من شعرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لئلا اسلب برکتہا وتقع فی ایدی المشرکین ورأی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما واضعا یدہ علی مقعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من المنبر ثم وضعہا علی وجہہ[1] (ملخصًا)۔

چھوا ہو یا حضور کے نام پاک سے پہچانی جاتی ہو اُس سب کی تعظیم کی جائے خالد بن ولید رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ٹوپی میں چند موئے مبارک تھے کسی لڑائی میں وہ ٹوپی گر گئی خالد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اُس کے لئے ایسا شدید حملہ فرمایا جس پر اور صحابہ کرام نے انکار کیا اس لئے کہ اُس شدید وسخت حملہ میں بہت مسلمان کام آئے خالد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا میرا یہ حملہ ٹوپی کیلئے نہ تھا بلکہ موئے مبارک کے لئے تھا کہ مبادا اس کی برکت میرے پاس نہ رہے اور وہ کافروں کے ہاتھ لگیں، اور ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو دیکھا گیا کہ منبر اطہر سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں جو جگہ جلوس اقدس کی تھی اُسے ہاتھ سے مَس کرکے وہ ہاتھ اپنے منہ پر پھیر لیا (ملخصًا)

اللہم ارزقنا حب حبیبك وحسن الادب معہ ومع اولیائہ اٰمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارك وسلم وعلیہم اجمعین۔

اے اللہ! ہمیں اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے کرام کی محبت اور حسنِ ادب نصیب فرما۔ آمین! (ت)

خالد بن ولید کی حدیث ابویعلٰی اور عبداللہ بن عمر کی حدیث ابنِ سعد نے طبقات میں روایت کی۔ واللہ تعالٰی اعلم

فصل دوم

مسئلہ ۱۶۸: از بستی مرسلہ مولوی مفتی عزیز الحسن صاحب رجسٹرار ۹ شوال ۱۳۱۰ھ

جناب مولانا سراپا فیض مجسم علم وحلم، معظم ومکرم دام مجدہم۔ پس از سلام مسنون باعث تکلیف آنجناب یہ ہے کہ ایک شخص برکت آثار بزرگان سے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ بزرگوں کے خرقہ وجبّہ

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل ومن اعظامہ واکبارہ الخ عبدالتواب اکیڈمی بوہڑ گیٹ ملتان ۲/ ۴۴

Marfat.com

وغیرہا سے کوئی برکت حاصل نہیں ہوتی، چونکہ وہ پڑھے لکھے ہیں یہ امر قرار پایا ہے کہ اگر سو برس سے قبل کے کسی عالم نے اپنی کتاب میں اس برکت کو تحریر کیا ہو تو میں مان لوں گا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے جبّہ وغیرہ میں گفتگو نہیں ہے۔ والسلام

الجواب

برکت آثار بزرگان سے انکار آفتاب روشن کا انکار ہے معہذا جب برکت آثار شریفہ حضور پُر نور سیّد عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلّم اور پُر ظاہر کرا دیا۔ وعلماء حضور کے ورثاء ہیں تو اُن کے آثار میں برکت کیوں نہ ہوگی کہ آخر وارث برکات و وارث ایراث برکات ہیں، فقیر غفراللہ تعالےٰ لہٗ کو اتمام حجّت کے لئے چند عبارات ائمہ وعلماء کہ وہ سب آج سے سو برس پہلے اور بعض پانسو چھ سو برس پہلے کے تھے حاضر کرتا ہے، کتب مطبوعہ کا نشان جلد وصفحہ بھی ظاہر کر دیا جائے گا کہ مراجعت میں آسانی ہو۔

(۱) امام اجل ابوزکریا نووی جن کی ولادت باسعادت ۶۳۱ھ اور وفات شریف ۶۷۶ھ میں ہوئی شرح صحیح مسلم شریف میں زیر حدیث عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ: انی احب ان تاتینی وتصلی فی منزلی فاتخذہ مصلی (میری تمنا ہے کہ آپ میرے گھر تشریف لا کر کسی جگہ نماز پڑھ لیں تاکہ میں اس جگہ کو نماز پڑھنے کے لئے متعین کر لوں۔ت) فرماتے ہیں:

فی ھذا الحدیث انواع من العلم و فیہ التبرک باٰثار الصالحین و فیہ زیارۃ العلماء والصلحاء والکبار و اتباعھم و تبریکھم ایاھم۔[1]

اس حدیث میں کئی قسم کے علوم ومعارف ہیں اور اس میں بزرگان دین کے آثار سے تبرک اور علماء، صلحاء اور بزرگوں اور ان کے متبعین کی زیارت اور ان سے برکات کا حصول ثابت ہے۔(ت)

(۲) نیز اسی حدیث کے نیچے لکھتے ہیں:

فی حدیث عتبان فی ھذا فوائد کثیرۃ منھا التبرک بالصالحین واٰثارھم والصلوٰۃ فی المواضع التی صلوا بھا وطلب التبریک منھم۔[2]

حضرت عتبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث میں بہت فوائد ہیں ان میں سے صالحین اور ان کے آثار سے تبرک اور ان کی جائے نماز پر نماز اور ان سے تبرکات حاصل کرنا ثابت ہے۔(ت)

---

[1] المنہاج لشرح صحیح مسلم بن الحجاج کتاب الایمان باب الدلیل علی ان من مات الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۳

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 کتاب المساجد باب الرخصۃ فی التخلف عن الجماعۃ لعذر 〃 〃 ۱/۲۳۳

Marfat.com

(۳) اُسی میں زیرِ حدیث ابوجحیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فخرج بلال بوضوئہ فمن نائل و ناضح (حضرت بلال رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے وضو کا بچا ہوا پانی لے کر باہر نکلے لوگوں نے اس پانی کو مَل لیا، کسی کو پانی مِل گیا اور کسی نے اس پانی کو چھڑک لیا۔ ت) فرمایا:

فیہ التبرك باثار الصالحین واستعمال فضل طھورھم وطعامھم وشرابھم ولباسھم[1]

اس حدیث سے بزرگانِ دین کے آثار سے تبرک حاصل کرنا ثابت ہوتا ہے اور اسکے وضو سے بچے ہوئے پانی، طعام، مشروب اور لباس کے استعمال سے برکت حاصل ہونا ثابت ہے (ت)

(۴) اسی میں زیرِ حدیث انس رضی اللہ تعالٰی مایؤتی باناء الاغمس یدہ فیہ (مدینہ کے خدام پانی سے بھرے ہوئے اپنے اپنے برتن لے کر آتے حضور ہر برتن میں اپنا ہاتھ ڈبو دیتے۔ ت) فرمایا:

فیہ التبرك باثار الصالحین[2]

اس میں صالحین کے آثار سے تبرک ثابت ہے (ت)

(۵) اسی میں زیرِ حدیث ابوایوب رضی اللہ تعالٰے عنہ اکل منہ و بعث بفضلۃ الیّ (طعام سے کھایا اور بقیہ میری طرف بھیج دیا۔ ت) فرمایا:

قال العلماء فی ھذہ انہ یستحب للاٰکل والشارب ان یفضل مما یاکل ویشرب فضلۃ لیواسی بھا من بعدہ لاسیما ان کان ممن یتبرك بفضلتہ[3]

علماء کرام نے فرمایا اس میں فائدہ ہے کہ کھانے اور پینے والے کو مستحب ہے کہ اپنے کھانے پینے سے کچھ بچا رکھے تاکہ دوسرے حصہ پائیں خصوصًا ایسے لوگ جن کے بچے ہوئے سے تبرک حاصل کیا جاتا ہو۔ (ت)

(۶) اسی میں زیرِ حدیث سأل عن موضع اصابعہ فیتتبع موضع اصابعہ (آپ کی انگشت مبارک کے مقام سے متعلق پوچھتے تو آپ کی انگشت مبارک کی جگہ تلاش کرتے۔ ت) فرمایا:

فیہ التبرك باثار الخیر فی الطعام وغیرہ[4]

اس میں آثارِ صالحین سے تبرک طعام وغیرہ میں ثابت ہے۔ (ت)

---

[1] المنہاج لشرح صحیح مسلم بن الحجاج کتاب الصلٰوۃ باب سترۃ المصلّی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹۶

[2] " " " کتاب الفضائل باب قربہ صلی اللہ علیہ وسلم من الناس " " ۲/۲۵۶

[3] " " " کتاب الاشربہ باب اباحۃ اکل الثوم الخ " " ۲/۱۸۳

[4] " " " " " " " " " "

Marfat.com

(۷) امام احمد بن محمد قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں زیر حدیث ابو جحیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فجعل الناس یتمسحون بوضوئہ فرماتے ہیں:

استنبط منہ التبرک بما یلامس اجساد الصالحین[1]

اس میں صالحین کے اجسام سے مس کرنیوالی چیز سے تبرک کا ثبوت ہے (ت)

(۸) اسی میں زیر حدیث انی واللہ ما سألتہ لالبسہا انما سألتہ لتکون کفنی فرمایا:

فیہ التبرک بآثار الصالحین قال اصحابنا لاینبغی ان یعد لنفسہ کفنا الا ان یکون من اثر ذی صلاح فحسن اعدادہ کما ھنا انتھی ملخصا۔[2]

اس میں آثارِ صالحین سے تبرک کا ثبوت ہے۔ ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ کسی صالح کے اثر والا کفن اپنے لئے تیار کرنا بہتر کفن ہے جیسے یہاں حدیث میں ہے انتہی ملخصا (ت)

(۹) مولانا علی قاری مکی متوفی ۱۰۱۴ھ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث سنن نسائی کے نیچے کہ طلق بن علی رضی اللہ عنہ بقیہ آب وضوئے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضور سے مانگ کر اپنے ملک کو لے گئے یہ فائدہ لکھ کر کہا:

فیہ التبرک بفضلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ونقلہ الی البلاد نظیر ماء زمزم۔

اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے استعمال سے بچی ہوئی چیز سے تبرک حاصل کرنا اور اسے دوسرے شہروں میں لے جانا آب زمزم کی نظیر ہے (ت)

فرمایا:

ویوخذ من ذلک ان فضلۃ وارثیہ من العلماء والصلحاء کذلک[3]

اور اس سے اخذ ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وارثین علماء وصلحاء کا بچا ہوا بھی اسی طرح متبرک ہے (ت)

(۱۰) مولانا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ نے اشعۃ اللمعات میں فرمایا:

دریں حدیث استحباب تبرک است بہ بقیہ آب وضوے وپس ماندہ آنحضرت ونقل آں بہ بلاد و

اس حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وضو سے بچا ہوا پانی اور دیگر پسماندہ اشیاء کا متبرک ہونا

---

[1] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری ابواب سترۃ المصلی باب السترۃ بمکۃ دار الکتاب العربی بیروت ۱/۴۶۴
[2] ″ ″ ″ ابواب الجنائز باب من استعد الکفن فی زمن النبی ″ ۲/۳۹۹
[3] مرقاۃ المفاتیح باب المساجد مواضع الصلوٰۃ الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/۴۲۰

Marfat.com

مواضع بعیدہ مانند آب زمزم و آنحضرت چوں در مدینہ مے بود آب زمزم را از حاکم مکہ مے طلبید و تبرک مے ساخت وفضلہ وارثان او کہ علماء وصلحاء اند و تبرک بآثار و انوار ایشاں ہم بریں قیاس ست[1]

اور ان کو دوسرے بعید شہروں میں منتقل کرنے کی نظیر آب زمزم شریف ہے، جب آپ مدینہ منورہ میں تھے تو آپ حاکم مکہ سے آب زمزم طلب فرماتے اور متبرک بناتے اور آپ کے وارث علماء و صلحاء کی بچی ہوئی چیز اور ان کے آثار و انوار کا اسی پر قیاس ہے۔ (ت)

(۱۱) امام علامہ احمد بن محمد مصری مالکی معاصر شیخ محقق دہلوی نے کتاب مستطاب فتح المتعال فی مدح خیر النعال میں امام اجل خاتمۃ المجتہدین ابوالحسن علی بن عبدالکافی سبکی شافعی متوفی ۷۵۶ھ کا ایک کلام نفیس تبرک بہ آثار امام شیخ الاسلام ابوزکریا نووی قدست اسرارہم میں نقل فرمایا:

وھذا لفظہ حکی جماعۃ من الشافعیۃ ان الشیخ العلامۃ تقی الدین اباالحسن علیا السبکی الشافعی لما تولی تدریس دار الحدیث بالاشرفیۃ بالشام بعد وفاۃ الامام النواوی احد من یفتخر بہ المسلمون خصوصًا الشافعیۃ أنشد لنفسہ۔

اس بات کو شوافع کی ایک جماعت نے حکایت کیا ہے کہ علامہ شیخ تقی الدین ابوالحسن علی سبکی شافعی جب شام میں امام نووی کی وفات کے بعد مدرسہ اشرفیہ کے شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے تو انھوں نے اپنے متعلق یہ پڑھا:

وفی دار الحدیث لطیف معنی
الی بسط لھا اصبو و اٰوی
لعلی ان امس بحر وجھی
مکانا مسہ قدم النواوی
واذا کان ھذا فی اٰثار من ذکر
فما بالک بأثار من شرف

دار الحدیث میں ایک لطیف معنٰی سے لبسط کی طرف اشارہ ہے جس کی طرف میں مائل اور راجع ہوں یہ کہ ہوسکتا ہے کہ محبت کی شدت میں اس جگہ کو اپنے چہرے سے مس کروں جس کو امام نووی کے قدموں نے مس کیا ہے۔ جب یہ مذکور حضرات کے آثار کا معاملہ ہے تو اس ذات کے آثار کے متعلق تیرا حال کیا ہوگا جس ذات سے سب نے

---

[1] اشعۃ اللمعات باب المساجد ومواضع الصلٰوۃ الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۳۱

Marfat.com

الجمیع بہ[1]
شرف پایا۔ (ت)

(۱۲) شاہ ولی اللہ دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ فیوض الحرمین صفحہ ۲۰ میں لکھتے ہیں:

من ارادان یحصل لہ ما للملاء السافل من الملئکۃ فلا سبیل الٰی ذٰلک الا الاعتصام بالطھارۃ والحلول بالمساجد القدیمۃ التی صلی فیھا جماعات من الاولیاء[2] الخ۔

جو شخص ملاء سافل کے فرشتوں کا مقام چاہتا ہے اس کی صرف یہی صورت ہے کہ وہ طہارت اور قدیم مساجد جہاں اولیائے کرام نے نماز پڑھی ہو، میں داخل ہونے کا التزام کرے الخ۔ (ت)

(۱۳) اسی میں ہے ص ۴۹:

ان الانسان اذا صار محبوبا فکان منظور الحق وللملاء الاعلٰی وماجیملا فکل مکان حل فیہ انعقدت وتعلقت بہ ھمم الملاء الاعلٰی وانساق الیہ افواج الملئکۃ وامواج النور لاسیما اذا کانت ھمتہ تعلقت بذلک المکان والعارف الکامل معرفۃ وحالا لہ ھمۃ یحل فیھا نظر الحق یتعلق باھلہ ومالہ وبیتہ ونسلہ ونسبہ وقرابتہ واصحابہ لیشمل المال والجاہ وغیرھا ویصلحھا فمن ذٰلک تمیزت ماثر الکمل من ماثر غیرھم[3]۔

تحقیق جب انسان محبوب بن جاتا ہے تو وہ حق تعالٰی کا منظور اور ملاء اعلٰی کا خوب صورت دولہا بن جاتا ہے تو وہ جس مکان میں ہوتا ہے وہاں ملاء اعلٰی کی ہمتیں مرکوز ہوجاتی ہیں اور فرشتوں کی فوج اور نور کی امواج اس جگہ وارد ہوتی ہیں خصوصًا وہ مکان جہاں اس کی ہمت مرکوز ہوتی ہے اور معرفت میں کامل عارف کی ہمت میں حق تعالٰی کی نظر رحمت مرکوز ہوتی ہے جس کا عارف کے اہل، مال، گھر، نسل ونسب، قرابت اور اس کے اصحاب سے یوں تعلق ہوتا ہے کہ اس سے متعلق ہر چیز کو وہ تعلق شامل ہوجاتا ہے اسی بنا پر لوگوں کے آثار کامل اور غیر کامل حضرات کے آثار سے ممتاز ہوتے ہیں۔ (ت)

---

[1] فتح المتعال فی مدح خیر النعال
[2] فیوض الحرمین (مترجم اردو) مشہد ۵ محمد سعید اینڈ سنز کراچی ص ۶۲
[3] 〃 〃 〃 ۲۰ 〃 〃 〃 ص ۱۳۴-۱۳۶

Marfat.com

(۱۴) اسی میں ہے ص ۵۷:

ان تام المعرفة لروحه تحديق و عناية بكل شئ من طريقته ومذهبه وسلسلته ونسبه وقرابته وكل مايليه وينسب اليه وعنايته هذه يختلط بها عناية الحق۔[1]

بیشک تام معرفت والے کی روح کو اپنے متعلق ہر چیز طریقہ، مذہب، سلسلہ، نسب و قرابت بلکہ اس کی طرف ہر منسوب پر نظر و اہتمام ہوتا ہے جس کی وجہ سے حق تعالٰے کی عنایت اس کو شامل ہو جاتی ہے (ت)

(۱۵) یہی شاہ صاحب ہمعات میں لکھتے ہیں:

ازینجاست حفظ اعراس مشایخ و مواظبت زیارت قبور ایشاں والتزام فاتحہ خواندن و صدقہ دادن برائے ایشاں و اعتنائے تمام کردن بتعظیم آثار و اولاد و منتسبان ایشاں۔[2]

اسی وجہ سے مشائخ کے عرس، ان کی قبروں کی زیارت، ان کے لئے فاتحہ خوانی اور صدقات کا اہتمام والتزام ضروری ہو جاتا ہے اور ان کے آثار و اولاد اور جو چیز ان کی طرف منسوب ہو ان کی تعظیم کا مکمل اہتمام لازم قرار پاتا ہے (ت)

(۱۶) انھیں شاہ صاحب کی انفاس العارفین میں ہے:

درحرمین شخصے از بزرگان خود کلاہ حضرت غوث الثقلین تبرک یافتہ بود شبے درواقعہ حضرت غوث الاعظم را دید کہ می فرمایند ایں کلاہ بہ ابوالقاسم اکبرآبادی برساں آں شخص برائے امتحان یک جبّہ قیمتی ہمراہ آں کلاہ کردہ گرفت کہ ایں ہر دو تبرک حضرت غوث الاعظم ہستند حکم شد کہ بشما رسانم حضرت شاں بسیار خوش شد گرفتند آں شخص گفت کہ برائے شکر حصول ایں تبرک اہل شہر را

حرمین شریفین میں ایک ایسا شخص مقیم تھا جسے حضرت غوث الاعظم کی کلاہِ مبارک تبرکاً سلسلہ وار اپنے آباء و اجداد سے ملی ہوئی تھی جس کی برکت سے وہ شخص حرمین شریفین کے نواح میں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور شہرت کی بلندیوں پر فائز تھا ایک رات حضرت غوث الاعظم کو (کشف میں) اپنے سامنے موجود پایا جو فرمارہے تھے کہ یہ کلاہ ابوالقاسم اکبرآبادی تک پہنچا دو۔ حضرت غوثِ اعظم کا

---

[1] فیوض الحرمین (مترجم اردو) مشہد ۲۶ محمد سعید اینڈ سنز کراچی ص ۱۶۱ و ۱۶۲

[2] ہمعات ہمعہ ۱۱ اکادیمیۃ الشاہ ولی اللہ الدہلوی حیدرآباد ص ۵۸

Marfat.com

دعوت کنید فرمودند وقت صبح بیائید مردمان بسیار
بوقت صبح آمدند و طعامہائے خوب خوردند و فاتحہ
خواندند بعد آں پرسیدند کہ شما مرد فقیر ہستید
این قدر طعام از کجا آمد فرمودند کہ جبہ را فروختم و تبرکات
نگاہ داشتم ہمہ گفتند کہ للہ الحمد کہ تبرک بمستحق
رسید۔[1]

یہ فرمان سن کر اس شخص کے دل میں آیا کہ اس بزرگ
کی تخصیص لازماً کوئی سبب رکھتی ہے۔ چنانچہ
امتحان کی نیت سے کلاہ مبارک کے ساتھ ایک
قیمتی جبہ بھی شامل کرلیں اور پوچھ گچھ کرتے حضرت خلیفہ
کی خدمت میں جا پہنچے اور ان سے کہا کہ یہ دونوں
تبرک حضرت غوث اعظم کے ہیں اور انھوں نے مجھے
خواب میں حکم دیا ہے کہ یہ تبرکات ابوالقاسم اکبرآبادی کو دے دو۔ یہ کہہ کر تبرکات ان کے سامنے رکھ دیئے
خلیفہ ابوالقاسم نے تبرکات قبول فرما کر انتہائی مسرت کا اظہار کیا۔ اس شخص نے کہا یہ تبرک ایک بہت بڑے
بزرگ کی طرف سے عطا ہوئے ہیں۔ لہذا اس شکریے میں ایک بڑی دعوت کا انتظام کرکے رؤسائے شہر
کو مدعو کیجئے۔ حضرت خلیفہ نے فرمایا کل تشریف لانا ہم کافی سارا طعام تیار کرائیں گے آپ جس جس کو چاہیں
بلا لیجئے۔ دوسرے روز علی الصباح وہ درویش رؤسائے شہر کے ساتھ آیا دعوت تناول کی اور فاتحہ پڑھی
فراغت کے بعد لوگوں نے پوچھا کہ آپ تو متوکل ہیں ظاہری سامان کچھ بھی نہیں رکھتے اس قدر طعام
کہاں سے مہیا فرمایا ہے؟ فرمایا کہ اس قیمتی جبے کو بیچ کر ضروری اشیاء خریدی ہیں۔ یہ سن کر وہ شخص چیخ
اٹھا کہ میں نے اس فقیر کو اہل اللہ سمجھا تھا مگر یہ تو مکار ثابت ہوا؟ ایسے تبرکات کی قدر اس نے نہ پہچانی۔
آپ نے فرمایا چپ رہو جو چیز تبرک تھی وہ میں نے محفوظ کر لی ہے اور جو سامان امتحان تھا ہم نے اسے
بیچ کر دعوت شکرانہ کا انتظام کر ڈالا۔ یہ سن کر وہ شخص متنبہ ہو گیا اور اس نے تمام اہل مجلس پر ساری
حقیقت حال کھول دی جس پر سب نے کہا کہ الحمدللہ تبرک اپنے مستحق تک پہنچ گیا۔ (ت)

اس طرح صدہا حکایات ہیں جن کے حصر واستقصا میں محل طمع نہیں، یہ سب ایک طرف
فقیر غفراللہ تعالیٰ لہ حدیث صحیح سے ثابت کرے کہ خود حضور پرنور سید یوم النشور افضل صلوات اللہ
تعالیٰ واجل تسلیماتہ علیہ وعلیٰ آلہ وذریاتہ آثار صالحین سے تبرک فرماتے وللہ الحجۃ البالغۃ
طبرانی معجم اوسط اور ابونعیم حلیہ میں حضرت سیدنا وابن سیدنا عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ
تعالیٰ عنہما سے راوی،

قال کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم   یعنی حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

[1] انفاس العارفین (مترجم اردو) [illegible] اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور [illegible]

Marfat.com

يبعث الى المطاهر فيوتى بالماء فيشربه يرجو به بركة ايدى المسلمين[1]

مسلمانوں کی طہارت گاہوں مثل حوض وغیرہ سے جہاں اہلِ اسلام وضو کیا کرتے پانی منگا کر نوش فرماتے اور اس سے مسلمانوں کے ہاتھوں کی برکت لینا چاہتے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وبارک وکرم۔

علامہ عبدالرؤف مناوی تیسیر ج ۲ ص ۲۶۹، پھر علامہ علی بن احمد عزیزی سراج المنیر ج ۳ ص ۱۴۷ شروح جامع صغیر میں اس حدیث کی نسبت فرماتے ہیں: باسناد صحیح[2] (صحیح اسناد کے ساتھ ہے۔ ت)

علامہ محمد حفنی اپنی تعلیقات علی الجامع میں فرماتے ہیں:

يرجو به بركة الخ لانهم محبوبون لله تعالٰى بدليل ان الله يحب التوابين ويحب المتطهرين[3]

یعنی حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقیۂ آبِ وضوئے مسلمین میں اس وجہ سے امیدِ برکت رکھتے کہ وہ محبوبانِ خدا ہیں، قرآن عظیم میں فرمایا بیشک اللہ دوست رکھتا ہے توبہ کرنے والوں کو اور دوست رکھتا ہے طہارت والوں کو۔

اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اعلیٰ واجل واکبر یہ حضور پُرنور سید المبارکین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں جن کی خاکِ نعلین پاک تمام جہانوں کے لئے تبرکِ دل وجان وسرمۂ چشم دین وایمان ہے وہ اس پانی کو جس میں مسلمانوں کے ہاتھ دُھلے تبرک ٹھہرائیں اور اُسے منگا کر بغرضِ حصولِ برکت نوش فرمائیں حالانکہ واللہ مسلمانوں کے دست وزبان ودل وجان میں جو برکتیں ہیں سب اُنھیں نے عطا فرمائیں اُنھیں کی نعلین پاک کے صدقے میں ہاتھ آئیں، یہ سب تعلیمِ اُمت وتنبیہ مشغولانِ خوابِ غفلت کے لئے تھا کہ یُوں نہ سمجھیں تو اپنے مولیٰ وآقا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا فعل سُن کر بیدار اور برکت آثار اولیاء وعلما کے طلبگار ہوں، پھر کیسا جاہل ومحروم ونافہم ملوم کہ محبوبانِ خدا کے آثار کو تبرک نہ جانے اور اس سے حصولِ برکت نہ مانے

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۷۰۹۸ مکتبۃ المعارف ریاض ۱/ ۴۴۳

[2] التیسیر لشرح الجامع الصغیر تحت حدیث مذکور مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۲۶۹
السراج المنیر شرح الجامع الصغیر " " المطبعۃ الازہریۃ المصریۃ مصر ۳/ ۱۵۱

[3] تعلیقات للحفنی علی ہامش السراج المنیر " " " " ۳/ ۱۵۱

Marfat.com

ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالیٰ علی سید المرسلین محمد و آلہ و صحبہ واولیائہ وعلمائہ وامتہ وحزبہ اجمعین آمین ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فصل سوم

مسئلہ ۱۲۹ غرہ ربیع الاول شریف ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تبرک آثار شریفہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیسا اور اس کے لئے ثبوت یقینی درکار ہے یا صرف شہرت کافی ہے اور نعلین شریفین کی تمثال کو بوسہ دینا کیسا ہے اور اس سے توسل جائز ہے یا نہیں؟ اور بعض لوگ یوں کرتے ہیں کہ تمثال نعل شریف کے اوپر بعد بسم اللہ کے لکھتے ہیں،

اللھم ارنی برکۃ صاحب ھذین النعلین الشریفین۔ یا اللہ! مجھے ان نعلین پاک کی برکت سے نواز۔ (ت)

اور اس کے نیچے دعائے حاجت لکھتے ہیں، یہ کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

فی الواقع آثار شریفہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تبرک سلفاً وخلفاً زمانہ اقدس حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آج تک بلانکیر رائج ومعمول اور باجماع مسلمین مندوب ومحبوب، بکثرت احادیث صحیحہ وصحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہما صحاح وسنن وکتب حدیث اس پر ناطق جن میں بعض کی تفصیل فقیر نے کتاب البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقۃ میں ذکر کی اور ایسی جگہ ثبوت یقینی یا سند محدثانہ کی اصلاً حاجت نہیں اس کی تحقیق وتنقیح کے پیچھے پڑنا اور بغیر اس کے تعظیم وتبرک سے باز رہنا سخت محرومی کم نصیبی ہے ائمہ دین نے صرف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام سے اس شے کا معروف ہونا کافی سمجھا ہے۔ امام قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں:

من اعظامہ واکبارہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعظام جمیع اسبابہ واکرام مشاھدہ وامکنتہ من مکۃ والمدینۃ ومعاھدہ ومالمسہ علیہ الصلوۃ والسلام او عرف بہ[1]

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے تمام متعلقات کی تعظیم اور آپ کے نشانات اور مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ کے مقامات اور آپ کے محسوسات اور آپ کی طرف منسوب ہونے کی شہرت والی اشیاء کا احترام یہ سب حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی تعظیم وتکریم ہے۔ (ت)

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ فصل ومن اعظامہ واکبارہ عبدالتواب اکیڈمی بوہڑ گیٹ ملتان

Marfat.com

اسی طرح طبقۃً فطبقۃً شرقاً غرباً عجماً عرباً علمائے دین وائمہ معتمدین نعل مطہر حضور سید البشر علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل السلام کے نقشے کاغذوں پر بناتے کتابوں میں تحریر فرماتے آئے اور انھیں بوسہ دینے آنکھوں سے لگانے سر پر رکھنے کا حکم فرماتے رہے اور دفعِ امراض وحصولِ اغراض میں اُس سے توسل فرمایا کئے اور بفضلِ الٰہی عظیم وجلیل برکات وآثار اُس سے پایا کئے۔ علامہ ابوالیمن ابن عساکر وشیخ ابواسحٰق ابراہیم بن محمد بن خلف سلمی وغیرہما علماء نے اس باب میں مستقل کتابیں تصنیف کیں اور علامہ احمد مقری کی فتح المتعال فی مدح خیر النعال اس مسئلہ میں اجمع وانفع تصانیف سے ہے، محدث علامہ ابوالربیع سلیمٰن بن سالم کلاعی وقاضی شمس الدین ضیف اللہ رشیدی وشیخ فتح اللہ بیلونی حلبی معاصر علامہ مقری وسید محمد موسیٰ حسینی مالکی معاصر علامہ ممدوح وشیخ محمد بن فرج سبتی وشیخ محمد بن رشید فہری سبتی وعلامہ احمد بن محمد تلمسانی موصوف وعلامہ ابوالیمن ابن عساکر وعلامہ ابوالحکم مالک بن عبدالرحمٰن بن علی مغربی وامام ابوبکر احمد ابن امام ابو محمد عبداللہ بن حسین انصاری قرطبی وغیرہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے نقشۂ نعل مقدس کی مدح میں قصائد عالیہ تصنیف فرمائے ان سب میں اُسے بوسہ دینے سر پر رکھنے کا حکم واستحسان مذکور اور یہی مواہب لدنیہ امام احمد قسطلانی وشرح مواہب علامہ زرقانی وغیرہما کتب جلیلہ میں مسطور وقد لخصنا اکثر ذٰلک فی کتابنا المزبور (اور ہم نے اکثر کا خلاصہ اپنی مذکور کتاب میں ذکر کیا ہے۔ ت)

علماء فرماتے ہیں جس کے پاس یہ نقشۂ متبرکہ ہو ظلم ظالمین وشر شیطان وچشم زخم حاسدین سے محفوظ رہے عورت دردِ زہ کے وقت اپنے داہنے ہاتھ میں لے آسانی ہو، جو ہمیشہ پاس رکھے نگاہِ خلق میں معزز ہو زیارتِ روضۂ مقدس نصیب ہو یا خواب میں زیارتِ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہو، جس لشکر میں ہو نہ بھاگے جس قافلہ میں ہو نہ لٹے، جس کشتی میں ہو نہ ڈوبے، جس مال میں ہو نہ چرے، جس حاجت میں اس سے توسّل کیا جائے پوری ہو، جس مراد کی نیت سے پاس رکھیں حاصل ہو، موضع درد ومرض پر اسے رکھ کر شفائیں ملی ہیں، مہلک مصیبتوں میں اُس سے توسّل کرکے نجات وفلاح کی راہیں کھلی ہیں، اس باب میں حکایاتِ صلحاء وروایاتِ علماء بکثرت ہیں کہ امام تلمسانی وغیرہ نے فتح المتعال وغیرہ میں ذکر فرمائیں اور بسم اللہ شریف اس پر لکھنے میں کچھ حرج نہیں، اگر یہ خیال کیجئے کہ نعلِ مقدس قطعاً تاجِ فرقِ اہلِ ایمان ہے مگر اللہ عزّ وجل کا نام وکلام ہر شئے سے اجل واعظم وارفع واعلیٰ ہے، یوہیں تمثال میں بھی احتراز چاہئے تو یہ قیاس مع الفارق ہے۔ اگر حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرض کی جاتی کہ نامِ الٰہی یا بسم اللہ شریف حضور کی نعلِ اقدس مقدس پر لکھی جائے تو پسند نہ فرماتے مگر اسی قدر ضروری ہے کہ نعل بحالتِ استعمال وتمثال محفوظ عن الابتذال میں تفاوت بدیہی ہے اور اعمال کا

Marfat.com

مدار نیت پر ہے، امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جانوران صدقہ کی رانوں پر حبیس فی سبیل اللہ (اللہ کی راہ میں وقف ہے۔ت) داغ فرمایا تھا حالانکہ ان کی رانیں بہت محل بے احتیاطی ہیں، بلکہ سنن دارمی شریف میں ہے:

اخبرنا مالك بن اسمعیل ثنا مندل بن علی العنزی حدثنی جعفر بن ابی المغیرۃ عن سعید بن جبیر قال کنت اجلس الی ابن عباس فاکتب فی الصحیفۃ حتی تمتلیٔ ثم اقلب نعلی فاکتب فی ظہورھا واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مالک بن اسمٰعیل نے خبر دی کہ مندل بن علی العنزی نے بیان کیا کہ مجھے جعفر بن ابی مغیرہ نے سعید بن جبیر کے حوالے سے فرمایا کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس بیٹھا ایک کاغذ پر لکھ رہا تھا کہ وہ کاغذ پُر ہوگیا پھر میں نے اپنا جوتا الٹا کرکے لکھا۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

فصل چہارم

مسئلہ مسئولہ حضرت سید حبیب اللہ ذہبی دمشقی طرابلسی جیلانی وارد حال بریلی ۸ ربیع الآخر ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ جو لوگ تبرکات شریف بلاسند لاتے ہیں اُن کی زیارت کرنا چاہئے یا نہیں؟ اور اکثر لوگ کہتے ہیں کہ آج کل مصنوعی تبرکات زیادہ تر پھرتے ہیں یہ اُن کا کہنا کیسا ہے؟ اور جو زائر کچھ نذر کرے اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو شخص خود مانگے اُس کا مانگنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آثار وتبرکات شریفہ کی تعظیم دین مسلمان کا فرض عظیم ہے، تابوت سکینہ جس کا ذکر قرآن عظیم میں ہے جس کی برکت سے بنی اسرائیل ہمیشہ کافروں پر فتح پاتے اس میں کیا تھا بقیۃ مما ترك اٰل موسٰی واٰل ھٰرون[2] موسٰی وہارون علیہما الصلوٰۃ والسلام کے چھوڑے ہوئے تبرکات سے کچھ بقیہ تھا۔ موسٰی علیہ السلام کا عصا اور ان کی نعلین مبارک اور ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمامہ وغیرہا۔ ولہذا ائمہ دین نے تصریح فرمائی کہ جس چیز کو کسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے

---

[1] سنن الدارمی باب من رخص فی کتابۃ العلم حدیث ۵۰۵ دارالمحاسن قاہرہ
[2] رد المحتار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ داراحیاء التراث العربی بیروت

Marfat.com

کوئی علاقہ بدن اقدس سے چھُونے کا ہوتا صحابہ و تابعین و ائمۂ دین ہمیشہ اس کی تعظیم و حُرمت اور اس سے طلب برکت فرماتے آئے اور دینِ حق کے معظم اماموں نے تصریح فرمائی کہ اس کے لئے کسی سند کی بھی حاجت نہیں بلکہ وہ چیز حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے نام پاک سے مشہور ہو اس کی تعظیم شعائرِ دین سے ہے۔ شفا شریف و مواہبِ لدنیہ و مدارج شریف وغیرہا میں ہے:

من اعظامه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم اعظام جمیع اسبابه وما لمسه او عرف به صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم[1]

یعنی رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم میں سے ہے اُن تمام اشیاء کی تعظیم جس کو نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے کچھ علاقہ ہو اور جسے نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم نے چھُوا ہو یا جو حضور کے نامِ پاک سے مشہور ہو۔

یہاں تک کہ برابر ائمۂ دین وعلمائے معتمدین نعلِ اقدس کی شبیہ ومثال کی تعظیم فرماتے رہے اور اس سے صدہا عجیب مددیں پائیں اور اُس کے باب میں مستقل کتابیں تصنیف فرمائیں، جب نقشے کی یہ برکت و عظمت ہے تو خود نعلِ اقدس کی عظمت و برکت کو خیال کیجئے پھر ردائے اقدس جبۂ مقدسہ وعمامہ مکرمہ پر نظر کیجئے پھر ان تمام آثار و تبرکاتِ شریفہ سے ہزاروں درجے اعظم واعلیٰ واکرم واولیٰ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ناخنِ پاک کا تراشہ ہے کہ یہ سب ملبوسات تھے اور وہ جزءِ بدن والا ہے اور اس سے اجل و اعظم وارفع واکرم حضور پُرنور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی رِیش مبارک کا مُوئے مطہر ہے، مسلمان کا
۱ ایمان گواہ ہے کہ ہفت آسمان و زمین ہرگز اُس ایک مُوئے مبارک کی عظمت کو نہیں پہنچتے اور ابھی تصریحاتِ ائمہ سے معلوم ہولیا کہ تعظیم کے لئے نہ یقین درکار ہے نہ کوئی خاص سند بلکہ صرف نام پاک سے اُس شئے کا اشتہار کافی ہے ایسی جگہ بے ادراک سند تعظیم سے باز نہ رہے گا مگر بیمار دل پُر آزار دل جس میں عظمت شان محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بروجہ کافی نہ ایمان کامل، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان یك كاذباً فعلیه كذبه وان یك صادقا یصبكم بعض الذی یعدكم[2]

اگر یہ جھُوٹا ہے تو اُس کے جھُوٹ کا وبال اُس پر، اور اگر سچّا ہے تو تمھیں پہنچ جائیں گے بعض وُہ عذاب جن کا وہ تمھیں وعدہ دیتا ہے۔

اور خصوصاً جہاں سند بھی موجود ہو پھر تو تعظیم واعزاز وتکریم سے باز نہیں رہ سکتا مگر کوئی کھُلا کافر یا چھُپا

---

[1] کتاب الشفاء للقاضی فصل ومن اعظامہ الخ المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۲/ ۴۸-۴۷
[2] القرآن الکریم ۴۰/ ۲۸

منافق، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

اور یہ کہنا کہ آج کل اکثر لوگ مصنوعی تبرکات لئے پھرتے ہیں مگر وہیں مجمل بلاتعیین شخص ہو یعنی کسی شخص معین پر اس کی وجہ سے الزام یا بدگمانی مقصود نہ ہو تو اس میں کچھ گناہ نہیں اور بلاثبوت شرعی کسی خاص شخص کی نسبت حکم لگا دینا کہ یہ انھیں میں سے ہے جو مصنوعی تبرکات لئے پھرتے ہیں ضرورتاً ناجائز وگناہ وحرام ہے کہ اس کا منشا صرف بدگمانی ہے اور بدگمانی سے بڑھ کر کوئی جھوٹی بات نہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث۔[1] بدگمانی سے بچو کہ بدگمانی سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے۔

ائمہ دین فرماتے ہیں:

انما ینشوء الظن الخبیث من القلب الخبیث۔[2] خبیث گمان خبیث ہی دل سے پیدا ہوتا ہے۔

تبرکات شریفہ جس کے پاس ہوں اُن کی زیارت کرنے پر لوگوں سے اس کا کچھ مانگنا سخت شنیع ہے جو تندرست ہو اعضا صحیح رکھتا ہو نوکری خواہ مزدوری اگرچہ ڈلیا ڈھونے کے ذریعہ سے روٹی کما سکتا ہو اسے سوال کرنا حرام ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تحل الصدقۃ لغنی ولا لذی مرۃ سوی۔[3] غنی یا سکت والے تندرست کے لئے صدقہ حلال نہیں۔

علماء فرماتے ہیں:

ماجمع السائل بالتکدی فھو الخبیث۔[4] سائل جو کچھ مانگ کر جمع کرتا ہے وہ خبیث ہے۔

اس پر ایک تو شناعت یہ ہوئی، دوسری شناعت تر یہ ہے کہ دین کے نام سے دنیا

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الوصایا ۱/۳۸۴ و کتاب الفرائض ۲/۹۹۵ ۔ صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ ۲/۳۱۶ جامع الترمذی ابواب البر ۲/۲۰ ۔ موطا امام مالک باب ماجاء فی المہاجرۃ ص ۷۰۲

[2] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ۲۹۰۱ ایاکم والظن الخ دار المعرفۃ بیروت [illegible]

[3] مسند امام احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالےٰ عنہما المکتب الاسلامی بیروت [illegible]

[4] رد المحتار کتاب الکراہیۃ ۵/۲۴۳ و فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ [illegible]

Marfat.com

کہا تا ہے اور یشترون بایٰتی ثمناً قلیلاً[1] (میری آیات کے ذریعہ قلیل رقم حاصل کرتے ہیں۔ت) کے قبیل میں داخل ہوتا ہے۔ تبرکاتِ شریفہ بھی اللہ عزوجل کی نشانیوں سے عمدہ نشانیاں ہیں ان کے ذریعہ سے دنیا کی ذلیل قلیل پونجی حاصل کرنے والا دُنیا کے بدلے دین بیچنے والا ہے، شناعت سخت تریہ ہے کہ اپنے اس مقصد فاسد کے لئے تبرکاتِ شریفہ کو شہر بشہر دربدر لئے پھرتے ہیں اور کس وناکس کے پاس لے جاتے ہیں، یہ آثارِ شریفہ کی سخت توہین ہے، خلیفہ ہارون رشید رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے عالم دار الہجرۃ سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے درخواست کی تھی کہ اُن کے یہاں جاکر خلیفہ زادوں کو پڑھا دیا کریں، فرمایا: میں علم کو ذلیل نہ کروں گا انھیں پڑھنا ہے تو خود حاضر ہوا کریں۔ عرض کی: وہی حاضر ہونگے مگر اور طلباء پر ان کو تقدم دی جائے۔ فرمایا: یہ بھی نہ ہوگا سب یکساں رکھے جائیں گے۔ آخر خلیفہ کو یہی منظور کرنا پڑا ــــ یونہی امام شریک نخعی سے خلیفۂ وقت نے چاہا تھا کہ اُن کے گھر جاکر شہزادوں کو پڑھا دیا کریں۔ انکار کیا۔ کہا: آپ امیر المومنین کا حکم ماننا نہیں چاہتے۔ فرمایا: یہ نہیں بلکہ علم کو ذلیل نہیں کرنا چاہتا۔

رہا یہ کہ بے اس کے مانگے زائرین کچھ اسے دیں اور یہ لے، اس میں تفصیل ہے، شرع مطہر کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ المعہود عرفا کالمشروط لفظاً (عرفاً مقررہ چیز لفظاً مشروط کی طرح ہے۔ت)۔ یہ لوگ تبرکات شریفہ شہر بشہر لئے پھرتے ہیں ان کی نیت وعادت قطعاً معلوم کہ اس کے عوض تحصیلِ زر وجمع مال چاہتے ہیں یہ قصد نہ ہو تو کیوں دُور دراز سفر کی مشقت اٹھائیں، ریلوں کے کرائے دیں، اگر کوئی ان میں زبانی کہے بھی کہ ہماری نیت فقط مسلمانوں کو زیارت سے بہرہ مند کرنا ہے تو اُن کا حال اُن کے قال کی صریح تکذیب کررہا ہے ان میں علی العموم وہ لوگ ہیں جو ضروری ضروری طہارت وصلوٰۃ سے بھی آگاہ نہیں اس فرض قطعی کے حاصل کرنے کو کبھی دس پانچ کوس یا شہر ہی کے کسی عالم کے پاس گھر سے آدھ میل جانا پسند نہ کیا مسلمانوں کو زیارت کرانے کے لئے ہزاروں کوس سفر کرتے ہیں پھر جہاں زیارتیں ہوں اور لوگ کچھ نہ دیں وہاں ان صاحبوں کے غصے دیکھئے پہلا حکم یہ لگایا جاتا ہے کہ تم لوگوں کو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کچھ محبت نہیں گویا ان کے نزدیک محبتِ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور ایمان اسی میں منحصر ہے کہ حرام طور پر کچھ ان کی نذر کردیا جائے، پھر جہاں کہیں سے ملے بھی مگر ان کے خیال سے تھوڑا ہو ان کی سخت شکایتیں اور مذمتیں ان سے سُن لیجئے اگرچہ وہ دینے والے صلحاء وعلماء ہوں اور مالِ حلال سے دیا ہو اور جہاں پیٹ بھر کے مل گیا وہاں کی لمبی چوڑی تعریفیں لے لیجئے اگرچہ وہ دینے والے فساق فجار بلکہ بدمذہب ہوں اور مالِ حرام سے دیا ہو تو قطعاً معلوم ہے کہ وہ زیارت نہیں کراتے بلکہ لینے کے لئے اور زیارت کرنے والے بھی جانتے ہیں کہ ضرور کچھ دینا

---

[1] القرآن الکریم ۲/۴۱ و ۵/۴۴

Marfat.com

پڑنے کا ثواب یہ صرف سوال ہی نہ ہوا بلکہ بحسب عرف زیارت شریفہ پر اجارہ ہوگیا اور وہ چند وجہ حرام ہے ،

اولاً زیارت آثار شریفہ کوئی ایسی چیز نہیں جو زیر اجارہ داخل ہو سکے ۔

كما صرح به في رد المحتار وغيره ان ما يؤخذ من النصارى على زيارة بيت المقدس حرام[1] ، وهذا اذا كان حراما اخذه من كفار دار الحرب كالروس وغيرهم فكيف من المسلمين ان هو الا ضلال مبين۔

جس طرح اس کی تصریح ردالمحتار وغیرہ میں ہے کہ بیت المقدس کی زیارت کے عوض عیسائیوں سے وصولی حرام ہے ، یہ حربی کافروں اور سرداروں وغیرہ سے وصولی حرام ہے تو مسلمانوں سے وصولی کیسے حرام نہ ہوگی یہ نہیں مگر کھلی گمراہی ۔

(ت)

ثانیاً اجرت مقرر نہیں ہوتی کیا دیا جائے گا اور جو اجارے شرعاً جائز ہیں ان میں بھی اجرت مجہول رکھی جانا اسے حرام کردیتا ہے نہ کہ جو سرے سے حرام ہے کہ حرام در حرام ہوا ، اور یہ حکم جس طرح گشتی صاحبوں کو شامل ہے مقامی حضرات بھی اس سے محفوظ نہیں جبکہ اسی نیت سے زیارت کراتے ہوں اور ان کا یہ طریقہ معلوم و معروف ہو ، ہاں اگر بندۂ خدا کے پاس کچھ آثار شریفہ ہوں اور وہ انھیں بہ تعظیم اپنے مکان میں رکھے اور جو مسلمان اس کی درخواست کرے محض لوجہ اللہ اسے زیارت کرادیا کرے کبھی کسی معاوضہ نذرانہ کی تمنا نہ رکھے ، پھر اگر وہ آسودہ حال نہیں اور مسلمان بطور خود قلیل یا کثیر بنظر اعانت اُسے کچھ دے تو اس کے لے لینے میں اس کو کچھ حرج نہیں باقی گشتی صاحبوں کو عموماً اور مقامی صاحبوں میں خاص ان کو جو اس امر پر اخذ نذور کے ساتھ معروف و مشہور ہیں شرعاً جواز کی کوئی صورت نہیں ہوسکتی مگر ایک یہ کہ خدائے تعالٰی ان کو توفیق دے نیت اپنی درست کریں اور اس شرط عرفی کے رد کے لئے صراحۃً اعلان کے ساتھ ہر جلسے میں کہہ دیا کریں کہ مسلمانو ! یہ آثار شریفہ تمہارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا فلاں ولی معزز و مکرم کے ہیں کہ محض خالصاً لوجہ اللہ تمہیں اُن کی زیارت کرائی جاتی ہے ہرگز ہرگز کوئی بدلہ یا معاوضہ مطلوب نہیں ، اس کے بعد اگر مسلمان کچھ نذر کریں تو اسے قبول کرنے میں کچھ حرج نہ ہوگا۔ فتاوٰی قاضی خاں وغیرہا میں ہے ان الصريح يفوق الدلالة (کہ صراحت کو دلالت پر فوقیت ہے۔ ت)[2]

[1] ردالمحتار کتاب النکاح ۲/ ۳۰۶ و کتاب الدعوی ۴/ ۴۳۶

Marfat.com

اور اس کی صحتِ نیت پر دلیل یہ ہوگی کہ کم پر ناراض نہ ہو بلکہ اگر چلے گزرجائیں لوگ فوج فوج زیارتیں کرکے یوں ہی چلے جائیں اور کوئی پیسہ نہ دے جب بھی اصلاً دل تنگ نہ ہو اور اُسی خوشی و شادمانی کے ساتھ مسلمانوں کو زیارت کرایا کرے، اس صورت میں یہ لینا دینا دونوں جائز و حلال ہوں گے اور زائرین و مزور دونوں اعانتِ مسلمین کا ثواب پائیں گے اُس نے سعادت و برکت دے کر اُن کی مدد کی اُنھوں نے دنیا کی متاعِ قلیل سے فائدہ پہنچایا، اور رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ رواہ مسلم[1] فی صحیحہ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

تم میں سے جس سے ہو سکے کہ اپنے مسلمان بھائی کو نفع پہنچائے، پہنچائے (اسے مسلم نے اپنی صحیح میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اللہ فی عون العبد ما دام العبد فی عون اخیہ۔ رواہ الشیخان[2]۔

اللہ اپنے بندہ کی مدد میں ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہے (اسے امام بخاری و مسلم نے روایت کیا۔ ت)

علی الخصوص جب یہ تبرکات والے حضرات سادات کرام ہوں تو اب کی خدمت اعلیٰ درجہ کی برکت و سعادت ہے، حدیث میں ہے حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "جو شخص اولادِ عبد المطلب میں سے کسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور اس کا صلہ دنیا میں نہ پائے میں بہ نفسِ نفیس روزِ قیامت اس کا صلہ عطا فرماؤں گا" اور اگر زیارت کرانے والے کو اس کی توفیق نہ ہو تو زیارت کرنیوالے کو چاہیے خود ان سے صاف صراحۃً کہدے کہ نذر کچھ نہیں دی جائے گی خالصاً لوجہ اللہ اگر آپ زیارت کراتے ہیں کرائیے اس پر اگر وہ صاحب نہ مانیں ہرگز زیارت نہ کرے کہ زیارت ایک مستحب ہے اور یہ لین دین حرام، کسی مستحب شے کے حاصل کرنے کے واسطے حرام کو اختیار نہیں کرسکتے۔ اشباہ و نظائر وغیرہا میں ہے:

ما حرم اخذہ حرم اعطاؤہ[3]۔

جس چیز کا لینا حرام اس کا دینا بھی حرام ہے (ت)

---

[1] صحیح مسلم باب استحباب الرقیۃ من العین الخ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/۲۲۴

[2] ؍؍ ؍؍ کتاب الذکر والدعا باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن ؍؍ ؍؍ ۲/۳۴۵

[3] الاشباہ والنظائر الفن الاول ۱/۱۸۹ و ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ ۲/۵۶

Marfat.com

درمختار میں ہے:

الاٰخذ والمعطی اٰثمان[1] (لینے اور دینے والے دونوں گنہگار ہوں گے۔ ت)

اسی درمختار میں تصریح ہے کہ جو تندرست ہو اور کسب پر قادر ہو اسے دینا حرام ہے کہ دینے والے اس سوال حرام پر اس کی اعانت کرتے ہیں اگر نہ دیں تو اپنی عاجز ہو اور کسب کرے، اور اگر اس کی غرض زیارت کرنے والے صاحب نے قبول کرلی تو اب سوال واُجرت کا قدم درمیان سے اُٹھ گیا بے تکلف زیارت کرے دونوں کے لئے اجر ہے اس کے بعد حسب استطاعت اُن کی نذر کردے یہ لینا دینا دونوں کے لئے حلال اور دونوں کے لئے اجر ہے، بحمداللہ فقیر کا یہی معمول ہے اور توفیق بخیر اللہ تعالٰی سے مسئول ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ

بتاریخ ۹ جمادی الاولٰی ۱۳۱۰ھ

جناب من! ایک نئی بات سُنی گئی ہے اس کی بابت عرض کرتا ہوں اطمینان فرمائیے۔

سوال: نقل روضہ منورہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور نقل روضہ امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ اور تعزیہ میں کیا فرق ہے، شرعاً کس کی تعظیم تکریم وبخشش کرنا چاہئے، اچھی کون افضل ہے۔ اور زیارت کرنا روضہ رسول صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی درست ہے یا نہیں، یعنی نقل روضہ منورہ کو جو مقبول حسین کے یہاں ہے بعض لوگ یوں کہتے ہیں کہ کاریگر کی کاریگری دیکھو لفظ زیارت کا کہنا اور وقت زیارت درود شریف پڑھنا اور مثل اصل کے تعظیم کرنا درست ہے ہرگز نہیں چاہئے، اتنا کہنا تو مثل کے نسبت درست کہتے ہیں الّا بالکل تعظیم کرنا محض بُرا جانتے ہیں اور ایسا کرنے والے کو مثل ہنود کے جانتے ہیں اس کا کیا جواب ہے؟

الجواب

روضہ منورہ حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نقل صحیح بلاشبہہ معظمات دینیہ سے ہے اس کی تعظیم وتکریم بروجہ شرعی ہر مسلمان صحیح الایمان کا مقتضائے ایمان ہے ؎

اے گل بتو خرسندم تو بوئے کسے داری

(اے پھول میں تجھے اس لئے سونگھتا ہوں کہ تجھ میں کسی کی خوشبو ہے۔ ت)

اس کی زیارت باٰداب شریعت اور اس وقت درود شریف کی کثرت ہر مومن کی شہادت قلب وبداہت عقل

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۴۳

Marfat.com

مستحب و مطلوب ہے، علامہ تاج فاکہانی فجر منیر میں فرماتے ہیں:

من فوائد ذٰلك ان من لم یمکنه زیارة الروضة فلیبرز مثالها ولیلثمه مشتاقا لانه ناب مناب الاصل کما قد ناب مثال نعله الشریفة مناب عینها فی المنافع والخواص بشهادة التجربة الصحیحة ولذا جعلوا له من الاکرام والاحترام ما یجعلون للمنوب عنه۔[1]

یعنی روضۂ مبارک سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نقل میں ایک فائدہ یہ ہے کہ جسے اصل روضۂ اقدس کی زیارت نہ ملے وہ اسکی زیارت کرے اور شوقِ دل کے ساتھ اسے بوسہ دے کہ یہ نقل اسی اصل کے قائم مقام ہے جیسے نعل مبارک کا نقشہ منافع و خواص میں یقیناً خود اس کا قائم مقام ہے جس پر صحیح تجربہ گواہ ہے ولہذا علمائے دین نے اس کی نقل کا اعزاز و اکرام وہی رکھا جو اصل کا رکھتے ہیں۔

اسی طرح دلائل الخیرات و مطالع المسرات وغیرہما معتبرات میں ہے‘ اس بحث کی تفصیل جمیل فقیر کے رسالہ شفاء الوالہ فی صور الحبیب و مزارہ و نعالہ[۱۳] میں ہے‘ یہاں لفظ زیارت کی ممانعت محض جہالت ہے اور معاذ اللہ درود شریف کی ممانعت اور سخت حماقت اور صراحۃً شریعتِ مطہرہ پر افتراء ہے۔ علامہ طاہر فتنی مجمع البحار میں اپنے استاد امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالٰی سے نقل فرماتے ہیں:

من استیقظ عند اخذ الطیب وشمه الی ما کان علیه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم من محبته للطیب فصلی علیه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لما وقر فی قلبه من جلالته واستحقاقه علی کل امته ان یلحظوا بعین نهایة الاجلال عند رؤیة شیٔ من اٰثاره او ما یدل علیها فهو اٰت بما له فیه اکمل الثواب الجزیل وقد استحبه العلماء لمن رأی

خوشبو والے کے پاس خوشبو دیکھ کر متوجہ ہوا اور اسے سونگھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خوشبو کو پسند فرماتے تھے‘ تو اس وقت درود شریف پڑھا اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جلالتِ شان کا دل میں وقار پایا اور تمام امت پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ استحقاق جانتے ہوئے کہ آپ کے آثار مبارکہ کو دیکھتے ہوئے ان کی تعظیم و اہتمام کو ملحوظ رکھیں تو خوشبو سونگھنے پر درود شریف پڑھنے والے

---

[1] فجر منیر

Marfat.com

شیئا من آثارہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولاشك ان من استحضر ما ذکرتہ عند شمہ للطیب یکون کالرائی شیئ من آثارہ الشریفۃ فی المعنی فلیس بہ الا الاکثار من الصلوۃ والسلام علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حینئذ اھ مختصرًا۔

نے اس پر کامل اور بھاری ثواب پایا جیسے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آثار کو دیکھنے والے کے لئے علماء کرام نے اس کو مستحب قرار دیا ہے اور کوئی شک نہیں کہ خوشبو سونگھنے پر مذکورہ امور کو مستحضر کرنے والے نے گویا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آثار شریفہ کو معنًی دیکھا تو اس وقت صرف درود شریف کی کثرت ہی اس کو مناسب ہے اھ مختصرًا (ت)

اسی ارشاد جمیل میں صاف تصریح جلیل ہے کہ تمام امت پر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا حق ہے کہ جب حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آثار شریفہ سے کوئی چیز دیکھیں یا وہ شے دیکھیں جو حضور کے آثار شریفہ سے کسی چیز پر دلالت کرتی ہو تو اس وقت کمال ادب و تعظیم کے ساتھ حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا تصور لائیں اور درود و سلام کی کثرت کریں و لہٰذا جو خوشبو لیتے یا سونگھتے وقت یاد کرے کہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسے دوست رکھتے تھے وہ بھی گویا معنًی آثار شریفہ کی زیارت کر رہا ہے اُسے اُس وقت درود پڑھنے کی کثرت مسنون ہوئی جاتی ہے تو نقل روضہ مبارکہ کہ صاف صاف مایدل علیہا میں داخل ہے اس کی زیارت کے وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم اور حضور پر درود و تسلیم کیوں نہ مستحب ہوگی ایسی تعظیم کرنے والے کو معاذ اللہ کفار و مشرکین کے مثل بتانا سخت ناپاک کلمہ بیباک ہے قائل جاہل پر توبہ فرض ہے بلکہ از سر نو کلمہ اسلام کی تجدید کرکے اپنی عورت سے نکاح دوبارہ کرے کہ اس نے بلاوجہ مسلمانوں کو مثل کفار بتایا، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من دعا رجلا بالکفر او قال عدو اللہ ولیس کذلك الا حار علیہ۔ رواہ الشیخان[2]

جس نے کسی کو کفر کے ساتھ پکارا یا اسکو عدو اللہ کہا حالانکہ وہ شخص ایسا نہ تھا تو وہ کفر کہنے والے

---

[1] مجمع بحار الانوار فصل فی تعیین بعض الاحادیث المشتہرۃ علی الالسن مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورۃ ۵/ ۲۳۶

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ یا کافر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۷

Marfat.com

عن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ کی طرف لوٹے گا۔ اس کو شیخین (بخاری ومسلم) نے حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے (ت)

یونہی اگر روضۂ مبارکہ حضرت شہزادۂ گلگوں قبا حسین شہید ظلم وجفا صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علی جدہ الکریم وعلیہ کی صحیح نقل بنا کر محض بہ نیت تبرک بے آمیزش منکرات شرعیہ مکان میں رکھتے تو شرعاً کوئی حرج نہ تھا، مگر حاشا تعزیہ ہرگز اُس کی نقل نہیں، نقل ہونا درکنار بنانے والوں کو نقل کا قصد بھی نہیں، ہر جگہ نئی تراش نئی گھڑت جسے اس اصل سے نہ کچھ علاقہ نہ نسبت، پھر کسی میں پریاں کسی میں براق، کسی میں اور بیہودہ طمطراق، پھر کوچہ بکوچہ ودشت بدشت اشاعتِ غم کے لئے ان کا گشت، اور اس کے گرد سینہ زنی ماتم سازشی کی شور افگنی، حرام مرثیوں سے نوحہ کنی، عقل ونقل سے کٹی چھنی، کوئی اُن پھپچیوں کو جھک جھک کر سلام کر رہا ہے کوئی مشغولِ طواف کوئی سجدے میں گرا ہے کوئی اس مایۂ بدعات کو معاذ اللہ جلوہ گاہ حضرت امام عالی مقام سمجھ کر اس ابرک پنی سے مرادیں مانگتا منتیں مانتا ہے، عرضیاں باندھتا حاجت روا جانتا ہے، پھر باقی تماشے باجے تاشے مردوں عورتوں کا راتوں کو میل اور طرح طرح کے بیہودہ کھیل ان سب پر طرّہ ہیں، غرض عشرہ محرم الحرام کہ اگلی شریعتوں سے اس شریعت پاک تک نہایت بابرکت ومحلِ عبادت ٹھہرا ہوا تھا، ان بیہودہ رسموں نے جاہلانہ اور فاسقانہ میلوں کا زمانہ کر دیا پھر وبال ابتداع کا وہ جوش ہوا کہ خیرات کو بھی بطور خیرات نہ رکھا، ریاء وتفاخر علانیہ ہوتا ہے پھر وہ بھی یہ نہیں کہ سیدھی طرح محتاجوں کو دیں بلکہ چھتوں پر بیٹھ کر پھینکیں گے، روٹیاں زمین پر گر رہی ہیں، رزقِ الٰہی کی بے ادبی ہوتی ہے، پیسے ریتے میں گر کر غائب ہوتے ہیں، مال کی اضاعت ہو رہی ہے مگر نام تو ہو گیا کہ فلاں صاحب لنگر لٹا رہے ہیں، اب بہار عشرہ کے پھول کھلے، تاشے باجے بجتے چلے، رنگ رنگ کے کھیلوں کی دھوم، بازاری عورتوں کا ہر طرف ہجوم، شہوانی میلوں کی پوری رسوم، جشنِ فاسقانہ یہ کچھ اور اس کے ساتھ خیال وہ کچھ کہ گویا یہ ساختہ ڈھانچے بعینہا حضرات شہدائے کرام علیہم الرضوان کے پاک جنازے ہیں ع

اے مومنو! اٹھاؤ جنازہ حسین کا

گاتے ہوئے مصنوعی کربلا پہنچے، وہاں کچھ نوچ اُتار باقی توڑ تاڑ دفن کر دئے، یہ ہر سال اضاعتِ مال کے جرم ووبال جُدا گانہ رہے اللہ تعالیٰ صدقہ حضرات شہدائے کرام کربلا علیہم الرضوان والثناء کا مسلمانوں کو نیک توفیق بخشے اور بدعات سے توبہ دے آمین آمین!

تعزیہ داری کہ اس طریقۂ نامرضیہ کا نام ہے قطعاً بدعت وناجائز وحرام ہے، ان خرافات کے

Marfat.com

شیوع نے اس اصل مشروع کو بھی اب محذور و محظور کردیا کہ اس میں اہل بدعت سے مشابہت اور تعزیہ داری کی تہمت کا خدشہ اور آئندہ اپنی اولاد یا اہل اعتقاد کے لئے ابتلائے بدعات کا اندیشہ ہے وما یؤدی الی محظور محظور (جو چیز ممنوع تک پہنچائے وہ ممنوع ہے۔ت) حدیث میں ہے اتقوا مواضع التھم[1] (تہمت کے مواقع سے بچو۔ت) اور وارد ہوا:

من کان یؤمن باللّٰہ والیوم الاٰخر فلا یقفن مواقف التھم[2]۔ جو شخص اللہ تعالٰی اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ تہمت کے مواقع میں ہرگز نہ کھڑا ہو۔(ت)

لہذا در بارہ کربلا سے متعلق اب صرف کاغذ پر صحیح نقشہ لکھا ہوا محض بقصد تبرک بے آمیزش منہیات پاس رکھنے کی اجازت ہوسکتی ہے والسلام علی من اتبع الھدٰی، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

(ختم شد رسالہ بدر الانوار فی آداب الآثار)

---

[1] کشف الخفاء حدیث ۸۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۴۵

اتحاف السادۃ المتقین کتاب عجائب القلب دار الفکر بیروت ۷/۲۸۳

[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی کتاب الصلوٰۃ باب ادراک الفریضۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص۲۴۹

Marfat.com

شفاء الوالہ فی صور الحبیب و مزارہ و نعالہ

۱۳۱۵ھ

(محبوبِ خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، آپ کے مزار اور آپ کے نعلینِ مقدسہ کے نقشوں میں غمزدہ کی شفاء)

مسئلہ ۱۷۲ تا ۱۷۵ از ریاست ریواں مرسلہ مولوی عبدالرحیم خاں ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۱۵ھ

ما قولکم ایہا العلماء الکرام فی ھذہ المسائل (اے علمائے کرام! ان مسائل کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ ت):

(۱) بنانا تصویرِ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بغرضِ حصولِ ثوابِ زیارت کے درست و جائز ہے یا نہ؟ اور بنانے والا اور خریدار مثوب ہوگا یا نہیں؟

(۲) اگر کوئی تصویرِ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و تصویرِ براقِ نبوی و نیز تصویرِ حضرت جبرئیل علیہ السلام بنا کر یا بنوا کر واسطے حصولِ ثوابِ زیارت کے اپنے پاس رکھے اور اکثر مجالسِ میلادِ نبوی میں تصاویرِ مذکورین کو بتکلف تمام نمائشاً بوقتِ ذکرِ معراج شریف حاضرینِ مجلس کے رُو برو پیش کرے اور یقین اس امر کا دلائے کہ گویا حضور معراج کو تشریف لئے جاتے ہیں اور لوگوں کو لمس و بوسہ کیلئے ہدایت و فہمائش کرے تو یہ فعل اس کا شرعاً جائز ہو سکتا ہے اور امورِ مندرجہ سوالاتِ دوم مشروع ہوں گے یا غیر مشروع؟

(۳) نقشہ روضۂ مقدسہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بغرضِ حصولِ ثوابِ زیارت بنوا کر اپنے پاس

Marfat.com

رکھنا اور یہ گمان کرنا کہ جس طرح اصل کی تعظیم و تکریم سے ہم کو ثواب حاصل ہوتا ہے تعظیم نقل و شبیہ سے بھی ثواب حاصل ہوتا ہے، کیسا ہے، جائز ہے یا کیا؟ اور دلائل الخیرات میں جو نقشہ روضہ مطہرہ دیا گیا ہے دراصل دینا چاہیئے یا نہیں؟

(۴) بصورت ناجوازی و غیر مشروع ہونے تصاویر کے اُن تصاویر کو کیا کرنا چاہیئے اور نقشہ روضہ مطہر دلائل الخیرات میں سے نکال دینا بہتر ہوگا یا بدستور باقی و قائم رکھنا؟ افتونا بالصواب و استفونا بالجواب توجروا بالاجرین و تکرموا فی الدارین (ہمیں ٹھیک ٹھیک فتوٰی دو اور بہترین جواب سے سرفراز فرماؤ تاکہ تمہیں دوہرا اجر ملے اور دونوں جہان میں عزت پاؤ۔ ت)

الجواب

اللّٰھم لک الحمد صل علٰی نبیک نبی الحمد و اٰلہ وصحبہ الحیاء بالحمد اسئلک حسن الادب وصدق الحب لحبیبک الکریم علیہ وعلٰی اٰلہ افضل الصلوٰۃ و التسلیم رب انی اعوذبک من ھمزات الشیٰطین و اعوذبک رب ان یحضرون۔

اے اللہ! درحقیقت تیرے ہی لئے سب تعریف و توصیف ہے، اور نزولِ رحمت فرما اپنے نبی پر جو نبی حمد ہیں، اور ان کی آل اور ان کے ساتھیوں پر رحمت نازل فرما جو اچھی حمد کرنے والے ہیں ——— ہم تجھ سے بہترین ادب اور تیرے حبیب مکرم کی سچی محبت کا سوال کرتے ہیں۔ آپ پر اور آپ کی اولاد پر سب سے بہتر درود ہو۔ اے میرے پروردگار! بیشک میں شیاطین کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اے پروردگار! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ وہ (شیاطین) میرے پاس (شر کے لئے) حاضر ہوں۔ (ت)

اللہ عزوجل پناہ دے ابلیس لعین کے مکائد سے سخت ترکید یہ ہے کہ آدمی سے حسنات کے دھوکے میں سیّات کراتا ہے اور شہد کے بہانے زہر پلاتا ہے والعیاذ باللہ رب العالمین، ان مسکین تقول تصویرات مذکورہ بنانے والے ان کی زیارت ولمس و تقبیل کرانے والے نے گمان کیا کہ وہ حضور پر نور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا حق محبت بجالاتا اور حضور کو راضی کرتا ہے حالانکہ حقیقۃً وہ اپنی ان حرکات باطلہ سے حضور اقدس سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صریح نافرمانی کررہا ہے اس پر پیلے ناراض ہونے والے حضور رؤف رحیم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ذی روح کی تصویر بنانا، بنوانا، اعزازاً اپنے پاس رکھنا سب حرام فرمایا اور اس پر سخت سخت وعیدیں ارشاد کیں اور ان کے دور کرنے مٹانے کا حکم دیا۔ احادیث اس بارے میں حدِ تواتر پر ہیں، یہاں بعض مذکور ہوتی ہیں۔

Marfat.com

حدیث ۱: صحیحین و مسند امام محمد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کل مصور فی النار یجعل اللہ له بکل صورة صورها نفسا فتعذبه فی جھنم[۱]

ہر مصور جہنم میں ہے اللہ تعالیٰ ہر تصویر کے بدلے جو اس نے بنائی تھی ایک مخلوق پیدا کرے گا کہ وہ جہنم میں اسے عذاب کرے گی۔

حدیث ۲: انھیں میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اشد الناس عذابا یوم القیٰمة المصورون[۲]

بیشک نہایت سخت عذاب روزِ قیامت تصویر بنانے والوں پر ہے۔

حدیث ۳: انھیں میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

قال اللہ تعالیٰ ومن اظلم ممن ذھب یخلق خلقا کخلقی فلیخلقوا ذرة او لیخلقوا حبة او لیخلقوا شعیرة۔[۳]

اللہ عزوجل فرماتا ہے اس سے بڑھ کر ظالم کون جو میرے بنائے ہوئے کی طرح بنانے چلے بھلا کوئی چیونٹی یا گیہوں یا جَو کا دانہ تو بنا دیں۔

حدیث ۴: صحیحین و سنن نسائی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[۱] مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ المتفق علیہ کتاب اللباس باب التصاویر مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۸۵
صحیح مسلم کتاب اللباس باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان الخ " " " ۲/۲۰۲
مسند احمد بن حنبل از مسند عبداللہ بن عباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/۳۰۸

[۲] صحیح البخاری کتاب اللباس باب التصاویر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۸۰
صحیح مسلم " باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان الخ " " " ۲/۲۰۱

[۳] صحیح مسلم " " " " " " " ۲/۲۰۲
صحیح البخاری " باب التصاویر " " " ۲/۸۸۰

Marfat.com

ان الذین یصنعون ھذہ الصور یعذبون یوم القیٰمۃ یقال لھم احیوا ما خلقتم[1]

بیشک یہ جو تصویریں بناتے ہیں قیامت کے دن عذاب کئے جائیں گے ان سے کہا جائے گا یہ صورتیں جو تم نے بنائی تھیں ان میں جان ڈالو۔

حدیث ۵: مسند احمد و صحیحین و سنن نسائی میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من صور صورۃ فان اللہ معذبہ حتی ینفخ فیھا الروح ولیس بنافخ[2]

جو کوئی تصویر بنائے تو بیشک اللہ تعالٰی اسے عذاب کرے گا یہاں تک کہ اس میں روح پھونکے اور نہ پھونک سکے گا۔

حدیث ۶: مسند احمد و جامع ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یخرج عنق من النار یوم القیٰمۃ لہ عینان تبصران واذنان تسمعان ولسان ینطق یقول انی وکلت بثلثۃ بکل جبار عنید وبکل من دعا مع اللہ الٰھا اٰخر وبالمصورین[3]

قیامت کے دن جہنم سے ایک گردن نکلے گی جس کے دو آنکھیں ہوں گی دیکھنے والی اور دو کان سننے والے اور ایک زبان کلام کرتی وہ کہے گی میں تین فرقوں پر مسلط کی گئی ہوں جو اللہ کا شریک بتائے اور ہر ظالم ہٹ دھرم اور تصویر بنانے والے۔

ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس باب عذاب المصورین یوم القیٰمۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۸۰
صحیح مسلم " " باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان " " " ۲/ ۲۰۱
سنن النسائی کتاب الزینۃ ذکر ما یکلف اصحاب الصور یوم القیامۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۳۰۰
[2] صحیح البخاری کتاب البیوع باب بیع التصاویر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۹۶
صحیح مسلم " " باب تحریم صورۃ الحیوان " " " ۲/ ۲۰۲
مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۴۱، ۲۴۶، ۳۵۰
سنن النسائی کتاب الزینۃ ذکر ما یکلف اصحاب الصور الخ نور محمد کارخانہ کراچی ۲/ ۳۰۰
[3] جامع الترمذی ابواب صفۃ جہنم باب ما جاء فی صفۃ النار امین کمپنی دہلی ۲/ ۸۱
مسند احمد بن حنبل از مسند ابی ہریرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۳۶

Marfat.com

حدیث ۷ : امام احمد مسند اور طبرانی معجم کبیر اور ابونعیم حلیۃ الاولیا میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ان اشد اھل النار عذابا یوم القیٰمۃ من قتل نبیا او قتلہ نبی او امام جائر و ھٰؤلاء المصورون ولفظ احمد اشد الناس عذابا یوم القیٰمۃ رجل قتل نبیا او قتلہ نبی او رجل یضل الناس بغیر علم او مصور یصور التماثیل [1]

بیشک روزِ قیامت سب دوزخیوں میں زیادہ سخت عذاب اس پر ہے جس نے کسی نبی کو شہید کیا یا کسی نبی نے جہاد میں اسے قتل کیا یا بادشاہ ظالم یا جو شخص بے علم حاصل کئے لوگوں کو بہکانے لگے اور ان تصویر بنانے والوں پر۔

حدیث ۸ : بیہقی شعب الایمان میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ان اشد الناس عذابا یوم القیٰمۃ من قتل نبیا او قتلہ نبی او قتل احد والدیہ والمصورون وعالم لم ینتفع بعلمہ [2]

بیشک روزِ قیامت سب سے زیادہ سخت عذاب میں وُہ ہے جو کسی نبی کو شہید کرے یا کوئی نبی اسے جہاد میں قتل فرمائے یا جو اپنے ماں باپ کو قتل کرے اور تصویر بنانے والے اور وہ عالم جو علم پڑھ کر گمراہ ہو۔

حدیث ۹ : امام مالک و امام احمد و امام بخاری و امام مسلم و نسائی و ابن ماجہ حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :

قدم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من سفر وقد سترت سھوۃ لی بقرام فیہ تماثیل فلما راٰہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

یعنی رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر سے تشریف فرما ہوئے تھے میں نے ایک کھڑکی پر تصویردار پردہ لٹکایا ہوا تھا جب حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس تشریف لائے اسے

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۴۹۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۰/۲۶۰
حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۲۵۳ خیثمہ بن عبدالرحمٰن دار الکتاب العربی بیروت ۴/۱۲۲
مسند احمد بن حنبل از مسند عبداللہ بن مسعود المکتب الاسلامی بیروت ۱/۴۰۷
[2] شعب الایمان حدیث ۷۸۸۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/۱۹۷

Marfat.com

تلون وجهه وقال یا عائشة اشد الناس
عذابا عند الله یوم القیمة الذین
یضاهون بخلق الله[1] وفی روایة للشیخین قام
علی الباب فلم یدخل فعرفت فی وجهه الکراهیة
فقلت یارسول الله اتوب الی الله والی رسوله
ماذا اذنبت فقال رسول الله صلی الله تعالی
علیه وسلم ان اصحاب هذه الصور یعذبون
یوم القیمة فیقال لهم احیوا ما خلقتم وقال
ان البیت الذی فیه الصور لا تدخله الملئکة
وفی اخری لهما تناول الستر فهتکه وقال من
اشد الناس عذابا یوم القیمة الذین یشبهون
بخلق الله[2]

ملاحظہ فرما کر رنگ چہرۂ انور کا بدل گیا اندر تشریف نہ لائے،
ام المومنین فرماتی ہیں میں نے عرض کی یارسول اللہ!
میں اللہ کی طرف اور اللہ کے رسول کی طرف توبہ
کرتی ہوں مجھ سے کیا خطا ہوئی؟ حضور اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ پردہ اتار کر پھینک دیا اور فرمایا
اے عائشہ! اللہ تعالیٰ کے یہاں سخت تر عذاب
روز قیامت ان مصوروں پر ہے جو خدا کے بنائے
ہوئے کی نقل کرتے ہیں ان پر روز قیامت عذاب
ہوگا ان سے کہا جائے گا یہ جو تم نے بنایا ہے اس
میں جان ڈالو جس گھر میں یہ تصویریں ہوتی ہیں اس
میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔

حدیث ۱۰: ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن حبان حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اتانی جبریل علیه الصلوٰة والسلام
فقال لی مر برأس التماثیل
یقطع فتصیر کهیئة الشجرة و
امر بالستر فلیقطع فلیجعل
وسادتین منبوذتین توطئان[3]
هذا مختصر۔

میرے پاس جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
حاضر ہو کر عرض کی حضور! مورتوں کیلئے حکم دیں کہ
ان کے سر کاٹ دئے جائیں کہ پیڑ کی طرح رہ جائیں
اور تصویر دار پردے کے لئے حکم فرمائیں کہ کاٹ کر
دو مسندیں بنالی جائیں کہ زمین پر ڈال کر
پاؤں سے روندی جائیں۔

ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

---

۱ صحیح البخاری ۲/۸۸۰ و صحیح مسلم ۲/۲۰۱ و سنن النسائی ۲/۳۰۰ و مسند احمد بن حنبل ۲/۸۳ و ۲۱۹

۲ ″ ″ ۲/۸۸۱ ″ ″ ۲/۲۰۱ ۳ صحیح مسلم ۲/۲۰۰ و صحیح البخاری ۲/۸۸۰

۴ سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی الصور آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۱۷

جامع الترمذی ابواب الادب باب ما جاء ان الملئکة لا تدخل بیتا الخ امین کمپنی دہلی ۲/۱۰۳

Marfat.com

حدیث ۱۱ تا ۱۴: صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ[۱۱] بن عمر اور صحیح مسلم میں حضرت ام المومنین صدیقہ[۱۲] رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور نیز اسی میں حضرت ام المومنین میمونہ[۱۳] اور مسند امام احمد میں بسند صحیح حضرت اسامہ[۱۴] بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے عرض کی:

انا لا ندخل بیتا فیہ کلب ولا صورۃ[۱] — ہم ملائکہ رحمت اس گھر میں نہیں جاتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔

حدیث ۱۵: احمد و نسائی و ابن ماجہ و ابن خزیمہ و سعید بن منصور حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالےٰ وجہہ سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جبریل امین نے عرض کی،

انها ثلث لم يلج ملك ما دام فيها واحد منها كلب او جنابة او صورة روح[۲] — تین چیزیں ہیں کہ جب تک اُن میں سے ایک بھی گھر میں ہوگی کوئی فرشتہ رحمت و برکت کا اُس گھر میں داخل نہ ہوگا کتا[۱] یا جنب[۲] یا جاندار[۳] کی تصویر۔

حدیث ۱۶ و ۱۷: مسند احمد و صحیح بخاری و صحیح مسلم و جامع ترمذی و سنن نسائی و ابن ماجہ میں حضرت ابوطلحہ اور سنن ابی داؤد و نسائی و صحیح ابن حبان میں حضرت امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تدخل الملئكة بيتا فيه كلب ولا صورة[۳] — رحمت کے فرشتے اُس گھر میں نہیں جاتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔

حدیث ۱۸: نسائی و ابن ماجہ و شاشی و ابویعلیٰ اور ابونعیم حلیہ اور ضیا صحیح مختارہ میں امیر المومنین علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ سے راوی:

---

[۱] صحیح البخاری کتاب اللباس ۲/۸۸۱ و صحیح مسلم کتاب اللباس ۲/۱۹۹ و ۲۰۰

[۲] مسند احمد بن حنبل از مسند علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۸۵

[۳] صحیح البخاری کتاب بدء الخلق قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۵۸

صحیح مسلم کتاب اللباس باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان ″ ″ ۲/۲۰۰

سنن ابی داؤد ″ باب فی الصور آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۱۶

جامع الترمذی ابواب الادب باب ما جاء ان الملائکۃ لا تدخل بیتا امین کمپنی دہلی ۲/۱۰۳

سنن النسائی کتاب الزینۃ التصاویر ۲/۲۹۹ و کتاب الطہارۃ ۱/۵۱

Marfat.com

صنعت طعاما فی عوت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فجاء فرأی تصاویر فرجع (تراد الاربعۃ الاخیرون) فقلت یارسول اللہ مارجعك بابی وامی قال ان فی البیت سترا فیہ تصاویر وان الملٰئکۃ لاتدخل بیتا فیہ تصاویر[1]

میں نے حضور پر نور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ کی دعوت کی حضور تشریف فرما ہوئے پردے پر کچھ تصویریں بنی دیکھیں واپس تشریف لے گئے (آخری چار میں اتنا اضافہ ہے) میں نے عرض کی یارسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر نثار کس سبب حضور واپس ہوئے۔ فرمایا گھر میں ایک پردے پر تصویریں تھیں اور ملائکہ رحمت اس گھر میں نہیں جاتے جس میں تصویریں ہوں۔

حدیث ۱۹: صحیح بخاری وسنن ابی داؤد میں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یکن یترك فی بیتہ شیئا فیہ تصالیب الا نقضہ[2]

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جس چیز میں تصویر ملاحظہ فرماتے اسے بے توڑے نہ چھوڑتے۔

حدیث ۲۰: مسلم وابوداؤد وترمذی حیّان بن حصین سے راوی:

قال لی علی رضی اللہ تعالٰی عنہ الا ابعثك علی ما بعثنی علیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان لاتدع صورۃ الا طمستہا ولا قبرا مشرفا الا سویتہ[3] ورواہ ابویعلٰی وابن جریر فلم یسمیا حیان انما قالا عن علی انہ دعا صاحب شرطتہ

مجھ سے امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ نے فرمایا کہ میں تمہیں اس کام پر نہ بھیجوں جس پر مجھے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مامور فرما کر بھیجا کہ جو تصویر دیکھو اسے مٹادو اور جو قبر حدشرع سے زیادہ اونچی پاؤ اسے حد شرع کے برابر کردو (بلندیٔ قبر میں حد شرع ایک بالشت ہے)

---

[1] سنن النسائی کتاب الزینۃ التصاویر نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۳۰۰
کنز العمال بحوالہ الشاشی ع عل ص حدیث ۹۰۰۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۱۳۱ و ۱۳۲
[2] صحیح البخاری کتاب اللباس ۲/ ۸۸۰ وسنن ابی داؤد کتاب اللباس ۲/ ۲۱۹
[3] صحیح مسلم کتاب الجنائز ۱/ ۳۱۲ وسنن ابی داؤد کتاب الجنائز باب تسویۃ القبر ۲/ ۱۰۳
جامع الترمذی ابواب الجنائز باب ماجاء فی تسویۃ القبر امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۲۵
[4] مسند ابی یعلٰی حدیث ۳۳۸ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت ۱/ ۱۹۹

Marfat.com

فقال لہ فذکر ابمعناہ۔ (اس کو ابویعلیٰ اور ابن جریر دونوں نے روایت کیا مگر ان دونوں نے حبان بن حصین کا نام نہیں بلکہ یُوں فرمایا کہ حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) سے روایت ہے کہ انھوں نے اپنے کوتوال کو بلایا اور اس سے ارشاد فرمایا۔ آگے دونوں نے حدیث کا مفہوم ذکر فرمایا۔ (ت)

حدیث ۲۱: امام احمد بسند جید امیر المومنین علی کرّم اللہ تعالٰی وجہہ سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک جنازے میں تھے حضور نے ارشاد فرمایا:

ایکم ینطلق الی المدینۃ فلا یدع بہا وثنا الا کسرہ ولا قبرا الا سواہ ولا صورۃ الا لطخہا۔ تم میں کون ایسا ہے مدینے جاکر ہر بُت کو توڑ دے اور ہر قبر برابر کر دے اور ہر تصویر مٹا دے۔

ایک صاحب نے عرض کی: میں یا رسول اللہ۔ فرمایا: تو جاؤ۔ وہ جاکر واپس آئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! میں نے سب بُت توڑ دیئے اور سب قبریں برابر کر دیں اور سب تصویریں مٹا دیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

من عاد لصنعۃ شیئ من ھذا فقد کفر بما انزل علی محمد[۱] اب جو یہ سب چیزیں بنائے گا وہ کفر و انکار کریگا اس چیز کے ساتھ جو محمد (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) پر نازل ہوئی۔

والعیاذ باللہ رب العٰلمین (اللہ تعالٰی کی پناہ جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ ت)

مسلمان بنظر ایمان دیکھے کہ صحیح و صریح حدیثوں میں اس پر کیسی سخت سخت وعیدیں فرمائی گئیں اور یہ تمام احادیث عام شامل محیط کامل ہیں جن میں اصلاً کسی تصویر کسی طریقے کی تخصیص نہیں تو معظمینِ دین کی تصویروں کو ان احکامِ خدا و رسول سے خارج کرنا محض باطل و وہم عاطل ہے بلکہ شرع مطہر میں زیادہ شدتِ عذاب تصاویر کی تعظیم ہی پر ہے، اور خود ابتدائے بُت پرستی انھیں تصویراتِ معظمین سے ہوئی۔ قرآن عظیم میں جو پانچ بُتوں کا ذکر سُورہ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام میں فرمایا ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر[۲]، یہ پانچ بندگانِ صالحین تھے کہ لوگوں نے اُن کے انتقال کے بعد باغوائے ابلیس لعین اُن کی تصویریں بنا کر اُن کی مجلسوں میں قائم کیں، پھر بعد کی آنے والی نسلوں نے انھیں معبود سمجھ لیا۔

---

[۱] مسند احمد بن حنبل از مسند علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۸۷

[۲] القرآن الکریم ۷۱/۲۳

Marfat.com

صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے،

ود وسواع ویغوث ویعوق ونسر اسماء رجال صالحین من قوم نوح فلما ھلکوا اوحی الشیطن الی قومھم ان انصبوا الی مجالسھم التی کانوا یجلسون انصابا وسموھا باسماھم ففعلوا فلم تعبد حتی اذا ھلک اولئک وتنسخ العلم عبدت ھذا مختصرًا۔

ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگوں کے نام ہیں جب وہ فوت ہو گئے تو شیطان نے ان کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالا کہ جہاں وہ بیٹھتے تھے وہاں انکی مجالس میں ان کے بت نصب کرو اور ان کے نام لیا کرو، تو وہ ایسا ہی کرنے لگے۔ پھر اس دور میں تو ان کی عبادت نہیں ہوئی مگر جب وہ لوگ ہلاک ہو گئے اور علم مٹ گیا سابق لوگوں کے بارے میں جہالت کا پردہ چھا گیا تو رفتہ رفتہ ان مجسموں کی عبادت و پرستش شروع ہو گئی۔ یہ حدیث کے مختصر الفاظ ہیں۔ (ت)

بایں ہمہ اگر وساوس وہواجس سے تسکین نہ پائیں تو احادیث صحیحہ صریحہ سے خاص تصاویر معظمین کا حکم سنیے۔

حدیث ۲۲: صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے،

انہ قال دخل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم البیت فوجد فیہ صورۃ ابراھیم وصورۃ مریم علیھما الصلوۃ والسلام فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اما لھم فقد سمعوا ان الملٰئکۃ لا تدخل بیتا فیہ صورۃ الحدیث۔ ھذا لفظہ فی الانبیاء وفیہ ایضا ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت ابن عباس نے فرمایا جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کعبہ شریف کے اندر تشریف لے گئے تو وہاں آپ نے حضرت ابراہیم اور سیدہ مریم علیہما الصلوۃ والسلام کی تصاویر پائیں حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آگاہ ہو جاؤ کہ آگاہ ہو جاؤ کہ تصویریں بنانے والوں نے بھی یہ بات سُن رکھی تھی (یعنی ان کے کانوں تک بھی یہ بات پہنچی ہوئی تھی کہ بیشک جس گھر میں تصویر ہو وہاں فرشتے نہیں آتے الخ) یہ الفاظ حدیث کتاب الانبیاء کے ہیں۔

ل۔ صحیح البخاری کتاب التفسیر باب ودا ولا سواعا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۳۲

۲۔ " کتاب الانبیاء باب قول اللہ عزوجل واتخذ اللہ ابراہیم " " ۱/۴۷۳

Marfat.com

لمارای الصور فی البیت لم یدخل حتی امر بہا فمحیت الحدیث[1] وفی المغازی فاخرج صورۃ ابراھیم واسمٰعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام الحدیث[2] ھذہ کلہا روایات البخاری وذکر ابن ھشام فی سیرتہ قال وحدثنی بعض اھل العلم ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دخل البیت یوم الفتح فرای فیہ صور الملٰئکۃ وغیرھم فرای ابراھیم علیہ الصلٰوۃ والسلام مصورا فذکر الحدیث الٰی ان قال ثم امر بتلک الصور کلہا فطمست[3]۔

آئے ہیں، اور اسی میں ہے ـــــ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ شریف میں تصویریں دیکھیں تو اندر داخل نہ ہوئے یہاں تک کہ ان کے متعلق حکم فرمایا تو وُہ مٹا دی گئیں الحدیث۔ اور مغازی میں ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کی تصاویر باہر نکال دی گئیں الحدیث۔ یہ سب بخاری شریف کی روایات ہیں اور ابن ہشام نے اپنی سیرت میں بیان فرمایا کہ مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ حضور اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم فتح کے روز بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے تو وہاں فرشتوں وغیرہ کی تصاویر دیکھیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مجسّمہ دیکھا، پھر بقیہ حدیث ذکر فرمائی، یہاں تک کہ فرمایا پھر تمام تصاویر کے بارے میں حکم فرمایا کہ مٹادی جائیں تو وہ مٹادی گئیں (ت)

ان احادیث کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم روزِ فتح مکہ کعبہ معظمہ کے اندر تشریف فرما ہوئے اُس میں حضرت ابراہیم وحضرت اسمٰعیل وحضرت مریم وملائکہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام وغیرہم کی تصویریں نظر پڑیں کچھ پیکردار کچھ نقش دیوار، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم ویسے ہی پلٹ آئے اور فرمایا خبردار ہو بیشک ان بنانے والوں کے کان تک بھی یہ بات پہنچی ہوئی تھی کہ جس گھر میں کوئی تصویر ہو اس میں ملائکہ رحمت نہیں جاتے، پھر حکم فرمایا کہ جتنی تصویریں منقوش تھیں سب مٹادی گئیں اور جتنی مجسم تھیں سب باہر نکال دی گئیں انھیں بھی حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ وحضرت سیدنا اسمٰعیل ذبیح اللہ صلی اللہ تعالٰی علٰی ابنہما الاکرم وعلیہما وبارک وسلم کی تصویریں بھی باہر لائی گئیں جب تک کعبہ معظمہ سب تصاویر سے پاک نہ ہوگیا حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اپنے قدمِ اکرم سے اسے شرف نہ بخشا۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الانبیاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۷۳
[2] صحیح البخاری کتاب المغازی " " " ۲/۶۱۴
[3] سیرۃ النبی لابن ہشام امر الرسول بطمس ما بالبیت من صور دار ابن کثیر ۴/۳۲

Marfat.com

حدیث ۲۳: مسند امام احمد میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے:

قال کان فی الکعبۃ صور فامر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عمر بن الخطاب ان یمحوھا فبل عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ ثوبا ومحاھا بہ فدخلھا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وما فیھا منھا شیئ[1] وفی حدیثہ عند الامام الواقدی وکان عمر قد ترک صورۃ ابراھیم فلما دخل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم راٰھا فقال یا عمر الم اٰمرک ان لاتدع فیھا صورۃ ثم راٰی صورۃ مریم فقال امحوا ما فیھا من الصور قاتل اللہ قوما یصورون مالا یخلقون[2] ھذا مختصرا۔

حضرت جابر نے فرمایا ایام جاہلیت میں کعبہ شریف کے اندر تصویریں تھیں، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حکم فرمایا کہ تصویری نقوش مٹا دو۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے گیلے کپڑے کے ساتھ ان نقوش کو مٹا دیا، اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کعبہ شریف میں داخل ہوئے تو وہاں کوئی تصویری نقش موجود نہ تھا، اس مسند میں امام واقدی کا یہ اضافہ بھی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصویر چھوڑ دی تھی یعنی اسے نہیں مٹایا تھا۔ پھر جب اندر تشریف لے جاکر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیکھا تو ارشاد فرمایا اے عمر! کیا میں نے تمہیں حکم نہ دیا تھا کہ یہاں کوئی تصویر باقی نہ رہنے دو۔ پھر آپ نے سیدہ مریم کی تصویر دیکھی تو فرمایا یہاں جتنی بھی تصویریں ہیں ان سب کو مٹا دیا جائے اللہ تعالٰی ایسے لوگوں کو برباد کرے جو ایسی چیزوں کی تصویریں بناتے ہیں جنہیں وہ پیدا نہیں کرسکتے۔

حدیث ۲۴: عمر بن شبہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دخل الکعبۃ فامرنی فاتیتہ بماء فی دلو فجعل یبل الثوب ویضرب بہ علی الصور ویقول قاتل اللہ قوما یصورون مالا یخلقون[3]

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کعبہ شریف میں داخل ہوئے تو مجھے حکم فرمایا تو میں پانی کا ڈول بھر کر لایا آپ خود بنفس نفیس اس پانی سے کپڑا تر کرنے لگے پھر ان تصویروں پر وہ بھیگا ہوا کپڑا مارتے جاتے اور فرماتے جاتے اللہ تعالٰی ایسے لوگوں کو ہلاک کرے جو ایسی چیزوں کی تصویر کشی کرتے ہیں جنہیں وہ پیدا نہیں کرسکتے۔ (ت)

---

[1] مسند احمد بن حنبل از مسند جابر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۳۹۶

[2] کتاب المغازی للواقدی شان غزوۃ الفتح موسسۃ الاعلمی بیروت ۲/۸۳۴

[3] فتح الباری بحوالہ عمر بن شبہ کتاب المغازی مصطفی البابی مصر ۹/۱۹ ؛ المصنف لابن ابی شیبہ کتاب العقیقۃ حدیث ۲۹۵۰ و کتاب المغازی حدیث ۱۸۰۵ ۸/۴۹۳

Marfat.com

حدیث ۲۵ : ابوبکر بن ابی شیبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی :

ان المسلمین تجردوا فی الازر واخذوا الدلاء وارتجزوا علی زمزم یغسلون الکعبۃ ظھرھا وبطنھا فلم یدعوا اثرا من المشرکین الا محوہ او غسلوہ۔[1]

(اس وقت) مسلمانوں نے اپنی اپنی چادریں اتاریں اور ڈول میں آب زمزم بھر بھر کر کعبہ شریف کو اندرون و بیرون سے خوب دھونے لگے چنانچہ مشرکین کے تمام نشانات شرک دھو ڈالے اور مٹا دئے۔ (ت)

حاصل ان احادیث کا یہ ہے کہ کعبہ میں جو تصویریں تھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حکم فرمایا کہ انھیں مٹا دو عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ اور دیگر صحابہ کرام چادریں اتار اتار کر امتثال حکم اقدس میں سرگرم ہوئے زمزم شریف سے ڈول کے ڈول بھر کر آتے اور کعبہ کو اندر باہر سے دھویا جاتا، کپڑے بھگو بھگو کر تصویریں مٹائی جاتیں، یہاں تک کہ وہ مشرکوں کے آثار سب دھو کر مٹا دئے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خبر پائی کہ اب کوئی نشان باقی نہ رہا اس وقت اندر رونق افروز ہوئے، اتفاق سے بعض تصاویر مثل تصویر ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نشان رہ گیا تھا، پھر نظر فرمائی تو حضرت مریم کی تصویر بھی صاف نہ دُھلی تھی حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ایک ڈول پانی منگا کر بنفسِ نفیس کپڑا تر کرکے اُن کے مٹانے میں شرکت فرمائی اور ارشاد فرمایا: اللہ کی مار ان تصویر بنانے والوں پر۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے :

فی حدیث اسامۃ انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دخل الکعبۃ فرأی صورۃ ابراھیم فدعا بماء فجعل یمحوھا وھو محمول علی انہ بقیۃ تخفی علی من محاھا اولاً۔[2]

حضرت اسامہ کی حدیث میں ہے کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کعبہ شریف کے اندر تشریف لیگئے تو کچھ تصاویر انمٹی دیکھ کر پانی منگوایا اور انھیں اپنے دستِ اقدس سے خود مٹانے لگے۔ یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ بعض تصویروں کے کچھ نشانات باقی رہ گئے تھے جنھیں پہلی دفعہ مٹانے والا نہ دیکھ سکا (تو حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دوبارہ انھیں مٹا دیا)۔ (ت)

حدیث ۲۶ : صحیحین میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے :

لما اشتکی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مرض میں بعض

---

[1] المصنف لابن ابی شیبہ کتاب المغازی حدیث ۱۸۷۶۵ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴/ ۴۹۲

[2] فتح الباری کتاب المغازی باب این رکز النبی صلی اللہ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح مصطفی البابی مصر ۹/ ۸۷، ۸۸

Marfat.com

ذکر بعض نسائه كنيسة يقال لها مارية وكانت ام سلمة و ام حبيبة اتتا ارض الحبشة فذكرتا من حسنها و تصاوير فيها فرفع راسه فقال اولئك اذا مات فيهم الرجل الصالح بنوا على قبره مسجدا ثم صوروا فيه تلك الصور اولئك شرار خلق الله [1]

ازواجِ مطہرات نے ایک گرجا کا ذکر کیا جس کا نام ماریہ تھا اور حضرت ام المومنین ام سلمہ و ام المومنین ام حبیبہ ملک حبشہ میں ہو آئی تھیں ان دونوں بیبیوں نے ماریہ کی خوبصورتی اور اس کی تصویروں کا ذکر کیا، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سر اٹھا کر فرمایا یہ لوگ جب ان میں کوئی نیک بندہ نبی یا ولی انتقال کرتا ہے اس کی قبر پر مسجد بنا کر اس میں تبرکًا اس کی تصویر لگاتے ہیں یہ لوگ بدترین خلق ہیں۔ (ت)

فی المرقاۃ الرجل الصالح ای من نبی او ولی تلك الصور ای صور الصلحاء تذکیرا بهم و ترغیبا فی العبادۃ لاجلهم [2] الخ۔

مرقات (از محدث علی قاری) میں ہے مردِ صالح یعنی وہ نبی یا ولی فوت ہو جاتا اس کی تصاویر بناتے اور لٹکایا کرتے تھے ان کی یادگار اور ان کی وجہ سے عبادت میں رغبت دلانے کیلئے الخ۔ (ت)

حدیث ۲۷: امام بخاری کتاب الصلوٰۃ جامع صحیح میں تعلیقًا بلا قصد اور عبد الرزاق و ابوبکر بن ابی شیبہ اپنے اپنے مصنف اور بیہقی سنن میں اسلم مولیٰ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے موصولًا مع القصہ راوی جب امیر المومنین ملک شام کو تشریف لے گئے ایک زمیندار نے آکر عرض کی میں نے حضور کے لئے کھانا تیار کرایا ہے میں چاہتا ہوں حضور قدم رنجہ فرمائیں کہ کنیسوں میں میری عزت ہو، امیر المومنین نے فرمایا:

انا لا ندخل کنائسکم من اجل الصور التی فیها [3]

ہم ان کنیسوں میں نہیں جاتے جن میں یہ تصویریں ہوتی ہیں۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی البیعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۶۲
" کتاب الجنائز باب بناء المسجد علی القبر " " ۱/۱۷۹
صحیح مسلم کتاب المساجد باب النہی عن بناء المسجد علی القبر " " ۱/۲۰۱
[2] مرقاۃ المفاتیح کتاب اللباس باب التصاویر الفصل الثالث مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/۳۰۲
[3] المصنف لعبد الرزاق باب التماثیل وما جاء فیہ حدیث ۱۹۴۸۶ المکتب الاسلامی بیروت ۱۰/۳۹۸
صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی البیعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۶۲

Marfat.com

بالجملہ حکم واضح ہے اور مسئلہ مستبین اور حرکات مذکورہ حرام بالیقین اور ان میں اعتقاد ثواب ضلال مبین اس شخص پر فرض ہے کہ اس حرکت سے باز آئے اور حرام میں ثواب کی امید سے نہ خود گمراہ ہو نہ جاہل مسلمانوں کو گمراہ بنائے ان تصویروں کو ناآباد جنگل میں راہ سے دور نظر عوام سے بچاکر اس طرح دفن کردیں کہ جہال کو اُن پر اصلاً اطلاع نہ ہو یا کسی ایسے دریا میں کہ کبھی پایاب نہ ہوتا ہو نگاہ جاہلان سے خفیہ عمیق کنڈے میں یوں سپرد کردیں کہ پانی کی موجوں سے کبھی ظاہر ہونے کا احتمال نہ ہو، واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم[1] (اور اللہ تعالٰی جسے چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ ت) یہ سب متعلق بتصاویر ذی روح تھا، رہا نقشہ روضۂ مبارکہ، اس کے جواز میں اصلاً مجال سخن وجائے دم زدن نہیں، جس طرح اُن تصویروں کی حرمت یقینی ہے یُوں ہی اس کا جواز اجماعی ہے، ہر شرع مطہر میں ذی روح کی تصویر حرام فرمائی، حدیث پانزدہم میں اس قید کی تصریح کردی۔ حدیث اول میں ہے کہ ایک مصوّر نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی خدمت والا میں حاضر ہوکر عرض کی: میں تصویریں بنایا کرتا ہوں اس کا فتوٰی دیجئے۔ فرمایا: پاس آ۔ وہ پاس آیا۔ فرمایا: پاس آ۔ وہ اور پاس آیا یہاں تک کہ حضرت نے اپنا دست مبارک اس کے سر پر رکھ کر فرمایا کیا میں تجھے نہ بتادوں وہ حدیث جو میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سُنی۔ پھر حدیث مذکور مصوروں کے جہنمی ہونے کی ارشاد فرمائی۔ اس نے نہایت ٹھنڈی سانس لی۔ حضرت نے فرمایا:

ویحك ان ابیت الا ان تصنع فعلیك بھذا الشجر وکل شئ لیس فیه روح[2]	افسوس تجھ پر اگر بے بنائے نہ بن آئے تو پیڑ اور غیر ذی روح چیزوں کی تصویریں بنایا کر۔

ائمہ مذاہب اربعہ وغیرہم نے اس کے جواز کی تصریحیں فرمائیں تمام کتب مذاہب اس سے مملو و مشحون ہیں ہر چند مسئلہ واضح اور حق لائح ہے مگر تسکین اوہام وتثبیت عوام کے لئے ائمہ کرام علماء اعلام کی بعض سندیں اسباب میں پیش کروں کہ کن کن اکابر دین واعاظم معتمدین نے مزار مقدس اور اس کے مثل نعل اقدس کے نقشے بنائے اور اُن کی تعظیم اور اُن سے تبرک کرتے آئے اور اسباب میں کیا کیا کلمات روح افزائے مومنین وجانگزائے منافقین ارشاد فرمائے:

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۱۳

[2] مسند احمد بن حنبل از مسند عبداللہ بن عباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۳۰۸
صحیح مسلم کتاب اللباس باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۰۲
صحیح البخاری کتاب البیوع باب بیع التصاویر " " " ۱/ ۲۹۶

Marfat.com

(۱) امام عثیم بن قسطاس تابعی مدنی۔
(۲) امام محدث جلیل القدر ابونعیم صاحب حلیۃ الاولیاء۔
(۳) امام محدث علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن الجوزی حنبلی۔
(۴) امام ابوالیمن ابن عساکر۔
(۵) امام تاج الدین فاکہانی صاحب فجر منیر۔
(۶) علامہ سید نور الدین علی بن احمد سمہودی مدنی شافعی صاحب کتاب الوفا و وفاء الوفا۔
(۷) سیدی عارف باللہ محمد بن سلیمان جزولی صاحب دلائل۔
(۸) امام محدث فقیہ احمد بن حجر مکی شافعی صاحب جوہر منظم۔
(۹) علامہ حسین بن محمد بن حسن دیار بکری صاحب خمیس فی احوال النفس النفیس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔
(۱۰) علامہ سیدی محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی شارح مواہب لدنیہ و منح محمدیہ۔
(۱۱) شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی صاحب جذب القلوب۔
(۱۲) محمد العاشق بن عمر الحافظ الرومی حنفی صاحب خلاصۃ الاخبار ترجمہ خلاصۃ الوفاء وغیرہم ائمہ و علماء نے مزار اقدس و اکرم سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم و قبور مقدسہ حضرات صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نقشے بنائے۔

مواہب اور انس کی شرح میں ہے:

(قد روی ابوداؤد والحاکم من طریق القاسم بن محمد بن ابی بکر) الصدیق (قال دخلت علی عائشۃ فقلت یا امہ اکشفی لی عن قبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) و صاحبیہ الحدیث (زاد الحاکم فرأیت رسول اللہ) ای قبرہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مقدما و ابابکر راسہ بین کتفی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ

امام ابوداؤد اور حاکم نے حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق کی سند سے روایت کیا، فرمایا: میں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے ان سے عرض کیا اماں جان! حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم اور انکے دو ساتھیوں کی قبور سے پردہ اٹھا دیجئے (الحدیث) امام حاکم نے یہ اضافہ کیا (جب مائی صاحبہ نے قبور سے پردہ اٹھایا) تو میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی قبر اطہر سب سے آگے دیکھا اور دوسری دو قبروں کی صورت یہ تھی کہ ابوبکر صدیق

Marfat.com

وسلم وعمر رأسه عند رجلى النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم) قال ابو اليمن بن عساكر وهذه صفته ۔

کا سرمبارک حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے دو کندھوں کے پاس تھا جبکہ فاروق اعظم کا سرمبارک حضور کے مبارک پاؤں کے متوازی و متصل تھا ۔ امام ابوالیمن بن عساکر نے فرمایا صورت نقشہ سامنے ہے :

| النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم |

| عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ |

| ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ |

(وروى ابوبكر الآجرى) الحافظ الامام توفى فى محرم سنة ست وثلثمائة (فى كتاب صفة قبر النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن غثيم بن نسطاس المدنى) تابعى مقبول كما فى التقريب (قال رأيت قبر النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى امارة عمر بن عبد العزيز فرأيته مرتفعا نحوا من اربع اصابع ورأيت قبر ابى بكر وراء قبره ورأيت قبر ابى بكر اسفل منه) ورواه ابونعيم بزيادة وصورة لنا ۔

امام حافظ ابوبکر آجری (متوفی محرم ۳۰۶ھ) نے حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر اطہر کے بیان میں ارشاد فرمایا غثیم بن نسطاس مدنی تابعی (جو مقبول رواۃ میں سے ہیں جیسا کہ التقریب میں ہے) سے روایت ہے فرمایا میں نے حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانۂ خلافت میں آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر اقدس کی زیارت کی۔ قبر اطہر زمین سے چار انگشت کے بقدر بلند تھی اور میں نے دیکھا کہ جناب صدیق اکبر کی قبر مبارک اس کے پیچھے اور اس سے نیچے تھی۔ محدث ابونعیم نے کچھ اضافہ کرتے ہوئے روایت کیا ہے اور ہمارے لئے اس کی یہ تصویری صورت بیان فرمائی : (ت)

| المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم |

| ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ |

[1]

| عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ |

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد العاشر الفصل الثانی دار المعرفۃ بیروت ۸/۲۹۴

Marfat.com

(وقد اختلف اهل السير وغيرهم في صفة القبور المقدسة على سبع روايات اوردها) ابو اليمن ابن عساكر في كتابه (تحفة الزائر) والصحيح منها روايتان احدهما ما تقدم عن القاسم والاخرى وبها جزم رزين وغيره وعليها الاكثر كما قال المصنف في الفصل الثاني وقال النووي انها المشهورة والسمهودي انها اشهر الروايات ان قبره صلى الله تعالى عليه وسلم الى القبلة مقدما بجدارها ثم قبر ابي بكر حذاء منكبي النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وقبر عمر حذاء منكبي ابي بكر رضي الله تعالى عنهما وهذا صفتها:

سیرت نگاروں نے قبور مقدسہ کی وضع یا ساخت میں جو اختلاف کیا ہے اس سلسلے میں سات روایات پائی جاتی ہیں۔ ابوالیمن ابن عساکر نے وہ روایات اپنی کتاب "تحفۃ الزائر" میں بیان کی ہیں ان میں سے صرف دو روایات صحیح ہیں، ایک ان میں سے وہ ہے جو ابوالقاسم کے حوالے سے بیان ہو چکی ہے، اور دوسری روایت وہ ہے جس پر محدث رزین وغیرہ نے اظہار اعتماد کیا ہے اور اسی پر اکثر اہل علم قائم ہیں جیسا کہ مصنف نے دوسری فصل میں فرمایا، امام نووی کہتے ہیں کہ یہی مشہور ہے، اور علامہ سمہودی نے فرمایا: زیادہ مشہور روایت یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی قبر اطہر دیوار قبلہ سے متصل سب سے آگے ہے اور حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم کے شانوں کے بالمقابل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰے عنہ کی قبر ہے پھر صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰے عنہ کے شانوں (کندھوں) کے بالمقابل حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی قبر ہے۔ یہ ان قبور کی صورت ساخت ہے: (ت)

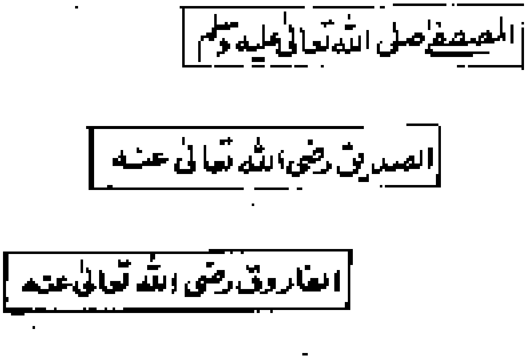

Marfat.com

ومرت واحدة من الضعيفة ولاحاجة لذكر باقيها اھ مافی المواھب و شرحها ملتقطا قلت وقد ذكر السبع جميعا الامام البدر محمود العینی فی عمدة القاری فراجعها ان هويت۔

ایک ضعیف روایت گزر چکی ہے اور بقیہ کے ذکر کی چنداں ضرورت نہیں، جو کچھ مواہب لدنیہ اور اس کی شرح میں منتخب کردہ عبارت تھی وہ مکمل ہوگئی۔ میں کہتا ہوں کہ پوری سات روایتوں کو امام بدرالدین محمود عینی نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف عمدۃ القاری (شرح صحیح بخاری) میں ذکر فرمایا ہے اگر خواہشِ مطالعہ ہو تو اس سے رجوع کیا جائے۔ (ت)

مطالع المسرات میں ہے:
وضع المؤلف صفة الروضة هكذا۔

مؤلف نے روضہ کی ساخت بیان کی جو کہ نقشۂ ذیل کے مطابق کچھ اس طرح ہے: (ت)

قبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

قبر ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ

قبر عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ

۱ ابوبکر مؤخر قلیلا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خلفه وعمر خلف رجلی ابی بکر، وروی ابوداؤد والحاکم وصحح اسناده عن القاسم بن محمد الحدیث قال السمهودی وهذا ارجح ماروی عن القاسم ثم صورها عن ابن عساکر هكذا۔

حضرت ابوبکر صدیق حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کچھ تھوڑا پیچھے ہیں اور حضرت عمر فاروق حضرت ابوبکر صدیق کے پاؤں والی حد سے قدرے پیچھے ہیں۔ امام ابوداؤد اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت قاسم بن محمد سے روایت کی ہے (الحدیث)، علامہ سمہودی نے فرمایا کہ یہ زیادہ راجح ہے جو کچھ حضرت قاسم سے روایت کیا گیا ہے پھر انھوں نے ابن عساکر کے حوالے سے اس کی تصویر (نقشہ) کچھ اس طرح بیان فرمائی: (ت)

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد العاشر الفصل الثانی دارالمعرفۃ بیروت ۸/ ۹۶-۲۹۵

Marfat.com

قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قبر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قبر ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وصفها ابو الفرج ابن الجوزی بوضعها هکذا و نسب ابن حجر هذه الصفة الی الاکثر۱ مختصرا ء قلت و وقع ههنا فی الکتاب تخلیط و اضطراب نبهت علیه علی هامشه و زاده سید المرتضی فی النقل عنه فی شرح الاحیاء لم اجده فی نسختی شرح الدلائل ولا هو صحیح فی نفسه و ذلک انه لم یذکر فی المطالع عن ابن الجوزی صورة جدیدة فکانت قوله هکذا اشارة الی ما مر و هو الذی نسبه ابن حجر الی الجمهور و الاکثر کما ستسمع قریبا ذکره ، اما المرتضی فنقل تصویره عن المطالع عن ابن الجوزی بعد قوله

حافظ ابوالفرج ابن جوزی نے ان کی وضع (یعنی قبور مقدسہ کی ساخت) کچھ اس طرح بیان فرمائی اور علامہ ابن حجر نے اس صورت وضع کو اکثر اہل علم سے منسوب کیا ہے (مختصر عبارت ختم ہوئی) میں کہتا ہوں کہ اس کے باوجود یہاں کتاب میں کچھ خلط ملط اور اشتباہ پایا جاتا ہے میں نے اس پر اس کے حاشیہ میں تنبیہ کی ہے، سید مرتضیٰ نے شرح احیاء العلوم میں اپنے حاشیہ میں تنبیہ فرماتے ہوئے ان سے نقل کرنے میں کچھ اضافہ کیا ہے لیکن میں نے اسے شرح دلائل الخیرات کے اپنے نسخہ میں نہیں پایا اور فی ذاتہ وہ صحیح بھی نہیں اس لئے کہ مطالع المسرات میں ابن جوزی کے حوالے سے کوئی نئی صورت نہیں ذکر کی گئی لہذا ابن جوزی کا قول هکذا اسی گزشتہ قول کی طرف اشارہ ہے اور یہ وہی ہے جس کو علامہ ابن حجر نے جمہور اور اکثر کی طرف منسوب کیا ہے جیسا کہ آئندہ ذکر کیا جاتا ہے آپ سنیں گے لیکن سید مرتضیٰ نے اس کی تصویر مطالع المسرات سے ابن جوزی کے قول هکذا لکھنے کے بعد کچھ اس طرح نقل فرمائی ہے جو نقشہ ذیل

۱؎ مطالع المسرات المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ فیصل آباد ص ۱۴۹ - [illegible]

Marfat.com

هٰکذا هٰکذا۔

سے ظاہر ہے: (ت)

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ

عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ

ثم عقبه بقوله ونسب ابن حجر هذه الصفة الی الاکثر الخ فلا ادری لعل هذا الغلط فی التصویر من النساخ، واللہ تعالٰی اعلم۔

پھر اسے اپنے اس قول کے بعد لائے ہیں کہ علامہ ابن حجر نے اس صفت کو اکثر کی طرف منسوب کیا ہے الخ میں نہیں جانتا کہ شاید تصویر میں یہ لفظ غلطی کرنے والوں کی طرف سے اضافہ ہوگیا ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

جوہر منظم امام ابن حجر میں ہے:

یسن له بل یتأکد علیه اذا فرغ من السلام علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ان یتأخر الی صوب یمینه قدر ذراع للسلام علی ۱ ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنه وکرم وجهه لان راسه عند منکب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ثم یتأخر الی یمینه ایضا قدر ذراع للسلام علی سیدنا عمر رضی اللہ تعالٰی عنه لان راسه عند منکب ابی بکر وهذه صورة القبور الثلثة الکریمة علی الاصح المذکور وعلیه الجمهور،

تاکیدی سنت ہے کہ جب زائر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ذات اقدس پر سلام پیش کرنے سے فارغ ہو تو حضرت ابوبکر صدیق کو سلام پیش کرنے کے لئے بقدر ایک ہاتھ اپنی دائیں جنوبی سمت پیچھے ہٹ جائے (اللہ تعالٰی ان سے راضی ہو اور انکے چہرے کو رونق بخشے) کیونکہ ان کا سر مبارک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شانوں کے بالمقابل ہے پھر دائیں جانب ایک ہاتھ کے بقدر مزید پیچھے ہوجائے تاکہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمت میں سلام پیش کرسکے کیونکہ ان کا سر مبارک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے کندھوں کے بالمقابل ہے۔ زیادہ صحیح قول مذکور کے مطابق

۱؎ اتحاف السادۃ المتقین الجملۃ العاشرۃ صفۃ الروضۃ المشرفۃ الخ دار الفکر بیروت ۴/ ۴۲۱-۴۲۰

Marfat.com

ثم قال بعد التصویر اختیرت وضعها علی هذه الکیفیة لانها المطابقة للواقع عند توجه الناظر الیهم[1] الخ۔

قبور ثلاثہ کی یہی صورت واقع ہے اور اسی پر جمہور کا اتفاق ہے پھر تصویر کے بعد فرمایا میں نے اس کیفیت کے مطابق صورت وضع قبور اختیار کی ہے اس لئے کہ یہی واقع کے مطابق ہے جب زائر انکی طرف متوجہ ہو الخ (ت)

اگر معاذ اللہ دلائل الخیرات شریف سے نقشہ مقدسہ نکالا جائے تو صرف دلائل بلکہ ان سب کتب احادیث وسیر وغیرہا کے اوراق چاک کئے جائیں اور اُن ائمہ محدثین کے بنائے ہوئے نقشوں کا کیا علاج ہو جو زمانۂ تابعین و تبع تابعین سے قرناً فقرناً روایت حدیث میں نقشے بناتے آئے اللہ عزوجل افراط وتفریط کی آفت سے بچائے۔ دلائل الخیرات شریف کو تالیف ہوئے پونے پانسو برس گزرے جب سے یہ کتاب مستطاب شرقاً غرباً عرباً عجماً تمام جہان کے علماء و اولیاء و صلحاء میں حرز جان و وظیفۂ دین وایمان ہو رہی ہے، یہ حسن قبول خدا و رسول جل جلالہ وصلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم زید و عمرو کے مٹائے نہیں مٹ سکتا۔

ہمہ شیرانِ جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند ... روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

(دنیا کے سارے شیر اسی سلسلے میں بندھے ہوئے ہیں لہذا کسی حیلہ سے لومڑی اس سلسلہ کو کیسے کاٹ سکتی ہے۔ ت)

ہاں اب سے زمانۂ فتنہ کے گھرانے میں وہ گمراہ بھی پیدا ہوئے جو عیاذاً باللہ دلائل الخیرات کو معدن شرک و بدعات کہتے ہیں مگر اُن کے بکنے سے اُمتِ مرحومہ کا اتفاق و اطباق نہیں ٹوٹ سکتا۔

مہ فشاند نور و سگ عو عو کند ... ہر کسے بر خلقت خود می تند

(چاند نور بکھیرتا ہے کتے اسے بھونکتے ہیں، درحقیقت ہر ایک اپنی اپنی تخلیق میں تنا ہوا اور کسا ہوا ہے۔ ت)

کشف الظنون میں ہے:

ودلائل الخیرات آیة من آیات الله یواظب بقراءته فی المشارق والمغارب وللدلائل اختلاف فی النسخ لکثرة روایتها عن المؤلف رحمه الله تعالٰی

یعنی کتاب دلائل الخیرات اللہ تعالٰی کی آیتوں میں ایک آیت ہے کہ مشارق ومغارب میں ہمیشہ پڑھی جاتی ہے، اس کے نسخے مختلف ہیں کہ مؤلف رحمہ اللہ تعالٰی سے اس کی روایت بکثرت ہوئی ہے[2]

---

[1] الجوہر المنظم الفصل السابع فی [illegible] المکتبة القادریہ جامعہ نظامیہ [illegible] لاہور

Marfat.com

لکن المعتبر نسخة ابی عبد اللہ محمد السہیلی کان المؤلف صححہا قبل وفاتہ بثمان سنین سادس ربیع الاول سنۃ ۸۶۲ھ ملخصاً۔

معتبر ابو عبد اللہ محمد سہیلی کا نسخہ ہے کہ مؤلف قدس سرہٗ نے وصال شریف سے آٹھ برس پہلے ششم ربیع الاول ۸۶۲ھ کو اس کی تصحیح فرمائی تھی۔

(۱۳) علامہ محمد بن احمد بن علی فاسی قصری مطالع میں فرماتے ہیں،

اعقب المؤلف رحمہ اللہ تعالٰی ورضی عنہ ترجمۃ الاسماء بترجمۃ صفۃ الروضۃ المبارکۃ موافقا وتابعا للشیخ تاج الدین الفاکہانی فانہ عقد فی کتابہ الفجر المنیر بابا فی صفۃ القبور المقدسۃ ومن فوائد ذٰلک ان یزور المثال من لم یتمکن من زیارۃ الروضۃ ویشاھدہ مشتاق ویلثمہ ویزداد فیہ حبا وشوقا[2]

مؤلف رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فصل اسماء طیبہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد صفت روضہ مبارکہ کی فصل بہ تبعیت وموافقت امام تاج الدین فاکہانی ذکر فرمائی کہ انھوں نے بھی اپنی کتاب فجرِ منیر میں خاص ایک باب ذکر کیا اور اس میں بہت فائدے ہیں از انجملہ یہ کہ جسے روضۂ مبارکہ کی زیارت میسر نہ ہوئی وہ اس نقشہ پاک کی زیارت کرے مشتاق اسے دیکھے اور بوسہ دے اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی محبت اور حضور کا شوق اسکے دل میں بڑھے۔

اللّٰھم ارزقنا اٰمین (اے اللہ! ہمیں بھی یہ نصیب فرما اور ہماری یہ درخواست قبول فرما۔ ت)

(۱۴) اسی میں ہے:

قد کنت رأیت تالیفا لبعض المشارقۃ یقول فیہا انہ ینبغی لذاکر (اسم الجلالۃ) من المریدین ان یکتبہ بالذھب فی ورقۃ ویجعلہ نصب عینیہ فاذا صور قاریٔ ھذا الکتاب الروضۃ صورۃ حسنۃ بالوان حسنۃ و خصوصًا بالذھب فھو من معنی ذٰلک[3]

میں نے بعض علماءِ مشرق کی تالیف میں دیکھا کہ جو مرید اسم پاک اللہ کا ذکر کرے اُسے چاہئے کہ نام پاک اللہ ایک ورق میں سونے سے لکھ کر اپنے پیش نظر رکھے توجب اس کتاب کو پڑھنے والا روضہ مقدسہ کی خوبصورت تصویر خوشنما رنگوں سے رنگین خصوصًا آبِ زر سے بنائے تو وہ اسی قبیل سے ہے۔

---

[1] کشف الظنون باب الدال المہملہ دلائل الخیرات منشورات مکتبۃ المثنی بغداد ۱/ ۷۵۹
[2] مطالع المسرات المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ فیصل آباد ص ۱۴۴
[3] " " " " " " ص ۱۴۵

(۱۵) اُسی میں ہے ،

وقد ذکر بعض من تکلم علی الاذکار و کیفیۃ التربیۃ بھا انہ اذا کمل لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فلیشخص بین عینیہ ذاتہ الکریمۃ بشریۃ من نور فی ثیاب من نور یعنی لتنطبع صورتہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فی روحانیتہ و یتألف معھا تألفا یتمکن بہ من الاستفادۃ من اسرارہ والاقتباس من انوارہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم قال فان لم یرزق تشخص صورتہ فیری کانہ جالس عند قبرہ المبارک یشیر الیہ متی ما ذکرہ فان القلب متی ما شغلہ شیئ امتنع من قبول غیرہ فی الوقت الخ۔ اٰخر کلامہ فیحتاج الی تصویر الروضۃ المشرفۃ والقبور المقدسۃ لیعرف صورتھا ولشخصھا بین عینیہ من لم یعرفھا من المصلین علیہ فی ھذا الکتاب وھم عامۃ الناس وجمھورھم۔[۱]

بعض اولیائے کرام جنھوں نے ذکر و شغل سے تربیت مریدین کی کیفیت ارشاد کی بیان فرماتے ہیں کہ جب ذکر لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم سے کامل کرلے تو چاہئے کہ حضور اقدس صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم کا تصور اپنے پیش نظر جمائے بشری صورت نور کی طلعت نور کے لباس میں تاکہ حضور اقدس صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم کی صورت کریمہ اس کے آئینۂ دل میں جم جائے اور اس سے وہ الفت پیدا ہو جس کے سبب حضور کے اسرار سے فائدہ لے حضور کے انوار کے پھول چُنے اور جسے یہ تصور میسر نہ ہو وہ یہی خیال جمائے کہ گویا مزار مبارک کے سامنے حاضر ہے اور ہر بار جب ذکر میں نام پاک آئے تصور میں مزار اقدس کی طرف اشارہ کرتا جائے کہ دل جب ایک چیز سے مشغول ہو جاتا ہے پھر اس وقت دوسری چیز قبول نہیں کرتا تو اب روضہ مطہرہ و قبور طیبہ کی تصویر بنانے کی حاجت ہوئی کہ جن دلائل الخیرات پڑھنے والوں نے اُن کی زیارت نہ کی اور اکثر ایسے ہی ہیں وہ انھیں پہچان لیں اور ذکر کے وقت اُن کا تصور ذہن میں جمائیں۔

(۱۶) اُسی میں ہے ،

وقد استنابوا مثال النعل عن النعل وجعلوا لہ من الاکرام والاحترام ما للمنوب عنہ وذکروا لہ خواصا وبرکات وقد جربت وقالوا فیہ اشعارا[۱]

علمائے کرام نے نعل مقدس کے نقشے کو نعل مقدس کا قائم مقام بنایا اور اس کے لئے وہی اکرام و احترام جو اصل کے لئے تھا ثابت ٹھہرایا اور اس

---

[۱] مطالع المسرات المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ فیصل آباد ص ۱۴۴

Marfat.com

كثيرة وألفوا فى صورته و رووه بالاسانيد
وقد قال القائل :[1]

اذا ما الشوق اقلقنى اليها
ولم اظفر بمطلوبى لديها
نقشت مثالها فى الكف نقشا
وقلت لناظرى قصرا عليها

نقشہ مبارک کے لئے خواص و برکات ذکر فرمائے اور بلا شبہہ وہ تجربے میں آئے اور اس میں بکثرت اشعار کہے اور اس کی تصویر میں رسالے تصنیف کئے اور اسے سندوں کے ساتھ روایت کیا اور کہنے والے نے کہا :

جب اس کی آتشِ شوق میرے سینے میں بھڑکتی ہے اور اس کا دیدار میسر نہیں ہوتا اس کی تصویر ہاتھ پر کھینچ کر آنکھ سے کہتا ہوں اسی پر بس کر ۔

(۱۷) علامہ تاج فاکہانی فجر منیر میں فرماتے ہیں :

من فوائد ذلك ان من لم يمكنه زيارة الروضة فليبرز مثالها وليلثمه مشتاقا لانه ناب مناب الاصل كما قد ناب مثال نعله الشريفة مناب عينها فى المنافع والخواص شهادة التجربة الصحيحة و لذا جعلوا له من الاكرام والاحترام ما يجعلون للمنوب عنه[2] الخ ۔

نقشہ روضہ مبارک کے لکھنے میں ایک فائدہ یہ ہے کہ جسے اصل روضہ اقدس کی زیارت نہ ملی وہ اس کی زیارت کرے اور شوقِ دل کے ساتھ اسے بوسہ دے کہ یہ مثال اُسی اصل کے قائم مقام ہے جیسے نقشہ نعل مقدس منافع و خواص میں بالیقین اس کا قائم مقام ہے جس پر صحیح تجربہ شاہد عدل ہے ولہذا علمائے دین نے نقشے کا اعزاز و اعظام وہی رکھا جو اصل کا رکھتے ہیں ۔

(۱۸) حضرت مصنفِ دلائل قدس سرہ العزیز اُس کی شرح کبیر میں اسے نقل فرماتے اور علامہ ممدوح کی متابعت ظاہر کرتے ہیں :

حيث قال انما ذكرتها تابعا للشيخ تاج الدين الفاكهانى فانه عقد فى كتابه الفجر المنير بابا فى صفة القبور المقدسة و

چنانچہ مصنف دلائل الخیرات نے فرمایا میں نے علامہ تاج الدین فاکہانی کے اتباع میں اس کا ذکر کیا ہے اس لئے کہ موصوف نے اپنی کتاب الفجر المنیر میں قبور مقدسہ کی صورت وضع

---

[1] مطالع المسرات المكتبة النورية الرضوية فيصل آباد ص ۱۴۴
[2] فجر منیر

Marfat.com

قال ومن فوائد ذلک[1] الخ .   میں ایک باب باندھا اور فرمایا ان فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ہے الخ ۔ (ت)

(۱۹) امام ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن خلف السلمی الشہیر بابن الحاج المتوفی الاندلسی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے نقشِ نعلِ مقدس کے بیان میں مستقل کتاب تالیف فرمائی ۔

(۲۰) اسی طرح اُن کے تلمیذ شیخ عزیز ابو الیمن ابن عساکر نے نفیس وجلیل کتاب مسمّٰی بخدمت النعل للقدم المحمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لکھی جس کے ساتھ اکابر ائمہ نے مثل کتب حدیث روایۃً وسماعاً وقراءۃً اعتنائے تام کیا ۔

(۲۱) امام احمد بن محمد خطیب قسطلانی صاحب ارشاد الساری شرح صحیح بخاری مواہب لدنیہ و منح محمدیہ میں فرماتے ہیں :

قد ذکر ابو الیمن ابن عساکر تمثال نعله الکریمة علیه افضل الصلوٰة والتسلیم فی جزء مفرد رویته قراءة وسماعا وکذا افرده بالتالیف ابو اسحٰق ابراهیم بن محمد بن خلف السلمی المشهور بابن الحاج من اهل المریة بالاندلس وکذا غیرهما ولله در ابی الیمن بن عساکر حیث قال ؎

یا منشدا فی رسم ربع خال   ومناشدا للدارس الاطلال   دع ندب آثار وذکر مآثر
لاحبة بانوا وعصر خال   والثم ثری الاثر الکریم فحبذا   ان فزت منه بلثم ذا التمثال
صافحه بعد الوجه من وجنة   فی تربه وجدا وفرط تغال   یا شبه نعل المصطفٰی روحی الفداء
لحلاک الاسمی الشریف العالی   هملت لمرآک العیون وقد نأی   مرمی العیان بغیر ما اهمال
وتذکرت عهد العقیق فاثرت   شوقا عقیق المدمع الهطال   اذکرتنی قدما لها قدم العلا
والجود والمعروف والافضال   لو ان خدی یحتذی نعلا لها   لبلغت من نیل المنی آمال
او ان اجفن فی موطیء نعالها   ارحض ست عزا بنی الاذلال   امر بالالتقاط[2]

خلاصہ یہ کہ ابو الیمن ابن عساکر نے نقشِ نعل اقدس کے باب میں ایک مستقل جزء تالیف کیا جسے میں نے استاد پر پڑھ کر اور استاد سے سُن کر روایت کیا اور اسی طرح ابن الحاج اندلسی وغیرہما علماء نے اس

---

[1] مطالع المسرات   المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ فیصل آباد   ص ۲۴۲
[2] المواہب اللدنیۃ   المقصد الثالث الفصل الثالث لبس النعل   المکتب الاسلامی بیروت ۲/۴۶۴ تا ۴۶۶

Marfat.com

بارہ میں مستقل تصنیفیں کیں اور اللہ عزوجل کے لئے ہے خوبی ابوالیمن ابن عساکر کی، کیا خوب قصیدہ مدح شبیہہ شریف میں لکھا ہے جس میں فرماتے ہیں: اے فانی کی یاد کرنے والے ان چیزوں کی یاد چھوڑ اور تبرکاتِ شریفہ مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خاکبوسی کر۔ زہے نصیب اگر تجھے اس تصویرِ نعل مبارک کا بوسہ ملے اپنا رخسارہ اس پر رکھ اور اس کی خاک پر اپنا چہرہ مل۔ اے نعل مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصویر! تیری عزت وشرف بلند پر میری جان قربان تجھے دیکھ کر آنکھیں ایسی بہ نکلیں کہ اب تھمنا بہت دور ہے تجھے دیکھ کر انھیں مدینے کی وادی عقیق میں مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفتار یاد آگئی لہذا اپنے اشکِ رواں کے سرخ سرخ عقیق نچھاور کر رہے ہیں۔ اے تصویرِ نعل مبارک! تو نے مجھے وہ قدم پاک یاد دلادیا جس کے بلندی وجود واحسان وفضل قدیم سے ہیں، اگر میرا رخسارہ تراش کر اس قدم پاک کے لئے کفش بناتے تو دل کی تمنا بر آتی یا میری آنکھ ان کی کفش مبارک کے لئے زمین ہوتی تو اس زمین ہونے سے عزت کا آسمان بن جاتی ؏

جزاك الله خيرا يا ابا اليمن

(اے ابوالیمن! اللہ تعالےٰ تمھیں بہترین صلہ عطا فرمائے۔ ت)

(۲۲) ابوالحکم بن عبدالرحمٰن الشہیر بابن المرحل کہ فضلائے مغاربہ سے ہیں امام بقیۃ الحفاظ ابن حجر عسقلانی نے تبصیر میں ان کا ذکر لکھا وصف نقش نعل مبارک میں ان کا قصیدہ غرا شیخ ابن الحاج نے اپنی کتاب مذکور میں ذکر کیا امام قسطلانی نے اسے ما احسنہا کہا یعنی کیا خوب فرمایا، اس کے بعض ابیاتِ کریمہ مواہب میں یہ ہیں: ؎

مثال لنعلی من احب هويته ... فهاانا فی يومی و ليلی لاثمه

أجرّ علی راسی و وجهی اديمه ... وألثمه طورا وطورًا الازمه

امثله فی رجل اكرم من مشی ... فتبصره عينی و ما انا حالمه

احرك خدی ثم احسب وقعه ... علی وجنتی خطوا اهناك يداومه

و من لی بوقع النعل فی حروجنتی ... لماش علت فوق النجوم براجمه

ساجعله فوق الترائب عوذة ... لقلبی لعل القلب يبرد حاجمه

واربطه فوق الشؤن تميمة ... لجفنی لعل الجفن يرقأ ساجمه

الا بابی تمثال نعل محمد ... لطاب لحاذيه و قدس خادمه

يود هلال الافق لو انه هوی ... يزاحمنا فی لثمه و نزاحمه

Marfat.com

سلام علیہ کلما ھبت الصبا   وحنت باغصان الاراک حمائمہ [1]

اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصویر نعل پاک کو میں دوست رکھتا اور رات دن اسے بوسہ دیتا ہوں اپنے سر اور منہ پر رکھتا اور کبھی چومتا کبھی سینے سے لگاتا ہوں، میں اپنے دھیان میں اسے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پائے اقدس میں تصور کرتا ہوں تو شدت صدق تصور سے گویا اپنی آنکھوں سے جاگتے میں دیکھ لیتا ہوں اس نقش پاک کو اپنے رخسارے پر رکھ کر جنبش دیتا اور یہ خیال کرتا ہوں کہ گویا وہ اسے پہنے ہوئے میرے رخسارے پر چل رہے ہیں، آہ کون ایسی صورت کرے کہ وہ پائے مبارک جو ستارگان آسمان ہشتم کے سروں پر بلند ہوئے ان کی کفش مبارک چلنے میں میرے رخسارے پر پڑے ہیں نقشہ نعل پاک کو اپنے سینے پر دل کا تعویذ بنا کر رکھوں گا شاید دل کی آگ ٹھنڈی ہو، میں اسے سر پر آنکھوں کا تعویذ بنا کر باندھوں گا شاید بھیگی پلکیں رک لیں، میں تو تصویر کفش مقدس پر میرا باپ نثار، کیا اچھا ہے اس کا بنانے والا اور جو اس کی خدمت کرے پاک ہو جائے، ما و تو کی تمنا ہے کاش آسمان سے اتر کر اس نقشہ مبارک کے بوسے میں ہم اور وہ باہم مزاحمت کرتے، اللہ عزوجل کا سلام اترے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جب تک باد صبا چلے اور جب تک درخت اراک کی ڈالیوں پر کبوتر گونجیں، اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلیٰ الہ وامتہ ابداً آمین (یا اللہ! ان پر درود و سلام اور برکت نازل فرما اور ان کی آل اور امت پر ہمیشہ ہمیشہ اپنی رحمت فرما، یہی میری دعا ہے اسے قبول فرما۔ت)

(۴۳) نیز مواہب لدنیہ میں ہے:

من بعض ماذکر من فضلہا وجرب من نفعہا وبرکتہا ماذکرہ ابوجعفر احمد بن عبد المجید وکان شیخا صالحا ورعا قال حذوت ھذا المثال لبعض الطلبۃ فجاء فی یوما فقال رأیت البارحۃ من برکۃ ھذا النعل عجبا اصاب زوجی وجع شدید کادیھلکہا فجعلت النعل علی موضع الوجع وقلت اللھم ارنی برکۃ صاحب ھذا النعل فشفاھا اللہ للحین [2]

اس مثال مبارک کے فضائل جو ذکر کئے گئے اور اس کے منافع و برکات جو تجربے میں آئے ان میں سے وہ ہیں جو شیخ صالح صاحب ورع و تقوی ابوجعفر احمد بن عبد المجید نے بیان فرمایا کہ میں نے نعل مقدس کی مثال اپنے بعض تلامذہ کو بنا دی تھی ایک روز انھوں نے آکر کہا رات میں نے اس مثال مبارک کی عجب برکت دیکھی میری زوجہ کو ایک سخت درد لاحق ہوا کہ مرنے کے قریب ہو گئی میں نے مثال مبارک موضع درد پر رکھ کر دعا کی کہ الٰہی! اس کی برکت سے شفا دے، اللہ عزوجل نے فوراً شفا بخشی۔

[1] المواہب اللدنیہ المقصد الثالث الفصل الثالث تبرک النعل المکتب الاسلامی بیروت ۲/۴۴۱
[2]

Marfat.com

(۲۴) نیز امام قسطلانی فرماتے ہیں کہ ابو اسحاق ابراہیم بن الحاج فرماتے ہیں کہ اُن کے شیخ الشیخ ابوالقاسم بن محمد فرماتے ہیں:

ومما جرب من برکتہ ان من امسکہ عندہ متبرکا بہ کان لہ امانا من بغی البغاۃ وغلبۃ العداۃ وحرزا من کل شیطان مارد وعین کل حاسد وان امسکتہ المرأۃ الحامل بیمینہا وقد اشتد علیہا الطلق تیسر امرہا بحول اللہ تعالیٰ وقوتہ[1]

نقشہ نعل مبارک کی آزمائی ہوئی برکات سے یہ ہے کہ جو شخص بہ نیت تبرک اسے اپنے پاس رکھے ظالموں کے ظلم اور دشمنوں کے غلبہ سے امان پائے اور وہ نقشہ مبارک ہر شیطان سرکش اور حاسد کے چشم زخم سے اس کی پناہ ہو جائے اور زنِ حاملہ بہ شدت درد زہ میں اگر اُسے اپنے داہنے ہاتھ میں لے بعنایتِ الٰہی اس کا کام آسان ہو۔

(۲۵) علامہ احمد بن محمد مقری تلمسانی نے اس باب میں دو مستقل کتابیں تصنیف فرمائیں، ایک النفحات العنبریۃ فی وصف نعل خیر البریۃ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کہ وجیز ونافع ہے، دوسری فتح المتعال فی مدح خیر النعال کہ بسیط وجامع ہے، ان کتب مبارکہ میں عجب عجب فضائل و برکات دفع بلیات و قضائے حاجات کے جو اس نقشہ مبارکہ سے خود مشاہدہ کئے اور سلف صالح و معاصرین صالحین نے دیکھے بکثرت بیان فرمائے ان کا ذکر باعثِ تطویل ہے جو چاہے فتح المتعال مطالعہ کرے، اب ہم بنظرِ اختصار اُن باقی ائمہ و اعلام کے بعض گرامی نام شمار کرنے پر اقتصار کریں جنھوں نے نقشہ مبارکہ بنوایا، بنا کر اپنے تلامذہ کو عطا فرمایا، اس سے تبرک کیا، اس کی مدحیں لکھیں، اُس سے فیض و برکت حاصل کرنے، اُسے سر آنکھوں پر رکھنے، بوسہ دینے کی ترغیبیں کیں، احادیث کی طرح باہتمام تام اس کی روایتیں فرمائیں، جسے تفصیل دیکھنی ہو فتح المتعال وغیرہ کی طرف رجوع لائے۔ وباللہ التوفیق۔

(۲۶) امام اجل ابو اویس عبداللہ بن عبداللہ بن اویس ابوالفضل بن مالک بن ابی عامر اصبحی مدنی کہ اکابر علماء مدینہ طیبہ و ائمہ محدثین و رجال صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ اور تبع تابعین کے طبقہ اعلیٰ سے ہیں، امام مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے بہنوئی اور بھتیجے یعنی ان کے حقیقی چچا زاد بھائی کے بیٹے ہیں، ۱۶۷ھ میں انتقال فرمایا، انھوں نے خود اپنے واسطے امام مالک وغیرہ اکابر تابعین و تبع تابعین کے زمانے میں نعلِ اقدس نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی مثال بنوا کر اپنے پاس رکھی اور قرناً فقرناً

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الثالث الفصل الثالث لبس النعل المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۶۷

Marfat.com

اسی مثال کے نقشے پر طبقہ کے علماء لیتے رہیے۔

(۲۷) ان کے صاحبزادے امام مالک کے بھانجے اسمٰعیل بن ابی اویس کہ امام بخاری و امام مسلم کے اُستاذ اور رجال صحیحین اور اتباع تبع تابعین کے طبقۂ اعلیٰ سے ہیں، امام شافعی و امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے معاصر، ۲۲۶ ہجری میں وفات پائی۔

(۲۸) اُن کے شاگرد ابو یحییٰ بن ابی میسرہ۔

(۲۹) اُن کے تلمیذ ابو محمد ابراہیم بن اسمٰعیل سبتی۔

(۳۰) اُن کے شاگرد ابو سعید عبد الرحمٰن بن محمد بن عبد اللہ مکی۔

(۳۱) اُن کے تلمیذ محمد بن جعفر تمیمی۔

(۳۲) اُن کے تلمیذ محمد بن الحسین الفارسی۔

(۳۳) اُن کے شاگرد شیخ ابو زکریا عبد الرحیم بن احمد بن نصر بن اسحاق بخاری۔

(۳۴) اُن کے تلمیذ شیخ فقیہ ابو القاسم علی بن عبد السلام بن حسن رملی۔

(۳۵) اُن کے شاگرد شیخ عیاض۔

(۳۶) دوسرے تلمیذ اجل امام اکمل حافظ الحدیث قاضی ابوبکر ابن العربی اشبیلی اندلسی۔

(۳۷) اُن دونوں کے شاگرد امام ابن العربی کے صاحبزادے فقیہ ابو زید عبد الرحمٰن بن محمد بن عبد اللہ۔

(۳۸) اُن کے تلمیذ ابن الجیہ۔

(۳۹) اُن کے شاگرد شیخ ابن البر تونسی۔

(۴۰) اُن کے تلمیذ شیخ ابن فہد مکی۔

(۴۱) ح امام اجل ابن العربی ممدوح کے دوسرے شاگرد ابو القاسم خلف بن بشکوال۔

(۴۲) اُن کے تلمیذ ابو جعفر احمد بن علی اوسی جن کے شاگرد ابو القاسم بن محمد اور اُن کے تلمیذ ابو اسحٰق ابراہیم بن الحاج ان کے شاگرد ابو الیمن ابن عساکر مذکورین ہیں جن کے اقوال طیبہ اوپر مرقوم ہوئے۔

(۴۳) ح امام اسمٰعیل بن ابی اویس مدنی ممدوح کے دوسرے تلمیذ ابو اسحٰق ابراہیم بن الحسین۔

(۴۴) اُن کے شاگرد محمد بن احمد خرازی اصبہانی۔

(۴۵) اُن کے تلمیذ ابو عثمان سعید بن حسن تستری۔

(۴۶) اُن کے شاگرد ابوبکر محمد بن عدی بن علی منقری۔

(۴۷) اُن کے تلمیذ ابو طالب عبد اللہ بن حسن بن احمد عنبری۔

Marfat.com

(۴۸) اُن کے شاگرد ابو محمد عبد العزیز بن احمد کنانی۔
(۴۹) اُن کے تلمیذ ابو محمد ہبۃ اللہ بن احمد بن محمد الکفانی دمشقی۔
(۵۰) اُن کے شاگرد حافظ ابو طاہر احمد بن محمد بن احمد اسکندرانی۔
(۵۱) اُن کے تلمیذ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن تجیبی۔
(۵۲) اُن کے شاگرد ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ سبتی ان کے تلمیذ ابو اسحٰق ابراہیم بن الحاج سلمی ممدوح ان کے شاگرد ابن عساکر۔
(۵۳) ان کے تلمیذ بدر فارقی۔ یہ تین سلسلے مثل سلاسل حدیث تھے۔ ان کے علاوہ
(۵۴) امام ابو حفص عمر فاکہانی اسکندرانی۔
(۵۵) شیخ یوسف تتائی مالکی۔
(۵۶) فقیہ ابو عبد اللہ بن سلامہ۔
(۵۷) فقیہ محدث ابو یعقوب۔
(۵۸) اُن کے شاگرد ابو عبد اللہ محمد بن رشید فہری۔
(۵۹) حافظ شہیر ابو الربیع بن سالم کلاعی۔
(۶۰) اُن کے تلمیذ حافظ ابو عبد اللہ بن الآبار قضاعی۔
(۶۱) ابو عبد اللہ محمد بن جابر وادی۔
(۶۲) خطیب ابو عبد اللہ بن مرزوق تلمسانی۔
(۶۳) ابن عبد الملک مراکشی۔
(۶۴) شیخ ابو الخصال۔
(۶۵) ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن عبد الحق انصاری معروف بابن القصاب۔
(۶۶) شیخ فتح اللہ حلبی بیلونی۔
(۶۷) قاضی شمس الدین ضیف اللہ ترابی رشیدی۔
(۶۸) شیخ عبد المنعم سیوطی۔
(۶۹) محمد بن فرج سبتی۔
(۷۰) شیخ ابن حبیب النبی جن سے علامہ تلمسانی نے نقشہ مقدسہ کی عجیب برکت شفا بارہا روایت کی۔
(۷۱) سید محمد موسیٰ حسینی مالکی معاصر علامہ ممدوح۔

Marfat.com

(۷۲) سید جمال الدین محدث صاحب روضۃ الاحباب۔

(۷۳) علامہ شہاب الدین خفاجی جنھوں نے فتح المتعال کی تعریف کی اور ھو مصنف حسن فرمایا یعنی وہ خوب کتاب ہے۔

(۷۴) فاضل کاتب چلپی صاحب کشف الظنون۔

(۷۵) فاضل علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی شارح مواہب وموطا امام مالک۔

اب اور پانچ ائمہ کرام کے اسمائے طیبہ عالیہ پر اختتام کیجئے جن کی امامت کبرٰی پر اجماع اور ان کی جلالت شان وعظمت مکان مشہور ومعروف بلاد وبقاع:

(۷۶) امام اجل حافظ الحدیث زین الدین عراقی استاذ امام الشان ابن حجر عسقلانی صاحب الفیۂ سیرت وغیرہا۔

(۷۷) ان کے ابن کریم علامہ عظیم سیدی ابوزرعہ عراقی۔

(۷۸) امام اجل سراج الفقہ والحدیث والملۃ والدین بلقینی۔

(۷۹) امام جلیل محدث نبیل حافظ شمس الدین سخاوی۔

(۸۰) امام اجل واکرم علامہ عالم خاتم الحفاظ والمحدثین جلال الملۃ والشرع والدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی رضی اللہ عنہم وعنا بہم یوم الدین آمین یارب العالمین۔

بالجملہ مزار اقدس کا نقشہ تابعین کرام اور نعل مبارک کی تصویر تبع تابعین اعلام سے ثابت اور جب سے آج تک ہر قرن وطبقہ کے علماء وصلحاء میں معمول ورائج ہمیشہ اکابر دین ان سے تبرک کرتے اور ان کی تکریم وتعظیم رکھتے آئے ہیں تو اب انھیں بدعت شنیعہ اور شرک وحرام نہ کہے گا مگر جاہل بیباک یا گمراہ بددین مریض القلب ناپاک والعیاذ باللہ من مهاوی المهالك (اللہ تعالٰی کی پناہ ہلاکت وبربادی کے ٹھکانوں سے۔ت) آجکل کے کسی نوآموز قاصر ناقص فاتر کی بات ان اکابر ائمہ دین واعاظم علماء معتمدین کے ارشادات عالیہ کے حضور کسی ذی عقل ودیندار کے نزدیک کیا وقعت رکھتی ہے، عاقل منصف کے لئے اسی قدر کافی ہے واللہ الهادی وولی الایادی به نثق وعلیه اعتمادی (اللہ تعالٰی ہی راہ ہدایت دکھانے والا ہے اور جملہ احسانات وانعامات کا مالک ووالی ہے پس اسی پر بھروسا اور اعتماد ہے۔ت) الحمدللہ کہ یہ مجمل جواب مرضیع صواب اواخر ذی الحجہ مبارک ۱۳۱۵ھ کے چند جلسوں میں تمام اور بلحاظ تاریخ شفاء الوالہ فی صور الحبیب ومزارہ ونعالہ ۱۳۱۵ھ[1] (حیرت زدہ (عاشق) کی شفا (صحت یابی) صور حبیب ان کے مزار اور ان کے جوتوں کے دیدار میں ہے۔ت) نام ہوا۔ والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالٰی علی

[1] ہمزہ بے مرکز محسوب العدد ست ۱۲

Marfat.com

سیدنا و مولانا محمد و اٰلہ وصحبہ اجمعین اٰمین، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم (سب خوبیاں خدا کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار (مربّی) ہے، اللہ تعالٰی ہمارے آقا و مولٰی حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم پر اور اُن کی تمام آل پر اور ساتھیوں پر رحمت نازل فرمائے۔ اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے اور اس جلیل القدر ذات کا علم بہت کامل و اکمل اور نہایت درجہ پختہ و محکم ہے۔ ت)

اس تحریر کے چندماہ بعد آج کل کے بعض ہندی[عـــہ] صاحبوں نے اس کے مخالف تحریریں پیش کیں جن میں کسی امام معتمد یا عالم مستند سے اس کے خلاف پر اصلاً سند نہ دی گئی۔ ہم ابھی گزارش کر چکے ہیں کہ ارشاداتِ ائمۂ دین وعلماءِ معتمدین کے مقابل این وآن کے بے سند اقوال کیا قابل استدلال۔ قرونِ ثلاثہ میں باوصف تحقق ضرورت اس کی طرف قولاً وفعلاً اصلاً توجہ نہ پائے جانے کا جواب بھی واضح ہوچکا کہ زمانہ تابعین وتبع تابعین سے متوارث ہے۔ اور ضرورت شرعیہ بمعنی افتراض و وجوب نہ ہونا تو بدیہی یوہیں بایں معنی کہ کوئی امر مامور بہ فی الشرع عیناً اس پر موقوف ہو واضح المنع نہ سہی مسلم کہ مقتضی عین موجود مذکر حاصل موانع مقصود جس سے باوصف تحقق خطور بالبال وخصوص احتیاج بالقصد امتناع پر اطباق واجماع مفہوم ہو اور جہاں ایسا نہیں وہاں عدمِ وقوع ہرگز مفید کف قصدی نہیں کہ وہی مقدور ہے اور اسی میں اتباع وقد حققنا ھٰذہ المباحث فی کتابنا المبارك ان شاء اللہ تعالٰی البارقۃ الشارقۃ علٰی مارقۃ المشارقۃ (ان مباحث کی تحقیق ہم نے اپنی بابرکت کتاب میں کر دی ہے کتاب کا نام ہے البارقۃ الشارقۃ علٰی مارقۃ المشارقۃ (چمکدار تیز تلواریں دین سے نکلنے والے مشرقی خوارج پر)۔ ت) اس قضیہ کو اگر یوہیں مرسل رکھیں تو صدہا مسائل شرعیہ خود صاحب تحریر مذکور کے تحریرات کثیرہ اس کی ناقض ومناقض موجود ہیں جن میں بعض ہمارے رسالہ سرور العید السعید فی حل الدعاء بعد صلاۃ العید (عید مبارک کی خوشیاں نمازِ عید کے بعد دُعا کے جواز میں۔ ت) بحوالہ جلد وصفحہ مذکور ہوئیں۔ رہا یہ کہ نقشہ کعبہ معظمہ و روضہ منورہ کو اُن کا عین یا تمام احکام میں مساوی سمجھنا کہ نقشہ کعبہ کے طواف سے حج ادا ہوجائے اور حج کے بعد نقشہ روضہ کے پاس حاضری زیارت مقدسہ کی حاضری سے مغنی ہوجائے یہ کسی جاہل کا بھی زعم نہیں، ایسے اوہام باطلہ البتہ مشرکین و روافض کو پیدا ہوتے ہیں۔ رسالہ اسلمی میں قطع نظر اس سے کہ وہ کیا اور کیسا رسالہ

[عـــہ] یعنی فرنگی محلی مولوی عبدالحی لکھنوی ۱۲

Marfat.com

اور کہاں تک محل استناد میں پیش ہونے کی لیاقت رکھتا ہے اسی وہم پر اعتراض ہے وہ اس طریقہ انیقہ پر جو ائمہ کرام وعلمائے اعلام میں معمول ومقبول رہا اصلاً وارد نہیں، وباللہ التوفیق واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم (اللہ تعالٰی کے فضل ہی سے توفیق حاصل ہے اور اللہ پاک اور برتر سب سے بڑا عالم ہے۔ ت)

(رسالہ شفاء الوالہ فی صور الحبیب ومزارہ ونعالہ ختم شد)

Marfat.com

تصوّف وطریقت وبیعت وسجادہ نشینی وغیرہ

تصوّرِ شیخ، مراقبہ، پیری مریدی کے آداب نیز سچّے اور جھوٹے پیر کا بیان

مسئلہ ۱۷۶ از شہر کہنہ ۱۷ شعبان ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ستار بجاتا ہے، وصف اس میں یہ ہیں حافظِ قرآن ہے، ۱
خاندان چشتیہ میں بیعت ہے، بے دینوں سے نفرت رکھتا ہے، خداوند تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس کے مکان
پر سب خورد وکلاں نمازی ہیں یعنی بالغ اور نابالغ کو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے یہ وصف دیا ہے اور
حکمِ خدا ورسول سے اُس کو کسی وقت میں انکار نہیں اگرچہ اس کا ظاہر نقصان ہو، جب کوئی اس کو ستار بجانے
سے منع کرتا ہے تو جواب منع کرنے والے کو یُوں دیتا ہے کہ بیشک میں خطاوار خدا تعالیٰ کا بلکہ ازحد گنہگار ہُوں
کہ فی زمانہ مسلمانوں میں کوئی خطاوار مجھ سے بڑھ کر نہ ہوگا مگر ستار میں نے خدا تعالےٰ کے ذکر یاد کرنے کے واسطے
سیکھا ہے وُہ یاد کرنا یہ ہے کہ اکثر جانوروں کی بولیاں اس سے سمجھ میں آتی ہیں، جو شخص عاقل اور ذی فہم ہیں
اُس وقت خُوب جان لیتے ہیں اس بات کو کہ ادنیٰ درجہ کی اشیاء خدا کے ذکر میں مشغول ہوں اور ہم اشرف المخلوقات
ہو کر خدا کی یاد سے غافل ہوں پھر بہت سا افسوس کرکے خدا تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہو جاتے ہیں اس کو
علم معرفت کہتے ہیں اور درجے چار ہیں: شریعت[۱]، طریقت[۲]، معرفت[۳]، حقیقت[۴]۔ علمائے دین سے ہر ایک کے
معنی دریافت کرلو یعنی شریعت کے معنی لغت میں کیا ہیں اور اصطلاح میں کیا۔ اسی طرح پر طریقت، معرفت،

Marfat.com

حقیقت کے معنی بتا کر حکم فرمائیں کہ اس طرح پر خدا تعالے سے محبت کا سلسلہ پیدا کرنا چاروں طریقوں میں منع ہے ان شاء اللہ تعالیٰ فوراً چھوڑ دوں گا۔ بینوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت میں باہم اصلا کوئی تخالف نہیں اس کا مدعی اگر بے سمجھے کہے تو نرا جاہل ہے اور سمجھ کر کہے تو گمراہ، بددین۔ شریعت حضور اقدس سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال ہیں، اور طریقت حضور کے افعال، اور حقیقت حضور کے احوال، اور معرفت حضور کے علوم بے مثال صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ واصحابہ الٰی مالایزال (ان پر (یعنی آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ وسلم پر) ان کی آل پر اور صحابہ کرام پر اللہ تعالے رحمت برسائے جب تک مولیٰ تعالے فرمائے۔ ت)

Marfat.com

رسالہ

نقاء السلافہ فی احکام البیعۃ والخلافہ

۱۹ ھ ۱۳

(بیعت وخلافت کے احکام میں خوبصورت نچوڑ)

مسئلہ ۱۷۷

۲۵ رجمادی الاولیٰ ۱۳۱۸ھ

زید کہتا ہے کہ میں مسلمان اور مسلمان کے یہاں پیدا ہوا، روزِ پیدائش سے طریقہ اسلام پر اہلسنت وجماعت کا پیرو، غیر طریقے کی بے جابات جو خلافِ سنّت ہے حجت کو تیار، اور جو باتیں پیر بتاتا ہے وہ قرآن وحدیث سے بتانا ہے وہ باتیں مجھ کو معلوم ہیں، پہلے سے عمل کرتا ہوں اور نہیں بھی، پھر روزِ قیامت کو گروہِ امتیان حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم میں اُٹھیں گے پھر کیا ضرورت ہے بیعت کرنے کی اور سلسلے میں آنے کی؟ ایک فقرہ جواب اس خیال جاہلانہ کا لکھ دیجئے تاکہ وسوسہ شیطانی دل سے دُور ہوجائے آئندہ توبہ واستغفار کریں۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

قرآن وحدیث میں شریعت، طریقت، حقیقت سب کچھ ہے اور ان میں سب سے زیادہ ظاہر وآسان مسائلِ شریعت ہیں ان کی تو یہ حالت ہے کہ اگر ائمہ مجتہدین انکی شرح نہ فرماتے تو علماء کچھ نہ سمجھتے اور علماءِ کرام اقوالِ ائمہ مجتہدین کی تشریح وتوضیح نہ کرتے تو ہم لوگ ارشاداتِ ائمہ کے سمجھنے سے بھی عاجز

Marfat.com

رہتے اور اب اگر اہل علم عوام کے سامنے مطالب کتب کی تفصیل اور صورت خاصہ پر حکم کی تطبیق نہ کریں تو عام لوگ ہرگز ہرگز کتابوں سے احکام نکال لینے پر قادر نہیں ہزار جگہ غلطی کریں گے اور کچھ کا کچھ سمجھیں گے، اسی لئے یہ سلسلہ مقرر ہے کہ عوام آج کل کے اہل علم و دین کا دامن تھامیں اور وہ تصانیف علمائے ماہرین کا اور وہ مشائخ فتویٰ کا اور وہ ائمہ ہدیٰ کا اور وہ قرآن و حدیث کا، جس شخص نے اس سلسلے کو توڑا وہ اندھا ہے جس نے دامن ہادی ہاتھ سے چھوڑا عنقریب کسی عمیق ڈھرے، کنویں میں گرا چاہتا ہے۔

امام اجل عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں:

فلو ان اهل دور تعدوا من فوقهم الى الدور الذی قبله لانقطعت وصلتهم بالشارع ولم یهتدوا لایضاح مشکل ولا تفصیل مجمل وتأمل یا اخی لولا ان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فصل بشریعته ما اجمل فی القرآن لبقی علی اجماله کما ان الائمة المجتهدین لو لم یفصلوا ما اجمل فی السنة لبقیت السنة علی اجمالها وهکذا الی عصرنا هذا الخ۔

اگر بالفرض اہل زمانہ تجاوز کر جائیں اپنے اوپر والوں سے طرف اس زمانہ کے کہ وہ ان سے پہلے ہو تو ان کا شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملنا منقطع ہوجائے گا اور وہ مشکل کو واضح کرنے اور مجمل کی تفصیل کی راہ نہ پائیں، غور کرو اے بھائی! اگر رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرآن کے اجمال کی اپنی شریعت سے تفصیل نہ فرماتے تو قرآن اپنے اجمال پر باقی رہتا جیسا کہ تحقیق ائمہ مجتہدین حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی سنت کے اجمال کی تفصیل نہ کرتے تو سنت اپنے اجمال پر باقی رہتی اور ایسے ہی ہمارے اس زمانہ تک الخ۔ (ت)

اسی میں ہے:

کما ان الشارع بین لنا بسنته ما اجمل فی القرآن وکذلك الائمة المجتهدون بینوا لنا ما اجمل فی احادیث الشریعة ولولا بیانهم لنا ذلك لبقیت الشریعة علی اجمالها

جیسا کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی سنت کے ساتھ قرآن مجید کے اجمال کی تفصیل کی ہے اور ایسے ائمہ مجتہدین نے ہمارے لئے احادیث شریعت کے اجمال کا بیان فرمایا ہے اور بالفرض ان کا بیان نہ ہوتا تو شریعت اپنے اجمال پر باقی

؎ المیزان الکبریٰ فصل وما یدلک علی صحۃ ارتباط جمیع اقوال علماء الشریعۃ الخ مصطفی البابی مصر ۱/۴۹

Marfat.com

وهكذا القول فی اهل کل دور بالنسبة للدور الذين قبلهم الی يوم القيمة فان الاجمال لم يزل ساريا فی کلام علماء الامة الی يوم القيمة ولولا ذلك ماشرحت الكتب ولا عمل علی الشروح حواش كما مر۔[1]

رہتی، اور یہی بات ہر اہل دور کی بنسبت اپنے پہلے دَور والوں کی ہے قیامت تک، اس لئے کہ اجمال علماء امت کے کلام میں قیامت تک جاری رہتا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کتابوں کی شرحیں اور شرحوں پر حواشی نہ لکھے جاتے، جیسا کہ گزرچکا۔ (ت)

غیر مقلدین اسی سلسلے کو توڑ کر گمراہ ہوئے اور نہ جانا کہ : ع

ہمہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند ۔۔۔ روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

(دنیا کے تمام شیر اس سلسلہ میں بندھے ہوئے ہیں، لومڑی اپنے حیلہ سے اس سلسلہ کو کیسے کمزور بنا سکتی ہے۔ ت)

جب احکامِ شریعت میں یہ حال ہے تو صاف روشن کہ دقائقِ سلوک اور حقائقِ معرفت بے مرشدِ کامل خود بخود قرآن و حدیث سے نکال لینا کس قدر محال ہے، یہ راہ سخت باریک اور بے شمع مرشد نہایت تاریک ہے، بڑے بڑوں کو شیطان لعین نے اس راہ میں ایسا مارا کہ تحت الثرٰی تک پہنچا دیا، تیری کیا حقیقت کہ بے رہبرِ کامل اس میں چلے اور سلامت نکل جانے کا ادّعا کرے۔ ائمہ کرام

1 فرماتے ہیں: آدمی اگرچہ کتنا ہی بڑا عالم زاہد کامل ہو اس پر واجب ہے کہ ولی عارف کو اپنا مرشد بنائے بغیر اس کے ہرگز چارہ نہیں۔ میزان الشریعۃ میں ارشاد فرمایا،

فعلم من جميع ما قررناه وجوب اتخاذ الشيخ لكل عالم طلب الوصول الی شهود عين الشريعة الكبرى ولو اجمع جميع اقرانه علی علمه وعمله وزهده وورعه ولقبوه بالقطبية الكبرى فان لطريق القوم شروطا لا يعرفها الا المحققون منهم دون

پس معلوم ہوا اس تمام سے جو کہ ہم نے ثابت کیا ہے شیخ کے پکڑنے کا وجوب ہر عالم کے لئے جو طلب کرے عین شریعت الکبرٰی کے مشاہدہ تک پہنچنے کو اگرچہ اس کے تمام ہم عصر اس کے علم و عمل اور زہد و ورع پر جمع ہو جائیں، اور اس کو قطبیتِ کبرٰی کا لقب دیں اس لئے کہ اس قوم (یعنی صوفیہ) کے طریق کی کچھ شرطیں ہیں جن کو کہ سوائے ان کے محققین کے

---

[1] المیزان الکبرٰی فصل فی بیان استحالۃ خروج شیئ الخ مصطفی البابی مصر ۱/۴۶

Marfat.com

الدخیل فیھم بالدعاوی والاوھام وربما کان من لقبوہ بالقطبیۃ لا یصلح ان یکون مرید القطب الخ۔[1]

کوئی نہیں پہچان سکتا، نہ کہ وہ لوگ جو صرف اپنے دعاوی اور اوہام کے ساتھ ان میں داخل ہوگئے ہیں، اور بسا اوقات جن کو انھوں نے قطب ہونے کا لقب دیا ہے وہ اس لائق نہیں ہے کہ کسی حقیقی قطب کا مرید ہو۔ (ت)

یہ اس کے لئے ہے جو اس راہ کا چلنا چاہے، اور بہت پست کوتاہ دست لوگ اگر سلوک نہ بھی چاہیں تو انھیں توسّل کے لئے شیخ کی حاجت ہے، کیوں اللہ عزوجل اپنے بندوں کو بس تھا، قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا):

الیس اللہ بکاف عبدہ[2] — کیا خدا اپنے بندوں کو کافی نہیں۔

مگر قرآن عظیم نے حکم فرمایا:

وابتغوا الیہ الوسیلۃ[3] — اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

اللہ کی طرف وسیلہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف وسیلہ مشائخ کرام، سلسلہ بسلسلہ جس طرح اللہ عزوجل تک بے وسیلہ رسائی محال قطعی ہے یونہی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک رسائی بے وسیلہ دشوار عادی ہے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی وسلم صاحب شفاعت ہیں اللہ عزوجل کے حضور وہ شفیع ہونگے اور اُن کے حضور علماء و اولیاء اپنے متوسلوں کی شفاعت کریں گے۔ مشائخ کرام دنیا و دین و نزع و قبر و حشر سب حالتوں میں اپنے مریدین کی امداد فرماتے ہیں میزان الشریعۃ میں ارشاد فرمایا:

قد ذکرنا فی کتاب الاجوبۃ عن ائمۃ الفقہاء والصوفیۃ ان ائمۃ الفقہاء والصوفیۃ کلھم یشفعون فی مقلدیھم ویلاحظون احدھم عند طلوع روحہ وعند سوال منکر ونکیر لہ وعند

تحقیق ہم نے ذکر کیا ہے کتاب الاجوبہ عن ائمۃ الفقہاء والصوفیہ میں کہ فقہاء اور صوفیہ سب کے سب اپنے متبعین کی شفاعت کریں گے اور وہ اپنے متبعین اور مریدین کے نزع کی حالت میں روح کے نکلنے اور منکر نکیر کے سوال

---

[1] المیزان الکبرٰی فصل ان قال قائل کیف الوصول الخ مصطفٰی البابی مصر ۱/۲۲
[2] القرآن الکریم ۳۹/۳۶
[3] 〃 〃 ۵/۳۵

النشر والحشر والحساب والمیزان والصراط ولا یغفلون عنهم فی موقف من المواقف الخ.[1]

نشر و حشر اور حساب اور میزانِ عدل پر اعمال تلنے اور پل صراط گزرنے کے وقت ملاحظہ فرماتے ہیں اور تمام مواقف میں سے کسی ٹھہرنے کی جگہ سے غافل نہیں ہوتے الخ۔ (ت)

اس محتاج بے دست و پا سے بڑھ کر احمق اپنی عافیت کا دشمن کون جو اپنی سختیوں کے وقت اپنے مددگار نہ بنائے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

استکثروا من الاخوان فان لکل مؤمن شفاعۃ یوم القیٰمۃ۔ رواہ ابن النجار[2] فی تاریخہ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اللہ کے بکثرت نیک بندوں سے رشتہ و علاقہ محبت پیدا کرو کہ قیامت میں ہر مسلمان کامل کو شفاعت دی جائے گی کہ اپنے علاقہ والوں کی سفارش کرے۔ (اس کو ابن النجار نے اپنی تاریخ میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اور بالفرض معاذ اللہ اور کچھ نہ ہوتا تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک اتصال سلسلہ کی برکت کیا تھوڑی تھی جس کے لئے علمائے کرام آج تک حدیث کی سندیں لیتے ہیں یہاں تک کہ رتن ہندی وغیرہ کی اسانید سے طلب برکت کرتے ہیں۔ امام ابن حجر عسقلانی اصابہ فی تمیز الصحابہ میں فرماتے ہیں:

انتقیت عن المحدث للرحال جمال الدین محمد بن احمد بن امین الاقشھری نزیل المدینۃ النبویۃ فی فوائد رحلتہ اخبرنا ابوالفضل وابوالقاسم بن ابی عبداللہ بن علی بن ابراھیم بن عتیق اللواتی المعروف بابن الخباز المھدوی (فذکر بسندہ حدیثا عن خواجہ رتن) قال وذکر خواجہ رتن بن عبداللہ انہ شھد

کوچ کرنے والے محدث جمال الدین محمد بن احمد بن امین اقشھری مدینہ منورہ میں رہائش پذیر سے خبر دیا گیا میں اپنی فوائد رحلت میں بیان کیا ہم سے ابوالفضل اور ابوالقاسم بن ابوعبداللہ بن ابراہیم بن عتیق اللواتی المعروف بہ ابن خباز مہدوی کہ انھوں نے اپنی سند سے حدیث ذکر کی حضرت خواجہ رتن سے فرمایا اور ذکر کیا خواجہ رتن بن عبداللہ نے کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] المیزان الکبرٰی فصل فی بیان جملۃ من الامثلۃ المحسوسۃ مصطفی البابی مصر ۱/۵۳

[2] کنز العمال بحوالہ ابن نجار عن انس حدیث ۲۴۶۴۲ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۹/۴

Marfat.com

مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الخندق وسمع منه هذا الحديث ورجع الى بلاد الهند ومات بها وعاش سبع مائة سنة ومات لسنة ست وتسعين وخمسمائة وقال الاقشهرى وهذا السند يتبرك به وان لم يوثق بصحته[1]

کی معیت میں غزوۂ خندق میں حاضر ہوئے اور آپ سے اس حدیث کو سنا اور ہندوستان کے شہروں میں واپس آئے اور وہاں فوت ہوئے اور سات سو سال زندہ رہے اور ۵۹۶ھ میں وفات پائی، اور اقشہری نے فرمایا اس سند سے برکت حاصل کی جاتی ہے اگرچہ اس کی صحت کا وثوق (اعتماد) نہیں ہے۔ (ت)

توسل و سلاسل و اسانید اولیائے کرام کا کیا کہنا خصوصاً سلسلہ عالیہ علیہ حضور پرنور سیدنا غوث اعظم قطب عالم صلی اللہ تعالٰی علی جدہ الکریم و آبائہ الکرام و علیہ وسلم جو ارشاد فرماتے ہیں کہ :

"میرا ہاتھ میرے مرید پر ایسا ہے جیسے زمین پر آسمان"۔[2]

اور فرماتے ہیں :

"اگر میرے مرید کا پاؤں پھسلے گا میں ہاتھ پکڑ لوں گا"۔[3]

اسی لئے حضور کو پیر دستگیر (ہاتھ پکڑنے والے) کہتے ہیں ـــــ اور فرماتے ہیں :

"اگر میرا مرید مشرق میں ہو اور میں مغرب میں ہوں اور اس کا پردہ کھلے میں ڈھانک دوں گا"۔[4]

اور فرماتے ہیں :

"مجھے ایک دفتر دیا گیا حدنگاہ تک کہ اس میں میرے مریدوں کے نام تھے قیامت تک کے، اور مجھ سے فرمایا گیا وھبتھم لک[5] یہ سب ہم نے تجھیں دے ڈالے"۔

رواھا عنہ الائمۃ الثقات رضی اللہ تعالٰی اس ارشاد کو معتمد ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم نے

---

[1] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ترجمہ انس بن عبداللہ ۲۷۵۹ دار صادر بیروت ۱/۵۳۷

[2] بہجۃ الاسرار ذکر فضل اصحابہ و بشراہم مصطفی البابی مصر ص ۱۰۰

[3] " " " " " " ص ۱۰۲

[4] " " " " " " ص ۹۹

[5] " " " " " " ص ۱۰۳

Marfat.com

عنہم، وعنا بہم، اٰمین، واللہ تعالیٰ اعلم۔ آپ سے روایت کیا ہے، آمین! واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۷۸ مرسلہ حضور پُرنور مولٰنا حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب مارہری دامت برکاتہم ۱۲۹۸ھ

یہ سوال چند امور متعلقہ خلافت وسجادہ نشینی حضرات اولیائے کرام سے استفسار تھا جس کے مقاصد تقریر جواب سے واضح ہیں۔

الجواب

الحمد للہ والصلٰوۃ والسلام علی حبیبہ المصطفٰی واٰلہ الکرام السادات الشرفاء وصحابۃ العظام والاولیاء العرفاء وعلینا معہم دائما ابدا۔

اما بعد خلافت حضرات اولیائے کرام نفعنا اللہ ببرکاتہم فی الدنیا والاٰخرۃ (نفع دے ہم کو اللہ تعالیٰ ان کی برکات سے دنیا اور آخرت میں) دو طرح ہے: عامہ اور خاصہ۔

۱ عامہ یہ کہ مرشد مربی (تربیت دینے والا) اپنے مریدین اقارب اور اجانب سے جس جس کو صالح ارشاد ولائق تربیت سمجھے اپنا خلیفہ ونائب کرے اور اسے اخذ بیعت وتلقین اذکار واشغال واوراد واعمال وتربیتِ طالبین وہدایت مسترشدین کے لئے مثال خلافت کرامت فرمائے، یہ معنے صرف منصب دینی ہے اور اس میں تعدد خلفاء بحد وانتہا جائز وواقع حضور سید العالمین مرشد الکل محمد مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے سب صحابہ کرام بایں معنی حضور کے خلفاء تھے اور اسی خلافت کو وراثتِ انبیاء سے تعبیر کیا گیا ہے اور بایں معنی علمائے دین ومشائخ کاملین اہلِ شریعت وطریقت تا بقیامِ قیامت سب حضرت رسالت علیہ افضل الصلٰوۃ والتحیۃ کے نواب خلفاء ہیں، اور یہ خلافت حیات مستخلف (جس کا خلیفہ ہو) سے مجتمع ہوتی ہے کما لا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے)

اور خاصہ یہ کہ اس مرشد مربی کے بعد وصال یہ شخص اس کی مسند خاص پر جس پر اس کی زندگی میں سوا اس کے دوسرا نہ بیٹھ سکتا جلوس کرے اور تمام نظم ونسق ورتق وفتق وجمع وتقسیم وعزل ونصب خدام وتقدیم وتاخیر مصالح وتولیت اوقاف درگاہی وقوامت مصارف خانقاہی میں اس کی جگہ قائم ہو، یہ معنی بھی ہر چند باطن ان کا دین ہے مگر روئے بظاہر بسوئے دنیا رکھتے ہیں۔

کما قال سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ جیسے حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

Marfat.com

فی خلافة سیدنا الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رضیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لدیننا افلا نرضاہ لدنیانا[1]

حضرت سیدنا صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) کی خلافت کے بارے میں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے آپ کو ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا تو کیں ہم اس کو اپنی دنیا کے لئے کیوں پسند نہ کریں (ت)

یہ خلافت خلافت و امامتِ کبریٰ سے بہت مشابہ ہو لہٰذا حیاتِ مستخلف سے مجتمع نہیں ہوتی اسی کو سجادہ نشینی کہتے ہیں یہاں مرجع اول تصریح مستخلف ہے کہ جس شخص کو وہ ولیعہد کرے یا اس کے لئے قریب وصال وصیت کر جائے بشرطیکہ وہ وصیت شرعاً معتبر اور وصی مذکور اہل و لائق اور متعلق درگاہ کچھ اوقاف ہوں تو ان کی تولیت کی بھی صلاحیت رکھتا ہو وہی سجادہ نشین قرار پائے گا اور با وجود اس کے نص مقبول و معتبر شرعی کے کلام کو ناتمام جان کر بحث ارباب شوریٰ و اہل حل و عقد کے سامنے پیش نہ کریں گے کما فی الامامۃ الکبریٰ والخلافۃ العظمیٰ (جیسا کہ امامتِ کبریٰ اور بڑی خلافت میں ہے) اور مجرد تقریر و عدم انکار نص صریح کے مقابل خصوصاً جبکہ نص متاخر ہو ہرگز رنگ قبول نہیں پا سکتی مثلاً اگر کوئی شخص اس مرشد مرتی کے حضور کہے کہ بعد حضور زید سجادہ نشین ہے یا کسی شخص کی تحریر اس مضمون پر مشتمل اس مرشد مرتی کے سامنے پڑھی جائے اور وہ اس قول یا تحریر کو سن کر سکوت فرمائے بعدہٗ وصیت سجادہ نشینی بنام عمرو یا باشتراک زید و عمرو کرے تو یہ وصیت ہی معتبر ہو گی اور وہ سکوت پایۂ اعتبار سے ساقط ہو جائے گا۔

والدلیل علی ذٰلک قاعدتان من الفقہ الاولیٰ لاینسب الی ساکت قول[2] والاخری ان الصریح یفوق الدلالۃ[3]

اور دلیل اس پر دو قانون فقہ کے ہیں پہلا خاموش کی طرف کوئی قول منسوب نہیں ہوتا، دوسرا تحقیق صریح دلالت پر راجح ہوتا ہے (ت)

اور اگر نص صریح دو پائے جائیں ایک میں تصریح وصیت زید کے لئے ہو اور دوسرے میں عمرو خواہ دونوں کے لئے، اور ان میں ایک کی تاریخ دوسرے سے متاخر ہو، تاہم دونوں نص معمول بہ (عمل کیا جائے گا) رہیں گے، اور زید و عمرو دونوں وصی قرار پائیں گے، ہاں اگر نص متاخر میں نص اول سے

---

[1] الطبقات الکبریٰ لابن سعد ذکر بیعۃ ابی بکر دار صادر بیروت ۳/۱۸۳

[2] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الثانیۃ عشر ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۴۴

[3] رد المحتار کتاب النکاح باب المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۳۶

Marfat.com

رجوع اور وصی پیشین کو معزول کیا ہے تو بیشک متاخر متقدم کا ناسخ ہو جائے گا۔

وھذا کما فی رد المحتار عن ادب الاوصیاء عن التتارخانیۃ اوصی الی رجل ومکث زمانا فاوصی الی اٰخر فھما وصیان فی کل وصایاہ سواء تذکر ایصاءہ الی الاول او نسی لان الوصی عندنا لاینعزل مالم یعزل الموصی حتی لوکان بین وصیتہ مدۃ سنۃ او اکثر لاینعزل الاول عن الوصایۃ[1]۔

اور یہ جیسا کہ رد المحتار میں ادب الاوصیاء سے وہ تاتارخانیہ سے کسی نے کسی مرد کو اپنا وصی (نائب) بنایا اور کچھ زمانہ ٹھہرا تو دوسرے مرد کو وصی (نائب) بنادیا تو وہ دونوں اس کے تمام وصایا میں نائب ہوں گے۔ برابر ہے کہ پہلے شخص کو نائب بنانا ایسے یاد ہو یا بھول گیا ہو کیونکہ وصی (نائب) ہمارے مذہب میں جب تک وصیت کرنے والا معزول نہ کرے معزول نہیں ہوتا حتی کہ دونوں وصیتوں کے درمیان مدت ایک برس یا زیادہ ہو پھر بھی پہلا وصی (نائب) ہونے سے معزول نہ ہوگا۔ (ت)

اور اگر اس کا نص نہیں تو اس درگاہ وخانقاہ میں جو دستور قدیم چلا آیا ہے اس پر کاربندی ہوگی یا اہل حل وعقد جس پر اتفاق کریں مگر ان دونوں صورتوں میں یہ ضرور ہے کہ شخص مذکور اس مرشد مرتی سے خلافت عامہ بطور مقبول رکھتا ہو ورنہ بسبب تعامل یا ہمارے بلاد میں بوجہ عدم قضاۃ اتفاق ناس سے تولیت اوقاف اگرچہ صحیح ہوجائے مگر سجادہ نشینی ہرگز درست نہ ہوگی کہ وہ خلافت خاصہ ہے اور کوئی خاص بے عام کے متحقق نہیں ہوسکتا اور خلافت عامہ بے اجازت صحیحہ زنہار حاصل نہیں ہوتی، حضرت اسد العارفین سیدنا ومولانا حضرت سید شاہ حمزہ علینی مارہری قدس اللہ تعالٰی سرہ الزکی اپنی بیاض شریف میں ارشاد فرماتے ہیں:

معلوم باد کہ خلافت مشائخ کہ دریں ولایت مروج ست برہفت نوع ست، بعضے ازاں مقبول بعضے ازاں مجہول، اول اصالۃً، دوم اجازۃً، سوم اجماعاً، چہارم وراثۃً، پنجم حکماً، ششم تکلیفاً، ہفتم اویسیاً، اما اصالۃً آنکہ بزرگے بامر الٰہی شخصے را خلیفہ

معلوم ہو کہ مشائخ کی خلافت کہ اس ولایت ہندو پاک میں مروج ہے سات قسموں پر ہے، بعض مقبول ہیں اور بعض مجہول، پہلی قسم اصالۃً ہے اور دوسری اجازۃً، تیسری اجماعاً، چوتھی وراثۃً، پانچویں حکماً، چھٹی تکلیفاً، ساتویں اویسیاً، اصالۃً یہ کہ کوئی بزرگ اللہ تعالٰی کے حکم سے کسی

---

[1] رد المحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجازتہ الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۴۱۰

Marfat.com

خودگرد و جانشین خود گرداند۔

اقول و ذٰلک کما فی الحدیث عنه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ما قدمت ابابکر و عمر ولکن اللہ قدمهما[1] و عنه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم سألت اللہ ثلٰثا ان یقدمک یا علی فابی علیّ الا تقدیم ابی بکر[2] وقال صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یابی اللہ والمؤمنون الا ابابکر[3] الی غیر ذٰلک من الاحادیث رجعنا الی کلام سیدنا حمزه قدس سره العزیز واجازة آنکه شیخے مریدے را خواه وارث خواه بیگانه قابل کار دیده برضا و رغبت خود خلیفه کرد۔

(**اقول** کاستخلاف امیر المؤمنین حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنهما)

واجماعا آنکه شیخے ازیں عالم نقل کرد کسے را خلیفه نگرفت قوم و قبیله وارثے یا مریدے را بخلافت

شخص کو اپنا خلیفہ اور جانشین بنا لے۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہ اس طرح ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث میں ہے میں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آگے نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مقدم کیا ہے، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ میں نے اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تمہارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے تین مرتبہ سوال کیا کہ وہ آپ کو مقدم کرے لیکن اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا دوسرے کو مقدم کرنے سے انکار فرمایا ہے اور فرمایا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا اور کو امام بنائے جانے پر اللہ تعالیٰ اور مومن انکار کریں گے، ان کے علاوہ دیگر احادیث مبارک میں بھی یونہی آیا ہے ہم سیدنا حمزہ قدس سرہ کے کلام کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اجازۃ یہ کہ کوئی شیخ کسی مرید کو خواہ وہ وارث ہو یا بیگانہ، کام کے لائق دیکھ کر اپنی رضا و رغبت سے اپنا خلیفہ کرے۔

(**اقول** (میں کہتا ہوں) جس طرح

---

[1] کنز العمال ابن النجار عن انس حدیث ۳۲۷۰۲ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۱/۵۶۲

[2] کنز العمال حدیث ۳۲۶۳۷ و ۳۲۶۳۸ و ۳۵۶۸۰ " " " ۱۱/۵۵۸-۵۵۹ و ۱۲/۵۱۵

[3] الطبقات الکبریٰ لابن سعد ذکر الصلوٰۃ التی امر بہا رسول اللہ ابابکر عند وفاتہ دار صادر بیروت ۳/۱۸۰

Marfat.com

وے تجویز نمایند۔

(**اقول** کاستخلاف اهل الحل والعقد امیرالمومنین علی کرم الله تعالیٰ وجهه بعد شهادة امیرالمومنین عثمان رضی الله تعالیٰ عنه) اما ایں خلافت نزدیک مشائخ روانیست و ایں نوع خلافت را خلافت اختراعی گویند۔

اقول یعنی لانعدام الخلافة العامة المشروطة لصحة الخلافة الخاصة فی باب الطریقة اما علی کرم الله تعالیٰ وجهه فقد کان من اجل خلفاء رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم) و وراثةً آنکه مشایخ ازیں جہاں واگزشت و خلیفه را بجائے خود نگزاشت وارثے که شایاں ایں امر بود بر جادهٔ او نشست و خود را خلیفه گرفت۔

اقول کخلافة الامیر معٰویة رضی الله تعالیٰ عنه بعد ابن عمه امیرالمؤمنین الغنی قبل تفویض الامام المجتبیٰ ایاه وهذا ان ثبت انه کان یدعی قبله انه خلیفة والا فقد صح انه رضی الله تعالیٰ عنه کان ینکر دعوی الخلافة، و

امیرالمومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیرالمومنین حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنایا) اور اجماعاً یہ کہ شیخ اس عالم سے انتقال کر جائے اور کسی کو خلیفہ نہ بنائے قوم اور قبیلہ شیخ کے وارث یا کسی مرید کو شیخ کا خلیفہ یعنی جانشین تجویز کر لیں۔

اقول (میں کہتا ہوں جس طرح اہل حل وعقد یعنی اصحاب الرائے نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ کو خلیفہ بنایا) لیکن یہ خلافت مشائخ کے نزدیک روا نہیں ہے، اور اس قسم کی خلافت کو اختراعی خلافت کہتے ہیں۔

اقول (میں کہتا ہوں) یعنی بوجہ معدوم ہونے اس خلافتِ عامہ کے جو کہ خلافت خاصہ کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے لیکن علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلیل القدر خلفاء سے تھے) اور وراثۃً یہ کہ کوئی شیخ اس جہاں سے انتقال کر جائے اور اپنی جگہ خلیفہ نہ چھوڑے کوئی اس بزرگ کا وارث جو کہ اس امر خلافت کا اہل ہو وہ اس کی جگہ بیٹھ جائے اور اپنے آپ کو خلیفہ بنائے۔

اقول (میں کہتا ہوں) جیسے کہ امیر معٰویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت ان کے چچا کے بیٹے امیرالمومنین عثمان الغنی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت امام مجتبیٰ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کرنے سے پہلے، اور یہ تب ہے جبکہ ثابت ہو جائے کہ وہ خلافت کا دعویٰ اس سے قبل کرتے، اور

Marfat.com

يقول اني لاعلم انه يعني علي كرم الله تعالى وجهه افضل مني واحق بالامر ولكن الستم تعلمون ان عثمان قتل مظلوما وانا ابن عمه ووليه اطلب بدمه، رواه يحيى بن سليمن الجعفي شيخ البخاري في كتاب الصفين[1] بسند جيد عن ابي مسلم الخولاني واما بعد تفويض الامام المجتبى اياه فلا شك انه امام حق وامير صدق كما بينه العلامة ابن حجر في الصواعق[2] اين نوع را مشائخ منظور نداشته اند واحيانا آن شيخ او را در باطن امر فرمايد روا بود كه نزد صوفيه حكم ارواح جائز ست۔ (اقول وحم يرجع الى الاولسية كما ان سيدى ابا الحسن الخرقاني خليفة سيدى ابي يزيد البسطامي قدس الله تعالى اسرارهما ولكن لايسلم هذا لكل مدع مالم نعلم ثقته وعدالته او يشهد له اهل الباطن) الى اخرما افاده واجاد قدس الله تعالى

تحقیق یہ صحیح ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعویٰ خلافت کا انکار فرماتے تھے اور فرماتے بیشک میں جانتا ہوں کہ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ مجھ سے افضل ہیں اور خلافت کے زیادہ حقدار ہیں لیکن کیا تم لوگ جانتے ہو کہ تحقیق عثمان رضی اللہ عنہ ظلماً قتل کئے گئے ہیں اور میں ان کے چچا کا بیٹا ان کا بھائی اور ان کا ولی ہوں میں ان کے خون کا بدلہ طلب کرتا ہوں۔ اس کو یحییٰ بن سلیمان الجعفی شیخ البخاری نے کتاب الصفین میں سند جید کے ساتھ ابو مسلم الخولانی سے روایت کیا۔ لیکن امام مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب امر خلافت ان کو تفویض یعنی سپرد کر دیا تو بیشک وہ امام حق اور امیر صادق تھے جیسا کہ اس کو علامہ ابن حجر مکی نے صواعق میں بیان فرمایا ہے۔ اس قسم کو مشائخ نے منظور نہیں رکھا اور احیاناً کسی وقت وہ شیخ اس کو باطن میں حکم فرمائیں تو جائز ہے اس لئے کہ صوفیہ کے نزدیک ارواح کا حکم جائز ہے۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) اس وقت حضرات اولسیہ کی طرف رجوع کیا جائے گا جیسا کہ حضرت سیدی ابو الحسن الخرقانی حضرت سیدی ابو یزید البسطامی قدس سرہما کے خلیفہ تھے لیکن یہ امر ہر مدعی سے تسلیم نہیں کیا جائے گا

---

[1] کتاب الصفین لیحییٰ بن سلیمان الجعفی
[2] الصواعق المحرقۃ الخاتمۃ فی بیان اعتقاد اہل السنۃ الخ مکتبہ مجیدیہ ملتان ص [illegible]

Marfat.com

سرہ العزیز۔ تاوقتیکہ ہم کو اس کی عدالت اور ثقہ ہونے کا علم نہ ہو یا اہل باطن حضرات اس کے متعلق شہادت نہ دیں، یہاں سے آخر تک جو کہ حضرت مارہری قدس سرہ العزیز نے افادہ فرمایا اور اچھی باتیں فرمائیں۔ (ت)

ہاں بعد صحتِ خلافت عامہ تعامل (یعنی خلیفہ جیسا معاملہ کرنا) اور اجماع معتبر اور کافی ہے، لان المعھود عرفا کالمشروط لفظاً[1] وما راٰہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسن[2]۔ اس لئے کہ جو شے عرف یاں معروف (مقرر) ہو وہ گویا لفظاً مشروط ہے (لفظوں میں شرط قرار دی گئی ہے) جو چیز کہ مسلمان اس کو اچھی دیکھیں تو وہ اللہ تعالٰی کے نزدیک بھی اچھی ہے (ت)۔

ایسی جگہ عرف غالب یہی ہے کہ اکبر اولاد کو استحقاق ہوتا ہے اور اس کے ہوتے دوسرا نہیں ہوسکتا، مگر جبکہ وہ اہلیت سے عاری ہو یا مستخلف (شیخ) صرف دوسرے کے نام یا دوسرے کو اس کا شریک وسہیم بناکر) وصیت معتبرہ کرجائے تو البتہ اس پر عمل سے چارہ نہیں اور جس طرح مستخلف کا کسی مصلحتِ شرعیہ کی بنا پر قرابت دار قریبہ کو بالکلیہ محروم کردینا روا ہے یونہی دوسرے کو بربنائے مصلحت اس کا شریک وسہیم کرنا، اور وجوہِ مصلحت سے ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ جب اس منصب شریف کا ایک رُخ جانبِ دُنیا اور دوسرا جانبِ دین ٹھہرا تو جو تنہا ایک امر میں رشد کافی رکھتا ہے اُس سے تمام انتظامات کا تکفل غیر مظنون (کفیل بننا غیر یقینی) لہٰذا اگر مستخلف (شیخ) عارف بالصالح (مصلحتوں کا عارف ہو) اپنے اقارب سے ایک کارشد اِدھر اور دوسرے کا اُدھر، زائد دیکھے تو کون مانع ہے کہ وہ عارف صاحبِ بصیرت وعالم بعواقب الامور[1] ارشد فی الدین کو خلیفہ وبنظر جہت اخرٰی ارشد فی الدنیا کو اس کا شریک وبازو کردے تاکہ باتفاق آراء ایک ہیئتِ اجتماعیہ حاصل ہوکر اس منصب عظیم کے تمام اعباء کا تحمل بروجہ احسن ظہور میں آئے اور امامت کبرٰی میں جو تعدد ناجائز ہوا اُس کی وجہ ظاہر ہے کہ وہاں اثنینیت[2] مظنہ فتن عظیمہ ومعارک ہائلہ ہے کما لایخفٰی (جیساکہ پوشیدہ نہیں۔ ت) مثل مشہور

---

[1] معاملات کے نتائج کا جاننے والا، دین میں سب سے زیادہ ہدایت والا، سیدھے راستے چلنے والا اور دوسری جہت کے لحاظ سے دنیوی معاملات میں سب سے بہتر جاننے والا ہو۔

[2] دو کا ہونا بہت بڑے فتنوں کے پیدا ہونے اور تباہ کرنے والے معرکوں کی جائے گاہ ہے ۱۲

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۹/۴

[2] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۷۸/۳

Marfat.com

دو بادشاہ در اقلیمے نگنجد (دو بادشاہ ایک ولایت میں نہیں سماتے) اور یہ خلافت ہر چند امامت کبرٰی سے بغایت مشابہ و لہٰذا وہ کثرت و تعدد جو خلافت اولٰی میں واقع یہاں متصور نہیں لیکن تمام احکام میں اس سے اتحاد نہیں رکھتی اسی لئے توشیت مشروطہ نہ ہوئی اور حسب مصلحت پر تمثیلاً فقیر نے تقریر کی مثلاً اگر اثنینیت واقع ہو کوئی دلیل اس کے بطلان پر ظاہر نہیں ومن ادعی فعلیہ البیان (اور جو دعوٰی کرے اس پر بیان لازم۔ت) اور صرف تولیت اوقاف میں تو اپنے محل پر تعدد نظار بدیہی الجواز (اس کی متعدد نظیریں واضح جواز کی دلیل ہے) ہاں اس میں شک نہیں کہ رسم سجادہ نشینی میں عام متوارث وحدت ہے (جو عام جاری رسم چلی آرہی ہے وہ وحدت ہے) اور بلا وجہ وجیہ (معقول وجہ کے بغیر) اس کی مخالفت نہ چاہئے مگر کلام اس میں ہے کہ جب مرشد مربی کہ اعرف بالمصالح و اعلم بالشان ہے دو کو جانشین فرما چکا تو اس کے رد کی طرف کوئی سبیل نہیں، ہاں صورت مذکورہ میں یوں سمجھ سکتے ہیں کہ ارشد فی الدین اصل جانشین اور دوسرا ناظر و مشرف (دیکھ بھال کرنے والا) ہے،

كما اشرنا اليه والله سبحانه وتعالٰى اعلم بالصواب وعنده ام الكتاب وصلى الله تعالٰى على سيدنا محمد والاٰل والاصحاب والخلفاء والنواب والاتباع والاحباب اٰمين!

جیسا کہ ہم نے اس کی طرف اشارہ کیا، اور اللہ بے عیب اور برتر صواب کو بہتر جاننے والا ہے اور اس کے پاس ہے اصل لکھا ہوا، اور درود بھیجے اللہ تعالٰی ہمارے سردار محمد اور آل اور اصحاب اور خلفاء اور نائبین اور تابعین اور دوستوں پر۔ آمین! (ت)

مسئلہ ۱۷۹: مع رسالہ "زیب عرفہ" بغرض تصدیق دربارہ منع تعدد بیعت، مرسلہ جناب مولوی محمد عبدالسمیع صاحب مرحوم و مغفور مصنف رسالہ "انوار ساطعہ" از میرٹھ ۲۳ شوال ۱۳۰۹ھ

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الواحد الاحد المنزه عن كل شرك وعدد والصلوٰة والسلام على النبي الاوحد واٰله وصحبه وتابعيهم في الرشد من الازل الى ابد الابد.

سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو کہ واحد احد ہے ہر شرک اور متعدد ہونے سے پاک ہے، رحمت کاملہ اور سلامتی ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو یکتا ہیں مخلوق میں اور ان کی آل اور اصحاب اور ہدایت میں ان کی اتباع کرنے والوں پر ہمیشہ ازل سے لے کر ابد تک۔ (ت)

Marfat.com

فی الواقع بے ضرورت صحیحہ صادقہ ملجئہ (مجبور کرنے والا) باوجود پیر غیر کے ہاتھ پر بیعت ارادت سے احتراز تام لازم سمجھے وھو المختار وفیہ الخیر وفی غیرہ ضیر ایما ضیر (یہی مختار ہے اس میں بہتری اسکے غیر میں نقصان ہے کامل نقصان۔ت) پریشان نظری وآوارہ گردی باعثِ محرومی ہے والعیاذ باللہ رب العلمین۔

یاھذا قرآن عظیم صاف صاف فرمارہا ہے کہ رجلا سلما لرجل[1] (ایک غلام صرف ایک مولا کا۔ت) ہی ہونا بھلا ہے۔

ھل یستوین مثلا الحمد للہ بل اکثرھم لا یعلمون[2]	کیا اُن دونوں کا حال ایک سا ہے، سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، بلکہ اکثر ان کے نہیں جانتے۔(ت)

یاھذا پیر صادق قبلۂ توجہ ہے اور قبلہ سے انحراف نماز کو جواب صاف باآنکہ اینما تولوا فثم وجہ اللہ[3] (تو تم جدھر منہ کرو ادھر وجہ اللہ یعنی خدا کی رحمت تمھاری طرف متوجہ ہے۔ت) فرماتے ہیں۔ پھر طالبان وجہ اللہ کو حکم یہی سناتے ہیں کہ:

حیثما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ[4]	تم جہاں کہیں ہوپس اپنے چہروں کو مسجد حرام کی طرف پھیرلو۔(ت)

یہ محل محلِ تحری ہے اور صاحبِ تحری کا قبلہ قبلۂ تحری۔

یاھذا اربابِ وفا آقایانِ دُنیا کا دروازہ چھوڑ کر دوسرے در پر جانا کو نمکی جانتے ہیں ع

سر اینجا سجدہ اینجا بندگی اینجا قرار اینجا

(سر اس جگہ ہے سجدہ اس جگہ بندگی اس جگہ قرار واطمینان اس جگہ ہے۔ت)

پھر احساناتِ دُنیا کو احساناتِ حضرت شیخ سے کیا نسبت عجب اُس سے کہ محبت و اخلاص پیر کا دعوٰی کرے اور اس کے ہوتے این وآن کا دم بھرے ؎

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۲۹
[2] ؍؍ ؍؍ ۳۹/ ۲۹
[3] ؍؍ ؍؍ ۲/ ۱۱۵
[4] ؍؍ ؍؍ ۲/ ۱۴۴ و ۱۵۰

Marfat.com

چو دل با دلبری آرام گیرد | ز وصل دیگرے کے کام گیرد
نهی صد دسته ریحان پیش بلبل | نخواہد خاطرش جز نکہت گل

(جب دل ساتھ ایک محبوب کے آرام پکڑے دوسرے کے ملنے سے کب مقصود پکڑے گا، بلبل کے سامنے نیاز بو کے سو دستے رکھے تو لیکن پھول کی نکہت یعنی خوشبو کے سوا اس کا دل نہیں چاہے گا۔ ت)

یا ھذا ایںقیس پیر من وسلوی ہے اور لن نصبر علی طعام واحد[1] (ہم ہرگز ایک طعام پر صبر نہیں کرسکتے۔ ت) کہنے کا نتیجہ بُرا،

فلا تکن اسرائیلیا وکن محمدیا یأتك رزقك بکرۃ وعشیا۔ | پس تو اسرائیلی نہ ہو تو محمدی بن، تیرے پاس رزق صبح وشام آئے گا۔ (ت)

یا ھذا باپ پدر گل ہے اور پیر پدر دل، مولی مُعتِق مشت خاک ہے اور پیر مُعتِق جان پاک، اہل ہوس کے زجر کو یہی حدیث بس ہے کہ جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کو باپ بتائے یا اپنے مولی کے ہوتے غیر کو مولی بنائے اس پر خدا و ملائکہ وناس سب کی لعنت، اللہ تعالٰی نہ اس کا فرض قبول کرے نہ نفل۔"

الائمۃ الخمسۃ عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من ادعی الی غیر ابیہ اوانتمی الی غیر موالیہ فعلیہ لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والناس اجمعین لایقبل اللہ منہ صرفا ولاعدلا[2]۔ | پانچوں اماموں نے امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت فرمایا: جو شخص اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف ادعا کرے یعنی کسی دوسرے کو باپ بتائے یا اپنے مولی کے سوا دوسرے کو اپنا مولی بنائے تو اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے نہ اس کا فرض قبول اور نہ نفل۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۶۱
[2] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۲
جامع الترمذی ابواب الوصایا باب ماجاء فی من تولی غیر موالیہ الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۳۴
مسند احمد بن حنبل عن علی المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۸۱

Marfat.com

جو لوگ متلاعبانہ ان حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں کیا خوف نہیں کرتے کہ مبادا الحکم قیاس جلی اس حدیث صحیح کی وعید شدید سے حصّہ پائیں۔

یا ھٰذا سعادت مندان ازلی نے خود باوصف حکم پیر ترک پیر روا نہ رکھا، اور پھر ترک بھی کیسا کہ چشمہ کے پاس سے بحر زخّار کی بندگی میں آنا با ایں ہمہ آستانِ پیر چھوڑنا گوارا نہ کیا اور اُن کا یہ ادب محبوبانِ خدا نے پسند فرمایا حضور پُرنور سیّد الاولیاء الکرام امام العرفاء العظام حضرت سیّدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ حضرت سیّدی علی بن ہیتی قدس سرہ الملکوتی کے یہاں رونق افروز ہوئے حضرت علی بن ہیتی نے اپنے مرید خاص ولی با اختصاص سیّدی ابوالحسن علی جوسقی رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ کو حکم دیا کہ خدمت حضرت غوثیت رضی اللہ تعالٰے عنہ کی ملازمت اختیار کریں اور یہ پہلے فرما چکے تھے کہ میں حضور پرنور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے غلاموں سے ہوں، سیدی ابوالحسن قدس سرہٗ پیر سے یہ کچھ سُن کر اس پر رونے لگے اور آستانۂ پیر چھوڑنا کسی طرح نہ چاہا، حضور غوث الاولیاء رضی اللہ تعالٰے عنہ نے انھیں روتا دیکھ کر فرمایا:

مایحب الا الثدی الذی رضع منہ۔ — جس پستان سے دودھ پیا ہے اُس کے غیر کو نہیں چاہتا۔

اور انھیں حکم فرمایا کہ اپنے پیر کی ملازمت میں رہیں۔

۱ اخرج سیدی الامام نور الدین ابو الحسن علی بن یوسف اللخمی قدس سرہ فی کتابہ بھجۃ الاسرار ومعدن الانوار بسند صحیح عن سیدی ابی حفص عمر البزّار قدس اللہ تعالٰی سرہٗ۔ — سیدی امام نورالدین ابوالحسن علی بن یوسف اللخمی قدس سرہٗ نے اپنی کتاب بہجۃ الاسرار و معدن الانوار میں اس کو سند صحیح کے ساتھ سیدی ابوحفص عمر البزّار (پاکیزہ کرے اللہ تعالٰے ان کے بھید چھُپے ہوئے کو) سے اخراج کیا ہے یعنی بیان فرمایا اور روایت کیا ہے۔ (ت)

سیدی عارف باللہ امام اجل عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی میزان الشریعۃ الکبرٰی میں فرماتے ہیں:

سمعت سیدی علیا الخواص رحمہ اللہ یقول انما امر علماء الشریعۃ الطالب — یعنی میں نے اپنے سردار علی خواص رحمہ اللہ تعالٰی کو فرماتے سُنا کہ علمائے شریعت نے طالب کو

۱ بہجۃ الاسرار ذکر ابوالحسن علی الجوسقی مصطفٰے البابی مصر ص ۲۰۵

Marfat.com

بالتزام مذھب معین وعلماء الحقیقۃ المرید بالتزام شیخ واحد[1]

حکم دیا ہے کہ مذہب ائمہ میں خاص ایک مذہب معین کی تقلید اپنے اوپر لازم کرے اور علمائے باطن نے مرید کو فرمایا ہے کہ ایک ہی پیر کا التزام رکھے۔ (ت)

اس کے بعد ولی موصوف قدس سرہ المعروف نے ایک روشن مثال سے اس امر کو واضح فرمایا ہے، امام علامہ محمد عبدری مکی شہیر بابن الحاج رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مدخل شریف میں فرماتے ہیں:

المرید یعظم شیخہ ویؤثرہ علی غیرہ ممن ھو فی وقتہ لان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول من رزق فی شیئ فلیلزمہ[2] (الی اخر ما افاد واجاد) ھذا مختصر

یعنی مرید اپنے پیر کی تعظیم کرے اور اسے تمام اولیائے زمانہ پر مرجح رکھے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کسی شے میں رزق دیا جائے چاہئے کہ اسے لازم پکڑے

اسی میں ہے:

ان المرید لہ اتساع فی حسن الظن بھم وفی ارتباطہ علی شخص واحد یعول علیہ فی امورہ ویحذر من تقضی اوقاتہ لغیر فائدۃ[3]

مرید کے لئے وسعت اس میں ہے کہ اپنے زمانہ کے تمام مشائخ کے ساتھ گمان نیک رکھے اور ایک شیخ کے دامن سے وابستہ ہو رہے اور اپنے تمام کاموں میں اس پر اعتماد کرے اور بے فائدہ تضییع اوقات سے بچے (ت)

فائدہ: یہ حدیث کہ امام ممدوح نے معلقاً ذکر کی حدیث حسن ہے۔

اخرجہ البیھقی فی شعب الایمان[4] بسند حسن عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ وھو عند ابن ماجۃ من حدیثہ

اخراج کیا اس کو بیہقی نے شعب ایمان میں سند حسن کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، اور یہی روایت ابن ماجہ کے نزدیک

---

[1] المیزان الکبرٰی فصل فان قلت فاذا انفک قلب الولی عن التقلید الخ مصطفی البابی مصر ۱/۲۴

[2] المدخل لابن الحاج حقیقۃ اخذ العہد دار الکتاب العربی بیروت ۳/۲۲۳ و ۲۲۴

[3] " " " فصل فی دخول المرید الخلوۃ " " " ۳/۱۹۰

[4] شعب الایمان حدیث ۱۲۴۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۹۱

Marfat.com

و من حديث ام المومنين الصديقة رضى الله تعالىٰ عنهما عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بلفظ من بورك له فى شئ فليلزمه۱؎ ۔

آپ کی حدیث اور حضرت اُمّ المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے کہ جس کو کسی شے میں برکت دی گئی ہو تو چاہیے اُسے لازم پکڑے۔ (ت)

اور اس سے یہ استنباط عجب نفیس و احسن۔

والحمد للہ علیٰ مارزق ومن والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الامن وٰالہ وصحبہ وکل من اٰمن واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وحکمہ عزشانہ احکم۔

اور سب خوبیاں اللہ کے لئے ہیں اس کے عطا فرمانے اور احسان کرنے پر اور صلوٰۃ وسلام ہو اس کے ایسے رسول پر جو سب سے زیادہ احسان کرنے والے ہیں اور ان کی آل اور اصحاب اور اس پر جو ایمان لائیں، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور اسکا علم پورا ہے اور اس کا حکم مضبوط ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۸۰   ۱۵ شوال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے اور اپنی کتاب میں لکھتا ہے:
من لا شیخ لہ فی الدنیا فشیخ لہ شیطان فی الاٰخرۃ یعنی جس شخص کا شیخ نہیں ہے بیچ دنیا کے پس شیخ ہے واسطے اُس کے شیطان بیچ آخرت کے یعنی قیامت کے روز گروہ شیطان میں شیطان کے ساتھ اُٹھایا جائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا: الشیخ فی قومہ کالنبی فی الامۃ۲؎ یعنی شیخ بیچ قوم اپنی کے مثل نبی کے ہے بیچ امت اپنی کے یعنی جس طرح نبی سے ہدایت امت کی ہوتی ہے اُسی طرح شیخ یعنی مرشد سے مرید کو ہدایت ہوتی ہے جس قوم پر نبی نہیں آیا ہے وُہ قوم گمراہ ہے ایسا ہی جو شخص بے پیر ہے وہ گمراہ ہے، حضرت شیخ المشائخ نظام الدین اولیاء محبوبِ الٰہی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے راحت القلوب میں ارقام فرمایا ہے: جو شخص پلّہ دامنِ اولیاء اللہ میں نہیں ہے یعنی بے پیر ہے وہ شخص دائرہ اسلام سے باہر ہے یہاں تک کہ

۱؎ الاسرار المرفوعۃ بحوالہ سنن ابن ماجہ حدیث ۸۸۷ دارالکتب العلمیۃ بیروت ص ۲۲۵
۲؎ المقاصد الحسنۃ حدیث ۶۰۹ " " " ص ۲۵۷

Marfat.com

بندگی اس کی قبول نہیں ہوتی، نماز روزہ اس کا ایسا ہے جیسا چراغ بے روغن کے۔ اور بعض حضرات صوفیہ کرام نے فرمایا ہے: بے پیرے کے سلام کا جواب ھداک اللہ دینا چاہیئے جس کسی نے علیک جواب بے پیر کو جان کر دیا اس نے ساتھ شیطان کے آشنائی کی۔ بیت:

اگر بے پیر کارے پیش گیرد　　ہلاکی را زبہر خویشش گیرد

(اگر بغیر پیر کے کوئی کام کرے تو وہ ہلاکت کو اپنے لئے پکڑے گا۔ ت)

بنا گرو کی مالا جپنا جنم اکارت جائے

(پیشوا اور شیخ کے سوا تسبیح پھیرنا اور درود وظیفہ کرنا زندگی برباد کرنے کے برابر ہے۔ ت)

اور بکر کہتا ہے کہ میں کسی شخص سے بیعت نہیں ہوں اور نماز پڑھتا اور روزہ رکھتا ہوں اور احکامات شرع شریف اور کلام مجید کو اور جو علما سے دین فرماتے ہیں برحق جانتا ہوں لیکن کسی پیر فقیر کا مرید نہیں ہوں اور نہ مرید ہونے کو برا کہتا ہوں، تو اس صورت میں بموجب کہنے زید کے بکر کی کوئی عبادت کسی قسم کی درگاہِ باری تعالٰی میں قبول نہیں سب عبادت بکر کی بلا مرید ہوئے برباد گئی اور سلام علیک بکر سے ناجائز ٹھہری اور بکر دائرۂ اسلام سے خارج ہوگیا اور گروہِ شیاطین کے ساتھ بکر کا حشر ہوگا تو اس صورت میں بکر کیا کرے؟

الجواب

شیخ یعنی مرشد و راہنما و ہادی راہِ خدا دو طور پر ہے: عام و خاص۔ عام ہادی کلام اللہ و کلام ائمہ شریعت و طریقت کلام علمائے اہل ظاہر و باطن ہے اسی سلسلۂ صحیحہ پر کہ عوام کا ہادی کلام علماء، علماء کا رہنما کلام ائمہ، ائمہ کا مرشد کلام رسول، رسول کا پیشوا کلام اللہ۔ اور خاص یہ کہ زید کسی خاص بندۂ خدا، ہادی مہتدی قابل پیشوائی و ہدایت جامع شرائط بیعت کے ہاتھ پر بیعت کرے اور اپنے اقوال و افعال و حرکات و سکنات میں اس کی ہدایات مطابقِ شریعت و طریقت کا پابند رہے۔ شیخ و مرشد بمعنے اول ہر شخص کو ضرور اور ایسا بے پیر قطعاً راہِ اسلام سے دور، اس کی عبادت تباہ و مہجور، اور اس سے ابتداء بسلام ممنوع و محظور، اور روزِ قیامت گروہِ شیطان میں محشور، قال اللہ تعالٰی:

یوم ندعوا کل اناس بامامہم[1]　　جس دن ہم ہر گروہ کو اسکے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

[1] القرآن الکریم ۱۷/۷۱

Marfat.com

جب اس شخص نے ائمۂ ہدیٰ کو اپنا مرشد و امام نہ مانا تو امام ضلالت یعنی شیطان لعین کا مرید ہوا، لاجرم روزِ قیامت اُسی کے گروہ میں اُٹھے گا والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالیٰ، مگر کلمہ گویوں میں اس طرح کے بے پیرے چار گروہ ہو سکتے ہیں؛

اوّل وہ کافر جو سِرے سے قرآن وحدیث ہی کو نہ مانے، جیسے نیچری کہ حدیثوں کو صراحۃً مردود و بے سُود بتاتے ہیں اور قرآن کے یقینی قطعی معانی حق کو رَد کر کے اپنے دل سے گھڑ کر کہانی پہیلی بناتے ہیں لعنھم اللہ لعنًا کبیرا۔

دوم غیر مقلد کہ بظاہر قرآن وحدیث کو مانتے اور ارشاداتِ ائمۂ دین و حاملانِ شرعِ متین کو باطل و نامعتبر جانتے ہیں، یہ سلسلۂ بیعت توڑ کر براہِ راست خدا و رسول سے ہاتھ ملایا چاہتے ہیں وسیعلم الذین ظلموا ایّ منقلب ینقلبون[1] (اور عنقریب جان لیں گے کیسا پلٹا کھائیں گے۔ ت)

سوم وہابیہ مقلدین کہ اگرچہ بظاہر فروعِ فقہیہ میں تقلیدِ ائمہ کا نام لیتے ہیں مگر اصول وعقائد میں صراحۃً سوادِ اعظم کے خلاف چلتے ہیں اور مقامات و مناصب و تصرفات و مراتب اولیائے کرام کے نام سے جلتے ہیں۔

چہارم اسی طرح تمام طوائف ضالّہ بد مذہب گمراہ رافضی، خارجی، معتزلی، قدری، جبری وغیرہم خذلھم اللہ کہ ان سب نے راہِ ہدیٰ چھوڑ کر اپنی ہوا کو امام بنایا اور اپنا سلسلۂ بیعت شیطان لعین سے جا کر ملایا، قال اللہ تعالیٰ:

افرأیت من اتخذ الٰھہ ھواہ[2] کیا تُو نے دیکھا وُہ شخص جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود ٹھہرایا (ت)

بالجملہ کلمۂ جامعہ یہی ہے کہ جو اہلِ ہوا ہیں یعنی مخالفانِ اہلسنت وجماعت وہی اس معنے پر بے پیر صادق اور اُن تمام احکام کے ٹھیک مستحق ہیں قاتلھم اللہ انّی یؤفکون[3] (اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کرے کہاں اوندھے پھرتے ہیں۔ ت) سُنّی صحیح العقیدہ کہ ائمۂ ہدیٰ کو مانتا، تقلیدِ ائمہ ضروری جانتا، اولیائے کرام کا سچا معتقد، تمام عقائد میں راہِ حق پر مستقیم، وُہ ہرگز بے پیر نہیں وہ چاروں مرشدانِ پاک یعنی کلامِ خدا و

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷
[2] " ۴۵/ ۲۳
[3] " ۹/ ۳۰

Marfat.com

رسول وائمہ وعلما نے ظاہروباطن اس کے پیر ہیں بلکہ اگر اسی حالت پر ہے تو شل اور لاکھوں مسلمانان اہلسنت کے اس کا ہاتھ شریعت مطہرہ کے ہاتھ میں ہے اگرچہ بظاہر کسی خاص بندۂ خدا کے دست مبارک پر شرفِ بیعت سے مشرف نہ ہوا ہو ؎

عہد ما بالب شیریں دہناں بست خدا ۔۔۔ ما ہمہ بندہ و ایں قوم خداوندانند

(ہمارے عہد کو میٹھے منہ والے لوگوں سے خدا نے باندھ دیا ہے ہم سب بندے ہیں اور یہ لوگ آقا و مولیٰ ہیں۔ ت)

شیخ ومرشد بمعنی دوم سے بھی اس شخص کو چارہ نہیں جو سلوک راہِ طریقت چاہے یہ راہ ایسی نہیں کہ آدمی اپنی رائے سے یا کتابیں دیکھ بھال کر چل سکے اس میں ہر شخص کو نئے مشکلات اپنی اپنی قابلیت وحالات کے لائق پیش آتے ہیں جن کی عقدہ کشائی بے توجہ خاص رہبر کامل نہیں ہوسکتی مگر اس کے ترک پر وہ جبروتی احکام لگا دینا محض باطل وکذب عاطل وظلم صریح اور دین الٰہی پر افترائے صریح ہے اول تو اس راہ کے قاصد اقل قلیل، اور جو طلب بھی کرے اسے اس زمانہ تاریک وظلمت وغیبت اکثر اصحاب ولایت وہجوم دنیا طلبان ریا خصلت میں شیخ کامل ہر وقت میسر آنا مشکل ہے ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست ۔۔۔ پس بہر دستے نباید داد دست

(یعنی بہت سے ابلیس صفت شکل وصورت میں آدمی ہیں پس ہر ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہئے۔ ت)

ہزاروں علماء وصلحاء گزرے کہ بظاہر اس خاص طریقہ بیعت میں ان کا انسلاک ثابت نہیں کیا معاذ اللہ انھیں ان سخت احکام کا مصداق کہا جاسکتا ہے، اور جو منسلک بھی ہوئے کیا سب ہوش سنبھالتے ہی منسلک ہوگئے تھے حاشا بلکہ بہت اس وقت جبکہ علم ظاہر میں پایۂ عالیہ امامت تک پہنچ چکے تھے اس وقت تک عیاذاً باللہ ان احکام کے مستحق تھے یہ سخت جہالت فاحشہ واضحہ ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

پہلی حدیث جو زید نے بیان کی کلام رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اس کا نشان نہیں ہاں قول اولیاء ہے اور دوسری حدیث: الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ[1] (شیخ اپنی قوم میں ایسا ہے جیسا کہ نبی اپنی امت میں) جسے ابن حبان نے کتاب الضعفاء اور دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت ابو رافع

---

[1] المقاصد الحسنۃ حدیث ۶۰۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۲۵۸

Marfat.com

رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا اگرچہ امام ابن حجر عسقلانی اور اُن سے پہلے ابن تیمیہ نے موضوع اور امام سخاوی نے باطل کہا مگر صنیع امام جلیل جلال سیوطی سے ظاہر کہ وہ صرف ضعیف ہے باطل و موضوع نہیں، انھوں نے یہ حدیث د۲و وجہ سے جامع صغیر میں ایراد فرمائی،

حیث قال الشیخ فی اھلہ کالنبی فی امتہ والخلیلی فی مشیختہ وابن النجار عن ابی رافع[1] الشیخ فی بیتہ کالنبی فی قومہ حب (ابن حبان) فی الضعفاء والشیرازی فی الالقاب عن ابن عمر[2]

جیسے فرمایا کہ شیخ اپنے اہل یعنی اپنی قوم میں ایسے ہے جیسا کہ نبی اپنی اُمت میں۔ اسے ذکر کیا خلیلی نے اپنی کتاب مشیخت میں، اور ابن نجار نے ابورافع سے روایت کی، شیخ اپنے بیت میں جیسے نبی اپنی قوم میں۔ ابن حبان نے ضعفاء میں اور شیرازی نے القاب میں حضرت ابن عمر سے روایت کی (ت)

اور خطبۂ کتاب میں وعدہ فرمایا کہ اس میں کوئی حدیث موضوع نہ لاؤں گا۔

حیث قال ترکت القشر واخذت اللباب وصنتہ عما تفرد بہ وضاع او کذاب[2]

چھلکے کو چھوڑا میں نے اور مغز کو لیا میں نے، اور جس چیز کے ساتھ گھڑنے والا یا جھوٹ بولنے والا اکیلا ہو اس سے بچایا میں نے۔ (ت)

۱ مگر اس سے اس قدر ثابت کہ ہادیانِ راہِ خدا کی اطاعت لازم ہے اس میں کیا کلام ہے اس کے لئے خود آیۂ کریمہ:

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم[3]

اطاعت کرو تم اللہ تعالےٰ کی اور اطاعت کرو رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اپنے صاحبِ امر کی۔ (ت)

کافی ہے، قولِ اصح وارجح پر اولی الامر سے مراد علمائے دین ہیں کہ علمائے شریعت وطریقت دونوں کو شامل، اس سے زیادہ یہ معنے اس کے لینا کہ جس نے بیعت ظاہری کسی کے ہاتھ پر نہ کی وہ گمراہ

---

[1] الجامع الصغیر حدیث ۴۹۶۹ و ۴۹۷۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/۳۰۶
[2] " خطبۃ المؤلف " " " ۱/۵
[3] القرآن الکریم ۴/۵۹

Marfat.com

سے ہرگز مفادِ حدیث نہیں، یہ افتراء وتہمت یا جہل وسفاہت ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی، ہاں بیعتِ امامتِ کبرٰی کے لئے صحیح حدیث میں ارشاد ہوا:

من خلع یدا من طاعة لقی اللّٰه یوم القیٰمة لا حجة له ومن مات ولیس فی عنقه بیعة مات میتة جاهلیة. رواه مسلم[1] عن عبد اللّٰه بن عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنهما.

جس نے کھینچا ہاتھ کو اطاعت سے ملے گا اللہ تعالٰی کو اس حال میں کہ اس کے پاس قیامت کے دن کوئی دلیل نہ ہوگی، اور جو مرجائے اس حال میں کہ اس کی گردن میں بیعت کا پٹکا نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے۔ (ت)

یہ بھی اس صورت میں ہے کہ امام موجود و متیسر ہو،

کما لا یخفی والا فلا یکلف اللّٰه نفسا الا وسعها۔ واللّٰه سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے ورنہ اللہ تعالٰی کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی وسعت کے مطابق۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۸۱: از کچھوچھا شریف ضلع فیض آباد مرسلہ حضرت سید شاہ ابو احمد محمد مولٰنا مولوی احمد اشرف میاں صاحب اشرفی دام مجدہم ۱۰ شوال ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے عظام وحضرات مشائخ کرام اس مسئلہ میں کہ پانسو برس کا زمانہ ہوا زید وعمرو دونوں برادر حقیقی کو ایک ہی مرشد یعنی اپنے والد ماجد سے علیحدہ علیحدہ دو خرقے عطا ہو کر خلافت وسجادہ نشینی حاصل ہوئی، زید خلف اکبر برابر اپنے مرشد کے یوم العرس خرقہ عطیہ مرشد کو خاص خانقاہ مرشد میں پہن کر فاتحہ عرس حسب دستور مشائخ کرتا رہا یونہی آٹھ پشت تک زید کے خاندان میں خلافت خاندانی وخرقہ پوشی بحیثیت سجادہ نشینی قائم رہی آٹھویں پشت کا اخیر سجادہ نشین بحرائینی زوجہ ہندہ اور برادر وخلیفہ خاص خالد کو چھوڑ کر انتقال کرگیا ہندہ بعد وفات شوہر خرقہ مذکورہ لے کر اپنے میکے چلی گئی خالد سے سلسلہ بیعت وخلافت خاندانی قریب سو برس سے جاری ہے مگر بوجہ مذکور خرقہ پوشی اس مدت میں نہ ہوسکی، عمرو خلف اصغر کی نسل میں نو پشت تک خرقہ پوشی ایک روز قبل عرس ہوا کہ خاص روز عرس کی خرقہ پوشی نسل خلف اکبر میں

---

[1] صحیح مسلم کتاب الامارة باب وجوب ملازمة جماعة المسلمین قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۲۸

Marfat.com

ہوتی جب زمانہ خالد میں خرقہ نہ رہنے کے سبب وہ رسم ادا نہ ہوسکی رشید نے کہ نسل عمرو کا نواں سجادہ نشین اور معاصر خالد تھا دونوں روز خرقہ پوشی کی اب عمرو کے سلسلہ میں حامد اور زید کے خاندان میں محمود ہے جس نے علاوہ بیعت وخلافت خاندانی بزرگ ہوا خرقہ بھی واپس لیا اور رسم رفتہ پھر از سر نو تازہ کی، اب حامد اُس کے استحقاق خرقہ پوشی میں منازع ہے مرشد مرشد محمود تک خلافت خاندانی بہت معززین اہل خاندان وغیرہم کو مسلّم اور اُن میں مشہور ہے بعض اکابر اہل خاندان نے اپنے رسائل شائع شدہ میں بھی اُسے درج کیا ہے مرشد محمود کو کہ ثقات عدول سے تھے ان کے مرشد نے خلافت نامہ تحریری دستخطی اپنے قلم مبارک سے دیا جسے خود اُن کے صاحبزادے وغیرہ بہت لوگ جانتے ہیں انھوں نے مدت سے اس سلسلہ کو اجرا فرمایا۔ لوگ اُن کے پھر محمود پھر خلفائے محمود کے مرید ہوتے رہے اور ہوتے ہیں کبرائے علماء ومشائخ عصر نے محمود کو خلیفہ وسجادہ نشین خاندان مانا اور اس پر مُہریں کی ہیں بلکہ خود مرشد مرشد محمود نے ایک خط دستخطی کے القاب میں نام محمود کے ساتھ لفظ سجادہ نشین تحریر فرمایا، کیا اس صورت میں یہ سلسلہ خلافت و سجادہ نشینی ثابت ومسلّم مانا جائے گا یا انکار بعض منازعین کے باعث تسلیم نہ ہوگا اور چار سو برس تک رسم خرقہ پوشی خاندان محمود میں جاری رہ کر تقریباً سو برس تک بوجہ مذکور منقطع اور حامد کے یہاں دونوں روز خرقہ پوشی ہونے سے اب حق محمود زائل ہوگیا یا وہ اس رسم کو تازہ کرسکتا ہے حامد کو بوجوہ مذکورہ یوم العرس خصوصاً صدور خانقاہ میں خرقہ پوشی محمود سے تعرض ومزاحمت کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

صورتِ مستفسرہ (دریافت کردہ صورت) میں محمود کی خلافت خاندانی وسجادہ نشینی ضرور ثابت ومسلّم ہے اور انکارِ منازعین اصلاً مسموع نہیں، شرعاً وعقلاً ایسے امور کے ثبوت کے دو طریقے ہیں: ایک اتصالِ سند، دوسرے شہرت —— تقریر سوال سے ظاہر کہ محمود کو دونوں وجہ ثبوت بروجہِ احسن حاصل، تو نفی نافی قطعاً نامسموع وباطل (نفی کرنے والے کی نفی نہ سُنی ہوئی)۔ فتح القدیر و بحر الرائق ونہر الفائق ومنح الغفار وردالمحتار میں ہے:

طریق نقله لذلك عن المجتهد احد امرین اما ان یکون له سند فیه او یأخذه من کتاب معروف تداولته الایدی نحو کتب محمد بن الحسن ونحوها

اس قول کو مجتہد سے نقل کرنے کا طریقہ دو میں سے ایک ہے یا تو یہ کہ اس کی سند اس میں موجود ہو یا اس کو کسی مشہور کتاب سے پکڑے جو ہاتھوں میں متداول ہو جیسا کہ محمد بن حسن کی کتابیں اور

Marfat.com

من التصانیف المشهورة للمجتهدین لانه بمنزلة الخبر المتواتر المشهور هکذا ذکرالرازی ۱؎

اُن کی مثل مجتہدین کی مشہور تصانیف اس لئے کہ وہ بمنزلہ خبر متواتر مشہور کے ہے، رازی نے اسی طرح ذکر کیا ہے (ت)

جب بتصریح ائمہ کرام دین خدا و احکام شرع و مسائل حلال و حرام و فتویٰ و قضا متعلق بدماء و محارم میں انھیں دو طریقہ سند و شہرت سے صرف ایک کا وجود کافی جس کی بناء پر اجرائے حدود و قصاص تک کیا جائے گا تو امر سجادہ نشینی میں دونوں کا اجتماع بھی کافی نہ جاننا سراسر بعید از انصاف ہے۔ سند کی تو یہ حالت ہے کہ زید مسموع القول جب کوئی حدیث یا مسئلہ فقہیہ اپنے شیخ سے روایت کرے اور اس میں تصریح سماع بھی نہ ہو، تاہم امام بخاری وغیرہ بعض ائمہ کے نزدیک شیخ و تلمیذ کی صرف کبھی ملاقات ہونا تسلیم کے لئے بس ہے اور امام مسلم وغیرہ جمہور اکابر کے نزدیک اس کی ضرورت نہیں محض معاصرت یعنی دونوں کا ایک زمانہ میں ہونا اور امکان لقا ہی کافی ہے ہمارے علماء کے نزدیک یہی مذہب صحیح ہے نہ کہ جب وہ کہے کہ میں نے سُنا یا مجھے خبر دی یا مجھ سے حدیث بیان کی کہ اب تو بالاجماع بے شرط مذکور قبول اور صاحب سند سے دعویٰ سماع پر گواہ مانگنا ضروری جاننا باجماع ائمہ باطل و مخذول، امام مسلم اپنے مقدمہ صحیح میں فرماتے ہیں:

زعم القائل الذی افتتحنا الکلام علی الحکایة عن قوله ان کل اسناد فیه فلان عن فلان وقد احاط العلم بانهما کانا فی عصر واحد وجائز ان یکون سمعه منه غیرانه لم نجد فی الروایات انهما التقیا لم یکن حجة وهذا القول مخترع مستحدث والمتفق علیه بین اهل العلم قدیما وحدیثا ان الروایة ثابتة والحجة بها لازمة

گمان کیا ہے اس قائل نے کہ شروع کیا ہم نے کلام کو اس کے قول کی حکایت پر کہ ہر اسناد کہ اس میں فلاں عن فلاں ہو، اور حال یہ کہ علم نے اس کا احاطہ کیا ہو کہ وہ دونوں ایک ہی زمانہ میں ہوں، اور جائز ہے کہ اُس نے اُس سے سُنا ہو سوا اس کے کہ ہم روایات میں نہ پائیں ان کی باہم ملاقات کو کہ وہ حجت نہ ہوگا، یہ قول نیا گھڑا ہوا ہے اور پُرانے اور نئے اہل علم میں یہ اتفاقی بات ہے کہ روایت ثابت ہے اور حجت اس کے ساتھ لازم ہے مگر یہ کہ اُس

۱؎ ردالمحتار بحوالہ الفتح والبحر والنہر کتاب القضاء داراحیاء التراث العربی بیروت [illegible]

Marfat.com

الا ان تکون ھناك دلالة بینة ان الراوی لم یلق من روی عنہ[1] اھ ملخصا۔

جگہ دلالت ظاہر ہو کہ راوی نے جس سے روایت کی ہے اس سے ملاقات نہیں کی اھ ملخصاً (ت)

شرح امام نووی میں ہے:

ھذا الذی صار الیہ مسلم قد انکرہ المحققون وقالوا ھذا ضعیف والذی ردّہ ھو المختار الصحیح الذی علیہ ائمة الفن علی بن المدینی والبخاری وغیرھما۔[2]

یہ وہ ہے جس کی طرف مائل ہوئے ہیں امام مسلم، حال یہ ہے کہ محققوں نے اس کا انکار کیا ہے اور انھوں نے کہا ہے یہ ضعیف ہے اور جس کو اس نے رد کیا ہے وہ ہی مختار صحیح ہے جس پر ائمۂ فن علی بن المدینی اور امام بخاری وغیرہما جمع ہوئے ہیں (ت)

فتح القدیر باب الوتر میں ہے:

ما نقل عن البخاری من انہ اعلہ بقولہ لا یعرف سماع بعض ھؤلاء من بعض فبناء علی اشتراطہ العلم باللقی والصحیح الاکتفاء بامکان اللقی۔[3]

جو نقل کیا گیا ہے امام بخاری سے کہ انھوں نے ضعیف قرار دیا ہے ساتھ اپنے قول کہ نہیں پہچانا جاتا سُننا بعض ان حضرات کا بعض سے، تو یہ اس پر مبنی ہے کہ ان کے نزدیک ملاقات کا علم ہونا شرط ہے، اور صحیح یہ ہے کہ ملاقات کا امکان ہی کافی ہے (ت)

نیز کتاب الزکوٰۃ فصل فی البقر میں فرمایا:

قول الجمھور الاکتفاء بالمعاصرة مالم یعلم عدم اللقاء و شرط البخاری وابن المدینی العلم باجتماعھما ولو مرة

جمہور کا قول کفایت کرتا ہے ہم عصر ہونے کے ساتھ جبکہ ملاقات کے نہ ہونے کا علم نہ ہو، اور شرط قرار دیا ہے امام بخاری اور ابن المدینی نے ان کے اجتماع کو، اگرچہ ایک ہی مرتبہ ہوا ہو،

---

[1] صحیح مسلم مقدمۃ الکتاب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۱ و ۲۲
[2] شرح صحیح مسلم للنووی " " ۱/۲۱
[3] فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ باب الوتر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۷۰

Marfat.com

والحق خلافه اھ ملتقطا۔[1]
حاصل یہ ہے کہ حق اس کے خلاف ہے اھ ملتقطاً۔ (ت)

زید وعمرو کی خلافت وسجادہ نشینی درکنار خود حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صحابیت (جس کا اثر اعمال سے گزر کر عقائد تک پہنچتا ہے کہ صحابہ کی تعظیم ومحبت ضروری مذہب اہلسنت اور معاذ اللہ ان کی توہین وتنقیص گمراہی وضلالت) اس کے بارے میں محققین علماء فرماتے ہیں، ثقہ عادل کا خود اپنی خبر دینا کہ مجھے مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے شرف صحبت حاصل ہوا کافی ہے اگرچہ کسی دوسرے طریقے سے اس کی صحابیت کا اصلاً ثبوت نہ ہو جبکہ وہ ایسے وقت میں تھا کہ فضل اُسے ملنا متصور ہو، امام ابن حجر عسقلانی اصابہ فی تمییز الصحابہ میں فرماتے ہیں:

الفصل الثانی فی الطریق الی معرفة کون الشخص صحابیاً وذلك باشیاء اولها ان یثبت بطریق التواتر انه صحابی ثم بالاستفاضة والشهرة ثم بان یروی عن احد من الصحابة ان فلانا له صحبة مثلا وکذا عن احاد التابعین بناء علی قبول التزکیة من واحد وهو الراجح ثم بان یقول هو اذا کان ثابت العدالة والمعاصرة انا صحابی۔[2]

دوسری فصل کسی شخص کے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے صحابی ہونے کی پہچان کے طریق میں اور یہ چند چیزوں سے ہے، اوّل یہ کہ تواتر کے طریق سے ثابت ہو کہ وہ صحابی ہے پھر ساتھ طریق استفاضہ اور شہرت کے، پھر بایں طور کہ کسی صحابی سے روایت کیا جائے کہ فلاں کو صحبت نصیب ہے مثلاً اور ایسے ہی کسی ایک تابعی سے بنا پر قبول کرنے تزکیہ کے کسی ایک سے اور یہی راجح ہے، پھر بایں طور کہ وہ جب کہ اس کی عدالت اور ہم عصر ہونا ثابت ہو کہ میں صحابی ہوں۔ (ت)

مسلم الثبوت میں ہے:

اخبار العدل عن نفسه بانه صحابی اذا کان معاصرا لا کالرتن لیس کتعدیله نفسه۔[3]

کہ عادل کا خبر دینا اپنی ذات کے بارے میں کہ وہ صحابی ہے جبکہ وہ ہمعصر ہو، خواجہ رتن کی طرح نہ ہو اپنی تعدیل کے حکم میں نہیں ہے۔ (ت)

---

[1] فتح القدیر کتاب الزکوٰۃ فصل فی البقر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۳۳
[2] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ خطبۃ الکتاب الفصل الثانی دار صادر بیروت ۱/۸
[3] مسلم الثبوت الاصل الثانی السنۃ مسئلہ اخبار العدل عن نفسہ الخ مطبع انصاری دہلی [illegible]

Marfat.com

کتنے صحابہ ہیں جن کی احادیث ائمہ حدیث قدیم وحدیث نے اپنے صحاح ومسانید وسنن ومعاجیم میں تخریج فرمائیں، نہ اُن کے پاس نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا کوئی فرمان تھا کہ فلاں ہمارے حضور بارگاہِ عالم پناہ سے شرفیاب ہُوا نہ اُن سے اس پر کوئی شہادت لی گئی نہ اور صحابہ کا محضر طلب ہوا اُن ثقات کا خود ہی کہنا کہ:

سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہدت رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔

میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے سُنا ہے، میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے، میں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس حاضر ہوا (ت)

مسموع ومقبول ہوا۔

کما افادہ الامام ابوعمر بن عبد البر فی الاستیعاب واقرہ علیہ حافظ الشان۔

جیسا افادہ فرمایا ہے امام ابوعمر بن عبد البر نے استیعاب میں، اور ثابت رکھا ہے اس پر حافظ الشان ابنِ حجر نے۔ (ت)

شہرت وُہ چیز ہے جس سے رشتۂ خلافت درکنار، رشتۂ نسب کہ صدہا احکامِ حلال وحرام وحقوق و ذمام کا مدار ہے شرعاً وعقلاً اجماعاً عرفاً ہر طرح ثابت ہو جاتا ہے ہم شہادت دیتے ہیں کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو قحافہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پسرِ اطہر اور امام زین العابدین حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے خلف مطہر ہیں سوا شہرت کے ہمارے پاس اس پر اور کیا دلیل ہے۔ فتاویٰ خلاصہ میں ہے:

اما النسب فصورتہ اذا سمع من انسان ان فلانا ابن فلان الفلانی وسعہ ان یشہد بذلک وان لم یعاین الولادۃ علیٰ فراشہ الا یری انا نشہد ان ابابکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن ابی قحافۃ وما رأینا ابا قحافۃ رضی اللہ عنہ[1]۔

لیکن نسب تو صورت اس کی یہ ہے کہ جب سنا کسی انسان سے بتحقیق فلاں بیٹا فلاں کا فلاں ہے تو اس کو گنجائش ہے اس بات کی شہادت دے اس کی اگرچہ اس کے فرش پر اس کی ولادت کا اس نے معائنہ نہ کیا ہو، کیا نہیں دیکھتا کہ ہم گواہی دیتے ہیں اس بات کی کہ بتحقیق ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ ابو قحافہ کے بیٹے ہیں حالانکہ ہم نے ابو قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا نہیں۔ (ت)

[1] خلاصۃ الفتاوی کتاب الشہادات الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۵۲/۴

Marfat.com

اور دونوں طریق ثبوت کو اگر ناکافی سمجھا جائے تو تمام سلاسل اولیاء اللہ سے معاذ اللہ ہاتھ دھونا ہو، کیا کوئی نادر ہے کہ شروع سلسلہ سے منتہیٰ تک ہر بندۂ خدا کا اپنے شیخ سے خلافت و اجازت پانا اُن کے سوا اور کسی طریقہ انیقہ سے ثابت کر سکے، حاش وکلاّ، تو اس کے انکار میں عیاذاً باللہ تمام سلاسل کا انکار لازم آتا ہے دھوکہ کھاتے تو (یہ وہ معاملہ جسے آپ سمجھے ہیں) اور جب دلیل شرعی سے محمود کا سلسلہ سجادہ نشینی و خلافت ثابت تو خانقاہ مبارک میں رسم خرقہ پوشی سے اُسے مانع ہونے کا کوئی حق حامد کو نہیں، نہ حامد خواہ کسی کا انکار قابل قبول ہو سکتا ہے، عقل ونقل کا قاعدہ اجماعیہ ہے کہ نافی پر مثبت مقدم ہوتا ہے، دو ثقہ گواہی دیں کہ زید و ہندہ کا نکاح ہوا اور ہزار گواہ ہوں کہ نہ ہوا ان نافیوں کی بات ہرگز نہ سنی جائے گی کہ اس کا حاصل صرف اپنے علم کی نفی ہے یعنی ہمارے سامنے نہ ہوا اور اس سے نفی وقوع لازم نہیں آتی۔ اصول مسلّمہ میں ہے:

المثبت مقدم علی النافی لان من یعلم حجۃ علی من لا یعلم۔

مثبت نافی پر مقدم ہے اس لئے کہ جو جانتا ہے وہ حجت ہے اس پر جو نہیں جانتا۔ (ت)

الاشباہ میں ہے:

بینۃ النفی غیر مقبولۃ الا فی عشر (الٰی قولہ) وفی ایمان الھدایۃ لا فرق بین ان یحیط علم الشاھد اولا۔[1]

نفی کی دلیل غیر مقبول ہے مگر دس چیزوں میں، ہدایہ کی کتاب الایمان میں ہے کہ نہیں فرق درمیان اس کے کہ گواہ کا علم احاطہ کرے یا نہ۔ (ت)

دور کیوں جائیے سلاسل طریقت ہی دیکھئے ہر سلسلہ میں بتوسط امام حسن بصری حضرت امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے انتساب موجود حالانکہ جماہیر اکابر ائمہ محدثین کہ فن رجال میں انہیں پر اعتماد اور انہیں کی طرف رجوع ہے، حضرت مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے ان کے سماع ہر نہیں مانتے مگر اسی قاعدۂ عقلیہ ونقلیہ المثبت مقدم علی النافی لان من حفظ حجۃ علی من لم یحفظ (مثبت نافی پر مقدم ہے اس لئے کہ جس نے محفوظ رکھا اس کی حجت ہے اس پر جس نے محفوظ نہ رکھا) نے اتصال سلاسل میں اصلاً خلل نہ آنے دیا جب اثبات کے سامنے ایسے اکابر کی نفی مقبول نہ ہوئی تو آج کل کے کسی صاحب کا انکار کیا اثر ڈال سکتا ہے رہا سو برس تک اُس رسم کا بعض

---

[1] الاشباہ والنظائر کتاب القضاء والشہادات ادارۃ القرآن کراچی ۱/۲۵-۲۵۱

مذکورہ ادا نہ ہونا وہ بعد ثبوت سجادہ نشینی کیا قابلِ احتجاج ہے حامد کے یہاں چار سو برس تک روز عرس خرقہ پوشی نہ ہونے نے اُسے ممنوع نہ کیا حالانکہ اول یہ امر اس کے خاندان میں نہ تھا تو محمود کے یہاں چار سو برس جاری رہ کر سَو برس بعذر منقطع ہونا کیا مخل ہوسکتا ہے، شرع کا قاعدہ مسلّمہ ہے کہ:

البقاء اسھل من الابتداء۔ ابتدار سے بقاء آسان ہے۔ (ت)

بنی اسرائیل سے عمالقہ تابوتِ سکینہ چھین لے گئے مدتہا مدت کے بعد واپس آیا تو کیا ان کا حقِ تبرک اس سے زائل ہوگیا تھا۔ قال اللہ تعالٰی:

وقال لھم نبیّھم ان اٰیۃ ملکہ ان یأتیکم التابوت فیہ سکینۃ من ربکم[1] الاٰیۃ۔ اور کہا ان کو ان کے نبی نے تحقیق نشانی اس کی شاہی کی یہ ہے کہ آئے گا تابوت تمہارے پاس، اس میں تمہارے رب کی طرف سے سکینت ہوگی (ت)

یا جب قرامطہ مخذولین کعبہ معظمہ سے حجرِاسود اکھیڑ کر ہجر کو لے گئے اور بائیس ۲۲ برس بعد مسلمانوں نے بحمد اللہ تعالٰی واپس پایا تو کیا اہل اسلام یا اہل بیت الحرام کا حق تبرک و استلام اس میں باقی نہ رہا، یہ امور واضحہ ہیں نہایت درجہ روشن وصاف، والانصاف خیر الاوصاف، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (اور انصاف تمام اوصاف سے بہتر ہے، اور اللہ تعالٰی پاک اور برتر سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ ت)

مسئلہ ۱۸۲

چہ می فرمایند علمائے دین کہ بر دست کدام کس بیعت نمودن جائز و عدمِ جواز ست وکدام کس قابل مرشد شدن ست و باینہمہ کسیکہ قابل بیعت نمودن نیست و اگر کسے را بیعت نماید بحق او شان چہ حکم ست۔

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین کہ کس شخص کے ہاتھ پر بیعت ہونا جائز ہے اور کس کے ہاتھ پر ناجائز ہے اور کون شخص مرشد ہونے کے قابل ہے اور باوجود ان سب باتوں کے جو شخص بیعت کرنے کے قابل نہیں اگر وہ کسی کو بیعت کرے اس کے حق میں کیا حکم ہے؟

الجواب

بیعت گرفتن و در مسند ارشاد نشستن را از چار بیعت لینے اور مسندِ ارشاد پر بیٹھنے کے لئے چار

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۴۸

Marfat.com

شرط ناگزیر ست :

یکے آنکہ سُنی صحیح العقیدہ باشد زیرا کہ بدمذہبان سگانِ دوزخ اند و بدترین خلق چنانکہ در حدیث آمدہ است۔

دوم عالم العلم ضروری بودن کہ حق

بے علم نتواں خدا را شناخت

سوم اجتناب کبائر کہ فاسق واجب التوہین ست و مرشد واجب التعظیم ہر دو چہ گونہ بہم آید۔

چہارم اجازت صحیحہ متصلہ کما اجمع علیہ اھل الباطن۔

ہر کہ از نہا ہیچ شرطے را فاقد ست اور ا نشاید پیر گرفتن۔ واللہ تعالٰی اعلم

شرطیں ضروری ہیں،

ایک یہ کہ سنی صحیح العقیدہ ہو اس لئے کہ بدمذہب دوزخ کے کتے ہیں اور بدترین مخلوق، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔

دوسری شرط ضروری علم کا ہونا، اس لئے کہ بے علم خدا کو پہچان نہیں سکتا۔

تیسری یہ کہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرنا اس لئے کہ فاسق کی توہین واجب ہے اور مرشد واجب التعظیم ہے، دونوں چیزیں کیسے اکٹھی ہوں گی۔

چوتھی اجازت صحیح متصل ہو جیسا کہ اس پر اہل باطن کا اجماع ہے۔

جس شخص میں ان شرائط میں سے کوئی ایک شرط نہ ہو تو اس کو پیر نہیں پکڑنا چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۸۳ ۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ احمد ایک ولی اللہ امام وقت کا مرید و غلام اور امام ممدوح کی طرف سے مجاز و ماذون ہے بعد وصال شریف اپنے شیخ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے احمد کو بوجہ کثرت ذنوب خیال تجدید بیعت آیا احمد نے اپنے مشائخ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی بعض تصانیف میں دیکھا تھا کہ اگر شیخ تک بوجہ وصال یا بُعد کے وصول نہ ہو سکے اور تجدید بیعت چاہے تو شیخ کے کپڑے پر تجدید کرے بایں لحاظ احمد نے مولانا حسین بن حسن خلیفہ و سجادہ نشین حضرت شیخ سے جامہ شیخ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی استدعا کی، مولانا نے فرمایا جب جانشین شیخ موجود ہے کپڑے کی کیا حاجت ہے۔ احمد کے بھی ذہن میں آیا کہ واقعی نیابت جانشین نیابت جامہ سے اتم و اکمل ہونی چاہئے اس نیت سے مولانا کے ہاتھ پر بیعت کی مگر کبھی اپنا شیخ حضرت ولی اللہ امام ممدوح رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سوا دوسرے کو نہ جانا نہ قرأت شجرہ طیبہ میں کسی اور کا نام داخل کیا نہ جو شجرے اپنے بیعت کرنے والوں کو دیے اُن میں کبھی حضرت شیخ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بعد کسی کا نام

Marfat.com

لکھا اب جانشین موصوف کو بوجہ تجدید مذکور یہ خیال ہے کہ احمد میرا مرید ہے اور احمد اپنے ذہن میں اپنی بیعت اولٰی پر ہے، اس صورت میں امرِ حق کیا ہے، احمد چاہتا ہے کہ اگر میرے خیال کی غلطی ثابت ہو تو میں تائب ہو کر از سرِ نو دستِ مولٰنا پر بیعتِ مستقلہ بجالاؤں اور اگر اُسی کا خیال صحیح ہے تو شرع مطہر سے اس پر کیا دلیل ہے کہ باوصفیکہ احمد نے دوبارہ بیعت دستِ مولٰنا پر کی، مولٰنا کا مرید متصور نہ ہو۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں احمد کا خیال صحیح ہے وہ اپنی بیعتِ اولٰی پر ہے بوجہ تجدید مذکور جانشین موصوف کا مرید قرار نہ پائے گا،

فانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی[1]۔ سوائے اس کے نہیں کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور سوا اس کے نہیں کہ ہر آدمی کے لئے وہ ہے جو اس نے نیت کی۔ (ت)

شرع مطہر سے اس پر دلیل واضح حضرت سیدنا طلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا فعل اور حضرت امیر المومنین امام العارفین مولی المسلمین علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کا قول ہے:

وناھیك بھما قدوۃ فی الدین۔ تیرے لئے ان دونوں حضرات کا دین میں پیشوا ہونا کافی ہے (ت)

جب حضرت طلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی خطائے اجتہادی سے رجوع فرما کر دستِ حق پرست حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ پر تجدیدِ بیعت چاہی ظالم کے ہاتھ سے زخمی ہوچکے تھے امیر المومنین علی تک وصول کی طاقت نہ تھی امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کے لشکر کا ایک سپاہی گزرا اُسے بلاکر حضرت طلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کے ہاتھ پر تجدیدِ بیعت فرمائی اور روح اقدس جوارِ اقدس رحمت الٰہی میں پہنچی، امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے یہ حال سُن کر فرمایا:

ابی اللہ ان یدخل طلحۃ الجنۃ الا و بیعتی فی عنقہ[2]۔ اللہ عزوجل نے طلحہ کا جنت میں جانا نہ مانا جب تک میری بیعت ان کی گردن میں نہ ہو۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲
صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات ؍؍ ۲/۱۴۰

Marfat.com

دیکھو امیر المومنین نے اس بیعت کو اپنی ہی بیعت قرار دیا نہ کہ لشکری کی، اور حضرت طلحہ نے امیر المومنین ہی کو امیر المومنین و مستحق بیعت سمجھا نہ کہ معاذ اللہ لشکری کو۔

ذٰلك برهانٰن من ربك وقد عرضته علٰى محقق الشريعة والطريقة مولٰنا محب الرسول عبد القادر ابن الیوفی حفظه الله تعالٰی من شر کل مجون وفتون فاقره وصوبه واستحسنه واعجبه، والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم۔

یہ دونوں برہان تیرے رب کی طرف سے ہیں اور تحقیق میں نے پیش کیا اس کو شریعت و طریقت کے محقق مولانا محب رسول عبد القادر قادری بدایونی پر، اللہ تعالٰی ان کو محفوظ رکھے ہر بے حیا اور فتنین کے شر سے، پس اس کو ثابت رکھا اور اس کو صواب قرار دیا اور اسکو عجیب اور مستحسن قرار دیا، اور اللہ تعالٰی پاک ہر عیب سے اور برتر ہے سب سے زیادہ جاننے والا اور اس کا علم جلیل اس کی بزرگی اتم اور مضبوط ہے (ت)

مسئلہ ۱۸۴ از جالندھر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی احمد جان صاحب مرسلہ محمد احمد خاں صاحب ۲۰ شوال ۱۳۱۴ھ

اگر عورت نیک خصلت پابند شریعت واقف طریقت اپنے ہاتھ پر عورتوں اور مردوں کو بیعت کرنا شروع کردے تو ازروئے طریقت اور شریعت یہ بیعت درست ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتاب مع عبارت تحریر فرمائیں۔

الجواب

اولیائے کرام کا اجماع ہے کہ داعی الی اللہ کا مرد ہونا ضرور ہے لہذا سلف صالحین سے آج تک کوئی عورت نہ پیر بنی نہ بیعت کیا، حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأة۔[1] رواہ الائمة احمد و البخاری و الترمذی والنسائی

ہرگز وہ قوم فلاح نہ پائے گی جنھوں نے کسی عورت کو والی بنایا۔ اسکو ائمہ کرام احمد و بخاری

[1] صحیح البخاری	کتاب الفتن	قدیمی کتب خانہ کراچی	۱۰۵۳/۲
جامع الترمذی	ابواب الفتن	امین کمپنی دہلی	۵۱/۲
سنن النسائی	کتاب ادب القضاة	نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی	۳۰۴/۲
مسند احمد بن حنبل	عن ابی بکرة	المکتب الاسلامیہ بیروت	۵۱/۵

Marfat.com

عن ابی بکرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ترمذی اور نسائی نے ابوبکرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہٗ میزان الشریعۃ کتاب الاقضیہ میں فرماتے ہیں:

قد اجمع اھل الکشف علی اشتراط الذکورۃ فی کل داع الی اللہ تعالٰی ولم یبلغنا ان احدا من نساء السلف الصالح تصدرت لتربیۃ المریدین ابدًا لنقص النساء فی الدرجۃ و ان ورد الکمال فی بعضھن کمریم بنت عمران و اٰسیۃ امرأۃ فرعون فذٰلك کمال بالنسبۃ للتقوٰی والدین لا بالنسبۃ للحکم بین الناس وتسلیکھم فی مقامات الولایۃ وغایۃ امر المرأۃ ان تکون عابدۃ زاھدۃ کرابعۃ العدویۃ، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم، فقط۔

بیشک اہل کشف نے اجماع کیا ہے اللہ تعالٰی کی طرف بلانے والے کے لئے مرد ہونا شرط قرار دینے پر، اور نہیں پہنچی ہم کو خبر کہ سلف صالحین کی عورتوں میں سے کوئی عورت مریدین کی تربیت کرنے کے درپے ہوئی ہو ہمیشہ بوجہ عورتوں کے درجہ میں ناقص ہونے کے، اگرچہ ان کے بعض میں کمال وارد ہوا ہے، جیسے کہ مریم بن عمران اور آسیہ فرعون کی بیوی، پس یہ کمال تقوٰی اور دین کے لحاظ سے ہے نہ کہ لوگوں کے درمیان حکومت کرنے کی نسبت سے اور ان کو مقامات ولایت میں چلانے کی وجہ سے عورت کی غایت امر یہ ہی ہے کہ وہ عابدہ، زاہدہ ہو، جیسا کہ رابعہ عدویہ بصریہ، اور اللہ سبحانہ وتعالٰی سب سے زیادہ جاننے والا ہے اور اس کا علم بزرگتر، اکمل اور مضبوط ہے، فقط (ت)

رسالہ

نقاء السلافۃ فی البیعۃ والخلافۃ

ختم شد

---

[1] میزان الشریعۃ الکبرٰی کتاب الاقضیہ مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۸۹

Marfat.com

(مندرجہ ذیل مسئلہ

فتاوٰی افریقیہ

سے

منقول ہے)

مسئلہ ۱۸۱

اگر زید[۱] کا پیر و مرشد نہ ہو تو وہ فلاح پائے گا یا نہیں؟ اور[۲] اس کا پیر و مرشد شیطان ہوگا یا نہیں؟ کیونکہ رب عزّوجل حکم کرتا ہے: وابتغوا الیہ الوسیلۃ اور ڈھونڈو طرف اس کی وسیلہ۔

الجواب

ہاں اولیائے کرام قدسنا اللہ باسرارہم کے ارشاد سے دونوں باتیں ثابت ہیں اور عنقریب ہم ان دونوں کو قرآن عظیم سے استنباط کریں گے، ایک یہ کہ بے پیرا فلاح نہ پائے گا، حضرت سیدنا شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سہروردی قدس سرہٗ عوارف المعارف شریف میں فرماتے ہیں:

سمعت کثیرا من المشائخ یقولون من لم یر مفلحا لا یفلح[۱] — یعنی میں نے بہت اولیائے کرام کو فرماتے سنا کہ جس نے کسی فلاح پائے ہوئے کی زیارت نہ کی وہ فلاح نہ پائے گا۔

دوسرے یہ کہ بے پیرے کا پیر شیطان ہے، عوارف شریف میں ہے:

روی عن ابی یزید (رضی اللہ تعالٰی عنہ) — یعنی سیدنا بایزید بسطامی رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[۱] عوارف المعارف — الباب الثانی — مطبعۃ المشہد الحسینی

Marfat.com

انه قال من لم یکن له استاذ فامامه الشیطان[1]

مروی ہوا کہ فرماتے جس کا کوئی پیر نہیں اس کا امام شیطان ہے۔

رسالہ مبارکہ امام اجل ابوالقاسم قشیری میں ہے:

یجب علی المرید ان یتادب بشیخ فان لم یکن له استاذ لا یفلح ابدا هذا ابویزید یقول من لم یکن له استاذ نا فامامه الشیطان[2]

یعنی مرید پر واجب ہے کہ کسی پیر سے تربیت لے کہ بے پیرا فلاح نہ پائے گا، یہ ہیں ابویزید کہ فرماتے ہیں جس کا کوئی پیر نہ ہو اس کا پیر شیطان ہے۔

پھر فرمایا:

سمعت الاستاذ اباعلی الدقاق یقول الشجرة اذا نبتت بنفسها من غیر غارس فانها تورق ولکن لا تثمر کذٰلك المرید اذا لم یکن له استاذ یاخذ منه طریقا نفسا فنفسا فهو عابد هواه لا یجد نفاذا[3]

یعنی میں نے حضرت ابوعلی دقاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سُنا کہ پیڑ جب بے کسی بونے والے کے آپ سے اُگے تو پتے لاتا ہے مگر پھل نہیں دیتا، یُونہی مرید کے لئے اگر کوئی پیر نہ ہو جس سے ایک ایک سانس پر راستہ سیکھے تو وُہ اپنی خواہشِ نفس کا پجاری ہے، راہ نہ پائیگا۔

حضرت سیدنا میر سید عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ السامی سبع سنابل شریف میں فرماتے ہیں:

چو پیرت نیست پیر تُست ابلیس ... کہ راہِ دین زدست از مکر و تلبیس[4]

(جب تیرا پیر نہیں ہے تو تیرا پیر ابلیس ہے کہ اس نے دین کی راہ ماری ہے مکر و فریب سے۔ت)

یہ مقام بہت تفصیل و توضیح چاہتا ہے **فاقول** وباللہ التوفیق (میں کہتا ہُوں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ت) فلاح دو قسم کی ہے:

اوّل انجام کار رستگاری اگرچہ معاذ اللہ سبقت عذاب کے بعد ہو، یہ عقیدۂ اہلسنت میں ہر مسلمان کے لئے لازم اور کسی بیعت و مریدی پر موقوف نہیں، اس کے واسطے صرف نبی کو مرشد جاننا بس ہے

---

[1] عوارف المعارف — الباب الثانی — مطبعۃ المشہد الحسینی — ص ۷۸

[2] الرسالۃ القشیریۃ — باب الوصیۃ للمریدین — مصطفی البابی مصر — ص ۱۸۱

[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ — ص ۱۸۱

Marfat.com

بلکہ ابتدائے اسلام میں کسی دُور دراز پہاڑ یا گمنام ٹاپو کے رہنے والے غافل جن کو نبوت کی خبر ہی نہ پہنچی اور دُنیا سے صرف توحید پر گئے، بالآخر ان کے لئے بھی یہ فلاح ثابت۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اہلِ محشر اور انبیاء سے مایوس پھر کر میرے حضور حاضر ہوں گے میں فرماؤں گا انا لھا میں ہوں شفاعت کے لئے۔ پھر اپنے رب سے اذن چاہوں گا وہ مجھے اذن دے گا میں سجدے میں گروں گا ارشاد ہوگا: یا محمد ارفع راسک وقل تسمع وسل تعطہ واشفع تشفع اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور کہو کہ تمہاری بات سُنی جائے گی اور مانگو تمہیں عطا کیا جائے گا اور شفاعت کرو کہ تمہاری شفاعت قبول ہے۔ میں عرض کروں گا اے میرے رب! میری امت میری اُمت۔ فرمایا جائے گا جاؤ جس کے دل میں جَو بھر ایمان ہو اسے دوزخ سے نکال لو، انھیں نکال کر میں دوبارہ حاضر ہوں گا سجدہ کروں گا وہی ارشاد ہوگا کہ اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور کہو کہ سُنا جائے گا، مانگو کہ دیا جائے گا، شفاعت کرو کہ قبول ہے۔ میں عرض کروں گا اے میرے رب! میری امت میری امت۔ ارشاد ہوگا جس کے دل میں رائی برابر ایمان ہو نکال لو میں انھیں نکال کر سہ بارہ حاضر ہو کر سجدہ کروں گا فرمائے گا اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور جو کہو منظور ہے جو مانگو عطا ہے شفاعت کرو مقبول ہے۔ میں عرض کروں گا اے میرے رب میری امت میری امت۔ ارشاد ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانے سے کم تر ایمان ہو اسے نکال لو میں انھیں نکال کر چوتھی بار حاضر و ساجد ہوں گا ارشاد ہوگا اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور کہو کہ سنیں گے مانگو کہ دیں گے شفاعت کرو کہ قبول کریں گے۔ میں عرض کروں گا الٰہی! مجھے ان کے نکالنے کی اجازت دے جنھوں نے تجھے ایک جانا ہے۔ ارشاد ہوگا یہ تمہارے سبب نہیں بلکہ مجھے اپنے عزت و جلال و کبریا و عظمت کی قسم ہر موحّد کو اس سے نکال لوں گا۔[1] اقول یہ ان کے بارے میں ردِّ شفاعت حضور نہیں بلکہ عین قبول ہے کہ حضور کے عرض کرنے ہی پر تو جہنم سے نکالے گئے، فقط یہ فرمایا گیا ہے کہ ان کو رسالت سے توسل کا موقع نہ ملا مجرد عقل جتنے ایمان کے لئے کافی تھی یعنی توحید اسی قدر رکھتے تھے۔ **ثم اقول** معنی حدیث کی یہ تقریر کہ ہم نے کی اس سے ظاہر ہوا کہ یہ اس حدیث صحیح کے معارض نہیں کہ فرمایا:

ما زلت اتردد علی ربی فلا اقوم فیہ مقاما الا میں اپنے رب کے حضور آتا جاتا رہوں گا جس

[1] صحیح البخاری کتاب التوحید باب کلام الرب یوم القیمۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۱۸
صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ

Marfat.com

شفعت حتی اعطانی اللہ من ذٰلك ان قال یا محمد ادخل من امتك من خلق اللہ من شہد ان لا الٰہ الا اللہ یوما واحدا مخلصا ومات علیٰ ذٰلك۔ رواہ احمد[1] بسند صحیح عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

شفاعت کے لئے کھڑا ہوں گا قبول ہوگی، یہاں تک کہ میرا رب فرمائے گا کہ تمام مخلوق میں جتنی تمھاری امت ہے ان میں جو توحید پر مرا ہو اسے جنت میں داخل کردو۔ (اسے احمد نے بسندِ صحیح حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

کہ یہاں کلام اُمت میں ہے تو یہاں لا الٰہ الا اللہ سے پُورا کلمہ طیبہ مراد ہے جیسا کہ انھیں امام احمد و صحیح ابن حبان کی حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

شفاعتی لمن شہد ان لا الٰہ الا اللہ مخلصا وان محمد رسول اللہ یصدق لسانہ قلبہ و قلبہ لسانہ[2]۔

میری شفاعت ہر اس شخص کے لئے ہے جو اللہ کی توحید اور میری رسالت پر اخلاص سے گواہی دیتا ہو کہ زبان دل کے موافق ہو اور دل زبان کے۔

اللّٰھم اشہد وکفٰی بك شہیدا انی اشہد بقلبی ولسانی انہ لا الٰہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حنیفا مخلصا وما انا من المشرکین و الحمد للہ رب العالمین۔

الٰہی! گواہ ہوجا اور تیری ہی گواہی کافی ہے کہ میں اپنے دل وزبان سے گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کے رسول ہیں، سب باطل دینوں سے کنارہ کرتا ہوا خالص اسلام والا ہوکر، اور میں مشرکوں میں سے نہیں، اور سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔ (ت)

دوم کامل رستگاری کہ بے سبقت عذاب دخولِ جنّت ہو اس کے دو پہلو ہیں،

اوّل وقوع، یہ مذہب اہلسنت میں محض مشیت الٰہی پر ہے جسے چاہے ایسی فلاح عطا فرمائے اگرچہ لاکھوں کبائر کا مرتکب ہو اور چاہے تو ایک گناہِ صغیرہ پر گرفت کرلے اگرچہ لاکھوں حسنات رکھتا ہو، ع اگرچہ وہ ایسا کرے گا نہیں،

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۷۸

[2] 〃 〃 〃 ابی ہریرہ 〃 〃 〃 ۲/ ۳۰۷

موارد الظمآن باب جامع فی البعث والشفاعۃ حدیث ۲۵۹۴ المطبعۃ السلفیۃ مکۃ المکرمۃ ص ۶۴۵

Marfat.com

یہ عدل ہے اور وہ فضل،

یغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء[1] جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب کرے۔ (ت)

حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے بے گنتی اہل کبائر ایسی فلاح پائیں گے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

شفاعتی لاھل الکبائر من امتی۔ رواہ احمد[2] میری شفاعت میری اُمت سے کبیرہ گناہوں والوں کے لیے ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

لقولہ تعالیٰ ویجزی الذین احسنوا بالحسنی ○ الذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش الا اللمم ان ربک واسع المغفرۃ[3] ، وقولہ تعالیٰ ان تجتنبوا کبائر ما تنھون عنہ نکفر عنکم سیاٰتکم و ندخلکم مدخلا کریما[4] ○ وقولہ تعالیٰ ان الحسنٰت یذھبن السیاٰت ذٰلک ذکری للذاکرین[5] ○ ۱۲ منہ غفرلہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے، اور نیکی کرنے والوں کو نہایت اچھا صلہ عطا فرمائے وہ جو گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر اتنا کہ گناہ کے پاس گئے اور رک گئے، بیشک تمہارے رب کی مغفرت وسیع ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، اگر بچتے رہو کبیرہ گناہوں سے جن کی تمہیں ممانعت ہے تو تمہارے اور گناہ ہم بخش دیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں، یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کو۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۸۴

[2] سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی الشفاعۃ ۲/۲۹۶ و جامع الترمذی ابواب صفۃ القیامۃ ۲/۶۶
سنن ابن ماجہ ابواب الزہد باب ذکر الشفاعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۹
مسند احمد بن حنبل عن انس المکتب الاسلامی بیروت ۳/۲۱۳
شعب الایمان حدیث ۳۱۰، ۳۱۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۲۸۶
السنن الکبرٰی کتاب الجنایات دار صادر بیروت ۸/۱۷۰
موارد الظمآن حدیث ۲۵۹۶ ص ۶۴۵ و المعجم الکبیر حدیث ۱۱۴۵۴ ۱۱/۱۸۹

[3] القرآن الکریم ۵۳/۳۱ و ۳۲

[4] " " ۴/۳۱

[5] " " ۱۱/۱۱۴

Marfat.com

وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن
حبان والحاکم والبیھقی وصححہ
عن انس بن مالك والترمذی وابن
ماجۃ وابن حبان والحاکم عن جابر بن
عبد اللہ والطبرانی فی الکبیر عن ابن
عباس والخطیب عن کعب بن عجرۃ وعن
عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھم
اجمعین۔

کے لئے ہے (یہ حدیث احمد و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن حبان و حاکم و بیہقی نے انس بن مالک سے روایت کی اور بیہقی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے، اور ترمذی و ابن ماجہ و ابن حبان و حاکم نے جابر بن عبداللہ سے روایت کی اور طبرانی نے معجم کبیر میں عبداللہ بن عباس سے اور خطیب نے کعب بن عجرہ سے اور عبداللہ بن عمر سے، رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

خیرت بین الشفاعۃ وبین ان ید خل شطر
امتی الجنۃ فاخترت الشفاعۃ لانھا
اعم واکفی اترونھا للمؤمنین المتقین
لا ولکنھا للمذنبین المتلوثین الخطائین۔
رواہ احمد[1] بسند صحیح والطبرانی
فی الکبیر باسناد جید عن ابن عمر وابن ۱
ماجۃ عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ
تعالیٰ عنھم۔

مجھ سے میرے رب نے فرمایا تم کو اختیار ہے چاہے شفاعت لے لو چاہے یہ کہ تمھاری آدھی امت بلا عذاب داخلِ جنت ہو، میں نے شفاعت اختیار فرمائی کہ وُہ زیادہ عام اور زیادہ کافی ہے، کیا اسے ستھرے مومنوں کے لئے سمجھتے ہو، نہیں بلکہ وہ گناہگاں آلودہ روزگاروں سخت خطاکاروں کے لئے ہے (یہ حدیث احمد نے بسند صحیح اور طبرانی نے معجم کبیر میں بہ سند جیّد عبداللہ بن عمر سے روایت کی اور ابن ماجہ نے ابوموسیٰ اشعری سے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ت)

بلکہ وُہ بھی ہونگے جن کے گناہ نیکیوں سے بدل دئے جائیں گے، قال اللہ تعالیٰ:

فاولٰئك یبدل اللہ سیاٰتھم حسنٰت
وکان اللہ غفورا رحیما[2]

اللہ ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب الزہد باب ذکر الشفاعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۹
مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمر المکتب الاسلامی بیروت ۲/۷۵
[2] القرآن الکریم ۲۵/۷۰

Marfat.com

حدیث میں ہے ایک شخص روزِ قیامت حاضر لایا جائے گا، ارشاد ہوگا اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ اس پر پیش کرو اور بڑے بڑے ظاہر نہ کرو۔ اس سے کہا جائے گا تُو نے فلاں فلاں دن یہ یہ کام کئے وہ مقر ہوگا اور اپنے بڑے گناہوں سے ڈر رہا ہوگا ارشاد ہوگا اعطوہ مکان کل سیئۃ حسنۃ اسے ہر گناہ کی جگہ ایک نیکی دو، اب کہہ اُٹھے گا کہ الٰہی! میرے اور بہت سے گناہ ہیں وہ تو سننے میں آئے ہی نہیں، یہ فرما کر حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اتنا ہنسے کہ آس پاس کے دندان مبارک ظاہر ہوئے رواہ الترمذی[1] عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ (ترمذی نے ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا۔ ت) بالجملہ وقوع کے لئے سوا اسلام اور اللہ و رسول کی رحمت کے اور کوئی شرط نہیں، جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

دوم امید یعنی انسان کے اعمال، افعال، اقوال، احوال ایسے ہوں کہ اگر انہی پر خاتمہ ہو تو کرمِ الٰہی سے امید واثق ہو کہ بلا عذاب داخلِ جنت کیا جائے، یہی وہ فلاح ہے جس کی تلاش کا حکم ہے کہ سابقوا الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضہا کعرض السماء والارض[2] جلدی کرو اپنے رب کی مغفرت اور اس کی جنت کی طرف جس کی چوڑان آسمان و زمین کے پھیلاؤ کی مانند ہے۔ (ت)

اس لئے کہ کسبِ انسانی اسی سے متعلق، یہ پھر دو قسم،

اوّل فلاحِ ظاہر، حاشا اس سے وہ مراد نہیں کہ نرے ظاہرداروں کو مطلوب جن کی نظر صرف اعمالِ جوارح پر مقتصور ظاہر احکام شرع سے آراستہ اور معاصی سے منزّہ کرلیا اور متقی و مفلح بن گئے اگرچہ باطن ریا و عجب و حسد و کینہ و تکبر و حبِ مدح و حبِ جاہ و محبتِ دُنیا و طلبِ شہرت و تعظیمِ امراء و تحقیرِ مساکین و اتباعِ شہوات و مداہنت[1] و کفرانِ نعم[2] و حرص و بخل و طولِ امل[3] و سوئے ظن و عنادِ حق و اصرارِ باطل و مکر و غدر و خیانت و غفلت و قسوت[4] و طمع و تملق[5] و اعتمادِ خلق و نسیانِ خالق[6] و نسیانِ موت و جرأت علی اللہ و نفاق و اتباعِ شیطان و بندگیٔ نفس و رغبتِ بطالت[7] و کراہتِ عمل و قلتِ خشیت و جزع[9] و عدمِ خشوع[10] و غضب للنفس[11] و تساہل فی اللہ[12] وغیرہا مہلکات[13] آفات سے گندہ ہو رہا ہو جیسے مزبلہ پر لعبت

---

۱ دین میں سستی ۲ نعمتوں کی ناشکری ۳ لمبی آرزو ۴ دل کی سختی ۵ چاپلوسی ۶ خدا کو بھول جانا ۷ باطل کی رغبت ۸ ذکر کی کمی ۹ بے صبری ۱۰ خشوع کا نہ ہونا ۱۱ نفس کے لئے ناراض ہونا ۱۲ [illegible] بارے میں سستی کرنا ۱۳ ہلاک کرنے والی آفتیں۔ (ت)

۱ جامع الترمذی ابواب صفۃ جہنم باب ماجاء ان للنار نفسین امین کمپنی دہلی ۲/۸۷

Marfat.com

کا خیمہ، اوپر زینت اور اندر نجاست ۔ پھر کیا یہ باطنی خباثتیں ظاہری صلاح پر قائم رہنے دیں گی ۔ حاشا معاملہ پڑنے دیجئے کون سی ناگفتنی ہے کہ نہ کہیں گے کون سی ناکردنی ہے کہ اٹھا رکھیں گے اور پھر بدستور صالح عوام کی کیا گنتی ، آج کل بہت علمائے ظاہر اگر متقی ہیں بھی تو اسی قسم کے الا من شاء اللہ وقلیل ماھم (مگر جو اللہ تعالٰی چاہے اور وہ بہت تھوڑے ہیں ۔ ت) میں اسے زیادہ مشرح کرتا مگر کیا فائدہ کہ حق تلخ ہوتا ہے اس سے نفع پانا اور اپنی اصلاح کی طرف آنا درکنار بتانے والے کے اُلٹے دشمن ہوجاتے ہیں مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ ہزار اُف اس نام علم پر کہ آج کل بہت بے دین مرتدین اللہ و رسول کی جناب میں کیسی کیسی سخت گالیاں بکتے لکھتے اور چھاپتے ہیں، ان سے کان پر جوں نہ رینگے، کہیں بے پروائی کہیں آرام خواہی، کہیں نیچری تہذیب کہیں طمع کی تخریب ، کہیں ملاقات کا پاس کہیں اس کا ہراس (ڈر) کہ ان مرتدوں کا رد کریں ، مسلمانوں کو ان کا کفر بتائیں تو یہ سر ہو جائیں گے اخباروں اشتہاروں میں ہماری مذمتیں گائیں گے ، ہزاروں جھوٹے بہتان لگائیں گے ، کون اپنی عافیت تنگ کرے ، ان ناپاک وجوہ کے باعث وہاں خموشی اور خود ان سے اعمال میں خطا بلکہ عقائد میں غلطی ہو اسے کوئی بتائے تو نہ اب وہ تہذیب نہ آرام طلبی نہ بے پروائی نہ سلامت روی بلکہ جامے سے باہر ہو کر جس طرح بنے اس کی عداوت میں گرم جوشی حق کا جواب نہ بن آئے تو عناد و مکابرہ سے کام لینا حتی کہ کتابوں کی عبارتیں گھڑ لیں، جھوٹے حوالے دل سے تراش لیں کہ کہیں اپنی ہی بات بالا رہے ، عوام کے سامنے شیخی کرکری نہ ہو یا وہ جو وعظ وغیرہ کے ذریعے سے
مل رہتا ہے اس میں کھنڈت نہ پڑے ، کیا اسی کا نام تقوٰی ہے حاش للہ بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی ۱
کے بدگویوں کے مقابل وہ خواب خرگوش اور اپنے نفس کی بے جا حمایت میں یہ جوش و خروش ، تو یہ کہنا ہے کہ اللہ اور رسول کی عظمت سے اپنے نفس کی عظمت دل میں سوا ہے ، اب اسے کیا کہئے سوا اس کے کہ انا للہ وانا الیہ راجعون ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔ بیشک ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں، اور نہیں طاقت اور نہ قوت مگر ساتھ اللہ بلند تر عظمت والے کے ۔ (ت)

بالجملہ اس صورت کو فلاح سے علاقہ نہیں صاف ہلاک ہے بلکہ فلاح ظاہر یہ کہ دل و بدن دونوں پر جتنے احکام الٰہیہ ہیں سب بجا لائے ، نہ کسی کبیرہ کا ارتکاب کرے نہ کسی صغیرہ پر مصر رہے نفس کے خصائل ذمیمہ اگر دفع نہ ہوں تو معطل رہیں ، ان پر کاربند نہ ہوں ، مثلاً دل میں بخل ہے تو نفس پر جبر کرکے ہاتھ کشادہ رکھے ، حسد ہے تو محسود کی برائی نہ چاہے وعلٰی ہذا القیاس کہ یہ جہاد اکبر ہے اور اس کے بعد مواخذہ نہیں بلکہ اجر عظیم ہے ، حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ،

Marfat.com

ثلاث لم تسلم منها هذه الامة الحسد و الظن والطيرة الا انبئكم بالمخرج منها اذا ظننت فلا تحقق و اذا حسدت فلا تبغ و اذا تطيرت فامض۔ رواه رسته في[۱] كتاب الايمان عن الامام الحسن البصري مرسلا و وصله ابن عدي عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بلفظ اذا حسدتم فلا تبغوا و اذا ظننتم فلا تحققوا و اذا تطيرتم فامضوا وعلى الله فتوكلوا۔[۲]

تین خصلتیں اس اُمّت سے نہ چھوٹیں گی، حسد، بدگمانی اور بدشگونی۔ کیا میں تمہیں ان کا علاج نہ بتادوں، بدگمانی آئے تو اس پر کاربند نہ ہو اور حسد آئے تو محسود پر زیادتی نہ کرو اور بدشگونی کے باعث کام سے رُک نہ رہو (اس حدیث کو رستہ نے کتاب الایمان میں امام حسن بصری سے بے ذکر صحابی سے روایت کیا اور ابن عدی نے متصل ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے دل میں حسد آئے تو زیادتی نہ کرو اور بدگمانی آئے تو اسے جانے دو اور بدشگونی آئے تو رُکو نہیں اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو۔ت)

یہ علاج تقوٰی ہے اس سے آدمی سچا متقی ہوجاتا ہے، ہم نے اسے علاج ظاہر بایں معنی کہا کہ اس میں جو کچھ کرنا نہ کرنا ہے اس کے احکام ظاہر و واضح ہوچکے ہیں قد تبين الرشد من الغي[۳] (بیشک ہدایت ظاہر ہوگئی گمراہی سے۔ت)

دوم، علاج باطنی کہ قلب و قالب رذائل سے متخلی اور فضائل سے متحلی کرکے بقایائے شرک خفی دل سے دُور کیے جائیں یہاں تک کہ لا مقصود الا اللہ (کوئی مقصود نہیں سوائے اللہ کے۔ت) پھر لا مشہود الا اللہ (کوئی نظر میں نہیں سوائے اللہ کے۔ت) پھر لا موجود الا اللہ (کوئی وجود ذاتی نہیں رکھتا سوائے اللہ کے۔ت) متجلی ہو یعنی اوّلاً ارادہ غیر سے خالی ہو پھر غیر نظر سے معدوم ہو پھر حق حقیقت جلوہ فرمائے کہ وجود اسی کے لئے ہے باقی سب ظلال و پرتو، یہ منتہائے فلاح و فلاح احسان ہے۔ فلاح تقوٰی میں تو عذاب سے دُوری اور جنّت کا جینا تھا کہ:

فمن زحزح عن النار وادخل الجنة جو جہنم سے بچا کر جنّت میں داخل کیا گیا وہ مراد

---

۱ کنز العمال بحوالہ رستہ فی کتاب الایمان حدیث ۸۸۰۴۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۳/ ۴۶۰

۲ کنز العمال بحوالہ عد عن ابی ہریرہ حدیث ۷۴۴۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۳/ ۴۶۱

۳ القرآن الکریم ۲/ ۲۵۶

Marfat.com

فقد فاز[1] فلاح کو پہنچا۔

اور فلاح احسان اس سے اعظم ہے کہ عذاب کا کیا ذکر کسی قسم کا اندیشہ وغم بھی ان کے پاس نہیں آتا۔

الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون[2] خبردار! اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (ت)

بہرحال اس فلاح کے لئے ضرور پیر و مرشد کی حاجت ہے چاہے قسم اوّل کی ہو یا دوم کی،

اقول اب مرشد بھی دو قسم ہے:

اوّل عام کہ کلام اللہ و کلام الرسول و کلام ائمۂ شریعت و طریقت و کلام علمائے دین اہل رشد و ہدایت ہے اسی سلسلۂ صحیحہ پر کہ عوام کا ہادی کلام علماء، علماء کا رہنما کلام ائمہ، ائمہ کا مرشد کلام رسول، رسول کا پیشوا کلام اللہ جل وعلا و صلے اللہ تعالے علیہ وسلم۔ فلاح ظاہر ہو یا فلاح باطن اسے اس مرشد سے چارہ نہیں جو اس سے جدا ہے بلاشبہہ کافر ہے یا گمراہ، اور اس کی عبادت برباد و تباہ۔

دوم خاص کہ بندہ کسی عالم سُنی صحیح العقیدہ صحیح الاعمال جامع شرائط بیعت کے ہاتھ میں ہاتھ دے، یہ مرشد خاص جسے پیر و شیخ کہتے ہیں۔ پھر دو قسم ہے:

اوّل شیخ اتصال (بنائے فوقانی) یعنی جس کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انسان کا سلسلہ حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم تک متصل ہو جائے، اس کے لئے چار شرطیں ہیں:

(۱) شیخ کا سلسلہ باتصال صحیح حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم تک پہنچا ہو، بیچ میں منقطع نہ ہو کہ منقطع کے ذریعہ سے اتصال ناممکن۔ بعض لوگ بلا بیعت محض بزعم وراثت اپنے باپ دادا کے سجادے پر بیٹھ جاتے ہیں یا بیعت تو کی تھی مگر خلافت نہ ملی تھی بلا اذن مرید کرنا شروع کر دیتے ہیں یا سلسلہ ہی وہ ہو کہ قطع کر دیا گیا اس میں فیض نہ رکھا گیا لوگ براہِ ہوس اس میں اذن و خلافت دیتے چلے آتے ہیں، یا سلسلہ فی نفسہٖ اچھا تھا مگر بیچ میں کوئی ایسا شخص واقع ہوا جو بوجہ انتفائے بعض شرائط قابلِ بیعت نہ تھا اس سے جو شاخ چلی وہ بیچ میں سے منقطع ہے۔ ان صورتوں میں اس بیعت

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۸۵
[2] " ۱۰/ ۶۲

Marfat.com

سے ہرگز اتصال حاصل نہ ہوگا۔ بیل سے دودھ یا بانجھ سے بچہ مانگنے کی مت جدا ہے۔

(۲) شیخ سُنّی العقیدہ ہو بدمذہب گمراہ کا سلسلہ شیطان تک پہنچے گا نہ کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک آج کل بہت کھلے ہوئے بددینوں بلکہ بے دینوں حتی کہ وہابیہ نے کہ سرے سے منکر و دشمن اولیا ہیں مکاری کے لئے پیری مریدی کا جال پھیلا رکھا ہے۔ ہوشیار خبردار احتیاط احتیاط سے

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست ‏ ‏ ‏ ‏ پس بہر دستے نباید داد دست

(بہت سے ابلیس انسانی شکل میں ہیں پس ہر ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہیے۔ ت)

(۳) عالم **اقول** علم فقہ اسی کی اپنی ضرورت کے قابل کافی اور لازم کہ عقائد اہلسنت سے پورا واقف کفر و اسلام و ضلالت و ہدایت کے فرق کا خوب عارف ہو ورنہ آج بدمذہب نہیں کل ہو جائے گا ع

فمن لم یعرف الشر فیوما یقع فیہ

(جو شر سے آگاہ نہیں ایک دن اس میں پڑ جائیگا۔ ت)

صدہا کلمات و حرکات ہیں جن سے کفر لازم آتا ہے اور جاہل براہ جہالت ان میں پڑ جاتے ہیں، اول تو خبر ہی نہیں ہوتی کہ ان کے قول یا فعل سے کفر سرزد ہوا اور بے اطلاع توبہ ناممکن تو مبتلا کے مبتلا ہی رہے، اور اگر کوئی خبر دے تو ایک سلیم الطبع جاہل ڈر بھی جائے تو یہ بھی کرلے مگر وہ جو صاحبادہ مشیخت پر ہادی و مرشد بنے بیٹھے ہیں ان کی عظمت کہ خود ان کے قلوب میں ہے کب قبول کرنے دے۔

واذا قیل لہ اتق اللّٰہ اخذتہ العزۃ بالاثم[1] ‏ ‏ ‏ ‏ جب اس سے کہا جائے اللہ تعالٰی سے ڈر تو اسے اور ضد چڑھتی ہے گناہ کی۔ (ت)

اور اگر ایسے ہی حق پرست ہوئے اور مانا تو کتنا، اتنا کہ آپ توبہ کرلیں گے، قول و فعل کفر سے جو بیعت فسخ ہوگئی اب کسی کے ہاتھ پر بیعت کریں اور شجرہ اس جدید شیخ کے نام سے دیں اگرچہ شیخ اول ہی کا خلیفہ ہو یہ ان کا نفس کیونکر گوارا کرے نہ اسی پر راضی ہوں گے کہ آج سے سلسلہ بند کریں مریدکرنا چھوڑیں لاجرم وہی سلسلہ کہ ٹوٹ چکا جاری رکھیں گے لہذا عالم عقائد ہونا لازم۔

(۴) فاسق معلن **اقول** اس شرط پر حصول اتصال کا توقف نہیں کہ مجرد فسق باعث فسخ نہیں مگر

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۰۶

Marfat.com

پیر کی تعظیم لازم ہے اور فاسق کی توہین واجب، دونوں کا اجتماع باطل، تبیین الحقائق امام زیلعی وغیرہ میں دربارۂ فاسق ہے:

فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ، قد وجب علیہم اھانتہ شرعاً[1] — امامت کے لئے اسے آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے اور شرع میں تو اس کی توہین واجب ہے۔ (ت)

دوم شیخ ایصال کہ شرائط مذکورہ کے ساتھ مفاسد نفس النفس کے فسادات و مکائد شیطان (شیطان کی مکاریاں) و مصائد ہوا (خواہشات کا شکار) سے آگاہ ہو، دوسرے کی تربیت جانتا اور اپنے متوسل پر شفقت تامہ رکھتا ہو کہ اس کے عیوب پر اسے مطلع کرے ان کا علاج بتائے جو مشکلات اس راہ میں پیش آئیں حل فرمائے نہ محض سالک ہو نہ نرا مجذوب۔ عوارف شریف میں فرمایا: یہ دونوں قابلِ پیری نہیں۔

اقول اس لئے کہ اول خود ہنوز راہ میں ہے اور دوسرا طریق تربیت سے غافل، بلکہ مجذوب سالک ہو یا سالک مجذوب، اور اول اولٰی ہے۔

اقول اس لئے کہ وہ مراد ہے اور یہ مرید، پھر بیعت بھی دو۲ قسم ہے:

اول بیعتِ برکت کہ صرف تبرک کے لئے داخلِ سلسلہ ہو جانا، آج کل عام بیعتیں یہی ہیں، وہ بھی نیک نیتوں کی، ورنہ بہتوں کی بیعت دنیاوی اغراض فاسدہ کے لئے ہوتی ہے، وہ خارج از بحث ہیں، اس بیعت کے لئے شیخ اتصال کہ شرائطِ اربع کا جامع ہو، بس ہے۔

اقول بیکار یہ بھی نہیں، مفید اور بہت مفید، اور دنیا و آخرت میں بکار آمد ہے، محبوبانِ خدا کے غلاموں کے دفتر میں نام لکھا جانا ان سے سلسلہ متصل ہو جانا فی نفسہٖ سعادت ہے،

اولاً ان کے خاص غلاموں سالکانِ راہ سے اس امر میں مشابہت۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من تشبہ بقوم فھو منھم[2] — جو جس قوم سے مشابہت پیدا کرلے وہ انہی میں سے ہے۔

---

[1] تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق باب الامامۃ الخ المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/۱۳۴

[2] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لبس الشھرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۰۳
مسند احمد بن حنبل المکتب الاسلامی بیروت ۲/۵۰ و ۹۲

Marfat.com

سیدنا شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سہروردی رضی اللہ تعالٰے عنہ عوارف المعارف شریف میں فرماتے ہیں:

واعلموا ان الخرقۃ خرقتان خرقۃ الارادۃ وخرقۃ التبرک والاصل الذی قصدہ المشایخ للمریدین خرقۃ الارادۃ وخرقۃ التبرک تشبہ بخرقۃ الارادۃ فخرقۃ الارادۃ للمرید الحقیقی وخرقۃ التبرک للمتشبہ ومن تشبہ بقوم فھو منھم[1]

واضح ہو کہ خرقے دو ہیں، خرقۂ ارادت و خرقۂ تبرک، مشائخ کا مریدوں سے اصل مطالبہ خرقۂ ارادت ہے اور خرقۂ تبرک کو اس سے مشابہت ہے تو حقیقی مرید کے لئے خرقۂ ارادت ہے اور مشابہت چاہنے والوں کے لئے خرقۂ تبرک اور جو کسی قوم سے مشابہت چاہے وہ انہی میں سے ہے (ت)

ثانیاً ان غلامانِ خاص کے ساتھ ایک سلک میں منسلک ہونا ع

بلبل ہمیں کہ قافیۂ گل شود بس است

(بلبل کو یہی کہ پھول کی صحبت ہو کافی ہے۔ ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ھم القوم لا یشقی بھم جلیسھم[2] وہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی بدبخت نہیں رہتا۔

ثالثاً محبوبانِ خدا آیۂ رحمت ہیں، وہ اپنا نام لینے والے کو اپنا کر لیتے ہیں اور اس پر نظرِ رحمت رکھتے ہیں۔ امام یکتا سیدی ابوالحسن نور الملۃ والدین علی قدس سرہ بہجۃ الاسرار شریف میں فرماتے ہیں:

حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ سے عرض کی گئی اگر کوئی شخص حضور کا نام لیوا ہو اور اس نے نہ حضور کے دستِ مبارک پر بیعت کی ہو نہ حضور کا خرقہ پہنا ہو کیا وہ آپ کے مریدوں میں شمار ہوگا؟ فرمایا:

من انتمی الیّ وتسمّٰی لی قبلہ اللہ تعالٰی وتاب علیہ ان کان علی سبیل مکروہ وھو من جملۃ اصحابی وان ربی عزوجل وعدنی ان یدخل اصحابی واھل مذھبی وکل محب

جو اپنے آپ کو میری طرف نسبت کرے اور اپنا نام میرے غلاموں کے دفتر میں شامل کرے اللہ اسے قبول فرمائے گا اور اگر وہ کسی ناپسندیدہ راہ پر ہو تو اسے توبہ دے گا اور وہ میرے مریدوں کے زمرے

---

[1] عوارف المعارف الباب الثانی عشر مطبعۃ المشہد الحسینی القاہرۃ ص ۹۱

[2] جامع الترمذی ابواب الدعوات ۲/۱۹۹ و مسند احمد بن حنبل ۲/۲۵۲ و ۲۵۹ و ۳۸۳

Marfat.com

لی الجنة [1] میں ہے اور میرے رب عزوجل نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میرے مریدوں اور ہم مذہبوں اور میرے ہر چاہنے والے کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ (والحمد للہ رب العالمین) ۔

دوم بیعت ارادت کہ اپنے ارادہ واختیار سے یکسر باہر ہو کر اپنے آپ کو شیخ مرشد ہادی برحق واصل بحق کے ہاتھ میں بالکل سپرد کردے اسے مطلقاً اپنا حاکم ومالک ومتصرف جانے، اس کے چلانے پر راہ سلوک چلے کوئی قدم بے اس کی مرضی کے نہ رکھے اس کے لئے بعض احکام یا اپنی ذات میں خود اس کے کچھ کام اگر اس کے صحیح نہ معلوم ہوں، انھیں افعال خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مثل سمجھے اپنی عقل کا قصور جانے، اس کی کسی بات پر دل میں بھی اعتراض نہ لائے اپنی ہر مشکل اس پر پیش کرے غرض اس کے ہاتھ میں مردہ بدست زندہ ہو کر رہے، یہ بیعت سالکین ہے، اور یہی مقصود مشائخ مرشدین ہے، یہی اللہ عزوجل تک پہنچاتی ہے یہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لی ہے جسے سیدنا عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

بایعنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی السمع والطاعة فی العسر والیسر والمنشط والمکرہ وان لاننازع الامر اھلہ [2]

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس پر بیعت کی کہ ہر آسانی ودشواری ہر خوشی وناگواری میں حکم سنیں گے اور اطاعت کریں گے اور صاحب حکم کے کسی حکم میں چوں چرا نہ کریں گے

شیخ ہادی کا حکم رسول کا حکم ہے اور رسول کا حکم اللہ کا حکم اور اللہ کے حکم میں مجال دم زدن نہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وماکان لمؤمن ولامؤمنة اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرة من امرھم ومن یعص اللہ ورسول اللہ فقد ضل

کسی مسلمان مرد وعورت کو نہیں پہنچتا کہ جب اللہ ورسول کسی معاملہ میں کچھ فرمادیں تو پھر انھیں کام کا کوئی اختیار رہے اور جو اللہ ورسول کی نافرمانی

---

[1] بہجة الاسرار ذکر فضل اصحابہ وبشراھم مصطفی البابی مصر ص ۱۰۱

[2] صحیح البخاری کتاب الفتن باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم سترون بعدی امورا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۴۵

صحیح مسلم کتاب الامارة باب وجوب طاعة الامراء فی غیر معصیة لہ " " " ۲/ ۱۲۴

Marfat.com

ضلالا مبینا[۱] — کرے وہ کھلا گمراہ ہوا۔

عوارف شریف میں ارشاد فرمایا:

دخوله في حكم الشيخ دخوله في حكم الله ورسوله واحياء سنة المبايعة[۲]

شیخ کے زیر حکم ہونا اللہ و رسول کے زیر حکم ہونا ہے اور اس بیعت کی سنت کا زندہ کرنا۔

نیز فرمایا:

ولا يكون هذا الا لمريد حصر نفسه مع الشيخ وانسلخ من ارادة نفسه وفني في الشيخ بترك اختيار نفسه[۳]

یہ نہیں ہوتا مگر اس مرید کے لئے جس نے اپنی جان کو شیخ کی قید میں کر دیا اور اپنے ارادے سے بالکل باہر آیا اپنا اختیار چھوڑ کر شیخ میں فنا ہو گیا۔

پھر فرمایا:

ويحذر الاعتراض على الشيوخ فانه السم القاتل للمريدين وقل ان يكون مريد يعترض على الشيخ بباطنه فيفلح ويذكر المريد في كل ما اشكل عليه من تصاريف الشيخ قصة الخضر عليه السلام كيف كان يصدر من الخضر تصاريف ينكرها موسى ثم لما كشف له عن معناها بان لموسى وجه الصواب في ذلك فهكذا ينبغي للمريد ان يعلم ان كل تصرف اشكل عليه صحته من الشيخ عند الشيخ فيه

پیروں پر اعتراض سے بچے کہ یہ مریدوں کے لئے زہر قاتل ہے، کم کوئی مرید ہوگا جو اپنے دل میں شیخ پر کوئی اعتراض کرے پھر فلاح پائے، شیخ کے تصرفات سے جو کچھ اسے صحیح نہ معلوم ہوتے ہوں ان میں خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعات یاد کرے کیونکہ ان سے وہ باتیں صادر ہوتی تھیں بظاہر جن پر سخت اعتراض تھا (جیسے مسکینوں کی کشتی میں سوراخ کر دینا، بے گناہ بچے کو قتل کر دینا) پھر جب وہ اس کی وجہ بتاتے تھے ظاہر ہو جاتا تھا کہ حق یہی تھا جو انہوں نے کیا، یوں ہی مرید کو یقین رکھنا چاہئے کہ شیخ کا جو فعل

---

۱ القرآن الکریم ۳۳/۳۶

۲ عوارف المعارف الباب الثانی عشرۃ مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ص ۸۵

۳ 〃 〃 〃 〃 〃

بیان و برهان للصحۃ[1] - مجھے صحیح معلوم نہیں ہوتا، شیخ کے پاس اس کی صحت پر دلیل قطعی ہے -

امام ابوالقاسم قشیری رسالہ میں فرماتے ہیں میں نے حضرت ابو عبدالرحمان سلمی کو فرماتے سُنا کہ ان سے ان کے شیخ حضرت ابو سہل صعلوکی نے فرمایا:

من قال لاستاذہ لِمَ، لایفلح ابداً[2] جو اپنے پیر سے کسی بات میں کیوں کہے گا کبھی فلاح نہ پائے گا۔

نسأل اللّٰہ العفو والعافیۃ (اللہ تعالیٰ سے ہم معافی اور عافیت کی دعا کرتے ہیں۔ت)

جب یہ اقسام معلوم ہولئے تو اب حکمِ مسئلہ کی طرف چلئے، مطلق فلاح کے لئے مرشد عام کی قطعاً ضرورت ہے، فلاح تقویٰ ہو یا فلاح احسان اس مرشد سے جدا ہو کر ہرگز نہیں مل سکتی اگرچہ مرشد خاص رکھتا بلکہ خود مرشد خاص بنتا ہو، **اقول** (میں کہتا ہوں۔ت) پھر اس سے جدائی دو طرح ہے:

اوّل صرف عمل میں جیسے کسی کبیرے کا مرتکب یا صغیرے پر مُصر، اور اس سے بدتر ہے وُہ جاہل کہ علماء کی طرف رجوع ہی نہ لائے اور اس سے بدتر کہ باوصف جہل ذی رائے بنے، احکامِ علماء میں اپنی رائے کو دخل دے یا حکم کے خلاف اپنے یہاں کے باطل رواج پر اڑے اور اسے حدیث و فقہ سے بتادیا جائے کہ یہ رواج بے اصل ہے جب بھی اسی کو حق کہے بہرحال یہ لوگ فلاح پر نہیں، اور بعض بعض سے زائد ہلاکت میں ہیں مگر صرف ترکِ عمل کے سبب نہ بے پیرا ہو نہ اس کا پیر شیطان، جبکہ اولیاء و علمائے دین کا سچے دل سے معتقد ہو اگرچہ شامت نفس نافرمانی پر لائے کہ بیعت جس طرح باعتبار پیر خاص دو قسم تھی یوں ہی باعتبار مرشد عام بھی، اگر اس کے حکم پر چلتا ہے، بیعت ارادت رکھتا ہے ورنہ بیعت برکت سے خالی نہیں کہ ایمان و اعتقاد تو ہے تو گنہگار سُنّی اگر کسی پیر جامع شرائط اربعہ کا مرید ہے فبہا ورنہ بوجہ حسنِ اعتقاد مرشد عام کے منتسبوں میں ہے اگرچہ نافرمانی کے باعث فلاح پر نہیں۔

دوم منکر ہو کر جدائی مثلاً (۱) وُہ ابلیسی مسخرے کہ علمائے دین پر ہنستے اور ان کے احکام کو لغو سمجھتے ہیں انہی میں ہیں وہ جھوٹے مدعیانِ فقر جو کہتے ہیں کہ عالموں فقیروں کی سدا سے ہوتی آئی ہے

---

[1] عوارف المعارف الباب الثانی عشرہ مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ص ۷۹

[2] رسالۃ القشیریۃ باب حفظ قلوب المشائخ وترک الخلاف علیہم مصطفی البابی مصر ص ۱۵۰

Marfat.com

یہاں تک کہ بعض خبیثوں صاحب سجادہ بلکہ قطب وقت بننے والوں کو یہ لفظ کہتے سنے گئے کہ عالم کون ہے سب پنڈت ہیں، عالم تو وہ جو انبیائے بنی اسرائیل کے سے معجزے دکھائے (۲) وہ دوہرے ملحد فقیر و ولی بننے والے کہ کہتے ہیں شریعت راستہ ہے ہم تو پہنچ گئے، ہمیں راستے سے کیا کام، ان خبیثوں کا رد ہمارے رسالہ مقال عرفا باعزاز شرع وعلماء میں ہے۔ امام ابو القاسم قشیری قدس سرہ رسالہ مبارکہ میں فرماتے ہیں،

ابو علی الروذباری بغدادی اقام بمصر ومات بها سنة اثنتين وعشرين و ثلثمائة صحب الجنيد والنوري اظرف المشائخ واعلمهم بالطريقة سئل عمن يسمع الملاهي ويقول هي لي حلال لاني وصلت الى درجة لا تؤثر في اختلاف الاحوال فقال نعم قد وصل ولكن الى سقر[1]

یعنی سیدی ابو علی رودباری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بغدادی ہیں، مصر میں اقامت فرمائی اور وہیں ۳۲۲ھ میں وفات پائی۔ سید الطائفہ جنید و حضرت ابوالحسین احمد نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اصحاب سے ہیں، مشائخ میں ان سے زیادہ علم طریقت کسی کو نہ تھا۔ اس جناب میں سوال ہوا کہ ایک شخص مزامیر سنتا اور کہتا ہے یہ میرے لئے حلال ہیں اس لئے کہ میں ایسے درجے تک پہنچ گیا کہ احوال کا اختلاف مجھ پر کچھ اثر نہیں ڈالتا، فرمایا ہاں پہنچا تو ضرور، مگر کہاں تک، جہنم تک۔

عارف باللہ سیدی عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ کتاب الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر میں فرماتے ہیں: حضور سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی گئی کچھ لوگ کہتے ہیں ان التکالیف کانت وسیلة الی الوصول وقد وصلنا شریعت کے احکام تو وصول کے وسیلہ تھے اور ہم واصل ہو گئے، فرمایا صدقوا فی الوصول ولکن الی سقر والذی یسرق ویزنی خیر ممن یعتقد ذلک[2] وہ سچ کہتے ہیں واصل تو ضرور ہوئے مگر جہنم تک، چور اور زانی ایسے عقیدے والوں سے بہتر ہیں۔

(۳) وہ جاہل اجہل یا ضال اضل کہ بے پڑھے یا کتابیں پڑھ کر بزعم خود عالم بن کر ائمہ سے بے نیاز ہو بیٹھے جیسا کہ قرآن و حدیث ابو حنیفہ و شافعی سمجھتے تھے ان کے زعم میں یہ بھی سمجھتے ہیں بلکہ ان سے بھی

---

[1] الرسالۃ القشیریۃ منہم ابو علی احمد بن محمد الروذباری مصطفی البابی مصر ص [illegible]
[2] الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر المبحث السادس والعشرون دار احیاء التراث العربی بیروت [illegible]

Marfat.com

بہتر، کہ انھوں نے قرآن وحدیث کے خلاف حکم دیتے، یہ ان کی غلطیاں نکال رہے ہیں ۔ یہ گمراہ بد دین غیر مقلد ہوئے۔

(۴) اس سے بدتر وہابیت کی اصل علت کہ تقویۃ الایمان پر سر منڈا بیٹھے، اس کے مقابل قرآن وحدیث پس پشت پھینک دیئے اللہ ورسول جل وعلا وصلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تک اس ناپاک کتاب کے طور معاذ اللہ مشرک ٹھہریں اور یہ اللہ ورسول کو بیٹھ دے کر اسی کے مسائل پر ایمان لائیں۔

(۵) ان سے بدتر ان میں دیوبندی کہ انھوں نے گنگوہی ونانوتوی وتھانوی اپنے احبار ورہبان کے کفر کو اسلام بنانے کے لئے اللہ ورسول کو سخت سخت گالیاں قبول کیں۔

(۶) قادیانی (۷) نیچری (۸) چکڑالوی (۹) روافض (۱۰) خوارج (۱۱) نواصب (۱۲) معتزلہ وغیرہم۔

بالجملہ جملہ مرتدین یا ضالین معاندین دین کہ سب مرشد عام کے مخالف ومنکر ہیں ۔ یہ اشد ہالک ہیں اور ان سب کا پیر شیطان اگرچہ بظاہر کسی کی بیعت کا نام لیں بلکہ خود پیر وولی وقطب بنیں ۔ قال اللہ تعالےٰ :

استحوذ علیھم الشیطٰن فانسٰھم ذکر اللہ اولٰئک حزب الشیطٰن الا ان حزب الشیطٰن ھم الخسرون ؁[1]

شیطان نے انھیں اپنے گھیرے میں لے کر اللہ تعالےٰ کی یاد بھلادی وہی شیطان کے گروہ ہیں سنتا ہے شیطان ہی کے گروہ زیاں کار ہیں۔

والعیاذ باللہ رب العالمین ۔

فلاحِ تقویٰ

اقول (میں کہتا ہوں ۔ ت) اس کے لئے مرشد خاص کی ضرورت بایں معنیٰ نہیں کہ بے اس کے یہ فلاح مل ہی نہ سکے یہ جیسا کہ اوپر گزرا، فلاح ظاہر ہے، اس کے احکام واضح ہیں، آدمی اپنے علم سے یا علماء سے پوچھ پوچھ کر متقی بن سکتا ہے، اعمال قلب میں اگرچہ بعض دقائق ہیں مگر محدود، اور کتب ائمہ مثل امام ابوطالب مکی وامام حجۃ الاسلام غزالی وغیرہما میں مشروح، تو بے بیعت بھی اس کی راہ کشادہ اور اس کا دروازہ مفتوح، یہ جب کہ اسی قدر پر اقتصار کرے، تو ہم اوپر بیان کر آئے کہ غیر متقی سُنّی بھی بے پیر نہیں،

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۱۹

Marfat.com

متقی کیونکر بے پیرا یا معاذ اللہ مرید شیطان ہو سکتا ہے اگرچہ کسی خاص کے ہاتھ پر بیعت نہ کی ہو کہ یہ جس راہ میں ہے اس میں مرشد عام کے سوا مرشد خاص کی ضرورت ہی نہیں، تو جتنا پیر اسے درکار ہے حاصل ہے تو اولیاء کا قول دوم کہ جس کے لیے شیخ نہیں اس کا شیخ شیطان ہے اس سے متعلق نہیں ہو سکتا، اور قول اول کہ بے پیرا فلاح نہیں پاتا، یہ تو بداہۃً اس پر صادق نہیں، فلاح تقوی بلاشبہہ فلاح ہے اگرچہ فلاحِ احسان اس سے اعظم واجل ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان تجتنبوا کبٰئر ما تنھون عنہ نکفر عنکم سیاٰتکم و ندخلکم مدخلا کریما[1] — اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچے تو ہم تمھاری برائیاں مٹا دیں گے اور تمھیں عزت والے مکان میں داخل فرمائیں گے۔

یہ بلاشبہہ فوز عظیم ہے، مولا تعالٰی نے اہل تقوی و اہل احسان دونوں کے لیے اپنی معیت ارشاد فرمائی،

ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون[2] — بے شک اللہ متقیوں کے ساتھ ہے اور ان کے جو اہل احسان ہیں۔

یہ کیسا فضلِ عظیم ہے اور فلاح کے لیے کیا چاہیے **اقول** بات یہ ہے کہ تقوی عرفاً ہر مسلمان پر فرض عین ہے اور اس فلاح یعنی عذاب سے رستگاری کے لیے بفضل الٰہی حسب وعدہ صادقہ کافی ووافی، احسان یعنی سلوک راہ ولایت اعلٰی درجے کا مطلوب ومحبوب ہے مگر اس کی طرح فرض عین نہیں ورنہ اولیاء کے سوا کہ ہر دور میں صرف ایک لاکھ چوبیس ہزار ہوتے ہیں باقی کروڑہا کروڑ مسلمان ہزارہا علماء و صلحاء سب معاذ اللہ تارک فرض وفساق ہوں اولیاء نے بھی کبھی اس راہ کی عام دعوت نہ دی کروڑوں میں سے معدودے چند کو اس پر چلایا اور اس کے طالبوں میں سے بھی جسے اس بار کے قابل نہ پایا واپس فرمایا فرض سے واپس کرنا کیونکر ممکن تھا،

لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا[3] لا یکلف اللہ نفسا الا ما اٰتٰھا[4] — اللہ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی طاقت بھر، اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اتنے کی جو اسے دیا ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/۳۱
[2] القرآن الکریم ۱۶/۱۲۸
[3] ” ” ۲/۲۸۶
[4] ” ” ۶۵/۷

Marfat.com

عوارف شریف میں ہے:

اما خرقة التبرك فيطلبها من مقصوده التبرك بزي القوم ومثل هذا لا يطالب بشرائط الصحبة بل يوصى بلزوم حدود الشرع ومخالطة هذه الطائفة لتعود عليه بركتهم ويتأدب بادابهم فسوف يرقيه ذلك الى الاهلية لخرقة الارادة فعلى هذه خرقة التبرك مبذولة لكل طالب وخرقة الارادة ممنوعة الا من الصادق الراغب[1]۔

جو شخص خرقۂ تبرک کا خواہاں ہے تو اس کا مقصود صرف یہ ہے کہ وہ صوفیاء کے اس لباس سے برکت حاصل کرے اس کے لئے وہ تمام شرائط ملحوظ نہیں رکھے جاتے جو خرقۂ ارادت کے لئے ضروری ہیں بلکہ صرف اتنا کہیں گے کہ شریعت کا پابند رہ اور اولیاء کی صحبت اختیار کر کہ شاید اس کی برکت اسے خرقۂ ارادت کا اہل کر دے یہی وجہ ہے کہ خرقۂ تبرک تو ہر طالبِ حقیقت کو دیا جا سکتا ہے مگر خرقۂ ارادت صرف طالبِ صادق کے لئے مخصوص ہے (ت)

تو ظاہر ہوا کہ اس کا ترک نافی فلاح نہیں، نہ کہ معاذ اللہ مرید شیطان کر دے۔

اکابر علماء وائمہ میں ہزار ہا وہ گزرے ہیں جن سے یہ بیعتِ خاصہ ثابت نہیں یا کی تو آخر عمر میں بعد حصول مرتبۂ امامت اور وہ بھی بیعتِ برکت جیسے امام ابن حجر عسقلانی نے سیدی مدین قدس سرہٗ کے دست مبارک پر، **اقول** ہاں جو اس کا ترک بوجہ انکار کرے اسے باطل ولغو جانے وہ ضرور گمراہ اور بے فلاح و مرید شیطان ہے جب کہ انکار مطلق ہو، اور اگر اپنے عصر و مصر میں کسی کو بیعت کے لئے کافی نہ جانے تو اس کا حکم اختلاف منشا سے مختلف ہوگا، اگر یہ اپنے تکبر کے باعث ہے تو الیس فی جھنم مثوی للمتکبرین[2] کیا جہنم میں متکبروں کا ٹھکانا نہیں۔ اور اگر بلا وجہ شرعی اپنی بدگمانی کے باعث سب کو نااہل جانے تو یہ بھی کبیرہ ہے اور مرتکب کبیرہ مفلح نہیں، اور اگر ان میں وہ باتیں ہیں کہ اشتباہ میں ڈالتی ہیں اور یہ بنظر احتیاط بچتا ہے تو الزام نہیں،

ان من الحزم سوء الظن دع ما يريبك الى ما لا يريبك۔

بیشک احتیاط میں داخل ہے برا پہلو بچنے کیلئے سوچ لینا جس بات میں تجھے دغدغہ ہو اسے چھوڑ کر وہ اختیار کر جو بے دغدغہ ہو۔

---

[1] عوارف المعارف الباب الثانی عشرۃ مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ص ۸۰

[2] القرآن ۳۹/ ۶۰

Marfat.com

فلاحِ انسان

فلاحِ انسان کے لئے بے شک مرشد خاص کی حاجت ہے اور وہ بھی شیخ ایصال کا شیخ اتصال اس کے لئے کافی نہیں اور اس کے ہاتھ پر بھی بیعت ارادت ہو، بیعت برکت یہاں بس نہیں، اس راہ میں وہ شدید باریکیاں اور سخت تاریکیاں ہیں کہ جب تک کامل مکمل اس راہ کے جملہ نشیب و فراز سے آگاہ و ماہر حل نہ کرے حل نہ ہوں گی نہ کتب سلوک کا مطالعہ کام دے گا کہ یہ تاتی تقویٰ کی طرح محدود و معدود نہیں جن کا ضبط کتاب کر سکے الطرق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق اللہ تک راستے اتنے ہیں جتنی تمام مخلوقات کی سانسیں۔ حضور سیدنا غوث رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

ان اللہ لایتجلی لعبد فی صفتین ولا فی صفۃ لعبدین[1] الخ۔ رواہ فی البھجۃ الشریفۃ وفیہ ثنیا یطول شرحھا۔

اللہ تعالیٰ نے عزوجل نہ ایک بندے پر دو صفتوں میں تجلی فرمائے نہ ایک صفت سے دو بندوں پر (یہ ارشاد مبارک بہجۃ الاسرار شریف میں روایت کیا اور اس میں ایک استثناء ہے جس کی شرح طویل ہے۔ ت)

اور ہر راہ کی دشواریاں، باریکیاں، گھاٹیاں جدا ہیں جن کو نہ یہ خود سمجھ سکے گا نہ کتاب بتائے گی اور وہ پرانا دشمن مکار پرفن ابلیس لعین ہر وقت ساتھ ہے۔ اگر بتانے والا آنکھیں کھولنے والا ہاتھ پکڑنے والا امداد فرمانے والا ساتھ نہ ہو تو خدا جانے کس کھوہ میں گرا دے کس گھاٹی میں ہلاک کرے، ممکن ہے کہ سلوک درکنار معاذ اللہ ایمان تک ہاتھ سے جائے، جیسا کہ بارہا واقع ہو چکا ہے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ابلیس کے مکر کو رد فرمانا اور اس کا کہنا اے عبد القادر! تمہیں تمہارے علم نے بچا لیا ورنہ اسی دھوکے سے میں نے ستر اہل طریق ہلاک کئے ہیں، معروف و مشہور اور کتب ائمہ مثل بہجۃ الاسرار شریف وغیرہا میں مروی (یعنی یہ روایت لکھی ہوئی ہے) و مسطور۔

اقول حاشا یہ مرشد عام کا عجز نہیں بلکہ اس کے سمجھنے سے سالک کا عجز ہے مرشد عام میں سب کچھ ہے ما فرطنا فی الکتب من شیء[2] ہم نے کتاب میں کوئی چیز اٹھا نہ رکھی۔ مگر احکام

---

[1] بہجۃ الاسرار فصول من کلامہ مرصعا بشیء من عجائب احوالہ مصطفی البابی مصر ص ۵۲

[2] القرآن الکریم ۶/ ۳۸

Marfat.com

ظاہر عام لوگ نہیں سمجھ سکتے جس کے سبب عوام کو علماء، علماء کو ائمہ، ائمہ کو رسول کی طرف رجوع فرض ہوئی کہ:

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون[1] ذکر والوں سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے۔

یہی حکم یہاں بھی ہے اور یہاں اہل الذکر وہ مرشد خاص باوصاف مذکورہ ہے تو جو اس راہ میں قدم رکھے اور (۱) کسی کو پیر نہ بنائے (۲) کسی مبتدع (۳) کسی جاہل کا مرید ہو جو پیر اتصال بھی نہیں (۴) ایسے پیر کا مرید ہو جو صرف پیر اتصال ہے قابل ایصال نہیں اور اس کے بھروسے پر یہ راہ طے کرنا چاہے (۵) شیخ ایصال ہی کا مرید ہو مگر خود رائی برتے اس کے احکام پر نہ چلے تو یہ شخص اس فلاح کو نہ پہنچے گا، اور اس راہ میں ضرور اس کا پیر شیطان ہوگا جس سے تعجب نہیں کہ اسے فلاح بلکہ نفس ایمان سے دور کر دے والعیاذ باللہ رب العلمین **اقول** بلکہ اس کا نہ ہونا ہی تعجب ہے، یہ نہ سمجھو کہ غلطی پڑے گی تو اسی قدر کہ اس راہ میں بھکے گا یہ فرض نہ تھی کہ اس کے نہ پانے سے اصل فلاح نہ رہے، نہیں نہیں عدو لعین تو دشمن ایمان ہے وقت و موقع کا منتظر ہے وہ کرشمے دکھاتا ہے جن سے عقائد ایمانی پر حرف آتا ہے، آدمی ایک بات سنے ہوئے ہے اور اب آنکھوں سے اس کے خلاف دیکھے تو کس قدر مشکل ہے کہ اپنے مشاہدے کو غلط جانے اور اسی اعتقاد پر جمارہے حالانکہ لیس الخبر کالمعاینۃ شنیدہ کے بود مانند دیدہ (سنی ہوئی بات دیکھنے کے مانند کب ہوسکتی ہے۔ ت) پیر کامل کو چاہئے کہ ان شبہات کا کشف کرے۔ رسالہ مبارکہ امام قشیری میں ہے:

اعلم ان فی ھذہ الحالۃ قلما یخلو المرید فی اوان خلوتہ فی ابتداء ارادتہ من الوساوس فی الاعتقاد الٰی اٰخر ما افاد و اجاد علینا بہ وعلیہ رحمۃ الملک الجواد۔[2]

واضح ہو کہ اس حالت میں ابتدائے ارادت کے زمانۂ خلوت میں کم کوئی مرید ہوگا جسے عقائد میں وسوسے نہ آتے ہوں، آخر مفید اور جید بیان تک، اور ان پر اللہ تعالٰی کی رحمت ہو۔ (ت)

ثم اقول غالب یہی ہے کہ بے پیر اس راہ کا چلنے والا ان آفتوں میں گرفتار ہو جاتا ہے اور گرگ شیطان اسے بے راعی کی بھیڑ پاکر نوالہ کر لیتا ہے اگرچہ ممکن کہ لاکھوں میں ایک ایسا ہو جسے

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/۴۳ و ۲۱/۷

[2] الرسالۃ القشیریۃ باب الوصیۃ للمریدین مصطفٰی البابی مصر ص ۱۸۲

Marfat.com

جذب ربانی ہی کفایت و کفالت کرے اور بے توسط پیراے مکائدِ نفس و شیطان سے بچا کر نکال لے جائے اس کے لئے مرشد عام مرشد خاص کا کام دے گا، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے مرشد خاص ہوں گے کہ بے توسط بھی کوئی وصول ممکن نہیں مگر یہ ہے تو نہایت نادر ہے اور نادر کیلئے حکم نہیں ہوتا۔ ختم **اقول** بے مرشد خاص اس راہ میں قدم رکھنے والوں میں بڑا خوش نصیب وہ ہے کہ ریاضتیں چلّے مجاہدے کرے اور اس پر اصلاً فتح باب نہ ہو راہ ہی نہ کھلے جس کی دشواریاں پیش آئیں یہ اپنی فلاح تقوے پر قائم رہے گا دو شرط سے، ایک یہ کہ اس کا مجاہدہ اسے عجب نہ دلائے اپنے آپ کو اوروں سے اچھا نہ سمجھنے لگے ورنہ فلاح تقوی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ دوسرے یہ کہ عظیم محنتوں کے بعد محرومی کی تنگ دلی اسے کسی عظیم امر میں نہ ڈال دے کہ کوئی کلمہ سخت کہہ بیٹھے یا دل سے منکر ہو جائے کہ اس وقت فلاح تو درکنار اس کا پیر شیطان ہو جائے گا اور اگر اپنی تقصیر سمجھا اور تذلل و انکسار پر قائم رہا تو اس حکم سے مستثنیٰ رہے گا یوں کہ جب راہ نہ کھلی تو راہ چلا ہی نہیں اور اس کے شامل ہوا جو فلاح تقوی پر مقتصر رہا **اقول** قرآن کریم کے لطائف لامتناہی ہیں اس بیان سے، آیہ کریمہ:

یاایها الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ وابتغوا الیه الوسیلة وجاهدوا فی سبیله لعلکم تفلحون۝[1]

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ (ت)

کے مبارک جملوں کا حسن ترتیب واضح ہوا، یہ فلاح احسان کی طرف دعوت ہے، اس کے لئے تقوی شرط ہے تو اولاً اس کا حکم فرمایا کہ اتقوا اللّٰہ (اللہ سے ڈرو۔ ت) اب کہ تقوی پر قائم ہو کر راہ احسان میں قدم رکھنا چاہتا ہے اور یہ عادۃً بے وسیلہ شیخ ناممکن ہے لہذا دوسرے مرتبہ میں قبل سلوک تلاش پیر کو مقدم فرمایا، وابتغوا الیه الوسیلة (اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ ت) اس لئے کہ الرفیق ثم الطریق (پہلے ساتھی تلاش کرو پھر راستہ لو۔ ت) اب کہ سامان مہیا ہو لیا اصل مقصود کا حکم دیا کہ جاهدوا فی سبیله اس کی راہ میں مجاہدہ کرو لعلکم تفلحون تاکہ فلاح احسان پاؤ،

جعلنا اللّٰہ من المفلحین بفضله — اللہ ہمیں فلاح والوں میں کرے اس کی رحمت سے

---

[1] القرآن الکریم ۵/۳۵

برحمتہ بھم اللہ ھو الرءوف الرحیم وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وبارک علی من بہ الصلاح والفلاح وعلٰی اٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین اٰمین۔

فضل سے جو فلاح والوں پر کی بیشک وہی بڑا مہربان رحم والا ہے اور اللہ درود وسلام و برکت اتارے ان پر جن کے صدقے میں ہر صلاح و فلاح ہے اور ان کے آل واصحاب اور انکے بیٹے حضور غوث اعظم اور ان کے سب گروہ پر آمین (ت)

ثم اقول یہاں سے ظاہر ہُوا کہ اس راہ میں فلاح وسیلہ پر موقوف کہ اس کو اس پر مرتب فرمایا تو ثابت ہوا کہ یہاں بے پیرا فلاح نہ پائے گا اور جب فلاح نہ پائے گا خاسر ہوگا تو حزب اللہ سے نہ ہوا حزب الشیطان سے ہوگا کہ رب عزوجل فرماتا ہے :

الا ان حزب الشیطان ھم الخسرون ۝[1] سنتا ہے شیطان ہی کا گروہ خاسر ہے۔

الا ان حزب اللہ ھم المفلحون ۝[2] سُنتا ہے اللہ ہی کا گروہ فلاح والا ہے۔

تو دُوسرا جملہ بھی ثابت ہوا کہ بے پیرے کا پیر شیطان ہے جس کا بیان ابھی گزرا نسأل اللہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالٰی سے معافی وعافیت کا سوال کرتے ہیں ۔ ت)

بالجملہ **حاصل تحقیق** یہ چند جملے ہوئے :

(۱) ہر بدمذہب فلاح سے دُور ہلاکت میں چُور ہے، مطلقاً بے پیرا ہے، اور ابلیس اس کا پیر، اگرچہ بظاہر کسی انسان کا مرید ہو بلکہ خود پیر بنے راہِ سلوک میں قدم رکھے نہ رکھے ہر طرح لایفلح وشیخہ الشیطان (فلاح نہیں پائے گا اور اس کا پیر شیطان ہے۔ ت) کا مصداق ہے۔

(۲) سُنّی صحیح العقیدہ کہ راہِ سلوک نہ پڑا اگر فسق کرے فلاح پر نہیں مگر پھر بھی نہ بے پیرا ہے نہ اس کا پیر شیطان، بلکہ جس شیخ جامع شرائط کا مرید ہو اس کا مرید ہے ورنہ مرشد عام کا۔

(۳) یہ اگر تقوٰی کرے تو فلاح پر بھی ہے اور بدستور اپنے شیخ یا مرشد عام کا مرید، غرض سُنّی کہ مضایق سلوک میں نہ پڑا کسی خاص بیعت نہ کرنے سے بے پیرا نہیں ہوتا نہ شیطان کا مرید، ہاں فسق کرے تو فلاح پر نہیں اور متقی ہو تو مفلح بھی ہے۔

(۴) اگر مضایق سلوک میں بے پیر خاص قدم رکھا اور راہ کھلی ہی نہیں نہ کوئی مرض مثل عجب وانکار پیدا ہوا تو اپنی پہلی حالت پر ہے اس میں کوئی تغیر نہ آیا شیطان اس کا پیر نہ ہوگا اور متقی تھا

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۱۹
[2] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲

Marfat.com

تو فلاح پر بھی ہے۔

(۵) یہ مرض پیدا ہوئے تو فلاح پر نہ رہا اور بحالتِ انکار و فسادِ عقیدہ مرید شیطان بھی ہو گیا۔

(۶) اگر راہ کھلی تو جب تک پیر ایصال کے ہاتھ پر بیعت ارادت نہ رکھتا ہو غالب ہلاک ہے اس بے پیرے کا پیر شیطان ہو گا اگرچہ بظاہر کسی نا قابل پیر یا محض شیخ اتصال کا مرید یا خود شیخ بنتا ہو۔

(۷) ہاں اگر محض جذب ربانی کفالت فرمائے تو ہر بلا دور ہے اور اس کے پیر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

الحمدللہ! یہ وہ تفصیل جمیل و تحقیق جلیل ہے کہ ان اوراق کے سوا کہیں نہ ملے گی۔ ہنتیں برس ہوئے جب بھی یہ سوال ہوا اور ایک مختصر جواب لکھا گیا تھا جس کی تکمیل و تفصیل یہ ہے کہ اس وقت قلب فقیر پر فیضِ قدیر سے فائض ہوئی۔

والحمد للہ رب العلمین و افضل الصلوٰۃ و اکمل السلام علی سید المرسلین و صحبہ اجمعین، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

Marfat.com

رسالہ

مقالُ العُرفاء باعزازِ شرع وعُلماء

۱۳۲۷ھ

(علماء اور شریعت کی افضلیت پر اہلِ معرفت کا کلام)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۸۶ کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین و وارثانِ انبیاء و مرسلین صلوات اللہ وسلامہ علی نبینا وعلیہم ۱
اجمعین اس مسئلہ میں، کہ زید کہتا ہے کہ حدیث شریف العلماء ورثۃ الانبیاء (علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ ت) میں علمائے شریعت و طریقت دونوں داخل ہیں، اور جامع جو شریعت و طریقت ہیں وہ وراثت کے رتبہ اعظم و اجل و درجہ اتم و اکمل پر فائز ہیں، اور عمرو کا بیان ہے؛

(۱) شریعت نام ہے چند فرائض و واجبات و سُنن و مستحبات و چند مسائلِ حلال و حرام کا، جیسے صورت وضو و نماز وغیرہ۔

(۲) اور طریقت نام ہے وصول الی اللہ تعالٰی کا۔

(۳) اس میں حقیقتِ نماز وغیرہ منکشف ہوتی ہے۔

(۴) یہ بحرِ ناپیدا کنار و دریائے زخار ہے اور وہ بمقابلہ اس دریا کے ایک قطرہ ہے۔

(۵) وراثتِ انبیاء کا یہی وصول الی اللہ مقصود و منشاء اور یہی شانِ رسالت و نبوت کا مقتضٰی خاص اسی کے لئے وہ مبعوث ہوئے۔

Marfat.com

(۶) بھائیو! علمائے صوری وقشری کسی طرح اس وراثت کی قابلیت نہیں رکھتے۔

(۷) نہ وُہ علمائے ربانی کہے جاسکتے ہیں۔

(۸) ان کے دام تزویر سے اپنے آپ کو دور رکھنا العیاذ و باللہ یہ شیطان ہیں۔

(۹) منزل اصل طریقت کے سد راہ ہوئے ہیں۔

(۱۰) یہ باتیں میں اپنی طرف سے نہیں کہتا، بہت سے علمائے حقانی واولیائے ربانی نے اپنی اپنی تصانیف میں ان کو تصریح سے لکھا الی آخر الہذیانات۔ التماس یہ کہ ان دونوں میں کس کا قول صحیح اور اس مسئلہ کی کیا تنقیح ہے، اگر عمرو غلطی پر ہے تو اس پر کوئی شرعی تعزیر بھی ہے یا نہیں؟ وہ کہتا ہے میری غلطی جب ثابت ہوگی کہ میرے اقوال کا ابطال اولیاء کے اقوال ہدایت مآل سے کیا جائے ورنہ نہیں۔ بینوا بالتفصیل الت‍ام توجروا یوم القیام (پوری تفصیل بیان کرو اور روز قیامت اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

الحمد للہ الذی انزل الشریعۃ وجعلہا للوصول الیہ ھی الذریعۃ لمن ابتغی الیہ طریقا دونہا فقد خاب و ھوی وضل وغوی۔ وافضل الصلوۃ واکمل السلام علی اکرم الرسل وافضل داع الی سبل السلام الذی شریعتہ ھی الطریقۃ بعین الحقیقۃ فیہا الوصول الی العلی الاکبر ومن خالفہا فسیصل ولکن الی ایت الی سقر وعلی الہ واصحابہ وعلمائہ واحزابہ وارثی علمہ وحاملی اٰدابہ اٰمین یارب العٰلمین۔ اللّٰھم لک الحمد رب انی اعوذ بک من ھمزات الشیٰطین واعوذ بک رب ان یحضرون۔

تمام حمدیں اللہ تعالٰی کے لئے جس نے شریعت نازل فرمائی اور اس کو اپنی طرف وصول کا ذریعہ بنایا یہی وسیلہ ہے اس کی طرف جانے والے کا کوئی راہ راستہ ہو تو وہ ناکام ہو اور خواہش نفس گمراہی اور ضلالت میں مبتلا رہے تمام رسولوں سے اکرم رسول پر افضل صلوۃ واکمل سلام ہو جو سب سے بہتر دعوت دینے والا سلامتی کی راہ کا، یہ وہ ذات ہے جس کی شریعت ہی طریقت اور عین حقیقت ہے اسی کے سبب اللہ تعالٰی کے دربار میں وصول ہے اور جو اس کی مخالفت کرے گا وہ پہنچے گا کہاں؟ جہنم میں۔ آپ کی آل پاک وصحابہ وعلماء اور جماعت پر جو آپ کے علم کے وارث ہیں اور آپ کے آداب کے حامل ہیں، آمین یا رب العالمین، یا اللہ! حمد تیرے ہی لئے، میرے رب میں تیری پناہ لیتا ہوں شیطان کے وسوسوں سے اور تیری پناہ لیتا میرے رب! ان کے حاضر ہونے سے۔ (ت)

Marfat.com

زید کا قول حق وصحیح اور عمرو کا زعم باطل قبیح والحاد صریح ہے، اس کے کلام شیطنت نظام میں دس فقرے ہیں ہم سب کے متعلق مجمل بحث کریں کہ ان شاء اللہ الکریم مسلمانوں کو مفید ونافع اور شیطانوں کی قالع وقامع ہو وباللہ التوفیق۔

(۱) عمرو کا قول کہ شریعت چند احکام فرض وواجب وحلال وحرام کا نام ہے محض اندھاپن ہے شریعت تمام احکام جسم وجان وروح وقلب وجملہ علوم الٰہیہ ومعارفِ نامتناہیہ کو جامع ہے جن میں سے ایک ایک ٹکڑے کا نام طریقت ومعرفت ہے ولہذا باجماع قطعی جملہ اولیائے کرام تمام حقائق کو شریعت مطہرہ پر عرض کرنا فرض ہے، اگر شریعت کے مطابق ہوں حق ومقبول ہیں ورنہ مردود ومخذول، تو یقیناً قطعاً شریعت ہی اصل کار ہے، شریعت ہی مناط ومدار ہے، شریعت ہی محک ومعیار ہے، شریعت "راہ" کو کہتے ہیں، اور شریعتِ محمدیہ علٰی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کا ترجمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی راہ، یہ قطعاً عام ومطلق ہے نہ کہ صرف چند احکام جسمانی سے خاص۔ یہی وہ راہ ہے کہ پانچوں وقت ہر نماز بلکہ ہر رکعت میں اس کا مانگنا اور اس پر ثبات واستقامت کی دعا کرنا ہر مسلمان پر واجب فرمایا ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم[1] ہم کو محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی راہ چلا ان کی شریعت پر ثابت قدم رکھ۔ عبداللہ بن عباس وامام ابوالعالیہ وامام حسن بصری رضی اللہ تعالٰی عنہم فرماتے ہیں:

۱ الصراط المستقیم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصاحباہ۔ رواہ عن ابن عباس الحاکم[2] فی صحیحہ وعن ابی العالیۃ من طریق عاصم الاحول عنہ عبد بن حمید وابناء جریر وابی حاتم وعدی وعساکر وفیہ فذکرنا ذٰلک للحسن فقال صدق ابوالعالیۃ ونصح[3]۔

صراط مستقیم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق وعمر فاروق ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہما (اس کو حاکم نے اپنی صحیح میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور ابوالعالیہ سے بطریق عاصم الاحول ان سے عبد بن حمید اور ابن جریج وابی حاتم وعدی اور عساکر کے بیٹوں نے اور اس میں ہے کہ ہم نے یہ حدیث حسن سے ذکر کی تو انھوں نے فرمایا ابوالعالیہ نے خالص سچ کہا۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱/ ۹

[2] المستدرک للحاکم کتاب التفسیر شرح الصراط المستقیم دارالفکر بیروت ۲/ ۲۵۹

[3] تفسیر القرآن العظیم لابن ابی حاتم تفسیر سورۃ الفاتحۃ مکتبہ نزار مصطفٰی الباز ریاض ۱/ ۳۰

Marfat.com

یہی وہ راہ ہے جس کا منتہا اللہ ہے، قرآن عظیم میں فرمایا:

ان ربی علیٰ صراط مستقیم[1] بیشک اس سیدھی راہ پر میرا رب ملتا ہے۔

یہی وہ راہ ہے جس کا مخالف بددین گمراہ ہے۔ قرآن عظیم نے فرمایا:

وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ ذٰلکم وصّٰکم بہ لعلکم تتقون[2] (شروع رکوع سے احکام شریعت بیان کرکے فرماتا ہے) اور اے محبوب! تم فرما دو کہ یہ شریعت میری سیدھی راہ ہے تو اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا اور راستوں کے پیچھے نہ جاؤ کہ وہ تمہیں اس کی تاکید فرماتا ہے تاکہ تم پرہیزگاری کرو۔

دیکھو قرآن مجید نے صاف فرمادیا کہ شریعت ہی صرف وہ راہ ہے جس سے وصول الی اللہ ہے اور اس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا اللہ کی راہ سے دور پڑے گا۔

(۲) عمرو کا قول کہ طریقت نام ہے وصول الی اللہ کا، محض جنون وجہالت ہے، ہر دو حرف پڑھا ہوا جانتا ہے کہ طریق طریقہ طریقت راہ کو کہتے ہیں نہ کہ پہنچ جانے کو، تو یقیناً طریقت بھی راہ ہی کا نام ہے اب اگر وہ شریعت سے جدا ہو تو بشہادت قرآن مجید خدا تک نہ پہنچائے گی، بلکہ شیطان تک جنت میں نہ لے جائے گی بلکہ جہنم میں کہ شریعت کے سوا سب راہوں کو قرآن مجید باطل و مردود فرما چکا۔ لاجرم ضرور ہوا کہ طریقت یہی شریعت ہے کہ اسی راہ روشن کا ٹکڑا ہے اس کا اس سے جدا ہونا محال و نا سزا ہے جو اسے شریعت سے جدا جانتا ہے اسے راہ خدا سے توڑ کر راہ ابلیس مانتا ہے مگر حاشا طریقت حقہ راہ ابلیس نہیں قطعاً راہ خدا ہے تو یقیناً وہ شریعت مطہرہ ہی کا ٹکڑا ہے۔

(۳) طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے شریعت ہی کے اتباع کا صدقہ ہے ورنہ بے اتباع شرع بڑے بڑے کشف راہبوں، جوگیوں، سنیاسیوں کو ہوتے ہیں۔ پھر وہ کہاں تک لے جاتے ہیں اسی نار جحیم وعذاب الیم تک پہنچاتے ہیں۔

(۴) شریعت کو قطرہ طریقت کو دریا کہنا اس مجنون پکے پاگل کا کام ہے جس نے دنیا کا پانی

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۵۶

[2] ؍ ؍ ۶/ ۱۵۳

Marfat.com

کسی سے سُن لیا اور نہ جانا کہ یہ وسعت نہ ہوتی تو اس میں کس گھر سے آتی، شریعت منبع ہے اور طریقت اس میں سے نکلا ہوا ایک دریا، بلکہ شریعت اس مثال سے بھی متعالی ہے، منبع سے پانی نکل کر دریا بن کر جن زمینوں پر گزرے انھیں سیراب کرنے میں اسے منبع کی احتیاج نہیں، نہ اس سے نفع لینے والوں کو اصل منبع کی اس وقت حاجت، مگر شریعت وہ منبع ہے کہ اس سے نکلے ہوئے دریا یعنی طریقت کو ہر آن اس کی احتیاج ہے منبع سے اس کا تعلق ٹوٹے تو یہی نہیں کہ صرف آئندہ کے لئے مدد موقوف ہو جائے فی الحال جتنا پانی آچکا ہے چند روز تک پینے، نہانے، کھیتیاں، باغات سینچنے کا کام دے۔ نہیں نہیں منبع سے اس کا تعلق ٹوٹتے ہی یہ دریا فوراً فنا ہو جائیگا بُوند تو بوند نم کا بھی نام نظر نہ آئے گا۔ نہیں نہیں، میں نے غلطی کی، کاش اتنا ہی ہوتا کہ دریا سُوکھ گیا، پانی معدوم ہوا، باغ سُوکھے، کھیت مرجھائے، آدمی پیاسے تڑپ رہے ہیں، ہرگز نہیں، بلکہ یہاں سے اس مبارک منبع سے تعلق چھُوٹتے ہی یہ تمام دریا والبحر المسجور ہو کر شعلہ فشاں آگ ہو جاتا ہے جس کے شعلوں سے کہیں پناہ نہیں۔ پھر کاش وہ شعلے ظاہری آنکھوں سے سُوجھتے تو جو تعلق توڑنے والے چلے خاک سیاہ ہوئے تھے اتنے ہی جل کر باقی بچ جاتے کہ ان کا یہ انجام دیکھ کر عبرت پاتے مگر نہیں، وہ تو نار اللّٰہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ[1] ہے، اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ کہ دلوں پر چڑھتی ہے۔ اندر سے دل جل گئے، ایمان خاک سیاہ ہو گئے، اور ظاہر میں وہی پانی نظر آرہا ہے دیکھنے میں دریا اور باطن میں آگ کا دہرا، آہ آہ کہ اس پردے نے لاکھوں کو ہلاک کیا، پھر دریا منبع کی مثال سے ایک اور فرق عظیم ہے جس کی طرف اشارہ گزرا کہ نفع لینے والوں کو اس وقت منبع کی حاجت نہیں مگر حاشا یہاں منبع سے تعلق نہ بھی توڑیئے کہ پانی باقی رہے اور آگ نہ ہو جائے جب بھی ہر آن منبع سے اس کی جانچ پڑتال کی حاجت ہے وہ یوں کہ یہ پاکیزہ شیریں دریا جو اس برکت والے منبع سے نکل کر اس دار الالتباس کی وادیوں میں لہریں لے رہا ہے، یہاں اس کے ساتھ ایک سخت ناپاک کھاری دریا بھی بہتا ہے ھذا عذب فرات وھذا ملح اجاج[2] ایک خوب میٹھا شیریں ہے اور ایک سخت نمک کھاری۔ وہ دریائے شور کیا ہے شیطان ملعون کے وسوسے دھوکے۔ تو دریائے شیریں سے نفع لینے والوں کو ہر آن احتیاج ہے کہ ہر نئی

---

[1] القرآن الکریم ۱۰۴/ ۶ و ۷

[2] ؍؍ ؍؍ ۲۵/ ۵۳

Marfat.com

لہریں اس کی رنگت مزے بو کو اصل طبیع کے لون طعم ریح سے ملاتے رہیں کہ یہ لہر اسی طبیع سے آئی ہے
یا شیطانی پیشاب کی بدبو کھاری دھار دھوکا دے رہی ہے ۔ سخت وقت یہ ہے کہ اس پاک مبارک
طبیع کی کمال لطافت سے اس کا مزہ جلد زبان سے اتر جاتا ہے رنگت بو کچھ یاد نہیں رہتی اور ساتھ ہی
ذائقہ شامہ باصرہ کا معنوی حس فاسد ہو جاتا ہے کہ آدمی طبیع سے جدا ہوا اور اسے گلاب اور پیشاب
میں تمیز نہیں رہتی ۔ ابلیس کا کھاری بدبو رنگ موت غٹ غٹ چڑھاتا اور گمان کرتا ہے کہ دریائے طریقت
کا شیریں خوشبو خوش رنگ پانی پی رہا ہوں ، لہٰذا شریعت طبیع و دریا کی مثال سے بھی نہایت متعالی
ہے وللّٰہ المثل الاعلیٰ ؛ شریعت مطہرہ ایک ربانی نور کا فانوس ہے کہ دینی عالم میں اس کے
سوا کوئی روشنی نہیں ، اس کی روشنی بڑھتے بڑھتے صبح اور پھر آفتاب اور پھر اس سے بھی غیر متناہی
درجوں زیادہ تک ترقی کرتی ہے جس سے حقائق اشیاء کا انکشاف ہوتا اور نور حق تجلی فرماتا ہے یہ
مرتبہ علم میں معرفت اور مرتبہ تحقیق میں حقیقت ہے تو حقیقت میں وہی ایک شریعت ہے کہ باختلاف مراتب اس کے مختلف
نام رکھے جاتے ہیں ، جب یہ نور بڑھ کر صبح روشن کے مثل ہوتا ہے ابلیس لعین خیر خواہ بن کر آتا اور اس
سے کہتا ہے اطفی المصباح فقد اشرق الاصباح چراغ ٹھنڈا کر کہ اب تو صبح خوب روشن
ہو گئی ۔ اگر آدمی دھوکے میں آ گیا اور نور فانوس بڑھ کر دن ہو گیا ابلیس کہتا ہے کیا اب بھی چراغ
نہ بجھائے گا آفتاب روشن ہے احمق اب تجھے چراغ کی کیا حاجت ہے ؎

ابلہے کو روز روشن شمع کافوری نہد

(بیوقوف روشن دن کافوری شمع رکھتا ہے ۔ ت)

ہدایت الٰہی اگر دستگیر ہے تو بندہ لاحول پڑھتا اور اس ملعون کو دفع کرتا ہے کہ او عدو اللہ!
یہ جسے تو دن یا آفتاب کہہ رہا ہے آخر کیا ہے ، اسی فانوس کا تو نور ہے اسے بجھایا تو نور کہاں سے
آئے گا ؛ اس وقت وہ دغاباز خائب و خاسر پھرتا ہے اور بندہ نور علی نور یہدی اللّٰہ لنورہ
من یشاء[1] (نور پر نور ہے اور اپنے نور کی راہ بتاتا ہے جسے چاہتا ہے ۔ ت) کی حمایت میں
نور تحقیق تک پہنچتا ہے اور اگر دم میں آ گیا اور سمجھا کہ ہاں دن تو ہو گیا اب مجھے چراغ کی کیا حاجت
رہی اور فانوس بجھا اور معًا اندھیرا گھپ کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا ، جیسا کہ قرآن مجید نے
فرمایا :

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/۳۵

Marfat.com

ظلمٰت بعضها فوق بعض اذا اخرج یده لم یکد یرٰها ومن لم یجعل الله له نورًا فماله من نور[1]

ایک پر ایک اندھیریاں ہیں، اپنا ہاتھ نکالے تو نہ سُوجھے، اور جسے خدا نور نہ دے اس کے لئے نور کہاں۔

یہ ہیں وہ کہ طریقت بلکہ حقیقت تک پہنچ کر اپنے آپ کو شریعت سے مستغنی سمجھے اور ابلیس کے فریب میں آکر اس الٰہی فانوس کو بُجھا بیٹھے، کاش یہی ہوتا کہ اس کے بُجھنے سے جو عالمگیر اندھیرا اُن کی آنکھوں میں چھایا جسے دن دہاڑے چوپٹ کر دیا ان کو اس کی خبر ہوتی کہ شاید تو یہ کرتے فانوس کا مالک ندامت والوں پر مہر رکھتا ہے، پھر انھیں روشنی دیتا، مگر ستم اندھیر تو یہ ہے کہ دشمن ملعون نے جہاں فانوس خاموش کرائی اس کے ساتھ ہی معًا اپنی سازشی بتی جلا کر ان کے ہاتھ میں دے دی، یہ اسے نور سمجھ رہے ہیں اور وہ حقیقۃً نار ہے، یہ ممکن ہیں کہ شریعت والوں کے پاس کیا ہے، ایک چراغ ہے ہمارا نور آفتاب کو لئے جا رہا ہے، وہ قطرہ اور یہ ایک دریا ہے، اور خبر نہیں کہ وہ حقیقۃً نور ہے اور یہ دھوکے کی ٹٹی، آنکھ بند ہوتے ہی حال کھل جائے گا کہ ع

باکہ باختہ عشق در شبِ دیجور

(اندھیری رات میں کس سے عشق بازی کی۔ ت)

بالجملہ شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ایک ایک سانس ایک ایک پل ایک ایک لمحہ پر مرتے دم تک ہے اور طریقت میں قدم رکھنے والوں کو اور زیادہ کہ راہ جس قدر باریک اس قدر ہادی کی زیادہ حاجت، ولہذا حدیث میں آیا حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

المتعبد بغیر فقه کالحمار فی الطاحون، رواه ابونعیم فی الحلیة[2] عن واثلة بن الاسقع رضی الله تعالٰی عنه۔

بغیر فقہ کے عبادت میں پڑنے والا ایسا ہے جیسا کہ چکی کھینچنے والا گدھا کہ مشقت جھیلے اور نفع کچھ نہیں (اسے ابونعیم نے حلیہ میں واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

امیر المؤمنین مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ فرماتے ہیں:

قصم ظهری اثنان جهل

دو شخصوں نے میری پیٹھ توڑ دی (یعنی وہ

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/۴۰

[2] حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ترجمہ ۳۱۸ خالد بن معدان دار الکتاب العربی بیروت ۵/۲۱۹

Marfat.com

متمسک وعالم متہتک [1] (بلائے بے درماں ہیں) جاہل عابد اور عالم جو علانیہ بیباکانہ گناہوں کا ارتکاب کرے۔

اے عزیز! شریعت عمارت ہے اس کا اعتقاد بنیاد اور عمل چنائی، پھر اعمال ظاہر وہ دیواریں کہ اس بنیاد پر ہوا میں چنے گئے، اور جب تعمیر اوپر بڑھ کر آسمانوں تک پہنچی وہ طریقت ہے، دیوار جتنی اونچی ہوگی نیو کی زیادہ محتاج ہوگی، اور نہ صرف نیو کی بلکہ اعلیٰ حصہ اسفل کا بھی محتاج ہے، اگر دیوار نیچے سے خالی کر دی جائے اوپر سے بھی گر پڑے گی۔ احمق وہ جس پر شیطان نے نظر بندی کر کے اس کی چنائی آسمانوں تک دکھائی اور دل میں ڈالا کہ اب ہم تو زمین کے دائرے سے اونچے گزر گئے ہمیں اس سے تعلق کی کیا حاجت ہے، نیو سے دیوار جدا کر لی اور نتیجہ وہ ہوا جو قرآن مجید نے فرمایا کہ فانھار بہ فی نار جھنم [2] اس کی عمارت اسے لے کر جہنم میں ڈھے پڑی، والعیاذ باللہ رب العالمین، اسی لئے اولیائے کرام فرماتے ہیں صوفی جاہل شیطان کا مسخرہ ہے۔ اس لئے حدیث میں آیا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد۔ رواہ الترمذی [3] وابن ماجۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

ایک فقیہ شیطان پر ہزاروں عابدوں سے زیادہ بھاری ہے (اسے ترمذی اور ابن ماجہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ ت)

بے علم مجاہدہ والوں کو شیطان انگلیوں پر نچاتا ہے، منہ میں لگام، ناک میں نکیل ڈال کر جدھر چاہے کھینچے پھرتا ہے وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا [4] اور وہ اپنے جی میں سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔

(۵) عمرو کا طریقت کو غیر شریعت جان کر حصر کرنا کہ یہی مقصود ہے انبیاء صرف اس کے لئے مبعوث ہوئے ہیں، صراحۃً شریعت مطہرہ کو معاذ اللہ معطل ومہمل ولغو وباطل کر دینا ہے اور یہ صریح

---

[1]

[2] القرآن الکریم ۹/ ۱۰۰

[3] جامع الترمذی ابواب العلم باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ امین کمپنی دہلی

سنن ابن ماجہ باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

Marfat.com

کفر وارتداد و زندقہ والحاد موجبِ لعنت و ابعاد ہے، ہاں یہ کہتا تو حق تھا کہ اصل مقصود وصول الی اللہ ہے، مگر حیف اس پر جو اپنی جہالت شدیدہ سے نجانے یا جانے اور عنادِ شریعت کے باعث نہ ماننے کہ وصول الی اللہ کا راستہ یہی شریعتِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہے وبس۔ ہم اوپر قرآن مجید سے ثابت کر آئے ہیں کہ شریعت کے سوا اللہ تک راہیں بند ہیں، طریقت اگر وہ اپنے زعم میں کسی راہ مخالف کا نام سمجھا ہے تو حاشا وہ خدا تک پہنچائے بلکہ وہ مسدود اور اس کا چلنے والا مردود، اور انبیار کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر اس کی تہمت ملعون ومطرود۔ کیا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کبھی کسی کو شریعت کے خلاف دوسری راہ کی طرف بلایا ہے حاشا وکلا۔

(۶) جب حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے عمر بھر اسی کی طرف بلایا اور یہی راستہ ہمارے لئے چھوڑا تو اس کا حامل اس کا خادم اس کا حامی اس کا عالم کیونکر ان کا وارث نہ ہوگا۔ ہم پوچھتے ہیں اگر بالفرض شریعت صرف فرض واجب سنت مستحب حلال حرام ہی کے علم کا نام ہو تو یہ علم رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے ہے یا ان کے غیر سے، اگر اسلام کا دعویٰ رکھتا ہے تو ضرور کہے گا کہ حضور ہی سے ہے، پھر اس کا عالم حضور کا وارث نہ ہوا تو اور کس کا ہوگا۔ علم اُن کا ترکہ اُن کا پھر اس کا پانے والا ان کا وارث نہ ہو اس کے کیا معنے۔ اگر کہے کہ یہ علم تو ضرور ان کا ہے مگر دوسرا حصہ یعنی علم باطن اس نے نہ پایا لہذا وارث نہ ٹھہرا، تو اے جاہل! کیا وارث کے لئے یہ ضرور ہے کہ مورث کا کل مال پائے، یوں تو عالم میں کوئی صدیق ان کا وارث نہ ٹھہرے گا، اور ارشاد اقدس ان العلماء ورثۃ الانبیاء معاذ اللہ غلط بن کر محال ہو جائے گا، کہ ان کا کل علم تو کسی کو مل ہی نہیں سکتا، اور اگر بفرضِ غلط شریعت و طریقت دو جدا راہیں بنیں اور قطرہ دریا کی نسبت جانیں، جس طرح یہ جاہل بکتا ہے، جب بھی علمائے شریعت سے وراثتِ انبیار کا سلب کرنا جنون محض ہوگا، کیا ترکۂ مورث سے تھوڑا حصہ پانے والا وارث نہیں ہوتا، جیسے ملاان کے علم میں سے تھوڑا ہی ملا وما اوتیتم من العلم الا قلیلا[1]، اگر یہ شریعت طریقت کی معاذ اللہ برائی فرض کرلیں تو انصافاً حدیث ان مسخرگان شیطان پر اُلٹی پڑے گی یعنی علمائے ظاہری وارثانِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثنا ٹھہرینگے اور علمائے باطن عیاذاً باللہ اس سے محروم، انبیار علیہم الصلوٰۃ والسلام نبی بھی ہوتے ہیں اور ولی بھی، ان کے علومِ نبوت یہ ہیں جن کو شریعت کہتے ہیں۔ جن کی طرف وہ عام امت کو دعوت کرتے ہیں۔ اور علوم ولایت وہ ہیں جن کو یہ جاہل طریقت کہتا ہے اور وہ

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/۸۵

Marfat.com

خاص خاص لوگوں کو خفیہ تعلیم ہوئے ہیں تو علمائے باطن کہ علوم ولایت کے وارث ہوئے وارثانِ اولیاء ٹھہرے نہ کہ وارثانِ انبیاء، وارثانِ انبیاء یہی علمائے ظاہر رہے جنہوں نے علوم نبوت پائے، مگر یہ اس جاہل کی اشد جہالت ہے، حاشا نہ شریعت و طریقت دو راہیں ہیں نہ اولیاء کبھی غیر علماء ہو سکتے ہیں۔ علامہ مناوی شرح جامع صغیر پھر عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

علم الباطن لا یعرفہ الا من عرف علم الظاھر[۱] — علم باطن نہ جانے گا مگر وہ جو علم ظاہر جانتا ہے۔

امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

وما اتخذ اللہ ولیا جاھلا[۲] — اللہ نے کبھی کسی جاہل کو اپنا ولی نہ بنایا۔

یعنی بنانا چاہا تو پہلے اسے علم دے دیا اس کے بعد ولی کیا کہ جو علم ظاہر نہیں رکھتا علم باطن کہ اس کا ثمرہ و نتیجہ ہے کیونکر پا سکتا ہے، حق سبحانہ و تعالٰی کے متعلق بندوں کے لئے پانچ علم ہیں:

علم ذات، علم صفات، علم افعال، علم اسماء، علم احکام۔

ان میں ہر پہلا دوسرے سے مشکل تر ہے، جو سب سے آسان علم احکام میں عاجز ہوگا سب سے مشکل علم ذات کیونکر پا سکے گا، اور قرآن شریف انہیں مطلقاً وارث بتا رہا ہے، حتی کہ ان کے بے عمل کو بھی یعنی جبکہ عقائد حق پر مستقیم اور ہدایت کی طرف داعی ہو کہ گمراہ اور گمراہی کی طرف بلانے والا وارث نبی نہیں نائب ابلیس ہے والعیاذ باللہ تعالٰی، ہاں رب عزوجل نے تمام علمائے شریعت کو کہاں وارث فرمایا ہے، یہاں تک کہ ان کے بے عمل کو بھی، ہاں وہ ہم سے پوچھئے اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ثم اورثنا الکتب الذین اصطفینا من عبادنا فمنھم ظالم لنفسہ ومنھم مقتصد ومنھم سابق بالخیرات باذن اللہ ذلک ھو الفضل الکبیر[۳] — پھر ہم نے کتاب کا وارث کیا اپنے چنے ہوئے بندوں کو تو ان میں کوئی اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے اور کوئی متوسط حال کا اور کوئی اللہ کے حکم سے بھلائیوں میں سبقت لے جانے والا یہی بڑا فضل ہے۔

---

۱ [illegible]

۲ [illegible]

۳ القرآن الکریم ۳۵/۳۲

Marfat.com

دیکھو بے عمل کہ گناہوں سے اپنی جان پر ظلم کر رہے ہیں انھیں بھی کتاب کا وارث بتایا اور نرا وارث ہی نہیں بلکہ اپنے چُنے ہوئے بندوں میں گنا، احادیث میں آیا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

سابقنا سابق ومقتصدنا ناج وظالمنا مغفورله۔ والحمد لله رب محمد الرؤف الرحيم عليه وعلى اٰله افضل الصلوٰة والتسليم۔ رواه العقيلي وابن لال وابن مردويه والبيهقي في البعث والبغوي في المعالم عن امير المؤمنين عمر، والبيهقي وابن مردويه عن ابن عمر وابن النجار عن انس رضي الله تعالى عنهم۔

ہم میں کا جو سبقت لے گیا وہ تو سبقت لے ہی گیا اور جو متوسط حال کا ہوا وہ بھی نجات والا ہے اور جو اپنی جان پر ظالم ہے اس کی بھی مغفرت ہے۔[1] (والحمد للہ رب محمد الرؤف الرحیم علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔ اسے عقیلی، ابن لال، ابن مردویہ اور بیہقی نے بعث میں اور بغوی نے معالم میں امیر المومنین عمر سے، اور بیہقی اور ابن مردویہ نے ابن عمر سے اور ابن نجار نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ ت)

عالم شریعت اگر اپنے علم پر عامل بھی ہو چاند ہے کہ آپ ٹھنڈا اور تمھیں روشنی دے ورنہ شمع ہے کہ خود جلے مگر تمھیں نفع دے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مثل الذي يعلم الناس الخير وينسى نفسه مثل الفتيلة تضيء للناس وتحرق نفسها،[2] رواه البزار عن ابي هريرة والطبراني عن جندب بن عبدالله الازدي وعن ابي برزة الاسلمي رضي الله تعالى عنهم بسند حسن۔

اس شخص کی مثال جو لوگوں کو خیر کی تعلیم دیتا اور اپنے آپ کو بھول جاتا ہے اس فتیلہ کی طرح ہے کہ لوگوں کو روشنی دیتا ہے اور خود جلتا ہے، اس کو بزار نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور طبرانی نے حضرت جندب بن عبداللہ ازدی اور حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بسند حسن روایت کیا۔ (ت)

---

[1] معالم التنزیل تحت آیۃ ۳۵/۳۲ مصطفی البابی مصر ۵/۲۰۲

[2] الترغیب والترہیب بحوالہ الطبرانی والبزار " " " ۱/۱۲۶-۱۲۷ و ۳/۲۳۵

Marfat.com

حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا قرأ الرجل القرآن واحتشی من احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکانت ھناك غریزۃ کان خلیفۃ من خلفاء الانبیاء۔ رواہ الامام الرافعی فی تاریخہ[1] عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جب آدمی قرآن مجید پڑھ لے اور رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی حدیثیں جی بھر کر حاصل کرے اور اس کے ساتھ طبیعت سلیقہ وار رکھتا ہو تو وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نائبوں سے ایک ہے۔ (اسے امام رافعی نے اپنی تاریخ میں ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

دیکھو حدیث نے وارث تو وارث خلیفۃ الانبیاء ہونے کے لئے صرف تین شرطیں مقرر فرمائیں قرآن و حدیث جانے اور ان کی سمجھ رکھتا ہو۔ خلیفہ و وارث میں فرق ظاہر ہے آدمی کی تمام اولاد اس کی وارث ہے مگر جانشین ہونے کی لیاقت ہر ایک میں نہیں۔

(۷) جب قرآن مجید نے سب وارثانِ کتاب کو اپنے چُنے ہوئے بندے فرمایا، تو وہ قطعاً اللہ والے ہوئے اور جب اللہ والے ہوئے تو ضرور ربانی ہوئے، اللہ عزوجل فرماتا ہے،

ولکن کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتٰب وبما کنتم تدرسون[2]

ربانی ہو جاؤ اس سبب سے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس لئے کہ تم پڑھتے ہو۔

اور فرماتا ہے،

انا انزلنا التورٰیۃ فیھا ھدی ونور یحکم بھا النبیون الذین اسلموا للذین ھادوا والربانیون والاحبار بما استحفظوا من کتٰب اللہ وکانوا علیہ شھداء[3]

بیشک ہم نے اتاری توریت اس میں ہدایت و نور ہے اس سے ہمارے فرمانبردار نبی اور ربانی اور دانشمند لوگ یہودیوں پر حکم کرتے تھے یوں کہ وہ کتاب اللہ کے نگہبان ٹھہرائے گئے اور وہ اس سے خبردار تھے۔

---

[1] کنز العمال بحوالہ الرافعی فی تاریخہ حدیث ۲۸۹۹۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۱۴۸
[2] القرآن الکریم ۳/۷۹
[3] ؍؍ ۵/۴۴

Marfat.com

ان آیات میں اللہ عزوجل نے ربانی ہونے کی وجہ اور ربانیوں کی صفات اس قدر بیان فرمائی کہ کتاب پڑھنا پڑھانا اس کے احکام سے خبردار ہونا اس کی نگہداشت رکھنا اس کے ساتھ حکم کرنا، ظاہر ہے کہ یہ سب اوصاف علمائے شریعت میں ہیں تو وہ ضرور ربّانی ہیں۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

ربانیین فقھاء معلمین۔ رواہ ابن ابی حاتم[1] عن سعید بن جبیر۔

ربانی کے معنی ہیں فقیہ مدرس (اسے ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے روایت کیا۔ ت)

نیز وہ اور ان کے تلامذہ امام مجاہد و امام سعید بن جبیر رضی اللہ تعالٰی عنہم فرماتے ہیں:

ربانیین علماء فقہاء۔ رواہ عن ابن عباس ابن جریرۃ و ابن ابی حاتم وعن مجاھد ابن جریر وعن ابن جبیر الدارمی[2] فی سننہ۔

ربانی عالم فقیہ کو کہتے ہیں (اسے ابن عباس ابن جریرۃ و ابن ابی حاتم سے اور مجاھد ابن جریر و ابن جبیر دارمی کی سنن میں روایت کیا گیا۔ ت)

(۸) جبکہ اللہ عزّوجل علمائے شریعت کو اپنا چنا ہوا بندہ کہتا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم انھیں اپنا وارث، اپنا خلیفہ، انبیاء کا جانشین بتاتے ہیں تو انھیں شیطان نہ کہے گا مگر ابلیس یا اس کی ذرّیت کا کوئی منافق خبیث، یہ میں نہیں کہتا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلٰثۃ لایستخف بحقھم الا منافق بین النفاق ذو الشیبۃ فی الاسلام وذوالعلم و امام مقسط۔ رواہ ابو الشیخ[3] فی التوبیخ عن جابر و الطبرانی فی الکبیر

تین شخصوں کے حق کو ہلکا نہ جانے گا مگر منافق، منافق بھی کون سا کھلا منافق۔ ایک بوڑھا مسلمان جسے اسلام ہی میں بڑھاپا آیا، دوسرا عالم دین، تیسرا بادشاہ مسلمان عادل۔ (اس کو

[1] تفسیر القرآن العظیم لابن ابی حاتم تحت آیۃ ۳/۷۹ مکتبہ نزار مصطفٰے الباز ریاض ۲/۶۹۱

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۲/۶۹۲

جامع البیان (تفسیر ابن جریر) بحوالہ مجاہد و ابن عباس المطبعۃ المیمنۃ مصر الجزء الثانی ص ۲۱۲

سنن الدارمی باب فضل العلم والعالم حدیث ۳۲۷ نشر السنۃ ملتان ۱/۸۱

[3] المعجم الکبیر عن ابی امامہ حدیث ۷۸۱۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/۲۳۸

کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ فی التوبیخ حدیث ۴۳۸۱۱ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۶/۳۲

Marfat.com

عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند حسنہ الترمذی فی غیر ھذا الحدیث۔

ابوالشیخ نے توبیخ میں جابر سے اور طبرانی نے کبیر میں ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایبغی علی الناس الا ولد بغی والامن فیہ عرق منہ۔ رواہ الطبرانی[1] فی الکبیر عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

لوگوں پر زیادتی نہ کرے گا مگر ولد الزنا یا وہ جس میں اس کی کوئی رگ ہو (اسے طبرانی نے کبیر میں ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا۔ ت)

جب عام لوگوں پر زیادتی کے بارے میں یہ حکم ہے پھر علماء کی شان تو ارفع و اعلٰی ہے بلکہ حدیث میں لفظ ناس فرمایا، اور اس کے سچے مصداق علماء ہی ہیں۔ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں، سئل ابن المبارك من الناس فقال العلماء[2] یعنی ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ کے تلمیذ رشید عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالٰے عنہ کہ حدیث وفقہ ومعرفت وولایت سب میں امام اجل ہیں ان سے کسی نے پوچھا کہ ناس یعنی آدمی کون ہیں؟ فرمایا، علماء۔ امام غزالی فرماتے ہیں، جو عالم نہ ہو امام ابن المبارک نے اسے آدمی نہ گنا اس لئے کہ انسان اور چوپائے میں علم ہی کا فرق ہے، انسان اس سبب سے انسان ہے جو جس باعث کر اس کا شرف جسمانی طاقت سے نہیں کہ اونٹ اس سے زیادہ طاقتور ہے، نہ بڑے جثہ کے سبب کہ ہاتھی کا جثہ اس سے بڑا ہے، نہ بہادری کے باعث کہ شیر اس سے زیادہ بہادر ہے، نہ خوراک کی وجہ سے کہ بیل کا پیٹ اس سے بڑا ہے، نہ جماع کی غرض سے کہ چھوٹا چڑیا اس سے زیادہ جفتی کی قوت رکھتا ہے، آدمی تو صرف علم کے لئے بنایا گیا اور اسے

عہ قال تعالٰی وما خلقت الجن والانس

اللہ تعالٰی نے فرمایا اور نہیں پیدا کیا جن وانسان (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی کتاب الخلافۃ باب فی عمال السوء الخ دارالکتاب بیروت ۵/ ۲۳۲ ، ۲۳۵
کنز العمال بحوالہ طب حدیث ۱۳۰۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت [illegible]
[2] احیاء العلوم کتاب العلم الباب الاول مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۱/ ۵

اس کا شرف ہے[1] انتہی۔"

(۹) بیانات بالا سے واضح ہے کہ علمائے شریعت ہرگز طریقت کے سدِّ راہ نہیں بلکہ وہی اس کے فتح باب اور وہی اس کے نگاہبانِ راہ ہیں۔ ہاں وہ طریقت جسے بندگانِ شیطان طریقت نام رکھیں اور اسے شریعتِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے جدا کریں علماء اس کے لئے ضرور سدِّ راہ ہیں، علماء کیا خود اللہ عزوجل نے اس راہ کو مسدود و مردود و ملعون و مطرود فرمایا، اور ہرگز راکہ علمائے شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ہر آن ہے اور طریقت میں قدم رکھنے والے کو اور زیادہ، ورنہ حدیث میں اسے چکی کھینچنے والا گدھا فرمایا، تو اگر علماء نے تمہیں گدھا بننے سے روکا کیا گناہ کیا۔

(۱۰) عمرو کا اپنی خرافاتِ شیطانیہ توہینِ شریعت وسبّ وشتم علمائے شریعت علمائے مقامی و اولیائے ربانی کی طرف نسبت کرنا اس کا محض کذبِ مہین وافترائے لعین ہے، اس کی خواہش کے مطابق ہم صرف حضرات اولیاء کرام قدست اسرارہم کے ارشادات عالیہ محض بطور نمونہ ذکر کریں جن سے شریعتِ مطہرہ کی عظمت ظاہر ہو اور یہ کہ طریقت اس سے جدا نہیں اور یہ کہ طریقت اس کی محتاج ہے اور یہ کہ شریعت ہی اصل کار و مدار و معیار ہے۔ غرض جو بیانات ہم نے کئے ان سب کا ثبوت وافی اور عمرو کے دعاوی وخرافاتِ ملعونہ کا رَدِّ کافی، وباللہ التوفیق۔

قول ۱: حضور پُرنور سیّد الافراد قطب الارشاد غوثِ عالم قطبِ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں،

۱ لا تری لغیر ربك وجوداً مع لزوم الحدود	غیر خدا کو موجود نہ دیکھنا اس کے ساتھ ہو تو اس
وحفظ الاوامر والنواھی فان الخرم	کی باندھی ہوئی حدوں سے کبھی جدا نہ ہو، اور اس کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الّا لیعبدون[2] مگر عبادت کے لئے۔ (ت)

سیدنا امام ابوالقاسم قشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ اجل اکابر صوفیہ کرام سے ہیں اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں، الّا لیعرفون[3] یعنی ہم نے نہیں پیدا کیا جن وانس کو مگر معرفت حاصل کرنے کے لئے۔ ۱۲۔

[1] احیاء العلوم کتاب العلم الباب الاول مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۱/ ۷
[2] القرآن الکریم ۵۱/ ۵۶
[3]

Marfat.com

فيك شيء من الحدود فاعلم انك مفتون قد لعب بك الشيطان فارجع الى حكم الشرع والزمه ودع عنك الهوى لان كل حقيقة لاتشهد لها الشريعة فهي باطلة[1] (الطبقات الکبری)

ہر امر و نہی کی حفاظت کرے اگر حدود شریعت سے کسی حد میں خلل آیا تو جان لے کہ تو فتنہ میں پڑا ہوا ہے بیشک شیطان تیرے ساتھ کھیل رہا ہے تو فوراً حکم شریعت کی طرف پلٹ آ اور اس سے لپٹ جا اور اپنی خواہش نفسانی چھوڑ اس لئے کہ جس حقیقت کی شریعت تصدیق نہ فرمائے وہ حقیقت باطل ہے

سعادت مند کے لئے حضور پرنور سید الاولیاء غوث العرفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک یہی ارشاد کافی ہے کہ اس میں سب کچھ جمع فرما دیا ہے، وللہ الحمد۔

قول ۲: حضور پرنور غوث الثقلین غیاث الکونین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

اذا وجدت في قلبك بغض شخص او حبه فاعرض افعاله على الكتاب والسنة فان كانت محبوبة فيهما فاحبه وان كانت مكروهة فاكرهه لئلا تحبه بهواك وتبغضه بهواك قال الله ولاتتبع الهوى فيضلك عن سبيل الله[2]

جب تو اپنے دل میں کسی کی دشمنی یا محبت پائے تو اس کے کاموں کو قرآن و حدیث پر پیش کر اگر ان میں پسندیدہ ہوں تو اس سے محبت رکھ اور اگر ناپسند ہوں تو کراہت، تاکہ اپنی خواہش سے نہ کوئی دوست رکھے نہ دشمن۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے، خواہش کی پیروی نہ کر کہ تجھے بہکا دے گی خدا کی راہ سے۔

قول ۳: حضور پرنور غوث الاغواث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

الولاية ظل النبوة والنبوة ظل الالٰهية وكرامة الولي استقامة فعله على قانون قول النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم[3]

ولایت پر تو نبوت ہے اور نبوت پر تو الوہیت، اور ولی کی کرامت یہ ہے کہ اس کا فعل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول کے قانون پر ٹھیک اترے۔

---

[1] الطبقات الکبری للشعرانی ترجمہ ۲۲۰ سید عبدالقادر الجیلی مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۱
[2] " " " " " " " " " "
[3] بہجۃ الاسرار ذکر فصول من کلامہ مرصعا بشیء الخ

Marfat.com

قول ۴ : حضور سیدنا محی الدین محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ،

الشرع حکم محق سیف سطوة قهره من خالفه وناواه واعتصمت بحبل حمایته وثیقات عری الاسلام وعلیه مدار امر الدارین وباسبابه انیطت منازل الکونین[۱]

شرع وہ ہے جس کے صولت قہر کی تلوار اپنے مخالف ومقابل کو مٹا دیتی ہے اور اسلام کی مضبوط رسیاں اس کی حمایت کی ڈوری پکڑے ہوئے ہیں ، دو جہان کے کام کا مدار فقط شریعت پر ہے اور اس کی ڈوریوں سے دونوں عالم کی منزلیں وابستہ ہیں۔

قول ۵ : حضور پُر نور سیدنا باز اشہب شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ؛

الشریعة المطهرة المحمدیة ثمرة شجرة الملة الاسلامیة شمس اضاءت بنورها ظلمة الکونین اتباع شرعه یعطی سعادة الدارین احذران تخرج من دائرته ایاك ان تفارق اجماع اهله[۲]

شریعت پاکیزہ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درخت دین اسلام کا پھل ہے شریعت وہ آفتاب ہے جس کی چمک سے تمام جہان کی اندھیریاں جگمگا اٹھیں شرع کی پیروی دونوں جہان کی سعادت بخشتی ہے خبردار اس کے دائرہ سے باہر نہ جانا، خبردار اہل شریعت کی جماعت سے جدا نہ ہونا۔

قول ۶ : حضور پر نور سید الاولیاء قطب الکونین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ؛

اقرب الطرق الی الله تعالیٰ لزوم قانون العبودیة والاستمساك بعروة الشریعة۔[۳]

اللہ عزوجل کی طرف سے سب سے زیادہ قریب راستہ قانون بندگی کو لازم پکڑنا اور شریعت کی گرہ کو تھامے رہنا ہے۔

قول ۷ : حضور پُر نور سیدنا وارث المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غوث الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

تفقه ثم اعتزل من عبد الله بغیر علم کان ما یفسده اکثر مما یصلحه خذ

فقہ حاصل کر اس کے بعد خلوت نشین ہو جو بغیر علم کے خدا کی عبادت کرے وہ جتنا سنوارے گا

---

[۱] بہجۃ الاسرار ذکر فصول من کلامہ مرصعاً بشیٔ الخ مصطفی البابی مصر ص ۴۰
[۲] " " " " ص ۴۹
[۳] " " " " ص ۵۰

Marfat.com

معك مصباح شرع سيدك[1]

اس سے زیادہ بگاڑ دے گا، اپنے ساتھ شریعت الٰہیہ کی شمع لے لے۔

قول ۸: حضرت سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میرے پیر حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے دعا دی:

جعلك الله صاحب حديث صوفيا و لا جعلك صوفيا صاحب حديث[2]

اللہ تعالیٰ تمہیں حدیث داں کر کے صوفی بنائے اور حدیث داں ہونے سے پہلے تمہیں صوفی نہ کرے۔

قول ۹: امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی اس دعائے حضرت سیدی سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شرح فرماتے ہیں:

اشار الى ان من حصل الحديث والعلم ثم تصوف افلح ومن تصوف قبل العلم خاطر بنفسه[3]

حضرت سری سقطی رحمہ اللہ نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ جس نے پہلے حدیث و علم حاصل کر کے تصوف میں قدم رکھا وہ فلاح کو پہنچا اور جس نے علم حاصل کرنے سے پہلے صوفی بننا چاہا اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا (والعیاذ باللہ تعالیٰ)

قول ۱۰: حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی گئی، کچھ لوگ زعم کرتے ہیں کہ:

ان التكاليف كانت وسيلة الى الوصول و قد وصلنا۔

یعنی احکام شریعت تو وصول کا وسیلہ تھے اور ہم واصل ہو گئے اب ہمیں شریعت کی کیا حاجت

فرمایا:

صدقوا فی الوصول ولكن الى سقر والذی یسرق ویزنی خیر ممن یعتقد ذلك و لو انی بقیت الف عام ما نقصت من

سچ کہتے ہیں واصل ضرور ہوئے، مگر کہاں تک؟ جہنم تک۔ چور اور زانی ایسے عقیدے والوں سے بہتر ہیں، میں اگر ہزار برس جیوں تو فرائض و واجبات

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر فصول من کلامہ مرصعا بشیء الخ مصطفیٰ البابی مصر ص ۲۲
[2] احیاء العلوم کتاب العلم الباب الثانی مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۱/ ۲۲
[3]

اوراد شیئا الا بعذر شرعی[1]

تو بڑی چیز ہیں جو نوافل و مستحبات مقرر کرلئے ہیں بے عذر شرعی اُن میں سے کچھ بھی نہ کرو۔

قول ۱۱: حضرت سیدی ابوالقاسم قشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے رسالہ مبارکہ میں حضرت سیدی ابوالقاسم جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرماتے ہیں:

من لم یحفظ القرآن ولم یکتب الحدیث لایقتدی به فی هذا الامر لان علمنا هذا مقید بالکتاب والسنة۔[2]

جس نے نہ قرآن یاد کیا نہ حدیث لکھی یعنی جو علم شریعت سے آگاہ نہیں دربارہ طریقت اس کی اقتدا نہ کریں اسے اپنا پیر نہ بنائیں کہ ہمارا یہ علم طریقت بالکل کتاب وسنت کا پابند ہے۔

نیز فرمایا:

الطرق کلها مسدودة علی الخلق الا علی من اقتفی اثر الرسول علیه الصلوٰة والسلام[3]

خلق پر تمام راستے بند ہیں مگر وہ جو رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نشانِ قدم کی پیروی کرے۔

خلافِ پیمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

(جس نے پیغمبر کے خلاف راستہ اختیار کیا وہ ہرگز منزل مقصود پر نہ پہنچے گا)

قول ۱۲: حضرت سیدنا ابویزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمی بسطامی کے والد رحمہما اللہ تعالیٰ سے فرمایا: چلو اس شخص کو دیکھیں جس نے اپنے آپ کو بنام ولایت مشہور کیا ہے وہ شخص مرجع ناس ومشہور بہ زہد تھا، جب وہاں تشریف لے گئے اتفاقاً اس نے قبلہ کی طرف تھوکا، حضرت ابویزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً واپس آئے اور اس سے سلام علیک نہ کی اور فرمایا:

هذا رجل غیر مامون علی ادب من آداب رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فکیف یکون مامونا علی ما یدعیه۔[4]

یہ شخص رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آداب سے ایک ادب پر تو امین ہے نہیں جس چیز کا ادعا رکھتا ہے اس پر کیا امین ہوگا۔

---

[1] الیواقیت والجواہر — المبحث السادس والعشرون — مصطفی البابی مصر — ۱/۱۵۱
[2] الرسالة القشیریة — ذکر ابی القاسم الجنید بن محمد — ص ۲۰
[3] ،، ،، ،، ،،
[4] ،، ،، ذکر ابی یزید البسطامی — ص ۱۵

Marfat.com

اور دوسری روایت میں ہے ، فرمایا :

ھذا رجل غیر مامون علی ادب من آداب الشریعۃ فکیف یکون امینا علی اسرار الحق[1]

یہ شخص شریعت کے ایک ادب پر تو امین ہے نہیں اسرار الٰہیہ پر کیونکر امین ہوگا ۔

قول ۱۳ : نیز حضرت بسطامی رضی اللہ تعالٰے عنہ فرماتے ہیں :

لو نظرتم الی رجل اعطی من الکرامات حتی یرتقی (وفی نسخۃ یتربع) فی الھواء فلا تغتروا بہ حتی تنظروا کیف تجدونہ عند الامر والنھی وحفظ الحدود وآداب الشریعۃ[2]

اگر تم کسی شخص کو دیکھو ایسی کرامت دیا گیا کہ ہوا پر چار زانو بیٹھ سکے تو اس سے فریب نہ کھانا جب تک یہ نہ دیکھو کہ فرض و واجب و مکروہ و حرام و محافظت حدود و آداب شریعت میں اس کا حال کیسا ہے ۔

قول ۱۴ : حضرت ابوسعید خراز رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ حضرت ذوالنون مصری سری سقطی رضی اللہ تعالٰی عنہما کے اصحاب اور سیدالطائفہ جنید رضی اللہ تعالٰے عنہ کے اقران سے ہیں فرماتے ہیں :

کل باطن یخالفہ ظاھر فھو باطل[3]

جو باطن کہ ظاہر اس کی مخالفت کرے وہ باطن نہیں باطل ہے ۔

علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی اس قول مبارک کی شرح میں فرماتے ہیں :

لانہ وسوسۃ شیطانیۃ وزخرفۃ نفسانیۃ حیث خالف الظاھر[4]

اس لئے کہ جب اس نے ظاہر کی مخالفت کی تو وہ شیطانی وسوسہ اور نفس کی بناوٹ ہے ۔

قول ۱۵ : حضرت سیدنا حارث محاسبی رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ اکابر ائمہ اولیاء معاصرین حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالٰے عنہ سے ہیں فرماتے ہیں :

من صحح باطنہ بالمراقبۃ والاخلاص

جو اپنے باطن کو مراقبہ اور اخلاص سے صحیح

---

[1] الرسالۃ القشیریۃ باب الولایۃ مصطفٰے البابی مصر ص ۱۱۷

[2] " " ذکر ابویزید البسطامی مصطفٰے البابی مصر ص ۱۵

[3] " " ذکر ابوسعید خراز ص ۲۳

[4] الحدیقۃ الندیۃ الباب الاول الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۱۶۵

Marfat.com

زین الله ظاهره بالمجاهدة واتباع السنة[1]

کرلے گا لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو مجاہدہ و پیروی سنت سے آراستہ فرمادے۔

ظاہر ہے کہ انتفائے لازم کو انتفائے ملزوم لازم تو ثابت ہوا کہ جس کا ظاہر زیور شرع سے آراستہ نہیں وہ باطن میں بھی اللہ عزوجل کے ساتھ اخلاص نہیں رکھتا۔

قول ۱۶: حضرت سیدنا ابوعثمٰن حیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ اجلہ اکابر اولیاء، معاصرین حضرت سید الطائفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہیں وقتِ انتقال اپنے صاحبزادہ ابوبکر رحمہ اللہ تعالیٰ سے فرمایا:

خلاف السنة یا بنی فی الظاهر علامة ریاء فی الباطن[2]

اے میرے بیٹے! ظاہر میں سنت کا خلاف اس کی علامت ہے کہ باطن میں ریاکاری ہے۔

قول ۱۷: نیز حضرت سعید بن اسمٰعیل حیری ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

الصحبة مع رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم باتباع السنة ولزوم ظاهر العلم[3]

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ زندگانی کا طریقہ یہ ہے کہ سنت کی پیروی کرے اور علم ظاہر کو لازم پکڑے۔

قول ۱۸: حضرت سید ابوالحسین احمد بن الحواری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کو حضرت سید الطائفہ ریحانۃ الشام یعنی ملک شام کا پھول کہتے تھے فرماتے ہیں:

من عمل عملاً بلا اتباع سنة رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فباطل عمله[4]

جو کسی قسم کا کوئی عمل بے اتباعِ سنت رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرے وہ عمل باطل ہے۔

قول ۱۹: حضرت سیدی ابوحفص عمر حداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ اکابر ائمہ عرفا و معاصرین

---

[1] الرسالة القشیریة ذکر حارث محاسبی مصطفی البابی مصر ص ۱۳
[2] " " ذکر ابوعثمٰن سعید بن اسمٰعیل الحیری " " " " ص ۲۱
[3] " " " " " " " " " ص ۲۱
[4] " " ذکر ابوالحسین احمد بن الحواری " " " " ص ۱۸

Marfat.com

حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں فرماتے ہیں :

من لم یزن افعاله واحواله فی کل وقت بالکتاب والسنة ولم یتهم خواطره فلا تعده فی دیوان الرجال[1]

جو ہر وقت اپنے تمام کام احوال کو قرآن و حدیث کی میزان میں نہ تولے اور اپنے واردات قلب پر اعتقاد کر لے اُسے مردوں کے دفتر میں نہ گِن۔

ع راہی کم زن لاف مردی مزن

قول ۲۰ : حضرت سیدنا ابوالحسین احمد نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب اور حضرت سید الطائفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقران سے ہیں فرماتے ہیں :

من رأیته یدعی مع الله حالة تخرجه عن حد العلم الشرعی فلا تقربن منه[2]

تو جسے دیکھے کہ اللہ عزوجل کے ساتھ ایسے حال کا ادعا کرتا ہے جو اسے علم شریعت کی حد سے باہر کرے اس کے پاس نہ پھٹک۔

قول ۲۱ : حضرت سیدی ابوالعباس احمد بن محمد الادمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سید الطائفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقران سے ہیں فرماتے ہیں :

من الزم نفسه آداب الشریعة نور الله تعالیٰ قلبه بنور المعرفة ولا مقام اشرف من مقام متابعة الحبیب صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی اوامره و افعاله واخلاقه[3]

جو اپنے اوپر آدابِ شریعت لازم کرے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو نورِ معرفت سے روشن کر دے گا اور کوئی مقام اس سے بڑھ کر معظم نہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام، افعال، عادات سب میں حضور کی پیروی کی جائے۔

قول ۲۲ : حضرت سیدنا ممشاد دینوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرجع مشائخ سلسلہ ...

---

[1] الرسالة القشیریة ذکر ابو حفص عمر الحداد ... مصطفی البابی مصر ...

[2] ذکر ابوالحسین احمد نوری

[3] ذکر ابی العباس احمد بن محمد الادمی

Marfat.com

فرماتے ہیں:

ادب المرید حفظ آداب الشرع علی نفسہ[1]

مرید کا ادب یہ ہے کہ آداب شرع کی اپنے نفس پر محافظت کرے۔

قول ۲۳: حضرت سیدنا سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

التصوف اسم لثلاث معان وھو الذی لا یطفیٔ نور معرفتہ نور ورعہ ولا یتکلم بباطن فی علم ینقضہ ظاھر الکتاب او السنۃ ولا تحملہ الکرامات علی ھتک استار محارم اللہ تعالیٰ[2]

تصوف تین وصفوں کا نام ہے، ایک یہ کہ اس کا نور معرفت اس کے نور ورع کو نہ بجھائے، دوسرے یہ کہ باطن سے کسی ایسے علم میں بات نہ کرے کہ ظاہر قرآن یا ظاہر سنت کے خلاف ہو، تیسرے یہ کہ کرامتیں اسے ان چیزوں کی پردہ دری پر نہ لائیں جو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمائیں۔

قول ۲۴: حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدی ابو سلیمان دارانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ربما یقع فی قلبی النکتۃ من نکت القوم ایاما فلا اقبل منہ الا بشاھدین عدلین الکتاب والسنۃ[3]

بارہا میرے دل میں تصوف کا کوئی نکتہ مدتوں آتا ہے جب تک قرآن وحدیث دو گواہ عادل اس کی تصدیق نہیں کرتے میں قبول نہیں کرتا۔

دوسری روایت میں ہے فرمایا:

ربما تنکت الحقیقۃ فی قلبی اربعین یوما فلا آذن لھا ان تدخل فی قلبی الا بشاھدین من الکتاب والسنۃ[4]

بارہا کوئی نکتہ حقیقت میرے دل میں چالیس چالیس دن کھٹکتا رہتا ہے جب تک کتاب وسنت کے دو گواہ اس کے ساتھ نہ ہوں میں اپنے دل میں داخل ہونے کا اسے اذن نہیں دیتا۔

---

[1] الرسالۃ القشیریۃ ذکر ممشاد الدینوری مصطفی البابی مصر ص ۲۷
[2] " " ذکر ابوالحسن سری بن المغلس السقطی " " " " " ص ۱۱
[3] " " ذکر ابو سلیمان عبدالرحمن بن عطیہ الدارانی " " " " ص ۱۵
[4] نفحات الانس " " " " " " انتشارات کتابفروشی محمودی تہران ایران ص ۴۸

Marfat.com

قول ۲۵: حضرت عالی منزلت امام طریقت سیدنا ابو علی رودباری بغدادی رضی اللہ تعالے عنہ کہ اجلّہ خلفائے حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالے عنہ سے ہیں حضرت عارف باللہ سیدنا استاذ ابو القاسم قشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مشائخ میں ان کے برابر علم طریقت کسی کو نہ تھا، اس جناب گردوں قباب سے سوال ہوا کہ ایک شخص مزامیر سنتا ہے اور کہتا ہے یہ میرے لئے حلال ہیں اس لئے کہ میں ایسے درجے تک پہنچ گیا ہوں کہ احوال کے اختلاف کا مجھ پر کچھ اثر نہیں ہوتا، فرمایا:

نعم قد وصل ولکن الی سقر[1]

ہاں پہنچا تو ضرور ہے مگر جہنم تک۔ والعیاذ باللہ تعالے۔

قول ۲۶: حضرت سیدی ابو عبد اللہ محمد بن خفیف ضبّی رضی اللہ تعالے عنہ فرماتے ہیں:

التصوف تصفیۃ القلوب و ذکر اوصاف الحق ان قال واتباع النبی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم فی الشریعۃ[2]

تصوف اس کا نام ہے کہ دل صاف کیا جائے اور شریعت میں نبی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی پیروی ہو۔

قول ۲۷: امام اجل عارف باللہ ابو بکر محمد ابراہیم بخاری کلابازی قدس سرہ نے کتاب التعرف لمذہب التصوف جس کی شان میں اولیاء نے فرمایا لولا التعرف لما عرف التصوف (کتاب تعرف نہ ہوتی تو تصوف نہ پہچانا جاتا) تصوف کی ایسی ہی تعریف حضرت سید الطائفہ جنید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرمائی کہ تصوف ان ان اوصاف کا نام ہے۔ ان میں ختم اس پر فرمایا کہ

واتباع الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الشریعۃ[3]

شریعت میں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اتباع۔

قول ۲۸: حضرت سیدی ابو القاسم نصر آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ حضرت سیدنا ابو بکر شبلی وحضرت سیدنا ابو علی رودباری رضی اللہ تعالے عنہما کے اجلّہ اصحاب سے ہیں فرماتے ہیں:

التصوف ملازمۃ الکتاب

تصوف کی جڑ یہ ہے کہ کتاب وسنت کو لازم

---

[1] الرسالۃ القشیریۃ ابو علی احمد بن محمد روذباری مصطفیٰ البابی مصر ص ۲۴
[2] الطبقات الکبری للشعرانی ذکر ابی عبد اللہ بن محمد الضبی « ص ۱۲۱
[3] التعرف لمذہب التصوف

Marfat.com

والسنة الخ[1]۔ ۵۴ھ رہے۔

قول ۲۹: حضرت سیدی جعفر بن محمد خواص رضی اللہ تعالےٰ عنہ مرید و خلیفہ حضرت سید الطائفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں:

لا اعرف شیئاً افضل من العلم باللہ و باحکامہ فان الاعمال لا تزکوا الا بالعلم ومن لا علم عندہ فلیس لہ عمل و بالعلم عرف اللہ و اطیع و لا یکرہ العلم الا منقوص[2]۔

میں کوئی چیز معرفتِ الٰہی و علم احکامِ الٰہی سے بہتر نہیں جانتا، اعمال بے علم کے پاک نہیں ہوتے۔ بے علم کے سب عمل برباد ہیں، علم ہی سے اللہ کی معرفت و معرفتِ اطاعت ہوئی، علم کو وہ ہی ناپسند رکھے گا جو کم بخت ہو۔

قول ۳۰: حضرت سید داؤد کبیر بن ماخلا رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہ ولی اللہ و عالم جلیل حضرت سید محمد وفا شاذلی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پیر و مرشد ہیں فرماتے ہیں:

قلوب علماء الظاھر وسائط بین عالم الصفاء و مظاھر الاکدار رحمۃ بالعامۃ الذین لم یصلوا الی ادراک المعانی الغیبیۃ والادراکات الحقیقۃ[3]۔

علماءِ ظاہر کے دل عالم صفا و مظہر تکدر کے اندر واسطہ ہیں ان عام خلائق پر رحمت کے لئے کہ معانی غیب و علوم حقیقت تک جن کی رسائی نہ ہو۔

یہ صراحۃً وراثت نبوت کی شان ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اس لئے بھیجے جاتے ہیں کہ خالق و خلق میں واسطہ ہوں، ان خلائق پر رحمت کے لئے کہ بارگاہِ غیب و حقیقت تک جن کی رسائی نہیں۔

قول ۳۱: حضرت سیدنا شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سردار سلسلہ علیہ سہروردیہ اپنی کتاب مستطاب میں فرماتے ہیں:

قوم من المفتونین لبسوا لبسۃ الصوفیۃ لینتسبوا بھا الی الصوفیۃ وما ھم من الصوفیۃ لشیٔ بل ھم فی غرور

یعنی کچھ فتنہ کے مارے ہوؤں نے صوفیوں کا لباس پہن لیا ہے کہ صوفی کہلائیں حالانکہ ان کو صوفیہ سے کچھ علاقہ نہیں بلکہ وہ غرور غلط میں ہیں بکتے

---

[1] الطبقات الکبریٰ للشعرانی ذکر ابی القاسم ابراہیم بن محمد النصرابادی مصطفےٰ البابی مصر ۱/۱۲۳

[2] " " " ذکر سید جعفر بن محمد الخواص " " " ۱/۱۱۸-۱۹

[3] " " " ترجمہ ۲۸۹ " " " ۱/۱۹۰

Marfat.com

غلط یزعمون ان ضمائرہم خلصت الی اللہ تعالیٰ ویقولون ہذا ہو الظفر بالمراد و الارتسام بمراسم الشریعۃ مرتبۃ العوام وہذا ہو عین الالحاد والزندقۃ والابعاد فکل حقیقۃ ردتہا الشریعۃ فہی زندقۃ [1]

کہ ان کے دل خالص خدا کی طرف ہو گئے ہیں اور یہی مراد کو پہنچ جانا ہے اور رسوم شریعت کی پابندی عوام کا مرتبہ ہے، ان کا یہ خالص الحاد و زندقہ اور اللہ کی بارگاہ سے دور کیا جانا ہے اسی لئے کہ جس حقیقت کو شریعت رد فرمائے وہ حقیقت نہیں بے دینی ہے۔

پھر جنید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد نقل فرمایا ہے کہ جو چوری اور زنا کرے وہ ان لوگوں سے بہتر ہے [1]

قول ۳۲: نیز حضرت شیخ الشیوخ سہروردی رضی اللہ عنہ کتاب مستطاب اعلام الہدیٰ و عقیدہ ارباب التقیٰ میں عقیدہ کرامات اولیاء بیان کرکے فرماتے ہیں:

ومن ظہر لہ وعلی یدہ من المخترقات وہو علیٰ غیر الالتزام باحکام الشریعۃ نعتقد انہ زندیق وان الذی ظہر لہ مکر واستدراج [2]

ہمارا عقیدہ ہے کہ جس کے لئے اور اس کے ہاتھ پر خوارق عادات ظاہر ہوں اور وہ احکام شریعت کا پورا پابند نہ ہو وہ شخص زندیق ہے اور وہ خوارق کہ اس کے ہاتھ پر ظاہر ہوں مکر و استدراج ہیں۔

قول ۳۳: حضرت سیدنا امام حجۃ الاسلام محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی فرماتے ہیں:

فرقۃ ادعت المعرفۃ والوصول ولا یعرف احدہم ہذہ الامور الا بالاسامی ویظنون ان ذلک اعلیٰ من علم الاولین والآخرین فینظر الی الفقہاء والمفسرین والمحدثین بعین الازدراء ویستحقر بذلک جمیع العباد والعلماء ویدعی

مختصرًا ایک گروہ معرفت و وصول کا دعویٰ رکھتا ہے حالانکہ معرفت و وصول کا نام ہی نام جانتا ہے، اور گمان کرتا کہ یہ سب اگلے پچھلوں کے علم سے اعلیٰ ہے تو وہ فقیہوں مفسروں محدثوں سب کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور تمام مسلمانوں اور علماء کو حقیر جانتا ہے اپنے

---

[1] رسالہ عوارف المعارف الباب التاسع فی ذکر من ... الصوفیۃ الخ مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ مصر

[2] نفحات الانس بحوالہ اعلام الہدیٰ از انتشارات کتابفروشی محمودی تہران ایران

Marfat.com

لنفسه انه الواصل الی الحق وھو عند الله من الفجار والمنافقین[1] اھ (ملخصاً)

واصل بخدا ہونے کا ادعا کرتا ہے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک فاجروں اور منافقوں میں سے ہے اھ۔

قول ۳۴: حضرت سیدنا شیخ اکبر محی الدین محمد بن العربی رضی اللہ تعالٰی عنہ فتوحاتِ مکیہ میں فرماتے ہیں:

ایاك ان ترمی میزان الشرع من یدك فی العلم الرسمی بل بادر الی العمل بکل ماحکم به وان فهمت منه خلاف مایفهمه الناس ممایحول بینك وبین امضاء ظاهر الحکم به فلا تعول علیه فانه مکر الٰهی بصورت علم الٰهی من حیث لاتشعر[2]

خبردار علم ظاہر میں جو شرع کی میزان ہے اسے ہاتھ سے نہ پھینکنا بلکہ جو کچھ اس کا حکم ہے فوراً اس پر عمل کر، اور اگر عام علماء کے خلاف تیری سمجھ میں اس سے کوئی ایسی چیز آئے جو ظاہر شرع کا حکم نافذ کرنے سے تجھے روکنا چاہے تو اس پر اعتماد نہ کرنا وہ علم الٰہی کی صورت میں ایک مکر ہے جس کی تجھے خبر نہیں۔

قول ۳۵: نیز حضرت سیدی محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ فتوحات میں فرماتے ہیں:

اعلم ان میزان الشرع الموضوعة فی الارض هی ما بایدی العلماء من الشریعة فمهما خرج ولی عن میزان الشرع المذکورة مع وجود عقل التکلیف وجب الانکار علیه[3]

یقین جان کہ میزان شرع جو اللہ عزوجل نے زمین میں مقرر فرمائی ہے وہ یہی ہے جو علماء شریعت کے ہاتھ میں ہے تو جب کبھی کوئی ولی اس میزانِ شرع سے باہر نکلے اور اس کی عقل کہ مدار احکام شرعیہ ہے باقی ہو تو اس پر انکار واجب ہے۔

قول ۳۶: نیز حضرت بحر الحقائق ممدوح رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

اعلم ان موازین الاولیاء المکملین لاتخطی الشریعة ابدا فهم

یقین جان کہ اولیاء مرشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم کی میزانیں کبھی شریعت سے خطا نہیں

۱؎ احیاء العلوم کتاب ذم الغرور بیان اصناف المغترین الخ الصنف الثالث المشہد الحسینی قاہرہ ۳/ ۴۰۵
۲؎ الیواقیت والجواہر الفصل الرابع مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۲۶
۳؎ " " " "

Marfat.com

محفوظون من مخالفة الشریعة[1] — کرتیں وہ مخالفت شرع سے محفوظ ہیں۔

قول ۳۷: نیز حضرت خاتم الولایۃ المحمدیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

اعلم ان عین الشریعة ھی عین الحقیقة اذا الشریعة لھا دائرتان علیا و سفلی فالعلیا لاھل الکشف والسفلی لاھل الفکر فلما فتش اھل الفکر علی ما قال اھل الکشف فلم یجدوہ فی دائرة فکرھم قالوا ھذا خارج عن الشریعة فاھل الفکر ینکرون علی اھل الکشف واھل الکشف لا ینکرون علی اھل الفکر من کان ذا کشف وفکر فھو حکیم الزمان فکما ان علوم الفکر احد طرق الشریعة فکذٰلک علوم اھل الکشف فھما متلازمات ولکن لما کان الجامع بین الطرفین عزیزا فرق اھل الظاھر بینھما[2]۔

یقین جان کہ شریعت ہی کا چشمہ حقیقت کا چشمہ ہے اس لئے کہ شریعت کے دو دائرے ہیں ایک اوپر اور ایک نیچے، اوپر کا دائرہ اہل کشف کے لئے ہے اور نیچے کا اہل فکر کے لئے۔ اہل فکر جب اہل کشف کے اقوال کو تلاش کرتے اور اپنے دائرۂ فکر میں نہیں پاتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ یہ قول شریعت سے باہر ہے، تو اہل فکر اہل کشف پر معترض ہوتے ہیں مگر اہل کشف اہل فکر پر انکار نہیں رکھتے، جو کشف و فکر دونوں رکھتا ہے وہ اپنے وقت کا حکیم ہے، پس جس طرح علوم فکر شریعت کا ایک حصہ ہیں یونہی علوم اہل کشف بھی، تو وہ دونوں ایک دوسرے کو لازم ہیں اور جبکہ دونوں کناروں کا جامع نادر ہے لہذا ظاہریوں نے شریعت و حقیقت کو جدا سمجھا۔

سبحان اللہ! اہل ظاہر اگر علوم حقیقت کو نہ سمجھیں عذر رکھتے ہیں کہ شریعت کے دائرے زیریں ہیں مدعی ولایت جو علم ظاہر سے منکر ہو معلوم ہوا قطعاً جھوٹا کذاب فریبی ہے کہ اگر دائرۂ بالا تک پہنچا تو دائرہ زیریں سے جاہل نہ ہوتا، جڑ والے اگر شاخ تک نہیں اصل درخت قائم رہے، مگر بلند شاخ تک پہنچنے والے جڑ کاٹیں تو ان کی بڑی پسلی کی خیر نہیں۔ اس عبارت شریفہ سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ اہل ظاہر اگر شریعت و حقیقت کو جدا سمجھیں ان کی غلطی مگر وہ اپنے علم میں کاذب نہیں اور مدعی تصوف اگر انھیں جدا بتائے تو قطعاً دروغ باف ولاف زن ہے۔

---

[1] الیواقیت والجواہر — الفصل الرابع — مصطفی البابی مصر — ص ۲۶ و ۲۷
[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ — ص ۲۷

Marfat.com

قول ۴۸ : نیز حضرت لسان القوم رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں :

لایتعدی کشف الولی فی العلوم الالٰھیة فوق مایعطیه کتاب نبیه و وحیه قال الجنید فی ھذا المقام علمنا ھذا مقید بالکتاب و السنة وقال الاٰخرکل فتح لایشھد له الکتاب والسنة فلیس بشیٔ فلایفتح لولی قطّ الا فی الفھم فی الکتاب العزیز فلھذا قال تعالیٰ "مافرطنا فی الکتاب من شیٔ" و قال سبحٰنه فی الواح موسیٰ وکتبنا له فی الالواح من کل شیٔ الاٰیة فلاتخرج علم الولی جملة واحدة عن الکتاب والسنة فان خرج احد عن ذٰلک فلیس بعلم ولا علم ولایة معا بلی اذا حققته وجدته جھلاً۔

علوم الٰہیہ میں ولی کا کشف اس علم سے تجاوز نہیں کرسکتا جو اس کے نبی کی وحی و کتاب عطا فرما رہی ہے اسی مقام میں جنید نے فرمایا ہمارا یہ علم کتاب و سنت کا مقید ہے، اور ایک عارف نے فرمایا جس کشف کی شہادت کتاب و سنت نہ دیں وہ محض لاشیٔ ہے تو ہرگز ولی کے لئے کچھ کشف نہیں ہوتا مگر قرآن عظیم کے فہم میں، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا اور موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی تختیوں کو فرماتا ہے ہم نے اس کے لئے الواح میں ہر چیز سے کچھ بیان لکھ دیا، تو سوبات کی ایک بات یہ ہے کہ ولی کا علم کتاب و سنت ہے، باہر نہ جائے گا اگر کچھ باہر جائے تو وہ علم ہوگا نہ کشف، بلکہ تحقیق کرے تو تجھے ثابت ہو جائے گا کہ وہ جہالت تھا۔

قول ۴۹ : نیز حضرت عین المکاشفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں :

اعلم ایدك الله ان الکرامة من الحق من اسمه البر فلاتکون الا للابرار وھی حسیة ومعنویة، فالعامة ماتعرف الا الحسیة مثل الکلام علی الخاطر والاخبار بالمغیبات الماضیة و الکائنة والاٰتیة والمشی علی الماء واختراق الھوا وطی الارض والاحتجاب

یقین جان اللہ تیری مدد کرے کہ کرامت حق سبحانہ کے نام بر یعنی محسن کی بارگاہ سے آتی ہے تو اسے صرف ابرار نکوکار ہی پاتے ہیں اور وہ دو قسم ہے : محسوس ظاہری و معقول معنوی۔ عوام صرف کراماتِ محسوسہ کو جانتے ہیں جیسے کسی کے دل کی بات بتادینا، گزشتہ و موجودہ و آئندہ غیبوں کی خبر دینا، پانی پر چلنا، ہوا پر اڑنا، صدہا منزل زمین ایک قدم میں طے کرنا، آنکھوں سے

---

[1] الفتوحات المکیة لابن عربی الباب الرابع عشر وثلثمائة فی معرفة الخ دار احیاء التراث العربی بیروت

Marfat.com

عن الابصار او معنوية لا يعرفها الا الخواص وهى ان تحفظ عليه آداب الشريعة و يوفق لاتيان مكارم الاخلاق واجتناب سفسافها والمحافظة على اداء الواجبات مطلقا فى اوقاتها فهذه كرامات لا يدخلها مكر ولا استدراج والكرامات التى ذكرناها ان العامة تعرفها فكلها يمكن ان يدخلها المكر الخفى ثم لا بد ان تكون نتيجة عن استقامة او تنتج استقامة والا فليست بكرامة والمعنوية لا يدخلها شئ مما ذكرنا فان العلم يصحبها وقوة العلم وشرفه تعطيك ان المكر لا يدخلها فان الحدود الشرعية لا تنصب حبالة للمكر الالهى فانها عين الطريق الواضحة الى نيل السعادة لان العلم هو المطلوب وبه تقع المنفعة ولو لم يعمل به فانه لا يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون فالعلماء هم الآمنون من التلبيس ۱؎ باختصار

چھپ جانا کہ سامنے موجود ہوں اور کسی کو نظر نہ آئیں اور کرامات معنویہ کو صرف خواص پہچانتے ہیں وہ یہ ہیں کہ اپنے نفس پر آداب شرعیہ کی حفاظت رکھے، عمدہ خصلتیں حاصل کرنے اور بُری عادتوں سے بچنے کی توفیق دیا جائے تمام واجبات ٹھیک ادا کرنے پر التزام رکھے۔ ان کرامتوں میں مکر و استدراج کو دخل نہیں اور کرامتیں جنھیں عوام پہچانتے ہیں ان سب میں مکرِ نہاں کی مداخلت ہو سکتی ہے پھر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ظاہری کرامتیں استقامت کا نتیجہ ہوں یا خود استقامت پیدا کریں ورنہ کرامت نہ ہوگی اور کرامت معنویہ میں مکر و استدراج کی مداخلت نہیں اس لئے کہ علم ان کے ساتھ ہے علم کا شرف خود ہی تجھے بتائے گا کہ ان میں مکر کا دخل نہیں اس لئے کہ شریعت کی حدیں کسی کے لئے مکر کا پھندا قائم نہیں کرتیں اس وجہ سے کہ شریعت سعادت پانے کا عین صاف و روشن راستہ ہے علم ہی مقصود ہے اور اسی سے نفع پہنچتا ہے اگرچہ اس پر عمل نہ ہو کہ مطلقاً ارشاد ہوا ہے کہ عالم و بے علم برابر نہیں تو علماء ہی مکر و اشتباہ سے امان میں ہیں دلیس۔

قول ۳۰ : حضرت سیدی ابراہیم دسوقی رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ اقطاب اربعہ سے ہیں یعنی اُن چار میں جو تمام اقطاب میں اعلٰی و ممتاز گنے جاتے ہیں، اول حضور پُر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ، دوم سید احمد رفاعی، سوم حضرت سید احمد کبیر بدوی، چہارم حضرت سیدی ابراہیم دسوقی رضی اللہ تعالٰی عنہم ونفعنا ببرکاتھم فی الدنیا والآخرۃ فرماتے ہیں:

۱؎ الفتوحات المکیۃ للشیخ ابن عربی الباب الرابع والثمانون ومائتان دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/

Marfat.com

الشریعۃ ھی الشجرۃ والحقیقۃ ھی الثمرۃ۔[1] شریعت درخت ہے اور حقیقت پھل ہے۔

درخت وثمر کی نسبت بھی وہی بتا رہی ہے کہ درخت قائم ہے تو اصل موجود ہے، مگر جو اصل کاٹ بیٹھا وہ نرا محروم و مردود ہے، پھر اس مثال کی بھی وہی حالت ہے جو ہم منبع و بحر میں بیان کر آئے، درخت کٹ جائے تو آیندہ پھل کی امید نہ رہی مگر جو پھل آچکے ہیں یہاں درخت کٹتے ہی آئے ہوئے پھل بھی فنا ہو جاتے ہیں اور فنا ہوتے ہی پھر بس نہیں بلکہ انسان کا دشمن ابلیس لعین غلیظ اور گوبر کے پھل جادو سے بنا کر اس کے منہ میں دیتا ہے اور یہ اپنی حالت سے انھیں ثمر حقیقت جان کر خوش خوش نگلتا ہے جب آنکھ بند ہوگئی اس وقت کھلے گا کہ منہ میں کیا بھرا تھا والعیاذ باللہ تعالٰی ان درختوں میں قریب تر مثال پان اور اس کی بیل کی ہے خوشبو، خوشرنگ، خوش ذائقہ، مفرح، مقوی دل و دماغ، مصفی خون مطیب نکہت وجہ سرخروئی باعث زینت، اور پھر عجیب خاصہ یہ کہ بیل سوکھے تو اس کے پان جہاں جہاں ہوں معاً سوکھ جائیں گے، یہ ایک ادنٰی مثال شریعت و حقیقت یا اس جاہل کے طور پر شریعت و طریقت کی ہے۔

قول ۴۱: عارف باللہ حضرت سیدی علی خواص رضی اللہ تعالٰی عنہ پیر و مرشد امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی فرماتے ہیں:

علم الکشف اخبار بالامور علی ما ھی علیہ فی نفسھا وھذا اذا حققتہ وجدتہ لایخالف الشریعۃ فی شئ بل ھو الشریعۃ بعینھا۔[2]

یعنی علم کشف یہ ہے کہ اشیاء جس طرح واقع و حقیقت میں ہیں اسی طرح ان سے خبر دے اسے اگر تو تحقیق کرے تو اصلاً کسی بات میں شریعت کے خلاف نہ پائے گا بلکہ وہ عین شریعت ہے۔

قول ۴۲: نیز ولی ممدوح رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

جمیع مصابیح علماء الظاھر والباطن قد اتقدت من نور الشریعۃ فما من قول من اقوال المجتھدین ومقلدیھم الا وھو مؤید باقوال اھل الحقیقۃ

علمائے ظاہر ہوں خواہ علمائے باطن سب کے چراغ شریعت ہی کے نور سے روشن ہیں، تو ائمہ مجتہدین اور ان کے مقلدین کسی کا کوئی قول ایسا نہیں کہ اہل حقیقت کے اقوال اس کی تائید

---

[1] الطبقات الکبرٰی ترجمہ ابراہیم الدسوقی ۲۸۶ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۶۹

[2] میزان الشریعۃ الکبرٰی فصل فی بیان استحالۃ خروج شئ الخ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۴

Marfat.com

لا شک عندنا فی ذلک[1] | ذکر کرتے ہوں، ہمارے نزدیک اس میں کوئی شک نہیں۔

نیز فرمایا:

امداد قلبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لجمیع قلوب علماء امتہ فما اتقد مصباح عالم الا عن مشکوٰۃ نور قلب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم[2] | تمام علمائے امت کے دلوں کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب اقدس سے مدد پہنچتی ہے تو ہر عالم کا چراغ حضور ہی کے نور باطن کے شمع دان سے روشن ہے۔

قول ۴۳: نیز یہی مفتوح ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

علم الکشف الصحیح لا یاتی قط الا موافق للشریعۃ المطہرۃ[3] | سچا علم کشف کبھی نہیں آتا مگر شریعت مطہرہ کے موافق۔

قول ۴۴: حضرت سیدی افضل الدین اجل خلفائے سیدی علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

کل حقیقۃ شریعۃ وعکسہ[4] | حقیقت عین شریعت ہے اور شریعت عین حقیقت۔

قول ۴۵: امام اجل عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالیٰ قد اقدر ابلیس کما قال الغزالی وغیرہ علی ان یقیم للمکاشف صورۃ المحل الذی یاخذ علمہ منہ من سماء او عرش او کرسی او قلم او لوح فربما ظن المکاشف ان ذلک العلم عن اللہ عزوجل | بیشک اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو قدرت دی ہے جیسے امام حجۃ الاسلام غزالی وغیرہ اکابر نے تصریح کی ہے کہ صاحب کشف آسمان، عرش، کرسی، لوح، قلم جہاں سے اپنے علوم حاصل کرتا ہے اس مکان کی ساختہ تصویر اس کے سامنے قائم

---

[1] المیزان الکبریٰ للشعرانی فصل فی بیان استحالۃ خروج شیء الخ مصطفی البابی مصر ۱/۴۵

[2] " " " " " " ۱/۴۵

[3] " " " فصل فان قال قائل ان اعدالا یحتاج الی ذوق الخ ۱/۱۲

[4] المیزان الکبریٰ للشعرانی فصل فی بیان استحالۃ الخ مصطفی البابی مصر ۱/۴۵

Marfat.com

فاخذ به فضل فاضل فمن هنا اوجبوا على المكاشف انه يعرض ما اخذه من العلم من طريق كشفه على الكتاب و السنة قبل العمل به فان وافق فذاك والاحرام عليه العمل [1]

کر دے (اور حقیقت میں وہ عرش کرسی لوح و قلم نہ ہوں شیطان کا دھوکا ہوں، اب شیطان اس دھوکے کی ٹٹی سے اپنا علم شیطانی القاء کرے) اور یہ صاحب کشف اسے اللہ عزوجل کی طرف سے گمان کرکے عمل کر بیٹھے خود بھی گمراہ ہوا اوروں کو بھی گمراہ کرے اسی لئے ائمہ اولیائے کشف والے پر واجب کیا ہے کہ جو علم بذریعہ کشف حاصل ہوا اس پر عمل کرنے سے پہلے اسے کتاب و سنت پر عرض کرے اگر موافق ہو تو بہتر ورنہ اس پر عمل حرام ہے۔

نابیناؤ! تم نے شریعت کی حاجت دیکھی شریعت کا دامن نہ تھاما تو شیطان کچے دھاگے کی لگام دے کر تمھیں گھمائے پھرے، جب تو حدیث نے فرمایا:

"عابد بے فقہ چکی کا گدھا" [2]

قول ۴۶: نیز امام ممدوح قدس سرہ فرماتے ہیں:

لا تلحق نهاية الولاية بداية النبوة ابدا ولو ان وليا تقدم الى العين التى ياخذ منها الانبياء عليهم الصلوة والسلام لاحترق وغاية امر الاولياء انهم يتعبدون بشريعة محمد صلى الله تعالى عليه وسلم قبل الفتح عليهم وبعده ومتى ما خرجوا عن شريعة محمد صلى الله تعالى عليه وسلم هلكوا او انقطع عنهم الامداد فلا يمكنهم ان يستقلوا بالاخذ عن الله تعالى

کبھی ولایت کی نہایت نبوت کی ابتداء تک نہیں پہنچ سکتی اور اگر کوئی ولی اس چشمہ تک بڑھے جس سے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام فیض لیتے ہیں، تو وہ ولی جل جائے، اولیاء کی نہایت کار یہ ہے کہ شریعت محمدی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر عبادت بجالاتے ہیں خواہ کشف حاصل ہوا ہو یا نہیں اور جب کبھی شریعت محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے نکلیں گے ہلاک ہوجائیں گے اور ان کی مدد قطع ہوجائے گی تو انھیں کبھی ممکن نہیں کہ اللہ عزوجل سے خود بالاستقلال لے سکیں اور

---

[1] المیزان الکبرٰی فصل فان قال قائل ان احدا لایحتاج الخ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۲

[2] حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ترجمہ ۳۱۸ خالد بن معدان دار الکتاب العربی بیروت ۵/ ۲۱۹

Marfat.com

اینا وقن تعتقد ان جمیع الانبیاء والاولیاء مستمدون من محمد صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم[1]

ہم اوپر بیان کر آئے کہ تمام انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والثنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مدد لیتے ہیں۔

قول ۴۷ : نیز ولی موصوف قدس سرہ فرماتے ہیں،

التصوف انما ھو زبدۃ عمل العبد باحکام الشریعۃ[2]

تصوف کیا ہے بس احکام شریعت پر بندہ کے عمل کا خلاصہ ہے۔

قول ۴۸ : پھر فرمایا:

علم التصوف تفرع من عین الشریعۃ۔

علم تصوف چشمۂ شریعت سے نکلی ہوئی جھیل ہے۔

قول ۴۹ : پھر فرمایا:

من دقق النظر علم انہ لا یخرج شئ من علوم اھل اللہ تعالیٰ عن الشریعۃ وکیف تخرج علومھم عن الشریعۃ و الشریعۃ ھی وصلتھم الی اللہ عزوجل فی کل لحظۃ[3]

جو نظر غور کرے جان لے گا کہ علوم اولیاء سے کوئی چیز شریعت سے باہر نہیں اور کیونکر انکے علم شریعت سے باہر ہوں حالانکہ ہر ہر لحظہ شریعت ہی ان کے وصول بخدا کا ذریعہ ہے۔

قول ۵۰ : پھر فرمایا:

قد اجمع القوم علی انہ لا یصلح للتصدر فی طریق اللہ عزوجل الا من تبحر فی علم الشریعۃ وعلم منطوقھا و مفھومھا وخاصھا وعامھا و ناسخھا ومنسوخھا وتبحر فی لغۃ العرب حتی عرف مجازاتھا

تمام اولیائے کرام کا اجماع ہے کہ طریقت میں صدر بننے کا لائق نہیں مگر وہ جو علم شریعت کا دریا ہوا اس کے منطوق مفہوم خاص عام ناسخ منسوخ سے آگاہ ہو زبان عرب کا کمال ماہر ہو یہاں تک کہ اس کے مجاز اور استعمالے وغیرہ

---

[1] الیواقیت والجواہر — المبحث الثانی والاربعون — مصطفی البابی مصر ۲/۴۱

[2] الطبقات الکبریٰ للشعرانی — مقدمۃ الکتاب — " ۱/۴

[3] " " " " " " ۱/۴

[4] " " " " " " "

Marfat.com

واستعاراتها وغیرذلك فكل صوفی فقیه ولاعکس[1]۔ جانتا ہو تو ہر صوفی فقیہ ہوتا ہے اور ہر فقیہ صوفی نہیں۔

قول ۵۱: نیز عارف معروف قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

الکشف الصحیح لایاتی دائما الا موافقا للشریعة کما ھو مقرر بین العلماء[2]۔ سچا کشف ہمیشہ شریعت کے مطابق ہی آتا ہے جیسا کہ اس فن کے علماء میں مقرر ہوچکا ہے۔

قول ۵۲: حضرت عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی فرماتے ہیں:

ما یدعیه بعض المتصوفة فی زماننا انکم معشر اھل العلم الظاھر تاخذون احکامکم من الکتاب والسنة وانا ناخذ من صاحبه ھذا کفر لامحالة بالاجماع من وجوہ الاول التصریح بعدم الدخول تحت احکام الکتاب والسنة مع وجود شروط التکلیف من العقل والبلوغ[3]۔ وہ جو ہمارے زمانے کے بعض صوفی بننے والے ادعا کرتے ہیں کہ اے علم ظاہر والو! تم اپنے احکام کتاب وسنت سے لیتے ہو اور ہم خود صاحبِ قرآن سے لیتے ہیں یہ بالاجماع قطعاً بوجوہ کثیرہ کفر ہے ازانجملہ یہ عقل وبلوغ شرائط تکلیف ہوتے ہوئے کہہ دیا کہ ہم زیر احکام شریعت نہیں۔

یہیں فرمایا:

ان اراد بترك العلم الظاھر عدم تعلم ذلك وعدم الاعتناء به لان العلم الظاھر لاحاجة الیه فقد سفه الخطاب الالٰھی وسفه الانبیاء ونسب العبث والبطلان الی ارسال الرسل وانزال الکتب فلاشك فی کفرہ اشد الکفر[4] (ملتقطاً) اگر علم ظاہر چھوڑنے سے اس کا نہ سیکھنا اور اس کا اہتمام نہ کرنا مراد لے اس خیال سے کہ علم ظاہر کی طرف حاجت نہیں تو اس نے کلام الٰہی کو احمق بتایا اور انبیاء کو بیوقوف ٹھہرایا۔ رسولوں کے بھیجنے کتابوں کے اتارنے کو عبث وباطل کی طرف نسبت کیا تو کچھ شک نہیں کہ وہ کافر ہے اور اس کا کفر سب سے سخت تر کفر۔

---

[1] الطبقات الکبرٰی للشعرانی مقدمۃ الکتاب مصطفٰی البابی مصر ۱/۴

[2] المیزان الکبرٰی فصل فان قال قائل ان احدًا لایحتاج الی ذوق " ۱/۱۲

[3] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الباب الاول الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۱۵۸تا۱۵۵

[4] " " " " " " " " " ۱/۱۵۹

Marfat.com

قول ۳۵: نیز عارف ممدوح قدس سرہ تعظیم شریعت مطہرہ کے بارے میں حضرات عالیہ سید الطائفہ وسری سقطی و ابویزید بسطامی و ابوسلیمان دارانی و ذوالنون مصری و بشر حافی و ابوسعید خراز وغیرہم رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے اقوال کریمہ ذکر کرکے فرماتے ہیں:

انظر ایها العاقل الطالب للحق ان هؤلاء عظماء مشائخ الطریقة وکبراء ارباب الحقیقة کلهم یعظمون الشریعة المحمدیة و کیف وهم ما وصلوا الا بذلك التعظیم و السلوك علی هذا المسلك المستقیم ولم ینقل عن احد منهم ولا عن غیرهم من السادة الصوفیة الکاملین انه احتقر شیئا من احکام الشریعة المطهرة ولا امتنع عن قبوله بل کلهم مسلمون له ویبنون علومهم الباطنة علی السیرة الاحمدیة فلا یغرنك طامات جهال المتصوفین الفاسدین المفسدین الضالین المضلین الزائغین عن الشرع القویم الی صراط الجحیم خارجین عن مناهج علماء الشریعة المحمدیة نائین عن مسالك مشائخ الطریقة لاعراضهم عن التادب بآداب الشریعة وترکهم الدخول فی حصونها المنیعة فهم کافرون بانکارها مدعون الاستنارة بانوارها ومشائخ الطریقة قائمون بالآداب الشرعیة معتقدون تعظیم احکام الله تعالی ولهذا

یعنی اے عاقل! اے حق کے طالب! دیکھ کر یہ عظماے مشائخ طریقت یہ کبراے ارباب حقیقت سب کے سب شریعت مطہرہ کی تعظیم کرتے رہے اور کیوں نہ کریں کہ وہ واصل نہ ہوئے مگر اسی تعظیم اقدس سیدھی راہ شریعت پر چلنے کے سبب یا ان سے یا ان کے سوا اور ہزاران اولیاے کاملین کسی ایک سے بھی منقول نہیں کہ اس نے شریعت مطہرہ کے کسی حکم کی تحقیر کی یا اس کے قبول سے باز رہا ہو بلکہ وہ سب اس کے حضور گردن رکھے ہوئے ہیں اور اپنے باطنی علوم کی سیرت محمدی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر بنا کرتے ہیں، تو تجھے نہ دھوکا دیں نہ ڈالیں حد سے گزری ہوئی باتیں ان جاہلوں کی کہ سالک بنتے ہیں خود بگڑے اوروں کو بگاڑتے ہیں، آپ گمراہ اوروں کو گمراہ کرتے ہیں، شرع مستقیم سے بچ ہوکر جہنم کی راہ چلتے ہیں، علماے شریعت کی راہ سے باہر مشائخ طریقت کے مسلک سے خارج اس لئے کہ آداب شریعت اختیار کرنے سے روگردانی کئے اور اس کے مستحکم قلعوں میں پناہ لینے کو چھوڑے بیٹھے ہیں تو وہ انکار شریعت کے سبب کافر ہیں اور دعوے یہ کہ اسی کے [illegible] سے روشن ہیں مشائخ طریقت تو آداب شرع پر قائم ہیں احکام الٰہی کی تعظیم کے معتقد

Marfat.com

اتحفهم الله تعالیٰ بالکمالات القدسیة وهولاء المغرورون بالفشار اللابسون حلة العار الذین هم مسلمون فی الظاهر واذا حققتهم فهم کفار لم یزالوا معتکفین علی اصنام الاوهام مفتونین بما یلقی لهم الشیطان من الوسوس فی الافهام فالویل لهم ولمن تبعهم او حسن امرهم فهم قطاع طریق الله تعالیٰ اھ ملتقطا۔

اللہ تعالیٰ نے انھیں کمالات اقدس کا تحفہ دیا اور یہ اپنی خرافات پر مغرور یہ عار کا لباس پہنے ہوئے کہ ظاہر میں مسلمان اور حقیقت میں کافر ہیں یہ ہمیشہ اپنے اوہام کے بتوں کے آگے آسن مارے بیٹھے ہیں، شیطان جو وسوسے ان کے افکار میں ڈالتا ہے انھیں پر مفتون ہوئے ہیں تو خرابی پوری خرابی ان کے لئے اور اس کے لئے اور ان کے لئے جو ان کا پیرو ہو یا ان کے کام کو اچھا جانے اس لئے کہ وہ راہِ خدا کے راہزن ہیں اھ ملتقطا۔

قول ۵۴: حضرت قطب ربانی محبوب یزدانی مخدوم اشرف جہانگیر چشتی سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سردار سلسلہ چشتیہ اشرفیہ فرماتے ہیں:

خارق عادت اگر از ولی موصوف باوصاف ولایت ظاہر بود کرامت گویند واگر از مخالف شریعت صادر شود استدراج خوانند و ایاکم۔[۲]

اگر اوصافِ ولایت والے ولی سے خارق عادت ظاہر ہو تو وہ کرامت ہے اور اگر مخالفِ شریعت سے صادر ہو تو استدراج ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو محفوظ فرمائے۔ (ت)

قول ۵۵: حضرت سیدی ابو المکارم رکن الدین خلیفہ حضرت سیدی نور الدین عبد الرحمٰن اسفرائنی خلیفۂ وقت حضرت سیدی جمال الدین احمد جوزقانی خلیفہ سیدی رضی الدین لالا خلیفہ حضرت سیدی نجم الدین کبریٰ سردار سلسلہ کبرویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے شیخ و مرشد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں:

ولی تا شریعت را بکمال نگیرد قدم در ولایت نتواں نہاد بلکہ اگر انکار کند کافر گردد۔[۳]

ولی جب تک شریعت کو مکمل طور پر نہ اپنائے ولایت میں قدم نہیں رکھ سکتا بلکہ اگر اس کا انکار کرے تو کافر ہے۔ (ت)

[۱] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الباب الاول الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۱۸۷ تا ۱۸۹
[۲] لطائف اشرفی لطیفہ پنجم مکتبہ سمنانی کراچی ۱/۱۲۶
[۳] نفحات الانس ذکر ابی المکارم رکن الدین احمد بن محمد از انتشارات کتابفروشی تہران ایران ص ۴۴۳

Marfat.com

قول ۵۶: حضرت سیدی شیخ الاسلام احمد نامقی جامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدی خواجہ مودود چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

اول مصلے را بر طاق نہ و برو و علم آموز کہ زاہد بے علم مسخرہ شیطان است۔[1]

پہلے عبادت کا مصلیٰ طاق پر رکھ اور جا کر علم حاصل کر کیونکہ جاہل شیطان کا مسخرہ ہوتا ہے (ت)

یہ حکایت شریف بہت نفیس ولطیف ہے اس کا خلاصہ عرض کریں کہ اس کلام کریم کا منشا معلوم ہو اور حضرت خواجہ مودود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے کہ سرور وسردار سلسلہ عالیہ چشتیہ بہشتیہ ہیں دفع وہم ہو اور آجکل کے بہت مدعیان ناکارہ کے لئے کہ مسند ولایت کو ترکہ پدری جانتے ہیں، باعث ہدایت وعبرت وفہم ہو، حضرت ممدوح سلالہ خاندان اولیائے کرام ہیں ان کے آباء کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجلہ اکابر محبوبان خدا سرداران شریعت وطریقت واصحاب علم وکرامت تھے اور ان کے بعد حضرت خواجہ مودود چشتی نے مسند آبائی پر جلوس فرمایا، ہزاروں آدمی مرید ہوگئے مگر صاحبزادہ والا قدر ابھی عالم نہ ہوئے تھے نہ راہ طریقت کسی مرشد کامل کی تعلیم سے چلے تھے عنایت ازلی ہی ان کے حال شریف پر متوجہ تھی، حضرت شیخ الاسلام قطب الکرام سیدی احمد نامقی جامی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو ان کے تعلیم وتفہیم کے لئے ہرات بھیجا، یہاں خواص وعام اس جناب کی کرامات عالیہ دیکھ کر مرید ومعتقد ہوئے اور تمام اطراف میں ان کا شہرہ ہوا، صاحبزادہ خواجگان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ناگوار ہوا، قصد فرمایا کہ حضرت والا کو اس ملک سے باہر کریں، لشکر مریدان لے کر جنبش فرمائی اصحاب حضرت شیخ الاسلام کو اس کی اطلاع ہوئی انھوں نے براہ ادب اسے شیخ الاسلام سے چھپایا مگر حضرت خود ہی خوب جانتے تھے ایک دن جب صبح کا ناشتہ حاضر کیا گیا تو ارشاد فرمایا، ایک ساعت صبر کرو کہ کچھ قاصد آتے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد قاصدان صاحبزادہ حاضر ہوئے، حضرت والا نے انھیں کھانا کھلایا پھر فرمایا، تم کہو گے یا میں بتاؤں کس لئے آئے ہو عرض کی، حضرت فرمائیں۔ فرمایا، خواجہ مودود نے تمھیں بھیجا ہے کہ احمد سے کہو وہ ہماری ولایت میں کیوں آیا سیدھی طرح واپس جاتا ہے تو چلاجائے ورنہ جس طرح چاہے نکالا جائے گا۔ قاصدوں نے تصدیق کی کہ ہاں حضرت خواجہ نے یہی پیام دے کر ہمیں بھیجا ہے حضرت والا نے فرمایا

---

[1] نفحات الانس ذکر خواجہ قطب الدین مودود چشتی انتشارات کتابفروشی تہران ایران

کہ ولایت سے یہ دیہات مراد ہیں تو یہ اوروں کی ملک ہیں نہ کہ خواجہ مودود کی۔ اور اگر ولایت سے یہ لوگ مراد ہیں تو یہ بادشاہ سنجر کی رعیت ہیں، تو یوں بادشاہ شیخ الشیوخ ٹھہرے گا، اور اگر ولایت سے وہ مراد ہے جو میں جانتا ہوں اور جسے اولیا۔ اللہ جانتے ہیں تو کل ہم انھیں دکھا دیں گے کہ ولایت کا کام کیا اور کیسا ہوتا ہے قاصدوں کو یہ جواب عطا فرمایا اور ادھر ابر عظیم آیا، اور ایک رات دن ابر برسا دم بھر کو نہ دم لیا دوسرے دن صبح کو حضرت والا نے فرمایا؛ گھوڑے کسو کہ خواجہ مودود کی طرف چلیں۔ اصحاب نے عرض کی، ندی چڑھ گئی اب جب تک چند روز بارش موقوف نہ ہو کوئی ملاح کشتی بھی نہیں لے جا سکتا۔ فرمایا: کچھ مشکل نہیں آج ہم ملاحی کریں گے۔ جب سوار ہو کر جنگل میں پہنچے ملاحظہ فرمایا کہ ایک انبوہ مسلح حضرت کے ہمراہ ہے۔ فرمایا: یہ کون لوگ ہیں عرض کی: حضور کے مرید و محب ہیں۔ یہ سن کر کہ ایک جماعت حضور کے مقابلے کو آئی ہے یہ حضور کے ہمراہ ہولئے ہیں۔ فرمایا: انھیں واپس کرو تیر و تلوار تو سنجر کا کام ہے اولیاء کے ہتھیار اور ہی ہیں۔ غرض چند خدام کے ساتھ ندی کنارے پہنچے پانی طغیانی پر تھا، فرمایا: آج یہ ٹھہری ہے کہ ہم ملاحی کریں معرفت الٰہی میں کلام فرمانا شروع کیا تمام حاضرین ذوق سے بیخود ہو گئے، فرمایا: آنکھیں بند کرلو اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر چلو۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا، جس نے آنکھ جلدی کھول دی اسکا جوتا تر ہوا اور جس نے ذرا دیر کر کے کھولی اس کا جوتا بھی خشک رہا، اور سب نے اپنے آپ کو دریا کے اس پار پایا، قاصدوں نے جو یہ ماجرا دیکھا جلدی کر کے حضرت صاحبزادہ خواجگان کے حضور حاضر ہوئے اور حال عرض کیا کسی کو یقین نہ آیا، صاحبزادہ دو ہزار مرید مسلح کے ساتھ متوجہ ہوئے، اور جیسے حضرت شیخ الاسلام سے نظر دوچار ہوئی صاحبزادہ بے اختیار پیادہ ہوئے اور حضرت والا کے پائے مبارک پر بوسہ دیا، حضرت ان کی پیٹھ ٹھونکتے اور فرماتے تھے: ولایت کا کام دیکھا تم نہیں جانتے مردان خدا کی فوج سلاح سے نہیں جاتو سوار ہو ابھی بچے ہو تمھیں نہیں معلوم کہ کیا کرتے ہو۔ جب بستی میں آئے حضرت شیخ الاسلام مع اپنے اصحاب کے ایک محلہ میں اترے اور حضرت صاحبزادہ مع مریدان دوسرے محلہ میں، دوسرے دن ان مریدین صاحبزادہ نے کہا ہم آئے تھے شیخ احمد کو اس ملک سے نکالنے اور آج وہ ہمارے ساتھ ایک ہی گاؤں میں مقیم ہیں کوئی فکر عمدہ کرنی چاہیے۔ حضرت خواجہ مودود نے فرمایا: میری رائے میں صواب یہ ہے کہ صبح ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے اجازت لیں ان کا کام ہمارے بس کا نہیں۔ مریدوں نے کہا: بلکہ رائے صواب یہ ہے کہ کوئی کام پر جاسوس مقرر کریں جب ان کے قیلولہ یعنی دوپہر کو آرام کا وقت آئے اور لوگ ان کے پاس سے چلے جائیں وہ تنہا رہیں اس وقت ہماری ایک جماعت

Marfat.com

آپ کے ساتھ ان کے پاس جانے اور سماع شروع کریں اور حال لائیں اسی حالت میں کوئی حربہ اُن پر مار دیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا، ٹھیک نہیں وہ ولی ہیں صاحبِ کرامات ہیں۔ مگر مریدوں نے نہ مانا، جب دوپہر کو حضرت شیخ الاسلام کے آرام کا وقت آیا خادم نے چاہا کہ بچھونا بچھائے۔ فرمایا، ایک ساعت توقف کرو کچھ آرام ہوگا ایک کام درپیش ہے۔ ناگاہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، خادم نے دروازہ کھولا دیکھا کہ حضرت خواجہ مودود ایک انبوہ کے ساتھ تشریف لائے، سلام کر کے سماع شروع ہوا، ساتھ والے نعرے لگانے لگے، انھوں نے چاہا تھا کہ اپنا ارادہ فاسدہ پورا کریں کہ حضرت شیخ الاسلام نے سرِ مبارک اٹھا کر فرمایا سہلا کہاں ہے (اے سہلا تو کہاں ہے)، سہلا نام ایک صاحب شہر سرخس کے ساکن، صاحبِ کرامات و عاقل مجنون نما تھے، ہمیشہ حضرت شیخ الاسلام کی خدمت میں رہتے، حضرت کے آواز دیتے ہی وہ فوراً حاضر ہوئے اور ایک نعرہ ان مفسدوں پر لگایا، وہ سب کے سب معاً جوتیاں پگڑیاں چھوڑ کر بھاگ گئے صرف صاحبزادہ خواجگان باقی رہے، نہایت ندامت کے ساتھ کھڑے ہوئے اور سر برہنہ کر کے معافی مانگی اور عرض کی، حضرت کو روشن ہے کہ اس دفعہ یہ میری مرضی نہ تھی، فرمایا، تم سچ کہتے ہو مگر تم ان کے ساتھ کیوں آئے۔ عرض کی، میں نے بُرا کیا حضرت معاف فرمائیں۔ فرمایا، میں نے معاف کیا جاؤ اور ان لوگوں کو واپس لاؤ اور دو خدمت گار مقرر کرو اور تین دن ٹھہراؤ۔ حضرت خواجہ مودود نے ایسا ہی کیا، بعد ازاں حضرت شیخ الاسلام کے پاس آ کر گزارش کی، جو حکم ہوا تھا بجا لایا اب کیا فرمان ہے۔ فرمایا، سجادہ طاق پر رکھو اور اول جا کر علم پڑھو کہ زاہد بے علم مسخرہ شیطان ہے۔ خواجہ نے فرمایا: میں نے قبول کیا اور کیا ارشاد ہے۔ فرمایا، جب تحصیلِ علم سے فارغ ہو اپنا خاندان زندہ کرو، تمھارے باپ دادا اولیاء و صاحبِ کرامات تھے۔ خواجہ مودود نے عرض کی، خاندان زندہ کرنے کو ارشاد ہوتا ہے تو پہلے تبرکاً حضرت والا مجھے مسند پر بٹھا دیں۔ فرمایا، آگے آؤ۔ یہ آگے گئے۔ حضرت نے ہاتھ پکڑ کر اپنی مسندِ مبارک کے کنارے پر بٹھایا اور فرمایا، بشرطِ علم بشرطِ علم بشرطِ علم، تین بار فرمایا، حضرت خواجہ تین روز اور حاضرِ خدمت رہے، فائدے لیے، نوازشیں پائیں، پھر تحصیلِ علم کے لیے بلخ بخارا تشریف لے گئے۔ چار سال میں ماہر کامل ہوئے، ہر شہر میں حضرت سے کرامات ظاہر ہوئیں، پھر چشت کو مراجعت فرمائی، تربیتِ مریدان میں مشغول ہوئے، اطراف سے طالبانِ خدا حاضرِ خدمت ہوئے اور حضرت کی برکتِ انفاس سے دولتِ معرفت و رتبۂ ولایت کو پہنچے، حضرت خواجہ شریف زندنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ نہایت عالی درجہ ولی و عارف و واصل ہیں، اسی جناب کے مرید و تربیت یافتہ ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم اجمعین[1]

---

[1] نفحات الانس ذکر خواجہ قطب الدین مودود چشتی از انتشارات کتابفروشی محمودی تہران ایران ص ۳۴[illegible]

Marfat.com

قول ۵۷ : حضرت مولانا نور الدین جامی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں :

اگر صد ہزار خارق عادات بر ایشاں ظاہر شود چوں نہ ظاہر ایشاں موافق احکام شریعت ست و نہ باطن ایشاں موافق آداب طریقت باشد آں از قبیل مکر و استدراج خواہد بود نہ از مقولۂ ولایت و کرامت[1]

اگر لاکھ خارق عادات ظاہر ہوں جب تک ظاہر و باطن شریعت و آداب طریقت کے موافق نہ ہو تو وہ مکر اور استدراج ہوگا ولایت و کرامت کا مصداق نہ ہوگا۔ (ت)

بعینہٖ اسی طرح لطائف اشرفی[2] ص ۱۲۹ میں ہے۔ پھر دونوں کتابوں میں حضرت شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سہروردی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی وُہ عبارت کریمہ منقول قول ۳۲ ذکر فرمائی، فائدہ نفیسہ اسی نفحات الانس شریف میں حضرت شیخ الاسلام عبد اللہ ہروی انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول کہ حضرت شیخ احمد چشتی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی تعریف کرکے فرماتے تھے :

چشتیاں ہمہ چناں بودند از خلق بیباک و در باطن پاک و در معرفت و فراست چالاک ہمہ احوال ایشاں باخلاص و ترک ریا بود ہیچ گونہ در شرع سستی روا نداشتندے[3]

تمام چشتی حضرات ایسے ہی تھے کہ مخلوق سے بے خوف، باطن میں پاک اور معرفت و فراست میں باکمال ان کے تمام احوال اخلاص اور بے ریائی پر مبنی تھے، اور کسی طرح بھی شریعت میں سستی برداشت نہ کرتے (ت)

اور نسخہ قدیمہ نفحات شریف میں کہ تین سو برس کا لکھا ہوا ہے یُوں ہے :

ہیچگونہ سستی روا نداشتندے در شرع تا بتہاون چہ رسد[4]

کسی طرح بھی شرع میں سستی روا نہ رکھتے تو کوتاہی کہاں ہوتی۔ (ت)

ہمارے چشتی بھائی حضرات چشت رضی اللہ تعالٰی عنہم کا حال کریم مشاہدہ کریں کہ اصلاً

---

[1] نفحات الانس القول فی اثبات الکرامۃ للاولیاء از انتشارات کتابفروشی محمودی تہران ایران ص ۲۶
[2] لطائف اشرفی لطیفہ پنجم مکتبہ سمنانی کراچی ۱/۱۲۹
[3] نفحات الانس ذکر شیخ احمد چشتی از انتشارات کتابفروشی محمودی تہران ایران ص ۳۴۰
[4] " " " " " " " " " ص ۳۴۰

شریعت میں سستی و کاہلی بھی جائز نہ رکھتے نہ کہ معاذ اللہ احکام شرعیہ کو ہلکا جاننا چشتی ہونے کو بندگی شرع سے پروانۂ آزادی ماننا والعیاذ باللہ صاحب الغیبین سردار سلسلہ علیہ چشتیہ حضرت سلطان الاولیاء شیخ المشائخ محبوب الٰہی نظام الحق والدین محمد رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ارشادات عالیہ سنئے، فرماتے،

(۱) چندیں چیزی باید تا سماع مباح شود مسمع و مستمع و آلۂ سماع، مسمع یعنی گویندہ، مرد تمام باشد کودک نباشد و عورت نباشد و مستمع آنکہ می شنود از یاد حق خالی نباشد و مسموع آنچہ بگویند فحش و مسخرگی نباشد و آلۂ سماع مزامیر است چوں چنگ و رباب و مثل آں می باید کہ درمیان نباشد ایں چنیں سماع حلال است ۱؎

چند چیزیں پائی جائیں تو سماع حلال ہوگا سنانے والے تمام مرد بالغ ہوں بچے اور عورت نہ ہوں سننے والے اللہ تعالےٰ کی یاد سے خالی نہ ہوں بکلام فحش و مذاق سے خالی ہو اور آلاتِ سماع سرنگی اور طبلہ وغیرہ نہ ہو تو ایسا سماع حلال ہوگا۔ (ت)

(۲) ایک بار حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے عرض کی آجکل بعضے خانقاہ دار درویشوں نے مزامیر کے مجمع میں وجد کیا، فرمایا:

نیکو نکردہ اند آنچہ نامشروع ست ناپسندیدہ ست ۲؎

اچھا نہ کیا جو بات شرع میں ناروا ہے وہ کسی طرح پسندیدہ نہیں۔

(۳) کسی نے عرض کی کہ جب وہ لوگ وہاں سے باہر آئے ان سے کہا گیا کہ تم نے یہ کیا کیا وہاں تو مزامیر تھے تم نے وہاں جاکر کیوں قوالی سنی اور وجد کیا، وہ بولے ہم ایسے مستغرق تھے کہ ہمیں مزامیر کی خبر نہ ہوئی۔ حضرت شیخ المشائخ نظام الحق والدین نے فرمایا:

ایں جواب ہم چیزے نیست ایں سخن در ہمہ معصیتہا بیاید ۳؎

یہ جواب بھی محض مہمل ہے سب گناہوں میں یہی حیلہ ہو سکتا ہے۔

۱؎ سیر الاولیاء باب نہم مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد ص ۲-۵۰۱
۲؎ " " " " " " " " ص ۵۳۰
۳؎ " " " " " " " " ص ۵۳۱

Marfat.com

دیکھو کیسا قاطع جواب ارشاد ہوا، آدمی شراب پیئے اور کہہ دے کمال استغراق کے سبب ہمیں خبر نہ ہوئی کہ شراب ہے یا پانی۔ زنا کرے اور کہہ دے ہمیں تمیز نہ ہوئی کہ جورو ہے یا بیگانی۔

(۴) ایک بار کسی نے عرض کی کہ فلاں موضع میں بعض یاروں نے مجمع کیا اور مزامیر وغیرہا حرام چیزیں ہیں، حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا،

من منع کردہ ام کہ مزامیر و محرمات درمیان نباشد نیکو نہ کردہ اند[1]

میں نے منع فرمادیا ہے کہ مزامیر و محرمات درمیان نہ ہوں، ان لوگوں نے اچھا نہ کیا۔

(۵) حضور کے خلیفہ شیخ محمد بن مبارک رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں حضرت محبوبیت منزلت نے اس باب میں نہایت شدت اور سخت تاکید سے ممانعت فرمائی یہاں تک کہ فرمایا کہ اگر امام نماز پڑھاتا ہو اور جماعت میں کچھ عورتیں بھی ہوں، امام کو سہو واقع ہو، مرد تو سبحان اللہ کہہ کر امام کو مطلع کریں عورت بتانا چاہے تو کیا کرے، سبحان اللہ تو کہے گی نہیں کہ اسے اپنی آواز سنانی نہ چاہیے، پھر کیا کرے۔

پشتِ دست برکفِ دست زند و کفِ دست برکفِ دست نہ زند کہ آں بہ لھومی ماند تا ایں غایت از ملاہی و امثال آں پرہیز آمدہ است پس در سماع طریق اولٰی کہ ازیں بابت نباشد[2]

ہاتھ کی پشت کو ہتھیلی پہ مارے، ہتھیلی کو ہتھیلی پہ نہ مارے کیونکہ تالی لہو میں شمار ہوتی ہے، جب یہاں تک کہ آپ لہو والی چیزوں سے پرہیز فرماتے تو سماع میں بطریق اولٰی ضروری ہے کہ ایسا نہ ہو۔ (ت)

شیخ مبارک فرماتے ہیں؛

یعنی در منع دستک چندیں احتیاط آمدہ است پس در سماع مزامیر بطریق اولٰی منع است[3]

یعنی تالی بجانے میں منع کے لئے یہ احتیاط تھی تو سماع میں مزامیر سے منع بطریق اولٰے ہے۔ (ت)

سبحان اللہ! جو بندگانِ خدا تالی کو ناجائز جانیں بندگانِ نفس ان کے سر ستار اور ڈھولک کی تہمت باندھیں۔

---

[1] و [2] و [3] سیر الاولیاء باب نہم مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد ص ۵۳۲

Marfat.com

(۶) حضرت محبوب الٰہی کے ملفوظات کریمہ فوائد الفواد کو حضور کے مرید رشید حضرت میر حسن علا سجزی قدس سرہٗ نے جمع کئے ہوئے ہیں اُن میں بھی حضور کا صاف ارشاد مذکور ہے کہ :

مزامیر حرام است[1]

(۷) حضور کے خلیفہ حضرت مولانا فخر الدین زرّادی قدس سرہٗ نے حضور کے زمانہ میں حضور کے حکم سے دربارہ سماع ایک رسالہ عربیہ مسمّٰی بہ کشف القناع عن اصول السماع تالیف فرمایا، اس میں فرماتے ہیں :

اما سماع مشائخنا رضی اللّٰہ تعالٰی عنہم فبریٌ عن ھذہ التھمۃ وھو مجرد صوت القوال مع الاشعار المشعرۃ من کمال صنعۃ اللّٰہ تعالٰی[2]

یعنی ہمارے مشائخ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا سماع اس مزامیر کے بہتان سے پاک ہے وہ تو صرف قوال کی آواز ہے ان اشعار کے ساتھ جو کمالِ صنعتِ الٰہی کی خبر دیتے ہیں۔

مسلمانو! یہ سچے یا وہ جو اپنی ہوائے نفس کی حمایت کو ان بندگانِ خدا پر مزامیر کی تہمت دھرتے ہیں اللہ تعالٰی ہمارے بھائی مسلمانوں کو توفیق و ہدایت بخشے، آمین!

قول ۵ : حضرت میر سید عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ السامی کہ اجلّہ اولیائے خاندانِ عالیشان چشت سے ہیں اور صرف ایک واسطہ سے حضرت مخدوم شاہ صفی قدس سرہ الوفی کے مرید ہیں جو صرف ایک واسطہ سے حضرت مخدوم شاہ مینا رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مرید ہیں، حضرت شاہ کلیم اللہ چشتی جہاں آبادی قدس سرہٗ فرماتے ہیں :

شبے در مدینہ منورہ پہلو بر بستر خواب گزاشتم در واقعہ دیدم کہ من و سید صبغۃ اللہ بروجی معًا در مجلس اقدس حضرت رسالت پناہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم باریاب شدیم جمعے از صحابہ کرام و اولیائے عظام حاضر اند دریںما شخصے ست کہ آنحضرت

میں مدینہ منورہ میں ایک شب بستر خواب پر لیٹا تھا کہ میں نے عالم واقعہ میں دیکھا کہ میں اور سید صبغۃ اللہ بروجی دونوں حضرت رسالت پناہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہیں اور صحابہ کرام اور اولیائے عظام کی ایک جماعت بھی موجود ہے انھیں میں ایک صاحب ایسے ہیں

---

[1] فوائد الفواد

[2] کشف القناع عن اصول السماع

Marfat.com

صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باو لب بہ تبسم شیریں کردہ حرفہائے زنند والتفات تمام باو میدارند چوں مجلس آخر شد از سید صبغۃ اللہ استفسار کردم کہ ایں شخص کیست کہ حضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باو التفات بایں مرتبہ دارند گفت میر عبدالواحد بلگرامی ست و باعث مزید احترام او ایں ست کہ سبع سنابل تصنیف او در جناب رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقبول افتاد [1]

جن سے حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم لب شیریں سے تبسم آمیز گفتگو فرما رہے اور ان کی جانب توجہ خاص رکھتے ہیں، جب یہ مجلس برخاست ہوئی تو میں نے سید صبغۃ اللہ صاحب سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب تھے جن کی جانب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس درجہ التفات ہے، انھوں نے فرمایا یہ میر عبدالواحد بلگرامی ہیں، اور اس عزت و کرامت کا باعث یہ ہے کہ ان کی تصنیف کردہ کتاب سبع سنابل شریف بارگاہِ نبوی سے شرفِ قبول پا چکی ہے (ت)

یہی حضرت میر قدس سرہ المنیر اسی کتاب مقبول بارگاہِ اقدس سبع سنابل شریف میں فرماتے ہیں:

اے صاحبِ تحقیق علمائے راہِ دین کہ ورثۂ انبیاء اند سہ طائفہ ہستند اصحابِ حدیث و فقہاء و صوفیہ [2]

اے حق کے طلب کرنے والے وہ علماء جو دین کے راستوں پر چلتے ہیں کہ ورثۂ انبیاء ہیں ان کے تین گروہ ہیں، اول محدثین، دوم فقہاء اور سوم صوفیاء۔ (ت)

دیکھو کیسی صریح تصریح ہے کہ علمائے ظاہر و باطن سب وارثانِ انبیاءِ کرام ہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام والثناء۔

قول ۵۹: یہی حضرت میر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی سبع سنابل شریف میں فرماتے ہیں:

شریعت محمدی و دین احمدی راہیست سلیم و جادہ الیست مستقیم خاتم النبیین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم با چندیں ہزار افواج امت از اولیاء و اصفیاء و شہداء و صدیقان بران جادہ رفتہ و آنرا از خار و خاشاک شکوک و شبہات پاک رفتہ اعلام و منازل آں معین و مبین کردہ از ہر قدمے

شریعت محمدی و دین احمدی وہ راہِ سلیم و جادۂ مستقیم ہے جس پر خاتم الانبیاء علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ اپنی امت کے ہزارہا اولیاء و اصفیاء اور صدیقین و شہداء کے جلو میں گامزن رہے اور اسے ہر قسم کے خس و خاشاک اور شکوک و شبہات سے پاک فرمایا، اس کے مقامات و منازل متعین و

---

[1] اصح التواریخ ۱/۱۶۸

[2] سبع سنابل سنبلہ اول مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۴

Marfat.com

نشانے بازدادہ و رہبر منزلے نہادہ و رفع قطاع
الطریق را بدرقۂ ہمت ہمراہی فرستادہ اگر کسے
بمذہبے وطریقے دیگر دعوت کند باید کہ قول او مسموع
ندارند و اہل بدعت وضلالت طائفہ باشند کہ خود را
در لباس اسلام بہ تلبیس پیچیدہ آرند و عقائد فاسدہ
خویش در باطن پوشیدہ دارند این جماعت اند اعدائے
دین و اخوان الشیاطین و چون بنور علم علمائے دین و
مشائخ اسلام ظلمات بدعت ایشان مکشوف میگردد
ناچار علمائے شریعت را دشمن پندارند علمائے ربانی
کہ نجوم سپہر اسلام اند مردم را از شر این شیاطین الانس
محفوظ میدارند و انفاس نورانی ایشان بمثابہ شہب
ثواقب پیوستہ این مسترقان (یعنی دزدان) شریعت
از ہر جانب میرانند و برجم وقذف پراگندہ میگردانند[1]

روشن فرما دیئے، قدم قدم پر نشانات ہیں اور منزل بمنزل
بنیات اور رہزنوں سے حفاظت کے لئے جگہ جگہ
رہنمائی کرنیوالے مقرر ہیں اور اولیائے کرام و
صوفیائے عظام کے مسلک قدیم کے برخلاف کوئی اور
راہ دکھاتا ہے کسی اور طریقے کی طرف بلاتا ہے تو اس
کی بات پر کان نہیں دھرنا چاہیئے بلکہ حمایت و
نصرت حق کی نیت سے اس کی تردید و تغلیط کو منجملہ
فرائض وغیرہ سمجھنا چاہیئے اہل بدعت وضلالت وہی
تو ہیں جو از راہ فریب وہی لباس اسلام پہن کر (عوام
اہل اسلام میں) آتے اور اپنے عقائد فاسدہ کو
پوشیدہ رکھتے ہیں یہی لوگ اعدائے دین اخوان الشیاطین
ہیں اور چونکہ علمائے دین و مشائخ اسلام کے علم کے
نور سے انکی گمراہی کی تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں لا محالہ
یہ لوگ علمائے شریعت کو دشمن سمجھنے لگتے ہیں، علمائے ربانی کہ آسمان اسلام کے روشن ستارے ہیں، عوام کو
ان شیاطین الانس کے شر سے محفوظ رکھتے ہیں اور اپنے نورانی انفاس سے شہاب ثاقب کی مانند
ہمیشہ ان دین کے لٹیروں اور چوروں کو ہر ہر طرف سے ہنکاتے اور ان پر لعنت و زد کے پتھر مار مار کر
دُور دُور کرتے رہتے ہیں (ت)

اس جاہل نے کہ علمائے شریعت کو معاذ اللہ شیاطین کہا تھا الحمدللہ کہ اولیائے کرام کی زبان در فشاں
سے اللہ عزوجل نے ثابت کر دیا کہ یہ جاہل اور اس کے ہم مشرب ہی شیاطین و دشمنان دین ہیں اور ہزار ہزار
حمد اس کے وجہ کریم کو کہ یہ کلمات عالیات بارگاہ رسالت میں معروض ہو کر مستجاب بمہر قبول ہوئے وللہ الحمد۔

قول ۱۶: یہی سید جلیل عارف جلیل رضی اللہ تعالٰی عنہ اسی کتاب میں فرماتے ہیں:

چند شرائط می دان کہ بے آں شرائط اصلاً
پیری مریدی درست نیست یکے آنکہ پیر

پیری مریدی چند شرائط پر مبنی ہے جن کے بغیر
پیری مریدی صحیح نہیں، ان شرائط میں پہلی شرط

---

[1] سبع سنابل سنبلہ اول مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۴۹

Marfat.com

مسلک صحیح داشتہ باشد ، دوم آنکہ پیر در ادائے حق شریعت قاصر و متہاون نباشد، سوم آنکہ پیر را عقائد درست بود موافق مذہب سنت و جماعت پیری و مریدی بے ایں سہ شرائط اصلاً درست نیست[1]

یہ ہے کہ پیر مسلک صحیح رکھتا ہو ، دوسری شرط یہ ہے کہ پیر حقوق شرعیہ ادا کرے ، اور تیسری شرط یہ ہے کہ پیر کے عقائد مذہب اہلسنت و جماعت کے مطابق ہوں ۔ یہ وہ شرطیں ہیں جن کے بغیر پیری و مریدی ہرگز صحیح نہیں ہوسکتی ۔ (یعنی اتباعِ احکامِ شریعت میں سست اور کاہل نہ ہوں) (ت)

پھر شرطِ اول کی تفصیل ارشاد فرماکر شرطِ دوم کے متعلق فرمایا :

شرط دوم پیر آنست کہ عالم و عامل باشد بہ جملہ عبادات و در ادائے احکام قاصر و متہاون نبود واگر بر انواع عبادات عالم نبود عامل نتواند شد واز حد شرع بیفتد پس پیری را نشاید زیرا کہ ہر کہ از مقام حقیقت بیفتد بر طریقت قرار گیرد، و ہر کہ از طریقت بیفتد بہ شریعت قرار گیرد ، و ہر کہ از شریعت بیفتد گمراہ گردد و گمراہ پیری را نشاید اما درویشے کہ مرجع خلائق بود او را احتیاط در جزئیات شریعت فرض لازم ست باید کہ یک دقیقہ از دقائق شرع از و فوت نشود کہ وسیلہ گمراہی مریدان ست بجہت آنکہ گویند کہ پیر ما ایں چنیں کار کردہ است پس او ضال و مضل گردد[2]

پیری کی دوسری شرط کی توضیح یہ ہے کہ پیر کو عامل باعمل ہونا ضروری ہے ۔ شریعت کی مقررہ فرمودہ عبادات و احکام میں کوتاہی اور سستی کو دخل نہ دے ، اب اگر کوئی شخص عبادات و (فرائض و واجبات ، سنن و مستحبات ، محرمات و مکروہات) سے واقف نہیں تو ظاہر ہے کہ وہ ان پر عمل نہ کرسکے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ حدِ شریعت سے گر جائے گا ، اور اب پیر بننے کا اہل نہ رہے گا ۔ اس لئے جو شخص مقامِ حقیقت سے گرتا ہے وہ طریقت پر رک جاتا ہے ، اور جو طریقت سے گرتا ہے شریعت پر ٹھہر جاتا ہے ، اور جو شخص شریعت سے گرتا ہے وہ گمراہی میں پڑ جاتا ہے، اور گمراہ آدمی پیری کے قابل نہیں ، پھر جو درویش کہ مرجع خلائق ہو اس پر شریعت کے احکام جزئیہ کی احتیاط فرض و لازم ہو جاتی ہے، لہذا اس پر فرض ہے کہ شریعت کے آداب و مستحبات سے بھی کسی ادب و مستحب سے غافل نہ رہے اور اسے فوت نہ ہونے دے کہ یہ چیز مریدوں کی گمراہی کی سند ہو جاتی ہے

---

[1] سبع سنابل سنبلہ دوم مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۳۹ و ۴۰

[2] " " " " " ص ۴۲

Marfat.com

اور مریدین اسے حجت بنا کر کہتے ہیں کہ ہمارے پیر صاحب نے تو یہ کیا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ گمراہ و گمراہ کن بن جاتے ہیں۔ (ت)

پھر تینوں شرطیں بیان کرکے فرمایا:

مرید کہ پیر را بایں ہر سہ شرائط موصوف یابد بیعت با او کند کہ جائز و مستحسن است واگر در پیر ازیں ہر سہ شرائط یکے مفقود بود بیعت با او جائز نباشد واگر کسے از سبب نادانی با او بیعت کردہ باشد باید کہ ازاں بیعت بگردد[1]

غرض یہ کہ مرید جب پیر کو ان تینوں شرطوں کا جامع پائے تو اب اس کے ہاتھ پر بیعت کرے کہ جائز و مستحسن ہے، اور اگر پیر میں ان شرطوں میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو اس سے بیعت جائز نہیں بلکہ اگر کسی نے نادانستہ ایسے پیر سے بیعت کرلی تو اس پر اس بیعت کا توڑ دینا واجب ہے۔ (ت)

خاتمہ رزقنا اللہ حسنہا

یہ بظاہر اگرچہ ساٹھ[٦٠] قول ہیں مگر حقیقۃً چالیس[٤٠] اولیاء کرام کے اسّی[٨٠] ارشادات عالیہ ہیں، کہ صدر کلام میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا ارشاد امر چہارم میں اور امام مالک اور امام شافعی کے اقوال امر ششم میں اور سید [illegible] کا ارشاد زیر قول ۱۱، سیدی نابلسی کا زیر قول ۱۳، ایک ولی کا قول جن سے شیخ اکبر نے استفسار کیا بضمن قول ۳۰، علی خواص کا قول زیر قول ۴۴، علامہ نابلسی کا زیر قول ۴۵، حضرت خواجہ مودود کا قول بضمن قول ۴۵، شیخ الاسلام ہروی کا ایک قول اور حضرت سلطان الاولیاء محبوب الٰہی کے چھ اور حضرت شیخ محمد بن مبارک مرید شیخ العالم فرید الحق والدین گنج شکر وخلیفہ حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو قول، یہ سب زیر قول ۵۵، اور حضرت میر عبدالواحد کے دو قول زیر قول ۶۰، یہ بیس شمار میں آئے۔

رسالہ

مقال العرفاء باعزاز شرع وعلماء

ختم شد

---

[1] سبع سنابل سنبلہ دوم مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص

Marfat.com

رسالہ

الیاقوتة الواسطة فی قلب عقد الرابطة ۱۳۰۹ھ

(وہ یاقوت جو خالص عقد رابطہ کا ذریعہ ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۸۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص صورتِ شیخ کو واسطۂ وصولِ فیض جان کر وقتِ ذکر یا مراقبہ کے اس کا تصور کرتا ہے، چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ نے اشغالِ نقشبندیہ کے بیان میں اپنی کتاب قول الجمیل میں فرمایا ہے:

واذا غاب الشیخ عنه یتخیل صورته بین عینیه بوصف المحبة والتعظیم فتفید صورته ما تفید صحبته[1]

جب کسی کا شیخ غائب ہو تو محبت اور تعظیم کے ساتھ اس کی صورت کو اپنی آنکھوں کے سامنے خیال کرے تو اس کی صورت وہی فائدہ دے گی جو اس کی مجلس دیتی ہے۔ (ت)

اس طور پر کہ حق سبحانہٗ تعالٰی کی ذاتِ پاک سے مرشد کے لطائف میں فیض نازل ہو کر مرید کے لطائف

---

[1] القول الجمیل مع شفاء العلیل الفصل السادس ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۸۱ و ۸۲

Marfat.com

پروارد ہوتا ہے، اور یہ بھی جب تک کہ اُس کو مناسبت کاملہ ذاتِ حق سبحانہٗ تعالیٰ سے نہ ہو اور جب مناسبت کاملہ پیدا ہو جائے پھر ضروری نہ جانے اور مرشد کو فقط واسطہ اور وسیلہ فیض کا جانتا ہے نہ عالم الغیب جانے نہ حاضر و ناظر اور معبود و مسجود مقرر کرے بلکہ ان امور کا غیر خدا کے واسطے ثابت کرنا شرک سمجھے جائز ہے یا نہ؟ اگر جائز ہے تو اس کی سند قرآن سے ہے یا حدیث یا قولِ مجتہد یا اجماع؟ اگر نہیں جائز تو ادلّۂ اربعہ سے اس کے لئے کون سی دلیل ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ الذی ھدانا لربط القلوب باعظم برزخ بین الامکان والوجوب والصلوۃ والسلام علی اجمل مطلوب اجل وسیلۃ لاصلاح الخطوب صلوۃ تمحو عن العیوب وتمثل فی الفؤاد صورۃ المحبوب مشھدا بالتوحید لعلام الغیوب وبالرسالۃ الکبرٰی لشفیع الذنوب صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ وسائط الکرم قال الفقیر عبد المصطفٰی احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی لمّ اللّٰہ تعالٰی شعثہ وتحت اللواء الغوثی بعثہ۔

تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے جس نے دلوں کے ربط کے لئے امکان اور وجوب کے درمیان برزخ اعظم کی رہنمائی عطا فرمائی اور صلوٰۃ و سلام خوبصورت مطلوب اور خطرات کی اصلاح کے لئے جلیل وسیلہ پر، ایسی صلوٰۃ جو عیوب کو مٹا دے اور دلوں میں محبوب کی صورت کو قائم کر دے علام الغیوب کی توحید اور شفیع المذنبین کی رسالت کبرٰی کی شہادت دیتے ہوئے، صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وصحبہ جو جود و کرم کے واسطے ہیں، فقیر عبد المصطفٰی احمد رضا محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی کہتا ہے اللہ تعالٰی اسکو پراگندگی سے محفوظ فرمائے اور حضور غوث اعظم کے جھنڈے تلے اٹھائے۔ (ت)

تصورِ شیخ بروجہ رابطہ جسے برزخ بھی کہتے ہیں جس طرح حضرات صوفیۂ صافیہ قدسنا اللّٰہ تعالٰی باسرارہم العالیہ میں خلفاً عن سلف معمول و ماثور اور ان کی تصانیف منیفہ و مکتوبات شریفہ و ملفوظات لطیفہ میں بتواتر مذکور و مسطور و غیر مستور کہ شبح شیخ حاشا بلکہ عین شیخ (کہ شیخ حضوراً و غیبۃً مرتبہ مرآت ملاحظہ ہے اور کارِ حقیقۃً کار روح جو بعد صفائی کدورات حیوانیہ و انجلائے ظلمات نفسانیہ صورت واحدہ شہادت و ہیاکل متکثرہ مثالیہ میں دفعۃً ہزار جگہ کام کر سکتی ہے جیسا کہ بار

Marfat.com

مرئی اور حضرات اولیاء سے بکثرت مروی اور عالمِ رؤیا میں بے شرطِ ولایت جاری، جسے افعال عجیبہ و
مرفات غریبۂ روح انسانی پر اطلاع حاصل، وہ جانتا ہے کہ یہ تو اس کے بحار زاخرہ و امواج قاہرہ
سے ایک قطرۂ قلیلہ ہے اور خود بعد تمرن و اعتیاد و تکامل مناسبت اُس صورت متخیلہ کا بے اعانت تخیل
ت و کلام اور مشکلات راہ میں قیام و اہتمام اور دقائق و حقائق کا شفاہاً حل نام کما تشھد بہ شھود
شھود والتجربۃ (جیساکہ مشاہدہ اور تجربہ گواہ ہے۔ت) دلیل جلی و سلیل ہے کہ یہ فقط پیکر مخزون
علی عکس المعتاد خزانۂ خیال سے حس مشترک کی طرف عود قہقری نہیں بلکہ وہی مرکب مثال میں شہسوار روح
جولانیاں ہیں اگرچہ خود فاعل کو شعور یعنی شعور بالشعور نہ ہو،

ھو المشھود لعموم الناس فی غیبۃ
رؤیا۔
جیساکہ عوام الناس کو خواب کے بارے میں معلوم ہے۔ (ت)

صدور افعال اختیاریہ کو شعور سے انفکاک نہیں،

ن ھذا فانہ مھم نافع ولاکثر الشبھات
م قالع۔
اس کو خوب یاد رکھو کیونکہ یہ اہم نافع ہے اور بہت سے شبہات کو ختم کرتا ہے (ت)

ف واسطۂ وصول و ناودانِ فیض و باعثِ جمعیتِ خاطر و زوالِ تفرقہ ہائے شرعاً جائز جس کے منع
ع سے اصلاً دلیل نہیں، نہ کہ معاذ اللہ شرک و کفر کہنا جیساکہ زبان زدِ سفہائے منکرین ہے،
س اعداء لما جھلوا (لوگ جس سے ناواقف ہوں اس کے مخالف ہوتے ہیں۔ت) ؎

منعم کنی زعشق وے اے زاہدِ زماں
معذور دارمت کہ تو اُو را ندیدۂ
(اے زمانہ کے زاہد! تو مجھے عشق سے منع کرتا ہے مجھے معذور رکھ کیونکہ تُو نے اسے دیکھا نہیں۔ت)

حم اللہ القائل (اس قائل پر اللہ رحم فرمائے۔ت) ؎

جنگ ہفتاد و دوملت ہمہ را عذر بنہ
چوں ندیدند حقیقت رہِ افسانہ زدند
(بہتر فرقوں سے جنگ میں ان سب کو معذور جان جب وہ حقیقت سے آگاہ نہیں تو اس راہ پر نہ چلیں گے۔ت)

یا ھنّا بقاعدہ اصول و تصادق و تطابق معقول و منقول بینہ ذمہ مدعی ہے اور قائل جواز متمسک باصل
ہرگز کسی دلیل کی حاجت نہیں بعض حضرات جہلاً یا تجاہلاً مانع فقہی و بحثی میں فرق نہ کرکے دھوکا کھاتے
[illegible] کہ تم قائلِ جواز اور ہم مانع و منکر، تو دلیل تم پر چاہئے، حالانکہ [illegible]

Marfat.com

بھلا کہ نہایت وقاحت اس لازم شنیع کا التزام کرلیا اور جماہیر سلاطین طریقت و سلاطین حقیقت کو معاذ اللہ مخترع بدعات و مروّج سیئات کہہ دینا اگرچہ منکر مکابر کے نزدیک سہل ہو،

قد بدت البغضاء من افواههم وما تخفی صدورهم اکبر[1] — بغض ان کے منہ سے ظاہر ہو اور جو ان کے دلوں میں ہے وہ اس سے بڑھ کر ہے۔ (ت)

مگر اتنا یاد رہے کہ یہ مان کر گھر کی بھی جائے گی ذرا امام الطائفہ کے نسبًا دادا "تلمذًا" والد و "بیعتًا" پردادا جناب شاہ ولی اللہ صاحب کو بھی سُن لو کہ وہ قول الجمیل میں جس کی وضع انہیں اذکار محدثہ و اشغال جا… کی ترویج و تعلیم کے لئے ہے کیسا کھلا اقرار فرماتے ہیں:

صحبتنا متصلۃ الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وان لم یثبت تعیین الاٰداب ولا تلک الاشغال[2] اھ ملخصًا۔ — ہماری صحبت تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک متصل ہے اگرچہ خاص یہ آداب یہ اشغال ثابت نہیں اھ ملخصًا۔

اسی میں ہے:

وتظن النسبۃ لاتحصل الابھذہ الاشغال بل ھذہ احدی طرق تحصیلھا من غیر حصر فیھا وغالب الرأی عندی ان الصحابۃ والتابعین کانوا یحصلون السکینۃ بطرق اخری[3] الخ۔ — یہ نہ سمجھنا کہ نسبت بس انہیں اشغال سے حاصل ہوتی ہے بلکہ یہ بھی اس کی تحصیل کے طریقے ہیں کچھ ان میں حصر نہیں اور میرا زیادہ گمان یہ ہے کہ صحابہ و تابعین اور ہی طریقوں سے نسبت حاصل فرماتے تھے الخ۔

معلم ثالث وہابیہ مولوی خرم علی صاحب مصنف نصیحۃ المسلمین اس کے ترجمہ شفاء العلیل میں اس کے بعد لکھتے ہیں:

"مترجم کہتا ہے مصنف محقق نے کلام دلپذیر اور تحقیق عدیم النظیر سے شبہات ناقصین کو جڑ سے اکھاڑ دیا، بعض نادان کہتے ہیں کہ قادریہ چشتیہ نقشبندیہ کے اشغال مخصوصہ صحابہ و تابعین کے زمانے میں نہ تھے تو بدعت سیئہ ہوئی، خلاصہ جواب یہ ہے کہ

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸

[2] القول الجمیل مع شفاء العلیل الفصل السابع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

[3] " " الفصل الحادی عشر " "

Marfat.com

جس امر کے واسطے اولیائے طریقت رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہ اشغال مقرر کیے ... امر زمانۂ رسالت سے اب تک برابر چلا آیا ہے وطرق اُس کی تحصیل کے مختلف ہیں فی الواقع اولیائے طریقت مجتہدین شریعت کے مانند ہوئے مجتہدین شریعت نے استنباط احکام ظاہر شریعت کے اصول ٹھہرائے اولیائے طریقت نے باطن شریعت کی تحصیل کے جس کو طریقت کہتے ہیں قواعد مقرر فرمائے تو یہاں بدعت سیئہ کا گمان سراسر غلط ہے، ہاں یہ البتہ ہے کہ حضرات صحابہ کو بسبب صفائی طبیعت اور حضور خورشید رسالت تحصیل نسبت میں اشغال کی حاجت نہ تھی بخلاف متاخرین کے، ان کو بسبب بُعدِ زمان رسالت کے البتہ اشغالِ مذکورہ کی حاجت ہوئی، جیسے صحابہ کرام کو قرآن وحدیث کے فہم میں قواعدِ صرف ونحو کے دریافت کی حاجت نہ تھی اور اہلِ عجم اور بالفعل کے عرب اس کے محتاج ہیں واللہ اعلم۔"[1]

امام الطائفہ کے نسباً چچا، علماً باپ، طریقۃً دادا مولٰنا شاہ عبدالعزیز صاحب حاشیۂ قول الجمیل میں فرماتے ہیں:

"اسی طرح پیشوایانِ طریقت نے جلسات وہیأت واسطے اذکار مخصوصہ کے ایجاد کئے ہیں مناسباتِ مخفیہ کے سبب سے جن کو مرد صافی الدین اور علومِ حقہ کا عالم دریافت کرتا ہے (الیٰ قولہ) تو اس کو یاد رکھنا چاہیے[2] اھ بترجمۃ البلہوری۔

مولوی بلہوری اسے نقل کر کے کہتے ہیں:

"یعنی ایسے امور کو مخالفِ شرع یا داخلِ بدعاتِ سیئہ نہ سمجھنا چاہیے جیسا کہ بعض کم فہم سمجھتے ہیں۔"[3]

مرزا مظہر جانِ جاناں صاحب (جنھیں شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے مکتوبات میں نفس زکیہ و قیم طریقۂ احمدو داعی سنتِ نبویہ ومتجلی بانواع فضائل وفواضل کہا) اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں:

"مراقبات باطوارِ معمولہ کہ در قرون متاخرہ موجودہ طریقوں کے مراقبات جو آخر زمانہ میں

ا۔ شفاء العلیل مع القول الجمیل ساتویں فصل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰۷ و ۱۰۸

۲۔ " " " " چوتھی فصل " " " ص ۵۱ و ۵۲

۳۔ " " " " " " " ص ۵۲

Marfat.com

رواج یافتہ از کتاب و سنت ماخوذ نیست بلکہ حضرات مشائخ بطریق الہام و اعلام از جناب فیاض اخذ نمودہ اند شرع ازاں ساکت ست و داخل دائرۂ اباحت۔"[1]

مروج ہوئے کتاب و سنت سے ماخوذ نہیں ہیں بلکہ مشائخ حضرات نے بطور الہام اللہ تعالیٰ سے پائے ہیں جبکہ شریعت ان کی تفصیل سے ساکت ہے اور اباحت کے درجہ میں ہیں۔ (ت)

انھیں کے ملفوظات میں ہے،

"حضرت مجدد رضی اللہ تعالٰی عنہ طریقہ نو بیان نمودہ اند۔"[2]

حضرت مجدد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے نئے طریقے بیان فرمائے ہیں (ت)

اسی میں ہے:

"حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ طریقہ جدیدہ بیان نمودہ اند۔"[3]

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جدید طریقہ بیان فرمایا ہے۔ (ت)

بات کے پورے تو جب ہیں کہ آنکھیں بند کرکے ان صاحبوں کو بھی بدعتی کہہ جائیں ورنہ یہ تو ستم سینہ زوری ہوئی کہ اکابر محبوبانِ خدا قرونِ متطاولہ سے سب معاذ اللہ مجرم احداث جنیں و جنبال ٹھہریں اور ان صاحبوں پر صرف لالچ سے کہ امام الطائفہ کے علاقہ والے ہیں آنچ تک آنے پائے تو دین ہوا دھینگا مشتی ہوئی، اے حضرت! یہ سب ایک طرف خود امام الطائفہ کی خبر لیجئے وہ سر بازار اپنا اور اپنے پیر و مرشد کا بدعتی و مخترع الدین ہونا پکار رہا ہے صراط مستقیم میں لکھتا ہے:

"اشغال مناسبہ ہر وقت و ریاضات ملائمہ ہر قرن جدا جدا مے باشند ولہذا محققین ہر وقت از اکابر ہر طرق در تجدید اشغال کوششہا کردہ اند بناءً علیہ مصلحت دید وقت چناں اقتضا کرد کہ یک باب ازیں کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب ایں وقت ست تعیین کردہ شود۔"[4]

ہر وقت کے مناسب اشغال اور ریاضات ہر زمانہ کے مناسب جدا جدا ہیں اسی لئے وقت کے محقق لوگ اپنے طریقہ و سلسلے کے اکابر سے اشغال کی تجدید میں کوشش کرتے رہے ہیں، اسی بناء پر وقتی مصلحت کے تحت اس کتاب کا ایک باب موجودہ وقت کے اشغال جدیدہ کے بیان کے لئے مختص کیا گیا ہے۔ (ت)

---

[1] مکتوبات مرزا مظہر جانجاناں از کلمات طیبات مکتوب یازدہم مطبع مجتبائی دہلی
[2] " " "
[3] " " "
[4] صراط مستقیم مقدمۃ الکتاب المکتبۃ السلفیہ لاہور

Marfat.com

خدارا ذرا ہٹ دھرمی کی نہیں سہی خدا لگتی کہو تو نہ صرف اشغال بلکہ تمام بحث تعریف بدعت کا یہیں خاتمہ ہوگیا اب کیا ہوئے وہ قرونِ ثلٰثہ کی تخصیص پر جبروتی اصرار اب کدھر گئی وہ بات بات پر من احدث فی امرنا ھذا مالیس منه فھو رد[1] (جس نے نیا عمل جاری کیا جو ہمارے امر میں سے نہیں وہ مردود ہے۔ت) اور کل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار[2] (ہر بدعت ضلالہ ہے اور ہر ضلالت جہنم میں ہے۔ت) کی تکرار امام وہابیت کیشاں اور ان کے حضرت ایشاں تیرھویں صدی میں بیٹھے خاص امر اعظم دین و وجوہِ تقرب رب العالمین میں نئی نئی باتیں گھڑ رہے ہیں جن کا خود ان کے اقرار سے تین قرن کیا معنے تین تین چھ اور چھ اور چھ بارہ قرن تک نام و نشان نہیں لیکن نہ وہ بدعتی ٹھہرتے ہیں نہ اُن کے اصل ایمان میں خلل آتا ہے نہ اُن کے لئے اصحاب البدع کلاب اھل النار[3] (بدعت والے اہلِ جہنم کے کتے ہیں۔ت) پڑھا جاتا ہے نہ یہ باتیں رَد و ضلالت و فی النار ہوتی ہیں، یہ یجوز للوھابی مالا یجوز لغیرہ (جو غیر کے لئے جائز نہیں وہابی کے لئے جائز ہے۔ت) کا فتوٰی کہاں سے آگیا، اب اسے کیا کہئے، مگر یہ کہ اذا لم تستحی فاصنع ماشئت[4] (جب تجھے حیا نہیں تو جو چاہے کر۔ت)، مولٰی عزوجل ہدایت بخشے، آمین!

خیر، بات دُور پہنچی، خاص مسئلہ شغل برزخ کے متعلق نصوصِ اکابر وعمائد حاضر کردوں مگر حاشا نہ ارشادات حضرات اولیاء قدست اسرارہم کہ:

اوّلاً وہ بنہایت ظہور محتاجِ اظہار نہیں، موافق و مخالف کون نہیں جانتا کہ یہ طریقہ اکابر اولیاء کا معمول رہا اور اُن کی تصانیفِ جلیلہ میں جابجا اس کی روشن تصریحیں ہیں۔

ثانیاً شاید اُن کے ارشاد منکرِ متعصب کو نفع بھی نہ دیں ہاں شاید کیوں یقیناً نہ دیں گے کہ منکر خود بھی ارشاد اولیائے سے قولاً وفعلاً اس کے متواتر ثبوت پر مطلع پھر بھی برسرِ انکار و ابطال و ادعائے ضلال ہے اللہ تعالٰی کی بے شمار رحمتیں شیخ شیوخ الھند عاشق المصطفٰی وارث الانبیاء ناصر الاولیاء مولانا و برکتنا حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس اللہ تعالٰی سرہ القوی پر کہ

---

[1] صحیح البخاری کتاب الصلح ۱/۳۷۱ و سنن ابی داؤد کتاب السنة ۲/۲۷۹
کنز العمال حدیث ۱۱۰۱ مؤسسة الرسالہ بیروت ۱/۲۱۹

[2] الدر المنثور تحت آیت ۷/۱۷۸ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۳/۱۴۷

[3] کنز العمال حدیث ۱۰۹۴ مؤسسة الرسالہ بیروت ۱/۲۱۸

[4] المعجم الکبیر حدیث ۶۵۸ المکتبة الفیصلیہ بیروت ۱۷/۲۳۷

Marfat.com

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

"وآنچہ مروی و محکی ست از مشائخ اہل کشف در استمداد از ارواح کمل واستفادہ ازاں خارج از حصر ست در کتب و رسائل ایشاں و مشہور ست میان ایشاں و حاجت نیست کہ آں را ذکر کنیم و شاید کہ منکر متعصب سود نکند او را کلمات ایشاں عافانا اللہ من ذالک"[1]

کاملین کی رُوح سے استمداد و استفادہ جو اہل کشف مشائخ سے مروی اور ان کی کتب و رسائل میں مذکور و مشہور ہے ان بے شمار مرویات کو ذکر کرنے کی ہمیں حاجت نہیں اور شاید متعصب منکرین کو ان کا کلام سُود مند بھی نہ ہو، اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ (ت)

افسوس ان مدعیان حقانیت کی حالت یہاں تک پہنچی کہ بندگان خدا محبوبانِ خدا کے کلام انکے سامنے پیش کرنا عبث و بے سود سمجھتے ہیں بلکہ اس سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ان کے مقابلے میں اور بھی گستاخیوں پر نہ اتر آئیں عافانا اللہ تعالیٰ من کل ذالک (اللہ تعالیٰ ہمیں اس سب سے محفوظ رکھے۔ ت) لہذا ہمیں صرف اقوال علماء پر اکتفا کروں جنھیں ماننے بغیر بے چارے مخالف کو چارہ نہیں۔

شاہ ولی اللہ صاحب کی ایک عبارت تو سائل نے سوال میں نقل کی جس کے ترجمہ میں معلم ثالث وہابیہ شفاء العلیل میں یوں کہتے ہیں:

"جب مرشد اس کے پاس نہ ہو تو اس کی صورت کو اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان خیال کرتا رہے بطریق محبت اور تعظیم کے، تو اس کی خیالی صورت وہ فائدہ دے گی جو اُس کی صحبت فائدہ دیتی ہے۔"[2]

یہیں مولٰنا شاہ عبدالعزیز صاحب سے نقل کیا مولانا نے فرمایا:

"حق یہ ہے کہ سب راہوں سے یہ راہ زیادہ قریب ہے" انتہٰی[3]

اب کون کہے کہ شاہ صاحب! یہ وہی راہ ہے جسے کچھ دنوں بعد آپ کے قریب گھر والے ٹھیٹ بت پرستی بتانے کو ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب انتباہ میں فرماتے ہیں:

الطریق الثالث طریق الرابطۃ بالشیخ — یعنی خدا تک پہنچنے کی تیسری راہ شیخ کے ساتھ رابطہ

---

[1] اشعۃ اللمعات کتاب الجہاد باب حکم الاسراء فصل اول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۴۰۲

[2] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل چھٹی فصل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۵ و ۹۴

[3] " " " " " " " ص ۹۴

Marfat.com

(الیٰ ان قال) ینبغی ان تحفظ صورته فی الخیال و تتوجه الی القلب الصنوبری حتّٰی تحصل الغیبة و الفناء عن النفس[1]

طریقہ ہے چاہئے کہ اس کی صورت اپنے خیال میں محفوظ رکھ کر قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہو یہاں تک کہ اپنے نفس سے غیبت و فنا ہاتھ آئے (ت)

اسی میں ہے:

ان وقفت عن الترقی فینبغی ان تجعل صورة الشیخ علیٰ کتفك الایمن و تعتبر من کتفك الی قلبك امرًا ممتدًا و تاتی بالشیخ علیٰ ذٰلك الامر الممتد و تجعله فی قلبك فانه یرجی لك بذٰلك حصول الغیبة و الفناء[2]

یعنی اگر تو ترقی سے رک رہے تو یوں چاہئے کہ صورت شیخ کو اپنے داہنے شانے پر اور شانے سے دل تک ایک امر کشیدہ فرض کرنے اور اس پر صورت شیخ کو لاکر اپنے دل میں رکھے کہ اس سے تیرے لئے غیبت و فنا ملنے کی امید ہے۔

یہ عبارتیں شاہ صاحب نے رسالہ تاجیہ نقشبندیہ سے نقل کیں جن کی نسبت لکھا کہ حضرت والد بزرگوار یعنی شاہ عبدالرحیم صاحب اسے بہت پسند فرماتے اور مریدوں کو اسی کے مسلک پر چلاتے۔ اسی میں یہ بھی لکھا کہ:

"تفرقہ مستمر ہو تو اپنے مرشد مربّی کی صورت خیال میں حاضر کر، امید ہے کہ اسکی برکت سے تفرقہ مبدل بجمعیت ہو[3]"

اسی انتباہ میں رسالہ عزیزیہ سے جس کی اجازت اپنے والد ماجد سے پائی لکھا:

"صورت مرشد پیش خود تصور کردہ بعد ذکر گوید الرفیق ثم الطریق در حق ایشاں ست و برائے نفی خواطر نفسانی و ہواجس شیطانی و وساوس ظلمانی اثرے تمام دارد[5]"

مرشد کی صورت کو پیش خاطر رکھے اور ذکر کے بعد کہے الرفیق اور پھر الطریق، مرشد کے حق میں ہے، یہ طریقہ نفسانی خواہشات اور شیطانی وسوسوں کی نفی میں مؤثر ہے۔ (ت)

---

[1] انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ طریقہ نقشبندیہ عباسی کتب خانہ کراچی ص ۴۱ و ۴۲
[2] " " " " " " " ص ۴۲
[3] " " " " " " " ص ۳۲
[4] " " " " بیان دفع وسوسہ " " ص ۴۷
[5] " " " " بیان طریقہ چشتیہ " " ص ۹۲

Marfat.com

اسی میں[1] رسالہ مذکور سے لکھا ؛

بلکہ حضرت سلطان موحدین برہان العاشقین حجۃ المتکلمین شیخ جلال الحق والشرع والدین مخدوم مولانا قاضی خان یوسف ناصحی قدس سرہ العزیز چنیں می فرمودند کہ صورت مرشد کہ ظاہر دیدہ میشود مشاہدۂ حق سبحانہٗ وتعالےٰ ست درپردۂ آب وگل واما صورت مرشد کہ درخلوت نمودار مے شود آں مشاہدۂ حق تعالیٰ ست بے پردۂ آب وگل کہ ان اللہ تعالیٰ خلق آدم علیٰ صورۃ الرحمٰن من رآنی فقد رای الحق درحق او درست شدہ۔[1]

بلکہ حضرت شیخ جلال الدین مولانا قاضی خان یوسف ناصحی قدس سرہ بیع القابہ، یوں فرماتے ہیں کہ مرشد کی صورت کا ظاہری مشاہدہ آب وگل کے پردہ میں اللہ تعالےٰ کا مشاہدہ ہے اور مرشد کی خلوت میں نمودار ہونے والی صورت یہ اللہ تعالےٰ کا آب وگل کے پردہ کے بغیر مشاہدہ ہے، اللہ تعالےٰ نے آدم کی صورت رحمٰن کی صفت پر پیدا کی، جس نے مجھے دیکھا تو بیشک اس نے حق دیکھا ، اس پر درست ثابت ہوگا۔ (ت)

شاہ عبدالعزیز صاحب[2] تفسیر عزیزی میں زیر قول تعالےٰ واذکر اسم ربک لکھتے ہیں ؛

یعنی یاد کن نام پروردگار خود را بسبیل دوام در ہروقت و ہر شغل خواہ بزبان خواہ بقلب خواہ بروح خواہ بسر خواہ بجہر خواہ باخفی خواہ بنفس خواہ ذکر یک ضربی خواہ دو ضربی خواہ بحبس نفس خواہ بے حبس خواہ بدون برزخ خواہ با برزخ الی غیر ذلک من الخصوصیات التی استنبطہا الماہرون من اہل الطریق وتعیین احد الشقین ازیں خصوصیات مذکورہ موقوف بصوابدید شیخ و مرشد ست کہ بحسب حال مرید را اصلح داند تلقین فرماید چنانچہ در آیت دیگر فرمودہ فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم

اللہ تعالیٰ کو ہر وقت اور ہر شغل میں یاد رکھو، دل، روح، سری، جہری، سانس یک ضربی یا دو ضربی ہو یا سانس بند کرکے ہو یا بغیر بند کئے ہو، برزخ کے ذریعہ یا بے برزخ وغیرہ جو خصوصیات جن کو اہل طریقت ماہرین نے اخذ کیا ہے ان میں سے کسی مخصوص طریقہ کو متعین کرنا مرشد کی صوابدید پر موقوف ہے کہ وہ حال کے مطابق جس کو مناسب سمجھے اس کی تلقین کرے جس طرح دوسری آیہ کریمہ میں ارشاد ہے کہ اگر تم

---

[1] الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ بیان طریقہ چشتیہ جہاسی کتب خانہ کراچی ص ۹۲

Marfat.com

تعلمون آہ ملتقطا۔ ‏ ‏ ‏ نہ جانو تو اہل ذکر سے سوال کرو اھ ملتقطا (ت)

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) اس عبارت سے جیساکہ تصور برزخ کا جواز ثابت ہوا اس کے سوا اور بھی فوائد جلیل حاصل مثلاً،

ایک یہ کہ شغل برزخ کے ساتھ ذکر کرنا اطلاق آیت قرآنی کے تحت میں داخل۔

دوم مطلق ذکر پر قرآن و حدیث میں جو عظیم ترغیبیں آئیں اسے بھی شامل۔

سوم مطلق ہمیشہ اپنے اطلاق پر رہے گا اور اس کا حکم اس کے جمیع مقیدات میں ساری شرع میں صرف اس کی اجازت ان کی اجازت کے لئے کافی جس کے بعد خصوصیات خاصہ کے ثبوت خاص کی حاجت نہیں مطلق اصولی کو مطلق منطقی سمجھنا محض خطا ہے۔

چہارم نیک بات بالعنما اوضاع خاصہ بد نہیں ہوسکتی جب تک اس منضم میں کوئی محذور خاص شرع سے ثابت نہ ہو۔

پنجم قائل جواز کو صرف اس قدر بس کہ یہ مقید زیر مطلق داخل، جو ممنوع بتائے وہ مدعی ہے اس صورت خاصہ سے منع ثابت کرے۔

ششم عبادات عبادات توقیفی ہے ولہذا سیر و وقوف دونوں میں شرع مطہر کا اتباع واجب جہاں وہ ٹھہر رہے ہم آگے نہ بڑھیں جہاں وہ آگے چلے ہم ٹھہر نہ رہیں تو اپنی طرف سے اطلاق مقید و تقیید مطلق دونوں ممنوع ہیں عن ابعہ حصر فی وجہ احداث وجہ آخر شرع پر زیادت یونہی بعد اطلاق اجازت منع بعض صور شرع کی مخالفت اس توقیف و توقف کے یہ معنے ہیں نہ وہ کہ عبادت الٰہیہ کو معاذ اللہ غیر معقول المعنے سمجھ کر مطلقاً وارد و مورد پر مقتصر کردیجئے کما نزعم المتکلم القنوجی (جیساکہ قنوجی متکلم نے سمجھا۔ ت) ١

ہفتم بدعت شرعیہ کی یہ تفسیریں کہ جو بات زمانہ اقدس نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں نہ تھی یا جو کام صحابہ نے نہ کیا یا جو کچھ قرون ثلثہ میں نہ تھا،

كما تزعمه النجدية على تفرق كلمهم فيما بينهم "تحسبهم جميعا وقلوبهم شتى ذلك بانهم قوم لا يعقلون[2]" ‏ ‏ ‏ جیساکہ نجدی حضرات متفرق باتیں کرتے ہیں تو ان کو جمع خیال کرتے ہو حالانکہ ان کے دل متفرق ہیں یہ اس لئے کہ وہ بے عقل قوم ہیں" (ت)۔

سب باطل و ہوس عاطل ہیں۔

ہشتم بدعت لغویہ کہ تفاسیر مذکور حقیقۃً اسی پر منطبق ہرگز سیئہ میں منحصر نہیں اس تقدیر پر

---

[1] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تحت آیۃ ۳/۷ ص ۲۰۹ ‏ ‏ ‏ [2] القرآن الکریم ۵۹/۱۴

Marfat.com

قضیہ کل بدعۃ ضلالۃ[1] (ہر بدعت گمراہی ہے۔ ت) قطعًا عام مخصوص منہ البعض، ہاں اگر بدعت شرعیہ لیجئے یعنی:

ما احدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حاصل شدہ حق کے خلاف کوئی نئی چیز ہو۔ ت)

تو بیشک وہ اپنی صرافت عموم و محوضت اطلاق پر ہے علماء تفسیر حدیث میں دونوں طرف گئے مگر یہ اجوبہ طلعقہ گو پہلوں سے تفسیر لیں اور دوسروں سے اطلاق، یہ خاص ایجاد حضرات انجاد ہے جس پر شرع سے اصلًا دلیل نہیں اور جس کی بناء پر شاہ عبدالعزیز و شاہ ولی اللہ سے ہزار برس تک کے ائمہ شریعت و سادات طریقت یا ہزاروں تابعین یا صد ہا صحابہ بھی معاذ اللہ بدعتی قرار پاتے ہیں اور ان کے بعض جری بیباکوں مثل بھوپالی بہادر وغیرہ نے اس کی صاف تصریح بھی کر دی وہ بھی کہاں، خاص امیر المومنین غیظ المنافقین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بارے میں۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[2] (اور اب جان جائیں گے ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ ت)

نہم عدم نقل نقل عدم نہیں۔

دہم عدم فعل قاضی منع نہیں کف میں اتباع ہے نہ مجرد ترک میں۔

یازدہم یہ جاہلی مغالطہ کہ اس طریقے میں کوئی بھلائی ہوتی تو صحابہ ہی کرتے تم کیا ان سے بھی زیادہ دین کی سمجھ رکھتے ہو محض بیہودہ و نامسموع ہے۔

دوازدہم اولیائے کرام کے ایجادات محمود و مقبول ہیں۔

سیزدہم وہ اہل الذکر ہیں دوسروں کو ان پر اعتراض نہیں پہنچتا بلکہ ان کی طرف رجوع اور جو وہ فرمائیں اس پر عمل چاہئے۔

چہاردہم کفار سے غیر شعار میں اتفاقی مشابہت ہرگز وجہ ممانعت نہیں ورنہ حبس دم کہ جوگیوں کا مشہور طریقہ ہے ممنوع ہوتا۔

پانزدہم آیۂ فاسئلوا اھل الذکر[3] وجوب تقلید میں نص ہے، اہل ذکر سے علمائے اہل کتاب

---

[1] الدرالمنثور تحت آیۃ ۷/۱۰۹ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۳/۱۲۴

[2] القرآن الکریم ۲۶/۲۲۷

[3] 〃 〃 ۱۶/۴۳ و ۲۱/۷

Marfat.com

مراد لے کر مبحث تقلید سے آیت کو بیگانہ بتانا غیر مقلد وہابیوں کی نری جہالت ہے ، اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ کہ مخصوص سبب کا الیٰ ذٰلک من الفوائد مما یستخرجه البصیر الناقد (دیگر فوائد جن کو پرکھنے والے صاحب بصیرت نے ظاہر کیا ہے ۔ ت) شاہ صاحب کی یہ نفیس عبارت کس قدر قابل قدر و منزلت کہ معدود حرفوں میں کتنے فوائد نفیسہ بتا گئے اور آدھی بلکہ دو تہائی وہابیت کو خاک میں ملا گئے والحمد للہ رب العالمین ۔

اب پھر شمار عبارات کی طرف چلئے، تمام[۱۲] خاندان دہلی کے آقائے نعمت و خداوند دولت و مرجع و ملتہیٰ و مفزع و ملجا و سید و مولیٰ جناب شیخ مجدد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے مکتوبات کی جلد اول میں فرماتے ہیں :

"ہیچ طریقے اقرب بوصول از طریق رابطہ نیست تاکدام دولتمند را باآں سعادت مستسعد سازند"[۱]

وصول کے طریقوں میں سے اقرب ترین طریقہ رابطہ ہے کہ بہت سے ابدی دولت والے اس سے بہرہ ور ہوئے ہیں ۔ (ت)

اسی[۱۳] میں ہے :

"مخدوما مقصد اقصیٰ و مطلب اسنیٰ وصول بجناب قدس خداوندی ست جل سلطانہ، لیکن چوں طالب در ابتداء بواسطۂ تعلقات شتی در کمال تدنس و تنزل ست و جناب قدس او تعالےٰ در نہایت تنزہ و ترفع و مناسبتے کہ سبب افاضہ و استفاضہ است درمیان مطلوب و طالب مسلوب ست لاجرم از پیر راہ دان راہ بین چارہ نمودہ کہ برزخ بود (الیٰ قولہ) پس در ابتدا و در توسط مطلوب را بے آئینہ پیر نمیتواں دید"[۲]

اے میرے مخدوم! سب سے بڑا اور اعلیٰ مقصد اللہ جل شانہ، تک رسائی ہے لیکن کوئی طالب ابتدائی مرحلہ میں دنیاوی مشاغل کی وجہ سے انتہائی کثافت اور کمتری میں ہوتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ انتہائی پاک اور بلند ذات ہے اس وجہ سے طالب و مطلوب کے درمیان فیض کے حصول و عطا کے لئے کوئی مناسبت نہیں ہے لہذا ضروری ہے راستہ جاننے اور دیکھنے والا مرشد واسطہ بنے (اور یہاں تک فرمایا) ابتدائی اور درمیانے مرحلہ میں پیر کے آئینہ کے بغیر مطلوب کو نہیں دیکھ سکتا ۔ (ت)

---

[۱] مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی مکتوب صد و ہشتاد و ہفتم نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۸۷ استانبول ترکیہ ۱/ ۲۸۱

[۲] " " " " " " ۱۶۹

Marfat.com

جلد دوم میں فرمایا:[1]

"نسبت رابطہ ہموارہ شمارا باصاحب رابطہ می وارد و واسطۂ فیض انعکاسی می شود شکر ایں نعمت عظمیٰ بجا باید آورد"[2]

تمہارے رابطہ کی نسبت صاحب رابطہ کے ساتھ ہموار ہو جائے اور فیوض کا واسطہ عکس ڈالے تو اس عظیم نعمت کا شکر بجالانا چاہیے (ت)

جلد سوم میں لکھا:[3]

"پرسیدہ بودند کہ علم ایں حیثیت کہ چوں در نسبت رابطہ فتور رسیدہ در اتیان سائر طاعات التذاذ نمی یابند بدانند کہ ہماں وجہیکہ بسبب فتور رابطہ گشتہ است مانع التذاذ است (الی قولہ) استغفار باید نمود تا بکرم اللہ سبحانہ اثر آں مرتفع گردد"[4]

آپ سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ جب رابطہ والی نسبت میں فتور رہو جائے تو تمام عبادات کی لذت میں فتور پیدا ہو جاتا ہے تو فرمایا یاد رکھو کہ جس وجہ سے رابطہ میں فتور آتا ہے وہی لذت سے مانع ہو جاتی ہے اور (بعد میں یہاں تک فرمایا) اس موقعہ پر استغفار کرنی ضروری ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اس مانع اثر کو اٹھا دے۔ (ت)

اور زیادہ بھی ملاحظہ ہو جائے جو انہوں نے مکتوبات کی جلد دوم مکتوب سیم میں فرمایا:[5]

"خواجہ محمد اشرف ورزش نسبت رابطہ را نوشتہ بودند کہ بحدے استیلا یافتہ است کہ در صلوات آں را مسجود خود مے دانند و مے بینند و اگر فرضاً نفی کنند منتفی نمیگردد محبت اطوار ایں دولت متمنائے طلاب است از ہزاراں یکے را مگر بدہند صاحب ایں معاملہ مستعد تمام زلہ مناسبت سبب تحیل کہ باندک صحبت شیخ مقتدا جمیع کمالات او را جذب نماید رابطہ را چیرا

خواجہ محمد اشرف نے نسبت رابطہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ سجدے میں رفعت ہوتی ہے جب شیخ کو نمازوں میں مسجود سمجھے اور دیکھے اگر بالفرض وہ اس کی نفی کرے بھی تو منتفی نہ ہو یہ محبت کا ایک مرحلہ ہے طالب حضرات ہزاروں اس دولت کی تمنا کرتے ہیں مگر حاصل کسی ایک کو ہوتا ہے یہ رابطہ کا معاملہ مناسبت تامہ کی وجہ سے ہوتا ہے شیخ کی تھوڑی سی صحبت کے سبب بھی

---

[1] مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی مکتوب بست و چہارم نولکشور لکھنؤ ۲۱/۲

[2] " " " " " " صد و ہفتم " " ۱۹۹/۲

Marfat.com

نفی کنند کہ او مسجود الیہ است نہ مسجود لہٗ چرا محاریب و مساجد را نفی نکنند ظہور ایں قسم دولت سعادت منداں را میسّر است تا در جمیع احوال صاحبِ رابطہ را متوسط خود دانند و در جمیع اوقات متوجہ او باشند و در رنگ جماعۂ بے دولت کہ خود را مستغنی دانند و قبلہ توجہ از شیخ خود منحرف سازند و معاملۂ خود را برہم زنند۔"[1]

تمام کمالاتِ شیخ اس طالب میں جذب کر دیتا ہے، رابطہ کی نفی لوگ کیوں کرتے ہیں حالانکہ شیخ و مقتدا مسجود الیہ ہوتا ہے نہ کہ مسجود لہٗ۔ یہ لوگ محراب اور مساجد کی نفی کیوں نہیں کرتے (حالانکہ وہ بھی مسجود الیہ ہیں) یہ دولت خاص سعادتمندوں کو میسر ہوتی ہے حتی کہ وہ تمام احوال میں صاحبِ رابطہ کو واسطہ جانتے ہیں اور تمام اوقات میں اسی کی طرف متوجہ رہتے ہیں، ان لوگوں کی طرح نہیں جو بے دولت ہوتے ہیں اور اپنے کو مستغنی سمجھتے ہیں، اور شیخ سے اپنی توجہ کا قبلہ موڑ لیتے ہیں اور اپنا معاملہ خود خراب کر لیتے ہیں۔ (ت)

الحمدللہ اس عبارت باہرہ کا ایک ایک کلمہ قاہرہ از بیخ برکن نجدیت بائرہ ہے وللہ الحجۃ الظاہرہ۔

آدیم برنصوص علماء، کتاب مستطاب حدائق الانوار فی الصلوٰۃ والسلام علی النبی المختار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں ہے:

الحدیقۃ الخامسۃ فی الثمرات التی یجتنیھا العبد بالصلوٰۃ علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والفوائد التی یکتسبھا ویقتنیھا۔[2]

پانچواں حدیقہ اُن پھلوں کے بیان میں جنھیں بندہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود بھیج کر چُنتا ہے اور اُن فائدوں میں جنھیں درود کی برکت سے کسب و تحصیل کرتا ہے۔

پھر چالیس فائدے گنا کر کہتے ہیں:

الاحدی والاربعون من اعظم الثمرات و اجل الفوائد المکتسبات بالصلوٰۃ علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انطباع صورۃ الکریمۃ فی النفس[3]

وہ فائدے جو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود بھیج کر حاصل کرتے ہیں اُن میں اجل و اعظم فائدوں سے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صورتِ کریمہ کا دل میں نقش ہونا ہے۔

---

[1] مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی مکتوب ۳۰ نولکشور لکھنؤ ۲/۴۶

[2] حدائق الانوار فی الصلوٰۃ والسلام علی النبی المختار

[3] " " " " " " " " "

Marfat.com

امام ابو عبداللہ ساحلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بغیۃ السالک[1] میں فرماتے ہیں:

ان من اعظم الثمرات واجل الفوائد المکتسبات بالصلوٰۃ علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انطباع صورتہ الکریمۃ فی النفس انطباعاً ثابتاً متأصلا متصلا و ذلک بالمداومۃ علی الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باخلاص القصد وتحصیل الشروط والاداب وتدبر المعانی حتی یتمکن حبہ من الباطن تمکنا صادقاً خالصاً یحصل بین نفس الذاکر ونفس النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ویؤلف بینھما فی محل القرب والصفا الخ۔

ثمرات وفوائد کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیج کر حاصل کیے جاتے ہیں ان کے اعظم و اجل سے یہ ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت کریمہ کا پائدار و مستحکم و دائمی نقش دل میں ہو جائے یہ یوں حاصل ہوتا ہے کہ نیت خالص و رعایت شروط آداب و غور و فکر معانی کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی مداومت کریں یہاں تک کہ حضور کی محبت ایسے سچے خالص طور پر دل میں جم جائے جس کے سبب نفس ذاکر کو نفس اقدس حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اتصال اور محل قرب و صفا میں باہم الفت حاصل ہو۔

علامہ فاسی محمد بن احمد بن علی قصری رحمۃ اللہ علیہ مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں فرماتے ہیں:

قد ذکر بعض من تکلم علی الاذکار وکیفیۃ التربیۃ بہا انہ اذا کمل لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلیشخص بین عینیہ ذاتہ الکریمۃ بشریۃ من نور فی ثیاب من نور یعنی لتنطبع صورتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی روحانیتہ ویتالف معہا تالفا یتمکن بہ من الاستفادۃ من اسرارہ و الاقتباس من انوارہ صلی اللہ تعالیٰ

یعنی بعض علماء جنھوں نے اذکار اور ان سے تربیت مریدین کی کیفیت بیان کی فرماتے ہیں کہ جب ذکر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو کامل کرے تو چاہیے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تصور اپنے پیش نظر جمائے بشری صورت نور کی طلعت نور کے کپڑوں میں اس غرض سے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت اس کے آئینہ روح میں منقش ہو جائے اور وہ الفت پیدا ہو جس کے سبب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسرار سے استفادہ اور انوار

[1] بغیۃ السالک

Marfat.com

علیہ وسلم قال فان لم یرزق تشخص صورۃ فیری کانہ جالس عند قبرہ المبارک یشیر الیہ متی ما ذکرہ فان القلب متی ماشغلہ شئ امتنع من قبول غیرہ فی الوقت الیٰ اٰخر کلامہ فیحتاج الی تصویر الروضۃ المشرفۃ والقبور المقدسۃ لیعرف صورتہا ویشخصہا بین عینیہ من لم یعرف من المصلین علیہ فی ھٰذا الکتٰب وھم عامۃ الناس وجمہورھم اھ ملخصا۔

اقتباس کرسکے وہی عالم فرماتے ہیں جسے حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت کریمہ کا تصور روزی نہ ہو وہ یہی خیال جمائے کہ گویا مزار مبارک کے سامنے حاضر ہے اور ہر بار ذکر شریف کے ساتھ مزار اقدس کی طرف اشارہ کرتا رہے یہ اس لئے کہ دل کو جب ایک چیز مشغول کرلیتی ہے تو اس وقت دوسری کسی شے کو قبول نہیں کرتا۔ انتہٰی[۲] نقل کرکے علامہ فاسی فرماتے ہیں جب بات یہ ٹھہری تو روضۂ مطہرہ و قبور معطرہ کی تصویر بنانے کی حاجت ہوئی کہ جن دلائل الخیرات پڑھنے والوں کو ان کا نقشہ معلوم نہیں اور اکثر ایسی ہی ہیں وُہ پہچان لیں اور ان کا تصور پیش نظر رکھیں۔

۲۱ شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث قدس سرہٗ جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وکتاب ترغیب اہل السعادات میں فرماتے ہیں:

۱ از فوائد صلاۃ بر سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ ست تمثل خیال وے صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در عین کہ لازم کثرت صلاۃ ست با نعت حضور و توجہ اللّٰھم صلّ وسلّم علیہ[۲] اھ ملتقطا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پاک کے فوائد میں سے یہ ہے کہ آنکھ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خیالی صورت قائم ہوجاتی ہے جس کے لئے حضور اکرم کی نعت شریف کے ساتھ درود شریف کی کثرت لازم ہے اور توجہ سے اللّٰھم صل وسلم علیہ اھ ملتقطا۔ (ت)

۲۲ امام محمد ابن الحاج عبدری مکی قدس سرہٗ مدخل میں فرماتے ہیں:

من لم یقدر لہ بزیارتہ صلی اللہ تعالیٰ یعنی جسے مزار اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ

---

[۱] مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۱۴۴ و ۱۴۵

[۲] جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب باب ہفدہم مکتبہ نعیمیہ چوک دالگراں لاہور ص ۱۸۰ تا ۱۸۲

Marfat.com

علیہ وسلم بجسمہ فلینوھا کل وقت بقلبہ ولیحضر قلبہ انہ حاضر بین یدیہ متشفعا بہ الی من من بہ علیہ کما قال الامام ابو محمد بن السید البطلیوسی رحمۃ اللہ تعالٰی فی رقعتہ التی ارسلھا الیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من ابیات ؎

الیک افر من زللی وذنبی
وانت اذا لقیتک اللہ حسبی
وزورۃ قبرک المحجوج قدما
مناى وبغیتی ولو شاء ربی
فان احرم زیارتہ بجسمی
فلم احرم زیارتہ بقلبی
الیک غدت رسول اللہ منی
تحیۃ مومن دنف محب [1]

یعنی جسے مزار اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت جسم سے نصیب نہ ہوئی ہو وہ ہر وقت دل سے اُس کی نیت رکھے اور دل میں یہ تصور جمائے کہ میں حضور پُر نور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ کے حضور حاضر ہوں حضور سے اس کی بارگاہ میں اپنے لئے شفاعت چاہ رہا ہوں جس نے حضور کی اُمت میں داخل فرما کر مجھ پر احسان کیا جیسا کہ امام محمد بن السید بطلیوسی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اپنی اُس عرضی میں کہ مزار پُر انوار بھیجی یہ ابیات عرض کیں کہ یا رسول اللہ! میں اپنی لغزش وگناہ سے حضور ہی کی طرف بھاگتا ہوں اور جب میں خدا سے ملوں تو حضور مجھے کافی ہیں حضور کی قبر مبارک کی زیارت کی کہ ہمیشہ سے جس کا حج ہوتا ہے (یعنی مسلمان اُس کی نیت کرکے دُور دُور سے حاضر ہوتے ہیں) میری آرزو ومراد ہے اگر میرا رب چاہے اگر جسم سے اس کی زیارت مجھے نصیب نہ ہوئی تو دل کی زیارت سے محروم نہیں ہوں مجھ کو حضور کی بارگاہ میں حاضر ہے یا رسول اللہ! میری طرف سے ایک مسلمان محب بیمارِ محبت کا مجرا۔

امام احمد بن محمد خطیب قسطلانی شارح صحیح بخاری مواہب لدنیہ و منح محمدیہ اور علامہ محمد [2] زرقانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

یلازم الادب والخشوع والتواضع غاض البصر فی مقام الہیبۃ کما کان یفعل بین یدیہ فی حیاتہ (اذ ھو حی) ویستحضر علمہ

یعنی زائر ادب وخشوع وتواضع کو لازم پکڑے آنکھیں بند کئے مقام ہیبت میں کھڑا ہو جیسا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عالم حیات ظاہری میں حضور کے سامنے کرتا کہ

---

[1] المدخل لابن الحاج فصل فی الکلام علی زیارۃ سید المرسلین الخ دار الکتاب العربی بیروت

Marfat.com

بوقوفه بين يديه عليه الصلوة والسلام
سماعه لسلامه كما هو فی حال حیاته
اذ لا فرق بین موته وحیاته فی مشاهدته
لامته ومعرفته باحوالهم و نیاتهم و
عزائمهم وخواطرهم و ذلك عنده جلی
لاخفاء به ویمثل (یصور) الزائر وجهه
الکریم علیه الصلوٰة والسلام فی ذهنه ویحضر
قلبه جلال رتبته و علو منزلته وعظیم
حرمته[1] اه ملخصًا۔

وہ اب بھی زندہ ہیں اور تصور کرے کہ حضور اقدس
صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اس کی حاضری سے آگاہ
ہیں اس کا سلام سن رہے ہیں بعینہ اسی طرح
جیسے حالِ حیاتِ ظاہری میں کہ حضور کی وفات و
حیات دونوں ان امور میں یکساں ہیں کہ حضور اپنی
امت کو دیکھتے اور ان کے احوال کو پہچانتے اور
ان کی نیتوں اور ارادوں اور دل کے خطروں سے
آگاہ ہیں اور یہ سب باتیں حضورِ اقدس صلی اللہ
تعالٰے علیہ وسلم پر ایسی روشن ہیں جنھیں اصلاً
پوشیدگی نہیں اور زائر اپنے ذہن میں حضورِ والا صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے چہرۂ کریمہ کا تصور جمائے اور
دل میں حضور کی بزرگی مرتبہ و بلندی قدر و احترام عظیم کا خیال لائے۔

علامہ رحمت اللہ سندی[25] تلمیذ امام ابن الہمام منسک متوسط اور علامہ علی قاری[26] مکی اس کی شرح
مسلک متقسط میں فرماتے ہیں:

ثم توجه (ای بالقلب والقالب) مع رعایة
الادب فقام تجاه الوجه الشریف ١
متواضعا خاضعا خاشعا مع الذلة
والانکسار والخشیة والوقار والهیبة
والافتقار غاض الطرف مکفوف
الجوارح فارغ القلب (من سوی مرامه)
واضعا یمینه علی شماله مستقبلا لوجهه
الکریم مستدبرا للقبلة متمثلا صورته
الکریمة فی خیالك (ای فی تخیلات
بالك لتحسین حالك) مستشعرًا

یعنی زائر دل و بدن دونوں سے بنہایت ادب
مزار اقدس کی طرف متوجہ ہو کر مواجہہ شریفہ میں
کھڑا ہو تواضع و خشوع و خضوع و تذلل و انکسار
و خوف و وقار و ہیبت و محتاجی کے ساتھ آنکھیں
بند کئے اعضاء کو حرکت سے روکے دل اس
مقصود مبارک کے سوا سب فارغ کئے ہوئے
داہنا ہاتھ بائیں پر باندھے۔ حضور اقدس صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم کی طرف منہ اور قبلہ کو پیٹھ کرے
دل میں حضورِ انور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ
کی صورتِ کریمہ کا تصور باندھے کہ یہ خیال سمجھے

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد العاشر الفصل الثانی دار المعرفۃ بیروت ۸/ ۳۰۵

Marfat.com

بانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام عالم بحضورك وقیامك وسلامك ای بل بجمیع افعالك واحوالك وارتحالك ومقامك وکانہ حاضر جالس بازائك مستحضرا عظمتہ وجلالہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اھ ملخصا۔[1]

خوشحال کردے گا اور خوب ہوشیار رہو جاکر حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تیری حاضری وقیام وسلام بلکہ تمام افعال واحوال اور منزل منزل کے کوچ ومقام سے آگاہ ہیں اور یہ تصور کر کہ گویا حضور تیرے سامنے حاضر وتشریف فرما ہیں اور حضور کی عظمت وجلال کا خیال اپنے ذہن میں حاضر رکھ۔

امام مجدالدین ابوالفضل عبداللہ بن محمود موصلی اپنے متن مختار کی شرح اختیار میں پھر علما سے دولت علیہ سلطان اورنگزیب انار اللہ برہانہ فتاوٰی عالمگیری میں فرماتے ہیں:

یقف کما یقف فی الصلوٰۃ ویمثل صورتہ الکریمۃ البہیۃ کانہ نائم فی لحدہ عالم بہ یسمع کلامہ[2]

یعنی زائر روضہ منورہ کے حضور دست بستہ باادب یوں کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صورت کریمہ روشن کا تصور باندھے گویا حضور مرقد اطہر میں لیٹے ہیں زائر کو جانتے اور اس کا کلام سنتے ہیں۔

امام اجل قاضی عیاض نے شفا شریف میں امام ابوابراہیم تجیبی سے نقل فرمایا کہ وہ فرماتے ہیں:

واجب علی کل مؤمن متی ذکرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او ذکر عندہ ان یخضع ویخشع ویتوقر ویسکن من حرکتہ ویاخذ فی ھیبتہ واجلالہ بما کان یاخذ نفسہ لوکان بین یدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویتادب بما ادبنا اللہ تعالٰی بہ[3]

ہر مسلمان پر واجب ہے جب حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر کرے یا حضور کا ذکر اس کے سامنے کیا جائے تو خضوع وخشوع و وقار بجا لائے جسم کا کوئی ذرہ حرکت نہ کرے جس طرح خود حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے خاص حضوری میں رہتا حضور کا ادب کرے جیسا کہ اللہ تعالٰی نے ہمیں اس جناب کیلئے مؤدب ہونا سکھایا۔

---

[1] المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط مع ارشاد الساری دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۳۷، ۳۳۸

[2] الاختیار لتعلیل المختار فصل فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۶۹

[3] الشفا بتعریف حقوق المصطفٰی فصل واعلم ان حرمۃ النبی الخ الشرکۃ الصحافیۃ فی البلاد العثمانیہ ۲/ ۳۶

Marfat.com

[۲۹] علامہ شہاب الدین خفاجی اس کی شرح نسیم الریاض میں اس پر فرماتے ہیں:

یفرض ذلك و یلاحظه و یتمثله فکانه عنده [1]

یعنی ذکر شریف کے وقت یہ فرض و ملاحظہ کرے کہ خاص حضوری میں ہوں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت کا تصور جما لیا جائے کہ گویا حضور اس کے پاس جلوہ فرما ہیں صلے اللہ تعالے علیہ وسلم۔

[۳۰] فاضل رفیع الدین خان مراد آبادی تاریخ الحرمین میں لکھتے ہیں:

شبے در طواف بودم و ہجوم بسیار بود بخیال خود حضور آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ وسلم یاد کردم و تصور نمودم کہ آں سرور علیہ و آلہ الصلاۃ والسلام و طواف ہستند و جماعۃ صحابہ با آنحضرت طواف میکنند و من بطفیل ایشاں در مجمع حاضرم و روزے پیش باب بیت اللہ ایستادہ دعا میکردم و با خود قصۂ روز فتح یاد کردم و تصور نمودم کہ جناب اقدس نبوی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم در دروازہ ایستادہ اند و صحابہ کرام بحسب مرتبہ و مقام خود در خدمت شریف حاضر اند و کفار قریش ترساں و ہراساں در حضور آمدہ اند و آنحضرت از ایشاں عفو فرمودہ ملاحظۂ ایں حال باعث شد بتوسل از آنجناب و دعا در حضرت عزت جلت عظمتہ برائے مغفرت خود جمیع اقارب و احباب و قضائے حوائج دین و دنیا و نرجوا من اللہ الاجابۃ ان شاء اللہ تعالیٰ ہ

ایک رات میں طواف کر رہا تھا ہجوم کثیر تھا میں نے اپنے خیال میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یاد کیا اور تصور کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام طواف فرما رہے ہیں اور صحابہ کرام کی جماعت بھی حضور کے ساتھ طواف کر رہی ہے اور میں بھی آپ کی طفیل وہاں مجمع میں حاضر ہوں، اور ایک روز میں بیت اللہ شریف کے آگے کھڑا دعا کر رہا تھا کہ مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فتح مکہ والا منظر یاد آیا اور تصور کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فتح کے روز بیت اللہ شریف کے دروازے پر تشریف فرما ہیں اور صحابہ اپنے مراتب کے لحاظ سے اپنی جگہ پر خدمت میں حاضر ہیں اور کفار مکہ ڈرتے ہوئے پریشان آپ کے سامنے آ رہے ہیں اور آپ ان کو معاف فرما رہے ہیں اس تصور کی برکت سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلے اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں دعا کے

---

[1] نسیم الریاض فی شرح الشفا للعیاض فصل و اعلم ان حرمۃ النبی الخ ادارۃ تالیفات اشرفیہ ملتان ۳/۳۹۶

Marfat.com

دوستاں را کجا کنی محروم	سبب تمام اقارب و احباب کی مغفرت اور حاجتیں
تو کہ با دشمناں نظر داری[1]	تمام دنیاوی اور دینی قبول ہونے کی امید ہوتی ان شاء

اللہ تعالیٰ ، دوستوں کو تو آپ کیا محروم کریں گے آپ تو دشمنوں پر بھی نظر رکھتے ہیں ۔ (ت)

الحمد للہ ! یہ سررشتہ تنیش نصوص عظیم الفوائد ہیں اور جو باقی رہ گئے وہ ان سے بہت زائد، پھر منصف کو اسی قدر بھی کافی اور مکابر متعسف کو دفتر نا وافی ، نسأل اللہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالیٰ سے معافی و عافیت مانگتے ہیں ۔ ت)

تنبیہ لطیف : یہ تو شاہ عبدالعزیز صاحب کی تقریر سے روشن ہو لیا کہ جواز برزخ اطلاق آیات قرآنیہ سے ثابت و مستفاد ، اور یہ بھی کہ حضرات اولیاء کا امور طریقت میں مرجع و مسئول اور ان کے ارشادات کا معمول و مقبول ہونا آیہ کریمہ فاسئلوا اھل الذکر کا مفاد اور یہ بھی اُن کے کلام میں اشارۃً اور تقریر معلوم شاہ میں صراحۃً گزرا کہ اولیائے طریقت مثل مجتہدان شریعت ہیں اور خود امام الطائفہ نے بھی صراط مستقیم میں ان کا مجتہد فی الطریقہ ہونا تسلیم کیا ، حیث قال ،

اولیائے کبار از اصحاب طرق کرامامت در فن باطن شریعت حاصل کردہ و اجتہاد در قواعد اصلاح قلب کہ خلاصہ دین متین ست بہم رسانیدہ بودند[2]	بڑے بڑے اولیائے کرام اور اصحاب طریقت نے فنِ باطن شریعت میں امامت حاصل کی اور اپنے اجتہاد سے انھوں نے اصلاح قلب کے قواعد بنائے جو کہ کتاب و سنت کا خلاصہ ہیں ۔ (ت)

مگر مجھے یہاں یہ بیان کرنا ہے کہ بطور حضرات نہ صرف جواز برزخ بلکہ اس کی ترغیب شدید و تحریص اکید اور اس کا اقرب الطرق الی اللہ ہونا خود امام المجتہد شریعت کے صریح و روشن اشاروں سے ثابت ہو لیا پوچھیے وہ کیونکر ، ہاں وہ یوں کہ کلمات مذکورہ جناب شیخ مجدد صاحب پر پھر نظر ڈالئے ، دیکھئے یہ باتیں اُن میں صاف صریح موجود ہیں یا نہیں ، جب دیکھ لیجئے تو اب جناب مرزا مظہر جان جاناں صاحب کا کلام سنئے جنہیں سن چکے کہ امام الطائفہ کے جد و فرجد جناب شاہ ولی اللہ صاحب کیسا کچھ جانتے تھے وہ تصریح فرماتے ہیں کہ حضرت مجدد نہ فقط طریقت میں مجدد بلکہ شریعت میں بھی امام مجتہد تھے مکتوب یازدہم میں لکھتے ہیں :

---

[1] تاریخ الحرمین رفیع الدین مراد آبادی

[2] صراط مستقیم باب اول فصل ثانی ہدایت رابعہ افادہ ۳ المکتبۃ السلفیہ لاہور

Marfat.com

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ نائبِ کامل آنحضرت اند بنائے طریقۂ خود را بر اتباعِ کتاب وسنت گزاشتہ اند و علماء در اثبات رفع سبابہ رسالہا مشتمل بر احادیث صحیحہ و روایاتِ فقہیۂ حنفیہ تصنیف کردہ اند تا بجائیکہ حضرت شاہ یحیٰی رحمۃ اللہ علیہ فرزند اصغر حضرت مجدد نیز دریں باب رسالہ تحریر نمودہ اند و در نفی رفع یک حدیث بہ ثبوت نہ رسیدہ و ترک رفع از جناب حضرت مجدد بنا بر اجتہاد واقع شدہ و سنت محفوظ از نسخ بر اجتہاد مجتہد مقدم ست[1]

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالٰے عنہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل نائب ہیں انھوں نے کتاب وسنت کی پیروی میں اپنے طریقہ کے قواعد بنائے اور علمائے کرام احادیث صحیحہ اور منتخب حنفی روایات پر مشتمل رسائل رفع سبابہ کے مسئلہ کے اثبات میں لکھے حتی کہ مجدد صاحب کے چھوٹے صاحبزادے حضرت شاہ یحیٰی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس مسئلہ کے اثبات میں ایک رسالہ تصنیف فرمایا اور لکھا کہ رفع سبابہ کی نفی میں ایک حدیث بھی پایۂ ثبوت کو نہ پہنچی اور ترک رفع سبابہ پر حضرت مجدد صاحب نے جو لکھا وہ ان کے اجتہاد پر مبنی ہے جبکہ غیر منسوخ سنت مجتہد کے اجتہاد پر مقدم ہوتی ہے۔ (ت)

؏ جاناں ایں سخن مرزا صاحب بر اجتہادِ خود گفتہ باشند ورنہ ملاحظہ مکتوبات حضرت مجدد گواہ عادل ست کہ ترکِ رفع محض بر بنائے تقلید ائمۂ حنفیہ فرمودہ اند وآنہم بمجرد تقدیم ظاہر الروایہ بر نوادر و ترک اتباع احادیث صحیحہ صریحہ کثیرہ بمقابلہ روایت ظاہرہ فقہیہ ایں بار رسالہ الکوکبۃ الشہابیۃ وبدان وارد و بعونہ تعالٰے بر وہابیہ لہابیہ آتشِ قہرے بارد وباللہ التوفیق ۱۲۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناں کا یہ کلام اپنے اجتہاد پر مبنی ہے ورنہ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کو ملاحظہ کرنے پر واضح گواہی ملتی ہے کہ رفع سبابہ کا ترک خالص امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید پر مبنی ہے کہ مذہب کی ظاہر روایت نوادر کے مقابلہ میں اور صریح صحیح احادیث کی اتباع کی بجائے فقہی ظاہر روایت کو مقدم رکھا جاتا ہے، میرے رسالہ الکوکبۃ الشہابیہ کا یہ مقام دیکھنا چاہیے وہابیوں پر وہ آتشِ قہر ہے وباللہ التوفیق ۱۲۔ (ت)

---

[1] کلمات طیبات فصل دوم مکاتیب مرزا مظہر جانجاناں مکتوب پانزدہم مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۸

Marfat.com

اب امام الطائفہ وغیرہ منکرین جنھیں نہ طریقت میں لیاقت نہ شریعت میں مہارت، بھلا منصب تجدید واجتہاد تو بڑی بات ہے ولی مجدد و امام مجتہد کے مقابل ایسوں کی زق زق کون سنتا ہے اگرچہ

شعر

مغز ما خورد و حلق خود بدرید

(ہمارا مغز کھا لیا اور اپنا گلا پھاڑ لیا)

تنبیہ اللطف: یہاں تک تو امام مجتہد ہی کے قول سے ثبوت تھا امام الطائفہ کے ایمان پر خود ایک معصوم صاحب وحی کی نص جلی سے جواز برزخ ثابت۔ اب زیادہ توجہ کیجئے گا کہ یہ کیا مگر امام الطائفہ کی تسنی ہوتی تو تعجب نہ آتا وہ صراط مستقیم میں تصریح کرتا ہے کہ اولیاء میں جو حکیم ہوتا ہے جیسے صدیق و امام وصی بھی کہتے ہیں اُس پر خدا کے یہاں سے وحی آتی ہے اسے نہ صرف بعض احکام کونیہ غیب و شہادات و معاملات جزئیہ سلوک و طریقت بلکہ خاص احکام کلیہ شریعت وملت بے واسطہ انبیاء بھی پہنچتے ہیں وہ انبیاء کا ہم استاذ ہوتا ہے وہ انبیاء کی مثل معصوم ہوتا ہے اس پر خاص اور شرعیہ میں کچھ تقلید انبیاء مطلقاً ضرور نہیں بلکہ ایک وجہ سے وہ خود محقق ہوتا ہے اس کا علم جسے حکمت کہتے ہیں علم انبیاء سے اصلاً کم نہیں ہوتا صرف اتنا فرق ہے کہ انبیاء پر علانیہ وحی آتی ہے اور اس پر پوشیدہ، قال:

پوشیدہ نخواہد ماند کہ صدیق من وجہ مقلد انبیاء باشد ومن وجہ محقق در شرائع علوم کلیہ شرعیہ اورا بدو واسطہ می رسد بوساطت نور جبلی و بوساطت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پس در کلیات شریعت وحکم احکام ملت او را شاگرد انبیاء ہم می تواں گفت وہم استاذ انبیاء ہم و نیز طریقہ اخذ آں ہم شعبہ ایست از شعب وحی کہ آں را درعرف شرع بنفث فی الروح تعبیر می فرمایند وبعضے اہل کمال آں را بوحی باطنی مے نامند ہمیں معنی را بامامت ووصایت تعبیر می کنند۔

پوشیدہ نہ رہے کہ صدیق من وجہ انبیاء کا مقلد ہوتا ہے اور من وجہ شریعت میں محقق ہوتا ہے علوم شرعیہ کلیہ اس کو دو ذریعوں سے حاصل ہوتے ہیں ایک بذریعہ فطری نور اور دوسرا بذریعہ انبیاء علیہم السلام، لہذا اس کو شریعت کے کلیات اور احکام کے حکم میں انبیاء کا شاگرد کہہ سکتے ہیں اور انبیاء کا استاذ بھی نیز [illegible] اخذ بھی وحی کی طرح ہوتا ہے اس کو [illegible] نفث فی الروح سے تعبیر کرتے ہیں اہل [illegible] اس کو باطنی وحی قرار دیتے ہیں [illegible] کو امامت اور وصایت [illegible]

marfat.com
Marfat.com

علم ایشاں راکہ بعینہ علم انبیاء ست لیکن بوحی ظاہر متلقی نشدہ بحکمت مے نامند، لابد او را محافظتے مثل محافظت انبیاء کہ مسمّی بعصمت ست فائز مے کنند و ایں حفظ نصیبۂ انبیاء و حکماء ست و ہمیں را عصمت نامند، ندانی کہ اثبات وحی باطن حکمت و وجاہت و عصمت مر غیر انبیاء را مخالف سنّت و از جنس اختراع بدعت ست ندانی کہ ارباب ایں کمال از عالم منقطع شدہ اند[1] اھ ملتقطا۔

اس کا علم بعینہ انبیاء کا علم ہوتا ہے لیکن ظاہری وحی نہیں پاتا اس کو حکمت کہتے ہیں اس لئے انبیاء کی طرح اس کو حفاظت حاصل ہوتی ہے جس کو عصمت کہتے ہیں جو انبیاء اور حکماء کو نصیب ہوتی ہے، یہ نہ سمجھنا کہ وحی باطن اور حکمت، وجاہت اور عصمت غیر انبیاء کے لئے ثابت کرنا سنت کے خلاف اور نئی اختراع ہے اور بدعت ہے اور یہ بھی نہ سمجھنا کہ اس کمال کے لوگ دنیا سے ختم ہوچکے ہیں اھ ملتقطا۔ (ت)

صراط مستقیم معوج و نامستقیم چھپی نہیں چھپی ہے مطبوع مطبع ضیائی میرٹھ ۱۲۸۵ھ کے آخر صفحہ ۳۸ سے ثلث صفحہ ۴۲ تک ان کفریات شنیعہ و رفضیات فظیعہ کا جوش دیکھ لیجئے خیر ان کی اصطلاح شیطانی پر حکیم و حکمت کے معنے تو معلوم ہولئے کہ حکمت یہی علوم صدیقیت ہیں جو ان باطنی ساختہ نبیوں کو بذریعہ وحی نہانی ملتے ہیں۔

اب ملاحظہ ہو کہ یہیں اسی بحث میں شاہ ولی اللہ صاحب کو نرا حکیم بلکہ سید الحکماء کہا، حیث قال:

ایں صدیقیت را جناب سید الحکماء وسید العلماء اعنی الشیخ ولی اللہ بقرب الوجود تعبیر میفرمایند[2]

اس صدیقیت کو جناب سید الحکماء وسید العلماء جس سے مراد شاہ ولی اللہ ہیں، قرب الوجود سے تعبیر کرتے ہیں۔ (ت)

اب کیا شک رہا کہ ان کے ایمان پر شاہ صاحب بھی (استغفر اللہ) انھیں چھپے رسولوں بوڑھے معصوموں میں ہیں اور ان کے علوم بھی وحی نہانی سے اُن پر اُترے اور اُن کی سُن چکے کہ وہ انتباہ وغیرہ میں مثالی برزخ کی کیسی کیسی تجویز و تحسین و تعلیم و تلقین کرتے ہیں پھر اس کا انکار نہ ہوگا مگر اپنے ساختہ پیغمبر کا رَد کرکے اپنے طور پر کافر ہوجانا غایت یہ کہ ظاہری پیغمبر کا منکر کھلا کافر اور نہانی کا منکر ڈھکا کافر، والعیاذ باللہ رب العٰلمین العزۃ للہ، ان حضرات نے بات بات پر مسلمانوں کو کافر مشرک بنایا یہاں تک کہ

---

[1] صراط مستقیم باب اول فصل ثانی المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۳۳ تا ۳۶
[2] " " " " " ص ۳۵

Marfat.com

ان کے مذہب پر صحابہ و تابعین درکنار ان کے ساختہ پیغمبروں سے ہمارے بیچے رسولوں تک کوئی ارتکاب شرک سے محفوظ نہ رہا یہ اس کی سزا ہے کہ ہر جگہ اپنے منہ آپ کافر ٹھہرتے ہیں کہ کرد و نیافت کما تدین تدان ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العزیز المنان (جیسا کرے گا بدلہ دیا جائے گا ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العزیز المنان ۔ ت) مولیٰ تعالیٰ صدقہ اپنے محبوبوں کا دین حق پر قائم رکھے اور ملت و سنت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دُنیا سے اٹھائے آمین!

الحمد للہ کہ یہ مختصر جواب مظہر صواب اوائل جمادی الآخرہ ۱۳۰۹ھ میں مرتب اور بلحاظ تاریخ "الیاقوتۃ الواسطۃ فی قلب عقد الرابطۃ" ملقب ہوا۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولٰنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین آمین والحمد للہ رب العلمین، واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مولوی نقی علی خاں قادری ۱۳۰۱ھ احمد رضا خاں

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ
بمحمدن المصطفےٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ: مرسلہ منشی عبید اللہ حسن قلعہ بھنگیاں امرتسر رجب ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص اپنے مریدوں سے اشعار ذیل سُنے اور سُن کر خوش ہو بلکہ ان کو انعام دے ایسا شخص لائق بیعت ہے یا نہیں؟ خدا رسیدہ ہے یا نفس کا مطیع؟ اہلسنت ہے یا اہل بدعت؟ اشعار یہ ہیں: ؎

آفتاب چرخ علم و فضل شمس العارفین — قبلۂ عالم سراج المتقین شاہ جہاں
سید السادات مطلوب علی شیر خدا — عاشق محبوب رب العالمین فخر زماں
ماہر علم لدنی واقف اسرار غیب — قطب عالم غوث اعظم وارث پیغمبراں
کس طرح اہل جہاں پر راز اُن کا کھل سکے — راز داں اُن کا خدا ہے وہ خدا کے راز داں
اولیا ہونے کو دُنیا میں بہت ہیں اولیاء — ان کی صورت ان کی سیرت ان کی عادت کا کہاں
کچھ عجب ہیں یہ بھی حسن و عشق کے راز و نیاز — مدح خواں ان کا خدا ہے وہ خدا کے مدح خواں

الجواب

حُبِ ثنا غالباً خصلت مذمومہ ہے اور کم از کم کوئی خصلت محمودہ نہیں اور اس کے عواقب بد ہیں، حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حب الثناء من الناس یعمی ویصم ۔ ثنا کی پسند آدمی کو اندھا بہرا کر

Marfat.com

رواہ فی مسند الفردوس[1] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ (اس کو مسند الفردوس میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے روایت کیا گیا ہے۔ ت)

اور اگر اپنی جھوٹی تعریف کو دوست رکھے کہ لوگ اُن فضائل سے اس کی ثناء کریں جو اس میں نہیں جب تو صریح حرام قطعی ہے۔

قال اللہ تعالٰی لا تحسبن الذین یفرحون بما اتوا ویحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا فلا تحسبنّھم بمفازۃ من العذاب ولھم عذاب الیم[2] والعیاذ باللہ تعالٰی۔ (اللہ تعالٰی نے فرمایا:) ہرگز گمان نہ کرنا اُن کو جو اپنے کئے پر خوش ہوتے اور دوست رکھتے ہیں کہ بے کئے پر سراہے جائیں تو زنہار انھیں عذاب کے بچاؤ کی جگہ نہ گمان کرنا اور ان کے لئے دردناک مار ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی (ت)

ہاں اگر تعریف واقعی ہو تو اگرچہ تاویل معروف ومشہور کے ساتھ، جیسے شمس الائمہ و فخر العلماء وتاج العارفین وامثال ذٰلک (اماموں کے آفتاب، اہلِ علم کے لئے فخر، اور عارفوں کے تاج۔ اور اسی قسم اور نوع کے دوسرے توصیفی کلمات (جو ممدوح کی تعریف وتوصیف ظاہر کریں)۔ ت) کہ مقصود اپنے عصر یا مصر کے لوگ ہوتے ہیں اور اس پر اس لئے خوش نہ ہو کہ میری تعریف ہو رہی ہے بلکہ اس لئے کہ ان لوگوں کی ان کو نفع دینی پہنچائے گی سمع قبول سے سُنیں گے جو ان کو نصیحت کی جائے گی تو یہ حقیقۃً حبِّ مدح نہیں بلکہ حبِّ نصح مسلمین ہے اور وہ محض ایمان ہے واللہ یعلم المفسد من المصلح[3] (اور اللہ تعالٰی اصلاح کرنے والے، بگاڑ کرنے والے سے جانتا ہے۔ (یعنی وہ جانتا ہے کون مصلح اور کون مفسد ہے)۔ ت) طریقہ محمدیہ و حدیقہ ندیہ میں ہے:

سبب حب الریاسۃ ثلٰثۃ ثانیھا التوسل بہ الی تنفیذ الحق واعزاز الدین واصلاح الخلق فھذا ان خلا عن المحذور ریاءً والتلبیس وترك الواجب ریاست کی چاہت اور محبت کے تین اسباب ہیں؛ دوسرا یہ ہے کہ اقتدار اس لئے چاہتا ہے تاکہ اس کی وجہ سے نفاذِ حق، اعزازِ دین اور لوگوں کی اصلاح کرسکے۔ اگر یہ ممنوع امور مثلاً ریاء، تلبیس۔ اور واجب اور سنّت کے چھوڑنے سے

---

[1] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۷۲۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۲/۲
[2] القرآن الکریم ۱۸۸/۳
[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۰

Marfat.com

والسنۃ فجائز بل مستحب، قال اللہ تعالیٰ عن العباد الصالحین واجعلنا للمتقین اماما[1] اھ ملتقطا۔

خالی ہو تو نہ صرف جائز ہے بلکہ مستحب (موجب اجر وثواب ہے)، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نیک بندوں کی حکایت بیان فرمائی (کہ وہ بارگاہ رب العزت میں عرض گزار ہوتے ہیں) اے پروردگار! ہمیں پرہیزگار اور ڈرنے والے لوگوں کا امام (یعنی پیشوا) بنادے۔ چیدہ اور منتخب عبارت مکمل ہوگئی۔ (ت)

اور جب معاملہ نیت پر ٹھہرا اور دلوں کا مالک اللہ عزوجل ہے تو اُس شخص کے حالات پر نظر لازم ہے اگر بے شرع ہے معاصی میں بیباک ہے یا جاہل بے ادراک ہے اور شوقِ پیری میں انہماک ہے تو خود ہی اس کے ہاتھ پر بیعت جائز نہیں اور اب اس کا ان تعریفوں پر خوش ہونا ضرور قسم دوم میں ہے جیسے قرآن عظیم میں فرمایا کہ انہیں عذاب سے دُور نہ جانیو اُن کے لئے دردناک سزا ہے۔[2] اور اگر ایسا نہیں بلکہ سُنّی صحیح العقیدہ صالح الاعمال متصل السلسلہ ہے خلق اللہ کو حق کی طرف دعوت کرتا منکرات سے روکتا باز رکھتا ہے تو ضرور قابلِ بیعت ہے اور اب اُس کے فعل مذکور کو اسی محمل حسن پر حمل کرنا فرض اور اس پر بدگمانی حرام ہے۔

قال اللہ تعالیٰ یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[3]

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) اے مسلمانو! بہت گمانوں سے بچو کہ کچھ گمان گناہ ہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب[4]، الحدیث۔

(رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:) گمان سے دُور بھاگو کہ گمان سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے، الحدیث۔

پھر بھی اُسے چاہئے کہ اظہارِ تواضع میں کمی نہ کرے مُریدوں کو اس پر انعام تحفے دے کر اور زیادہ برانگیختہ نہ کرے، لوگوں کو اپنے اوپر بدگمانی کی راہ نہ دے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

---

[1] الطریقۃ المحمدیۃ باب حب الناس لیحمدوہ مکتبہ حنفیہ کوئٹہ [illegible]
الحدیقۃ الندیۃ حب الریاسۃ الدنیویۃ من الخلق الثالث مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد [illegible]
[3] القرآن الکریم ۴۹/۱۲
[4] صحیح البخاری کتاب الوصایا ۱/۳۸۴ و کتاب الفرائض ۲/۹۹۵ قدیمی کتب خانہ کراچی
صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم الظن [illegible]

Marfat.com

اپنی نعت کریم کے قصائد سُنے اور اُن پر انعام عطا فرمائے اس پر قیاس نہ کرے خاک کو عالم پاک سے نسبت نہ دے
اُن کی تعظیم اُن کی محبّت، اُن کی ثنا، اُن کی مدحت سب عین ایمان ہے اور اس کا اظہار و اعلان فرض اہم
اور اُن کا ذکر عین ذکر الٰہی، اُن کی ثنا عین حمد الٰہی۔ امیر المؤمنین خلیفۂ راشد سیّدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ
تعالےٰ عنہ کے حضور ایک شاعر حاضر ہوا کہ میں نے حضرت کی مدح میں کچھ اشعار کہے ہیں، فرمایا میں سُننا
نہیں چاہتا، عرض کی نعت شریف میں کچھ عرض کیا ہے، فرمایا سناؤ ایسے ائمہ راشدین کا اتباع کرے
خصوصاً قطب عالم غوث اعظم جیسے الفاظ کہ غالباً وُہ اپنے وجدان سے ان الفاظ کو اپنے لئے صادق
نہ جان سکے گا۔ نسأل اللہ العفو والعافیۃ والتوفیق لاتباع اقوام طریق (ہم اللہ تعالےٰ سے معافی،
صحت اور سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق مانگتے ہیں۔ ت) واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۸۹ مرسلہ عبدالغفور صاحب جمعدار اسٹیشن سورون ضلع ایٹہ ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

گزارش یہ ہے کہ قادریہ میں سے سدا سہاگن ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہوسکتا ہے تو کیا چیز پہننے کا
حکم ہے؟ فقط

الجواب

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے لعنت فرمائی اس مرد پر کہ عورتوں کی وضع بنائے۔ قادریہ چشتیہ
کسی فرقہ کا کوئی شخص سدا سہاگن نہیں بن سکتا سب کو حرام ہے، اللہ و رسول کا حکم عام ہے، بعض مجذوبین
قدست اسرارہم نے جو کچھ بحالِ جذب کیا وہ سند نہیں ہوسکتا، مجذوب عقل و ہوشِ دنیا نہیں رکھتا، اُس
کے افعال اُس کے ارادہ و اختیار صالح سے نہیں ہوتے وہ معذور ہے ؎

ہوش میں جو نہ ہو وہ کیا نہ کرے

؎ کہ سلطاں نگیرد خراج از خراب

(کیونکہ بادشاہ غیر آباد اور ویران زمین سے ٹیکس نہیں لیتا۔ ت)

واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۰ از شیرگڈھ ضلع بریلی تحصیل بہیڑی ڈاکخانہ خاص در مدرسہ مرسلہ مسمّی عظیم اللہ نائب مدرس
۳ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ علی رسولہ محمد و اٰلہ و	ہر تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو سب جہانوں کا پروردگار ہے، اور اس کے رسول محمد کریم پر نزولِ رحمت ہو اور اُن کی تمام آل اور سب

Marfat.com

اصحابہ اجمعین۔

سا تھیوں پر باران رحمت ہو۔ (ت)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص داڑھی اور مونچھیں اور بھنویں منڈائے ہوئے ہو تو مسلمانوں کو ایسے شخص کا مرید ہونا چاہئے یا نہیں؟ اور جو شخص داڑھی مونچھ منڈائے ہو اور کانوں میں مُندرے پہنے ہو تو اُس کا بھی مرید ہونا چاہئے یا نہیں؟ اور جو شخص گیسو دراز ہو اور گیسو اسکے مقام بغل سے نیچے ہوں تو ایسے شخص کا بھی مرید ہونا چاہئے یا نہیں یعنی یہ تینوں شخص قابل پیشوائی ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

داڑھی منڈانا حرام ہے، بھنویں منڈانا حرام ہے، مرد ہو کر کانوں میں مُندرے پہننا حرام ہے، شانوں سے نیچے ڈھلکے ہوئے عورتوں کے سے بال رکھنا حرام ہے، مرد کو زنانی وضع کی کوئی بات اختیار کرنا حرام ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اُس پر لعنت فرمائی ہے، اور جو اللہ ورسول کا ملعون ہو پیشوا نہیں ہوسکتا اس کا مرید ہونا حرام بات یہ ہے کہ عورت کے رحم میں دو خانے ہیں دہنا خانہ لڑکے کے لئے اور بایاں لڑکی کے واسطے، اور نطفہ مرد کا غالب آئے تو لڑکا بنتا ہے اور عورت کا غالب پڑا تو لڑکی بنتی ہے، پھر اگر مرد کا نطفہ غالب آیا اور رحم کے سیدھے خانے میں پڑا تو لڑکا ہوگا، ظاہر و باطن مرد اور عورت کا نطفہ غالب آیا اور رحم کے بائیں خانے میں پڑا تو لڑکی ہوگی، ظاہر و باطن عورت اور اگر نطفہ مرد کا غالب آیا اور رحم کے بائیں خانے میں گرا تو ہوگا صورت میں لڑکا مگر دل میں زنانہ خواسے داڑھی منڈانے انگیا پہنے، ہاتھ پاؤں میں مہندی لگانے، عورتوں کے سے بال بڑھا کر چوٹی گندھوانے یا جوڑا باندھنے یا بکھرے ہوئے رکھنے، کلیوں دار غرارہ دار پائچے پہننے، سرخ نیفہ ڈالنے وغیرہ وغیرہ کسی زنانی وضع کا شوق ہوگا اور اس حالت میں مرد کا نطفہ خفیف غالب تھا تو بالکل زنانہ زنخا بن جائے گا اور اگر نطفہ عورت کا غالب آیا اور رحم کے دہنے خانے میں گرا تو ہوگی صورت میں لڑکی مگر دل میں مردانی۔ اُسے انگرکھا پہنے، ٹوپی رکھنے، عمامہ باندھنے، گھوڑے پر چڑھنے، تلوار اُٹھانے، تیر اندازی کرنے، مردانہ جوتا پہننے وغیرہ وغیرہ کسی مردانی وضع کا ذوق ہوگا بہرحال یہ دونوں خانے بیٹھے ہوئے اللہ ورسول کے ملعون ہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعن اللہ المتشبھات من النساء بالرجال والمتشبھین من الرجال بالنساء۔

اللہ کی لعنت اُن عورتوں پر کہ مردوں کی [illegible] اور اُن مردوں پر کہ عورتوں کی وضع اختیار [illegible]

Marfat.com

رواہ احمد[1] والبخاری وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ (مسند احمد، بخاری، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی سند سے اس کو روایت کیا ہے۔ ت)

حضور نے یہ ارشاد اس وقت فرمایا کہ ایک عورت کو کمان کندھے میں لٹکائے دیکھا رواہ الطبرانی فی معجمہ الکبیر[2] (امام طبرانی نے اپنی معجم کبیر میں اس کو روایت فرمایا۔ ت) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعن اللہ الرجل یلبس لبسۃ المرأۃ والمرأۃ تلبس لبسۃ الرجل۔ رواہ ابوداؤد[3] والنسائی وابن ماجۃ والحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بلفظ لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اللہ کی لعنت اس مرد پر کہ عورتوں کے پہننے کی چیز پہنے اور اس عورت پر کہ مردوں کے پہننے کی چیز استعمال کرے (ابوداؤد، سنن نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے الفاظ "رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس پر لعنت فرمائی" سے اس کو روایت کیا۔ ت)

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے عرض کی گئی: فلاں عورت مردانہ جوتا پہنتی ہے، فرمایا:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الرجلۃ من النساء[4]۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے اس عورت پر کہ مردانی وضع لے۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۳۳۹
صحیح البخاری کتاب اللباس باب المتشبھین بالنساء والمتشبہات بالرجال قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۷۴
سنن ابی داؤد ؍؍ باب فی لباس النساء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۱۰
جامع الترمذی کتاب الادب باب ماجاء فی المتشبہات بالرجال الخ امین کمپنی دہلی ۲/۱۰۲
سنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب فی المخنثین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۸

[2] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی فی الکبیر کتاب الادب باب فی المتشبھین من الرجال الخ دارالکتاب بیروت ۸/۱۰۳-۱۰۲

[3] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لباس النساء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۱۰

[4] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/۲۱۰

Marfat.com

ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ کسی ایک بات میں بھی مرد کو عورت، عورت کو مرد کی وضع لینی حرام وموجب لعنت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے گیسو انتہا درجہ شانۂ مبارک تک رہتے، بس یہیں تک حلال ہے آگے وہی زنانہ خصلت ہے بلکہ علماء نے اس سے بھی ہلکی بات میں مشابہت پر وہی حکم لعنت بتایا۔ درمختار میں ہے:

غزل الرجل علی ھیأۃ غزل المرأۃ یکرہ[1] — کسی مرد کا کسی عورت کے بال گوندنے کی طرح اور اسکی ہیئت پر بال گوندنا مکروہ وناپسندیدہ فعل ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لما فیہ من التشبہ بالنساء وقد لعن علیہ الصلوۃ والسلام المتشبھین والمتشبھات[2] — اس لئے کہ اس میں عورتوں سے مشابہت ہے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ان مردوں پر لعنت فرمائی (جو عورتوں سے) مشابہت اختیار کریں، اور ان عورتوں پر بھی لعنت فرمائی جو مردوں سے مشابہت اختیار کریں۔ (ت)

فتح القدیر ودرمختار میں ہے:

اما الاخذ منھا (ای من اللحیۃ) وھی دون ذلک (ای القبضۃ) کما یفعلہ بعض المغاربۃ ومخنثۃ الرجال فلم یبحہ احد واخذ کلھا فعل یہود الھند ومجوس الاعاجم[3] واللہ تعالٰی اعلم۔ — لیکن داڑھی تراشنا جبکہ مشت بھر سے کم ہو جیسا کہ بعض مغاربہ (مغربی باشندے) اور زنانہ وضع کے مرد کیا کرتے ہیں پس اہل علم میں سے کسی عالم نے اس کو مباح نہیں فرمایا اور پوری داڑھی مونڈنا تو یہ ہند کے یہودیوں اور عجمی آتش پرستوں کا فعل اور طریقہ ہے (جو بالکل ناجائز ہے)۔ (ت)

مسئلہ ۱۹۱ تا ۱۹۲: از شیرگڑھ تحصیل بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ عظیم اللہ نائب مدرس ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) جو اشخاص بوجہ لاعلمی کے خلاف شرع پیرشل داڑھی منڈا اور کانوں میں مُندرے پہنے ہوئے اور

۱؎ درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی
۲؎ ردالمحتار " " " " داراحیاء التراث العربی بیروت
۳؎ درمختار کتاب الصوم باب ما یفسد الصوم ومالا یفسد مطبع مجتبائی دہلی
[illegible]

Marfat.com

گیسو دراز کے مرید ہو چکے ہوں اُن کی بیعت جائز ہوگی اور اُن کو جائے دیگر بیعت ہونے کا حکم ہے یا نہیں؟

(۲) جس پیر کے یہاں قوالی مع مزامیر ہوتی ہو اور اپنے مریدوں کو بھی اسی جلسہ میں شامل کرا کے راگ مع مزامیر سنواتا ہو تو ایسے پیر کا مرید ہونا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) فاسق کے ہاتھ پر بیعت جائز نہیں، اگر کر لی ہو فسخ کر کے کسی پیر متقی، سُنّی، صحیح العقیدہ، عالم دین، متصل السلسلہ کے ہاتھ پر بیعت کرے۔

(۲) مزامیر جائز نہیں، حضور سیدنا سلطان المشائخ نظام الحق والدین سردار سلسلۂ عالیہ چشتیہ نظامیہ فوائد الفواد شریف میں فرماتے ہیں، "مزامیر حرام ست[۱]" (مزامیر حرام ہے۔ ت) ایسے شخص سے بیعت کا حکم ہے جو کم از کم یہ چاروں شرطیں رکھتا ہو:

اوّل سُنّی صحیح العقیدہ ہو۔

دوم علم دین رکھتا ہو۔

سوم فاسق نہ ہو۔

چہارم اس کا سلسلہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک متصل ہو۔

اگر ان میں سے ایک بات بھی کم ہے تو اس کے ہاتھ پر بیعت کی اجازت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۳ بمقام بریلی صدر بازار چھاؤنی رسیدہ پاس مظہر حسین کے پہنچے بروز شنبہ بتاریخ ۱۱ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک بزرگ سے خاندانِ قادریہ میں بیعت ہے اور اس کی طبیعت خاندان چشتیہ صابریہ میں بھی بیعت ہونے کو چاہتی ہے اور اس کا پیر صرف خاندانِ قادریہ میں بیعت کرتا ہے اور کسی دوسرے خاندان چشتیہ صابریہ وغیرہ میں بیعت نہیں کرتا، اگر زید کسی دوسرے بزرگ سے خاندان چشتیہ صابریہ میں بیعت ہو جائے اور نیز اس کا پیر زندہ ہو تو ایسی صورت کچھ حرج تو نہیں ہے؟ زید کا خیال ہے کہ وہ دونوں پیروں کو برابر سمجھے گا اور حسبِ معمول دونوں شجرے پڑھے گا اور دونوں پر عمل کرے گا۔

الجواب

اکابر فرماتے ہیں ایک شخص کے دو باپ نہیں ہو سکتے، ایک وقت میں ایک عورت کے دو شوہر

---

[۱] فوائد الفواد

Marfat.com

نہیں ہوسکتے ایک مرید کے دو پیر نہیں ہوسکتے، یہ وسوسہ ہے اس پر عمل نہ کیا جائے، یک در گیر محکم گیر (ایک ہی دروازہ پکڑو مگر پکڑو مضبوطی سے۔ ت) پریشان نظری والا کسی کی طرف سے فیض نہیں پاتا۔ حدیث میں ارشاد ہوا:

من رزق فی شیئ فلیلزمہ[1] جس کو کسی چیز میں (یعنی اس کے سبب سے) رزق دیا جائے تو چاہیے کہ اس پر لزوم اختیار کرے (ت)

قرآن عظیم کی آیت بھی اسی معنی کا افادہ فرماتی ہے جو کاروپر نہیں لکھی جاسکتی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۴: مسئولہ جناب حکیم عظیم الدین صاحب بہیڑی ضلع بریلی ۱۱ رجب المرجب ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مسلمان متقی تصور سے بذریعہ میز کرسی پایہ ہوتی ہے اور تحت پر اس کے کچھ آیات قرآن عظیم کی مع تسمیہ لکھی ہوتی ہیں اور میز مذکورہ کے تینوں پایوں پر حروف تہجی لکھے ہوتے ہیں ارواح مسلمانوں سے اور اس طرح بات چیت کرتا ہے کہ زید اور چار پانچ اشخاص مسلمان نمازی میز کے آس پاس کرسیوں وغیرہ پر حلقہ باندھ کر آنکھیں بند کرکے مکان پاک صاف میں کہ خالی از عوام ہوتا ہے میز پر ہاتھ رکھ کر جس روح کو میز میں بلانا ہوتا ہے تصور کرتے ہیں کہ فلاں شخص کی روح میز میں داخل ہوتی اور زید کہ تسبیح:

سبحان ذی الملك والملکوت سبحان ذی العزۃ والعظمۃ والہیبۃ والقدرۃ والکمال والجمال والکبریاء والجبروت سبحان الملك الحی الذی لاینام ولا یموت سبوح قدوس ربنا ورب الملٰئکۃ والروح۔

اللہ تعالٰی ہر عیب اور نقص سے پاک ہے جو چھوٹی اور بڑی بادشاہی رکھنے والا ہے (الملك والملکوت: (۱) بادشاہی (۲) بڑی بادشاہی، جیسا کہ لغت وغیرہ میں مرقوم ہے۔ اللہ پاک ہے جو عزت والا، بزرگی والا، رعب، طاقت، کمال، جمال اور بڑائی رکھنے والا ہے (الجبروت) تسلط رکھنے والا، قدرت اور عظمت والا ہے۔ پاک ہے وہ بادشاہ جو ہمیشہ ہمیشہ زندہ ہے جو کبھی سوتا نہیں اور نہ اس پر کبھی موت طاری ہوتی ہے۔ بڑا منزہ اور بیحد پاک ہے۔ اور وہ ہم سب کا پروردگار ہے تمام فرشتوں اور حضرت جبریل کا بھی پروردگار ہے۔ (ت)

کا عامل ہے۔ وقت حلقہ زید اس تسبیح کی تلاوت کرتا ہے اسی اثناء میں میز کا پایہ اٹھتا ہے تو سوال کیا جاتا ہے جو کچھ سوال کرنا ہوتا ہے پایوں کے ذریعہ سے اگر روح پڑی ہوتی ہے تو حروف تہجی سے کہ میز کے پایوں پر لکھے ہیں ان کے ذریعہ سے بتلاتی ہے اور ان پڑھ روح سے کلام بہت دشواری سے ہوتا ہے اور بعض روحیں

---

[1] کنز العمال برمز ... حدیث [illegible] مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

Marfat.com

بہت کچھ بیان کرتی ہیں یہاں تک جو کچھ اُس پر عذاب اور ثواب بعد مرنے کے ہوتا ہے بتلا دیتی ہے اور اپنے گھر وغیرہ کی کیفیت بھی بیان کردیتی ہے اور اکثر اتفاق ایسا ہُوا کہ جو کچھ کسی نے پڑھ کر بخشا وہ بھی بتلا دیا تو کیا ایسی میز سے کسی قسم کی قباحت از رُوئے شرع شریف لازم آتی ہے کیونکہ ظاہر میں کوئی فعل خلاف نہیں معلوم ہوتا۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

اگر اس کی حقیقت اسی قدر ہے تو فی نفسہٖ اُس فعل میں حرج نہیں معلوم ہوتا جبکہ رُوحوں کا بلانا واقعیت رکھتا ہو اور یہ بظاہر دشوار معلوم ہوتا ہے جو ارواح معذب ومحبوس ہیں العیاذ باللہ تعالٰی اُن کا آنا کیا معنی اور جو ارواح طیّبہ معظمہ ہیں اُن کا یُوں بلانا سُوءِ ادب سے خالی نہیں ہوتا بظاہر اُس عامل کے صرف تصور کا تصرف ہوتا ہے اس تقدیر پر اُسے ارواح کی طرف نسبت کرنا کذب اور دھوکا اور محض ناجائز ہوگا اس کا امتحان بہت آسان ہے جن علوم سے یہ عامل آگاہ نہ ہو اُن کے کسی جاننے والے کی روح بلائے اور اُن علوم کا سوال کیجئے مثلاً ہندسہ و ہیأت کے واسطے نصیر طوسی کی رُوح بلائے اگر وُہ دقائق علوم ہندسہ کا جواب دے دے جن سے یہ عامل ناواقف ہو تو احتمال صدق ہوسکتا ہے اگرچہ دوسرا احتمال یہ بھی ہوسکتا ہے کہ معلم الملکوت کا کوئی کرشمہ ہو اور اگر جواب نہ دے سکے تو دھوکا ظاہر ہے بعض اوقات تجربہ ہوا ہے کہ میز نے وہی جواب دیئے جو عامل کے علم میں ہیں اس سے زیادہ کچھ میز نہ بتا سکی، بالجملہ اس سے احتراز ہی چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۵ مولوی نذیر احمد صاحب ساکن سموہان پرگنہ نواب گنج بریلی مورخہ ۲۷ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام مسئلہ ذیل میں: مرد نمازی اور صالح ناخواندہ کی بیعت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

ناجائز ہے کہ بے علم نتواں خدا را شناخت۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۶ از فیض آباد مسجد مغل پورہ مرسلہ شیخ اکبر علی مؤذن ومولوی عبدالعلی ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

اگر پیر کی اولاد کسی دنیا کے معاملات میں ناخوش ہو اور اس کی کشیدگی کا اثر عورت پر ہو اور مرید یہ کہتا ہے کہ اگر میں قصوروار سمجھا گیا تو میں معافی مانگتا توبہ کرتا ہُوں کوئی خواہشِ دُنیا میں تلقین کیجئے صراط مستقیم کی تلاش ہے تو اس کی نہ سُنی اُس مرید کو زیادہ اشتعال وطیش دلا کر گمراہ کیا جاتا ہے یہ جائز ہے؟

الجواب

سوال بہت مجمل ہے، کیا دُنیا کا معاملہ اور کیا وجہِ کشیدگی، اور کس عورت پر اثر، اور کیا اشتعال و

Marfat.com

طیش دلایا، جب تک مفصل نہ معلوم ہو یہ ظاہر نہیں ہو سکتا کہ کس کا قصور ہے، مزید اشتعال و طیش کیلئے نہیں بنایا گیا اور معافی تقصیر میں کبھی تاخیر ہی مصلحت ہوتی ہے، جیسے حضرت کعب بن مالک اور ان کے دونوں ہمراہیوں کے ساتھ پچاس شب تک کی گئی حتی ضاقت علیہم الارض بما رحبت یہاں تک کہ اتنی وسیع زمین ان پر تنگ ہو گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۱: از شہر کانپور محلہ موتی محال پر دکان محمد خاں و بادل خاں سوداگران مرسلہ امیر الدین شاہ ۲۴ صفر ۱۳۳۲ھ

جناب پیر و مرشد روشن ضمیر مولوی احمد رضا خاں صاحب! السلام علیکم! بعد آداب گزارش خدمت شریف میں یہ ہے کہ میں نے آپ کا نام سنا ہے اور لوگوں کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ آپ بہت بڑے بزرگ ہیں مگر جب میرا کام آپ سے ہو جائے تو میں سمجھوں، پیر وہی ہے جو پیر میرے میرا پردہ آپ اٹھا سکتے ہیں یا نہیں، کل بات کا جھگڑا ہے اور میں مولانا فضل الرحمن صاحب کے در کا خادم ہوں، صرف بات چیت کرنا چاہتا ہوں جن اور ملائکہ سے، پھر آپ کا بیعت بھی ہو جاؤں گا۔

الجواب

ملائکہ سے ملاقات اور کلام کے لئے ولایت درکار، اور ولایت کسبی نہیں محض عطائی ہے، ہاں کوشش اور مجاہدہ کرنے والوں کو اپنی راہ دکھاتے ہیں۔ جنوں سے مکالمہ کی خواہش اور مصاحبت کی تمنا اصلاً خیر نہیں، کم سے کم جو اس کا ضرر ہے یہ کہ آدمی متکبر ہو جاتا ہے، جیسا حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے تصریح فرمائی اور قرآن عظیم میں ہے کہ متکبروں کا ٹھکانا جہنم۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

لی القرآن الکریم ۸/۱۱

Marfat.com

شرب وطعام

دعوتِ ولیمہ، مہمانی، ذبیحہ، شکار، گوشت وغیرہا سے متعلق مسائل

مسئلہ ۱۹۸ ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۰۶ھ مرزا باقی بیگ صاحب رامپوری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہنود جو اپنے معبودانِ باطل کو ذبیحہ کے سوا اور قسم طعام وشیرینی وغیرہ چڑھاتے اور اس کا بھوگ یا پرشاد نام رکھتے ہیں اس کا کھانا شرعاً حلال ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

حلال ہے لعدم المحرم (حرمت کی دلیل نہ ہونے کی وجہ سے۔ ت) مگر مسلمان کو احتراز چاہئے لخبث النسبة (نسبت کی خباثت کی وجہ سے۔ ت)، عالمگیریہ میں ہے:

مسلم ذبح شاة المجوسی لبیت نارھم اوالکافر لآلھتھم توکل لانہ سمی اللہ تعالٰی ویکرہ للمسلم کذا فی التاتارخانیة ناقلا عن جامع الفتاوٰی[1] اھ اقول فاذا حلت ھذہ وھی ذبیحة فالمسئول عنہ اولٰی بالحل۔

اگر کسی مسلمان نے آتش پرست کی بکری اس کے آتشکدہ کے لئے یا کافر کے جھوٹے خداؤں کے لئے ذبح کر ڈالی تو اسے کھایا جائے گا (یعنی کھانا چاہے تو کھا سکتا ہے) اس لئے کہ مسلمان نے اس پر خدا کا نام لیا ہے لیکن ایسا کرنا مسلمان کیلئے مکروہ ہے۔ تاتارخانیہ میں جامع الفتاوٰی کے حوالہ

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الذبائح الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۲۸۶

Marfat.com

ہے اسی طرح منقول ہے اھ، اقول (میں کہتا ہوں) جب یہ ذبیحہ ہونے کے بعد حلال ہے تو پھر جس مسئلہ کے متعلق سوال کیا گیا وہ بطریق اولیٰ حلال ہے۔ (ت)

اور شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجمع البرکات میں فرماتے ہیں:

مایاتی المجوس فی نیروزھم من الاطعمۃ یحل اخذ ذٰلک والاحتراز عنہ اسلم کذا فی مطالب المومنین ناقلا عن الذخیرۃ اھ ملخصا اقول فاذا کان الاحتراز عن ھذا اسلم مع انہ لیس الاطعام صنعوہ لیوم زینتھم فالمستفسر عنہ احدر بالاحتراز واحری کما لایخفی۔

آتش پرست اپنی عیدمیں جو کھانے وغیرہ لاتے ہیں ان کا لینا حلال ہے ہاں البتہ ان سے بچنا زیادہ سلامتی کی راہ ہے، اسی طرح مطالب المومنین میں ذخیرہ کے حوالے سے منقول ہے، تلخیص پوری ہوئی۔ اقول (میں کہتا ہوں) جب اس سے بچنا زیادہ سلامتی ہے باوجودیکہ یہ صرف وہ کھانا ہے جو انھوں نے اپنی زیب و زینت کے دن کیلئے تیار کیا ہے، لہٰذا جس کے متعلق سوال کیا گیا وہ بچنے کے زیادہ قابل اور لائق ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ (ت)

اگر کفار اس پرشاد کو بطور تصدق بانٹ رہے ہوں جب تو ہرگز پاس نہ جائے یارب مگر بضرورت شدیدہ کہ صدقہ کے طور پر لینے میں معاذ اللہ مسلمان کی ذلت اور گویا کافر کے ہاتھ کا اُس کے ہاتھ پر بالا کرنا ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الید العلیا خیر من الید السفلی والید العلیا ھی المنفقۃ والید السفلی ھی السائلۃ اخرجہ الشیخان وغیرھما عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اونچا ہاتھ نیچے ہاتھ سے بہتر ہے اور دینے والا ہاتھ اونچا ہے اور مانگنے والا نیچا۔ (بخاری ومسلم اور ان دو کے علاوہ باقی لوگوں نے عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کی تخریج کی۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۹۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس درخت کو پاخانہ وغیرہ کے ناپاک پانی لگتے ہوں اس کا میوہ کھانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ، اجر پاؤ۔ ت)

ا۔ مجمع البرکات

۲۔ صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ باب لاصدقۃ الا عن ظہر غنی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی

صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ بیان ان الید العلیا خیر من الید السفلی

marfat.com
Marfat.com

الجواب

بلاکراہت جائز ہے، یہی مذہب ہے اکثر فقہاء کا۔

فی ردالمحتار عن ابی مسعود الزروع المسقیۃ بالنجاسات لاتحرم ولاتکرہ عند اکثر الفقہاء[1] انتہی، واللہ تعالٰی اعلم۔

فتاوٰی شامی میں ابومسعود کے حوالے سے ہے کہ جن کھیتوں کو ناپاک پانیوں سے سیراب کیا گیا تو وہ اکثر فقہاء کے نزدیک حرام اور مکروہ نہیں انتہی واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰۰   ۱۱ رجب ۱۳۰۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک برات یہاں سے پیلی بھیت جائے گی میزبان وعدہ کرتا ہے کہ کوئی ممنوع شرعی برات کے ساتھ راہ میں نہ ہوگا اسٹیشن ریل پیلی بھیت پر پہنچ کر سب ہمراہیوں کو کھانا کھلایا جائے گا اور ان میں جو لوگ ممنوعاتِ شرعیہ سے پرہیز رکھتے ہیں انھیں کھانا کھلاتے ہی دُلھن کے مکان پر معاً بھیج دیا جائے گا کہ وہ علٰحدہ مکانوں میں قیام کریں اور ممنوعات کے جلسہ سے بچیں انھیں بھیجنے کے بعد برات ہمراہ باجہ وغیرہ کے دُلھن کے گھر جائے گی اور وہاں دوسرے مکان میں ناچ اور آتشبازی وغیرہ ہوگی، اس صورت میں ایسی برات کی شرکت درست ہے یا نہیں؟ اور کچھ لوگوں نے عہد نامہ لکھا تھا کہ جو اپنی شادیوں میں ناچ گانا کریں گے ہم ہرگز اُن سے نہ ملیں گے انھیں بھی شرکت چاہئے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجروثواب پاؤ۔ت)

الجواب

اگریہ شخص جانتا ہے کہ میری خاطر اُن لوگوں کو ایسی عزیز ہے کہ بحالت منکرات شرعیہ میں شرکت سے انکار کردوں گا تو وہ مجبورانہ ممنوعات سے باز رہیں گے اور میرا شریک نہ ہونا گوارا نہ کریں گے تو اس پر واجب ہے کہ بے ترکِ منکرات شرکت سے انکار کرے۔ خزانۃ المفتین میں ہے:

رجل اتخذ ضیافۃ للقرابۃ او ولیمۃ اواتخذ مجلسا لاھل الفساد فدعا رجلا صالحا الی الولیمۃ قالوا ان کان ھذا الرجل

ایک شخص نے اپنے رشتہ داروں اور قرابتداروں کے لئے عام دعوت طعام یا دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا اور ساتھ ہی کھیل تماشے اور لہو ولعب کی مجلس بھی فسادیوں کے لئے آراستہ کی اور

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظروالاباحۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۱۷

Marfat.com

يحال لو امتنع عن الاجابة منعهم عن فسقهم لاتباح له الاجابة بل يجب عليه ان لا يجيب لانه نهي عن المنكر[1]

غاندانی غیر متعلق ایک نیک شخص کو بھی دعوت نامہ بھیجیں ائمہ کرام فرماتے ہیں کہ اگر وہ شخص اس دعوت کو قبول نہ کرتے ہوئے انھیں غلط قسم محفل آرائی اور بدکاری سے روک سکتا ہو تو اس کے لئے اس دعوت کو قبول کرنا مباح نہیں بلکہ اس پر دعوت کو قبول نہ کرنا واجب ہے کیونکہ گناہ سے روکنے کا عمل اس کے لئے مقدم ہے۔ (ت)

اور اگر جانتا ہے کہ میری عزت وعظمت ان کی نگاہوں میں ایسی ہے کہ میں سامنے ہوں گا تو وہ منکرات شرعیہ نہ کرسکیں گے تو اس پر واجب وموجب ثواب عظیم ہے کہ شریک ہو۔ ردالمحتار میں ہے:

اذا علموا انهم يتركون ذلك احتراما له فعليه ان يذهب اتفاقاً[2]

جب وہ جانتا ہے کہ اس کے احترام کی وجہ سے وہ گناہ والے کام چھوڑ دیں گے تو اس پر ضروری ہے کہ وہاں جائے اور شرکت کرے "اتفاقاً"۔ (ت)

اور اگر یہ دونوں صورتیں نہیں تو اگر جانتا ہے کہ جہاں کھانا کھلایا جائے گا وہیں منکرات شرعیہ ہوں گے اور برات والے کا وعدہ محض حیلہ ہی حیلہ ہے تو ہرگز نہ جائے۔

قال تعالٰی لاتقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[3]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: یاد آجانے کے بعد ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو اور مجلس نہ کرو۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

لو علم قبل الحضور لايحضر لانه لم يلزمه حق الدعوة[4]

اگر جانے سے پہلے ہی اسے (منکرات شرعیہ کا) علم ہوجائے تو وہاں نہ جائے کیونکہ اس پر دعوت کا حق لازم نہیں ہوا۔ (ت)

کفایہ میں ہے:

لان اجابة الدعوة انما تلزم اذا كانت

اس لئے کہ دعوت قبول کرنا اس وقت لازم ہوتا ہے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ الغرائب الملتقط کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر مکتبہ نورانیہ رضویہ سکھر ۵/ ۳۴۳

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۲

[3] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[4] الہدایۃ کتاب الکراہیۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۵۴

Marfat.com

الدعوۃ علی وجہ السنۃ۔[1] جبکہ دعوت سنّت کے مطابق ہو۔ (ت)

اور اگر واقعی ایسا ہی ہے کہ نفسِ دعوت منکرات سے خالی ہوگی اگرچہ دوسرے مکان میں لوگ مشغولِ گناہ ہوں تو شرکت میں کوئی حرج نہیں۔

قال تعالٰی ولا تزر وازرۃ وزر اُخری۔[2] اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اُٹھائے گی۔ (ت)

غایت یہ کہ میزبان گنہگار ہے پھر شرعاً گنہگار کی دعوت بھی دعوت ہے جبکہ وُہ خود گناہ پر مشتمل نہ ہو۔ خزانۃ المفتین میں ہے:

ان لم یکن الرجل بحال لو لم یجب لا یمنعھم عن الفسق لا باس بان یجیب و یطعم و ینکر معصیتھم و فسقھم لانہ اجابۃ الدعوۃ و اجابۃ الدعوۃ واجبۃ او مندوبۃ فلا یمتنع بمعصیۃ اقترنت بھا۔[3]

اگر کسی شخص کی ایسی پوزیشن نہ ہو کہ اگر یہ دعوت قبول نہ کرے تب بھی وُہ گناہ اور نافرمانی سے باز نہیں آئیں گے، تو پھر دعوت کی قبولیت میں کوئی حرج اور مضائقہ نہیں، البتہ اُن کے گناہ اور نافرمانی کا انکار کرے کیونکہ اس نے تو دعوت قبول کی (یعنی خود کوئی خلاف ورزی نہیں کی) اور دعوت قبول کرنا واجب ہے یا مستحب۔ لہٰذا ایسی دعوت جس سے گناہ پیوستہ ہو ممنوع نہیں۔ (ت)

1 مگر عالم اگر جانے کہ میری اتنی شرکت پر بھی عوام مجھے متہم و مطعون کریں گے تو نہ جائے کہ مواقع تہمت سے بچنا چاہئے اور مسلمانوں پر فتح باب غیبت ممنوع ہے۔

عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلا یقفن مواقف التھم ذکرہ الشرنبلالی وغیرہ۔[4]

حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی اللہ تعالٰی اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے تو وہ مقاماتِ تہمت سے بچے۔ اس کو علامہ حسن شرنبلالی وغیرہ نے ذکر کیا۔ (ت)

---

[1] الکفایۃ مع الفتح القدیر کتاب الکراھیۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۸/۴۵۰

[2] القرآن الکریم ۶/۱۶۴

[3] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ خزانۃ المفتین کتاب الکراھیۃ الباب الثانی عشر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۳۴۳

[4] مراقی الفلاح شرح نور الایضاح مع حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوٰۃ باب ادراک الفریضہ ص ۲۴۹

Marfat.com

یونہی وعدہ کرنے والے نہ جائیں کہ خلافِ عہد معیوب ہے۔

قال تعالٰی واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: (لوگو!) وعدہ پورا کیا کرو کیونکہ وعدہ کے متعلق قیامت کے دن پوچھ ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۰۱: از اوجین مرسلہ مولوی یعقوب علی خاں ۹ محرم الحرام ۱۳۰۹ھ

چہ می فرمایند علمائے شریعت ومفتیانِ طریقت دریں مسئلہ کہ زید منصب نیابت وامامت دارد وطعام بخانہ کسانیکہ لحم خوک ومردار پختہ نصارٰی را می خورانند بخورد ومی گوید کہ پختن مردار وخوک باکے نیست دست بشوید پاک شود وازیں سبب اکثرے مردمان شہر سند کا عمل دانستہ تناول طعام بخانہ او می نمایند دریں بارہ حقارت اہل اسلام وتہلکہ ونزاع درمیان مسلمانان واقع گردیدہ پس حکم گویندہ ایں کلام ومعاونت القیام شرعی ومعہ ومصاحبان آنچہ حکم وطعام خوردن بر مکان آں شخص کہ دریں کار زشتیہ وناتصدیق ملوث اند درست ست یا نہ، بیان فرمایند بسند کتاب۔ بینوا توجروا۔

علمائے شریعت اور مفتیانِ طریقت اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ زید ایک مقام پر امامت و نیابت کے فرائض انجام دیتا ہے لیکن جو لوگ سُور اور مردار کا گوشت پکا کر عیسائیوں کو کھلاتے ہیں زید اُن لوگوں کے گھروں سے کھانا کھاتا ہے اور کہتا ہے کہ مردار اور سُور کا گوشت عیسائیوں کے لئے پکانے میں کوئی حرج نہیں۔ پکانے کے بعد ہاتھ دھو ڈالے تو پاک ہوجاتے ہیں۔ شہر کے اکثر لوگ زید کے اس طرزِ عمل کو دیکھ کر ان لوگوں کے گھروں سے کھانا کھانے لگے ہیں جبکہ کچھ لوگ اس عمل سے نفرت اور سخت اختلاف کر رہے ہیں اور نزاع کی صورت بن گئی ہے، لہٰذا کتاب وسنت کی روشنی میں بیان فرمایا جائے کہ شخص مذکور کے بارے میں کیا شرعی حکم ہے اور اس کی معاونت وامداد اور اس سے تعاون کرنے والوں کے بارے میں شریعت کیا فرماتی ہے؟ بیان فرماؤ تاکہ اجروثواب پاؤ۔ (ت)

الجواب

ہمچو بیباک فجار کہ بہر خوردن کفار پختن چنیں اخبث نجاسات واخس محرمات پیشہ ساختہ اند ونظافت طبع ونزاہت

ایسے نڈر، بے خوف اور تقوٰی سے عاری لوگ جو کافروں غیر مسلموں کے لئے خبیث ترین اور نجس وحرام چیزیں پکانے کھلانے کا پیشہ اختیار

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۳۴

Marfat.com

شرع ہمہ را یک لخت پس پشت انداختہ مسلمان
متدین را طعام بخانہ ایشاں نشاید خورد بقطع نظر
ازانکہ تجربہ صادقہ شاہد است کہ کثرت مزاولت
چیزے حرمتش از نگاہ برمی اندازد پس مظنون آنکہ
در آب و ظروف خود شان از نجاسات ملعونہ
مذکورہ بے احتیاط باشند اقدام بریں امر باعث
مطعونی و تہمت باشد و در حدیث آوردہ اند
من کان یؤمن باللہ و الیوم الاخر
فلا یقفن مواقف التہم[1] مومن متدین
را چہ شایان ست کہ بے ضرورت شرعیہ آبروئے خود
ریختہ بر رخ خویشتن و بر طعن و تہمت مفتوح سازد
و برادران دینی را در گناہان کبیرہ غیبت و
حقد و تنابز بالالقاب وغیرہا اندازد
در حدیث فرمودہ اند ایاك و ما یسوء
الاذن[2] ، و در حدیث دیگر ست ایاك
وکل امر یعتذر منہ[3] و زیادتے 1
روایت کنند فان الخیر لا یعتذر
منہ باز ایں امر باعث نفرت مسلماناں
باشد و تنفیر مسلماناں بے ضرورت
شرعیہ قطعاً ممنوع سید عالم فرمود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
بشروا ولا تنفروا[4] مقصود شرع ایتلاف

کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے ہاں سے دینداروں اور تقوٰی دار لوگوں کو کھانا ہرگز نہیں کھانا چاہئے کیونکہ جہاں حرام چیزوں کا استعمال کثرت سے ہو وہاں برتنوں کے ناپاک اشیاء سے آلودہ ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔

اور دیندار و تقوٰی دار لوگوں کا ایسے لوگوں کے ہاں جانا اور ان کے ہاں سے ایسے مشکوک برتنوں میں کھانا کھانا عوام الناس کی نگاہوں میں باعثِ الزام و باعثِ تہمت ہوسکتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "جو کوئی اللہ تعالٰی اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے تو وہ مقاماتِ تہمت سے بچے۔" لہٰذا ایسی صورت حال میں الزام، طعن اور تہمت سے بچنا ضروری ہے بصورت دیگر یہ اقدام اپنے دینی بھائیوں کو کبیرہ گناہوں غیبت، بہتان، کینہ اور بُرے القاب کے استعمال میں مبتلا کر دے گا۔ حدیث مبارک ہے: لوگو! جن کاموں کو کان ناپسند کرتے ہیں ان سے بچو اور ایسے کاموں سے پرہیز کرو جن کے ارتکاب پر معذرت کرنی پڑے۔ اور بغیر شرعی مجبوری کے مسلمانوں کو متنفر کرنا ممنوع ہے، چنانچہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمانوں کو خوشخبری دو یعنی سناؤ اور نفرت نہ دلاؤ۔ شریعت کا مقصد جوڑنا، اتحاد پیدا کرنا ہے نہ کہ توڑنا۔ عقل سلیم کا تقاضا

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب ادراک الفریضہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۴۹
[2] مسند امام احمد بن حنبل بقیۃ حدیث ابی الغادیۃ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۷۶
[3] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۱۷۵۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۴۳۱
[4] صحیح البخاری کتاب العلم باب ما کان النبی یتخولہم بالموعظۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶
مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابی موسٰی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۳۹۹

Marfat.com

است تا خلاف وخود قضیۂ عقل سلیم نیست
بے ضرورت تجربہ جانب طرف افتادن
وبوقت مفت وکراہت ترم استادن
در حدیث آمدہ راس العقل بعد
الایمان باللہ التودد الی الناس [1]
وبروایتے دیگر راس العقل بعد
الایمان باللہ مداراۃ الناس [2]
تفسیر احادیث ایں باب در رسالہ
خود جمال الاجمال و شرح
او کمال الاکمال ہر چہ تمامتر
رنگ تفصیل دادہ ام ، بالجملہ
عقلاً ونقلاً ایں چنیں کار شناعتہائے
نامحدودہ دارد وعاقبتہائے نامحمودہ
باز چوں کار بفتنہ فساد وتفریق کلمہ
مسلمین انجامد سخت جسیمہ عظیمہ گردد
وقال اللہ تعالیٰ والفتنۃ
اشد من القتل [3] ، ودر
حدیث است الفتنۃ نائمۃ
لعن اللہ من ایقظہا [4] ، باز
چوں نیک بنگری آزمودن وانماست

بھی یہی ہے کہ لوگوں کو بیقراری میں ڈال کر ناراض کیا جائے
اور کراہت والزام والی جگہ کھڑے ہونے سے پرہیز
کیا جائے۔ حدیث پاک میں ارشاد نبوی ہے، اللہ تعالیٰ
پر ایمان لانے کے بعد عقل کی بنیاد لوگوں سے دوستی
اور محبت رکھنا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ
تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد عقلمندی و دانشمندی
لوگوں سے صلح جوئی میں ہے۔ فقیر (صاحب فتاوی)
نے اس باب کی حدیثوں کو اپنے رسالہ جمال الاجمال
اور اس کی شرح کمال الاکمال میں تفصیلاً بیان کر دیا ہے
خلاصہ یہ کہ عقل ونقل کے اعتبار سے اس طرح کا کام
یا اقدام اپنے اندر کئی قسم کی قباحتیں رکھتا ہے کہ جن کا
انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اور ایسے کاموں کا انجام
مذموم ہوتا ہے۔ جب یہ کام یا اقدام فتنہ وفساد از
مسلمانوں کے درمیان تفریق اور پھوٹ پڑنے کی حد
تک جا پہنچے تو جرم عظیم بن جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی
ہے: فتنہ قتل سے بدتر ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے
کہ فتنہ خوابیدہ (یعنی سویا ہوا ہوتا ہے) جو کوئی
اسے بیدار کرے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔
اگر آپ اچھی طرح غور کریں تو یہ واضح ہوگا کہ اس
قسم کے افعال انہی لوگوں سے سرزد ہوتے ہیں جو

---

[1] کنز العمال بحوالہ الشیرازی فی الالقاب حدیث ۸۰۵۳۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹۱۶/۱۵
[2] المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الادب حدیث ۵۴۰۰ ادارۃ القرآن کراچی ۳۹۲/۸
[3] القرآن الکریم ۲/۱۹۱
[4] کشف الخفاء حرف الفاء حدیث ۱۸۱۵ دار الکتب العلمیہ بیروت

Marfat.com

کہ دریں اعصار و امصار امثال ایں کار نخیزد مگر از دست کسانیکہ چنداں پروائے دین ندارند و بے باک زیستن و آزاد گزراندن را حاصل زندگانی انگارند لیت و لعل چیزے دیگرست و وقع و فعل دیگر اگر انصاف کنی واقع چنین ست گو درلم ولانسلم فراز مباش بہمیں تقریر نفیس بحمد اللہ تعالیٰ منکشف شد حکم طعام با نصاریٰ خوردن و امثال ذٰلک از کارہائے اہل زیغ و فتن نسأل اللہ السلامۃ والعز والکرامۃ باز مقرر فقہ است کہ منصب امامت نشاید داد بچو کسے را کہ مرماں را از و نفرتے باشد و کار بتقلیل جماعت کشد اگرچہ دریں باب گناہے از ذات آں کس نباشد چوں ولد الزنا و اجذام وابرص وغیرہم ایں نکتہ ہم بنظر داشتنی است و آنکہ گفت در پختن خوک و مردار باکے نیست پر غلط گفت بلے بے ضرورت شرعیہ تلوث بنجاسات ممنوع ست خاصہ بچو کارے کہ حاصلش قصد اصلاح ما افسدہ اللہ باشد و پختن بہر خوراندن کفار قطعاً ناجائز و حرام ما حرم اخذہ حرم اعطاؤہ[1] وقال اللہ تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[2]، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

دین اور تقاضائے دین کو چنداں اہمیت نہیں دیتے۔ بے خوف ہو کر بالکل آزادانہ لاپروائی والی زندگی گزارنا زندگی کا حاصل سمجھتے ہیں۔ ٹال مٹول اور لیت و لعل سے کام لینا الگ چیز ہے اور کام کر گزرنا الگ اور جداگانہ چیز۔ اگر تم انصاف سے کام لو تو درحقیقت بات یہی درست اور صحیح ہے۔ گو لِمَ اور لا نسلم کہہ کر اس سے صرفِ نظر کیا جائے (میں نہیں مانتا اور کیوں، کیسے کا تو کوئی علاج نہیں۔ مترجم) پس اس نفیس اور عمدہ تقریر سے بحمد اللہ تعالیٰ ظاہر ہو گیا کہ عیسائیوں کے ساتھ مل کر کھانا پینا اور اس قسم کے دوسرے کام کرنا کج فطرت اور فتنہ باز لوگوں کا شعار ہوتا ہے (مخلص اہلِ ایمان نہ ایسا کرتے ہیں اور نہ انھیں ایسا کرنا زیب دیتا ہے) نیز فقہ میں یہ اصول مسلّمہ اور طے شدہ ہے کہ عہدۂ امامت ان لوگوں کو نہیں دینا چاہئے جن سے لوگ نفرت کرتے ہوں اور بوجہ نفرت جماعت سے نماز پڑھنا چھوڑ دیں اگرچہ عہدۂ امامت پر فائز ہونے والا بے قصور و بے گناہ ہو جیسے حرامزادہ، کوڑھ والا، مرضِ برص والا، اسی طرح دیگر امراض کا شکار آدمی۔ لہٰذا یہ نکتہ پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ اور جس کسی نے یہ کہا کہ سُور اور مردار کا گوشت پکانے اور غیر مسلموں کو کھلانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا یا کچھ مضائقہ اور خطرہ نہیں وہ شخص مذکور غلط بات کہنے کا

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الرابعۃ عشر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۸۹

[2] القرآن الکریم ۵/۲

Marfat.com

مرتکب ہوا بغیر علم و تحقیق کے اس قسم کا فیصلہ صادر کر دینا ہرگز مناسب نہیں بغیر شرعی مجبوری کے گندگیوں سے آلودہ ہونا سخت ممنوع اور ناجائز ہے بالخصوص ایسے کاموں سے پرہیز کرنا بہت ضروری ہے جن کا حاصل ان کاموں کی اصلاح کرنے کا ارادہ کرنا ہے جنھیں اللہ تعالٰی نے بگاڑ دیا ہے۔ اور کافروں کو کھانا کھلانے کے لئے مسلمانوں کا اپنے ہاتھوں ناجائز و حرام چیزوں کو پکانا یقیناً ناجائز اور حرام ہے۔ اور یہ قاعدہ و اصول ہے کہ جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔ اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا ہے: (لوگو!) گناہ اور زیادتی والے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو۔ اور اللہ تعالٰی پاک، برتر اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۴۲: از اوجین مرسلہ محمد یعقوب علی خان ۱۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۰ھ

چہ می فرمایند علمائے افضل الکملاء و مفتیان اکمل الفضلاء دریں مسئلہ کہ حلالہ نزد کسے معتبر ہمراہی طباخ رفتہ گفت کہ من می خواہم کہ مردمان اہل اسلام طعام شادی دخترم تیار کنانیدہ بخورند چنانچہ مسلم ضعیف العقیدہ وغیرہ چیزے از قسم خوردنی گرفتہ پختہ بخوردند ازیں حرکات خرافاتیہ اوشان مضحکہ درمیان اہل ہنود اظہار شدہ و جماعت مسلمان خجل پس دعوت مردار خوار و خوکیان درست است یا حرام و خورندگان دعوت تا تائب نشوند بطریق تنبیہ زمرۂ اہل اسلام خارج سازند و پرہیز نمایند جائز است یا نہ کہ دیگران را عبرت شود و بار دوم ملوث ایں کار خراب نیاشند دریں مسئلہ چہ حکم شرعی در حق خورندہ و پزندہ گروہ بحوالہ عبارت کتب بیان فرمایند رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

کیا فرماتے ہیں ایسے علماء جو کاملوں میں اکمل اور فاضلوں میں افضل ہیں کہ ایک غیر مسلم (ہندو) مسلمانوں کی بستی میں کسی معتبر آدمی کے پاس باورچی ہمراہ لے کر گیا اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ مسلمان لوگ میری بیٹی کی شادی کا کھانا خود اپنے ہاتھوں تیار کروا کر کھائیں (تاکہ کوئی شک و شبہ نہ ہو) چنانچہ کچھ کمزور عقیدہ والے لوگوں نے کھانے کا سامان وغیرہ لے کر پکایا اور کھایا جس سے مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں میں ہنسی مذاق ہونے لگا اور مسلمان شرمندہ ہوئے۔ کیا حرام خوروں کی دعوت میں کھانا جائز ہے یا حرام؟ دعوت کھانے والے جب تک تائب نہ ہو جائیں کیا انھیں گروہِ اسلام سے بطور تنبیہ خارج تصور کیا جائے لو ان سے اگر علیحدگی اختیار کی جائے تو کیا یہ جائز ہوگی کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ لوگوں کو عبرت حاصل ہو اور وہ دوبارہ اس طرح کی گھٹیا حرکت نہ کرنے پائیں۔ اس سلسلے میں کھانے اور پکانے والوں کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟ بحوالہ عبارات کتب جواب مرحمت فرمایا جائے۔ (ت)

Marfat.com

الجواب

اگرچہ کسان مذکور ایں قدر احتیاط کردند کہ طعام پختہ ہمچو ناکسان نخوردند بلکہ خوردنیہا گرفتہ خود پختہ بکار بردند اما تاہم ایں کار خطا وبے جا افتاد کہ اموال ہمچو حرام وناپاک پیشگان خبیث ست در حدیث کسب حجام را بسبب ملابست نجاست خون خبیث فرمودہ اند باآنکہ پیشہ او کہ خون کشیدن ست شرعًا حلال است احمد ومسلم وابوداؤد والنسائی عن رافع بن خدیج رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثمن الکلب خبیث ومھر البغی خبیث وکسب الحجام خبیث۔[1] پس کسب خوکیانان بدرجہ اولٰی اخبث واشنع باشد باز ایں کار بحسب عرف دیار باعث تنفیر مسلمین وانگشت نمائی در برادران دین مے شود ھر کارے کہ چناں ست شرعًا مکروہ وناشایانست تاآنکہ علماء گفتہ اند در شہرے کہ مردمان بخضاب اعنی خضاب جائز کہ غیر سواد ست خوکردہ باشند آنجا ترک

اگرچہ مذکورہ لوگوں نے اس قدر احتیاط برتی کہ ان نااہلوں کا پکایا ہُوا کھانا نہیں کھایا بلکہ کھانے کی اشیاء خود لے کر پکائیں اور اس طرح اپنے ہاتھوں سے پکا کر کھایا مگر پھر بھی ان کی یہ حرکت نامناسب اور بے جا قرار پاتی ہے۔ حرام اور ناپاک پیشہ کرنے والوں کا مال خبیث (گندہ) ہے، چنانچہ حدیث میں پچھنے لگانے والوں کی کمائی کو ناپاک اور خون کے تلبس کی وجہ سے خبیث فرمایا گیا حالانکہ اس کا پیشہ خون کھینچنا شرعًا جائز ہے۔ چنانچہ مسند احمد، مسلم، ابوداؤد اور سنن نسائی میں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کتّے کی قیمت، بدکار عورت کا مہر یعنی اس کی کمائی اور پچھنے لگانے والے کی کمائی یہ سب خبیث یعنی گندے کام ہیں، تو خنزیر خوروں کی کمائی بطریق اولٰی خبیث ہے، نیز یہ کام علاقہ کے عرف میں مسلمانوں کی نفرت اور انگشت نمائی کا سبب ہے جبکہ ہر ایسا کام شرعًا ممنوع ہے یہاں تک کہ علماء نے فرمایا ہے کہ جس شہر میں جائز خضاب یعنی سیاہ خضاب کے علاوہ خضاب لگانے کی عادت ہو وہاں خضاب نہ لگانا اور جہاں خضاب

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساقاۃ باب تحریم ثمن الکلب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۹
سنن ابی داؤد کتاب البیوع آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۳۰

Marfat.com

خضاب وجائیکہ ترک عادی باشند آنجا
فعل خضاب مکروہ و ناپسندیدہ است
زیراکہ خروج از عادت باعث شہرت و
موجب کراہت ست ۔ امام علامہ عارف
باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی
در حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ فرمود من
کان فی موضع عادۃ اہلہ الصبغ
او ترکہ فخروجہ عن العادۃ
شہرۃ ومکروۃ [ل] انتہی با آنکہ خضاب و
ترک ہر دو شرعاً روا ست
و خو کردگان یکے از آنہا مراں دیگر را
زنہار مخالف دین و دیانت نے داوند
لیکن چوں آں فعل فی نفسہ نیز شرعاً
ناپسندیدگی دارد و در عامہ بلاد در اذہان
قلوب عامہ مسلمین نفرت شدیدہ
ازو جائے گیر باشد ارتکاب ہچو
افعال پیش ایشاں امارت بیباکی و دنائت
قلب و قلت دین و ضعف دیانت
برو بچشاں رسد پرداختن و خود را ہدف سہام
طعن و ملام اہل اسلام ساختن و باجماعت
طرف شدہ رعایت شرع و مراعات
خاطر مسلماناں یکسر پس پشت انداختن خود چہ زیبا
ست شرع مطہر ہرگز ہچو کارے رضا ندہد

رنگنے کا رواج ہو وہاں خضاب لگانا مکروہ
ہے کیونکہ اس میں شہر کی عادت سے خروج
کے باعث بدنامی ہوتی ہے جو کہ مکروہ
ہے۔ امام علامہ عارف باللہ سیدی
عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے
حدیقہ ندیہ میں فرمایا جو شخص علاقہ کی
عادت خضاب یا عدم خضاب کی عادت سے
خروج کرے تو شہرت کی وجہ سے
مکروہ ہے حالانکہ خضاب اور ترک خضاب
اور عادت کے خلاف کرنا شرعاً
دین و دیانت کے خلاف نہیں ہے
تو ایسے کام کے متعلق کیا حال ہوگا
جو شرعاً خود ناپسندیدہ ہے
اور تمام بلاد میں اس کی وجہ سے
مسلمانوں کے دلوں میں شدید
نفرت پائی جاتی ہے، اس
نوع کے کاموں میں مشغول ہوجانا
اور اپنے آپ کو اہل اسلام
کے طعن و ملامت کے تیروں کا نشانہ
بنانا اور دنیا والوں سے ایک طرف ہوجانا، شریعت
کی رعایت اور اہل اسلام کی مراعات کو یکدم
پس پشت ڈال دینا کیسے اچھا ہوسکتا ہے۔
شریعت مطہرہ اس قسم کے کاموں سے خوش نہیں

[ل] حدیقۃ الندیۃ شرح طریقہ محمدیہ ومنہا ای من الآفات اشاعۃ الرجل الخ المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ [illegible]

Marfat.com

کسان مذکور را باید کہ چارۂ کار خود سازند و بمجمع مسلمین بتوبہ و معذرت پردہ زند کہ بے سبب افروختہ اند بآب اعتذار بنشانند و غبار ملالے کہ بر خاطر مسلماناں از جانب آناں نشستہ است بیفشانند حکم ایں قدر ست اما کار مسطور با خراج ایشاں از زمرۂ مسلماں نیز زد تفریط و افراط ہر دو بدست و میزان اعتدال بدست حق پرست نظرست۔ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم۔

ہوتی لہٰذا مذکورہ لوگوں کو چاہئے کہ وہ اپنے کام کی تدبیر (چارہ) کریں اور مسلمانوں کی مجلس میں توبہ اور معذرت میں مشغول ہوں کہ بغیر سبب جلائی ہوئی آگ کو معذرت کے پانی سے بجھائیں۔ اور بے چینی و تنگ دلی کا گرد و غبار جو اُن کی طرف سے مسلمانوں کے دلوں پر بیٹھ گیا ہے اسے جھاڑ دیں، صرف اتنا ہی حکم ہے۔ لیکن یہ کام جو سوال میں بیان کیا گیا ہے کہ انھیں مسلمانوں کے گروہ سے نکال دیا جائے یہ جائز اور مناسب نہیں، پس افراط و تفریط (زیادتی و کمی) دونوں ہی بُرے ہیں، اور حق پرستوں کے ہاتھوں میں عدل ترازو محفوظ ہے۔ اللہ تعالٰی پاک، برتر اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۰۳ تا ۲۰۶ از گلگت چھاؤنی جونال مرسلہ سید محمد یوسف علی صاحب شعبان ۱۳۱۲ھ

جناب مولوی صاحب مخدوم مکرم سلامت، بعد آداب تسلیمات کے گزارش یہ ہے کہ براہِ مہربانی اس کا جواب بہت جلد مرحمت فرمائیے گا کیونکہ اس جگہ پر خط عرصہ سے پہنچتا ہے، بوجہ برف کے جواب کے واسطے عرصہ دو ماہ کا ہونا چاہئے، بندہ کو اس وقت سوا آپ کے اور کوئی نہیں یاد آیا، امیدوار ہوں کہ اکثر یہاں کے لوگ ناواقف ہیں، چند باتیں میں سوال میں لاتا ہوں ان کا جواب دیجئے گا، فقط۔

(۱) انگریز کے ولایت کی چند چیزیں ایسی ہیں جو کہ بوجہ یہاں دستیاب نہ ہونے کو اُن کو استعمال کرنا اوّل تو مکھن وہاں سے گائے کے دودھ کا ین کے ٹین کے بکس میں بند ہو کر آتا ہے اُس پر گائے کا نمونہ بھی بنا ہوتا ہے اس کو خرچ میں لانا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اس طرف سے گائے کا دودھ ٹین کے بکس میں آتا ہے چند شخص کہتے ہیں یہ اچھا ہے چند شخص اعتراض کرتے ہیں دیکھا ہُوا کوئی صحیح نہیں بتلاتا صرف سُنے ہوئے پر برتتے ہیں۔

(۳) ایک قسم کا دانت صفا کرنے کا بجائے مسواک کے انگریزی برش ہے اُس سے دانت خوب صفا ہوتے ہیں، چند شخص کہتے ہیں اس کا دستہ ہاتھی دانت کا ہے اور سینگ کے بال ہیں فرض کیا اگر سینگ کے بال ہیں اُن کو منہ میں لینا کیسا ہے؟ چونکہ کوئی اُس سے اصلاً خبر نہیں رکھتا عقل سے ہاتھی دانت بتاتے ہیں۔

(۴) یہ کہ بکری ہم نے اپنے ہاتھ سے ذبح کر دی اس کو اپنے ہاتھ سے پکایا، اس کو انگریز نے اپنے

Marfat.com

سامنے رکھ کر چھری اور کانٹے سے علیحدہ کاٹا یہاں تک کہ اس کا ہاتھ تو لگا ہے اگر اس کو کوئی شخص غفلت سے کھائے تو کیسا ہے؟

الجواب

(۱تا۴) اصل اشیاء میں طہارت و حلت ہے جب تک تحقیق نہ ہو کہ اس میں کوئی ناپاک یا حرام چیز ملی ہے محض شبہہ پر نجس و ناجائز نہیں کہہ سکتے۔ ردالمحتار میں ہے:

لایحکم بنجاستها قبل العلم بحقیقتها[1]

حقیقت حال معلوم ہونے سے پہلے اشیاء کی نجاست کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ (ت)

اُسی میں ہے:

فی التتارخانیة من شك فی انائه او ثوبه او بدنه اصابته نجاسة اولا فهو طاهر مالم یستیقن وکذا الاٰبار والحیاض والجباب الموضوعة فی الطرقات ویستقی منها الصغار والمسلمون والکفار وکذا ما یتخذه اهل الشرك او الجهلة من المسلمین کالسمن والخبز والاطعمة والثیاب اھ ملخصا[2]

تاتارخانیہ میں مذکور ہے کہ اگر کسی شخص کو اپنے جسم، لباس یا برتن کے بارے میں شک ہو کہ آیا وہ ناپاک ہیں یا نہیں تو جب تک اس کا شک یقین کی حد تک نہ پہنچے وہ پاک ہی تصور ہوں گے اور یہی حکم ہے کنوؤں، تالابوں اور گھڑوں کے بارے میں جو راہوں میں رکھے گئے ہوں اور مسلمان، کافر، چھوٹے بڑے سب ان سے سیراب ہوتے ہوں۔ اسی طرح مشرکین و کفار اور جاہل و ناواقف مسلمانوں کی تیار کردہ اشیائے خورد و نوش کا حکم ہے (کہ محض شک سے ناپاک متصور نہیں ہوں گی) اھ ملخصا (ت)

ہاں اگر کچھ شبہہ ڈالنے والی چیزیں ہوں کہ احتیاط کرے تو بہتر لقوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم کیف وقد قیل[3] (اس لئے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: یہ کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ اس کے متعلق ایسا ایسا کہا گیا ہے۔ت) مگر ناجائز و ممنوع نہیں کہہ سکتے یہاں تک کہ اگر مردار کا بھی یاک ہے

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ باب الانجاس داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۲۰

[2] " " " " ۱/۱۰۲

[3] صحیح البخاری کتاب العلم باب الرحلۃ فی المسألۃ النازلۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹

مسند امام احمد بن حنبل عن عقبہ بن حارث دارالفکر بیروت ۴/۷

اس کی بنی مسواک منہ میں لینی جائز ہے۔ درمختار میں ہے:

شعر المیتة غیر الخنزیر وحافرھا وقرنھا طاھر[1] اھ ملتقطا۔

سوائے سُور کے ہر مردار کے بال، کھر اور سینگ پاک ہوتے ہیں اھ ملتقطا۔ (ت)

البتہ خنزیر کے بالوں کا برش نجس ہے اور اُس کا استعمال حرام، اُس سے دانت مانجنا ایسا ہے جیسے پاخانے سے، اور وہ بھی بلادِ یورپ سے آتے اور علانیہ بکتے ہیں، معلوم ہونے کی صورت میں تو صریح حرام ہی ہے اور شُبہہ کی حالت میں بھی بچنا ہے، اور اصل تو یہ ہے کہ مسواک کی سنّت چھوڑ کر نصرانیوں کا برش اختیار کرنا ہی سخت جہالت وحماقت اور مرضِ قلب کی دلیل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۴) اُس کھانے والے پر کچھ الزام نہیں، ہاں کسی کافر خصوصًا ان بلاد میں انگریز کے ساتھ کھانے یا معاذاللہ اس کا جھوٹا کھانے یا پینے سے احتراز ضرور ہے۔

لما فیہ من مخالطة الکافر وقد قدمنا کراھة مخالطة اھل الباطل والشر مطلقا فکیف الکافر فکیف اذا کان مسلطا بالحکومة والنفوس والموسوسة تحب التقرب الیہ ولما فیہ من اساءة ظنون المسلمین بنفسہ وقد روی الامام احمد عن ابی الغادیة عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاک وما یسوء الاذن[2] ولما فیہ من ایقاع غیرہ فی الغیبة ونفسہ فی التھمة وقد جاء عن امیر المؤمنین عمر الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلا یقفن مواقف التھم بل یروی فی ذالک عن النبی صلی اللہ

کیونکہ اس میں کفّار سے میل جول پایا جاتا ہے حالانکہ ہم اس سے پہلے اہلِ باطل اور اہلِ شر سے مطلقاً میل جول کی کراہت بیان کر آئے ہیں پھر کیسے کافر سے اور کیسے حکومت پر جبرًا مسلّط شخص سے میل جول کا جواز ہوسکتا ہے (یعنی اس کا حال تو زیادہ سنگین اور خطرناک ہے پس یہ کیسے روا ہوسکتا ہے) اور وسوسے ڈالنے والے نفوس تو چاہتے ہیں کہ ان کے تقرب میں گرفتار رہوں نیز اس میں مسلمانوں کے ہاں بدگمانی پائی جانے کا امکان ہوتا ہے۔ امام احمد نے ابو الغادیہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم سے روایت کی ہے (اے بندو!) اپنے آپ کو ان کاموں سے بچاؤ جو کانوں کو بُرے

---

[1] درمختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸

[2] مسند امام احمد بن حنبل بقیہ حدیث ابی الغادیہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/۷۶

Marfat.com

تعالیٰ علیہ وسلم ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ نکلیں اور اس میں دوسروں کو غیبت میں اور اپنے آپ کو تہمت میں ڈالنا ہے بلکہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ مقاماتِ تہمت سے بچے یعنی وہاں نہ ٹھہرے بلکہ اس باب میں حضور نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے بھی روایت کی گئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۰۷: از گلگت مرسلہ ہزار امیر خاں ملازم کپتان اسٹوٹ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: ایک ڈنڈی دار پیالے میں جس پر کچھ بال نہ پڑا ہو اگر ہم نے اس میں چائے بنائی اس کو قوم نصاریٰ نے آکر ڈنڈی پکڑ کر صرف اٹھالیا وہ چائے ہم کو پینا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

جائز ہے، مسلمانوں کے مذہب میں چھوت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰۸: ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ مسلمان جوائنٹ کے کاروبار کرتے ہیں ان کے یہاں کمہار نوکر ہیں، اگر یہ کمہار ہندو کبھی کچھ اپنے یہاں سے پوری پکوا کر لائیں یا بازار سے اپنی آمدنی میں سے مٹھائی وغیرہ خرید کر کے دیں تو اس کا لینا اور کھانا درست ہوگا یا نہیں؟ اور نیز عام اہل ہنود کے یہاں کے کھانے کا جو بطریق رسم کچھ بھیجیں لینا اور کھانا درست ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کافروں کے ہدیے قبول بھی فرمائے ہیں اور رَد بھی فرمائے۔ کسریٰ بادشاہِ ایران نے ایک خچر نذر کیا، قبول فرمایا۔

الحاکم فی المستدرک عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال ان کسرٰی اھدی للنبی صلی اللہ تعالیٰ

حاکم نے مستدرک میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا کسریٰ شاہِ ایران نے آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ

۱؎ مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب ادراک الفریضۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۲؎ حاشیۃ الطحطاوی فصل مایکرہ للصائم

Marfat.com

عليه وسلم بغلة فركبها بحبل من شعر ثم اردفنی خلفه[1] قال الحافظ الدمياطی فی ذلك نظر لان کسری مزق کتابه صلی اللہ تعالٰی عليه وسلم فبعيد ان يهدی له[2] اقول يرد نظره حديث الآتی واما استبعاده فقد اجاب عنه العلماء بجوابين ذکرهما الزرقانی فی شرحه[3] علی المواهب فی ذکر بغاله صلی اللہ تعالٰی عليه وسلم۔

علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک خچر بطور تحفہ بھیجا اور آپ نے اس پر سواری فرمائی جبکہ اس کی لگام بالوں کی رسّی تھی اور آپ نے مجھے اپنے پیچھے بٹھایا۔ حافظ دمیاطی نے فرمایا اس میں اشکال ہے اس لئے کہ کسرٰی نے آپ کا نامہ مبارک چاک کردیا تھا، اور یہ بات ناقابلِ فہم اور بعید ہے کہ اس نے آپ کے لئے تحفہ بھیجا ہو۔ میں کہتا ہوں محدّث دمیاطی کے اعتراض کو اگلی حدیث مسترد کررہی ہے۔ رہا اس کا بعید کہنا تو اہلِ علم حضرات نے اس کے دو جواب دیئے ہیں جن کو علّامہ زرقانی نے مواہب لدنیہ کی شرح میں حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلّم کے خچروں کے شمار کے سلسلے میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

یُونہی بادشاہِ فدک نے چار اُونٹنیاں پُربار نذر کیں، قبول فرمائیں، اور بلال رضی اللہ تعالٰے عنہ کو بخش دیں۔

رواه ابوداؤد[4] عن بلال المؤذن رضی اللہ تعالٰی عنه وفيه انه صلی اللہ تعالٰی عليه وسلم قال لبلال فاقبضهن واقض دَينك۔

اس کو امام ابوداؤد نے حضرت بلال مؤذن کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے (رضی اللہ تعالٰے عنہ) اس میں مذکور ہے کہ حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالٰے عنہ سے فرمایا: ان پر قبضہ کرکے اپنا قرض ادا کردو۔ (ت)

قیصرِ روم وغیرہ سلاطین کفّار کے ہدایا قبول فرمائے۔

احمد والترمذی عن امير المؤمنين علی کرم اللہ تعالٰی وجهه قال اهدی کسری لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی

امام احمد اور ترمذی نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کسرٰی بادشاہِ ایران نے حضور صلے اللہ تعالٰے

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ تعلیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابن عباس دارالفکر بیروت ۳/ ۵۴۱

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ ذکر بغالہ علیہ الصلوٰۃ والسلام دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۳۸۹

[3] " " " " " " " " " ۳/ ۳۸۹

[4] سنن ابی داؤد کتاب الخراج والفئ باب فی الامام یقبل ہدایا المشرکین آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۸۰

Marfat.com

علیه وسلم فقبل منه واهدی قیصر فقبل منه واهدت له الملوك فقبل منهن[1]

علیہ وآلہ وسلم کو تحفہ بھیجا تو آپ نے اس کا تحفہ قبول فرمایا۔ اسی طرح قیصر روم (روم کے بادشاہ) نے تحفہ بھیجا وہ بھی آپ نے قبول فرمایا۔ اسی طرح دیگر بادشاہوں نے بھی ہدیے بھیجے تو آپ نے وہ بھی قبول فرمائے۔ (ت)

قُتیلہ بنت عبدالعزّٰی بن سعد اپنی بیٹی حضرت سیدتنا اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما کے پاس آئی اور کچھ گوشت کے زندہ جانور، پنیر، گھی ہدیہ لائی۔ بنت الصدیق نے نہ لیا، نہ ماں کو گھر میں آنے دیا کہ تُو کافرہ ہے۔ ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا، آیت اتری:

لاینھٰکم اللّٰہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین[2]

اللہ تعالٰی ان کافروں کے ساتھ نیک سلوک سے تمہیں منع نہیں فرماتا جو تم سے دین میں نہ لڑے۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہدیہ لو اور گھر میں آنے دو۔[3]

رواہ الامام احمد عن عامر بن عبداللّٰہ بن الزبیر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہم۔

امام احمد نے اس کو عامر بن عبداللہ بن زبیر سے روایت کیا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم (ت)

یہ حدیثیں تو جواز کی ہیں ــــ اور عیاض رضی اللہ تعالٰی عنہ نے پیش از اسلام کوئی ہدیہ یا نذر کیا، فرمایا: تو مسلمان ہے؟ عرض کی: نہ۔ فرمایا:

انی نھیت عن زبد المشرکین۔ رواہ عنہ احمد وابوداؤد والترمذی[4] وقال حسن صحیح۔

میں کافروں کی دی ہوئی چیز لینے سے منع کیا گیا ہوں (امام احمد، ابوداؤد اور ترمذی نے اس کو روایت کیا، اور امام ترمذی نے فرمایا یہ حسن صحیح ہے۔ ت)

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن علی بن ابی طالب المکتب الاسلامی بیروت ۱/۱۴۵-۹۶
جامع الترمذی ابواب السیر باب ماجاء فی قبول ہدایا المشرکین امین کمپنی اردو بازار لاہور ۱/۱۹۱

[2] القرآن الکریم ۶۰/۸

[3] مسند احمد بن حنبل عن علی بن ابی طالب المکتب الاسلامی بیروت ۱/۱۴۵

[4] جامع الترمذی ابواب السیر باب ماجاء فی قبول ہدایا المشرکین امین کمپنی اردو بازار لاہور ۱/۱۹۱

Marfat.com

یونہی ملاعب الاسنہ نے کچھ ہدیہ نذر کیا، فرمایا: اسلام لا۔ انکار کیا۔ فرمایا:

انی لا اقبل ہدیۃ مشرک۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر[1] عن کعب بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔

میں کسی مشرک کا ہدیہ قبول نہیں فرماتا۔ (امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے بسندِ صحیح اسے روایت کیا ہے۔ ت)

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا:

انا لا نقبل شیئا من المشرکین۔ رواہ احمد[2] والحاکم عن حکیم بن حزام رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔

ہم مشرکوں سے کوئی چیز قبول نہیں فرماتے (اس کو امام احمد اور حاکم نے سندِ صحیح کے ساتھ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ ت)

اسی طرح اور بھی حدیثیں رَدّ و قبول دونوں میں وارد ہیں،

فمنھم من زعم ان الرد نسخ القبول ورد بجھل التاریخ ومنھم من وفق بان من قبلہ منھم فاھل کتاب لا مشرک کما فی مجمع البحار اقول قد قبل عن کسری ولم یکن کتابیا الا ان یتمسک فی المجوس سنوا بھم سنۃ اھل الکتاب غیر ناکحی نسائھم ولا اکلی ذبائحھم[3]۔

ان میں کچھ وُہ لوگ ہیں جن کا خیال ہے کہ ہدیہ رَد کرنے سے اس کا قبول کرنا منسوخ ہوا اور یہ غلط ہے کیونکہ تاریخ معلوم نہیں، اور بعض نے دونوں میں مطابقت اور موافقت پیدا کی کہ جن کا ہدیہ قبول فرمایا وہ اہلِ کتاب تھے مشرک نہ تھے جیسا کہ مجمع البحار میں ہے اقول (میں کہتا ہوں) آپ نے کسرٰی شاہِ ایران کا ہدیہ قبول فرمایا حالانکہ وُہ اہلِ کتاب میں سے نہ تھا بلکہ مجوس سے تھا۔ مگر یوں استدلال کیا جائے کہ مجوس نے اہلِ کتاب کی روش اختیار کی البتہ ان کی عورتوں سے نکاح اور ان کے ذبیحہ کا کھانا جائز نہیں۔ (ت)

اس بارہ میں تحقیق یہ ہے کہ یہ امر مصلحت وقت وہ حالت ہدیہ آرندہ و ہدیہ گیرندہ پر ہے اگر تالیف قلب کی نیّت ہے اور امید رکھتا ہے کہ اس سے ہدایا و تحائف لینے دینے کا معاملہ رکھنے میں اسے اسلام

---

[1] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۱۴۸ المکتبۃ الفیصلیۃ ۱۹/۷۰
[2] مسند امام احمد بن حنبل عن حکیم ابن حزام المکتب الاسلامی بیروت ۳/۴۰۳
[3] التلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر حدیث نمبر ۱۵۴۴ المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل ۳/۱۷۲

Marfat.com

کی طرف رغبت ہوگی تو ضرور لے اور اگر حالت ایسی ہے کہ نہ لینے میں اُسے کوفت پہنچے گی اور اپنے مذہب باطل سے بیزار رہوگا تو ہرگز نہ لے ، اور اگر اندیشہ ہے کہ لینے کے باعث معاذ اللہ اپنے قلب میں کافر کی طرف سے کچھ میل یا اس کے ساتھ کسی امر دینی میں نرمی و مداہنت راہ پائے گی تو اس ہدیہ کو آگ جانے اور بیشک تحفوں کا رغبت و محبت پیدا کرنے میں بڑا اثر ہوتا ہے ۔ رسول اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

تھادوا تحابوا ۔ رواہ ابویعلی[1] بسند جید عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وزاد ابن عساکر وتصافحوا یذھب الغل عنکم[2] و عنہ عن ام المؤمنین الصدیقۃ مرفوعہ تھادوا تزدادوا حبا[3] الحدیث ۔

ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو تاکہ آپس کی محبت میں اضافہ ہو ۔ ابویعلی نے اس کو جید سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت کیا ہے ۔ اور ابن عساکر نے یہ اضافہ کیا کہ ایک دوسرے کے ساتھ مصافحہ کیا کرو (یعنی ہاتھ ملایا کرو) اس سے تمہارا باہمی کینہ دُور ہوگا اور اسی نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا سے مرفوعاً روایت کیا ہے ہدیہ دیا کرو تاکہ تمہاری باہمی محبت میں اضافہ اور ترقی ہو ۔ الحدیث ۔ (ت)

ایک حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

الھدیۃ تذھب بالسمع والقلب والبصر ۔ رواہ الطبرانی[4] فی الکبیر عن عصمۃ بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ حسنہ السیوطی و ضعفہ الھیثمی وغیرہ ۔

ہدیہ آدمی کو اندھا بہرا دیوانہ کر دیتا ہے (امام طبرانی نے اس کو معجم کبیر میں عصمۃ بن مالک رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت کیا ہے ۔ امام سیوطی نے اس کی تحسین فرمائی جبکہ ہیثمی وغیرہ نے اسے ضعیف قرار دیا ۔ (ت)

نیز حدیث میں ہے ، فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

الھدیۃ تعور عین الحکیم ۔ اخرجہ الدیلمی[5]

ہدیہ حکیم کی آنکھ اندھی کر دیتا ہے (دیلمی نے بسند

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن ابی ہریرۃ حدیث ۱۵۰۵۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۱۱۰
[2] " " " " حدیث ۱۵۰۵۶ " " " "
[3] " " " عن عائشہ صدیقہ حدیث ۱۵۰۵۷ " " " "
[4] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۴۸۳ المکتبۃ الفیصلیۃ [illegible]
[5] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۶۶۹۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت [illegible]

Marfat.com

عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند ضعیف۔

ضعیف حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے اس کی تخریج فرمائی۔ (ت)

اور اگر نہ کچھ مصلحت ہو نہ کچھ اندیشہ تو مباح ہے چاہے لے چاہے نہ لے،

وقد بنی الامر فی ذلك علی المصالح علماؤنا الکرام کما نقلہ فی الباب الرابع عشر من کراھیۃ الھندیۃ[1] عن المحیط عن الامام الفقیہ ابی جعفر وغیرہ فراجعہ۔

ہمارے علمائے کرام نے اس معاملہ میں مختلف مصالح پر بنیاد رکھی ہے، جیسا کہ اس کو فتاوٰی ہندیہ کی بحث کراہت چودھویں باب میں بحوالہ محیط امام فقیہ ابوجعفر وغیرہ نے نقل کیا ہے، لہذا اس کی طرف رجوع کیا جائے۔ (ت)

پھر اُن کا پکایا ہُوا یا ہدیہ دیا ہُوا گوشت تو حرام ہے جب تک اپنے سامنے جانور ذبح ہو کر بغیر نگاہ سے غائب ہوئے سامنے نہ پکا ہو اور اس کے سوا اور پکائی ہُوئی چیزیں اور بازار کی مٹھائی دُودھ دہی گھی ملائی سب کا ایک حکم ہے کہ فتوٰی جواز اور تقوٰی احتراز۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۹: از ملک بنگالہ شہر نصیر آباد قصبہ لاما پڑا مرسلہ محمد علیم الدین صاحب ۵ جمادی الاولٰی ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: ایک شخص مسلمان سُود و رشوت وغیرہ حرام کھاتا ہے اور تجارتی وغیرہ حلال پیشہ بھی اُس کا ہے یعنی مال مختلط حرام و حلال شَے ہے اور وہ نماز پڑھتا نہیں، اس کے مکان پر کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

جائز بایں معنی تو ہے کہ کھائے گا تو کوئی شَے حرام نہ کھائی جب تک معلوم نہ ہو کہ یہ شَے جو میرے سامنے آئی بعینہٖ حرام ہے،

بہ ناخذ مالم تعرف شیئا حراما بعینہ نص علیہ محرر المذھب الامام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کما فی الذخیرۃ[2] وغیرھا۔

ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں جب تک کسی معیّن شَے کے حرام ہونے کو پہچان نہ لیں چنانچہ مذہب قلمبند کرنے والے امام محمد رحمہ اللہ نے اس کی صراحت فرمائی ہے جیسا کہ ذخیرہ وغیرہ کتب میں مذکور ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الرابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۷-۴۸

[2] " " بحوالہ الظہیریۃ " الباب الثانی عشر " " " ۵/ ۳۴۲

Marfat.com

مگر احتراز اولیٰ خصوصاً جب کہ غالب حرام ہو،

خروجا عن الخلاف وکما فی رد المحتار عن الذخیرة عن الامام ابی جعفر احب الی ان یاکل ویسعه حکما ان لم یکن (ذلک الطعام) غصبا او رشوة[1] الخ۔

تاکہ اختلاف سے نکل جائیں جیسا کہ فتاوٰی شامی میں ذخیرہ کے حوالے سے امام ابوجعفر سے روایت ہے کہ آدمی کے دین کے معاملے میں یہ بات مجھے زیادہ پسند ہے کہ وُہ نہ کھائے، جبکہ حکم میں اس کی گنجائش ہے بشرطیکہ طعام، مالِ غصب شدہ اور رشوت وغیرہ سے نہ ہو الخ۔ (ت)

خصوصاً جب کہ یہ شخص سود اور رشوت لینے کے باعث نہ صرف فاسق بلکہ عیاذاً باللہ ظالم ہے ایسے فساق سے اظہار بغض و نفرت پر سلف صالح کا اجماع قائم ہے۔ امام حجۃ الاسلام محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں:

طرق السلف قد اختلفت فی اظہار البغض مع اہل المعاصی وکلہم اتفقوا علی اظہار البغض للظلمة والمبتدعة وکل من عصی اللّٰہ تعالٰی بمعصیة متعدیة منه الی غیرہ[2] الخ۔

علمائے سلف کی روش گناہ کرنے والوں کے ساتھ اظہار بغض میں مختلف رہی ہے لیکن ظالموں اور بدعتیوں کے خلاف بغض کرنے پر سب کا اتفاق ہے۔ اور جو کوئی گناہ کرکے اللہ تعالٰی کی نافرمانی کرتا ہے اس کی یہ کارروائی دوسروں تک متجاوز ہوتی ہے الخ۔ (ت)

تو اس کے یہاں کھانے سے اور زیادہ احتراز چاہیے خصوصاً اس کے ساتھ کھانے سے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۰ از بلگرام شریف مرسلہ حضرت سید محمد زاہد صاحب دوم رجب ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میز پر اور ٹیک لگا کر کھانا کیسا ہے؟

الجواب

ٹیک لگا کر کھانا اگر بہ نیت تکبر ہو تو کراہت کیسی حرام ہے،

قال تعالٰی الیس فی جہنم مثوی للمتکبرین[3]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: کیا دوزخ تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا نہیں (یعنی یقیناً ہے)۔ (ت)

ورنہ بلا کراہت درست، بعض اوقات حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بھی اس کا فعل

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۴۷
[2] احیاء العلوم کتاب آداب الالفۃ والاخوۃ بیان البغض فی اللہ مطبعۃ المشہد الحسینی ۲/۱۶۹
[3] القرآن الکریم ۳۹/۶۰

Marfat.com

مروی،

فقد اخرج ابونعیم عن عبد اللہ بن السائب عن ابیہ عن جدہ وقال ھو وھم والصواب ابن عبد اللہ بن السائب عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ تعالٰی عنھما قال رأیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یاکل ثرید امتکئا علی سریر ثم یشرب من فخارۃ[1]

بیشک عبداللہ بن سائب سے بواسطہ اپنے باپ، اپنے دادا، محدث ابونعیم نے اس کو تخریج کیا اور فرمایا: یہ وہم ہے ٹھیک یوں ہے ابن عبداللہ بن سائب عن ابیہ عن جدہ (رضی اللہ تعالٰی عنہما) فرمایا میں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو تخت پر تکیہ لگائے کھانا (ثرید) کھاتے ہوئے دیکھا پھر پختہ مٹی کے برتن سے پانی پیتے ہوئے بھی دیکھا۔ (ت)

ہاں عادت کریمہ زمین پر دسترخوان بچھا کر کھانا تناول فرمانا تھی اور یہی افضل،

اخرج الامام احمد فی کتاب الزھد عن الحسن مرسلا والبزار نحوہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا اتی بطعام وضعہ علی الارض[2]، واخرج الدیلمی فی مسند الفردوس عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ یرفعہ الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صنعھا علی الحضیض ثم قال انما انا عبد اٰکل کما یاکل العبد واشرب کما یشرب العبد[3]، واخرج الدارمی و

امام احمد نے کتاب الزہد میں امام حسن سے بغیر سند (یعنی مرسلاً) تخریج فرمائی۔ محدث بزار نے اسی کی مثل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی سے تخریج فرمائی جب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کھانا لایا جاتا تو آپ اسے زمین پر رکھ دیتے۔ محدث دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعاً تخریج فرمائی یعنی حضرت ابوہریرہ نے حضور اقدس سے روایت کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ کار یہ تھا کہ کھانا زمین پر رکھ کر خود زمین پر بیٹھ جاتے اور فرماتے میں ایک بندہ ہوں اس لئے اس طریقے سے

---

[1] ابونعیم

[2] الزہد لاحمد بن حنبل دار الدیان للتراث القاہرہ ص ۱۱

[3] اتحاف السادۃ بحوالہ الدیلمی عن ابی ہریرہ ۸/ ۳۹۳ و ابن عدی فی الکامل دار الفکر بیروت ۵/ ۱۹۷۱

Marfat.com

الحاکم وصححه واقروه عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا وضع الطعام فاخلعوا نعالکم فانہ اروح لاقدامکم و اخرجہ ابویعلی بمعناہ و زاد وھو السنۃ۔

کھاتا اور پیتا ہوں جس طریقے سے ایک غلام یعنی بندہ کھاتا اور پیتا ہے۔ نیز دارمی اور حاکم نے تخریج کی اور اسے صحیح قرار دیا۔ اور انھوں نے اسے ثابت رکھا اور حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کھانا رکھا جائے تو اپنے جوتے اتار دو کیونکہ ایسا کرنا تمھارے قدموں کے لئے زیادہ باعث راحت ہے اور ابویعلیٰ نے اس مفہوم کی تخریج کی البتہ اس میں یہ اضافہ کیا کہ یہ سنت ہے (ت)

شرعۃ الاسلام اور اس کی شرح میں ہے:

(وضع الطعام علی الارض احب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی السفرۃ وھی) ای والحال ان السفرۃ (علی الارض) لا علی شیئ اٰخر فوق الارض۔[2]

دسترخوان پر کھانا رکھ کر کھانا آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو زیادہ پسند تھا اور حالت یہ ہوتی تھی کہ دسترخوان زمین پر بچھا ہوتا تھا نہ کہ کسی اور چیز پر جو زمین کے اوپر ہو۔

عین العلم اور اس کی شرح میں ہے:

(یاکل علی السفرۃ الموضوعۃ علی الارض) فھو اقرب الی ادبہ علیہ الصلوٰۃ والسلام و تواضعہ لمقام الانعام (فالخوان والمنخل والاشنان والشبع من البدع وامت لم تکن من ماموماتٍ غیر الشبع) فانہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس دسترخوان پر کھانا تناول فرماتے جو زمین پر بچھا ہوتا پس مقام انعام میں یہ چیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ادب اور تواضع کے زیادہ قریب ہے لہٰذا دسترخوان بچھانا جو زمین کی بجائے کسی اور چیز پر بچھا ہو یہ آپ کو ناپسند تھا۔ چھلنی سے چھانا ہوا آٹا، اشنان (خوشبودار گھاس

---

[1] سنن الدارمی کتاب الاطعمۃ باب خلع النعال عند الاکل دارالمحاسن القاہرۃ ۴۴/۲

[2] شرح شرعۃ الاسلام لسید علی زادہ فصل فی سنن الاکل الشریف مکتبہ اسلامیہ کانسی روڈ کوئٹہ ص ۲۶۶

Marfat.com

مذموم اھ مختصراً۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ اور سیر ہوکر کھانا یہ (سب) بدعات میں سے ہیں (یعنی سنّت میں شامل نہیں) اگرچہ سیری کے علاوہ باقی کام مذموم نہیں البتہ سیری مذموم ہے اھ مختصراً، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۱۱ از بریلی محمڈن بورڈنگ ہاؤس بریلی مرسلہ عظمت حسین صاحب ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنّت وجماعت اس بارے میں کہ آیا شیعوں کے ہمراہ ان کے مکان پر تیار شدہ کھانا کھانا درست ہے یا نہیں؟ اور یہ بات جو مشہور ہے کہ شیعہ اہلسنّت وجماعت کو کھانا خراب کھلاتے ہیں اس کا کیا ثبوت عقلی یا نقلی ہے؟ اور نقلی ہے تو کس کی کتاب سے اور کس کتاب سے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

روافض کے ساتھ کھانا کھانا، اُن کی تقریباتِ سرور میں دوستانہ شریک ہونا اور جو امور ولاء وو داد ومحبت پر دلالت کریں اُن سے احتراز واجتناب کی نسبت احادیثِ کثیرہ واقوالِ ائمہ وافرہ متظافرہ وارد ہیں، ازاں جملہ حدیث ابنِ حبان وعقیلی وغیرہما کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تواکلوھم ولا تشاربوھم ولا تجالسوھم[2] نہ اُن کے ساتھ کھانا کھاؤ نہ پانی پیو نہ اُن کے پاس بیٹھو۔

قرآن عظیم میں ارشاد ہوتا ہے:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسّکم النار[3] میل نہ کرو ظالموں کی طرف کہ تمھیں چھوئے دوزخ کی آگ۔

اور فرماتا ہے:

ولا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[4] یاد آئے پر پاس نہ بیٹھ ظالموں کے۔

یہ بات کہ یہ نامقید فرقہ جب اہلسنّت کے بعض ناواقفوں کو کھانا دیتا ہے خراب کرکے دیتا ہے اس پر

---

[1] شرح عین العلم لملّا علی قاری الباب السابع مطبع اسلامیہ لاہور ص

[2] الضعفاء الکبیر للعقیلی ترجمہ ۱۵۳ احمد بن عمران الاخنس دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۲۶

[3] القرآن الکریم ۱۱/۱۱۳

[4] 〃 〃 ۶/۶۸

Marfat.com

کسی دلیل و برہان عقل کے قیام کے کیا معنی، یہ امور متعلق بشہادت ہیں، مشہور اسی طرح ہے والعلم عند اللہ (حقیقی علم کا مالک اللہ تعالٰی ہی ہے۔ ت) اور اس کا پتا اُن کی اُن حرکات سے چلتا ہے جو خاص حرم محترم مکہ معظمہ میں ان کی بیباکیوں سے صادر ہوتی ہوئی سُنی ہیں اور بعد اطلاع سزائیں دی جاتی ہیں فقیر جس زمانے میں حاضر ابخ تھا خدام کرام کعبہ معظمہ کی زبانی معلوم ہوا کہ ایک رافضی نے حرم مبارک میں پیشاب کیا کہ اہلسنت کے کپڑے خراب ہوں اسی زمانے میں مسموع ہوا کہ کوئی خبیث ناترس معاذ اللہ حجر اسود شریف پر کوئی گندی چیز لگا گیا کہ مسلمان ایذا پائیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۲: ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ از شہر کہنہ مرسلہ سید عبدالواحد مجھراوی

کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ اکثر عرق جو کہ انگریزی دواخانوں میں فروخت ہوتے ہیں اور نہایت ہاضم مشتہی مبہی مسمن بدن ہیں مگر ہم کو ان کی ساخت کی کیفیت بالکل معلوم نہیں، اور اُن میں نشہ بھی مطلق نہیں، نہ کچھ سرور اور کیفیت ہے، لیکن وہ شراب کے نام سے موسوم ہیں اور بقیمت گراں فروخت ہوتے ہیں لیکن نشہ مطلق نہیں خواہ کئی گلاس پی لے جائیں، تو ایسے عرق کے جواز میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

اصل یہ ہے کہ اصل اشیاء میں طہارت و اباحت ہے، جب تک نجاست یا حرمت معلوم نہ ہو حکم جواز ہے۔

فی ردالمحتار ھذہ الدودۃ ان کانت غیر مائیۃ المولد وکان لہا دم سائل فہی نجسۃ والا فطاہرۃ فلا یحکم بنجاستہا قبل العلم بحقیقتہا اھ[1] و فیہ عن التتارخانیۃ من شك فی انائہ او ثوبہ او بدنہ اصابتہ نجاسۃ اولا فہو طاہر ما لم یستیقن وکذا ما یتخذہ اھل الشرك کالسمن والخبز والاطعمۃ والثیاب اھ[2] ملخصا۔

ردالمحتار میں ہے: اگر کیڑے پانی میں پیدا نہ ہوں اور ان میں بہتا خون ہو تو یہ نجس (ناپاک) ہیں بصورت دیگر یہ پاک ہیں لہذا جب تک ان کی حقیقت معلوم نہ ہو ان پر نجاست کا حکم نہیں لگایا جا سکتا اھ اور اسی میں تتارخانیہ کے حوالے سے ہے کہ جس شخص کو اپنے جسم، لباس اور برتن کے پاک ہونے میں شک ہو تو جب تک شک یقین میں نہ بدل جائے وہ پاک ہی تصور ہونگے۔ اسی طرح مشرکین کی تیار کردہ اشیاء خورد و نوش اور ملبوسات وغیرہ ازقسم گھی

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۲۳

[2] " " باب الانجاس " " " ۱/۲۱۰

Marfat.com

مٹھائی، کھانا اور کپڑے وغیرہ اس وقت تک پاک اور قابلِ استعمال سمجھی جائیں گی جب تک ان میں کسی ناپاک نجس چیز کی ملاوٹ یا لگاوٹ کا یقین حاصل نہ ہو اھ ملخصاً (ت)

مگر ان عرقوں کا بنام شراب مشہور رہنا سخت شبہہ ڈالنے والا ہے اور اس کا مؤید یہ ہے کہ نصارٰی کو شراب سے بے حد اشتغال ہے اُن کے یہاں کی رقیق اشیاء میں کم کوئی چیز اس نجاست غلیظہ سے خالی ہوگی اور کچھ نہ ہو تو اسپرٹ کی شرکت اکثر ہوتی ہی ہے کوئی ٹنچر اس سے پاک نہیں اور ایسی شرکت اگرچہ موجب سکر نہ ہو نجس وحرام کردیتی ہے اگر شراب کا کچھ میل نہ ہوتا تو اسے شراب کا نام دینے کی کیا وجہ ہوتی، تو جب تک حال تحقیق نہ ہو اس سے احتراز ہی میں سلامت ہے۔ حدیث میں ہے:

ایاك وما یسوء الاذن[1] جو کچھ کانوں کو برا لگے اس سے بچو۔ (ت)

ہمیں شرع مطہر نے جس طرح بُرے کام سے بچنے کا حکم فرمایا بُرے نام سے بھی احتراز کی طرف بلایا، سیّدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے لوگوں نے دریائی سُوّر کا حکم پوچھا۔ فرمایا: حرام ہے۔ عرض کی: وہ سُوّر نہیں ہوتا۔ فرمایا: تمھیں نے اُسے اس نام سے تعبیر کیا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۳

حامدًا ومصلیًا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ زید سود خوار کے یہاں کھانا کھانا مسلمانوں کو اور وعظ مولود شریف پڑھ کر اُسے سُود خوار سے کچھ لینا اور اُس کا پیسہ مسجد میں لگانا گیارھویں مولود شریف میں مٹھائی تقسیم کرنا اور کپڑا وغیرہ خیرات کرنا حالانکہ اُسی زید سود خوار کے یہاں تجارت چرم فروشی وغیرہ وزمینداری مالگزاری بھی ہوتی ہے، ان سب صورتوں میں کیا حکم ہے؟ ۱

الجواب

جب اُس کے یہاں رزق حلال کے ذرائع تجارت زراعت بھی موجود ہیں تو امور مذکور میں کچھ حرج نہیں جب تک کسی خاص روپیہ کی نسبت معلوم نہ ہو کہ یہ وجہ حرام سے ہے، امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ کما فی الھندیۃ عن الذخیرۃ۔[2] ہم اسی کو لیتے ہیں جب تک کسی معین چیز کا حرام ہونا واضح نہ ہو، جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری میں ذخیرہ سے نقل کیا گیا ہے۔ (ت)

---

[1] مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث ابی الغادیۃ المکتب الاسلامی بیروت ۴/۷۶

[2] الفتاوی الھندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

Marfat.com

ہاں بنظرِ مصالح شرعیہ اُس کی زجر و توبیخ اور نگاہِ مسلمانان میں اُس کے فعل کی تقبیح کے لئے اُس کی دعوت سے احتراز خصوصًا مقتدار عالم کو انسب و اولیٰ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیانِ شرع متین اس بارہ میں کہ زید نے ظاہر پیر کے نام پر بکرا یا مُرغا چڑھایا اور رات بھر گیارہویں کرائی یعنی بکرے کے گوشت کو آگ کے پاس رکھ کر اور جھنڈی گاڑ کر آگ میں لونگ جلائی اور گھی جلایا اور ڈھول یعنی دف بجوا کر گانا کرایا اور اُس نے اُسی گوشت کا کھانا پکوا کر مسلمانوں کی دعوت کی اور جس شخص نے نیاز کرائی ہے وہ مردہ بھی کھاتا ہے۔ اس کے یہاں کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو شخص اس قسم کا کھانا نہ کھائے اُس کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب

مسلمانوں کو اُس کے یہاں کا کھانا کھانا اُس سے بات چیت کلام سلام کرنا چاہیے جب تک توبہ نہ کرے اُس پر توبہ فرض ہے اور از سرِ نو کلمۂ اسلام پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱۵ تا ۲۱۶ از بنگالہ ضلع سلہٹ موضع قاسم نگر مرسلہ مولوی اکرم یکم ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) سُود خوار کے گھر کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جواز کی کوئی صورت ہے تو بیان فرمائیے۔

(۲) بے نمازی کے گھر کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جواز کی کوئی صورت ہو تو ارشاد فرمائیے، اور کبھی جو شخص نماز پڑھتا ہے اس کو بے نمازی کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو مطلقًا نہیں پڑھتا ہے اور جو گاہے گاہے پڑھتا ہے ان دونوں شخصوں میں کیا فرق ہے؟ بینوا للہ، توجروا عند اللہ (اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے بیان کرو تاکہ اس کے ہاں اجر و ثواب پاؤ۔ ت) فقط۔

الجواب

(۱) جائز ہے جب تک خاص اُس شئی کا جو اس کے سامنے لائی گئی حرام ہونا تحقیق نہ ہو،

فی الہندیۃ عن الظہیریۃ عن الفقیہ ابی اللیث قال قال محمد وبہ ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ وھو قول ابی حنیفۃ واصحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم[1]

فتاوٰی ہندیہ بحوالہ فتاوٰی ظہیریہ فقیہ ابو اللیث سے مروی ہے، فرمایا امام محمد نے ارشاد فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں جب تک کسی معین چیز کی صورت کو نہ جانیں۔ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی مذہب ہے۔ (ت)

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور [illegible]

Marfat.com

ہاں عالم مقتدا کو بلاضرورت مطلقاً احتراز چاہئے کہ اُس کا گناہ عوام کی نظر میں ہلکا نہ ہوجائے۔

فی الهندیة عن الملتقط یکرہ للمشهور المقتدی به الاختلاط الی رجل من اهل الباطل والشر الا بقدر الضرورۃ لانه یعظم امرہ بین ایدی الناس[1] الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

فتاوٰی ہندیہ میں ملتقط سے نقل کیا ہے کہ کسی مشہور مقتداء اور پیشوا کو اہلِ باطل اور اہلِ شر سے میل جول اور آمد و رفت رکھنا مکروہ ہے مگر بقدر ضرورت، کیونکہ وُہ لوگوں کے سامنے بڑے ہوجائینگے الخ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۲) یہاں جواز پہلی صورت سے بھی اظہر ہے کہ ترکِ نماز کا مال و طعام پر کیا اثر ہے اور عالم مقتدا کو بے ضرورت اس سے احتراز مؤکد تر ہے کہ ترکِ نماز کبیرہ اخبث واکبر ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من ترك الصلوٰۃ متعمداً فقد کفر جهاراً رواہ الطبرانی[2] فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه بسند حسن۔

جس کسی نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی تو وہ کھلم کھلا کافر ہوگیا (یعنی حدِ کفر تک پہنچ گیا کیونکہ مرتکب کبیرہ بغیر انکار کے کافر نہیں ہوتا جیسا کہ اصول مقررہ ہے) امام طبرانی نے اس کو الاوسط میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (ت)

اور نماز کبھی نہ پڑھنا یا بلاعذر شرعی ترک کردینا احکام میں دونوں یکساں ہیں جب تک توبہ نہ کریں دونوں سخت اشد فاسق مرتکب اخبث کبیرہ ہیں اول جتنی بار زیادہ ترک کریگا کبائر کا شمار اور گناہوں کا بار بڑھتا جائے گا والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم۔

مسئلہ ۲۱۷ تا ۲۲۳ از اترولی ضلع اعظم گڑھ محلہ مغلاں مرسلہ اکرام عظیم صاحب ۱۸ جمادی الاولٰی ۱۳۲۱ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین ملتِ محمدی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم از رُوئے قرآن وحدیث وفقہ کے اس بارے میں کہ ایک فرقہ مسلمان گازروں یعنی دھوبیوں کا جو اپنا پیشہ پارچہ شوئی کا کرتے ہیں اور اس وقت تک بموجب رواج قدیم اس قصبہ اترولی کے مسلمانوں کے کھانے پینے میں شریک نہیں ہیں یعنی مسلمان یہاں کے اُن کا کھانا پانی نہیں کھاتے پیتے ہیں اور اس کو سخت بُرا سمجھتے ہیں اب وُہ فرقہ مسلمان دھوبیوں کا اس امر کا خواہشمند ہے کہ ہمارا کھانا پینا سب مسلمان کھائیں پئیں اور ہم کو مسلمانوں میں ملائیں اور ہم کو احکام شرع سکھائے جائیں اور اب ہم نماز پڑھیں گے اور اس کو ترک نہ کرینگے۔ چنانچہ وہ اکثر نمازی ہوگئے ہیں اور ہوتے جاتے ہیں اور مسجدوں میں آکر

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الرابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۶

[2] المعجم الاوسط للطبرانی حدیث ۳۳۷۲ مکتبۃ المعارف الریاض ۴/۲۱۱

Marfat.com

کلمہ و نماز وغیرہ یاد کرتے ہیں آیا ان مسلمان دھوبیوں کو مسلمانوں میں شامل نہ کیا جائے اور اُن کو احکام شرع نہ سکھائے جائیں اور اُن کا کھانا پانی مسلمان نہ کھائیں پئیں اور ان سے موافق رواج قدیم اس قصبہ کے متنفر رہیں اور اُن کی دلجوئی نہ کریں یا یہ سب امور اُن کے ساتھ کئے جائیں؟

(۲) جن مسلمانوں نے اُن مسلمان دھوبیوں کے گھر کا کھانا پانی کھایا ہے بعد اُن کے نمازی ہونے کے کیا وہ مسلمان کھانے والے کچھ گنہگار ہیں یا نہیں؟

(۳) بے نمازی مسلمان دھوبیوں کے گھر کا جو اپنا پیشہ پارچہ شوئی کا کرتے ہیں پینا درست ہے یا نہیں اور اس مسئلہ کا حکم شرعی کیا صرف دھوبیوں کی قوم سے خصوصیت رکھتا ہے یا سب اقوام اہل اسلام اس حکم میں شامل ہیں؟

(۴) جو مسلمان اس قصبہ کے بموجب رواج قدیم کہتے ہیں کہ مسلمان دھوبیوں کو مسلمانوں میں نہ ملایا جائے اُن کا کھانا پانی نہ کھایا پیا جائے اور اُن مسلمانوں کو بھی بُرا کہتے ہیں جو کہ نمازی مسلمان دھوبیوں کے گھر کا کھانا کھا آئے ہیں اور اُن سے نفرت رکھتے ہیں اس مسلمان متنفر کرنے والے اور بُرا کہنے والے گنہگار ہیں یا نہیں؟

(۵) جو مسلمان بے نمازی یا نمازی پیشہ ناجائز کھلم کھلا کرتے ہیں جیسے نقالی و قوالی و شراب فروشی و سودخواری وغیرہ اُن کے گھروں کا کھانا پینا اور مسلمانوں کو جائز ہے یا نہیں؟

(۶) جن اقوام مسلمان نمازی یا بے نمازی کی عورات بموجب روایت قدیم کے پردہ نشین نہیں ہیں اُن کے گھروں کا کھانا پینا اور مسلمانوں کو درست ہے یا نہیں؟

(۷) اہل ہنود کی دکان یا مکان یا ہاتھ کی اشیاء تر و خشک خوردنی یا نوشیدنی غذائی یا دوائی کھانا پینا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

(۱) انہیں مسلمانوں میں ملانا اور احکام دین سکھانا فرض ہے اور نفرت دینا دلانا با وصف درخواست تعلیم شریعت سے محروم رکھنا حرام ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:
یسّروا ولا تنفّروا۔[1] (خوشخبری سناؤ اور نفرت نہ دلاؤ۔ ت)
اللہ تعالٰے فرماتا ہے: لتبیّننّہ للنّاس[2] (تم اسے لوگوں کے لئے ضرور بیان کرو۔ ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولہم بالموعظۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶
[2] القرآن الکریم ۳/۱۸۷

Marfat.com

(۲) اُنھوں نے بہت اچھا کیا اُن پر کچھ الزام نہیں۔

(۳) عوامِ ہندوستان نے چھُوت کا مسئلہ کفارِ ہند سے سیکھا ہے، دھوبی ہر قسم کے کپڑے طاہر و نجس سب کچھ دھوتے ہیں اس لئے ہندو چھُوت مانتے ہیں، جاہل مسلمان بھی اُنھیں کی پیروی کرتے ہیں اور خود ہندوؤں کے مکانوں اور دُکانوں سے دُودھ، دہی، پُوری، کچوری، مٹھائی سب کچھ کھاتے ہیں حالانکہ تمام ہندو سخت گندے رہتے ہیں اور اُن کے پانی برتن نہایت گھن کے قابل ہیں۔ مسلمان دھوبیوں سے ظاہر یہی ہے کہ وُہ ضرور اپنے کھانے پانی میں طہارت کا خیال رکھتے ہونگے اور ہندوؤں سے اصلاً اس کی امید نہیں جس قوم کے یہاں گوبر پوِتر ہو یعنی پاک کرنے والا، انھیں طہارت سے کیا علاقہ، البتّہ جو دھوبی یا کوئی قوم طہارت کا لحاظ نہ رکھے اس کے کھانے پینے سے احتراز بہتر ہے اور نہ کیا جائے تو کچھ گناہ نہیں جب تک کسی خاص کھانے کی نجاست تحقیق نہ ہو، اسی بناء پر ہنود کے یہاں کا کھانا پینا سوائے گوشت کے جائز رکھا گیا ہے اگرچہ بہتر بچنا ہے۔

کما نص علیه فی نصاب الاحتساب وغیرہ وبیّناہ فی فتاوٰنا غیر مرّۃ۔	جیسا کہ نصاب الاحتساب میں اس کی تصریح کی گئی ہے اور ہم نے اس کو اپنے فتاوٰی میں متعدد بار بیان کیا ہے۔ (ت)

(۴) ہاں یہ بے جا و بلا وجہ شرعی تنفر کرنے اور مسلمانوں کو بُرا کہنے والے گنہگار ہوئے۔

(۵) جس کا ذریعۂ معاش صرف مالِ حرام ہے اس کے یہاں سے بچنا ہی اولٰی ہے تحرزا عن الخلاف (اختلاف سے بچتے ہوئے۔ ت) مگر کوئی کھانا حرام نہیں جب تک تحقیق نہ ہو کہ خاص یہ کھانا وجہ حرام سے ہے عملا باصل الحل (حِل کے اصل ہونے پر عمل کرتے ہوئے۔ ت) ہاں یہ جُدا بات ہے کہ ایسے فاسقوں سے خلط ملط مناسب نہیں خصوصًا ذی علم کو۔

(۶) اگر وُہ موٹے اور خوب گھیر دار کپڑے پہنے سر سے پاؤں تک جسم ڈھانپے نکلتی ہیں کہ سوا منہ کی ٹکلی اور ہتھیلیوں کے بال یا گلا یا بازو کلائی یا پیٹ یا پنڈلی کچھ ظاہر نہیں ہوتا جب تو حرج نہیں ورنہ وہ عورتیں فاسقہ اور اُن کے مرد دیوّث ہیں ان سے احتراز چاہئے اُسی بناء پر کہ فاسقوں سے میل جول مناسب نہیں ورنہ اصل کھانے میں حرج نہیں۔

(۷) اس کا جواب نمبر ۳ میں آگیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

Marfat.com

مسئلہ ۲۲۳ مرسلہ ڈاکٹر محمد واحد الحق مسعد اللہ لودی ڈاکخانہ خسرو پور ضلع پٹنہ مولوی ضیاء الدین صاحب ۱۵ ربیع الآخر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ عرق تاڑ جس کو اس ہندوستان میں تاڑی کہتے ہیں بذاتہٖ حلال ہے یا حرام؟ تاڑی ایسی صورت میں کہ شب کو نیا برتن تاڑ میں لگایا جائے اور علی الصباح اتار لیا جائے اور اس میں کسی قسم کا سکر نہ پیدا ہو تو حلال ہے یا حرام! بینوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

تاڑی فی نفسہٖ ایک درخت کا عرق ہے جب تک اس میں جوش وسکر نہ آئے طیب وحلال ہے جیسے شیرۂ انگور، لوگوں کا بیان ہے کہ اگر کورا گھڑا وقتِ مغرب باندھیں اور وقتِ طلوع اتار کر اسی وقت استعمال کریں تو اس میں جوشش نہیں آتا، اگر یہ امر ثابت ہو تو اس وقت تک وہ حلال وطاہر ہوتی ہے جب جوش لائے ناپاک وحرام ہوتی۔ مگر اس میں تنقیح طلب امر یہ ہے کہ آیا حرارت ہوا بھی چند گھنٹے یا چند پہر ٹھہرنے کے بعد اس عرق میں جوش وتغیر لاتی ہے یا نہیں؛ اگر ثابت ہو تو شام کے وقت تاڑی چند پیڑوں سے بقدر معتدبہ نکال کر کسی ظرف میں بند کرکے صبح تک رکھ چھوڑیں تو ہرگز متغیر نہ ہوگی جب تک آفتاب نکل کر دیر تک دھوپ سے اس میں فعل نہ کرے جوش نہیں لاتی تو اس صورت میں وہ بیان مذکور ضرور پایۂ ثبوت کو پہنچے گا ورنہ صراحۃً معلوم ہے کہ شام کو جو گھڑا لگایا جائے گا تاڑی اس میں صبح تک بتدریج آیا کرے گی تو وہ اجزاء کہ اول شام آئے تھے طول مدت کے سبب حرارت ہوا سے ان کا تغیر مظنون ہے اور جوشش وتغیر محسوس نہ ہوتا اس وجہ سے ہے کہ وہ اجزاء جنھیں مدت اسی قدر نہ گزرے کہ ہنوز تغیر کی حد تک نہ پہنچے کثیر وغالب ہیں اس تقدیر پر اس سے احتراز میں سلامتی ہے۔

مسئلہ ۲۲۴ مرسلہ شیخ ممتاز حسین صاحب از رسپورہ تھانہ بھوجی پورہ پرگنہ بریلی ۱۹ جمادی الاولٰی ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ دو لڑکی اور ایک لڑکے نے خاکروب کی لڑکی سے روٹی چھین کر کھالی۔ ایک لڑکی کی عمر چودہ برس کی اور دوسری کی گیارہ برس کی، اور لڑکے کی عمر دس برس کی۔ اب ان کے ساتھ کھانا کھانا یا ان کے ہاتھ کی کوئی چیز لینا اور کنویں سے پانی بھروانا درست ہے یا نہیں! بینوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجر وثواب پاؤ۔ ت) بعض صاحبوں نے فرمایا ہے کہ روٹی کے کھانے سے یا خاکروب کے چھولے سے کوئی نقصان نہیں۔ اگر یہ بات درست تو جس مسلمان کا جی چاہے وہ خاکروب کی روٹی کھائے اور پانی پئے، پھر علیحدہ کیوں کیا ہے۔ بخلاف

Marfat.com

بھی اپنے کنویں سے پانی بھرنے دینا اور اس کے کنویں سے آپ پینا جائز ہے لہذا بندہ امیدوار ہے کہ جناب جواب باصواب مع مہرِ اعلیٰ کے مرحمت فرمائیں۔ آپ کا کفش بردار ممتاز حسین

الجواب

اوّل لڑکی لڑکوں کے مربیوں پر لازم ہے کہ انھیں پوری کافی تنبیہ کریں کہ آئندہ ایسی حرکت پھر نہ کریں، اوّل تو روٹی چھین کر کھانا کیسی ناپاک حرکت ہے نابالغ پر اگرچہ گناہ نہ ہو، مگر ایسی حرکات سے انھیں بچانا لازم ہے ورنہ ان کی یہی عادت رہے گی، اور پھر یہ بدخصلت شرعاً معصیت بھی ہوجائے گی، و لہذا اگرچہ نماز بچوں پر فرض نہیں۔ حدیث میں ارشاد ہوا:

مُرُوا صبیانکم بالصّلوٰۃ اذا بلغوا سبعا و اضربوھم علیھا اذا بلغوا عشرا۔[1]

اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جب وہ سات برس کے ہوں اور نماز پر انھیں مارو جب وہ دس برس کے ہوجائیں۔

دوسرے یہ کہ بھنگی کی روٹی کھانی ضرور شرعاً ممنوع اور آدمی کی سخت بے قدری پر دلیل ہے جس نے یہ کہا کہ بھنگی کی روٹی کھانے پینے میں حرج نہیں اس نے محض غلط کہا وہ شریعت مطہرہ کے مصالح سے آگاہ نہیں۔ جو بات عام مسلمانوں کی نفرت کی موجب ہو شرعاً منع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بشروا و لا تنفروا۔[2] خوشخبری سناؤ اور نفرت نہ دلاؤ۔ (ت)

جس بات میں آدمی متہم ہو مطعون ہو انگشت نما ہو شرعاً منع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حدیث ہے:

من کان یؤمن باللّٰہ والیوم الاٰخر فلا یقف مواقف التھم۔[3]

جو کوئی اللہ تعالٰی اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ تہمت والے مقامات پر ٹھہرنے سے پرہیز کرے۔ (ت)

---

[1] مسند امام احمد عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۱۸۰

[2] صحیح البخاری کتاب العلم باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولھم بالموعظۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶

[3] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب ادراک الفریضۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۴۹

حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب ما یفسد الصوم " " " ص ۳۷۱

Marfat.com

جو بات مسلمانوں پر فتح باب غیبت کرے انھیں فتنے میں ڈالے گی اور انھیں فتنے میں ڈالنا حرام ہے ۔
اللہ تعالٰی فرماتا ہے :

ان الذین فتنوا المؤمنین والمؤمنٰت ثم لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم ولھم عذاب الحریق[1]

بلاشبہہ جن لوگوں نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو فتنے میں ڈالا (پھر اس جرم) سے توبہ نہ کی تو ان کے لئے عذاب دوزخ ہے اور جلا دینے والی آگ کا عذاب ہے ۔ (ت)

مسلمان کو بھنگیوں سے احتراز کرتے ہیں شرعاً منع نہیں ، نہ شرعاً اصل ہے ۔ اور وہ عادت فاشیہ ہونے کے باعث طبیعت ثانیہ ہو رہا ہے تو ضرور وہ ایسے شخص کے ساتھ کھانا پینا اور اپنے کنوئیں سے اسکا پانی بھرنا گوارہ نہ کریں گے ، اب اگر اس نے اس پر صبر کیا تو خود اپنے ہاتھوں بلا میں پڑا ، اپنی عاقبت تنگ کی اور اس کے قریب رشتہ داروں نے بھی اسے برادری سے نکالا تو قطع رحم کا بھی باعث ہوا اور وہ سخت حرام ہے ، اور اگر اس سے صبر نہ ہوا تو ضرور اس کے باعث فتنہ اُٹھنے فساد پھیلنے کا اندیشہ قوی ہے ، اور مسلمانوں میں فساد پیدا کرنا حرام ہے ۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے :

والفتنۃ اشد من القتل[2]

فتنہ قتل سے بھی زیادہ سخت جرم ہے (ت)

حدیث میں ہے :

الفتنۃ نائمۃ لعن اللہ من ایقظھا[3]

فتنہ سوئی ہوئی خرابی ہے لہذا جو کوئی اسے جگائے اس پر اللہ تعالٰی کی لعنت ہے (ت)

غرض بہت وجوہ سے یہ فعل سخت نادرست ہے اول لڑکی لڑکوں کو اُن کے مربی تنبیہ کریں اور مسلمانوں کو اُن سے توبہ کرائیں اُس کے بعد اُن کے ساتھ کھانے پینے اکنوئیں سے پانی بھرنے میں حرج نہیں ۔
واللہ تعالٰی اعلم (اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے ۔ ت) ۔

مسئلہ ۲۲۹ تا ۲۳۸ بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ طالب حسین خاں ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اکثر موضع میں بدجانور کا گوشت

---

[1] القرآن الکریم ۸۵/ ۱۰
[2] ؍؍ ۲/ ۱۹۱
[3] الجامع الصغیر بحوالہ الرافعی عن انس حدیث ۵۹۷۵ دارالکتب العلمیہ بیروت

Marfat.com

کھاتے ہیں اُن کے یہاں کا کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں ؟

(۲) مسلمان کو قصداً شکار سُوّر کا کرنا اور بلم سے مارنا اور کُتّے سے، اور اہلِ ہنود کو کھلانا جائز ہے یا نہیں ؟

(۳) سُود لینے والے کے یہاں کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ ایک مولوی صاحب نے کہا کہ اگر اس کی آمدنی اور جگہ سے بھی ہے تو اس کے یہاں کھانا کھانا جائز ہے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

(۱) جو کفار اُس بد جانور کو کھاتے ہیں جیسے ٹھاکر وغیرہ، بہتر یہ ہے کہ ان کے یہاں کی روٹی سے بھی احتراز کیا جائے کہ ظاہر یہی ہے کہ اُن کے برتن اور بدن سب نجس ہوتے ہیں، اور یہی حال اُن کے بامنوں وغیرہ اقوام کا بھی ہے کہ وہ سُوّر نہ کھائیں تو گوبر اور بچھیا کا مُوت تو اُن سب کے نزدیک پاک بلکہ پوتر ہے، وہ سب نجس ہیں مگر شریعت آسان ہے جب تک کسی خاص شئے میں حرمت یا نجاست کا حال معلوم نہ ہو ہمارے لئے پاک و حلال ہے ورنہ بازار کا دودھ، گھی، مٹھائی سب کا یہی حال ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں:

بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ۔[1] ہم اسی کو لیتے ہیں (یعنی عمل کرتے ہیں) جب تک کسی شئی کے حرام ہونے کو پہچان نہ لیں (ت)

(۲) سُوّر اگر کھیتی وغیرہ کو ضرر دے یا اُس سے انسان یا مویشی پر حملہ آوری کا اندیشہ ہو تو اُسے کُتّے سے شکار کرنا خواہ بلم یا بندوق سے مارنا جائز بلکہ مستحب، بلکہ بعض اوقات میں فرض و واجب ہے، مگر ہندو وغیرہ کسی کافر کو اس کا کھلانا یا اس کے پاس بھجوانا سخت حرام ہے کہ کھانا اور کھلانا ایک حکم ہے۔ اشباہ میں ہے:

ماحرم اخذہ حرم اعطاؤہ۔[2] جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔ (ت)

(۳) سُود خور کے یہاں نہ کھانا بہتر ہے خصوصاً عالم و مقتدا کو، اور فتوٰی وہی ہے کہ جب تک کسی خاص مال کی حُرمت معلوم نہ ہو منع نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

[2] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الرابعۃ عشر ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۸۹

Marfat.com

مسئلہ ۲۲۹ از شہر محلہ جامع مسجد ۱۳ جمادی الاولٰی

حلال جانور مادہ سے نر جانور حرام جفتی کرے جو بچہ اس سے پیدا ہو خواہ بشکل مادہ یا نر یا دونوں کی شکل ہو وہ بچہ حرام ہوگا یا حلال؟

الجواب

مادہ جب حلال ہے تو بچہ حلال ہے کہ جانور میں نسب ماں سے ہے نہ کہ باپ سے، وھو الصحیح کما فی الھدایۃ[1] وغیرھا (اور یہی صحیح ہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہ (کتب فقہ احناف) میں مذکور ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۰

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی فاتحہ کا کھانا مردوں کو کھانا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

چاہئے، کوئی ممانعت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۱

ضرورت کو حرام چیز کھانا یا استعمال میں لانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر بھوک پیاس سے مرتا ہو اور کوئی شے پاس نہیں اور جانے کہ اس وقت کھائے پئے گا نہیں تو مرجائے گا ایسی صورت میں حرام شے کھانا یا پینا اس قدر جس سے اُس وقت جان بچ جائے جائز ہے یونہی اگر سردی بخت ہے اور پہننے کو حرام کے سوا کچھ پاس نہیں اور نہ پہنے تو مرجائے گا یا ضرر پائے گا تو اتنی دیر پہن لینا جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۲

شراب پینا خدا کے راستے کو روکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

بیشک ضرور روکتا ہے اور اس کے پینے والے پر اللہ تعالٰی نے لعنت فرمائی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] الہدایۃ

Marfat.com

مسئلہ ۲۲۳ تا ۲۲۷ از بمبئی محلہ چونا بھٹی مسئولہ مولوی عبدالقادر صاحب مدرس اول مدرسہ کمون سیٹھ
۵ رجب المرجب ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ان مسائل میں :
(۱) اولیائے کرام کے مزار پر واسطے فاتحہ وامداد مردوں عورتوں کو جانا درست ہے یا نہیں ؟
(۲) شادی میں دف، تاشہ بجانا درست ہے یا نہیں ؟
(۳) شادی میں لڑکیوں کا گانا درست ہے یا نہیں ؟
(۴) تیجہ، دسواں، چہلم کا کھانا درست ہے یا نہیں ؟
(۵) مسائلِ بالا کو نادرست کہنے والا کیا سمجھا جائے، از روئے شرع شریف کیا حکم ہے ؟ بیّنوا توجروا
(بیان فرماؤ اور اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

(۱) مزاراتِ اولیاء کرام پر بلحاظ آداب ومراعات احکام شرعیہ فاتحہ واستمداد واستفادہ کے لئے مردوں کا جانا جائز ومندوب ومحبوب ومرغوب ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں ،

از اولیاء مدفونین انتفاع واستفادہ جاری ست[۱]۔

اہلِ قبور اولیاء سے فائدہ اور استفادہ جاری ہے یعنی ہر دور میں لوگوں کا معمول ہے (ت)

مگر عورتوں کو حاضری سے روکنا ہی انسب واسلم ہے ،

کما افادہ فی الغنیۃ وبیّناہ فی فتاوٰنا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

جیسا کہ "الغنیہ" میں اس کا افادہ پیش کیا اور ہم نے اسے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

(۲) دف کہ بے جلاجل یعنی بغیر جھانجھ کا ہو اور تال سم کی رعایت سے نہ بجایا جائے اور بجانے والے نہ مرد ہوں نہ ذی عزت عورتیں، بلکہ کنیزیں یا ایسی کم حیثیت عورتیں اور وہ غیر محل فتنہ میں بجائیں تو نہ صرف جائز بلکہ مستحب ومندوب ہے ،

للامر بہ فی الحدیث والقیود مذکورۃ فی ردالمحتار وغیرہ وشرحناھا

حدیث میں مشروط دف کے بجانے کا حکم دیا گیا اور اس کی تمام قیود کو فتاوٰی شامی وغیرہ میں ذکر

---

[۱] تفسیر عزیزی پارہ عم استفادہ از اولیاء مدفونین سورۃ عبس مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۱۴۳

Marfat.com

فی فتاوٰنا۔ کر دیا گیا اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تشریح کر دی ہے۔ (ت)

اس کے سوا اور باجوں سے احتراز کیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) جواری کا اطلاق لڑکوں اور چھوکریوں دونوں پر آتا ہے کنیزوں کا گانا کہ محض طبعی طور پر ہو، نہ قواعد موسیقی پر تعلیم کیا ہوا، اور اس میں فحش وغیرہ کوئی امر خلاف شرع نہ ہو، نہ اس میں فی الحال فتنہ ہو نہ آئندہ فتنہ کا اندیشہ ہو، محل سرور مثل نکاح وعیدین میں مضائقہ نہیں رکھتا اور بہت چھوٹی چھوٹی لڑکیاں اگر بطور خود کچھ آواز نکالیں جو غیر مردوں کو نہ پہنچے تو یہ بھی فی نفسہ ایسا منکر نہیں جس پر شرعاً مواخذہ ہو اور اپنی حیثیت وعزت وعرف وعادت کے اختلاف سے یہاں اختلاف ہو جائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۴) تیجہ، دسواں، چہلم سب جائز ہیں جب بہ نیت محمودہ بطور محمود ہوں اور اُن کا کھانا مساکین فقراء کے لئے چاہئے، برادری کی دعوت کے طور پر نہ ہو،

فان الدعوة انما شرعت فی السرور لا فی الشرور[1] وغیرہ۔ دعوت کا جواز خوشی میں ہوتا ہے نہ کہ مواقع غم میں۔ فتح القدیر وغیرہ۔ (ت)

(۵) یہ مسائل محض فرعیہ ہیں مگر اول وچہارم میں مطلقاً کلام ان بلاد میں شعار وہابیہ ہے اور وہابی ایک سخت گمراہ بددین فرقہ ہے جس کا حال الکوکبة الشہابیہ وسل السیوف الہندیہ والنہی الاکید و فتاوی الحرمین وحسام الحرمین وغیرہا تصانیف فقیر سے ظاہر۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۲: از نجیب آباد ضلع بجنور مسئولہ جناب احمد حسین خاں صاحب ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۱۳ھ

کسی شخص کی ضیافت خواہ مسلمان ہو خواہ کافر کرنی چاہئے اور کس شخص کی نامنظور کرنی چاہئے اور کیوں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مرتد کی نہ دعوت کرے نہ اس کی دعوت میں جائے، نہ اس سے کوئی معاملہ میل جول کا رکھے، یونہی کفار خصوصاً وہ جو ذمی یعنی سلطنت اسلامیہ میں رہ کر مطیع الاسلام نہ ہوں اُن سے بھی کوئی برتاؤ محبت ودوستی کا نہ کرے ہاں مصلحت شرعیہ ہو تو اس کی دعوت کرے بھی اور کھانے بھی جس کی بدمذہبی

---

[1] فتح القدیر کتاب الصلوٰة باب الشہید مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۰۲

حدِ کفر تک نہ پہنچی ہو اور بلا مصلحت اُس سے کیا فاسق معلن بیباک سے بھی بچے خصوصاً مضرت دینی کا خوف ہو جب تو احتراز سخت لازم ہوگا مثال یہ ہے کہ ایک شخص کے یہاں شادی میں ناچ یا ناجائز باجا ہے وہ اسے بلاتا ہے اور یہ جانتا ہے کہ میں جاؤں گا تو اُسے روک سکوں گا اُسے میرا کہنا ضرور ماننا ہوگا تو بالقصد جائے اور اگر سمجھے کہ میں اپنا شریک ہونا ممنوعات کے نہ ہونے پر موقوف کردوں کہ اگر یہ باتیں نہ کرو تو آؤں گا تو اُسے میری ایسی خاطر ہے کہ ان باتوں سے باز رہے گا تو ہرگز نہ جائے جب تک وہ منہیات ترک نہ کردے۔ دوسری مثال اس سے میل جول نرم برتاؤ رکھنے میں امید ہے کہ یہ راہ پر آجائے اُس کا دل نرم ہے حق قبول کرلے گا تو حدِ جائز تک آشتی برتے اور جانے کہ میل جول میں مجھے اندیشہ ہے کہ اُس کی محبت اثر کرجائے تو آگ سمجھے دور بھاگے عام لوگوں کو اسی اخیر صورت کا لحاظ چاہیے، ولہذا حدیث میں صاف فرمایا:

ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم[1] والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اُن سے دُور ہو اور اُن کو اپنے سے دُور رکھو کہیں وہ تم کو بہکا نہ دیں کہیں وُہ تم کو فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ اور اللہ تعالٰی کی پناہ، اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے، اور اس کا علم (جس کی بزرگی سب سے بڑھ کر ہے) سب سے زیادہ کامل اور سب سے زیادہ پختہ ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۳۹: مرسلہ محمد بشیر الدین طالب علم مدرسہ امداد العلوم محلہ بانسمنڈی کانپور ۲۵ صفر ۱۳۳۰ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ اگر از مال حلال واز مال کسب چاہے کند ومالِ حرام زیادہ باشد آب آں چاہ حلال ست یا حرام وچاہ راچہ حکم ست ویران کند یا نہ؟ بیّنوا توجروا۔

اہلِ علم اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں، اگر کوئی شخص حلال اور کمائی کے مال سے کنواں کھدوائے جبکہ حرام مال زیادہ ہو تو ایسے کنویں کا پانی استعمال کرنا جائز ہے یا حرام؟ اور کنویں کا کیا حکم ہے؟ کیا اسے ویران (غیر آباد) کردے یا نہ کرے؟ بیان فرماؤ تاکہ اجر وثواب پاؤ۔ (ت)

الجواب

آب بہرحال حلال ست لانہ مباح حتی لایملکہ مالك البئر کما ھو

بہرحال اُس کنویں کا پانی استعمال کرنا جائز ہے اس لئے کہ وہ مباح ہے۔ یہاں تک کہ کنویں کا

---

[1] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰

Marfat.com

مصرح به فی عامة کتب المذهب و چاه را
ویران کردن فرو نیست اگر آں مال حرام زر نقد
بود فاشترا به لا یورث خبثا فی المشترٰی
علی مذهب الکرخی المفتی به مالم یجتمع
علیه العقد والنقد ولیس معهودا فی
البیاعات هنا بل اختار فی الطریقة المحمدیة
الفتوی علی القول الثالث ان الخبث لا یسری
الیه اصلا ولو اجتمعا و اگر نفس خشت و خشب
کہ باآنہا تعمیر چاہ کردند مال حرام بود اگر مالک معلوم
ست باذن او اباحت تواں شد و اگر مضایقہ
کند قیمت تواں گرفت علی التفصیل المعلوم
فی المساجد المذکور فی الدر و غیرہ و اگر معلوم
نیست لقطہ شد پس باذن قاضی و آنجا کہ قاضی
نیست باجازت عالم سنی افقہ بلد وصوابدید
عمائد مسلمین صرف چاہ تواں شد کما فی الخانیة
وغیرھا ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مالک بھی اس کا مالک نہیں (یعنی اس میں تصرف
اور پابندی کرنے کا اختیار نہیں رکھتا) جیسا کہ
مذہب کی عام کتابوں میں تصریح موجود ہے، اور
کنویں کو غیر آباد کرنا کوئی ضروری نہیں۔ اگر وہ مال
حرام نقدی زر ہو تو اس کے ساتھ اُسے خریدنا، امام
کرخی کے مذہب میں خرید کردہ چیز میں خباثت نہیں
پیدا کرتا۔ اور یہی قابل فتوی مذہب ہے بشرطیکہ
اس پر عقد اور نقد کا اجتماع نہ ہو۔ یہیں خرید و فروخت
کے باب میں یہاں یہ معہود (متعین) نہیں بلکہ
طریقہ محمدیہ میں ایک تیسرے قول کو پسند فرمایا کہ
بالکل خباثت اس تک سرایت ہی نہیں کرتی اگرچہ
دونوں عقد و نقد کا اجتماع ہو۔ اگر صرف اینٹ،
لکڑی کہ جس سے کنویں کی تعمیر کرتے ہیں حرام مال
کی ہو، اگر مالک معلوم ہو تو اس سے اجازت اور
اباحت ہوسکتی ہے (یعنی لی جاسکتی ہے) لیکن
اگر تنگدل ہو تو قیمت وصول کرے اُس معلوم
تفصیل کے مطابق جو درمختار وغیرہ میں مذکور مساجد کی لکڑی کے متعلق گزر چکی ہے۔ اور اگر مالک اشیاء معلوم نہ ہو
تو پھر وہ چیزیں لقطہ (یعنی گری پڑی چیز) کی طرح ہوگئیں۔ تو فتاوی قاضی خان وغیرہ کی تصریح کے مطابق اُن
چیزوں کو کنویں پر خرچ کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ قاضی اجازت دے۔ اگر وہاں قاضی موجود نہ ہو تو پھر وہاں کے
بڑے فقیہ سنی عالم اور عام مسلمانوں کے اکابرین کی صوابدید پر ایسا کیا جاسکتا ہے۔ اور اللہ تعالٰی سب
سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۴۴: از شہر محلہ بہاری پور متصل مسجد بی بی جی مرحومہ مسئولہ جناب نواب سلطان احمد خاں صاحب
۲۸ ذی قعدہ ۱۳۳۰ھ

خاک انداز کا نا جب تر ہے یا نہیں؟

Marfat.com

الجواب

جائز ہے کہ وُہ تنہا مادہ کی منی منعقد مستحیل بطیب ہے جیسے اور رانڈے نر و مادہ دونوں کی منی مستحیل۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۱ ۱ر جمادی الآخرہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ زید جو کہ فی الحال امامت کرتا ہے وُہ جاکر نوروز کو رافضی کے یہاں کھانا کھا آیا جبکہ ہم لوگوں نے اُس کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کیا لوگوں نے اعتراض کرنا شروع کیا کہ امام کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے، ہم نے یہ کہا کہ روافض کے یہاں کھانا پینا مجالست شریعت مطہرہ میں قطعاً حرام ہے، ان میں سے بعض لوگوں نے یہ کہا کہ زمانہ حضور اقدس سرورِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم میں یہود ونصارٰی بھی تھے جبکہ اُنھوں نے حضور پُرنور شافع یوم النشور کی دعوت کی حضور نے قبول فرمایا اور تناول بھی فرمایا، ہم نے یہ کہا کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم نے کبھی یہودی ونصرانی کے یہاں تناول نہ فرمایا اُس کے اُوپر اُنھوں نے کہا کہ رنڈی وسُود خوار وزانی کے یہاں بھی نہ کھانا چاہیئے کیونکہ وہ بھی گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہیں، اس کے اوپر ہم نے کہا کہ رافضی ویہودی ونصرانی قطعی کافر ہیں اس لحاظ سے ہم کو اُن کے یہاں کھانا حرام ہے اور رنڈی وزانی وسُود خوار سب کے سب گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہیں۔ آپ اس کا ثبوت دیجئے کہ کافر ہیں، اس پر وہ کوئی ثبوت نہ لاسکے خاموش بیٹھے رہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کافر اُن کے نزدیک بھی نہیں ہیں اب ہم کو بحکم شریعت زید کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے اور روافض وغیرہ کے یہاں کھانا کیسا ہے؟ اس کا جواب بالتشریح والتوضیح وحوالہ کتاب تحریر فرمائیے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجروثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

زانی، شرابی، سُود خوار کے یہاں کھانا خلافِ اولیٰ ہے مگر وہ کافر نہیں اور یہود ونصارٰی کافر ہیں، پھر یہود ونصارٰی باوصف کفر کے کافر اصلی ہیں مرتد نہیں۔ اور رافضی، وہابی، قادیانی، نیچری، چکڑالوی مرتد ہیں، اور احکامِ دُنیا میں مرتد سب کافروں سے بدتر ہے، اور کافروں کو بادشاہِ اسلام جزیہ لے کر اپنے ملک میں رکھے گا بشرط جزیہ اُن کے جان ومال کی حفاظت کرے گا لیکن مرتد کو تین دن سے زیادہ زندہ نہ رکھے گا، تین دن میں مسلمان ہوگیا تو بہتر ورنہ سلطانِ اسلام اُسے قتل کردے گا۔ مرتد کے یہاں کھانا کھانے جانا اُس سے میل جول سب حرام ہے، زید اگر جاہل ہے اور ناواقفی میں یہ حرکت اُس سے ہُوئی اور اب معلوم ہونے پر علانیہ توبہ کرے تو خیر، ورنہ وہ امامت کے قابل نہیں، فوراً معزول

Marfat.com

کیا جائے۔

قال اللہ تعالٰی ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[1] وقال تعالٰی واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) ظالموں کی طرف مت جھکو (یعنی اُن سے میل ملاپ نہ رکھو) ورنہ تمھیں آگ (دوزخ) چھوئے گی (مراد یہ کہ آتش دوزخ میں داخل ہو جاؤ گے)۔ اور نیز ارشاد فرمایا: اگر تمھیں شیطان بھلا دے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ اور اللہ تعالٰی سب کچھ اچھی طرح جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۴۲

۱ رجمادی الاخری ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین درمیان اس مسئلہ کے زید خاندانِ قادریہ و چشتیہ میں خلیفہ ہے اور مولود خواں بھی ہے اور علمِ فارسی میں دخل رکھتا ہے، علاوہ ازیں کلامِ نعتیہ میں اس کی تصنیفات بھی موجود ہیں اور حاجی بھی ہے، اور یہ زید کو علم تھا کہ بکر قادیانی ہے دانستہ اُس کے مکان پر واسطے کھانا کھانے گیا لہٰذا اس کی نسبت از رُوئے شرع شریف کیا حکم ہے؟ اور زید سے محفل مولود شریف پڑھوانا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

زید گنہگار ہوا، اس نے حکمِ شریعت کے خلاف کیا، اس سے علانیہ توبہ لی جائے، اگر نہ مانے تو اس سے محفل شریف نہ پڑھوائی جائے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اور اگر تمھیں شیطان بھلا دے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ اور اللہ تعالٰی سب کچھ اچھی طرح جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۴۳

مرسلہ ہیڈ ماسٹر اسکول ٹھٹھ شہر تھانہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین کہ شہر کی مارکیٹ جس میں گوشت بکتا ہے اس میں ایک مجوسی نے سُور کاٹا اور صاف کیا، لوگوں نے گوشت لینا بند کر دیا، اور مسلمانوں کا خیال ہے

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/۱۱۳

[2] و[1] ۔ ۔ ۶/۶۸

Marfat.com

کہ جب تک اس مارکیٹ کا فرش اور وہ مقام جس پر ہم کو شک ہے نکال نہ دیا جائے ہم گوشت اس مقام سے ہرگز نہ خریدیں گے، کیا آپ اجازت دیں گے کہ فرش وغیرہ مشکوک اشیاء کو خارج کر دیا جائے یا کوئی دوسری صورت اختیار کی جائے تاکہ شک رفع ہو اور وہ کیا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اُس ناپاک ملعون جانور کی نجاست مثل پاخانے کے ہے ہر نجاست دھو کر زائل کر دینے سے پاک ہو جاتی ہے اس کے لئے فرش وغیرہ بالکل نکال دینا ضرور نہیں اور نکال دیا جائے تو اور بہتر ہے مگر یہاں زیادہ قابلِ توجہ یہ ہے کہ مجوسی کے ہاتھ کی بکری ذبح کی ہُوئی بھی سوئر کے مثل ہے اور جہاں مجوسی ذابح ہو یا مجوسی بھی ذابح ہو اور اس کا کاٹا ہُوا اور مسلمان کا ذبیحہ دلیل صحیح شرعی سے متمیز نہ ہو وہاں سے کسی حلال جانور کا گوشت خریدنا، کھانا، کھلانا سب حرام ہے۔ یُوں ہی اگر مجوسی گوشت بیچتا ہو اور حلفاً کہے کہ یہ جانور مسلمان کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا ہے جب بھی اُس کا خرید کرنا حرام ہے مگر یہ کہ مسلمان نے ذبح کیا اور وہ یا اور مسلمان اُس وقت سے خریداری کے وقت تک اُس جانور کو دیکھتا رہا کسی وقت مسلمان کی نگاہ سے غائب نہ ہوا وہ مسلمان کہے کہ یہ میرا یا فلاں مسلمان کا ذبح کیا ہوا ہے اس وقت خریداری جائز ہے۔ حدیث میں مجوس کی نسبت ہے:

سنوابهم سنة اهل الكتاب غير ناكحی نسائهم ولا اٰكلی ذبائحهم۔[1]

اُن (آتش پرستوں) سے اہل کتاب کی روش اور طریقہ اختیار کرو سوائے اس کے کہ اُن کی عورتوں سے نکاح نہ کرو اور نہ اُن کا ذبیحہ کھاؤ۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فی التتارخانیة عن جامع الجوامع لابی یوسف من اشتریٰ لحما فعلم انه مجوسی واراد الرد فقال ذبحه مسلم یکره اکله اھ ومفادہ ان مجرد کون البائع مجوسیا یثبت الحرمة۔[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

تتارخانیہ میں جامع الجوامع سے حضرت امام ابویوسف سے روایت ہے کہ جس شخص نے گوشت خریدا پھر اسے معلوم ہوا فروخت کرنے والا تو آتش پرست ہے تو اس نے واپس کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے جھٹ کہہ دیا کہ مسلمان نے اس کو ذبح کیا ہے تو اس گوشت کا کھانا مکروہ ہے اھ پس اس کا حاصل یہ ہُوا کہ صرف بیچنے والے کا آتش پرست ہونا (گوشت

[1] التلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر حدیث ۱۵۳۳ المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل ۳/۱۷۲

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۱۹

Marfat.com

ہیں) حرمت پیدا کر دیتا ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴۴ مرسلہ منشی حاجی محمد ظہور صاحب ۱۰ جمادی الآخرہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) چند سوداگر مسلمان ایسے ہیں کہ تجارت بھی کرتے ہیں اور سُود بھی کھاتے ہیں اور زمیندار بھی ہیں ایسوں کے یہاں کا کھانا پینا اور لڑکی لڑکوں کا بیاہنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ہنود عام طور پر سُود کھاتے اور زمینداری و دُوکانداری بھی کرتے ہیں اُن کے یہاں کا کھانا جو بسبب رسم بھیجتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ اگر ہر دو شخصوں کے یہاں کا کھانا آئے اور نہ کھایا جائے تو کس کو دیا جائے؟

(۳) ایک شخص بسبب اپنی ضرورتوں کے روپیہ لے کر سُود دیتا ہے اس کے یہاں کا کھانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) اگر معلوم ہو کہ یہ کھانا جو ہمارے سامنے آیا بعینہٖ سُود کا ہے مثلاً سُود میں چاول لئے تھے یا چاولوں کی کوئی قیمت بغیر شرائط شرعی کی تھی وہی چاول پکائے ہیں تو اس کا کھانا جائز نہیں، اور اگر مال خریدا ہوا ہے اگرچہ سُودی روپے سے، تو اس کا کھانا حرام نہیں کہ اس کا وہ روپیہ حرام تھا خریدنا حرام نہ تھا اور کچھ معلوم نہ ہو جب بھی حکم حلت ہے۔ یہ تو اصل اُس کھانے کا حکم تھا باقی ایسے لوگوں سے اتحاد میل جول خلا ملا نہ چاہئے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

وامّا ینسینّک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظّٰلمین[1] — اگر تمہیں شیطان بھلاوے میں ڈال دے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو (ت)

اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ اُن سے شادی بیاہت کا رشتہ ہرگز نہ کیا جائے کہ اس سے بڑھ کر میل جول اور کیا ہوگا۔ واللہ تعالےٰ اعلم

(۲) ہندو کے یہاں کا گوشت حرام ہے یونہی اگر گھی میں چربی ملی ہو تو ہندو سے خریدنا بھی حرام ہے اور اگر اُن کی پُوجا کا کھانا ہو تو مطلقاً لینا منع ہے اور اگر مفاسد سے خالی ہو تو لے لینے بھی اچھا نہیں اور نہ لینا بہتر، اور اگر لینے میں اسلام کی طرف اس کی رغبت کی امید ہے تو لینا بہتر، جو کھانا

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

ان دونوں جوابوں میں ناجائز بتایا اُس کا لینا ہی منع ہے، لے لیا ہو تو واپس دے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) جو خود سُود نہیں کھاتا صحیح ضرورت کے سبب سُودی قرض لیتا ہے اس کے یہاں کھانے میں حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۷، ۲۴۸ از ضلع نینی تال کاشی پور ڈاکٹر اشتیاق علی بروز یکشنبہ ۱۸ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

مخدومی مکرمی جناب مولانا صاحب دام اقبالہ، بعد آداب کے معلوم ہو کہ میں خیریت سے ہوں اور آپ کی خیر و عافیت کا خواہاں، باعثِ تکلیف یہ ہے کہ برائے نوازش ذیل کے سوالوں کا جواب بھیج دیں گے تو بندہ بہت مشکور ہوگا:

(۱) اہلِ کتاب کے ساتھ کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اہلِ کتاب عیسائی ہو یا انگریز، ان کا باورچی مسلمان ہو یا عیسائی، یہ بات ضرور ہے کہ یہ لوگ شراب پیتے ہیں اور بدجناور کھاتے ہیں۔

(۲) اہلِ ہنود کے ہاتھ کا پکا ہُوا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) یہاں عیسائیوں خصوصًا انگریزوں کے ساتھ کھانا کھانا جائز نہیں۔ حدیث میں ہے:

لا تؤاکلوھم ولا تشاربوھم[1] — نہ اُن کے ساتھ کھانا کھاؤ نہ اُن کے ساتھ پانی پیو۔

اُن کے برتن نجاست سے خالی نہیں ہوتے، اور اُن کا باورچی اگرچہ مسلمان ہو ناپاک گوشت پکاتا ہے،

ومن یرتع حول الحمی یوشك ان یقع فیہ[2] وھو تعالٰی اعلم — جو کوئی چراگاہ کے آس پاس اپنے جانور چرائے تو قریب ہے کہ چراگاہ میں جا پڑے۔ وھو تعالٰی اعلم (ت)

(۲) ہندو کے ہاتھ کا پکا ہوا گوشت حرام ہے مگر اُس صورت میں کہ مسلمان نے ذبح کیا اور اپنی آنکھ سے غائب ہونے نہ دیا اس کے سامنے پکایا اور باقی کھانے اس کے پکائے ہوئے جائز ہیں

---

[1] کنز العمال برمز عق عن انس حدیث ۳۲۴۶۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۲۹

[2] صحیح البخاری کتاب البیوع باب الحلال بیّن والحرام بیّن الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۷۵
صحیح مسلم کتاب المساقات باب اخذ الحلال وترک الشبہات " " " ۲/ ۲۸

Marfat.com

جبکہ پانی یا برتن میں خلط نجاست معلوم نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۴۳ تا ۱۴۴۵: از بنارس محلہ پتراکنڈہ مکان مستری بدھو پرانی مسجد مرسلہ مولوی عبدالوہاب بروز چہارشنبہ بتاریخ ۱۲ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

(۱) یہ کہ اگر کسی شخص کو دعوت دے کر بلائے اور وہ شخص دعوت کھا کر کھانے میں عیب نکالے تو وہ شخص گنہگار شرعاً ہے یا نہیں، جائز کہ نہیں، مثلاً کہے کہ گھی کم ہے مرچ زیادہ ہے۔

(۲) یہ کہ کسی مرد مسلمان کا سر برہنہ ہو کر کھانا کھانا ازروئے شرع شریف درست ہے یا نہیں؟ اور اس شخص کے ساتھ جو سر برہنہ کھاتا ہو شیطان کھاتا ہے یا نہیں؟ اور خلافِ سنت ہے یا نہیں؟

(۳) یہ کہ اگر کوئی شخص کسی ایک شخص کی دعوت کرے تو چند آدمیوں کو لے کر اس شخص کا دعوت میں جانا اور ان لوگوں کو بھی مجبور کرکے دعوت کھلانا جائز ہے یا نہیں حالانکہ یہ لوگ بلا دعوت ہیں؟

الجواب

(۱) کھانے میں عیب نکالنا اپنے گھر پر بھی نہ چاہئے مکروہ و خلافِ سنت ہے۔ عادتِ کریمہ یہ تھی کہ پسند آیا تو تناول فرمایا ورنہ نہیں، اور پرائے گھر عیب نکالنا تو مسلمانوں کی دل شکنی ہے اور کمال حرص و بے مروتی پر دلیل ہے، گھی کم ہے یا مزہ کا نہیں یہ عیب نکالنا ہے، اور اگر کوئی شے اسے مضر ہے اسے نہ کھانے کے عذر کے لئے اس کا اظہار کیا ذکر بطور طعن و عیب، مثلاً اس میں مرچ زائد ہے میں اتنی مرچ کا عادی نہیں تو یہ عیب نکالنا نہیں، اور اتنا بھی بے تکلفی خاص کی جگہ ہو اور اس کے سبب دعوت کنندہ کو اور تکلیف نہ کرنی پڑے، مثلاً دو قسم کا سالن ہے ایک میں مرچ زائد ہے اور یہ عادی نہیں تو اسے نہ کھائے اور وجہ پوچھی جائے بتادے، اور اگر ایک ہی قسم کا کھانا ہے اب اگر نہیں کھاتا تو دعوت کنندہ کو اس کے لئے کچھ اور منگانا پڑے گا اسے ندامت ہوگی اور تنگدست ہے تو تکلیف ہوگی، ایسی حالت میں مروت یہ ہے کہ صبر کرے اور کھائے اور اپنی اذیت ظاہر نہ کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) جو بسم اللہ کہہ کر کھاتا ہے شیطان اس کے ساتھ نہیں کھا سکتا اور جو بغیر بسم اللہ کے کھائے شیطان اس کے ساتھ کھائے گا اگرچہ سر پر سو کپڑے ہوں، ننگے سر کھانا ہندوؤں کی رسم اور خلافِ سنت ہے، ہاں کوئی عذر ہو تو حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) بلا دعوت جو دعوت میں جائے اسے صحیح حدیث میں فرمایا دخل سارقا وخرج مغیرا[1] چور بن کر گیا

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الاطعمۃ باب ما جاء فی اجابۃ الدعوۃ امین کمپنی دہلی [illegible]

لپٹا ہو کر نکلا خصوصاً جبکہ دعوت عام نہ ہو تو معہود و معروف سے زائد آدمی لے جانا سخت ناجائز ہے مثلاً جو لوگ عادی ہیں کہ بے آدمی کے ساتھ لئے ہوئے کہیں نہیں جاتے اُن کی جو دعوت کرے گا آپ جانے گا کہ ساتھ آدمی ہوگا المعروف کالمشروط (جو بات لوگوں کے عرف اور رواج میں مشہور ہے وہ طے شدہ شرط کی طرح ہے۔ ت) ہاں اگر کسی بے تکلفی والے نے دعوت کی اور کچھ حاجتمند ہیں کہ یہ اُن کو ساتھ لے گیا اور ان کا بار اس پر نہ پڑے گا خواہ یُوں کہ دسترخوان وسیع ہے اور دل فراخ یا یُوں کہ اُن کی کفالت یہ خود کرے گا اور اُسے ناگوار نہ ہوگا تو حرج نہیں، جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما نے غزوۂ خندق میں حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی دعوت کی اور دو صاحبوں کے قابل کھانا پکایا، جب یہ دعوت کو عرض کرنے گئے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے باواز بلند ارشاد فرمایا کہ اہلِ خندق! جابر تمھاری ضیافت کرتا ہے۔ وہ ایک ہزار صحابہ کرام تھے رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ اور جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا، جب تک ہم تشریف نہ لائیں کھانا نہ اتارا جائے او کما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (جیساکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ گھبرائے ہوئے اپنے گھر تشریف لائے اور اپنی زوجہ مقدسہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے حال بیان کیا کہ یہاں دو ہی آدمیوں کے قابل کھانا ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مع ایک ہزار صحابہ کے تشریف لاتے ہیں، ان بی بی نے کہا: آپ کو اس کی کیا فکر ہے جو لاتے ہیں وہی سامان فرمانے والے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے آٹے اور ہانڈی میں لعابِ دہنِ اقدس ڈالا اور ارشاد فرمایا کہ روٹی پکانے والی بلالو اور ہانڈی چولھے پر رہنے دو۔ اُس قلیل آٹے اور گوشت سے ایک ہزار صحابہ کو پیٹ بھر کر کھلادیا اور ہانڈی ویسا ہی جوش مارتی رہی اور آٹا ذرا کم نہ ہوا[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۲

مرسلہ شیخ احمد از بمبئی معرفت حکمت یار خاں بریلی بروز دوشنبہ ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ ملفوظ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص قمار باز جس کا پیشہ سوائے جُوا کے اور کچھ نہ ہو، یا کوئی طوائف ناچنے گانے والی یا کوئی کسبی حرام پیشہ بارھویں شریف یا گیارھویں شریف میں آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور حضرت غوث اعظم قدس سرہٗ کی نیاز کرے اس کا کھانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتبِ معتبرہ ارشاد فرمائیں۔ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

جس کا پیشہ محض حرام کا ہو اُس سے مخالطت ویسے ہی نہ چاہیے۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الخندق قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۵۸۹

Marfat.com

قال اللہ تعالیٰ و امّا ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ، اگر شیطان تمہیں بھلاوے میں ڈال دے تو پھر یاد آنے کے بعد ہرگز ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔ (ت)

اُس کے یہاں کھانا اور زیادہ معیوب ہے مگر مذہب صحیح میں نفس طعام حرام نہیں سوا اس صورت کے کہ وہ خود اُسے وجہ حرام میں ملا ہو مثلاً اُجرت غنا یا زنا یا رشوت زانیہ میں ناج دیا گیا وہ ناج اس کھانے میں ہے یا اس نے اسے زرِ حرام سے خرید اور خریداری میں عقد و نقد اُسی مال حرام پر جمع ہوئے مثلاً وہ زرِ حرام دکھا کر کہا اس کے عوض دے دو یہ تو حرام پر عقد ہوا پھر جب اس نے دے دیا وہی زرِ حرام ثمن میں دیا یہ حرام کا نقد ہوا ان دونوں صورتوں میں وہ کھانا حرام ہے ورنہ نہیں ،

به ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینه . هندیة[2] عن الذخیرة عن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنه .

ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں جب تک کسی معین شَے کے متعلق حرام ہونے کو نہ جانیں۔ فتاوٰی ہندیہ بحوالہ ذخیرہ ، حضرت امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ (ت)

مسئلہ مسئولہ اشرف علی طالب علم بنگالی مدرسہ اہلسنت وجماعت بروز پنجشنبہ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک رنڈی سے نکاح کر لیا ہے اور اس رنڈی کا مال اسباب بھی اپنے مکان پر لے آیا ہے ، اب وہ مال طیّب ہو سکتا ہے یا نہیں اور اس کے گھر میں کھانا پینا کیسا ہے ، اور اس شخص نے اپنا مال بھی اُس رنڈی کے مال میں ملا دیا ہے ، بیان کرو ثواب پاؤ گے۔

الجواب

وہ مال یوں ہرگز طیب نہیں ہو سکتا اور اس نے اپنا مال اُس سے ملا کر یہ بھی خبیث کر دیا اُسکے یہاں کھانا پینا نہ چاہئے جبکہ رنڈی کا مال غالب ہو ، اور اگر معلوم ہو کہ یہ مال جو سامنے آیا ہے رنڈی کا مال ہے جب تو اس کا کھانا یقیناً عین حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۲

Marfat.com

مسئلہ ۲۵۴ بروز سہ شنبہ بتاریخ ۲ر جمادی الاولیٰ شریف ۱۳۳۴ھ

کیا حکم ہے شرع مطہرہ کا اس میں کہ دعوتِ طعام کون سی سنت ہے کہ کس دعوت طعام سے انکار کرنا اور قبول نہ کرنا گناہ ہے؟ بالتفصیل ارشاد ہو۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پایئے۔ ت)

الجواب

دعوتِ ولیمہ کا قبول کرنا سنّتِ مؤکدہ ہے جبکہ وہاں کوئی معصیت مثل مزامیر وغیرہا نہ ہو، نہ اور کوئی مانع شرعی ہو، اور اس کا قبول وہاں جانے میں ہے، کھانے نہ کھانے کا اختیار ہے، باقی عام دعوتوں کا قبول افضل ہے جبکہ نہ کوئی مانع ہو نہ کوئی اُس سے زیادہ اہم کام ہو، اور خاص اس کی کوئی دعوت کرے تو قبول کرنے نہ کرنے کا اسے مطلقاً اختیار ہے۔ ردّالمحتار میں ہے:

دعی الی الولیمۃ ھی طعام العرس وقیل الولیمۃ اسم لکل طعام وفی الھندیۃ عن التمرتاشی اختلف فی اجابۃ الدعوۃ قال بعضھم واجبۃ لایسع ترکھا وقال العامۃ ھی سنۃ والافضل ان یجیب اذا کانت ولیمۃ والا فھو مخیر والاجابۃ افضل لان فیھا ادخال السرور فی قلب المؤمن واذا اجاب فعل ما علیہ اکل اولا والافضل ان یأکل لو غیر صائم وفی البنایۃ اجابۃ الدعوۃ سنۃ ولیمۃ او غیرھا واما دعوۃ یقصد بھا التطاول او انشاء الحمد او

کسی کو ولیمہ میں شمولیت کی دعوت دی گئی۔ اور ولیمہ شادی کی دعوت کا نام ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ ہر دعوتِ طعام 'ولیمہ' کہلاتی ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں امام تمرتاشی سے روایت ہے کہ دعوت قبول کرنے میں اختلاف کیا گیا (یعنی اس کی شرعی حیثیت ونوعیت میں ماہرینِ قانونِ فقہ کا اختلاف ہے) چنانچہ بعض ائمہ کے نزدیک دعوت قبول کرنا شرعاً واجب ہے۔ لہٰذا اس کے ترک کی کوئی گنجائش نہیں لیکن عام علمائے کرام نے فرمایا کہ وہ سنّت ہے۔ اور افضل (اور عمدہ) یہ ہے کہ دعوتِ طعام ضرور قبول کرے بشرطیکہ دعوتِ ولیمہ ہو ورنہ اُسے اختیار ہے (یعنی دعوت قبول کرنے نہ کرنے میں وہ خودمختار ہے) لیکن اجابت بہتر ہے۔ کیونکہ اس میں ایک مسلمان کے دل کی خوشنودی ہے (کہ اس طرح کرنے سے اس کو دلی مسرت ہوگی جو کہ اسلام میں مطلوب ہے) اور جب دعوت قبول کرلے تو پھر جو کچھ اس کی ذمہ داری ہے اسے نبھائے کھانا

Marfat.com

ما نصہ فلا ینبغی اجابتھا لاسیما اھل العلم اھ ومقتضاہ انھا سنۃ مؤکدۃ بخلاف غیرھا وصرح شراح الھدایۃ بانھا قریبۃ من الواجب وفی التاتارخانیۃ عن الینابیع لو دعی الی دعوۃ فالواجب الاجابۃ ان لم یکن ھناک معصیۃ ولا بدعۃ والامتناع اسلم فی زماننا الا اذا علم یقینا ان لا بدعۃ ولا معصیۃ اھ والظاھر حملہ علی غیر الولیمۃ لما مر تامل اھ[ا]، واللہ تعالٰی اعلم۔

خواہ کھائے یا نہ کھائے لیکن زیادہ بہتر یہ ہے کہ اگر روزہ دار نہ ہو تو کھانا ضرور کھائے۔ اور البنایہ شرح الہدایہ میں ہے کہ اجابت دعوت علی الاطلاق سنت ہے خواہ دعوت ولیمہ ہو یا کوئی اور دعوت ہو۔ رہی وہ دعوت کہ جس سے نام ونمود، نمائش اور فخر و ریا اور قصیدہ گوئی وغیرہ مقصود ہو۔ تو پھر اس قسم کی دعوت کو قبول نہ کرنا اور مسترد کر دینا ہی زیادہ مناسب ہے خصوصاً اہل علم حضرات کے لئے (یہی زیادہ موزوں ہے) اھ اور اس کا مقتضا یہ ہے کہ دعوت ولیمہ سنت مؤکدہ ہے جس کے علاوہ یہ حکم نہیں البتہ شارحین ہدایہ نے یہ تصریح فرمائی کہ دعوت کا حکم واجب کے قریب ہے۔ تاتارخانیہ میں ینابیع کے حوالے سے منقول ہے کہ اگر کسی کو شمولیت دعوت کے لئے مدعو کیا جائے تو اسے قبول کرنا واجب ہے بشرطیکہ وہاں کوئی گناہ اور بدعت کا کام نہ ہو۔ اور ہمارے زمانے میں زیادہ سلامتی اسی میں ہے کہ دعوت میں شمولیت سے باز رہے۔ ہاں البتہ اگر اسے قوی یقین ہو کہ وہاں کوئی گناہ اور بدعت نہیں (تو پھر ضرور شریک ہو) اور ظاہر یہ ہے کہ اُسے غیر ولیمہ پر محمول کیا جائے۔ اس وجہ سے جو بات گزر چکی۔ غور وفکر کیجئے اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۵: از بمبئی ستہ جعفرسٹ روڈ ۹ شیخ امام علی صاحب آبکاریم والے روز شنبہ ۶ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ

جھینگا مچھلی کا شمار مچھلیوں میں ہے یا نہیں اور اس کا کھانا ہمارے مذہب میں جائز ہے یا مکروہ یا کیا؟ فقط۔

الجواب

جھینگے میں اختلاف ہے کہ وہ مچھلی ہے یا نہیں، اگر مچھلی ہے حلال ورنہ حرام، لہٰذا اس سے بچنے میں احتیاط ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۶: از ملک کاٹھیاواڑ مقام اٹیان امین احمد پنجشنبہ ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

گوشت ہمیشہ کے واسطے کھانا بعض بولتے ہیں کہ یہ قرآن شریف سے ثابت نہیں، اس کا

[ا] رد المحتار کتاب الحظر والاباحۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۲۲

خلاصہ لکھنا۔

الجواب

قرآن مجید میں گوشت ہمیشہ کھانے کی کہیں ممانعت نہیں، یہ غلط بات ہے، ہاں نفس پروری کو قرآن مجید نے منع فرمایا ہے۔

مسئلہ ۲۵۷ بریلی نومحلہ ۷ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین بیچ اس امر کے، عشرہ محرم الحرام میں شکار کھیلنا مسلمانوں کو درست ہے یا نادرست؟ بیّنوا توجروا

الجواب

جسے کھانے یا دوا کے لئے کسی جانور کی حاجت ہے وہ اگر بقدر حاجت دو ایک جانور مار لائے تو یہ کسی کھیل یا تفریح کا فعل نہ ہوگا۔ آیہ کریمہ اذا حللتم فاصطادوا[1] (لوگو! جب تم (احرام سے فارغ ہو کر) حلال ہوجاؤ تو پھر شکار کرنا چاہو تو کرسکتے ہو۔ ت) اسی کا ذکر ہے مگر بے حاجت مذکورہ تفریح طبع کے لئے جو شکار کیا جاتا ہے وُہ خود ناجائز ہے کہ ایک لہو ولعب ہے لوگ خود اُسے شکار کھیلنا کہتے ہیں اور کھیل کیلئے بے زبانوں کی جان ہلاک کرنا ظلم وبے دردی ہے۔ اشباہ والنظائر میں ہے:

الصید مباح الا للتلھی۔[2] (یاد رکھو) شکار کرنا مباح ہے مگر جب کہ بطور کھیل ہو (تو اس کی اجازت نہیں)۔ (ت)

اسی طرح وجیز کردری وتنویر الابصار میں ہے۔ توکھیل اور ناجائز کھیل اور عشرۂ محرم۔

اناللہ وانّا الیہ راجعون، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ بے شک ہم اللہ تعالٰی کا مال ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔ اور اللہ تعالٰی ہمیں کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ اور اللہ تعالٰی سب کچھ اچھی طرح جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۵۸ مرسلہ محمد حسن صاحب فاروقی ضلع پورنیہ ڈاکخانہ اسلام پور ۲۲ صفر ۱۳۳۵ھ

سُود خوار کے مکان کا کھانا درست ہے یا نہیں؟ اور جس مال میں کہ سُود کا شُبہہ ہو اُس کا کھانا کیسا ہے؟ اور اگر زید تمام عمر سُود کا مال جمع کرتا رہا اور اس کے بیٹے عمرو کو بخوبی معلوم کہ یہ مال تمام سُود کا ہے

---

[1] القرآن الکریم ۵/۲

[2] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الصید ادارۃ القرآن کراچی ۲/۱۰۴

Marfat.com

تو اس صورت میں بعد مرنے زید کے وُہ مال عمرو کے حق میں حلال ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور در صورت نہ معلوم ہونے عمرو کے کہ یہ مال سُود کا ہے یا کہ تجارت کا یا اور کوئی کمال حلال کا، مگر درحقیقت وہ مال سود کا تھا، اگر وہ مال حلال سمجھ کر کھاوے تو کون گنہگار ہوگا؟ فقط

الجواب

جو چیز بعینہٖ سُود میں آئی ہو مثلاً گیہوں یا چاول، اس کا کھانا بلاشُبہہ حرام ہے۔ اور اگر سُود کے روپے سے خریدی گئی یوں کہ وُہ روپیہ دکھا کر کہا گیا کہ اس کے بدلے دے دے اور پھر وہی روپیہ قیمت میں دے دیا تو یہ چیز بھی ناجائز ہوگئی، اور اگر ایسا نہیں تو حُرمت نہیں، مگر سُود خوار کے یہاں کھانے سے احتراز مناسب ہے اور شبہہ کے مال سے زیادہ احتراز چاہئے مگر حرمت نہیں جب تک معلوم نہ ہو،

به ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینه[1] هندیة عن الذخیرة عن محمد رحمه الله تعالیٰ۔

ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں جب تک کسی معیّن چیز کے حرام ہونے کو نہ پہچانیں۔ ہندیہ (فتاوٰی عالمگیری) میں ذخیرہ کے حوالے سے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے۔ (ت)

وارث اگر جانتا ہے کہ فلاں روپیہ سُود کا ہے تو اُسے لینا جائز نہیں، مورث نے جس سے لیا تھا اُسے واپس دے یا تصدق کرے، اور اگر کسی معیّن روپے کی نسبت علم نہیں اتنا جانتا ہے کہ اس میں اس قدر روپے حرام کے ہیں تو اتنا روپیہ مستحق کو پہنچائے، اور اگر یہ بھی نہیں معلوم تو لینے والے پر وبال اور اس کے لئے حلال۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ مرسلہ محمد تقی مقام بحبہر متصل اسٹیشن ریلوے بتوسط حاجی رحیم بخش ۳۰ ربیع الاول شریف ۱۳۲۵ھ

پیشہ تصویر سے اکل و شرب کیسا ہے؟ فقط

الجواب

تصویر حرام کے پیشہ سے اکل و شرب جائز نہیں کہ وہ کسب خبیث ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۶ از پیلی بھیت محلہ شیر محمد متصل مارکیٹ گوشت مرسلہ حبیب احمد صاحب ۲۲ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ

(۱) ہندو کے ہاتھ کا بنایا ہوا کھانا یا شیرینی وغیرہ کھانا یا پانی شربت وغیرہ پینا کیسا ہے؟ اور گڑ اور تیل اور گھی وغیرہ جن میں پانی نہیں جذب ہوتا ہے اُن کا کھانا جائز ہے یا ناجائز ہے؟ کسی گاؤں میں جہاں

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور [illegible]

Marfat.com

مسلمان نہ ہو یا ریل کے اسٹیشن پر جہاں مسلمان نہ ہو کیا کرنا چاہیے، ایک واعظ نے کہا تھا کہ ہندو کے یہاں کھانے سے دل میں اندھیرا ہوتا ہے اور ایک مرتبہ کھانے سے چالیس یوم تک دعا قبول نہیں ہوتی، جب ایک دفعہ کھانے سے چالیس یوم دعا قبول نہیں ہوتی تو روزمرہ کھانے سے قلب بالکل سیاہ ہو جائے گا تو اس کھانے پر حرام قطعی ہونے کا فتوٰی ہونا چاہیے، امید کہ جواب مشرح تحریر فرمایا جائے۔

(۲) بے نمازی قطعی جسے کلمہ تک اچھی تک یاد نہ ہو اس کے ہمراہ کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور گاؤں والے جو رشتہ دار ہوں اور صفتِ مذکور سے موصوف ہوں اُن سے کس طرح سلوک کیا جائے؟

الجواب

(۱) ہندو کے یہاں گوشت کھانا حرام ہے اور اور چیز میں فتوٰی جواز اور تقوٰی احتراز۔ امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں:

به ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینه[1]

ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں جب تک کسی معین چیز کی حرمت کو نہ پہچانیں (ت)

چالیس دن دُعا قبول نہ ہونا محض غلط ہے اور ہندوستان میں رہ کر احتراز دشوار،

ماجعل علیکم فی الدین حرج.[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے دین (اسلام) میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۲) فاسقوں کے ساتھ سلوک میں سلف صالح کا عمل مختلف رہا ہے اور اس کا مبنٰی مصلحت شرعیہ ہے جسے یہ جانے کہ نرمی سے راہ پر آئے گا اس سے ہدایت کے لئے میل جول کرے اور جسے یہ جانے کہ میرے قطع تعلق سے اس پر اثر پڑے گا اور گناہ چھوڑے گا اس سے ہدایت کے لئے قطع کرے مگر ماں باپ سے کہ ان سے قطع کی کسی طرح اجازت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۲: از رائے پور چھتیگڑھ مرسلہ گوہر علی عرائض نویس نیا پارہ اکھاڑا

شراب خواری کی نسبت کیا مسئلہ ہے؟

الجواب

شراب حرام ہے اور سب گندگیوں کی ماں ہے اس کے پینے والے کو دوزخ میں دوزخیوں کا جلتا لہو اور پیپ پلایا جائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

[2] القرآن الکریم ۲۲/۷۸

Marfat.com

مسئلہ ۲۶۳ تا ۲۶۵ از کمال پورہ علاقہ جیت پورہ بنارس مرسلہ خدا بخش زردوز مالک فلورمل اسلامیہ ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

تقریب طعام شادی کی تین صورتیں ہیں، ہر ایک کی شرکت کا علیحدہ حکم بیان فرمائیں۔

(۱) بعض ایسا کرتے ہیں کہ پہلے لوگوں کو دعوت کھلا کر اُسی روز یا دوسرے روز بارات نکالتے ہیں اگرچہ جلسہ دعوت میں باجہ وغیرہ نہیں ہوتا مگر دعوت کھانے والوں کو معلوم ہے کہ دو ایک روز میں جو بارات یہاں سے نکلے گی اس میں باجہ وغیرہ سب ہوگا۔

(۲) بعض لوگ جب دُلھن کو رخصت کرکے گھر لاتے ہیں تب کھانا کرتے ہیں اگرچہ جلسہ دعوت میں کچھ نہیں ہے مگر بارات میں سب کچھ تھا۔

(۳) دُلھن کے گھر دعوت ہے اور اس کے یہاں کچھ باجہ وغیرہ نہیں ہے مگر اس کے یہاں جو بارات آئی ہے اس میں باجہ وغیرہ سب کچھ ہے اور دُلھن کے گھر والوں کی تین حالتیں ہیں ہر ایک کا علیحدہ حکم تحریر فرمائیں۔

(۱) بعض تو دُولھا والوں کو فرمائش دے کر باجہ وغیرہ منگاتے ہیں۔

(۲) بعض نہ فرمائش دیتے ہیں نہ منع کرتے ہیں۔

(۳) بعض منع کرتے ہیں مگر دُولھا نہیں مانتا اور باجے کے ساتھ آتا ہے۔

ان تینوں میں کس کے یہاں شرکت جائز ہے، اور کیا اس تیسرے پر شرعاً الزام ہوسکتا ہے، کیوں تم اُس نے بارات واپس کردی اور کیوں نکاح کردیا، شرکت میں اگر عوام و خواص کا فرق ہو تحریر ہو۔

الجواب

پہلی دو صورتوں میں شرکت دعوت میں کوئی حرج نہیں خصوصاً دعوت ولیمہ کہ سنت ہے اور اُس میں بلا عذر شرعی نہ جانا مکروہ،

ومن لم یجب الدعوۃ فقد عصی ابا القاسم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1]۔

جس نے کسی کی دعوت قبول نہ کی اس نے ابوالقاسم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ (ت)

---

[1] نصب الرایۃ لاحادیث الہدایۃ کتاب الکراہیۃ الحدیث الثالث المکتبۃ الاسلامیۃ ۴/ ۲۲۱

Marfat.com

اور تیسری صورت میں وہی دو صورتیں ہیں جو اوپر گزریں وہ منکرات مکان دعوت میں ہیں یا دوسرے مکان میں، اور وہی احکام ہیں جو اوپر بیان ہوئے۔ وہ کہ فرمائش کرکے ممنوعات شرعیہ منگاتے ہیں سخت گنہگار اور اُن ممنوعات کے کرنیواں سُننے والوں سب کے گناہوں کے ذمہ دار ہیں اُن سب پر گناہ ہوگا اور اُن سب کی برابر اُن پر،

من دعی الی ضلالۃ فعلیہ وزرھا و وزر من عمل بھا الی یوم القیٰمۃ لاینقص من اوزارھم شیئا[1]

جس شخص نے کسی دوسرے شخص کو گمراہی کی طرف بُلایا (اور گمراہی کی دعوت دی) تو اس داعی پر اس کا گناہ ہے اور اُس شخص کا بھی گناہ قیامت تک جس نے اس گمراہی پر عمل کیا لیکن اُن کے گناہوں میں کچھ کمی نہ کی جائے گی (یعنی کاسب اور موجد دونوں کی سزا میں کچھ کمی نہ ہوگی)۔ (ت)

اور وُہ جو نہ منگائیں نہ منع کریں وہ بھی گنہگار ہیں کہ اپنے یہاں گناہ کرنے سے منع کرنا ہر شخص پر واجب ہے اور وُہ کہ منع کریں اور ادھر والے نہ مانیں تو اُس کا ان پر الزام نہیں،

لاتزر وازرۃ وزر اخری[2]

کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائیگی۔ (ت)

اور برات کا پھیر دینا یہ مصالح پر موقوف ہے، اگر کوئی ضرر نہیں ضرور پھیر دے ورنہ اُس ضرر اور اس مفسدہ میں موازنہ کیا جائے جو زیادہ مضر ہو اُس سے بچیں۔

من ابتلی ببلیتین فاختار اھونھما[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جو کوئی دو مصیبتوں میں مبتلا ہو جائے تو وُہ ان دونوں میں سے اسے اختیار کرے جو زیادہ آسان اور ہلکی ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۶۶: از کمال پورہ علاقہ جیت پورہ بنارس مرسلہ خدابخش زردوز مالک فلور مل اسلامیہ ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

تقریب ولادت یا ختنہ یا گھر بھوج یعنی تیاری مکان میں اکثر لوگ کھانا کرتے ہیں یہ اسراف

---

[1] صحیح مسلم کتاب العلم باب من سن سنۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۴۱
جامع الترمذی ابواب العلم باب ماجاء من دعا الی ھذا الخ امین کمپنی دہلی ۲/۹۲
سنن ابن ماجہ باب من سن سنۃ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹

[2] القرآن الکریم ۶/۱۶۵

[3] اسرار المرفوعۃ حدیث ۸۵۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۲۱۵

Marfat.com

ہے یا نہیں اور ان دعوتوں میں شریک ہونا چاہئے یا نہیں جبکہ اس تقریب میں عورتیں مکان کے اندر ڈھولک سے گاتی بجاتی ہیں اگرچہ مجلس دعوت میں کچھ نہ ہو۔

الجواب

مجلس دعوت میں ہو یا دوسرے مکان میں سب کے احکام مفصل اوپر گزرے، اور جبکہ منکرات شرعیہ نہ ہوں اور کھانا نیت محمودہ سے ہو تو اسراف نہیں اور ریاء و تفاخر کے لئے ہو تو حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۶۵ از موضع کسگنجو ڈاکخانہ گھونگچائی تحصیل پورنپور ضلع پیلی بھیت مرسلہ امانت اللہ محرر ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

زید نے ہندوؤں کی کسی تقریب میں کھانا کھایا اس میں گوشت مردار جھٹکے کا جس کو ہندو گردن پرتیغ کی مار کر کاٹتے ہیں زید کے کھانے کے واسطے نہیں دیا، زید نے گوشت مانگا تو ہندوؤں نے انکار کیا کہ مسلمان جھٹکا نہیں کھاتے ہیں، زید نے کہا ہمیں کھانے کو دو ہم جھٹکا کھاتے ہیں۔ ہندوؤں نے زید کو بھی کھانے کے لئے دیا زید نے کھایا، جب اہل اسلام کو معلوم ہوا تو اُسے ترک کرکے کھانا کھانے اور کھلانے سے علیحدہ کردیا، جب زید تائب ہوا تو اہل اسلام نے اس کا قصور معاف کرکے زید کو از سر نو ایمان کی تلقین کی اور میلاد شریف پڑھوا کر اُسے شریک کرلیا جس کو عرصہ پانچ برس کا ہوا، اب زید مذکور نے ہمراہی بکر کے ایک چیتل مردار شیر کی ماری ہوئی کاٹ کر گاؤں میں فروخت کی، ایک سپاہی نے خریدنا چاہا تو بوجہ خوف کے سپاہی کو گوشت دینے سے انکار کیا اور کہا کہ یہ تمھارے کھانے کا نہیں ہے مردار ہے، اُس چپراسی نے زید کو زدوکوب کیا، اب شرع شریف کا زید مذکور کے واسطے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

زید بقید مسخرۂ شیطان ہے، اُس کے دین ایمان کا کچھ ٹھیک نہیں، مسلمانوں کو اُس سے پرہیز لازم ہے، اُس سے سلام کلام میل جول سب ترک کردیں اُس کے ہاتھ کا پانی تک کوئی نہ پئے، کیا اعتبار ہے کہ وہ ناپاک پانی مسلمان کو پلائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۶۶ ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

میلاد شریف جس کے یہاں ہو وہ پڑھنے والے کی دعوت کرے تو پڑھنے والے کو چاہئے یا نہیں؟ اور اگر کھایا تو پڑھنے والے کو کچھ ثواب ملے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

Marfat.com

الجواب

پڑھنے کے عوض کھانا کھلاتا ہے تو یہ کھانا نہ کھلانا چاہیئے نہ کھانا چاہیئے، اور اگر کھائے گا تو یہی کھانا اس کا ثواب ہوگیا اور ثواب کیا چاہتا ہے بلکہ جاہلوں میں جو یہ دستور ہے کہ پڑھنے والوں کو عام حصّوں سے دونا دیتے ہیں اور بعض احمق پڑھنے والے اگر اُن کو اوروں سے دونا نہ دیا جائے تو اس پر جھگڑتے ہیں، یہ زیادہ لینا دینا بھی منع ہے اور یہی اس کا ثواب ہوگیا۔

قال اللہ تعالٰی لاتشتروا باٰیٰتی ثمناً قلیلاً[1] — اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) میری آیتوں کے بدلے تھوڑے دام نہ لو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۶۹ — ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

ایک شخص کے یہاں کچھ خوشی ہے اور کنبے کا کھانا ہے اس نے میلاد شریف پڑھنے والوں کو بھی کہا ہے کہ تمھاری دعوت ہے، تو کھانا چاہیئے یا نہیں؟

الجواب

جب کسی کے یہاں شادی میں عام دعوت ہے جیسے سب کو کھلایا جائے گا پڑھنے والوں کو بھی کھلایا جائے گا اُس میں کوئی زیادت وتخصیص نہ ہوگی تو یہ کھانا پڑھنے کا معاوضہ نہیں، کھانا بھی جائز اور کھلانا بھی جائز۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۰ — از باگ ضلع امجھرہ ریاست گوالیار مکان منشی اوصاف علی صاحب مرسلہ شیخ اشرف علی صاحب سب انسپکٹر — ۱۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

زید کو کوئی خبر خوشی کی آئے اور زید نے اس کے شکریہ میں کھانا یا مٹھائی تقسیم کی تو کیا اس میں اغنیاء وفقراء دونوں شامل ہوسکتے ہیں یا صرف اغنیاء؟

الجواب

فقیر اور اغنیا دونوں شامل ہوسکتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۱ تا ۲۷۲ — از پودل سوپول ڈاکخانہ ہیرول ضلع دربھنگہ بلگرام مرسلہ عبدالحکیم صاحب ۲۱ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

(۱) ہندو کے یہاں کا پکا ہوا، شیرینی یا کوئی چیز مسلمان کو کھانا درست ہے یا نہیں؟ اور میلاد شریف وغیرہ میں ہندو کے یہاں کا پکا ہوا یا بنا ہوا تقسیم کرنا چاہیئے یا نہیں؟

---

[1] القرآن الکریم ۲/۴۱

Marfat.com

(۲) میلاد شریف میں قوالی کی طرح پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) ہندو کے یہاں کا گوشت اور اس کی جس شے کی نسبت معلوم ہو کہ اس میں کوئی چیز حرام یا نجس ملی ہے وہ ضرور حرام ہے، اور جس شے کا حال معلوم نہیں وہ جائز ہے مجلس شریف میں بھی اُسے خرچ کر سکتے ہیں، اور بہتر بچنا۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) قوالی کی طرح پڑھنے سے اگر یہ مراد کہ ڈھول ستار کے ساتھ جب تو حرام اور سخت حرام ہے، اور اگر صرف خوش الحانی مراد ہے اور کوئی امر صورت فتنہ نہ ہو تو جائز بلکہ محمود ہے اور اگر بے مزامیر گانے کے طور پر راگنی کی رعایت سے ہو تو ناپسند ہے کہ یہ امر ذکر شریف کے مناسب نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۳ از مدرسہ منظر الاسلام مرسلہ عبدالقوی صاحب بنگالی متعلم مدرسہ مذکور ۱۱ رجب المرجب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صدف کو بجائے چائے چمچے کے استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے، سیپ کا کھانا حرام ہے، سیپ کے چمچے سے کھانے میں کچھ حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۴ از اردو نگلہ ڈاکخانہ اچھنیرا ضلع آگرہ مرسلہ صادق علی خاں صاحب ۱۵ شوال ۱۳۳۹ھ

ایک شخص کہتا ہے کہ عیسائیوں کے ساتھ کھانا پینا، اپنے برتنوں میں کھلانا، اُن کے برتنوں میں کھانا اور اُن کا حقہ پینا اور اُن کو اپنا پلانا جائز ہے۔ دلیل جواز میں یہ آیت پیش کرتا ہے،

احل لکم الطیبٰت وطعام الذین اوتوا الکتٰب حل لکم وطعامکم حل لھم[1]

(لوگو!) تمہارے لئے ستھری اشیاء حلال کردی گئیں اور اُن لوگوں کا کھانا جنھیں کتاب دی گئی تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا انکے لئے حلال ہے (ت)

الجواب

امور مذکورہ ممنوع ہیں، اس میں ان کے ساتھ مجالست ہے، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے،

واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین[2]

اگر تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر پاس نہ بیٹھ بے انصافوں کے۔

---

[1] القرآن الکریم ۵/۵

[2] القرآن الکریم ۶/۶۸

Marfat.com

علماء فرماتے ہیں اس میں قیامت تک ہر کافر و بدمذہب داخل ہے والقعود مع کلھم ممتنع (ہر کافر کے ساتھ بیٹھنا ممنوع ہے۔ ت) یہ اُن کی طرف میل کا موجب ہے، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[1] بے انصافوں کی طرف میل نہ کرو کہ تمھیں جہنم کی آگ چھوئے گی۔

بدمذہب کے لئے حدیث میں ارشاد ہے:

لا تؤاکلوھم و لا تشاربوھم[2] نہ اُن کے ساتھ کھانا کھاؤ نہ پیو۔

نہ کہ جو مسلمان ہی نہیں اس میں مسلمانوں کو اپنے سے نفرت دلانا ہے، اور رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بشروا ولا تنفروا۔[3] بشارت دو اور نفرت نہ دلاؤ۔

آیۂ کریمہ میں 'طعام' سے مراد ذبیحہ ہے، گیہوں، چاول، دُودھ، دہی تو مشرک کے یہاں کا بھی حلال ہے جبکہ نجس نہ ہو، اہل کتاب کی کیا تخصیص۔ ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم تفاسیر میں اور بیہقی سنن میں حضرت عبد اللہ بن عباس اور عبد ابن حمید حضرت مجاہد اور عبد الرزاق مصنف میں حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالے عنہم سے راوی:

طعام الذین اوتوا الکتٰب ذبائحھم[4] طعام اہل کتاب سے ان کے ذبیحہ مراد ہیں۔

شرع مطہر میں ہر غیر مسلم کافر ہے یہودی ہو یا نصرانی یا مجوسی یا مشرک۔ جو اہل کتاب کو کافر نہ جانے خود کافر ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان الذین کفروا من اھل الکتٰب والمشرکین فی نار جھنم خٰلدین فیھا[5] بیشک وہ جو کافر ہیں کتابی اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

اور فرماتا ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/۱۱۳

[2] کنز العمال حدیث ۳۲۴۶۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۵۲۹

[3] صحیح البخاری کتاب العلم باب ما کان النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتخولھم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶

[4] الدر المنثور بحوالہ ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم والبیہقی فی السنن وعبد بن حمید عن مجاہد وعبد الرزاق عن ابراہیم النخعی ۲/۲۶۱

[5] القرآن الکریم ۹۸/۶

Marfat.com

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح بن مریم[1]
بیشک کافر ہیں وہ جو مسیح ابن مریم کو خدا کہتے ہیں۔

مسئلہ از موضع سراں ڈاکخانہ دلیشند ور تحصیل وضلع جہلم مرسلہ حافظ سجاد شاہ ۸ شعبان المعظم ۱۳۳۴ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طعام کو حاضر کرکے کھانے سے پہلے دعا کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جائز ہے، بلکہ مطلق دُعا مسنون ہے کہ حدیث میں ہے، جب کھانا لاکر رکھا جائے کہو،

بسم اللہ و باللہ بسم اللہ خیر الاسماء فی الارض وفی السماء لا یضر مع اسمہ داء اجعل فیہ رحمۃ وشفاء[2]
اللہ تعالٰی کے بابرکت نام سے اور اس کی مقدس ذات سے، اللہ تعالٰی کے نام سے کہ زمین اور آسمان میں جس کے سب سے اچھے نام ہیں، اس کے نام کے ساتھ کوئی بیماری تکلیف نہیں دیتی، اللہ تعالٰی اس میں شفاء اور رحمت فرمائے۔ (ت)

یہ دُعا تمہیں ذکر کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۶ - ۲۶۷ از بھیرہ ضلع شاہ پور محلہ ہراچگان مسئولہ محمد حکیم ہراچہ بابلی ۲۹ رمضان ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:
(۱) شہد کا اتارنا جائز ہے یا ممنوع؟
(۲) اگر جائز ہے تو شرعاً کچھ بیت النحل میں چھوڑنا لابدی ہے یا نہ؟

الجواب

(۱ و ۲) شہد کا اتارنا بلاشبہہ جائز ہے،

قال اللہ تعالٰی یخرج من بطونہا شراب مختلف الوانہ فیہ شفاء للناس[3]
اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: شہد کی مکھیوں کے پیٹوں سے ایک مشروب (پینے کی چیز) نکلتا ہے کہ جس کے رنگ الگ الگ (اور جدا) ہیں، اس میں لوگوں کے لئے شفا (تندرستی) ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۷۲
[2] کنز العمال حدیث ۴۰۹۹۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۴۲۳
[3] القرآن الکریم ۱۶/ ۶۹

Marfat.com

اور بیت الخلاء میں اس کا کچھ حصہ چھوڑنا ضرور نہیں کہ وہ اُن کی غذا نہیں اُن کی غذا پھل پھول ہیں،
قال تعالٰی ثم کلی من کل الثمرات[1]   اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: پھر تو ہر قسم کے پھلوں سے کھا لیجئے۔ (ت)

شہد تمام و کمال ہمارے لئے ہے،
قال تعالٰی خلق لکم ما فی الارض جمیعا[2]۔   اللہ تعالٰی نے فرمایا: (لوگو!) اللہ تعالٰی نے تمہارے لئے پیدا فرمایا وہ سب کچھ جو زمین میں موجود ہے (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۷۸ از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ مولوی عبید اللہ صاحب بنگالی ۱۴ رصفر ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی کافر ایک برتن میں کھانا کھائے اور برتن میں کچھ کھانا باقی رہے تو باقی کھانا مسلمان کھا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

اللہ تعالٰی کی بے شمار رحمتیں حضرت شیخ سعدی قدس سرہ پر کہ فرماتے ہیں:

نیم خوردہ سگ ہم سگ را شاید
(کُتّے کا جھوٹا کتّے ہی کے لائق ہے یعنی وہی کھائے۔ ت)

نبی اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: بشروا ولا تنفروا[3] (خوشخبری سناؤ اور نفرت نہ دلاؤ۔ ت)
واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۷۹ از جبلپور بازار لارڈ گنج مرسلہ احمد علی محمد کچھی ۱۴ رجمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عالم صاحب اپنی ایک گجراتی تصنیف میں تحریر فرماتے ہیں کہ کچّا انڈا حرام ہے اور پکا ہوا جائز ہے، تو ظاہر فرمائیے کہ اس میں شریعتِ مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

حلال جانور کا کچا پکا انڈہ سب حلال ہے، ہاں وہ کہ خون ہو جائے نجس و حرام ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/۶۹   [2] القرآن الکریم ۲/۲۹
[3] سنن ابی داؤد باب کراہیۃ المراء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۰۹

Marfat.com

مسئلہ ۲۴۲ تا ۲۴۴ از ڈاکخانہ شیر پور ضلع پیلی بھیت مرسلہ شبیر الحسن صاحب ۱۲ رمضان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ان مسائل میں:

(۱) اہلِ ہنود کی اشیائے خوردنی کا استعمال ایک مسلمان کے لئے کہاں تک جائز ہے؟

(۲) یونہی اہلِ ہنود کے ہمراہ کھانا کھانا۔

(۳) کیا اُوپر کے مسائل کے جواب ہر غیر مسلم پر عائد ہوسکتے ہیں، اگر نہ تو غیر مسلم کے بارے میں اوپر کے ہر دو مسائل کا کیا جواب ہوگا؟

الجواب

(۱) اشیائے خوردنی جو شریعت نے حلال فرمائی ہیں حلال ہیں ہنود کی کوئی تخصیص نہیں کہ وہ چیزیں خاص ہندوؤں کے کھانے کی ہیں، ہاں ہندو کے یہاں کا کھانا اگر گوشت ہے حرام ہے اور اس کے سوا اور چیزیں مباح ہیں، جب تک اُن کی حُرمت یا نجاست تحقیق نہ ہو اور بچنا اولیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ہندو کے ساتھ کھانا کھانے کا سوال بے معنی ہے، ہندو کب اُس کے ساتھ کھائے گا، اور ایسا ہو تو اسے نہ چاہیے۔ حدیث میں ہے:

لا تؤاکلوھم ولا تشاربوھم۔[1] نہ اُن کے ساتھ کھانا کھاؤ نہ ان کے ساتھ پانی پیو۔

واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) غیر مسلم چار قسم ہیں، کتابی، مجوسی، مشرک، مرتد۔ کتابی اگر کتابی ہو ملحد نہ ہو تو اُس کا ذبیحہ اور اس کے یہاں کا گوشت بھی حلال ہے اور باقیوں کے یہاں کا گوشت حرام۔ اور مرتد اُن میں سب سے خبیث تر ہے، اُس کے پاس نشست برخاست مطلقاً ناجائز۔ اور ساتھ کھانا ہر کافر کے ساتھ بُرا ہے پھر اگر اُس میں بدمذہبی کی تہمت ہو جیسے نصرانی کے ساتھ کھانا مسلمانوں کے لئے زیادہ باعثِ نفرت ہو تو اس کا حکم اور سخت تر ہوگا ورنہ اُس اصل حکم میں کہ اُن کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ پانی نہ پیو سب برابر ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۵ از الہ آباد مدرسہ سبحانیہ مولوی ابراہیم صاحب ۱۷ رمضان ۱۳۳۸ھ

زید نے اپنی لڑکی کی شادی کی اور اس کا مہر ہے کر لوگوں کو کھانا کھلوایا کھانے تیار ہوجانے پر لڑکی سے اجازت لی یہ کھانا کھانا کیسا ہے۔ عمرو کہتا ہے کہ یہ جائز نہیں کیونکہ بعد تیار ہونے کی اجازت لی ہے تو اس وقت

---

[1] کنز العمال حدیث ۳۲۵۲۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/۳۶۶

Marfat.com

لڑکی نے مجبورًا اجازت دے دی پہلے اُس سے اجازت نہ لی۔

الجواب

شرع مطہر ظاہر کو دیکھتی ہے، جب اُس نے اجازت دی اجازت ہوگئی۔ فتاوٰی خیریہ میں ہے:

الاجازۃ اللاحقۃ کالوکالۃ السابقۃ[1] پچھلی اجازت سابقہ وکالت کی طرح ہے۔ (ت)

اور یہ احتمال کہ مجبوری سے اجازت دی پہلے سے اجازت لینے میں بھی قائم تھا بلا دلیل اوہام کا اعتبار نہیں، اُس کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۴ از چتور گڑھ میواڑ محلہ چھیپیان بر مکان قاضی اسمٰعیل محمد صاحب مسئولہ جمیع مسلمان کنگار ۵ المحرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہیجڑہ اگر دعوت کرے اُس کا کھانا کیسا ہے؟

الجواب

ہیجڑے کے یہاں دعوت کھانے کو نہ جایا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۵ و ۲۸۶ از محلہ میاں ہٹے ضلع سارن ڈاک خانہ مانجن مسئولہ عبدالعزیز میاں مدرس مدرسہ ۱۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

(۱) کھڑے ہو کر پانی پینا کیوں منع ہے؟ اس کا ثبوت مع حدیث۔

(۲) روٹی چار ٹکڑے کر کے کیوں کھاتے ہیں، اور ایک ہاتھ سے روٹی پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے توڑ کر کیوں کھاتے ہیں؟ اس کا ثبوت مع حدیث دیجئے، اور یہ بھی ارشاد فرمائیں کہ کس مذہب میں امام اعظم کے نزدیک یا کس امام کے نزدیک جائز ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) سوائے زمزم شریف وبقیہ وضو کھڑے ہو کر پانی پینا مکروہ ہے، اس کی حدیثیں وفقہی بحث کتبِ علماء میں موجود ہے۔

(۲) روٹی کے چار ٹکڑے کرنا کوئی ضروری بات نہیں، بائیں ہاتھ میں لے کر دہنے ہاتھ سے نوالہ توڑنا دفعِ تکبر کے لئے ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب النکاح باب اولیاء والاکفاء دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۵

Marfat.com

مسئلہ ۲۸۵ از رچھا روڈ ضلع بریلی مسئولہ حکیم محمد احسن ۹ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلمان دھوبی کے گھر کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۸ از رامپور کیمپ محلہ شاہ ٹوپی مکان جناب حکیم محمد کفیل صاحب مسئولہ حافظ محمد جعفر ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ دسترخوان پر صحابہ کرام یا اور کوئی مہمان طعام تناول فرماتے تھے تو آپ نے جو کچھ اشیائے خوردنی دسترخوان پر موجود تھیں تھوڑی تھوڑی سب چیز لوگوں کو تقسیم کرتے تھے یا خود تناول فرماتے تھے مع حوالہ حدیث مطلع فرمایئے اس ہندوستان میں لوگوں نے دسترخوان میں فرسٹ سیکنڈ بنا رکھا ہے جیسے انگریزی کلاس ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دسترخوان پر قسم قسم کے متعدد کھانے نہ ہوتے تھے کہ تھوڑا تھوڑا سب میں تقسیم ہوتا ما اجتمع لونان فی فی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دہن اقدس میں کبھی دو رنگ کے کھانے جمع نہیں ہوئے۔ ت) دسترخوان میں فرسٹ سیکنڈ سے کیا مقصود ہے، ظاہر یہ کہ کوئی سنت نصارٰی کا اتباع ہوگا حاضرین میں تفریق بدعت ہے اور ایک فریق کی تذلیل و دل شکنی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۹ و ۲۹۰ از بنارس کچی باغ مسئولہ مولوی محمد ابراہیم صاحب ۱۰ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں عالم سنت و اہلسنت ناصر ملت علامۂ زماں محقق دوراں راس العلماء رئیس الفضلاء حضرت مولانا الشیخ الحاج احمد رضا خاں صاحب مجدد المائۃ الحاضرہ ادام اللہ تعالٰی بفیوضہ الباطنۃ الظاہرہ (سنت اور اہل سنت کے عالم، دین کے مددگار، زمانے میں سب سے زیادہ جاننے والے، دور حاضر میں مسائل کی تحقیق کرنے والے، علماء کے سرتاج، فاضلوں کے امام حضرت مولانا شیخ حاجی احمد رضا خاں صاحب موجودہ صدی کے مجدد، اللہ تعالٰی ظاہری اور باطنی فیض کے ساتھ انہیں ہمیشہ رکھے۔ ت)

Marfat.com

(۱) دعوتِ ولیمہ اور طعام کے متعلق ظاہر الروایۃ کا صرف یہ حکم ہے:

رجل دعی الی ولیمۃ او طعام فوجد ھناک لعبا او غناء فلا بأس بان یقعد ویاکل کما فی الجامع الصغیر[1]

کسی شخص کو دعوتِ ولیمہ یا ویسے کھانے کی طرف مدعو کیا گیا پھر اس نے وہاں کھیل کود اور گانا بجانا پایا تو کوئی حرج نہیں کہ وہ وہاں بیٹھ جائے اور کھانا کھائے جیسے کہ جامع صغیر میں موجود ہے۔ (ت)

لیکن شروح و فتاوٰی میں اس کے متعلق بہت سی قیدیں ہیں، چنانچہ عبارتِ ہدایہ یہ ہے کہ:

ولو کان ذٰلک علی المائدۃ لاینبغی ان یقعد ان لم یکن مقتدٰی لقولہ تعالٰی فلا تقعد الایۃ وھذا کلہ بعد الحضور ولو علم قبل الحضور لا یحضر الخ ملخصا[2] وھکذا فی الدر والکنز والھدایۃ وقاضی خان وغیرھا۔

اگر یہ بدعات کھانے کے دسترخوان کے پاس موجود ہوں تو پھر مناسب نہیں کہ یہ بیٹھے اگرچہ یہ پیشوا نہ ہو، اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ "یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھو" (الآیۃ) اور یہ سب کچھ حاضر ہونے کے بعد ہے۔ اگر جانے سے پہلے ہی بدعات کا پایا جانا معلوم ہو تو پھر وہاں نہ جائے الخ ملخصًا۔ اور ایسے ہی دُر، کنز، ہدایہ اور قاضی خان وغیرہا میں ہے۔ (ت)

ظاہر روایت میں ھناک عام ہے منزل اور مائدہ دونوں کو شامل، مگر شروح فتاوٰی میں تفریق کرکے جداگانہ حکم لکھا ہے، اسی طرح رجل عام ہے عالم وجاہل سب کو شامل ہے، مگر فتاوٰی میں تفصیل کرکے دونوں کا حکم علیحدہ لکھا علٰی ھذا علم قبل الحضور اور بعد الحضور سے احکام مختلف ہوجاتے ہیں اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ظاہر روایت میں شارحین کی یہ تقییدات معتبر ہوں گی یا نہیں، اگر معتبر ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شارحین علیہم الرحمہ کی تقیید کے موافق جب یہ مسئلہ ہے کہ اگر عامی دعوت میں جائے اور وہاں لعب وغنا پائے اگر مائدہ کے پاس ہو تو چلا آئے اور اگر منزل میں ہو تو کھالے حالانکہ حرمت استماع ملاہی دونوں صورتوں میں پائی جاتی ہے پھر تشقیق کا حاصل کیا ہے اسی طرح علم قبل الحضور کی صورت میں عام وخاص سب کے لئے ممانعت عام ہے کہ نہ جائے، اس صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا شرکت کی ممانعت اسی وقت ہے جبکہ کھانے کے وقت لعب وغنا کا وجود ہو اور اگر کھانے کا وقت

---

[1] الجامع الصغیر کتاب الکراھیۃ مسائل من کتاب الکراھیۃ الخ مطبع یوسفی لکھنؤ ص ۱۵۲

[2] الہدایۃ " فصل الاکل والشرب " " " ۴/۴۵۳

Marfat.com

تو اگر دوسرے وقت لعب وغنا کا وجود ہو مگر کھانے کے وقت نہ ہو تو جاتا ہے اگر یہ صحیح ہے تو سوال یہ ہے کہ نفس ارتکاب مناہی وملاہی میں دونوں برابر ہیں وجہ تفریق کیا ہے بعض لوگ دوپہر کو کھانا کرتے ہیں اور شام کو برات میں تمامی خرافات باجے وغیرہ رکھتے ہیں تو کیا اس کے یہاں علم قبل الحضور کی صورت میں جانا جائز ہوگا ؟

(۲) زید کہتا ہے کہ فی زمانتا جو دعوتیں دی جاتی ہیں ان میں عموماً فخر و تطاول و انشاء الحمد کا خیال ہوتا ہے اور فقہاء اس قسم کی دعوتوں کو منع فرماتے ہیں لہذا وہ کسی دعوت میں نہیں جاتا اس کا یہ فعل کیسا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ آج کل محبوب طعام کی بہت بے قدری ہوتی ہے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجروثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

(۱) تقیید مطلق وتخصیص عمومات وتفصیل مجمل وتوضیح مبہمات منصب شراح ہے اسی غرض کیلئے وضع شروح ہے وہ اس سے مباین نہ سمجھے جائیں گے بلکہ مبین کما فی ردالمحتار وغیرہ من معتمدات الاسفار (جیسا کہ ردالمحتار (فتاوٰی شامی) وغیرہ قابل اعتماد بڑی کتابوں میں مذکور ہے۔ ت) استماع یعنی قصداً سننا یہ تو اس کا فعل ہے اور اس میں منزل بھی شرط نہیں کہیں ہو اور کتنی ہی دور ہو جہاں سے آواز آئے۔ یہاں نظر علماء اس عاصی بالقصد کی طرف نہیں بلکہ متقی کی جانب جو اتباع شرع چاہتا ہے اس کے لئے مائدہ ومنزل کا فرق ظاہر ہے مائدہ پر ہوا تو فساق کے ساتھ بیٹھنا ہوگا اور آیہ کریمہ فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1] (یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔ ت) کا خلاف، بخلاف منزل۔ جب یہ شرکت دعوت کے لئے جاتا ہے اور دعوت کے وقت ملاہی نہیں تو یہ شریک اثم نہ ہوا بعد کو وہ جو کچھ کریں ان کا فعل ہے فافترقا (پس دونوں میں فرق ظاہر ہو گیا۔ ت) اور یہ حکم شراح ہنوز مجمل وطالب تفصیل ہے جسے فقیر نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا اس کا خلاصہ یہ کہ اگر اس کا ان پر ایسا رعب ہے کہ اس کے سامنے نہ کرسکیں گے تو ضرور جائے کہ اس کا جانا نہی عن المنکر ہے۔ اور اگر انھیں اس سے ایسا علاقہ محبت ہے کہ اس کا شریک نہ ہونا کسی طرح گوارہ نہ کریں گے تو ضرور شرکت سے انکار کرے جب تک وہ ترک ملاہی کا عہد پیمان نہ دیں، اور اگر یہ دونوں صورتیں نہیں تو تفصیل وہ ہے کہ شراح نے ذکر فرمائی۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) قبول دعوت سنت ہے، فقہاء کرام کا حکم غیر معین پر ہے اور نہ ہرگز ان کے یہاں تعمیم، نہ اصلاً اس پر دلیل قویم۔ وہ تو یہ فرماتے ہیں کہ جہاں ایسا ہو وہاں نہ جانا چاہئے۔ غیر معین پر حکم کسی معین

---

[1] القرآن الکریم ۶/۶۸

Marfat.com

مسلمان کے لئے سمجھ لینا بدگمانی ہے جب تک اس کے قرائن واضحہ نہ ہوں، اور بدگمانی حرام۔

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[1] وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم و الظن فان الظن اکذب[2] الحدیث۔

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو بہت سے گمانوں سے بچتے رہو کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں۔ اور حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگو! بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے، الحدیث۔ (ت)

بحال قصد تفاخر اگر یہ جاتا تو ایک نامناسب ہی بات ہوتی۔ بنایۂ امام عینی میں ہے:

اجابۃ الدعوۃ سنۃ ولیمۃ او غیرھا واما دعوۃ یقصد بھا التطاول او ابتغاء المحمدۃ او ما اشبھہ فلیس ینبغی اجابتھا لاسیما اھل العلم فقد قیل ماوضع احد یدہ فی قصعۃ غیرہ الاذل لہ[3] ملخصًا۔

دعوت قبول کرنا سنت ہے خواہ دعوتِ ولیمہ ہو یا کوئی اور۔ لیکن جس دعوت میں تفاخر اور مدح سرائی یا اس قسم کی باتیں ہوں تو پھر ایسی دعوت قبول کرنا مناسب نہیں خصوصًا علم وفضل رکھنے والوں کے لئے، کیونکہ یہ کہا گیا ہے کہ کسی نے ہاتھ دوسرے کے پیالے میں رکھا تو یہ اس کے لئے ذلت اختیار کرے گا۔ ملخصًا (ت)

اور اب کہ ایک مسلمان پر بلا دلیل یہ گمان کیا کہ اس کی نیت ریا و تفاخر و ناموری ہے تو یہ حرام قطعی ہوا۔ جو بے طعام کی اگر بے ادبی ہوتی ہے تو جائے اور اُس سے منع کرے، اگر نہ مانیں تو وبال اُن پر ہے۔ امام ابوالقاسم صفار رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں میں آج کل دعوت میں جانے کی کوئی نیت نہیں پاتا سوا اس کے کہ نمک دانی روٹی پر سے اٹھاؤں۔ ہندیہ میں ہے:

لایجوز وضع القصاع علی الخبز و السکرجۃ کذا فی القنیۃ قال الامام الصفار لااجد فی نیۃ الذھاب الی الضیافۃ سوی ان

روٹی اور چپاتی پر پیالوں کا رکھنا درست نہیں۔ اسی طرح قنیہ میں مذکور ہے۔ امام صفّار نے فرمایا میرا دعوت میں جانے کا سوائے اس کے کوئی مقصد

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[2] صحیح البخاری کتاب الوصایا باب قول اللہ عزوجل من بعد وصیۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۸۴

[3] البنایۃ فی شرح الہدایۃ کتاب الکراہیۃ فصل فی الاکل والشرب المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۴/ ۲۰۴

Marfat.com

ارفع الملحۃ عن الخبز کذا فی الخلاصۃ[1]۔ نہیں کریں نمک والی روٹی پر سے اٹھالوں۔ ایسے ہی خلاصہ میں ہے۔ (ت)

جب یہ نہی عن المنکر کی نیت سے جائے گا ثواب پائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹: از ڈاکخانہ گریفہ مقام چنکل گوری پور ضلع ۲۴ پرگنہ مسئولہ تبارک حسین ۱۹ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ سُود خوار، بے نمازی، شرابی، ہیجڑا، مخنث اور جس کی بی بی سربازار باہر نکلتی ہو اُن کے ساتھ کھانا کیسا ہے، ایک شخص دوسرے کی بی بی کو زبردستی لے آیا ہے تین برس بعد نکاح کیا پہلے شوہر نے اب تک طلاق نہ دی یہ نکاح اور اس کے ساتھ کھانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

سُود خوار، بے نمازی، شرابی، مخنث کسی کے ساتھ کھانا نہ چاہئے خصوصاً شرابی کہ اُس کے ہاتھ اور مُنہ پاک ہونے کا کچھ اعتبار نہیں جس کی بی بی سرعام بے پردہ پھرتی ہو اگر ستر کامل نہیں کرتی مثلاً سر کے بال یا گردن یا پیٹ یا بازو یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصہ کھلا ہوا یا باریک کپڑے سے چمکتا ہوا اور وہ اس پر مطلع ہے اور منع نہیں کرتا تو دیّوث ہے اس کے ساتھ بھی کھانا نہ چاہئے۔ جو پرائی عورت کو بھگالایا اور شوہر زندہ ہے اور طلاق نہ دی اور نکاح کرلیا وہ اس نکاح کے بعد بھی زانی ہے اور یہ نکاح باطل محض ہوا ایسے شخص سے میل جول اصلاً نہ کیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

نوٹ

جلد ۲۱ شرب و طعام کے عنوان پر ختم ہوگئی

جلد ۲۲ ان شاء اللہ ظروف کے عنوان سے شروع ہوگی۔

---

[1] فتاوی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الحادی عشر فی الکراہیۃ فی الاکل نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۳

Marfat.com

الدولة المكية بالمادة الغيبية

(١٣٢٣ الهجرية)

للشيخ الإمام أحمد رضا خان

القندهاري الأفغاني ثم البريلوي الهندي رحمه الله

مع تعليقتها للمصنف باسم التاريخي

الفيوضات الملكية لمحب الدولة المكية

(١٣٢٦ الهجرية)

ويليه

جلائل التقريظات لأجلة علماء الحرمين الشريفين وحماة ومصر والشام وغيرها من بلاد دار السلام زادها الله شرفا وتكريما

نقحه وهذبه وحققه وأخرج نصوصه

الأستاذ ضياء المصطفى القصوري

مؤسسة رضا

الجامعة النظامية الرضوية - لاهور -

Marfat.com

الرسالة المفصلة على "الدولة المكية بالمادة الغيبية" المسماة بالاسم التاريخي

إنباء الحي

أن كلامه المصون تبيان لكل شيء

(١٣٢٦ الهجرة النبوية)

فيها إثبات أن القرآن الكريم تبيان لكل شيء بالتعميم
ولا خصوص في تلك النصوص

مع تعليقاتها

حسم المفتري على السيد البري

للإمام أهل السنة الشيخ أحمد رضا خان القادري الحنفي بريلوي قدس سره

مؤسسة رضا
الجامعة النظامية الرضوية - لاهور
باكستان

Marfat.com

Marfat.com

فتاویٰ رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

۲۳

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۸

پاکستان (۲۰۰۰ء)

فتاوٰی رضویّہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور
پاکستان (۵۴۰۰۰)

Marfat.com

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین (الحدیث)

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

جلد ۲۲

تحقیقات نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ — ۱۳۴۰ھ

۱۸۵۶ء — ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور۔ پاکستان (۵۴۰۰۰)

فون نمبر: ۷۶۵۷۳۱۴

Marfat.com

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

نام کتاب ——— فتاوٰی رضویہ جلد ۲۲

تصنیف ——— شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

ترجمہ عربی عبارات ——— حضرت علامہ مولانا مفتی قاضی محمد سیف الرحمٰن ہری پور ہزارہ

پیش لفظ ——— حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

ترتیب فہرست ——— 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

تبویب جدید ——— 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

تخریج و تصحیح ——— مولانا نذیر احمد سعیدی، مولانا محمد اکرام اللہ بٹ، مولانا غلام حسن

باہتمام و سرپرستی ——— حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صدر تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان

کتابت ——— محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالہ)

پیسٹنگ ——— مولانا محمد منشا تابش قصوری معلم شعبۂ فارسی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

صفحات ——— ۶۹۲

اشاعت ——— جمادی الاخرٰی ۱۴۲۳ھ / اگست ۲۰۰۲ء

مطبع ———

ناشر ——— رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

قیمت ———

ملنے کے پتے

- رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
  ۷۶۶۵۷۷۲ ۰۳۰۰/۹۴۱۵۳۰۰
- مکتبۂ اہلسنت جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
- ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور
- شبیر برادرز، ۴۰ بی، اردو بازار، لاہور

Marfat.com

اجمالی فہرست

پیش لفظ ——— ۵
ظروف و زیورات ——— ۱۱۱
لباس و وضع قطع ——— ۱۵۵
دیکھنا اور چھونا ——— ۲۰۱
سلام وتحیت وتعظیم سادات ——— ۲۵۱
داڑھی، حلق وقصر، ختنہ وحجامت ——— ۵۷۱

فہرست رسائل

○ الطیب الوجیز ——— ۱۳۱
○ مروج النجا ——— ۲۲۱
○ صفائح اللجین ——— ۲۶۹
○ ابر المقال ——— ۳۴۱
○ الزبدۃ الزکیہ ——— ۴۲۵
○ لمعۃ الضحیٰ ——— ۶۰۷

○

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ! اعلیٰحضرت امام المسلمین مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خزائن علمیہ اور ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں عصر حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظر عام پر لانے کے لئے دار العلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری سے مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا کی متعدد تصانیف شائع کر چکا ہے مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ المعروف بہ فتاوی رضویہ کی تخریج و ترجمہ کے ساتھ عمدہ و خوبصورت انداز میں اشاعت ہے۔ فتاوی مذکورہ کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ / مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا، اور بفضلہ تعالیٰ جل مجدہ وبعنایت رسولہ الکریم تقریباً بارہ سال کے مختصر عرصہ میں بائیسویں جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس سے قبل کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوۃ، کتاب الجنائز، کتاب الزکوۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الایمان، کتاب الحدود والتعزیر، کتاب السیر، کتاب الشرکۃ، کتاب الوقف، کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الشہادۃ، کتاب القضاء والدعاوی، کتاب الوکالۃ، کتاب الاقرار، کتاب الصلح، کتاب المضاربۃ، کتاب الامانات، کتاب العاریۃ، کتاب الہبہ، کتاب الاجارہ، کتاب الاکراہ، کتاب الحجر، کتاب الغصب، کتاب الشفعہ، کتاب القسمہ، کتاب المزارعہ، کتاب الصید، کتاب الذبائح، کتاب الاضحیہ اور کتاب الحظر والاباحہ کے حصہ اول پر مشتمل اکیس جلدیں شائع ہو چکی ہیں جن کی تفصیل سنین، مشمولات، مجموعی صفحات اور ان میں شامل رسائل کی تعداد کے اعتبار سے حسب ذیل ہے:

Marfat.com

جلد نمبر	عنوانات	اسئلہ جوابات	رسائل تعداد	سنینِ اشاعت	صفحات
۱	کتاب الطہارت	۲۲	۱۱	شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ — مارچ ۱۹۹۰ء	۸۳۸
۲	″	۳۳	۷	ربیع الثانی ۱۴۱۲ — نومبر ۱۹۹۱	۷۱۰
۳	″	۵۹	۶	شعبان المعظم ۱۴۱۲ — فروری ۱۹۹۲	۷۵۶
۴	″	۱۲۵	۵	رجب المرجب ۱۴۱۳ — جنوری ۱۹۹۳	۷۶۰
۵	کتاب الصلوٰۃ	۱۴۰	۶	ربیع الاول ۱۴۱۴ — ستمبر ۱۹۹۴	۶۹۲
۶	″	۴۵۷	۴	ربیع الاول ۱۴۱۵ — اگست ۱۹۹۴	۷۳۶
۷	″	۲۶۹	۷	رجب المرجب ۱۴۱۵ — دسمبر ۱۹۹۴	۷۲۰
۸	″	۳۳۷	۶	محرم الحرام ۱۴۱۶ — جُون ۱۹۹۵	۶۶۴
۹	کتاب الجنائز	۲۷۳	۱۳	ذیقعدہ ۱۴۱۶ — اپریل ۱۹۹۶	۹۴۶
۱۰	کتاب الزکوٰۃ، صوم، حج	۳۱۶	۱۶	ربیع الاول ۱۴۱۷ — اگست ۱۹۹۶	۸۳۲
۱۱	کتاب النکاح	۴۵۹	۶	محرم الحرام ۱۴۱۸ — مئی ۱۹۹۷	۷۳۶
۱۲	کتاب النکاح، طلاق	۳۲۸	۳	رجب المرجب ۱۴۱۸ — نومبر ۱۹۹۷	۶۸۸
۱۳	کتاب الطلاق، ایمان، حدود، تعزیر	۲۹۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۱۸ — مارچ ۱۹۹۸	۶۸۸
۱۴	کتاب السیر (ا)	۳۳۹	۷	جمادی الاخریٰ ۱۴۱۹ — ستمبر ۱۹۹۸	۷۱۲
۱۵	″ (ب)	۸۱	۱۵	محرم الحرام ۱۴۲۰ — اپریل ۱۹۹۹	۷۴۴
۱۶	کتاب الشرکۃ، کتاب الوقف	۴۴۲	۳	جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ — ستمبر ۱۹۹۹	۶۳۲
۱۷	کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الکفالہ	۱۵۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۲۰ — فروری ۲۰۰۰	۷۱۶
۱۸	کتاب الشہادۃ، کتاب القضاء والدعاوی	۱۵۲	۲	ربیع الثانی ۱۴۲۱ — جولائی ۲۰۰۰	۷۴۰
۱۹	کتاب الوکالہ، کتاب الاقرار، کتاب الصلح، کتاب المضاربہ، کتاب الامانات، کتاب العاریہ، کتاب الہبہ، کتاب الاجارہ، کتاب الاکراہ، کتاب الحجر،	۲۹۶	۳	ذیقعدہ ۱۴۲۱ — فروری ۲۰۰۱	۶۹۲

Marfat.com

۲۰	کتاب الغصب، کتاب الشفعہ، کتاب القسمہ، کتاب المزارعہ، کتاب الصید والذبائح، کتاب الاضحیہ۔	۳۳۴	۳	صفر المظفر ۱۴۲۲ — مئی ۲۰۰۱	۶۳۲
۲۱	کتاب الحظر والاباحۃ (حصہ اول)	۲۹۱	۹	ربیع الاول ۱۴۲۳ — مئی ۲۰۰۲	۶۷۶

فتاوٰی رضویہ قدیم کی پہلی آٹھ جلدوں کے ابواب کی ترتیب وہی ہے جو معروف و متداول کتب فقہ و فتاوٰی میں مذکور ہے۔ رضا فاؤنڈیشن کی طرف سے اب تک شائع ہونے والی بیس[۲۰] جلدوں میں اسی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے مگر فتاوٰی رضویہ قدیم کی بقیہ چار مطبوعہ جلدوں (جلد نہم، دہم، یازدہم، دوازدہم) کی ترتیب ابواب فقہ سے عدم مطابقت کی وجہ سے محل نظر ہے۔ چنانچہ ادارہ ہذا کے سرپرست اعلٰی محسن اہلسنت مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صاحب اور دیگر اکابر علماء و مشائخ سے استشارہ و استفسار کے بعد اراکین ادارہ نے فیصلہ کیا کہ آئندہ شائع ہونے والی جلدوں میں فتاوٰی رضویہ کی قدیم جلدوں کی ترتیب کے بجائے ابواب فقہ کی معروف ترتیب کو بنیاد بنایا جائے۔ عام طور پر فقہ و فتاوٰی کی کتب میں کتاب الاضحیہ کے بعد کتاب الحظر والاباحۃ کا عنوان ذکر کیا جاتا ہے اور ہمارے ادارے سے شائع شدہ بیسویں جلد کا اختتام چونکہ کتاب الاضحیہ پر ہوا لہٰذا اکیسویں[۲۱] جلد سے مسائل حظر و اباحت کی اشاعت کا آغاز کیا گیا۔ اس سلسلہ میں بحر العلوم حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب اعظمی دامت برکاتہم العالیہ کی تحقیق انیق کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے اس سے بھرپور استفادہ اور راہنمائی حاصل کر رہے ہیں۔

یاد رہے کہ فتاوٰی رضویہ قدیم میں کتاب الحظر والاباحۃ کے عنوان پر مشتمل جلد جس کو مکتبہ رضا ایوان عرفان بیسلپور نے جلد دہم اور رضا اکیڈمی ممبئی نے جلد نہم کے شائع کیا ہے وہ غیر مرتب اور غیر مبوب ہے اس میں شامل بعض رسائل کی ابتداء و انتہا ممتاز نہیں، کچھ رسائل بے نام شامل ہیں جبکہ بعض رسالوں کے مندرجات یکجا ہونے کی بجائے متفرق و منتشر طور پر مذکور ہیں، اس جلد میں شامل دونوں حصوں کے عنوانات و مسائل ایک جیسے ہونے کے باوجود دونوں کی فہرست یکجا نہیں کی گئی، لہٰذا اس کی ترتیب و تبویب خاصا مشکل اور وقت طلب معاملہ تھا۔ راقم نے متوکلاً علی اللہ اس پر کام شروع کیا تو اللہ تعالٰی کے فضل و کرم، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کی نظر عنایت اور اعلٰحضرت علیہ الرحمۃ کے روحانی تصرف و کرامت کے صدقے میں توقع سے بھی کم وقت میں یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا الحمد للہ علٰی ذٰلک۔

کتاب الحظر والاباحۃ کی ترتیب جدید میں ہم نے جن امور کو بطور خاص ملحوظ رکھا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

Marfat.com

(ا) حظر و اباحت سے متعلق فتاوی رضویہ قدیم کے دونوں مطبوعہ حصوں کی (استفتاء میں مذکور) مسائل کے اعتبار سے یکجا تبویب کر دی ہے۔

(ب) ایک ہی استفتاء میں مختلف ابواب سے متعلق مسائل مذکور ہونے کی صورت میں ہر مسئلہ کو مستفتی کے نام سمیت متعلقہ باب کے تحت درج کیا ہے۔

(ج) فتاوی رضویہ قدیم کی کتاب الحظر والاباحۃ میں شامل رسائل کو ان کے عنوانات کے مطابق متعلقہ ابواب کے تحت داخل کر دیا ہے۔

(د) رسائل کی ابتداء و انتہا کو ممتاز کیا ہے۔

(ھ) بے نام رسائل کے ناموں کو ظاہر کیا ہے۔

(و) جن رسائل کے مندرجات و مشمولات یکجا نہ تھے ان کو اکٹھا کر دیا ہے۔

(ز) حظر و اباحت سے متعلقہ بعض رسائل اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ جو فتاوی رضویہ قدیم میں شامل نہ ہو سکے تھے اُن کو بھی مناسب جگہ پر شامل اشاعت کر دیا ہے۔

(ح) تبویب جدید کے بعد موجودہ ترتیب، سابق ترتیب سے مختلف ہو گئی ہے، لہذا پوری کتاب کی مکمل فہرست موجودہ ابواب کے مطابق نئے سرے سے تیار کرنا پڑی۔

(ط) جلد ہذا میں شامل تمام رسائل کے مندرجات کی مفصل فہرست مرتب کی گئی۔

(ی) اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ بعض مقامات پر گفتگو کرتے ہوئے اپنے تبحر علمی کے پیش نظر ایسے مسائل بھی زیر بحث لے آتے ہیں جو متعلقہ ابواب میں سے کسی کے تحت مندرج نہیں ہو سکتے ایسے مسائل کے لئے مفصل فہرست کے بعد ہم نے ضمنی مسائل کے عنوان سے الگ فہرست مرتب کی ہے۔

کتاب الحظر والاباحۃ کے مترجم

سوائے ان رسائل کے جن کو اب فتاوی میں نئے سرے سے شامل کیا گیا ہے پوری "کتاب الحظر والاباحۃ" کی عربی اور فارسی عبارات کا مکمل ترجمہ جامع منقول و معقول، فاضل جلیل، محقق شہیر، مصنف کتب کثیرہ، فخر المدرسین حضرت مولانا علامہ مفتی قاضی محمد سیف الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے کیا ہے جو استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا محمد عبد السبحان بن مولانا مظہر جمیل بن مولانا مفتی محمد غوث (کھلابٹ، ہزارہ) کے صاحبزادے اور استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد خلیل صاحب محدث ہزاروی کے نواسے ہیں، آپ نے تمام درسیات اپنے والد گرامی سے پڑھیں، فارغ التحصیل ہوتے ہی

Marfat.com

درس وتدریس سے وابستہ ہوگئے اور سالہا سال آپ نے اہلسنّت کے معروف ادارے جامعہ رحمانیہ ہری پور میں بطور شیخ الحدیث تدریسی فرائض سرانجام دیئے، آپ کے آباء واجداد نے ڈنکے کی چوٹ پر احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا فریضہ سرانجام دیا، چنانچہ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا قاضی محمد عبدالسبحان صاحب اور برادرِ اکبر حضرت مولانا قاضی غلام محمود صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کی متعدد درسی وغیر درسی تصانیف اربابِ علم میں معروف ہیں، مناظرہ و ردِّ بد مذہباں خصوصاً ردِّ وہابیہ میں ان بزرگوں کی خدمات کو اہلِ سنّت وجماعت میں انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

بائیسویں جلد

یہ جلد "کتاب الحظر والاباحۃ" کا دوسرا حصہ ہے جو ۲۴۱ سوالوں کے جوابات اور مجموعی طور پر ۶۹۲ صفحات پر مشتمل ہے اس جلد میں بنیادی طور پر جن پانچ ابواب سے متعلق مسائل کو زیرِ بحث لایا گیا ہے وہ یہ ہیں؛

(۱) ظروف وزیورات
(۲) لباس ووضع قطع
(۳) دیکھنا اور چھونا
(۴) سلام وتحیّت وتعظیمِ سادات
(۵) داڑھی، حلق وقصر، ختنہ وحجامت

دیگر کئی ایک ابواب سے مسائل کثیرہ پر ضمناً گفتگو واقع ہوئی لہذا راقم الحروف نے مسائل و رسائل کی مفصل فہرست کے علاوہ مسائل ضمنیہ کی ایک الگ فہرست بھی قارئین کی سہولت کے لئے تیار کردی ہے، نیز اس جلد میں شامل پانچ مستقل ابواب سے مسائل اگر کہیں ایک دوسرے کے تحت ضمناً مندرج تھے، تو ان کی فہرست ہم نے متعلقہ باب کی مفصل فہرست کے آخر میں بطورِ ضمیمہ ذکر کردی ہے تاکہ ان مسائل کی تلاش میں دقّت وابہام پیدا نہ ہو۔

انتہائی وقیع اور گرانقدر تحقیقات وتدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل چھ ۶ رسائل بھی اس جلد کی زینت ہیں:

(۱) الزبدۃ الزکیۃ فی تحریم سجود التحیۃ (۱۳۳۷ھ)
سجدۂ تعظیمی کی حرمت کا مفصل بیان اور اس پر قرآن وحدیث سے دلائل وبراہین

Marfat.com

(۲) لمعة الضحیٰ فی اعفاء اللحیٰ (۱۳۱۵ھ)

داڑھی کے وجوب، اس کی حد اور اس کو کتروانے یا منڈانے کی مذمت کا مدلّل بیان

(۳) الطیب الوجیز فی امتعة الورق والابریز (۱۳۰۹ھ)

مرد وعورت کون سی دھاتیں کس وزن تک استعمال کر سکتے ہیں نیز ان کا مدار جوتے اور ٹوپی کی حدِ جواز کا بیان۔

(۴) مروج النجاء لخروج النساء (۱۳۱۵ھ)

عورتوں کے شرعی پردہ کے احکام

(۵) صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین (۱۳۰۶ھ)

اس بات کا ثبوت کہ مصافحہ دونوں ہاتھوں سے ہونا چاہیے۔

(۶) ابر المقال فی قبلة الاجلال (۱۳۰۸ھ)

بوسہ تعظیمی کے جواز کا بیان

ان میں سے مقدم الذکر دو رسالے پہلے سے فتاوٰی رضویہ قدیم کی کتاب الحظر والاباحۃ میں شامل تھے جبکہ باقی چار رسائل اب شامل کئے گئے ہیں۔

○

جمادی الاخریٰ ۱۴۲۳ھ
اگست ۲۰۰۲ء

حافظ محمد عبدالستار سعیدی
ناظمِ تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

Marfat.com

فہرست مضامین مفصل

ظروف وزیورات

(انگوٹھی، سونے، چاندی، پیتل اور لوہے وغیرہ کی اشیاء کا استعمال) ۱۱۱

کرتوں اور صدریوں وغیرہ میں چاندی کے بوتام لگانے سے متعلق سوال۔ ۱۱۱

چاندی کے صرف بوتام ٹانکنے میں حرج نہیں۔ ۱۱۱

سونے کی گھنڈیوں کی اجازت سے متعلق تصریحِ فقہاء۔ ۱۱۱

گھنڈی اور بوتام ایک ہی چیز ہیں صرف صورت کا فرق ہے۔ ۱۱۲

چاندی کی زنجیریں جو بوتاموں کے ساتھ لگائی جاتی ہیں سخت محلِ نظر ہیں۔ ۱۱۲

سونے اور چاندی کے استعمال میں اصل حرمت ہے۔ ۱۱۲

شرع مطہر نے سونے چاندی کی اباحت، اصلیہ کو منسوخ فرمادیا۔ ۱۱۲

اقول ثانیاً ۱۱۲

بوتاموں کے ساتھ زنجیریں لگانے سے تزین و تحلی مقصود ہوتا ہے جو مرد کو ناجائز ہے۔ ۱۱۲

مرد کے لئے چاندی کی چند چیزوں کا استعمال حرمت سے مستثنیٰ ہے۔ ۱۱۲

اقول ثالثاً ۱۱۲

محرمات میں شبہہ مثلِ یقین ہے۔ ۱۱۲

ریشم کا لبس یعنی پہننا، اوڑھنا اور جس امر میں ان کی مشابہت ہو ممنوع ہے باقی تمام طرق استعمال روا ہیں۔ ۱۱۳

چاندی کی زنجیروں کو چاندی کے کام پر قیاس

Marfat.com

کرنا درست نہیں کہ دونوں میں فرق بدیہی ہے ۱۱۳
مرد کو ریشمی کمربند ناروا ہے۔ ۱۱۳
چاندی کے پتر کے استعمال سے متعلق ایک حدیث پر گفتگو۔ ۱۱۴
حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا جُبّہ پہنا جس کے گریبان اور آستینوں اور چاکوں پر ریشم کی خیاطت تھی۔ ۱۱۴
علی بند اور پری بند نامی خاص زیور کے بارے میں سوال اور اس کا جواب۔ ۱۱۵
کانچ کی چوڑیاں عورتوں کے لئے جائز بلکہ شوہر کے لئے سنگھار کی نیت سے مستحب ہیں، اور اگر شوہر یا والدین کا حکم ہو تو واجب ہیں۔ ۱۱۵
مولوی عبدالرحمن صاحب گولڑوی کا گھنڈی اور سیم و زر کے بٹنوں سے متعلق ایک علمی سوال۔ ۱۱۶
قمیص کا گریبان ریشمی ہو یا اس کے بٹن ریشمی ہوں یا سونے کے ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ ۱۱۷
مصنف علیہ الرحمہ کی طرف سے چند قابل لحاظ فوائد کا ذکر۔ ۱۱۷
اول (پہلا فائدہ) ۱۱۷
زِر کے لئے کپڑے میں سِلا ہونا ضروری نہیں بلکہ مخیط و مربوط و مغروز و مرکوز سب کو عام ہے۔ ۱۱۷
زِر کے لغوی معنی کی تحقیق۔ ۱۱۷
مُلحۃ جرمی کے شعر میں واقع لفظ قبطریہ اور لفظ عِلاقہ کی لغوی تحقیق۔ ۱۱۸
محرم بحالت احرام طیلسان یعنی بڑی چادر اوڑھ سکتا ہے مگر اس کو گرہ لگانا ممنوع ہے۔ ۱۱۹
طیلسان کو گرہ لگانے سے محرم پر دم واجب ہوتا ہے جب پورا دن گرہ لگائے رکھے۔ ۱۱۹
زِر الطیلسان کا لغوی معنی۔ ۱۱۹
حقیقت اصل ہے اور بلا ضرورت مجاز کی طرف عدول جائز نہیں۔ ۱۲۰
دوم (دوسرا فائدہ) ۱۲۰
لفظ ذھب منسوج و جر دونوں کو شامل ہے ۱۲۰
لفظ ذھب جر میں حقیقت اور کلابتوں پر اس کا استعمال از قبیل تسمیۃ الکل باسم الجزء ہے۔ ۱۲۰
تکمہ فارسی میں زِر کا ترجمہ ہے جسے عربی میں زیر، دجّہ، جوزہ، جویزہ اور حبّہ بھی کہتے ہیں۔ ۱۲۱
وہ حلقہ جسے اردو میں تکمہ بولتے ہیں فارسی میں انگلہ اور عربی میں عروہ و دعلہ ہے۔ ۱۲۱
سوم (تیسرا فائدہ) ۱۲۱
بٹن بھی گھنڈیوں کی طرح تابع ہیں کہ علماء نے مطلقاً زِر کو تابع بتایا اور زِر انھیں شامل ہے۔ ۱۲۱
معنیٔ تابع پر بحث۔ ۱۲۱
تابع کی متبوع سے معیت چاہیئے نہ کہ خود اجناس مختلفہ سے ترکب۔ ۱۲۱

Marfat.com

انگوٹھی کے نگ میں سونے کی کیل جائز ہے	۱۲۱
جبہ وغیرہ میں ریشم کا ابرہ یا استر مرد کو ناجائز اور اس کے اندر ریشم کا حشو جائز ہے۔	۱۲۱
چہارم (چوتھا فائدہ)	۱۲۲
حلی کا لغوی معنی	۱۲۲
سونے کی تاروں سے منقش مزین کپڑا مرد کے لئے کس قدر جائز ہے۔	۱۲۳
پنجم (پانچواں فائدہ)	۱۲۳
ششم (چھٹا فائدہ)	۱۲۴
ہفتم (ساتواں فائدہ)	۱۲۵
سونے چاندی کی زنجیروں کے عدم جواز کی دلیل	۱۲۵
عورتوں کو سونے چاندی کا زیور پہننا جائز بلکہ شوہر کے لئے سنگھار کرنا باعث اجر عظیم ہے	۱۲۶
دلھن کو سجانا سنت قدیمہ ہے۔	۱۲۶
کنواری لڑکیوں کو زیور ولباس سے آراستہ رکھنا کہ ان کی منگنیاں آئیں سنت ہے۔	۱۲۶
قدرت کے باوجود عورت کا بے زیور رہنا مکروہ ہے۔	۱۲۷
ایک حدیث میں وارد لفظ تعطّر کے معنی کی تحقیق۔	۱۲۷
عورت کو زیور پہن کر نماز پڑھنے کا حکم۔	۱۲۷
عورت کا بے زیور نماز پڑھنا ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نظر میں۔	۱۲۸
بجنے والا زیور عورت کو کب جائز ہے۔	۱۲۸
آیہ کریمہ ولا یضربن بارجلھن الخ کی تفسیر۔	۱۲۸
لوہے اور پیتل کا زیور مسلمان کے ہاتھ بیچنا مکروہ تحریمی۔	۱۲۹
کانسہ کے برتن میں حرج نہیں اور اس کا زیور پہننا مکروہ ہے۔	۱۲۹
سونے کی گھڑی جیب میں ہو تو نماز میں حرج نہیں۔	۱۲۹
مرد و عورت دونوں کو سونے یا چاندی کی گھڑی میں وقت دیکھنا حرام ہے۔	۱۲۹
جن اشیاء پر سونے یا چاندی کا پانی چڑھا ہو مرد اس کو استعمال کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ شے فی نفسہٖ ممنوع نہ ہو۔	۱۲۹
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تانبے اور پیتل کے برتنوں میں کھانا ثابت نہیں، مٹی یا کاٹھ کے برتن تھے اور پانی کے لئے مشکیزے۔	۱۲۹
سونے یا چاندی کی منہال حرام ہے باقی چیزوں یعنی لوہے، پیتل، جست اور لشب وغیرہ پتھروں کی منہال میں حرج نہیں۔	۱۳۰
لڑکیوں کے زیور کے لئے کان چھدوانے کا کوئی خاص حصہ مقرر نہیں البتہ مشابہت کفار سے بچنا ضروری ہے۔	۱۳۰
عورتوں کے لئے ناک کا پھول پہننے میں دائیں یا بائیں جہت کی شرعاً کوئی تخصیص نہیں	۱۳۰

Marfat.com

تانبہ، پیتل، لوہا اور کانسہ تو عورت کو پہننا بھی ممنوع ہے، اس سے نماز بھی مکروہ ہوگی۔ ۱۴۰

چاندی کا چھلا عورتیں پہن سکتی ہیں مرد نہیں۔ ۱۴۰

مکروہ چیز پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ ۱۴۰

مسجد میں امام کو پاؤں دبوانے میں کوئی حرج نہیں۔ ۱۴۰

○ رسالہ الطیب الوجیز فی امتعة الورق والابریز

(مرد اور عورت کون کونسی دھاتیں اور کس وزن تک استعمال کر سکتے ہیں، اور کامدار جوتے ٹوپی وغیرہ کے استعمال کی حدِ جواز کیا ہے) ۱۴۱

انگرکھے اور کرتے میں چاندی سونے کے بوتام بے زنجیر کے لگانے جائز ہیں۔ ۱۴۱

سونے چاندی کا استعمال مرد کے لئے مطلقاً حرام نہیں۔ ۱۴۲

چودہ صورتوں میں مرد کے لئے سونے چاندی کا استعمال جائز ہے۔ ۱۴۲

فاسقانہ تراش کے کپڑے یا جوتے پہننا گناہ اور درزی اور موچی کو ایسے کپڑے اور جوتے سینا مکروہ ہے۔ ۱۴۷

مرد کے لئے شرعاً کیسی انگوٹھی جائز اور کیسی ناجائز ہے۔ ۱۴۱

سونے اور چاندی کی گھڑیاں رکھنا ممنوع ہے ۱۴۵

سیم و زر کے چراغ میں فتیلہ روشن کرنا ممنوع ہے اگرچہ روشنی لینا مقصود نہ ہو۔ ۱۴۶

مردوں کو چاندی کا چھلا ہاتھ یا پاؤں میں پہننا حرام ہے۔ ۱۴۷

چاندی کی انگوٹھی بے ضرورت مہر کے لئے پہننا کیسا ہے۔ ۱۴۸

جھوٹے کام کا جوتا پہننا مرد و زن کے لئے مکروہ ہے۔ ۱۵۰

سونے، چاندی، گلٹ اور ریشم کی چین گھڑی میں لگانا اور اس کو پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے۔ ۱۵۲

جس ٹوپی پر ریشم کا کام ہو تو اس کا پہننا جائز ہے یا ناجائز۔ ۱۵۲

ریشم کا ازار بند استعمال کرنا مرد کے لئے ناجائز ہے اور ناجائز کپڑا پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے ۱۵۳

لوہے، پیتل اور تانبے وغیرہ کا چھلا اور زیور عورتوں کے لئے بھی ناجائز ہے چہ جائیکہ مردوں کے لئے۔ ۱۵۳

لباس و وضع و قطع

(لحاف، توشک، عمامہ، ٹوپی، جوتا، وضع و قطع، رنگ وغیرہ) ۱۵۵

ریشمی کپڑا پہننا مرد کو حرام ہے، حدیث میں اس پر شدید وعیدیں وارد ہیں۔ ۱۵۵

Marfat.com

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
اپنے دائیں ہاتھ میں ریشم اور بائیں میں سونا
لے کر ارشاد فرمایا دونوں میری امت کے مردوں
پرحرام ہیں۔ ١٥٧
دو طرح کے مروج و مستعمل پائجاموں کی بابت
سوال کہ ان میں سے کون سا افضل و استر ہے ١٥٧
اصل سنت مستمرہ فعلیہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم ازار یعنی تہبند ہے۔ ١٥٨
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پائجامہ پہننے
سے متعلق حدیث بشدت ضعیف ہے۔ ١٥٨
نبی اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پائجامہ
خریدنا بسند صحیح ثابت ہے۔ ١٥٨
صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم زمانہ اقدس میں
باذن اقدس پاجامہ پہنتے تھے۔ ١٥٩
امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
روز شہادت پاجامہ پہنے ہوئے تھے۔ ١٥٩
اللہ تعالیٰ سے شرف کلام کے وقت حضرت موسیٰ
علیہ السلام اونی چادر، جبہ اور پائجامہ پہنے
ہوئے تھے۔ ١٥٩
سب سے پہلے پاجامہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہنا۔ ١٥٩
رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پاجامہ
پہننے والی عورتوں کے لئے دعائے مغفرت
فرمائی اور مردوں کو تاکید فرمائی کہ خود بھی پہنو
اور عورتوں کو بھی پہناؤ کہ اس میں ستر زیادہ ہے ١٦٠
متعدد سندوں اور طرق کی وجہ سے بسا اوقات
ضعیف حدیث قوی ہوجاتی ہے۔ ١٦٠
پاجامہ پہننا بلاشبہہ مستحب بلکہ سنت ہے۔ ١٦٠
غرارہ پہننا مردوں کے لئے ناجائز ہے۔ ١٦١
کلیوں دار پائچے ہندوستان میں خاص
لباس عورات ہیں۔ ١٦١
مسلمان مردوں کو عورتوں سے اور نقال و
فساق بدوضع مردوں سے مشابہت حرام ہے ١٦١
ٹخنوں سے نیچے لٹکتے ہوئے پائچے اگر براہِ
تکبر ہوں تو حرام ورنہ مردوں کے لئے مکروہ
وخلاف اولیٰ ہیں۔ ١٦١
پائچے بالکل گھٹنوں کے قریب تک رکھنا جہال
وہابیہ کی اختراع ہے۔ ١٦١
شرع مطہر کی عادت کریمہ اور ایک مفید
قاعدہ کلیہ۔ ١٦١
مرد کے لئے ازار یا پائچے کو نیم ساق تک
رکھنا عزیمت اور کعبین تک رخصت ہے۔ ١٦٢
اتنا چست لباس کہ اعضاء کی بناوٹ ظاہر ہو
ممنوع ہے۔ ١٦٣
حضور انور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عورتوں
کے لباس سے متعلق پیشگوئی پر مشتمل حدیث
کی ایک تشریح۔ ١٦٣
لباس میں ملبوس عورت کو دیکھنا کب جائز
اور کب ناجائز ہے۔ ١٦٣
ٹخنوں سے نیچے پائچے رکھنا مردوں کو

Marfat.com

جائز ہے یا نہیں؟

بطور عُجب و تکبر ٹخنوں سے کپڑا نیچے لٹکانے والے مرد کے لئے حدیث میں سخت وعید۔ ۱۶۴

اسبال اگر بوجہ تکبر نہ ہو تو بحکم ظاہر احادیث مردوں کو بھی جائز ہے۔ ۱۶۶

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰے عنہ کا تہبند شریف۔ ۱۶۶

تین مبغوض و مغضوب اشخاص۔ ۱۶۷

اسبال اگر براہِ عُجب و تکبر ہے تو حرام ورنہ مکروہ و خلاف اولٰے، نہ حرام و مستحقِ وعید۔ ۱۶۷

ممنوع اسبال وہ ہے جو جانب کعبین سے ہو پنجہ کی جانب سے اگر پائچے پشت پا پر ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں اس طرح کا اسبال ابن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما بلکہ خود سرور دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ ۱۶۷

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا ازار مبارک اکثر نصف ساق تک ہوتا تھا۔ ۱۶۸

نبی اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی قمیص مبارک نیم ساق تک تھی اور کم طول بھی وارد ہے، گریبان مبارک سینۂ اقدس پر تھا، دامن کے چاک کھلے ہوتے اور ان پر ریشمی کپڑے کی گوٹ تھی، اس زمانے میں گھنڈی تکمے ہوتے تھے، بٹن ثابت نہیں، رنگ سبز و سُرخ بھی ثابت ہے اور محبوب تر سفید ہے۔ ۱۷۰

حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا عمامۂ اقدس کم از کم پانچ اور زیادہ سے زیادہ بارہ ہاتھ تھا ۱۷۱

بلاوجہ شرعی قوم کے عرف و عادت سے خروج مکروہ ہے۔ ۱۷۱

چوڑی دار پائجامہ پہننا، بوتام لگاکر پنڈلیوں سے چمٹانا اور اس کو شرعی پاجامہ کہنا کیسا ہے۔ ۱۷۲

آدمی کو بد وضع لوگوں کی وضع سے بھی بچنے کا حکم ہے۔ ۱۷۲

موچی اور درزی کو فاسقوں کی وضع کے جُوتے اور کپڑے سینے جائز نہیں اگرچہ اس کی اُجرت زیادہ ملتی ہو۔ ۱۷۲

ایڑی والی مردانہ جُوتی عورت کو پہننا ناجائز ہے۔ ۱۷۳

احادیث کریمہ سے مسئلہ کی تائید۔ ۱۷۳

عورتوں کی طرح مرد کو بال گوندنا مکروہ ہے۔ ۱۷۴

محمد بن سلیمان بن حبیب اسدی (تصغیر کے ساتھ) دسویں طبقے کا معتبر راوی ہے۔ ۱۷۴

ٹوپی سچی یا جھوٹی سلمہ ستارہ یا ریشم کی شرعاً کیسی ہے۔ ۱۷۵

ریشمی رومال ہاتھ میں لینا، جیب میں ڈالنا اور اس سے مُنہ پونچھنا جائز مگر کندھے پر ڈالنا مکروہ تحریمی ہے۔ ۱۷۵

ریشم کے بارے میں ضابطہ۔ ۱۷۵

ریشم کا صرف پہننا مرد کو ممنوع ہے نہ کہ باقی طُرقِ استعمال۔ ۱۷۶

Marfat.com

ریشمی جائے نماز پر نماز پڑھنا جائز ہے۔ ۱۷۶

ریشمی کپڑا بیچنا اور بیچنے کے لئے کندھے پر اٹھانا جائز ہے۔ ۱۷۶

پارچہ رینڈی کے بارے میں سوال کہ یہ از قسم حریر ہے یا نہیں۔ ۱۷۷

ٹسر نامی کپڑے کے بارے میں سوال جو چمک و ملائمت میں ریشم سے کمتر ہوتا ہے۔ ۱۷۹

ریشم اور ٹسر کی تعریف۔ ۱۷۹

اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ ۱۸۰

جب تک شرع سے تحریم ثابت نہ ہو اس پر جرأت ممنوع و معصیت ہے۔ ۱۸۰

ضابطہ کی تائید قرآن مجید اور اقوال ائمہ سے ۱۸۰

حریر شرعاً اس کپڑے کو کہتے ہیں جو کیڑے کے لعاب سے بنایا جائے۔ ۱۸۱

جب تک تحریم ثابت نہ ہو اباحت اصلیہ شرعیہ پر عمل سے کوئی مانع نہیں۔ ۱۸۱

شملہ کہاں تک رکھنا مسنون اور کہاں تک مباح اور کہاں تک ممنوع و حرام ہے۔ ۱۸۲

شملہ کی چھ قسمیں ہیں۔ ۱۸۲

زعفران اور کسم اگر دوسرے رنگوں میں تھوڑے سے شامل کر دیئے جائیں تو جائز ہے یا نہیں۔ ۱۸۳

نیا کپڑا یا جوتا استعمال کرنے پر کیا پڑھے اور کون سے روز استعمال کرے، درزی کو سلنے کے لئے کس روز دے۔ ۱۸۴

انگریزی ہیٹ اور پتلون پہننا کیسا ہے۔ ۱۸۴

لباس کے بارے میں اصل کلی۔ ۱۸۴

کس کس رنگ کے کپڑے پہننے جائز اور کون سے ناجائز ہیں۔ ۱۸۵

لباس کون سا مسنون اور کونسا خلاف سنت ہے ۱۸۶

عمامہ میں سنت یہ ہے کہ ڈھائی گز سے کم اور چھ گز سے زائد نہ ہو اور اس کی بندش گنبد نما ہو۔ ۱۸۶

اعتجار مکروہ ہے۔ ۱۸۷

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تہبند باندھا، پاجامہ خریدنا اور اس کی تعریف کرنا ثابت ہے مگر پہننا ثابت نہیں۔ ۱۸۷

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کرتہ مبارک میں بٹن ثابت نہیں چاک دونوں طرف تھے اور گریبان سینۂ اقدس پر تھا۔ ۱۸۷

زرد رنگ کا کپڑا پہننا مرد کو خصوصاً عالم کو کیسا ہے۔ ۱۸۷

خالص ریشمی رومال اگر ہاتھ میں لینے کا ہے تو مرد استعمال کر سکتا ہے اور اگر اوڑھنے کا ہے تو نہیں کر سکتا۔ ۱۸۸

کمخواب یا مخمل اگر سوتی ہو تو مرد کو جائز اور ریشمی ہو تو ناجائز ہے۔ ۱۸۸

عورت خاوند کو اپنے ساتھ لٹا کر ریشمی لحاف یا چادر اس کو اوڑھا دے تو ناجائز ہے۔ ۱۸۸

مرد کو ریشمی مخمل ناجائز اور سوتی جائز ہے۔ ۱۸۸

عورت کو پاجامہ ٹخنا کھول کر پہننا چاہیے یا

Marfat.com

ڈھانک کر۔ ۱۸۸
مرد و عورت کے لئے کونسا لباس سنت اور کون سا خلافِ سنت ہے۔ ۱۸۹
لباس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اس میں تین امور کا لحاظ رکھا جائے :(۱) اس کی اصل حلال ہو (۲) رعایتِ ستر (۳) لحاظِ وضع ۱۸۹
ہندوؤں کا زنار اور نصاریٰ کا ہیٹ استعمال کرنا کفر ہے۔ ۱۹۰
اچکن، چپکن اور شیروانی نئی تراش کے لباس ہیں۔ ۱۹۱
عادت میں جدت ممنوع نہیں۔ ۱۹۱
دھوتی کہ لباسِ ہنود ہے ممنوع ہے۔ ۱۹۲
کوٹ پتلون ممنوع ہے۔ ۱۹۲
ترکی ٹوپی کی ابتداء نیچریوں سے ہوئی۔ ۱۹۲
کفار و فساق کی وضع مخصوص سے احتراز لازم ہے۔ ۱۹۳
ایسا لباس پہننا جس سے مسلمان و کافر میں فرق نہ رہے حرام بلکہ کئی صورتوں میں کفر ہے۔ ۱۹۳
جاپانی اور ولایتی سلک کے کپڑے پہننا مرد اور عورت کے لئے جائز ہیں یا نہیں۔ ۱۹۴
کون سا مخمل مرد کے لئے جائز اور کون سا ناجائز ہے۔ ۱۹۴
مرد کو سرخ اور زرد رنگ کے کپڑے پہننے کی اجازت ہے یا نہیں۔ ۱۹۴
معصفر و مزعفر کا معنیٰ۔ ۱۹۶
زرد جوتا مورثِ سرور و فرحت ہے۔ ۱۹۶
قرآنی آیت سے زرد جوتے کے باعث سرور ہونے پر استدلال۔ ۱۹۶
سرخ رنگ کے بارے میں احادیثِ نہی و احادیثِ جواز میں تطبیق۔ ۱۹۷
حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا سرخ جوڑا پہننا بیانِ جواز کے لئے ہے۔ ۱۹۷
دستار باندھنے کا طریقہ مسنونہ۔ ۱۹۸
دو شملے رکھنا سنت ہے۔ ۱۹۹

ضمیمہ لباس و وضع قطع

جبہ وغیرہ میں ریشم کا ابرہ یا استر مرد کو ناجائز اور اس کے اندر ریشم کا حشو جائز ہے۔ ۱۲۱
سونے کی تاروں سے منقش مزین کپڑا مرد کے لئے کس قدر جائز ہے۔ ۱۲۳

دیکھنا اور چھونا

(پردہ، سترِ عورت، زنا، مشت زنی، دیوثی، خلوت، بلوغ وغیرہ) ۲۰۱
جیسے مرد کے لئے غیر عورت کو دیکھنا حرام ہے اسی طرح عورت کے لئے غیر مرد کی طرف نظر کرنا بھی حرام ہے۔ ۲۰۱
مشت زنی فعل ناپاک و حرام ہے حدیث میں اس پر لعنت آئی ہے۔ ۲۰۲

Marfat.com

عدم حرمت مشت زنی کے لئے تین شرائط۔ سرعام ستر عورت کی خلاف ورزی کرنیوالا فاسق و فاجر و لعنتی ہے۔ ۲۰۳
ستر غلیظ کھول کر بلاوجہ سب کے سامنے آنے والا سخت تعزیر کا مستحق ہے۔ ۲۰۳
فاحشہ مسلمان عورت سے دوسری مسلمان عورتوں کو پردے کا حکم ہے اگرچہ حقیقی بہن ہو ۲۰۴
صحبت بد سے برا اثر پڑتے معلوم نہیں ہوتا، جب پڑجاتا ہے تو پھر احتیاط کی طرف ذہن جانا قدرے دشوار ہے لہذا امان و سلامت جدا رہنے میں ہے۔ ۲۰۵
یار بد بدتر بود از مار بد ۲۰۵
پردہ کے باب میں پیر وغیر پیر کا حکم یکساں ہے ۲۰۵
اجنبی جوان عورت کو چہرہ کھول کر بھی پیر وغیرہ کے سامنے آنا منع ہے اور بڑھیا کیلئے مشروط اجازت ہے۔ ۲۰۵
اپنے پیر و مرشد کے پاؤں چومنا درست ہے۔ ۲۰۶
عورت کب اذن شوہر کے بغیر کسی عارف کامل سے شرف بیعت حاصل کرنے اور علم دین و راہ سلوک سیکھنے جا سکتی ہے اور کب نہیں۔ ۲۰۷
شوہر بیوی کو بلاضرورت شرعی باہر جانے کی اجازت دے تو دونوں گنہگار ہیں۔ ۲۰۸
غیر منکوحہ عورت سے مرد کا کون سی خدمت کن شرائط کے ساتھ لینا جائز ہے۔ ۲۰۸
جوان اجنبیہ عورت کے ساتھ خلوت حرام ہے ۲۰۸
طوائفوں اور ان کے مردوں سے میل جول، ان کو اپنی تقریبات میں بلانا اور ان کے ساتھ کھانا پینا اور اپنی عورتوں کو بے پردہ ان کے سامنے کرنا نہایت شنیع و ناپاک و باعث عذاب ہے۔ ۲۰۹
علانیہ فاحشہ زانیہ عورتوں کے مرد دیوث ہیں۔ ۲۰۹
تین شخص جنت میں نہ جائیں گے: دیوث، مردانی وضع بنانے والی عورت اور شرابی۔ ۲۰۹
والدین کا نافرمان جنت میں نہیں جائے گا۔ ۲۱۰
بدکار عورتوں اور دیوث مردوں سے دوستی رکھنے والے قیامت میں انہی کے ساتھ اٹھیں گے۔ ۲۱۰
روز حشر ہر شخص اپنے دوستوں کے ساتھ اُٹھے گا۔ ۲۱۰
بنی اسرائیل میں پہلی خرابی کیسے آئی۔ ۲۱۱
فاسقوں کے ساتھ کھانے پینے کا ثمرہ۔ ۲۱۱
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ترک کا وبال۔ ۲۱۱
بدمذہبوں اور فاسقوں سے مجالست و مؤاکلت ممتنع ہے۔ ۲۱۲
یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی۔ ۲۱۲
بروں کے ساتھ اچھوں کی ہلاکت کیوں۔ ۲۱۲
بدمذہب مستحق تذلیل ہیں لہذا نماز کی امامت نہیں کرا سکتے کیونکہ امامت اعلیٰ درجہ کی

Marfat.com

تعظیم ہے۔ ۲۱۲
فاسق کی امامت ممنوع ہے۔ ۲۱۲
عورت کی فطرت وخصلت۔ ۲۱۲
صحبتِ بد کا اثر مستقل مردوں کو بگاڑ دیتا ہے۔ ۲۱۲
اچھی اور بری صحبت کے اثر سے متعلق ایک حکمت بھری حدیث بطور تمثیل۔ ۲۱۳
فحش گیت شیطانی رسم اور کافروں کی ریت ہے۔ ۲۱۳
بے حیائی کی بات سے حیا والا ناراض ہو جاتا ہے۔ ۲۱۳
شیطان ملعون بے حیائی کا استاد ہے۔ ۲۱۳
جنت ہر فحش بکنے والے پر حرام ہے۔ ۲۱۳
بے ضرورت وحاجتِ شرعیہ لوگوں سے فحش کلامی ناجائز وخلافِ حیا ہے۔ ۲۱۴
حیا ایمان ہے اور ایمان والا جنت میں ہے ۲۱۴
فحش گوئی جفا ہے اور جفا والا دوزخ میں ہے ۲۱۴
شرم اور کم سخنی ایمان کی دو شاخیں ہیں۔ ۲۱۴
فحش گوئی اور زبان درازی منافقت کے دو شعبے ہیں۔ ۲۱۴
فحش کسی چیز میں داخل ہو تو اس کو معیوب اور حیا کسی چیز میں داخل ہو تو اس کو مزین کر دیتا ہے۔ ۲۱۴
فحش گوئی کرنے والا منحوس ہے۔ ۲۱۵
بدزبان وبے حیا کے نسب میں خلل ہوتا ہے۔ ۲۱۵
بچپن کی عادت کم چھوٹتی ہے۔ ۲۱۵
والدین اور بہنوں کی موجودگی میں مکان کی ایک کوٹھڑی میں اجنبیہ عورت سے خلوت و زنا کاری کیسی ہے۔ ۲۱۶
جیٹھ، دیور، بہنوئی، پھپھا، خالو، چچازاد، ماموں زاد، خالہ زاد سب عورت کیلئے اجنبی ہیں۔ ۲۱۷
دیور کو حدیث میں موت کہا گیا۔ ۲۱۷
شوہر کو ناراض کرنے والی عورت کے لئے وعیدات۔ ۲۱۷
عورت کو شوہر کے خلاف بھڑکانے والے شیطان کے پیارے ہیں۔ ۲۱۷
تین شخصوں کی نماز ان کے کانوں سے اوپر نہیں جاتی یعنی قبول نہیں ہوتی۔ ۲۱۷
ناپسندیدہ امام کے لئے وعید شدید۔ ۲۱۸
مسئلہ کی تائید میں گیارہ احادیث کریمہ
○ رسالہ مروج النجاء لخروج النساء (عورتوں کے شرعی پردے کے احکام اور اس بات کی وضاحت کہ خواتین کو کہاں جانے کی اجازت اور کہاں جانے کی ممانعت ہے) ۲۲۱
سولہ سوالات پر مشتمل استفتاء۔ ۲۲۱
۱۔ جس مکان میں محارم وغیر محارم موجود ہوں وہاں عورتوں کو جانا جائز ہے یا نہیں۔ ۲۲۱

Marfat.com

۲۔ جس گھر میں نامحرم مرد و عورات ہیں وہاں کسی تقریب میں برقع پہن کر عورت جا سکتی ہے یا نہیں ۲۲۱

۳۔ کسی ایسے مکان میں عورت کا جانا کیسا ہے جس کا مالک تو اس کا نامحرم ہے مگر اس کی بیوی اس عورت کی محرم ہے اور مالک مکان سے سامنا بھی نہیں ہوگا۔ ۲۲۱

۴۔ کسی ایسے مکان میں عورت کا جانا کیسا ہے، جس کا مالک نامحرم ہے اور اس گھر میں کوئی عورت بھی اس کی محرم نہیں۔ ۲۲۱

۵۔ گھر کا مالک نامحرم ہے اس گھر میں ایک عورت اس عورت کی محرم ہے مگر وہ عورت گھر کے مالک کی نامحرم ہے اس میں عورت کا جانا جائز ہے یا نہیں۔ ۲۲۱

۶۔ جس گھر میں عورات اس عورت کی محرم ہیں اور مالک مکان نامحرم ہے مگر وہ جلسہ عورات میں آتا نہیں وہاں اس عورت کا جانا کیسا ہے ۲۲۲

۷۔ گھر کا مالک نامحرم ہے مگر وہ گھر میں آتا نہیں اور عورات بھی اس گھر کی نامحرم ہیں تو اس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں۔ ۲۲۲

۸۔ جس گھر کا مالک محرم ہے اور لوگ نامحرم ہیں تو عورت کا جانا جائز ہے یا نہیں۔ ۲۲۲

۹۔ مالک مکان نامحرم اور دوسرے شخص محرم ہیں، نامحرموں سے سامنا نہیں ہوتا تو وہاں عورت کو جانا کیسا ہے۔ ۲۲۲

۱۰۔ مکان کے مالک دو ہیں ایک عورت کا خاوند اور دوسرا نامحرم تو وہاں اس کا جانا کیسا ہے۔ ۲۲۲

۱۱۔ گھر میں محفل عام ہے جس میں باپردہ اور بےپردہ عورتیں، محرم و نامحرم مرد سب موجود ہیں مگر یہ عورت چادر کا پردہ کر کے بیٹھ سکتی ہے تو وہاں جانا اس کے لئے کیسا ہے۔ ۲۲۲

۱۲۔ جہاں منہیات شرعیہ پر مشتمل تقریب ہو رہی ہو وہاں کسی مرد یا عورت کا جانا کیسا ہے اگرچہ الگ تھلگ بیٹھے اور متوجہ بھی نہ ہو۔ ۲۲۲

۱۳۔ جس گھر کے لوگ کسی عورت کے نامحرم ہوں وہ عورت اپنی محارم عورتوں کے ساتھ وہاں جا سکتی ہے یا نہیں۔ ۲۲۲

۱۴۔ جہاں عورت کو جانا جائز نہیں وہاں اس کے لئے شوہر کا اتباع جائز ہے یا نہیں۔ ۲۲۲

۱۵۔ مرد کو اپنی بیوی کو مجالس و محافل ممنوعہ سے منع کرنے یا نہ کرنے کا کیا حکم ہے اور بیوی پر اتباع و عدم اتباع سے کس درجہ نافرمانی کا اطلاق ہوگا اور مرد کو شریک ہونے یا نہ ہونے کا کیا حکم ہے۔ ۲۲۲

۱۶۔ ایک مکان میں عورتوں کا مجمع الگ اور مردوں کا الگ ہے مگر نامحرم مردوں کی آواز سنتی ہیں ایسی جگہ محفل میلاد وغیرہ منعقد ہو تو اپنی محارم کو وہاں بھیجنا چاہیے یا نہیں۔ ۲۲۳

صور جزئیہ کے جواب سے قبل مصنف علیہ الرحمہ کی طرف سے سات اصولوں کا بیان۔ ۲۲۳

اصل اول ۲۲۳

Marfat.com

عورت کو اپنے محارم مردوں اور عورتوں کے
ہاں کسی مندوب یا مباح دینی و دنیوی کام کیلئے
جانا مطلقاً جائز ہے جبکہ منکراتِ شرعیہ سے
خالی ہو۔ ۲۲۳
اصل دوم ۲۲۳
غیر محرم مردوں اور عورتوں کے ہاں کسی تقریب
میں عورت کو جانے کی اجازت نہیں چاہے
شوہر کے اذن سے ہو بلکہ اذن دے کر شوہر خود
گنہگار ہو گا سوائے چند استثنائی صورتوں کے۔ ۲۲۳
اصل سوم ۲۲۳
کسی کے مکان سے مراد اس کا مکانِ سکونت
ہے نہ کہ مکان ملک۔ ۲۲۳
اصل چہارم ۲۲۳
محارم مردوں سے مراد کونسے مرد ہیں۔ ۲۲۳
اصل پنجم ۲۲۴
محارم عورتوں سے مراد کون سی عورتیں ہیں۔ ۲۲۴
اصل ششم ۲۲۴
وہ مواضع جو اجانب و محارم کسی کے مکان نہیں
وہاں عورت کے لئے جانا کن صورتوں میں جائز
اور کن صورتوں میں ناجائز ہے۔ ۲۲۴
اصل ہفتم ۲۲۵
مکانِ غیر و غیر مکان میں جانا بشرائط مذکورہ جائز
ہونے کی نو صورتیں ہیں۔ قابلہ، غاسلہ، نازلہ،
مریضہ، مضطرہ، حاجّہ، مجاہدہ، مسافرہ اور
کاسبہ۔ ۲۲۵
تنبیہ: نو مذکورہ صورتوں کے علاوہ تین صورتیں
اور بھی ہیں، شاہدہ، طالبہ اور مطلوبہ۔ ۲۲۶
جواب جزئیات۔ ۲۲۶
جواب سوال اول۔ ۲۲۶
جواب سوال دوم ۲۲۷
جواب سوال سوم۔ ۲۲۷
جواب سوال چہارم۔ ۲۲۷
جواب سوال پنجم۔ ۲۲۷
جواب سوال ششم۔ ۲۲۷
جواب سوال ہفتم۔ ۲۲۷
جواب سوال ہشتم و نہم۔ ۲۲۹
جواب سوال دہم۔ ۲۲۹
جواب سوال یازدہم۔ ۲۲۹
جواب سوال دوازدہم۔ ۲۲۹
جواب سوال سیزدہم۔ ۲۳۰
جواب سوال چہاردہم۔ ۲۳۰
جواب سوال پانزدہم۔ ۲۳۰
جواب سوال شانزدہم۔ ۲۳۰
مرد ڈاکٹر سے اجنبی عورت کو ملاحظہ کرانا جائز نہیں ۲۳۴
زن و شو کا باہم ایک دوسرے کو حیات میں
چھونا مطلقاً جائز حتی کہ فرج و ذکر کو بھی۔ ۲۳۴
شوہر بعد وفات اپنی عورت کو دیکھ سکتا ہے۔ ۲۳۴
مرد اپنی مردہ بیوی کو غسل نہیں دے سکتا۔ ۲۳۴
عورت اپنے مردہ شوہر کو غسل دے سکتی ہے۔ ۲۳۴
نامحرم عورتوں کو اندھے سے پردہ کرنا لازم ہے۔ ۲۳۵

Marfat.com

اجنبیہ عورت کے ساتھ خلوت حرام ہے۔ ۲۳۵
جوان عورت کو دیکھنا ممنوع ہے اور اس پر
حجاب لازم ہے۔ ۲۳۶
رنڈیوں کو بلا توبہ مرید کرنے والا اور انھیں
ترکِ فحاشی کی تلقین نہ کرنے والا پیر فاسق ہے
اس کے ہاتھ پر بیعت ناجائز ہے۔ ۲۳۷
بہنوئی کا حکم شرع میں بالکل اجنبی کی مثل ہے
بلکہ اس سے بھی زائد۔ ۲۳۷
ایک شخص نے طوائف سے ناجائز تعلق رکھا اس
سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، اب وہ تائب ہونا
چاہتا ہے مگر خدشہ ہے کہ اگر وہ قطع تعلق کرے
تو لڑکی بھی طوائف بن جائے گی۔ ایسی صورت
میں اس کے لئے کیا حکم ہے۔ ۲۳۷
زنا سے نسب ثابت نہیں ہوتا۔ ۲۳۹
عورتیں نماز مسجد سے ممنوع ہیں۔ ۲۳۹
وعظ و میلاد کی محفل میں عورت کن شرائط کے ساتھ
مسجد میں جا سکتی ہے۔ ۲۳۹
جو اپنے اہلِ زمانہ کو نہ پہچانے وہ جاہل ہے۔ ۲۳۹
عورتوں کو بلا پردہ پیر کے ہاں جانا یا پیر کا عورتوں
کو اپنے پاس بلانا کیسا ہے۔ ۲۳۹
ماہِ صفر کے آخری چہار شنبہ کو عورتوں کا بطورِ
سفر شہر سے باہر جانا اور قبروں پر نیاز وغیرہ
دلانا ممنوع اور سخت فتنہ ہے۔ ۲۴۰
چہار شنبہ محض بے اصل ہے۔ ۲۴۰
عورتوں کا مل کر گھر میں میلاد یا شہادت پڑھنا
کہ آواز باہر جائے ناجائز ہے۔ ۲۴۰
عورت کی آواز بھی عورت ہے۔ ۲۴۰
خسر سے پردہ واجب نہیں مگر جیٹھ اور دیور
سے واجب ہے۔ ۲۴۰
پردہ سے متعلق ضابطۂ کلیہ۔ ۲۴۰
جوان ساس کا داماد سے اور خسر کا بہو سے
پردہ کرنا کیسا ہے۔ ۲۴۰
محارم نسبی سے پردہ نہ کرنا واجب اور محارم
غیر نسبی سے پردہ کرنا یا نہ کرنا دونوں جائز ہیں۔ ۲۴۰
کسی مرد کا سوتیلی ماں کے ساتھ تنہا کمرے میں
رات کو سونا یا روزمرہ کا ایسا برتاؤ اختیار کرنا
جیسا میاں بیوی میں ہوتا ہے جس سے لوگ
انھیں مشکوک سمجھیں ناجائز ہے اور ایسے برتاؤ
سے ان پر احتراز لازم ہے اگرچہ سوتیلی ماں
محرمات میں سے ہے۔ ۲۴۱
عورت کا خوش الحانی سے بآواز بلند پڑھنا کہ
نغمہ کی آواز نامحرموں تک جائے حرام ہے۔ ۲۴۲
مسئلہ کی تائید میں عباراتِ فقہاء ۲۴۲
عورت کو بآواز بلند تلبیہ کہنے کی اجازت نہیں۔ ۲۴۲
عورت کو اپنی آواز اونچی کرنا اور اس میں
تمطیط، تلیین اور تقطیع جائز نہیں۔ ۲۴۲
عورت کو اذان دینا جائز نہیں۔ ۲۴۳
زانی و دیوث فاسق ہیں ان کے پاس اٹھنے بیٹھنے
اور میل جول سے احتراز چاہیے۔ ۲۴۳
کن اشخاص سے پردہ نہ کرنا اور ان کو اپنی

Marfat.com

آواز سنانا اور ان سے گفتگو کرنا عورت کے لئے جائز ہے۔ ۲۴۳

عورتوں کو جنگلوں اور پہاڑوں میں بھیجنے والے اور ان کو غیر محرم مردوں سے ہنسی مذاق کی کھلی اجازت دینے والے مرد دیوث ہیں۔ ۲۴۴

دیوث پر جنت حرام ہے۔ ۲۴۴

احکام شریعت سے تمسخر و استہزاء اور عالم دین پر لعن طعن کرنا کفر صریح ہے اور اس سے عورتیں نکاح سے نکل جاتی ہیں۔ ۲۴۴

مشت زنی کرنیوالے کے لئے وعیدات شدیدہ اور اس گناہ سے بچنے کا طریقہ۔ ۲۴۴

اجنبی جوان عورت کو جوان مرد کے ہاتھ پاؤں چھونا جائز نہیں اگرچہ پیر ہو۔ ۲۴۴

جوان لڑکیوں کا اپنی ماں کے پیر اور پیر کی اولاد کے سامنے آنا کب جائز اور کب ناجائز ہے۔ ۲۴۵

بالغ دولھا کے بدن پر محرم و نامحرم عورتیں ابٹن ملا کرتی ہیں یہ عمل کیسا ہے۔ ۲۴۵

شریعت نے مرد و عورت میں مذاق کا کوئی رشتہ نہیں رکھا یہ شیطانی و ہندوانی رسم ہے۔ ۲۴۵

عورتوں کا باہم گلا ملا کر مولود شریف پڑھنا جس سے ان کی آوازیں غیر محرموں کو سنائی دیں باعث ثواب نہیں بلکہ باعث گناہ ہے۔ ۲۴۵

ایک طوائف کا باقاعدہ نکاح ہوا اس کی نائکہ اور نائکہ کے پیروکار وکیل اور طوائف کے پرانے یار اب اس کوشش میں ہیں کہ کسی طرح یہ نکاح ناجائز قرار دے دیا جائے تاکہ پھر وہ طوائف پرانی حرامکاریاں شروع کرے، اس سلسلہ میں ہر ایک پر حکم شرع کیا ہے۔ ۲۴۶

فضول و بے مقصد بات کے بارے میں فتویٰ نہیں پوچھنا چاہیئے۔ ۲۴۶

جو لوگ اللہ و رسول کو پیٹھ دے کر دیدہ و دانستہ علانیہ کبائر عظیمہ کا ارتکاب کریں ان پر فتویٰ کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ۲۴۶

منکوحہ طوائف کو شوہر سے الگ کرانے اور حرامکاری پر مجبور کرنے والوں سے مسلمانوں کو قطع تعلق کرنا اور ان سے میل جول سلام کلام چھوڑ دینا ضروری ہے۔ ۲۴۶

ایک شخص اپنی بیوی سمیت خسر کے گھر رہتا ہے اور سالی سے زنا کرتا ہے جس سے لڑکی کے باپ دادا سب واقف ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں ان لوگوں کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے۔ ۲۴۷

دیوث لعنتی ہے اسے امام بنانا ناجائز ہے۔ ۲۴۷

مرتکب کبیرہ دائرۂ اسلام سے خارج نہیں نہ اس پر مرتدوں والے احکام جاری ہوتے ہیں۔ ۲۴۷

عورت کا غیر محرم منہار کے ہاتھ میں ہاتھ دینا اور اس سے چوڑیاں ڈلوانا اور شوہر کا اس پر راضی ہونا کیسا ہے۔ ۲۴۷

Marfat.com

عورتوں کا غیر محرموں کے ساتھ نوکری کرنا پانچ شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ ۲۴۸

عورتوں کا قبرستان جانا ممنوع ہے، اور سینہ زنی حرام۔ ۲۴۹

عورتوں کا گھر سے نکلنا اور تعزیہ وغیرہ دیکھنے جانا ناجائز اور مردوں کا اس کو روا رکھنا بے غیرتی ہے مگر اس سے نکاح نہیں ٹوٹتا اور نہ اولاد میں خلل آتا ہے۔ ۲۴۹

غیر محرم پیر سے عورت کو پردہ واجب ہے۔ ۲۵۰

جو پیر عورتوں کے بیچ میں بیٹھ کر حلقہ کرائے اور توجہ ایسی دے کہ وہ اچھلنے کودنے لگیں اور آوازیں بلند کرنے لگیں وہ شرع کی خلاف ورزی اور بے حیائی کا مرتکب ہے اس سے بیعت نہیں ہونا چاہیے۔ ۲۵۰

ضمیمہ دیکھنا اور چھونا

لباس میں ملبوس عورت کو دیکھنا کب جائز اور کب ناجائز ہے۔ ۱۶۳

اپنے پیر و مرشد کے پاؤں چومنا درست ہے ۲۰۶

صحابی نے حضور کی اجازت سے آپ کے سر اور پاؤں کو بوسہ دیا۔ ۴۷۴

زمین بوسی حقیقۃً سجدہ نہیں۔ ۴۷۱

مصنف علیہ الرحمہ کی تحقیق کہ بوسہ میں اختلاف ہے اور احوط منع ہے۔ ۴۷۵

چھونا اور چمٹنا بوسہ کی مثل ہے۔ ۴۷۵

بچے کا کوئی ستر نہیں۔ ۶۰۴

بیگانہ مرد کا بے پردہ عورت کے پاس جانا ہر حالت میں حرام، اور پردہ کی حالت میں نفاس وغیر نفاس یکساں ہیں۔ ۶۰۴

سلام وتحیت وتعظیم سادات

(مصافحہ، معانقہ، بوسۂ دست و پا و قبر، طوافِ قبر، سجدۂ تعظیمی) ۲۵۱

کپڑوں کے اوپر معانقہ جہاں خوفِ فتنہ و شہوت نہ ہو مشروع ہے۔ ۲۵۱

معانقہ سفر و حضر میں چند شرائط کے ساتھ مطلقاً جائز ہے تخصیصِ سفر ثابت نہیں۔ ۲۵۱

سب سے پہلے معانقہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا۔ ۲۵۲

معانقہ افزونیِ محبت پر ایک قوی دلیل ہے ۲۵۲

عباراتِ ائمہ سے مسئلہ کی تائید۔ ۲۵۲

کس صورت میں معانقہ ناجائز و حرام ہے ۲۵۳

معانقہ کے جواز و نفی پر وارد احادیث میں تطبیق ۲۵۳

امام ابو منصور ماتریدی اہل سنت کے پیشوا ہیں ۲۵۳

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معانقہ فرمایا اور بوسہ دیا۔ ۲۵۴

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گلے لگایا اور بوسہ دیا۔ ۲۵۴

ایک صحابی کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

Marfat.com

کو والہانہ انداز میں گلے لگانا اور آپ کے بدنِ اطہر کو چومنا۔ ۲۵۴

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تالاب میں صحابہ کرام کے ساتھ تیرنا۔ ۲۵۵

فضیلتِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انھیں اپنا یار کہا۔ ۲۵۵

صحابی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بدنِ اطہر سے لپٹ گیا اور بوسہ دیا۔ ۲۵۶

حسنین کریمین رضی اللہ تعالےٰ عنہما کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بدنِ اقدس سے چپٹا لیا۔ ۲۵۶

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مصافحہ ومعانقہ۔ ۲۵۶

قیامت میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شفاعت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت جیسی ہوگی۔ ۲۵۷

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی آمد پر کھڑے ہوئے ان کی پیشانی کو چوما اور ان سے بغلگیر ہوکر کچھ دیر انس حاصل فرماتے رہے۔ ۲۵۷

معانقہ کو ہر وقت حرام کہنا محض غلط و باطل اور شریعتِ مطہرہ پر افترا ہے۔ ۲۵۸

بعد نمازِ عید جو معانقہ ہمارے ہاں رائج ہے بشرائطِ مذکورہ جائز ہے۔ ۲۵۸

علانیہ گناہ کی توبہ بھی علانیہ چاہیے اور پوشیدہ کی پوشیدہ۔ ۲۵۸

جوازِ معانقہ کی شرائط۔ ۲۵۹

معانقہ کے جواز میں تخصیص سفر کا دعویٰ محض بے دلیل ہے۔ ۲۵۹

قاعدہ شرعیہ ہے کہ مطلق کو اپنے اطلاق پر رکھنا واجب ہے اور بے مدرکِ شرعی تقیید وتخصیص مردود و باطل ہے۔ ۲۵۹

احادیث نہی معانقہ کی توجیہ۔ ۲۶۰

بے حالتِ سفر معانقہ کے ثبوت پر سولہ[۱۶] احادیث کریمہ۔ ۲۶۱

فضیلتِ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہما۔ ۲۶۱

بدنِ رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بے حجاب چومنے کے لئے اسید بن حضیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا حیلہ۔ ۲۶۳

شانِ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ۲۶۴

شانِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ۲۶۵

مرتبہ ومقامِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور انور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نظر میں۔ ۲۶۵

دلِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں محبتِ رسول صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔ ۲۶۶

شانِ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۲۶۶

ہر شخص کو اپنے بھائیوں سے معانقہ کرنا چاہیے ۲۶۷

Marfat.com

سنت جب بھی ادا کی جائے سنت ہی ہو گی تاوقتیکہ خاص کسی خصوصیت پر شرع سے تصریحًا نہی ثابت نہ ہو۔ ۲۶۸

مولوی اسمٰعیل دہلوی نے روزِ عید معانقہ کو بدعتِ حسنہ قرار دیا۔ ۲۶۸

○ رسالہ صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین (دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کے مسنون ہونے کا ثبوت اور اس کو ناجائز قرار دینے والے غیر مقلدین کا ردِّ بلیغ) ۲۶۹

دونوں ہاتھوں سے مصافحہ جائز ہے۔ اکابر علمائے اس کے مندوب و مسنون ہونے کی تصریح فرمائی۔ ۲۶۹

مصافحہ بالیدین کی ممانعت پر نام کی بھی کوئی حدیث موجود نہیں۔ ۲۷۰

جائز شرعی کی ممانعت و مذمت پر اُتر آنا شریعتِ مطہرہ پر افترا کرنا ہے۔ ۲۷۰

ایک واقعہ طیبہ اور رؤیائے صالحہ کا ذکر۔ ۲۷۰

مصنف علیہ الرحمہ کو خواب میں امام قاضیخان علیہ الرحمہ کی زیارت حاصل ہوئی جس میں امام موصوف نے مصنف علیہ الرحمۃ کو مسئلہ دین و ردِ منکرین کی تعلیم فرمائی۔ ۲۷۰

مناقب امام قاضی خان۔ ۲۷۰

مستند الیشان حدیثِ انس است و اورا مفہوم نیست۔ (مقولہ امام قاضیخان) ۲۷۰

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خواب کو امرِ عظیم جانتے اور نمازِ صبح کے بعد پوچھتے کہ آج کی رات کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے۔ ۲۷۰

مسلمان کی خواب نبوت کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا ہے۔ ۲۷۱

خواب نبوت کا کون سا حصہ ہے۔ ۲۷۱

نبوت گئی اب میرے بعد نبوت نہ ہو گی مگر مبشرات ہوں گی۔ (حدیثِ رسول) ۲۷۱

مبشرات سے کیا مراد ہے۔ ۲۷۱

خواب کے مہتم بالشان ہونے کے بارے میں احادیثِ متوافر ومتواتر ہیں۔ ۲۷۱

جو اچھا خواب دیکھے وہ اللہ تعالٰی کی حمد بجالائے اور لوگوں کے سامنے بیان کرے۔ ۲۷۲

امام قاضی خان کو خواب میں دیکھنے پر مصنف علیہ الرحمہ کا اظہارِ مسرت و اطمینان۔ ۲۷۲

سنتِ صحابہ ہے کہ اپنے قول کے مؤید خواب پر شاد ہوتے اور دیکھنے والے کو انعام سے نوازتے۔ ۲۷۲

مصنف علیہ الرحمہ نے اس خواب کو کیوں ذکر فرمایا۔ ۲۷۳

غیر مقلدین کا محلِ استناد حدیثِ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ میں مذکور لفظِ "ید" ہے جو بصیغۂ مفرد واقع ہوا ہے۔ ۲۷۳

امام قاضیخان علیہ الرحمہ نے خاص حدیثِ انس

Marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غیر مقلدین کا مستند کیوں بتایا حالانکہ کلمہ "ید" بصیغہ مفرد اس کے علاوہ بھی کئی حدیثوں میں آیا ہے۔ ۲۷۳
جن احادیث مصافحہ میں لفظ "ید" بصیغہ مفرد آیا ہے وہ تین قسم پر ہیں۔ ۲۷۳
قسم اول ۲۷۳
وہ احادیث جن میں مصافحہ کی ترغیب اور اس کے فضائل کا بیان ہے۔ ۲۷۳
حدیث حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ۲۷۳
حدیث سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ۲۷۴
حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ۲۷۴
حدیث براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱ ۲۷۴
حدیث براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۲ ۲۷۴
خلاصہ احادیث یہ ہے کہ جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے ملتا ہے اور مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ درخت کے پتوں کی طرح جھڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرماتا ہے۔ ۲۷۴
مقام ترغیب و ترہیب میں غالباً ادنیٰ کو بھی ذکر کرتے ہیں کہ جب اس قدر پر یہ ثواب و عقاب ہے تو زائد میں کتنا ہوگا۔ اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ اس سے زائد محذور یا
مندوب نہیں۔ ۲۷۵
ترہیب کی مثال۔ ۲۷۵
جو کسی مومن کے قتل پر آدھی بات کہہ کر اعانت کرے وہ اللہ تعالیٰ کو اس حال میں ملے گا کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا "خدا کی رحمت سے ناامید"۔ ۲۷۵
ترغیب کی مثال۔ ۲۷۵
اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک چھوہارا یا ایک نوالہ خرچ کرنے والے مسلمان کا اجر و ثواب۔ ۲۷۵
ایک ہاتھ سے مصافحہ والی احادیث کا مطلب ۲۷۶
قسم دوم ۲۷۶
وہ احادیث جن میں مصافحہ کے بارے میں وقائع جزئیہ کی حکایت ہے یعنی حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا فلاں صحابی نے فلاں شخص سے یوں مصافحہ فرمایا۔ ۲۷۶
حدیث بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۲۷۶
حدیث معجم کبیر طبرانی ۲۷۷
حدیث طبرانی پایۂ اعتبار سے ساقط ہے۔ ۲۷۷
ابوداؤد داعی رافضی سخت مجروح متروک ہے امام ابن معین نے اسے کاذب کہا۔ ۲۷۷
وقائع جزئیہ حکم عام کو مفید نہیں۔ ۲۷۸
واقعہ حال کے لئے عموم نہیں ہوتا اور قضیۂ معین عام نہیں ہوتا۔ ۲۷۸
وقائع جزئیہ کا مفاد ۲۷۸
کسی واقعے میں دو امروں میں سے ایک کا

Marfat.com

وقوع چار وجوں سے ہو سکتا ہے۔ ۲۷۸

مفہوم مخالف کے قائلین کے نزدیک یہ شرط ہے کہ وہ واقعہ جزئیہ میں نہ ہو ورنہ بالاجماع ماعدا سے نفی حکم کو مفید نہ ہوگا۔ ۲۷۸

قسم سوم

وہ احادیث جو خاص کیفیتِ مصافحہ میں وارد ہیں۔ ۲۷۸

غیر مقلدین کے لئے صرف دو حدیثوں سے کچھ بوئے استناد نکل سکتی ہے۔ ۲۷۸

حدیث اول: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاتھ میں ہاتھ لینا تحیت کی تمامی سے ہے۔ ۲۷۸

مصنف علیہ الرحمۃ کی تحقیق کہ حدیث مذکور تین وجوہ سے قابلِ احتجاج نہیں۔ ۲۷۹

علماء محدثین یحییٰ بن مسلم طائفی کا حافظہ برا بتاتے ہیں۔ ۲۷۹

حدیث دوم: وہی حدیثِ انس جس کی طرف امام قاضیخان نے اشارہ فرمایا۔ ۲۷۹

جواب امام ہمام قاضی خان علیہ الرحمۃ کی توضیح۔ ۲۸۰

محققین کے نزدیک مفہومِ مخالف حجت نہیں۔ ۲۸۰

افراد ید سے بطور مفہوم مخالف نفی یدین پر استدلال کا بارہ[۱۲] وجوہ سے بطلان۔ ۲۸۰

بارہا لفظ ید بصیغہ مفرد لاتے ہیں مگر مراد دونوں ہاتھ ہوتے ہیں۔ ۲۸۴

سیدنا داؤد علیہ السلام کا عمل قرآن مجید سے ثابت ہے کہ زرہیں بناتا تھا۔ ۲۸۵

بہت جگہ ید اور یدین میں کوئی فرق نہیں کرتے اور بے تکلف تثنیہ کی جگہ مفرد لاتے اور ایک ہی امر میں کبھی مفرد اور کبھی تثنیہ بولتے ہیں۔ ۲۸۵

افراد کو نفی تثنیہ کی دلیل سمجھنا عقل سے بعید ہے ۲۸۵

ائمہ عربیت کا وضع کیا ہوا ضابطہ کہ کن الفاظ میں تثنیہ و مفرد یکساں ہوتے ہیں۔ ۲۸۵

اگر بالفرض غلط مان لیں کہ لفظ "الید" کا مفہوم مخالف نفی یدین ہے پھر بھی حدیثِ انس میں مخالفین کے لئے گنجائشِ استدلال نہیں کہ وہاں لفظ ید بصیغہ مفرد کلامِ سائل میں ہے نہ کہ کلامِ رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم میں۔ ۲۸۷

دنیا بھر کے مفہوم مخالف ماننے والے یہ شرط لگاتے ہیں کہ وہ کلام کسی سوال کے جواب میں نہ آیا ہو ورنہ بالاجماع نفی ماعدا مفہوم نہ ہوگی ۲۸۷

نقد و تنقیح پر آیئے تو حدیث انس نہ صحیح ہے نہ حسن بلکہ ضعیف منکر ہے۔ ۲۸۷

حنظلہ بن عبداللہ سدوسی محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ ۸۷

وہ صحیح الحواس نہیں رہا تھا (یحییٰ بن سعید قطان) ۸۸

Marfat.com

وہ ضعیف منکر الحدیث ہے (امام احمد) ۲۸۷
وہ تعجب خیز روایات لاتا ہے (امام احمد) ۲۸۷
وہ کوئی چیز نہ تھا آخر عمر میں متغیر ہو گیا تھا۔ (یحییٰ بن معین) ۲۸۸
وہ قوی نہیں۔ (امام نسائی) ۲۸۸
ائمہ ناقدین نے امام ترمذی پر اس بارے میں انتقادات کئے ہیں اور وہ قریب قریب ان لوگوں میں سے ہیں جو تصحیح و تحسین میں تساہل رکھتے ہیں۔ ۲۸۸
امام ترمذی کی تصحیح پر علماء اعتماد نہیں کرتے ۲۸۸
امام محدث ابو الخطاب ابن دحیہ بقول شاہ ولی اللہ دہلوی، حافظ حدیث متقن ہیں ۲۸۸
حدیث حنظلہ کو امام ائمۃ المحدثین امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تصریحاً منکر فرمایا۔ ۲۸۹
امام ہمام مرجع ائمۃ الحدیث امام احمد بن حنبل کی تضعیف کے مقابل امام ترمذی کی تحسین مقبول نہیں ہو سکتی۔ ۲۸۹
کسی ایک حدیث میں نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کو منع فرمایا ہو یا ارشاد فرمایا ہو کہ ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کیا کرو۔ ۲۹۰
دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کا ثبوت۔ ۲۹۰
دلیل اولا (اوّلاً) ۲۹۰
مصافحہ دونوں جانب سے صفحاتِ کف ملانا ہے ۲۹۰
حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتراض اور اس کا جواب۔ ۲۹۰
دلیل دوم (ثانیاً) ۲۹۱
اکابر علماء کرام عامۂ کتب میں تصریح فرماتے ہیں کہ مصافحہ دونوں ہاتھ سے سنت ہے۔ ۲۹۱
مسئلہ مذکورہ پر عباراتِ کتب سے حوالہ جات ۲۹۱
غیر مقلدین کو فقہ و فقہاء سے خالص عداوت ہے ۲۹۲
دلیل سوم (ثالثاً)
امام حماد بن زید نے امام اجل عبداللہ ابن مبارک سے دونوں ہاتھوں کے ساتھ مصافحہ کیا۔ ۲۹۲
امام اجل حضرت حماد بن زید ازدی بصری کا تعارف۔ ۲۹۲
مسلمانوں کے امام اپنے زمانے میں چار ہوئے، کوفہ میں سفیان، حجاز میں مالک، شام میں اوزاعی اور بصرہ میں حماد بن زید۔ ۲۹۳
حضرت امام الانام شیخ الاسلام عبداللہ بن مبارک کا تعارف۔ ۲۹۳
دلیل چہارم (رابعاً) ۲۹۴
غیر مقلد حضرات کا داب کلی اور ان کی جہالت بے مزہ۔ ۲۹۴
عدم وجدان کو عدم وجود کی دلیل ٹھہرانا باطل ہے۔ ۲۹۴
امام بخاری کو چھ لاکھ اور امام مسلم کو تین لاکھ حدیثیں حفظ تھیں۔ ۲۹۴
صحیحین میں صرف سات ہزار حدیثیں ہیں۔ ۲۹۴

Marfat.com

امام احمد بن حنبل کو دس لاکھ حدیثیں یاد تھیں ۲۹۴
مسند احمد میں تیس ہزار حدیثیں مذکور ہیں۔ ۲۹۴
شیخین و دیگر ائمۂ حدیث نے احادیثِ صحاح کے استیعاب کا دعویٰ نہیں کیا۔ ۲۹۴
ادعائے استیعاب کو فرض کرنے کی صورت میں متعدد خرابیاں لازم آتی ہیں۔ ۲۹۴
حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کی روایت کردہ احادیث حضرت ابوہریرہ کی مرویات سے زائد ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ۲۹۵
تصانیفِ محدثین میں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ صرف سات سو جبکہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ پانچ ہزار تین سو احادیث پائی جاتی ہیں۔ ۲۹۵
عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصر میں جبکہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں سکونت پذیر تھے۔ ۲۹۵
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرنے والے تقریباً آٹھ سو افراد تھے۔ ۲۹۵
بخاری و مسلم کا علم محیط نہ تھا۔ ۲۹۶
سرکارِ دوعالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے انتہائی قرب رکھنے والے اجلّہ صحابہ کرام بھی یہ دعویٰ نہیں کرسکتے تھے کہ انھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کل اقوال و افعال پر اطلاع ہے۔ ۲۹۶
امام بخاری کا کسی حدیث کو نہ جاننا اس بات کو مستلزم نہیں کہ امام ابوحنیفہ و امام مالک بھی اس حدیث کو نہ جانتے تھے۔ ۲۹۶
بخاری و مسلم کے کسی حدیث کے بارے میں عدمِ علم سے اس حدیث کا عدمِ وجود لازم نہیں آتا۔ ۲۹۶
امام ابوحنیفہ و امام مالک کا زمانہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے قریب تر اور خیرالقرون تھا۔ ۲۹۶
زمانۂ ابوحنیفہ و مالک میں بوجہ قلتِ کذب اور کثرتِ خیر سند نظیف اور وسائط کم تھے۔ ۲۹۶
ممکن ہے جو حدیث امام ابوحنیفہ و مالک کو پہنچی ہو وہ بخاری و مسلم کو نہ پہنچی ہو یا جو حدیث ان کے پاس بسندِ صحیح پہنچی ہو وہ بخاری و مسلم تک بذریعہ ضعاف پہنچی ہو۔ ۲۹۶
محدثین اہلِ جرح و تعدیل میں سے اکثر کو ائمۂ حنفیہ سے ایک تعنت ہے۔ ۲۹۶
مناقبِ امام ابویوسف علیہ الرحمۃ۔ ۲۹۶
امام ابویوسف علیہ الرحمہ کا امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی وسعتِ نظر فی الحدیث کا اعتراف۔ ۲۹۷
درجۂ دوم ۲۹۷
جو حدیثیں تدوین میں آئیں وہ ساری محفوظ نہیں ہیں۔ ۲۹۷

Marfat.com

امام مالک کے زمانے میں اسّی علمائے نے موطا لکھیں پھر سوائے دو کے کسی کا پتا باقی نہیں۔ ۲۹۷

امام مسلم کی بعض تصانیف معدوم ہو گئی ہیں ۲۹۷

ہزارہا تصانیف ائمہ کا تذکرہ دوں اور تاریخوں میں لکھا ہے مگر کوئی ان کا نشان نہیں دے سکتا۔ ۲۹۷

درجہ سوم ۲۹۸

جو تصانیف ائمہ محفوظ ہیں وہ ساری کی ساری ہندوستان میں موجود نہیں۔ ۲۹۸

درجہ چہارم ۲۹۸

ہندوستان میں موجود تمام کتبِ حدیث پر غیر مقلدین کی نظر نہیں۔ ۲۹۸

ہر مطلب کے لئے محدثین نے تراجم و ابواب وضع نہیں فرمائے۔ ۲۹۸

تراجم و ابواب موضوعہ کی مثبت بہت حدیثیں ایسی ہوتی ہیں جنھیں بوجہ دوسری مناسبت کے دیگر ابواب میں محدثین لکھ دیتے ہیں اور بخیال تکرار اس کے اعادہ و اثبات سے باز رہتے ہیں۔ ۲۹۸

حصر رواۃ ممکن نہیں تو حصر روایات کیونکر ممکن ہو سکتا ہے۔ ۲۹۸

ابراہیم بن بکر راویوں میں چھ ہیں اور سوائے ابراہیم بن بکر شیبانی کے کسی میں ضعف نہیں۔ ۲۹۸

امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے حدیث "اختلاف امتی رحمۃ" جامع صغیر میں ذکر فرمائی اور اس کا کوئی مخرج نہ بتا سکے۔ ۲۹۹

کتاب جمع الجوامع کا ذکر۔ ۲۹۹

امام قسطلانی کی طرف سے بعض احادیث کی تخریج کا اظہار جن پر دیگر ائمہ حدیث مطلع نہ ہو سکے۔ ۳۰۰

عدمِ علم کو علم بالعدم ٹھہرانا سفاہت ہے۔ ۳۰۲

درجہ پنجم ۳۰۲

حفظِ حدیث فہمِ حدیث کو مستلزم نہیں۔ ۳۰۳

بہت سے حاملِ فقہ افقہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ۳۰۳

بہت سے حاملِ فقہ خود فقیہ نہیں ہوتے۔ ۳۰۳

امام اعمش علیہ الرحمۃ کا تذکرہ۔ ۳۰۳

امام ابو حنیفہ کو امام اعمش کا خراجِ تحسین۔ ۳۰۴

فقہاء کرام طبیب اور محدثین کرام عطار ہیں ۳۰۴

امام ابو حنیفہ کو فقہ و حدیث دونوں میں دسترس حاصل ہے۔ ۳۰۴

حضرت امام شعبی علیہ الرحمۃ کا تعارف۔ ۳۰۴

محدث شعبی کا فقہاء کرام کو خراجِ تحسین۔ ۳۰۴

دلیل پنجم (خامسًا) ۳۰۵

عدمِ نقل اور نقلِ عدم میں بہت فرق ہے۔ ۳۰۵

عدم النقل لا ینفی الوجود یعنی عدمِ نقل نافیِ وجود نہیں۔ ۳۰۵

عدمِ نقل اور نقلِ عدم میں تمیز نہ کرنا مفاسد

Marfat.com

جہل و تعصب میں سے ہے۔ ۳۰۵

دلیل ششم (سادسًا) ۳۰۵

نہ کرنا اور بات ہے اور منع فرمانا اور بات۔ ۳۰۵

ممنوع وہ چیز ہے جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمائی نہ کہ وہ جو آپ نے نہ کی۔ ۳۰۵

قرآن عظیم نے فرمایا وما اٰتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا، یوں نہیں فرمایا ما فعل الرسول فخذوہ وما لم یفعل فانتہوا۔ ۳۰۵

نفی استحباب سے اثبات کراہت لازم نہیں آتا۔ ۳۰۶

فعل دلیل جواز ہے اور عدم فعل دلیل ممانعت نہیں۔ ۳۰۶

نہ کردن چیزے دیگر است و منع فرمودن چیزے دیگر۔ ۳۰۶

دلیل ہفتم (سابعًا) ۳۰۶

مصافحہ امور معاشرت سے ایک امر ہے جس سے مقصود شرع باہم مسلمانوں میں ازدیاد الفت اور ملتے وقت اظہار انس و محبت ہے۔ ۳۰۶

آپس میں مصافحہ کرنے سے دلوں سے کینے نکل جاتے ہیں۔ ۳۰۶

مصافحہ، معانقہ اور مرحبا کہنے میں راز یہ ہے کہ اس سے محبت بڑھتی اور وحشت

دور ہوتی ہے۔ ۳۰۷

لوگوں کا آپس میں محبت کرنا اللہ تعالےٰ کو پسند ہے۔ ۳۰۷

سلام، مصافحہ اور دست بوسی وغیرہ اسباب و ذرائع محبت ہیں۔ ۳۰۷

جو امر جس طرح قوم میں رائج اور انکے نزدیک الفت و موانست اور اس کی زیادت پر دلیل ہو وہ عین مقصود شرع ہوگا، جب تک بالخصوص اس میں کوئی نہی وارد نہ ہو۔ ۳۰۷

بلاد عجمیہ میں بوقت ملاقات مرحبا کی جگہ دیگر کلمات کا بولنا بدعت و خلاف سنت نہیں، مثلاً فارس میں کہا جاتا ہے "خوش آمدید" اور ہندوستان میں "آیئے آیئے تشریف لایئے"۔ ۳۰۸

مصافحہ اہل یمن کا رواج تھا شرع نے اس رسم کو اپنے مقصود یعنی ایتلاف مسلمین کے موافق پاکر مقرر رکھا۔ ۳۰۸

کسی قوم کی جو رسم مقاصد شرع کے خلاف ہو وہ بیشک ناپسند ہوگی۔ ۳۰۸

یہود و نصارٰی کا سلام۔ ۳۰۸

دلیل ہشتم (ثامنًا) ۳۰۹

جو امر نو پیدا کسی سنت ثابتہ کی ضد واقع ہو اور اس کا فعل فعل سنت کا مزیل و رافع ہو وہ بے شک ممنوع و مذموم ہے۔ ۳۰۹

السلام علیکم کی جگہ آجکل عوام ہند میں

Marfat.com

جو الفاظ مروج ہیں وہ ناجائز ہیں۔ ۳۰۹
دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا کسی سنت کا رافع نہیں۔ ۳۰۹
بدعتِ مذمومہ وہی ہے جو سنتِ ثابتہ سے متصادم ہو۔ ۳۰۹
مصافحہ کی نظیر تلبیۂ حج ہے۔ ۳۰۹
تلبیۂ حج میں بعض صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم شدت اتباع سنت کے باوجود کچھ الفاظ کا تلبیۂ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اضافہ کرتے تھے۔ ۳۰۹
ہمارے علماء فرماتے ہیں تلبیہ سے مقصود ثنائے الٰہی اور اظہارِ عبودیت ہے لہذا اس پر اور کلمات بڑھانا ممنوع نہیں۔ ۳۱۰
مصافحہ سے مقصود جب اظہارِ محبت ہے تو دوسرے ہاتھ کی زیادت جو کہ ہرگز اس کے منافی نہیں بلکہ بحسب عرف بلا مؤید و مؤکد ہے زنہار ممنوع نہیں ہو سکتی۔ ۳۱۰
دلیل نہم (تاسعًا) ۳۱۰
دونوں ہاتھوں سے مصافحہ مسلمانوں میں صدہا سال سے متوارث ہے۔ ۳۱۰
جو بات مسلمانوں میں متوارث ہو وہ بے اصل نہیں ہو سکتی۔ ۳۱۰
دلیل دہم (عاشرًا) ۳۱۱
لوگوں سے وہ برتاؤ کرو جس کے وہ عادی ہیں ۳۱۱
لوگوں میں جو امر رائج ہو جب تک اس سے صریح نہی وارد نہ ہو ہرگز اس میں خلاف نہ کیا جائے۔ ۳۱۱
جس امر میں شرع سے نہی نہ آئی ہو اور صدرِ اول کے بعد معمول ہو اس میں موافقت کر کے لوگوں کو خوش کرنا اچھا ہے اگرچہ بدعت ہی سہی۔ ۳۱۲
لوگوں کے طریقۂ رائجہ کی مخالفت کرنا اپنے آپ کو مشہور بنانا اور شرعًا مکروہ و ناپسندیدہ ہے ۳۱۳
حدیث میں شہرت پسندی پر وعید شدید۔ ۳۱۳
فجر کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ ۳۱۴
مصافحہ صدہا سال سے مسلمانوں میں معتاد و مرسوم ہے۔ ۳۱۵
مولانا عبدالقادر قادری کا ذکرِ خیر۔ ۳۱۵
حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا نام مبارک سُن کر انگوٹھے چُومنا کہاں مستحب اور کہاں کہاں ممنوع ہیں۔ ۳۱۵
انگوٹھے چُومنے کا ایک ناپسندیدہ طریقہ۔ ۳۱۶
کفار و ہنود کو سلام کیسے کیا جائے اور وہ سلام کریں تو جواب کیسے دیا جائے۔ ۳۱۶
شیوخ کی قدمبوسی، مزاراتِ اولیاء پر جھک کر سلام کرنا اور انھیں چُومنا شریعت و طریقت میں کیسا ہے۔ ۳۱۷
وفدِ عبدالقیس کی بارگاہِ رسالتمآب میں آمد اور والہانہ انداز میں دست و پائے اقدس کو چُومنا۔ ۳۱۸
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دُعا سے آپس

Marfat.com

میں نفرت کرنے والے میاں بیوی ایک دوسرے سے گہری محبت کرنے لگے۔ ۳۲۰

ایک صحابیہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم چومے۔ ۳۲۰

درخت نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا۔ ۳۲۱

صحابی نے باذنِ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے سرِ اقدس اور پاؤں مبارک کو بوسہ دیا۔ ۳۲۱

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوفہ کی جامع مسجد میں کچھ ائمہ کا مناظرہ۔ ۳۲۱

مناقب امام الائمہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ۳۲۳

مرد کا اپنی اہلیہ کو سلام کہنا جائز و ثابت ہے اس پر قرآن و حدیث سے دلائل۔ ۳۲۴

گھر میں داخل ہوتے وقت گھر والوں کو سلام کہو۔ ۳۲۴

حدیث میں تصریح کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ازواجِ مطہرات کو سلام فرماتے۔ ۳۲۷

نمازِ عیدین، جمعہ، فجر، عصر اور وعظ کے بعد مصافحہ اور عیدین کے بعد معانقہ جب منکراتِ شرعیہ سے خالی ہو تو جائز ہے اور بنیتِ محمودہ مستحب و مندوب ہے۔ ۳۲۷

مصافحہ و معانقہ کے فعل پر جہنمی و مردود و رافضی کا حکم لگانے والا خود ان الفاظ کا مستحق اور ضال و مضل و فاسق ہے۔ ۳۲۸

ہر نماز کے بعد مصافحہ سنت ہے۔ ۳۲۸

ہر ملاقات کے وقت مصافحہ سنت ہے۔ ۳۲۸

نمازِ فجر و عصر کے بعد مصافحہ سے متعلق شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ کا فتویٰ۔ ۳۲۸

مولوی اسمٰعیل دہلوی کا فتویٰ۔ ۳۲۹

عالمِ دین اور دوسرے بزرگوں کے ہاتھ چومنا مستحب و مسنون و محبوب ہے۔ ۳۳۰

ارشادات و اقوالِ ائمہ سے تائید۔ ۳۳۰

سلطان عادل کے ہاتھ چومنا جائز ہے۔ ۳۳۰

بعد نمازِ فجر مصافحہ ایک صورت میں مسنون اور ایک صورت میں مباح ہے۔ ۳۳۱

سلام کے جواب میں آداب عرض، تسلیمات یا بندگی کے الفاظ کہے یا صرف ہاتھ ماتھے تک اٹھا دیا تو گنہگار ہے کہ یہ الفاظ سلام نہیں اور صرف ہاتھ اٹھا دینا کوئی چیز نہیں جب تک اس کے ساتھ کوئی لفظ سلام نہ ہو۔ ۳۳۲

الفاظِ سلام و جوابِ سلام۔ ۳۳۲

سلام و جوابِ سلام کے لئے لوگوں نے جو الفاظ اور طریقے خود گھڑ لئے ہیں ان کی دو صورتیں ہیں اور دونوں صورتوں میں جواب سلام نہ ہوا۔ ۳۳۳

سلام کا جواب واجب کفایہ ہے۔ ۳۳۳

سلام و جوابِ سلام سے متعلق احادیثِ کریمہ ۳۳۳

یہود و نصاریٰ کا سلام۔ ۳۳۳

ایک حدیث کے اسناد کو امام ترمذی نے ضعیف کہا اس کی وجہِ ضعف پر گفتگو۔ ۳۳۳

Marfat.com

ابن لہیعہ راوی ضعیف ہے۔ ۳۳۴

منہ سے لفظِ سلام کہا جائے اور ساتھ ہی ہاتھ کا اشارہ بھی ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ ۳۳۵

حدیث سے مسئلہ مذکورہ کی تائید۔ ۳۳۶

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں کی جماعت کو سلام کیا۔ ۳۳۶

نمازِ فجر کے بعد بالالتزام مصافحہ کرنا مسنون ہے یا مستحب یا مکروہ یا عبث؟ ۳۳۷

بزرگانِ دین مثل پیر، مہتدیٰ و عالم سنی کے ہاتھ چومنا جائز و مستحب بلکہ سنت ہے۔ ۳۳۸

دنیا دار کے ہاتھ چومنا منع ہے۔ ۳۳۸

عباراتِ فقہاء سے تائید۔ ۳۳۸

ہاتھ چومنا فرض و واجب نہیں۔ ۳۳۹

پیر کا مریدوں کو ہاتھ پاؤں چومنے سے نہ روکنا جائز ہے۔ ۳۳۹

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے پاؤں چومنے کی صحابی کو اجازت دی۔ ۳۳۹

○ رسالہ ابر المقال فی قبلۃ الاجلال

(بوسۂ تعظیمی کے بارے میں صحیح ترین قول) ۳۴۱

غلافِ کعبہ کے ٹکڑے کو تعظیماً بوسہ دینے کے بارے میں سوال۔ ۳۴۱

بوسۂ تعظیم شرعاً و عرفاً انحاءِ تعظیم سے ہے۔ ۳۴۲

آستانۂ کعبہ، مصحف اور دست و پائے علماء و اولیاء کا بوسہ جائز ہے۔ ۳۴۲

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست و پائے اقدس اور مہرِ نبوت کو بوسہ دینا ثابت ہے۔ ۳۴۲

مہرِ نبوت کو بوسہ دینا ثابت ہے۔ ۳۴۲

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے منبر شریف کو مس کر کے اپنے چہرے سے لگایا۔ ۳۴۲

روضۂ اقدس پر حاضری اور سلام سنتِ صحابہ ہے۔ ۳۴۲

جس چیز کو معظمِ شرعی سے شرف حاصل ہوا کل وہ شرف بعد انتہائے مماست بھی باقی رہتا ہے۔ ۳۴۳

حرمین شریفین کے در و دیوار کو تبرکاً مس کرنا اور بوسہ دینا اہلِ حب و ولاء کا دستور ہے ۳۴۳

نقشِ نعل پائے حضور پُرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بوسہ دینے اور آنکھوں سے لگانے کے بارے میں علماء و مشائخ کرام کے ارشاداتِ عالیہ۔ ۳۴۵

نقشۂ روضۂ مقدسہ کی زیارت اور اس کو بوسہ دینے سے متعلق ارشاداتِ علماء۔ ۳۴۹

حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو کے پانی پر ہجوم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ۳۵۰

حرمین طیبین کی مجاورت کیوں ممنوع ہے۔ ۳۵۱

سلطان اشرف عادل نے دمشق شام میں مدرسہ اشرفیہ بنوایا اس میں ایک دار الحدیث

Marfat.com

اور نعل مقدس کے لئے ایک خاص مکان بنوایا جس کی زیارت ہر پیر اور جمعرات کو کرائی جاتی۔ ۳۵۱

مدرسہ دار الحدیث کے جلیل القدر اساتذہ کرام ۳۵۱ بوقتِ اذان وتلاوت نامِ اقدس صاحبِ لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سن کر انگوٹھے چومنا کیسا ہے۔ ۳۵۲

اعمالِ تصریفیہ میں اجتہاد کی گنجائش ہے۔ ۳۵۴

مزار کی چوکھٹ کو چومنا کیسا ہے۔ ۳۶۶

اصل کلی یہ ہے کہ تعظیم ہر منتسب بارگاہ کبریا بالخصوص محبوبانِ خدا انحاءِ تعظیم حضرت عزت جل وعلا سے ہے۔ ۳۶۶

تعظیم و توہین کا مدار عرف و عادت پر ہے ۳۶۶

ایک دقیقہ انیقہ (عجیب باریک نکتہ) ۳۶۸

الامور بمقاصدہا۔ ۳۶۹

انحناء (جھکنا) کسی کی تعظیم کے لئے کب ناجائز اور کب جائز ہے۔ ۳۶۹

حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا بستر بچھانا، وضو کرانا، نعلینِ اقدس سنبھالنا سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد تھا۔ ۳۷۰

صحابہ کرام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم مبارک چومے۔ ۳۷۱

ایک بزرگ کی دکھی ہوئی آنکھیں حدودِ مدینہ منورہ میں داخل ہوتے ہی صحیح ہوگئیں۔ ۳۷۴

زمین بوسی کب جائز اور کب ناجائز ہے ۳۷۵

امام اجل سید احمد رفاعی کیلئے دست رسول اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نمودار ہوا۔ ۳۷۵

صحابہ کرام منبر انور کو چھو کر چہروں پر لگاتے تھے۔ ۳۷۶

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بیعتِ رضوان والا درخت کیوں کٹوایا۔ ۳۷۶

کافر کو سلام کرنا حرام ہے۔ ۳۷۸

کس کس کو سلام کرنا جائز نہیں۔ ۳۷۸

کافر، مبتدع یا فاسق کو سلام کرنے کی ضرورت پیش آئے تو کیا حیلہ کرے۔ ۳۷۸

اولیاء، علماء اور معظمانِ دین کے ہاتھ پاؤں چومنا مستحب بلکہ مسنون ہے۔ ۳۷۹

دست بوسی اور قدمبوسی صحابہ کرام بلکہ خود زمانۂ رسالت سے رائج ہے۔ ۳۷۹

تلاوتِ قرآن کے دوران کسی کو سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا کیسا ہے۔ ۳۷۹

کن شخصوں کی تعظیم کے لئے تلاوتِ قرآن موقوف کرسکتا ہے۔ ۳۷۹

کسی کے پاؤں پڑنا یعنی پاؤں پر سر رکھ دینا ممنوع ہے۔ ۳۷۹

پاؤں کو بوسہ دینا اگر کسی معظم دینی کے لئے ہو تو جائز اور مالدار کی دنیوی تعظیم کے لئے ہو تو ناجائز ہے۔ ۳۷۹

اگر کسی دنیادار کے پاؤں کو مجبوراً بوسہ دینا پڑے تو دل میں کراہت رکھنا لازم ہے۔ ۳۸۰

Marfat.com

کسی کے سلام کے جواب میں جوابِ سلام کے بجائے کہا کہ تم بہت جھوٹے ہو تمھارا سلام لینا درست نہیں اس پر شرعاً کیا حکم ہے ۔ ۳۸۰

وہابی، رافضی، غیر مقلد، قادیانی، نیچری اور چکڑالوی کے سلام کا جواب نہیں دینا چاہئیے ۳۸۱

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے بدمذہب کے سلام کا جواب نہیں دیا ۔ ۳۸۱

غیر کعبہ معظمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے ۔ ۳۸۲

غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے ۔

بوسۂ قبر میں علماء کا اختلاف ہے اور احوط منع ہے ۔ ۳۸۲

ہر جگہ کے لئے ایک مناسب گفتگو، ہر گفتگو کیلئے کچھ خاص مرد، ہر مرد کے لئے کچھ کہنے کی گنجائش اور ہر گنجائش کے لئے ایک انجام ہے ۔ ۳۸۲

طواف قبر کے بارے میں مولوی محمد عبدالحمید پانی پتی کا طویل استفتاء ۔ ۳۸۲

مصنف علیہ الرحمہ کی تحقیق کہ طوافِ مزارات حرام ہے یا شرک یا مباح ۔ ۳۸۶

طواف کا لغوی، عرفی اور شرعی معنیٰ ۔ ۳۸۶

نیت وغایت کا اختلاف حقیقت کی تغیر نہیں کرتا ۔ ۳۸۷

نیت وغایت رکن شئی نہیں ۔ ۳۸۷

نیت شرطِ نماز ہے نہ کہ رکنِ نماز ۔ ۳۸۷

فعل اختیاری کو تصور بوجہٍ ما و تصدیق بفائدۃٍ ما سے چارہ نہیں ۔ ۳۸۷

فعل کبھی مقصود لذاتہ ہوتا ہے جیسے نماز، اور کبھی مقصود لغیرہٖ جیسے وضو ۔ ۳۸۷

طواف کبھی مقصود لذاتہ ہوتا ہے کبھی مقصود لغیرہٖ ۔ ۳۸۷

طواف کی غایت مقصودہ تعظیم ہی میں منحصر نہیں بلکہ کبھی غیر تعظیم کے لئے بھی ہوتا ہے ۔ ۳۸۷

طواف کی اقسام اربعہ اور ان کے احکام ۳۸۷

قسم اول : نہ طواف مقصود لذاتہ ہو نہ اس کی غایت نفس تعظیم ۔ ۳۸۷

قسم دوم : طواف مقصود لذاتہ ہو اور غایت غیر تعظیم ۔ ۳۸۸

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھجوروں کے ڈھیر کا طواف کیا، اس پر بیٹھ گئے جس سے کھجوریں بڑھ گئیں ۔ ۳۸۸

امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ راتوں کو مدینہ منورہ کا طواف کیا کرتے ۔ ۳۸۹

دورانِ گشت ایک گھر سے بچوں کے رونے کی آواز سن کر امیر المومنین رضی اللہ عنہ خود اپنی پشت پر بیت المال سے آٹا وغیرہ اٹھا کر لائے اور کھانا تیار کرکے بچوں کو کھلایا اور انھیں ہنسایا ۔ ۳۸۹

قسم سوم : طواف وسیلۂ مقصود ہو اور غایت تعظیم ہو ۔ ۳۹۰

قسم چہارم : طواف مقصود لذاتہ ہو اور غایت

تعظیم، اسی کا نام طواف تعظیمی ہے۔ ۳۹۱

اوضاع بدن کہ عبادت میں مقرر کئے گئے ہیں تین نوع ہیں اور تینوں کے احکام۔ ۳۹۱

رکوع تک انحنا کبھی تعظیم کے لئے اور کبھی بلا تعظیم بلکہ کبھی برائے توہین بھی ہوتا ہے ۳۹۱

بارگاہِ رسالت اور روضۂ مطہرہ پر حاضری وقیام کے آداب۔ ۳۹۲

طواف کبھی مستقیم ہوتا ہے جیسے صفا و مروہ کے درمیان، اور کبھی مستدیر جیسے گردِ کعبہ۔ ۳۹۳

اوضاعِ تعظیمیہ برائے عبادت کی اقسامِ ثلثہ میں سے طواف قسم دوم سے تعلق رکھتا ہے ۳۹۳

آدابِ زیارت روضۂ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ۳۹۳

طوافِ قبر کے جواز کی ایک صورت اور اس کی نفیس توجیہ۔ ۳۹۴

روضۂ رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر ستر ہزار فرشتے صبح اور ستر ہزار شام کو اُترتے اور درود و سلام پیش کرتے ہیں۔ ۳۹۴

محبوبانِ خدا کے مقام متفاوت ہوتے ہیں اور افاضۂ برکات میں ان کے احوال مختلف ہوتے ہیں۔ ۳۹۴

مفیض و مستفیض میں کچھ نسبت خفیہ ہوتی ہے۔ ۳۹۴

حضرت خواجہ شیخ شہاب الدین سہروردی ایامِ منیٰ میں مسجد خیف کی صفوں کا دورہ فرماتے کہ کسی کاملی کی نظر پڑ جائے۔ ۳۹۴

اولیاءِ کرام وارثان سرکار رسالت ہیں۔ ۳۹۵

تعرض نفحات رحمۃ اللہ کا خود حدیث میں حکم ہے۔ ۳۹۵

تعرض نفحات کی شان ہی یہ ہے کہ شاید ولعل پر ہو۔ ۳۹۵

مزاراتِ اولیاءِ کرام ہر طرف سے ممر اقدام صلحائے عظام ہوتے ہیں۔ ۳۹۵

حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے شہروں اور جنگلوں میں دورے کرنے کی وجہ۔ ۳۹۵

ایک نکتہ دقیقہ۔ ۳۹۵

شریعت مطہرہ نے انسان کے سر سے پاؤں تک جمیع جہات میں جدا جدا احکام رکھے ہیں ۳۹۵

احکام مختلفہ کے ثواب بھی مختلف رنگ کے ہیں۔ ۳۹۵

سر سے پاؤں تک جملہ جوارح میں معاصی جدا جدا ہیں۔ ۳۹۵

ہر معصیت ایک جدا رنگ کا مرض ہے۔ ۳۹۵

ہر مرض کا علاج اس کی ضد سے ہے۔ ۳۹۵

مریض معاصی اس سراپا مجموعہ برکات کے گرد دورہ کرتا ہے کہ اس کے عضو و ہر جہت کا مرض دور کرے۔ ۳۹۵

حجاج نے لوگوں کو حجرۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طواف کرتے دیکھ کر غلیظ لفظ کہا جس پر فقہاء نے اس کی تکفیر کی۔ ۳۹۵

حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ نے دورانِ

Marfat.com

سفرِ حج ایک قطب کو دیکھا جس نے انھیں اپنے گرد طواف کرنے کو کہا، اس واقعہ سے متعلق مولانا روم کے اشعار۔ ۳۹۶

ترجمۂ اشعار۔ ۳۹۷

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور طوافِ قبور۔ ۳۹۸

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا بیان کردہ نسخۂ کشفِ قبور و کشفِ ارواح۔ ۳۹۸

تحفۃ الموحدین شاہ ولی اللہ صاحب کی کتاب نہیں کسی وہابی نے ان کی طرف منسوب کر دی ہے۔ ۳۹۸

عقائد امام احمد بن حنبل نامی کتاب میں جھوٹے عقائد کو امام صاحب کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ ۳۹۹

طوافِ قبر سے متعلق خلاصۂ کلام ۳۹۹

مسلمان پر بدگمانی حرام ہے۔ ۳۹۹

گمانِ خبیث دلِ خبیث سے پیدا ہوتا ہے۔ ۴۰۰

ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مقامے دارد۔ ۴۰۰

طواف تعظیمی غیر خدا کے لئے حرام ہے۔ ۴۰۱

اللہ تعالیٰ کے لئے کعبۂ معظمہ اور صفا و مروہ کے سوا کوئی اور طواف مقرر کیا تو ناجائز ہے۔ ۴۰۱

تعظیمِ الٰہی بطواف امکنہ امر تعبدی غیر معقول المعنیٰ ہے۔ ۴۰۱

افعالِ حج تعبدی ہیں۔ ۴۰۱

منسک و مسلک ضرور کتبِ معتمدہ ہیں اور ان کے مصنفین اپنا اجتہاد نہیں لکھتے بلکہ مذہب لکھتے ہیں۔ ۴۰۱

بوسۂ قبر کے جواز و عدمِ جواز سے متعلق مولوی محمد عبد الحمید پانی پتی کا طویل استفتاء۔ ۴۰۱

بوسۂ قبر کے جواز میں اختلاف کی بحث اور مصنف علیہ الرحمہ کی تحقیق و تنقیح۔ ۴۰۳

عوام کے لئے بوسۂ قبر میں منع ہی احوط ہے

بوسۂ قبر کا داعی محبت ہے۔ ۴۰۳

مروان نے ایک شخص کو قبرِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر منہ رکھنے سے روکا تو اس نے ایمان افروز جواب دیا۔ ۴۰۳

حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روضۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضری اور اس پر اپنا چہرہ ملنا۔ ۴۰۴

ابن المنکدر تابعی قبرِ رسول سے شفاء حاصل کرتے۔ ۴۰۵

امام سبکی دار الحدیث میں اس بچھونے پر جس پر امام نووی قدم رکھتے تھے ان کے قدم کی برکت حاصل کرنے کے لئے اپنا چہرہ ملا کرتے تھے۔ ۴۰۶

مزامیر ناجائز ہیں۔ ۴۰۷

سجدہ غیر خدا کو قطعی حرام ہے۔ ۴۰۷

سجدہ تحیہ پہلی شریعتوں میں حلال تھا ہماری

Marfat.com

شریعت نے حرام فرما دیا۔ ۴۰۷

شریعتِ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حقیقی بہن سے نکاح حلال تھا۔ ۴۰۷

مزامیر وسجدہ تحیہ کو جائز قرار دینے والے پیر اور اس کے مرید قابلِ امامت نہیں۔ ۴۰۷

السلام علیکم کے جواب میں بھی یہی لفظ کہہ دینا کیسا ہے۔ ۴۰۷

سلام کے جواب میں لفظ آداب، تسلیمات اور بندگی وغیرہ کہنا کیسا ہے۔ ۴۰۷

سلام کا اور اس کے جواب کا بہتر و آسان طریقہ کیا ہے۔ ۴۰۸

ایک شخص نے مجلس میں سلام کہا اور فوراً پلٹ گیا تو کیا اس کو جاتے وقت بھی سلام کہنا چاہیے۔ ۴۰۸

بار بار کی ملاقات میں مصافحہ کرنا چاہیے یا نہیں اور کن مواقع پر مصافحہ ضروری ہے ۴۰۸

کسی کو نصیحت وہدایت کرنے پر قدرت کے باوجود خاموش رہنے والے پر کیا حکم ہے۔ ۴۰۸

منافقانہ طریقے پر سلام کرنا اور ملنا کیسا ہے۔ ۴۰۸

خارج نماز آیتِ سجدہ تلاوت کی گئی تو اس کو سن کر نمازی پر سجدہ واجب نہ ہوگا ۴۰۹

نمازی کی تلاوت سے خارج نماز پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں۔ ۴۰۹

ختمِ نماز پر سلام کی حکمت۔ ۴۰۹

کن الفاظ سے عورتوں کو سلام اور جوابِ سلام کہا جائے ۴۰۹

ایک دقیقہ واجب اللحاظ۔ ۴۱۰

نمازوں کے بعد مصافحہ جائز ہے۔ ۴۱۰

پیر کی تصویر کو بوسہ دینا، احترام سے رکھنا اور سجدہ تحیہ کرنا کیسا ہے۔ ۴۱۱

سجدۂ عبادت، سجدۂ تحیہ، سجدۂ تعظیم، سجدۂ شکر اور تقبیلِ ارض کی تعریفات اور ان میں فرق کیا ہے۔ ۴۱۲

نمازِ عیدین کے بعد مصافحہ جائز ہے۔ ۴۱۴

لوگوں کی عادت سے خروج باعثِ شہرت و مکروہ ہے۔ ۴۱۵

عالمِ دین، سلطانِ اسلام اور اپنے استاذ کی تعظیم مسجد اور مجالسِ خیر میں کی جائے گی البتہ قدموں پر سر رکھنا جہالت ہے۔ ۴۱۵

مصافحہ کرتے وقت درود شریف پڑھنا چاہیے۔ ۴۱۶

بلاضرورت سلام میں فقط اشارہ پر قناعت بدعت اور سنتِ یہود ونصاریٰ ہے البتہ سلامِ مسنون کے ساتھ محلِ حاجت عرفیہ میں اشارہ بھی ہو تو جائز ہے۔ ۴۱۶

قدم بوسی اور سجدۂ تحیہ کے بارے میں سوال کا جواب۔ ۴۱۷

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم چومے اور آپ نے منع نہ فرمایا۔ ۴۱۷

Marfat.com

سجدۂ تحیہ پہلی شریعتوں میں جائز تھا۔ ۴۱۷
ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ ۴۱۷
یعقوب علیہ السلام، ان کی زوجہ اور گیارہ بیٹوں نے یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ ۴۱۷
حضرت یحیٰی علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سجدہ کیا جبکہ دونوں ہی شکم مادر میں تھے ۴۱۷
علماء حرمین نے علماء دیوبند کی نام بنام تکفیر کی۔ ۴۱۷
نماز پنجگانہ کے بعد مسجد میں نمازیوں کا ایکدوسرے سے مصافحہ کرنا جائز اور بنیت حسنہ مستحب و مستحسن ہے، اور جہاں مسلمانوں میں اسکی عادت ہو وہاں انکار کر کے تفرقہ و فتنہ پیدا کرنا جہالت اور بربنائے اصول وہابیت ہو تو صریح ضلالت ہے۔ ۴۱۸
بوسۂ قبر کے مسئلہ میں بہت اختلاف ہے عوام کے لئے زیادہ احتیاط منع میں ہے۔ ۴۱۹
ابتداءِ سلام کہاں سنت اور کہاں مکروہ ہے۔ ۴۱۹
کن لوگوں پر جوابِ سلام واجب نہیں۔ ۴۱۹
ساداتِ کرام کی تعظیم فرض اور توہین حرام ہے ۴۲۰
اولادِ رسول صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم، انصار اور عرب کا حق نہ پہچاننے والا تین علتوں سے خالی نہیں۔ ۴۲۰
محبتِ آلِ اطہار کے بارے میں متواتر حدیثیں بلکہ آیتِ قرآنی ہے۔ ۴۲۱
سچے محبانِ اہلبیت کرام کے لئے روزِ قیامت نعمتیں، برکتیں اور راحتیں ہیں۔ ۴۲۲
سید و غیر سید دونوں عالمِ دین سنی صحیح العقیدہ اور صدارت کے اہل ہوں تو سید کو ترجیح ہوگی۔ ۴۲۲
سید سنی المذہب کی تعظیم لازم ہے اگرچہ اس کے اعمال کیسے ہی ہوں ان اعمال کے سبب اس سے تنفر نہ کیا جائے بلکہ نفس اعمال سے تنفر کیا جائے۔ ۴۲۳
سید کی بدمذہبی اگر حدِ کفر تک پہنچ گئی ہو تو اسکی تعظیم حرام کہ اب وہ سید ہی نہ رہا۔ ۴۲۳
فضل نسب منتہائے نسب کی افضلیت پر ہے ۴۲۳
فضل دو طرح کا ہے ایک فضل ذاتی دوسرا فضل انتساب۔ ۴۲۳
آیۂ کریمہ "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" میں فضل ذاتی مراد ہے۔ ۴۲۳
تعظیمِ سادات بوجہ فضل انتساب در اصل تعظیمِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ ۴۲۳
سجدہ دو قسم ہے سجدۂ عبادت اور سجدۂ تحیہ، اوّل غیر خدا کے لئے کفر ہے اور ثانی غیر خدا کے لئے حرام ہے۔ ۴۲۳
کفر و شرک کبھی کسی شریعت میں جائز نہیں ہوسکتا۔ ۴۲۳
○ رسالہ الزبدۃ الزکیۃ فی تحریم سجود التحیۃ (متعدد قرآنی آیات، چالیس حدیثوں اور ڈیڑھ سو نصوصِ فقہ سے

Marfat.com

- سجدۂ تعظیمی کی حرمت کا ثبوت۔ ۴۲۵
- غیر اللہ کو سجدۂ عبادت شرک مہین ہے۔ ۴۲۹
- غیر اللہ کو سجدۂ تحیت حرام و گناہِ کبیرہ ہے۔ ۴۲۹
- سجدۂ تحیت کی تکفیر جو جماعتِ فقہاء سے منقول ہے وہ کفر صوری پر محمول ہے۔ ۴۳۰
- پیر و مزار کو سجدۂ تحیت نہ تو مباح ہے اور نہ ہی شرکِ حقیقی۔ ۴۳۰
- محال ہے کہ مولیٰ عزوجل کبھی کسی مخلوق کو اپنا شریک کرنے کا حکم دے اگرچہ پھر اسے بھی منسوخ فرمائے۔ ۴۳۰
- ملائکہ میں سے کوئی کسی کو ایک آن کے لئے بھی شریکِ خدا نہیں بنا سکتا۔ ۴۳۰
- وہابیہ کی طرف سے سجدۂ تحیت کو شرک ٹھہرانے سے متعدد قبائح کا لزوم۔ ۴۳۰
- جو شرک نہ ہو اس کا جائز و روا ہونا ضروری نہیں۔ ۴۳۰
- رسالہ ہذا چھ فصلوں پر مشتمل ہے جن کا اجمالی بیان۔ ۴۳۱
- فصل اول، قرآن کریم سے سجدۂ تحیت کی تحریم۔ ۴۳۲
- آیت کریمہ ما کان لبشر الآیۃ کا شانِ نزول۔ ۴۳۳
- شانِ نزول میں دوسرا قول۔ ۴۳۳
- آیۃ کریمہ بعد اذ انتم مسلمون میں مخاطب مسلمان ہیں نہ کہ نصاریٰ۔ ۴۳۳
- صحابہ کرام نے خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سجدۂ تحیت کی اجازت مانگی تھی نہ کہ سجدۂ عبادت کی۔ ۴۳۴
- دعویٰ مذکور پر تین وجوہ سے استدلال۔ ۴۳۵
- سجدۂ عبادت کو جائز مان کر کوئی مسلمان نہیں رہتا۔ ۴۳۵
- ایأمرکم بالکفر الآیۃ میں کفر سے کیا مراد ہے۔ ۴۳۵
- ایک آیت کے کئی شانِ نزول ہو سکتے ہیں۔
- قرآن کریم اپنی جمیع وجوہ پر حجت ہے۔ ۴۳۷
- سجدۂ تحیت ایسا سخت حرام ہے کہ مشابہ کفر ہے۔ ۴۳۷
- فصل دوم: چالیس حدیثوں سے تحریم سجدۂ تحیت کا ثبوت۔ ۴۳۷
- حدیث میں چہل حدیث کی بہت فضیلت آئی ہے۔ ۴۳۷
- ائمہ و علماء نے رنگ رنگ کی چہل حدیثیں لکھی ہیں۔ ۴۳۷
- غیر خدا کو سجدہ کی حرمت سے متعلق احادیث دو نوع ہیں۔ ۴۳۷
- نوعِ اول سجدۂ غیر کی مطلقاً ممانعت
- حدیث اول ۴۳۷
- شوہر کا عورت پر کیا حق ہے۔ ۴۳۸
- اللہ تعالیٰ نے عورت پر شوہر کی فضیلت رکھی۔ ۴۳۸

Marfat.com

حدیث دوم ۴۳۸
اونٹ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ
وسلم کو سجدہ کیا۔ ۴۳۸
حدیث سوم ۴۳۹
بگڑے ہوئے اونٹ نے نبی اقدس صلی اللہ
تعالےٰ علیہ وسلم کے سامنے سرِ تسلیم
خم کر دیا۔ ۴۳۹
اگر بشر کو سجدہ روا ہوتا تو عورت کو حکم ہوتا
کہ شوہر کو سجدہ کرے۔ ۴۴۰
حدیث چہارم ۴۴۰
بکریوں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام
کو سجدہ کیا۔ ۴۴۰
حدیث پنجم ۴۴۱
بے قابو شتر آب کش سجدے میں گر گیا۔ ۴۴۱
حدیث ششم ۴۴۱
اونٹ بولتا ہوا آیا اور بارگاہِ رسالت میں
سجدہ کیا۔ ۴۴۲
اونٹ نے فریاد کی اور سرکار نے اس پر
کرم فرمایا۔ ۴۴۲
حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانوروں
کی بولی سمجھتے ہیں۔ ۴۴۲
حدیث ہفتم ۴۴۲
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چوپائے اور
درخت سجدے کرتے ہیں۔ ۴۴۲
رب تعالےٰ کی عبادت کرو اور نبی کریم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کرو۔ ۴۴۲
حدیث ہشتم ۴۴۳
بے قابو اونٹ کو حضور کے سامنے سجدہ
کرتے دیکھ کر قوم میں سبحان اللہ سبحان اللہ
کا شور اٹھا۔ ۴۴۳
حدیث نہم ۴۴۳
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دو مست
اونٹوں نے سجدہ کیا آپ نے دونوں کے
سر پکڑ کر مالک کے حوالے کیا اور فرمایا ان
سے کام لو اور خوب چارہ دو۔ ۴۴۴
صحابہ کرام کا اعتقاد کہ نعمتیں اور دنیا و
آخرت کی ہلاکتوں سے نجات حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی برکت اور آپ کے صدقے میں
ملتی ہیں۔ ۴۴۴
حدیث دہم ۴۴۴
حدیث یازدہم ۴۴۵
سرکار دو عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم
کے لئے دو درختوں نے مل کر پردہ بنایا
اور قضائے حاجت کے بعد واپس اپنی جگہ
پر چلے گئے۔ ۴۴۵
ایک بچے پر شیطان کا اثر تھا جسے حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دور فرمادیا۔ ۴۴۵
اونٹ نے فریاد کی تو حضور نے خرید کر
اس کو آزاد چھوڑ دیا۔ ۴۴۶
حدیث دوازدہم ۴۴۶

Marfat.com

حضور کے بلانے پر درخت جڑوں کو اکھاڑتا ہوا حاضرِ خدمت ہوا اور کہا السلامُ علیک یا رسول اللہ۔ ۴۴۶

صحابی نے حضور کی اجازت سے آپ کے سر اور پاؤں کو بوسہ دیا۔ ۴۴۷

حدیث سیزدہم ۴۴۷

شام کے نصاریٰ اپنے پادریوں اور سرداروں کو سجدہ کرتے تھے۔ ۴۴۸

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سجدہ کرنے سے منع فرمادیا۔ ۴۴۸

حدیث چہاردہم ۴۴۸

حدیث پانزدہم ۴۴۹

اہلِ یمن ایک دوسرے کو سجدہ کرتے تھے۔ ۴۴۹

حدیث شانزدہم ۴۴۹

حدیث ہفدہم تا حدیث بست و یکم ۴۵۰

حدیث بست و دوم ۴۵۰

تذییل اول: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلمان فارسی کو سجدہ سے روک دیا۔ ۴۵۰

تذییل دوم: سلطنت نصاریٰ کا سفیر حضرت کے پاس آیا سجدہ کرنا چاہا مگر آپ نے روک دیا۔ ۴۵۱

حدیث بست و سوم ۴۵۱

تعظیماً جھکنا ممنوع ہے۔ ۴۵۱

نوعِ دوم: قبر کی طرف سجدہ کرنے کی ممانعت ۴۵۱

حدیث بست و چہارم ۴۵۱

قبروں کی طرف نماز نہ پڑھو اور نہ ان پر بیٹھو

حدیث بست و پنجم ۴۵۲

نہ قبر کی طرف منہ کرکے نماز پڑھو نہ ہی قبر پہ نماز پڑھو۔ ۴۵۲

حدیث بست و ششم ۴۵۲

حدیث بست و ہفتم ۴۵۲

کسی آدمی کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کی ممانعت۔ ۴۵۲

حدیث بست و ہشتم ۴۵۲

حدیث بست و نہم ۴۵۳

یہود و نصاریٰ نے قبورِ انبیاء کو محلِ سجدہ بنایا جس کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان پر لعنت و ہلاکت کی دُعا کی۔ ۴۵۳

حدیث سیم ۴۵۳

حدیث سی و یکم ۴۵۴

حدیث سی و دوم ۴۵۴

سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرضِ وصال کے احوال۔ ۴۵۴

حدیث سی و سوم ۴۵۵

حدیث سی و چہارم ۴۵۵

لوگوں میں سے بدترین مخلوق کون ہے

حدیث سی و پنجم ۴۵۵

حدیث سی و ششم و سی و ہفتم ۴۵۵

Marfat.com

حدیث سی و ہشتم ۴۵۶
حدیث سی و نہم ۴۵۶
حدیث چہلم ۴۵۶
افادہ: یہود و نصاریٰ پر لعنت کیوں فرمائی گئی۔ ۴۵۶
اتخاذ القبور مسجدًا کی دو صورتیں۔ ۴۵۷
مصنف کی تحقیق کہ صورتِ دوم اظہر و ارجح ہے۔ ۴۵۷
نصرانی یہود سے بدتر کس وجہ سے ہے۔ ۴۵۷
فصل سوم: ڈیڑھ سو نصوصِ فقہ سے سجدۂ تحیہ حرام ہونے کا ثبوت، اور وہ دو نوع ہے۔ ۴۵۸
نوع اول تین قسم پر ہے۔ ۴۵۸
قسم اول: نفس سجدہ کا حکم کہ غیر خدا کیلئے مطلقًا حرام ہے۔ ۴۵۸
مصنف علیہ الرحمہ کی تحقیق کہ تحریم سجدہ متفق علیہ ہے اور تکفیر میں چھ قول ہیں۔ ۴۵۸
زمین پر ماتھا رکھنا رخسارہ رکھنے سے بدتر ہے ۴۵۹
ظہیریہ میں علی الاطلاق تکفیر کا حکم جزمی نہیں بلکہ بعض کی طرف نسبت ہے۔ ۴۵۹
بلا اکراہ غیر اللہ کو سجدہ پر تکفیر کے بارے میں امام عینی علامہ قہستانی سے اوثق ہیں۔ ۴۶۰
دعوی اتفاق بے محل ہے۔ ۴۶۱
غیر خدا کو سجدہ کبھی کفر ہے اور کبھی صرف حرام۔ ۴۶۱
بادشاہ یا سردار کے سامنے زمین بوسی اور سجدہ کرنے والے کا حکم۔ ۴۶۲
صدر شہید کی عبارت کی توضیح۔ ۴۶۵
غیر خدا کو سجدۂ تحیہ شراب پینے اور سور کھانے سے بدتر ہے۔ ۴۶۶
جہال کا اپنے پیروں کو سجدہ کرنا بالاجماع گناہ کبیرہ ہے۔ اگر جائز سمجھے تو کافر ہے۔ ۴۶۹
اپنے مریدوں کو اپنے آگے سجدہ کرنے کا حکم دینے والے یا اس کو پسند کرنے والے پیر کا حکم۔ ۴۶۹
قسم دوم: سجدہ تو سجدہ زمین بوسی حرام ہے ۴۷۰
زمین بوسی حقیقتًا سجدہ نہیں۔ ۴۷۱
قسم سوم: زمین بوسی بالائے طاق رکوع کے قریب تک جھکنا منع ہے۔ ۴۷۱
نوع دوم: متعلق مزارات، اور یہ بھی تین قسم ہے۔ ۴۷۴
قسم اول: مزارات کو سجدہ یا اسکے سامنے زمین چومنا حرام اور حدِ رکوع تک جھکنا ممنوع ہے۔ ۴۷۴
مصنف علیہ الرحمہ کی تحقیق کہ بوسہ میں اختلاف ہے اور احوط منع ہے۔ ۴۷۵
چھونا اور چمٹنا بوسہ کی مثل ہے۔ ۴۷۵
قسم دوم: مزار کو سجدہ درکنار کسی قبر کے سامنے اللہ عزوجل کو سجدہ جائز نہیں۔ ۴۷۶
قبر کے سامنے رکوع و سجود والی نماز مکروہ ہے۔ ۴۷۷

Marfat.com

نماز جنازہ قبر کے سامنے پڑھ سکتے ہیں۔ ۴۷۸

بلا جنازہ دفن کے بعد قبر پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی جب تک ظن سلامت ہے۔ ۴۷۸

قسم سوم: قبر کی طرف مسجد کا قبلہ ہونا منع ہے۔ ۴۷۸

قبر کے سامنے نماز ممنوع ہے چاہے مسجد میں ہو، مکان میں ہو یا صحرا میں۔ ۴۷۹

سامنے قبر ہو تو نمازی سترہ رکھ لے۔ ۴۷۹

سترہ کی مقدار کیا ہے۔ ۴۷۹

امام کا سترہ ساری جماعت کو کافی ہے۔ ۴۷۹

مسجد کا قبلہ جانبِ قبر نہ ہو اور نہ ہی جانبِ حمام۔ ۴۷۹

مسجد البیت کے قبلہ میں حمام یا بیت الخلاء ہو تو کچھ حرج نہیں، نہ ہی قبر میں مضائقہ۔ ۴۷۹

مسجد البیت میں جُنبی کو جانا بلکہ جماع جائز ہے ۴۷۹

تحریم سجدۂ تحیۃ کے بارے میں مصنف علیہ الرحمہ کی تحقیق جو چار فصلوں پر مشتمل ہے۔ ۴۸۰

فصل اول ۴۸۱

صحابہ و ائمہ و اولیاء و کتب پر بکر کے افتراء، خود اسی کے مستندات سے تحریم سجدۂ تحیہ کا ثبوت۔ ۴۸۱

فصل دوم ۴۹۷

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر بکر کے افتراء اور حدیث سے سجدۂ تحیہ کی تحریم کا ثبوت۔ ۴۹۷

"کلامی لا ینسخ کلام اللہ" حدیث منکر، باطل اور موضوع ہے۔ ۴۹۷

جبرون متہم ہے۔ ۴۹۷

مذہب حنفی میں آیت حدیث سے منسوخ ہوسکتی ہے۔ ۴۹۷

احکام میں حضور پرنور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا کلام اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہے۔ ۴۹۷

کلامِ خدا کلامِ خدا سے منسوخ ہوسکتا ہے۔ ۴۹۷

وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحیٌ یوحیٰ۔ ۴۹۸

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشانی پر سجدہ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ میں بڑا فرق ہے۔ ۴۹۸

بکر نے سندِ حدیث میں غلطی کی جو اس کی بے علمی ہے۔ ۴۹۸

بے علمی میں بکر نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر افترا کیا۔ ۴۹۸

حدیث "صدّق رؤیاك" کا معنیٰ۔ ۴۹۹

ممانعتِ سجدہ سے متعلق حدیثِ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں بکر کی تحریف۔ ۴۹۹

حدیثِ ام المومنین رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا صحیح مفہوم۔ ۴۹۹

انتفائے جزاء انتفائے شرط ہے۔ ۴۹۹

طرفہ جہالتِ بکر۔ ۵۰۰

Marfat.com

حدیث قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سجدۂ غیر کی حرمت پر استدلال۔ ۵۰۰
دین میں چالاکیاں مسلمان کو نازیبا ہیں۔ ۵۰۱
بکر نے لاینبغی لبشر ان یسجد لغیر کو حدیث اُمّ المومنین کا تتمہ سمجھا حالانکہ یہ اس سے الگ حدیث سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ ۵۰۲
ممانعتِ سجدہ کی احادیث چار الگ الگ واقعات پر مشتمل ہیں۔ ۵۰۲
بکر کی کج فہمی کہ صحابہ کی خواہشِ سجدہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سجدۂ عبادت کی خواہش سمجھا۔ ۵۰۲
بدگمانی سے بچو کہ کچھ گمان گناہ ہیں (آیۃ) ۵۰۳
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بدعقیدگی کا گمان کرنے والا مستحقِ جہنم ہے۔ ۵۰۳
جو شخص رسول کو کفر وارتداد پر سکوت کرنیوالا ٹھہرائے وہ خود کفر وارتداد کے گھاٹ پر پہنچ گیا۔ ۵۰۴
حدیث میں ہے کہ کوئی شخص ایک بات کہتا ہے اور اس میں کوئی برائی نہیں سمجھتا اس کے سبب ستر برس کی راہ جہنم میں اُتر جاتا ہے۔ ۵۰۴
ہر چیز مجھ کو اللہ کا رسول جانتی ہے سوائے کافر جن اور آدمیوں کے۔ (الحدیث) ۵۰۵
بے شک سجدہ افعالِ عبادت سے ہے۔ ۵۰۵
سجدۂ عبادت اور سجدۂ تحیت میں سوائے نیت کے کوئی فرق نہیں۔ ۵۰۵
اخلاصِ عبادت یہ ہے کہ عبادتِ غیر کی مشابہت سے بھی بچے۔ ۵۰۵
حدیثِ قیس، حدیثِ معاذ اور حدیثِ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بکر نے کیوں چھپایا۔ ۵۰۶
حضور عالمِ ماکان ومایکون ہیں، صدیوں بعد ہونے والے حالات کی خبر پہلے ہی دے دی۔ ۵۰۸
بکر کا استدلال مان لیا جائے تو کتا، گدھا اور سُور کے اجزاءِ کثیرہ حلال ہو جائیں گے ۵۰۹
تین اصول شرع سنّت، اجماع اور قیاس کو رد کرنا مذہب چکڑالوی ہے۔ ۵۰۹
فصل سوم ۵۰۹
اللہ عزوجل پر بکر کے افتراء اور خود اسی کے منہ قرآن سے تحریم سجدۂ تحیت کا ثبوت۔ ۵۰۹
سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افتراء خود اللہ تعالیٰ پر افتراء ہے۔ ۵۰۹
اللہ تعالیٰ پر بکر کا پہلا افتراء۔ ۵۰۹
دوسرا افتراء۔ ۵۱۰
آیت کریمہ "فاینما تولوا فثم وجہ اللّٰہ" حسبِ حدیث ترمذی شریف قبلہ تحری میں ہے۔ ۵۱۰
تیسرا افتراء۔ ۵۱۰
تقرر قبلہ روزِ اوّل سے ہے۔ ۵۱۰
چوتھا افتراء۔ ۵۱۱

Marfat.com

سجدۂ تحیت اور سجدۂ عبادت کا امتیاز اللہ تعالیٰ اور خود ساجد کے نزدیک نیت سے ہے۔	۵۱۱
اللہ تعالیٰ لغو وفضول اور ناقص و مدخل سے منزہ ہے۔	۵۱۱
بکر کا یہ قول کہ خدا نے اپنی عبادت کے سجدے کے لئے کعبہ کو سمت قرار دیا تاکہ سجدۂ عبادت وسجدۂ تعظیم میں امتیاز ہوجائے یہ باطل ہے کیونکہ یہ دو حال سے خالی نہیں اور وہ دونوں کفر صریح ہیں۔	۵۱۱
بکر کی دلیل سے مندروں میں بتوں کو سجدے جائز ہوگئے۔	۵۱۲
اب ناسخ کا ناسخ کوئی نہیں۔	۵۱۲
پانچواں افتراء	۵۱۲
تفسیر بالرائے ممنوع ہے۔	۵۱۲
نصوص کو ظاہری معنیٰ سے پھیر کر اہلِ باطن کی طرح باطنی معنیٰ لینا الحاد ہے۔	۵۱۲
اس سے بڑھ کر جھوٹا کون جیسے قرآن مجید جھٹلائے۔	۵۱۳
کلامِ الٰہی میں معنوی تحریف کی ایک صورت۔	۵۱۳
مجوزِ سجدۂ تحیت بکر کی ناپاک بدزبانیاں۔	۵۱۴
بکر کی قرآن وحدیث وفقہ واجماع اور ائمہ و اولیاء پر ایک ملعون تہمت۔	۵۱۴
نوعِ بشر میں عصمت خاصۂ انبیاء ہے۔	۵۱۵
اتباع جمہور کا ہوگا۔	۵۱۵
قولِ شاذ ماننے والے پر شرعی الزام شدید عائد ہوگا۔	۵۱۵
قولِ مرجوح پر فتویٰ اور حکم جہل اور خرقِ اجماع ہے۔	۵۱۵
اجماعِ امت کا توڑنے والا فاسق ہے۔	۵۱۵
سیدنا محبوبِ الٰہی رضی اللہ عنہ اور ان کے پیرانِ عظام محبوبانِ خدا ہیں۔	۵۱۵
تنبیہ: رسالہ مقالی عرفاء باعزاز شرع و علماء کا تعارف۔	۵۱۵
شریعتِ مطہرہ سب پر حجت ہے اور شریعتِ مطہرہ پر کوئی چیز حجت نہیں۔	۵۱۵
اولیاءِ کاملین سے جو قول، فعل، حال بظاہر خلافِ شرع منقول ہو تو چار وجوہ سے اس کا دفاع ہوگا۔	۵۱۶
ثبوتِ کامل کے بغیر کسی مسلمان کی طرف کبیرہ کی نسبت کرنا جائز نہیں۔	۵۱۶
آج کل حضرات اولیاء کے نام سے بہت سی جعلی کتابیں نظم ونثر میں شائع ہو رہی ہیں۔	۵۱۶
عقائد امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے شائع شدہ کتاب من گھڑت ہے	۵۱۶
شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ کے نام سے بھی بعض جعلی کتابیں چھاپی گئی ہیں۔	۵۱۶
ہر سنی مسلمان کے کلام میں تاحدِ امکان تاویل لازم ہے۔	۵۱۶
متشابہات کا اتباع کرنا جہالت ہے۔	۵۱۷

Marfat.com

متشابہات جس طرح اللہ و رسول کے کلام میں ہیں اسی طرح اکابرِ دین کے کلام میں بھی ہیں۔ ۵۱۸

فصل چہارم ۵۱۸

سجدۂ آدم و یوسف علیہما السلام کی بحث اور دلائلِ قاہرہ سے بطلان استدلال مجوزین کا ثبوت۔ ۵۱۸

ملائکہ کا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کون سا تھا۔ ۵۱۹

ابلیس سجدۂ آدم سے کیوں باز رہا۔ ۵۱۹

حکمِ قرآن حدیث سے منسوخ ہو جاتا ہے ۵۲۰

مصنف علیہ الرحمہ کی طرف سے استدلالِ بکر پر کئی وجوہ سے رد۔ ۵۲۰

اولاً ملائکہ کو سجدۂ آدم کا حکم اللہ تعالیٰ نے آفرینشِ آدم علیہ السلام سے پہلے دیا تھا۔ ۵۲۰

ملائکہ و بشر کے احکام جدا ہیں۔ ۵۲۰

جو حکم ملائکہ کو دیا گیا وہ شریعت مِن قبلنا نہیں۔ ۵۲۰

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام فعلِ ممنوع نہیں کرتے۔ ۵۲۰

شریعت میں کسی فعل کی عدم ممانعت دو طرح سے ہوتی ہے۔ ۵۲۰

اباحت شرعیہ اور اباحت اصلیہ میں فرق ہے اباحتِ اصلیہ حکم شرعی نہیں بلکہ عدم حکم ہے۔ ۵۲۰

ثانیاً قرآن کریم سے سجدہ مبحوث عنہا کا جواز قطعاً ثابت ہونا بوجوہ باطل ہے۔ ۵۲۰

وجہ اول ۵۲۱

علماء کو اختلاف ہے کہ سجدۂ آدم زمین پہ سر رکھنا تھا یا صرف جھکنا۔ ۵۲۱

یوسف علیہ السلام کو ان کے والدین کے سجدہ کی نوعیت کیا تھی۔ ۵۲۱

بکر کی ایک سخت جہالت۔ ۵۲۳

امام اجل محمد بن عباد تابعی ہیں اور ام المومنین صدیقہ، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، ابوہریرہ اور جابر بن عبداللہ کے شاگرد ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ۵۲۳

امام ابن جریج تبع تابعین سے ہیں، امام جعفر صادق کے شاگرد اور امام شافعی کے دادا استاذ ہیں ۵۲۳

جو سجدۂ تلاوت نماز میں واجب ہو فوراً بشکل رکوع بھی ادا ہو جاتا ہے یونہی رکوعِ نماز میں اس سجدہ کی نیت کرنے سے جبکہ چار آیت کا فصل دے کر نہ ہو۔ ۵۲۳

وجہ دوم ۵۲۴

سجدۂ آدم و یوسف ان دونوں کو تھا یا اللہ عزوجل کو۔ ۵۲۴

کعبہ نماز کا قبلہ ہے اور نماز اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ ۵۲۴

نص قطعی کے مقابلے میں قیاس کار ابلیس ہے ۵۲۸

کعبہ محض پتھروں سے بنے ہوئے مکان

Marfat.com

کا نام نہیں۔ ۵۲۸
وجہ سوم ۵۲۹
امام عطاء بن ابی رباح امام ابوحنیفہ کے استاذ ہیں۔ ۵۲۹
آیت سورۃ یوسف کی وجہ نفیس۔ ۵۲۹
وجہ چہارم ۵۳۱
شرائع سابقہ کا ہم پر حجت ہونا قطعی نہیں۔ ۵۳۱
وجہ پنجم ۵۳۲
باتفاق عقل و نقل واقعہ حال کیلئے عموم نہیں ہوتا۔ ۵۳۲
قیاس ظنی ہوتا ہے۔ ۵۳۲
ثالثاً ظنی کے انکار کو ظنی بس ہے۔ ۵۳۲
بکر کا ہدایہ پر افتراء ۵۳۳
قاضی خان و ردالمحتار پر افتراء ۵۳۴
جو حدیث روایتاً متواتر نہ ہو مگر مقبولاً متواتر ہو اس سے قطعی کا نسخ روا ہے۔ ۵۳۴
حدیث لاوصیۃ لوارث سے وصیت والدین واقربین کہ منصوص قرآن بھی منسوخ کی گئی۔ ۵۳۴
متواتر کی دو قسمیں ہیں۔ ۵۳۴
اجماع ناسخ و منسوخ تو نہیں مگر دلیلِ نسخ یقیناً ہے۔ ۵۳۵
خبر منسوخ نہیں ہوتی۔ ۵۳۵
واقع غیر واقع نہیں ہوسکتا۔ ۵۳۶
سجدہ غایتِ تعظیم ہے۔ ۵۳۶
غایت تعظیم کے لئے نہایت عظمت درکار ۵۳۶
کم درجہ معظم کیلئے انتہا درجے کی تعظیم ظلم صریح ہے ۵۳۶
اباحتِ اصلیہ کا رفع نسخ نہیں۔ ۵۳۷
حواشی رسالہ الزبدۃ الزکیۃ ۵۳۸
مریدین کو سجدہ سے منع نہ کرنے والا پیر خطاکار ہے اس پر فرض ہے کہ مریدوں کو سجدہ سے منع کرے اور مریدوں پر فرض ہے کہ اس فعل حرام سے باز آجائیں۔ ۵۴۳
سجدۂ تحیہ اور تواجد کے بارے میں ایک مباحثہ کا حال جس کے مصنف مولوی عبدالقادر جونپوری تھے اور اُنھوں نے ہی مصنف علیہ الرحمۃ کی خدمت میں استفتاء بھیجا۔ ۵۴۳
فریق اول کا موقف اور ان کے دلائل ۵۴۳
فریق ثانی کا موقف اور ان کے دلائل ۵۴۴
مصنف کا فیصلہ ۵۴۹
مصنف علیہ الرحمۃ کی طرف سے جواب استفتاء ۵۴۹
بلاشبہہ ہماری شریعتِ مطہرہ میں غیر خدا کے لئے سجدۂ تحیہ حرام فرمایا گیا ہے۔ ۵۴۹
شرائع من قبلنا اس وقت تک حجت ہیں کہ ہماری شریعت ممانعت نہ فرمائے، منع کے بعد اباحت اصلیہ سے استدلال نہیں ہوسکتا۔ ۵۴۹
اصل اشیاء میں اباحت ہے مگر بعد منعِ شرع اباحت نہیں رہ سکتی۔ ۵۵۰
صحابی کا پیشانیٔ اقدس پر سجدہ حضور علیہ الصلوٰۃ

Marfat.com

والسلام کو سجدۂ تحیہ نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کے لئے سجدۂ عبادت تھا البتہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشانی اس وقت مسجد یعنی موضع سجود تھی ۵۵۰

قدم بوسی سنت سے ثابت ہے۔ ۵۵۰

انحنا یعنی جھکنا دو قسم ہے مقصود اور وسیلہ، دونوں کے حکم کی تفصیل۔ ۵۵۰

وجد کو حرام کہنا عجب ہے کہ وہ حالت اضطراری ہے جس پر حکم ہو ہی نہیں سکتا۔ ۵۵۱

مورد احکام افعال اختیاریہ ہیں نہ کہ اضطراریہ۔ ۵۵۱

حضرت سیدنا محبوب الٰہی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی سماع کے حاضرین کو ہدایت کہ تالی کیسے بجائیں۔ ۵۵۱

رقص میں دو صورتیں ہیں، ایک بیخودانہ جو کہ جائز ہے۔ دوسری بالاختیار، اس کی پھر دو صورتیں ہیں کہ اس میں تثنی وتکسر ہے یا نہیں، بصورتِ اول ناجائز اور بصورتِ ثانی عوام کو احتراز چاہیے جبکہ خواص کیلئے ممنوع نہیں ۵۵۲

تواجد میں نیتِ صالحہ کی دو صورتیں ہیں، ایک عام یعنی تشبہ بصلحاء کرام، اور دوسری طالبانِ راہ کے لئے وجد کی صورت بنائے کہ حقیقت حاصل ہو جائے۔ ۵۵۲

تواجد کی ایک صورت مذموم اور ایک صورت محمود ہے۔ ۵۵۲

لذتِ شہود پاکر وجد غالب ہو تو رقص جائز ہے۔ ۵۵۳

حضرت جعفر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے سامنے خوشی سے سرشار ہو کر رقص کیا اور آپ نے منع نہ فرمایا ۵۵۴

ایک ہی چیز ارادے اور مقصد کے اعتبار سے کبھی حلال اور کبھی حرام سے متصف ہوتی ہے۔ ۵۵۴

حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان سن کر کہ تم ہمارے مولیٰ ہو حضرت زید رضی اللہ تعالےٰ عنہ والہانہ رقص کرنے لگے۔ ۵۵۴

چلانے کی جائز و ناجائز صورتیں۔ ۵۵۵

غنا اگر منکراتِ شرعیہ پر مشتمل ہو تو بلاشبہہ ممنوع ہے۔ ۵۵۶

اذکارِ حسنہ والحاناتِ حسنہ سے سننا کوئی ممنوع نہیں۔ ۵۵۶

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آخر عمر میں سماع ترک فرمادیا تھا کیونکہ گانیوالا کوئی اہل نہیں ملتا تھا۔ ۵۵۶

شیخ ابوطالب مکی علیہ الرحمہ کے مناقب ۵۵۷

سماع میں حلال، حرام اور شبہہ کی اقسام ہیں۔ ۵۵۷

کون سا سماع اہل صدق کے نزدیک مردود اور گناہ ہے۔ ۵۵۸

صوفیاء کرام کے بارے میں یہ کہنا کہ انکے

Marfat.com

قول وفعل کی کوئی وقعت نہیں بہت سخت بات ہے۔ ۵۵۹

صوفیاء کرام سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے والا اور ان سے بڑا دیندار کون ہو سکتا ہے۔ ۵۵۹

تحریم سجدۂ تحیہ میں ہماری سند تصریح فقہاء کرام ہے۔ ۵۵۹

آیت کریمہ واذا حییتم بتحیۃ کی تفسیر۔ ۵۵۹

تحیہ کی صورتوں کا ذکر۔ ۵۶۰

وجوب جواب صرف سلام کے لیے ہے نہ کہ ہر تحیت کے لئے۔ ۵۶۰

آیت کریمہ ایامرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون کی تفسیر۔ ۵۶۰

کوئی شریعت جواز کفر نہیں لا سکتی۔ ۵۶۰

اللہ تبارک وتعالیٰ کفر کا حکم نہیں فرماتا۔ ۵۶۰

سجدۂ تحیت قطعاً کفر نہیں۔ ۵۶۰

مراسیل حسن محدثین کی نظر میں۔ ۵۶۰

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سجدۂ عبادت کی درخواست والا شخص کون تھا۔ ۵۶۱

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان کے اصحاب نے کہا کہ ہمیں ایک خدا بنا دے تو آپ نے فرمایا کہ تم جاہل قوم ہو۔ ۵۶۱

زناء کو اپنے لئے حلال کرنے والے کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکمت سے مسئلہ سمجھا دیا۔ ۵۶۱

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بطور معجزہ نوجوان کے دل سے محبت زنا نکال کر نفرت زنا پیدا کر دی۔ ۵۶۲

اشیاء معظمہ کو تعظیماً بوسہ دینا جائز ہے جبکہ کسی حرج شرعی پر مشتمل نہ ہو۔ ۵۶۲

معظمان دینی کے ہاتھ پاؤں چومنا اور ان کو دیکھ کر تعظیماً قیام کرنا جائز ہے مگر ہاتھ باندھے کھڑے رہنا نہ چاہیے اور کسی معظم دینی کا خود اس کی خواہش کرنا حرام ہے۔ ۵۶۲

قرآن مجید کو چومنا اور تعظیماً سر اور آنکھوں پر رکھنا سینے سے لگانا مستحب ہے۔ ۵۶۳

محارم اور غیر محارم عورتوں کو سلام کہنا کیسا ہے۔ ۵۶۳

بعد نماز فجر وعصر نمازیوں کا باہم مصافحہ کا التزام عندالاحناف سنت ہے یا مستحب یا مکروہ۔ ۵۶۳

مسجد میں جو لوگ خالی بیٹھے ہوں ان کو سلام کرنا جائز اور جو لوگ نماز، تلاوت یا ذکر وغیرہ میں مشغول ہوں اُن کو سلام کہنا مکروہ ہے۔ ۵۶۴

پیر یا اُستاد کو سجدۂ تعظیمی کیسا ہے اور اس کا مرتکب مومن ہے یا کافر۔ ۵۶۴

غیر خدا کو سجدۂ عبادت شرک ہے اور سجدۂ تعظیمی شرک نہیں مگر حرام و گناہ کبیرہ ہے۔ ۵۶۵

Marfat.com

جاہلوں کی مجلس میں عالم آیا تو پہلے سلام آنے والے عالم کو کہنا چاہیئے۔ ۵۶۵

والدین، استاد اور علماء کے ہاتھ پاؤں چومنے کے جواز پر مولانا مولوی عماد الدین صاحب کے فتویٰ کی مصنف علیہ الرحمۃ کی طرف سے تصدیق و تائید اور انکار کی شق نکالنے والے کی تغلیط۔ ۵۶۵

والدین کے ہاتھ پاؤں چومنا جائز اور علماء و صلحاء کی دست بوسی سنتِ مستحبہ ہے۔ ۵۶۶

قدم بوسی اور سجدہ کے معانی اور ان میں فرق۔ مسلمان پر بدگمانی حرام ہے۔ ۵۶۶

غیرِ خدا کو سجدہ کرنے والے کو منع کرنا فرض ہے مگر قدمبوسی کو سجدہ سمجھ کر منع کرنا گمان خبیث ہے۔ ۵۶۷

علماءِ دین و مشائخ صالحین کی دست بوسی و قدمبوسی سنت ہے۔ ۵۶۷

بزرگانِ دین کی قدمبوسی و دست بوسی کرنے والے کو مشرک کہنے والا خود تجدیدِ اسلام و تجدیدِ نکاح کرے۔ ۵۶۷

سید کے لڑکے سے خدمت لینا جب شاگرد یا ملازم ہو اس کو مارنا جائز ہے یا نہیں۔ ۵۶۸

مسلمان کا جھوٹا کھانا کوئی ذلت نہیں حدیث میں اس کو شفاء فرمایا گیا۔ ۵۶۸

سید زادہ اپنا سید ہونا چھپائے پھر بھی جن کو معلوم ہے ان پر اس کی تذلیل جائز نہیں۔ ۵۶۸

سُنی مسلمان غیرِ فاسق معلن کو ابتداءِ سلام کرے، وہ اگر جواب خلافِ سنت دے تو اس کو سمجھائے نہ کہ خود سنتِ سلام ترک کر دے۔ ۵۶۸

وضو، وظیفہ اور تلاوتِ قرآن مجید میں سلام کا جواب دے یا نہ دے۔ ۵۶۹

ضمیمہ سلام و تحیت و تعظیم سادات

تعظیماً جھکنا ممنوع ہے۔ ۴۵۱

داڑھی، حلق و قصر، ختنہ و حجامت

(داڑھی، مونچھ، سر وغیرہ کے بالوں، ختنہ اور ناخن وغیرہ سے متعلق مسائل) ۵۷۱

داڑھی منڈوانا، کتروانا، چڑھانا اور اس کی تحقیر و استہزاء کیسا ہے۔ ۵۷۱

داڑھی حدِ مقررِ شرع سے کم نہ کرنا واجب، اہلِ اسلام کا شعار، اور اس کا خلاف ممنوع و حرام اور کفار کا شعار ہے۔ ۵۷۱

دس چیزیں فطرت سے ہیں جن میں مونچھیں کم کرنا اور داڑھی بڑھانا شامل ہے۔ ۵۷۱

داڑھی منڈانا حرام اور یہ افرنگیوں، ہنود اور جوالقیوں کا طریقہ ہے۔ ۵۷۲

قلندریہ کن کو کہا جاتا ہے۔ ۵۷۲

سنتِ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو

Marfat.com

چھوڑنا اور مشرکین ومجوس کی رسم اختیار کرنا مسلمان کامل کا کام نہیں۔ ۵۷۲

داڑھی منڈانے میں تغیرِ خلقتِ خدا بطریق ممنوع ہے جو اثر اضلال شیطان اور موجب لعنتِ الٰہی ہے۔ ۵۷۲

مسئلہ کی تائید قرآن وحدیث سے۔ ۵۷۲

داڑھی غیر جہاد میں چڑھانا ممنوع ہے اور اس پر حدیث سے وعید شدید۔ ۵۷۳

داڑھی کتروانا یا منڈانا داڑھی چڑھانے سے بچند وجوہ سخت تر ہے۔ ۵۷۳

حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ناراضگی پر دنیا وآخرت میں ثمرات بد مرتب ہوتے ہیں۔ ۵۷۳

داڑھی منڈانے والوں کا سفاہت وضلالت پر مبنی ایک ناقابلِ اعتبار عذر۔ ۵۷۳

اصلاحِ باطن آرائش ظاہر سے اہم تر ہے مگر اس کے ساتھ افساد ظاہر وارتکابِ محرمات کی اجازت نہیں۔ ۵۷۳

تعمیل حکم شرع واتباعِ سنت شارع ہرگز آراستگی باطن میں خلل انداز نہیں۔ ۵۷۳

اس پر دلیل کہ داڑھی منڈانے والا اپنے اس دعویٰ میں جھوٹا ہے کہ اس کا باطن آراستہ ہے اعذار بارده موجب تحلیل محرمات نہیں ہوسکتے۔ ۵۷۳

ارتکابِ ممنوع کے ساتھ ندامت واعترافِ جرم لاحق ہو تو وہ باعثِ تخفیفِ عذاب اور عزم مع الترک موجبِ محوِ گناہ ہوجاتا ہے ۵۷۴

داڑھی کی سنیت قطعی الثبوت ہے اس کی توہین وتحقیر اور اس کے اتباع پر استہزاء بالاجماع کفر ہے۔ ۵۷۴

داڑھی کی توہین کرنے والے کی بیوی نکاح سے نکل جائے گی، اس کے بعد اولاد حرام ہوگی۔ ۵۷۴

مسلمانوں پر لازم ہے کہ داڑھی کی تحقیر کرنے والے کے ساتھ کافروں جیسا معاملہ کریں، مرنے کے بعد اس کا جنازہ نہ پڑھیں، مسلمانوں کے قبرستان میں اس کو دفن نہ کریں بلکہ حتی الامکان اس کے ناپاک جنازہ کی تذلیل کریں۔ ۵۷۴

بدھ کے روز ناخن کتروانا از روئے حدیث ممنوع اور موجب برص ہے۔ ۵۷۴

ایک عالم کبیر نے حدیثِ ممانعت کو صحیح الاسناد نہ سمجھتے ہوئے بدھ کے روز ناخن دانستہ تراشے تو فوراً برص میں مبتلا ہوئے پھر خواب میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ اقدس کی برکت سے شفا ہوئی اور فوراً تائب ہوئے۔ ۵۷۴

سر کے بالوں سے متعلق دو سوالوں پر مشتمل استفتاء۔ ۵۷۶

سر کے بالوں کو منڈانے کی نسبت شرع مطہر میں صرف دو طریقے آئے ہیں۔ ۵۷۷

Marfat.com

بال کٹوانے کے چند خلافِ سنت طریقے ۔ ۵۷۷

قزع مکروہ ہے ۔ ۵۷۸

قزع کی صورت ۔ ۵۷۸

چار سوالات پر مشتمل ایک استفتاء ۔ ۵۸۰

ایک مشت سے زیادہ داڑھی رکھنا سنّت ہے یا مکروہ ۔ ۵۷۹

فخرِ عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اپنی ریش مبارک کو کبھی ترشوایا ہے یا نہیں ۔ ۵۸۰

حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی داڑھی کی مقدار کیا تھی ۔ ۵۸۰

جوابِ سوالِ اول ۵۸۱

داڑھی ایک مُشت یعنی چار انگل تک رکھنا واجب ہے اور اس سے کم کرنا ناجائز ہے ۔ ۵۸۱

داڑھی جب واجب ہے تو پھر اس کو سنت کیوں کہا جاتا ہے ۔ ۵۸۱

داڑھی کاٹنا کب ناجائز، کب جائز اور کب واجب ہے ۔ ۵۸۱

مقدارِ ریش ٹھوڑی کے نیچے سے لی جائیگی ۔ ۵۸۱

بدنما صورت بنانا اور اپنے آپ دروازۂ مسخریہ کھولنا ناجائز ہے ۔ ۵۸۲

مسلمانوں کو استہزاء وغیبت کی آفت میں ڈالنا مرضیٔ شرع مطہر ہرگز نہیں ۔ ۵۸۲

تناسب کے لئے اطرافِ ریش کو تراشنے کے بارے میں ابنِ ملک کا قول درست نہیں ۔ ۵۸۲

داڑھی کو حدِ شرع تک رکھنا اور زیادہ لمبی ہو تو کاٹنے میں علماء کی آراء ۔ ۵۸۲

خیر الامور اوسطہا ۔ ۵۸۳

داڑھی لمبی ہو تو عقل کم ہوتی ہے ۔ ۵۸۴

امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی داڑھی مبارک ۔ ۵۸۴

سیدنا فاروق اعظم و سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی داڑھی مبارک ۔ ۵۸۴

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ تعالےٰ عنہ کا علیہ اور داڑھی مبارک ۔ ۵۸۵

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ داڑھی کو مشت میں لیتے اور زائد کو کم کر دیتے ۔ ۵۸۵

مشت سے زائد داڑھی میں کمی کرنا خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ماثور ہے ۔ ۵۸۶

احادیث اور عباراتِ ائمہ سے اس مسئلہ کی تفصیل کہ مشت سے زائد داڑھی کو کاٹنا ضروری ہے یا نہیں ۔ ۵۸۶

جوابِ سوالِ دوم ۵۹۰

حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم مشت سے زائد داڑھی کو کاٹ دیتے تھے ۔ ۵۹۰

جوابِ سوالِ سوم ۵۹۰

یہ امر محض بے اصل ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی داڑھی ایک مشت ہی تھی اس سے زائد نہ ہوتی تھی ۔ ۵۹۰

جوابِ سوال چہارم ۵۹۱

Marfat.com

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی داڑھی مبارک سینہ کو بھر دیتی تھی۔ ۵۹۱

مجاہدین کو لبیں بڑھانے کی اجازت ہے اوروں کو بالاتفاق مکروہ ہے۔ ۵۹۲

غیر مجاہدین کے لئے سیاہ خضاب کی حرمت حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ ۵۹۲

حضرت عثمان غنی اور امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہما بالوں کو خضاب لگایا کرتے تھے ۵۹۲

حقیقت امر یہ ہے کہ ہم پر اتباعِ مذہب لازم ہے دلائل میں نظر ائمہ مجتہدین فرما چکے ہیں ۵۹۳

کوئی شخص بالغ ہونے کے بعد مسلمان ہوا اس کے ختنہ کے بارے میں کیا حکم ہے۔ ۵۹۳

بوقتِ ضرورت ستر دیکھنا دکھانا منع نہیں۔ ۵۹۳

عبارات فقہاء سے تائید۔ ۵۹۳

زمانۂ کفر کے بال اتارنے اور ختنہ کرنے کا حکم حدیث میں وارد ہے۔ ۵۹۳

داڑھی اور سر کے بالوں سے متعلق تین سوالات پر مشتمل استفتاء۔ ۵۹۵

داڑھی کی حدود چہرہ پر کہاں تک ہیں اور خط بنوانے میں کہاں تک احتیاط مناسب ہے ۵۹۵

لبِ زیریں کے نیچے جو بال ہوں ان کا منڈانا کیسا ہے۔ ۵۹۵

سر کے بال چھوٹے چھوٹے رکھنا جیسا کہ آجکل شائع ہے اور پھر گردن سے ان کی درستگی اور گردن کی صفائی کہاں تک درست ہے ۵۹۵

جوابِ سوالِ اول ۵۹۶

داڑھی کی حدود ۵۹۶

کانوں پر جو رونگٹے ہوتے ہیں وہ داڑھی سے خارج ہیں یونہی گالوں پر جو خفیف بال نکلتے ہیں داڑھی میں داخل نہیں۔ ۵۹۶

داڑھی کو لحیہ کہنے کی وجہ۔

دو ابروؤں اور چہرے کے بالوں کو کاٹنے میں حرج نہیں بشرطیکہ ہیجڑوں سے مشابہت پیدا نہ ہو۔ ۵۹۶

جوابِ سوالِ دوم۔ ۵۹۷

لبِ زیریں کے نیچے جو بال ہیں وہ داڑھی سے جدا نہیں۔ ۵۹۷

داڑھی کے کسی جزء کا مونڈنا جائز نہیں۔ ۵۹۷

لبِ زیریں کے وسط میں جو تھوڑے سے بال ہوتے ہیں ان کو عربی میں "عنفقہ" اور ہندی میں "بچی" کہا جاتا ہے اور اس کے جانبین میں جو بال ہوتے ہیں ان کو عربی میں "فنیکین" اور ہندی میں "کوٹھے" کہا جاتا ہے۔ ۵۹۷

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ بچی کے منڈانے والے کی شہادت قبول نہ فرماتے۔ ۵۹۷

امیر المومنین عمر بن عبد العزیز نے کوٹھوں کو اکھاڑنے والے کی گواہی رد فرما دی۔ ۵۹۷

سفید بال اکھاڑنے مکروہ ہیں۔ ۵۹۸

Marfat.com

لبِ زیریں کے نیچے کے بال کاٹنے کی بوقتِ ضرورت اجازت ہے۔ ٥٩٩
جوابِ سوال سوم ٥٩٩
نئی نئی تراشیں سب خلافِ سنت ہیں۔ ٥٩٩
گدّی کے بال منڈانا پچھنوں کی ضرورت سے جائز اور بلاضرورت مکروہ ہے۔ ٥٩٩
گردن، سینے اور پشت کے بال منڈانے کا حکم۔ ٥٩٩
مرد اگر زیر ناف کے بال مقراض سے تراشے اور عورت استرہ لے تو جائز ہے یا نہیں۔ ٦٠٠
موئے زیر ناف کو دور کرنے میں مرد و عورت کے لئے حلق و نتف میں سے افضل کیا ہے ٦٠١
آیۂ کریمہ محلقین رؤسکم و مقصرین میں حج کے حلق و قصر کا ذکر ہے، اسے عادی امور سے تعلق نہیں۔ ٦٠١
تقصیرِ حج کا مطلب۔ ٦٠٢
سنت یا تو سارے سر پر بال رکھ کر مانگ نکالنا ہے یا سارا سر منڈانا ہے۔ ٦٠٢
عباراتِ ائمہ سے تائید ٦٠٢
عورتوں کے ختنہ سے متعلق سوال اور اس کا جواب۔ ٦٠٢
جہاں لوگ عمامہ کے شملہ سے مذاق کرتے ہوں وہاں شملہ نہ رکھا جائے۔ ٦٠٣
جو اپنے اہل زمانہ کے حالات سے بے خبر ہو وہ جاہل ہے۔ ٦٠٣
نومولود کی ناف کاٹنے سے متعلق استفسار ٦٠٣
لڑکے یا لڑکی کی ناف کاٹنا ولی وغیرہ ولی سب کو جائز ہے۔ ٦٠٤
بچے کا کوئی ستر نہیں۔ ٦٠٤
باپ اپنے چھوٹے بچے کا ختنہ کر سکتا ہے ٦٠٤
بیگانے مرد کا بے پردہ عورت کے پاس جانا ہر حالت میں حرام اور پردہ کی حالت میں نفاس و غیر نفاس یکساں ہیں۔ ٦٠٤
سر کے بال نصف کان سے کندھوں تک بڑھانا جائز، اس سے زیادہ مرد کو حرام ہے۔ ٦٠٥
بال بڑھانے کے جواز و عدم جواز میں فقراء و غیر فقراء سب یکساں ہیں۔ ٦٠٥
نسوانی وضع بنانے والے، چوٹی گندھوانے یا جوڑا باندھنے والے اور سینہ یا کمر تک بال بڑھانے والے مرد فاسق معلن ہیں۔ ٦٠٥
فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ ٦٠٥
یہ خیال کہ باطن صاف ہونا چاہئے ظاہر کیسا ہی ہو محض باطل ہے۔ ٦٠٥
داڑھی اتنی کتروانا کہ ایک مشت سے کم ہو جائے گناہ و ناجائز ہے، یونہی ٹھوڑی پر سے کھلوانا حرام ہے۔ ٦٠٥
چھ سوالوں پر مشتمل استفسار۔ ٦٠٥
داڑھی کا طول کم از کم کس قدر ہے جس سے کم رکھنے میں گنہگار ہوگا۔ ٦٠٥

Marfat.com

استرے یا قینچی سے داڑھی کاٹنا یکساں ہے یا کوئی فرق ہے۔ ٦٠٥

یہ کہنا کہ عرب شریف اسلام کا گھر ہے وہاں کے لوگ داڑھی کٹوا کر چھوٹی کر لیتے ہیں تو دوسروں کے لئے کیا مضائقہ ہے، ایسا کہنے والے کے لئے کیا حکم ہے۔ ٦٠٥

جس شخص کے لبوں کے بال بڑھے ہوئے ہوں اس کا جھوٹا پانی وغیرہ پینا کیسا ہے۔ ٦٠٦

داڑھی منڈانے یا کتروانے والے اور لبوں کے بال بڑھانے والوں کی نسبت حکم شرعی کیا ہے۔ ٦٠٦

لبوں کے بال کس قدر ہونے چاہئیں، لبوں کے بال منڈانے یا باریک کرنے میں کیا قباحت ہے۔ ٦٠٦

داڑھی تھوڑی کترنے سے سب منڈا دینا خبیث تر ہے۔ ٦٠٦

حرام حرام میں فرق ہے۔ ٦٠٦

بھنگ، چرس اور شراب سب حرام ہیں مگر شراب سب میں بدتر ہے۔ ٦٠٦

شریعت پر کسی کا قول حجت نہیں۔ ٦٠٦

اللہ و رسول سب پر حاکم ہیں اللہ و رسول پر کوئی حاکم نہیں۔ ٦٠٦

جاہل کہیں کے ہوں ان کا فعل سند نہیں ہوسکتا۔ ٦٠٦

مذہب مفتی بہ پر مستعمل پانی پینا مکروہ ہے۔ ٦٠٦

○ رسالہ لمعۃ الضحیٰ فی اعفاء اللحیٰ (داڑھی کے وجوب اور اس کی حدِ شرعی سے متعلق اٹھارہ آیات، بہتر احادیث اور ساٹھ ارشاداتِ علماء پر مشتمل تحقیقی رسالہ اور ولید نامی منکرِ وجوب کا زور دار رَد) ٦٠٧

حدیثِ مرسل و منقطع میں فرق۔ ٦١٢

سلمہ بن محمد مجہول ہے۔ ٦١٢

علی بن جدعان شیعی ضعیف ہے۔ ٦١٢

جن احادیث میں اعفاء اللحیہ کا ذکر نہیں وہ ان احادیث کے مخالف نہیں جن میں اس کا ذکر موجود ہے۔ ٦١٢

مِن تبعیضیہ اس پر دلیل ہے کہ جن بعض کا یہاں ذکر ہے اس کے علاوہ بعض اور بھی ہیں۔ ٦١٢

بعض جگہ عدد مذکور سے مقصود حصر نہیں بلکہ اعانت ضبط و حفظ کے لئے صرف مذکورات کا شمار ہوتا ہے۔ ٦١٣

عشر من الفطرۃ کی جگہ حدیث میں اگر الفطرۃ عشر بھی ہوتا جب بھی زیادہ کے منافی نہ تھا۔ ٦١٣

خصالِ فطرت کی تعداد کتنی ہے، اس بارے میں مختلف احادیث کا بیان۔ ٦١٣

فضائلِ سید المرسلین سے متعلق مصنف کے ایک رسالہ "البحث الفاحص عن طرق

Marfat.com

احادیث الخصائص" کا حوالہ۔ ٦١٣

حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض خصوصی فضائل کا ذکر۔ ٦١٣

احادیث فضائل وخصائص عدد ومعدود کے مختلف ہونے کے باوجود آپس میں متعارض نہیں۔ ٦١٤

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل نامقصور اور خصائص نامحصور ہیں بلکہ حقیقتاً ہر کمال، ہر خوبی اور ہر فضل میں عموماً اطلاقاً انھیں تمام انبیاء مرسلین وخلق اللہ اجمعین پہ تفضیلِ تام وعام ومطلق ہے جو کسی کو ملا وہ سب انھیں سے ملا اور جو انھیں ملا کسی کو نہ ملا۔ ٦١٤

سلسلۂ سند میں اگر یکے از دیگرے ہزار تک عدد رواۃ پہنچے تو وہ ایک ہی راوی کی روایت ہے۔ اس میں تعدد نہیں ہوسکتا جب تک مرتبۂ واحدہ میں متعدد راوی نہ ہوں۔ ٦١٥

سند عالی سے نازل کا اشرف ہونا بالبداہۃ باطل ہے۔ ٦١٥

ولید نے نقلِ حدیث میں لم یذکر اور لم یذکروا کا فرق ملحوظ نہیں رکھا۔ ٦١٥

آثار موقوفہ ومقطوعہ کو قولِ رسول ٹھہرانا درست نہیں۔ ٦١٥

ابن عباس صحابی اور مجاہد وبکر و طلق تابعی ہیں۔ ٦١٥

تنبیہ ٦١٦

طلق سے ان کا قول دونوں طرح مروی ہے۔ ٦١٦

جب حرمت تسلیم ہو تو پھر اباحت کہاں۔ ٦١٧

ایضاحِ حق، ازاحتِ باطل، استیصالِ شبہات اور استحصالِ دلائل کے لئے چند تنبیہات۔ ٦١٨

تنبیہ اول ٦١٨

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم اولین وآخرین عطا ہوا۔ ٦١٨

قرآن مجید ہر شے کا روشن بیان اور کامل شرح ہے۔ ٦١٨

کتاب اللہ میں تمام احکام جزئیہ تفصیلیہ ہی نہیں بلکہ ازلاً ابداً جمیع کوائن وحوادث بالاستیعاب موجود ہیں۔ ٦١٨

ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا قول کہ اگر میری رسی گم ہوجائے میں اس کو قرآن عظیم میں پاؤں۔ ٦١٨

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فرمان کہ سورۂ فاتحہ کی تفسیر لکھوں تو ستر اونٹوں کا بوجھ بن جائے۔ ٦١٩

علمِ علی وعمر وصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بیان۔ ٦١٩

جتنا علم اتنی ہی فہم، جس قدر فہم اسی قدر علم۔ ٦١٩

علم کے مدارج بے حد متفاوت ہیں وفوق

Marfat.com

کل ذی علم علیم الآیۃ۔ ٦١٩

عالمِ امکان میں نہایت نہایات حضور سید الکائنات علیہ افضل الصلوٰۃ و التحیات ہیں۔ ٦١٩

نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جو کچھ حکم، جو کچھ رائے، جو کچھ طریقہ اور جو کچھ ارشاد ہے سب قرآن سے ہے۔ ٦٢٠

سرکارِ دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منکرینِ حدیث کی خبر دی۔ ٦٢٠

حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام آمر، واعظ، ناہی، محرم اور محلل ہیں ٦٢١

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حرام کردہ چیزیں قرآن کی حرام کردہ چیزوں سے بیشتر ہیں۔ ٦٢١

حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم عالمِ ماکان ومایکون ہیں۔ ٦٢٢

جب تک نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی باتیں دل سے نہ مانیں ہرگز مسلمان نہیں ہوں گے، طوطے کی زبان سے لاکھ کلمہ رٹے جائیں کیا ہوتا ہے۔ ٦٢٢

تنبیہ دوم ٦٢٢

منکرینِ حدیث گمراہ قوم صرف حدیثوں کا انکار ہی نہیں کرتے بلکہ قرآن عظیم کو عیب لگانیوالے اور دینِ متین کو ناقص بتانے والے ہیں۔ ٦٢٢

تنبیہ سوم ٦٢٣

وکلید پر مناظرانہ گرفت ٦٢٣

منکرینِ حدیث کے تمام خیالات کا حاصل ابطالِ شرع اور اکمال بیقیدی اصل نیچر ہے ٦٢٣

تنبیہ چہارم ٦٢٣

منکرینِ حدیث کے نزدیک اجماع بھی باطل ہے۔ ٦٢٣

وکلید کی دلیل مان لی جائے تو شریعت محمدی کے تمام اوامر ونواہی بیکار ومعطل ہوکر رہ جائیں ٦٢٣

تنبیہ پنجم ٦٢٤

وکلید نے حدیث خالفوا المشرکین کے جو معنے تراشے وہ کلامِ رسول سے کھلا استہزا ہے۔ ٦٢٤

وکلید کے من گھڑت معنیٰ حدیث کا پانچ وجوہ سے رد وابطال۔ ٦٢٤

تنبیہ ششم ٦٢٦

فرض وواجب اور اسی طرح حرام ومکروہِ تحریمی کا فرق دربارۂ اعتقاد ہے مگر عمل میں دونوں کا حکم ایک ہے۔ ٦٢٦

فرض وحرام کا منکر کافر، ان کی مخالفت میں گناہ، امتثال میں رجائے ثواب اور خلاف میں استحقاق غضب وعذاب ہے۔ ٦٢٦

داڑھی منڈانے کی حرمت کے منکرین کیلئے ایک مثال۔ ٦٢٦

مکروہِ تحریمہ صغیرہ ہے۔ ٦٢٦

ہر صغیرہ اصرار سے کبیرہ اور ہلکا جاننے سے اشد کبیرہ ہوجاتا ہے۔ ٦٢٦

Marfat.com

انتباہ: مکروہِ تحریمی کو کسی عالم نے قریب بہ علت نہیں بتایا۔ ۶۲۷

امام محمد کے نزدیک مکروہِ تحریمی عین حرام اور شیخین کے نزدیک حرام کے قریب ترین ہے۔ ۶۲۷

امام اعظم علیہ الرحمہ جب شے کو مکروہ کہیں تو اس سے ان کی مراد کیا ہوتی ہے۔ ۶۲۷

تنبیہ ہفتم ۶۲۸

داڑھی کے وجوب کے منکرین آنکھوں کے نہیں بلکہ دل کے اندھے ہیں۔ ۶۲۸

داڑھی بڑھانے کے بارے میں متعدد آیاتِ کریمہ موجود ہیں اور اس میں دو طریق ہیں۔ ۶۲۸

اوّل طریق عموم، یہ دو وجہ پر ہے۔ ۶۲۸

وجہ اول کہ صحابہ کرام وائمہ اعلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم امثال مقام میں استعمال فرماتے رہے۔ ۶۲۸

آیاتِ قرآنیہ سے ثابت ہے کہ نبی کا حکم بعینہٖ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور نبی کی اطاعت بعینہٖ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ ۶۲۸

وہ تمام احکام جو حدیث میں ارشاد ہوئے سب قرآن عظیم سے ثابت ہیں۔ ۶۲۸

جو اخلاقی حکم حدیث میں ہے کتاب اللہ اس سے ہرگز خالی نہیں اگرچہ بظاہر تصریح جزئیہ ہماری نظر میں نہ ہو۔ ۶۲۸

حدیث میں بعض عورتوں پر لعنت منقول ہے ۶۲۹

حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا استدلال کہ منہیاتِ رسول منہیاتِ خدا ہیں۔ ۶۲۹

ام یعقوب اسدیہ کبار تابعین ثقات و صالحات سے ہیں بعض نے صحابیہ کہا۔ ۶۲۹

امام شافعی علیہ الرحمہ کی عالمانہ شان کہ قتلِ زنبور کا حکم محرم کے لئے قرآن سے ثابت فرمایا۔ ۶۳۰

احرام باندھے ہوئے زنبور کو قتل کرنے کا حکم فاروق اعظم نے دیا۔ ۶۳۱

وجہ ثانی ۶۳۱

آیت کریمہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کی تفسیر۔ ۶۳۱

رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حلیہ مبارکہ سے متعلق احادیث۔ ۶۳۲

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت کریمہ تھی کہ کوئی چیز کتنی ہی مرغوب وپسندیدہ موجب شرعاً لازم وضروری نہ ہو تو بیانِ جواز کے لئے گاہے ترک بھی فرما دیتے یا قولاً خواہ تقریراً جواز ترک بتادیتے۔ ۶۳۴

سنت کی تعریف ۶۳۴

واجب کی تعریف، اور سنت اور واجب میں فرق۔ ۶۳۴

دوم طریق خصوص: یہ نفیس طریق وجوہِ عدیدہ رکھتا ہے جن سے اعفاء لحیہ کا امر یا طلب

Marfat.com

یا اس کے خلاف پر وعید یا مذمت
ثابت ہو۔ ٦٣٤
وجہ ثالث ٦٣٤
ایک آیت کریمہ کی تفسیر اور فلیغیرن خلق
اللہ سے داڑھی بڑھانے پر استدلال۔ ٦٣٥
وجہ رابع ٦٣٦
آیت کریمہ یایھا الذین امنوا لا تحلوا
شعائر اللہ سے ثبوتِ لحیہ پر استدلال۔ ٦٣٦
بے شک داڑھی شعائرِ دین اسلام سے ہے
ختنہ کلمہ طیبہ کی طرح شعائرِ دین
سے ہے۔ ٦٣٦
مسلمانانِ ہند نے ختنہ کا نام مسلمانی
کیوں رکھا۔ ٦٣٦
ختنہ اور داڑھی وجہِ امتیاز مومنین و
کافرین ہیں۔ ٦٣٦
وجہ خامس ٦٣٧
داڑھی بڑھانا ملتِ ابراہیمی کا مسئلہ
شریعتِ ابراہیمی کا طریقہ ہے۔ ٦٣٧
ان آیاتِ کریمہ سے داڑھی کا اثبات جن میں
ملتِ ابراہیمی کی اتباع کا حکم دیا گیا اس سے
اعراض کو سخت حماقت و سفاہت فرمایا گیا ٦٣٧
وجہ سادس ٦٣٨
اولئک الذین ھدا ھم اللہ فبھدا ھم
اقتدہ الآیۃ سے داڑھی بڑھانے پر
استدلال۔ ٦٣٨
آیت کریمہ لا تاخذ بلحیتی میں لحیہ کا
فقط ذکر ہی نہیں داڑھی بڑھانے کی طرف
بھی اشارہ نکلتا ہے۔ ٦٣٨
ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام ان اٹھارہ
انبیاء و رسل سے ہیں جن کا نام پاک سورہ
انعام کے ایک رکوع میں بالتصریح ذکر فرما کر
ان کی اقتدار کا حکم ہوا۔ ٦٣٨
وجہ سابع ٦٣٩
آیت کریمہ و من یشاقق الرسول الخ کی
تفسیر اور اس سے داڑھی رکھنے پر استدلال ٦٣٩
روزِ اول سے مسلمانوں کی راہ داڑھی
رکھنی ہے۔ ٦٣٩
اہل بیت، صحابہ، ائمہ اور ہر قرن کے اولیاء
امت و علماء ملت بلکہ قرون خیر کے تمام
مسلمان داڑھی رکھتے تھے۔ ٦٣٩
قرون خیر میں ازالہ تو ازالہ اگر خلقۃً کسی کی
داڑھی نہ نکلتی تو سخت تاسف کا اظہار کرتا ٦٣٩
داڑھیاں منڈانے اور کتروانے کو علماء متقدمین
علاماتِ قیامت سے شمار کرتے تھے۔ ٦٣٩
گناہ کرکے اسے گناہ و قبیح نہ سمجھنا
شامتِ نفس ہے۔ ٦٣٩
اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے یوں قسم کھاتے ہیں
"اس کی قسم جس نے فرزندانِ آدم کو داڑھی
سے زینت بخشی۔ ٦٣٩
صدیق اکبر، عثمان غنی اور علی مرتضٰے رضی اللہ

Marfat.com

تعالٰی عنہم کی داڑھیاں کیسی تھیں ۔ ۶۴۰

احنف بن قیس کہ اکابر ثقات تابعین میں سے ہیں کے مختصر احوالِ زندگی ۔ ۶۴۰

آیت کریمہ یزید فی الخلق مایشاء میں ایک تفسیر کے مطابق داڑھی مراد ہے ۔ ۶۴۰

قاضی شریح کے احوال و تعارف ۔ ۶۴۰

احنف بن قیس اور قاضی شریح کی داڑھی خلقۃً نہیں تھی جس پر وہ بہت افسوس کرتے ۔ ۶۴۰

حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ریش مبارک دراز اور چوڑی تھی۔ ۶۴۱

وجہ ثامن ۶۴۱

یاایہا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ الاٰیۃ کا شان نزول ۔ ۶۴۲

تین آیات سے داڑھی منڈانے کی مذمت اور رکھنے کا ثبوت۔ ۶۴۲

شک نہیں کہ داڑھی منڈانا کرنا خصلتِ کفار ہے ۔ ۶۴۳

داڑھی منڈانے کی خصلتِ ملعونہ اصل میں مجوس ملاعنہ کی تھی ان سے کفار نے سیکھی۔ ۶۴۳

دورِ فاروقی میں عجم کے فتح ہونے، تخت کسرٰی کے ختم اور مجوسیوں کے منتشر ہونے کے کچھ واقعات اور ہنود ہند پر ان کے اثرات۔ ۶۴۳

ابن سبا یہودی نے مذہب رفض ایجاد کیا جو شدہ شدہ ایران تک پہنچا اور اس کی آڑ میں ایرانیوں نے حضرت فاروق اعظم پر دعویٰ اسلام کے باوجود تبرا ایجاد کیا۔ ۶۴۳

ایرانیوں کی خصائل ذمیمہ کا تذکرہ۔ ۶۴۳

اسلامی فاتحوں کی شیرانہ تاخت نے سیاہانِ ہند کے منہ سپید کر دیئے ہزاروں مارے لاکھوں قید کئے۔ ۶۴۴

ہندو کا معنیٰ غلام ہے۔ ۶۴۴

نومسلم ہندوستانیوں کے کچھ خصائل رذیلہ کا تذکرہ جن میں داڑھی منڈانا بھی ہے۔ ۶۴۴

لاجرم داڑھی منڈانے کی خصلت کے عادیوں کو چند حال سے خالی نہ پائے گا۔ ۶۴۴

تنبیہ ششم احادیث میں۔ ۶۴۴

مشرکوں اور کفار کی مخالفت ، داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹانے کے بارے میں مختلف الفاظ پر مشتمل متعدد احادیث۔ ۶۴۴

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرامینِ ہدایت بنام سلاطین، اور سلاطین کا ردعمل۔ ۶۴۷

داڑھی منڈانے اور مونچھیں بڑھانے والوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھنا پسند نہ فرمایا۔ ۶۴۷

آدمی جس حال پر مرتا ہے اسی حال پر اٹھتا ہے۔ ۶۴۸

قیامت میں جن بدنصیبوں نے حضور علیہ

Marfat.com

الصلوٰۃ والسلام نے اعراض فرمایا ان کا ٹھکانا کہیں نہیں۔ ۶۴۸

داڑھی باندھنے، کمان کا چلّہ گلے میں لٹکانے اور کسی جانور کی لید یا ہڈی سے استنجاء کی ممانعت۔ ۶۴۹

یزید بن خالد ثقہ ہے۔ ۶۴۹

مفضل ابن فضالہ المصری ثقہ فاضل عابد ہے۔ ۶۴۹

عیاش ابن عباس ثقات سے ہے۔ ۶۴۹

داڑھی باندھنے سے کیا مراد ہے۔ ۶۵۰

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور قاضی عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ نے بے داڑھی کی گواہی رد کر دی۔ ۶۵۱

عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ کا تعارف۔ ۶۵۱

عمر بن عبدالعزیز نے داڑھی چننے والے کی شہادت مسترد کر دی۔ ۶۵۱

داڑھیاں کترنے والے نرے بدنصیب ہیں۔ ۶۵۱

تنبیہ نہم نصوص ائمہ کرام وعلماء عظام میں۔ ۶۵۱

جب داڑھی ایک مشت سے کم ہو تو اس میں سے کچھ لینا کسی کے نزدیک حلال نہیں۔ ۶۵۲

داڑھی منڈانے والے کو سزا دی جائے کہ وہ فعل حرام کا مرتکب ہوا ہے۔ ۶۵۲

داڑھی ترشانا پارسیوں کا کام تھا اب تو بہت سے کفار کا شعار ہے۔ ۶۵۲

قلندریہ فرقے کا دین میں کوئی حصہ نہیں۔ ۶۵۳

کس قدر پوچ عقل ہے ان لوگوں کی جنھوں نے مونچھیں بڑھائیں اور داڑھیاں پست کیں کیونکہ انھوں نے اپنی اصل خلقت ہی بدل دی۔ ۶۵۳

عورت کی داڑھی مونچھ نکل آئیں تو انھیں صاف کرنا اس کے لئے مستحب ہے۔ ۶۵۳

داڑھی مونڈنا، چننا اور کترنا سب ناجائز اور مرد کو ایسا کرنا حلال نہیں۔ ۶۵۴

عورت کے سر کے بال مونڈنا حرام کہ یہ مردوں سے مشابہت ہے۔ اسی طرح مرد کا داڑھی مونڈنا بھی حرام کہ یہ عورتوں سے مشابہت ہے۔ ۶۵۴

داڑھی مونڈنا ممنوع ہے کہ یہ کافروں کی عادت ہے۔ ۶۵۴

فائدہ: جس طرح داڑھی مونڈنا کترنا بالاتفاق حرام وگناہ ہے یونہی ہمارے ائمہ وعلماء کے نزدیک اس کا طولِ فاحش کہ بے حد بڑھایا جائے جو حدِ تناسب سے خارج وباعثِ انگشت نمائی ہو مکروہ وناپسندیدہ ہے۔ ۶۵۵

عامہ کتب فقہ وحدیث کی تصریح کے مطابق داڑھی کی حد یکمشت ہے۔ ۶۵۵

حدِ شرع سے زائد داڑھی کو کاٹنا ہمارے نزدیک مسنون ہے۔ ۶۵۵

عرب کی قدیم قومی وملکی ومذہبی عادت داڑھی

Marfat.com

رکھنا رہی ہے وہ اس کے نہ ہونے کو سخت
عیب جانتے تھے۔
تنبیہ دہم بقیہ دلائل تحریم میں۔
دلیل اول: داڑھی منڈانا مثلہ یعنی صورت
بگاڑنا ہے اور مثلہ حرام ہے۔
سر منڈانا عورت کے حق میں مثلہ ہے جیسا کہ
داڑھی منڈانا مرد کے حق۔
عورت کے لئے احرام سے نکلنے کے لئے
قصر ہے حلق نہیں۔
جیسے عورت کے حق میں گیسو بریدہ کا ہے
یونہی مرد کے حق میں داڑھی منڈا۔
جو کسی جاندار کو مثلہ کرے اس پر اللہ تعالیٰ
و ملائکہ و بنی آدم سب کی لعنت۔
مثلہ کی تحریم و مثلہ پر لعنت پر متعدد احادیث کریمہ
کا بیان۔
دلیل دوم: داڑھی منڈانا زنانہ صورت بنانا
ہے اور مردوں کو عورتوں سے تشبہ حرام ہے
عورت و مرد کے جسم ظاہر میں ما بہ الامتیاز
یہی چوٹی اور داڑھی ہے۔
فرشتوں کی تسبیح یہ ہے کہ پاک ہے اس کو جس نے
زینت دی مردوں کو داڑھیوں سے اور
عورتوں کو گیسوؤں سے۔
داڑھی کترنا مشرکوں کی ترکیب ہے۔
متعدد احادیث سے ثابت کہ مرد عورت کو
ایک دوسرے سے تشبہ حرام اور باعث

لعنت ہے۔ ۶۶۵
۶۵۶ تین شخص جنت میں کبھی نہ جائیں گے۔ ۶۶۹
۶۵۷ چار شخص صبح و شام اللہ تعالیٰ کے غضب
میں ہوتے ہیں۔ ۶۶۹
۶۵۷ چار اشخاص پر اللہ تعالیٰ نے بالائے عرش
سے دنیا و آخرت میں لعنت بھیجی اور فرشتوں
۶۵۷ نے آمین کہی۔ ۶۶۹
دلیل سوم: داڑھی منڈانا کتروانا کفار سے انکے
۶۵۷ شعار میں تشبہ ہے اور وہ حرام ہے۔ ۶۰۰
اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ دشمن
۶۵۹ تین شخص ہیں۔ ۶۰۱
ترک سنت کے لئے وعید شدید پر مشتمل
۶۶۰ احادیث کریمہ۔ ۶۰۱
خاتمہ ۶۰۲
۶۶۰ جدول اسمائے کتب وغیرہ ان ناموں کی
جو داڑھی منڈانے اور ترشوانے والوں کے
۶۶۲ حق میں آیات و احادیث و نصوص مذکورہ سے
ثابت ہیں۔ ۶۰۵
۶۶۴ سر کے بال مونڈھنے سے تیرہ پڑھ لیتے
جیسا کہ آج کل جاہل صوفیوں کا طریقہ ہے
حرام ہے۔ اس پر حدیث میں لعنت آئی ہے ۶۶۸
۶۶۵ چالیس روز سے زیادہ ناخن یا موئے بغل
۶۶۵ یا موئے زیر ناف رکھنے کی اجازت نہیں
اور گنہگار ہوگا، ایک تحدیار تو تیسرے
اور علامت ڈالتے سے کچھ ہو جائے گا ۶۶۹

Marfat.com

جس شخص کو کام وغیرہ کے لئے مجبوری ہو تو وہ پیتل وغیرہ کے ناخن بنوا کر انگلیوں پہ چڑھالے۔ ۶۷۹

سونے چاندی کے ناخن بنا کر استعمال کرنا مرد وعورت دونوں کو ناجائز ہے۔ ۶۷۹

جس کے ہاتھ میں رعشہ ہو اُسترا لے تو زخمی ہونے کا خوف ہے تو وہ نورہ استعمال کرے ۶۷۹

نومسلم بالغ کے ختنہ کا کیا حکم ہے۔ ۶۷۹

ختنہ کا حکم حدیث میں ہے۔ ۶۷۹

کفر کے بال دُور کرنے کا حکم۔ ۶۸۰

بیاج کے جائز کرنے کا حیلہ مسلمان کی شان نہیں۔ ۶۸۰

جائز حیلہ کی تعلیم خود رسول اللہ صلّے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمائی اور ائمۂ دین نے اس کی متعدد صورتیں ارشاد فرمائی ہیں۔ ۶۸۰

عربستان میں لڑکیوں کے ختنہ کا رواج ہے ہندوستان میں کیوں نہیں۔ ۶۸۰

مونچھ بڑھانا یہاں تک کہ منہ میں آئے کیسا ہے۔ ۶۸۰

جاہل فوجی ترکوں کا فعل حجت نہیں۔ ۶۸۴

بدھ کے روز ناخن تراشنا کیسا ہے۔ ۶۸۵

بدھ کو ناخن تراشنے کے مستحب ہونے اور موجب برص ہونے کی روایات میں تطبیق و ترجیح۔ ۶۸۵

بدھ کے روز ناخن کاٹنے کی ممانعت سے متعلق دونوں حدیثیں ضعیف ہیں۔ ۶۸۵

حدیث مذکور اگرچہ ضعیف ہے مگر حدیث صحیح صحیح بخاری وقد قیل اس کی مؤید ہے۔ ۶۸۶

امام ابن الحاج مکی علیہ الرحمہ کے بدھ کے روز ناخن تراشنے کا عجیب واقعہ۔ ۶۸۶

سارے سر کے بال رکھنا اور تمام کو منڈانا دونوں جائز، اول سنتِ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم، اور دوم سنتِ امیر المومنین علی مرتضےٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، اور اول اولیٰ ہے۔ ۶۸۶

مردوں کو عورتوں کی مثل کندھوں سے نیچے تک لمبے بال رکھنا حرام وموجبِ لعنت ہے ۶۸۷

عورتوں کی وضع اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں کی وضع اختیار کرنے والی عورتوں پر حدیث میں لعنت اور وعیدِ شدید۔ ۶۸۷

عورت کو حرام ہے کہ وہ سر کے بال تراشے۔ ۶۸۸

چار انگل کی پیمائش داڑھی میں کہاں سے چاہئے۔ ۶۸۸

داڑھی کو حدِ مقرر یعنی چار انگل سے کم کرنا منڈانے کی طرح ہی حرام ہے مگر بالکل منڈانا خبیث تر ہے۔ ۶۸۹

سر اقدس کے بال مبارک رکھنے یا منڈانے میں حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ کا بیان۔ ۶۹۰

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی

Marfat.com

عادتِ کریمہ سر کا حلق تھی۔ ۶۹۰
داڑھی کتروانے، منڈانے اور چڑھانے والوں سے میلاد پڑھوانا نہیں چاہئے۔ ۶۹۱
داڑھی چڑھا کر نماز پڑھنا مکروہ۔ ۶۹۱
داڑھی کس قدر نیچی رکھنی چاہئے۔ ۶۹۱
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کی حد۔ ۶۹۲
حضرت علی و حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی داڑھی مبارک کی مقدار۔ ۶۹۲
رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پاک کے ساتھ صلعم یا ص یا ؑم یا صللم وغیرہا رموز لکھنا ممنوع اور سخت بیدولتی ہے پورا درود لکھنا لازم ہے۔ ۶۹۲
سب سے پہلے جس شخص نے درود مخفف کیا اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ ۶۹۲

ضمیمہ داڑھی، حلق، قصر، ختنہ و حجامت

ختنہ کلمہ طیبہ کی طرح شعائرِ دین سے ہے۔ ۶۳۶

٭ ٭ ٭

Marfat.com

فہرست ضمنی مسائل

عقائد و کلام و سیر

ہندوؤں کا زنار اور نصاریٰ کا ہیٹ استعمال کرنا کفر ہے۔ ۱۹۰
دھوتی کہ لباسِ ہنود ہے ممنوع ہے۔ ۱۹۲
ایسا لباس پہننا جس سے مسلمان و کافر میں فرق نہ رہے حرام بلکہ کئی صورتوں میں کفر ہے ۱۹۳
احکامِ شریعت سے تمسخر و استہزاء اور عالمِ دین پر لعن طعن کرنا کفرِ صریح ہے اور اس سے عورت نکاح سے نکل جاتی ہے۔ ۲۴۴
مرتکب کبیرہ دائرۂ اسلام سے خارج نہیں نہ ان پر مرتدوں والے احکام جاری ہوتے ہیں۔ ۲۴۷
علانیہ گناہ کی توبہ بھی علانیہ چاہیئے اور پوشیدہ کی پوشیدہ۔ ۲۵۸
مسلمان کی خواب نبوت کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا ہے۔ ۲۷۱
خواب نبوت کا کونسا حصہ ہے۔ ۲۷۱
نبوت گئی اب میرے بعد نبوت نہ ہوگی مگر مبشرات ہوں گی (الحدیث) ۲۷۱
کفار و ہنود کو سلام کیسے کیا جائے اور وہ سلام کریں تو جواب کیسے دیا جائے۔ ۳۱۶
شیوخ کی قدمبوسی، مزاراتِ اولیاء پہ جھک کر سلام کرنا اور انھیں چومنا شریعت وطریقت میں کیسا ہے۔ ۳۱۷
مصافحہ ومعانقہ کے فعل پر جہنمی ومردود رافضی کا حکم لگانے والا خود ان الفاظ کا مستحق اور ضال ومضل وفاسق ہے۔ ۳۲۸

Marfat.com

آستانۂ کعبہ، مصحف اور دست و پائے علماء و اولیاء کا بوسہ جائز ہے۔ ۳۴۲

حرمین شریفین کے در و دیوار کو تبرکاً مس کرنا اور بوسہ دینا اہلِ حُب و ولاء کا دستور ہے۔ ۳۴۳

نقشِ نعلِ پائے حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بوسہ دینے اور آنکھوں سے لگانے کے بارے میں علماء و مشائخ کرام کے ارشاداتِ عالیہ۔ ۳۴۵

نقشۂ روضۂ مقدسہ کی زیارت اور اس کو بوسہ دینے سے متعلق ارشاداتِ علماء۔ ۳۴۹

اصلِ کلی یہ ہے کہ تعظیم پر منتسب بارگاہِ کبریا بالخصوص محبوبانِ خدا انحاء تعظیم حضرت عزّ جل علا سے ہے۔ ۳۶۶

کافر کو سلام کرنا حرام ہے۔ ۳۷۸

غیر کعبہ معظمہ کا طوافِ تعظیمی ناجائز ہے۔ ۳۸۲

غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے ۳۸۲

شریعتِ مطہرہ نے انسان کے سر سے پاؤں تک جمیع جہات میں جدا جدا احکام رکھے ہیں۔ ۳۹۵

احکامِ مختلفہ کے ثواب بھی مختلف رنگ کے ہیں۔ ۳۹۵

سر سے پاؤں تک جملہ جوارح میں معاصی جدا جدا ہیں۔ ۳۹۵

طوافِ تعظیمی غیر خدا کے لئے حرام ہے۔ ۴۰۱

سجدہ غیر خدا کو قطعی حرام ہے۔ ۴۰۷

سیّد کی بد مذہبی اگر حدِ کفر تک پہنچ گئی تو اسکی تعظیم حرام کہ اب وہ سیّد ہی نہ رہا۔ ۴۲۳

سجدہ دو قسم ہے، سجدۂ عبادت اور سجدۂ تحیت، اول غیر خدا کے لئے کفر ہے اور ثانی غیر خدا کے لئے حرام ہے۔ ۴۲۳

کفر و شرک کبھی کسی شریعت میں جائز نہیں ہو سکتا۔ ۴۲۳

غیر اللہ کو سجدۂ عبادت شرکِ مہین ہے۔ ۴۲۹

غیر اللہ کو سجدۂ تحیت حرام و گناہ کبیرہ ہے ۴۲۹

سجدۂ تحیت کی تکفیر جو جماعتِ فقہاء سے منقول ہے وہ کفرِ صوری پر محمول ہے۔ ۴۳۰

پیر و مزار کو سجدۂ تحیت نہ تو مباح ہے اور نہ ہی شرکِ حقیقی۔ ۴۳۰

محال ہے کہ مولیٰ عزّ وجل کبھی کسی مخلوق کو اپنا شریک کرنے کا حکم دے اگرچہ پھر اسے بھی منسوخ فرمائے۔ ۴۳۰

ملائکہ میں سے کوئی کسی کو ایک آن کے لئے بھی شریکِ خدا نہیں بنا سکتا۔ ۴۳۰

سجدۂ عبادت کو جائز مان کر کوئی مسلمان نہیں رہتا۔ ۴۳۵

صحابہ کرام کا اعتقاد کہ نعمتیں اور دُنیا و آخرت کی ہلاکتوں سے نجات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت اور آپ کے صدقے میں ملتی ہیں۔ ۴۴۴

مصنف علیہ الرحمہ کی تحقیق کہ تحریمِ سجدہ متفق علیہ ہے اور تکفیر میں چھ قول ہیں۔ ۴۵۸

ظہیریہ میں علی الاطلاق تکفیر کا حکم جزمی نہیں بلکہ بعض کی طرف نسبت ہے۔ ۴۵۹

Marfat.com

بلا اکراہ غیر اللہ کو سجدہ پر تکفیر کے بارے میں دعویٰ اتفاق بے محل ہے۔ ۴۶۱

جہال کا اپنے پیروں کو سجدہ کرنا بالاجماع گناہِ کبیرہ ہے اگر جائز سمجھے تو کافر ہے۔ ۴۶۹

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بدعقیدگی کا گمان کرنے والا مستحقِ جہنم ہے۔ ۵۰۳

جو شخص رسول کو کفر و ارتداد پر سکوت کرنیوالا ٹھہرائے وہ خود کفر و ارتداد کے گھاٹ پر پہنچ گیا۔ ۵۰۴

بے شک سجدہ افعالِ عبادت سے ہے۔ ۵۰۵

سجدۂ عبادت اور سجدۂ تحیت میں سوائے نیت کے کوئی فرق نہیں۔ ۵۰۵

اخلاص عبادت یہ ہے کہ عبادتِ غیر کی مشابہت سے بھی بچے۔ ۵۰۵

سجدۂ تحیت اور سجدۂ عبادت کا امتیاز اللہ تعالیٰ اور خود ساجد کے نزدیک نیت سے ہے۔ ۵۱۱

اللہ تعالیٰ لغو و فضول اور ناقص و مدخل سے منزہ ہے۔ ۵۱۱

نوعِ البشر میں عصمت خاصۂ انبیاء ہے۔ ۵۱۵

بلاشبہہ ہماری شریعت مطہرہ میں غیر خدا کے لئے سجدۂ تحیہ حرام فرمایا گیا ہے۔ ۵۴۹

کوئی شریعت جوازِ کفر نہیں لاسکتی۔ ۵۶۰

اللہ تبارک وتعالیٰ کفر کا حکم نہیں فرماتا۔ ۵۶۰

سجدۂ تحیت قطعاً کفر نہیں۔ ۵۶۰

پیر یا استاذ کو سجدۂ تعظیمی کیسا ہے اور اس کا مرتکب مومن ہے یا کافر۔ ۵۶۴

غیر خدا کو سجدۂ عبادت شرک ہے اور سجدۂ تعظیمی شرک نہیں مگر حرام و گناہِ کبیرہ ہے۔ ۵۶۵

بزرگانِ دین کی قدمبوسی و دست بوسی کرنیوالے کو مشرک کہنے والا خود تجدیدِ اسلام و تجدیدِ نکاح کرے۔ ۵۶۷

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناراضگی پر دنیا و آخرت میں ثمراتِ بد مرتب ہوتے ہیں ۵۷۳

داڑھی کی سنیت قطعی الثبوت ہے اس کی توہین و تحقیر اور اس کے اتباع پر استہزا بالاجماع کفر ہے۔ ۵۷۴

مسلمانوں پر لازم ہے کہ داڑھی کی تحقیر کرنیوالے کے ساتھ کافروں جیسا معاملہ کریں، مرنے کے بعد اس کا جنازہ نہ پڑھیں، مسلمانوں کے قبرستان میں اس کو دفن نہ کریں بلکہ حتی الامکان اس کے ناپاک جنازہ کی تذلیل کریں۔ ۵۷۴

جب تک نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی باتیں دل سے نہ مانیں ہرگز مسلمان نہیں ہونگے، طوطے کی زبان سے لاکھ کلمہ رٹے جائیں کیا ہوتا ہے۔ ۶۱۲

آدمی جس حال پر مرتا ہے اسی حال پر اٹھتا ہے۔ ۶۴۸

کفر کے بال دور کرنے کا حکم۔ ۱۸۰

Marfat.com

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضور پر نور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے
ایسا جُبّہ پہنا جس کے گریبان اور آستینوں
اور چاکوں پر ریشم کی خیاطت تھی۔ ۱۱۴

حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے
تانبے اور پیتل کے برتنوں میں کھانا ثابت
نہیں، مٹی یا کاٹھ کے برتن تھے اور پانی
کے لئے مشکیزے۔ ۱۲۹

اصل سنتِ مستمرہ فعلیہ حضور پُر نور سید المرسلین
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ازار یعنی تہبند ہے۔ ۱۵۸

حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا
ازار مبارک اکثر نصف ساق تک ہوتا تھا۔ ۱۶۸

نبی اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی قمیص مبارک
نیم ساق تک تھی، اور کم طول بھی وارد ہے،
گریبان مبارک سینۂ اقدس پر تھا، دامن
کے چاک کھلے ہوتے اور ان پر ریشمی کپڑے
کی گوٹ تھی، اس زمانے میں گھنڈی تکمے
ہوتے تھے، بٹن ثابت نہیں، رنگ سبز و
سُرخ بھی ثابت ہے اور محبوب تر سفید ہے ۱۷۰

حضور انور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا عمامہ اقدس
کم از کم پانچ اور زیادہ سے زیادہ بارہ ہاتھ تھا۔ ۱۷۱

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تہبند
باندھا۔ پاجامہ خریدنا اور اس کی تعریف کرنا
ثابت ہے مگر پہننا ثابت نہیں۔ ۱۸۷

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کرتہ
مبارک میں بٹن ثابت نہیں، چاک دونوں طرف
تھے اور گریبان مبارک سینۂ اقدس پر تھا۔ ۱۸۷

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زید
بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معانقہ فرمایا
اور بوسہ دیا۔ ۲۵۴

حضرت جعفر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گلے لگایا اور
بوسہ دیا۔ ۲۵۴

حضور علیہ الصلوٰۃ کا تالاب میں صحابہ کرام
کے ساتھ تیرنا۔ ۲۵۵

حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بدنِ اقدس سے
چمٹا لیا۔ ۲۵۶

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ
سے حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم
کا مصافحہ و معانقہ۔ ۲۵۶

حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم
خواب کو امرِ عظیم جانتے اور نمازِ صبح کے
بعد پوچھتے کہ آج کی رات کسی نے کوئی خواب
دیکھا ہے۔ ۲۷۰

حدیث میں تصریح کہ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام ازواجِ مطہرات کو سلام فرماتے۔ ۳۲۷

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
عورتوں کی جماعت کو سلام کیا۔ ۳۳۶

Marfat.com

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے پاؤں چومنے کی صحابی کو اجازت دی۔ ۳۳۹
حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشت سے زائد داڑھی کو کاٹ دیتے تھے۔ ۵۹۰
یہ امر محض بے اصل ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک ایک مشت ہی تھی اس سے زائد نہ ہوتی تھی۔ ۵۹۰
سر اقدس کے بال مبارک رکھنے یا منڈانے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ کا بیان۔ ۶۹۰
نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کی حد ۶۹۲

معجزات و فضائل سید المرسلین

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھجوروں کے ڈھیر کا طواف کیا، اس پر بیٹھ گئے جس سے کھجوریں بڑھ گئیں۔ ۳۸۸
اونٹ نے حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سجدہ کیا۔ ۴۳۸
بگڑے ہوئے اونٹ نے نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ ۴۳۹
بکریوں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کیا۔ ۴۴۰
بے قابو شتر آبکش سجدے میں گر گیا۔ ۴۴۱
اونٹ بولتا ہوا آیا اور بارگاہِ رسالت میں سجدہ کیا۔ ۴۴۲
اونٹ نے فریاد کی اور سرکار نے اس پر کرم فرمایا۔ ۴۴۲
حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانوروں کی بولی سمجھتے ہیں۔ ۴۴۲
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چوپائے اور درخت سجدے کرتے ہیں۔ ۴۴۲
رب تعالیٰ کی عبادت کرو اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کرو۔ ۴۴۲
بے قابو اونٹ کو حضور کے سامنے سجدہ کرتے دیکھ کر قوم میں سبحان اللہ سبحان اللہ کا شور اُٹھا۔ ۴۴۳
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دو مست اونٹوں نے سجدہ کیا، آپ نے دونوں کے سر پکڑ کر مالک کے حوالے کیا اور فرمایا ان سے کام لو اور خوب چارہ دو۔ ۴۴۴
سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے دو درختوں نے مل کر پردہ بنایا اور قضائے حاجت کے بعد واپس اپنی جگہ پر چلے گئے۔ ۴۴۵
ایک بچے پر شیطان کا اثر تھا جسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دور فرما دیا۔ ۴۴۵
اونٹ نے فریاد کی تو حضور نے خرید کر اس کو آزاد چھوڑ دیا۔ ۴۴۶
حضور کے بُلانے پر درخت جڑوں کو اکھاڑتا ہوا حاضرِ خدمت ہوا اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ۔ ۴۴۶

Marfat.com

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مرضِ وصال کے احوال۔ ۴۵۴

وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحٰی۔ ۴۹۸

ہر چیز مجھ کو اللہ کا رسول جانتی ہے سوا کافر جن اور آدمیوں کے۔ (حدیث) ۵۰۵

حضور عالمِ ماکان و مایکون ہیں صدیوں بعد ہونے والے حالات کی خبر پہلے ہی دے دی۔ ۵۰۸

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بطور معجزہ نوجوان کے دل سے محبتِ زنا نکال کر نفرتِ زنا پیدا کر دی۔ ۵۹۲

فضائل سید المرسلین سے متعلق مصنف کے ایک رسالہ "البحث الفاحص عن طرق احادیث الخصائص" کا جواب۔ ۶۱۳

حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض خصوصی فضائل کا ذکر۔ ۶۱۳

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل نامقصور اور خصائص نامحصور ہیں بلکہ حقیقتًا ہر کمال ہر خوبی، ہر فضل میں عمومًا اطلاقًا انھیں تمام انبیاء مرسلین وخلق اللہ اجمعین پر تفضیل تام وعام ومطلق ہے کہ جو کسی کو ملا وہ سب انھیں سے ملا اور جو انھیں ملا وہ کسی کو نہ ملا۔ ۶۱۴

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علمِ اولین و آخرین عطا ہوا۔ ۶۱۸

پھر علمِ نبی تو علمِ نبی ہے۔ ۶۱۹

عالمِ امکان میں نہایت نہایات حضور سید الکائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات ہیں۔ ۶۱۹

نبی اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جو کچھ حکم، جو کچھ رائے، جو کچھ طریقہ اور جو کچھ ارشاد ہے سب قرآن سے ہے۔ ۶۲۰

سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منکرینِ حدیث کی خبر دی۔ ۶۲۰

حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام آمر، واعظ، ناہی، محرم اور محلل ہیں۔ ۶۲۱

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حرام کردہ چیزیں قرآن کی حرام کردہ چیزوں سے بیشتر ہیں ۶۲۱

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عالمِ ماکان و مایکون ہیں۔ ۶۲۲

آیاتِ قرآنیہ سے ثابت ہے کہ نبی کا حکم بعینہٖ اللہ تعالٰی کا حکم ہے اور نبی کی اطاعت بعینہٖ اللہ تعالٰی کی اطاعت ہے۔ ۶۲۸

اذان

عورت کو اذان دینا جائز نہیں۔ ۲۴۳

امامت و نماز

عورت کو زیور پہن کر نماز پڑھنے کا حکم۔ ۱۲۷

Marfat.com

بے زیور عورت کا نماز پڑھنا ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی نظر میں۔	۱۲۸
سونے کی گھڑی جیب میں ہو تو نماز میں حرج نہیں۔	۱۲۹
تانبہ، پیتل، لوہا اور کانسہ تو عورت کو پہننا بھی ممنوع ہے اس سے نماز بھی مکروہ ہوگی۔	۱۳۰
مکروہ چیز پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔	۱۳۰
سونے، چاندی، گلٹ اور ریشم کی چین گھڑی میں لگانا اور اس کو پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے۔	۱۵۲
ریشم کا ازاربند استعمال کرنا مرد کیلئے ناجائز ہے، اور ناجائز کپڑا پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔	۱۵۳
ریشمی جائے نماز پر نماز پڑھنا جائز ہے۔	۱۷۶
بدمذہب مستحق تذلیل ہیں لہذا نماز کی امامت نہیں کرا سکتے کیونکہ امامت اعلیٰ درجہ کی تعظیم ہے۔	۲۱۲
فاسق کی امامت ممنوع ہے۔	۲۱۲
تین شخصوں کی نماز اُن کے کانوں سے اوپر نہیں جاتی یعنی قبول نہیں ہوتی۔	۲۱۷
ناپسندیدہ امام کے لئے وعید شدید۔	۲۱۸
عورتیں نمازِ مسجد سے ممنوع ہیں۔	۲۳۹
دیوث لعنتی ہے اُسے امام بنانا ناجائز ہے۔	۲۴۷
نیت شرطِ نماز ہے نہ کہ رکنِ نماز۔	۳۸۷
مزامیر و سجدۂ تحیہ کو جائز قرار دینے والے پیر اور اس کے مرید قابلِ امامت نہیں۔	۴۰۷
خارج نماز آیتِ سجدہ تلاوت کی گئی تو اسکو سن کر نمازی پر سجدہ واجب نہ ہوگا۔	۴۰۹
نمازی کی تلاوت سے خارج نماز پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں۔	۴۰۹
ختمِ نماز پر سلام کی حکمت۔	۴۰۹
قبروں کی طرف نماز نہ پڑھو اور نہ ان پر بیٹھو۔	۴۵۲
نہ قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو نہ ہی قبر پر نماز پڑھو۔	۴۵۲
کسی آدمی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی ممانعت۔	۴۵۲
یہود و نصاریٰ نے قبورِ انبیاء کو محلِ سجدہ بنایا جس کی وجہ سے حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ان پر لعنت و ہلاکت کی دُعا کی۔	۴۵۳
قبر کے سامنے رکوع و سجود والی نماز مکروہ ہے۔	۴۷۷
نماز جنازہ قبر کے سامنے پڑھ سکتے ہیں۔	۴۷۸
بلا جنازہ دفن کے بعد قبر پر نمازِ جنازہ پڑھی جائیگی جب تک ظنِ سلامت ہے۔	۴۷۸
قبر کے سامنے نماز ممنوع ہے چاہے مسجد میں ہو، مکان میں ہو یا صحرا میں۔	۴۷۹

Marfat.com

سامنے قبر ہو تو نمازی سُترہ رکھ لے۔ ۴۷۹

امام کا سُترہ ساری جماعت کو کافی ہے۔

جو سجدۂ تلاوت نماز میں واجب ہو فوراً بشکلِ رکوع بھی ادا ہوجاتا ہے یونہی رکوعِ نماز میں اس سجدہ کی نیت کرنے سے جبکہ چار آیت کا فصل دے کر نہ ہو۔ ۵۲۳

کعبہ نماز کا قبلہ ہے اور نماز اللہ تعالےٰ کے لئے ہے۔ ۵۲۴

فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ ۶۰۵

داڑھی چڑھا کر نماز پڑھنا مکروہ۔ ۶۹۱

احکامِ مسجد

مسجد میں امام کو پاؤں دبوانے میں کوئی حرج نہیں۔ ۱۳۰

عالمِ دین، سلطانِ اسلام اور اپنے استاذ کی تعظیم مسجد اور مجالس خیر میں کی جائے گی البتہ قدموں پر سر رکھنا جہالت ہے۔ ۴۱۵

قبر کی طرف مسجد کا قبلہ ہونا منع ہے۔ ۴۷۸

مسجد کا قبلہ جانبِ قبر نہ ہو اور نہ ہی جانبِ حمام۔ ۴۷۹

مسجد البیت کے قبلہ میں حمام یا بیت الخلاء ہو تو کچھ حرج نہیں، نہ ہی قبر میں مضائقہ۔ ۴۷۹

مسجد البیت میں جنبی کو جانا بلکہ جماع جائز ہے۔ ۴۷۹

جنائز

شوہر بعد وفات اپنی عورت کو دیکھ سکتا ہے۔ ۲۳۴

مرد اپنی مردہ بیوی کو غسل نہیں دے سکتا۔

عورت اپنے مردہ شوہر کو غسل دے سکتی ہے۔ ۲۳۵

مناسکِ حج

محرم بحالتِ احرام طیلسان یعنی بڑی چادر اوڑھ سکتا ہے مگر اس کو گرہ لگانا ممنوع ہے۔ 119

طیلسان کو گرہ لگانے سے محرم پر دم واجب ہوتا ہے جب پورا دن گرہ لگائے رکھے۔ 119

عورت کو باآواز بلند تلبیہ کہنے کی اجازت نہیں ۲۴۲

تلبیہ حج میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم شدتِ اتباعِ سنت کے باوجود کچھ الفاظ کا تلبیۂ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اضافہ کرتے تھے۔ ۳۰۹

ہمارے علماء فرماتے ہیں تلبیہ سے مقصود ثناءِ الٰہی اور اظہارِ عبودیت ہے لہٰذا اس پر اور کلمات بڑھانا ممنوع نہیں۔ ۳۱۰

تقصیرِ حج کا مطلب۔ ۶۰۲

احرام باندھے ہوئے زنبور کو قتل کرنے کا حکم فاروقِ اعظم نے دیا۔ ۶۳۱

Marfat.com

عورت کے لئے احرام سے نکلنے کے لئے قصر ہے حلق نہیں۔ ۶۵۱

نکاح و طلاق و عدت

کنواری لڑکیوں کو زیور ولباس سے آراستہ رکھنا کہ ان کی منگنیاں آئیں سنت ہے۔ ۱۲۶

عورتوں کا گھر سے نکلنا اور تعزیہ وغیرہ دیکھنے جانا ناجائز اور مردوں کا اس کو روا رکھنا بے غیرتی ہے مگر اس سے نکاح نہیں ٹوٹتا اور نہ اولاد میں خلل آتا ہے۔ ۲۴۹

داڑھی کی توہین کرنے والے کی بیوی نکاح سے نکل جائے گی، اس کے بعد اولاد حرام ہوگی۔ ۵۷۴

نسب

زنا سے نسب ثابت نہیں ہوتا۔ ۲۳۹

فوائد تفسیریہ

آیۃ کریمہ ولا یضربن بارجلهن الخ کی تفسیر۔ ۱۲۸

قرآنی آیت سے زرد جوتے کے باعث سرور ہونے پر استدلال۔ ۱۹۲

قرآن عظیم نے فرمایا ما اٰتاکم الرسول فخذوہ ومانھاکم عنه فانتھوا یوں نہیں فرمایا کہ ما فعل الرسول فخذوہ ومالم یفعل فانتھوا۔ ۳۰۵

آیہ کریمہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم میں فضل ذاتی مراد ہے۔ ۴۲۳

آیت کریمہ ماکان لبشر کا شانِ نزول۔ ۴۲۳

شانِ نزول میں دوسرا قول ۴۲۳

آیت کریمہ بعد اذ انتم مسلمون میں مخاطب مسلمان ہیں نہ کہ نصارٰی۔ ۴۲۳

ایامرکم بالکفر الآیۃ میں کفر سے کیا مراد ہے۔ ۴۲۵

ایک آیت کے کئی شانِ نزول ہوسکتے ہیں ۴۲۷

آیہ کریمہ فاینما تولوا فثم وجه اللہ حسبِ حدیث ترمذی شریف قبلہ تحری میں ہے۔ ۵۱۰

تفسیر بالرائے ممنوع ہے۔ ۵۱۲

کلام الٰہی میں معنوی تحریف کی ایک صورت ۵۱۳

علماء کو اختلاف ہے کہ سجدۂ آدم زمین پر سر رکھنا تھا یا صرف جھکنا۔ ۵۲۱

یوسف علیہ السلام کو ان کے والدین کے سجدہ کی نوعیت کیا تھی۔ ۵۲۱

آیت سورۃ یوسف کی وجہ نفیس۔ ۵۲۹

آیت کریمہ واذا حییتم بتحیۃ کی تفسیر۔ ۵۵۹

آیت کریمہ ایامرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون کی تفسیر۔ ۵۶۰

آیہ کریمہ محلقین رؤسکم و مقصرین

Marfat.com

میں حج کے حلق و قصر کا ذکر ہے اسے عادی امور سے تعلق نہیں۔ ۶۰۱

کتاب اللہ میں تمام احکام جزئیہ تفصیلیہ ہی نہیں بلکہ ازلاً ابداً جمیع کوائن وحوادث بالاستیعاب موجود ہیں۔ ۶۱۸

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول کہ اگر میری رسّی گم ہو جائے تو اسکو قرآن عظیم میں پالوں۔ ۶۱۸

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فرمان کہ سورۃ فاتحہ کی تفسیر لکھوں تو سترّ اونٹوں کا بوجھ بن جائے۔ ۶۱۹

داڑھی بڑھانے کے بارے میں متعدد آیاتِ کریمہ موجود ہیں اور اس میں دو طریق ہیں۔ ۶۲۸

آیت کریمہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کی تفسیر۔ ۶۳۱

ایک آیت کریمہ کی تفسیر اور فلیغیرن خلق اللہ سے داڑھی بڑھانے پر استدلال۔ ۶۳۵

آیہ کریمہ "یاایھا الذین اٰمنوا لا تحلوا شعائر اللہ" سے ثبوتِ لحیہ پر استدلال ۶۳۶

ان آیات کریمہ سے داڑھی کا اثبات جن میں ملت ابراہیمی کی اتباع کا حکم دیا گیا اس سے اعراض کو سخت حماقت وسفاہت فرمایا گیا۔ ۶۳۷

اولٰئک الذین ھدی اللہ فبھداھم اقتدہ الآیۃ سے داڑھی بڑھانے پر استدلال۔ ۶۳۸

آیت کریمہ لاتاخذ بلحیتی میں لحیہ کا فقط ذکر ہی نہیں داڑھی بڑھانے کی طرف بھی اشارہ نکلتا ہے۔ ۶۳۸

آیت کریمہ ومن یشاقق الرسول الخ کی تفسیر اور اس سے داڑھی رکھنے پر استدلال۔ ۶۳۹

آیت کریمہ یزید فی الخلق ما یشاء میں ایک تفسیر کے مطابق داڑھی مراد ہے۔ ۶۴۰

یاایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ الآیۃ کا شانِ نزول۔ ۶۴۲

تین آیات سے داڑھی منڈانے کی مذمت اور رکھنے کا ثبوت۔ ۶۴۲

فوائد حدیثیہ

چاندی کے پتر کے استعمال سے متعلق ایک حدیث پر گفتگو۔ ۱۱۴

ایک حدیث میں وارد لفظ تعطّر کے معنی کی تحقیق۔ ۱۲۷

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پائجامہ پہننے سے متعلق حدیث بشدت ضعیف ہے۔ ۱۵۸

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پائجامہ خریدنا بسند صحیح ثابت ہے۔ ۱۵۸

متعدد سندوں اور طرق کی وجہ سے بسا اوقات ضعیف حدیث قوی ہو جاتی ہے۔ ۱۶۰

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عورتوں کے

Marfat.com

لباس سے متعلق پیشگوئی پر مشتمل حدیث کی ایک تفسیر۔ ۱۶۳

سرخ رنگ کے بارے میں احادیثِ نہی و احادیثِ جواز میں تطبیق۔ ۱۹۷

معانقہ کے جواز و نفی پر وارد احادیث میں تطبیق۔ ۲۵۳

احادیث نہیِ معانقہ کی توجیہ۔ ۲۶۰

بہ حالت سفر معانقہ کے ثبوت پر سولہ[۱۶] احادیثِ کریمہ۔ ۲۶۱

غیر مقلدین کا محلِ استناد حدیثِ انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں مذکور لفظ "ید" ہے جو بصیغۂ مفرد واقع ہوا ہے۔ ۲۷۳

امام قاضی خاں علیہ الرحمہ نے خاص حدیثِ انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو غیر مقلدین کا مستند کیوں بتایا حالانکہ کلمہ "ید" بصیغۂ مفرد اس کے علاوہ بھی کئی حدیثوں میں آیا ہے۔ ۲۷۳

جن احادیثِ مصافحہ میں لفظِ "ید" بصیغہ مفرد آیا ہے وہ تین قسم پر ہیں۔ ۲۷۳

مستند ایشاں حدیث انس است و اورا مفہوم نیست۔ (مقولہ امام قاضی خان) ۲۷۰

ایک ہاتھ سے مصافحہ والی احادیث کا مطلب۔ ۲۷۶

وہ احادیث جو خاص کیفیتِ مصافحہ میں وارد ہیں۔ ۲۷۸

غیر مقلدین کے لئے صرف دو[۲] حدیثوں سے کچھ بوئے استناد نکل سکتی ہے۔ ۲۷۸

حدیثِ اول، نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاتھ میں ہاتھ لینا تحیت کی تمامی سے ہے۔ ۲۷۸

حدیث دوم، وہی حدیثِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس کی طرف امام قاضی خان نے اشارہ فرمایا۔ ۲۷۹

بارہا لفظِ "ید" بصیغۂ مفرد لاتے ہیں مگر مراد دونوں ہاتھ ہوتے ہیں۔ ۲۸۴

حدیث حنظلہ کو امام المحدثین امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تصریحاً منکر فرمایا۔ ۲۸۹

امام ہمام مرجع ائمۃ الحدیث امام احمد بن حنبل کی تضعیف کے مقابل امام ترمذی کی تحسین مقبول نہیں ہوسکتی۔ ۲۸۹

کسی ایک حدیث میں نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کو منع فرمایا ہو یا ارشاد فرمایا ہو کہ ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کیا کرو۔ ۲۹۰

حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر اعتراض اور اس کا جواب۔ ۲۹۰

ممکن ہے جو حدیث امام ابوحنیفہ و مالک کو پہنچی وہ بخاری و مسلم کو نہ پہنچی ہو یا جو حدیث اُن کے پاس بسند صحیح پہنچی ہو وہ بخاری و مسلم تک بذریعہ ضعاف پہنچی ہو۔ ۲۹۶

Marfat.com

ہر مطلب کے لئے محدثین نے تراجم و ابواب وضع نہیں فرمائے۔ ۲۹۸

تراجم و ابواب موضوعہ کی مثبت بہت حدیثیں ایسی ہوتی ہیں جنھیں بوجہ دوسری مناسبت کے دیگر ابواب میں محدثین لکھ دیتے ہیں اور بخیالِ تکرار اس کے اعادہ و اثبات سے باز رہتے ہیں۔ ۲۹۸

حصر رواۃ ممکن نہیں تو حصر روایات کیونکر ممکن ہوسکتا ہے۔ ۲۹۸

امام سیوطی علیہ الرحمہ نے حدیث "اختلافُ امتی رحمۃٌ" جامع صغیر میں ذکر فرمائی اور اس کا کوئی مخرج نہ بتا سکے۔ ۲۹۹

امام عسقلانی کی طرف سے بعض احادیث کی تخریج کا اظہار جن پر دیگر ائمہ حدیث مطلع نہ ہو سکے۔ ۳۰۰

ایک حدیث کے اسناد کو امام ترمذی نے ضعیف کہا اس کی وجہ ضعف پر گفتگو۔ ۳۳۳

چالیس حدیثوں سے تحریم سجدۂ تحیت کا ثبوت۔ ۴۳۷

غیر خدا کو سجدہ کی حرمت سے متعلق احادیث دو نوع ہیں۔ ۴۳۷

"کلامی لا ینسخ کلام اللہ" حدیث منکر، باطل اور موضوع ہے۔ ۴۹۷

حدیث "صَدَّق رؤیاك" کا معنی۔ ۴۹۹

ممانعتِ سجدہ سے متعلق حدیثِ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا میں بکر کی تحریف ۴۹۹

حدیثِ ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا کا صحیح مفہوم۔ ۴۹۹

حدیث قیس بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سجدۂ غیر خدا کی حرمت پر استدلال۔ ۵۰۰

بکر نے "لا ینبغی لبشر ان یسجد لغیر" کو حدیثِ ام المومنین کا تتمہ سمجھا حالانکہ یہ اس سے الگ حدیثِ سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے۔ ۵۰۲

ممانعت سجدہ کی احادیث چار الگ الگ واقعات پر مشتمل ہیں۔ ۵۰۲

حدیثِ قیس، حدیث معاذ اور حدیثِ سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہم کو بکر نے کیوں چھپایا۔ ۵۰۶

مراسیل حسن محدثین کی نظر میں۔ ۵۶۰

حدیث مرسل و منقطع میں فرق۔ ۶۱۲

جن احادیث میں اعفاء اللحیہ کا ذکر نہیں وہ ان احادیث کے مخالف نہیں جن میں اس کا ذکر موجود ہے۔ ۶۱۲

عشر من الفطرۃ کی جگہ حدیث میں اگر الفطرۃ عشر بھی ہوتا جب بھی زیادہ کے منافی نہ تھا۔ ۶۱۳

خصال فطرت کی تعداد کتنی ہے اس بارے میں مختلف احادیث کا بیان۔ ۶۱۳

سلسلۂ سند میں اگر یکے از دیگرے

Marfat.com

ہزار تک عدد رواۃ پہنچے تو وہ ایک ہی راوی کی روایت ہے اس میں تعدد نہیں ہو سکتا جب تک مرتبۂ واحدہ میں متعدد راوی نہ ہوں۔ ٦١٥

سندِ عالی سے نازل کا اشرف ہونا بالبداہۃ باطل ہے۔ ٦١٥

ولید نے نقلِ حدیث میں لم یذکر اور ادلم یذکروا کا فرق ملحوظ نہیں رکھا۔ ٦١٥

آثار موقوفہ و مقطوعہ کو قولِ رسول ٹھہرانا درست نہیں۔ ٦١٥

طلق سے ان کا قول دونوں طرح مروی ہے۔ ٦١٦

ولید نے حدیث خالفوا المشرکین کے جو معنے تراشے وہ کلامِ رسول سے کھلا استہزاء ہے۔ ٦٢٤

ولید کے منگھڑت معنیٔ حدیث کا پانچ وجوہ سے رد و ابطال۔ ٦٢٤

رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حلیہ مبارک سے متعلق احادیث۔ ٦٣١

مشرکوں اور کفار کی مخالفت داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹانے کے بارے میں مختلف الفاظ پر مشتمل متعدد احادیث۔ ٦٤٤

مثلہ کی تحریم و ممانعت پر متعدد احادیث کریمہ کا بیان۔ ٦٦٠

متعدد احادیث سے اثبات کہ مرد و عورت کا ایک دوسرے سے تشبہ حرام اور باعثِ لعنت ہے۔ ٦٦٥

بدھ کو ناخن تراشنے کے مستحب ہونے اور موجبِ برص ہونے کی روایات میں تطبیق و ترجیح۔ ٦٨٥

بدھ کے روز ناخن کاٹنے کی ممانعت سے متعلق دونوں حدیثیں ضعیف ہیں۔ ٦٨٥

حدیث مذکور اگرچہ ضعیف ہے مگر حدیث صحیح صحیح بخاری کی حدیث وقد قیل اس کی مؤید ہے ٦٨٦

جرح و تعدیل

حدیث طبرانی پایۂ اعتبار سے ساقط ہے۔ ٢٧٧

مصنف علیہ الرحمہ کی تحقیق کہ حدیث مذکور تین وجوہ سے قابلِ احتجاج نہیں۔ ٢٧٩

نقد و تنقیح پر آئیے تو حدیثِ انس نہ صحیح ہے نہ حسن بلکہ ضعیف منکر ہے۔ ٢٨٧

ائمہ ناقدین نے امام ترمذی پر اس بارے میں انتقادات کئے ہیں اور وہ قریب قریب ان لوگوں میں سے ہیں جو تصحیح و تحسین میں تساہل رکھتے ہیں۔ ٢٨٨

امام ترمذی کی تصحیح پر علماء اعتماد نہیں کرتے۔ ٢٨٨

محدثین اہل جرح و تعدیل میں سے اکثر کو ائمہ حنفیہ سے ایک تعنت ہے۔ ٢٩٦

اسماء الرجال

محمد بن سلیمان بن حبیب اسدی (تصغیر کے

Marfat.com

ساتھ) دسویں طبقہ کا معتبر راوی ہے۔ ۲۷۴

ابوداؤد اعمی رافضی سخت مجروح متروک ہے، ابن معین نے اسے کاذب کہا۔ ۲۷۷

علماء محدثین یحییٰ بن مسلم طائفی کا حافظہ برا بتاتے ہیں۔ ۲۷۹

حنظلہ بن عبداللہ سدوسی محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ ۲۸۷

وہ صحیح الحواس نہیں رہا تھا (یحییٰ بن سعید قطان) ۲۸۷

وہ ضعیف منکر الحدیث ہے (امام احمد) ۲۸۷

وہ تعجب خیز روایات لاتا ہے (امام احمد) ۲۸۷

وہ کوئی چیز نہ تھا آخر عمر میں متغیر ہوگیا تھا (یحییٰ بن معین) ۲۸۸

وہ قوی نہیں (امام نسائی) ۲۸۸

امام محدث ابوالخطاب ابن دحیہ بقول شاہ ولی اللہ دہلوی حافظ محدث متقن ہیں۔ ۲۸۸

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کی روایت کردہ احادیث حضرت ابوہریرہ کی مرویات سے زائد ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ۲۹۵

تصانیف محدثین میں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ صرف سات سو جبکہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ پانچ ہزار تین سو احادیث پائی جاتی ہیں۔ ۲۹۵

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصر میں جبکہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں سکونت پذیر تھے۔ ۲۹۵

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرنے والے تقریباً آٹھ سو افراد تھے۔ ۲۹۵

بخاری ومسلم کا علم محیط نہ تھا۔ ۲۹۶

ابراہیم بن بکر راویوں میں چھ ہیں اور سوائے ابراہیم بن بکر شیبانی کے کسی میں ضعف نہیں۔ ۲۹۸

ابن لہیعہ راوی ضعیف ہے۔ ۳۳۴

امام عینی علامہ قہستانی سے اوثق ہیں۔ ۴۶۰

جبرون متہم ہے۔ ۴۹۷

امام اجل محمد بن عباد تابعی ہیں اور ام المومنین صدیقہ، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، ابوہریرہ اور جابر بن عبداللہ کے شاگرد ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ۵۲۳

امام ابن جریج تبع تابعین سے ہیں، امام جعفر صادق کے شاگرد اور امام شافعی کے دادا استاذ ہیں۔ ۵۲۳

امام عطاء ابن ابی رباح امام اعظم ابوحنیفہ کے استاذ ہیں۔ ۵۲۹

سلمہ بن محمد مجہول ہے۔ ۶۱۲

علی بن جدعان شیعی ضعیف ہے۔ ۶۱۲

ابن عباس صحابی اور مجاہد وبکر وطلق تابعی ہیں۔ ۶۱۵

ام یعقوب اسدیہ کبار تابعین ثقات وصالحات

Marfat.com

سے ہیں بعض نے صحابیہ کہا۔ ۶۲۹

یزید بن خالد ثقہ ہے۔ ۶۴۹

مفضل ابن فضالہ المصری ثقہ فاضل عابد ہے۔ ۶۴۹

عیاش ابن عباس ثقات سے ہے۔ ۶۴۹

فوائد اصولیہ

سونے اور چاندی کے استعمال میں اصل حرمت ہے۔ ۱۱۲

شرع مطہر نے سونے چاندی کی اباحتِ اصلیہ کو منسوخ فرمادیا۔ ۱۱۲

محرمات میں شبہہ مثل یقین ہے۔ ۱۱۲

حقیقت اصل ہے اور بلا ضرورت مجاز کی طرف عدول جائز نہیں۔ ۱۲۰

تابع کی متبوع سے معیت چاہیئے نہ کہ خود اجناس مختلفہ سے ترکب۔ ۱۲۱

شرع مطہر کی عادت کریمہ اور ایک مفید قاعدہ کلیہ۔ ۱۶۱

ریشم کے بارے میں ضابطہ۔ ۱۷۵

اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ ۱۸۰

جب تک شرع سے تحریم ثابت نہ ہو اس پر جرأت ممنوع و معصیت ہے۔ ۱۸۰

جب تک تحریم ثابت نہ ہو اباحت اصلیہ شرعیہ پر عمل سے کوئی مانع نہیں۔ ۱۸۱

لباس کے بارے میں اصل کلی۔ ۱۸۴

عادت میں جدت ممنوع نہیں۔ ۱۹۱

کفار و فساق کی وضع مخصوص سے احتراز لازم ہے۔ ۱۹۳

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سرخ جوڑا پہننا بیانِ جواز کے لئے ہے۔ ۱۹۷

قاعدہ شرعیہ ہے کہ مطلق کو اپنے اطلاق پر رکھنا واجب ہے اور بے مدرکِ شرعی تقیید و تخصیص مردود و باطل ہے۔ ۲۵۹

سنت جب کبھی ادا کی جائے سنت ہی ہو گی تاوقتیکہ خاص کسی خصوصیت پر شرع سے تصریحاً نہی ثابت نہ ہو۔ ۲۶۸

جائز شرعی کی ممانعت و مذمت پر اتر آنا شریعتِ مطہرہ پر افترا کرنا ہے۔ ۲۷۰

مقامِ ترغیب و ترہیب میں غالباً ادنیٰ کو بھی ذکر کرتے ہیں کہ جب اس قدر پر یہ ثواب و عقاب ہے تو زائد میں کتنا ہوگا۔ اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ اس سے زائد محذور ہے یا مندوب نہیں۔ ۲۷۵

وقائع جزئیہ حکمِ عام کو مقید نہیں۔ ۲۷۸

واقعہ حال کے لئے عموم نہیں ہوتا اور قضیہ معین عام نہیں ہوتا۔ ۲۷۸

وقائع جزئیہ کا مفاد۔ ۲۷۸

کسی واقعے میں دو امروں میں سے ایک کا وقوع چار وجہوں سے ہو سکتا ہے۔ ۲۷۸

مفہوم مخالف کے قائلین کے نزدیک یہ

Marfat.com

شرط ہے کہ وہ واقعہ جزئیہ میں نہ ہو ورنہ بالاجماع ما عدا سے نفی حکم کو مفید نہ ہوگا۔ ۲۷۸

محققین کے نزدیک مفہوم مخالف حجت نہیں۔ ۲۸۰

بہت جگہ ید اور یدین میں کوئی فرق نہیں کرتے اور بے تکلف تثنیہ کی جگہ مفرد لاتے اور ایک ہی امر میں کبھی مفرد اور کبھی تثنیہ بولتے ہیں ۲۸۵

افراد کو نفی تثنیہ کی دلیل سمجھنا عقل سے بعید ہے۔ ۲۸۵

دنیا بھر کے مفہوم مخالف ماننے والے یہ شرط لگاتے ہیں کہ وہ کلام کسی سوال کے جواب میں نہ آیا ہو ورنہ بالاجماع نفی ماعدا مفہوم نہ ہوگی۔ ۲۸۷

عدم وجدان کو عدم وجود کی دلیل ٹھہرانا باطل ہے۔ ۲۹۴

امام بخاری کا کسی حدیث کو نہ جاننا اس بات کو مستلزم نہیں کہ امام ابوحنیفہ وامام مالک بھی اس حدیث کو نہ جانتے تھے۔ ۲۹۶

بخاری ومسلم کے کسی حدیث کے بارے میں عدم علم سے اس حدیث کا عدم وجود لازم نہیں آتا۔ ۲۹۶

عدم علم کو علم بالعدم ٹھہرانا سفاہت ہے۔ ۳۰۲

حفظ حدیث فہم حدیث کو مستلزم نہیں۔ ۳۰۳

بہت سے حامل فقہ افقہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ۳۰۳

بہت سے حامل فقہ خود فقیہ نہیں ہوتے

عدم نقل اور نقل عدم میں بہت فرق ہے۔ ۳۰۵

عَدَمُ النَّقْلِ لایَنفی الوجود یعنی عدم نقل نافی وجود نہیں۔ ۳۰۵

عدم نقل اور نقل عدم میں تمیز نہ کرنا مفاسد جہل وتعصب میں سے ہے۔ ۳۰۵

نہ کرنا اور بات ہے اور منع فرمانا اور بات ۳۰۵

ممنوع وہ چیز ہے جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمائی نہ کہ وہ جو آپ نے نہ کی۔ ۳۰۵

نفی استحباب سے اثبات کراہت لازم نہیں آتا۔ ۳۰۶

فعل دلیل جواز ہے اور عدم فعل دلیل ممانعت نہیں۔ ۳۰۶

نہ کردن چیزے دیگر است ومنع فرمودن چیزے دیگر۔ ۳۰۶

جو امر جس طرح جس قوم میں رائج اور ان کے نزدیک الفت وموانست اور اسکی زیادت پر دلیل ہو وہ عین مقصود شرع ہوگا جب تک بالخصوص اس میں کوئی نہی وارد نہ ہو۔ ۳۰۷

کسی قوم کی جو رسم مقاصد شرع کے خلاف ہو وہ بیشک ناپسند ہوگی۔ ۳۰۸

جو امر نو پیدا کسی سنت ثابتہ کی ضد واقع ہو اور اس کا فعل فعل سنت کا مزیل ورافع ہو وہ بیشک ممنوع ومذموم ہے۔ ۳۰۹

دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا کسی سنت کا رافع نہیں۔ ۳۰۹

بدعت مذمومہ وہی ہے جو سنت ثابتہ سے متصادم ہو۔ ۳۰۹

Marfat.com

جو بات مسلمانوں میں متوارث ہو وہ بے اصل نہیں ہوسکتی۔ ۳۱۰

بوسہ تعظیم شرعاً و عرفاً انحاء تعظیم سے ہے۔ ۳۴۲

روضۂ اقدس پر حاضری اور سلام سنتِ صحابہ ہے۔ ۳۴۲

جس چیز کو معظم شرعی سے شرف حاصل ہو اس کا وہ شرف بعد انتہاء مماست بھی باقی رہتا ہے۔ ۳۴۳

اعمالِ تصریفیہ میں اجتہاد کی گنجائش ہے۔ ۳۵۴

تعظیم و توہین کا مدار عرف و عادت پر ہے ۳۶۸

الامور بمقاصدہا۔ ۳۶۹

نیت و غایت کا اختلاف حقیقت کی تغییر نہیں کرتا۔ ۳۸۷

فعل کبھی مقصود لذاتہ ہوتا ہے جیسے نماز اور کبھی مقصود لغیرہ جیسے وضو۔ ۳۸۷

طواف کبھی مقصود لذاتہ ہوتا ہے کبھی مقصود لغیرہ۔ ۳۸۷

تعظیم الٰہی بطواف امکنہ امر تعبدی غیر معقول المعنی ہے۔ ۴۰۱

جو شرک نہ ہو اس کا جائز و روا ہونا ضروری نہیں۔ ۴۲۰

قرآن کریم اپنی جمیع وجوہ پر حجت ہے۔ ۴۳۷

مذہب حنفی میں آیت حدیث سے منسوخ ہوسکتی ہے۔ ۴۹۷

احکام میں حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلام اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہے۔ ۴۹۷

کلامِ خدا کلامِ خدا سے منسوخ ہوسکتا ہے۔ ۴۹۷

انتفائے جزاء انتفائے شرط ہے۔ ۵۰۰

سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افتراء خود اللہ تعالیٰ پر افتراء ہے۔ ۵۰۹

اب ناسخ کا ناسخ کوئی نہیں۔ ۵۱۲

نصوص کو ظاہری معنیٰ سے پھیر کر اہل باطن کی طرح باطنی معنیٰ لینا الحاد ہے۔ ۵۱۲

اتباع جمہور کا ہوگا۔ ۵۱۵

قولِ شاذ ماننے والے پر شرعی الزام شدید عائد ہوگا۔ ۵۱۵

قولِ مرجوح پر فتویٰ اور حکم جہل اور خرق اجماع ہے۔ ۵۱۵

اجماعِ امت کا توڑنے والا فاسق ہے۔ ۵۱۵

ہر سنی مسلمان کے کلام میں تا حدِ امکان تاویل لازم ہے۔ ۵۱۶

متشابہات کا اتباع کرنا جہالت ہے۔ ۵۱۷

حکم قرآن حدیث سے منسوخ ہو جاتا ہے ۵۲۰

ملائکہ و بشر کے احکام جدا ہیں۔ ۵۲۰

جو حکم ملائکہ کو دیا گیا وہ شریعت من قبلنا نہیں۔ ۵۲۰

شریعت میں کسی فعل کی عدم ممانعت دو طرح سے ہوتی ہے۔ ۵۲۰

اباحتِ شرعیہ اور اباحت اصلیہ میں فرق ہے۔ ۵۲۰

Marfat.com

اباحتِ اصلیہ حکمِ شرعی نہیں بلکہ عدم حکم ہے ٥٢٠
نصِ قطعی کے مقابلے میں قیاس کارِ ابلیس
ہے۔ ٥٢٨
شرائع سابقہ کا ہم پر حجت ہونا قطعی نہیں۔ ٥٣١
باتفاق عقل و نقل واقعہ حال کے لئے عموم
نہیں ہوتا۔ ٥٣٢
قیاس ظنی ہوتا ہے۔ ٥٣٢
ظنی کے انکار کو ظنی بس ہے۔ ٥٣٢
جو حدیث روایتاً متواتر نہ ہو مگر قبولاً متواتر ہو
اس سے قطعی کا نسخ روا ہے۔ ٥٣٤
حدیث لاوصیۃ لوارث سے وصیت
والدین و اقربین کہ منصوص قرآن تھی منسوخ
کہی گئی۔ ٥٣٤
متواتر کی ۲ دو قسمیں ہیں۔ ٥٣٤
اجماع ناسخ و منسوخ تو نہیں مگر دلیل نسخ
یقیناً ہے۔ ٥٣٥
خبر منسوخ نہیں ہوتی۔ ٥٣٥
واقع غیر واقع نہیں ہو سکتا۔ ٥٣٦
غایت تعظیم کے لئے نہایت عظمت درکار ٥٣٦
کم درجہ معظم کے لئے انتہا درجے کی تعظیم
ظلمِ صریح ہے۔ ٥٣٦
اباحت اصلیہ کا رفع نسخ نہیں۔ ٥٣٧
شرائع من قبلنا اس وقت تک حجت ہیں
کہ ہماری شریعت ممانعت نہ فرمائے۔
منع کے بعد اباحت اصلیہ سے استدلال ٥٤٩
نہیں ہو سکتا۔ ٥٤٩
اصل اشیاء میں اباحت ہے مگر بعد منع شرع
اباحت نہیں رہ سکتی۔ ٥٥٠
موردِ احکام افعال اختیاریہ ہیں نہ کہ اضطراریہ۔ ٥٥١
ایک ہی چیز ارادے اور مقصد کے اعتبار
سے کبھی حلال اور کبھی حرام سے متصف
ہوتی ہے۔ ٥٥٤
اصلاحِ باطن آرائش ظاہر سے اہم تر ہے مگر
اس کے ساتھ افساد ظاہر و ارتکاب محرمات
کی اجازت نہیں۔ ٥٧٣
تعمیل حکمِ شرع و اتباعِ سنت شارع ہرگز
آراستگیِ باطن میں خلل انداز نہیں۔ ٥٧٣
اعذار بارده موجب تحلیل محرمات نہیں ہو سکتے۔ ٥٧٣
ارتکابِ ممنوع کے ساتھ ندامت و اعترافِ جرم
لاحق ہو تو وہ باعث تخفیفِ عذاب اور عزم
مع الترک موجب محو گناہ ہو جاتا ہے۔ ٥٧٤
خیر الامور اوسطہا۔ ٥٨٣
جو اپنے اہل زمانہ کے حالات سے بے خبر ہو
وہ جاہل ہے۔ ٦٠٣
شریعت میں کسی کا قول حجت نہیں۔ ٦٠٦
اللہ و رسول سب پر حاکم ہیں اللہ و رسول پر
کوئی حاکم نہیں۔ ٦٠٦
جاہل کہیں کے ہوں ان کا فعل سند نہیں
ہو سکتا۔ ٦٠٦
من تبعیضیہ اس پر دلیل ہے کہ حق بعض کا

Marfat.com

یہاں ذکر ہے اس کے علاوہ بعض اور بھی ہیں۔ ٦١٢

بعض جگہ عدد مذکور رہے مقصود حصر نہیں بلکہ اعانت ضبط و حفظ کے لئے صرف مذکورات کا شمار ہوتا ہے۔ ٦١٣

احادیث فضائل و خصائص عدد و معدود کے مختلف ہونے کے باوجود آپس میں متعارض نہیں۔ ٦١٤

جب حرمت تسلیم ہو تو پھر اباحت کہاں۔ ٦١٧

ایضاح حق، ازاحت باطل، استیصال شبہات اور استحصال دلائل کے لئے چند تنبیہات۔ ٦١٨

فرض و واجب اور اسی طرح حرام و مکروہ تحریمی کا فرق در بارۂ اعتقاد ہے مگر عمل میں دونوں کا حکم ایک ہے۔ ٦٢٦

فرض و حرام کا منکر کافر، ان کی مخالفت میں گناہ، امتثال میں رجائے ثواب اور خلاف میں استحقاق غضب و عذاب ہے۔ ٦٢٦

مکروہ تحریمہ صغیرہ ہے۔ ٦٢٦

ہر صغیرہ اصرار سے کبیرہ اور ہلکا جاننے سے اشد کبیرہ ہو جاتا ہے۔ ٦٢٦

وہ تمام احکام جو حدیث میں ارشاد ہوئے سب قرآن عظیم سے ثابت ہیں۔ ٦٢٨

جو اخلاقی حکم حدیث میں ہے کتاب اللہ اس سے ہرگز خالی نہیں اگرچہ بظاہر تصریح جزئیہ ہماری نظر میں نہ ہو۔ ٦٢٨

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کا استدلال کہ منہیات رسول منہیات خدا ہیں۔ ٦٢٩

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت کریمہ تھی کہ کوئی چیز کتنی ہی مرغوب و پسندیدہ ہو جب شرعاً لازم و ضروری نہ ہو تو بیان جواز کے لئے گاہے ترک بھی فرما دیتے یا قولاً خواہ تعزیراً جواز ترک بتا دیتے۔ ٦٣٤

سنت کی تعریف۔ ٦٣٤

واجب کی تعریف اور سنت اور واجب میں فرق۔ ٦٣٤

فوائد فقہیہ

گھنڈی اور بوتام ایک ہی چیز ہیں صرف صورت کا فرق ہے۔ ١١٢

مرد کے لئے چاندی کی چند چیزوں کا استعمال حرمت سے مستثنیٰ ہے۔ ١١٢

ریشم کا لبس یعنی پہننا، اوڑھنا اور جس امر میں ان کی مشابہت ہو ممنوع ہے باقی تمام طرق استعمال روا ہیں۔ ١١٣

چاندی کی زنجیروں کو چاندی کے کام پر قیاس کرنا درست نہیں کہ دونوں میں فرق بدیہی ہے۔ ١١٣

کانچ کی چوڑیاں عورتوں کے لئے جائز بلکہ شوہر کے لئے سنگار کی نیت سے مستحب ہیں اور اگر شوہر یا والدین کا حکم ہو تو

Marfat.com

واجب ہیں۔ ۱۱۵
زر کے لئے کپڑے میں سلا ہوا ضروری نہیں بلکہ مخیط و مربوط و مغروز و مرکوز سب کو عام ہے۔ ۱۱۷
بٹن بھی گھنڈیوں کی طرح تابع ہیں کہ علمائے مطلقاً زر کو تابع بتایا اور زر انھیں شامل ہے۔ ۱۲۱
معنیٔ تابع پر بحث ۱۲۱
سونے چاندی کی زنجیروں کے عدمِ جواز کی دلیل۔ ۱۲۵
دلھن کو سجانا سنّتِ قدیمہ ہے ۱۲۶
مرد عورت دونوں کو سونے یا چاندی کی گھڑی میں وقت دیکھنا حرام ہے۔ ۱۲۹
جن اشیاء پر سونے یا چاندی کا پانی چڑھا ہو مرد اس کو استعمال کرسکتا ہے بشرطیکہ وہ شَے فی نفسہٖ ممنوع نہ ہو۔ ۱۲۹
ٹخنوں سے نیچے لٹکتے ہوئے پائچے اگر براہِ تکبر ہوں تو حرام ورنہ مکروہ و خلافِ اولیٰ ہیں۔ ۱۶۱
مرد کے لئے ازار پائچے کو نیم ساق تک رکھنا عزیمت اور کعبین تک رخصت ہے۔ ۱۶۲
اسبال اگر بوجہ تکبر نہ ہو تو بحکم ظاہر احادیث مردوں کو بھی جائز ہے۔ ۱۶۶
اسبال اگر براہِ عُجب و تکبر ہے تو حرام ورنہ حرام و خلافِ اولیٰ نہ حرام و مستحق وعید۔ ۱۶۷
ممنوع اسبال وہ ہے جو جانب کعبین سے ہو پنجہ کی جانب سے اگر پائچے پشتِ پا پر ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں اس طرح کا اسبال ابنِ عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما بلکہ خود سرورِ عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ ۱۶۷
بلاوجہ شرعی قوم کے عرف و عادت سے خروج مکروہ ہے۔ ۱۷۱
ریشمی رومال ہاتھ میں لینا، جیب میں ڈالنا اور اس سے منہ پونچھنا جائز مگر کندھے پر ڈالنا مکروہ تحریمی ہے۔ ۱۷۵
ریشم کا صرف پہننا مرد کو ممنوع ہے نہ کہ باقی طرقِ استعمال۔ ۱۷۶
پارچہ ریندی کے بارے میں سوال کہ یہ از قسم حریر ہے یا نہیں۔ ۱۷۷
ٹسر نامی کپڑے کے بارے میں سوال جو چمک ملائمت میں ریشم سے کمتر ہوتا ہے۔ ۱۷۹
ریشم اور ٹسر کی تعریف ۱۷۹
حریر شرعاً اس کپڑے کو کہتے ہیں جو کیڑے کے لعاب سے بنایا جائے۔ ۱۸۱
عمامہ میں سنّت یہ ہے کہ ڈھائی گز سے کم اور چھ گز سے زائد نہ ہو اور اس کی بندش گنبد نما ہو۔ ۱۸۶
اعتجار مکروہ ہے۔ ۱۸۷
خالص ریشمی رومال اگر ہاتھ میں لینے کا ہے تو مرد استعمال کرسکتا ہے اور اگر اوڑھنے کا ہے تو نہیں کرسکتا۔ ۱۸۸
کمخواب یا مخمل اگر سوتی ہو تو مرد کو جائز اور

Marfat.com

ریشمی ہو تو ناجائز ہے۔ ۱۸۸
لباس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اس میں تین امور کا لحاظ رکھا جائے؛
(۱) اس کی اصل حلال ہو۔
(۲) رعایتِ ستر
(۳) لحاظِ وضع ۱۸۹
پردہ کے باب میں پیر وغیر پیر کا حکم یکساں ہے۔ ۲۰۵
محارم مردوں سے مراد کون سے مرد ہیں۔ ۲۲۳
محارم عورتوں سے مراد کونسی عورتیں ہیں۔ ۲۲۴
پردہ سے متعلق ضابطہ کلیہ۔ ۲۴۰
محارم نسبی سے پردہ نہ کرنا واجب اور محارم غیر نسبی سے پردہ کرنا یا نہ کرنا دونوں جائز ہیں۔ ۲۴۰
معانقہ سفر وحضر میں چند شرائط کے ساتھ مطلقاً جائز ہے تخصیصِ سفر ثابت نہیں۔ ۲۵۱
جوازِ معانقہ کی شرائط۔ ۲۵۹
معانقہ کے جواز میں تخصیصِ سفر کا دعویٰ محض بے دلیل ہے۔ ۲۵۹
نمازِ عیدین، جمعہ، فجر، عصر اور وعظ کے بعد مصافحہ اور عیدین کے بعد معانقہ جب منکراتِ شرعیہ سے خالی ہو تو جائز ہے اور بنیتِ محمودہ مستحب ومندوب ہے۔ ۳۲۷
سلام کے جواب میں آداب عرض، تسلیمات یا بندگی کے الفاظ کہے یا صرف ہاتھ ماتھے تک اٹھا دیا تو گنہگار ہے کہ یہ الفاظِ سلام نہیں، اور صرف ہاتھ اٹھا دینا کوئی چیز نہیں جب تک اس کے ساتھ کوئی لفظِ سلام نہ ہو۔ ۳۳۲
سلام کا جواب واجب کفایہ ہے۔ ۳۳۳
ہاتھ چومنا فرض وواجب نہیں۔ ۳۳۹
انحنا (جھکنا) کسی کی تعظیم کے لئے کب ناجائز اور کب جائز ہے۔ ۳۶۹
زمین بوسی کب جائز اور کب ناجائز ہے۔ ۳۷۵
طواف کا لغوی، عرفی اور شرعی معنیٰ۔ ۳۸۶
نیت وغایت رکن شئی نہیں۔ ۳۸۷
طواف کی غایت مقصودہ تعظیم ہی میں منحصر نہیں بلکہ کبھی غیر تعظیم کے لئے بھی ہوتا ہے۔ ۳۸۷
کبھی طواف توہین وتعذیب کے لئے ہوتا ہے۔
طواف کی اقسامِ اربعہ اور ان کے احکام۔ ۳۸۷
اوضاعِ بدن کہ عبادت میں مقرر کئے گئے ہیں تین نوع ہیں اور تینوں کے احکام۔ ۳۹۱
رکوع تک انحنا کبھی تعظیم کے لئے اور کبھی بلا تعظیم بلکہ برائے توہین بھی ہوتا ہے۔ ۳۹۱
طواف کبھی مستقیم ہوتا ہے جیسے صفا ومروہ کے درمیان، اور کبھی مستدیر جیسے گردِ کعبہ۔ ۳۹۳
اوضاعِ تعظیمیہ برائے عبادت کی اقسامِ ثلٰثہ میں سے طواف قسم دوم سے تعلق رکھتا ہے۔ ۳۹۳

Marfat.com

افعالِ حج تعبدی ہیں۔ ۴۰۱

سجدۂ عبادت، سجدۂ تحیہ، سجدۂ تعظیم، سجدۂ شکر اور تقبیل ارض کی تعریفات اور اُن میں فرق کیا ہے۔ ۴۱۴

لوگوں کی عادت سے خروج باعثِ شہرت مکروہ ہے۔ ۴۱۵

اتخاذ القبور مسجدًا کی دو صورتیں۔ ۴۵۷

سُترہ کی مقدار کیا ہے۔ ۴۷۹

کعبہ محض پتھروں سے بنے ہوئے مکان کا نام نہیں۔ ۵۲۸

سجدہ غایت تعظیم ہے۔ ۵۳۶

انحناء یعنی جھکنا دو قسم ہے: مقصود اور وسیلہ، دونوں کے حکم کی تفصیل۔ ۵۵۰

وجد کو حرام کہنا عجیب ہے کہ وہ حالتِ اضطراری ہے جس پر حکم ہو ہی نہیں سکتا۔ ۵۵۱

تحریم سجدۂ تحیہ میں ہماری سند تصریحِ فقہاء کرام ہے۔ ۵۵۹

وجوبِ جواب صرف سلام کے لئے ہے نہ کہ ہر تحیت کے لئے۔ ۵۶۰

داڑھی کتروانا یا منڈانا داڑھی چڑھانے سے بچند وجوہ سخت تر ہے۔ ۵۷۳

قزع مکروہ ہے۔ ۵۷۸

قزع کی صورت۔ ۵۷۸

داڑھی ایک مشت یعنی چار انگل تک رکھنا واجب ہے اور اس سے کم کرنا ناجائز ہے۔ ۵۸۱

داڑھی جب واجب ہے تو پھر اس کو سنت کیوں کہا جاتا ہے۔ ۵۸۱

داڑھی کاٹنا کب ناجائز، کب جائز اور کب واجب ہے۔ ۵۸۱

مقدارِ ریش ٹھوڑی کے نیچے سے لی جائیگی۔ ۵۸۱

حقیقت امر یہ ہے کہ ہم پر اتباعِ مذہب لازم ہے دلائل میں نظر ائمہ مجتہدین فرما چکے ہیں۔ ۵۹۲

بوقتِ ضرورت ستر دیکھنا دکھانا منع نہیں۔ ۵۹۳

گدی کے بال منڈانا پچھنوں کی ضرورت سے جائز اور بلا ضرورت مکروہ ہے۔ ۵۹۹

جہاں لوگ عمامہ کے شملہ سے مذاق کرتے ہوں وہاں شملہ نہ رکھا جائے۔ ۶۰۳

داڑھی تھوڑی کترنے سے سب منڈا دینا خبیث تر ہے۔ ۶۰۶

حرام حرام میں فرق ہے۔ ۶۰۶

مکروہ تحریمی کو کسی عالم نے قریب بہ حلت نہیں بتایا۔ ۶۲۷

امام محمد کے نزدیک مکروہِ تحریمی عین حرام اور شیخین کے نزدیک حرام کے قریب ترین ہے۔ ۶۲۷

امام اعظم جب شئے کو مکروہ کہیں تو اس سے ان کی مراد کیا ہوتی ہے۔ ۶۲۷

عامہ کتبِ فقہ و حدیث کی تصریح کے مطابق داڑھی کی حد یک مشت ہے۔ ۶۵۵

حدِ شرع سے زائد داڑھی کو کاٹنا ہمارے

Marfat.com

نزدیک مسنون ہے۔ ۶۵۵

افتاء ورسم المفتی

جو اپنے اہل زمانہ کو نہ پہچانے وہ جاہل ہے ۲۳۹
فضول وبے مقصد بات کے بارے میں فتویٰ نہیں پوچھنا چاہئے۔ ۲۴۶
جو لوگ اللہ و رسول کو پیٹھ دے کر دیدہ ودانستہ علانیہ کبائرہ عظیمہ کا ارتکاب کریں ان پر فتویٰ کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ۲۴۶

آداب تلاوت وآداب بارگاہِ رسالت

تلاوتِ قرآن کے دوران کسی کو سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا کیسا ہے۔ ۳۷۹
کن شخصوں کی تعظیم کے لئے تلاوتِ قرآن موقوف کر سکتا ہے۔ ۳۷۹
بارگاہِ رسالت اور روضۂ مطہرہ پر حاضری و قیام کے آداب۔ ۳۹۲
آداب زیارتِ روضۂ اقدس۔ ۳۹۳

درود وسلام

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے نام پاک کے ساتھ صلعم یا ص یا عم یا صللم وغیرہا رموز لکھنا ممنوع اور سخت بیدولتی ہے، پورا درود لکھنا لازم ہے۔ ۶۹۲

مجالس ومحافل

وعظ و میلاد کی محفل میں عورت کن شرائط کے ساتھ مسجد میں جا سکتی ہے۔ ۲۳۹
عورتوں کا مل کر گھر میں میلاد یا شہادت پڑھنا کہ آواز باہر جائے ناجائز ہے۔ ۲۴۰
عورتوں کا باہم گلا ملا کر مولود شریف پڑھنا جس سے ان کی آوازیں غیر محرموں کو سنائی دیں باعثِ ثواب نہیں بلکہ باعثِ گناہ ہے۔ ۲۴۵

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ترک کا وبال۔ ۲۱۱
کسی کو نصیحت و ہدایت کرنے پر قدرت کے باوجود خاموش رہنے والے پر کیا حکم ہے۔ ۴۰۸
مریدین کو سجدہ سے منع نہ کرنے والا پیر خطاکار ہے اس پر فرض ہے کہ مریدوں کو سجدہ سے منع کرے اور مریدوں پر فرض ہے کہ اس فعلِ حرام سے باز آجائیں۔ ۵۴۳
غیر خدا کو سجدہ کرنے والے کو منع کرنا فرض ہے مگر قدمبوسی کو سجدہ سمجھ کر منع کرنا گمان خبیث ہے۔ ۵۶۷

فحش گوئی

فحش گوئی جفا ہے اور جفا دوزخ میں ہے ۲۱۴

Marfat.com

فحش گوئی اور زبان درازی منافقت کے دو شعبے ہیں۔ ۲۱۴

فحش گوئی کرنے والا منحوس ہے۔ ۲۱۵

فضائل و مناقب

امام ابو منصور ماتریدی اہلسنت کے پیشوا ہیں۔ ۲۵۳

فضیلت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انھیں اپنا یار رکھا۔ ۲۵۵

قیامت میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شفاعت، انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت جیسی ہوگی۔ ۲۵۷

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی آمد پر کھڑے ہوئے، ان کی پیشانی کو چوما اور ان سے بغلگیر ہو کر کچھ دیر انس حاصل فرماتے رہے۔ ۲۵۷

فضیلت امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ۲۶۱

شانِ علی مرتضےٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ۲۶۴

شانِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ ۲۶۵

مرتبہ و مقام صدیق اکبر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں۔ ۲۶۵

دلِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں محبتِ رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔ ۲۶۶

شانِ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ ۲۶۶

مناقب امام قاضی خان رحمہ اللہ۔ ۲۷۰

خواب کے مہتم بالشان ہونے کے بارے میں احادیث متوافر و متواتر ہیں۔ ۲۷۱

جو اچھا خواب دیکھے وہ اللہ تعالیٰ کی حمد بجا لائے اور لوگوں کے سامنے بیان کرے۔ ۲۷۲

امام ابوحنیفہ و امام مالک کا زمانہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے قریب تر اور خیر القرون تھا۔ ۲۹۶

زمانہ ابوحنیفہ و مالک میں بوجہ قلت کذب اور کثرت خیر سند نظیف اور وسائط کم تھے۔ ۲۹۶

مناقب امام ابو یوسف علیہ الرحمہ۔ ۲۹۶

امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا امام ابوحنیفہ کی وسعتِ نظر فی الحدیث کا اعتراف۔ ۲۹۷

امام ابوحنیفہ کو امام اعمش کا خراج تحسین۔ ۳۰۴

فقہاء کرام طبیب اور محدثین کرام عطار ہیں۔ ۳۰۴

امام ابوحنیفہ کو فقہ و حدیث دونوں میں دسترس حاصل ہے۔ ۳۰۴

محدث شعبی کا فقہاء کو خراج تحسین ۳۰۴

لوگوں کا آپس میں محبت کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے ۳۰۷

سلام، مصافحہ اور دست بوسی وغیرہ اسباب و ذرائع محبت ہیں۔ ۳۰۷

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے آپس میں نفرت کرنیوالے میاں بیوی ایک دوسرے سے گہری محبت کرنے لگے۔ ۳۲۰

درخت نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر سلام

Marfat.com

عرض کیا۔ ۳۲۱

مناقب امام الائمہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ۳۲۳

عالمِ دین اور دوسرے بزرگوں کے ہاتھ چومنا مستحب و مسنون و محبوب ہے۔ ۳۳۰

سلطان عادل کے ہاتھ چومنا جائز ہے۔ ۳۳۰

بزرگانِ دین مثل پیر مہتدی و عالم سنّی کے ہاتھ چومنا جائز و مستحب بلکہ سنّت ہے۔ ۳۳۸

روضۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ستر ہزار فرشتے صبح اور ستر ہزار شام کو اترتے اور درود و سلام پیش کرتے ہیں۔ ۳۹۴

اولیاءِ کرام وارثان سرکار رسالت ہیں۔ ۳۹۵

مزاراتِ اولیاء ہر طرف سے مراقد صلحاءِ عظام ہوتے ہیں۔ ۳۹۵

سادات کرام کی تعظیم فرض اور توہین حرام ہے ۴۲۰

محبت آلِ اطہار کے بارے میں متواتر حدیثیں بلکہ آیتِ قرآنی ہے۔ ۴۲۱

سچے محبانِ اہلِ بیت کرام کیلئے روزِ قیامت نعمتیں، برکتیں اور راحتیں ہیں۔ ۴۲۲

سید و غیر سید دونوں عالم دین سُنّی صحیح العقیدہ اور صدارت کے اہل ہوں تو سید کو ترجیح ہو گی۔ ۴۲۲

فضل نسب منتہائے نسب کی افضلیت پر ہے ۴۲۳

فضل دو طرح کا ہے ایک فضل ذاتی، دوسرا فضل انتساب۔ ۴۲۴

تعظیم سادات بوجہ فضل انتساب در اصل تعظیم رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ ۴۲۴

حدیث میں چہل حدیث کی بہت فضیلت آئی ہے۔ ۴۳۷

اللہ تعالیٰ نے عورت پر شوہر کی فضیلت رکھی ہے۔ ۴۳۸

اگر بشر کو سجدہ روا ہوتا تو عورت کو حکم ہوتا کہ شوہر کو سجدہ کرے۔ ۴۴۰

سیّدنا محبوبِ الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے پیرانِ عظام محبوبانِ خدا ہیں۔ ۵۱۵

شریعت مطہرہ سب پر حجت ہے اور شریعت مطہرہ پر کوئی چیز حجت نہیں۔ ۵۱۵

اولیاءِ کاملین میں سے جو قول، فعل، حال بظاہر خلاف شرع منقول ہو تو چار وجوہ سے اس کا دفاع ہوگا۔ ۵۱۶

ثبوت کامل کے بغیر کسی مسلمان کی طرف کبیرہ کی نسبت کرنا جائز نہیں۔ ۵۱۶

ملائکہ کو سجدۂ آدم کا حکم اللہ تعالیٰ نے آفرینشِ آدم علیہ السلام سے پہلے دیا تھا۔ ۵۲۰

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام فعلِ ممنوع نہیں کرتے۔ ۵۲۰

شیخ ابو طالب مکی علیہ الرحمۃ کے مناقب ۵۵۷

صوفیاءِ کرام سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے والا اور اُن سے بڑا دیندار کون ہو سکتا ہے۔ ۵۵۹

اشیاءِ معظمہ کو تعظیماً بوسہ دینا جائز ہے جبکہ کسی حرج شرعی پر مشتمل نہ ہو۔ ۵۹۲

معظمانِ دینی کے ہاتھ پاؤں چومنا اور اُن کو

Marfat.com

دیکھ کر تعظیماً قیام کرنا جائز ہے مگر ہاتھ باندھے کھڑے رہنا نہ چاہیے اور کسی معظم دینی کا خود اس کی خواہش کرنا حرام ہے۔ ۵۶۲

قرآن مجید کو چومنا اور تعظیماً سر اور آنکھوں پر رکھنا، سینے سے لگانا مستحب ہے۔ ۵۶۲

والدین کے ہاتھ پاؤں چومنا جائز اور علماء و صلحاء کی دست بوسی سنت مستحبہ ہے۔ ۵۶۶

علماء دین و مشائخ صالحین کی دست بوسی و قدمبوسی سنت ہے۔ ۵۶۷

قرآن مجید ہر شے کا روشن بیان اور کامل شرح ہے۔ ۶۱۸

علم علی و عمر و صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بیان ۶۱۹

جتنا علم اتنی ہی فہم، جس قدر فہم اسی قدر علم ۶۱۹

علم کے مدارج بے حد متفاوت ہیں وفوق کل ذی علم علیم الآیۃ۔ ۶۱۹

امام شافعی علیہ الرحمۃ کی عالمانہ شان کہ قتل زنبور کا حکم محرم کے لئے قرآن سے ثابت فرمایا۔ ۶۲۰

ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام ان اٹھارہ انبیاء و رسل سے ہیں جن کا نام پاک سورۃ انعام کے ایک رکوع میں بالتصریح ذکر فرما کر ان کی اقتداء کا حکم ہوا۔ ۶۲۸

اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے یوں قسم کھاتے ہیں "اس کی قسم جس نے فرزندانِ آدم کو داڑھی سے زینت بخشی۔ ۶۲۹

شرب و طعام

فاسقوں کے ساتھ کھانے پینے کا اثر۔ ۲۱۱

مسلمان کا جھوٹا کھانا کوئی ذلت نہیں، حدیث میں اس کو شفاء فرمایا گیا۔ ۵۶۸

جس شخص کے لبوں کے بال بڑھے ہوئے ہوں اس کا جھوٹا پانی وغیرہ پینا کیسا ہے۔ ۶۰۶

بھنگ، چرس اور شراب سب حرام ہیں مگر شراب سب میں بدتر ہے۔ ۶۰۷

مذہب مفتیٰ بہ پر مستعمل پانی پینا مکروہ ہے۔ ۶۰۶

شرم و حیاء

بیحیائی کی بات سے حیا والا ناراض ہو جاتا ہے۔ ۲۱۳

شیطان ملعون بے حیائی کا استاد ہے۔ ۲۱۳

بے ضرورت و حاجتِ شرعیہ لوگوں سے فحش کلامی ناجائز و خلافِ حیاء ہے۔ ۲۱۴

حیاء ایمان ہے اور ایمان جنت میں ہے۔ ۲۱۴

شرم اور کم سخنی ایمان کی دو شاخیں ہیں۔ ۲۱۴

فحش کسی چیز میں داخل ہو تو اس کو معیوب اور حیا کسی چیز میں داخل ہو تو اس کو مزین کر دیتا ہے۔ ۲۱۴

بدزبان و بے حیاء کے نسب میں خلل ہوتا ہے۔ ۲۱۵

Marfat.com

مصاحبت و مخالطت و مجالست و ہجران و سلوک

صحبتِ بد سے بُرا اثر پڑتے معلوم نہیں ہوتا، جب پڑ جاتا ہے تو پھر احتیاط کی طرف ذہن جانا قدرے دشوار ہے لہذا امان و سلامت جدا رہنے میں ہے۔ ۲۰۵

یارِ بد بدتر بود از مارِ بد۔ ۲۰۵

طوائفوں اور اُن کے مردوں سے میل جول، ان کو اپنی تقریبات میں بلانا اور ان کے ساتھ کھانا پینا اور اپنی عورتوں کو بے پردہ ان کے سامنے کرنا نہایت شنیع و ناپاک و باعثِ عذاب ہے۔ ۲۰۹

بدمذہبوں اور فاسقوں سے مجالست و مؤاکلت ممنوع ہے۔ ۲۱۲

بُروں کے ساتھ اچھوں کی ہلاکت کیوں۔ ۲۱۲

صحبتِ بد کا اثر مستقل مردوں کو بگاڑ دیتا ہے۔ ۲۱۲

اچھی اور بُری صحبت کے اثر سے متعلق ایک حکمت بھری حدیث بطور تمثیل۔ ۲۱۳

زانی و دیوث فاسق ہیں ان کے پاس اٹھنے بیٹھنے اور میل جول سے احتراز چاہیے۔ ۲۴۳

حِیَل

بدنِ رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بے حجاب چومنے کے لئے اُسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حیلہ۔ ۲۶۳

کافر، مبتدع یا فاسق کو سلام کرنے کی ضرورت پیش آئے تو کیا حیلہ کرے۔ ۲۷۸

اگر کسی دُنیادار کے پاؤں کو مجبوراً بوسہ دینا پڑے تو دل میں کراہت رکھنا لازم ہے۔ ۲۸۰

طوافِ قبر کے جواز کی ایک صورت اور اسکی نفیس توجیہ۔ ۲۹۴

بیاج کے جائز کرنے کا حیلہ کرنا مسلمان کی شان نہیں۔ ۶۸۰

جائز حیلہ کی تعلیم خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائی اور ائمۂ دین نے اس کی متعدد صورتیں ارشاد فرمائی ہیں۔ ۶۸۰

کسب و اجارہ

فاسقانہ تراش کے کپڑے یا جوتے پہننا گناہ، اور درزی اور موچی کو ایسے کپڑے اور جوتے سینا مکروہ ہے۔ ۱۳۷

موچی اور درزی کو فاسقوں کی وضع کے جوتے اور کپڑے سینے جائز نہیں اگرچہ اس کی اُجرت زیادہ ملتی ہو۔ ۱۴۲

غیر منکوحہ عورت سے مرد کا کون سی خدمت کن شرائط کے ساتھ لینا جائز ہے۔ ۲۰۸

عورتوں کا غیر محرموں کے ساتھ نوکری کرنا پانچ شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ ۵۵۰

Marfat.com

شہادت وقضاء

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ بچی کے منڈوانے والے کی شہادت قبول نہ فرماتے۔ ۵۹۷
امیر المومنین عمر بن عبد العزیز نے کوٹھوں کو اکھاڑنے والے کی گواہی رد فرمادی۔ ۵۹۷

لہو ولعب

فحش گیت شیطانی رسم اور کافروں کی ریت ہے۔ ۲۱۳
عورت کا خوش الحانی سے باآوازِ بلند پڑھنا کہ نغمہ کی آواز نامحرموں تک جائے حرام ہے ۲۴۲
عورت کو اپنی آواز اونچی کرنا اور اس میں تمطیط، تلیین اور تقطیع جائز نہیں۔ ۲۴۷
مزامیر ناجائز ہیں۔ ۴۰۷
رقص میں دو صورتیں ہیں، ایک بخودانہ جو کہ جائز ہے، دوسری بالاختیار۔ اس کی پھر دو صورتیں ہیں کہ اس میں تثنی وتکسر ہے یا نہیں بصورتِ اول ناجائز اور بصورت ثانی عوام کو احتراز چاہیئے جبکہ خواص کے لئے ممنوع نہیں۔ ۵۵۱
غناء اگر منکراتِ شرعیہ پر مشتمل ہو تو بلاشبہہ ممنوع ہے۔ ۵۵۶

بیوع

تو ہے اور پیتل کا زیور مسلمان کے ہاتھ بیچنا مکروہ تحریمی۔ ۱۲۹
ریشمی کپڑا بیچنا اور بیچنے کے لئے کندھے پر اٹھانا جائز ہے۔ ۱۷۶

حدود وتعزیر

سترِ غلیظ کھول کر بلا وجہ سب کے سامنے آنے والا سخت تعزیر کا مستحق ہے۔ ۲۰۳
منکوحہ طوائف کو شوہر سے الگ کرانے اور حرام کاری پر مجبور کرنے والوں سے مسلمانوں کو قطع تعلق کرنا اور ان سے میل جول سلام کلام چھوڑ دینا ضروری ہے۔ ۲۴۶
داڑھی منڈانے والے کو سزا دی جائے کہ وہ فعلِ حرام کا مرتکب ہوا ہے۔ ۶۵۲
سب سے پہلے جس شخص نے درود مخفف کیا اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ ۶۹۲

لغت وبلاغت

زر کے لغوی معنی کی تحقیق۔ ۱۱۷
لحیہ جرمی کے شعر میں واقع لفظ قبطریہ اور لفظ علاقہ کی لغوی تحقیق۔ ۱۱۸
زرالطیلسان کا لغوی معنی۔ ۱۱۹
لفظ ذھب منسوج ومجرد دونوں کو شامل ہے ۱۲۰

Marfat.com

لفظ ذھب حجر میں حقیقت اور کلابتوں پر اس کا استعمال از قبیل تسمیۃ الکل باسم الجزء ہے۔ ۱۲۰

تکمہ فارسی میں زِر کا ترجمہ ہے جیسے عربی میں زِر، دجہ، جوزہ، جوبزہ اور حبّہ بھی کہتے ہیں۔ ۱۲۱

وہ حلقہ جسے اردو میں تکمہ بولتے ہیں فارسی میں انگلہ اور عربی میں عروہ و دعلہ ہے۔ ۱۲۱

حلی کا لغوی معنی ۱۲۳

معصفر و مزعفر کا معنی۔ ۱۹۶

ائمہ عربیت کا وضع کیا ہوا ضابطہ کہ کن الفاظ میں تثنیہ و مفرد یکساں ہوتے ہیں۔ ۲۸۵

مصافحہ دونوں جانب سے صفحاتِ کف ملانا ہے۔ ۲۹۰

قدمبوسی اور سجدہ کے معانی اور ان میں فرق۔ ۵۶۶

داڑھی کو لحیہ کہنے کی وجہ۔ ۵۹۶

لبِ زیریں کے وسط میں جو تھوڑے سے بال ہوتے ہیں ان کو عربی میں عنفقہ اور ہندی میں بچّی کہا جاتا ہے، اور اس کے جانبین میں جو بال ہوتے ہیں ان کو عربی میں فنیکین اور ہندی میں کوٹھے کہا جاتا ہے ۵۹۷

ہندو کا معنی غلام ہے۔ ۶۸۴

تاریخ و تذکرہ

صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم زمانۂ اقدس میں باذنِ اقدس پاجامہ پہنتے تھے۔ ۱۵۹

امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ روزِ شہادت پاجامہ پہنے ہوئے تھے۔

اللہ تعالٰی سے شرفِ کلام کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام اونی چادر، جُبّہ اور پاجامہ پہنے ہوئے تھے۔ ۱۵۹

سب سے پہلے پاجامہ حضرت ابراھیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہنا۔ ۱۵۹

کلیوں دار پاجامے ہندوستان میں خاص لباسِ عورت ہیں۔ ۱۶۱

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا تہبند شریف۔ ۱۶۶

ترکی ٹوپی کی ابتداء نیچریوں سے ہوئی۔ ۱۹۲

بنی اسرائیل میں پہلی خرابی کیسے آئی۔ ۲۱۱

یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی۔ ۲۱۲

سب سے پہلے معانقہ حضرت ابراھیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا۔ ۲۵۲

ایک صحابی کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو والہانہ انداز میں گلے لگانا اور آپ کے بدنِ اطہر کو چومنا۔ ۲۵۴

صحابی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بدنِ اطہر سے لپٹ گیا اور بوسہ دیا۔ ۲۵۶

Marfat.com

ایک واقعہ طیبہ اور رؤیائے صالحہ کا ذکر۔ ۲۷۰

مصنف علیہ الرحمہ کو خواب میں امام قاضیخان علیہ الرحمہ کی زیارت حاصل ہوئی جس میں امام موصوف نے مصنف علیہ الرحمہ کو مسئلہ دین و رد منکرین کی تعلیم فرمائی۔ ۲۷۰

امام قاضیخان کو خواب میں دیکھنے پر مصنف علیہ الرحمہ کا اظہار مسرت و اطمینان۔ ۲۷۲

سنت صحابہ ہے کہ اپنے قول کے مؤید خواب پر شاد ہوتے اور دیکھنے والے کو انعام سے نوازتے۔ ۲۷۲

وہ احادیث جن میں مصافحہ کے بارے میں وقائع جزئیہ کی حکایت ہے یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا فلاں صحابی نے فلاں شخص سے یوں مصافحہ فرمایا۔ ۲۷۶

سیدنا داؤد علیہ السلام کا عمل قرآن مجید سے ثابت ہے کہ زرہیں بناتا تھا۔ ۲۸۵

امام حماد بن زید نے امام اجل عبد اللہ ابن مبارک سے دونوں ہاتھوں کے ساتھ مصافحہ کیا۔ ۲۹۲

امام اجل حضرت حماد بن زید ازدی بصری کا تعارف۔ ۲۹۲

مسلمانوں کے امام اپنے زمانے میں چار ہوئے کوفہ میں سفیان، حجاز میں مالک، شام میں اوزاعی اور بصرہ میں حماد بن زید۔ ۲۹۳

حضرت امام الانام شیخ الاسلام عبد اللہ بن مبارک کا تعارف۔ ۲۹۳

امام بخاری کو چھ لاکھ اور امام مسلم کو تین لاکھ حدیثیں حفظ تھیں۔ ۲۹۴

صحیحین میں صرف سات ہزار حدیثیں ہیں۔ ۲۹۴

امام احمد بن حنبل کو دس لاکھ حدیثیں یاد تھیں۔ ۲۹۴

مسند امام احمد میں تیس ہزار حدیثیں مذکور ہیں۔ ۲۹۴

شیخین و دیگر ائمہ حدیث نے احادیث صحاح کے استیعاب کا دعویٰ نہیں کیا۔ ۲۹۴

ادعائے استیعاب کو فرض کرنے کی صورت میں متعدد خرابیاں لازم آتی ہیں۔ ۲۹۴

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے انتہائی قرب رکھنے والے اجلہ صحابہ کرام بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتے تھے کہ انہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کل اقوال و افعال پر اطلاع ہے۔ ۲۹۶

جو حدیثیں تدوین میں آئیں وہ ساری محفوظ نہیں ہیں۔ ۲۹۷

امام مالک کے زمانے میں اسی علماء نے مؤطا لکھیں پھر سوائے دو کے کسی کا پتا باقی نہیں۔ ۲۹۷

امام مسلم کی بعض تصانیف معدوم ہو گئی ہیں ہزارہا تصانیف ائمہ کا تذکروں اور تاریخوں میں نام لکھا ہے مگر کوئی ان کا نشان نہیں دے سکتا۔ ۲۹۷

جو تصانیف ائمہ محفوظ ہیں وہ ساری کی ساری

Marfat.com

ہندوستان میں موجود نہیں۔ ۲۹۸

ہندوستان میں موجود تمام کتب حدیث پر غیر مقلدین کی نظر نہیں۔ ۲۹۸

کتاب جمع الجوامع کا ذکر۔ ۲۹۹

امام اعمش علیہ الرحمہ کا تذکرہ ۳۰۲

حضرت امام شعبی علیہ الرحمہ کا تعارف ۳۰۴

دونوں ہاتھ سے مصافحہ مسلمانوں میں صدہا سال سے متوارث ہے۔ ۳۱۰

مصافحہ صدہا سال سے مسلمانوں میں معتاد و مرسوم ہے۔ ۳۱۵

مولانا عبد القادر قادری کا ذکر خیر۔ ۳۱۵

وفد عبد القیس کی بارگاہ رسالتمآب میں آمد اور والہانہ انداز میں دست و پائے اقدس کو چومنا۔ ۳۱۸

ایک صحابیہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم چومے۔ ۳۲۰

صحابی نے باذن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے سر اقدس اور پاؤں مبارک کو بوسہ دیا۔ ۳۲۱

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوفہ کی جامع مسجد میں کچھ ائمہ کا مناظرہ۔ ۳۲۱

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست و پائے اقدس اور مہر نبوت کو بوسہ دینا ثابت ہے۔ ۳۴۲

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے منبر شریف کو مس کر کے اپنے چہرے سے لگایا۔ ۳۴۲

حضور پر نور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو کے پانی پر ہجوم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ۳۵۰

سلطان اشرف عادل نے دمشق شام میں مدرسہ اشرفیہ بنوایا اس میں ایک دار الحدیث اور نعل مقدس کے لئے ایک خاص مکان بنوایا جس کی زیارت ہر پیر اور جمعرات کو کرائی جاتی ۳۵۱

مدرسہ دار الحدیث کے جلیل القدر اساتذہ کرام ۳۵۱

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بستر بچھانا، وضو کرانا، نعلین اقدس سنبھالنا سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد تھا۔ ۳۷۱

صحابہ کرام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم مبارک چومے۔ ۳۷۱

ایک بزرگ کی دکھی ہوئی آنکھیں حدود مدینہ منورہ میں داخل ہوتے ہی صحیح ہو گئیں۔ ۳۷۴

امام اجل سید احمد رفاعی کے لئے دست رسول اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نمودار ہوا۔ ۳۷۵

صحابہ کرام منبر انور کو چھو کر چہروں پر لگاتے تھے ۳۷۶

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعت رضوان والا درخت کیوں کٹوایا تھا ۳۷۶

دست بوسی اور قدم بوسی صحابہ کرام بلکہ خود زمانہ رسالت سے رائج ہے۔ ۳۷۹

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے

Marfat.com

بدمذہب کے سلام کا جواب نہیں دیا۔ ۳۸۱

امیرالمومنین حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کو مدینہ منورہ کا طواف کیا کرتے۔ ۳۸۹

دورانِ گشت ایک گھر سے بچوں کے رونے کی آواز سن کر امیرالمومنین نے خود اپنی پشت پر بیت المال سے آٹا وغیرہ اٹھا کر لائے اور کھانا تیار کر کے بچوں کو کھلایا اور انھیں ہنسایا۔ ۳۸۹

حضرت خواجہ شیخ شہاب الدین سہروردی ایامِ منیٰ میں مسجد خیف کی صفوں کا دورہ فرماتے کہ کسی کامل کی نظر پڑ جائے۔ ۳۹۴

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شہروں اور جنگلوں میں دورے کرنے کی وجہ۔ ۳۹۵

حجاج نے لوگوں کو حجرۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طواف کرتے دیکھ کر غلیظ لفظ کہا جس پر فقہاء نے اس کی تکفیر کی۔ ۳۹۵

حضرت بایزید بسطامی نے دورانِ سفرِ حج ایک قطب کو دیکھا جس نے انھیں اپنے گرد طواف کرنے کو کہا، اس واقعہ سے متعلق مولانا روم کے اشعار۔ ۳۹۶

تحفۃ الموحدین شاہ ولی اللہ صاحب کی کتاب نہیں کسی وہابی نے ان کی طرف منسوب کر دی ہے۔ ۳۹۸

عقائدِ امام احمد بن حنبل نامی کتاب میں جھوٹے عقائد کو امام صاحب کی طرف منسوب کیا گیا ہے ۳۹۹

منسک و مسلک ضرور کتبِ معتمدہ ہیں اور ان کے مصنفین اپنا اجتہاد نہیں لکھتے بلکہ مذہب لکھتے ہیں۔ ۴۰۱

مروان نے ایک شخص کو قبرِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر منہ رکھنے سے روکا تو اس نے ایمان افروز جواب دیا۔ ۴۰۳

حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روضۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضری اور اس پر اپنا چہرہ ملنا۔ ۴۰۴

ابن المنکدر تابعی قبرِ رسول سے شفاء حاصل کرتے۔ ۴۰۵

امام سبکی دارالحدیث کے اس بچھونے پر جس پر امام نووی قدم رکھتے تھے ان کے قدم کی برکت حاصل کرنے کے لئے اپنا چہرہ ملا کرتے تھے۔ ۴۰۶

شریعتِ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حقیقی بہن سے نکاح حلال تھا۔ ۴۰۷

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم چومے اور آپ نے منع نہ فرمایا۔ ۴۱۷

سجدۂ تحیہ پہلی شریعتوں میں جائز تھا۔ ۴۱۷

ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا ۴۱۷

یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام، ان کی زوجہ اور گیارہ بیٹوں نے یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ ۴۱۷

Marfat.com

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے حضرت عیسٰے علیہ السلام کو سجدہ کیا جبکہ دونوں ہی شکمِ مادر میں تھے۔ ٤١٧

صحابہ کرام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سجدۂ تحیت کی اجازت مانگی تھی نہ کہ سجدۂ عبادت کی۔ ٤٣٤

ائمہ وعلماء نے رنگ رنگ کی چہل حدیثیں لکھی ہیں۔ ٤٣٧

شام کے نصاریٰ اپنے پادریوں اور سرداروں کو سجدہ کرتے تھے۔ ٤٤٨

حضور علیہ السلام نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سجدہ کرنے سے منع فرما دیا۔ ٤٤٨

اہلِ یمن ایک دوسرے کو سجدہ کرتے تھے۔ ٤٤٩

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلمان فارسی کو سجدہ سے روک دیا۔ ٤٥٠

سلطنت نصاریٰ کا سفیر حضرت کے پاس آیا سجدہ کرنا چاہا مگر آپ نے روک دیا۔ ٤٥١

تقررِ قبلہ روزِ اول سے ہے۔ ٥١٠

سجدۂ تحیہ اور تواجد کے بارے میں ایک مباحثہ کا حال جس کے مصنف مولوی عبد القادر جونپوری تھے اور انھوں نے ہی مصنف علیہ الرحمہ کی خدمت میں استفتاء بھیجا۔ ٥٤٢

صحابی کا پیشانی اقدس پر سجدہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدۂ تحیہ نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کے لئے سجدۂ عبادت تھا البتہ حضور علیہ السلام کی پیشانی اس وقت مسجد یعنی موضع سجود تھی۔ ٥٥٠

حضرت سیدنا محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سماع کے حاضرین کو ہدایت کہ تالی کیسے بجائیں۔ ٥٥١

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے خوشی سے سرشار ہو کر رقص کیا اور آپ نے منع نہ فرمایا۔ ٥٥٤

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان سُن کر کہ تم ہمارے مولیٰ ہو حضرت زید والہانہ رقص کرنے لگے۔ ٥٥٤

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آخر عمر میں سماع ترک فرما دیا تھا کیونکہ گانیوالا کوئی اہل نہیں ملتا تھا۔ ٥٥٦

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سجدۂ عبادت کی درخواست کرنے والا شخص کون تھا۔ ٥٦١

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان کے اصحاب نے کہا کہ ہمیں ایک خدا بنا دے تو آپ نے فرمایا کہ تم جاہل قوم ہو۔ ٥٦١

زنا کو اپنے لئے حلال کرنے کی درخواست کرنیوالے کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکمت سے مسئلہ سمجھا دیا۔ ٥٦١

قلندریہ کن کو کہا جاتا ہے۔ ٥٧٢

ایک عالم کبیر نے حدیث ممانعت کو صحیح الاسناد نہ سمجھتے ہوئے بدھ کے روز ناخن دانستہ

Marfat.com

تراشے تو فوراً برص میں مبتلا ہوئے ، پھر
خواب میں نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم
کی زیارت ہوئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے دست اقدس کی برکت سے شفا ہوئی
اور فوراً تائب ہوئے ۔ ۵۷۴

امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ
عنہ کی داڑھی مبارک ۔ ۵۸۲

سیدنا فاروق اعظم وسیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ
تعالیٰ عنہما کی داڑھی مبارک ۔ ۵۸۴

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا
حلیہ اور داڑھی مبارک ۔ ۵۸۵

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ داڑھی کو
مشت میں لیتے اور زائد کو کم کر دیتے ۔ ۵۸۵

حضرت عثمان غنی اور امام حسن مجتبےٰ رضی اللہ
تعالےٰ عنہما بالوں کو خضاب لگایا کرتے تھے ۵۹۲

روز اول سے مسلمانوں کی راہ داڑھی رکھنی ہے ۶۳۹

اہل بیت ، صحابہ ، ائمہ اور ہر قرن کے اولیا
امت وعلماء ملت بلکہ قرون خیر کے تمام
مسلمان داڑھی رکھتے تھے ۔ ۶۳۹

قرون خیر میں ازالہ تو ازالہ اگر خلقتاً کسی کی
داڑھی نہ نکلتی تو سخت تاسف کا اظہار کرتا ۶۳۹

صدیق اکبر، عثمان غنی اور علی مرتضیٰ رضی اللہ
تعالےٰ عنہم کی داڑھیاں کیسی تھیں ۔ ۶۴۰

احنف بن قیس کہ اکابر ثقات تابعین
میں سے ہیں کے مختصر احوال زندگی ۔ ۶۴۰

قاضی شریح کے احوال وتعارف ۶۴۰

احنف بن قیس اور قاضی شریح کی داڑھی
خلقۃً نہیں تھی جس پر وہ بہت افسوس کرتے ۔ ۶۴۰

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ
کی ریش مبارک دراز اور چوڑی تھی ۔ ۶۴۱

داڑھی منڈانے کی خصلت ملعونہ اصل میں مجوس
ملاعنہ کی تھی ان سے کفار نے سیکھی ۔ ۶۴۲

دور فاروقی میں عجم کے فتح ہونے ، تخت کسریٰ
کے ختم اور مجوسیوں کے منتشر ہونے کے کچھ
واقعات اور ہنود ہند پر ان کے اثرات ۔ ۶۴۲

ابن صبا یہودی نے مذہب رفض ایجاد کیا جو
شدہ شدہ ایران تک پہنچا اور اس کی آڑ میں
ایرانیوں نے حضرت فاروق اعظم پر دعویٰ اسلام
کے باوجود تبرا ایجاد کیا ۔ ۶۴۳

ایرانیوں کی خصائل ذمیمہ کا تذکرہ ۔ ۶۴۳

اسلامی فاتحوں کی شیرانہ تاخت نے سیاہان ہند
کے منہ سپید کر دئے ، ہزاروں مارے ،
لاکھوں قید کئے ۔ ۶۴۴

نومسلم ہندوستانیوں کے کچھ خصائل رذیلہ کا
تذکرہ جن میں داڑھی منڈانا بھی ہے ۔ ۶۴۴

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرامین ہدایت
بنام سلاطین اور سلاطین کا رد عمل ۔ ۶۴۷

داڑھی منڈانے اور مونچھیں بڑھانے والوں کو
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھنا پسند
نہ فرمایا ۔ ۶۴۷

Marfat.com

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور قاضی عبدالرحمٰن ابن لیلیٰ نے بے داڑھی کی گواہی رد کر دی۔ ۶۵۱

عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ کا تعارف۔ ۶۵۱

عمر بن عبدالعزیز نے داڑھی چننے والے کی شہادت مسترد کر دی۔ ۶۵۱

داڑھی تراشنا پارسیوں کا کام تھا اب تو بہت سے کفار کا شعار ہے۔ ۶۵۲

قلندریہ فرقے کا دین میں کوئی حصہ نہیں۔ ۶۵۳

عرب کی قدیم قومی وملکی ومذہبی عادت داڑھی رکھنا رہی ہے وہ اس کے نہ ہونے کو سخت عیب جانتے تھے۔ ۶۵۵

امام ابن الحاج مکی علیہ الرحمہ کے بدھ کے روز ناخن تراشنے کا عجیب واقعہ۔ ۶[illegible]

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت کریمہ سر کا حلق تھی۔ ۶۹۰

حضرت علی وحضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی داڑھی کی مقدار۔ ۶۹۲

ترغیب وترہیب

ریشمی کپڑا پہننا مرد کو حرام ہے، حدیث میں اس پر شدید وعیدیں وارد ہیں۔ ۱۵۵

بطور عجب وتکبر ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والے مرد کے لئے حدیث میں سخت وعید۔ ۱۶۴

تین مبغوض ومغضوب اشخاص۔ ۱۶۷

مشت زنی فعل ناپاک وحرام ہے، حدیث میں اس پر لعنت آئی ہے۔ ۲۰۲

سرِ عام سترِ عورت کی خلاف ورزی کرنیوالا فاسق وفاجر اور لعنتی ہے۔ ۲۰۳

تین شخص جنت میں نہ جائیں گے؛ دیوث، مردانی وضع بنانے والی عورت اور شرابی۔ ۲۰۹

والدین کا نافرمان جنت میں نہیں جائے گا۔

بدکار عورتوں اور دیوث مردوں سے دوستی رکھنے والے قیامت میں انھیں کے ساتھ اٹھیں گے۔ ۲۰۹

جنت ہر فحش بکنے والے پر حرام ہے۔ ۲۱۳

جیٹھ، دیور، بہنوئی، پھپھا، خالو، چچازاد، ماموں زاد، خالہ زاد سب عورت کے لئے اجنبی ہیں۔ ۲۱۷

دیور کو حدیث میں موت کہا گیا۔ ۲۱۷

شوہر کو ناراض کرنے والی عورت کے لئے وعیدات۔ ۲۱۷

عورت کو شوہر کے خلاف بھڑکانے والے شیطان کے پیارے ہیں۔ ۲۱۷

دیوث پر جنت حرام ہے ۲۲۴

مشت زنی کرنیوالے کے لئے وعیدات شدیدہ اور اس گناہ سے بچنے کا طریقہ ۲۴۴

وہ احادیث جن میں مصافحہ کی ترغیب اور اس کے فضائل کا بیان ہے۔ ۲۷۳

حدیثِ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۲۷۳

حدیثِ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۲۷۴

Marfat.com

حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۲۷۴

حدیث براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱ ۲۷۴

حدیث براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۲ ۲۷۴

خلاصۂ احادیث یہ ہے کہ جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے ملتا ہے اور مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ درخت کے پتّوں کی طرح جھڑ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی دُعا قبول فرماتا ہے۔ ۲۷۴

ترہیب کی مثال ۲۷۴

جو کسی مومن کے قتل پر آدھی بات کہہ کر اعانت کرے وہ اللہ تعالیٰ کو اس حال میں ملے گا کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا "خدا کی رحمت سے ناامید"۔ ۲۷۵

اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک چھوہارا یا ایک نوالہ خرچ کرنے والے مسلمان کا اجر و ثواب۔ ۲۷۵

مصافحہ امورِ معاشرت سے ایک امر ہے جس سے مقصودِ شرع باہم مسلمانوں میں ازدیادِ الفت اور ملتے وقت اظہارِ انس و محبت ہے۔ ۳۰۶

آپس میں مصافحہ کرنے سے دلوں سے کینے نکل جاتے ہیں۔ ۳۰۶

حدیث میں شہرت پسندی پر وعید شدید۔ ۳۱۲

دنیا دار کے ہاتھ چومنا منع ہے۔ ۳۳۸

اولادِ رسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انصار اور عرب

کا حق نہ پہچاننے والا تین علتوں سے خالی نہیں ۴۲۰

سجدۂ تحیت ایسا سخت حرام ہے کہ مشابہ کفر ہے۔ ۴۳۷

غیر خدا کو سجدۂ تحیہ شراب پینے اور سور کھانے سے بدتر ہے۔ ۴۴۶

دین میں چالاکیاں مسلمان کو نازیبا ہیں۔ ۵۰۱

بدگمانی سے بچو کہ کچھ گمان گناہ ہیں (آیۃ) ۵۰۳

حدیث میں ہے کہ کوئی شخص ایک بات کہتا ہے اور اس میں کوئی برائی نہیں سمجھتا اس کے سبب ستر برس کی راہ جہنم میں اتر جاتا ہے ۵۰۴

اس سے بڑھ کر جھوٹا کون جسے قرآن مجید جھٹلائے۔ ۵۱۲

صوفیاء کرام کے بارے میں یہ کہنا کہ ان کے قول وفعل کی کوئی وقعت نہیں بہت سخت بات ہے۔ ۵۵۹

سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھوڑنا اور مشرکین و مجوس کی رسم اختیار کرنا مسلمان کامل کا کام نہیں۔ ۵۷۲

داڑھی غیر جہاد میں چڑھانا ممنوع ہے اور اس پر حدیث سے وعید شدید۔ ۵۷۳

داڑھی کے وجوب کے منکرین آنکھوں کے نہیں بلکہ دل کے اندھے ہیں۔ ۶۲۸

حدیث میں بعض عورتوں پر لعنت منقول ہے۔ ۶۲۹

داڑھیاں منڈانے اور کتروانے کو علماءِ متقدمین علاماتِ قیامت سے شمار کرتے تھے۔ ۶۳۹

گناہ کرکے اُسے گناہ و قبیح نہ سمجھنا شامت

Marfat.com

نفس ہے۔ ۶۳۹

شک نہیں کہ داڑھی منڈانا، کترنا خصلتِ کفار ہے۔ ۶۴۲

لاجرم داڑھی منڈانے کی خصلت کے عادیوں کو چند حال سے خالی نہ پائے گا۔ ۶۴۴

قیامت میں جن بدنصیبوں سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اعراض فرمایا ان کا ٹھکانا کہیں نہیں۔ ۶۴۸

داڑھیاں کترنے والے بڑے بدنصیب ہیں۔ ۶۵۱

کس قدر پوچ عقل ہے ان لوگوں کی جنھوں نے مونچھیں بڑھائیں اور داڑھیاں لیست کیں کیونکہ انھوں نے اپنی اصل خلقت ہی بدل دی۔ ۶۵۳

داڑھی مونڈنا ممنوع ہے کہ یہ کافروں کی عادت ہے۔ ۶۵۴

جیسے عورت کے حق میں گیسو بریدہ گالی ہے ۶۵۹ یونہی مرد کے حق میں داڑھی منڈا۔ ۶۵۹

جو کسی جاندار کو مثلہ کرے اس پر اللہ تعالیٰ و ملائکہ و بنی آدم سب کی لعنت۔ ۶۶۰

تین شخص جنت میں کبھی نہ جائیں گے۔ ۶۶۹

چار شخص صبح و شام اللہ تعالیٰ کے غضب میں ہوتے ہیں۔ ۶۶۹

چار اشخاص پر اللہ تعالےٰ نے بالائے عرش سے دنیا و آخرت میں لعنت بھیجی اور فرشتوں نے آمین کہی۔ ۶۶۹

اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ دشمن تین شخص ہیں۔ ۶۷۱

تارکِ سنت کے لئے وعید شدید پر مشتمل احادیث کریمہ۔ ۶۷۱

سر کے بال مونڈھوں سے زیادہ بڑھا لینا جیسا کہ آج کل جاہل صوفیوں کا طریقہ ہے حرام ہے، اس پر حدیث میں لعنت آئی ہے۔ ۶۷۸

داڑھی کتروانے، منڈانے اور چڑھانے والوں سے میلاد پڑھوانا نہیں چاہیے۔ ۶۹۱

رسم و رواج اور تہذیب و تمدّن

ماہِ صفر کے آخری چہار شنبہ کو عورتوں کا بطور سفر شہر سے باہر جانا اور قبروں پر نیاز وغیرہ دلانا ممنوع اور سخت فتنہ ہے۔ ۲۴۰

چہار شنبہ محض بے اصل ہے۔ ۲۴۰

بالغ دولھا کے بدن پر محرم و نامحرم عورتیں ابٹن ملا کرتی ہیں یہ عمل کیسا ہے۔ ۲۴۵

شریعت نے مرد و عورت میں مذاق کا کوئی رشتہ نہیں رکھا، یہ شیطانی و ہندوانی رسم ہے۔ ۲۴۵

بلادِ عجمیہ میں بوقتِ ملاقات مرحبا کی جگہ دیگر کلمات کا بولنا بدعت و خلافِ سنت نہیں مثلاً فارس میں کہا جاتا ہے خوش آمدید اور ہندوستان میں آیئے آیئے تشریف لائیے۔ ۳۰۸

Marfat.com

مصافحہ اہلِ یمن کا رواج تھا شرع نے
اس رسم کو اپنے مقصود یعنی ایتلاف مسلمین
کے موافق پاکر مقرر رکھا۔
یہود و نصاریٰ کا سلام
السلام علیکم کی جگہ آج کل عوامِ ہند میں
جو الفاظ مروج ہیں وہ ناجائز ہیں۔
مصافحہ سے مقصود جب اظہارِ محبت ہے
تو دوسرے ہاتھ کی زیادت جو کہ ہرگز اس
کے منافی نہیں بلکہ بحسب عرف بلا مؤید و
مؤکد ہے زنہار ممنوع نہیں ہوسکتی۔
لوگوں سے وُہ برتاؤ کرے جس کے وہ
عادی ہیں۔
لوگوں میں جو امر رائج ہو جب تک اس سے
صریح نہی وارد نہ ہو ہرگز اس میں خلاف
نہ کیا جائے۔
جس امر میں شرع سے نہی نہ آئی ہو اور
صدرِ اول کے بعد معمول ہو اس میں موافقت
کرکے لوگوں کو خوش کرنا اچھا ہے اگرچہ
بدعت ہی سہی۔
لوگوں کے طریقۂ رائجہ کی مخالفت کرنا اپنے آپ
کو مشہور بنانا اور شرعاً مکروہ و ناپسندیدہ ہے
سلام و جواب کے لئے لوگوں نے جو الفاظ
اور طریقے خود گھڑ لئے ہیں ان کی دو صورتیں
ہیں اور دونوں صورتوں میں جوابِ سلام
نہ ہوا۔

آدابِ پیری مریدی

۳۰۸ عورت کب اذنِ شوہر کے بغیر کسی عارف کامل
۳۰۸ سے شرفِ بیعت حاصل کرنے اور علم دین
و راہِ سلوک سیکھنے جا سکتی ہے اور کب نہیں۔ ۲۰۷
۳۰۹ رنڈیوں کو بلا توبہ مرید کرنے والا اور انھیں ترکِ فحاشی
کی تلقین نہ کرنے والا پیر فاسق ہے اس کے
ہاتھ پر بیعت ناجائز ہے۔ ۲۲۷
عورتوں کو بلا پردہ پیر کے ہاں جانا یا پیر کا عورتوں
۳۱۰ کو اپنے ہاں بلانا کیسا ہے۔ ۲۳۹
جو پیر عورتوں کے بیچ میں بیٹھ کر حلقہ کرائے
۳۱۱ اور توجہ ایسی دے کہ وہ اُچھلنے کودنے لگیں
اور آوازیں بلند کرنے لگیں وہ شرع کی
خلاف ورزی اور بے حیائی کا مرتکب ہے،
۳۱۱ اس سے بیعت نہیں ہونا چاہئے۔ ۲۵۰
پیر کا مریدوں کو ہاتھ پاؤں چومنے سے نہ روکنا
جائز ہے۔ ۳۴۹

منطق

۳۱۲
فعلِ اختیاری کو تصور بوجہٍ ما و تصدیق بفائدۃٍ ما
۳۱۳ سے چارہ نہیں۔ ۳۸۷

تصوّف

محبوبانِ خدا کے مقام متفاوت ہوتے ہیں
۳۳۳ اور افاضۂ برکات میں ان کے احوال مختلف

Marfat.com

ہوتے ہیں۔ ۳۹۴

مفیض و مستفیض میں کچھ نسبت خفیہ ہوتی ہے۔ ۳۹۴

تعرض نفحات رحمۃ اللہ کا خود حدیث میں حکم ہے۔ ۳۹۵

تعرض نفحات کی شان بھی یہ ہے کہ شاید و لعل پر ہو۔ ۳۹۵

ہر معصیت ایک جدا رنگ کا مرض ہے۔ ۳۹۵

ہر مرض کا علاج اس کی ضد سے ہے۔ ۳۹۵

مریض معاصی اس سراپا مجموعہ برکات کے گرد دورہ کرتا ہے کہ اس کے عضو و ہر جہت کی رنگ برنگ برکات سے فیض لے اور اپنے ہر عضو و ہر جہت کا مرض دور کرے۔ ۳۹۵

تواجد میں نیت صالحہ کی دو صورتیں ہیں، ایک عام یعنی تشبہ بصلحاءِ کرام، اور دوسری طالبانِ راہ کے لئے وجد کی صورت بنائے کہ حقیقت حاصل ہو جائے۔ ۵۵۲

تواجد کی ایک صورت مذموم اور ایک صورت محمود ہے۔ ۵۵۲

لذتِ شہود پا کر وجد غالب ہو تو رقص جائز ہے ۵۵۳

سماع میں حلال، حرام اور شبہہ کی اقسام ہیں ۵۵۷

کون سا سماع اہلِ صدق کے نزدیک مردود اور گناہ ہے۔ ۵۵۸

خضاب

غیر مجاہدین کے لئے سیاہ خضاب کی حرمت حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ ۵۹۲

تقبیل ابہامین

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر انگوٹھے چومنا کہاں مستحب اور کہاں کہاں ممنوع ہیں۔ ۳۱۵

انگوٹھے چومنے کا ایک ناپسندیدہ طریقہ۔ ۳۱۶

حقہ

سونے یا چاندی کی منہال حرام ہے باقی چیزوں یعنی لوہے، پیتل، جست اور یشب وغیرہ پتھروں کی منہال میں حرج نہیں۔ ۱۲۰

حقوق العباد

شوہر کا عورت پر کیا حق ہے۔ ۴۳۸

مرض و تداوی

مرد ڈاکٹر سے اجنبی عورت کو ملاحظہ کرانا جائز نہیں۔ ۲۳۴

بدگمانی

مسلمان پر بدگمانی حرام ہے۔ ۳۹۹

Marfat.com

گمان خبیث دل خبیث سے پیدا ہوتا ہے ۴۰۰

تصویر

پیر کی تصویر کو بوسہ دینا، احترام سے رکھنا اور سجدۂ تحیہ کرنا کیسا ہے۔ ۴۱۱

رَدِّ بَد مذہباں و مناظرہ

افراد ید سے بطور مفہوم مخالف نفی یدین پر استدلال کا بارہ وجوہ سے بطلان۔ ۲۸۰

اگر بالفرض غلط مان لیں کہ لفظ "الید" کا مفہوم مخالف نفی یدین ہے پھر بھی حدیث انس میں مخالفین کے لئے گنجائش استدلال نہیں کہ وہاں لفظ ید بصیغۂ مفرد کلام سائل میں ہے نہ کہ کلام رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ ۲۸۷

غیر مقلدین کو فقہ و فقہاء سے خالص عداوت ہے غیر مقلد حضرات کا داب کلی اور انکی جہالت بےمزہ۔ ۲۹۲

ہندوستان میں موجود تمام کتب حدیث پر غیر مقلدین کی نظر نہیں۔ ۲۹۸

وہابی، رافضی، غیر مقلد، قادیانی، نیچری اور چکڑالوی کے سلام کا جواب نہیں دینا چاہئے۔ ۳۸۱

علمائے حرمین نے علمائے دیوبند کی نام بنام تکفیر کی۔ ۴۱۷

نماز پنجگانہ کے بعد مسجد میں نمازیوں کا ایکدوسرے سے مصافحہ کرنا جائز اور بنیت حسنہ مستحب و مسنون ہے۔ اور جہاں مسلمانوں میں اسکی عادت ہو وہاں انکار کرکے تفرقہ و فتنہ پیدا کرنا جہالت اور بربنائے اصول وہابیت ہو تو صریح ضلالت ہے۔ ۴۱۸

وہابیہ کی طرف سے سجدۂ تحیت کو شرک ٹھہرانے سے متعدد قبائح کا لزوم۔ ۴۳۰

نصرانی یہود سے بدتر کس وجہ سے ہے۔ ۴۵۷

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشانی پر سجدہ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ میں بڑا فرق ہے۔ ۴۹۸

بکر نے سند حدیث میں غلطی کی جو اس کی بے علمی ہے۔ ۴۹۸

بے علمی میں بکر نے حضور علیہ السلام پر افترا کیا ۴۹۸

طرفہ جہالت بکر۔ ۵۰۰

بکر کی کج فہمی کہ صحابہ کی خواہش سجدہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سجدۂ عبادت کی خواہش سمجھا۔ ۵۰۲

بکر کا استدلال مان لیا جائے تو کتا، گدھا اور سوٴر کے اجزاء کثیرہ حلال ہوجائیں گے۔ ۵۰۹

تین اصول شرع سنت، اجماع اور قیاس کو رد کرنا مذہب چکڑالوی ہے۔ ۵۰۹

بکر کا یہ قول کہ خدا نے اپنی عبادت کے سجدے کے لئے کعبہ کو سمت قرار دیا تاکہ سجدۂ عبادت و سجدۂ تعظیم میں امتیاز

Marfat.com

ہو جائے یہ باطل ہے کیونکہ یہ دو حال سے خالی نہیں اور وہ دونوں کفر صریح ہیں۔ ۵۱۱
بکر کی دلیل سے مندروں میں بتوں کو سجدے جائز ہو گئے۔ ۵۱۲
مجوز سجدۂ تحیت میں بکر کی ناپاک بدزبانیاں۔ ۵۱۴
بکر کی قرآن وحدیث وفقہ واجماع اور ائمہ واولیاء پر ایک ملعون تہمت۔ ۵۱۴
مصنف علیہ الرحمہ کی طرف سے استدلالِ بکر پر کئی وجوہ سے رد۔ ۵۲۰
قرآن کریم سے سجدۂ مبحوث عنہا کا جواز قطعاً ثابت ہونا بوجوہ باطل ہے۔ ۵۲۰
بکر کی ایک سخت جہالت ۵۲۲
بکر کا ہدایہ پر افتراء۔ ۵۲۳
قاضی خان و رد المحتار پر افتراء۔ ۵۲۴
منکرینِ حدیث گمراہ قوم صرف حدیثوں کا انکار ہی نہیں کرتے بلکہ قرآن عظیم کو عیب لگانے والے اور دینِ متین کو ناقص بتانے والے ہیں۔ ۶۲۲
ولید پر مناظرانہ گرفت ۶۲۳
منکرینِ حدیث کے تمام خیالات کا حاصل ابطال شرع اور اکمال بیقیدی اصل نیچر ہے۔ ۶۲۳
منکرینِ حدیث کے نزدیک اجماع بھی باطل ہے ۶۲۳
ولید کی دلیل مان لی جائے تو شریعت محمدی کے تمام اوامر ونواہی بیکار ومعطل ہو کر رہ جائیں ۶۲۳

متفرقات

علی بند اور پری بند نامی خاص زیور کے بارے میں سوال اور اس کا جواب۔ ۱۱۵
لڑکیوں کے زیور کے لئے کان چھدوانے کا کوئی خاص حصہ مقرر نہیں البتہ مشابہتِ کفار سے بچنا ضروری ہے۔ ۱۳۰
مسلمان مردوں کو عورتوں سے اور نقال وفساق بدوضع مردوں سے مشابہت حرام ہے۔ ۱۶۱
عورتوں کی طرح مرد کو بال گوندنا مکروہ ہے۔ ۱۶۴
ٹوپی سچی یا جھوٹی سلمہ ستارہ یا ریشم کی شرعاً کیسی ہے۔ ۱۶۵
شملہ کی چھ قسمیں ہیں۔ ۱۸۲
اچکن، چپکن اور شیروانی نئی تراش کے لباس ہیں۔ ۱۹۱
زرد جوتا مورث سرور و فرحت ہے۔ ۱۹۶
عورت کی فطرت وخصلت۔ ۲۱۲
بچپن کی عادت کم چھوٹتی ہے۔ ۲۱۵
معانقہ افزونیِ محبت پر ایک قوی دلیل ہے ۲۵۲
مولوی اسمٰعیل دہلوی نے روزِ عید معانقہ کو بدعتِ حسنہ قرار دیا۔ ۲۶۸
مبشرات سے کیا مراد ہے۔ ۲۷۱
جواب امام ہمام قاضیخان علیہ الرحمہ کی توضیح۔ ۲۸۰
ایک دقیقۂ انیقہ (عجیب باریک نکتہ) ۳۶۹
ہر جگہ کے لئے ایک مناسب گفتگو، ہر

Marfat.com

گفتگو کے لئے کچھ خاص مرد، ہر مرد کے لئے کچھ کہنے کی گنجائش اور ہر گنجائش کے لئے ایک انجام ہے۔ ۳۸۲

ایک نکتہ دقیقہ ۳۹۵

لوگوں میں سے بدترین مخلوق کون ہے۔ ۴۵۵

رسالہ "مقال عرفا باعزاز شرع و علماء" کا تعارف۔ ۵۱۵

آجکل حضرت اولیاء کے نام سے بہت سی جعلی کتابیں نظم و نثر میں شائع ہو رہی ہیں۔ ۵۱۶

عقائد امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نام سے شائع شدہ کتاب من گھڑت ہے۔ ۵۱۶

شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ کے نام سے بھی بعض جعلی کتابیں چھاپی گئی ہیں۔ ۵۱۶

متشابہات جس طرح اللہ و رسول کے کلام میں ہیں اسی طرح اکابرین دین کے کلام میں بھی ہیں۔ ۵۱۸

ملائکہ کا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کون سا تھا۔ ۵۱۹

ابلیس سجدۂ آدم سے کیوں باز رہا۔ ۵۱۹

سجدۂ آدم و یوسف ان دونوں کو تھا

یا اللہ عزوجل کو۔ ۲۴

چلانے کی جائز و ناجائز صورتیں ۵۵

تحیت کی صورتوں کا ذکر۔ ۶۰

داڑھی منڈانے والوں کا سفاہت ضلالت پر مبنی ایک ناقابل اعتبار عذر۔ ۷۳

تناسب کے لئے اطراف ریش کو تراشنے کے بارے میں ابن ملک کا قول درست نہیں۔ ۵۸۲

داڑھی لمبی ہو تو عقل کم ہوتی ہے۔ ۵۸۴

بال بڑھانے کے جواز و عدم جواز میں فقراء و غیر فقراء سب یکساں ہیں۔ ۶۰۵

یہ خیال کہ باطن صاف ہونا چاہئے ظاہر کیسا ہی ہو محض باطل ہے۔ ۶۰۵

داڑھی منڈانے کی حرمت کے منکرین کے لئے ایک مثال۔ ۶۲۶

مسلمانان ہند نے ختنہ کا نام مسلمانی کیوں رکھا

ختنہ اور داڑھی وجہ امتیاز مومنین و کافرین ہیں۔ ۶۳۶

عورت و مرد کے جسم ظاہر میں مابہ الامتیاز یہی چوٹی اور داڑھی ہے۔ ۶۶۴

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ظروف و زیورات

انگوٹھی، سونے، چاندی، تانبے، پیتل اور لوہے وغیرہ کے استعمال سے متعلق مسائل

مسئلہ ۱ ازمیرٹھ دروازہ کارخانہ داروغہ یاد الٰہی صاحب مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۱۲ رمضان ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فی زمانا کُرتوں اور صدریوں میں چاندی کے بوتام مع زنجیر لگاتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ ایک صاحب کہتے ہیں کہ مولوی رشید احمد صاحب کے شاگرد فارغ التحصیل کہتے تھے کہ حضرت رسولِ خدا صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کُرتے شریف میں قریب گریبان چاندی کا پتّر لگایا ہے اسی قیاس پر بوتام مع زنجیر لگانا جائز ہے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

چاندی کے صرف بوتام ٹانکنے میں حرج نہیں کہ کتبِ فقہ میں سونے کی گھنڈیوں کی اجازت مصرح،

فی الدرالمختار عن التاتارخانیۃ عن السیرالکبیر لاباس بازرار الدیباج والذھب[1]

درمختار میں تتارخانیہ کے حوالہ سے سیر کبیر سے منقول ہے کہ ریشم اور سونے کی گھنڈی کے استعمال میں کچھ حرج نہیں۔ (ت)

[1] درمختار کتاب الکراہیۃ فصل فی اللباس مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۳۹

Marfat.com

اور گھنڈی اور بوتام ایک چیز ہے صرف صورت کا فرق ہے، اور جب سونا جائز تو چاندی بدرجۂ اولیٰ جائز، مگر یہ چاندی کی زنجیریں کہ بوتاموں کے ساتھ لگائی جاتی ہیں سخت محلِ نظر ہیں۔ کلماتِ ائمہ سے جب تک انکے جواز کی دلیل واضح کہ آفتابِ روشن کی طرح ظاہر وجلی ہو نہ ملے حکمِ جواز دینا محض جرأت ہے کہ چاندی سونے کے استعمال میں اصل حرمت ہے، شیخ محقق مولنا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

اصل در استعمال ذہب وفضہ حرمت ست[۱]۔ سونے اور چاندی کے استعمال کرنے میں اصل حُرمت ہے۔ (ت)

یعنی جب شرح مطہر نے حکمِ تحریم فرماکر ان کی اباحتِ اصلیہ کو نسخ کر دیا تو اب ان میں اصل حرمت ہوگئی کہ جب تک کسی خاص چیز کی رخصت شرع سے واضح وآشکار نہ ہو ہرگز اجازت نہ دی جائے گی بلکہ مطلق تحریم کے تحت میں داخل رہے گی ہذا وجہ۔

واقول ثانیا ظاہر ہے کہ ان زنجیروں کے اس طرح لگانے سے تزین مقصود ہوتا ہے بلکہ تزین ہی مقصود ہوتا ہے اور ایسے ہی تزین کو تحلی کہتے ہیں، اور علماء تصریح فرماتے ہیں مرد کو سوا انگوٹھی پیٹی اور تلوار کے سامان مثل پرتلے وغیرہ کے چاندی سے تحلی کسی طرح جائز نہیں۔ تنویر الابصار میں ہے:

لایتحلی ای لایتزین درر[۲]۔ چاندی کا کوئی زیور (سوائے مخصوص اشیائ کے) نہ پہنے یعنی اس سے زیب وزینت کا فائدہ نہ اٹھائے، درر۔ (ت)

جب یہ زنجیریں مستثنیات سے خارج ہیں تو لاجرم حکمِ نہی میں داخل ہیں۔

واقول ثالثا اس طرح پر لگانا اگر حقیقۃً زنجیر پہننا نہیں تو پہننے سے مشابہ ہے اور محرمات میں شبہہ مثل یقین ہے۔

فی ردالمحتار التعلیق یشبہ اللبس فحرم لذلك لما علم ان الشبھۃ فی باب المحرمات ملحقۃ بالیقین رملی[۳]۔ ردالمحتار میں ہے کہ لٹکانا پہننے کے مشابہ ہے اس لئے حرام ہے کیونکہ یہ معلوم ہوچکا ہے کہ محرمات کے باب میں شبہہ یقین کا درجہ رکھتا ہے، رملی (ت)

---

[۱] اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ کتاب اللباس فصل باب الخاتم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۵۶۲
[۲] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۰
[۳] ردالمحتار " " " " " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۲۹
" " " " " " " " " ۵/۲۲۵

Marfat.com

انصاف کیجئے تو یہ اس مسئلہ کا گویا صریح جزئیہ ہے، پھر علماء کی یہ تشریح ریشم کے بارے میں ہے جس کا صرف لبس یعنی پہننا اوڑھنا اور جس امر میں اُن کی مشابہت ہو ممنوع ہے باقی تمام طرق استعمال روا۔

فی شرح الملتقی للعلائی لاتکرہ الصلوۃ علی سجادۃ من الابریشم لان الحرام ھو اللبس اما الانتفاع بسائر الوجوہ فلیس بحرام کما فی صلوۃ الجواھر واقرہ القھستانی وغیرہ اھ[1] نقلہ العلامتان محشیا الدر ط وش واقراہ۔

علامہ علائی کی شرح ملتقٰی میں ہے ریشمی مصلّی پر نماز پڑھنا مکروہ نہیں کیونکہ اس کا صرف پہننا حرام ہے لیکن اس سے فائدہ اٹھانے کے باقی تمام طریقے حرام نہیں جیسا کہ صلوٰۃ الجواہر میں مذکور ہے، اسکو قہستانی وغیرہ نے برقرار رکھا ہے اھ اس کو دو علاموں یعنی علامہ شامی اور علامہ طحطاوی نے درمختار کے حواشی میں نقل کرتے ہوئے قائم رکھا ہے۔ (ت)

پھر کیا گمان ہے اشیائے فضّہ کے باب میں جن کا صور معدودہ کے سوا استعمال مطلقاً ناروا۔ ردالمحتار میں ہے :

الذی کلہ فضۃ یحرم استعمالہ بای وجہ کان کما قدمناہ ولو بلامس بالجسد ولذا حرم ایقاد العود فی مجمرۃ الفضۃ والساعۃ وقدرۃ التنباک التی یوضع فیھا الماء وان کان لایمسہ بیدہ ولا بفمہ لانہ استعمال فیما صنعت لہ[2] الخ۔

صرف چاندی کا استعمال خواہ کسی طریقے سے ہو اور خواہ جسم کے ساتھ نہ ہو تب بھی حرام ہے۔ لہذا چاندی کی انگیٹھی میں عود سلگانا، گھڑی باندھنا، حقّہ کا وہ حصہ چاندی کا بنانا جس میں پانی ڈالا جاتا ہے یہ سب حرام ہیں اگرچہ وہ ہاتھ اور منہ سے مس بھی نہ ہونے پائیں کیونکہ اس مقصد کے لئے استعمال ہے جس کے لئے یہ بنائی گئی ہیں الخ (ت)

اور یہ خیال کہ اگر یہاں چار انگل کے عرض تک چاندی کا کام ہوتا جائز ہوتا کہ تابع تھا اُسی کی جگہ یہ زنجیریں ہیں انھیں بھی تابع ٹھہرا کر مباح ماننا چاہئے محض خیال محال ہے کام اور زنجیروں میں فرق بدیہی ہے، علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مذہب صحیح میں مرد کو ریشمیں کمربند ناروا ہے کہ وہ پاجامہ کا تابع نہیں بلکہ مستقل جُداگانہ چیز ہے۔ درمختار میں ہے :

تکرہ التکۃ منہ ای من الدیباج وھو الصحیح[3]۔ ریشمی کمربند کا استعمال مکروہ ہے اور یہی صحیح ہے۔ (ت)

---

[1] الدرالمنتقی فی شرح الملتقی علی ہامش مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کتاب الکراہیۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۳۴
[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۱۸
[3] درمختار کتاب الکراہیۃ فصل فی اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۳۹

Marfat.com

حاشیہ علامہ طحطاوی میں ہے: ھو الصحیح لانھا مستقلۃ[1] (یہی صحیح ہے کیونکہ یہ ایک مستقل چیز ہے۔ت)
جب کمربند یا انگرکھا یا جامہ کی غرض اُس سے متعلق ہے بلکہ جس طرح اس کا لبس معروف و معہود ہے وہ غرض بے اُس کے تمام نہیں ہوتی مستقل قرار پایا تو یہ زنجیریں جن سے کپڑے کو کچھ علاقہ نہیں، نہ اس کی کوئی غرض ان سے متعلق کیونکر تابع ٹھہر سکتی ہیں اور اگر بالفرض کام کی جگہ لگایا جانا پتّر کو بھی کام کے حکم میں کردے تو لازم کہ چاندی کے کنگن توڑے۔ چنپاکلی، جھومر وغیرہا زیور بھی جائز ہیں جبکہ وہ آستینوں، گریبان، ٹوپی وغیرہا میں کام کے قائم مقام ٹانکے جائیں بلکہ واجب کہ وہ زنجیریں اور یہ سب گہنے سونے کے بھی حلال ہوں کہ تابع قلیل ذہب فضہ دونوں سے روا۔ ردالمحتار میں ہے:

ویؤید عدم الفرق ما مرمن اباحۃ الثوب المنسوج من ذھب اربعۃ اصابع[2] الخ۔

فرق نہ ہونے کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ بمقدار چار انگشت سونے کی تاروں سے بُنا ہُوا کپڑا مباح ہے الخ۔ (ت)

غرض کوئی وجہ ان زنجیروں کے جواز کی نظر نہیں آئی اور جب تک کلمات ائمہ سے اجازت نہ ثابت ہو حکم ممانعت ہے لما بینا۔

رہی وہ حدیث کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قریب گریبان مبارک چاندی کا پتّر لگایا فقیر کو کسی کتاب سے یاد نہیں، نہ عادات بلاد اس کی مساعدت کریں کہ گریبانوں میں چاندی کے پتّر لگائے جاتے ہوں۔ ہاں یہ بیشک حدیث میں آیا ہے کہ حضور پُرنور سیّد یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جبّہ پہنا جس کے گریبان اور آستینوں اور چاکوں پر ریشم کی خیاطت تھی،

کما فی حدیث اسماء بنت الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنھما اخرجہ الائمۃ احمد فی المسند والبخاری فی الادب المفرد ومسلم فی صحیحہ و ابوداؤد فی السنن[3]۔

جیسا کہ سیدہ اسماء بنت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث میں آیا ہے جس کو ائمہ کرام امام احمد نے مسند میں، امام بخاری نے ادب المفرد میں، امام مسلم نے صحیح میں اور امام ابوداؤد نے السنن میں اس کی تخریج فرمائی ہے۔ (ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاویۃ علی الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۱۶۸
[2] ردالمحتار 〃 〃 〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۶
[3] صحیح مسلم کتاب اللباس والزینۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۹۰
سنن ابی داؤد 〃 〃 آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۵
مسند احمد بن حنبل عن اسماء بنت الصدیق رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۳۴۸-۳۴۷

Marfat.com

اس کے جواز میں کسے کلام ہے خواہ ریشم کا کام ہو یا گوٹ سنجاف جبکہ کوئی بوٹی یا ٹکڑا چار انگل عرض سے زائد نہ ہو، پتر کی حدیث کا پتا دینا ذمۂ مدعی ہے کہ دیکھا جائے وُہ کس مرتبہ کی حدیث ہے اور اس کا مطلب کیا اور اس سے مدعی کو تمسک کہاں تک روا۔ سیدین علامتین طحطاوی و شامی حواشی در میں فرماتے ہیں:

الوارد عن الشارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ لبس الجبۃ المکفوفۃ بحریر فلیس فیہ ذکر فضّۃ ولا ذھب۔[۱] واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے کہ انھوں نے ایسا جُبّہ زیبِ تن فرمایا جس پر ریشم کا کام کیا ہُوا تھا لیکن اس میں چاندی سونے کا ذکر نہیں۔ اللہ تعالٰی پاک، برتر اور خوب جاننے والا ہے، اور اس شرف وعظمت والے کا علم سب سے زیادہ کامل اور پختہ ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲

یہ زیور علی بند اور پری بند جو حامل ہذا کے بدست مرسل ہے اس کو تحریر فرمائیں کہ اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں بوجہ آواز نکلنے کے عورات کو اور مکان مسکونہ اگرچہ علٰحدہ قطع رکھتا ہے مگر آمد و رفت ہم مستورات کی اور نیز ہمارے مکان ہی کے قطع جات ملصقہ میں غیر بھی رہتے ہیں۔ واللہ عندہ حسن الجزاء۔

الجواب

یہ زیور ہاتھ کا ہے اور اس میں وغیرہا ایسی اشیاء بھی نہیں جن سے زیادہ آواز پیدا ہو اتنی آواز تو ہاتھ کی چوڑیوں سے نکلتی ہے جبکہ پھنسی ہُوئی نہ ہوں اس کے پہننے میں کوئی حرج شرعی نہیں، آمدورفت سے پاؤں کے گہنے بجتے ہیں نہ ہاتھ کے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳

مرسلہ از چاندہ ضلع بجنور محلہ بتیا پاڑہ مکان محمد حسین خاں زمیندار

چُوڑیاں کانچ کی عورتوں کو جائز ہیں پہننا، یا ناجائز ہیں؟

الجواب

جائز ہیں لعدم المنع الشرعی (اس لئے کہ کوئی شرعی مانع نہیں۔ ت) بلکہ شوہر کے لئے سنگار کی نیت سے مستحب، وانما الاعمال بالنیات[۲] (اعمال کا مدار ارادوں پر ہے۔ ت) بلکہ

---

[۱] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۲۶/۵

[۲] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الٰی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱

Marfat.com

شوہر یا ماں یا باپ کا حکم ہو تو واجب،

لحرمة العقوق ولوجوب طاعة الزوج فیما یرجع الی الزوجیة۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اس لئے کہ والدین اور شوہر کی نافرمانی حرام ہے اور شوہر کی فرمانبرداری بسلسلہ حقوق زوجیت واجب ہے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ از گولڑہ ضلع راولپنڈی مرسلہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب ۹ ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ

زر بالکسر جس کو ہندی میں گھنڈی کہتے ہیں اور ابریشم و باکلابتو سیم و زر سے بنائی جاتی ہے جیسا کہ اطراف بمبئی وغیرہ میں سازصدریہ اور اطراف بخارا وغیرہ میں جبہ وجغہ کی گھنڈیاں ہوتی ہیں اور بوجہ تخلیط رشتہا و خیاطت ان کا تجزء ہوکر تحت تبعیت آجاتی ہیں بخلاف بٹن مروجہ سیم و زر کہ بظاہر حکم تبعیت نہیں رکھتا ہے کیونکہ اس جگہ تبعیت بظاہر بافتگی و دوختگی و خلط سیم و زر مع غیر سیم و زر میں منحصر معلوم ہوتی ہے جیسے کہ عبارت طحطاوی سے مستفاد ہوتا ہے:

قال فی المنتقی عن محمد لاباس ان تکون عروة القمیص وزرہ حریرا وھو کالعلم یکون فی الثوب ومعه غیرہ فلاباس به وان کان وحدہ کرھته[1]

المنتقی میں امام محمد سے روایت ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ کُرتے کا گریبان اور اس کی گھنڈی (بٹن) ریشم کے ہوں اور وہ کپڑے میں نشانِ نقوش کی طرح ہو اگر اس کے ساتھ کچھ اور ہو تو کچھ حرج نہیں۔ اور اگر اکیلا ہو تو پھر کراہت ہوگی۔ (ت)

اور بٹن مروجہ ایک شے مستقل بصورت حلی سوراخ گریبان پیراہن میں معلق معلوم ہوتا ہے پس اگر اس کو حلی کے ساتھ تشبیہ دی جائے تو ولایتحلی الرجل بذھب وفضة مطلقا الابخاتم ومنطقة وحلیة سیف منھا ای فضة اذا لم یرد به التزیین[2] (کوئی شخص مطلقاً سونے اور چاندی کا زیور نہ پہنے مگر یہ کہ انگوٹھی، کمربند اور تلوار کا دستہ چاندی کا ہو یعنی یہ سب چیزیں چاندی کی جائز ہیں بشرطیکہ زیب و زینت اور نمائش کا ارادہ نہ ہو۔ ت) مانع اباحت ہے اور محض تعلیق کے ساتھ تشبیہ دی جائے تو مضمون عبارت۔ والظاھر فی وجھه ان التعلیق یشبه اللبس فحرام لذلك لما علم ان الشبھة فی باب المحرمات ملحقة بالیقین[3] شامی (اسکی وجہ میں ظاہر یہ ہے کہ لٹکانا دراصل پہننے کے مشابہ ہے

---

[1] حاشیة الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الحظر والاباحة باب فی اللبس دارالمعرفة بیروت ۴/۱۶۹-۱۶۸

[2] درمختار " " " " " مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۰

[3] ردالمحتار " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۲۵

Marfat.com

لہذا اس وجہ سے حرام ہے، کپڑے کے کنارے کے نقوش کی طرح ہے کیونکہ حرام کے باب میں شبہہ یقین کے ساتھ وابستہ ہے۔ ت) حُرمت کی طرف لے جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بٹن مروّجہ محض تبرعی ٹکڑہ سیم و زر کُرتے کے ساتھ معلق ہے نہ بافتہ نہ دوختہ نہ کسی اور چیز کا اس کے ساتھ خلط ہے پس اس کو تابع کہنے اور گھنڈی پر قیاس کرنے کی کیا دلیل ہے، مہربانی فرماکر اطمینان بخش جواب مرحمت فرمائیں، و نیز جس علت تعلیق سے زنجیر ناجائز ہے وہی علت بٹن میں موجود ہے، پس کیا وجہ ہے کہ بٹن جائز ہو اور زنجیر بٹن ناجائز، و نیز اگر تابع کے یہ معنی ہیں کہ بٹن بدون کُرتے کے مستعمل نہیں ہوتا ہے تو یہ بات ازار بند میں بھی موجود ہے حالانکہ ازار بند ریشمی وغیرہ مکروہ ہے۔

واللہ اعلم۔ محمد عبدالرحمٰن بقلم خود

الجواب

درمختار میں ہے:

لاباس بعروۃ القمیص و زرہ من الحریر لانہ تبع[1]	قمیص کا گریبان اور اس کے بٹن ریشمی ہوں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ تابع ہیں (ت)

سیر کبیر پھر تاتارخانیہ پھر شرح علائی میں ہے:

لاباس بازرار الدیباج والذھب[2]	ریشم اور سونے کے بٹن میں کچھ حرج نہیں (ت)

ذخیرہ پھر ہندیہ میں ہے:

لاباس یلبس الثوب فی غیر الحرب اذا کان ازرارہ دیباجا او ذھبا[3]۔	جنگ کے علاوہ اگر ایسا کپڑا پہنے کہ جس کے بٹن ریشمی یا سونے کے ہوں تو کوئی حرج نہیں (ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) یہاں چند فوائد قابلِ لحاظ ہیں:

اوّل: زِر کے لئے کپڑے میں سِلا ہونا ضرور نہیں بلکہ مخیط و مربوط و مغروز و مرکوز سب کو عام ہے ولہذا ائمہ لغت اُس کی تعریف میں صرف لفظ وضع اخذ کیا جس میں اصلاً تخصیصِ خیاطت نہیں۔ قاموس میں ہے:

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۹
[2] " " " " " ۲/ ۲۳۹
[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۳۲

Marfat.com

الزر بالکسر الذی یوضع فی القمیص و بالفتح شد الازار[1]

"الزِّرّ" اگر حرکتِ زیر کے ساتھ ہو تو اس کا معنیٰ ہے "وہ چیز جو کُرتے میں موضوع ہو یعنی رکھی جائے"۔ اور اگر یہ حرکتِ زبر کے ساتھ ہو تو اس کا معنیٰ ہے ازار باندھنا۔ (ت)

عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے:

قال ابن سیدۃ الزر الذی یوضع فی القمیص والجمع ازرار و زرور و ازر القمیص جعل لہ زرا و ازرہ شد علیہ ازرارہ وقال ابن الاعرابی زر القمیص اذا کان محلولا فشدہ و زر الرجل شد زرہ[2]

ابن سیدہ لغوی نے کہا کہ "زِر" وہ چیز ہے جو کُرتے میں لگائی جاتی ہے اس کی جمع اَزرار اور زُرُوْر ہے، اَزَرَّ القمیص اُس وقت کہا جاتا ہے جبکہ قمیص کے بٹن لگائے جائیں اور اَزَرَّہٗ اُس وقت کہا جاتا ہے جبکہ قمیص پر اس کے بٹن باندھے جائیں۔ ابن الاعرابی نے کہا جب قمیص کے بٹن کُھلے ہوں پھر اُنھیں باندھے تو اس وقت زرّ القمیص کہا جاتا ہے اور زرّ الرجل کا مفہوم یہ ہے کہ اُس نے بٹن باندھ دیے (جبکہ وہ کُھلے ہوں)۔ (ت)

ملحہ جرمی کا شعر بھی اس کا پتا دیتا ہے: ؎

کانّ زرور القبطریۃ علقت
علائقھا منہ بجذع مقوّم[3]

گویا سلکی کپڑے لٹکا دیے گئے، اور اُن کی بندشیں سیدھے تنے سے پیوستہ ہیں۔

القبطریۃ ثیاب کتان بیض والکنایۃ للممدوح والعلائق جمع علاقۃ بالکسر بند۔

القبطریۃ السی کے سفید کپڑے اور ممدوح کی طرف اشارہ ہے۔ "علائق" جمع ہے اس کا واحد "عِلاقہ" ہے حرکتِ زیر کے ساتھ ہے بمعنیٰ "بند" ہے۔

فی القاموس وتاج العروس العِلاقۃ بالکسر فی السوط و نحوہ کالسیف والقدح و المصحف و القوس و ما اشبہ ذٰلک و علاقۃ السوط

چنانچہ القاموس اور اسکی شرح تاج العروس میں ہے "العِلاقۃ" بحرکت زیر کوڑا اور اُس چیز جیسے تلوار، پیالہ، مصحف، کمان اور اس کے مشابہ

---

[1] القاموس المحیط فصل الزاء من باب الراء مصطفی البابی مصر ۲/ ۳۹
[2] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب وجوب الصلوٰۃ فی الثیاب ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ دمشق ۴/ ۵۴
[3] تاج العروس فصل الزاء من باب الراء دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۳۶

Marfat.com

مافی مقبضه من السیر[1] ثم قالا اعلق القوس جعل لہا علاقة وعلقہا علی الوتد وکذلك السوط والمصحف والقدح[2]۔

اشیاء میں استعمال ہوتا ہے "علاقة السوط" وہ تسمہ جو اس کے دستہ میں لگا ہوا ہو پھر دونوں (صاحب قاموس اور مصنف تاج العروس) نے کہا اعلق القوس اُس وقت کہا جاتا ہے جب کمان کو بندھن لگا کر کسی کیل وغیرہ پر لٹکا دے۔ اور یہی حال کوڑے، مصحف اور پیالے کا ہے۔ (ت)

ظاہر ہے کہ بحال خیاطت فی الثوب زِر کو علاقہ سے کیا علاقہ۔ فتاوٰی والوالجی پھر شلبی علی التبیین میں ہے:

لاباس بان یلبس المحرم الطیلسان ولایزرہ علیه فان زرہ یوما فعلیه دم لانه صار منتفعا به انتفاع المخیط[3]۔

اس میں کوئی حرج نہیں کہ محرم (بحالتِ احرام) بڑی چادر پہنے لیکن اُسے گرہ نہ لگائے۔ پھر اگر پورا دن اُسے گرہ لگا رکھی تو اس پر دم (جانور ذبح کرنا) لازم ہوگا اس لئے کہ اس نے پہنے ہوئے کپڑے کی طرح اس سے فائدہ اٹھایا ہے۔ (ت)

منسک متوسط اور اس کی شرح مسلک متقسط بیان محرماتِ احرام میں ہے:

(زر الطیلسان) ای ربطه بالزر وعقدہ علی عنقه[4]

بڑی چادر کو گرہ لگانا یعنی اسے گرہ لگا کر گردن پر باندھنا۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

ان زر الطیلسان یوما لزمه دم لحصول الاستمساك بالزر مع الاشتمال بالخیاطة[5]۔

اگر بڑی چادر کو دن بھر گرہ لگائے تو اس صورت میں اُس پر دم (جانور ذبح کرنا) لازم آئے گا اس لئے کہ بوجہ گرہ لگانے اس کا تھم جانا (رک جانا) حاصل ہوا باوجودیکہ سلائی پر بھی شامل ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

---

[1] تاج العروس فصل العین من باب القاف دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/۲۱

[2] تاج العروس فصل العین من باب القاف دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/۲۲

[3] شلبی علی التبیین کتاب الحج باب الجنایات المطبعة الکبری الامیریة بولاق مصر ۲/۵۴

[4] المسلک المتقسط شرح المنسک المتوسط فصل فی محرمات الاحرام دار الکتاب العربی بیروت ص ۸۱

[5] فتح القدیر کتاب الحج باب الجنایات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۴۴۳

Marfat.com

او بطانته فهو مکروہ لان کلیھما مقصود[1]۔ — ریشمی ہو تو مکروہ ہے، کیونکہ اس لئے کہ وہ دونوں مقصود ہیں۔ (ت)

بزازیہ پھر ہندیہ میں ہے:

لاباس بلبس الجبۃ المحشوۃ من الخز[2]۔ — جس جُبّے میں ریشم کی بھرتی ہو اس کے پہننے میں کوئی حرج نہیں۔ (ت)

عبارۃ طحطاوی عن المنتقی عن محمد میں یہی تابع و مستقل کا تفرقہ بنایا گیا ہے کہ یہ شے مستقل نہیں بلکہ دوسرے کے ساتھ ہے اور تنہا ہوتی تو ناروا ہوتی کہ تابع نہ رہتی خود مستقل ہوجاتی اس کے بعد فقیر نے مجمع الانہر میں اس معنی کی تصریح دیکھی روایت مذکورہ کا تتمہ یہ نقل کیا کہ امام محمد نے فرمایا:

لانہ اذا کان ھو غیرہ فاللبس لایکون مضافا الیہ بل یکون تبعا فی اللبس[3]۔ — اس لئے کہ جب تابع غیر متبوع ہو تو پہننا اس کی طرف منسوب نہ ہوگا بلکہ وہ پہننے میں (متبوع کے)۔ تابع ہوگا۔ (ت)

صاف روشن ہوگیا کہ غیر سے مراد وہی متبوع ہے نہ یہ کہ گھنڈی تکمے آنچل پلّو میں ریشم دوسری چیز کے ساتھ مخلوط کرکے لگائیں جب تو جائز ہو اور غیر مخلوط اگرچہ چار انگل سے زائد ہو ممنوع ٹھہرے یہ قطعاً باطل ہے کہ تصریحات تمام کتب کے خلاف ہے بلاشبہہ خاص ریشمیں کپڑے کے گوٹ سنجاف پلیٹ کنٹھا ترنج اور ان کے مانند اور توابع سب جائز ہیں جبکہ چار انگل عرض سے زائد نہ ہوں اور یہ وہم کسی عاقل کو نہ گزرے گا کہ کپڑا اگرچہ خالص ریشم کا ہو سینے میں ڈورا تو اس کے ساتھ ہوگا یہی معہ غیرہ ہوگیا حالانکہ یہی کیا ضرور کہ ریشم کی گوٹ وغیرہ سُوت کے ڈورے سے سییں بلکہ ریشم سے سییں، جیسا کہ اکثر یہی متعارف ہے جب بھی قطعاً بشرط مذکور جائز ہے کیا کوئی اس قید کا پتا بلکہ اس کی ہوا کسی کتاب سے دے سکتا ہے کہ سُوت سے سیلو تو روا اور ریشم سے تو ناروا، ہرگز نہیں، اور حشو کے ریشم کو تو کہئے اس کے ساتھ ایک تاگے کی بھی حاجت نہیں، کما عرفت (جیسا کہ تو نے معلوم کرلیا۔ ت)

چہارم: سونے چاندی خواہ کلابتوں کے بٹن یا آنچل پلّوؤں پر روپہلے سنہرے کلابتوں یا کامدانی

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع فی اللبس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۳۲
ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۴

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۳۲

[3] مجمع الانہر " فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۳۴

Marfat.com

کا کام حُلی سے مشابہ نہیں بلکہ خود حُلی ہیں۔ درمختار میں ہے:

المنسوج یذھب یحل اذا کان ھذا المقدار اربع اصابع و الا لا یحل للرجل[1]

سونے کے تاروں سے بُنا ہوا کپڑا جائز ہے جبکہ اس کی مقدار چار انگلی ہو ورنہ مردوں کے لئے جائز نہیں (جبکہ زائد ہو)۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

الحلی کما فی القاموس مایتزین بہ ولا شك ان الثوب المنسوج بالذھب حلی[2]

جس شَے سے زیب و زینت کی جائے وہ حُلی (زیور) ہے جیسا کہ قاموس میں ہے۔ اور اس میں کوئی شک و شُبہہ نہیں کہ جو کپڑا سونے کے تاروں سے بُنا گیا وہ حُلی (زیور) میں شمار ہے۔ (ت)

مگر یہ حلیہ ہی شرع نے جائز فرمایا ہے جبکہ تابع قلیل ہو، لہذا ردالمحتار میں اُسے حُلی بتا کر مسئلہ شرح کی تائید قنیہ سے نقل فرمائی:

لاباس بالعلم المنسوج بالذھب للنساء فاما للرجال فقدر اربع اصابع وما فوقہ یکرہ[3]

اگر سونے کے تاروں سے کپڑے پر نقش و نگار بنائے جائیں تو عورتوں کے لئے اس کے استعمال کرنے میں کچھ حرج نہیں لیکن مردوں کے استعمال کے لئے (شرط یہ ہے کہ) اس کی مقدار بقدر چار انگشت ہو، اور اس سے زائد مکروہ ہے۔ (ت)

عبارات متون لایتحلی الرجل بذھب[4] الخ (مرد کے لئے سونا پہننا جائز نہیں الخ۔ ت) میں تحلی باشیائے مستقلہ کا ذکر ہے نہ کہ توابع کا، ولہذا چاندی کی انگوٹھی پٹی پر تلے مستقل ہی چیزوں کا استثناء فرمایا، عام مراد ہوتا تو خود انھیں کی بالاتفاق تصریحات اباحت علم منسوج بالذھب قدر اربع اصابع و زر و عروۂ ذہب وغیرہا کا صریح مناقض ہوتا۔ یہیں سے ظاہر ہوا کہ سونے کے بٹن اور کلابتوں کی گھنڈیوں میں فرق ضائع ہے وہ اگر حلی ہیں تو یہ کیا نہیں اور لایتحلی (جائز نہیں۔ ت) کے استثناء میں اُن کا ذکر نہیں تو ان کا بھی نہیں، یُوں ہوتا تو گھنڈیاں بھی ممنوع ہوجاتیں۔

پنجم: قطع نظر اور تنقیحات مسئلہ تعلیق سے جب حقیقت لبس تابع قلیل میں معاف ہے تو

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۳۸
[2] ردالمحتار " " " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۲۴
[3] " " " " " " " " " ۵/۲۲۴
[4] درمختار " " " " " " مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۰

Marfat.com

شبہہ لبس کہ تعلیق میں ہے بدرجہ اولیٰ۔ ہدایہ و کافی و تبیین وغیرہا میں ہے:

وھذا لفظ الامام النسفی فی الکافی اجمعنا ان القلیل من الملبوس حلال وھو الاعلام فکذا القلیل من اللبس والاستعمال والجامع انه انموذج لنعیم الاٰخرۃ ترغیبا فیہا وھو فی الاٰخرۃ لامقصود[1]

الکافی میں امام نسفی کے یہ الفاظ آئے ہیں۔ ہم نے اس پر اتفاق کیا کہ تھوڑا ملبوس جائز ہے، اور وہ کپڑے کے نقش و نگار ہیں، اور اسی طرح تھوڑا پہننا اور استعمال کرنا بھی (جائز ہے) اور (دونوں میں) جامع یہ ہے کہ یہ طریقہ تعلیم آخرت کے لئے نمونہ ہے تاکہ امورِ آخرت کی طرف رغبت پیدا ہو لہذا بالذات مقصود نہیں (جیسا کہ دلائل و شواہد سے معلوم ہوتا ہے)۔ (ت)

ششم : ہمارا دعوٰی نہ تھا کہ ہر چیز جو دوسرے کے ساتھ استعمال میں آتی ہو مطلقاً تابع ہے تو مسئلہ شلوار بند (جس میں اختلاف کثیر اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب جواز جیسا کہ واقعات امام صدر شہید و فتاوٰی صغرٰی و فتاوٰی ذخیرہ و محیط و غایۃ البیان و بعض شروح جامع صغیر و شرح قدوری و فتاوٰی منصوریہ و شرح نقایہ برجندی و مجمع الانہر وغیرہا میں نص فرمایا اور رمزیۃ الفقہاء و جامع الرموز و تاتارخانیہ و تکملہ طوری وغیرہا میں اسی پر جزم و اعتماد کیا کما فصلناہ کل ذٰلك فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے ان سب باتوں کو (اپنے مشہور زمانہ) فتاوٰی رضویہ میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ت)) یہاں وارد نہیں بلکہ تبعیت اس لئے ہے کہ لبس اُس کی طرف مضاف نہیں ہوتا۔ ہدایہ و تبیین و برجندی و در کی عبارتیں گزریں لانہ تابع کالعلم فی الثوب فلا یعد لابسالہ[2] (اس لئے کہ وہ تابع ہے جیسا کہ کپڑے کے نقش و نگار، پھر اُسے پہننے والا شمار نہیں کیا جاتا۔ ت) شرح ملتقی کی عبارت گزری:

اللبس لایکون مضافا الیہ بل یکون تبعا فی اللبس[3]

پہننا اس کی طرف منسوب نہیں بلکہ وہ پہننے میں تابع ہے۔ (ت)

طحطاوی میں ہے:

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الکراہیۃ فصل فی اللبس المطبعۃ الکبرٰی الامیریۃ بولاق مصر ۶/۱۵-۱۴
الہدایۃ کتاب الکراہیۃ فصل فی اللبس مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۴۵۴

[2] " " " " " ۴/۴۵۵

[3] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۳۴

Marfat.com

وانما جاز منه ماکان تبعا لان اللبس لا یکون مضافا الیہ[1]

اور اس کا وہ حصہ جائز ہے جو تابع ہو، اس لئے کہ پہننا اس کی طرف منسوب نہیں (ت)

ہفتم: زنجیروں کے لئے نہ زر کی طرح کوئی نص فقیر نے پایا نہ جواز پر کوئی صاف دلیل بلکہ وہ بظاہر مقصود بنفسہا ہیں، نہ زر کی طرح کپڑے کی کوئی غرض اُن سے متعلق، نہ علم کی طرح ثوب میں مستہلک کہ تابع ثوب ٹھہریں، نہ اُن سے سنگار اور زینت کے سوا کوئی فائدہ مقصود، اور وہ زیور زناں سے کمال مشابہ ہیں، اُن کی ہیأت وحالت بالکل سہاروں کی سی ہے کہ ایک طرف اُن کے کنڈوں میں بالیاں پرو کر ان کو دونوں جانب سے پیشانی کے بالوں میں لاکر کانٹا ڈال کر ملا دیتے ہیں وہ بھی ان زنجیروں کی طرح لڑیاں ہی ہیں بلکہ اُن سے علاوہ تزیّن ایک فائدہ بھی مقصود ہوتا ہے کہ بالیوں کا بوجھ کانوں پر نہ پڑے یہ اُنھیں اٹھا کر سہارا دئے رہیں اسی لئے ان کو "سہارے" کہتے ہیں، اور ان زنجیروں کی لڑیاں سوا زینت کے کوئی فائدہ نہیں دیتیں تو بہ نسبت سہاروں کے اُن کی لڑیاں جھومر کی لڑیوں سے اشبہ ہیں اور سہاروں کی طرح یہ بھی داخلِ ملبوس ہیں بلکہ اُن کا صرف زینت کے لئے بالذات مقصود اور کپڑے کی اغراض سے محض بے تعلق و نامستہلک ہونا جھومر کی طرح اُن کے اور بھی زیادہ لبس مستقل کا مقتضی ہے اور ذہب وفضہ میں اصل حرمت ہے تو جب تک صریح دلیل سے جواز ثابت نہ ہو زنجیروں پر عدمِ جواز ہی کا حکم دیں گے۔ ہدایہ میں ہے:

الاصل فیہ التحریم[2]

اصل اس کی حرمت ہے (یعنی سونے، چاندی میں اصل یہ ہے کہ دونوں مردوں کے لئے حرام ہیں اور عورتوں کے لئے جواز ہے۔ (ت)

تبیین الحقائق میں ہے:

الفضة والذهب من جنس واحد والاصل الحرمة فیهما[3] اھ هذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

سونا، چاندی ایک ہی جنس ہیں۔ اور ان دونوں میں اصل، حرمت ہے (یعنی بلحاظ اصل دونوں حرام ہیں) (اور یہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے) یہ میری تحقیق اور عندیہ ہے، لیکن واقعی اور صحیح علم میرے رب کے پاس ہے، کیونکہ اللہ تعالٰے سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۱۷۸

[2] الہدایۃ کتاب الکراہیۃ فصل فی اللبس مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۵۵

[3] تبیین الحقائق 〃 〃 المطبعۃ الکبرٰی الامیریۃ بولاق مصر ۶/ ۱۶

Marfat.com

مسئلہ از پیلی بھیت کچہری کلکٹری مرسلہ جناب مولوی عرفان علی صاحب رضوی برکاتی بیسلپوری
۱۰ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورتوں کو زیور پہننا جائز ہے یا ناجائز؟ برتقدیر اوّل کیا بجنے اور نہ بجنے والے ہرقسم کے زیورات سونے اور چاندی کے بلاتخصیص جائز ہیں؟ جائز وناجائز ہر دو صورتوں میں کُتبِ فقہ کی دوایک عبارتیں اور کم سے کم دو تین حدیثیں نقل فرما دیجئے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ، اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

عورتوں کو سونے چاندی کا زیور پہننا جائز ہے۔

قال اللہ تعالٰی اومن ینشؤا فی الحلیۃ[1] اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: کیا وُہ جو زیور میں پروان چڑھے۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الذھب والحریر حل لاناث امتی وحرام علٰی ذکورھا۔ رواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ عن زید بن ارقم والطبرانی[2] فی الکبیر عنہ وعن واثلۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

سونا اور ریشم میری امت کی عورتوں کو حلال اور مردوں پر حرام ہیں (ابوبکر بن ابی شیبہ نے حضرت زید بن ارقم سے اور امام طبرانی نے الکبیر میں ان سے اور حضرت واثلہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کو روایت کیا ہے۔ ت)

بلکہ عورت کا اپنے شوہر کے لئے گہنا پہننا، بناؤ سنگار کرنا باعثِ اجرِ عظیم اور اس کے حق میں نماز نفل سے افضل ہے، بعض صالحات کہ خود اور اُن کے شوہر دونوں صاحب اولیاءِ کرام سے تھے ہر شب بعد نمازِ عشا پورا سنگار کرکے دُلھن بن کر اپنے شوہر کے پاس آتیں اگر انھیں اپنی طرف حاجت پاتیں حاضر رہتیں ورنہ زیور ولباس اتار کر مصلّے بچھاتیں اور نماز میں مشغول ہو جاتیں، اور دُلھن کو سجانا تو سنّتِ قدیمہ اور بہت احادیث سے ثابت ہے بلکہ کنواری لڑکیوں کو زیور ولباس سے آراستہ رکھنا کہ انکی منگنیاں آئیں، یہ بھی سنّت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] القرآن الکریم ۴۳/ ۱۸
[2] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۵۱۲۵ مکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۵/ ۲۱۱

Marfat.com

لوکان اسامة جاریة لکسوته وحلیته انفقه رواه احمد وابن ماجة[1] عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند حسن۔

اگر حضرت اسامہ لڑکی ہوتے تو میں انھیں زنانہ کپڑے اور زیور پہنانا یہاں تک کہ وہ انھیں استعمال کرتے' چنانچہ مسند احمد اور محدّث ابن ماجہ نے ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے سند حسن کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔ (ت)

بلکہ عورت کا باوصفِ قدرت بالکل بے زیور رہنا مکروہ ہے کہ مردوں سے تشبہ ہے۔ حدیث میں ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یکرہ تعطل النساء وتشبھھن بالرجال[2]

حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم عورتوں کے تعطر (یعنی بے زیور رہنے) کو اور مردوں سے مشابہت بنانے والی عورتوں کو ناپسند فرماتے۔ (ت)

(حدیث مذکور میں لفظ "تعطر" استعمال ہوا ہے جس کا معنٰی "خوشبو لگانا" ہے، مگر) مجمع البحار میں ہے:

قیل اراد تعطل النساء باللام وھی من لاحلی علیھا ولاخضاب' واللام والراء یتعاقبان[3]

کہا گیا ہے کہ لفظ مذکور سے "تعطل النساء" حرف لام کے ساتھ مراد ہے اور اس سے وہ عورتیں مراد ہیں جو نہ تو زیور پہنے ہوں نہ خضاب لگائے ہوں، پس یہاں لام اور راء ایک دوسرے کی جگہ آتے ہیں۔ (ت)

حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے مولٰی علی کرم اللہ تعالٰے وجہہ سے فرمایا:

یاعلی مرنساءك لایصلین عطلا[4] رواہ ابن اثیر فی النھایۃ۔

اے علی! اپنے مخدرات کو حکم دو کہ بے گہنے نماز نہ پڑھیں۔ (امام ابن اثیر نے النہایہ میں اسکو روایت فرمایا۔ ت)

---

[1] سنن ابن ماجہ کتاب النکاح باب الشفاعۃ فی التزویج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۳
مسند امام احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/۱۳۹
[2] نہایۃ لابن اثیر باب العین مع الطاء تحت لفظ "عطر" المکتبۃ الاسلامیہ ۳/۲۵۶
[3] مجمع بحار الانوار " " " تحت لفظ "عطر" مکتبہ دار الایمان مدینہ منورہ ۳/۶۲۱
[4] نہایۃ لابن اثیر " " تحت لفظ عطل المکتبۃ الاسلامیۃ ریاض ۳/۲۵۷

Marfat.com

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا عورت کا بے زیور نماز پڑھنا مکروہ جانتیں اور فرماتیں: "کچھ نہ پائے تو ایک ڈورا ہی گلے میں باندھ لے۔"

مجمع البحار میں ہے:

عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا کرھت ان تصلی المرأۃ عطلا ولو ان تعلق فی عنقہا خیطا[1]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا عورتوں کے بغیر زیور نماز پڑھنے کو ناپسند فرماتیں (اور فرمایا کرتیں: اگر اور کچھ نہ ہو تو ایک ڈورا ہی گلے میں لٹکا لے۔ (ت)

بجنے والا زیور عورت کے لئے اس حالت میں جائز ہے کہ نامحرموں مثلاً خالہ، ماموں، چچا، پھوپھی کے بیٹوں، جیٹھ، دیور، بہنوئی کے سامنے نہ آتی ہو نہ اُس کے زیور کی جھنکار نامحرم تک پہنچے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولا یبدین زینتہن الا لبعولتہن الآیۃ[2]۔

عورتیں اپنا سنگار شوہر یا محرم کے سوا کسی پر ظاہر نہ کریں۔

اور فرماتا ہے:

ولا یضربن بارجلہن لیعلم ما یخفین من زینتہن[3]

عورتیں پاؤں دھمک کر نہ رکھیں کہ اُن کا چُھپا ہوا سنگار ظاہر ہو۔

فائدہ: یہ آیۂ کریمہ جس طرح نامحرم کو گہنے کی آواز پہنچنا منع فرماتی ہے یونہی جب آواز نہ پہنچے اس کا پہننا عورتوں کے لئے جائز بتاتی ہے کہ دھمک کر پاؤں رکھنے کو منع فرمایا نہ کہ پہننے کو، بخلاف جہل وہابیہ کہ بجتا گہنا پہننا ہی حرام کہتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶ از کاٹھیاواڑ مسئولہ مولوی خلیل الرحمٰن صاحب ۱۷ ذوالقعدہ ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ان مسائل میں:

(۱) ایک شخص لوہے اور پیتل کا زیور بیچتا ہے اور ہندو مسلمان سب خریدتے ہیں اور ہر قوم کے ہاتھ

---

[1] مجمع بحار الانوار باب العین مع الطاء تحت لفظ عطل مکتبہ دار الایمان مدینہ منورہ ۳/۶۲۲

[2] القرآن الکریم ۲۴/ ۳۱

[3] " " ۲۴/ ۳۱

Marfat.com

وُہ بیچتا ہے، غرضکہ یہ وُہ جانتا ہے کہ جب مسلمان خَریدکریں گے تو اس کو پہنیں گے، تو ایسی چیزوں کا فروخت کرنا مسلمان کے ہاتھ جائز ہے کہ نہیں ؟

(۲) کانسہ جو بشکل پیتل ہوتا ہے استعمال کرنا چاہیئے یانہیں ؟

الجواب

(۱) مسلمان کے ہاتھ بیچنا مکروہِ تحریمی ہے۔

(۲) کانسہ کے برتن میں حرج نہیں اور اس کا زیور پہننا مکروہ۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۹ از گونڈل کاٹھیاواڑ مرسلہ عبدالستار اسمٰعیل صاحب یکم صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہلِ سنّت ان مسائل میں:

(۱) سونے یا چاندی کی گھڑی جیب میں رکھنے کی مرد استعمال کرسکتا ہے یا نہیں، نیز اس قسم کی گھڑی جیب میں پڑی ہے اور نماز ادا کرے تو جائز ہے یا نہیں ؟

(۲) وہ اشیاء جن پر سونے چاندی کا پانی چڑھا ہو جسے گلٹ کہتے ہیں مرد استعمال کرسکتا ہے یانہیں؟

الجواب

(۱) سونے کی گھڑی جیب میں ہو تو نماز میں حرج نہیں کہ جیب میں رکھنا پہننا نہیں، جیسے جیب میں اشرفیاں پڑی ہوں، ہاں سونے کی گھڑی یا چاندی کی گھڑی میں وقت دیکھنا مرد و عورت سب کو حرام ہے کہ عورتوں کو پہننے کی اجازت ہے نہ کہ اور طرق استعمال کی۔

(۲) کرسکتا ہے، سونے یا چاندی کا پانی وجہِ ممانعت نہیں، ہاں اگر وُہ شَے فی نفسہٖ ممنوع ہو تو دوسری بات ہے جیسے سونے کا ملمّع کی ہوئی تانبے کی انگوٹھی۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۱۰ از بارکپور محلہ مرغی محال متصل کنجڑا محال مرسلہ حافظ محمد جعفر صاحب پیش امام ۱۰ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رسول مقبول صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تانبے، پیتل کے برتن میں طعام تناول و پانی نوش فرمایا کرتے تھے یا کسی دوسری چیز کے برتن میں ؟

الجواب

حضور اقدس صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم سے تانبے، پیتل کے برتنوں میں کھانا پینا ثابت نہیں، مٹی یا کاٹھ کے برتن تھے اور پانی کے لئے مشکیزے بھی۔ واللہ تعالےٰ اعلم

Marfat.com

مسئلہ ۱۱/۱۲ سید صفدر علی صاحب ڈاکخانہ بدوسرائے ضلع بارہ بنکی، موضع خورد مئو

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں:

(۱) سونے یا چاندی یا پیتل یا جست یا تانبے یا لوہے کی منہال نیچہ میں لگاکر حقہ پینا جائز ہے؟

(۲) یشب یا کسی دوسرے پتھر کی منہال استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) سونے یا چاندی کی منہال حرام ہے باقیوں میں حرج نہیں۔

(۲) یشب وغیرہ پتھروں کی منہال جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳/۱۴ از گونڈل کاٹھیاواڑ مرسلہ قاضی قاسم میاں صاحب ۲۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) لڑکیوں کو زیور کے لئے کان چھدوانے کا کوئی خاص حصہ مقرر ہے یا جس حصہ میں زیور پہننا چاہیں وہ حصہ چھدوا سکتی ہیں؟

(۲) عورتیں ناک کا پھول دہنی طرف پہنیں یا بائیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

(۱) کوئی خاص حصہ مقرر نہیں، ہاں مشابہتِ کفار سے بچنا ضرور ہے، بعض طریقے خاص کفار کے یہاں ہیں جیسے یہاں انوٹ کہتے ہیں اُن سے بچیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) اس میں کوئی تخصیص شرعی نہیں جدھر چاہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵/۱۶ از شہر محلہ سوداگران مسئولہ شمس الدین طالب علم مدرسہ منظر اسلام ۱۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں حضور پُرنور اعلحضرت مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ قبلہ مدظلہ العالی کہ:

(۱) چھلا چاندی یا پیتل کا پہننا کیسا ہے؟ اور اُس کے پہننے سے نماز ہوگی یا نہیں؟

(۲) مسجد میں امام کو بدن دبوانا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) تانبہ، پیتل، کانسہ، لوہا تو عورت کو بھی پہننا ممنوع ہے اور اس سے نماز اُن کی بھی مکروہ ہے، اور چاندی کا چھلا خاص لباسِ زنان ہے مردوں کو مکروہ، اور مکروہ چیز پہن کر نماز بھی مکروہ۔ مرد کو چاندی کی انگوٹھی ایک نگ کی ساڑھے چار ماشے سے کم وزن کی جائز ہے، واللہ تعالٰی اعلم

(۲) کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

Marfat.com

رسالہ

الطیب الوجیز فی امتعۃ الورق والابریز ۱۳۰۹

(سونے اور چاندی کی اشیاء کو استعمال کرنے کے بارے میں مزیدار مختصر کلام)

مسئلہ ۱۷ از اکولہ صوبہ برار مرسلہ حافظ یقین الدین صاحب ۲۷ رجب ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گھنڈی تکمہ یا بند کے عوض انگرکھے کرتے میں چاندی سونے کے بوتام بے زنجیر کے لگانے جائز ہیں یا نہیں؟ بعض صاحب فرماتے ہیں کہ یہ ناجائز ہے اور سونے چاندی کا استعمال مرد کو مطلقاً حرام ہے، یہ قول صحیح ہے یا نہیں؟ اگر غلط ہے تو چاندی سونے کی کیا کیا چیزیں استعمال کرنی مرد کو جائز ہیں؟ اور چاندی کی انگوٹھی میں کیا کیا شرطیں ہیں؟ بینوا توجروا (بیان کرو تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

سونے چاندی کے بوتام بطور مذکور لگانے جائز ہیں جن کا جواز سیر کبیر و ذخیرہ و ملتقی و تتارخانیہ و درمختار و طحاوی و ہندیہ وغیرہا کتب معتمدہ سے ثابت، درمختار میں ہے:

فی التتارخانیۃ عن السیر الکبیر لاباس بازرار الدیباج والذھب۔[1] تتارخانیہ میں سیر کبیر سے نقل کیا گیا ہے کہ ریشم اور سونے کی گھنڈیوں کے استعمال میں کوئی حرج نہیں (ت)

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۳۹

Marfat.com

عالمگیری میں ہے :

لاباس بلبس الثوب فی غیر الحرب اذا کان ازرارہ دیباجا او ذھبا کذا فی الذخیرۃ۔[1]

جنگ کے بغیر ایسا کپڑا پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں جس کی گھنڈیاں ریشم یا سونے کی ہوں۔ اسی طرح ذخیرہ میں مذکور ہے (ت)

اور سونے چاندی کا استعمال مرد کو مطلقاً حرام ہو تو صحیح نہیں، شرع مطہر نے جہاں بے شمار صورتوں کی ممانعت فرمائی ہے وہاں بہت سی صورتوں کی اجازت بھی دی ہے، مثلاً :

(۱) سونے کی گھنڈیاں کما سمعت انفا (جیسا کہ ابھی بیان ہوا۔ت)

(۲) سونے کا تکمہ،

فی الدرالمختار عن شرح الوھبانیۃ عن المنتقی لاباس بعروۃ القمیص و زرہ من الحریر لانہ تبع[2] الخ، وستسمع ان فی اللبس ترخیص الحریر ترخیص النقدین بل سیأتیك نص المسئلۃ عن ردالمحتار۔

درمختار میں شرح وہبانیہ نے "المنتقٰی" سے نقل کیا ہے کہ قمیص کا تکمہ اور اس کی گھنڈیاں ریشمی ہوں تو کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ تابع کی حیثیت رکھتی ہیں الخ، عنقریب تم سنو گے کہ ریشم کے پہننے میں رخصت دینا سونے چاندی (نقدین) کے استعمال کرنے کی سی رخصت ہے، عنقریب فتاوٰی شامی کے حوالہ سے تمہارے پاس اس مسئلہ کی تصریح آئے گی۔(ت)

(۳) انگوٹھی کے نگ میں سونے کی کیل، فی الدر حل مسمار الذھب فی حجر الفص[3] (پتھر کے نگینے میں سونے کی کیل لگانا جائز ہے۔ت)

(۴) چاندی کی انگشتری میں سونے کے دندانے،

فی ردالمحتار کالاسنان المتخذۃ من الذھب علی حوالی خاتم الفضۃ فان الناس یجوزونہ من غیر نکیر

ردالمحتار میں ہے کہ جیسے سونے کے دندانے چاندی کی انگوٹھی کے آس پاس لگے ہوں تو جائز ہے کیونکہ لوگ بغیر کسی انکار کے اس کو جائز کہتے ہیں

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع فی اللبس نورانی کتب خانہ کراچی ۵/۳۳۲

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۳۹

[3] 〃 〃 〃 〃 ۲/۲۴۰

Marfat.com

ویلبسون تلك الخواتم[1] — اور اس قسم کی انگوٹھیاں پہنتے ہیں۔ (ت)

(۵) کواڑوں یا صندوقچی یا قلمدان وغیرہا میں سونے کی گل میخیں برنجیں اور خود یہ چیزیں سونے چاندی کی ہوں تو عورتوں کو بھی ناجائز یہ بعینہٖ اسی صورت کی نظریں ہیں کہ انگرکھا کرتا تاش بادلے کا حرام اور گھنڈی بوتام سونے کے روا کہ یہ قلیل و تابع ہیں،

فی الھندیۃ لاباس بمسامیر ذھب و فضۃ ویکرہ الباب منہ[2]۔ — ہندیہ میں ہے سونے یا چاندی کی کیلیں لگانے میں کوئی حرج نہیں البتہ سونے چاندی کا دروازہ بنانا مکروہ ہے۔ (ت)

(۶) یونہیں چاندی سونے کے کام کے دوشالے چادر کے آنچلوں، عمامے کے پلوؤں، انگرکھے کرتے، صدری، مرزائی وغیرہا کی آستینوں، دامنوں، چاکوں، پردوں، تولیوں، جیبوں پر ہو گریبان کا کنٹھا، شانوں پشت کے پان ترنج، ٹوپی کا طُرّہ، مانگ، گوٹ پر کام، جوتے کا کنٹھا گپھا، کسی چیز میں کہیں کیسی ہی متفرق بوٹیاں یہ سب جائز ہیں بشرطیکہ ان میں کوئی تنہا چار انگل کے عرض سے زائد نہ ہو اگرچہ متفرق کام ملا کر دیکھیں تو چار انگل سے بڑھ جائے اس کا کچھ ڈر نہیں کہ یہ بھی تابع قلیل ہے، اور اگر کوئی بیل بوٹا تنہا چار انگل عرض سے زیادہ ہو تو ناجائز کہ اگرچہ تابع ہے مگر قلیل نہیں اور کوئی مستقل چیز بالکل مغرق یا ایسے گھنے کام کی ہو کہ مغرق معلوم ہو تو بھی ناروا اگرچہ خود اس کی ہستی ایک ہی انگل عرض کی ہو کہ یہ اگرچہ قلیل ہے مگر تابع نہیں، جیسے ریشم یا لچکے پٹھے کے تعویذ یا ریشمیں کمربند یا جوتے کی اڈیوں پنجوں پر مغرق کام یا ریشم یا سونے چاندی کے کام سے مغرق ٹوپی، ہاں ایک قول پر آنچل پلو مطلقاً حلال ہیں خواہ کتنے ہی چوڑے ہوں اس میں کارچوبی دوشالے یا بنارسی عمامے والوں کے لئے بہت وسعت ہے مگر زیادہ قوت اسی پہلے قول کو ہے کہ چار انگل سے زیادہ نہ ہو،

فی الدرالمختار یحرم لبس الحریر علی الرجل الاقدر اربع اصابع کاعلام الثوب و ظاھر المذھب عدم — درمختار میں ہے کہ مرد کے لئے ریشم پہننا حرام ہے البتہ چار انگل کی مقدار ممنوع نہیں جیسے کپڑے پر نقوش وغیرہ بنالینا۔ اور ظاہر مذہب یہ ہے

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۳۰

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب العاشر نورانی کتب خانہ کراچی ۵/۳۳۵

Marfat.com

ومثله لو رقع الثوب بقطعة
ديباج وظاهر المذهب عدم جمع
المتفرق ومقتضاه حل الثوب
المنقوش بالحرير تطريزا ونسجا
اذا لم تبلغ كل واحدة من نقوشه
اربع اصابع وان زادت بالجمع
ما لم يركله حريرا قال ط وهل
حكم المتفرق من الذهب و
الفضة كذلك يحرر[1] قال في
القنية وكذا في القلنسوة في ظاهر
المذهب يجوز قدر اربع اصابع
وفي التبيين عن اسماء رضي الله تعالى
عنها انها اخرجت جبة طيالسية عليها
لبنة شبر من ديباج كسرواني وفرجاها
مكفوفان به فقالت هٰذه جبة
رسول الله صلى الله تعالى عليه
وسلم كان يلبسها وفي القاموس
كف الثوب كفا خاط حاشيته، و
لبنة القميص بنيقته وفي الهندية
يكره ان يلبس الذكور قلنسوة
من الحرير او الذهب او
الفضة او الكرباس الذي
خيط عليه ابريسم كثيرا وشئ
من الذهب او الفضة اكثر من قدر اصابع اھ
وبه يعلم حكم العرقية المسماة بالطافية

طول میں زیادہ ہوں، اور یہی حکم ہے اس کپڑے
کا جس کو ریشمی پیوند لگایا گیا ہو، اور ظاہر مذہب
میں متفرق کو جمع کرنا نہیں اس کا تقاضا یہ ہے کہ کپڑے
پر ریشمی نقوش خواہ بنائے گئے ہوں یا بُنے ہوئے
ہوں جائز ہیں جبکہ اس کا کوئی نقش بھی چار انگلیوں
کی مقدار تک نہ پہنچ پائے اگرچہ جمع کرنے سے
زیادہ ہو جائیں بشرطیکہ سارا ریشمی نہ ہو۔ علامہ طحطاوی
نے فرمایا متفرق سونے چاندی کا جو حکم پہنچا ہے وہ
یوں ہی تحریر کیا جاتا ہے۔ قنیہ میں ہے اسی طرح
ظاہر مذہب کے مطابق ٹوپی میں چار انگشت کے
برابر کی مقدار جائز ہے۔ تبیین میں سیدہ اسماء رضی اللہ
تعالٰی عنہا کی روایت ہے کہ انھوں نے (زیارت
کرانے کے لئے) ایک طیالسی جُبّہ باہر نکالا کہ جس پر
بالشت کی مقدار کسروانی ریشم کا گریبان تھا اس کے
دونوں اطراف ریشم سے مخلوط تھے، پھر
مائی صاحبہ نے ارشاد فرمایا یہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم کا جبّہ مبارک ہے جو آپ زیب تن فرمایا کرتے
تھے۔ قاموس اللغات میں ہے (کُفَّ الثوب)
اس وقت کہا جاتا ہے کہ جب کسی چیز کا کنارہ مخلوط ہو،
فتاوٰی عالمگیری میں ہے کہ مردوں کا سونا چاندی یا
ریشمی لباس پہننا یا ایسی سوتی ٹوپی پہننا جس پر
بہت سے ریشم کی سلائی کی گئی ہو یا سونا چاندی
چار انگلیوں کی مقدار سے زیادہ ہو تو یہ عمل مکروہ ہے
(عبارت مکمل ہو گئی) اور اس سے عرقیہ جسکو طافیہ
کہا جاتا ہے کا حکم معلوم کیا جا سکتا ہے، جب

[1] رد المحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۲۴

Marfat.com

جمع المتفرق للتفرق ولو فی عمامة وکذا المنسوج بذهب یحل اذا کان اربع اصابع والا لا یحل للرجل وفی السراج عن السیر الکبیر العلم حلال مطلقا صغیرا کان او کبیرا قال المصنف هو مخالف لما مر من التقیید باربع اصابع وفیه رخصة عظیمة لمن ابتلی به فی زماننا اھ[1] ملخصا ، وفی رد المحتار العلم عندنا یدخل فیه السجاف وما یخیط علی اطراف الاکمام وما یجعل فی طوق الجبة وهو المسمی قبة وکذا العروة و الزر ومثله فیما یظهر طرة الطربوش ای القلنسوة مالم تزد علی عرض اربع اصابع وما علی اکتاف العباءة وعلی ظهرها وما فی اطراف الشاش سواء کان تطریزا بالابرة او نسجا وما یرکب فی اطراف العمامة المسمی صجقا فجمیع ذلك لاباس به اذا کان عرض اربع اصابع وان زاد علی طولها و

کہ متفرق کو جمع نہ کیا جائے اگرچہ پگڑی میں ہو، اسی طرح سونے کی تاروں سے بُنے ہوئے کپڑے کا استعمال جائز ہے جبکہ بمقدار چار انگشت ہو، ورنہ مرد کے لئے جائز نہیں ، سراج میں سیر کبیر کے حوالہ سے منقول ہے نقوش علی الاطلاق جائز ہیں خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے ۔ مصنف نے فرمایا کہ یہ چار انگلیوں کی قید کے مخالف ہے جو پہلے گزر چکی ہے اس میں بڑی رخصت ہے اس شخص کے لئے جو ہمارے دور میں اس میں مبتلا ہو گیا ہے (ملخص مکمل ہوا) فتاوٰی شامی میں ہے ہمارے نزدیک نقوش میں نقش و نگار پردے کے بھی داخل ہیں اور وہ جس کی آستینوں پر سلائی کی گئی ہو اور جو کچھ طوق جبّہ پر کام کیا گیا جس کو "قبہ" کہا جاتا ہے اور اسی طرح تکمہ اور گھنڈی ۔ اور یہی حکم ظاہر ہوتا ہے ٹوپی کے کناروں پر نقش و نگار کا جبکہ وہ چوڑائی میں چار انگشت کی مقدار سے زیادہ نہ ہوں ، اور جو کچھ گدڑی کے کناروں اور اس کی پشت پر ہو اور جو کچھ سنہری نقش دار لباس کے کناروں پر کام کیا ہوا ہو ، خواہ سوئی کے ساتھ بیل بوٹے بنائے گئے ہوں ، چاہے بُنے ہوئے ہوں یا پگڑی کے کناروں میں جس کو "صجق" کہا جاتا ہے جوڑے گئے ہوں ان سب میں حرج نہیں بشرطیکہ چوڑائی میں بمقدار چار انگلی ہوں اگرچہ

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۸-۳۹

Marfat.com

فاذا كانت منقشة بالحرير وكان احد نقوشها اكثر من اربع اصابع لا تحل و ان كان اقل تحل و ان زاد مجموع نقوشها على اربع اصابع وفي الهندية تكره عصابة المفتصد وان كانت اقل من اربع اصابع لانه اصل بنفسه كذا في التمرتاشي ط[1] اه ملتقطا **اقول** وما وقف فيه ط وامر بتحريره فهو بحمد الله تعالى محرر عندي لا شبهة فيه و لقد رأيتني كتبت على هامش نسختي رد المحتار عند قوله وهل حكم المتفرق الخ ما نصه **اقول** معلوم ان الحرير والذهب والفضة كلها متساوية في حرمة اللبس حيث حرم فالترخيص في لبس الحرير ترخيص فيهما والله تعالى اعلم[2] اه ثم رأيت العلامة الشامي ذكر بعد نحو ورقتين عين ما ذكرته ولله الحمد حيث قال "قد استوى كل من الذهب والفضة والحرير في الحرمة فترخيص

اس پر ریشمی نقوش ہوں اور اس کا کوئی ایک نقش چار انگلیوں کی مقدار سے زیادہ ہو تو جائز نہیں اور اگر کم ہو تو جائز ہے اگرچہ اس کے مجموعی نقوش چار انگلیوں کی مقدار سے بڑھ جائیں۔ فتاوی ہندیہ یعنی عالمگیری میں ہے پچھنے لگوانے والے کی پٹی اگر چار انگلیوں کی مقدار سے کم ریشمی ہو تب بھی اس کا استعمال مکروہ ہے اس لئے کہ وہ تابع نہیں، بلکہ خود بذاتہٖ اصل ہے۔ یونہی تمرتاشی میں مذکور ہے۔ طحطاوی کی عبارت پوری ہوگئی۔ میں (مراد صاحب فتاوی) کہتا ہوں کہ جس میں علامہ طحطاوی نے توقف کیا تھا اور اس کی تحریر کا حکم دیا تھا بحمداللہ تعالیٰ وہ میرے نزدیک محرر ہے جس میں کوئی شبہہ نہیں۔ بیشک میں نے ردالمحتار کے اپنے نسخہ کے حاشیہ میں علامہ موصوف کے قول ھل حکم المتفرق الخ جس کی موصوف نے تصریح فرمائی، لکھا ہے: میں کہتا ہوں یہ تو معلوم ہے کہ ریشم، سونا اور چاندی پہننے کی حرمت برابر ہے کیونکہ سب کا استعمال کرنا حرام ہے لہذا ریشم کی رخصت ان سب کی رخصت ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ پھر میں نے علامہ شامی کو دیکھا کہ انہوں نے دو اوراق کے بعد بالکل وہی کچھ ذکر کیا جو کچھ میں نے ذکر کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہی لائق حمد و ثنا ہے۔ چنانچہ انہوں نے

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۲۶-۲۲۵

[2] جدالممتار علی ردالمحتار

Marfat.com

العلم و الکفاف من الحریر ترخیص لهما من غیرہ ایضا بدلالة المساواة و یؤید عدم الفرق ماมر من اباحة الثوب المنسوج من ذھب اربعة اصابع وکذا الکتابة الثوب بذھب او فضة[1] الخ فھذا تحریرہ و ﷲ الحمد۔

فرمایا سونا چاندی اور ریشم یہ سب حرام ہونے میں مساوی اور برابر ہیں، لہذا ریشمی نقش و نگار اور کفاف (کناروں کا مخطوط ہونا) کی رخصت دینا بعینہٖ سونے چاندی کی رخصت دینا ہے، کیونکہ دلالت حرمت میں یہ سب برابر ہیں، پس اس بات کی تائید گزشتہ عدم تفریق سے ہوتی ہے کہ سونے چاندی کے تاروں سے بنا ہوا کپڑا بمقدار چار انگشت مباح ہے اور سونے چاندی کی کتابت (تحریر) کا بھی یہی حکم ہے الخ، لہذا یہ ان کی تحریر ہے۔ خدا ہی کے لئے حمد و ستائش ہے۔(ت)

ان عبارات سے یہ بھی واضح ہوا کہ چاندی سونے کے کام بشرائط مذکورہ ہر طرح جائز ہیں خواہ اصل کپڑے کی بناوٹ میں ہوں یا بعد کو کلابتوں کامدانی وغیرہ سے بنائے جائیں خواہ کوئی جدا چیز، جیسے فیتوں، لیس، پیچک، بانکڑی وغیرہا ٹانکی جائے، ہاں یہ لحاظ رکھنا چاہئے کہ عورتوں یا بدوضع آوارہ فاسقوں کی مشابہت نہ پیدا ہو، مثلاً مرد کو چولی دامن میں گوٹا پٹھا ٹانکنا مکروہ ہوگا اگرچہ چار انگل سے زیادہ نہ ہو کہ وضع خاص فساق بلکہ زنانوں کی ہے، علماء فرماتے ہیں اگر کوئی شخص فاسقانہ وضع کے کپڑے یا جوتے سلوائے (جیسے ہمارے زمانے میں نیچری وردی) تو درزی اور موچی کو ان کا سینا مکروہ ہے کہ یہ معصیت پر اعانت ہے، اس سے ثابت ہوا کہ فاسقانہ تراش کے کپڑے یا جوتے پہننا گناہ ہے،

فی فتاوی الامام قاضیخان الاسکاف اوالخیاط اذا استوجر علی خیاطة شیئ من ذی الفساق ویعطی له فی ذلك کثیرا اجرا لا یستحب له ان یعمل لانه اعانة علی المعصیة[2]۔

امام قاضی خان کے فتاوی میں ہے کہ موچی اور درزی اگر بدکار لوگوں کی وضع کے مطابق جوتے اور کپڑے تیار کرنے کی اجرت مانگے اور اسے اس کام پر بہت زیادہ اجرت دی جائے تو اس کے لئے یہ کام کرنا مستحب نہیں رہتا کیونکہ اس میں گناہ پر مدد کرنا پایا جاتا ہے۔(ت)

(۷) وہ کپڑے پہننے جن پر سونے چاندی کے پانی سے لکھا ہو جائز ہے۔

(۸) یونہی جائز الاستعمال برتنوں وغیرہ پر ان کا ملمع،

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۶

[2] فتاوی قاضی خان " " " " " مطبع نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۸۰

Marfat.com

فی الھندیۃ لایکرہ لبس ثیاب کتب علیھا بالفضۃ والذھب وکذلك استعمال کل مموہ لانہ اذا ذوب لم یخلص منہ شیئ کذا فی الینابیع[1] اھ وفی الدر حل کتابۃ الثوب بذھب اوفضۃ والمطلی لاباس بہ بالاجماع اھ[2] ملخصا۔

فتاوٰی ہندیہ میں ہے ایسے کپڑے پہننے مکروہ نہیں کہ جن پر سونے یا چاندی سے کتابت کی گئی ہو اور اسی طرح تمام ملمع کاری والے کپڑوں کے استعمال کا یہی حکم ہے کیونکہ جب اُسے ڈھالا جائے تو اس سے کچھ برآمد نہیں ہوتا۔ ینابیع میں یہی مذکور ہے۔ درمختار میں ہے کہ کپڑے پر سونے چاندی کی کتابت جائز ہے اور ملمع کاری میں بالاجماع کوئی مضائقہ نہیں اھ ملخصًا (ت)

(۹) اسی طرح کسی چیز میں چاندی سونے کے تار یا پتر جڑے ہونا بشرطیکہ وہ شیئ جس عضو سے استعمال میں آتی ہے اُس عضو کی جگہ سے جُدا ہوں مثلاً گلاس یا کٹورے میں وہاں منہ لگا کر پانی نہ پئیں، تخت، پلنگ، کرسی، کاٹھی میں موضع نشست پر نہ ہوں، رکاب میں پاؤں اُن پر نہ رہے، لگام، تلوار، نیزہ، تیر کمان، بندوق، قلم، آئینہ کے گھر میں ہاتھ کی گرفت سے الگ ہوں، دمچی پوزی میں چاندی سونے کے پھول جائز کہ وہ جسم لگنے کی جگہ نہیں، چھڑی میں نیچے کی شام روا اُوپر کی ناجائز کہ وہ ہاتھ رکھنے کی جگہ ہے حقہ میں چاندی سونے کی مہنال حرام کہ پینے میں اس سے منہ لگتا ہے مگر دہن نے سے نیچے سر کی ہو کہ اسے منہ ہاتھ نہ لگایا جائے تو روا۔ وعلٰی ہذا القیاس اشیائے کثیرہ جنھیں بعد علم قاعدہ فہیم آدمی سمجھ سکتا ہے اسی قبیل سے بھٹیں کواڑوں، صندوق، قلمدان، انگوٹھی کے نگ میں سونے کی کیلیں جن کا ذکر اُوپر گزرا۔

فی الدر المختار حل الشرب من اناء مفضض ای مزوق بالفضۃ والرکوب علی سرج مفضض والجلوس علی کرسی مفضض لکن بشرط ان یتقی موضع الفضۃ بفم وجلوس و نحوہ وکذا الاناء المضبب بذھب او

درمختار میں ہے جس برتن پر چاندی کا پانی چڑھایا گیا ہو اُس سے پانی پینا جائز ہے اور چاندی کی ملمع کاری والی زین پر سوار ہونا اور اسی نوع کی کرسی پر بیٹھنا بھی جائز ہے لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ جہاں چاندی پیوستہ ہو وہاں منہ نہ لگایا جائے اور نہ اس جگہ بیٹھے اور نہ سوار ہو۔ اسی طرح سے

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب العاشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۳۴
[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۳۷

Marfat.com

فضة والكرسی المضبب بهما وحلية مرأة و مصحف بهما كما لو جعله فی نصل سيف او سكين او قبضتهما او لجام او ركاب لم يضع يده موضع الذهب والفضة اھ[1] ملخصا و فی رد المحتار **قوله** مفضض وفی حكمه المذهب قهستانی **قوله** ای مزوق وفسره الشمنی بالمرصع بها قال فی غرر الافكار يجتنب فی المصحف و نحوه موضع الاخذ وفی السرج و نحوه موضع الجلوس و فی الركاب موضع الرجل و فی الاناء موضع الفم و نحوه فی ايضاح الاصلاح ويجتنب فی النصل والقبضة واللجام موضع اليد فالحاصل ان المراد الاتقاء بالعضو الذی يقصد الاستعمال به ففی الشرب لما كان المقصود الاستعمال بالفم اعتبر الاتقاء به دون اليد ولا يخفى ان الكلام فی المفضض والا فالذی كله فضة يحرم استعماله بای وجه كان ولو بلا مس

جس برتن سے سونا چاندی پیوستہ ہوں اور وہ کرسی جس پر یہ دونوں لگے ہوئے ہوں شیشہ اور مصحف جن پر سونے چاندی کا زیور لپٹا ہو۔ تلوار یا چھری کی دھار یا ان دونوں کے دستے۔ لگام یا رکاب پر سونا چاندی لگے ہوں لیکن بوقتِ استعمال ان سے ہاتھ مس نہ ہوں، تو یہ سب جائز ہیں۔ ردالمحتار میں ہے مصنف کا قول ای مزوق، علامہ شمنی نے اس کی تشریح "المرصع" (یعنی اس پر چاندی کا جڑاؤ ہو) سے فرمائی یعنی وہ جس پر چاندی جڑی ہوئی ہو۔ غرر الافکار میں فرمایا مصحف اور اس جیسی کسی چیز (جس پر ہاتھ رکھنے والی جگہ پر سونا چاندی پیوستہ ہو) تو اس کے پکڑنے میں پرہیز کرے اور سونے چاندی کو مس نہ کرے۔ اسی طرح زین یا کُرسی جس کے بیٹھنے کی جگہ پر سونا چاندی لگا ہو تو اس سے پرہیز کرے یعنی اس پر نہ بیٹھے اور رکاب میں پاؤں والی جگہ سونا چاندی ہو تو پاؤں نہ رکھے، اور برتن میں منہ لگانے کی جگہ سونا چاندی ہو تو منہ نہ لگائے یعنی استعمال نہ کرے۔ اور اسی طرح ایضاح الاصلاح میں ہے تیر کے پھل، تلوار کے دستے اور لگام کو بھی بایں وجہ ہاتھ نہ لگائے اور اس سے بچے۔ حاصل کلام یہ ہوا کہ اس حصہ جسم اور عضو کو بچایا جائے جو کسی شے کے استعمال کرنے میں مقصود ہوتا ہے، چونکہ

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحة مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۳۶ و ۲۳۷

Marfat.com

بالجسد بخلاف القصب الذی یلف علی طرف قبضة النتن فانه تزویق فهو من المفضض فیعتبر اتقاؤه بالید والفم ولا یشبه ذٰلك ما یکون کله فضة کما هو صریح کلامهم وهو ظاهر، قوله المضبب ای مشدد بالضباب وهی الحدیدة العریضة التی یضبب بها وضبب بالفضة شد بها مغرب، قوله وحلیة مراٰة الذی فی المنح والهدایة وغیرهما حلقة بالقاف قال فی الکفایة والمراد بها التی تکون حوالی المراٰة لا ما تاخذ المراٰة بیدها فانه مکروه اتفاقا[1] اھ ملتقطا وفی الهندیة لاباس بالمضبب من السریر اذا لم یقعد علی الذهب والفضة وکذا الثغر[2] اھ ملخصا۔

پینے کے لئے منہ کا استعمال مقصود ہوتا ہے لہذا اس کے بچاؤ کا اعتبار ہوگا نہ کہ ہاتھ کا، اور یہ بات پوشیدہ نہیں کہ کلام سونے اور چاندی کی ملمع کاری میں ہے ورنہ جو چیز تمام کی تمام چاندی کی ہو اس کا استعمال تو سرے سے حرام ہے خواہ استعمال ہاتھ سے ہو یا بغیر ہاتھ لگائے ہو بخلاف اس کانے کے جو تمباکو کے کانٹے کے کنارے پر لپیٹ دیا جاتا ہے کیونکہ وہ "تزویق" ہے جو مفضض میں شامل ہے، لہذا ہاتھ اور منہ سے اس کے بچاؤ کا اعتبار ہوگا اور یہ اس کے مشابہ نہیں جو تمام چاندی ہو، جیسا کہ فقہائے کرام کا صریح کلام ہے اور یہی ظاہر ہے۔ مصنف کا ارشاد المضبب یعنی ضباب کے ساتھ باندھا ہوا، اور ضباب وہ چوڑا لوہا ہوتا ہے جس کے ساتھ کسی چیز کو باندھا جاتا ہے، "ضُبِّب بالفضہ" کے معنی ہیں چاندی کے ساتھ باندھا گیا (مغرب) قولہ حلیۃ المراٰۃ، منح الغفار اور ہدایہ وغیرہ میں یہ لفظ حلقۃ صرف قاف کے ساتھ ہے۔ الکفایہ میں فرمایا کہ اس سے شیشے کا آس پاس (یعنی چاروں اطراف) مراد ہیں نہ کہ وہ جگہ جس کو عورت اپنے ہاتھ سے پکڑتی ہے کیونکہ وہ تو بالاتفاق مکروہ ہے (ملخص مکمل ہوا) فتاوٰی ہندیہ میں ہے کہ سونے چاندی کے تاروں سے جڑا اور کسا ہوا تخت استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ سونے چاندی والی جگہ پر بیٹھنے سے پرہیز کرے۔ (ت)

یہاں تک جن چیزوں کا جواز بیان ہوا یہ سب اور ان کے سوا بعض اور بھی چاندی سونے دونوں کی جائز ہیں، اور بعض اشیاء وہ ہیں کہ سونے کی حرام اور چاندی کی جائز۔ انھیں

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۱۸ و ۲۱۹

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب العاشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۳۴

Marfat.com

میں انگشتری ہے جس سے سائل نے سوال کیا، شرعاً چاندی کی ایک انگوٹھی ایک نگ کی کہ وزن میں ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو پہننا جائز ہے اگرچہ بے حاجت مُہر اس کا ترک افضل اور مُہر کی غرض سے خالی جواز نہیں بلکہ سنّت ہے ہاں تکبّر یا زنانہ پن کا سنگار یا اور کوئی غرض مذموم نیت میں ہو تو ایک انگوٹھی کیا اس نیت سے اچھے کپڑے پہننے بھی جائز نہیں اس کی بات جُدا ہے یہ قید ہر جگہ ملحوظ رہنا چاہئے کہ سارا دار مدار نیّت پر ہے،

فی الدر المختار یتحلی الرجل بخاتم فضة اذا لم یرد به التزین ویحرم بغیرها وترك التختم لغیر ذی حاجة افضل وکل ما فعل تجبرا کره وما فعل لحاجة لا اھ[1] ملتقطا، وفی الهندیة لبس الثیاب الجمیلة مباح اذا لم یتکبر وتفسیره ان یکون معها کما کان قبلها کذا فی السراجیة[2] اھ اقول وبما فسرت التزین ظهر الجواب عما اورد العلامة الشامی علی استثنائه انه سیاق ان ترك التختم لمن لا یحتاج الی الختم افضل وظاهره انه لا یکره للزینة بلا تجبر[3] اھ یعنی ان

درمختار میں ہے کہ آدمی چاندی کی انگوٹھی پہن سکتا ہے بشرطیکہ نیت زیب وزینت کی نہ ہو اور چاندی کے علاوہ دیگر دھاتوں کی بنی ہوئی انگوٹھیاں پہننا حرام ہے، جس کو پہننے کی ضرورت نہ ہو اس کیلئے انگوٹھی نہ پہننا زیادہ بہتر ہے، اور جو کام تکبر کی وجہ سے کیا جائے مکروہ ہے اور جو کام کسی ضرورت کے تحت کیا جائے وہ مکروہ نہیں بلکہ جائز ہے۔ فتاوی ہندیہ میں ہے کہ اچھا لباس پہننا مباح ہے جبکہ تکبّر نہ کیا جائے، اور تکبر نہ ہونے کی تشریح یا علامت یہ ہے کہ عمدہ لباس پہننے کے بعد بھی وہی حالت و کیفیت ہو جو پہلے تھی۔ یونہی سراجیہ میں بھی مذکور ہے، میں کہتا ہوں کہ جو کچھ میں نے "تزیّن" کی تشریح کی ہے اسکے استثنائے تزیّن پر علامہ شامی کے اشکال کا جواب واضح ہو گیا کہ عنقریب آئیگا کہ بغیر حاجت انگوٹھی نہ پہننا (ترک تختم) انگوٹھی پہننے سے بہتر ہے، اس سے ظاہر ہے کہ زینت کیلئے پہننا مکروہ نہیں اھ یعنی اس مسئلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر حاجت انگوٹھی پہننے سے زیب و زینت کے علاوہ کوئی غرض نہیں ہوتی، مجھے یاد ہے کہ میں نے

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۰

[2] فتاوی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۳۳

[3] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس [illegible]

Marfat.com

المسئلة تفید الجواز من دون حاجة
الختم وح لم یبق غرض الا التزین
ورأیتنی کتبت علی هامشه مانصه **اقول**
قد فرقوا فی مسئلة الاکتحال بین الزینة
والجمال فهلا یراد مثله بها فیباح التجمل
دون التزین اھ[1] وحاصل ما اشرتُ الیه
ان الزینة تطلق ویراد بها ما یعم
الجمال وهو جائز بل مندوب الیه بنیة
حسنة فان الله جمیل یحب الجمال
وهو اثر ادب النفس وشهامتها وتطلق
ویراد بها ما ینحو التخنث
والتصنع مثل المرأة وهو مذموم
ودلیل علی ضعف النفس ودناءتها
ویرشدك الی الاطلاقین قول
علمائنا لایکره دهن شارب
ولا کحل اذا لم یقصد الزینة[2]
وقولهم کما فی الفتح بالخضاب
وردت السنة ولم یکن
لقصد الزینة[3] مع قوله تعالٰی
قل من حرم زینة الله[4]، فلیکن

اس کے حاشیہ پر لکھا جس کی عبارت یہ ہے **اقول** (میں
کہتا ہوں) اہلِ علم نے سُرمہ کے مسئلے میں زینت
اور جمال کے درمیان فرق کیا ہے، پس یہی معنی
مماثل یہاں کیوں نہیں مراد لیا جاتا۔ لہذا تجمل کیلئے
یہ کام مباح ہو نہ کہ زیب وزینت کے لئے اھ،
جس کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے اس کا حاصل
یہ ہے کہ کبھی لفظِ زینت بول کر اس سے وہ معنی
مراد لیا جاتا ہے جو لفظِ جمال سے لیا جاتا ہے
اور وہ جائز ہے بلکہ مستحب ہے بشرطیکہ نیت
اچھی ہو کیونکہ اللہ تعالٰی جمیل ہے اور جمال کو پسند
کرتا ہے یہ ادبِ نفس اور اس کے حصہ کا اثر
ہے، کبھی لفظِ زینت کا اطلاق کیا جاتا ہے اور
اس سے تخنّث (ہیجڑا پن) اور تصنع (بناوٹ و
نمائش) کا مفہوم مراد ہوتا ہے، جیسا کہ یہ جذبہ
عورتوں میں زیادہ پایا جاتا ہے، اور یہ
مذموم ہے اور نفس کی کمزوری، کمینگی اور گھٹیا پن
کی علامت ہے، پس علمائے کرام کی طرف سے
ان الفاظ کے دونوں اطلاق کی وضاحت تمہاری
راہنمائی کرے گی۔ مونچھوں کو تیل لگانا اور سُرمہ
آنکھوں میں لگانا مکروہ نہیں جبکہ زیب وزینت

---

[1] جد الممتار علی رد المحتار
[2] الدر المختار کتاب الصوم باب ما یفسد الصوم ومالا یفسد الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۵۲
[3] فتح القدیر " باب ما یوجب القضاء والکفارۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۲۷۰
[4] القرآن الکریم ۷/۳۲

Marfat.com

المراد ههنا هو المعنی الثانی فلا ایراد ولا تخالف واللّٰہ تعالٰی الموفق ھذا فی ردالمحتار التختم سنۃ لمن یحتاج الیہ کما فی الاختیار[1] وانما یجوز التختم بالفضۃ لو علی ھیأۃ خاتم الرجال اما لو لہ فصان او اکثر حرم اھ[1] ملخصا۔

مقصود نہ ہو۔ فتح القدیر میں ہے کہ خضاب لگانے کا ذکر حدیث میں وارد ہوا ہے جبکہ زینت کے ارادہ سے نہ ہو باوجودیکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے "کس نے اللہ تعالٰی کی زینت کو حرام ٹھہرایا ہے" اللہ تعالٰی ہی اس کی توفیق دینے والا ہے۔ ردالمحتار میں ہے کہ عورتوں کے لئے انگوٹھی پہننا سنت ہے انھیں اس کی ضرورت اور احتیاج ہوتی ہے جیسا کہ الاختیار میں ہے چاندی کی انگوٹھی مردوں کے لئے جائز ہے بشرطیکہ انگوٹھی مردانہ وضع کی ہو اور اس کے نگینے دو یا دو سے زیادہ ہوں تو اس کا استعمال ممنوع اور حرام ہے اھ ملخصاً (ت)

(۱۰) یوہیں چاندی کی پیٹی

(۱۱) کمربند

(۱۲) تلوار کا پرتلا جائز

فی الدرالمختار ولا یتحلی الرجل بذھب وفضۃ مطلقا الا بخاتم ومنطقۃ وحلیۃ سیف منہا ای الفضۃ اھ[2]، وفی ردالمحتار وحمائلہ من جملۃ حلیتہ شرنبلالیۃ اھ قلت ومثلہ للطحطاوی عن ابی السعود عن الشرنبلالی عن البزازیۃ وعنہا نقل فی الہندیۃ وقال فی الغرائب لاباس باستعمال منطقۃ حلقتہا فضۃ[3]۔

درمختار میں ہے کوئی آدمی مطلقاً سونے اور چاندی کا زیور نہ پہنے بجز چاندی کی انگوٹھی کے، یا کمربند (پیٹی یا بیلٹ) اور تلوار کا دستہ بھی استعمال کرنا مذکورہ دھاتوں کے سے جائز ہے اھ۔ ردالمحتار (فتاوٰی شامی) میں ہے کہ تلوار کا پرتلا از قسم زیور ہے، شرنبلالیہ۔ قلت (میں کہتا ہوں) یوں ہی طحطاوی میں مذکور ہے، ابوالسعود بحوالہ شرنبلالی اس نے فتاوٰی بزازیہ سے اس سے فتاوٰی ہندیہ میں نقل کیا گیا ہے کہ الغرائب میں فرمایا ایسے کمربند (پیٹی یا بیلٹ کے استعمال کرنے میں حرج نہیں۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظروالاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۳۱

[2] درمختار " " " مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۰

[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۳۲

حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الحظروالاباحۃ فصل فی اللبس دارالمعرفۃ بیروت ۴/۱۸۰

Marfat.com

(۱۳) ہلتے دانتوں میں چاندی کا تار باندھنا

(۱۴) افتادہ دانت کی جگہ چاندی کا دانت لگانا جائز۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سونے کے تار اور دانت بھی روا۔

فی الدرالمختار لایشد سنہ المتحرک بذھب بل بفضۃ وجوزھما محمد اھ[1] وفی ردالمحتار عن التاتارخانیۃ جدع اذنہ او سقط سنہ فعند الامام یتخذ ذٰلک من الفضۃ فقط وعند محمد من الذھب ایضاً[2] اھ ملخصا۔

درمختار میں ہے کہ ہلتے ہوئے دانت چاندی سے نہ کہ سونے کی تاروں سے مضبوط نہ کئے جائیں لیکن امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں سے جائز قرار دیا ہے، فتاوٰی شامی میں تتارخانیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ کان کٹ جائے یا دانت گر جائے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صرف چاندی کے بنا کر لگائے جائیں جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سونے کے لگانے بھی جائز ہیں اھ ملخصاً۔ (ت)

(۱۵) صاحبین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما حالتِ جہاد میں سونے چاندی کے خود، زرہ، دستانے بھی جائز رکھتے ہیں مگر امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ناجائز،

فی الدرالمختار استثنی القہستانی وغیرہ استعمال البیضۃ والجوشن والساعدات منھما فی الحرب للضرورۃ[3] اھ وفی خزانۃ المفتین لاباس بالجوشن والبیضۃ من الذھب والفضۃ فی الحرب[4] اھ وفی ردالمحتار قال فی الذخیرۃ قالوا ھذا قولھما[5] الخ۔

درمختار میں ہے قہستانی وغیرہ نے جنگی ضرورت کے پیشِ نظر سونے چاندی کا خود، زرہ اور دستانوں کا استعمال جائز قرار دیا ہے۔ خزانۃ المفتین میں ہے جنگ میں سونے چاندی کی زرہ اور خود کے استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں اھ۔ ردالمحتار میں ہے کہ ذخیرہ میں فرمایا گیا کہ لوگوں نے کہا ہے کہ یہ قول امام صاحب کے دو (مایۂ ناز) شاگردوں قاضی امام ابویوسف اور امام محمد کا ہے الخ (ت)

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۰
[2] ردالمحتار " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۳۱
[3] درمختار " " " مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۳۶
[4] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ خزانۃ المفتین کتاب الکراہیۃ الباب العاشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۳۵
[5] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۱۸

Marfat.com

اِس تفصیل سے بحمد اللہ تعالٰی اُس تحریم مطلق کا بطلان بھی واضح ہوا اور تمام امورِ مسئولہ کا جواب بھی لائح۔
واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸ از مارہرہ مطہرہ مسئولہ ابوالقاسم حضرت سید اسمٰعیل حسن صاحب دامت برکاتہم ۲۷ محرم ۱۳۰۶ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چاندی سونے کی گھڑیاں رکھنا یا سیم و زر کے چراغ میں بغرض بعض اعمال کے فتیلہ روشن کرنا جس سے روشنی لینا کہ مقصود متعارف چراغ ہے مراد نہیں ہوتا بلکہ قوتِ عمل و سرعت اثر و تنبیہ موکلات مقصود ہوتی ہے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ)

الجواب

دونوں ممنوع ہیں، علامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:

قال العلامۃ الوانی المنہی عنہ استعمال الذھب والفضۃ اذا الاصل فی ھذا الباب قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ھٰذان حرامان علی ذکور امتی حل لاناثہم ولما بین ان المراد من قولہ حل لاناثہم ما یکون حلیا لہن بقی ما عداہ علٰی حرمتہ سواء استعمل بالذات او بالواسطۃ اھ واقرہ العلامۃ نوح و ایدہ باطلاق الاحادیث الواردۃ فی ھذا الباب اھ ابوالسعود ومنہ تعلم حرمۃ استعمال ظروف فناجین القہوۃ والساعات من الذھب والفضۃ اھ ملخصًا۔[1]

علامہ وانی نے فرمایا کہ سونے چاندی کا استعمال ممنوع ہے اس لئے کہ اصل اس باب میں حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے: یعنی سونا، چاندی دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں البتہ ان کی عورتوں کے لئے حلال ہیں، اور جب یہ بیان کیا گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد "حل لاناثہم" (ان کی عورتوں کے لئے حلال ہیں۔ ت) سے مراد وہ سونا چاندی ہے جو عورتوں کے لئے بطور زیور ہو، تو پھر اس کے علاوہ باقی سونا چاندی خواہ بالذات استعمال کیا جائے یا بالواسطہ، اپنی حرمت پر رہے گا اھ، علامہ نوح نے اسی کو برقرار رکھا اور مطلق حدیثوں سے اس کی تائید کی جو اس باب میں وارد ہوئی ہیں، ابوسعود کی عبارت پوری ہوئی، لہٰذا اس سے قہوہ کی پیالیوں اور سونے چاندی کی گھڑیوں کی حرمت معلوم ہوئی، تلخیص پوری ہوگئی۔ (ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ دارالمعرفۃ بیروت ۴/ ۱۶۲

Marfat.com

علامہ شامی ردالمحتار میں ان تصریحات علامہ طحطاوی کو ذکر کرکے فرماتے ہیں: وھو ظاہر[1] (اور یہ ظاہر ہے۔ ت) اُسی میں ہے:

الذی کلہ فضۃ یحرم استعمالہ بای وجہ کان کما قدمناہ ولو بلامس بالجسد ولہذا حرم ایقاد العود فی مجمرۃ الفضۃ کما صرح بہ فی الخلاصۃ ومثلہ بالاولٰی ظرف فنجان القھوۃ والساعۃ وقدرۃ التنباک التی یوضع فیھا الماء وان کان لایمسھا بیدہ ولا بفمہ لانہ استعمال فیما صنعت لہ[2] الخ۔

جو چیز مکمل چاندی ہے، جس طریقے سے بھی اس کا استعمال کیا جائے حرام ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا اگرچہ جسم سے مس نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ چاندی کی انگیٹھی میں "عود" جلانا حرام ہے جیسا کہ خلاصہ میں اس کی تصریح کی گئی اور یہ بطریق اولٰی اسی کی طرح ہے کہ قہوے کی پیالیاں، گھڑی اور حقّہ کے زیریں حصہ کا استعمال جس میں پانی ڈالا جاتا ہے اگرچہ اُسے ہاتھ یا منہ سے مس نہ کرے اس لئے کہ جس مقصد کے لئے یہ چیزیں بنائی گئیں اُن میں ان کا استعمال ہو رہا ہے الخ (ت)

اور یہ عذر کہ چراغ استصباح یعنی روشنی لینے کے لئے ہوتا ہے اور یہاں اس نیت سے مستعمل نہیں تو جواز چاہئے،

لما فی الدرالمختار ان ھذا استعملت ابتداء فیما صنعت لہ بحسب متعارف الناس والافلا کراھۃ[3]۔

اس دلیل سے کہ درمختار میں ہے کہ یہ حکم تب ہے جب ابتداءً جس مقصد کے لئے چیز بنائی گئی لوگوں کے تعارف کے مطابق اس میں استعمال کی جائے ورنہ کراہت نہ ہوگی۔ (ت)

نامقبول ہے کہ **اولاً** عندالتحقیق مطلق استعمال ممنوع ہے اگرچہ خلاف متعارف ہے لاطلاق الاحادیث والادلۃ کما مر (اس لئے کہ اس باب میں احادیث اور دلائل بغیر کسی قید کے مطلق ہیں، جیسا کہ پہلے گزر چکا۔ ت) کٹورا پانی پینے کے لئے بنتا ہے اور رکابی کھانا کھانے کو، پھر کوئی نہ کہے گا کہ چاندی سونے کے کٹورے میں کھانا کھانا یا اُس کی رکابی میں پانی پینا جائز ہے۔ علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں،

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظروالاباحۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۱۹
[2] " " " " " ۵/ ۱۹-۲۱۸
[3] درمختار " " " " ۲/ ۲۳۶

Marfat.com

ما ذکرہ فی الدرر من اناطۃ الحرمۃ بالاستعمال فیما صنعت لہ عرفا فیہ نظر فانہ یقتضی انہ لو شرب او اغتسل بانیۃ الدھن او الطعام انہ لا یحرم مع ان ذلک استعمال بلاشبھۃ داخل تحت اطلاق المتون و الادلۃ الواردۃ فی ذلک[1] الخ۔

جو کچھ درر میں بیان فرمایا کہ حرمت کا مدار عرفاً اس کی بناوٹ کے مطابق استعمال کرنے پر ہے، اس پر ایک اشکال ہے اس لئے کہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر کوئی پانی پیئے یا غسل کرے تیل اور کھانے کے برتن میں تو حرمت نہ ہو حالانکہ یہ بلاشبہہ استعمال ان متون اور دلائل کے اطلاق کے نیچے داخل ہے جو اس سلسلہ میں وارد ہوئے ہیں الخ (ت)

ثانیاً استصباح چراغ خانہ سے مقصود ہوتا ہے یہ چراغ اُس غرض کے لئے بنتا ہی نہیں، اور جس غرض کے لئے بنتا ہے اس میں استعمال قطعاً متحقق تو استعمال فیما صنع لہ موجود ہے اور حکم تحریم سے مفر مفقود، ہاں اگر سونے کا ملمع یا چاندی کی قلعی کرلیں تو کچھ حرج نہیں۔ علامہ عینی فرماتے ہیں:

اما التمویہ الذی لا یخلص فلا باس بہ بالاجماع لانہ مستھلک فلا عبرۃ ببقائہ لونا[2] انتھی واللہ تعالٰی اعلم بالصواب و الیہ المرجع والمآب۔

رہی وہ ملمع سازی کہ جس کا چھٹکارا نہ ہو تو بالاجماع اس کے ہونے میں کچھ حرج نہیں اس لئے کہ وہ اصالتاً ہلاک شدہ ہے لہذا اس کی رنگت کا باقی رہنا معتبر نہیں۔ عبارت پوری ہوئی، اور اللہ تعالٰی ٹھیک بات کو خوب جانتا ہے اور اسی کی طرف جائے رجوع اور ٹھکانہ ہے (ت)

مسئلہ ۱۹ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مردوں کو چاندی کا چھلّا ہاتھ یا پاؤں میں پہننا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

حرام ہے،

فقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الذھب والفضۃ انھما محرمان علٰی

سونے چاندی کے متعلق حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: یہ دونوں میری امت کے مردوں

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۱۷

[2] البنایۃ فی شرح الہدایۃ کتاب الکراھیۃ المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۴/۱۹۸

Marfat.com

ذکر امتہ[1] قلت ولا یجوز القیاس علی خاتم الفضۃ لانہ لایختص بالنساء بخلاف مانحن فیہ فینھی عنہ الاتری الی ما فی ردالمحتار عن شرح النقایۃ انما یجوز التختم بالفضۃ لو علی ھیئۃ خاتم الرجال امالو لہ فصان او اکثر حرم[2] انتھی ولان الخاتم یکون للتزین وللختم اما ھذا افلاشیئ فیہ الا التزین وقد قال فی الدرالمختار لایتحلی الرجل بفضۃ الابخاتم اذا لم یرد بہ التزین[3] اھ ملخصًا، وفی الکفایۃ قولہ الا بالخاتم ھذا اذا لم یرد بہ التزین[4] انتھی، واللہ تعالٰی اعلم۔

پر حرام ہیں، میں کہتا ہوں اس کو چاندی کی انگوٹھی پر قیاس کرنا جائز نہیں (کہ یہ جائز ہے تو وُہ بھی جائز ہونا چاہیئے) کیونکہ چاندی کی انگوٹھی عورتوں کے ساتھ مختص نہیں بخلاف اس کے جس کی ہم بحث کر رہے ہیں (یعنی چاندی کا چھلّا) کہ اُس سے مردوں کو منع کیا جائے گا، کیا تم اس کی طرف نہیں دیکھتے جو فتاوٰی شامی میں شرح نقایہ کے حوالے سے آیا ہے کہ چاندی کی انگوٹھی پہننا اگر مردانہ ہیئت کے مطابق ہو تو جائز ہے لیکن اگر اس کے دو یا زیادہ نگینے ہوں تو حرام ہے اھ اور اس لئے کہ انگوٹھی زیب وزینت اور مُہر کیلئے ہوا کرتی ہے لیکن چھلّے میں زیب و زینت کے علاوہ کوئی مقصد باقی نہیں رہتا، حالانکہ درمختار میں فرمایا کہ مرد سوائے انگوٹھی کے چاندی کا کوئی زیور نہ پہنے اور اس سے بھی زیب و زینت مراد نہ ہو، تلخیص پوری ہوگئی، کفایہ میں ہے کہ مصنّف کا یہ کہنا "الّا بالخاتم" اس استشہاد کا جواز اس وقت ہے جبکہ انگوٹھی پہننے سے زیب و زینت کا ارادہ نہ ہو، عبارت پوری ہوگئی" اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرد کو چاندی کی انگوٹھی پہننا کیسا ہے، اور بے ضرورتِ مہر اُس کا کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان کرو تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

مُہر کے لئے چاندی کی انگوٹھی ایک مثقال یعنی ساڑھے چار ماشہ سے کم کی جسے مہر کی ضرورت

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ دارالمعرفۃ بیروت ۴/۱۷۲
[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۳۱
[3] درمختار " " مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۰
[4] الکفایۃ مع فتح القدیر کتاب الکراھیۃ " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۸/۴۵۷

Marfat.com

ہوتی ہو بے شبہہ مسنون ہے، اور سونے کی یا ایک مثقال سے زیادہ چاندی کی حرام، اور پُورے مثقال بھر میں روایتیں مختلف، اور حدیث سے صریح ممانعت ثابت، تو اسی پر عمل چاہیئے، اور بے ضرورت مُہر ایسی انگشتری پہننا مکروہ تنزیہی یعنی بہتر یہ کہ بچے، اور یہ اس صورت میں ہے جبکہ اس کی ہیئت انگشتری زنانہ سے جدا ہو ورنہ محض ناجائز، جیسے ایک سے زیادہ نگ ہونا کہ یہ عورت عورتوں کے ساتھ مخصوص ہے،

فی رد المحتار التختم سنة لمن یحتاج الیه کما فی الاختیار قال القهستانی و فی الکرمانی نهی الحلوانی بعض تلامذته عنه وقال اذا صرت قاضیا فتختم وفی البستان عن بعض التابعین لا یتختم الا ثلثة امیر او کاتب او احمق وظاهره انه یکره لغیر ذی الحاجة لکن قول المصنف افضل کالهدایة وغیرها یقید الجواز وعبر فی الدرر باولی وفی الاصلاح باحب فالنهی للتنزیه[1] الخ وفیه قوله ولا یزیده علی مثقال قیل ولا یبلغ به المثقال ذخیرة اقول ویؤیده نص الحدیث السابق من قوله علیه الصلوٰة والسلام ولا تتمه

فتاوٰی شامی میں ہے جس شخص کو مُہر لگانے کی ضرورت ہو اُسے انگوٹھی پہننا سنت ہے جیساکہ "الاختیار" میں ہے قہستانی نے فرمایا کہ کرمانی میں ہے شمس الائمہ حلوانی نے اپنے بعض شاگردوں کو انگوٹھی پہننے سے منع کیا تھا، اور فرمایا تھا کہ جب تو قاضی بن جائے گا تو پھر مُہر کی ضرورت کی وجہ سے انگوٹھی پہن لینا، بستان میں بعض تابعین سے مروی ہے کہ صرف تین آدمی انگوٹھی پہنتے ہیں: ایک امیر، دوسرا کاتب اور تیسرا بے وقوف۔ اس کا بظاہر مفہوم یہ ہے کہ جو صاحبِ ضرورت نہ ہو اس کے لئے انگوٹھی پہننا مکروہ ہے، لیکن مصنف کا قول ہدایہ وغیرہ کی طرح زیادہ عمدہ ہے جو جواز کا فائدہ دیتا ہے، چنانچہ درر میں لفظ "اولٰی" اور اصلاح میں لفظ "اَحبّ" سے تعبیر کی گئی یعنی نہ پہننا زیادہ پسندیدہ ہے، لہذا نہی تنزیہہ کے لئے ہے الخ اور اسی میں ہے کہ مصنف کا قول "ولا یزیدہ علی مثقال" یعنی مثقال سے زیادہ نہ ہو، اور یہ بھی کہا گیا کہ مثقال تک نہ پہنچے (ذخیرہ)، میں کہتا ہوں

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۳۱

Marfat.com

متقالاً[1] انتہی، وفی الھندیۃ عن المحیط ینبغی ان تکون فضۃ الخاتم المثقال ولایزاد علیہ وقیل لایبلغ بہ المثقال وبہ ورد الاثر انتہی[2]، وفی الخلاصۃ انمایجوز التختم بالفضۃ اذا کان علی ھیئۃ خاتم الرجال اما اذا کان علی ھیئۃ خاتم النساء بان کان لہ فصان او ثلثۃ یکرہ استعمالہ للرجال انتہی[3]، واللہ تعالٰی اعلم۔

حدیث سابق کی تصریح اس کی تائید کرتی ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ انگوٹھی پوری مثقال نہ ہو، عبارت پوری ہوئی۔ فتاوٰی ہندیہ میں محیط کے حوالے سے مذکور ہے مناسب یہ ہے کہ چاندی کی انگوٹھی صرف ایک مثقال ہو اس سے زیادہ نہ ہو، اور یہ بھی کہا گیا کہ وہ مثقال تک بھی نہ پہنچے، چنانچہ اثر میں یہی وارد ہوا ہے، عبارت پوری ہوئی۔ خلاصہ میں ہے چاندی کی انگوٹھی پہننا اس وقت جائز ہے جبکہ مردانہ انگوٹھیوں جیسی ہو لیکن اگر عورتوں کی انگوٹھیوں جیسی بنی ہو کہ اس میں دو یا تین نگینے ہوں تو ایسی انگوٹھی کا مردوں کو استعمال کرنا مکروہ ہے، عبارت پوری ہوئی۔ اور اللہ تعالٰی سب سے زیادہ جاننے والا ہے (ت)

مسئلہ ۲۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جھوٹے کام کا جوتا مرد و زن کو پہننا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

یہ جزئیہ کتب متداولہ فقہ میں فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ کی نظر سے نہ گزرا مگر ظاہر یہ ہے والعلم عند اللہ (پورا علم اللہ تعالٰی کے پاس ہے۔ ت) کہ جھوٹے کام کا جوتا مرد و زن سب کے لئے مکروہ ہونا چاہئے فان المنسوج کغیرہ ولا شك ان النعال من انواع الملبوسات والنساء والرجل سواء فی کراھۃ لبس النحاس۔

اس لئے کہ بنی ہوئی چیز غیر بنی ہوئی کی طرح ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جوتا پہنی ہوئی چیزوں کی اقسام میں داخل ہے۔ اور مرد، عورتیں تانبے کے استعمال کے مکروہ ہونے میں برابر ہیں، یعنی دونوں کے لئے مکروہ ہے۔ (ت)

ہاں سچے کام کا جوتا عورتوں کے لئے مطلقاً جائز اور مردوں کے واسطے بشرطیکہ مغرق نہ ہو

۱؎ ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۳۰
۲؎ فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب العاشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۳۵
۳؎ خلاصۃ الفتاوٰی " الفصل السابع مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۷۰

Marfat.com

نہ اس کی کوئی بُوٹی چار انگل سے زیادہ کی ہو، یعنی اگر متفرق کام کا ہے اور ہر بُوٹی چار انگل یا کم کی تو کچھ مضائقہ نہیں اگرچہ جمع کرنے سے چار انگل سے زیادہ ہو جائے، خلاصہ یہ ہے کہ جوتی اور ٹوپی کا ایک ہی حکم ہونا چاہیے،

وفی الفتاوی الھندیۃ یکرہ ان یلبس الذکور قلنسوۃ من الحریر والذھب والفضۃ والکرباس الذی خیط علیہ ابریسم کثیرا وشئ من الذھب او الفضۃ اکثر من قدر اربع اصابع[1] انتھی، قال العلامۃ الشامی وبہ یعلم حکم العرقیۃ المسماۃ بالطافیۃ فاذا کانت منقشۃ بالحریر وکان احد نقوشھا اکثر من اربع اصابع لا تحل وان کان اقل تحل وان زاد مجموع نقوشھا علی اربع اصابع بناء علی ما مر من ان ظاھر المذھب عدم جمع المتفرق[2] انتھی، وقد قال العلامۃ الشامی ایضا ان قد استوی کل من الذھب والفضۃ والحریر فی الحرمۃ فترخیص الحریر ترخیص غیرہ ایضا بدلالۃ المساواۃ ویؤید عدم الفرق ما مر من اباحۃ الثوب المنسوج من ذھب اربعۃ اصابع[3] اھ

فتاوٰی ہندیہ میں ہے مردوں کے لئے ریشم یا سونے یا چاندی کی ٹوپی پہننا مکروہ ہے اور اسی طرح وہ سوتی کہ جس پر زیادہ تر ریشم کی سلائی کی گئی ہو ——— یا چار انگلیوں سے زیادہ سونا چاندی لگا ہو انتہی، علامہ شامی نے فرمایا کہ اس سے پگڑی اور ٹوپی کے نچلے کپڑے کا حکم معلوم کیا جا سکتا ہے کہ جس کو "طافیہ" کہتے ہیں، جب اس میں ریشمی نقوش ہوں اور اس کا کوئی ایک نقش چار انگشت سے زیادہ ہو تو اس کا استعمال جائز نہیں لیکن اگر اس سے کم ہو تو جائز ہے اگرچہ اس کے مجموعی نقوش چار انگلیوں سے زیادہ ہو جائیں، یہ اس بناء پر ہے جیسا کہ گزر چکا کہ ظاہر مذہب میں متفرق کو جمع کرنا نہیں انتہی، حالانکہ علامہ شامی نے یہ بھی فرمایا کہ سونا چاندی اور ریشم یہ سب حرمت میں برابر ہیں، لہذا ریشم میں رخصت دوسری چیزوں کی رخصت کی طرح ہے دلالت مساوی ہونے کی وجہ سے۔ اور گزشتہ کلام سے عدم فرق کی تائید ہوتی ہے کہ سونے کے تاروں سے بُنا ہوا کپڑا چار انگلی تک مباح ہے اھ ملخصاً

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۳۲

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۲۵

[3] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۵/۲۲۶

Marfat.com

ملخصًا، فافهم وتثبت اذبه تحرر ماكان العلامة الطحطاوی متوقفا فیه، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

لہذا سمجھئے اور ثابت رہئے، اس سے وہ بھی تحریر ہوگیا جس میں علامہ طحطاوی نے توقف کیا تھا، اور اللہ تعالٰے سب سے زیادہ جاننے والا ہے اور اسکا علم جس کی بزرگی بڑی ہے زیادہ کامل اور زیادہ پختہ ہے (ت)

مسئلہ ۲۲ از کلکتہ دھرم تلا نمبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۹ ذی القعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سونے، چاندی، گلٹ، ریشم کی چین گھڑی میں لگانا اور اُسے لگا کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

سونے چاندی کے چین تو مطلقاً منع ہے اگرچہ انگرکھے میں نہ لگائی جائے صرف کھونٹی میں لٹکائیں یا گھڑی کے بکس ہی میں گھڑی رکھیں، اور جو چیز ممنوع ہے اس کے ساتھ نماز میں کراہت آئے گی، اور گلٹ میں اگر چاندی زائد یا برابر ہے تو اس کا حکم بھی چاندی کا ہے اور اگر تانبا غالب ہے تو اُس میں اور ریشم کی چین میں جبکہ وہ انگرکھے میں نہ لگائی جائیں کوئی حرج نہیں۔ رہا انگرکھے میں لگانا، اگر یہ لگانا پہننے کے مشابہ ٹھہرے تو مکروہ ہوگا اور اس سے نماز بھی مکروہ کہ پہننا تانبے اور ریشم کا ممنوع ہے اور جو ممنوع کے مشابہ ہے مکروہ ہے، اور اگر پہننے کے مشابہ نہ ٹھہرے تو نہ اس میں حرج نہ نماز میں کراہت۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ کا کلام اسی طرف ناظر کہ یہ پہننے سے مشابہ نہیں مگر فقیر کو اس میں تامل ہے اور وُہ خود بھی اس پر جزم نہیں رکھتے اور اسے لکھ کر تامل کا حکم فرماتے ہیں تو بہتر اس سے احتراز ہی ہے۔ واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ ۲۳ و ۲۴ از کلکتہ دھرم تلا نمبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۸ رمضان ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان دو مسئلوں میں:

(۱) ٹوپی جس پر ریشم یا کلابتون کا کام ایسا ہو جس نے نصف سے زائد کپڑا چھپالیا ہو اس کا پہننا جائز یا حرام؟ اور جس کا تمام کپڑا چھپالیا ہو اس کی نسبت کیا حکم ہے؟

(۲) ازار بند ریشم کا مرد کو جائز یا حرام اور اس کے پاجامے میں ہونے سے نماز کا کیا حال؟

Marfat.com

الجواب

(۱) متفرق کہ تمام کپڑا کام میں چھپ گیا ہو یا ظاہر ہو تو خال خال کہ دُور سے دیکھنے والے کو سب کام ہی نظر آئے مطلقاً ناجائز ہے اگرچہ وُہ ٹوپی عرض میں چار ہی اُنگل یا اس سے بھی کم ہو یُونہی اگر اس میں کوئی بیل بُوٹا چار اُنگل عرض سے زائد ہو تو بھی ناجائز اگرچہ سارے کپڑے میں صرف یہی ایک بُوٹی ہو، اور اگر یہ دونوں باتیں نہیں تو مطلقاً جائز اگرچہ نصف سے زائد کپڑا کام میں چھپا ہُوا اگرچہ متفرق بُوٹیاں جمع کرنے سے چار اُنگل عرض سے زائد کو پہنچے،

کل ذلك محقق فی فتاونا مستفادًا من ردالمحتار وغیرہ من الاسفار۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

ردالمحتار وغیرہ کتب معتبرہ سے استفادہ کرتے ہوئے اس تمام کی تحقیق ہمارے فتاوٰی میں کر دی گئی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۲) مذہب صحیح پر ناجائز ہے کما فی العٰلمگیریۃ والطحطاویۃ وغیرھما (جیساکہ فتاوٰی عالمگیریہ اور طحطاویہ وغیرہما میں ہے۔ت)

اور ناجائز کپڑا پہن کر نماز مکروہ تحریمی کہ اسے اتار کر پھر اعادہ کی جائے۔

کما ھو معلوم من الفقہ فی غیر ما موضع نعم الجواز بمعنی الصحۃ حاصل وھو معنی ما فی الھندیۃ عن التاتارخانیۃ عن جامع الفتاوٰی عن محمد بن سلمۃ من صلی مع تکۃ ابریسم جاز وھو مسیئ[1] واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

جیساکہ فقہ کے متعدد مقامات سے معلوم ہے ہاں جواز اگر صحت کے معنٰی میں ہو تو صحت حاصل ہے اور یہی معنی مراد ہے جو ہندیہ میں تاتارخانیہ سے بحوالہ جامع الفتاوٰی محمد بن سلمہ سے منقول ہے کہ جس نے ریشم کے ازاربند کے ساتھ نماز ادا کی جائز ہے مگر وہ گنہگار رہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لوہے یا تانبے کا چھلّا یہ پہننا جائز ہے یا نہیں؟ اور بعض لوگ اس گمان سے پہنتے ہیں کہ ہمیں مہاسے وغیرہ کو مفید ہوتا ہے انھیں بھی جائز ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

چاندی سونے کے سوا لوہے پیتل، رانگ کا زیور عورتوں کو بھی مباح نہیں چہ جائیکہ مردوں

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع فی اللبس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۳۲

Marfat.com

کے لئے، اور عوام کا یہ اختراعی خیال ممانعت شرع کو رفع نہیں کر سکتا کہ اگر ناجائز چیز کو دوا کے لئے استعمال کرنا جائز بھی ہو تو وہاں کہ اس کے سوا دوا نہ ملے، اور یہ امر طبیب حاذق مسلمان غیر فاسق کے اخبار سے معلوم ہوا اور یہاں دونوں امر متحقق نہیں،

فی الشامیة عن الجوھرة التختم بالحدید والصفر والنحاس والرصاص مکروہ للرجال والنساء[1] انتھی، و فیھا عن غایة البیان التختم بالذھب والحدید والصفر حرام[2] الخ وفی الدر المختار کل تداوی لایجوز الا بطاھر وجوزہ فی النھایة بمحرم اذا اخبرہ طبیب مسلم ان فیہ شفاء ولم یجد مباحًا یقوم مقامہ[3] الخ واللہ تعالٰی اعلم۔ فقط۔

فتاوٰی شامی میں جوہرہ کے حوالے سے مذکور ہے لوہے، پیتل، تانبے اور قلعی کی انگوٹھی مردوں اور عورتوں کو پہننا ممنوع ہے انتھی۔ اسی میں غایۃ البیان کے حوالے سے ہے سونے، لوہے اور پیتل کی انگوٹھی پہننا حرام ہے، درمختار میں ہے کہ کسی دوا کا استعمال کرنا جائز نہیں مگر جبکہ پاک ہو۔ نہایہ میں اس حرام دوا کے استعمال کرنے کو جائز قرار دیا ہے کہ جس کے متعلق کوئی مسلمان طبیب بتائے کہ اس میں شفا ہے اور کوئی ایسی مباح دوا نہ پائے جو اس کے قائم مقام ہو سکے الخ۔ اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ فقط (ت)

رسالہ

الطیب الوجیز فی امتعة الورق والابریز

ختم شد

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۲۹

[2] 〃 〃 〃 〃 〃

[3] درمختار 〃 〃 فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۶

Marfat.com

لباس و وضع و قطع

لحاف، توشک، عمامہ، ٹوپی، جُوتے، وضع و قطع اور رنگ وغیرہ سے متعلق

مسئلہ ۲۶ از کلکتہ دھرم تلا ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ ۱۲ رمضان مبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ریشمیں کپڑا مرد کو پہننا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

نہ بلکہ حرام ہے، حدیث میں اُس پر سخت وعیدیں وارد۔ رسول اللہ صلّے اللہ تعالٰی علیہ وسلّم فرماتے ہیں:

لا تلبسوا الحریر فانہ من لبسہ فی الدنیا لم یلبسہ فی الاٰخرۃ۔ رواہ الشیخان[1] عن امیر المؤمنین عمر

ریشم نہ پہنو کہ جو اسے دنیا میں پہنے گا آخرت میں نہ پہنے گا۔ (اس کو بخاری و مسلم نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت

---

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس باب لبس الحریر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۶۷
صحیح مسلم " باب تحریم استعمال اناء الذہب والفضۃ الخ " " " ۲/۱۹۱
الترغیب والترہیب بحوالہ البخاری و مسلم والترمذی والنسائی ترہیب الرجال من لبسہم الحریر مصطفی البابی مصر ۳/۹۶

Marfat.com

والنسائی وابن حبان والحاکم وصححه عن ابی سعید الخدری والحاکم عن ابی ھریرۃ و ابن حبان عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین۔

کیا ہے۔ نسائی، ابن حبان اور حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔ اور ابن حبان نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ (ت)

نسائی کی ایک روایت میں ہے فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من لبسه فی الدنیا لم یدخل الجنة[1]۔ رواہ عن امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو دنیا میں ریشم پہنے گا جنت میں نہ جائے گا۔ (امام نسائی نے اس کو امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

انما یلبس الحریر من لاخلاق له فی الاٰخرة۔ رواہ الشیخان[2] واللفظ للبخاری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ریشم وُہ پہنے گا جس کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں (اس کو شیخین (بخاری ومسلم) نے روایت کیا اور الفاظ امام بخاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہیں۔ ت)

ایک حدیث میں ہے حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

من لبس ثوب حریر البسه اللہ عزّوجل یوم القیٰمة ثوبا من النار۔ رواہ احمد[3] و الطبرانی عن جویریة رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

جو ریشم پہنے گا اللہ عزّوجل اُسے قیامت کے دن آگ کا کپڑا پہنائے گا (امام احمد وطبرانی نے اس کو سیدہ جویریہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔ ت)

---

[1] الترغیب والترہیب بحوالہ النسائی ترہیب الرجال من لبسھم الحریر الخ حدیث ۲۰ مصطفی البابی مصر ۳/ ۱۰۰

[2] صحیح البخاری کتاب اللباس باب لبس الحریر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۶۷

صحیح مسلم " باب تحریم استعمال اناء الذہب والفضۃ " " ۲/ ۲۹۱

[3] مسند امام احمد بن حنبل حدیث جویریۃ بنت الحرث المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۳۲۴

المعجم الاوسط عن جویریۃ رضی اللہ عنہا حدیث ۱۷۰، ۱۷۱ المکتب الفیصلیۃ بیروت ۲۴/ ۶۵

Marfat.com

حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

من لبس ثوب حریر البسہ اللہ تعالٰی یومًا من نار لیس من ایامکم ولکن من ایام اللہ تعالٰی الطوال[1] رواہ الطبرانی، وقال اللہ تعالٰی وان یومًا عند ربک کالف سنۃ مما تعدون[2]

جو ریشم پہنے اللہ تعالٰی اسے ایک دن کامل آگ پہنائے گا وہ دن تمہارے دنوں میں سے نہیں بلکہ اللہ تعالٰی کے اُن لمبے دنوں سے یعنی ہزار برس کا ایک دن (اس کو امام طبرانی نے روایت کیا) جیسا کہ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: بیشک تمہارے رب کے نزدیک ایک دن تمہارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال کے برابر ہے۔

سیدنا مولٰی علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث میں ہے میں نے حضور اقدس سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور نے اپنے دہنے ہاتھ میں ریشم اور بائیں میں سونا لیا پھر فرمایا:

ان ھذین حرام علٰی ذکور امتی۔ رواہ ابوداؤد[3] والنسائی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

بیشک یہ دونوں (ریشم اور سونا) میری اُمت کے مردوں پر حرام ہیں۔ (ابوداؤد اور نسائی نے اسے روایت کیا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۷ از اٹاوہ مرسلہ مولوی وصی علی صاحب نائب ناظر کلکٹری اٹاوہ ۲ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی جواب ھذا السوال (اس سوال کے جواب میں آپ (رحمکم اللہ تعالٰی) کا کیا ارشادِ گرامی ہے۔ ت):

پائجامے دو طرح کے فی زماننا اکثر مروّج و مستعمل ہیں: اوّل غرارہ دار فراخ پائچہ جس کا استعمال بیشتر بزرگانِ دین کرتے ہیں اور اکثر علماء و صلحاء و اولیائے امت کے لباس میں داخل ہے۔ دوم پائچہ عوام مومنین اور بعض خواص علماء خصوصًا پچھان کی طرف کے باشندے استعمال کرتے ہیں، ان دونوں میں سے کون باعتبار شرع شریف کے افضل و استر ہے اور کس کے استعمال کی بابت شرع سے صریح رخصت ہوسکتی ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

---

[1] الترغیب والترھیب بحوالہ حذیفہ موقوفًا ترھیب الرجال من لبسھم الحریر الخ مصطفی البابی مصر ۳/ ۹۹

[2] القرآن الکریم ۲۲/ ۴۷

[3] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی الحریر للنساء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۵

Marfat.com

الجواب

اصل سنّت مستمرہ فعلیہ حضور پُرنور سیّد المرسلین صلّے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم وعلیہم اجمعین ازار یعنی تہبند ہے، اگرچہ ایک حدیث میں مروی ہوا ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضور پُرنور صلوات اللہ تعالےٰ وسلامہٗ علیہ سے عرض کیا: حضور پاجامہ پہنتے ہیں؟ فرمایا:

اجل فی السفر والحضر وفی اللیل والنھار فانی امرت بالستر فلم اجد شیئا استر منہ۔ رواہ ابویعلٰی[1] وابن حبان فی الضعفاء والطبرانی فی الاوسط والدارقطنی فی الافراد والعقیلی فی الضعفاء عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ہاں سفر و حضر میں شب و روز پہنتا ہوں اس لئے کہ مجھے ستر کا حکم ہوا ہے میں نے اس سے زیادہ ساتر کسی شَی کو نہ پایا (اس کو ابویعلٰی اور ابن حبان نے کتاب الضعفاء میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا، اور امام طبرانی نے الاوسط میں اور امام دارقطنی نے الافراد میں اور امام عقیلی نے کتاب الضعفاء میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

مگر یہ حدیث بشدّت ضعیف ہے،

حتی ان اباالفرج اوردہ علی عادتہ فی الموضوعات، والصواب کما بیّنہ الامام السیوطی، واقتصر علیہ الحافظ ابن حجر وغیرہ انہ ضعیف فقط، تفرد بہ یوسف بن زیاد الواسطی واہ۔

یہاں تک کہ حافظ ابوالفرج ابن جوزی نے اپنی عادت کے مطابق اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے، لیکن ٹھیک بات جیسا کہ امام سیوطی نے بیان فرمائی، اور حافظ ابن حجر وغیرہ نے اسی پر اکتفاء کیا وہ یہ ہے کہ وہ صرف ضعیف ہے، چنانچہ یوسف بن زیاد واسطی اسے روایت کرنے میں متفرد (یعنی تنہا) ہے اور وہ کمزور ہے۔ (ت)

ہاں حضور اقدس صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم کا اُسے خریدنا بسندِ صحیح ثابت ہے،

رواہ الائمۃ احمد والاربعۃ وابن حبان وصححہ عن سوید بن قیس

ائمہ کرام مثلاً امام احمد، دیگر چار ائمہ اور ابن حبان نے اس کو روایت کیا ہے اور سوید بن قیس کے حوالہ

---

[1] مجمع الزوائد بحوالہ ابویعلٰی والمعجم الاوسط للطبرانی کتاب اللباس باب فی السراویل دارالکتاب العربی بیروت ۵/۱۲۲

Marfat.com

واحمد والنسائی فی قصة اخری عن مالك بن عمیرة الاسدی رضی الله تعالیٰ عنهما۔

سے اس کی صحت کو تسلیم کیا ہے۔ امام احمد اور امام نسائی نے ایک دوسرے قصّے میں حضرت مالک بن عمیرہ اسدی کے حوالہ سے روایت کی رضی اللہ تعالےٰ عنہما۔ (ت)

اور ظاہر یہی ہے کہ خریدنا پہننے ہی کے لئے ہوگا، بہرحال اس میں شک نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم زمانۂ اقدس میں باذنِ اقدس پاجامہ پہنتے کما فی الھدٰی والمواھب وشرح سفر السعادۃ وغیرھا (جیسا کہ الھدٰی، المواہب اور شرح سفر السعادۃ وغیرہ میں مذکور ہے۔ ت) امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ روزِ شہادت پاجامہ پہنے ہوئے تھے کما فی تھذیب الامام النووی وغیرہ (جیسا کہ تہذیب الاسماء امام نووی وغیرہ میں مذکور ہے۔ ت)

ایک حدیث میں ہے کہ سیّدنا موسیٰ علیہ الصّلاۃ والسلام روزِ مکالمۂ طور اُون کا پاجامہ پہنے ہوئے تھے،

رواہ الترمذی واستقر بہ والحاکم وصححہ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان علی موسی یوم کلمہ ربہ کساء صوف وکمۃ صوف وجبۃ صوف وسراویل صوف وکانت نعلاہ من جلد حمار میت[1]

اس کو امام ترمذی نے روایت کرتے ہوئے برقرار رکھا اور حاکم نے روایت کرکے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے اس کی تصحیح فرمائی۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اللہ تعالےٰ نے کلام فرمایا تو اُس دن وہ اون کی بنی ہوئی چادر، اونی جبّہ اونی ٹوپی اور اونی شلواریں ملبوس تھے البتہ اُن کے جُوتے مردہ گدھے کی کھال کے بنے ہوئے تھے۔ (ت)

دوسری حدیث میں ہے کہ سب میں پہلے جس نے پاجامہ پہنا ابراہیم خلیل اللہ صلوات اللہ تعالےٰ وسلامہٗ علیہ ہیں،

رواہ ابونعیم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ

ابونُعیم نے اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا ہے، فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ

---

[1] جامع الترمذی کتاب اللباس باب ماجاء فی لبس الصوف امین کمپنی دہلی ۱/۲۰۶-۰۷

Marfat.com

تعالیٰ علیہ وسلم اول من لبس السراویل ابراھیم الخلیل[1]

تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان وارشاد ہے کہ سب سے پہلے جس نے شلوار پہنی وہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔ (ت)

تیسری حدیث میں ہے حضور پُرنور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اپنی اُمت سے پاجامہ پہننے والی عورتوں کے لئے دعائے مغفرت کی اور مردوں کو تاکید فرمائی کہ خود بھی پہنیں اور اپنی عورتوں کو بھی پہنائیں کہ اس میں ستر زیادہ ہے۔

رواہ الترمذی والعقیلی والضعفاء وابن عدی والدیلمی عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ بلفظ اللھم اغفر للمتسرولات من امتی یایھا الناس اتخذوا السراویلات فانھا من استر ثیابکم وحصنوا بھا نساءکم اذا خرجن[2] وفی الحدیث قصۃ وفی اسانیدہ مقال ربما یتقوی بتعدد طرقہ خلافا لصنیع ابی الفرج۔

ترمذی نے اس کو روایت کیا اور عُقیلی نے کتاب الضعفاء میں ابن عدی اور دیلمی نے امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اس لفظ کے ساتھ روایت کی: اے اللہ! میری امت سے پاجامہ پہننے والی عورتوں کی بخشش فرما، اے لوگو! پاجامہ (یعنی شلوار) پہنا کرو کیونکہ یہ تمہارے لباس میں سب سے زیادہ ستر پوش لباس ہے شلوار سے اپنی عورتوں کو محفوظ کرو جب وہ باہر نکلیں، اور حدیث میں ایک واقعہ مذکور ہے مگر اس کی سندوں میں اشکال پایا جاتا ہے۔ بسا اوقات متعدد سندوں اور طُرق کی وجہ سے حدیث قوی ہوجاتی ہے لیکن اس میں علامہ ابو الفرج ابن جوزی کا اپنی کارکردگی کی وجہ سے اختلاف ہے۔ (ت)

بالجملہ پاجامہ پہننا بلاشُبہہ مستحب بلکہ سنّت ہے،

ان لم یکن فعلا فقولا والا فلا اقل من الاستنان تقریرا کما علمت۔

اگر فعلی سنت نہ بھی ہو تو قولی سنت ضرور ہے اور اگر یہ بھی نہ ہو تو کم از کم آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقریری سنت تو لامحالہ ہے، جیسا کہ تم نے جان بھی لیا۔ (ت)

---

[1] تہذیب تاریخ ابن عساکر ذکر ما کان من امر ابراہیم علیہ السلام بعد ذلک داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۱۴۹
الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۴۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۸

[2] کنز العمال بحوالہ البزار حدیث ۴۱۸۳۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۴۶۳
الکامل لابن عدی ترجمہ ابراہیم بن زکریا المعلم الخ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۵۵
الموضوعات لابن جوزی کتاب اللباس دار الفکر بیروت ۳/ ۴۶

Marfat.com

لاجرم فتاوٰی عالمگیریہ میں فرمایا:

لبس السراویل سنۃ وھو من استر الثیاب للرجال والنساء کذا فی الغرائب[1]

پاجامہ (شلوار) سنّت ہے اور یہ مردوں عورتوں دونوں اصناف کے لئے زیادہ ستر پوش ہے۔ یونہی الغرائب میں مذکور ہے۔ (ت)

اور روایات میں کوئی تخصیص پائچہ فراخ و تنگ کی نظر سے نہ گزری، یہ عاداتِ قوم و بلد پر ہے مگر فراخ کے یہ معنے کہ عرض کے پائچے نہ غرارے دار جس میں کلیاں ڈال کر گھیر بڑھایا جاتا ہے، یہ مردوں کے لئے بلاشبہہ ناجائز ہے کہ ان بلاد میں کلیوں دار پائچے خاص لباسِ عورات ہیں اور عورتوں سے تشبیہ حرام۔ مرد اگر پہنتے ہیں تو وہی زنانے یا نقال یا بدوضع فساق، ان لوگوں سے بھی مشابہت ممنوع ہے، کما نص علیہ فی الخانیۃ وغیرھا من معتمدات المذھب (جیسا کہ فتاوٰی قاضیخان وغیرہ مذہب کی معتبر کتابوں میں اس کی تصریح فرمائی گئی ہے۔ ت) یُونہی طول میں نہ ٹخنوں سے زائد ہو کہ لٹکتے ہوئے پائچے اگر براہِ تکبر ہوں تو حرام و گناہِ کبیرہ ورنہ مردوں کے لئے مکروہ و خلافِ اولیٰ۔ ہندیہ میں ہے:

اسبال الرجل ازارہ اسفل من الکعبین ان لم یکن للخیلاء ففیہ کراھۃ تنزیہ کذا فی الغرائب[2]

مرد کا اپنے تہبند کو ٹخنوں کے نیچے تک لٹکانا اگر بربنائے تکبر نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔ اسی طرح الغرائب میں مذکور ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

یکرہ للرجل لبس السراویل المخرفجۃ و ھی التی تقع علی ظھر القدمین کذا فی الفتاوی العتابیۃ[3]۔

مردوں کے لئے ایسے پاجاموں کا استعمال مکروہ ہے جو المخرفجہ یعنی پاؤں کی پشت سے نیچے تک ہوں، یونہی فتاوٰی عتابیہ میں بھی مذکور ہے (ت)

گھٹنوں کے قریب ہو جیسا کہ آج کل جہالِ وہابیہ نے اختراع کیا ہے کہ فراخ پائچے جب اتنے چھوٹے ہوں گے تو بیٹھنے لیٹنے میں ران کا کوئی حصہ کھل جانا مظنون بلکہ مشاہد ہے، شرعِ مطہر کی عادت کریمہ ہے کہ ایسی جگہ جب ایک مقدار کو فرض فرماتی ہے اس کی تکمیل و توثیق کے لئے ایک حدِ معتدل تک اُس سے زیادت کو سنّت بتاتی ہے عورتوں کا سارا پاؤں عورت تھا تو انھیں ایک بالشت ازار یا پائچے لٹکانے کا حکم عزیمت اور دو بالشت تک رخصت ہوئی کہ قدم ہی تک رکھتیں تو حرکات میں بعض حصہ ساق یا

---

[1] و [2] و [3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۳۳

Marfat.com

کعب کھل جاتا۔

روی النسائی و ابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ عن ام المؤمنین ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کم تجر المرأۃ من ذیلہا قال شبرا قالت اذا ینکشف عنہا قال فذراع لایزید علیہ۔[۱]

نسائی، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی ہے، انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ عورت اپنے دامن کو کتنی مقدار تک گھسیٹ سکتی ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک بالشت تک۔ عرض کی گئی کہ پھر تو اس کا پاؤں کھل جائے گا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ پھر ایک ہاتھ تک، اس سے زائد نہ ہو۔ (ت)

یونہی مرد کا ستر عورت گھٹنے کے نیچے تک ہے تو فراخ پائچہ جب وہیں تک ہوگا حرکات میں کوئی حصہ زانو یا ران منکشف ہوجائے گا لہذا نیم ساق تک عزیمت، اور کعبین تک رخصت ہوئی کہ تقریبًا وہی ایک اور دو بالشت کا حساب ہے۔

فی المواھب وشرحہ للعلامۃ الزرقانی حاصل ما ذکر فی ذٰلک فی الاحادیث ان للرجال حالین حال استحباب وھو ان یقتصر بالازار وغیرہ علٰی نصف الساق وحال جواز وھو الی الکعبین وکذٰلک النساء حالان حال استحباب وھو ما یزید علی ما ھو جائز للرجال بقدر ذراع الخ۔[۲]

مواہب لدنیہ اور اس کی شرح جو علامہ زرقانی نے لکھی میں مذکور ہے کہ جو کچھ حدیثوں میں اس سلسلے میں ذکر کیا گیا اس کا خلاصہ اور حاصل یہ ہے کہ مردوں کے لئے دو حالتیں ہیں، ایک حالتِ استحباب ہے اور وہ یہ ہے کہ ازار وغیرہ (تہبند) میں نصف پنڈلی تک اکتفا کرے، دوسری حالت جواز ہے اور وہ یہ ہے کہ ٹخنوں تک ہو۔ اور یونہی عورتوں کے لئے بھی دو حالتیں ہیں، ایک حالتِ جواز ہے اور وہ یہ ہے کہ جتنی مقدار مردوں کے ہاں زائد ہے اس پر بمقدار ایک ہاتھ اضافہ کرے الخ (ت)

یونہی تنگ پائچے بھی نہ چوڑی دار ہوں نہ ٹخنوں سے نیچے، نہ خوب چست بدن سے سلے، کہ

---

[۱] جامع الترمذی ابواب اللباس ۲/۲۰۶ و سنن النسائی کتاب الزینۃ ذیول النساء ۲/۲۹۸
سنن ابن ماجہ کتاب اللباس باب ذیل المرأۃ کم یکون ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۴
سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی الذیل آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۱۲
[۲] المواھب اللدنیۃ النوع الثانی فی اللباس باب الخلاصۃ فی طول الازار المکتب الاسلامی بیروت ۲/۴۳۱
شرح الزرقانی علی المواہب " " " " " دار المعرفۃ بیروت ۵/۹

Marfat.com

یہ سب وضع فساق ہے، اور ساتر عورت کا ایسا چُست ہونا کہ عضو کا پُورا انداز بتائے، یہ بھی ایک طرح کی بے ستری ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے جو پیشگوئی فرمائی کہ نساء کاسیات عاریات ہوں گی کپڑے پہنے ننگیاں، اس کی وجوہ تفسیر سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کپڑے ایسے تنگ چُست ہوں گے کہ بدن کی گولائی فربہی انداز اُوپر سے بتائیں گے جیسے بعض لکھنؤ والیوں کی تنگ شلواریں چُست کُرتیاں۔

ردالمحتار میں ہے:

فی الذخیرۃ وغیرھا ان کان علی المرأۃ ثیاب فلاباس ان یتأمل جسدھا اذا لم تکن ثیابھا ملتزقۃ بھا بحیث نصف ما تحتھا وفی التبیین قالوا ولاباس بالتأمل فی جسدھا وعلیھا ثیاب مالم یکن ثوب یبین حجمھا فلا ینظر الیہ حینئذ لقولہ علیہ الصلٰوۃ والسلام من تأمل خلف امرأۃ ورأی ثیابھا حتی تبین لہ حجم عظامھا لم یرح رائحۃ الجنۃ ولانہ متی کان یصف یکون ناظرا الی اعضائھا[1] اھ ملخصًا۔

ذخیرہ وغیرہ میں ہے کہ اگر عورت نے لباس پہن رکھا ہو تو اس کے جسم کو دیکھنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ لباس اس قدر تنگ اور چُست نہ ہو کہ سب کچھ عیاں ہونے لگے۔ التبیین میں ہے کہ ائمہ کرام نے فرمایا جب عورت لباس پہنے ہو تو اس کی طرف دیکھنے میں کچھ حرج نہیں بشرطیکہ لباس ایسا تنگ اور چست نہ ہو جو اس کے حجم کو ظاہر کرنے لگے (اگر ایسی صورت حال ہو تو پھر اس طرف نہ دیکھا جائے۔ مترجم) حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے اس ارشاد گرامی کی وجہ سے کہ آپ نے فرمایا کہ جس کسی نے عورت کو پیچھے سے دیکھا اور اس کے لباس پر نظر پڑی یہاں تک کہ اس کی ہڈیوں کا حجم واضح اور ظاہر ہوگیا تو ایسا شخص (جو غیر محرم کو بغور دیکھ کر لطف اندوز ہونے والا ہے) جنت کی خوشبو تک نہ پائیگا اور اس لئے کہ لباس سے انداز قد و قامت ظاہر ہو تو اس لباس کو دیکھنا مخفی اعضا کو دیکھنے کے مترادف ہے اھ ملخصًا (ت)

نہ بہت اُونچے گھٹنوں کے قریب ہوں کہ تنگ پائچوں میں اگرچہ احتمالِ کشف نہیں مگر پاؤں کے لباس میں جو حد مسنون ہے اُس سے تجاوز یہ افراط ہُوا۔ شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رسالہ آداب اللباس میں فرماتے ہیں:

ہمبریں قیاس سراویل کہ در عجم متعارفست

اسی پر "سراویل" کو قیاس کرنا چاہیئے کہ جو دیار عجم

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی النظر والمس دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۳۴

Marfat.com

و آں را شلوار می گویند بمقدار ازار آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باشد و اگر زیر شتالنگ باشد یا دو سہ چین واقع شود بدعت و گناہ است ۔[1]

میں مشہور ہے جس کو شلوار کہتے ہیں، پس یہ آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ازار مبارک کی مقدار کے مطابق ہو، لیکن اگر ٹخنوں سے نیچے ہو یا دو تین شکن نیچے واقع ہوجائے تو بدعت اور گناہ ہے۔ (ت)

یہ افراط بدعتِ وہابیہ ہند ہے تو اُن سے تشبیہ مکروہ ۔ غرض ڈھیلے پائچے جب اُن قباحتوں اور تنگ ان شناعتوں سے پاک ہوں تو دونوں شرعاً مرخص و پسند اور ادائے مستحب میں کافی و پسند ہیں ہاں غالب عادات علماء و اولیاء میں وہی عرض کے پائچے دیکھے گئے اور انھیں کو اصل سنّتِ فعلیہ یعنی تہبند سے زیادہ مشابہت، کما لایخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ٹخنوں سے نیچے پائچے رکھنا مردوں کو جائز ہے یا نہیں ؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

پائچوں کا کعبین سے نیچا ہونا جسے عربی میں اسبال کہتے ہیں اگر براہِ عُجب و تکبّر ہے تو قطعاً ممنوع و حرام ہے اور اس پر وعید شدید وارد ۔

اخرج الامام الهمام محمد بن اسمٰعيل البخاری فی صحيحه قال حدثنا عبد الله بن يوسف قال اخبرنا مالك عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی هريرة رضی الله تعالٰی عنه ان رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم قال لا ينظر الله يوم القيمة

امام ہمام محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں تخریج فرمائی اور فرمایا ہم سے عبداللہ ابن یوسف نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا انھوں نے ابو الزناد سے اس نے اعرج سے اس نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالٰی قیامت کے روز اس

[1] آداب اللباس

Marfat.com

الیٰ من جرازارہ بطرا [1] **قلت** و بنحوہ روی ابوداؤد وابن ماجۃ من حدیث ابی سعید الخدری فی حدیث عبد اللہ بن عمر انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من جر ثوبہ مخیلۃ لم ینظر اللہ الیہ یوم القیمۃ [2] الحدیث واخرج الامام العلام مسلم بن الحجاج القشیری فی صحیحہ قال حدثنا یحیی بن یحیی قال قرأت علی مالک عن نافع وعبد اللہ بن دینار و زید بن اسلم کلھم یخبرہ عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لا ینظر اللہ الیٰ من جر ثوبہ خیلاء [3] **قلت** وبمثلہ روی البخاری والنسائی والترمذی فی صحاحھم بالاسانید المختلفۃ والالفاظ المتقاربۃ۔

شخص پر نظرِ شفقت نہیں فرمائے گا جس نے ازراہِ تکبر اپنے تہبند کو زمین پر گھسیٹا **قلت** (میں کہتا ہوں) یونہی ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث سے حضرت عبداللہ ابن عمر کی حدیث میں روایت کیا، انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کوئی تکبر سے ازار لٹکائے (یعنی زمین پر گھسیٹے) تو اللہ تعالٰی قیامت کے دن اس کی طرف نہیں دیکھے گا، الحدیث۔ امام علام مسلم بن حجاج قشیری نے اپنی صحیح میں تخریج کرتے ہوئے فرمایا ہم سے یحیٰی بن یحیٰی نے بیان کیا اس نے کہا میں نے حضرت امام مالک کے سامنے پڑھا۔ امام مالک نے نافع، عبداللہ بن دینار اور زید بن اسلم سے روایت کی ان سب نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے انھیں بتایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالٰی اس کی طرف نہیں دیکھے گا (یعنی اس کی طرف نگاہِ رحمت نہیں فرمائے گا) جو ازراہِ تکبر اپنا کپڑا لٹکائے۔ **قلت** (میں کہتا ہوں) اسی جیسی حدیث بخاری، نسائی اور ترمذی نے اپنی اپنی کتابوں (صحاح) میں مختلف سندوں اور قریبی ویکساں الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے۔ (ت)

~~[1] صحیح البخاری کتاب اللباس باب جر ثوبہ من الخیلاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۶۱~~

[2] صحیح البخاری کتاب اللباس باب من جر ثوبہ من الخیلاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۶۱

سنن ابی داؤد " باب ماجاء فی اسبال الازار آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۰۸

سنن ابن ماجہ " باب من جر ثوبہ من الخیلاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۳

[3] صحیح البخاری " قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۶۰

صحیح مسلم " باب تحریم جر الثوب خیلاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۹۴

الجامع الترمذی " باب ماجاء فی کراہیۃ الازار امین کمپنی دہلی ۱/۲۰۶

Marfat.com

اور اگر بوجہ تکبّر نہیں تو بحکم ظاہر احادیث مردوں کو بھی جائز ہے،

لاباس بہ کما یرشدك الیہ التقیید بالبطر والمخیلۃ۔

تو اس میں کچھ حرج نہیں جیسا کہ اس کی طرف "البطر والمخیلۃ" (اترانا اور تکبّر کرنا) کی قید لگانا تمھاری راہنمائی کر رہا ہے۔ (ت)

حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) ! میری ازار ایک جانب سے لٹک جاتی ہے۔ فرمایا: تو اُن میں سے نہیں ہے جو ایسا براہِ تکبّر کرتا ہو۔

اخرج البخاری فی صحیحہ قال حدثنا احمد ابن یونس فذکر باسنادہ عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال من جر ثوبہ خیلاء لم ینظر اللہ الیہ یوم القیٰمۃ فقال ابوبکر یارسول اللہ احد شقی ازاری یسترخی الا ان اتعاھد ذٰلك منہ فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لست ممن یصنعہ خیلاء[1] **قلت** وبنحوہ روی ابوداؤد والنسائی۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس کی تخریج فرمائی۔ فرمایا ہم سے احمد ابن یونس نے بیان کیا۔ پھر اس کی اسناد سے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا کہ حضور نے فرمایا: جس شخص نے ازراہِ تکبّر اپنا کپڑا لٹکایا اور نیچے گھسیٹا تو اللہ تعالٰے قیامت کے دن اس کی طرف نظر نہ فرمائے گا۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلے اللہ علیک وسلم! میرا تہبند ایک طرف نیچے لٹک جاتا ہے مگر یہ کہ میں اس کی پوری حفاظت کرتا ہوں (یعنی حفاظت میں ذراسی کوتاہی یا لاپروائی ہوجائے تو تہبند ایک طرف لٹک جاتا ہے) آپ صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو طرزِ تکبّر سے ایسا کرتے ہیں (یعنی علتِ تکبر نہ ہونے کی وجہ سے تمھارے ازار کے لٹک جانے سے کوئی حرج نہیں۔ **قلت** (میں کہتا ہوں) اسی کی مثل ابوداؤد اور نسائی نے بھی روایت کی ہے۔ (ت)

حدیث بخاری ونسائی میں کہ:

ما اسفل الکعبین من الازار ففی النار[2]

ازار کا جو حصہ لٹک کر ٹخنوں سے نیچے ہوگیا وہ آگ میں ہوگا۔ (ت)

---

[1] الصحیح البخاری کتاب اللباس قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۶۰/۲
[2] " " " " " ۸۶۱/۲

Marfat.com

اور حدیث طویل مسلم و ابوداؤد میں :

ثلثة لا یکلمھم اللہ یوم القیمة ولا ینظر الیھم ولا یزکیھم ولھم عذاب الیم المسبل والمنان والمنفق سلعتہ بالحلف الکاذب۔[1]

تین شخص (یعنی تین قسم کے لوگ) ایسے ہیں کہ اللہ تعالٰی قیامت کے دن نہ تو اُن سے کلام فرمائیگا نہ اُن کی طرف نگاہ کرے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا بلکہ اُن کے لئے دردناک عذاب ہوگا : (۱) اِزار ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا (۲) احسان جتلانے والا (۳) جھوٹی قسم کھا کر اپنے اسباب کو رائج کرنیوالا (یعنی فروغ دینے والا ہے) (ت)

علی الاطلاق وارد ہوا کہ اس سے یہی صورت مراد ہے کہ بتکبر اسبال کرتا ہو ورنہ ہرگز یہ وعید شدید اس پر وارد نہیں۔ مگر علماء درصورت عدم تکبر حکم کراہت تنزیہی دیتے ہیں،

فی الفتاوی العالمگیریة اسبال الرجل ازارہ اسفل من الکعبین ان لم یکن للخیلاء ففیہ کراھة تنزیہ کذا فی الغرائب۔[2]

فتاوٰی عالمگیری میں ہے مرد کا اپنے اِزار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا اگر بوجہ تکبّر نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔ اسی طرح غرائب میں ہے۔ (ت)

بالجملہ اسبال اگر براہِ عُجب و تکبّر ہے حرام ورنہ مکروہ اور خلافِ اولٰی، نہ حرام و مستحقِ وعید۔ اور یہ بھی اسی صورت میں ہے کہ پائچے جانب پاشنہ نیچے ہوں، اور اگر اس طرف کعبین سے بلند ہیں گو پنجہ کی جانب پُشتِ پا پر ہوں ہرگز کچھ مضائقہ نہیں۔ اس طرح کا لٹکانا حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) بلکہ خود حضور سرورِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہے،

روی ابوداؤد فی سننہ قال حدثنا مسدد نا یحیٰی عن محمد بن ابی یحیٰی حدثنی

امام ابوداؤد نے اپنی کتاب سُنن ابوداؤد میں روایت فرمائی ہے کہ ہم سے مسدد نے بیان کیا اس سے یحیٰی نے اس نے محمد بن ابی یحیٰی سے روایت

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷۱
سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب ماجاء فی اسبال الازار آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۰۹

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۳۳

Marfat.com

عکرمة انه رای ابن عباس یاتزر فیضع حاشیة ازارہ من مقدمه علیٰ ظہر قدمه ویرفع مؤخرہ قلت لم تاتزر ھذہ الازارة قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یاتزرھا[1] قلت ورجال الحدیث کلھم ثقات عدول ممن یروی عنھم البخاری کما لایخفی علی الفطن الماھر بالفن۔

کی ہے اس نے کہا مجھ سے عکرمہ تابعی نے بیان فرمایا اس نے ابن عباس کو دیکھا کہ جب ازار باندھتے تو اپنی ازار کی اگلی جانب کو اپنے قدم کی پشت پر رکھتے اور پچھلے حصہ کو اونچا اور بلند رکھتے، میں نے عرض کی آپ اس طرح تہبند کیوں باندھتے ہیں؟ ارشاد فرمایا میں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اسی طرح ازار باندھتے دیکھا ہے۔ قلت (میں کہتا ہوں) حدیث کے تمام راوی ثقہ (معتبر) اور عادل ہیں، ان سے امام بخاری روایت کرتے ہیں، جیسا کہ ذہین، فہیم اور ماہرِ فن پر پوشیدہ نہیں۔ (ت)

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

ازیں جا معلوم می شود کہ بلند داشتن ازار از جانب پس کافی ست در عدمِ اسبال اھ[2]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ازار کو پچھلی جانب یعنی ٹخنوں کی طرف سے اونچا اور بلند رکھنا عدمِ اسبال (یعنی نہ لٹکانا) میں کافی ہے اھ (ت)

ہاں اس میں شبہہ نہیں کہ نصف ساق تک پائچوں کا ہونا بہتر وعزیمت ہے اکثر ازار پُر انوار سید الابرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہیں تک ہوتی تھی۔

فی صحیح مسلم حدثنی ابوالطاھر قال انا ابن وھب قال اخبرنی عمر بن محمد عن عبداللہ ارفع ازارك فرفعته ثم قال زد فزدت فمازلت اتحرھا بعد فقال بعض القوم الی این

صحیح مسلم شریف میں ہے: مجھ سے ابوالطاہر نے بیان کیا اس نے کہا مجھے ابن وہب نے بتایا، اس نے کہا مجھے عمر بن محمد نے حضرت عبداللہ کے حوالے سے بتایا (ان سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا تھا) اپنا ازار اوپر کیجئے، میں نے اوپر کیا، پھر فرمایا مزید اوپر کیجئے۔ پھر اس کے بعد

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب ماجاء فی الکبر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۱۰

[2] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ " فصل ۳ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر پاکستان ۳/۵۵۶

Marfat.com

فقال انصاف الساقین[1]، وفی حدیث ابی سعیدؓ الخدری مارواہ ابوداؤد و ابن ماجۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول ازرۃ المؤمن الی انصاف ساقیہ[2] الحدیث۔

ہمیشہ میں اُسے کھینچتا رہا، پھر لوگوں نے پوچھا آپ کس حد تک اوپر کرتے رہے؟ ارشاد فرمایا دو پنڈلیوں کے نصف تک۔ اور حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کی حدیث میں آیا ہے جو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت فرمائی۔ راوی نے فرمایا میں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ مسلمانوں کا تہبند دونوں پنڈلیوں کے نصف تک ہونا چاہئے۔ الحدیث (ت)

امام نووی فرماتے ہیں:

فالمستحب نصف الساقین والجائز بلا کراھۃ ماتحتہ الی الکعبین[3] فی الفتاوی العالمگیریۃ ینبغی ان یکون الازار فوق الکعبین الی نصف الساق[4] واللہ تعالٰی اعلم۔

مستحب ہے کہ ازار (تہبند) پنڈلیوں کے نصف تک ہو، اور بغیر کراہۃ جائز ہے کہ نیچے ٹخنوں تک ہو۔ اور فتاوٰی عالمگیری میں ہے کہ مناسب ہے کہ ازار ٹخنوں سے اُوپر نصف پنڈلی تک ہو۔ اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے (ت)

مسئلہ ۲۹ ۳۰

۲۱ شعبان ۱۳۳۲ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا کُرتہ شریف کتنا نیچا تھا، اور گریبان مبارک سینۂ اقدس پر تھا یا دائیں بائیں، اور چاک مبارک کُھلی تھی یا دوختہ، اور بٹن لگے تھے یا گھنڈی، اور کون سی رنگت کا مرغوب تھا؟

(۲) عمامہ شریف کے گز کا لانبا تھا اور وُہ گز کتنا لانبا تھا؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب اللباس باب تحریم جرالثوب خیلاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۹۵

[2] سنن ابن ماجہ " موضع الازار این ھو ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۴

[3] شرح الصحیح المسلم للنوی کتاب اللباس باب تحریم جرالثوب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۹۵

[4] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۳۳

Marfat.com

الجواب

(۱) قمیص مبارک نیم ساق تک تھا، مواہب شریف میں ہے:

کان ذیل قمیصه وردائه صلی الله تعالٰی علیه وسلم الی انصاف الساقین[1]

حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے قمیص مبارک کا دامن اور چادر مبارک یعنی تہبند، یہ دونوں آدھی پنڈلیوں تک ہوا کرتے تھے۔ (ت)

حاکم نے بتصحیح اور ابوالشیخ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے:

ان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم لبس قمیصا وکان فوق الکعبین[2]

حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک ایسا کُرتہ زیبِ تن فرمایا جو ٹخنوں سے ذرا اُوپر تک لمبا تھا۔ (ت)

اور کم طول کا بھی وارد ہے، بیہقی نے شعب الایمان میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی:

کان له صلی الله تعالٰی علیه وسلم قمیص من قطنٍ قصیرالطول قصیرالکم[3]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک ایسا سُوتی کُرتہ تھا جس کا طول کم اور آستین مختصر تھی۔ (ت)

گریبان مبارک سینہ اقدس پر تھا۔ اشعۃ اللمعات میں ہے:

جیب قمیص آں حضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم برسینہ مبارک وے بود چنانکہ احادیث بسیار برآں دلالت دارد وعلمائے حدیث تحقیق ایں نمودہ اند[4]

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قمیص مبارک کا گریبان آپ کے سینہ مبارک پر تھا، چنانچہ بہت سی احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں اور محدثین حضرات نے اس کی تحقیق کی ہے (ت)

اُسی میں ہے:

تحقیق آنست کہ گریبان پیراہن نبوی صلی اللہ تعالٰی

تحقیق یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے

---

[1] المواہب اللدنیہ المقصد الثالث النوع الثانی مکتب اسلامی بیروت ۴۲۸/۲
[2] المستدرک للحاکم کتاب اللباس دارالفکر بیروت ۱۹۵/۴
[3] شعب الایمان حدیث ۶۱۶۸ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۵۴/۵
[4] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵۴۴/۳

Marfat.com

علیہ وسلم برسینہ بود[۱] | مبارک کرتے کا گریبان آپ کے سینہ مبارک پر تھا۔(ت)

دامن کے چاک کھلے ہونا ثابت ہے کہ ان پر ریشمی کپڑے کی گوٹ تھی اور گوٹ کھلے ہوئے چاکوں پر لگاتے ہیں۔ صحیح مسلم و سنن ابی داؤد میں اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے:

انہا اخرجت جبۃ طیالسۃ کسروانیۃ لہا لبنۃ دیباج وفرجیہا مکفوفین بالدیباج[۲]۔ | سیدہ اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک طیالسی کسروانی جبّہ (لوگوں کو دکھانے کے لئے) باہر نکالا جس کے گریبان پر ریشمی کپڑے کی گوٹ لگی ہوئی تھی اور اس کی دونوں اطراف ریشم سے گھری ہوئی تھیں۔ (ت)

اُس زمانہ میں گھنڈی تکمے ہوتے جن کو زِر وغیرہ کہتے، بٹن ثابت نہیں، نہ ان میں کوئی حرج ہے، رنگ سبز و سرخ بھی ثابت ہے، اور محبوب تر سفید۔ حدیث میں ہے:

البسوا الثیاب البیض فانہا اطہر و اطیب وکفنوا فیہا موتاکم۔ رواہ احمد[۳] والاربعۃ الا عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ | سفید کپڑے پہنو کہ وہ زیادہ پاکیزہ اور خوب ہیں اور اپنے اموات کو سفید کفن دو۔ (امام احمد اور دیگر ائمہ اربعہ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ ت)

(۲) عمامۂ اقدس کے طول میں کچھ ثابت نہیں۔ امام ابن الحاج مکی سات ہاتھ یا اس کے قریب کہتا ہے، اور حفظِ فقیر میں کلمات علماء سے ہے کہ کم از کم پانچ ہاتھ ہو اور زیادہ سے زیادہ بارہ ہاتھ۔ اور شیخ عبدالحق کے رسالہ لباس میں اکتیس ہاتھ تک لکھا ہے۔ اور ہے یہ کہ یہ امر عادت پر ہے، جہاں علماء و عوام کی جیسی عادت ہو اور اس میں کوئی محذور شرعی نہ ہو اُس قدر اختیار کریں،

فقد نص العلماء ان الخروج عن العادۃ شہرۃ ومکروہ[۴]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ | اہلِ علم نے تصریح فرمائی ہے کہ معاشرے کی عادت سے باہر ہونا باعثِ شہرت اور مکروہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[۱] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۴۴

[۲] صحیح مسلم کتاب اللباس ۲/ ۱۹۰ و سنن ابی داؤد کتاب اللباس ۲/ ۲۰۵

[۳] مسند امام احمد بن حنبل حدیث سمرہ بن جندب المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۱۷

[۴] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الصنف التاسع نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۵۸۲

Marfat.com

مسئلہ ۳۱

۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۴ھ

علمائے شرع شریف اس بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ چوڑی دار پائجامہ پہننا کیسا ہے اور جو اشخاص بوتام لگا کر پہنتے ہیں پنڈلیوں کو چمٹا ہوا اور تعبیر کرتے ہیں کہ یہ پائجامہ شرعی ہے۔ یہ قول ان کا صحیح ہے یا غلط؟ یعنی اُسے شرعی پائجامہ کہنا۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

چوڑی دار پاجامہ پہننا منع ہے کہ وضع فاسقوں کی ہے۔ شیخ محقق عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ آداب اللباس میں فرماتے ہیں:

سراویل کہ در عجم متعارف است کہ اگر زیر شتالنگ باشد یا دو سہ چین واقع شود بدعت وگناہ است[1]

شلوار جو عجمی علاقوں میں مشہور و معروف ہے اگر ٹخنوں سے نیچے ہو یا دو تین انچ (شکن) نیچے ہو تو بدعت اور گناہ ہے۔ (ت)

یونہی بوتام لگا کر پنڈلیوں سے چمٹا ہُوا بھی ثقہ لوگوں کی وضع نہیں، آدمی کو بد وضع لوگوں کی وضع سے بھی بچنے کا حکم ہے یہاں تک کہ علماء درزی اور موچی کو فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص فاسقوں کے وضع کے کپڑے یا جُوتے سلوائے نہ سِیے اگرچہ اس میں اجرِ کثیر ملتا ہو۔ فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

الاسکاف او الخیاط اذا استوجر علی خیاطۃ شیئ من زی الفساق و یعطی لہ فی ذٰلک کثیرا اجرا لایستحب لہ ان یعمل لانہ اعانۃ علی المعصیۃ[2]

اگر موچی یا درزی سے جب فاسقوں کی وضع کے مطابق کوئی چیز بنوانے یا سلوانے کیلئے اجارہ کیا جائے اور اس کام کے لئے اسے بہت اجرت دی جائے تو اس کے لئے یہ کام کرنا بہتر نہیں اس لئے کہ یہ گناہ کے سلسلے میں امداد ہے۔ (ت)

تو یہ پاجامہ بھی اس راہ سے شرعی نہ ہوا اگرچہ ٹخنوں سے اونچا ہونے میں حدِ شرع سے متجاوز نہیں، شرعی کہنا اگر صرف اسی حیثیت سے ہے تو وجہِ صحت رکھتا ہے، اور اگر مطلقاً مرضی و پسندیدہ شرع مراد جیسا کہ ظاہر لفظ کا یہی مفاد تو صحیح نہیں۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

---

[1] آداب اللباس

[2] فتاوٰی قاضیخان کتاب الحظر والاباحۃ نولکشور لکھنؤ ۴/۸۰۰

Marfat.com

مسئلہ ۳۲ ازجالندھر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی احمد جان صاحب مرسلہ احمد خاں صاحب
۲ شوال ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایڑی والی جُوتی یعنی مثل جوتی مردوں کے عورت پہن لے تو درست ہے یا نہیں؟ مردانی جوتی عورت نمازی کے واسطے پاؤں کو ناپاکی سے بچانے کے لئے بہت خوب ہے، خیر، جیسا شریعت میں حکم ہے باسند بحوالہ کتاب ارشاد فرمائیں۔

الجواب

ناجائز ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعن اللّٰه المتشبهات من النساء بالرجال والمتشبهين من الرجال بالنساء، رواه الائمة احمد والبخاری وابوداؤد والترمذی وابن ماجة عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما۔

اللہ کی لعنت اُن عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت پیدا کریں اور اُن مردوں پر جو عورتوں سے تشبّہ کریں (ائمہ کرام مثلاً امام احمد، بخاری، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ نے اس کو حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

۱ لعن الله الرجل يلبس لبسة المرأة والمرأة تلبس لبسة الرجل۔ رواه ابوداؤد والحاكم عن ابی هريرة رضی الله تعالٰی عنه بسند صحيح۔

اللہ تعالٰی اس مرد پر لعنت کرے جو عورت جیسا لباس پہنے اور اس عورت پر بھی لعنت کرے جو مرد جیسا لباس پہنے۔ ابوداؤد اور حاکم نے صحیح سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا (ت)

---

۱ صحیح البخاری کتاب اللباس باب المتشبہین بالنساء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۴
سنن ابی داؤد باب فی لباس النساء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۰
جامع الترمذی ابواب الاستیذان والادب باب ماجاء فی المتشبہات امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۲
سنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب فی المخنثین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۸
مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۳۳۹
۲ سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لباس النساء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۰

Marfat.com

درمختار میں ہے:

غزل الرجل علٰی ھیأۃ غزل المرأۃ یکرہ[1]

عورت کے انداز سے مرد کا بال گوندنا مکروہ ہے۔ (ت)

ردّ المحتار میں ہے:

لما فیہ من التشبہ بالنساء[2]

اس لئے کہ اس میں عورتوں سے مشابہت ہوتی ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

انما یجوز التختم بالفضۃ لو علی ھیأۃ خاتم الرجال اما لو لہ فصان او اکثر حرم قہستانی[3]

فقہی اعتبار سے چاندی کی ایسی انگوٹھی پہننا جائز ہے جو مردوں کے لئے مروّج ہو لیکن اگر اس میں دو یا دو سے زائد نگینے ہوں تو ایسی انگوٹھی کا استعمال مردوں کے لئے حرام ہے، قہستانی۔ (ت)

بلکہ بحمد اللہ تعالٰی خاص اس جُزئیہ میں حدیث حسن وارد۔ سنن ابوداؤد میں ہے:

حدثنا محمد بن سلیمان لُوَین و بعضہ قراءت علیہ عن سفیٰن عن ابن جریج عن ابن ابی ملیکۃ قال قیل لعائشۃ ان امرأۃ تلبس النعل فقالت لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الرجلۃ من النساء[4] محمد بن سلیمان بن حبیب الاسدی بالتصغیر ثقۃ من العاشرۃ تقریب[5]، والبقیۃ ائمۃ جلّۃ معروفون وقد کان

(ہم سے محمد بن سلیمان لُوَین نے بیان کیا، اس کا کچھ حصّہ میں نے اس کے سامنے پڑھا اس نے سفیان، اس نے ابن جریج، اس نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کی اور کہا۔ ت) یعنی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے عرض کی گئی ایک عورت مردانہ جُوتا پہنتی ہے۔ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے مردانی عورتوں پر۔ (محمد بن سلیمان بن حبیب اسدی (یہ تصغیر کے ساتھ

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۲
[2] ردالمحتار " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۶۴
[3] ردالمحتار " " فصل فی اللبس " " ۵/۲۳۱
[4] سُنن ابی داوٗد کتاب اللباس باب فی لباس النساء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۱۰
[5] تقریب التہذیب لابن حجر العسقلانی ترجمہ ۵۹۴۴ حرف المیم فصل س دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/۸۲

Marfat.com

الحکم بالصحۃ لولاعنعنۃ ابن جریج لاجرم قال المناوی[1] فی التیسیر والقاری فی المرقاۃ اسنادہ حسن۔

(ہے) دسویں طبقہ کا معتبر راوی ہے، تقریب۔ باقی چند مشہور جلیل القدر ائمہ ہیں۔ حدیث پر صحت کا حکم ہوتا اگر ابن جریج کی روایت میں عنعنہ نہ ہوتا بیشک علامہ مناوی نے التیسیر میں اور ملّا علی قاری نے مرقاۃ میں فرمایا کہ اس کی سند حسن ہے (ت)

مرقاۃ میں ہے:

تلبس النعل ای التی تختص بالرجال[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

تلبس النعل یعنی عورت اگر ایسا جوتا پہنتی ہے جو مردوں کے لئے مختص ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۳۳ کیا ہے حکم شرع شریف میں نسبت پہننے ٹوپی سچی یا جھوٹی سلمہ ستارہ یا ریشم کی۔

الجواب

چار انگل سے زائد ناجائز اور اس کا استعمال ممنوع ہے اور متفرقاً ریشم کا کام ہو خواہ سونے چاندی کا جمع نہ کیا جائے گا جب تک مثل مغرق کے نظر نہ آتا ہو۔ اور جھوٹے کام کا جزئیہ اس وقت نظر میں حاضر نہیں اگر سونا چاندی غالب یا مساوی ہے تو اس کا حکم سونے چاندی ہی کے مثل ہے اور مغلوب ہے یا صرف تانبا تاہم ظاہراً خالی کراہت سے نہیں خصوصاً ایسی حالت میں کہ نساء یا فساق کی وضع مخصوص ہو کہ اس صورت میں کراہت یقینی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۴ ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رومال ریشمیں مرد کے واسطے استعمال کرنا یعنی ہاتھ میں یا کندھے پر رکھنا جائز ہے یا ناجائز یا مکروہ؟ اگر مکروہ ہے تو مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

ہاتھ میں لینا، جیب میں رکھنا، اس سے منہ پونچھنا یہ سب جائز (اگر بہ نیت تکبر نہ ہو کہ اس نیت سے تو کوئی روا نہیں) اور کندھے پر ڈالنا مکروہِ تحریمی۔ اصل یہ ہے کہ ہمارے امامِ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث لعن اللہ الرجلۃ من النساء مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۲۹۲

[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس باب الرجل حدیث ۴۴۷۰ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۲۴۶

Marfat.com

نزدیک ریشم کا پہننا ہی مرد کو ممنوع ہے نہ کہ باقی طرقِ استعمال، اور رومال حسبِ معمول کندھے پر ڈالنا ایک نوعِ لبس ہے، ہاتھ یا جیب میں رکھنا پہننا نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

التعلیق یشبه اللبس فحرم لذٰلك لما علم ان الشبهة فی باب المحرمات ملحقة بالیقین رملی، والظاهر ان المراد بالکیس المعلق نحو کیس التمائم المسماۃ بالحمائلی فانه یعلق بالعنق بخلاف کیس الدراهم اذا کان یضعه فی جیبه مثلا بدون تعلیق وفی الدرالمنتقی ولاتکرہ الصلٰوۃ علی سجادۃ فی الابریسم لان الحرام هو اللبس اما الانتفاع بسائر الوجوہ فلیس بحرام کما فی صلٰوۃ الجواهر واقرہ القهستانی وغیرہ۔[1]

لٹکانا حرام شئی کا، پہننے کے مشابہ ہے اس لئے کہ یہ معلوم ہے کہ محرمات کے باب میں شبہہ یقین کے ساتھ لاحق ہوتا ہے، رملی۔ اور ظاہر یہ ہے کہ تھیلے سے مراد لٹکایا ہوا ہے جیسے تعویذات کا تھیلا کہ جس کو حمائلی کہا جاتا ہے کیونکہ اسے گلے میں لٹکایا جاتا ہے بخلاف اس کے کہ دراہم کا تھیلا (بٹوہ) جبکہ اسے بغیر لٹکائے جیب میں رکھا جاتا ہے۔ درمنتقی میں ہے کہ ریشمی مصلّی (جائے نماز) پر نماز ادا کرنا مکروہ نہیں، اس لئے کہ ریشم کا پہننا حرام ہے لیکن پہننے کے سوا اور طریقوں سے فائدہ اٹھانا حرام نہیں جیسا کہ صلٰوۃ الجواہر میں مذکور ہے اور قہستانی وغیرہ نے اس کو برقرار رکھا ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

وفی القنیة دلال یلقی ثوب الدیباج علٰی منکبیه للبیع یجوز اذا لم یدخل یدیه فی الکمین وقال عین الائمة الکرابیسی فیه کلام بین المشائخ اھ ووجه الاول ان القاء الثوب علی الکتفین انما قصد به الحمل دون الاستعمال فلم یشبه اللبس المقصود للانتفاع، تأمل۔[2]

قنیہ میں ہے کہ دلال نے ریشمی کپڑا بیچنے کیلئے کندھوں پر اٹھایا تو یہ جائز ہے جبکہ دونوں ہاتھ آستینوں میں نہ ڈالے۔ عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا اس میں مشائخ کرام کی گفتگو ہے (یعنی اعتراض اور اختلاف ہے) اھ۔ پہلے قول کی وجہ یہ ہے کہ کندھوں پر لٹکانے سے اٹھانا مقصود ہوتا ہے نہ کہ پہننا، لہذا یہ پہننے کے مشابہ نہیں جو انتفاع سے مقصود ہے، غور کیجئے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۲۵
[2] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۵/۲۲۶

Marfat.com

اسی میں ہے:

المحرام ھو اللبس دون الانتفاع اقول و مفادہ جواز اتخاذ خرقۃ الوضوء منہ بلا تکبر اذ لیس بلبس لا حقیقۃ ولا حکما بخلاف اللحاف والتکۃ و عصابۃ المفتصد تامل[1]۔

حرام صرف پہننا ہے صرف فائدہ اٹھانا حرام نہیں۔ میں کہتا ہوں اس کا مفاد (حاصل) یہ ہے کہ ریشمی رومال سے اعضائے وضو پونچھنا اگر بلا تکبر ہو تو جائز ہے اس لئے کہ یہ نہ حقیقۃً پہننا ہے نہ حکماً، بخلاف لحاف، تکمہ اور فصد کی پٹی کے۔ غور وفکر کیجئے اھ، یہ وہ ہے جو میرے لئے ظاہر ہوا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

ھذا ما ظھر لی، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۵ از ریاست کوچ بہار ملک بنگال مدرسہ محسنیہ راجشاہیہ مرسلہ مولوی خلیل اللہ صاحب مدرس اول مدرسہ مذکورہ ۲۸ جمادی الاولٰی ۱۳۱۹ھ

مخدوم ومکرم من زاد مجدکم بعد از السلام علیکم ملتمس ہوں کہ مرسلہ گرامی بنا بر طلب نمونہ پارچۂ رینڈی پہنچ کر باعث سرفرازی ہوا حسب فرمائش عالی پارچہ مذکورہ کا کسی قدر نمونہ مرسل ہے میرا اپنا مسلک یہ ہے کہ پارچہ مذکورہ شرعاً مباح الاستعمال ہے اور میں نے یہ مسلک بہت تحقیق اور بڑی جستجو اور قال اقول کے بعد اختیار کیا ہے، حضرت مخدومنا وشیخنا ابو الحسنات مولانا محمد عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ کے حضور میں ایک بزرگ کے ساتھ جو اباحت استعمال کے قائل تھے میرا زبانی مباحثہ ہوا میں مدعی حرمت کا تھا آخر محاکمہ مولانائے مغفور سے انھیں کا مدعا صحیح ثابت ہوا، یہاں کے ایک بنگالی مولوی صاحب نے آج کل اس کے حرام ہونے کا بہت بڑا زور وشور سے ایک فتوٰی لکھا ہے بلکہ زہر اگلا ہے کہ مباح کہنے والے کو یکبارگی کافر بنادیا ہے نعوذ باللہ!

مخفی باد کہ وجہ حرمت جامۂ رینڈی درایۃً وروایۃً ہیچ وجہ بر نمی آرد وآں از قسم حریر منصوص الحرمۃ فی القرآن والحدیث نیست چہ عند التعمیق والتفتیش بوضوح می پیوندد کہ ماہیت حریر و ثوب مسطور الصدر ریکے نبود بلکہ فرقے درمیان می باشد غذائے کرم آبریشم برگ تو دست

واضح رہے کہ رینڈی کپڑے کی حرمت کی کوئی وجہ عقلاً نقلاً دکھائی نہیں دیتی اور وہ ریشم کی اس قسم سے نہیں جس کی حرمت قرآن وحدیث میں صراحۃً موجود ہے کیونکہ تحقیق سے یہ معلوم ہوا ہے کہ ریشم اور مذکورہ کپڑے میں کوئی مماثلت نہیں بلکہ دونوں کے درمیان فرق ہے اس لئے کہ ریشم کے کیڑے کی

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۶

Marfat.com

کما قال الناظم الگنجوی ؎

کریمے کہ از تود و از برگِ تود

زحلوا و ز ابریشم آورد سود

تود ہماں توت است اہلِ راجشاہی کہ منبت ومخزن ابریشم ست زراعت توت مے کنند و کرم ابریشم را می خورانند و می پرورند چنانچہ ایں ہمہ بچشم سر دیدہ ام و می بینم و غذائے کرم جامہ مذکور ورق بیدانجیر ست کہ ہندی آں را رینڈی ست وعلاوہ براٰں وجہ حرمت حریر تفاخر وتنعم و زینت و نفاست وتشبہ بالاکاسرہ والجبابرہ واخوات آں ست وایں ہمہ در حریر یافتہ شود نہ در رینڈی و علیٰ فرض المحال اگر آں جامہ از قسم ابریشم ہم باشد پس وجہ عدمِ حرمت آں ایں خواہد بود کہ مراد از حریر منصوص حریر جید باشد نہ ردی بحکم ضابطہ اصول المطلق ینصرف نظر الیٰ فردہ الکامل ھذا ماخطر ببالی الکسیر و اللہ تعالیٰ اعلم بحقائق الاشیاء نمقہ العبد المشتاق الی ربہ الجلیل ابو اسمٰعیل محمد خلیل اللہ المدرس الاول فی المدرسۃ المحسنیۃ الراجشاھیۃ تجاوز اللہ عن ذنوبہ ۔

خوراک توت کے پتے ہیں، جیسا کہ مولٰنا نظامی گنجوی نے فرمایا:

"وہ ایسا سخی ہے کہ تُوت اور اس کے پتّوں سے، اس نے حلوے اور ریشم کا فائدہ عنایت کیا۔"

"تود" وہی درخت تُوت ہے جو ریشم کی پیداوار کا ذریعہ ہے چنانچہ راجشاہی کے باشندے تُوت کی باقاعدہ کاشت کرتے ہیں اور ریشم پیدا کرنے والے کیڑوں کو بطور خوراک کھلاتے ہیں اور ان کیڑوں کی پرورش کرتے ہیں، یہ سب کچھ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور دیکھ رہا ہوں اور مذکورہ کپڑے کے کیڑے کی خوراک بیدانجیر ہے کہ ہندی میں اس کو رینڈی کہتے ہیں اس کے علاوہ ریشم کی وجہ حرمت، تفاخر، تنعم، زیب و زینت، نفاست اور اکاسرہ جبابرہ یعنی متکبر اور سرکش لوگوں سے مشابہت ہے (کہ وہ نرم و نازک ملائم ونفیس ریشم کو برائے تکبر وغرور اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے رکھتے ہیں) اور یہ چیز توت کے اصلی ریشے میں پائی جاتی ہے نہ کہ رینڈی میں، لیکن اگر بفرضِ محال وُہ کپڑا از قسم ریشم ہی ہو تو پھر اس کے حرام نہ ہونے کی وجہ یہ ہوگی کہ ریشم جس کی حرمت منصوص ہے اس سے اعلیٰ وعمدہ ریشم مراد ہے نہ کہ ردّی اور گھٹیا۔ اور اہلِ اصول کے قاعدہ کے مطابق جب مطلق بولا جائے تو اس سے اس کا "فردِ کامل" مراد ہوگا۔ پس یہ عدمِ حرمت کی چند وجوہات میرے شکستہ دل میں کھٹکتی تھیں جو بیان ہوئیں، اللہ تعالیٰ حقائقِ اشیاء کو سب سے بہتر جاننے والا ہے۔ اس کو رب جلیل کا شوق رکھنے والے بندے نے لکھا جو ابو اسمٰعیل محمد خلیل اللہ مدرس اول مدرسہ محسنیہ راجشاہیہ میں ہے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں سے درگزر فرمائے۔ (ت)

Marfat.com

بار دوم از حیدر آباد دکن محلہ سلطانپور مرسلہ سیّد عبدالرزاق صاحب وکیل ہائی کورٹ وسیکریٹری اسٹیٹ نواب فخر الملک بہادر وزیر جوڈیشل و پولس ڈیپارٹمنٹ

بدیں عبارت بعالی خدمت عالی جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب قبلہ، جو نمونہ کپڑے کا پیش ہے کہا جاتا ہے یہ ٹسر ہے، ٹسر اور ریشم کی تعریف ذیل میں ہے:

ریشم: ریشم کے کیڑے پرورش کئے جاتے ہیں جب اُن کے انڈے بچے ہو کر بڑے ہوتے ہیں تو پانی میں اُن کو جوش دیا جاتا ہے جب وہ گھل جاتے ہیں تو اُن سے تار نکالا جاتا ہے وہی ریشم ہے۔

ٹسر: ٹسر کے کیڑے اس ملک میں بھی ہوتے ہیں جیسے بیر کے درخت کے کیڑے، یہ مثل ریشم کے کیڑوں کے پرورش نہیں کئے جاتے بلکہ قدرتاً ایک بونڈی میں پرورش پاتے ہیں، جب وہ خود بخود ہونے کے بعد مر جاتے ہیں تو بونڈی سے تار نکال لئے جاتے ہیں وہی ٹسر ہے۔

ریشم کی چمک اور ملائمت ٹسر میں نہیں ہوتی، اور چنیا سلک عورتوں کے لباس کے کام میں نہیں آتا، اور یہ کپڑا مثل چھلواری کے متعدد بار دُھل سکتا ہے اور چھلواری سے مضبوط ہوتا ہے، اکثر علماء و مشائخ اسے پہنتے ہیں، مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ میں بھی علماء و خطباء کو پہنتے دیکھا گیا، اب یہ شُبہہ پیدا ہو رہا ہے کہ شرعاً اس خاص کپڑے کا پہننا درست ہے یا نہیں؟ اور اس سے نماز جائز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ ہم نے حریر، دیبا
خز بھن کے احکام صحیح بخاری و مسلم و مشکوٰۃ شریف و ہدایہ و فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں تفصیل سے دیکھے لیکن
۱ یہ تشفی نہیں ہوئی کہ یہ خاص کپڑا مشروع ہے یا نہیں؟ لہٰذا صرف اس قدر دریافت کرنا منظور ہے کہ یہ کپڑا جو اس کے ساتھ پیش ہے مشروع ہے اور اس سے نماز جائز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ کیونکہ آج کل اس کپڑے کا بہت رواج ہو رہا ہے اس لئے مسلمانوں کو شک و شُبہہ سے بچانے کے لئے اس خاص کپڑے کے جواز یا عدمِ جواز کا فتویٰ ضرور ہے۔

الجواب

اللّٰھم لک الحمد، جو کپڑا فقیر نے دیکھا اور اس کے متعلق بیان سائل نظر سے گزرا، اس نے صورۃً و صفۃً حریر سے مشابہت نہ پائی۔ یہ بہت خشن، کثیف، ردّی، اکثر معمولی کپڑوں سے بھی گری حالت میں ہے اسے نعومت، ملاست، نظافت، ابراش، تزیّن و تکبّر و تفاخر سے کچھ علاقہ نہیں۔ قیمت میں بھی سُنا گیا ہے کہ بہت ارزاں ہے۔ وہ کرم جس سے یہ پیدا ہوتا ہے مسموع ہوا کہ وہ دُود القز کے علاوہ اور کیڑا ہے، اس کی غذا ورقِ فرصاد یعنی برگِ تُوت ہے اور اس کی ورق الخروع یعنی برگ بید انجیر جسے ہندی میں انڈی اور دیارِ بنگلہ میں ریندی کہتے ہیں۔ اسی مناسبت سے یہ کپڑا وہاں انھیں ناموں

Marfat.com

سے مستثنیٰ ہے۔ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ جب تک شرع سے تحریم ثابت نہ ہو اس پر جرأت ممنوع و معصیت ہے۔

قال اللہ تعالیٰ قل اللّٰہ اذن لکم ام علی اللہ تفترون[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اُن لوگوں سے فرمادیں (یعنی دریافت کریں) کیا اللہ تعالیٰ نے تمھیں ایسا کرنے کی اجازت دے رکھی ہے یا تم ویسے ہی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ رہے ہو؟ (ت)

وقال تعالیٰ ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلٰل وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ط ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[2]

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ (لوگو!) تمھاری زبانیں جو کچھ جھوٹ بیان کرتی ہیں اس سلسلے میں یہ نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام تاکہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھو۔ یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتے (ت)

علامہ عبدالغنی نابلسی فرماتے ہیں:

لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ تعالٰی باثبات الحرمۃ والکراھۃ الذین لابد لھما من دلیل بل فی القول بالاباحۃ التی ھی الاصل[3]

اللہ تعالیٰ پر افتراء کرنے میں کوئی احتیاط نہیں کہ حرمت اور کراہت ثابت کرے اس لئے کہ ان دونوں کے لئے دلیل ضروری ہے بلکہ احتیاط اس کو مباح کہنے میں ہے اس لئے کہ یہی اشیاء میں اصل ہے۔ (ت)

اشباہ میں ہے:

فی الھدایۃ من فصل الحداد ان الاباحۃ اصل انتھٰی ویظھر ھذا الاختلاف فی المسکوت عنہ ویتخرج علیھا ما اشکل حالہ فمنھا الحیوان المشکل امرہ

ہدایہ کی فصل حداد میں ہے کہ اباحت اصل ہے انتہی اور جس چیز سے سکوت ہے (یعنی مسکوت عنہ) میں یہ اختلاف ظاہر ہوتا ہے، اباحت پر ان مسائل کی تخریج کی جاتی ہے کہ جن کا حال معلوم کرنا مشکل ہو،

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/۵۹
[2] " ۱۶/۱۱۶
[3]

Marfat.com

والنبات المجہول وسمیتہ[1]۔ پس ان میں سے ایک تو وہ حیوان ہے جس کا معاملہ مشتبہ ہو اور دُوسرے وُہ نامعلوم جڑی بُوٹیاں ہیں اور اُن کا زہریلا ہونا ہے۔ (ت)

غمز العیون میں ہے:

قولہ والنبات المجہول الخ یعلم منہ شرب الدخان[2]۔ مصنّف کا ارشاد ہے والنبات المجہول الخ اس سے دُھواں نوشی کا حکم معلوم ہوجاتا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

الذی یظہران ھذہ الدودۃ ان کانت غیرمائیۃ المولد وکان لہادم سائل فہی نجسۃ والافطاھرۃ فلا یحکم نجاستہا قبل العلم بحقیقتہا[3]۔ وہ جو ظاہر ہوتا ہے کہ اگر ان کیڑوں کی جائے پیدائش پانی نہیں اور ان میں بہنے والا خُون ہے تو وہ ناپاک ہیں بصورتِ دیگر پاک ہیں لہذا ان کی حقیقت معلوم ہونے سے قبل ان پر نجاست کا حکم نہیں دیا جاسکتا۔ (ت)

ادعائے تحریم کے لئے لازم ہے کہ شرع سے خاص اس کپڑے کی حرمت پر دلیل قائم ہو یا ثبوت کافی دیا جائے کہ شرعاً حریر اس کپڑے کو کہتے ہیں جو کیڑے کے لعاب سے بنایا جائے اگرچہ دُود القز کا غیر ہو اگرچہ اُس میں کوئی وجہ تزئّن وتفاخر وتشبّہ بالجبابرۃ والاکاسرۃ کی نہ ہو ودُونہما خرط القتاد (اور ان دو کے بغیر صرف کانٹوں پر ہاتھ پھیرنا ہے یعنی سوائے تکلیف کچھ حاصل نہیں۔ ت) (یہ ایک مثال ہے جو کسی کام کے غیر حصول کے لئے بیان کی جاتی ہے۔ مترجم)

بالجملہ جب تک تحریم ثابت نہ ہو اباحتِ اصلیہ شرعیہ پر عمل سے کوئی مانع نہیں۔

قال اللہ تعالٰی خلق لکم ما فی الارض جمیعًا[4]۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے وہ سب کچھ جو زمین سے ہے پیدا کیا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاوّل قاعدہ ھل الاصل فی الاشیاء الاباحۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۹۷-۹۸

[2] غمز عیون البصائر " " " " " " " " " ۱/ ۹۸

[3] ردالمحتار کتاب الطہارت داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۲۰

[4] القرآن الکریم ۲/ ۲۹

Marfat.com

مسئلہ ۳۶ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دستار کے شملہ کہاں تک رکھنا مسنون ہے اور کہاں تک رکھنا مباح ہے اور کہاں تک رکھنا ممنوع وغیر مشروع حرام ہے اگر کسی شخص نے ڈیڑھ ہاتھ شملہ رکھا، دوسرے نے بولا ڈیڑھ ہاتھ شملہ رکھنا حرام ہے، آیا یہ کہنا بموجب شرع کے ہے یا نہیں؟ آیا یہ قائل گنہگار ہوا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

شملے کی اقل مقدار چار انگشت ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک ہاتھ، اور بعض نے نشستگاہ تک رخصت دی یعنی اس قدر کہ بیٹھنے سے موضع جلوس تک پہنچے، اور زیادہ راجح یہی ہے کہ نصف پشت سے زیادہ نہ ہو جس کی مقدار تقریباً وہی ایک ہاتھ ہے، حد سے زیادہ داخلِ اسراف ہے، اور بہ نیتِ تکبر ہو تو حرام، یُونہی نشست گاہ سے بھی نیچا مثلاً رانوں یا زانو تک یہ سخت شنیع وممنوع، اور بعض انسان بدوضع آوارہ رندوں کی وضع ہے۔ ڈیڑھ ہاتھ کا شملہ اگر بہ نیتِ تکبّر نہ ہو تو اسے حرام کہنا نہ چاہئے خصوصاً اس حالت میں کہ بعض علماء نے موضع جلوس تک بھی اجازت دی مگر حرام کہنے والے کو گنہگار بھی نہ کہیں گے جبکہ اُس نے حرام بمعنی عام یعنی ممنوع لیا ہو جو مکروہ تحریمی کو شامل ہے۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے:

اقل مقدارِ عذبہ چہار انگشت ست وتطویل آں متجاوز از نصف ظہر بدعت ست وداخل اسبال واسراف ممنوع واگر بطریق تکبر وخیلا باشد حرام والا مکروہ مخالف سنّت[1]

پگڑی کے شملہ کی کم سے کم مقدار چار انگلیوں کے برابر ہے اور شملے کو اتنا لمبا رکھنا کہ آدھی پشت سے بھی آگے چلا جائے بدعت ہے، کپڑا لٹکانے میں اسراف ہے جو ممنوع ہے، اور اگر تکبّر اور تفاخر کے طور پر ہو تو حرام ہے ورنہ مکروہ اور خلافِ سنّت ہے۔ (ت)

دستور اللباس میں ہے:

از فتاوی حجۃ وجامع آوردہ کہ الذنب ستۃ انواع للقاضی خمس وثلثون اصابع وللخطیب احدی وعشرون اصابع وللعالم سبع وعشرون اصابع وللمتعلم سبعۃ عشر اصبعا وللصوفی سبع اصابع وللعامی اربع اصابع[2]

فتاوٰی حجۃ اور جامع میں نقل کیا گیا ہے کہ شملہ کی چھ اقسام ہیں: (۱) قاضی کے لئے ۳۵ انگشت کے بمقدار (۲) خطیب کے لئے بمقدار ۲۱ انگشت (۳) عالم کے لئے بمقدار ۲۷ انگشت (۴) متعلم کیلئے بمقدار ۱۷ انگشت (۵) صوفی کیلئے بمقدار ۷ انگشت (۶) عام آدمی کے لئے بمقدار ۴ انگشت۔ (ت)

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب اللباس فصل دوم مطبع نولکشور لکھنؤ ۳/۵۴۵

[2] دستور اللباس

Marfat.com

شرح شرعۃ الاسلام میں ہے :

قال فی خزانۃ الفتاوی والمستحب ارسال ذنب العمامۃ بین کتفیہ الی وسط الظہر ومنہم من قال الی موضع الجلوس ومنہم من قدر بالشبر۔[1]

خزانۃ الفتاوی میں فرمایا : پگڑی کا شملہ دو کندھوں کے درمیان نصف پشت تک لٹکانا مستحب (موجبِ ثواب) ہے ۔ اور بعض اہلِ علم نے فرمایا : سرین تک ہو جبکہ بعض نے اس کی مقدار صرف ایک بالشت بتائی ہے ۔ (ت)

عین العلم میں ہے :

یرسل الذیل بین الکتفین الی قدر الشبر اوموضع القعود اونصف الظہر وھو وسط مرضی والکل مروی۔[2]

شملہ دو کندھوں کے درمیان ایک بالشت کی مقدار لٹکائے (اور چھوڑے) یا سرین تک ہو یا نصف پشت تک ہو اور یہ متوسط اور پسندیدہ طریقہ ہے اور یہ سب کچھ مروی ہے (ت)

شرح علامہ علی قاری میں ہے :

الاول اشہر واکثر واظہر والکل قد جمعتہ فی رسالۃ مستقلۃ اھ[3] واللہ تعالی اعلم۔

پہلا قول اکثر اور زیادہ مشہور ہے اور زیادہ ظاہر ہے اور ان سب اقوال کو میں نے ایک مستقل رسالہ میں جمع کیا ہے ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۷ مسئولہ مولوی حکیم امجد علی صاحب ۱۱ رجب المرجب ۱۳۳۰ھ

زعفران اور کُسم اگر دوسرے رنگوں میں تھوڑے شامل کر دئے جائیں تو جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

اگر تھوڑے ملائے کہ مستہلک ہوگئے اور اُن کا رنگ نہ آیا تو حرج نہیں ،

اذ لاحکم للمستھلک ویشیر الیہ کلام التنویر کرہ لبس

جو چیز نیست و نابود ہوجائے تو اس کے لئے کوئی حکم نہیں ۔ صاحبِ تنویر کا کلام اسی طرف

---

[1] شرح شرعۃ الاسلام فصل فی سنن اللباس مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۴-۲۸۳

[2] عین العلم الباب السابع فی الاتباع فی المعیشۃ مطبع امرت پریس لاہور ص ۲۴۸

[3] شرح عین العلم لملا علی قاری (بین السطور) " " " " " ص ۲۴۸

Marfat.com

العصفر والمزعفر الاحمر والاصفر للرجال۔[1] اشارہ کرتا ہے معصفر اور زعفرانی سُرخ اور زرد رنگ مردوں کے لئے مکروہ ہے۔ اور اللہ سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۸

نیا کپڑا یا جُوتا استعمال کرنے پر کیا پڑھے اور کون سے روز استعمال کرے؟ درزی کو کون سے روز سلنے کو دے؟

الجواب

بسم اللہ کہہ کر پہنے اور پہن کر پڑھے:

الحمد للہ الذی کسانی ھذا ورزقنیہ من غیر حول منی ولا قوۃ۔[2] سب تعریف اور ستائش اُس اللہ تعالٰی کے لئے ہے جس نے مجھے یہ لباس پہنایا اور میری قوت وطاقت (بچاؤ و تحفظ) کے بغیر مجھے اسکے پہننے کی توفیق بخشی (ت)

اور کپڑے کے استعمال یا درزی کو دینے کے لئے کوئی خصوصیت نہیں، ہاں منگل کے دن کپڑا قطع نہ کیا جائے، مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ نے فرمایا:

"جو کپڑا منگل کے روز قطع کیا جائے وہ جلے یا ڈوبے یا چوری ہو جائے۔" واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۹

از کالج علیگڈھ کمرہ ۶۱ مرسلہ عبدالمجید خاں یوسف زئی سرسید کورٹ ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ

زید انگریزی ٹوپی یعنی ہیٹ استعمال نہیں کرتا ہے مگر پتلون پہنتا ہے اور پتلون پر ترکی کوٹ پہنتا ہے یہ لباس درست ہے یا نہیں؟

الجواب

دربارہ لباس اصل کلی یہ ہے کہ جو لباس جس جگہ کفار یا مبتدعین یا فساق کی وضع ہے اپنے اختصاص و شعاریت کے مقدار پر مکروہ یا حرام یا بعض صور میں کفر تک ہے۔ حدیقہ ندیہ میں فرمایا:

لبس زی الافرنج کفر علی الصحیح۔[3] افرنگیوں کا لباس صحیح قول کی بنا پر کفر ہے۔ (ت)

ہیٹ اسی قسم میں ہے اور پتلون قسم اوّل میں، اور دوسرے ملک میں کسی اسلامی قوم کی وضع ہونا کافی

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۰

[2] عمل الیوم واللیلۃ باب مایقول اذا استجد ثوبا حدیث ۲۷۱ دائرۃ المعارف عثمانیہ حیدرآباد دکن ص

[3] الحدیقۃ الندیۃ النوع الثامن من الانواع الستین السخریۃ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۴۰

Marfat.com

نہیں جبکہ اس ملک میں کفّار یا فسّاق کی وضع ہو فان کل بلدۃ و عوائد ھا (کیونکہ ہر شہر اور اس کے رہنے والے۔ت) خصوصاً اس حالت میں کہ ترک نے بھی یہ وضع بہت قریب زمانے سے اختیار کی اور وہ بھی نہ طوعاً بلکہ جبراً، سلطان محمود خاں کے زمانہ میں سلطنت کی طرف سے اس پر مجبور کیا گیا اور ینگچری فوج نے اس پر مخالفت کی اور کشت وخون واقع ہوا بالآخر مجبوری مانی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مسؤلہ حافظ نبو علی صاحب از خاص ضلع بھنڈارہ محلہ کھم تالاب متوسط ضلع ناگپور

۱۳ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ خام رنگ مثلاً سُرخ، سبز، نیلا، پیلا ایسے رنگ کے کپڑے پہن کر نماز جائز ہے یا ناجائز؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجر پاؤ۔ت)

الجواب

عورت کو ہر قسم کا رنگ جائز ہے جب تک اس میں کوئی نجاست نہ ہو، اور مرد کے لئے دو رنگوں کا استثنا ہے معصفر اور مزعفر یعنی کُسم اور کیسر۔ یہ دونوں مرد کو ناجائز ہیں اور خالص شوخ رنگ بھی اسے مناسب نہیں، حدیث میں ہے:

ایاکم والحمرۃ فانھا من زی الشیطان[1]۔ سرخ رنگت سے بچو اس لئے کہ وہ شیطانی صورت اور ہیئت ہے۔ (ت)

باقی رنگ فی نفسہٖ جائز ہیں کچّے ہوں یا پکّے، ہاں اگر کوئی کسی عارض کی وجہ سے ممانعت ہوجائے تو وُہ دوسری بات ہے، جیسے ماتم کی وجہ سے سیاہ لباس پہننا حرام ہے کما فی الھندیۃ[2] (جیسا کہ فتاوٰی ہندیہ میں ہے۔ت) بلکہ ماتم کے لئے کسی قسم کی تغییر وضع حرام ہے کما فی المرقاۃ شرح المشکوٰۃ لعلی القاری (جیسا کہ مُلّا علی قاری کی مرقاۃ شرح المشکوٰۃ میں ہے۔ت) ولہٰذا ایامِ محرم شریف میں سبز لباس جس طرح جاہلوں میں مروّج ہے ناجائز وگناہ ہے اور اودا یا نیلا یا آبی یا سیاہ اور بدتر واخبث ہے کہ روافض کا شعار اور ان کی تشبّہ ہے اسی طرح اُن ایام میں سُرخ بھی ناصبی خبیث بہ نیت خوشی و شادی پہنتے ہیں یونہی ہولی کے دنوں میں چُنریاں اور بسنت کے دنوں میں بسنتی کہ کفارِ ہنود کی رسم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۳۱۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۴۸/۸

کنز العمال بحوالہ ابن جریر عن قتادہ حدیث ۴۱۱۷۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳۱۴/۱۵

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۳۳۳/۵

Marfat.com

مسئلہ ۱۴۱ ازموضع میرپور ضلع پیلی بھیت مرسلہ یوسف علی ۲۳ جمادی الثانی ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ لباس مسنون کیا ہے اور روایت مشہورہ میں ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ہمیشہ تہبند ہی استعمال فرمایا ہے اور قمیص بلابٹن یعنی گھنڈی دار پہنی ہیں تو بھی مسنون ہوا اور جب یہ مسنون ہوا تو اگر کوئی شخص پائجامہ پہنے یا قمیص یا بٹن پہنے یا چین لگائے یا کالر لگائے یہ سب خلافِ سنت ہیں تو کیا وہ مخالفِ سنت کہلایا جائے گا اور مثلاً آپ نے یعنی حضورِ اقدس سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نانِ جویں ہی تناول فرمائی ہیں اور دعوت میں جیسی بھی، تو کیا جو شخص اپنے مکان پر نانِ گندم کھائے اور نانِ جو نہ کھائے تو مخالفینِ سنت میں داخل ہوگا؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

یہ سُنَنِ زوائد ہیں بہ نیتِ اتباع اجر ہے ورنہ:

قل من حرّم زینۃ اللّٰہ الّتی اخرج لعبادہ والطیبٰت من الرزق[1]

فرمادیجئے اللہ تعالٰی کی زیب وزینت کس نے حرام ٹھہرائی جو اس نے بندوں کے لئے نکالی (یعنی ظاہر فرمائی) اور ستھری روزی۔ (ت)

ہاں یہ ضرور ہے کہ کفّار یا بدمذہبوں یا فسّاق کی وضع نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۲ از بریلی شہر کہنہ محلہ سہسوانی ٹولہ مرسلہ حافظ رحیم اللہ صاحب ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ حضورپُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عمامہ شریف کے گز کا باندھا تھا اور کس طرح باندھا تھا جیسا کہ عرب شریف کے لوگ باندھتے ہیں یا یہاں کے لوگ باندھتے ہیں اور حضورپُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تہبند باندھا تھا کہ پائجامہ پہنا تھا اور حضور کے کُرتہ شریف میں گھنڈی لگی تھی یا بٹن اور کُرتہ شریف میں چاک کھلے تھے یا نہیں؟ گھنڈی آپ کے کُرتہ مبارک میں سامنے تھی یا اِدھر اُدھر؟

الجواب

عمامہ میں سنت یہ ہے کہ ڈھائی گز سے کم نہ ہو نہ چھ گز سے زیادہ، اور اس کی بندش گنبد نما ہو جس طرح فقیر باندھتا ہے، عرب شریف کے لوگ جیسا اب باندھتے ہیں طریقہ سنت نہیں اسے اعتجار کہتے ہیں

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۳۲

Marfat.com

کہ بیچ میں سر کھلا ہے، اور اعتجار کو علماء نے مکروہ لکھا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے تہبند باندھا اور پاجامہ خریدنا اور پاجامہ پہننے کی تعریف فرمانا ثابت ہے پہننا ثابت نہیں۔ کُرتہ مبارک میں بٹن ثابت نہیں۔ چاک دونوں طرف تھے۔ صحیح مسلم شریف میں اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالٰے عنہا کی حدیث میں ہے:

وفرجیها مکفوفین بالدیباج[1] حضور اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم کے کُرتہ مبارک کے دونوں چاک ریشم سے سِلے ہوئے تھے۔ (ت)

گریبان مبارک سینۂ اقدس پر تھا، اشعۃ اللمعات میں ہے:

جیب قمیص آں حضرت صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم بر سینۂ مبارک وی بود چنانکہ احادیث بسیار بر آں دلالت دارد[2] آنحضرت صلّی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے کرتہ مبارک کا گریبان آپ کے مقدس سینے پر تھا جیسا کہ بہت سی حدیثیں (ارشاداتِ صحابہ کرام) اس پر دلالت (اور راہنمائی) کرتی ہیں۔ (ت)

اُسی میں ہے:

تحقیق آنست کہ گریبان پیراہن نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بر سینہ بود[3] واللہ تعالٰے اعلم تحقیق یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے کُرتے مبارک کا گریبان سینۂ اقدس پر تھا۔ واللہ تعالٰے اعلم (ت)

مسئلہ ۴۳: از برٹس گانا ڈمرارا پترس حال وِیج ایسٹ بنگ مسئولہ عبدالغفور بتاریخ ۲۴ صفر المظفر روز شنبہ ۱۳۳۴ھ

زرد رنگ کپڑا مرد کو پہننا کیسا ہے خصوصاً جو شخص اپنے کو عالم کہے اور پھر زرد کپڑا پہنتا ہو۔

الجواب

زعفران کا رنگا ہوا کپڑا مرد پر حرام ہے اور کسی طرح کا زرد رنگ حرام نہیں، ہاں اگر وہ کسی ایسی وضع مخصوص

---

[1] صحیح مسلم کتاب اللباس باب تحریم استعمال اناء الذہب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۹۰

[2] اشعۃ اللمعات " الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۴۴

[3] " " " " " " " ۳/ ۵۴۴

Marfat.com

پر ہے جس سے انگشت نمائی و شہرت ہو تو مطلقاً مکروہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۴ از گونڈل علاقہ کاٹھیاواڑ مسئولہ عبدالستار بن اسمٰعیل سنی حنفی قادری رضوی ۱۴ رجب المرجب ۱۳۳۴ھ

رومال خالص ریشمی کپڑے کا مرد استعمال کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

رومال سے مراد اگر ہاتھ میں لینے کا ہے تو کرسکتا ہے اور اگر اوڑھنے کا ہے تو نہیں۔

مسئلہ ۴۵ از گونڈل کاٹھیاواڑ مرسلہ عبدالستار بن اسمٰعیل صاحب یکم صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مخمل اور کمخواب سُوتی یا ریشمی کا استعمال مرد کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اس طرف اکثر مسلمان مخمل کی ٹوپی اور سدری وغیرہ پہنتے ہیں۔ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

کمخواب یا مخمل سُوتی مرد کو جائز ہے اور ریشمی ناجائز۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۶ مرسلہ مصاحب علی طالب علم ۱۴ صفر المظفر ۱۳۳۵ھ

(۱) عورت نے اپنے خاوند کو اپنے ساتھ لٹا کر اپنا لحاف ریشمی یا چادر ریشمی خاوند کو بھی اُڑھادی تو کیا یہ استعمال ریشمی کپڑے کا 'بہ تبع عورت کے' مرد کو جائز ہے یا نہیں؟

(۲) مرد کو مخمل پہننا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

(۱) ناجائز ہے اور اوڑھنے میں تبعیت کے کوئی معنی نہیں، دونوں مستقل ہیں، اور یہ تبعیت کی کوئی صورت نہیں کہ مِلک عورت کی ہے یا بنا اس کے لئے، ہاں ریشمی توشک پر لیٹنا امام کے نزدیک جائز ہے۔

(۲) ریشمی مخمل ناجائز ہے سُوتی جائز۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۷ از بنارس محلہ پرکنڈہ مسئولہ مولانا مولوی عبدالحمید صاحب ۱۰ شعبان ۱۳۳۵ھ

عورات کو پاجامہ ٹخنا کھول کر پہننا چاہیے یا ڈھانک کر؟

الجواب

عورات کے گِٹّے سترِ عورت میں داخل ہیں، غیر محرم کو اُن کا دیکھنا حرام ہے، عورت کو حکم ہے کہ اسکے پائچے خُوب نیچے ہوں کہ چلنے میں ساق یا گِٹّے کھلنے کا احتمال نہ رہے۔ ردالمحتار میں ہے:

Marfat.com

اعضاء عورۃ الحرۃ الساقان مع الکعبین والثدیان[1] الخ۔

آزاد (شریف زادی) عورت کا محلِ ستر (چھپانے کی جگہ) ٹخنوں سمیت دو پنڈلیاں اور دو چھاتیاں ہیں الخ (ت)

مالک و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ ام المومنین ام سلمہ اور ترمذی و نسائی عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی:

حدیث ام المومنین انھا قالت لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حین ذکر الازار فالمرأۃ یارسول اللہ قال ترخی شبرا قالت اذن تنکشف عنھا قال فذراع لاتزید علیہ[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

یہ سیدہ ام سلمہ (رضی اللہ تعالٰی عنہا) کی حدیث ہے کہ انھوں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی کہ جبکہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تہبند کا ذکر فرمایا یارسول اللہ! عورت کا کیا حکم ہے؟ ارشاد فرمایا: وہ بالشت بھر (اپنا تہبند لٹکائے رکھے) عرض کی: پھر اس کا پاؤں برہنہ ہوگا۔ ارشاد فرمایا: ایک ہاتھ چھوڑ دے (یعنی لٹکا دے) لیکن اس سے زیادہ نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۹: از موضع گھورنی ڈاکخانہ کرشن گڑھ ضلع ندیا مرسلہ نذیر احمد صاحب ۶ جمادی الاولٰی

لباس مسنون مر مردان و زنان چیست و خلافش مثلاً شیروانی و چپکن و اچکن و کوٹ انگریزی و فارسی و پاجامہ انگریزی و دھوتی دہ گزی و کلاہ ترکی و انگریزی وغیرہ از لباس مردان و بڈی ہندواں کہ طولش تا کمر و بیدن چسپاں بود و شامیز کہ پیراہن درازست زیر ساڑی دہ گزی می پوشد و ساڑی دہ زراع وغیرہ از لباسِ زنان رواست

مردوں اور عورتوں کے لئے کون سا لباس سنت ہے اور اس کے مخالف کون سا لباس ہے۔ مثلاً شیروانی، چپکن، اچکن، کوٹ انگریزی اور فارسی پاجامہ انگریزی۔ دس گز دھوتی۔ ترکی اور انگریزی ٹوپی وغیرہ جو مردوں کا لباس ہے۔ اور ہندوؤں کی "بڈی" کہ جس کی درازی کمر تک ہوتی ہے۔ اور وہ جسم سے پیوستہ ہوا کرتی ہے۔ اور "شامیز"

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب شروط الصلوٰۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۷۴

[2] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی الذیل آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۱۲
سنن النسائی کتاب الزینۃ باب ماجاء فی ذیول النساء نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۲۹۹
جامع الترمذی ابواب اللباس " " " امین کمپنی دہلی ۱/۲۰۶
سنن ابن ماجہ کتاب اللباس باب ذیل المرأۃ کم یکون ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۴

Marfat.com

یا نہ ؟

کہ لمبا پیراہن ہے جو ساڑھی کے نیچے دس گز کا پہنتے ہیں، اور ساڑھی کی مقدار دس ہاتھ وغیرہ ہوتی ہے ۔ یہ عورتوں کا لباس ہے ۔ کیا یہ دونوں جائز ہیں یا نہیں ؟

الجواب

کلیہ در لباس آنست کہ در وے رعایت سہ امرے باید کرد یکے اصل او حلال باشد ، ہمچو لباس ریشمیں یا زری یا رنگین معصفر و زعفران کہ مرد را مطلقاً روا نیست ، دوم رعایت ستر آنچہ کہ متعلق بستر است چنانچہ مرد را زیر جامہ و زنان آزاد را از سر تا پا ہمہ لباس پیش اجانب وانچہ پشت وشکم از ناف تا زیر زانو پوشد پیش محارم واگر تنہا پیش شوھر خود ست حاجت ہیچ ستر ندارد الا حیاء و از فروع اینہم ست کہ لباس بوضع ستر آنچناں چسپیدہ کہ ہیأت آں عضو را نماید کما ذکرہ فی رد المحتار حققناہ فی ما علقناہ علیہ ، سوم لحاظ وضع کہ نہ زی کفار باشد نہ طرق فساق و ایں بر دوگونہ است یکے آنکہ شعار مذہب ایشاں باشد ہمچو زنار ہنود و کلاہ مخصوص نصارٰی کہ ہیٹ نامند لبس اینہا کفر بود و اگر شعار مذہب نیست از خصوصیات قوم آنہا آنست ممنوع و ناروا باشد حدیث صحیح من تشبہ بقوم فھو منھم[1]

قاعدہ کلیہ، لباس پہننے میں یہ ہے کہ اس میں تین امور کی رعایت کرنی چاہیئے ۔ ایک یہ کہ اصل میں اس کا استعمال کرنا جائز ہو، مثلاً جیسے ریشمی یا سنہری لباس، یا سُرخ یا زرد، زعفرانی رنگ کا لباس کہ علی الاطلاق مرد کے لئے اس کا استعمال جائز نہیں ۔ (دوسری بات) ستر کی رعایت ہو اُس لباس میں کہ جس کا ستر سے تعلق ہے ۔ جیسے مرد کے لئے زیر جامہ ۔ اور آزاد عورتیں سر سے لے کر پاؤں تک، غیر محرم (اجنبی) مردوں کے سامنے مکمل لباس پہنے ہوں ۔ البتہ محرم مردوں کے رُوبرو، پشت اور ناف سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک پردہ پوش ہوں ۔ ہاں اگر تنہا شوہر کے پاس ہو تو پھر اہتمام ستر کی کوئی ضرورت نہیں لیکن اگر شرم وحیاء مانع ہو تو الگ بات ہے ۔ اور اس کے ذیلی پہلوؤں میں سے یہ بھی ہے کہ لباس محلِ ستر پر کچھ اس طرح چسپاں ہو کہ اس عضو کی ہیئت نہ دکھائی دے ۔ جیسا کہ فتاوٰی شامی میں ذکر فرمایا اور میں نے اس کے حواشی میں اس کی تحقیق کر دی ۔ (تیسری بات) لباس کی وضع کا لحاظ رکھا جائے کہ کافروں کی شکل و

---

[1] سنن ابی داود کتاب اللباس باب فی لبس الشہرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۰۳

Marfat.com

درصورت اولے محمول برظاہر خودست
ودر ثانیہ برزجر وتہدید و در ثانیہ امر
باختلاف ممالک ومراسم مختلف شود مثلاً
دربنگالہ ساڑی عام ست مرزنان مسلمات و
مشرکات راپس ازباب تشبہ نباشد اچکن
وچپکن وشیروانی از تراشہائے جدیدہ است
وجدت درعادت ممنوع نیست تامشتمل بر ممنوع
شرعی نباشد در رنگ ملبوس مردان کہ انگرکھا
نامند نوپیداست فاما منع شرعی باخود ندارد
مگر آنگاہ کہ چاک پردہ اش جانب راست باشد
کہ بوجہ مشابہت ہنود حرام ست کوٹ انگریزی
ممنوع ست وکوٹ فارسی ندیدہ ام واگر خصوصیت
بقوم کفرہ یا فسقہ دارد نیز ممنوع ست ہمچناں
زیر جامہ انگریزی کہ پتلون نامند اگر مانع سجود
باشد خود کبیرہ مردود باشد ورنہ بوجہ مشابہت
ممنوع بود لباس مسنون ازار ست یعنی تہبند
وایں دھوتی بدو وجہ ممنوع ست یکے لباس
ہنود دوم اسراف بے سود کہ بجائے دہ گز سہ چار
گز کافی بود، کلاہِ ترکی ابتدائے او در نیچریاں
شد آناں را بہرہ از اسلام نیست اگرہم چناں
می ماند دریں ممالک حکم جوازش نبودی کہ ایں جا
ترکان نیند بیدیناں باو عادی اند مگر حالا مشاہدہ
است کہ دربسیارے از مسلمانان نیز ایں
تپ سرغ سرایت کردہ پس شعار نیچریت نماند
اہلِ علم وتقویٰ را از و احتراز باید کہ تاحال وضع علماً

صورت اور فاسقوں کے طرز وطریقے پر نہ ہو۔ اور
اس کی دو قسمیں ہیں: ایک یہ کہ ان کا مذہبی شعار
ہو، جیسے ہندوؤں کا زنار اور عیسائیوں کی خصوصی
ٹوپی کہ "ہیٹ" کہتے ہیں، پس ان کا استعمال
کفر ہے۔ اور اگر اُن کے مذہب کا شعار تو نہیں
لیکن اُن کی قوم کا خصوصی لباس ہے تو اِس
صورت میں بھی اُس کا استعمال ممنوع (ناجائز
ہے) چنانچہ حدیث صحیح میں فرمایا: جو کسی قوم سے
مشابہت اختیار کرے وہ اسی میں شمار ہے۔
پس پہلی صورت میں یہ اپنے ظاہر پر محمول ہے۔
لیکن دوسری صورت میں ڈانٹ ڈپٹ اور
ڈراوے پر محمول ہے۔ اور امر ثانی میں اختلافِ
ممالک اور مراسم کی بنا پر مختلف ہوجاتا ہے مثلاً
بنگلہ دیش میں ساڑھی ایک عام لباس ہے
جس میں مسلم اور غیر مسلم دونوں قسم کی شامل ہیں
(لہذا اس میں کسی ایک کی کوئی خصوصیت نہیں)
لہذا اس حالت میں از قبیل تشبہ نہیں۔ اچکن،
چپکن اور شیروانی یہ ایک جدید (نیا) لباس ہے،
اور عادۃً "جدت" ممنوع نہیں بشرطیکہ کسی ممنوعِ
شرعی میں شامل نہ ہو۔ نیز شکل مردانہ لباس
کہ جس کو "انگرکھا" کہتے ہیں یہ بھی ایک جدید
پیداوار ہے۔ لیکن اس کے باوجود یہ اپنے اندر
ممانعت شرعی نہیں رکھتا، مگر جبکہ اس کے پردے
کا چاک دائیں طرف ہو تو پھر ہندوؤں کی مشابہت
کی وجہ سے حرام ہے۔ اور کوٹ انگریزی پہننا منع

Marfat.com

وصلحاء شدہ است ہمچناں حال شیروانی کہ کہ اگرچہ عوام را از ہر دو ممانعت بر آید خواص را از و احتراز باید، و بڈی و شامیز معلوم نشد چیست بہمہ کلیہ کہ بالا گفتہ ایم رجوع باید کرد اگر وضع مخصوص کفار یا فساق ست احتراز لازم ست و نکتہ دیگر یاد باید داشت کہ در ملک و شہر خود ہرچہ وضع مسلمانان باشد او را ترک گفتن و وضع دیگر کہ موجب شہرت و انگشت نمائی باشد اختیار کردن نیز مکروہ ست علما فرمودہ اند الخروج عن عادۃ البلد شہرۃ و مکروہ[1] لباس مسنون مرزناں و مرداں را چادر و تہبند و جبہ و قمیص بود و سراویل یعنی زیر جامہ نیز کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگرچہ نپوشید پوشندگان را ستود و خریدن خود ثابت ست زنے در راہ می گزشت پایش لغزیش بر فتاد سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم روئے ازاں سو گردانید حاضران عرضہ داشتند کہ او زیر جامہ دارد فرمود اللّٰھم اغفر للمتسرولات[2] الٰہی زنان زیر جامہ پوش را مغفرت کن مرداں را فرمودی کہ ازار تا نیم ساق دارند و کعبین را زنہار نپوشند زناں را یک وجب فرو ہشتن رخصت دارد عرضہ کردند اذاً ینکشفن یا رسول اللہ ایں گاہ در مشی وغیرہ احتمال انکشاف ست فرمود یک ذراع و بیش ازیں نے نیز از

ہے۔ اور کوٹ فارسی میں نے نہیں دیکھا۔ اگر کافروں یا فاسقوں سے کوئی خصوصیت رکھتا ہو تو پھر اس کا استعمال بھی ناجائز ہے۔ اور اسی طرح زیر جامہ انگریزی کہ جس کو "پتلون" کہتے ہیں، اگر سجدہ کرنے میں رکاوٹ پیدا کرے تو پھر گناہ کبیرہ قابلِ رد ہے۔ ورنہ (کمتر یہ ہے) کہ بوجہ مشابہت ممنوع ہے۔ لباس مسنون ازار یعنی تہبند ہے۔ اور دھوتی دو وجوہ کی بنا پر ممنوع قابلِ ترک ہے: ایک، اس لئے کہ ہندوؤں کا لباس ہے۔ دوسری وجہ، بیفائدہ اسراف (فضول خرچہ) ہے۔ کیونکہ دس گز کی بجائے صرف چار گز ہی کافی ہے۔ ترکی ٹوپی کہ اسکی ابتداء نیچریوں سے ہوئی اور ان کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔ اگر یہی حالت رہتی تو ان ممالک میں اس کا جواز نہ ہوتا کیونکہ یہاں کوئی ترکی نہیں، صرف بے دین اس کے استعمال کی عادت رکھتے ہیں۔ لیکن اب دیکھنے میں یہ آیا ہے (اور یہ مشاہدہ ہوا ہے) کہ بہت سے مسلمانوں میں بھی یہ سرخ بخار سرایت کر گیا ہے، لہذا اب نیچریت کا شعار نہیں رہا۔ پس اہل علم اور اصحابِ تقوی کو اس سے پرہیز کرنا چاہیئے یہاں تک کہ علماء اور صلحاء کا معمول ہو جائے۔ اسی طرح شیروانی کہ اگرچہ عوام کو دونوں سے ممانعت نہیں لیکن خاص لوگوں کو پرہیز کرنا چاہیئے۔ بڈی اور شامیز کے متعلق معلوم نہ ہو سکا کہ یہ دونوں

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الصنف التاسع تتمۃ الاصناف الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۵۸۲

[2] کنز العمال بحوالہ البزار، عق، عد، ق فی الادب وغیرہ حدیث ۴۱۸۳۰ مؤسستہ الرسالہ بیروت ۱۵/۴۶۳

[3] سنن ابی داؤد ۲/۲۱۲ وسنن النسائی ۲/۲۹۸ وسنن ابن ماجہ ص۲۶۴ وجامع الترمذی ۱/۲۰۶۔

Marfat.com

لباس زنان خمار بود کہ باو سر می پوشیدند و نطاق کہ بر کمر بالائے ازار می بستند۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کیا چیز ہیں۔ لیکن اُسی ضابطہ کلیہ کی طرف رجوع کرنا چاہئے کہ جس کو ہم پہلے بیان کرچکے ہیں۔ اگر کافروں یا فاسقوں کی وضع ہو تو پرہیز کرے۔ (یہاں) ایک اور نکتہ یاد رکھنا چاہئے کہ اپنے ملک اور شہر میں عام مسلمانوں کی جو وضع اور طرز و طریقہ ہو اُسے چھوڑ دینا اور دوسری وضع جو تشہیر اور انگشت نمائی کا سبب ہے اُسے اختیار کرنا مکروہ ہے۔ چنانچہ علماءِ کرام فرماتے ہیں اپنے شہر کی عادت اور طریقہ کار سے باہر ہوجانا وجہ شہرت اور مکروہ ہے۔ پس مردوں اور عورتوں کا مسنون لباس چادر، تہبند، جُبّہ، کُرتہ ہے۔ شلوار یعنی زیر جامہ، اگرچہ حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اسے نہیں پہنا لیکن پہننے والوں کی تعریف فرمائی اور آپ کا اسے خریدنا ثابت ہے۔ ایک عورت راہ سے گزر رہی تھی کہ اس کا پاؤں پھسلا اور گر گئی حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اُس طرف سے اپنا منہ پھیر لیا۔ چنانچہ حاضرین نے عرض کی کہ یہ عورت شلوار پہنے ہوئے تھی، آپ نے یہ دُعا مانگی: "اے اللہ! شلوار پہننے والی عورتوں کو بخش دے۔" اور مردوں کو حکم دیا کہ تہبند نصف پنڈلی تک رکھیں اور ٹخنوں کو کبھی نہ ڈھانپیں، اور عورتوں کو "ازار" ایک بالشت چھوڑنے کا حکم فرمایا۔ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ (علیک الصلٰوۃ والسلام) پھر تو برہنہ ہوجائیں گی، یعنی اے اللہ کے رسول! پھر تو ان کے چلنے میں برہنگی کا امکان ہے۔ ارشاد فرمایا: اچھا ایک ہاتھ لٹکا رکھیں لیکن اس سے زیادہ نہ ہو۔ اور عورتوں کے لباس میں دوپٹہ (خمار) بھی ہے کہ اس سے سر ڈھانپتی ہیں اور تسمہ (نطاق) جو کمر پر تہبند کے اوپر باندھتی ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۰ ازاردہ نگلہ ڈاک خانہ اچھنیرا ضلع آگرہ مرسلہ صادق علی خاں صاحب ۲۵ شوال ۱۳۳۶ھ

ایسا لباس پہننا جس سے فرق کافر و مسلمان کا نہ رہے شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب

حرام ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من تشبّہ بقوم فھو منھم[1] جو کوئی کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ اُن ہی میں سے ہے۔ (ت)

بلکہ اُس میں بہت صورتیں کفر ہیں، جیسے زنّار باندھنا، بلکہ شرح الدرر للعلامہ عبدالغنی النابلسی بن اسمٰعیل رحمہما اللہ تعالٰے میں ہے:

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لبس الشھرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۰۳

Marfat.com

لبس زی الافرنج کفر علی الصحیح[1]. یعنی صحیح مذہب یہ ہے کہ فرنگیوں کی وضع پہننا کفر ہے۔ (ت)

فتاوٰی خلاصہ میں ہے :

امرأۃ شدت علی وسطہا حبلا وقالت ھذا زنار تکفر[2]. کسی عورت نے اپنی کمر میں رسّی باندھی اور کہا یہ جنیو ہے کافرہ ہوگئی۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۱ از حبیب گنج ضلع علیگڑھ مرسلہ روح اللہ منشی ریاست ۶ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ معمولی جاپانی اور ولایتی کپڑے سِلک کے بنے ہوئے جس میں کچھ بے چمک اور کچھ مختلف چمکدار ہوتے ہیں کچھ نرم ہوتے ہیں کچھ نہیں ہوتے حریر میں داخل ہیں اور اُن کا استعمال مرد و زن کو ناجائز ہے یا نہیں، ان کا کیا حکم ہے؟

الجواب

سِلک کو بعض نے کہا کہ انگریزی میں ریشم کا نام ہے، اگر ایسا ہو بھی تو اعتبار حقیقت کا ہے نہ کہ مجرد نام کا، بربنائے تشبیہ بھی ہوتا ہے جیسے 'ریگ ماہی' مچھلی نہیں، 'جرمن سلور' چاندی نہیں۔ جو کپڑے رام بانس یا کسی چھال وغیرہ چیز غیر ریشم کے ہوں اگرچہ صناعی سے اُن کو کتنا ہی نرم اور چمکیلا کیا ہو مرد کو حلال ہیں اور اگر خالص ریشم کے ہوں یا بانا ریشم ہو اگرچہ تانا کچھ ہو تو حرام ہیں' یہ امر اُن کپڑوں کو دیکھ کر یا اُن کا تار جلا کر یا واقفین سے تحقیق کرکے معلوم ہوسکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۲ از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ مولوی رحیم بخش صاحب بنگالی ۱۶ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مخمل کا کپڑا مرد کے لئے پہننا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جس مخمل پر ریشم کا رُواں پُورا بچھا ہُوا ہوتا ہے اس کا پہننا مرد کو جائز نہیں ورنہ جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۳ از احمد آباد گجرات پانچ پیلی مرسلہ حکیم انوار حسین صاحب صفدری ۴ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

علمائے کرام اہلسنّت وجماعت ادام اللہ فضلہم کا اس بات میں کیا ارشاد ہے کہ سُرخ اور

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ النوع التاسع من انواع الستین السخریۃ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۳۰

[2] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الفاظ الکفر الجنس السادس مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۸۷

Marfat.com

زرد (پیلا) رنگ کا کپڑا پہننا مرد کو جائز ہے یا نہیں؟ اور اس سے نماز درست ہے نہیں؟ اگر پہننا مکروہ ہے تو اس میں کراہت تنزیہی ہے یا تحریمی؟ بعض احادیث سے حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا سُرخ جُبّہ زیب تن فرمانا ثابت اور زرد ملبوس رنگنا ظاہر، مثلاً:

عن جابر بن سمرۃ قال رأیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی لیلۃ مقمرۃ اضحیان فجعلت انظر الیہ والی القمر وعلیہ حلۃ حمراء فاذا ھو احسن عندی من القمر۔ رواہ الدارمی والترمذی۔[1]

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا: میں نے خود حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کو (ایک دفعہ) چاندنی روشن رات میں دیکھا تو پھر آپ کو اور چاند کو مسلسل دیکھنے لگا، اور آپ اس وقت سُرخ جبّہ پہنے ہوئے تھے (پھر آخر میں نے یہ نتیجہ نکالا) کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین ہیں (یعنی آسمانی چاند سے مدنی چاند کا حُسن بڑھا ہوا ہے) اس کو دارمی اور ترمذی نے روایت کیا (ت)

[کسی نے کیا خوب فرمایا: ؎

میں وُہ شاعر نہیں جو چاند کہہ دُوں اُن کے چہرے کو
میں اُن کے نقشِ پا پہ چاند کو قُربان کرتا ہُوں

۔مترجم]

نیز:

عن جابر بن عبد اللہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یلبس بردۃ الاحمر فی العیدین والجمعۃ[2] (مواھب) وعن یحیی بن عبد اللہ بن مالک قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یصبغ بالورس و الزعفران ثیابہ حتی عمامتہ (ابوداؤد)[3]۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم دونوں عیدوں اور روزِ جمعہ سُرخ جوڑا پہنا کرتے تھے (مواہب اللدنیہ) اور حضرت یحیٰی بن عبد اللہ بن مالک سے روایت ہے، فرمایا: حضور اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کُسم اور زعفران (یعنی سُرخ اور زرد رنگ) سے اپنے کپڑے یہاں تک کہ اپنی دستار مبارک بھی رنگین

---

[1] جامع الترمذی ابواب الاستیذان والادب باب ماجاء الرخصۃ فی لبس الحمرۃ الخ امین کمپنی دہلی ۲/۱۰۴

[2] المواھب اللدنیۃ النوع الثانی فی اللباس باب لبس الثوب الاحمر المکتبۃ الاسلامی بیروت ۲/۴۴۵

[3] " " بحوالہ ابی داؤد " " " " " " " " " " "

Marfat.com

کرتے تھے۔ (ابوداؤد نے اسے روایت کیا ہے۔)۔ (ت)

اور بعض احادیث سے اس کی نہی پیدا و ہویدا، مثلاً:

عن ابن عمر قال رأی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم علی ثوبین معصفرین فقال ان هذا لباس الکفار فلا تلبسهما (مسلم[1]) ومعلوم ان ذٰلك یصبغ صباغا احمر (مواهب[2]) وفی الصحیح انه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم نهی عن التزعفر[3]

حضرت عبداللہ بن عمر (اللہ تعالٰی اُن دونوں سے راضی ہو) سے روایت ہے کہ فرمایا: آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے میرے جسم پر "کسم" کے رنگ سے رنگے ہوئے دو کپڑے ملاحظہ فرمائے تو ارشاد فرمایا: یہ کافروں کا لباس ہے لہٰذا اسے نہ پہنو (مسلم)، اور یہ معلوم ہی ہے کہ وہ سُرخ رنگ سے رنگین کئے ہوئے تھے (مواہب لدنیہ)، اور صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے کہ آں حضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے زعفرانی (زرد) رنگ سے رنگین کئے ہوئے کپڑوں سے منع فرمایا (یعنی اس رنگ سے رنگین کئے ہوئے کپڑے مت استعمال کرو)۔ (ت)

معصفر و مزعفر کی کیا تشریح ہے؟ موجودہ ولایتی پختہ و خام الوان بھی معصفر و مزعفر کے حکم میں داخل ہیں یا نہیں؟

الجواب

کُسم کا رنگا ہوا سُرخ اور کیسر کا زرد جنھیں معصفر و مزعفر کہتے ہیں مرد کو پہننا ناجائز و ممنوع ہے اور اُن سے نماز مکروہِ تحریمی، اور ان کے سوا اور رنگت کا زرد بلاکراہت مباح خالص ہے، خصوصاً زرد جُوتا مورثِ سرور و فرحت،

قاله سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهما واستند بقوله تعالٰی صفراء فاقع لونها تسر النّٰظرین[4]

چنانچہ زرد جُوتے کے متعلق سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے ارشاد فرمایا اور اللہ تعالٰی کے اس قول "اُس گائے کا رنگ خالص زرد ہے جو دیکھنے والوں کو خوش کرتی ہے" سے استدلال فرمایا۔ (ت)

---

[1] المواہب اللدنیۃ النوع الثانی فی اللباس باب لبس الثوب الاحمر المکتب الاسلامی بیروت ۲/۴۴۴
صحیح مسلم کتاب اللباس باب نہی عن لبس الرجل الثوب المعصفر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۹۳

[2] المواہب اللدنیۃ النوع الثانی فی اللباس باب لبس الثوب الاحمر المکتب الاسلامی بیروت ۲/۴۴۴

[3] صحیح مسلم کتاب اللباس باب نہی الرجل عن التزعفر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۹۸

[4] القرآن الکریم ۲/۶۹

Marfat.com

اور خالص سرخ غیر معصفر میں اضطرابِ اقوال ہے اور صحیح و معتمد جواز بلکہ علامہ حسن شرنبلالی نے فرمایا: اس کا پہننا مستحب ہے، حق یہ کہ احادیثِ نہی سُرخ معصفر کے بارے میں ہیں جیسے حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما مذکور سوال، اور احادیثِ جواز سرخ غیر معصفر میں، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سُرخ جوڑا پہننا بیانِ جواز کے لئے ہے۔ منتخب الفتاوٰی میں ہے:

قال صاحب الروضۃ یجوز للرجال والنساء لبس الثوب الاحمر والاخضر بلاکراھۃ۔[1]

مصنّفِ روضہ نے فرمایا: مردوں اور عورتوں کے لئے سُرخ اور سبز کپڑا پہننا بغیر کراہت جائز ہے۔ (ت)

حاوی میں متعدد کتب سے نقل کیا:

یکرہ للرجال لبس المعصفر والمزعفر والمورس والمحمر ای الاحمر حریرا کان اوغیرہ اذاکان فی صبغہ دم والا فلا۔[2]

"معصفر" (کُسم کے رنگ سے سُرخ کیا ہوا) اور "مزعفر" (زرد زعفرانی رنگ)، "مورس" (ورس سے رنگا ہوا) اور ویسے سُرخ کپڑا خواہ ریشمی ہو یا نہ ہو جبکہ اس کے رنگ کرنے میں خُون کی آمیزش ہو۔ مردوں کے لئے ان سب کا استعمال کرنا مکروہ ہے۔ لیکن اگر خون کی آمیزش نہ ہو تو پھر کراہت نہیں۔ (ت)

مجمع الفتاوٰی میں ہے:

لوصبغ بالشجر البقم لایکرہ ولوصبغ بقشر الجوز عسلیا لایکرہ اجماعا۔[3]

اگر کپڑا درخت "بقم" سے رنگ لیا تو اس کا استعمال مکروہ نہیں۔ نیز اگر اخروٹ کے چھلکے سے شہد جیسی رنگت کرلی تو بالاتفاق مکروہ نہیں۔ (ت)

تحفۃ الاکمل علامہ حسن شرنبلالی میں جواز کی نقولِ کثیرہ لکھ کر فرمایا:

وجدنا نص الامام الاعظم علی الجواز ودلیلا قاطعا علی الاباحۃ وھو اطلاق الامر باخذ الزینۃ ووجدنا فی الصحیحین

حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ سے ہم نے جواز کی تصریح پائی اور اباحت پر ایک دلیل قاطع۔ اور زیب و زینت اختیار کرنے کے بارے میں ایک "مطلق امر" ہے (یعنی بغیر کسی قید اور پابند کرکے علی وجہ الاطلاق

---

[1] ردالمحتار بحوالہ منتخب الفتاوٰی کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۲۸

[2] ردالمحتار بحوالہ الحاوی الزاہدی " " " " " " " " ۵/۲۲۸

[3] ردالمحتار بحوالہ مجمع الفتاوٰی " " " " " " " ۵/۲۲۸

Marfat.com

موجبہ وبہ تنتفی الحرمۃ والکراھۃ بل یثبت الاستحباب اقتداء بالنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[1]

زیبائش کا حکم دیا گیا) اور بخاری و مسلم میں ہم نے اس کا موجب (سبب) پالیا۔ لہٰذا اس سے حرمت اور کراہت ختم (منتفی) ہوگئی۔ بلکہ حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کی اقتداء (پیروی) کرتے ہوئے استحباب ثابت ہوگیا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ھذا النقول مع ما ذکرہ عن المجتبٰی و القھستانی وشرح ابی المکارم تعارض القول بکراھۃ التحریم ان لم یدع التوفیق محمل التحریم علی المصبوغ بالنجس او نحو ذٰلک۔[2]

یہ متعدد نقول لشمول ان اقوال جو المجتبٰی، قہستانی اور شرح ابی المکارم میں مذکور ہیں کراہت تحریمی کے معارض اور متصادم ہیں جبکہ دونوں میں اس طرح موافقت اور مطابقت نہ پیدا کی جائے کہ قول بالحرمۃ کا مبنٰی اور محل یہ ہے کہ رنگ کرنے میں نجاست یا اسی جیسی کسی ممنوع اور ناپاک چیز کی ملاوٹ ہو، اور اگر یہ نہ ہو تو پھر قول بالجواز ہے (یعنی دونوں قولوں میں درحقیقت کوئی تعارض نہیں)۔ (ت)

بایںہمہ انصاف یہ کہ شدتِ اختلاف کے باعث احتراز اولٰی، اور اعتراض بے جا۔ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

قال الامام الغزالی فی الاحیاء فی شروط المنکر ان یکون کونہ منکرا معلوما بغیر اجتھاد فکل ما ھو فی محل الاجتھاد فلاحسبۃ فیہ[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

حجۃ الاسلام امام غزالی نے "احیاء علوم الدین" میں ارشاد فرمایا: منکر کی شرائط میں یہ ہے کہ اس کا منکر ہونا بغیر اجتہاد معلوم ہو، پھر جو محل اجتہاد میں ہو، میں سکو منکر گمان نہیں کرتا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۴

عین الیقین طالب علم مدرسہ منظر اسلام محلہ سوداگران ۱۲ صفر ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طریقہ مسنونہ دستار باندھنے کا کیا ہے، دہنی طرف سے یا بائیں طرف سے اور کس طرف سے شروع کرنا کیسا ہے؟ مع دلیل۔

---

[1] ردالمحتار بحوالہ تحفۃ الاکمل کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۲۸

[2] " " " " " ۵/۲۲۸

[3] الحدیقۃ الندیۃ الباب الاول الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۱۵۷

Marfat.com

الجواب

حدیث میں ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یحب التیامن فی کل شیئ حتی فی تنعلہ[1]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر بات میں دہنی طرف سے ابتداء کو پسند فرماتے یہاں تک کہ جوتا پہننے میں۔

لہذا مناسب یہ ہے کہ عمامہ کا پہلا پیچ سر کی دہنی جانب جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۵ از مدرسہ منظر الاسلام بریلی مسئولہ مولوی محمد ثناء اللہ صاحب طالب العلم ۲۸ جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طریقہ مسنونہ دستار باندھنے کا، کیا دہنے سے یا بائیں طرف سے، اور کس طرف سے شروع کرنا چاہئے؟

الجواب

دہنی جانب پہلا پیچ لے جائیں۔

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یحب التیامن فی کل شیئ حتی فی تنعلہ[2]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر کام میں دائیں طرف سے ابتداء کو پسند فرماتے تھے یہاں تک کہ جوتا پہننے میں بھی۔ (ت)

مسئلہ ۵۶ از بلیی ڈاکخانہ خاص ضلع پشاور مدرسہ قادریہ محمودیہ مسجد چھنگری مسئولہ مولٰنا مولوی حمد اللہ صاحب قادری محمودی ۱۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ بعض صوفیہ بے علم شملہ ثانیہ کو بدعتِ سیئہ کہتے ہیں، فقیر کے تلمیذ مولوی اسرار محمد کا بیان ہے کہ یہ جو بعض لوگ جزء اخیر دستار کو بالائے دستار کشادہ رکھتے ہیں جائز ہے کہ دلیلِ امتناع موجود نہیں تو اصل اباحت پر باقی ہے، یہ اصول فقہ کا مسلّمہ مسئلہ ہے، فقیر نے اپنے تلمیذ کی تائید کی، اس بارے میں فیصلہ مفصّلہ تحریر فرمائیں۔ والسلام

الجواب

حدیث سے میرے خیال میں ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دو شملے چھوڑے ہیں،

---

[1] و [2] صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب النہی عن الاستنجاء بالیمین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۳۲
اتحاف السادۃ المتقین کتاب اسرار الطہارۃ کیفیۃ الوضوء دار الفکر بیروت ۲/۳۶۱
مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/۲۰۲

Marfat.com

خیال ہے کہ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر دستِ اقدس سے عمامہ باندھا اور دو شملے چھوڑے۔ اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر اپنے دستِ انور سے عمامہ باندھنا اور آگے پیچھے دو شملے چھوڑنا سنن ابی داؤد[1] میں ہے، تو یہ سنت ہوا نہ کہ معاذ اللہ بدعت سیئہ۔ فقیر اسی سنت کے اتباع سے بارہا دو شملے رکھتا ہے مگر شملہ ایک بالشت سے کم نہ ہونا چاہئے۔ یہ جو بعض لوگ طرہ کے طور پر چند انگل اونچا سر پر چھوڑتے ہیں اس کا ثبوت میری نظر میں نہیں۔ نہ کہیں ممانعت، تو اباحت اصلیہ پر ہے۔ مگر اس حالت میں کہ یہ کسی شہر میں آوارہ وفساق لوگوں کی وضع ہو تو اس عارض کے سبب اس سے احتراز ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ والسلام۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب العمائم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۰۸

Marfat.com

دیکھنا اور چھُونا

پردہ، حجاب، سترِ عورت، زنار، مُشت زنی، دیوّثی، خلوت اور بلوغ وغیرہ سے متعلق

مسئلہ ۵۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جیسا مرد کے واسطے غیر عورت کو دیکھنا حرام ہے ویسا ہی عورت کو غیر مرد کی طرف نظر کرنا حرام ہے یا کچھ فرق ہے؟ بینوا توجروا (بیان کرو، اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

دونوں صورتوں کا ایک حکم ہے کچھ فرق نہیں،

فان نظر کل الی عورۃ الاٰخر محرم قطعا وکذا الی غیر العورۃ ان لم یؤمن الشھوۃ ھو الصحیح فی الفصلین درمختار[1] عن التاتارخانیۃ عن المضمرات اما عند الامن فالمنع لخوف الافتتان لفساد الزمان وفیہ ایضا

کیونکہ ہر ایک کا دوسرے کی عورت (یعنی مقامِ ستر) کو دیکھنا قطعی حرام ہے اور اسی طرح غیر جائے ستر کو دیکھنا بھی حرام ہے جبکہ شہوت سے امن نہ ہو، دونوں صورتوں میں یہی صحیح ہے، درمختار میں تاتارخانیہ سے بحوالہ المضمرات ہے اگر شہوت کا خطرہ نہ ہو تو پھر خوفِ فتنہ کی وجہ سے ممانعت ہے، اور یہ فساد زمانہ کی وجہ سے ہے

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی النظر والمس مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۲

Marfat.com

یتفق الفصلان فافهم واللّٰہ تعالٰی اعلم۔ اور اسی میں یہ بھی ہے کہ دونوں صورتیں برابر ہیں لہذا اس کو سمجھ لیجئے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۸ از گلگٹ چھاؤنی جوئنال مرسلہ سید محمد یوسف علی صاحب شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زلخ لگانے کا اللہ پاک کیا گناہ فرماتا ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

یہ فعلِ ناپاک حرام وناجائز ہے، اللہ جل وعلا نے اس حاجت کے پُورا کرنے کو صرف زوجہ وکنیز شرعی بتائی ہیں اور صاف ارشاد فرمادیا ہے کہ:

فمن ابتغی وراء ذٰلک فاولٰئک ھم العٰدون[1] جو اس کے سوا اور کوئی طریقہ ڈھونڈے تو وہی لوگ ہیں حد سے بڑھنے والے۔

حدیث میں ہے: ناکح الید ملعون[2] جلق لگانے والے پر اللہ تعالٰی کی لعنت ہے۔

ہاں اگر کوئی شخص جوان تیز خواہش ہو کہ نہ زوجہ رکھتا ہو نہ شرعی کنیز اور جوشِ شہوت سخت مجبور کرے اور اُس وقت کسی کام میں مشغول ہوجانے یا مردوں کے پاس جا بیٹھنے سے بھی دل نہ بٹے غرض کسی طرح وہ جوش کم نہ ہو یہاں تک کہ یقین یا ظن غالب ہوجائے کہ اس وقت اگر یہ فعل نہیں کرتا تو حرام میں گرفتار ہوجائے گا تو ایسی حالت میں زنا ولواطت سے بچنے کے لئے صرف بغرضِ تسکین شہوت نہ کہ بقصد تحصیل لذت وقضائے شہوت اگر یہ فعل واقع ہو تو امید کی جاتی ہے کہ اللہ تعالٰی مواخذہ نہ فرمائے گا، پھر اس کے ساتھ ہی واجب ہے کہ اگر قدرت رکھتا ہو فوراً نکاح یا خریداری کنیز شرعی کی فکر کرے ورنہ سخت گنہگار ومستحقِ لعنت ہوگا، یہ اجازت اس لئے نہ تھی کہ اس فعلِ ناپاک کی عادت ڈال لے اور بجائے طریقہ پسندیدہ خدا ورسول اسی پر قناعت کرے۔

طریقہ محمدیہ میں ہے:

اما الاستمناء فحرام الاعند شروط ثلثۃ ان یکون عزبا وبہ شبق وفرط شھوۃ (بحیث لولم یفعل مُشت زنی حرام ہے مگر تین شرائط کے ساتھ جواز کی گنجائش ہے: (۱) مجرد ہو اور غلبۂ شہوت ہو۔ (۲) شہوت اس قدر غالب ہو کہ بدکاری، زنا،

---

[1] القرآن الکریم ۲۳/ ۷، ۷۰/ ۳۱

[2] الحدیقۃ الندیۃ الصنف السابع من الاصناف التسعۃ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۴۹۱
الاسرار المرفوعۃ فی اخبار الموضوعۃ حدیث نمبر ۱۰۲۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۲۵۷

Marfat.com

ذٰلك لحملته شدة الشهوة علی الزنا او اللواط والشرط الثالث ان یرید به تسکین الشھوۃ لا قضاءھا[1] اھ مزیدا من شرحھا الحدیقۃ الندیۃ۔

یا لونڈے بازی وغیرہ کا اندیشہ ہو (۳) تیسری شرط یہ ہے کہ اس سے محض تسکین شہوت مقصود ہو نہ کہ حصولِ لذت۔ طریقہ محمدیہ کی عبارت مکمل ہوگئی جس میں اسکی شرح حدیقہ ندیہ سے کچھ اضافہ بھی شامل ہے۔ (ت)

تنویر الابصار میں ہے:

یکون (ای النکاح) واجبا عند التوقان[2]

غلبۂ شہوت کے وقت نکاح کرنا واجب ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قلت وکذا فیما یظھر لوکان لا یمکنه منع نفسه عن النظر المحرم او عن الاستمناء بالکف فیجب التزوج وان لم یخف الوقوع فی الزنا[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

میں کہتا ہوں اور اسی طرح جو کچھ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر حالت ایسی ہو کہ یہ اپنے آپ کو نظرِ حرام اور مشت زنی سے نہ روک سکے تو شادی کرنا واجب ہے اگرچہ زنا میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو۔ اللہ تعالٰی ہی بڑا عالم ہے (ت)

مسئلہ ۵۹ ازگلگت مرسلہ سردار امیر خاں ملازم کپتان اسکوٹ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، جو شخص اپنا ستر غلیظ کھول کر خواہ مخواہ ہر شخص کے سامنے آئے وہ کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

فاسق، فاجر سخت، تعزیرِ شدید کا مستحق ہے۔ حدیث میں اس پر لعنت آئی کہ:

لعن اللہ الناظر والمنظور الیه۔ رواہ البیھقی فی شعب[4] الایمان عن الحسن مرسلًا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه

دیکھنے والا اور جس کی طرف دیکھا گیا دونوں ملعون ہیں (یعنی ان پر اللہ تعالٰی نے لعنت فرمائی ہے) امام بیہقی نے اس کو شعب الایمان میں بغیر سند نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت حسن کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] الطریقۃ المحمدیۃ الصنف السابع من الاصناف التسعۃ الاستمناء بالید مکتبہ حنفیہ کوئٹہ ۲/۲۵۵
الحدیقۃ الندیۃ " " " " " " " " ۲/۴۹۱
[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۸۵
[3] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۶۰
[4] شعب الایمان للبیہقی حدیث ۷۷۸۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/۱۶۲

Marfat.com

مسئلہ ۶۰ ازمارہرہ مطہرہ مرسلہ حضرت میاں صاحب قبلہ دام ظلہم العالی ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک فاحشہ مسلمہ سے پردہ جو آیا ہے وہ جس مصلحت سے ہے مگر ایسا موقع ہو کہ باہم فاحشہ اور غیر فاحشہ مسلمہ قرابت اخت عینی کی رکھتے ہوں تو وہ بھی اس حکم میں داخل ہے نہیں؟ اور اگر کبھی بتقاضائے محبتِ خون اسے اپنے سے مل لینے دے تو کیا مرتکب کبیرہ ہوگی؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

قولِ علماء:

لاینبغی للمرأۃ الصالحۃ ان تنظر الیہا المرأۃ الفاجرۃ کما فی السراج الوھاج والھندیۃ ورد المحتار[1]

یہ مناسب نہیں کہ نیک اور پارسا عورت کی طرف بدکار عورت دیکھے، جیسا کہ سراج وہاج، فتاوٰی ہندیہ اور رد المحتار میں ہے۔ (ت)

اور اسی طرح ارشادِ الٰہی عزوجل:

واِمّا ینسینّك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین ۝[2]

اگر تجھے شیطان (بُری مجلس سے اٹھ کر چلے جانا) بھلادے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ (کم از کم مزید تو) نہ بیٹھو۔ (ت)

ہر صورت کو عام ہے اور مصلحت بھی عام بلکہ ایسی قرابت قریبہ میں بُرا اثر پڑنے کا زیادہ احتمال کہ اجنبیہ سے نہ اتنا میل ہوتا ہے نہ اس کی طرف اتنا میل،

والمھاجرۃ لامثال ھذا لایعد من القطع المنھی عنہ فقد صح مثلہ عن الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم فی اقل من ھذا منہم عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اس قسم کے چھوڑنے کو اس انقطاع میں شمار نہیں کیا جاتا کہ حدیث میں جس کی نہی وارد ہوئی ہے کیونکہ اس سے کم درجہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس نوع کی کارروائی بصحت ثابت ہے ان میں سے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما بھی ہیں (ت)

ہاں یہ حکم احتیاطی ہے اگر نادراً کبھی کچھ دیر کو اُسے مل لینے دے تو کبیرہ نہیں کما یدل علیہ

---

[1] رد المحتار کتاب الحظر والاباحۃ باب النظر والمس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۳۸

[2] القرآن الکریم ۶/۶۸

Marfat.com

قولہم لاینبغی (جیساکہ اس پران کے قول "یہ مناسب نہیں" سے دلیل دیجاسکتی ہے) مگر احتیاط ضروری ہے جب دیکھے کہ اب کچھ بھی بُرا اثر پڑتا معلوم ہوتا ہے فورًا انقطاع کُلی کرے اور اس کی صحبت کو آگ جانے۔ اور انصاف یہ ہے کہ بُرا اثر پڑتے معلوم نہیں ہوتا اور جب پڑجاتا ہے تو پھر احتیاط کی طرف ذہن جانا قدرے دشوار ہے لہذا امان سلامت جُدا رہنے ہی میں ہے وباللہ التوفیق (اور اللہ تعالٰی ہی کی مدد سے توفیق میسر آتی ہے۔ ت)،

مولانا قدس سرہ العزیز مثنوی شریف میں فرماتے ہیں: ؎

تاتوانی دُور شو از یارِ بد　　یارِ بد بدتر بود از مارِ بد

مارِ بد تنہا ہمیں بر جاں زند　　یارِ بد بر جان و ایمان زند[1]

(جب تک ممکن ہو بُرے یار (ساتھی) سے دُور رہو کیونکہ بُرا ساتھی بُرے سانپ سے بھی زیادہ خطرناک اور نقصان دہ ہے اس لئے کہ خطرناک سانپ تو صرف جان یعنی جسم کو تکلیف یا نقصان پہنچاتا ہے جبکہ بُرا ساتھی جان اور ایمان دونوں کو برباد کردیتا ہے۔ ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۱ از جالندھر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی شیخ احمد جان صاحب مرحوم مرسلہ محمد احمد صاحب ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی عورت جوان یا بُڑھیا کسی عالم شریعت، واقفِ طریقت، جامع شرائط سے بیعت کرے اور اپنے پیر سے فیض لے حجاب شرعی تو ہو یعنی کل بدن چھپا ہوا بلا چہرے کے مگر حجاب عُرفی نہ ہو تو یہ بیعت کرنے اور اس طریق سے فیض لینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

پردہ کے باب میں پیر وغیر پیر ہر اجنبی کا حکم یکساں ہے، جوان عورت کو چہرہ کھول کر بھی سامنے آنا منع ہے،

فی الدرالمختار تمنع المرأۃ الشابۃ من کشف الوجہ بین رجال لخوف الفتنۃ۔[2]　　درمختار میں ہے کہ جوان عورت کو اندیشۂ فتنہ کی وجہ سے مردوں کے سامنے چہرہ کشائی سے روکا جائے۔ (ت)

---

[1] گلدستہ مثنوی بکھرے موتی　نذیر سنز لاہور　ص ۹۴ و ۹۵

[2] درمختار　کتاب الصلوٰۃ　باب شروط الصلوٰۃ　مطبع مجتبائی دہلی　۱/۶۶

Marfat.com

اُسی میں ہے :

اما فی زماننا فمنع من الشابۃ قہستانی۔[1]

لیکن ہمارے زمانے میں جوان لڑکی کو نقاب کشائی سے منع کیا گیا ہے، قہستانی۔ (ت)

اور بُڑھیا کے لئے جس سے احتمالِ فتنہ نہ ہو مضائقہ نہیں،

فیہ ایضا اما العجوز التی لاتشتھی فلا بأس بمصافحتھا ومس یدھا ان امن۔[2]

اسی کتاب میں یہ بھی مذکور ہے کہ ایسی بوڑھی عورت جو نفسانی یعنی جنسی خواہش نہ رکھتی ہو اس سے مصافحہ کرنے اور اس کے ہاتھ کو مَس کرنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اطمینانِ خاطر حاصل ہو۔ (ت)

مگر ایسے خاندان کی نہ ہو جس کا یُوں بھی سامنے آنا اُس کے اولیاء کے لئے باعثِ ننگ وعار یا خود اس کے واسطے وجہِ انگشت نمائی ہو،

فانا قد امرنا ان ننزل الناس منازلھم کما فی حدیث اُم المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا وفی حدیث مرفوع ایاك وما یسوء الاذن۔[3][4]

اس لئے کہ ہمیں یہ حکم دیا گیا کہ ہم لوگوں سے ان کے مراتب کے مطابق سلوک کریں جیسا کہ اُم المومنین سیّدہ عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی حدیث میں آیا ہے، اور ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ اپنے آپ کو ان باتوں سے بچاؤ جو کانوں کو بُری لگیں۔ (ت)

خصوصًا جبکہ اُس کے سبب جانب اقرباء سے احتمال ثوران فساد ہو فان الفتنۃ اکبر من القتل (کیونکہ فتنہ برپا کرنا قتل سے بھی بڑا جرم ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۲ ازجالندھر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی شیخ احمد جان صاحب مرحوم مرسلہ محمد احمد صاحب ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی اپنے پیرو مرشد کے پَیر چوم لے بطور بزرگی کے، تو درست ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جائز ہے، ابوداؤد[5] وغیرہ کی احادیثِ کثیرہ سے ثابت ہے کحدیث وفد عبد القیس

---

[1][2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی النظر مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۲-۲۴۱

[3] سنن ابی داوٗد کتاب الادب باب تنزیل الناس منازلھم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۰۹

[4] مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث ابی الغادیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۷۶

[5] سنن ابی داوٗد کتاب الادب باب قبلۃ الرجل آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۵۳

Marfat.com

وغیرھم من الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم[1] (جیسا کہ وفد عبد القیس وغیرہ کی حدیث میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنھم سے مروی ہے۔ت) اس بارہ میں فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ' نے مفصل کلام لکھا کہ ہمارے مجموعہ فتاوٰی میں منسلک ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۳ از جالندھر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی شیخ احمد جان صاحب مرحوم مرسلہ محمد احمد صاحب ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نہایت نیک بخت ہے وہ چاہتی ہے کہ کسی بزرگ عالم شریعت اور واقف طریقت سے بیعت حاصل کرکے صفائی قلب اور صفائی باطن حاصل کروں، مگر اُس کا خاوند اس کار خیر سے بند کرتا ہے، آیا اگر وہ عورت اپنے خاوند کی چوری کسی صالح بزرگ سے بیعت حاصل کرے تو درست ہے یا نہیں اور بلا اطلاع اپنے خاوند کے تعلیم سلوک باطنیہ کی اپنے پیر سے جاکر لے تو درست ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا یوم الحساب (بیان فرماؤ تاکہ بروز قیامت اجر و ثواب پاؤ۔ت)

الجواب

عالم عامل عارف کامل کے ہاتھ پر شرف بیعت حاصل کرنے اور اس سے علم دین و راہ سلوک سیکھنے کیلئے شوہر کی اجازت درکار نہیں، نہ اس باب میں اُس کی ممانعت کا لحاظ لازم جب کہ اُس کے حقوق میں کسی خلل کا اندیشہ نہ ہو،

فی کتاب الجہاد من البحر والنھر والدر وغیرھا انما یلزمھا امرہ فیما یرجع الی النکاح وتوابعہ[2]۔ چنانچہ البحر الرائق، النہر الفائق، الدر اور اُن کے علاوہ دیگر کتابوں کتاب الجہاد میں ہے کہ عورت پر مرد کی اطاعت ان معاملات میں ضروری ہے کہ جن کا مرجع نکاح اور اس کے متعلقات ہوں۔

ہاں امر غیر واجب عینی کے سیکھنے کو پیر کے گھر بے اذن شوہر جانے کی اجازت نہیں ہوسکتی بلکہ واجب کیلئے بھی جبکہ شوہر کے توسط سے سیکھ سکتی ہو۔

والمسألۃ دائرۃ فی الکتب سائرۃ وقد فصلناھا بتوفیق اللہ تعالٰی فی کتاب النکاح من فتاوٰنا۔ یہ مسئلہ کتب فقہ میں دائر یعنی گھومنے والا اور سائر یعنی چلنے والا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالٰی کے توفیق دینے سے ہم نے اس کو اپنے فتاوٰی کی بحث نکاح میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ (ت)

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب قبلۃ الرجل آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۵۳

[2] الدر المختار کتاب الجہاد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۲۹

Marfat.com

بلکہ اجنبی مردوں کے پاس بے ضرورت شرعیہ باذن شوہر جانے کی اجازت نہیں،

حتی لو اذن کانا عاصیین کما فی الخلاصۃ[1] والاشباہ والدر وغیرھا من الاسفار الغر وان بغیت التفصیل فعلیك بفتاونا ومن لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

حتی کہ اگر شوہر، بیوی کو بغیر ضرورت شرعی باہر جانے کی اجازت دے تو بصورت عمل میاں بیوی دونوں گنہگار ہوں گے جیسا کہ خلاصہ، الاشباہ، الدر اور دوسری بڑی کتابوں میں موجود ہے۔ اگر تمہیں تفصیل مطلوب ہو تو ہمارے فتاوٰی سے رجوع کریں۔ اور جو شخص اپنے زمانے کے لوگوں کی معرفت نہیں رکھتا وہ بڑا جاہل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶۴ از شہر کہنہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص غیر منکوحہ عورت بالغہ سے خدمت لے اور کوئی شے اس لحاظ سے کہ مجھے ملے اور میں دل خوش کروں اور پاؤں دباؤں اور آپس میں باتیں کروں، اور ایک ہی مکان میں رہنا اور عورت مذکورہ غیر محرم ہو تو یہ سب جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جو عورت حدِ شہوت کو نہ پہنچے یعنی ہنوز نَو برس سے کم عمر کی ہے یا حدِ فتنہ سے نکل گئی یعنی ضعیفہ بڑھیا بدصورت کریہہ منظر ہے اس سے جائز خدمت لینی اگرچہ خلوت میں بھی ہو حرام نہیں، اور جو عورت اجنبیہ ان دونوں صورتوں سے جدا ہے وہ محلِ اندیشہ فتنہ ہے اس سے خلوت حرام ہے اور اگر بلاخلوت روٹی پکانے وغیرہ کے کام پر ہے تو مضائقہ نہیں۔ باقی رہا پاؤں دبانا دبوانا، اس سے تنہائی میں باتیں کرکے نفس خوش کرنا یہ خود صریح حرام اور شیطانی کام ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

مسئلہ ۶۵ از ایوان کچہری فوجداری مجسٹریٹ مرسلہ بخش اللہ خاں ۳ رمضان مبارک ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورات طوائف پیشہ خواہ وہ بلا نکاح ایک کی پابند ہوں یا نہ ہوں ان سے اور ان کے ذکور سے اختلاط و اتحاد رکھنا اور شادی اور مجلسوں میں اپنے مکانات پر ان کو بطور برادرانہ بلانا اور اپنی عورتوں کو بے پردہ طوائفوں کے سامنے کرنا اور جو لوگ شامل و شریک ان طوائفوں کے رہتے ہیں ان کو بہ نیت ترقی اعزاز و افتخار ایک دسترخوان پر اور دیگر اہلِ اسلام کو بھی ان کے ساتھ کھلانا پلانا اور ایسے ذکور و اناث کے یہاں خود جاکر کھانا اور دوسروں کو طوائفوں کی دعوتوں میں

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب النکاح الفصل الخامس عشر مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۵۳

Marfat.com

لے جانا اور جو مسلمان ایسے برتاؤ کو اچھا نہ سمجھتا ہو اُس کو بُرا کہنا بلکہ اس رواج کے قائم دائم اپنی کوشش کرنا یہ سب جائز ہے یا ناجائز ؟ اور ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے ؟ اور مورثوں کو نابالغ بچّوں کو فحش گیت گانے یا فحش کلام کرنے سے منع نہ کرنا کس درجہ کا گناہ ہے ؟ کتاب سے بیان فرماؤ رحمٰن سے ثواب پاؤ گے۔

الجواب

ایسی حرکات نہایت شنیع و ناپاک اور ایسے اشخاص سراسر خطاکار و بیباک اور ایسے برتاؤ معاذ اللہ باعثِ عذاب و ہلاک ہیں، رنڈی اگرچہ بلا نکاح ایک کی پابند ہو علانیہ فاحشہ زانیہ اور اس کے مرد قلتبان و دیوث ہیں، یہ سب کے سب ہر وقت اللہ عزّوجل کے غضب میں ہیں، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تفتح ابواب السماء نصف اللیل فینادی مناد ھل من داع فیستجاب لہ ھل من سائل فیعطی ھل من مکروب فیفرج عنہ فلا یبقی مسلم یدعو اللہ بدعوۃ الا استجاب اللہ عزوجل لہ الا زانیۃ تسعی بفرجھا او عشار۔ رواہ احمد بسند مقارب والطبرانی[1] فی الکبیر واللفظ لہ عن عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

آدھی رات کو آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور منادی ندا کرتا ہے کوئی دُعا کرنے والا ہے کہ اُس کی دُعا قبول فرمائی جائے۔ ہے کوئی مانگنے والا کہ اُسے عطا کریں۔ ہے کوئی مصیبت زدہ کہ اُس کی مشکلکشائی ہو۔ اُس وقت جو مسلمان اللہ عزّوجل سے کوئی دُعا کرتا ہے مولٰی سبحٰنہ وتعالٰی قبول فرماتا ہے مگر زانیہ کہ اپنی فرج کی کمائی کھاتی ہے یا لوگوں سے بے جا محاصل تحصیلنے والا۔ (امام احمد نے اس کو سند مقارب کے ساتھ روایت کیا، اور امام طبرانی نے "الکبیر" میں روایت کی اور الفاظ اسی کے ہیں۔ حضرت عثمان بن عاص رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت فرمائی۔ ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لا یدخلون الجنۃ ابدًا الدیوث والرجلۃ من النساء والمدمن الخمر۔ رواہ الطبرانی[2] عن عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند حسن۔

تین شخص کبھی جنّت میں نہ جائیں گے دیّوث اور مردانی وضع بنانے والی عورت اور شرابی۔ (امام طبرانی نے اس کو حضرت عمّار بن یاسر رضی اللہ تعالٰے عنہ سے عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ت)

---

[1] کنز العمال بحوالہ طب حدیث ۳۳۵۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲/ ۱۰۵
مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی کتاب الزکوٰۃ باب فی العشارین والعرفاء دار الکتاب بیروت ۳/ ۸۸

[2] مجمع الزوائد " کتاب النکاح باب فیمن رضی لاھلہ بالخبث " " ۴/ ۳۲۷

Marfat.com

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

ثلٰثۃ لایدخلون الجنّۃ العاق لوالدیہ و الدیوث ورجلۃ النساء۔ رواہ الحاکم[1] فی المستدرک والبیہقی فی الشعب بسند صحیح عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

تین شخص جنت میں نہ جائیں گے، ماں باپ کو آزار دینے والا اور دیوث اور مرد بننے والی عورت۔ (حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے شعب میں صحیح سند کے ساتھ اسے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

یہ لوگ کہ ان بدکار عورتوں ان دیوث مردوں سے دوستی رکھتے ہیں روزِ قیامت انھیں کے ساتھ اٹھیں گے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لایحب رجل قوما الاجعلہ اللہ معھم۔ رواہ النسائی[2] عن امیر المومنین علی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو جس قوم سے محبت رکھے گا اللہ تعالٰی اُسے انھیں کے ساتھ کردے گا (اسے نسائی نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

من احب قوماً حشرہ اللہ فی زمرتھم۔ رواہ الطبرانی[3] فی الکبیر والضیاء فی المختارۃ عن ابی قرصافۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو جس قوم سے دوستی کرے گا اللہ تعالٰی انھیں کے گروہ میں اٹھائے گا۔ (طبرانی نے معجم کبیر میں اور ضیاء نے مختارہ میں حضرت ابو قرصافہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

المرء مع من احب۔ رواہ الشیخان[4] عن ابن مسعود عن انس رضی اللہ تعالٰی

آدمی اپنے دوست کے ساتھ ہوگا (اس کو امام بخاری و مسلم نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ

---

[1] المستدرک للحاکم | کتاب الایمان | دار الفکر بیروت | ۱/۷۲
شعب الایمان | حدیث ۱۰۷۹۹ | دار الکتب العلمیہ بیروت | ۷/۴۱۲

[2] مسند امام احمد بن حنبل عن عائشہ ۶/۱۴۵، ۱۶۰ و کنز العمال حدیث ۲۴۴۲۲ | ۱۵/۸۶۰

[3] المعجم الکبیر | حدیث ۲۵۱۹ | المکتبۃ الفیصلیۃ | ۱۹/۴

[4] صحیح البخاری | کتاب الآداب | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۲/۹۱۱
صحیح مسلم | کتاب البر والصلۃ باب المرء مع من احب | " " | ۲/۳۳۲

Marfat.com

عنهما، هو متواتر۔

تعالٰی عنہ سے انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، یہ حدیث متواتر ہے۔ ت)

اُن کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے کا حال بھی سُن لیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اوّل ما دخل النقص علٰی بنی اسرائیل کان الرجل یلقی الرجل فیقول یاھذا اتق اللہ ودع ما تصنع فانہ لایحل لك ثم یلقاہ من الغد وھو علٰی حالہ فلا یمنعہ ذٰلك ان یکون اکیلہ وشریبہ وقعیدہ فلما فعلوا ذٰلك ضرب اللہ قلوب بعضھم ببعض ثم قال لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علٰی لسان داؤد وعیسٰی ابن مریم ذٰلك بما عصوا وکانوا یعتدون ○ کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ماکانوا یفعلون ○ الحدیث۔ رواہ ابوداؤد

١ واللفظ لہ والترمذی وحسنہ عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بنی اسرائیل میں پہلی خرابی جو آئی وہ یہ تھی کہ اُن میں ایک شخص دوسرے سے ملتا اُس سے کہتا اے شخص! اللہ سے ڈر اور اپنے کام سے باز آ کہ یہ حلال نہیں پھر دوسرے دن اُس سے ملتا اور وہ اپنے اُسی حال پر ہوتا تو یہ مرد اُس کو اُس کے ساتھ کھانے پینے پاس بیٹھنے سے نہ روکتا جب انھوں نے یہ حرکت کی اللہ تعالٰی نے اُن کے دل باہم ایک دوسرے پر مارے کہ منع کرنے والوں کا حال بھی انھیں خطا والوں کے مثل ہوگیا، پھر فرمایا بنی اسرائیل کے کافر لعنت کئے گئے داؤد و عیسٰی بن مریم کی زبان پر، یہ بدلہ ہے اُن کی نافرمانیوں اور حد سے بڑھنے کا، وہ آپس میں ایک دوسرے کو بُرے کام سے نہ روکتے تھے البتہ یہ سخت بُری حرکت تھی کہ وہ کرتے تھے۔ (امام ابوداؤد نے حدیث مذکور کو روایت کیا اور یہ الفاظ انھیں کے ہیں، امام ترمذی نے اس کی تحسین فرمائی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اسے روایت کیا۔ ت)

اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

واِمّا ینسینّك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین [2]

اور اگر شیطان تجھے بُھلادے تو یاد آنے پر ظالم لوگوں کے پاس نہ بیٹھ۔

---

[1] جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ المائدۃ تحت آیۃ لعن الذین کفروا الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۳۰
سنن ابی داؤد کتاب الملاحم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۴۰

[2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

Marfat.com

تفسیر احمدی میں ہے:

هم المبتدع والفاسق والکافر والقعود مع کلهم ممتنع[1]

ظالم لوگ بدمذہب اور فاسق اور کافر ہیں ان سب کے پاس بیٹھنا منع ہے۔

مروی ہوا اللہ عزوجل نے یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی بھیجی میں تیری بستی سے چالیس ہزار اچھے اور ساٹھ ہزار بُرے لوگ ہلاک کروں گا۔ عرض کی الٰہی! بُرے تو بُرے ہیں اچھے کیوں ہلاک ہوں گے۔ فرمایا:

انهم لم یغضبوا بغضبی واکلوهم وشاربوهم[2] رواه ابن ابی الدنیا وابو الشیخ عن ابراهیم عن عمر الصنعانی۔

اس لئے کہ جن پر میرا غضب تھا انھوں نے ان پر غضب نہ کیا اور اُن کے ساتھ کھانے پینے میں شریک رہے (ابن ابی الدنیا اور ابوالشیخ نے ابراہیم سے انھوں نے عمر صنعانی سے اسکو روایت کیا۔ ت)

ایسے لوگ شرعاً مستحق تذلیل واہانت ہیں، اور نماز کی امامت ایک اعلیٰ درجہ کی تعظیم وتکریم ہے، شرع مطہر جس کی اہانت کا حکم دے اس کی تعظیم کیونکر روا ہوگی۔ ولہٰذا علمائے کرام فرماتے ہیں کہ فاسق اگرچہ سب موجودین سے علم میں زائد ہو اسے امام نہ کیا جائے کہ امامت میں اس کی تعظیم ہو حالانکہ شرعاً اسکی توہین واجب ہے۔ مراقی الفلاح و فتح اللہ المعین وطحطاوی علی الدر المختار میں ہے:

اما الفاسق الاعلم فلا یقدم لان فی تقدیمه تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعا[3]

امام کے طور پر کسی فاسق کو برائے امامت آگے کرنا جائز اور درست نہیں خواہ وہ بڑا عالم ہی کیوں نہ ہو اس لئے کہ آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے اور فاسق کی تعظیم نہیں بلکہ ازروئے شرع اس کی توہین ضروری ہوتی ہے۔ (ت)

اپنی عورتوں کو رنڈیوں کے سامنے بے پردہ وحجاب کرنے والے ان سے میل ملاقات کرانے والے یا سخت احمق مجنون بدعقل ہیں یا نرے بے حیا بے غیرت بے شرم۔ عورت موم کی ناک بلکہ رال کی پڑیا بلکہ بارود کی ڈبیا ہے آگ کے ایک ادنیٰ سے لگاؤ میں بھق سے ہو جانے والی ہے عقل بھی ناقص اور دین بھی ناقص اور طینت میں کجی اور شہوت میں مرد سے سَو حصہ بیشی، اور صحبتِ بد کا اثر مستقل مردوں کو بگاڑ دیتا

---

[1] التفسیرات الاحمدیۃ زیر آیت واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد مطبعہ کریمیہ بمبئی ص ۳۸۸

[2] فیض القدیر بحوالہ ابن ابی الدنیا تحت حدیث ۲۱۳۶ دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۲۹۹

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۴۳

Marfat.com

ہے، پھر ان نازک شیشیوں کا کیا کہنا جو خفیف ٹھیس سے پاش پاش ہو جائیں۔ یہ سب مضمون یعنی عورات کا ناقصات العقل والدین اور کج طبع اور شہوت میں زائد اور نازک شیشیاں ہونا صحیح حدیثوں میں ارشاد ہوئے ہیں، اور صحبتِ بد کے اثر میں تو بکثرت احادیثِ صحیحہ وارد ہیں۔ ازاں جملہ یہ حدیث جلیل کہ مشکوٰۃ حکمت نبوت کی نورانی قندیل ہے، فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم:

مثل الجلیس الصالح والجلیس السوء کمثل صاحب المسك وكير الحداد لا يعدمك من صاحب المسك اما ان تشتريه او تجد ريحه وكير الحداد يحرق بيتك او ثوبك او تجد منه ريحا خبيثة۔ وفي حديث ان لم يصبك من سواده اصابك من دخانه۔ رواه البخاري[1] عن ابی موسٰی الاشعری والمتاخر لابی داؤد والنسائی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اچھے مصاحب اور بُرے ہمنشین کی کہاوت ایسی ہے جیسے مُشک والا اور لوہار کی بھٹی کہ مُشک والا تیرے لئے نفع سے خالی نہیں، یا تو تو اس سے خریدے گا کہ خود بھی مُشک والا ہو جائے گا ورنہ خوشبو تو ضرور پائے گا اور لوہار کی بھٹی تیرا گھر پُھونک دے گی یا کپڑے جلا دے گی یا کچھ نہیں تو اتنا تو ہوگا کہ تجھے بدبُو پہنچے، اگر تیرے کپڑے اس سے کالے نہ ہوئے تو دھواں تو ضرور پہنچے گا۔ (امام بخاری نے اسے حضرت ابوموسٰی اشعری سے روایت کیا ہے اور پچھلی حدیث ابوداؤد و نسائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰے عنہما سے روایت کی ہے۔ (ت)

فحش گیت شیطانی رسم اور کافروں کی ریت ہے شیطان ملعون بے حیا ہے اور اللہ عزوجل کمال حیا والا، بیحیائی کی بات سے حیا والا ناراض ہوگا اور وہ بے حیاؤں کا استاد انھیں اپنا مسخرہ بنائے گا۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الجنۃ حرام علٰی کل فاحش ان یدخلھا۔ اخرجه ابن ابی الدنیا[2] فی فضل الصمت و ابونعیم فی الحلیۃ عن عبداللہ بن عمرو

جنت ہر فحش بکنے والے پر حرام ہے۔ (محدث ابن ابی الدنیا نے فضل الصمت میں اور محدث ابونعیم نے حلیہ میں حضرت عبداللہ ابن عمرو

---

[1] صحیح البخاری کتاب البیوع باب فی العطار قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۸۲
سنن ابی داؤد کتاب الادب باب من یومران یجالس آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۰۹
[2] موسوعۃ رسائل ابن ابی الدنیا حدیث ۳۲۵ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ بیروت ۵/۲۰۶

Marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالے سے اس کی تخریج فرمائی۔ ت)

یُونہی بے ضرورت وحاجتِ شرعیہ لوگوں سے فحش کلامی بھی ناجائز وخلافِ حیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الحیاء من الایمان والایمان فی الجنۃ والبذاء من الجفاء والجفاء فی النار۔ رواہ الترمذی[1] والحاکم والبیہقی فی الشعب عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بسند صحیح۔

حیا ایمان سے ہے اور ایمان جنت میں ہے اور فحش بکنا بے ادبی ہے اور بے ادبی دوزخ میں ہے۔ (ترمذی اور حاکم نے اس کی روایت فرمائی اور امام بیہقی نے "شعب الایمان" میں سندِ صحیح کے ساتھ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس کو روایت کیا ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

الحیاء والعی شعبتان من الایمان والبذاء والبیان شعبتان من النفاق۔ احمد[2] والترمذی وحسنہ والحاکم وصححہ عن ابی امامۃ الباھلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

شرم اور کم سخنی ایمان کی دو شاخیں ہیں اور فحش بکنا اور زبان کا طرار ہونا نفاق کے دو شعبے ہیں (امام احمد اور ترمذی نے اس کی روایت اور تحسین فرمائی اور حاکم نے بتصحیح اس کی روایت کی اور سب نے حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسے روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

ماکان الفحش فی شیٔ قط الا شانہ وماکان الحیاء فی شیٔ قط الا زانہ۔ احمد[3] والبخاری

فحش جب کسی چیز میں دخل پائے گا اسے عیب دار کردے گا اور حیا جب کسی چیز میں شامل

---

[1] جامع الترمذی کتاب البر والصلۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۲
المستدرک للحاکم کتاب الایمان دار الفکر بیروت ۱/۵۲
[2] جامع الترمذی کتاب البر والصلۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۳
المستدرک للحاکم کتاب الایمان ۱/۵۲ و مسند احمد بن حنبل عن ابی امامہ باہلی ۵/۲۶۹
[3] سنن ابن ماجہ کتاب الزہد باب الحیاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۱۸
مسند احمد بن حنبل عن انس المکتب الاسلامی بیروت ۳/۱۶۵

Marfat.com

فی الادب المفرد والترمذی وابن ماجة عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن۔

ہوگی اس کا سنگار کردے گی (امام احمد اور بخاری نے "الادب المفرد" میں، ترمذی اور ابن ماجہ نے بسندِ حسن حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم:

البذاء شوم۔ اخرجه الطبرانی عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن۔[1]

فحش بکنا منحوس ہے۔ (طبرانی نے ابی درداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بسند حسن اسے روایت کیا ہے۔ ت)

یحیٰی بن خالد نے کہا:

اذا رایت الرجل بذی اللسان وقاحا دل علی انه مدخول فی نسبه۔ حکاه المناوی فی التیسیر۔[2]

جب تو کسی کو دیکھے کہ فحش بکنے والا بے حیا ہے تو جان لے کہ اس کی اصل میں خطا ہے۔ (مناوی نے تیسیر میں اس کی حکایت فرمائی۔ ت)

بچپن سے جو عادت پڑتی ہے کم چھوٹتی ہے، تو اپنے نابالغ بچوں کو ایسی ناپاکیوں سے نہ روکنا اُن کے لئے معاذ اللہ جہنم کا سامان تیار کرنا اور خود سخت گناہ میں گرفتار ہونا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ یایها الذین اٰمنوا قوا انفسکم واهلیکم نارا وقودها الناس والحجارة علیها ملٰئکة غلاظ شداد لا یعصون اللہ ما امرهم ویفعلون ما یؤمرون۔[3]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اُس آگ سے جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اس پر سخت درشت خُو فرشتے موکل ہیں کہ اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انھیں فرمایا جائے وہی کرتے ہیں۔

اللہ عزوجل مسلمانوں کو نیک عادتوں کی توفیق دے اور بُری عادتوں بُری باتوں سے پناہ بخشے آمین۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

---

[1] الجامع الصغیر برمز طب عن ابی الدرداء حدیث ۳۱۹۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۹۱

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر " " تحت حدیث ۳۱۹۵ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۱/۴۳۸

[3] القرآن الکریم ۶۶/۶

Marfat.com

مسئلہ ۶۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ کسی لڑکے کو اپنے ماں باپ اور بہنوں کے ایک مکان کی موجودگی میں اسی مکان کی کوٹھری میں کسی غیر عورت کے ساتھ زناکاری اور ہم مجلس ہونا کیسا ہے یعنی ماں باپ کو اس کی حرکت کا متحمل ہونا چاہیے یا نہیں، کیا کرنا چاہیے؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

زناکاری یا اجنبیہ عورت سے خلوت جہاں ہو حرام ہے خصوصًا باپ کے محل حضور میں دوسرا کبیرہ سخت و اشد اور اس میں شامل ہے یعنی باپ کے ساتھ گستاخی اس کو ایذا رسانی۔ ایسے شخص کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا کہ "وہ اور دیّوث جنت میں نہ جائیں گے"[1] باپ کو ایسی حرکت ناپاک کا تحمل کرنا ہرگز روا نہیں بلکہ جہاں تک حدِ قدرت ہو باز رکھے، نہ باز رہے تو گھر سے دُور کرے ورنہ اس کی آفت اس پر بھی آئے گی۔ والعیاذ باللہ تعالٰی (خدا کی پناہ۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۷ تا ۷۱ از شہر کہنہ ۲۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین ان مسئلوں میں:

(۱) زید اپنی زوجہ کو پردہ کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ دیور، بہنوئی وغیرہ سے پردہ جائز ہے کہ نہیں؟

(۲) زید کی زوجہ پردہ کرنے سے انکار کرتی ہے اور کہتی ہے کہ اپنے کنبہ میں ایسے قریب رشتہ کے پردہ کی ممانعت نہیں ہے بلکہ یہ رسم بزرگوں سے جاری ہے میں ہرگز پردہ نہ کروں گی، بدیں وجہ دیگر اشخاص کے گھر کی نسبت اور مثال دیتی ہے کہ یہ لوگ بھی اس طریقہ کے پابند نہیں ہیں میں کیونکر پابندی کروں۔

(۳) وہی لوگ جن کو کہ ایسے قریب کے رشتہ کے پردہ سے انکار ہے درپردہ فتنہ و فساد ہیں بلکہ مسماۃ کو ترغیبِ بد دینے والے اور کہنے والے ہیں کہ ایسے نو ایجاد طریقوں سے اب یہ گھر برباد ہوگا، اُن شخصوں کا یہ خیالِ بد کیسا ہے اور اُن کے واسطے کیا حکم ہے؟

(۴) وہ لوگ جو کہ رشتہ میں دیور و بہنوئی وغیرہ ہیں پردہ کرنے سے ناراض ہوتے ہیں بلکہ طعن کرتے ہیں کہ یہ خوب نیا رسم جاری ہے۔

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب الایمان دارالفکر بیروت ۱/ ۷۲

Marfat.com

(۵) زوجہ زوج سے اسی سبب سے کہتی ہے کہ تم مجھ کو طلاق دے دو ورنہ میں پردہ ہرگز نہ کروں گی ان لوگوں سے، تو اُس زوجہ کو کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جیٹھ، دیور، بہنوئی، پھپا، خالو، چچازاد، ماموں زاد، پھپی زاد، خالہ زاد بھائی یہ سب لوگ عورت کیلئے محض اجنبی ہیں بلکہ ان کا ضرر نرے بیگانے شخص کے ضرر سے زائد ہے کہ محض غیر آدمی گھر میں آتے ہوئے ڈرے گا اور یہ آپس کے میل جول کے باعث خوف نہیں رکھتے عورت نرے اجنبی شخص سے دفعۃً میل نہیں کھاسکتی اور ان سے لحاظ ٹوٹا ہوتا ہے، ولہذا جب رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غیر عورتوں کے پاس جانے کو منع فرمایا ایک صحابی انصاری نے عرض کی: یا رسول اللہ! جیٹھ دیور کے لئے کیا حکم ہے؟ فرمایا:

الحموا الموت۔ رواہ احمد[1] والبخاری عن عقبة بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنه۔

جیٹھ دیور تو موت ہیں (امام احمد اور بخاری نے اسے عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

خصوصًا جو وضع لباس وطریقۂ پوشش اب عورات میں رائج ہے کہ کپڑے باریک جن میں سے بدن چمکتا ہے یا سر کے بالوں یا گلے یا بازو یا کلائی یا پیٹ یا پنڈلی کا کوئی حصہ کھلا ہو یوں تو خاص محارم کے جن سے نکاح ہمیشہ کو حرام ہے کسی کے سامنے ہونا سخت حرام قطعی ہے اور اگر بفرض غلط کوئی عورت ایسی ہو بھی کہ ان امور کی پوری احتیاط رکھے کپڑے موٹے سر سے پاؤں تک پہنے رہے کہ منہ کی ٹکلی اور ہتھیلیوں تلووں کے سوا جسم کا کوئی بال کبھی نہ ظاہر ہو تو اس صورت میں جبکہ شوہر ان لوگوں کے سامنے آنے کو منع کرتا اور ناراض ہوتا ہے تو اب یوں سامنے آنا بھی حرام ہوگیا عورت اگر نہ مانے گی اللہ قہار کے غضب میں گرفتار ہوگی جب تک شوہر ناراض رہے گا عورت کی کوئی نماز قبول نہ ہوگی اللہ کے فرشتے عورت پر لعنت کرینگے اگر طلاق مانگے گی منافقہ ہوگی، جو لوگ عورت کو بھڑکاتے شوہر سے بگاڑ پر ابھارتے ہیں وہ شیطان کے پیارے ہیں۔

حدیث ۱: رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلٰثة لاتجاوز صلوٰتھم اذانھم العبد الابق حتی یرجع وامرأة باتت و زوجھا علیھا ساخط وامام قوم

تین شخصوں کی نماز اُن کے کانوں سے اُوپر نہیں اُٹھتی، آقا سے بھاگا ہُوا غلام جب تک پلٹ کر نہ آئے، اور عورت کہ سوئے اور اس کا شوہر اس سے

---

[1] صحیح البخاری کتاب النکاح باب لایخلون رجل بامرأۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۸۷
مسند احمد بن حنبل عن عقبہ بن عامر المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۴۹ و ۱۵۳
جامع الترمذی ابواب الرضاع باب ماجاء فی کراھیۃ الدخول علی المغیبات امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۳۹

Marfat.com

وھم له کارھون۔ رواہ الترمذی[1] وحسنه عن ابی امامة رضی الله تعالٰی عنه۔

ناراض ہو اور جو کسی قوم کی امامت کرے اور وہ اس کے عیب کے باعث اس کی امامت پر راضی نہ ہوں (امام ترمذی نے اس کو حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہوئے اس کی تحسین فرمائی۔ ت)

حدیث ۲ : رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ثلثة لا ترفع صلاتھم فوق رؤسھم شبرا رجل امّ قوما وھم له کارھون و امرأة باتت وزوجھا علیھا ساخط و اخوان متصارمان۔ رواہ ابن ماجة[2] وابن حبان بسند حسن عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنھما۔

تین آدمیوں کی نماز اُن کے سروں سے بالشت بھر اُوپر بلند نہیں ہوتی، ایک وہی امام، اور عورت کہ سوئے اور شوہر ناراض ہے، اور دو بھائی کہ آپس میں علاقہ محبت قطع کئے ہوں۔ (ابن ماجہ اور ابن حبان نے بسندِ حسن اسے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۳ : رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ثلثة لا یقبل الله لھم صلاة ولا تصعد لھم الی السماء حسنة العبد الأبق حتی یرجع الی موالیه فیضع یده فی ایدیھم والمرأة الساخط علیھا حتی یرضی والسکران حتی یصحو۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط[3] وابنا خزیمة وحبان فی صحیحھما عن جابر

تین شخصوں کی کوئی نماز قبول نہیں ہوتی نہ کوئی نیکی آسمان کو چڑھے، بھاگا ہُوا غلام جب تک اپنے آقاؤں کی طرف پلٹ کر اپنے آپ کو اُن کے قابو میں دے، اور عورت جس سے اس کا خاوند ناراض ہو یہاں تک کہ راضی ہو جائے، اور نشے والا جب تک ہوش میں آئے۔ (طبرانی نے "الاوسط" میں ابن خزیمہ

---

[1] جامع الترمذی ابواب الصلٰوۃ باب من ام قوما وھم له کارھون امین کمپنی دہلی ۱/۴۷

[2] سنن ابن ماجہ ابواب اقامۃ الصلٰوۃ " " " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۶۹

الترغیب والترھیب بحوالہ ابن ماجہ وابن حبان الترھیب من امامۃ الرجل القوم الخ مصطفی البابی مصر ۱/۳۱۴

[3] المعجم الاوسط حدیث ۹۲۲۷ عن جابر بن عبد اللہ مکتبۃ المعارف الریاض ۱۰/۱۰۷-۱۰۸

صحیح ابن خزیمہ حدیث ۹۴۰ المکتب الاسلامی ۲/۶۹ و موارد الظمآن حدیث ۱۲۹۷ ص ۳۱۵

الترغیب والترھیب بحوالہ المعجم الاوسط وابن خزیمہ وابن حبان الترغیب من شرب الخمر ۳/۲۶۱

Marfat.com

بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحاح میں اس کو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۴: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا باتت المرأۃ ھاجرۃ فراش زوجھا لعنتھا الملٰئکۃ حتی تصبح۔ رواہ البخاری[1] ومسلم والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جب عورت اپنے شوہر کا بچھونا چھوڑ کر سوئے تو صبح تک اس پر فرشتے لعنت کریں (اسے امام بخاری، مسلم اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۵: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان المرأۃ اذا خرجت من بیتھا و زوجھا کارہ لذلک لعنھا کل ملک فی السماء وکل شیئ تمر علیہ غیر الجن و الانس حتی ترجع۔ رواہ الطبرانی[2] فی الاوسط عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

جو عورت اپنے گھر سے باہر جائے اور اس کے شوہر کو ناگوار ہو جب تک پلٹ کر نہ آئے آسمان میں ہر فرشتہ اُس پر لعنت کرے اور جن و آدمی کے سوا جس جس چیز پر گزرے سب اس پر لعنت کریں (طبرانی نے الاوسط میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۶: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایما امرأۃ سألت زوجھا الطلاق من غیر بأس فحرام علیھا رائحۃ الجنۃ۔ رواہ احمد[3] و

جو عورت بے ضرورت شرعی خاوند سے طلاق مانگے اس پر جنت کی بُو حرام ہے (امام احمد،

۱؎ صحیح البخاری کتاب النکاح باب اذا باتت المرأۃ مہاجرۃ فراش زوجہا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۸۲
صحیح مسلم " باب تحریم امتناعہا من فراش زوجہا الخ " " " ۱/ ۴۶۴
۲؎ المعجم الاوسط للطبرانی حدیث ۵۱۷ مکتبۃ المعارف الریاض ۱/ ۳۱۴
۳؎ سنن ابن ماجہ کتاب الطلاق کراہیۃ الخلع للمرأۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۹
مسند امام احمد عن ثوبان رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۲۷۷
المستدرک للحاکم کتاب الطلاق کراہیۃ سوال الطلاق عن الزوج " " " ۲/ ۲۰۰

Marfat.com

ابوداؤد والترمذی وحسنه وابن ماجة وابن حبان والحاکم وقال صحیح علی شرط البخاری ومسلم واقروہ عن ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنه۔

ابوداؤد اور ترمذی نے اس کی تحسین فرمائی۔ ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے بخاری ومسلم کی شرط پر اسے صحیح قرار دیا، پھر ان سب نے اسے برقرار رکھتے ہوئے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۷ : رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ان المختلعات ھن المنافقات۔ رواہ الطبرانی[1] فی الکبیر بسند حسن عن عقبة بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنه۔

خاوندوں سے طلاق مول لینے والیاں وہی منافقہ ہیں۔ (امام طبرانی نے معجم کبیر میں بسندِ حسن اسے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۸ تا ۱۱ : رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من خبب علی امرئ زوجته او مملوکه فلیس منا۔ رواہ احمد[2] والبزار وابن حبان والحاکم وقال صحیح واقروہ عن بریدة وابوداؤد والحاکم بسند صحیح عن ابی ھریرة والطبرانی فی الاوسط عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین۔

جو کسی شخص پر اس کی زوجہ یا اس کی باندی غلام کو بگاڑ دے وہ ہمارے گروہ سے نہیں (امام احمد، بزار، ابن حبان اور حاکم نے اسے روایت کیا اور کہا یہ حدیث صحیح ہے اور سب نے اسے برقرار رکھتے ہوئے حضرت بریدہ سے روایت کیا۔ ابوداؤد اور حاکم نے سندِ صحیح کے ساتھ اسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا، اور طبرانی نے اوسط میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما کے حوالہ سے اسے روایت کیا۔ت)

رہا اس پر طعن کرنا اور نئی رسم بتانا یہ حکمِ خدا و رسول پر طعنہ ہے، ان لوگوں کو اپنے ایمان کی فکر چاہئے اور حکمِ شرع کے مطابق اپنی ناجائز رسم کی سند پکڑنی اور جاہل بزرگوں کا حوالہ دینا یہ کافروں کی خصلت تھی، ان سب پر توبہ فرض ہے، اللہ تعالٰی مسلمانوں کو نیک توفیق بخشے۔ واللہ تعالٰی اعلم

[1] المعجم الکبیر حدیث ۹۳۵ عن عقبہ ابن عامر رضی اللہ عنہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/ ۳۳۹

[2] مسند امام احمد عن بریدہ رضی اللہ تعالٰے عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۳۵۲

الترغیب والترھیب بحوالہ احمد وبزار وابن حبان کتاب النکاح مصطفی البابی مصر ۳/ ۸۲

موارد الظمآن حدیث ۱۳۱۸ المطبعۃ السلفیۃ ص ۳۲۰

المعجم الاوسط حدیث ۴۸۳۴ ۵/ ۴۲۰ وسنن ابی داؤد کتاب الادب ۲/ ۳۴۷

Marfat.com

رسالہ

مُرُوجُ النّجا لِخُرُوجِ النّساء

۱۳۱۶ھ

(عورتوں کے نکلنے کے بارے میں خلاصی کی چراگاہیں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱ **مسئلہ ۷۲ تا ۸۷** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسائلِ ذیل میں :

(۱) عورات کو اس مکان میں جہاں محارم وغیر محارم مرد اور عورتیں ہوں جانا جائز ہے یا ناجائز ؟

(۲) جس گھر میں نامحرم مرد وعورات ہیں وہاں عورت کو کسی تقریب شادی یا غمی میں برقع کے ساتھ جانا اور شریک ہونا جائز ہے یا نہیں ؟

(۳) جس مکان کا مالک نامحرم ہے لیکن اُس جلسہ عورات میں نہیں ہے اور اُس کا سامنا بھی نہیں ہوتا ہے مگر مالک مکان کی جورو اس عورت کی محرم ہے تو اس کو وہاں جانا جائز ہے یا نہیں ؟

(۴) ایسے گھر میں جن کے مالک تو نامحرم ہیں، مگر اس گھر میں کوئی عورت بھی اس عورت کی محرم نہیں ہے تو اس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں ؟

(۵) ایسے گھر میں کہ جس کا مالک نامحرم ہے، مگر وہاں ایک عورت اس عورت کی محرم ہے اور جو عورت محرم ہے وہ مالک مکان کی نامحرم ہے تو اس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں ؟

Marfat.com

(۶) ایسے گھر میں جہاں مالک تو نامحرم ہے مگر اُس گھر میں عورات اُس عورت کی محرم ہیں اور مالک جو نامحرم ہے وُہ گھر میں جہاں جلسہ عورات ہے آتا نہیں ہے تو اُس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں ؟

(۷) جس گھر کا مالک تو نامحرم ہے اور گھر میں آتا نہیں اور عورات بھی اُس گھر کی نامحرم ہیں تو اس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں ؟

(۸) جس گھر کا مالک محرم ہے اور لوگ نامحرم ہیں تو جانا جائز ہے یا ناجائز ہے ؟

(۹) جس گھر میں مالک نامحرم ہے مگر دوسرے شخص محرم ہیں حالانکہ سامنا نامحرموں سے نہیں ہوتا تو اس عورت کا جانا جائز ہے یا ناجائز ؟

(۱۰) جس گھر کے دو مالک ہیں، ایک اُس عورت کا خاوند ہے اور دوسرا نامحرم ہے تو اُس گھر میں جانا جائز ہے یا ناجائز ؟

(۱۱) جس گھر میں عام محفل ہے جہاں مذکورالصدر سب اقسام موجود ہیں اور عورات پردہ نشین و غیر پردہ نشین دونوں قسم کی موجود ہیں اور مرد بھی محارم اور غیر محارم ہیں مگر یہ عورت نامحرم مرد سے چادر وغیرہ سے پردہ کئے اُن عورتوں میں بیٹھ سکتی ہے تو ایسی حالت میں جانا جائز ہے یا ناجائز ہے ؟

(۱۲) جس گھر میں ایسی تقریب ہو رہی ہے جس میں منہیاتِ شرعیہ ہو رہے ہیں اُس میں کسی مرد یا عورت کو اس طرح سے جانا کہ وہ علیحدہ ایک گوشہ میں بیٹھے جہاں مواجہہ تو اس کی شرکت میں نہیں ہے مگر آواز وغیرہ آرہی ہے گو اُس آواز وغیرہ ناجائز امور سے اسے حظ بھی نہیں ہے اور نہ متوجہ اُس طرف ہے تو جانا جائز ہے یا نہیں ؟

(۱۳) جس گھر میں مالک وغیرہ نامحرم مگر اس عورت کے ساتھ محارم عورات بھی ہیں گو اُس گھر کے لوگ ان عورات کے نامحرم ہیں تو اُس کو جانا جائز ہے یا نہیں ؟

(۱۴) شقوق مذکورالصدر میں سے جو شقوق ناجائز ہیں اُن میں سے کسی شق میں عورت کو شوہر کا اتباع جائز ہے یا نہیں ؟

(۱۵) مرد کو اپنی بی بی کو ایسی مجالس و محافل میں شرکت سے منع کرنے اور نہ کرنے کا کیا حکم ہے اور عورت پر اتباع و عدم اتباع سے کس درجہ نافرمانی کا اطلاق اور کیا اثر ہوگا اور مرد کو شریک ہونے اور نہ ہونے کا کیا حکم ہے ؟

Marfat.com

(۱۶) جس مکان میں مجمع عورات محارم وغیر محارم کا ہو اور عورات محارم و نامحارم ایک طرف خاص پردہ میں باہم مجتمع ہوں اور مجمع مردوں کا بھی ہر قسم کے اُسی مکان میں عورات سے علیحدہ ہو لیکن آواز نامحرم مردوں کی عورات سُنتی ہیں اور ایسے مکان میں مجلس وعظ یا ذکر شریف نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام منعقد ہے تو ایسے جلسہ میں اپنے محارم کو بھیجنا یا نہ بھیجنا کیا حکم ہے اور نہ بھیجنے سے کیا محظور شرعی لازم ہوتا ہے اور انعقاد ایسی مجالس کا اپنے زنانہ مکانات میں کیسا ہے اور اُس ذاکر یا واعظ کو اپنے محارم یا غیر محارم کے ایسے مکان میں جانا چاہیئے یا نہیں فقط بیّنوا توجروا عند اللہ الوھاب (بیان کرو اللہ وہاب سے اجر پاؤ گے ت) مقصود سائل عورات محارم سے وہ قرابت دار ہیں جن کے مرد فرض کرنے سے نکاح جائز نہ ہو۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صور جزئیہ کے عرض جواب سے پہلے چند اصول وفوائد ملحوظ خاطر عاطر رہیں کہ بعونہ عزّ مجدہ شقوق مذکورہ وغیر مذکورہ سب کا بیان مبین اور فہم حکم کے مؤید و معین ہوں و باللہ التوفیق۔

اوّل: اصل کلی یہ ہے کہ عورت کو اپنے محارم رجال خواہ نساء کے پاس اُن کے یہاں عیادت یا تعزیت یا اور کسی مندوب یا مباح دینی یا دُنیوی حاجت یا صرف ملنے کے لئے جانا مطلقاً جائز ہے جبکہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو مثلاً بے ستری نہ ہو، مجمع فساق نہ ہو، تقریب ممنوع شرعی نہ ہو، ناچ یا گانے کی محفل نہ ہو، زنان فواحش وبیباک کی صحبت نہ ہو، جوبے شربت کے شیطانی گیت نہوں، سمدھنوں کی گالیاں سُننا سنانا نہو، نامحرم دولھا کو دیکھنا دکھانا نہو، رتجگے وغیرہ میں ڈھول بجانا گانا نہو۔

دوم: اجانب کے یہاں جہاں کے مرد و زن سب اس کے نامحرم ہوں شادی غمی زیارت عیادت اُن کی کسی تقریب میں جانے کی اجازت نہیں اگرچہ شوہر کے اذن سے، اگر اذن دے گا خود بھی گنہگار ہوگا سوا چند صور مفصلہ ذیل کے، اور ان میں بھی حتی الوسع تستر و تحرز اور فتنہ سے تحفظ فرض۔

سوم: کسی کے مکان سے مراد اُس کا مکان سکونت ہے نہ مکان ملک مثلاً اجنبی کے مکان میں بھائی کرایہ پر رہتا ہے جانا جائز، بھائی کے مکان میں اجنبی عاریۃً ساکن ہے جانا ناجائز۔

چہارم: محارم میں مردوں سے مراد وہ ہیں جن سے بوجہ علاقہ[ع] جزئیت ہمیشہ ہمیشہ کو نکاح حرام کہ

ع اراد الحد المتفق علیہ من ائمتنا واحترز بہ عن اللعان عند ابی یوسف فانہ عندہ حرمۃ ابدیۃ۔

Marfat.com

کسی صورت سے حلت نہیں ہوسکتی نہ بہنوئی یا پھوپھا یا خالو کہ بہن پھوپھی خالہ کے بعد اُن سے نکاح ممکن علاقۂ جزئیت رضاع و مصاہرت کو بھی عام مگر زنانِ جوان خصوصًا حسینوں کو بلاضرورت ان سے احتراز ہی چاہیے اور برعکس رواج عوام بیاہیوں کو کنواریوں سے زیادہ کہ ان میں نہ وہ حیا ہوتی ہے، نہ اُتنا خوف، نہ اُس قدر لحاظ، اور نہ اُن کا وہ رعب، نہ عامہ محافظین کو اس درجہ ان کی نگہداشت اور ذوق چشیدہ کی رغبت انجان نادان سے کہیں زائد لیس الخبر کالمعاینۃ (خبر معاینہ کی طرح نہیں ہوتی۔ ت) تو ان میں موانع ہلکے اور مقتضے بھاری اور صلاح و تقویٰ پر اعتماد سخت غلط کاری، مرد خود اپنے نفس پر اعتماد نہیں کرسکتا اور کرے تو جھوٹا اذ لاحول ولاقوۃ الا باللہ نہ کہ عورت جو عقل و دین میں اس سے آدھی اور رغبتِ نفسانی میں سَو گُنی، ہر مرد کے ساتھ ایک شیطان اور ہر عورت کے ساتھ دو، ایک آگے ایک پیچھے، تقبل شیطان و تدبر شیطان[1] والعیاذ باللہ العزیز الرحمٰن اللھم انی اسألک العفو والعافیۃ فی الدین والدنیا والاٰخرۃ لی وللمؤمنین و للمؤمنات جمیعا، اٰمین! اللہ عزیز و رحمٰن بچائے۔ یا اللہ! میں تجھ سے دنیا و آخرت میں اپنے لئے اور تمام مومنین و مومنات کے لئے معافی و عافیت طلب کرتا ہوں، آمین! (ت)

پنجم: محرم عورتوں سے وہ مراد کہ دونوں میں جسے مرد فرض کیجئے نکاح حرام ابدی ہو ایک جانب سے جریان کافی نہیں مثلاً ساس بہو تو باہم نامحرم ہی ہیں کہ اُن میں جسے مرد فرض کریں دوسرے سے بیگانہ ہے سوتیلی ماں بیٹیاں بھی آپس میں محرم نہیں کہ اگرچہ بیٹی کو مرد فرض کرنے سے حرمت ابدیہ ہے کہ وہ اس کے باپ کی مدخولہ ہے مگر ماں کو مرد فرض کرنے سے محض بیگانگی کہ اب وہ اس کے باپ کی کوئی نہیں۔

ششم: رہے وہ مواضع جو محارم واجانب کسی کے مکان نہیں اگر وہاں تنہائی وخلوت نہ ہے تو شوہر یا محرم کے ساتھ جانا ایسا ہی ہے جیسے اپنے مکان میں شوہر و محارم کے ساتھ رہنا اور مکان قید و حفاظت ہے کہ ستر و تحفظ پر اطمینان حاصل اور اندیشہائے فتنہ یکسر زائل، تو یوں بھی حرج نہیں اس قید کے بعد استثنا یک روزہ راہ کی حاجت نہیں کہ بے معیت شوہر یا مرد محرم عاقل بالغ قابل اعتماد حرام ہے اگرچہ محل خالی کی طرف، وجہ یہ کہ عورت کا تنہا مقام دور کو جانا اندیشۂ فتنہ سے عاری نہیں تو وہی قید

---

[1] صحیح مسلم کتاب النکاح باب ندب من رای امراۃ فوقعت فی نفسہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۴۹

Marfat.com

اس کے اخراج کو کافی، اور اگر مجمع محلِ جلوت ہے تو بے حاجتِ شرعی اجازت نہیں خصوصاً جہاں فضولیات وبطالات وخطیات وجہالت کا جلسہ ہو۔ جیسے سیر وتماشے، باجے تاشے، ندیوں کے پن گھٹ، ناؤ چڑھانے کے جمگھٹ، بلنظیر کے میلے، پھول والوں کے جھیلے، نوچندی کی بلائیں، مصنوعی کربلائیں، علَم تعزیوں کے کاوے، تخت جریدوں کے دھاوے، حسین آباد کے جلوے، عباسی درگاہ کے بلوے۔ ایسے مواقع مردوں کے جانے کے بھی نہیں، نہ کہ یہ نازک شیشیاں جنھیں صحیح حدیث میں ارشاد ہوا:

رویدك انجشة رفقا بالقواریر[1] انجشہ! دیکھنا، شیشیوں کو آہستہ لے چل۔(ت)

اور محلِ حاجت میں جس کی صورتیں مذکور ہوں گی بشرط تستر وتحفظ وتحرز فتنہ اجازت یک روزہ راہ بلکہ بزدِ تحقیق مناط اس سے کم میں بھی محافظ مذکور کی حاجت۔

ہفتم: یہ اور وُہ سب یعنی مکانِ غیر وغیر مکان میں جانا بشرائط مذکورہ جائز ہونے کی نو[9] صورتیں ہیں:

(۱) قابلہ (۲) غاسلہ (۳) نازلہ (۴) مریضہ (۵) مضطرہ (۶) حاجہ (۷) مجاہدہ (۸) مسافرہ (۹) کاسبہ۔

قابلہ: یہ کہ کسی عورت کو درد زہ ہو یہ دائی ہے۔

غاسلہ: جب کوئی عورت مرے یہ نہلانے والی ہے۔ ان دونوں صورتوں میں اگر شوہر دار ہے تو اذنِ شوہر ضرور جبکہ مہر معجل نہ ہو یا تھا تو پاچکی۔

نازلہ: جب اسے کسی مسئلہ کی ضرورت پیش آئے اور خود عالم کے یہاں جائے بغیر کام نہیں نکل سکتا۔

مریضہ: کہ طبیب کو بلا نہیں سکتی نبض کو دکھانے کی ضرورت ہے اسی طرح زچہ ومریضہ کا علاجاً حمام کو جانا جبکہ وہاں کسی طرف سے کشفِ عورت اور بند مکان میں گرم پانی سے گھر میں نہانا کفایت نہ ہو۔

مضطرہ: کہ مکان میں آگ لگی یا گرا پڑتا ہے یا چور گھس آئے یا درندہ آتا ہے، غرض ایسی کوئی حالت واقع ہوئی کہ حفظ دین یا ناموس یا جان کے لئے گھر چھوڑ کر کسی جائے امن وامان میں جائے بغیر چارہ نہیں اور عضو شق نفس اور مال اس کا شقیق ہے۔

حاجہ: ظاہر ہے اور زائرہ اس میں داخل کہ زیارت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰے

---

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب المعاریض مندوحۃ عن الکذب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۱۷
مسند احمد بن حنبل مروی از انس بن مالک رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۲۲۷

Marfat.com

علیہ وسلم تمتّع حج بلکہ متمتّع حج ہے۔

مجاھدہ: جب عیاذًا باللہ عیاذًا باللہ عیاذًا باللہ اسلام کو حاجت اور بحکم امام نفیر عام کی نوبت ہو فرض ہے کہ ہر غلام بے اذنِ مولیٰ ہر پسر بے اذنِ والدین، ہر پردہ نشین بے اذنِ شوہر جہاد کو نکلے جبکہ استطاعتِ جہاد و سلاح و زاد ہو۔

مسافرہ: جو عورت سفرِ جائز کو جائے مثلاً والدین مدت سفر پر ہیں یا شوہر نے کہ دُور نوکر ہے اپنے پاس بُلایا اور محرم ساتھ ہے تو منزلوں پر سرا وغیرہ میں اُترنے سے چارہ نہیں۔

کاسبہ: عورت بے شوہر ہے یا شوہر بے جو ہر کر خبرگیری نہیں کرتا، نہ اپنے پاس کچھ کہ دن کاٹے، نہ اقارب کو توفیق یا استطاعت، نہ بیت المال منتظم، نہ گھر بیٹھے دستکاری پر قدرت، نہ محارم کے یہاں ذریعہ خدمت، نہ بحال بے شوہری کسی کو اس سے نکاح کی رغبت تو جائز ہے کہ بشرط تحفظ و تحرز اجانب کے یہاں جائز وسیلہ رزق پیدا کرے جس میں کسی مرد سے خلوت نہ ہو حتی الامکان وہاں ایسا کام لے جو اپنے گھر آ کر کرلے جیسے سینا پسینا، ورنہ اس گھر میں نوکری کرلے جس میں صرف عورتیں ہوں یا نابالغ بچے، ورنہ جہاں کا مرد متقی پرہیزگار ہو اور ساٹھ ستّر برس کی پیرزال بدشکل کریہہ النظر کو خلوت میں بھی مضائقہ نہیں۔

تنبیہ: ان کے سوا تین صورتیں اور بھی ہیں: شاہدہ، طالبہ، مطلوبہ۔

شاھدہ: وہ جس کے پاس کسی حق اللہ مثل رؤیت ہلال رمضان و سماعِ طلاق و عتق وغیرہا میں شہادت ہو اور ثبوت اس کی گواہی و حاضری دار القضا پر موقوف خواہ بشرط مذکور کسی حق العبد مثل عتقِ غلام و نکاح معاملات مالیہ کی گواہی اور مدعی اس سے طالب اور قاضی عادل اور قبول مامول اور دن کے دن گواہی دے کر واپس آسکے۔

طالبہ: جب اس کا کسی پر حق آتا ہو اور بے جائے دعویٰ نہیں ہوسکتا۔

مطلوبہ: جب اس پر کسی نے غلط دعویٰ کیا اور جواب دہی میں جانا ضرور۔

یہ صورتیں بھی علمائے نے شمار فرمائیں، مگر بحمد اللہ تعالیٰ پردہ نشینوں کو ان کی حاجت نہیں کہ اُن کی طرف سے وکالت مقبول اور حاکمِ شرع کا خود آ کر نائب بھیج کر اُن سے شہادت لینا معمول۔ یہ بیان کافی و صافی، بحمد اللہ تعالیٰ تمام صُوَر کو حاوی و وافی، بعونہٖ تعالیٰ اب جواب جزئیات ملاحظہ ہو۔

جواب سوال اول: وہ مکان محارم ہے یا مکان غیر یا غیر مکان اور وہاں جانے کی طرف حاجت شرعیہ داعی یا نہیں سب صُوَر کا مفصل بیان مع شرائط و مستثنیات گزرا۔

Marfat.com

جواب سوال دوم: اگر یہ مراد کہ نامحرم بھی ہیں تو وہی سوال اول ہے اور اگر یہ مقصود کہ نامحرم ہی ہیں تو جواب ناجائز مگر بصور استثناء۔

جواب سوال سوم: زنِ محرم کے یہاں اس کی زیارت عیادت تعزیت کسی شرعی حاجت کے لئے جانا بشرائط مذکورۂ اصل اول جائز مگر کتب معتمدہ مثل مجموع النوازل وخلاصہ وفتح القدیر وبحر الرائق واشباہ وغمز العیون وطریقہ محمدیہ ودرمختار وابو السعود وشرنبلالیہ وہندیہ وغیرہ میں ظاہر کلمات ائمہ کرام شادیوں میں جانے سے مطلقاً ممانعت ہے اگرچہ محارم کے یہاں علامہ احمد طحطاوی نے اسی پر جزم اور علامہ مصطفٰے رحمتی وعلامہ محمد شامی نے اسی کا استظہار کیا اور یہی مقتضٰی ہے حدیث عبداللہ بن عمرو وحدیث خولہ بنت الیمان وحدیث عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالٰی عنہم کا"

فلتنظر نفس ما ذا تری۔ (پس ہر جان کو غور کرنا چاہیے کہ کچھ غور کرنا ہے۔ ت)
اور اگر شادیاں اُن فواحش ومنکرات پر مشتمل ہوں جن کی طرف ہم نے اصل اول میں اشارہ کیا تو منع یقینی ہے اور شوہر دار کو تو شوہر بہرحال اس سے روک سکتا ہے جبکہ مہر معجل سے کچھ باقی نہ ہو۔

جواب سوال چہارم: نہ مگر باستثناء مذکور۔

جواب سوال پنجم: وہ مکان اگر اس زنِ محرم کا مسکن ہے تو اس کے پاس جانا تفصیل مذکور جواب سوم پر ہے ورنہ یوں کہ نامحرموں کے یہاں دو بہنیں جائیں کہ وہاں ہر ایک دوسرے کی محرم ہوگی اجازت نہیں کہ ممنوع وممنوع مل کر نا ممنوع نہ ہوں گے۔

جواب سوال ششم: اگر وہ مکان اُن زنان محارم کا ہے تو جواب جوابِ سوم ہے کہ گزرا ورنہ جواب ہفتم کہ آتا ہے۔

جواب سوال ہفتم: اللّٰھم انی اعوذبک من الفتن والاٰفات وعوار العورات (اے اللہ! فتنوں، آفتوں اور عورتوں کے مکر سے تیری پناہ۔ ت) یہ مسئلہ مکان اجانب میں زنان اجنبیہ کے پاس عورتوں کے جانے کا ہے، علماءِ کرام نے مواضع استثناء ذکر کرکے فرمادیا:

وفیما عدا ذٰلک وان اذن کانا عاصیین منه[1] — ان کے ماوراء میں اور اگر شوہر اذن دے تو وہ بھی گنہگار۔

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب النکاح الفصل الخامس عشر فی الحظر والاباحۃ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۵۳

Marfat.com

اس نفی کا عموم سب کو شامل، پھر ان مواضع میں ماں کے پاس جانا بھی شمار فرمایا اور دیگر محارم کے پاس بھی، اور اس کی مثال خانیہ[1] وغیرہا میں خالہ و عمہ و خواہر سے دی، نیز علماء نے قابلہ و غاسلہ کا استثناء کیا اور یہ ظاہر کہ وہ نہ جائیں گی مگر عورات کے پاس اگر زنانِ اجنبیہ کے پاس جانا مواضع استثناء سے مخصوص نہ ہوتا استثناء میں مادر و خالہ و خواہر و عمہ و قابلہ و غاسلہ کے ذکر کے کوئی معنے نہ تھے احادیث ثلٰثہ مشار الیہا میں ارشاد ہوا عورتوں کے اجتماع میں خیر نہیں[2]، حدیثین اولین میں اس کی علت فرمائی کہ وہ جب اکٹھی ہوتی ہیں بیہودہ باتیں کرتی ہیں[3]۔ حدیث ثالث میں فرمایا ان کے جمع ہونے کی مثال ایسی ہے جیسے صیقل گر نے لوہا تپایا جب آگ ہوگیا کوٹنا شروع کیا جس چیز پر اس کا پھول پڑا جلادی[4] رواھن جمیعا الطبرانی فی الکبیر (جمیع احادیث کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا) عورتیں کہ بوجہ نقصان عقل و دین سنگدل اور امر حق سے کم منفعل ہیں ولذا لم یکمل منھن الا قلیل (عورتوں سے کوئی کام کامل نہ ہو مگر قلیل۔ت) لوہے سے تشبیہ دی گئیں اور نار شہوات و خلاعات کہ ان میں رجال سے سو حصہ زائد مشتعل لوہار کی بھٹی اور ان کا مخلے بالطبع ہو کر اجتماع لوہے اور ہتھوڑے کی صحبت اب جو چنگاریاں اڑیں گی دین، ناموس، حیا، غیرت جس پر پڑیں گی صاف پھونک دیں گی، سلمٰی پارسا ہے ہاں پارسا ہے، وبارک اللہ، مگر جانِ برادر! کیا پارسائیں معصوم ہوتی ہیں، کیا صحبتِ بد میں اثر نہیں، جب قیموں سے جدا خود سر و آزاد ایک مکان میں جمع اور قیموں کے آنے دیکھنے سے بھی اطمینان حاصل فانما خلقت من ضلع اعوج[5] کج سے بنی کج ہی چلے گی، آپ نادان ہے تو شدہ سیکھ کر رنگ بدلے گی جسے تشقیعِ زناں کی پروا نہیں یا حالاتِ زماں سے آگاہ نہیں اول ظالم کا تو نام نہ لیجئے اور ثانی صالح سے گزارش کیجئے ع

معذور دارمت کہ تو اور اندیدہ

(مجھے معذور رکھ کہ تو نے اسے دیکھا نہیں۔ت)

---

[1] فتاوٰی قاضیخان کتاب النکاح باب النفقۃ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۹۴

[2] المعجم الکبیر مروی عن عبداللہ بن عمر حدیث ۱۳۲۲۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۲/ ۳۱۷

[3] 〃 〃 خولہ بنت الیمان 〃 ۶۳۲ 〃 〃 ۲۴/ ۲۴۶

المعجم الاوسط حدیث ۱۲۶۷ مکتبۃ المعارف الریاض ۸/ ۶۴

[4] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی کتاب الاذکار باب ماجاء فی مجالس الذکر دار الکتاب بیروت ۱۰/ ۷۷، ۷۸

[5] صحیح البخاری کتاب الانبیاء ۱/ ۴۶۹ و کتاب النکاح ۱/ ۷۷۹ قدیمی کتب خانہ کراچی

صحیح مسلم کتاب الرضاع باب الوصیۃ بالنساء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۷۵

Marfat.com

مجمع زناں کی شناعات وہ ہیں کہ لاینبغی ان تذکر فضلا ان تسطر (جن کا ذکر نامناسب ہے چہ جائیکہ لکھا جائے۔ ت) جسے ان نازک شیشوں کو صدمے سے بچانا ہو تو راہ یہی ہے کہ شیشیاں شیشیاں بھی بے حاجتِ شرعیہ نہ ملنے پائیں کہ آپس میں مل کر بھی ٹھیس کھا جاتی ہیں حاجات شرعیہ وہی جو علمائے کرام نے استثناء فرما دیں، غرض احادیثِ مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہلکا نہیں کہ اجتماعِ نساء میں خیر واصلاح نہیں آئندہ اختیار بدست مختار۔

جوابِ سوال ہشتم ونہم: ان دونوں سوالوں کا جواب بعد ملاحظہ اصل سوم وجوابات سابقہ ظاہر کہ بعد اسقاطِ اعتبار ملک ولحاظ سکونت یہ اُن سے جدا کوئی صورت نہیں۔

جوابِ سوال دہم: ملک کا حال وہی ہے جو اُوپر گزرا، اور شوہر کے پاس جانا مطلقاً جائز جبکہ ستر حاصل اور تحفظ کامل اور ہر گونہ اندیشۂ فتنہ زائل اور موقع غیر موقع ممنوع وباطل ہو، اور شوہر جس مکان میں رہے اگرچہ ملک مشترک بلکہ غیر کی ملک ہو اُس کے پاس رہنے کی بھی بشرائط معلومہ مطلقاً اجازت بلکہ جب نہ مہر معجل کا تقاضا نہ مکان مغصوب ہونے کے باعث دین یا جان کا ضرر ہو اور شوہر شرائط سکنائے واجبہ مذکورۂ فقہ بجالایا ہو تو واجب، انھیں شرائط سے واضح ہوگا کہ مسکن میں اوروں کی شرکت سکونت کہاں تک تحمل کی جاسکتی ہے اتنا ضروری ہے کہ عورت کو ضرر دینا بنصِ قطعی قرآن عظیم حرام ہے، اور شک نہیں کہ اجنبی مرد تو مرد ہیں سَوتن کی شرکت بھی ضرر رساں، اور جہاں ساس، نند، دیورانی، جٹھانی سے ایذا ہو تو ان سے بھی جدا رکھنا حقِ زناں، والتفصیل فی ردالمحتار۔

جوابِ سوال یازدہم: یہ تقریباً وہی سوال ہے محارم کے یہاں بشرائط جائز۔ جوابِ سوم بھی ملحوظ رہے ورنہ خدا کے گھر یعنی مساجد سے بہتر عام محفل کہاں ہوگی، اور ستر بھی کیسا کہ مردوں کی ادھر ایسی پیٹھ کہ منہ نہیں کرسکتے اور انھیں حکم کہ بعد سلام جب تک عورتیں نہ نکل جائیں نہ اٹھو مگر علماء نے اولاً کچھ تخصیصیں کیں جب زمانہ فتن کا آیا مطلقاً ناجائز فرما دیا۔

جوابِ سوال دوازدہم: اگر جانے میں اس حالت میں جانے سے انکار کروں تو انھیں منہیات کا چھوڑنا پڑے گا تو جب تک ترک نہ کریں جانا ناجائز، اور جانے کہ میں جاؤں تو میرے سامنے منہیات نہ کرسکیں گے تو جانا واجب، جبکہ خود اس جانے میں منکر کا ارتکاب نہ ہو، اور اگر نہ یہ نہ وہ تو محلِ عار وطعن وبدگوئی وبدگمانی سے احتراز لازم، خصوصاً مقتدا کو، ورنہ بشرائطِ معلومہ جبکہ حالت حالت مذکورہ سوال ہو کہ اسے نہ حظ نہ توجہ، اگرچہ تحریم نہیں، مگر حدیث ابن عمر

Marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ شہنا کی آواز سن کر کانوں میں انگلیاں دیں اور یہی فعل حضور پرنور سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے نقل کیا اُس سے احتراز کی طرف داعی خصوصًا نازک دل عورتوں کے لئے حدیثِ انجشہ ابھی گزری اور صلاح پر اعتماد نری غلطی ع

بسا کیں آفت از آواز خیزد
(بہت دفعہ آواز سے آفت آپڑتی ہے۔ت)

ع
حسن بلائے چشم ہے نغمہ وبالِ گوش ہے

جواب سوال سیزدہم: جواب پنجم ملاحظہ ہو، عورت کا عورت کے ساتھ ہونا زیادت عورت ہے نہ حفاظت کی صورت سونے پر سونا جتنا بڑھاتے جائیے محافظ کی ضرورت ہوگی نہ کہ ایک تو ڑا دوسرے کی نگہداشت کرے۔

جواب سوال چہاردہم: گناہ میں کسی کا اتباع نہیں ہاں وہ صورتیں جہاں منع صرف حق شوہر کے لئے ہے جیسے مہر معجل نہ رکھنے والی کا ہفتے کے اندر والدین یا سال کے اندر دیگر محارم کے یہاں جانا وہاں شب باش ہونا بہ اجازت شوہر سے جائز ہوجائے گا' والا لا۔

جواب سوال پانزدہم: الرجال قوامون علی النساء[1] (مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔ت) مرد کو لازم کہ اپنی اہلیہ کو حتی المقدور مناہی سے روکے یایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا[2] (اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل خانہ کو آگ سے بچاؤ۔ت) عورت بحال نافرمانی دوہری گناہگار ہوگی، ایک گناہِ شرع، دوسرے گناہِ نافرمانی شوہر، اس سے زیادہ اثر جو عوام میں مشتہر کہ بے اذن جائے تو نکاح سے جائے غلط اور باطل، مگر جبکہ شوہر نے ایسے جانے پر طلاق بائن معلق کی ہو مرد ہر مجلس خالی عن المنکرات میں شریک ہوسکتا ہے اور نہی عن المنکر کے لئے مجالس منکرہ میں بھی جانا ممکن جبکہ مشیر فتنہ نہ ہو والفتنۃ اکبر من القتل[3] (فتنہ قتل سے بڑا ہے۔ت) مگر تجسس واتباع عورات و دخول دارِ غیر بے اذن کی اجازت نہیں۔

جوابِ سوال شانزدہم: عورتوں کے لئے محرم عورت کے معنی اصل پنجم میں گزرے اور نہ بھیجنے

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۳۴
[2] " ۶۶/ ۶
[3] " ۲/ ۲۱۷

Marfat.com

میں اصلاً محذورِ شرعی نہیں اگرچہ مجلس محارم زن کے یہاں ہو بلکہ اگر واعظ اکثر واعظانِ زمانہ کی طرح نہ جاہل و ناعاقل و بیباک و ناقابل ہوتے ہیں مبلغ علم کچھ اشعار خوانی یا بے سرو پا کہانی یا تفسیر مصنوع یا تحدیث موضوع، نہ عقائد کا پاس نہ مسائل کا احتفاظ، نہ خدا سے شرم نہ رسول کا لحاظ، غایت مقصود پسندِ عوام اور نہایت مراد جمع حطام، یا ذاکر ایسے ہی ذاکرین غافلین مبطلین جاہلین سے کہ رسائل پڑھیں تو جہّال مغرور کے اشعار گائیں تو شعراء بے شعور کے انبیاء کی توہین، خدا پر اتہام اور نعت و منقبت کا نام بدنام، جب تو جانا بھی گناہ بھیجنا بھی حرام، اور اپنے یہاں انعقاد مجمع آثام، آج کل اکثر مواعظ و مجالس عوام کا یہی حال پُر ملال، فانا للہ و انا الیہ راجعون۔ اسی طرح اگر عادت نساء سے معلوم یا مظنون کہ بنام مجلس وعظ و ذکر اقدس جائیں اور سُنیں نہ سنائیں بلکہ عین وقتِ ذکر اپنی کھچڑیاں پکائیں جیسا کہ غالب احوال زنان زماں، تو بھی ممانعت ہی سبیل ہے کہ اب یہ جانا اگرچہ بنام خیر مگر مروجہ غیر ہے ذکر و تذکیر کے وقت لغو و لفظ شرعاً ممنوع و غلط، اور اگر ان سب مفاسد سے خالی ہو اور وہ قلیل و نادر ہے تو محارم کے یہاں بشرائط معلومہ بھیجنے میں حرج نہیں اور غیر محارم یعنی مکان غیر یا غیر مکان میں بھیجنا اگر کسی طرح احتمالِ فتنہ یا منکر کا مظنہ یا وعظ و ذکر سے پہلے پہنچ کر اپنی مجلس جمانا یا بعد ختم اُسی مجمع زناں کا رنگ منانا ہو تو بھی نہ بھیجے کہ منکر و نامنکر اور بلحاظ تقریر جواب سوم و ہفتم یہ شرائط عام تر، اور اگر فرض کیجئے کہ واعظ و ذاکر عالم سنی متدین ماہر اور عورتیں جا کر حسب آداب شرع بحضور قلب سمع میں مشغول رہیں اور حال مجلس و سابق و لاحق و ذہاب و ایاب بلکہ جملہ اوقات میں جمیع منکرات و شنائع مالوفہ و غیر مالوفہ، معروفہ و غیر معروفہ سب سے تحفظ تام و تحرز تمام پر اطمینان کافی و وافی ہو، اور سبحان اللہ کہاں تحرز اور کہاں اطمینان، تو محارم کے یہاں بھیجنے میں اصلاً حرج نہیں ہے نہ اجانب فھذا مما استخیر اللہ تعالٰی فیہ (یہ وہ جس میں اللہ تعالٰی سے خیر کی دعا ہے۔ ت)

وجیز کردری میں فرمایا: عورت کا وعظ سننے کو جانا لاباس بہ ہے[1]، جس کا حاصل کراہت تنزیہی۔

امام فخر الاسلام نے فرمایا: وعظ کی طرف عورت کا خروج مطلقاً مکروہ، جس کا اطلاق مفید کراہت تحریمی، اور انصاف کیجئے تو عورت کا بستر کامل وحفظ شامل اپنے گھر کے پاس مسجد میں صلحاء محارم کے ساتھ تکبیر کے وقت جا کر نماز میں شریک ہونا اور سلام ہوتے ہی دو قدم رکھ کر گھر میں جانا ہرگز فتنہ کی گنجائشوں تو سیعوں کا ویسا احتمال نہیں رکھتا جیسا غیر محلہ غیر جگہ بے معیت محرم

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الفصل الثامن عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۵۷

Marfat.com

مکانِ اجانب و لحاظہ مقبوضہ اباعد میں جاکر مجمع ناقصات العقل والدین کے ساتھ مخلّے بالطبع ہونا پھر اسے علماء نے بلحاظ زمان مطلقاً منع فرما دیا با آنکہ صحیح حدیثوں میں اُس سے ممانعت کی ممانعت موجود اور حاضری عیدین پر تو یہاں تک تاکید اکید کہ حیض والیاں بھی نکلیں، اگر چادر نہ رکھتی ہوں دوسری اپنی چادروں میں شریک کریں، مصلّے سے الگ بیٹھی خیر و دعاء مسلمین کی برکت لیں تو یہ صورت اولیٰ بالمنع ہے شرع مطہر فقط فتنہ ہی سے منع نہیں فرماتی بلکہ کلیۃً اس کا سدِ باب کرتی اور حیلہ و وسیلہ شر کے یکسر پر کترتی ہے غیروں کے گھر جہاں نہ اپنا قابو نہ اپنا گزر حدیث میں تو اپنے مکانوں کی نسبت آیا لا تسکنوھن الغرف[1] عورتوں کو بالاخانوں پر نہ رکھو۔ یہ وہی طائرِ نگاہ کے پر کترتے ہیں شرع مطہر نہیں فرماتی کہ تم خاص لیلیٰ وسلمیٰ پر بدگمانی کرو یا خاص زید و عمرو کے مکانوں کو مظنۂ فتنہ کہو یا خاص کسی جماعتِ زناں کو مجمع ناشائستنی بتاؤ مگر ساتھ ہی یہ بھی فرماتی ہے کہ ان من الحزم سوء الظن (بدگمانی میں حفاظت ہے۔ ت) ؎

نگہ دارد آں شوخ درکیسہ دُر   کہ داند ہمہ خلق را کیسہ بُر

(نگاہ رکھ اے ہوشیار آدمی جیب میں موتی والے، کیونکہ جیب کترے ہر ایک کو جانتے ہیں۔ ت)

صالح و طالح کسی کے منہ پر نہیں لکھا ہوتا ظاہر ہزار جگہ خصوصاً اس زمن فتن میں باطن کے خلاف ہوتا ہے، اور مطابق بھی ہو تو صالحین و صالحات معصوم نہیں اور علم باطن و ادراک غیب کی طرف راہ کہاں اور سب سے درگزرے تو آج کل عامۂ ناس خصوصاً نساء میں بڑا ہنر آن ہوی جوڑ لینا طوفان لگا دینا ہے کاجل کی کوٹھڑی کے پاس ہی کیوں جائیے کہ دھبا کھائیے، لاجرم سبیل یہی ہے کہ بالکل درباہی جلا دیا جائے ؏

وہ سرہی ہم نہیں رکھتے جسے سودا ہو ساماں کا

شرع مطہر حکیم ہے اور مومنین اور مومنات پر رؤف و رحیم، اس کی عادت کریمہ ہے کہ ایسے مواضع احتیاط میں ما بہ باس کے اندیشہ سے مالا باس بہ کہہ کر منع فرماتی ہے جب شراب حرام فرمائی اُس صورت کے برتنوں میں نبیذ ڈالنی منع فرما دی جن میں شراب اٹھایا کرتے تھے زید کہے بارہا ایسے مجامع ہوتے ہیں کبھی فتنہ نہ ہوا، جانِ برادر علاج واقعہ کیا بعد الوقوع چاہیے ما کل مرۃ تسلم الجرۃ (مٹکا ہر مرتبہ سالم نہیں رہتا۔ ت) ؏

---

[1] تاریخ بغداد ترجمہ یحییٰ بن زکریا نمبر ۷۵۲۰ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴/۲۲۴

Marfat.com

ہر بار سبو ز چاہ سالم نرسد (بھرا مٹکا ہر بار کنویں سے سالم نہیں پہنچاتا)
اکل وشرب وغیرہا کی صدہا صورتوں میں اطبار لکھتے ہیں یہ مضر ہے اور لوگ ہزار بار کرتے ہیں طبیعت کی قوت ضد کی مقاومت تقدیر کی مساعدت کہ ضرر نہیں ہوتا اس سے اس کا بے غائلہ ہونا سمجھا جائیگا خدا پناہ دے بُری گھڑی کہہ کر نہیں آتی اجنبیوں سے علمار کا ایجاب حجاب آخر اسی سد فتنہ کے لئے ہے پھر سوا چند توفیق رفیق بندوں کے چچا ماموں خالہ پھوپھی کے بیٹوں، کنبے بھر کے رشتہ داروں کے سامنے ہونے کا کیسا رواج ہے اور اللہ بچاتا ہے فتنہ نہیں ہوتا اس سے بدتر عام خدا ناترس ہندیوں کے وہ بدلحاظی کے لباس آدھے سر کے بال اور کلائیاں اور کچھ حصہ گلو وشکم وساق کا کھلا رہنا تو کسی گنتی شمار ہی میں نہیں، اور زیادہ بانکپن ہوا تو دوپٹہ شانوں پہ ڈھلکا ہوا کریب یا جالی باریک یا خاص ململ کا جس سے سب بدن چمکے اور اس حالت کے ساتھ اُن رشتہ داروں کے سامنے پھرنا بااینہمہ وہ رؤف ورحیم حفظ فرماتا ہے فتنہ نہیں ہوتا ان اعضار کا ستر کیا لعینہٖ واجب تھا حاشا بلکہ وہی دواعی وسد باب، پھر اگر ہزار بار دواعی نہ ہوئے تو کیا وہ حکم حکمت باطل ہوجائینگے، شرع مطہر جب مظنہ پر حکم دائر فرماتی ہے اصل علت پر اصلاً مدار نہیں رکھتی وُہ چاہے کبھی نہ ہو نفس مظنہ پر حکم چلے گا فقیر کے پاس تو یہ ہے اور جو اس سے بہتر جانتا ہو مجھے مطلع کرے، بہرحال اس قدر یقینی کہ بھیجنا محتمل اور نہ بھیجنا بالاجماع جائز وبے خلل۔ لہٰذا فقیر غفر اللہ تعالٰی لہٗ کے نزدیک اسی پر عمل رہا واعظ وذاکر وہ بشرطیکہ جس منکر پر اطلاع پائے حسبِ قدرت انکار و ہدایت کرے ہر مجلس میں جاسکتا ہے، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم

رسالہ مروج النجا لخروج النساء ختم شد

مسئلہ از المورہ محلہ نقاری ٹولہ متصل تحصیل مرزا قاسم بیگ عنایت بیگ ۴ ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ

جناب مولانا صاحب مخدوم ومطاع بندہ زاد اللہ اشفاقہم بعد از تسلیم مع التکریم مدعا یہ ہے کہ ایک لڑکی ہے اُس نے اپنے نان ونفقہ کا دعوٰی کیا ہے اور اُس لڑکی کو اس کے خاوند نے مار کر نکال دیا اس نے اپنے نان ونفقہ کا دعوٰی کیا ہے مگر اس میں یہ ہے کہ اُس لڑکی کا دعوٰی کیا فوجداری میں صاحب مجسٹریٹ نے یہ حکم دیا کہ بڑے سول سرجن کا ملاحظہ کراؤ تو اس میں یہ ہے کہ اگر بڑا ڈاکٹر ملاحظہ کرے تو اس میں نکاح سے باہر ہوگی یا نہ ہوگی، دیکھنا بڑے ڈاکٹر کا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بڑا ڈاکٹر خواہ چھوٹا، مسلمان ہو خواہ غیر مذہب کا، اپنا ہو خواہ پرایا، باپ ہو خواہ بیٹا، غرض

Marfat.com

شوہر کے سوا کوئی مرد ہو اُسے دکھانا حرام قطعی ہے سخت گناہ شدید ہے۔ اول تو نان نفقہ کے دعوے
عورت کا ستر عورت دکھانے کی کوئی ضرورت نہیں، اگر ضرورت ہو بھی کہ مرد دعوٰی کرے یہ عورت مرد
قابل نہیں تو ایسی صورت میں حکم یہ ہے کہ حاکم کسی مسلمان عورت کو حکم دے کہ وہ دیکھ کر بیان کرے مرد
دکھانا مذہب اسلام کے بالکل خلاف ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۹ مرسلہ محمد اکرم حسین از دوہری بوساطت مولانا حامد حسین صاحب رامپوری مدرس ا
مدرسہ اہلسنت بریلی ۱۵ جمادی الاولٰی ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ شوہر اپنی بی بی اور بی بی
شوہر کو غسل دے سکتی ہے یا نہیں؟ اور اس کا چھونا کیسا ہے یعنی مرد اپنی عورت کو اور عورت اپ
شوہر کو چھو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

زن و شو کا باہم ایک دوسرے کو حیات میں چھونا مطلقاً جائز ہے حتی کہ فرج و ذکر کو بلکہ بہ نیت صا
موجب ثواب و اجر ہے کما نص علیہ سیدنا الامام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ (جیسا کہ ہمارے
سردار امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کی تصریح فرمائی۔ ت) البتہ بحالت حیض و نفاس
زیر ناف زن سے زیر زانو تک چھونا منع ہوتا ہے علٰی قول الشیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما ب
یفتٰی (امام اعظم اور قاضی امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما کے ارشاد کے مطابق یہ حکم ہے اور اسی کے
مطابق فتوٰی دیا جاتا ہے۔ ت) اسی طرح اور عوارضِ خاصہ مثل صوم و اعتکاف و احرام وغیرہا کے باعث
اُن عوارض تک ممانعت ہو جاتی ہے، اور شوہر بعد وفات اپنی عورت کو دیکھ سکتا ہے مگر اُس کے
بدن کو چھونے کی اجازت نہیں لانقطاع النکاح بالموت (اس لئے کہ موت واقع ہو جانے سے نکاح
منقطع ہو جاتا ہے۔ ت) اور عورت جب تک عدت میں ہے اپنے شوہر مُردہ کا بدن چھو سکتی اُسے
غسل دے سکتی ہے جبکہ اس سے پہلے بائن نہ ہو چکی ہو،

لبقاء النکاح فی حقھا بالعدۃ نص علی ذلک فی تنویر الابصار والدر المختار وغیرھما من معتمدات الاسفار۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

اس لئے کہ عدت کی وجہ سے عورت کے حق میں اس کا نکاح باقی رہتا ہے چنانچہ تنویر الابصار اور درمختار اور ان کے علاوہ دیگر متعدد بڑی کتب میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۰ ۲۱ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہ کون کون اشخاص ہیں کہ جن سے نکاح حرام او

Marfat.com

وہ کون کون ہیں جن سے پردہ کرنا درست نہیں۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

پردہ صرف اُن سے نادرست ہے جو بسبب نسب کے عورت پر ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہوں اور کبھی کسی حالت میں اُن سے نکاح ممکن ہو جیسے باپ، دادا، نانا، بھائی، بھتیجا، بھانجا، چچا، ماموں، بیٹا، پوتا، نواسا۔ ان کے سوا جن سے نکاح کبھی درست ہے اگرچہ فی الحال ناجائز ہو جیسے بہنوئی جب تک بہن زندہ ہے یا چاچا، ماموں، خالہ، پھوپھی کے بیٹے۔ یا جیٹھ، دیور ان سے پردہ واجب ہے۔ اور جن سے نکاح ہمیشہ کو حرام ہے کبھی حلال نہیں ہوسکتا مگر وجہِ حُرمت علاقہِ نسب نہیں بلکہ علاقہ رضاعت ہے جیسے دُودھ کے رشتے سے باپ، دادا، نانا، بھائی، بھتیجا، بھانجا، چچا، ماموں، بیٹا، پوتا، نواسا۔ یا علاقہ صہر ہو جیسے خسر، ساس، داماد، بہو، ان سب سے نہ پردہ واجب ہے نہ نادرست ہے کرنا نکرنا دونوں جائز، اور بحالتِ جوانی یا احتمالِ فتنہ پردہ کرنا ہی مناسب ہے، خصوصاً دودھ کے رشتے میں، کہ عوام کے خیال میں اس کی ہیبت بہت کم ہوتی ہے جن سے نکاح حرام ہے ان کی بعض مثالیں اوپر گزریں اور پوری تفصیل آٹھ دس ورق میں آئے گی کتبِ فقہ میں مفصل مسطور ہے جو خاص امر درپیش ہو اُسی سے سوال کافی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۱ نامحرم عورتوں کو اندھے سے پردہ کرنا لازم ہے اس زمانہ میں، یا نہیں؟ اور مقتضی احتیاط کیا ہے؟

الجواب

اندھے سے پردہ ویسا ہی ہے جیسا آنکھ والے سے۔ اور اس کا گھر میں جانا عورت کے پاس بیٹھنا ویسا ہی ہے جیسا آنکھ والے کا۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

افعمیاوان انتما الستما تبصرانہ[۱]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ کیا تم دونوں اندھی ہو کیا تم اسے دیکھ نہیں رہی ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ خلوت اجنبیہ کے ساتھ جائز اور زنانِ شوہردار پر پردہ کرنا واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

خلوت اجنبیہ کے ساتھ حرام ہے۔ احادیث امیرالمومنین عمر وعبداللہ بن عمرو جابر بن سمرہ وعامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم میں مرفوعاً وارد:

---

[۱] جامع الترمذی ابواب الاستیذان والادب باب ماجاء احتجاب النساء من الرجال امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۱

Marfat.com

الا لا یخلون رجل بامرأۃ الا کان ثالثھما الشیطان[1] سُن لو یعنی آگاہ ہوجاؤ کہ کوئی مرد کسی غیر محرم عورت کے پاس اکیلا نہیں بیٹھتا مگر حال یہ ہوتا ہے کہ تیسرا ان کے ساتھ شیطان ہوتا ہے (لہٰذا وہ یعنی انھیں برائی میں ڈالنے کی کوشش کرتا ہے

وفی الاشباہ وتحرم الخلوۃ بالاجنبیۃ ویکرہ الکلام معھا۔[2]

اور الاشباہ والنظائر (کتبِ فقہ میں ہے) کہ غیر محرم عورت کے ساتھ تنہا بیٹھنا (اور خلوت اختیار کرنا) شرعاً حرام ہے، اور اس سے باتیں کرنا مکروہ اور ناپسندیدہ کام ہے۔(ت)

اور زنان حرام کو بنصِ قرآن ستر واجب، اور جوان عورت کو اس زمانہ میں حجاب لازم،

فی الدرالمختار وینظر من الاجنبیۃ الی وجھھا فحل النظر مقید بعدم الشھوۃ والاحرام وھذا فی زمانھم اما فی زماننا فمنع من الشابۃ قھستانی وغیرہ انتھی[3] ملخصاً۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے کسی اجنبیہ (غیر متعلقہ) عورت کو (مرد) دیکھ سکتا ہے لیکن اس دیکھنے کا جائز ہونا اس قید سے مقید ہے کہ دیکھنے والا بشہوت نہ دیکھے ورنہ عورت کی طرف دیکھنا حرام ہے، اور یہ حکم اُن کے زمانے میں تھا (مراد یہ کہ زمانہ سابق میں تھا) لیکن اب ہمارے زمانے میں یہ حکم ہے کہ جوان عورت کو دیکھنا ممنوع ہے۔ قہستانی وغیرہ میں یہی مذکور ہے انتہی ملخصاً۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۳ : از محلہ شہر کہنہ سہسوانی ٹولہ مرسلہ تفضل حسین صاحب

علمائے دین کیا فرماتے ہیں کہ جو شخص نامحرم عورتوں سے اپنی پیٹھ اور ہاتھ اور پَیر وقت نہانے کے ملوائے اور وقت سونے کے اپنے پَیر دبوائے اور ناچنے والی عورتوں کو یعنی طوائفوں کو مرید کرے اور مال اُن لوگوں کا کھائے، اور بعد مرید کرنے کے وہ طوائفیں جو کام کرتی تھیں وہی کام کرتی رہیں اس شخص کے ہاتھ پر بیعت جائز ہے یا نہیں ؟

---

[1] جامع الترمذی کتاب الرضاع باب ماجاء فی کراہیۃ الدخول علی المغیبات امین کمپنی دہلی ۱/۱۴۰
جامع الترمذی ابواب الفتن باب ماجاء فی لزوم الجماعۃ " " ۲/۳۹
موارد الظمآن کتاب المناقب حدیث ۲۲۸۲ المطبعۃ السلفیہ ومکتبتہا ص ۵۰۰
المستدرک للحاکم کتاب العلم خطبۃ عمر رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۱/۱۱۴
[2] الاشباہ والنظائر الفن الثالث احکام الانثٰی ادارۃ القرآن کراچی
[3] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی النظر والمس مطبع مجتبائی دہلی

marfat.com

Marfat.com

الجواب

نامحرم عورتوں سے ہاتھ اور پیٹھ اور پنڈلیاں ملوانا یا دبوانا اگر نہ تو تنہائی میں ہو نہ محلِ فتنہ ہو تو حرج نہیں ورنہ گناہ ہے، اور رنڈیوں سے اگر توبہ لے کر مرید کرے اور انھیں ہدایت کرے اور وہ نہ مانیں تو انھیں دُور کرے اور ان کا حرام مال کسی حال میں نہ لے تو جائز ہے، مگر آج کل جو یہ طریقہ رائج ہے کہ دنیا پرست پیر رنڈیوں کو بلا توبہ مرید کر لیتے ہیں اور انھیں توبہ کی ہدایت نہیں کرتے اور اُن کے نہ ماننے پر بقدر مقدور اُن پر سختی نہیں کرتے اُن سے بیزاری وجدائی نہیں کرتے اُن کا حرام مال کھاتے ہیں ایسے پیر ضرور سخت شدید فاسق ہیں جو ایسا ہو اُس کے ہاتھ پر بیعت ناجائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۴ از سنبھل محلہ کوٹ ضلع مراد آباد مرسلہ حافظ اکرام صاحب ۲۷ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اپنی حقیقی ہمشیرہ کے شوہر سے عورت کو پردہ کرنا فرض ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بہنوئی کا حکم شرع میں بالکل مثل حکم اجنبی ہے بلکہ اُس سے بھی زائد کہ وہ جس بے تکلفی سے آمد ورفت نشست وبرخاست کرسکتا ہے غیر شخص کی اُتنی ہمت نہیں ہوسکتی لہذا صحیح حدیث میں ہے:

قالوا یارسول اللہ ارأیت الحمو قال الحمو الموت[1] صحابہ کرام نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! جیٹھ، دیور اور ان کے مثل رشتہ داران شوہر کا کیا حکم ہے، فرمایا: یہ تو موت ہیں۔

خصوصًا ہندوستان میں بہنوئی کہ باتباعِ رسومِ کفارِ ہند سالی بہنوئی میں ہنسی ہوا کرتی ہے، یہ بہت جلد شیطان کا دروازہ کھولنے والی ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۵ مسئولہ محمد حسین سوداگر لکھیم پور ضلع کھیری اودھ بردکان محمد ضامن علی سوداگر ۴ رجب المرجب ۱۳۳۳ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فتوٰی دیتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک طوائف سے تعلقات ناجائز کئے جس کو عرصہ آٹھ برس کا ہوگیا، شروع زمانہ میں طوائف قسم کی رُو سے پابند کی گئی مگر بعد کو عہد شکنی کی، ایک سال تک غیر پابندی کے ساتھ تعلقات رہے لیکن بعد کو پھر طوائف نے بکوششِ خود پابندی اختیار کی، ظاہرہ ہرچند کوشش کی لیکن اس وقت تک پابند ظاہر ہے اس درمیان میں ایک لڑکی پیدا ہوئی جو اس

---

[1] صحیح البخاری کتاب النکاح باب لایخلون رجل بامرأۃ الاذو محرم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۸۷
جامع الترمذی ابواب الرضاع ۱/ ۱۳۹ و مسند احمد بن حنبل عن عقبہ بن عامر ۴/ ۱۴۹ و ۱۵۳

Marfat.com

وقت تک بعمر دس گیارہ ماہ ہے وہ شخص اس ناجائز تعلق سے کنارہ کش ہونا چاہتا ہے مگر احباب لوگ رائے دیتے ہیں کہ اگر لڑکی اپنی عمر کو پہنچ کر اپنے پیشہ میں رہی تو اس شخص کا نامہ اعمال خراب ہوگا لہٰذا اُس شخص کو یہ دریافت طلب ہے کہ دفعۃً وہ شخص تعلقات سے کنارہ کشی اختیار کرے تو شرع سے اسکے ذمہ گناہ عائد ہوگا یا نہیں، اگر صریح گناہ ہے تو اس کی بریّت کی کیا دلیل ہوسکتی ہے اس شخص کے بیوی اور بچّے بھی موجود ہیں اس وجہ سے وُہ نکاح سے بھی علٰحدہ رہنا چاہتا ہے اور وہ شخص عرصہ سات برس سے اُسی طوائف کے مکان پر مقیم ہے کبھی گاہے گاہے مہینہ پندرہ روز کو بتلاش روزگار باہر بھی چلا جاتا ہے طوائف اور اس کے دیگر عزیز و اقارب کا مکان ایک ہی ہے لیکن اس کی نشست و برخاست کی سرحد علیحدہ ہے اس میں کسی کا گزر نہیں بے پردگی ضرور ہے بہرحال جو کچھ احکام شرعی و نیز علمائے دین کی رائے ہو بواپسی ڈاک دستخط ثبت فرما کر احقر کے نام روانہ فرمائیں تاکہ اُس شخص کو اس سے نجات ملے، اور وہ شخص اپنی حرکاتِ ناشائستہ سے توبہ بھی کرتا ہے فقط۔

الجواب

اللہ عزوجل ہدایت دے، شخص مذکور پر فرض قطعی ہے کہ فوراً فوراً یا تو اس عورت سے نکاح کرلے یا ابھی ابھی اُسے جُدا کردے جو آن دیر میں گزرے گی استحقاقِ عذابِ الٰہی اس پر برابر رہے گا اور بے اس کے اس کی توبہ ہرگز مقبول نہیں۔ حدیث میں فرمایا کہ:

المستغفر من الذنب وھو مقیم علیہ کالمستھزئ بربہ[1] - رواہ البیہقی فی شعب الایمان و ابن عساکر عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

جو گناہ پر قائم رہ کر توبہ کرے وہ اپنے رب جل جلالہ سے (معاذ اللہ) تمسخر کرتا ہے (امام بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت فرمائی۔ ت)

اور وہ لڑکی شرعاً اس کی لڑکی نہیں، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: للعاھر الحجر[2]۔

---

[1] شعب الایمان حدیث ۷۱۷۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۴۳۶

[2] صحیح البخاری کتاب الوصایا باب قول الموصی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۸۳
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۳۹

Marfat.com

((بچّہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہو) اور زانی کے لئے کنکر و پتھر ہیں (یعنی اس سے نسب ثابت نہیں)) اور جب یہ توبہ کرے گا وہ اگر گناہ کرے گی اس کا وبال اس پر عائد نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لا تزر وازرۃ وزر اخرٰی[1] کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائیگی (روزِ قیامت)۔ (ت)

ہاں اگر یہ گناہ سے بچ کر آئندہ کسی تدبیر سے لڑکی کو گناہ سے بچا سکے تو ضرور ہے کہ ایسا کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۶ ازمارواڑ موضع کنوٹڑہ علاقہ بھاؤنگر مسئولہ مولوی فضل امیر امام مسجد روز یک شنبہ بتاریخ ۱۲ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

اگر مسجد کے اندر وعظ یا میلاد کی محفل ہوتی ہو تو کیا عورتوں کو مسجد کے اندر باپردہ آنے کی اجازت ہے یا کہ نماز پڑھنا عورتوں کو مسجد کے اندر جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب

عورتیں نمازِ مسجد سے ممنوع ہیں اور واعظ یا میلاد خواں اگر عالم سُنّی صحیح العقیدہ ہو اور اُس کا وعظ و بیان صحیح و مطابقِ شرع ہو اور جانے میں پُوری احتیاط اور کامل پردہ ہو اور کوئی احتمالِ فتنہ نہ ہو اور مجلسِ رجال سے دُور اِن کی نشست ہو تو حرج نہیں مگر مساجد کے جانے میں ان شرائط کا اجتماع خیال و تصوّر سے باہر شاید نہ ہوسکے، ومن لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل[2] (جو کوئی اپنے زمانے والوں کو نہ پہچانے تو نادان (اور ناسمجھ) ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۷ از بنارس چھاؤنی محلہ ڈبوری محال تھانہ سکرور رسیدہ مولوی عبدالوہاب بروز چہار شنبہ بتاریخ ۲۱ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

یہ کہ ایسے شخص کے سامنے جو ابھی جوان ہو اور وہ پیری مریدی کرتا ہو تو عورتوں کو بلاپردہ جانا جائز ہے یا نہیں؟ اور جبکہ خود پیر صاحب خواہش سے مجبور کرکے بلاتے ہیں۔

الجواب

بےپردہ بایں معنیٰ کہ جن اعضاء کا چھپانا فرض ہے اُن میں سے کچھ کھلا ہو جیسے سر کے بالوں کا کچھ

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴

[2] درمختار، کتاب الصلوٰۃ باب الوتر والنوافل مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۹

Marfat.com

حصہ یا گلے یا کلائی یا پیٹ یا پنڈلی کا کوئی جزء، تو اس طور پر تو عورت کو غیر محرم کے سامنے جانا مطلقاً حرام ہے خواہ وہ پیر ہو یا عالم، یا عامی جوان ہو، یا بوڑھا، اور اگر بدن موٹے اور ڈھیلے کپڑوں سے ڈھکا ہے، نہ ایسے باریک کہ بدن یا بالوں کی رنگت چمکے، نہ ایسے تنگ کہ بدن کی حالت دکھائیں اور جانا تنہائی میں نہ ہو اور پیر جوان نہ ہو، غرض کوئی فتنہ نہ فی الحال ہو نہ اس کا اندیشہ ہو تو علم دین امور راہ خدا سیکھنے کے لئے جانے اور بلانے میں حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۸ ماہِ صفر کے آخر چہار شنبہ کو عورتیں بطورِ سفر شہر سے باہر جائیں اور قبروں پر نیاز وغیرہ دلائیں جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ہرگز نہ ہو سخت فتنہ ہے، اور چہار شنبہ محض بے اصل۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۹ مسئولہ مسلمانان جام جودھپور کاٹھیاوار معرفت شیخ عبدالستار صاحب پوربند کاٹھیاوار متصل قندیل ۱۵ جمادی الاولٰی ۱۳۳۴ھ

چند عورتیں ایک ساتھ مل کر گھر میں میلاد شریف پڑھتی ہیں اور آواز باہر تک سنائی دیتی ہے، یونہی محرم کے مہینے میں کتاب شہادت وغیرہ بھی ایک ساتھ آواز ملا کر پڑھتی ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ناجائز ہے کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے اور عورت کی خوش الحانی کہ اجنبی سنے محلِ فتنہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۰ از گونڈل علاقہ کاٹھیاوار عبدالستار بن اسمٰعیل رضوی بروز شنبہ تاریخ ۱۰ رجب ۱۳۳۴ھ

بہو اپنے خسر کا پردہ کرے یا نہ کرے، اسی طرح جیٹھ دیور کا کیا حکم ہے؟

الجواب

جیٹھ اور دیور سے پردہ واجب ہے کہ وہ نامحرم ہیں اور خسر سے پردہ واجب نہیں جائز ہے، اس کا ضابطہ کلیہ ہے کہ نامحرموں سے پردہ مطلقاً واجب، اور محارم نسبی سے پردہ نہ کرنا واجب اگر کرے گی گنہگار ہوگی، اور محارم غیر نسبی مثل علاقہ مصاہرت و رضاعت اُن سے پردہ کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز، مصلحت و حالت پر لحاظ ہوگا۔ اسی واسطے علماء نے لکھا ہے کہ جوان ساس کو داماد سے پردہ مناسب ہے یہی حکم خسر اور بہو کا، اور جہاں معاذ اللہ مظنہ فتنہ ہو پردہ واجب ہو جائے گا، واللہ یعلم المفسد

Marfat.com

من المصلح[1] (اللہ تعالٰی فساد کرنے والے کو اصلاح کرنے والے سے جانتا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۱ تا ۱۰۲: از فرخ آباد شمس الدین احمد ۱۸ شوال المعظم ۱۳۳۴ھ

(۱) ایک شخص اپنی سوتیلی ماں کے ساتھ کبھی تو ایک دالان میں تنہا رات کو سوتا ہے اور دروازہ دالان کا موٹی چکوں سے پردہ دار ہوتا ہے باہر سے اندر کا کچھ حال کسی کو نظر نہیں آتا اور چراغ وغیرہ بھی نہیں ہوتا، سوتے وقت اندھیرا کرلیا جاتا ہے، اور کبھی کوٹھری کے اندر ایک شخص اور کوٹھری کے باہر دوسرا شخص، اور تیسرا کوئی نہیں، اس طرح سے سوتے ہیں، اور کبھی تنہا ایک مکان میں۔

(۲) روزانہ کے برتاؤ بالکل ایسے ہیں جیسے میاں بی بی کے، ان دونوں کے بہت قریبی لوگوں سے جو سُنا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم کو مسائل شریعت معلوم نہیں ہم تو صرف یہ جانتے ہیں کہ ان دونوں نے آپس میں خفیہ نکاح کرلیا ہے۔ یہ اُن لوگوں کا بیان ہے جو اُس مکان میں یا تو ہمیشہ رہتے ہیں یا کبھی جاکر دو چار روز رہتے ہیں اور حالات دیکھتے ہیں۔ کیا ان دونوں شخصوں کا ایسا تخلیہ جائز ہے اور اُن دونوں یا ایک کے کسی رشتہ دار کو جو چھوٹا ہو اس معاملہ سے منع کرنا چاہئے حالانکہ یہ بات معلوم ہے کہ ان دونوں کو اس بات سے منع کیا جائے گا تو بہت سخت مخالف اور رنجیدہ منع کرنے والے سے ہوں گے، فقط۔

الجواب

(۱) اس کی اجازت نہیں اگرچہ وہ اس پر حرام ہے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم[2] والله تعالٰی اعلم۔

بیشک شیطان جسمِ انسانی میں اس کے خون کی طرح رواں دواں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

(۲) ایسے برتاؤ سے ان پر احتراز لازم ہے، حدیث میں ہے:

من کان یؤمن باللہ والیوم الاخر فلا یقفن مواقف

جو کوئی اللہ تعالٰی اور یوم آخرت پر صدقِ دل سے یقین رکھتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۰

[2] صحیح البخاری کتاب بدء الخلق باب صفۃ ابلیس وجنودہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۶۴

Marfat.com

التهمۃ[1] — کہ وہ مقاماتِ تہمت میں نہ ٹھہرے (تاکہ بلاوجہ بدنام نہ ہوجائے)۔ (ت)

علمائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ جوان ساس کو داماد سے پردہ چاہیے، یونہی حقیقی رضاعی بہن سے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۳: از بنارس محلہ پیر کنڈہ مسئولہ مولوی عبدالحمید صاحب ۷ شعبان ۱۳۳۵ھ

عورتوں کا بیان میلاد شریف آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم زنانی محفل میں باآوازِ بلند نثر و نظم پڑھنا اور نظم خوش آوازی ولحن کے ساتھ پڑھنا اور مکان کے باہر سے ہمسایہ کے مردوں اور نامحرموں کا سُننا تو ایسا پڑھنا جائز ہے یا ناجائز ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

عورت کا خوش الحانی سے باآواز ایسا پڑھنا کہ نامحرموں کو اس کے نغمہ کی آواز جائے حرام ہے۔ نوازل امام فقیہ ابواللیث میں ہے:

نغمۃ المرأۃ عورۃ[2] — عورت کا خوش آواز کرکے کچھ پڑھنا "عورۃ" یعنی محلِ ستر ہے۔ (ت)

کافی امام ابوالبرکات نسفی میں ہے:

لاتلبی جھرا لان صوتھا عورۃ[3] — عورت بلند آواز سے تلبیہ نہ پڑھے اس لئے کہ اسکی آواز قابلِ ستر ہے (ت)

امام ابوالعباس قرطبی کی کتاب السماع پھر بحوالہ علامہ علی مقدسی امداد الفتاح علامہ شرنبلالی پھر ردالمحتار علامہ شامی میں ہے:

لانجیزلھن رفع اصواتھن و لا تمطیطھا ولا تلیینھا وتقطیعھا لمافی ذٰلک من استمالۃ الرجال الیھن وتحریک الشھوات منھم ومن ھذا لم یجز — عورتوں کو اپنی آوازیں بلند کرنا، انھیں لمبا اور دراز کرنا، ان میں نرم لہجہ اختیار کرنا اور ان میں تقطیع کرنا (یعنی کاٹ کاٹ کر تخلیلی عروض کے مطابق) اشعار کی طرح آوازیں نکالنا، ہم ان سب کاموں

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب ادراک الفریضۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۴۹

[2] ردالمحتار بحوالہ النوازل باب شروط الصلوٰۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۷۲

[3] ردالمحتار " الکافی " " " " "

Marfat.com

ان تؤذن المرأۃ۔[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

کی عورتوں کو اجازت نہیں دیتے اس لئے کہ ان سب باتوں میں مردوں کا اُن کی طرف مائل ہونا پایا جائے گا۔ اور اُن مردوں میں جذباتِ شہوانی کی تحریک پیدا ہوگی۔ اِسی وجہ سے عورت کو یہ اجازت نہیں کہ وہ اذان دے۔ اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۴: از قصبہ باراں ریاست کوٹہ راجپوتانہ مرسلہ قاضی امتیاز علی صاحب ۶ شوال ۱۳۳۵ھ

زانی اور دیوث سے کہاں تک احتراز کرنا چاہیے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

زانی و دیوث فاسق ہیں اُن کے پاس اُٹھنے بیٹھنے میل جول سے احتراز چاہیے۔

قال اللہ تعالٰی واما ینسینّک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین۔[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اگر تمھیں کبھی شیطان بُھلاوے میں ڈال دے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالم گروہ کے پاس مت بیٹھو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۵ و ۱۰۶: مولوی نذیر احمد صاحب ساکن سموہاں پرگنہ نواب گنج بریلی مؤرخہ ۲۷ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیانِ عظام مسائل مفصلہ ذیل میں کہ:

(۱) وہ شخص کتنے ہیں جن سے عورتوں کو پردہ نہ کرنا جائز ہے؟

(۲) کتنے شخص ایسے ہیں جن سے عورتوں کو گفتگو کرنا اور ان کو اپنا آواز سنانا جائز ہے؟

الجواب

(۱) تمام محارم مگر رضاعی محارم سے جوان عورت کو پردہ اولٰی ہے، اور ممکن ہو تو محارمِ صہری سے بھی۔

(۲) تمام محارم اور حاجت ہو اور اندیشۂ فتنہ نہ ہو نہ خلوت ہو تو پردہ کے اندر سے بعض نامحرم سے بھی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۷: از ڈاکخانہ چیگانگ محلہ میدنگ ضلع اکیاب مرسلہ محمد عمر ۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

یہاں کے مسلمان اپنی عورتوں کو پہاڑوں اور جنگلوں میں بھیجتے ہیں اور غیر محرم آدمیوں سے کلام اور

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب شروط الصلٰوۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۷۲

[2] القرآن الکریم ۶/۶۸

Marfat.com

ہنسی مذاق کرتی ہیں بالکل ہی بے دریغ و بے پردہ ہے، اگراُن لوگوں کو کوئی عالم وعظ نصیحت کرے تو اسکو تمسخرواستہزار کرتے ہیں اور طعن لعن کرتے ہیں۔ حسب شریعت اُن لوگوں پر کیا حکم ہے ؟

الجواب

یہ لوگ دیوّث ہیں، اور دیوّث کو فرمایا کہ اس پر جنّت حرام ہے، دیوّثی بھی فقط اس فعل تک ہے، وہ جو سائل نے بیان کیا کہ احکامِ شریعت کے ساتھ تمسخرواستہزار اور عالم پر طعن ولعن کرتے ہیں یہ تو صریح کفر ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ وہ ایمان سے نکل جاتے ہیں اور اُن کی عورتیں نکاح سے ۔

قال اللہ تعالیٰ اباللہ وایٰتہ ورسولہ کنتم تستھزؤن لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم۔[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: کیا تم لوگ اللہ تعالٰی اور اس کی آیتوں اور اُس کے رسول سے ہنسی مذاق کرتے ہو۔ لہٰذا معذرت نہ کرو اور بہانے نہ بناؤ، بلاشبہہ تم ایمان کے بعد کافر ہوگئے ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۸ از چنور ضلع مراد آباد تحصیل مرسلہ اشرف علی خاں ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

ایک شخص مجلوق ہے وہ اپنے اس فعل سے نہیں مانتا ہے ہر چند اس کو سمجھایا ہے آپ تحریر فرمائیں کہ اُس کا کیا حشر ہوگا اور اُس کو کیا دعا پڑھنا چاہئے جس سے اس کی عادت چھوٹے۔

الجواب

وہ گنہگار ہے، عاصی ہے، اصرار کے سبب مرتکب کبیرہ ہے، فاسق ہے، حشر میں ایسوں کی ہتھیلیاں گابھن اُٹھیں گی جس سے مجمع اعظم میں اُن کی رُسوائی ہوگی، اگر توبہ نہ کریں اور اللہ معاف فرماتا ہے جسے چاہے اور عذاب فرماتا ہے جسے چاہے۔ اُسے چاہئے لاحول شریف کی کثرت کرے اور جب شیطان اس حرکت کی طرف بلائے فوراً دل سے متوجہ بخدا ہو کر لاحول پڑھے نماز پنجگانہ کی پابندی کرے نماز صبح کے بعد بلاناغہ سورۂ اخلاص شریف کا وِرد رکھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۹ از فیض آباد مسجد مغل پورہ مرسلہ شیخ اکبر علی مؤذن و مولوی عبد العلی ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

(۱) اگر پیر ضعیف نہیں ہے جوان ہے اور مستورات اپنی خوشی سے بے پردہ اس کی خدمت کریں ہاتھ پیر دابیں جائز ہے ؟

(۲) اگر لڑکیاں جوان جن کی صرف ماں مرید ہے وہ لڑکیاں مع اپنی ماں کے پیر کے اور پیر کی اولاد کے سامنے

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶۵ و ۶۶

Marfat.com

آئیں شوہر یا رشتہ دار کی اجازت اس پر ہے وہ پیر اور وہ عورت اور رشتہ دار اور شوہر سب کو جائز ہے یا حرام ہے ؟

الجواب

(۱) اجنبی جوان عورت کو جوان مرد کے ہاتھ پاؤں چھونا جائز نہیں اگرچہ پیر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اگر سامنے آنا بے ستری سے ہے کہ کپڑے باریک ہیں جن سے بدن چمکتا ہے یا سر کے بال یا گلے یا کلائیوں کا کوئی حصہ کھلا ہے تو سب کو حرام ہے اور ستر کامل کے ساتھ ہو اور خلوت نہ ہو اور احتمالِ فتنہ نہ ہو تو حرج نہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۱ از کمال پورہ علاقہ جیت پورہ بنارس مرسلہ خدا بخش زردوز مالک فلور مل اسلامیہ
۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ:

تخمیناً ماہ سوا ماہ شادی سے قبل دُولھا اور دُلھن کو اُبٹن ملا جاتا ہے اس کے لئے اپنے خویش واقارب برادری کی عورتیں بُلائی جاتی ہیں دُولھا خود بالغ ہو یا نابالغ ان کو اکثر وہ عورتیں جن سے رشتہ مذاق کا ہوتا ہے وہی بدن وغیرہ سارے بدن میں ابٹن لگاتی ہیں اور اس کے بعد سب کو گُڑ تقسیم کیا جاتا ہے، یہ اسراف ہے یا نہیں ؟

الجواب

اُبٹن ملنا جائز ہے اور کسی خوشی پر گُڑ کی تقسیم اسراف نہیں اور دُولھا کی عمر نو دس سال کی ہو تو اجنبی عورتوں کا اس کے بدن میں اُبٹن ملنا بھی گناہ وممنوع نہیں، ہاں بالغ کے بدن میں نامحرم عورتوں کا ملنا ناجائز ہے اور بدن کو ہاتھ تو ماں بھی نہیں لگا سکتی' یہ حرام اور سخت حرام ہے، اور عورت ومرد کے مذاق کا رشتہ شریعت نے کوئی نہیں رکھا یہ شیطانی وہندوانی رسم ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۲ از بانگ ضلع اٹیھرہ ریاست گوالیار مکان منشی اوصاف علی صاحب مرسلہ شیخ اشرف علی صاحب سب انسپکٹر ۱۲ جمادی الاولےٰ ۱۳۳۶ھ

عورتیں باہم گلا ملا کر مولود شریف پڑھتی ہیں اور اُن کی آوازیں غیر مرد باہر سُنتے ہیں تو اب ان کا اس طریقہ سے مولود شریف پڑھنا ان کے حق میں باعث ثواب کا ہے یا کیا ؟

الجواب

عورتوں کا اس طرح پڑھنا کہ اُن کی آواز نامحرم سُنیں باعثِ ثواب نہیں بلکہ گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

Marfat.com

مسئلہ ۱۱۳ مسئولہ تاج محمد صاحب محلہ مرزا واری از اوجین ملک مالوہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں بارہ کہ مسماۃ ہر دلعزیز طوائف بالغہ نے جلسہ عام سو دو سو آدمی میں مسمّٰی دلگداز خاں سے بخوشی خاطر نکاح کیا قاضی صاحب شریعت پناہ کے نائب حسب قاعدہ شہر تشریف لائے اور باقاعدہ نکاح پڑھایا، دو روز منکوحہ مذکورہ ناکح مذکور کے گھر رہی اور پھر چار کوس مقام پرکہ وہاں دلگداز خاں کا قیام ہے وہ اُسے لے گیا اُدھر مسماۃ ہر دلعزیز کی نائکہ مسماۃ دلکش نے بصلاح وکیل دلاور خاں بنام دلگداز خاں فراری کا مقدمہ قائم کرکے ذریعہ پولیس دلگداز خاں کو پھنسا دیا اب دلاور خاں وکیل باوجود علم نکاح کے مسماۃ دلکش سے روپیہ محنتانہ معقول رقم کھا کر تدابیر اس قسم کی کر رہے ہیں کہ مسماۃ ہر دلعزیز دلگداز خاں سے علیحدہ کی جائے اور سپرد نائکہ ہوکر پیشہ حرام کاری کرے، دوران تحقیقات میں مسماۃ ہر دلعزیز کو بھی ورغلا دیا ہے کہ وہ اب یہ کہتی ہے کہ میں نے بخوشی خود نکاح نہیں کیا بلکہ مجھے نشہ پلا دیا تھا اور ہیچو قسم تعلیم گواہان وغیرہ جھوٹی کاروائی وکیل موصوف ونیز چند پیرو کاران مسلمان منجانب مسماۃ دلکش بطمع زر وبعض بسلسلہ تعلقات ناجائز کر رہے ہیں اگر ان کی کوشش سے ایسا ہوگیا کہ مسماۃ ہر دلعزیز کا نکاح ناجائز قرار پایا اور وہ سپرد اس نائکہ کے ہوگئی اور طوائف کا پیشہ کرنے لگی اور اس کے بطن سے حرام کاری کی لڑکی پیدا ہوئی اور اس کی اولاد در اولاد تا قیامت حرامکاری کرتی رہی تو اس کا مواخذہ بروز حشر کس سے ہوگا عنداللہ جواب دیں فقط۔

الجواب

ایسی بات پوچھنا فضول ہے کوئی چھپا ہوا مسئلہ ہوتا تو احتمال ہوتا کہ ان کو معلوم نہیں حکم بتا دیا جاتا اور جو لوگ اللہ ورسول کو پیٹھ دے کر دیدہ ودانستہ علانیہ ایسے کبائر عظیمہ کا ارتکاب کریں ان پر فتوٰی کا کیا اثر ہوگا، جان رہے ہیں کہ اللہ واحد قہار کا غضب اپنے سر لے رہے ہیں پھر فتوے سے کیا متاثر ہو سکتے ہیں، ہاں مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے لوگوں سے قطعاً قطع تعلق کرلیں اور ان سے سلام کلام میل جول یک لخت چھوڑ دیں، ایسا نہ ہو کہ اُن کی آگ میں یہ بھی جل جائیں،

قال اللہ تعالٰی واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1]، وقال تعالٰی ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[2]
واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اگر تمھیں شیطان بھلا دے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو۔ اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا اور ظالموں کی طرف نہ جھکو ورنہ تمھیں دوزخ کی آگ چھوئے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸
[2] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

Marfat.com

مسئلہ ۱۱۴ مرسلہ نظام خاں از دیوان محلہ گھر گھر ۲۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

کیا کہتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے نکاح میں ایک بہن ہے دوسری کے ساتھ وہ زنا کا مرتکب ہے اور لڑکی کا باپ اور دادا حرام کرنے والے کو رکھے ہوئے ہیں اور ہر قسم کی اُن کی مدد کرتے ہیں اور یہ لوگ اس کے معاون پڑھے لکھے ہیں شریعت سے واقف ہیں مگر اس فعل سے باز نہیں رکھتے اگر یہ تاکید کریں یقیناً یہ لوگ اپنے فعل ناشائستہ سے باز رہیں، ایسی حالت میں یہ لوگ دائرۂ اسلام سے باہر ہُوئے یا نہیں؟ اُن سے سلام کلام، ان کا چُھوا کھانا، ان کے پیچھے نماز، ان کی بیمار پرسی، ان کے جنازے کی نماز، اُن کو مٹی دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

صورتِ مستفسرہ اگر واقعی ہے اور اس میں بدگمانی کو دخل نہیں تو وُہ مرد وعورت زانی وزانیہ ہیں۔ اور وہ، اُس کے معاون اور شنیع کبیرہ پر راضی ہونے والے، بندوبست نہ کرنے والے دیّوث ہیں۔ دیوث پر لعنت آئی ہے، اُسے امام بنانا ناجائز ہے، اس سے سلام کلام ترک کردینا مناسب ہے مگر اتنی بات سے وُہ دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوئے، نہ اُن پر مرتدین کے احکام آسکیں جب تک معاذ اللہ اس کبیرہ کو حلال نہ جانیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۵ از شہر محلہ کنگھی ٹولہ مسئولہ نبی بخش ۱۱ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر عورتیں منہار کو بلاکر پردہ میں سے ہاتھ نکال کر منہار کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر چُوڑیاں پہنتی ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور بعض عورتیں اپنے مردوں کے سامنے منہار کے ہاتھ سے چوڑیاں پہنتی ہیں اور بعض شخص خود اپنی موجودگی میں بلاپردہ کے اپنی عورت کو چوڑیاں پہناتے ہیں، یہ چوڑیاں غیر مرد کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر خواہ پردہ میں سے یا بلاپردہ کے جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

حرام حرام حرام ہے، ہاتھ دکھانا غیر مرد کو حرام ہے، اس کے ہاتھ میں ہاتھ دینا حرام ہے، جو مرد اپنی عورتوں کے ساتھ اسے روا رکھتے ہیں دیوث ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۶ از شہر بریلی مسئولہ ننھے میاں صاحب ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی عورت بسبب ناداری کے ایک معتبر جگہ پر ملازم ہے اور زید اور اس کی عورت شریف القوم ہے کپڑا اس طرح پر نہیں استعمال کیا جاتا کہ جس سے ستر کو

Marfat.com

نقصان پہنچے، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نماز زید کے پیچھے نہیں پڑھنا چاہئے کہ اُس کی عورت غیر محرم کے یہاں بے پردہ رہتی ہے، اگر زوجۂ زید ملازمت نہ کرے تو صرف تنخواہِ زید کافی بسر اوقات کو نہیں ہوسکتی ہے۔

الجواب

یہاں پانچ شرطیں ہیں:

(۱) کپڑے باریک نہ ہوں جن سے سر کے بال یا کلائی وغیرہ ستر کا کوئی حصہ چمکے۔

(۲) کپڑے تنگ وچست نہ ہوں جو بدن کی ہیأت ظاہر کریں۔

(۳) بالوں یا گلے یا پیٹ یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہوتا ہو۔

(۴) کبھی نامحرم کے ساتھ کسی خفیف دیر کے لئے بھی تنہائی نہ ہوتی ہو۔

(۵) اُس کے وہاں رہنے یا باہر آنے جانے میں کوئی مظنۂ فتنہ نہ ہو۔

یہ پانچ شرطیں اگر جمع ہیں تو حرج نہیں اور ان میں ایک بھی کم ہے تو حرام۔ پھر اگر زید اس پر راضی ہے یا بقدرِ قدرت بندوبست نہیں کرتا تو ضرور اس پر بھی الزام ورنہ نہیں،

قال تعالٰی لاتزر وازرۃ وزر اخرٰی[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ (وزن) نہ اُٹھائے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۷: از ناتھ دوارہ ریاست اودیپور ملک میواڑ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اللہ تعالٰی کے بابرکت نام سے شروع، جو بے حد رحم کرنے والا بڑا مہربان ہے۔ (ت)

؎ اے کارساز قبلۂ حاجات کارہا
آغاز کردہ ایم رسانی بانتہا

اے کارساز اور اے حاجتوں میں قبلہ (کی حیثیت رکھنے والے) ہم نے کاموں کی ابتداء تو کردی لیکن انتہا اور تکمیل تک پہنچا دینا (تیرا کام) ہے۔ (ت)

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلٰوۃ والسلام علٰی رسولہ محمد و اٰلہ واصحابہ اجمعین۔

جملہ تعریف وستائش اُس اللہ تعالٰی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اور اچھا انجام اُن خوش نصیب حضرات کے لئے ہے جو اُس سے ڈرتے رہتے ہیں، اور درود وسلام اُس کے برگزیدہ رسول محمد کریم پر ہو اور ان کی سب اولاد اور تمام ساتھیوں پر ہو۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۳/ ۳۸

Marfat.com

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک صاحب جو کہ علم فقہ وحدیث سے واقف ہیں لوگوں کو پند و وعظ بھی کیا کرتے ہیں مگر ان کی مستورات نہایت بدعت و شرک میں مبتلا ہوتی ہیں جس کا اظہار مندرجہ ذیل ہے کہ محرم شریف کی تاریخ ۱۲ کو مستورات کو جمع کر کے اور اُن سے چندہ جمع کروا کر چند اشیاء بازار سے خود جاکر مع مستورات کے خرید کر کے لانا، چاول خام و پھل و مٹھائیاں و نخودریاں و پھوکی جوار و عطر و اگربتی وغیرہم مہیا کر کے قبرستان میں مع مستوراتِ مذکورہ کے لے جانا اور وہاں جاکر ایک سفید چادر کا زمین پر بچھانا اور کل اشیاء مذکورہ بالا کو چادر کے چاروں کونہ پر جمع کرنا اور وہاں حضرت محمد (صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) کے اہلبیت وشہیدانِ کربلا کو اور حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روح مطہر کو حاضر جان کر وہاں مع جملہ مستورات کے سینہ زنی و ماتم پرسی کروانا اور خود بھی بے پردگی کرنا بعدہٗ نہایت ادب و تعظیم کے ساتھ ان اشیاء مذکورہ بالا پر فاتحہ وغیرہ دے کر تقسیم کرنا اور اولاد و دیگر امور کے بارے میں دُعا کرنا اور اُن مستورات کے خاوندوں کا اُن کو ہدایت نہ کرنا ایسے شخص کے بارہ میں اللہ و رسول کا کیا حکم ہے اور ایسے شخص کو شرع شریف میں کیا کہنا لازم آتا ہے اور مسلمانوں کو ایسے آدمیوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہیئے، براہِ مہربانی جیسا حکم موافق شرع کے ہو وُہ مع حدیث وفقہ حوالہ و آیت کلام اللہ وحدیث کے ارقام فرمادیں تاکہ مستورات خوفِ خدا کر کے باز آئیں، اللہ تعالےٰ آپ کو اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔

الجواب

عورات کا قبرستان جانا ممنوع ہے، اور سینہ زنی حرام ہے، اور یہ طریقہ بدعت ہے، اور بے پردگی فاحشہ ہے، ایسا شخص مبتدع ہے، مسلمانوں کو اس سے احتراز چاہیئے۔

مسئلہ ۱۱۸ از شہر باجتی کنواں ۲۵ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و فضلاء شرع متین جن کی بیویاں تعزیہ دیکھنے دروازہ پر جائیں یا نویں محرم الحرام کو تنہا یا دیگر عورات کے ہمراہ یا خورد سالہ بچے کے ہمراہ یا تمام شب تعزیہ دیکھیں اور خاوند محافظ گھر رہیں اُن کا نکاح رہا؟ ایسی بیویوں کی اولاد حلالی ہے یا نہیں؟

الجواب

عورتوں کا گھر سے نکلنا خصوصًا تماشہ دیکھنے کو ناجائز ہے اور مردوں کا اسے روا رکھنا بے غیرتی ہے مگر اس سے نکاح یا اولاد میں کوئی خلل نہیں آتا۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۹ از موضع پاکڑی ضلع گونڈا گانوہ ڈاک خانہ ڈھنیہ مسئولہ محمد حسین خاں ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل کے بارے میں:

Marfat.com

(۱) پیر سے پردہ ہے یا نہیں؟

(۲) ایک بزرگ عورتوں سے بغیر حجاب کے حلقہ کراتے ہیں اور حلقہ کے بیچ میں خود بزرگ صاحب بیٹھتے ہیں توجہ ایسی دیتے ہیں کہ عورتیں بیہوش ہو جاتی ہیں اُچھلتی کُودتی ہیں اور اللہ کی آواز مکان سے باہر دُور دُور سُنائی دیتی ہے، ان سے بیعت ہونا کیسا ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

(۱) پیر سے پردہ واجب ہے جبکہ محرم نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) یہ صورت محض خلافِ شرع و خلافِ حیا ہے، ایسے پیر سے بیعت نہ چاہیے۔ واللہ تعالٰی اعلم

Marfat.com

سلام وتحیّت وتعظیمِ سادات

مصافحہ، معانقہ، بوسۂ دست وپا وقبر، طواف قبر اور سجدۂ تعظیمی وغیرہ

مسئلہ ۱۲۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس صورت میں کہ زید کہتا ہے کہ معانقہ ہر وقت میں حرام اور مصافحہ کرنا مسنون۔ عمرو کہتا ہے کہ معانقہ کرنا وقت آمد و رفت سفر اور یوم عید اور ہنگامِ خوشی اور خصوصاً معانقہ کرنا ایک دلیل قوی بنا بر افزونی اخلاص ومحبت مابین اہلِ اسلام ہے جب زید معتقد اس امر کا ہے کہ معانقہ حرام اور مصافحہ مسنون زید مرتکب گناہ صغیرہ کا ہے یا گناہ کبیرہ کا، پس جس شخص پر گناہ کبیرہ عاید ہوا یا صغیرہ تو اُس پر توبہ جلسۂ عام میں آئی یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت) فقط۔

الجواب

کپڑوں کے اوپر معانقہ جہاں خوفِ فتنہ، شہوت نہ ہو بلاریب مشروع ہے اس کے جواز پر تمام ائمہ مجتہدین کا اجماع، اور سفر وغیر سفر میں بشرائط مذکورہ مطلقاً جائز، تخصیص سفر کی حدیث و فقہ سے ثابت نہیں، نہ کہ استغفر اللہ مطلقاً حرام ہو، ابوجعفر عقیلی حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

قال سئلت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن المعانقۃ فقال تحیۃ الامم وصالح ودھم وان اول من عانق خلیل اللہ ابراھیم[1]۔

میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معانقہ کا مسئلہ دریافت کیا، ارشاد فرمایا تحیّت ہے اُمتوں کی اور اچھی دوستی ہے اُن کی، اور بیشک پہلے جس نے معانقہ کیا اللہ کے خلیل ابراہیم ہیں علیہ الصّلوٰۃ والسلام۔

اس حدیث میں صریح تائید ہے عمرو کے قول کی کہ معانقہ ایک دلیل قوی ہے افزونیِ محبت پر۔
شیخ محقق مولانا عبدالحق محدّث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

اما معانقہ اگر خوف فتنہ نباشد مشروع است خصوصاً نزد قدوم از سفر[2] الخ۔

اگر کسی فتنے کا اندیشہ نہ ہو تو گلے ملنا جائز ہے خصوصاً جبکہ آدمی سفر سے آئے الخ (ت)

درمختار میں ہے:

وکرہ تحریماً تقبیل الرجل ومعانقتہ فی ازار واحد، وقال ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ لاباس بالتقبیل والمعانقۃ فی ازار واحد ولوکان علیہ قمیص او جبۃ جاز بلاکراھۃ بالاجماع وصححہ فی الھدایۃ وعلیہ المتون[3] انتہی ملخصاً۔

کسی مرد کو بوسہ دینا اور اس سے گلے ملنا ایک چادر میں مکروہ تحریمی ہے۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ایک ازار میں بوسہ دینے اور معانقہ کرنے میں کوئی حرج نہیں، اور اگر وہ کُرتہ پہنے ہو یا جُبّہ تو بغیر کسی کراہت کے بالاجماع جائز ہے۔ ہدایہ میں اس کی تصحیح فرمائی اور اسی کے مطابق سارے متون ہیں انتہی ملخصاً۔ (ت)

اور ایسا ہی شیخ محقق نے کافی سے نقل کیا:

حیث قال وگفتہ اند کہ خلاف درجائیست کہ برہنہ تن باشند اما با قمیص و جبہ لاباس بہ است باجماع

شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لوگوں نے کہا ہے کہ معانقہ وغیرہ میں اس جگہ اختلاف ہے کہ جہاں ننگے ہوں، لیکن اگر کُرتہ یا جبہ پہنے ہوں

---

[1] الضعفاء الکبیر للعقیلی حدیث ۱۴۱۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۳/۱۵۵
[2] اشعۃ اللمعات کتاب الادب باب المصافحۃ والمعانقۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۲۰
[3] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۴

Marfat.com

وھو الصحیح کذا فی الکافی۔[1]

توپھر بالاجماع کوئی حرج نہیں، اور یہی صحیح ہے یونہی کافی میں مذکور ہے۔ (ت)

البتہ اگر دونوں ننگے بدن ہوں تو اس صورت کو بعض روایات میں مکروہ کہا ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک یُوں بھی کچھ حرج نہیں بیشک جہاں خوفِ فتنہ ہو مثلاً عورت یا امرد خوبصورت سے معانقہ کرنا خصوصاً جبکہ بنظرِ شہوت ہو تو اس صورت کی کراہت وعدمِ جواز میں کسی کو کلام نہیں شرح وقایہ کی کتاب الکراہیۃ میں ہے:

وکرہ تقبیل الرجل وعانقہ فی ازار واحد وجاز مع قمیص ومصافحتہ ش عطف علی الضمیر فی جاز ھذا عند ابی حنیفۃ و محمد رحمھما اللہ تعالٰی وقال ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی لاباس بھما فی ازار واحد واما مع القمیص فلاباس بالاجماع والخلاف فیما یکون للمحبۃ واما بالشھوۃ فلا شك فی الحرمۃ اجماعاً انتھی۔[2]

کسی مرد کو بوسہ دینا اور ایک چادر میں اُس سے گلے ملنا مکروہ ہے البتہ کرتہ پہنے ہوں تو جائز ہے اور مصافحہ کرنا بھی جائز ہے (تشریح) "مُصَافَحَتُہٗ" اس عبارت کا عطف "جَازَ" کی ضمیر پر ہے، اور یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک ہے، لیکن امام ابو یوسف نے فرمایا: اللہ تعالٰی سب پر رحم فرمائے بوسہ دینا اور معانقہ کرنا، اگر ایک چادر میں ہو تو کوئی حرج نہیں لیکن اگر قمیص پہنے ہو توپھر بالاتفاق کچھ مضائقہ نہیں، اور یہ اختلاف اس صورت میں ہے جبکہ یہ کام پیار و محبت کے انداز میں ہو لیکن اگر شہوت سے ہو توپھر اجماعاً حرمت میں کوئی شک نہیں انتہی۔ (ت)

جن روایتوں میں معانقہ سے نفی آئی ہے ان میں جمعاً بین الاحادیث یہی صورت مقصود۔ امام ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے کہ اہلِ سنّت کے پیشوا ہیں اس معنی کی تصریح فرمائی کما ذکرہ الشیخ المحقق فی شرح المشکوٰۃ (جیسا کہ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ میں بیان فرمایا۔ ت) سو اس صورت میں مصافحہ بھی نادرست ہے کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) احادیث کثیرہ میں وارد ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کرام سے بارہا بحالتِ سفر اور بلاسفر معانقہ فرمایا اور اسے جائز رکھا، صحیح ترمذی میں عائشہ صدیقہ

---

[1] اشعۃ اللمعات کتاب الادب باب المصافحۃ والمعانقۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۲۱

[2] شرح الوقایۃ کتاب الکراہیۃ مسئلۃ التقبیل والاعتناق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/۵۴ تا ۵۶

Marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے جب زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ تشریف آئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے معانقہ کیا اور بوسہ دیا،

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت قدم زید بن حارثۃ المدینۃ و رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی بیتی فاتاہ فقرع الباب فقام الیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عریانا یجر ثوبہ واللہ ما رأیتہ عریانا قبلہ ولا بعدہ فاعتنقہ وقبلہ[1]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: جب زید بن حارثہ مدینہ منورہ میں تشریف لائے اُس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے گھر میں تشریف فرما تھے، جب حضرت زید نے آکر دروازے پر دستک دی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام برہنہ ہی اٹھ کر اُسی حالت میں اُن سے ملنے تشریف لے گئے۔ حالت یہ تھی کہ اُس وقت اپنا کپڑا گھسیٹے جارہے تھے، خدا کی قسم میں نے آپ کو اس سے پہلے یا اس کے بعد کبھی برہنہ نہیں دیکھا، پھر آپ نے انھیں گلے لگایا اور انھیں بوسہ دیا۔ (ت)

سنن ابوداؤد اور بیہقی میں شعبی سے مروی ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گلے لگایا اور بوسہ دیا،

عن الشعبی ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تلقی جعفر بن ابی طالب فالتزمہ وقبلہ بین عینیہ[2]

امام شعبی سے روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جعفر بن ابی طالب سے ملے تو انھیں گلے لگایا اور دو آنکھوں کے درمیان انھیں بوسہ دیا (یعنی ان کی پیشانی چومی)۔ (ت)

امام احمد و ابوداؤد و نسائی وغیرہم بہیسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی کہ ان کے والد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اذن لے کر قمیص مبارک کے اندر اپنا سر لے گئے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گلے لگا کر بوسہ دینا شروع کیا اور عرض کی: یا رسول اللہ! کیا چیز روکنا جائز نہیں؟ فرمایا: پانی۔

عن امرأۃ یقال لہا بہیسۃ عن ابیہا قالت استأذن ابی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

---

[1] جامع الترمذی کتاب الاستیذان والادب باب ماجاء فی المعانقۃ والقبلۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۸-۹۷
[2] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی قبلۃ مابین العینین آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۵۳

Marfat.com

وسلم فدخل بینه وبین قمیصه فجعل یقبل و یلتزم ثم قال یا نبی اللہ ما الشئ الذی لا یحل منعہ قال الماء[1] الحدیث۔

امام ابو القاسم سلیمن بن احمد طبرانی جناب ہالہ بن ابی ہالہ فرزند ارجمند حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضور آرام فرماتے تھے، ان کی آواز سن کر جاگے اور انھیں سینۂ اقدس سے لگایا اور بغایت محبت فرمایا ہالہ، ہالہ، ہالہ!

عن ہالۃ بن ابی ہالۃ انہ دخل علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو راقد فاستیقظ فضم ہالۃ الی صدرہ وقال ہالۃ ہالۃ ہالۃ[2]۔

طبرانی معجم کبیر اور ابن شاہین کتاب السنۃ میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع اپنے اصحاب کے ایک غدیر میں تشریف لے گئے، پھر فرمایا، ہر شخص اپنے یار کی طرف پیرے، اور خود حضور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف پیر گئے اور انھیں گلے لگا کر فرمایا یہ میرا یار ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال دخل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واصحابہ غدیرا فقال لیسبح کل رجل الی صاحبہ فسبح کل رجل منھم الی صاحبہ حتی بقی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فسبح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حتی اعتنقہ فقال لو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابابکر خلیلا ولکنہ صاحبی[3]۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے ساتھی ایک تالاب میں داخل ہو گئے، پھر فرمایا: ہر آدمی اپنے ساتھی کی طرف تیرے، پھر ہر شخص اپنے اپنے دوست کی طرف تیرنے لگا، یہاں تک کہ حضور علیہ السلام اور صدیق اکبر رہ گئے پھر آپ اپنے ساتھی ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تیرنے لگے اور انھیں گلے لگایا اور فرمایا: اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا، لیکن وہ میرا دوست ہے۔ (ت)

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ باب ما یجوز منعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۳۵

[2] المعجم الاوسط للطبرانی حدیث ۳۸۰۶ مکتبۃ المعارف الریاض ۴/ ۴۷۶

[3] المعجم الکبیر حدیث ۱۱۶۷۶ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۱/ ۲۶۱

ف: خط کشیدہ الفاظِ حدیث المعجم الکبیر کی حدیث ۱۱۹۳۸ میں ۱۱/ ۳۳۹ پر ملاحظہ ہوں۔

Marfat.com

ظاہر ہے کہ یہاں سفر سے آنا جانا بھی نہ تھا اور سُنن ابی داؤد میں روایت ہے کہ ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کُرتہ اٹھانے کو عرض کیا، حضور نے اپنے بدنِ اقدس سے کُرتہ اٹھا دیا وہ حضور کو لپٹ گئے اور تہیگاہ اقدس پر بوسہ دیا اور حضور نے منع نہ فرمایا۔

عن اُسَید بن حُضَیر رجل من الانصار قال بینما ھو یحدث القوم وکان فیہ مزاح بیننا یضحکھم فطعنہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی خاصرتہ بعود فقال اصبرنی قال اصطبر قال ان علیك قمیصا ولیس علیّ قمیص فرفع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن قمیصہ فاحتضنہ وجعل یقبل کشحہ قال انما اردت ھذا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم[1]

حضرت اُسَید بن حُضَیر سے روایت ہے جو کہ ایک انصاری آدمی تھے، وہ لوگوں سے باتیں کر رہے تھے، اور وہ ہمارے درمیان ایک مزاح کرنے والے آدمی تھے جو لوگوں کو ہنسایا کرتے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک لکڑی سے ان کے پہلو میں ٹھونگ ماری تو وہ کہنے لگے میرے لئے صبر کیجئے، آپ نے فرمایا: میں صبر کرتا ہوں۔ وہ کہنے لگے کہ آپ تو کُرتہ پہنے ہوئے ہیں۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے جسم اقدس سے کپڑا اٹھایا تو وہ آپ کے جسم اقدس سے لپٹ گئے اور آپ کے پہلو مبارک کو بوسے دینے لگے، اور کہا کہ یا رسول اللہ! میں تو یہی ارادہ رکھتا تھا۔ (ت)

احمد یعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں ایک بار حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دوڑتے ہوئے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے، حضور نے اپنے بدن اقدس سے چپٹا لیا۔

عن یعلی قال ان جاء حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما یستبقان الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فضمھما الیہ[2]

ابوداؤد اپنے سنن میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں جب رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملتا حضور مجھ سے مصافحہ فرماتے ایک دن میرے بلانے کو آدمی بھیجا میں گھر میں نہ تھا، جب آیا خبر پائی، حاضر ہوا، حضور نے مجھے اپنے بدن سے لپٹا لیا،

---

[1] سُنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی قبلۃ الجسد آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۵۳
[2] مسند امام احمد بن حنبل عن یعلی بن مرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۴/۱۷۲

Marfat.com

عن ایوب بن بشیر عن رجل من عنزۃ انہ قال قلت لابی ذر ھل کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصافحکم اذا لقیتموہ قال مالقیتہ قط الا صافحنی وبعث الیّ ذات یوم ولم اکن فی اھلی فلما جئت اخبرت انہ ارسل الیّ فاتیتہ وھو علی سریرہ فالتزمنی فکانت تلك اجود و اجود۔[1]

حضرت ایوب بن بشیر قبیلہ عنزہ میں سے ایک صاحب سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا میں نے حضرت ابوذر سے پوچھا: جب تم لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات کرتے تو کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم سے مصافحہ کرتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا کہ میری حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی مگر آپ نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ ایک دن آپ نے مجھے آدمی بھیج کر بلایا مگر اس وقت میں گھر پر نہ تھا جب میں واپس آیا اور مجھے آپ کے یاد فرمانے کی اطلاع ہوئی تو حاضر خدمت ہوا اس وقت آپ ایک تخت پر جلوہ افروز تھے پھر آپ نے اسی حالت میں مجھے گلے لگایا، یہ موقعہ بڑا اچھا اور بڑا شاندار تھا۔ (ت)

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر فتح العزیز میں فرماتے ہیں:

حافظ خطیب بغدادی از جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت می کند کہ روزے نزد آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر بودیم ارشاد فرمودند کہ حالا شخصے می آید کہ حق تعالیٰ بعد ازیں کسے را بہتر ازو پیدا نہ کردہ است و شفاعت او روز قیامت مثل شفاعت پیغمبران باشد، جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گوید مہلتے نگزشتہ بود کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف آوردند، پس آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برخاستند و برپیشانی ایشان بوسہ دادند و درکنار گرفتہ ساعتے آنست حاصل کردند۔[2]

حافظ خطیب بغدادی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک دن حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر تھے آپ نے ارشاد فرمایا کہ ابھی ایک شخص آئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد اس سے بہتر کوئی نہیں پیدا فرمایا، قیامت کے دن لوگوں کے حق میں اس کی شفاعت انبیاء کرام کی طرح ہوگی، حضرت جابر (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو) نے فرمایا کہ کچھ زیادہ دیر نہ گزری کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے (استقبال) کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور اُن سے بغلگیر

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی المعانقہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۵۲

[2] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) پارہ عم سورۃ اللیل مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۳۰۶-۳۰۷

Marfat.com

ہوئے اور کچھ دیر تک ایک دوسرے سے مانوس ہوتے رہے۔ (ت)

یہ سب صورتیں معانقہ بے سفر کی ہیں اور شیخ محقق ترجمہ مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں :

سیوطی در جمع الجوامع از مصعب بن عبداللہ آوردہ کہ چوں آں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ابن ابی جہل را دید بایستاد و بجانب او رفت و اعتناق کرد فرمود مرحبا بالراکب المہاجر۔[1]

علامہ سیوطی "جوامع الجوامع" میں حضرت مصعب بن عبداللہ سے روایت لائے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عکرمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بن ابوجہل کو دیکھا تو اٹھ کھڑے ہوئے اور چند قدم چل کر اس کی طرف تشریف لے گئے پھر اُسے گلے لگایا اور ارشاد فرمایا : خوش آمدید اے ہجرت کرنے والے سوار! (ت)

بالجملہ احادیث اس بارے میں بکثرت وارد، اور فقہاء کا قول سُن ہی چکے کہ بے خوفِ فتنہ کپڑوں کے اوپر معانقہ بالاجماع بلاکراہت جائز ہے تو قول زید کہ معانقہ کرنا ہر وقت میں حرام ہے محض غلط و باطل ہے اور شریعت مطہرہ پر کھلا افتراء، وہ اپنے اس قول میں صحیح حدیثوں کو جھٹلاتا اور اجماعِ ائمہ کا خرق کرتا ہے اگر سچا ہے تو حدیث و فقہ سے اپنا دعوٰی علی الاطلاق ثابت کرے ورنہ خدا ورسول پر بہتان کرنے کا اقرار کرے اور جب معانقہ بشرائط مذکورہ بالا بلا تخصیص وقت و حال حدیث و فقہ سے مشروع ٹھہرا تو جس وقت و جس زمانہ میں کیا جائے گا مشروع ہی رہے گا اور مجرد خصوصیت وقت باعث حرمت نہ ہوجائیگی پس وہ معانقہ جو بعد نماز عید ہمارے زمانہ میں رائج ہے بشرائط مسطورہ بالا بلاشبہہ مشروع و جائز ہے اصل اُس کی احادیث و اجماع سے ثابت، گو تخصیص اس وقت کی قرون ثلٰثہ میں نہ پائی جائے،

کما صرح بمثل ذٰلک الامام العلامۃ النووی فی الاذکار والفاضل علاؤالدین فی الدرالمختار وغیرھما فی غیرھما۔

جیسا کہ امام نووی نے "الاذکار" میں اور فاضل علاؤالدین نے "درمختار" میں، اور ان دونوں کے علاوہ باقی اہلِ علم نے اپنی اپنی کتابوں میں اس کی تصریح فرمائی۔ (ت)

اور جو گناہ علانیہ کیا ہو اس کی توبہ بھی علانیہ چاہئے اور پوشیدہ کی پوشیدہ۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب (اللہ تعالٰی ٹھیک بات کو اچھی طرح جانتا ہے۔ ت)

مسئلہ ۱۲۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ معانقہ بے حالتِ سفر بھی جائز ہے یا نہیں؟ اور زید کہ اُسے قدومِ مسافر کے ساتھ خاص اور اس کے غیر میں ناجائز بتاتا ہے، قول اس کا شرعاً

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ کتاب الادب باب المصافحۃ والمعانقۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۲۳

Marfat.com

کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

کپڑوں کے اوپر سے معانقہ بطور بر وکرامت واظہارِ محبت بے فسادِ نیت وموادِ شہوت بالاجماع جائز، جس کے جواز پر احادیثِ کثیرہ وروایاتِ شہیرہ ناطق، اور تخصیصِ سفر کا دعوٰی محض بے دلیل، احادیثِ نبویہ وتصریحاتِ فقہیہ اس بارے میں بروجہ اطلاق وارد، اور قاعدہ شرعیہ ہے کہ مطلق کو اپنے اطلاق پر رکھنا واجب، اور بے مدرکِ شرعی تقیید اور تخصیص مردود و باطل، ورنہ نصوصِ شرعیہ سے امان اٹھ جائے کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت)۔ ابن ابی الدنیا کتاب الاخوان اور دیلمی مسند الفردوس اور ابوجعفر عقیلی اپنی کتاب میں حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی،

واللفظ للعقیلی انہ قال سئلت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن المعانقۃ فقال تحیۃ الامم وصالح ودھم وان اول من عانق خلیل اللہ ابراھیم[1]۔

(الفاظ محدّث عُقیلی کے ہیں کہ تمیم داری نے فرمایا) میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے معانقہ کو پوچھا، فرمایا: تحیت ہے امتوں کی اور ان کی اچھی دوستی، اور بیشک پہلے معانقہ کرنے والے ابراہیم خلیل اللہ ہیں علٰی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام۔

خانیہ میں ہے:

ان کانت المعانقۃ من فوق قمیص اوجبّۃ جاز عند کل[2] اھ ملخصًا۔

گلے ملنا اگر قمیص یا جُبّہ پہن کر ہو تو سب کے نزدیک جائز ہے اھ ملخصًا (ت)

مجمع الانہر میں ہے:

اذا کان علیھما قمیص اوجبّۃ جاز بالاجماع[3] اھ مختصرًا۔

اگر دونوں نے قمیص یا جبّہ پہن رکھا ہو تو بالاتفاق جائز ہے اھ مختصرًا (ت)

ہدایہ میں ہے:

---

[1] الضعفاء الکبیر حدیث ۱۴۱۱ دار الکتاب العلمیۃ بیروت ۳/ ۱۵۵

[2] فتاوٰی قاضیخان کتاب الحظر والاباحۃ باب فیما یکرہ من النظر والمس نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۸۳

[3] مجمع الانہر کتاب الکراہیۃ فصل فی بیان احکام النظر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۴۱

Marfat.com

قالوا الخلاف فی المعانقۃ فی ازار واحد واما اذا کان علیہ قمیص او جبۃ فلاباس بہا بالاجماع وھو الصحیح[1]

فقہائے کرام نے فرمایا اختلاف اس معانقہ میں ہے جو صرف ایک چادر کے ساتھ ہو لیکن جب قمیص یا جبہ پہن رکھا ہو تو بالاتفاق گلے ملنے میں کوئی قباحت نہیں، اور یہی صحیح ہے (ت)

درمختار میں ہے:

لوکان علیہ قمیص او جبۃ جاز بلاکراھۃ بالاجماع وصححہ فی الھدایۃ وعلیہ المتون[2]

اگر آدمی قمیص یا جُبّہ پہنے ہو تو پھر معانقہ کرنا بغیر کراہت بالاتفاق جائز ہے۔ ہدایہ میں اسکو صحیح قرار دیا گیا، اور متون فقہ اسی کے مطابق ہیں (ت)

شرح نقایہ میں ہے:

عانقہ اذاکان معہ قمیص اوجبۃ او غیرہ لم یکرہ بالاجماع وھو الصحیح[3] اھ ملتقطا۔

معانقہ کرنا بایں صورت کہ جبّہ یا قمیص پہن رکھی ہو بالاتفاق مکروہ نہیں، اور یہی صحیح ہے اھ ملتقطا (ت)

اسی طرح امام نسفی نے کافی پھر علامہ اسمٰعیل نابلسی نے حاشیہ درر، اور شیخ محقق نے لمعات میں تصریح فرمائی، اور اسی پر فتاوٰی ہندیہ وحدیقہ ندیہ وشرح درر مولٰی خسرو وغیرہا میں جزم کیا اور یہی وقایہ ونقایہ وکنز واصلاح وغیرہا متون کا مفاد اور شروح ہدایہ وحواشی درمختار وغیرہا میں مقرر، ان سب میں کلام مطلق ہے کہیں تخصیص سفر کی بُو نہیں، اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

اما معانقہ اگر خوف فتنہ نباشد مشروع است خصوصاً نزد قدوم از سفر[4]

اگر کسی فتنے کا اندیشہ نہ ہو تو معانقہ جائز ہے بالخصوص اس وقت جبکہ سفر سے واپسی ہو۔ (ت)

یہ خصوصاً بطلان تخصیص پر نصِ صریح ہے، رہیں احادیثِ نہی، اُن میں زید کے لئے حجت نہیں کہ اُن سے اگر ثابت ہے تو نہی مطلق، پھر اطلاق پر رکھئے تو حالتِ سفر بھی گئی حالانکہ اس میں زید بھی ہم سے موافق، اور توفیق پر چلئے تو علماء فرماتے ہیں وہاں معانقہ بروجہ شہوت مراد، اور ریہ ظاہر کہ ایسی صورت

---

[1] الہدایۃ کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی الاستبراء مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۴۶۶

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۴

[3] شرح النقایۃ للبرجندی باب الکراہیۃ نولکشور لکھنؤ ۳/۱۸۱

[4] اشعۃ اللمعات کتاب الادب باب المصافحۃ والمعانقۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۲۰

Marfat.com

میں تو بحالتِ سفر بھی بلکہ مصافحہ بھی ممنوع تا بمعانقہ چہ رسد۔ امام فخر الدین زیلعی تبیین الحقائق اور اکمل الدین بابرتی عنایہ اور شمس الدین قہستانی جامع الرموز اور آفندی شیخی زادہ شرح ملتقی الابحر اور شیخ محقق دہلوی شرح مشکوٰۃ اور امام حافظ الدین شرح وافی اور سید امین الدین آفندی حاشیہ شرح تنویر مولٰے عبد الغنی نابلسی شرح طریقہ محمدیہ میں اور ان کے سوا اور علماء ارشاد فرماتے ہیں:

وھذا لفظ الاکمل قال وفق الشیخ ابو منصور (یعنی الماتریدی امام اہل السنۃ و سید الحنفیۃ) بین الاحادیث فقال المکروہ من المعانقۃ ماکان علی وجہ الشھوۃ وعبر عنہ المصنف (یعنی امام برہان الدین الفرغانی) بقولہ فی ازار واحد فانہ سبب یفضی الیھا فاما علی وجہ البر والکرامۃ اذا کان علیہ قمیص او جبۃ فلا باس بہ[1] اھ۔

یہ الفاظ امام اکمل الدین بابرتی کے ہیں انھوں نے فرمایا شیخ ابو منصور ماتریدی جو اہلسنت کے امام اور احناف کے پیشوا ہیں انھوں نے بظاہر باہم متعارض حدیثوں میں مطابقت اور موافقت کی روش اختیار کی، چنانچہ فرمایا وہ معانقہ مکروہ ہے جو شہوانی جذبات کے ساتھ ہو جس کی تعبیر مصنف یعنی امام برہان الدین فرغانی نے اپنے قول "فی ازار واحد" (صرف ایک چادر کے ساتھ) سے کی ہے کیونکہ یہ ایک ایسا سبب ہے جو شہوت رانی تک پہنچا دیتا ہے، لیکن اگر معانقہ نیکی اور اکرام کے جذبے کے ساتھ ہو اور قمیص یا جبہ پہن کر کیا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں اھ (ت)

اور کیونکر روا ہوگا کہ بحالتِ سفر کے معانقہ کو مطلقاً ممنوع ٹھہرائے حالانکہ احادیثِ کثیرہ میں ثابت کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بارہا بے صورتِ مذکورہ بھی معانقہ فرمایا۔

حدیث اول: بخاری و مسلم و نسائی و ابن ماجہ بطرق عدیدہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

وھذا لفظ مولف منھا دخل حدیث بعضھم فی بعض قال خرج النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فجلس بفناء بیت فاطمۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا فقال ادع الحسن بن

یعنی ایک بار سید دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کے مکان پر تشریف لے گئے اور سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہا کو بلایا، حضرت زہرا نے

---

[1] العنایۃ علٰی ہامش فتح القدیر کتاب الکراہیۃ فصل فی الاستبراء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۸/ ۴۸۵

Marfat.com

علی فحبسته شیئا فظننت انها تلبسه سخابا او تغسله فجاء یشتد وفی عنقه السخاب فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیدہ ھکذا فقال الحسن بیدہ ھکذا حتی اعتنق کل واحد منھما صاحبہ فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللھم انی احبہ فاحببہ واحب من یحبہ[1]

بھیجنے میں کچھ دیر کی میں سمجھا انھیں ہار پہناتی ہوں گی یا نہلا رہی ہوں گی اتنے میں دوڑتے ہوئے حاضر آئے گلے میں ہار پڑا تھا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دستِ اقدس بڑھائے حضور کو دیکھ کر امام حسن نے بھی ہاتھ پھیلائے یہاں تک ایکدوسرے کو لپٹ گئے۔ حضور نے گلے لگا کر دعا کی: الٰہی! میں اسے دوست رکھتا ہوں تو اسے دوست رکھ، جو اسے دوست رکھے اسے دوست رکھ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ حِبِّہ وبارک وسلم۔

حدیث دوم: صحیح بخاری میں امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی:

کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یاخذ بیدی فیقعدنی علی فخذہ ویقعد الحسن علی فخذہ الاخری ثم یضمھما ثم یقول اللھم ارحمھما فانی ارحمھما[2]

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑ کر ایک ران پر مجھے بٹھا لیتے اور دوسری پر امام حسن کو پھر دونوں کو لپٹا لیتے، پھر دعا فرماتے: الٰہی! میں ان پر مہر کرتا ہوں تو ان پر رحم فرما۔

حدیث سوم: اُسی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے:

ضمنی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی صدرہ وقال اللھم علمہ الحکمۃ[3]

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے سینے سے لپٹا لیا اور دعا فرمائی: الٰہی! اسے حکمت سکھا دے۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس باب السخاب للصبیان قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۷۴
صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابۃ باب من فضائل الحسن والحسین " " " ۲/۲۸۲
[2] صحیح البخاری کتاب الادب باب وضع الصبی علی الفخذ " " " ۲/۸۸۸
[3] صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مناقب ابن عباس " " ۱/۵۳۱

Marfat.com

حدیث چہارم: امام احمد اپنی مسند میں یعلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

انہ جاء حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما یستبقان الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فضمھما الیہ۔[1]

ایک بار دونوں صاحبزادے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس آپس میں دوڑ کرتے ہوئے آئے حضور نے دونوں کو لپٹا لیا۔

حدیث پنجم: جامع ترمذی میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث ہے:

سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ای اھل بیتك احب الیك قال الحسن والحسین وکان یقول لفاطمۃ ادعی لی ابنی فیشمھما ویضمھما الیہ۔[2]

سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پوچھا گیا حضور کو اپنے اہلبیت میں سے زیادہ پیارا کون ہے، فرمایا: حسن و حسین۔ اور حضور دونوں صاحبزادوں کو حضرت زہرا سے بلوا کر سینے سے لگاتے اور ان کی خوشبو سونگھتے صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وبارک وسلم۔

حدیث ششم: امام ابوداؤد اپنی سنن میں حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

بینما ھو یحدث القوم وکان فیہ مزاح بینا یضحکھم فطعنہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی خاصرتہ بعود فقال اصبرنی قال اصطبر قال ان علیك قمیصا ولیس علیّ قمیص فرفع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن قمیصہ فاحتضنہ وجعل یقبل کشحہ قال انما

اس اثنا میں کہ وہ باتیں کر رہے تھے اور اُن کے مزاج میں مزاح تھا لوگوں کو ہنسا رہے تھے کہ سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لکڑی ان کے پہلو میں چبھوئی، انھوں نے عرض کی: مجھے بدلہ دیجئے۔ فرمایا: لے۔ عرض کی: حضور تو کُرتا پہنے ہیں اور میں ننگا تھا۔ حضور نے کُرتا اُٹھا دیا انھوں نے حضور کو اپنے کنار میں

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن یعلی رضی اللہ تعالٰی عنہ دار الفکر بیروت ۴/۱۷۲

[2] جامع الترمذی کتاب المناقب مناقب الحسن والحسین امین کمپنی دہلی ۲/۲۱۸

Marfat.com

ارادت ھذا یا رسول اللہ [1] لیا اور تہیگاہ اقدس کو چومنا شروع کیا پھر عرض کی، یا رسول اللہ! میرا یہی مقصود تھا، ع دل عشاق حیلہ گر باشد (عاشقوں کا دل کوئی نہ کوئی حیلہ بہانہ تلاش کر لیتا ہے۔ ت) صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی کل من احبہ و بارک وسلم

حدیث ہفتم: اُسی میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے:

مالقیتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قط الا صافحنی وبعث الیّ ذات یوم ولم اکن فی اھلی فلما جئت اخبرت انہ ارسل الیّ فاتیتہ وھو علی سریر فالتزمنی فکانت تلك اجود و اجود [2]

میں جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا حضور ہمیشہ مصافحہ فرماتے، ایک دن میرے بلانے کو آدمی بھیجا، میں گھر میں نہ تھا، آیا تو خبر پائی حاضر ہوا، حضور تخت پر جلوہ فرما تھے، مجھے گلے سے لگالیا، تو یہ اور زیادہ جید و نفیس تر تھا۔

حدیث ہشتم: ابویعلٰی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی،

قالت رأیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم التزم علیا وقبلہ و یقول بابی الوحید الشہید [3]

میں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا حضور نے مولا علی کو گلے لگایا اور پیار کیا، اور فرماتے تھے میرا باپ نثار اس وحید شہید پر۔

حدیث نہم: طبرانی معجم کبیر اور ابن شاہین کتاب السنہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں:

دخل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واصحابہ غدیرا فقال لیسبح کل رجل الٰی صاحبہ فسبح کل رجل منھم الٰی صاحبہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ ایک تالاب میں تشریف لے گئے حضور نے ارشاد فرمایا: ہر شخص اپنے یار کی طرف پیرے۔ سب نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ صرف

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی قبلۃ الجسد آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۵۳

[2] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی المعانقۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۵۲

[3] مسند ابویعلٰی ترجمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ حدیث ۴۵۵۸ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۴/ ۳۱۸

Marfat.com

حتی بقی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وابوبکر فسبح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی ابی بکر حتی اعتنقہ فقال لوکنت متخذا خلیلا لاتخذت ابابکر خلیلا ولکنہ صاحبی[1]

رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق باقی رہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم صدیق کی طرف بڑھ کر تشریف لے گئے اور انھیں گلے لگا کر فرمایا کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن وہ میرا یار ہے صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلیٰ صاحبہ وبارک وسلم۔

حدیث دہم: خطیب بغدادی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

قال کنا عند النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال یطلع علیکم رجل لم یخلق اللہ بعدی احدا ھو خیر منہ ولا افضل، ولہ شفاعۃ مثل شفاعۃ النبیین فما برحنا حتی طلع ابوبکر الصدیق فقام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقبلہ والتزمہ[2]

ہم خدمت اقدس حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر تھے ارشاد فرمایا اس وقت تم پر وہ شخص چمکے گا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے بعد اس سے بہتر و بزرگ تر کسی کو نہ بنایا اور اس کی شفاعت انبیاء کی مانند ہوگی، ہم حاضر ہی تھے کہ ابوبکر صدیق نظر آئے، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیام کیا اور صدیق کو پیار کیا اور گلے لگایا۔

حدیث یازدہم: حافظ عمر بن محمد ملا اپنی سیرت میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

قال رایت رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم واقفا مع علی بن ابی طالب اذا قبل ابوبکر فصافحہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعانقہ وقبل فاہ فقال علی اتقبل فا ابی بکر فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا اباالحسن منزلۃ

میں نے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کو امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے ساتھ کھڑے دیکھا اتنے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ حاضر ہوئے، حضور پُر نور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اُن سے مصافحہ فرمایا اور گلے لگایا اور ان کے دہن پر بوسہ دیا، مولیٰ علی

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۱۶۷۶ و ۱۱۹۳۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۶۱/۳ و ۳۰۹/۳

[2] تاریخ بغداد للخطیب بغدادی ترجمہ محمد بن العباس ابوبکر القاص دار الکتاب العربی بیروت ۱۲۴/۳

ف: خط کشیدہ الفاظ حدیث المعجم الکبیر کی حدیث ۱۱۹۳۸ میں ۳۲۹/۱۱ پر ملاحظہ ہوں۔

Marfat.com

ابی بکر عندی کمنزلتی عند ربی[1] کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے عرض کی کیا حضور ابوبکر کا منہ چومتے ہیں، فرمایا اے ابوالحسن! ابوبکر کا مرتبہ میرے یہاں ایسا ہے جیسا میرا مرتبہ اپنے رب کے حضور۔

حدیث دوازدہم: ابن عبدربہ کتاب بہجۃ المجالس میں مختصراً اور ریاض نضرہ میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مطولاً صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ابتدائے اسلام میں اظہار اسلام اور کفار سے ضرب وقتال فرمانا اور ان کے چہرۂ مبارک پر ضرب شدید آنا اس سخت صدمہ میں بھی حضور اقدس سید المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال رہنا، حضور پُرنور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دار الارقم میں تشریف فرما تھے اپنی ماں سے خدمت اقدس میں لے چلنے کی درخواست کرنا مفصلاً مروی، یہ حدیث بتمامہ ہماری کتاب مطلع القمرین فی ابانۃ العمرین میں مذکور، اس کے آخر میں ہے:

حتی اذا ھدأت الرجل و سکن الناس خرجتا بہ تتکئی علیھما حتی ادخلتاہ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم قالت فانکب علیہ فقبلہ و انکب علیہ المسلمون ورق لہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رقۃ شدیدۃ[2] الحدیث۔

یعنی جب پہل موقوف ہوئی اور لوگ سو رہے ان کی والدہ ام الخیر اور حضرت فاروق اعظم کی بہن ام جمیل رضی اللہ تعالےٰ عنہما انھیں لے کر چلیں بوجہ ضعف دونوں پر تکیہ لگائے تھے یہاں تک کہ خدمت اقدس میں حاضر کیا دیکھتے ہی پروانہ وار شمع رسالت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر گر پڑے اور بوسہ دینے لگے اور صحابہ غایت محبت سے ان پر گرے حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ان کیلئے رقت فرمائی الحدیث۔

حدیث سیزدہم: حافظ ابوسعید شرف المصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم میں انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی:

صعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی المنبر ثم قال این عثمان بن عفان، فوثب و قال ھا انا ذا یا رسول اللہ فقال

حضور سرور عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے پھر فرمایا: عثمان کہاں ہیں۔ عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ بے تابانہ اٹھے اور عرض کی: حضور!

---

[1] سیرت حافظ عمر بن محمد ملا

[2] الریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ

Marfat.com

ادن منی فدنا منه فضمه الی صدره و قبل بین عینیه[1] الحدیث۔

میں حاضر ہوں یا رسول اللہ۔ فرمایا: پاس آؤ۔ پاس حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں سینے سے لگایا اور آنکھوں کے بیچ میں بوسہ دیا، الحدیث۔

حدیث چہاردہم: حاکم صحیح مستدرک بافادۂ التصحیح اور ابو یعلیٰ اپنی مسند اور ابو نعیم فضائل صحابہ میں اور برہان خجندی کتاب اربعین مسمّٰی بالماء المعین اور عمر بن محمد ملا سیرت میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

قال بینا نحن مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی نفر من المہاجرین منہم ابوبکر وعمر وعثمان وعلی وطلحۃ والزبیر وعبد الرحمٰن بن عوف وسعد بن ابی وقاص فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لینہض کل رجل الی کفوہ فنہض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی عثمان فاعتنقہ وقال انت ولی فی الدنیا والاخرۃ[2]۔

ہم چند مہاجرین کے ساتھ خدمت اقدس حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم میں حاضر تھے، حاضرین میں خلفاء اربعہ (ابوبکر، عمر، عثمان، علی) طلحہ و عبد الرحمٰن بن عوف وسعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالےٰ عنہم تھے، حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تم میں ہر شخص اپنے جوڑ کی طرف اُٹھ کر جائے۔ اور خود حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اُٹھ کر تشریف لائے اُن سے معانقہ کیا اور فرمایا: تو میرا دوست ہے دنیا و آخرت میں۔

حدیث پانزدہم: ابن عساکر تاریخ میں حضرت امام حسن مجتبےٰ وہ اپنے والد ماجد حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجوہہما سے راوی:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عانق عثمٰن بن عفان فقال قد عانقت اخی عثمان فمن کان لہ اخ فلیعانقہ[3]۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے عثمٰن غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے معانقہ کیا اور فرمایا میں نے اپنے بھائی عثمان سے معانقہ کیا جس کے کوئی بھائی ہو اسے چاہیے اپنے بھائی سے معانقہ کرے۔

---

[1] شرف النبی (فارسی) باب بست ونہم مطبوعہ تہران ص ۲۸۸، ۲۹۰

[2] المستدرک باب فضائل عثمان رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۳/۹۷

[3] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر حدیث ۳۶۲۴۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/۵۰

Marfat.com

اس حدیث میں علاوہ فعل کے مطلقاً حکم بھی ارشاد ہوا کہ ہر شخص کو اپنے بھائیوں سے معانقہ کرنا چاہیے۔

حدیث شانزدہم: حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے حضرت بتول زہرا سے فرمایا: عورت کے حق میں سب سے بہتر کیا ہے؟ عرض کی کہ نامحرم شخص اُسے نہ دیکھے۔ حضور نے گلے سے لگالیا اور فرمایا:

ذریۃ بعضہا من بعض[1]

یہ ایک دوسرے کی نسل ہے (ت)

اوکما ورد صلی اللہ تعالٰی علی الحبیب و اٰلہ و بارك وسلم۔

جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ اللہ تعالٰے کی رحمت و برکت اور سلام ہو اس کے حبیب مکرم اور ان کی سب آل پر۔ (ت)

بالجملہ احادیث اس بارے میں بکثرت وارد، اور تخصیص سفر محض بے اصل و فاسد، بلکہ سفر و بے سفر ہر صورت میں معانقہ سنّت، اور سنّت جب ادا کی جائے گی سنّت ہی ہوگی تاوقتیکہ خاص کسی خصوصیت پر شرع سے تصریحاً نہی ثابت نہ ہو یہاں تک کہ خود امام مانعین مولوی اسمٰعیل دہلوی اپنے رسالۂ نذور میں کہ مجموعہ زبدۃ النصائح میں مطبوع ہوا صاف مقر کہ معانقہ روزِ عید گو بدعت ہو بدعتِ حسنہ ہے۔

حیث قال ہمہ اوضاع از قرآن خوانی و فاتحہ خوانی و طعام خورانیدن سوائے کندن چاہ و امثالہ دعا و استغفار و اضحیہ بدعت است گو بدعتِ حسنہ بالخصوص ست مثل معانقۂ عید و مصافحہ بعد نمازِ صبح یا عصر[2] انتہے واللہ تعالٰے اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

چنانچہ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے کہا ہے: قرآن خوانی، فاتحہ خوانی اور کھانا کھلانے کے تمام طریقے بدعت ہیں سوائے کنواں کھُدوانے اور اسی نوع کے دوسرے کام، قربانی کرنے اور دعا و استغفار کرنے کے۔ گو یہ بدعت حسنہ بالخصوص ہیں جیسے عید کے دن گلے ملنا اور نمازِ فجر اور نمازِ عصر کے بعد مصافحہ کرنا، انتہی اللہ تعالٰے سب کچھ جانتا ہے اور اس شان والے کا علم سب سے زیادہ کامل اور سب سے زیادہ پختہ ہے۔ (ت)

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین کتاب آداب النکاح الباب الثالث دار الفکر بیروت ۵/۳۶۲

[2] زبدۃ النصائح (رسالہ نذور)

Marfat.com

رسالہ

صفائح اللُّجَین فی کونِ التّصافح بکفی الیدَین ۱۳۰۶

(دونوں ہتھیلیوں سے مصافحہ ہونے میں چاندی کی تختیاں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۲۳ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دونوں ہاتھ سے مصافحہ جائز ہے یا نہیں؟ اور آج کل جو غیر مقلد لوگ ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کرتے اور دونوں ہاتھ سے مصافحہ کو ناجائز و خلافِ احادیث جانتے ہیں ان کا یہ دعوٰی صحیح ہے یا غلط؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ، اجر پاؤ)

الجواب

الحمد للہ، اللھم لک الحمد یا باسط الیدین بالرحمۃ تنفق کیف تشاء، تصافح حمدک بمزید رفدک کما تعانق شکرک والعطاء، صل وسلم وبارک علی من یداہ بحر النوال، ومنبعا الزلال، وجُنّتا البلاء، وعلٰی اٰلہ وصحبہ واھلہ وحزبہ ما تصافحت الایدی عند اللقاء، واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ الباسط کفیہ بالجود والصلۃ وعلٰی اٰلہ وصحبہ اولی الود والاخاء والفیض والسخاء، فی العسر والرخاء، الٰی تصافح الاحباب وتعانق الاخلاء، اٰمین الٰہ الحق اٰمین!

بیشک دونوں ہاتھ سے مصافحہ جائز ہے، اکابر علماء نے اس کے مسنون و مندوب ہونے

Marfat.com

کی تصریح فرمائی، اور ہرگز ہرگز نام کو بھی کوئی حدیث اس سے ممانعت میں نہ آئی، جائز شرعی کی ممانعت و مذمت پر اترنا شریعتِ مطہرہ پر افترا کرنا ہے والعیاذ باللہ رب العالمین۔

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہٗ قبل اس کے کہ اس اجمال کی تفصیل کرے، ایک واقعۂ طیبہ و رؤیائے صالحہ ذکر کرتا ہے، وللہ الحمد والمنۃ ومنہ الفضل والنعمۃ۔

یہ مسئلہ فقیر غفرلہ المولی القدیر سے روزِ جمعہ ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۰۶ھ کو بعد نماز پوچھا گیا، جواب زبانی بیان میں آیا اور از انجا کہ آج کل قدرے علالت اور بوجہ مشاغل درس قلت مہلت تھی قصد کیا کہ جمعۂ آئندہ کی تعطیل ان شاء اللہ تعالیٰ تحریر جواب کی کفیل ہوگی، اس اثناء میں سوال مذکور کا خیال بھی دل سے اتر گیا، ناگاہ شب سہ شنبہ ۲۳ ماہ مسطور کہ سر بشمال و رُو بقبلہ میں سوتا اور بخت بیدار تھا، خاص صبح کے وقت بحمد اللہ خواب دیکھا کہ سمتِ مدینہ طیبہ سے امام علام، مرشد الانام، قاضی البلاد، مفتی العباد، فقیہ النفس، مقارب الاجتہاد، امام اجل، ابوالمحاسن، فخر الملۃ والدین، ابوالمفاخر حسن ابن امام بدر الدین منصور ابن امام شمس الدین محمود ابوالقاسم بن عبدالعزیز اوزجندی فرغانی معروف بہ امام قاضی خاں قَدَّسَ اللّٰہُ تَعَالٰی سِرَّہٗ فَاَفَاضَ عَلَیْنَا نُوْرَہٗ (جن کے فتاوٰی کے لئے شرقاً غرباً اعلیٰ درجہ کا اعتبار و اشتہار اور ان کا امام مجتہد، فقیہ النفس اعظم عمائد سے ہونا آشکار) فقیر کے سرہانے تشریف لائے، بلند بالا متوسط بدن، سفید پوشاک زیب تن، وسیع گھیر نیچے دامن، اور بزبانِ فارسی یہ دو جملے ارشاد فرمائے:

"مستند ایشاں حدیثِ انس است و اُو را مفہوم نیست۔" اس کی دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے اس کا مفہوم مخالف مراد نہیں۔ (ت)

لفظ یہی تھے یا اس کے قریب، معاً جمال مبارک دیکھتے ہی قلبِ فقیر میں القاء ہوا کہ یہ امام قاضی خاں رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں، اور کلام مقدس سنتے ہی دل میں آیا کہ اسی مسئلہ مصافحہ کی نسبت ارشاد ہے والحمد للہ رب العالمین۔

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہٗ کو اس خواب مبارک کے ذکر سے مخالفین پر حجت لانا مقصود نہیں کہ وہ تو خواب کے لئے اصلاً قدر و قیمت نہیں رکھتے اگرچہ احادیثِ صحیحہ سے ثابت کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے امرِ عظیم جانتے اور اس کے سننے، پوچھنے، بتانے، بیان فرمانے میں نہایت درجے کا اہتمام فرماتے۔ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نمازِ صبح پڑھ کر حاضرین سے دریافت فرماتے:

Marfat.com

هَلْ رَاٰی اَحَدٌ اللَّیْلَۃَ رُؤْیَا[1] آج کی شب کسی نے کوئی خواب دیکھا؟

جس نے دیکھا ہوتا عرض کرتا، حضور تعبیر فرماتے۔

احمد و بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ و طبرانی و حکیم ترمذی و ابن جریر و ابن عبد البر و ابن النجار و غیرہم محدثین کبار کے یہاں احادیث انس و ابوہریرہ و عبادہ بن صامت و ابوسعید خدری و عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن عمرو و عبداللہ بن مسعود و عبداللہ بن عباس و جابر بن عبداللہ و عوف بن مالک و ابورزین عقیلی و عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مسلمان کی خواب نبوت کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا ہے۔[2]ع

صحیح بخاری میں ابوہریرہ اور صحیح مسلم و سنن ابی داؤد میں عبداللہ بن عباس — اور احمد و ابنائے ماجہ و خزیمہ و حبان کے یہاں بسند صحیح امّ کرز کعبیہ — اور مسند احمد میں ام المومنین صدیقہ — اور معجم کبیر طبرانی میں بسند صحیح حذیفہ بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی وھذا لفظ الطبرانی (یہ الفاظ طبرانی کے ہیں۔ت) حضور لامع النور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ذَھَبَتِ النُّبُوَّۃُ فَلَا نُبُوَّۃَ بَعْدِیْ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ قِیْلَ وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ، قَالَ الرُّؤْیَا الصَّالِحَۃُ یَرَاھَا الرَّجُلُ اَوْ تُرٰی لَہٗ۔[3]

نبوت گئی اب میرے بعد نبوت نہ ہوگی مگر بشارتیں، عرض کی گئی، وہ بشارتیں کیا ہیں؟ فرمایا: نیک آدمی کہ خواب خود دیکھے یا اس کیلئے دیکھی جائے۔

اسی طرح احادیث اس بارہ میں متوافر اور اس کا امر عظیم مہتم بالشان ہونا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ع حدیثیں اس بارے میں مختلف آئیں، چوبیسواں، پچیسواں، چھبیسواں، چالیسواں، چوالیسواں، پینتالیسواں، چھیالیسواں، پچاسواں، سترھواں، چھہترواں ٹکڑا سب وارد ہیں، لہذا فقیر نے مطلق ایک ٹکڑا کہا، اور اکثر احادیث صحیحہ میں چھیالیسواں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ

[1] جامع الترمذی ابواب الرؤیا امین کمپنی دہلی ۲/ ۵۳
صحیح البخاری کتاب التعبیر باب تعبیر الرؤیا بعد صلوٰۃ الصبح قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۴۳
سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی الرؤیا آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۲۸

[2] " " " " " " ۲/ ۳۲۹
صحیح البخاری کتاب التعبیر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۳۴ و ۱۰۳۵

[3] المعجم الکبیر حدیث ۳۰۵۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۳/ ۱۷۹

Marfat.com

سے متواتر، ان کی تفصیل موجب تطویل۔

اور احمد و بخاری و ترمذی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِذَا رَاٰی اَحَدُکُمُ الرُّؤْیَا یُحِبُّھَا فَاِنَّمَا ھِیَ مِنَ اللّٰہِ فَلْیَحْمَدِ اللّٰہَ عَلَیْھَا وَلْیُحَدِّثْ بِھَا غَیْرَہٗ ۔[1]

جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جو اسے پیارا معلوم ہو تو وہ اللہ تعالٰی کی طرف سے ہے چاہئے کہ اس پر اللہ تعالٰی کی حمد بجالائے اور لوگوں کے سامنے بیان کرے۔

فقیر بے نوا کو اس سے زیادہ کیا پیارا ہوگا کہ ایک امام اجل، رکن شریعت، ہادیٔ ملت اس پر اپنا پرتوِ اجلال ڈالے اور محض اس کی امداد و ارشاد کے لئے غریب خانہ پر بنفسِ نفیس کرم فرمائے اور بے سابقۂ عرض و درخواست خود بکمال مہربانی مسئلۂ دین و ردِّ مخالفین تعلیم کرے۔ کیا وہ غریب خستہ فقیر دل شکستہ اس سے امید نہ کرے گا کہ باوجود میرے ان عظیم و شدید گناہوں کے میرا رؤف و رحیم مولٰی عزّ و علا میرے ساتھ ایک نظر خاص رکھتا ہے اور مجھ سے ذلیل، بے وقعت، خوار، بے حیثیت کا افتا بھی اس بارگاہِ رحمت میں گنتی شمار کے قابل ٹھہرا ہے۔

فالحمد للّٰہ الذی بنعمتہ وجلالہ تتم الصالحات والصّلوٰۃ والسلام علی کنز الفقراء، حرز الضعفاء، عظیم الرّجاء، عمیم العطیات وعلٰی اٰلہ وصحبہ اجمعین، والحمد للّٰہ ربّ العٰلمین۔

تمامی تعریف ثابت ہے اس معبودِ حقیقی کے لئے جس کی نعمت وعظمت کے طفیل نیکیاں تمام و کمال کو پہنچیں، اور درود وسلام نازل ہو اس ذاتِ اقدس پر جو فقیروں کا خزانہ، کمزوروں کی پناہ گاہ، بڑی امید والے اور عام بخشش کرنے والے ہیں اور ان کے تمام آل و اصحاب پر، تمامی تعریف سارے جہان کے پالنہار کیلئے ہے۔ (ت)

معہذا یہ بھی سنتِ صحابہ سے ثابت کہ جو خواب ایسا دیکھا گیا جس میں ان کے قول کی تائید نکلی اس پر شاد ہوئے اور دیکھنے والے کی توقیر بڑھادی۔ صحیحین میں ہے ابو حمزہ ضبعی نے تمتع حج میں خواب دیکھا

[1] صحیح البخاری کتاب التعبیر باب الرؤیا من اللہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۰۳۴
مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۳/۸
[2] صحیح البخاری کتاب المناسک باب التمتع الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۱۳

Marfat.com

جس سے مذہبِ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تائید ہوئی ابن عباس نے ان کا وظیفہ مقرر کردیا اور اس روز سے انھیں اپنے ساتھ تخت پر بٹھانا شروع کیا۔ ان وجوہ پر نظر تھی کہ فقیر نے یہ خواب ذکر کی۔ خواب دیکھتے ہی آنکھ کھلی، نماز کا وقت تھا، وضو میں مشغول ہوا، اثنائے وضو ہی میں خیال کیا تو یاد آیا کہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جامع ترمذی میں مروی کہ سائل نے عرض کی:

افیاخذ بیدہ ویصافحہ قال نعم[1] — یعنی یا رسول اللہ! جب مسلمان مسلمان سے ملے تو اس کا ہاتھ پکڑے اور مصافحہ کرے، فرمایا ہاں۔

اس میں لفظ "ید" بصیغہ مفرد واقع ہوا لہٰذا ان صاحبوں کا محلِ استناد ٹھہرا۔

اب قبل اس کے کہ جوابِ امام علیہ رحمۃ المنعام کی توضیح اور دیگر مباحثِ نفیسہ کی جو بحمداللہ قلبِ فقیر پر فائض ہوئے تصریح کروں، پہلے اس کا بیان کرنا ہے کہ امام ہمام قدس سرہ نے خاص حدیثِ انس کو کیوں ان کا مستند بنایا حالانکہ کلمۂ ید بصیغۂ مفرد اس کے سوا اور بھی کئی حدیثوں میں آیا۔ اس تحقیق کے ضمن میں ان شاء اللہ تعالیٰ ان حدیثوں سے بھی جواب کھل جائے گا۔

فاقول وباللہ التوفیق وہ احادیثِ مصافحہ جن میں لفظِ ید بصیغۂ مفرد واقع تین قسم ہیں:

قسم اول: احادیثِ فضائل جن میں مصافحہ کی ترغیب اور اس کی خوبیوں کا بیان ہے مثلاً:

۱ **حدیث** حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما جسے طبرانی نے معجم اوسط اور بیہقی نے شعب الایمان میں بسندِ صالح روایت کیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا لَقِیَ الْمُؤْمِنَ فَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَاَخَذَ بِیَدِہٖ فَصَافَحَہٗ تَنَاثَرَتْ خَطَایَاھُمَا کَمَا تَنَاثَرُ وَرَقُ الشَّجَرِ[2] — جب مسلمان سے مسلمان مل کر سلام کرتا اور ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرتا ہے ان کے گناہ جھڑتے ہیں جیسے پیڑوں کے پتے۔

---

[1] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی المصافحہ امین کمپنی دہلی ۲/۹۷

[2] المعجم الاوسط حدیث ۲۴۷ مکتبۃ المعارف ریاض ۱/۱۸۴

شعب الایمان فصل فی المصافحۃ حدیث ۸۹۵۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/۴۷۳

Marfat.com

حدیث سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ معجم کبیر طبرانی میں بسندِ حسن مروی حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِنَّ الْمُسْلِمَ اِذَا لَقِیَ اَخَاہُ الْمُسْلِمَ فَاَخَذَ بِیَدِہٖ تَحَاتَّتْ عَنْھُمَا ذُنُوْبُھُمَا[۱]

مسلمان جب اپنے بھائی سے مل کر اس کا ہاتھ پکڑتا ہے اُن کے گناہ مٹ جاتے ہیں۔

حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ امام احمد نے ایسی سند سے جس کے سب رجال سوا میمون بن موسٰے مُرَئی بصری صدوق مدلس کے ثقات عدول ہیں اور نیز ابویعلٰی و بزار نے روایت کی:

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمَیْنِ اِلْتَقَیَا فَاَخَذَ اَحَدُھُمَا بِیَدِ صَاحِبِہٖ اِلَّا کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ اَنْ یَّحْضُرَ دُعَاءَھُمَا وَلَا یُفَرِّقَ بَیْنَ اَیْدِیْھِمَا حَتّٰی یَغْفِرَ لَھُمَا[۲]

جب دو مسلمان ملاقات کے وقت ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑیں اللہ تعالٰی پر حق ہے کہ ان کی دُعا قبول فرمائے اور انکے ہاتھ جدا نہ ہونے پائیں کہ ان کے گناہ بخش دے۔

حدیث براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ احمد نے مُسند اور ضیاء نے مختارہ میں بسند صحیح روایت کی حضور پرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ایما مسلمین التقیا فاخذ احدھما بید صاحبہ و تصافحا وحمدا اللہ جمیعا تفرقا لیس بینھما خطیئۃ[۳]

جو دو مسلمان آپس میں مل کر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑیں اور مصافحہ کریں اور دونوں حمدِ الٰہی بجالائیں بےگناہ ہو کر جُدا ہوں۔

نیز **حدیث** براء رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ بیہقی نے بطریق یزید بن براء تخریج کی، نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لایلقی مسلمٌ مسلمًا فیرحب بہ ویاخذ

جو مسلمان مسلمان سے مل کر مرحبا کہے اور ہاتھ

---

[۱] المعجم الکبیر حدیث ۶۱۵۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۶/۲۵۶

[۲] مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۱۴۲

الترغیب والترھیب بحوالہ احمد والبزار وابی یعلٰی الترغیب فی المصافحہ حدیث ۴ مصطفی البابی مصر ۳/۴۳۲

[۳] مسند احمد بن حنبل عن براء بن عازب المکتبۃ الاسلامی بیروت ۴/۲۹۳ و ۲۹۴

Marfat.com

بیدہ الا تناثرت الذنوب بینھما کما یتناثر ورق الشجر[1] | ملائے ان کے گناہ برگِ درخت کی طرح جھڑ جائیں۔

اقول اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ الفاظ وحدتِ ید میں نص ہیں تاہم ان دونوں حدیثوں میں منکرین کے لئے حجت نہیں، ہر عاقل جانتا ہے کہ مقامِ ترغیب وترہیب میں غالباً ادنیٰ کو بھی ذکر کرتے ہیں کہ جب اس قدر پر یہ ثواب یا عقاب ہے تو زائد میں کتنا ہوگا، اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ اس سے زائد مندوب یا محذور نہیں۔ ترہیب کی مثال تو یہ لیجئے:

ابن ماجہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اعان علی قتل مومن بشطر کلمۃ لقی اللہ مکتوبا بین عینیہ اٰئس من رحمۃ اللہ[2] | جو کسی مسلمان کے قتل پر آدھی بات کہہ کر اعانت کرے اللہ سے اس حالت پر ملے کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہو خدا کی رحمت سے ناامید۔

کیا اس کے یہ معنٰی ہیں کہ آدھی بات کہہ کر اعانت کرے تو مستحقِ عذاب، اور ساری بات سے مدد کرے تو نہیں؟

یہاں محلِ ترغیب ہے، زیادہ مثالیں اسی کی سنئے، مثلاً اگر کوئی یوں کہے کہ جو شخص اللہ تعالٰی کی راہ میں ایک پیسہ دے اللہ تعالٰی اس پر رحمت فرمائے۔ اس کے یہ معنٰی نہ ہوں گے کہ دو پیسے دے گا تو رحمت نہ ہوگی۔

بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور امام مالک مؤطا میں بطریق سعید بن یسار مرسلاً اور طبرانی و ابن حبان ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا اور معجم کبیر میں ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی:

وھذا حدیث ابن حبان فی صحیحہ عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ان اللہ | یعنی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، مسلمان جو ایک چھوہارا یا ایک نوالہ اللہ کی راہ میں دے اللہ تعالٰی اسے ایسا بڑھاتا

---

[1] شعب الایمان حدیث ۸۹۵۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/۴۷۵

[2] سنن ابن ماجہ ابواب الدیات باب التغلیظ فی قتل مسلم ظلماً ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹۱

Marfat.com

لیربی لاحدکم التمرۃ واللقمۃ کمایربی احدکم فلوہ اوفصیلہ حتی یکون مثل احد ؎۱

اور پالتا ہے جیسے آدمی اپنے بچھیرے یا بوتے کو پرورش کرے یہاں تک کہ بڑھ کر کوہ اُحد کے برابر ہوجاتا ہے۔

اور صحاح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لفظ یُوں ہیں:

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من تصدق بعدل تمرۃ من کسب طیب ولایقبل اللہ الا الطیب فان اللہ یتقبلھا بیمینہ ؎۲

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو ایک چھوہارے برابر پاک مال سے خیرات کرے اور اللہ تعالٰی قبول نہیں کرتا مگر پاک کو، تو رب عزوجل اسے اپنے داہنے دستِ قدرت سے قبول فرماتا ہے۔

کوئی احمق سے احمق بھی ان حدیثوں سے یہ معنٰی نہ سمجھے گا کہ ایک چھوہارے یا ایک ہی نوالہ کی خصوصیت ہے ایک دے گا تو قبول بھی ہوگا اور ثواب بھی بڑھے گا، جہاں دو یا زائد دیئے پھر نہ قبول کی توقع نہ ثواب کی ترقی ـــــ نہیں نہیں، بالیقین یہی معنٰی ہیں کہ ایک لقمہ یا ایک خُرما بھی ان نیک جزاؤں کا باعث ہے، یُوں ہی اُن احادیث کا یہ مضمون نہیں کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ ہوگا تو وہ ثواب ملے گا دو ہاتھ سے کیا تو ناجائز ہُوا یا اجر گیا، بلکہ برتقدیر مذکور عـــہ اُن کا اسی قدر مفاد کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ بھی اس جزائے نیک کے لئے کافی ہے۔

قسم دوم: وہ احادیث جن میں وقائع جزئیہ کی حکایت ہے، یعنی حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا فلاں صحابی نے فلاں شخص سے یوں مصافحہ فرمایا۔

حدیث حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کہ سنن ابی داؤد میں بروایتِ ام المومنین

عـــہ یعنی اس تقدیر پر کہ وُہ الفاظ ارادہ وحدتِ ید میں فرض کر لئے جائیں۔

؎۱ موارد الظمآن الٰی زوائد ابن حبان حدیث ۸۱۹ المطبعۃ السلفیہ ص ۲۰۹

؎۲ صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ من کسب طیب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۹

صحیح مسلم " باب بیان اسم الصدقۃ یقع علی کل نوع من المعروف " " ۱/ ۳۲۶

جامع الترمذی ابواب الزکوٰۃ باب ماجاء فی فضل الصدقۃ امین کمپنی دہلی ۱/ ۸۴

Marfat.com

صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مروی:

کانت اذا دخلت علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قام الیھا فاخذ بیدھا فقبلھا و اجلسھا فی مجلسہ وکان اذا دخل علیھا قامت الیہ فاخذت بیدہ فقبلتہ واجلستہ فی مجلسھا[1]

جب حضرت زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا خدمتِ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوتیں حضور پر نور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیام فرماتے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر بوسہ دیتے اور اپنی جگہ بٹھاتے، اور جب حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم حضرت زہرا رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے یہاں تشریف لے جاتے وہ حضور کے لئے قیام کرتیں اور دستِ اقدس لے کر بوسہ دیتیں اور حضورِ والا کو اپنی جگہ بٹھاتیں، صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہا وبارک وسلم۔

حدیث معجم طبرانی کبیر:

عن ابی داؤد الاعمٰی قال لقینی البراء بن عازب فاخذ بیدی وصافحنی و ضحك فی وجھی فقال تدری لما اخذت بیدك قلت لا الا انی ظننت انك لم تفعلہ الا لخیر، فقال ان النبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم لقینی ففعل بی ذلك[2] الحدیث۔

یعنی ابو داؤد اعمیٰ نے کہا حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے ملے میرا ہاتھ پکڑا اور مصافحہ کیا اور میرے سامنے ہنسے پھر فرمایا، تو جانتا ہے میں نے کیوں تیرا ہاتھ پکڑا! میں نے عرض کی، نہیں مگر اتنا جانتا ہوں کہ آپ نے کچھ بہتر ہی کے لئے ایسا کیا۔ فرمایا: بیشک۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھ سے ملے تو حضور نے میرے ساتھ ایسا ہی معاملہ فرمایا۔

اقول یہ بھی اصلاً قابلِ استناد نہیں، قطع نظر اس سے یہ حدیثِ طبرانی پایۂ اعتبار سے ساقط ہے، ابی داؤد اعمیٰ رافضی سخت مجروح متروک ہے، امام ابن معین نے اسے کاذب کہا اور حدیثِ حضرت زہرا رضی اللہ تعالےٰ عنہا میں ممکن کہ ہاتھ پکڑنا بوسہ دینے کے لئے ہو۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی القیام آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۲۸

[2] الترغیب والترہیب بحوالہ الطبرانی الترغیب فی المصافحۃ حدیث ۳ مصطفی البابی مصر ۳/۴۳۲
مجمع الزوائد " باب المصافحۃ الخ دار الکتاب بیروت ۸/۳۷

Marfat.com

بہرحال ان میں نہیں مگر وقائع جزئیہ کی حکایت اور عقلاً و نقلاً مبرہن و ثابت کہ وہ حکم عام کو مفید نہیں، ہزار جگہ ائمہ دین کو فرماتے سنئے گا۔

واقعۃُ حالٍ لاعموم لہا قضیۃ عین فلا تعُمّ۔

واقعہ حال کے لئے عموم نہیں اور قضیہ معین عام نہیں ہوتا ہے (ت)

خلاصہ یہ کہ ان سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ ہمیشہ ایسا ہی ہوا یا ہمیشہ ایسا ہی ہونا چاہئے بلکہ صرف اتنا مستفاد کہ اس بار ایسا ہوا، پھر کسی واقعے میں دو۲ امروں سے ایک کا وقوع کبھی یوں ہوتا ہے کہ یہ جو واقع ہوا دوسرے سے افضل تھا، بوجہ فضیلت اسے اختیار کیا، کبھی یوں کہ دونوں مساوی تھے، ایک مساوی کرلیا، کبھی یوں کہ وہ دوسرا ہی افضل تھا اور اس واقعے میں بیانِ جواز کے لئے یہ مفضول صادر ہوا، کبھی یوں کہ اس پر کوئی ضرورت حائل تھی۔

الی غیر ذٰلک من الاحتمالات الکثیرۃ الشائعۃ التی لا تبقی للاستدلال علینا ولا اثرا۔

اس کے علاوہ بہت سے احتمالات مشہورہ ہیں جو ہمارے خلاف استدلال کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ (ت)

اسی لئے جو لوگ مفہوم مخالف کے قائل ہیں وہ بھی شرط لگاتے ہیں کہ واقعہ جزئیہ میں نہ ہو، ورنہ بالاجماع ماعدا سے نفیِ حکم کو مفید نہ ہوگا کما نصّ علیہِ عُلَماءُ الاُصُول (جیسا کہ علمائے اصول نے اس پر نص قائم کی ہے۔ ت)

قسم سوم: وہ روایات جو خاص کیفیت مصافحہ میں وارد ہیں، یہ البتہ قابل لحاظ ہیں کہ اگر کچھ بوئے استناد نکل سکتی ہے تو انھیں میں ہے، یہ دو۲ حدیثیں ہیں:

حدیث اول: جامع ترمذی میں ہے:

حدثنا احمد بن عبدۃ الضبی نا یحیی بن مسلم الطائفی عن سفیٰن عن منصور عن خیثمۃ عن رجل عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال من تمام التحیۃ الاخذ بالید[1]۔

احمد بن عبدۃ الضبی نے یحیٰی بن مسلم سے اس نے سفیٰن سے انھوں نے منصور انھوں نے خیثمہ انھوں نے ایک شخص کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث روایت کی کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ہاتھ پکڑنا کامل سلام میں سے ہے۔

[1] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی المصافحۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۷

Marfat.com

اقول یہ حدیث بھی لائقِ احتجاج نہیں۔

اولاً اس کی سند ضعیف ہے، جس میں عن خیثمۃ عن رجل، ایک مجہول واقع
ثانیاً امام المحدثین محمد بن اسمٰعیل بخاری نے یہ حدیث تسلیم نہ فرمائی اور اس کے غیر محفوظ ہونے کی تصریح کی۔ یحیٰی بن مسلم طائفی رحمۃ اللہ علیہ جن پر اس حدیث کا مدار ہے کما فی الترمذی[1] (جیسا کہ ترمذی میں ہے۔ت) علماءِ محدثین ان کا حافظہ بُرا بتاتے ہیں کما فی التقریب (جیسا کہ تقریب میں ہے۔ت) امام بخاری کہتے ہیں میرے نزدیک یہاں بھی ان کے حفظ نے غلطی کی، انھوں نے سند مذکور سے حدیث "لا سَمَرَ الا لمصلّ او مسافر"[2] (رات کی گفتگو صرف نمازی یا مسافر کے لئے جائز ہے۔ یعنی بعد نمازِ عشاء باتیں کرنا، سَمَر کے معنیٰ رات میں بات کرنا ہے۔ت) سُنی بھی بھول کر اس کی جگہ یہ روایت کر گئے حالانکہ یہ تو صرف عبدالرحمٰن بن یزید یا اور کسی شخص کا قول ہے نقلہ الترمذی (اسے ترمذی نے نقل کیا۔ت)

ثالثاً: اقول وباللہ التوفیق اس سب سے درگزر یئے اور ذرا غور و تامل سے کام لیجئے، تو یہ حدیث دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کا پتا دیتی ہے کہ اس میں اَخذُ بالیَدِ بصیغہ مفرد کو تمامی تحیت کا ایک ٹکڑا رکھا ہے، نہ یہ کہ صرف اسی پر تمامی وانتہا ہے۔ تحیت کی ابتداء سلام اور مصافحہ تمام اور ایک ہاتھ ملانا اسی تمامی کا ایک ٹکڑا۔

لہٰذا جامع ترمذی میں حدیثِ ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لفظوں سے آئی کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

تمام تحیتکم بینکم المصافحۃ[3] تمہارا آپس میں تمامی تحیت کا مصافحہ ہے۔

یہاں مِنْ تبعیضیہ نہ لایا گیا کہ صرف ایک ہاتھ کا ذکر نہ تھا جو ہنوز تمامی کا بقیہ باقی ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

حدیث دوم: وہی حدیثِ انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ جس کی طرف امام ہمام، فقیہ الانام قاضی خاں قدس سرہٗ نے اشارہ فرمایا۔ جامع ترمذی میں ہے:

---

[1] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی المصافحۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۷
[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۲/ ۹۷
[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۲/ ۹۷

Marfat.com

حدثنا سوید نا عبد اللہ نا حنظلۃ بن عبید اللہ عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رجل یا رسول اللہ الرجل منا یلقی اخاہ او صدیقہ اینحنی لہ قال لا، قال افیلتزمہ و یقبلہ قال لا، قال فیاخذ بیدہ و یصافحہ قال نعم[1]۔

یعنی ایک شخص نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی، یا رسول اللہ! ہم میں کوئی آدمی اپنے بھائی یا دوست سے ملے تو کیا اس کیلئے جُھکے؟ فرمایا: نہیں۔ عرض کی، کیا اسے گلے لگائے اور پیار کرے؟ فرمایا: نہیں۔ عرض کی: اس کا ہاتھ پکڑے اور مصافحہ کرے؟ فرمایا، ہاں۔

اس حدیث کو ترمذی نے حسن بتایا بخلاف اول کہ خود ترمذی نے امام بخاری سے اس کی تضعیف نقل کر دی تھی، تو ثابت ہو گیا کہ حضرات مخالفین اگر سند لائیں گے تو اسی حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، باقی خیریت —— لہٰذا امام ممدوح قدس سرہ نے اسی حدیث کی تخصیص فرمائی۔

اب بحمد اللہ تعالٰی جواب جناب امام ہمام قدس سرہ کی توضیح سُنیے —— ظاہر ہے کہ افراد ید سے اس حدیث خواہ کسی حدیث میں اگر نفی یدین پر استدلال ہوگا تو لاجرم بطریق مفہوم مخالف ہوگا اور وہ محققین کے نزدیک حجت نہیں جس کی بحث کتب اصول میں ختم ہو چکی۔

اقول و باللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت)

اوّلاً قرآن عزیز میں ہے:

بیدك الخیر انك علی کل شیئ قدیر[2]۔

تیرے ہی ہاتھ میں بھلائی ہے، بیشک تُو ہر چیز پر قدرت والا ہے۔

کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ تیرے ایک ہی ہاتھ میں بھلائی ہے؟ معاذ اللہ دوسرے میں نہیں۔

ثانیاً احمد، بخاری، مسلم اور ترمذی حضرت سیدنا سعد بن مالک بن سنان رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی المصافحۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۷

[2] القرآن الکریم ۳/ ۲۶

Marfat.com

ان اللہ تعالیٰ یقول لاھل الجنۃ یا اھل الجنۃ فیقولون لبیک یاربنا وسعدیک والخیر فی یدیک، الحدیث[1]

بیشک اللہ تعالیٰ جنتیوں سے فرمائے گا: اے جنت والو۔ عرض کریں گے، لبیک اے رب ہمارے! ہم تیری خدمت میں حاضر ہیں، تیرے دونوں ہاتھوں میں بھلائی ہے۔

اسی طرح تفسیر مقام محمود میں حدیثِ حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ نسائی نے بسندِ صحیح اور حاکم نے بافادۂ تصحیح اور طبرانی اور ابن مندہ نے روایت کی ——— یوں آئی:

یجمع اللہ الناس فی صعید واحد فلا تکلم نفس فاول مدعو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیقول لبیک وسعدیک والخیر فی یدیک[2]، الحدیث۔

اللہ تعالیٰ روزِ قیامت لوگوں کو ایک میدان میں جمع فرمائے گا تو کوئی کلام نہ کرے گا، سب سے پہلے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ندا ہوگی حضور عرض کرینگے، الٰہی! میں حاضر ہوں خدمتی ہوں تیرے دونوں ہاتھوں میں بھلائی ہے۔

ابن مندہ نے کہا:

حدیث مجمع علی صحۃ اسنادہ وثقۃ رجالہ[3]

اس حدیث کی صحتِ اسناد و عدالتِ رُواۃ پر اجماع ہے۔

١ یونہی حدیث بعث النار میں اللہ تعالیٰ کا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ندا فرمانا ——— اور ان کا جواب میں لبیک وسعدیک والخیر بیدیک[4] عرض کرنا مروی ——— الیٰ غیر ذٰلک من الاحادیث کیا یہ

---

[1] صحیح البخاری کتاب التوحید کلام الرب مع اہل الجنۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۲۱
صحیح مسلم کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمہا واھلہا " " ۲/ ۳۷۸
جامع الترمذی ابواب صفۃ الجنۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۷۹
مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۸۸

[2] المطالب العالیۃ حدیث ۴۶۴۵ توزیع عباس احمد الباز (مکۃ المکرمۃ) ۴/ ۳۸۶
المستدرک للحاکم کتاب التفسیر ذکر المقام المحمود دار الفکر بیروت ۲/ ۳۶۳
مجمع الزوائد کتاب البعث باب منہ فی الشفاعۃ دار الکتاب بیروت ۱۰/ ۳۷۷

[3] المواہب اللدنیۃ المقصد العاشر الفصل الثالث المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۶۴۲

[4] مسند ابی عوانۃ بیان انہ لایدخل الجنۃ الا نفس مسلمۃ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۸۹

Marfat.com

حدیثیں معاذ اللہ اس آیت کے مخالف ہیں؟

ثالثاً اللہ عزوجل فرماتا ہے:

قل ان الفضل بید اللہ[1] — تو فرماؤ بے شک فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ ایک ہی ہاتھ میں فضل ہے؟

رابعاً فرماتا ہے:

بیدہ ملکوت کل شیئ[2] — اسی کے ہاتھ میں ہے قدرت ہر چیز کی۔

کیا معاذ اللہ دوسرے ہاتھ میں مالکیت و مقدرت نہیں؟

خامساً دیلمی کی حدیث میں ہے، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ید اللہ مبسوطۃ۔[3] — اللہ کا ہاتھ کشادہ ہے۔

کیا معاذ اللہ اس کا یہ مفہوم کہ ایک ہی ہاتھ کشادہ ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

بل یداہ مبسوطتان ینفق کیف یشاء[4] — بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں خرچ فرماتا ہے جیسے چاہے۔

سادساً حدیث میں ہے:

ید اللہ ملای[5] — اللہ تعالٰی کا ہاتھ غنی ہے۔

کیا دوسرے ہاتھ سے غنا منفی ہے؟

سابعاً حدیث شریف میں ہے:

ید اللہ ھی العلیا۔[6] — اللہ ہی کا ہاتھ اونچا ہے۔

کیا عیاذاً باللہ ایک ہی ہاتھ بلند و بالا ہے؟

---

[1] القرآن الکریم ۳/۷۳

[2] ۳۶/۸۳

[3] کنوز الحقائق من حدیث خیر الخلائق برمز "فر" حدیث ۱۰۱۲۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۲۷۵

[4] القرآن الکریم ۵/۶۴

[5] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ ہود ۲/۶۷۱ و کتاب التوحید ۲/۱۱۰۲

[6] مسند احمد بن حنبل المکتب الاسلامی بیروت ۱/۴۴۶ و ۲/۲۷۳ و ۴/۱۳۷

Marfat.com

ثامنًا قال اللہ تعالٰی :

اِذا اخرج یدہ لم یکد یراھا[1] کافر ایسی اندھیری میں ہے کہ اپنا ہاتھ نکالے تو نظر نہ آئے۔

کیا اس کے یہ معنی کہ دونوں ہاتھ نکالے تو نظر آئیں گے !

تاسعًا قال اللہ تعالٰی :

خذ بیدك ضغثًا فاضرب بہ ولا تحنث[2] اپنے ہاتھ میں جھاڑو لے کر مار اور قسم جھوٹی نہ کر۔

علماء فرماتے ہیں یہ حکم اب بھی باقی ہے یعنی اگر مثلاً کسی نے غصے میں قسم کھائی کہ زید کو سو لکڑیاں ماروں گا، اب غصہ فرد ا ہوا، چاہتا کہ قسم بھی سچی ہو اور زید ضرب شدید سے بچے بھی تو جھاڑو وغیرہ کی سو شاخیں جمع کر کے اسی طرح زید کے بدن پر مارے کہ وہ سب جسم پر جدا جدا پہنچیں ، کیا اگر دونوں ہاتھ میں جھاڑو لے کر ماریں تو اس ارشاد کا خلاف ہوگا !

عاشرًا قال تعالٰی :

یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون[3] جزیہ دیں ہاتھ سے ذلیل ہو کر۔

کیا اگر دونوں ہاتھ سے دیں تو تعمیلِ حکم نہ ہو !

حادی عشر بخاری ، ابوداؤد اور نسائی حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما اور احمد و ترمذی و نسائی و حاکم و ابن حبان حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ، حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ[4] مسلمان وہ ہے کہ مسلمان اس کے زبان اور ہاتھ سے امان میں رہیں۔

کیا اس کے یہ معنی کہ ایک ہاتھ سے امان میں ہوں اور دوسرے سے ایذا پائیں !

ثانی عشر احمد و بخاری مقداد بن معدیکرب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ، حضور

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۴۰ [2] القرآن الکریم ۳۸/ ۴۴

[3] " " ۹/ ۲۹

[4] صحیح البخاری کتاب الایمان باب المسلم من سلم المسلمون الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۶
جامع الترمذی ابواب الایمان " " " امین کمپنی دہلی ۲/ ۸۷

Marfat.com

سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ما اکل احدٌ طعاماً قطّ خیرا من ان یاکل من عمل یدہٖ[1] — کسی نے کبھی کھانا اس سے بہتر نہ کھایا کہ اپنے ہاتھ کے کسب سے کھائے ۔

اور احمد بسندِ صحیح اور طبرانی وحاکم حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالٰی عنہ اور نیز طبرانی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی ، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اطیب الکسب عمل الرجل بیدہٖ[2] — سب سے بہتر کمائی آدمی کی اپنے ہاتھ کا کسب ہے۔

کیا اگر دونوں ہاتھ کا کسب ہو تو وہ کھانا اس فضل سے باہر ہے !

ثمّ اقول بلکہ بارہا لفظِ یَدٌ بصیغۂ مفرد لاتے اور دونوں ہاتھ مراد ہوتے ہیں :

(۱) ید اللہ مبسوطۃ (اللہ جل مجدہٗ کا دستِ قدرت کشادہ ہے)

(۲) ید اللہ ملأی (دستِ قدرت بھرا ہوا ہے)

(۳) ید اللہ ھی العلیا (دستِ قدرت ہی بلند و برتر ہے)

(۴) المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہٖ[3] (مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہے) میں یہی معنٰی مراد ہیں ۔

(۵) حدیث عمل یدیہ (اس کے دونوں ہاتھ کا کسب) بھی ایسے ہی موقع پر وارد کہ غالب کسبِ انسان دونوں ہاتھ سے ہوتا ہے اسی حدیث مقدام کی اسی صحیح بخاری میں دوسری روایت من عمل بیدہٖ ہے ۔

(۶) اسی طرح حاکم وغیرہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی دعا میں عرض کرتے ،

اللھم انی اسئلک من کل خیر خزائنہ — الٰہی ! میں تجھ سے مانگتا ہوں ان سب

---

[1] صحیح البخاری کتاب البیوع باب کسب الرجل وعملہ بیدہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۷۸
مسند احمد بن حنبل عن مقدام بن معدیکرب المکتب الاسلامی بیروت ۴/۱۳۱ و ۱۳۲
[2] کنز العمال بحوالہ حم ، طب ، ک عن رافع بن خدیج حدیث ۹۱۹۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۴/۴
[3] صحیح البخاری کتاب الایمان باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۶
صحیح مسلم " باب جامع اوصاف الاسلام " " " ۱/۴۸

Marfat.com

بیدك واعوذبك من کلّ شرٍّ خزائنہ بیدك[1] بھلائیوں سے جن کے خزانے تیرے ہاتھ میں ہیں اور تیری پناہ مانگتا ہوں ان سب برائیوں سے جن کے خزانے تیرے ہاتھ میں ہیں۔

یہ حدیث دونوں جگہ دونوں طور پر مروی ہوئی بیدك اور بیدیك۔

(۲) صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انّ داؤد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان لایاکل الّا من عمل یدہٖ[2]
داؤد نبی علیہ الصّلوٰۃ والسلام نہ کھاتے تھے مگر اپنے ہاتھ کے عمل سے۔

اور یوہیں حدیثِ مقدام کے تتمہ میں احمد و بخاری نے روایت کیا:

انّ نبی داؤد کان یاکل من عمل یدہٖ[3]
بے شک داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کے عمل سے ہی کھاتے تھے۔

سیدنا داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمل قرآن عظیم سے معلوم ہے کہ زرہیں بنانا تھا اور وہ دو ہی ہاتھ سے ہوتا ہے۔

لہذا صحیح بخاری میں دونوں حدیثوں کی دوسری روایتیں بلفظ "یَدَیہِ" آئیں ـــــ پس ثابت ہوا کہ بہت جگہ یَد و یَدَین میں کچھ فرق نہیں کرتے، اور بے تکلف تثنیہ کی جگہ مفرد لاتے اور ایک ہی امر میں کبھی تثنیہ کبھی مفرد بولتے ہیں، پھر افراد کو نفی تثنیہ کی دلیل سمجھنا کس قدر عقل سے بعید ہے۔

ثمّ اقول وباللہ التوفیق (پھر میں اللہ تعالٰی کی توفیق کے ساتھ کہتا ہوں۔ ت) میں موارد استعمال اور مواقع خاصہ سے استدلال کرتا ہوں وُہ قاعدہ ہی کیوں نہ ذکر کروں جو خاص اسباب میں ائمہ عربیت نے وضع کیا اور ایسے الفاظ میں تثنیہ و افراد یکساں ہونے کا ہمیں عام ضابطہ دیا علامہ زین بن نجیم مصری قدس سرہٗ نے جہاں خطبہ اشباہ میں فرمایا:

اعملت بدنی اعمال الجد مابین
میں اپنے بدن کو کوشش کے کام میں لایا جو

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب الدعاء دارالفکر بیروت ۱/۵۲۵
[2] صحیح البخاری کتاب البیوع باب کسب الرجل وعملہ بیدہٖ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۷۸
[3] " " " " " " " ۱/۲۷۸

Marfat.com

بصری ویدی وظنونی [1] — میری آنکھ، ہاتھ اور گمان کے درمیان ہے۔

اس پر علامہ ادیب سید احمد حموی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا:

اطلق الید واراد الیدین لانہ اذا کان الشیئان لایفترقان من خلق اوغیرہ اجزأ من ذکرھما ذکراحدھما کالعین تقول کحلت عینی وانت ترید عینیک ومثل العینین المنخرین [عہ] والرجلین والخفین والنعلین تقول لبست خفی ترید خفیک کذا فی شرح الحماسۃ [2]

یعنی مصنف نے لفظِ ید بولا اور مراد دونوں ہاتھ ہیں کہ دو چیزیں جب آپس میں جدا نہ ہوتی ہوں خواہ اصل پیدائش میں (جیسے ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان) یا اور طرح (جیسے موزے، جوتے، دستانے کہ جوڑا ہی مستعمل ہے) تو ان میں ایک ذکر دونوں کے ذکر کا کام دیتا ہے کہتے ہیں آنکھ میں سُرمہ لگایا اور مراد دونوں آنکھوں میں لگانا ہوتا ہے۔ یوہیں نتھنے، قدم، موزے، کفش۔ تو کہتا ہے میں نے موزہ پہنا اور مراد یہ کہ دونوں موزے پہنے۔ اسی طرح شرح حماسہ میں ذکر کیا۔

میں کہتا ہوں یہ محاورہ نہ فقط عرب بلکہ فارس، ہند میں بھی بعینہا رائج، جیسا کہ مطالعۂ اشعار سابقین و لاحقین سے واضح ولائح۔ خیر یہ تو ایک خاص قاعدہ تھا۔ علامہ ممدوح نے اس سے چند سطر اُوپر اس سے عام تر تصریح فرمائی کہ:

اِسْتِعْمَالُ الْمُفْرَدِ مَوْضِعَ الْمُثَنّٰی عَرَبِیٌّ شَائِعٌ سَائِغٌ [3]

یعنی تثنیہ کی جگہ مفرد لانا اہلِ عرب میں مشہور و مقبول ہے۔

اور اس کی سند میں ابو ذؤیب کا شعر پیش کیا ؎

فالعین بعدھم کَاَنَّ حِدَاقَھا ۔۔۔ سملت بشوكٍ فھی عُوْرٌ تَدْمَعُ [4]

(ان ممدوحین کے بعد آنکھ گویا اس کی پتلیاں کانٹے سے پھوڑ دی گئی ہیں تو وہ اندھی ہو کر

عہ المنخرین الی اٰخرہ کذا فی نسختی الغمز والظاھر الرفع۔ منہ

منخرین میرے غمز کے نسخہ میں اسی طرح ہے، ظاہر یہ ہے کہ مرفوع ہونا چاہئے۔ (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر خطبۃ الکتاب ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ کراچی ۱/۱۹

[2] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر خطبۃ الکتاب ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۱۹

[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۱۹

[4] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۱۹

Marfat.com

آنسو بہا رہی ہیں۔ ت)

دیکھو، اس نے ایک آنکھ کہا اور دونوں مراد لیں — لہذا حِداق کو جمع لایا ورنہ ایک آنکھ میں چند حدقے نہیں ہوتے۔ اب تو اوہامِ جاہلانہ کا کوئی محل ہی نہ رہا، اور حدیث سے استناد کا بھرم کھل گیا، والحمد للہ رب العٰلمین۔

ثم اقول وباللہ التوفیق سب سے قطع نظر کیجئے اور بفرضِ غلط مان ہی لیجئے کہ لفظ "الیَد" کا مفہوم مخالف نفیِ یدَین ہوتی ہے تاہم حدیثِ مذکور محلِ استناد منکرین یعنی حدیثِ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ میں اس مفہوم کی گنجائش نہیں کہ وہاں تو لفظِ ید بصیغہ مفرد کلامِ امجد سید اوحد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں ہے ہی نہیں۔ سائل کے کلام میں ہے اس نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کا حکم پوچھا:

فیاخذہ بیدہ ویصافحہ۔ کیا اس کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرے؟

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سوال کا جواب ارشاد فرمایا کہ ہاں جائز ہے[1]۔

یہاں نہ دو ہاتھ سے مصافحہ کا ذکر نہ اس سے سوال، پھر اس کلام سے اس کی نسبت نفی نکالنا محض خیال محال، دنیا بھر کے مفہوم مخالف ماننے والے بھی یہ شرط لگاتے ہیں کہ وہ کلام کسی سوال کے جواب میں نہ آیا ہو ورنہ بالاجماع نفی ماعدا مفہوم نہ ہوگی — صَرَّحَ بِہٖ اَئِمَّۃُ الْاُصُوْلِ (ائمہ اصول نے اس کی صراحت کر دی ہے۔ ت) — مثلاً کوئی سائل سوال کرے صبح کی نماز میں قراءت جہری ہے یا نہیں؟ مجیب کہے ہاں۔ اس سے کوئی عاقل یہ نہ سمجھے کہ ماورائے صبح میں جہر نہیں، بلکہ جس قدر سے سوال تھا اسی قدر سے جواب دیا گیا۔ یہ بحمد اللہ تعالٰی دوسرے معنی ہیں کلام امام قاضی خاں قدس سرہٗ کے کہ "اورا مفہوم نیست" یعنی اس حدیث میں مفہوم مخالف کا سرے سے محل ہی نہیں۔

وباللہ التوفیق ثم اقول (اللہ تعالٰی کی توفیق کے ساتھ پھر میں کہتا ہوں۔ ت) یہ اس وقت ہے کہ حدیث مذکور کو قابلِ احتجاج مان بھی لیں ورنہ اگر نقد و تنقیح پر آئے تو وہ ہرگز نہ صحیح نہ حسن بلکہ ضعیف منکر ہے، مدار اس کا حنظلہ بن عبد اللہ سدوسی پر ہے اور حنظلہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ امام یحیٰی بن سعید قطان نے کہا، ترکتہ عمدًا کان قد اختلط[2] میں نے اسے عمدًا متروک کیا صحیح الحواس نہ رہا تھا — امام احمد نے فرمایا، ضعیف منکر الحدیث ہے یحدث باعاجیب[3] تعجب خیز روایات لاتا ہے —

---

[1] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی المصافحۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۷

[2] و [3] میزان الاعتدال ترجمہ ۲۳۷۳ حنظلۃ السدوسی دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۶۲۱

Marfat.com

امام یحیی بن معین نے کہا: لیس بشیٔ تغیر فی اٰخر عمرہٖ[1] کوئی چیز نہ تھا آخر عمر میں متغیر ہوگیا تھا ــــــ امام نسائی نے کہا: ضعیفٌ، ایک بار فرمایا: لیس بقوی[2] وہ قوی نہیں۔ ذکر کل ذٰلک الذھبی فی المیزان (ہر ایک کو امام ذہبی نے میزان میں بیان کیا۔ ت) ــــــ یوہیں امام ابوحاتم نے کہا: قوی نہیں ــــــ

فی المغنی للامام الذھبی حنظلۃ السّدُوسی صاحب انس ضعّفہ س، وقال ابوحاتم لیس بالقوی[3]

امام ذہبی کی مغنی میں ہے کہ حنظلہ سدوسی حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے شاگرد کو اس نے ضعیف کہا ہے اور ابوحاتم نے کہا قوی نہیں ہے (ت)

لاجرم امام خاتم الحفاظ نے تقریب میں اس کے ضُعف پر جزم فرمایا:

حیث قال حنظلۃ السدوسی ابوعبدالرحیم، ضعیف[4]

جہاں انھوں نے فرمایا کہ حنظلہ سدوسی ابوعبدالرحیم ضعیف ہے۔ (ت)

اگر کہئے کہ امام ترمذی نے جو اس حدیث کی تحسین کی ــــــ **اقول** ائمہ ناقدین نے امام ترمذی پر اس بارے میں انتقادات کئے ہیں اور وُہ قریب قریب ان لوگوں میں ہیں جو تصحیح وتحسین میں تساہل رکھتے ــــــ امام عبدالعظیم منذری کتاب الترغیب میں فرماتے ہیں:

انتقد علیہ الحفاظ تصحیحہ لہ بل وتحسینہ[5]

حفاظ نے ان کی تصحیح پر بلکہ تحسین پر بھی تنقید کی ہے۔ (ت)

ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں:

وَلِھٰذَا لایعتمد العُلَمَاءُ عَلٰی تَصْحِیْحِ التِّرْمِذِی[6]

اسی لئے ترمذی کی تصحیح پر علماء اعتماد نہیں کرتے۔ (ت)

یہاں تک امام محدث ابوالخطاب ابن دحیہ نے جنھیں شاہ ولی اللہ دہلوی نے قرۃ العینین

---

[1] و [2] میزان الاعتدال ترجمہ ۲۳۷۳ حنظلۃ السدوسی دار المعرفۃ بیروت ۱/۶۲۱
[3] المغنی فی الضعفاء للامام الذہبی
[4] تقریب التہذیب ترجمہ ۱۵۸۰ حنظلۃ السدوسی دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۲۵۰
[5] الترغیب والترہیب کتاب الجمعہ حدیث ۲۴ مصطفی البابی مصر ۱/۴۹۴
[6] میزان الاعتدال ترجمہ ۶۹۴۳ کثیر بن عبداللہ دار المعرفۃ بیروت ۳/۴۰۷

Marfat.com

فی تفضیل الشیخین میں الحافظ المحدث المتقن[1] کہا۔ تحسین ترمذی کی نسبت وہ کچھ تحریر فرمایا جو امام فخر الدین زیلعی نے "نصب الرایۃ لاحادیث الھدایۃ" میں نقل فرما کر مقرر رکھا۔

حیث قال قال ابن دِحْیَۃ فی العلم المشھور وکم حسن الترمذی فی کتابہ من احادیث موضوعۃ واسانید واھیۃ منھا ھذا الحدیث اھ[2] یعنی حدیث عمرو بن عوف المزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ فی عدد تکبیرات العیدین۔

جہاں انھوں نے فرمایا کہ ابن دحیہ نے "العلم المشھور" میں کہا ہے کہ ترمذی نے اپنی کتاب میں کتنی ہی موضوع احادیث اور کمزور سندوں کو حسن قرار دیا ہے انہی میں سے یہ حدیث ہے یعنی حدیث عمرو بن عوف المزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ عیدین کی تکبیرات کی تعداد کے بیان میں۔ (ت)

اور قاطع نزاع یہ ہے کہ خود اسی حدیث حنظلہ کو امام ائمۃ المحدثین حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے تصریحاً فرما دیا کہ منکر ہے — امام ذہبی تہذیب میں لکھتے ہیں:

حنظلۃ بن عبد اللہ ویقال ابن عبید اللہ وقیل ابن ابی صفیّۃ السدوسی و امام مسجد بنی سدوس بالبصرۃ ابو عبد الرحیم عن انس قال یحیٰی القطّان ترکتہ کان قد اختلط وضعّفہ احمد وقال یروی عن انس مناکیر منھا قلنا أینحنی بعضنا لبعض اھ[3] ملخصًا

حنظلہ بن عبد اللہ اور ابن عبید اللہ اور ابن ابی صفیہ السدوسی بھی ان کو کہا گیا ہے یہ بصرہ میں بنی سدوس کی مسجد کے امام ہیں کنیت ابو عبد الرحیم ہے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں یحیٰی بن قطان نے کہا میں نے انکو متروک قرار دیا ہے کہ اختلاط ہوگیا تھا اور امام احمد نے انکو ضعیف کہا ہے اور فرمایا یہ حضرت انس سے منکرات لاتے ہیں انہی میں سے ہے کہ، ہم نے کہا، کیا ہم آپس میں ایک دوسرے کیلئے جھکا کریں اھ ملخصًا (ت)

امام ہمام مرجع ائمۃ الحدیث کی تضعیف کے مقابل امام ترمذی کی تحسین کب مقبول ہوسکتی ہے۔

بالجملہ بحمدہٖ تعالٰی آفتاب روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ منکرین کے ہاتھ میں اصلاً کوئی حدیث نہیں جس میں اُن کے قول کی بُو بھی نکل سکے، ثبوتِ ممانعت تو بڑی چیز ہے۔ اور اگر یہ حدیثیں اور ان جیسی ہزار

---

[1] قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین فصل سوم المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۳۰۰

[2] نصب الرایۃ لاحادیث الھدایۃ کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ العیدین مکتبہ نوریہ رضویہ لاہور ۲/ ۲۲۵

[3] تہذیب التہذیب للذہبی من اسمہ حنظلہ حنظلہ بن عبد اللہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن ۳/ ۶۲

Marfat.com

اور ہوں، اور وہ بالفرض سب صحاح و حسان ہوں تاہم تحقیقاتِ بالا نے روشن کردیا کہ اصلاً مفیدِ انکار نہ ہوں گی — یہ کسی حدیث میں دکھائیں کہ حضور پرنور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنے کو منع فرمایا یا ارشاد ہُوا کہ ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کیا کرو، بغیر اس کے ثبوتِ ممانعت کا دعوٰی محض ہوس پکانا ہے یا جنونِ خام، والحمد للہ ولی الانعام۔

اب رہا یہ کہ دو ہاتھ سے مصافحہ کا ثبوت کیا ہے۔

اقول وباللہ التوفیق، **اولاً** صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہ انھوں نے فرمایا:

علمنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وکفّی بین کفیہ التشھد[1] الحدیث

حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے میرا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں کے بیچ میں لے کر مجھے التحیات تعلیم فرمائی۔

امام المحدثین امام بخاری نے اپنی جامع صحیح کی کتاب الاستیذان میں مصافحہ کے لئے جو باب وضع کیا اس میں سب سے پہلے اسی حدیثِ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نشان دیا۔ پھر اسی بابِ مصافحہ کے برابر دوسرا باب وضع کیا بَابُ الْاَخْذِ بِالْیَدَیْنِ یعنی یہ باب ہے دونوں ہاتھ میں ہاتھ لینے کا۔ اس میں بھی وہی حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ مسنداً روایت کی۔ اگر حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ دونوں ہاتھوں میں ہاتھ لینا مصافحہ نہ تھا تو اس حدیث کو باب المصافحہ سے کیا تعلق ہوتا۔ صحیح بخاری کی اس تحریر پر دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنا حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت۔ ہاں اگر حضراتِ منکرین جس طرح ائمہ فقہ کو نہیں مانتے اب امام بخاری کی نسبت کہہ دیں کہ وہ حدیث غلط سمجھتے تھے ہم ٹھیک سمجھتے ہیں، تو وہ جانیں اور ان کا کام۔

معہذا مصافحہ دونوں جانب سے صفحاتِ کف ملانا ہے اور یہ معنی اس صورت کفّی بینَ کفّیہ (میرا ہاتھ دونوں ہاتھوں کے بیچ میں لے۔ ت) میں ضرور متحقق، تو اس کے مصافحہ ہونے سے انکار پر کیا باعث رہا — بعض جہلا کا کہنا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف سے تو ایک ہی ہاتھ تھا۔ یہ محض جہالت وادعائے بے ثبوت ہے۔ دونوں طرف سے

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاستیذان باب المصافحہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۲۶
صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب التشہد فی الصلوٰۃ " " ۱/۱۷۳

Marfat.com

دونوں ہاتھ ملائے جائیں تو ایک کا ایک ہی ہاتھ دوسرے کے دونوں ہاتھوں کے درمیان ہوگا نہ کہ دونوں ___ وَھٰذَا ظَاھِرٌ جِدًّا (اور یہ بہت زیادہ ظاہر ہے۔ ت) اور جب حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی طرف سے دونوں ہاتھ کا ثبوت ہوا تو ابنِ مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف سے ثبوت نہ ہونا کیا زیرِ نظر رہا۔

ثانیاً اکابر علمائے عامۂ کتب مثل خزانۃ الفتاوی و فتاوٰی عالمگیریہ و فتاوٰی زاہدی و درمختار و منتقے شرح ملتقے و منیۃ الفقہاء و شرح نقایہ و رسالہ علامہ شرنبلالی و مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر و فتح اللہ المعین للعلامۃ السید ابی المسعود الازہری و حاشیۂ طحطاوی و حاشیۂ شامی وغیرہا میں تصریح فرماتے ہیں کہ مصافحہ دونوں ہاتھ سے سنت ہے۔ ہندیہ میں ہے:

یجوز المصافحۃ والسنّۃ فیھا ان یضع یدیہ علی یدیہ من غیر حائل من ثوب او غیرہ، کذا فی خزانۃ الفتاوٰی[1]۔

مصافحہ جائز ہے، سنت اس میں یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو اس طور پر رکھے کہ درمیان میں کوئی کپڑا یا اور کوئی چیز حائل نہ ہو، ایسے ہی خزانۃ الفتاوٰی میں ہے۔ (ت)

شرح تنویر پھر حواشی الکنز للسیّد میں ہے:

فی القنیۃ السنۃ فی المصافحۃ بکلتا یدیہ[2]۔

قنیہ میں ہے کہ مصافحہ دونوں ہاتھ سے سنّت ہے (ت)

شرح متن الحلبی للعلامۃ العلائی پھر ردالمحتار میں ہے:

السنۃ ان تکون بکلتا یدیہ۔[3]

سنت یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرے (ت)

جامع الرموز میں ہے:

السنۃ فیھا ان تکون بکلتا یدیہ کما فی المنیۃ[4]۔

مصافحہ میں سنت یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں سے کرے، جیساکہ منیہ میں ہے (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۶۹
[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۴
[3] ردالمحتار " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۴۴
[4] جامع الرموز کتاب الکراہیۃ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۳/۳۱۶

Marfat.com

شرح علامہ شیخی زادہ قاضی رومی میں ہے:

السنۃ فی المصافحۃ بکلتا یدیہ[1]

مصافحہ میں سنت یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے کرے (ت)

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدّث دہلوی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

مصافحہ سنت است نزد ملاقات و باید کہ بہر دو دست بود[2]

ملاقات کے وقت مصافحہ سنت ہے اور چاہیئے کہ دونوں ہاتھوں سے ہو (ت)

مخالفین کا یہ دعوٰی ہے کہ فقہاء کی جو بات ہم اپنے زعم میں حدیث کے خلاف سمجھیں گے اسے نہ مانیں گے یہاں تک کہ ان کے ارشادات کو اصلاً کسی حدیث کے مخالف نہیں بتا سکتے، نہ ماننے کی وجہ کیا ہے، مگر یہ کہ فقہ و فقہاء سے خاص عداوت ہے کہ اگرچہ ان کی بات میں ادعائے مخالفتِ حدیث کی راہ نہ پائیں تاہم قابلِ تسلیم نہیں جانتے۔

ثالثاً صحیح بخاری شریف کے اسی باب مذکور میں ہے:

صافح حماد بن زید ابن المبارك بیدیہ[3]

امام حماد بن زید نے امام اجل عبداللہ بن مبارک سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔

تاریخ امام بخاری میں ہے:

حدثنی اصحابنا یحیٰی وغیرہ عن اسمٰعیل بن ابراھیم قال رایت حماد بن زید وجاءہ ابن المبارك بمکۃ فصافحہ بکلتا یدیہ[4]

یعنی مجھ سے میرے اصحاب یحیٰی ابوجعفر بیکندی وغیرہ نے اسمٰعیل بن ابراہیم سے حدیث بیان کی کہ انھوں نے کہا کہ میں نے حماد بن زید کو دیکھا اور ابن المبارک ان کے پاس مکہ معظمہ میں آئے تھے تو انھوں نے ان سے دونوں ہاتھ سے مصافحہ کیا۔

یہ امام اجل حماد بن زید ازدی بصری قدس سرہٗ اجلہ ائمہ تبع تابعین سے ہیں۔ انس بن سیرین و ثابت بنانی و عاصم بن بہدلہ و عمرو بن دینار و محمد بن واسع وغیرہم علمائے تابعین شاگردان حضرت انس

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کتاب الکراہیۃ فصل فی احکام النظر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۴۱

[2] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب المصافحۃ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۲۰

[3] صحیح البخاری کتاب الاستیذان باب الاخذ بالیدین قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۲۶

[4] التاریخ البخاری باب اسمٰعیل ترجمہ ۱۰۴۴ دار الباز مکۃ المکرمۃ ۱/۳۴۳

Marfat.com

بن مالک وعبداللہ بن عمرو عبداللہ بن عباس وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے علم حاصل کیا، اور اجلہ ائمہ محدثین و علمائے مجتہدین مثل امام سفیان ثوری وامام یحییٰ بن سعید قطان وامام عبدالرحمن بن مہدی وامام علی بن مدینی وغیرہم کہ امام بخاری وامام مسلم کے اساتذہ واساتذۃ الاساتذہ تھے، اس جناب کے شاگرد ہوئے۔

امام عبدالرحمن بن مہدی فرمایا کرتے؛

ائمۃ الناس فی زمانھم اربعۃ سفیٰن بالکوفۃ ومالك بالحجاز والاوزاعی بالشام وحماد بن زید بالبصرۃ۔[1]

مسلمانوں کے امام اپنے زمانے میں چار ہیں، کوفہ میں سفیان، حجاز میں مالک، شام میں اوزاعی، بصرہ میں حمّاد بن زید۔

اور یہ بھی فرماتے؛

ما رأیت اعلم من مالك وسفیٰن وحماد بن زید۔[2]

میں نے مالک وسفیان وحماد بن زید سے زیادہ کوئی علم والا نہ دیکھا۔

اور یہ بھی فرماتے کہ؛

ما رأیت بالبصرۃ افقہ منہ ولم ار احدا اعلم بالسنۃ منہ۔[3]

میں نے بصرے میں ان سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہ دیکھا اور میں نے ان سے زیادہ حدیث جاننے والا کوئی نہ پایا۔

امام احمد بن حنبل فرماتے؛

حماد بن زید من ائمۃ المسلمین۔[4]

حماد بن زید مسلمانوں کے اماموں میں سے ہیں۔

اس جناب نے ماہِ رمضان ۱۷۹ھ میں وفات پائی، جس دن انتقال ہوا یزید بن زریع بصری کو خبر پہنچی فرمایا؛ الیوم مات سید المسلمین آج مسلمانوں کے سردار نے انتقال کیا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر کل ذٰلك الامام الذھبی فی تھذیب التھذیب۔

امام ذہبی نے ان میں سے ہر ایک کو تہذیب التہذیب میں ذکر فرمایا۔ (ت)

اور دوسرے صاحب حضرت امام الانام علم الہدیٰ شیخ الاسلام عبداللہ بن مبارک مروزی کا تو ذکر ہی کیا ہے، عالم میں کون ساقدرے لکھا پڑھا ہے جو اس جناب کی جلالت شان ورفعت مکان سے آگاہ نہیں، وہ بھی اجلہ ائمہ تبع تابعین سادات محدثین، کبرائے مجتہدین اور امام بخاری ومسلم کے استاذ الاستاذین اور ہمارے امام اعظم کے خاص شاگردان ومستفیدین سے ہیں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

[1] تہذیب التہذیب من اسمہ حماد حماد بن زید دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۳/۱۰

Marfat.com

علمائے دین فرماتے ہیں تمام جہان کی خوبیاں اللہ تعالٰی نے ان میں جمع فرما دی تھیں قالہ فی التقریب[1] (اسے تقریب میں بیان کیا گیا۔ ت) اور فرماتے ہیں جہاں عبداللہ بن مبارک کا ذکر ہوتا ہے وہاں رحمتِ الٰہی اترتی ہے ذکرہ الزرقانی وغیرہ (اسے زرقانی وغیرہ نے ذکر کیا۔ ت) ان کا کچھ تذکرہ دیکھنا چاہو تو سردست شاہ عبدالعزیز صاحب کی بستان المحدثین[2] ہی دیکھو۔

ہم نے بحمداللہ خاص صحیح بخاری سے ایسے دو امام جلیل تبع تابعین سے دونوں ہاتھ کا مصافحہ ثابت کر دیا۔ مخالف بھی تو کہیں سے ممانعت ثابت کرے یا ایسے حضرات تبع تابعین پر بھی معاذ اللہ بدعت و مخالفتِ سنّت کا گمان ہوگا یا اقرار کر دیجئے گا کہ وہ بھی حدیث وسنت نہ جانتے تھے۔ محدث مجتہد جو کچھ ہیں بس آپ ہی تیرہ صدی کی پچھٹ چند جاہلانِ ہندی وطن، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

رابعًا ان حضرات کا داب کلی ہے کہ جس امر پر اپنی قاصر نظر ناقص تلاش میں حدیث نہیں پاتے اس پر بے اصل و بے ثبوت ہونے کا حکم لگا دیتے اور اس کے ساتھ ہی صرف اس بنا پر اسے ممنوع و ناجائز ٹھہرا دیتے ہیں، پھر اس طوفان بے ضابطگی کا وہ جوش ہوتا ہے کہ اس اپنے نہ پانے کے مقابل علماء و مشائخ کی تو کیا گنتی حضراتِ عالیہ ائمہ مجتہدین رضوان تعالٰی علیہم اجمعین کے ارشادات بھی پایۂ اعتبار سے ساقط اور ان کے احکام کو بھی یونہی معاذ اللہ باطل و غیر ثابت بتاتے ہیں، یہ وہ جہالت بے مزہ ہے جسے کوئی ادنٰی عقل والا بھی قبول نہیں کر سکتا، ان حضرات سے کوئی اتنا پوچھنے والا نہیں کہ "کے آمدی و کے پیر شدی" (کب آئے اور بوڑھے ہوئے۔ ت) بڑے بڑے اکابر محدثین ایسی جگہ لم ار و لم اجد پر اقتصار کرتے ہیں یعنی ہم نے نہ دیکھی ہمیں نہ ملی، نہ کہ تمھاری طرح عدمِ وجدان کو عدمِ وجود کی دلیل ٹھہرا دیں۔

صاحبو! لاکھوں حدیثیں اپنے سینوں ہی میں لے گئے کہ اصلاً تدوین میں بھی نہ آئیں۔ امام بخاری کو چھ لاکھ حدیثیں حفظ تھیں، امام مسلم کو تین لاکھ، پھر صحیحین میں صرف سات ہزار حدیثیں ہیں۔ امام احمد کو دس لاکھ محفوظ تھیں مسند میں فقط تیس ہزار ہیں۔ خود شیخین وغیرہما ائمہ سے منقول کہ ہم سب احادیث صحاح کا استیعاب نہیں چاہتے، اور اگر ادعائے استیعاب فرض کیجئے تو لازم آئے کہ افراد بخاری امام مسلم اور افراد مسلم، امام بخاری اور صحاح افراد سنن اربعہ دونوں اماموں کے نزدیک صحیح نہ ہوں، اور اگر اس ادعا کو آگے بڑھائیے تو یونہی صحیحین کی وہ متفق علیہ حدیثیں جنھیں امام نسائی نے مجتبٰی میں داخل نہ کیا ان کے نزدیک حلیۂ صحت سے عاری ہوں وھو کما تری (یہ وہ چیز ہے جسے تم جانتے ہو۔ ت) ——

صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

ما من اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم — اصحابِ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں کسی نے

[1] تقریب التہذیب ترجمہ ۳۵۸۱ عبداللہ بن مبارک ۱/۵۲۷ [2] بستان المحدثین کتاب الزہد والرقاق ص ۱۴۹ تا ۱۵۹

Marfat.com

احدٌ اکثر حدیثا عنه منّی الا ما کان من عبد الله بن عمرو فانه کان یکتب ولا اکتب[۱]

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مجھ سے زیادہ حدیثیں روایت نہ کیں سوا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما کے کہ وہ لکھ لیا کرتے اور میں نہ لکھتا۔

دیکھو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ صاف فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان سے زیادہ احادیث روایت فرمائیں، حالانکہ تصانیف محدثین میں ان کی حدیثیں انکی احادیث سے بدرجہا کم ہیں، عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صرف سات سو حدیثیں پائی گئیں اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پانچ ہزار تین سو ۵۳۰۰۔ علامہ قسطلانی ارشاد میں ارشاد فرماتے ہیں:

یفهم منه جزم ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه بانه لیس فی الصحابة اکثر حدیثا عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم منه الا عبد الله بن عمرو مع ان الموجود عن عبد الله بن عمرو اقل من الموجود المروی عن ابی هریرة باضعاف لانه سکن مصر وکان الواردون الیها قلیلا بخلاف ابی هریرة فانه استوطن المدینة وهی مقصد المسلمین من کل جهة وروی عنه فیما قاله المؤلف نحو من ثمان مائة رجل وروی عنه من الحدیث خمسة اٰلاف وثلاث مائة حدیث ووجد لعبد الله سبع مائة حدیث[۲]

اس سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا جزم ویقین سمجھ میں آتا ہے کہ صحابۂ کرام میں حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کسی نے اتنی کثیر تعداد میں حدیثیں روایت نہیں کیں سوائے عبد اللہ بن عمرو کے، مگر اس کے باوجود عبد اللہ بن عمرو کی مرویات ابوہریرہ سے کئی گنا کم ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ عبد اللہ بن عمرو مصر میں سکونت پذیر تھے اور احادیث کریمہ کی تلاش و جستجو کرنے والوں کا ورود وہاں بہت کم ہوتا تھا بخلاف حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے آپ کا تو مدینہ میں ہی قیام تھا جو ہر چہار جانب سے مسلمانوں کا مرجع تھا۔ حضرت مؤلف علیہ الرحمہ کا کہنا یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ سے روایت کرنے والے لگ بھگ آٹھ سو افراد تھے، اور حضرت ابوہریرہ سے کل پانچ ہزار تین سو حدیثیں روایت کی گئی ہیں اور حضرت عبد اللہ ابن عمرو کی سات سو حدیث ملتی ہیں (ت)

۱؎ صحیح البخاری کتاب العلم باب کتابة العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۲

۲؎ ارشاد الساری شرح صحیح البخاری ″ ″ ″ ″ ″ ۱/ ۲۰۶

Marfat.com

اب کہئے حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ ہزاروں حدیثیں کیا ہوئیں، اور کتبِ حدیث میں ان میں سے کتنی ہاتھ آئیں۔ بس اسی پر قیاس کر لیجئے اور یہیں سے ظاہر کہ ائمۂ اربعہ خصوصاً امام الائمہ مالک الازمہ سراج الامہ ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مذہب پر اگر ان کتب میں حدیثیں نہ ملیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے مذہب پر واقع میں حدیث نہیں بلکہ اگر بخاری و مسلم اور ان کے امثال تصریح بھی کر دیں کہ فلاں مذہب امام ابو حنیفہ یا امام مالک پر کوئی حدیث نہیں تو بھی منصف ذی عقل کے نزدیک ان کے پاک مبارک مذہبوں میں اصلاً قادح نہیں ہوسکتا، آخر بخاری و مسلم کا علم محیط نہ تھا، کیا جو کچھ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اور صحابہ نے امت مرحومہ تک پہنچایا اس سب کا علم بخاری و مسلم کو حاصل تھا، خود اجلہ صحابہ کرام جو گاہ و بیگاہ سفر و حضر میں دائماً بارگاہِ عرش جاہ حضور رسالت پناہ علیہ وعلیہم صلوات اللہ میں حاضر رہتے یہاں تک کہ حضرات خلفائے اربعہ و حضرت عبد اللہ بن مسعود وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کُل اقوال و افعال پر ہمیں اطلاع ہے، کتبِ احادیث پر جسے نظر ہے وہ خوب جانتا ہے کہ بعض باتیں ان حضرات پر بھی خفی رہیں "تا بدیگرے چہ رسد" (دوسروں تک کیا پہنچے۔ ت) پھر بخاری و مسلم وغیرہما کیونکر علمِ کُل کا دعویٰ کر سکتے ہیں، اگر وہ نفی کریں بھی تو اس کا محصل صرف اپنے علم کی نفی ہوگا یعنی ہمیں نہیں معلوم، پھر اس سے واقع میں حدیث نہ ہونا درکنار، یہ بھی لازم نہیں آتا کہ ابو حنیفہ و مالک کو بھی اپنے مذہب پر حدیث نہ معلوم ہو، ان کا زمانہ زمانۂ اقدس سے قریب تر تھا اور اس وقت تک زمانہ خیر القرون تھا، بوجہ قلت کذب و کثرتِ خیر سندیں نظیف اور وسائط کم تھے۔ یہ ممکن کہ جو حدیثیں ابو حنیفہ و مالک کے پاس تھیں بخاری و مسلم کو نہ پہنچیں، ممکن کہ جو حدیثیں ان کے پاس بسندِ صحیح تھیں ان تک بذریعہ روایت ضعاف پہنچیں، پھر کیونکہ ان کا نہ جاننا ان کے نہ جاننے پر قاضی ہوسکتا ہے۔ امام اجل ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (جنھیں محدثینِ اہلِ جرح و تعدیل بھی باآنکہ ان میں بہت کو حضرات حنفیہ کرام سے ایک تعنت ہے تصریحاً صاحب حدیث، منصف فی الحدیث و اتبع القوم للحدیث لکھتے، بلکہ اپنے زعم میں امام الائمہ امام اعظم ابو حنیفہ سے بھی زیادہ محدث و کثیر الحدیث جانتے ہیں۔ امام ذہبی شافعی نے اس جناب کو "حفاظِ حدیث" میں شمار اور کتاب تذکرۃ الحفاظ میں بعنوان الامام العلامۃ فقیہ العراقین ذکر کیا) یہ ارشاد فرماتے ہیں: بارہا ہوتا کہ امام ایک قول ارشاد فرماتے کہ میری نظر میں حدیث کے خلاف ہوتا میں جانبِ حدیث جھکتا، بعد تحقیق معلوم ہوتا کہ حضرت امام نے اس حدیث سے فرمایا ہے جو میرے خواب میں بھی نہ تھی۔ امام ابن حجر مکی شافعی خیرات الحسان میں فرماتے ہیں:

Marfat.com

عن ابی یوسف ما رایت احدا اعلم بتفسیر الحدیث و مواضع النکت التی فیہ من الفقہ من ابی حنیفۃ و قال ایضا ما خالفتہ فی شئ قط فتدبرتہ الا رایت مذھبہ الذی ذھب الیہ انجی فی الاخرۃ، و کنت ربما ملت الی الحدیث فکان ھو ابصر بالحدیث الصحیح منی، و قال کان اذا صمم علی قول درت علی مشائخ الکوفۃ ھل اجد فی تقویۃ قولہ حدیثا او اثرا فربما وجدت الحدیثین و الثلاثۃ فاتیتہ بھا فمنھا مایقول فیہ ھذا غیر صحیح او غیر معروف فاقول لہ و ما علمک بذلک مع انہ یوافق قولک فیقول انا عالم بعلم اھل الکوفۃ۔[1]

حضرت ابو یوسف سے روایت ہے کہ میں نے احادیث کی تشریح اور فقہ کی نکتہ آفرینی میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ جانکار شخص نہیں دیکھا، نیز انھوں نے فرمایا میں نے جب بھی کسی مسئلہ میں ان سے مخالفت کی پھر میں نے اس میں غور و خوض کیا تو مجھے یہی محسوس ہوا کہ آخرت میں نجات دینے والا وہی مذہب ہے جس کی طرف امام ابو حنیفہ گئے ہیں، مجھ سے زیادہ حدیثوں پر ان کی نظر تھی۔ نیز فرمایا جب وہ کسی بات پر اڑ جاتے ہیں تو میں کوفہ کے مشائخ کے پاس اس غرض سے حاضر ہوتا کہ اس قول کی تقویت میں مجھے کوئی حدیث یا اثر ملے تو بسا اوقات مجھے دو تین حدیثیں مل جاتیں تو میں ان کی خدمت میں لے کر حاضر ہوتا۔ آپ فرماتے اس میں یہ فلاں حدیث صحیح نہیں ہے یا غیر معروف ہے، میں عرض کرتا حضور! یہ آپ کو کیسے معلوم ہو گیا حالانکہ یہ حدیثیں تو آپ کے قول کی تائید میں ہیں، تو فرماتے کوفہ والوں کے علم ہی سے تو مجھے علم ہوا ہے۔ (ت)

خیر **ایک درجہ** تو یہ ہوا۔

درجہ دوم: اب جو حدیثیں تدوین میں آئیں ان میں سے فرمایئے کتنی باقی ہیں، صدہا کتابیں کہ ائمہ دین نے تالیف فرمائیں محض بے نشان ہو گئیں اور یہ آج سے نہیں ابتداء ہی سے ہے۔ امام مالک کے زمانے میں اسّی علماء نے مؤطا لکھیں، پھر سوائے مؤطائے مالک و مؤطائے ابن وہب کے اور بھی کسی کا پتا باقی ہے، امام مسلم کے زمانے کو ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری صاحبِ مستدرک کے زمانے سے ایسا کتنا فاصلہ تھا، پھر بعض تصانیفِ مسلم کی نسبت امام ابن حجر نے حاکم سے نقل کیا کہ معدوم ہیں و علی ھذہ القیاس صدہا بلکہ ہزارہا تصانیفِ ائمہ کا کوئی نشان نہیں دے سکتا، مگر اتنا کہ تذکروں تاریخوں میں نام لکھا رہ گیا۔

---

[1] الخیرات الحسان الفصل الثلاثون فی سندہ فی الحدیث ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۳

Marfat.com

درجۂ سوم: اس سے بھی گزریئے جو کتابیں باقی رہیں ان میں سے اس خراب آباد ہند میں کے پائی جاتی ہیں ذرا کوئی حضرت غیر مقلد صاحب اپنے یہاں کی کتب حدیث کی فہرست تو دکھائیں کہ معلوم ہو کہ کس پونجی پر یہ اونچا دعویٰ ہے۔

درجۂ چہارم: اب سب کے بعد یہ فرمائیے کہ جو کتابیں ہندوستان میں ہیں ان پر حضرات مدعین کو کہاں تک نظر ہے اور ان کی احادیث کس قدر محفوظ ہیں۔

سبحان اللہ! کیا صرف اتنا کافی ہے کہ جو مسئلہ پیش آیا اسے خاص اسی کے باب میں دو چار کتابوں میں جو اپنے پاس ہیں دیکھ بھال لیا اور اپنے زعم باطل میں کوئی حدیث نہ ملی تو بے ثبوت ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ جانِ برادر! بارہا واقع ہوگا کہ اس مسئلے کی حدیث انھیں کتابوں میں ملے گی اور آپ کی نظر اس پر نہ پہنچے گی کہ اول تو ہر مطلب کے لئے محدثین نے تراجم و ابواب وضع نہ کئے اور جن کیلئے وضع کئے ان کی مثبت بہت حدیثیں ایسی ہوں گی جو بوجہ دوسری مناسبت کے دیگر ابواب میں لکھ آئے یا لکھیں گے، اور یہاں بخیال تکرار ان کے اعادہ و اثبات سے باز رہے، اگر یوں نہ مانئے اور اپنی وسعتِ نظر و احاطۂ علم کا دعویٰ ہی کیجئے تو حضرات بے امتحان نہیں سہی اپنے میں جس صاحب کو بڑا محدث جانئے معین کیجئے، ہم دس سوال کرتے ہیں کہ ان کی نسبت جو علم احادیث میں وارد ہوا ارشاد فرمائیں پھر دیکھئے ان شاء اللہ تعالیٰ کیسے غوطے کھاتے ہیں۔ اللہ عزّ وجل چاہے تو اکثر کا حکم نہ نکال سکیں گے، اور رب تبارک وتعالیٰ کو منظور رہے تو انھیں کتابوں میں ان کی احادیث نکل آئیں گی، اس وقت معلوم ہوگا کہ دعویٰ اجتہاد کرنے والے کتنے پانی میں تھے، وائے بے انصافی ان لیاقتوں پر ائمہ مجتہدین سے ہمسری کا دعویٰ ہیہات ہیہات "چھوٹا منہ بڑی بات" آدمی کو کتنی بھاتی ہے مگر امتحان دیتے وقت مزا آتا ہے۔ ہاں ہاں یہ بات میں نے اس لئے نہیں کہی کہ سنئے اور اڑا جائیے، نہیں نہیں، ضرور اپنے کسی اعلیٰ محدث کا نام رکھئے اور ہم جو سوالات کریں ان کا جواب ان سے بذریعہ احادیث لکھوائیے، ہم بھی تو دیکھیں کس برتے پر تتا پانی! جانِ برادر! حصر رُواۃ ممکن نہیں، حصر رواۃ کیونکر ممکن نہیں، ابراہیم بن بکر شیبانی کے ذکر میں امام ابن الجوزی نے کہا:

ابراھیم بن بکر فی الرواۃ ستۃ لا اعلم فیھم ضعفا سوی ھذا[1]

ابراہیم بن بکر راویوں میں چھ ہیں، میں ان میں سے کسی میں ضعف نہیں جانتا سوا اس شیبانی کے۔

---

[1] الاعتدال عن ابن الجوزی ترجمہ ۵٦ دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۴

Marfat.com

اس پر امام ذہبی جیسے جلیل القدر عمدۃ الفن امام الشان نے فرمایا:

لوسماھم لافادنا فما ذکر ابن ابی حاتم منھم احدا[1] — اگر ان سب کا تذکرہ فرما دیتے تو ہمیں فائدہ بخشتے کہ ابن ابی حاتم نے تو ان میں سے ایک کا بھی تذکرہ نہ کیا۔

امام محقق علی الاطلاق کمال الدین ابن الہمام نے جن کی جلالت قدر آفتاب نیم روز سے اظہر، جب بعض احادیث کہ مشائخ کرام نے ذکرکیں نہ پائیں یوں فرمایا کہ:

لعلّ قصور نظرنا اخفاھما عنّا۔ — امید ہے کہ ہماری نظر کے قصور نے انھیں ہم سے چھپالیا۔

دیکھو، علماء یُوں فرماتے ہیں، اور جاہلوں کے دعوے وہ طویل وعریض ہوتے ہیں۔

حدیث اختلاف امتی رحمۃ[2] (میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔ ت) امام جلال الدین سیوطی جیسے حافظ جلیل نے کتاب جامع صغیر میں ذکر فرمائی اور اس کا کوئی مخرج نہ بتا سکے کہ کس محدث نے اپنی کتاب میں روایت کی، ان بعض علماء کے نام لکھ کر جنھوں نے بے سند اپنی کتابوں میں اسے ذکر کیا لکھ دیا کہ:

لعلّہٗ خُرِّجَ فی بعض کتب الحفّاظ التی لم تصل الینا[3] — شاید وُہ حافظانِ حدیث کی بعض کتابوں میں روایت کی گئی جو ہم تک نہ پہنچیں۔

یہ وہ امام ہیں کہ فنِ حدیث میں جن کے بعد ان کا نظیر نہ آیا، جنھوں نے کتاب جمع الجوامع تالیف فرمائی اور اس کی نسبت فرمایا:

قصدتُ فیہ جمیع الاحادیث النبویۃ باسرھا[4] — میں نے ارادہ کیا کہ اس میں تمام احادیثِ نبویہ جمع کردُوں۔

اس پر بھی علماء نے فرمایا:

---

[1] میزان الاعتدال	ترجمہ ۵۶	دار المعرفۃ بیروت	۱/۲۴
[2] الجامع الصغیر للسیوطی	حدیث ۲۸۸	دار الکتب العلمیۃ بیروت	۱/۲۴
[3] " "	"	" "	۱/۲۴
[4] " "	خطبۂ مؤلف	" "	۱/۵

Marfat.com

هذا بحسب ما اطلع علیه المصنف لاباعتبار ما فی نفس الامر[1] قالہ المناوی

یہ وہ اپنے علم کے اعتبار سے کہتے ہیں نہ یہ کہ واقع میں جس قدر حدیثیں ہیں سب کا جمع کرنا۔ (ت)

وُہ اپنے نہ پانے پر یوں فرماتے ہیں کہ شاید یہ حدیث ان کتب ائمہ میں تخریج ہوئی جو ہمیں نہ ملیں۔ آور پھر دیکھئے ہُوا بھی ایسا ہی۔ عبارت مذکورہ کے بعد علامہ مناوی صاحب تیسیر شرح جامع صغیر نے لکھ دیا کہ الامر کذلك[2] یعنی واقعی ایسا ہی ہے۔ پھر اس کی تخریج بتائی کہ بیہقی نے مدخل اور دیلمی نے مسند الفردوس میں بروایت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما روایت کی، اور اس حدیث کی سند پر نہ صرف امام سیوطی بلکہ اکثر ائمہ کو اطلاع نہ ہوئی۔ امام خاتم الحفاظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

زاعم کثیر من الائمۃ انہ لا اصل لہ[3]

بہت سے اماموں نے یہی زعم کیا کہ اس کے لئے کوئی سند نہیں۔

پھر امام عسقلانی نے اس کی بعض تخریجیں ظاہر فرمائیں۔

حدیث الوضوءُ علی الوضوءِ نورٌ علٰی نورٍ (وضوء پر وضوء کرنا نورٌ علٰی نور ہے۔ ت) کی نسبت امام عبدالعظیم منذری نے کتاب الترغیب اور امام عراقی نے تخریج احادیث الاحیاء میں تصریح کردی کہ لم نقف علیہ[4] ہمیں اس پر اطلاع نہیں۔ حالانکہ وہ مسند امام رُزین میں موجود۔ تیسیر میں ہے:

حدیث الوضوء علی الوضوء نور علٰی نور اخرجہ رُزینٌ ولم یطلع علیہ العراقی کالمنذری فقالا لم یقف علیہ[5]

وضوء پر وضوء کرنا نورٌ علٰی نور ہے، یہ وُہ حدیث ہے جس کی تخریج حضرت رُزین نے کی ہے اور منذری کی طرح امام عراقی اس پر مطلع نہیں ہیں، تو انھوں نے کہا ہم اس پر واقف نہیں ہیں (ت)

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر خطبہ مؤلف مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/۵

[2] " " " " تحت حدیث اختلاف امتی الخ " " " " ۱/۴۹

[3] اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ ابن حجر کتاب العلم الباب الثانی دارالفکر بیروت ۱/۲۰۵

[4] الترغیب والترھیب الترغیب فی المحافظۃ علی الوضوء مصطفی البابی مصر ۱/۱۶۴
المغنی عن حمل الاسفار للعراقی مع احیاء العلوم کتاب الطہارۃ باب فضیلۃ الوضوء مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۱/۱۳۵

[5] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث من توضأ علی طہر مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/۲۱۱-۲۱۲

Marfat.com

اس سے عجیب تر سُنئے۔

حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰے عنہ کہ انھوں نے رکوع میں دونوں ہاتھ ملا کر زانو کے بیچ میں رکھے اور بعد نماز کے فرمایا:

هٰكذا فَعَلَ رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم۔

ایسا ہی کیا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے۔

اس کی نسبت امام ابوعمر بن عبدالبر نے فرمایا: نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت صحیح نہیں، محدثین کے نزدیک صرف اس قدر صحیح ہے کہ عبداللہ بن مسعود نے ایسا کیا۔ اور امام اجل ابوزکریا نووی شارح صحیح مسلم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے تو کتاب الخلاصہ میں سخت ہی تعجب خیز بات واقع ہوئی کہ فرمایا صحیح مسلم شریف میں بھی صرف اسی قدر ہے کہ ابن مسعود نے ایسا کیا، اور یہ نہیں کہ ھکذا فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ حالانکہ بعینہٖ یہی الفاظ صحیح مسلم میں موجود، امام محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں:

فی صحیح مسلم عن علقمة والاسود انهما دخلا على عبد الله فقال اصلّى من خلفكما قالا نعم فقام بينهما فجعل احدهما عن يمينه والأخر عن شماله ثم ركعنا فوضعنا ايدينا على ركبنا ثم طبق بين يديه ثم جعلهما بين فخذيه فلما صلّى قال هٰكذا فعل رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم۔ قال ابن عبد البر لا يصح رفعه والصحيح عندهم الوقف على ابن مسعود رضى الله تعالٰى عنه، وقال النووى فى الخلاصة الثابت فى صحيح مسلم ان ابن مسعود فعل ذٰلك ولم يقل

صحیح مسلم میں حضرت علقمہ اور اسود سے روایت ہے یہ دونوں حضرات عبداللہ ابن مسعود کے پاس آئے کہا کیا دوسروں نے نماز پڑھ لی ہے، دونوں نے عرض کی ہاں حضور۔ پھر آپ دونوں کے بیچ میں کھڑے ہو گئے ایک کو داہنے طرف دوسرے کو بائیں طرف کر لیا، پھر ہم سبھوں نے رکوع کیا تو ہم نے اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھ لیا، پھر دونوں ہاتھ کو ملایا، پھر انھیں دونوں زانوں کے بیچ میں رکھ دیا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: ایسے ہی رسول اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے کیا۔ ابن عبدالبر نے کہا: اس روایت کا حضور تک پہنچنا ثابت نہیں۔ ان کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث عبداللہ ابن مسعود تک موقوف ہے۔ امام نووی نے خلاصہ میں کہا کہ صحیح مسلم میں

Marfat.com

هکذا کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یفعلہ قیل کانّهما ذهلا فانّ مسلما اخرجه من ثلث طرقٍ لم یرفعه فی الاولیین ورفعه فی الثالثة وقال هکذا فعل الخ[1]

یہ روایت ثابت ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود نے ایسا کیا، انھوں نے یہ نہیں کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایسا کیا کرتے تھے۔ یہ بھی کہا گیا کہ ان دونوں سے ذہول ہو گیا کیونکہ امام مسلم نے تین طریقوں سے اسے تخریج فرمایا، پہلی دو روایتیں مرفوع نہیں البتہ تیسری روایت میں انھوں نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے اور فرمایا اسی طرح کیا الخ (ت)

میں یہاں اگر اس کی نظیریں جمع کرنے پر آؤں کہ حبر و حدیث میں مشہور و متداول کتابوں یہاں تک خود صحاح ستّہ سے اکابر محدثین کو کیسے کیسے ذہول واقع ہوئے ہیں تو کلام تطویل ہو جائے، بعض مثالیں اسکی فقیر نے اپنے رسالہ نورعینی فی الانتصار للامام العینی میں لکھیں، یہاں مقصود اسی قدر کہ مدعی آنکھ کھول کر دیکھے کہ کس بضاعت پر کمال علم و احاطۂ نظر کا دعوٰی ہے، کیا ان ائمہ سے غفلت ہوئی اور تم معصوم ہو؟ — کیا نہیں ممکن کہ حدیث انھیں کتابوں میں ہو اور تمھاری نظر سے غائب رہے؟ — مانا کہ ان کتابوں میں نہیں کیا سب کتابیں تمھارے پاس ہیں؟ — ممکن کہ ان کتابوں میں ہو جو اور بندگان خدا کے پاس دیگر بلاد میں موجود ہیں — مانا کہ ان میں بھی نہیں پھر کیا اسی قدر کتابیں تصنیف ہوئی تھیں؟ ممکن کہ ان کتابوں میں ہو جو معدوم ہو گئیں — مانا کہ ان میں بھی نہیں پھر کیا تمام احادیث کتابوں میں مندرج ہو گئی تھیں؟ — ممکن کہ ان احادیث میں ہو جو علماء اپنے سینوں میں لے گئے —

پھر "ہلدی کی گرہ پر پنساری بننا کس نے مانا"، اپنے نہ پانے کو نہ ہونے کی دلیل سمجھنا اور عدم علم کو علم بالعدم ٹھہرا لینا کیسی سخت سفاہت ہے۔ خاص نظیر اس کی یہ ہے کہ کوئی شخص ایک چیز اپنی کوٹھری کی چار دیواری میں ڈھونڈھ کر بیٹھ رہے اور کہدے ہم تلاش کر چکے تمام جہان میں کہیں نشان نہیں، کیا اس بات پر عقلاء اسے مجنون نہ جانیں گے! — ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

درجۂ پنجم: الطف واہم ان سب سے گزریئے بلفرض ہزار در ہزار باطل تمام جہان کی اگلی پچھلی سب کتب حدیث آپ کی الماری میں بھری ہیں اور ان سب کے آپ پورے حافظ ہیں آنکھیں بند کرکے ہر حدیث کا پتا دے سکتے ہیں، پھر حافظ جی صاحب یہ تو طوطے کی طرح حق اللہ پاک ذات اللہ کی یاد ہوئی، فہم حدیث کا منصب ارفع و اعظم کدھر گیا، لاکھ بار ہو گا کہ ایک مطلب کی حدیث انھیں

---

[1] فتح القدیر باب الصلوٰۃ باب الامامۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۰۸

Marfat.com

احادیث میں ہو گی جو آپ کو بر زبان یاد ہیں اور آپ کی خواب میں بھی خطرہ نہ گزرے گا کہ اس سے وہ مطلب نکلتا ہے، آپ کیا اور آپ کے علم وفہم کی حقیقت کتنی، اکابر اجلہ محدثین یہاں آکر زانوٹیک دیتے اور فقہائے کرام کا دامن پکڑتے ہیں۔ حفظِ حدیث فہم حدیث کو مستلزم ہوتا تو حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد کے کیا معنٰی تھے:

رُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ اِلٰی مَنْ هُوَ اَفْقَهُ مِنْهُ وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَیْسَ بِفَقِیْهٍ[1] رواہ الائمۃ الشافعی والاحمد والدارمی و ابوداؤد والترمذی وصححه والضیاء فی المختارۃ والبیھقی فی المدخل عن زید بن ثابت والدارمی عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنھما ونحوہ لاحمد و الترمذی وابن حبان عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنه عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بسند صحیح وللدارمی عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنه عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم۔

بہتیرے حاملانِ فقہ ان کے پاس فقہ لے جاتے ہیں جو ان سے زیادہ اس کی سمجھ رکھتے ہیں، اور بہتیرے وہ کہ فقہ کے حامل وحافظ وراوی ہیں مگر خود اس کی سمجھ نہیں رکھتے۔ اس کی روایت ائمہ شافعی، احمد، دارمی، ابوداؤد اور ترمذی نے کی اور اسے صحیح قرار دیا۔ اور ضیاء نے مختارہ میں اور بیہقی نے مدخل میں حضرت زید ابن ثابت سے اور دارمی نے حضرت جُبیر ابن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی۔ اور اسی طرح احمد و ترمذی اور ابن حبان نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسندِ صحیح رسول کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی، اور حضرت دارمی کی روایت جو مروی ہے حضرت ابودرداء سے انھوں نے رسول کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی۔ (ت)

ذرا خدا کے لئے آئینہ لے کر اپنا منہ دیکھئے اور امام اجل سلیمٰن اعمش کا علم عزیز و فضل کبیر خیال کیجئے جو خود حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے شاگرد جلیل الشان اور اجلہ ائمہ تابعین اور تمام

---

[1] جامع الترمذی ابواب العلم باب ماجاء فی الحث علی تبلیغ السماع امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۰
سنن ابی داؤد کتاب العلم باب فضل نشر العلم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۵۹
مسند احمد بن حنبل ۲/ ۲۲۵ و ۳/ ۸۰ و ۸۲ المکتب الاسلامی بیروت
سنن الدارمی باب الاقتداء بالعلماء حدیث ۲۳۴ دارالمحاسن القاہرۃ ۱/ ۶۵

Marfat.com

ائمہ حدیث کے اساتذۃ الاساتذہ سے ہیں۔ امام ابن حجر مکی شافعی کتاب خیرات الحسان میں فرماتے ہیں کسی نے ان امام اعمش سے کچھ مسائل پوچھے ہمارے امام اعظم امام الائمہ مالک الازمہ سراج الامہ سیدنا ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (کہ اس زمانے میں انھیں امام اعمش سے حدیث پڑھتے تھے) حاضر مجلس تھے، امام اعمش نے وہ مسائل ہمارے امام اعظم سے پوچھے، امام نے فوراً جواب دئے۔ امام اعمش نے کہا یہ جواب آپ نے کہاں سے پیدا کئے، فرمایا، ان حدیثوں سے جو میں نے خود آپ ہی سے سنی ہیں، اور وہ حدیثیں مع سند روایت فرمائیں۔ امام اعمش نے کہا:

حسبك ما حدثتك به فی مائة یوم تحد ثنی به فی ساعة واحدة ما علمت انك تعمل بهذه الاحادیث یا معشر الفقهاء انتم الاطباء ونحن الصیادلة وانت ایها الرجل اخذت بكلا الطرفین[1]

بس کیجئے، جو حدیثیں میں نے سو دن میں آپ کو سنائیں آپ ایک گھڑی میں مجھے سنائے دیتے ہیں، مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ ان حدیثوں میں یوں عمل کرتے ہیں۔ اے فقہ والو! تم طبیب ہو اور ہم محدث لوگ عطار ہیں اور اے ابوحنیفہ! تم نے فقہ و حدیث دونوں کنارے لئے، والحمدللہ۔

یہ تو یہ خود ان سے بھی بدرجہا اجل و اعظم ان کے استاد اکرم و اقدم امام عامر شعبی جنھوں نے پانچ سو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو پایا، حضرت امیرالمومنین مولٰی علی و سعد بن ابی وقاص و سعید بن زید و ابوھریرہ و انس بن مالک و عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن زبیر و عمران بن حصین و جریر بن عبداللہ و مغیرہ بن شعبہ و عدی بن حاتم و امام حسن و امام حسین وغیرہم بکثرت اصحاب کرام رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے شاگرد اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے استاد ہیں جن کا پایۂ رفیع حدیث میں ایسا تھا کہ فرماتے ہیں بیس سال گزرے ہیں کسی محدث سے کوئی حدیث میرے کان تک ایسی نہیں پہنچی جس کا علم مجھے اس سے زائد نہ ہو، ایسے امام والا مقام باآں جلالت شان فرماتے:

اِنّا لسنا بالفقهاء ولکنّا سمعنا الحدیث فرویناه الفقهاء من اذا علم عمل۔ نقله الذهبی فی تذکرة الحفاظ[2]

ہم لوگ فقیہ و مجتہد نہیں ہمیں مطالب حدیث کی کامل سمجھ نہیں ہم نے تو حدیثیں سن کر فقیہوں کے آگے روایت کر دی ہیں جو ان پر مطلع ہو کر کاروائی

---

[1] الخیرات الحسان الفصل الثلاثون فی سنده فی الحدیث ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۲

[2] تذکرة الحفاظ ترجمہ ۷۷ عامر بن شرحبیل الشعبی دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۱/ ۷۹

Marfat.com

کریں گے۔ (اسے ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں نقل کیا۔ت)

مگر آج کل کے ناشخص حضرات کو اپنی یادوفہم اور اپنے دو حرفی نام علم پر وہ اعتماد ہے جو ابلیس لعین کو اپنی اصل آگ پر تھا کہ دو حرف رٹ کر ہر امام اُمت کے مقابل اَنا خیرٌ منہ (میں اس سے بہتر ہوں۔ت) کی بینڈی گھمانے کے سوا کچھ نہیں جانتے، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العظیم۔

خامساً بالفرض مان ہی لیجئے کہ حدیث واقع میں مروی نہ ہوئی پھر کہاں عدم نقل اور کہاں نقل عدم، یعنی اگر کسی فعل کا کرنا حضور سیّد عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے منقول نہ ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور نے کیا ہی نہ ہو، اس کا حاصل اتنا ہوگا کہ حدیث میں اس فعل کا نہ ہونا آیا، ان دونوں عبارتوں میں جو فرق ہے ذی عقل پر پوشیدہ نہیں، امام محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں:

عَدَمُ النقل لا ینفی الوجود۔[1] کسی مسئلہ کا منقول نہ ہونا وجود کی نفی نہیں کرتا۔(ت)

شاہ ولی اللہ دہلوی حجۃ اللہ البالغہ میں اسی عدمِ نقل و نقلِ عدم میں تمیز نہ کرنے کو جہل و تعصب کے مفاسد سے کہتے ہیں:

حیث قال وجدت بعضھم لا یمیز بین قولنا لیست الاشارۃ فی ظاھر المذھب وقولنا ظاھر المذھب انھا لیست و مفاسد الجھل والتعصب اکثر من ان تحصٰی۔[2]

میں نے بعض حضرات کو یہاں تک دیکھا کہ وہ ہمارے قول لیست الاشارۃ فی ظاھر المذھب (ظاہر مذہب میں اس کی طرف کوئی اشارہ نہیں) اور ہمارے قول ظاھر المذھب انھا لیست (ظاہر مذہب اس کے برخلاف ہے) والے اصولی قول میں امتیاز ہی نہیں کرتے جہالت و تعصب کے مفاسد تو بیشمار ہیں۔(ت)

سادساً یہ بھی سہی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس فعل کا نہ کرنا اور بات ہے اور منع فرمانا اور بات، ممنوع وہ چیز ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے منع کی، نہ کہ وہ چیز جو حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے نہ کی، قرآن عظیم نے یوں فرمایا:

ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا۔[3] رسول جو تمہیں دے لو اور جس سے منع فرمائے باز رہو۔

---

[1] فتح القدیر کتاب الطہارۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۰

[2] حجۃ اللہ البالغۃ الامور التی لابد منہا فی الصلوٰۃ المکتبۃ السلفیہ لاہور ۲/۱۲

[3] القرآن الکریم ۵۹/۷

Marfat.com

یوں نہیں فرمایا ہے کہ مَا فَعَلَ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا لَمْ یَفْعَلْ فَانْتَھُوْا جو رسول نے کیا کرو اور جو نہ کیا اس سے باز رہو۔

امام محقق علی الاطلاق فتح میں نماز مغرب سے پہلے دو رکعت نفل کی نسبت یہ تحقیق فرما کر کہ نہ ان کا فعل حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے ثابت، نہ کسی صحابی سے ثابت۔ ارشاد فرماتے ہیں:

الثابت بعد ھذا ھو نفی المندوبیۃ اما ثبوت الکراھۃ فلا الا ان یدل دلیل اخر[1] — ان سب سے یہ ثابت ہوا کہ مستحب نہیں، رہی کراہت وہ ثابت نہ ہوئی، اس کیلئے دوسری دلیل چاہیئے۔

امام احمد محمد خطیب قسطلانی شارح صحیح بخاری مواہب لدنیہ و منح محمدیہ میں فرماتے ہیں:

اَلْفِعْلُ یَدُلُّ عَلَی الْجَوَازِ وَعَدَمُ الْفِعْلِ لَایَدُلُّ عَلَی الْمَنْعِ[2] — فعل تو جواز کے لئے دلیل ہوتا ہے اور نہ کرنے سے منع کرنا نہیں سمجھا جاتا۔

شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں،

نہ کردن چیزے دیگر است و منع فرمودن چیزے دیگر[3] — نہ کرنا اور چیز ہے اور منع کرنا اور چیز۔

پھر کیسی جہالت ہے کہ نہ کرنے کو منع کرنا ٹھہرا رکھا ہے۔

سابعًا مصافحہ امورِ معاشرت سے ایک امر ہے جس سے مقصودِ شرع باہم مسلمانوں میں ازدیادِ الفت اور ملتے وقت اظہارِ اُنس و محبت ہے، حدیث میں حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تصافحوا یَذْھَبُ الْغِلُّ عَنْ قُلُوْبِکُمْ[4] اخرجہ ابن عدی عن ابن عمر رضی اللہ — آپس میں مصافحہ کرو تمہارے سینوں سے کینے نکل جائیں گے۔ (ابن عدی نے حضرت عبداللہ

---

[1] فتح القدیر کتاب الصلٰوۃ باب النوافل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۸۹

[2] المواہب اللدنیہ

[3] تحفہ اثنا عشریہ باب دہم در مطاعن خلفائے ثلٰثہ۔الخ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۶۹

[4] الکامل لابن عدی ترجمہ محمد بن ابی زعیزعۃ الخ دار الفکر بیروت ۶/۲۲۱۱

کنز العمال بحوالہ عدعن ابن عمر حدیث ۲۵۳۴۴ مؤسستہ الرسالۃ بیروت ۹/۱۳۰

الترغیب والترہیب بحوالہ مالک عن عطاء الخراسانی الترغیب فی المصافحہ مصطفی البابی مصر ۳/۴۳۲

Marfat.com

تعالیٰ عنہما ونحوہ ابن عساکر عن ابی ھریرۃ اوّلہ تھادوا وتحابوا ونحو ھذا اخرجہ مالک فی المؤطا[1] بسند جید عن عطاء الخراسانی مرسلا۔

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کی تخریج کی ہے اور اسکی مثل ابن عساکر نے ابوہریرہ سے روایت کیا جس کی ابتداء ان الفاظ سے ہے ہدیہ لینا دینا چاہیے تم آپس میں محبت کروگے، اور اسکی مثل امام مالک نے مؤطا میں جیّد سند کے ساتھ مرسل طریقہ پر عطاء خراسانی سے روایت کی ہے۔(ت)

شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں:

السرّ فی المصافحۃ وقولہ مرحبا بفلان ومعانقۃ القادم ونحوھا انھا زیادۃ المودّۃ والتبشیش ورفع الوحشۃ والتدابر۔[2]

مصافحہ اور مرحبا فلاں کو، اور آنیوالے سے معانقہ جیسے امور میں محبت اور خوشی زیادہ ہوتی ہے اور ان سے وحشت اور اجنبیت ختم ہوتی ہے(ت)

اسی میں ہے:

التحابب فی الناس خصلۃ یرضاھا اللہ تعالیٰ وافشاء السلام اٰلۃ صالحۃ لانشاء المحبۃ وکذٰلک المصافحۃ وتقبیل الید ونحو ذٰلک۔[3]

لوگوں میں محبت وہ خصلت ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کا باعث ہے اور سلام کی عادت محبت پیدا کرنے کا ذریعہ ہے اور یوں ہی مصافحہ اور دست بوسی وغیرہ بھی۔(ت)

اور بیشک یہ امور عرف وعادتِ قوم پر مبنی ہوتے ہیں، جو امر جس طرح جس قوم میں رائج اور ان کے نزدیک الفت وموانست اور اس کی زیادت پر دلیل ہو، وہ عین مقصودِ شرع ہوگا جب تک بالخصوص اس میں کوئی نہی وارد نہ ہو، وجہ یہ کہ اس کی کسی خصوصیت سے شرع مطہر کی کوئی خاص غرض متعلق نہیں، اصل مقصود سے کام ہے، جس ہیئت سے حاصل ہو۔ آخر نہ دیکھا کہ انھیں امور میں جو وقت ملاقات بغرض مذکور مشروع ہوئے ایک مرحبا کہنا تھا کہ اس سے بھی خوشدلی اور اس شخص کے آنے پر فرحت ظاہر ہوتی ہے۔ حدیث براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گزرا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] مؤطا امام مالک باب ماجاء فی المھاجرۃ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۷۰۷
کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن ابی ہریرۃ حدیث ۱۵۰۵۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۱۱۰
[2] حجۃ اللہ البالغۃ آداب الصحبۃ السرّ فی افشاء السلام الخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ۲/ ۱۹۸
[3] " " " " " " " " " " " ۲/ ۱۹۷

Marfat.com

لا یلقی مسلمٌ مسلمًا فیرحب به و یاخذ بیدہ الا تناثرت الذنوب بینهما۔[1] الحدیث۔

جو مسلمان مسلمان سے مل کر مرحبا کہے اور ہاتھ ملائے ان کے گناہ جھڑ جائیں۔

پھر بلادِ عجمیہ میں اس کا رواج نہیں، فارس میں اس کی جگہ "خوش آمدی" کہتے ہیں، اور ہندوستان میں "آیئے آیئے تشریف لایئے"، اور اس کی مثل کلمات ——— اب کوئی عاقل اسے مخالفتِ حدیث ومزاحمتِ سنّت نہ جانے گا، رات دن دیکھا جاتا ہے کہ خود حضرات منکرین میں دوستوں کے ملتے وقت اسی قسم الفاظ کا استعمال ہوتا ہے، یہ کیوں نہیں بدعت وممنوع وخلافِ سنّت قرار پاتے، تو وجہ کیا کہ اصل مقصود شرع وہی اظہار خوشدلی بغرض ازدیادِ محبّت ہے۔ یہ مطلب عرب میں لفظ مرحبا سے مفہوم ہوتا تھا، یہاں ان لفظوں سے ادا کیا جاتا ہے تو غرض شریعت کی ہر طرح حاصل ہے، خود مصافحہ بھی شرع مطہر کا اپنا وضع فرمایا ہوا نہیں، بلکہ اہلِ یمن آئے انھوں نے اپنے رسم و رواج کے مطابق مصافحہ کیا۔ شرع نے اس رسم کو اپنے مقصود یعنی ایتلافِ مسلمین کے موافق پاکر مقرر رکھا۔ اگر رسم کسی اور طریقے سے ہوتی اور اسکی خصوصیت میں کوئی محذورِ شرعی نہ ہوتا تو شرع اسے مقرر رکھتی اور ایسے ہی وعدہائے ثواب اس پر فرماتی، ہاں! وہ بات جس میں کسی طرح مقاصدِ شرع سے مخالفت ہو بے شک ناپسند ہوگی اگرچہ کسی قوم میں اسکی رسم پڑی ہو، جیسے سلام کے عوض بلاضرورتِ شرعیہ انگلی یا ہتھیلی کا اشارہ کہ بوجہ مشابہتِ یہود و نصارٰی اس سے ممانعت آئی۔ حدیثِ ضعیف میں ہے حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس منا من تشبه بغیرنا لا تشبهوا بالیهود ولا بالنصارٰی فان تسلیم الیهود الاشارۃ بالاصابع وان تسلیم النصاری بالاکف۔[2] رواہ الترمذی والطبرانی عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جدہ قال الترمذی هٰذا حدیث اسنادہ ضعیف۔

ہم میں سے نہیں جو ہمارے غیر سے مشابہت پیدا کرے، یہود و نصارٰی سے تشبہ نہ کرو کہ یہود کا سلام انگلیوں سے اشارہ ہے اور نصارٰی کا سلام ہتھیلیوں سے ہے (اس کو ترمذی اور طبرانی نے عمرو بن شعیب سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے اپنے دادا سے روایت کیا۔ ترمذی نے کہا اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے۔[2]

---

[1] نصب الرایۃ کتاب الکراہیۃ فصل فی الاستبراء وغیرہ نوریہ رضویہ لاہور ۴/۵۶۶
شعب الایمان حدیث ۸۹۵۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/۴۷۵

[2] جامع الترمذی کتاب الاستیذان باب ما جاء فی فضل الذی یبدأ بالسلام امین کمپنی دہلی ۲/۹۴

Marfat.com

ثامناً جو امر نو پیدا کہ کسی سنّت ثابتہ کی ضد واقع اور اس کا فعل فعلِ سنّت کا مُزیل و رافع ہو وہ بیشک ممنوع و مذموم ہے جیسے السلام علیکم کی جگہ آج کل عوام ہند میں آداب مجرا کورنش بندگی کا رواج ہے ـــــ اگر غریب بندے بعض معززوں سے بطریق سنّت مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم السّلامُ علیکمُ کہیں اپنے حق میں گویا گالی سمجھیں، اس اِحداث نے ان سے سنّتِ سلام اٹھادی ۔ یہ بیشک ذم و انکار کے لائق ہے بخلاف دونوں ہاتھ سے مصافحے کے کہ بالفرض اگر سنّت میں ایک ہی ہاتھ کا رواج تھا تو دو ہاتھ سے مصافحے سے وہ بھی ادا ہوئی اور اس کے ساتھ ایک اور امر زائد ہوا جو کسی طرح اس کے منافی نہ تھا، اس میں سنّتِ ثابتہ کا اصلاً رَدّ و رفع نہیں پھر ممنوع و مذموم ٹھہرانا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں :

انما البدعُ المذمومۃُ ما تصادم السّنن الثابتۃ۔[1] بدعتِ مذمومہ وہی ہے جو سنن ثابتہ کا رَد کرے۔

یہاں مصافحے کی نظیر تلبیۂ حج ہے کہ صحاح ستّہ میں بروایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اسی قدر منقول :

لبّیك اللھمّ لبیك، لبیك لاشریك لك لبیك، انّ الحمد والنعمۃ لك والملك، لاشریك لك۔

پھر خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما باآں شدت اتباعِ سنّت اس میں یہ لفظ بڑھایا کرتے:

لبّیك وسَعْدَیْكَ وَالْخَیْرُ بِیَدَیْكَ وَ الرَّغْبَاءُ اِلَیْكَ وَالْعَمَلُ۔

اور یہ زیادت امیر المومنین فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی فرماتے کما اخرجہ مسلم۔[2]

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے لبیك عدد التراب زیادہ کیا اخرجہ اسحٰق بن رَاھُوَیہ فی مسندہٖ۔[3]

اور سیّدنا امام حسن مجتبےٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے لبیك ذاالنعماء والفضل الحسن بڑھایا اخرجہ ابن سعد فی الطبقات۔[4]

---

[1] احیاء العلوم کتاب آداب السماع والوجد المقام الثالث من السماع مطبعۃ المشھد الحسینی قاہرہ ۲/ ۳۰۵
[2] صحیح مسلم کتاب الحج باب التلبیۃ وصفتھا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۷۵
[3] نصب الرایۃ بحوالہ اسحٰق بن راہویہ کتاب الحج باب الاحرام نوریہ رضویہ لاہور ۳/ ۲۹
[4] نصب الرایۃ " ابن سعد فی الطبقات " " " " " " " ۳/ ۳۰

Marfat.com

ہمارے علماء اس کی وجہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

ان المقصود الثناء واظہار العبودیۃ فلا یمنع من الزیادۃ علیہ۔ قالہ الامام برہان الدین علی ابوالحسن الفرغانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ الصمدانی فی الہدایۃ[1] ثم الامام فخرالدین الزیلعی فی تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق وغیرہما فی غیرہما۔

تلبیہ سے مقصود اللہ تعالیٰ کی تعریف اور بندگی کا اظہار ہے تو اس پر اور کلمات بڑھانا ممنوع نہیں (اسے امام برہان الدین علی ابوالحسن فرغانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ الصمدانی نے ہدایہ میں، پھر امام فخرالدین زیلعی نے تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں اور دیگر حضرات نے اپنی کتابوں میں فرمایا۔ (ت)

یُونہی جبکہ مصافحے سے اظہارِ محبت و ازدیادِ الفت مقصود تو دوسرے ہاتھ کی زیادت کہ ہرگز اس کے منافی نہیں، بلکہ بحسب عرفِ بلد مؤید و مؤکد ہے، زنہار ممنوع نہیں ہوسکتی۔

تاسعًا دونوں ہاتھ سے مصافحہ مسلمانوں میں صدہا سال سے متوارث، ائمۂ دین کی عبارتیں اوپر گزریں، اور اس کا زمانہ تبع تابعین میں ہونا بھی معلوم ہولیا، خود ائمہ تبع تابعین نے دونوں ہاتھ سے مصافحہ کیا، تمام بلادِ اسلام مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ سے ہند و سندھ تک علماء و عوام اہل اسلام دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں اور جو بات مسلمانوں میں متوارث ہو بے اصل نہیں ہوسکتی۔ امام محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں:

انہ المتوارث ومثلہ لایطلب فیہ سند بخصوصہ[2]

وہ متوارث ہے اور ایسی چیز کے لئے کوئی خاص سند درکار نہیں ہوتی۔

محقق علائی دمشقی شرح تنویر میں فرماتے ہیں:

ان المسلمین توارثوہ فوجب اتباعہم[3]

بے شک یہ امر مسلمانوں میں متوارث ہے تو ان کا اتباع ضرور ہوا۔

---

[1] الہدایۃ کتاب الحج باب الاحرام المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۲۱۷
تبیین الحقائق " المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۲/۱۱
[2] فتح القدیر کتاب السرقہ فصل فی کیفیۃ القطع مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۱۵۳
[3] درمختار شرح تنویرالابصار کتاب الصلوٰۃ باب العیدین مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۴

Marfat.com

عاشرًا: حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

خالقوا الناس باخلاقھم۔ اخرجه الحاکم وقال صحیح علی شرط الشیخین[1]۔

لوگوں سے وہ برتاؤ کرو جس کے وہ عادی ہو رہے ہیں (اس کو حاکم نے روایت کیا اور اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا۔ ت)

یہ حدیث عسکری نے کتاب الامثال میں یوں روایت کی:

خالطوا الناس باخلاقھم[2] لوگوں کے ساتھ ان کی عادتوں سے میل کرو۔

ولہٰذا ائمہ دین ارشاد فرماتے ہیں لوگوں میں جو امر رائج ہو جب تک اس سے صریح نہی ثابت نہ ہو ہرگز اس میں اختلاف نہ کیا جائے بلکہ انھیں کی عادات و اخلاق کے ساتھ ان سے برتاؤ چاہیے۔ شریعت مطہرہ سُنّی مسلمانوں میں میل پسند فرماتی ہے اور ان کو بھڑکانا، نفرت دلانا، اپنا مخالف بنانا ناجائز رکھتی ہے، بے ضرورتِ تامّہ لوگوں کی راہ سے الگ چلنا سخت احمق جاہل کا کام ہے۔ امام حجۃ الاسلام قدس سرہٗ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں،

الموافقۃ فی ھذہ الامور من حسن الصحبۃ والعشرۃ اذ المخالفۃ موحشۃ ولکل قوم رسمٌ ولابُدّ من مخالقۃ الناس باخلاقھم کما ورد فی الخبر لاسیما اذا کانت اخلاقا فیھا حُسن العشرۃ والمجاملۃ وتطییب القلب بالمساعدۃ[3]۔

ان امور میں لوگوں سے موافقت صحبت ومعاشرت کی خوبی سے ہے اس لئے کہ مخالفت وحشت دلاتی ہے اور ہر قوم کی ایک رسم ہوتی ہے اور بالضرورۃ لوگوں کے ساتھ ان کی عادات کا برتاؤ کرنا چاہیے، جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا، خصوصًا وہ عادتیں جن میں اچھا برتاؤ اور نیک سلوک اور موافقت کرکے دل خوش کرنا ہو۔

یہاں تک کہ فرمایا:

کذلك سائر انواع المساعدات اذا قُصِدَ بھا تطییب القلب واصطلح علیھا

ایسے ہی مساعدت کی ساری قسمیں جبکہ اس سے دل خوش کرنا منظور رہو اور کچھ لوگوں نے وہ رَوِش

---

[1] المغنی عن حمل الاسفار مع احیاء العلوم کتاب آداب السماع والوجد مطبعۃ المشھد الحسینی قاہرہ ۲/ ۳۰۵

[2] کنز العمال بحوالہ العسکری فی الامثال حدیث ۵۲۳۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۳/ ۱۹

[3] احیاء العلوم کتاب آداب السماع والوجد المقام الثالث من السماع مطبعۃ المشھد الحسینی قاہرہ ۲/ ۳۰۵

Marfat.com

جماعۃ فلا باس بمساعدتھم علیہا بل الاحسن المساعدۃ الا فیما ورد فیہ نھی لا یقبل التاویل[1]

قرار دے لی ہو تو ان کے موافق ہو کر اس پر عمل کرنا کچھ مضائقہ نہیں رکھتا، بلکہ موافقت کرنا ہی بہتر ہے، مگر جس امر میں شرع سے ایسی نہی آگئی ہو جو قابلِ تاویل نہیں۔

عین العلم میں ہے:

الاسرار بالمساعدۃ فیمالم ینہ عنہ و صار معتادا بعد عصرھم حسنۃ وان کان بدعۃ[2]

جس امر میں شرع سے نہی نہ آئی اور صدر اول کے بعد معمول ہوا اس میں موافقت کرکے لوگوں کو خوش کرنا اچھا ہے اگرچہ بدعت ہی سہی۔

فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے رسالہ جمال الاجمال لتوقیف حکم الصلوۃ فی النعال میں یہ مضمون بہت حدیثوں سے ثابت کیا اور بیشک مقصودِ شرع کے یہی مطابق ہے مگر جن لوگوں کو مقاصدِ شریعت سے کچھ غرض نہیں اپنی ہوائے نفس کے تابع ہیں وہ خواہی نخواہی ذرا ذرا سی بات میں مسلمانوں سے الجھتے اور ان کی عادات و افعال کو جن پر شرع سے اصلاً ممانعت ثابت نہیں کرسکتے ممنوع و ناجائز قرار دیتے ہیں — حاشا کہ ان کی غرض حمایتِ شرع ہو — حمایتِ شرع چاہیے تو جن امور کی تحریم و ممانعت میں کوئی آیت و حدیث نہ آئی خواہ مخواہ بزورِ زبان انھیں گناہ و مذموم ٹھہرا کر شرع مطہر پر افتراء کیوں کرتے۔ قال اللہ تعالٰی۔

ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[3]

اور نہ کہو اسے جو تمھاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو، بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا (ت)

بلکہ صرف مقصود ان حضرات کا عوام مسلمین میں تفرقہ ڈالنا اور براہِ تلبیس و تدلیس اپنے لئے ایک جدا روش نکالنا اور اس کے ذریعہ سے اپنی شہرت کے سامان جمع کرنا ہے کہ اگر وہی مسائل بیان کریں جو تمام علمائے اسلام فرماتے ہیں تو ان جیسے اور ان سے بہتر ہزاروں لاکھوں ہیں، یہ خاص کرکے کیوں کر گنے جائیں، ہاں

---

[1] احیاء العلوم کتاب آداب السماع والوجد المقام الثالث من السماع مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۲/۳۰۵
[2] عین العلم الباب التاسع فی الصمت الخ مطبع اسلامیہ لاہور ص ۲۰۶
[3] القرآن الکریم ۱۶/۱۱۶

Marfat.com

جب یوں فتنہ ڈالیں اور نیا مذہب نکالیں گے، تو آپ ہی نزدیک و دُور معروف و مشہور ہوجائیں گے، آخر نہ دیکھا کہ امام علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرمایا کہ امام اجل قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا:

خروجہ عن العادۃ شہرۃ ومکروہ۔[1] یعنی جس جگہ جو طریقہ لوگوں میں رائج ہے اس کی مخالفت کرنا، اپنے آپ کو مشہور بنانا شرعاً مکروہ و ناپسند ہے۔

اسی طرح مجمع بحار الانوار میں منقول:

ھو علی عادۃ البلدان فالخروج عنہا شہرۃ ومکروہ۔[2] یہ علاقوں کی عادت پر ہے جس سے خروج نری شہرت اور ناپسندیدگی ہے (ت)

اسی کو مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالٰی شرح مشکوٰۃ میں ناقل کہ:

خروج از عادت واہل بلد موجب شہرت است ومکروہ است۔[3] علاقہ والوں کی عادت سے خروج شہرت کیلئے ہوتا ہے اور یہ ناپسند بات ہے (ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من لبس ثوب شہرۃ البسہ اللہ یوم القیمۃ ثوب مذلۃ ثم یلھب فیہ النار۔ رواہ ابوداؤد وابن ماجۃ عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند حسن۔[4] جو شہرت کا لباس پہنے اللہ تعالٰی اسے روزِ قیامت ذلت کا کپڑا پہنائے پھر اس میں آگ بھڑکا دی جائے (اس کو ابوداؤد و ابن ماجہ نے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بسندِ حسن روایت کیا۔ ت)

جب دو ہاتھوں سے مصافحہ اب تمام مسلمانوں میں رائج اور تم کسی حدیث سے اس کی ممانعت ثابت نہیں کرسکتے تو بلاوجہ عادتِ مسلمین کا خلاف کرنا سوا اپنی شہرت چاہنے نکّو بننے اور اس وعیدِ شدید

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ الباب الثانی الصنف التاسع مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۸۲

[2]

[3] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس باب الترجل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۸۰

[4] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لبس الشہرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۲

سنن ابن ماجہ " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۶

Marfat.com

کے مستحق ہونے کے اور کس غرض پر محمول ہو سکتا ہے ___ اللہ تعالٰی مسلمانوں کو توفیق رفیق عنایت فرمائے (آمین!)۔

یہ چند جملے ہیں کہ بطور اختصار برسبیل ارتجال زبانِ قلم سے سرزد ہوئے، اور وہ مباحث نفیسہ واصول جلیلہ جن کی طرف ضمن کلام میں جا بجا اشارہ ہُوا اگر ان کی تحقیقِ تام و تنقیحِ تمام پر آئیں تو مبسوط کتابیں لکھنا چاہیے جسے بیان کافی وارشاد شافی پر اطلاع منظور ہو کتب علماء مثل اذاقۃ الاثام و اصول الرشاد وغیرہما تالیفات طیبات امام المحققین سراج المدققین حضرت والد قدس سرہ الماجد کی طرف رجوع کرے۔ امید کرتا ہوں کہ اِس مسئلہ مصافحہ بالیدین میں یہ مباحث رائقہ و ابحاثِ فائقہ خاص علم فقیر کا حصہ ہوں۔ والحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین و اٰلہ وصحبہ اجمعین، واللہ تعالٰی اعلم وعِلمُہٗ جَلَّ مَجْدُہٗ اَتَمُّ و اَحْکَمُ۔

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدن المصطفٰے النبی الامی
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

رسالہ
صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین
ختم شد

مسئلہ ۱۲۴ از ضلع سورت اسٹیشن سائیں مقام کٹھور مرسلہ مولوی عبدالحق صاحب ۴ جمادی الاولٰی ۱۳۰۹ھ

فجر کی نماز کے بعد مصافحہ لیتے ہیں سو جائز ہے یا نہیں ہر روز؟

الجواب

جو لوگ بعد قیام جماعت یا شروع تکبیر آکر نماز میں شامل ہوئے کہ امام و دیگر مقتدین سے قبل نماز

Marfat.com

ملاقات نہ کرنے پائے انھیں تو اُن سے بعد سلام مصافحہ کرنا قطعاً سنّت،

لانّها سنّة لانها عند ابتداء کل لقاء و هذا ابتداء لقائهم هذا۔ کہ ہر ملاقات پر مصافحہ کرنا سنّت ہے (یعنی ملاقات کا آغاز مصافحہ سے کرنا مسنون ہے)۔ (ت)

اور وہ جو بے لحاظ اس تخصیص کے مصافحہ بعد فجر وعصر یا بعد عصر و مغرب مطلقاً صدہا سال سے مسلمین میں معتاد و مرسوم، اس بارے میں اصح یہی ہے کہ جائز و مباح ہے۔

کما حققه المولی المحقق سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد فی بعض فتاواہ و ذکر ھٰھنا المولی الفاضل زینة عصرنا محب الرسول عبد القادر القادری فی رسالته المناصحة فی تحقیق المصافحة تحقیقا جمیلا یتضح به الصواب و توفیقا انیقا یندفع به الاضطراب۔ جیسا کہ ہمارے والد بزرگوار قدس سرہ الماجد نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق فرمائی۔ یہاں ہمارے دَور کی ایک نفیس اور خوبصورت ہستی عاشقِ زارِ رسولِ والاتبار مولانا فاضل عبد القادر قادری نے اپنے رسالہ المناصحة فی تحقیق مسائل المصافحة (یعنی باہم خیرخواہی کرنا ہاتھ ملانے کے احکام کی تحقیق بیان کرنے میں) تحقیق پیش فرمائی ہے اور خوبصورت موافقت پیدا کی ہے جس سے حقیقت واشگاف ہوتی ہے اور اضطراب دُور ہوتا ہے۔ (ت)

علامہ شہاب الدین مصری شرح شفاء امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں: الاصح انها مباحة[1] (زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ مصافحہ کرنا مباح ہے۔ ت) ہاں جہاں مداومت سے خوف ہو کہ جُہّال اس خصوصیّت خاصہ کو واجب یا سنّت بخصوصہا نہ سمجھنے لگیں وہاں اہلِ علم کو مناسب کہ ان اوقات میں کبھی کبھی ترک بھی کردیں هذا هو الانصاف فی امثال الباب واللّٰہ تعالٰی اعلم بالصواب (اس قسم کے باب میں یہی انصاف ہے۔ اللہ تعالٰی راہِ صواب کو اچھی طرح جانتا ہے۔ ت)

مسئلہ ۱۲۵ ۱۸ محرم الحرام ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بوقت سُننے اسم پاک حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے انگوٹھے چُومنے ضرور ہیں یا نہیں، اگر ہیں تو کس کس موقع اور رکون کون محل پر؟ بینوا توجروا۔

---

[1] نسیم الریاض فی شرح الشفاء للقاضی عیاض الباب الثانی فصل فی نظافۃ جسمہ صلی اللہ علیہ وسلم دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۱۴

Marfat.com

الجواب

ضرور بمعنی فرض یا واجب یا سنّتِ مؤکدہ تو اصلاً نہیں، ہاں اذان سُننے میں علمائے فقہ نے مستحب رکھا ہے اور اس خاص موقع پر کچھ احادیث بھی وارد جو ایسی جگہ قابلِ تمسک ہیں کما حققناہ فی رسالتنا منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین یعنی آنکھوں کو روشن کرنا انگوٹھے چُومنے کے عمل سے میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) مگر نماز میں یا خطبہ یا قرآن مجید سُننے وقت نہ چاہئے، نماز میں اس کی ممانعت تو ظاہر، اور استماعِ خطبہ و قرآن کے وقت یُوں کہ اس وقت ہمہ تن گوش ہوکر تمام حرکات سے باز رہنا چاہئے، پنجایت کے وقت جو آیہ کریمہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم[1] پر اس قدر کثرت سے انگوٹھے چُومے جاتے ہیں گویا صدہا چڑیاں جمع ہوکر چہک رہی ہیں یہاں تک کہ دُور والوں کو قرآن عظیم کے بعض الفاظِ کریمہ بھی اس وقت اچھی طرح سُننے میں نہیں آتے، یہ فقیر کو سخت ناپسند و گراں گزرتا ہے، صرف انگوٹھے لبوں سے لگا کر آنکھوں پر رکھنے میں اس وقت کوئی حرج نہ تھی ہو تو بوسہ تعظیم میں آواز نکلنے کا خود حکم نہیں، جیسے بوسہ سنگِ اسود و آستانۂ کعبہ و قرآن عظیم و دست و پائے علما و صلحا، نہ کہ ایسی آوازیں کہ چڑیاں بسیرا لے رہی ہیں۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۱۲۶: از بلگرام شریف محلہ میدانپورہ مرسلہ سید ابراہیم صاحب ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جواب سلامِ کفّار و ہنادک کن الفاظ میں دیا جائے؟ اور خود بھی ضرورت اور بے ضرورت اُن کو سلام کرے تو کس طور سے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

کافر کو بے ضرورت ابتداءً بسلام ناجائز ہے نص علیہ فی الحدیث والفقہ (حدیث پاک اور فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔ ت) اور ہندوستان میں وہ طرقِ تحیت جاری ہیں کہ بضرورت بھی انھیں سلامِ شرعی کرنے کی حاجت نہیں، مثلاً یہی کافی کہ لالہ صاحب، بابو صاحب، منشی صاحب، یا بے سر جھکائے سر پہ ہاتھ رکھ لینا وغیرہ ذالک، کافر اگر بے لفظِ سلام سلام کرے تو ایسے ہی الفاظِ رائجہ جواب میں بس ہیں، اور بلفظِ سلام ابتداء کرے تو علماء فرماتے ہیں جواب میں وعلیک کہے مگر یہ لفظ یہاں مخصوص باہلِ اسلام ٹھہرا ہُوا ہے، اور وُہ کافر بھی اسے جوابِ سلام نہ سمجھے گا بلکہ اپنے ساتھ استہزاء

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰

Marfat.com

لایقبل فانہ زیادۃ علی المس
فھو اولیٰ بالنھی[1] ہمچناں
خم شدہ سلام دادن فی حدیث
انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
عند الترمذی قال
اینحنی لہ قال لا[2]،
اما چیزے ازینہا شرک وکفر نتواں بود
ایں غلو وہابیہ ضالہ است و دست
پائے اولیاء وعلماء را بوسہ دادن
زنہار ممنوع ھم نیست بلکہ
ثابت و درست ست، وفد
عبدالقیس رضی اللہ تعالیٰ
عنھم چوں بخدمت اقدس
حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم رسیدند و از
دور نگاہ شان بر جمال جہاں آرائے
حضور اقدس سید المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم افتاد بے تابانہ خود را
از پشت سواریہا افگندند و دواں دواں
بحضور رسیدہ بوسہ بر دست و پائے اقدس
دادند سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انکار
نفرمودہ امام بخاری در ادب مفرد

لوگوں کی قبور کے ساتھ یہ معاملہ کیسے روا ہو سکتا ہے،
اور قبر کو بوسہ نہ دیا جائے کیونکہ یہ تو ہاتھ لگانے
سے کہیں بڑھ کر ہے لہٰذا اس کے لئے نہی بطریق
اولیٰ ہے۔ اسی طرح جھک کر سلام کرنا منع
ہے۔ چنانچہ امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کے حوالے سے یہ حدیث روایت کی ہے،
اُنھوں نے استفسار کیا کیا اسکے آگے جھک جائے،
ارشاد فرمایا: نہیں۔ مگر واضح رہے کہ ان میں سے
کوئی کام بھی کفر و شرک نہیں ہو سکتا، یہ گمراہ کرنے
والے وہابیوں کا غلو ہے۔ جہاں تک اولیاء کرام
اور علمائے عظام کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دینے کا
تعلق ہے تو یہ عمل ہرگز منع نہیں بلکہ جائز اور ثابت
ہے۔ چنانچہ وفد عبد القیس رضی اللہ تعالیٰ عنہم
کے حضور پرنور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی خدمت اقدس میں پہنچنے کے بارے میں یہ
روایت مذکور ہے کہ جب دُور سے ان کی نگاہ
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جمالِ جہاں پر پڑی
تو وہ بے تاب ہو کر اپنی سواریوں سے جلدی جلدی
اُترے اور دوڑ کر بارگاہِ اقدس میں پہنچے اور
آپ کے مبارک ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دیا
اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو منع نہیں فرمایا
(جو بلاشبہہ دلیلِ جواز ہے) امام بخاری الادب المفرد

---

[1] شرح عین العلم لملا علی قاری الباب الثامن مطبع اسلامیہ لاہور ص ۱۹۷
[2] جامع الترمذی کتاب الاستیذان باب ما جاء فی المصافحۃ امین کمپنی دہلی ۲/۹۷

Marfat.com

واامام ابوداؤد درسنن وبیہقی اززارع بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کنند فجعلنا نتبادر فنقبل ید رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورجلہ[1] ودرحدیث ست کہ زنے ازشوئے خودش گلہ پیش حضور پُرنور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ وعلٰی اٰلہ آورد حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود آیا تو اُو را دشمن می داری؟ عرضہ داد بلٰی۔ حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مراو راوشوہر اورا فرمود سرہائے خود نزدیک کنید ہمچناں کردند سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پیشانیِ زن بر پیشانیِ مرد نہادہ دُعا کرد کہ خدایا میان ایناں الفت نہ و یکے را محبوب دیگرے کن باز آں زن بخدمت انور رسید و بوسہ بر دہن وپائے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چید سرورِ جہانیاں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پرسید کہ حالا تو وشوئے تو برچہ حالہ عرضہ

ہیں، امام ابوداؤد سنن میں اور امام بیہقی یہ سب حضرت زارع بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ پھر ہم لوگ (خدمت اقدس میں پہنچنے کے لئے) جلدی کرنے لگے پھر ہم (وہاں پہنچ کر) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک ہاتھ پاؤں کو چُومنے لگے۔ حدیث پاک میں ہے کہ ایک عورت نے حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اپنے شوہر کے خلاف شکایت کی، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت سے دریافت فرمایا کہ تو اس کو (یعنی اپنے خاوند کو) پسند نہیں کرتی؟ اس نے جواب ہاں میں دیا یعنی مجھے شوہر پسند نہیں ہے۔ اس کے بعد آپ نے اس سے اور اس کے شوہر سے فرمایا کہ تم دونوں اپنے اپنے سر میرے قریب کرو۔ جب دونوں نے اپنے اپنے سر آپ کے بالکل قریب کر دیئے تو آپ نے عورت کی پیشانی مرد کی پیشانی پر رکھی اور دعا فرمائی؛ اے اللہ! ان دونوں کے درمیان الفت و محبت رکھ دے انھیں ایک دوسرے کا محبوب بنا دے۔ پھر اس عورت نے ایک دفعہ حاضر ہوکر آپ کے چہرۂ انور اور آپ کے پاؤں مبارک کو بوسہ دیا۔ سردارِ دوجہاں صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اب اپنے شوہر کے

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب قبلۃ الرجل الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۵۳
السنن الکبرٰی کتاب النکاح باب ماجاء فی قبلۃ الجسد المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن ۷/۱۰۲
الادب المفرد باب ۴۴۵ تقبیل الرجل المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل ص ۵۳؛

Marfat.com

داد کہ ہیچ نو و کہن و ہیچ پسر نیز مرا زشے محبوب تر
نیست سید اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم فرمود من گواہی می دہم کہ من رسول خدا م
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گفت و من گواہی
می دہم کہ تو رسول خدائے۔ فقیر گوید و
من فقیرے از سگان کوئے شما گواہی می دہد
کہ واللہ العظیم تو رسول خدائے صلی اللہ
تعالیٰ علیک وسلم وعلیٰ آلک و
صحبک وبارک وکرم ، البیہقی
عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ
عنہما ان امرأۃ شکت
زوجھا النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم فقال اتبغضیہ
قالت نعم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ادنیا رؤسکما فوضع جبھتھا علی جبھۃ
زوجھا ثم قال اللھم الف بینھما
وحبب احدھما الی صاحبہ
ثم لقیتہ المرأۃ بعد
ذلک فقبلت رجلیہ فقال کیف
انت وزوجک قال ما طارف
ولا تالد ولا ولد احب
الی منہ فقال اشھد
انی رسول اللہ فقال عمر وانا
اشھد انک رسول اللہ[1] ونیز

بارے میں تمھاری کیا کیفیت ہے؟ اس نے جواباً
عرض کیا: کوئی جوان کوئی بوڑھا اور کوئی لڑکا مجھے اس
سے زیادہ محبوب نہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و
آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ
میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ اس پر حضرت
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں بھی گواہی دیتا
ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ فقیر کہتا
ہے میں بندۂ محتاج آپ کی گلی کے کتوں میں سے
ایک کتا بھی گواہی دیتا ہے کہ اللہ العظیم کی قسم
آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں آپ پر آپ
کی آل پر اور آپ کے ساتھیوں پر اللہ تعالیٰ
رحمت و برکت اور کرم فرمائے۔ امام بیہقی نے حضرت
عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
کی ہے کہ ایک عورت نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم نے اپنے شوہر کے خلاف شکوہ کیا
آپ نے فرمایا: کیا تو اس سے بغض رکھتی ہے؟
اس نے جواب دیا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا:
تم دونوں اپنے سر میرے قریب کرو۔ پھر آپ نے
عورت کی پیشانی اس کے شوہر کی پیشانی پر رکھی اور
فرمایا: اے اللہ! ان دونوں میں الفت پیدا
کر دے اور انھیں ایک دوسرے کا محبوب بنا دے۔
پھر اس کے بعد اس عورت کی حضور اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو اس نے
آپ کے پاؤں مبارک چومے۔ آپ نے اس سے

---

[1] دلائل النبوۃ للبیہقی باب ماجاء فی دعائہ لزوجین احدھما یبغض الآخر بالالفۃ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/۲۲۹

Marfat.com

در حدیث ست که مردے حاضر خدمت شده عرضه داشت که یارسول اللہ! مرا چیزے بنما که باو یقینم فزاید فرمود بسوئے ایں درخت رفته او را بخواں رفت گفت که رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ترا میخواند درخت ہماندم آمد و بر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم سلام گفت بازگرد بازگشت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم آں صحابی را پروانگی داد تا بوسه بر سر مبارک و ہر دو پائے اقدس زد، الحاکم فی المستدرك وقال صحیح الاسناد ان رجلا اتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه و سلم فقال یا رسول اللہ علمنی شیئا ازداد به یقینا فقال اذهب الی تلك الشجرة فادعها فذهب الیها فقال ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یدعوك فجاءت حتی سلمت علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ثم قال لها ارجعی فرجعت قال ثم اذن له فقبل

فرمایا: تمھارا اور تمھارے شوہر کا کیا حال ہے؟ تو اس نے کہا: اب مجھے اس سے زیادہ کوئی جوان، بوڑھا اور بچہ محبوب نہیں۔ آپ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ آپ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر عرض کی: اے اللہ تعالیٰ کے رسول! مجھے کوئی ایسی چیز دکھاؤ جس سے میرے یقین میں اضافہ ہو۔ ارشاد فرمایا: اس درخت کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ تمھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بلاتے ہیں۔ وہ شخص اس درخت کے پاس گیا اور اس سے کہا تجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بلا رہے ہیں۔ وہ درخت اُسی وقت بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوگیا اور آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا، آپ نے اس سے فرمایا کہ واپس اپنی جگہ پر چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ درخت واپس چلا گیا۔ اس صحابی نے آپ کے سر مبارک اور مبارک و مقدس پاؤں کو بوسہ دینے کی اجازت چاہی تو آپ نے اجازت دے دی اور اس نے بوسہ دیا۔ حاکم نے المستدرک میں روایت کی اور فرمایا اسکی سند صحیح ہے کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اس نے عرض کی لے

Marfat.com

راسہ ورجلیہ وقال لوکنت اٰمرا احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجھا[1]، امام اجل سیدنا جعفر صادق و امام سفیان ثوری و مقاتل بن حبان وحماد بن سلمہ وغیرھم ائمہ مجتہدین پیش امام اعظم سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰے عنہ وعنہم آمدہ گفتند بما رسیدہ است کہ تو در مسائل قیاس بکثرت میکنی امام با ایشاں مناظرہ کرد و مذہب خود پیش نمود و گفت کہ پیش از ہمہ عمل بقرآن عظیم میکنم باز بحدیث باز باجماع باز باقوال صحابہ وچوں دریں ہمہ نیابم آں گاہ براہ قیاس شتابم ایں مناظرہ درمسجد جامع کوفہ روز جمعہ از آغاز نہار تا وقت زوال جاری بود آخرہا ہمہ ائمہ مذکورین برخاستند و بوسہ بر سر و زانوئے امام اعظم دادند و گفتند تو سردار علمائی پیش ازیں انچہ نادانستہ بحق تو گفتہ بودیم بما عفو کن امام گفت حق جل وعلا ما و شما ہمہ را مغفرت کند الامام العارف الشعرانی قدس سرہٗ فی المیزان کان ابو مطیع

اللہ تعالٰی کے رسول! مجھے کوئی ایسی چیز دکھائیں جس سے میرے یقین میں ترقی (زیادتی) ہو۔ فرمایا اس درخت کے پاس جاؤ اور اسے میرے ہاں بلا لاؤ۔ پھر وہ اس درخت کے پاس گیا اور اس سے کہا تجھے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم بلا رہے ہیں۔ چنانچہ وہ درخت بارگاہ نبوی میں حاضر ہوگیا اور اس نے نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا، پھر آپ نے اس سے ارشاد فرمایا کہ لوٹ جاؤ۔ وہ حسب ارشاد لوٹ گیا۔ راوی فرماتے ہیں پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم نے اس شخص کو اجازت دی تو اس نے آپ کے سر مبارک اور دونوں مبارک پاؤں کو بوسہ دیا اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں کسی کو کسی کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ امام کبیر سیدنا امام جعفر صادق، امام سفیان ثوری، مقاتل بن حبان اور حماد بن سلمہ اور ان کے علاوہ دیگر ائمہ، درجۂ اجتہاد پر فائز ہونے والے امام امام اعظم سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰے عنہ کی خدمت میں گئے اور امام صاحب سے فرمانے لگے کہ ہمیں یہ اطلاع پہنچی ہے کہ آپ مسائل شرعی میں بہت زیادہ قیاس آرائی سے کام لیتے ہیں۔ امام صاحب نے ان سے مناظرہ کیا اور وضاحت سے اپنا مذہب (نظریہ) پیش کیا اور فرمایا میں تو سب سے پہلے قرآن عظیم پر عمل کرتا ہوں اسکے

[1] المستدرک للحاکم کتاب البر والصلۃ باب حق الزوج علی الزوجۃ دار الفکر بیروت ۴/۱۷۲

Marfat.com

يقول كنت يوماً عند الامام ابى حنيفة فى جامع الكوفة فدخل عليه سفين الثورى ومقاتل بن حيان بن سلمة وجعفر الصادق وغيرهم من الفقهاء فكلموا الامام اباحنيفة وقالوا قد بلغنا انك تكثر من القياس فى الدين وانا نخاف عليك منه فان اول من قاس ابليس فناظرهم الامام من بكرة نهار الجمعة الى الزوال وعرض عليهم مذهبه وقال انى اقدم العمل بالكتاب ثم بالسنة ثم باقضية الصحابة مقدماً ما اتفقوا عليه على ما اختلفوا فيه وحينئذ اقيس فقاموا كلهم وقبلوا يده وركبته وقالوا له انت سيد العلماء فاعف عنا فيما مضى منا من وقيعتنا فيك بغير علم فقال غفر الله لنا ولكم اجمعين[1] انتهى والله سبحٰنه تعالیٰ اعلم۔

بعد حدیث، پھر اجماعِ امت، پھر اقوالِ صحابہ کرام پر۔ جب ان سب میں کوئی مسئلہ نہ پاؤں تو پھر قیاس سے کام لیتا ہوں۔ یہ مناظرہ جامع مسجد کوفہ میں جمعہ کے دن صبح سے لے کر زوال کے وقت تک جاری رہا، بالآخر مذکورہ تمام امام اُٹھ کھڑے ہوئے اور انھوں نے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے سر اور زانوؤں پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ آپ علماء کرام کے سرخیل ہیں اور ہم اس سے پہلے بے خبری میں آپ کے متعلق جو سُنی سنائی کہتے رہے وہ ہمیں معاف کردیں۔ امام صاحب نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر مجھے اور آپ سب کو معاف کردے۔ امام عارف عبدالوہاب شعرانی "المیزان" میں فرماتے ہیں، حضرت ابومطیع فرمایا کرتے تھے کہ میں جامع مسجد کوفہ میں امام صاحب کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ان کے پاس سفیان ثوری، مقاتل بن حیان، حماد بن سلمہ، امام جعفر صادق اور بعض دیگر فقہائے کرام تشریف لائے اور امام صاحب سے گفتگو کرنے لگے کہ ہمیں یہ اطلاع پہنچی ہے کہ آپ دین میں زیادہ تر قیاس سے کام لیتے ہیں لہٰذا ہم اس طرزِ عمل سے خوف محسوس کرتے ہیں کیونکہ سب سے پہلے جس نے قیاس کیا وہ شیطان تھا۔ ان کی یہ مناظرانہ گفتگو جمعہ کے روز فجر سے لے کر سورج ڈھلنے تک ہوتی رہی۔ امام صاحب نے اپنا مذہب و مؤقف ان کے سامنے پیش کیا اور فرمایا: میں عمل کرنے میں کتاب اللہ کو سب سے مقدم سمجھتا ہوں پھر سنّت کو، پھر صحابہ کرام کے متفق فیصلوں کو ان کے اختلافی فیصلوں سے مقدم سمجھتا ہوں، اور جب قرآن، حدیث اور اجماعِ صحابہ سے کسی مسئلہ میں براہِ راست واضح ہدایت اور مثال نہ مل سکے تو پھر اس وقت قیاس کے ذریعے مسئلے کا حل ڈھونڈتا ہوں۔ یہ سُننے کے بعد تمام علماء و فقہاء نے اُٹھ کر امام صاحب کے ہاتھوں اور گھٹنوں کو

---

[1] میزان الشریعۃ الکبریٰ فصل فی بیان ضعف قول من نسب الامام اباحنیفۃ الی انہ یقدم القیاس الخ مصطفی البابی مصر ۱/ ۶۵، ۶۶

Marfat.com

بوسہ دیا اور کہا کہ آپ تو سیّد العلماء ہیں ہم آپ سے معذرت خواہ ہیں کیونکہ ہم بلاوجہ بغیر کسی تحقیق کے آپ کے پیچھے پڑے رہے آپ ہماری کوتاہی اور خطا معاف فرمادیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالٰی ہمیں اور آپ سب کو معاف فرمائے۔ اللہ تعالٰی پاک، برتر اور سب سے بڑا عالم ہے۔(ت)

مسئلہ ۱۲۸ از سیتاپور مرسلہ منشی مشرف احمد صاحب سررشتہ دار کلکٹری سیتاپور ۲۹ صفر ۱۳۱۳ھ

عالی جناب مولانا صاحب مخدوم و مطاع نیازکیشاں زاد مجدکم وافضالکم، بعد بجاآوری تسلیم عرض یہ ہے کہ اللہ تعالٰی اور جناب سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "جب گھر میں داخل ہو تو سلام کرے"۔ حدیث شریف میں ہے کہ باعثِ برکت ہے۔ اگر گھر میں سوا اہلیہ کے نہ ہو تو زوجہ پر سلام علیک کرے یا نہیں؟ ایک صاحب اس بارہ میں حجت کرتے ہیں کہ ازواج مطہرات پر سلام علیک کرنا کہیں حدیث سے ثابت نہیں ہُوا ہے حالانکہ سیاق اس امر پر وارد ہے کہ اہلیہ پر بھی سلام علیک کرنا چاہئے، اس کا جواب اُن آیات واحادیث سے جن میں گھر جانے کے وقت سلام کرنے کا حکم ہے اور جن سے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سلام ازواجِ مطہرات سے کرنا ثابت ہو ارقام فرمائیں فقط۔

الجواب

قال اللہ عزوجل واذا دخلتم بیوتا فسلّموا علٰی انفسکم تحیۃ مّن عند اللہ مبٰرکۃ طیّبۃ[1]

(اللہ عزوجل نے فرمایا) جب تم گھروں میں جاؤ تو سلام کرو اپنی جانوں پر ملتے وقت کی اچھی دعا اللہ کی طرف سے برکت والی پاکیزہ۔

معالم التنزیل میں ہے:

ای یسلم بعضکم علٰی بعض ھذا فی دخول الرجل بیت نفسہ یسلم علٰی اھلہ ومن فی بیتہ وھو قول جابر وطاؤس والزھری وقتادۃ والضحاك وعمرو بن دینار قال قتادۃ اذا دخلت بیتك فسلم علٰی اھلك فھم احق من سلمت علیہ[2]

یعنی تمہارے بعض بعض کو (ایک دوسرے کو) سلام کیا کریں۔ یہ اس وقت کے لئے ہے کہ جب کوئی شخص اپنے گھر میں جائے تو گھر میں موجود اپنوں اور دیگر وہاں حاضرین کو سلام دے۔ جابر، طاؤس، زہری، قتادہ، ضحاک اور عمرو بن دینار کا یہی قول ہے۔ اور حضرت قتادہ نے فرمایا جب تم اپنے گھر میں جاؤ تو اپنے گھر والوں کو سلام پیش کیا کرو، جن کو تم سلام دیتے ہو ان سے زیادہ حق گھر والے رکھتے ہیں۔(ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۶۱

[2] معالم التنزیل علی ہامش تفسیر خازن تحت آیۃ ۲۴/ ۶۱ مصطفی البابی مصر ۵/ ۹۱

Marfat.com

حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا:

یا بنی اذا دخلت علٰی اھلک فسلم یکون برکۃ علیک وعلٰی اھل بیتک۔ رواہ عنہ الترمذی وقال حسن غریب[1]۔

اے میرے بیٹے! جب تُو اپنے اہل پر داخل ہو تو سلام کر، وہ برکت ہوگا تجھ پر اور تیرے اہلِ خانہ پر۔ (امام ترمذی نے اس کو حضرت انس سے روایت کیا اور فرمایا حدیث حسن غریب ہے۔ ت)

دوسری حدیث میں ہے حضور پُرنور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ وعلٰی آلہ نے فرمایا:

اذا دخلتم بیوتکم فسلموا علٰی اھلھا فان الشیطان اذا سلم احدکم لم یدخل بیتہ۔ رواہ الخرائطی فی مکارم[2] الاخلاق عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

جب تم اپنے گھروں میں جاؤ تو اہل خانہ پر سلام کرو کہ جب تم میں کوئی گھر میں جاتے سلام کرتا ہے تو شیطان اُس گھر میں داخل نہیں ہوتا (خرائطی نے مکارم الاخلاق میں اس کو حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ ت)

علامہ مجد الدین فیروز آبادی صراط مستقیم میں فرماتے ہیں:

کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا جاء الی البیت بلیل سلم سلاما یسمعہ المستیقظون ولا ینتبہ منہ الراقدون[3]۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب رات کو مکان میں تشریف فرما ہوتے ایسی آواز سے سلام فرماتے کہ جاگتے سُن لیتے اور سوتے نہ جاگتے۔

شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی شرح سفر السعادۃ میں فرماتے ہیں:

سلام سنت ست نزد در آمدن در خانہ بر اہلِ خانہ[4]۔

(ت) گھر میں داخل ہونے پر گھر والوں کو سلام کرنا سنت ہے۔

---

[1] جامع الترمذی ابواب الاستیذان والآداب باب فی التسلیم اذا دخل بیتہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۵

[2] اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ الخرائطی فی مکارم الاخلاق کتاب آداب الاخوۃ والصحبۃ الباب الثالث دار الفکر بیروت ۶/ ۲۷۴

[3] شرح سفر السعادۃ (صراط مستقیم) فصل در اسلام وآداب مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۴۱۰

[4] شرح سفر السعادۃ " " " " " " " " ص ۴۱۰

Marfat.com

صحیح مسلم وسنن ابوداؤد ونسائی وابن ماجہ میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے :

کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذادخل بیتہ بدأ بالسواک[1]

حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب کاشانۂ اقدس میں تشریف فرما ہوتے پہلے مسواک فرماتے۔

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں :

لاجل السلام علی اھلہ فان السلام اسم تشریف فاستعمل السواک للاتیان بہ[2]۔

یہ مسواک اپنے اہل پاک پر سلام فرمانے کیلئے تھی کہ سلام معظم نام ہے تو اس کے ادا کو مسواک فرماتے صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم۔

عین العلم میں ہے :

یسلم عند الدخول فی بیتہ لئلا یدخل الشیطان معہ و ھو مأمور بہ[3] اھ ملخصًا۔

اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ جب اپنے گھر میں داخل ہوں تو گھر والوں کو سلام کریں تاکہ شیطان اُن کے ساتھ داخل نہ ہوسکے اھ ملخصًا (ت)

عالمگیری میں محیط سے ہے :

اذادخل الرجل فی بیتہ یسلم علی اھل بیتہ[4]

جب آدمی اپنے گھر میں جائے تو اپنے گھر والوں کو سلام پیش کرے۔ (ت)

صیرفیہ پھر تتارخانیہ پھر ہندیہ میں ہے : ویسلم فی کل دخلۃ[5] (گھر میں ہر بار داخل ہوتے وقت سلام کیا جائے۔ ت)

بالجملہ یہ سنّت قرآن وحدیث وفقہ سب سے ثابت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب السواک قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۸
سُنن النسائی 〃 〃 نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۷
سنن ابی داؤد 〃 آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۸

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث کان اذادخل بیتہ الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/۲۴۸

[3] عین العلم الباب الثامن مطبع اسلامیہ لاہور ص ۱۵۴

[4] و [5] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۲۵

Marfat.com

مسئلہ ۱۲۹ از شہر مذکور

بوالپسی ڈاک بعد بجا آوری تسلیم دست بستہ گزارش ہے فتوٰی عطیہ حضور ملا، وہ صاحب یہ چاہتے ہیں کہ کسی حدیث میں خاص تصریح ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ازواجِ مطہرات پر سلام کیا، زیادہ بجز آں کیا عرض کروں۔ خاکسار

الجواب

صحیح مسلم شریف کتاب النکاح، باب فضیلۃ اعتاقہ امتہ ثم یتزوجہا حدیث طویل انس رضی اللہ تعالٰی عنہ نکاح ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا وام المؤمنین زینب رضی اللہ تعالٰی عنہا میں ہے:

فجعل یمر علی نسائہ فیسلم علی کل واحدۃ منھن سلام علیکم کیف انتم یا اھل البیت[۱]

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات پر گزرنا شروع فرماتے اُن میں ہر ایک پر سلام فرماتے اور سلام علیکم کے بعد مزاج پرسی کرتے۔

دوسری روایت میں ہے:

فخرج رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واتبعتہ فجعل یتبع حجر نسائہ یسلم علیھن[۲] واللہ تعالٰے اعلم

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور میں سایہ دار ہمراہ تھا ازواج مطہرات کے حجروں میں تشریف لے جاتے اور انھیں سلام فرماتے۔ واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ ۱۳۰ از کٹرہ پرگنہ منورہ ضلع گیا مکان سید ابوصالح صاحب خان بہادر مرسلہ مولوی کریم رضا خان صاحب ۲۴ صفر ۱۳۱۴ھ

مصافحہ بعد نماز جمعہ وعیدین وصبح وعصر و بعد وعظ کے، اور معانقہ بعد عیدین کے جائز ہے یا نہیں؟ اور جو کوئی اس فعل کے کرنیوالے کو جہنمی اور مردود اور رافضی کہے اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

مصافحہ ومعانقہ مذکورہ جبکہ منکرات شرعیہ سے خالی ہوں جائز ہیں، اور بہ نیتِ محمود مستحب ومندوب،

---

[۱] و [۲] صحیح مسلم کتاب النکاح باب فضیلۃ اعتاقہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۶۱-۴۶۰

Marfat.com

اس فعل پر جہنمی و مردود و رافضی کا حکم لگانے والا خود ان الفاظ کا مستحق اور ضال و مضل و فاسق ہے،

قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم سباب المسلم فسق[1]۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔ (ت)

غنیہ ذوی الاحکام حاشیۂ درر وغرر میں ہے:

المصافحة سنة عقب الصلوات کلها و عند کل لقی ولنا فیها رسالة سمیتها سعادة اهل الاسلام بالمصافحة عقب الصلٰوة والسلام[2]۔

مصافحہ کرنا تمام نمازوں کے بعد اور ہر ملاقات کے موقع پر سنّت ہے۔ اسی موضوع پر ہمارا ایک رسالہ ہے جس کا نام سعادة اھل الاسلام بالمصافحة عقب الصّلٰوة والسلام رکھا ہے (یعنی درود وسلام پڑھنے کے بعد مصافحہ کرنے میں مسلمانوں کے لئے سعادت ہے)۔ (ت)

حاشیۃ الکنز للعلامۃ السید الازہری میں ہے:

من المستحب (ای یوم العید) اظهار الفرح والبشاشة والتهنیة والمصافحة بل هی سنة عقب الصلوات کلها[3]۔

عید کے دن خوشی، فرحت اور مبارکباد کا اظہار کرنا اور باہم ایک دوسرے سے مصافحہ کرنا مستحب ہے بلکہ ہر نماز کے بعد مصافحہ سنّت ہے۔ (ت)

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

کذا تطلب المصافحة فهی سنة عقب الصلٰوة کلها[4]۔

یوں ہی مصافحہ کی طلب کی جائے کیونکہ یہ ہر نماز کے بعد سنّت ہے۔ (ت)

شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی مسوی شرح موطا میں لکھتے ہیں:

قال النووی اعلم ان المصافحة مستحبة عند کل لقاء واما ما اعتاده

امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا یہ جان لیجئے کہ ہر میل ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا مستحب ہے لیکن

---

[1] صحیح بخاری کتاب الآداب باب ماینہی عن السباب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۹۳
[2] غنیۃ ذوی الاحکام حاشیۃ الدرر الحکام باب صلٰوۃ العیدین میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/۱۴۲
[3] فتح المعین شرح الکنز لملامسکین ؍؍ ؍؍ ؍؍ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۲۵
[4] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب احکام العیدین نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۸۹

Marfat.com

الناس من المصافحۃ بعد صلوٰۃ الصبح و العصر فلا اصل لہ فی الشرع علٰی ھٰذا الوجہ ولکن لاباس بہ فان اصل المصافحۃ سنۃ و کونھم حافظوا علیہا فی بعض الاحوال لا یخرج ذلک البعض من کونہ من المصافحۃ التی ورد الشرع باصلہا اقول ھکذا ینبغی ان یقال فی المصافحۃ یوم العید[1]

نمازِ فجر اور نمازِ عصر کے بعد عام لوگوں نے مصافحہ کرنے کی جو عادت بنالی ہے شریعت میں اس طریقے کی کوئی اصل نہیں مگر ایسا کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں اس لئے کہ اصل مصافحہ سنت ہے، لیکن لوگوں کا بعض حالات میں اس کی محافظت کرنا اس بعض کو اس مصافحہ سے نہیں نکالتا کہ جس کی اصل شریعت میں وارد ہوئی ہے۔ میں کہتا ہُوں کہ اسی طرح مناسب ہے کہ عید کے دن مصافحہ کرنے کو کہا جائے۔ (ت)

خود مولائے وہابیہ معلمِ ثانی نجدیہ منکرینِ زمانہ کے امام الائمہ میاں اسمٰعیل صاحب دہلوی اپنی تقریر ذبیحہ میں اصولِ وہابیت کو یوں ذبح فرماتے ہیں:

ہمہ اوضاع از قرآن خوانی و فاتحہ خوانی و طعام خورانیدن سوائے کندن چاہ و امثالہ و دُعا و استغفار و اُضحیہ بدعت ست گو بدعتِ حسنہ بالخصوص ست مثل معانقہ روزِ عید و مصافحہ بعد نمازِ صبح یا عصر[2]

قرآن خوانی اور فاتحہ خوانی کے تمام طریقے یُوں ہی کھانا کھلانا، یہ سب کام بدعت ہیں گوکہ بدعتِ حسنہ ہیں جیسے عید کے دن بغلگیر ہونا اور نمازِ فجر یا عصر کے بعد مصافحہ کرنا (ہاں البتہ میت کے ایصال ثواب کے لئے) کُنواں کھودنا اور اسی طرح کا کوئی اور عمل کرنا مثلاً دعا، استغفار اور قربانی کرنا یہ سب کام جائز ہیں۔ (ت)

حضرات منکرین جوشِ پاسداریِ مذہب میں ائمہ و علمائے سابقین کو جو چاہیں کہیں اور شاید بکمال جرأت شاہ ولی اللہ صاحب سے بھی آنکھ پھیرلیں، مگر کیا اپنے بڑے پیشوا میاں اسمٰعیل صاحب کو بھی جہنمی مردود رافضی مان لیں گے ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم (گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت کسی میں نہیں مگر اللہ تعالٰی کی توفیق سے جو بلند مرتبہ اور ذی شان ہے۔ ت) تفصیل اس مسئلہ کی ہمارے رسالہ وشاح الجید فی تحلیل معانقۃ العید (گلے میں ہار، عید کے دن بغلگیر ہونے کے جواز

---

[1] مسوّی مصفّٰی شرح موطا امام مالک باب یستحب المصافحۃ اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۴۱

[2] زبدۃ النصائح (رسالہ نذور)

Marfat.com

میں۔ ت) میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۱: از کڑہ پرگنہ منورہ ضلع گیا مکان سید ابو صالح صاحب خان بہادر مرسلہ مولوی عبدالکریم خاں صاحب ۲۴ صفر ۱۳۱۴ھ

کسی عالم یا کسی دوسرے بزرگ کا ہاتھ چُومنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اجروثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

ہاں جائز بلکہ مستحب ومندوب ومسنون ومحبوب ہے جبکہ بہ نیت صالحہ محمودہ ہو۔ امام بخاری ادب مفرد میں اور ابوداؤد و بیہقی زارع بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں:

فجعلنا نتبادر فنقبل ید رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورجلہ[1]۔

پھر ہم جلدی کرنے لگے تاکہ ہم رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچ کر ان کے ہاتھ اور پاؤں چُومیں۔ (ت)

تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

لاباس بتقبیل ید الرجل العالم والمتورع علی سبیل التبرک درر ونقل المصنف عن الجامع انہ لاباس بتقبیل ید الحاکم المتدین و السلطان العادل وقیل سنۃ مجتبی[2]۔

کسی عالم اور پارسا شخص کے بطور تبرک ہاتھ چومنے میں کوئی حرج نہیں (درر) مصنف نے الجامع سے نقل فرمایا کہ دیندار حاکم اور عادل بادشاہ کے ہاتھوں کو بھی بوسہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں، اور یہ بھی کہا گیا کہ یہ سنت ہے (مجتبٰی)۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ وقیل سنۃ ای تقبیل ید العادل والسلطان العادل قال الشرنبلالی وعلمت ان مفاد الاحادیث سنیتہ اوندبہ کما

مصنف کا قول "کہا گیا کہ یہ سنت ہے" (یعنی عالم اور عادل بادشاہ کے ہاتھوں کو بوسہ دینا) علامہ شرنبلالی نے فرمایا کہ حدیثوں کا مفاد سنیت یا استحباب ہے جیسا کہ علامہ عینی نے اس طرف

---

[1] الادب المفرد باب ۴۴۵ تقبیل الرجل ص ۲۵۳ و السنن الکبرٰی کتاب النکاح ۷/۱۰۲
سنن ابی داؤد کتاب الآداب باب قبلۃ الرجل آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۵۳

[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۴

Marfat.com

اشار الیہ العینی[1] — اشارہ کیا ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

قدمر عن الخانیۃ والحقائق ان التقبیل علٰی سبیل البر بلا شھوۃ جائز بالاجماع[2]

فتاوٰی قاضیخان اور الحقائق کے حوالے سے پہلے بیان کیا گیا کہ نیکی کے انداز پر بغیر شہوت بوسہ دینا بالاتفاق جائز ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

اما علٰی وجہ البر فجائز عند الکل خانیۃ[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

بھلائی کے طریقے پر بوسہ دینا سب کے نزدیک جائز ہے، فتاوٰی قاضیخان۔ اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۳۲

۱۶ رجب ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے کہ مصافحہ صبح کے وقت بعد نماز کرنا مسنون ہے یا نہیں؟ اور اگر کسی نے بعد نماز صبح کے مصافحہ کیا تو وہ بدعت ہے یا سنّت؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

اگر نماز سے پیشتر آج ملاقات نہ ہوئی تھی بعد نماز ملے یہ مصافحہ خاص مسنون ہے لکونھا عند اول اللقاء (اس لئے کہ یہ مصافحہ پہلی ملاقات کے وقت ہوا ہے۔ ت) اور اگر پہلے مل چکے تھے تو اب بعد نماز کے گویا بعد غیبت ملاقات جدیدہ ہے مصافحہ مذہب اصح میں مباح ہے،

کما حققہ فی المرقاۃ وقال فی نسیم الریاض انہ الاصح[4]، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

جیسا کہ مرقات شرح مشکوٰۃ میں اس کی تحقیق فرمائی گئی، اور نسیم الریاض میں فرمایا: یہی زیادہ صحیح ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۴۵

[2] " " " " " " " " ۵/ ۲۴۵

[3] درمختار " " " " مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۴

[4] نسیم الریاض فی شرح الشفاء الباب الثانی فصل فی نظافۃ جسمہ صلی اللہ علیہ وسلم دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۱۳

Marfat.com

مسئلہ ۱۳۳ ۲۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند اشخاص ایک جگہ پر بیٹھے ہوں اور ایک شخص نے آکر کہا السلام علیکم، اس کے جواب میں انھوں نے جواب دیا: آداب عرض یا تسلیمات یا بندگی' یا اُن میں سے ایک شخص نے اپنا ہاتھ ماتھے تک اُٹھایا اور مُنہ سے کچھ جواب نہ دیا، پس کفایہ اشخاص مذکورہ اس صورت میں اُٹھ گیا یا نہیں؟ اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب

نہ، اور سب گنہگار رہے جب تک اُن میں سے کوئی وعلیکم السلام، وعلیك یا السلام علیکم نہ کہے کہ الفاظ مذکورہ بندگی، آداب، تسلیمات وغیرہا الفاظِ سلام سے نہیں ہیں۔ اور صرف ہاتھ اٹھا دینا کوئی چیز نہیں جب تک اس کے ساتھ کوئی لفظِ سلام نہ ہو۔ ردالمحتار میں ظہیریہ سے ہے:

لفظ السلام فی المواضع کلها السلام علیکم او سلامٌ علیکم بالتنوین و بدون هذین کما یقول الجهال لا یکون سلاما[1] اھ اقول فلا یکون جوابا لان جواب السلام لیس الا بالسلام اما وحده او بزیادة الرحمة والبرکات لقوله تعالٰی اذا حییتم بتحیة فحیوا باحسن منها او ردوها[2]، ومعلوم ان ما اخترعوا من الالفاظ او الاجزاء بالایماء اما ان یکون تحیة او لا علی الثانی عدم براءة الذمة ظاهر لان المامور به التحیة وعلی الاول لیس عین السلام وهو ظاهر ولا احسن منه فان المخترع لا یمکن ان یکون احسن من الوارد فخرج عن کلا الوجهین وبقی الواجب الکفائی علی کل عین۔

سب مقامات پر لفظِ سلام (بصورت) السلامُ علیکم (بغیر تنوین معرف بہ لام ذکر کرنا) یا دوسری صورت تنوین کے ساتھ ذکر کرنا ہے سلامٌ علیکم۔ ان دو صورتوں کے علاوہ کوئی اور صورت اختیار کرنا جائز نہیں جیسے جہلاء کا طریقہ ہے لہذا وہ سلام تصور نہیں ہوگا۔ اقول (میں کہتا ہوں) کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ سلام کا جواب نہ ہوگا کیونکہ لفظِ سلام کا جواب اسی لفظ سے ہو سکتا ہے یا صرف یہی لفظ جواب میں کہا جائے یا اس کے ساتھ رحمت اور برکات کا اضافہ کیا جائے اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ جب تمھیں سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر جواب دو، اور اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم وہی لوٹا دو (یعنی اگر کوئی تمھیں السلام علیکم کہے تو اسے اضافی الفاظ کے ساتھ یوں جواب دو

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۶۷

[2] القرآن الکریم ۴/۸۶

Marfat.com

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اور اگر یہ نہ ہو سکے تو پھر اتنا ہی جواباً کہہ دو وعلیکم السلام)
اس سے معلوم ہوا کہ سلام کا جواب فقط سلام ہی سے ہو سکتا ہے، اور یہ معلوم ہی ہے کہ لوگوں نے
جو الفاظ یا طریقے سلام کے لئے اشارہ وغیرہ کی صورت میں از خود گھڑ لئے ہیں ان کی دو صورتیں ہی ہو سکتی ہیں
ایک یہ کہ وہ تحیہ ہو یعنی سلام تصور ہو اور دوسرے یہ کہ وہ تحیہ یعنی سلام نہ ہو، بصورتِ ثانی ذمہ داری پوری
نہ ہونا (عدمِ برارتِ ذمہ) ظاہر ہے کیونکہ جس بات کا حکم دیا گیا (مامور بہ) وہ تحیہ یعنی سلام ہے، اور
پہلی صورت میں نہ تو وہ بعینہٖ سلام ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور نہ اس سے بہتر (احسن)۔ اس لئے کہ خود ساختہ
اور بناوٹی چیز منقول اور وارد شدہ سے کسی طرح اچھی قرار نہیں دی جا سکتی۔ پس دونوں صورتوں میں سلام
کا جواب نہ ہوا۔ لہٰذا واجب کفایہ بذمہ ہر فرد باقی رہا اور ادا نہ ہوا۔ (ت)

مرقاۃ شریف میں ہے:

قد صح بالاحادیث المتواترۃ معنی ان السلام باللفظ سنۃ وجوابہ واجب کذٰلک[1]۔

جو احادیث تواترِ معنوی کے درجے تک پہنچی ہوئی ہیں ان سے بصحت ثابت ہے کہ سلام دینا اس کے الفاظ کے ساتھ سنّت ہے اور اس کا جواب دینا بھی اسی لفظ سے واجب ہے۔ (ت)

حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس منّا من تشبّہ بغیرنا لا تشبہوا بالیہود ولا بالنصاری فان تسلیم الیہود الاشارۃ بالاصابع وتسلیم نصاری الاشارۃ بالکف۔ رواہ الترمذی عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما وقال اسنادہ ضعیف[2]۔ قال العلامۃ القاری لعل وجہہ انہ من عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدّہ وقد تقدم الخلاف فیہ وان المعتمد ان سندہ حسن

ہمارے گروہ سے نہیں جو ہمارے غیروں کی شکل بنے، نہ یہود سے مشابہت پیدا کرو نہ نصارٰی سے کہ یہود کا سلام انگلی سے اشارہ کرنا ہے اور نصارٰی کا سلام ہتھیلی سے اشارہ۔ (امام ترمذی نے اس کو حضرت عبد اللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے روایت کیا ہے اور فرمایا اس کی اسناد ضعیف ہے۔ ملّا علی قاری نے فرمایا شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ روایت مذکورہ عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدّہ کی سند کے ساتھ

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۴۳۱

[2] جامع الترمذی ابواب الاستیذان والآداب باب ما جاء فی فضل الذی یبدأ الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۴

Marfat.com

كما وقد اسنده السيوطى فى الجامع الصغير
الى ابن عمرو فارتفع النزاع و زال
الاشكال اھ[1] اقول رحم الله مولانا
القارى انما احاله الامام السيوطى
على ت يعنى الترمذى فنعم
يرتفع النزاع و يزول الاشكال
ثم ليس تضعيف الترمذى
لما ظن فان الجمهور و منهم
الترمذى على الاحتجاج
بعمرو بن شعيب و بروايته عن
عن ابيه عن جده بل
الوجه انه من رواية
ابن لهيعة اذ يقول الترمذى
حدثنا قتيبة نا ابن لهيعة
عن عمرو بن شعيب عن ابيه
عن جده ان رسول الله
صلى الله تعالى عليه وسلم
قال فذكره قال الترمذى
هذا حديث اسناده ضعيف
و روى ابن المبارك هذا
الحديث عن ابن لهيعة
فلم يرفعه اھ[2] و قد
قال فى كتاب النكاح باب

مذکور ہے اور اس میں پہلے اختلاف گزر چکا ہے
لیکن معتمد یہ ہے کہ اس کی سند حسن ہے خصوصاً
جبکہ امام سیوطی نے جامع صغیر میں اس کو ابن عمرو
کی طرف منسوب اور حوالے کیا ہے لہٰذا نزاع ختم
اور اشکال زائل ہو گیا اھ اقول (میں کہتا
ہوں) اللہ تعالیٰ ملا علی پر رحم فرمائے کہ امام سیوطی
نے تو اسے "ت" یعنی ترمذی کے حوالے کیا ہے پھر
نزاع کیسے ختم اور اشکال کیسے زائل ہو سکتا ہے۔
پھر امام ترمذی کا ضعیف کہنا بھی ملا علی قاری کے
خیال اور زعم کے مطابق نہیں اس لئے کہ جمہور نے
(جن میں امام ترمذی بھی شامل ہیں، عمرو بن شعیب
بروایتہ عن ابیہ عن جدہ سے روایت کرنے سے
استدلال کیا ہے، لہٰذا یہ وجہ ضعف نہیں ہو سکتی،
بلکہ وجہ ضعف یہ ہے کہ حدیث مذکور ابن لہیعہ کی
روایت ہے اس لئے کہ امام ترمذی فرماتے ہیں
کہ ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، اس نے کہا ہم
سے ابن لہیعہ نے بیان کیا اس نے عمرو بن شعیب
عن ابیہ عن جدہ سے روایت کی کہ حضور اکرم
صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پھر
پوری حدیث ذکر فرمائی (اس کے متعلق) امام ترمذی
نے فرمایا اس کی اسناد ضعیف ہے اور حضرت
عبداللہ ابن مبارک نے یہ حدیث ابن لہیعہ سے
غیر مرفوع روایت فرمائی اھ۔ اور امام ترمذی نے

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۴۴۱
[2] جامع الترمذی ابواب الاستیذان باب ما جاء فی فضل الذی یبدأ بالسلام امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۴

ماجاء فی من یتزوج المرأۃ ثم یطلقھا قبل ان یدخل بھا لحدیث رواہ بعین السند ثم قال ھذا حدیث لا یصح ابن لھیعۃ یضعف فی الحدیث[1] اھ مختصرًا، وکذا ضعفہ فی غیر ھذا المحل فالیہ یشیر ھنا نعم الاظھر عندی ان حدیث ابن لھیعۃ لا ینزل عن الحسن وقد صرح المناوی فی التیسیر ان حدیثہ حسن[2]

کتاب النکاح میں یہ باب ذکر فرمایا کہ جو شخص کسی عورت سے شادی کرے اور پھر ہمبستری سے پہلے ہی اسے طلاق دے دے (تو کیا حکم ہے)، امام ترمذی نے بالکل بعینہٖ اسی سند کے ساتھ یہ حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح نہیں (کیونکہ اس کی سند میں ابن لہیعہ نامی راوی ہے جسے حدیث کے سلسلے میں ضعیف قرار دیا جاتا ہے اھ مختصرًا۔ یونہی اس مقام کے علاوہ بھی امام ترمذی نے اس کی تضعیف کی ہے۔ لہٰذا امام ترمذی یہاں اسی طرف اشارہ فرماتے ہیں (یعنی ابن لہیعہ کے ضعف کی طرف)، ہاں البتہ میرے نزدیک زیادہ ظاہر یہ ہے کہ ابن لہیعہ کی روایت درجہ حسن سے کم نہیں، چنانچہ علامہ مناوی نے "التیسیر" میں تصریح فرمائی ہے کہ اس کی حدیث حسن ہے۔ (ت)

ہاں لفظ سلام کے ساتھ ہاتھ کا اشارہ بھی ہو تو مضائقہ نہیں،

اخرج الترمذی قال حدثنا سوید نا عبد اللہ بن المبارک نا عبد الحمید بن بھرام انہ سمع شھر بن حوشب یقول سمعت اسماء بنت یزید تحدث ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

امام ترمذی نے تخریج کی اور فرمایا ہم سے سُوید نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ ابن مبارک نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں ہم سے عبد الحمید بن بہرام نے بیان کیا کہ اس نے شہر بن حوشب کو یہ فرماتے سنا کہ میں نے اسماء دختر یزید سے سنا کہ وہ بیان کرتی تھیں کہ ایک دن مسجد میں رسول اللہ

---

[1] جامع الترمذی ابواب النکاح باب ماجاء فی من یتزوج الخ امین کمپنی دہلی ۱/۱۴۳

[2] التیسیر للامام المناوی تحت حرف اللام مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۲/۳۲۹

Marfat.com

مرفی المسجد یوما و عصبة من النساء قعود فالوی بیده هذا حدیث حسن[1] الخ۔ قال الامام النووی وھو محمول علی انه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم جمع بین اللفظ والاشارۃ ویدل علی ھذا ان ابا داؤد روی ھذا الحدیث وقال فی روایته فسلم علینا اھ، قال العلامة القاری بعد نقله قلت علی تقدیر عدم تلفظه علیه الصلوٰۃ والسلام بالسلام لامحذور فیه لانه ما شرع السلام علی من مر علی جماعة من النسوان وان ما مر عنه علیه الصلوٰۃ والسلام مما تقدم من السلام المصرح فھو من خصوصیاته علیه الصلوٰۃ والسلام فله ان یسلم ولا یسلم وان یشیر ولا یشیر علی انه قد یراد بالاشارۃ مجرد التواضع من غیر قصد

صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا گزر ہوا جبکہ کچھ عورتوں کی ایک جماعت وہاں موجود تھی آپ نے ہاتھ مبارک سے اشارہ فرمایا۔ یہ حدیث حسن ہے الخ۔ امام نووی نے فرمایا یہ اس بات پر محمول سمجھا جائے گا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم نے لفظِ سلام اور اشارہ دونوں کو بیک وقت جمع کر کے استعمال کیا (یعنی زبان مبارک سے انہیں سلام کہا اور ہاتھ مبارک سے انھیں متوجہ کرنے کے لئے اشارہ فرمایا جو جائز اور درست اقدام ہے۔ مترجم) اور اس پر دلیل یہ ہے کہ امام ابوداؤد نے اس حدیث کی روایت میں فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں سلام کیا اھ، حضرت ملّا علی قاری نے اس کو نقل کرنے کے بعد فرمایا میں کہتا ہوں اس تقدیر پر کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زبان مبارک سے لفظِ سلام نہ بولا ہو تو پھر کوئی شرعی محذور (خلاف ورزی) نہیں، کیونکہ جو کوئی عورتوں کے گروہ کے پاس سے گزرے اس کے لئے انہیں سلام کرنا مشروع نہیں۔ اور اگر آپ نے زبان مبارک سے مستورات کی جماعت کو سلام کیا ہو جیسا کہ گزشتہ حدیث میں سلام کرنے کی تصریح موجود ہے، تو پھر اس کا جواب یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دیگر خصوصیات کی طرح یہ بھی آپ کی خصوصیت ہو

---

[1] جامع الترمذی ابواب الاستیذان باب ماجاء فی التسلیم علی النساء امین کمپنی دہلی ۲/۹۴

Marfat.com

السلام[1] الخ اقول مبنی کلہ علی انہ لم یرد السلام ولا یظہر فرق بین ماذکراولا وما زاد فی العلاوۃ سوی انہ ذکر فیہا للاشارۃ محملا وھو التواضع وھذہ شاھدۃ الواقعۃ سیدتنا اسماء رضی اللہ تعالٰی عنہا شاھدۃ بانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سلم فان لم یحمل علی التلفظ لزم ان تکون نفس الاشارۃ تسلیما وھو معلوم الانتفاء من الشرع فوجب الحمل علی الجمع تأمل لعل لکلامہ محملا لست احصلہ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

لہذا آپ کی مرضی پر منحصر ہے کہ مستورات کے گروہ کو سلام کریں یا نہ کریں، اشارہ فرمائیں یا نہ فرمائیں۔ (گویا آپ کی ذات پر کسی اور کو قیاس نہیں کیا جاسکتا' مترجم) علاوہ یہ کہ کبھی اشارہ سے بغیر قصدِ سلام کے صرف تواضع مراد ہوتی ہے الخ اقول (میں کہتا ہوں) اس سب کی بنیاد اس پر ہے کہ آپ نے ارادہٴ سلام نہ فرمایا ہو۔ لہذا پہلے مذکورہ کلام اور اس کے علاوہ اضافی کلام میں کوئی فرق ظاہر نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ اس دوسری توجیہ میں اشارہ کا محل' تواضع بیان کردیا گیا۔ اور اس واقعہ کی عینی گواہ سیّدہ اسماء رضی اللہ تعالٰی عنہا ہیں جو چشم دید واقعہ بیان فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے عورتوں کو سلام کیا (لہذا اس کا محمل تلفظ ہے۔مترجم) اور اگر اس کو تلفظ پر حمل نہ کیا جائے تو پھر نفس اشارہ کا سلام ہونا لازم آئے گا اور شریعت میں اس کی نفی معلوم ہی ہے۔ پھر لامحالہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے طریقہ مذکورہ کو سلام اور اشارہ دونوں کے جمع پر حمل کرنا واجب (ضروری) ہوا۔ یہاں اچھی طرح غور و فکر کیجئے شاید ان کے کلام کا کوئی اور قابلِ قدر محمل بھی ہو جو میں نہیں حاصل کرسکا۔ اور اللہ تعالٰی پاک، برتر سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہے (ت)

مسئلہ ۱۳۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بالالتزام بعد صلوٰۃِ فجر مصافحہ کرنا مسنون ہے یا مستحب یا عبث یا مکروہ؟ بیّنوا توجروا عند اللہ (اللہ تعالٰی کے لئے بیان فرماؤ تاکہ اس کے ہاں اجر و ثواب پاؤ۔ت) فقط۔

الجواب

مباح ہے، فی نسیم الریاض الاصح انہا بدعۃ مباحۃ[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب (نسیم الریاض میں ہے زیادہ صحیح یہ ہے کہ مصافحہ کرنا ایسی بدعت ہے جو مباح ہے۔ اور اللہ تعالٰی

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۴۳۱

[2] نسیم الریاض فی شرح الشفاء الباب الثانی فصل فی نظافۃ جسمہ صلی اللہ علیہ وسلم ۲/ ۱۳

Marfat.com

ہی اچھی طرح راہِ صواب کا عالم ہے۔ت)

مسئلہ ۱۳۵ تا ۱۳۹: مرسلہ عبدالمجید خاں ضلع ہگلی ڈاکخانہ رشڑا سرکاری

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، بعد مصافحہ زید نے بکر کا ہاتھ چوما و آنکھوں سے لگایا جائز ہے یانہیں؟

(۲) مرید اپنے پیر کا ہاتھ بعد مصافحہ چومنا ایک ضروری امر اپنے لئے سمجھے جائز ہے یانہیں؟

(۳) پیر کو اپنے مرید سے اپنا ہاتھ چُموانا چاہیے یانہیں؟

(۴) ہاتھ چُومنا کسی کا بزرگ سمجھ کر جائز ہے یا ناجائز؟

(۵) ہاتھ چُومنا سنت ہے یا فعلِ بزرگانِ دین یا فعلِ تابعین یا فعلِ صحابہ کرام؟ جواب ازروئے فقہ و حدیث نہ رسومِ شیوخ پابندِ طریق۔

الجواب

بزرگانِ دین مثل پیر مہتدی و عالمِ سُنّی کے ہاتھ چُومنا جائز بلکہ مستحب بلکہ سُنّت ہے، ہاں کسی دُنیادار کا ہاتھ دُنیا کے لئے چُومنا منع ہے، درمختار میں ہے:

لاباس بتقبیل ید العالم والمتورع علٰی سبیل التبرک[1]

کچھ حرج نہیں کہ کسی عالم اور زاہد کے ہاتھوں کو حصولِ برکت کے لئے بوسہ دیا جائے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال الشرنبلالی وعلمت ان مفاد الاحادیث سنیتہ اوندبہ کما اشار الیہ العینی[2]

علامہ شرنبلالی نے فرمایا: تُو نے یہ سمجھ لیا کہ حدیثوں کا مفاد (اس کام کا) سنّت یا مستحب ہونا ہے جیسا کہ علامہ عینی نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔(ت)

درمختار میں ہے:

فی المحیط ان لتعظیم اسلامہ واکرامہ جاز وان لنیل الدنیا کرہ[3]

محیط میں ہے اس کی تعظیم اور عزت افزائی کی خاطر (ایسا کرنا) جائز ہے لیکن حصولِ دنیا کیلئے (ایسا کام کرنا) مکروہ ہے۔(ت)

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۴

[2] ردالمحتار " " " " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۴۵

[3] درمختار " " " " " " مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۵

Marfat.com

مگر ہاتھ چومنا بایں معنی ضروری نہیں کہ فرض یا واجب ہے، ہاں رسم و عرف مسلمین میں اس کی دست بوسی شائع ہو تو اس کا ایک فعل مسنون یا مستحب ہے۔ احتراز کرکے مسلمانوں کی عادت کا خلاف کرنا اور وحشت دلانا یہ جائز نہیں۔ حدیقہ ندیہ وغیرہا میں ہے:

خروجه عن العادة شهرة و مکروه۔[1] لوگوں کی مقرر عادت سے باہر ہونا (اور اس کا خلاف کرنا) ایک گونہ شہرت (نمائش) اور مکروہ ہے (ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بشروا و لا تنفروا۔[2] خوشخبری سناؤ اور (لوگوں کو) نفرت نہ دلاؤ۔ (ت)

اور پیر کا اپنے مریدوں سے ہاتھ چُموانا بایں معنی کہ وہ چومنا چاہیں تو یہ منع نہیں کرتا بلکہ ہاتھ بڑھا دیتا ہے کوئی حرج نہیں رکھتا بلکہ اگر قدم چُومنا چاہیں اور یہ منع نہ کرے جب بھی جائز ہے۔ درمختار میں ہے:

طلب من عالم او زاهد ان یدفع الیه قدمه و یمکنه من قدمه لیقبله اجابه و قیل لا۔[3] کسی عالم یا کسی زاہد (پرہیزگار) سے کسی نیازمند نے یہ درخواست کی کہ وہ اپنے پاؤں اُس کے حوالے کر دے اور اُن پر اُسے تسلط اور قابو پانے کا اختیار دے تاکہ وہ انھیں بوسہ دے تو عالم اور زاہد اس کی درخواست قبول فرمائے (یعنی پاؤں چومنے کی اجازت دے) اور (ایک ضعیف روایت میں) کہا گیا کہ ایسا کرنے کی اجازت نہ دے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لما اخرجه الحاکم ان رجلا اتی النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فاذن له فقبل رجلیه۔[4] واللّٰه تعالٰی اعلم۔ اس لئے محدث حاکم نے اس روایت کی تخریج فرمائی کہ ایک صاحب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے (انھوں نے آپ کے پاؤں چومنے کی درخواست کی) تو حضور اقدس نے انھیں اجازت دی تو انھوں نے آپ کے قدم چومے۔ واللہ تعالٰے اعلم۔

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الصنف التاسع تتمۃ الاصناف التسعۃ نوریہ رضویہ ۲/ ۵۸۲

[2] صحیح البخاری کتاب العلم باب ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولہم بالموعظۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶

[3] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۵

[4] ردالمحتار " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۴۵

Marfat.com

رسالہ

ابر المقال فی استحسان قبلۃ الاجلال ۱۳۰۸ھ

(بوسۂ تعظیمی کے مستحسن ہونے میں درست ترین کلام)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ط

مسئلہ ۱۴۰ از سورت کٹھور مسجد پرب مرسلہ مولوی عبدالحق صاحب از علیگڑھ مدرسہ مولانا مولوی محمد لطف اللہ ۱
صاحب مرسلہ مولوی سندی صاحب طرفہ ایں کہ از ہر دو جا بوقت واحد سوال آمد (طرفہ یہ کہ ایک ہی وقت دونوں جگہوں سے سوال آیا۔ ت) ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذا میں کہ شہر مورلیس میں قبلہ رخ کی دیوار کے ساتھ محراب کے متصل بیت اللہ شریف کے غلاف کا ٹکڑا ۲ گز لمبا اور ۱ گز چوڑا لٹکا ہوا ہے اور وہاں کے باشندے میمن وغیرہ سب سوداگر لوگ خاص و عام بعد فراغ پنجگانہ کے اُس ٹکڑے کو بوسہ دیتے ہیں اور بعد نماز جمعہ کے تو بوجہ کثرت نمازیوں کے بوسہ دینے میں بہت ہی ہجوم کرتے ہیں، کوئی چار بوسے دیتا ہے کوئی زیادہ کوئی کم، جیسا کسی کا موقع لگا ویسا ہی اس نے کیا، اور کوئی ہجوم اور کثرت کی وجہ سے محروم بھی رہ جاتا ہے، اور اس امر میں اُس کو معظم چیز سمجھ کر کمال کوشش کرتے ہیں، کسی قدر جاننے والے لوگ تو تعظیم کا بوسہ دیتے ہیں، اور عوام کا حال معلوم نہیں کہ وہ کیا سمجھ کر بوسہ دیتے ہیں

Marfat.com

لیکن ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی اس میں بہت مبالغہ کرتے ہیں، آیا یہ امر شرعاً موجبِ ثواب ہے یا کسی امر خارجی کی وجہ سے مستوجبِ عذاب ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان کرو تاکہ اجر پاؤ۔ت)

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

بوسۂ تعظیم شرعاً وعرفاً انحائے تعظیم سے ہے، اسی قبیل سے ہے بوسۂ آستانۂ کعبہ و بوسۂ مصحف و بوسۂ نان و بوسۂ دست و پائے علماء و اولیاء۔

وکل ذٰلک مصرح بہ فی الکتب کالدرالمختار[1] من معتمدات الاسفار۔

درمختار جیسی دیگر معتمد کتب میں اس تمام کی تصریح کی گئی ہے (ت)

خود احادیث کثیرہ میں صحابہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم کا دست و پائے اقدس حضور پرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و مہرِ نبوت کو بوسہ دینا وارد،

کما فصلنا بعضہ فی کتابنا البارقۃ الشارقۃ علی المارقۃ المشارقۃ۔

جیسا کہ ہم نے بعض کو اپنی کتاب البارقۃ الشارقۃ علی المارقۃ المشارقۃ میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ (ت)

اور مانحن فیہ سے اقرب و اوفق حدیث عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما ہے کہ انھوں نے منبر انور سرور اطہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے موضع جلوس اقدس کو مس کرکے اپنے چہرے سے لگایا رواہ ابن سعد فی طبقاتہ[2] (ابن سعد نے اپنی طبقات میں اسے روایت کیا۔ت) اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم سے مروی کہ رُمّانۂ منبر اطہر کو جو مزارِ اقدس وازہر پر ہے یعنی اُس کے بازو پر جو گول شکل کا ایک کنگرہ سا بنا دیتے اُسے دہنے ہاتھ سے مس کرکے دعا مانگا کرتے۔ امام قاضی عیاض رفعت روحہ فی روح الریاض شفا شریف میں فرماتے ہیں:

قال نافع کان ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما یسلم علی القبور أتیہ مائۃ مرۃ واکثر یجیئ الی القبر فیقول السلام علی النبی السلام علی ابی بکر ثم ینصرف ورأی واضعا یدہ علی مقعد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

حضرت نافع رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما جب حجرہ پاک کی قبروں کو سلام کرتے حاضر ہوکر سَو سے زائد مرتبہ کہتے "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سلام، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سلام" پھر پلٹتے ہوئے منبر شریف پر

---

[1] الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی الاستبراء وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۵

[2] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر منبر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دار صادر بیروت ۱/ ۲۵۴

Marfat.com

من المنبر ثم وضعها على وجهه

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیٹھنے کی جگہ کو ہاتھ سے مس کرکے اپنے چہرے پر لگاتے۔

وعن ابن قسیط والعتبی کان اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا خلا المسجد حسّوا رمّانة المنبر التی تلی القبر بمیامنھم ثم استقبلوا القبلة یدعون[1]

ابن قسیط اور عتبی سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم جب مسجد نبوی سے نکلتے تو قبر انور کے کناروں کو اپنے داہنے ہاتھ سے مس کرتے اور پھر قبلہ ہوکر دُعا کرتے۔ (ت)

غرض شرعاً و عرفاً معلوم و معروف کہ جس چیز کو معظم شرعی سے شرف حاصل ہو اس کا وہ شرف بعد انتہائے مماست بھی باقی رہتا ہے اور اس کی تعظیم اس معظم کی انحائے تعظیم سے گنی جاتی ہے اور معاذ اللہ اُس کی توہین اُس معظم کی توہین، تاج سلطان کو مثلاً زمین پر ڈالنا صرف اُسی وقت اہانت سلطان نہ ہوگا جبکہ وہ اُس کے سر پر رکھا ہو بلکہ جُدا ہونے کی حالت میں بھی ہر عاقل کے نزدیک یہی حکم ہے، یونہی تعظیم۔ شفاء شریف میں ہے:

من اعظامه واکباره صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اعظام جمیع اسبابه واکرام مشاهده وامکنته من مکة والمدینة ومعاهده وما لمسه علیه الصلاة والسلام او عرف به صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم[2]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم میں سے یہ ہے کہ آپ کے تمام اسباب، تمام مشاہد مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں آپ کے تمام مکانات، متعلقہ اشیاء اور جن چیزوں کو آپ نے مس فرمایا یا جو آپ سے معروف ہیں کی تعظیم و تکریم بجا لانا ہے۔ (ت)

اور بیشک تعظیم منسوب بلحاظ نسبت تعظیم منسوب الیہ ہے اور بیشک کعبہ شعائر اللہ سے ہے تو تعظیم غلاف تعظیم کعبہ و تعظیم شعائر اللہ شرعاً مطلوب،

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی حکم زیارة قبرہ صلی اللہ علیہ وسلم عبد التواب اکیڈمی بوہڑ گیٹ ملتان ۲/ ۷۰

[2] " " " " " فصل ومن اعظامه واکبارہ الخ " " " " ۲/ ۴۴

Marfat.com

ومن یعظم شعائراللہ فانہا من تقوی القلوب[1]۔

اور جو شعائر اللہ کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کا تقوٰی ہے (ت)

بلکہ نظرِ ایمانی سے مَس ولمس کی بھی تخصیص نہیں جس شَے کو معظّمِ شرعی سے کسی طرح نسبت ہے واجب التعظیم وموروثِ محبت ہے ولہذا بلدۂ طیبہ مدینۂ طیبہ سکینہ علٰی صاحبہا افضل الصلٰوۃ والتحیۃ کے در و دیوار کو مس کرنا اور بوسہ دینا اہلِ حُب وولا کا دستور اور کلماتِ ائمہ وعلماء میں مسطور، اگرچہ اُن عمارات کا زمانۂ اقدس میں وجود ہی نہ ہو شرفِ مس سے تشرف درکنار، وللہ درّمن قال (اللہ تعالٰی کیلئے خوبی جس نے کہا)

اُمُرُّ علی الدیار دیار لیلٰی　　　اقبل ذاالجدار و ذاالجدارا

وصاحب الدیار شغفن قلبی　　　ولکن حب من سکن الدیارا[2]

(میں دیارِ لیلٰی سے گزرتے ہوئے دیواروں اور دیوار والوں کو بوسہ دے رہا تھا اور میرے دل میں اس دیار والی رچی بسی ہے لیکن اس دیار کے باسیوں سے محبت ہے۔ ت)

شفاء شریف میں ہے:

وجدیر لمواطن اشتملت تربتہا علٰی جسد سید البشر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مدارس ومشاھد ومواقف ان تعظم عرصاتہا وتتنسم نفحاتہا وتقبل ربوعہا وجدراتہا[3] اھ ملخصا۔

جن مقامات کی مٹی حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے جسدِ پاک کو لگی ہے ان راستوں، مشاہد اور مواقف کے میدانوں کی تعظیم، فضاؤں کی تکریم، ٹیلوں اور دیواروں کو بوسہ دینا مناسب ہے اھ ملخصًا (ت)

پھر ارشاد فرماتے ہیں:

یادار خیرالمرسلین ومن بہ　　　ھدی الانام وخص بالاٰیات

عندی لاجلک لوعۃ وصبابۃ　　　وتشوق متوقد الجمرات

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۲

[2] شفاء السقام الباب الرابع مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۴۳

جواہر البحار ومنہم الامام المقری فمن جواہرہ فتح المتعال فی مدح النعال النبویہ مصطفی البابی مصر ۳/ ۱۷۷

نسیم الریاض فصل ومن اعظامہ واکبارہ الخ دار الفکر بیروت ۳/ ۴۳۴

[3] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی " " عبدالتواب اکیڈمی بوہڑ گیٹ ملتان ۲/ ۴۵ و ۴۶

Marfat.com

وعلی عہدإن ملأتُ محاجری من تلکم الجدرات والعرصات
لاعفرنّ مصون شیبی بینہا من کثرۃ التقبیل والرشفات[1]

(خیر المرسلین، جہان کے ہادی اور معجزات والے کی رہائش گاہ۔ میرے ہاں آپ کی وجہ سے درد، عشق اور اظہارِ شوق ہے جس سے کنکریاں جل رہی ہیں جس وقت میں ان دیواروں اور میدانوں کی زیارت سے اپنی نگاہوں کو سیراب کروں تو بوسے اور چوسنے کی کثرت سے میں اپنی سفید ریش کو ضرور مٹی سے ملوث کروں گا۔ ت)

اس سے بھی ارفع واعلیٰ واضح وجلی یہ ہے کہ طبقۃً فطبقۃً شرقاً غرباً عجماً عرباً علمائے دین و ائمہ معتمدین نعل مطہر وروضۂ معطر حضور سید البشر علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل السلام کے نقشے کاغذوں پر بناتے، کتابوں میں تحریر فرماتے آئے اور انھیں بوسہ دینے اور آنکھوں سے لگانے سر پر رکھنے کا حکم فرماتے رہے۔ علامہ ابو الیمن ابن عساکر و شیخ ابو اسحٰق ابراہیم بن محمد بن خلف سلمی وغیرہما علماء نے اس باب میں مستقل تالیفیں کیں اور علامہ احمد مقری کی فتح المتعال فی مدح خیر النعال اس مسئلہ میں اجمع وانفع تصانیف ہے۔ جزاھم ربھم جزاء حسناً ورزقھم ببرکۃ خیر النعال امنا و سکنا اٰمین (اللہ تعالٰی ان کو جزاء حسن اور اس بہتر نعال شریف کی برکت سے امن وسکون عطا فرمائے آمین۔ ت)

محدّث علامہ فقیہ ابو الربیع سلیمٰن بن سالم کلاعی رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں: ؎

یا ناظرا تمثال نعل نبیہ قبل مثال النعل لا متکبرا[2]

(اے اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نقشۂ نعل مبارک دیکھنے والے! اس نقشہ کو بوسہ دے بے تکبر کے)

قاضی شمس الدین صیف اللہ رشیدی فرماتے ہیں: ؎

لمن قد مس شکل نعال طٰہٰ جزیل الخیر فی یوم المآب
وفی الدنیا یکون بخیر عیش وعزّ فی الھناء بلا ارتیاب
فبادر والثم الاٰثار منہا بقصد الفوز فی یوم حساب[3]

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل ومن اعظامہ واکبارہ الخ عبدالتواب اکیڈمی ملتان ۲/ ۴۶
[2] جواہر البحار ومنہم الامام احمد المقری الخ مصطفٰی البابی مصر ۳/ ۱۶۳
[3]

Marfat.com

(نقشۂ نعل طٰہٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے مس کرنے والے کو قیامت میں خیرِ کثیر ملے گی اور دُنیا میں یقیناً نہایت اچھے عیش و عزت و سرور میں رہے گا تو روزِ قیامت مراد ملنے کی نیت سے جلد اس اثر کریم کو بوسہ دے)

شیخ[۳] فتح اللہ بیلونی حلبی معاصر علامہ مقری نعلِ مقدس سے عرض کرتے ہیں ؎

فی مثلك یا نعال اعلی النجبا — اسرار بینها شهدنا العجبا
من مرّغ خده به مبتهلا — قد قام له ببعض ما قد وجبا[۱]

(اے سید الانبیا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے نعل مبارک! تیرے نقشہ میں وہ اسرار ہیں جن کی عجیب برکتیں ہم نے مشاہدہ کیں جو اظہارِ عجز و نیاز کے ساتھ اپنا رخسارہ اس پر رگڑے وہ بعض حق اس نقشہ مقدسہ کے جو اس پر واجب ہیں ادا کرے)

وہی فرماتے ہیں:

مثال نعل یوطی المصطفیٰ سُعدا — فامدد الی لثمه بالذل منك یدا
واجعله منك علی العینین معترفا — بحق توقیره بالقلب معتقدا
وقبله واعلن بالصلاة علی — خیر الانام وکرر ذاك مجتهدا[۲]

(یہ نقشہ اُس نعل مبارک کا جو مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم سے ہمایوں ہوئے تو اس کے بوسہ دینے کو تذلل کے ساتھ ہاتھ بڑھا اور زبان سے اُس کے وجوب و توقیر کا اقرار اور دل سے اعتقاد کرتا ہوا اُسے آنکھوں پر رکھ اور بوسہ دے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر باعلان درود بھیج اور کوشش کے ساتھ اسے بار بار بجالا)

سید[۴] محمد موسیٰ حسینی مالکی معاصر علامہ ممدوح فرماتے ہیں: ؎

مثال نعال المصطفیٰ اشرف الوریٰ — به مورد لا تبتغی عنه مصدرا
فقبله لثما وامسح الوجه موقنا — بنیة صدق تلق ما کنت مضمرا[۳]

(مصطفےٰ اشرف الخلق صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے نقشۂ نعلِ اقدس میں وہ مقامِ حضور ہے

---

[۱]
[۲]
[۳]

Marfat.com

جس سے تُو رجوع نہ چاہے تو اُسے یقین اور سچی نیت کے ساتھ چہرہ سے لگا دل کی مراد پائے گا)۔

محمد بن فرج سبتی فرماتے ہیں: ؎[5]

فمی قبلتها مثل نعل کریمة　　تبقبیلها یشفی سقام من اسمه استشفی[1]

(اے میرے منہ اسے بوسہ دے یہ نعل کریم کا نقشہ ہے اس کے بوسہ سے شفا طلب کر مرض دُور ہوتا ہے)

علامہ احمد بن مُقری تلمسانی صاحبِ فتح المتعال فرماتے ہیں: ؎[6]

اکرم بتمثال حکی نعل من　　فاق الوری بالشرف الباذخ

طوبیٰ لمن قبله منباء　　یلثمه عن حبه الراسخ[2]

(کس قدر معزز ہے ان کی نعل مقدس کا نقشہ جو اپنے شرفِ عظیم میں تمام عالم سے بالا ہیں خوشی ہو اسے جو اسے بوسہ دے اپنی راسخ محبت ظاہر کرتا ہوا)

علامہ ابوالیمن ابن عساکر فرماتے ہیں: ؎[7]

الثم ثری الاثر الکریم فحبذا　　ان عزت منه بلثم ذا التمثال[3]

(نعل مبارک کی خاک پر بوسہ دے کہ اُس کے نقشے ہی کا بوسہ دینا تجھے نصیب ہو تو کیا خوب بات ہے)

علامہ ابوالحکم مالک بن عبدالرحمٰن بن علی مغربی جنھیں علامہ عبدالباقی زرقانی نے شرح مواہب شریف میں احد الفضلاء المغاربة (فضلائے مغرب میں سے ایک۔ ت) کہا، اپنی مدحیہ میں فرماتے ہیں: ؎[8]

مثال لنعلی من احب هویته　　فها انا فی یومی ولیلی الثمه[4]

(میں اپنے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نعلین مبارک دوست رکھتا اور رات دن

---

[1]

[2] فتح المتعال

[3]

[4] شرح الزرقانی علی المواهب　نعله صلی اللہ علیہ وسلم　مصر　۵/۵۷

Marfat.com

اُسے بوسہ دیتا ہوں)

امام[9] ابوبکر احمد ابن امام ابو محمد عبداللہ بن حسین انصاری قرطبی فرماتے ہیں : ؎

ونعل خضعنا ہیبۃ لبہائھا | وانا متی نخضع لھا ابدا نعلو
فضعھا علی اعلی المفارق انھا | حقیقتھا تاج وصورتھا نعل[1]

(اس نعل مبارک کے جلال انور سے ہم نے اُس کے لئے خضوع کیا اور جب تک ہم اس کے حضور جھکیں گے بلند رہیں گے تو اسے بالائے سر رکھ کہ حقیقت میں تاج اور صورت میں نعل ہے)

شرح مواہب میں ان امام کا ترجمہ عظیمہ جلیلہ مذکور اور ان کا فقیہ و محدث و ماہر وضابط ومتین الدین[10] صادق الورع و بے نظیر ہونا مسطور۔

امام[11] علامہ احمد بن محمد خطیب قسطلانی صاحب ارشاد الساری شرح صحیح بخاری نے مواہب لدنیہ ومنح محمدیہ میں ان امام کے یہ اشعار ذکر نقشہ نعل اقدس میں انشاد کئے اور مدحیہ علامہ ابو الحکم مغربی کو ماا حسنہا[2] (کیا ہی اچھا ہے ۔ ت) اور نظم علامہ ابن عساکر سے للہ درہ[3] (اللہ کیلئے اسکی بھلائی ہے) فرمایا۔ علامہ[11] زرقانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں :

الثم التراب الذی حصل لہ النداوۃ من اثر النعل الکریمۃ ان امکن ذلک والا فقبل مثالھا[4]

اگر ہو سکے تو اس خاک کو بوسہ دے جسے نعل مبارک کے اثر سے نم حاصل ہوئے ورنہ اس کے نقشہ ہی کو بوسہ دے۔

علامہ[12] تاج الدین فاکہانی نے فجر منیر میں ایک باب نقشہ فبور لامعۃ النور کا لکھا اور فرمایا :

من فوائد ذلک ان من لم یمکنہ زیارۃ الروضۃ فلیزر مثالھا ولیلثمہ مشتاقا لانہ ناب مناب الاصل

یعنی اس نقشہ کے لکھنے میں ایک فائدہ یہ ہے کہ جسے اصل روضۂ عالیہ کی زیارت نہ ملی وہ اس کی زیارت کرلے اور شوق سے اسے بوسہ دے

---

[1] المواہب اللدنیۃ بحوالہ القرطبی لبس النعل المکتب الاسلامی بیروت ۲/۴۷۰
[2] " " " " " " " ۲/۴۶۵
[3] " " " " " " " ۲/۴۶۸
[4] شرح الزرقانی علی المواہب ذکر نعلہ صلی اللہ علیہ وسلم دار المعرفۃ " ۵/۴۸

Marfat.com

كما قد ناب مثال نعله الشريفة مناب عينها فى المنافع والخواص بشهادة التجربة الصحيحة ولذا جعلوا له من الاكرام والاحترام ما يجعلون للمنوب عنه[1] الخ۔

کہ یہ مثال اُس اصل کے قائم مقام ہے جیسے نعل مقدس کا نقشہ منافع وخواص میں یقیناً یہ اُس کا قائم مقام ہوا جس پہ تجربہ صحیحہ گواہ ہے ولہذا علمائے دین نے نقشہ اعزاز واحترام وہی رکھا ہے جو اصل کا رکھتے ہیں الخ۔

۱۳ سیدی علامہ محمد بن سلیمٰن جزولی قدس سرہٗ صاحب دلائل الخیرات نے بھی علامہ مذکور کی پیروی کی اور دلائل شریف میں نقشہ روضۂ مبارک لکھا اور خود اس کی شرح کبیر میں فرمایا :

انما ذكرتها تابعا للشيخ تاج الدين الفاكهانى فانه عقد فى كتابه "الفجر المنير" بابا فى صفة القبور المقدسة وقال ومن فوائد ذلك[2] الخ۔

میں نے شیخ تاج الدین فاکہانی کی اتباع میں اس کو ذکر کیا انھوں نے اپنی کتاب الفجر المنیر میں قبور مقدسہ کا باب قائم کیا اور فرمایا اس کے فوائد سے یہ ہے الخ (ت)

۱۴ اسی طرح علامہ محمد بن احمد بن علی فاسی نے مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں فرمایا :

حيث قال اعقب المؤلف رحمه الله تعالىٰ ورضى عنه ترجمة الاسماء بترجمة صفة الروضة المباركة والقبور المقدسة وموافقا فى ذٰلك وتابعا للشيخ تاج الدين الفاكهانى فانه عقد فى كتابه الفجر المنير بابا فى صفة القبور المقدسة ومن فوائد ذٰلك ان يزور المثال من لم

جہاں انھوں نے فرمایا مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسماء کے عنوان کے بعد روضہ مبارکہ اور قبور مقدسہ کے بیان کے لئے باب قائم فرمایا شیخ تاج الدین فاکہانی کی موافقت کرتے ہوئے کیونکہ انھوں نے اپنی کتاب "الفجر المنیر" میں قبور مقدسہ کے بیان کے لئے عنوان قائم فرمایا اور اس کے فوائد میں یہ بھی ہے کہ جس کو اصل روضہ پاک

---

[1] الفجر المنیر

[2] شرح دلائل الخیرات للجزولی

Marfat.com

يتمكن من زيارة الروضة ويشاهده مشتاقا ويلثمه ويزداد فيه حبا و قد استنابوا مثال النعل عن النعل وجعلوا له من الاكرام والاحترام ماللمنوب عنه وذكروا له خواصا و بركات وقد جربت[1] الخ۔

کی زیارت نصیب نہ ہو تو وہ نقشِ نعل کی زیارت کرے اور بوسہ دے اور خوب محبت کا مظاہرہ کرے علماء نے نعل کے نقشہ کو نعل کے قائم مقام قرار دے کر اس کے لئے وہی اکرام و احترام قرار دیا جو اصل نعل شریف کے لئے ہے اور انھوں کے اس کے خواص و برکات ذکر کئے جن کا تجربہ ہو چکا ہے۔ (ت)

دیکھو علمائے کرام کے یہ ارشادات نقشوں کے باب میں ہیں جو خود علین منتسب بھی نہیں بلکہ اُس کی مثال و تصویر ہیں تو غلاف کعبہ کو بعینہٖ معظم شرعی یعنی کعبہ معظمہ سے خاص نسبت مس رکھتا ہے اس کی نسبت بہ نیت تعظیم و تبرک ان افعال کے جواز میں شک و شبہہ کیا ہے،

فان المقتضى فى العموم موجود والمانع فى الخصوص مفقود وذلك كاف فى حصول المقصود والحمد لله العلى الودود۔

عموم کا تقاضا ہے جبکہ خاص کے لئے کوئی مانع نہیں ہے مقصد کے حصول کے لئے یہ کافی ہے، اللہ تعالٰی بلند ذات کے لئے حمد ہے۔ (ت)

رہا لوگوں کا اُس پر ہجوم کرنا یہ بھی آج کی بات نہیں قدیم سے آثارِ متبرکہ پر اہلِ محبت و ایمان یونہی ہجوم کرتے آئے۔ صحیح بخاری شریف وغیرہ کتب حدیث میں ہے جب عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ تعالٰی عنہ سالِ حدیبیہ قریش کی طرف سے خدمت اقدس حضور پُر نور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ میں حاضر ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو دیکھا،

انه لا يتوضأ الا ابتدروا وضوءه و كادوا يقتتلون عليه ولا يبصق بصاقا ولا يتنخم نخامة الا تلقوها باكفهم فدلكوا بها

یعنی جب حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وضو فرماتے ہیں حضور کے آبِ وضو پر بیتابانہ دوڑتے ہیں قریب ہے کہ آپس میں کٹ مریں اور جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] مطالعات المسرات مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۱۴۴

Marfat.com

وجوھھم واجسادھم[۱] الحدیث۔ لعاب دہن مبارک ڈالتے یا کھکھارتے ہیں اُسے ہاتھوں میں لیتے اور اپنے چہروں اور بدنوں پر ملتے ہیں۔

کادوا یقتتلون علیہ کی حالت کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے خود حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مواجہہ عالیہ میں ثابت کادوا یکونون علیہ لبدا سے کہ یہاں سوال میں مذکور بدرجہا زائد ہے یونہی بوسہ سنگِ اسود پر ہجوم وتزاحم زمان قدیم سے ہے بالجملہ اس نفس فعل کا جواز یقینی، اور جب نیت تبرک وتعظیم شعائر اللہ ہے تو قطعاً مندوب اور شرعاً مطلوب، مگر پنجگانہ نماز کے بعد علی الدوام اس کی زیارت وتقبیل کا التزام، اور جمعہ کے دن عام عوام کے بیقیدانہ ہجوم واژدحام میں اگر اندیشہ بعض مفاسد دینیہ ہو تو اس تقیید والتزام واطلاق اژدحام سے بچنا چاہئے اور خود ہر وقت پیش نظر معلق رہنا باعث اسقاط حرمت ہوتا ہے ولہذا حرمین طیبین کی مجاورت ممنوع ہوئی، امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ بعد حج تمام قوافل پر درّہ لئے دورہ فرماتے اور ارشاد کرتے "اے اہل یمن! یمن کو جاؤ، اے اہل شام! شام کا راستہ لو۔ اے اہل عراق! عراق کو کوچ کرو کہ اس سے تمہارے رب کے بیت کی ہیبت تمہاری نگاہوں میں زیادہ رہے گی"۔ راہ اسلم وطریق اقوم یہ ہے کہ اُسے کسی صندوقچہ میں ادب وحرمت کے ساتھ رکھیں اور احیاناً خواہ مہینے میں کچھ دن قرار دے کر بروجہ اجلال حسن واعظام مستحسن اُس کی زیارت مسلمین کو کرادیا کریں جس طرح سلطان اشرف عادل نے شہر دمشق الشام کے مدرسہ اشرفیہ میں خاص درسِ حدیث کے لئے ایک مکان مسمّٰی بدار الحدیث بنایا اور اُس پر جائداد کثیر وقف فرمائی اور اُس کی جانب قبلہ مسجد بنائی اور محراب مسجد سے شرق کی طرف ایک مکان نعلِ مقدس حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے تعمیر کیا اور اُس کے دروازے پر مسی کواڑ زر سے ملمع کرکے لگائے کہ بالکل سونے کے معلوم ہوتے تھے اور نعل مبارک کو آبنوس کے صندوق میں بادب رکھا اور بیش بہا پردوں سے مزین کیا یہ دروازہ ہر دوشنبہ وپنجشنبہ کو کھولا جاتا اور لوگ فیض زیارت سراپا طہارت سے برکات حاصل کرتے، کما ذکرہ العلامۃ المقری فی فتح المتعال وغیرہ فی غیرہ (جیسا کہ علامہ مقری نے فتح المتعال میں اور انکے علاوہ دیگر علمائے دیگر کتابوں میں ذکر کیا ہے) یہ مدرسہ و دارالحدیث مذکور ہمیشہ مجمع ائمہ وعلماء رہے امام اجل ابو زکریا نووی شارح صحیح مسلم اس میں مدرس تھے پھر امام

---

[۱] صحیح البخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۷۹
الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی عادۃ الصحابۃ فی تعظیمہ الخ عبدالتواب اکیڈمی ملتان ۲/ ۳۱

Marfat.com

خاتم المجتہدین ابوالحسن تقی الدین علی بن عبد الکافی سبکی صاحب شفاء السقام ان کے جانشین ہوئے، یونہی اکابر علماء درس فرمایا کئے، سلطان موصوف کے اس فعل محمود پر کسی امام سے انکار ماثور نہ ہوا بلکہ امید کی جاتی ہے کہ خود وہ اکابر اس کی زیارت میں شریک ہوتے اور فیض و برکت حاصل کرتے ہوں۔ محدث علامہ حافظ برہان الدین حلبی رحمہ اللہ تعالیٰ نور النبراس میں فرماتے ہیں قال شیخنا الامام المحدث امین المالکی :

وفی دار الحدیث لطیف معنی ‏ ‏ وفیہا منتہی اربی و سؤلی

احادیث الرسول علی تتلی ‏ ‏ وتقبیلی لاثار الرسول[1]

(یعنی ہمارے استاذ امام محدث امین الدین مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مدرسہ دار الحدیث میں ایک لطیف مقصد ہے اور اس میں میرا مقصود اور مطلوب بروجہ کامل حاصل ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں مجھ پر پڑھی جاتی ہیں اور حضور والا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آثار شریفہ کا بوسہ مجھے نصیب ہوتا ہے)

غرض طریقۂ زیارت تو یہ رکھیں پھر جسے بے ادب وحرمت بے دقت و زحمت شرف بوس مل سکے فبہا ورنہ صرف نظر پر قناعت کرے، بوسہ سنگ اسود کہ سنت مؤکدہ ہے، جب اپنی یا غیر کی اذیت کا باعث ہو ترک کیا جاتا ہے تو اس بوسہ کا تو پھر دوسرا درجہ ہے۔

هذا هو الطریق اسلم والحکم الوسط القوم الاقوم، واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

یہ سلامتی کا طریقہ ہے اور درمیانہ حکم مضبوط و قوی ہے اور اللہ تعالیٰ زیادہ علم والا ہے اس کا علم اتم و احکم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۴۱ اکثر مخلوق خدا کا یہ طریق ہے کہ وقت اذان اور وقت فاتحہ خوانی یعنی پنجآیت پڑھنے کے وقت انگوٹھے چومتے ہیں، اور علماء بھی درست بتلاتے ہیں اور حدیث شریف سے ثابت کرتے ہیں آیا یہ قول درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اذان میں وقت استماع نام پاک صاحب لولاک صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم انگوٹھوں کے ناخن چومنا آنکھوں پر رکھنا کسی حدیث صحیح مرفوع سے ثابت نہیں، یہ جو کچھ اس میں روایت کیا جاتا ہے

---

[1] نور النبراس حافظ برہان الدین حلبی

Marfat.com

کلام سے خالی پس جو اس کے لئے ایسا ثبوت ماننے یا اسے مسنون و مؤکد جانے یا نفس ترک کو باعث زجر و ملامت کہے وہ بیشک غلطی پر ہے، ہاں بعض احادیث ضعیفہ مجروحہ میں تقبیل وارد،

اخرجه الدیلمی فی مسند الفردوس و اوردہ الامام السخاوی فی المقاصد الحسنة[1] والعلامة خیر الدین الرملی فی حواشی البحر الرائق و ذکرہ العلامة الجراحی فاطال وبعد اللتیا والتی قال لم یصح فی المرفوع من هذا شئ کما اثرہ المحقق الشامی فی رد المحتار[2]

اس کو دیلمی نے مسند الفردوس میں، امام سخاوی نے مقاصد حسنہ میں، خیر الدین رملی نے بحر الرائق کے حاشیہ میں اور علامہ جراحی نے طویل بیان فرمایا اور بحث کے بعد فرمایا اس بارے میں مرفوع صحیح حدیث نہیں ہے جیسا کہ محقق شامی نے رد المحتار میں نقل فرمایا ہے۔ (ت)

اور بعض کتب فقہ میں مثل جامع الرموز شرح نقایہ و فتاوی صوفیہ و کنز العباد و شامی حاشیہ درمختار کے کہ اکثر ان میں مستندات علمائے طائفہ اسمٰعیلیہ سے ہیں وضع ابہامین کو مستحب بھی لکھ دیا۔ فاضل قہستانی شرح مختصر وقایہ میں لکھتے ہیں:

واعلم انه یستحب ان یقال عند سماع الاولی من الشهادة الثانیة صلی الله علیك یارسول الله وعند سماع الثانیة منها قرة عینی بك یارسول الله ثم یقال اللّٰهم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفری الابهامین علی العینین فانه صلی الله تعالٰی علیه وسلم یکون قائدا له الی الجنة کما فی کنز العباد[3] انتهی۔

جان لو بیشک اذان کی پہلی شہادت کے سننے پر صلی اللہ علیك یارسول اللہ اور دوسری شہادت کے سننے پر قُرَّۃُ عینی بك یارسولَ اللہ کہنا مستحب ہے، پھر اپنے انگوٹھوں کے ناخن چوم کر اپنی آنکھوں پر رکھے اور کہے اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِی بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ تو حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایسا کرنے والے کو اپنے پیچھے پیچھے جنت میں لے جائیں گے جیسا کہ کنز العباد میں ہے انتہی (ت)

رد المحتار حاشیہ درمختار میں اسے نقل کرکے فرماتے ہیں:

---

[1] المقاصد الحسنة حدیث ۱۰۲۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۸۴

[2] رد المحتار کتاب الصلٰوۃ باب الاذان دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۶۷

[3] جامع الرموز کتاب الصلٰوۃ فصل الاذان مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۲۵

Marfat.com

ونحوہ فی الفتاوی الصوفیۃ[1] الخ ایسے ہی فتاوٰی صوفیہ میں ہے الخ (ت)

پس حق اس میں اس قدر کہ جو کوئی بامید زیادتِ روشنائی بصر مثلاً از قبیل اعمال مشائخ جان کر یا بتوقع فضل ان کتب پر لحاظ اور ترغیب وارد پر نظر رکھ کر بے اعتقادِ سنیت فعل وصحت حدیث و شناعت ترک اسے عمل میں لائے اُس پر بنظر اپنے نفس فعل واعتقاد کے خیر کچھ مواخذہ بھی نہیں کہ فعل پر حدیث صحیح نہ ہونا اُس فعل سے نہی ومنع کو مستلزم نہیں کما صرح بہ الفاضل علی القاری فی شرح الاربعین وھذا ظاھر جدا (جیسا کہ فاضل علی قاری نے شرح الاربعین میں اس کی وضاحت کی اور یہ خوب ظاہر ہے۔ت) اور صیغہ اعمال میں تصرف استخراج مشائخ کو ہمیشہ گنجائش ہے جیسا کہ تصانیف شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی سے ظاہر اور خود یہ نفس حکم تجویزِ استخراج بھی ان کے کلام میں مصرح۔ ہوامع میں لکھتے ہیں:

اجتہاد را در اختراع اعمال تصریفیہ راہ کشادہ است مانند استخراج اطبا نسخہا ئے قرابادین فقیر را معلوم شدہ است کہ در وقت طلوع صبح صادق باسفار مقابل صبح نشستن وچشم را باں نور دوختن ویا نور را گفتن تا ھزار بار کیفیت ملکیہ را قوت میدہد[2] الخ۔

جاری اعمال میں اجتہاد سے اختراع کا راستہ کشادہ ہے جیسا کہ طبیب حضرات کے ہاں قرابادین کے نسخوں میں ہے اس فقیر کو معلوم ہے کہ از صبح صادق تا روشنی بیٹھنا اور منہ مشرق کی طرف کرنا اور آنکھوں کو صبح کے نور پر لگانا اور یا نور ہزار بار تک پڑھنے سے قوتِ ملکیہ حاصل ہوتی ہے۔ (ت)

اور اسی میں ہے:

چند نوع از کرامت از ہیچ ولی الا ماشاء اللہ منفک نمی شود از انجملہ منامات صادقہ کشف و اشراف بر خواطر واز انجملہ ظہور تاثیر در دعائے او ورقی واعمال تصریفیہ او تا عاملے بفیض او منتفع شوند[3] الخ۔

چند کرامتیں ایسی ہیں جو کسی ولی سے جدا نہیں ہو پاتیں جن میں ایک سچی خوابیں اور دلوں کی خواہشوں پر اطلاع اور انہی میں سے دعاؤں کی تاثیر اور دَم وغیرہ جاری اعمال اس سے عامل کو فیض حاصل ہوتا ہے الخ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب الآذان داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۶۷
[2] ہوامع لشاہ ولی اللہ
[3] " " "

Marfat.com

البتہ اسمٰعیلیہ کا حکم لزومی والتزامی کہ یہ فعل اور اس کے امثال محض حرام وسخت بددینی ومثل شرک مخل اصل ایمان اور زنا وقتل مومن سے بدتر جس کے صغریٰ یعنی فعل کے ابتداع پر اسمٰعیلیہ کو خود اقرار اور کبریٰ تصریحات تقویۃ الایمان سے آشکارا اگرچہ علمائے اسمٰعیلیہ بنظر مصلحت اس سے تنزل کیا کریں محض باطل ومردود ومخذول ومطرود ہے،

وعلیھم اثباتہ بالبرھان ولنا رد علیھم باوضح بیان ان شاء اللہ الرحمٰن المستعان۔

اور ان پر شرک اور حرام کو ثابت کرنا لازم ہے اور ہمیں ان کا رد کرنا واضح دلائل سے ان شاء اللہ لازم ہے۔ (ت)

اور پنجایت کے وقت اس فعل کا ذکر کسی کتاب میں نہ دیکھا گیا اور فقیر کے نزدیک یہاں پر بنائے مذہب ارجح واصح، غالباً ترک زیادہ انسب والیق ہونا چاہئے، والعلم بالحق عند الملک العلام الجلیل۔

مسئلہ ۱۴۲: از اوجین علاقہ گوالیار مرسلہ محمد یعقوب علی خاں از مکان میر خادم علی اسسٹنٹ ۳ ربیع الثانی ۱۳۰۷ھ

چہ میفرمایند علمائے شریعت محمدی وفضلائے طریقہ احمدی دریں مسئلہ کہ مس ابہامین و نہادن علی العینین در وقت اذان موذن وغیرہ فعل وطریقہ انیقہ مستحب صحابہ کرام وسنت خیر البشر آدم علیہ السلام ست واز علمائے ظواہر غیر مقلدین بسبب حقارت واستخفاف و اہانت حرام گویند مرتد وکافر می شوند یا نہ؟ بیان فرمایند بسند کتاب اجر یابند روز حساب رحمۃ اللہ علیکم اجمعین۔

کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت وفضلائے طریقت اس مسئلہ میں کہ موذن کی اذان کے وقت اپنی آنکھوں پر انگوٹھے چوم کر لگانا یہ فعل و طریقہ صحابہ کرام اور سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے اس عمل کو غیر مقلدین فرقہ کے لوگ حقارت کے طور پر حرام کہتے ہیں، کیا وہ کافر اور مرتد ہوں گے یا نہیں؟ کتاب کے حوالہ سے بیان فرمائیں، اللہ تعالٰی اجر عطا فرمائے قیامت کے روز، تم پر اللہ کی رحمتیں ہوں۔ (ت)

الجواب

قال سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی

سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

Marfat.com

عليه وسلم من رأى منكم منكرا فليغيره
بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم
يستطع فبقلبه و ذلك اضعف الايمان[1]
ہرکہ از شما امر ناروا بیند باید کہ بدست خویش
تغیرش دہد واگر نہ تواند پس بزبان و اگر
نتواند پس بدل و آں ضعیف ترین الایمان
ست رواہ الائمة احمد والستة الا
البخاری عن ابی سعید الخدری رضی
اللہ عنہ و نیز در حدیث آمد النصح لکل
مسلم[2] دین آنست کہ ہر مسلمان را خیر خواہی
کنند اصلہ عند احمد والشیخین و
ابی داؤد والنسائی عن تمیم الداری
والترمذی والنسائی ابی ہریرة
واحمد عن ابی عباس رضی اللہ تعالیٰ
عنہم اجمعین پس پیش از جواب
امرے ضروری ومہم تر باید شنید خیر البشر و
خیر الناس وافضل الخلق واکرم البریہ جناب
سید المرسلین خاتم النبیین محمد رسول رب
رب العلمین ست صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم

فرمایا، تم میں سے جب کوئی برائی دیکھے تو ہاتھ سے
اسے روکے، اور اگر اس کی طاقت نہیں تو
زبان سے منع کرے، اور اگر اس پر بھی قادر
نہ ہو تو دل سے برا جانے، اور یہ ایمان کا
کمزور ترین درجہ ہے۔ اس کو ائمہ ستہ میں
سے بخاری کے علاوہ سب نے اور امام احمد
نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے روایت کیا ہے۔ نیز حدیث میں ہے
ہر مسلمان کی خیر خواہی دین ہے،
اس کو امام احمد، شیخین، ابوداؤد اور نسائی
نے ابن عباس اور ابوہریرہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہما اجمعین سے روایت کیا ہے۔
پس جواب سے قبل ایک ضروری بات
اور اہم امر سن لینا چاہئے کہ
افضل الخلق اور اکرم الناس اور
خیر البشر اور اکرم البریہ جناب
سید المرسلین خاتم النبیین محمد رسول
رب العالمین ہیں آپ پر اور آپ کی
آل و اصحاب سب پر درود وسلام ہو

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان کون النہی عن المنکر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۱
مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۳/۴۹ و ۵۲
[2] مسند احمد بن حنبل حدیث جریر بن عبداللہ ۴/۳۶۵-۶۶
صحیح البخاری کتاب الایمان باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الدین النصیحۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۳
صحیح مسلم " " باب الدین النصیحۃ " " ۱/۵۴-۵۵

Marfat.com

وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین، کافہ مسلمین بریں معنی اجماع دارند فقیر غفرلہ اللہ المولٰے القدیر در تفضیل مطلق حضور افضل برحق صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم رسالہ مبسوط گرد آوردہ ام مسمّٰی بہ "قلائد نحور الحور من فرائد بحور النور" ملقب بنام "تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین ۱۳۰۵ھ" صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اجمعین آنجا بہ دہ آیت و صد حدیث نقش حق بر کرسی تحقیق نشاندہ ام کہ ہیچ یکے از انبیائے مرسلین و خلق اللہ اجمعین بکمال رفیع و جلال منیع حضور سید العالمین اکرم الاولین والآخرین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نمیرسد مانا کہ قلم سائل طغیان کرد و بجائے ابو البشر خیر البشر سرزد او اراد الخیریۃ الجزئیۃ من جہۃ الابوۃ متاوّلا لبعض ما یذکر فی الباب والاول
أسلم بل ھو المفرع ان ۱
سائد الواقع و اللہ بذات الصدور اعلم حق آنست کہ ہمچو عبارت احتراز واجب و لازم و فرض متحتم ست واللہ الہادی، اکنوں بجواب مسئلہ پردازیم آرے دریں باب از خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر و ریحانہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

تمام مسلمانوں کا اس معنیٰ پر اجماع ہے۔ فقیر غفرلہ اللہ المولی القدیر (مصنف علیہ الرحمۃ) نے حضور افضل برحق صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت مطلقہ پر مبسوط رسالہ مسمّٰی بہ "قلائد نحور الحور من فرائد بحور النور" ملقب بنام "تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین ۱۳۰۵ھ" صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجمعین لکھا ہے۔ اس میں دس آیات کریمہ اور سو حدیث شریف سے حق کو اجاگر کیا گیا ہے کہ کوئی بھی انبیاء و مرسلین اور تمام مخلوق میں سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرتبۂ کمال بلند و بالا کو نہ پہنچا۔ ہوسکتا ہے کہ سائل کا قلم پھسل گیا ہو ابو البشر کی جگہ آدم علیہ السلام کو خیر البشر لکھا سرزد ہو گیا ہو، یا سائل نے تاویل سے کام لے کر ابوّت والی جزوی فضیلت کی بنا پر آدم علیہ السلام کو خیر البشر کہہ دیا ہو، جیسا کہ بعض مقامات پر ایسی تاویل سے کام لیا جاتا ہے، لیکن پہلا احتمال اگر واقع میں ایسا ہو تو اس میں احتیاط ہے، اللہ تعالیٰ دلوں کے حال بہتر جانتا ہے۔ حق یہی ہے کہ ایسی عبارت سے پرہیز لازم بلکہ اہم فرض ہے، اللہ تعالےٰ ہدایت کا مالک ہے۔ اب سوال کے جواب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، یہ درست ہے کہ اس مسئلہ میں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلیفۂ اول سیدنا صدیق اکبر اور رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پھول حضرت

Marfat.com

امام حسن مجتبیٰ وحضرت سیدنا ابو العباس خضر
علیہ الصلوٰۃ والسلام وغیرھم حدیثہا در
کتبِ علماء مرویست کہ امام شمس الدین سخاوی
درمقاصدِ حسنہ بتفصیل برخے ازانہا پرداخت
ومحط کلام محدثین کرام محققین اعلام کہ در تصحیح و
تضعیف وجرح وتوثیق را تساہل وتشدید سپردہ
اند آنست کہ دریں باب حدیثے از حضور پُر نور
سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدرجۂ صحت
فائز نشدہ در مقاصد فرمود لا یصح فی
المرفوع من کل ھذا شیٔ [1]
در موضوعات کبیر ست ما یروی فی ھذا
فلا یصح رفعہ البتۃ [2] ، در
ردالمحتار از علامہ اسمٰعیل جراحی نقل فرماید
لم یصح فی المرفوع من
ھذا شیٔ [3] ، و برخادمِ حدیث مخفی نیست
کہ در اصطلاح محدثین نفی صحت نفی حسن ہم
نمی کند تا بہ نفی صلاح وتماسک و
صلاح تمسک یا دعویٰ وضع چہ رسد، قال
القاری فی الموضوعات قال
ابوالفتح الازدی لا یصح فی
العقل حدیث قالہ ابوجعفر العقیلی

امام حسن مجتبیٰ اور حضرت سیدنا ابو العباس خضر
علیہ الصلوٰۃ والسلام وغیرھم سے علماء کی کتب
میں مرویات موجود ہیں جبکہ امام شمس الدین سخاوی
نے مقاصد حسنہ میں اس کی تفصیل بیان
فرمائی ہے، روایات کی تصحیح وتضعیف
اور جرح وتوثیق میں سختی اور نرمی سے کام لینے
والے محدثین ومحققین کے کلام کا ماحاصل یہ ہے
کہ اس مسئلہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
کوئی مرفوع حدیث درجۂ صحت کو نہ پہنچی، مقاصد حسنہ
میں فرمایا اس مسئلہ کے متعلق کوئی حدیث مرفوع
صحت کو نہیں پہنچی۔ موضوعات کبیر میں ہے
اس مسئلہ میں مرویات کا مرفوع ہونا یقیناً صحیح
نہیں ہے۔ ردالمحتار میں علامہ اسمٰعیل جراحی سے
منقول ہے کہ اس میں کوئی مرفوع روایت صحیح نہیں
ہے۔ کسی بھی خادمِ حدیث پر مخفی نہیں ہے کہ محدثین کی
اصطلاح میں کسی حدیث کی صحت کا منتفی ہونا اس
کے حسن کے انتفاء کو مستلزم نہیں کہ اس سے استدلال
کی نفی لازم آئے چہ جائیکہ وہاں حدیث کے موضوع
ہونے کا دعویٰ کیا جائے۔ ملا علی قاری نے موضوعات
میں فرمایا کہ ابو الفتح الازدی نے فرمایا ہے عقل کے
متعلق کوئی حدیث صحیح نہیں، یہ بات ابوجعفر عقیلی

---

[1] المقاصد الحسنہ حرف المیم حدیث ۱۰۲۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۸۵
[2] اسرار المرفوعۃ حدیث ۸۲۹ " " " " " ۲۱۰
[3] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب الاذان دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۶۷

Marfat.com

وابوحاتم بن حبان انتھی، و لایلزم من عدم الصحۃ وجود الوضع کما لایخفی[1] اھ ملخصًا، امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام قدس سرہٗ فرمود قول من قال فی حدیث انہ لم یصح ان سلم لم یقدح لان الحجۃ لایتوقف علی الصحۃ بل الحسن کافٍ[2]، باز در فضائل اعمال حدیث ضعیف باجماع ائمہ مقبول ست نص علیہ غیر واحد من الحفاظ منہم الامام النووی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ، باز چوں نیک درنگری کلمات مذکورہ علمائے محدثین ظاہرست در آنکہ نفی صحت ہمیں باحادیث مرفوعہ مخصوص ست و ایں جا خود در آثار موقوفہ کفایتے ست کافیہ وحجتے وافیہ، لاجرم علامہ علی قاری مکی رحمہ اللہ تعالٰی در کتاب مذکور بعد قول مسطور لایصح رفعہ البتۃ[3] میفرماید قلت و اذا ثبت رفعہ الی الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ فیکفی للعمل بہ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام

اور ابوحاتم بن حبان نے فرمائی ہے اھ اور اس عدمِ صحت سے حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا جیسا کہ واضح ہے اھ ملخصا، محقق علی الاطلاق علامہ کمال الدین محمد بن الہمام نے فرمایا کسی حدیث کے متعلق عدمِ صحت کا قول اگر تسلیم بھی کرلیا جائے تو اس سے حدیث کی حجیت ختم نہ ہوگی کیونکہ حجیت محض صحت پر موقوف نہیں بلکہ حدیث کا حسن ہونا بھی حجیت کے لئے کافی ہے، نیز اعمال کے فضائل میں ضعیف احادیث بھی اجماعِ ائمہ کے مطابق مقبول ہے، یہ بات کئی ائمہ وحفاظِ حدیث سے منصوص ہے ان میں امام نووی رحمہ اللہ تعالٰی بھی شامل ہیں، اور پھر یہ کہ اس مسئلہ میں علمائے حدیث کے الفاظ کو غور سے دیکھا جائے تو انھوں نے یہاں صرف مرفوع حدیث کی صحت کی نفی فرمائی ہے جبکہ موقوف روایات یہاں حجت کے لئے کافی ہیں، چنانچہ مُلّا علی قاری نے اپنے قول مذکور "یہ روایت بطورِ مرفوع صحیح نہیں ہے" کے بعد لکھا ہے قلت (میں کہتا ہوں کہ) جب اس روایت کا رفع حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ تک ثابت ہے تو اس پر عمل کے لئے یہ کافی دلیل ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام

---

[1] الاسرار المرفوعۃ تحت حدیث ۱۲۲۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۳۱۸
[2] فتح القدیر کتاب الطہارۃ فصل فی نواقض الوضوء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۸
[3] الاسرار المرفوعۃ تحت حدیث ۸۲۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۲۱۰

Marfat.com

عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين[1]
یعنی چوں اسناد ایں فعل بجانب جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہ پایہ ثبوت رسید درعمل بسند ست زیرا کہ مصطفیٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودہ لازم باد بر شما سنت من وسنت خلفائے راشدین من رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین درکنز العباد وشرح نقایہ علامہ شمس ہروی وفتاوی صوفیہ ورد المحتار حاشیہ درمختار وغیرہا اسفار کہ ایں ہمہ از مستندات کبرے مانعین ست باستحباب ایں عمل تصریح رفت سیدی خاتمۃ المحققین امین الدین محمد عابدین شامی قدس سرہ السامی فرماید يستحب ان يقال عند سماع الاولى من الشهادة الثانية صلى الله عليك يارسول الله وعند الثانية منها قرة عيني بك يارسول الله ثم يقول اللهم متعني بالسمع والبصر بعد وضع ظفري الابهامين على العينين فانه عليه الصلوة والسلام يكون قائدا له الى الجنة كما في كنز العباد اه قهستاني ونحوه في الفتاوى الصوفية[2] الخ باز اگر بالفرض ہیچ نبودی تا از قبیل اعمال علماء و مشائخ ہست رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

نے فرمایا: تم پر میری اور میرے خلفاءِ راشدین کی سنّت پر عمل لازم ہے۔ یعنی چونکہ اس فعل کی اسناد جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہیں اس لئے عمل کے لئے سند ہے کیونکہ مصطفیٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا فرمان عالیشان ہے کہ "تم پر میری اور میرے خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت پر عمل لازم ہے"۔ کنز العباد، شرح نقایہ، علامہ شمس ہروی، فتاوی صوفیہ، رد المحتار حاشیہ درمختار وغیرہا کتب جو مانعین حضرات کے بڑوں کی مستند کتابیں ہیں، یہ تمام اس عمل کے استحباب پر متفق ہیں۔ سید محمد عابدین شامی قدس سرہٗ نے فرمایا: اذان میں پہلی بار شہادت سُن کر صلی اللہ علیك یارسول اللہ اور دوسری بار سُن کر قرۃ عینی بك یارسول اللہ کہہ کر آنکھوں پر انگوٹھے رکھ کر کہے اے اللہ! مجھے سمع وبصر سے فائدہ عطا فرما (اس عمل کی برکت سے) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے لئے جنت لے جانے میں قیادت فرمائینگے جیسا کہ کنز العباد میں ہے اھ قہستانی، فتاوی صوفیہ میں اسی طرح کی عبارت ہے الخ، پھر بالفرض اگر کوئی روایت بھی نہ ہو تو کم از کم علماء ومشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اعمال اور وظائف میں

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی لزوم السنۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۷۹
[2] رد المحتار کتاب الصلوٰۃ باب الاذان دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۶۷

Marfat.com

که بغرض زیادت روشنائی بصر بجا آورده وحسن
نیت وصدق طویت ببرکت او فائده حاصل کرده
اند، امام سخاوی رحمه الله تعالے از جمعی کثیر از علماء
وصلحاء نقلش نمود، علامه طاہر فتنی علیه رحمة
الغنی در مجمع بحار الانوار فرموده روی
تجربة ذلك عن كثيرين[1]
و در ہمچو مقام زنہار بورود تصریح
در قرآن و حدیث حاجت نیست علماء
را سلفاً و خلفاً اجماع عملی و سکوتی
قائم ست که در امثال امور بهر جلب
سرور سلب شرور گوناگوں اعمال و
اوفاق و اذکار، اوراد و ادعیه و نقوش و رقی
و تعاویذ بر آرند و خود خوانند و نویسند
و بکار برند و بدیگراں تعلیم کنند و اجازت
دہند و بریں معنی از ہیچ معتمدی انکار نشنوند و
و در مواہب لدنیه و منح محمدیه امام قسطلانی
صاحب ارشاد الساری شرح صحیح بخاری و
مدارج النبوة شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث
دہلوی وغیرهما چیزہا ازیں باب مذکور ست
واینک علامه ابن الحاج مکی مالکی صاحب کتاب
المدخل که تشدید بلیغ دارد در انکار بدع و
حوادث او خویشتن در ہمیں کتاب اعمال جدیده
بهر اغراض عدیده ذکر کرده از سیدی عارف بالله ابو محمد مرجانی

یہ شامل ہے کہ وہ آنکھوں کی بینائی میں اضافہ
کے لئے یہ وظیفہ کرتے چلے آئے ہیں اور اپنی حُسنِ
نیت اور صدقِ عزم سے اس وظیفہ سے فائدہ
حاصل کرتے ہیں، امام سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے
کثیر علماء وصلحاء کی جماعت سے نقل فرمایا ہے۔
علامہ طاہر فتنی علیہ الرحمۃ مجمع بحار الانوار میں فرماتے
ہیں: کثیر بزرگوں سے اس کا مجرب ہونا مروی ہے
ایسے مقام میں قرآن وحدیث کی تصریح کی کوئی حاجت
نہیں۔ علماء کرام کا سلفاً خلفاً اجماع عملی اور
سکوتی چلا آرہا ہے کہ خوشی کے حصول، شر کے
دفعیہ کے لئے گوناگوں اعمال، اذکار، اوراد،
دُعائیں، تعویذ ونقوش کرتے خود لکھتے اور پڑھتے
اور دوسروں کو تعلیم دیتے اور اجازتیں دیتے
چلے آرہے ہیں، ان امور میں کسی بھی معتمد علیہ
شخصیت کا انکار ثابت نہیں۔ مواہب لدنیہ و
منح محمدیہ امام قسطلانی شارح بخاری اور
مدارج النبوت شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث
دہلوی وغیرہما میں ایسے بہت سے امور مذکور
ہیں، علامہ ابن الحاج مکی مالکی رحمہ اللہ تعالے
جو کہ بدعات کے رد میں شدت فرماتے ہیں نے
اپنی کتاب المدخل میں متعدد اغراض کے لئے
جدید اعمال ذکر فرمائے ہیں، اور انھوں نے اپنے
اساتذہ ومشائخ مثلاً عارف باللہ ابو محمد مرجانی

---

[1] مجمع بحار الانوار فصل فی تعیین بعض الاحادیث المشتہرۃ علی الالسن الخ مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورۃ ۵/۲۳۴

Marfat.com

وغیرہ مشائخ واساتذہ خود آورد کہ ہرگز چیزے از آنہا از حضرت رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ بلکہ از صحابہ و تابعین ہم روئے ثبوت ندیدہ است بلکہ چیز ہا بینی کہ خود از مخترعات ایں علماء باشد ہم ازیں باب ست عمل جدری یعنی مرض چیچک کہ شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی در تفسیر سورۂ بقر ذکر نمود وخود از قول الجمیل وغیرہ تصانیف شاہ ولی اللہ دہلوی چہ پرسی کہ از انجا ازیں قبیل تودہ تودہ مخترعات ومحدثات تواں یافت شاہ صاحب مذکور در ہوامع شرح حزب البحر چنید گفت کہ "اجتہاد را در اختراعِ اعمال تصریفیہ راہ کشادہ ست مانند استخراج اطباء نسخہائے قرابا دین را ایں فقیر را معلوم شدہ است کہ در وقت طلوع صبح صادق یا اسفار مقابل صبح نشستن وچشم را باآں نور دوختن و "یا نور" را گفتن تا ہزار بار کیفیت ملکیہ را قوت میدہد[1] الخ۔ بالجملہ در جواز ایں فعل اصلاً مجال مقال ومحل شبہہ و احتمال نیست وہیچ دلیلے از دلائل شرع بر منع وتحریمش دلالت ندارد و فقیر غفر اللہ تعالیٰ دریں مسئلہ رسالہ حافلہ

وغیرہ سے یہ اعمال ذکر فرمائے ہیں، اور خود فرمایا کہ یہ جدید وظائف واعمال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بلکہ صحابہ کرام وتابعین تک سے ہرگز ثابت نہیں بلکہ آپ کو معلوم ہے کہ تمام اعمال ان علماء کے ایجاد کردہ ہیں، انہی امور میں سے چیچک کے لئے ایک عمل تفسیر عزیزی میں حضرت شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ میں ذکر فرمایا، اس معاملہ میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب قول الجمیل وغیرہ تصانیف کا کیا کہنا، ان میں جگہ جگہ اس قسم کے جدید ایجاد کردہ اعمال کا ذکر موجود ہے، حضرت شاہ صاحب نے ہوامع شرح حزب البحر میں فرمایا کہ "اعمال تصریفیہ میں اجتہاد کو اختراعِ اعمال میں کافی دخل ہے جس طرح کہ اطباء حضرات قرابا دین کے نسخوں میں استخراج کرتے ہیں چنانچہ اس فقیر (شاہ ولی اللہ صاحب) کو معلوم ہے کہ صبح صادق کے طلوع کے وقت مطلع کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھنا اور اپنی آنکھوں کو صبح کی روشنی کے سامنے کھلا رکھنا اور ہزار بار "یا نور" کا ورد کرنا ملکی قوت میں اضافہ کی کیفیت پیدا کرتا ہے الخ"۔ خلاصہ یہ کہ اس قبیلِ ابہامین کے عمل کے جواز میں کسی اعتراض یا شبہہ کی گنجائش نہیں ہے، اور اس کے منع پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔ اس فقیر (مصنف علیہ الرحمۃ) کا

---

[1] ہوامع شاہ ولی اللہ

Marfat.com

کافلہ مسمّٰی بنام تاریخی منیرالعین فی
حکم تقبیل الابہامین تصنیف کردہ ام
وآنجا بحول اللہ تعالیٰ کلام را با قصےٰ مراتب نقد
وتحقیق رسانیدہ ہرکرا ہوائے اطلاع برقول فیصل
وفصل مفصل درسرشت گوخوش بیا دلبسوئے
آں رسالہ مراجعت اینجا جواب سائل
راہمیں قدر پسندست کہ چیزے کہ حرمتش ازشرع
مطہر ثابت نیست ہرکہ حرامتش گوید افترا
برشرع مطہر میکند وافترا برخدا ورسول وآسان
کارے ست؟ والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالیٰ
قال ربنا تبارك قدس ولا تقولوا لما تصف
السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام
لتفتروا علی اللہ الکذب
ان الذین یفترون
علی اللہ الکذب لایفلحون[1] اینان
کہ اصول کاسدہ وفروعِ فاسدہ در دین
اختراع کردہ صدہا مباحات شرعیہ بلکہ مستحبات
قطعیہ بلکہ سنن ثابتہ را بدعت شنیعہ وحرام شدید بلکہ
مخل اصل ایمان وشرک صریح وواجب العقاب وقطعی
الوعید میگویند قطعاً برخدا ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم دروغ می بندند ودرمغاک ہلاک فقد باء
باحدھما[2] ومن اظلم ممن افتری علی اللہ

اس مسئلہ میں ایک مستقل جامع رسالہ مسمّٰی بہ اسم
تاریخی "منیرالعین فی حکم تقبیل الابہامین" تصنیف کردہ
ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی مدد سے کلام کو انتہائی
مرتبہ تک پہنچانے میں تحقیق وتنقیح سے کام لیا ہے،
جس کو اس معاملہ میں قولِ فیصل پر اطلاع کا شوق
ہو تو وہ اس رسالہ کی طرف رجوع کرے، یہاں
سائل کے لئے جواب میں اتنا ہی کافی ہے کہ
جس چیز کی حرمت شرعاً ثابت نہیں اس کو حرام
کہنا شریعت پر افترا ہے اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ
صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر افترا، کیا آسان کام ہے
واللہ تعالےٰ اعلم، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ
پر افترا، کرتے ہوئے اپنی زبانوں سے جھوٹ مت
بناؤ کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، جو لوگ اللہ تعالےٰ
پر افترا، کرتے ہیں وہ فلاح نہ پائیں گے۔" ان لوگوں
نے دین میں من گھڑت اصول اور فاسد مسائل کا
اختراع کرکے صدہا شرعی مباحات بلکہ مستحبات کو
بلکہ سنن ثابتہ کو بدعت سیئہ اور حرام بلکہ اصل ایمان
کے لئے مخل اور صریح شرک اور واجب العقاب
والوعید قرار دیا ہے یہ اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جھوٹ افترا، باندھتے
ہیں اور ہلاکت کا راستہ اپناتے ہیں، اور متعدد
آیاتِ وعید کا مصداق بنتے ہیں، ان لوگوں کا یہ

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶
[2] صحیح البخاری کتاب الادب باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۱
صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم یا کافر " " " ۱/ ۵۷

Marfat.com

كذبا[1] وغير ذلك من المهالك مى افتند و ايں معنى
ايشاں را نہ ہمیں بر فسق و ارتکاب کبیرہ مقصر دارد
بلکہ بجہت عقد قلب و اتخاذ مذہب بفسق عقیدہ
و ضلالت بعیدہ و بدعت طریدہ کشد و آنہمہ
احکام خلل اصل ایمان و وجوب عذاب قطعیت
عقاب بحکم حدیث انا عند ظن عبدی بی[2] و قاعدۂ
عقلی و نقلی اقرار مرد آزار مردم بروئے ایشاں برگردد
حکم تیر بازگشت پیدا کند اماہیات کفر چیزے
عظیم ست و زنہار آدمی را بر نیارد از
دائرۂ اسلام مگر انکار امرے کہ در آوردہ
بودش اقرارش ورود فعل اینکار از حضرت
ابو البشر یا دیگر انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ
و السلام ہنوز بپایۂ صحت نرسیدہ است
پس کجا تواتر پس کجا بودنش از ضروریاتِ دین
و خود انکار و استخفاف ایشاں مبنی بر آنست
کہ ثابت ندانند نہ آنکہ ثابت گویند و راہِ
اہانت پویند پس تکفیر را زنہار مساغی
نیست و خود از اعظم خطایا ستے، ایں
بیباکان زبان بتکفیر مسلمانان
کشادن و بکمترین چیزے حکم شرک و
کفر دادن ست و ہم

عمل ان کو نہ صرف فسق و گناہِ کبیرہ میں مبتلا کرتا ہے
بلکہ ان کے دلی عقیدہ اور مذہب کی بنا پر فسق عقیدہ،
ضلالت و گمراہی شدیدہ سے بڑھ کر ان کے اصل
ایمان میں خلل اور عذاب کی قطعیت کی طرف ان کو
ڈالتا ہے، "میں اپنے بندے کے گمان کے
قریب ہوں" حدیث کے حکم کی وجہ سے کہ جیسا
عقیدہ ویسا نتیجہ پائیں گے، اور عقلی و نقلی قاعدہ ہے
کہ اپنے اقرار پر آدمی پھنس جاتا ہے، تاہم کسی
پر کفر کا حکم بہت بڑا معاملہ ہے، دائرہ اسلام
سے کسی شخص کو خارج نہیں کرتا مگر اسلام میں
داخل کرنے والے امر کا انکار، جبکہ تقبیل کا عمل
حضرت آدم علیہ السلام یا دیگر انبیاء علیہم السلام
سے پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچا چہ جائیکہ درجۂ تواتر کو
پہنچے اور ضروریاتِ دین کے درجہ میں ہو جائے،
ان لوگوں کا اس عمل سے انکار صرف اس بات
پر مبنی ہے کہ یہ عمل ثابت نہیں، نہ کہ ثابت مان کر
از راہِ اہانت انکار کرتے ہیں لہذا اس بنا پر
ان کو کافر کہنے کی کوئی وجہ نہیں بلکہ اس بنا پر کافر
کہنا خود خطرناک معاملہ ہے، یہ بدبخت لوگ ہیں
جو مسلمانوں کو اپنی زبانوں سے کفر میں مبتلا کرتے
ہیں اور معمولی معمولی باتوں پر ان کو مشرک اور کافر

[1] القرآن الکریم ۶/۲۱
[2] صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالٰی ویحذرکم اللہ نفسہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۱۰۱
صحیح مسلم کتاب التوبۃ " " ۲/۳۵۴

Marfat.com

مئولون عنه یوم الجزاء و علیهم
لخروج عن عهدته فی دار القضاء
حذر باید بود کہ خصلت شنیعہ و شنعت قطعیہ
ین مبتدعان بخود سرایت نکند و باللہ العصمہ
ارے اگر بظواہر احادیث صحیحہ مثل باء بہا[1]
حد ہما و حار علیہ و کفر بتکفیرہ کہ
زا عاظم ائمہ محدثین مثل امام مالک و
حمد و بخاری و مسلم و ابوداؤد و
ترمذی و ابن حبان در صحاح و مسانید
و سنن و خود شان از حضرات عبداللہ
بن عمرو و ابوہریرہ و ابوذر و ابوسعید
خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم
روایت نمودند نظر کردہ آید خاصہ کہ ایں
جہولان را بزعم خود شان ہم العمل بر ظواہر
احادیث جمہ و نام ست یا بفتوائے امام فقیہ ۱
ابوبکر اعمش و سائر ائمہ بلخ و بسیاری از ائمہ
بخارا کہ مکفر مسلم را مطلقا کافر گویند عمل
نمودہ شود بلکہ ہم بر مذہب مصحح و معتمد
و مختار للفتوی کہ اگر تکفیر مسلم
نہ بروجہ شتم بلکہ بطور اعتقاد و جزم ست
کافر گردد و در درمختار ست بہ یفتی[2]

کہتے ہیں، یہ قیامت کے روز جوابدہ ہوں گے اور ان کو
فیصلہ کے وقت اس الزام کا جواب دینا ہوگا،
بہت احتیاط کرنی ضروری ہے تاکہ ان لوگوں کی
خصلت قبیحہ اور قطعی بدبختی کا ارتکاب لازم نہ آئے
ہاں، کافر و مشرک کہنے کی بنا پر کفر دونوں میں کسی ایک
پر ضرور عائد ہوتا ہے اور ہلاک کرتا ہے اور کسی کی
بلاوجہ تکفیر پر کفر کا حکم لازم ہوتا ہے، یہ روایات
بڑے بڑے ائمہ محدثین امام مالک، احمد، بخاری،
مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن حبان نے صحاح،
مسانید، سنن میں حضرت عبداللہ بن عمر، ابوہریرہ،
ابوذر اور ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے
روایت فرمائی ہیں، یہ جاہل لوگ جو کہ ظاہر حدیث
پر عمل بزعم خویش لازم کہتے ہیں اور اہل حدیث
کہلاتے ہیں ان کو غور کرنا چاہیے کہ ان روایات
کا مصداق ہیں یا نہیں، اور کیا امام فقیہ
ابوبکر اعمش اور تمام ائمہ بلخ اور بہت سے ائمہ بخارا
کا فتویٰ ہے کہ کسی مسلمان کی تکفیر سے انسان
مطلقاً کافر ہو جاتا ہے، پر عمل لازم آتا ہے بلکہ معتمد
اور صحیح مذہب پر فتویٰ ہے کہ کسی مسلمان کو بطور
اعتقاد جازم کافر قرار دینے سے انسان کافر
ہو جاتا ہے، اور درمختار میں ہے اسی پر فتویٰ ہے۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۱
صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم یا کافر " " ۱/ ۵۷
[2] درمختار کتاب الحدود باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۲۷

Marfat.com

ودر شرح نقایہ قہستانی انہ المختار[1]، ودر ذخیرہ واحکام وجواہر اخلاطی وفصول عمادی، وشرح درر وغرر وشرح نقایہ برجندی وشرح وہبانیہ علامہ ابن الشحنہ ونہر الفائق وحدیقہ ندیہ وفتاوٰی ہندیہ وردالمحتار وغیرہا انہ المختار للفتوٰی[2] بالقطع والیقین بریں طائفہ مکفرۂ مسلمین حکم کفر وارتداد بلاریب لازم ست چنانکہ من فقیر در رسالہ مسمّٰی بنام تاریخی النہی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید ۱۳۰۵ھ مفصل گفتہ ام اما بحمد اللہ تعالٰی مارا ہنوز احتیاط درکار است واز اکفار ایں اہل اکفار اجتناب وانکار کما بینتہ ایضا فیہا وفی غیرہا من تصانیفی وفتاوای واللہ الہادی انہ مولائی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اور شرح نقایہ قہستانی میں "انہ المختار" ذخیرہ، احکام، جواہر اخلاطی، فصول عمادی، شرح درر وغرر، شرح نقایہ برجندی، شرح وہبانیہ علامہ ابن الشحنہ، نہر الفائق، حدیقہ ندیہ، فتاوٰی ہندیہ اور ردالمحتار وغیرہا کتب میں انہ المختار للفتوٰی بالقطع والیقین فرمایا ہے تو مسلمانوں کو کافر کہنے والے اس طائفہ پر ان فتاوٰی کی روشنی میں کفر وارتداد کا حکم بلاشک وشبہہ لازم آتا ہے، جیسا کہ اس فقیر (مصنف علیہ الرحمۃ) نے اپنے رسالہ مبارکہ مسمّٰی باسم التاریخی "النہی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید" میں مفصل بحث ذکر کی ہے تاہم ہمیں بحمدہ تعالٰی ابھی احتیاط لازم اور ضروری ہے اور ان کافر بنانے والوں کو کافر کہنے سے اجتناب کریں گے جیسا کہ میں نے اسی رسالہ اور دیگر تصانیف میں بیان کیا ہے۔ اللہ تعالٰی ہدایت دینے والا اور وہی میرا مولٰی ہے، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۴۳: از بہار شریف محلہ شیخانہ متصل عیدگاہ مرسلہ محمد یٰسین ومحمد حسین طالبان علم ۹ شوال ۱۳۱۶ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ بزرگوں کی قبر پر جانے کے وقت دروازے کی چوکھٹ چُومنا اور پھر باوجود تعظیم اس پر پَیر رکھ کے اندر جانا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

اصل کُلّی یہ ہے کہ تعظیم ہر منتسب بارگاہِ کبریا علی الخصوص محبوبانِ خدا انجائے تعظیم حضرت

[1] جامع الرموز کتاب الحدود فصل فی القذف مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۴/ ۵۳۵
[2] ردالمحتار ″ باب التعزیر داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۸۳

Marfat.com

عزت جل وعلا ہے قال اللہ تعالیٰ :

ومن یعظم حرمٰت اللہ فھو خیر لہ عند ربہ[1] — جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ بہتر ہے اس کے لئے اس کے پروردگار کے یہاں۔

وقال تعالیٰ :

ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب[2] — جو اللہ کے شعاروں کی تعظیم کرے وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ان من اجلال اللہ اکرام ذی الشیبۃ المسلم وحامل القرآن غیر الغالی فیہ والجافی عنہ واکرام ذی السلطان المقسط[3]۔ رواہ ابوداؤد عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن۔ — یعنی بوڑھے مسلمان اور عالم باعمل اور حاکم عادل کی تعظیمیں اللہ تعالیٰ کی تعظیم سے ہیں۔ (اسے ابوداؤد نے ابوموسٰی الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسندِ حسن روایت کیا۔ ت)

اور علمائے کرام قدیماً وحدیثاً فقہاً وحدیثاً تصریحات فرماتے آئے کہ حرمۃ المسلم حیاً ومیتاً سواء مسلمان زندہ و مردہ کی حرمت یکساں ہے، ولہٰذا علماء نے وصیت فرمائی کہ قبر سے اتنا ہی قریب ہو جتنا زندگیِ دُنیا میں صاحبِ قبر سے قریب ہوسکتا اس سے زیادہ آگے نہ جائے۔ عالمگیریہ میں ہے :

فی التھذیب یستحب زیارۃ القبور وکیفیۃ الزیارۃ کزیارۃ ذٰلک المیت فی حیاتہ من القرب والبعد کذا فی خزانۃ الفتاوٰی[4]۔ — تہذیب میں ہے زیارتِ قبور مستحب ہے، زیارت کی کیفیت یہ ہے کہ جتنا قرب و بُعد میت کی زندگی میں اس کی زیارت کیلئے ہوتا تھا بعدِ مرگ بھی اُتنا ہی ہو، خزانۃ الفتاوٰی میں یونہی ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۰

[2] " ۲۲/ ۳۲

[3] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی تنزیل الناس منازلہم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۰۹

[4] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب السادس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۰

Marfat.com

اور شک نہیں کہ تعظیم و توہین کا مدار عُرف و عادت پر ہے کما حققہ خاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ فی اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد (جیسا کہ خاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ نے "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) توجس کی تعظیم شرعًا مطلوب ہے وہاں جو جو افعال و طُرق حسبِ عرف و عادت قوم کئے جاتے ہیں اُسی مطلوبِ شرعی کی تحت میں داخل ہوں گے جب تک کسی خاص فعل سے نہی شرعی نہ ثابت ہو، جیسے سجدہ یا قبر کی طرف نماز کہ یہ شرعًا ممنوع ہیں، و لہذا امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر پھر علامہ سندھی نے لباب میں اور ان کے سوا اور علمائے کرام نے زیارتِ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں فرمایا:

کلما کان ادخل فی الادب والاجلال کان حسنًا[1]

جو کچھ تعظیم و اجلال میں زیادہ داخل ہو خوب ہے۔

ابن حجر مکی نے جوہر منظم میں فرمایا:

تعظیم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بجمیع انواع التعظیم التی لیس فیہا مشارکۃ اللہ تعالٰی فی الالوھیۃ امر مستحسن عند من نور اللہ ابصارھم[2]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اُن جمیع اقسامِ تعظیم کے ساتھ جس میں حضرت عزت سے الوہیت میں شریک کرنا لازم نہ آئے امرِ مستحسن ہے ان سب کے نزدیک جن کی آنکھیں اللہ تعالٰی نے روشن کی ہیں یعنی جنھیں نورِ ایمان بخشا ہے۔

ومن لم یجعل اللہ لہ نورًا فما لہ من نور[3]

اور جسے اللہ نور نہ دے اس کے لئے کہیں نور نہیں۔ (ت)

جب یہ اصلِ کُلّی معلوم ہوگئی حکم صورِ مسؤلہ منکشف ہوگیا آستانہ بوسی پر یہ اعتراض کہ اوّل چُومیں گے پھر پاؤں رکھ کر جائیں گے محض نادانی ہے کعبہ معظمہ و مسجد حرام شریف میں بھی یہی صورت ہے اور ضرورت ایک دوسرے کے منافی نہیں۔ منسک متوسط میں ہے:

ثم یأتی الملتزم ویأتی الباب ویقبل العتبۃ

طواف کرکے ملتزم پر آئے اور دروازے پر

---

[1] فتح القدیر کتاب الحج مسائل منثورۃ المقصد الثالث مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۹۴
لباب المناسک مع ارشاد الساری باب زیارۃ سید المرسلین فصل ولو توجہ الی الزیارۃ دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۳۶
[2] الجوہر المنظم الفصل الاول المکتبۃ القادریۃ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۲
[3] القرآن الکریم ۲۴/۴۰

Marfat.com

ویدعو ویدخل البیت[1] الخ۔

آکر چوکھٹ کو بوسہ دے اور دعا کرکے اندر داخل ہو الخ۔ (ت)

مسلک متقسط میں ہے:

ان یدخل المسجد من باب السلام حافیا وزاد فی کنز العباد و یقبل عتبتہ[2] (ملخصًا)

مسجد حرام میں باب السلام سے ننگے پاؤں داخل ہو، کنز العباد میں یہ لفظ زائد ہے اور بوسہ دے چوکھٹ کو۔ ملخصًا۔ (ت)

اور شک نہیں کہ آستانہ بوسی عرفًا انحائے تعظیم سے ہے اور شرعًا اس سے منع ثابت نہیں تو حکمِ جواز چاہیے **اقول** وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) مگر یہاں ایک دقیقہ انیقہ اور ہے جس پر اطلاع نہیں ہوتی مگر بتوفیق حضرت عزت عزجلالہ شرع مطہرہ کا قاعدہ عظیمہ وجلیلہ معروفہ مشہورہ ہے کہ الامور بمقاصدھا (امور میں مقاصد کا اعتبار ہے۔ ت) رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما الاعمال بالنیات وانما لکل امری مانوی[3]

اعمال نیّات کے ساتھ ہیں اور ہر شخص کو وہی حاصل ہوگا جس کی وہ نیّت کرے۔ (ت)

انحنا یعنی جھکنے اور پیٹھ دوہری کرنے سے کسی کی تعظیم شرعًا مکروہ ہے اور جب بقدر رکوع یا اس سے زائد ہو تو کراہت سخت واشد ہے، حدیث میں ہے:

قال رجل یارسول اللہ الرجل منا یلقی اخاہ اوصدیقہ اینحنی لہ قال لا[4] الحدیث رواہ الترمذی وابن ماجۃ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ایک صحابی نے عرض کی یارسول اللہ! ہم اپنے کسی بھائی یا دوست کو ملتے ہیں تو کیا ملاقات میں اس کے لئے جُھکا جائے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: نہیں۔ الحدیث۔ اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

---

[1] المنسک المتوسط مع ارشاد الساری فصل فی صفۃ طواف الوداع دارالکتاب العربی بیروت ص ۱۷۰

[2] المسلک المتقسط فصل یستحب ان یدخل المسجد من باب السلام الخ " " " ص ۸۷

[3] صحیح البخاری کتاب الایمان باب ماجاء ان الاعمال بالنیۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳

[4] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء علی المجالس فی الطریق امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۷

Marfat.com

عالمگیریہ میں ہے :

الانحناء للسلطان او لغیرہ مکروہ لانہ یشبہ فعل المجوس کذا فی جواھر الاخلاطی ویکرہ الانحناء عند التحیۃ وبہ ورد النھی کذا فی التمرتاشی تجوز الخدمۃ لغیر اللہ تعالٰی بالقیام واخذ الیدین والانحناء ولایجوز السجود الا للہ تعالٰی کذا فی الغرائب[1] انتہی قلت وکان محمل ھذا علی ما اذا لم یبلغ الرکوع فیکرہ تنزیھا وھو یجامع الجواز کما نصوا علیہ واللہ تعالٰی اعلم۔

سلطان وغیرہ کے لئے جھکنا مکروہ ہے کیونکہ یہ عمل مجوس کے فعل کے مشابہ ہے جیساکہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ اور سلام کے وقت جھکنا مکروہ ہے اس پر نہی وارد ہے جیساکہ تمرتاشی میں ہے۔ غیراللہ کی تعظیم کے لئے قیام، مصافحہ اور جھکنا جائز ہے ہاں سجدہ سوائے اللہ تعالٰی کے کسی کے لئے جائز نہیں ہے یوں غرائب میں ہے اھ میں کہتا ہوں اس قیام کا محل وہ قیام ہے جو رکوع کی حد تک نہ ہو کیونکہ یہ مکروہ تنزیہی ہے، یہ کراہت جواز کو جامع ہے جیساکہ فقہاء نے اس پر نص فرمائی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مگر محلِ ممانعت یہی ہے کہ نفس انحناء سے مقصود اصلی غرض تعظیم ہو،

کما ھو مفاد قولہ اینحنی لہ، وفحوی قولھم عند التحیۃ، ویعطیہ الحصر فی قولھم بہ ورد النھی۔

جیساکہ سائل کے قول "کیا اس کیلئے جھکے" اور فقہاء کے قول "عند التحیۃ" سے مفاد اور ان کے قول "بہ ورد النھی" نے اس کا حصر دیا ہے۔ (ت)

اور اگر مقصود کوئی اور فعل ہے اور انحناء خود مقصود نہیں بلکہ اُس فعل کا محض وسیلہ و ذریعہ ہے تو ہرگز ممانعت نہیں وھو اظھر من ان یظھر (یہ ظاہر سے اظہر ہے۔ ت) عالمِ دین یا سلطانِ عادل کی خدمت کے لئے اس کا گھوڑا باندھنا یا کھول کر حاضر لانا یا بچھونا کرنا یا وضو کرانا یا پاؤں دُھلانا یا اُس کا جُوتا اٹھانا یا مجلس سے اُٹھتے وقت اس کی جُوتیاں سیدھی کرنا، یہ سب افعال تعظیم و تکریم ہی ہیں اور اُن کے لئے جُھکنا ضرور مگر یہ انحناء زنہار ممنوع نہیں کہ مقصود ان افعال سے تعظیم ہے نہ جھکنے سے یہاں تک کہ اگر بے جُھکے یہ افعال ممکن ہوں جُھکنا نہ ہوگا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم کا بستر مبارک بچھانا، وضو کرانا، حضور جب مجلس میں تشریف رکھیں نعلینِ اقدس اُٹھا کر اپنے پاس

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ کراچی ۵/۳۶۹

Marfat.com

رکھنا جب تشریف لے چلیں حاضر لاکر سامنے رکھنا یہ دونوں جہان کی عزتیں مبارک معزز خدمتیں بارگاہ رسالت سے حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کو سپرد تھیں۔ بخاری شریف میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے ہے:

اولیس عندکم ابن ام عبد صاحب النعلین والوسادۃ والمطہرۃ۔[1]

کیا تمہارے ہاں نعلین اور بستر، طہارت والے ابن ام عبد (عبداللہ بن مسعود) موجود نہیں (ت)

مرقاۃ میں ہے:

قال القاضی یرید بہ انہ کان یخدم الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویلازمہ فی الحالات کلہا فیصاحبہ فی المجالس ویأخذ نعلہ ویضعہا اذا جلس وحین نہض ویکون معہ فی الخلوات فیسوی مضجعہ ویضع وسادتہ اذا اراد ان ینام ویہیئ لہ طہورہ ویحمل معہ المطہرۃ اذا قام الی الوضوء[2] اھ

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: مراد یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود حضور کی خدمت میں تمام وقت حاضر رہتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلسوں میں ساتھ رہ کر آپ کے نعل مبارک اٹھاتے اور رکھتے جب تشریف فرما ہوتے اور مجلس سے اٹھتے اور تخلیہ میں آپ کے ساتھ رہتے آپ کے بستر مبارک کو درست بچھاتے اور تکیہ رکھتے جب آپ نے آرام فرمانا ہوتا اور طہارت کا انتظام کرتے اور آپ کے ہمراہ لوٹا لے جاتے جب آپ قضائے حاجت کیلئے باہر تشریف لیجاتے (ت)

اور سب سے اظہر و ازہر وہ حدیثیں ہیں جن میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قدم مبارک چومنا وارد، فقیر نے یہ حدیثیں اپنے فتاوٰی میں جمع کر دی ہیں، ازانجملہ حدیث وفد عبدالقیس کہ امام بخاری نے ادب مفرد اور ابوداؤد نے سنن میں حضرت زارع بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی:

فجعلنا نتبادر فنقبل ید رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورجلہ[3]

ہم ایک دوسرے سے بڑھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ اور پاؤں چومتے تھے (ت)

ظاہر ہے کہ پاؤں چومنے کے لئے تو زمین تک جھکنا ہوگا مگر سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

---

[1] صحیح البخاری کتاب المناقب مناقب عمار و حذیفہ رضی اللہ عنہما قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۲۹

[2] مرقات المفاتیح ،، باب جامع المناقب الفصل الاول تحت حدیث ۶۲۰۰ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱۰/۵۷۰

[3] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب قبلۃ الرجل آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۵۳

الادب المفرد باب تقبیل الرجل مطبع اثریہ سانگلہ ہل ص [illegible]

Marfat.com

جائز رکھا کہ مقصود بوسۂ قدم سے تعظیم ہے نہ کہ نفسِ انحناء۔ یہی سرنفیس ہے کہ علماء کرام نے تحیت و مجرا کے لئے زمین بوسی کو حرام بتایا کہ اس میں جھکنے ہی سے تعظیم کی جاتی ہے یہاں تک کہ زمین کو منہ لگا دیا۔ عالمگیریہ میں ہے:

من سجد للسلطان علی وجه التحیة او قبل الارض بین یدیه لایکفر ولکن یأثم لارتکابه الکبیرة هو المختار کذا فی جواهر الاخلاطی، وفی الجامع الصغیر تقبیل الارض بین یدی العظیم حرام وان الفاعل والراضی اٰثم کذا فی التاتارخانیة۔ وتقبیل الارض بین یدی العلماء والزهاد فعل الجهال والفاعل والراضی اٰثمان کذا فی الغرائب[۱] انتهی باختصار۔

جس نے سلطان کی سلامی کے لئے سجدہ کیا یا زمین کو بوسہ دیا کافر نہ ہوگا، لیکن کبیرہ گناہ کے ارتکاب کی بناء پر گنہگار ضرور ہوگا پس یہی مختار ہے جیسا کہ جواہر الاخلاطی میں ہے، اور جامع صغیر میں ہے عظیم (سلطان) کے سامنے زمین کو بوسہ دینا حرام ہے جبکہ یہ کام کرنے والا اور اس پر خوش ہونے والا گنہگار ہوگا' یوں تاتارخانیہ میں ہے، اور علماء اور زاہد لوگوں کے سامنے زمین کو بوسہ دینا جہالت ہے، ایسا کرنے والے اور اس پر خوش ہونے والے سب گنہگار ہوں گے جیسا کہ غرائب میں ہے انتہی باختصار۔ (ت)

اور علماء کبار بے نکیر و انکار زمین مدینہ طیبہ کو بوسہ دینے اور اس کی خاک پر منہ اور رخسارے ملنے کی قسمیں کھاتے اور ممکن ہو تو وہاں آنکھوں اور سر سے چلنے کی تمنائیں فرماتے اور اسی کو واجب بلکہ پورے واجب سے بھی کم بتاتے ہیں کہ یہاں تعظیم بالانحناء مقصود نہیں بلکہ براہِ محبت بطور تبرک اس زمین پاک کو بوسہ دینا اس کی خاک سے چہرہ نورانی کرنا بن پڑے تو پاؤں رکھنے سے اس عظمت والے مقام کو بچانا،

امام اجل قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کتاب الشفاء فی تعریف حقوق المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں فرماتے ہیں:

وجدیر لمواطن اشتملت تربتها علی جسد الشریف ومواقف سید المرسلین و متبوأ خاتم النبیین واول ارض مس

یعنی لائق ہے اُن مواضع کو جن کی زمین جسم پاک سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر مشتمل ہے' سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی قیام گاہیں

---

[۱] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۶۸-۶۹

Marfat.com

جلد المصطفیٰ ترابہا ان تعظم عرصاتہا وتتنسم نفحاتہا وتقبل ربوعہا و جدرانہا

وعلیّ عہدان ملأت محاجری
من تلکم الجدرات والعرصات
لاعفرن مصون شیبی بینہا
من کثرۃ التقبیل والرشفات[1]

اھ مختصرا۔

خاتم النبیین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جائے قرار اور پہلی وُہ زمین جس کی مٹی نے جسمِ پاک مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مس کیا کہ اس کے میدانوں کی تعظیم کی جائے اور اس کی مہکتی ہوئی خوشبوئیں سُونگھی جائیں اور منزلیں اور دیواریں چُومی جائیں۔ اور مجھ پر عہد ہے کہ اپنی آنکھوں کے گوشے اُن دیواروں اور میدانوں سے بھروں گا، خدا کی قسم میں اپنی سفید داڑھی کہ گرد و غبار سے بچائی جاتی ہے ان میدانوں میں کثرتِ بوسہ بازی سے ضرور خاک آلودہ کروں گا اھ مختصرًا۔

علامہ سندھی تلمیذ امام ابن الہمام نے لباب المناسک میں فرمایا:

اذا وقع بصرہ علی طیبۃ المطیبۃ واشجارھا المعطرۃ دعا بخیر الدارین وصلّ وسلّم علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والاحسن ان ینزل عن راحلتہ بقربہا ویمشی باکیا حافیا ان اطاق تواضعًا للہ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وکلما کان ادخل فی الادب والاجلال کان حسنًا بل لومشی ھناك علی احداقہ و بذل المجھود من تذللہ و تواضعہ کان بعض الواجب بل لم یف بمعشار عشرہ[2]۔

یعنی جب مدینہ طیبہ اور اس کے مہکتے ہوئے درختوں پر نظر پڑے دونوں جہان کی بھلائی مانگے اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے صلوٰۃ سلام عرض کرے اور بہتر یہ ہے کہ مدینہ طیبہ کے قریب سواری سے اُتر لے اور ہو سکے تو روتا ہُوا برہنہ پا چلے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ کے واسطے تواضع کے لئے، اور جو کچھ ادب و تعظیم میں زیادہ دخل رکھے خوب ہے بلکہ وہاں آنکھوں کے بل چلے اور تذلل و فروتنی میں پوری کوشش خرچ کردے تو واجب کا ایک حصہ ہو بلکہ سَوواں بھی ادا نہ ہوا۔

اللھم صل وسلم و بارك علیہ و

یا اللہ! صلوٰۃ وسلام اور برکت ہو آپ صلی اللہ

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ فصل ومن اعظامہ واکبارہ الخ عبدالتواب اکیڈمی ملتان ۲/۴۶-۴۵

[2] لباب المناسک مع ارشاد الساری باب زیارہ سید المرسلین فصل ولو توجہ الی الزیارۃ دار الکتاب بیروت ص ۳۳۶-۳۳۵

Marfat.com

علی آلہ وصحبہ کما ینبغی لاداء حقہ العظیم امین۔ علیہ وسلم اور آپ کی آل و اصحاب پر کما حقہٗ آمین!

امام احمد قسطلانی صاحب ارشاد الساری شرح صحیح بخاری مواہب شریف میں امام حافظ الحدیث فقیہ علامہ ابو عبداللہ محمد بن عمر بن رشید سے نقل فرماتے ہیں سفرِ مدینہ طیبہ میں میرے رفیق ابو عبداللہ وزیر ابن القاسم بن الحکم ساتھ تھے اُن کی آنکھیں دُکھتی تھیں جب میقات مدینہ طیبہ پر آئے ہم سواریوں سے اُتر لئے، پیادہ چلتے ہی انھیں آثار شفا نظر آئے، فوراً حسبِ حال ارشاد کیا: ؎

و بالترب منہا اذا کحلنا جفوننا شفینا فلا بأسا نخاف ولا کربا
نسح سجال الدمع فی عرصاتہ ونلثم من حب لواطئہ الترب

جب اس کی خاک کا ہم نے سُرمہ لگایا شفاء پائی تو اب کسی شدت و تکلیف کا اندیشہ نہیں ہم آنسوؤں کے ڈول اس کے میدانوں میں بہاتے ہیں اور اس زمین پر چلنے والے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی محبت میں خاک کو چومتے ہیں۔

پھر خود اپنے حال میں فرماتے ہیں جب ہم مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے اور سب اہلِ قافلہ پیادہ ہوئے میں نے کہا: ؎

اتیتک زائرا وودت انی جعلت سواد عینی امتطیہ
ومالی لا اسیر علی المآقی الی قبر رسول اللہ فیہ[۲]

میں زیارت کے لئے حضور میں حاضر ہوا اور تمنا تھی کہ اپنی آنکھ کی پُتلی پر اس راہ میں چلوں، اور کیوں نہ چلوں آنکھوں کے بل اس مزار پاک کی طرف جس میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم جلوہ فرما ہیں۔

علامہ شہاب الدین خفاجی مصری نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

کان الشیخ احمد بن الرفاعی کل عام یرسل مع الحجاج السلام علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یعنی امام اجل قطب اکمل حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ تعالٰے عنہ ہر سال حاجیوں کے ہاتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر سلام

---

[۱] المواہب اللدنیۃ المقصد العاشر الفصل الثانی (اشواق) المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۵۷۶
[۲] " " " " " " " " ۴/ ۵۷۷

Marfat.com

فلما زارہ وقف تجاہ مرقدہ وانشد: ؎

فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلھا
تقبل الارض عنی فھی نائبتی
وھذہ نوبۃ الاشباح قد حضرت
فامدد یدیک لکی تحظی بھا شفتی
فقیل ان الید الشریفۃ بدت لہ فقبلھا فھنیئًا لہ ثم ھنیئًا[1]

عرض کر بھیجتے، جب خود حاضر آئے مزار اقدس کے سامنے کھڑے ہوئے اور عرض کی:
"میں جب دُور تھا تو اپنی روح بھیج دیتا کہ میری طرف سے زمین کو بوسہ دے تو وہ میری نائب تھی، اور اب باری بدن کی ہے کہ جسم خود حاضر ہے دست مبارک عطا ہو کہ میرے لب اس سے بہرہ پائیں"
کہا گیا کہ دست اقدس ان کے لئے ظاہر ہوا اُنھوں نے بوسہ دیا تو بہت بہت مبارکی ہو اُنکو۔

علامہ احمد بن مقری فتح المتعال میں فرماتے ہیں جب امام اجل علامہ تقی الملۃ والدین ابو الحسن علی سبکی ملک شام میں بعد وفات امام اجل ابو زکریا مدرسہ جلیلہ اشرفیہ میں دار الحدیث کے درس دینے پر مقرر ہوئے، فرمایا:

وفی دار الحدیث لطیف معنی الی بسط لھا اصبو و اوی
لعلی ان امس بحر وجھی مکانًا مسہ قدم النواوی[2]

"دار الحدیث میں ایک معنی لطیف ہے میں اُس کے بستروں کی طرف میل کرتا اور قرار پکڑتا ہوں شاید میرا چہرہ لگ جائے اس جگہ پر جہاں امام نووی کے قدم چھُو گئے ہوں۔

خلاصہ امر یہ قرار پایا کہ اگر آستانہ بلند ہو کہ بے جُھکے بوسہ دے سکے تو بلا شُبہہ اجازت ہے اور اگر پست خصوصًا زمین دوز ہو تو اگر ولی زندہ یا مزار سامنے ہے اُس کے مجرے کی نیّت سے جُھک کر بوسہ دیا تو ناجائز ہے اور اگر محض بنظر تبرک وحب اپنے جی نفس انحنا سے تعظیم مقصود نہ ہو تو کچھ حرج نہیں، ھٰکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق (یوں تحقیق چاہئے اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے۔ت) پھر بھی عالم مقتدا اور اسی طرح پیر اور اس شخص کو جس کے کچھ اتباع ہوں کہ اس کے افعال کا اتباع کریں اُسے مناسب ہے کہ اپنے عوام متبعین کے سامنے نہ کرے مبادا وہ فرق نیت پر آگاہ نہ ہوں اور اس کے فعل کو سند جان کر بے محل بجالائیں، ایسی حالت میں صرف اس

---

[1] نسیم الریاض شرح الشفاء فصل ومن اعظامہ واکبارہ صلی اللہ علیہ وسلم دار الفکر بیروت ۳/۴۴۲
[2] فتح المتعال۔

Marfat.com

قدر کافی ہے کہ آستانہ کو ہاتھ لگا کر اپنی آنکھوں اور منہ پر پھیر لے جس طرح عبداللہ بن عمر وغیرہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم منبر انور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ شفاء شریف میں ہے:

روی ابن عمر واضعا یدہ علی مقعد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من المنبر ثم وضعہا علی وجہہ، وعن ابن قسیط والعتبی کان اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا خلا المسجد حسوا رمّانۃ المنبر التی تلی القبر بمیامنہم ثم استقبلوا القبلۃ یدعون[1]

مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما منبر پر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بیٹھنے کی جگہ پر اپنا ہاتھ رکھتے پھر اپنے چہرے پر ہاتھ کو رکھتے۔ ابن قسیط اور عتبی سے مروی ہے کہ صحابہ کرام جب مسجد نبوی میں داخل ہوتے تو قبر انور کے کناروں کو اپنے دائیں ہاتھ سے مس کرتے اور پھر قبلہ رُو ہو کر دُعا کرتے۔ (ت)

یہ دونوں حدیثیں امام ابن سعد نے کتاب الطبقات میں روایت کیں کما فی مناھل الصفا فی تخریج احادیث الشفاء (جیسا کہ مناہل الصفا فی احادیث الشفا میں ہے۔ ت) علامہ خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:

وھذا یدل علی جواز التبرک بالانبیاء والصالحین واٰثارھم ومایتعلق بھم مالم یؤد الی فتنۃ اوفساد عقیدۃ و علی ھذا یحمل ماروی عن ابن عمر[عہ] رضی اللہ تعالٰی عنہ من انہ قطع الشجرۃ التی واقعت تحتھا البیعۃ لئلا یفتتن بھا الناس لقرب عھدھم

یہ واقعہ اس بات پر دال ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور صلحاء اور ان کے آثار اور متعلقات سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے جبکہ فتنہ اور عقیدے کے فساد کا احتمال نہ ہو اسی معنی پر محمول ہے جو عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے بیعتِ رضوان والے درخت کو کاٹ دیا تاکہ نومسلم لوگ

عہ کما ھو فی نسختی النسیم وصوابہ عن عمر ۱۲ منہ

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فی حکم زیارۃ قبرہ صلے اللہ علیہ وسلم عبدالتواب اکیڈمی ملتان ۲/۷۰

Marfat.com

بالجاهلية فلا منافاة بينهما ولا عبرة بمن
انكر مثله من جهلة عصرنا و فی معناه
انشدوا له

امر علی الدیار دیار لیلی
اقبل ذا الجدار و ذا الجدارا
وصاحب الدیار شغفن قلبی
ولکن حب من سکن الدیارا[1]
والله تعالی اعلم

اس درخت کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں تو تبرک کے جواز اور درخت کٹوانے میں منافات نہیں ہے اور ہمارے زمانے کے جاہلوں کا جو ایسے امور کا انکار کرتے ہیں کوئی اعتبار نہیں اہل محبت آثار کے متعلق شعر کہتے ہیں:

میں خاص دیار پر جو لیلیٰ کا دیار ہے گزرتا ہوں،
میں اس دیوار اور اس دیوار کو بوسہ دیتا ہوں،
دیار والے میرے دل میں گھر کر چکے ہیں لیکن دیار
میں رہنے والوں سے محبت ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

رسالہ

ابر المقال فی استحسان قبلۃ الاجلال

ختم شد

---

[1] نسیم الریاض شرح الشفاء فصل ومن اعظامه واکباره صلی اللہ علیہ وسلم دار الفکر بیروت ٣/٤٣٤

Marfat.com

مسئلہ ۱۴۴ مرسلہ محمد صدیق بیگ صاحب مراد آباد از بریلی
کافر کو سلام کرنا چاہیے یا نہیں ؟

الجواب

حرام ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب واللہ یرجع الیہ مآب (اور اللہ تعالیٰ ٹھیک بات کو سب سے زیادہ جانتا ہے ، اور اللہ تعالےٰ ہی ہر چیز کا مرجع اور ٹھکانا ہے ۔ ت)

مسئلہ ۱۴۵ از نجیب آباد ضلع بجنور مسئولہ جناب احمد حسین خاں صاحب ۷ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ
سلام کے متعلق جملہ مسائل کیا ہیں ؟

الجواب

سلام کے متعلق بہت مسائل ہیں جو خاص بات دریافت کرنی ہو کیجئے ، غالباً آپ کی مراد یہ ہوگی کہ کس کس کو سلام کرنا منع ہے ، ہاں بدمذہب کو سلام کرنا حرام ہے ، فاسق کو سلام کرنا ناجائز ہے ، جو برہنہ ہو یا استنجا کر رہا ہو اسے سلام نہ کرے ، جو کھانا کھا رہا ہو اسے سلام نہ کرے ، جو اذان یا تلاوت یا کسی ذکر میں مشغول ہو اسے سلام نہ کرے ، کافر یا مبتدع یا فاسق کو سلام کرنے کی صحیح ضرورت پیش آئے تو لفظِ سلام نہ کہے بلکہ ہاتھ اٹھانے یا اور کوئی لفظ کہ نہ سلام ہو نہ تعظیم کہنے پر قناعت کرے ، یا مجبور ہو تو آداب کہے یعنی آ میرے پاؤں داب ، یا آدابِ شریعت کہ تو نے اپنے فسق سے ترک کر دئے ہیں بجا لا ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ ۱۴۶ از گورکھپور محلہ پانڈی کا احاطہ مسئولہ حافظ رسول بخش صاحب ۲۱ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص طالب یا مرید یا عام مسلمان فرطِ ارادت وجوشِ محبت سے بنا برحصولِ برکت تعظیماً تکریماً کسی بزرگ عالم یا صوفی کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دے آنکھوں سے لگائے تو آیا یہ جائز ہے یا ناجائز ؟ سلف سے یہ طریقہ

Marfat.com

جاری وساری رہا اور محمود سمجھا گیا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اولیاء وعلماء ومعظمانِ دین کے ہاتھ پاؤں چومنا مستحب بلکہ مسنون ہے۔ صحابہ کرام بلکہ خود زمانۂ رسالت سے رائج ہے جس پر بکثرت حدیثیں ہم نے اپنے فتاوٰی میں ذکر کیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۷ از سرنیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۴ رجب ۱۳۳۱ھ

۱۴۸ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) قرآن شریف پڑھنے کے وقت سلام کرنا یا لینا کیسا ہے؟

(۲) کن شخصوں کی تعظیم کے لئے تلاوت قرآن مجید کی موقوف کر سکتا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) قرآن شریف پڑھنے والے پر سلام کرنا ناجائز ہے اور اُسے اختیار ہے کہ جواب نہ دے، اور قرآن پڑھنے والے کو دوسرے پر سلام کرنے کی اجازت ہے جبکہ وہ معظم دینی ہو یا اسے سلام نہ کرنے میں اندیشۂ مضرت ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) قرآن شریف پڑھنے میں کسی کی تعظیم کو قیام جائز نہیں مگر باپ یا علمِ دین کا استاد یا پیر و مرشد یا عالمِ دین یا بادشاہِ اسلام یا مجبوری اس کے لئے کہ اگر قیام نہ کرے تو اس سے ضرر پہنچنے کا ظن غالب ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۹ مسئولہ محمود حسن صاحب از ملبی پوسٹ بائی کھلا ۲۰ صفر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے اندر نماز سے تمام فارغ ہونے کے بعد مصافحہ کے سوا پاؤں پڑنا جائز ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتب معتبرہ والہ مع ثبت دوتین علماء و مُہر رقم فرمائیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

پاؤں پڑنا بایں معنی کہ پاؤں پر سر رکھنا ممنوع ہے اور پاؤں کو بوسہ دینا اگر کسی معظم دینی کی تعظیم دینے کے لئے ہو تو جائز بلکہ سنّت ہے احادیثِ کثیرہ اس پر ناطق ہیں، کما بیّنّا ھا فی فتاوٰنا (جیساکہ ہم نے ان سب مسائل کو اپنے فتاوٰی میں بیان فرمایا ہے۔ ت) اور اگر کسی مالدار کی دُنیوی تعظیم کیلئے ہو تو مطلقاً ناجائز ہے۔

فی الملتقط والھندیۃ والدر وغیرھا فتاوٰی ملتقط، فتاوٰی عالمگیری، درمختار اور

Marfat.com

التواضع لغیر اللہ تعالٰی حرام[1] ان کے علاوہ باقی کتبِ فقہ میں بھی ہے کہ اللہ تعالٰی کے سوا کسی کی تواضع کرنا حرام ہے۔ (ت)

مگر جبکہ صحیح مجبوری شرعی ہو کہ اُس کے ترک میں ضرر پہنچنے کا صحیح اندیشہ ہو تو اپنے بچاؤ کے لئے اجازت ہوگی فان الضرورات تبیح المحظورات (انسانی ضرورتیں ممنوع کاموں کو مباح کردیتی ہیں۔ت) مگر قلب میں اُس کی کراہت رکھنا لازم ہے فان لم یستطع فبقلبہ و ذٰلك اضعف الایمان (اگر کسی گناہ کے کام کو ہاتھ سے نہ روک سکے تو دل سے اُسے بُرا سمجھے، اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۰: مسئولہ افتخار الزاہدین صاحب از بمبئی عقب مارکیٹ پولیس کمشنر صاحب آفس ۱۱ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و فضلائے متین اس مسئلہ میں کہ زید اور عمرو جو کہ آپس میں عزیزداری رکھتے ہیں اتفاقاً زید ایک راستہ عمرو دوسرے راستہ سے جارہے تھے ایک جا پر دونوں صاحب ملاقات ہوگئی زید نے بدیدن عمرو فوراً السّلام علیکم کہا بجواب اُس کے کہ عمرو وعلیکم السلام کہے جواب دیا کہ تم بہت جھوٹے آدمی ہو تمہارا سلام لینا درست نہیں جواب سلام علیکم نہیں دیا یعنی وعلیکم السلام نہیں کہا۔ کیا عمرو اللہ پاک اور اس کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم برحق کے نزدیک گنہگار ہوا یا نہیں؟ اگر ہوا تو کیا صدقہ یا کیا معذرت خدا اور رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے چاہئے کہ اُس کا دفعیہ ہوجائے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

زید اگر شرعاً ان الفاظ اور اس طریقہ عمل کا مستحق نہ تھا جو عمرو نے کیے اور برتا تو عمرو ضرور گنہگار، اور حق اللہ و حق العبد دونوں میں گرفتار ہوا، حق اللہ تو یہ کہ اُس کے حکم کا خلاف کیا، اُس کا ارشاد ہے:

اذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منھا اور ردوھا[2] (لوگو!) جب تمہیں سلام کیا جائے تو اس سے بہتر جواب دیا کرو یا وہی الفاظ [illegible]

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الثامن والعشرون نورانی کتب [illegible]

[2] القرآن الکریم ۴/ ۸۶

marfat.com

Marfat.com

اور دوسرا اس سے اشد، حق اللہ یہ کہ شریعتِ مطہرہ پر افترا کیا کہ تیرا اسلام دینا درست نہیں، اور حق العبد یہ کہ بلاوجہ شرعی زید نے مسلم کو ایذا دی، اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذی مسلماً فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ۔ رواہ الطبرانی[1] فی الکبیر عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

جس نے بلاوجہ شرعی کسی مسلمان کو ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی۔ (اس کو طبرانی نے کبیر میں انس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے بسندِ حسن روایت کیا۔ ت)

اُس پر فرض ہے کہ اپنی ان حرکاتِ شنیعہ سے ربّ العزّۃ کے حضور توبہ کرے اور زید سے اپنے قصور کی معافی چاہے، اور اگر واقع میں زید اس کا مستحق تھا مثلاً وہابی یا رافضی یا غیر مقلد یا قادیانی یا نیچری یا چکڑالوی تو عمرو پر کچھ الزام نہیں اُس نے بہت اچھا کیا اور ایسا ہی چاہئے۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰے عنہما کی خدمت میں کسی نے ایک شخص کا سلام پہنچایا، فرمایا:

لاتقرأہ منّی السلام فانی سمعت انہ احدث[2]

اُسے میرا سلام نہ کہنا کہ میں نے سُنا ہے اس نے بدمذہبی نکالی ہے۔ (ت)

فاذا کان ھذا فی مبتدع فکیف بالکفّار کالاولٰئک الفجّار عجّل اللہ بھم النار، والعیاذ باللہ العزیز الغفار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جب ایک بدعتی کا یہ حکم ہے تو پھر کافروں کا کیا حکم ہوگا ان فاجروں بدکاروں کی طرح کہ اللہ تعالٰی جلدی انھیں آگ میں پہنچائے۔ اللہ تعالٰے سب سے زیادہ غالب اور بہت بڑے بخشنے والے کی پناہ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۱ از بنارس محلہ کچی باغ مرسلہ مولوی خلیل الرحمٰن ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بوسہ دینا قبرِ اولیائے کرام اور طواف کرنا گرد قبر کے اور سجدہ کرنا تعظیماً ازروئے شرع شریف موافق مذہبِ حنفی جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا بالکتاب وتوجروا یوم الحساب (کتاب کے حوالے سے بیان فرماؤ اور روزِ حساب (روزِ قیامت) اجر وثواب پاؤ۔ ت)

---

[1] کنز العمال بحوالہ طب عن انس رضی اللہ عنہ حدیث ۴۳۷۰۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۱۰
المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/ ۳۷۳

[2] جامع الترمذی ابواب القدر باب ماجاء فی الرضاء بالقضاء امین کمپنی دہلی ۲/ ۳۸

Marfat.com

الجواب

بلا شبہہ غیر کعبہ معظمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے اور بوسہ قبر میں علماء کو اختلاف ہے اور احوط منع ہے خصوصًا مزارات طیبہ اولیاء کرام کہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے سے کھڑا ہو یہی ادب ہے پھر تقبیل کیونکر متصور ہے یہ وہ ہے جس کا فتوی عوام کو دیا جاتا ہے اور تحقیق کا مقام دوسرا ہے،

لکل مقام مقال ولکل مقال رجال ولکل رجال مجال ولکل مجال مآل نسأل اللہ حسن مآل وعندہ علم بحقیقۃ کل حال۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہر جگہ کے لئے ایک مناسب گفتگو ہے، اور ہر گفتگو کے لائق کچھ خاص مرد ہیں۔ اور ہر مرد کے لئے کچھ کہنے کی گنجائش ہے، اور ہر گنجائش کے لئے ایک انجام ہے لہذا ہم اللہ تعالٰی سے اچھا انجام چاہتے ہیں کیونکہ اُسی کے پاس ہر حال کا حقیقی علم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۲ ازبنارس محلہ پتر کنڈا مرسلہ مولوی محمد عبد الحمید صاحب پانی پتی ۱۷ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

ہمارے سُنّی حنفی علماء کثرھم اللہ تعالٰی والقاہم الی یوم الجزاء (اللہ تعالٰی انھیں زیادہ کرے اور روزِ قیامت تک انھیں باقی رکھے۔ ت) اس میں کیا فرماتے ہیں کہ زید سے خالد نے سوال کیا کہ کسی مقبولِ بارگاہِ رب العزۃ جل جلالہ کی قبر شریف کے طواف کو بعض علماء حرام بلکہ شرک کہتے ہیں اور بعض جائز فرماتے ہیں، پس ان میں صحیح قول کس کا ہے، زید نے جواب دیا کہ اس زمانہ میں جو لوگ اپنے کو حنفی کہتے ہیں اُن میں تین فرقے ہیں؛

(۱) اسحاقیہ، شاہ اسحاق کا پیرو۔

(۲) اسمٰعیلیہ، مولوی اسمٰعیل دہلوی کا متبع۔

(۳) سُنّی حنفی، حضرت مولانا فضل رسول بدایونی علیہ الرحمۃ اور حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی دام ظلہ کا مطیع۔

پس (۱) اور (۲) کے نزدیک بالاتفاق غیر کعبہ شریف کا طواف مثل سجدہ تحیۃ کے ہے لیکن اس کے حکم میں دونوں میں اختلاف ہے پہلے فرقہ کے نزدیک حرام ہے اور دوسرے کے نزدیک شرک۔ چنانچہ مائۃ مسائل اور مسائل اربعین اور تقویۃ الایمان دیکھنے والے پر یہ بات ظاہر ہے، حالانکہ بغیر دلیل قطعی کے یہ حرام اور شرک کہنا خود انھیں کے گھر میں آگ لگانا ہے کہ اُن کے بزرگوار شاہ ولی اللہ کو مرتکب حرام اور مشرک بنانا ہے کہ اُنھوں نے اپنی کتاب انتباہ میں اس کے کرنے کا حکم کیا اور (۲) فرقے

Marfat.com

اعنی سُنّی حنفی کے نزدیک مطلقاً مثل تعریف اعنی نفل وقوف عرفات کے ہے، چنانچہ محقق بدایونی حضرت مولانا فضل رسول صاحب تغمدہ اللہ تعالٰی بغفرانہ واسکنہ بحبوحۃ جنانہ (اللہ تعالٰی انھیں اپنی بخشش سے ڈھانپ دے اور وسطِ جنّت میں انھیں بسائے۔ت) بوارق محمدیہ میں فرماتے ہیں:

وحق آنست کہ طواف درحکم سجدۂ تحیۃ نیست مثل تعریف است متقارب بتقبیل[1] اھ بلفظ الشریف۔

حق یہ ہے کہ طواف سجدۂ تعظیمی کے حکم میں نہیں (بلکہ) وہ تعریف کی طرح (مانند) بوسہ دینے کے قریب ہے یعنی اس کا حکم اس کے قریب ہے۔ شریف الفاظ مکمل ہوگئے۔(ت)

اور تعریف کے باب میں علامہ حلبی نے تو شرح منیہ میں مطلقاً لیس بشیئ مندوب ولا مکروہ[2] (اس میں کوئی کام مستحب اور مکروہ نہیں۔ت) فرما کر آخر بحث میں عطا خراسانی علیہ الرحمۃ کا قول:

ان استطعت ان تخلو بنفسك عشية عرفة فافعل[3]۔

اگر تو یوم عرفہ پچھلے پہر اپنے آپ کو خلوت گزیں بنا سکتا ہے تو بنا ڈال۔(ت)

وال برندب نقل کرکے اسی کو معتمد بتایا، چنانچہ فرمایا:

وھذا ھو المعتمد واللہ تعالٰی سبحٰنہ اعلم[4]۔

اور یہی قابلِ اعتماد ہے۔ اور اللہ تعالٰی پاک اور برتر سب سے اچھا جانتا ہے۔(ت)

لیکن قول باقلانی علیہ الرحمۃ:

لو اجتمعوا لشرف ذٰلك اليوم لسماع الوعظ بلا وقوف وكشف راس جاز بلا كراهة

اگر لوگ اُس دن (یعنی روز عرفہ (۹ ذوالحجہ)) اس کی شرافت و بزرگی اور وعظ و نصیحت سُننے کے لئے کسی جگہ جمع ہو جائیں بشرطیکہ

---

[1] البوارق المحمدیۃ باب اول در عقائد نجدیہ مطبع سویل ملیٹری اپرفنج ص ۴۶

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فروع خروج الی المصلی سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۷۳

[3] " " " " " " " " " ص ۵۷۴

[4] " " " " " " " " " "

ف: ذوالحجہ کی ۹ تاریخ کو اہل عرفات کے ساتھ مشابہت اختیار کرتے ہوئے اجتماعی صورت میں کسی جگہ کھڑا ہونے کو ائمۂ فقہ "تعریف" کا نام دیتے ہیں۔ مترجم

Marfat.com

اتفاقاً[1]

وقوف عرفات کی نیت اور سر ننگا نہ ہو بالاتفاق بغیر کراہت جائز ہے۔ (ت)

سے جس کا حاصل علامہ شامی نے:

ان المکروہ ھو الخروج مع الوقوف و کشف الراس بلاسبب موجب کاستسقاء اما مجرد الاجتماع فیہ علی طاعۃ بدون ذلک فلا یکرہ[2]

مکروہ یہ ہے کہ وقوف اہل عرفات کے ساتھ تشبہ اور بغیر کسی وجہ سر ننگا کرکے نکلے جیسے استسقاء یعنی بارش کی دعا مانگتے وقت سر برہنہ ہوتے ہیں، یا کچھ نہ ہو بلکہ صرف طاعت و فرمانبرداری کے لئے اجتماع ہو تو مکروہ نہیں۔ (ت)

فرمایا، معلوم ہوتا ہے کہ تعریف کی دو صورتیں ہیں:

(۱) وہ جو کہ اہل عرفہ کی نیت اور صورت اعنی وقوف اور کشف رؤس کے ساتھ ہو۔

(۲) وہ جو کہ ایسی نہ ہو بلکہ کسی اور ہی غرض مثل اس روز کے شرف اور وعظ کے سماع کیلئے اور بغیر وقوف اور کشف رؤس کے ہو۔

اور پہلی بقول صحیح مکروہ تحریمی اور دوسری بالاتفاق بلاکراہت جائز۔ پس طواف کی بھی دو صورتیں ہوں گی:

(۱) وہ جو کہ طائفین بیت اللہ عزوجل کی نیت اور صورت کے ساتھ ہو۔

(۲) وہ جو کہ ایسی نہ ہو بلکہ اور صورت اور کسی اور ہی غرض مثلاً محض افاضہ کیلئے جیسے علی مافی صحیح البخاری حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے خرما کے ڈھیر کا طواف فرمایا[3] یا محض استفاضہ کے لئے جیسے کسی ولی کے مزار شریف کا طواف یا محض کسی اور ایسی ہی غرض سے ہو جیسے علی مافی الشفاء لقاضی عیاض علیہ الرحمۃ کا حلاق کے سر مبارک کو حلق کرنے کے وقت کسی موئے مبارک کے زمین پر گرنے نہ دینے کی غرض سے حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا طواف کرنا[4]

---

[1] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب العیدین مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۶

[2] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۶۲

[3] صحیح البخاری کتاب المغازی باب قولہ تعالٰی اذ ھمت طائفتان منکم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۵۸۰

[4] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل عادۃ الصحابۃ فی تعظیمہ صلی اللہ علیہ وسلم المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۲/۳۳

Marfat.com

اور یہ ظاہر ہے کہ بعض اعمال کی صورت ایک ہوتی ہے لیکن نیت کے اختلاف سے حکم مختلف ہو جاتا ہے جیسے سجدۂ تحیت اور سجدۂ عبادت کہ صورت دونوں کی ایک ہے مگر حکم مختلف کہ پہلا حرام موجبِ فسق اور دُوسرا شرک۔ پس پہلی صورت تو ہم سُنّی حنفیوں کے نزدیک بھی بالاتفاق ناجائز ہے اور صاحبِ بحر اور نہر وغیرہما کا عدمِ جواز کا قول اسی صورت پر محمول ہے اور دوسری صورت میں اختلاف ہے، بعضے غیر حسن فرماتے ہیں اور بعضے مستحسن کہتے ہیں۔ فاضل بدایونی علیہ الرحمۃ بوارق محمدیہ میں فرماتے ہیں:

وکراہت ایں اشیاء مختلف فیہ بین الفقہاء، و ہچو امور باعث نکیر و تفریع بر مرتکبین ہم نمی تواند شد چہ جائے تکفیر چرا کہ بسیارے از اکابر تصریح بجواز آں کردہ اند گو نزد جماعتے رجحان بجانب عدم استحسان است وفقیر ہم بہمیں مسلک سالک است اھ۔[1]

ان چیزوں کی کراہت عند الفقہاء "مختلف فیہ" ہے یعنی ایک اختلافی چیز ہے، اور اس قسم کے امور موجبِ انکار، اور ارتکاب کرنے والوں پر طعن و تشنیع بھی نہیں ہو سکتے چہ جائیکہ اُن کی تکفیر کی جائے، کیوں؟ اس لئے کہ بہت سے اکابر نے اس کے جائز ہونے کی تصریح کی ہے گو ایک گروہ کا عدمِ استحسان کی طرف رجحان اور میلان ہے۔ اور یہ فقیر بھی اسی مسلک کے مطابق گامزن ہے اھ (ت)

مگر مماثلت تعریف قول باستحسان کی صحت کی مقتضی ہے کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) اور علاوہ اس کے یہ ہے کہ محبت اور عظمت کی بھری ہوئی آنکھیں وہ دیکھا کرتی ہیں جو ان سے خالی آنکھیں نہیں دیکھتیں اور اُن آنکھوں والوں کے واسطے وہ جائز ہوتا ہے جو ان آنکھوں والوں کے واسطے نہیں ہوتا کیا اس کو نہیں دیکھا جاتا کہ علی ما فی الشفاء حضرت امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس حضور کا اسم شریف لیا جاتا تو اُن کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو جاتا اور آپ جُھک جاتے، آپ کے جلساء کو یہ بات ناگوار گزرتی، ایک روز عرض کیا کہ یہ آپ کیا کرتے ہیں، فرمایا:

لو رأیتم ما رأیت لما انکرتم علی ما ترون[2]

اگر تم لوگ وہ کچھ دیکھتے جو میں دیکھتا ہوں تو پھر تم اس کارروائی پر انکار نہ کرتے جو تم مجھ سے دیکھتے ہو (ت)

اور حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی پیشانی پر کچھ بال تھے اتنے بڑے بڑے کہ جب وہ ان کو بیٹھ کر کھول دیتے تھے تو زمین تک پہنچ جاتے تھے، اُن سے کہا گیا: ان کو مُنڈا کیوں نہیں دیتے؟

---

[1] البوارق المحمدیۃ باب اول در عقاید نجدیہ مطبع سول ملٹری اپر پنج ص ۴۶

[2] کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل واعلم ان حرمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۲/ ۳۶

Marfat.com

فرمایا :

لم اکن بالذی احلقہا وقد مسہا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیدہ[1]

میں وہ نہیں ہوں جو ان بالوں کو مونڈ ڈالوں کہ جن کو حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم کے مبارک ہاتھ لگے ہیں۔ (ت)

حالانکہ الخ۔ اور قزع کا حکم اہلِ علم پر ظاہر ہے اور حضرت کابس بن ربیعہ کی صورت سرکار دوعالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی صورت کے مشابہ تھی پس حضرت معاویہ رضی اللہ تعالٰے عنہ کو خبر ہوئی آپ نے ان کو بلایا پس جب وہ ان کے گھر میں داخل ہوئے تو حضرت امیر رضی اللہ تعالٰے عنہ نے اپنے تخت سے اُتر کر اُن سے ملاقات کی اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور ایک گاؤں مرغاب نام اُن کو دیا یہ سب حضور کی صورت مبارک کے مشابہ ہونے کی وجہ سے کیا ؎

باادب باعظمت انساں دیگر اند بے ادب ہم خشک مغزاں دیگر اند

(باادب عظمت وشرف والے انسان اور ہیں، اور بے ادب خشک مغز رکھنے والے (انسان) اور ہیں۔ ت)

پس زید کا یہ جواب صحیح ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق (میں کہتا ہوں اور اللہ ہی کی طرف سے توفیق ہے اور اسی سے تحقیق کی بلندیوں تک پہنچنا۔ ت) طواف لغۃً وعرفاً وشرعاً پھیرے کرنے کو کہتے ہیں عام ازیں کہ دو چیزوں کے درمیان آمد و رفت ہو جس میں ایک پھیرے کے مبدا و منتہٰی متغائر ہوں گے یا ایک ہی چیز کے گرد جس میں دائرہ کی طرح مبدا و منتہٰی ایک ہوگا، دونوں صورتوں کو لغت وعرفِ عرب نے طواف کہا اور دونوں کو شرع مطہر نے طواف مانا، صورتِ اولٰی صفا و مروہ کے درمیان سعی،

قال اللہ تعالٰی فلاجناح علیہ ان یطوف بہما[2]

اللہ تعالٰے نے ارشاد فرمایا: اس شخص پر کوئی گناہ نہیں جو صفا و مروہ کے درمیان چکر لگائے۔ (ت)

اور صورتِ ثانیہ کعبہ معظمہ کے گرد پھرنا،

---

[1] کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل ومن اعظامہ وتوقیرہ وبرہ صلی اللہ علیہ وسلم المطبعۃ الشرکۃ الصحافیہ ۲/۴۶

[2] القرآن الکریم ۲/۱۵۸

Marfat.com

قال تعالیٰ ولیطوفوا بالبیت العتیق [1]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: لوگوں کو چاہئے کہ اس کے قدیم (آزاد) گھر کا طواف کریں۔ (ت)

حقیقتِ طواف اسی قدر ہے، نیت وغایت کا اختلاف حقیقت کی تغیر نہیں کرتا کہ نیت و غایت رکنِ شئے نہیں، آخر نہ دیکھا کہ ائمہ کرام نے نیت کو شرطِ نماز قرار دیا نہ کہ رکنِ نماز، اور غایت کا خروج تو غایت ظہور میں ہے، غرض پھیرے کرنا جہاں اور جس طرح اور جس نیت اور جس غرض سے ہو طواف ہی ہے، پھر فعل اختیاری کو تصور بوجہ ما و تصدیق بفائدۃٍ ما سے چارہ نہیں مگر فعل کبھی غایت اصلیہ تک آپ مؤدی ہوتا ہے کبھی دوسرے فعل مؤدی الی الغایۃ کا وسیلہ۔ اوّل کو مقصود لذاتہٖ کہتے ہیں جیسے نماز، اور دوم کو وسیلہ و مقصود لغیرہٖ جیسے وضو۔ طواف میں یہ دونوں صورتیں ہیں مثلاً گلگشت یعنی تفریحِ نفس و شمِ روائح طیبہ و چستی بدن و تنسّم ہوا کے لئے چمن کی روشوں میں ٹہلنا پھرنا خواہ وہ خطوط مستقیم پر ہوں یا مثلاً کسی حوض کے گرد مستدیر۔ یہاں طواف مقصود لذاتہٖ ہے یا مثلاً کسی شئی کی تقسیم کو حلقہ یا صفوں پہ دورہ کرنا کہ یہاں مقصود لغیرہٖ ہے، پھر طواف کی غایتِ مقصودہ تعظیم ہی میں منحصر نہیں بلکہ اس کے غیر کے لئے بھی ہوتا ہے جیسے امثلہ مذکورہ بلکہ توہین بلکہ تعذیب کے لئے جیسے ڈرل کہ یہاں آمد و شد کہ طواف ہے مقصود لذاتہٖ ہے اور نار سے حمیم، حمیم سے نار کی طرف کفار کے پھیرے کہ یہ طواف مقصود لغیرہ ہے اور دونوں تعذیب کے لئے ہیں۔

۱ قال اللہ تعالیٰ یطوفون بینھا و بین حمیم اٰن [2]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وہ دوزخی اسکے یعنی آگ اور گرم اور اُبلتے ہوئے پانی کے درمیان چکر لگائیں گے۔ (ت)

لاجرم طواف چہار قسم ہے:

قسم اول: نہ طواف مقصود لذاتہٖ ہو نہ اس سے غرض وغایت نفسِ تعظیم بلکہ طواف کسی اور فعل کا وسیلہ ہو اور اس فعل سے کوئی اور حاجت مقصود جیسے سائلوں کا دروازوں پر گشت، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہمیشہ کاشانۂ نبوت کا ایسا طواف فرمایا کرتے۔ ابوداؤد و ابن ماجہ و دارمی ایاس بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۲۹

[2] " " " ۵۵/ ۴۴

Marfat.com

لقد طاف بآل محمد نساء کثیر یشکون ازواجھن لیس اولئك بخیارکم[1]

آج کی رات بہت سی عورتوں نے ہماری بارگاہ اقدس کا طواف کیا کہ اپنے شوہروں کی شکایت کرتی تھیں وہ تم میں کے بہتر لوگ نہیں جو عورتوں کو ایذا دیتے ہیں۔

اور صحیح حدیث میں بلّی کے نسبت فرمایا:

انها من الطوافین علیکم والطوافات[2]

بیشک وہ ان نر و مادہ میں ہے جو بکثرت تم پر طواف کرنے والے ہیں۔

قسم دوم: طواف مقصود لذاتہ ہو اور غایت غیر تعظیم، صحیح بخاری شریف میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے میرے والد عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بہت قرض اور تھوڑے خُرمے چھوڑ کر شہید ہوئے میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی: حضور کو معلوم ہے کہ میرے باپ اُحد میں شہید ہوئے اور بہت قرض چھوڑ گئے ہیں میں چاہتا ہوں کہ حضور قدم رنجہ فرمائیں کہ قرضخواہ حضور کو دیکھیں یعنی شاید حضور کے خیال سے اپنے مطالبہ میں کمی کردیں۔ ارشاد فرمایا: جاؤ ہر قسم کے چھوہاروں کے الگ الگ ڈھیر لگاؤ۔ پھر تشریف فرما ہوئے، قرض خواہوں نے حضور کو دیکھا مجھ سے نہایت سخت تقاضے کرنے لگے کہ اس سے پہلے ایسا کبھی نہ کیا تھا یعنی ان کے خیال کے برعکس ہُوا، حضور کے تشریف لے جانے سے قرضخواہ اپنا پلہ بھاری سمجھے کہ حضور ضرور ہمارا پورا حق دلادینگے۔ جب حضور رحمتِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ حال ملاحظہ فرمایا فطاف حول اعظمہا بیدرا ثلٰث مرات ثم جلس علیہ حضور نے ان میں سب میں بڑے ڈھیر کے گرد تین بار طواف فرمایا اور اس پر تشریف رکھی پھر ناپ ناپ کر انھیں دینا شروع فرمایا حتی ادی اللہ عن والدی امانتہ وسلم اللہ البیادر کلہا[3] یہاں تک کہ اللہ تعالٰی نے میرے باپ کا سب قرض ادا کردیا اور سب ڈھیر سلامت بچ رہے۔

اسی قسم میں ہے عسس کا گردِ شہر گشت کرنا و لہذا عسس کو عرب میں طائف کہتے ہیں۔ مفردات راغب میں ہے:

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب النکاح باب فی ضرب النساء آفتاب عالم پریس لاہور ۲۹۲/۱
سنن ابن ماجہ " باب القسمۃ بین النساء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۴
[2] جامع الترمذی کتاب الطہارۃ باب ماجاء فی سؤر الھرۃ امین کمپنی دہلی ۱/۱۴
[3] صحیح البخاری کتاب المغازی باب قولہ تعالٰی اذا ہمت طائفتان منکم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۵۸۰

Marfat.com

منه الطائف لمن يدور حول البيوت حافظا[1] اس سے (یعنی لفظ طواف سے) لفظ "طائف" ماخوذ ہے، اور "طائف وہ ہے جو لوگوں کے گھروں کے آس پاس برائے حفاظت چکر لگاتا ہے۔ (ت)

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنے زمانہ خلافت میں مدینہ کا طواف فرمایا کرتے،
ابن عساکر تاریخ میں اسلم مولیٰ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں:
ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ طاف لیلۃ فاذا ھو بامرأۃ فی جوف دارلھا وحولھا صبیان یبکون۔ الحدیث ۔ یعنی امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ ایک رات مدینہ طیبہ کا طواف کر رہے تھے دیکھا کہ ایک بی بی اپنے گھر میں بیٹھی ہیں اور اُن کے بچے اُن کے گرد رو رہے ہیں اور چولھے پر ایک دیگچی چڑھی ہے، امیر المومنین قریب گئے اور فرمایا اے اللہ کی لونڈی! یہ بچے کیوں رو رہے ہیں؟ انھوں نے عرض کی: یہ بھوک کے روتے ہیں۔ فرمایا: تو اس دیگچی میں کیا ہے؟ کہا: میں نے ان کے بہلانے کو پانی بھر کر چڑھا دی ہے کہ وہ سمجھیں اس میں کچھ پک رہا ہے اور انتظار میں سو جائیں۔ امیر المومنین فوراً واپس آئے اور ایک بڑی بوری میں آٹا اور گھی اور چربی اور چھوہارے اور کپڑے اور روپے منہ تک بھرے پھر اپنے غلام اسلم سے فرمایا: یہ میری پیٹھ پر لاد دو۔ اسلم کہتے ہیں میں نے عرض کی: یا امیر المومنین! میں اٹھا کر لے چلوں گا۔ فرمایا: اے اسلم! بلکہ میں اٹھاؤں گا کہ اس کا سوال تو آخرت میں مجھ سے ہونا ہے پھر اپنی پشت مبارک پر اٹھا کر اُن بی بی کے گھر تک لے گئے پھر دیگچی میں آٹا اور چربی اور چھوہارے چڑھا کر اپنے دست مبارک سے پکاتے رہے، پھر پکا کر اُنھیں کھلایا کہ سب کا پیٹ بھر گیا، پھر باہر صحن میں نکل کر اُن بچوں کے سامنے ایسے بیٹھے جیسے جانور بیٹھتا ہے اور میں ہیبت کے سبب بات نہ کر سکا۔ امیر المومنین یُوں ہی بیٹھے رہے یہاں تک کہ بچے اُس نئی نشست کو دیکھ کر امیر المومنین کے ساتھ کھیلنے اور ہنسنے لگے۔ اب امیر المومنین واپس تشریف لائے اور فرمایا: اسلم! تم نے جانا کہ میں ان کے ساتھ یوں کیوں بیٹھا۔ میں نے عرض کی: نہ۔ فرمایا: میں نے انھیں روتے دیکھا تھا تو مجھے پسند نہ آیا کہ میں انھیں چھوڑ کر چلا جاؤں جب تک اُنھیں ہنسا نہ لوں جب وہ ہنس لئے تو میرا دل شاد ہوا۔ واخرجہ[2] ایضا الدینوری فی المجالسۃ واحمد بن ابراھیم بن شاذان البزار فی مشیختہ (نیز دینوری نے المجالسۃ میں اور

---

[1] المفردات فی غرائب القرآن باب الطاء مع الواو کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۱۴
[2] کنز العمال برمز "کر" ابن عساکر وبحوالہ الدینور وابن شاذان حدیث ۳۵۹۷۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۶۲۸-۴۹
الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ ذکر شفقتہ علی رعیتہ رضی اللہ عنہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد ۲/ ۳۸۵

Marfat.com

احمد بن ابراہیم بن ساذان البزار نے مشیخہ میں اس کی تخریج فرمائی۔ ت) امام محب الدین طبری ریاض النضرہ پھر شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفا میں مناقب امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ میں لکھتے ہیں:

انہ کان یطوف لیلۃ فی المدینۃ فسمع امرأۃ تقول[1] یعنی امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ ایک رات مدینہ طیبہ میں طواف کر رہے تھے کہ ایک بی بی کو یوں کہتے سنا فذکر الحدیث (پھر پوری حدیث ذکر فرمائی۔ ت)

قسم سوم: طواف وسیلہ مقصود ہو اور غرض و غایت تعظیم جیسے نوکر چاکر غلاموں کا اپنے مخدوم و آقا پر طواف، اس کے کام خدمت کو اس کے گرد پھرنا،

قال اللہ تعالٰی طوافون علیکم بعضکم علی بعض[2]

(اللہ تعالٰی نے فرمایا) تمھارے نوکر غلام تمھارے گرد بکثرت طواف کرنے والے ہیں تین وقت ترک حجاب کے سوا ہر وقت اذن لینے میں انھیں حرج ہوگا۔

اور اہل جنت کے حق میں فرماتا ہے:

یطوف علیھم ولدان مخلدون[3]

ہمیشہ رہنے والے لڑکے ان کے گرد طواف کریں گے۔

اور فرماتا ہے:

یطاف علیھم بکاس من معین[4]

اُن پر طواف کیا جائے گا پیالوں میں وُہ پانی لے کر جو آنکھوں کے سامنے بہتا ہے۔

اور فرماتا ہے:

یطاف علیھم بانیۃ من فضۃ و اکواب[5]

چاندی کے برتن اور کوزے لے کر اُن پر طواف کیا جائے گا۔

اس میں وُہ صورت بھی آتی ہے کہ طواف غیر کعبہ کا ہو اور غرض و غایت عبادتِ الٰہی۔ صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ ذکر شفقتہ علی رعیتہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد ص ۳۹۲
ازالۃ الخفا حکایات گشت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سہیل اکیڈمی لاہور ۲/۷۷

[2] القرآن الکریم ۲۴/۵۸
[3] القرآن الکریم ۵۶/۱۷
[4] " " ۳۷/۴۵
[5] " " ۷۶/۱۵

Marfat.com

قال سلیمان لاطوفن اللیلۃ علٰی تسعین امرأۃ وفی روایۃ بمائۃ امرأۃ کلھن تاتی بفارس یجاھد فی سبیل اللہ فطاف علیھن[1] الحدیث۔

سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا قسم ہے آج کی رات میں نوّے اور ایک روایت میں سَو عورتوں پر طواف کروں گا کہ ہر ایک سے ایک سوار پیدا ہو گا جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے۔ پھر انھوں نے ان کا طواف کیا۔

صحیح مسلم شریف میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یطوف علی النساء بغسل واحد[2]۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک ہی غسل سے اپنی ازواجِ مطہرات پر طواف فرماتے۔

اشباہ والنظائر و درمختار میں ہے:

لیس لنا عبادۃ شرعت من عھد اٰدم الی الاٰن ثم تستمر فی الجنۃ الا النکاح والایمان[3]۔

ہمارے لئے کوئی عبادت ایسی نہیں کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت سے اب تک مشروع رہی پھر ہمیشہ ہمیشہ جنت میں مشروع رہے گی مگر ایمان یعنی یادِ خدا اور نکاح یعنی جماعِ زوجہ۔

قسم چہارم: طواف بھی مقصود لذاتہٖ ہو اور غرض و غایت بھی تعظیم یعنی نہ طواف کسی اور فعل کے لئے وسیلہ ہو، نہ اس سے سوائے تعظیم کچھ مقصود، بلکہ نفسِ طواف سے محض تعظیم مقصود ہو، اسی کا نام طوافِ تعظیمی ہے جیسے طوافِ کعبہ یا طوافِ صفا و مروہ، پھر اوضاعِ بدن کہ عبادت میں مقرر کئے گئے ہیں تین نوع ہیں:

ایک وہ کہ تعظیم میں منحصر ہیں،

اور دوسرے وہ کہ وسیلۃً و مقصودًا دونوں طرح پائے جاتے ہیں اور اُن کی غایت تعظیم میں منحصر نہیں مگر بحال قصدِ تعظیم نوعِ اول سے قریب ہیں جیسے رکوع تک انحنا کہ بلا تعظیم بھی ہوتا ہے بلکہ بقصدِ توہین بھی جیسے کسی کے مارنے کے لئے اینٹ وغیرہ اٹھانے کو جھکنا، اور تعظیم کے لئے بھی ہوتا ہے

[1] صحیح البخاری کتاب الجہاد ۱/۳۹۵، کتاب النکاح ۲/۷۸۸، کتاب الایمان والنذور ۲/۹۸۲
صحیح مسلم کتاب الایمان باب الاستثناء فی الیمین وغیرھا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۴۹
[2] صحیح مسلم کتاب الحیض باب جواز نوم الجنب الخ " " " ۱/۱۴۴
[3] درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۵

Marfat.com

مگر نہ خود مقصود بلکہ وسیلہ جیسے علماء وصلحاء کی قدمبوسی وغیرہ خدمات کو جھکنا اور بذاتہٖ مقصود بھی ہوتا ہے جیسے سلام کرنے میں رکوع تک جُھکنا۔

تیسرے وُہ کہ نوع اوّل سے بعید ہیں جیسے قیام یا قعود یا رکوع سے کم جھکنا۔ ظاہر ہے کہ ان میں بھی نوع دوم کی طرح قصد و توسل وغایات مختلفہ کی سب صورتیں پائی جاتی ہیں۔

انواع ثلٰثہ میں حکم عام تو یہ ہے کہ اگر بہ نیت عبادتِ غیر ہے تو کچھ بھی ہو مطلقاً شرک وکفر ہے اور بے نیتِ عبادت ہرگز شرک وکفر نہیں اگرچہ سجدہ ہی ہو جب تک کہ وہ فعل بخصوصہ شعار کفر نہ ہوگیا ہو، جیسے بُت یا آفتاب کو سجدہ۔ والعیاذ باللہ تعالٰی (اللہ تعالٰے کی پناہ ۔ ت) اور جب عبادتِ غیر کی نیت نہ ہو توان میں فرق احکام یہ ہے کہ نوعِ اوّل غیرِ خدا کے لئے مطلقاً ناجائز، اور نوع دوم اس وقت ممنوع ہے جبکہ مقصوداً اُسی کو بہ نیت تعظیم بجالایا جائے، اور نوعِ سوم مطلقاً جائز ہے اگرچہ اس سے تعظیم مقصود ہو۔ اختیار شرح مختار و فتاوٰی عالمگیریہ وغیرہا میں حاضری روضۂ اقدس کی نسبت فرماتے ہیں:

یقف کما یقف فی الصّلوٰۃ[1] حضور کے روضۂ انور میں نماز کی طرح کھڑا ہو۔ منسک متوسط و مسلک متقسط میں ہے:

(ثم توجہ) ای بالقلب والقالب مع رعایۃ غایۃ الادب فقام تجاہ الوجہ الشریف خاضعا خاشعا مع الذلۃ والانکسار والھیبۃ والافتقار واضعا یمینہ علٰی شمالہ ای تأدبا فی حال اجلالہ[2]

یعنی پھر نہایت ادب کی رعایت کے ساتھ روضۂ اقدس کی طرف دل اور بدن دونوں سے منہ کرکے چہرۂ انور کے مقابل خضوع وخشوع و ذلّت وانکسار اور حضوری کی ہیبت اور حضور کی طرف محتاجی کے ساتھ سیدھا ہاتھ بائیں پر حضور کے ادب وتعظیم کے لئے باندھے ہوئے کھڑا ہو۔

صحیح حدیث میں ہے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰے عنہم حضور کے سامنے ایسے بیٹھتے کانّ علٰی رؤسھم الطیر[3] گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں یعنی بے حس وحرکت کہ پرندے لکڑی سمجھ کر سر پہ آبیٹھیں۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الحج خاتمہ فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۶۵

[2] المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط مع ارشاد الساری دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۳۷

[3] صحیح البخاری کتاب الجہاد باب فضل النفقۃ فی سبیل اللہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۹۸

Marfat.com

شفاء شریف میں ہے:

كان مالك اذا ذكر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يتغير لونه وينحني حتى يصعب ذلك على جلسائه[1]

سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے جب حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر پاک آتا اُن کا رنگ بدل جاتا اور جُھک جاتے یہاں تک کہ حاضرانِ مجلس کو اُن کی وُہ حالت دشوار گزرتی۔

حدیقہ ندیہ میں ہے:

الانحناء البالغ حد الركوع لا يفعل لاحد كالسجود ولا باس بما نقص من حد الركوع لمن يكرم من اهل الاسلام[2]

یعنی رکوع کی حد تک جُھکنا کسی غیر خدا کے لئے نہ کیا جائے جیسے سجدہ، اور دینی عزّت والوں کے لئے رکوع سے کم جھکنے میں حرج نہیں۔

جب یہ امور سب معلوم ہولئے تو منجملہ اوضاع تعظیمیہ کہ رب عزّ وجل نے اپنی عبادت کے لئے مقرر فرمائے دونوں قسم کا طواف بھی ہے مستقیم جیسے صفا و مروہ میں خواہ مستدیر جیسے گردِ کعبہ دونوں عبادت ہیں اور دونوں کو قرآن عظیم میں طواف فرمایا تو ان میں فرق بے معنٰی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ طواف اِن انواعِ ثلٰثہ سے کس نوع میں ہے۔ ہر عاقل کے نزدیک بدیہیات سے ہے کہ وہ مثل سجود نوعِ اوّل سے نہیں ورنہ سجدہ غیر کی طرح مطلقاً حرام ہوتا حالانکہ اُس کی تین قسم اوّل کا جواز و وقوع ہم قرآن عظیم و حدیث کریم و خود فعلِ حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم سے ثابت کر آئے، نہ ہرگز وہ مثل قیام نوع سوم سے ہے ورنہ ہر شخص و مکان معظم کا طواف تعظیمی جائز ہوتا بلکہ وہ مثل رکوع نوعِ متوسط سے ہے کہ اگر نفسِ طواف سے تعظیم مقصود ہو تو غیر خدا کے لئے ناجائز بلکہ غیر کعبہ و صفا و مروہ کا طواف اگرچہ خالصًا اللہ عزّ وجل ہی کی تعظیم کو کیا جائے ممنوع و بدعت ہے کہ نفسِ طواف سے تعظیم امر تعبدی اور امر تعبدی میں قیاس تک جائز نہیں، نہ کہ احداث کہ تشریع جدید ہے۔ منسک متوسط میں ہے:

ولا يمس عند الزيارة الجدار ولا يلتصق به ولا يطوف ولا يقبل الارض فانه

زیارتِ روضۂ اقدس کے وقت دیواروں کو ہاتھ نہ لگائے اور نہ اُن سے چمٹے، اور نہ اُن کے آس پاس طواف کرے (یعنی چکر لگائے) اور نہ جھکے

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی عادۃ الصحابۃ المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۲/۳۶

[2] الحدیقۃ الندیۃ الفصل الثانی عشر مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۵۴۷

Marfat.com

بدعة[1]

اور نہ زمین چومے، کیونکہ یہ کام بدعت ہیں (ت)

مسلک متقسط میں ہے:

ولا یطوف ای لایدور حول البقعة الشریفة لان الطواف من مختصات الکعبة المنیفة فیحرم حول قبور الانبیاء و الاولیاء[2]

اور متبرک مقام کا طواف نہ کرے یعنی اس کے گرداگرد نہ گھومے، اس لئے کہ طواف کرنا کعبہ معظمہ کی خصوصیات سے ہے۔ لہذا انبیاء کرام اور اولیائے عظام کی قبروں کے آس پاس گھومنا (طواف کرنا) حرام ہے (ت)

اور اگر غرض و غایت تعظیم نہ ہو اگرچہ طواف مقصود لذاتہ ہو جیسے قسم دوم میں، یا طواف مقصود لذاتہ نہ ہو اگرچہ غرض تعظیم ہو جیسے قسم سوم میں، تو بلاشبہہ جائز ہے۔ اور اگر دونوں سے خالی طواف ہو جیسے قسم اول میں، تو بدرجہ اولٰی۔ یہ بحمد اللہ تحقیق ناصع ہے جس سے حق متجاوز نہیں، وللہ الحمد طوافِ قبر بھی اس کلیہ سے باہر نہیں ہوسکتا۔ اگر دونوں باتیں جمع ہیں یعنی طواف خود مقصود بالذات ہے اور اس سے تعظیم ہی مراد ہے تو بلاشبہہ حرام ہے، اور اگر طواف کسی اور فعل کا وسیلہ ہے مگر مکانِ مزار کے گرد قلعی کرنا یا فانوس کہ اس کے اطراف میں نصب ہیں ان کی روشنی کے لئے دورہ کرنا یا مساکین کہ گرد مزار بیٹھے ہیں ان پر کچھ تقسیم کے لئے پھیرا کرنا، یہ بلاشبہہ جائز ہے۔ یونہی اگر طواف مقصود بالذات ہو مگر اس سے غرض و غایت تعظیمِ مزار نہ ہو بلکہ مثلاً محض تبرک و استفادہ تو اس کے منع پر بھی شرع سے کوئی دلیل نہیں مزار انور حضور سید اطہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر تو ثابت ہے کہ روزانہ صبح کو ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں اور مزار اطہر کے گرد حلقہ باندھے صلٰوۃ وسلام عرض کرتے شام کو وہ بدل دئے جاتے ہیں اور ستر ہزار اور آتے ہیں کہ صبح تک ماہِ رسالت پر ہالہ ہو کر عرض صلٰوۃ وسلام کرتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است (ہر پھول کا ایک نیا رنگ اور جدا گانہ خوشبو ہے۔ ت) محبوبانِ خدا کے مقام متفاوت ہوتے ہیں اور افاضہ برکات میں ان کے احوال مختلف اور مفیض و مستفیض میں کچھ نسبت خفیہ ہوتی ہے جو اسے معلوم نہیں کہ ان میں کس کے ساتھ حاصل ہے لہذا یہ دریوزہ گر محتاج روضہ اطہر کے گرد دورہ کرتا ہے اس امید پر کہ ان بندگانِ معصومین پر فرداً فرداً گزرے اور ان میں سے جس کسی کی نظر اس پر پڑ جائے اس کا کام بنادے۔ علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت سیدی شیخ الشیوخ شہاب الملۃ والحق والدین سہروردی قدسنا اللہ بسرہ الکریم ایام منٰی

---

[1] و [2] المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط مع ارشاد الساری باب زیارۃ سید المرسلین دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۴۲

Marfat.com

میں مسجد خیف شریف میں صفوں پر دورہ فرماتے، کسی نے وجہ پوچھی، فرمایا:

ان للہ عباداً اذا نظروا الی احد اکسبوہ سعادۃ الابد[1] — اللہ کے کچھ بندے ہیں کہ جب اُن کی نگاہ کسی پر پڑجاتی ہے اسے ہمیشہ کی سعادت عطا فرماتی ہے میں اس نگاہ کی تلاش میں دورہ کرتا ہوں۔

تو یہ تعرض نفحات رحمۃ اللہ ہوا جس کا خود حدیث میں حکم ہے، اولیائے کرام وارثانِ سرکارِ رسالت ہیں، ممکن کہ ملائکہ اُن کے مزارات کے گرد بھی ہوں، اور ایسے امور میں علم درکار نہیں، تعرض نفحات کی شان ہی یہ ہے کہ شاید و لعل پر ہو، معہذا مزاراتِ اولیاءِ کرام ہر جانب سے ممر اقدام صلحائے عظام ہوتے ہیں۔ سیدنا عیسٰی علٰی نبینا الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے عرض کی گئی کہ حضور ایک جگہ قیام کیوں نہیں فرماتے، شہروں شہروں جنگلوں جنگلوں دورے کیوں فرماتے ہیں؟ فرمایا: "اس اُمید پر کہ کسی بندۂ خدا کے نشانِ قدم پر قدم پڑجائے تو میری نجات ہوجائے۔" جب نبی اللہ و رسول اللہ کہ خمسہ اولوالعزم میں ہیں صلوات اللہ وسلامہ علیہم، ان کا یہ ارشاد تواضع ہے تو ہم سخت محتاج ہیں، علاوہ بریں یہاں ایک نکتۂ دقیقہ اور ہے وما یلقّٰھا الا ذو حظ عظیم[2] (اس کو بڑی قسمت اور مقدر والے ہی پاسکتے ہیں۔ ت) شریعتِ مطہرہ نے انسان کے سر سے پاؤں تک جمیع جہات میں جدا جدا احکام رکھے ہیں، چہرہ پر جو احکام ہیں پاؤں پر نہیں، دہنے ہاتھ پر جو احکام ہیں پاؤں پر نہیں وعلٰی ہذا القیاس، اور احکام مختلفہ کے ثواب بھی مختلف رنگ کے ہیں، یونہی سر سے پاؤں تک جملہ جوارح میں معاصی جدا جدا ہیں، اور ہر معصیت ایک جدا رنگ کا مرض ہے اور ہر مرض کا علاج اس کی ضد سے ہے، تو یہ مریض معاصی اس سراپا مجموعہ برکات کے گرد دورہ کرتا ہے کہ اس کے ہر عضو و ہر جہت کی رنگ برنگ برکات سے فیض لے اور اپنے ہر عضو و ہر جہت کا مرض دُور کرے۔ امام مبرد کامل میں پھر امام علامہ عارف باللہ کمال الدین دمیری، پھر سیدی علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

مماکفر بہ الفقھاء الحجاج انہ رأی الناس یطوفون حول حجرتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ — یعنی حجاج نے مسلمانوں کو دیکھا کہ روضۂ انور حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا طواف کررہے ہیں اس طواف سے اُس نے ایک

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر
[2] القرآن الکریم ۴۱/۳۵

Marfat.com

وسلم فقال انما یطوفون باعواد ورمة۔[1] نہایت ملعون لفظ کہا جس پر فقہاء کرام نے اس کی تکفیر کی۔

وُہ زمانہ بکثرت صحابۂ کرام کی رونق افروزی کا تھا خصوصًا مدینہ طیبہ میں تو یہ طواف کرنے والے حضرات اگر صحابہ کرام نہ تھے لا اقل تابعین تھے۔ عارف باللہ حضرت مولوی قدس اللہ سرہ المعنوی مثنوی شریف میں فرماتے ہیں: ؎

(۱) سُوئے مکہ شیخ امت بایزید — از برائے حج و عمرہ می دوید
(۲) دید پیرے باقدے ہمچو ہلال — بود دروے فر گفتاری رجال
(۳) بایزید او را چو از اقطاب یافت — مسکنت بنمود و در خدمت شتافت
(۴) گفت عزم تو کجا اے بایزید — رخت غربت را کجا خواہی کشید
(۵) گفت قصد کعبہ دارم از ولہ — گفت ہین باخود چہ داری زاد رہ
(۶) گفت دارم از درم نقرہ دویست — نک ببستہ سخت بر گوشہ رویست
(۷) گفت طوفے کن بگردم ہفت بار — وین نکوتر از طواف حج شمار
(۸) حق آں حقے کہ جانت دیدہ است — کہ مرا بر بیت خود بگزیدہ است
(۹) کعبہ ہر چندے کہ خانہ بر اوست — خلقت من نیز خانہ سر اوست
(۱۰) تا بکرد آں خانہ را در وے نرفت — واندریں خانہ بجز آں حی نرفت
(۱۱) چوں مرا دیدی خدا را دیدۂ — گرد کعبہ صدق برگردیدۂ
(۱۲) خدمت من طاعت حمد خداست — تا نہ پنداری کہ حق از من جداست
(۱۳) چشم نیکو باز کن در من نگر — تا بہ بینی نور حق اندر بشر
(۱۴) کعبہ را یکبار بیتی گفت یار — گفت یا عبدی مرا ہفتاد بار
(۱۵) بایزیدا کعبہ را دریافتی — صد بہائے عز و صد فر یافتی
(۱۶) بایزید آں نکتہا را ہوش داشت — ہمچو زریں حلقہ اش در گوش داشت
(۱۷) آمد از وے بایزید اندر مزید — منتہی در منتہی آخر رسید[2]

---

[1] الشرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ

[2] مثنوی معنوی دفتر دوم باب رفتن بایزید بسطامی بہ کعبہ الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۵۵-۵۴

Marfat.com

(ترجمہ اشعار:

(۱) لوگوں کے پیشوا حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ تعالےٰ مکہ معظمہ کی جانب حج اور عمرہ کے ارادے سے تیز چلے۔

(۲) (راہ میں) نئے چاند کی طرح ایک کبڑا بزرگ دیکھا اس میں شان وشوکت (دبدبہ) اور مردوں جیسی گفتگو پائی۔

(۳) جب حضرت بایزید نے اسے اقطابِ زمانہ میں سے پایا تو عجز وانکساری کا اظہار کرکے اس کی خدمت کے لئے دوڑ دھوپ کرنے لگے۔

(۴) اس نے فرمایا: اے بایزید! کہاں جانے کا ارادہ ہے، تُو نے کہاں جانے کے لئے سامانِ سفر اختیار کیا ہے۔

(۵) حضرت بایزید نے انھیں جواب دیا کہ آج بڑے شوق سے کعبہ شریف کی طرف جانے کا ارادہ کیا ہے۔ پھر فرمایا وہاں تو اپنے ساتھ کیا زادِ راہ رکھتا ہے۔

(۶) عرض کی: میں چاندی کے دوسو درہم اپنے پاس رکھتا ہوں، میں نے اپنی چادر کے ایک کونے میں انھیں مضبوط باندھ رکھا ہے۔

(۷) انھوں نے فرمایا: تُو سات مرتبہ میرے گرد اگرد طواف کر (یعنی چکّر لگا) اور پھر طوافِ حج سے اُسے زیادہ بہتر شمار کر۔

(۸) درحقیقت وہ حق ہے جو تیری جان نے دیکھا ہے کہ اس نے مجھے اپنے گھر پر فضیلت اور فوقیت بخشی ہے۔

(۹) اس میں کوئی شک وشُبہ نہیں کہ کعبہ شریف اس کی بھلائیوں کا گھر (مرکز) ہے لیکن میری تخلیق تو اس کے اندرونِ خانہ سے ہوئی ہے۔

(۱۰) جب وُہ گھر بنایا تو اُس کا چکر نہ لگایا، اور اس گھر میں بغیر اس زندۂ جاوید کے کوئی دوسرا نہیں آیا۔

(۱۱) جب تُو نے مجھے دیکھا تو اللہ تعالیٰ کو دیکھا، گویا تُو نے سچائی کے کعبہ کے آس پاس پھیرے لگائے۔

(۱۲) میری خدمت کرنا دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور تعریف ہے، لہٰذا یہ نہ سمجھنا کہ حق مجھ سے جُدا ہے۔

Marfat.com

(۱۳) اچھی طرح آنکھ کھول کر مجھے دیکھ تاکہ تُو انسانی لباس میں نورِ حق دیکھے۔

(۱۴) کعبہ شریف کو ایک دفعہ یار نے اپنا گھر فرمایا لیکن اس نے ستر مرتبہ مجھے "اے میرے بندے" کہہ کر بلایا۔

(۱۵) اے بایزید! اگر تُو نے کعبہ شریف کو پالیا تو یُوں سمجھ لیجئے کہ تُو نے سیکڑوں عزت و شوکت اور مرتبے کو پالیا۔

(۱۶) جب وہ باریک باتیں حضرت بایزید کے عقل و ہوش میں بیٹھ گئیں تو گویا انھوں نے سنہری بالی اپنے کان میں ڈال لی۔

(۱۷) اُن کی زیارت سے حضرت بایزید میں معرفت کا اضافہ ہو گیا اور سلوک میں انتہائی طلب اپنے مدعا کی انتہا کو پہنچ گیا۔)

جناب شاہ ولی اللہ صاحب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں اپنے خلف ناخلف اسمٰعیل دہلوی کی جان پر قہر کی بجلیاں توڑنے کو فرماتے ہیں:

چوں بمقبرہ در آید دوگانہ بروحِ آں بزرگوار ادا کند بعدہ قبلہ را پشت دادہ بہ نشیند بعدہ قل گوید پس فاتحہ بخواند بعدہ ہفت کرت طواف کند و آغاز از راست بکند بعدہ طرف پایان رخسارہ نہد و بیاید نزدیک رُوئے میّت بہ نشیند و بگوید یارب بست و یک بار بعدہ طرف آسماں بگوید یا روح و در دل ضرب کند یا روح الروح مادام کہ انشراح یابد ایں ذکر بکند ان شاء اللہ تعالیٰ کشفِ قبور و کشفِ ارواح حاصل آید[1]

پھر جب مقبرہ کے پاس آئے تو دو رکعت نوافل اس بزرگ کی روحِ اقدس کے ایصال ثواب کے ادا کرے، اور کعبہ شریف کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھ جائے، پھر سُورۂ اخلاص پڑھے پھر فاتحہ پڑھے پھر سات چکر (طواف) بزرگ کے مزار کے گرد اگرد لگائے۔ دائیں طرف سے شروع کرے، پھر بائیں طرف اپنا رخسار رکھے اور میت کے منہ کے نزدیک ہو کر بیٹھے، پھر اکیس ۲۱ مرتبہ "یارب" کا ورد کرے پھر آسمان کی طرف منہ کر کے "یاروح" پڑھے، اور اپنے دل پر "یاروح الروح" کی ضرب لگائے، جب تک انشراح نہ ہو یہ ذکر کرتا رہے ان شاء اللہ تعالیٰ کشفِ قبور اور کشفِ ارواح یہ دونوں حاصل ہو جائیں گے۔ (ت)

تحفۃ الموحدین شاہ صاحب کی کتاب نہیں بہت قریب زمانہ میں کسی وہابی صاحب نے شاہ صاحب

---

[1] الانتباہ فی سلاسل الاولیاء ذکر برائے کشفِ قبور آرمی برقی پریس دہلی ص ۱۰۰-۹۹

Marfat.com

کی تصانیف مشہورہ کے رَد کو کچھ اُلٹی سیدھی تکیں جوڑ کر وہابیوں کے ادعائی نام موحد کی طرف اُسے نسبت کرکے تحفۃ الموحدین نام رکھا اور بکمال بے ایمانی شاہ صاحب کی طرف منسوب کر دیا۔ بے حیا گمراہ لوگ ایسی اکثر کر چکے ہیں جس کا بیان شاہ عبدالعزیز صاحب وغیرہ کی تحفۂ اثنا عشریہ وغیرہ میں ہے کہ ابھی قریب زمانہ میں بمبئی میں ایک عربی کتاب بنام عقائد امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ چھپی ہے اس میں بھی یہی کارروائی ہے کہ کوئی شیطانی عقیدہ چھوڑا ہوگا جسے اُس امام الاسلام سیف السنہ کی طرف نسبت نہ کیا ہو، وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1] (بہت جلد ظالموں کو معلوم ہو جائے گا کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ت) بالجملہ اگر طواف مقصود بالذات نہیں جب تو جواز ظاہر ہے اور اگر مقصود بالذات ہے تو صرف فرق نیات ہے اگر بہ نیت تعظیم قبر ہے تو بلاشبہہ حرام ہے اور تبرک و استفاضہ وغیرہما نیاتِ محمودہ سے ہے تو فی نفسہ اس میں حرج نہیں، اور یہ ظہر الینا کہ اس مسلمان کی نیت طواف سے تعظیم قبر ہے قلب پر حکم ہے اور یہ غیب کا ادعا اور محض حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی ولا تقف مالیس لك بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئك کان عنہ مسئولا[2] وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم افلا شققت عن قلبہ حتی تعلم[3]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اس کے پیچھے نہ پڑو جس کا تمھیں کوئی علم نہیں۔ یقیناً کان، آنکھ اور دل ان سب سے پوچھا جائے گا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: کیا تو نے اس کے دل کو چیر کر دیکھا کہ تجھے معلوم ہو جاتا۔(ت)

یہ بدگمانی ہے اور مسلمان پر بدگمانی حرام۔

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[4] وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب[5] الحدیث۔

(اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا) اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کیونکہ کچھ گمان گناہ ہیں۔ اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) بدگمانی سے بچو کیونکہ گمان کرنا سب سے جھوٹی بات ہے۔(ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷ [2] القرآن الکریم ۱۷/ ۳۶
[3] سنن ابی داود کتاب الجہاد باب علی مایقاتل المشرکون آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۵۵
[4] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲
[5] صحیح البخاری کتاب الوصایا باب قول اللہ عزوجل من بعد وصیۃ یوصی بہا اودین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۸۴

Marfat.com

ائمہ دین فرماتے ہیں :

الظن الخبیث انما ینشؤ عن قلب الخبیث [1] خبیث گمان خبیث دل ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ (ت)

مگر حضرات وہابیہ سے کیا شکایت کہ وہ حضرت مولوی اور حضرت سید العارفین بایزید بسطامی اور ان غوث گرامی سب کو جیسا دل میں جانتے ہیں معلوم وہ تو ان تابعین پر بھی حکم شرک ہی لگائیں گے جنھوں نے روضۂ انور کا طواف کیا، مگر شاہ ولی اللہ صاحب کا معاملہ ذرا ٹیڑھی کھیر ہے ؏

پتھر کے تلے دبا ہے دامن

شاہ صاحب یہاں محض سکوت نہیں کر رہے ہیں بلکہ مریدین و مستفیدین کو تعلیم فرما رہے ہیں اور اگر اسے بھی اوڑھ لیجئے کہ اُس وقت شاہ صاحب کو تعلیم حرام ہی کا کچھ ذوق تھا تو ذرا تقویۃ الایمان کی گولی بچاتے ہُوئے کہ نرا حرام ہی نہیں بلکہ شرک سکھا رہے ہیں اور اس پر بڑی بشاشت سے فرما رہے ہیں کہ یُوں کرو تو ان شاء اللہ تعالٰی یہ حاصل ہو جائے گا۔ عاقل تو جانتا ہے کہ کسی مکروہ و ناگوار بات پر بھی ایسا نہیں کہا جاتا نہ کہ شرک و کفر۔ دھرم سے کہنا اگر دھرم رکھاتے ہو کہ کیا شاہ صاحب یہ لکھ سکتے تھے کہ اے مرید و عزیزو! روز صبح کو مندر میں جا کر سات دفعہ مہا دیو جی ڈنڈوت کرو تو انشاء اللہ تعالٰی تین تلوک کھل جائیں گے۔ تقویۃ الایمان کے حکم پر شاہ صاحب کے اس کلام اور اُس قول کے حکم میں کیا فرق ہو سکتا ہے، ہاں یہ امر ضرور قابلِ لحاظ ہے کہ یہاں نیتِ جائز و نیتِ حرام ایسی متقارب ہیں جیسے آنکھ کی سیاہی سے سپیدی، تو عوام کے لئے اس میں ہرگز خیر نہیں اور خواص میں سے جو ایسا کرنا چاہے ہرگز عوام کے سامنے نہ کرے۔ ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مقامے دارد (ہر بات کا وقت ہے اور ہر نکتے کا محل ہے۔ ت) یہ بحمد اللہ تعالٰی تحقیق حکم ہے اور احتراز و احتیاط ہر طرح اسلم ہے، و باللہ التوفیق، واللہ تعالٰی اعلم (اور اللہ تعالٰی ہی کے کرم سے حصول توفیق ہے، اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ ت)

مسئلہ ۱۵۳ ، ۱۵۴ مسئولہ سید محمد میاں ۱۷ شوال المکرم ۱۳۳۶ھ

حضرت مولانا صاحب معظم مکرم دامت برکاتہم العالیہ پس از تسلیم مع التعظیم و التکریم معروض، کل جو فتوٰی جناب سے لایا تھا اُس کے متعلق بعض امور دریافت طلب رہے :

(۱) جناب فرماتے ہیں کہ نفس طواف سے تعظیم امر تعبدی ہے، امر تعبدی سے یہاں کیا مراد ہے اور پھر اس تعظیم سے امر تعبدی ہونے کا کیا ثبوت ہے؟

---

[1] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ۲۹۰۱ دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۱۲۲

Marfat.com

(۲) تعظیم سے مراد مطلق تعظیم ہے تو تعظیم قبر کے امر تعبدی ہونے کا ثبوت درکار ہے اور تعظیم الٰہی مراد ہے تو اس کے تعبدی ہونے سے تعظیم قبر کے لئے طواف کیسے ممنوع و بدعت ٹھہرے گا۔ امید کہ جواب باصواب سے ممتاز فرمائیں۔ والتسلیم مع التکریم زیادہ ادب

الجواب

حضرت والا! آداب، میرے اس بیان میں دو دعوے ہیں، ایک یہ کہ طواف تعظیمی غیر خدا کیلئے حرام ہے۔ دوسرے یہ کہ حضرت عزت کے لئے بھی اگر کعبہ معظمہ و صفا و مروہ کے سوا کوئی اور طواف مقرر کیا تو ناجائز ہے۔ اول کا ثبوت عبارات منسک و مسلک میں اور دوم کا یہ بیان کہ تعظیم الٰہی بطواف امکنہ امر تعبدی غیر معقول المعنی ہے جس کی تصریح ائمہ نے فرمائی ہے کہ افعال حج تعبدی ہیں۔ امید کرتا ہوں کہ اس گزارش سے دونوں سوالوں کا حل ہوگیا، فقط۔

مسئلہ ۱۵۵ مسئولہ محمد میاں قادری از مارہرہ ۲۰ شوال ۱۳۳۶ھ

حضرت مولانا المعظم والمکرم دامت برکاتہم العالیہ پس از سلام مسنونہ معروض درباره مسئلہ طواف تعظیمی قبر میں بعض اہل لاہور کہتے ہیں کہ جب تعظیم قبر ایک امر جائز کم از کم ہے تو وہ ہیئت اور صورت کے لحاظ سے اپنے اطلاق پر رہنا چاہئے جب تک کہ شرع سے کسی خاص میں کوئی تقیید نہ آئے اور صورت طواف میں بھی مسلک و منسک کے مصنفین کے منع کرنے کو وہ کافی نہیں سمجھتے اس کی کفایت یا اور کافی سند مذہب کی زیادت کی ضرورت ہے جناب ارشاد فرمائیں۔ فقیر محمد میاں قادری

الجواب

حضرت والا تسلیم، یا کتاب نامعتمد ہو یا اس سے معتمد تر کتب میں اس کا خلاف مصرح ہو ورنہ کتب امام محمد یا مسندات کے سوا تمام متون و شروح و فتاویٰ ردی ہوجائیں گے، منسک و مسلک ضرور کتب معتمدہ ہیں اور ان کے مصنفین اپنا اجتہاد نہیں لکھتے بلکہ مذہب، کتب مذہب میں اس کا خلاف کس کس نے کیا، اور نہیں تو وجہ رد کیا ہے۔ فقط

مسئلہ ۱۵۶ مسئولہ مولوی عبدالحمید صاحب از بنارس محلہ پتر کنڈہ تالاب ۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

ہمارے سنی حنفی علماء کثرھم اللہ تعالٰی وابقاھم الی یوم الجزاء (اللہ تعالٰی انھیں زیادہ کرے اور قیامت کے دن تک انھیں باقی رکھے۔ ت) اس میں کیا فرماتے ہیں کہ خالد نے زید سے سوال کیا کہ کسی ولی کی قبر شریف کو بوسہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ زید نے جواب دیا اس میں علماء کا اختلاف ہے: بعضے ناجائز فرماتے ہیں اور بعضے جائز کہتے ہیں لیکن جواز ان کا قولاً و فعلاً بہت سے اکابر سے منقول ہے۔

Marfat.com

مطالب المومنین میں ہے کہ بسندِ جید وارد ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب شام سے مزارِ اقدس کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے تو روتے تھے اور اپنے چہرۂ مبارک کو لٹاتے اسی مزار اقدس سے ملتے تھے۔

اور مسند امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ میں ہے کہ ایک روز مروان نے ایک شخص کو مزار اقدس پر منہ رکھے ہوئے دیکھا تو کہا کہ اے شخص! تو جانتا ہے کہ کیا کرتا ہے، تو پھر نزدیک آکر دیکھا تو ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

خلاصۃ الوفا میں ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص تبرکاً منبر شریف کو بوسہ دے اور ہاتھ لگائے مزار اقدس کے ساتھ بھی ثواب کی امید پر ایسا ہی کرے تو۔ فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے۔

اور فتاوٰی عالمگیری میں ہے؛

لا بأس بتقبیل قبر والدیہ[1]

اپنے والدین کی قبر کو بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (ت)

اور عینی شرح بخاری میں ہے؛

ان تقبیل الاماکن الشریفۃ علی قصد التبرک وکذلک تقبیل ایدی الصالحین وارجلھم فھو حسن محمود باعتبار القصد و النیۃ[2]

شریف مقامات کو چومنا بشرطیکہ تبرک کے ارادے سے ہو اور اسی طرح نیک لوگوں کے ہاتھ پاؤں چومنا اچھا اور قابل تعریف کام ہے بشرطیکہ اچھے ارادے اور نیت سے ہو (ت)

اور شاہ عبدالعزیز صاحب کا اپنے باپ دادا کی قبروں کو بوسہ دینا بوارق محمدیہ میں منقول ہے۔

باقی رہا عدمِ جواز، سو بعضے اس کی علت اس کا عادت نصارٰی سے ہونا بتاتے ہیں اور بعضے اس کا مسنون ہونا فرماتے ہیں۔ سو پہلی بات میں تو یہ ہے کہ یہ مسئلہ شرعی ہے کہ جب ہمارے اور غیر کے درمیان کسی امر میں کچھ فرق ہو گیا تو حکم تشبہ باطل ہوتا ہے، تنہا عاشورے کے روز نیز روزِ شنبہ کے روزے کا مکروہ ہونا اور نویں یا گیارھویں اور جمعہ یا یکشنبہ کا ملا دینے سے بلا کراہت جائز ہونا اسی طرح اہل مصیبت کے لوگوں کی تعزیت کے لئے آنے کی غرض سے گھر کے دروازے پر بیٹھنے کا مکروہ ہونا اور گھر کے اندر بیٹھنے کا بلا کراہت

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۱
[2] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب الحج باب ما ذکر فی الحجر الاسود ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۹/۲۴۱

Marfat.com

جائز ہونا کتبِ فقہ میں مصرح ہے، پس کسی ولی کے مزار شریف کو صرف بوسہ دے کے چلا آنا بعجلت مذکورہ مکروہ ہوگا، اور جب سلام بھی عرض کیا اور بوسہ بھی دیا اور آنکھوں سے بھی لگایا اور فاتحہ بھی پڑھی تو بلاکراہت جائز ہوگا اور دوسری بات میں یہ کہ کسی امر کے غیر مسنون ہونے کو اس کا حرام یا مکروہ ہونا لازم نہیں، دیکھئے مثلاً نماز کی نیت کے ساتھ تلفظ باوجودیکہ علی ما قال الشرنبلالی فی حاشیۃ علی الدرر الغرر دورنہ حضور سے نہ صحابہ کرام سے نہ تابعین سے نہ ائمہ اربعہ سے کسی سے منقول نہیں مگر فقہاء اس کو مستحب فرماتے ہیں، پس زید کا یہ جواب صحیح ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

فی الواقع بوسہ قبر میں علماء کا اختلاف ہے، اور تحقیق یہ ہے کہ وہ ایک امر ہے دو چیزوں داعی و مانع کے درمیان دائر۔ داعی محبت ہے اور مانع ادب۔ تو جسے غلبۂ محبت ہو اس سے مواخذہ نہیں کہ اکابر صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ثابت ہے، اور عوام کے لئے منع ہی احوط ہے۔ ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مزارِ اکابر سے کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے سے کھڑا ہو پھر تقبیل کی کیا سبیل۔ عالمِ مدینہ علامہ سید نورالدین سمہودی قدس اللہ سرہٗ خلاصۃ الوفا شریف میں جدار مزار انور کے لمس و تقبیل و طواف سے ممانعت کے اقوال نقل کرکے فرماتے ہیں:

وکتاب العلل والسؤالات لعبد اللہ بن احمد بن حنبل سألت ابی عن الرجل یمس منبر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و یتبرک بمسہ ویقبلہ و یفعل بالقبر مثل ذٰلک رجاء ثواب اللہ تعالٰی فقال لاباس بہ۔[1]

یعنی احمد بن حنبل کے صاحبزادے فرماتے ہیں میں نے باپ سے پوچھا کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے منبر کو چھوئے اور بوسہ دے اور ثوابِ الٰہی کی امید پر ایسا ہی قبر شریف کے ساتھ کرے، فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔ (ت)

امام اجل تقی الملۃ والدین علی بن عبد الکافی سبکی قدس سرہ الملکی شفاء السقام پھر سید نور الدین خلاصۃ الوفا میں بروایت یحیٰی بن الحسن عن عمر بن خالد عن ابی نباتۃ عن کثیر بن یزید عن المطلب بن عبد اللہ بن حنطب ذکر فرماتے ہیں کہ مروان نے ایک صاحب کو دیکھا کہ مزار اعطر سید اطہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے لپٹے ہوئے ہیں قبر شریف پر اپنا منہ رکھے ہیں مروان نے اُن کی گردن پکڑ کر کہا جانتے ہو یہ تم کیا کررہے ہو، انھوں نے اس کی طرف منہ کیا اور فرمایا: نعم انی لم اٰت الحجر انما جئت رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] وفاء الوفاء الفصل الرابع باب مایلزم الزائر من الادب الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۴۰۴

Marfat.com

تعالیٰ علیہ وسلم ہاں میں پتھر کے پاس نہ آیا میں تو رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوا بولا میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا لا تبکوا علی الدین اذا ولیہ اھلہ ولکن ابکوا علی الدین اذا ولیہ غیر اھلہ[1] دین پر نہ روجب اس کا والی اس کا اہل ہو، ہاں دین پر روجب نا اہل اس کا والی ہو۔ سید قدس سرہٗ فرماتے ہیں: رواہ احمد بسند حسن امام احمد نے یہ حدیث بسندِ حسن روایت فرمائی۔ نیز فرماتے ہیں:

روی ابن عساکر بسند جید عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان بلالا رای فی منامہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو یقول لہ ماھٰذہ الجفوۃ یا بلال اما ان لک اَن تزورنی فانتبہ حزینا خائفا فرکب راحلتہ وقصد المدینۃ فاتی قبر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فجعل یبکی عندہ ویمرغ وجھہ علیہ[2]۔

یعنی ابن عساکر نے بسندِ صحیح ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام کو چلے گئے تھے ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اُن سے فرماتے ہیں یہ کیا جفا ہے کیا وہ وقت نہ آیا کہ تو ہماری زیارت کو حاضر ہو۔ بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ غمگین اور ڈرتے جاگے اور بقصدِ زیارتِ اقدس سوار ہوئے، پُر انوار پر حاضر ہو کر رونا شروع کیا اور اپنا منہ قبر شریف پر ملتے تھے۔

امام حافظ عبد الغنی وغیرہ اکابر فرماتے ہیں:

لیس الاعتماد فی السفر للزیارۃ علی مجرد منامہ بل علی فعلہ ذٰلک والصحابۃ متوفرون ولم تخف علیھم القصۃ[3]۔

یعنی زیارت اقدس کے لئے شد الرحال کرنے میں ہم فقط خواب پر اعتماد نہیں کرتے بلکہ اس پر کہ بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے یہ کیا اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بکثرت موجود تھے اور انھیں معلوم ہوا کسی نے اس پر انکار نہ فرمایا۔

عالِم مدینہ فرماتے ہیں:

---

[1] شفاء السقام الباب السابع الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۱۵۲
وفاء الوفاء الباب الثامن " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۳۵۶
[2] " " " " " " " " " "
[3] " " " " " " " " " "

marfat.com

Marfat.com

ذکر الخطیب بن حملة ان بلالاً رضی اللہ تعالیٰ عنه وضع خدیه علی القبر الشریف وان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما کان یضع یدہ الیمنی علیه ثم قال ولا شك ان الاستغراق فی المحبة یحمل علی الاذن فی ذٰلك والقصد به التعظیم والناس تختلف مراتبهم کما فی الحیٰوۃ فمنهم من لا یملك نفسه بل یبادر الیه ومنهم من فیه اناۃ فیتأخر ملخصاً ونقل عن ابی الصیف والمحب الطبری جواز تقبیل قبور الصالحین وعن اسمٰعیل التیمی قال کان ابن المنکدر یصیبه الصمات فکان یقوم فیضع خده علی قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فعوتب فی ذٰلك فقال استشفیت بقبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم۔[۱]

یعنی خطیب بن حملہ نے ذکر کیا کہ بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے قبر انور پر اپنے دونوں رخسارے رکھے اور ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما اپنا داہنا ہاتھ اس پر رکھتے پھر کہا شک نہیں کہ محبت میں استغراق اس میں اذن پر باعث ہوتا ہے اور اس سے مقصود تعظیم ہے، اور لوگوں کے مرتبے مختلف ہیں جیسے زندگی میں تو کوئی بے اختیارانہ اس کی طرف سبقت کرتا ہے اور کسی میں تحمل ہے وہ پیچھے رہتا ہے۔ اور ابن ابی الصیف اور امام محب الطبری سے نقل کیا کہ مزارات اولیاء کو بوسہ دینا جائز ہے، اور اسمٰعیل تیمی سے نقل کیا کہ ابن المنکدر تابعی کو ایک مرض لاحق ہوتا کہ کلام دشوار ہو جاتا وہ کھڑے ہوتے اور اپنا رخسارہ قبر انور سید اطہر صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر رکھتے۔ کسی نے اس پر اعتراض کیا، فرمایا: میں نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے مزار اقدس سے شفا حاصل کرتا ہوں۔

علامہ شیخ عبد القادر فاکہی مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کتاب مستطاب حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل میں فرماتے ہیں:

تمریغ الوجه والخد واللحیة بتراب الحضرۃ الشریفة واعتابها فی زمن الخلوۃ المأمون فیها توهم عامی محذوراً شرعیاً بسببه امر محبوب حسن لطلابها وامر لا بأس به فیما یظهر لکن لمن کان له فی ذٰلك قصد صالح

یعنی خلوت میں جہاں اس کا اندیشہ نہ ہو کہ کسی جاہل کا وہم اس کے سبب کسی ناجائز شرعی کی طرف جائیگا ایسے وقت بارگاہ اقدس کی مٹی اور آستانے پر اپنا منہ اور رخسارہ اور داڑھی رگڑنا مستحب و مستحسن ہے جس میں کوئی حرج معلوم نہیں مگر اس کے لئے جس کی نیت اچھی ہو اور افراط شوق اور غلبہ محبت

---

[۱] وفاء الوفاء الفصل الرابع باب ما یلزم الزائر من الادب دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۴۰۵

[۲] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۴/ ۱۴۰۶

Marfat.com

وحمله علیه فرط الشوق والحب الطافح[1]

اُسے اِس پر باعث ہو۔

پھر فرماتے ہیں:

الا انی اتحفك بامر یلوح لك منه المعنی بان الشیخ الامام السبکی وضع خده وجهه علی بساط دار الحدیث التی مسها القدم النووی یسأل برکة قدمه وینوه بمزید عظمة کما اشار الی ذٰلك بقوله و فی دار الحدیث لطیف معنی ٭ الی بسط له اصبو واوی ٭ لعلی ان انال بحر وجهی ٭ مکانا مسه قدم النواوی ٭ وبان شیخنا تاج العارفین امام السنة خاتم المجتهدین کان یمرغ وجهه ولحیته علی عتبة البیت الحرام بحجر اسمٰعیل[2]

یعنی علاوہ بریں میں تجھے یہاں ایک ایسا تحفہ دیتا ہوں جس سے معنی تجھ پر ظاہر ہو جائیں وُہ یہ کہ امام اجل تقی الملۃ والدین سبکی دار الحدیث کے اُس بچھونے پر جس پر امام نووی قدس سرہ العزیز قدم رکھتے تھے اُن کے قدم کی برکت لینے اور اُن کی زیادتِ تعظیم کے شہرہ دینے کو اپنا چہرہ اس پر ملا کرتے تھے جیسا کہ خود فرماتے ہیں کہ دار الحدیث میں ایک لطیف معنی ہے جس کے ظاہر کرنے کا مجھے عشق ہے کہ شاید میرا چہرہ پہنچ جائے اُس جگہ پر جس کو قدم نووی نے چھوا تھا اور ہمارے شیخ تاج العارفین امام سنت خاتمۃ المجتہدین آستانہ بیت الحرام میں حطیم شریف پر جہاں سیدنا اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزار کریم ہے اپنا چہرہ اور داڑھی ملا کرتے تھے۔

بالجملہ یہ کوئی امر ایسا نہیں جس پر انکار واجب ہو جبکہ اکابر صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اور اجلہ ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے ثابت ہے تو اُس پر شورش کی کوئی وجہ نہیں اگرچہ ہمارے نزدیک عوام کو اُس سے بچنے ہی میں احتیاط ہے۔ امام علامہ عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں:

المسألة متی امکن تخریجها علی قول من الاقوال فی مذهبنا او مذهب غیرنا فلیست بمنکر یجب انکاره والنهی عنه وانما المنکر ما وقع الاجماع

جب کسی مسئلے کی ہمارے مذہب کے اقوال میں سے کسی قول پر یا کسی دوسرے مذہب پر تخریج ممکن ہو تو ایسا مسئلہ قابلِ انکار نہیں ہوتا کہ جس کا انکار واجب ہو اور اُس سے منع کیا جائے قابلِ انکار

---

[1] حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل

[2]

Marfat.com

علیٰ حرمتہ والنھی عنہ[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔ وہ مسئلہ ہوتا ہے کہ جس کی حرمت پر اہلِ علم کا اتفاق ہو اور اُس سے منع کیا گیا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۷ مرسلہ جناب محمد زاہد بخش صاحب از ملک بنگالہ ڈاکخانہ ڈام اکانڈہ موضع فریدپور ضلع میمن سنگھ ۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

ایک پیر مرید کرتا ہے اس طریقہ پر کہ اول نَے، ڈھول اور طنبورہ اور مردنگ اور سارنگی اور ستار اور بیلا اور تالی بجانا اور گیت گانا اور ناچنا شروع کرتا ہے تو پھر بے ہوش ہوتا ہے اور گانا اور بجانا ایسی زور سے کرتا ہے کہ ایک میل سے سُنا جاتا ہے اور اُس پیر کے نزدیک جب سب مرید آتے ہیں اول سجدہ کرتے ہیں یا کہ قدم چُومتے ہیں تو اس شرط میں اس ملک کے عالم منع کرتے ہیں اور وہ پیر یہ جواب دیتے ہیں کہ سجدہ کرنا قرآن میں جائز ہے پیر کو۔ سورۂ یوسف کی اُس آیت میں ورفع ابویہ علی العرش وخروا لہ سجدًا[2] (اور حضرت یوسف (علیہ السلام) نے اپنے والدین کو اوپر کرکے تخت پر بٹھایا اور وہ سب اس کے لئے سجدے میں گر گئے۔ ت) اور وہ پیر یا کہ وہ مرید امامت کریں تو اُن کے پیچھے اقتدا کرنے سے نماز درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب

مزامیر ناجائز ہیں اور سجدہ غیر خدا کو حرام قطعی ہے اور قرآن عظیم کی طرف اس کے جواز کی نسبت کرنا افترا ہے۔ قرآن عظیم نے اگلی شریعت والوں کا واقعہ ذکر فرمایا ہے اُن کی شریعت میں سجدۂ تحیت حلال تھا ہماری شریعت نے حرام فرما دیا تو اب اس سے سند لانا ایسا ہے جیسے کوئی شراب کو حلال بتائے کہ اگلی شریعتوں میں جہاں تک نشہ نہ دے حلال تھی بلکہ شریعت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سگی بہن سے نکاح جائز تھا اب اس کی سند لاکر جو حلال بتائے کافر ہو جائے گا۔ ایسے پیر اور ایسے مریدوں کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنا گناہ ہے اور پڑھی ہو تو پھیرنا واجب، اور انھیں امام بنانا ناجائز۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۸ تا ۱۶۲ ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسلمان نے دوسرے سے السلام علیکم کہا دوسرے نے بھی جواب میں السلام علیکم ہی کہا دیگر یہ کہ سلام کے جواب میں آداب، بندگی، تسلیمات وغیرہ وغیرہ کہے ایسی صورت میں اوّل السلام علیکم کہنے والا خاموش رہے یا کیا کہے اور جواب سلام کا

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ النوع الثالث والثلاثون المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ فیصل آباد ۲/ ۳۰۹

[2] القرآن الکریم ۱۲/ ۱۰۰

Marfat.com

مسنون طریقہ سے جس نے نہیں دیا ہے وہ کس خطا کا مرتکب ہوا ؟

(۲) دوسرے یہ کہ بہتر اور آسان طریقہ سلام اور اس کے جواب کا کیا ہے کس قدر الفاظ کہنا چاہیئے ؟

(۳) تیسرے یہ کہ ایک مقام پر چند یا ایک شخص بیٹھا ہو اور کوئی شخص آئے اور بعد سلام علیکم کرنے کے اور کوئی بات چیت کر کے فوراً چلا جائے قیام نہ کرے ایسی صورت میں شخص مذکور کو جاتے وقت پھر السلام علیکم کہنا چاہیئے یا نہیں ؟

(۴) چوتھے یہ کہ اُن لوگوں کو جو دوسرے دن یا روزمرّہ بلکہ کبھی ایک دن میں چند بار بھی ملنے کا اتفاق پڑتا ہو اُن کو بعد سلام اور جوابِ سلام کے اگرچہ دوسرا شخص اپنے کام ضروری میں مصروف ہو مگر مصافحہ کرنا بھی امر ضروری ہے ، دیگر یہ کہ مصافحہ کون کون سے موقعوں پر کرنا ضروری ہے اور مصافحہ فرض ہے یا واجب یا سُنّت ؟

(۵) پانچویں یہ کہ اگر کوئی مسلمان اگرچہ وہ خود گنہگار ہو اور اپنے آپ کو گنہ گار جانتا بھی ہو لیکن اپنے بھائی مسلمانوں کی حالت خلافِ طریقہ اور برتاؤ کو دیکھ کر اور باوجود نصیحت اور ہدایت کر سکنے کے اور نہ کرے تو اُس مسلمان مذکور کی بابت کیا حکم ہے؟ دیگر یہ کہ اگر شخص مذکور کسی وجہ خاص یعنی دوسرے کی خفگی وغیرہ کے باعث کچھ نہ کہے مگر خود غمگین ہو اور افسوس کرے اور اس کے حق میں دعائے خیر کرے تو شخص مذکور کچھ اجر پانے کا مستحق ہے یا نہیں ؟

(۶) چھٹی یہ کہ منافقانہ طریقے سے ملنا اور سلام کرنا کیسا ہے ، چاہیئے یا نہیں ؟

الجواب

(۱) السّلامُ علیکم کے جواب میں السّلامُ علیکم کہنے سے جواب ادا ہو جائے گا اگرچہ سنت یہ ہے کہ وعلیکم السلام کہے ۔ آداب ، تسلیمات ، بندگی کہنا ایک مہمل بات اور خلافِ سنّت ہے ، اس کا جواب کچھ ضرور نہیں ، وہاں مصلحت پر نظر کرے ، اگر صورت یہ ہے کہ اس کے جواب نہ دینے سے وہ متنبّہ ہو گا اور آئندہ خلاف سنّت سے باز رہے گا تو کچھ جواب نہ دے ، اور اگر وُہ دنیا کے اعتبار سے بڑا شخص ہے اور اُسے جواب نہ دینے میں ضرر و ایذا کا اندیشہ ہے تو ویسا ہی کوئی مہمل جواب دے دے ۔ اسی طرح اگر اسے جواب نہ دینے سے کینہ پیدا ہو گا یا اپنی ناواقفی کے باعث اس کی دل شکنی ہو گی جب بھی جواب دینا اولیٰ ہے اور سلام جب مسنون طریقہ سے کیا گیا ہو اور سلام کرنے والا سُنّی مسلمان صحیح العقیدہ ہو تو جواب دینا واجب ہے اور اُس کا ترک گناہ مگر اجنبی جوان عورت اگر سلام کرے تو دل میں جواب دینا چاہیئے۔ واللہ تعالٰے اعلم ۔

Marfat.com

(۲) کم از کم السلامُ علیکم اور اس سے بہتر ورحمۃ اللہ ملانا اور سب سے بہتر وبرکاتہٗ شامل کرنا اور اس پر زیادت نہیں، پھر سلام کرنے والے نے جتنے الفاظ میں سلام کیا ہے جواب میں اُتنے کا اعادہ توضرور ہے، اور افضل یہ ہے کہ جواب میں زیادہ کہے، اُس نے السلامُ علیکم کہا تو یہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہے، اور اگر اُس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا تو یہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہے اور اگر اس نے وبرکاتہٗ تک کہا تو یہ بھی اُتنا ہی کہے کہ اس سے زیادت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳) جاتے وقت پھر کہے لیست الاولیٰ بأحق من الاٰخرۃ (پہلا جواب دوسرے سے زیادہ بہتر نہیں ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۴) مصافحہ سنّت ہے اور اس کا وقت ابتدائے ملاقات ہے خواہ ابتدائے حقیقی ہو جیسے جو شخص ابھی آیا یا حکمی جیسے کوئی بدمذہب آیا اور بیٹھا اور گفتگو کرتا رہا اور ہدایت پائی اور سنّی ہوا تو جتنے حاضرین اہلسنّت ہیں اُن سب کو اس سے مصافحہ چاہیئے جیسا کہ امیر المومنین مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اس کا حکم دیا۔ نماز کے بعد بھی مصافحہ اسی ابتدائے حکمی میں داخل ہے کہ نمازی نماز میں دوسرے عالم میں ہوتا ہے ولہذا جو خارج نماز آیت سجدہ کی تلاوت کرے اُس کے سُننے سے نمازی پر سجدہ واجب نہیں اور نمازی تلاوت کرے تو جو نماز سے باہر ہے اس پر واجب نہیں، اسی لئے شریعتِ مطہرہ میں ختم نماز میں ایک دوسرے پر سلام رکھا۔ دن میں اگر کئی بار ملتا ہو تو ہر بار مصافحہ چاہیئے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۵) احکامِ الٰہیہ بجالانا اور گناہ سے خود بچنا ہر شخص پر فرض ہے اور دوسرے کو اتباعِ شرع کا حکم دینا اور گناہ سے بقدرِ قدرت منع کرنا ہر اہل پر فرض ہے آپ گناہ کرنے کے سبب دوسرے کو نہ منع کرنا دوسرا گناہ ہے ہاں اگر منع کرنے کے سبب فتنہ وفساد ووحشت ونفرت کا ظن غالب ہو تو سکوت کی اجازت ہے اور اس کے ساتھ دل میں غمگین ہونا اور مسلمان بھائی کے لئے دُعا کرنا یہ ایمان کی علامت ہے اس پر ثواب پائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۶) بلاضرورت ومجبوری شرعی حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۴ تا ۱۶۸ از اناوہ ادریا مسئولہ حیات اللہ بروز پنجشنبہ بتاریخ ۹ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

(۱) آیا عورت مومنہ کو مومنہ سے السلامُ علیکم کہنا اور اس کا جواب وعلیکم السلام کہنا جائز ہے؟

Marfat.com

(۲) عورت مومنہ کا اپنے باپ، بھائی، دادا سے السّلامُ علیکم کہنا اور جواب میں وعلیکم السلام کہنا جائز ہے؟

(۳) لڑکے اور بھائی کو اپنی ماں اور بہن سے السّلامُ علیکم کہنا جائز ہے اور جواب میں وعلیکم السلام کہنا کیسا ہے؟

(۴) عورت کو خاوند سے اور خاوند کو عورت سے السّلامُ علیکم کہنا اور جواب میں وعلیکم السّلام کہنا کیسا ہے؟

(۵) عورتوں کو اگر السّلامُ علیکم کہنا درست نہیں تو اور کون الفاظ بروئے شرع آپس میں ملتے وقت کہنا چاہیے؟ فقط۔

الجواب

ان سب صورتوں میں السّلامُ علیکم اور جواب وعلیکم السّلام کہنا بلا شبہہ جائز ہے زمانۂ اقدس میں بھی رواج تھا، بیبیوں سے بھی السّلامُ علیکم فرمایا ہے مگر یہاں ایک دقیقہ واجب اللحاظ ہے جو سنّتِ مؤکدہ نہ ہو یا اُس کا ایک طریقہ متعین نہ ہو اور بعض طرق عوام میں ایسے اوپری ہو گئے ہوں کہ اس کے بجالانے سے سنّت پر ہنسیں گے تو وہاں اُس غیر مؤکدہ اور مؤکدہ کے اس طریقہ خاصہ کا ترک ہی مصلحت ہوتا ہے کہ ایک استحباب کے لئے لوگوں کا دین کیوں فاسد ہو سنّت پر ہنسنا معاذ اللہ کفر تک لے جاتا ہے اور مسلمانوں کو کفر سے بچانا فرض ہے مسئلہ خفاض نساء میں علمائے اس دقیقہ کی تصریح کی ہے نیز شملۂ عمامہ میں فرمایا کہ جہاں جہاں اس پر ہنستے ہیں اور دُم سے تشبیہ دیتے ہوں وہاں شملہ نہ چھوڑا جائے، باہم عورتوں کا یا عورتوں سے السلام علیکم وعلیکم کی حالت قریب قریب ایسی ہی ہے اور اسے اچنبا جانیں گے اور اس پر ہنسنے کا احتمال ہے اور لفظ سلام اس کا قائم مقام، قالوا سلاماً قال سلام تو اس پر اکتفا مناسب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۹ از مقام کیلا کھیڑا تحصیل بازپور ضلع نینی تال مسئولہ عبد المجید خاں مدرسہ زنانہ بروز شنبہ بتاریخ ۱۱ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

احوال اینست کہ بابت مصافحہ کے کوئی کہتا ہے کہ بعد نماز کے نہیں کرنا چاہیے اور کوئی کہتا ہے کہ بعد نماز کے کرنا چاہیے، لہٰذا آپ سے معروض ہوں کہ کون سا قول صحیح تر ہے، اور طریقہ بھی صاف الفاظوں میں تحریر فرمائیں تاکہ مخالف زیر ہو۔

الجواب

نمازوں کے بعد مصافحہ، صحیح یہ ہے کہ جائز ہے۔ نسیم الریاض میں ہے:

Marfat.com

الاصح انها بدعة مباحة [1] صحیح یہ ہے کہ یہ بدعت مباحہ ہے۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۱: از موضع سیوہارہ ضلع بجنور محلہ مولویاں مسئولہ حفظ الرحمٰن روز شنبہ بتاریخ ۱۷ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

(۱) زید اپنے پیر کی تصویر کو نہایت احترام سے رکھتا ہے، بوسہ دیتا ہے، سجدۂ تحیت کرتا ہے۔ لہٰذا تصویر کو بوسہ دینا تصویر کو سجدۂ تحیت کرنا کیسا ہے؟ ہر ایک کا حکم علیحدہ علیحدہ نص صریح یا حدیث صحیح یا قولِ امام سے بحوالہ کتب تحریر فرمادیں' اور زید ثبوتِ سجدۂ تحیت میں کتاب انوار العیون فی اسرار المکنون مصنفہ شیخ عبدالقدوس کی یہ عبارت پیش کرتا ہے:

مریدان حضرت شیخ العالم قدس سرہٗ پیش حضرت شیخ العالم سر پیش می آوردند و سجدہ پیش می رفتند و می نشستند و امروز ہماں سنت مریدان حضرت شیخ العالم جاری کہ پیش قبر حضرت شیخ العالم و پیش صاحب سجادہ سر بر زمین می نہند و سجدہ می کنند [2]

حضرت شیخ العالم قدس سرہٗ (یعنی شیخ عبدالقدوس گنگوہی) کے مرید سر آگے کرکے ان کے رُوبرو سجدہ کرتے اور پھر بیٹھتے ہیں، آج حضرت شیخ العالم کے مریدوں میں وہی طریقہ جاری و ساری ہے کہ حضرت موصوف کی قبر کو سجدہ کرتے ہیں اور پھر ان کے سجادہ نشین کے آگے زمین پر سر رکھ کر انھیں سجدہ کرتے ہیں۔ (ت)

اس قول کے متعلق کیا حکم ہے؟ اور زید یہ بھی کہتا ہے کہ سجدۂ تحیت کے متعلق فقہاء میں اختلاف ہے۔ درمختار میں ہے:

وکذا مایفعلونہ من تقبیل الارض بین یدی العلماء العظماء فحرام والفاعل والراضی بہ اٰثمان لانہ یشبہ عبادۃ الوثن وھل یکفران علی وجہ العبادۃ والتعظیم

اور اسی طرح جو کچھ جُہلا اور نادان کیا کرتے ہیں کہ بڑے بڑے عظیم علماء کے آگے زمین کو بوسہ دیتے (تو یاد رکھو کہ) یہ فعل حرام ہے۔ لہٰذا کرنے والا اور اس سے خوش ہونے والا (دونوں) گنہگار ہیں اس لئے کہ یہ کام بُت کی عبادت سے مشابہت رکھتا ہے۔

---

[1] نسیم الریاض فی شرح الشفاء للقاضی عیاض الباب الثانی فصل فی نظافۃ جسمہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۱۳

[2] انوار العیون فی اسرار المکنون

Marfat.com

کفر وان علی وجه التحیۃ لا وصار اثما مرتکبا للکبیرۃ[1] وفی الشامی قال الزیلعی و ذکر الصدر الشہید انہ لایکفر بھذا السجود لانہ یرید بہ التحیۃ۔[2]

اب سوال یہ ہے کہ کیا ایسا کرنے والا کافر ہوجائے گا یا نہیں؟ اگر اس نے یہ کام بطور عبادت کیا اور اس کی تعظیم کی تو بلاشبہہ کافر ہوگیا۔ اور اگر تعظیم و بزرگی کی خاطر ایسا کیا تو کافر نہ ہوا لیکن پھر بھی گنہگار گناہِ کبیرہ بجالانے والا ہوا۔ اور فتاوٰی شامی میں ہے کہ علامہ زیلعی نے فرمایا امام صدر شہید نے ذکر فرمایا کہ اس طرح سجدہ کرنے سے وُہ کافر نہ ہوگا کیونکہ اس سے اس کی مراد صرف تعظیم ہے۔ (ت)

یعنی زیلعی و صدر الشہید سجدۂ تحیت کرنے والے کو کافر نہیں کہتے۔

(۲) سجدۂ عبادت، سجدۂ تعظیم، سجدۂ تحیت، سجدۂ شکر، تقبیلِ ارض، ان سب کی تعریف و فرق تحریر فرمادیں نیز ان میں کون مخصوص ہے زندہ بزرگوں کے لئے اور کون ہے قبور و تصاویر کے لئے مع حوالہ کتاب۔

الجواب

(۱) غیر کو سجدہ بلاشُبہہ حرام ہے پھر اگر بروجہ عبادت ہو تو یقیناً اجماعاً کفر ہے اور بروجہ تحیت ہو تو کفر میں اختلاف ہے اس کے حرام ہونے میں اختلاف نہیں، اور حق یہی ہے کہ بے نیتِ عبادت حرام ہے کبیرہ ہے مگر کفر نہیں، زیلعی کی عبارت کا صاف یہی مطلب ہے نفیِ کفر کرتے ہیں نہ کہ نفیِ حرمت۔ احادیث صحیح اس بارے میں بکثرت وارد ہیں، اور کتب ہر چہار مذہب اس کی تحریم پر متفق، بعض ملفوظات کہ بعض اولیاءِ کرام کی طرف بلاسندِ صحیح متصل منسوب ہوں ایسے مسئلہ جلیہ واضحہ متفق علیہا کے مقابل ہرگز قابلِ استناد نہیں، اور بالخصوص سجدۂ قبر کے بارہ میں وہ حدیث موجود ہے:

ارأیت لو مررت بقبری اکنت تسجد لہ قال فلا تفعل[3]

بھلا دیکھئے اگر میری قبر کے پاس سے گزرو تو کیا اس کو سجدہ کروگے؟ عرض کی، نہیں۔ (ت)

اور تصویر کو سجدہ تو کھلا پھاٹک بُت پرستی کا ہے، دنیا میں بُت پرستی کا آغاز تصاویر کو جانب قبلہ صرف نصب کرنے سے ہوا کما فی صحیح البخاری وغیرہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما (جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے۔ ت) نہ کہ سجدہ

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۵

[2] ردالمحتار " " " " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۴۶

[3] سنن ابی داوٗد کتاب النکاح باب فی حق الزوج علی المرأۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۹۱

Marfat.com

کہ جانبِ قبلہ نصب سے ہزار ہا درجہ بدتر اور کفر سے ایسا ہی قریب ہے جیسے آنکھ اسپیدی سے سیاہی تصویر کی تعظیم مطلقاً حرام ہے بلکہ غیر محلِ اہانت میں اس کا رکھنا ہی حرام و مانع دخولِ ملائکہ رحمت ہے، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تدخل الملئکۃ بیتا فیہ کلب ولا صورۃ[1]۔ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں جس میں کتا اور تصویر ہو۔ (ت)

یہ سب وساوسِ ابلیس ہیں، مسلمان اگر اس کے ہاتھوں میں نرم ہوا وہ اسے ہلاک کر دے گا جلد پیچھے اور اس عدو مبین سے جدا ہو کر شریعتِ مطہرہ کی باگ تھام لے واللہ یھدی الی صراط مستقیم[2] (اور اللہ تعالٰی جسے چاہے سیدھا راستہ دکھائے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) سجدہ کسی قسم کا شریعتِ محمدیہ علٰی صاحبہا افضل الصلوۃ والتحیۃ میں غیر خدا کے لئے مطلقاً جائز نہیں اور احکامِ منسوخہ سے استناد جہل و خرط القتاد ورنہ سگی بہن سے نکاح بھی جائز ہو، اپنا ربِ حقیقی و مالک بالذات جان کر اس کے حضور غایت تذلل کے لئے زمین پر پیشانی رکھنا سجدۂ عبادت ہے، اور معبود نہ جان کر صرف اس کی عظمت کے لئے رُو بخاک ہونا سجدۂ تعظیم ہے اور وقتِ لقا باہمی موانست کے لئے سجدہ تحیت اور حق شناسیِ نعمت کے اظہار کو سجدہ شکر۔ اوّل و آخر مولا عزوجل کے لئے ہیں، پہلا فرض اور پچھلا مستحب۔ اور دوم سوم کہ غیر خدا کے لئے ہوں حرام ہیں کفر نہیں، یونہی چہارم بھی، اور پہلا کفر قطعی، اور غیر خدا کے لئے تقبیلِ ارض بھی حرام ہے اور جو کرے اور جس کے لئے کی جائے اور راضی ہو دونوں مرتکب کبیرہ اور بہ نیت عبادت ہو تو یہ بھی کفر کہ عبادتِ غیر کی نیت خود ہی کفر ہے اگرچہ اس کے ساتھ کوئی فعل نہ ہو۔ ہندیہ میں ہے:

وفی الجامع الصغیر تقبیل الارض بین یدی العظیم حرام وان الفاعل والراضی اثمان کذا فی التاتارخانیۃ وتقبیل

جامع صغیر میں ہے کسی بڑے کے آگے زمین بوسی حرام ہے، اور ایسا کرنے والا اور اس پر راضی ہونے والا دونوں گنہگار ہیں، تتارخانیہ میں اسی طرح مذکور ہے۔ اہلِ علم اور

---

[1] صحیح البخاری کتاب بدء الخلق باب اذا قال احدکم امین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۵۸
جامع الترمذی ابواب الآداب باب ماجاء ان الملئکۃ لاتدخل الخ امین کمپنی کراچی ۲/۱۰۳
[2] القرآن الکریم ۲/۲۱۳

Marfat.com

الارض بین یدی العلماء و الزھاد فعل الجھال والفاعل والراضی اٰثمان کذا فی الغرائب[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

زاہدوں کے آگے زمین چومنا جاہلوں (ناواقف لوگوں) کا طریقہ ہے۔ لہذا ایسا کرنے والا اور اس پر راضی ہونے والا (دونوں) گنہگار ہیں۔ فتاوی" الغرائب میں یہی مذکور ہے۔ اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے (ت)

مسئلہ ۱۶۲ از ضلع گیا پردہ چک ڈاکخانہ شمشیر نگر مسئولہ ابوالبرکات بروز شنبہ بتاریخ ۱۷ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعد نمازِ عید وبقرعید مصافحہ و معانقہ کرنا آنحضرت صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے ثابت ہے یا کہ نہیں؟ حدیث مع حوالہ کتب تحریر ہو، اور ان اوقات میں مصافحہ کرنا کُتبِ حنفیہ سے ثابت ہے کہ نہیں؟ فقط۔

الجواب

احادیثِ صحیحہ سے مصافحہ کی سُنّیت ثابت ہے اور خصوصیتِ وقت اُسے ناجائز نہ کر دے گی۔
حدیث میں ہے:

صوم یوم السبت لالک ولا علیک[2]۔

صرف سنیچر کے دن روزہ رکھنا نہ تو تیرے لئے مفید ہے نہ مضر۔ (ت)

شاہ ولی اللہ دہلوی نے مسوّیٰ شرح مؤطا میں جوازِ مصافحہ بعد نمازِ عید کی اور نسیم الریاض میں مصافحہ بعد صلوٰۃ کی نسبت ہے:

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۶۹
[2] مسند احمد بن حنبل حدیث امراۃ رضی اللہ عنہا دارالفکر بیروت ۶/۳۶۸

Marfat.com

الاصح انها بدعة مباحة [1]	زیادہ صحیح یہ ہے کہ مصافحہ (بعد از نماز) ایک مباح (جائز) بدعت ہے۔ (ت)

عین العلم میں ہے:

الاصرار بما لم ینہ عنہ حسن [2]	اُس کام پر اصرار و تکرار کرنا کہ جس سے منع نہ کیا گیا ہو اچھا کام ہے۔ (ت)

حدیث میں ہے:

خالقوا الناس باخلاقہم [3]	لوگوں سے اخلاق رکھو ان کے اخلاق کی وجہ سے۔ (ت)

ایسے مباحات کہ عوام میں رائج ہوں وہ موافقت مسلمین کے باعث نِرے مباح نہیں بلکہ مستحب ہو جاتے ہیں اور اس میں مخالفت مکروہ ہے اور یہ وہی کرے گا جو اپنی شہرت اور نکو بننا چاہتا ہے شرح صحیح مسلم شریف و مجمع البحار وغیرہما میں ہے:

الخروج عن العادۃ شہرۃ و مکروہ [4] وھو تعالٰی اعلم۔	لوگوں کی عادات سے نکلنا (قدم باہر رکھنا) باعثِ شہرت اور مکروہ ہے۔ وھو تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۷۳

نماز کے وقت مسجد میں تمام نمازی کسی شخص کے آنے پر تعظیماً کھڑے ہونا اور مثل سجدے کے قدموں پر سر رکھ کر بوسہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

عالمِ دین اور سلطانِ اسلام اور علمِ دین میں اپنا استاذ ان کی تعظیم مسجد میں بھی کی جائے گی اور مجالسِ خیر میں بھی کی جائے گی اور مجالسِ خیر میں بھی اور تلاوت قرآن عظیم میں بھی عالمِ دین کے قدموں پر بوسہ دینا سنت ہے اور قدموں پر سر رکھنا جہالت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] نسیم الریاض فی شرح الشفاء للقاضی عیاض الباب الثانی فصل فی نظافۃ جسمہ صلی اللہ علیہ وسلم دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۱۳

[2] عین العلم الباب التاسع فی الصمت و آفات اللسان مطبع اسلامیہ لاہور ص ۲۰۶

[3] اتحاف السادۃ المتقین کتاب آداب العزلۃ الفائدۃ الثانیہ الخ دار الفکر بیروت ۶/ ۳۵۴

[4] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الصنف التاسع تتمۃ الاصناف مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۱۲

Marfat.com

مسئلہ ۱۷۴ ازپوپاری جنارن مارتوار مسئولہ حبیب اللہ بروز سہ شنبہ ۲ رجب ۱۳۳۴ھ
مصافحہ کرتے وقت درود شریف پڑھنا چاہیے یا دُعا پڑھنا چاہیے ؟

الجواب

درود اور دُعا دونوں ہوں اور صرف درود کافی ہے کہ الحمدُ للہ کے بعد ہر دعا سے افضل ہے۔
واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۱۷۵ مسئولہ عبدالستار بن اسمٰعیل از شہر گونڈل علاقہ کاٹھیاواڑ مورخہ ۹ شعبان یکشنبہ ۱۳۳۴ھ
سلام کرنا اشارہ کے ساتھ یعنی وقت سلام مسنون ہاتھ پیشانی تک لے جانا جائز ہے یا نہیں؟
بیّنوا توجروا۔

الجواب

بلاضرورت فقط اشارہ پر قناعت بدعت اور یہود و نصاریٰ کی سُنّت ہے اور سلام مسنون کے ساتھ محل حاجت عرفیہ میں اشارہ بھی ہو تو حرج نہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۱۷۶ از کلکتہ ڈاک خانہ ہٹ تلا بڑا صاحب کا ہاٹ محمد غلام فرہاد بروز چہارشنبہ ۱۳ ذوالقعدہ ۱۳۳۴ھ
مکرمی و معظمی جناب مولانا شاہ عبد المصطفےٰ احمد رضا خاں صاحب بعد آداب و تسلیم معروض آنکہ ہم لوگ احاطہ بنگال ضلع فریدپور تھانہ پالنگ موضع لاکرتلہ میں سب لوگ اہلسنت و جماعت کے ہیں مگر ان میں سے بعض لوگ ایسے حنفی کہلاتے ہیں مگر عقیدہ وہابیت کا ہے یعنی دیوبند کا، چونکہ وہ لوگ دیوبند کا کیفیت سے اچھی طرح واقف نہیں اور ہمارے بنگال کا ہادی جونپور کے مولانا کرامت علی صاحب کی اولاد ہیں وہ لوگ بھی دیوبند کے عقیدہ پر چلتے ہیں یعنی قیام و فاتحہ و ثانی جماعت وغیرہ کو ناجائز کرتے ہیں لہذا ہم لوگ نے حضور کی کتاب الکوکبۃ الشہابیہ اور چند پرچہ کلکتہ منشی لعل خان صاحب سے منگا کر دکھلایا کہ تم لوگوں کا عقیدہ اہلسنت و جماعت کے خلاف ہے، بہرحال ہم لوگ سے اختلاف کرتا رہا مگر اس وقت مسئلہ قدمبوسی اور سجدۂ تحیہ میں ہم لوگوں کو بہت مجبور کیا، ہم لوگ قادریہ شریف میں سلسلہ بھاگل پور کے مریدان اسلام آباد احاطہ بنگال کے مولانا شاہ محمد عبدالحی صاحب سے دست بیعت کیا ہوں انھوں نے سجدۂ تحیۃ کو جائز رکھتے ہیں اور دیوبندی خلاف ہیں اب ہم لوگوں نے کہا کہ یہ مسئلہ ایسے آدمی سے دریافت کرنا چاہیے جو کہ متوسط سنّت و جماعت کے ہیں، لہذا ہم لوگ حضور کو بمقابلہ مقتدا اسلام اور حامی سنّت و جماعت کا جانتا ہوں، اب یہاں سے دو فتوےٰ دیا جاتا ہے ہم لوگ سجدۂ تحیۃ کو جائز رکھتا ہوں اور مقتدا دیوبندی کفر اور حرام ناجائز کہتے ہیں۔ خیر، گزارش ضروری یہ ہے حضور اگر جائز کرتے ہیں تو بہت خوب، اور اگر ناجائز کریں

Marfat.com

بشر تسلیم مان لیتا ہوں مگر امید کرتا ہوں کہ جواب اس طرح ہونا چاہیئے کہ فتویٰ دیوبندی ہم پر غالب نہ ہو جائے، والسلام۔

الجواب

بزرگانِ دین کی قدم بوسی بلا شبہہ جائز بلکہ سنّت ہے، بکثرت احادیث سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پائے مبارک چُومے اور حضور نے منع نہ فرمایا۔ رہا سجدۂ تحیت، اگلی شریعتوں میں جائز تھا۔ ملائکہ نے بحکمِ الٰہی حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ حضرت سیدنا یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اُن کی زوجہ مقدسہ اور اُن کے گیارہ صاحبزادوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام جو حضرت سیدنا مریم (علیہا السلام) کے شکم مبارک میں تھے اور سیدنا یحیٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی بہن کے شکم مقدس میں، جب حضرت مریم اپنی بہن کے پاس تشریف لائیں اُن کی بہن عرض کرتی ہیں:

انی اری مافی بطنی یسجد لما فی بطنك[1] — میں دیکھتی ہوں کہ وہ جو میرے پیٹ میں ہے اس کے لئے سجدہ کرتا ہے جو تمہارے پیٹ میں ہے۔

وہابیہ خذلہم اللہ تعالٰی کہ اس کو شرک کہتے اللہ کے رسولوں اور فرشتوں کو شرک کا مرتکب اور اللہ عزوجل کو معاذ اللہ شرک کا حکم دینے والا ٹھہراتے ہیں۔ قال اللہ تعالٰی:

ورفع ابویه علی العرش وخروا له سجدا[2]۔ — حضرت یوسف (علیہ السلام) نے اپنے والدین کو تخت کے اوپر بٹھایا اور وہ سب (والدین و برادران) حضرت یوسف کے آگے سجدہ کرتے ہوئے گر گئے (ت)

وقال اللہ تعالٰی واذ قلنا للملٰئکة اسجدوا لاٰدم فسجدوا الا ابلیس[3]۔ — اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے کہہ دیا کہ حضرت آدم کو سجدہ کرو تو سوائے شیطان کے سب نے سجدہ کیا۔ (ت)

دیوبندیہ خود مرتدین ہیں ان کو مسائل اسلامی میں دخل دینے کا کیا حق، علمائے حرمین شریفین نے

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ان اللہ یبشرک بیحیٰی الخ المطبعۃ البہیۃ مصر الجزء الرابع ص ۴۵
روح المعانی تحت آیۃ ان اللہ یبشرک بیحیٰی مصدقا بکلمۃ الخ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ مصر الجزء الثالث ص ۱۴۰

[2] القرآن الکریم ۱۲/ ۱۰۰

[3] " " " ۲/ ۳۴

Marfat.com

اُن کے پیشواؤں کو نام بنام لکھا ہے کہ من شك فی کفرہ وعذابه فقد کفر[1] جو اُن کے عقائد پر مطلع ہو کر ان کے کفر میں شک کرے خود کافر۔ ہاں ہماری شریعت مطہرہ نے غیر خدا کے لئے سجدۂ تحیت حرام کیا ہے اس سے بچنا فرض ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۷: مرسلہ حکمت یار خاں ساکن بریلی محلہ شاہ آباد ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بمبئی اور اس کے اطراف و جوانب میں قدیم سے یہ طریقہ جاری ہے کہ ہر جماعت پنجگانہ کے بعد نماز و دُعا اخیر سے فارغ ہو کر مصلیانِ مسجد باہم مصافحہ کر کے رخصت ہوتے ہیں آج کل موضع کرلا میں ایک مولوی صاحب اس کو بدعت قبیحہ قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ رسولِ مقبول صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کسی قول و فعل سے یہ ثابت نہیں اس لئے ہرگز ایسا نہ کرنا چاہئے۔ دوسرے ایک صاحب کا قول ہے کہ مسلمان خانۂ خدا میں پنجگانہ نماز ادا کرنے کے بعد باہم مصافحہ کر کے محبت و اتفاق و اتحاد کا ثبوت دیتے ہیں یہ نہایت مستحسن طریقہ ہے اگر بدعت قبیحہ ہوتا تو علمائے دین ضرور اس سے منع فرماتے حالانکہ آج تک کسی سُنّی عالم نے اس سے ممانعت نہیں کی۔ پس اس کے لئے قولِ فیصل بدلائل قوی تحریر فرمائیں کہ رفعِ نزاع ہو۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

صحیح یہ ہے کہ وہ جائز اور بہ نیت حسنہ مستحب و مستحسن ہے، اور جہاں کے مسلمانوں میں اس کی عادت ہے وہاں انکار سے مسلمانوں میں فتنہ و تفرقہ پیدا کرنا جہالت اور بربنائے اصول وہابیت ہو جیسا کہ آج کل اکثر یہی ہے تو صریح ضلالت، والعیاذ باللہ۔ نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں ہے:

الاصح انها بدعة مباحة[2]۔ زیادہ صحیح یہ ہے کہ مصافحہ کرنا ایک جائز بدعت ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

وقولهم انه بدعة ای مباحة اُن کا یہ فرمانا کہ مصافحہ کرنا بدعت ہے یعنی جائز و

---

[1] حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین مطبع اہلسنت و جماعت بریلی ص ۹۴

[2] نسیم الریاض فی شرح الشفاء للقاضی عیاض الباب الثانی دار الکتب العلمیة بیروت ۲/۱۳

Marfat.com

حسنة کما افادہ النووی فی اذکارہ وغیرہ فی غیرہ[1] | اچھی بدعت ہے، جیساکہ امام نووی نے "کتاب الاذکار" میں اور دوسرے ائمہ کرام نے اپنی اپنی کتابوں میں ذکر فرمایا ہے۔ (ت)

اور تفصیل مرام و ازالہ اوہام ہمارے رسالہ وشاح الجید میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۸ موضع کٹیا ڈاک خانہ سکندر پور ضلع فیض آباد مرسلہ محمد ناظر خاں صاحب زمیندار مورخہ ۲۴ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

بوسہ قبر جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے، بکثرت اکابر جواز و منع دونوں طرف ہیں اور عوام کے لئے زیادہ احتیاط منع میں ہے خصوصاً مزارات طیبہ اولیاء کرام پر کہ اُن کے اتنا قریب جانا ادب کے خلاف ہے کم از کم چار ہاتھ فاصلے سے کھڑا ہو کما فی العالمگیریۃ وغیرھا (جیساکہ فتاوٰی عالمگیریہ وغیرہ میں ہے۔ ت) تو بوسہ کیسے دے سکتا ہے۔ وھو سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۹ از ڈاکخانہ دھامونکے تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ مرسلہ محمد قاسم قریشی مدرس مدرسہ مورخہ ۲۷ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

ایک مسلم کو کون کون سے مواقع اور کون کون سے اشخاص پر پہلے السلام علیکم کہنا واجب ہے وکذٰلک کیا کوئی مواقع و اشخاص ایسے بھی ہیں جبکہ تحیات کا جواب دینا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

الجواب

ابتدا بہ سلام مسلمان سُنّی صالح پر سنّت اور اعلٰی درجہ کی قربت ہے مگر واجب کبھی نہیں سوا اُس صورت کے کہ سلام نہ کرنے میں اس کی طرف سے ضرر کا اندیشہ صحیح ہو جن صورتوں میں سلام مکروہ ہے جیسے مصلّی یا تالی یا ذاکر یا مستنجی یا آکل پر ان لوگوں کو اختیار ہے کہ جواب دیں یا نہ دیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۰ تا ۱۸۳ از کلکتہ امرتلا لین ۲۶ گدی دیوان رحمت اللہ مرسلہ حاجی پیر محمد ۲ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

(۱) جو لوگ سیّدوں کو کلمات بے ادبانہ کہا کرتے ہیں اور ان کے مراتب کو خیال نہیں کرتے بلکہ کلمہ تحقیر آمیز کہہ بیٹھتے ہیں اُن کا کیا حکم ہے؟

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۴

Marfat.com

(۲) حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے دربارہ محبت واطاعت آل کے لئے کچھ ارشاد فرمایا ہے یا نہیں؟

(۳) اور جو لوگ سیّدوں سے محبت رکھتے ہیں ان کے لئے یوم محشر میں آسانی ہوگی یا نہیں؟

(۴) ایک جلسہ میں دو مولوی صاحبان تشریف رکھتے ہیں ایک اُن میں سے سیّد ہیں تو مسلمان کسے صدر بنائیں؟

الجواب

(۱) سادات کرام کی تعظیم فرض ہے اور اُن کی توہین حرام۔ بلکہ علمائے کرام نے ارشاد فرمایا جو کسی عالم کو مولویا یا کسی کو میروا بروجہ تحقیر کہے کافر ہے۔ مجمع الانہر میں ہے:

الاستخفاف بالاشراف والعلماء کفر ومن قال لعالم عویلم او لعلوی علیوی قاصدا به الاستخفاف کفر[1]

سادات کرام اور علماء کی تحقیر کفر ہے، جس نے عالم کی تصغیر کرکے عویلم یا علوی کو علیوی تحقیر کی نیت سے کہا تو کفر کیا۔ (ت)

بیہقی امیر المؤمنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے اور ابوالشیخ و دیلمی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من لم یعرف حق عترتی والانصار والعرب فهو لاحدی ثلاث اما منافقا واما لزنیة واما امرؤ حملت به امه فی غیر طهر[2]۔ هذا لفظ البیهقی من حدیث زید بن جبیر عن داؤد بن الحصین عن عبد الله بن ابی رافع عن ابیه عن علی رضی الله تعالٰی عنه ولفظ غیره منافق واما ولد زنیة واما امرء حملت به امه فی غیر طهر[3]۔

جو میری اولاد اور انصار اور عرب کا حق نہ پہچانے وہ تین علتوں سے خالی نہیں یا تو منافق ہے یا حرامی یا حیضی بچہ۔ (یہ بیہقی کے الفاظ زید بن جبیر نے داؤد بن حصین سے انہوں نے ابن ابی رافع انہوں نے اپنے والد کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کئے۔ دوسروں کے الفاظ یوں ہیں: یا منافق ولدِ زنا یا اس کی ماں نے ناپاکی کی حالت میں اس کا حمل لیا۔ ت)

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب المرتد ثم ان الفاظ الکفر الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۵

[2] شعب الایمان حدیث ۱۶۱۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۳۲

[3] الفردوس بماثور الخطاب ؍ ۵۹۵۵ ؍ ؍ ؍ ۳/ ۶۲۶

Marfat.com

بلکہ علماء وانصار وعرب سے تو وہ مراد ہیں جو گمراہ و بددین نہ ہوں اور سادات کرام کی تعظیم ہمیشہ جب تک ان کی بدمذہبی حدِ کفر کو نہ پہنچے کہ اس کے بعد وہ سیّد ہی نہیں نسب منقطع ہے۔

قال اللہ تعالٰی انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح[1] اللہ تعالٰی نے فرمایا: (اے نوح (علیہ السلام)! وہ تیرا بیٹا (کنعان) تیرے گھر والوں میں سے نہیں اس لئے کہ اس کے کام اچھے نہیں۔ (ت)

جیسے نیچری، قادیانی، وہابی غیر مقلد، دیوبندی اگرچہ سیّد مشہور ہوں نہ سیّد ہیں نہ اُن کی تعظیم حلال بلکہ توہین وتکفیر فرض، اور روافض کے یہاں تو سیادت بہت آسان ہے کسی قوم کا رافضی ہوجائے دو دن بعد میر صاحب ہوجائے گا، ان کا بھی وہی حال ہے کہ اُن فرقوں کی طرح تبرائیانِ زمانہ بھی عموماً مرتدین ہیں، والعیاذ باللہ تعالٰی۔

(۲) محبت آلِ اطہار کے بارے میں متواتر حدیثیں بلکہ قرآن عظیم کی آیت کریمہ ہے:

قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربٰی[2] (ان سے) فرمادیجئے (لوگو!) اس دعوتِ حق پر میں تم سے کچھ نہیں مانگتا مگر رشتہ کی الفت ومحبت۔ (ت)

اُن کی محبت بحمداللہ تعالٰی مسلمان کا دین ہے اور اُس سے محروم ناصبی خارجی جہنمی ہے والعیاذباللہ تعالٰی۔ مگر محبت صادقہ نہ روافض کی سی محبت کاذبہ جنھیں ائمہ اطہار فرمایا کرتے تھے خدا کی قسم تمہاری محبت ہم پر عار ہوگی۔ اطاعت عامہ اللہ ورسول کی پھر علمائے دین کی ہے۔

قال اللہ تعالٰی اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم[3] اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالٰی کا حکم مانو، اور رسول کا حکم مانو، اور تم میں سے جو صاحبِ امر ہیں (یعنی امراء وخلفاء)۔ (ت)

اصل اطاعت اللہ ورسول کی ہے اور علمائے دین اُن کے احکام سے آگاہ، پھر اگر عالم سیّد بھی ہو تو نورٌ علٰی نور، امورِ مباحہ میں جہاں تک نہ شرعی حرج ہو نہ کوئی ضرر سیّد غیر عالم کے بھی احکام کی اطاعت کرے کہ اس میں اس کی خوشنودی ہے اور سادات کرام کی خوشی میں کہ حدِ شرع کے اندر ہو حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رضا ہے اور حضور کی رضا اللہ عزوجل کی رضا۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۴۶
[2] القرآن الکریم ۴۲/ ۲۳
[3] القرآن الکریم ۴/ ۵۹

Marfat.com

(۳) ہاں سچے محبانِ اہلبیت کرام کے لئے روزِ قیامت نعمتیں برکتیں راحتیں ہیں۔ طبرانی کی حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

الزموا مودتنا اھل البیت فانہ من لقی اللہ وھو یودنا دخل الجنۃ بشفاعتنا والذی نفسی بیدہ لاینفع عبدًا عملہ الا بمعرفۃ حقنا۔[1]

ہم اہلبیت کی محبت لازم پکڑو کہ جو اللہ سے ہماری دوستی کے ساتھ ملے گا وہ ہماری شفاعت سے جنّت میں جائے گا قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ کسی بندے کو اسکا عمل نفع نہ دے گا جب تک ہمارا حق نہ پہچانے۔

(۴) اگر دونوں عالمِ دین سُنّی صحیح العقیدہ اور جس کام کے لئے صدارت مطلوب ہے اس کے اہل ہوں تو سیّد کو ترجیح ہے ورنہ اُن میں جو عالم یا علم میں زائد یا سُنّی ہو اور دونوں علمِ دین میں مساوی ہوں تو جو اس کام کا زیادہ اہل ہو،

الاتری ان الاحق بالامامۃ الاعلم وما عد شرف النسب الابعد وجودہ وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا وسد الامر الی غیر اھلہ فانتظر الساعۃ۔ رواہ البخاری[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ امامت کے زیادہ لائق وہ شخص ہے جو سب سے بڑا عالم ہو، اور شرافتِ نسب کا شمار نہیں کیا جاتا مگر اس کے پائے جانے کے بعد۔ اور حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی کام کسی نا اہل کے حوالے کیا جائے تو قیامت آنے کا انتظار کیجئے۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔ اور اللہ تعالٰی سب کچھ بخوبی جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۸۴ ازضلع سیتاپور محلہ قضیارہ مرسلہ الیاس حسین ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

ایک شخص سیّد ہے لیکن اس کے اعمال و اخلاق خراب ہیں اور باعثِ ننگ و عار ہیں تو اس سیّد سے اس کے اعمال کی وجہ سے تنفر رکھنا اور نسبی حیثیت سے اس کی تکریم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس سیّد کے مقابل کوئی غیر مثل شیخ، مغل، پٹھان وغیرہ وغیرہ کا آدمی نیک اعمال ہو تو اس کو اس سیّد پر بحیثیت اعمال کے ترجیح

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۲۲۵۱ مکتبۃ المعارف ریاض ۱۲۲/۳
[2] صحیح البخاری کتاب العلم باب من سئل علمًا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۴/۱

Marfat.com

ہوسکتی ہے کہ نہیں؟ شرع شریف میں ایسی حالت میں اعمال کو ترجیح ہے کہ نسب کو؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

سید سنّی المذہب کی تعظیم لازم ہے اگرچہ اس کے اعمال کیسے ہی ہوں، اُن اعمال کے سبب اُس سے تنفر نہ کیا جائے نفس اعمال سے تنفر ہو بلکہ اس کے مذہب میں بھی قلیل فرق ہو کہ حدِ کفر تک نہ پہنچے جیسے تفضیل تو اُس حالت میں بھی اُس کی تعظیم سیادت نہ جائے گی، ہاں اگر اس کی بدمذہبی حدِ کفر تک پہنچے جیسے رافضی وہابی قادیانی نیچری وغیرہم تو اب اس کی تعظیم حرام ہے کہ جو وجہ تعظیم تھی یعنی سیادت، وہی نہ رہی۔

قال اللہ تعالٰی انه لیس من اهلك انه عمل غیر صالح[1] اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اے نوح (علیہ السلام) وہ یعنی تیرا بیٹا تیرے خاندان اور گھرانے والوں میں سے نہیں اس لئے کہ اس کے کام اچھے نہیں۔ (ت)

شریعت نے تقوٰی کو فضیلت دی ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم[2] (اللہ تعالٰی کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار رہو۔ ت) مگر یہ فضل ذاتی ہے فضلِ نسب ملتہائے نسب کی افضلیت پر ہے سادات کرام کی انتہائے نسب حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ہے، اس فضل انتساب کی تعظیم ہر متقی پر فرض ہے کہ وُہ اس کی تعظیم نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۵ ازمراد آباد مدرسہ اہلسنت بازار دیوان مرسلہ عبدالودود صاحب بنگالی قادری برکاتی رضوی طالب علم مدرسہ مذکور ۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

سجدہ کے قسم پر ہے اور کون سا کس لئے خاص ہے اور باقی کیسے ہیں؟

الجواب

سجدہ دو قسم ہے سجدۂ عبادت و سجدۂ تحیت۔ سجدۂ عبادت غیرِ خدا کے لئے کفر ہے اور سجدۂ تحیت غیرِ خدا کے لئے حرام مگر کفر و شرک نہیں کہ اگلی شریعتوں میں جائز تھا اور کفر و شرک کبھی جائز نہیں ہوسکتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/۴۶
[2] ؍؍ ؍؍ ۴۹/۱۳

Marfat.com

الزبدة الزکیۃ لتحریم سجود التحیۃ

۱۳ ھ ۳۷

(سجدۂ تعظیمی کے حرام ہونے کے بارے میں پاکیزہ مکھن)

مسئلہ ۱۸۶ بار اول از بنارس پھاٹک شیخ سلیم مدرسہ ابراہیمیہ مرسلہ مولوی حافظ عبدالسمیع صاحب ۹ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قال زید سجدۂ تعظیم وتحیت مرشد طریقت کے لئے اب بھی جائز ہے، اور استدلال کرتا ہے حضرت آدم علیہ السلام کے مسجود ملائکہ ہونے سے نیز واقعہ حضرت یوسف علیہ السلام سے، اور کہتا ہے والقی السحرۃ ساجدین[1] ساحروں نے حضرت موسٰی علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ قال عمرو سجدۂ تحیت ادیان ماضیہ میں جائز تھا ہماری شریعت غراء محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں وہ حکم منسوخ ہوا، جیسا کہ تفسیر جلالین، مدارک، خازن، روح البیان، جامع البیان، تفسیر کبیر، فتح العزیز وغیرہم میں مصرح ہے۔ اور ساحروں کو عرفان حق حاصل ہوا اور انھوں نے معبود حقیقی کو سجدہ کیا، جیسا کہ قالوا اٰمنا برب العٰلمین رب موسٰی وھارون[2] (جادوگر کہنے لگے ہم تمام جہانوں کے رب پر

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۴۶

[2] القرآن الکریم ۷/ ۱۲۱

Marfat.com

ایمان لے آئے جو حضرت موسٰی اور حضرت ہارون کا پروردگار ہے۔ت) اس پر دال ہے نہ کہ حضرت موسٰی علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ قال زید آیات اخبار و قصص میں ناسخ و منسوخ نہیں ہوتا کما فی نورالانوار (جیسا کہ نورالانوار میں ہے۔ت) لہٰذا اباحت اس کی باقی ہے۔ قال عمرو علمائے مفسرین نے اس حکم کا منسوخ ہونا مصرح بیان فرمایا۔ قال زید مفسرین کی مجرد رائے ہم پر حجت نہیں تاوقتیکہ کوئی آیت اسکی ناسخ یا ممانعت میں نہ وارد ہو۔ قال عمرو آیاتِ قرآنی اس کی ممانعت میں نص صریح ہیں مثلاً:

یایہا الذین اٰمنوا ارکعوا واسجدوا واعبدوا ربکم[1] اے ایمان والو! رکوع اور سجدہ کرو، اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ (ت)

پس معلوم ہوا سجدہ عبادت ہے، پس عبادت غیر خدا کی شرک ہے نیز:

فاسجدوا للّٰہ واعبدوا[2] پس اللہ تعالٰی کے لئے سجدہ کرو اور اسی کی عبادت کرو۔ (ت)

اور:

واسجدوا للّٰہ الذی خلقھن ان کنتم ایاہ تعبدون[3] اللہ تعالٰی کے لئے سجدہ کرو جس نے اُن چیزوں کو پیدا کیا، اگر تم خاص اُسی کی عبادت اور بندگی کرتے ہو۔ (ت)

میں لام واسطے تخصیص کے ہے اور ایاہ بھی تخصیص کے لئے آتا ہے، لہٰذا سجدہ مخصوص ذات باری کے لئے ہے اور غیر کے لئے شرک و حرام و کفر۔

قال زید ان آیتوں میں سجدۂ عبادت کی تخصیص ہے نہ کہ سجدۂ تحیت کی" لہٰذا وہ جائز ہے۔

قال عمرو لاتسجدوا للشمس ولا للقمر[4] (نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو۔ ت) سے غیر اللہ کے لئے سجدہ ممنوع ہونا ثابت ہے اگرچہ سجدۂ تحیت ہو، اور فقہاء و متکلمین نے اس کو حرام و کفر فرمایا ہے،

کما فی شرح فقہ اکبر "ملا علی" انجاح الحاجۃ، جیسا کہ شرح فقہ اکبر ملا علی قاری، انجاح الحاجۃ

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۷۷
[2] القرآن الکریم ۵۳/ ۶۲
[3] ؍؍ ؍؍ ۴۱/ ۳۷
[4] ؍؍ ؍؍ ۴۱/ ۳۷

Marfat.com

حلبی شرح المنیۃ ، مالابد منہ ، عالمگیری۔

شرح سنن ابن ماجہ ، حلبی کبیری وصغیری شرح منیۃ المصلی اور مالابدمنہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی اور عالمگیری میں ہے۔ (ت)

نیز احادیث صحیحہ اس کی مخالفت میں بکثرت وارد ہیں۔ قال زید آیت میں یہ کہاں ہے لا تسجد واللانسان (کسی انسان کو سجدہ نہ کرو۔ ت) حدیثوں میں جواز ہے عکرمہ بن ابوجہل مشرف باسلام ہوئے اور انھوں نے حضرت کو سجدہ کیا آپ نے منع نہ فرمایا کما فی مدارج النبوۃ و روضۃ الاحباب (جیساکہ مدارج النبوۃ اور روضۃ الاحباب میں ہے۔ ت) ایک صحابی نے حضرت کی پیشانی پر سجدہ کیا تو حضرت نے فرمایا تو نے اپنا خواب سچا کیا، پس ثابت ہوا کہ سجدہ جائز۔ کما فی مشکوٰۃ (جیساکہ مشکوٰۃ میں ہے۔ ت) قال عمرو عکرمہ کی روایت سے سجدہ مراد لینا اہل علم پر مخفی نہیں کہ کس قدر سادہ لوحی ہے کیونکہ منقول ہے :

فطأطأ رأسہ من الحیاء۔ کما فی سیرۃ الحلبی وسیرۃ النبویۃ۔

پس اس نے شرم وحیاء کی وجہ سے اپنا سر جھکا دیا، جیساکہ سیرت حلبیہ اور سیرت نبویہ میں ہے (ت)

اور مدارج النبوۃ کی عبارت ہے :

انگاہ از غایت شرمندگی سر در پیش افگند۔[1]

اس وقت غایت شرم و ندامت کی وجہ سے اس نے اپنا سر ان کے آگے جھکا دیا۔ (ت)

حدیث مشکوٰۃ سے معلوم ہوا کہ پیشانی انور مسجود علیہ تھی نہ مسجود لہ، لہذا وہ مفید مدعی نہیں، جس چیز پر سجدہ کیا جائے وہ مسجود لہ قرار نہیں پاتی، فتدبر (پس خوب غور وفکر کیجئے۔ ت) فالعجب کل العجب (انتہائی حیرت اور تعجب ہے۔ ت)، ونیز حدیث قیس و معاذ بن جبل میں سجدۂ تحیت کی نفی صریح وارد ہے لاتفعلوا[2] مشکوٰۃ وابن ماجۃ (ایسا مت کرو۔ مشکوٰۃ وابن ماجہ۔ ت) نیز دیگر احادیث جو پرچہ صوفی ۱۲۴ جلد ۲۱ ماہ رجب ۲۷ھ میں شائع ہوچکی ہے ملاحظہ ہو۔ قال زید یہ سب حدیثیں خبر احاد ہیں یہ نفی پر حجت نہیں ہوسکتیں، ونیز آیات قرآنی سے اباحت ثابت ہے اگرچہ مورد خاص ہے مگر حکم عام ہے۔ قال عمرو آیات قرآنی واحادیث نبوی وتصریحات فقہاء ومتکلمین سے حرمت وکفر

---

[1] مدارج النبوۃ ذکر عکرمہ بن ابی جہل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۲۹۹

[2] مشکوٰۃ المصابیح کتاب النکاح الفصل الثالث مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۸۲

سنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب حق الزوج علی المرأۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۴

Marfat.com

ہونا ثابت ہے اُس کی اباحت پر حالت اختیار میں کوئی روایت ضعیف بھی وارد نہیں، لہذا دعویٰ بلا دلیل ہے وہ مقبول نہیں۔ پس مفتیانِ دین بیان فرمائیں کہ قول حق و صواب کس کا ہے

فای الفریقین احق بالامن ان کنتم تعلمون ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولٰئک لھم الامن وھم المھتدون[1]۔ بینوا توجروا۔

پھر دو گروہوں میں سے امن کے زیادہ لائق کون ہے، اگر تم علم رکھتے ہو (تو بتاؤ)، انھوں نے اپنے ایمان میں ظلم کی آمیزش نہ کی اُن ہی کے لئے امن ہے اور وہی راہ پانے والے ہیں۔ بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ (ت)

بار دوم، ازمیرٹھ خیر نگر دروازہ مرسلہ مظاہر الاسلام صاحب نبیرۂ نواب ممتاز علی خاں ۲۹ شوال ۱۳۳۷ھ

مجدد مائۃ حاضرہ حضرت مولانا بالفضل اولٰنا جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب دامت برکاتہم، سلام و آداب کے بعد گزارش خدمت کہ ۲۸ جون ۲۹ رمضان المبارک کو رسالہ نظام المشائخ خدمت والا میں روانہ کرکے استدعا کی گئی تھی کہ براہِ کرم سجدۂ تحیت کے جواز و عدمِ جواز کی بابت شرع شریف کے مطابق اپنی قیمتی رائے سے اس خادم کو مطلع فرمایا جائے تاکہ یہ بے بضاعت جناب کے احسان و کرم کی وجہ سے اس عظیم الشان مسئلہ میں تشفی و اطمینان حاصل کرسکے۔ چند روز ہوئے کہ جناب کی معرکۃ الآراء تصنیف جو کہ تقویۃ الایمان کے رد و ابطال میں تحریر ہے خادم کی نظر سے گزری اس کے صفحہ ۴۳ پر سجدۂ تحیت کے جواز میں جو عبارت مزین ہے وہ حسب ذیل ہے؛

"واذ قلنا للملٰئکۃ اسجدوا لاٰدم فسجدوا الا ابلیس[2]۔

اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو سب سجدہ میں گرے سوائے ابلیس کے۔

ورفع ابویہ علی العرش وخروا لہ سجدا[3]۔

یوسف نے اپنے ماں باپ کو تخت پر بلند کیا اور وہ سب یوسف کے لئے سجدے میں گرے۔

یہ خاک بدہن گستاخ اللہ تعالٰی ملائکہ آدم ولیعقوب و یوسف علیہم الصلوٰۃ والسلام سب کا شرک ہوا، اللہ تعالٰی نے حکم دیا ملائکہ نے سجدہ کیا آدم راضی ہوئے یعقوب ساجد یوسف رضامند۔"

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۸۲ - ۸۱

[2] " " ۲/ ۳۴

[3] " " ۱۲/ ۱۰۰

Marfat.com

پھر جناب والاتحریر فرماتے ہیں: "اور یہاں نسخ کا جھگڑا پیش کرنا محض جہالت۔ شرک کسی شریعت میں حلال نہیں ہو سکتا، کبھی ممکن نہیں کہ اللہ تعالٰی شرک کا حکم دے اگرچہ اُسے پھر کبھی منسوخ بھی فرما دے۔"

اگر جناب براہِ کرم اپنی محققانہ رائے سے اس ناچیز کو مطلع فرمائیں گے تو یہ درحقیقت ایک بہت بڑی اسلامی خدمت متصور ہوگی، جناب کی مذکورہ بالاتحریر کے صریح معنٰی تو یہی سمجھ میں آئے کہ سجدۂ تحیت جائز ہے، والسلام مع الاکرام۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللھم لك الحمد یا من خشعت له القلوب وخضعت له الاعناق وسجدت له الجباہ ۞ وحرم السجود فی ھذا الدین المحمود ۞ والشرع المسعود ۞ لمن سواہ ۞ صل وسلم وبارك علی اکرم من سجد لك لیلا ونھارا ۞ وحرم السجود لغیرك تحریما جھارا ۞ وعلیٰ اٰله وصحبه الفائزین بخیرہ ۞ الذین لم یشن اللہ وجوھھم بالخرور لغیرہ ۞ نورنا اللہ بانوارھم ۞ ووفقنا لاتباع اٰثارھم ۞ اٰمین۔

اے اللہ! تعریف و توصیف تیرے لئے ہے۔ اے وُہ ذات کہ جس کے لئے دل عاجز ہوگئے (یعنی ان میں فروتنی پیدا ہوگئی) اور اس کے لئے گردنیں جھک گئیں اور پیشانیاں سجدہ ریز ہوگئیں اور اس اچھے دین اور باسعادت شریعت میں اس کے سوا کسی غیر کو سجدہ حرام ہو گیا۔ اے اللہ! درود و سلام اور برکت نازل فرما اس مقدس ہستی پر جو اُن لوگوں میں سب سے بڑے کریم ہیں، جنھوں نے رات دن تجھے سجدہ کیا۔ اور تیرے سوا کسی دوسرے کو واضح طور پر سجدہ کرنا حرام فرمایا۔ اور اُن کی آل اور ساتھیوں پر (نیز درود و سلام اور برکات نازل ہوں) جو اس کی بھلائی میں کامیاب ہوگئے۔ وہ ایسے ہیں کہ کسی غیر کے آگے گرنے سے، اللہ تعالٰی نے ان کے چہروں کو عیبناک نہیں کیا۔ اللہ تعالٰی ہمیں انکے انوار سے روشن فرمائے اور ہمیں اُن کے نشاناتِ قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ اے اللہ! ہماری یہ دعا قبول فرمالیجئے! (ت)

مسلمان اے مسلمان، اے شریعتِ مصطفوی کے تابع فرمان جان اور یقین جان کہ سجدہ حضرت عزت جلالہ کے سوا کسی کے لئے نہیں، اس کے غیر کو سجدۂ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرک مہین و کفر مبین اور سجدۂ تحیت حرام و گناہِ کبیرہ بالیقین، اور اس کے کفر ہونے میں اختلاف علمائے دین،

Marfat.com

ایک جماعت فقہا سے تکفیر منقول اور عند التحقیق وہ کفر صوری پر محمول، کما سیأتی بتوفیق المولی سبحنہ وتعالٰی (جیسا کہ اللہ تعالٰی پاک و برتر کے توفیق دینے سے عنقریب یہ مسئلہ آئے گا۔ ت) ہاں مثل صنم وصلیب وشمس وقمر کے لئے سجدے پر مطلقاً اکفار، کما فی شرح المواقف وغیرہ من الاسفار (جیسا کہ شرح مواقف وغیرہ بڑی کتابوں میں مذکور ہے۔ ت) ان کے سوا مثل پیر و مزار کے لئے ہرگز ہرگز نہ جائز نہ مباح، جیسا کہ زید کا ادعائے باطل، نہ شرک حقیقی نامغفور جیسا کہ وہابیہ کا زعم عاطل، بلکہ حرام ہے اور کبیرہ و فحشاء، فیغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء[1] (اللہ تعالٰی جس کو چاہے معاف کردیتا ہے اور جس کو چاہے سزا دیتا ہے۔ ت) ابطال شرک کے لئے تو وہی واقعہ حضرت آدم اور مشہور جمہور پر حضرت یوسف بھی علیہما الصلوٰۃ والسلام دلیل کافی۔ محال ہے کہ مولٰی عزوجل کبھی کسی مخلوق کو اپنا شریک کرنے کا حکم دے، اگرچہ پھر اُسے منسوخ بھی فرمائے۔ اور محال ہے کہ ملائکہ و انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے کوئی کسی کو ایک آن کے لئے شریک خدا بنائے یا اسے روا ٹھہرائے۔ کوکبۂ شہابیہ میں اسی کا بیان اور زعم وہابی کا ابطال بیّن البرہان، اس کا صرف اتنا مفاد و مقصود کہ وہابی کا شرک باطل و مردود۔ وہابی نے اس پر شرک نامغفور کا حکم لگا کر آدم و یعقوب و یوسف و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام سب کو معاذ اللہ مشرک بنادیا۔ اور رب عزوجل کو (خاک بدہن گستاخ) شرک کا حکم دینے اور جائز رکھنے والا ٹھہرادیا۔ یہ ضرور حق اور افادہ جواز سے اجنبی مطلق، کیا جو کچھ شرک نہ ہو سب جائز و روا ہے۔ یوں تو زنا و قتل و شرب خمر و اکل خنزیر سب کچھ حلال ٹھہرتا ہے کہ یہ باتیں بھی شرک نہیں تو معاذ اللہ سب جائز ہوئیں اور جہل صریح و ضلال مبین، والعیاذ باللہ رب العلمین (اور اللہ تعالٰی کی پناہ جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ ت) اور ابطال اباحت کو احادیث متواترہ اور ائمۂ دین کے نصوص وافرہ مسئلہ شرعیہ حدیث و فقہ سے لیا جائے گا اور ان میں اس کی تحریم متواتر اس کے ممنوع و ناجائز و گناہ کبیرہ ہونے کی تصریحات متظافر۔ پرچہ نظام المشائخ دہلی رجب ۱۳۴۳ھ کا اس سوال کے ساتھ آیا اُس میں متعلق سجدہ تحریر بے تحریر نے ایک ایسے نام سے انتساب پایا جس کی طرف اس کی نسبت نے عجب تعجب دلایا، اس تحریر میں اول تا آخر جہالتیں سفاہتیں، عبارات و مطالب میں طرفہ خیانتیں، شرع مطہر پر شدید جراءتیں حتی کہ خود نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر سخت حملہائے بیباک حضور و رب حضور پر افترا ہائے ناپاک۔ پھر صحابہ و ائمہ و فقہاء و اولیاء کا کیا ذکر اُن

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۴

Marfat.com

کی رفیع شان میں کمال زبان درازیوں کی کیا فکر، یہاں تک کہ اُن کو نہ صرف جاہل ضدی سنگدل بتایا بلکہ بھر منہ شقی ملعون شیطان راندۂ درگاہ ٹھہرایا، وسیجزی اللہ الفاسقین کذلك یجزی الظالمین (عنقریب اللہ تعالٰی نافرمانوں کو سزا دے گا اور اسی طرح ظالموں کو بدلہ دے گا۔ ت)

یہ سب بھی اینہم پر علم بھتے، کہ او رضلال کیا کم تھے، عجب مذہب نہیں کچھ عجب نہیں، مگر سخت آفت یہ کہ عبارتیں کی عبارتیں جی سے گھڑیں اور صاف بے دھڑک مشہور کتابوں کی طرف نسبت کر دیں اور وہ بھی اس جسارت کی شان سے کہ جلد و صفحہ و باب کے نشان سے، مذہبی عالت کچھ سہی جسے ادنیٰ حیا، انسانیت کے دائرے میں رہنا پسند ہو کیونکر ان کا مرتکب ہو سکے اگر نہ رسالہ خبیثہ سیف النقی کی طرح پابندا نرد دیوبند ہو نہ کہ ایک مشہور شخص جو پیش خویش صوفی و شیخ بننے کا خواہشمند ہو بہرحال مسلمانوں کو اسکے فریبوں سے بچانا لازم اشد جسے ہم نے بکر سے تعبیر کیا ہے کسے باشد مذکور سوال زید کے جتنے مکر ہیں سب مشتے از خروارۂ بکر ہیں لہذا خبر گیری اسی کی کافی آئی، و کل الصید فی جوف الفرا[۱] (ہر شکار فرا کے پیٹ میں ہے۔ ت) ایسی تحریرات اگرچہ قطعاً ناقابلِ التفات، مگر بعد اشاعت فاحشہ اس کا انسداد امر مہم۔

اب یہ مبارک جواب بتوفیق الوہاب چھ[۶] فصل پر منقسم:

فصل ۱: قرآن کریم سے سجدۂ تحیت کی تحریم، یہ اس کا رد ہے جو بکر نے صفحہ ۸ پر کہا: "کوئی آیت سجدۂ انسان کے خلاف قرآن میں کہیں بھی نہیں"۔

فصل ۲: چالیس حدیثوں سے سجدۂ تحیت کی تحریم، یہ اُس کا رد ہے جو بکر نے ایک ضعیف حدیث دکھا کر صفحہ ۹ پر کہا: "اسی حدیث کو سجدۂ تعظیمی کے مخالف سند میں پیش کیا کرتے ہیں سوائے اس کے اور کوئی ثبوت اُن کے پاس نہیں"۔ اللہ اکبر، متواتر حدیثوں کے مقابل یہ ڈھٹائی۔

فصل ۳: ایک سو دس نصوصِ فقہ سے سجدۂ تحیت کی تحریم، یہ اس کا رد ہے جو بکر نے صفحہ ۲۳ پر کہا: "سوائے چند جاہل ضدی لوگوں کے کوئی سجدۂ تعظیم کے خلاف نہ تھا"۔ صفحہ ۲۴: "اس سے انکار کرنے والے شیطان کی طرح راندۂ درگاہ ہوں گے"۔ صفحہ ۱۰: "سجدۂ تعظیمی کا انکار موجب لعنت و پھٹکار"۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[۲] (بہت جلدی ظالم جان لیں گے کہ وہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ ت)

---

[۱] کنز العمال بحوالہ الدیلمی حدیث ۱۴۸ ۱۳۴ ۱۶/ ۱۲۱ و تاج العروس فصل الفاء من باب الہمزۃ ۱/ ۹۶

[۲] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

Marfat.com

فصل ۴ : خود بکر کی سندوں اور اُسی کے مستندوں اور اُسی کے منہ سے قرآن مجید و احادیث متواترہ و اجماعِ علماء و اجماعِ اولیاء سے سجدۂ تحیت حرام ہونے کا ثبوت۔ یہ کاہے کا رد ہے اسے بکر سے پوچھیے۔

فصل ۵ : اُس ذرا سی تحریر میں بکر کے افترا، اختراع، کذب، خیانت، جہالت، سفاہت کا اظہار۔

فصل ۶ : سجدۂ آدم و یوسف علیہما الصلوٰۃ والسلام کی بحث اور اس سے استدلال مجوز کا قاہر ابطال۔

وباللہ التوفیق والوصول الی التحقیق والحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا و مولٰنا و اٰلہ و صحبہ اجمعین۔ آمین!

اور اللہ تعالیٰ ہی کے کرم سے حصولِ توفیق ہے، اور تحقیق تک رسائی ہو سکتی ہے۔ ہر تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ ہمارے آقا اور مولیٰ اور ان کی سب آل اور تمام ساتھیوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو۔ اے اللہ! ہماری دعا قبول فرمالیجئے۔ (ت)

فصل اوّل قرآن کریم سے سجدۂ تحیّت کی تحریم

قال ربنا تبارک و تعالیٰ ولا یأمرکم ان تتخذوا الملٰئکۃ والنبیین اربابا ایأمرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون[1]

(ہمارے رب تبارک و تعالیٰ نے فرمایا) نبی کو یہ نہیں پہنچتا کہ تمھیں حکم فرمائے کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو رب ٹھہرا لو کیا نبی تمھیں کفر کا حکم دے بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو۔

عبد بن حمید اپنی مسند میں سیدنا امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ فرمایا:

بلغنی ان رجلا قال یا رسول اللہ نسلم علیک کما یسلم بعضنا علی بعض افلا نسجد لک قال لا ولکن اکرموا نبیکم واعرفوا الحق لاھلہ

مجھے حدیث پہنچی کہ ایک صحابی نے عرض کی یا رسول اللہ ہم حضور کو بھی ایسا ہی سلام کرتے ہیں جیسا کہ آپس میں۔ کیا ہم حضور کو سجدہ نہ کریں۔ فرمایا نہ بلکہ اپنے نبی کی تعظیم کرو اور سجدہ خاص حق خدا کا ہے

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۸۰

Marfat.com

فانہ لاینبغی ان یسجد لاحد من دون تعالٰی فانزل اللہ تعالٰی ما کان لبشر الٰی قولہ بعد اذ انتم مسلمون[1]

اسے اسی کے لئے رکھو اس لئے کہ اللہ کے سوا کسی کو سجدہ سزاوار نہیں اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری۔

اکلیل فی استنباط التنزیل میں اس آیت کے نیچے یہی حدیث اختصاراً ذکر کرکے فرمایا:

ففیہ تحریم السجود لغیر اللہ تعالٰی[2] (اس میں غیر خدا کے لئے حرمتِ سجدہ کا بیان ہے۔ ت)

تو اس آیہ کریمہ نے غیر خدا کو سجدہ حرام فرمایا۔

آیت کی ایک شانِ نزول یہ بھی ہے کہ نصارٰی نے کہا ہمیں عیسٰی نے حکم دیا ہے کہ ہم اُن کو خدا مانیں اُس پر اُتری، امام خاتم الحفاظ نے جلالین میں دونوں سبب یکساں بیان کئے:

نزل لما قال نصارٰی نجران ان عیسٰی امرھم ان یتخذوہ ربا او لما طلب بعض المسلمین السجود لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[3]

آیت مذکورہ اس وقت نازل ہوئی جب نجران کے عیسائیوں نے کہا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے انھیں حکم دیا کہ وہ حضرت عیسٰی کو رب بنالیں، یا اس کا نزول اُس وقت ہوا جب بعض مسلمانوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے انھیں سجدہ کرنے کا مطالبہ کیا۔ (ت)

اس نے ظاہر کردیا کہ دونوں سبب قوی ہیں کہ خطبہ میں وعدہ ہے کہ تفسیر میں وہی قول لائیں گے جو سب سے صحیح تر ہو اور بیضاوی و مدارک و ابوالسعود و کشاف و تفسیر کبیر و شہاب و جمل وغیرہم عامہ مفسرین نے اسی سبب اول کو ترجیح دی کہ مسلمانوں نے حضور کو سجدے کی درخواست کی اس پر اتری، خود آخر آیت میں فرمایا "کیا تمھیں کفر کا حکم دیں بعد اس کہ تم مسلمان ہو" تو ضرور مسلمان مخاطب ہیں جو خواہانِ سجدہ ہوئے تھے نہ کہ نصارٰی۔

مدارک شریف و کشاف میں ہے:

بعد اذ انتم مسلمون یدل علٰی ان المخاطبین کانوا مسلمین وھم الذین استأذنوہ ان

آیت کے الفاظ "بعد اذ انتم مسلمون" اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آیت کریمہ کے مخاطب مسلمان تھے۔ اور یہ وہی لوگ تھے

---

[1] الدر المنثور بحوالہ عبد بن حمید عن الحسن تحت آیۃ ۳/ ۸۰ مکتبۃ آیۃ اللہ العظمٰی قم ایران ۲/ ۴۷

[2] الاکلیل فی استنباط التنزیل 〃 〃 〃 مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۵۴

[3] تفسیر جلالین 〃 〃 〃 اصح المطابع دہلی ۱/ ۵۴

Marfat.com

یسجد والہ[1]

جنھوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے انھیں سجدہ کرنے کی اجازت مانگی۔ (ت)

بیضاوی وارشاد العقل میں ہے:

دلیل ان الخطاب للمسلمین وھم المستأذنون لان یسجد والہ[2]

آیت میں یہ دلیل ہے کہ اس میں خطاب مسلمانوں کو ہے۔ اور یہ وہی لوگ ہیں کہ جنھوں نے حضور پاک سے انھیں سجدہ کرنے کی اجازت مانگی۔ (ت)

کبیر[3] میں قول کشاف نقل کرکے مقرر رکھا، فتوحات میں ہے:

یقرب ھذا الاحتمال قولہ فی اٰخر الاٰیۃ بعد اذ انتم مسلمون[4]

آیت کریمہ کے آخر میں "بعد اذ انتم مسلمون" کے الفاظ اس احتمال کے قریب ہونے کو چاہتے ہیں۔ (ت)

عنایۃ القاضی میں ہے:

ھذہ الفاصلۃ ترجیح القول بانھا نزلت فی المسلمین القائلین افلا نسجد لک[5]

یہ فاصلہ اس قول کی ترجیح ہے کہ آیت ان مسلمانوں کے حق میں نازل ہوئی کہ جو حضور پاک سے عرض کررہے تھے کیا ہم آپ کو سجدہ نہ کریں؟ (ت)

تفسیر نیشاپوری میں بھی اس کی تقویت کی اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق ہی سے کہتا ہوں) خطاب نصارٰی پر انتم مسلمون میں مجاز کی ضرورت ہے کہ نصارٰی نجران مسلمان کب تھے تو معنی[ع] یہ لینے ہوں گے ایامر اٰباء کم الاولین بالکفر بعد ان کانوا مسلمین کیا عیسٰی تمھارے اگلے

ع اقول وتاویلی ھذا اصح و اقول میری یہ تاویل بیضاوی کے حاشیہ میں

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] مدارک التنزیل تحت آیۃ ۳/۸۰ ۱/۱۶۶ و تفسیر کشاف تحت آیۃ ۳/۸۰ انتشارات آفتاب تہران ۱/۴۴۲
[2] انوار التنزیل (تفسیر بیضاوی) " النصف الاول ص۶۶ و ارشاد العقل السلیم " الجزء الثانی ص ۵۳
[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ۳/۸۰ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر الجزء الثامن ص ۱۲۱
[4] الفتوحات الالٰہیۃ " " مصطفی البابی مصر ۱/۲۹۱
[5] عنایۃ القاضی علی انوار التنزیل " " دار صادر بیروت ۴/۴۱

Marfat.com

باپ داداؤں کو جو اُن کے زمانے میں دینِ حق پر تھے کفر کا حکم کرتے بعد اس کے کہ وہ ایمان لاچکے تھے اور اور خطاب مسلمین پر کفر میں تاویل کی حاجت ہے کہ مسلمانوں نے ہرگز سجدۂ عبادت نہ چاہا۔

اولاً نہ یہ صحابہ سے معقول تھا روزِ اول سے توحید کا آفتاب عالم آشکار فرمادیا تھا موافق مخالف نزدیک کا دور ہر شخص جانتا تھا ہر گھر میں چرچا تھا کہ یہ ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلاتے اور شرک کے برابر کسی شئی کو دشمن نہیں رکھتے تو کسی صحابی سے عبادتِ نبی کی درخواست اور وہ بھی خود نبی سے کیونکر متصور تھی خصوصاً یہ سجدہ کی درخواست کرنے والے کون تھے، اجلۂ صحابہ معاذ بن جبل وقیس بن سعد وسلمان فارسی حتی کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہم جیسا کہ فصل احادیث میں آتا ہے۔

ثانیاً حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جواب میں یہی فرمایا کہ ایسا نہ کرو، یہ نہ فرمایا کہ تم عبادتِ غیر کی درخواست کرکے کافر ہوگئے تمھاری عورتیں نکاح سے نکل گئیں، توبہ کرو، دوبارہ اسلام لاؤ، پھر عورتیں راضی ہوں تو اُن سے نکاح کرو۔

ثالثاً سب سے زائد یہ کہ مولٰی تعالٰی بھی تو خود اسی آیت میں اُن کو مسلمان بتارہا ہے کہ تم تو مسلمان ہو کیا تمھیں کفر کا حکم دیں۔ لہذا امام محمد بن محمد حافظ الدین وجیز میں فرماتے ہیں:

قوله تعالٰی مخاطبا للصحابة رضی اللہ تعالٰی عنهم ایأمرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون، نزلت حین استأذنوا فی

اللہ عزوجل نے صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے فرمایا کیا نبی تمھیں کفر کا حکم دیں بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو یہ آیت اُس وقت اُتری جب صحابہ نے رسول اللہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

واظهر من تاویل الشهاب فی حاشیة البیضاوی اذ قال وان جاز ان یقال للنصارٰی ایأمرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون ای منقادون و مستعدون بقبول الدین الحق ارخاء للعنان واستدراجا[۱] اھ ففیه مالا یخفی علی نبیه ۱۲ منه۔

شہاب کی اس تاویل سے اصح واظہر ہے جو انھوں نے فرمایا کہ نصارٰی کو یہ کہنا کیا ہم تمھیں کفر کا حکم کرتے جب تم مسلمان ہوچکے اگر جائز ہے تو اس معنی میں کہ مطیع ہوچکے ہو اور دینِ حق کو قبول کرنے میں رغبت پیدا کرچکے ہو یہ بطور ارخاء عنان و استدراج ہے اھ، تو اس تاویل میں اعتراض ہے جو سمجھدار پر مخفی نہیں ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] عنایۃ القاضی علی انوار التنزیل تحت آیۃ ۳/ ۸۰ دار صادر بیروت ۴/ ۴۱

Marfat.com

السجود له صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ولا یخفی ان الاستئذان لسجود التحیة بدلالة بعد اذ انتم مسلمون، ومع اعتقاد جواز سجدۃ العبادۃ لایکون مسلما فکیف یطلق علیهم بعد اذ انتم مسلمون[1]

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سجدہ کرنے کی اجازت چا... اور ظاہر ہے کہ انھوں نے سجدۂ تحیت کی درخوا... کی تھی اس دلیل سے کہ فرماتا ہے کہ بعد اس ... کہ تم مسلمان ہو، اور سجدۂ عبادت جائز مان کر ... مسلمان نہیں رہتا تو یہ کیونکر فرمایا جاتا کہ بعد اس ... کہ تم مسلمان ہو۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں) بعینہٖ یہی دلیل روشن کر رہی ہے کہ کفر سے کفر حقیقی مراد نہیں کہ کفر حقیقی کی درخواست کرکے بھی مسلمان نہیں رہتا پھر کیونکر فرمایا جاتا کہ بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو،

وقد کان استدل به البعض القائلون بان سجدۃ التحیة کفر مطلقا وذکرہ فی الوجیز دلیلا لهم فانقلب الدلیل علی المدعی وثبت انها لیست بکفر کما علیه الجمهور والمحققون فاحفظ وتثبت وللہ الحمد۔

بعض لوگوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ جو سجدۂ ... تعظیمی کے علی الاطلاق کفر کے قائل ہیں۔ وجیز میں ... اُن کی دلیل ذکر فرمائی۔ پھر دلیل دعوے پر ... اور یہ ثابت ہوگیا کہ سجدہ تعظیمی کفر نہیں، ج... جمہور اور اہلِ تحقیق کا یہ موقف ہے۔ لہٰذا اس کو ... یاد رکھو اور اللہ تعالٰی ہی کے لئے حمد ہے۔ (ت)

لاجرم کفر سے مراد کفر دون کفر ہوگا جو محاورات شارع میں شائع ہے خصوصًا سجدہ کہ نہایت مشابہ پرستش غیر ہے فصل دوم میں زمین بوسی کی نسبت کافی شرح وافی وکفایہ شرح ہدایہ وتبیین شرح کنز و درمختار ومجمع الانہر وفتح اللہ المعین وجواہر اخلاطی وغیرہا سے آئے گا لانه یشبه عبادۃ الوثن[2] بت پرستی کے مشابہ ہے، تو سجدہ تو مشابہ تر کفر ہوگا، اس کی صورت بعینہا صورتِ کفر بلا ادنٰی تفاوت ہے تو کفر صوری ضرور ہے جیسا کہ فصل دوم میں خلاصہ ومحیط ومنح الروض ونصاب الاحتساب وغیرہا سے آتا ہے ان هذا کفر صورۃ[3] "سجدہ صورت کفر ہے۔"

وهو احد منانع هذا الاطلاق فی

اہلِ علم کے کلام میں جو اطلاق ہے ...

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علٰی ہامش الفتاوٰی الہندیۃ کتاب الفاظ تکون اسلاما اوکفرا ۶/ ۳۴۳ نورانی کتب...
[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ مطبع مجتبائی ...
[3] منح الروض الازہر علی الفقہ الاکبر فصل فی الکفر ... مصطفی ...

marfat.com
Marfat.com

کلا مھم کما سیأتی بعونہ عزوجل۔ ۴۳۷ ایک تنازع کی جگہ ہے جیسا کہ اللہ تعالٰی عزت (ت) والے اور بڑی شان والے کی مدد سے عنقریب آئیگا۔

بہرحال آیۂ کریمہ میں ایک طرف تجوز ہے لہٰذا امام خاتم الحفاظ نے دونوں شان نزول برابر رکھیں اور شک نہیں کہ ایک ایک آیت کے لئے کئی کئی شانِ نزول ہوتے ہیں اور قرآن کریم اپنے جمیع وجوہ پر حجت ہے کما فی التفسیر الکبیر و شرح المواھب للزرقانی وغیرھما (جیسا کہ تفسیر کبیر اور شرح مواہب للزرقانی وغیرہما میں ہے۔ت) تو قرآن عظیم نے ثابت فرمایا کہ سجدۂ تحیت ایسا سخت حرام ہے کہ مشابہ کفر ہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ صحابۂ کرام نے حضور کو سجدۂ تحیت کی اجازت چاہی اس پر ارشاد ہوا کیا تمھیں کفر کا حکم دیں، معلوم ہوا کہ سجدۂ تحیت ایسی قبیح چیز ایسا سخت حرام ہے جسے کفر سے تعبیر فرمایا، جب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے سجدۂ تحیت کا یہ حکم ہے پھر اوروں کا کیا ذکر، واللہ الہادی۔

فصل دوم چالیس حدیثوں سے تحریم سجدۂ تحیّت کا ثبوت

حدیث میں چہل حدیث کی بہت فضیلت آئی ہے، ائمہ وعلماء نے رنگ رنگ کی چہل حدیثیں لکھی ہیں ہم بتوفیقہ تعالٰی یہاں غیر خدا کو سجدہ حرام ہونے کی چہل حدیث لکھتے ہیں، یہ حدیثیں دو۲ نوع :

نوع اوّل : سجدۂ غیر کی مطلقاً ممانعت۔

حدیث اوّل[1] : جامع ترمذی و صحیح ابن حبان و صحیح مستدرک و مسند بزار و سنن بیہقی میں ابوہریرہ

عــــہ رأیتہ فی جامع الترمذی وعزاہ فی الدر المنثور[1] تحت قولہ عزوجل الرجال قوامون علی النساء للبزار والحاکم والبیھقی، وفی نکاح الترغیب[2] وذیل الجامع الصغیر[3] لابن حبان اقتصر فی ھذا علی مرفوعہ مشیا من الکتاب علی موضوعہ و وقع فی کنز العمال[4] رمزن للنسائی وھو تصحیف ت للترمذی ۱۲ منہ۔

میں نے یہ حدیث جامع ترمذی میں دیکھی ہے اور اس کو درمنثور نے آیۂ کریمہ "الرجال قوامون علی النساء" کی تفسیر میں بزار، حاکم اور بیہقی کی طرف منسوب کیا ہے اور ترغیب کے باب نکاح اور جامع صغیر کے ذیل میں اسکو ابن حبان کی طرف منسوب کیا اور اس میں صرف مرفوع حصہ پر اقتصار کیا ہے اپنی کتاب کے موضوع کے مطابق اور کنز العمال میں رمز "ن"، نسائی واقع ہے (حالانکہ یہ رمز "ت"، کی جگہ "ن" کو ذکر کردیا گیا ہے یعنی) ترمذی کے بجائے غلطی سے نسائی کا رمز کردیا ہے ۱۲ منہ (ت)

[1] الدرالمنثور تحت آیۃ الرجال قوامون الخ ۲/ ۱۵۲ [2] الترغیب والترھیب حدیث ۱۹ ۳/ ۵۴
[3] کنز العمال حدیث ۴۴۷۹۴ ۱۶/ ۳۳۶ [4] کنز العمال حدیث ۴۴۷۷۳ ۱۶/ ۳۳۲

Marfat.com

رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

قال جاءت امرأۃ الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ اخبرنی ما حق الزوج علی الزوجۃ قال لوکان ینبغی لبشر ان یسجد لبشر لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجھا اذا دخل علیھا لما فضلہ اللہ علیھا ھذا لفظ البزار[1] والحاکم والبیہقی وعند الترمذی المرفوع منہ بلفظ لوکنت آمرا احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجھا۔[2]

ایک عورت نے بارگاہِ رسالت علیہ افضل الصلٰوۃ والتحیۃ میں حاضر ہوکر عرض کی یا رسول اللہ شوہر کا عورت پر کیا حق ہے۔ فرمایا اگر کسی بشر کو لائق ہوتا کہ دوسرے بشر کو سجدہ کرے تو میں عورت کو فرماتا کہ جب شوہر گھر میں آئے اسے سجدہ کرے اس فضیلت کے سبب جو اللہ نے اُسے اس پر رکھی ہے۔ یہ الفاظ بزار، حاکم اور بیہقی کے ہیں، امام ترمذی کے ہاں مرفوع الفاظ یہ ہیں کہ اگر کسی کو کسی کے لئے سجدہ کا حکم فرماتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (ت)

حدیث دوم[عہ]: بزار نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی:

قال دخل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حائطا فجاء بعیر فسجد لہ فقالوا ھذہ بھیمۃ لاتعقل سجدت لك ونحن نعقل فنحن احق ان نسجد لك فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا یصلح لبشر ان یسجد لبشر ولو صلح لامرت المرأۃ

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک باغ میں تشریف لے گئے ایک اونٹ نے حاضر ہوکر حضور کو سجدہ کیا صحابہ نے عرض کی یہ بے عقل چوپایہ ہے اس نے حضور کو سجدہ کیا ہم تو عقل رکھتے ہیں ہمیں زیادہ لائق ہے کہ حضور کو سجدہ کریں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

عہ شروح الشفاء للخفاجی والقاری و مناھل الصفا فی تخریج احادیث الشفا للامام خاتم الحفاظ ۱۲ منہ۔

شفا شریف کی شروح خفاجی اور قاری کی اور مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفاء امام خاتم الحفاظ کی۔ ۱۲ منہ (ت)

---

[1] کشف الاستار عن زوائد البزار حدیث ۱۴۶۶ باب حق الزوج علی زوجتہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲/ ۱۷۷
المستدرک للحاکم کتاب النکاح ۲/ ۱۸۹ و الترغیب والترھیب بحوالہ البزار والحاکم ۳/ ۵۴

[2] جامع الترمذی ابواب الرضاع باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأۃ امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۳۸

Marfat.com

ان تسجد لزوجها لما لہ من الحق علیہا[1]

آدمی کو لائق نہیں کہ آدمی کو سجدہ کرے ایسا مناسب ہوتا تو میں عورت کو فرماتا کہ شوہر کو سجدہ کرے اُس حق کے سبب جو اس کا اس پر ہے ۔

امام جلال الدین سیوطی نے مناہل الصفا میں فرمایا: اس حدیث کی سند حسن ہے ۔

حدیث سوم[3]: احمد و نسائی و بزار و ابو نعیم انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال کان اھل بیت من الانصار لھم جمل یسنون علیہ وانہ استصعب علیھم (فذکر القصۃ الی قولہ) فلما نظر الجمل الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خر ساجدا بین یدیہ فقال لہ اصحابہ یارسول اللہ ھذہ بھیمۃ لا تعقل تسجد لک ونحن نعقل فنحن احق ان

یعنی انصار میں ایک گھر کا آبکشی کا اونٹ بگڑ گیا کسی کو پاس نہ آنے دیتا کھیتی اور کھجوریں پیاسی ہوئیں، سرکار میں شکایت عرض کی، صحابہ سے ارشاد ہوا چلو باغ میں تشریف فرما ہوں، اونٹ اُس کنارے پر تھا، حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُس کی طرف چلے۔ انصار نے عرض کی یارسول اللہ وہ بورانے (باؤلے) کتے کی طرح ہو گیا ہے مبادا حملہ کرے فرمایا ہمیں اس کا اندیشہ نہیں۔ اونٹ حضور کو دیکھ کر

ع عزاہ لاحمد فی الدر[2] المنثور ولہ وللنسائی فی المواھب[3] وزاد فی الترغیب البزار قال المنذری ورواہ النسائی مختصراً اھ[4] ورأیتہ لابی نعیم فی دلائل النبوۃ ووقع فی الکنز[5] العمال رمزت للترمذی وھو تصحیف للنسائی عکس ماسبق علقہ الترمذی عن کثیرین تحت حدیث ابی ھریرۃ الاول منھم انس رضی اللہ تعالٰی عنھم ۱۲ منہ غفرلہ

درمنثور میں مسند احمد اور مواہب میں احمد اور نسائی کی طرف منسوب ہے اور ترغیب میں بزار کا اضافہ ہے، امام منذری نے کہا، اور اس کو نسائی نے مختصراً روایت کیا ہے اھ، اور میں نے ابو نعیم کی دلائل النبوۃ میں دیکھا ہے اور کنز العمال میں رمز "ت" (ترمذی) کا ذکر ہے اور گزشتہ غلطی کے برعکس یہاں غلطی ہے اسکو ترمذی نے ابوہریرہ کی حدیث کے تحت حضرات سے بطور تعلیق روایت کیا ہے ان حضرات میں پہلے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہم ہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] مجمع الزوائد بحوالہ احمد والبزار باب فی معجزاتہ صلے اللہ علیہ وسلم الخ دار الکتاب بیروت ۹/ ۴، نسیم الریاض فصل فی الآیات فی ضروب الحیوانات ۳/ ۸۰، ۸۱ وشرح الشفاء لملا علی قاری علی ہامش نسیم الریاض ۳/ ۸۰

[2] الدر المنثور ۲/ ۱۵۴ [3] المواہب اللدنیۃ معجزات کلام الحیوانات ۲/ ۵۴۹

[4] الترغیب والترہیب حدیث ۲۰ ۳/ ۵۵ [5] کنز العمال حدیث ۳۴۷۷۰ ۱۲/ ۳۳۳

Marfat.com

تسجد لك قال لا یصلح لبشر ان یسجد لبشر و لو صلح ان یسجد بشر لبشر لامرت المرأة ان تسجد لزوجها من عظم حقه علیها[1] وعند النسائی مختصر۔

چلا اور قریب آکر حضور کے لئے سجدہ میں گرا حضور نے اس کے ماتھے کے بال پکڑ کر کام میں دے دیا وہ بکری کی طرح ہو گیا (آگے وہی ہے کہ) صحابہ نے عرض کی ہم تو ذی عقل ہیں ہم زیادہ مستحق ہیں کہ حضور کو سجدہ کریں۔ فرمایا آدمی کو لائق نہیں کہ کسی بشر کو سجدہ کرے ورنہ میں عورت کو مرد کے سجدے کا حکم فرماتا۔ امام منذری نے کہا اس حدیث کی سند جید ہے اور اس کے راوی مشاہیر ثقہ۔

حدیث چہارم ۵[4]: امام احمد و بزار و ابو نعیم انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال دخل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حائطا للانصار ومعہ ابوبکر وعمر فی رجال من الانصار وفی الحائط غنم فسجدت لہ فقال ابوبکر یارسول اللہ کنا نحن احق بالسجود لك من ھذہ الغنم قال انہ لاینبغی فی امتی ان یسجد احد لاحد ولوکان ینبغی ان یسجد احد لاحد

حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم انصار کے ایک باغ میں تشریف فرما ہوئے صدیق و فاروق اور کچھ انصار رضی اللہ عنہم ہمراہ رکاب تھے باغ میں بکریاں تھیں انھوں نے حضور کو سجدہ کیا، صدیق نے عرض کی یا رسول اللہ! ان بکریوں سے ہم زیادہ حقدار ہیں اس کے کہ حضور کو سجدہ کریں۔ فرمایا بیشک میری امت میں نہ چاہیئے کہ کوئی کسی کو سجدہ کرے

---

۵ عزاہ فی المواھب[2] لابی محمد عبد اللہ بن حامد الفقیہ فی کتاب دلائل النبوۃ لہ فقال الزرقانی ما بعد للمصنف التجوز فقد رواہ احمد والبزار[3] اھ، وکذلك عزاہ لھما الامام السیوطی فی مناھل الصفا فی تخریج حدیث الشفاء ورأیتہ ابی نعیم فی دلائل النبوۃ والیہ عزا فی الخصائص[4] ۱۲ منہ۔

مواہب میں اس کو ابو محمد بن عبد اللہ بن حامد فقیہ کی کتاب دلائل النبوۃ کی طرف منسوب کیا ہے تو زرقانی نے کہا مصنف کا مجازاً ذکر ہے تو اس کو احمد اور بزار نے روایت کیا اور یونہی امام سیوطی نے مناہل الصفا میں ان دونوں کی طرف منسوب کیا اور میں نے اس کو ابو نعیم کی دلائل النبوۃ میں دیکھا ہے اور امام سیوطی نے خصائص میں اس کی طرف منسوب کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الثانی والعشرون الجزء الثانی عالم الکتب بیروت ص ۱۳۷
مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۵۸-۵۹

[2] المواھب اللدنیہ ۲/ ۵۵۱ [3] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ ۵/ ۱۴۳ [4] الخصائص الکبرٰی ۲/ ۲۶۵

Marfat.com

لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجھا[1]۔ اور ایسا مناسب ہوتا تو میں عورت کو شوہر کے سجدے کا حکم فرماتا۔

ملّا علی قاری نے شرح شفاء امام قاضی عیاض میں کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ علامہ خفاجی نے نسیم الریاض میں کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

حدیث پنجم[5]: بیہقی و ابونعیم دلائل النبوۃ میں عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

بینما نحن قعود مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا اتاہ اٰتٍ فقال یا رسول اللہ ناضح اٰل فلان قد ابق علیھم فنھض رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (فذکر القصۃ وفیہ سجود البعیر لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) قال فقال اصحابہ یا رسول اللہ بھیمۃ من البھائم تسجد لک لتعظیم حقک فنحن احق ان نسجد لک قال لا لوکنت اٰمرا احدا من اُمتی ان یسجد بعضھم لبعض لامرت النساء ان یسجدن لازواجھن[2]۔

ہم خدمت اقدس حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر تھے کسی نے آکر عرض کی فلاں گھر کا شتر آبکش بے قابو ہوگیا۔ حضور اٹھے اور ہم ہمراہ رکاب اُٹھے ہم نے عرض کی: حضور! اُس کے پاس نہ جائیں۔ حضور تشریف لے گئے، اونٹ کی نظر جمالِ انور پر پڑنا اور اس کا سجدے میں گرنا۔ صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ایک چوپایہ تو حضور کی تعظیم حق کے لئے حضور کو سجدہ کرے ہم زیادہ اس کے لائق ہیں کہ حضور کو سجدہ کریں۔ فرمایا: نہیں، اگر میں اپنی امت میں ایک دوسرے کو سجدہ کا حکم دیتا تو عورتوں کو فرماتا کہ شوہروں کو سجدہ کریں۔

حدیث ششم[6]: احمد مسند اور حاکم مستدرک اور طبرانی معجم کبیر اور بیہقی و ابونعیم دلائل النبوۃ اور بغوی شرح سنہ میں یعلی بن مرہ ثقفی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال خرج النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ ایک روز حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] نسیم الریاض فصل فی الآیات فی ضروب الحیوانات مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۳/ ۸۰
[2] دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الثانی والعشرون ذکر سجود البہائم عالم الکتب بیروت الجزء الثانی ص ۱۳۵
[3] ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ص ۱۳۷

Marfat.com

یوما فجاء بعیر یرغو حتی سجد له فقال المسلمون نحن احق ان نسجد للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال لو کنت اٰمرا احدا ان یسجد لغیر اللہ تعالیٰ لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجہا[1]

باہر تشریف لئے جاتے تھے ایک اونٹ بولتا ہوا آیا قریب آکر حضور کو سجدہ کیا، مسلمانوں نے کہا ہمیں تو زیادہ لائق ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سجدہ کریں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میں کسی کو غیر خدا کے سجدے کا حکم دیتا تو عورت کو فرماتا کہ شوہر کو سجدہ کرے۔ جانتے ہو یہ اونٹ کیا کہتا ہے، یہ کہہ رہا ہے کہ اس نے چالیس برس اپنے آقاؤں کی خدمت کی جب بوڑھا ہوا انھوں نے اس کا چارہ کم اور کام زیادہ کر دیا اب کہ ان کے یہاں شادی ہے چھری لی کہ حلال کریں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسکے مالکوں سے فرما بھیجا کہ اونٹ یہ شکایت کرتا ہے، انھوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! واللہ وہ سچ کہتا ہے' فرمایا میں تو چاہتا ہوں کہ تم اسے میری خاطر سے چھوڑ دو۔ انھوں نے چھوڑ دیا۔ مطالع المسرات میں کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

حدیث ہفتم ۷: مسند امام احمد میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان فی نفر من المہاجرین والانصار فجاء بعیر فسجد له فقال اصحابه یا رسول اللہ تسجد لك البهائم والشجر فنحن احق ان نسجد لك فقال اعبدوا ربكم واكرموا اخاكم ولو كنت آمرا احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأة ان تسجد لزوجها[2]

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک جماعت مہاجرین و انصار میں تشریف فرما تھے کہ ایک اونٹ نے آکر حضور کو سجدہ کیا صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ چوپائے اور درخت حضور کو سجدہ کرتے ہیں تو ہم تو زیادہ مستحق ہیں کہ حضور کو سجدہ کریں۔ فرمایا: اللہ کی عبادت کرو اور ہماری تعظیم، اگر میں کسی کو کسی کے سجدے کا حکم کرتا تو عورت کو حکم دیتا کہ شوہر کو سجدہ کرے۔

اس حدیث کا صرف اخیر ٹکڑا کہ "اگر میں کسی کو سجدہ کا حکم کرتا تو عورت کو سجدۂ شوہر کا" سنن ابن ماجہ میں بھی ہے اور اسی قدر ترغیب میں ابن حبان اور در منثور میں ابوبکر بن ابی شیبہ کی طرف نسبت کیا۔

---

[1] مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۴۱
دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الثانی والعشرون ذکر سجود البہائم عالم الکتب بیروت الجزء الثانی ص ۱۳۶

[2] مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/۷۶

Marfat.com

حدیث ہشتم[8]: ابونعیم دلائل میں ثعلبہ بن ابی مالک رضی اللہ عنہ سے راوی:

قال اشتری انسان من بنی سلمۃ جملا ینضح علیہ فادخلہ فی مربد فجرد کیما یحمل فلم یقدر احد ان یدخل علیہ الا تخبطہ فجاء رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فذکر لہ ذلک فقال افتحوا عنہ فقالوا انا نخشی علیک یا رسول اللہ فقال افتحوا عنہ ففتحوا فلما راٰہ الجمل خرساجدا فسبح القوم وقالوا یا رسول اللہ کنا احق بالسجود من ھذہ البھیمۃ قال لو ینبغی لشیئ من الخلق ان یسجد لشیئ دون اللہ لینبغی للمرأۃ ان تسجد لزوجھا۔[1]

بنی سلمہ میں کسی نے ایک اونٹ آبکشی کو خرید کر سار میں کر دیا جب اسے لادنا چاہا جو پاس جاتا اس پر حملہ کرتا، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جلوہ افروز ہوئے، سرکار میں یہ حال معروض ہوا، ارشاد ہوا دروازہ کھولو، عرض کی: حضور! اندیشہ ہے۔ فرمایا: کھولو۔ کھول دیا، اونٹ کی نگاہ جمالِ انور پر پڑنی تھی کہ حضور کے لئے سجدہ میں جاگرا۔ حاضرین میں سبحان اللہ سبحان اللہ کا شور پڑ گیا۔ پھر عرض کی: یا رسول اللہ! ہم تو اس چوپائے سے زیادہ سجدہ کرنے کے سزاوار ہیں۔ فرمایا: اگر مخلوق میں کسی کو کسی غیر خدا کے لئے سجدہ مناسب ہوتا تو عورت کو چاہئے تھا کہ شوہر کو سجدہ کرے۔

حدیث نہم[9]: ابونعیم غیلان بن سلمہ ثقفی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی بعض اسفارہ فرأینا منہ عجبا من ذلک انا مضینا فنزلنا فجاء رجل فقال یا نبی اللہ انہ کان لی حائط فیہ عیشی وعیش عیالی ولی فیہ ناضحان فاغتلما علی فمنعانی انفسھما وحائطی وما فیہ ولا یقدر احد ان یدنو منھما فنھض نبی اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

ہم ایک سفر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رکاب انور میں تھے ہم نے ایک عجیب بات دیکھی ہم ایک منزل میں اُترے وہاں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کی: یا نبی اللہ! میرا ایک باغ ہے کہ میری اور میرے عیال کی وہی وجہِ معاش ہے اس میں میرے دو شتر آبکش تھے دونوں مست ہوگئے ہیں نہ اپنے پاس آنے دیں نہ باغ میں قدم رکھنے دیں کسی کی طاقت نہیں کہ قریب جائے۔ حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم مع صحابہ کرام اُٹھ کر

---

[1] دلائل النبوۃ الفصل الثانی والعشرون ذکر سجود البہائم عالم الکتب بیروت الجزء الثانی ص ۱۳۶

Marfat.com

باصحابه حتى اتى الحائط فقال لصاحبه افتح فقال يا نبي الله امرهما اعظم من ذلك قال افتح فلما حرك الباب اقبلا لهما جلبة كحفيف الريح فلما انفرج الباب ونظرا الى نبي الله صلى الله تعالى عليه وسلم بركا ثم سجدا فاخذ نبي الله برؤسهما ثم دفعهما الى صاحبهما فقال استعملهما واحسن علفهما فقال القوم يا نبي الله تسجد لك البهائم فبلاء الله عندنا بك احسن حين هدانا الله من الضلالة واستنقذنا بك من المهالك افلا تأذن لنا في السجود لك فقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ان السجود ليس لي الا للحي الذي لايموت ولو اني امرت احدا من هذه الامة بالسجود لامرت المرأة ان تسجد لزوجها[1]

اُس کے باغ کو گئے، فرمایا کھول دے، عرض کی یا نبی اللہ! ان کا معاملہ اس سے سخت تر ہے، فرمایا کھول، دروازے کو جنبش ہوئی تھی کہ دونوں شور کرتے ہوا کی طرح جھپٹے دروازہ کھلا اور انھوں نے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا فوراً سجدے میں گر پڑے، حضور نے ان کے سر پکڑ کر مالک کے سپرد کر دئے اور فرمایا ان سے کام لے اور چارہ بخوبی دے۔ حاضرین نے عرض کی یا نبی اللہ! چوپائے حضور کو سجدہ کرتے ہیں تو حضور کے سبب ہم پر اللہ کی نعمت تو بہتر ہے اللہ نے گمراہی سے ہم کو راہ دکھائی اور حضور کے ہاتھوں پر ہمیں دنیا و آخرت کے مہلکوں سے نجات دی کیا حضور ہم کو اجازت نہ دیں گے کہ ہم حضور کو سجدہ کریں، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا سجدہ میرے لئے نہیں وہ تو اُسی زندہ کے لئے ہے جو کبھی نہ مرے گا، امت میں کسی کو سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو سجدہ شوہر کا۔

حدیث دہم ۱۰: طبرانی کبیر میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

ان رجلا من الانصار كان له فحلان فاغتلما فادخلهما حائطا فسد عليهما الباب ثم جاء الى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فاراد ان يدعو له والنبي صلى الله تعالى عليه

"اس میں بھی حدیث ہشتم کی طرح دو اونٹوں کا مست ہونا ہے وہ سفر کا قصہ تھا اس میں یہ ہے کہ اُن کے مالک انصاری دعا کرانے آئے کہ اللہ تعالٰی اُن اونٹوں کو مسخر فرمادے اور حضور تشریف لے گئے دروازہ کھلوایا

[1] دلائل النبوۃ الفصل الثانی والعشرون ذکر سجود البہائم عالم الکتب بیروت الجزء الثانی ص ۱۳۶-۳۷

Marfat.com

وسلم قاعد ومعه نفر من الانصار (فساق الحدیث وفیه) فقال افتح ففتح الباب فاذا احد الفحلین قریب من الباب فلما رأی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سجد لہ فشد رأسہ وامکنہ منہ ثم مشی الی اقصی الحائط الی الفحل الآخر فلما رأہ وقع لہ ساجدا فشد رأسہ وامکنہ منہ وقال اذھب فانھما لایعصیانک وفیہ قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا آمر احدا ان یسجد لاحد ولو امرت احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجھا[1]

ایک دروازے کے قریب تھا دیکھتے ہی سجدے میں گرا حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے باندھ کر حوالہ مالک کیا پھر ملتھا ے باغ پر تشریف لے گئے دوسرا وہاں ملا اس نے بھی سجدہ کیا اُسے بھی باندھ کر حوالہ کیا اور درخواستِ سجدہ پر ارشاد ہُوا میں کسی کو کسی کے سجدہ کے لئے نہیں فرماتا ایسا فرمانا ہوتا تو عورت کو سجدۂ شوہر کا حکم کرتا۔

تغایر سیاق دلیل ہے کہ یہ جدا واقعہ ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

حدیث یازدہم[11]: عبد بن حمید وابوبکر بن ابی شیبہ ودارمی واحمد وبزار وبیہقی جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے راوی:

1 وھذا لفظ الدارمی فی حدیث طویل مشتمل علی معجزات قال خرجت مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی سفر (فذکر معجزتین الی ان قال) ثم سرنا ورسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیننا کانما علی رؤسنا الطیر تظلنا فاذا جمل ناد حتی اذا کان بین سماطین خر ساجدا (ثم ساق الحدیث الی ان قال) قال المسلمون

"میں ایک سفر میں ہمراہِ رکاب والا تھا قضائے حاجت کے لئے پردے کی ضرورت تھی، دو پیڑ چار گز کے فاصلے سے تھے مجھ سے فرمایا: اے جابر! اس پیڑ سے کہہ دے کہ دوسرے سے مل جا، فوراً مل گئے، بعد فراغ اپنی اپنی جگہ چلے گئے۔ پھر سوار ہوا راہ میں ایک عورت اپنا بچّہ لئے ملی، عرض کی: یارسول اللہ! اسے ہر روز تین دفعہ شیطان دباتا ہے حضور نے اس سے بچّہ لے کر تین بار فرمایا: دُور ہو اے خدا کے دشمن! میں

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۲۰۰۳ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/ ۳۵۶-۵۷

Marfat.com

عند ذٰلك یارسول اللہ نحن احق بالسجود لك من البھائم قال لا ینبغی لشیٔ ان یسجد لشیٔ و لوکان ذٰلك کان النساء لازواجھن[1]

اللہ کا رسول ہوں، پھر بچہ اس کی ماں کو دے دیا، جب ہم پلٹتے ہوئے اسی منزل میں پہنچے وہی بی بی اپنا بچہ اور دو دُنبے لئے حاضر ہوئی عرض کی یارسول اللہ! میرا ہدیہ قبول فرمائیں قسم اس کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا کہ جب سے بچے کو خلل نہ ہوا۔ حضور نے فرمایا ایک دنبہ لے لو ایک پھیر دو، پھر ہم چلے اور رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہمارے بیچ میں تھے گویا ہمارے سروں پر پرندے سایہ کئے ہیں ناگاہ ایک اونٹ چھوٹا ہوا آیا جب دونوں قطاروں کے بیچ میں ہوا سجدہ کیا رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا مالک حاضر ہو، کچھ انصاری جوان حاضر ہوئے کہ یا رسول اللہ! یہ ہمارا ہے۔ فرمایا اس کا کیا قصہ ہے۔ عرض کی بیس برس سے ہم نے اس پر آبکشی نہ کی یہ فربہ چربی دار ہے اب چاہا کہ اسے حلال کرکے بانٹ لیں یہ ہم سے چھوٹ آیا۔ فرمایا یہ ہمارے ہاتھ فروخت کردو۔ عرض کی بلکہ یارسول اللہ! وہ حضور کی نذر ہے۔ فرمایا اگر میرا ہے تو اس کے مرتے دم تک اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ یہ دیکھ کر مسلمانوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! چوپاؤں سے زیادہ ہمیں لائق ہے کہ حضور کو سجدہ کریں۔ فرمایا: کسی کو کسی کا سجدہ مناسب نہیں ورنہ عورتیں شوہروں کو کرتیں"۔ امام جلیل سیوطی نے مناہل میں فرمایا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ امام قسطلانی نے مواہب شریف اور علامہ فاسی نے مطالع میں فرمایا: جید ہے۔ زرقانی نے کہا: اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

حدیث دوازدہم ۱۲: بزار مسند اور حاکم مستدرک اور ابونعیم دلائل اور امام فقیہ ابواللیث تنبیہ الغافلین میں باسانید خود ہا بریدہ بن الحصیب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی:

واللفظ لابی نعیم قال جاء اعرابی الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال یارسول اللہ قد اسلمت فارنی شیئا ازدد بہ یقینا فقال ما الذی ترید قال ادع تلك الشجرۃ ان تأتیك قال اذھب فادعھا فاتاھا الاعرابی

ایک اعرابی نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی یارسول اللہ! میں اسلام لایا ہوں مجھے ایسی چیز دکھائیے کہ میرا یقین بڑھے۔ فرمایا: کیا چاہتا ہے۔ عرض کی: حضور! اس درخت کو بلائیں کہ حضور میں حاضر ہو۔ فرمایا: جا بُلا۔ وہ اعرابی درخت کے پاس گئے

---

[1] سنن الدارمی باب ما اکرم اللہ بہ نبیہ من ایمان الشجر بہ والبھائم والجن دار المحاسن للطباعۃ القاہرۃ ص ۱۹/۱

Marfat.com

فقال اجیبی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فمالت علی جانب من جوانبها فقطعت عروقها ثم مالت علی الجانب الاٰخر فقطعت عروقها حتی اتت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقالت السلام علیك یا رسول اللہ فقال الاعرابی حسبی حسبی فقال لها النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارجعی فرجعت فجلست علی عروقها وفروعها فقال الاعرابی ائذن لی یا رسول اللہ ان اقبل رأسك ورجلیك ففعل ثم قال ائذن لی ان اسجد لك قال لایسجد احد لاحد ولو امرت احدا ان یسجد لاحد لامرة المرأة ان تسجد لزوجها لعظم حقه علیها[1] ولفظ الفقیه قال اتأذن لی ان اسجد لك قال لاتسجد لی ولایسجد احد لاحد من الخلق ولو کنت اٰمرا احدا بذلك لامرت المرأة ان تسجد لزوجها تعظیما لحقه[2]

اور کہا تجھے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم یاد فرماتے ہیں۔ وہ فوراً ایک طرف کو اتنا جھکا کہ ادھر کے ریشے ٹوٹ گئے پھر ادھر اتنا جھکا کہ ادھر کے ریشے ٹوٹ گئے، پھر چلا اور حضور انور میں حاضر ہو کر صاف زبان سے کہا سلام حضور پر اے اللہ کے رسول۔ اعرابی نے کہا: مجھے کافی مجھے کافی۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے درخت سے فرمایا: پلٹ جا۔ فوراً واپس ہوا اور انھیں ریشوں پر مع شاخوں کے بدستور جم گیا۔ اعرابی نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے اجازت عطا ہو کہ سر اقدس اور دونوں پائے مبارک کو بوسہ دوں حضور نے اجازت دی پھر عرض کی اجازت عطا ہو کہ حضور کو سجدہ کروں۔ فرمایا: مجھے سجدہ نہ کرنا مخلوق میں کوئی کسی کو سجدہ نہ کرے میں کسی کے لئے اس کا حکم کرتا تو عورت کو حکم کرتا کہ حق شوہر کی تعظیم کے لئے اسے سجدہ کرے۔ حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔

حدیث سیزدہم ۱۳: امام احمد وابن ماجہ وابن حبان وبیہقی عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے راوی:

واللفظ لابن ماجة قال لما قدم معاذ من

جب معاذ رضی اللہ تعالےٰ عنہ شام سے آئے تو رسول اللہ

۱؎ دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الثالث والعشرون عالم الکتب بیروت الجزء الثانی ص ۱۳۸

۲؎ تنبیہ الغافلین باب حق الزوج علی زوجۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۴۰۶

Marfat.com

الشام سجد للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ما ھذا یا معاذ، قال اتیت الشام فوافقتھم یسجدون لاساقفتھم وبطارقتھم فوددت فی نفسی ان نفعل ذٰلک بک فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلا تفعلوا فانی لوکنت اٰمرا احدا ان یسجد لغیر اللہ تعالٰی لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجھا۔[1]

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سجدہ کیا، حضور نے فرمایا: معاذ! یہ کیا۔ عرض کی، میں ملک شام کو گیا وہاں نصارٰی کو دیکھا کہ اپنے پادریوں اور سرداروں کو سجدہ کرتے ہیں تو میرا دل چاہا کہ ہم حضور کو سجدہ کریں۔ فرمایا: نہ کرو، میں اگر سجدۂ غیر خدا کا حکم دیتا تو عورت کو سجدۂ شوہر کا۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہ حدیث حسن ہے اس کی سند میں کوئی ضعیف نہیں۔ ابن حبان نے اسے صحیح میں روایت کیا اور منذری نے اس کے صالح ہونے کا اشارہ کیا۔

حدیث چہاردہم[2]: حاکم صحیح مستدرک میں معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

انہ اتی الشام فرأی النصارٰی یسجدون لاساقفتھم ورھبانھم ورأی الیھود یسجدون لاحبارھم وربانیھم فقال لای شیئ تفعلون ھذا؟ قالوا ھذا تحیۃ الانبیاء قلت فنحن احق ان نصنع بنبینا فقال نبی اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انھم کذبوا علی انبیاءھم کما حرفوا کتابھم لو امرت احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجھا من عظم حقہ علیھا۔[2]

وہ شام کو گئے دیکھا نصارٰی اپنے پادریوں اور فقیروں کو سجدہ کرتے ہیں اور یہود اپنے عالموں اور عابدوں کو۔ ان سے پوچھا یہ کیوں کرتے ہو۔ بولے یہ انبیا کی تحیت ہے۔ معاذ فرماتے ہیں میں نے کہا تو ہمیں زیادہ سزاوار ہے کہ ہم اپنے نبی کو کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اپنے انبیا پر بہتان کرتے ہیں جیسے انھوں نے اپنی کتاب بدل دی ہے کسی کو کسی کے سجدہ کا حکم فرماتا تو شوہر کے عظیم حق کے سبب عورت کو۔

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب حق الزوج علی المرأۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۴

[2] الدر المنثور بحوالہ حاکم عن معاذ بن جبل تحت آیۃ ۴/۳۴ مکتبہ آیۃ اللہ العظمٰی قم ایران ۲/۱۵۴
مجمع الزوائد عن معاذ رضی اللہ عنہ کتاب النکاح حق الزوج علی المرأۃ دار الکتاب بیروت ۴/۳۱۰-۳۰۹

Marfat.com

حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔

حدیث پانزدہم[15]: امام احمد مسند اور ابوبکر بن ابی شیبہ مصنف اور طبرانی کبیر میں معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

انه لما رجع من الیمن قال یا رسول اللہ رأیت رجالا بالیمن یسجد بعضهم لبعض افلا نسجد لك قال لو کنت اٰمرا بشرا یسجد لبشر لامرت المرأة ان تسجد لزوجها۔[1]

وہ جب یمن سے واپس آئے عرض کی یا رسول اللہ میں نے یمن میں لوگوں کو دیکھا ایک دوسرے کو سجدہ کرتے ہیں تو کیا ہم حضور کو سجدہ نہ کریں، فرمایا اگر میں کسی بشر کو بشر کے سجدے کا حکم دیتا تو عورت کو سجدۂ شوہر کا۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہ حدیث صحیح ہے اس کے سب راوی رجالِ بخاری و مسلم ہیں اور جب دونوں حدیثیں صحیح رہیں لاجرم دو واقعے ہیں، اول بار شام میں یہود و نصارٰی کو دیکھ کر آئے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سجدہ کیا جس پر ممانعت فرمائی، دوبارہ اہلِ یمن کو دیکھ کر آئے اب اپنے مولٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سجدہ کے کمال شوق میں یا تو پہلا واقعہ ذہن سے اُتر گیا یا اُس میں بوجہ مخالفت یہود و نصارٰی کہ آخر میں عملِ نبوی اسی پر تھا نہی ارشاد کو محتمل سمجھا اور بسبب احتمالِ نہی حتمی اس بار پہلے کی طرح سجدہ کیا نہیں صرف اِذن چاہا اور ممانعت فرمائی گئی، واللہ تعالٰی اعلم۔

حدیث شانزدہم[16]: ابوداؤد سنن اور طبرانی کبیر میں اور حاکم و بیہقی قیس بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال اتیت الحیرة فرأیتهم یسجدون لمرزبان لهم فقلت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم احق ان یسجد له قال فاتیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقلت انی اتیت الحیرة فرأیتهم

میں شہر حیرہ میں (کہ قریب کوفہ ہے) گیا وہاں کے لوگوں کو دیکھا اپنے شہریار کو سجدہ کرتے ہیں میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم زیادہ مستحقِ سجدہ ہیں، خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر یہ حال و خیال عرض کیا، فرمایا بھلا اگر تم ہمارے

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۲۲۷-۲۲۸
الدر المنثور بحوالہ ابن ابی شیبہ و احمد تحت آیۃ ۴/ ۳۴ مکتبہ آیۃ اللہ العظمٰی قم ایران ۲/ ۱۵۳
المعجم الکبیر حدیث ۳۷۳ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ص ۱۷۴ و ۱۷۵

Marfat.com

یسجدون لمرزبان لھم فانت یارسول اللہ احق ان نسجد لک قال ارأیت لو مررت بقبری اکنت تسجد لہ قلت لا قال فلا تفعلوا لوکنت اٰمرا احدا ان یسجد لاحد لامرت النساء ان یسجدن لازواجھن لما جعل اللہ لھم علیھن من الحق[1]

مزار کریم پر گزرو تو کیا مزار کو سجدہ کروگے۔ میں نے عرض کی: نہ۔ فرمایا: تو نہ کرو، میں کسی کو کسی کے سجدے کا حکم دیتا تو عورتوں کو شوہروں کے سجدے کا حکم فرماتا اُس حق کے سبب جو اللہ تعالٰی نے ان کا ان پر رکھا ہے۔

ابوداؤد نے سکوتًا اس حدیث کو حسن بتایا اور حاکم نے تصریحًا کہا یہ حدیث صحیح ہے اور ذہبی نے تلخیص میں اسے مقرر رکھا۔ کما فی الاتحاف (جیساکہ اتحاف میں ہے۔ ت)

حدیث ہفدہم تا حدیث بست و یکم[۱۷-۲۱]: طبرانی معجم کبیر اور ضیاء صحیح مختارہ میں زید بن ارقم سے موصولًا، اور امام ترمذی جامع میں سراقہ بن مالک بن جعشم و طلق بن علی و ام المومنین ام سلمہ و عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے تعلیقًا راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لوکنت اٰمرا احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجھا[2]

اگر مجھے کسی کو کسی کے لئے سجدے کا حکم ہوتا عورت کو فرماتا کہ شوہر کو سجدہ کرے۔

حدیث بست و دوم[۲۲]: عبد بن حمید امام حسن بصری سے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سجدہ کرنے کا اذن مانگنے پر وہ آیت اتری کہ کیا تمھیں کفر کا حکم دیں[3]۔ یہ حدیث فصل اول میں گزری۔

تذییل اول: مدارک شریف میں سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے انھوں نے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سجدہ کرنا چاہا حضور نے فرمایا:

لاینبغی لمخلوق ان یسجد لاحد الا للہ

کسی مخلوق کو جائز نہیں کہ وہ کسی کو سجدہ کرے

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب النکاح باب فی حق الزوج علی المرأۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۹۱
المستدرک للحاکم " دارالفکر بیروت ۲/ ۱۸۷
السنن الکبرٰی کتاب القسم والنشوز باب ماجاء فی عظم حق الزوج علی المرأۃ دار صادر بیروت ۷/ ۲۹۱

[2] جامع الترمذی ابواب الرضاع باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأۃ امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۳۸
المعجم الکبیر عن زید بن ارقم حدیث ۵۱۱۶ و ۵۱۱۷ ۵/ ۲۰۸-۲۰۹ وکنز العمال حدیث ۴۴۷۹۹ ۱۶/ ۳۳۷

[3] الدرالمنثور بحوالہ عبد بن حمید عن الحسن تحت آیۃ ۳/ ۸۰ آیۃ اللہ العظمٰی قم ایران ۲/ ۴۷

Marfat.com

ماسوائے اللہ تعالیٰ کے ۔ (ت)

تعالیٰ [1]

تذییل دوم: تفسیر کبیر میں بروایت امام سفیان ثوری سماک بن ہانی سے ہے:

قال دخل الجاثلیق علیٰ علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاراد ان یسجد لہ فقال لہ علی اسجد للہ ولا تسجد لی [2]

امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی بارگاہ میں سلطنت نصاریٰ کا سفیر حاضر ہوا، حضرت کو سجدہ کرنا چاہا، فرمایا: مجھے سجدہ نہ کر اللہ عزوجل کو سجدہ کر۔

حدیث بست وسوم [23]: جامع ترمذی میں بطریق الامام عبداللہ بن المبارک عن حنظلہ بن عبید اللہ اور سنن ابن ماجہ میں بطریق جریر بن حازم عن حنظلہ بن عبدالرحمٰن الدوسی اور شرح معانی الآثار امام طحاوی میں بطریق حماد بن سلمہ وحماد بن زید ویزید بن زریع وابی ہلال کلھم عن حنظلۃ الدوسی انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے:

قال قال رجل یا رسول اللہ الرجل منا یلقی اخاہ او صدیقہ اینحنی لہ قال لا [3]

ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہم میں کوئی شخص اپنے بھائی یا دوست سے ملے تو اس کے لئے جھکے۔ فرمایا: نہ۔

امام طحاوی کے لفظ یہ ہیں:

انھم قالوا یارسول اللہ اینحنی بعضنا لبعض اذا التقینا قال لا [4]

صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا ملتے وقت ہم ایک دوسرے کے لئے جھکے۔ فرمایا نہ۔

امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

نوع دوم: قبر کی طرف سجدہ کی ممانعت۔

حدیث بست وچہارم [24]: امام احمد وامام مسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی وامام طحاوی ابومرثد غنوی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت آیۃ ۲/۳۴ دار الکتاب العربی بیروت ۱/۴۲

[2] مفاتیح الغیب " " " المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۲/۲۱۳

[3] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی المصافحۃ امین کمپنی دہلی ۲/۹۷

سنن ابن ماجہ باب المصافحۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۷۱

[4] شرح معانی الآثار کتاب الکراہیۃ باب المعانقۃ " " " ۲/۳۹۹

Marfat.com

لا تصلوا الی القبور و لا تجلسوا علیہا[1] — قبروں کی طرف نماز نہ پڑھو، نہ ان پر بیٹھو۔

حدیث بست و پنجم[25]: طبرانی معجم کبیر میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تصلوا الی قبر و لا تصلوا علی قبر[2] — نہ قبر کی طرف نماز پڑھو نہ قبر پر نماز پڑھو۔

تیسیر میں ہے اس حدیث کی سند حسن ہے۔

حدیث بست و ششم[26]: صحیح ابن حبان میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من الصلٰوۃ الی القبور[3] — قبروں کی طرف نماز پڑھنے سے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا۔

علامہ مناوی نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

حدیث بست و ہفتم[27]: ابوالفرج کتاب العلل میں بطریق رشدین کریب عن ابیہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

الا لا یصلین احد الی احد و لا الی قبر[4] — خبردار! ہرگز نہ کوئی کسی آدمی کی طرف نماز میں منہ کرے نہ کسی قبر کی طرف۔

فیه جبارۃ عن مندل عن رشدین۔

حدیث بست و ہشتم[28]: امام بخاری اپنی صحیح میں تعلیقاً اور امام احمد و عبدالرزاق و ابوبکر بن ابی شیبہ و وکیع بن الجراح و ابونعیم استاد امام بخاری و ابن منیع سنداً انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

رأنی عمر رضی اللہ تعالٰی عنه و انا اصلی الی قبر فقال القبر امامك — مجھے امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے قبر کی طرف نماز پڑھتے دیکھا فرمایا تمہارے

---

[1] صحیح مسلم کتاب الجنائز ۱/۳۱۲ و سنن ابی داؤد کتاب الجنائز ۲/۱۰۴
جامع الترمذی ابواب الجنائز ۱/۱۲۵ و شرح معانی الآثار 〃 ۱/۳۴۶

[2] المعجم الکبیر عن ابن عباس حدیث ۱۲۰۵۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/۳۷۶

[3] کنز العمال بحوالہ حب عن انس 〃 ۱۹۱۹۱ مؤسسۃ الرسالہ ۷/۳۴۴

[4] العلل المتناہیۃ لابی الفرج حدیث فی الصلٰوۃ الی النائم والمتحدث دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۴۴۴

Marfat.com

فنهانی[1] وفی روایة للوکیع قال لی القبر لاتصل الیہ وفی روایة الفضل بن دکین فناداہ عمر القبر القبر فتقدم و صلی وجاز القبر۔

آگے قبر ہے قبر ہے بچو قبر سے بچو اس کی طرف نماز نہ پڑھو۔ (اور فضل بن دکین کی روایت میں ہے کہ عمر نے پکارا قبر قبر۔ ت) یہ نماز ہی میں قدم بڑھا کر قبر کے آگے ہو گئے۔

حدیث بست ونہم[۲۹]: احمد، بخاری، مسلم، نسائی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال فی مرضہ الذی لم یقم منہ لعن اللہ الیہود والنصاری اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد قالت ولولا ذلك لابرز قبرہ غیر انہ خشی ان یتخذ مسجدا[2] وفی روایة لھم عنھا عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اولئك شرار الخلق عند اللہ عزوجل یوم القیمة[3]۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی وفات اقدس کے مرض میں فرمایا: یہود و نصارٰی پر اللہ کی لعنت ہو انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو محل سجدہ بنالیا، اور فرمایا ایسا کرنے والے اللہ عزوجل کے نزدیک روز قیامت بدترین خلق ہیں۔ ام المومنین نے فرمایا: یہ نہ ہوتا تو مزار اطہر کھول دیا جاتا مگر اندیشہ ہوا کہ کہیں سجدہ نہ ہونے لگے لہذا احاطہ میں مخفی رکھا گیا۔

حدیث سیم[۳۰]: اجلہ ائمہ مالک ومحمد وبخاری ومسلم وابوداؤد ونسائی ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] کنز العمال بحوالہ عب، ش وابن منیع عن انس حدیث ۲۲۵۱۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۸/ ۱۹۳

[2] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ما یکرہ من اتخاذ المسجد علی القبور " " " ۱/ ۱۷۷

" " باب ما جاء فی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر " ۱/ ۱۸۶

" کتاب المغازی باب مرض النبی و وفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ ۲/ ۶۳۹

صحیح مسلم کتاب المساجد باب النھی عن بناء المسجد علی القبور " " " ۱/ ۲۰۱

مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۱۲۱ و ۲۵۵

[3] صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب ھل ینبش قبور مشرکی الجاھلیۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۶۱

صحیح مسلم کتاب المساجد باب النھی عن بناء المسجد علی القبور " " " ۱/ ۲۰۱

Marfat.com

قاتل اللہ الیھود والنصارٰی اتخذوا قبور انبیائھم مساجد[1]

یہود و نصارٰی کو اللہ مارے انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدے کا مقام کرلیا۔

حدیث سی ویکم[31]: مسلم اپنی صحیح اور عبدالرزاق مصنف اور دارمی سنن میں ام المومنین و عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی:

قالا لما نزلت برسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم طفق یطرح خمیصۃ لہ علی وجھہ فاذا اغتم کشفھا عن وجھہ فقال وھو کذٰلک لعنۃ اللہ علی الیھود والنصارٰی اتخذوا قبور انبیائھم مساجد یحذر مثل ماصنعوا[2]

نزعِ روحِ اقدس کے وقت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم چادر رُوئے اقدس پر ڈال لیتے جب ناگوار ہوتی منہ کھول دیتے۔ اسی حالت میں فرمایا: یہود و نصارٰی پر اللہ کی لعنت انھوں نے اپنے انبیاء کی قبریں مساجد کرلیں۔ ڈراتے تھے کہ ہمارے مزار پُرانوار کے ساتھ ایسا نہ ہو۔

حدیث سی و دوم[32]: بزار مسند میں امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے راوی:

قال لی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی مرضہ الذی مات فیہ ائذن للناس علی فاذنت للناس علیہ فقال لعن اللہ قوما اتخذوا قبور انبیائھم مسجدا ثم اغمی علیہ فلما افاق قال یا علی ائذن للناس فاذنت لھم فقال لعن

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے وفاتِ انور کے مرض میں مجھ سے فرمایا: لوگوں کو ہمارے حضور حاضر ہونے دو۔ میں نے اذن دیا۔ جب لوگ حاضر ہوئے تو حضور نے فرمایا: اللہ کی لعنت ہر اس قوم پر جس نے اپنے انبیاء کی قبریں جائے سجدہ ٹھہرالیں۔ پھر حضور پر غشی طاری

---

[1] صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ ۱/۶۲ و صحیح مسلم کتاب المساجد ۱/۲۰۱ و سنن ابی داؤد باب البناء علی القبر ۲/۱۰۴

[2] صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۶۲
صحیح مسلم کتاب المساجد باب النہی عن بناء المسجد علی القبور " " " ۱/۲۰۱
المصنف لعبدالرزاق حدیث ۱۵۸۸ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۴۰۶
کنز العمال بحوالہ عب عن عائشہ و ابن عباس حدیث ۲۲۵۱۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۸/۱۹۴
سنن الدارمی حدیث ۱۴۱۰ دار المحاسن للطباعۃ ۱/۲۶۷

Marfat.com

اللہ قوما اتخذوا قبور انبیائهم مسجدا ثلثا فی مرض موته[1] ہوگئی جب افاقہ ہوا فرمایا، اے علی! لوگوں کو اذن دو، میں نے اذن دیا، فرمایا، اللہ کی لعنت ہے اس قوم پر جس نے اپنے انبیاء کی قبریں جائے سجدہ کرلیں۔ تین بار ایسا ہی ہوا۔

حدیث سی و سوم ۳۳: ابوداؤد طیالسی و امام احمد مسند اور طبرانی کبیر میں بسند جید اور ابونعیم معرفۃ الصحابہ اور ضیاء صحیح مختارہ میں اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال فی مرضہ الذی مات فیہ ادخلوا علی اصحابی فدخلوا علیہ وھو متقنع ببرد معافری فکشف القناع ثم قال لعن اللہ الیہود والنصارٰی اتخذوا قبور انبیائهم مساجد[2]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مرض وفات شریف میں فرمایا: میرے اصحاب کو میرے حضور لاؤ، حاضر ہوئے، حضور نے رُخِ انور سے کپڑا ہٹا کر فرمایا: یہود و نصارٰی پر اللہ کی لعنت انھوں نے اپنے انبیاء کی قبریں محلِ سجدہ قرار دے لیں۔

حدیث سی و چہارم ۳۴: امام احمد و طبرانی بسندِ جید عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان من شرار الناس من تدرکھم الساعۃ وھم احیاء ومن یتخذ القبور مساجد[3]

بیشک سب لوگوں سے بدتروں میں وہ ہیں جن کے جیتے جی قیامت قائم ہوگی اور وہ کہ قبروں کو جائے سجدہ ٹھہراتے ہیں۔

حدیث سی و پنجم ۳۵: عبدالرزاق مصنف میں مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من شرار الناس من یتخذ القبور مساجد[4] بدتر لوگوں میں ہیں وہ کہ قبروں کو محلِ سجود قرار دیں۔

حدیث سی و ششم ۳۶ و سی و ہفتم ۳۷: صحیح مسلم میں جندب اور معجم طبرانی میں کعب بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

قال سمعت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قبل ان یموت بخمس وھو یقول الا ان من کان قبلکم کانوا یتخذون قبور انبیائهم وصالحیهم مساجد الا فلا تتخذوا القبور

میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وفات پاک سے پانچ روز پہلے حضور کو فرماتے سنا خبردار! تم سے اگلے اپنے انبیاء اولیاء کی قبروں کو محلِ سجدہ گاہ قرار دیتے تھے، خبردار! تم ایسا

---

[1] کشف الاستار حدیث ۴۴۰ ۱/ ۲۱۹ و ۲۲۰ [2] کنز العمال حدیث ۲۲۵۲۴ ۸/ ۱۹۵
[3] مسند احمد بن حنبل ۱/ ۴۰۵ و ۴۳۵ و المعجم الکبیر حدیث ۱۰۴۱۳ ۱۰/ ۲۳۴ [4] المصنف لعبدالرزاق ۱/ ۴۰۵

Marfat.com

مساجد انی انہاکم عن ذلک[1] — نہ کرنا ضرور میں تمھیں اس سے منع فرماتا ہوں۔

تنبیہ: شرح منتقی میں حدیث جندب پر کہا اس کے مانند مضمون طبرانی نے بسند جید زید بن ثابت اور بزار نے مسند میں ابوعبیدہ بن الجراح اور ابن عدی نے کامل میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ اس کے ثبوت پر تین حدیثیں اور ہوں گی، واللہ تعالٰی اعلم۔

حدیث سی و ہشتم ۳۸: عقیلی بطریق سہل ابن ابی صالح عن ابیہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دعا فرمائی:

اللھم لا تجعل قبری وثنا لعن اللہ قوما اتخذوا قبور انبیائھم مساجد[2] — الٰہی! میرے مزار کریم کو بُت نہ ہونے دینا اللہ کی لعنت اُن پر جنھوں نے اپنے انبیا کی قبریں مسجد کرلیں۔

حدیث سی و نہم ۳۹: امام مالک مؤطا میں عطا بن یسار سے مرسلاً اور بزار مسند میں بطریق عطا بن یسار ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰے عنہ سے موصولاً راوی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اشتد غضب اللہ تعالٰی علٰی قوم اتخذوا قبور انبیائھم مساجد[3] — اللہ کا غضب اس قوم پر ہوا جس نے اپنے انبیاء کی قبروں کو محلِ سجدہ ٹھہرایا۔

حدیث چہلم ۴۰: عبدالرزاق مصنف میں عمرو بن دینار سے مرسلاً راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

کانت بنو اسرائیل اتخذوا قبور انبیائھم مساجد فلعنھم اللہ تعالٰی[4] — بنی اسرائیل نے اپنے انبیاء کی قبروں کو محلِ سجدہ کرلیا تو اللہ عزوجل نے ان پر لعنت فرمائی۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

افادہ: علامہ قاضی بیضاوی پھر علامہ طیبی شرح مشکوٰۃ پھر ملا علی قاری مرقاۃ میں لکھتے ہیں:

کانت الیھود والنصارٰی یسجدون لقبور انبیائھم ویجعلونھا قبلۃ ویتوجھون فی الصلٰوۃ نحوھا فقد اتخذوھا اوثانا فلذلک لعنھم ومنع المسلمین عن مثل ذلک[5] — یہود و نصارٰی اپنے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مزاروں کو سجدہ کرتے اور انھیں قبلہ بنا کر نماز میں اُن کی طرف منہ کرتے تو انھوں نے ان کو بُت بنالیا۔ لہٰذا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن پر لعنت کی اور مسلمانوں کو اس سے منع فرمایا۔

---

[1] صحیح مسلم ۲۰۱/۱ و المعجم الکبیر حدیث ۸۹ ۱۹/۱۲ [2] الشفاء فصل فی حکم زیارۃ قبرہ ۷۵/۲
[3] مؤطا امام مالک باب جامع الصلٰوۃ ص ۱۵۹ و کشف الاستار حدیث ۴۴۰ ۲۲۰/۱
[4] المصنف لعبد الرزاق حدیث ۱۵۹۱ ۴۰۶/۱ [5] مرقاۃ المفاتیح حدیث ۷۱۲ ۴۱۶/۲

Marfat.com

مجمع بحار الانوار میں ہے:

کانوا یجعلونہا قبلۃ یسجدون الیہا فی الصلوٰۃ کالوثن[1] — مزارات انبیاء کو قبلہ ٹھہرا کر نماز میں ان کی طرف سجدہ کرتے تھے جیسے بُت۔

تیسیر نیز سراج منیر شروح جامع صغیر میں ہے:

اتخذوھا جہۃ قبلتہم[2] — مراد حدیث یہ ہے کہ انھوں نے مزارات کو سمتِ سجدہ بنالیا۔

زواجر امام ابن حجر مکی میں ہے:

اتخاذ القبور مسجدا معناہ الصلوٰۃ علیہ اوالیہ[3] — قبروں کو محلِ سجدہ بنالینے کے یہ معنی ہیں کہ اُن پر یا اُن کی طرف نماز پڑھی جائے۔

علامہ تورپشتی نے شرح مصابیح میں دونوں صورتیں لکھیں:

احدھما کانوا یسجدون بقبور الانبیاء تعظیما لہم وقصد العبادۃ، ثانیہما التوجہ الٰی قبورہم فی الصلوٰۃ۔[4] — ایک یہ کہ بقصدِ عبادت قبورِ انبیاء کو سجدہ کرتے، دوسرے یہ کہ ان کی طرف سجدہ کرتے۔

پھر فرمایا: وکلا الطریقین غیر مرضیۃ دونوں صورتیں ناپسند ہیں۔ شیخ محقق لمعات میں اسے نقل کرکے فرماتے ہیں، وفی شرح الشیخ ایضا مثلہ[5] (شیخ کی شرح میں بھی ایسا ہے۔ ت) شرح امام ابن حجر مکی میں بھی یونہی ہے تو ظاہر کہ قبر کو سجدہ اور قبر کی طرف سجدہ دونوں حرام، اور ان احادیث کے تحت میں داخل ہیں اور دونوں کو وہ سخت وعیدیں شامل۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) بلکہ صورتِ دوم اظہر وارجح ہے یہود سے عبادتِ غیر خدا معروف نہیں، ولہذا علماء نے فرمایا کہ یہودیت سے نصرانیت بدتر ہے کہ نصارٰی کا خلاف توحید میں ہے اور یہود کا صرف رسالت میں۔

---

[1] مجمع بحار الانوار تحت لفظ "قبر" مکتبہ دار الایمان مدینۃ المنورۃ ۴/۱۹۶

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث قاتل اللہ الیہود الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/۱۸۱

[3] الزواجر کتاب الصلوٰۃ اتخاذ القبور مساجد دار الفکر بیروت ۱/۲۴۶

[4] لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح عن التورپشتی باب المساجد الخ مکتبۃ المعارف العلمیہ لاہور ۲/۵۲

[5] " " " " " " " " " " "

Marfat.com

درمختار میں ہے:

النصرانی شر من الیھودی فی الدارین[1]

عیسائی، یہودیوں سے دونوں جہان میں بدتر ہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں بزازیہ سے ہے:

لان نزاع النصارٰی فی الالٰھیات و نزاع الیھود فی النبوات[2]

اس لئے کہ عیسائیوں کا (ہم سے اختلاف) الٰہیات یعنی توحید میں ہے جبکہ یہودیوں کا اختلاف رسالت میں ہے (ت)

لاجرم محرر مذہب سیدنا امام محمد نے مؤطا میں صورتِ دوم کے داخل وعید و مشمول حدیث ہونے کی طرف صاف اشارہ فرمایا، باب وضع کیا:

باب القبر یتخذ مسجدا او یصلی الیہ[3]

"باب" قبر کو سجدہ گاہ بنایا جائے یا اس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی جائے۔ (ت)

اور اس میں یہی حدیث ابوہریرہ لائے،

قاتل اللّٰہ الیھود اتخذوا قبور انبیائھم مساجد[4] واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی یہودیوں کو مارے کہ انھوں نے اپنے انبیائے کرام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

فصل سوم ڈیڑھ سو[150] نصوص فقہ سے سجدۂ تحیت حرام ہونے کا ثبوت

اور وہ بھی دو[2] نوع ہیں:

نوعِ اوّل: تین قسم:

قسمِ اوّل: نفس سجدہ کا حکم کہ غیر خدا کے لئے مطلقاً حرام ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) تحریم متفق علیہ ہے اور اسی قدر ہمارا مقصود، اور تکفیر میں

---

[1] درمختار کتاب النکاح باب نکاح الکافر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۰

[2] ردالمحتار " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۹۵

[3] مؤطا الامام محمد باب القبر یتخذ مسجداً الخ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۱۷۲

[4] " " " " " " "

Marfat.com

عبارات چھ طور پر آئیں گی :

(۱) غیر خدا کے لئے سجدہ کفر ہے۔ اس کا ظاہر اطلاق ہے۔

(۲) غیر خدا کو سجدہ مطلقاً کفر ہے اس میں تصریح اطلاق ہے۔

(۳) بحالِ اکراہ کفر نہیں ورنہ کفر، یہ قید اولین میں بھی ضروری ہے۔

(۴) غیر کی نیت سے کفر، اور اللہ عزوجل کے لئے نیت ہو یا کچھ نیت نہ ہو تو کفر نہیں۔

(۵) بہ نیت عبادت کفر، اور بہ نیت تحیت کفر نہیں، اور کچھ نیت نہ ہو جب بھی کفر۔

(۶) غیر کی طرف اصلاً کفر نہیں جب تک نیت عبادت نہ ہو، اور یہی صحیح و معتمد و حق و معتقد ہے اور باقی کفر صوری وغیرہ سے مؤول، و باللہ التوفیق۔

نص ۱ : تبیین الحقائق امام فخر الدین زیلعی جلد اول ص ۲۰۲ (۲) غنیۃ المستملی محقق ابراہیم حلبی ص ۲۶۶ (۳) فتح اللہ المعین للعلامۃ السید ابی السعود الازہری جلد اول ص ۲۹۰ :

التواضع نہایتہ توجد فی السجود ولہذا لو سجد لغیر اللہ تعالیٰ یکفر[1] — تواضع کا ختم سجدے پر ہے اس لئے غیر خدا کو سجدہ کفر ہے۔

(۴) نصاب الاحتساب قلمی باب ۴۹ (۵) کفایۂ شعبی سے :

اذا سجد لغیر اللہ تعالیٰ یکفر لان وضع الجبہۃ علی الارض لایجوز الا للہ تعالیٰ[2] — غیر خدا کو سجدہ کرے تو کافر ہے کہ زمین پر پیشانی رکھنا دوسرے کے لئے جائز نہیں۔

نص ۶ : مبسوط امام جلیل شمس الائمہ سرخسی (۷) اس سے جامع الرموز ص ۵۳۵ :

من سجد لغیر اللہ تعالیٰ علی وجہ التعظیم کفر[3] — غیر خدا کو سجدۂ تعظیمی کرنے والا کافر ہے۔

نص ۸ : منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبر ص ۲۳۵ :

اقول وضع الجبین اقبح من وضع الخد — میں کہتا ہوں زمین پر ماتھا رکھنا رخسارہ رکھنے سے

---

[1] تبیین الحقائق باب صلوٰۃ المریض ۱/۲۰۲ و غنیۃ المستملی الثانی القیام سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۶۶
فتح المعین باب صلوٰۃ المریض کراچی ۱/۲۹۰

[2] فتاوٰی نور الہدیٰ بحوالہ المبسوط کتاب الکراہیۃ فصل فیما یصیر بہ المسلم کافرا مکتبہ حقانیہ کوئٹہ ص ۴۳۹

[3] جامع الرموز کتاب الکراہیۃ مکتبۃ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران ۳۱۵/۲

Marfat.com

فینبغی ان لایکفر الا بوضع الجبین دون غیرہ لان ھذہ سجدۃ مختصۃ للہ تعالٰی[1]۔

بھی بدتر ہے تو چاہئے کہ اس میں کفر ہو نہ اور میں کہ یہ سجدہ ہے کہ اللہ عزوجل کے لئے خاص ہے۔

اقول اوّلا ان کان علی وجہ العبادۃ کفر ولو لم یزد علی تقبیل ارض او انحناء بل بمجرد النیۃ والا فلا کفر فی المعتمد وھو الحق المعتقد و **ثانیا** الجبین احد جانبی الجبھۃ وھما جبینان وانما السجود وضع الجبھۃ فلیتنبہ۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) **اوّلاً** اگر زمین پر بطور عبادت پیشانی رکھے تو کافر ہو جائے گا اگرچہ زمین چومنے یا صرف جھکنے بلکہ صرف نیت کرنے پر اکتفا کیا (اور اس سے مزید کچھ نہ کیا) تو قابل اعتماد مذہب میں کفر نہیں لہذا یہی حق، قابل اعتقاد ہے۔ **ثانیاً** "جبین" پیشانی کی ایک جانب اور طرف ہے، اور پیشانی میں دو جبینیں ہیں۔ اور سجدہ، زمین پر پیشانی رکھنے کا نام ہے۔ لہذا اس سے آگاہ ہونا چاہئے۔(ت)

نص ۹: شرح نقایہ علامہ قہستانی ص ۵۲۵ (۱۰) مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر جلد ۲ ص ۲۲۰ دونوں فتاوٰی ظہیریہ سے (۱۱) ردالمحتار علامہ شامی جلد ۵ ص ۳۷۸ جامع الرموز سے:

یکفر بالسجدۃ مطلقاً[2]

غیر خدا کو سجدے سے مطلقاً کافر ہو جائے گا۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) امام عینی کے اختصار اور علی قاری کی نقل سے ظہیریہ میں یہ حکم جزمی نہیں بلکہ بعض کی طرف نسبت ہے کہ بعض نے مطلقاً کافر کہا کما سیأتی (جیسا کہ آگے آئے گا۔ت) مجمع الانہر وشامی دونوں کے مستند نقل علامہ قہستانی ہیں اور شک نہیں کہ امام عینی ان سے اوثق ہیں لہذا ہم نے یہاں ظہیریہ کو نہ گنا۔

نص ۱۲: غایۃ البیان علامہ اتقانی قلمی کتاب الکراہیۃ قبیل فصل من البیع:

اما السجود لغیر اللہ فھو کفر اذا کان من غیر اکراہ[3]

غیر خدا کو بلا اکراہ سجدہ کفر ہے۔

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحاً و کنایۃً مصطفی البابی مصر ص ۱۹۳
[2] مجمع الانہر کتاب الکراہیۃ بیروت ۲/ ۵۴۲ و جامع الرموز کتاب الکراہیۃ ایران ۳/ ۳۱۵
ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۴۶
[3] غایۃ البیان کتاب الکراہیۃ قبیل فصل من البیع (قلمی)

Marfat.com

نص ۱۲: منح الروض ص ۲۲۵:

اذا سجد بغیر الاکراہ یکفر عندھم بلا خلاف[1] — اگر بلا اکراہ سجدہ کیا تو باتفاقِ علماء کافر ہو جائے گا۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) دعوٰی اتفاق بمحل ہے اولاً بلکہ صحیح و مختار وہی تفصیل نیت عبادت و تحیت ہے جن پر نصوص کثیرہ مطلقہ عنقریب آتے ہیں۔

ثانیاً اجلہ اکابر نے خاص صورت عدمِ اکراہ میں بھی سجدۂ تحیت کفر نہ ہونے کی تصریحیں فرمائیں، فتاوٰی کبرٰی پھر خزانۃ المفتین قلمی کتاب الکراہۃ نیز واقعات امام صدر شہید پھر خود یہی غایۃ البیان محل مذکور میں مسئلہ اکراہ لکھ کر فرمایا:

فھذا دلیل علی ان السجود بنیۃ التحیۃ اذا کان خائفا لایکون کفرا فعلی ھذا القیاس من سجد عند السلاطین علی وجہ التحیۃ لایصیر کافرا[2] — یہ اس کی دلیل ہے کہ سجدۂ تعظیمی، جبکہ خائف (اور خطرہ محسوس کرے) تو کفر نہ ہوگا، لہذا اسی پر یہ مسئلہ قیاس کیا گیا ہے کہ جو بادشاہوں کو سجدۂ تعظیمی کرے تو کافر نہ ہوگا۔

جامع الفصولین جلد دوم میں بعد مسئلہ اکراہ ہے:

فھذہ تؤید ما مران من سجد للسلطان تکریما لایکفر[3] — یہ مسئلہ گزشتہ کلام کی تائید کرتا ہے کہ جس نے کسی بادشاہ کو بطورِ تعظیم سجدہ کیا تو (اس کاروائی سے) وہ کافر نہ ہوگا۔(ت)

ثالثاً خود علی قاری کی عبارت آتی ہے کہ روضۂ انور کے سجدے کو صرف حرام کہا نہ کہ کفر۔

رابعاً بلکہ نص ۲۷ میں وہی کہیں گے کہ بعض علماء نے تکفیر کی اور ظاہر تر عدمِ تکفیر ہے، پھر اتفاق درکنار وہ قول راجح بھی نہیں ضعیف و مرجوح ہے۔

نص ۱۴: امام ابن حجر مکی کی اعلام بقواطع الاسلام ص ۵۵:

علم من کلامھم ان السجود بین یدی — کلامِ علماء سے معلوم ہوا کہ غیر کو سجدہ کبھی کفر ہے

---

[1] منح الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحاً و کنایۃً مصطفٰی البابی مصر ص ۱۹۲

[2] خزانۃ الفتاوٰی کتاب الکراہیۃ قلمی نسخہ ۲/ ۲۱۳

[3] جامع الفصولین الفصل الثامن والثلاثون اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۲

Marfat.com

الغیرمنه ماھوکفر ومنه ماھوحرام غیرکفر فالکفران یقصد السجود للمخلوق و الحرام ان یقصدہ للہ تعالیٰ معظما بہ ذٰلك للمخلوق من غیران یقصدہ بہ اولا یکون له قصد[1]

اور کبھی صرف حرام۔ کفر تو یہ ہے کہ مخلوق کے لئے سجدہ کا قصد کرے اور حرام یہ کہ سجدہ اللہ کے لئے کرے اور مخلوق کی طرف کرنے سے اس کی تعظیم یا یہ کہ اصلاً کچھ نہ ہو۔

نص ۱۵ : جواہر الاخلاطی قلمی کتاب الاستحسان۔ (۱۶) پھر ہندیہ جلد ۵ ص ۳۶۸ و ۳۶۹ (۱۷) نصاب الاحتساب باب ۴۹ (۱۸) یہ سب امام اجل فقیہ ابو جعفر ہندوانی سے :

وھذا لفظ النصاب وھو اتم من قبل الارض بین ایدی السلطان او الامیر او سجد له فان کان علی وجه التحیة لایکفر ولکن یصیر آثما مرتکبا للکبیرة وان کان سجد بنیة العبادة للسلطان اولم تحضرہ النیة فقد کفر[2]

جس نے بادشاہ یا سردار کے سامنے زمین چومی یا اسے سجدہ کیا اگر بطور تحیت تھا تو کافر تو نہ ہوا مگر گنہگار مرتکب کبیرہ ہوا، اور اگر پرستش بادشاہ کی نیت کی یا عبادت و تحیت کوئی نیت اس وقت نہ تھی تو بیشک کافر ہو گیا۔

نص ۱۹ : فتاوٰی امام ظہیر الدین مرغینانی (۲۰) اس کا مختصر للامام عینی (۲۱) اس سے غمز العیون والبصائر ص ۳۱ (۲۲) فتاوٰی خلاصہ قلمی قبیل کتاب الھبہ (۲۳) اس سے منح الروض ص ۲۳۵ :

وھذا لفظ الامام العینی قال بعضھم یکفر مطلقا وقال اکثرھم ھو علی وجوہ ان اراد به العبادة یکفر وان اراد به التحیة لایکفر و یحرم علیه ذٰلك وان لم تکن له ارادة کفر عند اکثر اھل العلم[3]

غیر خدا کو سجدے سے بعض نے کہا مطلقاً کافر ہے، اور اکثر نے کہا اس میں کئی صورتیں ہیں اگر اس کی عبادت چاہی تو کافر ہے اور تحیت کی نیت کی تو کفر نہیں حرام ہے اور اگر کچھ نیت نہ تھی تو اکثر ائمہ کے نزدیک کافر ہے۔

خلاصہ کے لفظ یہ ہیں :

---

[1] اعلام بقواطع الاسلام مع سبیل النجاۃ مکتبة الحقیقة دار الشفقت استانبول ترکی ص ۳۸۸
[2] فتاوٰی ہندیة کتاب الکراھیة الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۶۸-۶۹
[3] غمز عیون البصائر بحوالہ العینی فی مختصر الفتاوی الظہیریة الفن الاول ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۲۵

Marfat.com

اما السجدة لهؤلاء الجبابرة فهی کبیرة هل یکفر قال بعضهم یکفر مطلقا وقال بعضهم (وفی نسخة الطبع اکثرهم) المسألة علی التفصیل ان ارادبها العبادة یکفر وان ارادبها التحیة لایکفر قال وهذا موافق لما قال وهذا موافق لما قال فی سیر الفتاوی والاصل[1]

رہا ان سلاطین کو سجدہ، وہ گناہ کبیرہ ہے اور کافر بھی ہوگا یا نہیں بعض نے کہا مطلقاً کافر ہوجائے گا اور اکثر نے فرمایا مسئلہ میں تفصیل ہے اگر عبادت چاہی کافر ہوجائے اور تحیت تو نہیں، اور یہی اُس مسئلہ کے موافق ہے جو فتاوٰی کی کتاب السیر اور امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کی کتاب مبسوط میں ہے۔

علی قاری نے اسے یوں نقل بالمعنی کیا،

فی الخلاصة من سجد لهم ان اراد به التعظیم ای کتعظیم اللّٰه سبحانه کفر وان اراد به التحیة اختار بعض العلماء انه لا یکفر اقول وهذا هو الاظهر وفی الظهیریة قال بعضهم یکفر مطلقا[2]

خلاصہ میں ہے جس نے انھیں سجدہ کیا اگر تعظیم کا قصد تھا یعنی مثل تعظیم الٰہی تو کافر ہوگیا اور تحیت کا ارادہ تھا تو بعض علماء نے اختیار فرمایا کہ کافر نہ ہوگا۔ میں کہتا ہوں یہی ظاہر تر ہے، اور فتاوٰی ظہیریہ میں ہے کہ بعض نے کہا مطلقاً کافر ہوجائے گا۔

اقول لیس فی الخلاصة لفظ التعظیم بل العبادة فلاحاجة الی ایراده ثم تفسیره بما یرجع الی العبادة الا ان یکون فی نسخة لفظ التعظیم کما ان فیها بعضهم مکان اکثرهم کنسخة القلم واللّٰه تعالٰی اعلم۔

اقول (میں کہتا ہوں کہ خلاصہ میں لفظ "تعظیم" نہیں بلکہ لفظ "عبادت" مذکور ہے لہذا اسکے لانے کی کچھ ضرورت نہیں پھر اس کی ایسے کلام سے تشریح کرنا کہ جو عبادت کی طرف راجع ہے مگر یہ کہ اس کے ایک نسخہ میں لفظ "تعظیم" موجود ہو جیسا کہ اس کے ایک "نسخہ" میں اکثرھم کی جگہ بعضھم جیسا کہ قلمی نسخہ میں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

نص ۲۴: امام اجل صدر شہید شرح جامع صغیر میں (۲۵) اُن سے امام سمعانی خزانۃ المفتین قلمی

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الفاظ الکفر الفصل الثانی الجنس الحادی عشر مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۸۹
[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحاً وکنایۃً مصطفی البابی مصر ص ۱۹۳

Marfat.com

کتاب الکراہیۃ میں (۲۶) جواہر الاخلاطی قلمی کتاب الاستحسان (۲۷) اُس سے عالمگیریہ جلد ۵ ص ۳۶۸ (۲۸) جامع الفصولین جلد ۲ ص ۳۱۴ (۲۹) برمزمن یعنی مجمع النوازل (۳۰) مرموز جز یعنی وجیز المحیط سے (۳۱) جامع الرموز ص ۵۳۵ (۳۲) محیط سے (۳۳) جامع الفصولین ص ۱۱ (۳۴) مجمع الانہر جلد ۲ ص ۵۲۰، اور یہ لفظ امام صدر شہید کے ہیں:

من قبل الارض بین یدی السلطان او امیرا و سجد له فان کان علی وجه التحیة لایکفر و لکن ارتکب الکبیرة[1]۔

جس نے بادشاہ یا کسی سردار کے سامنے زمین چومی یا اسے سجدہ کیا اگر بطور تحیت ہو کافر نہ ہوگا ہاں مرتکب کبیرہ ہوا۔

جامع الرموز وغیرہ کے لفظ یہ ہیں:

لا یجوز فانه کبیرة[2] زمین بوسی و سجدۂ تحیت ناجائز و کبیرہ ہیں۔

جواہر و ہندیہ میں یوں ہے:

لایکفر و لکن یاثم بارتکابه الکبیرة هو المختار[3]

یعنی مذہب مختار میں زمین بوسی و سجدۂ تحیت سے کافر تو نہ ہوگا مگر مجرم ہوگا کہ اس نے کبیرہ کیا۔

جامع الفصولین کے لفظ دوم یہ ہیں:

اثم لو سجد علی وجه التحیة لارتکاب ماحرم[4]

سجدہ تحیت سے گنہگار ہوگا کہ اس نے حرام کا ارتکاب کیا۔

مجمع الانہر کے لفظ یہ ہیں:

من سجد له علی وجه التحیة لایکفر و لکن یصیر آثما مرتکبا للکبیرة[5]۔

سجدۂ تحیت سے کافر تو نہ ہوگا ہاں گنہگار و مرتکب کبیرہ ہوگا۔

---

[1] خزانۃ المفتین کتاب الکراہیۃ قلمی ۲/ ۲۱۳ و جامع الفصولین الفصل الثامن و الثلاثون ۲/ ۳۱۴
[2] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الکراہیۃ مکتبۃ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران ۴/ ۳۱۵
[3] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ جواہر الاخلاطی کتاب الکراہیۃ الباب الثامن و العشرون ۵/ ۳۶۸
[4] جامع الفصولین الفصل الثامن و الثلاثون اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۴
[5] مجمع الانہر کتاب الکراہیۃ فصل فی بیان احکام النظر و نحوہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۴۲

Marfat.com

نص ۳۵ : درمختار کتاب الحظر قبیل فصل البیع (۳۶) مجمع الانہر محل مذکور :

وھل یکفر ان علی وجہ العبادۃ والتعظیم کفر وان علی وجہ التحیۃ لا وصار آثما مرتکبا للکبیرۃ ۔[1]

اس سے کافر بھی ہوگا یا نہیں، اگر بروجہ عبادت و تعظیم کرے کافر ہے، اور بروجہ تحیت تو کافر نہیں مجرم و مرتکب کبیرہ ہے ۔

(۳۷) علامہ ابن عابدین جلد ۵ ص ۳۸۷ کلام مذکور دُرپر :

تلفیق القولین قال الزیلعی وذکر الصدر الشھید انہ لایکفر بھذا السجود لانہ یرید بہ التحیۃ وقال شمس الائمۃ السرخسی ان کان لغیر اللہ تعالٰی علی وجہ التعظیم کفر ۔[2]

یعنی یہاں دو قول تھے، ایک یہ کہ سجدۂ تعظیمی کفر ہے امام شمس الائمہ سرخسی کا یہی قول ہے ۔ دوسرا یہ کہ سجدۂ تحیت کفر نہیں ۔ امام صدر شہید کا یہی مختار ہے ۔ شارح نے دونوں کا ایک ایک حصہ لے کر یہ تفصیل کی کہ تعظیم مقصود ہو تو کفر اور تحیت تو نہیں ۔

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے ۔ ت) امام صدر شہید صرف نفی کفر فرماتے ہیں سجدۂ تحیت کے گناہ کبیرہ ہونے کی خود انھوں نے تصریح فرمائی کہ نص ۲۰ میں گزری اور تعظیم سے کبھی مطلق مراد لیتے ہیں بایں معنی تحیت بھی تعظیم ہے خصوصًا تحیت عظما، نص ۴۵ میں امام فقیہ النفس اور نص ۵۱ میں سیدی عبدالغنی قدس سرہ سے آتا ہے کہ تحیت و تعظیم کو ایک صورت رکھا اور عبادت کے مقابل لیا اور کبھی خاص تعظیم مثل تعظیم الٰہی مراد لیتے ہیں جیسا کہ نص ۲۳ میں منح الروض سے گزرا اس وقت وہ مساوی عبادت ہے اس کی نظیر قسم دوم میں خود صاحب دُرمختار کی دُرمنتقی سے آتی ہے کہ تعظیم کو تحیت کے مقابل لیا قول شمس الائمہ میں یہی مراد ہے، تو یہ تلفیق نہیں توفیق ہے دونوں مرادوں کی تحقیق ہے اور اللہ عزوجل ولی توفیق ہے ۔

نص ۳۸ : کتاب الاصل للامام محمد (۳۹) فتاوٰی کتاب السیر (۴۰) ان دونوں سے فتاوٰی خلاصہ قلمی آخر کتاب الفاظ الکفر (۴۱) فتاوٰی غیاثیہ ص ۱۰۷ (۴۲) محیط (۴۳) اس سے شرح فقہ اکبر ص ۳۵ (۴۴) نصاب الاحتساب باب ۴۹ (۴۵) وجیز امام کردری جلد ۶ ص ۳۴۳

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۵

[2] ردالمحتار " " " " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ص ۲۴۶

Marfat.com

(۴۶) اختیار شرح مختار (۴۷) اس سے علامہ شیخی زادہ شارح ملتقی جلد ۲ ص ۵۲۰ :

اذا قال اھل الحرب لمسلم اسجد للملک والا قتلناک فالافضل ان لا یسجد لان ھذا کفر صورۃ والافضل ان لا یاتی بما ھو کفر صورۃ وان کان فی حالۃ الاکراہ ۱؎

جب حربی کافر کسی مسلمان سے کہیں بادشاہ کو سجدہ کر ورنہ ہم تجھے قتل کر دیں گے تو افضل یہ ہے کہ سجدہ نہ کرے کہ یہ صورۃً کفر ہے اور صورتِ کفر سے بچنا بہتر اگرچہ حالتِ اکراہ ہو۔

نص ۴۸ : فتاوٰی امام قاضیخان جلد ۴ ص ۳۷۸ (۴۹) اُس سے فتاوٰی ہندیہ جلد ۵ ص ۳۶۸ (۵۰) نیز اشباہ والنظائر قلمی فن اول قاعدہ ثانیہ (۵۱) اس سے حدیقہ ندیہ امام عارف باللہ نابلسی جلد اول ص ۳۸۱ (۵۲) خزانۃ المفتین کتاب الکراہیۃ (۵۳) فتاوٰی کبرٰی سے (۵۴) واقعات امام ناطفی (۵۵) اس سے عیون المسائل (۵۶) اس سے واقعات امام صدر شہید باب العین للعیون برمز وللواقعات (۵۷) اس سے غایۃ البیان علامہ انزاری قلمی کتاب الکراہیۃ محل مذکور (۵۸) واقعات ناطفی سے جامع الفصولین جلد دوم ص ۳۱۴ :

لو قال للمسلم اسجد للملک والا قتلناک قالوا ان امرہ بذلک للعبادۃ فالافضل لہ ان لا یسجد کمن اکرہ علی ان یکفر کان الصبر افضل وان امرہ بالسجود للتحیۃ والتعظیم لا للعبادۃ فالافضل لہ ان یسجد۲؎۔

اگر کافر نے مسلمان سے کہا بادشاہ کو سجدہ کر ورنہ تجھے قتل کر دینگے، علماء نے فرمایا اگر کافر اس سے سجدۂ عبادت کو کہہ رہا ہے تو افضل یہ ہے کہ سجدہ نہ کرے جیسے کفر پر اکراہ میں صبر افضل ہے، اور اگر سجدۂ تحیت کو کہہ رہا ہے تو افضل یہ ہے کہ سجدہ کر کے جان بچائے۔

اقول (میں کہتا ہوں) ان دس عبارات نے روشن کیا کہ غیر خدا کو سجدۂ تحیت شراب پینے اور سُوّر کھانے سے بدتر ہے۔ ان میں یہ حکم ہے کہ اگر قتل بلکہ قطع عضو بلکہ ضرب شدید ہی کی تخویف سے ان کے کھانے پینے پر اکراہ کیا جائے تو کھانا پینا فرض ہے ورنہ گنہگار ہوگا۔ علمگیری میں ہے :

اذا اخذ رجلا وقال لاقتلنک او

اگر کسی نے کسی شخص کو پکڑا اور کہا اس سُور کا

۱؎ منح الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر بحوالہ المحیط فصل فی الکفر صریحًا وکنایۃً مصطفی البابی مصر ص ۱۹۳
۲؎ فتاوٰی ہندیہ بحوالہ فتاوٰی قاضی خاں کتاب الکراہیۃ الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۶۹

Marfat.com

ان کان لحم ھذا الخنزیر یفترض علیہ التناول[1]

گوشت کھائیے ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا، تو اس پر گوشت کھانا (اپنی جان کے تحفظ کیلئے) فرض ہے (ت)

درمختار میں ہے:

اکرہ علی اکل لحم خنزیر بقتل او قطع عضو او ضرب مبرح فرض فان صبر فقتل اثم[2]

اگر کسی کو قتل کی دھمکی یا قطع اندام یا ضرب شدید سے ڈراتے ہوئے سور کا گوشت کھانے پر مجبور کیا گیا (تو ایسی حالت میں) اس پر سور کا گوشت کھالینا (اپنی جان کے تحفظ کے لئے) فرض ہے (پھر اگر اس نے نہ کھایا) اور مصیبت پر صبر کیا اور قتل کر دیا گیا تو گنہگار ہوگا۔

لیکن یہاں اگر قتل سے بھی اکراہ ہو تو سجدۂ تحیت کرلینا صرف افضل کہا فرض کیسا واجب کبھی نہ کہا یعنی جائز یہ بھی کہ قتل ہو جائے اور سجدۂ تحیت نہ کرے اگرچہ جان بچالینا بہتر ہے تو ظاہر ہوا کہ غیر خدا کو سجدۂ تحیت شراب پینے اور سور کھانے سے بھی بدتر ہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ اور ہوا ہی چاہئے کہ اکل خنزیر میں عبادت غیر خدا کی مشابہت نہیں، نہ اُسے بلا استحلال کسی نے کفر کہا بخلاف سجدۂ تحیت کہ ایک جماعت علماء سے اس پر حکم تکفیر آیا اور اُس کا دوسرے کے لئے کرنا واحد قہار عزجلالہ کے حق پر دست اندازی ہے۔ آدمی دین و انصاف رکھتا ہو تو یہی عبارات اس کی ہدایت کو بس، ولا یزید الظالمین الا خسارا (اور یہ ظالموں کو سوائے گھاٹے کے کچھ نہ بڑھائے گا۔ ت)

نص ۵۹: علمگیریہ جلد ۵ ص ۳۶۹ (۶۰) فتاوٰی غرائب سے،

لایجوز السجود الا للہ تعالٰی[3] سجدہ غیر خدا کے لئے جائز نہیں۔

نص ۶۱: اکلیل امام جلیل خاتم الحفاظ سے فصل اول میں گزرا: فیہ تحریم السجود لغیر اللہ تعالٰی[4]

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الاکراہ الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۸
[2] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۹۶
[3] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ فتاوٰی غرائب کتاب الکراہیۃ الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۶۹
[4] الاکلیل فی استنباط التنزیل تحت آیۃ ۲/۸۰ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۵۴

Marfat.com

اس آیت سے ثابت ہوا کہ غیر خدا کے لئے سجدہ حرام ہے۔

نص ۶۲: نصاب الاحتساب باب ۴۹ (۶۳) ایک تابعی جلیل سے کہ اکابر تابعین طبقۂ اولی خلافت فاروقی کے مجاہدین سے تھے:

ان السجود فی دین محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا یحل الا للہ تعالٰی [1]

بیشک محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دین میں اللہ عزوجل کے سوا سجدہ کسی کے لئے حلال نہیں۔

نص ۶۴: طریقۂ محمدیہ قلمی نوع سیزدہم آفات قلب میں تذلل کو حرام بتا کر فرمایا:

ومنه السجود والرکوع والانحناء للکبراء عند الملاقاۃ والسلام وردہ۔ [2]

اسی حرام فروتنی سے ہے بزرگوں کے ملتے اور انھیں سلام کرتے یا جواب دیتے وقت انھیں سجدہ یا ان کے لئے رکوع کرنا یا قریب رکوع تک جھکنا۔

نص ۶۵: منح الروض ص ۲۲۷:

السجدۃ حرام لغیرہ سبحنه تعالٰی [3]

غیر خدا کو سجدہ حرام۔

نص ۶۶: روضۂ امام اجل ابوزکریا نووی۔

نص ۶۷: پھر امام ابن حجر مکی کی اعلام بقواطع الاسلام ص ۱۳:

مایفعله کثیرون من الجهلة الظالمین من السجود بین یدی المشایخ فان ذلك حرام قطعاً بكل حال سواء كان للقبلة اولغیرها وسواء قصد السجود للہ تعالٰی او غفل وفی بعض صورہ مایقتضی الکفر عافانا اللہ تعالٰی من ذلك [4]

وہ جو بہت ظالم جاہل پیروں کو سجدہ کرتے ہیں یہ ہر حال میں حرام قطعی ہے چاہے قبلہ کی جانب ہو یا اور طرف، اور چاہے خدا کو سجدہ کی نیت کرے یا اس نیت سے غافل ہو، پھر اس کی بعض صورتیں تو مقتضی کفر ہیں اللہ تعالٰی ہمیں اس سے پناہ دے۔

نص ۶۸: اعلام ص ۵۵:

---

[1] نصاب الاحتساب

[2] الطریقۃ المحمدیۃ التذلل للمخلوق هو الثالث عشر من آفات القلب مکتبہ حنفیہ کوئٹہ ۱/۲۳۸

[3] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحاً کنایۃً المصطفی البابی حلبی مصر ص ۱۸۷

[4] اعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ مکتبۃ الحقیقۃ دار الشفقت استانبول ترکی ص ۳۴۹

Marfat.com

قد صرحوا بان سجود جهلة الصوفية بين یدی مشایخهم حرام وفی بعض صورہ مایقضی الکفر۔[1]

بیشک ائمہ نے تصریح فرمائی کہ پیروں کو سجدہ کہ جاہل صوفی کرتے ہیں حرام ہے اور اس کی بعض صورتیں حکمِ کفر لگاتی ہیں۔

نص ۶۹: غایۃ البیان قلمی شرح ہدایہ للعلامۃ الاتقانی محل مذکور بحث سجدہ میں:

ومایفعله بعض الجهال من الصوفیة بین یدی شیخهم فحرام محض اقبح البدع فینهون عن ذلك لامحالة۔[2]

سجدہ کہ بعض جاہل صوفی اپنے پیر کے آگے کرتے ہیں نرا حرام اور سب سے بدتر بدعت ہے وہ جبراً اس سے باز رکھے جائیں۔

نص ۷۰: وجیز امام حافظ الدین محمد بن محمد کردری جلد ۶ ص ۳۴۳:

وبهذا علم ان مایفعله الجهلة لطواغیتهم ویسمونه پایگاه کفر عند بعض المشایخ وکبیرة عند الکل فلو اعتقدها مباحة للشیخه فهو کافر وان امره شیخه به ورضی به مستحسنا له فالشیخ النجدی ایضا کافر ان کان اسلم فی عمرہ۔[3]

یہاں سے معلوم ہوا کہ سجدہ کہ جہال اپنے سرکش پیروں کو کرتے اور اُسے پائگاہ کہتے ہیں بعض مشائخ کے نزدیک کفر ہے اور گناہ کبیرہ تو بالاجماع ہے پس اگر اسے اپنے پیر کے لئے جائز جانے تو کافر ہے اور اگر اس کے پیر نے اسے سجدہ کا حکم کیا اور اسے پسند کرکے اس پر راضی ہوا تو وہ شیخ نجدی خود بھی کافر ہوا اگر کبھی مسلمان تھا بھی۔

اقول (میں کہتا ہوں) یعنی ایسے متکبر خدا فراموش خود پسند اپنے لئے سجدے کے خواہشمند غالباً شرع سے آزاد بے قید و بند ہوتے ہیں یوں تو آپ ہی کافر ہیں اور اگر کبھی ایسے نہ بھی تھے تو حرام قطعی یقینی اجماعی کو اچھا جان کر اب ہوئے والعیاذ باللہ تعالٰی۔

الحمد للہ یہ نفس سجدہ تحیت کے حکم میں ستر نص ہیں کہ سجدہ اللہ واحد قہار ہی کے لئے ہے اور اُس کے غیر کے لئے مطلقاً کسی نیت سے ہو حرام حرام کبیرہ کبیرہ، والحمد للہ حمدا کثیرا وصلی اللہ تعالٰی وبارك وسلم علٰی سیدنا ومولٰنا وآله وصحبه تعزیزا وتعزیرا آمین!

---

[1] اعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ مکتبۃ الحقیقۃ دار الشفقت استانبول ترکی ص ۳۸۸

[2] البنایۃ فی شرح الہدایۃ کتاب الکراہیۃ فصل فی الاستبراء وغیرہ المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۴/ ۲۵۶

[3] فتاوٰی بزازیۃ علٰی ہامش فتاوٰی ہندیۃ کتاب الفاظ تکون اسلاماً الخ نورانی کتبخانہ پشاور ۶/ ۳۴۳

Marfat.com

قسم دوم: سجدہ تو سجدہ زمین بوسی حرام ہے، اس پر پندرہ نص قسم اول میں تھے ۱۵ تا ۲۸ و ۳۲ تا ۳۴ و ۳۵ و ۳۶ کہ دونوں اصالۃً دربارۂ تقبیل ارض ہیں ۲۶ اور سنئے کہ مجموع ۴۱ نص ہوں۔

نص ۷۱: جامع صغیر امام کبیر (۷۲) اس سے فتاوٰی تاتارخانیہ (۷۳) اس سے عالمگیریہ جلد ۵ ص ۳۶۹ (۷۴) کافی شرح وافی قلمی ہر دو تصنیف امام جلیل ابوالبرکات نسفی صاحب کنز (۷۵) غایۃ البیان علامہ اتزاری قلمی شرح ہدایہ ہر دو در کتاب الکراہیۃ قبیل فصل فی البیع (۷۶) کفایہ امام جلال الدین کرمانی شرح ہدایہ جلد ۴ ص ۴۲ (۷۷) تبیین الحقائق امام زیلعی شرح کنز جلد ۶ ص ۲۵ (۷۸) تنویر الابصار امام شیخ الاسلام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ غزی (۷۹) درمختار علامہ مدقق علاء الدین محمد دمشقی کتاب الحظر محل مذکور (۸۰) مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر جلد ۲ ص ۵۲۰ (۸۱) فتح المعین علی الکنز جلد ۳ ص ۴۰۲ (۸۲) جواہر الاخلاطی قلمی کتاب الاستحسان (۸۳) تکملۃ البحر للعلامۃ الطوری جلد ۸ ص ۲۲۶ (۸۴) شرح الکنز للمسکین محل مذکور (۸۵) فتاوٰی غرائب (۸۶) اس سے فتاوٰی ہندیہ صفحہ مذکورہ، ان سولہ[16] نصوص جلیلہ میں ہے:

مایفعلونہ من تقبیل الارض بین یدی العلماء والعظماء فحرام والفاعل والراضی بہ آثمان[1]	عالموں اور بزرگوں کے سامنے زمین چومنا حرام ہے اور چومنے والا اور اس پر راضی ہونے والا دونوں گنہگار۔

کافی و کفایہ و غایۃ و تبیین و دُرّ و مجمع و ابوالسعود و جواہر نے زائد کیا، لانہ یشبہ عبادۃ الوثن[2] اس لئے کہ وہ بت پرستی کے مشابہ ہے۔

طوری کے لفظ یہ ہیں، لانہ اشبہ بعبدۃ الاوثان[3] ایسا کرنے والا بت پرستوں سے نہایت مشابہ ہے۔

نص ۸۷: علامہ سید احمد مصری طحطاوی جلد ۴ ص ۱۹۲ زیر قول مذکور دُر:

یشبہ عبادۃ الوثن لان فیہ صورۃ السجود لغیر اللہ تعالٰی[4]	زمین بوسی اس لئے بت پرستی کے مشابہ ہے کہ اس میں غیر خدا کو سجدے کی صورت ہے۔

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۵

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۵

[3] تکملہ البحر الرائق کتاب الکراہیۃ فصل فی الاستبراء وغیرہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸/۱۹۸

[4] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار 〃 〃 〃 〃 دارالمعرفۃ بیروت ۴/۱۹۲

Marfat.com

اقول (میں کہتا ہوں) زمین بوسی حقیقۃً سجدہ نہیں کہ سجدہ میں پیشانی رکھنی ضرور ہے جب یہ اس وجہ سے حرام و مشابہ بت پرستی ہوئی کہ صورۃً قریب سجود ہے تو خود سجدہ کس درجہ سخت حرام اور بت پرستی کا مشابہ تام ہوگا والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

نص ۸۸: غنیۃ ذوی الاحکام للعلامۃ الشرنبلالی جلد اول ص ۳۱۸ (۸۹) متن مواہب الرحمٰن سے:

یحرم تقبیل الارض بین یدی العالم للتحیۃ[1] — عالم کے سامنے تحیت کی نیت سے زمین بوسی حرام ہے۔

نص ۹۰: خادمی علی الدرر ص ۱۵۵:

تقبیل الارض والانحناء لیس بجائز بل محرم[2] — زمین چومنا اور جھکنا جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔

نص ۹۱: رد المحتار جلد ۵ ص ۳۷۹ (۹۲) در منتقی شرح ملتقی سے اقسام بوسہ میں:

حرام للارض تحیۃ وکفر لہا تعظیما[3] — زمین بوسی بطور تحیت حرام اور بروجہ تعظیم کفر ہے۔

نص ۹۳: فتاوٰی ظہیریہ (۹۴) مختصر امام عینی (۹۵) اس سے غمز العیون ص ۳۱ (۹۶) شرح فقہ اکبر ص ۲۳۵:

امّا تقبیل الارض فہو قریب من السجود الا ان وضع الجبین او الخد علی الارض افحش واقبح من تقبیل الارض[4] — زمین چومنا سجدے کے قریب ہے اور جبین یا رخسارہ زمین پر رکھنا اس سے بھی زیادہ فحش و قبیح ہے۔

قسم سوم: زمین بوسی بالائے طاق رکوع کے قریب تک جھکنا منع ہے اس پر ۶۴ و ۹ دو نص اوپر گزرے ہیں ۳۰ اور سنئے۔

---

[1] غنیۃ ذوی الاحکام حاشیۃ الدرر والغرر کتاب الکراہیۃ فصل من ملک اُمۃ لشراء الخ میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/۳۱۶

[2] حاشیۃ الخادمی علی الدرر شرح الغرر " " فصل قولہ اشربۃ عن محرمہا مطبعہ عثمانیہ ص ۱۵۵

[3] الدر المنتقی فی شرح الملتقی علی ہامش مجمع الانہر " فصل فی بیان احکام الفطر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۴۲

[4] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحاً و کنایۃً مصطفی البابی مصر ص ۱۹۳

Marfat.com

نص ۹۷ : زاہدی (۹۸) اس سے جامع الرموز ص ۵۳۵ (۹۹) اس سے ردالمحتار جلد ۵ ص ۳۷۵ (۱۰۰) نیز شیخی زادہ علی الملتقی جلد ۲ ص ۵۲۰ :

الانحناء فی السلام الی قریب الرکوع کالسجود[1] — سلام میں رکوع کے قریب تک جھکنا بھی مثل سجدہ ہے۔

نص ۱۰۱ : شرعۃ الاسلام (۱۰۲) اس کی شرح مفاتیح الجنان ص ۳۱۲ :

(لا یقبلہ و لا ینحنی لہ) لکونہما مکروہین[2] — نہ بوسہ دے نہ جھکے کہ دونوں مکروہ ہیں۔

نص ۱۰۳ : احیاء العلوم جلد ۲ ص ۱۲۴ (۱۰۴) اتحاف السادہ جلد ۶ ص ۲۸۱ :

(الانحناء عند السلام منھی عنہ) وھو من فعل الاعاجم[3] — سلام کے وقت جھکنا منع فرمایا گیا اور وہ مجوس کا فعل ہے۔

(۱۰۵) عین العلم قلمی باب ثامن (۱۰۶) شرح علی قاری جلد اول ص ۲۷۴ (۱۰۷) ذخیرہ سے (۱۰۸) نیز محیط سے :

(لا ینحنی) لان الانحناء یکرہ للسلاطین وغیرھم و لانہ صنیع اھل الکتاب[4] — سلام میں نہ جھکے کہ بادشاہ ہو یا کوئی کسی کے لئے جھکنے کی اجازت نہیں، اور ایک وجہ ممانعت یہ ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ کا فعل ہے۔

نص ۱۰۹ : حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ جلد اول ص ۳۸۱ :

معلوم ان من لقی احدا من الاکابر فحنی لہ رأسہ او ظھرہ و لو بالغ فی ذلک فمرادہ التحیۃ والتعظیم دون العبادۃ فلا یکفر بھذا الصنیع — معلوم ہے کہ جو اکابر میں کسی سے ملتے وقت اس کے لئے سر یا پیٹھ جھکائے اگرچہ اس میں مبالغہ کرے اس کا ارادہ تحیت و تعظیم ہی کا ہوتا ہے نہ کہ اس کی عبادت کا، تو اس فعل سے کافر نہ ہوجائیگا

---

[1] جامع الرموز کتاب الکراہیۃ ۳/۳۱۵ و مجمع الانہر ۲/۵۴۲

[2] شرح شرعۃ الاسلام فصل فی سنن المشی و آدابہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۳۱۲

[3] اتحاف السادۃ المتقین کتاب آداب الاخوۃ والصحبۃ الباب الثالث دارالفکر بیروت ۶/۲۸۱

[4] شرح عین العلم لملا علی قاری بحوالہ المحیط والذخیرہ الباب الثامن امرت پریس لاہور ص ۳۱۳

Marfat.com

وحال المسلم مشعر بذلك على كل حال واما العبادة فلا يقصدها الا كافر اصلی فی الغالب ولكن التملق الموصل الی هذا المقدار من التذلل مذموم ولهذا جعله المصنف رحمه الله تعالیٰ من التذلل الحرام ولم يجعله كفرا۔[1]

بہر حال خود مسلمان کا حال اس نیت کو بتارہا ہے عبادت کا ارادہ تو غالباً وہی کرے گا جو سرے سے کافر ہو، ہاں اتنی چاپلوسی جو اس حد کے ذلیل بننے تک پہنچادے بد ہے اسی لئے جھکنے کو مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے حرام کہا کفر نہ ٹھہرایا۔

نص ۱۱۰: امام اجل عزالدین بن عبدالسلام (۱۱۱) اُن سے امام ابن حجر مکی فتاوٰی کبرٰی میں جلد ۴ ص ۲۴۷ (۱۱۲) ان سے امام عارف نابلسی حدیقہ ص ۳۸۱ میں:

الانحناء البالغ الی حد الركوع لا يفعله احد لاحد كالسجود ولا بأس بما نقص من حد الركوع لمن يكرم من اهل الاسلام۔[2]

حدِ رکوع تک کوئی کسی کے لئے نہ جھکے جیسے سجدہ اور اس قدر سے کم میں حرج نہیں کہ کسی اسلامی عزت والے کے لئے جھکے۔

اقول هذا هو الجمع بين النصوص المتوافرة المتظافرة على المنع وبين ما فی الهندية عن الغرائب تجوز الخدمة لغير الله تعالیٰ بالقيام واخذ اليدين والانحناء[3] اھ وقد اشاروا اليه فی النصوص الاربعة التی صدرنا بها فتلك سبعة وبالله التوفيق۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہی جمع کرنا ہے (یعنی دونوں قولوں میں موافقت اور مطابقت پیدا کرنا) درمیان ان نصوص کثیرہ جو باہم ایک دوسرے کی مؤید ہیں، اور اس قول کے درمیان جو فتاوٰی عالمگیری میں فتاوٰی غرائب سے منقول ہے کہ کسی مخلوق (یعنی غیر خدا) کی قیام، مصافحہ کرنے اور جھکنے سے خدمت کرنا جائز ہے اھ بیشک اُنھوں (ائمہ کرام) نے اس کی طرف ان چار نصوص میں اشارہ فرمایا جن کو ہم پہلے لائے ہیں پس سات ہوگئیں، اور اللہ تعالیٰ ہی کے کرم سے حصولِ توفیق ہے (ت)

نص ۱۱۳: واقعات امام ناطفی (۱۱۴) ملتقط امام ناصر الدین (۱۱۵) ان دونوں سے نصاب الاحتساب اول و آخر باب ۴۹ (۱۱۶) جواہر اخلاطی کتاب الاستحسان (۱۱۷) اس سے عالمگیری جلد ۵

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ والخلق الثانی عشر مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۵۴۷

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ بحوالہ ابن حجر فی فتاوٰی ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۵۴۷

[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۶۹

Marfat.com

ص ۳۶۹ :

الانحناء للسلطان اولغیرہ مکروہ لانہ یشبہ فعل المجوس [1] بادشاہ ہو کوئی اس کے لئے جھکنا منع ہے کہ یہ مجوس کے فعل سے مشابہ ہے۔

۱۱۸ : مجمع الانہر جلد ۲ ص ۵۲۱ (۱۱۹) فصول عمادی سے :

یکرہ الانحناء لانہ یشبہ فعل المجوس [2] جھکنا منع ہے کہ وہ مجوس کے فعل سے مشابہ ہے۔

نص ۱۲۰ : مواہب الرحمٰن (۱۲۱) اس سے شرنبلالیہ جلد اول ص ۳۱۸ (۱۲۲) محیط (۱۲۳) اس سے جامع الرموز ص ۵۳۵ (۱۲۴) اس سے ردالمحتار جلد ۵ ص ۳۷۸ :

یکرہ الانحناء للسلطان وغیرہ [3] بادشاہ ہو خواہ کوئی اس کے لئے جھکنا منع ہے۔

۱۲۵ : فتاوٰی کبرٰی للامام الہیتمی : الانحناء بالظہر یکرہ [4] پیٹھ جھکانا مکروہ ہے۔

۱۲۶ : عالمگیریہ جلد ۵ ص ۳۶۹ (۱۲۷) فتاوٰی امام تمرتاشی سے :

یکرہ الانحناء عند التحیۃ وبہ ورد النھی [5] سلام کرتے جھکنا منع ہے حدیث میں اس سے ممانعت فرمائی ہے۔

نوع دوم متعلق مزارات۔ یہ بھی تین قسم :

قسم اوّل : مزارات کو سجدہ یا اُن کے سامنے زمین چومنا حرام اور حدِ رکوع تک جھکنا ممنوع۔

نص ۱۲۸ : منسک متوسط علامہ رحمۃ اللہ تلمیذ امام ابن الہمام (۱۲۹) مسلک متقسط شرح ملا علی قاری ص ۲۹۲ :

(لا یمس عند زیارۃ الجدار) ولا یقبلہ (ولا یلتصق بہ ولا یطوف) ولا ینحنی زیارت روضۂ انور سید اطہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (رزقنا اللہ العود الیہا بقبولہ)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۶۹

[2] مجمع الانہر بحوالہ فصول عمادی کتاب الکراہیۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۴۲

[3] ردالمحتار بحوالہ المحیط کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ داراحیاء التراث العربی ۵/۲۴۶

[4] الفتاوی الکبرٰی لابن حجر مکی باب السیر دارالکتب العلمیہ بیروت ۴/۲۴۷

[5] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ التمرتاشی کتاب الکراہیۃ الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۶۹

Marfat.com

ولا یقبل الارض فانه ای کل واحد (بدعة غیر مستحسنة۔[1]

(ہمیں اللہ تعالٰی دوبارہ روضۂ اطہر کی زیارت نصیب فرمائے بشرطیکہ قبولیت ہو) کے وقت نہ دیوارِ کریم کو ہاتھ لگائے، نہ چُومے، نہ اس سے چمٹے، نہ طواف کرے، نہ جھکے، نہ زمین چُومے کہ یہ سب بدعتِ قبیحہ ہیں۔

اقول (میں کہتا ہوں) بوسہ میں اختلاف ہے اور چھُونا چمٹنا اس کے مثل اور احوط منع اور علت خلافِ ادب ہونا،

لا ما قاله القاری فی القبلة انه من خواص بعض ارکان القبلة کیف وقد نصوا علی استحسان تقبیل المصحف وایدی العلماء وارجلهم والخبز۔

وہ بات نہیں جو ملّا علی قاری سے بوسہ دینے کے بارے میں صادر ہوئی کہ وہ بعض ارکان قبلہ کے خواص میں سے ہے اور یہ کیسے ہوسکتا ہے اس لئے کہ ائمہ کرام نے مصحف شریف اور علمائے کرام کے ہاتھ پاؤں چُومنے کے مستحسن ہونے کی تصریح فرمائی، نیز روٹی کو بوسہ دینے کی صراحت فرمائی۔ (ت)

اور جھکنے سے مراد بدستور تا حدِ رکوع، اور طواف سے یہ کہ نفسِ طواف بغرضِ تعظیم مقصود ہو کما حققناه فی فتاونا بما لا مزید علیه (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں بڑی تفصیل سے اسکی تحقیق کردی کہ جس پر اضافہ نہیں ہوسکتا۔ ت)

نص ۱۳۰: شرح لباب صفحہ مذکورہ:

اما السجدة فلا شك انها حرام فلا یغتر الزائر بما یری من فعل الجاهلین بل یتبع العلماء العاملین[2]

رہا مزارِ انور کو سجدہ وہ تو حرامِ قطعی ہے تو زائر جاہلوں کے فعل سے دھوکا نہ کھائے بلکہ علمائے باعمل کی پیروی کرے۔

نص ۱۳۱: زواجر عن اقتراف الکبائر جلد اول ص ۱۱۰:

قوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لا تتخذوا

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد کہ

---

[1] المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط مع ارشاد الساری فصل ولیغتنم ایام مقامہ الخ دار الکتاب بیروت ص ۳۴۲

[2] " " " " " " " " " " " " "

Marfat.com

قبری وثنا یعبد بعدی ای لا تعظموہ تعظیم غیرکم لاوثانھم بالسجود لہ اونحوہ فان ذٰلک کبیرۃ بل کفر بشرطہ[1]

میرے مزار اقدس کو پرستش کا بُت نہ بنانا اس سے یہ مراد ہے کہ اس کی تعظیم سجدے یا اسکے مثل سے نہ کرنا جیسے تمھارے اغیار اپنے بتوں کے لئے کرتے ہیں کہ سجدہ ضرور کبیرہ ہے بلکہ نیتِ عبادت ہو تو کفر۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

قسم دوم: مزار کو سجدہ درکنار کسی قبر کے سامنے اللہ عزّوجل کو سجدہ جائز نہیں اگرچہ قبلہ کی طرف ہو۔

نص ۱۳۲: طحطاوی علی الدر جلد اول ص ۱۸۳:

قولہ مقبرۃ لان فیہ التوجہ الی القبر غالباً الصلٰوۃ الیہ مکروھۃ[2]

مقبرے میں نماز مکروہ ہے کہ اس میں غالباً کسی قبر کو منہ ہوگا اور قبر کی طرف نماز مکروہ ہے۔

نص ۱۳۳: حلیہ امام ابن امیر الحاج قلمی اواخر مایکرہ فی الصلٰوۃ (۱۳۴) ردالمحتار جلد اول ص ۳۹۴:

المقبرۃ اذا کان فیھا موضع اعد للصلٰوۃ ولیس فیہ قبر ولا نجاسۃ وقبلتہ الی قبر فالصلٰوۃ مکروھۃ[3]

قبرستان میں جب کوئی جگہ نماز کے لئے تیار کی گئی ہو اور وہاں نہ قبر ہو نہ نجاست مگر اس کا قبلہ قبر کی طرف ہو جب بھی نماز مکروہ ہے۔

نص ۱۳۵: مجتبٰی شرح قدوری (۱۳۶) بحرالرائق جلد دوم ص ۲۰۹ (۱۳۷) فتح اللہ المعین جلد اول ص ۳۶۲:

یکرہ ان یطاء القبر او یجلس او ینام علیہ او یصلی علیہ او الیہ[4]

مکروہ ہے کہ قبر کو پامال کرے یا اس پر بیٹھے یا اس پر چڑھ کر سوئے یا اس پر یا اس کی طرف نماز پڑھے۔ (ت)

(۱۳۸) حلیہ آخر کتاب (۱۳۹) شامی ص ۹۲۵:

---

[1] الزواجر عن اقتراف الکبائر کتاب الصلٰوۃ باب اتخاذ القبور مساجد الخ دارالفکر بیروت ۱/۲۴۶

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار " دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۸۳

[3] ردالمحتار علی الدرالمختار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۵۴

[4] فتح المعین باب الجنائز ۹/۳۶۲ و بحرالرائق بحوالہ المجتبٰی کتاب الجنائز ۲/۱۹۴

Marfat.com

تکرہ الصلوٰۃ علیہ و الیہ لورود النھی عن ذٰلک[1]

قبر پر اور قبر کی طرف نماز منع ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اس سے ممانعت فرمائی۔

نص ۱۴۰: تبیین الحقائق امام زیلعی جلد اول ص ۲۴۶:

یکرہ ان یبنی علی القبر او یقعد علیہ او یصلی الیہ نھی علیہ الصلوٰۃ والسلام عن اتخاذ القبور مساجد[2]

قبر کے اوپر کوئی چنائی قائم کرنا یا قبر پہ بیٹھنا یا اس کی طرف نماز میں منہ کرنا سب منع ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے قبروں کو محلِ سجدہ قرار دینے سے منع فرمایا۔

نص ۱۴۱: زواجر جلد اول ص ۱۱۷:

من ثم قال اصحابنا تحرم الصلوٰۃ الی قبور الانبیاء والاولیاء تبرکا و اعظاما[3]

اسی وجہ سے ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مزارات شریفہ کی طرف نماز حرام ہے اگرچہ صرف تبرک و تعظیم کی نیت ہو۔

نص ۱۴۲: ایضاً ص ۱۱۶ (۱۴۳) بعض ائمہ نے گناہان کبیرہ متعلقہ بقبور میں فرمایا والصلوٰۃ الیھا[4] قبر کے سامنے نماز پڑھنا گناہِ کبیرہ ہے۔

نص ۱۴۴: ارشاد الساری امام احمد قسطلانی (۱۴۵) تحقیق امام ابو الفرج سے:

یحرم ان یصلی متوجھا الی قبرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[5]

حرام ہے کہ مزارِ انور حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی طرف منہ کرکے نماز پڑھے۔

اقول (میں کہتا ہوں) رکوع سجود والی نماز میں قبر سامنے ہونے کی کراہت اس کی نماز

---

[1] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۰۶

[2] تبیین الحقائق باب الجنائز فصل السلطان احق بصلوٰتہ المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/۲۴۶

[3] الزواجر عن اقتراف الکبائر کتاب الصلوٰۃ باب اتخاذ القبور مساجد دار الفکر بیروت ۱/۲۴۶

[4] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

[5] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری باب ھل تنبش قبور الخ دار الکتاب العربی بیروت ۱/۴۳۰

Marfat.com

ہونے کے سبب نہیں نماز تو نمازِ جنازہ بھی ہے اور اس میں میت کا سامنے ہونا شرط ورنہ نماز ہی نہ ہوگی اور بغیر نماز دفن کر دیا تو جب تک ظن سلامت ہے قبر پر نماز پڑھنا خود حکمِ شریعت ہے تو قطعاً یہ کراہت نماز کے سبب نہیں بلکہ رکوع وسجود کے باعث اور یقیناً معلوم کہ نماز کا رکوع وسجود اللہ عزوجل ہی کے لئے ہے اور مصلی یقیناً استقبالِ قبلہ ہی کی نیت کرتا ہے نہ کہ توجہ الی القبر کی، باایں ہمہ صرف قبر کا سامنے ہونا اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ کو ممنوع کرتا ہے تو خود قبر کو سجدہ کرنا یا اُسے سجدہ میں قبلہ توجہ بنانا کس درجہ سخت اشد ممنوع وحرام ہوگا، انصاف شرط ہے اور اس قسم کے نصوص اور نوع دوم کی احادیث کی باقی تقریر وتقریب آئندہ آتی ہے وباللہ التوفیق۔

قسم سوم : نماز تو نماز قبر کی طرف مسجد کا قبلہ ہونا منع ہے اگرچہ نمازی کا سامنا نہ ہو مثلاً امام کے سامنے کوئی ستون یا انگلی برابر دَل کی آدھ گز اونچی لکڑی ہو کہ جماعت کا سامنا نہ رہا، پھر بھی مسجد کے قبلے میں قبر کی ممانعت ہے جب تک بیچ میں دیوار حائل نہ ہو۔

نص ۱۴۶ : محررِ مذہب امام محمد کتاب الاصل (۱۴۷) اُن سے محیط (۱۴۸) ان سے ہندیہ جلد ۵ :

اکرہ ان تکون قبلۃ المسجد الی الحمام و القبور[1]

میں مکروہ رکھتا ہوں اسے کہ مسجد کا قبلہ حمام یا قبر کی طرف ہو۔

نص ۱۴۹ : غنیہ شرح منیہ ص ۳۶۶ :

یکرہ ان تکون قبلۃ المسجد الی حمام او قبر لان فیہ ترک تعظیم المسجد۔[2]

مکروہ ہے کہ مسجد کا قبلہ حمام یا قبر کی طرف ہو کہ اس میں مسجد کی بے تعظیمی ہے۔

نص ۱۵۰ : خلاصہ جلد اول ص ۵۶ :

یکرہ ان تکون قبلۃ المسجد الی حمام او قبر اذا لم یکن بین المصلی وبین ھذہ المواضع حائل

مکروہ ہے کہ مسجد کا قبلہ حمام یا قبر کی طرف ہو جبکہ محل نماز اور ان مواضع میں دیوار کی مثل کوئی حائل نہ ہو ہاں بیچ میں دیوار ہو تو

---

[1] فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۱۹
[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی کراہیۃ الصلوٰۃ فروع فی الخلاصہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۶۶

Marfat.com

کالحائط وان کان حائط لایکرہ۔[1]   مکروہ نہیں۔

اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق ہی سے کہتا ہوں) یہاں دو مسئلے ہیں:

ایک یہ کہ قبر کے سامنے نماز ممنوع ہے، یہ حکم عام ہے مسجد میں ہو خواہ مکان میں خواہ صحرا میں، اور اس کا علاج سُترہ ہے کہ انگلی کا دَل [موٹائی] اور آدھ گز طول رکھتا ہو، یا صحرا میں مصلی خاشع کے موضع نظر سے دُور رہونا کما فی جامع المضمرات ثم جامع الرموز ثم ردالمحتار والطحطاوی علی مراقی الفلاح (جیسا کہ جامع المضمرات، جامع الرموز، فتاوی شامی اور طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے۔ ت) اور امام کا سُترہ ساری جماعت کو کافی ہے تمام کتب میں اس کی تصریح ہے، گنگوہی نے کہ عداوتِ اولیائے کرام سے اپنے فتاوٰی حصہ اول ص ۳ میں یہ حکم لگایا کہ "قبرستان میں سب کے واسطے امام اور مقتدی کے سُترہ کی حاجت ہے سُترہ امام کا مقتدی کو کافی ہونا مرور حیوان اور انسان میں کافی ہے قبور کا حضور مشابہ بشرک وبُت پرستی ہے اس میں کفایت نہیں ہر ہر نمازی کے سامنے پردہ واجب ہے"[2] یہ شرع مطہر پر افترا اور دل سے شریعت گھڑنا ہے۔

دوسرا یہ کہ مسجد کا قبلہ جانب قبر نہ ہو، یہ حکم مسجد سے خاص ہے یہاں تک کہ گھر میں جو جگہ نماز کے لئے مقرر کرلیں جسے مسجد البیت کہتے ہیں اُس کے قبلہ میں حمام یا بیت الخلا ہو تو کچھ حرج نہیں نہ قبر میں مضائقہ، کما نص علیہ فی المحیط والھندیۃ وغیرھما (جیسا کہ محیط، فتاوٰی عالمگیری اور ان دو کے علاوہ باقی کتب میں ائمہ کرام نے صراحت فرمائی۔ ت) جبکہ نمازی کے سامنے سُترہ ہو اس لئے کہ یہ حکم تعظیم مسجد کے لئے ہے کما افادہ المحقق ابراھیم الحلبی (جیسا کہ محقق ابراہیم حلبی نے اس کا افادہ پیش کیا ہے۔ ت) اور وہ جگہ حقیقۃً مسجد نہیں یہاں تک کہ اس میں جنب کو جانا بلکہ جماع بھی جائز ہے، ذخیرہ وحلیہ وغیرہما میں ہے:

لیس لمساجد البیوت حکم المساجد الا تری انہ یدخلہ الجنب من غیر کراھۃ ویأتی فیہ اھلہ ویبیع ویشتری	گھروں کی مساجد کا حقیقی مساجد جیسا حکم نہیں، کیا تم نہیں دیکھتے کہ مساجد بیوت میں بغیر کراہت جنبی (ناپاک) داخل ہوسکتا ہے اور وہاں

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الصلوٰۃ الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۶۰

[2] فتاوٰی رشیدیہ باب قضاء الفوائت محمد سعید اینڈ سنز مسافر خانہ کراچی ص ۲۸۸

Marfat.com

من غیر کراھۃ۔[1]

وہ اپنی منکوحہ سے ہمبستری بھی کرسکتا ہے پھر اس میں بلاکراہتہ خرید وفروخت بھی ہوسکتی ہے۔ (ت)

مسجد حقیقی میں یہ کراہت نہ بُعد قلیل سے زائل ہو نہ اس سُترہ سے بلکہ دیوار درکار،

کما سمعت فظھر الجواب وللہ الحمد عما اوردہ المحقق الحلبی فی الحلیۃ اذ قال لقائل ان یقول لایلزم من مفارقۃ مساجد البیوت لمساجد الجماعات فی الاحکام المذکورۃ عدم کراھۃ الاستقبال المذکور فی الصلوۃ فی البیوت بلاحائل بنیہ وبین ذٰلک بل ینبغی ان یکون ھذا مما یساوی فیہ الصلوۃ فی البیوت و الصلوۃ فی مساجد الجماعات فلیتأمل اھ[2] وتقریر الجواب ظاھر مما قررنا فالتفرقۃ التی ذکر فی المحیط وغیرہ غیر قائمۃ و التسویۃ التی یریدھا المحقق حاصلۃ والحمد للہ وعلٰی حبیبہ واٰلہ الصلوات الکاملۃ اٰمین۔

اللہ تعالٰی ہی کے لئے ستائش وخوبی ہے، لہذا اُس اِشکال کا جواب بالکل ظاہر اور واضح ہوگیا کہ جس کو محقق حلبی نے "الحلیہ" میں ذکر فرمایا کہ کسی کہنے والے کے لئے یہ گنجائش ہے کہ وہ یوں کہے کہ احکامِ مذکورہ میں مساجد بیوت (گھروں کی مسجدیں) اور مساجدِ جماعات (وہ مساجد جو نماز باجماعت کے لئے تعمیر ہوئیں) میں فرق بیان کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اگر لوگ گھروں کی مساجد میں آڑ اور پردہ کے بغیر نماز پڑھیں تو قبلہ کی طرف منہ کرنے میں کراہت نہ ہو (بلکہ اس صورت میں ضرور کراہتہ ہونی چاہئے) بلکہ مناسب اور موزوں یہ ہے کہ اس حکم میں مسجد بیت اور مسجد جماعات دونوں برابر اور مساوی ہوں، اس کو سوچنا چاہئے اھ، جو کچھ ہم نے ثابت کیا اس سے تقریر جواب ظاہر ہوگئی، لہذا وہ تفرقہ جو محیط وغیرہ میں ذکر کیا گیا وہ قائم نہیں۔ اور وہ "تسویہ" جو محقق موصوف چاہتے ہیں وہ حاصل ہے، جملہ انواعِ تعریف اللہ تعالٰی کے لئے ثابت ہیں۔ اور اللہ تعالٰی کے محبوب کریم اور ان کی تمام آل پر کامل رحمتیں نازل ہوں، آمین۔ (ت)

ہم اس مختصر بیان کو چار فصل کرتے ہیں:

فصل اول: صحابہ و ائمہ و اولیاء و کتب پر بکر کے افترا خود اسی کے مستندات اور اجماع وفقہ د

---

[1]

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

Marfat.com

جماہیر اولیاء سے تحریم سجدہ تحیت کا ثبوت۔

فصل دوم : رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بکر کے افترا۔ حدیثوں سے تحریم سجدہ کا ثبوت۔

فصل سوم : اللہ عزوجل پر بکر کے افترا۔ خود اس کے منہ قرآن عظیم سے تحریم سجدہ کا ثبوت۔

فصل چہارم : سجدۂ آدم و یوسف علیہما الصلوٰۃ والسلام کی بحث اور دلائل قاہرہ سے بطلان استدلال مجوزین کا ثبوت۔

وباللہ التوفیق والوصول الی ذری التحقیق (اور اللہ تعالیٰ ہی کی مدد سے حصولِ توفیق ہے اور تحقیق کی چوٹی تک رسائی حاصل ہوسکتی ہے۔ ت) ہر فصل میں اس کے متعلق بکر کے اور کمالاتِ کثیرہ کا بھی اظہار ہوگا کہ مسلمان دھوکے سے بچیں وباللہ الھادی (اور اللہ تعالٰے ہی سیدھی راہ دکھانے والا ہے۔ ت)

فصل اول صحابہ و ائمہ و اولیاء و کتب پر بکر کے افترا خود اسی کے مستندات اور اجماع و فقہ و جماہیر اولیاء سے تحریم سجدۂ تحیّت کا ثبوت

(۱) بکر نے ص۱۳ میں عالمگیریہ کی جلد خامس باب ۲۸ صفحہ ۳۷۸ کی طرف نسبت کیا :

قال الامام ابومنصور اذا قبل احد بین یدی احد الارض او انحنی لہ او طأطأ لہ رأسہ فلا باس بہ لانہ یرید تعظیمہ لاعبادتہ۔

امام ابومنصور نے فرمایا اگر کوئی شخص کسی کے آگے زمین چومے یا اس کے لئے جھکے یا اپنا سر جھکائے تو اس طرح کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس سے وہ اس کی تعظیم کا ارادہ رکھتا ہے نہ کہ اس کی عبادت کرنے کا۔ (ت)

یہ محض افترا ہے، عالمگیری میں اصلاً اس عبارت کا نشان نہیں نری خود ساختہ ہے کیا امر دین میں اغوا عوام کے لئے ایسی حرکات کسی مسلمان کہلانے والے کو زیبا ہیں۔

(۲) جلد خامس (۳) باب ۲۸ (۴) ص ۳۷۸ یہ تین شدید جرأتیں ہیں کذب صریح اور اتنی جسارت و شوخ چشمی سے کہ پوری تعیین مقام بھی کردی جائے۔ (۵) اسی عالمگیری کی اسی جلد خامس کتاب الکراہیۃ باب ۲۸ ص ۳۶۸ میں ہے :

Marfat.com

من سجد للسلطان علی وجہ التحیۃ او قبل الارض بین یدیہ لایکفر ولکن یأثم لارتکابہ الکبیرۃ ھو المختار کذا فی جواھر الاخلاطی[1]

یعنی جواہر الاخلاطی میں ہے بادشاہ کے لئے سجدۂ تحیت یا اس کے سامنے زمین چومنے سے مذہب مختار میں کافر تو نہ ہوگا ہاں گنہگار ہوگا کہ اس نے کبیرہ کا ارتکاب کیا۔

اسے چھوڑا، ایک خیانت۔

(۶) اسی میں وہیں ص ۳۶۹ میں ہے:

وفی الجامع الصغیر تقبیل الارض بین یدی العظیم حرام وان الفاعل والراضی آثمان کذا فی التتارخانیۃ[2]

یعنی جامع الصغیر پھر تاتارخانیہ میں ہے بڑے کے آگے زمین چومنا حرام ہے اور چومنے والا اور وہ کہ اس پر راضی ہوا بیشک دونوں مجرم ہیں۔

دو خیانت۔

(۷) اسی میں اس کے متصل ہے:

وتقبیل الارض بین یدی العلماء والزھاد فعل الجھال والفاعل والراضی آثمان کذا فی الغرائب[3]

یعنی غرائب میں علماء و مشائخ کے سامنے زمین بوسی جاہلوں کا کام ہے اور فاعل و راضی دونوں گنہگار۔

تین خیانت (۸) اسی کے متصل ہے:

الانحناء للسلطان او لغیرہ مکروہ لانہ یشبہ فعل المجوس کذا فی جواھر الاخلاطی[4]

یعنی جواہر اخلاطی میں ہے بادشاہ خواہ کسی کے لئے جھکنا مکروہ ہے کہ فعل مجوس کے مانند ہے۔

چار خیانت اقول (میں کہتا ہوں) یہاں جھکنے سے بقدر رکوع جھکنا مقصود ہے جس طرح رسم مجوس و

---

[1] فتاوی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۶۸

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۵/۳۶۹

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[4] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

Marfat.com

ہنود ہے۔

(۹) اسی کے متصل ہے:

ویکرہ الانحناء عند التحیۃ وبہ ورد النھی کذا فی التمرتاشی[1]

یعنی فتاوٰی امام تمرتاشی میں ہے سلام کرتے وقت جھکنا مکروہ ہے حدیث میں اس سے ممانعت آئی۔

پانچ خیانت۔(۱۰) اسی کے متصل ہے:

تجوز الخدمۃ لغیر اللہ تعالٰی بالقیام واخذ الیدین والانحناء ولایجوز السجود الا للہ تعالٰی کذا فی الغرائب[2]

یعنی فتاوٰی غرائب میں ہے قیام اور مصافحے اور جھکنے سے غیر خدا کی خدمت جائز ہے اور سجدہ جائز نہیں مگر اللہ تعالٰی کے لئے۔

چھ خیانت اقول (میں کہتا ہوں) یہاں خفیف جھکنا مراد ہے کہ حدِ رکوع تک نہ پہنچے[عہ]، حدیقہ ندیہ امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی میں ہے:

الانحناء البالغ حد الرکوع لایفعل لاحد کالسجود ولاباس بما نقص من حد الرکوع لمن یکرم من اھل الاسلام[3]

یعنی حدِ رکوع تک جھکنا غیر خدا کے لئے جائز نہیں جیسے سجدہ، اور حدِ رکوع سے کم میں حرج نہیں کہ کسی اسلامی عزت والے کے لئے جھکیں۔

عالمگیری میں اگر کچھ نہ ہوتا تو دل سے عبارت گھڑ کر اس کے سر باندھنی تہمت تھی نہ کہ اس میں یہ ظاہر عبارات اپنے خلاف موجود ہوں اور اسی جلد اسی باب میں ہوں پھر وہ شدید جرأت ہزار افترار کا ایک افترا ہے۔

(۱۱) پھر کہا ص۱۳ اس کے بعد اسی کتاب میں لکھا ہے:

وقد تبین بذلک ان وضع الجباہ بین یدی المشائخ جائز بلاریب۔

بیشک اس سے ظاہر اور واضح ہوگیا کہ مشائخ کرام کے روبرو زمین پر اپنی پیشانیاں رکھ دینا بلاشک و شبہ جائز ہے۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۶۹

[2]

[3] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الخلق الثانی عشر مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۵۴۷

[عہ] یہ تقیید زاہدی و ردالمحتار نمبر ۲۶ میں آتی ہے ۱۲ منہ

Marfat.com

اور ایک عبارت ۳ سطر کی گھڑلی۔ یہ بھی نرا کذب ہے۔

(۱۲) اُسی طرح سوافترا کا ایک ہے۔

(۱۳) صفحہ ۱۴ میں جامع صغیر کی طرف نسبت کیا:

لاباس بوضع الخدین بین یدی المشائخ۔ | مشائخ کے سامنے رخساروں کو رکھنے میں حرج نہیں۔ (ت)

یہ بھی خالص دروغ۔

(۱۴) ویسا ہی سوافترائے برابر ہے جامع صغیر کی عبارت ابھی گزری کہ زمین چومنا حرام ہے نہ کہ زمین پر رخسارے رکھنا۔

(۱۵) اسی صفحہ میں فتاوٰی عزیزیہ کی نسبت ادعا کیا کہ "اُس میں بہت شرح وبسط سے تعظیمی سجدہ کی اباحت پر زور دیا ہے" یہ بھی صریح ہٹ دھرمی ہے، فتاوٰی عزیزیہ میں بعد ذکر شبہات یہ جواب قاطع دیا کہ اجماع قطعی ست بر تحریم سجدہ یعنی غیرخدا کو سجدۂ تحیت حرام ہونے پر اجماع قطعی قائم ہے۔[1]

(۱۶) تو یہ بھی سوافترائے مثل ہوا۔

(۱۷) یہیں یہی مضمون فتاوٰی سراجیہ کی نسبت کیا، یہ بھی خالص جھوٹ ہے سراجیہ میں بہت شرح وبسط درکنار اس کا نشان تک نہیں۔

(۱۸) یہی ادعا شرح مشکوٰۃ شیخ محقق کی نسبت کیا، یہ بھی محض بہتان۔ اُسی میں تو یہ ہے سجدہ برائے زندہ باید کرد کہ ہرگز نمیرد و ملک او زائل نگردد[2] (سجدہ اُس زندے (خدا) کے لئے کرنا چاہیے جو کبھی مرتا نہیں، اور اس کی بادشاہی کبھی زوال پذیر نہیں ہوتی۔ ت)

(۱۹) صفحہ ۱۲ میں عالمگیری سے نقل کیا:

وان امروہ بالسجود للتحیۃ والتعظیم لا للعبادۃ فالافضل لہ ان یسجد۔ | اگر کفار نے کسی کو سجدہ تحیۃ اور تعظیمی کرنے کا نہ کہ سجدہ عبادت کرنے کا، تو افضل یہ ہے کہ وہ سجدہ کرے اھ۔ (ت)

اور اس کی یہ سرخی دی "تعظیمی سجدہ کرنا افضل ہے" یعنی وہی سجدہ جس کی بحث ہے کہ بحالت اختیار زید

---

[1] فتاوٰی عزیزیہ   سجدۂ تحیۃ   مطبع مجتبائی دہلی   اول ص ۱۰۷

[2] اشعۃ اللمعات

Marfat.com

عمرو کو سجدۂ تحیت کرے، اسے عالمگیری میں افضل لکھا، یہ بھاری خیانت ہے۔ عالمگیری کی عبارت یہ ہے:

ولو قال اھل الحرب للمسلم اسجد للملك والاقتلناك قالوا ان امروہ بذلك للعبادۃ فالافضل لہ ان لا یسجد کمن اکرہ علی ان یکفر کان الصبر افضل۔[1]

یعنی اگر حربی کفار مسلمان سے کہیں کہ بادشاہ کو سجدہ کرو ورنہ ہم تجھے قتل کر دیں گے، یہ جبر اگر انھوں نے سجدۂ عبادت پر کیا تو افضل یہ ہے کہ نہ کرے اور جان دے دے جیسے کفر پر اکراہ میں صبر افضل ہے (اور اگر یہ جبر سجدۂ تحیت پہ کیا تو افضل یہ ہے کہ کرلے اور جان بچالے)

اس کے بعد وہ عبارت ہے وان امروہ بالسجود للتحیۃ[2] (اگر دارِ حرب والے اسے سجدہ تحیت کرنیکا حکم دیں۔ت) اول سے وہ ساری عبارت اُڑا دی کہ عوام نہ جانیں کہ کلام حالتِ اکراہ میں ہے جہاں یہ جانتا ہو کہ نہ کرے تو قتل کیا جائے گا، ایسی جگہ جان بچالینے کو افضل کہا ہے۔

(۲۰) غالباً ایسا حوالہ دینے والا سوئر اور شراب بھی بحالت اختیار حلال کرلے گا کہ آخر بحالت اضطرار اُن کی اباحت تو خود قرآن عظیم میں ہے۔

(۲۱) یہاں تک تو خیانت ہی تھی اب کمال سفاہت و خودکشی ملاحظہ ہو اُس عبارت سے استناد کیا جو اس کے زعم باطل کی پوری قاتل ہے سجدۂ تحیت پر قتل سے اکراہ ہو اس وقت سجدہ کرلینا صرف افضل کہا، معلوم ہوا کہ جائز یہ بھی ہے کہ نہ کرے اور قتل ہوجائے، تو ظاہر ہوا کہ سجدۂ تحیت ایسا سخت حرام ہے جس سے بچنے کو جان دے دینا اور قتل ہوجانا روا ہے تو سوئر کھانے سے بھی سخت تر حرام ہوا کہ مضطر یا مکرہ اگر اسے بقدر ضرورت نہ کھائے اور مرجائے یا مارا جائے گنہگار مرے کما نصوا علیہ قاطبۃ (جیسا کہ بالاتفاق اُن سب نے اس کی تصریح فرمائی۔ت)، عالمگیری میں ہے:

السلطان اذا اخذ رجلا وقال لاقتلنك او لتأکلن لحم ھذا الخنزیر یفترض علیہ التناول فان لم یتناول حتی قتل کان آثما۔[3]

اگر بادشاہ نے کسی شخص کو گرفتار کیا اور کہا کہ اس سور کا گوشت کھائیے ورنہ میں تجھے قتل کردوں گا تو اس پر کھانا فرض ہے، اگر اس نے نہ کھایا یہاں تک وہ [illegible] کردیا گیا تو وہ گناہگار ہوگا۔(ت)

---

[1] و [2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الثامن والعشرون نورانی کتبخانہ پشاور ۵/۳۶۹
[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الاکراہ الباب الثانی " " " ۵/۳۸

Marfat.com

درمختار میں ہے :

اکرہ علی اکل لحم خنزیر بقتل او قطع عضو او ضرب مبرح فرض فان صبر فقتل اثم[1]

قتل یا قطع اندام یا ضرب شدید کی دھمکی دے کر سور کے گوشت کھانے پر مجبور کیا گیا تو اس پر کھانا فرض ہے (پھر اگر اس نے نہ کھایا) اور صبر کیا تو گناہگار ہوگا۔ (ت)

اکلِ خنزیر میں اگر اتنا ہی اکراہ ہو کہ نہ کھایا تو انگلی کاٹی جائے تو کھانا فرض، نہ کھائے گا تو گنہگار، اور غیر خدا کو سجدۂ تحیت میں اگر قتل سے اکراہ ہو جب بھی سجدہ ضرور نہیں اور جان دے دینی جائز اگرچہ بہتر حفظ جان تھا، کتنا فرق عظیم ہوا اور ہونا ہی تھا کہ اکلِ خنزیر میں عبادت غیر کی مشابہت نہیں بخلاف سجدہ تو اس کا دوسرے کے لئے کرنا واحد قہار جل وعلا کے خاص حق پر دست درازی ہے۔ آدمی انصاف و دین رکھتا ہو تو صرف یہی نمبر اُس کی ہدایت کو بس ہے ولا یزید الظلمین الا خسارا (ظالموں کو سوائے نقصان اور گھاٹے کے کچھ نہیں بڑھاتا۔ ت)

(۲۲) پھر کہا "اس قسم کا مضمون فتاوٰی قاضی خاں میں بھی ہے" اس قسم کا مضمون نہیں بلکہ وہ عبارت ہی فتاوٰی قاضی خاں کی ہے عالمگیری نے اُسی سے نقل کی ہے تو اس کا حوالہ بھی وہی سخت فریب دہی ہے۔

(۲۳) نہیں نہیں نری فریب دہی نہیں بلکہ خودکشی اور اپنے منہ اپنے زعم باطل کی پوری بیخکنی بکر مذکور نے اسی تحریر ص۱۲ میں کہا ہے "ہدایہ، ردالمحتار، فتاوٰی قاضی خان نہایت معتبر کتابیں ہیں، قرآن و حدیث کے غور و احقاق کے بعد ان کو مرتب کیا ہے" اُسی فتاوٰی قاضی خان سے ایک ہی صفحے بعد خود وہ عبارت پیش کی جس نے ثابت کر دیا کہ سجدۂ تحیت اکلِ خنزیر سے بھی بدتر حرام ہے عرب تو علی اھلہا کہتے تھے یہاں علی نفسہا تجی براقش۔

(۲۴) یہ تو فتاوٰی قاضیخان کا فیصلہ تھا بکر کی دوسری مسلم کتاب ممدوح کتاب منقح کتاب ردالمحتار کی سنئے درمختار میں فرمایا :

مایفعلونہ من تقبیل الارض بین یدی العلماء والعظماء فحرام

علماء و بزرگان کے سامنے زمین بوسی جو لوگ کرتے ہیں حرام ہے اور کرنے والا اور اس پر

---

[1] درمختار کتاب الاکراہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۹۶

Marfat.com

والفاعل والراضی بہ آثمان لانہ یشبہ عبادۃ الوثن[1] — راضی ہونے والا دونوں گنہگار ہیں اس لئے کہ وہ بت پرستی کے مشابہ ہے۔

ایسی عمدہ پُر تحقیق کتاب ردالمحتار نے اسے مقرر رکھا۔

(۲۵) پھر درمختار میں فرمایا:

وھل یکفران علی وجہ العبادۃ والتعظیم کفر وان علی وجہ التحیۃ لا وصار آثما مرتکبا للکبیرۃ[2] — یعنی آیا زمین بوسی سے کافر ہوگا یا نہیں، اگر بطور عبادت و تعظیم ہے کافر ہوجائے گا اور اگر بطور تحیت ہے کافر نہ ہوگا۔ ہاں مجرم و مرتکب کبیرہ ہوگا۔

اس پر اُسی نہایت معتمد کتاب ردالمحتار نے فرمایا:

تلفیق لقولین قال الزیلعی وذکر الصدر الشہید انہ لایکفر بھذا السجود لانہ یرید بہ التحیۃ وقال شمس الائمۃ السرخسی ان کان لغیر اللہ تعالٰی علی وجہ التعظیم کفر اھ قال القہستانی وفی الظہیریۃ یکفر بالسجدۃ مطلقا[3] — خلاصہ یہ کہ یہاں دو قول تھے، ایک یہ کہ سجدہ سے مطلقاً کافر ہوجائے گا، یہی فتاوٰی ظہیریہ میں ہے۔ اور امام شمس الائمہ سرخسی بھی سجدۂ تعظیمی کو مطلقاً کفر فرماتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ مرتکب کبیرہ ہوگا مگر کفر نہیں، امام صدر شہید نے اسی کو اختیار فرمایا اس لئے کہ اس سے تحیت مقصود ہوتی ہے نہ کہ عبادت۔

شارح نے ان دونوں قولوں کو یوں جمع فرمایا کہ کافر کہنے والوں کی مراد وہ ہے کہ بروجہ عبادت ہو اور صرف گناہ کبیرہ کہنے والوں کی مراد وہ ہے کہ محض بروجہ تحیت ہو۔ کہئے اس اعلٰی معتمد کتاب نے بھی دو ہی قول بتائے کفر یا گناہ کبیرہ۔ جواز کا بھی کہیں پتا دیا۔

(۲۶) پھر اسی پُر تحقیق کتاب نے اور رجسٹری کی، اس کے متصل فرمایا:

وفی الزاھدی الایماء فی السلام الی قریب — یعنی مجتبٰی میں ہے کہ سلام میں رکوع کے قریب

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۵

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[3] ردالمحتار 〃 〃 〃 〃 〃 〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۴۶

Marfat.com

الركوع كالسجود وفي المحيط انه يكره الانحناء للسلطان وغيره[1] — تک جُھکنا بھی سجدے کے مثل ہے، اور محیط میں فرمایا کہ بادشاہ وغیرہ کسی کے لئے جھکنا ہو منع ہے۔

(۲۷) ہنوز بس نہیں چند سطر بعد اقسام بوسہ میں فرمایا:

حرام للارض تحیۃ وکفر لھا تعظیما[2] — زمین بوسی بطورِ تحیت حرام ہے اور بطورِ تعظیم کفر۔

افسوس کہ خود بکر کی معتمد کتابیں زعمِ بکر کو کیسا کیسا باطل کر رہی ہیں و للہ الحمد اور آگے آگے دیکھئے کیا ہوتا ہے فصل چہارم آنے دیجئے۔

(۲۸) صـ۲۳ "سجدہ تعظیمی تمام بزرگوں کو کیا جاتا تھا"۔ یہ جھوٹ، لاکھوں جھوٹ کا ایک جھوٹ، اور عامۂ اولیائے کرام پر تہمت ہے جس کا رد خود اُسی کی مستند سے عنقریب آتا ہے۔

(۲۹ تا ۴۵) صفحہ ۲۳ "ہر خاندان ہر سلسلہ کے بزرگوں کو تعظیمی سجدہ کرنے کا ثبوت کتابوں میں ہے" حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ پر افترا، حضرت شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سہروردی پر افترا، حضرت بہاؤ الحق والدین نقشبندی پر افترا، حضرت شیخ عبدالواحد بن زید پر افترا، حضرت خواجہ فضیل بن عیاض پر افترا، حضرت ابراہیم بن ادھم پر افترا، حضرت ہبیرہ بصری پر افترا، حضرت سید الطائفہ جنید پر افترا، حضرت حبیب عجمی پر افترا، حضرت ممشاد دینوری پر افترا، حضرت بایزید بسطامی پر افترا، حضرت معروف کرخی پر افترا، حضرت سری سقطی پر افترا، سلطان ابواسحٰق گازرونی پر افترا، حضرت نجم الدین کبرٰی پر افترا، حضرت علاؤ الدین طوسی پر افترا، حضرت ضیاء الدین عبدالقاہر پر افترا، یہ حضرات سلسلوں اور خانوادوں کے سردار ہیں ثبوت دے ان کو کب سجدہ ہوا اور انھوں نے جائز رکھا۔ یہ افترا بھی ہزاروں افتراؤں کا ایک ہے۔

(۴۶ تا ۴۸) ان سے بھی بدرجہا سخت سے سخت بیباکی یہ کہ "حضرت علی وصحابہ کبار سے لے کر تمام بڑے بڑے علماء مشائخ اولیاء سے سجدہ تعظیمی ثابت ہے" صـ۲۳۔ یہ مولٰی علی پر افترا، صحابہ کبار پر افترا، تمام ائمہ کرام پر افترا۔ یہ تین افترا لاکھوں افتراؤں کا مجموعہ ہیں۔ بکر سچا ہے تو مولٰی علی یا کسی

---

[1] رد المحتار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۴۶

[2] " " " " " " " " " ۵/۲۴۶

Marfat.com

صحابی یا کسی امام تابعی یا امام اعظم، امام شافعی، امام مالک، امام احمد، امام ابو یوسف، امام محمد، امام بخاری، امام مسلم یا ان کے یا ان کے کسی ایک شاگرد سے ثبوت صحیح دکھائے کہ انھوں نے کسی غیر خدا کو سجدہ کیا یا اسے جائز بتایا ورنہ قرآن مجید میں جو کچھ کاذبین پر ہے اس سے ڈرے اور جلد سے جلد توبہ کرے، کذب فی الدنیا سے کذب فی الدین سخت تر ہے اور بحکم حدیث لعنته ملٰئکة السماء والارض[1] (اس پر آسمان وزمین کے فرشتوں کی لعنت ہے۔ ت) کا استحقاق ہے اور زید وعمرو پر افترا سے صحابہ وائمہ پر افترا اخبث تر ہے اور قرآن کریم میں انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون[2] (جھوٹ وہی لوگ تراشتے (اور باندھتے ہیں) جو درحقیقت ایمان نہیں رکھتے۔ ت) کا احقاق ہے والعیاذ باللہ تعالٰی ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی الاعلٰی (اللہ تعالٰی کی پناہ، گناہوں سے بچنا اور حصولِ نیکی کی طاقت سوائے اللہ تعالٰے بلند وبالا کی توفیق دئے بغیر کسی میں نہیں۔ ت)

(۴۹) آگے افترا و اختراع کی اور بھی پوری تند چڑھی کہ "ان سب کا اجماع مسئلہ سجدۂ تعظیمی میں ثابت ہے اور کوئی شخص انکار کی مجال نہیں رکھتا تو بس[ع] اگر سجدۂ تعظیمی گمراہی بھی ہے تو اجماعِ امت سے گمراہی اس کی جاتی رہی" ص۲۳۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (یقیناً ہم اللہ تعالٰے کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ ت) سچ فرمایا حدیث مجید نے:

حبك الشئ یعمی ویصم[3] کسی چیز کی محبت تجھے اندھا و بہرا کردیتی ہے۔ ت

تعصب آدمی کو اندھا بہرا کردیتا ہے۔ سچ فرمایا رب العزۃ عزجلالہ نے:

فانھا لاتعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور[4] آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں وہ دل اندھے ہوجاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

سجدۂ غیر پر امت کرشن کا فرکا ضرور اجماع ہے جس پنڈت سے چاہو پوچھ لو جس مندر میں چاہو دیکھ لو لیکن امتِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وعلیہم وسلم اس ملعون تہمت سے بری ہے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[5] (عنقریب ظالموں کو معلوم ہوجائے گا کہ وہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ ت)

[ع] تو بھی دو بس ہی لیے، فصاحت، ف کہاں چھوڑی یوں کہا ہوتا فتو پس کہ تینوں زبانیں جمع ہوجاتیں ۱۲ منہ

[1] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن علی حدیث ۲۹۰۱۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۹۳

[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۵

[3] مسند احمد بن حنبل باقی حدیث ابی الدردا المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۱۹۴

[4] القرآن الکریم ۲۲/ ۴۶

[5] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

Marfat.com

بلکہ ابھی بکر کے مستند فتاوٰی عزیزیہ سے سُن چکے کہ غیر کے لئے سجدۂ تحیت حرام ہونے پر اجماع قطعی ہے۔

(۵۰) طرفہ یہ کہ "گمراہی بھی ہے تو اجماع سے جاتی رہی" یعنی امت گمراہی پر اجماع تو کرلیتی ہے لیکن اُس اجماع سے گمراہی کی کایا پلٹ ہو کر ہدایت ہوجاتی ہے انا للہ و انا الیہ راجعون، زہے گمراہی وجنون، لا یعقلون شیئا ولا یھتدون[1] (نہ وہ کچھ سمجھتے ہیں اور نہ راہ پاتے ہیں۔ ت)

(۵۱) صفحہ ۲۰ پر لطائف اشرفی کی عبارت نقل کی اور اس کی ابتداء سے یہ عبارت چھوڑ دی:

اما وضع جبھہ بین یدی الشیوخ بعضے از مشایخ روا داشتہ اما اکثر مشایخ اعراض کردہ اند واصحاب خود را ازان امتناع ساختہ کہ سجدۂ تحیت در امت پیشین بود حال منسوخ ست[2]۔

مشایخ کرام کے سامنے پیشانی زمین پر رکھنا، بعض نے اس روایت کو جائز فرمایا لیکن اکثر مشایخ نے اس کا انکار کیا ہے (اور اس سے اظہارِ نفرت فرمایا) اور اپنے اصحاب کو اس سے منع فرمایا کہ سجدۂ تحیت پہلی اُمتوں میں جائز تھا لیکن اس اُمت میں منسوخ ہے۔ (ت)

یہ کتنی بھاری خیانت ہے اس کلام لطائف میں بہت لطائف تھے؛

اوّلاً سجدۂ تحیت کی منسوخی جس کا بکر کو انکار ہے۔

ثانیاً بکر کے ادعائے کاذب اجماع کا رَد کہ اکثر اولیاء انکار سجدہ پر ہیں۔

ثالثاً بلکہ ممانعت سجدہ پر اجماع کا ثبوت کہ بکر نے خود اپنے ادعائے کاذب اجماع کی یونہی مرہم پٹی کی ہے کہ "اکثر کا اجماع ہے وللاکثر حکم الکل اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے" ص ۲۴۔ اسی کی مستند لطائف سے ثابت ہوا کہ اکثر مشائخ کرام ممانعت سجدہ پر ہیں اور اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے تو تحریم سجدہ پر اجماع اولیائے کرام ثابت ہوا اور اجماعِ علماء خود ظاہر، اور بکر کی دوسری مستند فتاوٰی عزیزیہ میں مصرح تو غیر خدا کے لئے سجدۂ تحیت ہونے پر اولیاء وعلماء کا اجماع ہوا تو بکر خود اپنی مستندوں سے اجماع کا منکر اور علمائے کرام و اولیائے عظام سب کا مخالف ہے وکفٰی بہ خسرانا مبینا (اور یہی کُھلا گھاٹا کافی ہے۔ ت)۔

رابعاً بکر کے اس کذب صریح و افترائے قبیح کا رَد کہ "سجدۂ تعظیمی تمام بزرگوں کو کیا جاتا تھا" ص ۲۳۔ وہ فرماتے ہیں جمہور اولیاء منع فرماتے تھے یہ کہتا ہے سب اولیاء روا رکھتے تھے ؎

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

(دیکھو تو سہی راستے کا فرق کہ کہاں سے کہاں تک ہے۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۷۰

[2] لطائف اشرفی لطیفہ ہفدہم مکتبہ سمنانی کراچی حصہ دوم ص ۲۹

Marfat.com

خامسًا الحمدُ للہ فوائد الفواد وغیرہ کی سند کا خود ہی جواب دے لیا جب جمہور اولیا ممانعت پر ہیں اور اکثر کے لئے حکم کل تو اجماعِ اولیا تحریم پر ہوا اجماع کے مقابل کوئی قول سند نہیں ہو سکتا خود بکر نے کہا "اجماع ثابت ہے کوئی شخص انکار کی مجال نہیں رکھتا" صـ۲۳۔

عبارات لطائف میں تین لطائف اور بھی ہیں آیندہ کا انتظار کیجئے لطائف کے اس کلام میں بکر پر یہ قاہر رد تھے کہ تمام کارروائی دریا بُردھی لہذا وہ ٹکڑا صاف کتر لیا دین میں ایسی دغا بازی کیا شان اسلام ہے۔

(۵۲) صـ۲۳ میں دلیل العارفین، فوائد السالکین، تحفۃ العاشقین کا نام لیا اور عبارت نقل نہ کی جہاں بحوالہ صفحہ عبارت نقل کی وہاں تو وہ صریح کذب جری کی راہ لی یہاں کیا اعتبار ہے اور اگر اُن میں وہ مضمون ہو اور بکر نے خیانت بھی نہ کی ہو تو **اولاً** اسی کا ثبوت درکار کہ یہ کتابیں حضرات منسوب الیہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ہیں، بہت کتابیں محض جھوٹ نسبت کرکے چھاپ دی ہیں جس کا ذکر آخر فصل سوم میں آتا ہے۔

(۵۳) **ثانیًا** اگر بیان ثقات سے ثابت بھی ہو کہ اُن حضرات کی کوئی کتاب اس نام سے تھی تو بلاشبہہ یہ مشہور متداول نہیں بلکہ کتب غریبہ ہیں اور غریبہ پر اعتماد جائز نہیں، علامہ سید احمد حموی غمز العیون و البصائر شرح الاشباہ والنظائر میں محقق بحر صاحب بحر الرائق سے ناقل؛

لایجوز النقل من الکتب الغریبۃ التی لم تشتھر[۱] — غیر مشہور کتابوں سے نقل جائز نہیں۔

فتح القدیر و بحر الرائق و نہر الفائق و منح الغفار وغیرہا میں ہے؛

لو وجد بعض نسخ النوادر فی زماننا لایحل عزو ما فیھا الی محمد ولا الی ابی یوسف لانھا لم تشتھر فی عصرنا فی دیارنا ولم تتداول نعم اذا وجد النقل عن النوادر مثلاً فی کتاب مشہور معروف کالھدایۃ والمبسوط کان ذلک تعویلا علی ذلک الکتاب[۲]

اگر ہمارے زمانے میں نوادر کا کوئی نسخہ پایا جائے تو اس میں جو کچھ ہے اُسے ابو یوسف یا محمد کی طرف نسبت کرنا حرام ہے اس لئے کہ وہ کتاب ہمارے زمانے میں یہاں مشہور و متداول نہیں ہاں نوادر سے اگر مثلاً ہدایہ یا مبسوط جیسی کسی مشہور معروف کتاب میں نقل ہو تو اُس نقل کا ماننا اس مشہور کتاب کے اعتماد پر ہوگا۔

اپنے زمانے میں غیر مشہور کی قید سے افادہ فرمایا کہ پہلے اگر مشہور بھی تھی تو اب معتبر نہیں، نہ کہ

---

[۱] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر خطبۃ الکتاب ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۶

[۲] فتح القدیر کتاب ادب القاضی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/۳۶۰

Marfat.com

وہ رسالے کہ کبھی مشہور نہ تھے، نہ ہیں، کسی الماری سے کوئی نسخہ نقل ہو کر چھپ جانا اُسے کتاب مشہور نہ کر دے گا۔

(۵۴) **ثالثاً** تمام مدارج طے ہونے کے بعد یہی جواب کافی و وافی کہ جمہور اولیاء و جمیع ائمہ منع پر ہیں تو اجماع ہوا اور اجماع کے خلاف اقوال شان مستند نہیں ہو سکتے۔

(۵۵) یہی مباحث معدن المعانی میں ہیں۔

(۵۶) جب بکر کی جرأتیں یہاں تک ہیں تو اس تحریف کی کیا شکایت کہ لطائف میں دربارہ سجدۂ ملائکہ ملتقط سے نقل ہوا:

کان السجدۃ لہا طرفان طرف التحیۃ و طرف العبادۃ فالتحیۃ کانت لآدم والعبادۃ للہ تعالیٰ[1]

یعنی اُس سجدے کی دو طرفیں تھیں، طرفِ تحیت و طرفِ عبادت۔ ان میں تحیت تو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے تھی اور عبادت اللہ عزوجل کے لئے۔

اسے یوں بنا لیا کہ ص۲۲ "سجدہ کی دو قسمیں ہیں: ایک سجدۂ تحیت، ایک سجدۂ عبادت۔ پس سجدۂ تحیت آدمی کے لئے ہے اور سجدۂ عبادت خدا تعالیٰ کے لئے"۔ شاید دہلی کے شاعر نے بکر ہی سے کہا تھا کہ ؎

عیار ہو بیباک ہو جو آج ہو تم ہو
بندے ہو مگر خوف خدا کا نہیں رکھتے

(۵۷) ایسا ہی جُل عبارت کشاف سے کھیلا اس کی اصل عبارت یہ ہے:

فان قلت کیف جاز لہم ان یسجدوا لغیر اللہ قلت کانت السجدۃ عندہم جاریۃ مجری التحیۃ والتکرمۃ کالقیام و المصافحۃ وتقبیل الید ونحوہا مما جرت علیہ عادۃ الناس من افعال شہرت فی التعظیم والتوقیر[2]

یعنی اگر تو کہے کہ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اُن کے بیٹوں کو غیر خدا کے لئے سجدہ کیسے جائز ہو گیا، تو میں کہوں گا اُن کے یہاں سجدۂ تحیت کا رواج تھا جیسے قیام و مصافحہ و دست بوسی وغیرہ افعال تعظیم و توقیر جن کا لوگوں میں رواج ہے۔

اسے یہ بنا لیا کہ ص۱۳ "سجدہ تعظیمی قرنِ اول سے جاری ہے" اول تو رواج حال میں سجدہ کا نام

---

[1] لطائف اشرفی فی طوائف صوفی لطیفہ ہفدہم مکتبہ سمنانی کراچی حصہ دوم ص ۲۹
[2] الکشاف (تفسیر الزمخشری) تحت آیۃ ۱۲/۱۰۰ انتشارات آفتاب تہران ۲/۳۴۴

Marfat.com

کہاں تھا قیام ومصافحہ ودست بوسی کا ذکر تھا جس کا صاف یہ مطلب کہ جیسے اب یہ افعال تحیت ہیں یعقوب علیہ الصلٰوۃ والسلام کے زمانے میں سجدہ تحیت تھا، پھر "جرت علیہ عادۃ الناس" سے اتنا ثابت کہ زمخشری کے زمانے میں ان کا رواج ہے قرن اول کا یہاں کون سا حرف تھا، نہ قرن اول میں قیام ودست بوسی عادت ناس تھی، وقوعِ خاص وعادت ناس میں جو فرق نہ کرے جاہل ہے تو یہ کشاف پر دوہرا افترا ہے۔

(۵۸) بحر اس کی عبارت میں بھی قطع وبرید سے نہ چوکا، وہ جو اس نے سوال قائم کیا تھا کہ اگر تو کہے انھیں غیر خدا کے لئے سجدہ جائز ہوگیا صاف اڑا دیا جس سے کھلتا تھا کہ ہماری شریعت میں ناجائز ہے جس پر سوال ناشی ہوا، اگر ہماری شریعت میں بھی جائز ہوتا تو سوال کا کیا منشا تھا۔

(۵۹) اسی طرح کشاف میں عبادت وتحیت کا فرق بتا کر کہا:

یجوز ان یختلف الاحوال والاوقات فیہ[1] | اس میں احوال واوقات کا اختلاف ہوسکتا ہے۔

یعنی جب جائز تھا اب حرام۔ یہ کسے کہا، سجدۂ تحیت کو یا سجدۂ عبادت کو۔ کیا وہ بھی کسی زمانے میں غیر خدا کے لئے جائز ہوسکتا ہے، یہ ہے کل جمع کشاف کا کلام جس پر وہ صریح تہمت رکھدی کہ "بہت شرح وبسط سے تعظیمی سجدہ کی اباحت پر زور دیا ہے" ص ۱۴۱۔

غرض او مفتری نتواں بر آمد | کہ او از خود سخن می آفریند

(جھوٹ کہنے والے سے یہ نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ خود بات کو گھڑ لیتا ہے۔ ت)

(۶۰) شاہ عبدالعزیز صاحب کو قولی افترا کے ساتھ فعلی افترا سے بھی نہ چھوڑا کہ "وہ خود والدین و اولیاء اللہ کے مزارات پر سجدہ تعظیمی ادا کرتے تھے" ص ۱۴۱۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین[2] اپنی برہان لاؤ اگر سچے ہو۔

(۶۱) یہ وہی شاہ عبدالعزیز صاحب ہیں جن کے فتاوٰی سے سُن چکے کہ سجدۂ تحیت باجماع قطعی حرام ہے، یہ وہی شاہ صاحب ہیں جو تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں:

درامتہائے سابقہ جائز بود چنانچہ در قصہ | پہلی امتوں میں سجدۂ تعظیمی جائز تھا، جیسا کہ

---

[1] الکشاف عن حقائق التنزیل تحت آیۃ ۲/۳۴ انتشارات آفتاب تہران ۱/۲۷۳

[2] القرآن الکریم ۲/۱۱۱

Marfat.com

حضرت یوسف و اخوانِ ایشاں واقع شدہ کہ "وخروالہ سجدًا" در شریعت ما ایں طریق ہم فیمابین مخلوقات حرام ست بدلیل احادیث متواترہ کہ دریں باب وارد شدہ[1]۔

حضرت یوسف اور ان کے بھائیوں کے واقعہ میں مذکور ہے کہ انھوں نے یوسف کو سجدہ کیا، لیکن ہماری شریعت میں یہ طریقہ بھی لوگوں کا آپس میں اختیار کرنا حرام ہے اُن متواتر حدیثوں کی وجہ سے جو اس باب میں وارد ہوئیں۔ (ت)

تو یہ افترا بھی سوا[تنا] افترا ہے۔

(۶۲) جس کی یہ قاہر تصریحیں ہوں اس کے ایک محاورہ کے لفظ مسجودِ خلائق کو معنی حقیقی شرعی پر حمل کرنا اور اس سے اس کے نزدیک جواز نکالنا[صہ ۱۴] صریح ہٹ دھرمی ہے یوں تو شاہ صاحب سے بدرجہا اعلم و اعظم حضرت شیخ محقق مولٰنا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی مدارج شریف میں ہے رب عزوجل نے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت فرمایا:

تسمیہ کردم او را محمد و احمد و محمود وگردانیدم او را عابد و معبود[2]۔

میں نے ان کا نام محمد، احمد اور محمود رکھا۔ اور میں نے ان کو عابد اور معبود بنایا (یعنی خدا کی عبادت کرنے والا اور لوگوں کا محبوب اور مخدوم)۔ (ت)

اب یہاں بھی کہنا کہ حضرت محدث دہلوی "معبود" کا لفظ کسی بندے کے حق میں لکھتے ہیں یا کسی خدا کے[۱۹]، تو سجدۂ تحیت بالائے طاق عبادتِ مخلوق بھی جائز کر لینا۔ اور یہ "کسی خدا" بھی عجیب لفظ ہے معلوم نہیں بکر کے نزدیک کتنے خدا ہیں شاید کرشن مت کے چھپن کروڑ لئے ہوں۔

(۶۳) بکر نے جو مضمون فوائد الفواد سے نقل کیا بعینہٖ یہی مضمون سیر الاولیاء میں حضرت سلطان الاولیا رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

دریں حال کہ او پیش ما بود وحید الدین قریشی درآمد و سر بر زمین نہاد شیخ سعدی خوش گوید ؎

ہر جا کہ روئے زندہ دلے بر زمین تست
ہر جا کہ دست غمزدہ در دعائے تست

اسی حال میں کہ جب وہ میرے سامنے تھا وحید الدین قریشی آیا اور اس نے سر زمین پر رکھا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کیا خوب فرماتے ہیں: ؎

"جس جگہ چہرہ تازہ ہو تو وہ تیری زمین پر بچھا ہے

---

[1] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تحت آیۃ ۲/ ۳۴ مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۷۷

[2] مدارج النبوۃ

Marfat.com

بزرگے دیگر گوید ے
شعاع روز بھی تابد از جبین کسے
کہ در پرستش تو بر نہد بخاک جبین[1]

اور جس جگہ غمزدہ ہو تو ہاتھ تجھ سے دُعا کیلئے ہیں۔
ایک دوسرے بزرگ فرماتے ہیں ؎
"ابد تک روشن شعاع کسی کی پیشانی سے پھوٹتی ہیں کہ تیری پرستش کے لئے وہ پیشانی زمین پر رکھ دیتا ہے۔" (ت)

یہاں تو نرا مسجود بلکہ پرستش موجود، اب کہہ دینا کہ حضرت سلطان الاولیاء رضی اللہ تعالٰی عنہ معاذ اللہ غیر خدا کے لئے سجدۂ عبادت روا جانتے تھے جیسے یہاں پرستش بمعنی عبادت نہیں بلکہ خدمت، یونہی وہاں مسجود بمعنی مخدوم و مطاع۔ یہ خود مشہور معنٰی ہیں اور عام محاورہ میں مستعمل، مگر عناد کا کیا علاج۔

(۶۴) بحر کو ہر قسم اختراع میں کمال ہے لغت میں بھی اجتہاد ہے، لفظ کے معنٰی بھی دل سے تراش لئے جاتے ہیں، عالمگیری پر افترائی عبارت نمبر اول میں یہ لفظ گھڑے "او طأطأ راسه فلا باس" جس کا صاف ترجمہ یہ تھا "یا سر خم کیا تو حرج نہیں" اُسے یہ بنا لیا "یا اپنے سر کو زمین پر رگڑے تو کچھ مضائقہ نہیں"۔ بحر سے پوچھے طأطأ کا ترجمہ "زمین پر رگڑنا" کہاں کی زبان ہے۔ مقامِ حیرت ہے جب اصل عبارت ہی اپنی ساختہ پرداختہ تھی جس کا عالمگیری میں نقل نہ پڑا تو سرے سے او سجد لہ کیوں نہ گھڑ لیا اس کی کیا ضرورت آڑے آئی کہ لفظ طأطأ رکھ کر ترجمہ بھی جھوٹا کرے مگر یہ کہ اختراع میں اپنی مہارت دکھائی کہ عبارت بھی دل سے تراشیں پھر اس جھوٹ کا ترجمہ بھی جھوٹ در جھوٹ گھڑیں ظلمت بعضھا فوق بعض[2] (اتنے زیادہ اندھیرے ہیں کہ وہ ایک دوسرے پر چھائے ہوئے ہیں۔ ت)

(۶۵) سیر الاولیاء میں تھا: مرید زمین بوسید[3]، اس کا ترجمہ یہ تراشا گیا: "مرید زمین پر سر بسجود ہو گیا"۔ اگر ترجمہ کتاب پر یہ حسب عادت بحری افترا ہے تو ظاہر ورنہ فحوائے حدیث صحیح مسلم فھو احد الکاذبین (تو وہ ایک جھوٹا ہے۔ ت) نقد وقت ہے لطائف میں تھا "بعضے اصحاب روایت شرعی ہم آوردہ اند[4]" جس کا ترجمہ بحر نے یہ کیا "بعض اصحاب شرع کی روایت بھی لاتے ہیں" کہ استمرار پر دلالت کرے حالانکہ اس کا حاصل صرف اس قدر کہ کوئی صاحب اس پر روایت شرعی بھی لائے

---

[1] سیر الاولیاء باب ششم نکتہ در بیان اعتقاد مرید الخ مؤسسۃ انتشارات اسلامی لاہور ص ۳۵۰
[2] القرآن الکریم ۲۴ /۴۰
[3] سیر الاولیاء باب ششم مؤسسۃ انتشارات اسلامی لاہور ص ۳۵۰
[4] لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی لطیفہ ہفدہم مکتبہ سمنانی کراچی حصہ دوم ص ۲۹

Marfat.com

جس سے ظاہر کہ مصنفِ لطائف نے نہ وہ روایت آپ دیکھی نہ اس پر ایسا اعتماد کہ جزماً فرماتے کہ یہاں روایت شرعی بھی ہے بلکہ ایک شخص مجہول کا حوالہ دیا یہ سند نہیں ہو سکتا کہ ارشاد حضرت قدوۃ الکبراء تو درکنار قولِ صاحبِ لطائف بھی نہیں، نہ ناقل معلوم بلکہ مجہول الاسم والمسمّٰی۔

(۶۶ تا ۶۹) اُس ناقل مجہول کی نقل کی حالت یہاں سے کھلتی ہے کہ اُس نے ایک مضمون میں نقل کیا کہ نبی و پیر و بادشاہ و والدین و مولیٰ کو سجدۂ تحیت جائز ہے اور بے دھڑک کہہ دیا "یہ سب بیان فتاوی قاضیخان اور صغیر خانی اور تیسیر اور سراجی اور خانی اور کافی میں ہے"۔ فتاوی قاضی خان پر افترا، صغیر خانی پر افترا۔ سراجی پر افترا۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین[1] (لوگو! اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔ ت)

(۷۰) جہالت کی یہ حالت کہ فتاوی قاضی خاں کو جدا گنا اور خانی کو جدا۔ حالانکہ یہ وہی ہے۔

(۷۱) تیسیر جسے بکر نے صـــ۱۴۱ پر فتاوی تیسیر کہا ہمارے مذہب کا کوئی فتاوی اس نام کا نہیں اُس ناقل اور اب اس کے تبع بکر پر لازم کہ بتائے یہ کیا کتاب کس کی تصنیف اور اس میں یہ مضمون کہاں ہے۔

(۷۲) ملتقط کے معنی میں جو تحریف کی نمبر ۳۲ میں گزری اُسی سلسلہ میں لکھا صـــ۱۲ "حضرت ابن عباس نے فرمایا ہے سجدۂ تحیت مثل سلام کے ہے اور کچھ حرج نہیں اگر پیروں کے سامنے رخسارے رکھے جائیں"۔ یہ اگر مقولۂ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما شامل کیا تو ابن عباس پر افترا ہے ورنہ ملتقط پر۔

(۷۳) اگر ابن عباس نے گزشتہ امتوں میں سجدۂ تحیت کو بجائے سلام کہا تو ہمیں کیا مضر اور مخالف کو کیا مفید، اور اگر یہ مطلب کہ ابن عباس اب سجدۂ تحیت کو مثل سلام کہتے ہیں تو قطعاً ان پر افترا۔ رہا یہ کہ پھر صاحبِ لطائف نے ایسی افترا بھری نقل کو درجِ کتاب کیوں کیا، جب انہوں نے فرما دیا کہ بعض یہ روایت لائے وہ بری الذمہ ہو گئے جیسے بہت محدثین احادیث باطلہ موضوعہ روایت کرتے اور جانتے کہ جب ہم نے سند لکھ دی ہم پر الزام نہ رہا علاوہ بریں مولٰنا ملک العلماء بحر العلوم فواتح الرحموت میں فرماتے ہیں:

العدول من غیر الائمۃ لا یبالون عمن اخذوا و رووا الا تری الشیخ علاء الدولۃ السمنانی کیف اعتمد علی الرتن الھندی و ای رجل	یعنی اماموں کے سوا اور ثقہ عادل حضرات اس کی پرواہ نہیں کرتے کہ کس سے لیتے کس سے روایت کرتے ہیں حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانی قدس سرہ کو نہ دیکھا کیونکر رتن ہندی پر اعتماد فرمالیا حضرت

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۱

یکون مثلہ فی العدالۃ[1] ممدوح کے برابر کون عادل ہوگا۔

(۷۴) ص۱۴۱ پر جہاں چند حوالوں میں بے نقل عبارت صرف نام گنائے ہیں جن میں خاص کر معارف وسراجیہ وعزیزیہ وشرح مشکوٰۃ کے حوالے یقیناً جھوٹ ہونا اوپر واضح ہوچکا اور فتاوٰی تیسیر کوئی فتاوٰی ہی نہیں انھیں میں چھٹا نام معین الدین واعظ کی تفسیر سورۂ یوسف کا ہے بکر جب اس قدر شدید الاجتراء کثیر الافتراء ہے تو اس حوالے پر کیا اعتماد، اور ہو تو تصریحاتِ ائمہ وارشاداتِ حدیث کے مقابل ایک واعظ کی بات سے کیا استناد، یہ حقیقت ہے بکر کی سندوں کی، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت بلند مرتبہ اور عظیم شان والے اللہ تعالٰی کی توفیق دینے کے سوا کسی میں نہیں۔ت)

فصل دوم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر بکر کے افتراء اور حدیث سے تحریم سجدۂ تحیت کا ثبوت

(۷۵) بھلا یہاں تک تو لغت وفقہ وائمہ وصحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم ہی پر افتراء تھے مگر بکر کی بڑھتی ہمت کیا صبر کرے حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر بھی افترا سے باز نہ آئی ص۹ پر کہا، خود آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے: کلامی لاینسخ کلام اللہ[2] میرا کلام خدا کے کلام کو منسوخ نہیں کرسکتا" یہ حدیث ابن عدی و دارقطنی نے بطریق محمد بن داؤد القنطری عن جبرون بن واقد الافریقی روایت کی، ابن عدی نے کامل اور ابن الجوزی نے علل میں کہا یہ حدیث منکر ہے، ذہبی نے میزان میں کہا جبرون متہم ہے اس نے قلتِ حیا سے یہ حدیث روایت کی، ترجمہ قنطری میں کہا یہ حدیث باطل ہے، ترجمہ افریقی میں کہا یہ حدیث موضوع ہے، امام حجر نے لسان المیزان میں دونوں جگہ ان کے یہ کلام مقرر رکھے۔ بعد وضوحِ امر ایک منکر، باطل، موضوع حدیث متہم بالکذب کی روایت کو کہنا کہ حضور نے فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افتراء کی جرأت ہے۔

(۷۶) بکر مدعی حنفیت حنفیت سے جُدا چلا، مذہب حنفی میں بیشک آیت حدیث سے منسوخ ہوسکتی ہے کماھو مصرح فی کتب اصولھم قاطبۃ (جیسا کہ اصول کی عام کتابوں میں اس کی تصریح موجود ہے) احکام میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا کلام اللہ عزوجل ہی کا کلام ہے تو کلامِ خدا کلامِ خدا ہی سے منسوخ ہوا۔

---

[1] فواتح الرحموت بذیل المستصفٰی الاصل الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/ ۱۷۵
[2] الکامل فی ضعفاء الرجال ترجمہ جبرون بن واقد الافریقی دار الفکر بیروت ۲/ ۶۰۲

Marfat.com

قال اللہ تعالیٰ وما ینطق عن الھوی ٥ ان ھو الا وحی یوحی ٥[1] (اللہ تعالے نے فرمایا) یہ نبی اپنی خواہش سے کچھ نہیں فرماتے وہ تو نہیں مگر وحی کہ بھیجی گئی۔

(۷۷) صفحہ ۱۵ پر سرخی دی: "آنحضرت نے خود سجدے کی اجازت دی" یعنی غیر خدا کو سجدۂ تحیت کی جس کی بحث ہے یہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر منہ بھر کر شدید افترا ہے ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین[2] اپنی برہان لاؤ اگر سچے ہو۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون[3] ایسے جھوٹ افترا وہی کرتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے۔

لا الٰہ الا اللہ بلکہ حضور نے اسے حرام فرمایا۔

(۷۸) اس سرخی کے نیچے کہا: "مشکوٰۃ میں ابن خزیمہ بن ثابت سے ہے کہ انھوں نے خواب میں آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی پیشانی پر اپنے آپ کو سجدہ کرتے دیکھا انھوں نے یہ خواب حضرت سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا تیرا خواب سچا ہے آپ فوراً لیٹ گئے اور ابن خزیمہ کو اپنی پیشانی پر سجدہ کرنے کی اجازت دی"۔ مسلمانو! اس ظلم عظیم کو دیکھو کہاں پیشانی پر سجدہ کہاں خود حضور کو سجدہ۔ شاید بکر جانماز یا زمین پر سجدہ کرتے یہ سمجھتا ہوگا کہ وہ اس کپڑے یا زمین کے ٹکڑے کو سجدہ کر رہا ہے۔

(۷۹) بے علمی کی یہ حالت کہ مشکوٰۃ شریف میں تھا:

عن ابن خزیمۃ بن ثابت عن عمہ ابی خزیمۃ انہ رأی فیما یری النائم[4] یعنی ابن خزیمہ بن ثابت اپنے چچا ابو خزیمہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے خواب دیکھا۔

وہ خواب راوی خواب کی طرف نسبت کر دیا کہ "ابن خزیمہ بن ثابت نے خواب دیکھا" اور اس جہالت کے صدقے میں رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر ایک افترا دانستہ کر دیا کہ "ابن خزیمہ کو اپنی پیشانی پر سجدہ کی اجازت دی"۔

(۸۰) ایسی ہی بےعلمی اور اس کے سبب نادانستہ افترا یہ ہے کہ حدیث میں تھا:

---

[1] القرآن الکریم ۵۳/۳
[2] 〃 〃 ۲/۱۱۱
[3] 〃 〃 ۱۶/۱۰۵
[4] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الرؤیا الفصل الثانی مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۹۶

Marfat.com

فاضطجع لہ وقال صدق رؤیاك ۔[1]

حضور نے پہلوئے مبارک پر آرام کرکے ابوخزیمہ سے فرمایا اپنا خواب سچ کر لو۔

مرقاۃ میں ہے:

(صدق رؤیاك) امر من التصدیق ای اعمل بمقتضاھا[2]

اپنے خواب کی تصدیق کر دیجئے، یعنی لفظ صَدِّق یہ تصدیق کا امر ہے یعنی اس کے مقتضا کے مطابق عمل کیجئے۔ (ت)

عربی سمجھ میں نہ آئے تو شیخ محقق کا فارسی ترجمہ سُنئے:

گفت آنحضرت صدق رؤیاک راست گردان خواب خود راکہ دیدہ وسجدہ کن بر جبہہ من[3]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اپنے خواب کی تصدیق کرو جو تم نے دیکھا ہے لہذا میری پیشانی پر سجدہ کیجئے۔ (ت)

سے یہ بنالیا کہ "آپ نے فرمایا: تیرا خواب سچا ہے۔"

(۸۱) ممانعت سجدۂ غیر اللہ کے بارے میں حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کہ مسند امام احمد میں ہے نقل کی جس میں ایک اونٹ کا حاضر ہو کر حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سجدہ کرنا اور اس پر صحابہ کی خواہش کہ انھیں بھی اجازت سجدہ ملے اور حضور کا اجازت نہ دینا ہے[4] اور خود کہا ص ۹ "اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ حدیث صاف صاف سجدۂ غیر اللہ کی مخالفت کرتی ہے اور کوئی گنجائش رسولِ خدا کے صریح الفاظ کے خلاف عذر کرنے کی باقی نہیں رہتی پھر جو تحریف کلام الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رگ اُچھلی اُن صاف صاف صریح الفاظِ نبوی کی یوں تبدیل و تغییر کی، ص ۹ "حدیث کے الفاظ میں یہ ہے کہ اگر سجدۂ غیر اللہ جائز ہوتا تو میں بیوی کو شوہر کے سجدہ کا امر کرتا اور امر سے وجوب ہوتا ہے لہذا حضور کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ سجدۂ تعظیمی وجوب کے حد میں جائز ہوتا تو میں عورت پر مرد کا سجدہ واجب کرتا، یعنی سجدۂ تعظیمی واجب نہیں بلکہ مباح ہے۔" یہ "یعنی" رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر صریح افترا ہے حدیث کے کون سے حرف میں ہے کہ "بلکہ مباح ہے" جب حسب اقرار مجوز شرط میں صرف ذکر جواز

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الرؤیا الفصل الثانی مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۹۶

[2] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ " " المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/۴۰۶

[3] اشعۃ اللمعات " " " مکتبہ نوریہ رضویہ ۳/۶۵۲

[4] مسند احمد بن حنبل عن عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/۷۶

Marfat.com

ہے کہ "اگر سجدہ غیر اللہ جائز ہوتا" اور جزا میں وُہ امر ہے کہ یقیناً منتفی یعنی عورت کو سجدہ کا حکم ہونا اور انتفائے جزا انتفائے شرط ہے تو حدیث کا صاف مفاد سجدہ کا عدم جواز ہوا یعنی جائز ہوتا تو عورت کو حکم ہوتا لیکن عورت کو حکم نہ ہوا تو معلوم ہوا کہ سجدہ جائز نہیں ذکر امر جزا میں ہے کہ "عورت پر سجدہ واجب کرتا" جزا کا وجوب شرط میں کیسے داخل ہو گیا جواز پر ایجاب کا ترتب بعید نہیں کہ واجب نہ ہو سکے گا مگر وہ جو جواز رکھتا ہو تو حاصل یہ کہ اگر سجدۂ غیر میں جواز کی گنجائش ہوتی تو میں عورت پر مرد کے لئے واجب کر دیتا لیکن وُہ جائز نہیں ہو سکتا لہذا عورت کو اس کا حکم نہ دیا۔

(۸۲) طرفہ جہالت جبکہ عورت پر وجوب امر سے ہوتا تو قبل امر وجوب نہ ہونا چاہئے تھا' نہ یہ کہ سجدۂ غیر خدا واجب ہوتا تو میں عورت پر حکم سے واجب کر دیتا۔

(۸۳) صحابہ نے اجازت ہی تو طلب کی تھی نہ کہ ایجاب' تو نفی وجوب سے اس کا کیا جواب۔

(۸۴) بکر نے تتمۂ حدیث نقل کیا ص؎ ولکن لا ینبغی لبشر ان یسجد لغیر اللّٰہ۔ اور خود اس کا ترجمہ کیا "لیکن آدمی کو زیبا نہیں کہ سوا خدا کے کسی کو سجدہ کرے۔" پھر اس کا یہ مطلب گھڑنا کہ واجب نہیں مباح ہے کیسی کھُلی تحریف ہے۔

(۸۵) حدیث قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ سُنن ابی داؤد شریف میں ہے جنھوں نے شہر حیرہ میں لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے حاکم کو سجدہ کرتے ہیں واپس آکر حضور اقدس صلی اللہ تعالے علیہ وسلم سے حضور کو سجدہ کی اجازت مانگی، ارشاد ہوا:

لا تفعلوا لو کنت آمرا احدا ان یسجد لاحد لامرت النساء ان یسجدن لازواجھن لما جعل اللّٰہ لھم علیھن من حق۔[1]

نہ کرو اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کا حکم دینے والا ہوتا تو ضرور عورتوں کو حکم دیتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں اُس حق کے سبب جو شوہروں کا اُن پر ہے۔

یہاں صریح صیغہ نفی موجود ہے لا تفعلوا سجدہ نہ کرو۔ اب بکر سے کہو اپنی اصول دانی لے کر چلے۔ ص۹ "شارع علیہ السلام کسی بات کا حکم امر کے صیغہ سے دیں تو وہ کام واجب ہوتا ہے۔" یونہی شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی بات سے بصیغۂ نہی منع فرمائیں تو وہ کام حرام ہوتا ہے۔ ثابت ہوا کہ سجدۂ غیر حرام ہے اور حدیث کا وہ مطلب گھڑنا کہ "واجب نہیں بلکہ مباح ہے" محض افترائے ناکام۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب النکاح باب فی حق الزوج علی المرأۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲۹۱/۱

Marfat.com

(۸۶) بکر نے ہوشیار، حدیث اُمّ المومنین صدیقہ نقل کی جس میں صریح صیغۂ نہی تھا اور عوام کو دھوکا دینے کو لکھ دیا ص۹ "اسی حدیث کو سجدۂ تعظیمی کے مخالف سند میں پیش کیا کرتے ہیں سوا اس کے اور کوئی ثبوت اُن کے پاس نہیں ہے"، اول تو سند کا حدیث میں حصہ جھوٹ، ہم نے بکر ہی کی مسلّم سندوں سے ثابت کر دیا کہ غیر خدا کو سجدۂ تحیت حرام حرام حرام، سُوئر کھانے سے بھی بدتر حرام۔

(۸۷) پھر حدیث کا اس ایک میں حصہ سفید جھُوٹ، وہ حدیث صدیقہ شاید بکر نے مشکوٰۃ سے لی ہو کہ بکر کی اس ملک رسائی ص۱۵ سے نمبر ۴۲ میں ہو چکی ہے مشکوٰۃ کے اُسی باب اُسی فصل میں اس سے دو حدیث اور حدیثِ قیس رضی اللہ تعالےٰ عنہ موجود تھی جس میں صریح ممانعت موجود، اس نے چھپالیا اور کہہ دیا" اور کوئی ثبوت ان کے پاس نہیں"۔

(۸۸) نیز وہیں مشکوٰۃ میں تیسری حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا پتا دیا تھا اُسے بھی اُڑا دیا اور کہہ دیا کہ" اور کوئی ثبوت نہیں"۔ دین میں یہ چالاکیاں مسلمان کہلاکر نازیبا ہیں، حدیثِ معاذ رضی اللہ تعالےٰ عنہ مسند امام احمد میں بسند رجال صحیح بخاری و صحیح مسلم یوں ہے:

حدثنا وکیع ثنا الاعمش عن ابی ظبیان عن معاذ بن جبل انه لما رجع من الیمن قال یارسول اللہ رأیت رجالا بالیمن یسجد بعضهم لبعض افلا نسجد لك قال لو کنت آمرا بشرا یسجد لبشر لامرت المرأة ان تسجد لزوجها[1]

(ہم سے وکیع نے بیان کیا کہ اعمش نے ابی ظبیان سے انھوں نے معاذ بن جبل سے روایت کیا) یعنی جب معاذ بن جبل رضی اللہ تعالےٰ عنہ یمن سے واپس آئے عرض کی: یا رسول اللہ! میں نے یمن میں کچھ لوگوں کو دیکھا آپس میں ایک دوسرے کو سجدہ کرتے ہیں تو کیا ہم حضور کو سجدہ نہ کریں، فرمایا: میں اگر آدمی کو آدمی کے سجدہ کا حکم دینے والا ہوتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

(۸۹) اپنے ہی پاؤں میں تیشہ زنی، یہ کہ حدیث ام المومنین رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے تتمہ میں وہ الفاظ بڑھا دیے:

لاینبغی لبشر ان یسجد لغیر اللہ۔

کسی انسان کے لئے لائق نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرے۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث معاذ بن جبل المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۲۸-۲۲۷

Marfat.com

اُس کی مبلغ علم مشکوٰۃ میں یہ حدیث ام المومنین کا تتمہ نہیں بلکہ چوتھی حدیث سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سجدہ کرنا چاہا حضور نے فرمایا:

لاینبغی لمخلوق ان یسجد لاحد الا للہ تعالیٰ۔ کسی مخلوق کو سزاوار نہیں کہ اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کرے۔

اوردہ الامام النسفی فی المدارک[1] (امام نسفی اس کو مدارک میں لائے ہیں۔ ت)

یہ چار واقعہ جدا جدا ہیں حدیث صدیقہ میں اونٹ کا سجدہ دیکھ کر صحابہ نے اجازت چاہی۔

قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حیرہ متصل کوفہ میں معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یمن میں سجدۂ حکام دیکھ کر اجازت مانگی اور ہر بار ایک ہی جواب ارشاد ہوا کسی بار اجازت نہ فرمائی۔

سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود سجدہ ہی کرنا چاہا منع فرما دیا۔

ان تین حدیثوں میں ایک فائدہ اور ہے جس کے لئے بکر نے ان کو چھپایا کہ عنقریب ظاہر ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۹۰) حدیث صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بکر کا ظلم اشد و اخبث حد سے گزر گیا، صفحہ ۹ پر کہا "سب سے بڑی بات تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضور نے صحابہ کی خواہش کو سجدۂ عبادت تصور کرکے جواب دیا تھا جبھی تو فرمایا کہ اپنے رب کی عبادت کرو اور اپنے بھائی کا احترام و اکرام بجالاؤ آپ کے ذہن میں سجدہ تعظیمی ہوتا تو عبادت رب کا حوالہ نہ دیتے اور احترام و تعظیم کو عبادت سے الگ کرکے ظاہر نہ فرماتے اس وقت تو آپ کے ذہن میں سجدۂ عبادت تھا"۔

انا للہ و انا الیہ راجعون ○ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا○[2] (یقیناً ہم اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور بلاشبہہ اس کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں) کیا بڑا بول ہے جو اُن کے منہ سے نکل رہا ہے وہ تو نرا جھوٹ بک رہے ہیں۔

مسلمانو! محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن پر قرآن کریم میں اُترا:

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت آیۃ ۲/۳۴ دار الکتاب العربی بیروت ۱/۴۲

[2] القرآن الکریم ۱۸/۵

Marfat.com

یاایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[1] اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو بیشک کچھ گمان گناہ ہیں۔

وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم جو خود فرماتے:

ایاک والظن فان الظن اکذب[2] الحدیث۔ گمان سے دور رہ کہ گمان سے بڑھ کر کوئی جھوٹ بات نہیں الحدیث۔

وُہ اور اپنے صحابہ کرام حاضرانِ بارگاہ پر یہ بدگمانی کہ یہ میری عبادت چاہتے ہیں مجھے دوسرا خدا بنانے کی خواہش رکھتے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون ۵ (ہم اللہ تعالٰے کا مال ہیں اور یقیناً اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ت) کلّا واللہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو تو بر گمان نہ ہُوا نہ اس درخواست سے کسی عاقل کو تعظیم وتکریم کے سوا کوئی گمان عبادت گزرتا مگر بجہ نے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر یہ خبیث بدگمانی کرکے اپنے لئے استحقاقِ جہنم کر لیا اگر توبہ نہ کرے۔

(۹۱) یہی نہیں بلکہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر اور سخت تر الزام ہے حضور نے یہ سمجھا کہ صحابہ میری عبادت کیا چاہتے ہیں، اس پر نہ غضب فرمایا نہ انکار نہ صحابہ کو توبہ کی ہدایت نہ تجدید اسلام ونکاح کا حکم اس کا ذکر تک نہ کیا، یہ ہلکی سی بات فرماکر چپ ہو رہے کہ میں اس کا حکم کرتا تو عورت کو معاذ اللہ وہ گمان فرمایا ہوتا تو اسی قدر فرماتے یا یہ کہ ارے تم عبادت غیر چاہ کر مرتد ہوگئے ارے توبہ کرو اسلام لاؤ اپنی عورتوں سے پھر نکاح کرو۔ ایک بادیہ نشین ناواقف کے منہ سے اتنی بات نکلی تھی کہ ہم حضور کو اللہ کے یہاں شفیع لاتے ہیں اور اللہ کو حضور کے پاس۔ اس پر وہ غضب شدید فرمایا کہ در ودیوار تجلی شان جلال سے بھر گئے دیر تک سبحٰن اللہ سبحٰن اللہ سبحٰن اللہ فرماتے رہے، پھر اس اعرابی سے فرمایا: اجعلتنی للہ ندا کیا تُو نے مجھے اللہ کا ہمسر ٹھہرایا؟ ویحک اتدری ما اللہ افسوس تجھ پر ارے تو جانتا ہے کہ اللہ کیا ہے، پھر اس واحد قہار کی عظمت بیان فرمائی رواہ ابوداؤد[3] یہاں مخلص صحابہ حاضرانِ بارگاہ علیہم الرضوان

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[2] صحیح البخاری کتاب الادب باب قولہ تعالٰے یاایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۹۶/۲

[3] سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی الجہمیۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۹۴

Marfat.com

سے معاذ اللہ دوسرا خدا بنانے غیر خدا کی پوجا کرنے کی خواہش سمجھتے اور ساکت رہتے ہیں کیا یہ ممکن ہے کلّا واللہ کیا یہ شانِ رسالت ہے حاش اللہ، جو رسول کو کفر و ارتداد پر سکوت کرنے والا ٹھہرائے وُہ خود کفر و ارتداد کے گھاٹ تک پہنچ گیا کہ نبی کی ایسی شدید توہین کی ھم للکفر یومئذٍ اقرب منھم للایمان[1] (وہ اس دن ایمان کی بہ نسبت کفر کے زیادہ قریب تھے۔ ت) یکرنے تو یہ سمجھا کہ میں نے حدیثِ صدیقہ کی مدافعت میں اپنا زورِ علم و قلم دکھایا اور یہ نہ جانا کہ اس کے جہل و بیباکانہ قول نے اُسے کہاں تک پہنچایا، سچ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے:

ان الرجل لیتکلم بالکلمۃ لایری بھا باسًا یھوی بھا سبعین خریفا فی النار[2]

بیشک آدمی ایک بات کہتا ہے جس میں کچھ برائی نہیں سمجھتا اس کے سبب ستر برس کی راہ جہنم میں اتر جاتا ہے۔

اور فرمایا:

ان الرجل لیتکلم بالکلمۃ من سخط اللہ ما یظن ان تبلغ ما بلغت فیکتب اللہ علیہ بھا سخطہ الیٰ یوم القیٰمۃ[3]

بیشک آدمی ایک بات ناراضی خدا کی کہتا ہے اُس کے گمان میں نہیں ہوتا کہ کہاں تک پہنچی، اُس کے سبب اللہ اس پر قیامت تک اپنا غضب لکھ دیتا ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

اللہ عزّ وجل کی طرف شکر ہے اس پُرفتن زمانے سے کہ جسے اُلٹے سیدھے دُو حرف اردو کے لکھنے آگئے وہ مصنف و محقق و مجتہد بن بیٹھا اور دینِ متین میں اپنی ناقص عقل فاسد رائے سے دخل دینے لگا، قرآن و حدیث و عقاید و ارشاداتِ ائمہ سب کا مخالف ہو کر پہنچا جہاں پہنچا، ویتوب اللہ علی من تاب ومن یتول اور اللہ توبہ فرماتا ہے جو کوئی توبہ کرے، اور

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۶۷

[2] جامع الترمذی ابواب الزہد باب ما جاء من تکلم بالکلمۃ لیضحک الناس امین کمپنی دہلی ۲/ ۵۵
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۳۶ و ۲۹۷
سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب کف اللسان فی الفتنۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۹۴

[3] مسند احمد بن حنبل حدیث بلال بن حارث المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۶۹
المعجم الکبیر حدیث ۱۱۲۹ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱/ ۳۶۷

Marfat.com

فان اللہ ھو الغفور الحمید۔ جو کوئی پھر جائے تو بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا تعریف والا ہے (ت)

(۹۲) رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اونٹ کا سجدہ کرنا کیا حضور کو معبود و خدا بنا کر تھا، حاش للہ۔ معجم کبیر طبرانی میں یعلی بن مرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما من شیئ الا یعلم انی رسول اللہ الا کفرۃ الجن والانس[1] ہر چیز مجھے اللہ کا رسول جانتی ہے سوائے کافر جن اور آدمیوں کے۔

یونہیں حیرہ و یمن میں لوگوں کا زمینداروں کو سجدہ کرنا قطعاً سجدۂ تحیت ہی تھا نہ کہ سجدۂ عبادت۔ انھیں سجدوں کی بنا پر صحابہ نے حضور کو سجدے کی اجازت مانگی تھی جس سے کسی عاقل کا بھی وہم معبود و الٰہ بنانے کی طرف نہیں جا سکتا، محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر ایسی باطل سمجھ کا الزام کیسی دریدہ دہنی ہے۔

(۹۳) غنیمت ہے کہ سجدۂ غیر کی سخت شناعت خود بکر کے منہ ثابت ہوئی۔ صحابہ وہ صحابہ جن کے کانوں میں ہر وقت لا الٰہ الا اللہ کے نغمے گونج رہے تھے جنھیں بات بات میں توحید کا سبق دیا جاتا جن کے دلوں میں اللہ کی وحدانیت پر ایمان پہاڑوں سے زیادہ گراں و متمکن تھا قرآن عظیم بار بار جن کے ایمان کی گواہی دے چکا تھا دوسرے کو سجدۂ تحیت ایسی سخت چیز ہے کہ اس کا فعل نہیں صرف اس کی خواہش سنتے ہی اُن کے یہ تمام فضائل جلیلہ اور ان کے ایمان و توحید کی قوت سب حضور کے ذہن اقدس سے اُتر گئے اور یہی خیال گیا کہ یہ مجھے خدا بنانا چاہتے ہیں تو ایسا ناپاک فعل دوسروں کو کیونکر حلال ہو سکتا ہے۔

(۹۴) بیشک سجدہ افعالِ عبادت سے ہے، سجدۂ عبادت و سجدۂ تحیت میں سوائے نیت کوئی فرق نہیں، سجدہ تو سجدہ زمین بوسی کی نسبت درمختار سے گزرا کہ یشبہ عبادۃ الوثن[2] بت پرستی کے مشابہ ہے اور بکر کی مسلم کامل التحقیق ردالمحتار نے اُسے مسلّم رکھا اور اخلاص عبادت یہ ہے کہ عبادت غیر کی مشابہت سے بھی بچے، لہذا حضور نے ذکر عبادت فرمایا کہ افعالِ عبادت صرف اپنے رب کے لئے

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۶۷۲ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲۲/ ۲۶۲
[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۵

Marfat.com

کردا سے اس ناپاک محمل پر ڈھالنا جس سے وہ تین الزام شدید شانِ رسالت پر عائد کئے سخت خلاف دین ہے۔

(۹۵) خود بکر نے اسی سجدۂ تحیت کو کہا ہے ص۱۱۱ "سجدہ ایک ایسی چیز تھی جس میں سجدۂ عبادت شریک تھا اور خدا کی عظمت کے انتہائی طریقہ میں خواہ مخواہ آدم کا شرک ہوتا تھا" اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا کی خود مرضی تھی کہ میری خلافت کی تعظیم وہی ہونی چاہئے جو خود میری ہے اس واسطے آدم کی عزت ایسے طریقے سے کرائی جو خدا کے سوا کسی کو زیبا نہ تھا تاکہ سند ہو جائے کہ آدم خلافت کے بعد مجازی حیثیت سے اس آخری تعظیم کا مستحق ہے جو حقیقت میں عبادت کی آخری شان ہے ایسی چیز سے ممانعت کے لئے "اعبدوا ربکم"[1] (اپنے رب کی عبادت کرو۔ ت) فرمانا کیا مستبعد تھا۔

(۹۶) حدیثِ قیس وحدیثِ معاذ وحدیثِ سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہم میں تو اعبدوا نہیں ہے یہاں تو لا تفعلوا اور لاینبغی ہے یہاں کس ذریعہ سے اُس بدگمانی پر ڈھالے گا اسی لئے ان کو چھپایا اور کہہ دیا تھا کہ اور کوئی ثبوت نہیں۔

(۹۷) بکر نے چاند سورج بلکہ بُت کو سجدہ اور مہادیو کی ڈنڈوت حلال کر لی جیسے یہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عبادت کا ذکر فرمایا اور اس سے بکر نے یہ ٹھہرا لیا کہ صرف سجدہ عبادت کو منع کیا ہے یونہی آیۂ کریمہ لاتسجدوا للشمس ولا للقمر[2] (لوگو! سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو۔ ت) جس میں سجدۂ شمس وقمر سے ممانعت اور سجدۂ الٰہی کا حکم ہے اس کا تتمہ یہ ہے ان کنتم ایاہ تعبدون[3] اگر تم اسے پوجتے ہو۔ یہاں بھی اللہ عزوجل نے عبادت کا ذکر فرمایا ہے تو یہاں بھی چاند سورج کو صرف سجدۂ عبادت کی ممانعت ہوئی، اب بُت ہو یا بھوت کسی بلا کو سجدۂ تحیت کی ممانعت پر قرآن کریم میں کوئی آیت نہ رہی، کیا بکر کوئی آیت دکھا سکتا ہے، ہرگز نہیں، اب بکر اپنی لفاظیاں یاد کرے اور "النسائی کی قید سے ہاتھ اٹھا کر یوں کہے جو اس نے ص۷۰ پر کہا ہے "قرآن میں کسی سجدۂ تعظیم کی ممانعت نہیں، ایسی کوئی آیت نہیں جہاں کسی سجدۂ تعظیم کی ممانعت کی گئی ہو" اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تعظیمی سجدہ کے خلاف قرآن خاموش رہنا چاہتا ہے یعنی وہ مسلمانوں سے

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۱
[2] القرآن الکریم ۴۱/ ۳۷
[3] القرآن الکریم ۴۱/ ۳۷

Marfat.com

نہ یہ کہتا ہے کہ غیر خدا کو سجدہ کرو نہ یہ کہتا ہے کہ تم پر سجدہ تعظیمی حرام کیا گیا ہے تم کسی غیر خدا کو سجدہ نہ کرنا" یہ "کسی" کا لفظ یاد رکھنے کے قابل ہے، اس کے بعد ص ۴ کا نتیجہ دیکھئے" پس جب قرآن نے ایسا کوئی صاف حکم نہیں دیا تو سجدہ تعظیمی کا حرام ہونا یا ناجائز ہونا ثابت نہیں ہوسکتا" دیکھئے کیسی کھلم کھلا بُت کی سجدہ سے تعظیم اور بے نیت عبادت مہادیو کی ڈنڈوت حلال کی ہے، کیوں نہ ہو جن کا کرشن نبی ہو ان کا دین آپ ہی ایسا ہو۔

(۹۸) چاند سورج کو سجدہ کی ممانعت جو قرآن کریم نے فرمائی اس پر بکر کا یہ عذر ص ۹ کہ "اس آیت میں غیر انسان کے سجدہ کا ذکر ہے اور گفتگو سجدۂ انسانی میں ہے سورج چاند اور چیز ہے انسان خلیفۃ اللہ دوسری چیز ہے۔"

اولاً عجب یاد رہا ہے اس کے طور پر آیت میں تو چاند سورج کو سجدۂ عبادت کی ممانعت ہے کہ فرمایا: ان کنتم ایاہ تعبدون[1] (اگر تم خاص اس کی عبادت کرتے ہو۔ ت) سجدۂ عبادت میں خلیفہ وغیر خلیفہ کا کیا فرق۔

ثانیاً سجدۂ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استناد کی خود بیخکنی کر لی اس آیت میں غیر انسان کے سجدہ کا ذکر ہے (یعنی ملائکہ نے سجدہ کیا) اور گفتگو سجدۂ انسانی میں ہے (کہ انسان دوسرے کو سجدہ کرے) فرشتہ اور چیز ہے انسان خلیفۃ اللہ دوسری چیز ہے۔ غیر خلیفہ نے خلیفہ کو سجدہ کیا اس سے خود خلیفہ کا سجدہ کرنا کیسے جائز کر لیا علی نفسہا تجنی براقش۔

(۹۹) قرآن کریم میں سجدۂ تحیت کی ممانعت نہ سوجھنی قرآن عظیم سے غفلت پر مبنی، کیا قرآن مجید نے نہ فرمایا:

اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول[2] حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا۔

کیا قرآن عزیز نے نہ فرمایا:

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ[3] جس نے رسول کی اطاعت کی بیشک اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

کیا قرآن حکیم نے نہ فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۴۱/۳۷ [2] القرآن الکریم ۴/۵۹
[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۴/۸۰

Marfat.com

ومن یعص اللہ ورسولہ فان لہ نار جہنم[1]

جو نافرمانی کرے اللہ اور اس کے رسول کی بیشک اس کے لئے جہنم کی آگ ہے۔

کیا قرآن حمید نے نہ فرمایا:

وما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب[2]

رسول جو تمھیں عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

کیا قرآن جلیل نے نہ فرمایا:

فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما[3]

اے محبوب! تمھارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک تمھیں حاکم نہ بنائیں اپنے آپس کے اختلاف میں پھر جو تم فیصلہ فرماؤ اپنے دلوں میں اس سے تنگی نہ پائیں اور خوب اچھی طرح مان لیں۔

کیا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اس نزاع کا فیصلہ نہ فرمادیا کہ لا تفعلوا سجدۂ تحیت نہ کرو، تو قطعاً قرآن عظیم ہی سجدۂ تحیت سے منع فرمارہا ہے اور جو اس فیصلہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو نہ مانے اس کا حکم جو ارشاد ہوا اللہ تعالٰے مسلمان کو اس سے پناہ دے۔

(۱۰۰) قرآن مجید میں تصریح نہ پانے پر بکر کا وہ حکم صٓ جب قرآن نے کوئی صاف حکم نہ دیا تو ناجائز ہونا ثابت نہیں ہوسکتا، وہ شدید بدمذہبی ہے جس کی خبر عالم ماکان ومایکون صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پہلے ہی دی ہے:

الا انی اوتیت القراٰن ومثلہ معہ الا یوشک رجل شبعان علی اریکتہ یقول علیکم بھذا

سنتے ہو مجھے قرآن عطا ہوا اور اس کے ساتھ اس کا مثل۔ خبردار نزدیک ہے کہ کوئی پیٹ بھرا اپنے تخت پر پڑا کہے یہی قرآن لئے رہو

---

[1] القرآن الکریم ۷۲/ ۲۳
[2] القرآن الکریم ۵۹/ ۷
[3] " " ۴/ ۶۵

Marfat.com

القرآن فما وجدتم فيه من حلال فاحلّوہ وماوجدتم فيه من حرام فحرّموہ وان ماحرم رسول الله كما حرم الله الالا يحل لكم الحمار الاهلى ولا كل ذى ناب من السباع[1] الحديث۔

اس میں جو حلال پاؤ اسے حلال جانو اور اس میں جو حرام پاؤ اسے حرام مانو حالانکہ جو چیز رسول اللہ نے حرام کی وہ اسی کے مثل ہے جو اللہ نے حرام فرمائی۔ سن لو پالتو گدھا تمہارے لئے حلال نہیں، نہ کوئی کیلے والا درندہ۔ الحدیث (ت)

... سجدۂ تحیت بھی رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حرام فرمایا تو وہ حرام ہے اگرچہ قرآن کریم میں اسکی حرمت کی تصریح عوام کو نہ سوجھے۔

(۱۰۱ و ۱۰۲) رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے دو مثالیں ارشاد فرمائیں پالتو گدھا اور کیلے والا درندہ ان کی حرمت قرآن میں مصرح نہیں اور رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے انھیں حرام فرمایا، بکر کیوں ماننے لگا وہ یہی کہے گا کاش کہ "جب قرآن نے کوئی صاف حکم نہ دیا تو حرام یا ناجائز ہونا ثابت نہیں ہوسکتا" تو بکر نے گدھا اور کتا حلال کر لیا۔

(۱۰۳ تا ۱۱۰) انھیں پر بس نہیں قرآن مجید میں لحم خنزیر کا ذکر ہے گردے کلیجی کھال اوجھڑی تلی ہڈی کا نام کہاں ہے بلکہ سری پائے بھی عرفاً لحم میں نہیں تو بکر نے سوئر کے اجزا بھی حلال مانے کہ "جب قرآن نے صاف حکم نہ دیا ناجائز ہونا ثابت نہیں ہوسکتا"۔

(۱۱۱ تا ۱۱۳) غرض صاف حکم قرآن میں دلیل کا حصر کرکے بکر نے سنت، اجماع، قیاس تین اصول شرع کو رد کر کے چکڑالوی مذہب لیا۔

فصل سوم اللہ عزوجل پر بکر کے افترا اور خود اسی کے منہ قرآن عظیم سے تحریم سجدۂ تحیت کا ثبوت

(۱۱۴) سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افترا اگرچہ بعینہ اللہ عزوجل پر افترا ہے مگر بکر تو صریح خاص کا طالب ہے قرآن میں تصریح نہ ہو تو حدیث نہیں سنتا لہذا بالخصوص رب العزت پر بھی جرأتیں کیں ص ۹۵ میں اس کی عبارت دیکھ چکے خود مانا کہ سجدۂ تحیت سے "خدا کی عظمت کے انتہائی طریقے میں آدم کا شرک ہوتا تھا" پھر اسی کو اللہ کی مرضی ٹھہرایا کہ "خدا کی خود مرضی تھی کہ میری خلافت کی تعظیم وہی چاہیے جو خود میری ہے" یہ اللہ پر

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ الفصل الثانی مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۹

Marfat.com

افترا ہے اور کھلا شرک اس کے ذمہ باندھنا! ایسے ہی افتراؤں کو کفر فرمایا:

انما یفتری الکذب الذین لا یومنون [۱] ایسے افترا وہی کرتے ہیں جو مسلمان نہیں۔

(۱۱۵) ص۶۶ پر کہا "خدا نے اپنی عبادت کے سجدے کے لئے کعبہ کو سمت قرار دیا ہے اس میں ایک بڑا فلسفہ پوشیدہ ہے وہ یہ کہ خدا سجدۂ عبادت اور سجدۂ تعظیم میں امتیاز قائم کرنا چاہتا تھا تاکہ مسلمان جان جائیں کہ سمت کعبہ کا سجدہ عبادت ہے جو غیر خدا کو جائز نہیں اور غیر مقرر سمت کے سجدے جائز ہیں۔ سمتِ کعبہ مقرر ہونے سے پہلے خدا نے فرمایا تھا:

اینما تولوا فثم وجہ اللہ [۲] تم جدھر متوجہ ہو خدا اسی طرف ہے۔

یعنی جس سمت سجدہ کرو خدا ہی کو ہوگا مگر بعد میں سمتِ کعبہ مقرر ہوگئی اس کی وجہ یہی تھی کہ خدا سجدۂ عبادت وسجدۂ تعظیم میں فرق کرنا چاہتا تھا جو اس سمت نے کردیا۔" یہ اللہ عزوجل پر دوسرا افترا ہے۔ بکر جلد بتائے کہ سمتِ کعبہ مقرر فرمانے کی یہ وجہ اللہ عزوجل یا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کہاں بتائی ہے ام تقولون علی اللہ ما لا تعلمون [۳] (کیا تم اللہ تعالٰی کے متعلق وہ کہتے ہو جو تم نہیں جانتے۔ ت) اللہ ورسول کی طرف بے ثبوت بات نسبت کرنی بھی افترا ہے ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین [۴] (اپنی دلیل پیش کرو اگر تم اپنے دعوٰی میں سچے ہو۔ ت) نہ کہ غلط بات جس کی غلطی ابھی ظاہر ہوتی ہے۔

(۱۱۶) کریمۂ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ [۵] (تم جدھر منہ کرو اسی طرف اللہ تعالٰی کا جلوہ ہے۔ ت) حسبِ حدیث جامع ترمذی شریف قبلۂ تحری میں ہے اُس کا یہ مطلب ٹھہرانا کہ اس آیت کے نزول تک سمتِ قبلہ مقرر نہ تھی اللہ عزوجل نے اختیار دیا تھا جدھر چاہو نماز پڑھو، یہ اللہ تعالٰی پر تیسرا افترا ہے، تقررِ قبلہ روزِ اول سے ہے۔

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبٰرکا [۶] سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لئے (زمین پر) تعمیر کیا گیا وہ ہے جو مکّہ مکرمہ میں بابرکت شان سے موجود ہے۔ (ت)

(۱۱۷) بفرض باطل امتیاز سجدۂ عبادت وسجدۂ تحیت ہی کے لئے وضع قبلہ ہوتی تو یوں کہ وہ سجدہ جو

---

[۱] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۵
[۲] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۵
[۳] " " ۲/ ۸۰
[۴] " " ۲/ ۱۱۱
[۵] " " ۲/ ۱۱۵
[۶] " " ۳/ ۹۶

Marfat.com

دوسرے کو کفر ہے اُس سجدہ سے ممتاز ہو جائے جو صرف حرام ہے اللہ عزوجل کا جواز سجدہ تحیت کے لئے یہ امتیاز رکھنا اللہ عزوجل پر چوتھا افترا ہے۔

(۱۱۸) سجدۂ تحیت و سجدۂ عبادت کا امتیاز اللہ عزوجل اور خود ساجد کے نزدیک نیت سے ہے ساجد اور اُس کا رب جانتا ہے کہ یہ سجدہ کس نیت سے ہے ساجد کو ممتاز قطعی کے امتیاز کی حاجت اور اگر یہ امتیاز ناظر کے لئے رکھا ہے تو جبکہ سجدۂ تحیت کے لئے کوئی سمت مقرر نہیں سمت کعبہ بھی ہوگا پھر دونوں سجدوں کا خلط ہو گیا اور امتیاز نہ رہا ناظر اس وقت نہیں کہہ سکتا کہ یہ سجدۂ عبادت ہے یا سجدۂ تحیت۔ بالجملہ یہ امتیاز ساجد کے لئے رکھا تو لغو و فضول اور ناظر کے لئے تو ناقص و مدخول۔ اللہ عزوجل ان دونوں سے پاک و منزہ ہے، اور اگر امتیاز محض ذہنی ہے کہ جس میں تقید سمت ملحوظ ہو سجدۂ عبادت ہے ورنہ سجدۂ تحیت، تو کام پھر نیت کی طرف عود کر گیا ناظر کو اس سے کیا فائدہ اور ساجد کو اس کی کیا حاجت۔ امتیاز نیت ان میں بالذات تھا یہ بالعرض کس لئے۔ بہر حال اللہ عزوجل کی طرف اس کی نسبت اللہ پر سخت جرأت۔

(۱۱۹) نوافل میں بیرون شہر سواری پر اور نوافل و فرائض سب میں ہنگام تحری اور اُس مریض کو بوجہ مرض اور اُس ہارب کو کہ بخوف دشمن استقبال پر قادر نہ ہو سمت کعبہ مقرر نہیں اور یہ سب سجدۂ عبادت ہیں تو امتیاز باطل۔

(۱۲۰) بکر ہی کی مستند عبارات عالمگیری و فتاوٰی قاضیخان سے گزرا کہ اگر کفار بادشاہ کے لئے سجدۂ عبادت پر اکراہ کریں صبر افضل ہے ظاہر ہے کہ کفار تعیین سمت کعبہ نہ چاہیں گے بلکہ جدھر بادشاہ ہو تو یہ بے تقرر سمت کیونکر سجدۂ عبادت ہو گیا ولکن الجھلۃ یفترون (لیکن نادان لوگ جھوٹ گھڑتے ہیں۔ ت)

(۱۲۱) طرفہ یہ کہ یہ امتیاز خدا نے ایسا خفیہ مقرر کیا کہ اس کے رسول کو بھی خبر نہ ہوئی بالا بالا بکر کو چھپی پاتی بھیجدی صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سجدے کی اجازت حضور سے مانگی وہ کب تعیین سمت سے تھی اگر اجازت ملتی تو جدھر حضور جلوہ افروز ہوتے اُسی طرف سجدہ کیا جاتا اور زعم بکر میں خدا سجدۂ عبادت کا وہ امتیاز مقرر کر چکا تھا کہ یہ پابندی سمت ہو تو اس درخواست سے کسی طرح سجدۂ عبادت مفہوم نہ ہو سکتا تھا لیکن بکر کہتا ہے صـ۹ "حضور نے صحابہ کی خواہش کو سجدۂ عبادت تصور کیا اُس وقت آپ کے ذہن میں سجدۂ عبادت تھا" اب دو حال سے خالی نہیں، یا تو بکر کے نزدیک خدا نے ایسا بیہودہ بے معنی امتیاز مقرر کیا جس سے رسول تک کو تمیز

Marfat.com

نہ ہوئی تو امتیاز کیا خاک ہوا یا زعم بکر میں معاذ اللہ رسول کی عقل اتنی موٹی بکر کی مت سے بھی گئی گزری کہ خدا کے واضح امتیاز کے بعد بھی تمیز نہ ہوئی اور دونوں کفر صریح ہیں ہم نہ کہتے تھے کہ جاہل کو مصنف ہی بننا سخت آفت کا سامنا ہے نہ کہ محقق نہ کہ مجتہد نہ کہ شارع کہ تصنیف تو تیار ہو جاتی ہے اور ایمان رخصت۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (گناہ سے بچاؤ اور نیکی کی قوت بجز اللہ تعالٰی بلند مرتبہ بڑی شان والے کے کرم کے بغیر کسی میں نہیں۔ ت)

(۱۲۲) جب یہ ٹھہری کہ ص۶ "سمت کعبہ کا سجدہ عبادت کا سجدہ ہے جو غیر خدا کو جائز نہیں اور غیر مقرر سمت کے سجدے جائز ہیں" تو بلاشبہہ مندروں میں جو سجدے کئے جاتے ہیں غیر مقرر سمت کے ہیں تو بکر نے دوبارہ بتوں اور لنگ جلہری کو سجدے جائز کر دئے کیونکہ یہی کرشن مت ہے۔

(۱۲۳) جبکہ تقرر سمت سے سجدۂ عبادت وسجدۂ تحیت میں امتیاز ہوا نزول فثم وجہ اللہ تک امتیاز نہ تھا تو قطعاً اس وقت سجدۂ تحیت حرام تھا کہ غیر خدا کے لئے وہ فعل جسے عبادت سے کچھ فرق نہ ہو حلال نہیں ہوسکتا اور جب سجدۂ تحیت اس وقت حرام تھا تو غیر ملت آدم و یوسف علیہما الصلوٰۃ والسلام میں اگر اس کی حلت بھی تھی یقیناً منسوخ ہوگئی اور اب اس ناسخ کا ناسخ کوئی ہے نہیں تو یقیناً سجدۂ تحیت حرام ہے اور تا قیامت حرام رہے گا اچھی تقریر سنائی کہ اپنی ساری چنائی آپ ہی ڈھائی۔

(۱۲۴) ص۱ "خدا نے فرمایا ہے فلیعبدوا رب ھٰذا البیت[1] عبادت کریں اس گھر کے پالنے والے کی۔ اس صورت میں رب ھٰذا البیت کا لفظ ہے اور قاعدۂ عرب کے بموجب رب کا لفظ ذی روح پر آتا ہے اور کعبہ ذی روح نہیں پتھر کا مکان ہے، پس ثابت ہوا کہ اس بیت سے مراد قلب آدم ہے"۔ یہ اللہ سبحٰنہ پر پانچواں افترا بھی ہے اور قرآن کی تفسیر بالرائے بھی اور بتصریح کتب عقائد الحاد بھی کہ معنی ظاہر باطل کرکے باطنیہ کی طرح باطنی گھڑے، متن عقائد امام اجل نسفی رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہے:

النصوص تحمل علی ظواھرھا والعدول عنھا الی معان یدعیھا اھل الباطن الحاد[2]

نصوص اپنے ظاہر پر حمل کئے جاتے ہیں، لہذا ظاہر معانی سے ہٹ کر اپنے معانی تراش لینا کہ جن کا اہل باطن دعوٰی کرتے ہیں سراسر بے دینی ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۰۶/ ۳

[2] مجموع المتون فی مختلف الفنون متن العقائد النسفیہ فی التوحید الشؤن الدینیۃ دولۃ قطر ص ۲۱

Marfat.com

(۱۲۵) عرب پر بھی افترا، رب المال و رب الدار نہ سُنے، حدیث میں ہے :
کلّا و ربّ الکعبۃ[1] (ہرگز نہیں، ربِ کعبہ کی قسم ۔ ت)
جانے دے قرآن کریم فرماتا ہے :
ربّ المشرقین و رب المغربین[2] (دو مشرق اور دو مغرب کے رب کی قسم ۔ ت)
اور فرماتا ہے :
فلا اقسم برب المشارق والمغارب[3] (متعدد مشرق اور متعدد مغرب کے مالک کی میں قسم کھاتا ہوں ۔ت)
اور فرماتا ہے :
وانہ ھو رب الشعری[4] (بیشک وہ شعری ستارے کا رب ہے ۔ ت)
اور فرماتا ہے :
رب السمٰوٰت والارض[5] (وہ آسمان و زمین کا مالک ہے ۔ ت)
اور فرماتا ہے :
سبحٰن ربك رب العزۃ عما یصفون[6] (تمہارا رب عزت والا رب، ہر عیب سے پاک ہے ۔ت)
کیا افق کا وہ حصہ جس سے تحویل سرطان کا آفتاب نکلتا ہے اور وہ جس سے تحویل جدی کا اور وہ حصے جن میں یہ ڈوبتے ہیں اور وہ جن سے ہر روز کا آفتاب نکلتا اور وہ جن میں ڈوبتا ہے اور شعری ستارہ اور وہ آسمان و زمین و عزت یہ سب ذی روح ہیں، اس سے بڑھ کر جھوٹا کون جسے قرآن جھٹلائے۔

(۱۲۶) یہ عیاری دیکھئے کہ ذی رُوح پر جمانے کے لئے ترجمہ کیا "اس گھر کے پالنے والے" اور نہ جانا کہ گھر کے ساتھ پالنے کا لفظ چسپاں ہی نہیں جب تک گھر سے مجازاً اس کے ساکن مراد نہ لیں۔ یہ بھی کلامِ الٰہی میں معنوی تحریف ہے۔

(۱۲۷) مسلمان دیکھیں ہم نے حدیث سے ثابت کر دیا کہ سجدۂ تحیت حرام ہے خود بکر کی مسلّم و نہایت معتمد کتب فقہ سے ثابت کر دیا کہ سجدۂ تحیت سوئر کھانے سے بھی بدتر حرام ہے، اس کے مستند

---

[1] شعب الایمان حدیث ۵۱۵۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۲۹۴
[2] القرآن الکریم ۵۵/ ۱۷
[3] القرآن الکریم ۷۰/ ۴۰
[4] القرآن الکریم ۵۳/ ۴۹
[5] ؍؍ ؍؍ ۳۷/ ۵
[6] ؍؍ ؍؍ ۳۷/ ۱۸۰

Marfat.com

کی تصریح نے دکھادیا کہ اس کے حرام ہونے پر اجماع قطعی ہے اسی کے منہ قرآن عظیم نے ثابت کردیا کہ حرام ہے، اسی کی مستند لطائف کی تصریح دکھادی کہ جمہور اولیاء اس کی ممانعت پر ہیں، اب بکر کی ناپاک بدزبانیاں دیکھئے ص۱ "سجدۂ تعظیمی کا انکار موجب لعنت وپھٹکار ہے"۔ ص۲۳ "سوائے چند جاہل وضدی لوگوں کے کوئی شخص اس سجدۂ تعظیمی کے خلاف نہ تھا" ص۲۴ "اس میں مخالفانہ کلام کرنا شقاوت وسنگدلی ہے"۔ ص۲۴ "اس سے انکار کرنیوالے شیطان کی طرح راندۂ درگاہ ہونگے" اب کہئے اس کی یہ لعنت وشقاوت وشیطنت کس کس پر ہوئی قرآن پر، حدیث پر، فقہ پر، اجماع پر، ائمہ پر، اولیاء پر، الحمدللہ کہ یہ سب تو اس سے پاک ومنزہ ہیں لیکن وہ تمام خباثتیں اپنے قائل ہی پر پلٹیں۔

وذلك جزاء الظلمین[1] ○ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[2] ○ ظالموں کی یہی سزا ہے۔ اب ظالم جان لیں گے کہ اب کس کروٹ پہ پلٹا کھائیں گے۔ (ت)

چھٹا فائدہ تھا عبارتِ لطائف کا کہ بکر پر مکر نہ فقط ائمہ کرام وفقہائے عظام وعلمائے اعلام بلکہ جمہور حضرات اولیائے فخام کو بھی شیطان ملعون، شقی، سنگدل، راندۂ درگاہ، جاہل، ضدی کہتا ہے مگر قرآن عظیم سے نہ سُنا الا لعنة اللہ علی الظّٰلمین[3] (خبردار، ظالموں پر اللہ تعالٰی کی لعنت ہو۔ ت)

(۱۲۸) ہم نے دکھادیا کہ بکر نے ائمہ پر افتراء کئے، کتابوں پرچے جوڑے، رسول اللہ پر تہمتیں باندھیں، واحد قہار پر بہتان اٹھائے جل وعلا وصلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم، قرآن عظیم تو ایسوں ہی پر لعنت کرتا ہے، ہاں کرشن مت جدا ہے۔

(۱۲۹) اپنی ان ناپاکیوں کے ہوتے ہوئے اپنے گریبان میں منہ نہیں ڈالتا اور قرآن وحدیث وفقہ واجماع وائمہ واولیاء پر ایک اور ملعون تہمت گھڑتا ہے ص۱۹ "جو لوگ سجدۂ تعظیمی کو منع کرتے ہیں وہ حضرت محبوب الٰہی اور اُن کے پیرانِ عظام کو جاہل وفاسق بنانا چاہتے ہیں"۔

لا الٰہ الا اللہ، کبرت کلمة تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا[4] ○ اللہ تعالٰی کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، بڑی بات ہے جو اُن کے منہ سے نکلتی ہے، وہ تو نہیں کہتے مگر نرا جھوٹ۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵/۲۹ و ۵۹/۱۷
[2] القرآن الکریم ۲۶/۲۲۷
[3] القرآن الکریم ۱۱/۱۸
[4] القرآن الکریم ۱۸/۵

Marfat.com

ہر عاقل مسلمان جانتا ہے کہ نوعِ بشر میں عصمت خاصۂ انبیاء ہے نبی کے سوا کوئی کیسے ہی عالی مرتبے والا ایسا نہیں جس سے کوئی نہ کوئی قول ضعیف خلافِ دلیل یا خلاف جمہور نہ صادر ہوا ہو کل ماخوذ من قوله ومردود علیه الاصاحب هذا القبر صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم[1] (ہر آدمی کی اس کے کہنے سے گرفت ہوگی، اور اس پر وہ قول لوٹا دیا جائے گا سوائے اس قبر والے کے کہ اُن پر اللہ تعالٰی کی رحمت اور سلام ہو (یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ اقدس)۔ ت) اتباع جمہور کا ہوگا علیکم بالسواد الاعظم[2] (لوگو! بڑی جماعت کو اختیار کرو۔ ت) اور قول شاذ ماننے والے پر شرعی الزام شدید عائد ہوگا نہ کہ معاذ اللہ صاحبِ قول پر تصحیح قدوری و درمختار اور بحر کی مسلّم نہایت معتمد محقق منقح کتاب ردالمحتار میں ہے:

الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل و خرق للاجماع[3]

قولِ مرجوح پر حکم اور فتوٰی جہل ہے اور اجماع کا توڑنا۔

اور قطعاً معلوم کہ اجماعِ اُمت کا توڑنے والا کم از کم فاسق ائمہ میں کون ایسا ہے حتی کہ صحابہ جس کا کوئی نہ کوئی قول مرجوح نہیں وہ معاذ اللہ معاذ اللہ نہ جاہل نہ فاسق لیکن جو قول جمہور کے خلاف اُن میں کسی کے قولِ مرجوح پر حکم یا فتوٰی دے وہ ضرور جاہل و فاسق ہے، تو حضرت سیدنا محبوب الٰہی اور ان کے پیرانِ عظام رضی اللہ تعالٰی عنہم محبوبانِ خدا ہیں اور جواز سجدۂ تحیت کہ جمہور اولیاء و اجماعِ علماء و فقہ و حدیث و قرآن کے خلاف ہے مرجوح و مہجور اور ایسے قول کی سند سے یہ جو اس پر فتوٰی دے رہا ہے جاہل و فاسق ضرور۔ جاہل و فاسق کی کیا گنتی جبکہ وہ جملہ ائمہ و جمہور اولیاء کو شقی، ملعون، شیطان، راندۂ درگاہ کہہ کر خود ایسا ہوچکا سیعلمون غدا من الکذاب الاشر[4] (عنقریب وہ کل جان جائیں گے کہ کون بڑا جھوٹا اور لاف زن ہے۔ ت)

تنبیہ: فقیر کا رسالہ[ع] "مقال العرفاء باعزاز شرع و علماء" ملاحظہ ہو، اکابر اولیائے عظام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے ارشاداتِ کثیرہ سے ثابت کیا ہے کہ شریعت مطہرہ سب پر حجت ہے اور

---

[1] الیواقیت والجواہر المبحث التاسع والاربعون دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۷۸

[2] سنن ابن ماجہ ابواب الفتن باب السواد الاعظم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۹۲

[3] ردالمحتار کتاب الطلاق باب العدۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۰۲ و ۶۱۴

[4] القرآن الکریم ۵۴/ ۲۶

[ع] رسالہ ہذا فتاوٰی رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور کی جلد ۲۱ ص ۵۲۱ پر مرقوم ہے۔

Marfat.com

شریعت مطہرہ پر کوئی چیز حجت نہیں، حضرات اولیاء جن کی ولایت ثابت و محقق ہے اُن سے جو قول یا فعل یا حال ایسا منقول ہو کہ بظاہر خلاف شرع مطہر ہو،

اوّلاً اگر وہ سند صحیح و واجب الاعتماد سے ثابت نہیں ناقل پر مردود ہے اور دامن اولیاء اس سے پاک بلکہ اولیاء تو اولیاء حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہٗ نے احیاء شریف میں تصریح فرمائی کہ کسی مسلمان کی طرف کسی کبیرہ کی نسبت جائز نہیں جب تک ثبوت کامل نہ ہو،

لاتجوز نسبۃ مسلم الی کبیرۃ من غیر تحقیق نعم یجوز ان یقال قتل ابن ملجم علیا فان ذلک ثبت متواترا فلا یجوز ان یرمی مسلم بفسق وکفر من غیر تحقیق[1]

بغیر تحقیق کے کسی مسلمان کی کبیرہ گناہ کی طرف نسبت کرنا جائز نہیں، لیکن ہاں یہ جائز ہے کہ کہا جائے کہ ابن ملجم نے جناب علی (کرم اللہ وجہہ) کو شہید کیا اس لئے کہ یہ تواتر سے ثابت ہے، لہذا کسی مسلمان کو فسق اور کفر کی تحقیق کے بغیر تہمت لگانا جائز نہیں۔ (ت)

اور یہ تواتر نہیں کہ کوئی نسخہ کسی کی طرف منسوب کسی الماری میں ملا چھاپے نے اسے چھاپ کر شائع کر دیا اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی مجہول ناشناختہ بازار میں کوئی بات منہ سے نکالے اور اسے ہزار آدمی سُنیں اور نقل کریں، ناقل ہزار نہیں لاکھ سہی منتہائے سند تو ایک فرد مجہول ہے تو تواتر درکنار صحت ہی نہیں۔ آج کل حضرات اولیائے کرام کے نام سے بہت کتابیں نظم و نثر ایسی شائع ہو رہی ہیں ع

پس بہر دستے نباید داد دست

(لہذا ہر ہاتھ میں اپنا ہاتھ دینا نہ چاہیے۔ ت)

یہ چال بعض علماء کے ساتھ بھی چلی گئی ہے، ایک کتاب عقائد امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نام سے چھپی جس سے وہ ایسے ہی بری ہیں جیسا اس کا مفتری حیا و دیانت سے۔ شاہ ولی اللہ صاحب کی مشہور کتابوں میں وہابی کش دفتر دیکھ کر کسی وہابی نے اُن کے نام سے ایک کتاب گھڑی اور چھاپی گئی ہے۔

ثانیاً اگر بہ ثبوت معتمد ثابت ہو اور گنجائش تاویل رکھتا ہے تاویل واجب اور مخالفت

---

[1] احیاء العلوم کتاب آفات اللسان الآفۃ الثامنۃ اللعن مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرۃ ۳/ ۱۲۵

Marfat.com

مندفع ۔ اولیا کی شان تو ارفع ہر مسلمان سُنّی کے کلام میں تا حدِ امکان تاویل لازم، امام علامہ عارف باللہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں :

قال الامام النووی رضی اللہ تعالٰی عنہ فی ادب العلم والمتعلم من مقدمۃ شرح المھذب یجب علی الطالب ان یحمل اخوانہ علی المحامل الحسنۃ فی کلام یفھم منہ نقص الی سبعین محملا ثم قال ولا یعجز عن ذلک الا کل قلیل التوفیق[1]

امام نووی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے شرح مہذب کے مقدمہ " آداب العلم والمتعلم " میں ارشاد فرمایا " طالب پر واجب ہے کہ اپنے بھائیوں کے کلام کو اچھے محمل پر حمل کرے، کسی ایسے کلام میں کہ جس میں نقص سمجھا جائے لہذا اس کے لئے ستّر تک محمل تلاش کرے ۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اس سے عاجز نہیں ہوتا مگر ہر ایسا شخص کہ جس کو کم توفیق عنایت کی گئی ۔ (ت)

ثالثاً اگر تاویل ناممکن مگر محتمل ہو کہ وہ کلام اُن کے مناصبِ رفیعہ ولایت و امامت تک پہنچنے سے پہلے کا ہے تو اسی پر حمل کریں گے اور نہ اس سے استناد جائز نہ ان پر اعتراض ۔ امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہٗ میزان الشریعۃ الکبرٰی میں فرماتے ہیں :

یحتمل ان من خطأ غیرہ من الائمۃ انما وقع ذلک منہ قبل بلوغہ مقام الکشف کما یقع فیہ کثیر ممن ینقل کلام الائمۃ من غیر ذوق فلا یفرق بین ما قالہ العالم ایام بدایتہ و توسطہ و لا بین ما قالہ ایام نہایتہ[2]

جن لوگوں نے ائمہ کرام کو (ان کے بعض نظریات کی وجہ سے) انھیں خطاکار ٹھہرایا ہے احتمال ہے کہ یہ اُن سے (درجہ عالیہ) مقامِ کشف تک اُنکی رسائی سے پہلے صادر ہوئے ہوں جیسا کہ بہت سے بے ذوق حضرات جب ائمہ کرام کا کلام نقل کرتے ہیں تو وہ اس خطا میں پڑجاتے ہیں لہذا عالم نے ابتدائی اور درمیانی دور اور آخری ایام میں جو کچھ فرمایا ہے یہ لوگ ان دونوں میں فرق نہیں کرسکتے ۔ (ت)

رابعاً یہ بھی نہ ممکن ہو تو جن کی ولایت و امامت ثابت و متحقق ہے اُن کے ایسے فعل کو افعالِ خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قبیل سے ٹھہرائیں گے اور ایسے کلام کو متشابہات سے کہ نہ اُن پر

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الفصل الثانی فی النوع الثالث مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۳۷۹
[2] المیزان الکبرٰی للشعرانی فصل فی بیان تقریر قول من قال الخ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۳۳

Marfat.com

طعن کریں نہ اُس سے بحث اور گمراہ ہے وہ کہ متشابہات کا اتباع کرے،

قال اللّٰہ تعالٰی واما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ[1] اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اللہ تعالٰی کے متشابہ کلام کی پیروی کرتے ہیں۔ (ت)

متشابہات جس طرح اللہ ورسول کے کلام میں ہیں یونہی اُن اکابر کے کلام میں ہوتے ہیں کما افادہ امام الطریقۃ لسان الحقیقۃ سیدی محی الملۃ والدین ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ (جیسا کہ طریقت کے امام، حقیقت کی زبان، میرے آقا، دین وملّت کو زندگی بخشنے والے شیخ ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے افادہ فرمایا۔ ت) یہ ہے بحمد اللہ طریق سلامت اور اللہ عزوجل کے ہاتھ ہدایت، واللہ یھدی من یشاء الٰی صراط مستقیم والحمد للہ رب العالمین (اور اللہ تعالٰی جسے چاہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے اور سب تعریف اللہ تعالٰی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ ت)

فصل چہارم سجدۂ آدم ویوسف علیہما الصلوٰۃ والسلام کی بحث اور دلائل قاہرہ سے بطلان استدلال مجوزین کا ثبوت

مجوزین کے ہاتھ میں لے دے کر جو کچھ سند ہے یہی ہے اور اسے یوں رنگتے ہیں کہ قرآن عظیم سے ثابت ہوا کہ یہ شریعتِ آدم ویوسف کا حکم تھا اور شرائع سابقہ قطعاً حجت ہیں جب تک اللہ ورسول انکار نہ فرمائیں اور یہاں انکار نہیں تو قرآن عظیم سے قطعاً جواز ہے اور یہ حکم تاقیامت باقی ہے کہ اوّل تو یہ خبر ہے اور خبر منسوخ نہیں ہوسکتی اور ہو تو قطعی کا ناسخ قطعی چاہئے وہ یہاں مفقود اور حدیث احاد نامسموع ومردود۔ یہ ہے وہ جسے بکر نے طویل تقریرات پریشان میں بیان کیا نصف صدا سے اخیر صد۱۲ تک اور ص۹ میں ۵ سطریں ص۲۴ میں ۹ سطریں نیز ص۵۹ میں ۱۲ سطریں اسی کی تکمیل ہیں غرض ڈیڑھ ورق سے زائد میں یہی ہے بلکہ اس انضباط سے ہے بھی نہیں جو ہم نے ان دو سطروں میں کردیا مگر یہ حقیقۃً نسج العنکبوت سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا اس میں ایک فقرہ بھی صحیح نہیں جیسا کہ بعونہٖ تعالٰی ابھی مشاہدہ ہوگا۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۷

Marfat.com

(۱۳۰) اگر دین و عقل و ادب ائمہ نصیب ہو اگر آدمی آئینہ میں اپنا منہ دیکھے اگر چادر سے زیادہ پاؤں پھیلانے کو شناعت جانے، اگر ہلدی کی گرہ پر پنساری نہ بنے تو اتنا ہی دیکھنا بس تھا کہ قرآن کریم کی یہ آیتیں ائمۂ دین و جماہیر اولیائے کاملین رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مخفی نہ تھیں بحث شرائع سابقہ و نسخ و فرق قطعی و ظنی کے مسائل یقیناً اُن کے پیش نظر تھے آخر انھوں نے سجدۂ تحیت کی تحریم و ممانعت کچھ دیکھ بھال ہی کر رکھی ہوگی یا ایسے پیش پا افتادہ اعتراضوں کی اُن میں کسی کو سُوجھ نہ ہوئی کیا وہ سب کے سب تم سے بھی علم و فہم و عقل و دین میں گئے گزرے تھے۔

(۱۳۱) جانے دو ردالمحتار و فتاوی قاضی خاں پر تمھارا ایمان ہے کہ ص۱۲ "نہایت مشہور معتبر کتابیں ہیں قرآن و حدیث کے غور و احقاق کے بعد ان کو مرتب کیا ہے" ہم نے انھیں کتابوں سے دکھا دیا کہ سجدۂ تحیت کم از کم حرام و گناہِ کبیرہ ہے اور سوئر کھانے سے بھی بدتر۔ قرآن مجید میں سجدۂ آدم و یوسف علیہما الصلوٰۃ والسلام کی آیتیں انھیں نہ سُوجھیں تو خاک غور و احقاق کیا، یہ بھی جانے دو اسی غور و احقاق والی ردالمحتار سے اُس تمام بے سر و پا تقریر کا خاص رَد لو۔ ردالمحتار کی جلد پنجم کتاب الحظر والاباحۃ میں قبیل فصل فی البیع ہے:

اختلفوا فی سجود الملٰئکۃ قیل کان للہ تعالٰی والتوجہ الی آدم للتشریف کاستقبال الکعبۃ وقیل بل لاٰدم علٰی وجہ التحیۃ والاکرام ثم نسخ بقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لو امرت احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجہا تاترخانیۃ قال فی تبیین المحارم والصحیح الثانی ولم یکن عبادۃ لہ بل تحیۃ واکراما ولذا امتنع عنہ ابلیس وکان جائزا فیما مضی کما فی قصۃ یوسف قال ابو منصور الماتریدی وفیہ دلیل علی نسخ الکتاب بالسنۃ[1]

یعنی سجدۂ ملائکہ میں علماء کو اختلاف ہوا بعض نے کہا سجدہ اللہ تعالٰی کے لیے تھا اور آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعزاز کے لئے منہ ان کی طرف تھا جیسے کعبہ کو منہ کرنے میں ہے اور بعض نے کہا بلکہ سجدہ ہی آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تحیت و تکریم کے طور پر تھا پھر اس حدیث سے منسوخ ہوگیا کہ اگر میں کسی کو سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ شوہر کو سجدہ کرے، یہ تاتارخانیہ میں ہے، اور تبیین المحارم میں فرمایا صحیح قول دوم ہے اور یہ ان کی عبادت نہ تھا بلکہ تحیت و تکریم، ولہذا ابلیس اس سے باز رہا اور سجدۂ تحیت اگلی شریعتوں میں جائز تھا جیسا کہ قصۂ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہے، امام اجل علم الہدٰی امام اہلسنت

[1] ردالمحتار باب الاستبراء وغیرہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۴۶

Marfat.com

سیدنا ابومنصور ماتریدی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا اس پر دلیل ہے کہ حکمِ قرآن حدیث سے منسوخ ہو جاتا ہے انتہی۔

للہ انصاف، اس غور و احقاقِ قرآن والی مشہور معتبر کتاب نے آپ کا کوئی فقرہ کسی فقرے کا کوئی تسمہ لگا رکھا و للہ الحمد۔

(۱۳۲) اگر بکہ ربقۂ تقلید گردن سے نکال کر خود محقق بن کر یہ استدلال کرے تو استغفر اللہ، کیا امکان ہے کہ ایک حرف چل سکے۔

فاقول و باللہ التوفیق (پس میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی کی توفیق کے ساتھ۔ت)

اوّلاً سرے سے اس کا آدم یا یوسف یا کسی نبی علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شریعت ہونے ہی کا ثبوت دے اور ہرگز نہ دے سکے گا، آدم علیہ السلام کی آفرینش سے پہلے رب عزوجل نے یہ حکم ملائکہ کو دیا تھا:

فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ سٰجدین[1]

جب میں اسے ٹھیک بنالوں اور اس میں اپنی طرف کی روح پھونک دوں اس وقت تم اس کے لئے سجدہ میں گرنا۔

تو اس وقت نہ کوئی نبی تشریف لایا تھا نہ کوئی شریعت اتری۔ ملائکہ و بشر کے احکام جدا ہیں، جو حکم فرشتوں کو دیا گیا وہ شریعت میں من قبلنا (جو انبیاء ہم سے پہلے گزرے ان کی شریعت۔ت) نہیں، قصۂ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اتنا ثابت کہ شریعتِ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سجدۂ تحیت کی ممانعت نہ تھی کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام فعلِ ممنوع نہیں کرتے، ممانعت نہ ہونا دونوں طرح ہوتا ہے یا تو اُن کی شریعت میں اس کے جواز کا حکم ہو یہ اباحت شرعیہ ہوگی کہ حکم شرعی ہے یا اُن کی شریعت میں اس کا کچھ ذکر نہ آیا ہو تو جو فعل جب تک شرع منع نہ فرمائے مباح ہے یہ اباحت اصلیہ ہوگی کہ حکم شرعی نہیں بلکہ عدم حکم ہے، اور جب دونوں صورتیں محتمل تو ہرگز ثابت نہیں کہ شریعت یعقوبیہ میں اس کی نسبت کوئی حکم تھا تو شریعت میں من قبلنا ہونا کب ثابت، بحمدہٖ تعالٰی شبہ کا اصل معنٰی ہی ساقط۔

(۱۳۳) ثانیاً قرآنِ عظیم سے سجدہ مبحوث عنہا (جو زیر بحث ہے۔ت) کا جواز قطعاً

---

[1] القرآن الکریم ۱۵/ ۲۹ و ۳۸/ ۷۲

Marfat.com

ثابت ہونا بوجوہ باطل:

وجہ اول: علماء کو اختلاف ہے کہ یہ سجدہ زمین پر سر رکھنا تھا یا صرف جھکنا، سر خم کرنا۔ ابوالشیخ کتاب العظمہ میں امام محمد بن عباد بن جعفر مخزومی سے راوی:

قال کان سجود الملئکۃ لآدم ایماء[1] — آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملائکہ کا سجدہ اشارہ تھا۔

ابن جریر و ابن المنذر و ابوالشیخ امام عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج سے تفسیر قولہ تعالیٰ وخروا لہ سجدا (اللہ تعالیٰ کے ارشاد وخروا لہ سجدا یعنی حضرت یوسف کے والدین اور ان کے برادر حضرت یوسف کے لئے سجدے میں گر گئے۔ت) میں راوی:

قال بلغنا ان ابویہ واخوتہ سجدوا لیوسف ایماء برؤسہم کہیأۃ الاعاجم وکانت تلك تحیتہم کما یصنع ذٰلك ناس الیوم[2] — ہمیں حدیث پہنچی کہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے ماں باپ بھائیوں کا سجدہ سر سے اشارہ کرنا تھا جیسے اہل عجم کے یہاں یہ ان کی تحیت تھی جس طرح اب بھی کچھ لوگ کرتے ہیں کہ سلام میں سر جھکاتے ہیں۔

امام فخر الدین رازی وغیرہ نے محاورات عرب سے اس معنی سجدہ کا اثبات کیا، امام بغوی نے معالم التنزیل اور امام خازن نے لباب میں اسی کو اختیار فرمایا اور قولِ اول کو ضعیف کہا سجدۂ ملائکہ میں فرماتے ہیں:

لم یکن فیہ وضع الوجہ علی الارض انما کان انحناء فلما جاء الاسلام ابطل ذٰلك بالسلام[3] — یعنی وہ زمین پر منہ رکھنا نہ تھا صرف جھکنا تھا جب اسلام آیا اسے بھی سلام مقرر کرکے باطل فرمادیا۔

سجدۂ یوسف میں فرماتے ہیں:

لم یرد بالسجود وضع الجباہ علی الارض و — یعنی سجدے سے زمین پر پیشانی رکھنا مراد نہیں

---

[1] الدر المنثور بحوالہ ابی الشیخ فی العظمۃ عن محمد بن عباد تحت آیۃ ۲/ ۳۴ مکتبۃ آیۃ العظمی قم ایران ۱/ ۴۸

[2] " " بحوالہ ابن جریر و ابن المنذر و ابی الشیخ عن ابن جریج " ۱۲/ ۱۰۰ " " " ۴/ ۳۸

[3] معالم التنزیل علی ہامش تفسیر الخازن تحت آیۃ ۲/ ۳۴ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۸

Marfat.com

انما هو الانحناء والتواضع وقيل وضعوا الجباه على الارض على طريق التحية والتعظيم وكان جائزا فى الامم السابقة فنسخ فى هذه الشريعة [1]

وہ تو صرف جھکنا اور تواضع کرنا تھا اور بعض نے کہا بطور تحیت و تعظیم پیشانی ہی زمین پر رکھی اور یہ اگلی امتوں میں جائز تھا اس شریعت میں منسوخ ہو گیا۔

بعینہٖ یونہی خازن میں ہے، دونوں امام جلیل جلال الدین نے تفسیر جلالین میں اسی پر اقتصار فرمایا، جلال سیوطی سجدۂ آدم میں فرماتے ہیں:

واذ قلنا للملٰئكة اسجدوا لاٰدم سجود تحية بالانحناء [2]

یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے (بطور حکم) فرمایا کہ حضرت آدم کو سجدہ کرو یعنی سجدہ سے بطور تحیت صرف جھکنا مراد ہے۔ (ت)

سورۂ یوسف میں فرماتے ہیں:

خروا له سجدا سجود انحناء لا وضع جبهة وكان تحيتهم فى ذٰلك الزمان [3]

وہ سب حضرت یوسف (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے لئے سجدہ میں گر گئے یعنی ان کے سامنے جھک گئے نہ کہ پیشانی زمین پر رکھی، اور یہ کارروائی اس زمانے میں ان کی تحیت یعنی تعظیم تھی۔ (ت)

جلال محلی سورۂ کہف میں فرماتے ہیں:

واذ قلنا للملٰئكة اسجدوا لاٰدم سجود انحناء لا وضع جبهة [4]

اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا حضرت آدم کو سجدہ کرو یعنی ان کے سامنے جھک جاؤ نہ کہ زمین پر پیشانی رکھو (ت)

اور یہ دونوں حضرات اصح الاقوال لیتے ہیں، خطبۂ جلالین میں ہے:

هذا تكملة تفسير القراٰن الكريم الذى الفه الامام جلال الدين المحلى على

یہ قرآن کریم کی تفسیر کا تکملہ ہے کہ جس کو جلال الدین محلی نے تالیف کیا اُسی کی طرز پر سب سے

---

[1] معالم التنزیل علی ہامش تفسیر الخازن تحت آیۃ ۱۲/۱۰۰ مصطفی البابی مصر ۴/۳۱۷
[2] تفسیر جلالین تحت آیۃ ۲/۳۴ اصح المطابع دہلی نصف اول ص ۸
[3] " " ۱۲/۱۰۰ " " " ۱۹۸
[4] " " ۱۸/۵۰ " " نصف ثانی " ۲۴۷

Marfat.com

نمطه من الاعتماد علی ارجح الاقوال[1]   زیادہ راجح قول پر اعتماد کرتے ہوئے (ت)

تو ان چاروں اکابر کے نزدیک راجح قول دوم ہے کہ محض جھکنا تھا نہ کہ سجدۂ معروفہ، بعض گروہ دیگر کے نزدیک قول اول راجح ہے وبہ اقول لقعوا وخروا (اور میں بھی کہتا ہوں (ترجیح قول اول اس لئے کہ قرآن مجید میں الفاظ "قعوا" اور "خروا" ہیں یعنی اس کے لئے سجدہ میں پڑ جاؤ، اور اس کے لئے وہ سجدہ میں گر گئے۔ ت) بہرحال خود اختلاف نافی قطعیت ہے نہ کہ ترجیح بھی مختلف۔

(۱۳۴) بکرکا مت۵ پر اس سے بچاؤ کے لئے زعم کہ "سجدے کی صورت سوائے موجودہ شکل کے اور کوئی نہیں ہے، اور بعض غیر مسلم اقوام میں جو سجدہ کی تعریف ہے وہ اسلامی سجدہ نہیں بلکہ رکوع کے مشابہ ہے" سخت جہالت ہے کیا امام اجل محمد بن عباد تابعی تلمیذ ام المومنین صدیقہ و عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن عمر وابوہریرہ و جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہم وامام جلیل احد تبع التابعین ابن جریج تلمیذ امام ہمام جعفر صادق واستاذ الاستاذ امام شافعی رحمہم اللہ تعالٰی اور امام محی السنۃ بغوی و امام فخر الدین رازی وامام خازن وامام جلال الدین المحلی و امام جلال الدین سیوطی وغیرہم اکابر معاذ اللہ غیر مسلم اقوام سے ہیں یا اصطلاحات کفار سے قرآن عظیم کی تفسیر کرتے ہیں۔

(۱۳۵) سجدۂ تلاوت کہ نماز میں واجب ہو فوراً بالشکل رکوع بھی ادا ہو جاتا ہے یونہی رکوع نماز میں اس سجدہ کی نیت کرنے سے جبکہ چار آیت کا فصل دے کر نہ ہو، اور ایک روایت میں بیرونِ نماز بھی اس سجدہ میں رکوع کافی ہے۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

(تؤدی برکوع وسجود) غیر رکوع الصلٰوۃ و سجودھا (فی الصلٰوۃ لھا) ای للتلاوۃ و تؤدی (برکوع صلٰوۃ علی الفور)[2]

جو سجدۂ تلاوت کہ نماز میں تلاوت کی وجہ سے واجب ہو وہ نماز کے رکوع، سجدہ کے علاوہ الگ رکوع اور سجدہ سے ادا کیا جا سکتا ہے لیکن اگر نماز میں ایک، دو یا تین آیتیں پڑھنے سے فوراً رکوع کیا تو سجدۂ تلاوت اس سے بھی ادا ہو جائے گا بشرطیکہ رکوع میں اسے ادا کرنے کی نیت کرے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

وروی فی غیر الظاھر ان الرکوع ینوب عنھا   غیر ظاہر روایت میں مروی ہے کہ رکوع بیرونِ نماز

---

[1] تفسیر جلالین   خطبۃ الکتاب   اصح المطابع دہلی   ص ۴

[2] الدرالمختار کتاب الصلٰوۃ باب سجود التلاوۃ   مطبع مجتبائی دہلی   ۱/ ۱۰۵

Marfat.com

خارج الصلوٰۃ ایضاً۔[1] سجدۂ تلاوت کے قائم مقام ہوجاتا ہے (ت)

جہالت سے شرعی احکام کو غیر اسلامی کر دیا۔

(۱۳۶) وجہ دوم: اگر یہ سجدہ مشہورہ تھا تو ائمہ کو اس میں اختلاف ہے کہ سجدہ آدم و یوسف کو تھا یا سجدہ اللہ عزوجل کو اور آدم و یوسف قبلہ۔ ابن عساکر ابو ابراہیم مزنی سے راوی:

انہ سئل عن سجود الملئکۃ لآدم فقال ان اللہ جعل آدم کالکعبۃ۔[2]

یعنی اُن سے سجدۂ ملائکہ کے بارے میں استفسار ہوا، فرمایا اللہ عزوجل نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کعبہ کی طرح کر دیا تھا۔

معالم وخازن وغیرہما میں ہے:

وقیل معنی قولہ اسجدوا لآدم ای الٰی آدم فکان آدم قبلۃ والسجود للہ تعالٰی کما جعلت الکعبۃ قبلۃ للصلوٰۃ والصلوٰۃ للہ تعالٰی۔[3]

یعنی بعض نے کہا معنی آیت یہ ہیں کہ آدم کی طرف سجدہ کرو تو آدم قبلہ تھے اور سجدہ اللہ تعالٰی کو، جیسے کعبہ نماز کا قبلہ ہے اور نماز اللہ تعالٰی کے لئے۔

نیز سورۂ یوسف میں ہے:

وروی عن ابن عباس معناہ خروا لہ عزوجل سجدا بین یدی یوسف والاول اصح۔[4]

ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے معنی یہ ہیں کہ اللہ کے لئے یوسف کے سامنے سجدہ میں گرے، اور اول زیادہ صحیح ہے۔

امام رازی نے تفسیر کبیر میں اس قول دوم کی تحسین کی۔

حیث قال الوجہ الثانی انھم جعلوا یوسف کالقبلۃ وسجدوا للہ شکر النعمۃ وجدانہ وھذا

جیسا کہ امام رازی نے فرمایا کہ دوسری وجہ یہ ہے کہ انھوں نے حضرت یوسف کو قبلہ کی طرح ٹھہرایا تھا (یعنی ان کی طرف سجدہ کیا) لیکن

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب سجود التلاوۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۱۸

[2] الدرالمنثور بحوالہ ابن عساکر تحت آیۃ واذقلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم الخ قم ایران ۱/۱۵۰

[3] معالم التنزیل علی ہامش تفسیر الخازن تحت آیۃ ۲/۳۴ مصطفی البابی مصر ۱/۴۸

[4] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱۲/۱۰۰ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۳/۳۱۷

Marfat.com

التاویل حسن فانه یقال صلیت للکعبة کما یقال صلیت الی الکعبة قال حسان ع الیس اول من صلی لقبلتکم[1]	سجدہ اللہ تعالیٰ کے لئے کیا تھا حضرت یوسف کو پالینے کی نعمت کا شکر ادا کرتے ہوئے، اور یہ توجیہ اچھی ہے کیونکہ صَلَّیْتُ للکعبۃ کہا جاتا ہے

جیسا کہ صلیت الی الکعبۃ کہا جاتا ہے یعنی دونوں میں کوئی فرق نہیں [یعنی میں نے کعبہ کی طرف نماز پڑھی] اور حضرت حسان نے فرمایا ع کیا وہ پہلا شخص نہیں جس نے تمہارے قبلہ کے لئے یعنی اس کی طرف نماز پڑھی (ت)

اور ظاہر ہے کہ اس تقدیر پر یہ محل نزاع سے خارج ہے، نزاع اس میں ہے کہ غیر خدا کو سجدہ تعظیمی کیا جائے ص۴ پر تحریر بکر کا سرنامہ ہے: "پیروں اور مزاروں کو تعظیمی سجدہ"۔ ص۵ "عبادت کے سجدے اور تعظیم کے سجدے میں بہت فرق ہیں، عبادت کا سجدہ غیر خدا کو کرنے کی ممانعت فرمائی۔" ص۶ "عبادت کا سجدہ غیر خدا کو جائز نہیں اور غیر مقرر سمت کے جائز ہیں" ص۷ "تعظیمی سجدے کے خلاف قرآن خاموش ہے نہ یہ کہتا ہے کہ غیر خدا کو سجدہ کرو نہ یہ کہ غیر خدا کو سجدہ نہ کرنا" ص۸و۹ "وہ آیت کہ سجدہ نہ کرو سورج اور چاند کو اس میں غیر انسان کے سجدہ کا ذکر ہے اور گفتگو سجدۂ انسانی میں ہے"۔ ص۸ "صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو جانور اور درخت سجدہ کرتے ہیں ہم زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں، فرمایا آدمی کو زیبا نہیں کہ سوائے خدا کے کسی کو سجدہ کرے۔" ص۱۱ "خدا کی مرضی تھی کہ خلافت کی تعظیم وہی ہو جو میری، اس واسطے آدم کو سجدہ کرایا" ص۱۵ "مسجود خلائق کسی بندہ کے حق میں لکھتے ہیں یا کسی خدا کے۔" ص۱۶ "ہر حاضر ہونے والا آپ کو سجدہ تعظیمی کرتا تھا" ص۱۷ سیر الاولیا سے:

در امم ماضیہ رعیت بادشاہ را و امت مر پیغمبر را سجدہ می کردند[2]	پہلی امتوں میں رعیت بادشاہ کو امت پیغمبر کو سجدہ کرتی تھی۔

لطائف سے:

القوم للنبی والمرید للشیخ والرعیة للملک والولد للوالدین والعبد للمولیٰ[3]	قوم، پیغمبر کو۔ مرید، پیر کو۔ رعیت، بادشاہ کو۔ بیٹا، والدین کو۔ اور غلام، آقا کو (سجدہ کیا کرتے تھے)(ت)

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیہ ۱۲/۱۰۰ المطبعۃ البھیۃ المصریۃ مصر ۱۸/۲۱۲

[2] سیر الاولیاء باب ششم مؤسسۂ انتشارات اسلامی لاہور ص ۳۵۱

[3] لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی لطیفہ ہفدہم مکتبہ سمنانی کراچی حصہ دوم ص ۲۹

Marfat.com

صفحہ ۲۱:

سجد الرجل للسلطان ولغیرہ یرید بہ التحیۃ لایکفر[1]

کسی شخص نے بادشاہ یا کسی اور کو سجدہ کیا کہ جس سے اس کی تعظیم مراد تھی تو وہ (اس کام سے) کافر نہ ہوگا۔ (ت)

صفحہ ۲۲ "سجدہ تحیت آدمی کے لئے ہے سجدۂ عبادت خدا کے لئے۔" ایضاً "سجدۂ تحیت نبی کے لئے، پیر کے لئے، بادشاہ کے لئے، والدین کے لئے، آقا کے لئے۔" ایضاً "بادشاہ کو سجدہ کیا یا اور کسی کو اور تعظیم کی نیت ہوئی تو کافر نہیں۔" ص۲۳ "سجدہ تعظیمی تمام بزرگوں کو کیا جاتا تھا۔" ایضاً "بزرگوں کو تعظیمی سجدہ۔" ص۲۴ "مزاروں کو سجدہ۔" غرض اول تا آخر تحریر بکر شاہد اور خود ہر شخص آگاہ کہ غیر خدا کو سجدہ کرنے میں کلام ہے نہ کہ غیر کی طرف، کعبہ کی طرف ہر مسلمان سجدہ کرتا ہے اور کعبہ کو سجدہ کرے تو کافر۔

(۱۳۷) بکر نے بعلت عادت خود کشی کہ اوھو فی الخصام غیر مبین ○ (وہ کھل کر واضح طور پہ جھگڑالو نہیں۔ ت) ص۱ پر "سجدہ کی مجازی وحقیقی سمت" کی سرخی دے کر اپنی اگلی پچھلی ساری کارروائی خاک میں ملائی نافع ومضر میں بے تمیزی اس پر لائی کہ وہی قول مان لیا جس پر سجدہ آدم کو سجدہ نزاعی سے کچھ تعلق نہ رہا اور اسی کو اپنے مزعوم سجدہ کا مطلب قرار دیا تصریح کردی کہ "درحقیقت آدم کا سجدہ نہ تھا بلکہ وہ خدا کی جانب سجدہ تھا آدم محض ایک سمت تھے جیسا کعبہ ہمارے سجدوں کی سمت ہے تو کیا پتھروں کا بنا ہوا کعبہ تو سمتِ سجدہ ہوسکتا ہے اور آدم کا وجود جو خلیفۃ اللہ اور انوارِ الٰہی کا زندہ خزانہ ہے سجدہ کی سمت نہیں ہوسکتا بالکل عیاں ہے کہ کعبہ کی طرح آدمی بھی سجدہ تعظیمی کی سمت مجازی ہے۔" چلئے فراغت شد سارا دفتر گاؤ خورد (سارا دفتر گائے نے کھالیا۔ ت) جس شخص کو یہ تمیز نہ ہو کہ اس کے سر میں کیا ہے اور منہ سے کیا نکلتا ہے یہ ادراک نہ ہو کہ وہ اپنا گھر بناتا یا یکسر ڈھا رہا ہے اس کا مدارک علیہ میں دخل دینا عجب تماشا ہے۔

(۱۳۸) وہ جو ص۲۱ پر بحوالہ لطائف مرصاد سے نقل اور ص۲۲ پر اس کا ترجمہ کیا کہ "مشائخ کے سامنے جو سجدہ کیا جاتا ہے یہ سجدہ نہیں بلکہ تعظیم ہے اپنے معبود کے نور کی جو مشائخ میں جلوہ فگن ہوتا ہے" یہ بھی وہی سارے گھر کا ستیاناس لگالینا ہے۔ یہ عبارت لطائف کا ساتواں فائدہ ہے مشائخ

---

[1] لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی لطیفہ ہفدہم مکتبہ سمنانی کراچی حصہ دوم ص۲۹

Marfat.com

کو سجدہ کہ مشائخ کے سامنے سجدہ رہ گیا اب کسے روئیں گے، وہ چھتیس[۳۶] جگہ لام اور را اور کو جو نمبر ۱۳۴ میں گزرے۔

(۱۳۹) مگر یہ بھی وقتی بول ہے کہ منہ سے نکل گیا، ہرگز یہ بکر کے دل کی نہیں کہ مشائخ کو سجدۂ تحیت نہ ہو صرف اس کے سامنے ہو، نہ ہرگز یہ اس کے فاعلوں کی نیت ہوتی ہے بلکہ یقیناً مشائخ و مزارات ہی کو سجدہ کرتے اور اسی کا قصد رکھتے اور اسی پر لڑتے جھگڑتے ہیں تو بکر پر یقولون بافواھھم مالیس فی قلوبھم[۱] (وہ اپنے مونہوں سے وہ کچھ کہتے ہیں جو اُن کے دلوں میں نہیں۔ ت) صادق، ع

منہ سے کہتے ہیں جو دل میں نہیں

(۱۴۰) جب یہ ٹھہری کہ سجدہ مشائخ کو نہیں وہ صرف سمت ہیں اور سجدہ اللہ عزوجل کو، تو اب سجدۂ عبادت وتحیت کا تعدد باطل، کیا اللہ کو کبھی سجدہ معبود سمجھ کر ہوگا وہ سجدہ عبادت ہے اور کبھی بغیر معبود سمجھے وہ سجدۂ تحیت ہے، حاشا اُسے ہر سجدہ معبود ہی جان کر ہوگا تو صرف سجدۂ عبادت رہ گیا سجدۂ تحیت خود ہی باطل ہوا اور صفحہ ۵، ۶، ۷ وغیرہا کی ساری لفاظیاں باطل ولغو ہوگئیں۔

(۱۴۱) لغو ہی نہیں بلکہ مرادِ بکر پر پانی پھر گئیں، جب ہر سجدہ سجدۂ عبادت ہے اور اُسے اقرار ہے کہ سجدۂ عبادت کے لئے اللہ تعالٰی نے کعبہ کو سمت ٹھہرایا ہے تو مشائخ یا مزارات کو اس کی سمت بنانا اللہ عزوجل سے صریح مخالفت وحرام ہے۔

(۱۴۲) اب شرائع سابقہ اور نسخ اور قطعی وظنی کا سب جھگڑا خود ہی چکا دیا اللہ عزوجل قرآن عظیم میں فرما چکا:

حیث کنتم فولوا وجوھکم شطرہ[۲] تم جہاں کہیں ہو کعبہ ہی کو منہ کرو۔

توجس طرح اس آیت سے بیت المقدس کا قبلہ منسوخ ہوگیا اور جو اس طرف نماز کا قصد کرے مستحق جہنم ہے یونہی آدم و یوسف علیہما الصلوٰۃ والسلام کے یہاں جو معظمینِ دین کو سمت بنانا تھا وہ بھی بعینہٖ اسی آیت سے منسوخ ہوگیا اور مشائخ ومزارات کو سمت بنانے والا اعکمِ الٰہی کا مخالف و مستحق نار ہُوا جیسے کوئی بہن سے نکاح کرے اس سند سے کہ شریعتِ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں جائز تھا واقعی علی نفسھا تجنی براقش۔

---

[۱] القرآن الکریم ۳/ ۱۶۷

[۲] " " ۲/ ۱۴۴ و ۱۵۰

Marfat.com

(۱۴۳) اب وہ بیہودہ قیاس کہ "کیا پتھروں کا بنا ہوا کعبہ الخ" خود ہی مردود ہو گیا نص قطعی کے مقابل قیاس کارِ ابلیس ہے کہ:

انا خیر منہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین[1]

میں اس (آدم) سے بہتر ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے (آدم کو) کیچڑ سے پیدا کیا۔ (ت)

(۱۴۴) اور وہ قیاس بھی کتنا اوندھا، پتھروں کا بنا ہوا بے جان کعبہ تو اعلیٰ سجدے سجدۂ عبادت کی سمت حقیقی ہو اور خلیفۃ اللہ زندہ خزانۂ انوارِ الٰہی ادنیٰ سجدے سجدۂ تحیت کی بھی سمتِ حقیقی نہ بن سکے صرف مجازی ہو یہ قیاس صحیح ہوتا تو عکس ہوتا۔

(۱۴۵) جب سجدہ مشائخ کی طرف ہے تو سمت حقیقۃً متحقق موجود مشاہد کو مجازی ماننا کن آنکھوں کا کام ہے۔

(۱۴۶) جو آنکھیں مشاہدات کو مجازی مانیں اُن سے اس کی کیا شکایت کہ کعبہ ان پتھروں سے بنے ہوئے مکان کا نام نہیں ورنہ پہاڑوں اور کنوئیں میں نماز باطل ہو ہاں کرشن مت میں کعبہ کی حقیقت اتنی ہی ہوگی کہ پتھر کا گھر جیسے مندر کی مورتیں۔

(۱۴۷) اس بیہودہ قرار دادہ بمعنیٰ قیاس نے کلام حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا رد کر دیا، عبارت سیر الاولیاء کہ بکر نے ص ۱۹ پر جس کا حوالہ دیا قصہ سیاح کے بعد اس کی ابتداء یوں ہے:

بعد فرمود معہٰذا درپیش من روئے بر زمیں می آورند من کارہ ام۔

اس کے بعد فرمایا اسکے باوجود لوگ میرے سامنے اپنے چہرے زمین پر رکھ دیتے ہیں۔ لیکن میں اس کو ناپسند کرتا ہوں۔ (ت)

جب یہ سجدہ اللہ ہی کو ہے خدا کے سجدے کو برا سمجھنا کیا معنی، اپنے سمت بننے کو برا جاننا کس لئے کیا "پتھروں کا کعبہ سمتِ سجدہ ہو سکتا ہے اور خلیفۃ اللہ اور انوارِ الٰہی کا زندہ خزانہ نہیں ہو سکتا" اگر وہ اپنے آپ کو خزانۂ انوار الٰہی نجانتے تھے تو منع کیوں نہیں فرماتے تھے۔ یہ کیا حجت ہوئی کہ ص ۱۹ "اپنے شیخ کے ہاں ایسا دیکھا ہے" شیخ تو خزانہ انوار الٰہی تھے یہاں منع کرنے کو معاذ اللہ وہاں کی تجہیل و

---

[1] القرآن الکریم ۷/۱۲ و ۳۸/۷۶

Marfat.com

تفسیق سے کیا علاقہ۔

(۱۴۸) صدر کلام سے حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سجدۂ تحیت سے کارہ ہونا اُڑا دیا۔ یہ خیانت کی فہرست میں اضافہ ہے۔

(۱۴۹) یہی رُد عبارت لطائف کا کرلیا خود صفحہ ۲۱ حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے عالم کے سوال اور حضرت کے ارشاد کا ترجمہ کیا "ایک مولوی صاحب نے مخدوم سے سوال کیا یہ سجدہ نامشروع ہے، مخدوم نے فرمایا میں نے بارہا منع کیا اور اس حرکت سے روکا ہے یہ باز نہیں آتے" اللہ کو سجدے سے روکنا اور بار بار منع کرنا اور بکر صاحب کا ترجمہ میں اسے حرکت کہنا کیا معنی!

(۱۵۰) عالم نے کہا یہ سجدہ نامشروع ہے حضرت مخدوم نے اس پر انکار نہ فرمایا بلکہ اور تائید فرمائی کہ میں نے تو بارہا منع کیا ہے معلوم ہوا کہ حضرت مخدوم بھی اس سجدہ کو نامشروع جانتے تھے ورنہ حق سے سکوت درکنار باطل کی تائید نہ فرماتے۔ یہ عبارت لطائف کا آٹھواں فائدہ ہوا، وجہ دوم میں یہ ۷ نمبر اس وجہ پر زائد تھا مگر اصل مبحث کے کمال مؤید کہ بکر کے ہاتھوں "یخربون بیوتھم بایدیھم" آشکار ہوا اپنے ہاتھوں اپنا گھر ویران کرتے ہیں۔ رہا وبایدی المؤمنین اور مسلمانوں کے ہاتھوں یہ اوپر کے گزشتہ و آئندہ کے کثیر نمبروں سے آشکار فاعتبروا یا اولی الابصار[۱] (پھر نصیحت اور پند پذیر ہوا ے نگاہیں رکھنے والو! ۔ ت)

(۱۵۱) وجہ سوم: آیت سورۂ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ایک وجہ نفیس اور ہے جس سے سمت بنانا بھی برقرار نہیں رہتا، ابن عطا بن ابی رباح استاذ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے روایت فرماتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا معنی آیت یہ ہے کہ یوسف کے پانے پر اللہ کے لئے سجدۂ شکر کیا۔ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں میرے نزدیک آیت کے یہی معنی متعین ہیں یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کرنا ازبس بعید ہے اور یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اُسے روا رکھنا اُن کے دین و عقل سے مستبعد کہ باپ اور بوڑھے اور نبی اللہ اور علم و دین و درجات نبوت میں اُن سے زیادہ اور وہ الٹا انھیں سجدہ کریں، تفسیر کبیر کی عبارت یہ ہے:

وھو قول ابن عباس فی روایۃ | پہلی بات، اور وہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

---

[۱] القرآن الکریم ۵۹/ ۲

Marfat.com

عطاء ان المراد بهذه الأية انهم خروا له ای لاجل وجد انه سجدًا لله تعالٰی و حاصل الکلام ان ذٰلك السجود کان سجود الشکر فالمسجود له هو الله تعالٰی الا ان ذٰلك السجود انما کان لاجله، وعندی أن هذا التاویل متعین لانه لا یستبعد من عقل یوسف ودینه ان یرضی بان یسجد له ابوه مع سابقته فی حقوق الابوة و الشیخوخة والعلم والدین وکمال النبوة۔[1]

کا ارشاد ہے بروایت عطا بن ابی رباح رضی اللہ تعالٰی عنہم کہ اس آیۃ خروا لہ سجدا سے مراد یہ ہے کہ وہ سب حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پالینے کی نعمت پر اللہ تعالٰی کیلئے سجدہ ریز ہوئے، لہذا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ وہ سجدہ تو اللہ تعالٰی کے شکر ادا کرنے کا سجدہ تھا لہذا اس میں "مسجود لہ" (وہ جس کے لئے سجدہ کیا جائے) اللہ تعالٰی ہے البتہ وہ سجدہ حضرت یوسف کی وجہ سے تھا یعنی ان کو پالینے کی خوشی میں اللہ تعالٰی کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کے لئے سجدہ بجالایا گیا، اور میرے (یعنی امام فخر الدین رازی کے) نزدیک یہی تاویل و توجیہ متعین ہے، کیوں؟ اس لئے کہ حضرت یوسف کی ذہانت اور کمالِ عقل اور صاحبِ دین ہونے کی وجہ سے یہ بعید ہے کہ وہ اس بات پر راضی ہوجائیں کہ اُن کے بوڑھے باپ جو حقوق ابوت (پدری حقوق)، مقام نبوت، بڑھاپے، علم اور دین (ان تمام اوصاف میں) اُن سے درجہ اولویت اور سبقت رکھتے ہوں، اُن کے آگے سجدہ کریں (ت)

پھر فرمایا:

الوجه الخامس لعل التحیة فی ذٰلك الوقت هو السجود وهذا فی غایة البعد لان المبالغة فی التعظیم کانت الیق بیوسف منها بیعقوب علیهما الصلٰوة والسلام فلوکان الامر کما قلتم لکان من الواجب ان یسجد یوسف یعقوب علیهما الصلٰوة والسلام۔[2]

پانچویں وجہ: اس دور میں شاید تعظیم کیلئے سجدہ ہوا کرتا تھا (اور جو کچھ مروی ہوا) یہ عقل سے انتہائی بعید ہے کیونکہ تعظیم میں مبالغہ اختیار کرنا حضرت یوسف کے زیادہ لائق اور مناسب تھا کہ وہ اپنے والد بزرگوار حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے کرتے، لہذا اگر معاملہ ایسا ہے جیسا کہ تم نے کہا تو پھر حضرت یوسف کے لئے واجب تھا کہ وہ اپنے والد گرامی حضرت یعقوب علیہما الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کرتے۔ (ت)

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ۱۲/۱۰۰ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۱۸/ ۲۱۲

[2] " " " " " " " " ۱۸/ ۲۱۳

Marfat.com

(۱۵۲) وجہ چہارم: سب جانے دو وہ انھیں کو سجدہ معروفہ سہی اور وہ ان کی شریعتوں کا حکم ہی سہی تو شرائع سابقہ کا ہم پر حجت ہونا ہی قطعی نہیں ائمہ اہلسنت کا مختلف فیہ ظنی مسئلہ ہے بعض کے نزدیک وہ اصلاً حجت نہیں، نہ اُن پر عمل جائز جب تک ہماری شرع سے کوئی دلیل قائم نہ ہو، اور یہی مذہب اکثر متکلمین اور ایک گروہ حنفیہ وشافعیہ کا ہے، اور اسی پر امام اہلسنت قاضی ابوبکر باقلانی اور امام فخرالدین رازی وسیف آمدی ہیں، بعض کے نزدیک حجت ہیں جب تک نسخ پر دلیل قائم نہ ہو، اکثر حنفیہ اسی پر ہیں'

اصول امام فخر الاسلام میں ہے:

قال بعض العلماء یلزمنا شرائع من قبلنا حتی یقوم الدلیل علی النسخ و قال بعضھم لایلزمنا حتی یقوم الدلیل[1]

بعض علمائے کرام نے فرمایا شرائع (اور ادیان) جو ہم سے پہلے ہوئے اُن کے مطابق عمل کرنا ہمارے لئے لازم (اور ضروری) ہے جب تک کوئی دلیل ان کے نسخ پر قائم نہ ہو۔ بعض نے فرمایا وہ ہم پر لازم نہ ہو یہاں تک کوئی دلیل (جواز عمل) قائم ہوتی

شرح امام عبدالعزیز بخاری میں ہے:

ذھب اکثر المتکلمین وطائفۃ من اصحابنا واصحاب الشافعی الی انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یکن متعبدًا بشرائع من قبلنا وان شریعۃ کل نبی تنتھی بوفاتہ علی ما ذکر صاحب المیزان او یبعث نبی آخر علی ما ذکر شمس الائمۃ ویتجدد للثانی شریعۃ اخری فعلی ھذا لایجوز العمل بھا الا بما قام الدلیل علی بقائہ وقال بعضھم یلزمنا فیما لم یثبت انتساخہ[2]

اکثر اہل کلام اور ہمارے اصحاب میں سے ایک گروہ اور اصحاب امام شافعی اس نظریہ کی طرف گئے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شرائع سابقہ پر عامل نہ تھے کیونکہ ہر نبی کی شریعت اس کی وفات پر منتہی ہوجاتی ہے جیسا کہ صاحب المیزان نے ذکر فرمایا، (یہاں تک کہ) کوئی دوسرا نبی مبعوث ہوتا ہے پھر اس دوسرے نبی کے لئے تجدید شریعت ہوتی ہے جیسا کہ شمس الائمہ نے بیان فرمایا' لھذا شرائع سابقہ پر عمل کرنا جائز نہیں مگر جبکہ اس کے بقاء پر کوئی دلیل قائم ہو، اور بعض نے فرمایا

---

[1] اصول البزدوی باب شرائع من قبلھا قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۲۳۲

[2] کشف الاسرار عن اصول البزدوی " دارالکتاب العربی بیروت ۳/ ۲۱۲

Marfat.com

ہمیں ایسے احکام پر عمل کرنا لازم ہے کہ جن کا نسخ ثابت نہ ہو۔ (ت)

مسلم الثبوت میں ہے :

وعن الاکثرین المنع وعلیہ القاضی و الرازی والآمدی [1]

اکثر اہلِ علم سے اس پر عمل کرنے کی ممانعت منقول ہے، چنانچہ قاضی، رازی اور علا... آمدی کی یہی رائے ہے۔ (ت)

(۱۵۳) **وجہ پنجم** : وُہ کوئی حکم عام نہیں وہ واقعۂ حال ہیں اور باتفاق عقل ونقل واقعۂ حال کے لئے عموم نہیں ہوتا اب جو اُس سے ایک عام استنباط کرنا چاہیں تو وہ نہ ہوگا مگر یوں کہ علت جامعہ نکال کر مسکوت عنہ کو منصوص پر قیاس کریں تو نص نہ رہا کہ قطعی ہو بلکہ قیاس کہ ظنی ہے۔

(۱۵۴) **ثالثاً** حجت ماننے والے بھی اُس حالت میں حجت مانتے ہیں کہ ہماری شرع نے اُس پ... انکار نہ فرمایا ہو اور یہاں انکار ثابت ہے کہ فرمایا : لاتفعلوا [2] نہ کرو، لاینبغی لمخلوق ان یسجد لاحد الا للہ تعالٰی [3] کسی مخلوق کو غیر خدا کا سجدہ لائق نہیں۔ بالفرض اگر یہاں ظنیت ہو تو وہا... ظنیت در ظنیت کتنی ظنیتیں ہیں ظنی کے انکار کو ظنی بس ہے اور انکار خاص اُس بیان کے ساتھ ہو... کچھ ضرور نہیں ورنہ بکثرت استحالے لازم آئیں گے وخلق منہا زوجہا [4] (اسی جان سے اس کا جوڑا پیدا کیا۔ ت) سے اصل و فرع مثلاً باپ بیٹی کا نکاح جائز ہو جائے گا وبث منہما رجالا کثیرا ونساء [5] (اور اُن دونوں (آدم وحوا) سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں۔ ت) سے بہن بھائی کا، فساھم فکان من المدحضین [6] (پھر وہ قرعہ اندازی میں شریک ہوئے پھر وہ (دریا میں) دھکیلے ہوئے لوگوں میں سے ہو گئے۔ ت) سے محض بربنائے قرعہ کسی مسلمان کو سمندر میں

---

[1] مسلم الثبوت فصل فی افعالہ الجبلیۃ الاباحۃ مسئلہ نحن والنبی صلی اللہ علیہ وسلم متعبدون الخ مطبع انصاری دہلی ص ۲۰۷

[2] سنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب حق الزوج علی المرأۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۴

سنن ابی داؤد کتاب النکاح " " " آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۹۱

[3] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت آیۃ ۲/ ۳۴ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۴۲

[4] القرآن الکریم ۴/ ۱

[5] القرآن الکریم ۴/ ۱

[6] " " ۳۷/ ۱۴۱

Marfat.com

پھینکنا فبرأہ اللہ مما قالوا[1] (پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے غلط کہنے سے اُسے بری کر دیا۔ ت) سے برملا برہنہ نکلنا وکشفت عن ساقیھا[2] (پھر اس عورت (ملکہ سبا) نے اپنی دونوں پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا۔ ت) سے حرہ اجنبیہ کی ساقین دیکھنا مجمع کو دکھانا یعملون لہ ما یشاء من محاریب وتماثیل[3] (وہ (سلیمان علیہ السلام) جو کچھ چاہتے جنّات ان کے لئے بنا دیتے یعنی پختہ عمارتیں اور مجسّمے۔ ت) سے زید و عمرو کے بُت بنانا فطفق مسحا بالسوق والاعناق[4] (پھر وہ (سلیمان علیہ السلام) ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر اپنا ہاتھ پھیرنے لگے۔ ت) سے اپنے نسیان کے بدلے گھوڑوں کا قتل الٰی غیر ذٰلک (اس کے علاوہ اور بہت سی آیات ہیں۔ ت)۔

(۱۵۵) بکر نے حسبِ عادت یہاں بھی تین کتابوں پر افترا کئے ہدایہ میں امام محمد کا ایک فرق اصطلاح بیان کیا کہ:

المروی عن محمد نصا ان کل مکروہ حرام الا انہ لما لم یجد فیہ نصا قاطعا لم یطلق علیہ لفظ الحرام[5]۔	یعنی امام محمد کی تصریح ہے کہ ہر مکروہ حرام ہے مگر جہاں وہ نص قطعی نہیں پاتے وہاں لفظ حرام نہیں کہتے۔

اس کا ترجمہ یہ بیان کیا ص۱۱ " جس میں کوئی نص قطعی نہ پائی جائے اس پر حرام کا اطلاق نہیں ہو سکتا" وہ صاف صاف تو فرما رہے ہیں کہ ہر مکروہ حرام ہے اور پھر حرام کا اطلاق نہیں ہو سکتا، یہ ھدایہ پر افترا ہے۔

(۱۵۶) ابتدائے عبارت سے وہ الفاظ کہ امام محمد کی تصریح ہے کہ ہر مکروہ حرام ہے صاف کتر لئے کہ چال نہ کھلے، یہ خیانت ہے۔

(۱۵۷) ص۱۲ ردالمحتار کی عبارت نقل کی:

شرع من قبلنا حجۃ لنا اذا قصہ اللہ تعالٰی اورسولہ من غیر انکار ولم یظھر	جو حضرات ہم سے پہلے ہوئے ان کی شریعت (اور دین) ہمارے لئے دلیل ہے جبکہ اللہ تعالٰی

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۶۹
[2] القرآن الکریم ۲۷/ ۴۴
[3] 〃 〃 ۳۴/ ۱۳
[4] 〃 〃 ۳۸/ ۳۳
[5] الھدایۃ کتاب الکراھیۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۵۰

Marfat.com

نسخہ ففائدۃ نزول الاٰیۃ تقریر الحکم الثابت[1] | اور اس کا رسول گرامی بغیر انکار کئے اُسے بیان فرمائیں اور اس کا نسخ ظاہر اور ثابت نہ ہو۔ پھر نزول آیت کا فائدہ حکم ثابت کو برقرار رکھتا ہے (ت)

اور صـ۱۲ پر اُس کا ترجمہ کیا نفیس ہوتا ہے "تو نزول آیت کا فائدہ حکم ثبوت کو پہنچے گا" زہے بعلی۔

(۱۵۸) صـ۱۲ پر قاضی خاں کی عبارت الاصل فی الاشیاء الاباحۃ[2] (اشیاء میں اصل ان کا مباح ہونا ہے۔ ت) کا یہ ترجمہ کیا تمام اشیاء میں اصلیت مباح ہوتا ہے، زہے منشی گری۔

(۱۵۹ تا ۱۶۱) خیر یہ تو معمولی کمالات بکری ہیں، کہنا یہ ہے کہ ہدایہ و ردالمحتار و قاضی خان کی عبارتیں تو یہ نقل کیں اور صـ۱۲ پر نتیجہ یہ دیا "یہ کتابیں صاف صاف کہتی ہیں کہ سابقہ شریعت کی بات کے خلاف کوئی نص قطعی موجود نہ ہو تو اس کے مباح ہونے میں کسی دلیل کی حاجت نہیں" ہدایہ و قاضی خان کی عبارتوں میں تو شریعت سابقہ کا نام تک نہ تھا، ردالمحتار میں ذکر تھا نص قطعی کا ذکر تک نہ تھا، یہ تینوں کتابوں پر تین افتراء ہوئے۔

(۱۶۲) رابعاً اگر قطعیت درکار ہو تو نمبر ۱۶ میں تفسیر عزیزی سے گزرا کہ سجدۂ تحیت حرام ہونے میں متواتر حدیثیں ہیں۔

(۱۶۳) اگر روایۃً متواتر نہ بھی ہو قبولاً متواتر ہے کہ تمام ائمہ اسے مانے ہوئے ہیں تو اُس سے قطعی کا نسخ روا ہے جیسے حدیث لاوصیۃ لوارث[3] (کسی وارث کے لئے وصیت نہیں۔ ت) جس سے وصیت والدین واقربین کہ منصوص قرآن تھی منسوخ کہی گئی، امام اجل بخاری کشف الاسرار میں فرماتے ہیں:

ھذا الحدیث فی قوۃ المتواتر اذ المتواتر نوعان متواتر من حیث الروایۃ ومتواتر من حیث ظھور العمل بہ من غیر نکیر | یہ حدیث، متواتر کے زمرہ میں ہے، اس لئے کہ متواتر کی دو قسمیں ہیں: (۱) متواتر بلحاظ روایت (۲) اس حیثیت سے متواتر کہ بغیر انکار اس پر ظہورِ عمل ہے (خلاصہ) (۱) متواتر

---

[1] ردالمحتار
[2] فتاوٰی قاضی خان کتاب الحظر والاباحۃ نولکشور لکھنؤ ۴/۷۸۰
[3] سُنن ابی داؤد کتاب الوصایا باب ماجاء فی الوصیۃ للوارث آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۴۰

Marfat.com

فان ظهورہ یغنی الناس عن روایتہ وھو بھذہ المثابۃ فان العمل ظھر بہ مع القبول من ائمۃ الفتوٰی بلا تنازع فیجوز النسخ بہ[1]

روایتی (ii) متواتر عملی، کیونکہ اس کا ظہور لوگوں کو اس کی روایت کرنے سے بے نیاز کردیتا ہے۔ اور وہ اس درجہ میں ہے، کیونکہ اس پر عمل کرنا بالکل ظاہر اور واضح ہوگیا اور اس کے باوجود ائمہ فتوٰی نے اسے بغیر کسی نزاع کے قبول اور تسلیم کیا ہے، لہذا اس کے ساتھ نسخ جائز ہے۔ (ت)

(۱۶۴) نہ سہی تو خود دیکھ کے مستند فتاوٰی عزیزیہ سے نمبر ۱۵ میں گزرا کہ سجدۂ تحیت حرام ہونے پر اجماع قطعی ہے اجماع اگرچہ ناسخ و منسوخ نہو دلیل نسخ یقیناً ہے کہ:

لا تجتمع امتی علی الضلالۃ۔[2]

میری اُمت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔ (ت)

کشف میں ہے:

الاجماع لاینعقد البتۃ بخلاف الکتاب والسنۃ فلا یتصور ان یکون ناسخا لھما ولو وجد الاجماع بخلافھما لکان ذٰلک بناء علی نص اٰخر ثبت عندھم انہ ناسخ للکتاب والسنۃ۔[3]

یقیناً اجماع، کتاب وسنت کے خلاف کبھی منعقد نہیں ہوتا، لہذا یہ تصور نہیں کیا جاسکتا کہ اجماع کتاب وسنت کے لئے ناسخ ہوگا۔ پھر اگر اجماع اُن دونوں کے خلاف پایا جائے تو یہ کسی ایسی دوسری نص کی بناء پر ہوگا جو ائمہ کرام کے نزدیک کتاب وسنت کی ناسخ ہوگی (ت)

مسلم و فواتح میں ہے:

الاجماع دلیل علی الناسخ کعمل الصحابی خلاف النص المفسر[4]

اجماع ناسخ پر دلیل ہے جیسے کسی صحابی کا اپنی نص مفسر کے خلاف عمل کرنا۔ (ت)

(۱۶۵) خبر منسوخ نہونے کا مسئلہ یہاں پیش کرنا سخت جہالت ہے، خبر یہ تھی کہ ملائکہ و یعقوب

---

[1] کشف الاسرار عن اصول البزدوی باب تقسیم الناسخ دار الکتاب العربی بیروت ۳/۱۷۸
[2] سنن ابن ماجہ ابواب الفتن باب السواد الاعظم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۹۲
[3] کشف الاسرار عن اصول البزدوی باب تقسیم الناسخ دار الکتاب العربی بیروت ۳/۱۷۶
[4] فواتح الرحموت بذیل المستصفی باب فی النسخ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/۸۱

Marfat.com

علیہم الصلوٰۃ والسلام نے سجدہ کیا اُسے کون منسوخ مانتا ہے کیا واقع غیر واقع ہوسکتا ہے اس خبر سے یہ حکم مستنبط کرتے ہو کہ سجدۂ تحیت غیر خدا کو جائز ہے یہ حکم اگر تھا تو منسوخ ہوا، مسلم و فواتح میں ہے:

ھٰھنا امران الاخبار بتعلق الامر بالمخاطبین والامر المتعلق بھم الموجب ولم ینتسخ الخبران وقوع الامر واقع لم یرتفع وانما نسخ الامر المخبر عنه وھو لیس خبرا فما ھو خبر لم ینتسخ وما انتسخ لیس بخبر[1]

یہاں دو امر ہیں، ایک یہ کہ خبر، "امر بالمخاطبین" سے متعلق ہے۔ دوسری یہ کہ جو امر ان سے متعلق ہے وہ موجب ہے۔ لہذا خبر میں نسخ نہیں اس لئے کہ وقوعِ امر واقع ہے کہ جس میں ارتفاع ممکن نہیں۔ البتہ امر مخبر عنہ میں نسخ واقع ہوا ہے۔ اور وہ خبر نہیں۔ لہذا جو خبر ہے وہ منسوخ نہیں اور جو منسوخ ہے وہ خبر نہیں۔ (ت)

(۱۶۶) بکر نے اپنے افترات علی اللہ تعالٰی میں زعم کیا تھا عہ کہ خدا نے قرآن میں فرمایا تھا اینما تولوا فثم وجه الله[2] تم جدھر متوجہ ہو خدا اسی طرف ہے یعنی جس طرف سجدہ کرو خدا ہی کو ہوگا' بعد میں سمتِ کعبہ مقرر ہوگئی"، یہ آیت بھی جملہ خبریہ تھی کس طرح منسوخ ہوگئی۔

(۱۶۷ تا ۱۷۲) اب باپ بیٹی، بہن بھائی کے نکاح اور دیگر امور مذکورہ نمبر ۱۵۴ کی حرمت کی کوئی راہ نہ رہی کہ وہ تمام آیات اخبار ہی تھیں اور "اخبار منسوخ نہیں ہوتے"۔

(۱۷۳) بلکہ یہ سب زائد از حاجت ہے ہم ثابت کرچکے کہ اس سجدۂ تحیت کا جواز نص کا حکم نہیں، ہوگا تو قیاس سے، قیاس مجتہدین پر ختم ہوگیا۔

(۱۷۴) قیاس بھی سہی تو سجدہ غایت تعظیم ہے، خود بکر نے ص۵ پر کہا "تعظیم کا اظہار اس سے زیادہ انسان اور کسی صورت سے نہیں کرسکتا"۔ ص۱۱ "آخری تعظیم ہے جو حقیقت میں عبادت کی آخری شان ہے" اور غایت تعظیم کے لئے نہایت عظمت درکار۔ کم درجہ معظم کے لئے انتہا درجہ کی تعظیم ظلم صریح ہے اور اعلٰی معظمین کے حق میں دست اندازی ع

گر فرق مراتب نکنی زندیقی

(اگر تم مراتب کا فرق ملحوظ نہ رکھو گے تو نری بے دینی ہوگی۔ ت)

---

[1] فواتح الرحموت بذیل المستصفی باب فی النسخ مسئلہ جاز نسخ ایقاع الخبر اتفاقاً منشورات الشریف الرضی ایران ۲/۷۶

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۵

Marfat.com

مخلوق میں نہایت عظمت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے ہے آدم و یوسف علیہما الصلوٰۃ والسلام دونوں نبی تھے تو غیر انبیاء مشائخ و مزارات کو ان پر قیاس کرکے ان کے لئے سجدۂ تعظیمی بتانا ظلم شدید ہے اور انبیاء کا حق تلف کرنا۔

(۱۷۵) یہ سب اُسے شریعت سابقہ مان کر ہے، ہم بیان کر چکے کہ سرے سے اسی کا ثبوت نہیں اب نہ حکم ثابت نہ نسخ کی حاجت، سجدۂ آدم کا حکم بشر کو نہ تھا ملائکہ کے لئے اب بھی ہو تو ہمیں کیا، سجدۂ یوسف بربنائے اباحت اصلیہ ہونا ممکن، اور اباحت اصلیہ کا رفع نسخ نہیں۔ مسلم الثبوت میں ہے:

رفع مباح الاصل لیس بنسخ[1] اصلی اباحت کا اُٹھ جانا نسخ نہیں۔ (ت)

اسی طرح کشف الاسرار وغیرہ میں ہے تو ارشادِ حدیث لا تفعلوا[2] (ایسا نہ کرو۔ ت) واجب القبول اور سجدۂ تحیت کا حرام ہونا ہی حکمِ خدا و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

رسالہ

الزبدۃ الزکیۃ فی تحریم سجود التحیۃ

ختم شد

---

[1] مسلم الثبوت باب فی النسخ مسئلہ اجمع اہل الشرائع علی جوازہ عقلاً مطبع انصاری دہلی ص ۱۶۳

[2] سنن ابی داؤد کتاب النکاح باب حق الزوج علی المرأۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۹۱

سنن ابن ماجہ ابواب النکاح " " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۴

Marfat.com

حواشی

الزبدۃ الزکیۃ کے بعض صفحات پر مصنف علیہ الرحمۃ کے عربی حواشی جو کہ خالص فنی اور علمی ہیں اور عام قاری سے غیر متعلق ہیں لہذا ان کا ترجمہ نہ کیا گیا، ان عربی حواشی کو ہر صفحہ اور حدیث ونص کے حوالہ سے مرتب کر کے آخر میں شامل کیا گیا ہے۔

ص ۴۴۱ ، حدیث ۵،۶

١۔ رأيته في دلائل أبي نعيم وعزاه الفاسي في مطالع المسرات للبيهقي ١٢ منه .

٢. عزاه في الخصائص للطبراني وأبي نعيم ورأيته له وزاد في آخره "فتركوه" وعزاه في مطالع المسرات لأحمد والحاكم والبيهقي والبغوي ١٢ منه .

ص ۴۴۴ ، حدیث ۱۰

١. ذكره مستندا في الجامع الكبير وقصه الزرقاني ١٢ منه .

ص ۴۴۵ ، حدیث ۱۱

١. عزاه خاتم الحفاظ في الدر المنثور لابن أبن شيبة ، وفي الجامع الكبير لعبد بن حميد ، وفى مناهل الصفاء للبقية ١٢ .

ص ۴۴۶ ، حدیث ۱۲

١. رأيته لأبي نعيم وللفقيه وعزاه في الدر المنثور والجامع الصغير للحاكم ، وشيخنا السيد أحمد دحلان في السيرة النبوية للبزار ١٢ منه .

ص ۴۴۷ ، حدیث ۱۳

١. رأيته في ابن ماجة ، وزاد في الترغيب ابن حبان ، وعزاه في الجامع الكبير لأحمد ، وفي إتحاف السادة للبيهقي ١٢ منه .

ص ۴۴۸ ، حدیث ۱۳ میں اقول کے تحت و حدیث ۱۴

١. قال ابن ماجة ، حدثنا حماد بن زيد عن أيوب عن القاسم الشيبانى عن عبدالله بن أبي أوفى رضى الله تعالى عنهما ، القاسم : هو من رجال مسلم والنسائى هو وأزهر ، صدوقان ، وحماد وأيوب تفتان جليلان لا يسأل عن مثلهما ١٢ منه .

٢. خاتم الحفاظ فى الدر المنثور ١٢ منه .

Marfat.com

ص ۴۴۹ ، حدیث ۱۵ و حدیث ۱۵ میں اقول کے تحت و حدیث ۱۶

- رأيته في المسند عزاه مرفوعة في الدر المنثور له ولأبي بكر. وفي الجامع الكبير للطبراني في الكبير ۱۲ منه.

۲- إذ قال الإمام أحمد حدثنا وكيع، ثنا الأعمش عن أبي ظبيان عن معاذ بن جبل رضي الله تعالى عنه أنه لما رجع من اليمن.... الحديث ۱۲ منه.

۳- رأيته في أبي داؤد له، عزاه في الترغيب، وللبقية في إتحاف السادة ۱۲ منه.

ص ۴۵۰ ، حدیث ۱۷ تا ۲۱

۱- جمع الجوامع ۱۲ منه.

۲- بسند حديث أبي هريرة الأول ثم قال وفي الباب عن معاذ بن جبل وسراقة بن مالك بن جعشم وعائشة وابن عباس وعبد الله بن أبي أوفي وطلق بن علي وأم سلمة وأنس و ابن عمر رضي الله تعالى عنهم حديث أبي هريرة حديث حسن غريب من هذا الوجه اهـ ۱۲ منه.

ص ۴۵۵ ، حدیث ۳۶ و ۳۷ و حدیث ۳۸

۱- رأيته في صحيح مسلم وإنما عزاه في جمع الجوامع لابن سعد في الطبقات وتبعه في الزواجر وزاد حديث الطبراني عن كعب رضي الله تعالى عنه ۱۲ منه.

۲- ذكره كالموصول الآتي بعده الزرقاني على المؤطا ۱۲ منه.

ص ۴۶۶ ، نصوص ۳۸ تا ۴۷

۱- ههنا تنبيهات لابد منها، فأقول: أولا: وقع في نسختي الوجيز "ضرورة" مكان "صورة" إذ قال. الأفضل أن لا يسجد لأنه كفر، فلا يأتي بما هو كفر ضرورة كما قلنا في الإكراه على أجراء كلمة الكفر اهـ، وهذا تصحيف "صورة" بشهادة أصله الخلاصة وسائر الكتب وإن لم يكن فمتعلق "بلا يأتي"، لا ناظر إلى" كفر" وكيف يكون إذا بالإكراه كفرا ضرورة، بل المعنى، لا يأتي لاضطراره بما هو كفر، فيكون قوله ضرورة، مكان قولهم وإن كان في حالة الإكراه.

Marfat.com

وثانيا: الثلاثة الآخيرون تركوا لفظ صورة كالوجيز على تلك النسخة وهو إن ترك صورة معنى، معنى ضرورة لما علمت إن لا كفر حقيقة بالإكراه ومن الدليل عليه قول مجمع الأنهر عن الاختيار، متصلا به، ولو سجد عند السلطان على وجه التحية لا يصير كافرا اهـ. وقول الوجيز في مسألة، متصلا به، كفر عند بعض المشايخ اهـ.

وثالثا: ههنا سقط شديد في نسخة الخلاصة المطبوعة إذ كتب بعد قوله المار في نمرة ١٩ وإن أراد به التحية لا يكفر، قوله والأفضل أن لا يأتي بما هو كفر صورة اهـ. فيتوهم الجاهل أن السجدة ليست إلا خلاف الأصل وكيف يستقيم هذا مع صدر كلامه، هي كبيرة، والعبارة الصحيحة التامة ما نقلنا ثمه، ثم ذكر تلك المسألة المستشهد بها المذكورة في سير الفتاوى والأصل. فقال إذا قيل لمسلم أسجد للملك وإلا قتلناك فالأفضل أن لا يسجد لأنه كفر. والأفضل أن لا يأتي بما هو كفر صورة ...... اهـ، فسقط كل هذا من نسخة الطبع من قوله قال، وهذا موافق إلى قوله والأفضل، فليعلم.

ورابعا: عزا المسألة في الغياثية ونصاب الاحتساب ومنح الروض عن المحيط إلى واقعات الناطفي، وفيه اختصار، بل اقتصار، وذلك لأن الناطفي ذكر كمثل ما يأتي في نمرة ٤٥ إلى ٥٥ صورتين حكم في إحداهما بأن الأفضل أن لا يسجد لأنه كفر صورة وفي الأخرى وهي ما أذكر هو على سجدة التحية بأن الأفضل أن يسجد والنقلة الثلاثة حذفوا الصورة الأخرى، فعم الحكم بإطلاقه الصورتين وإنما عبارة الناطفي كما في غاية البيان عن واقعات الإمام الصدر الشهيد عن المسائل عن واقعات الناطفي، هكذا إذا قيل لمسلم أسجد للملك وإلا قتلناك، فالأفضل أن لا يسجد لأنه كفر والأفضل أن لا يأتي بما كفر صورة، وإن كان في حالة الإكراه، وإن كان السجود سجود التحية فالأفضل أن يسجد لأنه ليس بكفر. فهذا دليل على أن السجود بنية التحية إذا كان خائفا لا يكون كفرا، فعلى هذا القياس لا يصير من سجد عند السلطان على وجه التحية كافرا اهـ، قال الاتقاني إلى هنا لفظ الواقعات ......اهـ.

Marfat.com

أقول: فعلى هذا التفصيل تخصيص كونه كفرا صورة إذا لم يأمره بسجود التحية أي بل أمره بسجود العبادة خاصة.

وأطلقوا كما هو مفاد إطلاق الواقعات، الصورة المقابلة لسجود التحية مستند إلى نزع دقيق وهو أن السجود ظاهرا لعبادة، فإذا أطلقوا كان الظاهر طلب الكفر فكيف إذا رضوا على العبادة؟ فإن فعل كان آتيا بما هو كفر صورة إذ لا حقيقة مع الإكراه ما دام قلبه مطمئنا بالإيمان، فالأفضل أن يصبر وإذا صرحوا بطلب سجود التحية وليس بكفر لم يكن الإكراه على الكفر، فإن فعل لم يأت بالكفر معنى ولا صورة، فالأفضل حفظ المهجة وإما على طريقة هؤلاء الذين تركوا الصورة الأخيرة، ومثلهم نص الأصل وغيره السبعة الباقين.

فأقول: ومنزوعان الأول أن السجدة كفر مطلقا لكن لا كفر حقيقة مع الإكراه فإنه صورة كفر، فالأفضل أن لا يأتي بها مطلقا، والثاني أن لا كفر إلا سجود العبادة ومعلوم أن المكره المطمئن قلبه بالإيمان لا ينويها، فلا يكون كفرا حقيقة غير أن السجدة كيف كانت ولو بنية التحية أو بدون نية إنما تقع على صورة كفر إذ لا فرق في الصورة ههنا وبين سجود العبادة، فالأفضل أن لا يأتي بها مطلقا وإلى هذا المنزع الثاني ذهب الإمام صاحب الخلاصة ثم البزازي إذ جعلا هذه المسألة في أصل الفتاوى مؤيده، لأن سجود التحية ليس بكفر، هكذا ينبغي أن يفهم كلمات العلماء الكرام والحمد لله ولي الإنعام ١٢ منه.

ص ٤٧٤، نص ١٠٠ فصل اول

١-لفظه في القهستاني يكره الانحناء أي قريب الركوع كالسجود اهـ.

أقول: ليس في القهستاني "لفظة يكره" إنما نصه ما أسمعناك، ثم تأويله أنه تشبه الانحناء بالسجود كما قال، المنقول عنه أنه كالسجود لا في الحكم، فيكون غلطا في الحوالة، ومخالفا لما قدمه نفسه قبل هذا بثلاثة أسطر، إن من سجد على وجه يصير آثما مرتكبا للكبيرة .... .اهـ، فليتنبه ١٢ منه.

Marfat.com

ص ۴۷۴ ، نص ۱۱۹ فصل اول

۱ . وقع بعده في الجمع ما نصه وفي القهساني يكره عند الطرفين لا عند أبي يوسف......اهـ.

كتبت عليه ، اقول: رحم الله الشارح وقع منه سبق نظر ، إنما نص القهساني ، وفي المحيط انه يكره الانحناء للسلطان وغيره انتهت المسئلة إلى ههنا ، ثم شرع في مسئلة المتن و عناقه في ازار واحد فشرحه بقوله [و] يكره عند الطرفين لا عند أبي يوسف (عناقه)الخ وقد قدر الشارح نفسه ومتنه قبل هذا بأسطرإذ قالا [يكره أن] إزار بلاقميص عند الطرفين [وعند أبي يوسف لا يكره] اهـ.فسبحان من لا يزل و لا ينسى ۱۲ منه.

ص ۵۰۴ ، نص ۹۱ فصل دوم

۱۹۔ بکرا اگر مصنف سیف التقی جیسا ہے تو رجوع ناممکن ''یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ ثم لا یعودون'' اور اگر وہی صاحب ہیں جن کے نام سے یہ تحریر شائع ہوئی تو وہ صوفی بنا چاہتے ہیں اور صوفی فوراً رجوع الی الحق کرتا ہے، کہ وہ نفس کا بندہ نہیں ہوتا۔ عجب نہیں کہ بنگاہ انصاف اس رسالہ کو دیکھ کر اپنے اقوال سے توبہ اور سجدۂ غیر کی تحریم شائع کریں۔ واللہ الہادی ۱۲ منہ۔

Marfat.com

مسئلہ ۱۸۷ از مراد آباد مدرسہ اہلسنت بازار دیوان مرسلہ مولوی عبدالودود صاحب بنگالی قادری برکاتی رضوی طالبعلم مدرسہ مذکور ۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

ایک شخص کو اس کے مریدین سجدہ کرتے ہیں اس سے دریافت کیا گیا کہ آپ مریدین کو سجدہ سے منع نہیں کرتے، انھوں نے جواب دیا کہ میں مریدوں کو منع بھی نہیں کرتا اور حکم بھی نہیں کرتا، ان کا کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہ شخص بہت خطا پر ہے، اس پر فرض ہے کہ مریدوں کو منع کرے اور مریدوں پر فرض ہے کہ اس فعل حرام سے باز آئیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۸ از پوسٹ آفس سراج گنج ضلع پاپنہ مرسلہ مولوی محمد عبدالقادر صاحب مدرس اول مدرسہ جونپوری ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

فریق اول مولوی محمد سالم جونپوری فریق دوم مولوی عبدالباری نواکھالوی

بتاریخ ۳۰ دسمبر ۱۹۱۷ء تھانہ قاضی پور مضافات سراج گنج پاپنہ فریق اول وثانی کا بموجودگی مجسٹریٹ وافسر پولیس سب ڈویژن سراج گنج مباحثہ ہوا جس میں میں منصف مانا گیا تھا فریق اول کا یہ بیان ہے کہ سجدۂ تحیت انحناء ووضع الجبہہ کے طور پر اور مثل رکوع کے ہر طرح سے کرنا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے اور رغناء و رقص اور وجد اور تالیاں بجانا اور زور سے چلّانا اور شور کرنا اور تواجد یعنی اپنے کو زبردستی وجد میں لانا جلسہ میں عوام کو مجتمع کرکے چنانچہ صوفیائے زمانہ حال کیا کرتے ہیں جس میں لوگوں کو اور بچے بوڑھے اور مریضوں کو ایذا پہنچے اور اُن کی نیند میں خلل ہو بالکل ناجائز ہے اس دعوٰی کے دلائل اس فریق نے ذیل میں پیش کئے:

(اول) شرائع سابقہ میں سجدۂ تحیت جائز تھا اور ہماری شریعت میں منسوخ ہوگیا بدلیل آیۂ قرآنی:

ولا یامرکم ان تتخذوا الملٰئکۃ والنبیین اربابا ایامرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون[1]

اور نہ تمھیں یہ حکم دے گا کہ تم فرشتوں اور انبیاءِ کرام کو رب بنا لو اس کے بعد کہ تم مسلمان ہوگئے ہو۔ (ت)

یہ آیت خاص سجدۂ تحیت کے بارے میں نازل ہوئی ہے کما اخرج عبد الرزاق فی تفسیرہ (جیساکہ

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۸۰

Marfat.com

عبدالرزاق نے اپنی تفسیر میں اس کی تخریج فرمائی۔ت) ایسا ہی تفسیر بیضاوی وتفسیر کبیر و ابوالسعود و تفسیر مدارک میں ہے۔

(دوسری) حدیث لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجہا[1] (اگر سجدہ کسی کے لئے جائز ہوتا تو میں عورت (بیوی) کو حکم دیتا کہ وہ شوہر کے لئے سجدہ کرے۔ت) کی ہے کیونکہ سجدۂ تحیت کی ممانعت کی حدیث متواتر ہے جیسا کہ تفسیر عزیزی وفتاوٰی بزازیہ میں ہے۔ اور ردالمحتار میں ہے: فیہ دلیل علی نسخ الکتاب بالسنۃ[2] (اس میں یہ دلیل ہے کہ کتاب اللہ (یعنی کسی آیت قرآنی) کا نسخ حدیث پاک سے جائز اور درست ہے۔ت)

(سوم) یہ کہ ہم مقلدین ہیں ہم پر امام صاحب کی تقلید واجب ہے اور تمام فقہا و ائمہ نے سجدۂ تحیت وغنا و رقص کو حرام لکھا ہے اور اس پر امت کا اجماع بھی ہوگیا ہے اور دیگر دلائل اس پر فریق اول کے کتب ذیل میں ہیں نظم الدرر مؤلفہ مولانا عبدالحق مہاجر مکی، مکتوبات امام ربانی، فتاوٰی شاہ عبدالعزیز صاحب مرحوم، فتاوٰی قاضی خاں، عالمگیری، کفایہ و عینی شرح ہدایہ، شامی، اشعۃ اللمعات، ترمذی، عینی شرح بخاری، تفسیر کبیر، جلالین، خازن، بیضاوی، سراج المنیر، کشاف، ابوالسعود، احمدی، تفسیر محی الدین ابن عربی وغیرہا۔ اور فریق ثانی کا یہ دعوٰی ہے کہ تعظیم کے واسطے سجدۂ تحیت کرنا اور اس میں گرنا اور جھکنا جائز و مباح ہے بشرطیکہ نماز کی ہیئت پر نہ ہو اور نہ پیشانی زمین پر لگائے اور باطہارت نہ ہو اور سماع وغنا و رقص و وجد و تواجد یعنی مصنوعی وجد اور تصفیق یعنی تالیاں بجانا وغیرہ لوگوں کو جمع کرکے جلسوں میں ہر طرح سے جائز ہے بشرطیکہ اس میں ہجو مسلم و ہجو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا کلماتِ کفر یا وصف شراب و مزنیہ و امرد نہ رہے اور اس میں ترغیب الی العبادۃ اور ایقاظ عن الغفلۃ ہو اور سامع صدقِ دل اور صدق نیت سے سُنے اور قوال بھی برعایت شرائط مذکورہ گائے اور اضطراری حالت میں رقص و وجد و تواجد یعنی بہ تکلّف اپنے کو وجد میں لانا سچی نیت سے محمود ہے ورنہ مذموم ہے اور غلبۂ اضطرار میں تالیاں بجانا بھی جائز ہے جواز سجدۂ تحیت میں اس فریق کے یہ دلائل ہیں:

(اول) آیت: واذ قلنا للملٰئکۃ اسجدوا لاٰدم فسجدوا الاٰیۃ[3] (اور یاد کرو جب ہم نے (بطور حکم) فرشتوں سے فرمایا کہ حضرت آدم کو سجدہ کرو تو سب نے (سوائے شیطان) انھیں سجدہ کیا الخ۔ت)

[1] جامع الترمذی ابواب الرضاع باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأۃ امین کمپنی دہلی ۱/۱۳۸
سنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب حق الزوج علی المرأۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۴
[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۴۶
[3] القرآن الکریم ۲/۳۴

Marfat.com

(دوم) الاصل فی الاشیاء الاباحۃ[1] (تمام اشیاء میں اصل یہ ہے کہ وہ مباح ہیں (بشرطیکہ کوئی مانع نہ ہو))

(سوم) شرائع من قبلنا حجۃ لنا مالم یظھرلنا ناسخ فی شرعنا[2] (ہم سے پہلی شریعتیں ہمارے لئے دلیل ہیں جب تک ہماری شریعت میں اُن کا کوئی ناسخ ظاہر نہ ہو۔ت)

(چہارم) حدیث رویا ابن خزیمہ اور اُن کا رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر سجدہ کرنا اور دیگر دلائل کتب ذیل میں ہے: تفسیر کبیر، ابن مسعود، تفسیر بیضاوی و احمدی و حسینی و کشاف و مدارک وعزیزی و تفسیر کلانی عبدالکریم گجراتی جس کا ذکر فتاوٰی عزیزی میں ہے اور عالمگیری، قاضی خاں، مسلم الثبوت و تنقیح تلویح وغیرہا۔ میں چونکہ اس میں منصف اور ثالث قرار دیا گیا تھا لہذا دونوں فریق کے دلائل میں بلا رعایت میں نے غور کیا بیشک ملائکہ نے آدم علیہ السلام کو اور یعقوب علیہ السلام اور اُن کے بیٹوں نے یوسف علیہ السلام کو بقول راجح سجدہ تحیت ہی کیا تھا اس وقت سجدۂ تحیت جائز تھا اب منسوخ ہوگیا اور بجائے سجدہ تحیت کے اللہ تعالٰی نے ہم کو سلام عطا فرمایا ہے جیسا کہ فرماتا ہے:

فاذا دخلتم بیوتا فسلموا علٰی انفسکم تحیۃ من عند اللہ مبٰرکۃ طیبۃ الخ۔[3] جب تم اپنے گھروں میں داخل ہو تو (وہاں) اپنے لوگوں کو سلامتی کی دعا دیا کرو وہ دعا جو اللہ تعالٰی کی طرف بڑی بابرکت اور پاکیزہ ہے الخ (یعنی گھر والوں کو سلام کیا کرو)۔ (ت)

معلوم ہوا کہ اس امت کی تحیت سلام ہے اور اس کی مؤید آیت واذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منھا او ردوھا[4] (جب تمہیں لفظِ دُعا سے سلام کیا جائے تو اس سے عمدہ الفاظ سے سلام کرو یا کم از کم وہی الفاظ لوٹا دو۔ت) بھی ہے اس آیت سے تحیت کا جواب دینا فرض ہوا پس اگر تحیت سے یہاں سجدۂ تحیت مراد ہو تو سامع کو بھی سجدۂ تحیۃ جواباً کرنا فرض ہوگا حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں اور آیت ولا یامرکم ان تتخذوا الملٰئکۃ والنبیین اربابا[5] الخ (اور وہ تمہیں ہرگز یہ حکم نہ دے گا کہ فرشتوں اور

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الثالثۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۹۷

[2] اصول البزدوی باب شرائع من قبلنا قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۲۳۲

مسلم الثبوت الاصل الثانی السنۃ مسئلۃ نحو النبی علیہ السلام متعبدون شرائع من قبلنا مطبع انصاری دہلی ص ۲۰۳

[3] القرآن الکریم ۲۴/۶۱

[4] القرآن الکریم ۴/۸۶

[5] " " ۳/۸۰

Marfat.com

نبیوں کو "رب" بنالو الخ۔ ت) کی ذیل میں مفسرین جیسے تفسیر کبیر، تفسیر ابو السعود، تفسیر کشاف و مدارک وغیرہم لکھتے ہیں کہ یہ آیت سجدۂ تحیت کی ممانعت میں نازل ہوئی ہے،

كما اخرج عبد الرزاق فی تفسیرہ و اخرج ابن جریر و ابن ابی حاتم عن ابن جریج و عن الحسن قال بلغنی ان رجلا قال یا رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم نسلم علیك كما یسلم بعضنا علی بعض افلا نسجد لك قال لا ولكن اكرموا نبیكم واعرفوا الحق لاهله فانه لاینبغی ان یسجد لاحد من دون الله فانزل الله تعالٰی ماكان لبشر[1] الخ واخرج عبد بن حمید عن الحسن مثله۔

جیسا کہ عبدالرزاق نے اپنی تفسیر میں اس کی تخریج کی' اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن جریج اور خواجہ حسن بصری سے تخریج کی۔ فرمایا مجھے یہ اطلاع پہنچی کہ ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی: یا رسول اللہ (علیک الصلٰوۃ والسلام) ہم آپ کو اسی طرح سلام کرتے ہیں جس طرح ہم ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں کیا ہم آپ کو سجدہ نہ کریں؟ ارشاد فرمایا: نہیں، ہاں البتہ اپنے نبی کی عزت و توقیر کرو۔ اور حق کو اس کے اہل کے لئے پہچانو کیونکہ کسی کے لئے یہ زیبا اور لائق نہیں کہ وہ اللہ تعالٰی کے علاوہ کسی کو سجدہ کرے، تو پھر اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی ماکان لبشر الخ۔ اور عبد بن حمید نے حضرت حسن سے اسی طرح تخریج فرمائی۔ (ت)

علاوہ ازیں تمام کتب احادیث اور کتب فقہ میں اس کی ممانعت بھری پڑی ہے كما لا يخفی علی اهل العلم (جیسا کہ اہل علم پر پوشیدہ نہیں۔ ت) اور غنا و وجد و تواجد و رقص و تالیاں بجانا گوان میں بعض امور جیسے غنا و وجد بعض صوفیہ نے رکیک اور کمزور دلائل سے جواز ثابت کیا ہے مگر وہ بالکل لاشئی ہے کیونکہ صوفیہ کے اقوال و افعال شریعت و مذہب میں حجت نہیں ہو سکتے۔ ولنعم ما قال شاہ ولی الله رحمه الله تعالٰی (حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالٰی نے کیا خوب فرمایا۔ ت):

وجود صوفیہ را غنیمت داں و قول و فعل ایشاں وقعتے ندارد۔

صوفیائے کرام کے وجود کو غنیمت جانئے لیکن اُن کا قول اور فعل (کتاب و سنت کے مقابلہ میں) اپنے اندر کوئی قدر و وقعت نہیں رکھتا (لہٰذا حجت اور دلیل وہی ہے جو اللہ تعالٰی اور اس کا رسول فرمائیں۔ ت)

---

[1] الدرالمنثور بحوالہ عبد بن حمید عن الحسن تحت آیۃ ۳/ ۷۹ قم ایران ۲/ ۴۲
مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) ۸/ ۱۱۷، الکشاف ۱/ ۴۴۰، مدارک التنزیل ۱/ ۱۶۶

Marfat.com

اور تفسیر احمدی و عوارف وغیرہ میں لکھا ہے کہ جنید رحمہ اللہ نے آخر عمر میں غنا سے توبہ کرلی تھی، قرآن مجید میں اللہ پاک فرماتا ہے:

واستفزز من استطعت منهم بصوتك [1]

اور ان میں سے جس پر تُو قابو پا سکتا ہے اسے اپنی آواز کے ذریعے (راہِ حق سے) پھسلا دے (ت)

تفسیر احمدی میں ہے:

ذکر فی الفتاوی العمادیة والعوارف قال مجاهد انها تدل علی حرمة التغنی و ذلك لان قوله استفزز خطاب لابلیس علیه اللعنة ومعناه حرك من استطعت من بنی آدم بصوتك وهو صوت التغنی والمزامیر [2]

فتاوی عمادیہ اور عوارف میں ذکر کیا گیا کہ امام مجاہد نے فرمایا: آیۃ مذکورہ گانے بجانے کی حُرمت پر دلالت کرتی ہے، اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالٰی کا ارشاد "استفزز" ابلیس علیہ اللعنۃ کو خطاب ہے، اور اس کا مفہوم یہ ہے اولادِ آدم میں سے جس پر تُو طاقت پائے (اور اس پر تیرا بس چلے) اُسے اپنی آواز سے حرکت میں لا، اور وُہ گانے اور اس کے ساز کی آواز ہے۔ (ت)

اور تفسیر احمدی میں تحت آیت ومن الناس من یشتری لهو الحدیث [3] (اور لوگوں میں کوئی وہ ہے جو کھیل کُود کی باتوں کا خریدار اور متلاشی رہتا ہے۔ ت) میں ہے:

انها نزلت فی نضر بن الحارث اشتری کتب الاعاجم وکان یحدث بها قریشا وقیل کان یشتری الفتیات المغنیات الخ وانما قلنا تدل علی حرمة الغناء لان الله تعالٰی قد ذم من یشتغل بلهو الحدیث واوعده بعذاب مهین و

(ملّا جیون رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا) آیۃ مذکورہ بالا نضر بن حارث کے حق میں نازل ہوئی کہ جس نے اہلِ عجم کی کتابیں خریدیں اور قریش کو پڑھ کر سناتا۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ وہ گانے والی لونڈیاں خریدا کرتا تھا اور یہ جو ہم نے کہا کہ آیۃ مذکورہ گانے کی حرمت پر دلالت کرتی ہے اس لئے کہ اللہ تعالٰی نے ان لوگوں کی مذمت بیان فرمائی جو

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۶۴

[2] التفسیرات احمدیۃ تحت آیۃ ۳۱/ ۶ المطبعۃ الکریمیۃ دہلی ص ۶۰۰

[3] القرآن الکریم ۳۱/ ۶

Marfat.com

لهو الحدیث وان کان ظاهرہ عاما فی کل مایلھی عما یعنی الا انه قد ذکر فی الفتاوی العمادیة وکذا فی العوارف وغیرہ ان ابن عباس وابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنهما کانا یحلفان انا قد سمعنا عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ان المراد به التغنی و یوافقه الروایة الثانیة من النزول فیکون دلیلا علی حرمته[1] اھ وقال الطبری واجمع علماء الامصار علی کراھة الغناء والمنع منه وانما فارق الجماعة۔

کھیل کی باتوں میں شغل رکھتے ہیں اور انھیں توہین آمیز عذاب سے ڈرایا۔ اور کھیل کی باتیں اگرچہ بظاہر عام ہیں جو ہر اس چیز کو شامل ہیں جو انسان کو فائدہ بخش کام سے غافل کردے لیکن فتاوٰی عمادیہ اور اسی طرح "عوارف" وغیرہ میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنهما دونوں قسم کھاکر کہتے تھے کہ ہم نے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ اس سے گانا بجانا مراد ہے۔ اور شانِ نزول کی دوسری روایت اس کی موافقت کرتی ہے لہذا یہ حرمتِ غنا پر دلیل ہے اھ۔ اور امام طبری نے فرمایا: تمام شہروں کے علمائے کرام کا گانے کی کراہت (ناپسندیدگی) اور ممانعت پر اجماع اور اتفاق ہے (ت)

ابراہیم بن سعد و عبداللہ عنبری جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس عمرو بن قرہ آیا اور اس نے غنار فاحشہ کی رخصت چاہی حضرت نے اجازت نہ دی علاوہ بریں تمام فقہائے حنفیہ اور صوفیائے کرام نے غنا و رقص وغیرہ سے منع فرمایا ہے۔

مضمرات میں ہے:

من اباح الغناء یکون فاسقا۔[2]

جو گانے بجانے کو مباح قرار دے تو وہ فاسق ہے۔ (ت)

اور شیخ شہاب الدین سہروردی عوارف میں فرماتے ہیں:

سماع الغناء من الذنوب[3] الخ۔ گانا سُننا گناہ ہے الخ (ت)

اور چونکہ غنا و رقص وغیرہ خصوصاً اس زمانہ فتنہ و فساد میں جیسا کہ صوفی لوگ مجلس قائم کرکے کرتے ہیں عوام وجہال

---

[1] التفسیرات احمدیة تحت آیة ۳۱/۶ المطبعة الکریمیه دہلی ص ۵۹۹، ۶۰۰

[2] فتاوٰی جامع الفوائد بحوالہ المضمرات کتاب الکراہیة فصل فی الغناء مکتبہ حقانیہ کوئٹہ ص ۴۲۸

[3] عوارف المعارف الباب الثالث والعشرون مطبعة المشہد الحسینی قاہرہ ص ۱۱۴

Marfat.com

کے لئے سخت مضرت رساں وگمراہی ہے، پھر اگر وجد یا رقص میں سترِ عورت کھل جائے تو حاضرینِ جلسہ بجائے نیکی حاصل کرنے کے گنہ گار ہوجائیں گے۔

یہ کل وجوہات بالا کی طرف نظر کرکے میری یہی رائے ہے کہ سجدۂ تحیت و رقص وغنا و وجد و تواجد بالکل حرام وناجائز ہے، پھر جیسا کہ آج کل کے صوفی گندم نما جَو فروش جلسوں میں یا چند آدمی مل کر کرتے ہیں بالکل ناجائز ہے اور مرتکب ان امورِ مذکورہ کا گنہگار، اور جب ان کی حرمت کتاب وسنت و فقہ و اجماعِ امت سے ثابت ہے تو اس کے مستحل پر کفر کا خوف ہے کیونکہ ابونصر دبوسی قاضی ظہیر الدین خوارزمی سے روایت کرتے ہیں:

من سمع الغناء من المغنی اورای فعلا من الحرام فحسن ذٰلك باعتقاد او بغیر اعتقاد یصیر مرتدا فی الحال بناء علٰی انه ابطل حکم الشریعة ومن ابطل حکم الشریعة فلا یکون مؤمنا عند کل مجتھد و لا یقبل اللہ تعالٰی طاعته و احبط اللہ کل حسناته الخ[1] کما فی حاشیة جامع الفوائد۔

جس نے کسی گویّے سے گانا سنا یا کوئی حرام فعل دیکھا اور اعتقاد یا بے اعتقاد اس کو اچھا سمجھا (اور اس کی تحسین کی) تو وہ فوراً مرتد ہوجائے گا اس بنا پر کہ اس نے شرعی حکم کو باطل کیا، اور جو شریعت کے حکم کو باطل کرے وہ کسی مجتہد کے نزدیک مومن نہیں ہوسکتا۔ اور اللہ تعالٰی اس کی کوئی طاعت قبول نہیں فرماتا۔ اور اللہ تعالٰی اس کی ساری نیکیاں ضائع کردیتا ہے الخ، جیسا کہ حاشیہ جامع الفوائد میں مذکور ہے۔ (ت)

بنائً علیہ میرے نزدیک فریقِ اول کا قول نہایت صحیح اور موافقِ قرآن وحدیث وفقہ و مذہب اہلسنت وصوفیائے کرام ہے، اور فریقِ ثانی کا قول قرآن وحدیث و فقہ وجمہور صوفیہ کے بالکل خلاف ہے اور غیر صحیح یہ لوگ سخت غلطی اور دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں اُن کو ایسے امور کے ارتکاب سے اجتناب و توبہ کرنی چاہئے اور دوسروں کو ایسے فعل ناجائز سے حتی الامکان روکیں۔ وما علینا الا البلاغ۔

محمد عبدالقادر عفی عنہ مدرس اول مدرسہ منیر سراج گنج ضلع پابنہ بنگال

الجواب

بلاشبہہ ہماری شریعتِ مطہرہ میں غیر خدا کے لئے سجدۂ تحیت حرام فرمایا، تمام کتب اس کی تحریم سے مالامال ہیں، شرائع من قبلنا اُس وقت تک حجت ہیں کہ ہماری شریعت ممانعت نہ فرمائے اور منع کے

---

[1] حاشیۃ فتاوٰی جامع الفوائد کتاب الکراھیۃ فصل فی الغناء مکتبہ حقانیہ کوئٹہ ص ۲۲۸

Marfat.com

بعد اباحت سابقہ سے استدلال نہیں ہو سکتا، جیسے شراب وغیرہ۔ اصل اشیا میں ضرور اباحت ہے مگر بعد منع شرع اباحت نہیں رہ سکتی۔

قال اللہ تعالٰی ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا[1]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: جو کچھ تمھیں رسولِ گرامی عطا فرمائیں اُسے لے لو، اور جس سے تمھیں رسول منع فرمائیں اس سے باز رہو۔ (ت)

ان صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا پیشانیِ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر سجدہ کرنا حضور کو سجدۂ تحیت نہ تھا بلکہ اللہ عزّوجل کو سجدۂ عبادت، اور پیشانی اقدس اس وقت مسجد تھی یعنی موضع سجود۔ انھوں نے اسی طرح خواب دیکھا تھا اس کی تصدیق کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اجازت عطا فرمائی کہ پیشانیِ انور پر سر رکھ کر اللہ عزّوجل کو سجدہ کرلیں، فریق ثانی نے کہ سجدۂ تحیت کو جائز کہا اور اس میں تین شرطیں لگائیں: ہیأتِ نماز پر نہ ہو، پیشانی زمین پر نہ لگے، باطہارت نہ ہو یہ صریح تناقض ہے، جب پیشانی زمین کو نہ لگی سجدہ ہی نہ ہوگا، اور باطہارت نہ ہونے کی قید عجیب ہے، معظمانِ دینی کو وہ کون سی تعظیم ہے جس میں محدث ہونا شرط ہے شاید مقصود یہ ہو کہ سجدۂ نماز کی طرح طہارت اس میں ضروری نہ جانیں، طرفہ یہ کہ قدمبوسی میں بھی یہ شرط لگائی حالانکہ معظمانِ دینی کی قدمبوسی بلاشبہہ بحالِ طہارت بھی جائز ہے بلکہ یہی مستحب ہے کہ اس میں تعظیم زائد ہے۔ فتح القدیر میں فرمایا:

کل ما کان ادخل فی الادب والاجلال کان حسنا[2]۔

جس چیز کا ادب اور تعظیم میں زیادہ دخل ہو وہ اچھی ہے۔ (ت)

قدمبوسی سنت سے ثابت اور اُس میں احادیث کثیرہ وارد، کما بیناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اس کو اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ ت) انحنا یعنی جھکنا دو قسم ہے: مقصود و وسیلہ، اگر خود نفسِ انحنا سے تعظیم مقصود نہیں بلکہ دوسرے فعل سے جس کا یہ ذریعہ ہے تو اس صورت میں اس کا حکم اُس فعل کا حکم ہوگا قدمبوسی جائز بلکہ مسنون ہے تو اس کے لئے جھکنا بھی مباح بلکہ سنت ہے، اور غیر خدا کو سجدۂ تحیت حرام ہے تو اس کے لئے جھکنا بھی حرام۔ دوسری قسم کہ نفسِ انحنا سے تعظیم مقصود ہو یہ اگر رکوع تک ہے ناجائز و گناہ ہے اور اس سے کم ہے تو حرج نہیں۔ امام عبدالغنی نابلسی قدس سرہ

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/ ۷

[2] فتح القدیر باب الھدی مسائل منثورۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۹۴

Marfat.com

القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں :

الانحناء البالغ حد الرکوع لا یفعل لاحد کالسجود ولا باس بما نقص من حد الرکوع لمن یکرم من اھل الاسلام[1]

رکوع کی حد تک جھکنا کسی کے لئے نہ کیا جائے جیسے سجدہ (یعنی یہ دونوں مخلوق کے لئے روا نہیں) اور اگر رکوع کی حد سے کم جھکا و ہو تو پھر معزز اہل اسلام کیلئے ایسا کرنے کچھ حرج نہیں (ت)

وجد کو حرام کہنا عجیب ہے وہ حالت اضطراری ہے جس پر حکم ہو ہی نہیں سکتا نہ کہ تحریم نہ کہ بالاجماع نہ کہ تحلیل پر خوفِ کفر۔ یہ احکام اصلاً وجہِ صحت نہیں رکھتے۔ واللہ یقول الحق ویھدی السبیل (اللہ تعالٰی حق بیان فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ ت) یوہیں تصفیق اگر اضطرار جیسا کہ فریق ثانی نے ایک بار مطلق کہہ کے دوبارہ اس کو مقید کیا تو بلاشبہہ اسے بھی زیرِ حکم لانا اور ناجائز و حرام ٹھہرانا اُسی طرح باطل ہے کہ مورد احکام افعال اختیاریہ ہیں نہ کہ اضطراریہ، ہاں اگر بالاختیار ہو تو ضرور مکروہ ہے کہ نساء و فساق سے مشابہت ہے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

التسبیح للرجال والتصفیق للنساء[2]

مرد "سبحان اللہ" کہیں اور عورتیں تالی بجائیں (امام کو نماز میں آگاہ کرنے کے لئے)۔ (ت)

حضرت سیدنا محبوب الٰہی نظام الحق والدین سلطان الاولیاء رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنی مجلس مبارک سماع کے حاضرین کو فرماتے کہ :

کفِ دست برپشتِ دست زنند، کفِ دست برکفِ دست نہ زنند کہ مشابہہ لہو نگردد[3]

ایک ہاتھ کی ہتھیلی دوسرے ہاتھ کی پشت پر ماریں لہٰذا ہتھیلی کو ہتھیلی پر نہ ماریں تاکہ کھیل کے مشابہ نہ ہو۔ (ت)

رقص میں بھی دو صورتیں ہیں، اگر بیخودانہ ہے تو سلطان نگیر و خراج از خراب (اس لئے کہ بادشاہ کسی غیر آباد اور ویران زمین سے ٹیکس نہیں لیتا۔ ت) وُہ کسی طرح زیرِ حکم نہیں آسکتا۔ اور اگر بالاختیار رہے تو

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ المبحث الاول المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ ۱/۵۴۷

[2] صحیح البخاری کتاب التہجد باب التصفیق للنساء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶۰

صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب تسبیح الرجل وتصفیق المرأۃ " " " ۱/۱۸۰

[3] فوائد الفواد

Marfat.com

پھر اس کی دو صورتیں ہیں اگر تثنّی و تکسر کے ساتھ ہے تو بلا شبہہ ناجائز ہے، تکسر لچکا تثنی توڑا یہ رقص فواحش میں ہوتے ہیں اور ان سے تشبّہ حرام، اور اگر ان سے خالی ہے تو اہل بیعت کو مجلس عام و محضر عوام میں اس سے احتراز ہی چاہیے کہ اُن کی نگاہوں میں ہلکا ہونے کا باعث ہے، اور اگر جلسہ خاص صالحین و سالکین کا ہو تو داخلِ تواجد ہے، تواجد یعنی اہلِ وجد کی صورت بننا، اگر معاذ اللہ بطورِ ریا ہے تو اس کی حرمت میں شبہہ نہیں کہ ریا کے لئے تو نماز بھی حرام ہے، اور اگر نیت صالحہ ہے تو ہرگز کوئی وجہ ممانعت نہیں، یہاں نیت صالحہ دو ہو سکتی ہیں، ایک عام یعنی تشبّہ بصلحائے کرام ؎

ان لم تکونوا مثلھم فتشبھوا ان التشبہ بالکرام فلاح

(اگر تم ان کی مثل نہیں ہو تو پھر اُن سے مشابہت اختیار کرو کیونکہ شرفاء اور معزز لوگوں سے تشبّہ کامیابی کا ذریعہ ہے۔ ت)

حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من تشبہ بقوم فھو منھم[1] جو کسی قوم سے تشبّہ کرے گا وہ انھیں میں سے ہے۔

دوسری حدیث میں ہے:

ان لم تبکوا فتباکوا[2] رونا نہ آئے تو رونے کی صورت بناؤ۔

دوسری نیت طالبانِ راہ کے لئے وجد کی صُورت بنائے کہ حقیقت حاصل ہو جائے نیت صادقہ کے ساتھ بتکلّف بننا بھی رفتہ رفتہ حصولِ حقیقت کی طرف منجر ہو جاتا ہے۔ امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

التواجد المتکلف فمنہ مذموم یقصد بہ الریاء و منہ محمود وھو التوسل الی استدعاء الاحوال الشریفۃ واکتسابھا واجتلابھا بالحیلۃ فان للکسب مدخلا فی جلب الاحوال الشریفۃ و لذلک

تکلف سے "وجد" طاری کرنا اسکی ایک قسم تو مذموم ہے کہ جس میں دکھاوے (ریا) کا ارادہ کیا جائے۔ اور اس کی ایک قسم محمود (اچھی) ہے کہ جس کو شریفانہ حالات کے چاہنے، ان کے اکتساب اور حصول کا حیلہ سازی سے ذریعہ بنایا جائے کیونکہ انسانی کسب کو شریفانہ حالات کے حصول میں ایک

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لبس الشھرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۳
[2] سنن ابن ماجہ ابواب اقامۃ الصلوات باب فی حسن الصوت بالقرآن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۹۶

Marfat.com

امر رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم من لم یحضره البکاء فی قراءة القرآن ان یتباکی و یتحازن[1]

طرح دخل ہوتا ہے۔ اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تلاوت قرآن کے وقت جس شخص کو رونا نہ آئے اسے حکم دیا کہ وہ رونے اور غمگین ہونے کی صورت بنائے۔ (ت)

سیدی عارف باللہ علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

لا شك ان التواجد وهو تكلف الوجد واظهاره من غير ان يكون له وجد حقيقة فيه تشبه باهل الوجد الحقيقي وهو جائز بل مطلوب شرعا قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم من تشبه بقوم فهو منهم[2]

اس میں کوئی شک نہیں کہ "تواجد" بناوٹ اور تکلف سے وجد لانا اور اس کا اظہار کرنا ہے بغیر اس کے کہ اسے حقیقی طور پر حالتِ وجد ہو، پس اس میں جو حقیقۃً اہلِ وجد ہیں ان سے تشبّہ ہے۔ اور یہ نہ صرف جائز ہے بلکہ شرعاً مطلوب ہے (کیا تمھیں معلوم نہیں کہ) آنحضرت صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں سے ہے۔ (ت)

فتاوٰی علامہ خیر رملی استاذ صاحبِ درمختار علیہما رحمۃ الغفار میں ہے:

اما الرقص ففيه للفقهاء كلام منهم من منعه ومنهم من لم يمنع حيث وجد لذة الشهود وغلب عليه الوجد واستدلوا بما وقع لجعفر بن ابي طالب لما قال له عليه الصلوٰة والسلام اشبهت خلقي وخلقي وفي لفظ جعفر اشبه الناس بي خلقا وخلقا فحجل اي مشى على رجل واحدة

رہا رقص (ناچ)، تو اس میں فقہائے کرام کا کلام (اختلاف) ہے۔ پس بعض ائمہ نے تو اس سے منع فرمایا لیکن بعض نے اس سے منع نہیں فرمایا، جہاں شہود کی لذّت پائے اور اس پر وجد غالب ہو تو (جائز ہے) اور انھوں نے اس واقعہ سے استدلال کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب حضرت جعفر بن ابی طالب سے ارشاد فرمایا: تم صورت و سیرت میں میرے مشابہ ہو۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں: جعفر

---

[1] احیاء العلوم کتاب آداب السماع والوجد الباب الثانی المقام الثانی المشہد الحسینی قاہرہ ۲/ ۲۹۵-۹۶

[2] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الصنف التاسع تمۃ الاصناف التسعۃ المکتبۃ نوریہ رضویہ ۲/ ۵۲۵

Marfat.com

وفی روایۃ رقص من لذۃ ھذا الخطاب ولم ینکر علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رقصہ وجعل ذٰلک اصلا لجواز رقص الصوفیۃ عند مایجدونہ من لذۃ المواجید فی مجالس الذکر والسماع وفی التتارخانیۃ مایدل علی جوازہ للمغلوب الذی حرکاتہ کحرکات المرتعش وبھذا افتی البلقینی وبرھان الدین الابناسی وبمثلہ اجاب بعض ائمۃ الحنفیۃ والمالکیۃ وکل ذٰلک اذا خلصت النیۃ وکانوا صادقین فی الوجد مغلوبین فی القیام والحرکۃ عند شدۃ الھیام والشیئ قد یتصف تارۃ بالحلال وتارۃ بالحرام باختلاف القصد والمرام وبتقریر جمیع ماقالوہ یطول الکلام[1]

سب لوگوں سے صورت و سیرت میں میرے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ ہے (یہ سُن کر) حضرت جعفر ایک پاؤں پر چلے یعنی رقص کیا۔ اور ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضرت جعفر اس خطاب کی لذت اور سرور سے ناچنے لگے۔ اس کے باوجود حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے اُن کے رقص کرنے پر انکار نہیں فرمایا۔ پس اس کو صوفیائے کرام کے رقص کرنے کے جواز پر دلیل ٹھہرایا گیا ہے، جبکہ مجالس ذکر اور سماع میں صوفیائے کرام وجد کی لذت محسوس کریں۔ فتاوٰی تاتارخانیہ میں کچھ ایسا کلام ہے جو اس کے جواز پر دلالت کرتا ہے ان مغلوب الحال لوگوں کے لئے کہ جن کی حرکات رعشہ والے مریض کی حرکات جیسی ہوں (رعشہ ایک مرض ہے کہ جس میں غیر اختیاری طور پر ہاتھ کانپتے رہتے ہیں) چنانچہ علامہ بلقینی اور برہان الدین ابناسی نے یہی فتوٰی دیا ہے، اور بعض حنفی اور مالکی ائمہ کرام نے اسی کے مطابق فتوٰی دیا ہے۔ یہ سب کچھ جائز ہے بشرطیکہ ایسا کرنے والوں کی نیت خالص ہو اور حالتِ وجد میں سچے ہوں اور قیام و حرکت میں شدّتِ حیرت اور وارفتگی کی وجہ سے مغلوب ہوں (اور نیم دیوانہ ہوں) اور حقیقت یہ ہے کہ ایک ہی چیز ارادے اور مقصد کے اعتبار سے کبھی حلال اور کبھی حرام سے متصف ہوسکتی ہے، اور جو کچھ (اس باب میں) اہلِ علم نے ارشاد فرمایا اُس سب کی تقریر باعث طولِ کلام ہے۔ (ت)

نہایہ ابن اثیر و مجمع البحار میں ہے:

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لزید انت مولٰینا فحجل

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت زید سے ارشاد فرمایا: تم ہمارے "مولٰی" ہو۔

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الکراہۃ والاستحسان دارالمعرفۃ بیروت ۲/۱۸۲

Marfat.com

الحجل ان یرفع رجلا و یقفز علی الاخرٰی من الفرح زاد فی النہایۃ وقد یکون بالرجلین الا انہ قفز ۲

تو حضرت زید خوشی اور مسرت سے ناچنے لگے اس طور پر کہ ایک پاؤں اٹھاتے اور دوسرے پر ناچتے۔ اور نہایہ (ابن اثیر) میں اتنا زیادہ ہے کبھی یہ دو پاؤں سے ہوتا ہے مگر یہ کہ وہ کُودے۔ (ت)

چلّانا بھی اگر بے اختیاری سے ہو تو مثلِ وجد کسی طرح زیرِ حکم نہیں آسکتا، اور اگر ریا سے ہے تو نماز بھی حرام ہے، اور اگر کوئی نیتِ فاسدہ نہیں مگر وہاں کسی مریض یا نائم کو تکلیف یا نمازی یا ذاکر یا مشتغلِ علم کی تشویش ہو تو ممنوع ہے، امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی حدیث میں ہے وقت نماز میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تلاوت کرنے والوں کو جہرِ قرآن سے منع فرمایا، اور اگر تمام مفاسد سے پاک ہو تو کوئی حرج نہیں۔ علامہ ابن عابدین شامی منہوات شفاء العلیل میں نور العین فی اصلاح جامع الفصولین سے علامہ ابن کمال وزیر کا فتوٰی نقل فرماتے ہیں: ؎

ما فی التواجد ان حققت من حرج
ولا التمایل ان اخلصت من بأس
فقمت تسعی علی رجل وحق لمن
دعاہ مولاہ ان یسعی علی الراس

وجد کی صورت اختیار کرنے میں کچھ حرج نہیں بشرطیکہ محقق اور ثابت ہوجائے، جھومنے اور لڑکھڑانے میں بھی کچھ مضائقہ نہیں بشرطیکہ خالص ہو، اگر تو ایک پاؤں پر دوڑے اور ناچ کرے تو یہ اس کے لئے حق ہے کہ جس کو اپنا مولٰی بلائے کہ وہ اپنے سر کے بل دوڑ لگائے۔

۱ الرخصۃ فیما ذکر من الاوضاع عند الذکر والسماع للعارفین الصارفین اوقاتہم الی احسن الاعمال السالکین المالکین لضبط انفسہم عن قبائح الاحوال فہم لا یستمعون الا من الالٰہ ولایشتاقون اللہ ان ذکروہ ناحوا وان وجدوہ صاحوا، اذا وجد علیہم الوجد فمنہم من طرقتہ طوارق الہیبۃ

اور جن اوضاع (انواع واقسام) میں یہ ذکر کیا گیا کہ ذکر اور سماع کے وقت اُن کی اجازت (رخصت) سے وُہ ان خداشناس لوگوں کے لئے ہے جو اپنے اوقات کو اچھے کاموں میں صرف کرتے ہیں اور راہِ خداوندی پر چلنے والے ہیں۔ مذموم حالات سے اپنے نفوس کو قابو رکھنے کی دسترس رکھتے ہیں (یعنی بُری حرکات سے انھیں روک سکتے ہیں) پھر وہ

---

۲ النہایۃ لابن الاثیر باب الحاء مع الجیم تحت لفظ "حجل" المکتبۃ الاسلامیۃ ۱/۳۴۶

Marfat.com

فخر وذاب ومنھم برقت لہ بوارق اللطف فتحرك وطاب ھذا ما عن لی فی الجواب[1] واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

اللہ تعالٰی کے سوا کچھ نہیں سُنتے اور وہ صرف اُس کا اشتیاق رکھتے ہیں اگر اس کا ذکر کریں تو آہ وزار کرتے ہیں اور اگر اُسے پائیں تو چیخیں چلائیں جب ان پر وجد طاری ہو جائے۔ پھر ان میں کوئی وہ ہے کہ جس کو مصائب ہیبت دستک دیں تو وہ گر کر گھل جل اور کوئی وُہ ہے کہ جس کے لئے لُطف وکرم کی بجلیاں چمکیں تو وُہ متحرک ہو کر خوش وخرم ہو جائے۔ اِس جواب میں مجھ پر یہی کچھ ظاہر ہوا۔ اور راہِ صواب کو سب سے زیادہ اللہ تعالٰی ہی جانتا ہے۔ (ت

غنا اگر منکراتِ شرعیہ پر مشتمل ہو مثلاً مزامیر کہ حرام ہیں یا عورت کا گانا کہ باعثِ ہیجان فتنہ ہے یا محلِ فتنہ امرد کا گانا، یا جو کچھ گایا جائے اس کا امور مخالف شرع پر مشتمل ہونا یا ایسے امور پر خیالات کاسدہ وشہواتِ فاسدہ کے باعث ہوں خصوصاً مجمع عوام میں بلاشبہہ ممنوع ہے اور تمام مفاسد خالی ہو تو اس کے جواز میں کوئی شُبہہ نہیں کما حققناہ فی اجل التحبیر (جیسا کہ ہم نے اپنے ر اجل التحبیر میں اس کی تحقیق کردی۔ ت)

غنا کا غالب اطلاق انھیں مہیجاتِ شہواتِ باطلہ پر آتا ہے کما نبہ علیہ فی ارشاد الساری (جیسا کہ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں اس پر آگاہ کیا گیا ہے۔ ت) احادیث واقوالِ مذمت ا پر محمول ہیں ورنہ اذکارِ حسنہ اصواتِ حسنہ والحاناتِ حسنہ سننے کی کوئی ممانعت نہیں بلکہ اس میں احادیث وا اور اب وُہ لہو نہیں نہ وہ شیطانی آواز ہے تو آیہ کریمہ واستفزز من استطعت منھم بصوتك[2] (ان میں جس پر تو قابو پائے (اور تیرا بس چلے) انھیں اپنی آواز سے پھسلا دے۔ ت) اس پر صادق نہیں ح سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جو آخر عمر شریف سماع سننا ترک فرمایا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ اب کوئی گانے والا اہل نہ ملتا تھا، عوارف شریف میں ہے:

قیل ان الجنید ترك السماع فقیل لہ کنت تستمع فقال مع من؟ قیل لہ تسمع لنفسك فقال ممن؟ لانھم کانوا لا یسمعون الا من اھل

کہا گیا کہ حضرت جنید بغدادی (رحمۃ اللہ علیہ) ۔ سماع چھوڑ دیا تھا ان سے عرض کی گئی آپ سماع پر کاربند تھے (پھر کیوں ترک کر دیا؟) آ نے ارشاد فرمایا: کن لوگوں کے ساتھ ہو کر س

---

[1] رسائل ابن عابدین رسالہ شفاء العلیل وبل الغلیل الخ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۲

[2] القرآن الکریم ۱۷/۶۴

Marfat.com

مع اھل فلما فقد الاخوان ترک[1] تھا (مراد یہ کہ وہ اہل تھے) پھر ان سے کہا گیا اپنی ذات کے لئے سنا کریں۔ فرمایا؛ کس سے سنوں۔ کیونکہ وہ سماع صرف اہل سے اور اہل کی معیت میں ہو کر سنا کرتے تھے۔ پھر جب ایسے احباب نایاب اور ناپید ہو گئے تو سماع چھوڑ دیا۔ (ت)

حضرت شیخ الشیوخ قدس سرہٗ نے عوارف شریف میں پہلے ایک باب قبول و پسند سماع میں تحریر فرمایا اور اس میں بہت احادیث وارشادات ذکر فرمائے، اور فرمایا:

وقد ذکر الشیخ ابو طالب المکی رحمہ اللہ تعالٰی ما یدل علی تجویزہ و نقل عن کثیر من السلف صحابی و تابعی وغیرھم وقول الشیخ ابی طالب المکی یعتبر لوفور علمہ و کمال حالہ وعلمہ باحوال السلف ومکان ورعہ وتقواہ و تحریہ الاصوب والاولی و قال فی السماع حلال وحرام و شبھۃ فمن سمعہ بنفس مشاھدۃ شھوۃ وھوی فھو حرام ومن سمعہ بمعقولہ علی صفۃ مباح من جاریۃ او زوجۃ کان شبھۃ لدخول اللھو فیہ ومن سمعہ بقلب یشاھد معانی تدل علی الدلیل ویشھدہ طرقات الجلیل فھو مباح وھذا قول الشیخ ابی طالب المکی وھو الصحیح[2]

بیشک شیخ ابو طالب مکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے کچھ ایسے دلائل و شواہد بیان فرمائے جو سماع کے جواز پر دلالت کرتے ہیں، اور بہت سے اسلاف، صحابہ کرام اور تابعین عظام اور ان کے علاوہ دوسرے اکابرین سے نقل فرمایا، اور شیخ ابو طالب مکی علیہ الرحمۃ کا قول معتبر اور مستند ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ کثیر علم سے معمور ہیں۔ حال میں صاحبِ کمال ہیں۔ اور اسلاف کے حالات کو بخوبی جانتے ہیں۔ اور تقوٰی و ورع میں ان کا ایک خاص مقام ہے۔ اور زیادہ صواب اور زیادہ بہتر امور میں گہری سوچ اور فکر کامل رکھتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: سماع میں حلال، حرام اور شبہہ کی اقسام ہیں، لہٰذا جس نے نفس مشاہدہ، شہوت اور خواہش کے پیش نظر سماع سنا تو یہ حرام ہے۔ اور جس نے معقولیت کے پیش نظر مباح طریقے سے لونڈی یا اہلیہ سے استفادۂ سماع کیا تو اس صورت میں شبہہ پیدا ہو گیا کیونکہ اس میں کھیل داخل ہو گیا۔ اور جس شخص نے اپنے نفیس دل کے ساتھ سماع سنا جو ایسے معانی کا مشاہدہ کر رہا تھا جو دلیل کی راہنمائی کرتے ہیں

---

[1] عوارف المعارف — الباب الثالث والعشرون — مطبعۃ المشھد الحسینی قاہرہ ص ۱۱۴

[2] " " " — الباب الثانی والعشرون — " " " " ۱۰۹

Marfat.com

اور اس کے لئے رب جلیل کے راستے گواہ ہوں۔ لہٰذا یہ سماع مباح ہے۔ شیخ ابو طالب مکی کا یہ ارشاد ہے اور یہی صحیح ہے۔ (ت)

تو وہ کیونکر مطلقاً غنا کو ذنوب سے شمار فرما سکتے ہیں اس کے بعد انھوں نے دوسرا باب انکارِ سماع میں وضع فرمایا اور یہاں اُس سماع پر کلام فرمایا جو شہواتِ نفسانیہ پر مشتمل، اس میں یہ قول تحریر فرمایا ہے عبارت ملخصًا یہ ہے:

وقد ذکرنا وجه صحة السماع و ما یلیق منه باھل الصدق وحیث کثرت الفتنة وزالت العصمة و تصدی للحرص علیه اقوام فسدت احوالھم واکثروا الاجتماع للسماع و ربما یتخذ للاجتماع طعام تطلب النفوس الاجتماع لذٰلك لا رغبة للقلوب فی السماع کما کان من سیر الصادقین فیصیر السماع معلولا تو کن الیه النفوس للشھوات واستحلاء لمواطن اللھو والغفلات وتکون الرغبة فی الاجتماع طلبا لتناول الشھوة واستروا حالاولی الطرب واللھو والعشرة ولا یخفی ان ھذا الاجتماع مردود عند اھل الصدق الی ان قال وسماع الغنا من الذنوب[1]

بلاشبہہ صحتِ سماع کی وجہ ہم نے بیان کردی اور وہ کوائف بھی ذکر کردئے جو اربابِ صدق وصفا کے لائق اور موزوں ہیں۔ جہاں فتنہ بکثرت پھیل جائے عصمت زائل اور ختم ہوجائے اور کچھ لوگ بر بنائے حرص اس کے درپے ہوں جن کے حالات بگڑے ہوئے اور خراب ہوں اور وہ سماع کے لئے زیادہ تر اجتماعات کا پروگرام بنائیں اور کبھی اجتماع کو بارونق اور مؤثر بنانے کے لئے کھانے کا اہتمام کیا جائے کہ لوگ صرف کھانے کے شوق میں ایسے اجتماع کو تلاش کریں اس لئے نہیں کہ دلوں کو سماع کی طرف رغبت اور چاہت ہے کہ جیسے سچے عاشقوں کی سیرت ہوا کرتی ہے۔ لہٰذا سماع (اصل غرض و غایت کا) بظاہر سبب بن گیا کہ نفوس اس کی طرف طلبِ شہوات کے لئے مائل ہوگئے اور اس لئے کہ انھیں مقاماتِ لہو (کھیل وتفریح) اور انواعِ غفلت کی مٹھاس دستیاب ہوجائے، لہٰذا مجالس سماع کی طرف رغبت محض طلبِ شہرت کے لئے ہوگی۔ اور اس لئے کہ عیش وعشرت اور کھیل تماشوں میں دلچسپی رکھنے والوں کو حسبِ منشاء آرام وراحت حاصل ہوجائے۔ اور یہ بات پوشیدہ نہیں کہ ایسا اجتماع اہلِ صدق کے نزدیک مردود ہے یہاں تک کہ یہ فرمایا کہ گانا سُننا گناہوں میں شمار ہے۔ (ت)

---

[1] عوارف المعارف الباب الثالث والعشرون مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ص ۱۱۴

Marfat.com

صوفیہ کرام کی نسبت یہ کہنا کہ اُن کا قول وفعل معاذ اللہ کچھ وقعت نہیں رکھتا بہت سخت بات ہے۔
اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واتبع سبیل من اناب الیّ[1] جو میری طرف جھکے اُن کی راہ کی پیروی کر۔

صوفیہ کرام سے زیادہ اللہ کی طرف جھکنے والا کون ہوگا، فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

انما یتمسك بافعال اهل الدین[2] دینداروں ہی کے افعال سے سند لائی جاتی ہے۔

صوفیہ کرام سے بڑھ کر اور کون دیندار ہے، حضرت شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سُہروردی قدس سرہٗ کی عوارف سے سند لانی جائز نہ ہونا چاہیے کہ وُہ بھی صوفی تھے یُونہی حضرت سید الطائفہ جنید رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ترک سے جس کا قول وفعل حجت نہیں اس کا ترک کیا حجت ہوسکتا ہے کہ ترک بھی فعل ہی ٹھہر کر قابل تمسک ہوتا ہے نہ کہ بمعنی عدم کہ نہ مقدور نہ اس میں اتباع منقول کما نص علیہ فی غمز العیون والبصائر (جیسا کہ غمز العیون والبصائر میں اس پر نص ہے۔ ت) اور شاہ ولی اللہ صاحب کب اپنے آپ کو صوفیہ سے خارج کرسکتے ہیں تو اُن کا قول وفعل سب سے بڑھ کر بے وقعت ہونا چاہیے محلِ ادب میں ایسا ارسالِ لسان خصوصاً پیش عوام غنا کے مفاسد سے سخت تر مفسدہ ہے اس کا جواز تو مختلف فیہ ہے اس کا عدم جواز متفق علیہ ہے بالجملہ فریق ثانی کے اکثر احکام صحیح ہیں اس کی بڑی فاحش غلطی سجدۂ تحیت کی تحلیل ہے صحیح یہی ہے کہ سجدۂ تحیت حرام ہے یہی مسئلہ اُن سب میں بڑا ہے عند التحقیق یہ بھی اُس حد تک نہیں کہ قائل خلاف پر اندیشۂ کفر ہو۔

کیف وقد قال به سلطان الاولیاء سیدنا نظام الحق والدین رضی اللہ تعالٰی عنه واستدل بانه کان واجبا للامر ثم نسخ الوجوب فبقی الندب۔

یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ سلطان الاولیاء سیدنا نظام الحق والدین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کے بارے میں فرمایا اور اس بات پر استدلال کیا کہ سجدہ صیغۂ امر کی وجہ سے پہلے واجب تھا پھر وجوب منسوخ ہوگیا تو استحباب باقی رہ گیا۔ (ت)

اسی تحریم میں ہماری سند تصریح فقہائے کرام ہے اور اسی قدر ہمیں بس ہے ہم مقلد ہیں دلیل مجتہد کے پاس ہے آیات سے اس پر استدلال کسی طرح تام نہیں، کریمہ واذا حییتم بتحیة[3] (جب تمہیں سلام

---

[1] القرآن الکریم ۳۱/ ۱۵

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب السابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۲

[3] القرآن الکریم ۴/ ۸۶

Marfat.com

کیا جائے۔ ت) میں سلام مراد ہے نہ کہ ہر تحیت، تحیتیں کثیر ہیں۔ سلام، مصافحہ، معانقہ، قلیل انحنا، دست بوسی، قدمبوسی، قیام، انحنا تا حدِ رکوع، سجدۂ تحیت سلام سے سجود تک سب تحیت ہی ہیں اور اخیرین کے سوا سب جائز بلکہ انحنا کے سوا سب حدیث وسنت سے ثابت۔ کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ اگر بیٹا قدم چُومے تو باپ پر بھی فرض ہے کہ اس کے قدم چُومے کیونکہ اس نے تحیت کی اور تحیت کا معاوضہ فرض ہے یہ محض باطل ہے۔ ولہذا کتابوں میں وجوب جواب صرف سلام کے لئے فرمایا ہے۔ کریمہ ایامرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون[1] (کیا وہ تمھیں کفر کرنے کا حکم دے گا جبکہ تم مسلمان ہو چکے ہو۔ ت) خود شاہد عدل ہے کہ وہ دربارہ سجدۂ عبادت ہے سجدۂ تحیت کو کون کفر کہہ سکتا ہے، کفر ہوتا تو اگلی شرائع میں کیونکر جائز ہو سکتا کیا کوئی شریعت جوازِ کفر بھی لا سکتی ہے، کفر ہوتا تو رب عزوجل ملائکہ کو اس کا حکم کیونکر فرماتا، کیا رب عزوجل کبھی کفر کا بھی حکم فرماتا ہے، تو سجدۂ تحیت قطعاً کفر نہیں، اور یہ آیت فرمارہی کہ اُس چیز کا ذکر ہے جو قطعاً کفر ہے، تو اگر دربارۂ سجود نازل ہے تو یقیناً دربارۂ سجدۂ عبادت ہی نازل ہے۔ کبیر و ابو السعود و کشاف و مدارک جن کا حوالہ دیا گیا ان میں کہیں اس کی تصریح نہیں کہ یہ سجدۂ تحیت کے بارے میں اُتری۔ یہاں تفسیر ماثور دو ہیں:

ایک امام ائمۃ المفسرین ترجمان القرآن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے جسے ابن ابی حاتم و ابن جریر و ابن المنذر اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا کہ ابورافع قرظی یہودی اور سمی رئیس نصرانی نجرانی نے خدمت اقدس حضور سید عالم میں عرض کیا حضور یہ چاہتے ہیں کہ ہم حضور کی عبادت کریں جیسے نصارٰی نے عیسٰی کو پوجا، فرمایا معاذ اللہ غیر خدا کی عبادت نہیں ہوسکتی نہ مجھے اس کا حکم ہوا نہ میں اس لئے بھیجا گیا[2] اوکما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (یا جیسا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا۔ ت)

دوسری تفسیر کہ حسن بصری سے مرسلاً ہے وقد قال المحدثون ان مراسیل الحسن عندھم شبہ الریح (جبکہ محدثین حضرات نے ارشاد فرمایا حضرت حسن کی مرسل حدیثیں ان کے نزدیک ہوا کے مشابہ ہیں یعنی درجۂ اعتبار سے ساقط ہیں۔ ت) ایک شخص نے عرض کی ہم حضور کو ایسے ہی سلام کرتے ہیں جیسے آپس میں ایک دوسرے کو، کیا ہم حضور کو سجدہ نہ کریں۔ اس پر انکار فرمایا اور یہ آیت[3] اُتری۔

تفسیر اول کہ ہر طرح اصح و اقوی ہے اس پر تو مطلع صاف ہے یہودی و نصرانی نے عبادت ہی کو پوچھا تھا جس پر یہ جواب ارشاد ہوا اور اسی تفسیر پر رب عزوجل کا روئے سخن اپنے مسلمان بندوں کی طرف

۱؎ القرآن الکریم ۳/ ۸۰

۲؎ الدر المنثور بحوالہ ابن جریر و ابن ابی حاتم والبیہقی فی الدلائل تحت آیۃ ۳/ ۸۰ ۲/ ۴۶

۳؎ " بحوالہ عبد بن حمید عن الحسن مکتبہ آیۃ اللہ العظمٰی قم ایران ۲/ ۴۶ و ۴۷

Marfat.com

رکھنا اُن خبیث سائلوں کی تفسیہ اور اُن کے حال کی تقبیح ہے کہ یہ حمیر قابل جواب نہیں اے میرے مسلمان بندو! تم خیال کرو کہ یہ اگر ایسا چاہتے تو تم سے فرماتے کہ تم اپنے غلامان فرمانبردار، پھر کیا ایسا ہو سکتا تھا کہ تمھیں اسلام کے بعد کفر کا حکم دیتے، معاذاللہ! اور یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ بوجہ خطاب یہ گمان کہ سائل مسلمان تھے جیسا کہ اُس معتزلی کی کشاف میں گزرا اور بعض بعد والوں نے اتباع کیا باطل ہے اور اُس تفسیر صحیح کے خلاف جو سلطان المفسرین صحابی و ابن عم رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی، دوم مرسل و مقطوع اگر ثابت ہو جائے تو اُس میں رجلاً ہے یعنی ایک شخص نے عرض کی، ضرور یہ کوئی اعرابی بادیہ نشیں جدید الاسلام ناواقف ہوگا جس نے سجدہ عبادت کی درخواست کی جس پر رب العزۃ نے فرمایا کہ تمھیں کفر کا حکم دیں گے اور ایسے بعض اشخاص سے ایسے سوال کا صدور مستبعد نہیں بلکہ ہونا ہی چاہئے تھا۔ رب عزوجل فرماتا ہے، لترکبن طبقا عن طبق[1] (ضرور تم زینہ بہ زینہ (بتدریج) چڑھتے جاؤ گے۔ت) سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگلوں میں کوئی ایسا ہو گزرا ہو جس نے علانیہ اپنی ماں کے ساتھ زنا کیا ہو تو ضرور تم میں بھی کوئی ایسا ہوگا[2] لترکبن طبقا عن طبق سیدنا موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اُن کے متعدد اصحاب نے سوال کیا یٰموسی اجعل لنا الٰھا کما لھم الٰھۃ[3] اے موسٰی! ہمیں بھی ایک خدا بنا دے جیسے اُن کے بہت سے خدا ہیں فرمایا بل انتم قوم تجھلون[4] بلکہ تم نرے جاہل ہو۔ تو یہاں بھی اگر کسی بادیہ نشین نومسلم جاہل ناواقف نے اپنی نادانی سے ایسی درخواست کی کیا بعید ہے اور اسی قرب عہد کے سبب ہدایت فرمادی گئی تکفیر نہ ہوئی جیسے موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تجھلون (تم نرے نادان لوگ ہو۔ت) فرمایا نہ کہ تکفرون (تم کفر کر رہے ہو۔ت)، جس طرح ایک جوان حاضر خدمت اقدس ہوا اور آکر بے دھڑک عرض کی یا رسول اللہ! میرے لئے زنا حلال کر دیجئے۔ نبی سے براہِ راست یہ درخواست کس حد کس حد تک پہنچتی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰے عنہم نے اسکو قتل کرنا چاہا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے منع فرمایا اور اُسے قریب بلایا یہاں تک کہ اس کے زانو زانوئے اقدس سے مل گئے پھر فرمایا: کیا تُو یہ پسند کرتا ہے کہ کوئی شخص تیری ماں سے زنا کرے؟ عرض کی: نہ۔ فرمایا: تیری بہن سے؟

---

[1] القرآن الکریم ۸۴/ ۱۹

[2]

[3] القرآن الکریم ۷/ ۱۳۸

[4] " " "

Marfat.com

عرض کی : نہ ۔ فرمایا : تیری بیٹی سے ؟ عرض کی : نہ ۔ فرمایا : تیری پھوپی سے ؟ عرض کی : نہ ۔ فرمایا : تیری خالہ سے ؟ عرض کی : نہ ۔ فرمایا : تو جس سے زنا کرے گا وہ بھی تو کسی کی ماں بہن بیٹی پھوپی خالہ ہوگی، جب اپنے لئے پسند نہیں کرتا اوروں کے لئے کیوں پسند کرتا ہے ۔ پھر دستِ اقدس اس کے سینہ پر ملا اور دعا کی : الٰہی ! اس کے دل سے زنا کی محبت نکال دے ۔ وہ صاحب فرماتے ہیں اس وقت سے زنا سے زیادہ کوئی چیز مجھے دشمن نہ تھی ۔ پھر صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا کہ اس وقت اگر تم اسے قتل کر دیتے تو جہنم میں جاتا میری تمہاری مثل ایسی ہے جیسے کسی کا ناقہ بھاگ گیا لوگ اُسے پکڑنے کو اس کے پیچھے دوڑتے ہیں وہ بھڑکتا اور زیادہ بھاگتا ہے اُس کے مالک نے کہا تم رہنے دو مجھے اس کی ترکیب نہیں آتی پھر گھاس کا ایک مٹھا ہاتھ میں لیا اور اسے دکھایا اور چمکارتا ہوا اس کے پاس گیا یہاں تک کہ بٹھا کر اس پر سوار ہو لیا ۔ اوکما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (یا جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ۔ ت) ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۹ از قادر گنج ضلع بیر بھوم ملک بنگالہ مرسلہ سید ظہور الحسین حسینی قادری رزاقی
۲۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

کسی شیئ متبرک کو تعظیماً چومنے یا تعظیماً اپنے پیر و مرشد اور استاد، والدین اور پیرزادہ اور سادات کرام اور علمائے عظام کے ہاتھ اور پاؤں چومنے سے اور اُن لوگوں کو دیکھ کر تعظیماً اٹھنے سے کفر و شرک لازم آتا ہے یا یہ امر جائز و مستحسن ہے اور احادیث شریفہ و فقہ سے ثابت ہے یا نہیں یا یہ کہ لوگوں نے ان کو بدعۃ مثل اور بدرسموں کے ایجاد کیا ہے ؟

الجواب

اشیاء معظمہ کو تعظیماً بوسہ دینا جائز ہے جبکہ کسی حرج شرعی پر مشتمل نہ ہو،

وقد ثبت عن ابی ایوب الانصاری کما فی مسند الامام احمد وعن عبداللہ بن عمر کما فی الشفاء للامام قاضی عیاض رضی اللہ تعالٰی عنہم ۔

چنانچہ حضرت ابوایوب انصاری سے یہ ثابت ہے جیسا کہ مسند امام احمد میں مذکور ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے جیسا کہ "الشفاء" قاضی عیاض میں موجود ہے ۔ اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو ۔ (ت)

اور معظمانِ دینی کے ہاتھ پاؤں چومنا بھی احادیثِ کثیرہ سے ثابت ہے یونہی انھیں دیکھ کر قیام مگر ہاتھ باندھے

لے

Marfat.com

کھڑے رہنا نہ چاہیے اور اگر کوئی معظم اس کی خواہش کرے اس کی یہ خواہش حرام ہے۔ حدیث میں ہے:

من سرہ ان یتمثل لہ الرجال قیاما فلیتبوأ مقعدہ من النار[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔

جو کوئی اس بات سے خوش اور مسرور ہو کر لوگ اس کے لئے کھڑے رہیں تو اس کو اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لینا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۹۰ از ڈاکخانہ راموچکیا۔ کول ضلع چٹاگانگ مدرسہ عزیزیہ مرسلہ سید مفیض الرحمٰن صاحب ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

قرآن مجید کو بعد تلاوت ماتھے پر رکھنا بہ نیت تعظیم کیسا ہے؟

الجواب

مصحف شریف کو تعظیماً سر اور آنکھوں اور سینے سے لگانا اور بوسہ دینا جائز و مستحب ہے کہ وہ اعظم شعائر سے ہے اور تعظیم شعائر تقوی القلوب سے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۱ از کوٹلی لوہاراں مغربی ضلع سیالکوٹ مرسلہ ابوالیاس محمد امام الدین

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورتوں کے ساتھ السلام علیکم کا کیا حکم ہے کہنا چاہیے یا نہ؟ اگر کہنا چاہیے تو بوڑھی جوان کا فرق ہے یا نہیں؟ اور اپنے بیگانے کی تمیز ہوگی یا نہیں؟ اور عورتیں آپس میں کن الفاظ سے سلام کیا کریں اور مرد عورتوں سے کن الفاظ سے کہا کریں؟

الجواب

محارم و ازواج پر سلام مطلقاً ہے اور اجنبیات میں جوانوں کو سلام نہ کیا جائے بوڑھیوں کو کیا جائے بلکہ جوانین اگر سلام کریں تو جواب دل میں دیا جائے انھیں نہ سنائے حالانکہ جواب دینا واجب ہے اور لفظ سلام کا مرد و عورت کا باہم اور ایک دوسرے کے ساتھ مطلقاً السلام علیکم ہے اور سلام بھی کافی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۲ از رامپور مسئولہ محمد سعید

بعد نماز فجر اور عصر مصلین باہم مصافحہ بالخصوص اور ضروری جان کر کرنا عند الحنفیہ سنت ہے یا مستحب یا مکروہ؟

---

[1] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی کراہیۃ قیام الرجل للرجل امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۰

Marfat.com

الجواب

فجر و عصر کے بعد مصافحہ جائز ہے، اصل میں سنّت ہے، اور تخصیص مباح۔ کما ذکرہ الشاہ ولی اللہ الدھلوی فی شرح المؤطا والامام النووی فی الاذکار وغیرھما (جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے شرح مؤطا میں اور امام نووی نے اذکار میں اور ان دو کے علاوہ باقیوں نے اپنی اپنی کتابوں میں بیان فرمایا ہے۔ ت) اور ضروری عرفی جاننے میں حرج نہیں اور ضروری شرعی خود نفس مصافحہ بھی نہیں حالانکہ سنّت ہے نہ اُسے کوئی فرض و واجب شرعی کہتا ہے نسیم الریاض میں ہے:

الاصح انہا بدعۃ مباحۃ[1] زیادہ صحیح یہ ہے کہ مصافحہ کرنا ایک جائز بدعت ہے۔ (ت)

تمام تفصیل ہمارے رسالہ وشاح الجید[ف] میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۳ از شہر بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ مولوی رمضان علی صاحب بنگالی ۵ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کچھ لوگ ایک مسجد میں سُنّتیں پڑھ رہے ہیں، کچھ لوگ تسبیح و تہلیل کر رہے ہیں اور کچھ لوگ تلاوتِ کلام اللہ شریف کر رہے ہیں اور کچھ لوگ یونہی بیٹھے ہوئے ہیں تو ایسی حالت میں انھیں سلام کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر کچھ لوگ خالی بیٹھے ہوں ان کو سلام کر سکتا ہے اور جو لوگ نماز یا تلاوت یا ذکر میں ہیں ان کو سلام کرنا مکروہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۴ از نصیر آباد ضلع اجمیر شریف محلہ دودہان مرسلہ جناب شیخ محمد عمر صاحب ۲۱ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع اس مسئلہ میں کہ زید اپنے پیر کو سجدۂ تعظیمی کیا کرتا ہے اور جب اس کو منع کیا جاتا ہے کہ تعظیمی سجدہ سوائے خدا کے کسی کو درست نہیں خواہ پیغمبر ہو یا پیر، تو زید مذکور پیر کو سجدہ تعظیمی کرنے کی نفی میں قرآن مجید و احادیث نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثبوت طلب کرتا ہے، لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا یہ تعظیمی سجدہ جو اپنے پیر یا استاد کو کیا جاتا ہے از روئے شرع شریف جائز ہے یا حرام؟ اور پیر کو تعظیمی سجدہ کرنے والا مومن ہے یا مشرک، فقط۔ بینوا توجروا۔

---

[1] نسیم الریاض شرح الشفاء للقاضی عیاض الباب الثانی دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/۱۳

ف: رسالہ وشاح الجید فی تحلیل معانقۃ العید فتاوٰی رضویہ جلد ہشتم مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور میں مرقوم ہے۔

Marfat.com

الجواب

غیر خدا کو سجدۂ عبادت شرک ہے سجدۂ تعظیمی شرک نہیں مگر حرام ہے گناہِ کبیرہ ہے، متواتر حدیثیں اور متواتر نصوص فقہیہ سے اس کی حرمت ثابت ہے۔ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تحریم پر چالیس۴۰ حدیثیں روایت کیں اور نصوص فقہیہ کی گنتی نہیں۔ فتاوی عزیزیہ میں ہے کہ اس کی حرمت پر اجماعِ امت ہے۔

واللہ تعالٰے اعلم۔

مسئلہ ۱۹۵ از امو پور میواڑ راجپوتانہ مہارانا اسکول مرسلہ مولوی وزیر احمد صاحب مدرس ۱۲ رمضان ۱۳۳۸ھ
دس آدمی جاہل بیٹھے ہوئے ہوں اور عالم مولوی اُن کے پاس آئے تو وہ اسے سلام کریں یا یہ اُنھیں، پہلے کون کرے؟

الجواب

آنے والے کو پہلے سلام کرنا چاہئے، اور ان کا جاہل ہونا ابتداء السلام کے مانع نہیں جبکہ فاسق نہ ہوں۔

واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ ۱۹۶ از دہلی مدرسہ نعمانیہ محلہ بلی ماراں مرسلہ مولوی عبدالرشید صاحب مہتمم ۵ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علماءِ دین والدین واستاد وعلماء کے ہاتھ پاؤں چومنا زید حرام کہتا ہے۔

جواب از مولوی عماد الدین صاحب سنبھلی مدرس اول مدرسہ نعمانیہ
بالاتفاق جائز و درست ہے، منصف کے لئے اس قدر کافی ہے، معاند منکر کا علاج نہیں۔ قاضیخان، عالمگیری، عینی شرح ہدایہ، درمختار، ردالمحتار، ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف، ابو داؤد، اشعۃ اللمعات سے اس کا جواز بلکہ امر ممدوح ہونا ثابت ہوگیا۔ لہذا بدتر از بول زید پر کید کا قول باطل ہوا کہ وہ اپنے گھر سے نئی شریعت گھڑتا ہے الخ۔

تصدیقاتِ کثیرہ دہلی و اجمیر شریف و لاہور و الٰہ آباد وغیرہا

تحریر کفایت اللہ مدرسہ امینیہ:
کسی بزرگ مثلاً والد یا پیر یا عالم کے ہاتھ پاؤں چومنا فی حد ذاتہ مباح ہے اور اسکی اباحت احادیث و روایات فقہیہ سے ثابت ہے جیسا کہ جوابات مذکورہ بالا میں علماءِ کرام نے مفصل و مدلل بیان فرمادیا ہے البتہ ذرا یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے کہ بہت سے عوام بحیلہ پابوسی پیروں کو سجدہ کرنے لگتے ہیں اور سجدے کی تاویل میں پابوسی کے جواز کو حیلہ بنالیتے ہیں تو اگر کسی ایسی خاص صورت میں کوئی عالم کسی خاص شخص کو پابوسی سے منع کردے تو درحقیقت وہ ممانعت پابوسی کی نہیں بلکہ سجدے کی ہوگی اور صحیح ہوگی اور عوام سے

Marfat.com

اس بارے میں اس قدر غلو کرلینا مستبعد نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم محمد کفایت اللہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

الجواب (تحریر دارالافتاء)

مولنا مولوی عمادالدین صاحب سلمہ کا جواب بہت صحیح ہے۔ والدین کے ہاتھ پاؤں چومنا جائز ہے اور علماء وصلحا ورثۂ سیدالانبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والثناء کی دست بوسی و قدمبوسی سنّت مستحبہ ہے،

کما فصلناہ فی فتاوٰنا بما لا مزید علیہ واکثرنا من الاحادیث الناصبۃ بہ والداعیۃ الیہ وفی ما ذکرالمجیب کفایۃ واللہ ولی الھدایۃ۔

جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس مسئلے کو تفصیل کے ساتھ بیان کردیا کہ جس پر اضافہ نہیں ہوسکتا، اور اس بارے میں ہم بکثرت ایسی حدیثیں لائے جو اس مسئلہ پر قائم اور باعث تھیں۔ اور جو کچھ فاضل مجیب نے (سوال مذکور کے) جواب میں ذکر فرمایا وہ راہنمائی کے لئے کافی ہے۔ اور اللہ تعالٰی ہی ہدایت دینے کا مالک اور ذمہ دار ہے۔ (ت)

اور اس میں انکار کی شق وہی نکالتے ہیں جو تعظیم محبوبان و مقبولانِ خدا سے منکر ہیں، قدمبوسی کو سجدہ سے کیا تعلق، قدم بوسی سر بر پا نہادن (پاؤں سر پر رکھنا۔ ت) ہے۔ اور سجدہ پیشانی بر زمین نہادن (پیشانی زمین پر رکھنا۔ ت) ہے مسلمان پر بدگمانی حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[1]، وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث[2]۔

(اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچتے رہو اس لئے کہ بعض گمان گناہ ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: بدگمانی سے بچو کہ بدگمانی سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے (ت)

وقال سیدی زروق رضی اللہ تعالٰی عنہ الظن الخبیث انما ینشؤ من القلب الخبیث[3]

(سیدی زروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا) گمانِ خبیث خبیث ہی دل میں پیدا ہوتا ہے۔

والعیاذ باللہ تعالٰی (اور اللہ تعالٰی کی پناہ۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[2] صحیح البخاری کتاب الوصایا باب قول اللہ عزوجل من بعد وصیۃ یوصی بہا اودین قدیمی کتبخانہ کراچی ۱/ ۳۸۴

[3] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ۲۹۰۱ دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۱۲۲

Marfat.com

ہاں اگر کوئی سجدہ کرے تو اُسے منع کرنا فرض ہے یہ دوسری بات ہے قدمبوسی کو سجدہ سمجھ کر منع کرنا وہی گمانِ خبیث ہے اور براہِ تواضع اگر دست بوسی کو بھی منع کرے تو وُہ اس سے منع نہیں بلکہ اپنے آپ کو اس قابل نہ سمجھنا ہے،

وانما الاعمال بالنیات وانما لکل امریٔ ما نوی[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

اعمال کا مدار انسانی ارادوں پر ہے، اور ہر آدمی کے لئے وہی کچھ ہے جس کا اس نے ارادہ کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۹۷ از بذلہ بارٹہ ڈاکخانہ خاص تحصیل وضلع ہوشیار پور محمد عطاء الٰہی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین دریں مسئلہ کہ عمر نے اپنے شیخ طریقت کا دست بوسی و پابوسی سے استقبال کیا۔ زید نے جو کہ اپنے آپ کو ایک عالم شخص تصور کرتا ہے فی البدیہہ کہا کہ عمر اس فعل کے ارتکاب سے مشرک ہوگیا اور اس کا نکاح بھی باطل ہوگیا، شریعتِ عزا کا اس مسئلہ میں کیا فیصلہ ہے، اگر زید کا عمر کو مشرک کہنا جائز نہیں تو زید کس عتاب کا مرتکب ہے؟

الجواب

علمائے دین ومشائخ صالحین کی دست بوسی و قدم بوسی سنت ہے کما حققناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) زید نے کہ اس بنا پر بلاوجہ مسلمان کو کافر اور اس کے نکاح کو ساقط بتایا وہ بحکم احادیث فقہ خود اس حکم کا قابل ہے از سرِ نو کلمۂ اسلام پڑھے اور اُس کے بعد اپنی عورت سے نکاحِ جدید کرے بشرطیکہ وہابی نہ ہو اور جو وہابی ہے وہ خود مرتد ہے نہ وُہ توبہ کرے نہ اس کی توبہ ہے۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ ثم لایعودون[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے پھر وہ دین کی طرف نہ لوٹیں گے۔ اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

---

[1] الصحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲
[2] المستدرک للحاکم کتاب قتال اہل البغی باب صفات الخوارج الخ دار الفکر بیروت ۲/۱۴۷

Marfat.com

مسئلہ ۱۹۸ ازپنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفرپور مسئولہ نعمت شاہ خاکی بوڑاہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سید کے لڑکے سے جب شاگرد ہو یا ملازم ہو دینی یا دنیوی خدمت لینا اور اس کو مارنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

ذلیل خدمت اس سے لینا جائز نہیں، نہ ایسی خدمت پر اُسے ملازم رکھنا جائز۔ اور جس خدمت میں ذلت نہیں اس پر ملازم رکھ سکتا ہے، بحال شاگرد بھی جہاں تک عرف اور معروف ہو شرعاً جائز ہے لے سکتا ہے اور اُسے مارنے سے مطلق احتراز کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۹ ازپنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفرپور مسئولہ نعمت شاہ خاکی بوڑاہ

کوئی لڑکا ایسا ہے کہ ماں اس کی شیخ ہے اور باپ سید، اور وہ لڑکا خدمت کرنے کے لئے اپنے کو چھپا کے شیخ کہتا ہے کہ اُستاد یا آقا کی خدمت کریں اور اُش کھائیں ہر چند منع کیا جاتا ہے لیکن وہ نہیں مانتا ہے ایسی حالت میں کیا کیا جائے اس سے خدمت لی جائے اور اس کو جھوٹا دیا جائے یا نہیں؟

الجواب

جب معلوم ہے کہ وہ سید کا بیٹا ہے اگرچہ ماں شیخ یا کوئی قوم ہے تو اس کا جواب مسئلہ ماقبل میں گزرا اس کا انکار کچھ معتبر نہیں، باقی رہا مسلمان کا جھوٹا وہ کھانا کوئی ذلت نہیں، حدیث میں اسے شفا فرمایا وہ مانگے تو اُسے اُسی نیت سے دیا جائے نہ کہ بہ نیت اوش۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۰ ازشہر بالجتی کنواں ۲۵ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وفضلائے شرع متین، جو شخص السلام علیکم کے جواب میں سلامت یا سلملیکم یا سلاماکم یا ولیکم کہے اور اس کو السلام علیکم وعلیکم السلام بتایا جائے لیکن وہ غلط کو صحیح جانے یا صحیح کی صحت میں سعی نہ کرے تو اس کو السلام علیک کرنا یا جواب دینا چاہئے یا نہ چاہئے؟

الجواب

سُنی مسلمان غیر فاسق معلن کو ابتداءً سلام کرے، وہ اگر جواب خلافِ سنت دے سمجھائے، ورنہ اس پر الزام نہیں، نہ اس کے سبب سنتِ سلام ترک کی جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

Marfat.com

مسئلہ ۲۰۱ مولوی عبداللہ صاحب بہاری مدرس مدرسہ منظر الاسلام محلہ سوداگران بریلی ۹ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وضو، وظیفہ، تلاوتِ قرآن مجید میں کوئی شخص سلام علیک کرے اس کا جواب دے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

وضو میں جواب دے اور وظیفہ وتلاوت میں جواب نہ دینے کا اختیار رکھتا ہے کہ اس حال میں اس پر سلام مکروہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

Marfat.com

داڑھی و حلق و قصر و ختنہ و حجامت

داڑھی، مونچھ، سر وغیرہ کے بالوں، ختنہ اور ناخن وغیرہ سے متعلق مسائل

مسئلہ ۲۰۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ داڑھی کترانا اور منڈانا اور چڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ درصورتِ ثانی مرتکب کا یہ عذر کہ اگر داڑھی مطابق شرع اور باطن خراب اور برا ہو اس سے بہتر ہے کہ داڑھی خلافِ شریعت اور باطن آراستہ ہو، صحیح اور دافع الزام ہے یا نہیں؟ اور اگر اس کے ساتھ داڑھی چھوڑنے اور نیچی رکھنے کی تحقیر کرے اور جو ایسا کرتے ہوں ان سے باستہزا پیش آئے اور انھیں تشبیہات و تمثیلاتِ شنیعہ سے یاد کرے تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

داڑھی حد مقرر شرع سے کم نہ کرانا واجب اور حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنّت دائمی اور اہلِ اسلام کے شعائر سے ہے اور اس کا خلاف ممنوع و حرام اور کفار کا شعار۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عشر من الفطرۃ قص الشارب واعفاء اللحیۃ

یعنی دس چیزیں سنّت قدیم انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہیں ان سے مونچھیں کم کرانا اور داڑھی

Marfat.com

الحدیث ۔ رواہ مسلم[۱]۔ | حدِ شرع تک چھوڑ دینا (اس کو مسلم نے روایت کیا ۔ ت)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالٰی شرح میں فرماتے ہیں :

حلق کردن لحیہ حرام است و روش افرنج و ہنود وجوالقیان کہ ایشاں را قلندریہ نیز گویند وگزاشتن آں بقدر قبضہ واجب ست وآں کہ آنرا سنّت گویند بمعنی طریقۂ مسلوک در دین ست یا بجہت آنکہ ثبوت آں بہ سنّت ست چنانکہ نماز عید را سنّت گفتہ اند[۲]

داڑھی منڈانا حرام ہے یہ افرنگیوں، ہندوؤں اور جوالقیوں کا طریقہ ہے جو قلندریہ بھی کہلاتے ہیں۔ اور داڑھی بمقدار ایک مٹھی چھوڑنا واجب ہے اور داڑھی کے متعلق جو کہا جاتا ہے کہ یہ سنّت ہے تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ دین میں ایک جاری طریقہ ہے یا یہ وجہ ہے کہ اس کا ثبوت سنت کے ساتھ ہے جیسا کہ نمازِ عید کو سنّت کہتے ہیں۔ (ت)

اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) ارشاد فرماتے ہیں :

خالفوا المشرکین و اوفوا اللحٰی و اعفوا الشوارب ۔ رواہ الشیخان فی صحیحھما[۳]۔

مشرکین سے مخالفت کرو داڑھیاں پُوری اور مونچھیں کم کردو (اس کو بخاری اور مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے ۔ ت)

اور بعض احادیث میں وارد مونچھیں کم کراؤ اور داڑھیاں چھوڑ دو اور مجوس کی سی شکل نہ بناؤ۔ سنت سنیہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ترک اور مشرکین و مجوس کی رسم اختیار کرنا مسلمان کامل کا کام نہیں۔ علاوہ بریں اس میں تغییر خلقت خدا بطریق ممنوع ہے اور وُہ بنص قرآن اثر اضلال شیطان اور بحکم حدیث رسالت پناہی موجب لعنتِ الٰہی ہے :

قال اللہ عزّ اسمہ حاکیا عن ابلیس و لاضلنھم و لامنینھم

اللہ تعالٰی معزز نام والے نے شیطان کی حکایت بیان کرتے ہُوئے ارشاد فرمایا ہے: میں (یعنی

---

[۱] صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۹
[۲] اشعۃ اللمعات " " باب السواک الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۱۲
[۳] صحیح البخاری کتاب اللباس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۷۵
صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ " " " ۱/۱۲۹

Marfat.com

ولاٰمرنهم فلیبتکن اٰذان الانعام ولاٰمرنهم فلیغیرن خلق الله[1] وقال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم لعن الله الواشمات والمتوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق الله متفق علیه[2]۔

شیطان) لوگوں کو ضرور گمراہ کروں گا اور انھیں امیدوں اور آرزوؤں کے سبز باغ دکھاؤں گا اور (بذریعہ وسوسہ اندازی) حکم دوں گا کہ جانوروں کے کان کاٹ ڈالیں اور انھیں کہوں گا کہ اللہ تعالٰے کی خلقت (یعنی بناوٹ) میں تبدیلی کریں۔ حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالٰی خال گودنے والی اور گدوانے والی عورتوں پر لعنت کرے۔ بال اکھاڑنے والی عورتوں پر، خوابصورتی کے لئے دانتوں میں (مصنوعی) فاصلہ بنانے والیوں پر اور بناوٹِ خداوندی میں ردّ و بدل کرنے والی عورتوں پر لعنت ہو۔ اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔ (ت)

اسی طرح داڑھی غیر جہاد میں چڑھانا ناجائز و ممنوع۔ ایسے شخصوں کی نسبت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، لوگوں کو خبر دے دو کہ محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُن سے بیزار ہیں رواہ الترمذی اور پُر ظاہر کہ داڑھی کتروانا یا منڈانا چڑھانے سے سخت تر ہے کہ اس میں فقط تغیر صفت سنت ہے اور ان میں تغییر یا اعدام اصل معہذا اگر توبہ نصیب ہو تو یہ سریع الزوال اور اُن کا ازالہ نہ ہوگا مگر بعد ایک زمانہ کے جب چڑھانے کی نسبت ایسی وعید شدید وارد، اور حضور اس کے مرتکب سے اپنی بیزاری ظاہر فرمائیں تو کترنے اور منڈانے سے کس قدر ناراض و بیزار ہوں گے اور العیاذ باللہ اس حبیب مرتجٰی و رسول مجتبٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ناراضی پر دُنیا و آخرت میں جو ثمرات بد مرتب ہیں دلِ مومن اُن سے خوب واقف ہے باقی عذر مذکور فی السوال وہ ہرگز قابلِ اعتبار نہیں بلکہ قائل کی سفاہت و ضلالت پر دال ہے اس میں شک نہیں کہ اصلاحِ باطن آرائشِ ظاہر سے اہم تر مگر اس کے ساتھ افسادِ ظاہر و ارتکابِ محرمات و ممنوعات کی کس نے اجازت دی کیا تعمیل حکم شرع و اتباع سنت شارع کہ داڑھی بڑھانے اور نیچی رکھنے میں پائی جاتی ہے آراستگی باطن میں کچھ خلل انداز ہے بلکہ وہ اپنے اس دعوے ہی میں جھوٹا ہے کہ باطن میرا آراستہ ہے اگرچہ داڑھی خلافِ شرع ہو کہ اگر فی الواقع باطن اس کا زیورِ صلاح سے مزین اور بحکم خدا و رسول منقاد ہوتا تو اتباعِ سنت چھوڑ کر شعارِ کفر و شرک و بدعت کی پیروی پسند نہ کرتا اور حکمِ شرع سن کر سر جھکاتا اپنے فعلِ شنیع پر مصر نہ ہوتا اور ایسے بیہودہ عذروں کو سپر نہ بناتا استغفر اللہ ایسے اعذار بارد موجب تحلیل

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۹

[2] صحیح البخاری کتاب اللباس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۹
صحیح مسلم " " " ۲/ ۲۰۵

Marfat.com

محرمات نہیں ہوسکتے نہ اُن سے وبال میں کچھ کمی ہو بلکہ موجب زیادت نکال ہیں کہ جب ارتکاب ممنوع کے ساتھ ندامت واعتراف بجرم لاحق ہو تو وہ باعث تخفیف عذاب اور عزم مع الترک موجب محوگناہ ہوجاتی ہے اور جب حکم شرع کے سامنے گردن نہ جھکائیں بلکہ باصرار پیش آئیں اور ایسے جھوٹے بہانوں کا دامن پکڑیں تو شامت اس کی ایک سے ہزار ہوجاتی ہے اور اگر داڑھی چھوڑنے یا نیچی رکھنے کی تحقیر اور اُن لوگوں سے کہ ایسا کرتے ہیں استہزا اور انھیں تشبیہات وتمثیلات قبیحہ سے یاد کرے گا تو قطعاً کافر ہے کہ یہ سنن سے ہے اور اس کی سنیت قطعی الثبوت، ایسی سنت کی توہین وتحقیر اور اس کے اتباع پر استہزا بالاجماع کفر کما ھو مصرح فی الکتب الفقہیۃ والکلامیۃ (جیسا کہ فقہ اور علم کلام کی کتابوں میں صراحۃً یہ مذکور ہے۔ ت) عورت اس کی نکاح سے نکل جائے گی اور بعد اس کے جو بچے ہوں گے اولادِ حرام ہوں گے اہلِ اسلام کو اُس سے معاملۂ کفار برتنا لازم، بعد مرگ اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں اور مقابرِ مسلمین میں دفن نہ کریں بلکہ جہاں تک ممکن اُس جنازۂ ناپاک کی تذلیل کریں کہ اُس نے ایسے عزت والے پیغمبر افضل المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنت کو ذلیل سمجھا العیاذ باللہ، واللہ نسئل حسن الخواتیم والعلم بالحق عند ربی ان ربی خبیر علیم (اللہ تعالٰی کی پناہ، ہم اللہ تعالٰی سے خاتمہ بالخیر کا سوال کرتے ہیں اور حق کا علم میرے پروردگار ہی کے پاس ہے، بلاشبہہ میرا پروردگار (ہر چیز سے) پوری طرح خبردار اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ ت)

مسئلہ ۲۰۳ مسئولہ حافظ محمد حسین شاگرد رشید احمد گنگوہی ۲۵ شوال ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بدھ کے دن ناخن کتروانا چاہیے یا نہیں؟ اگر نہ چاہیے تو اس کی وجہ کیا ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

نہ چاہیے، حدیث میں اس سے نہی آئی کہ معاذ اللہ مورثِ برص ہوتا ہے۔ بعض علماء رحمہم اللہ تعالٰی نے بدھ کو ناخن کتروائے، کسی نے بربنائے حدیث منع کیا، فرمایا صحیح نہ ہوئی۔ فوراً برص ہوگئی، شب کو زیارتِ جمالِ بے مثال حضور پُرنور محبوب ذی الجلال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مشرف ہوئے، شافی کافی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور اپنے حال کی شکایت عرض کی، حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے نہ سُنا تھا کہ ہم نے اس سے نہی فرمائی ہے، عرض کی حدیث میرے نزدیک صحت کو نہ پہنچی، ارشاد ہوا تمھیں اتنا کافی تھا کہ یہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمھارے کان تک پہنچی۔ یہ فرما کر حضور مبریٔ الاکمہ والابرص ومحی الموتٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (حضور اندھوں کو ٹھیک

Marfat.com

اور مُردوں کو صحت وحیات بخشنے والی ہستی پر اللہ تعالٰی کی رحمت اور سلام ہو۔ ت) نے اپنا دستِ اقدس کہ پناہِ دوجہاں و دستگیرِ بیکساں ہے اُن کے بدن پر لگایا فوراً اچھے ہوگئے اور اسی وقت سے توبہ کی کہ اب کبھی حدیث سُن کر ایسی مخالفت نہ کروں گا۔ علامہ شہاب الدین خفاجی مصری حنفی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

قص الاظفار وتقلیمها سنة وورد النهی عنه فی یوم الاربعاء وانه یورث البرص وحکی عن بعض العلماء انه فعله فنهی عنه فقال لم یثبت هذا فلحقه البرص من ساعته فرای النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی منامه فشکی الیه ما اصابه فقال له الم تسمع نهیی عنه فقال لم یصح عندی فقال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم یکفیك انه سمع ثم مسح بدنه بیده الشریفة فذهب ما به فتاب عن مخالفة ما سمع[1] اھ۔

ناخن کاٹنے سنت ہیں لیکن بدھ کے دن ایسا کرنے سے حدیث میں ممانعت وارد ہوئی ہے کیونکہ اس سے مرضِ برص (جسم پر سفید داغ) پیدا ہوتا ہے۔ بعض اہلِ علم کی حکایت ہے کہ انھوں نے بدھ کے روز ناخن کٹوائے انھیں اس سے منع کیا گیا لیکن انھوں نے فرمایا یہ حدیث ثابت نہیں، انھیں فوراً مرضِ برص لاحق ہوگیا پھر انھیں خواب میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور انھوں نے آپ سے مرضِ برص کی شکایت کی، آپ نے ان سے فرمایا کیا تم نے بدھ کے روز ناخن کٹوانے کی ممانعت نہیں سنی تھی؟ انھوں نے جواباً عرض کیا کہ ہمارے نزدیک وہ حدیث پایۂ صحت کو نہیں پہنچی تھی۔ اس پر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمھارے لئے اتنا ہی کافی ہونا چاہیے تھا کہ حدیث سُن لی تھی۔ ازاں بعد آپ نے اپنا دستِ اقدس ان کے جسم پر پھیرا تو فوراً مرض زائل ہوگیا۔ اس کے بعد عالم موصوف نے اسی وقت سماع کردہ حدیث کی مخالفت سے توبہ کی اھ (ت)

یہ بعض علماء امام علامہ ابن الحاج مکی مالکی قدس سرہ العزیز تھے علامہ طحطاوی حاشیۂ درمختار میں فرماتے ہیں:

ورد فی بعض الآثار النهی عن قص

بدھ کے روز ناخن کترنے سے بعض آثار میں نہی

---

[1] نسیم الریاض شرح الشفاء للقاضی عیاض فصل واما نظافۃ جسمہ دار الفکر بیروت ۱/۳۴۴

Marfat.com

الاظفار یوم الاربعاء فانہ یورث البرص وعن ابن الحاج صاحب المدخل انہ ھم بقص اظفارہ یوم الاربعاء فتذکر ذٰلک فترک ثم رای ان قص الاظفار سنۃ حاضرۃ ولم یصح عندہ النھی فقصھا فلحقہ ای اصابہ البرص فرای النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی النوم فقال الم تسمع نھی عن ذٰلک فقال یا رسول اللہ لم یصح عندی ذٰلک فقال یکفیک ان تسمع ثم مسح صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی بدنہ فزال البرص جمیعا قال ابن الحاج رحمہ اللہ تعالٰی فجددت مع اللہ توبۃ انی لا اخالف ما سمعت عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابدا۔[1] واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم بالصواب فقط

وارد ہوئی ہے کیونکہ یہ عمل باعثِ مرضِ برص ہے ابن الحاج صاحبِ مدخل سے مروی ہے کہ انھوں نے بدھ کے دن اسی نہی کے پیشِ نظر ناخن نہ کاٹے پھر خیال آیا کہ ناخن کاٹنے کا عمل تو سنت ہے اور نہی والی روایت صحیح نہیں، چنانچہ اسی خیال کے ساتھ ناخن کاٹ ڈالے اور انھیں مرضِ برص لاحق ہوگیا، پھر خواب میں آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، آپ نے فرمایا کیا تم نے ممانعت نہیں سنی تھی؟ انھوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیک وسلم! میرے نزدیک یہ حدیث صحیح نہ تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا تمھارے لئے میرے نام کی نسبت سے سُننا ہی کافی تھا (یعنی کافی ہونا چاہئے تھا) پھر آپ نے ان کے جسم پر ہاتھ پھیرا تو مرضِ برص سے شفا ہوگئی اور مرض مکمل طور پر زائل ہوگیا۔ ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پھر میں نے اللہ تعالٰی کے حضور نئے سرے سے توبہ کی کہ اب میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی نسبت اور حوالے سے جو کچھ بھی سُنوں گا اس کی مخالفت کبھی نہیں کروں گا۔ اللہ تعالٰی پاک وبلند وبالا ہے اور راہِ صواب کو خوب جانتا ہے فقط۔ (ت)

مسئلہ ۲۰۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سَر کے بال جو تالُو پر سے کھلوادئے جاتے ہیں آیا درست ہے ان کا منڈوانا یا نہیں؟

دوسرے یہ کہ سر کے بال کتروانا اور ایک انگشت کے قریب رکھنا یا یہ کہ اگلی جانب کے کچھ بڑے اور پیچھے کی جانب سے چھوٹے کترتے ہوں، جو حکم شرع مطہرہ کا اس بارے میں ہو بیان فرمائیں

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار المعرفۃ بیروت ۴/۲۰۲

Marfat.com

اللہ تعالیٰ اجر دے گا۔ فقط۔

الجواب

تالو کے بال منڈانا جس طرح یہاں کے لوگوں کی عادت ہے بشرطیکہ پیشانی کے بال باقی رکھے جائیں جسے پان بنوانا کہتے ہیں جائز ہے مگر اولیٰ نہیں، ہاں متفرق مواضع سے قطعے قطعے منڈوانا جیساکہ بعض لوگ کرتے ہیں، بیچ سر منڈوادیا آس پاس کے بال چھوڑ دئے اور کنپٹیوں پر بربریاں رکھیں آس پاس منڈوادئے اور گدی پر ایک قطعہ بالوں کا چھوڑا دہنے بائیں حلق کئے اسے عربی میں قزع کہتے ہیں اور وہ ممنوع ہے، بالوں کی نسبت شرع مطہر میں صرف دو طریقے آئے ہیں :

ایک یہ کہ سارے سر پر رکھیں اور مانگ نکالیں، یہ خاص سنت حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ہے، حج وحجامت یعنی پچھنوں کی ضرورت کے سوا حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حلق شعر ثابت نہیں، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دس سال مدینہ میں قیام فرمایا اس مدت میں صرف تین بار یعنی سال حدیبیہ وعمرۃ القضاء وحجۃ الوداع میں حلق فرمایا علی ما نقلہ علی القاری فی جمع الوسائل[1] عن بعض شراح المصابیح (جیساکہ ملا علی قاری نے مصابیح کے بعض شارحین سے جمع الوسائل میں نقل کیا ہے۔ ت)

دوسرے یہ کہ سارا سر منڈائیں، یہ حضرت سیدنا مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کی عادت تھی وہ جناب بخوفِ جنابت کہ مبادا نہانے میں کوئی بال پانی بہنے سے باقی نہ رہ جائے حلق فرمایا کرتے ان کے سوا جتنے طریقے ہیں سب خلافِ سنت، اور یہ نئی نئی تراشیں مثلاً ایک ایک انگل کے بال رکھنا جب اس سے بڑھیں کتروا دینا یا آگے سے بڑے پیچھے سے کترے ہوئے، یا وسط سر تالو سے پیشانی تک کُھلوا دینا یا گُدّی کے بال مُنڈانا یا پیشانی سے گدی تک سڑک نکالنا یا مُنڈے سر خواہ بالوں کی حالت میں یعنی چوڑی قلمیں بڑھا کر رخساروں پر جُھکانا یا داڑھی میں ملادینا، یہ باتیں مخالف سنت وخلاف وضع صلحائے مسلمین ہونے کے علاوہ ان میں اکثر اقوام کفار کی ایجاد ہیں جن کی مشابہت سے مسلمانوں کو بچنا چاہئے۔

ردالمحتار میں ہے :

فی الروضۃ للزندویسی ان السنۃ فی شعر الراس اما الفرق او

امام زندویسی کی روضہ میں ہے کہ سنت یہ ہے کہ سر کے بال رکھے جائیں اور ان میں مانگ

---

[1] جمع الوسائل فی شرح الشمائل باب ماجاء فی شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۸۲

Marfat.com

الحلق وذکر الطحاوی ان الحلق سنۃ و نسب ذٰلک الی العلماء الثلثۃ و فی الذخیرۃ ولا باس ان یحلق وسط راسہ ویرسل شعرہ من غیر ان یفتلہ وان فتلہ فذٰلک مکروہ لانہ یصیر مشبھا ببعض الکفرۃ و المجوس فی دیارنا یرسلون الشعر من غیر فتل ولکن لا یحلقون وسط الراس بل یجزون الناصیۃ، تاترخانیۃ۔[1]

نکالی جائے یا بال منڈوا دئے جائیں اور سر بالکل صاف کرا دیا جائے۔ امام طحاوی نے بیان فرمایا ہے کہ سر منڈوانا سنت ہے اور یہ بات ائمہ ثلاثہ کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ اور ذخیرہ میں یوں مذکور ہے اس میں کوئی حرج نہیں کہ سر کے درمیانی حصہ کو مونڈ ڈالا جائے اور بالوں کو بغیر بٹنے کے کھلا چھوڑ دیا جائے اور اگر انھیں کھلا نہ چھوڑے اور بٹنے والا عمل کرے تو یہ مکروہ ہے کیونکہ اس طرح کرنے سے بعض کافروں اور آتش پرستوں سے مشابہت ہو جاتی ہے البتہ وہ سر کے درمیانی حصے کو مونڈتے نہیں بلکہ پیشانی والے بالوں کو کاٹ ڈالتے ہیں۔ تاترخانیہ۔ (ت)

عالمگیری میں ہے:

یکرہ القزع وھو ان یحلق البعض فیترک البعض قطعا مقدار ثلثۃ اصابع کذا فی الغرائب۔[2]

"قزع" مکروہ ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ سر کے بعض بال مونڈ ڈالے جائیں اور بعض بال بمقدار تین انگشت چھوڑ دئے جائیں۔ اسی طرح الغرائب میں مذکور ہے۔ (ت)

مجمع البحار میں ہے:

منہ ح نھی عن القزع ھو ان یحلق راس الصبی ویترک منہ مواضع متفرقۃ تشبیھا بقزع السحاب ط اجمعوا علی کراھتہ اذا کان فی مواضع متفرقۃ الا ان یکون لمداواۃ لانہ من عادۃ الکفرۃ ولقباحتہ صورۃ۔[3]

منہ ح، قزع سے منع کیا گیا ہے اور اس کی صورت یہ ہے بچوں کے سروں کے کچھ بال مونڈ ڈالے جائیں اور کچھ بال بادلوں کی ٹکڑیوں کی مانند چھوڑ دیے جائیں، ائمہ کرام اس کی کراہت پر متفق ہیں جبکہ مختلف جگہوں سے اس طرح کیا جائے البتہ برائے علاج ایسا کرنا مستثنیٰ ہے۔ ممانعت اس وجہ سے ہے کہ یہ کافروں کا معمول ہے اور صورۃً اس کی قباحت کی وجہ سے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۶۱
[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۷
[3] مجمع بحار الانوار باب القاف مع الزای مکتبہ دار الایمان مدینہ منورہ ۴/۲۶۱

Marfat.com

اشعۃ اللمعات میں زیر حدیث صحیحین:

عن نافع عن ابن عمر قال سمعت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی عن القزع قیل لنافع ما القزع قال یحلق بعض راس الصبی ویترک البعض۔

بحوالہ حضرت نافع، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضور علیہ السلام سے سُنا کہ آپ نے قزع سے منع فرمایا، حضرت نافع سے پوچھا گیا کہ قزع کیا ہوتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا قزع یہ ہے کہ بچّہ کے سر کے کچھ بال مونڈ دیئے جائیں اور کچھ رہنے دیئے جائیں۔ (ت)

تحریر فرمایا:

گفتہ اند قزع حلق راس است از مواضع متفرقہ آں، واگرچہ ظاہر عبارت کہ در تفسیرے واقع شدہ مطلق است ولیکن شراح ہمہ تصریح کردہ اند بایں قید و در روایات فقہیہ نیز ہمچنیں آمدہ است[1]

کہتے ہیں کہ "قزع" سر کے بالوں کو مختلف مقامات سے مونڈ ڈالنا ہوتا ہے اگرچہ بظاہر وہ عبارت جو تفسیر "قزع" میں واقع ہوئی ہے وہ مطلق ہے لیکن تمام شارحین نے اس قید کا صراحتًا ذکر کیا ہے (قید یہ ہے کہ سر کے مختلف حصے مونڈ دیئے جائیں) اور فقہی روایات میں بھی یونہی آیا ہے۔ (ت)

شرح شمائل شریف میں ہے:

لم یر وتقصیر الشعر منہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا مرۃ واحدۃ[2] الخ۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے بال کترنے صرف ایک ہی مرتبہ مروی ہیں (ت)

عالمگیری میں ہے:

عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی یکرہ ان یحلق قفاہ الا عند الحجامۃ کذا فی

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے مروی ہے کہ گدی کے بال مونڈنا مکروہ ہیں مگر پچھنے لگوانے کی صورت میں جائز ہیں۔ یونہی الینابیع

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس باب الترجل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۷۱

[2] جمع الوسائل فی شرح الشمائل باب ماجاء فی شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۸۱

Marfat.com

الینابیع[1]

میں مذکور ہے۔ (ت)

عین العلم میں ہے:

یکرہ الزیادۃ فی العارضین باھ سال الصدع المتجاوزۃ عن عظمھا[2] اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم۔

رخساروں پر بالوں کو بڑھانا کنپٹیوں کے بال چھوڑتے ہوئے جو ان کی ہڈیوں سے متجاوز ہوں مکروہ ہے اھ ملخصًا۔ اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے اور اس بڑی شان والے کا علم سب سے زیادہ ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۰۵ تا ۲۰۸

الحمد للہ الذی انبت الشعر علٰی رؤسنا یزید فی الخلق مایشاء والصلوۃ والسلام علٰی بھجۃ نفوسنا واٰلہ وصحبہ الٰی یوم الخیراء۔

سب تعریف اس خدائے بزرگ و برتر کے لئے ہے جس نے ہمارے سروں پر بال اگائے اور وہ جو چاہے خلق میں اضافہ کرتا ہے اور درود وسلام ہو اس محبوب ذات پر جو ہماری جانوں کی رونق ہے اور ان کی اولاد اور ساتھیوں پر حسرتوں والے دن یعنی قیامت تک درود وسلام ہو۔ (ت)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ریش ایک مشت سے زیادہ رکھنا سنّت ہے یا مکروہ؟

(۲) اور فخرِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے ریش مبارک اپنی کو کبھی زیادہ ایک مشت سے ترشوایا ہے یا نہیں؟

(۳) اور دیگر سوال یہ ہے کہ زید کہتا ہے کہ سیّد الموجودات صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ریش مبارک ایک مشت سے زیادہ کبھی نہ ہوئی یعنی پیدائشی آپ کی ایک ہی مُشت تھی۔

(۴) اور حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی زیادہ ایک مشت سے تھی یا ایک ہی مشت؟

بیّنوا توجروا (بیان کرو اور اجر پاؤ۔ ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۷

[2] عین العلم الباب السابع مطبع اسلامیہ لاہور ص ۱۳۵

Marfat.com

الجواب

جواب سوالِ اوّل: ریش ایک مشت یعنی چار انگل تک رکھنا واجب ہے اس سے کمی ناجائز۔

شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے:

گذاشتن آں بقدر قبضہ واجب ست وآنکہ آنرا سنّت گویند بمعنی طریقہ مسلوک دین ست یا بجہت آنکہ ثبوت آں بسنّت ست، چنانکہ نمازِ عید را سنّت گفتہ اند[1]

داڑھی بمقدار ایک مشت رکھنا واجب ہے۔ اور جو اسے سنّت قرار دیتے ہیں وہ اس معنی میں ہے کہ یہ دین میں آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا جاری کردہ طریقہ ہے یا اس وجہ سے کہ اس کا ثبوت سنّتِ نبوی سے ہے جیسا کہ نمازِ عید کو سنّت کہا جاتا ہے حالانکہ وہ واجب ہے۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

الاخذ منھا وھی دون ذٰلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال[2]

داڑھی تراشنا یا کترنا کہ وہ مشت کی مقدار سے کم ہوجائے ناجائز ہے جیسا کہ بعض مغربیت زدہ لوگ اور ہیجڑے کرتے ہیں (ت)

غرض لحیہ سے کچھ لینا بھی اسی حالت سے مشروط ہے جبکہ طول میں حدِ شرعی تک پہنچ جائے،

فی الھندیۃ من الملتقط لاباس اذا طالت لحیتہ طولا وعرضا لکنہ مقید بما اذا زاد علی القبضۃ[3]

فتاوٰی ہندیہ میں بحوالہ "الملتقط" منقول ہے کہ جب داڑھی طول اور عرض میں بڑھ جائے تو ایک مشت مقدار سے زائد کو کاٹ دینے میں کوئی حرج نہیں۔ (ت)

اور پُرظاہر کہ مقدار ٹھوڑی کے نیچے سے لی جائے گی یعنی چھوٹے ہوئے بال اس قدر ہوں، وہ جو بعض بیباک جہال لبِ زیریں کے نیچے سے ہاتھ رکھ کر چار انگل ناپتے ہیں کہ ٹھوڑی سے نیچے ایک ہی انگل رہے یہ محض جہالت اور شرعِ مطہر میں بیباکی ہے غرض اس قدر میں تو علمائے سنّت کا اتفاق ہے، اس سے زائد اگر طول فاحش حدِ اعتدال سے خارج بے موقع بدنما ہو تو بلاشبہہ خلافِ سنّت ومکروہ کہ

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ کتاب الطہارۃ باب السواک مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۱۲

[2] فتح القدیر باب الصیام باب مایوجب القضاۃ والکفارۃ " " " ۲/۲۷۰

[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۸

Marfat.com

صورت بدنما بنانا اپنے منہ پر دروازۂ طعن مسخریہ کھولنا مسلمانوں کو استہزاء وغیبت کی آفت میں ڈالنا ہرگز مرضیِ شرع مطہر نہیں، نہ معاذ اللہ زنہار کہ ریش اقدس حضور پرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم عیاذًا باللہ کبھی حدِ بدنمائی تک پہنچی، سنت ہونا اس کا معقول نہیں۔

وان ذهب بعض العلماء من غير اصحابنا الى اعفاء اللحى جملة واحدة وكراهته اخذ شئ منها مطلقا وهو الذى اختارہ الامام الاجل النووى والعجب من ابن ملك حيث تابعه على ذلك مستدركا به على قول نفسه ان الاخذ من اطراف اللحية طولها وعرضها للتناسب حسن كما نقل عنه المولى على القارى فى كتاب الطهارۃ من المرقاۃ[1] والعجب انه ايضا سكت عليه ھھنا مع انه خلاف ما عليه ائمتنا الكرام كما ترى۔

اگرچہ ہمارے اصحابِ علم کے سوا کچھ دوسرے علماء کا خیال ہے کہ داڑھی کو یک لخت مجموعی طور پر بڑھنے دیا جائے اور محدود نہ کیا جائے، وہ داڑھی کو تراشنے کے حق میں مطلقًا نہیں اور وہ تراشنے کو مکروہ خیال کرتے ہیں۔ جلیل القدر امام نووی نے اسی چیز کو پسند کیا ہے لیکن ابن ملک پر تعجب ہے کہ اس نے اس مسئلہ میں امام نووی کی متابعت کرتے ہوئے اپنے قول پر استدراک کیا کہ داڑھی کی اطرافِ طول وعرض سے تناسب قائم رکھنے کے لئے کچھ تراش خراش کرنا مستحسن یعنی اچھا ہے جیسا کہ اس سے محدث ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوۃ کی بحثِ طہارت میں نقل کیا ہے اور ان پر بھی تعجب ہے کہ وہ یہاں خاموش رہے حالانکہ یہ اس کے خلاف ہے جس پر ہمارے ائمہ کرام قائم ہیں جیسا کہ تم دیکھتے ہو۔ (ت)

ولہذا حدیث میں آیا حضورِ والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

من سعادۃ المرء خفة لحيته[2] اخرجه الطبرانى فى الكبير وابن عدى فى الكامل عن ابن عباس رضى الله تعالٰى عنهما۔

آدمی کی سعادت سے ہے داڑھی کا ہلکا ہونا یعنی یہ کہ بحد دراز نہ ہو۔ (امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں اور ابن عدی نے الکامل میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالہ سے تخریج فرمائی۔ ت)

---

[1] مرقاۃ المفاتیح کتاب الطہارۃ باب السواک الفصل الاول المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۹۱

[2] المعجم الکبیر حدیث ۱۲۹۲۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۲/ ۲۱۱

الکامل لابن عدی ترجمہ یوسف بن فرق بن لمازۃ قاضی الاھواز دار الفکر بیروت ۷/ ۲۶۲۴، ۲۶۲۵

Marfat.com

علامہ خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:

المراد من ذلك عدم طولها جداً الماورد في ذمه[1]۔

یقیناً اس سے مراد غیر طویل ہے کیونکہ اس کی مذمت میں حدیث وارد ہوئی ہے۔ (ت)

امام حجۃ الاسلام غزالی احیاء العلوم پھر مولانا علی قاری مرقاۃ میں فرماتے ہیں:

قد اختلفوا فيما طال من اللحية فقيل ان قبض الرجل على لحيته واخذ ما تحت القبضة فلا باس به، وقد فعله ابن عمر وجماعة من التابعين واستحسنه الشعبي و ابن سيرين وكرهه الحسن وقتادة ومن تبعهما وقالوا تركها عافية احب لقوله عليه الصلوٰة والسلام اعفوا اللحى لكن الظاهر هو القول الاول فان الطول المفرط يشوه الخلقة ويطلق السنة المغتابين بالنسبة اليه فلا باس للاحتراز عنه على هذه النية قال النخعي عجبت لرجل عاقل طويل اللحية كيف لا ياخذ من لحيته فيجعلها بين لحيتين اى طويل وقصير فان التوسط من كل شئ احسن ومنه قيل خير الامور اوسطها ومن ثم قيل كلما طالت اللحية نقص العقل[2]۔

بے شک داڑھی کے دراز حصہ میں (یعنی اس کی درازی کے بارے میں) اہلِ علم نے اختلاف کیا ہے پس یہ کہا گیا ہے کہ اگر کوئی مرد اپنی مشت بھر داڑھی کو پکڑ کر مشت سے زائد بالوں کو کاٹ ڈالے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرات تابعین کے ایک گروہ نے اس طرح کیا تھا اور امام شعبی اور محمد بن سیرین نے اس کو اچھا سمجھا البتہ حضرت حسن بصری اور امام قتادہ اور ان کے ہمنوا لوگوں نے اس کو مکروہ کہا اور انھوں نے فرمایا کہ اسے بڑھتے ہوئے چھوڑ دینا زیادہ مناسب اور پسندیدہ بات ہے۔ حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ داڑھیاں بڑھاؤ۔ لیکن ظاہر وہی پہلی بات ہے کیونکہ فحش درازی صورت کو بدنما بنا دے گی اور اس کی نسبت (لوگوں کی) زبانیں دراز ہو جائیں گی، پھر اس نیت سے اس سے بچنے میں کوئی حرج نہیں، پھر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ اگر کوئی عقلمند آدمی لمبی داڑھی والا ہو یعنی اس کی داڑھی زیادہ لمبی ہونے لگے تو وہ کیونکر داڑھی نہ تراشے گا، پھر وہ لمبی اور چھوٹی دو قسم کی داڑھیوں کے

---

[1] نسیم الریاض الباب الثانی فصل الثالث ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان ۱/ ۳۳۱

[2] مرقاۃ المفاتیح کتاب اللباس باب الترجل الفصل الثانی المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۲۲۳

Marfat.com

درمیان کردے گا اس لئے کہ ہر چیز میں میانہ روی اچھی ہوتی ہے۔ اسی لئے فرمایا گیا کہ بہترین کام درمیانہ ہوتا ہے اور اسی وجہ سے یہ بھی کہا گیا کہ جب بھی داڑھی لمبی ہو تو عقل کم ہوگی (ت)

ردالمحتار میں ہے:

اشتھر ان طول اللحیۃ دلیل علی خفۃ العقل[1]

مشہور ہے کہ لمبی داڑھی بے وقوف ہونے کی علامت ہے۔ (ت)

اور اگر حد سے زائد نہ ہو تو بعض ائمہ سلف رضی اللہ تعالٰی عنہم سے منقول امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ریش مبارک کما نص علیہ الامام ابن حجر فی الاصابۃ وکذلک نقل الفاضل ابن عبد اللہ الشافعی نزیل المدینۃ الطیبۃ فی کتابہ الاکتفاء فی فضل الاربعۃ الخلفاء عن الامام البغوی (جیسا کہ امام ابن حجر نے "الاصابہ" میں تصریح فرمائی ہے اور اسی طرح امام بغوی کے حوالہ سے فاضل بن عبداللہ شافعی، جو مدینہ طیبہ کے باسی ہیں، نے اپنی کتاب "الاکتفاء فی فضل الاربعۃ الخلفاء" میں نقل کیا ہے۔ ت)

امام موفق الدین ابن قدامہ حنبلی قدس سرہ الشریف فرماتے ہیں:

کان شیخنا شیخ الاسلام محی الدین ابو محمد عبد القادر الجیلی نحیف البدن ربع القامۃ عریض الصدر عریض اللحیۃ طویلھا الخ۔ اخرجہ الامام الثقۃ الفقیہ امام القراء سیدی ابو الحسن نور الدین علی الشطنوفی قدس سرہ فی بھجۃ الاسرار[2]

ہمارے مرشد حضور شیخ الاسلام محی الدین ابو محمد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بدن مبارک دُبلا تھا اور قامت شریف میانہ، سینہ مقدس چوڑا ریش منور پہن و دراز الخ۔ (مستند امام، علم فقہ کے ماہر، قاریوں کے پیشوا سیدی ابوالحسن نورالدین علی شطنوفی قدس سرہٗ نے بہجۃ الاسرار میں اس کی تخریج فرمائی ہے۔ ت)

شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:

عادت سلف دریں باب مختلف بود آوردہ اند کہ لحیۂ امیر المومنین علی پُر می کرد۔ سینہ اُورا

اسلاف کی عادت اس بارے میں مختلف تھی چنانچہ منقول ہے کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۶۱

[2] بہجۃ الاسرار نسبہ وصفتہ رضی اللہ عنہ مصطفٰی البابی مصر ص ۹۰

Marfat.com

وہمچنیں عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین و نوشتہ اند کان الشیخ محی الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ طویل اللحیۃ وعریضہا[1]

کی داڑھی ان کے سینے کو بھر دیتی تھی۔ اسی طرح حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی مبارک داڑھیاں تھیں۔ اور لکھتے ہیں کہ شیخ محی الدین سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لمبی اور چوڑی داڑھی والے تھے۔ (ت)

شاید انھیں آثار کی بنا پر شیخ محقق نے شرح مشکوۃ میں فرمایا:

مشہور قدر یک مشت ست چنانکہ کمتر ازیں نباید و اگر زیادہ براں بگزارد نیز جائز ست بشرطیکہ از حد اعتدال نگزرد[2]

مشہور مقدار ایک مشت ہے پس اس مقدار سے کم نہیں ہونی چاہئے، اور اگر اس سے زیادہ چھوڑ دے تو بھی جائز ہے بشرطیکہ اعتدال برتا جائے۔ (ت)

اور مدارج میں ایک قول یہ نقل فرمایا کہ علماء و مشائخ کو ایک مشت سے زیادہ رکھنا بھی درست ہے،

حیث قال مشہور در مذہب حنفی چہار انگشت و ظاہر آنست کہ مراد آں باشد کہ کم ازیں نمی باید و لیکن در روایت آمدہ است کہ واجب ست قطع زیادہ بر آں و گفتہ اند کہ اگر علماء و مشائخ زیادہ براں بگزارند نیز درست ست[3]

جیسا کہ فرمایا مذہب حنفی میں مشہور یہ ہے کہ مقدار داڑھی چار انگشت ہو اور ظاہر یہ ہے کہ اس سے کم نہیں ہونی چاہئے، لیکن حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس سے زائد کو قطع کرنا واجب ہے۔ اور فرماتے ہیں اگر علماء اور مشائخ اس سے زائد رکھیں تو بھی جائز ہے (ت)

مگر سیدنا عبداللہ بن عمر و ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنی ریش مبارک مٹھی میں لے کر جس قدر زیادہ ہوتی کم فرمادیتے، بلکہ یہ کم فرمانا خود حضور پُرنور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ سے ماثور امام محمد کتاب الآثار میں فرماتے ہیں:

اخبرنا ابو حنیفۃ عن الھیثم عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ

ہم سے امام ابوحنیفہ نے ارشاد فرمایا ان سے ابوالہیثم نے ان سے حضرت عبداللہ ابن عمر

---

[1] مدارج النبوت باب اول بیان لحیۃ شریف مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۵
[2] اشعۃ اللمعات کتاب الطہارۃ باب السواک فصل اول " " " ۱/ ۲۱۲
[3] مدارج النبوۃ باب اول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۵

Marfat.com

عنهما انه کان یقبض علی لحیته ثم یقص ما تحت القبضۃ [1]

رضی اللہ تعالٰی عنہما نے کہ حضرت عبداللہ اپنی داڑھی مٹھی میں پکڑ کر زائد حصہ کو کتر ڈالتے تھے (ت)

ابو داؤد و نسائی مروان بن سالم سے راوی :

رأیت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما یقبض علی لحیتہ فیقطع ما زاد علی الکف [2]

میں نے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کو دیکھا کہ اپنی داڑھی مٹھی میں لے کر زائد بالوں کو کاٹ ڈالا کرتے تھے (ت)

مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ میں ہے :

کان ابو ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ یقبض علی لحیتہ ثم یأخذ ما فضل عن القبضۃ [3]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنی داڑھی کو اپنی مٹھی میں پکڑ کر مٹھی سے زائد حصہ کو کتر ڈالتے تھے (ت)

فتح القدیر میں ان آثار کو نقل کرکے فرمایا :

انہ روی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم [4]

باوجود اس کے کہ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کی گئی (ت)

ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اسی کو اختیار فرمایا اور عامہ کتب مذہب میں تصریح فرمائی کہ داڑھی میں سنّت یہی ہے کہ جب ایک مشت سے زائد ہو کم کردی جائے، بلکہ بعض اکابر نے اسے واجب فرمایا، اگرچہ ظاہر یہی ہے کہ یہاں وجوب سے مراد ثبوت ہے نہ کہ وجوب مصطلح۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی بعد روایت حدیث مذکور فرماتے ہیں :

بہ ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ [5]

ہم اسی کو لیتے ہیں اور حضرت امام ابوحنیفہ کا یہی قول ہے۔ (ت)

---

[1] کتاب الآثار باب خف الشعر من الوجہ روایۃ ۹۰۰ ادارۃ القرآن کراچی ص ۱۹۸
[2] سنن ابی داؤد کتاب الصوم باب القول عند الافطار آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۲۱
[3] المصنف ابن ابی شیبہ کتاب الحظر والاباحۃ باب ما قالوا من الاخذ من اللحیۃ ادارۃ القرآن کراچی ۸/ ۳۷۴
[4] فتح القدیر کتاب الصوم باب ما یوجب القضاء والکفارۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۲۷۰
[5] کتاب الآثار باب خف الشعر من الوجہ روایۃ ۹۰۰ ادارۃ القرآن کراچی ص ۱۹۸

Marfat.com

نہایہ سے منقول :

بہ اخذ ابو حنیفۃ وابو یوسف و محمد[1] کذا ذکر ابو الیسر فی جامعہ الصغیر۔

اسی کو حضرت امام ابو حنیفہ، قاضی ابو یوسف اور امام محمد نے اختیار کیا ہے، اسی طرح ابو الیسر نے اس کو جامع صغیر میں ذکر کیا ہے (ت)

مرقاۃ باب الترجل میں ہے :

مقدار قبضۃ علی ما ھو السنۃ والاعتدال المتعارف[2]

مقدار مشت ہی سنّت ہے اور مشہور مبنی برمیانہ روی ہے اور یہی راہِ اعتدال ہے (ت)

درمختار میں ہے :

صرح فی النہایۃ بوجوب قطع ما زاد علی القبضۃ بالضم ومقتضاہ الاثم بترکہ الا ان یحمل الوجوب علی الثبوت[3]

نہایہ میں تصریح کی گئی ہے کہ داڑھی کے جو بال مقدار مشت سے زیادہ ہوں انھیں کتر ڈالنا واجب ہے (القُبضہ میں "ق" حرکت پیش کے ساتھ ہے) اس کا مقتضٰی یہ ہے کہ اس کا ترک یعنی ایسا نہ کرنا گناہ ہے مگر یہ کہ یہاں وجوب سے ثبوت مراد لیا جائے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

1 قولہ صرح فی النہایۃ ومثلہ فی المعراج وقد نقلہ عنہا فی الفتح واقرہ قال فی النہر وسمعت من بعض اعزاء الموالی ان قول النہایۃ یحب بالحاء المہملۃ ولا باس بہ اھ قال الشیخ اسمٰعیل

مصنف کا قول "صرح فی النہایۃ" اور یونہی معراج الدرایہ میں بھی ہے، اور محقق ابن الہمام نے اسی نہایہ سے نقل کرکے اس کو برقرار رکھا ہے۔ النہر میں فرمایا میں نے (بعض موالی کی نسبت کرنے سے) سنا ہے کہ النہایہ کا یحب کہنا صرف حا بے نقطہ کے ساتھ ہے اور اس میں کچھ حرج نہیں اھ شیخ اسمٰعیل نے

---

[1] العنایۃ علی ہامش فتح القدیر کتاب الصوم باب ما یوجب القضاء الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۲۶۹
[2] مرقات المفاتیح کتاب اللباس باب الترجل الفصل الاول المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۲۱۱
[3] درمختار کتاب الصوم باب ما یفسد الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۵۲

Marfat.com

ولکنه خلاف الظاهر واستعمالهم فی مثله یستحب قوله الا ان یحمل یؤیدہ ان ما استدل صاحب النهایة لایدل علی الوجوب لما صرح به فی البحر وغیرہ ان کان یفعل لا یقتضی التکرار والدوام ولذا حذف الزیلعی لفظ یجب وقال وما زاد یقص، وفی شرح الشیخ اسمٰعیل لاباس بان یقبض علی لحیته فاذا زاد علی قبضته شیئ جزہ کما فی المنیة وهی سنة کما فی المبتغی[1]

نے فرمایا لیکن یہ ظاہر کے خلاف ہے کیونکہ لوگ اس قسم پر لفظ یستحب استعمال کرتے ہیں۔ مصنف کے قول "الا ان یحمل" سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ صاحبِ نہایہ نے جو استدلال کیا ہے وہ وجوب پر دلالت نہیں کرتا۔ چنانچہ البحرالرائق وغیرہ میں اس کی تصریح کی گئی ہے کہ اگر وہ ایسا کرتے تھے تو یہ تکرار اور دوام نہیں چاہتا اس لئے علامہ زیلعی نے اس کلمہ یجب کو حذف کر دیا اور فرمایا جو کوئی مشت سے زیادہ ہوا سے کتر ڈالے۔ اور شیخ اسمٰعیل کی شرح میں ہے کہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ آدمی اپنی داڑھی مٹھی میں پکڑے اور جو بال مٹھی سے زائد ہوں انھیں کتر دے۔ جیساکہ المنیہ میں ہے اور یہ سنت ہے جیساکہ المبتغی میں ہے۔ (ت)

مرقاۃ میں قولِ نہایہ نقل کرکے فرمایا:

قوله یجب بمعنی ینبغی او المراد به انه سنة مؤکدة قریبة الی الوجوب والا فلا یصح علی اطلاقه[2]

صاحبِ نہایہ کا یجب کہنا ینبغی کے معنی میں ہے یعنی مناسب ہے، یا اس سے ایسی سنتِ مؤکدہ مراد ہے جو وجوب کے قریب ہے ورنہ یہ علی الاطلاق صحیح نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

هو ان یقبض الرجل لحیته فما زاد منها علی قبضة قطعه کذا ذکر محمد فی کتاب الآثار عن

مرد اپنی داڑھی کو اپنی مٹھی میں لے کر زائد حصہ کو کاٹ دے۔ امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب الآثار میں امام صاحب کے حوالہ سے یہی ذکر فرمایا ہے

---

[1] ردالمحتار کتاب الصوم باب مایفسد الصوم دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۱۱۳
[2] مرقاۃ المفاتیح کتاب اللباس باب الترجل المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/۲۲۳

Marfat.com

الامام قال وبہ ناخذ محیط[1] اھ ط۔

اور مزید فرمایا ہم اسی مؤقف کے قائل ہیں محیط اھ ط (ت)

ہندیہ میں محیط امام سرخسی سے ہے:

القص سنۃ فیھا وھو ان یقبض الی اخرھا ما مر[2]

داڑھی کے زائد حصہ کو کتر دینا سنت ہے اور وہ یہ ہے کہ بقدر ایک مشت داڑھی چھوڑ کر باقی زائد کو کتر ڈالے (ت)

اختیار شرح مختار سے منقول ہے:

التقصیر فیھا سنۃ وھو ان یقبض[3] الخ۔

ایک مٹھی بھر داڑھی سے زائد بالوں کا کتر دینا سنت ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ داڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر زائد حصہ کتر ڈالا جائے الخ (ت)

اسی طرح اور کتبِ مذہب میں ہے تو ہمارے علماء کے نزدیک ایک مشت سے زائد کی سنت ہرگز ثابت نہیں بلکہ وہ زائد کے تراشنے کو سنت فرماتے ہیں، تو اس کا زیادہ بڑھانا خلافِ سنت مکروہ تنزیہی ہوگا۔ لاجرم مولانا علی قاری نے جمع الوسائل شرح شمائل ترمذی شریف میں فرمایا:

ان کان الطول الزائد بان تکون زیادۃ علی القبضۃ فغیر ممدوح شرعا[4]

اگر داڑھی زیادہ لمبی ہو یعنی ایک مشت سے زائد ہو تو ایسا ہونا شریعت میں قابلِ تعریف اور مستحسن نہیں (ت)

رہا شیخ محقق کا اُسے جائز فرمانا وہ کچھ اس کے منافی نہیں کہ خلافِ اولٰی بھی ناجائز نہیں۔ بالجملہ ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالٰی کا حاصل مسلک یہ ہے کہ ایک مشت تک بڑھانا واجب اور اس سے زائد رکھنا خلافِ افضل اور اس کا ترشوانا سنت، ہاں تھوڑی زیادت جو خط سے خط تک ہوجاتی ہے اس خلافِ اولٰی سے بالضرورۃ مستثنٰی ہونا چاہئے ورنہ کسی چیز کا تراشنا سنت ہوگا۔ ھذا ماظھرلی، واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم (یہ تحقیق مجھ پر ظاہر ہوئی۔ اور اللہ تعالٰی پاک، بلند وبالا اور بڑا عالم ہے۔ ت)

[1] ردالمحتار کتاب الحظروالاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۶۱

[2] فتاوٰی ہندیۃ " " الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۸

[3] الاختیار لتعلیل المختار کتاب الکراہیۃ فصل فی آداب ینبغی للمؤمن دارالمعرفۃ بیروت ۴/ ۱۶۷

[4] جمع الوسائل فی شرح الشمائل باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم " " ۱/ ۳۷

Marfat.com

جواب سوال دوم: جامع ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یاخذ من لحیتہ من عرضھا وطولھا۔[1] | یعنی حضور پُر نور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی ریش مبارک کے بال عرض و طول سے لیتے تھے۔

علماء فرماتے ہیں یہ اس وقت ہوتا تھا جب ریش اقدس ایک مشت سے تجاوز فرماتی، بلکہ بعض نے یہ قید نفس حدیث میں ذکر کی کما نقل عن التنویر والمفاتیح والغرائب (جیسا کہ تنویر مفاتیح اور غرائب سے نقل کیا گیا۔ ت) مرقاۃ شریف میں ہے:

قید الحدیث فی شرح الشرعۃ بقولہ اذا زاد علی قدر القبضۃ وجعلہ فی التنویر من نفس الحدیث وزاد فی الشرعۃ وکان یفعل ذٰلک فی الخمیس او الجمعۃ ولا یترکہ مدۃ طویلۃ۔[2] | حدیث میں قید "الشرعۃ" کی شرح میں اس قول سے مذکور ہے جب آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کے بال قدر مشت سے زائد ہو جاتے تو آپ زائد بالوں کو کتروا دیتے تھے، اور "تنویر" میں قید مذکور کو نفسِ حدیث قرار دیا گیا ہے، اور "الشرعۃ" میں اتنا اضافہ ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم بروز جمعہ یا جمعرات کو ایسا کرتے تھے اور زیادہ عرصہ نہیں چھوڑتے تھے۔ (ت)

ہمارے علماء کے اقوال گزرے کہ قبضہ سے زیادہ کا ترا شنا سنّت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (اور اللہ تعالٰی سب سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ ت)

جواب سوال سوم: یہ امر محض بے اصل ہے، حدیث مذکور ترمذی اس کا صریح رَد ہے کہ اگر قبضہ سے کبھی زائد نہ ہوتی تو عرض و طول سے لینا کیونکر متصور تھا، مدارج النبوۃ میں ہے:

در لحیہ شریف در طول قدرے معین در کتب بنظر نمی آید و در وظائف النبی گفتہ کہ لحیہ آن حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم | حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کی داڑھی مبارک کی کسی معین مقدار پر درازی کا ذکر مشہور کتابوں میں سے کسی ایک میں بھی نظر سے نہیں گزرا البتہ

---

[1] جامع الترمذی ابواب الآداب باب ماجاء فی الاخذ من اللحیۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۰

[2] مرقاۃ المفاتیح کتاب اللباس باب الترجل الفصل الثانی المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۲۲۳

Marfat.com

چہار انگشت بود طبعاً یعنی ہمیں مقدار بود از روئے خلقت و دراز و کم نمی شد بریں یافتہ نمی شود [1]

وظائف النبی میں کہا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ریش مبارک چار انگشت کے بقدر تھی یعنی قدرتی طور پر ہی مٹھی بھر تھی، اور گھٹتی بڑھتی نہ تھی، پس اس کا حوالہ نہیں پایا گیا (ت)

ہاں ظاہر کلماتِ مذکورہ علما یہ ہے کہ ریش انور مقدار قبضہ پر رہتی تھی جب زیادہ ہوتی کم فرما دیتے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اور شفاء شریف میں امام قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالٰی کا ارشاد کث اللحیۃ تملؤ صدرہ [2] (حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی داڑھی مبارک گنجان تھی جو سینہ مبارک پر چھائی ہوئی ہوتی تھی۔ ت) اس کے منافی نہیں جبکہ صدر سے نحر یعنی اعلائے صدر مراد ہو۔ نسیم الریاض میں زیر قول مذکور متن ہے:

مثلہ قولھم قد ملأت نحرہ و نحر الصدر اعلاہ او موضع القلادۃ منہ فمراد المصنف رحمہ اللہ تعالٰی اعلی الصدر والا لطالت وقد ثبت قصرھا [3] الخ فاحفظہ فانہ مھم واللہ تعالٰی اعلم۔

اس کی دلیل ان کا یہ قول ہے ملأت نحرہٗ یعنی اس سے ان کا نحر بھر جاتا تھا، اور سینے کا نحر اس کا بالائی حصہ ہوتا ہے یا سینے کی جگہ ہے لہذا مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی مراد سینے کا اوپر والا حصہ ہے ورنہ آپ کی مقدس داڑھی کو طویل ماننا پڑے گا جو خلافِ واقعہ ہے اور اس کا کم تر ہونا بھی ثابت ہے الخ، لہذا یہ نکتہ ذہن نشین رہنا چاہئے اس لئے کہ یہ ضروری ہے، اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

جواب سوال چہارم: ریش مبارک امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کی نسبت مدارج سے گزرا: پُر می کرد سینہ اُو را [4] (اُن کے سینے کو بھر دیتی تھی۔ ت) مگر اس میں وہی احتمال قائم کہ سینہ سے مراد سینہ کا بالائی حصّہ متصل گلو ہو تو ایک مشت سے زیادت پر دلیل نہ ہو گی

---

[1] مدارج النبوۃ باب اول بیان لحیہ شریف مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۴
[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الثانی فصل ثالث المطبعۃ الشرکۃ الصحافۃ ۱/۵۰
[3] نسیم الریاض الباب الثانی مبحث شمائلہ الشریفہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان ۱/۳۳۱
[4] مدارج النبوۃ باب اول بیان لحیہ شریف مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۵

Marfat.com

ہاں تہذیب الاسماء امام نووی سے اتنا منقول کانت کثۃ طویلۃ[1] حضرت مولٰی کی ریش مبارک گھنی دراز تھی اس سے ظاہر قبضہ پر دلالت ہے کہ قبضہ تو اصلی مقدار لحیہ شرعیہ ہے جس سے کمی جائز نہیں تو اتنی مقدار سے جب تک زائد نہ ہو طویل نہ کہیں گے، ولہذا علامہ خفاجی نے ریش اطہر انور حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے تا بسینہ ہونے کے انکار کی یہی وجہ لکھی کہ ایسا ہوتا تو ریش اقدس طویل ہوتی حالانکہ اس کا قصیر ہونا ثابت ہوا ہے اس تقدیر پر ریش مبارک امیر المومنین علی رضی اللہ تعالٰی عنہ میں وہ لفظ کہ پُرمی کرد سینہ او را (ان کے سینے کو بھر دیتی تھی۔ ت) اپنے معنی ظاہر پر محمول رہنا چاہیے اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ کی توفیق کے ساتھ کہتا ہوں۔ ت) حضرات حسنین رضی اللہ تعالٰی عنہما کا یہ فعل شاید بخیال جہاد ہو کہ بسیاری مو چشم عدو میں مورث زیادت ہیبت ہے ولہذا مجاہدین کو لبیں بڑھانے کی اجازت ہوئی حالانکہ اوروں کو بالاتفاق مکروہ،

كما على ذٰلك حمل ما عن بعض الصحابة الكرام كامير المؤمنين عثمٰن الغنى و سيّدنا الامام الحسن المجتبٰى رضى الله تعالٰى عنهما من الاختضاب بالسواد مع صحة الحديث بتحريمه لغير اهل الجهاد۔

جیسا کہ اسی پر محمول کیا گیا جو بعض صحابہ کرام سے ثابت ہوا ہے جیسے امیر المومنین سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ اور سیدنا حسن مجتبٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ بالوں کو سیاہ خضاب لگایا کرتے تھے حالانکہ غیر مجاہدین کے لئے حدیث صحیح سے اس کی حرمت ثابت ہے۔ (ت)

بنظر اطلاق ارشاد اقدس اعفوا اللحی[2] (داڑھیاں بڑھاؤ۔ ت) اُن کا اجتہاد اس طرف مودی ہوا کما ذھب الیہ الحسن البصری وغیرہ (جیسا کہ حسن بصری وغیرہ اس طرف گئے ہیں۔ ت) تو یہ آثار ہمیں اُس امر سے عدول پر باعث نہیں ہو سکتے جو ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک سنت ثابت ہوا اور حقیقتِ امر یہ کہ ہم پر اتباعِ مذہب لازم، دلائل میں نظر ائمہ مجتہدین فرما چکے واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (اور اللہ پاک و برتر ہے اور خوب جانتا ہے اور اس عظمت وشان والے کا علم کامل اور پختہ ہے۔ ت)

---

[1] تہذیب الاسماء واللغات ترجمہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ ۴۲۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۳۴۸

[2] صحیح البخاری کتاب اللباس باب اعفاء اللحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۵

Marfat.com

مسئلہ ۲۰۹ از گلگت چھاؤنی جونال مرسلہ سید محمد یوسف علی صاحب شعبان ۱۳۱۲ھ

جناب مولوی صاحب مخدوم مکرم سلامت، بعد آدابِ تسلیمات کے گزارش یہ ہے کہ براہِ مہربانی اس کا جواب بہت جلد مرحمت فرمائیے گا کیونکہ اس جگہ پر خط عرصہ سے پہنچتا ہے بوجہ برف کے جواب کے واسطے عرصہ دو ماہ کا ہونا چاہئے، بندہ کو اس وقت سوا آپ کے اور کوئی یاد نہیں آیا امیدوار ہوں کہ اکثر یہاں کے لوگ ناواقف ہیں اس سوال کا جواب دیجئے گا، فقط۔

جو شخص کہ قریب تیس ۳۰ برس کی عمر میں اسلام قبول کرے اس کی سنّت کرانا جائز ہے یا ناجائز ہے؟ فقط، زیادہ تسلیم۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر ختنہ کی طاقت رکھتا ہو تو ضرور کیا جائے، حدیث میں ہے کہ ایک صاحب خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے حضور پُر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

الق عنك شعر الكفر ثم اختتن۔ رواہ الامام احمد[۱] وابوداؤد عن عثیم بن کلیب الحضرمی الجھنی عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

زمانۂ کفر کے بال اتار پھر اپنا ختنہ کر (اس کو امام احمد اور امام ابوداؤد نے عثیم بن کلیب حضرمی جہنی سے اس نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے دادا سے روایت کی ہے۔ت)

ہاں اگر خود کر سکتا ہو تو آپ اپنے ہاتھ سے کرلے یا کوئی عورت جو اس کام کو کرسکتی ہو ممکن ہو تو اس سے نکاح کرادیا جائے وہ ختنہ کردے، اس کے بعد چاہے تو اسے چھوڑ دے یا کوئی کنیز شرعی واقف ہو تو وہ خرید دی جائے۔ اور اگر یہ تینوں صورتیں نہ ہوسکیں تو حجام ختنہ کردے[عہ] کہ ایسی ضرورت کے لئے ستر دیکھنا دکھانا منع نہیں۔ درمختار میں ہے:

ینظر الطبیب الی موضع مرضھا بوقتِ ضرورت بقدرِ ضرورت طبیب جائے مرض

عہ فتاوٰی افریقہ میں بھی یہ مسئلہ دیکھیں۔

---

[۱] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب الرجل یسلم فیؤمر بالغسل آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۵۲
مسند احمد بن حنبل حدیث ابی کلیب رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۴۱۵

Marfat.com

بقدر الضرورة اذ الضرورات تتقدر بقدرها وكذا نظر قابلة وختان[1]

(خواہ وہ جائے پردہ ہو) کو دیکھ سکتا ہے، اور قدرِ ضرورت محض اندازے سے ہوگی۔ اسی طرح دایہ اور ختنہ کرنے والے کا معاملہ ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله وختان كذا جزم به فى الهداية والخانية وغيرهما لان الختان سنة للرجال من جملة الفطرة لا يمكن تركها[2] اھ ملخصًا۔

مصنف کا ارشاد ہے وختان، اسی طرح ہدایہ اور خانیہ اور دیگر کتب میں اس پر یقین ظاہر کیا گیا ہے کیونکہ مردوں کیلئے ختنہ سنت ہے اور ان فطری کاموں میں سے ہے کہ جن کا چھوڑنا مناسب نہیں اھ ملخصًا (ت)

درمختار میں ہے:

وقيل فى ختان الكبير اذا امكنه ان يختتن نفسه فعل والا لم يفعل الا ان يمكنه النكاح او شراء الجارية و الظاهر فى الكبير انه يختتن[3]

بڑی عمر کے آدمی کے ختنے کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اگر وہ خود اپنا ختنہ کر سکے تو خود کرے ورنہ کیا ہی نہ جائے، ہاں اگر اس کے لئے نکاح کرنا یا لونڈی خریدنا ممکن ہو تو ان سے ختنہ کرائے اور ظاہر یہ ہے کہ بالغ آدمی کا بھی ختنہ کیا جائے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

الختان مطلق يشمل ختان الكبير و الصغير وهكذا اطلقه فى النهاية كما قدمناه واقره الشراح والظاهر ترجيحه ولذا عبرهنا عن التفصيل بقيل[4]

ختنہ کرنا مطلق بلا قید ذکر کیا ہے لہذا یہ بڑے اور چھوٹے دونوں کو شامل ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے اور شارحین نے اس کو برقرار رکھا ہے لہذا بظاہر یہی راجح ہے اس لئے یہاں لفظ قیل سے تفصیل کی تعبیر فرمائی گئی۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب النظر والمس مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۲

[2] ردالمحتار " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۳۷

[3] درمختار " " باب الاستبراء مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۴

[4] ردالمحتار " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۴۵

Marfat.com

ہندیہ میں ہے :

ذکر الکرخی فی الجامع الصغیر و یختنہ الحمامی کذا فی الفتاوی العتابیۃ [1]

امام کرخی نے جامع صغیر میں فرمایا کہ بالغ آدمی کا ختنہ حمام والا کرے ۔ یونہی فتاوی عتابیہ میں مذکور ہے (ت)

خلاصہ میں ہے :

الشیخ الضعیف اذا اسلم ولا یطیق الختان ان قال اھل البصر لا یطیق یترك [2] الخ ۔ واللہ تعالٰی اعلم ۔

بہت بوڑھا شخص اگر اسلام قبول کرے اور بوجہ ضعف و کمزوری ختنہ نہ کر سکے یا نہ کرا سکے تو چند اہلِ بصیرت حضرات سے رائے لی جائے اگر وہ کہیں کہ واقعی یہ شخص ختنہ کی طاقت نہیں رکھتا تو اسے بلا ختنہ ہی رہنے دیا جائے اور اس کا ختنہ نہ کیا جائے الخ اور اللہ تعالٰی سب کچھ جانتا ہے ۔ (ت)

مسئلہ ۲۱۰ تا ۲۱۲ از گوالیار محکمہ ڈاک مرسلہ مولوی نور الدین احمد صاحب ۳ ذی القعدہ ۱۳۱۲ھ

مخدوم متاع نیاز مندانہ ، آداب نیاز کے بعد عرض پرداز مسائل ذیل کے جواب عنایت فرمائے جائیں :

(۱) داڑھی کا ارسال تا بہ یکمشت تو معلوم ہے مگر اس کے حدود کہاں تک ہیں یعنی چہرہ پر کل بال خواہ آنکھوں تک کیوں نہ ہوں داخلِ ریش ہیں یا کہاں تک ، اور خط بنوانے میں کہاں تک احتیاط مناسب ہے ؟

(۲) نیچے کے ہونٹ کے نیچے جو وسط میں ذرا سے بال چھوڑ کر اِدھر اُدھر منڈواتے ہیں جیسے اس شکل میں 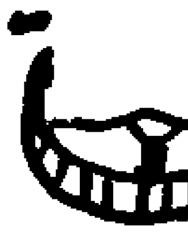 اس کا منڈوانا درست ہے یا کچھ نہ منڈوائے خواہ لبِ زیریں کے نیچے سب بال ہی بال ہوں اور سوا منہ کے کوئی جگہ نہ بچی ہو ۔

(۳) بال سر کے چھوڑنا تا بگوش خواہ دوش تک یا سارے سر کے حجامت کرانا تو معلوم ہے لیکن چھوٹے چھوٹے بال بقدر تین چار حجامتوں کے رکھنا جیسا کہ آج کل شائع ہے اور پھر گردن پر سے ان کی درستی اور گردن کی صفائی یہ کہاں تک جائز ہے ؟ زیادہ نیاز ۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۷

[2] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/۳۴۰

Marfat.com

الجواب

جواب سوال اوّل: داڑھی قلموں کے نیچے سے کنپٹیوں، جبڑوں، ٹھوڑی پر جمتی ہے اور عرضاً اُس کا بالائی حصّہ کانوں اور گالوں کے بیچ میں ہوتا ہے جس طرح بعض لوگوں کے کانوں پر رونگٹے ہوتے ہیں وہ داڑھی سے خارج ہیں، یوں ہی گالوں پر جو خفیف بال کسی کے کم کسی کے آنکھوں تک نکلتے ہیں وہ بھی داڑھی میں داخل نہیں، یہ بال قدرتی طور پر موئے ریش سے جُدا و ممتاز ہوتے ہیں اُس کا مسلسل راستہ جو قلموں کے نیچے سے ایک مخروطی شکل پر جانبِ ذقن جاتا ہے یہ بال اس راہ سے جدا ہوتے ہیں، نہ ان میں موئے محاسن کے مثل قوتِ نامیہ، ان کے صاف کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ بسا اوقات ان کی پرورش باعثِ تشویہ خلق و تقبیح صورت ہوتی ہے جو شرعاً ہرگز پسندیدہ نہیں۔ غرائب میں ہے:

كان ابن عمر رضي الله تعالٰى عنهما يقول للحلاق بلغ العظمين فانهما منتهى اللحية يعني حدها ولذلك سميت لحية لان حدها اللحى[1]

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما حجام سے فرمایا کرتے تھے کہ دو ہڈیوں تک پہنچ جا، کیونکہ وہ دونوں داڑھی کی حدود یعنی آخری حصہ ہیں اسی لئے داڑھی کو "لحیہ" کہا گیا ہے کیونکہ اس کی حدود جبڑے (اللحی) تک ہیں (ت)

عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری باب تقلیم الاظفار میں تعریف علامہ ابن حجر ھی اسم لما نبت علی الخدین والذقن (داڑھی دراصل ان بالوں کا نام ہے جو دو رخساروں اور ٹھوڑی پر اُگتے ہیں۔ ت) کو موہم پاکر اس پر اعتراض فرمایا:

قلت علی الخدین لیس بشیئ ولو قال علی العارضین لکان صوابا اھ[2]۔

یعنی میں ابن حجر کہتا ہوں کہ علی الخدین (دونوں رخساروں پر) کہنا ٹھیک نہیں البتہ علی العارضین (دونوں گالوں پر) کہتے تو ٹھیک ہوتا اھ (ت)

فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

لا بأس باخذ الحاجبین وشعر وجهه

دو ابروؤں اور چہرے کے بالوں کو کاٹنے میں

---

[1] غرائب

[2] عمدۃ القاری شرح بخاری کتاب اللباس باب تقلیم الاظفار محمد امین دمج بیروت ۲۲/ ۴۶

Marfat.com

مالم یتشبه بالمخنث کذا فی الینابیع[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کوئی حرج نہیں بشرطیکہ ہجڑوں سے مشابہت پیدا نہ ہو۔ اسی طرح ینابیع میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

جواب سوال دوم: یہ بال بداہۃً سلسلۂ ریش میں واقع ہیں کہ اُس سے کسی طرح امتیاز نہیں رکھتے تو انھیں داڑھی سے جدا ٹھہرانے کی کوئی وجہ وجیہ نہیں، وسط میں جو بال ذرا سے چھوڑے جاتے ہیں جنھیں عربی میں عنفقہ اور ہندی میں بچّی کہتے ہیں داخلِ ریش ہیں کما نص علیہ الامام العینی وعنہ نقل فی السیرۃ الشامیۃ (جیساکہ امام بدرالدین عینی نے اس کی تصریح فرمائی اور ان سے سیرت شامیہ میں نقل کیا گیا۔ ت) ولہذا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہوا کہ جو کوئی اُنھیں منڈاتا اس کی گواہی رَد فرماتے کما ذکرہ الشیخ المحدث فی مدارج النبوۃ (جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں ذکر فرمایا۔ ت) تو یہ میں یہ دونوں طرف کے بال جنھیں عربی میں فنیکین، ہندی میں کوٹھے کہتے ہیں کیونکر داڑھی سے خارج ہو سکتے ہیں، داڑھی کے باب میں حکمِ احکم حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعفوا اللحٰی واوفروا اللحٰی[2] (داڑھیاں بڑھاؤ اور زیادہ کرو۔ ت) ہے تو اسکے کسی جُز کا مونڈنا جائز نہیں، لاجرم علماء نے تصریح فرمائی کہ کوٹھوں کا نتف یعنی اُکھیڑنا بدعت ہے، امیر المومنین عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایسے شخص کی گواہی رَد فرمائی۔ غرائب میں ہے:

نتف الفنیکین بدعۃ وھو جنبا العنفقۃ وھی شعر الشفۃ السفلٰی[3] وشھد رجل عند عمر بن عبدالعزیز وکان ینتف فنیکیہ فرد شھادتہ[4] اھ وعنھا نقل فی الھندیۃ الخ

دونوں کوٹھوں کو اکھاڑنا بدعت ہے اور وہ عنفقہ (بچّی) کے دونوں جانب بال ہیں اور عنفقہ لب زیریں کے بال ہیں۔ ایک شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی عدالت میں (کسی معاملے میں) گواہی دی اور وہ شخص دونوں

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۸
[2] صحیح البخاری کتاب اللباس باب اعفاء اللحٰی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۷۵
[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۸
[4] غرائب

Marfat.com

قوله السفلیٰ وظاھر ان الاثرفی ذٰلك لخصوص النتف ففی معناہ الحلق و انما وقع التعبیر بہ نظرا الی ما کانوا تعودوہ کما فی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتنتفوا الشیب[1] وقول الفقہاء یکرہ نتف الشیب مع کراھۃ قصہ ایضا لشمول العلۃ وبہ تبین ان ما وقع فی المدارج الشریفۃ من ان فی حلق العنفقۃ وترکہا خلافا والافضل ترکہا اما حلق طرفیہا فلاباس بہ[2] اھ معربا محل تامل حیث افادہ بظاھرہ کراھۃ التنزیہ وبمقابلتہ بافضلیۃ الترك الاباحۃ الخالصۃ مع ان العنفقۃ وطرفیہا جمیعا من اجزاء اللحیۃ وھی واجبۃ الاعفاء فلا ینبغی الاقدام علٰی ذٰلك مالم یثبت من حدیث صحیح او نص من امام المذھب صریح فلیتأمل۔

کوٹھوں کے بال اکھاڑنے والا تھا، آپ نے اس کی گواہی رَد کر دی۔ فتاوٰی غرائب سے فتاوٰی عالمگیری میں اس کا قول "السفلیٰ" تک نقل کیا گیا۔ اور ظاہر یہ ہے کہ اس میں اکھاڑنے کی خصوصیت کا کوئی اثر نہیں پس اسی کے معنٰی میں "حلق" ہے یعنی بال مونڈنا ہے۔ اور بال اکھاڑنے سے تعبیر ان کی عادت کے مطابق واقع ہوئی ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: سفید بال نہ اکھاڑا کرو۔ اور فقہائے کرام کا ارشاد سفید بال اکھاڑنے مکروہ ہیں، باوجودیکہ ان کے کترنے میں بھی کراہت ہے کیونکہ علت دونوں کو شامل ہے۔ اس سے واضح ہو گیا کہ جو کچھ مدارج شریف میں وارد ہے وہ محلِ تأمل یعنی غور و فکر کے لائق ہے کہ عنفقہ کے بال مونڈنے اور نہ مونڈنے میں اختلاف ہے اور بہتر یہ ہے کہ نہ مونڈے جائیں، لیکن دونوں کناروں کے بال مونڈ دینے میں کوئی حرج نہیں (معرب عبارت پوری ہوگئی) کیونکہ شیخ کی عبارت کا بظاہر مفاد کراہت تنزیہی ہے اور اس کا تقابل "ترکِ افضل" خالص اباحت بتا رہا ہے حالانکہ عنفقہ اور داڑھی کی دونوں اطراف اجزائے داڑھی میں شامل ہیں اور ان کا چھوڑنا واجب ہے۔ لہذا اس پر جراَتِ اقدام کسی طرح مناسب نہیں جب تک کسی حدیث صحیح سے یا امام مذہب کی طرف سے کسی صریح نص کے ساتھ ثابت نہ ہو، پس اس میں گہری سوچ سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ (ت)

[1] سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب فی نتف الشیب آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۲۲

[2] مدارج النبوۃ باب اول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۵

Marfat.com

ہاں اگر یہاں بال اس قدر طویل وانبوہ ہوں کہ کھانا کھانے، پانی پینے، کُلی کرنے میں مزاحمت کریں تو اُن کا قینچی سے بقدرِ حاجت کم کردینا روا ہے۔ خزانۃ الروایات میں تتارخانیہ سے ہے:

یجوز قص الاشعار التی کانت من الفنیکین اذا زحمت فی المضمضۃ او الاکل او الشرب[1]

زیریں لب کے دونوں کناروں کے بال کترنے جائز ہیں جبکہ کلی کرنے اور کھانے پینے میں رکاوٹ ہوں۔ (ت)

یہ روایت بھی دلیل واضح ہے کہ بغیر اس مزاحمت کے اُن بالوں کا کترنا بھی ممنوع ہے نہ کہ مونڈنا فان المفاہیم معتبرۃ فی الکتب وکلام العلماء وبالاجماع ھذا ما عندی (کیونکہ مفہوم مخالف، کتابوں، کلام علماء میں ساتھ اجماع کے معتبر ہے میرے نزدیک تو یہی ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

جواب سوال سوم: یہ نئی نئی تراشیں سب خلافِ سنّت ہیں،

فی الہندیۃ عن التتارخانیۃ عن الروضۃ ان السنۃ فی شعر الراس اما الفرق واما الحلق[2]

فتاوٰی ہندیہ میں تتارخانیہ سے اور تتارخانیہ نے الروضہ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔ سر کے بالوں کو مونڈ ڈالنا یا بال رکھ کر ان میں مانگ نکالنا دونوں سنّت عمل ہیں (ت)

گردن کی صفائی سے اگر قفا یعنی گُدّی کے بال منڈانا مراد ہے جس طرح آج کل بعض جہال کا معمول، تو یہ صرف پچھنوں کی ضرورت سے جائز ہے، بلاضرورت مکروہ۔

فی الہندیۃ عن الینابیع عن الامام الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ یکرہ ان یحلق کفاہ الا عند الحجامۃ[3]

فتاوٰی ہندیہ میں ینابیع کے حوالے سے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے روایت ہے کہ گُدی کے بال مونڈنا مکروہ ہیں سوائے پچھنے لگوانے کی ضرورت کے۔ (ت)

اور اگر ان رونگٹوں کا صاف کرنا مقصود جو گدّی کے نیچے صفحۂ گردن پر تھوڑے تھوڑے متفرق

---

[1] خزانۃ الروایات باب فی شعور الانسان قلمی نسخہ ص ۵۶۱
[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۷
[3] " " " " " " " " ۵/۳۵۷

Marfat.com

نکلتے ہیں تو ظاہراً موئے سینہ ولپشت کے حکم میں ہونا چاہئے کہ جائز ہے اور ترک بہتر،

فی الهندیة عن القنیة فی حلق شعر الصدر والظهر ترك الادب[1] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

فتاوٰی عالمگیری میں بحوالہ قنیہ مذکور ہے سینہ اور پشت کے بال مونڈنے میں ترکِ ادب ہے یعنی بہتر نہیں اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۱۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرد اگر اپنے زیرناف کے بال مقراض سے تراشے یا عورت استرہ لے تو جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

حلق وقصر ونتف وتنور یعنی مونڈنا، کترنا، اکھیڑنا، نورہ لگانا سب صورتیں جائز ہیں کہ مقصود اس موضع کا پاک کرنا ہے اور وہ سب طریقوں میں حاصل۔

فی صحیح مسلم ابن الحجاج رضی اللہ تعالٰی عنہ عن ابی ھریرة عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال الفطرة خمس اوخمس من الفطرة الختان والاستحداد وتقلیم الاظفار ونتف الابط وقص الشارب[2] قال الشارح النووی واما الاستحداد فهو حلق العانة وھو سنة والمراد به نظافة ذلك الموضع[3] انتهی ملخصًا وبمثله قال الغزالی فی احیائه وغیرہ فی غیرہ۔

صحیح مسلم ابن الحجاج میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا امورِ فطرت پانچ ہیں، یا یوں فرمایا پانچ کام فطرت میں سے ہیں: (۱) ختنہ کرنا (۲) زیرناف کے بال مونڈنا (۳) ناخن کاٹنا (۴) بغلوں کے بال اکھیڑنا، اور (۵) مونچھیں کترنا۔ شارح صحیح مسلم امام نووی نے فرمایا رہا استحداد، تو وہ مقامِ ستر کے بال مونڈنے ہیں اور وہ عمل سنّت ہے اور اس عمل سے اُس جگہ کی طہارت مقصود ہے (تلخیص پوری ہوگئی) امام غزالی رحمہ اللہ نے احیاء علوم الدین میں اور دوسروں نے دوسری کتابوں میں اس طرح صراحت فرمائی ہے (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۸

[2] صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۸

[3] شرح صحیح مسلم للنووی 〃 〃 〃 〃 〃

Marfat.com

مگر حلق مرد میں بہ نسبت قصر و نتف و تنور کے افضل ہے کہ احادیث خصال و عامۂ کتب فقہ میں اس خصلت کا ذکر بلفظ حلق و استحداد وغیرہ،

قال النووی والافضل فیہ الحلق و یجوز بالقص والنتف والنورۃ[1] وفی الفتاوی الھندیۃ الافضل ان یقلم اظفارہ ویحلق عانتہ[2] انتہی مختصرا۔

امام نووی نے فرمایا کہ زیر ناف بال ہٹانے کے لئے زیادہ بہتر عمل مونڈنا ہے البتہ کترنا، اکھیڑنا اور چُونا وغیرہ لگانا بھی جائز ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے کہ بہتر یہ ہے کہ ناخن کاٹے جائیں اور زیر ناف بال مونڈے جائیں اھ مختصراً (ت)

اور عورت کے لئے بعض علماء نے نتف (اکھاڑنا) حلق (مونڈنا) سے افضل قرار دیا اور بعض نے بالعکس ملّا علی قاری مرقاۃ[3] میں پہلا مذہب اختیار کرتے ہیں، اور حدیث صحیحین میں وارد: حتی تستحد المغیبۃ[4] (یہاں تک کہ زیرِ ناف بال صاف کرے۔ ت) اشعۃ اللمعات میں علامہ تورپشتی سے نقل کیا یہاں استحداد سے بال دور کرنا مراد ہے نہ کہ خاص استعمال قدسی ابن عربی محاکمہ کرتے ہیں کہ نوجوان عورت کو اس سے احتراز مناسب اور عمر رسیدہ کو مضرت نہیں اور نتف ایام ضعف میں باعث استرخائے فرج تومیانہ کو اس سے بچنا زیبا اور نوجوان میں بوجہ شباب قوت یہ احتمال نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۴: از مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ مرسلہ مولوی حافظ امیر اللہ صاحب مدرس اول مدرسہ عربیہ درگاہ شریف ۲۴ رجب ۱۳۱۸ھ

محلّقین رؤسکم و مقصرین[5] (تم لوگ اپنے سروں کے بال منڈواتے اور کتراتے ہوئے مسجد حرام میں داخل ہو گے۔ ت) سے سر منڈانا اور کترانا مفہوم ہوتا ہے بابو لوگ یا نیاچرہ منڈاتے نہیں بہت چھوٹے چھوٹے بال رکھتے ہیں ذرا بڑھے کترا ڈالے، کیا یہ شکل مقصرین سے مفہوم ہے فقہ میں کیا

---

[1] شرح صحیح مسلم للنووی مع صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ قدیمی کتبخانہ کراچی ۱/ ۱۲۸

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۷

[3] مرقاۃ المفاتیح کتاب اللباس باب الترجل الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۲۰۸

[4] صحیح البخاری کتاب النکاح باب طلب الولد قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/

صحیح مسلم کتاب الرضاع باب استحباب نکاح " " " ۱/ ۴۷۴

[5] القرآن الکریم ۴۸/ ۲۷

Marfat.com

ثابت ہے ؟

الجواب

آیہ کریمہ میں حلق وتقصیر حج کا ذکر ہے، تقصیرِ حج یہ کہ ہر بال سے بقدر ایک پورے کے کم کریں چہارم سر کے بالوں کی تقصیر واجب ہے کل کی مندوب ومسنون اسے عادی امور سے تعلق نہیں یہ طریقہ کہ ان کفرہ یا بعض فسقہ میں معمول ہے کہ چھوٹی چھوٹی کھونٹیاں رکھتے ہیں جہاں ذرا بڑھیں کتروادیں خلافِ سنّت ومکروہ ہے، سنّت یا سارے سر پر بال رکھ کر مانگ نکالنا یا سارا سر مُنڈانا۔

فی ردالمحتار عن الروضۃ السنۃ فی شعر الراس اما الفرق و اما الحلق[1]

فتاوٰی شامی میں "روضہ" سے نقل کیا گیا کہ سر کے بالوں میں مانگ نکالنا سنّت ہے یا تمام بال منڈوادینا سنّت ہے۔(ت)

اور کراہت اس لئے کہ وضع کفرہ وفسقہ ہے،

فی الہندیۃ عن الذخیرۃ والشامیۃ عن التتارخانیۃ عن الذخیرۃ والشامیۃ عن التتارخانیۃ عن الذخیرۃ ان یحلق وسط راسہ ویرسل شعرہ من غیران یفتلہ فان فتلہ فذلك مکروہ لانہ یصیر مشابہا ببعض الکفرۃ[2] واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

فتاوٰی ہندیہ میں بحوالہ ذخیرہ اور فتاوٰی شامی میں تتارخانیہ سے بحوالہ ذخیرہ منقول ہے اور وہ یہ کہ سر کے چوٹی کے بال منڈوادے اور باقی بال گوندھے بغیر چھوڑدے، پھر اگر انھیں گوندھ ڈالے تو یہ عمل مکروہ ہے کیونکہ ایسا کرنا بعض کفار سے مشابہ ہوجائے گا (اور کفار سے مشابہت جائز نہیں) اور اللہ تعالٰی پاک، بلند وبالا اور سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔(ت)

مسئلہ ۲۱۵ از شہر کہنہ ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

جنابِ عالی! قصص الانبیاء میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں لکھا ہے کہ بی بی سارا نے بی بی ہاجرہ کے کان چھیدے اور ختنہ کرادی یہ سنّت زن ومرد پر قیامت تک قائم رکھیں گے تو عورت کی ختنہ کیسی؟

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۶۱

[2] فتاوٰی ہندیۃ ؍؍ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۷

Marfat.com

الجواب

اندامِ زن کے دونوں لبوں کے بیچ میں جو گوشت پارہ تند و بلند سرخ رنگ مثل تاج خروس کے ہے اس میں سے ایک ٹکڑا کھال کا جُدا کرتے ہیں یہ ختنۂ زنان ہے جہاں اس کا رواج ہے مستحب ہے، ان بلاد میں کہ اس کا نشان نہیں، اگر واقع ہو تو جہال ہنسیں اور مسئلہ شرعیہ پر ہنسنا اپنا دین برباد کرنا ہے، تو یہاں اس پر اقدام کی حاجت نہیں، خود ایک مستحب بات کرنی اور مسلمانوں کو ایسی سخت بلا میں ڈالنا پسندیدہ نہیں،

كما نصوا عليه فى ترك عذبة العمامة حيث يستهزأ فى الجملة بها ويشبهونها بالذنب ومن لم يعرف اهل زمانه فهو جاهل وقد كلمنا على عدة نظائر لهذا فى رسالتنا اطائب التهانى فى حكم النكاح الثانى ـ والله تعالٰى اعلم ـ

جیسا کہ فقہائے نے پگڑی کا شملہ نہ چھوڑنے کی تصریح فرمائی ہے کہ جہاں کہیں اس سے مذاق اور استہزاء کیا جاتا ہو اور عوام اسے "دُم" سے تشبیہ دیتے ہوں وہاں شملہ نہ چھوڑا جائے، اور جو کوئی اہل زمانہ کے حالات سے بے خبر ہو وُہ بڑا جاہل اور نادان ہے اور ہم نے اس کے چند نظائر (امثال) پر اپنے رسالہ اطائب التہانی فی حکم النکاح الثانی[عہ] (پاکیزہ مبارکبادیں دُوسرا نکاح کرنے کے حکم میں) میں کلام کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۱۶ مرسلہ مولوی کاظم الدین صاحب بنگالہ شہر کمرلہ تاریخ ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی کے لڑکا یا لڑکی پیدا ہوئی و ولی وارث کو اس مولود کی ناف بریدہ کرنا جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو کیا دلیل، بالتفصیل تحریر فرمائیے، دگر ولی اور وارث نہ کرے کوئی دائی سے کروایا جائز ہے یا نہیں، اور گر دائی سے اس کام کو کراتا ہے لیکن دائی کم یابی کی سبب سے فی لڑکا اتنا روپیہ مانگتا ہے اس کا ولی و وارث اتنا مزدوری دے کر یہ کام نہیں کروا سکتا اس صورت میں خود کرنا جائز ہے یا نہیں، اور گر دائی اس کام کو نہیں کرتی ہے بلکہ اس کی خاوند کو بھیجتی ہے یا ملک کا رواج پڑگیا ہے مردانہ دائی سے یہ کام کروانا ہے اب مسلمانوں کو اتفاق یہ ہوا چونکہ بیگانہ مرد عورت کے نفاس کی حالت میں جانا حرام ہے اگر شریعت میں خود بخود کرنا جائز نکلے اور مفتی بھی فتوی دے ہم لوگ خود کرنے کا تو اس حرام کو کیوں اختیار کریں؟ بیّنوا

[عہ] رسالہ اطائب التہانی، فتاوی رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور جلد ۱۲ میں موجود ہے۔

Marfat.com

توجروا، واللہ اعلم (بیان فرماؤ تاکہ اجروثواب پاؤ، اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ ت)

الجواب

لڑکا یا لڑکی اس کی ناف کاٹنا اس کے ولی غیر ولی سب کو جائز ہے۔ درمختار میں ہے:

لاعورۃ للصغیر جدا[1] — بلاشبہہ چھوٹے بچے کی کوئی جگہ چھپانے کی نہیں (ت)

فتاوٰی عالمگیری میں سراج وہاج سے ہے:

للاب ان یختن ولدہ الصغیر[2] — یعنی باپ کو جائز ہے کہ اپنے چھوٹے بچے کی ختنے کی کھال کاٹے۔

جب ختنے کی کھال کاٹنا باپ کو جائز ہے تو ناف کا نال کاٹنا بدرجۂ اولٰی جائز ہے اور ہرگز ضرور نہیں کہ خواہی نخواہی دایہ ہی سے نال کٹوائے اگرچہ وہ کتنی ہی مزدوری مانگے، یہ محض ظلم ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا[3] — اللہ تعالٰی کسی جان کو تکلیف میں نہیں ڈالتا مگر اس قدر جتنی اس میں ہمت اور گنجائش ہو۔ (ت)

یہ جو سائل نے لکھا کہ بیگانہ مرد عورت کی نفاس کی حالت میں جانا حرام ہے یہ بھی محض بےمعنی ہے بیگانہ مرد کا بے پردہ عورت کے پاس جانا ہر حالت میں حرام ہے اور پردہ کی حالت میں نفاس و غیرنفاس یکساں ہے اور نال کاٹنے کے لئے عورت کے پاس جانے کی کوئی حاجت بھی نہیں، بچہ کاٹنے والے کے سامنے لاسکتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۷ تا ۲۱۹ از شیرگڑھ ڈاکخانہ خاص ضلع بریلی مکان سید احمد علی شاہ مرسلہ بندہ علی طالب علم

(۱) زید کا طریقہ صوفیانہ ہے اور اس کے بال دراز ہیں یعنی کندھوں تک چھوٹے ہیں آیا وہ شعرِ طویل نماز کی صحت کے مانع ہیں یا نہیں؟

(۲) اور زید کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہوگی یا نہیں؟ غرضکہ وہ بال نماز کی صحت میں خلل پیدا کرینگے یا نہیں؟

---

[1] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب شروط الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۶۶

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۷

[3] القرآن الکریم ۲/۲۸۶

Marfat.com

(۳) فقرا کے واسطے بال بڑھانے کا حکم ہے یا نہیں؟ اگر حکم ہے تو کہاں تک؟ کیونکہ بد مذہب اس طریقہ کے منکر ہیں۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ، اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

ہاں نصف کان سے کندھوں تک بڑھانا شرعاً جائز ہے اور اس سے زیادہ بڑھانا مرد کو حرام ہے خواہ فقرا ہوں خواہ دنیا دار احکامِ شرع سب پر یکساں ہیں، زیادہ میں عورتوں سے تشبّہ ہے اور صحیح حدیث میں لعنت فرمائی ہے اُس مرد پر جو عورت کی وضع بنائے اور اُس عورت پر جو مرد کی وضع بنائے اگرچہ وہ وضع بنانا ایک ہی بات میں ہو۔ جو لوگ چوٹی گندھواتے یا جوڑا باندھتے یا کمر یا سینہ کے قریب تک بال بڑھاتے ہیں وہ شرعاً فاسق معلن ہیں اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے یعنی پھیرنا واجب اگرچہ پڑھے ہوئے دس برس گزر گئے ہوں، اور یہ خیال کہ باطن صاف ہونا چاہئے ظاہر کیسا ہی ہو محض باطل ہے، حدیث میں فرمایا کہ اس کا دل ٹھیک ہوتا تو ظاہر آپ ٹھیک ہو جاتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲۰ از شیر گڑھ تحصیل بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ عظیم اللہ نائب مدرس ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین، مسلمان کو داڑھی کتروانا اور ٹھوڑی کھلوانا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

داڑھی اتنی کتروانا کہ ایک مشت سے کم ہو جائے گناہ و ناجائز ہے، یونہی ٹھوڑی پر سے کھلوانا حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲۱ تا ۲۲۶ مسئولہ اکبر یار خاں از شہر کہنہ محصل چندہ مدرسہ اہلسنت وجماعت بروز دوشنبہ بتاریخ ۹ ذوالقعدہ ۱۳۳۳ھ

(۱) یہ کہ داڑھی کا طول ایک مشت و دو انگشت ہے یا کم یا کس قدر کہ جس سے کم رکھنے میں گنہگار ہوگا؟

(۲) یہ کہ منڈوانا اُسترے سے اور قینچی سے کتروانا، چھوٹا چھوٹا کرانا ایک ہی بات ہے یا قینچی سے چاہے جس قدر کتروا کر چھوٹا کر دے اس میں حرج نہیں ہے؟

(۳) یہ کہنا کہ عرب شریف اسلام کا گھر ہے وہاں کے لوگ داڑھی کتروا کر چھوٹا کر لیتے ہیں اگر اور کوئی شخص داڑھی کتروائے تو کیا مضائقہ ہے، ایسے کہنے والے شخص کی نسبت کیا حکم ہے؟

Marfat.com

(۴) یہ کہ لبوں کے بال بڑھے ہوئے شخص کا جھونٹا پانی وغیرہ پینا کیسا ہے ؟

(۵) یہ کہ ایسے لوگوں کی نسبت یعنی داڑھی منڈوانے والے، کترنے والے، لبوں کے بال بڑھانے والے کس خطا کے مرتکب ہیں اُن کی نسبت کیا حکم ہے ؟

(۶) یہ کہ مثل داڑھی کے مقدار کے لبوں کے بال کی بابت کہ کس قدر رہوں کیا حکم ہے ؟ اگر کوئی شخص لبوں کے بال منڈوائے یا بہت باریک کرے تو کیا قباحت ہے ؟

الجواب

(۱) داڑھی کا طول ایک مشت یعنی ٹھوڑی سے نیچے چار انگل چاہیے اس سے کم کرانا حرام ہے۔

(۲) قینچی سے کترے خواہ اُسترے سے لے سب یکساں ہے، ہاں تھوڑی کترنے سے سب منڈا دینا سخت وخبیث تر ہے کہ حرام حرام میں فرق ہوتا ہے، بھنگ، چرس، شراب سب حرام ہیں مگر شراب سب میں بدتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) شریعت پر کسی کا قول وفعل حجت نہیں، اللہ ورسول سب پر حاکم ہیں اللہ ورسول پر کوئی حاکم نہیں، یہ فعل وہاں کے جاہلوں کا ہے اور جاہلوں کا فعل سند نہیں ہوسکتا، کہیں کے ہوں، ایسا کہنے والا اگر جاہل ہے اُسے سمجھا دیا جائے اور اگر ذی علم ہوکر ایسا کہتا ہے یا سمجھانے کے بعد بھی نہ مانے اصرار کئے جائے وہ سخت فاسق وگمراہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) اگر اسے وضو نہ تھا اس حالت میں اس نے پانی پیا اور لبوں کے بال پانی کو لگے تو پانی مستعمل ہوگیا، مستعمل پانی کا پینا ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصل مذہب میں حرام ہے، اُن کے نزدیک وہ پانی ناپاک ہوگیا خود اس نے چھپا ناپاک پیا اور اب جو پیئے گا ناپاک پیئے گا اور مذہب مفتیٰ بہ پر مستعمل پانی کا پینا مکروہ ہے، اس نے جو پیا مکروہ پیا اور اب جو بچا ہوا پیئے گا مکروہ پیئے گا، ہاں اگر اُسے وضو تھا یا منہ دُھلا تھا تو شرعاً حرج نہیں، اگرچہ اسکی مونچھوں کا دھوون پینے سے قلب کراہت کرے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) حدِ شرع سے کم داڑھی رکھنا یا حدِ شرع سے زیادہ مونچھیں رکھنا سب خلافِ شرع اور مجوسیوں کی سنت اور نصرانیوں کی عادت ہے، آدمی اس سے گنہگار ہوتا ہے اور اس کی عادت رکھنے سے فاسق ہوجاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۶) لبوں کی نسبت یہ حکم ہے کہ لبیں پست کرو کہ نہ ہونے کے قریب ہوں البتہ منڈانا نہ چاہیے اس میں علماء کو اختلاف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

Marfat.com

رسالہ

لمعۃ الضحٰی فی اعفاء اللحٰی

(چاشت کی روشنی داڑھیاں بڑھانے میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۲۲۷ از حیدرآباد ۲۰ جمادی الآخر ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ولید کہتا ہے داڑھی منڈانا حرام نہیں الحرام ما ثبت ترکہ بدلیل قطعی لاشبہۃ فیہ (حرام وُہ ہے جس کا چھوڑ دینا ایسی قطعی دلیل سے ثابت ہو کہ جس میں کوئی شک وشبہہ نہ پایا جائے۔ ت) حرام وہ جس کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو قرآن شریف میں تو اس کا کہیں حکم نہیں یا ابن ام لا تاخذ بلحیتی[1] (اے میرے ماں جائے! میری داڑھی نہ پکڑ۔ ت) سے کوئی حکم نہیں نکلتا بلکہ ایک بات ہمارے لئے مفید البتہ پیدا ہوتی ہے کہ داڑھی بڑھانا بعض وقت مضر ہوتا ہے، دشمن نے بڑی داڑھی پکڑ کر مارنا شروع کیا تو پٹنا ہی پڑا۔ سنن ابی داؤد میں یوں مروی ہے: عشر من الفطرۃ قص الشارب واعفاء (دس کام فطرت میں سے ہیں، مونچھیں کترنا، داڑھی

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۹۴

Marfat.com

اللحیۃ الخ حدثنا موسی بن اسمعیل و داؤد بن شعیب قالا حدثنا حماد عن علی بن زید عن سلمۃ الخ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ان من الفطرۃ المضمضۃ والاستنشاق بالماء ولم یذکروا اعفاء اللحیۃ وروی نحوہ عن ابن عباس قال خمس کلھا فی الرأس ذکر فیہ الفرق ولم یذکر اعفاء اللحیۃ قال ابوداؤد روی نحوہ حدیث حماد عن طلق بن حبیب و مجاھد وعن بکر المزنی فی قولھم ولم یذکر اعفاء اللحیۃ[1]

بڑھانا الخ، ہم سے موسٰی بن اسمٰعیل اور داؤد بن شعیب نے بیان کیا دونوں نے کہا ہم سے حماد نے بیان کیا اس نے علی بن زید اس نے سلمہ سے روایت کیا الخ کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا امورِ فطرت یہ ہیں: کُلّی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا۔ اس میں داڑھی بڑھانے کا ذکر نہیں۔ یونہی عبداللہ ابن عباس سے بھی روایت کی گئی (چنانچہ) آپ نے فرمایا: پانچ کام ہیں اور وہ سب سر کے متعلق ہیں، ان میں سر میں مانگ نکالنے کا ذکر فرمایا مگر داڑھی بڑھانے کا ذکر نہیں فرمایا۔ امام ابوداؤد نے فرمایا: اسی جیسی حدیث حماد بواسطہ طلق بن حبیب اور مجاہد سے روایت کی گئی ہے اور بکر مزنی سے بھی۔ ان سب کا قول مروی ہے مگر اس میں اِعْفَاءُ اللِّحْیَۃ یعنی داڑھی بڑھانے کا ذکر نہیں۔ ت)

حاصل اس کا یہ کہ ان نو دس رواۃ نے یہ روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اس حدیث میں داڑھی بڑھانے کا ذکر نہیں کیا بلکہ اس کی جگہ مانگ کو فرمایا اس سے بھی معلوم ہُوا کہ داڑھی بڑھانا بھی ویسی ہی سنّت ہے جیسے مانگ کا رکھنا، معہذا یہ حدیث مختلف فیہ تو ضرور ہے پس لائقِ اعتبار نہ رہی۔ پھر صحیح بخاری میں یوں ہے:

خالفوا المشرکین قصوا الشوارب واعفوا اللحی[2]

مخالفت کرو مشرکین کی، ترشواؤ مونچھ، اور بڑھاؤ داڑھی۔

خالفوا المشرکین یہ جملہ ففیہ نظر اس واسطے کہ بعض مشرکین داڑھی بڑھاتے رہتے ہیں پس ان کی مخالفت یہ ہے کہ داڑھی منڈاؤ، اور بعض منڈاتے ہیں تو ان کی مخالفت یہ ہے کہ بڑھاؤ، بہرحال بڑھانے اور منڈانے والے دونوں خالفوا المشرکین میں داخل ہیں کیونکہ مخالفت کا حکم عام ہے

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب السواک من الفطرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۸

[2] صحیح البخاری کتاب اللباس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۵

Marfat.com

جس مشرک کی چاہیں مخالفت کریں، باقی رہا اس کا جواب "وقصوا الشوارب واعفوا اللحی" (مونچھیں کتراؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ۔ ت) مخفی نہ رہے کہ انبیاء علیہم السلام ہمیشہ درستگیٔ اخلاق کے واسطے مبعوث ہوئے، اسی لئے ہمارے پیغمبر آخر الزماں بھی مبعوث ہوئے، اُن پر دین کامل اور نبوت ختم ہوگئی "الیوم اکملت لکم دینکم"[1] آج کے دن ہم نے تمہارا دین تم پر کامل کر دیا۔ داڑھی بڑھانا اخلاق میں داخل ہے تو باوجود اس کے قرآن کامل کتاب اللہ کی ہے اخلاقی احکام سے خالی ہے تو دین کامل نہ ٹھہرا، لامحالہ کہنا پڑے گا کہ یہ اخلاق میں داخل نہیں اور اس سے ہمارا مطلب حاصل ہو جاتا ہے۔ داڑھی بڑھانا مستحب البتہ ہے یا بہت ہوگا تو سنت، لیکن یہ بھی حدِ اعتدال تک ؎

ریش بایدت دو سہ موئے وزنخداں پوشی   نہ کہ در سایۂ او بچہ دہد خرگوشی

(تجھے ایسی داڑھی چاہیے کہ جس کے چند بال ہوں جو ٹھوڑی چھپا دیں، نہ کہ ایسی کہ جس کے سائے میں خرگوش بچہ دے۔ ت)

قولِ عرب ہے:

من طال لحیتہ فقد نقص عقلہ۔   جس کی داڑھی طویل (لمبی) ہو اس کی عقل کم ہوتی ہے۔ (ت)

بفرضِ محال تسلیم بھی کرلیں کہ داڑھی بڑھانا فرض یا منڈوانا حرام ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے: واذا حللتم فاصطادوا[2] یعنی احرام سے فارغ ہونے کے بعد شکار کرو۔ شکار کرنا صیغۂ امر میں فرمایا گیا جو علامتِ فرضیت ہے لیکن آج تک اس پر عملدرآمد نہ ہوا، سبب اس کا یہ ہے کہ یہ حکم طبائع پر موقوف رکھا گیا ہے کہ جی چاہے تو شکار کرو، حاصل یہ کہ شریعت کے بعض احکام ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا نہ کرنا موجبِ عتاب شرعی نہیں، فرضیت یا حُرمت قرآن ہی سے ثابت ہوسکتی ہے یا حدیث متواتر یا مشہور ہو، حرام فرض کے مقابلہ میں آتا ہے، تو جب داڑھی منڈوانا حرام ہوا تو رکھنا فرض ہوا مگر فرض کسی نے نہ لکھا ؎

ز قرآن سخن گفتہ ام وز حدیث   سراز من نہ پیچد جز ابلہ خبیث

سخن راست گر تو بگوئی ہمے   بدست حقائق بپوئی ہمے

پس اعفائے لحیہ چرا گوئی فرض   تنت را نجاثت مگر گشت وض

---

[1] القرآن الکریم ۵/۳   [2] القرآن الکریم ۵/۲

Marfat.com

گرایدوں کہ قرآں ہمی کامل ست ۔۔۔ پس اعفائے لحیہ چرا مضمر ست

(قرآن و حدیث کے حوالے سے بات کر رہا ہوں لہذا میری بات سے بیوقوف خبیث کے علاوہ کوئی برا نہ منائیگا اگر تو سچی بات کہتا رہے گا تو حقائق کے ہاتھوں میں دوڑتا رہے گا ۔۔۔ پھر تو داڑھی بڑھانے کو کیوں فرض کہتا ہے؟ شاید تیرے جسم میں خباثت کا مرض پیدا ہوگیا ہے۔ اے بے ہمت اگر قرآن مجید کامل ہے تو پھر اس میں داڑھی کا ذکر کیوں پوشیدہ ہے۔ت)

انتہی۔ یہ قول ولید کا کیسا اور داڑھی منڈوانے کا حکم کیا؟

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط الحمد للہ الذی ھدانا للاسلام ووفقنا لاقتفاء اٰثار انبیائہ الکرام واجتناب اقذار الکفرۃ الانجاس الارجاس اللئام، وافضل الصلوات والسلام علی سید الھادین الی سبل السلام، الذی اوتی القراٰن ومثلہ معہ فی احکام الاحکام وان رغم انف الملحدین فی الدین الماردین الطغام وعلی اٰلہ واصحابہ المتأدبین بادابہ الذین اداروا بالقتل والاسر والھدم الرحی علی الجمع المقبوح المنبوح المحلوق اللحی من علوج الاروام ومجوس الاعجام فصلی اللہ تعالٰی علی الحبیب واٰلہ مظاہر جمالہ وعلینا معھم الی یوم القیٰمۃ۔

اللہ تعالٰی کے نام سے ابتداء کر رہا ہوں جو بڑا رحم کرنے والا، مہربان ہے۔ تمام تعریفیں اس اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جس نے ہمیں اسلام کی ہدایت بخشی اور ہمیں انبیاء کرام کے آثار پر چلنے کی توفیق دی اور کمینے کافروں کی ظاہری باطنی گندگیوں (آلودگیوں) سے بچایا، اعلٰی وافضل درود وسلام اس آقا کے لئے جو لوگوں کو سلامتی کی راہوں سے روشناس کرانے والے ہیں وہ جنھیں قرآن مجید اور اس کے ساتھ اس جیسا اور کلام احکام کی مضبوطی کے لئے عطا کیا گیا ہے اگرچہ امور دین میں کمینے (بیوقوف) بے دین سرکشوں کی ناک خاک آلود ہو۔ اور درود وسلام ہو آپ کی آل اور آپ کے اصحاب پر، جو ان کے آداب سے ادب پانے والے ہیں وہ جنھوں نے قتل، قید اور شکست کی ایسی چکی چلائی جو رومی کافروں اور عجم کے رہنے والے مجوسیوں کے ایسے گروہ پر جو بگڑے ہوئے بھونکے ہوئے اور داڑھیاں منڈوائے ہوئے تھے، پس قیامت تک حبیب خدا، ان کی آل اور ان کی معیت میں ہم سب پر اللہ تعالٰی کی (بے مثال) رحمت ہو۔ (ت)

Marfat.com

رب انی اعوذبك من همزات الشیٰطین واعوذبك رب ان یحضرون، قال ربنا تبارك وتعالی واعرض عن الجٰھلین[۱]

اے میرے پروردگار! میں شیاطین کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اے میرے پروردگار! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں۔ ہمارے پروردگار نے ارشاد فرمایا جو پاک اور برتر ہے: جاہلوں سے منہ پھیرلے۔

ولید پلید جس کی علمی لیاقت پر ماشاء اللہ خود اسی تحریر کا ایک ایک فقرہ گواہ:

(۱) خاک برسر مضامین الفاظ تک ٹھیک نہیں نثر نثرۂ نثار نظم نظم پر دیں۔

(۲) عبارت ما ثبت ترکہ ترجمہ جس کی حرمت۔

(۳) اصل عبارت خود مفر مقصود کہ ترک حلق یقیناً قطعاً متواتر بلکہ ضروریاتِ دین سے ہے۔

(۴) ترجمہ دیکھئے تو دور موجود کہ حرام کی حد میں حرمت ماخوذ۔

(۵) سنن ابی داؤد شریف سے نقل میں عجب مضحکہ خیز جہل وسفاہت از روئے چالاکی کچھ براہ جہالت اصل حدیث حسن متصل مسند کہ نہ صرف سنن ابی داؤد بلکہ صحیح مسلم وسنن نسائی وجامع ترمذی وسنن ابن ماجہ ومسند امام احمد وغیرہا اجلّہ کتب معتمدہ ومشہورہ میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی کہ خود حضور پرنور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم فرماتے ہیں، دس چیزیں اصل فطرت و شرائع قدیمہ مستمرۂ انبیائے کرام علیہم الصلٰوۃ والتحیۃ سے ہیں۔ از انجملہ لبیں کتروانی اور داڑھی بڑھانی یہ حدیث جلیل جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں تخریج فرمایا، امام ابوداؤد نے سکوت کیا، امام ترمذی نے ھذا حدیث حسن[۲] (یہ حدیث حسن ہے۔ت) کہا، اس کی وقعت چھپانے کو سند تو سند یہ بھی نقل نہ کیا کہ کس کی روایت ہے (ام المومنین) کس کا ارشاد ہے (حضور افضل المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وعلیہا وسلم) دوسری حدیث کہ خود نفسِ اسناد میں امام ابوداؤد نے اس کی سند میں ارسال یا انقطاع

---

[۱] القرآن الکریم ۷/ ۱۹۹

[۲] صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۹

سنن ابی داؤد باب السواک من الفطرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۸

جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی تقلیم الاظفار امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۰

Marfat.com

کا پتا بتا دیا تھا تابعی تک رکھتے ہیں تو مرسل ہوتی ہے، صحابی تک پہنچاتے ہیں تو منقطع ہوتی جاتی ہے، ناقل عاقل ابتداء سے اس کی سند نقل کر لایا، جب اس پر آیا صاف قطع کر کے الی آخرہ پردہ چھپایا حالانکہ اہلِ علم کے نزدیک اسی قدر نقل اُس کا حال جاننے کو بس تھی ارسال وانقطاع سے قطع نظر کیجئے خود سند میں سلمہ بن محمد مجہول اور علی بن جدعان شیعی ضعیف واقع۔ اصل عبارت سُنن ابی داؤد یوں ہے:

حدثنا موسٰی بن اسمٰعیل وداؤد بن شبیب قالا حدثنا حماد عن علی بن زید[ع۱] عن سلمة[ع۲] عن محمد بن عمار بن یاسر قال موسٰی عن ابیه[ع۳] وقال داؤد عن عمار[ع۴] بن یاسر رضی الله تعالٰی عنهما ان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال ان من الفطرة المضمضة والاستنشاق فذکر نحوه ولم یذکر اعفاء اللحیة زادوا لختان[۱] الخ۔

موسٰی بن اسمٰعیل اور داؤد بن شبیب نے ہم سے بیان کیا، دونوں نے کہا ہم سے حماد نے بیان کیا، اس نے علی بن زید، اس نے سلمہ بن محمد بن عمار بن یاسر سے روایت کی۔ موسٰی نے کہا (عن ابیہ) یعنی اس نے اپنے باپ سے اُسے روایت کیا۔ داؤد نے کہا عن عمار بن یاسر یعنی اس نے عمار بن یاسر سے روایت کی (اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو) حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، امورِ فطرت میں سے ہیں، کُلّی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، پھر اس طرح حدیث بیان کی اور داڑھی بڑھانے کا ذکر نہ کیا اور ختنہ کرنے کا اضافہ فرمایا الخ۔ (ت)

(۶) پھر اس حدیث کو اس کے مخالف سمجھنا کیسی جہالت بیہودہ اُس میں تو خود مِن تبعیضیہ موجود ہے کہ فرمایا خصالِ فطرت سے بعض چیزیں یہ ہیں، خود معلوم ہوا کہ بعض اور بھی ہیں، تو داڑھی بڑھانے

ع۱ ضعیف من الرابعة ۱۲ (تقریب التہذیب ترجمہ ۴۷۵۰ علی بن زید بیروت ۱/ ۶۹۴)

ع۲ مجہول من الخامسة ۱۲ (" " ۲۵۱۷ سلمہ بن محمد " ۱/ ۳۷۹)

ع۳ مقبول من الثالثة ۱۲ تقریب (" " ۷۰۱۴ موسٰی بن ابی موسٰی " ۲/ ۲۲۹)

ع۴ روایتہ عن جدہ مرسلہ ۱۲ میزان

۱؎ سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب السواک من الفطرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۸

Marfat.com

کا اس میں ذکر نہ آنا حدیث ام المومنین کا کب مخالف ہوسکتا ہے اور یہ تو جاہلوں سے کیا کہا جائے اہلِ علم جانتے ہیں کہ ایسی جگہ عدد میں بھی حصر مقصود نہیں ہوتا بلکہ اعانت ضبط وحفظ کے لئے صرف مذکورات کا شمار کرنا، ولہذا ہم اس حدیث دوم کی زیادات یعنی ختان وانتضاح کو بھی خصالِ فطرت سے مانتے ہیں اور حدیث اول کو باآنکہ اس میں عدد مذکور ہے اس کا نافی نہیں جانتے عشر من الفطرۃ (دس کام فطرت میں سے ہیں۔ت) نہیں الفطرۃ عشر (فطرتی کام دس ہیں۔ت) ہوتا جب بھی زیادہ کے منافی نہ تھا ولہذا ابوبکر بن العربی نے شرح ترمذی میں خصالِ فطرت کا عدد تیس تک پہنچایا۔ اتحاف السادۃ المتقین میں ہے:

مفھوم العدد لیس بحجۃ لانہ اقتصر فی حدیث ابی ھریرۃ علٰی خمس وفی حدیث ابن عمر علٰی ثلث وفی حدیث عائشۃ علٰی عشر مع ورود غیرھا وقد تقدم انھا ثلثۃ عشر واوصلھا ابوبکر بن العربی الٰی ثلثین[1]

عدد کا مفہوم حجت نہیں کیونکہ حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں صرف پانچ کے ذکر پر اکتفار کیا گیا ہے جبکہ حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث میں تین پر اور ام المومنین سیدہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی حدیث میں دس کا ذکر ہے حالانکہ ان کے علاوہ بھی امور وارد ہوئے ہیں (لہذا اگر مفہوم عدد حجت ہوتا تو ایسا نہ ہوتا۔ مترجم) اور اس سے قبل ذکر ہوا ہے کہ امورِ فطرت تیرہ ہیں۔ علامہ ابوبکر ابن عربی نے انھیں تیس تک پہنچایا ہے۔ (ت)

فتاوٰی فقیر کے مجلد رابع میں مسئلہ بوجوہ افضلیت حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور تفصیل بازغ دیکھنی ہو تو فقیر کا رسالہ البحث الفاحص عن طرق احادیث الخصائص ملاحظہ کیجئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی فرمایا:

فضلت علی الانبیاء بست۔ مسلم[2] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

میں چھ باتوں میں تمام انبیاء پر فضیلت دیا گیا۔ (مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

کہیں فرمایا:

اعطیت خمسا لم یعطھن احد من قبلی۔

مجھے پانچ چیزیں وہ عطا ہوئیں کہ مجھ سے پہلے کسی کو

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین کتاب اسرار الطہارۃ فصل فی اللحیۃ عشر الٰی آخرہ دار الفکر بیروت ۲/۴۲۹

[2] صحیح مسلم کتاب المساجد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹۹

Marfat.com

الشیخان[1] عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

نہ ملیں۔ (امام بخاری ومسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

ایک حدیث میں ہے:

فضلت علی الانبیاء بخصلتین۔ البزار[2] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

میں انبیاء پر دو باتوں میں فضیلت دیا گیا۔ (بزار نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

دوسری میں ہے:

ان جبرئیل بشرنی بعشر لم یؤتھن نبی قبلی[3]۔ ابن ابی حاتم وعثمان الدارمی وابونعیم عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جبریل نے مجھے دس چیزوں کی بشارت دی کہ مجھ سے پہلے کسی کو نہ ملیں۔ (ابن ابی حاتم وعثمان الدارمی وابونعیم نے عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

طرفہ یہ کہ ان سب احادیث میں نہ صرف عدد کہ معدود بھی مختلف ہیں کسی میں کچھ فضائل شمار کئے گئے کسی میں کچھ، کیا یہ حدیثیں معاذ اللہ باہم متعارض سمجھی جائیں گی یا دو یا دس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی فضیلتیں منحصر، حاش للہ ان کے فضائل نامقصور اور خصائص نامحصور، بلکہ حقیقۃً ہر کمال ہر فضل ہر خوبی میں عموماً اطلاقاً انھیں تمام انبیاء ومرسلین وخلق اللہ اجمعین پر تفضیل تام وعام مطلق ہے کہ جو کسی کو ملا وہ سب انھیں سے ملا اور جو انھیں ملا وہ کسی کو نہ ملا، ع

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(یارسول اللہ! جو جو خوبیاں تمام انبیاء کو دی گئیں وہ تمام کی تمام تنہا آپ کو دے دی گئیں۔ ت)

بلکہ انصافاً جو کسی کو ملا آخر کس سے ملا، کس کے ہاتھ سے ملا، کس کے طفیل میں ملا، کس کے پرتو سے ملا، اُسی اصل ہر فضل ومنبع ہر جود وسرّ ایجاد وتخم وجود سے، صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب التیمم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۸
صحیح مسلم کتاب المساجد ۱/۱۹۹
[2] مجمع الزوائد بحوالہ البزار کتاب علامات النبوۃ باب عصمتہ من القرین دارالکتاب بیروت ۸/۲۲۵
[3]

ع فانما اتصلت من نورہ بہم

(اس کے نور سے ہی یہ سب کچھ ان تک پہنچا ہے۔ت)

ے انما مثلوا صفاتك للناس کما مثل النجوم الماء

(تمہاری صفات لوگوں کے لئے منعکس ہوگئیں جیسے ستارے پانی میں منعکس ہوجاتے ہیں۔ت) [یعنی اصلی صفات تو آپ کو بفضلہ تعالٰی عطا ہوئیں البتہ دیگر اہل فضل وکمال میں آپ کی صفات کا پَرتو اور عکس ہے، جیسا کہ پانی میں اس کے صاف وشفاف ہونے کی وجہ سے ستاروں کا عکس دکھائی دیتا ہے۔ مترجم]

یہ تقریر فقیر نے اس لئے ذکر کی کہ حدیث خمس من الفطرۃ (پانچ کام فطرت سے ہیں۔ت) یا الفطرۃ خمس (فطرتی کام پانچ ہیں۔ت) یا قول ابن عباس خمس کلہا فی الرأس (پانچ کام سب سَر کے متعلق ہیں۔ت) دیکھ کر سفہا کو سودا نہ اچھلے۔

(۷) کمال سفاہت یہ کہ ایک سند کے سب راویوں کو جُدا جُدا شمار کرکے حکم لگادیا ان نودس رواۃ نے یوں روایت کی حالانکہ سلسلۂ سند میں اگر یکے از دیگرے ہزار تک عددِ رواۃ پہنچے تو وہ ایک ہی راوی کی روایت ہے اس میں تعدد نہیں ہوسکتا جب تک مرتبۂ واحدہ میں متعدد راوی نہ ہوں ورنہ سندعالی سے نازل اشرف ہو خصوصًا ان کے نزدیک جو کثرتِ رواۃ سے ترجیح مانتے ہیں حالانکہ یہ بالبداہۃ باطل، وہ تو خیر گزری کہ یہ شخص خود سلسلہ تک کوئی سند متصل نہ رکھتا تھا ورنہ آپ سمیت کوئی تیس چالیس گن دیتا کہ اتنے راویوں نے اعفاء ذکر نہ کیا۔

(۸) کچھ پڑھا لکھا ہوتا تو اپنی ہی نقل کردہ عبارت دیکھتا کہ ابوداؤد نے لم یذکر اعفاء اللحیۃ (اس نے داڑھی بڑھانے کا ذکر نہ کیا۔ت) بصیغہ واحد فرمایا ہے کہ اس راوی نے اعفاء لحیہ کا ذکر نہ کیا یا لم یذکروا بصیغہ جمع ظاہرًا اپنی نقل میں جو لم یذکروا اعفاء اللحیۃ واقع ہوا اور واؤ عاطفہ کو واؤ جمع سمجھا اور سابق ولاحق کے تمام صیغ مفردہ ذکر نما اذقال لم یذکر سے آنکھیں بند کرکے صاف "لم یذکروا" بنالیا کہ تمام رجالِ سند کو شامل ہو۔

(۹) لطیف تر یہ کہ ان سب رواۃ نے یہ روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس حدیث میں داڑھی بڑھانے کا ذکر نہ کیا بے علم بے چارہ "قولہم" کے معنی بھی نہیں جانتا اور ناحق وناروا آثارِ موقوفہ ومقطوعہ کو قولِ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ٹھہرائے دیتا ہے، ابن عباس صحابی ہیں اور مجاہد وبکر وطلق تابعین، یہ آثار خود انھیں حضرات کے اپنے قول ہیں نہ کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ

Marfat.com

وسلم کے ارشاد۔

تنبیہ: طلق سے ان کا قول بھی دونوں طرح مروی، نسائی[1] نے بسندِ صحیح ان سے دس کامل روایت کیں جن میں توفیر اللحیہ موجود۔

(۱۰) لطف بر لطف یہ کہ ان سب نے اُس کی جگہ مانگ روایت کی، اللہ اللہ اتنا بے ادراک اور ایسا بیباک، ذرا کسی ذی علم سے عبارتِ ابی داؤد کا ترجمہ کرا کر دیکھے کہ وہ مانگ کا ذکر صرف اثر ابن عباس میں بتاتے ہیں یا ان سب کی روایت یہی ٹھہراتے ہیں، بے علم کے نزدیک گویا عدم ذکر اعفار لحیہ کے معنی ہی یہ ٹھہرے ہیں کہ اس کی جگہ مانگ کا ذکر کیا۔

(۱۱) جب جہالت کی یہ حالت تو اس کی کیا شکایت کہ اپنے اس زعم باطل میں فرق و اعتبار کا ذکر و شمار میں تبادل سمجھ کر دونوں کا حکم یکساں ٹھہرا دیا، ایسا ہوتا بھی تو اس کا حاصل صرف اتنا نکلتا کہ جس بات کا یہاں تذکرہ ہے یعنی خصالِ فطرت سے ہونا اس میں دونوں شریک ہیں نہ یہ کہ سب احکام میں یکساں ہیں، عمدۃ القاری و فتح الباری و ارشاد الساری شروح صحیح بخاری وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے:

واللفظ للخطیب ھذہ الخصال منھا ما ھو واجب کالختان وما ھو مندوب ولا مانع من اقتران الواجب بغیرہ کما قال تعالٰی کلوا من ثمرہ اذا اثمر واٰتوا حقہ یوم حصادہٖ فایتاء الحق واجب والاکل مباح[2]۔

الفاظ خطیب بغدادی کے ہیں ان خصائل میں سے بعض واجب ہیں جیسے ختنہ، اور بعض مستحب ہیں، اور کسی واجب کو دوسرے کے ساتھ جوڑنے اور ملانے میں کوئی مانع نہیں جیسا کہ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: کھاؤ ان کا پھل جب وہ پھل لائیں اور کٹائی کے دن کا حق ادا کرو (یہاں آیت میں) حق ادا کرنا واجب ہے جبکہ کھانا مباح ہے (یہاں واجب، غیر واجب دونوں کا یکجا ذکر ہوا)۔ (ت)

(۱۲) پھر چالاکی یہ کہ اس کے متصل جو امام ابوداؤد نے دوسری حدیث مرفوع حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور ایک اثر امام ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ذکر کیا کہ ان میں بھی داڑھی بڑھانے کو شمار فرمایا، ناقل عاقل اسے اڑا گیا۔ عبارت سنن یہ ہے:

وفی حدیث محمد بن عبداللہ بن ابی مریم عن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ عن

محمد بن عبداللہ ابن مریم کی حدیث میں بواسطہ ابوسلمہ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ

---

[1] سنن النسائی کتاب الزینۃ باب من السنن الغطرۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۲۷۴

[2] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب اللباس باب قص الشارب دار الکتاب العربی بیروت ۸/۴۶۲

Marfat.com

النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واعفاء اللحیۃ عن ابراھیم النخعی نحوہ وذکر اعفاء اللحیۃ والختان[1]

انھوں نے حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے روایت فرمائی، اور داڑھی بڑھانا۔ ابراہیم نخعی سے اسی طرح کی روایت ہے، انھوں نے داڑھی بڑھانا اور ختنہ کرنا دونوں کا ذکر فرمایا۔ (ت)

(۱۳) کمال جہالت دیکھئے کہ اپنے مقام اجتہاد سے تنزل کرکے داڑھی بڑھانے کو فرض، منڈانے کو حرام تسلیم کرنا اور اس تسلیم کی تقدیر پر امر اباحت کے لئے ہونے سے جواب دیتا ہے بے عقل سے کون کہے کہ جب حرمت تسلیم پھر اباحت کہاں۔

(۱۴، ۱۵، ۱۶) اللہ عزوجل کے پاک مبارک رسولوں سے استہزاء، انھیں بے اعتدالی کا مرتکب بتانا، شرع مطہر کو بے اعتدالیوں کا پسند کرنے والا ٹھہرانا، موسیٰ کلیم اللہ و ہارون نبی اللہ علیہما الصلوٰۃ والسلام کی نسبت وہ ملعون الفاظ کہ دشمن نے بڑھی داڑھی الخ، ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ریش مطہر بڑی ہونا قرآن عظیم سے ثابت جان کر پھر وہ ناپاک ملعون شعر دو تین بال پر اعتدال بند اور شریعت و انبیاء کو بڑھانا پسند، ان باتوں کا جواب کفرستان ہند میں کیا ہوسکتا ہے مگر صبح قیامت قریب ہے،

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[2]۔ قل اباللہ و ایٰتہ و رسولہ کنتم تستھزءون[3]۔ والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب عظیم[4]۔

عنقریب ظالم جان لیں گے کہ وہ کس کروٹ پر پلٹ جایا کرتے تھے یا انھیں کس کروٹ پر پلٹنا ہوگا۔ فرما دیجئے کیا اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور اس کے رسولوں کے ساتھ ہنسی مزاح کرتے ہو۔ اور جو لوگ اللہ تعالےٰ کے رسول کو دُکھ دیتے ہیں اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (ت)

جب جہل وجہالت وشیوۂ جاہلیت وبیقیدی وجرأت کی یہ نوبت تو کلام وخطاب کا کیا محل اور حق کے حضور گردن جھکانے کی کیا امل، مگر قرآن عظیم نے جہاں اعراض کا حکم بتایا فاصدع بما تؤمر[5] (کھول کر بیان کردو جیسا کہ تم کو حکم دیا جاتا ہے۔ ت) و لتبیننہ للناس[6] (لوگوں کے لئے (واضح

[1] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب السواک من الفطرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۸
[2] القرآن الکریم ۲۶/۲۲۷
[3] القرآن الکریم ۹/۶۵
[4] القرآن الکریم ۹/۶۱
[5] القرآن الکریم ۱۵/۹۴
[6] القرآن الکریم ۳/۱۸۷

Marfat.com

طور پر) بیان کر دو ۔ ت) بھی ارشاد فرمایا، لہٰذا ایضاحِ حق و ازاحتِ باطل و استیصالِ شبہات و استحصالِ دلائل کے لئے یہ چند **تنبیہیں** مکتوب اور مسلمانوں کے حق میں حضرت حق سے حق پر استقامت مطلوب، وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب (مجھے توفیق نہیں ہوسکتی سوائے اللہ تعالٰی کے فضل و کرم کے، اور میرا اسی پر بھروسا ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں ۔ ت)

تنبیہ اوّل : مسلمانو! تمہارے رسول اکرم سیّد عالم عالمِ اعلم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو رب عزّ وجل نے علمِ اوّلین و آخرین عطا فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر قرآن عظیم اتارا تبیانا لکل شیئ[1] ہر چیز کا روشن بیان، تفصیل کل شیئ[2] ہر شَے کی کامل شرح، ما فرطنا فی الکتٰب من شیئ[3] ہم نے کتاب میں کچھ اُٹھانہ رکھا، اس میں تمام احکام جزئیہ تفصیلیہ ہی نہیں بلکہ ازلاً ابداً جمیع کوائن و حوادث بالاستیعاب موجود ہیں، امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے مروی کہ حضور پرنور سیّد عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

کتاب اللہ فیہ نبأ ما قبلکم و خبر ما بعدکم وحکم ما بینکم ۔ رواہ الترمذی[4] ۔

قرآن اس میں خبر ہے ہر اس چیز کی جو تم سے پہلے ہے اور ہر اس شَے کی جو تمہارے بعد ہے اور حکم ہے ہر اس امر کا جو تمہارے درمیان ہے ۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا ۔ ت)

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں :

لو ضاع لی عقال بعیر لوجدتہ فی کتاب اللہ ۔ ذکرہ ابن ابی الفضل المرسی

اگر میرے اُونٹ کی رسّی گم ہو جائے تو قرآن عظیم میں اسے پاؤں ۔ (ابن ابی الفضل مرسی نے

عہ ذکر الامام السیوطی ھذہ الاٰیۃ فی النوع الخامس والستین من کتابہ الاتقان مفیدا ان المراد بالکتاب القراٰن ۱۲ ۔

امام سیوطی نے اپنی مشہور تفسیر الاتقان فی علوم القرآن کی پینسٹھویں نوع میں اس آیت کریمہ کا ذکر فرمایا ہے اور یہ فائدہ بیان فرمایا کہ (یہاں) آیت میں کتاب سے قرآن مجید مراد ہے ۱۲ ۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۸۹ [2] القرآن الکریم ۱۲/ ۱۱۱ [3] القرآن الکریم ۶/ ۳۸
[4] جامع الترمذی ابواب فضائل القرآن امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۱۴

Marfat.com

نقل عنه فی الاتقان[1]۔ اسے ذکر فرمایا الاتقان میں ان سے نقل کیا گیا (ت)

امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

لو شئت لاوقرت من تفسیر الفاتحۃ سبعین بعیرا[2]۔ میں چاہوں تو سورۂ فاتحہ کی تفسیر سے ستّر اونٹ بھروا دوں۔

ایک اونٹ کے من بوجھ اٹھاتا ہے اور ہر من میں کے ہزار اجزاء، حساب سے تقریباً پچیس لاکھ جزء آتے ہیں، یہ فقط سورۂ فاتحہ کی تفسیر ہے پھر باقی کلام عظیم کی کیا گنتی، پھر یہ علم علمِ علی ہے، اس کے بعد علمِ عمر، اس کے بعد علمِ صدیق کی باری ہے، "ذھب عمر بہ تسعۃ اعشار العلم" عمر علم کے نو حصے لے گئے۔ کان ابوبکر اعلمنا ہم سب میں زیادہ علم ابوبکر کو تھا۔ پھر علمِ نبی تو علمِ نبی ہے، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ غرض قرآنِ عظیم و فرقانِ کریم میں سب کچھ ہے جسے جتنا علم اُتنی ہی فہم، جس قدر فہم اسی قدر علم۔

وتلک الامثال نضربھا للناس وما یعقلھا الا العٰلمون[3]۔ ہم ان مثالوں کو لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں مگر انھیں صرف علم والے ہی سمجھ سکتے ہیں (ت)

کہاوتیں ارشاد تو سب کے لئے ہوئی ہیں پر اُن کی سمجھ انھیں کو ہے جو علم والے ہیں، پھر علم کے مدارج بے حد متفاوت وفوق کل ذی علم علیم[4] (ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے۔ ت) عالمِ امکان میں نہایت نہایات حضور سید الکائنات علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوات والتحیات، ولہذا ارشاد ہوا:

انا انزلنا الیک الکتٰب بالحق لتحکم بین الناس بما ارٰک اللہ[5]۔ ہم نے آپ کی طرف سچی کتاب اتاری تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ فرمائیں جو کچھ آپ کو اللہ تعالٰی نے دکھا دیا ہے اسکی روشنی میں۔ (ت)

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الخامس والستون مصطفی البابی مصر ۲/۱۲۶
[2] 〃 〃 〃 النوع الثامن والسبعون 〃 〃 〃 ۲/۱۸۶
[3] القرآن الکریم ۲۹/۴۳
[4] 〃 ۱۲/۷۶
[5] 〃 ۴/۱۰۵

Marfat.com

تو حضور کا جو کچھ حکم جو کچھ رائے جو کچھ طریقہ جو کچھ ارشاد ہے سب قرآن عظیم سے ہے ان الی ربك المنتہٰی[1] (یقیناً تمہارے پروردگار کی طرف ہی ہر کام کی انتہا ہے۔ت) سب قرآن عظیم میں ہے: ان ھو الا وحی یوحٰی[2] (وہ تو صرف وحی ہے جو ان پر کی گئی۔ت) مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے علم تام و شامل سے جانا کہ آخر زمانہ میں کچھ بددین مکّار بدلگام فاجر ایسے آنے والے ہیں کہ ہمارا جو حکم اپنی اندھی آنکھوں سے بظاہر قرآن عظیم میں نہ پائیں گے منکر ہوجائیں گے،

بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ ولما یاتہم تاویلہ کذلك کذب الذین من قبلہم فانظر کیف کان عاقبۃ الظلمین[3]

بلکہ انھوں نے اس کو جھٹلایا جس کو بذریعہ علم وہ احاطہ نہ کرسکے حالانکہ ابھی ان کے پاس اس کی کوئی تاویل نہیں آئی تھی، یونہی ان سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا پھر دیکھو ظالموں کا کیسا (عبرتناک) انجام ہوا۔ (ت)

لہٰذا حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صاف ارشاد فرمایا:

الا انی اوتیت القراٰن ومثلہ معہ الا یوشك رجل شبعان علی اریکتہ یقول علیکم بھٰذا القراٰن فما وجدتم فیہ من حلال فاحلوہ وما وجدتم فیہ من حرام فحرموہ وان ما حرم رسول اللہ کما حرم اللہ۔ رواہ الائمۃ احمد والدارمی وابوداؤد والترمذی[4] و ابن ماجۃ بالفاظ متقاربۃ عن المقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

سُن لو مجھے قرآن عطا ہوا اور قرآن کے ساتھ اس کا مثل، خبردار نزدیک ہے کہ کوئی پیٹ بھرا اپنے تخت پر پڑا کہے یہی قرآن لئے رہو اس میں جو حلال پاؤ اسے حلال جانو جو حرام پاؤ اسے حرام مانو، حالانکہ جو چیز رسول اللہ نے حرام کی وہ اسی کی مثل ہے جو اللہ نے حرام فرمائی۔ (ائمہ کرام مثلاً امام احمد، دارمی، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے تقریباً ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۳/ ۴۲ [2] القرآن الکریم ۵۳/ ۴
[3] 〃 ۱۰/ ۳۹
[4] جامع الترمذی ابواب العلم ۲/ ۹۱ و سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی لزوم السنۃ ۲/ ۲۷۶
مسند احمد بن حنبل عن المقدام ۴/ ۱۳۱ و سنن ابن ماجہ مقدمۃ الکتاب ص ۳
سنن الدارمی باب السنۃ قاضیۃ علی کتاب اللہ دارالمحاسن القاہرہ ۱/ ۱۱۶

Marfat.com

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

لاالفین احدکم متکئا علٰی اریکتہ یاتیہ الامر مما امرت بہ او نہیت عنہ فیقول لا ادری ما وجدنا فی کتاب اللہ اتبعناہ ۔ رواہ احمد وابوداؤد[1] والترمذی و ابن ماجۃ والبیہقی فی الدلائل عن ابی رافع رضی اللہ تعالٰی عنہ ۔

خبردار! میں نہ پاؤں تم میں کسی کو اپنے تخت پر تکیہ لگائے کہ میرے حکم سے کوئی حکم اس کے پاس آئے جس کا میں نے امر فرمایا یا اس سے نہی فرمائی ہو، تو کہنے لگے میں نہیں جانتا ہم تو جو کچھ قرآن میں پائیں گے اسی کی پیروی کریں گے ۔ (امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اس کو حضرت ابورافع رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے روایت کیا۔ ت)

اور ایک حدیث میں ہے حضور والا صلوٰۃ اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ نے فرمایا :

ایحسب احدکم متکئا علٰی اریکتہ قد یظن ان اللہ لم یحرم شیئا الا ما فی ھذا القراٰن الا وانی واللہ قد امرت و وعظت ونہیت عن اشیاء انہا لمثل القراٰن او اکثر ۔ رواہ ابوداؤد[2] عن العرباض بن ساریۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ۔

کیا تم میں سے کوئی اپنے تخت پر تکیہ لگائے گمان کرتا ہے کہ اللہ نے بس یہی چیزیں حرام کی ہیں جو قرآن میں لکھی ہیں، سن لو خدا کی قسم میں نے حکم دئے اور نصیحتیں فرمائیں اور بہت چیزوں سے منع فرمایا کہ وہ قرآن کی حرام فرمائی اشیاء کے برابر بلکہ بیشتر ہیں ۔ (امام ابوداؤد نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے اسے روایت کیا ۔ ت)

اس منکر کا داڑھی بڑھانے کے حکم کو کہنا قرآن میں کہیں نہیں اور اسی بناء پر احادیث صحیحہ سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ کہہ کر رَد کر دینا کہ داڑھی بڑھانا اخلاق میں ہوتا تو قرآن میں کیوں نہ آتا وہی پیٹ بھرے بے فکرے بے نصیبے بے بہرے کی بات ہے جس کی پیشگوئی حضور

---

[1] جامع الترمذی ابواب العلم ۲/۹۱ و سنن ابی داؤد کتاب السنۃ ۲/۲۷۹ و سنن ابن ماجہ مقدمۃ الکتاب ص ۳

[2] سنن ابی داؤد کتاب الخراج والامارۃ باب التعشیر اہل الذمۃ الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۷۶

Marfat.com

عالم ماکان وما یکون فرماچکے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ سچ فرمایا رب جل وعلا نے:

فلا وربك لایومنون حتی یحکموك فیما شجر بینھم ثم لایجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما[1] تمہارے پروردگار کی قسم وہ مومن نہیں ہوسکتے جب تک وہ آپس کے جھگڑوں میں تمھیں حاکم تسلیم نہ کرلیں، پھر تمہارے فیصلہ سے اپنے دلوں میں ذراسی تنگی بھی محسوس نہ کریں بلکہ اسے دل وجان سے بغیر کسی کھٹک کے مان لیں۔ (ت)

قرآن عظیم قسم کھاکر فرماتا ہے کہ اے نبی! جب تک تیری باتیں دل سے نہ مان لیں ہرگز مسلمان نہ ہونگے طوطے کی طرح زبان سے لاکھ کلمہ رٹے جائیں کیا ہوتا ہے۔

تنبیہ دوم: مسلمانو! یہ گمراہ قوم جن کی پیشگوئی احادیث مذکورہ میں گزری صرف حدیثوں ہی کے منکر نہیں بلکہ حقیقۃً قرآن عظیم کو عیب لگانے والے اور دین متین کو ناقص وناتمام بتانے والے ہیں، حدیثیں تو یُوں چھوڑدیں کہ انبیاء صرف درستی اخلاق کے لئے آتے ہیں حدیثوں کی باتیں اخلاق سے ہوتیں تو قرآن میں کیوں نہ آتیں ورنہ قرآن اخلاقی احکام سے خالی اور دین ناقص ٹھہرتا ہے، جب مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیثیں یُوں بیکار گئیں پھر اور کسی کی بات کا کیا ذکر، فبای حدیث بعدہ یومنون[1] (پھر وہ اس کے بعد (یعنی قرآن مجید کے بعد) اور کس چیز پر ایمان لائیں گے۔ ت) اب گنتی کے وہ احکام رہ گئے جن کی صاف تصریح کتاب اللہ میں ہے ان کے سوا سب اخلاق سے خارج تہذیب و اخلاق کے ہزاروں احکام جن میں کوئی ذی عقل نزاع نہ کرسکے معاذ اللہ اسلام کے نزدیک مہمل ومعطل اور تمامی دین باطل ومختل' مثلاً مردوں کا داڑھی مونچھ منڈواکر بال بڑھاکر چوٹی گندھواکر ہاتھ پاؤں میں مہندی رچاکر زنانہ کپڑے گوٹہ پٹھے مسالے کے پہن کر سر سے پاؤں تک جڑاؤ گہنوں سے بن ٹھن کر ہزاروں کے مجمع میں ناچنا بھاؤ بتانا کس آیت میں حرام لکھا ہے، اعضائے رجولیت کٹاکر زنخہ بننا ناک پر انگلی رکھ کر تالیاں بجانا کس سُورۃ میں منع آیا ہے وعلٰی ھذا القیاس ہزاروں افعال وسواس خنّاس اب منکر متکبّر سے پُوچھا جائے کہ ان افعال اور اُن کے امثال کو معاذ اللہ ملتِ اسلام میں حلال بتاکر دین کو عیاذاً باللہ سخت بیہودہ ونامہذب بنائے گا یا شرعاً شرعی حرام ٹھہراکر نصوص قرآنیہ خالی پاکر معاذ اللہ قرآن عظیم کو ناقص ناتمام بتائے گا ایسے حضرات کی تمام جدید تحقیقات شقیہ کا اندرونی بخار وہی پادریوں کو خفیہ اعانت دینا اور دین متین کا مضحکہ اڑانا ہوتا ہے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[2] (عنقریب ظالم جان لیں گے کہ وہ

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۶۵ ۷۷/ ۵۰ [2] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

Marfat.com

کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ ت) بہت اچھا اگر داڑھی منڈانا حرام نہیں کہ قرآن عظیم میں اُس کے احکام نہیں تو جہاں اس پر عمل ہے یہ پوری شرافت کے افعال بھی برت کر دکھا دیں کہ ان کی تحریم بھی قرآن میں کہیں نہیں، پوری ہی گائے نہ کھائیے کہ دین نیچر کے کامل مومن کہلائیے، اچھا نہ سہی قرآن میں کہیں ناک کٹانا بھی حرام نہیں لکھا الانف بالانف (ناک کے بدلے ناک۔ ت) میں دوسرے کی ناک کاٹنے پر سزا ہے اپنی قطع کرانے کا ذکر کیا ہے ایک کاٹ کر دوسری کہاں سے لائیے گا کہ الانف بالانف کا محل پائیے گا جہاں داڑھی منڈائی ہے، یہ اونچی گوٹ آنکھوں کی اوٹ جس نے ناحق چہرہ ناہموار کر رکھا ہے اسے بھی دھتا بتائیں لوگ چار ابرو کا صفایا بولتے ہیں، یہ پانچوں گانٹھ کمیت ہو جائیں خیر آپ اس پر عمل نہ کریں مگر آپ کی تحریر تو ضرور بانکے پکارے کہے گی کہ دین اسلام ایسا ناقص دین ہے جس میں ناک کٹانا حرام نہیں یا قرآن عظیم ایسی کتاب ہے جس میں ایسے جرموں پر کچھ الزام نہیں۔

تنبیہ سوم: منکر متکبر کا اثبات حرمت میں قرآن عظیم کے ساتھ حدیث متواتر و مشہور کا نام لے دینا محض عیاری و دنیا سازی یا عجب کورانہ تناقض بازی ہے ہم پوچھتے ہیں جو کسی حدیث متواتر یا مشہور میں آئے قرآن عظیم میں بھی موجود ہے یا نہیں، اگر ہے تو حدیث کی کیا حاجت، اور اس تردید سے کیا منفعت، اور اگر نہیں تو اب پوچھا جائے گا کہ وہ حکم داخلِ اخلاق ہے یا نہیں، اگر ہے تو قرآن عظیم احکام اخلاقی سے خالی اور دین معرض نقص و بے کمالی، اور نہیں تو تمہارا مطلب حاصل کہ ایسے حکم کا شرعی ہونا باطل، بہت ہو تو مچھلی کا سا شکار سہی، حرمت فرضیت کس نے کہی، مسلمانو! دیکھتے جاؤ کہ ان حضرات کے تمام خیالات کا حاصل بے حاصل وہی ابطال شرع مطہر و اکمال بقیدی اہل نیچر ہے وبس، وسیعلم الذین ای منقلب ینقلبون[1] (وہ لوگ جو ظالم ہیں انھیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس کروٹ پلٹا کھانے والے ہیں۔ ت)

تنبیہ چہارم: بعینہٖ اسی دلیل سے اجماع بھی باطل، پھر قیاس کس گنتی شمار میں رہے، اور امر قرآنیہ منکر نے اذا حللتم فاصطادوا[2] (جب احرام سے نکلو تو شکار کر سکتے ہو۔ ت) سے اس کا جواب بھی گھڑ دیا، ہر امر میں یہی احتمال قائم، کیا معلوم کہ یہ انھیں احکام میں ہو جن کا نہ کرنا عقاب در کنار موجب عتاب بھی نہیں، پھر ایک یہی چلتا فقرہ تمام نواہیِ قرآنیہ کو بس ہے کہ جس طرح امر کبھی اباحت کے لئے ہوتا ہے یونہی نہی بھی ارشادی ہوتی ہے غرض ایک ہی کرشمے میں شریعت محمدیہ کے تمام اوامر و نواہی بیکار اور معطل ہو کر رہ گئے، سچ ہے انسانی آزادی اس کی منادی، قیدِ ملّت کہاں کی علت، مگر افسوس یہ آنکھوں کے اندھے عقل کے اوندھے سمجھے کہ

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷ [2] القرآن الکریم ۵/ ۲

Marfat.com

آزاد ہوئے، اور حقیقت دیکھو تو برباد ہوئے، اللہ واحد قہار کی بندگی سے سر نکالا اور ابلیس لعین کا پٹا گلے میں ڈالا، بندگی تو ہر حال رہی اللہ کی نہیں ابلیس کی سہی ؏

ببیں کہ از کہ بریدی و باکہ پیوستی

(دیکھو تو سہی کہ تم نے کس سے تعلق توڑا اور کس سے جوڑا یعنی کس سے کٹ کر جدا ہو گئے اور کس سے وابستہ ہو کر مل گئے۔ ت)

تنبیہ پنجم: مخالفت مشرکین کے وہ معنی لینا اور داڑھی رکھنے منڈانے دونوں میں مخالفت بتانا کلامِ پاکِ حضور سید لولاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کھلا استہزا و تمسخر ہے، اللہ اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد اطہر اور ایک ناپاک بیباک بے ادراک کا کہنا کہ فیہ نظر" (اس میں ایک اعتراض واشکال ہے۔ ت) پھر اسے دیدہ ودانستہ بازیچہ بنانا یحرفونہ من بعد ما عقلوہ وھم یعلمون[1] (وہ لوگ کتاب کو سمجھنے کے بعد اسے بدل ڈالتے ہیں جبکہ وہ (اس حقیقت کو) اچھی طرح جانتے ہیں۔ ت) کا شیوہ دکھانا۔

اوّلاً دنیا میں کون اندھے سے اندھا خلاف مشرکین کا یہ مطلب سمجھے گا کہ مشرکین روٹی کھاتے ہیں تم بھوکے رہو، وہ پانی پیتے ہیں تم پیاسے مرو، خلافِ مشرکین شعارِ مشرکین میں ہے نہ یہ کہ کوئی مشرک ہمارے بعض افعال اختیار کرلے یا جس فعل کو ہماری شرع مطہر نے پسند فرمایا وہ کسی فرقہ مشرکہ سے بھی واقع ہو تو ہم چھوڑ دیں۔

ثانیاً یہی معنی مراد ہوتے تو معاذ اللہ حکم کس قدر فضول ومہمل تھا، جو بات ایک کام کرو تو بھی حاصل نہ کرو تو بھی حاصل، اس کے لئے اس کام کا حکم دینا تحصیل حاصل۔

ثالثاً ترجیح بلا مرجح اس کے عکس کا کیوں نہ حکم ہوا کہ خلافِ مشرکین اس میں بھی تھا۔

رابعاً بلکہ ترجیح مرجوح کہ داڑھی منڈے مشرک مہینوں کی راہ دور ایران وغیرہ میں تھے اور داڑھی والے اہل عرب اپنے ہی وطن میں اپنے ہی شہروں میں، تو خلافِ مشرکین انھیں کے خلاف ظاہر ہونا۔ یوں تو کوئی ایرانی کبھی اتفاق سے آجاتا تو اپنی مخالفت پاتا پھر بھی خلاف مذہبی نہ سمجھتا بلکہ قومی و ملکی کہ اس ملک کے مسلم وکافر سب کو اپنے خلاف دیکھتا۔

خامساً اللہ اکبر اگر حدیث فقط اس قدر ہوتی کہ خالفوا المشرکین مشرکوں کا خلاف کرو۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۷۵

Marfat.com

توشاید کسی کچے جنونی پکے مجنونی کو ایسے جنون جاگتے مجنون لے بھاگتے، مگر حدیث میں تو صراحۃً خود اُس خلاف کی شرح فرمادی تھی: اعفوا الشوارب واعفوا اللحی مشرکین کا یُوں خلاف کرو کہ لبیں ترشواؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ۔ اس کے یہ معنی لینا کہ ان کا خلاف کرکے بڑھاؤ خواہ اُن کی مخالفت کرکے منڈواؤ، کیسی کھلی تحریف اور کیسا صریح استہزا ہے، اللہ اکبر مصطفیٰ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وسعتِ علم جس طرح عجائب قرآن عظیم غیر متناہی ہیں یونہی عجائبِ حدیث کی حد نہیں، کریمۂ لا تزر وازرۃ وزر اخری وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا[1] (کوئی بندہ کسی دوسرے بندے کا بوجھ (بروزِ قیامت) نہیں اٹھائے گا اور ہم جب تک کوئی رسول نہ بھیج دیں عذاب نہیں دیتے یعنی اتمامِ حجت کے بغیر مبتلائے عذاب نہیں کرتے۔ ت) کے لطائف سے امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے شمار فرمایا کہ دونوں جملے دو ہمشکل مسائل مختلف فیہا کا فیصلہ فرماتے ہیں، پہلا مسئلہ اطفال مشرکین اور دوسرا اہلِ فترت پر دلیل شافی ہے ان دونوں کا ایک جگہ ارشاد ہونا نظمِ قرآنی کے عجب دقیقہ سے ہے ذکرہ فی رسالۃ فی الابوین الکریمین (امام سیوطی نے حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے والدین کریمین کے اسلام کے موضوع پر جو رسالہ تحریر فرمایا اس میں اس کا ذکر فرمایا۔ ت) فقیر کہتا ہے امام احمد و طبرانی و ضیاء نے ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تسرولوا وائتزوا وخالفوا اھل الکتاب قصوا سبالکم ووفروا عثانینکم وخالفوا اھل الکتاب[2]	پاجامہ پہنو اور تہبند باندھو اور یہود و نصارٰی کا خلاف کرو اور لبیں ترشواؤ اور داڑھیاں وافر کرو یہود و نصارٰی کا خلاف کرو۔

یہود و نصارٰی کے یہاں ستر کچھ ضروری نہیں، ان کی قومیں اب تک ننگے نہانے کی عادی ہیں حدیث میں ان دُو جملوں کا ایک جگہ ارشاد ہونا ایسے گمراہوں گمراہ پرستوں کے جنون کا کافی علاج ہے جس طرح داڑھی میں مخالفت اہلِ کتاب کے وہ معنے تراشے یونہی پاجامہ و تہبند میں یہی مطلب پہنائے کہ اہلِ کتاب سترِ عورت کرتے بھی ہیں تو چاہیے اس عادت کا خلاف کرکے پاجامہ پہنو چاہے اسکی مخالفت سے ننگے پھرو اور پورے مہذب جنٹلمین بنو، وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[3]

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۱۵

[2] مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابی امامہ باہلی المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۶۵-۲۶۴

[3] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

Marfat.com

(عنقریب ظالم جان لیں گے کہ وہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ ت)

تنبیہ ششم: فرض و واجب اور اسی طرح حرام و مکروہ تحریمی میں فرق دربارۂ اعتقاد ہے کہ فرض وحرام کا منکر کافر ٹھہرتا ہے،

اما مطلقا کما علیہ ظواھر کلمات الفقہاء الامجاد او علی تفصیل فیہ کما علیہ الاعتماد۔

یا مطلقاً جیسا کہ بزرگ فقہا کرام کے ظاہری کلمات اس پر دلالت کرتے ہیں یا اس میں تفصیل ہے جیسا کہ اس پر اعتماد ہے (ت)

بخلاف اخیرین۔ مگر عمل میں دونوں کا ایک حکم مخالف میں گناہ و اثم امتثال میں رجائے ثواب خلاف میں استحقاق غضب و عذاب، کما صرح فی کل کتاب (جیسا کہ تمام کتب میں اس کی صراحت کی گئی ہے۔ ت) اہلِ اسلام اپنے رب کے غضب سے ڈریں اور ان گمراہان گمراہ گر کی چرب زبانیوں پر توجہ نہ کریں بالفرض اصطلاح حنفی میں فرض یا حرام کا اطلاق نہ ہوا تو یہ فرق اصطلاحی تمھارے کس کام آئے گا جبکہ غضبِ جبار و عذابِ نار کا استحقاق بہرحال موجود، والعیاذ باللہ الغفور الودود، یقین جانو اس دن کو داڑھی مُنڈا واحدِ قہار کے حضور تمھارا حمایتی نہ بنے گا وہ آپ اپنی بھڑکائی آگ میں جلے بُھنے گا آئندہ اختیار بدست مختار، مسلمانو! اس کی ٹھیک مثال یہ ہے کہ کوئی گندہ ناپاک بھینس کا گوبر گدھے کی لید کھایا کرے، جب اس سے کہا جائے تو (۔۔) کھاتا ہے کہے اسے (۔۔) نہیں کہتے یہ تو لید گوبر ہے اُس نجس سے یہی کہا جائے گا کہ یونہی سہی مگر ہر طرح تیرے مُنہ میں تو گندگی رہی، مسلمانو! مکروہِ تحریمی گناہِ صغیرہ سہی مگر ہر صغیرہ بعد اصرار کبیرہ اور ہلکا جانتے ہی فوراً اشد کبیرہ۔ حدیث میں ہے حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا صغیرۃ مع الاصرار[1]۔ رواہ فی مسند الفردوس عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اصرار سے کوئی گناہ چھوٹا نہیں ہوجاتا (بلکہ بڑا ہوجاتا ہے) دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت عبداللہ ابن عباس سے اس کو روایت کیا ہے اللہ تعالٰی ان دونوں سے راضی ہو۔ (ت)

پھر یہ ظالمین براہِ چالاکی حرام حرام کی اصطلاح لئے ہوئے ہیں حقیقۃً مباح محض شیرِ مادر جانتے ہیں جب تو اذا احللتم فاصطادوا[2] (جب تم حلال ہوجاؤ یعنی احرام کی پابندی ختم ہوجائے

[1] الفردوس بماثور الخطاب للدیلمی حدیث ۷۶۶۴ ابن عباس دارالکتب العلمیہ بیروت ۵/۱۹۹

[2] القرآن الکریم ۵/۲

Marfat.com

اور احرام کھول دو تو شکار کرسکتے ہو۔ت) [یعنی حدودِ حرم سے باہر شکار تمھاری پسند اور چاہت پر موقوف ہے۔ مترجم] کی مثال، اور عقاب درکنار عتاب بھی نہ ہونے کا خیال ہے، شیطان کے بڑھاوے ایسے ہی ہوتے ہیں،

یعدھم ویمنیھم و ما یعدھم الشیطٰن الا غرورا[1]

شیطان ان سے وعدہ کرتا ہے اور انھیں امید دلاتا ہے اور شیطان ان سے سوائے دھوکے اور فریب کے کوئی وعدہ نہیں کرتا (یعنی اس کا ہر وعدہ سبز باغ اور فریب ہوتا ہے)۔ (ت)

انتباہ: سُنا گیا کہ اس منکر متکبر کی طرح کوئی اور حضرت بھی اس مسئلہ میں مخالفتِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر تُلے ہیں اس نے اباحت محضہ کا ڈنڈا پکڑا وہ اپنے زور زور میں اور راہ چلے ہیں کہ داڑھی منڈانا حرام نہیں، اور مکروہ تحریمی میں خود اختلاف ہے کہ وہ حرمت سے قریب ہے یا حلت سے نزدیک۔ مسلمانو! راہِ فریب سے دُور لا یغرنکم باللّٰہ الغرور[2] (اور ہرگز تمھیں اللہ کے حکم پر فریب نہ دے وہ بڑا فریبی) یہ ان قائل صاحب کا محض افترائے گندہ و ایجاد بندہ ہے آج تک جہان میں کسی عالم نے مکروہِ تحریمی کو قریب بحلت نہ بتایا تمام کتبِ مذہب موجود ہیں حضرات شیخین و امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہم میں یہ اختلاف بتایا جاتا ہے کہ ان کے نزدیک مکروہ تحریمی عین حرام ہے اور ان کے نزدیک اقرب بحرام۔ تنویر الابصار وغیرہ عامۂ اسفار میں ہے:

کل مکروہ حرام عند محمد و عندھما الی الحرام اقرب[3]

امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک ہر مکروہ حرام ہے جبکہ امام صاحب اور امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کے نزدیک حرام سے قریب تر ہے (ت)

اور عند التحقیق یہ بھی صرف اطلاق لفظ کا فرق ہے، معنًی سب کا ایک مذہب، خود امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے ناقل کہ انھوں نے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عرض کی: اذا قلت فی شیئ اکرہ فما رأیك فیہ جب آپ کسی شَے کو مکروہ فرمائیں تو اس میں آپ کی کیا رائے ہوتی ہے؟ قال التحریم فرمایا حرام ٹھہرانا ذکرہ فی ردالمحتار[4] عن شرح التحریر

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۰ [2] القرآن الکریم ۵/ ۳۵

[3] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الحظر والاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۵

[4] ردالمحتار " " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۱۴

Marfat.com

للامام ابن امیر الحاج عن مبسوط الامام محمد رحمهم اللہ تعالیٰ (فتاوٰی شامی میں اس کو شرح التحریر کے حوالے سے ذکر فرمایا جو امام ابن امیر الحاج کی تصنیف ہے انھوں نے مبسوط امام محمد سے نقل فرمایا (اللہ تعالیٰ ان سب پر رحم فرمائے)۔ ت)

تنبیہ ہفتم آیاتِ قرآنیہ میں۔ حق فرمایا ہمارے رب جل وعلا نے:

فانھا لاتعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور[1] ہے یُوں کہ آنکھیں نہیں اندھی ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

ان بے بصیرتوں کو اگر کبھی کُھلی آنکھوں سے قرآن عظیم کی زیارت نصیب ہوتی تو جانتے کہ داڑھی بڑھانے کی طرف ارشاد اس میں ایک دو نہیں بلکہ بکثرت آیاتِ کریمہ میں موجود ہے اس میں دو طریق ہیں:

اوّل طریق عموم: یہ دو وجہ پر ہے:

وجہ اوّل کہ صحابہ کرام وائمہ اعلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم امثال مقام میں استعمال فرماتے رہے۔

آیت ۱: قال اللہ عزّوجل:

ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ ومانھٰکم عنہ فانتھوا[2] جو کچھ یہ رسول کریم تمھیں دے اختیار کرو اور جس سے منع فرمائے باز رہو۔

آیت ۲: قال تعالیٰ:

قل اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم[3] اے نبی! مومنین سے فرمادے کہ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو اس کے رسول کی اور اپنے علماء کی۔

آیت ۳: قال عزّوجل:

من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ[4] جو رسول کے فرمانے پر چلا اس نے اللہ کا حکم مانا۔

رب تبارک وتعالیٰ ان آیات اور ان کے امثال میں نبی کا حکم بعینہٖ اپنا حکم اور نبی کی اطاعت بعینہٖ اپنی اطاعت بتاتا ہے تو تمام احکام کہ احادیث میں ارشاد ہوئے سب قرآن عظیم سے ثابت ہیں جو اخلاقی حکم حدیث میں ہے کہ کتاب اللہ اس سے ہرگز خالی نہیں اگرچہ بظاہر تصریح جزئیہ ہماری نظر میں نہ ہو۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۴۶
[2] القرآن الکریم ۵۹/ ۷
[3] " " ۴/ ۵۹
[4] " " ۴/ ۸۰

Marfat.com

احمد و بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ سب ائمہ اپنی مسند و صحاح میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ انھوں نے فرمایا:

لعن اللہ الواشمات و المستوشمات و المتنمصات و المتفلجات للحسن المغیرات لخلق اللہ۔

اللہ کی لعنت بدن گودنے والیوں اور گدوانے والیوں اور منہ کے بال نوچنے والیوں اور خوبصورتی کے لئے دانتوں میں کھڑکیاں بنانے والیوں اللہ کی بنائی چیز بگاڑنے والیوں پر۔

یہ سُن کر ایک بی بی خدمتِ مبارک میں حاضر ہوئیں اور عرض کی، میں نے سُنا ہے آپ نے ایسی ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ——— فرمایا:

مالی لا العن من لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو فی کتاب اللہ۔

مجھے کیا ہُوا کہ میں اس پر لعنت نہ کروں جس پر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اور جس کا بیان قرآن عظیم میں ہے۔

اُن بی بی نے کہا: میں نے قرآن اوّل سے آخر تک پڑھا اس میں کہیں اس کا ذکر نہ پایا ——— فرمایا:

اِن کُنتِ قَرَأتِیْہِ لَقَدْ وَجَدْتِیْہِ ۔ اما قرأتِ ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا۔

اگر تم نے قرآن پڑھا ہوتا یہ بیان اس میں ضرور پاتیں۔ کیا تم نے یہ آیت نہ پڑھی کہ جو رسول تمھیں دے وہ لو اور جس سے منع فرمائے باز رہو۔

اُنھوں نے عرض کی: ہاں ——— فرمایا: فانہ قد نھٰی عنہ تو بے شک نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ان حرکات سے منع فرمایا۔

منکر دیکھے کہ اُس کا خیال وہی اُن بی بی کا خیال اور ہمارا جواب بعینہٖ حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کا جواب ہے یا نہیں۔ یہ بی بی اُمِّ یعقوب اسدیہ ہیں کبار تابعین و ثقات صالحات سے

لہ مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ		مکتب الاسلامی بیروت	۱/۴۳۴
صحیح البخاری کتاب اللباس باب الموصولۃ		قدیمی کتب خانہ کراچی	۲/۸۷۹
سنن ابی داؤد کتاب الترجل	باب صلۃ الشعر	آفتاب عالم پریس لاہور	۲/۲۱۸
جامع الترمذی ابواب الادب	باب ماجاء فی الواصلۃ الخ	امین کمپنی دہلی	۲/۱۰۲
سنن النسائی	کتاب الزینۃ	نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی	۲/۲۹۲

Marfat.com

ہونے میں تو کلام نہیں، اور حافظ الشان نے فرمایا صحابیہ سے معلوم ہوتی ہیں۔ بہرحال ان کی فضیلت و صلاح قبول حق پہ باعث ہوئی سمجھ لیں اور اس کے بعد خود اس حدیث کو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کریں؛

کما رواہ البخاری[1] من طریق عبد الرحمٰن بن عابس عنہما رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جیسا کہ امام بخاری نے عبدالرحمٰن ابن عابس کے طریقہ سے، اس نے بی بی صاحبہ سے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالہ سے اس کو روایت کیا ہے (ت)

ابنائے زمانہ سے گزارش کرنی چاہئے کہ ع

دِلا مردانگی زیں زن بیاموز

(اے دل! اس عورت سے مردانہ جرأت سیکھ۔ت)

ولٰکن الھدایۃ لن تنالا بلا فضل من المولٰی تعالٰی

(لیکن تو ہرگز ہدایت نہیں پا سکے گا اللہ تعالٰی کے فضل کے بغیر۔ت)

ایک بار عالمِ قریش سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مکہ معظمہ میں فرمایا: مجھ سے جو چاہو پوچھو میں قرآن سے جواب دوں گا۔ کسی نے سوال کیا: احرام میں زنبور کو قتل کرنے کا کیا حکم ہے؟ فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا وحدثنا سفیٰن بن عیینہ عن عبد الملک بن عمیر عن ربعی بن حراش عن حذیفۃ بن الیمان عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ قال اقتدوا بالذین من بعدی ابوبکر وعمر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، جو کچھ تمھیں رسول کریم عطا فرمائیں اسے لے لو اور جس سے تمھیں منع فرمائیں اس سے باز رہو۔" اللہ عزوجل نے تو فرمایا کہ ارشادِ رسول پر عمل کرو" (ہم نے سفیان بن عیینہ نے فرمایا اس نے عبدالملک بن عُمیر سے، اس نے ربعی بن حراش سے، اس نے حذیفہ بن یمان سے، انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی۔ت) کہ رسول اللہ

---

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس باب الواشمہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۷۹

Marfat.com

حدثنا سفین عن مسعر بن کدام عن قیس بن مسلم عن طارق بن شہاب عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ امر بقتل المحرم الزنبور۔ ذکرہ الامام السیوطی فی الاتقان[1]"

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہمیں حدیث پہنچی کہ حضور نے فرمایا ان دو کی پیروی کرو جو میرے جانشین ہونگے۔
(ہم سے سفیان بن مسعر بن کدام نے بیان کیا انھوں نے قیس بن مسلم سے انھوں نے طارق بن شہاب سے روایت کی) اور ہمیں امیرالمومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث پہنچی کہ انھوں نے احرام باندھے ہوئے کو قتل زنبور کا حکم دیا (امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے اسے "الاتقان فی علوم القرآن" میں ذکر فرمایا۔ت)

وجہ ثانی: اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ت)

آیت ۴: قال جل ذکرہ (اللہ جل جلالہ نے فرمایا:)

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاٰخر وذکر اللہ کثیرا[2]

البتہ بیشک تمھارے لئے رسول اللہ کے چال طریقہ میں اچھی ریت ہے اس کے لئے جو ڈرتا ہو اللہ اور پچھلے دن سے اور بہت یاد کرے اللہ کی۔

اس آیہ کریمہ میں مولٰی جل وعلا اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے طریق وروش پہ چلنے کی ہدایت فرماتا اور مسلمانوں کو یُوں جوش دلاتا ہے کہ دیکھو ہماری یہ بات وہ مانے گا جس کے دل میں ہمارا خوف، ہماری یاد، ہم سے امید، قیامت سے دہشت ہوگی اور موافق مخالف حتی کہ نصارٰی و یہود و مجوس و ہنود و تمام جہان جانتا ہے کہ اس سرورِ جہاں و جہانیاں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنّتِ دائمہ مستمرہ داڑھی رکھنی تھی جس پر تمام عمر مداومت فرمائی محافظت فرمائی تاکید فرمائی ہدایت فرمائی معاذاللہ کبھی تجویزِ خلاف نے گنجائش نہ پائی، ہم یہاں بعض احادیث جلیلہ کریمہ یاد کریں کہ ذکرِ حبیب نورِ عین و سرورِ جان و شادابیِ دل و سیرابیِ ایمان ہے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی النوع الخامس والستون مصطفی البابی مصر ۲/۱۲۶
[2] القرآن الکریم ۳۳/۲۱

Marfat.com

حدیث ۱: جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

كان رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم كثير شعر اللحية. رواه مسلم[1] وعنه عند ابن عساكر[2] كثير شعر الراس واللحية.

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ریش مبارک میں بال کثیر و انبوہ تھے (اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ ابن عساکر کے نزدیک انہی جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اور داڑھی مبارک کے بال زیادہ تھے۔ ت)

حدیث ۲: ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

كان رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم فخما مفخما يتلألؤ وجهه تلألؤ القمر ليلة البدر ازهر اللون واسع الجبين كث اللحية. رواه الترمذی[3] فی الشمائل والطبرانی فی الكبير والبيهقی فی الشعب ورواه ايضا الروٰیانی والبيهقی فی الدلائل وابن عساكر فی التاريخ.

حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عظمت والے نگاہوں میں عظیم، دلوں میں معظم تھے، چہرہ مبارک ماہِ دو ہفتہ کی طرح چمکتا جگمگاتی رنگ، کشادہ پیشانی، گھنی داڑھی (اس کو امام ترمذی نے شمائل نبوی میں، امام طبرانی نے معجم کبیر میں، امام بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے، نیز رویانی نے اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں، ابن عساکر نے تاریخ میں روایت کیا ہے۔ ت)

حدیث ۳: امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ فرماتے ہیں:

بابی وامی كان ربعة ابيض مشربا بحمرة كث اللحية. رواه ابن عساكر[4] عن ابی هريرة رضی الله تعالٰی عنهما.

میرے ماں باپ اُن پر قربان، میانہ قد کے تھے، گورا رنگ جس میں سُرخی جھلکتی، گھنی داڑھی۔ (ابن عساکر نے اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب اثبات خاتم النبوۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۵۹

[2] تہذیب تاریخ ابن عساکر باب صفۃ خلقہ ومعرفۃ خلقہ الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۲۲

[3] شمائل الترمذی مع جامع الترمذی باب ماجاء فی خلق رسول اللہ امین کمپنی دہلی ص ۲

[4] کنز العمال برمز "کر" عن ابی ہریرۃ حدیث ۱۸۵۶۰ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۷/۱۶۲

Marfat.com

حدیث ۴: وہی فرماتے ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہ:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ضخم الهامة عظیم اللحیة۔ رواہ البیہقی[1]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا سر مبارک بزرگ اور ریش مطہر بڑی تھی (اسے امام بیہقی نے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۵: امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰے عنہ فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابیض اللون مشربا بحمرۃ ادعج العینین کث اللحیة۔[2]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا رنگ گورا، سُرخی آمیز، آنکھیں بڑی، خوب سیاہ داڑھی گھنی۔

حدیث ۶: انس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم احسن الناس قواما واحسن الناس وجها واطیب الناس ریحا والین الناس کفا وکانت لہ جمة الی شحمة اذنیہ وکانت لحیتہ قد ملأت من ھٰھنا الی ھٰھنا وامر یدیہ علی عارضیہ۔[3]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے جسم پاک کی بناوٹ تمام جہان سے بہتر، چہرہ تمام عالم سے خوب تر، مہک سارے زمانے سے خوشبو تر، ہتھیلیاں سب لوگوں سے نرم تر، بال کانوں کی لو تک (پھر اپنے رخساروں پہ اشارہ کرکے بتایا کہ) ریش مبارک یہاں سے یہاں تک بھری ہوئی تھی۔

حدیث ۷: وہی فرماتے ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہ:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابیض الوجہ کث اللحیة احمر الاماق اھدب الاشفار۔ رواھا جمیعا ابن عساکر الکل مختصرا۔[4]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا منہ گورا، داڑھی گھنی، آنکھوں کے سُرخی، پلکیں دراز۔ (ان سب کو ابن عساکر نے مختصر طور پر روایت کیا ہے۔ ت)

---

[1] دلائل النبوۃ للبیہقی باب صفة راس رسول اللہ وصفة لحیتہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۲۱۶

[2] تہذیب تاریخ ابن عساکر باب صفة خلقہ ومعرفة خلقہ الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۱۸

[3] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۱/۳۲۱

[4] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۱/۳۲۲

Marfat.com

امام قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں :

کث اللحیۃ تملؤ صدرہ[1] ریش مطہر گھنی سینہ منور کو بھرے ہوئے ۔

یہاں "سینہ" سے مراد اس کا بالائی کنارہ ہے کہ گلے کی انتہا ہے صرح بہ الشراح وھو الواضح الصراح (شارحین نے اس کی تصریح فرمائی جو بالکل واضح اور صاف ہے ۔ ت) اور عادت کریمہ تھی کہ کوئی امر کیسا ہی مرغوب و پسندیدہ ہو جب شرعاً لازم ضروری نہ ہوتا تو بیانِ جواز کے لئے گاہے ترک بھی فرما دیتے یا قولاً خواہ تقریراً جواز ترک بتا دیتے اس لئے علمائے کرام نے سنت کی تعریف میں مع الترک احیاناً اضافہ کیا یعنی جسے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اکثر کیا اور کبھی کبھی ترک بھی فرما دیا ہو، ولہذا محققین فرماتے ہیں کہ ایسی مواظبت دائمہ ہمیشہ دلیل وجوب ہے، محقق علی الاطلاق فتح القدیر باب الاذان میں فرماتے ہیں :

عدم الترک مرۃ دلیل الوجوب[2] ایک مرتبہ بھی نہ چھوڑنا وجوب کی دلیل ہے (ت)

نیز باب الاعتکاف میں فرمایا :

ھذہ المواظبۃ المقرونۃ بعدم الترک مرۃ لما اقترنت بعدم الانکار علی من لم یفعلہ من الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم کانت دلیل السنۃ والا کانت دلیل الوجوب[3]

یہ دوام یعنی ہمیشگی، جو کبھی ایک دفعہ بھی نہ چھوڑنے سے مقرون ہو جب ان صحابہ کرام سے جنھوں نے اسے نہ کیا ہو ان سے عدم انکار پر مقرون ہو تو دلیل سنّت ہے ورنہ دلیل وجوب ہے ۔ (ت)

دوم طریق خصوص : اس میں بھی بحمد اللہ تعالٰی فیض جلیل قرآن جلیل سے آیات کثیرہ عبد ذلیل پر فائض برکات ہوئیں فاقول وباللہ التوفیق (پس میں اللہ تعالٰی کی توفیق و مدد سے ہی کہتا ہوں ۔ ت) یہ نفیس طریق وجوہِ عدیدہ رکھتا ہے جن سے احیائے لحیہ کا امر یا طلب یا اس کے خلاف پر وعید یا مذمت ثابت ہو ۔

وجہ ثالث ــ آیت ۵ : قال تعالٰی وتقدس :

وان یدعون الا شیطانا مریدا لعنہ اللہ و لاتخذن من عبادک

کافر نہیں پوجتے مگر شیطان سرکش کو جس پر خدا نے لعنت کی اور وہ بولا میں ضرور لے لوں گا تیرے

---

[1] الشفاء بحقوق المصطفٰی فصل ان قلت اکرمک اللہ عبد التواب اکیڈمی ملتان ۱/۳۸

[2] فتح القدیر باب الاذان مکتبہ نوریہ رضویہ پاکستان ۱/۲۰۹

[3] ؍؍ باب الاعتکاف ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/۳۰۵

Marfat.com

نصیبا مفروضا ○ ولاضلنھم ولامنینھم ولامرنھم فلیبتکن اٰذان الانعام ولامرنھم فلیغیرن خلق اللہ[1]

بندوں میں سے اپنا ٹھہرا ہُوا حصّہ اور ہیں ضرور انھیں بہکا دُوں گا اور ضرور خیالی لالچوں میں ڈالوں گا اور ضرور انھیں حکم دُوں گا کہ وہ چوپایوں کے کان چیریں گے اور بیشک انھیں حکم دُوں گا کہ اللہ کی بنائی چیز بگاڑیں گے۔

یہی وہ آیہ کریمہ ہے جس کی رُو سے حضور پُرنور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے زنانِ مذکورہ پر لعنت فرمائی اور اس کی علت یہی خدا کی بنائی چیز بگاڑنی بتائی، بعینہٖ یہی کیفیت داڑھی منڈوانے کی ہے، مُنہ کے بال نوچنے والیاں تغیر خلق اللہ کرتی ہیں، یوں ہی داڑھی منڈوانے والے، تو یہ سب اسی فلیغیرن خلق اللہ (تو وہ اللہ تعالٰی کی بناوٹ میں تبدیلی کرینگے۔ ت) میں داخل اور شیطان کے محکوم اور اللہ و رسول کے ملعون ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی اکلیل فی استنباط التنزیل میں زیرِ آیہ کریمہ فرماتے ہیں:

یستدل بالاٰیۃ علی تحریم الخصاء والوشم ومایجری مجراہ من الوصل فی الشعر و بردالاسنان والتنمص وھو نتف الشعر من الوجہ[2]

آیت مذکورہ سے استدلال کیا جاتا ہے کہ خصی کرنے، بدن گودنے اور ان جیسے دیگر اعمال مثلاً بال جوڑنے، دانتوں میں کشادگی پیدا کرنے اور چہرے کے بال نوچنے کی حرمت پر۔ (ت)

تفسیر مدارک شریف میں ہے:

فلیغیرن خلق اللہ بالخصاء او الوشم او تغیر الشیب بالسواد والتخنث اھ[3] باختصار۔

اللہ تعالٰی کی بنائی ہوئی صورت کو تبدیل کریں گے، یعنی خصی کرتے، بدن گدوانے، سفید بالوں کو سیاہ کرنے اور زنانہ اوصاف اپنانے ہیں۔ (مختصراً عبارت مکمل ہوئی)۔ (ت)

شیخ محقق اشعۃ اللمعات میں زیرِ حدیث مذکور المغیرات خلق اللہ (اللہ تعالٰی کی بناوٹ کو بدلنے والی عورتیں۔ ت) فرماتے ہیں:

علت وحرمت مثلہ وحلق لحیہ و امثال آں

مثلہ یعنی حلیہ بگاڑنا اور داڑھی مونڈنے یا منڈوانے

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۹

[2] الاکلیل فی استنباط التنزیل تحت آیۃ ۴/ ۱۱۹ مکتبہ اسلامیہ میزان مارکیٹ کوئٹہ ص ۸۲

[3] مدارک التنزیل (تفسیر نسفی) " " دارالکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۵۲

Marfat.com

نیز ہمیں سنت ہے[1] اور اس قسم کے دوسرے کام کرنے کے حرام ہونے کی یہی علت اور سبب ہے۔ (ت)

وجہ رابع — آیت ۶ : قال مجدہ :

ذٰلک ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب[2] بات یہ ہے اور جو بڑائی کرے دین الٰہی کے شعاروں کی تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہیں۔

آیت ۷ : قال عزشانہ :

یاایھا الذین اٰمنوا لاتحلوا شعائر اللہ[3] اے ایمان والو! حلال نہ ٹھہرالو دینِ خدا کے شعاروں کو۔

شک نہیں کہ داڑھی شعار دین اسلام سے ہے، امام بدر محمود عینی عمدۃ القاری شرح بخاری میں ختنہ کی نسبت نقل فرماتے ہیں :

انہ شعائر الدین کالکلمۃ وبہ یتمیز المسلم من الکافر[4] ختنہ کرنا کلمہ شریف کی طرح شعائرِ اسلام میں سے ہے، اس سے مسلمان اور کافر میں باہم امتیاز ہوتا ہے۔ (ت)

جب ختنہ حالانکہ امرِ خفی ہے مثل کلمۂ طیبہ کے شعائرِ دین اور وجہ امتیاز مومنین و کافرین قرار پایا یہاں تک کہ مسلمانانِ ہند نے اس کا نام بھی "مسلمانی" رکھ لیا، تو داڑھی کہ امر ظاہر ہے اور پہلی نظر اُسی پر پڑتی ہے بدرجۂ اولٰی شعائرِ اسلام وما بہ الامتیاز کرام ولیام ہے، اور بعض کفار کا اس میں شریک ہونا منافی شعاریتِ اسلام نہیں جس طرح ختنہ کرنے میں یہود شریکِ مسلمین ہیں خود نفس آیات کریمہ ہی میں دیکھئے موردِ نزول جانورانِ ہدی ہیں کہ حرم محترم کو قربانی کے لئے بھیجے جاتے ہیں انھیں شعارِ دینِ الٰہی فرمایا حالانکہ تمام مشرکینِ عرب اس فعل میں شریک تھے، اور جب داڑھی شعارِ دین ہے اور بے شک یونہی ہے تو بحکمِ قرآن اس کے ازالہ کو حلال ٹھہرالینا حرام اور اس کی تعظیم تقوٰئ قلوب کا کام۔

---

[1] اشعۃ اللمعات کتاب اللباس باب الترجل الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۷۲

[2] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۲

[3] " " ۵/ ۲

[4] عمدۃ القاری شرح البخاری کتاب اللباس باب قص الشارب ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۲/ ۴۵

Marfat.com

وجہِ خامس — آیت ۸: قال عزّ مجدہ:

واوحینا الیک ان اتبع ملۃ ابراھیم حنیفا[1]

میں نے تمہاری طرف وحی بھیجی کہ جناب ابراہیم علیہ السلام کے دین کو اپناؤ (یعنی دین ابراہیمی کی پیروی کرو) جو ہر قسم کے باطل سے الگ تھلگ رہنے والے تھے (ت)

آیت ۹: قال سبحٰنہ وتعالیٰ:

قل بل ملّۃ ابراھیم حنیفا[2]

تم فرماؤ بلکہ ہم ابراہیم کا دین لیتے ہیں۔ (ت)

آیت ۱۰: قال جلت آلاؤہ (اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جس کی بڑی بڑی نعمتیں ہیں۔ ت):

ومن یرغب عن ملۃ ابراھم الا من سفہ نفسہ[3]

اور ملّتِ ابراہیمی سے کون بے رُخی کر سکتا ہے سوا اس کے جسے اس کے نفس نے بیوقوف بنا ڈالا ہو۔ (ت)

آیت ۱۱: قال توالت نعماؤہ (اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا بندوں پر جس کے انعامات مسلسل اور لگاتار ہیں):

قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابرٰھیم والذین معہ[4]

بے شک تمہارے لئے حضرت ابراہیم اور ان اہل ایمان حضرات کی زندگیوں میں، جو ان کے ساتھی تھے، بہترین اقتدا ہے۔ (ت)

آیت ۱۲: قال جل ذکرہ (اللہ تعالیٰ جس کا ذکر بڑا ہے، نے ارشاد فرمایا):

لقد کان لکم فیھم اُسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاٰخر ومن یتول فان اللہ ھو الغنی الحمید[5]

بے شک تمہارے لئے ان میں (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے پیروکاروں میں) بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر یقین رکھتا ہو اور جو کوئی ہمارے حکم سے منہ پھیرے تو بیشک اللہ تعالیٰ ہی بے پرواہ اور لائقِ تعریف ہے (ت)

ہر ذی علم جانتا ہے کہ داڑھی بڑھانا ملتِ ابراہیمی کا مسئلہ شریعتِ ابراہیمی کا طریقہ ہے اور ان

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۲۳
[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۳۵
[3] " ۲/ ۱۳۰
[4] " ۶۰/ ۴
[5] " ۶۰/ ۶

Marfat.com

آیات میں رب جل وعلا نے ہمیں ملتِ ابراہیم علٰی ابنہ الکریم وعلیہ افضل الصلٰوۃ والتسلیم کی اتباع کا حکم دیا اور معاذ اللہ اس سے اعراض کو سخت حماقت اور سفاہت فرمایا اور ان کی رسم و راہ اختیار کرنے کی کمال ترغیب دی اور آخر میں فرمادیا کہ جو ہمارے حکم سے پھرے تو اللہ بے نیاز بے پرواہ ہے اور ہر حال میں اُسی کے لئے حمد ہے۔

وجہ سادس — آیت ۱۳ : قال تقدست اسماؤہ (اللہ تعالٰی جس کے اسماء پاک ہیں، نے ارشاد فرمایا) :

اولٰئك الذین ھدی اللہ فبھدٰھم اقتدہ۔[1] یہ انبیاء وہ ہیں جنھیں اللہ عزوجل نے راہ دکھائی تو تُو انھیں کی راہ کی پیروی کر۔

صدرِ کلام میں احمد و مسلم و ابوداؤد و نسائی و ترمذی و ابن ماجہ کی حدیث امّ المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے گزری کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

عشر من الفطرۃ قص الشارب و اعفاء اللحیۃ[2] الحدیث۔ دس چیزیں شرائع قدیمہ مستمرہ انبیائے کرام علیہم الصلٰوۃ والسلام سے ہیں از انجملہ لبیں ترشوانی اور داڑھی بڑھانی، الحدیث۔

مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ داڑھی بڑھانی راہِ قدیم حضرت رُسل علیہم الصلٰوۃ والتسلیم ہے، اور اللہ عزوجل نے فرمایا کہ راہِ انبیاء کی پیروی کرو۔ یہاں سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ آیہ کریمہ لا تأخذ بلحیتی[3] (میری داڑھی نہ پکڑو۔ ت) میں لحیہ کا فقط ذکر ہی نہیں بلکہ داڑھی بڑھانے کی طرف اشارہ نکلتا ہے کہ ہارون علیہ الصلٰوۃ والسلام بھی انبیائے کرام بلکہ بالخصوص اُن اٹھارہ رسولوں میں ہیں جن کا نام پاک اس رکوع میں بالتصریح ذکر فرما کر اُن کی اقتدار کا حکم ہُوا،

قال سبحانہ ومن ذریتہ داؤد وسلیمٰن وایوب ویوسف وموسٰی وھٰرون وکذٰلك نجزی المحسنین[4] پاک پروردگار نے ارشاد فرمایا اور ان کی اولاد میں سے داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسٰی اور ہارون علیہم السلام ہوئے ہیں اور ہم یونہی نیکی کرنے والوں کو بدلہ دیا کرتے ہیں (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۹۰

[2] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب السواك من الفطرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۸

[3] القرآن الکریم ۲۰/ ۹۴

[4] ؍؍ ۶/ ۸۴

Marfat.com

وجہ سابع — آیت ۱۴: قال جل ثناؤہ (اللہ تعالیٰ بہت زیادہ تعریف کا حق رکھنے والی ذات، جس کی تعریف بڑی ہے، نے ارشاد فرمایا):

ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین لہ الھدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ماتولیٰ ونصلہ جہنم ساءت مصیرا[1]

جو خلاف کرے رسول کا حق واضح ہوئے پر اور چلے راہ مسلمانان کے سوا راہ، ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں اور جہنم میں ڈالیں اور کیا بُری پلٹنے کی جگہ۔

مسلم تو مسلم، کفار تک جانتے ہیں کہ روزِ ازل سے مسلمانوں کی راہ داڑھی رکھنی ہے، اہلبیتِ کرام وصحابۂ عظام وائمۂ اعلام اور ہر قرن وطبقہ کے اولیائے امت وعلمائے ملت بلکہ قرونِ خیر میں تمام مسلمان داڑھی رکھتے تھے یہاں تک کہ ازالہ توازالہ اگر خلقۃً کسی کی داڑھی نہ نکلتی اس پر سخت تأسف کرتا اور یہ ہر عیب سے بدتر عیب سمجھا جاتا، علمائے کرام علاماتِ قیامت میں گنا کرتے کہ آخر زمانہ میں کچھ لوگ پیدا ہوں گے کہ داڑھیاں منڈوائیں کتروائیں گے، اس پیشگوئی کے مطابق یہ داڑھی منڈوں مخرشوں مترشوں کی تراشیں خراشیں کافروں مسخروں کی دیکھا دیکھی مدتہا مدت کے بعد مسلمانوں میں آئیں وہ بھی رند واوباش وبدوضع لوگوں میں، پھر ان میں بھی جو ایمان سے حصہ رکھتے ہیں اب تک اپنی اس حرکت کو مثل اور معاصی وقبائح کے برا جانتے ہیں اور طریقۂ اسلامی سے جدا سمجھتے بلکہ ان میں بعض خوش عقیدہ اپنے معظمین دینی کے سامنے جاتے لجاتے انھیں منہ دکھاتے شرماتے ہیں، الحمدللہ یہ ان کے ایمان کی بات ہے شامتِ نفس سے گناہ کریں لیکن اسے گناہ وقبیح جانیں مگر چوری سرزوری والوں سے خدا کی پناہ کہ داڑھی رکھنے پر قہقہے اڑا کر شعارِ اسلام کے ساتھ نفس اسلام وایمان بھی مونڈ کر پھینک دیں۔ امام اجل عارف باللہ سیدی محمد بن علی بن عباس مکی قدس سرہ الملکی کتاب مستطاب طریق المرید للوصول الیٰ مقام التوحید پھر امام ہمام حجۃ الاسلام محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں:

وھذا لفظ المکی قال فی ذکر سنن الجسد، ذکر ما فی اللحیۃ من المعاصی والبدع المحدثۃ قد ذکر فی بعض الاخبار ان للہ تعالیٰ وملٰئکۃ یقسمون والذی زین

یعنی یہ ذکر ہے کہ ان معصیتوں اور نو پیدا بدعتوں کا جو لوگوں نے داڑھی میں نکالیں، حدیث میں ہے اللہ عزوجل کے کچھ فرشتے ہیں کہ قسم یوں کھاتے ہیں اس کی قسم جس نے فرزندانِ آدم کو داڑھی سے

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۵

Marfat.com

بنی آدم باللحی و فی وصف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ کان کث اللحیۃ وکذلک ابوبکر وکان عثمان طویل اللحیۃ دقیقھا وکان علی عریض اللحیۃ قد ملأت ما بین منکبیہ ووصف بعض بنی تمیم من رھط الاحنف بن قیس قال (وعبارۃ الاحیاء قال اصحاب الاحنف بن قیس) وددنا انا اشترینا للاحنف اللحیۃ بعشرین الفا فلم یذکر حنفہ فی رجلہ ولا عورہ فی عینہ وذکر کراھیۃ عدم لحیتہ وکان عاقلا حلیما وقد روینا من غریب تاویل قولہ تعالیٰ یزید فی الخلق ما یشاء قال اللحی وذکر عن شریح القاضی قال (ولفظ الاحیاء قال شریح) وددت لو ان لی لحیۃ بعشرۃ آلاف ففی اللحیۃ من خفایا الھویٰ ودقائق آفات النفوس ومن البدع المحدثۃ ثنتا عشرۃ خصلۃ من ذلک النقصان منہا و ذلک مثلۃ وذکر عن جماعۃ ان ھذا من اشراط الساعۃ[1] اھ ملخصًا۔

زینت بخشی، رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے حلیہ شریف میں ہے ریش مبارک گھنی تھی، اور ایسے ہی ابوبکر صدیق اور عثمان غنی کی داڑھی دراز و باریک، مولیٰ علی کی داڑھی چوڑی سارا سینہ بھرے ہوئے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ احنف بن قیس (کہ اکابر ثقات تابعین و علماء و حکمائے کاملین سے تھے زمانہ رسالت میں پیدا ہوئے ۶۷ھ یا ۷۲ھ میں وفات پائی) عاقل وحلیم تھے (پاؤں میں کج تھا ایک آنکھ جاتی رہی تھی داڑھی خلقۃً نہ نکلی تھی) ان کے اصحاب اس کج پر افسوس کرتے نہ یک چشمی پر، بلکہ داڑھی نہ ہونے کی کراہیت ذکر کرتے اور کہتے ہمیں تمنا ہے کاش اگر بیس ہزار کو ملتی تو احنف کیلئے داڑھی خریدتے۔ اور تفسیروں سے یہ آیہ کریمہ یزید فی الخلق ما یشاء کی تفسیر میں ہمیں روایت پہنچی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ بڑھاتا ہے صورت میں جو چاہے، اس سے داڑھی مراد ہے۔ شریح قاضی (کہ اجلہ ائمہ و اکابر تابعین سے ہیں زمانہ رسالت میں ولادت پائی بلکہ کہا گیا صحابی ہیں امیر المومنین عمر فاروق پھر امیر المومنین مولیٰ علی کی سرکار میں قاضی تھے امیر المومنین علی فتاویٰ میں اُن سے رائے لیتے ۸۰ھ ہجری سے پہلے یا بعد انتقال ہوا داڑھی خلقۃً نہ تھی) وہ فرماتے کہ مجھے آرزو ہے کہ کاش دس ہزار دے کر داڑھی مل جاتی تو داڑھی میں شیطانی خواہشوں کے خفایا اور نفسانی

---

[1] قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب الفصل السادس والثلاثون دار صادر بیروت ۲/ ۱۴۲ تا ۱۴۴
احیاء العلوم النوع الثانی فیما یحدث فی البدع الخ .. مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۱/ ۱۴۴

Marfat.com

آفتوں کے دقائق اور نو پیدا بدعتوں سے یازدہ باتیں لوگوں نے ایجاد کی ہیں از انجملہ داڑھی کم کرنی اور یہ مثلہ یعنی صورت بگاڑنی ہے اور ایک جماعت علماء سے مروی ہوا کہ یہ قیامت کی نشانیوں سے ہے، انتھٰی۔

مدارج شریف میں ہے:

آوردہ اند کہ لحیۂ امیر المؤمنین علی پر میکرد سینہ را وہمچنیں لحیۂ امیر المؤمنین عمر و عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین و درحلیۂ حضرت غوث الثقلین محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ نوشتہ اند کہ کان طویل اللحیۃ عریضہا[1]

منقول ہے کہ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی داڑھی مبارک ان کے سینۂ اقدس کو ڈھانپ دیتی تھی یا ڈھانپے ہوتی تھی، اور اسی طرح امیر المؤمنین عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہم کی مبارک داڑھیاں تھیں کہ بڑی اور گنجان ہونے کی وجہ سے ان کے سینوں کو ڈھانپ دیتی تھیں، اور حضرت غوث الثقلین محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حلیۂ مبارکہ میں تحریر کیا گیا ہے کہ آپ کی ریش مبارک دراز اور چوڑی تھی صلی اللہ تعالٰی علٰی ابیہ الکریم وعلیہ و بارک وسلم۔ (ت)

وجہ ثامن — آیت ۱۵، ۱۶: قال تبارك شانہٗ فی البقرۃ وفی الانعام (اللہ تعالٰی جس کی شان بابرکت ہے، نے سورۃ بقرہ اور سورۃ انعام میں ارشاد فرمایا):

ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انہ لکم عدوٌّ مبین[2]

شیطان کے قدم پر قدم نہ رکھو بیشک وہ تمہارا دشمن ہے۔

آیت ۱۷: قال عزّ وعلا (اللہ تعالٰی غالب اور بزرگ و برتر ذات نے ارشاد فرمایا):

یایھا الذین اٰمنوا لا تتبعوا خطوات الشیطٰن ومن یتبع خطوات الشیطٰن فانہ یامر بالفحشاء والمنکر[3]

اے ایمان والو! شیطان کے رستے نہ چلو اور جو شیطان کی راہ چلے تو وہ یہی بے حیائی اور بری بات کا حکم کرتا ہے۔

آیت ۱۸: قال عزّ من قائل (کہنے والوں پر جو غالب اور حاوی ہے اس نے ارشاد

---

[1] مدارج النبوۃ باب اول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۵

[2] القرآن الکریم ۲/۱۶۸

[3] القرآن الکریم ۲۴/۲۱

Marfat.com

فرمایا) :

یایها الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انہ لکم عدوٌ مبین ۝ فان زللتم من بعد ماجاء تکم البیّنٰت فاعلموا ان اللہ عزیز حکیم ۝ ھل ینظرون الّا ان یاتیھم اللہ فی ظلل من الغمام والملٰئکۃ و قضی الامر والی اللہ ترجع الامور [1]

اے ایمان والو! پورے اسلام میں داخل ہو اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو یقیناً وہ تمہارا صریح بدخواہ ہے پھر اگر اس کی طرف جھکو بعد اس کے کہ تمہارے پاس آچکیں الٰہی حجتیں تو جان رکھو کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے یہ لوگ کس انتظار میں ہیں مگر یہ کہ آئے ان پر عذاب خدا کا بادل کی گھٹاؤں میں اور فرشتے اور ہو جائے ہونیوالی اور اللہ ہی کی طرف پھرتے ہیں سب کام۔

جلالین میں ہے :

نزل فی عبداللہ بن سلام واصحابہ لما عظموا السبت وکرھوا الابل بعد الاسلام یا ایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم الاسلام کافۃ حال من السلم ای فی جمیع شرائعہ فان زللتم ملتم عن الدخول فی جمیعہ عزیز لا یعجزہ شئ عن انتقامہ منکم ھل ینظرون ینتظر التارکون الدخول فیہ قضی الامر تم امر اھلاکھم [2]

یعنی جب حضرت عبداللہ بن سلام اور اُن کے ساتھی رضی اللہ تعالٰی عنہم کہ اکابر علمائے یہود سے تھے مشرف بہ اسلام ہوئے، عادتِ سابقہ کے باعث تعظیم روز شنبہ کا ارادہ کیا اور گوشتِ شتر کھانے سے کراہت ہوئی۔ رب عزوجل نے یہ آیتیں نازل فرمائیں کہ اے ایمان والو! اسلام لائے ہو تو پورا اسلام لاؤ اسلام کی سب باتیں اختیار کرو، یہ نہ ہو کہ مسلمان ہو کر کچھ عادتیں کافروں کی رکھو، اور اگر نہ مانا تو خوب جان لو کہ اللہ غالب حکمت والا ہے تم پر عذاب لاتے اُسے کوئی روک نہیں سکتا پھر فرمایا جو مسلمان ہو کر بعض کفری خصلتیں اختیار کریں وہ کاہے کا انتظار کر رہے ہیں یہی نا کہ آسمان سے اُن پر عذاب اُترے اور ہونے والی ہو چکے یعنی ہلاک و تمام کر دئے جائیں، والعیاذ باللہ تعالٰی۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۰۸ تا ۲۱۰

[2] تفسیر جلالین تحت آیت ۲/۲۰۸ اصح المطابع دہلی ص ۳۱

Marfat.com

ان آیات میں رب العزت جل وعلا نے خصلتِ کفار اختیار کرنے پر کیسی تہدید اکید و وعید شدید فرمائی، اور شک نہیں کہ داڑھی منڈانا کترنا خصلتِ کفار ہے، عنقریب بعونہٖ تعالےٰ بکثرت احادیثِ معتمدہ سے اس کا بیان آتا ہے اور خود بیان کی حاجت کیا ہے کہ امر آپ ہی واضح اور نیز تقریراتِ سابقہ سے لائح۔ اصل میں یہ خصلت ملعونہ مجوس ملاعنہ کی تھی اُن سے اور کفار نے سیکھی، جب عہد معدلت مہد امیر المومنین غیظ المنافقین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں عجم فتح ہوا اور کسریٰ خبیث کا تخت ہمیشہ کے لئے اُلٹ دیا گیا، مجوس منحوس کچھ اسلام لائے کچھ بقبول جزیہ رہے کچھ پریشان و سرگرداں دار الکفر ہندوستان میں آنکلے، یہاں کے راجہ نے ان سے تعظیم گاؤ وتحریم مادر و دختر وخواہر کا عہد لے کر جگہ دی ہنود بے بہود نے داڑھی منڈانا، نوروز ومہرگان بنام ہولی و دیوالی منانا، ان میں آگ جھیلانا وغیر ذلک من الخصال الشنیعہ ان سے اڑایا مجوسِ ایران کہ مسلمان ہوئے تھے اُن میں بہت بد باطن اپنی تباہی ملک و افسر و تاراج مال و دختر کے باعث دلوں میں حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کینہ رکھتے تھے مگر مسلمان کہلاکر اسلام کی عزت وشوکت اسلام کی قوت و دولت اسلام کے تاج ومعراج یعنی امیر المومنین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شان میں گستاخی کی کیا مجال تھی جب ابن صبا یہودی خبیث نے مذہبِ رفض ایجاد کیا اور رشدہ شدہ یہ ناشدنی مذہب ایرانیوں تک پہنچا ان آتش پرست مغبچوں کی دبی آگ نے موقع پایا کہ اہا اسلام میں بھی ایسا مذہب نکلا کہ امیر المومنین پر تبرا کہئے اور خاصے مومنین بنے رہئے، انھوں نے بہزار جان لبیک کہی اور نئے دین کی تاصیل تفریع بڑھ چلی، باپ دادا کی قدیم سنتیں اپنا رنگ لائیں، نوروز منائے، داڑھیاں کتروائیں، اتیان ادبار و اباحت و اعارت و اجارتِ فرج کی کیا گنتی نکاح محارم تک منظور رہا مگر پردہ تحریر[ع] میں مستور رہا،

ع اہلسنت شیعہ را ببعضے مسائل قبیحہ طعن میکردند جمعے از علمائے مذہب ایشاں تدبیر دفع بایں صورت کردہ اندکہ از کتبِ خود آں مسائل محو نمودند وکتبِ قدیمہ را مخفی ساختند مثل لواطت با مملوک و با مادر وخواہر لف حریر ۱۲ تحفہ اثنا عشریہ ملخصًا۔

شیعان کے بعض قبیح مسائل پر اہلسنت طعن کرتے ہیں تو ان کے مذہبی علماء کے ایک گروہ نے ان باتوں کے جواب کے لئے یہ صورت اختیار کی کہ اپنی کتابوں سے ان مسائل کو حذف کر دیا (یعنی نکال دیا) اور پرانی کتابوں کو چھپالیا، اپنے غلام کے ساتھ بدکاری کرنا، ماں بہن کے ساتھ ریشم لپیٹ کر ہمبستری کرنا وغیرہ جیسے مسائل ۱۲ تحفہ اثنا عشریہ کی تلخیص۔

لے تحفہ اثنا عشریہ باب ثانی کید سی و پنجم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۵

ادھر اسلامی فاتحوں کی شیرانہ تاخت نے سیاہانِ ہند کے منہ سپید کر دیئے، ہزاروں مارے لاکھوں قید کئے، یہاں تک کہ ہندو کے معنی ہی غلام ٹھہر گئے، یہاں کے نومسلم مسلم تو ہو گئے مگر ہزاروں اپنے آبائی خصال کے پابند رہے، داڑھیاں منڈائیں، بسنت منائیں، ساونی کریں، جھنڈیاں رنگائیں، عورتیں بدلحاظی کے کپڑے پہنیں، کنبے بھر کی سب غیریں سامنے آنے کے واسطے نہیں، شادیوں میں معاذاللہ فحش، سالی بہنوئی میں ہنسی کی ریت، یہاں تک کہ بہت پوربی اضلاع میں چھوت اور چوکا تک مشہود، اور اکثر دیہات میں ہولی دیوالی بلکہ اس سے زائد شیطنت موجود۔ پھر اس عملداری میں شیوع نیچریت بے قیدی شرع و آزادیِ نفس کے لئے سونے میں سہاگہ کچھ اتباع فرنگ، کچھ زنانی امنگ صفائیِ رخسار کا نصیب جاگا، لاجرم اس حرکت کے عادیوں کو چند حال سے خالی نہ پائیے گا، نسلاً مجوسی یا مذہباً رافضی یا پوربی تہذیب کا دلدادہ نیچری یا جھوٹے متصوفہ یا مبتلائے رفضِ خفی یا باپ دادا ہندو نومسلم غافل یا ان صحبتوں کا بگڑا آوارہ جاہل، بہرحال اس کا مبدء و منبع و مرجع وہی خصلتِ کفار جس سے خدا ناراض رسول بیزار، جس پر قرآن عظیم میں وہ سخت وعید وہ قاہر مار' آئندہ ماننے نہ ماننے کا ہر شخص مختار' والتوفیق باللہ العزیز الغفار۔

تنبیہ ہشتم احادیث میں:

حدیث ۱: امام مالک و احمد و بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و طحاوی حضرت عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی' حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

خالفوا المشرکین احفوا الشوارب و اوفروا اللحیۃ۔[1] مشرکوں کا خلاف کرو مونچھیں خوب پست اور داڑھیاں کثیر و وافر رکھو۔

یہ لفظ صحیحین ہیں۔ صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے:

انھکوا الشوارب و اعفوا اللحی[2] مونچھیں مٹاؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ۔

مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، طحاوی کی ایک روایت میں ہے:

احفوا الشوارب و اعفوا اللحی[3] خوب پست کرو مونچھیں اور چھوڑ رکھو داڑھیاں۔

روایت امام مالک و ابی داؤد۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۷۵
صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ " " ۱/۱۲۹
[2] صحیح البخاری کتاب اللباس باب اعفاء اللحی " " ۲/۸۷۵
[3] صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۹
جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی اعفاء اللحیۃ امین کمپنی دہلی ۲/۱۰۰

Marfat.com

اور ایک روایت مسلم و ترمذی میں ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امر باحفاء الشوارب و اعفاء اللحی[۱]

بے شک رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا مونچھیں خوب پست کرنے اور داڑھیاں معاف رکھنے کا۔

حدیث ۲: احمد مسند، مسلم صحیح، طحاوی آثار، ابن عدی کامل، طبرانی اوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جزوا الشوارب وارخوا اللحی خالفوا المجوس[۲]

مونچھیں کترواؤ اور داڑھیاں بڑھنے دو، آتش پرستوں کا خلاف کرو۔

امام احمد کی روایت میں ہے:

قصوا الشوارب و اعفوا اللحی[۳]

مونچھیں ترشواؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ۔

طبرانی کی روایت میں ہے:

وفروا اللحی وخذوا من الشوارب[۴]

کثیر کرو داڑھیاں اور مونچھوں میں سے لو۔

دوسری روایت میں زائد کیا:

وانتفوا الابط وقصوا الاظافیر[۵]

اور بغلوں کے بال اکھاڑو اور ناخن کاٹو۔

ابن عدی کی روایت ہے:

واحفوا الشوارب واعفوا اللحی[۶]

مونچھیں خوب کٹاؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ۔

---

[۱] صحیح مسلم کتاب الطھارۃ باب خصال الفطرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۹
جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی اعفاء اللحیۃ امین کمپنی دہلی ۲/۱۰۰
سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب فی اخذ الشارب آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۲۱
[۲] صحیح مسلم کتاب الطھارۃ باب خصال الفطرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۹
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۳۶۲
[۳] " " " " " " " " " ۲/۲۲۹
[۴] المعجم الاوسط للطبرانی حدیث ۵۰۵۸ مکتبۃ المعارف ریاض ۶/۲۹
[۵] کنز العمال بحوالہ طس عن ابی ہریرہ حدیث ۱۷۲۴۳ موسستہ الرسالہ بیروت ۶/۶۵۶
[۶] الکامل لابن عدی ترجمہ حفص بن واقد بصری دار الفکر بیروت ۲/۷۹۹

حدیث ۳: امام ابوجعفر طحاوی شرح معانی الآثار میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

احفوا الشوارب واعفوا اللحی ولا تشبھوا بالیھود[1] — مونچھیں خوب پست کرو اور داڑھیوں کو معافی دو۔ یہودیوں کی سی صورت نہ بنو۔

حدیث ۴: امام احمد مسند، طبرانی کبیر، بیہقی شعب الایمان، ضیا صحیح مختارہ، ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

قصوا سبالکم ووفروا عثانینکم وخالفوا اھل الکتاب[2] — مونچھیں کترواؤ اور داڑھیوں کو کثرت دو۔ یہود و نصاریٰ کا خلاف کرو۔

حدیث ۵: طبرانی کبیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ادفوا اللحی وقصوا الشوارب[3] — پوری کرو داڑھیاں اور تراشو مونچھیں۔

حدیث ۶: ابن حبان صحیح میں اور طبرانی اور بیہقی میمون بن مہران سے راوی، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے فرمایا:

ذکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المجوس فقال انھم یوفرون سبالھم ویحلقون لحاھم فخالفوھم[4] — رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجوسیوں کا ذکر فرمایا وہ اپنی لبیں بڑھاتے اور داڑھیاں مونڈتے ہیں تم اُن کا خلاف کرو۔

حدیث ۷: ابن عدی کامل، بیہقی شعب الایمان میں حضرت عبداللہ بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

احفوا الشوارب واعفوا اللحی[5] — مونچھیں خوب پست کرو اور داڑھیاں خوب بڑھاؤ۔

---

[1] شرح معانی الآثار للطحاوی کتاب الکراہۃ باب حلق الشارب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۶۷
[2] مسند احمد بن حنبل عن ابی امامہ بیروت ۵/۲۶۵ وشعب الایمان حدیث ۶۴۰۵ بیروت ۵/۲۱۴
[3] المعجم الکبیر حدیث ۱۱۳۲۵ و ۱۱۷۲۴ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۱/۱۵۲ و ۲۷۷
[4] السنن الکبرٰی کتاب الطہارۃ باب کیف الاخذ من الشارب دار صادر بیروت ۱/۱۵۱
[5] شعب الایمان حدیث ۶۴۳۰ ۵/۲۱۹ و الکامل لابن عدی ترجمہ حفص بن واقد البصری ۲/۷۹۹

Marfat.com

حدیث ۸ : ابو عبد اللہ محمد بن مخلد دوری اپنے جزء حدیثی میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

خذوا من عرض لحاکم واعفوا طولہا[1] داڑھیوں کے عرض سے لو اور ان کے طول کو معاف رکھو۔

حدیث ۹ : خطیب بغدادی ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لا یاخذن احدکم من طول لحیتہ[2] ہرگز کوئی شخص اپنی داڑھی کے طول سے کم نہ کرے۔

حدیث ۱۰ : ابن سعد طبقات میں عبد اللہ بن عبد اللہ سے مرسلاً راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لکن ربی امرنی ان احفی شاربی واعفی لحیتی[3] مگر مجھے میرے رب نے حکم فرمایا کہ اپنی لبیں پست کروں اور داڑھی بڑھاؤں۔

اس حدیث کا واقعہ وہ ہے جو کتاب الخمیس فی احوال انفس نفیس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وغیرہ کتب معتمدہ میں ہے کہ جب حضور پرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہدایت اسلام کے فرامین بنام سلاطین جہاں نافذ فرمائے قیصر ملک روم نے تصدیق نبوت کی مگر بجہت دنیا اسلام نہ لایا مقوقس بادشاہ مصر نے شقہ والا کی کمال تعظیم کی اور ہدایا حاضر بارگاہ رسالت کئے سگ ایران خسرو پرویز قتلہ اللہ نے فرمان اقدس چاک کردیا اور باذان صوبہ یمن کو لکھا دو مضبوط آدمی بھیج کر انھیں یہاں بلائے، باذان نے اپنے داروغہ بانویہ اور ایک پارسی خر خسرہ نامی کو مدینہ طیبہ روانہ کیا،

انھما حین دخلا علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کانا قد حلق لحاھما واعفیا شواربھما فکرہ النظر الیھما یہ دونوں جب بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے داڑھیاں منڈائے اور مونچھیں بڑھائے ہوئے تھے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ان کی طرف

---

[1] کنز العمال حدیث ۱۷۲۲۵ بحوالہ ابی عبد اللہ محمد بن مخلد فی جزئہ موسستہ الرسالہ بیروت ۶/ ۶۵۳
[2] تاریخ بغداد ترجمہ ۲۶۴۱ احمد بن الولید دار الکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۱۸۷
[3] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر اخذ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من شاربہ دار صادر بیروت ۱/ ۴۴۹

Marfat.com

وقال ویلکما من امرکما بھذا قالا ربنا یعنیان کسرٰی فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لکن ربی امرنی باعفاء لحیتی وقص شواربی[1]

نظر فرماتے کراہت آئی اور فرمایا خرابی ہو تمھارے لئے کس نے تمھیں اس کا حکم دیا، وہ بولے ہمارے رب یعنی خسرو پرویز خبیث نے۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا مگر مجھے میرے رب نے داڑھی بڑھانے اور لبیں تراشنے کا حکم فرمایا ہے۔

مسلمان اس حدیث کو یاد رکھیں کہ بانویہ و خرخسرہ اس وقت تک نہ اسلام لائے تھے نہ احکام اسلام سے آگاہ تھے ان کی یہ وضع دیکھ کر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کی صورت دیکھنے سے کراہت کی تو جو مسلمان احکام حضور جان بوجھ کر مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے خلاف مجوسیوں کے موافق ایسی گندی صورت بنائے وہ کس قدر حضور اعلٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی کراہیت و بیزاری کا باعث ہوگا، آدمی جس حال پر مرتا ہے اُسی حال پر اُٹھتا ہے، اگر روزِ قیامت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ مجوس کی صورت دیکھ کر نگاہ فرمانے سے کراہیت فرمائی تو یقین جان کہ تیرا ٹھکانا کہیں نہ رہا۔ مسلمان کی پناہ، امان، نجات، رستگاری جو کچھ ہے ان کی نظرِ رحمت میں ہے۔ اللہ کی پناہ اُس بُری گھڑی سے کہ وہ نظر فرماتے کراہیت لائیں، والعیاذ باللہ ارحم الراحمین۔ اس کے بعد حدیث میں معجزہ مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا ظہور خسرو پرویز مردود کا ہلاک باذان و بانویہ و خرخسرہ وغیرہم بہت اہلِ یمن کا مشرف باسلام ہونا مذکور ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

حدیث ۱۱: سُنن نسائی شریف میں ہے:

اخبرنا محمد بن سلمۃ (ثقۃ ثبت) ثنا ابن وھب (ثقۃ حافظ عابد) عن حیوۃ بن شریح (ثقۃ ثبت فقیہ زاھد) وذکر اٰخر قبلہ عن عیاش بن عباس (القتبانی ثقۃ) ان شییم

(محمد بن سلمہ نے ہم کو بتایا اور وہ معتبر اور عادل راوی ہے۔ ابن وہب نے ہم سے بیان کیا وہ مستند، حافظ اور عبادت گزار راوی ہے اس نے حیوۃ ابن شریح سے روایت کی جبکہ وہ معتبر، عادل، فقیہ اور زاہد یعنی دُنیا سے بے رغبتی کرنے والا راوی ہے۔ دوسروں نے اسے عیاش بن عباس سے پہلے ذکر کیا ہے یہ

[1] تاریخ الخمیس کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی کسرٰی مؤسستہ شعبان بیروت ۲/ ۳۵

Marfat.com

بن بیتان (القتبانی ثقۃ) حدثہ انہ سمع رویفع بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ یقول ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال یارویفع لعل الحیاۃ ستطول بك بعدی فاخبر الناس انہ من عقد لحیتہ او تقلد وترا او استنجی برجیع دابۃ او عظم فان محمدا بریٔ منہ۔[1]

القتبانی ہے جو معتبر و مستند آدمی ہے۔ شُیَیم بن بیتان القتبانی مستند و معتبر راوی ہے اس نے بتایا کہ اس نے رویفع بن ثابت کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔) یعنی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت رویفع بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا: اے رویفع! میں امید کرتا ہوں کہ تو میرے بعد عمر دراز پائے تو لوگوں کو خبر دینا کہ جو اپنی داڑھی باندھے یا کمان کا چِلّہ گلے میں لٹکائے یا کسی جانور کی لید، گوبر یا ہڈی سے استنجاء کرے تو بے شک محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس سے بیزار ہیں۔

حدیث ۱۲: سنن ابی داوٗد شریف میں اس حدیث کو روایت کرکے فرمایا:

حدثنا یزید بن خالد (ثقۃ) نا مفضل (ھو ابن فضالۃ المصری ثقۃ فاضل عابد) عن عیاش (ذاك ابن عباس الثقۃ) ان شُیَیم بن بیتان اخبرہ بھذا الحدیث ایضا عن ابی سالم الجیشانی (سفیٰن بن ھانی محضرم وقیل لہ صحبتہ) عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنھما یذکر ذٰلك وھو معہ مرابط بحصن باب الیون[2]

یزید بن خالد نے ہم سے بیان کیا اور وہ معتبر و مستند راوی ہے مفضل (جو فضالہ مصری کے بیٹے معتبر، فاضل اور عابد ہیں) نے ہم سے بیان کیا اس نے عیاش (وہ ابن عباس اور ثقہ ہے) سے، شُیَیم بن بیتان نے اسے یہ حدیث ابوسالم جیشانی کے حوالہ سے بتائی (یعنی سفیان بن ہانی مخضرم۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کیلئے شرفِ صحبت ثابت ہے) اس نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ وہ یہ حدیث بیان فرماتے تھے جبکہ یہ ان کے ساتھ "باب الیون" کے قلعہ میں قید تھا۔ (ت)

---

[1] سنن النسائی کتاب الزینۃ من السنن باب عقد اللحیۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۲۷۶-۲۷۷

[2] سنن ابی داوٗد کتاب الطہارۃ باب ماینہی عنہ ان یستنجی بہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۶

Marfat.com

یعنی اسی طرح یہ حدیث حضور پرنور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت فرمائی۔ حضرت شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی لمعات التنقیح میں فرماتے ہیں :

عقد لحیتہ الاکثرون علیٰ ان المراد تجعید اللحیۃ بالمعالجۃ وانما کرہ ذٰلک لانہ فعل من لیس من اھل الدین وتشبہ بھم وقیل کانوا یعقدون فی الحروب فی زمن الجاھلیۃ تکبرا و تعجبا فامروا بارسالھا وذٰلک من فعل الاعاجم وقال التورپشتی یفتلونھا کذا فی مجمع البحار والاول ھو الوجہ[1] اھ مختصرًا۔

داڑھی باندھنے سے مراد، اکثر اہل علم کے نزدیک کسی دوا وغیرہ سے اسے پیوست کرنا یا جوڑنا ہے اور اسے بایں وجہ ناپسند فرمایا کہ یہ ان لوگوں کا فعل ہے اور طریقہ ہے جو دیندار نہیں اور ان کی مشابہت اختیار کرنی ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ زمانہ جاہلیت کے ایام گرما میں ازراہِ تکبّر وعُجب اپنی داڑھیوں کو باندھ دیا کرتے تھے اس لئے انھیں داڑھیاں کھلی اور آزاد چھوڑے رکھنے کا حکم دیا گیا اور یہ عجمیوں کی روش تھی اور طریقہ تھا اور علامہ تورپشتی نے فرمایا لوگ انکو مثل فتیلہ کے بٹ دیا کرتے تھے، یونہی مجمع البحار میں مذکور رہے۔ اور پہلا قول ہی اصل سبب اور وجہ ہے (عبارت مختصرًا مکمل ہوئی)۔ (ت)

علامہ طیبی حاشیہ مشکوٰۃ پھر علامہ طاہر مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں :

عقد ای جعدھا بالمعالجۃ ونھی عنہ لما فیہ من التشبہ بمن فعلہ من الکفرۃ[2]

یعنی داڑھی باندھنے سے مراد اس کا مجعد ومرغول بنانا ہے کہ یہ کافروں کا فعل ہے اور اس میں ان سے تشبّہ ہے۔

داڑھی چڑھانے والے حضرات کہ ڈھاٹے باندھ باندھ کر داڑھی کو مجعد ومرغول کرتے اور متکبر ٹھاکروں جاٹوں کی صورت بنتے ہیں، ان صحیح حدیثوں کو جن کے ہر ہر راوی کی ثقاہت وعدالت ہم نے تقریب التہذیب امام خاتم الحفاظ ابن حجر سے نقل کر دی یاد رکھیں اور محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی بیزاری و بے علاقگی کو ہلکا نہ جانیں اور داڑھی منڈانے کترنے والے زیادہ سخت عذاب وآفت کے منتظر رہیں جب داڑھی باقی رکھ کر اس کی صفت وہیئت میں کافروں سے تشبّہ اس درجہ باعث بیزاری محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہُوا تو سرے سے داڑھی قطع یا حلق کر دینا اور پورے پورے مجوسیوں مچھندروں کی صورت

---

[1] لمعات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الطہارۃ باب آداب الخلا الفصل الثانی مکتبۃ المعارف العلمیۃ لاہور ۲/ ۵۰

[2] مجمع بحار الانوار باب العین مع القاف (عقد) مکتبہ دار الایمان ریاض ۳/ ۶۴۰

Marfat.com

بنتا جس قدر موجبِ غضب و ناراضی واحد و قہار و رسولِ کردگار جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہونا ہے۔

الآثار:

حدیث ۱۳ و ۱۴: امام ابوطالب مکی قوت القلوب اور امام حکیم الاُمّۃ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

رد عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ وابن ابی لیلی قاضی المدینۃ شہادۃ من کان ینتف لحیتہ[1]

یعنی امیرالمومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ وعبدالرحمٰن بن ابی لیلٰی قاضی مدینہ طیبہ (کہ اکابر ائمہ تابعین و اجلّۂ تلامذۂ امیرالمومنین عثمان غنی و امیرالمومنین مولٰی علی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہیں ان دونوں ائمہ ہدٰی نے) داڑھی چننے والے کی گواہی رد فرمادی۔

حدیث ۱۵: یہی دونوں امام مکی وغزالی فرماتے ہیں:

شہد رجل عند عمر بن عبد العزیز بشہادۃ وکان ینتف فینکیہ فرد شہادتہ[2]

ایک شخص نے سادس خلفاءِ راشدین امیرالمومنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ کے یہاں کسی معاملہ میں گواہی دی اور وہ اپنی داڑھی کا ایک خفیف حصہ جسے کوٹھے کہتے ہیں چنا کرتا تھا امیرالمومنین نے اس کی شہادت رد فرمادی۔

حدیث ۱۶ و ۱۷: امام محمد بن ابی الحسین علی مکی دقائق الطریقہ میں حضرت کعب احبار و ابی الجلد (جیلان بن فرادہ اسدی) رحمہم اللہ تعالٰی سے ذکر فرماتے ہیں:

یکون فی اٰخر الزمان اقوام یقصون لحاھم اولٰئک لاخلاق لھم[3]

آخر زمانہ میں کچھ لوگ ہوں گے کہ داڑھیاں کتریں گے وہ نرے بے نصیب ہیں یعنی اُن کے لئے دین میں حصہ نہیں آخرت میں بہرہ نہیں۔ والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔ (ہذا مختصر)

تنبیہ نہم نصوص ائمہ کرام وعلمائے اعلام میں۔

نص ۱ تا ۵: امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام فتح القدیر پھر علامہ زین بن نجیم

---

[1] احیاء العلوم کتاب اسرار الطہارۃ النوع الثانی فصل فی اللحیۃ مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۱/۱۴۴

[2] " " " " " " " " " ۱/۱۴۴

[3] " عن کعب الاحبار " " " " " " " " ۱/۱۴۵

Marfat.com

مصری بحر الرائق پھر علامہ ابو الاخلاص حسن بن عمار شرنبلالی غنیہ ذوی الاحکام پھر علامہ مدقق محمد بن علی دمشقی درمختار پھر علامہ سیدی احمد مصری حاشیہ مراقی الفلاح سب علماء کتاب الصوم میں فرماتے ہیں:

المعنی للکل واللفظ للحاشیۃ الدر والغرر الاخذ من اللحیۃ وھی دون القبضۃ کما فعلہ بعض المغاربۃ ومخنثۃ الرجال فلم یبحہ احد واخذ کلھا فعل مجوس الاعاجم والیھود والھنود وبعض اجناس الافرنج[1]

(مفہوم سب کا ایک ہے البتہ الفاظ حاشیہ الدرر والغرر کے ہیں) یعنی جب داڑھی ایک مشت سے کم ہو تو اس میں کچھ لینا جس طرح بعض مغربی اور زنانے زنخے کرتے ہیں یہ کسی کے نزدیک حلال نہیں اور سب لے لینا ایرانی مجوسیوں اور یہودیوں اور ہندوؤں اور بعض فرنگیوں کا فعل ہے۔

نص ۶ تا ۱۲: امام برہان الملۃ والدین فرغانی ہدایہ پھر امام زیلعی تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق پھر علامہ نجم الدین طوری تکملہ بحر الرائق پھر علامہ شرنبلالی غنیہ پھر علامہ سید ابو السعود ازہری فتح اللہ المعین حاشیہ کنز پھر علامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ تنویر پھر علامہ سیدی محمد امین افندی رد المحتار علی الدر المختار سب علماء کتاب الجنایات مسئلہ جنایت بحلق لحیہ میں فرماتے ہیں:

یؤدب علی ذٰلک لارتکابہ المحرم (ھذا ھو الکل الا الطرفین فلفظھما) یؤدب علی ارتکابہ مالا یحل[2]

داڑھی مونڈنے والے کو سزا دی جائے کہ وہ فعل حرام کا مرتکب ہوا (یہ سب کے الفاظ ہیں سوائے طرفین کے، پس ان کے الفاظ یہ ہیں اسے ایسے کام کے کرنے پر سزا دی جائے جو حلال نہیں۔ت)

نص ۱۳ تا ۱۷: علامہ تورپشتی مصابیح پھر علامہ طیبی شرح مشکوٰۃ پھر مولانا علی قاری مکی مرقاۃ پھر علامہ فتنی مجمع البحار پھر شیخ محقق لمعات میں فرماتے ہیں:

قص اللحیۃ کان من صنع الاعاجم وھو

داڑھی تراشنا پارسیوں کا کام تھا اور اب تو بہت

---

[1] غنیۃ ذوی الاحکام کتاب الصوم باب موجب الافساد مھری کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰۸ و بحر الرائق ۲/ ۲۸۰ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۷۲ و درمختار ۱/ ۱۵۲ و فتح القدیر ۲/ ۲۷۰

[2] الھدایۃ کتاب الدیات مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۵۸۴ وتبیین الحقائق ۶/ ۱۳۰ و بحر الرائق ۸/ ۳۳۱ غنیۃ ذوی الاحکام مع الدرر کتاب الدیات ۲/ ۱۰۴ و طحطاوی علی الدر المختار ۴/ ۲۸۰ فتح المعین ۳/ ۴۸۷ و رد المحتار ۵/ ۳۷۰

Marfat.com

الیوم شعار کثیر من المشرکین کالافرنج والھنود ومن لاخلاق لھم فی الدین من الفرق الموسومۃ بالقلندریۃ طھر اللہ عنھم حوزۃ الدین[1]

کافروں کا شعار ہے جیسے فرنگی اور ہندو اور وہ فرقہ جس کا دین میں کچھ نہیں جو قلندریہ کہلاتے ہیں اللہ تعالٰی اسلامی حدود کو اُن سے پاک کرے۔

نص ۱۸ و ۱۹: کواکب الدراری شرح صحیح بخاری امام کرمانی ومجمع میں ہے:

فسبحٰنہ ما اسخف عقول قوم طولوا الشارب واحفوا اللحی عکس ما علیہ فطرۃ جمیع الامم قد بدلوا فطرتھم نعوذ باللہ[2]

سبحان اللہ کس قدر پوچ عقل ہے اُن لوگوں کی جنھوں نے مونچھیں بڑھائیں اور داڑھیاں پست کیں برعکس اس خصلت کے جس پر تمام امم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی فطرت ہے انھوں نے اپنی اصل خلقت ہی بدل دی خدا کی پناہ۔

نص ۲۰ تا ۲۲: امام ابوالحسن علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل مرغینانی نے کتاب التجنیس والمزید میں اس کے عدم جواز کی تصریح فرمائی، لمعات شرح مشکوٰۃ ونصاب الاحتساب باب السادس میں ہے:

ھل یجوز حلق اللحیۃ کما یفعلہ الجوالیقون الجواب لایجوز ذکرہ فی جنایۃ الھدایۃ وکراھۃ التجنیس[3]

یعنی سوال کیا داڑھی منڈانا جائز ہے جیسے جولاشاہی فقیر کرتے ہیں؟ جواب: ناجائز ہے ھدایہ کتاب الجنایات اور تجنیس کتاب الکراہۃ میں اس کی تصریح ہے۔

نص ۲۳ و ۲۴: تبیین المحارم و ردالمحتار میں ہے:

ازالۃ الشعر من الوجہ حرام الا اذا نبت للمرأۃ لحیۃ اوشوارب فلا تحرم ازالتہ بل تستحب[4]

مُنہ کے بال دُور کرنا حرام ہے مگر جب کسی عورت کے داڑھی یا مونچھ نکل آئے تو اسے حرام نہیں بلکہ مستحب ہے۔

---

[1] لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الطہارۃ باب السواک مکتبۃ المعارف العلمیۃ لاہور ۲/ ۶۷ و ۶۸
مرقاۃ المفاتیح " " " المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۴
شرح الطیبی علی مشکوٰۃ المصابیح " " ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۵۶

[2] مجمع بحار الانوار باب الفاء مع الطاء تحت لفظ "فطر" مکتبۃ دارالایمان مدینہ منورہ ۴/ ۱۵۸

[3] لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الطہارۃ باب السواک مکتبۃ المعارف العلمیۃ لاہور ۲/ ۶۷

[4] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی النظر والمس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۳۹

Marfat.com

نص ۲۵ و ۲۶: مفہم شرح صحیح مسلم للعلامۃ القرطبی پھر اتحاف السادۃ المتقین میں ہے:

لا یجوز حلقہا ولا نتفہا ولا قص الکثیر منہا[1] داڑھی کا نہ مونڈنا جائز نہ چننا نہ زیادہ کترنا۔

نص ۲۷: امام شمس الائمہ کردری وجیز میں فرماتے ہیں:

لا یحل للرجل ان یقطع اللحیۃ[2] مرد کو حلال نہیں کہ داڑھی کاٹے۔

نص ۲۸ تا ۳۰: بعینہٖ یہی الفاظ امام ابوبکر نے فرمائے اور ان سے نوازل اور نوازل سے نصاب الاحتساب باب ثامن میں منقول ہوئے۔

نص ۳۱ و ۳۲: درمختار میں ہے:

فیہ (ای المجتبٰی) قطعت شعر راسہا اثمت ولعنت فی البزازیۃ ولو باذن الزوج لانہ لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق ولذا یحرم علی الرجل قطع لحیتہ والمعنی المؤثر التشبہ بالرجال[3]

یعنی مجتبٰی شرح قدوری میں ہے عورت اپنے سر کے بال کاٹے تو گنہگار و ملعونہ ہو جائے۔ بزازیہ میں فرمایا کہ اگرچہ شوہر کی اجازت سے اس لئے کہ خدا کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں اسی لئے مرد پر داڑھی کاٹنا حرام ہے اور علت گناہ مردوں کی وضع بنانی ہے یعنی عورت کو موئے سر تراشنے کی حرمت میں یہ علت ہے کہ یہ مردانی وضع ہے جس طرح مرد کو ریش تراشنی حرام ہونے کی علت کہ عورتوں سے تشبہ ہے اور وہ دونوں ناجائز۔

نص ۳۳: علامہ علی قاری شرح شفائے امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

حلق اللحیۃ منہی عنہ[4] داڑھی مونڈنے کی شرع میں ممانعت ہے۔

نص ۳۴: علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:

اما حلقہا فمنہی عنہ لانہ عادۃ المشرکین[5] داڑھی مونڈنا منع ہے کہ یہ کافروں کی عادت ہے۔

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین کتاب اسرار الطہارۃ واما السنن فعشرۃ دار الفکر بیروت ۲/ ۴۱۹
المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ الخ دار ابن کثیر بیروت ۱/ ۵۱۲

[2] درمختار بحوالہ البزازیۃ کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۰

[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/ ۲۵۰

[4] شرح الشفاء للقاری علی ہامش نسیم الریاض فصل واما نظافۃ جسمہ دار الفکر بیروت ۱/ ۳۴۳

[5] نسیم الریاض ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/ ۳۴۳-۳۴۴

Marfat.com

نص ۳۵: اشعۃ اللمعات سے گزرا:

علت در حرمت حلق لحیہ ہمین ست[1]

داڑھی مونڈنے کی وجہ حرمت یہی ہے (ت)

نص ۳۶: اسی میں ہے:

حلق کردن لحیہ حرام ست و روش فرنج و ہنود جوالقیان ست کہ ایشاں را قلندریہ گویند[2]

داڑھی مونڈنا حرام ہے اور یہ فرنگیوں، ہندوؤں اور جھولا شاہیوں جو قلندریہ کہلاتے ہیں، کا طریقہ اور روش ہے۔ (ت)

نص ۳۷: فتح المعین لشرح قرۃ العین میں ہے: یحرم حلق لحیۃ[3] داڑھی مونڈنا حرام ہے۔

فائدہ: جس طرح داڑھی مونڈنا کتروانا بالاتفاق حرام و گناہ ہے یونہی ہمارے ائمہ و جمہور علماء کے نزدیک اس کا طول فاحش کہ بے حد بڑھایا جائے جو حدِ تناسب سے خارج و باعثِ انگشت نمائی ہو مکروہ و ناپسند ہے۔ امام قاضی عیاض پھر امام ابوزکریا نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں:

تکرہ الشہرۃ فی تعظمہا کما تکرہ فی قصہا وجزہا[4]

داڑھی کو حدِ شہرت تک بڑھانا یعنی بہت زیادہ طویل کرنا مکروہ ہے جیسا کہ اس کا کتروانا اور کاٹنا مکروہ ہے۔ (ت)

اسی میں ہے: وکرہ مالك طولہا جدًا[5] (امام مالک نے داڑھی کا بیحد لمبا کرنا ناپسند فرمایا ہے۔ ت)

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و حضرت عبداللہ بن عمر و حضرت ابوہریرہ وغیرہما صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کے افعال و اقوال اور ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ و محررِ مذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما و عامہ کتبِ فقہ و حدیث کی تصریح سے اس کی حد یکمشت ہے، ابھی نصوص علماء سے گزرا کہ اس سے کم کرنا کسی نے حلال نہ جانا، قبضہ سے زائد کا قطع ہمارے نزدیک مسنون ہے بلکہ نہایہ میں بلفظِ وجوب تعبیر کیا، تفصیل اس کی بحر و نہر اور درمختار اور اس کے حواشی وغیرہا کتب فقہ اور مرقاۃ و لمعات و منہاج وغیرہ کتب حدیث اور قوت القلوب و احیاء العلوم وغیرہا کتب سلوک میں دیکھئے قول عرب کہ اس ناقل ناعاقل نے لکھا اور نہ اس کا قائل جانا نہ منقولہ ہی ٹھیک نقل کیا اس میں

---

[1] اشعۃ اللمعات کتاب اللباس باب الترجل الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۶۲

[2] اشعۃ اللمعات ترجمہ مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ باب السواک مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۱۲

[3] فتح المعین شرح قرۃ العین مسائل الاکتحال والخضاب الخ مطبعۃ عامر الاسلام پورہرس ص ۲۱۹

[4] و[5] شرح مسلم للنووی مع صحیح مسلم باب السواک قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۹

Marfat.com

اسی طولِ فاحش ومفرط کی ناپسندی ہے ورنہ نفس طول تو سبزہ آغاز ہوتے ہی حاصل کہ بال اگرچہ ذرہ بھر ہو آخر جسم ہے اور جسم بے طول ناممکن تو مطلق طول کی مذمت نفس لحیہ کی مذمت ہوگی حالانکہ تمام عالم جانتا ہے کہ عرب کی قدیم قومی وملکی و مذہبی عادت ہمیشہ داڑھی رکھنی رہی ہے وہ اس کے نہ ہونے کی مذمت کرتے اور اسے سخت عیب جانتے جس کا کچھ ذکر اقوالِ امام شریح و اصحابِ امام احنف سے گزرا، قوت القلوب شریف میں امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

من عظمت لحیتہ جلت معرفتہ[1]

جس کی داڑھی عظیم یعنی بڑی ہو اس کی معرفت بڑی ہوگی۔ (ت)

اس میں بعض ادیبوں سے نقل فرمایا:

فی اللحیۃ خصال نافعۃ منھا تعظیم الرجل والنظر الیہ بعین العلم والوقار ومنھا رفعہ فی المجالس والاقبال علیہ ومنھا تقدیمہ علی الجماعۃ وتعقیلہ[2]

داڑھی کے بہت فوائد ہیں جن میں سے ایک یہ کہ لوگوں میں داڑھی والے آدمی کی عزت ہوتی ہے (۲) لوگ اس کو عزت و وقار کی نگاہ سے دیکھتے ہیں (۳) مجالس میں اسے اچھی نشست دی جاتی ہے (۴) لوگ اس کی بات توجہ سے سنتے ہیں (۵) جماعت میں اسے آگے کرتے ہیں (۶) داڑھی کے بغیر آدمیوں کے مقابلے میں داڑھی والے کو فضیلت دی جاتی ہے (ت)

اسی طرح احیاء العلوم میں ہے، یہ زنخداں کے دو تین بال جو اس خلیع العذار کے نزدیک حدِ اعتدال عرب اسے منحوس و مذموم جانتے اور عجم کیا اچھا سمجھتے ہیں یہاں تک کہ اس پر مثلیں زباں زد ہوئیں اور ہر عاقل جانتا ہے کہ:

خیر الامور اوسطھا[3]، قال تعالٰی: وکان بین ذٰلک قواما[4]، وقال تعالٰی:

سب سے بہتر کام میانہ روی والا ہوتا ہے، اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اللہ کے نیک بندے تنگی اور فراخی یعنی کنجوسی اور فضول خرچی

---

[1] و [2] قوت القلوب لابی طالب المکی الفصل السادس والثلاثون دار صادر بیروت ۲/۱۴۳

[3] السنن الکبرٰی کتاب صلٰوۃ الخوف باب ما ورد من التشدید فی لبس الخز " " ۳/۲۷۳

Marfat.com

واتبع بین ذٰلک سبیلا[1]، و قال تعالیٰ: عوان بین ذٰلک[2]
کے درمیان راہِ اعتدال پر رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان دونوں کے درمیان راستہ اختیار کرو۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (وہ گائے) نہ بوڑھی ہو نہ بچھیا بلکہ درمیانی عمر رکھتی ہو۔ (ت)

کوسج کے بارے میں امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال و وقائع بیہقی نے مناقب میں روایت اور امام سخاوی نے مقاصد حسنہ میں زیرِ حدیث "ایاکم والاشقر الازرق"[3] (لوگو! گھری نیلی آنکھوں والے سے بچو۔ ت) ذکر کئے جسے دیکھنا ہو وہاں دیکھے۔

تنبیہ دہم: بقیہ دلائل تحریم میں دلیل اول داڑھی منڈانا مثلہ یعنی صورت بگاڑنا ہے اور مثلہ حرام۔ اب کتبِ فقہیہ سے کتاب الحج کا احرام باندھئے۔

نص ۳۸: ہدایہ میں ہے:

حلق الشعر فی حقہا مثلۃ کحلق اللحیۃ فی حق الرجال[4]
عورت کا بال مونڈنا مثلہ یعنی حلیہ بگاڑنے کے مترادف ہے جیسا کہ مردوں کا داڑھی مونڈنا۔ (ت)

نص ۳۹: کافی شرح وافی:

لا تحلق ولکن تقصر لان الحلق فی حقہا مثلۃ والمثلۃ حرام و شعر الراس زینۃ لہا کاللحیۃ للرجل کما لایحلق لحیتہ عند الخروج من الاحرام فکذا لا تحلق شعرہا[5]
(احرام کھولتے وقت) عورت سر کے بال نہ مونڈے بلکہ چوٹی سے کچھ بال کتر ڈالے کیونکہ بال مونڈنا اس کے حق میں بمنزلہ مثلہ ہے اور مُثلہ حرام ہے سر کے بال عورت کی زینت ہیں جیسے داڑھی مرد کے لئے زینت ہے۔ جس طرح احرام کی پابندی سے آزاد ہونے کے لئے مرد کو داڑھی مونڈنے کا حکم نہیں اسی طرح عورت کے لئے سر کے بال مونڈنے کا حکم نہیں۔ (ت)

نص ۴۰ و ۴۱: امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاسانی بدائع پھر علامہ علی قاری مسلک متقسط

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۱۱۰ [2] القرآن الکریم ۲/ ۶۸
[3] المقاصد الحسنہ حرف الہمزۃ تحت حدیث ۲۷۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۱۳۶
[4] الہدایۃ کتاب الحج فصل وان لم یدخل المحرم الخ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/ ۲۳۵
[5] کافی شرح وافی

Marfat.com

میں فرماتے ہیں :

حلق اللحیۃ من باب المُثلۃ[1] داڑھی مونڈنا از قسم مثلہ کے ہے (ت)

نص ۴۲ و ۴۳ : تبیین الحقائق و ابوالسعود مصری :

حلق راسہا مثلۃ کحلق اللحیۃ فی الرجل[2] کسی عورت کا اپنے سر کے بال مونڈنا مُثلہ ہے (حلیہ بگاڑنا ہے) جیسے مرد کا داڑھی مونڈنا۔ (ت)

نص ۴۴ : نیز تبیین میں ہے :

لایاخذ من اللحیۃ شیئالانہ مُثلۃ[3] مرد داڑھی کا کوئی ضروری حصہ نہ کترائے کیونکہ ایسا کرنا مُثلہ کے زمرے میں آتا ہے (ت)

نص ۴۵ و ۴۶ : بحرالرائق و طحطاوی علی الدر واللفظ للبحر :

لا تحلق لکونہ مثلۃ کحلق اللحیۃ[4]۔ کوئی عورت بال نہ مونڈے اس لئے کہ ایسا کرنا مثلہ ہے جیسے مرد کیلئے داڑھی مونڈنا مثلہ ہے (ت)

نص ۴۷ : برجندی شرح نقایہ :

حلق الرأس فی حقہا مُثلۃ کحلق اللحیۃ فی حق الرجل[5] عورت کے لئے اپنے سر کے بال مونڈنا مُثلہ ہے جیسے مرد کے لئے داڑھی مونڈنا۔ (ت)

نص ۴۸ : شرح اللباب :

اما المرأۃ فلیس لہا الا التقصیر لماسبق من ان حلق رأسہا عورت کے لئے صرف بال کترنے جائز ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ عورت کا اپنے سر کے بال

---

[1] بدائع الصنائع کتاب الحج فصل واما الحلق والتقصیر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۴۱
المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط مع ارشاد الساری دار الکتاب العربی بیروت ص ۱۵۲

[2] تبیین الحقائق کتاب الحج فصل من لم یدخل مکۃ الخ المطبعۃ الکبرٰی الامیریۃ بولاق مصر ۲/۳۹
فتح المعین " فصل مسائل شتی تتعلق بافعال الحج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۹۶

[3] تبیین الحقائق " باب الاحرام المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۲/۳۳

[4] بحرالرائق " فصل من لم یدخل مکۃ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۵۵

[5] شرح النقایۃ للبرجندی کتاب الحج نولکشور لکھنؤ ۱/۲۴۳

Marfat.com

مثلۃ کحلق الرجل اللحیۃ [1]   مونڈنا مرد کے داڑھی مونڈنے کے مترادف ہے اور ایسا کرنا مثلہ ہے (ت)

نص ۴۹ : طریق المرید سے گزرا کہ النقصان منھا مثلۃ [2] (داڑھی (حد ضرورت سے) کم کرنا مثلہ ہے۔ ت)

ان سب عبارات کا حاصل یہی ہے کہ مرد کو داڑھی منڈانا کترنا مثلہ ہے جیسے عورت کو سر منڈانا۔ یہ مسئلہ واضحہ جلیلہ ہے کہ مسلمانوں کے تمام خواص و عوام اس سے آگاہ ہیں ہر ذی عقل مسلم جانتا ہے کہ جیسے عورت کے حق میں گیسو بریدہ گالی ہے یونہی مرد کے لئے داڑھی منڈا۔ ہاں ناپاک طبائع کا ذکر نہیں۔ بہتیرے مرد زنانے بنتے، محافل میں ناچتے، اپنی ماں بہن کے پیچھے طبلہ بجاتے ہیں اور ان حرکات سے اصلاً عار نہیں رکھتے، جس طرح داڑھی رکھنا افعال قدیمہ انبیائے کرام علیہم الصلٰوۃ والسلام سے ہے یونہی یہ اشارہ بھی اقوال قدیمہ رسل عظام سے ہے:

اذا لم تستحی فاصنع ماشئت [3] بیحیاباش و ہرچہ خواہی کن۔   جب تم میں حیا نہ رہے تو پھر جو مرضی آئے کرتے رہو۔ (ت)

اب امام ابوالبرکات عبداللہ نسفی کا ارشاد ابھی گزرا کہ المثلۃ حرام (مثلہ کرنا یعنی اپنا حلیہ بگاڑنا حرام ہے۔ ت) اشعہ سے گزرا علت درحرمت مثلہ ہمیں ست [4] (مثلہ کے حرام ہونے کی یہی علت اور وجہ ہے۔ ت) احادیث لیجئے کہ امید کرتا ہوں مجموعاً اس تحریر کے سوا شاید نہ ملیں:

حدیث ۱۸ : امام احمد و بخاری و مسلم و نسائی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لعن اللہ من مثّل بالحیوان [5]   اللہ کی لعنت اس پر جو کسی جاندار کے ساتھ مثلہ کرے۔

طبرانی نے بسند حسن ان سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] المسلک المتقسط فی المنسک المتقسط مع ارشاد الساری دار الکتاب العربی بیروت ص ۱۵۱
[2] قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب الفصل السادس و الثلاثون دار صادر بیروت ۲/۱۴۳
[3] المعجم الکبیر حدیث ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/ ۲۳۷ و ۲۳۸
[4] اشعۃ اللمعات کتاب اللباس باب الترجل الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۶۲
[5] صحیح البخاری کتاب الذبائح ۲/ ۸۲۹ و مسند احمد بن حنبل عن ابن عمر ۱/ ۳۳۸

Marfat.com

من مثل بالحیوان، فعلیہ لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین[1]

جو کسی جاندار کے ساتھ مثلہ کرے اس پر اللہ و ملائکہ و بنی آدم سب کی لعنت۔

حدیث ۱۹: شافعی، احمد، دارمی، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، طحاوی، ابن حبان، بیہقی، ابن الجارود حضرت بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب کوئی لشکر بھیجتے سپہ سالار کو وصیت فرماتے:

اغزوا بسم اللہ فی سبیل اللہ قاتلوا من کفر باللہ اغزوا و لا تغلوا و لا تغدروا ولا تمثلوا و لا تقتلوا ولیدا[2]

جہاد کرو اللہ کے نام پر، اللہ کی راہ میں قتال کرو، اللہ کے منکروں سے جہاد کرو اور خیانت نہ کرو، نہ عہد کو توڑو، نہ مُثلہ کرو، نہ کسی بچے کو قتل کرو۔

حدیث ۲۰: امام احمد مسند اور ابن ماجہ سُنن اور قاضی عبدالجبار بن احمد اپنی امالی میں حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیں ایک لشکر میں بھیجا، فرمایا:

سیروا بسم اللہ و فی سبیل اللہ قاتلوا من کفر باللہ ولا تمثلوا ولا تغدروا و لا تغلوا ولا تقتلوا ولیدا[3]

چلو خدا کے نام پر، خدا کی راہ میں جہاد کرو خدا کے منکروں سے، اور نہ مثلہ کرو نہ بدعہدی نہ خیانت نہ بچے کا قتل۔

حدیث ۲۱: حاکم مستدرک میں حضرت ابن الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

خذ فاغز فی سبیل اللہ فقاتلوا من کفر باللہ لا تغلوا ولا تمثلوا ولا تقتلوا ولیدا

لے خدا کی راہ میں لڑ منکرانِ خدا سے جہاد کرو، خیانت نہ کرو، نہ مثلہ نہ بچوں کو قتل

---

[1] کنز العمال بحوالہ طب عن ابن عمر حدیث ۳۹۹۷۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/۳۸

[2] صحیح مسلم کتاب الجہاد ۲/۸۲ و سنن ابی داؤد کتاب الجہاد ۱/۳۵۲
جامع الترمذی ابواب الدیات ۱/۱۶۹، ابواب السیر ۱/۱۹۵ و سنن ماجہ کتاب الجہاد ص ۲۱۰
مسند احمد بن حنبل ۴/۲۴۰ و ۵/۳۵۸

[3] سنن ابن ماجہ ابواب الجہاد ص ۲۱۰ و مسند احمد بن حنبل ۴/۲۴۰

Marfat.com

فھذا عھد اللہ و سیرۃ نبیہ[1] | کہ یہ اللہ تعالٰی کا عہد اور اس کے نبی کا شیوہ ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

حدیث ۲۲: بیہقی سنن میں امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے حدیث طویل میں راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب کوئی لشکر کفار پر بھیجتے، فرماتے:

لا تمثلوا بآدمی ولا بھیمۃ[2] | مثلہ نہ کرو نہ کسی آدمی کو نہ چوپائے کو۔

حدیث ۲۳ تا ۲۵: احمد و بخاری حضرت عبداللہ بن زید اور احمد و ابوبکر ابن ابی شیبہ حضرت زید بن خالد اور طبرانی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن النھبۃ والمثلۃ[3] | رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لوٹ اور مُثلہ سے منع فرمایا۔

حدیث ۲۶ و ۲۷: ابن ماجہ حضرت ابوسعید خدری اور امام ابوجعفر طحاوی و سلیمان بن احمد طبرانی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و لفظ الطحاوی سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ینھی ان یمثل بالبھائم[4] | (رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا اور طحاوی کے الفاظ ہیں کہ میں نے سنا ہے۔ ت) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے چوپایوں کو مثلہ کرنے سے منع فرمایا۔

حدیث ۲۸ تا ۳۰: ابوبکر بن ابی شیبہ و امام طحاوی و حاکم حضرت عمران بن حصین اور اولین و طبرانی حضرت مغیرہ بن شعبہ اور صرف اول حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم | رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مثلہ سے

---

[1] کنز العمال برمز ک عن ابن عمر حدیث ۱۱۲۸۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۴۳۴
المستدرک للحاکم کتاب الفتن دار الفکر بیروت ۴/ ۵۴۱
[2] السنن الکبرٰی کتاب السیر باب ترک قتل من لا قتال فیہ الخ دار صادر بیروت ۹/ ۹۱
[3] صحیح البخاری کتاب الذبائح باب مایکرہ من المثلۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۲۹
مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن یزید انصاری المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۳۰۷
[4] سنن ابن ماجہ کتاب الذبائح باب النھی عن صبر البھائم وعن المثلۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۳۷
شرح معانی الآثار کتاب الجنایات باب کیفیۃ القصاص " " ۲/ ۱۱۷

Marfat.com

عن المثلۃ[1] ھذا حدیث الحاکم عن عمران ومثلہ لفظ الطبرانی عن ابن عمر وحدثنا المغیرۃ واسماء۔

منع فرمایا۔ (حضرت عمران کے حوالے سے یہ حاکم کی روایت ہے اور اس جیسے الفاظ امام طبرانی نے حضرت عبداللہ ابن عمر کے حوالے سے روایت کئے ہیں، اور حضرت مغیرہ اور سیدہ اسماء نے ہم سے بیان فرمایا۔ ت)

حدیث ۳۱: طبرانی امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے راوی:

سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ینھی عن المثلۃ ولو بالکلب العقور[2]۔

میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سُنا کہ مثلہ کرنا منع فرماتے تھے اگرچہ سگ گزندہ کو۔

حدیث ۳۲ و ۳۳: ابن قانع وطبرانی وابن مندہ بطریق موسٰی بن ابی حبیب حضرت حکم بن عمیر وحضرت عائذ بن قرط رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتمثلوا بشیئ من خلق اللہ عزوجل فیہ روح[3]۔

خلق اللہ میں سے کسی ذی روح کو مُثلہ نہ کرو۔

حدیث ۳۴ و ۳۵: ابوداؤد وطحاوی حضرت سمرہ بن جندب اور بخاری ومسلم قتادہ سے مرسلاً راوی:

کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یحثنا علی الصدقۃ وینھانا عن المثلۃ ھذا لفظ ابی[4] داؤد، ولفظ للطحاوی قلما خطب خطبۃ الا امرنا فیھا

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صدقہ کرنے کی ترغیب دیا کرتے اور مُثلہ کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے، یہ ابوداؤد کے الفاظ ہیں۔ اور امام طحاوی کے یہ الفاظ ہیں کہ کوئی ایسا خطبہ

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الجنایات ۲/۱۱۷ و المصنف لابن ابی شیبہ حدیث ۴۰۸، ۹/۴۲۳			
المعجم الاوسط	حدیث ۵۰۳۵	مکتبۃ المعارف ریاض	۶/۳۴۴
المعجم الکبیر	" ۱۳۴۸۵	المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت	۱۲/۴۰۳
کنز العمال برمز ک عن عمران	حدیث ۱۱۰۶۸	مؤسسۃ الرسالۃ بیروت	۴/۳۹۱
[2] المعجم الکبیر	حدیث ۱۶۸	المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت	۱/۱۰۰
[3] المعجم الکبیر	حدیث ۳۱۸۸	المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت	۳/۲۱۸
[4] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی النھی عن المثلۃ		آفتاب عالم پریس لاہور	۲/۹

Marfat.com

بالصدقة وینھانا فیھا عن المثلة[1] نہیں ہوتا تھا جس میں صدقہ کرنے کا حکم نہ فرماتے ہوں اور مثلہ کرنے سے منع نہ کرتے ہوں ان دونوں کے الفاظ حدیث "عرنیین" میں بحوالہ حضرت قتادہ یہ ہیں: ہمیں یہ اطلاع پہنچی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم بعد ازیں صدقہ کرنے کی ترغیب دلاتے اور مثلہ کرنے سے منع فرماتے، اور اسی کی ہم معنٰی ابن ابی شیبہ اور طحاوی کی گزشتہ حدیث بروایت حضرت عمران مذکور رہے۔ (ت)

ولفظھما فی حدیث العرنیین عن قتادۃ بلغنا ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان بعد ذلك یحث علی الصدقۃ وینھی عن المثلۃ[2] وبمعناہ لابن ابی شیبۃ والطحاوی عن عمران فی الحدیث المار۔

حدیث ۳۶: طبرانی کبیر میں حضرت یعلٰی بن مرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تمثلوا بعباد اللہ[3] اللہ کے بندوں کو مثلہ نہ کرو۔

حدیث ۳۷ و ۳۸: ابن عساکر و ابن النجار حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا اور ابن ابی شیبہ مصنف میں عطا سے مرسلاً راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لا امثل بہ کذا فیمثل اللہ بی یوم القیمۃ[4] حاصل یہ کہ جو یہاں مثلہ کرے گا روزِ قیامت اُسے اللہ تعالٰی مثلہ بنائے گا۔

حدیث ۳۹: بیہقی سنن میں صالح بن کیسان سے حدیث طویل میں راوی حضرت خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ تعالٰی عنہما کو سپہ سالاری پر بھیجتے وقت وصیت میں فرمایا:

---

[1] شرح معانی الآثار للطحاوی کتاب الجنایات باب کیفیۃ القصاص ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۱۷
سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی النہی عن المثلۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۶
[2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب قصہ عکل وعرینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۰۲
[3] المعجم الکبیر حدیث ۶۹۷ و ۶۹۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۲/ ۲۷۲
[4] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر وابن النجار حدیث ۴۴۱۳۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۵/ ۴۰۸
المصنف لابن ابی شیبہ کتاب المغازی حدیث ۱۸۵۸۶ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴/ ۳۸۷

Marfat.com

لاتغدر ولا تمثل ولا تجبن ولا تغلل[1] نہ عہد توڑنا، نہ مثلہ کرنا، نہ بزدلی، نہ خیانت۔

حدیث ۴۰: سیف کتاب الفتوح میں متعدد شیوخ سے راوی، امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے صوبہ ملک یمامہ مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو فرمان بھیجا جس میں ارشاد ہے:

ایاك والمثلۃ فی الناس فانہا ماثم و منفرۃ الا فی قصاص[2] لوگوں کو مثلہ کرنے سے بچو کہ وہ گناہ ہے اور نفرت دلانے والا مگر قصاص وعوض میں۔

اللہ اکبر! جب چوپایوں سے مثلہ حرام، چوپائے درکنار، کنکھنے کتّے سے ناجائز۔ کتے سے بھی گزر یئے حربی کافر سے بھی منع، تو مسلمان کا خود اپنے منہ کے ساتھ مثلہ کرنا کس درجہ اشد حرام وموجب لعنت وانتقام ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

حدیث ۴۱: طبرانی معجم کبیر میں بسندِ حسن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من مثل بالشعر فلیس لہ عند اللہ خلاق[3] جو بالوں کے ساتھ مثلہ کرے اللہ عزوجل کے یہاں اس کا کچھ حصہ نہیں۔

والعیاذ باللہ رب العالمین ــــ یہ حدیث خاص مسئلہ مثلہ مُو میں ہے، بالوں کا مثلہ یہی جو کلماتِ ائمہ سے مذکور ہوا کہ عورت سر کے بال مُنڈالے یا مرد داڑھی یا مرد خواہ عورت بھنوّیں کما یفعلہ کفرۃ الہند فی الحداد (جیسے ہندوستان کے کفّار لوگ سوگ مناتے ہوئے ایسا کرتے ہیں۔ ت) یا سیاہ خضاب کرے کما فی المناوی والعزیزی والحفنی شروح الجامع الصغیر۔ یہ سب صورتیں مثلہ مُو میں داخل ہیں اور سب حرام۔

دلیل دوم: داڑھی منڈانا، زنانی صورت بنانا اور عورتوں سے تشبّہ پیدا کرنا ہے اور مرد کو عورت عورت کو مرد سے کسی لباس، وضع، چال ڈھال میں بھی تشبّہ حرام، نہ کہ خاص صورت و بدن میں، ظاہر ہے کہ عورت ومرد کا جسم ظاہر میں مابہ الامتیاز یہی چوٹی داڑھی ہے۔ اسی طرح تسبیح ملائکہ میں اشارہ وارد ہوا۔ امام زیلعی تبیین الحقائق، علامہ اتقانی غایۃ البیان، علامہ طوری تکملۂ بحر، سب علماء کتاب الجنایات

---

[1] السنن الکبریٰ کتاب السیر باب ترک قتل من لاقتال فیہ من الرہبان الخ دار صادر بیروت ۹/ ۹۰

[2] تاریخ الامم والملوک للطبری ذکر خبر حضر موت فی ردتہم دار القلم بیروت ۳/ ۲۷۷

[3] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۱۰۹۷۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/ ۴۱

Marfat.com

اور امام حجۃ الاسلام محمد غزالی کیمیائے سعادت میں ذکر کرتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان للہ ملئکۃ تسبیحھم سبحٰن من زین الرجال باللحی والنساء بالقرون والذوائب[1] (لیس عند الاتقانی فی نسختی لفظ القرون)

بے شک اللہ عزّوجل کے کچھ فرشتے ہیں جنکی تسبیح یہ ہے پاکی ہے اُسے جس نے مردوں کو زینت دی داڑھیوں سے اور عورتوں کو گیسوؤں سے، بلکہ داڑھی چوٹی سے بھی زیادہ وجہِ امتیاز ہے کہ مرد چوٹی بنا سکتا ہے اور عورت داڑھی نہیں نکال سکتی، (میرے نسخہ میں اتقانی کے نزدیک "قرون" کا لفظ نہیں ہے)(ت)

ولہذا **نص ۵۰ و ۵۱**: امامین جلیلین قوت و احیاء میں فرماتے ہیں:

اللحیۃ من تمام خلق الرجال وبھا تمیز الرجال من النساء فی ظاھر الخلق[2]

داڑھی آفرینش مرد کی تمامی سے ہے اور اسی سے متمیز ہوتے ہیں مرد عورتوں سے ظاہری صورت میں۔

لاجرم بزازیہ و درمختار و ردالمحتار کے نصوص گزرے کہ عورت کو موئے سر، مرد کو داڑھی کا قطع کرنا حرام ہے کہ اس میں ایک کا دوسرے سے تشبّہ ہے۔

نص ۵۲: سیدی عارف باللہ علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں:

الحکمۃ فی تحریم تشبہ الرجل بالمرأۃ وتشبہ المرأۃ بالرجل انھما مغیران لخلق اللہ[3]

مرد عورت کا باہم تشبّہ حرام ہونے کی حکمت یہ ہے کہ وہ دونوں اس میں خدا کی بنائی چیز بدلتے ہیں۔

یہ اشارہ ہے اُسی آیۃ کریمہ فلیغیرن خلق اللہ[4] کی طرف، یہ تو آیت تھی اب بتوفیق اللہ تعالٰے احادیث لیجئے۔

حدیث ۴۲: امام احمد و دارمی و بخاری و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و طبرانی

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الجنایات ۶/ ۱۳۰ و بحرالرائق کتاب الجنایات ۸/ ۳۳۱
[2] قوت القلوب الفصل السادس والثلاثون ۲/ ۱۴۲ و احیاء العلوم النوع الثانی ۱/ ۱۴۴
[3] الحدیقۃ الندیۃ ومن الآفات اضاعۃ الرجل اولادہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۵۸
[4] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۹

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشابہات من النساء بالرجال۔[1]

اللہ کی لعنت ان مردوں پر جو عورتوں کی وضع بنائیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی۔

طبرانی کی روایت یوں ہے:

ان امرأۃ مرت علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متقلدۃ قوسا فقال لعن اللہ المتشبہات من النساء بالرجال والمتشبھین من الرجال بالنساء۔[2]

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے سامنے ایک عورت شانے پر کمان لٹکائے گزری، فرمایا، اللہ کی لعنت ان عورتوں پر جو مردانی وضع بنائیں اور اُن مردوں پر جو زنانی۔

حدیث ۴۳: بخاری، ابوداؤد و ترمذی انھیں سے راوی:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المخنثین من الرجال والمترجلات من النساء وقال اخرجوھم من بیوتکم۔[3]

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی زنانہ مردوں اور مردانی عورتوں پر، اور فرمایا انھیں اپنے گھروں سے نکال باہر کردو۔

حدیث ۴۴: بخاری، ابوداؤد، ابن ماجہ ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اخرجوا المخنثین من بیوتکم۔[4]

زنانوں کو اپنے گھروں سے نکال باہر کرو۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس ۲/۸۷۴ - سنن ابی داؤد کتاب اللباس ۲/۲۱۰ - جامع الترمذی ۲/۱۰۲
سنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب فی المخنثین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۸
مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/۳۳۹

[2] الترغیب والترغیب بحوالہ الطبرانی الترھیب من تشبہ الرجل بالمرآۃ الخ مصطفی البابی مصر ۳/۱۰۳

[3] صحیح البخاری کتاب اللباس ۲/۸۷۴ و سنن ابی داؤد کتاب الادب ۲/۳۱۸
جامع الترمذی ابواب الادب ۲/۱۰۲

[4] سنن ابن ماجہ ابواب الحدود باب المخنثین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹۱
کنزالعمال بحوالہ احمد خ، د، ھ حدیث ۴۵۰۶۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/۳۹۶

Marfat.com

حدیث ۴۵: ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ و ابن حبان بسندِ صحیح ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الرجل یلبس لبسۃ المرأۃ والمرأۃ تلبس لبسۃ الرجل[1]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اس مرد پر کہ عورت کا پہناوا پہنے اور اس عورت پر کہ مرد کا۔

حدیث ۴۶: ابوداؤد بسندِ حسن عبداللہ بن ابی ملیکہ سے راوی:

قال قیل لعائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا ان امرأۃ تلبس النعل قالت لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الرجلۃ من النساء[2]

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے عرض کی گئی کہ ایک عورت مردانہ جُوتا پہنتی ہے، فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مردانی عورتوں پر لعنت فرمائی۔

حدیث ۴۷: امام احمد بسندِ صحیح ایک تابعی ہذلی سے راوی، میں عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰے عنہما کی خدمت میں حاضر تھا ایک عورت کمان لٹکائے مردانی چال چلتی سامنے سے گزری عبداللہ نے پُوچھا یہ کون ہے، میں نے کہا اُم سعید دخترِ ابوجہل۔ فرمایا میں نے سید المرسلین صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

لیس منا من تشبہ بالرجال من النساء ولا من تشبہ بالنساء من الرجال[3] ورواہ الطبرانی عن عبداللہ مختصرًا۔

ہمارے گروہ میں سے نہیں وُہ عورت کہ مردوں سے تشبہ کرے اور نہ وُہ مرد کہ عورتوں سے۔ (اور اسے طبرانی نے عبداللہ بن عمرو بن عاص سے مختصراً روایت کیا۔ ت)

حدیث ۴۸: امام احمد بسندِ حسن اور عبدالرزاق مصنف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مخنثی الرجال الذین یتشبہون بالنساء والمترجلات من النساء

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے لعنت فرمائی زنانہ مردوں پر جو عورتوں کی صورت بنیں اور مردانی عورتوں پر جو مردوں کی شکل بنیں اور جنگل کے

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لباس النساء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۱۰

[2] ” ” ” ” ۲/۲۱۰

[3] مسند امام احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۰۰

Marfat.com

المتشابهات بالرجال[1] و راكب الفلاة وحده[1]
اکیلے سوار کو یعنی جو خطرہ کی حالت میں تنہا سفر کو جائے۔

حدیث ۴۹: طبرانی کبیر میں بسند صالح حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثة لا یدخلون الجنة ابدا الدیوث و الرجلة من النساء و مدمن الخمر[2]
تین شخص جنت میں کبھی نہ جائیں گے دیوث اور مردانی عورت اور شراب کا عادی۔

حدیث ۵۰: احمد، نسائی، حاکم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثة لا ینظر اللہ الیھم یوم القیمة العاق لوالدیه والمرأة المترجلة المتشبھة بالرجال والدیوث[3]
تین شخصوں پر اللہ تعالٰی روزِ قیامت نظرِ رحمت نہ فرمائے گا، ماں باپ کا نافرمان اور مردانی عورت مردوں کی وضع بنانے والی اور دیوث۔

حدیث ۵۱: نسائی سنن اور بزار مسند اور حاکم مستدرک اور بیہقی شعب الایمان میں ان سے راوی

---

[1] وفی طریقة لاحمد و روایة عبدالرزاق بعد ھذا والمتبتلین الذین یقولون لا نتزوج والمتبتلات اللاتی یقلن ذلك و راکب الفلاة وحدہ والبائت وحدہ ۱۲ منه۔
امام احمد کی دوسری سند کے ساتھ اور مصنف عبدالرزاق کی روایت میں اس کے بعد یہ الفاظ مذکور ہیں وہ مرد جو عورتوں سے لاتعلق ہوتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم شادی نہیں کرتے اور الگ تھلگ رہنے والی عورتیں جو یہی کچھ کہتی ہیں اور جنگل و بیابان میں اکیلا سفر کرنے والا سوار اور قوتِ مردمی کے باوجود تنہا رہنے والا مرد۔ (ت)

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۸۹-۲۸۷
[2] مجمع الزوائد بحوالہ المعجم الکبیر کتاب النکاح باب فیمن یرضی لاہلہ بالخبث دارالکتاب بیروت ۴/ ۳۲۷
[3] مسند امام احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمر المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۳۴
سنن النسائی کتاب الزکوٰۃ ۱/ ۳۵۷
[4] مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۸۹

Marfat.com

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ثلثۃ لا یدخلون الجنۃ العاق لوالدیہ والدیوث ورجلۃ النساء[۱]۔

تین شخص جنت میں نہ جائیں گے، ماں باپ سے عاق اور دیّوث اور مردانی عورت۔

حدیث ۵۲ : بیہقی شعب الایمان میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اربعۃ یصبحون فی غضب اللہ و یمسون فی غضب اللہ المتشبھون من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال والذی یاتی البھیمۃ والذی یاتی بالرجل[۲]۔

چار شخص صبح کریں تو اللہ کے غضب میں شام کریں تو اللہ کے غضب میں، زنانی وضع والے مرد اور مردانی وضع والی عورتیں اور جو چوپائے سے جماع کرے اور اغلامی۔

حدیث ۵۳ : طبرانی کبیر میں ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰے عنہ سے راوی :

اربعۃ لعنھم اللہ فوق عرشہ وامنت علیھم ملٰئکتہ الذی یحصن نفسہ عن النساء ولا یتزوج ولا یتسری لان لا یولد لہ ولد الرجل یتشبہ بالنساء وقد خلقہ اللہ ذکرا والمرأۃ تتشبہ بالرجال وقد خلقھا اللہ انثی ومضل المسکین[۳] وفی اخری

حاصل یہ کہ چار شخصوں پر اللہ عزوجل نے بالائے عرش سے دنیا و آخرت میں لعنت بھیجی اور ان کی ملعونی پر فرشتوں نے آمین کہی وہ مرد جسے خدا نے نر بنایا اور وہ مادہ بنے عورتوں کی وضع بنائے اور عورت جسے خدا نے مادہ بنایا اور وہ نر بنے مردانی وضع اختیار کرے اور اندھے کو بہکانے یا مسکین

ع ھذا وعید اٰخر غیرما فی قرینۃ فالظاھر تعداد الورود ولا تغییر العبارۃ من الصحابی او راوٍ بعدہ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ

یہ دوسری وعید ہے جو ساتھ والی روایت میں نہیں ہے بظاہر تعدادِ ورود مراد ہے صحابی سے تبدیلی عبارت مراد نہیں یا اس کے بعد کوئی اور راوی ہے اور اللہ تعالٰی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ (ت)

۱؎ شعب الایمان للبیہقی باب فی الغیرۃ والمذاۃ حدیث ۱۰۷۹۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۷/۴۱۲
سنن النسائی کتاب الزکوٰۃ ۱/۳۵۷ و المستدرک للحاکم کتاب الایمان ۱/۷۲
۲؎ شعب الایمان باب فی تحریم الفروج حدیث ۵۳۸۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/۳۵۶
۳؎ المعجم الکبیر حدیث ۷۸۹۴ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۸/۱۱۷

Marfat.com

عنہ اربعۃ لعنوا فی الدنیا والاٰخرۃ و امنت الملٰئکۃ رجل جعلہ اللہ ذکرا فانث نفسہ وتشبہ بالنساء، وامرأۃ جعلھا اللہ انثی فتذکرت وتشبھت بالرجال، والذی یضل الاعمی ورجل حصور ولم یجعل اللہ حصورا الا یحیی بن زکریا علیہ السلام۔

کو راستہ بھلانے والا اور وہ جو اولاد ہونے کے خوف سے نکاح نہ کرے نہ کنیز حلال رکھے راہبانِ نصارٰی کی طرح بن رہے۔

حدیث ۵۴: ابن عساکر ابن صالح وہ اپنے بعض شیوخ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعن اللہ والملٰئکۃ رجلا تانث وامرأۃ تذکرت[2]

اللہ عزوجل اور فرشتوں نے لعنت کی اُس مرد پر جو عورت بنے اور اس عورت پر جو مرد۔

والعیاذ باللہ رب العالمین۔

دلیل سوم: داڑھی منڈانا کتروانا شعارِ کفار ہیں اُن سے تشبہ ہے اور وہ حرام۔

تنبیہ ہشتم کی متعدد احادیث میں گزرا کہ یہ خصلت شیوہ مجوس و یہود و مشرکین کی ہے اور نہم کے نصوص عدیدہ میں کہ مجوسیوں یہودیوں ہندوؤں فرنگیوں کی اور حدیث اوّل و سوم و چہارم میں گزرا مشرکوں کا خلاف کرو یہودیوں کی صورت نہ بنو اہلِ کتاب کی مخالفت کرو۔

نص ۵۳ تا ۵۵: لمعات سے گزرا کہ داڑھی باندھنے والے سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی بیزاری اس وجہ سے ظاہر فرمائی کہ اس میں بے دینوں سے تشبہ ہے[3]۔ علامہ طیبی و علامہ طاہر سے گزرا کہ وجہ نہی مشابہت کفار ہے[4]۔

نص ۵۶ و ۵۷: بدائع امام ملک العلماء و شرح منسک متوسط میں ہے،

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۷۸۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/۲۴۲

[2] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن ابن صالح حدیث ۴۳۹۸۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/۷۳

[3] لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الطہارۃ باب السواک مکتبۃ المعارف العلمیہ ۲/۶۸ و ۶۹

[4] شرح الطیبی علی مشکوٰۃ المصابیح " " ادارۃ القرآن کراچی ۲/۵۶

Marfat.com

حلق اللحیۃ تشبہ بالنصارٰی[1] داڑھی منڈانی نصارٰی کی سی صورت بنانی ہے۔

نص ۵۸: جب درمختار میں فرمایا، داڑھی نہ رکھنا یہود و ہنود کا کام ہے[2]۔ علامہ طحطاوی نے فرمایا: التشبہ بھم حرام[3] ان سے تشبہ حرام ہے۔

نص ۵۹ و ۶۰: علامہ اسمٰعیل بن عبدالغنی حاشیہ درر وغرر پھر علامہ عبدالغنی بن اسمٰعیل حاشیہ طریقہ محمدیہ نوع ثامن آفات لسان میں فرماتے ہیں:

لبس زی الافرنج کفر علی الصحیح[4] اھ فرنگیوں کی وضع پہننی صحیح مذہب میں کفر ہے اھ مختصرًا۔

حدیث ۵۵: صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ابغض الناس الی اللہ ثلثۃ ملحد فی الحرم ومبتغ فی الاسلام سنۃ الجاھلیۃ ومطلب دم امرئ بغیر حق لیھریق دمہ[5] اللہ عزوجل کو سب سے زیادہ دشمن تین شخص ہیں حرم شریف میں الحاد و زیادتی کرنے والا اور اسلام میں جاہلیت کی سنت چاہنے والا اور ناحق کسی کی خونریزی کیلئے اس کے قتل کی تلاش میں رہنے والا۔

علامہ طیبی سے مجمع البحار میں ہے:

اذا ترتب ھذا الوعید علی طالبہ فعلی المباشر اولٰی[6] جب سنت جاہلیت کی طلب پر یہ وعید ہے تو برتنے والا بدرجہ اولٰی۔

حدیث ۵۶ و ۵۷: بخاری تعلیقًا اور احمد و ابویعلٰی و طبرانی کاملًا حضرت عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اور جملہ اخیرہ ابوداؤد ان سے اور طبرانی معجم اوسط میں بسند حسن حضرت حذیفہ

---

[1] بدائع الصنائع کتاب الحج فصل واما الحلق والتقصیر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۴۱
المنسک المتوسط علی لباب المناسک مع ارشاد الساری دار الکتاب العربی بیروت ص ۱۵۲
[2] درمختار کتاب الصوم باب ما یفسد الصوم الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۵۲
[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار " " دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۴۶۰
[4] الحدیقۃ الندیۃ النوع الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۳۰
[5] صحیح البخاری کتاب الدیات باب من طلب دم الخ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی ۲/ ۱۰۱۶
[6] مجمع بحار الانوار باب السنن مع النون تحت لفظ السنن مکتبۃ دار الایمان مدینۃ المنورۃ ۳/ ۱۳۲

Marfat.com

صاحبِ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جعل الذل والصغار علی من خالف امری ومن تشبہ بقوم فھو منھم[1] | رکھی گئی ذلت اور خواری اس پر جو میرے حکم کا خلاف کرے اور جو کسی قوم سے تشبّہ کرے وہ انھیں میں سے ہے۔

علامہ طیبی سے مجمع وغیرہ میں ہے:

ای من تشبّہ بالکفار فی اللباس وغیرہ فھو منھم[2] اھ باختصار۔ | یعنی جو کافروں سے لباس وغیرہ میں مشابہت کرے وہ انھیں کافروں میں سے ہے اھ باختصار

حدیث ۵۸: ترمذی وطبرانی حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنھما سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس منّا من تشبّہ بغیرنا لا تشبھوا بالیھود ولا بالنصارٰی فان تسلیم الیھود الاشارۃ بالاصابع وتسلیم النصارٰی الاشارۃ بالاکف[3] | ہم میں سے نہیں جو ہمارے غیر سے تشبّہ کرے، نہ یہود سے تشبّہ کرو نہ نصرانیوں سے کہ یہود کا سلام انگلیوں سے اشارہ ہے اور نصارٰی کا ہتھیلیوں سے۔

حدیث ۵۹: مسند الفردوس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰے عنھما سے مروی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس منّا من عمل بسنّۃ غیرنا[4] | جو ہمارے غیر کی سنّت پر عمل کرے وہ ہمارے گروہ سے نہیں۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجہاد باب ما قیل فی الرماح قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۰۸
مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمر المکتب الاسلامی بیروت ۲/۵۰ و ۹۲
سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب لبس الشہرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۰۳
المعجم الاوسط حدیث ۸۳۲۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۹/۱۵۱

[2] مجمع بحار الانوار باب الشین مع الباء مکتبہ دار الایمان مدینۃ المنورۃ ۳/۱۶۸

[3] جامع الترمذی ابواب الاستیذان والآداب باب ما جاء فی تبلیغ الاسلام آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۹۴

[4] الفردوس بماثور الخطاب عن ابن عباس حدیث ۵۲۶۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/۴۱۵

Marfat.com

حدیث ۶۰: ابن حبان اپنی صحیح میں ابوعثمان سے راوی، ہمارے پاس پیشگاہ خلافت فاروقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمان والاشرف صدور لایا جس میں ارشاد ہے: ایاکم وزی الاعاجم[1] پارسیوں کی وضع سے دور رہو۔

تذییل، حدیث ۶۱: ابن ماجہ حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من لم یعمل بسنتی فلیس منی[2] — جو میری سنت پر عمل نہ کرے وہ مجھ سے نہیں۔

حدیث ۶۲: ابن عساکر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من رغب عن سنتی فلیس منی[3] — جو میری سنت سے منہ پھیرے وہ میرے گروہ سے نہیں۔

حدیث ۶۳: خطیب حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من خالف سنتی فلیس منی[4] — جو میری سنت کا خلاف کرے وہ میرے زمرے سے نہیں۔

حدیث ۶۴: ابن عساکر حضرت ابن الفاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اخذ بسنتی فھو منی ومن رغب عن سنتی فلیس منی[5] — جو میری سنت اختیار کرے وہ میرا اور جو میری سنت سے منہ پھیرے وہ میرا نہیں۔

حدیث ۶۵: بیہقی شعب میں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے بسند صحیح راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] کشف الخفاء بحوالہ ابن حبان تحت حدیث ۱۰۱۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۲۸۳

[2] سنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب ماجاء فی فضل النکاح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۴

[3] کنزالعمال بحوالہ ابن عساکر عن ابی ایوب حدیث ۱۸۱۴۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۷/۹۸

[4] تاریخ بغداد الخطیب ترجمہ ۳۶۷۸ دارالکتاب العربی بیروت ۷/۲۰۹

[5] کنزالعمال بحوالہ ابن عساکر حدیث ۹۳۴ ۱/۱۸۴ وحدیث ۲۲۷۵۴ ۸/۲۴۴ موسسۃ الرسالہ بیروت

Marfat.com

ان لکل عمل شرۃ ولکل شرۃ فترۃ فمن کانت فترتہ الی سنتی فقد اھتدی ومن کانت الیٰ غیر ذٰلک فقد ھلک[1]

یعنی ہر کام کا ایک جوش ہوتا ہے اور ہر جوش کو ایک فتور، تو جو فتور کے وقت بھی میری سنت ہی کی طرف رہے ہدایت پائے اور جو دوسری جانب ہو ہلاک ہو جائے۔

ربنا بقدرتک علینا وعجزنا لدیک وغناک عنا وفاقتنا الیک لاتھلکنا بذنوبنا ولا تؤاخذنا بما عملنا ولا تجعلنا فتنۃ للقوم الظٰلمین ربنا انک رءوف الرحیم اٰمین والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا و مولٰنا محمد شفیع المذنبین واٰلہ وصحبہٖ اجمعین، اٰمین۔

اے ہمارے پروردگار! ہم پر جو تجھے قدرتِ کاملہ حاصل ہے اس کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں اور ہمارا تیری بارگاہ میں عجز و نیاز اور تیری ہم سے بے نیازی اور ہمارا تیری طرف احتیاج۔ ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہمیں ہلاک نہ کرنا اور جو کچھ ہم نے کیا اس پر ہماری گرفت نہ کرنا اور ہمیں ظالموں کے لئے آزمائش نہ بنانا۔ اے ہمارے پروردگار! یقیناً تُو بڑی شفقت کرنے والا، رحم کرنے والا ہے، ہماری دعا قبول فرما (آمین)، سب تعریف اس اللہ تعالٰی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا مالک و پروردگار ہے، اور ہمارے آقا و مولٰی پر اللہ تعالٰی کی بے پایاں رحمتیں ہوں جو (حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم) روزِ قیامت گناہگاروں کی شفاعت کرنے والے ہیں اور ان کی تمام اولاد اور سب ساتھیوں پر۔ مولا! اس دعا کو قبول فرما، آمین! (ت)

خاتمہ

رزقنا اللہ حسنھا (اللہ تعالٰی اسے (یعنی خاتمہ کو) حُسن وجمال سے نوازے۔ ت) اب کہ بحمداللہ تعالٰی کلام اپنے منتہٰی کو پہنچا اکثر ابنائے زماں کی ہمت اور دین وعلم کی جانب رغبت معلوم کسی دینی تحریر کے چند ورق دیکھنے بھی ان پر بارِگراں اور داستانوں دیوانوں کے دفتر اُلٹ جائیں سیری کہاں، لہٰذا اہم بعض مضامینِ رسالہ کا ایک جدول میں خلاصہ لکھتے ہیں جنھیں اللہ و رسول پر ایمان اور روزِ قیامت پر ایقان ہے ملاحظہ کریں کہ قرآن وحدیث ونصوص ائمہ وعلمائے کرام قدیم وحدیث میں داڑھی منڈانے کتروانے پر کیا کیا ہولناک سزائیں، وعیدیں، مذمتیں، تہدیدیں وارد ہیں، ایمانی نگاہ کو یہ جدول ہی کافی، اور جو تفصیل چاہے تو یہ

---

[1] کنز العمال بحوالہ ھب عن ابن عمرو حدیث ۳۹۴۴۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/۲۶۹

Marfat.com

فتوٰی وافی اُب جس میں عذابِ الٰہی کی طاقت ہو نیچریان عنود کی بات سُنے، مجوس وہنود کی صورت بنے، ان جانگزا آفتوں کو گوارا کرے اور جسے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلّم سے محبّت ہو اپنا مُنہ اسلامی بنالے شعائر اللہ کی حرمت بجالائے شعائرِ کفر سے کنارہ کرے، واللہ الھادی وولی الایادی (اللہ تعالٰی ہی سیدھی راہ دکھانے والا اور گوناگوں احسانات وانعامات کا مالک ہے۔ ت)

جدول ان سزاؤں وعیدوں مذمتوں کی جو داڑھی منڈانے کترانے والوں کے حق میں آیات و احادیث و نصوص مذکورہ سے ثابت ہیں

شمار	سزا و مذمت	فرمانِ عدالت	میزان فرامین
۱	اللہ و رسول کے نافرمان ہیں جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔	نہ آیات ۱، ۲، ۷، ۸، ۱۳، ۱۵ تا ۱۸، ۳۲ حدیث ۱ تا ۱۰، ۱۹ تا ۳۸، ۴۰، ۴۴، ۵۸	۴۱
۲	شیطان لعین کے محکوم ہیں	آیت ۵	۱
۳	سخت احمق ہیں	آیت ۱۰ نص ۱۸، ۱۹	۳
۴	اللہ ان سے بیزار ہے	آیت ۱۴	۱
۵	رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیزار ہیں	حدیث ۱۱، ۱۳	۲
۶	رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو ایسی صورت دیکھنے سے کراہت آتی ہے۔	حدیث ۱۰	۱
۷	یہودی صورت ہیں	حدیث ۳، ۴ نص ۱ تا ۵	۷
۸	نصرانی وضع ہیں فرنگیوں سے مشابہ ہیں	حدیث ۴۔ نص ۱ تا ۵، ۱۳ تا ۱۷، ۳۶، ۵۶، ۵۷	۱۴
۹	مجوس کے پیرو ہیں۔	حدیث ۲، ۶۔ نص ۱ تا ۵، ۱۳ تا ۱۷	۱۲
۱۰	ہندوؤں کی صورت مشرکین کی سیرت ہیں	حدیث ۱۔ نص ۱ تا ۵، ۱۳ تا ۱۷، ۳۴، ۳۶	۱۳
۱۱	مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے گروہ سے نہیں	حدیث ۴۷، ۵۸، ۵۹، ۶۱ تا ۶۴	۷
۱۲	انھیں اپنے ہم صورتوں نصارٰی ویہود ومجوس وہنود کے گروہ سے ہیں۔	حدیث ۵۶، ۵۷	۲
۱۳	واجب التعزیر ہیں شہر بدر رکھنے کے قابل ہیں۔	حدیث ۴۳، ۴۴ نص ۶ تا ۱۲	۹

Marfat.com

۱۴	مبدلین فطرت ہیں مغیر خلق اللہ ہیں	نص ۱۸، ۱۹، ۳۵، ۳۸ تا ۴۹، ۵۲	۱۶
۱۵	زنانے مخنث ہیں	حدیث ۴۳، ۴۸ نص ۱ تا ۵	۷
۱۶	خدا کے عہد شکن ہیں	حدیث ۲۱	۱
۱۷	ذلیل وخوار ہیں	حدیث ۵۶، ۵۷	۲
۱۸	گھنونے قابلِ نفرت ہیں	حدیث ۴۰	۱
۱۹	مردود الشہادت ہیں	حدیث ۱۳، ۱۴، ۱۵	۳
۲۰	پورے اسلام میں داخل نہ ہوئے	آیت ۱۸	۱
۲۱	ہلاکت میں ہیں مستحق بربادی ہیں	آیت ۱۸ حدیث ۶۵	۲
۲۲	دین میں بے بہرہ آخرت میں بے نصیب ہیں	حدیث ۱۶، ۱۷، ۴۱	۳
۲۳	عذابِ الٰہی کے منتظر	آیت ۱۸	۱
۲۴	اللہ عزوجل کو سخت دشمن ومبغوض ہیں	حدیث ۵۵	۱
۲۵	صبح ہیں تو اللہ کے غضب میں، شام ہیں تو اللہ کے غضب میں۔	حدیث ۵۳	۱
۲۶	قیامت کے دن ان کی صورتیں بگاڑی جائیں گی۔	حدیث ۴۷، ۴۸	۲
۲۷	اللہ ورسول کے ملعون ہیں، دنیا وآخرت میں ملعون ہیں، اللہ وملائکہ وبشر سب کی ان پر لعنت ہے، فرشتوں نے ان کے لعنتی ہونے پر آمین کہی۔	ہشت احادیث ۱۸، ۴۲، ۴۳، ۴۵، ۴۶، ۴۸، ۵۳، ۵۴	۸
۲۸	اللہ تعالیٰ ان پر نظرِ رحمت نہ فرمائے گا۔	حدیث ۵۰	۱
۲۹	وہ بہشت میں نہ جائیں گے۔	حدیث ۴۹، ۵۱	۲
۳۰	اللہ عزوجل انھیں جہنم میں ڈالے گا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔	آیت ۱۴	۱

الحمد للہ یہ مختصر رسالہ جس میں علاوہ زوائد کے اصل مقصد میں اٹھارہ[۱۸] آیتوں، بہتر[۷۲] حدیثوں

Marfat.com

سنائے ارشاداتِ علماء جملہ ڈیڑھ سو نصوص نے باطل کا ازہاق حق کا احقاق کیا، غرۂ رجب روز جمعہ مبارک ۱۳۰۵ھ ہجریہ قدسیہ کو قمر التمام و بدر سماء اختتام اور بلحاظ تاریخ لمعة الضحٰی فی اعفاء اللحی (چاشت کی روشنی داڑھیاں بڑھانے میں۔ ت) نام ہوا۔

ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم وصلی الله تعالٰی علٰی خیر خلقه وسراج افقه سیدنا ومولٰنا محمد واٰله وصحبه اجمعین اٰمین واٰخر دعونا ان الحمد لله رب العٰلمین والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم۔

اے ہمارے پروردگار! ہم سے (اس خدمت کو) قبول فرما، بے شک تُو سب کچھ سننے جاننے والا ہے۔ اللہ تعالٰی کی ان پر (بے حساب) رحمتیں ہوں جو تمام مخلوق سے بہتر اور علم و دانش کا (روشن) چراغ ہیں جو ہمارے آقا و مولا محمد مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اُن کی سب آل اور تمام صحابہ کرام پر بھی ہو (مولائے کریم) دُعا قبول فرما، اور ہماری آخری پکار یہ ہے کہ تمام خوبیاں اور تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار رہے مربّی ہے، اللہ تعالٰی کی ذات برتر اور سب سے زیادہ جاننے والی ہے، اور اس جلیل القدر کا علم سب سے زیادہ تام (کامل) اور بڑا محکم ہے۔ (ت)

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ

بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱ھ
عبد المصطفٰی احمد رضا خاں

رسالہ

لمعة الضحٰی فی اعفاء اللحٰی

ختم شد

Marfat.com

مسئلہ ۲۲۸ مسئولہ عزیز الحسن طالب علم مدرسہ اہلسنت شنبہ یکم شعبان ۱۳۳۴ھ

سر کے بال مونڈھے سے زیادہ بڑھا لینا جس طرح کہ آج کل کے متصوفین نے اختیار کیا ہے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

صحاح احادیث میں لعنت فرمائی اُن مردوں پر جو عورتوں کی وضع بنائیں اور عورتوں پر جو مردوں کی، لہذا یہ حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۹ ابوبکر علی محمد نو روز چہارشنبہ ۳ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ

ایک شخص کھتری کا کام کرتا ہے اور کپڑے میں کنڈیں باندھنے کے لئے چند ناخن رکھوانے کی بہت ضرورت پڑتی ہے تو اب وقت ضرورت ناخن رکھوانے کے لئے کیا حکم ہے تحریر فرمائیں فقط۔

الجواب

چالیس روز سے زیادہ ناخن یا مُوئے بغل یا مُوئے زیرِ ناف رکھنے کی اجازت نہیں، بعد چالیس روز کے گنہگار رہیں گے، ایک آدھ بار میں گناہ صغیرہ ہوگا عادت ڈالنے سے کبیرہ ہوجائیگا فسق ہوگا۔ صحیح مسلم میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

وُقِّتَ لنا لفظہ عند احمد وابی داؤد والترمذی والنسائی وقت لنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی قص الشارب وتقلیم الاظفار ونتف الابط وحلق العانۃ ان لا نترک اکثر من اربعین لیلۃ۔[1]

ہمارے لئے وقت مقرر فرمایا (مسلم شریف کے الفاظ) مسند احمد، ابوداؤد، جامع ترمذی اور سنن نسائی کے الفاظ یہ ہیں وَقَّتَ لنا یعنی ہمارے لئے حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے مونچھیں کترنے، ناخن کاٹنے زیرِ بغل بال اکھاڑنے اور زیر ناف بال مونڈنے کے لئے ایک وقت مقرر فرمایا کہ ہم میں کوئی شخص چالیس دن سے زیادہ نہ چھوڑے۔ (ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۹
سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب فی اخذ الشارب آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۲۱
سنن النسائی ذکر التوقیت فی ذلک نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۷
جامع الترمذی ابواب الآداب باب ما جاء فی تقلیم الاظفار امین کمپنی دہلی ۲/۱۰۰

Marfat.com

درمختار میں ہے:

کرہ ترکہ وراء الاربعین[1] چالیس روز سے زیادہ چھوڑ دینا مکروہ ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای تحریما لقول المجتبی ولاعذر فیما وراء الاربعین ویستحق الوعید[2] یہاں کراہت سے مکروہ تحریمی مراد ہے۔ المجتبیٰ کے اس قول کی وجہ سے کہ چالیس دن سے زیادہ دیر لگانے میں کوئی عذر (مقبول) نہیں۔ لہذا اگر ایسا کیا گیا تو پھر عذاب کی دھمکی کا مستحق ہے اھ (ت)

پیتل وغیرہ کے ناخن بنوا کر ایسے کہ انگلیوں پر چڑھ سکیں مثلاً ایک پورے کے قدر انگلی کی شبیہ جسے انگلی میں پہن لیا جائے اور اس پہ ناخن بنا ہوا ان سے کام لیا جائے یہ سونے چاندی کے جائز نہیں حتی کہ عورتوں کو بھی احتراز چاہئے کہ یہ صرف پہننا نہیں بلکہ دوسرے کام میں استعمال۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۰ ازشہر بریلی مسئولہ خورشید حسین ۲۵ شوال ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے ہاتھ میں رعشہ ہے وہ اُسترہ نہیں لے سکتا خوف زخمی ہونے کا ہے تو وہ کیا کرے؟

الجواب

نورہ استعمال کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۱ مرسلہ مرزا عبدالرحیم بیگ مدرس مدرسہ جماعت ناروا ڑی محلہ رنچھوڑ لین کراچی بندر ۲۷ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ ایک ہندو نومسلم ہوا ہے اب اس کا ختنہ کرنا شرع شریف سے کیا حکم ہے، آیا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کون سی دلیل ہے اور کس ترتیب سے؟ اور اگر ناجائز ہے تو کس وجہ سے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ)

الجواب

ہاں ختنہ کا حکم ہے، حدیث میں ارشاد ہوا:

---

[1] درمختار کتاب الحظروالاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۰

[2] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۶۱

Marfat.com

الق عنك شعر الکفر واختتن[1] — اپنے آپ سے کفر کے بال دور کر دے اور ختنہ کرے۔ اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳۲ - ۲۳۳ ازموضع بھوٹا بھوٹی بسوٹولانڈ علاقہ جام نگر کاٹھیاواڑ مرسلہ حاجی اسمٰعیل میاں صدیقی حنفی قادری ابن حاجی امیر میاں ۲۲ صفر المظفر ۱۳۳۶ھ

(۱) زید سوال کرتا ہے کہ اکثر عربستان میں لڑکیوں کو ختنہ کرنے کا رواج ہے اور ہند میں کیوں رواج نہیں؟

(۲) مسلمان کو مونچھ بڑھانا یہاں تک کہ منہ میں آئے کیا حکم ہے؟ زید کہتا ہے ترکی لوگ بھی مسلمان ہیں وہ کیوں مونچھ بڑھاتے ہیں؟

الجواب

(۱) لڑکیوں کے ختنہ کرنے کا تاکیدی حکم نہیں اور یہاں رواج نہ ہونے کے سبب عوام اس پر ہنسیں گے اور یہ اُن کے گناہِ عظیم میں پڑنے کا سبب ہوگا اور حفظ دین مسلمانان واجب ہے لہذا یہاں اس کا حکم نہیں۔ اشباہ میں ہے:

لایسن ختانہا وانما ھو مکرمۃ[2] — لڑکیوں کا ختنہ کرنا سنت نہیں بلکہ وہ ایک عمدہ کام ہے۔ (ت)

منیۃ المفتی پھر غمز العیون میں ہے:

وانما کان الختان فی حقہا مکرمۃ لانہ یزید فی اللذۃ[3] — لڑکیوں کے حق میں ختنہ ایک عمدہ فعل ہے کیونکہ اس سے لذتِ جماع میں اضافہ ہوتا ہے (ت)

درمختار میں ہے:

ختان المرأۃ لیس سنۃ بل مکرمۃ للرجال وقیل — عورت کا ختنہ سنت نہیں بلکہ وہ مردوں کے لئے ایک اچھا طریقہ ہے، اور یہ بھی کہا گیا کہ

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الطہارت باب الرجل یسلم ویؤمر بالغسل آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۵۲
مسند احمد بن حنبل عن ابی کلیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۴۱۵

[2] الاشباہ والنظائر الفن الثالث ادارۃ القرآن کراچی ۲/۱۴۰

[3] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ " " " ۲/۱۴۰

Marfat.com

سنة اھ[1] وجزم به البزازی فی وجیزۃ والحدادی فی سراجه وقال فی الھندیة عن المحیط اختلف الروایات فی ختان النساء ذکر فی بعضھا انه سنة ھکذا حکی عن بعض المشائخ وذکر شمس الائمة الحلوانی فی ادب القاضی للخصاف ان ختان النساء مکرمة اھ[2] ورأیتنی کتبت علیه ای فیکون مستحبا وھو عند الشافعیة واجب فلا یترک ما اقله الاستحباب مع احتمال الوجوب لکن الھنود لا یعرفونه ولو فعل احد یلومونه و یسخرون به فکان الوجه ترکه کیلا یبتلی المسلمون بالاستھزاء بامر شرعی وھذا نظیر ما قال العلماء ینبغی للعالم ان لا یرسل العذبة علی ظھره وان کان سنة اذا کان الجھال یسخرون منه ویشبھون بالذنب

سنت ہے اھ اور بزازی نے وجیز میں اس پہ اظہار یقین کیا اور حدادی نے اپنی سراج میں۔ اور فتاوی عالمگیری میں محیط سے نقل کیا ہے کہ عورتوں کے ختنہ میں اختلافات روایات ہے‘ چنانچہ بعض میں یہ ذکر کیا گیا کہ وہ سنت ہے۔ چنانچہ بعض مشائخ سے اسی طرح حکایت کی گئی اور شمس الائمہ حلوانی نے خصاف کی ادب القاضی سے ذکر کیا کہ عورتوں کا ختنہ عمدہ فعل ہے اھ‘ مجھے یاد ہے کہ میں نے اس پہ تحریر کیا ہے کہ عورتوں کا ختنہ کرنا مستحب ہے، لیکن شافعیوں کے نزدیک واجب ہے، لہذا ایسے کام کو نہ چھوڑا جائے جو کم سے کم مستحب ہے باوجودیکہ اس میں وجوب کا احتمال ہے لیکن ہمارے ہاں کے ہندی لوگ اسکو نہیں پہچانتے، لہذا اگر یہاں کوئی ایسا کرے تو لوگ اس کو ملامت کریں گے اور اس کا مذاق اڑائیں گے۔ لہذا عمدہ وجہ اسے چھوڑ دینا ہے تاکہ لوگ ایک حکم شرعی کے ساتھ ہنسی مذاق میں مبتلا نہ ہو جائیں، اور اس کی نظیر (مثال) وہ ہے کہ علمائے کرام نے ارشاد فرمایا کہ عالم کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ اپنی پیٹھ پر (دستار کا) شملہ نہ چھوڑے اگرچہ یہ کام سنت ہے۔ اگر ناواقف لوگ (اس فعل سے) مذاق اڑائیں اور اسکو

---

۱ درمختار   مسائل شتی   مطبع مجتبائی دہلی   ۲/۳۵۰
۲ فتاوی ہندیہ   کتاب الکراہیة   الباب التاسع عشر   نورانی کتب خانہ پشاور   ۵/۳۵۷

Marfat.com

فيقعون في شديد الذنب هذا واحتج البزازي على استنانه بان لو كان مكرمة لم تختن الخنثى لاحتمال ان يكون امرأة ولكن لا كالسنة في حق الرجال[1] اه وتعقبه العلامة ش فقال ختان الخنثى لاحتمال كونه رجلا وختان الرجل لا يترك فلذا كان سنة احتياطا ولا يفيد ذلك سنيته للمرأة تأمل[2] اه و كتبت فيما علقت عليه اقول كان يتمشى هذا لو لم يختن منها الا الذكر اذ لا معنى لختان الفرج قصدا الى الختان لاحتمال الرجولية وقد صرح في السراج ان الخنثى تختن من كلا الفرجين ولا شك ان النظر الى العورة لا تباح لتحصيل مكرمة[3] اه

دُم سے تشبیہہ دیں۔ پھر اس طرح کی حرکت سے شدید گناہ میں پڑ جائیں۔ اور امام بزازی نے (ختنہ کے) سنت ہونے پر استدلال کیا (اور دلیل پیش کی) اگر یہ کام صرف عمدہ اور اعزازی ہوتا تو پھر ہیجڑے کا ختنہ نہ کیا جاتا اس احتمال پر کہ شاید عورت ہو۔ لیکن یہ اسی طرح نہیں جیسے مردوں کے حق میں سنت ہے اھ علامہ "ش" نے بزازی کا تعاقب کیا اور فرمایا کہ ہیجڑے کا ختنہ کرنا اس کے مرد ہونے کے احتمال پر ہے، اور مرد کا ختنہ کبھی متروک نہیں۔ پھر اس لئے یہ احتیاطی سنت ہے، اور یہ بات عورت کیلئے سنیت کا فائدہ نہیں دیتی۔ غور اور سوچ کیجئے اھ میں نے اپنی تعلیق میں اس کے متعلق تحریر کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بات چل سکتی تھی جبکہ ان میں سے سوائے مرد کے کسی کا ختنہ نہ کیا جاتا کیونکہ فرج (شرمگاہ) کے قصداً ختنہ کرنے کا صرف اسکی مردانگی (رجولیت) کے احتمال پر کوئی مفہوم اور مطلب نہیں۔ اور سراج میں یہ صراحت کی گئی کہ ہیجڑے کے دونوں فرجوں (شرمگاہوں) کا ختنہ کیا جائے۔ اور اس میں کوئی شک وشبہہ نہیں کہ محلِ ستر (عورۃ) کو کسی عمدہ کام کے حصول کے لئے دیکھنا مباح نہیں ہو سکتا اھ

---

[1] رد المحتار بحوالہ البزازی مسائل شتی دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۷۹
[2] " " " " " ۵/۴۷۹
[3] السراج

Marfat.com

لکن هذا هو نص الحدیث فقد
اخرج احمد عن والد ابی الملیح
والطبرانی فی الکبیر عن شداد
بن اوس وکابن عدی عن
ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهم
بسند حسن حسنه الامام السیوطی
ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه
وسلم قال الختان سنة للرجال
ومکرمة للنساء[1] اقول و
لا یندفع الاشکال بما فعل
الامام البزازی فانه
ان فرض سنة فلیست
کل سنة یباح لها النظر
الی العورة ومسها الا تری
ان الاستنجاء بالماء سنة
ولا یحل کشف العورة فان
لم یجد سترا وجب
علیه ترکه وانما ابیح
له ذلك فی ختان الرجل
لانه من شعائر الاسلام
حتی لو ترکه اهل
بلدة قاتلهم الامام
کما فی فتح القدیر و

لیکن یہ صراحۃً حدیث ہے کہ امام احمد نے ابوالملیح
کے والد کے حوالے سے اس کی تخریج فرمائی اور
امام طبرانی نے معجم کبیر میں شداد بن اوس کی
سند سے جیسا کہ ابن عدی نے سند حسن کے
ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ
عنہم کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے نیز
امام سیوطی نے اس کی تحسین فرمائی (یعنی اسکو
حدیث حسن قرار دیا) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے ارشاد فرمایا: ختنہ مردوں کے حق میں سنت
ہے اور عورتوں کے لئے ایک عمدہ کام ہے۔
میں کہتا ہوں کہ امام بزازی کی کاروائی سے اشکال
دفع نہیں ہوتا کیونکہ اگر اس کام کو سنت بھی
فرض کرلیا جائے (تو بھی نظر الی الفرج کا جواز
کیسے ہوگا) اس لئے ہر سنت میں بھی یہ گنجائش
نہیں کہ اس کی وجہ سے محلِ ستر (عورۃ) کو دیکھنا
اور مس کرنا مباح ہو۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ پانی
سے استنجا کرنا سنت ہے لیکن اگر کوئی باپردہ
جگہ نہ ہو تو پھر برسرِ عام کھلی جگہ ستر ننگا کرکے
استنجا کرنا جائز اور مباح نہیں، بلکہ اس صورت
میں ترکِ استنجا واجب ہے۔ اور مردوں کے
ختنہ میں اس کی اس لئے اجازت دی گئی کہ
یہ کام شعائرِ اسلام میں سے ہے حتیٰ کہ اگر کسی
شہر والے اسے چھوڑ دیں تو امام ان سے جنگ

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث اسامۃ الہذلی ۵/۷۵ و المعجم الکبیر ۷۱۱۲، ۷۱۱۳، ۷/۲۷۳-۲۷۴

Marfat.com

التنویر وغیرهما ولیس هذا منها فان الشعار یظهر والخفاض مأمور فیه بالاخفاء فسقط الاحتجاج ولا مخلص الا فی قصر ختانها علی الذکر خلافا لما فی السراج الآن یحمل علی ما اذا اختنت قبل ان تراهق۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

لڑکے (تاکہ وہ اسے قائم کرنے پر آمادہ ہوجائیں) جیسا کہ فتح القدیر اور تنویر اور ان دو کے علاوہ دوسری کتابوں میں ہے۔ اور یہ اس میں سے نہیں۔ اور شعار کو ظاہر کیا جاتا ہے اور اس میں اخفاء کا حکم دیا گیا ہے۔ اور استنجا کرنے میں بصورت پستی شرمگاہ چھپانے کا حکم دیا گیا لہٰذا استدلال ساقط ہوگیا۔ اور اس سے کوئی چارہ کار نہیں کہ ختنہ کرنا مرد پر بند رکھا جائے بخلاف اس کے جو کچھ سراج میں ہے، مگر یہ کہ اس کا قول اس پر حمل کیا جائے کہ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ لڑکی کا ختنہ اس کے قریب البلوغ ہونے سے پہلے کر لیا جائے۔ اور اللہ تعالٰی سب کچھ اچھی طرح جانتا ہے۔ (ت)

(۲) مونچھیں اتنی بڑھانا کہ منہ میں آئیں حرام وگناہ وسنّتِ مشرکین ومجوس ویہود ونصارٰی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعلٰی درجہ کی حدیث صحیح میں فرماتے ہیں:

احفوا الشوارب واعفوا اللحی ولا تشبهوا بالیهود۔ رواه الامام الطحاوی[1] عن انس بن مالك ولفظ مسلم عن ابی هریرة رضی اللہ تعالٰی عنهما جزوا الشوارب وارخوا اللحی وخالفوا المجوس[2]۔

مونچھیں کتر کر خوب پست کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ یہودیوں اور مجوسیوں کی صورت نہ بنو۔ (امام ابوجعفر طحاوی نے حضرت انس بن مالک سے اس کو روایت کیا ہے۔ اور مسلم شریف کے الفاظ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہیں: — مونچھیں کترواؤ اور داڑھیاں چھوڑو اور مجوس کی مخالفت کرو۔ ت)

فوجی جاہل ترکوں کا فعل حجت ہے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] شرح معانی الآثار للطحاوی کتاب الکراہیۃ باب حلق الشارب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۶۷

[2] صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۹

Marfat.com

مسئلہ ۲۳۴ از علی گڑھ کٹرہ سعید خاں مرسلہ حافظ سعید احمد صاحب لکھنوی معرفت حافظ محمد عمر صاحب مسجد عطا شہید ۲۵ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

طحطاوی حاشیہ درمختار جلد رابع میں ہے:

ورد فی بعض الآثار النھی عن قص الاظافر یوم الاربعاء فانہ یورث البرص[1]۔

بعض آثار میں بدھ کے دن ناخن کترنے کی ممانعت آئی ہے کہ اس کام سے مرضِ برص (پھلبھری) پیدا ہوتا ہے۔ (ت)

اس کی سند کیا ہے اور یہ روایت کس درجہ کی ہے، اور یہ روایت بظاہر معارض ہے روایت دیلمی کی:

ومن قلمھا یوم الاربعاء خرج منہ الوسواس والخوف دخل فیہ الامن والشفاء[2]۔

جس نے بدھ کے روز ناخن کاٹے اس سے شیطانی وسوسے اور خوف نکل جائینگے اور اس میں امن اور شفاء داخل ہوجائیگی (ت)

تو ان دونوں روایتوں میں تطبیق یا ترجیح کی کیا صورت ہے؟ اور بدھ کے دن ناخن تراشنا کیسا ہوگا؟ درصورتِ امتناع حافظ ابن حجر کے قول انہ یستحب کیفما احتاج الیہ (بال کاٹنے مستحب ہیں جس کیفیت (اور نوعیت سے) اس کی ضرورت پڑے۔ ت) کی صحت کی کیا صورت، اور درصورت استحباب حافظ کے قول:

ولم یثبت فی کیفیتہ شیئ ولا فی تعیین یوم لہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[3]۔

ناخن کترنے کی کیفیت (کہ کس طریقے اور ترتیب سے کترے جائیں) اور کس دن کترے جائیں اس بارے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کچھ ثابت اور مروی نہیں (ت)

کی صحت کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب

اصل مسئلہ یہی ہے کہ وہ کیف ما اتفق مستحب ومسنون ہے اور دن کی تعیین یا منع میں کوئی حدیث ثابت نہیں، یوم الاربعاء ممانعت کی حدیث' دونوں ضعیف ہیں، اگر روز چہارشنبہ وجوب کا دن آجائے مثلاً انتالیس ۳۹ دن سے نہیں تراشے تھے آج بدھ کو چالیسواں دن ہے اگر آج بھی نہیں تراشا

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دارالمعرفۃ بیروت ۴/ ۲۰۲
[2] الموضوعات لابن الجوزی دارالفکر بیروت ۳/ ۵۳ [3] المقاصد الحسنۃ حدیث ۷۷۲ ص ۳۶۲

Marfat.com

توچالیس دن سے زائد ہوجائیں گے اور یہ ناجائز و مکروہ تحریمی ہے کما فی القنیۃ والھندیۃ وغیرھما (جیسا کہ قنیہ اور ہندیہ وغیرہ میں ہے۔ت) تو اس پر واجب ہوگا کہ بدھ کے دن تراشے لیکن اگر حالت سعت و اختیار کی ہے تو بدھ کے دن نہ تراشنا مناسب کہ جانب خطر کو ترجیح رہتی ہے، اور حدیث اگرچہ ضعیف ہے مگر حدیث صحیح بخاری وقد قیل[1] (اور بیشک اس بارے میں کہا گیا ہے۔ت) اس کی مؤید ہے، امام ابن الحاج مکی علیہ الرحمہ نے بدھ کے دن ناخن تراشنے چاہے پھر خیال آیا کہ حدیث میں ممانعت آئی ہے پھر کہا یہ سنت حاضرہ ہے اور حدیث ضعیف، تراش لئے، فوراً مبتلائے برص ہوگئے، شب کو زیارت اقدس سے مشرف ہوتے، سرکار میں فریاد کی، ارشاد ہوا کیا تمہیں حدیث نہ پہنچی تھی؟ عرض کی حضور میں نے خیال کیا کہ یہ سنت حاضرہ ہے اور حدیث ضعیف۔ ارشاد ہوا کیا تم نے نہ سنا تھا کہ ہم نے فرمایا ہے، پھر دست اقدس اُن کے بدن پر مس فرمایا کہ فوراً اچھے ہوگئے، اُٹھے تو اچھے تھے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۵: از قادر گنج ضلع بیر بھوم ملک بنگالہ مرسلہ سید ظہور الحسین حسینی قادری رزاقی
۲۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

تمام سر کا منڈانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو حضور سرورِ کائنات یا حضرت مولائے کائنات سیدنا امام علی مرتضٰی یا حضرت امامین مطہرین یا حضرات صحابہ کرام یا اولیائے عظام ان حضرات نے سر منڈایا ہے یا نہیں؟ اور اس کا جواز فقہ سے ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب

سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنت تمام سر کے بال رکھنا ہے اور امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی سنت سارا سر منڈانا۔

وقد روی رضی اللہ تعالٰی عنہ ان تحت کل شعرۃ جنابۃ[2] ثم قال من ثم عادیت راسی من ثم عادیت راسی من ثم عادیت راسی[3]

بلاشبہہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے کہ ہر بال کے نیچے جنابت ہے، لہٰذا اس وجہ سے میں اپنے سر کے بالوں کا دشمن ہوں اسی وجہ سے میں اپنے سر کے بالوں کا دشمن ہوں۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب الرحلۃ فی المسألۃ النازلۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹
[2] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ ۱/ ۳۳ و جامع الترمذی ابواب الطہارۃ ۱/ ۱۶
[3] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب فی الغسل من الجنابۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۳

Marfat.com

دونوں صورتیں جائز ہیں آدمی اپنے لئے جس میں مصلحت سمجھے، اور اول اولٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۶: از جونپور محلہ ملاٹولہ مرسلہ شاہ نظام الحق یکم شعبان ۱۳۲۶ھ

مردوں کو مثل عورتوں کے لمبے بال کندھے سے نیچے رکھنے جائز ہیں یا نہیں؟

الجواب

حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال۔ رواہ الائمۃ احمد[1] والبخاری وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اللہ کی لعنت اُن مردوں پر کہ کسی بات میں عورتوں سے مشابہت پیدا کریں اور ان عورتوں پر کہ مردوں سے۔ (ائمہ حدیث مثلاً امام احمد، بخاری، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن عباس (اللہ تعالٰی ان دونوں سے راضی ہو) سے روایت کیا ہے۔ ت)

ایک عورت مردوں کی طرح کمان کندھے پر لگائے جاتی تھی اسے دیکھ کر یہ فرمایا۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر[2] عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت فرمایا۔ ت)

اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے عرض کی گئی کہ ایک عورت مردانہ جُوتا پہنتی ہے، فرمایا:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الرجلۃ من النساء

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے اس عورت پر کہ کوئی وضع مردانی

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۵۴
صحیح البخاری کتاب اللباس باب المتشبھین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۷۴
سنن ابی داؤد " باب فی لباس النساء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۱۰
جامع الترمذی کتاب الآداب باب ماجاء فی المتشبہات امین کمپنی دہلی ۲/۱۰۲
[2] مجمع الزوائد کتاب الادب باب فی المتشبھین الخ دارالکتاب بیروت ۸/۱۰۳-۱۰۲

Marfat.com

رواہ ابوداؤد عن ابن ابی ملیکۃ عنہا رضی اللہ تعالٰی عنہا۔[1]

اختیار کرے۔ (امام ابوداؤد نے ابن ابی ملیکہ کے حوالے سے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت فرمائی۔ ت)

کمان یا جوتا اجزائے بدن نہیں، جب ان میں مشابہت پر لعنت فرمائی تو بال کہ اجزائے بدن ہیں ان میں مشابہت اور کس درجہ سخت تر ہوگی، ولہذا عورت کو حرام ہے کہ اپنے بال تراشے کہ اس میں مردوں سے مشابہت ہے۔ یوہیں مردوں کو حرام ہے کہ اپنے بال عورتوں کی طرح بڑھائیں، اور وجہ دونوں جگہ وہی مشابہت ہے کہ حرام و موجب لعنت ہے۔ درمختار میں ہے:

قطعت شعر راسہا اثمت ولعنت والمعنی المؤثر التشبہ۔[2]

کسی عورت نے اپنے سر کے بال کاٹے تو وہ اس کام کی وجہ سے گنہگار ہوگی اور اس پر اللہ تعالٰی کی لعنت ہوگی، اور اس میں معنی مؤثرہ "تشبہ" ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای العلۃ المؤثرۃ فی اثمہا التشبہ بالرجال فانہ لایجوز کالتشبہ بالنساء حتی قال فی المجتبٰی یکرہ غزل الرجل علی ہیأۃ غزل النساء[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

عورت کے گنہگار ہونے میں اثر انداز ہونے والی علت مردوں سے مشابہت ہے اس لئے کہ وہ جائز نہیں۔ جیسے مردوں کی عورتوں سے مشابہت درست نہیں، یہاں تک کہ "المجتبٰی" میں فرمایا کہ مردوں کا عورتوں کی ہیئت پر سوت کاتنا مکروہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳۷ از موضع سران ڈاکخانہ بشندور تحصیل وضلع جہلم مرسلہ حافظ سجاد شاہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لحیہ دراز کو چار انگل زنخدان سے نیچے رکھ کر کٹانی چاہئے یا قبضہ مع استخوان لحیین رکھ کر کٹائی جائے؟

الجواب

مسترسل چار انگل چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لباس النساء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۰

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۰

[3] ردالمحتار " " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۶۱

Marfat.com

مسئلہ ۲۲۸

داڑھی کی حد شریعت نے کہاں تک مقرر کی ہے اور اگر کوئی شخص حد مقررہ سے کم رکھے تو کیا وہ منڈانے کے برابر ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ، اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

داڑھی کم از کم چار انگل چھوڑنا واجب ہے اور اس سے کم رکھنا جائز نہیں، حرام ہونے میں یہ بھی منڈانے کے مثل ہے اگرچہ منڈانا خبیث تر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۳۹

۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ ایہا العلماء الکرام اندریں مسئلہ کہ مروی و ماثور است کہ موئے مرغول سرآں سرور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بغیر از حلق لبسہ کیفیت متکیف بودند یعنی گاہ بگوش وگاہ بدوش وگاہ از گوش فرود آمدہ و نزدیک بدوش رسیدہ آیا رجل امت اجابت آں تاجدار دوعالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم را نیز لازم است کہ ہمیں جادہ مستقیم را اخذ نمودہ سالک شوند بازو برتقدیر اول آیا کدام صنف است از اصناف سنن ہدی ست کہ تارکش مستحق لوم و عتاب است یا زائد کہ تارکش لائق ایں امر نبود چنانچہ در رسالہ منار می نویسند وھی نوعان سنۃ الھدٰی و تارکہا یستوجب اساءۃ کالجماعۃ والاذان والزوائد و تارکہا یستوجب اساءۃ کسیر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لباسہ وقعودہ

اے علمائے کرام! اللہ تعالیٰ تم پر رحمت کے پھول برسائے تمہارا کیا ارشاد ہے اس مسئلہ کے بارے میں کہ مروی اور منقول ہے کہ آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے سر مبارک کے (کسی قدر) گھنگھریالے مقدس بال، منڈائے بغیر تین حالتوں میں سے کسی ایک حالت سے متصف تھے (۱) یعنی کبھی کانوں تک (۲) کبھی کندھوں تک (۳) اور کبھی کانوں سے نیچے لٹکے ہوئے اور کندھوں کے قریب پہنچے ہوئے تھے (اب سوال یہ ہے کہ) کیا تاجدار دوعالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت اجابت (یعنی امت مسلمہ) کے کسی مسلمان فرد کے لئے بھی یہی لازم اور ضروری ہے کہ وہ اسی ٹھیک طریقہ کو اختیار کرکے اس پر چلے، نیز پہلی صورت میں یہ سنن ہدیٰ میں سے کونسی قسم ہے کہ جس کا چھوڑ دینے والا، ملامت اور سرزنش کے لائق ہے یا سنت زائدہ ہے کہ جس کا ترک کرنے والا سزا مذکور کے لائق نہیں چنانچہ رسالہ "منار" میں لکھتے ہیں سنت کی دو قسمیں

Marfat.com

وقیامہ[1] الخ ۱۲ رسالہ شرح نور الانوار قمر الاقمار۔ ہیں (۱) ایک سنتِ ہُدیٰ، جس کا تارک مستحقِ اسارت ہے۔ جیسے نماز باجماعت اور اس کے لئے اذان۔ (۲) دوسری قسم سنتِ زوائد، کہ جس کا تارک اساءت کا سزاوار نہیں جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک عادات، پہننے، بیٹھنے اور قیام میں الخ ۱۲ قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار (از مولانا عبد الحلیم لکھنوی)۔ (ت)

الجواب

عادت کریمہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بر تمام سر موئے داشتن است از گوش تا دوش در غیر حج وحجامت ہیچ گاہ حلق ثابت نیست۔ امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم دائما حلق فرمودہ وازان رو کہ زیر ہر مُو جنابت ست مباد کہ آب بجائے نرسد وے فرمود ومن ثمہ عادیت راسی ومن ثم عادیت راسی ومن ثم عادیت راسی[2] وسنت خلفائے راشدین نیز سنت ست ہرچہ مناسب حال خود بیند بر آں عمل کنند موئے را اکرام باید فی الحدیث من کان له شعر فلیکرمه[3] اگر اکرام تواند و بحد اسراف نرساند موئے داشتن بہتر ست ورنہ در حلق فارغ البالی و بر ہرچہ ازیں عمل کند مستحق لوم وعتابے نیست۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عادتِ عالیہ اپنے پورے سر مبارک پر بال رکھنے کی تھی اور یہ کیفیت کان سے کندھوں تک ہوتی۔ لہذا بغیر حج کبھی سر منڈوانا ثابت نہیں، البتہ مومنوں کے امیر حضرت مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم ہمیشہ بال منڈواتے اس وجہ سے کہ ہر بال کے نیچے جنابت ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہاں تک پانی نہ پہنچے۔ اور فرمایا کرتے یہی وجہ ہے کہ میں اپنے سر کے بالوں کا دشمن ہوں، اسی وجہ سے میں اپنے سر کے بالوں کا دشمن ہوں، اسی وجہ سے میں اپنے سر کے بال رکھنے کا مخالف ہوں۔ اور خلفائے راشدین کی سنت بھی درجۂ سنت رکھتی ہے، لہذا جو بھی اپنے حال کے مناسب سمجھے وہی روش اختیار کرے، بہرحال بالوں کا احترام کرنا چاہئے۔ چنانچہ حدیث پاک میں مذکور ہے جس آدمی کے بال ہوں اُسے ان کا احترام واکرام کرنا چاہئے لہذا اگر عزت وتوقیر کر سکے اور اسے اسراف کی

---

[1] نور الانوار شرح المنار بحث سنن الہدٰی والزوائد مطبع علیمی دہلی ص ۱۶۷
[2] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب فی الغسل من الجنابۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۳
[3] سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب فی اصلاح الشعر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۱۸
مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس الفصل الثانی المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ [illegible]/۲۳[illegible]

Marfat.com

حد تک نہ پہنچائے تو پھر بال رکھنے بہتر ہیں ورنہ منڈوا کر فارغ البال ہوجائے، لہذا ان میں سے جو طریقہ اپنائے (اور اس پر عمل کرے) تو ملامت اور عتاب کا سزاوار نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴۰ از بشارت گنج ضلع بریلی مسئولہ حاجی غنی رضا خاں صاحب رضوی ۲۸ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ داڑھی منڈا یا کترنے والا یا داڑھی چڑھانے والا میلاد شریف پڑھ سکتا ہے یا نہیں اور داڑھی چڑھا کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

ان لوگوں سے میلاد شریف نہ پڑھوایا جائے۔ تبیین الحقائق میں ہے:

لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعًا[1] — اس لئے کہ اس کو آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ لوگوں پر شرعی طور پر اس کی توہین ضروری ہے (ت)

نماز پڑھنا بہر حال فرض ہے اس میں داڑھی چڑھی رکھنا مکروہ ہے، کس قدر بیباکی ہے کہ عین حاضری دربار میں صورت مخالف حکم ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۱ از فیروز آباد ضلع آگرہ جامع مسجد مسئولہ جناب محمد ناظم علی صاحب ۲۱ رجب المرجب ۱۳۳۹ھ

علمائے دین وفضلائے واثقین ومفتیان شرع دین متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ داڑھی کتنی نیچی رکھنا چاہیے اور ریش مبارک حضور سرور عالم صلعم (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ ورضی اللہ تعالٰی عنہ نیز باقی اصحابہ کبار رضوان اللہ تعالٰی علیہم کی کس قدر نیچی تھی؟ جواب سے معہ حوالہ کتب بہت جلد معزز فرمائیے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

ایک مشت نیچی رکھنا واجب ہے اور اس کا تارک فاسق۔ فتح القدیر و درمختار میں ہے:

اما الاخذ منھا وھی دون ذٰلک (ای القبضۃ) کما یفعلہ بعض المغاربۃ ومخنثۃ الرجال فلم یبحہ[2] — داڑھی جب مشت بھر سے کم ہو تو اسے تراشنا اور کترنا جیسا کہ بعض اہل مغرب اور ہیجڑہ صفت مرد کرتے ہیں کسی نے اس کو مباح نہیں کہا (ت)

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الصلوٰۃ باب الحدث فی الصلوٰۃ مکتبۃ الکبرٰی مصر ۱/۱۴۳

[2] درمختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۵۲

Marfat.com

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی ریش مبارک اوائل سینہ تک تھی، امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ریش مبارک زیادہ تھی۔ ریش تراشی کی مذمت میں ہمارا رسالہ لمعۃ الضحیٰ فی اعفاء اللحی شائع ہوچکا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کے نام پاک کے ساتھ صلعم یا ص یا ؑم یا صللم وغیرہا رموز لکھنا ممنوع اور سخت بیدولتی ہے امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں پہلا شخص جس نے ایسا اختصار کیا اس کا ہاتھ کاٹا گیا، درود پورا لکھنا لازم ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نوٹ

جلد ۲۲ داڑھی وحلق وقصر وختنہ وحجامت کے بیان پر ختم ہوگئی
جلد ۲۳ ان شاء اللہ نماز و طہارت کے عنوان سے شروع ہوگی۔

Marfat.com

Marfat.com

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل عظیم الشان فقہی انسائیکلوپیڈیا

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

فتاوٰی رضویہ

جلد 23

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

تصنیف لطیف: اعلٰی حضرت، مجدد امام احمد رضا

ALAHAZRAT NETWORK

اعلحضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين

العطايا النبوية في الفتاوى الرضوية

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلوپیڈیا

جلد ۲۳

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز
۱۲۷۲ھ ——— ۱۳۴۰ھ
۱۸۵۶ء ——— ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن ○ جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ، لاہور ۸، پاکستان (۵۴۰۰۰)
فون ۷۶۶۵۷۷۲، ۷۶۵۷۳۱۴

اجمالی فہرست

پیش لفظ ———— ٥
نماز وطہارت ———— ٩٥
روزہ و زکوٰۃ و حج ———— ١٠٥
جنائز و زیارت قبور و مزاراتِ اولیاء ———— ١٠٩
ایصالِ ثواب و صدقہ وخیرات و سوال ———— ١١٥
ذکر و دعا ———— ١٦١
نکاح وطلاق ———— ١٨٣
نسب ———— ١٩٧
رسم و رواج ———— ٢٥٧
حدود و تعزیرات ———— ٣٢٣
آداب ———— ٣٣٥
زینت ———— ٣٨١
کسب وحصولِ مال ———— ٥٠٧
علم وتعلیم ———— ٦٢٣
مجالس و محافل ———— ٧٢١

www.alahazratnetwork.org

فہرست رسائل

○ رادالقحط ———— ١٣٥
○ اراءۃ الادب ———— ٢٠١
○ ھادی الناس ———— ٢٧٧

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

نام کتاب ——— فتاوٰی رضویہ جلد ۲۳

تصنیف ——— اعلٰحضرت شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

فیضانِ کرامت ——— مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

سرپرستی ——— مولانا صاحبزادہ محمد عبد المصطفٰے ہزاروی ناظم اعلٰی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور و شیخوپورہ

اہتمام ——— مولانا صاحبزادہ قاری نصیر احمد ہزاروی ناظم شعبہ نشر و اشاعت

ترجمہ عربی عبارات ——— حضرت علامہ مولانا مفتی قاضی محمد سیف الرحمٰن ہری پور ہزارہ

ترتیب فہرست ——— 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

تبویب جدید ——— 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

تخریج و تصحیح ——— مولانا نذیر احمد سعیدی، مولانا محمد اکرام اللہ بٹ، مولانا غلام حسن

کتابت ——— محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالہ)

پیسٹنگ ——— مولانا محمد منشا تابش قصوری صدر شعبہ فارسی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

صفحات ——— ۷۶۸

اشاعت ——— ذوالحجہ ۱۴۲۳ھ / فروری ۲۰۰۳ء

مطبع ———

ناشر ——— رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

قیمت ——— ○

ملنے کے پتے

○ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

۰۳۰۰/۹۳۱۵۳۰۰ ۷۶۶۵۷۹۳

○ مکتبۂ اہلسنت، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

○ ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

○ شبیر برادرز، ۴۰ بی، اردو بازار، لاہور

○ الکشف شافیا ______ ۳۱۱

○ ادلة الطاعنہ ______ ۳۷۱

○ حلک العیب ______ ۳۹۵

○ خیر الأمال ______ ۶۰۳

○

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ ! اعلیٰحضرت امام المسلمین مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خزائن علمیہ اور ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں عصر حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظر عام پر لانے کے لئے دار العلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری سے مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا کی متعدد تصانیف شائع کر چکا ہے مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المعروف بہ فتاوی رضویۃ کی تخریج و ترجمہ کے ساتھ عمدہ و خوبصورت انداز میں اشاعت ہے، فتاوی مذکورکی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ / مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا، اور بفضلہ تعالیٰ جل مجدہ و بعنایۃ رسولہ الکریم تقریباً تیرہ ۱۳ سال کے مختصر عرصہ میں تیئیسویں ۲۳ جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس سے قبل کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الجنائز، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الایمان، کتاب الحدود و التعزیر، کتاب السیر، کتاب الشرکۃ، کتاب الوقف، کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الشہادۃ، کتاب القضاء والدعاوی، کتاب الوکالۃ، کتاب الاقرار، کتاب الصلح، کتاب المضاربہ، کتاب الامانات، کتاب العاریہ، کتاب الہبہ، کتاب الاجارہ، کتاب الاکراہ، کتاب الحجر، کتاب الغصب، کتاب الشفعہ، کتاب القسمہ، کتاب المزارعۃ، کتاب الصید، کتاب الذبائح، کتاب الاضحیہ اور کتاب الحظر والاباحۃ کے حصہ اول و دوم پر مشتمل بائیس ۲۲ جلدیں شائع ہو چکی ہیں جن کی تفصیل سنین، مشمولات، مجموعی صفحات اور ان میں شامل رسائل کی تعداد کے اعتبار سے حسب ذیل ہے:

www.alahazratnetwork.org

جلد نمبر	عنوانات	اسئلہ جوابات	تعداد رسائل	سنینِ اشاعت	صفحات
۱	کتاب الطہارت	۲۲	۱۱	شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ — مارچ ۱۹۹۰ء	۸۳۸
۲	〃	۳۳	۷	ربیع الثانی ۱۴۱۲ — نومبر ۱۹۹۱	۷۱۰
۳	〃	۵۹	۶	شعبان المعظم ۱۴۱۲ — فروری ۱۹۹۲	۷۵۶
۴	〃	۱۲۵	۵	رجب المرجب ۱۴۱۳ — جنوری ۱۹۹۳	۷۶۰
۵	کتاب الصلوٰۃ	۱۴۰	۶	ربیع الاول ۱۴۱۴ — ستمبر ۱۹۹۳	۶۹۲
۶	〃	۴۵۷	۴	ربیع الاول ۱۴۱۵ — اگست ۱۹۹۴	۷۳۶
۷	〃	۲۶۹	۷	رجب المرجب ۱۴۱۵ — دسمبر ۱۹۹۴	۷۲۰
۸	〃	۳۳۷	۶	محرم الحرام ۱۴۱۶ — جون ۱۹۹۵	۶۶۴
۹	کتاب الجنائز	۲۷۳	۱۳	ذیقعدہ ۱۴۱۶ — اپریل ۱۹۹۶	۹۴۶
۱۰	کتاب الزکوٰۃ، صوم، حج	۳۱۶	۱۶	ربیع الاول ۱۴۱۷ — اگست ۱۹۹۶	۸۳۲
۱۱	کتاب النکاح	۴۵۹	۶	محرم الحرام ۱۴۱۸ — مئی ۱۹۹۷	۷۳۶
۱۲	کتاب النکاح، طلاق	۳۲۸	۳	رجب المرجب ۱۴۱۸ — نومبر ۱۹۹۷	۶۸۸
۱۳	کتاب الطلاق، ایمان، حدود، تعزیر	۲۹۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۱۸ — مارچ ۱۹۹۸	۶۸۸
۱۴	کتاب السیر (ا)	۳۳۹	۷	جمادی الاخریٰ ۱۴۱۹ — ستمبر ۱۹۹۸	۷۱۲
۱۵	〃 (ب)	۸۱	۱۵	محرم الحرام ۱۴۲۰ — اپریل ۱۹۹۹	۷۴۴
۱۶	کتاب الشرکۃ، کتاب الوقف	۴۳۲	۳	جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ — ستمبر ۱۹۹۹	۶۳۲
۱۷	کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الکفالہ	۱۵۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۲۰ — فروری ۲۰۰۰	۷۱۶
۱۸	کتاب الشہادۃ، کتاب القضاء و الدعاوی	۱۵۲	۲	ربیع الثانی ۱۴۲۱ — جولائی ۲۰۰۰	۷۴۰
۱۹	کتاب الوکالہ، کتاب الاقرار، کتاب الصلح، کتاب المضاربہ، کتاب الامانات، کتاب العاریہ، کتاب الہبہ، کتاب الاجارہ، کتاب الاکراہ، کتاب الحجر	۲۹۶	۳	ذیقعدہ ۱۴۲۱ — فروری ۲۰۰۱	۶۹۲

www.alahazratnetwork.org

۲۰	کتاب الغصب، کتاب الشفعہ، کتاب القسمہ، کتاب المزارعہ، کتاب الصید والذبائح، کتاب الاضحیہ	۴۴۴	۳	صفر المظفر ۱۴۲۲ھ — مئی ۲۰۰۱ء	۶۴۲
۲۱	کتاب الحظر والاباحۃ (حصہ اول)	۲۹۱	۹	ربیع الاول ۱۴۲۳ھ — مئی ۲۰۰۲ء	۶۸۹
۲۲	〃 〃 〃 (حصہ دوم)	۲۴۱	۶	جمادی الاخری ۱۴۲۳ھ — اگست ۲۰۰۲ء	۶۹۲

فتاوٰی رضویہ قدیم کی پہلی آٹھ جلدوں کے ابواب کی ترتیب وہی ہے جو معروف و متداول کتبِ فقہ و فتاوٰی میں مذکور ہے۔ رضا فاؤنڈیشن کی طرف سے شائع ہونے والی بیس جلدوں میں اسی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے مگر فتاوٰی رضویہ قدیم کی بقیہ چار مطبوعہ جلدوں (جلد نہم، دہم، یازدہم، دوازدہم) کی ترتیب ابوابِ فقہ سے عدمِ مطابقت کی وجہ سے محلِ نظر ہے۔ چنانچہ ادارہ ہذا کے سرپرستِ اعلیٰ محسنِ اہلسنت مفتیِ اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی صاحب اور دیگر اکابر علماء و مشائخ سے استشارہ و استفسار کے بعد اراکینِ ادارہ نے فیصلہ کیا کہ آئندہ شائع ہونے والی جلدوں میں فتاوٰی رضویہ کی قدیم جلدوں کی ترتیب کے بجائے ابوابِ فقہ کی معروف ترتیب کو بنیاد بنایا جائے۔ عام طور پر فقہ و فتاوٰی کی کتب میں کتاب الاضحیہ کے بعد کتاب الحظر والاباحۃ کا عنوان ذکر کیا جاتا ہے اور ہمارے ادارے سے شائع شدہ بیسویں جلد کا اختتام چونکہ کتاب الاضحیہ پر ہوا لہٰذا اکیسویں جلد سے مسائلِ حظر و اباحت کی اشاعت کا آغاز کیا گیا۔ اس سلسلہ میں بحر العلوم حضرت مولانا مفتی عبد المنان صاحب اعظمی دامت برکاتہم العالیہ کی تحقیقِ انیق کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے اس سے بھرپور استفادہ اور رہنمائی حاصل کر رہے ہیں۔

یاد رہے کہ فتاوٰی رضویہ قدیم میں کتاب الحظر والاباحۃ کے عنوان پر مشتمل جلد جس کو مکتبہ رضا ایوان عرفان بیسلپور نے جلد دہم اور رضا اکیڈمی بمبئی نے جلد نہم کے نام سے شائع کیا ہے وہ غیر مرتب اور غیر مبوب ہے اس میں شامل بعض رسائل کی ابتداء و انتہا ممتاز نہیں، کچھ رسائل بے نام شامل ہیں جبکہ بعض رسالوں کے مندرجات یکجا ہونے کی بجائے متفرق و منتشر طور پر مذکور ہیں، اس جلد میں شامل دونوں حصوں کے عنوانات و مسائل ایک جیسے ہونے کے باوجود دونوں کی فہرست یکجا نہیں کی گئی، لہٰذا اس کی ترتیب و تبویب خاصا مشکل اور وقت طلب معاملہ تھا، راقم نے متوکلاً علی اللہ اس پر کام شروع کیا تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظرِ عنایت اور اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کے روحانی تصرف و کرامت کے صدقے میں توقع سے بھی کم وقت میں یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا الحمد للہ علٰی ذٰلک۔

کتاب الحظر والاباحۃ کی ترتیب جدید میں ہم نے جن امور کو بطور خاص ملحوظ رکھا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں،

(الف) حظرواباحت سے متعلق فتاوٰی رضویہ قدیم کے دونوں مطبوعہ حصوں کی (استفتاء میں مذکور) مسائل کے کے اعتبار سے یکجا تبویب کردی ہے۔

(ب) ایک ہی استفتاء میں مختلف ابواب سے متعلق مسائل مذکور ہونے کی صورت میں ہر مسئلہ کو مستفتی کے نام سمیت متعلقہ باب کے تحت درج کیا ہے۔

(ج) فتاوٰی رضویہ قدیم کی کتاب الحظر والاباحۃ میں شامل رسائل کو ان کے عنوانات کے مطابق متعلقہ ابواب کے تحت داخل کردیا ہے۔

(د) رسائل کی ابتداء وانتہا کو ممتاز کیا ہے۔

(ھ) بے نام رسائل کے ناموں کو ظاہر کیا ہے۔

(و) جن رسائل کے مندرجات ومشمولات یکجا نہ تھے ان کو اکٹھا کردیا ہے۔

(ز) حظرواباحت سے متعلقہ بعض رسائل اعلٰحضرت علیہ الرحمۃ جو فتاوٰی رضویہ قدیم میں شامل نہ ہوسکے تھے اُن کو بھی مناسب جگہ پر شامل اشاعت کردیا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

(ح) تبویب جدید کے بعد موجودہ ترتیب، سابق ترتیب بالکل مختلف ہوگئی ہے، لہذا پوری کتاب کی مکمل فہرست موجودہ ابواب کے مطابق نئے سرے سے تیار کرنا پڑی۔

(ط) جلد ہذا میں شامل تمام رسائل کے مندرجات کی مفصل فہرست مرتب کی گئی۔

(ی) اعلٰحضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ بعض مقامات پر گفتگو کرتے ہوئے اپنے تبحر علمی کے پیش نظر ایسے مسائل بھی زیر بحث لے آتے ہیں جو متعلقہ ابواب میں سے کسی کے تحت مندرج نہیں ہوسکتے ایسے مسائل کے لئے مفصل فہرست کے بعد ہم نے ضمنی مسائل کے عنوان سے الگ فہرست مرتب کی ہے۔

کتاب الحظر والاباحۃ کے مترجم

سوائے ان رسائل کے جن کو اب فتاوٰی میں نئے سرے سے شامل کیا گیا ہے، پوری کتاب الحظر والاباحۃ" کی عربی اور فارسی عبارات کا مکمل ترجمہ جامع منقول ومعقول، فاضل جلیل، محقق شہیر، مصنف کتب کثیرہ، فخر المدرسین حضرت مولانا علامہ مفتی قاضی محمد سیف الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے کیا ہے جو استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا محمد عبدالسبحان بن مولانا مظہر جمیل بن مولانا مفتی محمد غوث

(کھلابٹ، ہزارہ) کے صاحبزادے اور استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد خلیل صاحب محدث ہزاروی کے نواسے ہیں، آپ نے تمام درسیات اپنے والد گرامی سے پڑھیں، فارغ التحصیل ہوتے ہی درس و تدریس سے وابستہ ہو گئے اور سالہا سال آپ نے اہلسنت کے معروف ادارے جامعہ رحمانیہ ہری پور میں بطور شیخ الحدیث تدریسی فرائض سرانجام دیے، آپ کے آباء و اجداد نے ڈنکے کی چوٹ پر احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا فریضہ سرانجام دیا، چنانچہ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا قاضی محمد عبد السبحان صاحب اور برادر اکبر حضرت مولانا قاضی غلام محمود صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما کی متعدد درسی وغیر درسی تصانیف اربابِ علم میں معروف ہیں، مناظرہ و رَدِّ بدمذہباں خصوصاً رَدِّ وہابیہ میں ان بزرگوں کی خدمات کو اہل سنت وجماعت میں انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

۲۳ تیئسویں جلد

یہ جلد "کتاب الحظر والاباحۃ" کا تیسرا حصہ ہے جو ۴۰۹ سوالوں کے جوابات اور مجموعی طور پر ۷۶۸ صفحات پر مشتمل ہے، اس جلد میں بنیادی طور پر جن ابواب کو زیر بحث لایا گیا وہ یہ ہیں:

طہارت، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جنائز، زیارتِ قبور، ایصالِ ثواب، صدقہ و خیرات، سوال، ذکر و دعا، نکاح و طلاق، نسب، رسم و رواج، حدود و تعزیر، آدابِ زینت، کسب و حصولِ مال، علم و تعلیم اور مجالس و محافل۔

دیگر کئی ایک ابواب سے متعلق مسائل کثیرہ پر ضمناً گفتگو واقع ہوئی لہٰذا راقم الحروف نے مسائل و محافل کی مفصل فہرست کے علاوہ مسائل ضمنیہ کی الگ فہرست بھی قارئین کی سہولت کے لئے تیار کر دی ہے نیز اس جلد میں شامل مستقل ابواب سے متعلق مسائل اگر کہیں ایک دوسرے کے تحت ضمناً مندرج تھے تو ان کی فہرست ہم نے متعلقہ باب کی مفصل فہرست کے آخر میں بطور ضمیمہ ذکر کر دی ہے تاکہ ان مسائل کی تلاش میں دقت و ابہام پیدا نہ ہو۔

انتہائی وقیع اور گرانقدر تحقیقات و تدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل سات رسائل بھی اس جلد کی زینت ہیں:

(۱) الکشف شافیا حکم فونو جرافیا (۱۳۲۸ھ)

فونوگراف میں قرآن پاک بھرنے اور سننے نیز اس سے مزامیر وغیرہ کی آوازیں سننے کا حکم

(۲) حک العیب فی حرمۃ تسوید الشیب (۱۳۰۷ھ)

سیاہ خضاب کی حرمت کا سولہ حدیثوں اور اقوالِ ائمہ سے ثبوت

(۳) رادّ القحط والوباء بدعوۃ الجیران ومواساۃ الفقراء (۱۳۱۲ھ)

مشترکہ طور پر مسلمان محلہ داروں کے صدقہ وخیرات کی ایک صورت کا بیان

(۴) ارادۃ الادب لفاضل النسب (۱۳۲۹ھ)

فضیلتِ نسب کے شرعاً معتبر ہونے یا نہ ہونے کا بیان

(۵) ھادی الناس فی رسوم الاعراس (۱۳۱۲ھ)

شادیوں کی بعض رسوم مثلاً سہرا وغیرہ پر حکم شرعی کا روشن بیان

(۶) الادلۃ الطاعنہ فی اذان الملاعنہ (۱۳۰۶ھ)

روافض کی اذان اہلِ سنت وجماعت کو سننا کیسا ہے

(۷) خیر الآمال فی حکم الکسب والسوال (۱۳۱۸ھ)

روپیہ کمانا کسبِ فرض، کسبِ مستحب، کسبِ مکروہ، کسبِ حرام اور سوال کرنا کسب جائز اور کسب ناجائز ہے

ان میں سے مقدم الذکر دو رسالے پہلے سے فتاوی رضویہ قدیم کی کتاب الحظر والاباحۃ میں شامل تھے جبکہ باقی پانچ رسائل اب شامل کیے گئے ہیں۔ مسئلہ میلاد سے متعلق ایک انتہائی اہم فتوٰی بھی اس جلد میں شامل کیا گیا ہے جو صفحہ ۵۹۰، پر مسئلہ ۲۰۹ زیرِ عنوان "مجالس و محافل" مذکور ہے۔

ذوالحجہ ۱۴۲۳ھ

فروری ۲۰۰۳ء

حافظ محمد عبدالستار سعیدی

ناظمِ تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

فہرست مضامین مفصّل

نماز و طہارت

(امامت، جماعت، استنجا، وضو، غسل، تیمم وغیرہ) ۹۵

ہندوؤں کے ہاں کھانا کھانے والے اور ایک عورت کو ساتھ لئے پھرنے والے مولوی کی امامت کیسی ہے۔ ۹۵

ہندوؤں کے یہاں کا گوشت وغیرہ کھانا شرعاً کیسا ہے۔ ۹۵

کیسی عورت سے معمولی خدمت لینا جائز ہے ۹۵

ایک مجمل سوال اور اس کا جواب۔ ۹۶

آج کل وہابیہ وغیرہ مبتدعین میں تقیہ بہت رائج ہے۔ ۹۶

غیر سنّی امام منافقت کرکے سنّیوں کی مسجد میں امامت کرتا ہو تو اس کے اخراج کی تدبیر کرنے والا اجر عظیم کا مستحق ہے۔ ۹۶

کون سی غیبت ممنوع اور کونسی غیر ممنوع ہے۔ ۹۶

ایک جاہل، فاسق و فاجر مرتکب کبیرہ شخص کے امام بننے کے بارے میں سوال۔ ۹۷

سر کے بال ترشوا کر چھوٹے چھوٹے رکھنا مکروہ تنزیہی ہے۔ ۹۷

پائنچے ٹخنوں کے نیچے رکھنا مکروہ تنزیہی یعنی صرف خلافِ اولیٰ ہیں جبکہ بہ نیت تکبر نہ ہو۔ ۹۷

کس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی اور کس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہے۔ ۹۸

ولد الزنا کی امامت کا حکم۔ ۹۸

انگریزی وضع کا بوٹ ممنوع ہے۔ ۹۸

داڑھی کترواکر مشت سے کم کرنا اور سیاہ خضاب

لگانا حرام ہے۔ ۹۸
فاسق معلن کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے
پڑھ لی تو اعادہ واجب ہے۔ ۹۸
ڈھول بجانا رقص کرانا ممنوع ہے۔ ۹۸
مسلمان پر جھوٹی تہمتِ زنا لگانا گناہِ کبیرہ ہے اس کے
مرتکب کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی ہے۔ ۹۸
دلدل بدعت، رائج مرثیے معصیت اور ساختہ کربلا
مجمع بدعات ہے ان کے مرتکب کو امام بنانا گناہ ہے، ۹۹
ناٹک میں جانے والے امام، واعظ اور شیخ کے
بارے میں سوال۔ ۹۹
ناٹک مجمع فسقیات ہے اور اس میں جانا
نامہذب ہونے کی دلیل ہے۔ ۹۹
بے نماز سخت شقی، فاسق، فاجر، مرتکب کبائر،
مستحقِ جہنم ہے۔ ۹۹
انگریزی بال رکھنا خلافِ سنت وضعِ فساق ہے ۱۰۰
آج کل کے روافض اسلام سے خارج ہیں۔ ۱۰۰
بلا نکاح کسی کے پاس رہنے والی عورت
فاسقہ ہے۔ ۱۰۰
فاسقوں کے یہاں کا کھانا فی نفسہٖ حرام نہیں۔ ۱۰۰
فاسقوں سے میل جول نہ چاہیے خصوصاً مقتدا کو۔ ۱۰۰
فال کھولنا کبھی کفر اور کبھی معصیت ہوتا ہے۔ ۱۰۰
اگر کوئی کسی کا گھڑا توڑ دے تو اس کا تاوان دے ۱۰۱
کوئی چیز ہاتھ سے پاک کی جائے تو اس کے
پاک ہونے کے ساتھ ہاتھ بھی پاک ہو جاتا ہے۔ ۱۰۱
جس لباس کا پہننا ناجائز ہو اس میں نماز
مکروہِ تحریمی ہے۔ ۱۰۱
چار سوالوں پر مشتمل استفتاء۔ ۱۰۱
قصداً حلالِ شرعی کو حرام کرنے والا، غیر مقلدوں
کی غیر شرعی امداد کرنے والا، بکلف جھوٹی شہادت
دینے والا اور کلمۂ حق سے منحرف ہونے والا
سخت گنہگار بلکہ گمراہ ہے اس کے پیچھے نماز
ناجائز ہے۔ ۱۰۲
ایک جعلی پیر اور درویش کے بارے میں
سوال۔ ۱۰۲
منکوحۂ غیر کو بھگا لے جانے والا اور غیر سید کو
سید ظاہر کرنے والا فاسق و فاجر اور مرتکب کبائر
ہے اس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی ہے۔ ۱۰۲
سود خور کو امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا
مکروہِ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ ۱۰۳
جو شخص سود خور ہے اور حلال کمائی بھی رکھتا ہے
اس کی دعوت قبول کرنے سے احتراز چاہیے
اگرچہ اس میں فتویٰ جواز ہے۔ ۱۰۳
جمعہ کے فرضوں اور سنتوں کی نیت کا بیان۔ ۱۰۳
شوہر کا حکم مانے تو نماز کا وقت ختم ہو جائیگا
ایسی صورت میں نماز پڑھے شوہر کا حکم ماننا
حرام ہے۔ ۱۰۳
نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین
کرنے والوں کو کافر جاننا حق ہے ایسے شخص
پر تجدید اسلام اور تجدید نکاح ہرگز
لازم نہیں۔ ۱۰۴

جماعت مسنونہ سے پہلے الگ الگ نماز پڑھنے والے گنہگار ہیں مگر فرض ادا ہوجائے گا۔ ۱۰۴
جماعتِ اُولیٰ سے کچھ لوگ اتفاقاً رہ جائیں تو مصلّی سے ہٹ کر جماعت کرالیں۔ ۱۰۴

ضمیمہ نماز و طہارت

گلی کوچوں میں کھلی پھرنے والی مرغی کے جھوٹے سے وضو کرنا مکروہ ہے۔ ۱۱۷
عوام کو صلوٰۃ عند الطلوع سے منع نہ کیا جائے۔ ۱۷۰
ایک رکعتی نماز جس طرح جواہر خمسہ میں مذکور ہے مذہبِ حنفی میں ممنوع ہے۔ ۱۷۷
جس جگہ کی پاکی ناپاکی کی تحقیق نہیں وہ پاک ہی ہے اور اس پر نماز جائز ہے۔ ۱۸۱
نکاحِ حرام سے پیدا ہونے والے کی امامت جائز ہے۔ ۱۹۱
دو بہنوں کے ایک مرد کے ساتھ نکاح کو جائز کہنے والے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ ۱۹۲
باپ کے غیر کی طرف نسب کو منسوب کرنے والے کی امامت مکروہ ہے۔ ۲۰۰
امامتِ صغریٰ کی ترتیب میں شرفِ نسب بھی وجہِ ترجیح ہے۔ ۲۰۶
احق بالامامۃ کون ہے۔ ۲۰۶
فاسق کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہے۔ ۲۹۹
اگر کسی کی قراءت بلا قصد اوزانِ موسیقی سے کسی وزن کے موافق ہو تو اصلاً حرج نہیں حتی کہ نماز میں بھی ایسی تلاوت جائز ہے۔ ۳۵۸
روافض کی مسجد میں سُنّی کی نماز کا حکم۔ ۳۸۰
بچہ پیدا ہونے کے بعد عورت چلّے میں کب پاک ہوتی ہے، تفصیلی فتویٰ۔ ۳۸۴
سودی پیسہ سے بنائے ہوئے تالاب سے وضو کرنا جائز ہے۔ ۵۴۲
خطبہ جمعہ کے وقت سلام و کلام مطلقاً حرام ہے ۵۹۷
جمعہ وعیدین کے خطبہ میں ساتھ ترجمہ پڑھنا خلافِ سنّت ہے۔ ۶۸۸
علماء کے پیچھے نماز سے منع کرنا اور جاہلوں کو امام بنانا حکمِ شریعت کا بدلنا ہے۔ ۷۱۵
تفریقِ جماعت و ترکِ جماعت دونوں حرام ہیں۔ ۷۱۷
راستہ میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ ۷۲۴
فاسق کو امام بنانے والے گنہگار ہیں۔ ۷۲۶

روزہ و زکوٰۃ و حج

روزہ عصر اور اس کے فوائد ۱۰۵
حدیث و فقہ میں روزۂ عصر کی اصل نہیں بعض مشائخ کے معمولات سے ہے اور اس پر عمل میں حرج نہیں۔ ۱۰۵
زکوٰۃ و فطرانہ مسجد میں دے تو ادا نہ ہوں گے۔ ۱۰۶
خلافت فنڈ میں زکوٰۃ و فطرانہ دینا درست نہیں۔ ۱۰۶

www.alahazratnetwork.org

زکوٰۃ کا رکن تملیک فقیر ہے۔ ۱۰۲
تھیٹر کا روپیہ کہ تماشہ کی اجرت ہے قطعی حرام ہے۔ ۱۰۶
زکوٰۃ و فطرہ اور تھیٹر کی آمدنی خلافت فنڈ میں دینے سے متعلق سوال کے بے منشاء ہونے کا بیان۔ ۱۰۶
کیا عورت بلا اذن شوہر حج کے لئے جا سکتی ہے یا نہیں۔ ۱۰۶

ضمیمہ روزہ و زکوٰۃ و حج

ایک یتیم خانہ میں وہابی نیچری وغیرہ بد مذہب شامل ہیں سُنّی مسلمانوں کو اس میں شامل ہونا چاہئے یا نہیں، اس میں زکوٰۃ کی مد سے چندہ دیا تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں اور وہ چندہ باعثِ اجر و ثواب ہوگا یا نہیں۔ ۱۳۰
زکوٰۃ کا رکن تملیک ہے۔ ۱۳۱
حالتِ روزہ میں حقنہ لگانا منع ہے۔ ۴۸۹
سودی روپیہ سے حج کرنا جائز نہیں، ہاں فرضِ حج ذمہ سے ادا ہو جائے گا۔ ۵۲۲
حج کو جانے کے لئے مسلمان کمپنی کے ہوتے ہوئے انگریزی کمپنی جو کہ سودی معاملہ کرتی ہے کے ذریعے سفر کرنا کیسا ہے، اس سے متعلق چند سوالات پر مشتمل استفتاء۔ ۵۹۸
کس طرح سے استنجاء کرنا روزہ کو توڑ دیتا ہے ۶۸۰
پیر کا روزہ رکھنے کی وجہ۔ ۷۵۳

جنائز و زیارتِ قبور و مزاراتِ اولیاء

زیارتِ اولیاء اللہ کے واسطے جانا قطعاً جائز ہے۔ ۱۰۹
مردہ پیدا ہونے والے بچے کو نال کاٹے بغیر دفن کیا جائے گا۔ ۱۰۹
مردہ کے بالوں میں کنگھی کرنا درست نہیں۔ ۱۱۰
سوائے روضہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عورتوں کا مزاراتِ اولیاء و دیگر قبور پہ جانا پسندیدہ نہیں۔ ۱۱۱
تین سوالات پر مشتمل استفتاء۔ ۱۱۱
سارق، بد معاش اور فاسق و فاجر جبکہ مسلمان ہو تو اس کی نمازِ جنازہ فرض ہے ۱۱۲
چوری اور جوئے وغیرہ سے حاصل شدہ مال پر ختم پڑھنا حرام، اس کا کھانا حرام اور اس کو کھانے والا قابلِ امامت نہیں۔ ۱۱۲
مالِ حرام کو صدقہ کرکے امیدِ ثواب رکھنے والا، اس کو قبول کرکے دعا کرنے والا اور آمین کہنے والا کافر ہے۔ ۱۱۲
جس شخص کے پاس مالِ حرام و حلال مخلوط ہوں اور اس کا خاص حرام ہونا معلوم نہ ہو یا زرِ حرام سے کوئی چیز خریدی جس کی خریداری میں زرِ حرام پر نقد و عقد جمع نہ ہوئے ہوں تو اس پر ختم و فاتحہ پڑھنے اور اس کو کھانے میں حرج نہیں اگرچہ خلافِ احتیاط ہے۔ ۱۱۳

ضمیمہ جنازہ و زیارتِ قبور و مزاراتِ اولیاء

نمازِ جنازہ میں فاتحہ کا بارادۂ ثناء پڑھنا مکروہ نہیں۔ ۳۳۸
قبر پر اذان دینے کا حکم شرعی۔ ۳۴۳
مزارات پر چادر چڑھانا اور اس سے پھول وغیرہ توڑ کر نعت خوانوں کو ہار ڈالنا کیسا ہے۔ ۴۰۲
ایامِ موت کی دعوت قبول نہ کی جائے۔ ۵۸۵
زوجہ کا کفن دفن شوہر پر فرض ہے۔ ۶۱۱
عزیز و اقارب کا کفن دفن کب فرض ہے۔ ۶۱۱
ہر مسلمان کا کفن دفن مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے اور جب ایک شخص میں منحصر ہو جائے تو فرضِ عین ہو جاتا ہے۔ ۶۱۱

ایصالِ ثواب و صدقہ و خیرات و سوال

بزرگانِ دین کی نذر و نیاز کے لئے ہندوؤں کی بنائی ہوئی شیرینی خریدنا کیسا ہے۔ ۱۱۵
ہندو عموماً ناپاکیوں میں آلودہ رہتے ہیں لہذا ان کی بنائی ہوئی مٹھائی وغیرہ سے پرہیز چاہئے۔ ۱۱۵
"الاصل الطہارۃ" قاعدہ کلیہ ہے۔ ۱۱۵
"الیقین لا یزول بالشك" ضابطہ عام ہے۔ ۱۱۶
"المرء یقیس علی نفسہ" (ہر شخص دوسرے کو اپنی ذات پر قیاس کرتا ہے) ۱۱۶
مشرکین کے برتن بغیر دھوئے استعمال کرنا مکروہ ہے۔ ۱۱۶
گلی کوچوں میں کھلی پھرنے والی مرغی کے جھوٹے سے وضو کرنا مکروہ ہے۔ ۱۱۷
میلاد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شیرینی پر پنج آیت پڑھ کر تقسیم کرنا جائز ہے اور پنج آیت میں شادی و غمی کا تفرقہ اور اسے مجلسِ غم سے مخصوص ماننا باطل و بے اصل ہے۔ ۱۱۸
اصحابِ رسول علیہ الصلٰوۃ والسلام جب کسی مجلس میں جمع ہوتے تو کسی ایک سے قرآنی سورت کی تلاوت کراتے۔ ۱۱۸
مسئلہ کی تائید احادیث مبارکہ سے۔ ۱۱۸
مجلسِ میلاد مبارک میں تلاوتِ قرآنِ عظیم ہمیشہ سے معمولِ علماءِ کرام و بلادِ اسلام ہے۔ ۱۱۹
اقوال و عباراتِ ائمہ سے مسئلہ کی تائید۔ ۱۱۹
حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کلامِ پاک کا ثواب پہنچانا جن بزرگوں کے نزدیک جائز ہے ان میں سے چودہ کے اسماءِ گرامی۔ ۱۲۰
ایصالِ ثواب کا طریقہ ۱۲۱
اہداءِ ثواب کے عدمِ جواز کے بارے میں حافظ ابن تیمیہ کا نظریہ درست نہیں۔ ۱۲۱
سیدنا عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے حضور انور علیہ الصلٰوۃ والسلام کی طرف سے کتنی عمرے کئے۔ ۱۲۲
حضرت علی ابن موفق نے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کی طرف سے ستر حج کئے۔ ۱۲۲

ابن سراج علیہ الرحمۃ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے دس ہزار سے زائد قرآن ختم کئے اور دس ہزار کے قریب قربانیاں کیں۔ ۱۲۲

حضرت ابوالمواہب درود شریف کا ثواب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہدیہ کرتے جس کی برکت سے ایک لاکھ افراد کے شفیع بنائے گئے۔ ۱۲۲

درود پاک کی فضیلت و برکت۔ ۱۲۳

شریعت میں ثواب پہنچانے کے لئے کوئی دن مقرر نہیں جب چاہیں کریں۔ ۱۲۳

کسی کھانے یا شیرینی پر بچے کی فاتحہ دلا کر تقسیم کرنا جائز اور اس کا ثواب پہنچتا ہے۔ ۱۲۳

بچہ اہل ثواب میں سے ہے۔ ۱۲۴

تقریب نکاح وغیرہ میں آکر مانگنے والے نقالوں کو کچھ دینا کس صورت میں جائز ہے۔ ۱۲۵

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے ایک شاعر سائل کو کچھ دینے کے بارے میں حضرت بلال کو حکم۔ ۱۲۵

تخصیص حلوہ شب برات کی تخصیص عرفی ہے لازم شرعی نہیں۔ ۱۲۵

اجناس سے ایک ایک مٹھی ہر کھانے کے موقع پر مدرسہ دینیہ کی اعانت کے لئے الگ کرلینا جائز و مستحب ہے، ایسا کرنیوالے اور اس کے مؤیدین سب کے لئے اجر جزیل ہے۔ ۱۲۶

علم عبادت سے افضل ہے۔ ۱۲۶

احادیث مبارکہ سے تائید۔ ۱۲۶

امور خیر کے لئے چندہ کرنا بدعت نہیں بلکہ سنت سے ثابت ہے۔ ۱۲۷

احادیث مبارکہ سے تائید۔ ۱۲۷

مختلف مواقع پر صحابہ کرام کے چندہ اکٹھا کرنے کے متعدد واقعات۔ ۱۲۸

بروز پنجشنبہ فاتحہ اور کھانے کا ثواب میت کی روح کو بخش کر مساکین کو دینا جائز و مستحسن اور باعث اجر و ثواب ہے۔ ۱۲۹

میت کے سیوم میں چنوں پر کلمہ شریف پڑھنا پھر ان کو اور بتاشوں کو مساکین وغیر مساکین میں تقسیم کرنا جائز مگر بہتر یہ ہے کہ صرف مساکین کو دئے جائیں۔ ۱۲۹

زید کے پاس کچھ روپیہ وجہ حلال کا اور کچھ حرام کا ہے زید یہ بھول گیا ہے کہ اس میں وجہ حلال کا کتنا روپیہ ہے اب اگر زید اس روپے سے خیرات کرنا چاہے تو کیسے کرے۔ ۱۳۰

ایک یتیم خانہ میں وہابی نیچری وغیرہ بدمذہب شامل ہیں سنی مسلمانوں کو اس میں شامل ہونا چاہئے یا نہیں، اس میں زکوٰۃ کی مد سے چندہ دیا تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں، اور وہ چندہ باعث اجر و ثواب ہوگا یا نہیں۔ ۱۳۰

احکام غالب حالات پر مبنی ہوا کرتے ہیں نادر و موہوم کا اعتبار نہیں ہوتا۔ ۱۳۰

جن صورتوں میں تملیک نہ پائی جائے ان میں زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔ ۱۳۱

www.alahazratnetwork.org

زکوٰۃ کا رکن تملیک ہے۔ ۱۳۱

تجوات کی فاتحہ جائز، یونہی بزرگوں کا عرس اگر منکراتِ شرعیہ سے خالی ہو تو جائز ہے۔ ۱۳۲

شعبان کی چودہ تاریخ کو حلوہ پکا کر حضرت اویس قرنی اور سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کی فاتحہ دلانے کے بارے میں استفتاء۔ ۱۳۲

شریعتِ اسلامیہ میں ایصالِ ثواب کی اصل ہے ۱۳۲

صدقاتِ مالیہ کا ثواب باجماعِ ائمہ اہلسنت پہنچتا ہے۔ ۱۳۲

تخصیصاتِ عرفیہ از روئے حدیث جائز ہیں۔ ۱۳۲

جوازِ خصوص کے لئے دلیلِ خصوص کا ہونا ضروری نہیں۔ ۱۳۲

منعِ خصوص کے لئے دلیلِ خصوص کا ہونا ضروری ہے۔ ۱۳۲

جو بات اللہ تعالٰی اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع نہیں فرمائی کسی اور کو منع کا حق نہیں۔ ۱۳۳

رسالہ رادّ القحط والوباء بدعوۃ الجیران ومواساۃ الفقراء ۱۳۵

(مشترکہ طور پر مسلمان محلہ داروں کے صدقہ و خیرات کی ایک صورت کا بیان) ۱۳۵

ایک علاقے کا رواج ہے کہ جب وہاں ہیضہ، چیچک اور قحط سالی وغیرہ آجائے تو دفع بلا کے واسطے اہلِ محلہ مل کر دعوت پکاتے ہیں فقراء و علماء کو بھی کھلاتے ہیں اور خود اہلِ محلہ بھی اس میں سے کھاتے ہیں، کیا ایسی صورت میں طعامِ مطبوخہ کا کھانا محلہ داروں کو جائز ہے یا نہیں۔ ۱۳۵

مشترکہ دعوت میں سے اہلِ دعوت کو کھانا جائز ہے۔ ۱۳۶

بے منعِ شرعی ارتکابِ ممانعت جہالت و جرأت ہے۔ ۱۳۶

اہلِ محلہ کا مل جل کر کھانا تیار کرنا تاکہ اس میں سے مساکین و فقراء، علماء و صلحاء، اعزاء و اقارب اور پڑوسی سب ہی کھائیں ابوابِ جنت کی تعداد کے برابر آٹھ خوبیوں کا حامل ہے۔ ۱۳۶

اہمیت و فضیلتِ صدقہ و خیرات سے متعلق احادیثِ کریمہ۔ ۱۳۷

صدقہ اللہ تعالٰی کے غضب کو بجھاتا اور بُری موت کو دفع کرتا ہے۔ ۱۳۷

آدھا چھوہارا صدقہ کرنا بھی دوزخ سے بچنے کا سبب ہو سکتا ہے۔ ۱۳۷

مسلمان کا صدقہ عمر کو بڑھاتا ہے۔ ۱۳۸

اللہ تعالٰی صدقہ کے سبب سے بُری موت کے ستّر دروازے دفع فرماتا ہے۔ ۱۳۸

صدقہ بُرائی کے ستّر دروازے بند کرتا ہے۔ ۱۳۸

صدقہ ستّر بلاؤں کو روکتا ہے جن میں سب سے ہلکی جذام و برص ہیں۔ ۱۳۹

صبح تڑکے صدقہ دو کہ بلا صدقے سے آگے قدم نہیں بڑھاتی۔ ۱۳۹

www.alahazratnetwork.org

صدقہ بری قضا کو ٹال دیتا ہے۔ ۱۳۹
خفیہ و ظاہر کثرت سے صدقہ کرنے سے رزق
دیا جاتا ہے اور بگڑیاں سنور جاتی ہیں۔ ۱۴۰
مومن اور ایمان کی کہاوت ۱۴۰
اپنا کھانا پرہیزگاروں کو کھلاؤ اور اپنا نیک
سلوک سب مسلمانوں کو دو۔ ۱۴۱
جو رزق میں وسعت اور مال میں برکت چاہتا ہے
وہ رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرے۔ ۱۴۱
تقویٰ و صلہ رحمی سے رزق وسیع، عمر دراز
اور بری موت دور ہوتی ہے۔ ۱۴۲
تمام نیکیوں سے جلد تر ثواب صلہ رحمی کا ہے۔ ۱۴۳
صلہ رحمی کرنیوالے محتاج نہیں ہو سکتے۔ ۱۴۳
بھلائی کے کام بری موتوں اور آفتوں سے بچاتے
ہیں جو دنیا میں احسان والے ہیں وہی آخرت
میں احسان والے ہوں گے۔ ۱۴۳
بھلائی کے کام کرنے والے سب سے پہلے جنت
میں جائیں گے۔ ۱۴۴
مسلمان بھائی کا دل خوش کرنا موجب مغفرت
اور عند اللہ بعد از فرائض محبوب ترین عمل ہے۔ ۱۴۴
جو اپنے مسلمان بھائی کو اس کی چاہت کی
چیز کھلائے اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ حرام
کر دے۔ ۱۴۶
غریب مسلمانوں کو کھانا کھلانا رحمت کو واجب
کر دیتا ہے۔ ۱۴۶
اللہ تعالیٰ کے ہاں درجہ بلند کرتے والی اشیاء
یہ ہیں:
(۱) سلام کو پھیلانا،
(۲) لوگوں کو کھانا کھلانا،
(۳) رات کو نماز پڑھنا جب لوگ سوئے ہوں۔ ۱۴۶
لوگوں کو کھانا کھلانے والے کے فضائل۔ ۱۴۸
مہمان اپنا رزق لے کر آتا ہے اور کھلانے
والوں کے گناہ لے کر جاتا ہے۔ ۱۵۰
دینی بھائیوں کو کھانا کھلانے کی فضیلت ۱۵۱
کھانا مل کر اور بسم اللہ پڑھ کر کھانے میں برکت
ہوتی ہے۔ ۱۵۱
تین چیزوں میں برکت ہے۔ ۱۵۲
ایک آدمی کی خوراک دو کو اور دو کی چار کو
کفایت کرتی ہے۔ ۱۵۲
اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ ۱۵۲
پسندیدہ ترین کھانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک
وہ ہے جس پر ہاتھوں کی کثرت ہو۔ ۱۵۲
مشترکہ طور پر کھانا تیار کر کے کھانے اور علماء
وصلحاء و مساکین و اقرباء کو کھلانے سے
پچیس ۲۵ فوائد حاصل ہونے کی امید ہے۔ ۱۵۳
بغرض حصولِ شفاء و دفعِ بلا پانچ متفرق
اشیاء کو جمع کرنے کا ایک عجیب نسخہ نافعہ۔ ۱۵۴
بزرگانِ دین اور اسلاف کرام سے منقول متفرقات
کو جمع کرنے کی مبارک ترکیبیں۔ ۱۵۵
جمع متفرقات کی کامل نظیر۔ ۱۵۶
کرامات اولیاء و رؤیائے صالحہ سے لاعلاج

www.alahazratnetwork.org

مرض درست ہوگئے۔ ۱۵۶
سات برسوں سے بہنے والا پھوڑا ٹھیک ہوگیا۔ ۱۵۶
امام حاکم صاحبِ مستدرک کے منہ پر نکلے پھوڑے درست ہوگئے۔ ۱۵۶
صدقہ وخیرات کو زیادہ نافع بنانے کے لئے چند امور کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ ۱۵۷
قحط سالی کے زمانہ میں مسلمانوں کا مل جل کر مشترکہ طور پر کھانا تیار کرکے خود بھی کھانا اور دوسروں کو بھی کھلانا بہت ہی مناسب ہے۔ ۱۶۰

ضمیمہ ایصالِ ثواب صدقہ وخیرات سوال

صدقہ واپس نہیں لیا جاتا۔ ۵۴۹
اولیاء کو ایصالِ ثواب طریقِ اسلام ہے۔ ۵۶۲

www.alahazratnetwork.org

ذکر ودعا

میت کو جہراً کلمہ پڑھتے ہوئے قبرستان لے جانا پھر واپسی پر کلمہ پڑھتے ہوئے میت کے گھر تک آنا اور اس کلمے کا ثواب میت کو بخش دینا جائز ہے یا نہیں، اور اس کو کفر وشرک کہنے والا خاطی ہے یا نہیں۔ ۱۶۱
مسئلہ جہر مختلف فیہا ہے اور اطلاقات قرآن مجید وارشادات احادیث کثیرہ جانب جواز وندب ہیں۔ ۱۶۱
پچیس احادیثِ مقدسہ سے مسئلہ کی تائید اور ذکرِ الٰہی کی فضیلت۔ ۱۶۲
نفسِ ذکرِ خدا ورسول جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی حد ذاتہٖ اصلاً متعلق نہی وقبح نہیں۔ ۱۶۸
اللہ ورسول کا ذکر اہم واعظم مقاصد شرعِ مطہر سے ہے۔ ۱۶۸
نہی عارض بوجہ عارض راجع بعارض ہوگی نہ عائد بذکر یا بقید عارض تا عروضِ عارض مختص بافراد مختصہ بعارض۔ ۱۶۹
محلِ ریاء وسمعہ میں ذکرِ جہر ممنوع ہے۔ ۱۶۹
مواضعِ نجاسات میں ذکرِ لسان ناجائز ہے۔ ۱۶۹
حدیث خیر الذکر الخفی کا مطلب۔ ۱۶۹
جہاں عوارض ظاہرہ ہوں مجرد عوارض خفیہ قلبیہ کی بناء پر مادہ خاصہ میں حکم دینا اساءۃ ظن بالمسلمین ہے۔ ۱۷۰
جو امر فی نفسہٖ شرعاً خیر ومندوب ہو اور کراہت مجاورہ مختلف فیہا یا مشکوک ہو اور تجربۃً اس کا ترک منجر بہ منہیات اجماعیہ ہو تو ہرگز اس سے منع نصیحت نہیں بلکہ مقصد شرع سے بعد لبعید ہے۔ ۱۷۰
عوام کو صلوٰۃ عند الطلوع سے منع نہ کیا جائے۔ ۱۷۰
ذکرِ الٰہی سے روکنا ہرگز مصلحت شرعیہ نہیں۔ ۱۷۱
عوام کو مسجد میں ذکر بالجہر سے منع نہ کیا جائے۔ ۱۷۱
تائید میں عباراتِ ائمہ کرام۔ ۱۷۱
عباراتِ علماء سے واضح ہوگیا کہ ذکرِ جہر میں کراہت بھی ہے تو نہ اس قدر کہ خوبی ذکر کی

مقاومت کرسکے۔ ۱۷۳

کراہتِ تنزیہہ کا حاصل خلافِ اولیٰ ہے نہ کہ ممنوع و ناجائز۔ ۱۷۳

یہ دقائق تدلیس و تلبیس ابلیس لعین سے ہے کہ آدمی کو نیکی کے پردے میں منکر رشد و انکر کا مرتکب کردیتا ہے۔ ۱۷۳

وقت پھیلنے وبا، و بلیات و آندھی و طوفان شدید وغیرہ کے اذان کہنا شرعاً جائز ہے۔ قرآن و حدیث سے دلیل۔ ۱۷۴

مجلسِ میلاد شریف سے روکنا ذکرِ خدا سے روکنا ہے۔ ۱۷۵

کس صورت میں مجلسِ میلاد شریف سے کسی کو روکنا درست ہے۔ ۱۷۵

مزدور اوقاتِ مزدوری میں نفل نماز ادا نہ کرے۔ ۱۷۵

اپنے تحفظ کی دعا ہر مخالف کے مقابل جائز ہے۔ ۱۷۶

دعاءِ شر کافر و بدمذہب پر کی جائے۔ ۱۷۶

اللہ تعالٰی کے لئے محبت و عداوت رکھنے والا کامل مومن ہے۔ ۱۷۶

سنی صحیح العقیدہ کے لئے بددعا نہ کی جائے چاہے وہ کتنا ہی مخالف ہو۔ ۱۷۷

جواہر خمسہ کیسی کتاب ہے اور اس میں وارد اعمال کیسے ہیں۔ ۱۷۷

ایک رکعتی نماز جس طرح جواہر خمسہ میں مذکور ہے

مذہب حنفی میں ممنوع ہے۔ ۱۷۷

بعد نماز باآواز بلند کلمہ شریف پڑھنا کیسا ہے اور اس سے روکنے والا امام کیسا ہے۔ ۱۷۸

کلمہ طیبہ اصل الاصول اور افضل الاذکار ہے۔ ۱۷۸

جس چیز کی تکثیر شارع کو مطلوب ہو اس کی تقلیل چاہنا شارع کی ضد ہے۔ ۱۷۹

ذکر بالجہر کن شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ ۱۷۹

جہر مفرط کیا ہے، جہر مفرط کے ساتھ ذکر کرنا شرعاً کیسا ہے۔ ۱۸۰

اجتماعی طور پر ذکر کرنا حسن ہے، صحیح یہ ہے ذکر بجہر جائز ہے مگر چند شرائط کے ساتھ۔ ۱۸۰

عام راستوں میں حمد و نعت سے متعلق سوال۔ ۱۸۱

جس جگہ کی پاکی ناپاکی کی تحقیق نہیں وہ پاک ہی ہے اور اس پر نماز جائز ہے۔ ۱۸۱

کچھ لوگ نماز کے بعد ذکر جلی کرتے ہیں ان پر وجد کی حالت طاری ہوجاتی ہے اور ایک دوسرے پر گر پڑتے ہیں، ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ ۱۸۱

بددعا کرنا گنہگاروں کے واسطے جائز ہے یا حرام۔ ۱۸۲

ذکر جلی جائز ہے۔ ۱۸۲

حد معین ذکر جلی کی یہ ہے کہ اتنی آواز سے نہ ہو جس میں اپنے آپ کو ایذا ہو یا کسی نمازی یا مریض یا سوتے کو تکلیف پہنچے۔ ۱۸۲

www.alahazratnetwork.org

ذکر کرتے کرتے کھڑا ہو جانا، سینہ پر ہاتھ مارنا، ایک دوسرے پر گر پڑنا، لیٹ جانا اور رونا وغیرہ افعال اگر بحالتِ وجد صحیح ہیں تو حرج نہیں اور اگر ریاء کے لئے ہیں تو حرام ہیں۔ ۱۸۲

ضمیمہ ذکر و دعا

ذکر شریف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام باوضو ہونا مستحب ہے اور بے وضو بھی جائز ہے جبکہ استخفاف کی نیت نہ ہو۔ ۳۵
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر وقت ذکرِ الٰہی کرتے تھے۔ ۳۵

نکاح و طلاق

(محرمات، مہر، عدت، کفو، ولایت)

عورت نے خاوند کے مرنے کے بعد دوسرے سے شادی کی تو جنت میں کون سے خاوند کے پاس ہوگی۔ ۱۸۳
کسی عورت کا خاوند دوسرے ملک چلا گیا اور عورت کی خبر گیری نہیں کرتا، اب عورت نے سنا ہے کہ وہ مرتد ہو گیا ہے تو یہ عورت دوسرا نکاح کر سکتی ہے یا نہیں۔ ۱۸۳
نکاح پر فسادِ طاری کی خبر کن شرطوں کے ساتھ مقبول ہے۔ ۱۸۳
مجرد اخبار عن الاخبار کوئی شئی نہیں۔ ۱۸۴
تحری قلب بابِ احتیاط سے ہے۔ ۱۸۴
ایک کا ظن دوسرے کے حق میں کافی نہیں خود اپنے دل کی شہادت چاہئے۔ ۱۸۴
فتاویٰ ہندیہ وغیرہ سے مسئلہ کی تائید اور اخبار عن الاخبار کی متعدد صورتیں۔ ۱۸۴
نکاحِ حرام سے پیدا ہونے والے کی امامت جائز ہے۔ ۱۹۱
جو نکاحِ حرام سے پیدا ہوا اس کو نکاح میں بیٹی دینا اور اس کی شادی میں لوگوں کا شامل ہونا جائز ہے۔ ۱۹۱
نکاحِ حرام میں دانستہ شریک ہونیوالے سخت گنہگار ہیں۔ ۱۹۱
سنی لڑکی کا غیر مقلد سے نکاح محض ناجائز ہے۔ ۱۹۱
غیر مقلد سے نکاح پر مجبور کرنے والے سخت ظالم اور زنا کے ساعی ہیں۔ ۱۹۱
ایک عورت کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی بہن سے نکاح قطعی حرام، اس کو درست کہنا کلمۂ کفر ہے۔ ۱۹۲
دو بہنوں کے ایک مرد کے ساتھ نکاح کو جائز کہنے والے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ ۱۹۲
دو بہنوں کو ایک مرد کے نکاح میں جمع کرنیوالے قاضی اور گواہوں نے اگر حلال جان کر ایسا کیا تو تجدید اسلام و تجدید نکاح کریں۔ ۱۹۲
قاضی کا رجسٹر شرعاً کوئی شرطِ نکاح نہیں، ہاں یادداشت کے لئے درج ہونا بہتر ہے۔ ۱۹۳

www.alahazratnetwork.org

ماہِ محرم میں نکاح کرنا جائز ہے۔ ۱۹۲
نسبی، رضاعی اور صہری محارم کی تفصیل۔ ۱۹۳
عورتوں کا آپس میں جنسی مذاق مشروط طور پر جائز ہے۔ ۱۹۴
تین طلاق کے بعد بے حلالہ عورت کو رکھنا حرام، اس سے وطی زنا، اور اولاد ولد الزنا ہے۔ ۱۹۵

ضمیمہ نکاح وطلاق

بلا نکاح کسی کے پاس رہنے والی عورت فاسقہ ہے۔ ۱۰۰
سید زادی کا غیر سید سے نکاح شرعاً کیسا ہے۔ ۲۰۶
چند باطل نکاحوں کی مثالیں۔ ۲۰۶
نکاحوں میں کثرت مصارف کچھ ضروری نہیں۔ ۲۹۶
بیوہ کو دورانِ عدت کوئی گہنا اور کسی طرح کا سنگار جائز نہیں۔ ۲۸۳
بعد ختم عدت اگر بیوہ نتھ وغیرہ نہ پہنے تو حرج نہیں مگر اس کو ناجائز سمجھنا ممنوع ہے۔ ۲۸۳

نسب

ایک مجہول النسب شخص کے بارے میں سوال جو خود کو سید کہلاتا ہے۔ ۱۹۷
غیر سید جو دیدہ دانستہ سید بنتا ہو وہ ملعون ہے اس کا فرض و نفل قبول نہیں۔ ۱۹۸
باپ کے سوا دوسرے کی طرف نسب منسوب کرنے والے کے لئے حدیث میں وعید شدید۔ ۱۹۸
لفظ شیخ کے معانی۔ ۱۹۹
جولاہا کس معنی میں خود کو شیخ کہلا سکتا ہے۔ ۱۹۹
اپنے باپ کے سوا دوسرے کو اپنا باپ بتانے والے کے ہاتھ پر بیعت ناجائز ہے۔ ۲۰۰
مسلمانوں کو دھوکا دینے والے کے لئے سخت وعید۔ ۲۰۰
باپ کے غیر کی طرف نسب کو منسوب کرنیوالے کی امامت مکروہ ہے۔ ۲۰۰
رسالہ اراءۃ الادب لفاضل النسب ۲۰۱
(فضیلتِ نسب کے شرعاً معتبر ہونے یا نہ ہونے کا بیان) ۲۰۱
جو اصل کسی کا کاشتکار یا نوربافت یا ماہی فروش ہو اس کی اولاد کو ماشا، جولاہا یا شکاری وغیرہ کہہ کر پکارنا جس سے ان کی دل شکنی ہو درست ہے یا نہیں۔ ۲۰۲
علاوہ صحابی النسل کے دوسری قوم کو شیخ کہنا روا ہے یا نہیں۔ ۲۰۲
مولوی محمد لطف الرحمٰن صاحب کا جواب۔ ۲۰۲
اللہ تعالیٰ کے ہاں تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ ۲۰۲
جس نے شریعت کے مطابق کام کرنا چھوڑ دیا اس کا نسب کام نہ دے گا۔ ۲۰۲

www.alahazratnetwork.org

اعلیٰحضرت مجدد دین وملت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا فتویٰ۔ ۲۰۳
کسی مسلمان بلکہ کافر ذمی کو بھی بلاحاجتِ شرعیہ ایسے لفظ سے پکارنا جس سے اس کی دل شکنی ہو اور اس کو ایذا پہنچے شرعاً حرام ہے اگرچہ فی نفسہ وہ بات سچی ہو۔ ۲۰۳
ہر حق سچ ہے مگر ہر سچ حق نہیں۔ ۲۰۳
جو شخص کسی کو بُرے لقب سے پکارے اس پر فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ ۲۰۳
مسلمان کو ایذا دینے والا رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایذا دیتا ہے۔ ۲۰۳
مدارِ نجات تقویٰ پر ہے نہ کہ محض نسب پر۔ ۲۰۵
حدیث "من ابطأ به عمله لم يسرع به نسبه" کے معنی۔ ۲۰۵
شرعِ مطہر نے متعدد احکام میں فرقِ نسب کو معتبر رکھا ہے۔ ۲۰۵
سلسلۂ طاہرہ و ذریتِ عاطرہ میں انسلاک و انتساب ضرور آخرت میں بھی نافع ہے۔ ۲۰۶
سیدزادی کا غیر سید سے نکاح شرعاً کیسا ہے
چند باطل نکاحوں کی مثالیں۔ ۲۰۶
امامتِ صغریٰ کی ترتیب میں شرفِ نسب بھی وجہِ ترجیح ہے۔ ۲۰۶
احق بالامامۃ کون ہے۔ ۲۰۶
قریش کی خلافت ۲۰۶
امامتِ کبریٰ قریش کے ساتھ مخصوص ہے۔ ۲۰۶
اہلِ قریش کی فضیلت اور مقام و مرتبہ۔ ۲۰۸
اسلامی حکومت کے والی قریش ہیں۔ ۲۰۸
فقط ذکرِ قریش پر مشتمل قرآنی سورۃ۔ ۲۱۳
قریش برکت کے درخت ہیں۔ ۲۱۳
عزت دار اور بہتر قریش ہیں۔ ۲۱۳
اللہ تعالیٰ کا انتخاب اور اس کی پسند۔ ۲۱۶
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل ترین قبیلہ میں پیدا ہوئے۔ ۲۱۸
قبیلہ معد بن عدنان کے لئے موسیٰ علیہ السلام کی بددعا اور اللہ تعالیٰ کی وحی۔ ۲۱۸
سب سے بہترین جان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے۔ ۲۱۹
اول با آخر نسبتے دارد ۲۲۰
احکامات و نکات ۲۲۰
عرب کبھی بحالِ کفر بھی غلام نہ بنائے جائیں گے ۲۲۱
مشرکین عرب پر جزیہ نہیں رکھا جائے گا۔ ۲۲۱
عربوں کی زمین پر خراج کبھی نہیں لگایا جائے گا وہ بہرحال عشری ہے۔ ۲۲۱
اعلیٰ درجہ کے اشراف علماء و سادات ہیں ۲۲۲
لغزشیں ۲۲۲
کریموں کی لغزش سے درگزر کرو۔ ۲۲۲
تنزیل، تعظیم ۲۲۳
اخلاقِ فاضلہ ۲۲۴
مشاہدہ شاہد ہے کہ شرفاء میں دیگر اقوام سے حیاء، وحمیت و تہذیب، و مروت وغیرہا بکثرت

www.alahazratnetwork.org

اخلاق حمیدہ موہوبہ ومکسوبہ میں زائد ہیں۔ ۲۲۴
قوم فارس کی فضیلت۔ ۲۲۵
اولادِ کسریٰ ہزار ڈیڑھ سال صاحب تخت و تاج رہی۔ ۲۲۵
امام اعظم اور امام بخاری علیہما الرحمۃ فارسیوں
میں سے ہیں۔ ۲۲۵
شرافت و دناءت کسی شہر کی سکونت پر نہیں۔ ۲۲۶
ان دونوں باتوں میں فرق ہے کہ فلاں امام نے
نساجی کی اور فلاں نساج امام ہوگیا۔ ۲۲۶
انبیاء علیہم السلام نے بکریاں چرائیں مگر کوئی نہیں
کہہ سکتا کہ فلاں گڈریا نبی ہوگیا۔ ۲۲۶
امانت دار ۲۲۷
چار خصلتیں ۲۲۸
نیک عورتیں ۲۲۹
کفو میں شادی ۲۲۹
نفعِ آخرت ۲۳۱
روزِ قیامت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے
قریب تر قریش ہوں گے۔ ۲۳۲
ترجیح قریش کی ہوگی۔ ۲۳۳
حضور علیہ السلام سے قرابت کا نفع۔ ۲۳۳
جنت میں بلند درجہ والا کون۔ ۲۳۶
شفاعت و مغفرت۔ ۲۳۷
دو یتیموں کی دیوار اور اصلاحِ اعمال۔ ۲۳۹
واقعۂ موسیٰ علیہ السلام و خضر علیہ السلام۔ ۲۳۹
مومن کی اولاد کا ثواب اور اس کا اجر ۲۴۱
صحابہ اور اہل بیت کی اولاد کے درجات۔ ۲۴۳

فضائل اہلبیت۔ ۲۴۳
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے اہلبیت
سے محبت کرنیوالے جنتی ہیں۔ ۲۴۵
آیت کریمہ "ولسوف یعطیك ربك فترضی"
کی تفسیر۔ ۲۴۵
سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے
چار افراد قدسی۔ ۲۴۶
حوضِ کوثر پر سب سے پہلے کون آئے گا۔ ۲۴۶
تنبیہ نبیہ اور نتیجہ۔ ۲۴۷
آیات و احادیث مذکورہ سے حاصل ہونیوالے
پانچ فوائد جلیلہ۔ ۲۴۷
حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور آیہ کریمہ
الحقنا بھم ذریتھم میں تطبیق۔ ۲۴۷
نفی نفع مطلق اور نفی مطلق نفع میں فرق ہے ۲۴۷
سلب فضل کلی اور سلب کلی فضل میں فرق۔ ۲۴۸
رد تقویۃ الایمان ۲۴۹
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رشتہ و علاقہ
مضبوط تر اور غیر منقطع ہے۔ ۲۵۰
تفاضل انساب ثابت اور شرعًا معتبر ہے۔ ۲۵۲
آلِ رسول، انصار اور عرب کی تعظیم نہ کرنیوالے
پر سخت وعید۔ ۲۵۳
نسب پر فخر کرنا جائز نہیں۔ ۲۵۵
لفظِ شیخ کے معانی اور اطلاقات۔ ۲۵۵
ابتداءً ہند میں ہر مسلمان کو ترک کہتے تھے۔ ۲۵۵
جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کو اپنا باپ بتائے

اس پر جنت حرام ہے۔ ۲۵۶

رسم و رواج

(ریاء و تفاخر و بدعت و اسراف وغیرہ)

لیلۃ القدر کے موقع پر مساجد کو آراستہ کرنا،
روشنیوں کا اہتمام کرنا، میلاد شریف کی تقریبات
میں مکانوں کو سجانا، فانوس اور پھول وغیرہ لگانا
عرسوں کے موقع پر شامیانوں اور حضور انور صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم کے مزار پُر انوار پر ایسا بندوبست
کرنا کیسا ہے۔ ۲۵۷
حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کا ارشاد
"نورت مساجدنا نور اللہ قبرک
یا ابن الخطاب"۔ ۲۵۸
پیراہن پیر کا پیوند دینا کیسا ہے، اور اس کی
کیفیت کا بیان۔ ۲۵۹
دسوندی نام کفار ہنود سے ماخوذ ہے اور
مسلمان کو ممانعت ہے۔ ۲۶۰
مذکر جانور یعنی بیل اور بھینسا کو ہل جوتتے وقت
اور مادہ کو بیاہتے وقت قیمت کا دسواں حصہ
نکالنا، درختوں کو پیر صاحب کا کرکے استعمال
میں لانا حرام سمجھنا، کھیتوں سے پیر صاحب کا حصہ
دینا کیسا ہے، نیز پیر صاحب کی بودی، مدار پیر کی
ٹھٹیا وغیرہ رسوم کا کیا حکم ہے۔ ۲۶۱
کھیت میں حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
کے نام کا حصہ دینا کس صورت میں جائز اور
کس میں ناجائز ہے۔ ۲۶۱
ریاء و تفاخر کی نیت سے برادری کو کھانا کھلانا
حرام ہے اور صلہ رحمی کی نیت سے مستحب ہے۔ ۲۶۳
سات گز سے بلند مکان بنانا کیسا ہے۔ ۲۶۳
طاق شہید اور طاق پرستی کی رسموں کا کیا حکم ہے؟ ۲۶۴
نومولود کی ولادت سے قبل نیا مکان بنوانا اور
پرانے کو منحوس سمجھنا کیسا ہے۔ ۲۶۴
بدفالی اور بدشگونی مشرکوں کا طریقہ ہے۔ ۲۶۵
مکان مسکونہ میں درخت پپیتا لگانا شرعاً ممنوع و
منحوس نہیں۔ ۲۶۶
خواب میں سفر دلیل ظفر و صحت ہے۔ ۲۶۷
سودی قرض لے کر شادی بیاہ پر کھانا کھلانا
اور اس کو کھانا کیسا ہے، کیا ایسے لوگوں کا جنازہ
پڑھا جائے گا۔ ۲۶۸
بچہ کی ناری چھیدنا سنت ہے اور اس کی
خصوصیت کوئی نہیں۔ ۲۶۹
آخری چہارشنبہ کی کوئی اصل نہیں، نہ اس
دن صحتیابی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم
کا کوئی ثبوت ہے بلکہ مرض وفات کی ابتداء
اسی دن سے بتائی جاتی ہے۔ ۲۷۱
ماہ صفر کے آخری چہارشنبہ کو ساتوں سلام
بے معنی بات ہے۔ ۲۷۱
خاتون جنت سیدہ زہراء رضی اللہ تعالٰی عنہا
کی طرف منسوب ڈوروں کی رسم محض بے اصل
ہے۔ ۲۷۱

www.alahazratnetwork.org

کچھ مخصوص تاریخوں کو شادی کے لئے نقصان دہ سمجھنا باطل و بے اصل ہے۔ ۲۷۲
ازروئے شریعت بہن کے گھر بھائی کا رہنا اور خوشدامن کے گھر داماد کا رہنا جائز ہے یا نہیں۔ ۲۷۲
شادی کے موقع پر ہندوؤں کی رسم کے مطابق گانے، باجے، پیشانی پر ہلدی کا ٹیکا لگانے اور لڑکے کی سالگرہ کے روز لچھے میں عمر کی گرہ لگانا ناجائز و گناہ ہے۔ ۲۷۴
عیدین کے روز مسلمانوں کا شان و شوکت اسلام ظاہر کرنا، توپوں کے فیر کرنا، نشان و گھوڑا اور تاشے بجتے ہوئے عیدگاہ کو جانا کیسا ہے۔
اظہار شوکت کی اصل حج میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رمل و اضطباع اور صحابہ کرام کو اس کا حکم دینا ہے۔ ۲۷۴

رسالہ ھادی الناس فی رسوم الاعراس۔
(شادیوں کی بعض رسوم مثلاً سہرا وغیرہ پر حکم شرعی کا روشن بیان)

شادی کے موقع پر آتشبازی، بندوق چھوڑنے، لکڑی کھیلنے، گانے بجانے اور نوشاہ کو پالکی پر سوار کرکے دلہن کے گھر تک لے جانے کا سوال۔ ۲۷۷
تین کے سوا تمام لہو مسلمان کے لئے ممنوع ہیں۔ ۲۷۷
شادیوں اور شب برات پر آتشبازی حرام ہے۔ ۲۷۹
فضول خرچی کی مذمت اور اس پر وعید شدید۔ ۲۷۹
مروج گانے بجانے ممنوع ہیں۔ ۲۸۰
ایک ناپاک و ملعون رسم کا بیان جس پر صدہا لعنتیں اللہ تعالیٰ کی اترتی ہیں۔ ۲۸۰
غیر شرعی حرکات پر شادی میں مسلمان ہرگز شریک نہ ہوں۔ ۲۸۰
لاطاعة لاحد فی معصیة اللہ تعالیٰ۔ ۲۸۱
اعلانِ نکاح کے لئے دف بجانے کے جواز کی شرطیں۔ ۲۸۱
شادی وغیرہ کے موقع پر کیسے اشعار پڑھنے کی اجازت ہے۔ ۲۸۱
بازاری فاجرہ فاحشہ عورتوں اور رنڈیوں ڈومنیوں کو ہرگز گھر میں قدم نہ رکھنے دیا جائے۔ ۲۸۱
صحبتِ بد زہر قاتل ہے۔ ۲۸۲
عورتیں نازک شیشیاں ہیں جن کے ٹوٹ جانے کے لئے ایک ادنیٰ ٹھیس بھی بہت ہوتی ہے ۲۸۲
مسائل مذکورہ پر احادیث کریمہ سے دلائل (دف بازی کا مشروط جواز) ۲۸۳
شادی وغیرہ میں آتشبازی چھوڑنا جائز ہے یا نہیں۔ ۲۸۹
اعلان کے لئے شادی میں بندوق چھوڑنے کے بارے میں سوال۔ ۲۸۹
آتشبازی بنانا اور چھوڑنا کب جائز اور

www.alahazratnetwork.org

کب ناجائز ہے۔ ۲۹۰

ایک مرتکب محرمات شخص کے بارے میں سوال (بزبانِ فارسی) ۲۹۱

لہو و لعب میں مستغرق شخص کی مذمت قرآن و حدیث سے۔ ۲۹۲

آیۂ کریمہ "ومن الناس یشتری لهو الحدیث" کی تفسیر۔ ۲۹۲

مغنیات کی بیع و شراء ممنوع ہے۔ ۲۹۳

واستفزز من استطعت منهم بصوتك (الآیة) میں آوازِ شیطان سے مراد غناء و مزامیر ہے ۲۹۴

(بالجملہ) خلاصہ یہ کہ اجنبیہ عورت کا بے حجابانہ مردوں کی مجلس میں آنا آٹھ خرابیوں کا باعث ہے ۲۹۶

جس کی حرمت ضروریاتِ دین سے ہو اس کو حلال جاننے والا کافر ہے۔ ۲۹۶

بعض لہو ہائے ممنوعہ کبیرہ اور بعض ایسے صغیرہ ہوتے ہیں جو اصرار سے کبیرہ ہو جاتے ہیں۔ ۲۹۶

تمام کھیل باطل ہیں سوائے تین کے کہ وہ حق ہیں: تیر اندازی، اسپ تازی اور بازنِ خود بازی ۲۹۷

دنیا کب ملعون ہے۔ ۲۹۷

فاسق کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہے۔ ۲۹۹

قلیان کشیدن یعنی حقہ نوشی کا شرعی حکم۔ ۲۹۹

بوقتِ نکاح خوشبو لگانا اور گلے میں پھول ڈالنا جائز ہے۔ ۳۰۰

خوشبو لگانا سنت اور اس کے پسندیدہ ہونے پر دلائل حدیثیہ۔ ۳۰۰

چار چیزیں سُنن مرسلین میں سے ہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ ۳۰۱

اعلانِ نکاح وغیرہ کے لئے دف بجانے کے بارے میں مولانا ریاست علی خاں اور مولانا شاہ سلامت اللہ کا فتویٰ اور مصنف علیہ الرحمہ کا اس پر محققانہ تبصرہ۔ ۳۰۴

خلاصہ جواب المولوی ریاست علی خان۔ ۳۰۴

خلاصہ جواب الشاہ سلامت اللہ فی تائیدہ۔ ۳۰۶

جواب از مصنف علیہ الرحمۃ۔ ۳۰۹

اعلانِ نکاح کے لئے اور دیگر افراحِ مستحبہ میں اظہارِ سرور کے لئے کب اور کس کو دف بجانا جائز ہے اور کس کو ناجائز ہے۔ ۳۰۹

احادیث کریمہ سے استدلال۔ ۳۱۰

اللهو حقیقة حرام کلها۔ ۳۱۲

مولانا ریاست علی خاں اور مولانا شاہ سلامت اللہ علیہما الرحمۃ کی تحسین۔ ۳۱۴

جس کام سے اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منع نہ فرمائیں اس سے منع کرنے کا حق کسی کو نہیں۔ ۳۱۶

وہابیہ تمام جاہل ہوتے ہیں۔ ۳۱۶

وہابی مفتی کو اسراف کا معنی معلوم نہیں۔ ۳۱۶

غرضِ محمود اور غرضِ مذموم میں اتفاق کے درمیان بون بعید ہے۔ ۳۱۷

ہر انفاق اسراف نہیں۔ ۳۱۷

www.alahazratnetwork.org

پھولوں کا سہرا جس میں ٹکلیاں اور پنّی وغیرہ نہ ہو جائز ہے یا نہیں۔ ۳۱۹

شرع شریف کا قاعدہ کلیہ ہے جس چیز کو اللہ ورسول اچھا بتائیں وہ اچھی، جس کو بُرا بتائیں وہ بُری ہے، اور جس سے سکوت فرمائیں وہ اباحتِ اصلیہ پر رہتی ہے۔ ۳۲۰

آجکل کے مخالفِ اہلسنت کی روش ہے کہ جس چیز کو چاہا شرک و بدعت و ضلالت کہہ دیا۔ ۳۲۰

کسی چیز کو جائز کہنے والا دلیل خاص کا محتاج نہیں بلکہ ناجائز کہنے والا قرآن وحدیث سے دلیل لائے۔ ۳۲۰

سوال میں مذکور سہرے کا حکم شرعی۔ ۳۲۰

کون سی نئی بات کو بدعت کہا جاتا ہے۔ ۳۲۰

حدیث شریف "من تشبہ بقوم فھو منھم" کی تشریح وتوضیح۔ ۳۲۰

بربنائے تشبہ کسی فعل کی ممانعت کا قاعدہ۔ ۳۲۱

خلاصۂ حکم۔ ۳۲۲

ضمیمہ رسم و رواج

دلدل بدعت، رائج مرثیے معصیت اور ساختہ کربلا مجمع بدعات ہے ان کے مرتکب کو امام بنانا گناہ ہے۔ ۹۹

ناٹک مجمع فسقیات ہے اور اس میں جانا نامہذب ہونے کی دلیل ہے۔ ۹۹

حدود و تعزیرات

حدِ قذف کے بارے میں طویل استفتاء کا جواب۔ ۳۲۴

حدِ قذف اسّی کوڑے ہیں۔ ۳۲۴

غیر سلطان کو حد جاری کرنے کا اختیار نہیں۔ ۳۲۴

تعزیر بالمال منسوخ ہے۔ ۳۲۴

منسوخ پر عمل جائز نہیں۔ ۳۲۴

مجمع میں گناہ ہو تو مجمع ہی میں توبہ کی جائے۔ ۳۲۴

کسی کی منکوحہ کو اپنے پاس رکھ کر زنا کرنیوالے کو مسلمان برادری سے نکال دیں۔ ۳۲۵

مسلمان پر بدگمانی حرام ہے۔ ۳۲۶

ثبوتِ زنا کے لئے چار گواہ مرد ثقہ متقی درکار ہیں۔ ۳۲۶

بوڑھے زانی کی سزا کیا ہے۔ ۳۲۶

اللہ تعالٰی کے سب سے بڑے دشمن تین شخص ہیں۔ ۳۲۶

زنا کاری اور ناچ گانے کو پیشہ بنانے اور اس کی کمائی کھانے والوں کے ساتھ مسلمانوں کو کیسا برتاؤ کرنا چاہئے۔ ۳۲۷

مسلمان کو زنا کی تہمت بے ثبوت شرعی لگانے والا فاسق، مردود الشہادۃ اور اسّی کوڑوں کا سزاوار ہے۔ ۳۲۹

گناہ سے توبہ کرنیوالے کو پہلے گناہ سے عیب

www.alahazratnetwork.org

لگانا سخت حرام ہے۔ ۲۲۹

زن و شو میں جدائی ڈالنا شیطان کا کام ہے۔ ۲۲۹

ایک شخص صاحبِ علم ہے مگر نماز روزے کا تارک ہے اس کے ساتھ مسلمانوں کو کیا سلوک کرنا چاہیے۔ ۲۳۰

کسی مجرم پر زجراً لیا گیا روپیہ حرام ہے، تعزیر بالمال منسوخ ہے۔ ۲۳۱

منسوخ پر عمل حرام ہے۔ ۲۳۱

آداب

(مجلسِ وعظ، مسجد، قبلہ، اذان و اقامت، تلاوت، خطبہ، درود و سلام، اوراد و وظائف، عملیات، سفر، استخارہ، فال، جماع، سفارش، مصحف، کتب اور سونے سے متعلق آداب) ۲۳۵

معلمین چارپائی پر بیٹھے یا لیٹے ہوں اور لڑکے کتابیں لئے نیچے بیٹھے ہوں تو کیا حکم ہے۔ ۲۳۵

نفس حروف قابلِ ادب ہیں اگرچہ جدا جدا لکھے ہوں۔ ۲۳۶

بلا ضرورت کتاب پر دوات رکھنا منع ہے۔

کتابوں والے صندوق کے اوپر کپڑے نہ رکھے جائیں۔ ۲۳۶

حروفِ تہجی کلام اللہ ہیں کیونکہ ہود علیہ السلام پر نازل ہوئے۔ ۲۳۷

کتب دینیہ کو بے وضو ہاتھ لگانے کے بارے میں علماء مختلف ہیں۔ ۲۳۷

کتابوں کے شروع میں بسم اللہ بطور تبرک لکھی جاتی ہے نہ کہ بطور آیت قرآنی۔ ۲۳۷

تغیرِ قصد سے تغیرِ حکم ہو جاتا ہے۔ ۲۳۷

جنب کو آیاتِ قرآن بہ نیتِ ذکر و دعا پڑھنا جائز ہے۔ ۲۳۷

نمازِ جنازہ میں فاتحہ کا بارادۂ ثنا پڑھنا مکروہ نہیں۔ ۲۳۸

بوسیدہ قرآن مجید اور دیگر اوراق کو جلا دینا کیسا ہے۔ ۲۳۸

مصاحفِ بوسیدہ کو پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کرنے کا طریقہ۔ ۲۳۹

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے احراقِ مصحف کے وقوع کی وجہ۔ ۲۳۹

بعض کتبِ حنفیہ کی طرف منسوب عبارت "پیشاب سے آیتِ قرآنی کا لکھنا جائز ہے" کا متعدد وجوہ سے رد اور معترض کی دھوکا دہی کا پردہ چاک۔ ۲۴۰

فتاوٰی برہنہ معتبر کتابوں میں معدود نہیں۔ ۲۴۱

رحل کے بارے میں حدیثِ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توضیح و تشریح۔ ۲۴۵

حرام چیز دوا استعمال کرنے میں اختلاف ہے اور ہمارے ائمہ اصل مذہب ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ جائز نہیں۔ ۲۴۷

توالدجات ۲۴۸

جوائز حقنہ کے لئے بھی ناپاک چیز کا استعمال

جائز نہ جانیں وہ آیاتِ قرآنیہ کو ناپاک چیز سے لکھنا کیسے جائز بتائیں گے۔ ۳۴۹

قبلہ رُو برہنہ ہو کر اپنی عورت سے صحبت جائز ہے یا نہیں۔ ۳۴۹

بحالتِ برہنگی قبلہ کو منہ یا پشت کرنا مکروہ ہے کچھ آدابِ قبلہ کا ذکر۔ ۳۵۰

رنڈیوں کا مسجد میں چراغ جلانا کیسا ہے۔ ۳۵۰

ایک مجلس میں بآوازِ بلند یا مخفی چند اشخاص کا تلاوت کرنا اور تھوڑا تھوڑا بانٹ کر پڑھنا کیسا ہے۔ ۳۵۱

آدابِ تلاوتِ قرآن کا بیان۔ ۳۵۲

بوقتِ قراءت قرآن مجید استماع وخاموشی فرضِ عین ہے یا فرضِ کفایہ، ثانی اوسع اور اوّل احوط ہے۔ ۳۵۲

مصنف علیہ الرحمہ کی تحقیق اور دونوں قولوں میں تطبیق۔ ۳۵۲

ہر خطبہ کی سماعت واجب ہے۔ ۳۵۳

چند افراد کا اونچی آواز سے قرآن پڑھنا کس صورت میں جائز اور کس صورت میں ناجائز ہے۔ ۳۵۳

وعظ کے درمیان میں واعظ کا اشعارِ مدحیہ اور حدیثوں کا ترجمہ خوش الحانی سے پڑھنا اور قرآنی آیات کو لحنِ عرب میں پڑھنا کیسا ہے۔ ۳۵۵

خوش آوازی کے ساتھ قرآن مجید تلاوت کرنے کی ترغیب میں دس حدیثیں۔ ۳۵۵

اگر کسی کی قراءت بلاقصد اوزانِ موسیقی سے کسی وزن کے موافق ہو تو اصلاً حرج نہیں حتّٰی کہ نماز میں بھی ایسی تلاوت جائز ہے۔ ۳۵۸

فتاوٰی خیریہ سے تائید۔ ۳۵۸

بالقصد راگنی پر قرآن عظیم کو درست کرنا یعنی گانے کی طرح پڑھنا ضرور حرام ہے۔ ۳۶۰

حمد ونعت، ذکرِ موت، تذکیرِ آخرت اور احوالِ قیامت وغیرہ سے متعلق اشعار پڑھنا جائز ہیں۔ ۳۶۳

سیدنا حضرت حسان رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے مسجد میں منبر بچھایا جاتا۔ ۳۶۳

بارگاہِ رسالت میں حدی خوانی کے لئے صحابہ مقرر تھے۔ ۳۶۴

سیدنا براء بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مناقب۔ ۳۶۴

حضرت انجشہ حبشی، عبداللہ بن رواحہ اور عامر بن الاکوع رضی اللہ تعالٰی عنہم حُدی خوانِ بارگاہِ رسالت ہیں۔ ۳۶۴

روزِ عمرۃ القضاء دخولِ مکہ کے وقت سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آگے آگے سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ رجزیہ اشعار پڑھتے جارہے تھے۔ ۳۶۵

بالجملہ ممانعت گانے میں ہے یا معاذ اللہ اشعار ہی خود بُرے ہوں۔ ۳۶۵

حدیث میں عورتوں کو کانچ کی بوتلوں سے تشبیہ

www.alahazratnetwork.org

کیوں دی گئی۔ ٢٦٨

امام ابن حجر مکی علیہ الرحمہ کی تصنیف "کف الرعاع عن محرمات اللھو والسماع" کا حوالہ۔ ٢٦٩

ایک ہی مکان میں دو بیویوں سے بے پردہ مباشرت کرنا کیسا ہے۔ ٢٧٣

قبر پر اذان دینے کا حکم شرعی۔ ٢٧٣

احکام مسجد سے متعلق چار سوالات پر مشتمل استفتاء۔ ٢٧٤

بلا ضرورت مسجد میں چراغ جلانا فضول ہے۔ ٢٧٥

مسجد کے روپیہ سے چچا کی قبر پکی کرنا حرام ہے۔ ٢٧٥

مسجد میں تلاوت قرآن جائز ہے، اگر نمازمیں خلل نہ آتا ہو تو بلند آواز سے بھی جائز ہے۔ ٢٧٥

بے اعتکاف مسجد میں سونا ممنوع ہے۔ ٢٧٥

بعد نماز فجر طلوع آفتاب سے قبل تلاوت قرآن مجید جائز ہے۔ ٢٧٥

راستے میں چلتے ہوئے قرآن مجید پڑھنا دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔ ٢٧٥

بیدار ہوکر آیۃ الکرسی پڑھنا کیسا ہے۔ ٢٧٥

حقہ پیتے ہوئے سبق پڑھانا برا ہے۔ ٢٧٦

کعبہ شریف کی جانب پشت کرکے دیوار مسجد کے سہارے بیٹھنا نامناسب ہے۔ ٢٧٦

بوسیدہ مصحف شریف کو جلانا ممنوع ہے دفن کرنا چاہیے۔ ٢٧٦

اسپند پر کوئی آیت دم کرکے جلانے میں حرج نہیں۔ ٢٧٦

بیوی کا پستان منہ میں لے کر جماع کرنا کیسا ہے ٢٧٦

عورت خود اپنا پستان منہ میں لے کر پیتی ہے تو کیا حکم ہے۔ ٢٧٧

محراب کی دیواروں پر آیات کریمہ اس طرح کندہ ہیں کہ خطیب سے نیچے اور پیچھے پڑتی ہیں، کیا حکم ہے۔ ٢٧٧

محراب میں کوئی شے شاغل نظر نہ ہونی چاہیے۔ ٢٧٨

مسجد میں وعظ کس کی اجازت سے ہونا چاہیے۔ ٢٧٨

جو کافی علم نہ رکھتا ہو اسے وعظ کہنا حرام ہے ٢٧٨

جس شخص کے بیان سے فتنہ اٹھتا ہو اس کو اہل مسجد روک سکتے ہیں۔ ٢٧٨

جمعہ کی چھٹی ہمیشہ معمول علماء اسلام ہے۔ ٢٧٩

حاملہ بیوی سے صحبت جائز ہے۔ ٢٧٩

مسجد میں چندہ مانگنا کن صورتوں میں جائز ہے۔ ٢٨٠

روافض کی مسجد میں سنی کی نماز کا حکم۔ ٢٨٠

علماء اور نعت خوانوں کی نقدی وغیرہ میں جو خدمت کی جاتی ہے اس کی تین صورتیں ہیں۔ ٢٨٠

روزانہ دو پارے تلاوت کرنا افضل ہے یا ترجمہ کے ساتھ پارے کا ایک ربع۔ ٢٨٢

قرآن پاک کا کونسا ترجمہ پڑھنا چاہیے۔ ٢٨٢

تلاوت قرآن کتنی آواز سے کرنا چاہیے۔ ٢٨٣

جوتے مسجد کے اندر رکھنا جائز ہے یا نہیں۔ ٢٨٣

مقبروں کے در و دیوار پر آیات قرآنی یا اسماء الٰہیہ لکھنا کیسا ہے۔ ٢٨٣

بچہ پیدا ہونے کے بعد عورت چلے میں کب پاک ہوتی ہے، تفصیلی فتویٰ۔ ۳۸۴

قطب کی طرف پاؤں کرکے سونے میں کوئی حرج نہیں۔ ۳۸۵

کعبہ کی طرف پاؤں کرکے لیٹنا کیسا ہے۔ ۳۸۵

بیوی سے ہمبستری کس طرح سنت ہے۔ ۳۸۵

دن میں بیوی سے ہمبستر ہونا کیسا ہے۔ ۳۸۵

تکبر و عناد کے طور پر یہ کہنا کیسا ہے کہ ہماری چارپائی مجلسِ وعظ سے دور بچھاؤ تاکہ کان میں وعظ کی آواز نہ آئے۔ ۳۸۶

ہاتھوں پر اللہ اور محمد گدھوانا شرعاً کیسا ہے۔ ۳۸۷

لوگوں کے نام کے آگے جو محمد ہے اس پر حرف (م) لکھنا جائز ہے یا نہیں۔ ۳۸۷

پردیس میں بال بچے دار کو کب تک رہنا چاہئے۔ ۳۸۸

ایک پتھر پر "رمضان المبارک" کندہ ہے اسکے اوپر سے گزرنا کہ اس پر پاؤں آئیں کیسا ہے ۳۸۸

رمضان اسماءِ الٰہیہ سے ہے۔ ۳۸۸

حروف کی تعظیم خود لازم ہے اگرچہ ان میں کچھ لکھا ہو۔ ۳۸۸

مسجد کی تاریخ پتھر پر کندہ کرا کے مغربی دیوار میں نصب کرنا نیز چندہ دینے والے کا نام پتھر پر کندہ کرانا درست ہے یا نہیں۔ ۳۸۹

شرعاً انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام، صحابہ کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اولیاء و علماء کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہنے کا کیا حکم ہے نیز غیر صحابی کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا کیسا ہے۔ ۳۸۹

اخبار روزنامہ صحیفہ حیدرآباد دکن کے نام اور آیت قرآنی پر مشتمل مونوگرام بنوانے سے متعلق استفتاء۔ ۳۹۰

تعظیم قرآنِ عظیم ایمانِ مسلم ہے۔ ۳۹۱

تعظیم اور بے تعظیمی میں بڑا دخل عرف کو ہے۔ ۳۹۱

زمخشری معتزلی کا تفسیر میں بعض ابیات ہزل لانا علماء کرام نے سخت مذموم وخلافِ ادب قرار دیا ہے۔ ۳۹۱

نقشۂ انگشتری مبارک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ۳۹۲

مجلسِ وعظ و نصیحت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام سن کر سامعین کو درود شریف پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ ۳۹۴

وہ مقامات جہاں درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔ ۳۹۵

مسجد بنانا خیر کثیر ہے۔ ۳۹۶

نکاحوں میں کثرتِ مصارف کچھ ضروری نہیں۔ ۳۹۶

گم شدہ شئی کی دریافت کیلئے یٰسٓ شریف سے نام نکالا جاتا ہے یا کسی اور طریقے سے چور کا پتا معلوم کیا جاتا ہے، یہ طریقہ ٹھیک

www.alahazratnetwork.org

ہے یا نہیں ۔ ۳۹۶
فال کیا ہے ، یہ جائز ہے یا نہیں ۔ ۳۹۷ 3
انگریزی قلم و روشنائی سے تعویذ لکھنے سے اجتناب چاہیے ۔ ۳۹۷
غیر مذہب کو آیاتِ قرآنی لکھ کر نہ دی جائیں ۔ ۳۹۷
اعمال میں ایام و وقت اور زکوٰۃ و ورد کی کچھ اصل ہے یا نہیں ۔ ۳۹۷
اعمالِ حُب و بغض و حاجات وغیرہ مسجد میں پڑھے جائیں یا خارج ۔ ۳۹۸
جو جائز عمل جائز نیت سے ہے اس کی حالتیں دو ہیں ۔ ۳۹۸
اوراد و وظائف مقررہ کو اتفاقیہ بے وضو پڑھ سکتے ہیں یا نہیں ، ناغہ کی صورت میں ان کی قضا ہے یا نہیں ۔ ۳۹۹
دورانِ وظیفہ خوانی سلام کا جواب دیا جا سکتا ہے یا نہیں ۔ ۳۹۹
سفر کو جانے کے کس قدر دن ہیں ۔ ۴۰۰
اسباب باہر چھوڑ کر خود شہر میں آجانا کسی طرح سفر کی حد میں نہیں آتا ۔ ۴۰۰
اردو اخبارات ردی میں فروخت کر دینا کیسا ہے
مسجد کے اندر سوال کرنا اور سائل کو دینا کیسا ہے ۴۰۱
آدابِ مسجد سے متعلق دو حدیثیں ۔ ۴۰۱
مزارات پر چادر چڑھانا اور اس سے پھول وغیرہ توڑ کر نعت خوانوں کو ہار ڈالنا کیسا ہے ۴۰۲
ناقابلِ استعمال بوسیدہ قرآنی اوراق سے متعلق حکم ۴۰۳
بوسیدہ قرآن مجید اور مقدس اوراق کو لحد بنا کر دفن کیا جائے نہ کہ نذرِ آتش ۔ ۴۰۳
جس مکان میں آیاتِ کریمہ و اذکار لکھے ہوئے ہوں اس میں جانا و برہنگی بے ادبی ہے ۔ ۴۰۴
آیاتِ قرآنی پر مشتمل کچھ کارڈوں پر لکھا ہوتا ہے کہ ۹ یا ۱۱ مرتبہ لکھ کر لوگوں میں تقسیم کرو ورنہ نقصان ہوگا ، یہ محض بے اصل بات ہے ۔ ۴۰۴
دورانِ تلاوت کسی معظم دینی کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا ۔ ۴۰۵
تماشا گاہوں اور شادی وغیرہ کی مجلسوں میں حمد و نعت وغیرہ پڑھنا کیسا ہے ۔ ۴۰۵
صحنِ مسجد مسجد ہے ، فقہاء اس کو مسجد صیفی کہتے ہیں اور سقف کو مسجد شتوی ۔ ۴۰۶
تعویذات یا آیاتِ قرآنیہ کا نقش جداول میں لکھنے کا حکم ۔ ۴۰۶
شفاعت حسنہ اور شفاعت سیئہ سے کیا مراد ہے ۔ ۴۰۷
مسجد میں امام کو بدن دبوانا جائز ہے ۔ ۴۰۷
گیارھویں شریف میں تعظیم کے لئے اٹھنا کیسا ہے ۔ ۴۰۷
ماتم و نوحہ محرم وغیر محرم میں حرام ہے ۔ ۴۰۷
رافضیوں کی مجلس میں جانا سخت حرام ہے ۔ ۴۰۷
مزاراتِ اولیاء پر شیرینی تقسیم کرنا جائز ہے ۔ ۴۰۷
نیک کام سے روکنے والا مناع للخیر ہے اور مناع للخیر ہونا شیطانی کام ہے ۔ ۴۰۷

www.manazratnetwork.org

فوٹوں پر قرآنی آیت لکھنا ناجائز اور بے ادبی ہے۔ ۴۰۸

منبر شریف پر بیٹھ کر میلاد پڑھنا جائز ہے، منبر وعظ و خطبہ کے لئے مختص نہیں۔ ۴۰۸

منبر مسندِ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ ۴۰۹

جاہل اپنی طرف سے کچھ نہ کہے بلکہ عالم کی کتاب پڑھ کر سنائے۔ ۴۰۹

جاہل کا وعظ کہنا حرام اور اس کا سننا بھی حرام ہے۔ ۴۰۶

○ رسالہ الکشف شافیا حکم فونوجرافیا۔

(فونوگراف میں قرآن پاک بھرنے اور سننے نیز اس سے مزامیر وغیرہ کی آوازیں سننے کا حکم) ۴۱۱

فونوگراف اور فونوگراف میں فرق۔ ۴۱۲

فونوگراف کی تصویر اپنی ذی الصورۃ سے مباین اور اس کی محض ایک مثال و شبیہ ہوتی ہے۔ ۴۱۲

فونوگراف سے جو سنا جاتا ہے وہ خود اصل قاری کی آواز ہوتی ہے نہ کہ اس کی حکایت و تصویر۔ ۴۱۲

یہاں دو دعوے ہیں جن کو ثابت کرنا مطلوب ہے ۴۱۴

دعویٰ اول ۴۱۴

فونو سے جو سنی جاتی ہے وہ بعینہٖ اسی آواز کنندہ کی آواز ہے جس کی صوت اس میں بھری ہے قاری و متکلم ہو یا آلۂ طرب وغیرہ۔ ۴۱۴

دعویٰ دوم ۴۱۴

بذریعہ تلاوت جو فونو میں ودیعت ہوا پھر تحریک آلہ جو اس سے ادا ہوگا سنا جائے گا

حقیقۃً وہ قرآن عظیم ہی ہے۔ ۴۱۴

مقدمہ اولیٰ ۴۱۴

آواز کیا ہے، کیونکر پیدا ہوتی ہے، کیسے سننے میں آتی ہے، ذریعہ حدوث کے بعد باقی رہتی ہے یا اس کے ختم ہوتے ہی فنا ہوجاتی ہے، کان سے باہر بھی موجود ہے یا کان ہی میں پیدا ہوتی ہے۔ ۴۱۴

آواز کنندہ کی طرف آواز کی اضافت کیسی ہے اور اس کی موت کے بعد بھی باقی رہ سکتی ہے یا نہیں۔ ۴۱۴

قرع و قلع کا معنیٰ۔ ۴۱۴

آواز کی تعریف ۴۱۴

اللہ تعالٰے نے آواز کو گوشِ سامع تک پہنچانے کے لئے سلسلۂ تموّج قائم فرمایا۔ ۴۱۵

ہوا لینت و رطوبت میں پانی سے زائد تر ہے۔ ۴۱۵

قرعِ اول سے متحرک و متشکل ہونے والی ہوائے اول کا موجی سلسلہ قرع بہ قرع سوراخِ گوش میں بچھے ہوئے پٹھے تک پہنچ کر اس کو بجاتا ہے جس سے اس میں وہ اشکال و کیفیات پیدا ہوتی ہیں جن کو آواز کہا جاتا ہے پھر اس ذریعے سے لوحِ مشترک میں مرتسم ہو کر نفسِ ناطقہ کے سامنے حاضر ہوتی ہیں۔ ۴۱۵

ادراکِ سمعی محض باذن اللہ حاصل ہوتا ہے۔ ۴۱۵

ہر شئی کا سبب حقیقی ارادۃ اللہ عزوجل ہے۔ ۴۱۵

عالم اسباب میں حدوث آواز کا سبب عادی قرع وقلع ہے۔ ۴۱۵

آواز سننے کا سبب عادی تموج وتجدد قرع وقلع تا ہوائے جوف سمع ہے۔ ۴۱۵

جتنا فصل بڑھتا اور وسائط زیادہ ہوتے جاتے ہیں تموج وقرع میں ضعف آتا جاتا ہے۔ ۴۱۵

دور کی آواز کم کیوں سنائی دیتی ہے اور ایک حد کے بعد بالکل ختم ہوجاتی ہے۔ ۴۱۵

تموج ایک مخروطی شکل پر پیدا ہوتا ہے۔ ۴۱۵

زمین سے مخروط ظلی، آنکھ سے مخروط شعاعی اور آفتاب سے مخروط نوری نکلتا ہے۔ ۴۱۶

مخروطات تموج ہوائی کے اندر جو کان واقع ہوا ایک ایک تھپا سب تک پہنچے گا اور سب اس آواز کو سنیں گے جو کان ان مخروطوں سے باہر رہے وہ نہ سنیں گے۔ ۴۱۶

شخصوں کے تعدد سے آواز میں تعدد لازم نہ آئے گا۔ ۴۱۶

آواز اس شکل وکیفیت مخصوصہ کا نام ہے کہ ہوا یا پانی وغیرہ میں قرع یا قلع سے پیدا ہوتی ہے۔ ۴۱۶

پانی میں غوطہ لگانے والے دو شخصوں میں سے ایک کی آواز دوسرا سن سکتا ہے۔ ۴۱۶

پانی اتنا لطیف نہیں جتنی ہوا ہے۔ ۴۱۶

تمام حوادث کا سبب حقیقی محض ارادۂ الٰہی ہے دوسری چیز اصلاً نہ مؤثر نہ موقوف علیہ۔ ۴۱۶

آواز کا ظاہری وعادی سبب قریب قرع وقلع ہے۔ ۴۱۷

مصنف علیہ الرحمہ نے سبب آواز کے بارے میں قدمائے سے اختلاف کیوں کیا۔ ۴۱۷

فلاسفہ غلط کاری وخطاء شعاری کے عادی ہیں۔ ۴۱۸

اس بات کا اثبات کہ حدوث آواز کو قرع وقلع بس ہے تموج کی حاجت نہیں۔ ۴۱۸

دلیل اول (اوّلاً) ۴۱۸

قرع وقلع سے ہوا دبے گی اور اپنی لطافت ورطوبت کے باعث ضرور اس کی شکل وکیفیت قبول کرے گی اسی کا نام آواز ہے اور صرف یہ وہ تموج نہیں۔ ۴۱۸

دلیل دوم (ثانیاً) ۴۱۹

اگر تشکل مقروع اپنے بعد کے اجزاء متحرک ہونے کا محتاج ہو تو چاہئے کہ تموج باقی رہے اور تشکل ختم ہوجائے اور یہ باطل ہے۔ ۴۱۹

سلسلۂ تموج میں تسلسل باطل ہے۔ ۴۱۹

سبب سے مسبب کا متخلف ہونا باطل ہے۔ ۴۱۹

حدوث آواز سے متعلق نظریات فلاسفہ کا ابطال اور ان کے استدلالات کا جواب۔ ۴۱۹

تموج حرکت ہے اور حرکت زمانی ہے۔ ۴۲۲

حروف کی تین قسمیں ہیں: لفظیہ، فکریہ، خطیہ۔ ۴۲۶

سننے کا سبب ہوائے گوش کا متشکل بشکل آواز

www.alahazratnetwork.org

ہوتا ہے اور اس کے تشکل کا سبب ہوائے خارج متشکل کا اُسے قرع کرنا اور اس قرع کا سبب بذریعہ تموّج حرکت کا وہاں تک پہنچنا ہے۔ ۴۲۷

ذریعہ حدوث قلع وقرع ہیں اور وہ آنی ہیں حادث ہوتے ہی ختم ہوجاتے ہیں اور وُہ تشکل وکیفیت جس کا نام آواز ہے باقی رہتی ہے تو وہ معدات ہیں جن کا معلول کے ساتھ رہنا ضرور نہیں۔ ۴۲۷

آواز کان سے باہر بھی موجود ہے بلکہ باہر ہی سے منتقل ہوتی ہوئی کان تک پہنچتی ہے۔ ۴۲۷

آواز آواز کنندہ کی صفت نہیں بلکہ ہوائے متشکل کی صفت ہے، ہوا ہو یا پانی وغیرہ۔ ۴۲۷

آواز کنندہ کی موت کے بعد آواز قائم رہ سکتی ہے۔ ۴۲۸

انقطاع تموّج انعدام سماع کا باعث ہوسکتا ہے نہ کہ انعدام صوت کا۔ ۴۲۸

تموّج کے دوبارہ حدوث سے تجدید سماع ہوگی نہ کہ دوسری آواز پیدا ہوگی۔ ۴۲۸

وحدتِ آواز وحدتِ نوعی ہے۔ ۴۲۸

واقع میں تمام الفاظ وجملہ اصوات بجائے خود محفوظ ہیں وُہ بھی امم مخلوقہ میں سے ایک امت ہیں جو اپنے رب تعالٰی کی تسبیح کرتے ہیں۔ ۴۲۸

کلماتِ ایمان تسبیحِ رحمٰن کے ساتھ اپنے قائل کے لئے استغفار بھی کرتے ہیں۔ ۴۲۸

کلماتِ کفر اپنے رب کی تسبیح کے ساتھ اپنے قائل پر لعنت بھی کرتے ہیں۔ ۴۲۸

لطافت ورطوبت جس طرح باعث سہولت انفعال ہے یونہی مورث سرعت زوال بھی ہے۔ ۴۲۹

کیفیات اشکال اصوات کے تحفظ کا پہلے کوئی ذریعہ ہمارے پاس موجود نہیں تھا اب بمشیتِ الٰہی یہ آلہ ایجاد ہوگیا جس میں آوازیں ایک زمانہ تک محفوظ رہ سکتی ہیں۔ ۴۲۹

متقدمین یہ آلہ دیکھتے تو معلوم ہوتا کہ تموّج ہوا ختم ہوتا ہے آواز محفوظ ومخزون رہتی ہے۔ ۴۲۹

حکم اپنی علت کے ساتھ دائر ہوتا ہے۔ ۴۳۱

آواز ملاہی کی علت تحریم تشخصات نہیں بلکہ اس کا لہو ہونا ہے۔ ۴۳۱

آواز ملاہی میں خصوصیت صورت آلہ کو دخل نہیں بلکہ یہ آوازیں جس آلہ سے بھی پیدا ہوں گی اپنا رنگ لائیں گی۔ ۴۳۳

جب علت حرمت قطعاً حاصل ہو تو حکم حرمت کیونکر زائل ہوسکتا ہے۔ ۴۳۳

یہ بات بداہت کے خلاف ہے کہ فونو سے سازوں کی آوازیں مورثِ طرب نہیں۔ ۴۳۳

لذت کلی مشکک ہے۔ ۴۳۳

طرب کا معنی۔ ۴۳۳

علامہ سید محمد عبدالقادر الاہدل شافعی کے توقف کا دس وجوہ سے رَد۔ ۴۳۳

اولاً تا عاشراً۔ ۴۳۳

مقدمہ ثانیہ۔ ۴۳۹

www.alahazratnetwork.org

وجود شی کے چار مراتب ہیں (۱) وجود فی الاعیان (۲) وجود فی الاذہان (۳) وجود فی العبارۃ (۴) وجود فی الکتابۃ ۴۳۹

حق حصول اشیاء باشباحہا ہے نہ بانفسہا ۴۴۰

ہمارے ائمہ سلف رضی اللہ تعالٰی عنہم کے عقیدۂ صادقہ میں یہ چاروں نحو قرآن عظیم کے حقیقی مواطن وجود و تحقیقی مجال شہود ہیں۔ ۴۴۰

تعریف قرآن مجید اور اس کے مناقب۔ ۴۴۰

صورت جبرائیل ۴۴۱

کلام اللہ واحد لاتعدد لہ بحال۔ ۴۴۲

جس طرح کاغذ کی رقوم میں وہی قرآن مرقوم ہے اسی طرح جو فونو میں بھر گیا اور اب اس سے ادا ہوتا ہے بالکل وہی قرآن ہے ذکر غیر قرآن۔ ۴۴۳

فونو سے آیت سجدہ سن کر سجدۂ تلاوت واجب کیوں نہیں ہوتا۔ ۴۴۶

طوطی و مینا کو آیت سجدہ سکھا دی جائے تو اس کے سننے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا۔ ۴۴۶

مجنون کی تلاوت پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں۔ ۴۴۶

سوتے میں کسی نے آیت سجدہ پڑھی تو کیا سجدۂ تلاوت کا وجوب ہوگا۔ ۴۴۶

صدا کس کو کہتے ہیں۔ ۴۴۸

صدائے سنائی دینے والی آواز پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا۔ ۴۴۸

صدا میں ہوا اسی تموج اول سے پلٹتی ہے یا گنبد وغیرہ کی شطیس سے وہ تموج زائل ہوکر تموج تازہ اس کیفیت سے متکیف ہم تک آتا ہے۔ ۴۴۸

جن علماء نے معنی ثانی کو ترجیح دی ان کے یہاں پھر اس کے بیان میں عبارات مختلف ہیں۔ ۴۴۸

مصنف علیہ الرحمہ کی تحقیق کہ بصورت صدا پہاڑ وغیرہ سے ٹکرا کر ہوا ہی دوسری اسی کیفیت سے متکیف ہوکر آتی ہے ذکر ہوائے اول۔ ۴۵۰

پہلی دلیل (اولاً) ۴۵۱

دوسری دلیل (ثانیاً) ۴۵۱

اثر قرع دو ہیں (۱) تحرک (۲) تشکل۔ جو صدمہ تحرک کو روک دے وہ تشکل کو بھی نہیں رہنے دیتا۔ ۴۵۱

ایک اعتراض اور اس کا جواب۔ ۴۵۲

وجوب سجدۂ تلاوت سماع اول پر ہے ذکر سماع معاد پر۔ ۴۵۲

سماع صدا سماع معاد ہے۔ ۴۵۲

فونو کی تو وضع ہی اعادہ سماع کے لئے ہے۔ ۴۵۲

مقدمہ جلیلہ ممہدہ کے بعد تنقیح اصل مسئلہ۔ ۴۵۲

مسئلہ کی صور عدیدہ و وجوہ شتّٰی کا بیان۔ ۴۵۲

وجہ اول ۴۵۲

اگر فونو کی پلیٹیں نجس مسالا کی بنی ہوئی ہیں تو اس میں قرآن مجید کا بھرنا حرام قطعی اور سخت گناہ ہے اور اس پر مطلع ہونے کے باوجود اس میں قرآن بھروانے والے،

www.alahazratnetwork.org

سنانے والے اور اس پر راضی ہونے والے
سب گنہگار ہوں گے۔
اسپرٹ قطعاً شراب ہے اور حرام ہونے کے
ساتھ پیشاب کی طرح نجس بھی ہے۔
نجس کاغذ پر قرآن مجید لکھنا حرام و
گناہ ہے۔
نجاست کی جگہ قرآن مجید پڑھنا منع ہے۔
حمام میں تلاوتِ قرآن مکروہ ہے۔
غسلِ میت سے قبل اس کے پاس تلاوتِ قرآن
کا حکمِ شرعی۔

وجہ دوم
فقہیات میں ظن الیقین کے ساتھ ملحق ہوتا ہے
خصوصاً احتیاطاً فی الدین کے معاملہ میں
تحریمات میں شبہ ملحق بالیقین ہے۔
فونو کا عام طور پر بجانا، سننا، سنانا سب
کھیل تماشے کے طور پر ہوتا ہے اور قرآن عظیم
کھیل تماشے کے لئے نہیں اُترا۔
قرآن مجید کو کھیل تماشے کے طور پر سننے والوں
اور دین کو کھیل تماشا بنانے والوں کے لئے
وعید شدید۔

وجہ سوم
جس مجلس لہو و لغو میں کھیل تماشے کے طور پر
قرآن مجید سُنا جا رہا ہو وہاں اگر کوئی شخص
تذکر و تفکر کے طور پر بھی سُنے تو گناہ سے بری
نہ ہوگا۔

مجلسِ لہو و لعب میں شریک ہونا ناجائز ہے
۴۵۲ اس پر آیاتِ قرآنیہ شاہد ہیں۔ ۴۵۷
وجہ چہارم ۴۵۸
۴۵۳ صلحائے خاص جلسہ کر کے فونو سے کسی اچھے
قاری کی آواز میں بطور تذکر و تفکر قرآن مجید
۴۵۳ سُنا اور سنانے والا بھی صالح ہے تو اس
۴۵۳ میں دو نظریے ہیں۔ ۴۵۸
۴۵۳ نظر اولے ۴۵۸
کوئی فی نفسہ جائز کام کفار سے سیکھنے میں حرج
۴۵۴ نہیں اگرچہ ان ہی کی ایجاد ہو۔ ۴۵۸
۴۵۵ فونو بذاتِ خود معازف و مزامیر سے نہیں۔ ۴۵۸
فونو ایک آلہ مطلقہ ہے جس کی نسبت ہرگونہ
۴۵۵ آواز کی طرف ایسی ہی ہے جیسے اوزانِ عروضیہ
۴۵۵ کی کلام کی طرف بلکہ حروفِ ہجا کے معنی کی
طرف۔ ۴۵۸
حروفِ ہجا من حیث ھی حروف الہجاء علوم
۴۵۵ رسمیہ میں کسی خاص معنی کے لئے وضع نہیں
کئے گئے بلکہ وہ آلۂ تادیۂ معانی مختلفہ ہیں ان
سے اچھے بُرے جیسے معانی چاہیں ادا
۴۵۵ کرسکتے ہیں۔ ۴۵۸
۴۵۷ فونو اس حیثیت سے کہ وہ ایک آلہ مطلقہ
ہے اس کو حسن یا قبح سے موصوف نہیں
کرسکتے بلکہ وہ حسن و قبح، مدح و ذم، منع و
اباحت اور ثواب و عقاب میں اس چیز کے
۴۵۷ تابع ہے جو اس سے ادا کی جاتی ہے۔ ۴۵۸

قوالی بہت اچھی بھی ہے اور سخت بری بھی۔ ۴۵۸
شعر اچھا بھی ہے اور برا بھی۔ ۴۵۹
نظرِ دقیق ۴۶۱
شریعتِ مطہرہ کا قاعدہ ہے کہ جس چیز سے حرام کو مدد پہنچے اس کو بھی حرام فرما دیتی ہے۔ ۴۶۱
جو چیز بنانا ناجائز ہو اس کو خریدنا اور استعمال میں لانا بھی ممنوع ہے۔ ۴۶۱
خواجہ سراؤں کا خریدنا اور ان سے کام خدمت لینا شرعاً منع ہے۔ ۴۶۱
بیل اور بکرے کو خصی کرنا جائز نیز گھوڑی سے خچر لینا بھی جائز ہے۔ ۴۶۲
جن کو بھیک مانگنا حرام ہے ان کو بھیک دینا بھی گناہ ہے۔ ۴۶۳
جس چیز کو بنانا ناجائز اس کو خریدنا اور استعمال میں لانا بھی ناجائز ہے، اور جس چیز کو خریدنا اور کام میں لانا منع نہ ہوگا اس کو بنانا بھی ناجائز نہ ہوگا۔ ۴۶۴
ایک خیال باطل کا دفعیہ ۴۶۴
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انصار کی کمسن بچیوں کو یہ کہنے سے کیوں منع فرمایا "وفینا نبیٌّ یعلم ما فی غد"۔ ۴۶۵
اللہ تعالیٰ کے بتانے سے اصالۃً غیب کا جاننا نبوت کی شان ہے۔ ۴۶۶
حضرت مالک بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا نعتیہ قصیدہ بارگاہِ رسالت میں پیش کیا جس میں تا قیامت علوم غیبیہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ثابت مانا۔ ۴۶۶
بالجملہ خلاصۂ حکم، یہاں تین چیزیں ہیں، ممنوعات، معفوات، مباحات۔ ۴۶۷
اول یعنی ممنوعات کا حکم۔ ۴۶۷
دوم یعنی معفوات کا حکم۔ ۴۶۷
سوم یعنی مباحات کا حکم۔ ۴۶۸

رسالہ الادلۃ الطاعنہ فی اذان الملاعنہ۔

(روافض کی اذان اہلسنت وجماعت کو سننا کیسا ہے)
اہلِ تشیع نے جو اذان وغیرہ میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت کلمہ "خلیفۃ رسول اللہ بلا فصل" کہنا اختیار کیا ہے اہلسنت وجماعت کے لئے یہ کلمہ مبغوض سننا تبرا ہے۔ ۴۷۲
تبرا کے معنی اظہارِ برائت و بیزاری ہیں۔ ۴۷۲
"علی خلیفۃ رسول اللہ بلا فصل" کہنے میں بالتصریح خلافتِ راشدہ حضرات خلفاءِ ثلثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی نفی ہے۔ ۴۷۲
روافض کے زعم باطل میں استحقاق خلافت حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ میں منحصر تھا، اور خلفاءِ ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت علی المرتضیٰ کا یہ حق چھین لیا تھا۔ ۴۷۲

روافض نے گویا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عیاذاً باللہ سخت نامرد، بزدل، تارکِ حق اور مطیعِ باطل بتایا۔ ۴۷۲

دوستی بے خرداں دشمنی است ۴۷۲

حضرات خلفاء ثلثہ کی ثناء و مدحت اور ادب و عقیدت اہلسنت کے اصول مذہب میں داخل ہے۔ ۴۷۳

اذان میں "خلیفہ بلافصل" کا اضافہ خود رافضیوں کے مذہب کے خلاف ہے۔ ۴۷۴

مصنف علیہ الرحمہ نے روافض کی اپنی کتابوں سے تین امور پر سندیں نقل فرمائی ہیں،

(۱) روافض کی حدیث و فقہ کی رو سے اذان ایک محدود عبارت اور معدود کلمات کا نام ہے جن میں یہ ناپاک لفظ داخل نہیں۔ ۴۷۴

(۲) ان کے نزدیک بھی اذان منقول میں اور عبارت بڑھانا ناجائز و گناہ ہے اور اپنے دل سے ایک نئی شریعت نکالنا ہے۔ ۴۷۳

(۳) ان کے پیشوا خود لکھ گئے کہ ان زیادتیوں کی موجد ایک ملعون قوم ہے جنھیں امامیہ بھی کافر جانتے ہیں۔ ۴۷۳

سندِ امرِ اول ۴۷۴

سندِ امرِ دوم ۴۷۶

سندِ امرِ سوم ۴۷۶

تنبیہ لطیف ۴۷۸

کلمہ "خلیفہ بلافصل" کے تبرا ہونے کا ثبوت کتبِ شیعہ سے۔ ۴۷۸

ہاں اب داد انصاف طلب ہے۔ ۴۷۹

ضمیمہ آداب

فال کھولنا کبھی کفر اور کبھی معصیت ہوتا ہے۔ ۱۰۰

موضع نجاسات میں ذکرِ لسان ناجائز ہے۔ ۱۶۹

وقت پھیلنے وباء و بلیات و آندھی و طوفان شدید وغیرہ کے اذان کہنا شرعاً جائز ہے۔ ۱۷۲

نجاست کی جگہ قرآن مجید پڑھنا منع ہے۔ ۴۵۳

حمام میں تلاوتِ قرآن مکروہ ہے۔ ۴۵۳

غسلِ میت سے قبل اس کے پاس تلاوتِ قرآن کا حکمِ شرعی۔ ۴۵۳

سودی پیسے سے بنائی ہوئی مسجد میں نماز جائز ہے۔ ۵۲۲

وظائف و اعمال کے اثر کرنے میں تین شرائط ضروری ہیں۔ ۵۵۸

مصنف علیہ الرحمہ کے یہاں کی جملہ اجازات و وظائف و اعمال و تعویذات میں نماز پابندی سے باجماعت مسجد میں ادا کرنے کی شرط ہے۔ ۵۵۸

طوائف نے حرام کمائی سے مکان خرید کر

اس کی آمدنی مسجد کے نام لگادی گیا اس کو مسجد کے اخراجات میں صرف کرنا جائز ہے۔ ۵۸۱

دورانِ عدت نکاح ہوا، گواہوں کو جو روپے ملے وہ مسجد میں لگانا چاہتے ہیں، لئے جائیں یا نہیں۔ ۵۸۳

طوائف کے کسب سے خریدکردہ جائداد کی آمدنی کو مصارفِ مسجد و مدرسہ میں خرچ کرنا کیسا ہے۔ ۵۸۹

قرآن مجید کا احترام نہ کرنے والے معلم سے پڑھنا حرام۔ ۶۸۸

معلم اپنے احباب کے ساتھ تخت پر بیٹھتا ہے اور شاگرد قرآن مجید لے کر نیچے، تو یہ سب گستاخ ہیں۔ ۷۰۹

زینت

(کنگھی، سُرمہ، مِسّی، مسواک، خضاب، مہندی، سنگار وغیرہ)

عورتوں کے ناک چھیدنے اور نتھنی پہننے کے بارے میں پانچ سوالات پر مشتمل استفتاء۔ ۴۸۱

نتھ یا بلاق کے لئے عورتوں کو ناک چھیدنا جائز ہے۔ ۴۸۲

کان کے گہنوں کے لئے عورتوں کا کان چھیدنا جائز ہے۔ ۴۸۲

کان چھیدنا حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں متعارف و مشہور تھا۔ ۴۸۲

عورتوں کے لئے ناک اور کان چھیدنے کا جواز دلالۃ النص سے ثابت ہے۔ ۴۸۲

ناک چھیدنا عورتوں کے لئے امر مباح ہے، فرض واجب وسنت اصلاً نہیں۔ ۴۸۳

جو مباح بنیت محمودہ کیا جائے وہ شرعاً محمود ہوجاتا ہے۔ ۴۸۳

مسّی لگانی عورت کو مباح ہے اگر شوہر کے لئے سنگار کی نیت سے لگائے تو مستحب ہے ۴۸۳

جو دلالۃ النص سے ثابت ہو وہ اسی طرح ہے جیسے نص سے ثابت ہو۔ ۴۸۳

بیوہ کو دورانِ عدت کوئی گہنا اور کسی طرح کا سنگار جائز نہیں۔ ۴۸۳

بعد ختم عدت اگر بیوہ نتھ وغیرہ نہ پہنے تو حرج نہیں مگر اس کو ناجائز سمجھنا ممنوع ہے۔ ۴۸۳

سیاہ خضاب ہر طرح کا سوائے مجاہدین کے سب کو مطلقاً حرام ہے۔ ۴۸۴

صرف مہندی کا سرخ خضاب سنتِ مستحبہ ہے۔ ۴۸۴

حدیث اور عباراتِ فقہا سے مسئلہ کی تائید۔ ۴۸۴

روزانہ کنگھی کی ممانعت سے متعلق احادیث کریمہ اور ان کا مطلب۔ ۴۸۵

بنیت صالحہ دن میں کئی بار کنگھی کرنے میں کوئی ممانعت وکراہت نہیں۔ ۴۸۶

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اکثر دن میں دو بار سر کے بالوں میں تیل ڈالتے تھے۔ ۴۸۶

www.alahazratnetwork.org

مرد کو تنہا مہندی سے داڑھی میں خضاب کرنا یا اس میں کتم کی پتیاں ملانا جائز ہے۔ ۴۷۸

سیاہ خضاب وسمے کا ہو یا کسی اور چیز کا، مطلقاً حرام ہے، مگر مجاہدین کو جائز ہے۔ ۴۷۸

احادیث کے حوالہ جات ۴۷۸

مِسّی کسی رنگ کی ہو عورتوں کو علاجِ دنداں یا شوہر کے واسطے آرائش کے لئے جائز ہے۔ ۴۸۹

حالتِ روزہ میں مِسّی لگانا منع ہے۔ ۴۸۹

مرد یا عورت کو سر میں گھی ڈالنا، پھوڑے پھنسی پر استعمال کرنا جائز ہے۔ ۴۸۹

مہندی میں نیل ملا کر لگانا مرد کو کس صورت میں جائز اور کس صورت میں ناجائز ہے۔ ۴۹۰

ہاتھ پاؤں میں مہندی کی رنگت مرد کے لئے حرام ہے، داڑھی اور سر میں مستحب۔ ۴۹۰

سیاہ خضاب حرام ہے۔ ۴۹۱

سیاہ خضاب کی ممانعت پر احادیث کریمہ۔ ۴۹۱

سیاہ مقتول بالتشکیک ہے۔ ۴۹۲

سیاہ خضاب کو کبوتر کے پوٹے سے حدیث میں کیوں تشبیہ دی گئی۔ ۴۹۲

جو سیاہ خضاب لگائے وہ جنت کی خوشبو نہ پائے گا۔ ۴۹۲

تحریمِ سواد سے صرف مباشرانِ جہاد کا استثناء ہے۔ ۴۹۲

زوجہ جواں کے لئے سیاہ خضاب کا جواز ایک روایتِ مرجوحہ میں آیا ہے۔ ۴۹۲

مرجوح پر فتویٰ کا حکم جہل وخرقِ اجماع ہے۔ ۴۹۲

اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تبدیلی کرنیوالی عورتوں پر حدیث میں لعنت آئی ہے۔ ۴۹۳

جنگ دھوکا ہے (حدیث)۔ ۴۹۴

رسالہ حلك العيب في حرمة تسويد الشيب۔

(سیاہ خضاب کی حرمت کا سولہ[۱۶] حدیثوں اور اقوالِ ائمہ سے ثبوت)

صحیح مذہب میں سیاہ خضاب حالتِ جہاد کے سوا مطلقاً حرام ہے۔ ۴۹۶

حدیث اول ۴۹۶

حضرت ابو قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سیاہ خضاب سے منع کر دیا گیا۔ ۴۹۶

حدیث دوم ۴۹۶

پیری کی سفیدی کو سیاہ رنگ کے علاوہ کسی رنگ سے بدلنے کی اجازت۔ ۴۹۶

حدیث سوم ۴۹۶

سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آنے والی قوم کی خبر دی۔ ۴۹۶

سیاہ خضاب لگانے والوں کیلئے وعیدِ شدید۔ ۴۹۶

حدیث چہارم ۴۹۷

اللہ تعالیٰ قیامت کے روز سیاہ خضاب کرنے والوں کی طرف نظرِ کرم نہ فرمائے گا۔ ۴۹۷

حدیث پنجم ۴۹۷

اللہ تعالیٰ بُوڑھے کوّے کو دشمن رکھتا ہے۔ ۴۹۷

حدیث ششم ۴۹۷
زرد خضاب مومن کا، سرخ خضاب مسلمان کا اور
سیاہ خضاب کافر کا ہے۔ ۴۹۷
حدیث ہفتم ۴۹۸
سپیدی نور ہے جس نے اس کو چھپایا اس نے
نور کو زائل کیا۔ ۴۹۸
سفید بال اکھاڑنا منع ہے۔ ۴۹۸
حدیث ہشتم ۴۹۸
جسے اسلام میں سپیدی آئے وہ اس کے لئے
نور ہے جب تک اسے بدل نہ ڈالے۔ ۴۹۸
حدیث نہم ۴۹۸
سب سے پہلے بالوں کو مہندی حضرت ابراہیم
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لگائی۔ ۴۹۸
سب سے پہلے خضاب سیاہ فرعون نے لگایا۔ ۴۹۸
مہندی کے مستحب اور خضاب کے حرام ہونے کی
وجہ۔ ۴۹۹
حدیث دہم ۴۹۹
سیاہ خضاب کرنے والوں کا چہرہ اللہ تعالٰی
قیامت کے روز کالا کرے گا۔ ۴۹۹
حدیث یازدہم ۴۹۹
داڑھی منڈانے یا سیاہ کرنے والے کے لئے
اللہ تعالٰی کے ہاں کوئی حصہ نہیں۔ ۴۹۹
داڑھی منڈانا اور اس کو سیاہ کرنا مثلہ ہے۔ ۴۹۹
حدیث دوازدہم تا پانزدہم ۴۹۹
ادھیڑ عمر والوں میں سے جوانی جیسی صورت
بنانے والا بدترین ہے۔ ۴۹۹
سیاہ خضاب منہی عنہ ہے۔ ۵۰۰
حدیث شانزدہم ۵۰۰
رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سیاہ
خضاب سے منع فرمایا۔ ۵۰۰
عامۂ مشائخ کرام وجمہور ائمہ اعلام کے نزدیک
سیاہ خضاب منع ہے۔ ۵۰۰
علماء جب کراہت مطلق بولتے ہیں اس سے
مراد کراہت تحریم لیتے ہیں۔ ۵۰۱
کراہت تحریم کا مرتکب گنہگار اور مستحق عذاب
ہوتا ہے۔ ۵۰۱
سیاہ خضاب کا حرام ہونا غیر غازی کے حق
میں ہے۔ ۵۰۱
بالجملہ قول مذکور ہی مختار ومنصور ومذہب جمہور
اور ثابت بارشاد حضور پرنور صلے اللہ تعالٰی
علیہ وسلم ہے۔ ۵۰۱
احادیث وروایات میں مطلق سیاہ رنگ
کی ممانعت ہے خواہ نرا نیل ہو یا مہندی کا
میل یا کوئی تیل سب ناجائز ہے۔ ۵۰۱
سیاہ خضاب میں کس قدر مہندی ملانے سے
حرمت جاتی رہتی ہے۔ ۵۰۲
صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کیسا خضاب
لگاتے تھے۔ ۵۰۲
کون سا خضاب جائز ومحمود ہے۔ ۵۰۲
کتم کس چیز کا نام ہے اسکے معنی کی تحقیق۔ ۵۰۲

www.alahazratnetwork.org

مصنف کی تحقیق کہ حنا وکتم کے خضاب کا رنگ سُرخ ہوتا ہے۔ ۵۰۳
وسمہ کا معنی ۵۰۴
اصل خضاب حنا کا ہو اور اس میں کچھ پتیاں نیل کی شریک کر لی جائیں کہ سرخی میں ایک گونہ پختگی آجائے تو جائز ہے۔ ۵۰۵
شراب میں کس قدر نمک ملانے سے سرکہ ہو جاتا ہے اور اس کی حقیقت بدل جاتی ہے۔ ۵۰۵
الحاصل مدار رنگ پر ہے جو کچھ سیاہ رنگ لائے سب حرام ہے۔

کسب وحصول مال

(خرید و فروخت، اجرت، رشوت، سود، قمار، بیمہ، پیشہ، صنعت، قرض، نذرانہ، ہبہ، میراث، غصب، ذرائع آمدنی حلال وحرام ومشتبہ سے متعلق مسائل) ۵۰۷
رنڈیوں اور ڈومنیوں کے ہاں مزدوری کرنا اور نصارٰی کے پاس نوکری کرنا جائز ہے یا ناجائز۔ ۵۰۷
اصل مزدوری فعل جائز پر سب کے ہاں جائز اور فعل ناجائز پر سب کے ہاں ناجائز ہے۔ ۵۰۷
اس کی تفصیل کہ جائز مزدوری پر زرِ اجرت، مال حرام سے لینا کیسا ہے وہ اکل حلال ہے یا نہیں۔ ۵۰۷
رنڈی وغیرہ کی ناجائز آمدنی ان کے ہاتھ میں مال مغصوب کا حکم رکھتی ہے۔ ۵۰۷
وہ صورت کہ رنڈی کو ملنے والا مال رشوت قرار پاتا ہے۔ ۵۰۸
ایک صورت میں طوائف کی آمدنی مثل موہوب ہوتی ہے۔ ۵۰۸
رنڈیاں اور ڈومنیاں ایک صورت میں حاصل ہونے والی آمدنی کی مالک ہو جاتی ہیں۔ ۵۰۸
گانے والے کو جو کچھ دیا جاتا ہے وہ کس صورت میں ہبہ اور کس صورت میں رشوت بنتا ہے۔ ۵۰۸
زرِ حرام بعینہٖ پر نقد وعقد کا اجتماع ہو تو اس کا لینا کیسا ہے۔ ۵۱۰
مال حرام وحلال اس طرح مل گئے کہ تمیز دشوار ہے تو اس کا کیا حکم ہوگا۔ ۵۱۲
اگر اجیر کو کچھ خبر نہیں کہ زرِ اجرت مال حرام سے ہے تو فتوٰی جواز ہے۔ ۵۱۵
اصل حلت ہے۔ ۵۱۵
بادشاہ کے انعام وعطیات کا حکم شرعی۔ ۵۱۵
ہمارا زمانہ شبہات سے بچنے کا نہیں۔ ۵۱۶
اگر معلوم ہو کہ مستاجر کا مال اکثر حرام ہے تو متقی کا کام اس سے بچنا ہے۔ ۵۱۷
آدمی کو حظوظِ نفس کی وسعتیں خراب کرتی ہیں ۵۱۷
تصوف کی چاشنی سے لبریز ایک مختصر اور انتہائی مفید مضمون۔ ۵۱۷
حدیث مبارک "الحلال بیّن الخ" کی تفصیلی تشریح۔ ۵۱۸
تمنّی کا معنی ۵۱۸

www.alahazratnetwork.org

بعض علماء نے درصورتِ غلبۂ حرام عدمِ جواز کی تصریح فرمائی۔ ۵۱۹
ازالۂ شبہہ کے لئے اتنا بھی کافی ہے کہ صاحبِ مال یا ڈوم خود بیان کریں کہ یہ مال ہمارے پاس وجہِ حلال سے آیا ہے تو اب اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں۔ ۵۲۰
جسے اپنے دین کا کامل پاس ہو وہ غلبۂ حرام کی صورت میں احتراز ہی کرے۔ ۵۲۱
کافر کے لئے رہن کا کاغذ تحریر کرنا مسلمان کو روا ہے یا نہیں۔ ۵۲۳
نفسِ تحریرِ رہن نامہ میں کوئی حرج نہیں مگر سُودی معاملے والا کاغذ نہ لکھے کہ موجبِ لعنت ہے۔ ۵۲۳
کفار کے میلہ میں بقصدِ فروخت اسبابِ تجارتی جانے کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ ۵۲۳
ہر مکروہ تحریمی صغیرہ گناہ ہے۔ ۵۲۴
ہر صغیرہ اصرار سے کبیرہ ہوجاتا ہے۔ ۵۲۴
معابدِ کفار میں مسلمان کو جانا جائز نہیں کیونکہ وہ مجمعِ شیاطین ہیں۔ ۵۲۴
مسئلہ کی تائید میں عباراتِ علماء ۵۲۴
ہندوستان عند التحقیق دار الحرب نہیں ہے۔ ۵۲۴
مسلمان دار الحرب میں کیا کچھ بغرضِ فروخت لیجا سکتا ہے ۵۲۴
کتبِ فقہ سے حوالہ جات۔ ۵۲۵
مسلمانوں کا کافروں کے محلہ سے گزر ہو تو شتابی کرتا ہوا گزر جائے۔ ۵۲۵
ہر ملزوم معصیت معصیت ہوتا ہے۔ ۵۲۶
انگریزی کی نوکری خصوصاً باجا بجانا کیسا ہے اور اس سے حاصل شدہ کمائی کا کیا حکم ہے۔ ۵۲۸
رزق اللہ عزّ وجل کے ذمّہ ہے۔
حلال روزی تلاش کرنا جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ ۵۲۹
طلب الحلال واجب علی کل مسلم۔ ۵۳۰
جھوٹے حیلے حوالے اللہ تعالٰی کے حضور کام نہ آئیں گے۔ ۵۳۰
حرام کی کمائی پر نذر و نیاز کرنے، اس کو کھانے اور اس پر فاتحہ دلانے والے کے بارے میں سوال۔ ۵۳۱
ڈاک کی نوکری ڈپٹی پوسٹ ماسٹری تک جائز ہے۔ ۵۳۳
ذی علم مسلمان اگر بنیتِ ردِّ نصارٰی انگریزی پڑھے تو اجر پائے گا۔ ۵۳۳
حساب، اقلیدس اور جغرافیہ وغیرہ جائز علم پڑھنے میں حرج نہیں۔ ۵۳۳
جو چیز اپنا دین و علم بقدرِ فرض سیکھنے میں مانع آئے حرام ہے۔ ۵۳۳
وہ کتابیں جن میں نصارٰی کے عقائدِ باطلہ درج ہیں ان کا پڑھنا روا نہیں۔ ۵۳۳
حالتِ صحت میں وارث کے ہاتھ کچھ فروخت کرنا یا ہبہ کرنا جائز ہے۔ ۵۳۴
تنہا ایک وارث کو کوئی شیئ بخش دینا اور

دوسروں کے ساتھ اس قسم کی رعایت نہ کرنا کب مکروہ و ممنوع ہے اور کب نہیں۔ ۵۳۳

طالب علم بیٹے کو دوسری اولاد پر ترجیح دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ۵۳۳

کسی شخص نے سود وغیرہ حرام مال چھوڑ کر انتقال کیا تو اس کے بیٹے کے لئے وہ مال حلال ہوگا یا نہیں۔ ۵۳۵

وارث کو صرف اتنا معلوم ہے کہ ترکہ میں مال حرام بھی ملا ہے مگر نہ مال متمیز اور نہ ہی مستحق معلوم تو دیانۃً احتراز افضل ہے اور حکم جواز ہے۔ ۵۳۵

عرف میں جو کچھ مشہور ہے وہ اس طرح ہے جیسے لفظ سے شرط کر دی جائے۔ ۵۳۶

تلاوت قرآن مجید اور ذکرِ الٰہی پر اجرت لینا دینا دونوں حرام ہیں۔ ۵۳۷

گناہ پر ثواب کی امید زیادہ سخت واشد ہے۔ ۵۳۷

اجرت پر قرآن وغیرہ پڑھوانے میں جواز کی صورت۔ ۵۳۷

عورت کے نکاح کے بدلے میں لئے ہوئے روپے محض رشوت و حرام ہیں۔ نہ ان کا کھانا جائز اور نہ ہی مسجد میں لگانا جائز بلکہ لازم ہے کہ جس شخص سے لئے ہیں اس کو واپس دیں۔ ۵۳۸

غیر مسلموں کو کرائے پر کرسیاں دینا مسلمان کے لئے جائز ہے۔ ۵۳۸

پیشہ وران ذیل کے بارے میں شرع کیا حکم دیتی ہے: (۱) قاطع الشجر (۲) ذابح البقر (۳) دائم الخمر (۴) بائع البشر۔ ۵۳۹

عوام میں مشہور ایک غلط حدیث کی نشاندہی۔ ۵۳۹

ہندہ کو بمعاوضہ زنا جو وظیفہ ملتا تھا وہ حرام قطعی اور تائبہ ہوجانے کے بعد اگر بلا معاوضہ ملتا رہے تو حلال ہے۔ ۵۳۹

اصحاب الرقیم کا قصہ ۵۳۹

جس چیز کا لینا حرام ہو اس کا دینا بھی حرام ہوتا ہے۔ ۵۴۰

سود کے روپیہ سے جو کارِ نیک کیا جائے اس میں استحقاقِ ثواب نہیں۔ ۵۴۱

حدیث سے تائید۔ ۵۴۱

سود خوار پر شرعاً فرض ہے جتنا سود جس جس سے لیا ہے اسے یا اس کی اولاد کو واپس کرے، وہ نہ مل سکیں تو اتنا مال تصدق کرے۔ ۵۴۱

سود خوری سے توبہ کا طریقہ۔ ۵۴۲

سودی روپیہ سے حج کرنا جائز نہیں، ہاں فرضِ حج ذمہ سے ادا ہوجائے گا۔ ۵۴۲

قبولیت شئی اور چیز ہے اور سقوطِ فرض اور چیز۔ ۵۴۲

سودی پیسہ سے بنائی ہوئی مسجد میں نماز جائز ہے۔ ۵۴۲

سودی پیسہ سے بنائے ہوئے تالاب سے وضو کرنا جائز ہے۔ ۵۴۲

بیع فاسد سے خریدے ہوئے گھر پر قبضہ کرنے کے بعد خریدار نے اسے فقیروں پر وقف کر دیا تو وہ وقف ہوگیا۔ ۵۴۲

www.alahazratnetwork.org

ملک کی خباثت وقف کی صحت سے مانع نہیں۔ ۵۴۳

مالِ ربا میں بعد قبضہ عدم ملک نہیں رہتا صرف خبثِ ملک ہوتا ہے۔ ۵۴۳

خبثِ ملک فقیر کو تصدق میں لینے سے مانع نہیں۔ ۵۴۳

سود اور رشوت کا مال توبہ سے پاک ہو جاتا ہے یا نہیں۔ ۵۴۳

سود خوار اور راشی کے ہاں نوکری کرنا، تنخواہ لینا اور کھانا کھانا جائز ہے جبکہ وہ چیز جو اسے دے اس کا بعینہٖ مالِ حرام ہونا معلوم نہ ہو۔ ۵۴۴

شادی کے وقت دُولہا والے لڑکی کے استاد کو بخوشی جو کچھ دیں اس کا لینا جائز ہے اور مجبوری سے دیا تو حرام ہے۔ ۵۴۵

زید کا نابینا باپ اپنی خوشی سے حسبِ عادت بازار میں سامان فروخت کرنے جاتا ہے تو زید پر الزام نہیں اور اگر زید اسے مجبور کرتا ہے تو ضرور گنہگار و نالائق ہے۔ ۵۴۵

باپ کا مال بیٹے کو اس کی رضا سے قدرِ رضا تک حلال ہے ورنہ حرام۔ ۵۴۶

باپ کا حق بیٹے پر ہمیشہ رہتا ہے یُونہی بیٹے کا حق باپ پر۔ ۵۴۶

بیٹا جب جوان ہو جائے تو باپ پر اس کا نفقہ واجب نہیں رہتا۔ ۵۴۶

ایک مسلمان عورت ہندوہ بیس سال ایک انگریز کے ساتھ رہی اب تائب ہوئی ہے کیا اس کا مسلمان ہونا صحیح ہے۔ ۵۴۶

اہلسنت کے مذہب میں آدمی کسی گناہ کے باعث اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ ۵۴۶

حدیث سے تائید ۵۴۶

گھوڑا یا گدھا کہ بے ذبح مر جائے اس کی کھال کہ پکائی نہ گئی ہو بیچنا خریدنا حرام ہے اسکی دباغت کرنا جائز ہے اور اس کا پیشہ مکروہ ہے ایسا کرنے والے کے ہاں کھانے سے احتراز اولٰی ہے۔ ۵۴۷

حدیث میں پچھنے لگانے والے کی کمائی کو حرام کیوں کہا گیا ۵۴۸

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے اور پچھنے لگانے والے کو اجرت بھی دی۔ ۵۴۸

رنڈی جو مال اُس حرام و ناپاک ذریعے سے حاصل کرتی ہے اس کی ملک نہیں ہوتا حکم غصب رکھتا ہے۔ ۵۴۸

اموالِ ضائعہ کا مصرف۔ ۵۴۸

اموالِ ضائعہ کو اپنے ماں باپ اور بیٹے بیٹی پر صدقہ کر دینا حلال ہے۔ ۵۴۸

غیر منقسم ہونا صدقہ کو نقصان نہیں دیتا اگرچہ ہبہ کو نقصان دیتا ہے۔ ۵۴۹

صدقہ واپس نہیں لیا جاتا۔ ۵۴۹

کوئی شخص سودی کاروبار سے اموالِ کثیرہ جمع

کرکے مرگیا، وارثوں کے لئے وہ حلال ہے یا نہیں۔ ۵۵۰

مورث کے سود سے حاصل شدہ ترکہ کو وارث کیا کریں۔ ۵۵۰

جو مال کسی ذریعہ حرام سے حاصل کیا اس سے کوئی جائداد خریدی یا تجارت پر لگایا تو اب اس جائداد یا تجارت کی آمدنی اس شخص یا اس کے لواحقین کے حق میں مباح ہے یا نہیں۔ ۵۵۱

کسی ذریعہ حرام سے حاصل کردہ مال سے سبکدوشی کا طریقہ۔ ۵۵۱

مالِ سود اور مالِ رشوت وغیرہ کے حکم میں فرق۔ ۵۵۱

مسئلۂ استبدال یعنی حرام مال کے عوض کوئی دوسری چیز خریدنا۔ ۵۵۲

زرِ حرام پر عقد ونقد کے جمع ہونے کی صورت اور اس کا حکم۔ ۵۵۲

سود یا عقودِ فاسدہ کے ذریعے جو مال حاصل کیا اس سے خریدی ہوئی شئی میں خباثت نہیں آئے گی۔ ۵۵۲

وکیل نے مؤکل کی اشرفیاں اپنی اشرفیوں میں ملادیں تو وکیل پر ضمان لازم ہے، اور ضمان میں مؤکل کا تصرف جائز ہے۔ ۵۵۳

شراب فروشی سے تائب ہونے والا اب اس سے حاصل شدہ مال کا کیا کرے۔

مالِ حرام کے تصدق میں مساکین کا غیر اصولی

فروخت ہونا شرط نہیں۔ ۵۵۵

باجا بجانا ناجائز، ہندوؤں کے یہاں بجانا اور سخت ناجائز اور ان کے شیطانی تہوار میں بجانا اور بھی سخت حرام در حرام ہے۔ ۵۵۶

ہنود کے تہوار میں باجا بجانے والا اگر باز نہ آئے تو اس کی مسلمان برادری اس سے بائیکاٹ کرے۔ ۵۵۶

ہندوؤں کے سودی معاملہ کی وثیقہ نویسی کرنے والے کا استفتاء، اور مصنف علیہ الرحمہ کا حکیمانہ جواب اور اس پیشہ کو فوراً ترک کرنے کی تلقین اور قضائے حاجات کے لئے اعمال مجربہ کی تعلیم ۵۵۷

وظائف واعمال کے اثر کرنے میں تین شرائط ضروری ہیں۔ ۵۵۸

مصنف علیہ الرحمہ کے یہاں کی جملہ اجازات و وظائف واعمال وتعویذات میں نماز پابندی سے باجماعت مسجد میں ادا کرنے کی شرط ہے۔ ۵۵۸

تاوان کا روپیہ جمع کرنا کیسا ہے۔ ۵۵۸

بلا ضرورتِ شرعیہ ومجبوری صادق سودی روپیہ قرض لینا حرام اور شدید گناہ کبیرہ ہے۔ ۵۵۹

عقد فاسد سے حاصل شدہ روپیہ خبیث ہے اسے واپس دینا اور عقد کو فسخ کرنا واجب ہے ۵۵۹

جو روپیہ عقد فاسد سے حاصل ہوا اس کو امور خیر یا اپنے کسی مصرف میں خرچ نہیں کرسکتا۔ ۵۵۹

www.alahazratnetwork.org

قرض کی ادائیگی ناپاک روپے سے کی تو قرض دہندہ کے لئے وہ روپیہ پاک رہا یا نہیں۔ ۵۵۹
ناپاک روپیہ دو قسم پر ہے۔ ۵۵۹
چندہ دے کر واپس لیا اس میں ایک روپیہ زائد آگیا اس کو کھا لیا ہے اب کیا حکم ہے۔ ۵۶۰
مجلس میلاد مبارک اعظم مندوبات سے ہے جبکہ بروجہ صحیح ہو۔ ۵۶۰
جو قوالی یہاں رائج ہے ناجائز ہے۔ ۵۶۰
وعدہ خلافی پر قرآنی وعید۔ ۵۶۰
تائبہ رنڈی کا ناجائز کمائی سے بنوایا ہوا مکان اس کو جائز ہے یا ناجائز۔ ۵۶۰
ناپاک مال کو پاک کرنے کا حیلہ ۵۶۱
حق موروثی قابلِ بیع نہیں، نہ اس پر کچھ لے سکتا ہے۔ ۵۶۲
جس کو قانون نے حق موروثی ٹھہرایا ہے وہ کوئی شرعی حق نہیں۔ ۵۶۲
بت پر چڑھاوا چڑھانا کفر ہے۔ ۵۶۲
اولیاء کرام کو ایصالِ ثواب طریقِ اسلام ہے۔ ۵۶۲
بت کا چڑھاوا پجاری سے مفت یا شراءً ملے تو اس کا لینا کیسا ہے۔ ۵۶۲
مشرکوں سے ہدیہ قبول نہیں کرنا چاہئے۔ ۵۶۲
مزاراتِ طیبہ پر جو کچھ بطورِ ایصالِ ثواب پیش کیا جاتا ہے اسے خدام سے بطورِ ہدیہ و شراء لینا جائز ہے۔ ۵۶۳
چندہ کا روپیہ چندہ دینے والوں کی ملک رہتا ہے ۵۶۳

جس کام کے لئے چندہ دیا گیا ہے اگر اس میں صرف نہ ہو تو اس کے لئے حکم شرعی کی تفصیل۔ ۵۶۳
وظیفہ مقرر ہونے کے باوجود قاضیوں کا لوگوں سے زبردستی یا گڑگڑا کر کچھ لینا کیسا ہے۔ ۵۶۴
گورنمنٹ کی طرف سے محکمہ آبکاری میں ملازمت کرنا جائز ہے یا نہیں۔ ۵۶۵
شراب بنانا، بنوانا، بیچنا، بکوانا اور ہر طرح کا تعاون حرام ہے اور ایسے کام میں نوکری ناجائز ہے۔ ۵۶۵
ایک عورت پر جن آتا ہے جس کو وہ علانیہ دیکھتی ہے اور وہ عورت کو روپے نوٹ وغیرہ دے جاتا ہے وہ عورت اُن نوٹوں کا کیا کرے۔ ۵۶۶
درخت تاڑ سے تاڑی نکال کر فروخت اور اس کی قیمت لینا ممنوع ہے۔ ۵۶۷
درزی لوگوں کے کپڑے سے تھوڑا سا بچا کر ٹوپیاں بنالیں تو ان کا خریدنا معصیت و حرام ہے۔ ۵۶۷
بیاج (سود) کو جائز کر لینے کا حیلہ کرنا مسلمان کی شان نہیں البتہ بیاج سے نجات حاصل کرنے کا حیلہ خود محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا ہے۔ ۵۶۸
حاکم نے اپنے محکوم سے قرض لیا، اس پر سود دیا یا اپنے مطالبات سے کچھ چھوڑ دیا تو اس میں کیا حکم ہے۔ ۵۶۸
حرام سے جتنا بچ سکے بچنا لازم ہے۔ ۵۶۹

بحالتِ اکراہ شرعی جس فعل ناجائز کی رخصت دی جاتی ہے رخصت دیں گے۔ ۵۶۹

تخویف واقعی کا اعتبار ہے نہ کہ نری دھمکی کا۔ ۵۶۹

امام نے ایک رنڈی کی نماز جنازہ پڑھا دی اور ان کا دیا ہوا نذرانہ قبول کیا اس پر کیا حکم ہوگا۔ ۵۷۰

جتنا واجبی خرچہ ہے مدعا علیہ جھوٹے مدعی سے لے سکتا ہے سچے مدعی سے لینا حرام ہے اور مدعی سچا ہو یا جھوٹا مدعا علیہ سے نہیں لے سکتا۔ ۵۷۱

بھنگی مسلمان ہوا مگر پیشہ ترک نہیں کیا اسکے ہاں دعوت پر جا کر کھانا شرعاً کیسا ہے۔ ۵۷۱

پنڈت کو جو اناج پن میں ملتا ہے وہ جمع کرکے بازار کے بھاؤ سے کم پر فروخت کر دیتا ہے اس کا خریدنا جائز اور اس پر نیاز شریف بھی مباح ہے ۵۷۳

روپے کا نوٹ پندرہ آنے کو بیچنا خریدنا مطلقاً جائز ہے۔ ۵۷۳

افیون کی تجارت اور خرید و فروخت کے بارے میں حکم شرعی۔ ۵۷۳

رشوت میں حاصل شدہ مال واپس کرنا یا معاف کرانا از قبیل محال ہو گیا ہو تو برات و توبہ کی کیا صورت ہوگی اور مال کس مصرف میں صرف کیا جائے۔ ۵۷۴

ایک گاڑی جانور کے بجائے انسان کھینچتا ہے مناسب معاوضہ کے بدلے اس پر سواری جائز ہے۔ ۵۷۵

حلال گوشت میں حرام ملا ہوا ہو تو اس کو خریدنا مطلقاً حرام، اگر تمیز ہو کہ یہ ٹکڑا حلال ہے اور یہ حرام ہے تو صرف حلال کو خریدنا جائز ہے۔ ۵۷۶

بازاری عورت کے ہاتھ قیمتاً چیزیں فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں۔ ۵۷۶

جس چیز سے لعینہٖ اقامت معصیت ہو اس کا بیچنا جائز نہیں جیسے مزامیر۔ ۵۷۶

ایک قوم کھتری سے متعلق استفتاء۔ ۵۷۶

درہم کی مقدار ۵۷۸

سود لینے اور دینے والے کی مذمت حدیث سے۔ ۵۷۸

عورتوں کا بے پردہ پھرنا حرام اور ان کے شوہر اگر اس پر راضی ہیں تو دیوث ہیں۔ ۵۷۸

حسد کار شیطان ہے۔ ۵۷۹

جس رسم میں خود کوئی شرعی برائی نہ ہو اس میں قوم کی موافقت کا حکم ہے۔ ۵۷۹

حرام روپیہ کا مصرف اور اس کے پاک ہو جانے کی صورت۔ ۵۸۰

طرفین سے شرط لگانا کیسا ہے اور اس میں جو مال جیتا اس کا کھانا کیسا ہے۔ ۵۸۰

چونگی کی نوکری جائز ہے۔ ۵۸۱

نوکر کا خلاف قرارداد کرنا غدر ہے اور غدر مطلقاً حرام۔ ۵۸۱

کسی قانونی جرم کا ارتکاب کرکے اپنے آپ کو بلاوجہ ذلت وبلا کے لئے پیش کرنا شرعاً جرم ہے۔ ۵۸۱

طوائف نے حرام کمائی سے مکان خرید کر اس کی آمدنی مسجد کے نام لگادی کیا اس کو مسجد کے اخراجات میں صرف کرنا جائز ہے۔ ٥٨١
ایک مکان اہل محلہ مسجد کی آمدنی کے لئے خریدنا چاہتے ہیں ایک شخص اس میں حارج ہے وہ خود خریدار ہے اس پر کیا حکم ہے اور مالک مکان کیا کرے۔ ٥٨٢
ناچنے گانے کا پیشہ ملعون اور حرام قطعی ہے اسکو حلال جاننا کفر ہے، اس سے حاصل ہونیوالا مال حرام ہے۔ ٥٨٣
بزرگان طریقت شیطان خصلت نہیں ہوتے۔ ٥٨٣
دوران عدت نکاح ہوا، گواہوں کو جو روپے ملے وہ مسجد میں لگانا چاہتے ہیں، لئے جائیں یا نہیں۔ ٥٨٣
کس کس ضرورت سے سودی قرض لینے کی اجازت ہے۔ ٥٨٤
عالم صاحب کو کھانا کھلانے اور فاتحہ دلانے کیلئے بلایا واپسی پر کچھ ہدیہ دیا تو یہ لینا دینا کیسا ہے ٥٨٤
ایام موت کی دعوت قبول نہ کی جائے۔ ٥٨٥
قرض حسنہ دے کر مانگنے کی ممانعت نہیں، ہاں مانگنے میں بیجا سختی نہ کرے۔ ٥٨٥
نادار مدیون کو قرض حسنہ کی صورت میں مہلت دینا فرض ہے۔ ٥٨٦
جو نوید یا نیوتا دیا جاتا ہے وہ قرض ہے اسکا ادا کرنا لازم ہے، اگر رہ گیا تو مطالبہ رہے گا۔ ٥٨٦
بغیر اجازت مالک درخت سے مسواک کاٹنا، مٹی کا ڈھیلا لینا، چھپر سے تنکا کھینچنا کیسا ہے۔ ٥٨٧
جس کے پاس سودی کے ساتھ جائز آمدنی بھی ہے اس کے ہاں کھانا کیسا ہے۔ ٥٨٧
چوری کا مال خود کھانا اور دوسروں کو کھلانا دونوں حرام ہیں۔ ٥٨٧
مہاجن سے تجارت کے لئے سودی قرضہ لینا اور اس سے تجارت کرنا جائز ہے یا نہیں، اور اس کا نفع کیسا ہے۔ ٥٨٧
سود کھانے، کھلانے اور تعاون کرنیوالوں پر لعنت۔ ٥٨٧
طوائف کی ناجائز آمدنی اور جائیداد کا مصرف کیا ہو سکتا ہے، اس کے لئے وہ کس صورت میں جائز ہو سکتی ہے۔ ٥٨٨
طوائف کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کرنا یا جائز شئی کو کرایہ پر دینا جائز ہے مگر اس کے زر حرام سے اجرت یا قیمت میں لینا حرام ہے ٥٨٩
طوائف کے کسب سے خرید کردہ جائیداد کی آمدنی کو مصارف مسجد و مدرسہ میں خرچ کرنا کیسا ہے۔ ٥٨٩
چندہ کا اختیار چندہ دہندوں کو ہے جو یہ کہیں کہ ہمارا چندہ مساوی طور پر تمام مساجد میں تقسیم کیا جائے وہ مساوی تقسیم کیا جائے، اور جو یہ کہیں کہ بعض مساجد کو دیا جائے وہ بعض کو دیا جائے۔ ٥٩٠

طوائفیں کہتی ہیں کہ ہم نے کسب کے دام بدل کر مٹھائی خریدی ہے تو اس پر فاتحہ وغیرہ سب جائز ہے۔ ۵۹۰
عشرۂ محرم میں تخت بنانا بے معنی اور فضول بات ہے، اس کے لئے چندہ لینا دینا ناجائز ہے۔ ۵۹۱
کافر اصلی کی نوکری جس میں کوئی غیر شرعی کام نہ کرنا پڑے جائز ہے۔ ۵۹۱
دنیوی معاملہ پر کافر اصلی سے بات چیت کرنا اور کچھ دیر اس کے پاس بیٹھنا منع نہیں، نہ ہی اس سے کفر وفسق لازم آتا ہے۔ ۵۹۱
مرتد کی نوکری، اس سے بات چیت اور اس کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا منع ہے۔ ۵۹۱
کافر کے عقیدۂ کفر پر مطلع ہو کر اس کے کفر میں شک کرنے والا کافر ہو جائے گا۔ ۵۹۲
بغیر ثبوت وجہ کفر کے مسلمان کو کافر کہنا سخت گناہ ہے بلکہ یہ کہنا اسی کہنے والے پر پلٹ آتا ہے۔ ۵۹۲
زنا کی کمائی مثل مغصوب حرام ہے، فرض ہے کہ تمام فقراء پر تصدق کر دے تب ہی اس کی توبہ مکمل ہوگی۔ ۵۹۲
مسئلہ کی تائید میں حوالہ جات ۵۹۲
مال حرام سے بچنے اور اس سے سبکدوش ہونے کا طریقہ۔ ۵۹۲
جان کے بیمہ کی صورت ۵۹۴
جس کمپنی سے بیمہ کا معاملہ کیا گیا ہے اگر اس میں کوئی مسلمان شریک ہے تو یہ حرام قطعی ہے۔ ۵۹۵
بیمہ قمار یعنی جوا ہے۔ ۵۹۵
غیر مسلم کا مال اس کی خوشی سے بلا غدر ملے تو حلال ہے۔ ۵۹۵
سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مشرکین قریش کے ساتھ شرط لگائی اور جیتی۔ ۵۹۵
جیلوں میں قیدیوں سے جو اشیاء تیار کرائی جاتی ہیں ان کا خریدنا اور استعمال کرنا کیسا ہے۔ ۵۹۶
رشوت کی تعریف اور اس کا حکم ۵۹۷
تسبیح لکڑی کی ہو یا پتھر کی جائز ہے، مگر بیش قیمت ہونا مکروہ اور سونے چاندی کی حرام ہے۔ ۵۹۷
خطبۂ جمعہ کے وقت سلام وکلام مطلقاً حرام ہے۔ ۵۹۷
کافروں کی فوج میں نوکری جائز ہے یا نہیں۔ ۵۹۷
ذمی پر ظلم مسلمان پر ظلم سے اشد ہے۔ ۵۹۷
حدیث سے تائید۔ ۵۹۷
قادیانی مرتد ہیں ان کے ساتھ خرید وفروخت اور بات چیت کی اجازت نہیں۔ ۵۹۸
حج کو جانے کے لئے مسلمان کمپنی کے ہوتے ہوئے انگریز کمپنی جو کہ سودی معاملہ کرتی ہے کے ذریعے سفر کرنا کیسا ہے۔ اس سے متعلق چند سوالات پر مشتمل استفتاء۔ ۵۹۸
افیون کی تجارت دوا کے لئے جائز اور افیونی کے ہاتھ

www.alahazratnetwork.org

بیچنا ناجائز ہے۔	۶۰۱
زندگی کا بیمہ جائز ہے یا نہیں۔	۶۰۱
بیمۂ زندگی کی صورت	۶۰۱
بیمۂ زندگی کا حکمِ شرعی۔	۶۰۱
○ رسالہ خیر الآمال فی حکم الکسب والسوال۔	
(روپیہ کمانا کسب فرض، کسب مستحب، کسب مکروہ، کسب حرام اور سوال کرنا کسب جائز اور کسب ناجائز ہے)	
کسب کے لئے ایک مبدأ ہے یعنی وہ ذریعہ جس سے مال حاصل کیا جائے اور ایک غایت ہے یعنی وہ غرض کہ تحصیلِ مال سے مقصود ہو۔	۶۰۳
کسب کے مبدأ و غایت دونوں میں احکام پنجگانہ جاری، اور دونوں کے اعتبار سے کسب پر احکام مختلف طاری ہیں۔	۶۰۳
نفسِ کسب بے لحاظ مبادی و غایات کوئی حکم خاص نہیں رکھتا۔	۶۰۴
ذرائع کسب میں حرام کی مثالیں۔	۶۰۴
اذانِ جمعہ کے وقت تجارت مکروہ تحریمی ہے۔	۶۰۴
کسب مکروہِ تحریمہ پر حرمت کا اطلاق صحیح ہے۔	۶۰۴
دوسرے کے سودے پر سودا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔	۶۰۵
بیع مَن یزید جائز ہے۔	۶۰۵
تلقی جلب اور شہری کا دیہاتی کے لئے بیع کرنا مکروہ تحریمی ہے۔	۶۰۵
تحریمی وضع کے جوتے یا کپڑے سینا مکروہ تحریمی ہے۔	۶۰۵
تانبے اور پیتل وغیرہ کے زیور فروخت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔	۶۰۵
ذرائع کسب میں اسائت کی مثالیں۔	۶۰۵
اسائت کا حاصل مکروہ تنزیہی سے بڑھ کر ہے اور مکروہِ تحریمی سے کمتر ہے۔	۶۰۵
جانبِ فعل میں ہر مرتبۂ طلب کے مقابل جانب ترک میں ایک مرتبۂ نہی ضرور ہے۔	۶۰۶
فرض کے مقابل حرام، واجب کے مقابل مکروہ تحریمی، مندوب کے مقابل مکروہ تنزیہی اور سنت کے مقابل اسائت ہے۔	۶۰۶
سنت کا رتبہ مندوب سے برتر اور واجب سے کمتر ہے۔	۶۰۶
ظہر، مغرب اور عشاء کے فرض پڑھ کر سنتوں سے پہلے بیع و شراء کا حکم شرعی۔	۶۰۷
طلوعِ فجر کے بعد نمازِ فجر سے پہلے خرید و فروخت کیسی ہے۔	۶۰۷
ذرائع کسب میں مکروہِ تنزیہی کی مثالیں۔	۶۰۷
ذرائع کسب میں مباح کی مثالیں۔	۶۰۸
ذرائع کسب میں مستحب کی مثالیں۔	۶۰۸
خدمتِ اولیاء و علماء کی نوکری مستحب ہے۔	۶۰۸
گھاٹ، چونگی یا بندوبست کی نوکری کسب مستحب ہے۔	۶۰۸
ذرائع کسب میں سنت کی مثالیں۔	۶۰۸

www.alahazratnetwork.org

ہدیۂ احباب قبول کرنا اور عوض دینا سُنّت ہے ۶۰۸

افضل و اعلیٰ کسب مسنون سلطانِ اسلام کے زیرِ نشان جہادِ شرعی ہے۔ ۶۰۹

جہاد کی فضیلت و اہمیت ۶۰۹

انواعِ کسب میں بہترین جہاد، پھر تجارت، پھر کاشتکاری، پھر صنعت ہے۔ ۶۱۰

ذرائعِ کسب میں واجب و فرض کی مثالیں۔

عطیۂ والدین قبول کرنا کسبِ واجب اور کسبِ فرض ہے۔ ۶۱۰

عہدۂ قضاء قبول کرنا کسبِ فرض، کسبِ مکروہ اور کسبِ حرام ہے۔ ۶۱۰

غایاتِ کسب میں فرض کی مثالیں۔ ۶۱۰

کس قدر خورد و نوش اور لباس فرض ہے۔ ۶۱۰

کفایتِ اہل و عیال اور ادائے دیون و نفقاتِ مفروضہ فرض ہے۔ ۶۱۱

قرض سے بری الذمہ ہونا فرض ہے۔ ۶۱۱

مقدمۂ فرض بھی فرض ہوتا ہے۔ ۶۱۱

زوجہ کا کفن دفن شوہر پر فرض ہے۔ ۶۱۱

عزیز و اقارب کا کفن دفن کسبِ فرض ہے۔ ۶۱۱

ہر مسلمان کا کفن دفن مسلمانوں پر فرضِ کفایہ ہے اور جب ایک شخص میں منحصر ہو جائے تو فرضِ عین ہو جاتا ہے۔ ۶۱۱

غایاتِ کسب میں واجب کی مثالیں۔ ۶۱۱

کس قدر کھانا پینا اور لباس واجب ہے۔ ۶۱۱

غایاتِ کسب میں سُنّت کی مثالیں۔ ۶۱۲

غایاتِ کسب میں مستحب کی مثالیں۔ ۶۱۲

غایاتِ کسب میں مباح کی مثالیں۔ ۶۱۳

غایاتِ کسب میں مکروہِ تنزیہی کی مثالیں۔ ۶۱۳

غایاتِ کسب میں اسارت کی مثالیں۔ ۶۱۳

غایاتِ کسب میں مکروہِ تحریمی کی مثالیں۔ ۶۱۴

غایاتِ کسب میں حرام کی مثالیں۔ ۶۱۶

احکامِ کسب ۶۱۶

فرض و واجب میں طلب جازم اور سنت و مستحب میں غیر جازم ہے۔ ۶۱۷

مکروہ تنزیہی سے نہی ارشادی اور مکروہ تحریمی حرام سے حتمی ہے۔ ۶۱۷

مباح نہی و طلب دونوں سے خالی ہے۔ ۶۱۷

کسب و غرض دونوں اقسامِ تسعہ سے ایک ہی قسم کے ہوں تو کسب پر بھی وہی حکم ہوگا اور اگر مختلف اقسام سے ہوں تو پھر تین صورتیں ہیں۔ ۶۱۷

حرام کا ترک فرض اور فرض کا ترک حرام ہے۔ ۶۱۸

بعض فرض بعض دیگر سے اعظم و آکد ہوتے ہیں اور بعض حرام، بعض دیگر سے اشنع و اشد ہوتے ہیں۔ ۶۱۸

شرع میں مامورات کی بنسبت منہیات کا اعتناء شدید تر ہے۔ ۶۱۸

جب طلب و نہی میں سب وجوہ سے تساوی قوت ثابت ہو تو حکم کسب میں جانب نہی کو ترجیح ہوگی اور اگر دونوں کی قوت کم و بیش ہو

تو اقوی کا اتباع ہوگا۔ ٦١٨
خوک و خمر کی حرمت مال غیر بے اذنِ غیر لینے کی حرمت سے زائد ہے اور سدِ رمق و دفع جوع قاتل و عطش مہلک کی فرضیت ان سب سے اقوی ہے لہذا حالتِ مخمصہ میں ان اشیاء کا تناول اسی قدر جس سے ہلاکت دفع ہو لازم ہوا۔ ٦١٩
اگر مضطر کچھ نہیں پاتا مگر یہ کہ کسی انسان کا ہاتھ کاٹ کر کھائے تو حلال نہیں اگرچہ اس شخص نے اجازت بھی دی ہو کہ حرمت انسان اس فرض یعنی دفع ہلاک سے اقوی ہے۔ ٦١٩
احکام کسب سے متعلق تحقیق جمیل و ضبط جلیل پر مشتمل تقریر منیر مصنف علیہ الرحمۃ کی اس تحریر کے غیر میں نہ ملے گی۔ ٦١٩
مسئلہ سوال کے حکم کی وضاحت ٦١٩
غرض ضروری نہ ہو یا ضروری ہو مگر بغیر سوال کے کسی طریقہ حلال سے دفع ہو سکتی ہے تو سوال کرنا حرام ہے۔ ٦١٩
جسے سوال کرنا حرام ہو اس کو دینا بھی ناجائز کہ یہ کسبِ حرام کا مؤید ہوتا ہے۔ ٦٢٠
سوال حلال ہونے کی صورتیں ٦٢٠

ضمیمہ کسب و حصول مال

کسی عورت سے معمولی خدمت لینا جائز ہے ٩٥
تھیٹر کا روپیہ کہ تماشہ کی اجرت ہے قطعی حرام ہے۔ ١٠٦
بزرگانِ دین کی نذر و نیاز کے لئے ہندوؤں کی بنائی ہوئی شیرینی خریدنا کیسا ہے۔ ١١٥
مزدور اوقاتِ مزدوری میں نفل نماز ادا نہ کرے۔ ١٢٥
مغنیات کی بیع و شرار ممنوع ہے۔ ٢٩٣
علماء اور نعت خوانوں کی نقدی وغیرہ میں جو خدمت کی جاتی ہے اس کی تین صورتیں ہیں۔ ٣٨٠
اردو اخبارات ردی میں فروخت کر دینا کیسا ہے۔ ٤٠٠
اذانِ جمعہ کے وقت تجارت مکروہ تحریمی ہے ٦٠٤
دوسرے کے سودے پر سودا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ ٦٠٥
بیع من یزید جائز ہے۔ ٦٠٥
تلقی جلب اور شہری کا دیہاتی کے لئے بیع کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ ٦٠٥
نیچری وضع کے جوتے یا کپڑے سینا مکروہ تحریمی ہے۔ ٦٠٥
تانبے اور پیتل وغیرہ کے زیور فروخت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ ٦٠٥
ظہر، مغرب اور عشاء کے فرض پڑھ کر سنتوں سے

www.alahazratnetwork.org

پہلے بیع وشراء کا حکم شرعی۔ ۶۰۷
طلوع فجر کے بعد نماز فجر سے پہلے خرید وفروخت کیسی ہے۔ ۶۰۷
خدمت اولیاء وعلماء کی نوکری مستحب ہے۔ ۶۰۸
گھاٹ، چونگی یا بندوبست کی نوکری کب مستحب ہے۔ ۶۰۸
ہدیۂ احباب قبول کرنا اور عوض دینا سنت ہے۔ ۶۰۸
عطیۂ والدین قبول کرنا کب واجب اور کب فرض ہے۔ ۶۱۰
مجلس خوانی خصوصاً راگ سے پڑھنے کی اُجرت ناجائز وحرام ہے۔ ۶۲۲
طاعت وعبادت پر فیس لینا حرام ہے۔ ۶۲۲
شعر خوانی وزمزمہ سنجی کی فیس لینا محض حرام ہے۔ ۶۲۲

علم و تعلیم

(عالم، متعلم، مفتی، واعظ، افتاء، کتابت، تقلید، علوم وفنون، تعلیم گاہ) ۶۲۳
حدیث "طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ" میں کون سا علم مراد ہے۔ ۶۲۳
کون سے علوم کا سیکھنا فرض عین ہے۔ ۶۲۳
کچھ علوم فرض کفایہ یا واجب یا سنت یا مستحب ہیں۔ ۶۲۶
فضیلت وترغیب والے علوم کا ضابطہ۔ ۶۲۶
علماء وارثِ انبیاء ہیں۔ ۶۲۶
جو علم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے ترکہ میں چھوڑا وہ محمود ہے ورنہ مذموم وبد یا لغو وفضول یا دنیا کا کام ہے۔ ۶۲۷
عالم ومولوی کہلانے کا مستحق کون ہے۔ ۶۲۷
فلسفی ونجومی عالم کہلانے کے مستحق نہیں۔ ۶۲۷
اگر کوئی شخص علماء شہر کے لئے وصیت کر جائے تو کون سے علماء اس میں داخل اور کون سے خارج ہوں گے۔ ۶۲۸
مصداق فضائل صرف علوم دینیہ ہیں۔ ۶۲۸
جو فنون علوم دینیہ کے لئے آلات ووسائل ہیں وہ بھی موردِ فضائل ہیں۔ ۶۲۸
علم وہ ہے جو مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترکہ ہے نہ کہ وہ جو کفار یونان کا پس خوردہ ہے ۶۲۸
علم تین ہیں، قرآن، حدیث یا وہ چیز جو وجوب عمل میں ان کے ہمسر ہو اور ان کے سوا جو کچھ ہے سب فضول ہے (حدیث) ۶۲۹
حدیث کی تشریح اشعۃ اللمعات کے حوالے سے۔ ۶۳۰
خلاصہ حدیث بزبان امام شافعی علیہ الرحمہ۔ ۶۳۰
تعلیم وتعلم فنون عقلیہ جائز ہے یا نہیں۔ ۶۳۱
نفسِ منطق ایک علم آلی ہے اس کے اصل مسائل سیکھنے میں اصلاً حرج شرعی نہیں۔ ۶۳۱
صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم صرف ونحو، معانی وبیان وغیرہ کے محتاج نہ تھے۔ ۶۳۱
جو کوئی علم منطق سے ناآشنا ہے اس کے علوم ناقابلِ اعتبار وناقابلِ اعتماد ہیں۔ ۶۳۱

www.alahazratnetwork.org

منطق کے مقدمات قواعد اسلامیہ ہیں۔ ٦٣٢
امام غزالی علیہ الرحمہ نے منطق کا نام معیار العلوم رکھا ہے۔ ٦٣٢
علم آلی سے بقدر آلیت اشتغال چاہئے۔ ٦٣٢
بہت سے اجزائے حکمت و فلسفہ شریعت مطہرہ سے مضادت نہیں رکھتے بلکہ ان میں بعض بلاواسطہ اور بعض بالواسطہ امور دینیہ میں نافع و معین ہیں۔ ٦٣٢
علم زیجات و توقیت کے فوائد اور احکام شرع میں ان کے منافع۔ ٦٣٣
علوم عقلیہ کے تعلیم و تعلم کو مطلقاً ناجائز بتانا اور بعض مسائل صحیحہ مفیدہ عقلیہ پر اشتمال کے باعث توضیح تلویح جیسی کتب جلیلہ فقہیہ دینیہ کے پڑھانے سے منع کرنا جہالت شدیدہ و سفاہت بعیدہ ہے۔ ٦٣٤
کفریات فلاسفہ۔ ٦٣٤
علوم عقلیہ و فلسفیہ پڑھنے اور پڑھانے والے کے لئے شرائط۔ ٦٣٥
فلسفہ کی کتب کو درس نظامی میں کیوں شامل کیا گیا۔ ٦٣٦
منطق بلاشبہ مفید و کارآمد اور اکثر جگہ محتاج الیہ۔ ٦٣٦
کسی کام کے نہ کرنے کی قسم کھائی پھر دیکھا کہ اس کا کرنا بہتر ہے تو وہ کام کرلے اور قسم کا کفارہ ادا کرے۔ ٦٣٧
شاگرد کے ذمے استاد کے حقوق کس قدر ہیں، استاد کے احکام کی نافرمانی میں شاگرد کی نسبت کیا حکم ہے، شاگرد بنات کا پردہ استاد سے بعد بلوغ ہونا چاہئے یا قبل بلوغ بھی۔ ٦٣٧
استاد کا حق ماں باپ اور تمام مسلمانوں کے حق سے مقدم ہے۔ ٦٣٨
عالم دین ہر مسلمان کے حق میں عموماً اور استاذ علم دین اپنے شاگرد کے حق میں خصوصاً نائب حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے۔ ٦٣٨
جس سے اس کے استاد کو اذیت پہنچی وہ علم کی برکت سے محروم رہے گا۔ ٦٣٩
تقلید امام دیگر وقت ضرورت صحیحہ چند شرائط کے ساتھ بالاتفاق جائز ہے۔ ٦٤٠
امام شافعی علیہ الرحمہ نے نماز فجر مزار امام اعظم پر پڑھی تو ادباً دعائے قنوت نہ پڑھی۔ ٦٤٠
زن مفقود کو چار سال کے بعد امام مالک علیہ الرحمۃ جو اجازت نکاح دیتے ہیں اس کا مطلب۔ ٦٤١
آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو کا ٹوٹ جانا ائمہ اربعہ میں سے کسی کا مذہب نہیں۔ ٦٤١
حفظ قرآن فرض کفایہ، سنت صحابہ و تابعین اور عمدہ قربات میں سے ہے۔ ٦٤٢
قاری قرآن کے فضائل۔ ٦٤٣
قرآن مجید بھول جانے پر سخت وعیدیں وارد ہیں۔ ٦٤٥
علم دین کس قدر فرض ہے۔ ٦٤٧

www.alahazratnetwork.org

فرض چھوڑ کر نفل میں مشغول ہونے والے کی
مذمت۔ ۶۴۸
عالم یا حافظ کو بلا قصور بدنام کرنے والا اور خود کو
لوگوں کے سامنے عالم اور نیک ظاہر کرنے والا
کیسا ہے۔ ۶۴۸
علماء حق کی تحقیر معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم کی توہین ہے۔ ۶۴۹
تین شخصوں کے حق کو ہلکا نہ جانے گا مگر
کھلا منافق۔ ۶۴۹
بلا وجہ شرعی کسی سنی المذہب کو برا کہنا یا اسکی
تحقیر کرنا جائز نہیں۔ ۶۴۹
مسلمان کی ناحق ایذا خدا اور رسول کی ایذا ہے۔ ۶۴۹
ہر ایک کو برا وہی کہے گا جو خود نہایت برا
اور بدتر ہوگا۔ ۶۴۹
اپنے آپ کو بہتر سمجھنا تکبر ہے اور متکبرین کا
ٹھکانا جہنم ہے۔ ۶۵۰
جس عبارت میں صرف لفظ مکروہ ہو اس سے
کیا ارادہ لیا جائے گا، تحریمی یا تنزیہی۔ ۶۵۰
جو شخص عالم و حافظ ہو کر اپنے لڑکے کو انگریزی
تعلیم دلوائے اور دینی علم سے محروم رکھے اور
اپنی لڑکیوں کے نکاح غیر شرع سے کرے
حشر کے دن اس سے ضرور باز پرس ہوگی۔ ۶۵۱
بوقتِ ضرورت بقدر حاجت تنبیہ، اصلاح
اور نصیحت کے لئے بلا تفریق اجرت و عدمِ اجرت
استاد کا شاگرد کو بدنی سزا دینا جائز ہے مگر
یہ سزا لکڑی کے بجائے ہاتھ سے ہونی چاہئے،
اور ایک وقت میں تین مرتبہ سے زائد پٹائی
نہیں ہونی چاہئے۔ ۶۵۲
عورتوں کو لکھنا سکھانا شرعاً کیسا ہے۔ ۶۵۳
عورتوں کو لکھائی سکھلانے کی ممانعت سے
متعلق احادیثِ کریمہ۔ ۶۵۳
حدیثِ اول ۶۵۴
عبد الوہاب متروک ہے۔ ۶۵۵
حدیث دوم ۶۵۵
حدیث سوم ۶۵۵
جعفر بن نصر ثقہ راویوں سے باطل روایات
نقل کرتا ہے۔ ۶۵۶
حفص قاری حفص بن سلیمان ابو داؤد
قراءۃ کے امام ہیں۔ ۶۵۶
حفص بن غیاث حدیث کے امام، ثقہ، فقیہ اور
حدیث کی چھ کتابوں کے راویوں میں سے ہیں۔ ۶۵۶
لیث صدوق ہے، مسلم و سنن اربعہ اور تعلیقات
بخاری کے رواۃ میں سے ہے۔ ۶۵۶
لیث کی جرح و تعدیل سے متعلق ائمہ حدیث
کے مختلف اقوال۔ ۶۵۷
ابن خراش کے بارے میں ائمہ حدیث
کے اقوال۔ ۶۵۸
احمد بن فرات امام، حافظ، ثقہ، فقیہ اور
حجت ہے۔ ۶۵۸
محمد بن ابراہیم میں توقف پایا جاتا ہے، اسکے

بارے میں اقوالِ ائمہ۔ ۶۵۹
واضح سبب کے بغیر جرح مقبول نہیں۔ ۶۶۰
محدثین جب کہیں "فلان کذاب" تو اس کا کیا مطلب ہوتا ہے۔ ۶۶۰
محمد بن ابراہیم کے فضائل ۶۶۱
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تمام علوم کسی شخصیت میں جمع نہیں ہو سکتے۔ ۶۶۲
امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دیگر ائمہ حدیث واقدی کے مخالف کیوں ہوئے۔ ۶۶۳
عقیل ثقہ، حافظ اور حجت ہے۔ ۶۶۴
ابن مریم ثقہ، ثبت اور فقیہ ہے۔ ۶۶۴
نافع بن یزید ثقہ اور عابد ہے۔ ۶۶۴
معرفت تامہ اور ورع تام کے بغیر اسماء الرجال میں کلام کرنا جائز نہیں۔ ۶۶۴
حدیث ضعیف پر مقامِ احتیاط میں عمل کیا جاتا ہے۔ ۶۶۹
ابراہیم بن مہدی مصیصی کیسا راوی ہے۔ ۶۷۱
بارہا اختلافِ زمانہ سے حکم بدل جاتا ہے اس کی کچھ مثالیں۔ ۶۷۵
قرآن شریف کا ترجمہ اس طرح پر کرنا کہ نیچے ترجمہ میں محذوفات اور مطالب وغیرہ خطوط ہلالی بنا کر لکھ دیے جائیں جائز ہے یا ناجائز۔ ۶۷۸
ایک بدعقیدہ جاہل واعظ کا وعظ سننے سے متعلق استفتاء۔ ۶۷۹
جاہل کا وعظ کہنا حرام اور اس کو سننا بھی حرام ہے۔ ۶۸۵
الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہنا باجماعِ مسلمین جائز و مستحب ہے، اس پر دلائل۔ ۶۸۰
تقویۃ الایمان سخت بددینی و ضلالت کی کتاب ہے۔ ۶۸۰
کس طرح سے استنجا کرنا روزہ کو توڑ دیتا ہے۔ ۶۸۰
عالم دین سنی المذہب جو اپنے شہر کے اہل علم میں اعلم ہو وہ ضرور ان کا حاکم شرعی ہے۔ ۶۸۱
نہی عن المنکر اپنی شرائط کے ساتھ ضرور فرض ہے مگر وہ زجر و توبیخ میں منحصر نہیں۔ ۶۸۱
دعوت کھانی فی نفسہٖ حلال ہے جب تک معلوم و متحقق نہ ہو کہ جو کھانا ہمارے سامنے آیا ہے بعینہٖ حرام ہے۔ ۶۸۱
عوام کو علماء دین کی شان میں حُسنِ ظن و حُسنِ عقیدت لازم ہے۔ ۶۸۱
وہابیوں کے پاس اپنے بچوں کو پڑھانا حرام ہے۔ ۶۸۲
غیر مقلدوں سے مسئلہ دریافت کرنا حماقت ہے۔ ۶۸۲
سخن پروری یعنی دانستہ باطل پر اصرار و مکابرہ ایک کبیرہ، عباراتِ علماء میں کچھ الفاظ اپنی طرف سے الحاق کر کے ان پر افتراء دوسرا کبیرہ، علماء کو اساتذہ کو دھوکا دینا تیسرا کبیرہ ہے۔ ۶۸۲

مسئلہ کی تائید قرآنی آیات سے۔ ۶۸۲
سند علم کوئی چیز نہیں، علم ہونا چاہئے، اور علم الفتوی پڑھنے سے نہیں آتا۔ ۶۸۳
جو علم سے عاری ہو اس کے فتوی پر عمل جائز نہیں۔ ۶۸۳
بغیر علم کے فتوی دینے والے کی مذمت میں احادیث کریمہ۔ ۶۸۴
علی گڑھ یونیورسٹی میں تعلیم وتعلم اور اس کی اعانت سے متعلق چار سوالات پر مشتمل استفتاء۔ ۶۸۴
قرآن مجید بعینہٖ محفوظ ہے اس میں کسی قسم کے دخل بشری سے ایک نقطہ کی کمی بیشی نہیں ہوسکتی۔ ۶۸۵
غیر نبی کسی نبی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ ۶۸۵
عقائد اہل سنت وجماعت کا بیان۔ ۶۸۵
عقائد شیعہ کا بیان ۶۸۵
رنڈی کو قرآن مجید پڑھانا کیسا ہے۔ ۶۸۶
عالم بے عمل اور جاہل باعمل میں سے کون افضل ہے ۶۸۶
جاہل بوجہ جہل اپنی عبادت میں سو گناہ کرلیتا ہے اور ان کو گناہ بھی نہیں سمجھتا۔ ۶۸۷
عالم دین کا ہاتھ رب العزت کے دست قدرت میں ہے۔ ۶۸۷
مسلمان بچیوں کو تعلیم دلوانے کے بارے میں فتوی۔ ۶۸۷
فرض عین کا علم حاصل کرنا فرض عین، فرض کفایہ کا فرض کفایہ، واجب کا واجب اور مستحب کا مستحب ہے۔ ۶۸۷
جو خود صحیح خواں نہ ہو اس کو جائز نہیں کہ اوروں کو پڑھائے۔ ۶۸۸
قرآن مجید کا احترام نہ کرنے والے معلم سے پڑھنا حرام۔ ۶۸۸
جمعہ وعیدین کے خطبہ میں ساتھ ساتھ ترجمہ پڑھنا خلاف سنت ہے۔ ۶۸۸
عالم پر زبانی بیان حکم فرض ہے لکھ کر دینا ضروری نہیں۔ ۶۸۹
لڑکیوں کا غیر مردوں کے سامنے خوش الحانی سے نظم پڑھنا حرام ہے۔ ۶۹۰
بچیوں کو کتابت سکھانا اور عاشقانہ نظمیں پڑھانا ممنوع ہے۔ ۶۹۰
کوئی شخص کہے کہ میں درمختار کو حدیث کے سامنے نہیں مانتا تو اس کا کیا جواب ہے۔ ۶۹۰
جاہل کو عالم مان لینا جہل ہے اور اس کا انجام ضلالت ہے۔ ۶۹۰
لزوم مناظرہ کی شرائط کا ذکر۔ ۶۹۰
علم حدیث، تفسیر، اصول اور فقہ کے بغیر فتوی دینے والا مجرم ہے۔ ۶۹۱
عورتوں کو لکھنا سکھانا منع ہے۔ ۶۹۱
حضرت لقمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکتب میں ایک لڑکی کو تعلیم دلاتے دیکھ کر فرمایا یہ تلوار کس کے لئے صیقل کی جارہی ہے۔ ۶۹۲
غیر مذہب والیوں کی صحبت آگ ہے۔ ۶۹۲
عمران بن حطان رقاشی کا قصہ۔ ۶۹۲

www.alahazratnetwork.org

کافرہ عورت سے مسلمان عورت کو پردہ لازم ہے۔ ۶۹۲
بہشتی زیور وغیرہ جیسی کتابیں پڑھنا پڑھانا حرام ہے۔ ۶۹۲
بے ضرورت محض فخر و حسد کی بناء پر دوسرا مدرسہ قائم کیا ہے تاکہ پہلا بند ہو جائے کیا وہ مسجد ضرار کی طرح ہے۔ ۶۹۳
ایک شخص منکر قیامت وجمعہ ہے تعلیم جدید میں ترقی پسند اور تعلیم دین میں تنزل پسند ہے۔ اس کے قائم کردہ دینی مدرسہ میں تعلیم و تعلم کے بارے میں کیا حکم ہے۔ ۶۹۴
کتب فقہاء کرام کا منکر گمراہ ہے۔ ۶۹۴
حل لواطت کا قائل کافر ہے۔ ۶۹۴
علم نجوم و جفر و طلسم وغیرہ سے متعلق ایک طویل استفتاء۔ ۶۹۵
جفر ایک نہایت نفیس فن اور حضرات اہلبیت علیہم الرضوان کا علم ہے۔ ۶۹۷
کتاب "جفر جامع" میں امام جعفر صادق علیہ الرحمہ نے ماکان ومایکون تحریر فرمادیا۔ ۶۹۸
علم جفر میں لکھی گئی تصانیف اسلاف کا ذکر۔ ۶۹۸
نجوم کے دو ٹکڑے ہیں؛ علم اور فن تاثیر۔ ۶۹۸
علم نجوم سے متعلق قرآن مجید سے استنباط۔ ۶۹۸
نجوم کا فن تاثیر باطل ہے۔ ۶۹۹
حرکات فلکیہ مثل حرکات نبض علامات ہیں۔ ۶۹۹
قرآن مجید سے تائید۔ ۶۹۹
نبض کا اختلاف اعتدال سے طبیعت کے انحراف پر دلیل ہے۔ ۷۰۰
علم تکسیر علم جفر سے جدا دوسرا فن ہے۔ ۷۰۰
طلسم و نیرنجات سراسر ناجائز ہیں۔ ۷۰۰
نیرنج شعبدہ ہے اور شعبدہ حرام ہے۔ ۷۰۰
طلسم تصاویر سے خالی نہیں اور تصویر حرام ہے۔ ۷۰۰
پیر و استاذ علم دین کا مرتبہ ماں باپ سے زیادہ ہے۔ ۷۰۱
والدکی رضامندی کے بغیر دوسرے شہر میں علم دین حاصل کرنے کے لئے جانا جائز ہے یا نہیں۔ ۷۰۲
ماں باپ محتاج ہوں ان کی ہلاکت کا خدشہ ہو تو بیٹے کو سفر پر نہیں جانا چاہیے۔ ۷۰۳
بیٹے کو سفر سے روکنا باپ پر کس صورت میں لازم ہے۔ ۷۰۴
مفاسد کا دفاع مصالح کے حصول سے زیادہ اہم ہے۔ ۷۰۵
علم طب کے استاد اور علم حساب کے استاد میں سے کس کو افضلیت حاصل ہے۔ ۷۰۵
ماں باپ تحصیل علم دین سے منع کریں تو کیا کرنا چاہیے۔ ۷۰۵
تعلیم انگریزی و ہندی مسلمان کو جائز ہے یا نہیں۔ ۷۰۶
فلسفہ قدیمہ وجدیدہ کے خلاف اسلامی عقائد کا بیان۔ ۷۰۶
علوم دینیہ کے بعد علوم آلیہ سیکھنے کی ممانعت نہیں۔ ۷۰۶
نفس زبان سیکھنا کوئی حرج نہیں رکھتا۔ ۷۰۶

www.alahazratnetwork.org

بدمذہب استاد کا صحیح المذہب شاگرد پر کیا حق ہے۔ ۲۰۶
بڑا بھائی والد کے مشابہ ہے۔ ۲۰۷
استاد کا انکار کفرانِ نعمت ہے۔ ۲۰۷
کفرانِ نعمت موجبِ سزا و عقوبت ہے۔ ۲۰۷
علماء و مشائخ پر اعتراض کا عوام کو کوئی حق نہیں پہنچتا۔ ۲۰۸
نذیر احمد کا نہ ترجمۂ قرآن صحیح ہے نہ ایمان، وہ منکرِ خدا تھا۔ ۲۰۸
معلم اپنے احباب کے ساتھ تخت پر بیٹھتا ہے اور شاگرد قرآن مجید لے کر نیچے، تو یہ سب گستاخ ہیں۔ ۲۰۹
قرآن شریف میں عربی عبارات کے نیچے ترجمہ و شانِ نزول و قصص کا لکھنا جائز ہے۔ ۲۰۹
جن فنون و کتب میں انکار وجود آسمان و گردشِ آفتاب وغیرہ کفریات کی تعلیم ہو ان کو پڑھنا حرام ہے۔ ۲۰۹
انگریزی اور جائز فنون نوکری کے لئے پڑھنا جائز ہے۔ ۲۱۰
دیوبندی کا وعظ سننا، اس سے فتوٰی لینا، میل جول رکھنا جائز نہیں۔ ۲۱۰
مسئلہ دریافت کرنے پر عالم کی خفگی کیسی ہے۔ ۲۱۰
عالم کی خفگی پر بددل ہو کر ترکِ عمل کیسا ہے۔ ۲۱۰
عالم کی خطاگیری اور اس پر اعتراض حرام ہے۔ ۲۱۱
جھوٹا مسئلہ بیان کرنا سخت کبیرہ ہے۔ ۲۱۱
جاہل پر سخت حرام ہے کہ فتوٰی دے۔ ۲۱۲
سنّی عالمِ دین کی تعظیم باعثِ اجرِ عظیم و رضائے خدا ہے۔ ۲۱۲
مفتی فتوٰی دینے کا ذمہ دار ہے یا وہ جو اس پر عمل کرے۔ ۲۱۳
کتبِ دینیات کی طالبِ علم کو تعلیم دینے سے کسی مدرس کو منع کرنے والوں کا کیا حکم ہے۔ ۲۱۳
کسی نااہل کو اس کی قابلیت سے باہر علم سکھانا اسے فتنہ میں ڈالنا ہے۔ ۲۱۴
جاہلوں کو حاکمِ شرع بنانا حرام ہے۔ ۲۱۴
ظالموں کی تعظیم حرام ہے۔ ۲۱۴
عالمانِ دین کی اہانت کفر ہے۔ ۲۱۴
عالمِ دین سے بلاوجہ بغض رکھنے میں خوفِ کفر ہے۔ ۲۱۵
علماء کے پیچھے نماز سے منع کرنا اور جاہلوں کو امام بنانا حکمِ شریعت کا بدلنا ہے۔ ۲۱۵
عالم کا یہ کہنا کہ میں نے مسئلہ صحیح بتایا تھا یا غلط مجھ کو یاد نہیں کسی اور سے پوچھ لو، درست ہے یا نہیں۔ ۲۱۵
کسی عالم سے پوچھا کہ آپ مسئلہ صحیح و غلط بھی بیان کرتے ہیں، اس پر اس کا جواب دینا کہ ہاں، درست ہے یا نہیں۔ ۲۱۵
فتوٰی کے لئے سند حاصل کرنا ضروری نہیں

البتہ باقاعدہ تعلیم پانا ضروری ہے۔ ۱۶ء
بے علم فتویٰ دینے والا العنتی ہے۔ ۱۶ء
علمائے دین کی توہین کرنیوالے منافق ہیں۔ ۱۶ء
تفریق جماعت و ترک جماعت دونوں حرام ہیں۔ ۱۷ء
وعظ کہنا عالم کا منصب ہے، جاہل کو وعظ
کہنے کی اجازت نہیں۔ ۱۷ء
کسی نے غلط مسئلہ بیان کیا اور دوسرے نے
بغرض اصلاح سوال کیا تو یہ بیجا نہیں۔ ۱۷ء
علماء و سادات کو رب العزت نے اعزاز و
امتیاز بخشا ہے تو ان کا عام مسلمانوں سے
زیادہ اکرام امر شرع کا امتثال ہے۔ ۱۸ء
حفظ مراتب کو ملحوظ رکھنے سے متعلق احادیث کریمہ ۱۸ء
علماء و سادات کو ممنوع ہے کہ اپنے لئے امتیاز چاہیں ۱۹ء
کسی شخص کا لوگوں سے اپنے لئے طالب قیام
ہونا مکروہ اور لوگوں کا معظم دینی کیلئے قیام مندوب ہے ۱۹ء
کوئی گدھا ہی عزت کی بات قبول نہ کریگا۔ ۲۰ء

ضمیمہ علم و تعلیم

جہاں قرائن ظاہرہ ہوں مجرد عوارض خفیہ قلبیہ کی
بنا پر مادۂ خاصہ میں حکم دینا اساءۃ ظن
بالمسلمین ہے۔ ۱۷۰
فتاویٰ برہنہ معتبر کتابوں میں معدود نہیں۔ ۳۲۱
جو کافی علم نہ رکھتا ہو اسے وعظ کہنا حرام ہے۔ ۳۲۸
روزانہ دو پارے تلاوت کرنا افضل ہے یا
ترجمہ کے ساتھ پارے کا ایک ربع۔ ۳۸۲

قرآن پاک کا کون سا ترجمہ پڑھنا چاہیے۔ ۳۸۲
مرجوح پر فتویٰ کا حکم جہل و خرق اجماع ہے۔ ۴۹۲
ذی علم مسلمان اگر بہ نیت رد نصاریٰ انگریزی پڑھے
تو اجر پائے گا۔ ۵۲۳
حساب، اقلیدس اور جغرافیہ وغیرہ جائز علم
پڑھنے میں حرج نہیں۔ ۵۲۳
جو چیز اپنا دین و علم بقدر فرض سیکھنے میں مانع آئے حرام ہے ۵۲۳
وہ کتابیں جن میں نصاریٰ کے عقائد باطلہ درج
ہیں ان کا پڑھنا روا نہیں۔ ۵۲۳
کتاب و قاری کا نیچے اور کافروں کا پچھوں پر ہونا
سخت بے تعظیمی ہے۔ ۲۴ء
آتے آپ کو بے ضرورت شرعی مولوی صاحب
لکھنا گناہ ہے۔ ۲۶ء
جاہل کو وعظ گوئی گناہ ہے۔ ۲۷ء
بے اصل و باطل روایات کا پڑھنا سننا حرام و گناہ ہے ۲۲ء
بے خواندہ و بے اجازت اساتذہ تفسیر و حدیث
بطور وعظ بیان کرنا اور سننا حرام ہے۔
روایات موضوعہ پڑھنا بھی حرام اور سننا بھی حرام ۲۲ء

مجالس و محافل

(میلاد شریف، گیارھویں شریف، مرثیے، ذکر شہادت وغیرہ)
امردوں سے مجالس میلاد پڑھوانا درست ہے یا نہیں ۲۱ء
وہ کونسی حالتیں ہیں جن کے سبب سے
مولود کا پڑھنا سننا ناجائز ہو جاتا ہے۔ ۲۱ء
عورت کے ساتھ دو اور امرد کے ساتھ
ستر شیطان ہوتے ہیں۔ ۲۱ء

امرد کا حکم مثل عورت کے ہے۔ ص ۲۱
اباحتِ سماع کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ ان میں کوئی امرد نہ ہو۔ ص ۲۲
دس خرابیوں پر مشتمل مجلس میلاد کے بارے میں استفتاء۔ ص ۲۲
اہلِ ہنود میلاد میں چندہ دیں تو لینا چاہئے یا نہیں۔ ص ۲۲
دینی بات میں مشرکوں سے مدد لینا اور دینی کام کا دار و مدار ان کی اجازت پر رکھنا حرام ہے۔ ص ۲۳
حقوقِ عامہ میں دست اندازی ناجائز ہے۔ ص ۲۳
راستہ میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ ص ۲۴
کتاب وقاری کا نیچے اور کافروں کا اونچوں پر ہونا سخت بے تعظیمی ہے۔ ص ۲۴
حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے مسجد نبوی میں منبر بچھایا جاتا۔ ص ۲۴
مجلس خوانی خصوصاً راگ سے پڑھنے کی اُجرت ناجائز و حرام ہے۔ ص ۲۴
ذکرِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اصل عبادات سے ہے۔ ص ۲۴
طاعت و عبادت پر فیس لینا حرام ہے۔ ص ۲۴
شعر خوانی و زمزمہ سنجی کی فیس لینا محض حرام ہے ص ۲۵
فاسق کو امام بنانے والے گنہگار ہیں۔ ص ۲۶
اپنے آپ کو بے ضرورت شرعی مولوی صاحب لکھنا گناہ ہے۔ ص ۲۶
جاہل کو وعظ گوئی گناہ ہے۔ ص ۲۷
جاہل کا پیر بننا حرام و ناجائز ہے۔ ص ۲۸
مشرکوں کی تعریف کرنا اور انھیں مسلمانوں پر ترجیح دینا سخت ناپسندیدہ ہے۔ ص ۲۹
قیام بوقتِ میلاد شریف سنت ہے یا مباح اور اس پر حرف زنی درست ہے یا نہیں۔ ص ۲۹
ذکرِ میلاد شریف کے وقت جیسا کہ آجکل قیام کرتے ہیں جائز ہے یا نہیں۔ ص ۳۰
خوش الحان چھوکروں سے محفل میلاد میں فارسی اردو غزلیں اور اشعار گانے کی طرز پر پڑھوانا ممنوع ہے۔ ص ۳۲
بے اصل و باطل روایات کا پڑھنا سننا حرام و گناہ ہے۔ ص ۳۲
بے خواندہ و بے اجازت اساتذہ تفسیر و حدیث بطور وعظ بیان کرنا اور سننا حرام ہے۔ ص ۳۳
ایسے شخص کو برسر منبر میلاد پڑھنا جو تارکِ صلوٰۃ، شارب خمر، داڑھی کترا اور داڑھی والوں کا مذاق اڑاتا ہو کیسا ہے اور سننے والے گنہگار ہیں یا نہیں۔ ص ۳۳
روایاتِ موضوعہ پڑھنا بھی حرام اور سننا بھی حرام۔ ص ۳۴
لوگوں کو اچھائی کی طرف بلانے والے کا اجر اور برائی کی طرف بلانے والے کا وبال۔ ص ۳۴
ذکر شریف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام باوضو ہونا مستحب ہے اور بے وضو بھی جائز ہے جبکہ استخفاف کی نیت نہ ہو۔ ص ۳۵

www.alahazratnetwork.org

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر وقت ذکرِ الٰہی کرتے تھے۔ ۷۳۵

یہ کلمہ ملعونہ کر داڑھی منڈانے والے رکھانے والوں سے بہتر ہیں کفر ہے۔ ۷۳۶

بے نمازی مسلمان کے گھر میلاد شریف کی مجلس میں شرکت کرنا کیسا ہے۔ ۷۳۶

جس کے بارے میں مشہور ہو کہ وہ حرام کار ہے اس سے میلاد پڑھوانا اور چوکی پر بٹھانا ناجائز ہے ۷۳۷

ہندو میلاد شریف کے چندے میں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہوں یا وہ خود میلاد شریف کرائیں تو جائز ہے یا نہیں۔ ۷۳۷

گیارھویں شریف کرنا اور مجلس مبارک میلاد میں قیام کرنا جائز ہے۔ ۷۳۸

شہدائے کربلا کے فضائل و مناقب اور ذکرِ شہادت جائز ہے جبکہ ماتم کی مجلس نہ بنائی جائے۔ ۷۳۸

بطریقِ روافض واقعاتِ کربلا بیان کرنا اور ذکرِ صحابہ سے بدمذہبی کی دلجوئی کی وجہ سے اعراض کرنا کیسا ہے۔ ۷۳۹

واقعاتِ کربلا بیان کرنے کو امام غزالی وغیرہ اکابر نے کس وجہ سے حرام کہا۔ ۷۴۰

اہلسنت اور روافض کے طریقہ ذکر شہادت میں فرق۔ ۷۴۱

روافض حضرات ابوبکر و عمر و عثمان اولادِ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ذکر کیوں ترک کرتے ہیں جہاں صحابہ کرام کے بارے میں بدگمانی پھیلائی جائے وہاں ان کے فضائل بیان کرنا واجب بلکہ اہم فرائض ہے۔ ۷۴۱

مجلس میلاد میں شیرینی کی تقسیم سے متعلق سات سوالات پر مشتمل استفتاء۔ ۷۴۳

مجلس میلاد و شب برات میں حلوہ تقسیم کرنا، خوشی منانا، آتشبازی چھوڑنا، دن مقرر کرنا اور قیام کرنا کیسا ہے۔ ۷۴۴

میلاد شریف کی محفل میں لوگوں کا وجد میں آکر ہاتھ پاؤں مارنا کیسا ہے۔ ۷۴۴

وجد کی تین صورتیں ہیں۔ ۷۴۵

مجلس ذکرِ شہادت اور تجدیدِ سرور و غم روا ہے یا نہیں۔ ۷۴۵

فاتحہ گیارھویں شریف میں ایک رباعی پڑھنے اور طریقہ فاتحہ گیارھویں شریف کے بارے میں سوال۔ ۷۴۶

مجلس میلاد شریف میں ذکرِ حضرات حسنین بغیر ذکر فضائلِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کیسا ہے۔ ۷۴۶

جس مجلس کا ممبر بدمذہب کا ہوسکتا ہے اس میں شرکت جائز نہیں۔ ۷۴۷

وعظ کے بعد شیرینی تقسیم کرنا جائز ہے۔ ۷۴۸

محفل مولود شریف اور مجالس خیر میں حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کی تشریف آوری۔ ۷۴۸

مجلس میلاد میں وقت ذکرِ ولادت مقدسہ قیام مستحب و مستحسن ہے۔ ۷۴۹

طوائف کے ہاں مجلس میلاد پڑھنا اور اس کی

حرام آمدنی سے منگائی ہوئی شیرینی پر فاتحہ کرنا کیسا ہے۔ ۵۰ ،
مجلسِ میلاد میں بعد بیان مولود کے ذکر شہادت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور واقعاتِ کربلا پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ ۵۰ ،
محرم میں ذکرِ شہادت ومصائبِ شہداء کر کے سوز خوانی و مرثیہ مصنفہ انیس و دبیر پڑھنا حرام ہے۔ ۵۱ ،
ذکرِ میلاد مبارک بہ تعین ایام و تخصیص ربیع الاوّل یا بہ تقرر یازدہم و دیگر تواریخ اعراس بزرگان یا دوازدہم شریف تک ہر روز مجلس میلاد کرنا اور حاضرین میں مٹھائی یا کھانا تقسیم کرنا کیسا ہے۔ ۵۲ ،
ذکرِ سید المحبوبین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نورِ ایمان وسرورِ جان ہے۔ ۵۲ ،
حضورِ انور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ولادت ربیع الاول میں بروز پیر ہوئی۔ ۵۳ ،
پیر کا روزہ رکھنے کی وجہ۔ ۵۳ ،
اوقاتِ فاضلہ میں تکثیرِ اعمالِ صالحہ مندوب و مطلوب ہے۔ ۵۳ ،
شیرینی کی تقسیم کے فوائد۔ ۵۳ ،
ایک گناہگار سُنّی اپنی نجات کا ذریعہ سمجھ کر مجلسِ میلاد کرے تو اس میں جانا چاہئے یا نہیں۔ ۵۴ ،
جس کو اچھے لوگ اچھا سمجھیں وہ بدباطنوں کے بُرا سمجھنے سے بُرا نہیں ہو جاتا۔ ۵۵ ،
ماہ محرم میں ذکرِ شہادت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں واقعاتِ صحیحہ بیان کرنا۔ ۵۵ ،
قرآن مجید میں تمام ما کان وما یکون کا بیان ہے۔ ۵۵ ،
حدیثوں میں شہادت شریفہ کا صاف ذکر ہے۔ ۵۵ ،
غم پروری ممنوع ہے۔ ۵۵ ،
رافضیوں کی مجلس میں جانا اور مرثیہ سننا حرام۔ ۵۶ ،
روافض کی نیاز نہ لی جائے۔ ۵۶ ،
محرم میں سبز اور سیاہ کپڑے علامتِ سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے۔ ۵۶ ،
مروّج میلاد شریف اور ساداتِ اطہار کی نذر و نیاز جائز ہے، اس میں شرکت ثواب ہے۔ ۵۶ ،
رافضی سے مجلس شریف پڑھوانا حرام ہے۔ ۵۷ ،
مجالس روافض اور ان کی خرافات میں شرکت حرام ہے۔ ۵۷ ،
غوث پاک کو ایصال ثواب کے لئے گیارھویں شریف کی مجلس میں کلمہ، درود اور سورۂ اخلاص کے بعد "یا غوث" کے ساتھ تسبیح پڑھنا جائز ہے۔
وجود افضل وجہِ منع مفضول نہیں ہوتا۔ ۵۸ ،
انبیاء و اولیاء کی ندا ندائے غیر اللہ نہیں بلکہ اللہ ہی کی ندا ہے۔ ۵۸ ،
غیر اللہ کے لئے تواضع کے حرام ہونے کی توجیہ۔ ۵۸ ،
مجلسِ میلاد مبارک سے اہلِ محلہ کو منع کرنا کیسا ہے۔ ۵۸ ،

www.ahlehazratnetwork.org

محفل میلاد شریف و قیام بوقتِ ذکرِ ولادت مبارکہ کیسا ہے، کچھ لوگ اس وجہ سے اس کو ناجائز کہتے ہیں کہ قرونِ ثلٰثہ میں نہ تھا، ثقات علمائے خاص اس بارے میں منع وارد ہے چنانچہ سیرت شامی میں ہے ہذا القیام بدعۃ لا اصل لہا" ان اقوال کا کیا حال ہے ۵۹

اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کے اظہار و بیان اور اپنے فضل و رحمت کے ساتھ مطلقاً خوشی منانے کا حکم دیا ہے۔ ۵۹

ولادتِ صاحبِ لولاک سب نعمتوں کی اصل ہے ۶۰

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خوبیوں کے بیان و اظہار کا حکم نص قطعی سے ہے ۶۰

مجلس و محفلِ میلاد کس کا نام ہے۔ ۶۰

قرون و زمانہ کو حاکم شرعی بنانا درست نہیں ۶۱

نیک عمل کسی وقت میں ہو نیک ہے اور بد کسی وقت ہو برا ہے۔ ۶۱

حدیث "مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً" کی توضیح ۶۱

کونسی بدعت ضلالت ہے، نیز اقسامِ بدعت کا بیان۔ ۶۱

بدعت حسنہ کے مندوب ہونے پر اتفاق ہے ۶۲

میلاد شریف منانا اور اس کے لئے لوگوں کا اجتماع بدعت حسنہ ہے۔ ۶۲

المطلق یجری علی اطلاقہ / العمل بالمطلق یقتضی الاطلاق۔ ۶۳

ذکرِ نبی ذکرِ خدا ہے۔ ۶۳

قیام بوقتِ ذکرِ ولادت کے جواز کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس کے عدمِ جواز کی کوئی دلیل نہیں۔ ۶۴

قیامِ مذکور کے مستحسن ہونے کا ثبوت ۶۴

نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر مسلمانوں کا عین ایمان ہے۔ ۶۴

تعظیم رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بجمیع انواعہ امرِ مستحسن ہے۔ ۶۵

قیام ذکرِ ولادت شریف ہی کے وقت کیوں۔ ۶۵

کسی کام کا کیا جانا جواز کی دلیل ہے اور نہ کیا جانا عدمِ جواز کی دلیل نہیں۔ ۶۶

عبارتِ شامی کا مطلب۔ ۶۶

ہر بدعت مذمومہ نہیں ہوتی۔ ۶۷

ضمیمہ مجالس و محافل

میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شیرینی پر پنج آیت پڑھ کر تقسیم کرنا جائز ہے اور پنج آیت میں شادی و غمی کا تفرقہ اور اسے مجلسِ غم سے مخصوص ماننا باطل و بے اصل ہے۔ ۱۱۸

اصحاب رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کسی مجلس میں جمع ہوتے تو کسی ایک سے قرآنی سورت کی تلاوت کراتے۔ ۱۱۸

مجلس میلاد مبارک میں تلاوت قرآن عظیم ہمیشہ سے معمولِ علماء کرام و بلادِ اسلام ہے۔ ۱۱۹

مجلس میلاد شریف سے روکنا ذکرِ خدا سے روکنا ہے۔ ۱۷۵

کس صورت میں مجلس میلاد شریف سے کسی کو روکنا درست ہے۔ ١٧٥

مجلس میلاد مبارک اعظم مندوبات سے ہے جبکہ بروجہ صحیح ہو۔ ٥٦٠

www.alahazratnetwork.org

فہرست ضمنی مسائل

عقائد و کلام و سیر

آج کل کے روافض اسلام سے خارج ہیں۔ ۱۰۰

نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی توہین کرنیوالوں کو کافر جاننا حق ہے۔ ایسے شخص پر تجدید اسلام اور تجدید نکاح ہرگز لازم نہیں۔ ۱۰۴

مالِ حرام کو صدقہ کرکے امیدِ ثواب رکھنے والا، اس کو قبول کرکے دعا کرنے والا اور آمین کہنے والا کافر ہے۔ ۱۱۲

اللہ تعالٰی کے لئے محبت و عداوت رکھنے والا کامل مومن ہے۔ ۱۷۶

سُنّی لڑکی کا غیر مقلد سے نکاح محض ناجائز ہے ۱۹۱

دو بہنوں کو ایک مرد کے نکاح میں جمع کرنیوالے قاضی اور گواہوں نے اگر حلال جان کر ایسا کیا تو تجدید اسلام و تجدید نکاح کریں۔ ۱۹۲

مدارِ نجات تقوٰی پر ہے نہ محض نسب پر۔ ۲۰۵

شرع مطہر نے متعدد احکام میں فرقِ نسب کو معتبر رکھا ہے۔ ۲۰۵

سلسلہ طاہرہ و ذریّتِ عاطرہ میں انسلاک و انتساب ضرور آخرت میں بھی نافع ہے۔ ۲۰۵

قریش کی خلافت۔ ۲۰۶

امامتِ کبرٰی قریش کے ساتھ مخصوص ہے۔ ۲۰۶

عرب کبھی بحالِ کفر بھی غلام نہ بنائے جائینگے ۲۲۱

مشرکین عرب پر جزیہ نہیں رکھا جائے گا۔ ۲۲۱

عربوں کی زمین پر کبھی خراج نہیں لگایا جائیگا وہ بہر حال عشری ہے۔ ۲۲۱

حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام اور آپ کے اہلبیت سے محبت کرنے والے جنتی ہیں۔ ۲۴۵

جس کی حرمت ضروریاتِ دین سے ہو اس کو حلال جاننے والا کافر ہے۔ ۲۹۶

تعظیم قرآن عظیم ایمانِ مسلم ہے۔ ۳۹۱

ادراک محض باذن اللہ حاصل ہوتا ہے۔ ۴۱۵

ہر شئی کا سبب حقیقی ارادۃ اللہ عزوجل ہے۔ ۴۱۵

تمام حوادث کا سبب حقیقی محض ارادۂ الٰہی ہے دوسری چیز اصلاً نہ مؤثر نہ موقوف علیہ۔ ۴۱۶

واقع میں تمام الفاظ وجملہ اصوات بجائے خود مخلوق ہیں وہ بھی امم مخلوق میں سے ایک امت ہیں جو اپنے رب تعالٰی کی تسبیح کرتے ہیں۔ ۴۲۸

کلماتِ ایمان تسبیحِ رحمٰن کے ساتھ اپنے قائل کے لئے استغفار بھی کرتے ہیں۔ ۴۲۸

کلماتِ کفر اپنے رب کی تسبیح کے ساتھ اپنے قائل پر لعنت بھی کرتے ہیں۔ ۴۲۸

کلام اللہ واحد لا تعدد لہ بحال۔ ۴۴۳

حضرات خلفاء ثلٰثہ کی ثناء، ومحبت اور ادب وعقیدت اہلسنت کے اصول مذہب میں داخل ہے۔ ۴۷۴

کراہت تحریم کا مرتکب گنہگار اور مستحق عذاب ہوتا ہے۔ ۵۰۱

کافر کے لئے رہن کا کاغذ تحریر کرنا مسلمان کو روا ہے یا نہیں۔ ۵۲۳

کفار کے میلہ میں بقصد فروخت اسباب تجارتی جانے کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ ۵۲۳

معابد کفار میں مسلمان کو جانا جائز نہیں کیونکہ وہ مجمع شیاطین ہیں۔ ۵۲۴

ہندوستان عند التحقیق دار الحرب نہیں۔ ۵۲۴

مسلمان دار الحرب میں کیا کچھ برائے فروخت لیجا سکتا ہے۔ ۵۲۴

مسلمان کا کافروں کے محلہ سے گزر ہو تو شتابی کرتا ہوا گزر جائے۔ ۵۲۵

گناہ پر ثواب کی امید زیادہ سخت واشد ہے ۵۲۷

سود کے روپیہ سے جو کار نیک کیا جائے اس میں استحقاق ثواب نہیں۔ ۵۳۱

ایک مسلمان عورت ہندہ بیس سال ایک انگریز کے ساتھ رہی اب تائب ہوئی ہے، کیا اس کا مسلمان ہونا صحیح ہے۔ ۵۳۶

www.alahazratnetwork.org

اہلسنت کے مذہب میں آدمی کسی گناہ کے باعث اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ ۵۳۶

بت پر چڑھاوا چڑھانا کفر ہے۔ ۵۶۲

ناچنے گانے کا پیشہ ملعون اور حرام قطعی ہے اس کو حلال جاننا کفر ہے اس سے حاصل ہونے والا مال حرام ہے۔ ۵۸۳

کافر اصلی کی نوکری جس میں کوئی غیر شرعی کام نہ کرنا پڑے جائز ہے۔ ۵۹۱

دنیوی معاملہ پر کافر اصلی سے بات چیت کرنا اور کچھ دیر اس کے پاس بیٹھنا منع نہیں نہ ہی اس سے کفر وفسق لازم آتا ہے۔ ۵۹۱

مرتد کی نوکری، اس سے بات چیت اور اس کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا منع ہے۔ ۵۹۱

کافر کے عقیدۂ کفر پر مطلع ہو کر اس کے کفر میں شک کرنے والا کافر ہو جائے گا۔ ۵۹۲

بغیر ثبوت وجہ کفر کے مسلمان کو کافر کہنا سخت گناہ ہے بلکہ یہ کہنا اسی کہنے والے پر پلٹ آتا ہے۔ ۵۹۲

غیر مسلم کا مال اس کی خوشی سے بلا غدر ملے تو حلال ہے۔ ۵۹۵

قادیانی مرتد ہیں ان کے ساتھ خرید و فروخت اور بات چیت کی اجازت نہیں۔ ۵۹۸

کفریات فلاسفہ ۶۳۳

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تمام علوم کسی شخصیت میں جمع نہیں ہو سکتے۔ ۶۶۲

اَلصّلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہنا باجماع مسلمین جائز و مستحب ہے اس پر دلائل۔ ۶۸۰

قرآن مجید بعینہٖ محفوظ ہے اس میں کسی قسم کے دخل بشری سے ایک نقطہ کی کمی و بیشی نہیں ہو سکتی۔ ۶۸۵

غیر نبی کسی نبی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ ۶۸۵

عقائد اہل سنت وجماعت کا بیان۔ ۶۸۵

عقائد شیعہ کا بیان ۶۸۵

کتب فقہاء کرام کا منکر گمراہ ہے۔ ۶۹۴

حل لواطت کا قائل کافر ہے۔ ۶۹۴

فلسفہ قدیمہ وجدیدہ کے خلاف اسلام عقائد کا بیان۔ ۷۰۶

جن فنون وکتب میں انکار وجود آسمان وگردش آفتاب وغیرہ کفریات کی تعلیم ہو ان کو پڑھنا

حرام ہے۔ ۷۰۹

عالمان دین کی اہانت کفر ہے۔ ۷۱۲

عالم دین سے بلا وجہ بغض رکھنے میں خوف کفر ہے ۷۱۵

مشرکوں کی تعریف کرنا اور انھیں مسلمانوں پر ترجیح دینا سخت ناپسندیدہ ہے۔ ۷۲۹

یہ کلمہ ملعونہ کہ داڑھی منڈانے والے رکھانے والوں سے بہتر ہیں کفر ہے۔ ۷۳۶

جس مجلس کا ممبر ہر مذہب کا ہو سکتا ہے اس میں شرکت جائز نہیں۔ ۷۴۷

محفل مولود شریف اور مجالس خیر میں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری۔ ۷۴۸

مجلس میلاد میں وقت ذکر ولادت مقدس قیام مستحب و مستحسن ہے۔ ۷۴۹

ذکر سید المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور ایمان و سرور جان ہے۔ ۷۵۲

اوقات فاضلہ میں تکثیر اعمال صالحہ مندوب و مطلوب ہے۔ ۷۵۳

جس کو اچھے لوگ اچھا سمجھیں وہ بدباطنوں کے برا سمجھنے سے برا نہیں ہو جاتا۔ ۷۵۵

انبیاء و اولیاء کی ندا ندائے غیر اللہ نہیں بلکہ اللہ ہی کی ندا ہے۔ ۷۵۸

غیر اللہ کے لئے تواضع کے حرام ہونے کی توجیہ۔ ۷۵۸

فوائد تفسیریہ

آیۂ کریمہ "ولسوف یعطیك ربك فترضٰی" کی تفسیر ۲۴۵

www.alahazratnetwork.org

آیت کریمہ "ومن الناس یشتری لھو الحدیث" کی تفسیر۔ ۲۹۲

"واستفزز من استطعت منھم بصوتک" (الآیۃ) میں آوازِ شیطان سے مراد غناء و مزامیر ہے۔ ۲۹۴

شفاعتِ حسنہ اور شفاعتِ سیئہ سے کیا مراد ہے۔ ۴۰۷

قرآن شریف کا ترجمہ اس طرح پر کرنا نیچے ترجمہ میں محذوفات اور مطالب وغیرہ خطوط ہلالی بنا کر لکھ دیئے جائیں جائز ہے یا ناجائز۔ ۶۷۸

نذیر احمد کا نہ ترجمہ قرآن صحیح ہے نہ ایمان، وہ منکرِ خدا تھا۔ ۷۰۸

فوائد حدیثیہ

حدیث "خیر الذکر الخفی" کا مطلب۔ ۱۶۹

حدیث "من ابطأ بہ عملہ لم یسرع بہ نسبہ" کے معنی۔ ۲۰۵

حدیث شریف "من تشبہ بقوم فھو منھم" کی تشریح و توضیح۔ ۲۲۰

رمل کے بارے میں حدیث رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توضیح و تشریح۔ ۲۴۵

حدیث میں عورتوں کو کانچ کی بوتلوں سے تشبیہ کیوں دی گئی۔ ۲۶۸

روزانہ کنگھی کی ممانعت سے متعلق احادیث کریمہ اور ان کا مطلب۔ ۲۸۵

سیاہ خضاب کو کبوتر کے پوٹے سے حدیث میں کیوں تشبیہ دی گئی۔ ۲۹۲

حدیث مبارک "الحلال بین الخ" کی نفیس تشریح۔ ۵۱۸

عوام میں مشہور ایک غلط حدیث کی نشاندہی ۵۲۹

حدیث میں پچھنے لگانے والے کی کمائی کو حرام کیوں کہا گیا۔ ۵۴۸

حدیث کی تشریح اشعۃ اللمعات کے حوالے سے۔ ۶۳۰

خلاصہ حدیث بزبان امام شافعی علیہ الرحمہ۔ ۶۳۰

حدیث ضعیف پر مقام احتیاط میں عمل کیا جاتا ہے۔ ۶۶۹

www.alahazratnetwork.org

فوائد اصولیہ

"الاصل الطہارۃ" قاعدہ کلیہ ہے۔ ۱۱۵

"الیقین لایزول بالشک" ضابطہ عام ہے۔ ۱۱۶

المرء یقیس علی نفسہ (ہر شخص دوسرے کو اپنی ذات پر قیاس کرتا ہے) ۱۱۶

جواز خصوص کے لئے دلیل خصوص کا ہونا ضروری نہیں۔ ۱۳۲

منع خصوص کے لئے دلیل خصوص کا ہونا ضروری ہے۔ ۱۳۲

جو باتیں اللہ تعالٰی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع نہیں فرمائی کسی اور کو منع کا حق نہیں۔ ۱۳۲

بے منع شرعی ارتکاب ممانعت جہالت وجرأت ہے ۱۳۶

نفس ذکر خدا ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی حد ذاتہٖ اصلاً متعلق نہی وقبح نہیں۔ ۱۶۸

اللہ ورسول کا ذکر اہم واعظم مقاصد شرع مطہر سے ہے ۱۶۸

نہی عارض بوجہ عارض راجع بعارض ہو گی نہ عائد بذکر یا بقید عارض تا عروض عارض مختص باز او مختصہ بعارض۔ ۱۶۹

مجرد اخبار عن الاخبار کوئی شئی نہیں۔ ۱۸۳

تحری قلب باب احتیاط سے ہے۔ ۱۸۳

ایک کا ظن دوسرے کے حق میں کافی نہیں خود اپنے دل کی شہادت چاہئے۔ ۱۸۳

ہر حق سچ ہے مگر ہر سچ حق نہیں۔ ۲۰۳

اول باآخر نسبتے دارد۔ ۲۲۰

حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آیۂ کریمہ الحقنا بھم ذریتھم میں تطبیق۔ ۲۲۷

نفی نفع مطلق اور نفی مطلق نفع میں فرق ہے۔ ۲۲۷

سلب فضل کلی اور سلب کلی فضل میں فرق۔ ۲۲۸

لاطاعة لاحد فی معصیة اللہ تعالیٰ ۲۸۱

صحبت بد زہر قاتل ہے۔ ۲۸۲

بعض لہوہائے ممنوعہ کبیرہ اور بعض ایسے صغیرہ ہوتے ہیں جو اصرار سے کبیرہ ہو جاتے ہیں ۲۹۶

اللھوحقیقة حرام کلھا۔ ۳۱۲

جس کام سے اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منع نہ فرمائیں اس سے منع کرنے کا حق کسی کو نہیں۔ ۳۱۶

ہر انفاق اسراف نہیں۔ ۳۱۷

شرع شریف کا قاعدہ کلیہ ہے جس چیز کو اللہ ورسول اچھا بتائیں وہ اچھی، جس کو برا بتائیں وہ بری ہے، اور جس سے سکوت فرمائیں وہ اباحت اصلیہ پر رہتی ہے۔ ۳۲۰

کسی چیز کو جائز کہنے والا دلیل خاص کا محتاج نہیں بلکہ ناجائز کہنے والا قرآن وحدیث سے دلیل لائے۔ ۳۲۰

کونسی نئی بات کو بدعت کہا جاتا ہے۔ ۳۲۰

بربنائے تشبہ کسی فعل کی ممانعت کا قاعدہ۔ ۳۲۱

منسوخ پر عمل جائز نہیں۔ ۳۲۲

مجمع میں گناہ ہو تو مجمع ہی میں توبہ کی جائے۔ ۳۲۲

تغیر قصد سے تغیر حکم ہو جاتا ہے۔ ۳۲۷

تعظیم اور بے تعظیمی میں بڑا دخل عرف کو ہے ۳۹۱

سبب سے مسبب کا تخلف ہونا باطل ہے۔ ۴۱۹

حکم اپنی علت کے ساتھ دائر ہوتا ہے۔ ۴۳۱

آواز ملاہی کی علت تحریم تشخصات نہیں بلکہ اس کا لھو ہونا ہے۔ ۴۳۱

آواز ملاہی میں خصوصیت صورت آلہ کو دخل نہیں بلکہ یہ آوازیں جس آلہ سے بھی پیدا ہوں گی اپنا رنگ لائیں گی۔ ۴۳۳

جب علت حرمت قطعاً حاصل ہو تو حکم حرمت کیونکر زائل ہو سکتا ہے۔ ۴۳۳

قونو اس حیثیت سے کہ وہ ایک آلہ مطلقہ ہے اس کو حسن یا قبح سے موصوف نہیں کر سکتے بلکہ وہ حسن وقبح، مدح وذم، منع واباحت اور

ثواب وعقاب میں اس چیز کے تابع ہے جو اس سے ادا کی جاتی ہے۔ ۴۵۸
شریعت مطہرہ کا قاعدہ ہے کہ جس چیز سے حرام کو مدد پہنچے اس کو بھی حرام فرما دیتی ہے۔ ۴۶۱
جس چیز کو بنانا ناجائز اس کو خریدنا اور استعمال میں لانا بھی ناجائز ہے اور جس چیز کو خریدنا اور کام میں لانا منع نہ ہوگا اس کو بنانا بھی ناجائز نہ ہوگا۔ ۴۶۴
جو مباح بنیتِ محمودہ کیا جائے وہ شرعاً محمود ہوجاتا ہے۔ ۴۸۳
جو دلالۃ النص سے ثابت ہو وہ اسی طرح ہے جیسے نص سے ثابت ہو۔ ۴۸۳
علماء جب کراہت مطلق بولتے ہیں اس سے مراد کراہت تحریم لیتے ہیں۔ ۵۰۱
اصل حلت ہے۔ ۵۱۵
ہر مکروہ تحریمی صغیرہ گناہ ہے۔ ۵۲۲
ہر صغیرہ اصرار سے کبیرہ ہوجاتا ہے۔ ۵۲۳
ہر ملزوم معصیت معصیت ہوتا ہے۔ ۵۲۶
عرف میں جو کچھ مشہور ہے وہ اس طرح ہے جیسے لفظ سے شرط کر دی جائے۔ ۵۲۷
جس چیز کا لینا حرام ہو اس کا دینا بھی حرام ہوتا ہے۔ ۵۳۰
کب مکروہ تحریمیہ پر حرمت کا اطلاق صحیح ہے ۶۰۳
اسارۃ کا حاصل مکروہ تنزیہی سے بڑھ کر ہے اور مکروہ تحریمی سے کمتر ہے۔ ۶۰۵
جانب فعل میں ہر مرتبہ طلب کے مقابل جانب ترک میں ایک مرتبہ نہی ضرور ہے۔ ۶۰۶
فرض کے مقابل حرام، واجب کے مقابل مکروہ تحریمی، مندوب کے مقابل مکروہ تنزیہی اور سنت کے مقابل اسارت ہے۔ ۶۰۶
سنت کا رتبہ مندوب سے برتر اور واجب سے کمتر ہے۔ ۶۰۶
مقدمۂ فرض بھی فرض ہوتا ہے۔ ۶۱۱
فرض و واجب میں طلب جازم اور سنت و مستحب میں غیر جازم ہے۔ ۶۱۶
مکروہ تنزیہی سے نہی ارشادی اور مکروہ تحریمی حرام سے حتمی ہے۔ ۶۱۷
مباح نہی و طلب دونوں سے خالی ہے۔ ۶۱۷
حرام کا ترک فرض اور فرض کا ترک حرام ہے۔ ۶۱۸
بعض فرض بعض دیگر سے اعظم و آکد ہوتے ہیں اور بعض حرام بعض دیگر سے اشنع و اشد ہوتے ہیں۔ ۶۱۸
شرع میں مامورات کی بہ نسبت منہیات کا اعتناء شدید تر ہے۔ ۶۱۸
منطق کے مقدمات قواعد اسلامیہ ہیں۔ ۶۳۲
علم آلی سے بقدر آلیت اشتغال چاہئے۔ ۶۳۲
بارہا اختلاف زمانہ سے حکم بدل جاتا ہے اسکی کچھ مثالیں۔ ۶۷۵
مفاسد کا دفاع مصالح کے حصول سے زیادہ اہم ہے۔ ۷۰۵

کفرانِ نعمت موجبِ سزا و عقوبت ہے۔ ۷۰۶

وجودِ فضل وجہِ منعِ مفضول نہیں ہوتا۔ ۷۵۸

فوائدِ فقہیہ

زکوٰۃ کا رکن تملیکِ فقیر ہے۔ ۱۰۶

تیجہ اہلِ ثواب میں سے ہے۔ ۱۲۳

پختنی حلوہ شبِ برات کی تخصیص عرفی ہے لازم شرعی نہیں۔ ۱۲۵

احکام غالب حالات پر مبنی ہوا کرتے ہیں نادر و موہوم کا اعتبار نہیں ہوتا۔ ۱۳۰

جن صورتوں میں تملیک نہ پائی جائے ان میں زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔ ۱۳۱

شریعتِ اسلامیہ میں ایصالِ ثواب کی اصل ہے۔ ۱۳۲

صدقاتِ مالیہ کا ثواب باجماعِ ائمہ اہلسنت پہنچتا ہے۔ ۱۳۴

تخصیصاتِ عرفیہ از روئے حدیث جائز ہیں۔

مشترکہ دعوت میں سے اہلِ دعوت کو کھانا جائز ہے۔ ۱۳۶

مسئلۂ جہر مختلف فیہا ہے اور اطلاقاتِ قرآنِ مجید و ارشاداتِ احادیثِ کثیرہ جانبِ جواز و ندب ہیں۔ ۱۶۱

جو امر فی نفسہٖ شرعاً خیر و مندوب ہو اور کراہت مجاورہ مختلف فیہا یا مشکوک ہو اور تجربۃً اس کا ترک منجر بہ منہیاتِ اجماعیہ ہو تو ہرگز اس سے منع نصیحت نہیں بلکہ مقصدِ شرع سے بعید ہے۔ ۱۷۰

ذکرِ الٰہی سے روکنا ہرگز مصلحتِ شرعیہ نہیں۔ ۱۷۱

عوام کو مسجد میں ذکر بالجہر سے منع نہ کیا جائے۔ ۱۷۱

عباراتِ علماء سے واضح ہوگیا کہ ذکرِ جہر میں کراہت بھی ہے تو نہ اس قدر کہ خوبیِ ذکر کی مقاومت کر سکے۔ ۱۷۳

کراہتِ تنزیہیہ کا حاصل خلافِ اولیٰ ہے نہ کہ ممنوع و ناجائز۔ ۱۷۳

اپنے تحفظ کی دعا ہر مخالف کے مقابل جائز ہے ۱۷۶

دعائے شر کافر و بدمذہب پر کی جائے۔ ۱۷۶

سُنّی صحیح العقیدہ کے لئے بد دعا نہ کی جائے چاہے وہ کتنا ہی مخالف ہو۔ ۱۷۷

جس چیز کی تکثیر شارع کو مطلوب ہو اس کی تقلیل چاہنا شارع کی ضد ہے۔ ۱۷۹

ذکر بالجہر حسن شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ ۱۷۹

جہر مفرط کیا ہے۔ جہر مفرط کے ساتھ ذکر کرنا شرعاً کیسا ہے۔ ۱۸۰

حدِ معین ذکرِ جلی کی یہ ہے کہ اتنی آواز سے نہ ہو جس میں اپنے آپ کو ایذا ہو یا کسی نمازی یا مریض یا سوتے کو تکلیف پہنچے۔ ۱۸۲

نکاح پر فسادِ طاری کی خبر کن شرطوں کے ساتھ مقبول ہے۔ ۱۸۳

www.alahazratnetwork.org

تمام کھیل باطل ہیں سوائے تین کہ وہ حق ہیں: (۱) تیر اندازی (۲) اسپ تازی، اور (۳) بازنِ خود بازی۔ ۲۹۷

دنیا کب ملعون ہے۔ ۲۹۷

غرض محمود اور غرض مذموم میں اتفاق کے درمیان بون بعید ہے۔ ۳۱۷

تعزیر بالمال منسوخ ہے۔ ۳۲۲

بعض کتب حنفیہ کی طرف منسوب عبارت کہ "پیشاب سے آیتِ قرآنی لکھنا جائز ہے" کا متعدد وجوہ سے رد اور معترض کی دھوکا دہی کا پردہ چاک۔ ۳۳۰

بوقت قراءت قرآن مجید استماع و خاموشی فرض عین ہے یا فرض کفایہ، ثانی اوسع او اول احوط ہے۔ ۳۵۲

مصنف علیہ الرحمۃ کی تحقیق اور دونوں قولوں میں تطبیق۔ ۳۵۲

فال کیا ہے، یہ جائز ہے یا نہیں۔ ۳۹۷

صحنِ مسجد مسجد ہے، فقہاء اس کو مسجد صیفی کہتے ہیں اور مسقف کو مسجد شتوی۔ ۴۰۶

فونو سے آیت سجدہ سن کر سجدۂ تلاوت کیوں واجب نہیں ہوتا۔ ۴۴۶

طوطی و مینا کو آیتِ سجدہ سکھا دی جائے تو اس کے سننے سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا ۴۴۶

مجنون کی تلاوت پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں۔ ۴۴۶

سوتے میں کسی نے آیتِ سجدہ پڑھی تو کیا سجدۂ تلاوت کا وجوب ہوگا۔ ۴۴۶

صدائے سنائی دینے والی آواز پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا۔ ۴۴۸

وجوبِ سجدۂ تلاوت سماعِ اول پر ہے نہ کہ سماعِ معاد پر۔ ۴۵۲

سماعِ صدا سماعِ معاد ہے۔ ۴۵۲

فونو کی وضع ہی اعادۂ سماع کے لئے ہے۔ ۴۵۲

خصوصاً احتیاط فی الدین کے معاملہ میں۔ ۴۵۵

قطعیات میں شبہہ ملتحق بہ یقین ہے۔ ۴۵۵

اسپرٹ قطعاً شراب ہے اور حرام ہونے کے ساتھ پیشاب کی طرح نجس بھی ہے۔ ۴۵۸

فقہیات میں ظن یقین کے ساتھ ملتحق ہوتا ہے

کوئی فی نفسہ جائز کام کفار سے سیکھنے میں حرج نہیں اگرچہ ان کی ایجاد ہو۔ ۴۵۸

فونو بذاتِ خود معازف و مزامیر سے نہیں۔ ۴۵۸

جو چیز بنانا ناجائز ہو اس کو خریدنا اور استعمال میں لانا بھی ممنوع ہے۔ ۴۶۱

خواجہ سراؤں کا خریدنا اور ان سے کام خدمت لینا شرعاً منع ہے۔ ۴۶۱

بیل اور بکرے کو خصی کرنا جائز نیز گھوڑی سے خچر لینا بھی جائز ہے۔ ۴۶۲

جن کو بھیک مانگنا حرام ہے ان کو بھیک دینا بھی گناہ ہے۔ ۴۶۳

www.alahazratnetwork.org

مہندی کے مستحب اور خضاب کے حرام ہونے کی وجہ۔ ۴۹۹

سیاہ خضاب منہی عنہ ہے۔ ۵۰۰

عامۂ مشائخ کرام وجمہور ائمۂ اعلام کے نزدیک سیاہ خضاب منع ہے۔ ۵۰۰

سیاہ خضاب میں کس قدر مہندی ملانے سے حرمت جاتی رہتی ہے۔ ۵۰۲

کون سا خضاب جائز ومحمود ہے۔ ۵۰۲

اصل خضاب حنا کا ہو اور اس میں کچھ پتیاں نیل کی شریک کر لی جائیں کہ سرخی میں ایک گونہ پختگی آجائے تو جائز ہے۔ ۵۰۵

شراب میں کس قدر نمک ملانے سے سرکہ ہو جاتا ہے اور اس کی حقیقت بدل جاتی ہے۔ ۵۰۵

رنڈی وغیرہ کی ناجائز آمدنی ان کے ہاتھ میں مال مغصوب کا حکم رکھتی ہے۔ ۵۰۷

وہ صورت کہ رنڈی کو ملنے والا مال رشوت قرار پاتا ہے۔ ۵۰۸

ایک صورت میں طوائف کی آمدنی مثل موہوب ہوتی ہے۔ ۵۰۸

ہمارا زمانہ شبہات سے بچنے کا نہیں۔ ۵۱۶

قبولیت شئی اور چیز ہے اور سقوط فرض اور چیز۔ ۵۴۲

مال ربا میں بعد قبضہ عدم ملک نہیں رہتا صرف خبث ملک ہوتا ہے۔ ۵۴۳

خبث ملک فقیر کو تصدق میں لینے سے مانع نہیں۔ ۵۴۴

اموال ضائعہ کا مصرف ۵۴۸

غیر منقسم ہونا صدقہ کو نقصان نہیں دیتا اگرچہ ہبہ کو نقصان دیتا ہے۔ ۵۴۹

مال سود اور مال رشوت وغیرہ کے حکم میں فرق۔ ۵۵۱

مسئلہ استبدال یعنی حرام مال کے عوض کوئی دوسری چیز خریدنا۔ ۵۵۲

زر حرام پر عقد ونقد کے جمع ہونے کی صورت اور اس کا حکم۔ ۵۵۲

مال حرام کے تصدق میں مساکین کا غیر اصول وفروع ہونا شرط نہیں۔ ۵۵۵

ناپاک روپیہ دو قسم پر ہے۔ ۵۵۹

حق موروثی قابل بیع نہیں، نہ اس پر کچھ لے سکتا ہے۔ ۵۶۲

جس کو قانون نے حق موروثی ٹھہرایا ہے وہ کوئی شرعی حق نہیں۔ ۵۶۲

جس چیز سے بعینہٖ اقامت معصیت ہو اس کا بیچنا جائز نہیں جیسے مزامیر۔ ۵۷۶

درہم کی مقدار۔ ۵۷۸

جس رسم میں خود کوئی شرعی برائی نہ ہو اس میں قوم کی موافقت کا حکم ہے۔ ۵۷۹

حرام روپیہ کا مصرف اور اس کے پاک ہو جانے کی صورت۔ ۵۸۰

طرفین سے شرط لگانا کیسا ہے اور اس میں جو مال جیتا اس کا کھانا کیسا ہے۔ ۵۸۰

کس کس ضرورت سے سودی قرض لینے کی

اجازت ہے۔ ۵۸۳
رشوت کی تعریف اور اس کا حکم ۵۹۷
بیمۂ زندگی کی صورت ۶۰۱
کسب کے لئے ایک مبدأ ہے یعنی وہ ذریعہ جس سے مال حاصل کیا جائے اور ایک غایت ہے یعنی وہ غرض کہ تحصیل مال سے مقصود ہو۔ ۶۰۳
کسب کے مبدأ و غایت دونوں میں احکام بنگانہ جاری اور دونوں کے اعتبار سے کسب پر احکام مختلف طاری ہیں۔ ۶۰۳
نفس کسب بے لحاظ مبادی و غایات کوئی حکم خاص نہیں رکھتا۔ ۶۰۳
کس قدر خورد و نوش اور لباس فرض ہے ۶۱۱
کفایت اہل و عیال اور ادائے دیون و نفقات مفروضہ فرض ہے۔ ۶۱۱
قرض سے بری الذمہ ہونا فرض ہے۔ ۶۱۱
کس قدر کھانا پینا اور لباس واجب ہے۔ ۶۱۱
سبب و غرض دونوں اقسام قسمہ سے ایک ہی قسم کے ہوں تو کسب پر بھی وہی حکم ہوگا اور اگر مختلف اقسام سے ہوں تو پھر تین صورتیں ہیں۔ ۶۱۷
جب طلب و نہی میں سب وجوہ سے تساوی قوت ثابت ہو تو حکم کسب میں جانب نہی کو ترجیح ہوگی اور اگر دونوں کی قوت کم و بیش ہو تو اقوی کا اتباع ہوگا۔ ۶۱۸
خوک و خمر کی حرمت مال غیر بے اذن غیر لینے کی حرمت سے زائد ہے اور سد رمق و دفع جوع قاتل و

عطش مہلک کی فرضیت ان سب سے اقوی ہے لہذا حالت مخمصہ میں ان اشیاء کا تناول اسی قدر جس سے ہلاکت دفع ہو لازم ہوا۔ ۶۱۹
اگر مضطر کچھ نہیں پاتا مگر یہ کہ کسی انسان کا ہاتھ کاٹ کر کھائے تو حلال نہیں اگر اس شخص نے اجازت بھی دی ہو کہ حرمت انسان اس فرض یعنی دفع ہلاک سے اقوی ہے۔ ۶۱۹
غرض ضروری نہ ہو یا ضروری ہو مگر بغیر سوال کے کسی طریقہ حلال سے دفع ہو سکتی ہے تو سوال کرنا حرام ہے۔ ۶۱۹
جسے سوال کرنا حرام ہو اس کو دینا بھی ناجائز کہ یہ کسب حرام کا مؤید ہوتا ہے۔ ۶۲۰
سوال حلال ہونے کی صورتیں ۶۲۰
اگر کوئی شخص علمائے شہر کے لئے وصیت کر جائے تو کونسے علماء اس میں داخل اور کون سے خارج ہوں گے۔ ۶۲۸
زن مفقود کو چار سال کے بعد امام مالک علیہ الرحمۃ جو اجازت نکاح دیتے ہیں اس کا مطلب۔ ۶۳۱
آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو کا ٹوٹ جانا ائمہ اربعہ میں سے کسی کا مذہب نہیں۔ ۶۳۱
جس عبارت میں صرف لفظ مکروہ ہو اس سے کیا ارادہ لیا جائے گا تحریم یا تنزیہ۔ ۶۵۰
فرض عین کا علم حاصل کرنا فرض عین، فرض کفایہ کا فرض کفایہ، واجب کا واجب اور مستحب کا مستحب ہے۔ ۶۸۷

سیرت فضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں، نہ اس دن صحتیابی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی ثبوت ہے بلکہ مرض وفات کی ابتداء اسی دن سے بتائی جاتی ہے۔ ۲۷۱

نقش انگشتری مبارک رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم۔ ۲۹۲

حضور علیہ السلام نے انصار کی کمسن بچیوں کو یہ کہنے سے کیوں منع فرمایا "وفینا نبی یعلم ما فی غد"۔ ۴۶۵

اللہ تعالیٰ کے بتانے سے اصالۃً غیب کا جاننا نبوت ہی کی شان ہے۔ ۴۶۶

حضرت مالک بن عوف رضی اللہ تعالے عنہ نے اپنا نعتیہ قصیدہ بارگاہ رسالت میں پیش کیا جس میں تا قیامت علوم غیبیہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ثابت مانا۔ ۴۶۶

سرکار دو عالم نے آنے والی قوم کی خبر دی۔ ۴۹۶

رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے اور پچھنے لگانے والے کو اجرت بھی دی۔ ۵۲۸

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت ربیع الاول میں بروز پیر ہوئی۔ ۷۵۳

تصوف وطریقت واخلاق

کچھ لوگ نماز کے بعد ذکر جلی کرتے ہیں، ان پر وجد کی حالت طاری ہو جاتی ہے اور ایک دوسرے پر گر پڑتے ہیں، ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ ۱۸۱

ذکر کرتے کرتے کھڑا ہو جانا، سینے پر ہاتھ مارنا، ایک دوسرے پر گر پڑنا، لیٹ جانا اور رونا وغیرہ افعال اگر بحالت وجد صحیح ہیں تو حرج نہیں، اور اگر ریاء کے لئے ہیں تو حرام ہیں۔ ۱۸۲

اپنے باپ کے سوا دوسرے کو اپنا باپ بتانے والے کے ہاتھ پر بیعت ناجائز ہے۔ ۲۰۰

www.alahazratnetwork.org

آدمی کو حظوظ نفس کی وحشتیں خراب کرتی ہیں۔ ۵۱۷

تصوف کی چاشنی سے لبریز ایک مختصر اور انتہائی مفید مضمون۔ ۵۱۷

بزرگان طریقت شیطان خصلت نہیں ہوتے۔ ۵۸۳

جاہل کا پیر بننا حرام و ناجائز ہے۔ ۷۲۸

وجد کی تین صورتیں ہیں۔ ۷۴۵

فضائل ومناقب

درود پاک کی فضیلت و برکت۔ ۱۲۳

علم عبادت سے افضل ہے۔ ۱۲۶

اہل محلہ کا مل جل کر کھانا تیار رکھنا تا کہ اس میں سے مساکین وفقراء، علماء وصلحاء، اعزاء و

عنوان	صفحہ
اقارب اور پڑوسی سب ہی کھائیں ابوابِ جنت کی تعداد کے برابر آٹھ خوبیوں کا حامل ہے۔	۱۳۶
اہمیت و فضیلتِ صدقہ و خیرات سے متعلق احادیثِ کریمہ۔	۱۳۷
صدقہ اللہ تعالےٰ کے غضب کو بجھاتا اور بُری موت کو دفع کرتا ہے۔	۱۳۷
آدھا چھوہارہ کا صدقہ کرنا بھی دوزخ سے بچنے کا سبب ہوسکتا ہے۔	۱۳۷
مسلمان کا صدقہ عمر کو بڑھاتا ہے۔	۱۳۸
تقویٰ و صلہ رحمی سے رزق وسیع، عمر دراز اور بُری موت دُور ہوتی ہے۔	۱۴۲
تمام نیکیوں سے جلدتر ثواب صلہ رحمی کا ہے	۱۴۳
صلہ رحمی کرنے والے محتاج نہیں ہوسکتے۔	۱۴۳
بھلائی کے کام بُری موتوں اور آفتوں سے بچاتے ہیں جو دُنیا میں احسان والے ہیں وہی آخرت میں احسان والے ہوں گے۔	۱۴۳
لوگوں کو کھانا کھلانے والے کے فضائل۔	۱۴۸
مہمان اپنا رزق لے کر آتا ہے اور کھلانے والوں کے گناہ لے کر جاتا ہے۔	۱۵۰
دینی بھائیوں کو کھانا کھلانے کی فضیلت۔	۱۵۱
مشترکہ طور پر کھانا تیار کرکے کھانے اور علماء و صلحاء، مساکین و اقرباء کو کھلانے سے پچیس فوائد حاصل ہونے کی امید ہے۔	۱۵۳
کلمہ طیبہ اصل الاصول اور افضل الاذکار ہے	۱۶۸
اہلِ قریش کی فضیلت اور مقام و مرتبہ۔	۲۰۸
اسلامی حکومت کے والی قریش ہیں۔	۲۰۸
فقط ذکرِ قریش پر مشتمل قرآنی سُورۃ۔	۲۱۳
قریش برکت کے درخت ہیں۔	۲۱۳
عزت دار اور بہتر قریش ہیں۔	۲۱۴
اللہ تعالےٰ کا انتخاب اور اس کی پسند۔	۲۱۶
حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم افضل ترین قبیلہ میں پیدا ہوئے۔	۲۱۸
سب سے بہترین جان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے۔	۲۱۹
اعلیٰ درجہ کے اشراف علماء و سادات ہیں	۲۲۲
قومِ فارس کی فضیلت	۲۲۵
روزِ قیامت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قریب تر قریش ہوں گے۔	۲۳۲
صحابہ اور اہلِ بیت کی اولاد کے درجات	۲۴۳
فضائلِ اہلِ بیت	۲۴۳
سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے چار افرادِ قدسی۔	۲۴۶
حوضِ کوثر پر سب سے پہلے کون آئے گا۔	۲۴۹
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رشتہ و علاقہ مضبوط تر اور غیر منقطع ہے۔	۲۵۰
حضرت علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ الکریم کا ارشاد "نوّرت مساجدنا نوّر اللہ قبرک یا ابن الخطاب"۔	۲۵۸
خوشبو لگانا سنت اور اس کے پسندیدہ ہونے پر دلائل حدیثیہ۔	۳۰۰

www.alahazratnetwork.org

چار چیزیں سنن مرسلین میں سے ہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ ٣٠١

6

مولانا ریاست علی خاں اور مولانا شاہ سلامت اللہ علیہما الرحمہ کی تحسین۔ ٣١٣

منبر مسند رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے ٤٠٩

تعریف قرآن مجید اور اس کے مناقب ٤٤٠

طالب علم بیٹے کو دوسری اولاد پر ترجیح دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ٥٣٠

افضل و اعلیٰ کسب مسنون سلطان اسلام کے زیر نشان جہاد شرعی ہے۔ ٦٠٩

جہاد کی فضیلت و اہمیت۔ ٦٠٩

انواع کسب میں بہترین جہاد پھر تجارت، پھر کاشتکاری، پھر صنعت ہے۔ ٦١٠

علماء وارث انبیاء ہیں۔ ٦٢٢

صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم صرف و نحو، معانی و بیان وغیرہ کے محتاج نہ تھے۔ ٦٣١

عالم دین ہر مسلمان کے حق میں عموماً اور استاذ علم دین اپنے شاگرد کے حق میں خصوصاً نائب حضور پُرنور سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہے۔ ٦٣٨

قاری قرآن کے فضائل ٦٤٣

محمد بن ابراہیم کے فضائل ٦٦١

عالم دین سُنی المذہب جو اپنے شہر کے اہل علم میں اعلم ہو وہ ضرور ان کا حاکم شرعی ہے ٦٨١

عوام کو علماء دین کی شان میں حسن ظن و حسن عقیدت لازم ہے۔ ٦٨١

عالم بے عمل اور جاہل باعمل میں سے کون افضل ہے۔ ٦٨٦

عالم دین کا ہاتھ رب العزت کے دست قدرت میں ہے۔ ٦٨٧

پیر و استاذ علم دین کا مرتبہ ماں باپ سے زیادہ ہے۔ ٧٠١

علم طب کے استاد اور علم حساب کے استاد میں سے کس کو افضلیت حاصل ہے۔ ٧٠٥

سُنی عالم دین کی تعظیم باعث اجر عظیم و رضائے خدا ہے۔ ٧١٢

علماء و سادات کو رب العزۃ نے اعزاز و امتیاز بخشا ہے تو ان کا عام مسلمانوں سے زیادہ اکرام امر شرع کا امتثال ہے۔ ٧١٨

حفظ مراتب کو ملحوظ رکھنے سے متعلق احادیث کریمہ ٧١٨

علماء و سادات کو ممنوع ہے کہ وہ اپنے لئے امتیاز چاہیں۔ ٧١٩

کسی شخص کا لوگوں سے اپنے لئے طالب قیام ہونا مکروہ اور لوگوں کا معظم دینی کے لئے قیام مندوب ہے۔ ٧١٩

ذکر رسول صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اجل عبادات سے ہے۔ ٧٢٢

جہاں صحابہ کرام کے بارے میں بدگمانی پھیلائی جائے وہاں ان کے فضائل بیان کرنا واجب

www.alahazratnetwork.org

بلکہ اہم فرائض ہے۔ ۷۴۱

قرآن مجید میں تمام ماکان وما یکون کا بیان ہے۔ ۷۵۵

تاریخ و تذکرہ

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے کئی عمرے کئے۔ ۱۲۲

حضرت علی ابن موفق نے حضور علیہ السلام کی طرف سے ستر حج کئے۔ ۱۲۲

ابن سراج علیہ الرحمہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے دس ہزار سے زائد قرآن ختم کئے اور دس ہزار کے قریب قربانیاں کیں۔ ۱۲۲

حضرت ابو المواہب درود شریف کا ثواب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہدیہ کرتے جس کی برکت سے ایک لاکھ افراد کے شفیع بنا دئے گئے۔ ۱۲۲

جواہر خمسہ کیسی کتاب ہے اور اس میں وارد اعمال کیسے ہیں۔ ۱۷۷

قبیلہ معد بن عدنان کے لئے موسیٰ علیہ السلام کی بددعا اور اللہ تعالیٰ کی وحی۔ ۲۱۸

اولادِ کسریٰ ہزار سال صاحبِ تخت و تاج رہی۔ ۲۲۵

امام اعظم اور امام بخاری علیہما الرحمہ فارسیوں میں سے تھے۔ ۲۲۵

واقعہ موسیٰ علیہ السلام وخضر علیہ السلام ۲۴۹

ابتداءً ہند میں ہر مسلمان کو ترک کہتے تھے۔ ۲۵۵

سیدنا حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے مسجد میں منبر بچھایا جاتا۔ ۲۶۳

بارگاہِ رسالت میں حدی خوانی کے لئے صحابہ مقرر تھے۔ ۳۶۴

سیدنا براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب۔ ۳۶۴

حضرت انجشہ حبشی، عبداللہ بن رواحہ اور عامر بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدی خوانِ بارگاہِ رسالت ہیں۔ ۳۶۴

روز عمرۃ القضاء دخول مکہ کے وقت سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے آگے سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رجزیہ اشعار پڑھتے جارہے تھے۔ ۳۶۵

زمخشری معتزلی کا تفسیر میں بعض ابیات ہزل لانا علماء کرام نے سخت مذموم و خلافِ ادب قرار دیا۔ ۳۹۱

کان چھید نا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں متعارف و مشہور تھا۔ ۴۸۲

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر دن میں دو بار سر کے بالوں میں تیل ڈالتے تھے۔ ۴۸۶

حضرت ابو قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سیاہ خضاب سے منع کر دیا گیا۔ ۴۹۶

سب سے پہلے بالوں کو مہندی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لگائی۔ ۴۹۸

سب سے پہلے خضاب سیاہ فرعون نے لگایا۔ ۴۹۸

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیسا خضاب لگاتے تھے ۵۰۲

www.alahazratnetwork.org

اصحاب رقیم کا قصہ ۔ ۵۳۹
سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مشرکین قریش کے ساتھ شرط لگائی اور جیتی۔ ۵۹۵
امام غزالی علیہ الرحمہ نے منطق کا نام معیار العلوم رکھا ہے۔ ۶۳۲
امام شافعی علیہ الرحمہ نے نماز فجر مزار امام اعظم پر پڑھی تو ادباً دعائے قنوت نہ پڑھی۔ ۶۴۰
امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اور دیگر ائمہ حدیث واقدی کے مخالف کیوں ہوئے ۶۶۳
حضرت لقمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکتب میں ایک لڑکی کو تعلیم دلاتے دیکھ کر فرمایا یہ تلوار کس کے لئے صیقل کی جا رہی ہے۔ ۶۹۲
عمران بن حطان رقاشی کا قصہ ۶۹۴
کتاب "جفر جامع" میں امام جعفر صادق علیہ الرحمہ نے ماکان و مایکون تحریر فرما دیا۔ ۶۹۸
علم جفر میں لکھی گئی تصانیف اسلاف کا ذکر۔ ۶۹۸
حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ کیلئے مسجد نبوی میں منبر بچھایا جاتا۔ ۷۲۴
واقعات کربلا بیان کرنے کو امام غزالی وغیرہ اکابر نے کن وجوہ سے حرام کہا۔ ۷۴۰

اسماء الرجال

عبدالوہاب متروک ہے۔ ۶۵۵
جعفر بن نصر ثقہ راویوں سے باطل روایات نقل کرتا ہے۔ ۶۵۶
حفص قاری، حفص بن سلیمان ابو داؤد قراءۃ کے امام ہیں۔ ۶۵۶
حفص بن غیاث حدیث کے امام، ثقہ، فقیہ اور حدیث کی چھ کتابوں کے راویوں میں سے ہیں ۶۵۶
لیث صدوق ہے، مسلم و سنن اربعہ اور تعلیقات بخاری کے رواۃ میں سے ہے۔ ۶۵۶
لیث کی جرح و تعدیل سے متعلق ائمہ حدیث کے مختلف اقوال۔ ۶۵۷
ابن خراش کے بارے میں ائمہ حدیث کے اقوال۔ ۶۵۸
احمد بن فرات امام، حافظ، ثقہ، فقیہ اور حجت ہے۔ ۶۵۸
محمد بن ابراہیم میں توقف پایا جاتا ہے، اس کے بارے میں اقوال ائمہ۔ ۶۵۹
عقیل ثقہ، حافظ اور حجت ہے۔ ۶۶۴
ابن مریم ثقہ، ثبت اور فقیہ ہے۔ ۶۶۴
نافع بن یزید ثقہ اور عابد ہے۔ ۶۶۴
ابراہیم بن مہدی مصیصی کیسا راوی ہے۔ ۶۷۱

جرح و تعدیل

واضح سبب کے بغیر جرح مقبول نہیں۔ ۶۶۰
محدثین جب کہیں "فلاں کذاب" تو اس کا کیا مطلب ہوتا ہے۔ ۶۶۰
معرفت تامہ اور ورع تام کے بغیر اسماء الرجال

www.alahazratnetwork.org

میں کلام کرنا جائز نہیں ۔ ۴۶۴

لغت

لفظ شیخ کے معانی ۱۹۹
لفظ شیخ کے معانی اور اطلاقات ۲۵۵
قرع و قلع کا معنی ۴۱۲
طرب کا معنی ۴۳۳
صدا کس کو کہتے ہیں ۴۳۸
تبرا کے معنی اظہار برائت و بیزاری ہیں ۴۷۲
قسم کس چیز کا نام ہے، اس کے معنی کی تحقیق ۵۰۲
وہم کا معنی ۵۰۳
تمنی کا معنی ۵۱۰

منطق

لذت کلی مشکک ہے ۔ ۴۳۳
وجود شئی کے چار مراتب ہیں ۔
(۱) وجود فی الاعیان
(۲) وجود فی الاذہان
(۳) وجود فی العبارۃ (۴) وجود فی الکتابۃ ۴۳۹
حق حصول اشیاء باشباحہا ہے نہ بانفسہا ۔ ۴۴۰
سیاہ مقول بالتشکیک ہے ۔ ۴۹۲

فلسفہ و سائنس

فونوگراف اور فوٹوگراف میں فرق ۔ ۴۱۲
فوٹوگراف کی تصویر اپنی ذی الصورۃ سے مباین اور اس کی محض ایک مثال و تشبیہ ہوتی ہے ۔ ۴۱۲
فونوگراف سے جو سنا جاتا ہے وہ خود اصل قاری کی آواز ہوتی ہے نہ کہ اس کی حکایت و تصویر ۔ ۴۱۲
فونو سے جو سنی جاتی ہے وہ بعینہٖ اسی آواز کنندہ کی صوت اس میں بھری ہے قاری و متکلم ہو یا آلات طرب وغیرہ ۔ ۴۱۴
بذریعہ تلاوت جو فونو میں ودیعت ہوا پھر تحریک آلہ جو اس سے ادا ہوگا سنا جائے گا حقیقۃً وہ قرآن عظیم ہی ہے ۔ ۴۱۴
آواز کی تعریف ۴۱۴
اللہ تعالٰی نے آواز کو گوش سامع تک پہنچانے کے لئے سلسلہ تموج قائم فرمایا ۔ ۴۱۵
ہوا لینت و رطوبت میں پانی سے زائد تر ہے ۴۱۵
قرع اول سے متحرک و متشکل ہونیوالی ہوائے اول کا موجی سلسلہ قرع بہ قرع سوراخ گوش میں بچھے ہوئے پٹھے تک پہنچ کر اس کو بجاتا ہے جس سے اس میں وہ اشکال و کیفیات پیدا ہوتی ہیں جن کو آواز کہا جاتا ہے، پھر اس ذریعے سے لوح مشترک میں مرتسم ہو کر نفس ناطقہ کے سامنے حاضر ہوتی ہیں ۔ ۴۱۵
عالم اسباب میں حدوث آواز کا سبب عادی قرع و قلع ہے ۔ ۴۱۵
آواز سننے کا سبب عادی تموج و تجدد قرع و قلع

www.alahazratnetwork.org

تا ہوائے جوف جمع ہے۔ ۴۱۵
جتنا فصل بڑھتا اور وسائط زیادہ ہوتے جاتے ہیں تموج و قرع میں ضعف آتا جاتا ہے۔ ۴۱۵
دور کی آواز کم کیوں سنائی دیتی ہے اور ایک حد کے بعد بالکل ختم کیوں ہو جاتی ہے۔ ۴۱۵
تموج ایک مخروطی شکل پر پیدا ہوتا ہے۔ ۴۱۵
زمین سے مخروط ظلی، آنکھ سے مخروط شعاعی اور آفتاب سے مخروط نوری نکلتا ہے۔ ۴۱۶
مخروطات تموج ہوائی کے اندر جو کان واقع ہوں ایک ایک تھپا سب تک پہنچے گا اور سب اس آواز کو سنیں گے جو کان ان مخروطوں سے باہر ہے وہ نہ سنیں گے۔ ۴۱۶
مخچیوں کے تعدد سے آواز میں تعدد لازم نہ آئے گا۔ ۴۱۶
آواز اس شکل و کیفیت مخصوصہ کا نام ہے کہ ہوا یا پانی وغیرہ میں قرع یا قلع سے پیدا ہوتی ہے۔ ۴۱۶
پانی میں غوطہ لگانے والے دو شخصوں میں سے ایک کی آواز دوسرا سن سکتا ہے۔ ۴۱۶
پانی اتنا لطیف نہیں جتنی ہوا ہے۔ ۴۱۶
آواز کا ظاہری و عادی سبب قریب قرع و قلع ہے۔ ۴۱۷
اس بات کا اثبات کہ حدوث آواز کو قرع و قلع لبس سے تموج کی حاجت نہیں۔ ۴۱۸
قرع و قلع سے جو ٹیڑے گی اور اپنی لطافت و رطوبت کے باعث ضرور اس کی شکل و کیفیت قبول

کرے گی اسی کا نام آواز ہے اور صرف یہ ربنا تموج نہیں۔ ۴۱۸
اگر تشکل مقروع اپنے بعد کے اجزاء متحرک ہونے کا محتاج ہو تو چاہیے کہ تموج باقی رہے اور تشکل ختم ہو جائے اور یہ باطل ہے۔ ۴۱۹
سلسلۂ تموج میں تسلسل باطل ہے۔ ۴۱۹
تموج حرکت ہے اور حرکت زمانی ہے۔ ۴۲۲
سننے کا سبب ہوائے گوش کا متشکل بشکل آواز ہونا ہے اور اس کے تشکل کا سبب ہوائے خارج متشکل کا اُسے قرع کرنا اور اس قرع کا سبب بذریعہ تموج حرکت کا وہاں تک پہنچنا ہے۔ ۴۲۷
ذریعہ حدوث قلع و قرع ہیں اور وہ آنی ہیں حادث ہوتے ہی ختم ہو جاتے ہیں اور وہ تشکل و کیفیت جس کا نام آواز ہے باقی رہتی ہے تو وہ معدات ہیں جن کا معلول کے ساتھ رہنا ضروری نہیں۔ ۴۲۷
آواز کان سے باہر بھی موجود ہے بلکہ باہر ہی سے منتقل ہوتی ہوئی کان تک پہنچتی ہے۔ ۴۲۷
آواز آواز کنندہ کی صفت نہیں بلکہ ملا سے متکیف کی صفت ہے، ہوا ہو یا پانی وغیرہ۔ ۴۲۷
آواز کنندہ کی موت کے بعد بھی آواز قائم رہ سکتی ہے۔ ۴۲۸
انقطاع تموج انعدام سماع کا باعث ہو سکتا ہے نہ کہ انعدام صوت کا۔ ۴۲۸
تموج کے دوبارہ حدوث سے تجدید سماع ہوگی ۴۲۸

www.alahazratnetwork.org

نہ کہ دوسری آواز پیدا ہوگی۔ ۴۲۸

وحدتِ آواز وحدتِ نوعی ہے۔ ۴۲۸

لطافت ورطوبت جس طرح باعث سہولت انفعال ہے یونہی مورث سرعت زوال بھی ہے۔ ۴۲۹

کیفیات اشکال اصوات کے تحفظ کا پہلے کوئی ذریعہ ہمارے پاس موجود نہیں تھا اب بمشیتِ الٰہی یہ آلہ ایجاد ہوگیا جس میں آوازیں ایک زمانہ تک محفوظ رہ سکتی ہیں۔ ۴۲۹

جس طرح کاغذ کی رقوم میں وہی قرآن مرقوم ہے اسی طرح جو فونو میں بھرا گیا اور اب اس سے ادا ہوتا ہے بالکل وہی قرآن ہے نہ کہ غیر قرآن۔ ۴۴۳

صدا میں ہوا اسی تموج اول سے پلٹتی ہے یا گنبد وغیرہ کی ٹھیس سے وہ تموج زائل ہو کر تموج تازہ اسی کیفیت سے متکیف ہم تک آتا ہے۔ ۴۲۸

مصنف علیہ الرحمہ کی تحقیق کہ بصورت صدا پہاڑ وغیرہ سے ٹکرا کر ہوا ہی دوسری اسی کیفیت سے متکیف ہو کر آتی ہے نہ کہ ہوائے اول۔ ۴۵۰

اثر قرع دو ہیں، تحرک، تشکل۔ ۴۵۱

جو صدمہ تحرک کو روک دے وہ تشکل کو بھی نہیں رہنے دیتا۔ ۴۵۱

طب

نبض کا اختلاف اعتدال سے طبیعت کے انحراف پر دلیل ہے۔ ۷۰۰

ظروف

مشرکین کے برتن بغیر دھوئے استعمال کرنا مکروہ ہے۔ ۱۱۶

دیکھنا اور چھونا

عورتوں کا بے پردہ پھرنا حرام، اور انکے شوہر اگر اس پر راضی ہیں تو دیوث ہیں۔ ۵۷۸

لڑکیوں کا غیر مردوں کے سامنے خوش الحانی سے نظم پڑھنا حرام ہے۔ ۶۹۰

بچیوں کو کتابت سکھانا اور عاشقانہ نظمیں پڑھانا ممنوع ہے۔ ۶۹۰

کافرہ عورت سے مسلمان عورت کو پردہ لازم ہے۔ ۶۹۲

لباس

پائنچے ٹخنوں کے نیچے رکھنا مکروہ تنزیہی یعنی صرف خلافِ اولیٰ ہیں جبکہ بنیت تکبر نہ ہو۔ ۹۷

انگریزی وضع کا بوٹ ممنوع ہے۔ ۹۸

جس لباس کا پہننا ناجائز ہو اس میں نماز مکروہ تحریمی ہے۔ ۱۰۱

محرم میں سبز اور سیاہ کپڑے علامت سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے۔ ۷۵۶

www.alahazratnetwork.org

حلق وقصر

سر کے بال ترشوا کر چھوٹے رکھنا مکروہ تنزیہی ہے۔ ۹۷

داڑھی کترواکر مشت سے کم کرنا اور سیاہ خضاب لگانا حرام ہے۔ ۹۸

انگریزی بال رکھنا خلافِ سنت و وضعِ فساق ہے۔ ۱۰۰

شرب وطعام

ہندوؤں کے یہاں کا گوشت وغیرہ کھانا شرعاً کیسا ہے۔ ۹۵

فاسقوں کے یہاں کا کھانا فی نفسہٖ حرام نہیں۔ ۱۰۰

جو شخص سود خور ہے اور حلال کمائی بھی رکھتا ہے اس کی دعوت قبول کرنے سے احتراز چاہیے اگرچہ اس میں فتویٰ جواز ہے۔ ۱۰۳

چوری اور جوئے وغیرہ سے حاصل شدہ مال پر ختم پڑھنا حرام، اس کا کھانا حرام، اور اسکو کھانے والا قابلِ امامت نہیں۔ ۱۱۲

جس شخص کے پاس مالِ حرام و حلال مخلوط ہوں اور اس کا خاص حرام ہونا معلوم نہ ہو یا زرِ حرام سے کوئی چیز خریدی جس کی خریداری میں زرِ حرام پر نقد و عقد جمع نہ ہوئے ہوں تو اس پر ختم و فاتحہ پڑھنے اور اس کو کھانے میں حرج نہیں اگرچہ خلافِ احتیاط ہے۔ ۱۱۳

ہنود عموماً ناپاکیوں میں آلودہ رہتے ہیں لہٰذا ان کی بنائی ہوئی مٹھائی وغیرہ سے پرہیز چاہیے۔ ۱۱۵

بھنگی مسلمان ہوا مگر پیشہ ترک نہیں کیا اسکے یہاں دعوت پر جاکر کھانا شرعاً کیسا ہے۔ ۵۷۱

جس کے پاس سودی کے ساتھ جائز آمدنی بھی ہے اس کے یہاں کھانا کیسا ہے۔ ۵۸۷

دعوت کھانی فی نفسہٖ حلال ہے جب تک معلوم و متحقق نہ ہو کہ جو کھانا ہمارے سامنے آیا بعینہٖ حرام ہے۔ ۶۸۱

لہو و لعب

ڈھول بجانا رقص کرنا ممنوع ہے۔ ۹۸

www.alahazratnetwork.org

بالقصد راگنی پر قرآن عظیم کو درست کرنا یعنی گانے کی طرح پڑھنا ضرور حرام ہے۔ ۲۶۰

بالجملہ ممانعت گانے میں ہے یا معاذ اللہ اشعار ہی خود برے ہوں۔ ۲۶۵

تماشا گاہوں اور شادی وغیرہ کی مجلسوں میں حمد نعت وغیرہ پڑھنا کیسا ہے۔ ۴۰۵

باجا بجانا ناجائز، ہندوؤں کے یاں بجانا اور سخت ناجائز، اور ان کے شیطانی تہوار میں بجانا اور بھی سخت حرام در حرام ہے۔ ۵۵۶

ہنود کے تہوار میں باجا بجانے والا اگر باز نہ آئے تو اس کی مسلمان برادری اس سے بائیکاٹ کرے۔ ۵۵۶

جو قوالی یہاں رائج ہے ناجائز ہے۔ ۵۶۰

اباحتِ سماع کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ ان میں
کوئی امر و نہ ہو۔ ۲۲ ،
خوش الحان چھوکروں سے محفلِ میلاد میں فارسی و
اردو غزلیں اور اشعار گانے کی طرز پر پڑھوانا
ممنوع ہے۔ ۳۲ ،

امورِ خیر میں تعاون

اجناس سے ایک ایک مٹھی ہر کھانے کے موقع
پر مدرسہ دینیہ کی اعانت کے لئے الگ کر لینا
جائز و مستحب ہے۔ ایسا کرنے والے اور اس کے
مؤیدین سب کے لئے اجر جزیل ہے۔ ۱۲۶
امورِ خیر کے لئے چندہ اکٹھا کرنا بدعت نہیں بلکہ
سنّت سے ثابت ہے۔ ۱۲۷
احادیث مبارکہ سے تائید۔ ۱۲۷
مختلف مواقع پر صحابہ کرام کے چندہ اکٹھا کرنے
کے متعدد واقعات۔ ۱۲۸

تہمت و بہتان و غیبت

کونسی غیبت ممنوع اور کونسی غیر ممنوع ہے۔ ۹۶
مسلمان پر جھوٹی تہمتِ زنا لگانا گناہِ کبیرہ ہے
اس کے مرتکب کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ ۹۸

مصاحبت و مجالست

فاسقوں سے میل جول نہ چاہئے خصوصاً
مقتدا کو۔ ۱۰۰

حقوق العباد

پردیس میں بال بچے دار کو کب تک رہنا چاہئے ۴۸۸
زید کا نابینا باپ اپنی خوشی سے حسبِ عادت
بازار میں سامان فروخت کرنے جاتا ہے تو
زید پر الزام نہیں، اور اگر زید اسے مجبور کرتا ہے
تو ضرور گنہگار و نالائق ہے۔ ۵۴۵
باپ کا حق بیٹے پر ہمیشہ رہتا ہے یونہی بیٹے کا
حق باپ پر۔ ۵۴۶
شاگرد کے ذمے استاد کے حقوق کس قدر
ہیں، استاذ کے احکام کی نافرمانی میں
شاگرد کی نسبت کیا حکم ہے۔ شاگردنات کا
پردہ استاذ سے بعد بلوغ ہونا چاہئے یا
قبل بلوغ بھی۔ ۶۳۷
استاذ کا حق ماں باپ اور تمام مسلمانوں
کے حق سے مقدم ہے۔ ۶۳۸
جس سے اس کے استاذ کو اذیت پہنچی وہ علم کی
برکت سے محروم رہے گا۔ ۶۳۹
ماں باپ محتاج ہوں ان کی ہلاکت کا خدشہ ہو
تو بیٹے کو سفر پر نہیں جانا چاہئے۔ ۷۰۳
بیٹے کو سفر سے روکنا باپ پر کس صورت میں
لازم ہے۔ ۷۰۴
بڑا بھائی والد کے مشابہ ہے۔ ۷۰۷
استاذ کا انکار کفرانِ نعمت ہے۔ ۷۰۷
حقوقِ عامہ میں دست اندازی
ناجائز ہے۔ ۷۲۲

www.alahazratnetwork.org

حیل

اجرت پر قرآن وغیرہ پڑھوانے میں جواز کی صورت۔ ۵۳۷

کسی ذریعہ حرام سے حاصل کردہ مال سے سبکدوشی کا طریقہ۔ ۵۵۱

ناپاک مال کو پاک کرنے کا حیلہ۔ ۵۶۱

بیاج (سُود) کو جائز کر لینے کا حیلہ کرنا مسلمان کی شان نہیں البتہ بیاج سے نجات حاصل کرنیکا حیلہ خود محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا ہے۔ ۵۶۸

رشوت میں حاصل شدہ مال واپس کرنا یا معاف کرانا از قبیل محال ہوگیا ہو تو برا ءت و توبہ کی کیا صورت ہوگی اور مال کس مصرف میں صرف کیا جائے۔ ۵۷۴

طوائف کی ناجائز آمدنی اور جائداد کا مصرف کیا ہوسکتا ہے، اس کے لئے وہ کس صورت میں جائز ہوسکتی ہے۔ ۵۸۸

مالِ حرام سے بچنے اور اس سے سبکدوش ہونے کا طریقہ۔ ۵۹۳

وکالت

وکیل نے موکل کی اشرفیاں اپنی اشرفیوں میں ملادیں تو وکیل پر ضمان لازم ہے، اور ضمان میں موکل کا تصرف جائز ہے۔ ۵۵۴

تہذیب و تمدن

مشاہدہ شاہد ہے کہ شریف قومیں دیگر اقوام سے حیاء، وحمیت وتہذیب ومروت وغیرہا بکثرت اخلاق حمیدہ موہوبہ ومکسوبہ میں زائد ہیں۔ ۲۲۴

امر بالمعروف

نہی عن المنکر اپنی شرائط کے ساتھ ضرور فرض ہے مگر وہ زجر و توبیخ میں منحصر نہیں۔ ۱۸۱

لوگوں کو اچھائی کی طرف بلانے والے کا اجر اور برائی کی طرف بلانے والے کا وبال۔ ۲۳۴

ترغیب و ترہیب

بے نماز سخت شقی فاسق، فاجر، مرتکب کبائر، مستحق جہنم ہے۔ ۹۹

جو رزق میں وسعت اور مال میں برکت چاہتا ہے وہ رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرے۔ ۱۴۱

غیر سید جو دیدہ ودانستہ سید بنتا ہو وہ ملعون ہے اس کا فرض ونفل قبول نہیں۔ ۱۹۸

باپ کے سوا دوسرے کی طرف نسب منسوب کرنیوالے کے لئے حدیث میں وعید شدید۔ ۱۹۸

مسلمانوں کو دھوکا دینے والے کے لئے سخت وعید۔ ۲۰۰

جو شخص کسی کو برے لقب سے پکارے اس پر فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ ۲۰۴

مسلمان کو ایذا دینے والا رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایذا دیتا ہے۔ ۲۰۴

آلِ رسول، انصار اور عرب کی تعظیم نہ کرنیوالے

www.alahazratnetwork.org

پر سخت وعید۔ ۲۵۳

جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کو اپنا باپ بتائے اس پر جنت حرام ہے۔ ۲۵۶

فضول خرچی کی مذمت اور اس پر وعید شدید۔ ۲۷۹

ایک ناپاک و ملعون رسم کا بیان جس پر صدہا لعنتیں اللہ تعالیٰ کی اترتی ہیں۔ ۲۸۰

لہو و لعب میں مستغرق شخص کی مذمت قرآن و حدیث سے۔ ۲۹۲

اللہ تعالیٰ کے سب سے بڑے دشمن تین شخص ہیں۔ ۳۲۶

خوش آوازی کے بعد قرآن مجید تلاوت کرنے کی ترغیب کی دس حدیثیں۔ ۳۵۵

مسجد بنانا خیر کثیر ہے۔ ۳۹۶

اگر فونو کی پلیٹیں جس مسالا کی بنی ہوتی ہیں تو اس میں قرآن مجید کا بھرنا حرام قطعی اور سخت گناہ ہے ور اس پر مطلع ہونے کے باوجود اس میں قرآن بھروانے والے، سننے والے، سنانے والے اور اس پر راضی ہونیوالے سب گنہگار ہوں گے۔ ۴۵۲

فونو کا عام طور پر بجانا، سننا، سنانا سب کھیل تماشے کے طور پر ہوتا ہے اور قرآن عظیم کھیل تماشے کے لئے نہیں اترا۔ ۴۵۴

قرآن مجید کو کھیل تماشے کے طور پر سننے والوں اور دین کو کھیل تماشا بنانے والوں کیلئے وعید شدید۔ ۴۵۵

جس مجلس لہو و لعب میں کھیل تماشے کے طور پر قرآن مجید سنا جارہا ہو وہاں اگر کوئی شخص تذکر و تفکر کے طور پر بھی سنے تو گناہ سے بری نہ ہوگا۔ ۴۵۷

مجالس لہو و لعب میں شریک ہونا ناجائز ہے اس پر آیاتِ قرآنیہ شاہد ہیں۔ ۴۵۷

جو سیاہ خضاب لگائے وہ جنت کی خوشبو نہ پائے گا۔ ۴۹۲

اللہ تعالےٰ کی تخلیق میں تبدیل کرنیوالی عورتوں پر حدیث میں لعنت آئی ہے۔ ۴۹۳

سیاہ خضاب لگانے والوں کیلئے وعید شدید۔ ۴۹۶

اللہ تعالیٰ قیامت کے روز سیاہ خضاب کرنے والوں کی طرف نظر کرم نہ فرمائے گا۔ ۴۹۷

اللہ تعالےٰ بوڑھے کوّے کو دشمن رکھتا ہے۔ ۴۹۷

زرد خضاب مومن کا، سرخ خضاب مسلمان کا، اور سیاہ خضاب کافر کا ہے۔ ۴۹۷

سپیدی نور ہے جس نے اس کو چھپایا اس نے نور کو زائل کیا۔ ۴۹۸

سیاہ خضاب کرنیوالوں کا چہرہ اللہ تعالےٰ قیامت کے روز کالا کرے گا۔ ۴۹۹

داڑھی منڈانے یا سیاہ کرنے والے کے لئے اللہ تعالےٰ کے ہاں کوئی حصہ نہیں۔ ۴۹۹

ادھیڑ عمر والوں میں سے جوانی جیسی صورت بنانے والا بدترین ہے۔ ۴۹۹

ہندوؤں کے سودی معاملہ کی وثیقہ نویسی کرنیوالے کا استفتاء، اور مصنف علیہ الرحمہ کا

حکیمانہ جواب اور اس پیشہ کو فوراً ترک کرنے کی
تلقین اور قضائے حاجات کے لئے اعمالِ
مجرّبہ کی تعلیم۔ ۵۵۶
بلا ضرورت شرعیہ ومجبوری صادق سودی روپیہ
قرض لینا حرام اور شدید گناہ کبیرہ ہے۔ ۵۵۹
وعدہ خلافی پر قرآنی وعید۔ ۵۶۰
سود کھانے، کھلانے اور تعاون کرنیوالوں
پر لعنت۔ ۵۸۷
ذمّی پر ظلم مسلمان پر ظلم سے اشد ہے۔ ۵۹۷
قرآن مجید بھول جانے پر سخت وعیدیں
وارد ہیں۔ ۶۴۵
مسلمان کی ناحق ایذا خدا و رسول کی
ایذا ہے۔ ۶۴۹
علماء حق کی تحقیر معاذ اللہ رسول اللہ صلے اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ ۶۴۹
تین شخصوں کے حق کو ہلکا نہ جانے گا مگر
کھلا منافق۔ ۶۴۹
اپنے آپ کو بہتر سمجھنا تکبر ہے اور متکبرین کا
ٹھکانا جہنم ہے۔ ۶۵۰
سخن پروری یعنی دانستہ باطل پر اصرار و
مکابرہ ایک کبیرہ، عباراتِ علماء میں کچھ الفاظ
اپنی طرف سے الحاق کر کے ان پر افتراء دوسرا
کبیرہ، علماء و اساتذہ کو دھوکا دینا تیسرا
کبیرہ ہے۔ ۶۸۲
جھوٹا مسئلہ بیان کرنا سخت کبیرہ ہے۔ ۷۱۱
بے علم فتویٰ دینے والا لعنتی ہے۔ ۷۱۶
عورت کے ساتھ دو اور امرد کے ساتھ ستر شیطان
ہوتے ہیں۔ ۷۲۱

تعزیہ

ماتم و نوحہ محرم وغیر محرم میں حرام ہے۔ ۳۰۷

تعزیر

لغزشیں ۳۲۲
استاد کا شاگرد کو بدنی سزا دینا جائز ہے مگر
یہ سزا لکڑی کے بجائے ہاتھ سے ہونی چاہیے
اور ایک وقت میں تین مرتبہ سے زائد پٹائی
نہیں ہونی چاہیے۔ ۶۵۲

نفقہ

بیٹا جب جوان ہو جائے تو باپ پر اس کا
نفقہ واجب نہیں رہتا۔ ۵۳۶

وقف

بیع فاسد سے خریدے ہوئے گھر پر قبضہ کرنے
کے بعد خریدار نے اسے فقیروں پر وقف کر دیا
تو وہ وقف ہو گیا۔ ۵۳۲
مالک کی خباثت وقف کی صحت سے
مانع نہیں۔ ۵۳۳

حقہ و پان

حقہ پیتے ہوئے سبق پڑھانا بُرا ہے۔ ۳۷۶

قلیان کشیدن یعنی حقہ نوشی کا شرعی
حکم ۔ ٢٩٩

تصویر

طلسم تصاویر سے خالی نہیں اور تصویر
حرام ہے ۔ ٧٠٠

بُغض و حسد

حسد کارِ شیطان ہے ۔ ٥٧٩

تقویٰ

اگر معلوم ہو کہ مستاجر کا مال اکثر حرام ہے تو
متقی کا کام اس سے بچنا ہے ۔ ٥١٧
جسے اپنے دین کا کامل پاس ہو وہ غلبۂ حرام
کی صورت میں احتراز ہی کرے ۔ ٥٢١
وارث کو صرف اتنا معلوم ہے کہ ترکہ میں مالِ حرام
بھی ملا ہے مگر نہ مالِ متمیز اور نہ ہی مستحق معلوم تو
دیانۃً احتراز افضل ہے اور حکم جواز ہے ۔ ٥٣٥
حرام سے جتنا بچ سکے بچنا لازم ہے ۔ ٥٦٩

دعویٰ و قضاء

وظیفہ مقرر ہونے کے باوجود قاضیوں کا لوگوں
سے زبردستی یا گڑگڑا کر کچھ لینا کیسا ہے ۔ ٥٦٢
جتنا واجبی خرچہ ہے مدعا علیہ جھوٹے مدعی سے
لے سکتا ہے ، سچے مدعی سے لینا حرام ہے
اور مدعی سچا ہو یا جھوٹا مدعا علیہ سے نہیں
لے سکتا ۔ ٥٧١
عہدۂ قضا قبول کرنا کب فرض ، کب مکروہ اور
کب حرام ہے ۔ ٦١٠

یمین

کسی کام کے نہ کرنے کی قسم کھائی پھر دیکھا کہ
اس کا کرنا بہتر ہے تو وہ کام کرلے اور قسم
کا کفارہ ادا کرے ۔ ٦٢٧

مرض و تداوی

حرام چیز دوا استعمال کرنے میں اختلاف
ہے ، اور ہمارے ائمہ اصل مذہب ظاہر الروایہ
یہ ہے کہ جائز نہیں ۔ ٣٤٧

کرامات

کراماتِ اولیاء و رؤیائے صالحہ سے لاعلاج
مریض درست ہوگئے ۔ ١٥٦
سات برسوں سے بہنے والا پھوڑا ٹھیک
ہوگیا ۔ ١٥٦
امام حاکم صاحبِ مستدرک کے منہ پر نکلے
پھوڑے درست ہوگئے ۔ ١٥٦

تاوان و ضمان

اگر کوئی کسی کا گھڑا توڑ دے تو اس کا

تاوان دے۔ ۱۰۱
تاوان کا روپیہ جمع کرنا کیسا ہے۔ ۵۸۵

ردِّ بد مذہباں و مناظرہ

آجکل وہابیہ وغیرہ مبتدعین میں تقیہ بہت رائج ہے۔ ۹۶
ردِ تقویۃ الایمان ۲۴۹
وہابیہ تمام جاہل ہوتے ہیں۔ ۳۱۶
وہابی مفتی کو اسراف کا معنی معلوم نہیں۔ ۳۱۶
آج کل کے مخالف اہلِ سنّت کی روش ہے کہ جس چیز کو چاہا شرک و بدعت و ضلالت کہہ دیا۔ ۳۲۰
رافضیوں کی مجلس میں جانا سخت حرام ہے۔ ۴۰۷
مصنف علیہ الرحمہ نے سبب آواز کے بارے میں قدمائے سے اختلاف کیوں کیا۔ ۴۱۷
فلاسفہ غلط کاری وخطا شعاری کے عادی ہیں ۴۱۸
حدوث آواز سے متعلق نظریات فلاسفہ کا ابطال اور ان کے استدلالات کا جواب۔ ۴۱۹
علامہ سید محمد عبد القادر الاہدل شافعی کے موقف کا دس وجوہ سے رد۔ ۴۳۳
روافض کے زعم باطل میں استحقاق خلافت حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ میں منحصر تھا اور خلفاء ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت علی مرتضیٰ کا یہ حق چھین لیا تھا۔ ۴۷۲
روافض نے گویا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عیاذًا باللہ سخت نامرد، بزدل، تارکِ حق اور مطیع باطل بتایا۔ ۶۷۲
آذان میں خلیفہ بلا فصل کا اضافہ خود رافضیوں کے مذہب کے خلاف ہے۔ ۶۷۳
کلمہ "خلیفہ بلا فصل" کے تبرا ہونے کا ثبوت کتب شیعہ سے۔ ۶۷۸
تقویۃ الایمان سخت بد دینی و ضلالت کی کتاب ہے۔ ۶۸۰
وہابیوں کے پاس اپنے بچوں کو پڑھانا حرام ہے۔ ۶۸۲
غیر مقلدوں سے مسئلہ دریافت کرنا حماقت ہے۔ ۶۸۲
لزوم مناظرہ کی شرائط کا ذکر۔ ۶۹۰
غیر مذہب والیوں کی صحبت آگ ہے۔ ۶۹۲
بہشتی زیور وغیرہ جیسی کتابیں پڑھنا پڑھانا حرام ہے۔ ۶۹۲
بد مذہب استاد کا صحیح المذہب شاگرد پر کیا حق ہے۔ ۷۰۹
دیوبندی کا وعظ سننا، اس سے فتویٰ لینا، میل جول رکھنا جائز نہیں۔ ۷۱۰
روافض حضرات ابوبکر و عمر و عثمان و اولادِ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ذکر کیوں ترک کرتے ہیں۔ ۷۳۱
رافضی سے مجلس شریف پڑھوانا حرام ہے۔ ۷۵۷
مجالس روافض اور ان کی خرافات میں شرکت حرام ہے۔ ۷۵۷

www.alahazratnetwork.org

متفرقات

تقریب نکاح وغیرہ میں آکر مانگنے والے فقاروں کو کچھ دینا کس صورت میں جائز ہے۔ ١٢٥

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے ایک شاعر سائل کو کچھ دینے کے بارے میں حضرت بلال کو حکم۔ ١٢٥

زید کے پاس کچھ روپیہ وجہ حلال کا اور کچھ حرام کا ہے زید یہ بھول گیا ہے کہ اس میں وجہ حلال کا کتنا روپیہ ہے، اب اگر زید اس روپے سے خیرات کرنا چاہے تو کیسے کرے۔ ١٣٠

یہ دقائق تدلیس و تلبیس ابلیس لعین سے ہے کہ آدمی کو نیکی کے پردے میں منکر رشد و اکفر کا مرتکب کر دیتا ہے۔ ١٤٣

www.alahazratnetwork.org

عورتوں کا آپس میں ہنسی مذاق مشروط طور پر جائز ہے۔ ١٩٤

حروف کی تین قسمیں ہیں: (١) لفظیہ (٢) فکریہ (٣) خطیہ۔ ٢٦٤

صورت جبرائیل۔ ٢٨٤

فونو ایک آلہ مطلقہ ہے جس کی نسبت ہر گونہ آواز کی طرف ایسی ہے جیسے اوزان عروضیہ کی کلام کی طرف بلکہ حروف ہجا کی معنی کی طرف۔ ٤٥٨

حروف ہجا من حیث ہی حروف الہجا، علوم رسمیہ میں کسی خاص معنی کے لئے وضع نہیں کئے گئے بلکہ وہ آلہ تادیہ معانی مختلفہ ہیں ان سے اچھے برے جیسے معانی چاہیں ادا کر سکتے ہیں۔ ٤٥٨

تلوار بہت اچھی بھی ہے اور سخت بری بھی۔ ٤٥٨

شعر اچھا بھی ہے اور برا بھی۔ ٤٥٩

دوستی بے خرداں دشمنی است ٤٧٢

مصنف کی تحقیق کہ حنا و کتم کے خضاب کا رنگ سرخ ہوتا ہے۔ ٥٠٣

پیشہ وران ذیل کے بارے میں شرع کیا حکم دیتی ہے (١) قاطع الشجر (٢) ذابح البقر (٣) دائم الخمر (٤) بائع البشر۔ ٥٣٩

ایک عورت پر جن آتا ہے جس کو وہ علانیہ دیکھتی ہے اور وہ عورت کو روپے نوٹ وغیرہ دے جاتا ہے وہ عورت ان نوٹوں کا کیا کرے۔ ٥٦٦

جیلوں میں قیدیوں سے جو اشیاء تیار کرائی جاتی ہیں ان کا خریدنا اور استعمال کرنا کیسا ہے۔ ٥٩٦

تسبیح لکڑی کی ہو یا پتھر کی، جائز ہے، مگر بیش قیمت ہونا مکروہ، اور سونے چاندی کی حرام ہے۔ ٥٩٧

فلسفہ کی کتب کو درس نظامی میں کیوں شامل کیا گیا۔ ٦٢٦

علی گڑھ یونیورسٹی میں تعلیم و تعلم اور اسکی اعانت سے متعلق چار سوالات پر مشتمل استفتاء۔ ٦٨٤

کوئی گدا ہی عزت کی بات قبول نہ کریگا۔ ٧٢٠

❖ ❖ ❖

نماز وطہارت

(امامت، جماعت، استنجاء، وضو، غسل، تیمم وغیرہ)

مسئلہ ۱: از کلی ناگر ضلع پیلی بھیت مرسلہ اکبر علی صاحب ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو مولوی واعظ داں ہو کر گاؤں در گاؤں ہندوؤں کے یہاں کھانا کھائے اور ایک عورت کو ساتھ لئے پھرے اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ اور وہ امامت کے قابل ہے یا نہیں؟

الجواب

ہندو کے یہاں کا گوشت حرام ہے جب تک وہ گوشت اُس جانور کا نہ ہو جسے مسلمان نے ذبح کیا اور اُس وقت تک مسلمان کی نظر سے غائب نہ ہوا، باقی کھانے اگر اُن میں کوئی وجہ حُرمت معلوم نہ ہو تو حلال ہیں۔ ایک عورت کو ساتھ لئے پھرنا نہایت گول لفظ ہے کیسی عورت کیونکر ساتھ لئے پھرنا خادمہ بنا کر یا زوجہ بنا کر یا معاذ اللہ فاسد طریقے پر، اور خادمہ ہے تو نوجوان ہے یا حدِ شہوت سے گزری ہوئی بڑھیا، اور اُس سے فقط پکانے وغیرہ کی معمولی خدمت لیتا ہے یا تنہائی میں یکجائی کا بھی اتفاق ہوتا ہے، اور زوجہ ہے تو پردہ میں رکھتا ہے یا بے پردہ لئے پھرتا ہے، اگر حدِ شہوت سے گزری ہوئی بڑھیا ہے یا جوان ہے اور اُس سے معمولی خدمت لیتا ہے اور ساتھ اور لوگ بھی ہیں کہ اتفاق خلوت میں نہیں ہوتا یا زوجہ ہے اور اُسے پردے میں ساتھ رکھتا ہے تو حرج نہیں۔

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۲ ازبرہما ملک بنگالہ مرسلہ عبدالرشید

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی جاہل نے کسی مسجد کے پیش امام عالم کی غیبت کی اور اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیا اور دوسرے مکانوں میں اس امام کو جو کھانا وغیرہ مقرر تھے اس نے اُن لوگوں سے امام کی بُرائیاں بیان کرکے سب موقوف کرادیا جب لوگوں نے اس امام کی بُرائی پر گواہ طلب کیا وُہ قاصر ہوگیا، ان سب صورتوں میں وہ مرتکب گناہِ کبیرہ ہوا یا نہیں؟ برتقدیرِ اول حسبِ شرع اس پر کیا سزا لازم آتی ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

یہ سوال سب مجمل ہے اور حالِ زمانہ مختل ہے، سب لوگ عالم کہلاتے ہیں اور وہ بوجہ وغیرہ بدمذہب ہونے کے ہزار درجہ فاسق جاہل سے بدتر ہیں، اور آجکل وہابیہ وغیرہم مبتدعین میں تقیہ بہت رائج ہے خصوصاً جہاں روٹی کا معاملہ ہو، روٹی کے لئے دین بیچنا اُن کے نزدیک بہت آسان بات ہے۔ معاملہ غیر ملک کا ہے اور غیب کا علم خدا کو ہے اگر صورتِ واقعہ کہیں یہی ہو کہ عالم بننے والا پیش امام تقیہ کئے ہوئے سُنیوں کی مسجد میں نماز پڑھاتا ہو اور کسی سُنی کو اس کے حالِ باطن پر اطلاع ہوگئی تو اس کی تشہیر اور اس کے اخراج کی تدبیر جو کچھ اس سُنی نے کی اس پر اجرِ عظیم کا مستحق ہے اور گواہ نہ پاسکا کہ تقیہ والوں کی حالت پر گواہوں کا ملنا بہت دشوار ہوتا ہے تو اس پر کوئی الزام نہیں۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اترعون عن ذکر الفاجر متی یعرفہ الناس اذکروا الفاجر بما فیہ یحذرہ الناس۔[1] کیا تم بدکار کا تذکرہ کرنے کے سلسلے میں رعایت کرتے ہو تو پھر لوگ اسے کب پہچانیں گے، لہٰذا بدکار جو جرم کرے اس کا ذکر کیا کرو تاکہ لوگ اس سے ہوشیار رہیں اور بچ سکیں۔ (ت)

اور اگر واقع میں وہ عالم سُنی ہے اور اُس نے جس عیب کی اشاعت کی اس کے سبب سے مسلمانوں کو ضرر تھا اور اطلاع دینے میں اس کا دفع تھا اور اُس نے اس کے عذر ہی کی نیت سے محض بغرضِ خیر خواہیِ مسلمین یہ کارروائی کی جب بھی اس پر الزام نہیں، نہ شرعاً ایسی غیبت ممنوع ہے

---

[1] تاریخ بغداد للبغدادی ترجمہ جارود بن یزید ۳۴۳۵ و حسن بن احمد ۳۸۵۱ بیروت ۷/ ۲۶۲ و ۲۶۸
" " " ترجمہ محمد بن احمد ۳۴۰ دارالکتاب العربی بیروت ۱/ ۳۸۲

اور اگر یہ بھی نہ تھا بلکہ صرف اس عالم کی غیبت چینی اور اسے ضرر رسانی کی غرض سے ایسی حرکت کی تو یہ شخص سخت کبیرہ کا مرتکب ہے اور حاکم شرع کے حضور سخت سزا کا مستحق ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ 7

ثلثۃ لا یستخف بحقھم الا منافق ذو العلم و ذو الشیبۃ فی الاسلام و امام مقسط[1]

تین شخصوں کا حق ہلکا نہ جانے گا مگر منافق، ایک عالم، دوسرا وہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا، تیسرا بادشاہ اسلام عادل۔ واللہ تعالٰی

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ زید امامت کا بہت شائق ہے جس وقت مقررہ (امام) مسجد نہیں ہوتے ہیں تو وہ باوصف اس کے کہ اس سے (افضل) جماعت میں ہوتے ہیں خود جرأت کرکے مصلی امام پر لپک جاتا ہے اکثر نمازی اس کی اقتدار سے متنفر ہوکر علیحدہ ہوجاتے ہیں کیونکہ ان کو پکی شہادتوں سے تحقیق ہوچکا ہے کہ زید ولد الزنا ہے علاوہ اس کے جھوٹی گواہیاں عدالتوں میں دیتا ہے اور لباس و صورت اس کی خلاف شرع ہے لیکن بعض شخص بوجہ عدم واقفیت اور بعض بسبب قرابت و رعایت کے سکوت کرکے اقتدا کرلیتے ہیں اس کی صورت اور لباس کا نقشہ یہ ہے سر کے بال کترے ہوئے، نہ منڈے نہ دراز۔ داڑھی ایک مشت سے کم جس پر سیاہ خضاب۔ لباس اچکن بٹن دار جیب گھڑی لگی ہوئی پاجامہ نیچا، ٹخنے چھپے ہوئے، پاؤں میں بوٹ، بائیں ہاتھ میں کبڑی لکڑی ہے اور وہ علم اور تعزیوں اور میلوں میں جایا کرتا ہے اور رقص و نشاط کے جلسوں میں بھی شریک رہتا ہے بلکہ اپنے یہاں کی تقریبوں میں ڈھول باجا ناچ رنگ کراتا ہے حضرت محمد شیر میاں مرحوم کا مرید ہے صرف اس بیعت سے اپنے آپ کو افضل الخلائق گمان کرتا ہے اور قابل الامامت سمجھتا ہے اگر انصاف کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں تو پیر کی بھی اطاعت اس میں مطلق نہیں ہے کیا ایسا شخص جو عقیدۃً اور عملاً اور صورتاً اور سیرتاً زید جیسا ہو امامت کے اور اہتمام مسجد کے قابل شرعاً ہوسکتا ہے اور کیا ان لوگوں کی نماز جو اس کی اقتدار کرتے ہیں فساد و کراہت سے خالی ہوگی؟ احکام شرع مبین جواب تحریر فرمائیں اور زید فرائض و واجبات اور سنن اور مکروہات و مفسدات نماز نہیں جانتا ہے۔

الجواب

سر کے بال ترشوا کر چھوٹے چھوٹے رکھنا مکروہ تنزیہی ہے کہ خلاف سنت ہے، اور پائنچے ٹخنے سے نیچے بھی مکروہ تنزیہی ہیں یعنی صرف خلاف اولٰی جبکہ بہ نیت تکبر نہ ہو۔

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۷۸۱۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/۲۳۸

صرح به فی العلمگیریة[1] وفیه حدیث فی صحیح البخاری انك لست ممن یصنعه خیلاء[2]

فتاوٰی عالمگیری میں (مسئلہ مذکورہ کی) تصریح کی گئی اور اس بارے میں صحیح بخاری کی حدیث موجود ہے تم ان لوگوں میں سے نہیں جو برنائے تکبر ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکاتے ہیں۔(ت) [حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سوال پر حضور انور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا تھا]

اور ولد الزنا کے پیچھے بھی نماز مکروہِ تنزیہی ہے جبکہ وہ سب حاضرین سے مسائلِ نماز و طہارت کا علم زیادہ نہ رکھتا ہو، اور کبڑی لکڑی بھی رکھنا فی نفسہ بُرا نہیں جبکہ نیچریہ و نصارٰی سے تشبّہ مقصود نہ ہو، اور بٹن دار اچکن اور جیب اور اس کی گھڑی مباح ہے مگر انگریزی وضع کا بُوٹ ممنوع ہے، اور داڑھی کترواکر ایک مشت سے کم رکھنا حرام ہے۔ سیاہ خضاب حرام ہے۔ علم، تعزیوں اور فسق کے میلوں اور رقص کے جلسوں میں جانا حرام ہے۔ اپنی تقریبوں میں ڈھول جس طرح فسّاق میں رائج ہے بجوانا، ناچ کرانا حرام ہے۔ ان افعال کا مرتکب ضرور فاسق معلن ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنا جائز نہیں اور پڑھی ہو تو پھیرنا واجب ہے نہ ایسے شخص کو مہتمم مسجد بنانے کی اجازت۔ واللہ تعالٰے اعلم۔

مسئلہ ۴

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے پیر پر الزام زنا رکھے اور پیر سے وہ گناہ صادر نہ ہوا اور پیر مرشد اس بات کو سُن کر اس مرید کو عاق کردے اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

مسلمان پر زنا کی جھوٹی تہمت رکھنا گناہِ کبیرہ ہے، قرآن عظیم نے اس کو فاسق فرمایا ہے، اگر وہ اپنی اس ناپاک حرکت پر اصرار کرے اور تائب نہ ہو تو اُسے امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنی گناہ اور اس کا پھیرنا واجب۔ واللہ تعالٰے اعلم

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۳۳

[2] صحیح البخاری کتاب اللباس باب من جرّ ازارہ من غیر خیلاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۶۰

مسئلہ مسئولہ عبدالرحیم خاں صاحب از بہرام پور ضلع مرشد آباد بنگال ۲۱ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین، زید دعویٰ کرتا ہے کہ میں سُنی ہوں، اور امامت بھی کرتا ہے، دُلدل کے آگے مرثیہ پڑھتا ہوا کربلا تک گیا، ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنی کیسی ہے؟

الجواب

دُلدل بدعت ہے اور یہ رائج مرثیے معصیت ہیں، اور یہ ساختہ کربلا مجمع بدعات ہے، ایسا شخص فاسق ہے جب تک توبہ نہ کرے اسے امام بنانا گناہ ہے۔ غنیہ میں فتاوی حجہ سے ہے:
لوقدموا فاسقایأثمون[1] (اور لوگ اگر کسی فاسق کو امامت کے لئے آگے کریں تو گنہگار ہونگے۔ت)
واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ مسئولہ حافظ نبو علی صاحب از خاص ضلع بھنڈارہ محلہ کھم تالاب متوسط ضلع ناگپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ خاص ضلع بھنڈارہ محلہ کھم تالاب میں ایک مولوی صاحب جو کہ مسجد میں پیش امام اور واعظ اور مشائخ بھی ہیں یہ تینوں صفتیں ہو کر جہاں ناٹک گانا بجتا ہو ایسی جگہ بشوق جاتے ہیں اور آپ مدرسہ انجمن کے مدرس اعظم بھی ہیں یہ فعل شرع میں جائز ہے کیا؟ اگر ناجائز ہے تو ایسے پیش امام اور واعظ اور مشائخ کے لئے کیا حکم ہے؟ ایسے شخص کی پیش امامی جائز ہے یا نہیں؟

www.alahazratnetwork.org

الجواب

ناٹک مجمع فسقیات ہے اور اس میں جانا ضرور شنیع العذار خفیف الحرکات نامہذب بے باک ہونے کی دلیل کافی ہے اور بعد تعود وصراحۃً فسق بالاعلان ہے اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنا گناہ اور جتنی پڑھی ہوں ان کا پھیرنا واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از شہر بریلی محلہ بہاری پور مرسلہ علی احمد قادری ۲۹ شوال ۱۳۳۲ھ

بے نمازی اور وہ شخص جو بال انگریزی رکھوائے اس کے واسطے کیا شریعت کا حکم ہونا چاہئے؟

الجواب

بے نمازی سخت شقی فاسق فاجر مرتکب کبائر مستحق جہنم ہے وہ ایسا مسلمان ہے جیسا تصویر

---

[1] غنیۃ المستملی فصل الاول بالامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

کا گھوڑا ہے کہ شکل گھوڑے کی اور کام کچھ نہیں انگریزی بال رکھنا مکروہ و خلاف سنت و وضع فساق ہے ممنوع ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹ بروز شنبہ ۷ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں،

(۱) ایک عورت بیوہ مسلمان ہے خواہ مذہب شیعہ ہو خواہ مذہب اہلسنت وجماعت نکاح ثانی نہیں کیا اور کسی مسلمان شخص سے مبتلا ہے اس کے گھر کا کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟ یا وہ عورت کسی ایک مشرک کے ساتھ گرفتار ہے ایسی عورت کے یہاں کھانا جائز ہے ایسی عورت کے گھر میں اگر کوئی پیش امام دعوت کھائے اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ اور اس پیش امام کے لئے کچھ کفارہ ہوتا ہے یا نہیں؟

(۲) جو شخص فال کھولتا ہو لوگوں کو کہتا ہو کہ تمہارا کام ہو جائے گا یا یہ کام تمہارے واسطے اچھا ہوگا یا برا ہوگا یا اس میں نفع ہوگا یا نقصان، اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

www.alahazratnetwork.org

(۱) آج کل کے روافض تو اسلام سے خارج ہیں، اور جو عورت بلا نکاح کسی شخص کے پاس رہے فاسقہ ہے اور وہ شخص مشرک ہو تو اس کا فسق اور سخت تر ہے اور فاسق کے یہاں کھانا اگر وجہ حلال سے ہو فی نفسہٖ حرام نہیں مگر فاسقوں سے میل جول نہ چاہئے خصوصاً مقتدا کو، پھر اگر دو ایک بار ایسا واقع ہو تو یہ ایسا الزام نہیں جس کے سبب اس کے پیچھے نماز میں حرج ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) اگر یہ احکام قطع ویقین کے ساتھ لگاتا ہو جب تو وہ مسلمان ہی نہیں، اس کی تصدیق کرنیوالے کو صحیح حدیث میں فرمایا:

قد کفر بما نزل علی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1] — اس نے اس چیز کے ساتھ کفر کیا جو محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اتاری گئی۔

اور اگر یقین نہیں کرتا جب بھی عام طور پر جو فال دیکھنا رائج ہے معصیت سے خالی نہیں، ایسے شخص کی امامت جائز جب تک کوئی فساد عقیدہ نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] جامع الترمذی ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی کراہیۃ اتیان الحائض امین کمپنی دہلی ۱/۱۹

مسئلہ حاجی عبدالغنی صاحب طالب علم بنگالی مدرسہ اہلسنت وجماعت بریلی بتاریخ ۱۲ ذی القعدہ ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو غسل کی حاجت تھی ہمراہ کپڑے ناپاک غسل کیا بعدہ اس پاجامہ کو اتار کر دھونا چاہا جب دھونے لگا تو اسی ناپاک ہاتھ سے جو پاجامہ کے استعمال سے ناپاک ہوگیا تھا گھڑے اور لوٹا کو چھوا تو یہ گھڑا بدھنا بھی ناپاک ہوا دوسرے شخص نے اس گمان سے کہ زید نے ناپاک ہاتھ لگایا ہے اس گھڑے بدھنے کو توڑ ڈالا، آیا اب اس کا عوض زید پر لازم ہوگا یا عمرو پر جس نے توڑ ڈالا ہے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب الملفوظ

گھڑا جس نے توڑ دیا اس پر تاوان ہے اور اگر پاجامہ پاک کرنے کے بعد ہاتھ لگایا تو یہ ناپاک بھی نہ ہوا کہ جو چیز ہاتھ سے پاک کی جائے اس کے پاک ہونے کے ساتھ ہاتھ بھی پاک ہوجاتا ہے، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱ مرسلہ عبدالستار بن اسمٰعیل صاحب از گونڈل کاٹھیاواڑ یکم صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنت اس مسئلہ میں، ایسے کپڑے جو مرد کو ناجائز ہوں ان کے ساتھ نماز پڑھنا کیسا ہے مثلاً زری کی مغرق ٹوپی یا صدری ریشمی پاجامہ انگرکھا یا پیراہن، انگشت میں سونے کی انگوٹھی بدن پر سونے کا چین وغیرہ۔ بیّنوا توجروا۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

ناجائز لباس کے ساتھ نماز مکروہِ تحریمی ہوتی ہے کہ اس کا اعادہ واجب۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲ از قصبہ بالکہ ضلع بلند شہر مرسلہ صالح محمد خاں صاحب مورخہ ۲۸ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ کیا حال ہے ایسے شخص کا جو گناہان مندرجہ ذیل کا مرتکب ہوا، وہ شخص مسلمان رہا یا نہیں اور نماز اس کے پیچھے جائز ہے یا نہیں۔

(۱) ایک شخص نے جان بوجھ کر بسبب دنیوی رنجش کے قصداً فعل حلال شرعی کو حرام کردیا۔

(۲) غیر مقلدین کو جو اپنے کو عامل بالحدیث مشہور کرتے ہیں اور امامان مجتہدین رحمہم اللہ کو بدعتی اور اصحاب الرائے کہتے ہیں، ان کو دربارہ شخصے خلاف شرع مدد دی۔

(۳) شرعی معاملہ میں عمداً بحلف جھوٹی شہادت دی۔

(۴) چار مسلمان اہلسنت وجماعت حنفی مذہب واقف مسائل شرعی کے روبرو شرعی فعل حلال و جائز کو برحق اور سچا تسلیم کرکے پھر اس کلمۂ حق سے منحرف ہو کر ناجواز کا قائل ہوا اور یہ شخص پیش امام مسجد بھی ہے آیا نماز پیچھے اس کے جائز ہے یا نہیں مع دلیل وحوالہ کتاب اللہ وحدیث

رسول اللہ یا عبارات فقہیہ کے مرتب فرماکر مزین بمہر خاص فرمادیں۔ بینوا توجروا (بیان فرماؤ، اجر پاؤ۔ت)

الجواب

ایسے لوگ سخت گنہگار بلکہ گمراہ ہیں کہ حق کے مقابل باطل کی اعانت کرتے ہیں ایسے شخص کے پیچھے نماز ناجائز ہے بلکہ جب تک توبہ نہ کریں مسلمانوں کو اُن سے بالکل قطع علاقہ کردینا چاہئے کہ وہ ظالم ہیں اور ظالم بھی کس پر، دین پر۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے،

واما ینسینك الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین[1]	اور اگر تمہیں شیطان بھلاوے میں مبتلا کردے تو پھر یاد آنے کے بعد کبھی ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔(ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳: از بھونا مارکیٹ کراچی بندر مرسلہ حضرت پیر سیدابراہیم صاحب گیلانی قادری بغدادی مدظلہ الاقدس ۱۵ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص اپنے وطن سے نکل کر ناواقف مسلمانوں کے پاس آکر بحیلہ تعلیم امور دینی وطرق درویشانہ پیری مریدی سلسلہ جاری رکھا حتی کہ اپنے مرید خاص خوجے موچی کے گھر میں رہ کر اُن کی لڑکی جو کہ منکوحۃ الغیر تھی معہ شیرخوار بچے کو بھگا کر دوسرے ملک میں لے گیا اور شیرخوار بچہ جو کہ خوجے موچی کا لڑکا ہے سید بنایا اور رفتہ رفتہ اُن سے چند اولاد ہوئے ایسے شخص کے بارے میں حد شریعت کون سی قائم ہوگی اور فاجر وفاسق ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر یہ امر واقعی ہے تو ایسا شخص سخت فاسق فاجر مرتکب کبائر ہے مستحق عذاب جہنم ہے اُسے امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس کے پاس مال حلال بھی ہے یعنی اپنی زمین میں زراعت ہوتی ہے اور سود بھی کھاتا ہے اس قسم کے لوگوں کا ہدیہ قبول کرنا اور اسکے دعوات کھانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

الجواب

سود خور کو امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہِ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب، اور اس کی دعوت قبول کرنے سے احتراز چاہیے، پھر بھی دعوت و ہدیہ میں فتویٰ جواز ہے جب تک معلوم نہ ہو کہ شے جو ہمارے سامنے پیش کی گئی بعینہٖ وجہ حرام سے ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۱۵ از مراد آباد حسن پور مرسلہ عبدالرحمٰن مدرس ۸ ذی القعدہ ۱۳۳۸ھ

جمعہ فرضوں کی اور سنتوں کی اول و آخر کی نیت تحریر فرما دیجئے۔ بینوا توجروا

الجواب

جمعہ کی نیت میں فرض جمعہ اور چاہے یہ بھی بڑھائے واسطے اسقاط ظہر کے، اور قبل کی سنتوں میں سنت قبل جمعہ اور بعد کی سنتوں میں سنت بعد جمعہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶ از شہر محلہ سوداگران مسئولہ احسان علی طالبعلم مدرسہ منظر الاسلام ۸ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ شوہر کسی کام کے کرنے کا حکم دے اور وقتِ نماز آتا ہے کہ اگر اس کے حکم کی تعمیل کرے تو پھر نماز کا وقت باقی نہیں رہے گا تو اس صورت میں عورت نماز پڑھے یا حکم شوہر بجالائے؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ت)

www.alahazratnetwork.org

الجواب

نماز پڑھے ایسا حکم ماننا حرام ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۱۷ از شہر کہنہ محلہ سیلانی مرسلہ جناب محمد حسین صاحب رضوی مورخہ ۸ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید بکر کے پاس آیا جس کو عرصہ پانچ یا چھ یوم کا ہوا اور دیگر اشخاص بھی زید کے ساتھ تھے یہ بیان کیا کہ ایک چھت پر دو یا تین یا دس آدمی برابر فرض علیحدہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں، بکر نے کہا کہ نماز نہیں ہوگی جماعت کرنا چاہیے، بکر سے زید نے کہا کہ نماز ہو جائے گی، میں نے مسئلہ اپنے مولوی سے دریافت کر لیا ہے، اس پر بکر نے کہا کہ زید تم کو کافر جانتا ہوں کیونکہ تم لوگ دیوبند اور گنگوہ کے علماء کی تقلید کرتے ہو اور وہ توہین سرکار مدینہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی کرتے ہیں لہذا میں توہین کے کرنے والوں کو اور جو ان سے میل رکھتے ہیں کافر جانتا ہوں اور میں وہابی سے بات نہیں کرنا چاہتا اور زید میلاد شریف میں قیام کا منکر ہے اور کہتا ہے وہ بدعت ہے۔ اب زید علمائے دین سے فتویٰ اس مضمون کا لایا ہے کہ بکر نے مجھ کو کافر کہا وجہ کوئی فتویٰ میں تحریر نہیں کی کہ کس وجہ سے کافر کہا ہے اب فتویٰ کو سب کو دکھاتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ بکر توبہ کرے اور جدید

نکاح کرے لہٰذا آپ فرمائیں کہ بکر توبہ کرے یا زید، بکر زید کو وہابی جانتا ہے اور دیگر دیوبندیوں کو جو کہ توہین کرتے ہیں، اور یہ لوگ اُن کی تقلید کرتے ہیں سب کو کافر جانتا ہے۔ بیّنوا توجروا

الجواب

کیا اللہ کی لعنت سے نہیں ڈرتے وہ لوگ جو شریعت کو دھوکا دیتے ہیں اور جھوٹا سوال بنا کر اُلٹا فتویٰ لیتے ہیں اس صورت میں بکر پر وہ حکم ہرگز نہیں ہے بلکہ زید اور اس کے ہم مذہب توہین کرنے والے پہلے کروہ اسلام سے خارج ہیں، بکر کہ نبی سرورِ عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی توہین کرنے والوں کو کافر جانتا ہے بیشک حق پر ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور نماز کا مسئلہ یہ ہے کہ ابھی جماعت نہ ہوئی اور کچھ لوگ ایک جگہ تنہا پڑھیں اور ان میں کوئی امامت کے قابل ہے تو بوجہ ترکِ جماعت کے گنہگار ہوں گے فرض ادا ہو جائیں گے، اور اگر جماعت اولیٰ ہو چکی اور کچھ لوگ اتفاق سے رہ گئے جب بھی انھیں چاہئے کہ مصلے سے ہٹ کر جماعت کریں اور رافضیوں اور گنگوہی کی طرح ایک جگہ الگ نہ پڑھیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم

www.alahazratnetwork.org

روزہ و زکوٰۃ و حج

مسئلہ ۱۸ مسئولہ عبدالستار بن اسمٰعیل از شہر گونڈل کاٹھیاوار مورخہ ۹ شعبان یکشنبہ ۱۳۳۴ھ

بعض لوگ اس ملک میں بعد نماز عصر کے اذانِ مغرب تک کچھ کھاتے پیتے نہیں ہیں، اور اس کو عصر کا روزہ کہتے ہیں، اس کے فوائد بہت بیان کئے جاتے ہیں، ایک فائدہ یہ بیان کرتے ہیں کہ وقتِ سکرات جب شیطان پانی لے کر دھوکا دینے کو آئے گا اس وقت اس روزہ رکھنے والے کو وقت عصر کا معلوم ہوگا اور روزہ کا خیال رہے گا تب کہہ دے گا میں روزہ سے ہوں ہرگز تیرا پانی نہ پیوں گا۔ چنانچہ شیطان لاچار ہو کر چلا جائے گا اور اس روزہ کا رکھنے والا گمراہی سے بچ جائے گا۔ اب کیا یہ روزہ اور اس کے فوائد صحیح ہیں یا نہیں؟ کسی معتبر کتاب میں اس کی کچھ اصل ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس پر ثواب سمجھ کر عمل کرنا کیسا ہے؟ فقط۔

الجواب

حدیث و فقہ میں اس کی اصل نہیں معمولات بعض مشائخ سے ہے اور اس پر عمل میں حرج نہیں انسان جتنی دیر شہوات نفسی سے بچے بہتر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹ از اجمیر شریف متصل امام بارہ مکان میر گلزار علی صاحب مرسلہ فیاض حسین صاحب ۲۹ شوال ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زکوٰۃ اور فطرہ خلافت فنڈ میں دینا نیز آمدنی تھیٹر

جو شرعاً ناجائز ہے اس میں دینا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

زکوٰۃ مسجد میں دے تو ادا ہو نہیں سکتی، اسے خلافت فنڈ میں کیسے دیا جا سکتا ہے، زکوٰۃ کا رکن تملیکِ فقیر ہے۔ درمختار میں ہے:

لاصرف الی مسجد لعدم التملیک وھو الرکن[1]

کسی مسجد میں مال زکوٰۃ خرچ کرنا درست نہیں اس لئے کہ اس میں محتاج کو مالک بنانا نہیں پایا جاتا جبکہ تملیک فقیر زکوٰۃ میں رکن ہے۔ (ت)

تھیٹر کا روپیہ کہ تماشہ کی اُجرت میں لیا جاتا ہے قطعی حرام اور اشد قسم کا حرام ہے مگر سوال بے منشا ہے خلافت فنڈ اگر بالفرض ایسوں کے ہاتھوں میں ہے جو اللہ کو اللہ، رسول کو رسول، حلال کو حلال، حرام کو حرام جانتے ہوں تو وہ خود ہی ایسا مال نہ لیں گے۔ اور اگر ایسوں کے ہاتھوں میں ہو جن کے نزدیک اسلام وکفر میں کوئی وجہِ امتیاز نہیں سب برائے نام ہیں جو اپنے اسلام سے بھی صراحۃً انکار کریں جو کفر کا بول بالا کرنے کیلئے شعارِ اسلام کی بندش چاہیں جو مشرکوں کے مجمع میں مشرک کی جے بولیں جو مشرکوں کے ہاتھ سے اپنے ماتھے پر قشقے لگوائیں جو اپنے آپ کو لالہ وپنڈت کہیں جو مساجد میں منبروں پر مشرکوں کو لے جاکر وعظ کہلوائیں جو مشرکوں کی خوشی کے لئے رام لچھمن پر پھول چڑھائیں جو سخت اشد دشمنانِ رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنی مجلس کا جسے بزعم خود دینی مجلس سمجھیں صدر بنائیں جو ایسوں کو کہ اپنے معبود کا ظالم جاہل چور شرابی ہونا جائز رکھیں ایسے کو الٹے جانیں پھر ان کو شیخ الہند وشیخ الاسلام بتائیں جو صاف لکھ دیں کہ ہم ایک ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہیں جو بتوں کے معبد کو مقدس جگہ بنائے گا تو سوال محض فضول ہے انھیں احتراز کی کیا وجہ اور اُن پر اعتراض کا کیا موقع جنھیں کفر و اسلام میں امتیاز نہیں، حلال وحرام میں امتیاز کیا معنے، بلکہ جن کے نزدیک اسلام کفر اور کفر اسلام ہے اُن کے یہاں آپ ہی حرام حلال اور حلال حرام ہے ما علی مثلہ بعد الخطاء۔ واللہ تعالٰی اعلم (اس قسم کے شخص سے خطا بعید نہیں۔ اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ ت)

مسئلہ ازشہر محلہ سوداگران مسئولہ احسان علی طالبعلم مدرسہ منظر الاسلام ۱۰ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر عورت حج کو جانا چاہتی ہے

---

[1] درمختار کتاب الزکوٰۃ باب المصرف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۱-۱۴۰

اور شوہر اُس کا اس کو منع کرے کسی عُذر سے، تو جاسکتی ہے بغیر اجازت شوہر کے یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ت)

الجواب

اگر محرم ساتھ ہے اور حج اس پر فرض ہے تو جائے گی ورنہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

www.alahazratnetwork.org

جنائز و زیارتِ قبور و مزاراتِ اولیاء

مسئلہ ۲۱: از درو تحصیل کچھا ضلع نینی تال مرسلہ عبدالعزیز خاں ۲۲ رجب ۱۳۱۵ھ

www.alahazratnetwork.org

زیارتِ اولیاء اللہ کے واسطے جانا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ، اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

قطعاً جائز، لاطلاق قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الا فزوروھا[1]

لوگو! اب قبروں کی زیارت کیا کرو۔ (ت)

وقد فصلہ الامام حجۃ الاسلام فی الاحیاء وغیرہ فی غیرہ والمسألۃ افردت بالتألیف۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ نے احیاء العلوم میں اور دیگر ائمہ نے اپنی اپنی کتب میں اس مسئلہ کو تفصیلاً بیان کیا ہے اور خاص اس مسئلہ میں مستقل کتب لکھی گئی ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲: از بنگالہ ضلع تراکھالی موضع بھولاکوٹ مرسلہ حیدر علی صاحب ۱۳ شعبان ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو مولود از شکمِ مادر مردہ شود تو کس طرح دفن کیا جائے، آیا کہ نال کٹوا کر دفن کریں؟ مع الدلیل بالتفصیل۔ بیّنوا توجروا۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الجنائز فصل فی الذھاب الی زیارۃ القبور قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۱۴

الجواب

اُس کا ناں کاٹنے کی حاجت نہیں کہ ایذائے بے سبب ہے۔

اخرج الامام محمد فی کتاب الاٰثار و ابوعبید القاسم بن سلام و ابراھیم الحربی کلاھما فی غریب الحدیث عن ابراھیم النخعی عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما انھا سئلت عن المیت یسرح رأسہ فقالت علام تنصون میتکم[1] واخرج عبدالرزاق فی مصنفہ عنھا رضی اللہ تعالٰی عنھا رأت امرأۃ یکدون رأسھا فقالت علام تنصون میتکم[2] فاذا کان ھذا فی تسریح شعرہ فما ظنک بقطع بضعۃ منہ مع غیر حاجۃ الیہ و لا نفع[3] کما لا تخفی واللہ تعالٰی اعلم۔

امام محمد نے کتاب الآثار میں ابوعبید قاسم بن سلام اور ابراہیم حربی نے غریب الحدیث میں ابراہیم نخعی کے حوالہ سے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے تخریج کی کہ ان سے اس عورت کی میت کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا اس کے سر کے بالوں میں کنگھی کی جا سکتی ہے؟ ارشاد فرمایا، کاہے کے لئے تم میت کے بالوں میں کنگھی کرتے ہو اور اسے تکلیف پہنچاتے ہو یعنی ایسا کرنا مناسب اور ٹھیک نہیں) محدث عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں انھی سے تخریج کی ہے کہ مائی صاحبہ نے ایک مردہ عورت دیکھی کہ اس کے سر کے بالوں میں لوگ کنگھی کرتے تھے تو آپ نے فرمایا، کیوں اپنے مُردے کے بالوں میں کنگھی کرکے اسے تکلیف پہنچاتے ہو۔ جب بالوں میں کنگھی کے بارے میں یہ حکم ہے تو پھر اس کے جسم سے گوشت کا ٹکڑا کاٹنے کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے باوجودیکہ اس کی ضرورت بھی نہیں اور اس میں کوئی فائدہ بھی نہیں، اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۳: مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب مدرس اول مدرسہ قادریہ احمد آباد گجرات دکن محلہ جمال پور ۲۸ صفر ۱۳۳۹ھ

مولانا موصوف نے ایک رجسٹری بھیجی جس میں بحرالرائق، تصحیح المسائل مولانا فضل رسول صاحب

---

[1] کتاب الآثار باب الجنائز حدیث ۲۲۰ ادارۃ القرآن کراچی ص ۴۶
[2] المصنف لعبدالرزاق حدیث ۶۲۳۲ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۴۳۷
[3] القرآن الکریم ۱۷/۲۶

رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے عورتوں کے لئے زیارتِ قبور کی اجازت پر زور دیا تھا اُن کو یہ جواب بھیجا گیا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

مولٰینا المکرم مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب زید کرمہم ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ کی دو رجسٹریاں آئیں ، تین مہینے سے زائد ہوئے کہ میری آنکھ اچھی نہیں میری رائے اس مسئلہ میں خلاف پر ہے ، مدت ہوئی اس بارے میں میرا فتوٰی تحفۂ حنفیہ میں چھپ چکا ، میں اس رخصت کو جو بحرالرائق میں لکھی مان کر نظر بحالات نساء سوائے حاضری روضۂ انور کے کہ واجب یا قریب بواجب ہے ، مزاراتِ اولیاء یا دیگر قبور کی زیارت کو عورتوں کا جانا باتباع غنیۂ علامہ محقق ابراہیم حلبی ہرگز پسند نہیں کرتا خصوصاً اس طوفانِ بے تمیزی رقص ومزامیر وسرود میں جو آج کل جہال نے اعراس طیبہ میں برپا کر رکھا ہے اسکی شرکت تو میں عوام رجال کو بھی پسند نہیں رکھتا ، کہ وہ جن کو انجشہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدی خوانی بالحان خوش پر عورتوں کے سامنے ممانعت فرما کر انھیں نازک شیشیاں فرمایا گیا ، والسلام

مسئلہ ۲۲۴ ازامرتسر کٹرہ مہان سنگھ گلی کوچہ کی مسئولہ حاجی غلام محمد صاحب ۶ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص خاندانی سارق اور بڑا مشہور ومعروف و بدمعاش ہو بلکہ گورنمنٹی دفاتر میں نمبر ۱۰ کے بدمعاشوں میں نامزد ہو اور تمام عمر اس کا ذریعہ معاش چوری اور جُوا رہا ہو اور صوم وصلوٰۃ کا بھی تارک ہو غرضکہ اس نے اپنی تمام عمر چوری اور جُوا اور دیگر افعالِ قبیحہ میں بسر کی ہو اور آخر کار بلا توبہ فوت ہو گیا ہو تو ایسے شخص کے جنازہ پڑھنے یا پڑھانے کے متعلق بروئے فقہ واحادیث نبویہ شرعاً کیا حکم ہے؟

(۲) متوفی مذکور کی جائداد منقولہ وغیر منقولہ جو اس نے ذرائع حرام سے جیسے چوری اور جُوئے سے پیدا کی ہو اُس کا بصورت ختم جمعہ وچہلم وغیرہ خورد ونوش کرنے کے کون لوگ مستحق ہیں اور اُن کیلئے کیا حکم ہے؟

(۳) اگر کوئی شخص بحیثیت امام مسجد ہونے کے اس کا جنازہ پڑھے یا پڑھائے اور متوفی مذکور کی جائداد مندرجہ ضمن نمبر ۲ جان بوجھ کر بطریق ختم اور چہلم وغیرہ خورد ونوش کرے تو اس کے لئے شرعاً کیا حکم ہے اور وہ قابلِ امامت رہ سکتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

(۱) شخص مذکور اگرچہ کیسا ہی فاسق فاجر تھا اور اگرچہ بے توبہ مرا جبکہ مسلمان تھا اس کے جنازہ کی نماز لازم تھی نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

الصلٰوۃ واجبۃ علٰی کل مسلم برا کان او فاجرا وان ھو عمل الکبائر[۱]

ہر مسلمان خواہ نیک ہو یا بد، اس کی نماز جنازہ پڑھنی واجب ہے اگرچہ وہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہو۔ (ت)

درمختار میں ہے :

وھی فرض علٰی کل مسلم مات خلا اربعۃ[۲] الخ ولیس ھذا منھم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جب کوئی مسلمان مر جائے تو اس پر نماز پڑھنی فرض (کفایہ) ہے سوائے چار آدمیوں کے کہ ان کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اور یہ ان میں سے نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۲) جو مال اُس نے بعذر چوری یا جوئے سے حاصل کیا اس پر ختم وفاتحہ پڑھنا حرام ہے اور اس کا کھانا حرام ہے مگر اُسے جس سے وہ مال لیا گیا یا وہ معلوم نہ ہو تو فقیر کو بحیثیت مال لاوارثی نہ بحیثیت ایصال ثواب سمجھ کر کھایا وہ قابل امامت نہیں جب تک تائب نہ ہو بلکہ اسے جدید اسلام کا حکم ہے،

عالمگیریہ میں ہے :

لوتصدق علٰی فقیر بشیئ من مال الحرام یرجوا الثواب یکفر ولو علم الفقیر بذالک فدعا لہ وامن المعطی فقد کفرا کذا فی المحیط[۳]

اگر کسی محتاج پر حرام مال میں سے کچھ خیرات کرے اور ثواب کی امید رکھے تو کافر ہو جائے گا۔ اگر محتاج کو اُس مال کے حرام ہونے کا علم ہو پھر اُسے مال دینے کے لئے کوئی بلائے اور وہ اسکے لئے دعا کرے اور دینے والا آمین کہے تو دونوں کافر ہو گئے۔ محیط میں یہی مذکور ہے۔ (ت)

---

[۱] سنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الصلٰوۃ باب الصلٰوۃ خلف من لایحمد دارالفکر بیروت ۴/۱۲۱
[۲] درمختار کتاب الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۲
[۳] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۷۲

اور اگر اس کے پاس مال حلال بھی تھا اور اس کا خاص حرام سے ہونا معلوم نہیں یا زرِ حرام سے خریدی ہوئی کوئی چیز ہے جس کی خریداری میں زرِ حرام پر عقد و نقد جمع نہ ہوئے یعنی یہ نہ ہوا کہ حرام روپیہ دکھا کر کہا ہو کہ اس کے عوض دے دے پھر وہی روپیہ اس کے ثمن میں دیا ہو تو اس پر فاتحہ پڑھنے اور کھانے میں حرج نہیں اگرچہ صورتِ مذکورہ میں خلافِ احتیاط ضرور ہے۔ عالمگیریہ میں ذخیرہ سے ہے امام محمد فرماتے ہیں:

به ناخذ مالم نعرف شيئا حرام بعينه[1]

ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں جب تک کسی معین شے کے حرام ہونے کو نہ پہچانیں۔ (ت)

اگر یہ صورت تھی تو امام پر الزام نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

www.alahazratnetwork.org

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

ایصال ثواب و صدقہ و خیرات و سوال

مسئلہ ۲۷ ۱۲ صفر یوم سہ شنبہ ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بزرگانِ دین کی نذر و نیاز مثل مولود شریف وغیرہ کے ہندوؤں کی بنائی ہوئی شیرینی پر چاہئے یا مسلمان کی، اور جہاں مسلمان حلوائی بھی ہوں تو مسلمانوں کو کن سے خریدنا اولٰی ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

شک نہیں ہنود عموماً سخت ناپاکیوں میں آلودہ رہتے ہیں دھوتیوں میں پیشاب کرتے ہیں اور انھیں اپنے کنوؤں کی من پر کھڑے ہوکر ایک لٹیا پانی سے چھینٹے ہیں سب چھینٹیں کنویں میں جاتی ہیں، پاخانے میں ڈھیلے لے جانا تو انھیں کہاں نصیب، چھوٹی سی لٹیا ہوتی ہے وہ بھی بارہا آدھی یا پونی، پھر اسی میں آبدست، اُسی میں ہاتھ دھونا، اور اتنا بچا لائے جس سے بارہ کُلّے کرتے۔ مشاہدہ ہوا کہ اُن کے حلوائیوں نے اپنی اسی بے احتیاطی کے پانی سے کڑاہی دھوئی اور اُسی انگوچھے سے پونچھ لی جو سال سال بھر بدلا نہیں جاتا اور اس میں تراوں بلکہ چھینٹیوں مُوت ہوتا ہے علاوہ بریں اُن کے مذہب میں گائے بھینس کا گوبر اور بچھیا کا مُوت متبرک بلکہ پَوِتّر یعنی پاک کرنے والا ہوتا ہے تو اس سے احتراز کیا معنی بلکہ اُسے خشک و عطر کی جگہ استعمال کرنا اُن سے بعید نہیں ایسی حالتوں میں اگرچہ اس شریعت محمدیہ سہلہ غرا بیضا صلی اللہ تعالٰی علٰی صاحبہا و آلہ وبارک وسلم نے جب تک کسی خاص شئی میں وقوع نجاست کا یقین نہ ہو بحکم قاعدہ کلیہ الاصل الطہارۃ و

ضابطہ عامہ الیقین لایزول بالشک (اشیاء میں اصلاً پاکیزگی اور طہارت ہے اور اس کیلئے عام قاعدہ یہ ہے کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا) حکم فتوٰی میں آسانی فرمائی مگر شبہہ نہیں کہ تقوٰی حتی الامکان اس سے بچنا ہے خصوصاً جبکہ وہ باوصف اپنی گندگیوں ناپاکیوں کے پاک ستھرے نظیف مسلمانوں سے کس درجہ پرہیز رکھتے اور بحکم المرء یقیس علی نفسہ (ہر شخص دوسرے کے بارے میں اپنی ذات کے حوالے سے قیاس کرتا ہے۔ ت) معاذ اللہ انھیں پلید سمجھتے ہیں عجب کہ ناپاکوں کو پاکوں سے احتراز ہو اور پاک ناپاکوں سے اختلاط رکھیں اور اُن کی ایسی اوندھی اندھی چھوت پر بھی غیرت نہ کریں مانا کہ اپنے نفس کے لئے نہ بچیں مگر بیشک حضرات بزرگانِ دین صلے اللہ تعالٰی علٰی سیدہم ومولاہم وعلیہم اجمعین کی نذر و نیاز بلکہ عموماً فاتحہ وصدقات وامورِ خیرات میں اس سے احتراز چاہئے کہ یہ امور بامید قبول کیے جاتے ہیں، اور حدیث میں ارشاد ہوا:

ان اللہ طیب لا یقبل الا الطیب[1]

بیشک اللہ عزوجل طیب ہے نہیں قبول فرماتا مگر پاک ستھری چیز کو۔

تو اگر علمِ الٰہی میں ان شیرینیوں کی ناپاکی معاذ اللہ باعثِ عدمِ قبول ہوئی کیسا خسارہ ہے، غرض جہاں تک ممکن ہو ہنود کی ایسی اشیاء سے کھانے پینے میں عموماً اور نذر و نیاز فاتحہ صدقات میں خصوصاً احتراز اولٰی ہے، اور جب مسلمان حلوائی بھی موجود ہوں تو خواہ مخواہ ہنود کی طرف جھکنے کی وجہ کیا ہے؟ اُن سے خریدنے میں علاوہ ان خرابیوں کے یہ کیسا فائدہ ہے کہ اپنے مال کا نفع اپنے بھائی مسلمان ہی کو پہنچا، فتاوٰی ذخیرہ و طریقہ محمدیہ و حدیقہ ندیہ میں ہے:

یکرہ الاکل والشرب فی اوانی المشرکین قبل الغسل لان الغالب والظاھر من حال اوانیھم النجاسۃ فانھم یستحلون الخمر ویاکلون المیتۃ ولحم الخنزیر ویشربون ذلک ویاکلون فی قصاعھم و اوانیھم فیکرہ الاکل والشرب

مشرکین کے برتن بغیر دھوئے استعمال کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ غالباً ان کے برتن بظاہر ناپاک ہوتے ہیں بایں وجہ کہ وہ شراب پینا حلال جانتے اور مردار اور سؤر وغیرہ کھاتے ہیں اور اس مقصد کے لئے اپنے برتن استعمال کرتے ہیں لہذا انھیں دھوئے بغیر ان میں کھانا پینا مکروہ ہے۔ ظاہر

---

[1] صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب ان اسم الصدقۃ یقع الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۲۶
السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب صلوۃ الاستسقاء باب الخروج من المظالم دار صادر بیروت ۳/۳۴۶

فیھا قبل الغسل اعتبارا للظاھر کما کرہ التوضی بسور الدجاجۃ المخلاۃ لانھا لاتتوقی عن النجاسۃ فی الغالب الا ان الاصل فی الاشیاء الطھارۃ وتشککنا فی النجاسۃ فلم تثبت النجاسۃ بالشك ھذا حاصل ماذکرعن الذخیرۃ۔[1]

حال کا اعتبار کرتے ہوئے جیسے اس مرغی کے جھوٹے سے وضو کرنا مکروہ ہے جو گلی کوچوں میں آزاد پھرنے والی ہے اس لئے کہ وہ گندگی سے محفوظ نہیں ہوتی البتہ اصل اشیاء میں طہارت ہوتی ہے اور ہمیں نجاست کا محض شک ہوجائے تو شک سے نجاست ثابت نہیں ہوتی، خلاصہ از ذخیرہ مذکور ہوا۔ (ت)

نصاب الاحتساب میں ہے:

قال العبد اصلحہ اللہ تعالٰی وما ابتلینا من شراء السمن والخل واللبن والجبن وسائرالمائعات من الھنود علی ھذا الاحتمال تلویث اوانیھم وان نساء ھم لاتتوقین عن السرقین وکذا یاکلون لحم ما قتلوہ وذلك میتۃ فالاباحۃ فتوی والتحرز تقوی[2] اھ ملخصا واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم بالصواب۔

بندہ کہتا ہے کہ اللہ تعالٰی اس کی اصلاح فرمائے اور ہم گھی، سرکہ، پنیر، دودھ اور دیگر تمام سیال چیزیں ہندوؤں سے خریدتے ہیں۔ انکی عورتیں گوبر وغیرہ سے پرہیز نہیں کرتیں، اور ہندو لوگ بغیر ذبح کے مارڈالے جانے والے جانوروں کا گوشت کھاتے ہیں اس لئے انکے برتنوں کے ناپاک ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔ ان کے برتنوں کے استعمال کی اباحت ہمارے لئے بربنائے فتوٰی ہے جبکہ ان سے پرہیز کرنا تقوٰی ہے ملخصا۔ اللہ تعالٰی پاک، برتر اور خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۳۸: از پیلی بھیت محلہ پکریا مرسلہ شیخ عبدالوہاب صاحب ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

حامیِ دین ومفتیِ شرع متین جناب مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب انار اللہ برہانہ بعد سلام علیک ورحمۃ اللہ عرض ہے کہ مسئلہ حل طلب ارسال حضور ہے براہِ کرم جلد جواب سے مشرف فرمائیے۔ بعد ختم بیان ولادت جناب رسول خدا صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اگر پنج آیت پڑھ کر شیرینی تقسیم کی جائے تو جائز ہے یا ناجائز؟ اعتراض یہ ہے کہ پنج آیت مخصوص محفل غم کے واسطے ہیں نہ کہ محفل شادی کے

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ النوع الرابع مکتبہ نوریہ رضویہ لائلپور ۲/۱۲

[2] نصاب الاحتساب

چنانچہ سوم میں بعد ختم کلام مجید پنج آیت پڑھ کے شیرینی تقسیم کرتے ہیں محفل میلاد میں پڑھنا موجب کراہت ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

پنج آیت میں شادی وغمی کا تفرقہ اور اسے مجلس غم سے مخصوص ماننا محض باطل و بے اصل ہے صحابہ کرام کی عادت کریمہ تھی جب کسی مجلس میں جمع ہوتے کسی سے کچھ آیات کلام مجید پڑھوا کر سنتے۔ عالمگیریہ میں ہے:

لوقرأ طمعا فی الدنیا فی المجالس یکرہ وان قرأ لوجه الله تعالٰی لایکرہ وقد کان اصحاب رسول الله صلی الله تعالٰی علیه واٰله واصحابه اذا اجتمعوا امروا احدھم ان یقرأ سورۃ من القراٰن کذا فی الغرائب[1]

اگر دنیوی لالچ اور طمع کی بنا پر مجلس میں قرآن مجید پڑھا جائے تو یہ مکروہ ہے۔ اور اگر اللہ تعالٰی کی رضاجوئی کے لئے پڑھا جائے تو مکروہ نہیں اور بے شک اصحاب رسول (صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وصحبہ وسلم) جب کسی مجلس میں جمع ہوتے تو اپنے ساتھیوں میں سے کسی ایک کو فرمایا کرتے تھے کہ وہ قرآن مجید کی کوئی سورۃ تلاوت کرے۔ یونہی غرائب میں ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

حدیث میں ہے حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان ھذا القراٰن مأدبة الله فاقبلوا مأدبته ما استطعتم۔ رواہ الحاکم[2] وصححه عن ابن مسعود رضی الله تعالٰی عنه۔

بیشک یہ قرآن اللہ عزوجل کی طرف سے تمہاری دعوت ہے تو جہاں تک ہوسکے اس کی دعوت قبول کرو (حاکم نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کرکے اسکی تصحیح فرمائی۔ ت)

دوسری حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

کل مؤدب یحب ان یؤتٰی ادبه وادب الله القراٰن فلاتھجروہ (رواہ

ہر دعوت کرنے والا دوست رکھتا ہے کہ لوگ اسکی دعوت میں آئیں اور اللہ عزوجل کا خوان نعمت قرآن ہے تو اسے نہ چھوڑو (اس کو

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۱۶

[2] المستدرک للحاکم کتاب فضائل القرآن القرآن مأدبۃ اللہ دار الفکر بیروت ۱/ ۵۵۵

البیہقی عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

امام بیہقی نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

کیا اللہ عزوجل کی دعوت قبول کرنا اور اس کے خوانِ نعمت سے بہرہ مند ہونا صرف غمی میں چاہئے شادی میں نہیں، لاجرم مجلس میلاد مبارک میں تلاوت قرآن عظیم ہمیشہ سے معمول علمائے کرام و بلادِ اسلام ہے، امام جلال الملۃ والدین سیوطی رحمہ اللہ تعالٰی اپنے فتاوٰی میں فرماتے ہیں:

اصل المولد الذی ھو اجتماع الناس و قرأۃ ماتیسر من القراٰن ورواية الاخبار الواردۃ فی مبدأ امر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وما وقع فیہ من الاٰیات الخ[2]

میلاد شریف کی اصل لوگوں کا جمع ہونا، قرآن مجید کا تلاوت کیا جانا، اور ان آیات واحادیث و روایات کو بیان کرنا ہے جو آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی شان میں وارد ہوتی ہیں الخ۔ (ت)

امام حافظ ابن حجر عسقلانی استخراج اصل عمل مولد مبارک میں فرماتے ہیں:

والشکر للہ تعالٰی یحصل بانواع العبادۃ کالسجود والصیام والصدقۃ والتلاوۃ وای نعمۃ اعظم من النعمۃ ببروز ھذا النبی الکریم نبی الرحمۃ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی ذٰلک الیوم[3]

اللہ تعالٰی کا شکر کئی قسم کی عبادات مثلاً قیام، سجود، تلاوت، صدقہ خیرات وغیرہ کے ذریعے ادا ہوتا ہے اور نبی کریم جو رحمت والے نبی ہیں ان کے ظہور سے بڑی نعمت اور کون سی ہوسکتی ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

سیرت علامہ شامی میں ہے:

عمل المولد الذی استحسناہ فانہ لیس فیہ شیئ سوی قراءۃ القراٰن واطعام الطعام وذٰلک خیر وبر وقربۃ[4]

میلاد شریف منانا کہ جس کو ہم نے مستحسن قرار دیا ہے اس میں قرآن مجید کی تلاوت (ذکر خدا و ذکر رسول) اور کھانا کھلانے کے اہتمام کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ اور یہ کام تو کار خیر ہے اور نیکی و قربتِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔ (ت)

---

[1] کنز العمال بحوالہ الذھبی عن سمرۃ رضی اللہ عنہ حدیث ۲۲۸۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۵۱۴

[2] الحاوی للفتاوٰی حسن المقصد فی عمل المولد دار الفکر بیروت ۱/ ۱۸۹

[3] " " بحوالہ ابن حجر " " " " " " ۱/ ۱۹۶

[4] " " بحوالہ سیرۃ الشامی " " " " " " ۱/ ۱۹۵

غرض اس مجلس ملائک مانس کے مجلس شادی ہونے کے سبب اس میں قرأت پنج آیت پر انکار محض بے معنی ہے،

نعم حيث يكون القصد منها اهداء ثوابها للحضرة العلية النبوية عليه افضل الصلوٰة والسلام والتحية فهذا وان كان مما نازع فيه ابن تيمية ووافقه بعض لكن الحق الصحيح ما عليه الجمهور من جواز ذٰلك منهم الامام الاجل تقي الدين علي بن عبد الكافي السبكي والامام البارزي والامام ابن عقيل الحنبلي والامام الاجل العارف بالله علي بن الموفق والامام ابو العباس محمد بن اسحٰق السراج النيشاپوري والامام سلطان العلماء عز الدين بن عبد السلام والامام ابن حجر المكي كما في عقود الدرية والامام النويري والامام شهاب الدين احمد بن الشلبي الحنفي كما في رد المحتار وشيخ الاسلام القاياتي والامام شرف الدين المناوي والامام كمال الدين محمد بن الهمام المحقق المجتهد كما يستفاد منه والامام العارف بالله ابو المواهب سيدي محمد الشاذلي والامام العارف عبد الوهاب الشعراني كما سياتي وغيرهم من العلماء الاجلة المتقدمين والمتأخرين

www.alahazratnetwork.org

ہاں البتہ جہاں آیات مبارکہ کا ثواب بطور ہدیہ بارگاہِ عالیہ نبویہ میں پہنچانا مقصود ہو، اس میں اگرچہ حافظ ابن تیمیہ اور ان کے بعض موافقین نے نزاع اور اختلاف کیا ہے مگر حق اور صحیح بات یہی ہے جس پر ائمہ جمہور قائم ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم کو کلام پاک کا ثواب پہنچانا جائز ہے، جن بزرگوں نے اس کو جائز قرار دیا ہے ان میں جلیل القدر امام تقی الدین علی بن عبد الکافی سبکی (شافعی) ہیں (۲) امام بارزی (۳) امام ابن عقیل حنبلی (۴) امام کبیر عارف باللہ علی بن موفق (۵) ابو العباس امام محمد بن اسحٰق سراج نیشاپوری (۶) سلطان العلماء امام عز الدین بن عبد السلام (۷) امام ابن حجر مکی جیسا کہ عقود الدریہ میں ہے (۸) امام نویری (۹) امام شہاب الدین احمد بن شلبی حنفی جیسا کہ فتاوٰی شامی میں ہے (۱۰) شیخ الاسلام امام قایاتی (۱۱) امام شرف الدین مناوی (۱۲) امام کمال الدین محمد ابن ہمام محقق ومجتہد جیسا کہ ان کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے (۱۳) عارف باللہ امام ابو المواہب سیدی محمد شاذلی (۱۴) امام عارف عبد الوہاب شعرانی جیسا کہ عنقریب ذکر ہوگا۔ انکے علاوہ دیگر جلیل القدر علماء کرام متقدمین ومتاخرین

رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

ہیں۔ اللہ تعالٰی ان سب پر فرداً فرداً رحمت فرمائے۔ (ت)

فتاوٰی حدیثیہ امام ابن حجر مکی میں ہے:

ما یفعله الناس الاٰن من سوالهم من الله تعالٰی ان یوصل مثل ثواب ما یقرؤن الی النبی علیه الصلوٰۃ والسلام وآله وصحبه وتابعیهم حسن لا اعتراض علیه خلافا لمن زعمه کما بینته فی افتاء طویل غیرهنا اقول وزیادة لفظ مثل علی مذهب الشافعیه اما عندنا فلا حاجة الیها کما قد عرفت فی موضعه[1]

اب جو کچھ لوگ کرتے ہیں کہ اللہ تعالٰی سے سوال کیا جاتا ہے کہ جو کچھ وہ پڑھتے ہیں اللہ تعالٰی اس کی مثل کا ثواب نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم، ان کی سب اولاد، ان کے سب ساتھیوں اور ان کے تابعین کو پہنچا دے، تو یہ ایک اچھا طریقہ ہے پس اس پر کسی اعتراض اور اشکال کی گنجائش نہیں، البتہ اختلاف اس میں اس نے کیا ہے جس نے اس کو جائز نہیں سمجھا جیسا کہ اسکے علاوہ میں نے ایک طویل فتوٰی میں اس کو بیان کیا ہے ___ میں کہتا ہوں لفظ "مثل" کا اضافہ شوافع کے مذہب کے مطابق ہے ورنہ ہمارے نزدیک اس اضافہ کی کوئی ضرورت نہیں جیسا کہ تم اپنی جگہ اس کو پہچان چکے ہو۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ردالمحتار میں ہے:

ذکر ابن حجر فی الفتاوی الفقهیة ان الحافظ ابن تیمیة زعم منع اهداء ثواب القراءة للنبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم لان جنابه الرفیع لایتجری علیه الا بما اذن فیه الا تری ان ابن عمر کان یعتمر عنه صلی الله تعالٰی علیه وسلم عمرا بعد

علامہ ابن حجر نے اپنے فقہی فتاوٰی میں ذکر فرمایا حافظ ابن تیمیہ نے یہ گمان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو قراءت کے ثواب کا ہدیہ پیش کرنا منع ہے اس لئے کہ آپکی بلند پایہ ذات پر وہی جراءت کی جا سکتی ہے جس کی ان کے بارے میں اجازت دی گئی ہے [لیکن یہ نظریہ باطل ہے] کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے آپ کی

---

[1] الفتاوی الحدیثیة

موتہ من غیر وصیۃ، وحج ابن الموفق وھو فی طبقۃ الجنید عنہ سبعین حجۃ وختم ابن السراج عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکثر من عشرۃ اٰلاف ختمۃ وضحّی عنہ مثل ذٰلک اھ قلت ورأیت نحو ذٰلک بخط مفتی الحنفیۃ الشہاب احمد بن الشلبی شیخ البحر نقلا عن شرح الطیبۃ للنویری ومن جملۃ ما نقلہ ان ابن عقیل من الحنابلۃ قال یستحب اھداؤھا لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اھ قلت وقول علمائنا لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ یدخل فیہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانہ احق بذٰلک حیث انقذنا من الضلالۃ ففی ذٰلک نوع شکر واھداء جمیل لہ والکامل قابل لزیادۃ الکمال[1] الخ۔

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وصیت کے بغیر آپ کے وصال کے بعد آپ کی طرف سے کئی عمرے کئے، اور حضرت علی ابن موفق، جو طائفہ جنیدیہ میں سے ہیں، نے آپ کی طرف سے ستر حج ادا کئے۔ اور ابن سراج نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے دس ہزار سے زائد ختم قرآن مجید کئے، اور دس ہزار سے زائد حضور کی طرف سے قربانیاں کیں۔ میں کہتا ہوں کہ میں نے اسی طرح مفتی احناف شہاب احمد بن شلبی صاحب بحرالرائق کے استاذ کے اپنے خط سے لکھا ہوا دیکھا ہے کہ جو انھوں نے "طیبہ" کی شرح امام نووی سے نقل فرمائی ہے۔ جو کچھ انھوں نے نقل کیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حنابلہ میں سے علامہ ابن عقیل نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تلاوتِ قرآن مجید کا ثواب بطور ہدیہ پیش کرنا مستحب ہے۔ میں کہتا ہوں ہمارے علمائے کرام کا یہ فرمانا کہ آدمی کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے عمل صالح کا ثواب کسی دوسرے کو دے سکتا ہے [پس اس عموم میں] حضور نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھی داخل ہیں کیونکہ آپ اسکے زیادہ لائق اور مستحق ہیں کہ آپ نے ہمیں ہر نوع کی گمراہی سے بچایا اور چھڑایا، اس میں ایک گونہ شکر بھی پایا جاتا ہے اور یہ آپ کے لئے خوبصورت ہدیہ ہے اور کامل زیادتِ کمال کو قبول کرتا ہے الخ (ت)

لواقح الانوار فی طبقات الاخیار ذکر سیدی ابوالمواہب قدس سرہٗ میں ہے،

کان رضی اللہ تعالٰی عنہ یقول

حضرت ابوالمواہب رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے تھے

www.alahazratnetwork.org

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب الجنائز دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۰۵-۰۶

رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال لی انت تشفع لمائۃ الف قلت لہ بم استوجبت ذٰلک یارسول اللہ قال باعطائک لی ثواب الصلٰوۃ علیّ[۱]

کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا، حضور اقدس نے مجھ سے فرمایا کہ قیامت کے دن تم ایک لاکھ بندوں کی شفاعت کروگے، میں نے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں کیسے اس قابل ہوا؟ ارشاد ہوا، تم مجھ پر جو درود پڑھتے ہو اس کا ثواب مجھے دے ڈالتے ہو (یہ شان اس نیک اور اعلٰی عمل کا نتیجہ ہے)۔ (ت)

اُسی میں ہے:

کان رضی اللہ تعالٰی عنہ یقول رأیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقلت یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیک وسلم قد وھبت لک ثواب صلاتی علیک و ثواب کذا وکذا من اعمالی ان کان ذٰلک ما اردتہ بقولک للسائل الذی قال لک (فاجعل لک ثواب صلاتی کلھا فقلت لہ اذا تکفی ھمک ویغفر لک ذنبک) فقال لی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نعم ذٰلک اردت ولکن ابق لنفسک ثواب الکذا والکذا فانی غنی عنہ[۲]۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

وہ فرماتے تھے (اللہ تعالٰی ان سے راضی ہو) میں نے حضور نبی اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت کی اور آپ کی خدمت میں عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! میں آپ پر جو درود پڑھتا ہوں میں نے اس کا ثواب آپ کو بخش دیا اور اپنے فلاں فلاں عمل کا ثواب بھی بخش دیا، اگر آپ نے یہی ارادہ کیا تھا اپنے قول سے اس سائل کیلئے جس نے آپ سے عرض کی تھی کیا میں اپنے پڑھے ہوئے تمام درود کا ثواب آپ کو دے ڈالوں؟ تو آپ نے اس سے فرمایا پھر تو یہ تیرے غموں کیلئے کفایت کرے گا اور تیرے گناہ بخش دیے جائیں گے، حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں میں نے یہی ارادہ کیا تھا لیکن تو اپنی ذات کے لئے اتنا اتنا ثواب باقی رہنے دے کیونکہ میں اس سے بے نیاز ہوں۔ اور اللہ تعالٰی پاک، برتر اور خوب اچھی طرح جاننے والا ہے اور اس بڑی عزت والے کا علم نہایت درجہ کامل اور بڑا پختہ ہے۔ (ت)

---

[۱] و [۲] لواقح الانوار فی طبقات الاخیار ذکر الشیخ محمد ابو المواہب مصطفی البابی مصر ۲/۳ ۷، ۷۵

مسئلہ ۲۹ و ۳۰ ازمحمد گنج ضلع بریلی مرسلہ عبدالقادر خاں صاحب رامپوری ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) تین برس کے بچے کی فاتحہ دُوجے کی ہونا چاہئے یا سوم کی ہونا چاہئے؟

(۲) اگر کسی کھانے پر یا شیرینی پر بچے کی فاتحہ دے کر مسکینوں کو کھلا دے تب اُس کھانے کی فاتحہ یا شیرینی کا میت کو ثواب ملے گا یا نہیں، جائز ہے یا ناجائز؟ بیّنوا توجروا

(بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ت)

الجواب

(۱) شریعت میں ثواب پہنچانا ہے دوسرے دن ہو خواہ تیسرے دن، باقی یہ تعیین عُرفی ہیں، جب چاہیں کریں انھیں دنوں کی گنتی شرعی جاننا جہالت ہے و بدعت[1]۔ واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم۔

(۲) ضرور جائز ہے اور بیشک ثواب پہنچتا ہے اہلسنت کا یہی مذہب ہے،

والصبی لاشك انه من اھل الثواب ونصوص الحدیث وارشادات العلماء مطلقة لاتخصیص فیھا۔ واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بچہ اہل ثواب میں سے ہے (کیونکہ) حدیث شریف کی تصریحات اور علمائے کرام کے ارشادات اس بارے میں مطلق مذکور ہیں (کوئی قید مذکور نہیں۔مترجم) کہ جن میں کوئی تخصیص نہیں۔ اور اللہ تعالٰی پاک، برتر اور سب سے زیادہ جاننے والا ہے(ت)

مسئلہ ۳۱ مسئولہ حافظ محمود حسین ۹ جمادی الاولٰی ۱۳۱۶ھ

نقالوں کو دینا جیسا کہ تقریب نکاح وغیرہ میں آتے اور پھرتے ہیں اور مانگتے ہیں دینا اُن کو

---

[1] ایک نجدی شخص رامپور سے آیا منافقانہ سُنی بن کر بعض استفتا کئے جن کا جواب اسی جلد میں ہے۔ دارالافتاء سے اسے یہ جلد دی گئی کہ جواب نقل کرلے، اس نے یہ لفظ "و بدعت" اضافہ کیا ہے سطر میں جگہ نہ پائی تو نیچے اور بین السطور ہیں۔ فتاوی گنگوہی حصہ اول میں یہ فتوٰی مع اضافہ مفتری نقل کیا اور عبارت "جہالت ہے و بدعت" غلط تھی جس سے ہر ذی عقل نے سمجھ لیا کہ یہ عبارت فتاوی رضویہ کی نہیں، لہذا براہ چالاکی کہ وہابیہ کا شعار ہے اُسے یوں بنالیا "جہالت و بدعت ہے"۔ مسلمانو! وہابیہ کے یہ شیوے ہیں ۱۲۔

شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

اگر انھیں ممنوعاتِ شرعیہ سے اپنے یہاں باز رکھا جائے اور بغیر کسی امرِ ممنوع شرعی کی اُجرت کے احساناً دیا جائے تو جائز ہے، بلکہ اگر اس نیت سے دیں کہ یہ مسلمان اس مالِ حلال کو پاکر اکلِ حلال سے بہرہ مند ہوں اور شاید اس کی برکت سے اللہ تعالٰی ان کو توبہ نصیب فرمائے تو محمود و حسن و باعثِ اجر ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی حدیث:

اللھم لك الحمد علی زانیة اللھم لك الحمد علی سارق[1]

یا اللہ! تیرے لئے ہی تعریف و ثناء ہے کہ مال تو بدکار کے ہاتھ میں گیا، اے اللہ! تیرے ہی لئے حمد و ستائش کہ مال تو چور کے ہاتھ لگ گیا۔ (ت)

اس پر شاہد عدل ہے، اس صورت میں دینے والے کو دینا اور لینے والے کو لینا حلال وطیب ہے، عالمگیری وغیرہ میں اس کی تصریح ہے، اور اگر یہ صورت ہے کہ نہ دے گا تو اُسے مطعون کرتے پھریں گے اس کا مضحکہ اڑائیں گے نقلیں بنائیں گے جیسا کہ ان کی عادت سے معروف و مشہور ہے تو اس صورت میں بھی اپنے تحفظ کے لئے دینا جائز و حلال ہے اگرچہ انھیں لینا حرام ہے، اس کے جواز پر وہ حدیث شاہد کہ ایک شاعر نے بارگاہِ رسالت میں آکر سوال کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا:

اقطع عنی لسانہ[2]

میری طرف سے اس کی زبان کاٹ دے۔

درمختار وغیرہا میں بھی اس کا جواز مصرح ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۲

تخصیص حلوہ شبِ برات کی کیا تخصیص ہے؟

الجواب

یہ تخصیص عرفی ہے لازم شرعی نہیں، ہاں اگر کوئی جاہل اُسے شرعاً لازم جانے کہ بے حلوے کے

---

[1] صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب ثبوت اجر المتصدق الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۲۹

[2] السنن الکبرٰی کتاب الشہادات باب ماجاء فی اعطاء الشعراء دار صادر بیروت ۱۰/۲۴۱

ثواب نہ پہنچے گا تو وہ خطا پر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۳ از بنگالہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک موضع میں ایک شخص نے کمال جد وجہد سے ایک مدرسہ اس طور پر قائم کیا کہ از راہ تسہیل امر اطراف کے لوگوں سے استدعا کی کہ جتنے مرتبہ گھروں میں کھانا روزانہ پکایا جایا کرے ویسے مرتبہ ایک مٹھی ہر اجناس سے یعنی چاول وغیرہ علیحدہ ذخیرہ کر دیا کریں اور ختم ماہ پر مدرسہ کے مصارف میں دے دیا کریں، اسی طرح مدت سے یہ مدرسہ جاری ہے، اب یہ اعتراض پیدا ہوا ہے کہ یہ طریقہ ناجائز ہے بلکہ غیر اللہ یا شرک یا بدعت کے مشابہ ہے، پس دینے والوں اور تائید کرنے والوں کو گنہگار بتاتے ہیں آیا عمل مذکورہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو دہندہ اور تائید کنندہ اس عمل کا مستحق عذاب ہوگا یا ثواب؟ اگر مستحق عذاب ہو تو اس امر نیک کے باز رکھنے والے اور کار خیر کے روکنے والے پر حسب شرع شریف کیا حکم ہے؟ کیا وہ صورت مذکورہ مشابہ غیر اللہ یا شرک یا بدعت کے ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر بدعت ہو تو کس قسم کی بدعت ہے؟ با دلائل قرآن اور احادیث اور اقوال علماء اور ائمہ مجتہدین مستنبطین کے بیان فرمایا جائے۔ بیّنوا توجروا عنداللہ (بیان فرماؤ تاکہ تم اللہ تعالٰی کے ہاں اجر و ثواب کے مستحق بن جاؤ۔ت)

الجواب

صورتِ مذکورہ بلاشبہہ جائز، مستحب و مندوب ہے۔ اور اس طرح اعانتِ مدرسہ کرنے والے اور جو لوگ اس اعانت پر مؤید ہوئے سب کے لئے اجر جزیل و ثواب جمیل ہے جبکہ وہ مدرسہ مدرسہ دینیہ اور دینے والوں تائید کرنے والوں کی نیت محمودہ ہو اسے بدعت کہنا گناہ بتانا سخت جہالت بلکہ امر محمود شرعی کی تحریم و مذمت ہے اور اسے ماۤ اُھِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ[1] (اللہ تعالٰی نے تم پر حرام کر دیا) وہ جانور جسے ذبح کرتے ہوئے اس پر غیر خدا کا نام پکارا گیا۔ت) سمجھنا جیسے جاہلان بے خبر صرف لغیر اللہ کہا کرتے ہیں نرا جنون ہے، جب علم دین کی اعانت و تائید معاذ اللہ غیر اللہ کے لئے ٹھہرے تو وہ کون سی چیز ہے جو اللہ کے لئے ہوگی، ایسے جہّال سے پوچھا جائے کہ عبادت تو اللہ کیلئے ہے یا اُسے بھی غیر اللہ کے لئے جانتے ہو، جب وہ اللہ کے لئے ہے تو علمِ دین تو اس سے بھی بہتر و افضل ہے وہ کیونکر غیر اللہ کے لئے ہو سکتا ہے۔ متعدد حدیثوں میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۷۳

سے ہے کچھ برہنہ پا برہنہ بدن صرف ایک کملی کفنی کی طرح چیر کر گلے میں ڈالے خدمت اقدس حضور پُرنور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوئے حضور پُرنور رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن کی محتاجی دیکھی چہرۂ انور کا رنگ بدل گیا۔ بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اذان کا حکم دیا بعد نماز خطبہ فرمایا بعد تلاوتِ آیات ارشاد کیا:

تصدق رجل من دیناره من درهمه من ثوبه من صاع بره من صاع تمرة حتی قال ولو بشق تمرة[1]۔

کوئی شخص اپنی اشرفی سے صدقہ کرے کوئی روپے سے، کوئی کپڑے سے، کوئی اپنے قلیل گیہوں سے کوئی اپنے تھوڑے چھوہاروں سے۔ یہاں تک فرمایا اگرچہ آدھا چھوہارا۔

اس ارشاد کو سن کر ایک انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ روپوں کا تھیلا اٹھا لائے جس کے اٹھانے میں اُن کے ہاتھ تھک گئے پھر لوگ پے در پے صدقات لانے لگے یہاں تک کہ دو انبار کھانے اور کپڑے کے ہو گئے یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا چہرۂ انور خوشی کے باعث کندن کی طرح دمکنے لگا اور ارشاد فرمایا:

www.alahazratnetwork.org

من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها بعده من غیر ان ینقص من اجورهم شیئ[2]۔

جو شخص اسلام میں کوئی اچھی راہ نکالے اس کے لئے اس کا ثواب ہے اور اُس کے بعد جتنے لوگ اُس راہ پر عمل کریں گے سب کا ثواب اس کے لئے ہے بغیر اس کے کہ اُن کے ثوابوں میں کچھ کمی ہو۔

غزوۂ تبوک وغیرہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مسلمانوں کو حکم صدقات دینا اور ہر ایک کا کثیر و قلیل حسبِ مقدرت حاضر لانا منافقین کا تھوڑا لانے والوں پر اعتراض کرنا کہ اللہ تعالٰی اس کے صدقہ سے غنی ہے زیادہ لانے والوں پر اعتراض کرنا کہ یہ ریاء کے لئے ہے اور اس پر آیۂ کریمہ:

ان الذین یلمزون المطوعین من المؤمنین فی الصدقات والذین

بے شک جو لوگ ان ایمانداروں پر جو اپنے دل کے شوق اور خوشی سے خیرات کرتے ہیں الزام

---

[1] صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب الحث علی الصدقۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۲۷

[2] سنن النسائی " باب التحریض علی الصدقۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۵۶-۳۵۵

لایجدون الاجھدھم[1]، لگاتے ہیں اور اُن لوگوں کو بھی نشانۂ طعن بناتے ہیں جو اپنی محنت و کوشش سے جو کچھ حاصل کر پاتے ہیں راہِ خدا میں خرچ کر دیتے ہیں۔ (ت) 9

کا نازل ہونا، ایک بار یُوہیں صدقات کا چندہ ہونا اُس کا انبار ہوجانا، ایک صحابی کا صرف ایک خوشہ لانا، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اُسے سب سے اُوپر رکھنا وغیرہ وغیرہ وقائع کثیرہ صحاح وغیرہا کتبِ احادیث میں مذکور و مشہور ہیں۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۴: ۲۱ ربیع الاول ۱۳۲۳ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بروز پنجشنبہ فاتحہ اور کھانے کا ثواب میت کی رُوح کو بخش کر جو کچھ ممکن ہوسکے مساکینوں کو بھی دے دیا جائے اس کی نسبت کیا حکم ہے؟

(۲) میت کے سیم میں چنوں پر کلمہ شریف پڑھنا اور پھر ان کو اور بتاشوں کو تقسیم کرنا چاہئے یا نہیں؟

www.alahazratnetwork.org

(۳) میت کے سیم کے چنے و بتاشے سوائے مساکین کے دوسرے کو لینا اور کھانا چاہئے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

(۱) جائز اور مستحسن ہے اور باعثِ اجر و ثواب ہے اس کے لئے بھی اور اس میت مسلمان کے لئے بھی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ[2]۔ جو کوئی تم میں سے اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکے تو اسے نفع پہنچائے (ت)

(۲ و ۳) جائز ہے مگر بہتر یہ ہے کہ صرف مساکین کو دیئے جائیں، اغنیاء کا نہ لینا بہتر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] ...

[2] مسند امام احمد بن حنبل حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۳/ ۳۱۵
صحیح مسلم کتاب السلام باب استحباب الرقیۃ من العین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۲۳

مسئلہ ازسرونج مسئولہ جناب محمد عبدالرشید خاں صاحب ۱۹ محرم الحرام ۱۳۲۱ھ

زید کے پاس روپیہ کچھ روپیہ تو وجہ حلال کا ہے اور کچھ ناجائز طور کا روپیہ اکٹھا جمع ہے، زید یہ بات بھول گیا ہے کہ اس روپے میں جائز طور کا کتنا ہے اور ناجائز طور کا کتنا روپیہ ہے، اب اگر زید اس روپے سے خیرات کرنا چاہے تو کس طور سے کرے؟

الجواب

تحری کرے زیادہ سے زیادہ جہاں تک ناجائز روپیہ ہو اسے اصل مالکوں یا وارثوں کو واپس دے اگر ان کا پتا نہ ہو تو اس قدر کل تصدق کردے باقی جتنا روپیہ اس کا رہ گیا ہے اس کا یہ مختار ہے تصدق وغیرہ جس صرف میں چاہے اٹھائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ

کراچی میں مسلمانوں کا ایک یتیم خانہ کھلنے والا ہے جس میں وہابی، نیچری، رافضی، لامذہب سب جمع ہیں، سنی مسلمانوں کو اس یتیم خانہ میں شامل ہونا چاہئے یا نہیں؟ اور اگر فی سبیل اللہ زکوٰۃ وخیرات کی مد سے اس یتیم خانہ میں چندہ دیا تو زکوٰۃ ادا ہوئی یا نہیں؟ اور وہ چندہ باعثِ ثواب ہوا یا موجبِ عذاب؟ بینوا توجروا۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

اس میں احتمالاً دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ یتیموں کی تعلیم وتربیت کا تمام انتظام صرف اہلسنت کے ہاتھوں میں رہے کسی بدمذہب کا اس میں دخل نہ ہو، نہ ان کی صحبت بچوں کو دے کہ وہ انھیں اغوا کرسکیں صرف بالائی باتوں میں اُن کی شرکت ہو۔ دوسرے یہ کہ ان اُمور میں بھی انھیں مداخلت دی جائے یا کم از کم اُن کی صحبت بدرہے جس سے بچوں کی گمراہی مظنہ ہو، صورتِ ثانیہ تو مطلقاً قطعی حرام و بدخواہیِ اسلام ہے اور اس میں چندہ دینا موجبِ عذاب وآثام۔ اور صورتِ اولیٰ شاید محض ایک خیالی ہو واقع کبھی نہ ہو کہ جب وہ برابر کے شریک ہیں ہر کام میں برابر کی شرکت چاہیں گے، کیا وجہ ہے کہ وہ نرے غلام بن کر رہنے پر راضی ہوں اور بالفرضِ باطل اگر ایسا ہو بھی تو ان کی صحبتِ بد سے کیونکر مفر۔ اور علماء تصریح فرماتے ہیں:

ان الاحکام تبتنی علی الغالب ولا یعتبر النادر فضلا عن الموھوم کما فی

احکام، غالب حالات پر مبنی ہُوا کرتے ہیں لہذا کسی نادر صورت کا اعتبار نہیں کیا جاتا چہ جائیکہ کسی وہمی اور فرضی صورت کا اعتبار ہو

فتح القدیر وغیرہ۔[1] جیسا کہ فتح القدیر وغیرہ میں مذکور ہے۔ (ت)

لہٰذا حکم وہی ہے کہ ایسی کمیٹی مطلقاً حرام ہے اور اس کی اعانت ہر طرح ناجائز، مع ھذا اگر فرض کرلیں کہ صورتِ اولیٰ واقع ہو تو اس میں اہلسنت کو ان بے دینوں کی مجالست مصاحبت توقیر سے چارہ نہ ہوگا اور یہ خود حرام ہے، قال اللہ تعالٰی:

واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[2] اگر تمھیں شیطان بھلادے تو پھر یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔ (ت)

اور حدیث میں ہے:

من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علٰی ھدم الاسلام[3] جس نے کسی بدعتی آدمی کی تعظیم کی اس نے بلاشبہہ اسلام کے گرانے (مٹانے) پر امداد کی۔ (ت)

رہی زکوٰۃ اگر بطور چندہ دی گئی اور چندہ میں خلط کرلی گئی اور عام مصارف میں بلالحاظ تملیکِ فقیر اٹھتی رہی جب تو ہرگز ادا نہ ہوگی اگرچہ تمام خاص اہلسنت کا ہو،

www.alahazratnetwork.org

لما صرحوا بہ ان رکنھا التملیك فلا تجوز فی بناء مسجد او تکفین میت وغیر ذلك وصرحوا ان الخلط استھلاك فلا تتادی بہ کما فی الفتاوی العلمگیریۃ وغیرھا۔ اس لئے کہ ائمہ فقہ نے اس مسئلہ کی تصریح فرمائی کہ زکوٰۃ کا رکن تملیک ہے (یعنی زکوٰۃ لینے والے کو مالِ زکوٰۃ کا مالک بنا دینا) لہٰذا تعمیرِ مسجد اور تکفینِ میت اور اس نوع کی دوسری صورتوں میں زکوٰۃ جائز نہ ہوگی (اس لئے کہ ان میں تملیک نہیں پائی جاتی) اور یہ بھی انھوں نے تصریح فرمائی کہ ایک مال کو دوسرے مال میں خلط کرنا یعنی ملانا اُسے نیست و نابود کر دینا ہے لہٰذا اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری وغیرہ میں مذکور ہے۔ (ت)

اور اگر بطور زکوٰۃ دی جائے اور جدا رکھی جائے اور یتیموں فقیروں کے قبضہ میں دے کر تملیک

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب ما یفسد الصوم نور محمد کارخانہ کراچی ص ۳۷۰

[2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[3] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ مجتبائی دہلی ص ۳۱
شعب الایمان حدیث ۹۴۶۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۷/ ۶۱

کردی جائے پھر ان کے مصارف میں اٹھائی جائے تو ادا ہو جائے گی وان کان بعض المنتظمین من غیر اھل الدین (اگرچہ بعض انتظام کرنے والے دیندار نہ ہوں۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۹ از مقام کیلا کھیڑا تحصیل بازپور ضلع نینی تال مسئولہ عبدالمجید خاں مدرسہ زنانہ بروز شنبہ بتاریخ ۱۱ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

جمعرات کی فاتحہ یا بزرگوں کے عرس وغیرہ کا صحیح طور سے تحریر فرمائیں۔ زیادہ حد ادب۔

الجواب

جمعرات کی فاتحہ جائز ہے۔ یونہی عرس اگر منکراتِ شرعیہ مثل مزامیر وغیرہا سے خالی ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۰ مسئولہ ماجد حسین ناظم انجمن تہذیب الاسلام بہرائچ پنجشنبہ ۲ شعبان ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام و مفتیان اعلام اس مسئلہ میں کہ ماہِ شعبان کی چودھویں تاریخ کو عوام اہلسنت میں عرصہ مدید سے دستور چلا آرہا ہے کہ حلوا پکا کر اس پر حضرت اویس قرنی و حضرت حمزہ سید الشہداء رضی اللہ تعالٰی عنہما اور اپنے دوسرے خاندانی لوگوں کا فاتحہ کرتے ہیں اور کچھ حصہ محتاجوں کو اور باقی اعزا و اقارب میں تقسیم کیا کرتے ہیں اور اس رسم کو لوگ بطور اتباع سلف کرتے ہیں، بعض علماء نے اس رسم کو بے اصل اور ہنود کی رسوم کے مشابہ فرما کر روکتے ہیں اور بعض اس رواج کو بے ضرر جان کر منع نہیں فرماتے اور بعض کو اصرار ہے کہ یہ رواج قدیم بے سبب نہیں ہے لہذا تارک کو خاطی کہتے ہیں، جواب دندان شکن مفصل مدلل ارشاد فرمایا جائے، یہ رواج مسلمانوں میں کس زمانہ سے شروع ہوا ہے اور اس کی شریعتِ اسلامیہ میں کوئی اصلیت ہے یا نہیں فقط۔

الجواب

شریعتِ اسلامیہ میں ایصالِ ثواب کی اصل ہے اور صدقاتِ مالیہ کا ثواب باجماعِ ائمہ اہلسنت پہنچتا ہے اور تخصیصاتِ عرفیہ کو حدیث نے جائز فرمایا کہ:

صوم یوم السبت لا لک ولا علیک[1] سنیچر کا روزہ نہ تجھے مفید ہے اور نہ تیرے لئے نقصان دہ ہے۔(ت)

مانعین کی یہ جہالت ہے کہ جواز خصوص کے لئے دلیل خصوص مانگتے ہیں اور منع خصوص کیلئے

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن الصماء بنت بسر رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۳۶۸

دلیل خصوص نہیں دیتے ان سے پُوچھئے تم جو منع کرتے ہو آیا اللہ ورسول نے منع کیا ہے یا اپنی طرف سے کہتے ہو، اگر اللہ ورسول نے منع فرمایا ہے تو دکھاؤ کہ کون سی آیت وحدیث میں ہے کہ حلوا ممنوع ہے یا حضرت سید الشہداء حمزہ یا حضرت خیر التابعین اویس قرنی رضی اللہ تعالٰی عنہما کو اس کا ثواب پہنچانا ممنوع ہے یا اعزہ واحبا میں اس کا تقسیم کرنا ممنوع ہے اور جب نہیں دکھا سکتے تو جو بات اللہ ورسول نے منع نہیں فرمائی تم اس کے منع کرنے والے کون، آللہ اذن لکم ام علی اللہ تفترون[1] (کیا اللہ تعالٰی نے تمہیں (اس کی اجازت دی ہے یا تم اللہ تعالٰی کے ذمہ جھوٹ لگاتے ہو۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/۵۹

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

رادّ القحط والوباء بدعوۃ الجیران و مواساۃ الفقراء

۱۳۱۲ھ

(پڑوسیوں کی دعوت اور فقیروں کی غمخواری کے ذریعے قحط اور وباء کو لوٹا دینے والا)

www.alahazratnetwork.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۴۱: از کانپور مدرسہ فیض عام مرسلہ مولوی احمد اللہ تلمیذ مولوی احمد حسن صاحب
۱۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے دیار[عہ] میں اس طرح کا رواج ہے کہ کوئی بلا دیں ہیضہ، چیچک و قحط سالی وغیرہ آجائے تو دفعِ بلا کے واسطے جمیع محلہ والے مل کر فی سبیل اللہ اپنی اپنی حسبِ استطاعت چاول، گیہوں و پیسہ وغیرہ اٹھا کر کھانا پکاتے ہیں اور مولویوں اور مُلّاؤں کو بھی دعوت کرکے ان لوگوں کو بھی کھلاتے ہیں اور جمیع محلہ دار بھی کھاتے ہیں، آیا اس صورت میں محلہ دار کو طعامِ مطبوخہ کا کھانا جائز ہوگا یا نہ؟ طعامِ مطبوخہ کھانے کے لئے مانع وغیر مانع پر کیا حکم دیا جاتا ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان کرو تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

عہ: یعنی بنگالہ میں کہ یہ سوال کانپور میں وہیں سے آیا تھا کانپور سے بغرضِ تحریرِ جواب بھیجا گیا ۱۲

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ الذی وضع البرکۃ فی جماعۃ الاخوان وقطع المھلکۃ بتواصل الاحباء والجیران والصلٰوۃ والسلام علٰی صاحب الشفاعۃ مجیب الدعوۃ ومحب الجماعۃ دافع البلاء والوباء والقحط والمجاعۃ وعلٰی اٰلہ وصحبہ وجماعۃ المسلمین وعلینا فیھم یا ارحم الراحمین اٰمین اٰمین اٰمین یا ربنا اٰمین!

تمام تعریفیں اس ذات کے لئے جس نے بھائیوں کے اجتماع میں برکت فرمائی اور اہل محبت اور پڑوسیوں کی ملاقات وصلہ میں مصیبت کو قطع فرمایا اور صلٰوۃ وسلام مالکِ شفاعت، دعوت کو قبول، جماعت سے محبت، مصیبت و وبا، اور بھوک اور قحط کو دفع کرنے والی ذات پر اور ان کی آل واصحاب اور مسلمانوں کی جماعت اور ان کے ساتھ ہم پر یا ارحم الراحمین، آمین آمین اے ہمارے رب آمین!

فعل مذکور بقصد مسطور اور اہل دعوت کردہ کھانا کھانا شرعاً جائز و روا، جس کی ممانعت شرع مطہر میں اصلاً نہیں، قال اللہ تعالٰی:

لیس علیکم جناح ان تاکلوا جمیعا او اشتاتا[1]

تم پر کچھ گناہ نہیں کہ کھاؤ مل کر یا الگ الگ۔

تو بے منع شرعی ازتکاب ممانعت جہالت وجرأت۔

وانا اقول وباللہ التوفیق (اور میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ سے ہے۔ت) نظر کیجئے تو یہ عمل چند دواؤں کا نسخہ جامعہ ہے کہ اس سے مساکین وفقراء بھی کھائیں گے، علماء وصلحاء بھی عزیز ورشتہ دار بھی قریب واہل جوار بھی تو اس میں بعددِ ابواب جنت آٹھ خوبیاں ہیں:

(۱) فضیلتِ صدقہ

(۲) خدمتِ صلحاء

(۳) صلۂ رحم

(۴) مواساۃِ جار

(۵) سلوکِ نیک سے مسلمانوں خصوصاً غرباء کا دل خوش کرنا۔

(۶) ان کی مرغوب چیزیں ان کے لئے مہیا کرنا۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۶۱

(۷) مسلمان بھائیوں کو کھانا دینا۔ (۸) مسلمانوں کا کھانے پر مجتمع ہونا۔

اور ان سب امور کو جب بہ نیتِ صالحہ ہوں باذن اللہ تعالٰی رضائے خدا عفو وخطا و دفع بلا میں دخل تام ہے ظاہر ہے کہ قحط، وبا، ہر مصیبت و بلا گناہوں کے سبب آتی ہے۔

قال اللہ تعالٰی وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور تمھیں جو مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب سے ہے جو تمھارے ہاتھوں نے کمایا اور بہت کچھ تو معاف فرما دیتا ہے۔ (ت)

تو اسبابِ مغفرت و رضا و رحمت بلاشبہ اس کے عمدہ علاج ہیں۔

اب بتوفیق اللہ تعالٰی احادیث سُنئے:

حدیث ۱: حضور پُر نور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الصدقۃ لتطفیٔ غضب الرب وتدفع میتۃ السوء۔ رواہ الترمذی[2] وحسنہ وابن حبان فی صحیحہ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بیشک صدقہ رب عزوجل کے غضب کو بجھاتا اور بُری موت کو دفع کرتا ہے (اسے ترمذی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا، ترمذی نے اسکی تحسین کی۔ ت)

www.alahazratnetwork.org

حدیث ۲: کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اتقوا النار ولو بشق تمرۃ فانھا تقیم العوج وتدفع میتۃ السوء۔ الحدیث، رواہ ابو یعلی والبزار عن الصدیق الاکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

دوزخ سے بچو اگرچہ آدھا چھوہارا دے کر کہ وہ کجی کو سیدھا اور بُری موت کو دور کرتا ہے۔ الحدیث[3] (ابویعلٰی اور بزار نے اسے صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۲ /۳۰

[2] جامع الترمذی ابواب الزکوٰۃ باب ماجاء فی فضل الصدقۃ امین کمپنی دہلی ۱ /۸۳

کنز العمال بحوالہ ت حب عن انس حدیث ۱۵۹۹۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶ /۳۴۳ و ۳۷۱

[3] مسند ابی یعلی عن ابی بکر حدیث ۸۰ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۱ /۷۵

کشف الاستار عن زوائد البزار حدیث ۹۲۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱ /۴۴۳

حدیث ۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

ان صدقۃ المسلم تزید فی العمر وتمنع میتۃ السوء۔ رواہ الطبرانی[1] وابوبکر بن مقسم فی جزئہ عن عمرو بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بے شک مسلمان کا صدقہ عمر کو بڑھاتا ہے اور بُری موت کو روکتا ہے (اسے طبرانی اور ابوبکر بن مقسم نے اپنی جزء میں عمرو بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۴ و ۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الصدقۃ تطفئ الخطیئۃ وتقی میتۃ السوء۔ رواہ الطبرانی[2] فی الکبیر عن رافع بن مکیث الجھنی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

صدقہ گناہ کو بُجھاتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے (اسے طبرانی نے کبیر میں رافع بن مکیث الجہنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

دوسری روایت میں ہے:

الصدقۃ تمنع میتۃ السوء۔ رواہ احمد[3] عنہ والقضاعی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

صدقہ بُری موت کو روکتا ہے (اسے احمد نے رافع بن مکیث سے اور قضاعی نے ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

www.alahazratnetwork.org

حدیث ۶: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللہ لیدرؤ بالصدقۃ سبعین بابا من میتۃ السوء۔ رواہ الامام عبداللہ بن مبارک فی کتاب البر[4] عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بے شک عزوجل صدقہ کے سبب سے ستّر دروازے بُری موت کے دفع فرماتا ہے (اسے امام عبداللہ بن مبارک نے کتاب البر میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الصدقۃ تسد سبعین بابا من السوء۔

صدقہ ستّر دروازے بُرائی کے بند کرتا ہے۔

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۳۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/ ۲۲ و ۲۳

[2] الترغیب والترہیب بحوالہ الطبرانی فی الکبیر الترغیب فی الصدقۃ حدیث ۳۱ مصطفی البابی مصر ۲/ ۲۱

[3] کنز العمال بحوالہ القضاعی عن ابی ہریرۃ حدیث ۱۵۹۸۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۳۴۵

[4] الترغیب والترہیب بحوالہ ابن البرقی کتاب البر الترغیب فی الصدقۃ حدیث ۲۱ مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۲

رواہ الطبرانی فی الکبیر عن رافع بن خدیج رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[1]

(اسے طبرانی نے کبیر میں رافع بن خدیج رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۸: کہ فرماتے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الصدقۃ تمنع سبعین نوعا من انواع البلاء اھونھا الجذام والبرص۔ رواہ الخطیب[2] عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

صدقہ ستر بلا کو روکتا ہے جن کی آسان تر بدن بگڑنا اور سپید داغ ہیں (والعیاذ باللہ تعالٰی) (اسے خطیب نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۹ و ۱۰: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

باکروا بالصدقۃ فان البلاء لا یتخطاھا۔ رواہ الطبرانی[3] عن امیر المؤمنین علی و البیھقی[4] عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

صبح تڑکے صدقہ دو کہ بلا صدقہ سے آگے قدم نہیں بڑھاتی (اسے طبرانی نے امیر المومنین حضرت علی اور بیہقی نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

www.alahazratnetwork.org

حدیث ۱۱: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الصدقات بالغدوات یذھبن بالعاھات۔ رواہ الدیلمی[5] عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

صبح کے صدقے آفتوں کو دفع کردیتے ہیں۔ (اسے دیلمی نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۲: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الصدقۃ تمنع القضاء السوء۔

صدقہ بری قضا کو ٹال دیتا ہے۔ (اس کو

---

[1] المعجم الکبیر عن رافع بن خدیج حدیث ۴۴۰۲ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۴/۲۷۴
[2] تاریخ بغداد ترجمہ ۴۳۲۶ الحارث بن نعمان دار الکتاب العربی بیروت ۸/۲۰۸
[3] المعجم الاوسط حدیث ۵۶۳۹ مکتبۃ المعارف ریاض ۶/۲۹۹
[4] السنن الکبرٰی کتاب الزکوٰۃ باب فضل من اصبح صائما الخ دار صادر بیروت ۴/۱۸۹
[5] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۳۷۰۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۴۱۲
الجامع الصغیر بحوالہ الفردوس عن انس حدیث ۵۱۴۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۳۱۴

رواہ ابن عساکر[1] عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ابن عساکر نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

صلوا الذی بینکم وبین ربکم بکثرۃ ذکرکم لہ وکثرۃ الصدقۃ بالسر والعلانیۃ ترزقوا وتنصروا وتجبروا۔ رواہ ابن[2] ماجۃ عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اللہ عزوجل کے ساتھ اپنی نسبت درست کرو اس کی یاد کی کثرت اور خفیہ وظاہر صدقہ کی تکثیر سے کہ ایسا کروگے تو روزی اور مدد دئے جاؤ گے، تمھاری شکستگیاں درست کی جائیں گی (اسے ابن ماجہ نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۴ تا ۱۷: کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الصدقۃ تطفئ الخطیئۃ کما یطفئ الماء النار۔ رواہ الترمذی[3] وقال حسن صحیح عن معاذ بن جبل ونحوہ ابن حبان فی صحیحہ عن کعب بن عجرۃ وکابی یعلٰی بسند صحیح عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہم وابن المبارک عن عکرمۃ مرسلا بسند حسن۔

صدقہ گناہ کو بجھا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو (روایت کیا اسے ترمذی نے اور حسن صحیح کہا، معاذ بن جبل سے اور ایسے ہی ابن حبان نے اپنی صحیح میں کعب بن عجرہ سے، جیسے ابی یعلٰی نے بسند صحیح جابر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے، اور ابن مبارک نے عکرمہ سے مرسلاً بسند حسن۔ ت)

حدیث ۱۸: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

مثل المؤمن ومثل الایمان کمثل الفرس فی اخیتہ یجول ثم

مسلمان اور ایمان کی کہاوت ایسی ہے جیسے چراگاہ میں گھوڑا اپنی رسی سے بندھا ہوا کہ

---

[1] تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ الخضر البزاز دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۶۸

[2] سنن ابن ماجہ ابواب اقامۃ الصلوٰۃ باب فرض الجمعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷۷

[3] جامع الترمذی ابواب الایمان باب ماجاء فی حرمۃ الصلوٰۃ امین کمپنی دہلی ۲/۸۶
موارد الظمآن حدیث ۱۵۶۹ المکتبۃ السلفیۃ مکۃ المکرمۃ ص ۲۲۸

يرجع الى اخيته وان المؤمن يسهو ثم يرجع الى الايمان فاطعموا طعامكم الاتقياء وولوا معروفكم المؤمنين. رواه البيهقي في شعب الايمان[1] و ابونعيم في الحلية عن ابي سعيد الخدري رضي الله تعالٰى عنه.

چاروں طرف چر کر پھر اپنی بندش کی طرف پلٹ آتا ہے، یوں ہی مسلمان سے بھول ہو جاتی ہے پھر ایمان کی طرف رجوع لاتا ہے تو اپنا کھانا پرہیزگاروں کو کھلاؤ اور اپنا نیک سلوک سب مسلمانوں کو دو۔ (اسے بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابونعیم نے حلیہ میں ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اس حدیث سے ظاہر کہ معالجۂ گناہ میں نیکوں کو کھانا کھلانا اور عام مسلمانوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہئے۔

حدیث ۱۹: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان الصدقة وصلة الرحم يزيد الله بهما في العمر ويدفع بهما ميتة السوء ويدفع بهما المكروه والمحذور. رواه ابويعلٰى[2] عن انس رضي الله تعالٰى عنه.

بے شک صدقہ اور صلۂ رحم ان دونوں سے اللہ تعالٰی عمر بڑھاتا ہے اور بُری موت کو دفع کرتا ہے اور مکروہ اور اندیشہ کو دُور کرتا ہے۔ (اسے ابویعلٰی نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۰: فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من احب ان يبسط له في رزقه وينسأ له في اثره فليصل رحمه. رواه البخاري[3] عن ابي هريرة رضي الله تعالٰى عنه.

جو چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں وسعت، مال میں برکت ہو، وہ اپنے رشتہ داروں سے نیک سلوک کرے (اسے امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

---

[1] شعب الایمان حدیث ۱۰۹۶۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۷/ ۴۵۲
حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۳۹۷ عبداللہ بن مبارک " " " ۸/ ۱۶۹
[2] مسند ابویعلٰی عن انس بن مالک حدیث ۴۰۹۰ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۴/ ۱۴۷
مجمع الزوائد بحوالہ ابی یعلٰی باب صلۃ الرحم وقطعہا دارالکتاب بیروت ۸/ ۱۵۱
[3] صحیح البخاری کتاب الادب باب من بسط لہ فی الرزق الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۸۵

حدیث ۲۱ و ۲۲: فرماتے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من سرہ ان یمد لہ فی عمرہ ویوسع لہ فی رزقہ ویدفع عنہ میتۃ السوء فلیتق اللہ ولیصل رحمہ۔ رواہ عبد اللہ ابن الامام فی زوائد المسند والبزار بسند جید، والحاکم فی المستدرک عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ والحاکم نحوہ فی حدیث عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جسے خوش آئے کہ اس کی عمر دراز، رزق وسیع اور بُری موت دفع ہو وہ اللہ سے ڈرے اور اپنے رشتہ داروں سے نیک سلوک کرے (اسے عبد اللہ ابن امام نے زوائد المسند میں اور بزار نے بسند جید اور حاکم نے مستدرک میں امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اور یونہی حاکم نے حدیث عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ میں روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۳: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

صلۃ القرابۃ مثراۃ فی المال محبۃ فی الاھل منسأۃ فی الاجل۔ رواہ الطبرانی بسند صحیح عن عمرو بن سھل رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

قریبی رشتہ داروں سے سلوک مال کا بہت بڑھانے والا، آپس میں بہت محبت ڈالنے والا، عمر کا زیادہ کرنے والا ہے (اسے طبرانی نے صحیح سند کے ساتھ عمرو بن سہل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۴: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

صلۃ الرحم تزید فی العمر۔ رواہ القضاعی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

صلہ رحم سے عمر بڑھتی ہے (اسے قضاعی نے ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

---

[1] الترغیب والترہیب بحوالہ زوائد مسند والبزار والحاکم الترغیب فی صلۃ الرحم مصطفی البابی مصر ۳/۳۳۵
المستدرک کتاب البر والصلۃ دار الفکر بیروت ۴/۱۶۰

[2] المعجم الاوسط حدیث ۸۰۶۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۸/۳۹۷

[3] کنز العمال بحوالہ القضاعی عن ابن مسعود حدیث ۶۹۰۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳/۳۵۶

ان اعجل البر ثوابا الصلة الرحم حتی ان اهل البیت لیکونون فجرۃ فتنموا اموالھم ویکثر عددھم اذا تواصلوا۔ رواہ الطبرانی[1] عن ابی بکرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بے شک سب نیکیوں میں جلد تر ثواب میں صلہ رحم ہے یہاں تک کہ گھر والے فاسق بھی ہوں تو ان کے مال زیادہ ہوتے ہیں اور ان کے شمار بڑھتے ہیں جب آپس میں صلہ رحم کریں۔ (اسے طبرانی نے ابی بکرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

دوسری روایت میں اتنا اور ہے:

ومامن اھل بیت یتواصلون فیحتاجون۔ رواہ ابن حبان[2] فی صحیحہ۔

کوئی گھر والے ایسے نہیں کہ آپس میں صلہ رحم کریں پھر محتاج ہوجائیں (اسے ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۶: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

صلۃ الرحم وحسن الخلق وحسن الجوار یعمرن الدیار ویزدن فی الاعمار۔ رواہ الامام احمد والبیہقی[3] فی الشعب بسند صحیح علٰی اصولنا عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

صلہ رحم اور نیک خوئی اور ہمسایہ سے نیک سلوک شہروں کو آباد اور عمروں کو زیادہ کرتے ہیں، (اسے امام احمد اور بیہقی نے شعب میں بسند صحیح ہمارے اصول پر ام المؤمنین الصدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

صنائع المعروف تقی مصارع السوء والاٰفات الھلکات، واھل المعروف فی

نیک سلوک کے کام بُری موتوں آفتوں ہلاکتوں سے بچاتے ہیں اور دنیا میں احسان والے

---

[1] مجمع الزوائد کتاب البر والصلۃ باب صلۃ الرحم وقطعہا دار الکتاب بیروت ۸/ ۱۵۲
المعجم الاوسط حدیث مکتبۃ المعارف ریاض ۲/ ۵۶

[2] موارد الظمآن باب صلۃ الرحم حدیث ۲۰۳۸ المطبعۃ السلفیۃ مکۃ المکرمۃ ص ۴۹۹

[3] شعب الایمان حدیث ۷۹۶۹ دار الکتب العربیۃ بیروت ۶/ ۲۲۶
کنز العمال بحوالہ حم ھب عن عائشہ حدیث ۶۹۱۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳/ ۳۵۶

الدنیا ھم اھل المعروف فی الاٰخرۃ۔ رواہ الحاکم فی المستدرک[1] عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

وہی آخرت میں احسان والے ہوں گے (اسے حاکم نے مستدرک میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۸: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

صنائع المعروف تقی مصارع السوء والصدقۃ خفیا تطفئ غضب الرب وصلۃ الرحم زیادۃ فی العمر وکل معروف صدقۃ واھل المعروف فی الدنیا ھم اھل المعروف فی الاٰخرۃ واھل المنکر فی الدنیا ھم اھل المنکر فی الاٰخرۃ واول من یدخل الجنۃ اھل المعروف۔ رواہ الطبرانی[2] فی الاوسط عن ام المؤمنین ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا۔

بھلائیوں کے کام بُری موتوں سے بچاتے ہیں اور پوشیدہ خیرات رب کا غضب بجھاتی ہے اور رشتہ داروں سے اچھا سلوک عمر میں برکت ہے اور ہر نیک سلوک (کچھ ہو کسی کے ساتھ ہو) سب صدقہ ہے اور دنیا میں احسان والے ہی آخرت میں احسان پائیں گے اور دنیا میں بدی والے وہی عقبٰی میں بدی دیکھیں گے اور سب میں پہلے جو بہشت میں جائیں گے وہ نیک برتاؤ والے ہیں (اسے طبرانی نے اوسط میں ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۹: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان من موجبات المغفرۃ ادخالك السرور علی اخیك المسلم۔ رواہ الطبرانی[3] فی الکبیر والاوسط عن الامام سیدنا الحسن بن علی کرم اللہ تعالٰی وجوھما۔

بے شک مغفرت واجب کردینے والی چیزوں میں ہے تیرا اپنے بھائی مسلمان کا جی خوش کرنا (اسے طبرانی نے کبیر میں اور اوسط میں امام سیدنا الحسن بن علی کرم اللہ وجوہہما سے روایت کیا۔ ت)

---

[1] کنز العمال بحوالہ ک فی المستدرک حدیث ۱۵۹۶۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۳۴۳

[2] المعجم الاوسط حدیث ۶۰۸۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۷/۱۵۰، ۵۱

[3] المعجم الکبیر حدیث ۲۷۳۱ و ۲۷۳۰ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۳/۸۳، ۸۵
المعجم الاوسط حدیث ۸۲۴۱ مکتبۃ المعارف ریاض ۹/۱۱۶

حدیث ۳۰: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

احب الاعمال الی اللہ تعالٰی بعد الفرائض ادخال السرور علی المسلم۔ رواہ[1] فیھما عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

اللہ تعالٰی کے فرضوں کے بعد سب اعمال سے زیادہ پیارا عمل مسلمان کا جی خوش کرنا ہے (طبرانی نے دونوں میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۳۱ تا ۳۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

افضل الاعمال ادخال السرور علی المؤمن کسوت عورتہ او اشبعت جوعتہ او قضیت لہ حاجۃ۔ رواہ[2] فی الاوسط عن امیر المؤمنین عمر الفاروق الاعظم و نحوہ ابو الشیخ فی الثواب و الاصبہانی فی حدیث عن ابنہ عبد اللہ و ابن ابی الدنیا عن بعض اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

سب سے افضل کام مسلمانوں کا جی خوش کرنا ہے کہ تو اس کا بدن ڈھانکے یا بھوک میں پیٹ بھرے یا اس کا کوئی کام پورا کرے۔ (اسے اوسط میں امیر المومنین عمر فاروق اعظم سے اور ایسے ہی ابو الشیخ نے ثواب میں اور اصبہانی نے اپنے بیٹے عبد اللہ کی حدیث میں اور ابن ابی الدنیا نے بعض اصحاب نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔ ت)

www.alahazratnetwork.org

حدیث ۳۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من وافق من اخیہ شھوۃ غفر لہ[3] رواہ العقیلی و البزار و الطبرانی فی الکبیر عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ و لہ

یعنی جس مسلمان کا جی کسی کھانے پینے یا کسی قسم حلال چیز کو چاہتا ہو اتفاق سے دوسرا اس کے لئے وہی شئی مہیا کر دے اللہ عزوجل اس کے لئے مغفرت فرمادے (اسے عقیلی، بزار

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ الطبرانی فی الکبیر کتاب الادب الباب الثالث دار الفکر بیروت ۶/ ۲۹۳
المعجم الاوسط حدیث ۷۰۰۹ مکتبۃ المعارف ریاض ۸/ ۳۴۳
[2] الترغیب و الترہیب بحوالہ الطبرانی فی الاوسط الترغیب فی قضاء حوائج المسلمین حدیث ۱۹ مصطفی البابی مصر ۳/ ۳۹۴
[3] الضعفاء الکبیر ترجمہ نصر بن نجیح الباہلی دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۲۹۶
مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی و البزار کتاب الاطعمہ باب فیمن وافق من اخیہ شہوۃ دار الکتاب بیروت ۵/ ۱۸

شواهد فی اللآلی۔

اور طبرانی نے کبیر میں ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور لآلی میں اسکے شواہد ہیں۔ت)

حدیث ۳۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من اطعم اخاہ المسلم شھوتہ حرمہ اللہ علی النار۔ رواہ البیہقی فی شعب[1] الایمان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جو اپنے بھائی مسلمان کو اس کی چاہت کی چیز کھلائے اللہ تعالیٰ اسے دوزخ پر حرام کردے (اسے بیہقی نے شعب الایمان میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۳۶: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من موجبات الرحمۃ اطعام المسلم المسکین۔ رواہ الحاکم[2] وصححہ ونحوہ البیہقی وابو الشیخ فی الثواب عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

رحمت الٰہی واجب کردینے والی چیزوں میں سے غریب مسلمانوں کو کھانا کھلانا (روایت کیا اسے حاکم نے اور اس کی تصحیح کی، اور ایسے ہی بیہقی و ابو الشیخ نے ثواب میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ت)

www.alahazratnetwork.org

حدیث ۳۷ تا ۴۶: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

الدرجات افشاء السلام واطعام الطعام والصلٰوۃ باللیل والناس نیام۔ قطعۃ من حدیث جلیل نفیس جمیل مشھور مستفیض مفید مفیض، رواہ امام الائمۃ ابو حنیفۃ والامام احمد[3] وعبد الرزاق فی مصنفہ والترمذی والطبرانی عن ابن عباس،

یعنی اللہ عزوجل کے یہاں درجہ بلند کرنے والے ہیں سلام کا پھیلانا اور ہر طرح کے لوگوں کو کھانا کھلانا اور رات کو لوگوں کے سوتے میں نماز پڑھنا۔ (یہ حدیث جلیل نفیس جمیل مشہور مستفیض مفید مفیض کا ایک ٹکڑا ہے۔ روایت کیا اسے امام الائمہ ابو حنیفہ اور امام احمد اور عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں اور ترمذی اور طبرانی نے ابن عباس سے،

---

[1] شعب الایمان حدیث ۳۳۸۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/۲۲۲

[2] المستدرک للحاکم کتاب التفسیر تحت سورۃ البلد دار الفکر بیروت ۲/۵۲۴

شعب الایمان حدیث ۳۳۶۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/۲۱۷

الترغیب والترھیب بحوالہ الحاکم والبیہقی الترغیب فی اطعام الطعام حدیث ۹ مصطفی البابی مصر ۲/۶۲

[3] جامع الترمذی ابواب التفسیر تفسیر سورۃ ص امین کمپنی دہلی ۲/۱۵۵ و مسند احمد بن حنبل ۱/۳۶۸

واحمد والترمذی[1] والطبرانی وابن مردویہ عن معاذ بن جبل وابن خزیمۃ والدارمی والبغوی وابن السکن وابونعیم وابن بسطۃ عن عبدالرحمٰن بن عایش واحمد[2] والطبرانی عنہ عن صحابی والبزار[3] عن ابن عمر وعن ثوبان والطبرانی[4] عن ابی امامۃ وابن قانع عن ابی عبیدۃ[5] بن الجراح والدارقطنی وابوبکر النیسابوری فی الزیادات عن انس[6] وابوالفرج فی العلل تعلیقا عن ابی ھریرۃ[7] وابن ابی شیبۃ مرسلا عن عبد[8] الرحمٰن بن سابط رضی اللہ تعالٰی عنہم

اور احمد اور ترمذی اور طبرانی اور ابن مردویہ نے معاذ بن جبل سے، اور ابن خزیمہ اور دارمی اور بغوی اور ابن سکن اور ابونعیم اور ابن بسطہ نے عبدالرحمٰن بن عایش سے اور احمد اور طبرانی نے اس سے صحابی سے اور بزار نے ابن عمرو سے، ابن عمرو نے ثوبان سے۔ اور طبرانی نے ابوامامہ سے۔ اور ابن قانع نے ابوعبیدہ بن جراح اور دارقطنی اور ابوبکر نیساپوری نے زیادات میں حضرت انس سے اور ابوالفرج نے علل میں حضرت ابوھریرہ سے تعلیقاً اور ابن ابی شیبہ نے مرسلاً حضرت عبدالرحمٰن بن سابط رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

www.alahazratnetwork.org

---

[1] جامع الترمذی ابواب التفسیر تفسیر سورہ ص امین کمپنی دہلی ۲/۱۵۶
مسند احمد بن حنبل حدیث معاذ بن جبل المکتب الاسلامی بیروت ۵/۲۴۳
[2] 〃 〃 〃 〃 〃 عن عبدالرحمٰن عن بعض اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۴/۱۶۶
[3] مجمع الزوائد عن ثوبان وابن عمرو کتاب التعبیر باب ما جاء فیما راٰہ النبی فی المنام دار الکتاب بیروت ۷/۱۷۷-۱۷۸
[4] المعجم الکبیر عن ابی امامہ حدیث ۸۱۱۷ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۸/۳۴۹
[5] الدر المنثور بحوالہ الخطیب عن ابی عبیدۃ سورۃ ص مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۵/۳۲۰
العلل المتناہیۃ باب فی ذکر الصورۃ حدیث ۱۰ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۱۶
[6] کنز العمال عن انس حدیث ۴۴۳۲۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/۲۴۵ و ۲۴۶
[7] العلل المتناہیۃ عن ابی ہریرۃ باب فی ذکر الصورۃ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۲۰
[8] العلل المتناہیۃ باب فی ذکر الصورۃ 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/۲۰

في رؤية النبي صلى الله تعالى عليه وسلم رب عزوجل ووضعه تعالى كفه كما يليق بجلاله العظيم[۱] بين كتفيه صلى الله تعالى عليه وسلم فتجلى لي كل شئ وعرفت[۲] وفي رواية فعلمت ما في السموٰت والارض وفي اخرى ما بين المشرق والمغرب[۳]، وقد ذكرناه مع تفاصيل طرقه وتنوع الفاظه في كتابنا المبارك ان شاء الله تعالى سلطنة المصطفى في ملكوت كل الورٰى والحمد لله ما اولٰى۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اللہ تعالٰی کے دیدار والی روایت جس میں ہے" اور اللہ تعالٰی نے اپنی شایانِ شان کف مبارک کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کندھوں کے درمیان رکھا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں تو میرے لئے ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی"۔ دوسری روایت میں ہے "میں نے معلوم کرلی جو چیز بھی زمین و آسمانوں میں ہے"۔ اور ایک روایت میں ہے "مشرق ومغرب میں جو کچھ ہے"۔ اور ہم نے اس حدیث کو اس کے طرق کی تفصیل اور اختلافِ الفاظ کو اپنی مبارک کتاب "سلطنت مصطفٰی فی ملکوت کل الورٰی" میں ذکر کردیا ہے الحمدللہ۔ (ت)

مرقاۃ شریف میں ہے:

اطعام الطعام ای اعطاؤہ للانام من الخاص والعام[۴]

کھانا کھلانا یعنی ہر خاص و عام کو کھانا دینا مراد ہے۔ (ت)

حدیث ۴۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الکفارات اطعام الطعام وافشاء السلام والصلوٰۃ باللیل والناس نیام۔ رواہ الحاکم[۵] وصحح سندہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

گناہ مٹانے والے ہیں کھانا کھلانا اور سلام ظاہر کرنا اور شب کو لوگوں کے سوتے میں نماز پڑھنا (اسے حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

---

[۱] العلل المتناہیہ باب فی ذکر حدیث ۱۳ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۳۰
[۲] مجمع الزوائد باب فیما رآہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام دار الکتاب بیروت ۷/۱۷۶
[۳] جامع الترمذی ابواب التفسیر تفسیر سورۃ ص امین کمپنی دہلی ۲/۱۵۶
[۴] مرقات المفاتیح کتاب الصلوٰۃ باب المساجد المکتبۃ حبیبیہ کوئٹہ ۲/۴۳۲، ۴۵۲
[۵] المستدرک للحاکم کتاب الاطعمہ فضیلۃ اطعام الطعام دار الفکر بیروت ۴/۱۲۹

www.alahazratnetwork.org

حدیث ۴۸ : کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

من اطعم اخاہ حتی یشبعہ و سقاہ من الماء حتی یرویہ باعدہ اللہ من النار سبع خنادق ما بین کل خندقین مسیرۃ خمس مائۃ عام ۔ رواہ الطبرانی[1] فی الکبیر و ابو الشیخ فی الثواب و الحاکم مصححا سندہ و البیہقی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما ۔

جو اپنے مسلمان بھائی کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے پیاس بھر پانی پلائے اللہ تعالٰی اسے دوزخ سے سات کھائیاں دُور کردے ہر کھائی سے دوسری تک پانچسو برس کی راہ۔ (اسے طبرانی نے کبیر میں اور ابو الشیخ نے ثواب میں اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ اور بیہقی نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۴۹ : کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

ان اللہ عزوجل یباھی ملٰئکتہ بالذین یطعمون الطعام من عبیدہ ۔ رواہ ابو الشیخ[2] عن الحسن البصری مرسلًا ۔

اللہ تعالٰی اپنے ان بندوں سے جو لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں اپنے فرشتوں کے ساتھ مباہات فرماتا ہے (کہ دیکھو فضیلت اسے کہتے ہیں) (اسے ابو الشیخ نے حسن بصری سے مرسلًا روایت کیا۔ ت)

www.alahazratnetwork.org

حدیث ۵۰ و ۵۱ : کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم :

الخیر اسرع الی البیت الذی یوکل فیہ من الشفرۃ الی سنام البعیر ۔ رواہ ابن ماجۃ[3] عن ابن عباس و ابن ابی الدنیا عن

خیر و برکت اس گھر کی طرف جس میں لوگوں کو کھانا کھلایا جائے اس سے بھی زیادہ جلد پہنچتی ہے جتنی جلد چھری کوہانِ شتر کی طرف (کہ اونٹ ذبح کرکے سب سے پہلے اس کا کوہان تراشتے ہیں) (اسے

---

[1] الترغیب والترہیب الترغیب فی اطعام الطعام الخ حدیث ۱۴ مصطفی البابی مصر ۲/ ۶۵
مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی فی الکبیر باب فیمن اطعم مسلما وسقاہ دار الکتاب بیروت ۳/ ۱۳۰
المستدرک للحاکم کتاب الاطعمہ فضیلۃ اطعام الطعام دار الفکر بیروت ۴/ ۱۲۹
شعب الایمان حدیث ۳۳۶۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۲۱۸

[2] الترغیب والترہیب بحوالہ ابی الشیخ فی الثواب مرسلًا مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۸

[3] سنن ابن ماجہ ابواب الاطعمہ باب الضیافۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۴۸ و ۲۴۹
الترغیب والترہیب بحوالہ ابن ماجہ و ابن ابی الدنیا مصطفی البابی مصر ۳/ ۲۴۲

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

ابن ماجہ نے ابن عباس سے اور ابن ابی الدنیا نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۵۲: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،

الملائکۃ تصلی علی احدکم مادامت مائدتہ موضوعۃ۔ رواہ الاصبہانی عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

جب تک تم میں سے کسی کا دسترخوان بچھا ہے اتنی دیر فرشتے اس پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ (اسے اصبہانی نے ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۵۳: کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،

الضیف یاتی برزقہ ویرتحل بذنوب القوم یمحص عنہم ذنوبہم۔ رواہ ابوالشیخ عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

مہمان اپنا رزق لے کر آتا ہے اور کھلانے والوں کے گناہ لے کر جاتا ہے، ان کے گناہ مٹا دیتا ہے (اسے ابوالشیخ نے ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ت)

www.alahazratnetwork.org

حدیث ۵۴: سیدنا امام حسن مجتبیٰ صلے اللہ تعالیٰ علی جدہ الکریم وعلیہ وبارک وسلم کی حدیث میں ہے:

لان اطعم اخالی فی اللہ لقمۃ احب الی من ان تصدق علی مسکین بدرہم ولان اعطی اخالی فی اللہ درہما احب الی من ان اتصدق علی مسکین بمائۃ درہم، رواہ ابوالشیخ فی الثواب عنہ عن جدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بے شک میرا اپنے کسی دینی بھائی کو ایک نوالہ کھلانا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ مسکین کو ایک روپیہ دوں، اور اپنے دینی بھائی کو ایک روپیہ دینا مجھے اس سے زیادہ پیارا ہے کہ مسکین پر سو روپیہ خیرات کروں۔ (اسے ابوالشیخ نے ثواب میں امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انھوں نے اپنے نانا جان صلی اللہ تعالےٰ

۱؎ الترغیب والترہیب بحوالہ الاصبہانی حدیث ۱۲ مصطفی البابی مصر ۲/۲۰۲
۲؎ کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ عن ابی الدرداء حدیث ۲۵۸۳۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۹/۲۲۲
۳؎ الترغیب والترہیب بحوالہ ابی الشیخ فی الثواب حدیث ۲۴ مصطفی البابی مصر ۲/۶۸

ولعل الاظھر وقفہ کالذی یلیہ۔ علیہ وسلم سے روایت کیا اور ظاہرًا یہ حدیث موقوف ہے بعد والی حدیث کی طرح۔ (ت)

حدیث ۵۵: سیدنا امیر المومنین مولی المسلمین علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنٰی فرماتے ہیں:

لان اجمع نفرا من اخوانی علی صاع او صاعین من طعام احب الی من ادخل سوقکم فاشتری رقبۃ فاعتقھا۔[1] رواہ منہ وقفا علیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

میں اپنے چند برادران دینی کو تین سیر چھ سیر کھانے پر اکٹھا کروں تو یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ تمہارے بازار میں جاؤں اور ایک غلام خرید کر آزاد کردوں۔ اسے ابوالشیخ نے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے موقوفًا روایت کیا۔

حدیث ۵۶: کہ صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم نے عرض کی یارسول اللہ! ہم کھاتے ہیں اور سیر نہیں ہوتے۔ فرمایا: اکٹھے ہوکر کھاتے ہو یا الگ الگ؟ عرض کی: الگ الگ۔ فرمایا:

اجتمعوا علی طعامکم واذکروا اسم اللہ یبارک لکم فیہ۔ رواہ ابوداؤد[2] وابن ماجۃ وحبان عن وحشی بن حرب رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جمع ہوکر کھاؤ اور اللہ تعالٰی کا نام لو تمہارے لئے اسی میں برکت رکھی جائے گی (اسے ابوداؤد، ابن ماجہ اور حبان نے وحشی بن حرب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۵۷: فرماتے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

کلوا جمیعًا ولا تفرقوا فان البرکۃ مع الجماعۃ۔ رواہ ابن ماجۃ[3] والعسکری

مل کر کھاؤ اور جدا نہ ہو کر برکت جماعت کے ساتھ ہے (اسے ابن ماجہ اور عسکری نے مواعظ

عہ اظہر یہ ہے کہ یہ حدیث آئندہ حدیث کی طرح حضرت حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ پر موقوف ہے یعنی انکا فرمان ہے ۱۲

---

[1] الترغیب والترہیب بحوالہ ابی الشیخ فی الثواب حدیث ۲۳ مصطفٰی البابی مصر ۲/ ۶۸

[2] سنن ابی داؤد کتاب الاطعمہ باب فی الاجتماع علی الطعام آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۷۲
سنن ابن ماجہ ابواب الطعام " " " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۴۴

[3] " " " " " " " " " " " "

[4] کنز العمال بحوالہ العسکری فی المواعظ حدیث ۴۲۳ ۴۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۲۴۵

www.alahazratnetwork.org

فی المواعظ عن امیر المؤمنین عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

میں امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی سے بسند حسن روایت کیا۔ (ت)

حدیث ۵۸: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

البرکۃ فی ثلثۃ فی الجماعۃ والثرید والسحور[1] رواہ الطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی الشعب عن سلمان رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔

برکت تین چیزوں میں ہے مسلمانوں کے اجتماع اور طعام ثرید اور طعام سحری میں۔ (اسے طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے شعب میں سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۵۹: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

طعام الواحد یکفی الاثنین وطعام الاثنین یکفی الاربعۃ ویداللّٰہ علی الجماعۃ۔[2] رواہ البزار عن سمرۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔

ایک آدمی کی خوراک دو کو کفایت کرتی ہے اور دو کی خوراک چار کو، اللہ تعالٰی کا ہاتھ جماعت پر ہے (اسے بزار نے سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

www.alahazratnetwork.org

حدیث ۶۰: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان احب الطعام الی اللّٰہ تعالٰی ماکثرت علیہ الایدی۔[3] رواہ ابو یعلی والطبرانی وابو الشیخ عن جابر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔

بے شک سب کھانوں میں زیادہ پیارا اللہ عزوجل کو وہ کھانا ہے جس پر بہت سے ہاتھ ہوں (یعنی جتنے آدمی مل کر کھائیں گے اتنا ہی اللہ تعالٰی کو زیادہ پسند ہوگا) (اسے ابو یعلٰی اور طبرانی اور ابوالشیخ نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ جو مسلمان اس عمل میں نیک نیت پاک مال سے

---

[1] المعجم الکبیر عن سلمان حدیث ۶۱۲۷ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۶/۲۵۱
شعب الایمان حدیث ۷۵۲۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/۶۸
[2] کشف الاستار عن زوائد البزار کتاب الاطعمہ باب الاجتماع علی الطعام موسسۃ الرسالہ بیروت ۳/۳۳۳
[3] الترغیب والترہیب بحوالہ ابی یعلٰی والطبرانی وابی الشیخ عن جابر مصطفی البابی مصر ۳/۱۳۲

شریک ہوں گے انھیں کرمِ الٰہی و انعامِ حضرت رسالت پناہی تعالٰے ربہٗ وتکرم وصلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے **۲۵ فائدے ملنے کی امید ہے:**

(۱) باذنہٖ تعالٰے بُری موت سے بچیں گے (حدیث ۱-۲-۳-۴-۵-۶-۱۹-۲۱-۲۲-۲۷-۲۸ گیارہ حدیثیں) ستّر دروازے بُری موت کے بند ہونگے۔ حدیث ۶۔

(۲) عمریں زیادہ ہوں گی۔ حدیث ۳-۱۹-۲۰-۲۱-۲۲-۲۳-۲۴-۲۶-۲۸، نو حدیثیں۔

(۳) ان کی گنتی بڑھے گی۔ حدیث ۲۵ یہ تین فائدے خاص دفعِ وبا سے متعلق ہیں۔

(۴) رزق کی وسعت مال کی کثرت ہوگی۔ حدیث ۱۳-۲۰-۲۱-۲۲-۲۳-۲۵، چھ حدیثیں۔ اس کی عادت سے کبھی محتاج نہ ہوں گے۔ حدیث ۲۵۔

(۵) خیر و برکت پائیں گے۔ حدیث ۵۰-۵۱-۵۶-۵۷-۵۸، پانچ حدیثیں، یہ دونوں فائدے دفعِ قحط سے متعلق ہیں۔

(۶) آفتیں بلائیں دُور ہوں گی۔ حدیث ۷-۸-۹-۱۰-۱۱-۱۲-۲۷، سات حدیثیں۔ بُری قضا ٹلے گی حدیث ۲۔ ستّر دروازے بُرائی کے بند ہونگے حدیث ۷۔ ستّر قسم کی بلا دُور ہوگی حدیث ۸۔

(۷) اُن کے شہر آباد ہوں گے۔ حدیث ۲۶۔

(۸) شکستہ حالی دُور ہوگی۔ حدیث ۱۳۔

(۹) خوف اندیشہ زائل اور اطمینانِ خاطر حاصل ہوگا۔ حدیث ۱۹۔

(۱۰) مددِ الٰہی شاملِ حال ہوگی۔ حدیث ۱۳-۵۹، دو حدیثیں۔

(۱۱) رحمتِ الٰہی اُن کے لئے واجب ہوگی۔ حدیث ۳۶۔

(۱۲) ملائکہ ان پر درود بھیجیں گے۔ حدیث ۵۲۔

(۱۳) رضائے الٰہی کے کام کریں گے۔ حدیث ۳۰-۳۱-۳۲-۳۳-۶۰، پانچ حدیثیں۔

(۱۴) غضبِ الٰہی ان پر سے زائل ہوگا۔ حدیث ۱۔

(۱۵) اُن کے گناہ بخشے جائیں گے۔ حدیث ۴-۵-۱۴-۱۵-۱۶-۱۷-۱۸-۲۹-۳۴-۴۷-۵۳، گیارہ حدیثیں۔ مغفرت ان کے لئے واجب ہوگی۔ حدیث ۲۹۔ اُن کے گناہوں کی آگ بجھ جائے گی۔ حدیث ۴-۵-۱۴-۱۵-۱۶-۱۷، چھ حدیثیں۔ یہ دس فائدے دفعِ قحط و وبا ہرگونہ امراض و بلاو قضائے حاجات و برکات و سعادات کو مفید ہیں۔

(۱۶) خدمت اہل دین میں صدقہ سے بڑھ کر ثواب پائیں گے۔ حدیث ۵۴۔

(۱۷) غلام آزاد کرنے سے زیادہ اجر لیں گے۔ حدیث ۵۵۔

(۱۸) اُن کے بگڑے کام درست ہوں گے۔ حدیث ۲۔

(۱۹) آپس میں محبتیں بڑھیں گی جو ہر خیر خوبی کی منبع ہیں۔ حدیث ۲۲۔

(۲۰) تھوڑے صرف میں بہت کا پیٹ بھرے گا کہ تنہا کھاتے تو دونا اٹھتا۔ حدیث ۵۹۔

وفیہ احادیث لم نذکرھا (اس بارے میں اور بھی احادیث ہیں جن کو ہم نے ذکر نہیں کیا۔ ت)

۲۱ اللہ عزّوجل کے حضور درجے بلند ہوں گے۔ حدیث ۲۷ تا ۲۹، دو تین حدیثیں۔

۲۲ مولٰی تبارک وتعالٰی ملائکہ سے ان کے ساتھ مباہات فرمائے گا۔ حدیث ۴۹۔

۲۳ روزِ قیامت دوزخ سے امان میں رہیں گے۔ حدیث ۲۔ ۲۵۔ ۴۸، تینوں حدیثیں۔

آتشِ دوزخ اُن پر حرام ہوگی۔ حدیث ۲۵۔

۲۴ آخرت میں احسانِ الٰہی سے بہرہ مند ہوں گے کہ نہایت مقاصد وغایت مرادات ہے۔ حدیث ۲۷۔ ۲۸۔

www.alahazratnetwork.org

۲۵ خدا نے چاہا تو اس مبارک گروہ میں ہوں گے جو حضور پُرنور سیّدِ عالم سرورِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نعلِ اقدس کے تصدق میں سب سے پہلے داخلِ جنت ہوگا۔ حدیث ۲۸۔

اللّٰہُ اکبر، غور کیجئے بحمد اللہ کیسا نسخہ جلیلہ جمیلہ، جامعہ، کافیہ، شافیہ، صافیہ، وافیہ ہے کہ ایک منفرد دوا اور اس قدر منافع جانفزا "وفضل اللہ اوسع واکبر واطیب واکثر" (اللہ کا فضل بہت وسیع، بہت بڑا، بہت پاکیزہ اور بہت زیادہ ہے۔ ت) علماء تو بغرضِ حصولِ شفاء و دفعِ بلا، متفرق اشیاء جمع فرماتے ہیں کہ اپنی زوجہ کو اس کا مہر کل یا بعض دے وہ اس میں سے کچھ بطیبِ خاطر آسے ہبہ کردے ان داموں کا شہد و روغنِ زیتون خریدے بعض آیاتِ قرآنیہ خصوصًا سورۂ فاتحہ اور آیاتِ شفا رکابی میں لکھ کر آبِ باراں اور وُہ نہ ملے تو آبِ دریا سے دھوئے، قدرے وہ روغن و شہد ملا کر پئے، بعونہ تعالٰی ہر مرض سے شفا پائے کہ اس نے دو شفائیں قرآن و شہد، دو برکتیں باران و زیت اور ہنی و مری زرِ موہوب مہر، پانچ چیزیں جمع کیں:

لقولہ تعالٰی ننزّل من القراٰن ما ھو شفاء ورحمۃ للمؤمنین[1]۔ وقولہ تعالٰی فیہ

یعنی ہم اتارتے ہیں قرآن سے وہ چیز کہ شفاء و رحمت ہے ایمان والوں کیلئے۔ شہد میں

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۸۲

شفاء للناس[1] - وقوله تعالیٰ ونزلنا من السماء ماء مبٰرکا[2] - وقوله تعالیٰ شجرة مبارکة زیتونة[3] - وقوله تعالیٰ فان طبن لکم عن شیء منه نفسا فکلوه هنیئا مریئا[4]

شفا ہے لوگوں کے لئے۔ اور اتارا ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اور مبارک پیڑ زیتون کا۔ پھر اگر عورتیں اپنے جی کی خوشی کے ساتھ تمھیں مہر میں سے کچھ دے دیں تو اسے کھاؤ رچتا پچتا۔

ان مبارک ترکیبوں کی طرف حضرت امیر المؤمنین مولی المسلمین علی مرتضیٰ شیرِ خدا مشکلکشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ و حضرت سیدنا عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہدایت فرمائی ابن ابی حاتم اپنی تفسیر میں بسندِ حسن حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے راوی کہ انھوں نے فرمایا:

اذا اشتکی احدکم فلیستوهب من امرأته من صداقها درهما فلیشتر به عسلا ثم یأخذ ماء السماء فیجمع هنیئا مریئا مبارکا[5]

جب تم میں کوئی بیمار ہو تو اسے چاہئے اپنی عورت سے اس کے مہر میں سے ایک درہم ہبہ کرالے اس کا شہد مول لے پھر آسمان کا پانی لے کر رچتا پچتا برکت والا جمع کرے گا۔

ایک بار فرمایا:

اذا اراد احدکم الشفاء فلیکتب اٰیة من کتاب الله فی صحفة ولیغسلها بماء السماء ولیاخذ من امرأته درهما عن طیب نفس منها فلیشتر به عسلا فلیشربه فانه شفاء - ذکره الامام القسطلانی فی المواهب[6] اللدنیة۔

جب تم میں سے کوئی شخص شفا چاہے تو قرآن عظیم کی کوئی آیت رکابی میں لکھے اور آبِ باراں سے دھوئے اور اپنی عورت سے ایک درہم اس کی خوشی سے لے اس کا شہد خرید کر پئے کہ بیشک شفا ہے۔ (امام قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں اسے ذکر کیا ہے۔ ت)

علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

مرض عوف بن مالك الاشجعی الصحابی

عوف بن مالک اشجعی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

١ القرآن الکریم ١٦/ ٦٩ — ٢ القرآن الکریم ٥٠/ ٩

٣ " " ٢٤/ ٣٥ — ٤ " " ٤/ ٤

٥ تفسیر القرآن العظیم لابن ابی حاتم تحت آیۃ فکلوا هنیئا مریئا مکتبہ نزار مصطفی البازمکۃ المکرمۃ ٣/ ٨٦٢

٦ المواہب اللدنیہ بحوالہ ابن ابی حاتم فی التفسیر المقصد الثامن الفصل الاول النوع الثانی المکتب الاسلامی بیروت ٣/ ٤٧٩

٧ " " " " " " " " " ٣/ ٤٧٩

رضی اللہ تعالٰی عنہ فقال ائتونی بماء، فان اللہ تعالٰی یقول و نزلنا من السماء ماء مبارکا، ثم قال ائتونی بعسل وتلا الاٰیۃ فیہ شفاء للناس، ثم قال ائتونی بزیت وتلا من شجرۃ مبٰرکۃ فخلط ذٰلک بعضہ ببعض و شربہ فشفاء[1]

علیل ہوئے، فرمایا پانی لاؤ کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے ہم نے اتارا آسمان سے برکت والا پانی۔ پھر فرمایا، شہد لاؤ۔ اور آیت پڑھی کہ اس میں شفا ہے لوگوں کے لئے۔ پھر فرمایا، روغن زیتون لاؤ، اور آیت پڑھی کہ برکت والے پیڑ سے، پھر ان سب کو ملا کر نوش فرمایا شفاء پائی۔

توجب متفرقات کا جمع کرنا جائز و نافع ہے تو یہ تو ایک ہی دوا سب خوبیوں کی جامع ہے اس کی کامل نظیر نسخہ امام اجل حضرت سیدنا عبداللہ بن مبارک شاگرد رشید حضرت امام الائمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما و نسخہ جلیلہ رؤیا ئے حضور پرنور سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے، علی بن حسین بن شقیق کہتے ہیں میرے سامنے ایک شخص نے امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی: اے عبدالرحمٰن! سات برس سے میرے ایک زانو میں پھوڑا ہے قسم قسم کے علاج کئے طبیبوں سے رجوع کی کچھ نفع نہ ہوا۔ فرمایا:

www.alahazratnetwork.org

اذھب فانظر موضعا یحتاج الناس الی الماء فاحفر ھناک بئرا فانی ارجو ان تنبع لک ھناک عین ویمسک عنک الدم، ففعل الرجل فبرأ۔ رواہ الامام البیہقی عن علی قال سمعت ابن المبارک وسئلہ الرجل فذکرہ۔[2]

جا ایسی جگہ دیکھ جہاں لوگوں کو پانی کی حاجت ہو وہاں ایک کنواں کھود، اور (براہِ کرامت یہ بھی) ارشاد فرمایا کہ میں امید کرتا ہوں کہ وہاں تیرے لئے ایک چشمہ نکلے گا اور تیرا یہ خون بہنا تھم جائے گا۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا اور اچھا ہوگیا (اسے امام بیہقی نے علی سے روایت کیا فرمایا میں نے ابن مبارک سے سُنا ان سے ایک شخص نے سوال کیا تو انھوں نے اس حدیث کو ذکر کیا۔ (ت)

امام بیہقی فرماتے ہیں اسی قبیل سے ہمارے استاد ابو عبداللہ حاکم (صاحب مستدرک) کی حکایت ہے کہ ان کے منہ پر پھوڑے نکلے طرح طرح کے علاج کئے، نہ گئے، قریب ایک سال کے اسی حال میں گزرا انھوں نے ایک جمعہ کو امام استاذ ابوعثمان صابونی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی مجلس میں

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد الثامن الفصل الاول دار المعرفۃ بیروت ۷/ ۱۲۳

[2] شعب الایمان حدیث ۳۳۸۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۲۲۱

دُعا کی درخواست کی، امام نے دُعا فرمائی اور حاضرین نے بکثرت آمین کہی، دوسرا جمعہ ہوا کسی بی بی نے ایک رقعہ مجلس میں ڈال دیا اس میں لکھا تھا کہ میں اپنے گھر پلٹ کر گئی اور شب کو ابوعبداللہ حاکم کے لئے دُعا میں کوشش کی میں خواب میں جمال جہاں آرائے حضور رحمتِ عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہُوئی گویا مجھے ارشاد فرماتے ہیں: قولی لابی عبداللہ یوسع الماء علی المسلمین ابوعبداللہ سے کہہ مسلمانوں پر پانی کی وسعت کرے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں میں وہ رقعہ اپنے استاد حاکم کے پاس لے گیا انھوں نے اپنے دروازے پر ایک سقایہ بنانے کا حکم دیا، جب بن چکا اس میں پانی بھروادیا اور برف ڈالی اور لوگوں نے پینا شروع کیا ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ شفاء ظاہر ہوئی پھوڑے جاتے رہے چہرہ اس اچھے سے اچھے حال پر ہوگیا جیسا کبھی نہ تھا، اس کے بعد برسوں زندہ رہے۔[1]

بالجملہ مسلمانوں کو چاہئے اس پاک مبارک عمل میں چند باتوں کا لحاظ واجب جانیں کہ ان منافع جلیلہ دُنیا و آخرت سے بہرہ مند ہوں:

(۱) تصحیح نیت کہ آدمی کی جیسی نیت ہوتی ہے ویسا ہی پھل پاتا ہے، نیک کام کیا اور نیت بُری تو وہ کچھ کام کا نہیں انما الاعمال بالنیات[2] (اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ ت) تو لازم کہ ریا یا ناموری وغیرہ اغراض فاسدہ کو اصلاً دخل نہ دیں ورنہ نفع درکنار نقصان کے سزاوار ہونگے والعیاذ باللہ تعالٰی۔

(۲) صرف اپنے سر سے بلا ٹالنے کی نیت نہ کریں کہ جس نیک کام میں چند طرح کے اچھے مقاصد ہوں اور آدمی ان میں ایک ہی کی نیت کرے تو اسی لائق ثمرہ کا مستحق ہوگا انما لکل امرئ ما نوی[3] (ہر شخص کو وہی حاصل ہوگا جس کی وہ نیت کرے۔ ت) جب کام کچھ بڑھتا نہیں صرف نیت کر لینے میں ایک نیک کام کے دس ہوجاتے ہیں تو ایک ہی نیت کرنا کیسی حماقت اور بلاوجہ اپنا نقصان ہے۔ ہم اوپر اشارہ کرچکے ہیں کہ اس عمل میں کتنی نیکیوں کی نیت ہوسکتی ہے ان سب کا قصد کریں کہ سب کے منافع پائیں بلکہ حقیقتاً اس عمل سے بلا ٹلنا بھی انھی نیتوں کا پھل ہے جیسا کہ ہم نے احادیث سے روشن کردیا تو بغیر ان نیتوں اعنی صدقۂ فقرا و خدمتِ صلحا و صلۂ رحم و احسانِ جار

---

[1] شعب الایمان تحت حدیث ۳۳۸۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/۲۲۲

[2] و [3] صحیح البخاری باب کیف کان بدؤ الوحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲

وغیرہ مذکورات کے بلا ملنے کی خالی نیت پوست بے مغز ہے۔

(۳) اپنے مالوں کی پاکی میں حدِ درجہ کی کوشش بجا لائیں کہ اس کام میں پاک ہی مال لگایا جائے اللہ عزوجل پاک ہے پاک ہی کو قبول فرماتا ہے۔

الشیخان والنسائی والترمذی وابن ماجۃ وابن خزیمۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایقبل اللہ الا الطیب[1] ھو قطعۃ حدیث وفی الباب عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

شیخین، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالٰی قبول نہیں کرتا مگر پاک کو۔ یہ حدیث کا ایک ٹکڑا ہے اور اس باب میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بھی حدیث مروی ہے۔ (ت)

ناپاک مال والوں کو یہ رونا کیا تھوڑا ہے کہ ان کا صدقہ خیرات، فاتحہ، نیاز کچھ قبول نہیں، والعیاذ باللہ تعالٰی۔

www.alahazratnetwork.org

(۴) زنہار زنہار ایسا نہ کریں کہ کھاتے پیتوں کو بلائیں محتاجوں کو چھوڑیں کہ زیادہ مستحق وہی ہیں اور انھیں اس کی حاجت ہے تو ان کا چھوڑنا انھیں ایذا دینا اور دل دُکھانا ہے، مسلمانوں کی دل شکنی معاذ اللہ وہ بلائے عظیم ہے کہ سارے عمل کو خاک کردے گی، ایسے کھانے کو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سب سے بدتر کھانا فرمایا کہ پیٹ بھرے بلائے جائیں جنھیں پرواہ نہیں اور بھوکے چھوڑ دئے جائیں جو آنا چاہتے ہیں۔

مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شرالطعام طعام الولیمۃ یمنعھا من یاتیھا ویدعی الیھا من یاباھا[2] وللطبرانی فی الکبیر

مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: بدترین کھانا اس دعوتِ ولیمہ کا کھانا ہے کہ جو اس میں آنا چاہتا ہے اسے روک دیا جاتا ہے اور جو نہیں آنا چاہتا اسے بلایا جاتا ہے۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ ۱/۱۸۹ صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ ۱/۳۲۶
جامع الترمذی " ۱/۸۴ سنن ابن ماجہ " ص ۱۳۳

[2] صحیح مسلم کتاب النکاح باب الامر باجابۃ الداعی الی دعوۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۶۳

والدیلمی فی مسند الفردوس بسند حسن عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلفظ یدعی الیہ الشبعان ویحبس عنہ الجائع[1] وفی الباب غیرھا۔ 10/10

طبرانی نے کبیر میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں سندِ حسن کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے واسطہ سے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کا ارشادِ گرامی اس لفظ سے نقل کیا کہ سیر شدہ کو دعوت دی جائے اور بھوکے کو روکا جائے، اس باب میں دوسروں نے بھی احادیث روایت کی ہیں (ت)

(۵) فقراء کہ آئیں کہ اُن کی مدارات و خاطرداری میں سعیِ جمیل کریں، اپنا احسان ان پر نہ رکھیں بلکہ آنے میں اُن کا احسان اپنے اوپر جانیں کہ وُہ اپنا رزق کھاتے اور تمہارے گناہ مٹاتے ہیں، اٹھانے بٹھانے بُلانے کھلانے کسی بات میں برتاؤ ایسا نہ کریں جس سے ان کا دل دُکھے کہ احسان رکھنے ایذا دینے سے صدقہ بالکل اکارت جاتا ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ ثم لایتبعون ما انفقوا منًّا ولا اذی لھم اجرھم عند ربھم ولاخوف علیھم ولا ھم یحزنون ۝ قول معروف ومغفرۃ خیر من صدقۃ یتبعھا اذی واللہ غنی حلیم ۝ یایھا الذین اٰمنوا لاتبطلوا صدقٰتکم بالمن والاذی کالذی ینفق مالہ رئاء الناس[2] الاٰیۃ۔

www.alahazratnetwork.org

جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال خدا کی راہ میں پھر اپنے دیئے کے پیچھے نہ احسان رکھیں نہ دل دکھانا اُن کے لئے ان کا ثواب ہے اپنے رب کے پاس، نہ اُن پر خوف اور نہ وہ غم کھائیں، اچھی بات (کہ ہاتھ نہ پہنچا تو میٹھی زبان سے سائل کو پھیر دیا) اور درگزر (کہ فقیر نے ناحق ہٹ یا کوئی بے جا حرکت کی تو اس پر خیال نہ کیا اسے دُکھ نہ دیا) یہ اس خیرات سے بہتر ہے جس کے پیچھے دل ستانا ہو اور اللہ بے پرواہ ہے (کہ تمہارے صدقہ وخیرات کی پرواہ نہیں رکھتا، احسان کس پر کرتے ہو) حلم والا ہے (کہ تمہیں بے شمار نعمتیں دے کر تمہاری سخت سخت نافرمانیوں سے درگزر فرماتا ہے تم ایک نوالہ محتاج کو دے کر وجہ بے وجہ اسے ایذا دیتے ہو) اے ایمان والو! اپنی خیرات اکارت نہ کرو احسان رکھنے اور

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۲۷۵۴ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۲/ ۱۵۹
الفردوس بمأثور الخطاب حدیث ۳۲۶۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۳۷۲
[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۶۲ تا ۲۶۴

دل ستانے سے اس کی طرح جو مال خرچ کرتا ہے لوگوں کے دکھاوے کو کہ اس کا صدقہ سرے سے اکارت ہے والعیاذ باللہ رب العالمین)

ان سب باتوں کے لحاظ کے ساتھ اس عمل کو ایک ہی بار نہ کریں بار بار بجا لائیں کہ جتنی کثرت ہوگی اتنی ہی فقراء و غربا کی منفعت ہوگی اتنی اپنے لئے دینی و دنیوی و جسمی و جانی رحمت و برکت و نعمت و سعادت ہوگی خصوصاً ایام قحط میں تو جب تک عیاذاً باللہ قحط رہے روزانہ ایسا ہی کرنا مناسب کہ اس میں نہایت سہل طور پر غرباء و مساکین کی خبر گیری ہو جائے گی اپنے کھانے میں اُن کا کھانا بھی نکل جائے گا دیتے ہوئے نفس کو معلوم بھی نہ ہوگا، اور جماعت کی وجہ سے سَو کا کھانا دو سَو کو کفایت کرے گا۔ قحط عام الرمادہ میں حضرت سیدنا امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی کا قصد ظاہر فرمایا، وباللہ التوفیق وہدایۃ الطریق۔

الحمد للہ کہ یہ متفرد جواب نفیس ولا جواب عشرۂ اوسط ماہ فاخر ربیع الآخر کے تین جلسوں میں تسویداً و تبییضاً تمام اور بلحاظ تاریخ "رادّ القحط والوباء بدعوۃ الجیران ومواساۃ الفقراء" ۱۳۱۲ھ نام ہوا۔

www.alahazratnetwork.org

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

رسالہ

رادّ القحط والوباء بدعوۃ الجیران ومواساۃ الفقراء

ختم ہوا

ذِکر و دُعا

مسئلہ ۴۲ از بمبئی مرسلہ مولوی محمد عمر الدین صاحب مع رسالہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین کہ اس ہمارے ملک سندھ میں اور نیز بمبئی میں قدیم الایام سے یہ مروّج ہے کہ جنازہ کے آگے کلمہ طیبہ لا الٰہ الّا اللہ محمد رسول اللہ کا ذکر کرتے ہوئے چند آدمی میت کو قبرستان لے جاتے ہیں اور قبرستان پہنچ کر اس میت کو بخش دیتے ہیں اور جب واپس لوٹتے ہیں تو اسی طرح کلمہ طیبہ پڑھتے آتے ہیں اور اس کا ثواب میت کے مکان پر پہنچ کر اس کو بخش دیتے ہیں آیا اس کلمہ کا ذکر میت کے آگے اور واپسی کے وقت جہراً پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور میت کو اس سے فائدہ ہوتا ہے یا نہیں؟ اور جو شخص اسے کفر وشرک یا حرام قطعی کہے اور مسلمانوں کو اس کے باعث مستحقِ لعن وطعن جانے وہ خاطی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

تحریر فقیر بر رسالہ مذکورہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم لک الحمد (اے اللہ! تیرے ہی لئے تعریف ہے۔ ت) فی الواقع لوگوں کو ذکر خدا کرنے سے منع نہ کیا جائے گا، مسئلہ جہر مختلف فیہا ہے اور اطلاقاتِ قرآن عظیم وارشادات احادیث کثیرہ

مثل حدیث قدسی:

وان ذکرنی فی ملأ ذکرته فی ملأ خیر منهم رواه البخاری[1] ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجة عن ابی هریرة واحمد عن انس بسند صحیح والطبرانی فی الکبیر والبزار فی المسند باسناد جید والبیہقی فی الشعب کلھم عن ابن عباس والطبرانی فیه بسند حسن عن معاذ بن انس رضی اللہ تعالٰی عنھم ولفظ ھذا لایذکرنی فی ملأ الا ذکرته فی الرفیق الاعلٰی[2] وحدیث اذا مررتم بریاض الجنة فارتعوا قالوا وما ریاض الجنة قال حلق الذکر اخرجه احمد[3] والترمذی

اگر اس نے مجھے کسی مجلس میں یاد کیا تو میں اسے اس سے بہتر مجلس میں یاد کروں گا (یعنی فرشتوں کی محفل میں) بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے اس کو حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے۔ امام احمد نے صحیح سند کے ساتھ حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ امام طبرانی نے الکبیر میں بزار نے عمدہ سند سے اپنی مسند میں، امام بیہقی نے شعب الایمان میں۔ پھر ان سب نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے اسے روایت کیا۔ طبرانی نے "الکبیر" میں سند حسن کے ساتھ حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں لایذکرنی الخ وہ مجھے کسی محفل میں یاد نہیں کرے گا مگر میں رفیق اعلٰی میں اسے یاد کروں گا۔ (حدیث ۵) لوگو! جب تم جنت کے باغیچوں سے گزرنے لگو تو چر چگ لیا کرو۔ اس پر صحابہ کرام نے عرض کیا حضور! جنت کے باغیچے کیا ہیں؟

---

[1] صحیح مسلم کتاب الذکر باب الحث علی ذکر اللہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۴۳، ۳۴۱
جامع الترمذی ابواب الدعوات امین کمپنی دہلی ۲/۲۰۰
سنن ابن ماجہ ابواب الدعوات باب فضل العمل ایچ ایم سعید کمپنی ص ۲۶۹
صحیح البخاری کتاب الرد علی الجہمیۃ باب قول اللہ ویحذرکم اللہ نفسہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۱۰۱

[2] المعجم الکبیر حدیث ۳۹۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۰/۱۸۲

[3] مسند احمد بن حنبل عن انس بن مالک المکتب الاسلامی بیروت ۳/۱۵۰
جامع الترمذی ابواب الدعوات امین کمپنی دہلی ۲/۱۸۹

www.alahazratnetwork.org

وحسنه والبیہقی فی الشعب
عن انس وابن شاہین[۶]
فی الترغیب فی الذکر عنه
وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ
تعالٰی عنہما وحدیث
یا ایہا الناس ان للہ سرایا
من الملئکۃ تحل وتقف
علی مجالس الذکر فی
الارض فارتعوا فی ریاض
الجنۃ قالوا واین ریاض
الجنۃ قال مجالس الذکر
الحدیث رواہ ابن ابی الدنیا و
ابویعلٰی والبزار والطبرانی فی
الاوسط والحکیم والحاکم والبیہقی
فی الشعب وابن شاہین وابن عساکر
عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی
عنہما صحح الحاکم سندہ
و حدیث لا یقعد
قوم یذکرون اللہ الا حفتہم
الملئکۃ وغشیتہم الرحمۃ
ونزلت علیہم السکینۃ
وذکرہم اللہ تعالٰی
فیمن عندہ اخرجه

فرمایا، ذکر کے حلقے۔ امام احمد اور ترمذی نے اس کی تخریج فرمائی اور اس کے ساتھ ہی اسکی تحسین بھی فرمائی۔ امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس کے حوالے سے اسے روایت کیا۔ ابن شاہین نے "ترغیب فی الذکر" میں حضرت انس اور حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا اے لوگو! اللہ تعالٰی کے فرشتے اس کا لشکر ہیں جو زمین پر ذکر کی مجالس میں اُترتے ہیں لہذا جنت کے باغیچوں سے کھا پی لیا کرو یعنی ذکر اذکار میں حصہ لے لیا کرو۔ صحابہ نے عرض کر باغات جنت کہاں ہیں؟ تو فرمایا کہ ذکر کی محفلیں باغات جنت ہیں (الحدیث) ابن ابی الدنیا، ابویعلٰی، بزار، طبرانی نے الاوسط میں حکیم، حاکم اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں، ابن شاہین اور ابن عساکر نے جابر بن عبداللہ سے اسے روایت کیا۔ حاکم نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ (حدیث ۸) جب بھی لوگ اللہ تعالٰی کا ذکر کرنے کے لئے کہیں بیٹھتے ہیں تو ان کی شان یہ ہوتی ہے کہ خدا کے فرشتے چاروں طرف سے انھیں گھیر لیتے ہیں اور رحمت الٰہی انھیں ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکون کا نزول ہوتا ہے اور اللہ تعالٰی ان لوگوں میں ان کا تذکرہ فرماتا ہے جو اس کی بارگاہ میں حاضر

www.alahazratnetwork.org

؎ الترغیب والترہیب بحوالہ ابن ابی الدنیا وابی یعلٰی والبزار وغیرہ مصطفٰی البابی مصر ۲/۴۰۵

احمد و مسلم[1] والترمذی و ابن ماجة
وابن حبان و ابونعیم فی
الحلیة کلهم عن ابی هریرة و
وعن ابی سعید الخدری جمیعا رضی الله
تعالٰی عنهما وحدیث اکثروا ذکر
الله تعالٰی حتی یقولوا مجنون رواه
احمد[2] و ابویعلی و ابن حبان و
الحاکم والبیهقی فی الشعب عن ابی سعید
رضی الله تعالٰی عنه بسند صحیح
وحدیث اکثروا ذکر الله حتی
یقول المنافقون انکم مراؤن
اخرجه سعید بن منصور فی
سننه واحمد فی کتاب الزهد
الکبیر والبیهقی[3] فی الشعب
عن ابی الجوزاء اوس بن عبدالله
الربعی مرسلا ووصله الطبرانی
فی الکبیر وابن شاهین فی ترغیب
الذکر عن ابن عباس رضی الله
تعالٰی عنهما بلفظ اذکروا الله ذکرا

رہنے والے ہوتے ہیں۔ امام احمد، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان اور ابونعیم نے "الحلیہ" میں حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے تخریج فرمائی۔
(حدیث ۱۰) اللہ تعالٰی کا کثرت سے ذکر کیا کرو یہاں تک کہ لوگ دیوانہ کہنے لگیں۔ امام احمد، ابویعلٰی، ابن حبان، حاکم اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں اچھی سند سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیا ہے (حدیث ۱۱) اللہ تعالٰی کا بہت زیادہ ذکر کیا کرو یہاں تک کہ منافق کہنے لگیں کہ تم ریاکار ہو۔ سعید بن منصور نے اپنی سنن میں، امام احمد نے "الزہد الکبیر" میں امام بیہقی نے "شعب الایمان" میں۔ ابوالجوزاء اوس بن عبداللہ ربعی کے حوالے سے اس کو مرسل (یعنی منقطع سند) تخریج فرمایا۔ امام طبرانی نے معجم کبیر میں، ابن شاہین نے ترغیب الذکر میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ان الفاظ کے ساتھ "موصولاً" ذکر

---

[1] صحیح مسلم کتاب الذکر باب فضل الاجتماع الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۴۵
جامع الترمذی ابواب الدعوات امین کمپنی دہلی ۲/۱۷۳
سنن ابن ماجہ ″ باب فضل الذکر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۷۷
[2] مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۳/۶۸ و ۷۱
شعب الایمان حدیث ۵۲۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۳۹۶
[3] ″ ″ ″ ۵۲۷ ″ ″ ″ ۱/۳۹۶

www.alahazratnetwork.org

يقول المنافقون انكم تراؤن[1]
وحديث[12] غنيمة مجالس اهل
الذكر الجنة رواه احمد[2] و
الطبرانی فی الکبیر عن عبدالله
بن عمرو بن العاص رضی الله
تعالٰی عنهما بسند حسن و
حدیث[13] یقول الرب عز وجل
یوم القیمة سیعلم اهل الجمع
من اهل الکرم فقیل ومن اهل
الکرم یا رسول الله قال اهل
مجالس الذکر فی المساجد
اخرجه احمد[3] وابو یعلٰی
وسعید وابن حبان وابن
شاهین والبیهقی عن ابی سعید
رضی الله تعالٰی عنه وحدیث[14]
ان رسول الله صلی الله تعالٰی
علیه وسلم خرج علی حلقة
من اصحابه فقال ما اجلسکم
ههنا قالوا جلسنا نذکر
الله قال اتانی جبریل
فاخبرنی ان الله عز وجل

فرمایا کہ لوگو! اللہ تعالٰی کا خوب ذکر کیا کرو کہ منافق بول اٹھیں کہ تم دکھاوا کرتے ہو۔

(حدیث ۱۲) ذکر کرنیوالوں کی مجلسوں کا مال غنیمت جنت ہے۔ امام احمد نے امام طبرانی نے معجم کبیر میں اس کو سند حسن کے ساتھ عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت کیا (اللہ تعالٰی ان سے راضی ہو) (حدیث ۱۳) پروردگار عالم جو غالب اور بڑا ہے قیامت کے دن ارشاد فرمائیگا، یہاں جمع ہونیوالے لوگ جلد جان لینگے کہ اہل کرم کون لوگ ہیں، پوچھا گیا یا رسول اللہ! اہل کرم سے مراد کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا مساجد میں ذکر کی مجلسیں قائم کرنیوالے۔ امام احمد، ابو یعلٰی، سعید بن منصور، ابن حبان، ابن شاہین اور امام بیہقی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اس کی تخریج فرمائی۔ (حدیث ۱۴) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام کے حلقہ ذکر میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ انھوں نے عرض کیا کہ ہم یہاں اللہ تعالٰی کا ذکر کرنے کے لئے بیٹھے ہیں، اس پر ارشاد فرمایا میرے پاس حضرت جبرائیل

www.alahazratnetwork.org

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۲۷۸۶ المکتبة الفیصلیة بیروت ۱۲/۱۶۹
[2] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو بن العاص المکتب الاسلامی بیروت ۲/۱۷۷ و ۱۹۰
[3] " " " " عن ابی سعید الخدری ۳/۶۸

يباهي بكم الملئكة رواه مسلم[1]
والترمذي والنسائي عن
معوية بن ابي سفين رضي الله
تعالى عنهما هذا مختصر
وحديث[15] يرحم الله ابن رواحة
انه يحب المجالس التي يتباهى
بها الملئكة اخرجه احمد[2]
بسند حسن عن انس بن
مالك رضي الله تعالى عنه و
في الحديث قصة فيه التداعي
الى مجالس الذكر واستحسان
النبي صلى الله تعالى عليه وسلم
ذلك وحديث[16] عن يمين الرحمن
وكلتا يديه يمين رجال
ليسوا بانبياء ولا شهداء
يغشى بياض وجوههم
نظر الناظرين يغبطهم النبيون
والشهداء بمقعدهم و
قربهم من الله عز و
جل قيل يا رسول الله
من هم قال هم

علیہ السلام تشریف لائے اور مجھے بتایا کہ
اللہ تعالٰی تم لوگوں کے ساتھ فرشتوں پر فخر
کر رہا ہے۔ امام مسلم، ترمذی اور نسائی نے
حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالٰی
عنہما سے اسے مختصراً روایت فرمایا (حدیث ۱۵)
اللہ تعالٰی ابن رواحہ پر رحم فرمائے کہ وہ ان مجالس کو پسند کرتا
ہے جنکے سبب فرشتوں پر فخر ظاہر کیا جاتا ہے۔ امام احمد نے سند حسن
کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی
عنہ کے حوالہ سے اسکی تخریج فرمائی۔ حدیث
میں ایک قصہ مذکور ہے اور اس حدیث میں دو
باتیں بیان ہوئی ہیں، پہلی بات کہ یہ مجالس ذکر
کی طرف دوسروں کو دعوت دینا اور دوسری بات
حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اس عمل کو
مستحسن قرار دینا ہے۔ (حدیث ۱۶) اللہ تعالٰی
کے دائیں ہاتھ کی طرف (جبکہ اسکے دونوں ہاتھ
دائیں ہیں) کچھ ایسے مرد ہوں گے جو اگرچہ انبیاء
وشہداء میں سے نہیں ہوں گے مگر اس قدر
بلند شان کے مالک ہونگے کہ ان کے چہروں
کی تابانی دیکھنے والوں کی نگاہوں پر چھا جائیگی
ان کے اس تقرب اور شان کو دیکھ کر انبیاء
اور شہداء ان پر رشک کریں گے۔ آپ سے

www.alahazratnetwork.org

---

[1] صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب فضل الاجتماع الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۴۶
جامع الترمذی ابواب الدعوات امین کمپنی دہلی ۲/۱۷۳
[2] مسند احمد بن حنبل عن انس بن مالک المکتب الاسلامی بیروت ۳/۲۶۵

جُمّاع من نوازع القبائل یجتمعون علی ذکر اللہ تعالٰی فینتقون اطائب الکلام کما ینتقی اٰکل التمر اطائبہ رواہ الطبرانی[1] فی الکبیر بسند لاباس بہ عن عمرو بن عبسۃ و نحوہ بسند حسن عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہما وحدیث[18] کل مجلس یذکر اسم اللہ تعالٰی فیہ تحف بہ الملٰئکۃ حتی ان الملٰئکۃ یقولون زیدوا زادکم اللہ والذکر یصعد بینہم وہم ناشروا اجنحتہم اخرجہ ابوالشیخ[2] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وحدیث[19] مامن قوم اجتمعوا یذکرون اللہ عزوجل لا یریدون بذٰلک الا وجہہ الا ناداھم منادمن السماء ان قوموا مغفورًا لکم قد بدلت

دریافت کیا گیا کہ وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ قبائل کے پڑوس والوں کا بڑا گروہ ہوگا جو ذکرالٰہی کے لئے جمع ہوتے ہیں ان سے پاکیزہ کلام جھڑتا ہے جس طرح کھجوریں کھانے والا عمدہ کھجوریں جھاڑتا ہے۔ امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت عمرو بن عبسہ کے حوالے سے ایسی سند کے ساتھ اس کو روایت فرمایا جس میں کوئی اشتباہ نہیں اور سند حسن کے ساتھ اسی طرح کی حدیث حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے۔ (حدیث ۱۸) ہر اس مجلس کو فرشتے گھیر لیتے ہیں جس میں اللہ تعالٰی کا ذکر کیا جائے اور کہتے ہیں کہ خوب ذکر کرو اللہ تعالٰی تمھارے اجر میں اضافہ کرے اور ذکر ان کے درمیان بلند ہوتا ہے (یعنی اوپر چڑھتا ہے) اور وہ اپنے پروں کو پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں۔ ابوالشیخ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی کی سند سے اس کی تخریج کی۔ (حدیث ۱۹) جو لوگ جمع ہو کر اللہ تعالٰی کا ذکر کرتے ہیں اور مقصد صرف اللہ تعالٰی کی رضا ہوتا ہے انھیں آسمان سے ندا کرنے والا ندا کرتا ہے کہ اٹھو تمھاری بخشش ہو گئی ہے، میں نے

www.alahazratnetwork.org

۱؎ الترغیب والترہیب بحوالہ الطبرانی الترغیب فی حضور مجالس الذکر حدیث ۱۱ مصطفی البابی مصر ۲/۴۰۶
کنز العمال بحوالہ الطب عن عمرو بن عبسۃ حدیث ۲۹۳۲۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۲۴۶
۲؎ " ابی الشیخ عن ابی ہریرۃ " ۱۸۸۰ " " " ۱/۴۳۶

سیاٰتکم حسنات رواہ احمد[1] بسند حسن والبو یعلی وسعید بن منصور والطبرانی فی الاوسط والبزار وابن شاھین والضیاء فی المختارۃ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ والحسن[2] بن سفیٰن والطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی الشعب عن الحنظلیۃ بن الحنظلۃ والعسکری والبوموسٰی کلاھما فی الصحابۃ عن حنظلۃ العشمی والبیہقی فی الشعب عن عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالٰی عنہم و حدیث طویل ملٰئکۃ سیاحین سیارۃ فضل رواہ الشیخان[2] وغیرھما عن ابی ھریرۃ والبزار[3] عن انس والطبرانی[4] فی الصغیر عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین وغیر ذٰلک۔

تمھارے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا ہے۔ امام احمد نے اس کو اچھی سند کے ساتھ روایت کیا ہے، اور دیگر ائمہ ابو یعلی، سعید بن منصور، امام طبرانی نے "الاوسط" میں۔ بزار، ابن شاہین اور ضیاء نے المختارہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اسی طرح حسن بن سفیان، امام طبرانی نے معجم کبیر میں اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حنظلیہ بن حنظلہ سے، عسکری اور ابو موسٰی (یہ دونوں صحابہ ہیں) حنظلہ عشمی سے مروی ہے امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عبداللہ ابن مغفل کے حوالے سے اس کو روایت کیا ہے (اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو) لمبی حدیث ہے، کچھ فرشتے فضل و شرف کو تلاش کرنے کے لئے (زمین میں) گھومتے اور چکر لگاتے ہیں بخاری، مسلم وغیرہما اور دوسرے ائمہ نے حضرت ابو ہریرہ سے اس کی روایت فرمائی۔ بزار نے حضرت انس سے اور طبرانی نے معجم صغیر میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے اسے روایت کیا ہے۔ اور ان کے علاوہ اور حدیثیں بھی ہیں۔ (ت)

جانب جواز ذہب ہونے کے علاوہ حق یہ ہے کہ نفس ذکر خدا اور رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی حد ذاتہ اصلاً متعلق نہی و قبح نہیں، نہ وہ ہرگز غیر معقول کے معنی بلکہ ذکر اہم و اعظم مقاصد

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن انس بن مالک المکتب الاسلامی بیروت ۳/۱۴۲

[2] صحیح البخاری کتاب الدعوات باب فضل ذکر اللہ تعالٰی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۴۸

صحیح مسلم کتاب الذکر والدعا باب فضل مجالس الذکر " " " ۲/۳۴۴

مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۵۲

شرع مطہر سے ہے بلکہ اپنے زعم پر وہی اہم و اعظم مقاصد بلکہ حقیقۃً وہی مراد و مقصود و مرجع و مآل جملہ مقاصد ہے نہی عارض بوجہ عارض راجع بعارض ہوگی' نہ عائد بذکر' جیسے محلِ ریاء و سمعہ میں ذکرِ جہر یا بقیدِ عارض تا عروض عارض مختص بافراد مختصہ بعارض جیسے کہ کنف وغیرہا مواضع نجاسات میں ذکرِ لسان یا ہنگامِ اغارت من المشرکین یا قصد اختفا من المعاندین ذکر بالاعلان'

کما بینہ طرفا منہ المحقق العلامۃ خیر الملۃ والدین الرملی فی الفتاوی الخیریۃ لنفع البریۃ اقول ولاین ھین عنك انا لانقول بالمفہوم فالتمسك بمثل قولہ عزوجل واذکر ربك فی نفسك[1] لا اراہ یتم علی اصولنا و اما قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خیر الذکر الخفی[2] فالخیر لاینفی الخیر بل ھو ظاھر فی الجواز کما تری وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم .... ارس .... علی انفسکم فی .... وقد حمل علی بعض ما ذکرنا کما بینہ فی الوجیز وغیرہ وبالجملۃ فا .... ذات .... ان یصیر سفرا مجلدا۔

جیسا کہ اس کا کچھ حصہ محقق کبیر علامہ خیر الملۃ والدین رملی نے الفتاوی الخیریۃ لنفع البریۃ (بھلائی پھیلانے والا فتاوی' مخلوق کے فائدے کیلئے) میں بیان فرمایا' میں کہتا ہوں کہ تمھارا ذہن اس طرف نہ جائے کیونکہ ہم مفہومِ مخالف کے قائل نہیں کہ اس جیسے ارشادِ خداوندی سے دلیل پیش کی جائے۔ اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کیجئے۔ میں یہ گمان نہیں کرتا کہ یہ ہمارے اصول و قواعد کے مطابق ہو۔ رہا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ "بہتر ذکر آہستگی والا ہے" میں "خیر" کسی خیر کی نفی نہیں بلکہ یہ جواز میں ظاہر ہے جیسا کہ تم دیکھتے ہو' حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد .... ارس ...... علی انفسکم فی ...... بیشک وہ کسی بعض اس بات پر محمول کیا گیا جس کو ہم نے بیان کیا جیسا کہ "الوجیز" وغیرہ میں اس کو بیان فرمایا ..... وبالجملۃ .... فا ..... وہ ایک ضخیم اور بڑی جلد ہوجاتی۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۲۰۵

[2] مسند احمد بن حنبل عن سعد المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۷۲ و ۱۸۰ و ۱۸۷

پھر جہاں عوارض ظاہرہ ہوں مجرد عوارض خفیہ قلبیہ کی بنا پر مادہ خاصہ میں حکم دینا اساءت ظن بالمسلمین ہے جس کی طرف سبیل نہیں۔ قال تعالٰی:

ولا تقف مالیس لک بہ علم[1] — اس بات کے پیچھے نہ پڑو جس کا تمھیں کچھ علم نہ ہو۔(ت)

وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ..... عن قلبہ وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب[2] الحدیث۔ — اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے..... اس کے دل سے۔ اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، لوگو! بدگمانی سے بچو، بے شک بدگمانی سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے، الحدیث۔(ت)

عجب کہ کراہت مختلف فیہا پر احتساب اور حرمت مجمع علیہا کا ارتکاب ان ھٰذا الشیئ عجاب[3] (بے شک یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ ت) مقاصد شرعیہ پر مطلع کہ جو امر فی نفسہٖ شرعاً خیر و مندوب اور کراہت مجاورہ مختلف فیہا یا مشکوک ہو اور تجربہ اس کا ترک منجر بہ منہیات اجماعیہ ہو تو ہرگز اس سے منع نصیحت نہیں بلکہ مقصد شرع سے بعد بعید ہے۔ ولہٰذا علمائے کرام فرماتے ہیں عوام کو صلٰوۃ عند الطلوع سے منع نہ کریں، درمختار میں ہے:

الا العوام فلا یمنعون من فعلہا لانہم یترکونہا والاداء الجائز عند البعض اولٰی من الترک کما فی القنیۃ وغیرہا[4]۔ — عوام کو طلوعِ آفتاب کے وقت نماز پڑھنے سے نہ روکا جائے کیونکہ ایسا کرنے سے وہ اسے بالکل چھوڑ دیں گے اور جو ادا بعض اہل علم کے نزدیک جائز ہے وہ نماز چھوڑ دینے سے بہتر ہے، جیسا کہ قنیہ وغیرہ میں مذکور ہے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/۳۶

[2] صحیح البخاری کتاب الوصایا ۱/۳۸۴ وکتاب الادب ۲/۸۹۶ قدیمی کتب خانہ کراچی

[3] القرآن الکریم ۳۸/۵

[4] درمختار کتاب الصلٰوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۶۱

وعزاہ صاحب المصفّٰی الی الامام حمید الدین عن شیخہ الامام المحبوبی والی شمس الائمۃ الحلوانی والنسفی[1] الخ۔

صاحبِ مصفّٰی نے اس کو امام حمید الدین، انھوں نے اپنے شیخ امام محبوبی کی طرف منسوب کیا ہے نیز انھوں نے شمس الائمہ حلوانی اور امام نسفی کی طرف نسبت کی ہے الخ (ت)

اور تجاربِ متطاولہ شاہد کہ عوام اگر مشتغل بذکرِ الٰہی نہیں ہوتے مشتغل بفضول کلام ہزل و لغو ہوتے ہیں کہ اجماعاً مکروہ وممنوع، اور ذکرِ الٰہی سے روکنا ہرگز مصلحتِ شرعیہ نہیں، خصوصاً یہاں تو حکمائے شریعت علمائے اُمت نے عدمِ منع کو ابتلا بمکروہ اجماعی پر بھی موقوف نہ رکھا بلکہ اس میں ذکرِ خدا و رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فی نفسہٖ خیریت خیر کی طرف عوام کی قلتِ رغبت پر بنائے کار رکھی اور باوصف بیانِ حکم مسئلہ انھیں منع نہ کرنے کی تصریح کی۔ امام شمس الائمہ کردری وجیز میں فتاوٰی سے نقل فرماتے ہیں:

ان الذکر بالجہر فی المسجد لایمنع احترازا عن الدخول تحت قولہ تعالٰی ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ[2] الخ۔

مسجد میں بآوازِ بلند ذکر کرنے سے نہ روکا جائے اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کے باعث کہ اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ تعالٰی کی مسجدوں میں اس کا نام لینے سے لوگوں کو منع کرے الخ (ت)

تبیین الحقائق و فتح القدیر و درر الحکام و بحر الرائق و مجمع الانہر وغیرہا کتبِ کثیرہ میں ہے:

قال الفقیہ ابوجعفر لاینبغی ان یمنع العامۃ عن ذلک لقلۃ رغبتہم فی الخیرات[3]

فقیہ ابوجعفر نے فرمایا عوام کو بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنے سے نہ روکا جائے اس لئے کہ نیک کاموں کی طرف (پہلے ہی) ان کی رغبت کم ہوتی ہے (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۴۸
[2] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ کتاب الاستحسان نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۳۷۸
[3] تبیین الحقائق باب صلٰوۃ العیدین ۱/۲۲۴ و الدرر الحکام باب صلٰوۃ العیدین ۱/۱۴۲
وفتح القدیر باب " " ۲/۴۱ و بحر الرائق " " " " ۲/۱۶۰
ومجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب صلٰوۃ العیدین ۱/۱۷۱

محیط پھر ہندیہ میں ہے :

قال الفقیه ابوجعفر سمعت شیخی ابا بکر یقول سئل ابراھیم عن تکبیر ایام التشریق علی الاسواق والجھر بھا قال ذٰلک تکبیر الحوکة وقال ابویوسف رحمه الله تعالٰی انه یجوز قال الفقیه وانا لا امنعھم عن ذٰلک[1] کذا فی المحیط۔

فقیہ ابوجعفر نے فرمایا میں نے اپنے شیخ ابوبکر سے سُنا کہ وہ فرماتے تھے امام ابراہیم سے بازاروں میں بلند آواز سے تکبیراتِ ایامِ تشریق کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ یہ جولاہوں کی تکبیر ہے۔ قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ جائز ہے اور فقیہ نے کہا کہ میں لوگوں کو اس سے منع نہیں کرتا۔ محیط میں یوں ہی ہے۔ (ت)

بحر و دُر میں ہے :

ھذا کله انما ھو بحسب حال الانسان واما العوام فلا یمنعون من تکبیر ولا التنفل قبلھا[2] مختصرًا۔

یہ تمام طریقے انسان کے حال پر مبنی ہیں۔ رہے عوام تو وہ تکبیر کہنے سے نہ روکے جائیں، اسی طرح نمازِ عید سے قبل نفل پڑھنے سے بھی نہ روکے جائیں، مختصرًا۔ (ت)

طحطاوی و شامی میں زیرِ قول دُر ہذا للخواص لکھا :

الظاھر ان المراد الذین لا یؤثر عندھم الزجر غلوا ولا کسلا حتی یفضی بھم الی الترک اصلاً[3]۔

ظاہر یہ ہے کہ خواص سے وہ لوگ مراد ہیں کہ جن کے نزدیک ممانعت، کھوٹ اور سُستی کو نہیں لاتی یہاں تک کہ وہ ان کو بالکل چھوڑنے کی طرف لے جائے۔ (ت)

غنیہ میں ہے :

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۱۹
[2] بحرالرائق کتاب الصلوٰۃ باب العیدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۶۰
[3] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۵۸
الطحطاوی علی الدرالمختار " " دارالمعرفۃ بیروت ۱/۳۵۳

قال الفقیہ ابوجعفر الذی عندنا انہ لاینبغی ان یمنع العامۃ من ذلک لقلۃ رغبتھم الی الخیرات و بہ ناخذ یعنی انھم اذا منعوا عن الجھریۃ لایفعلونہ سرا فینقطعون عن الخیر بخلاف العالم الذی یعلم ان الاسرار ھو الافضل[1]

فقیہ ابوجعفر نے فرمایا ہمارے نزدیک مناسب نہیں کہ عوام کو تکبیر کہنے سے روک دیا جائے اس لئے کہ بھلائی کے کاموں میں وہ کم رغبت رکھتے ہیں لہٰذا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یعنی مرادیہ ہے کہ جب وہ ذکر بالجہر سے روک دیئے گئے تو وہ آہستہ ذکر بھی نہ کرینگے بخلاف اس عالم کے جو یہ جانتا ہے کہ آہستہ ذکر کرنا افضل ہے۔(ت)

رحمانیہ میں ذخیرہ سے ہے:

بہ اخذ الفقیہ ابواللیث۔[2]

فقیہ ابواللیث نے اسی کو اختیار کیا ہے (ت)

ان عباراتِ علماء سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ جہر میں کراہت بھی ہے تو نہ اس قدر کہ خوبی ذکر کی مقاومت کرسکے، ولہٰذا جب منع جہر میں ترک ذکر کا مظنہ ہو خوبی ذکر کو ترجیح دیں گے اور کراہت جہر کا لحاظ نہ کریں گے انصافاً یہ شان صرف کراہتِ تنزیہہ میں ہوسکتی ہے جس کا حاصل خلافِ اولٰی ہے نہ کہ ممنوع و ناجائز۔

www.alahazratnetwork.org

کیف وقد علم و نصوا علیہ ان ترک ذرۃ مما نہی اللہ تعالٰی عنہ افضل من عبادۃ الثقلین[3]

حالانکہ یہ معلوم ہوگیا ہے اور اہل علم نے اسکی تصریح فرمادی کہ کسی معمولی سی چیز کو چھوڑ دینا کہ جس سے اللہ تعالٰی نے منع فرمایا، جن و انس کی عبادت سے افضل ہے۔(ت)

بالجملہ اس سے منع کرنا ہی خلاف مصالح شرعیہ ہے فان افسادہ اکثر من اصلاحہ (اس لئے کہ اس کا بگاڑ اس کی اصلاح سے زیادہ ہے۔ ت) نہ کہ معاذ اللہ وہ جبروتی احکام کفر و شرک و ضلال و حرام کہ نجدیت واضحہ و جہالت فاضحہ ہیں حکم بحرمت قطعیہ کا بھی محل نہیں چہ جائے ضلالت و کفر، والعیاذ باللہ تعالٰی، بفرض باطل اگر ذکر مذکور بالاتفاق مکروہ ہی ہوتا ہم ایسے احکام باطلہ کی شناعت اس سے ہزار درجہ سخت و بدتر تھی یہ دقائق تدلیس و تلبیس ابلیس لعین سے ہے

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی باب العیدین سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۶۷

[2] رحمانیہ [3] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الخامسۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۲۵

آدمی کو نیکی کے پردے میں منکراشد وانکر کا مرتکب کردیتا ہے ولاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم (گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت کسی میں نہیں سوائے اس کے کہ اللہ تعالٰی اعظیم و برتر کی توفیق میسر ہو۔ ت)۔ تحفہ اثنا عشریہ میں ہے:

ہرکہ باوجود ایں ہمہ قول جازم نماید بے باک و بے احتیاط است وہمیں ست شان محتاطین از علمائے راسخین کہ در اجتہادیات مختلف فیہا جزم باحد الطرفین نمی کنند۱؎

جو کوئی ان تمام باتوں کے باوجود کسی ایک طرف پختہ یقین دکھائے تو وہ بیباک نڈر اور بے احتیاط ہے، پس راسخ علماء اور محتاط حضرات کی یہی پہچان ہے کہ وہ مختلف اجتہادی مسائل میں کسی ایک طرف یقین نہیں رکھتے (ت)

علامہ عبدالغنی نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

المسئلۃ متی امکن تخریجہا علی قول من الاقوال فلیست بمنکر یجب انکارہ والنہی عنہ وانما المنکر ما وقع الاجماع علی حرمتہ والنہی عنہ۲؎ اھ ملخصا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جب کسی مسئلہ کو چند اقوال میں سے کسی ایک قول پر محمول کیا جاسکے تو وہ ایسا جرم اور گناہ نہیں کہ جس سے روکنا اور جس کا انکار کرنا ضروری ہو، لیکن منکر یعنی گناہ وہ ہے کہ جس کی حرمت پر اجماع اور نہی واقع ہو اھ ملخصاً۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۴۳: ۱۳ محرم الحرام ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لوگ وقت پھیلنے وباء وبلیات وآندھی وطوفان شدید وغیرہ کے اذان کہتے ہیں، یہ امر شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بادلّہ شافیہ مع حوالہ کتب معتبرہ کے بیان فرمائیے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

جائز ہے اور جواز کے لئے حدیث صحیح:

مامن شئ انجی من عذاب اللہ

ذکر الٰہی سے زیادہ کوئی شئے اللہ تعالٰی کے

۱؎ تحفہ اثنا عشریہ

۲؎ الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ القسم الثانی النوع الثالث الثلاثون مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۳۰۹

من ذکر اللہ فاذا رأیتم ذلك فافزعوا الی ذکر اللہ۔[1] عذاب سے چھڑانے والی نہیں۔ پھر جب تم عذاب دیکھو تو اس (گھبراہٹ کی) حالت میں اللہ تعالٰی کے ذکر کے ذریعے پناہ حاصل کرو۔ (ت)

اور آیہ کریمہ:

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔[2] سُن لو! اللہ تعالٰی کے ذکر ہی سے دلوں کو چین و اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۴۲ ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند اشخاص نے مل کر پانچ شخصوں کو مجلس میلاد شریف سے رہ کالیعنی شہ آنے دیا، ذکرِ الٰہی سُننے سے روکنے والا کون ہے اور ذکر الٰہی خاص ہے یا عام لوگوں کے واسطے ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

ذکرِ الٰہی سب مسلمانوں کے لئے ہے اور مجلس میلاد مبارک جو مطابق رواج حرمین شریفین معتبر روایتوں سے پڑھی جائے اور منکراتِ شرعیہ سے خالی ہو اس سے روکنا ذکرِ خدا سے روکنا ہے ایسا شخص اگر بے عذر صحیح مقبول قابل قبول روکے تو وہ مناع للخیر معتد اثیم ٹھہرے یعنی خیر سے روکنے والا حد ا کی باندھی ہوئی حدوں سے بڑھنے والا گناہ میں بالقصد پڑنے والا، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ ہاں بضرورتِ شرعیہ مستحب سے کسی اور امر اہم کے لئے روکے تو الزام نہیں مثلاً باپ یا ماں علیل ہے بیٹے کے ذمے تیمارداری ہے وہ مجلس شریف سننے جائے تو یہ تکلیف میں رہیں یا اسی قسم کی اور صورتیں، تو یہاں روکنے کا اختیار ہے۔ یونہی مولٰی اپنے خادم اور آقا اپنے ملازم کو کام کی غرض سے روک سکتا ہے

نقد نصوا ان اجیر الواحد علی ما ھو اکبر من ھذا وھی الصلوٰۃ النافلۃ فما ظنك بالعبد۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی فقہائے کرام نے تصریح فرمائی کہ اجرت پر کام کرنے والا آدمی یعنی مزدور اوقاتِ مزدوری میں نفلی نماز نہ ادا کرے، جب مزدور کے بارے

---

[1] جامع الترمذی کتاب ابواب الدعوات باب ماجاء فی فضل الذکر امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۷۳
[2] القرآن الکریم ۱۳/ ۲۸
[3] " " ۶۸/ ۱۲

اعلم۔ میں یہ حکم ہے جبکہ وہ زرخرید اور مملوک بھی نہیں تو زرخرید غلام اور مملوک آدمی کے بارے میں آپ کیا خیال کرتے اور سمجھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ پاک و برتر اور سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۴۵ از صاحب گنج گیا مسئولہ چراغ علی صاحب ۲۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۱ھ

مولانا صاحب دام مجدہٗ السلام علیکم!

مسلمان شخص جب دشمن کسی مسلمان کا ہو تو اس کے کہنے پر بغیر تعیین و تشخص کے خواہ مسلمان کا ہو یا کافر کا اس کے لئے اللھم خیرلنا و شرلاعدائنا (اے اللہ! یہ ہمارے لئے بھلائی کا ذریعہ ہو اور ہمارے دشمنوں کے لئے موجب شر ہو۔ ت) پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ و نیز واطمس علی وجوہ اعدائنا (اے اللہ! ہمارے دشمنوں کے چہروں کو مٹادے۔ ت) و نیز اللھم نجعلك فی نحورھم ونعوذبك من شرورھم (اے اللہ! ہم تیرا اور ان کے سینوں میں پوست کرتے ہیں اور ان کی شرارتوں سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔ ت) وغیرہ وغیرہ۔

الجواب

www.alahazratnetwork.org

اللھم انا نجعلك فی نحورھم ونعوذبك من شرورھم[1] اے اللہ تعالیٰ! ہم تیرا اور ان کے سینوں میں کرتے ہیں اور ان کی شرارتوں سے تیری پناہ چاہتے ہیں (ت)

اپنے تحفظ کی دعا ہے، یہ ہر مخالف کے مقابل روا ہے، باقی دعائے شر کافر و بدمذہب پر کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من احب للہ وابغض للہ واعطی للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان[2] جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے (کسی سے) محبت کی اور اللہ تعالیٰ کے لئے کسی سے بغض رکھا اور اللہ ہی کے لئے کچھ دیا اور اللہ ہی کے لئے کچھ روکا تو یقیناً اس نے ایمان مکمل کرلیا۔ (ت)

---

[1] الاذکار المنتخبۃ من کلام سید الابرار باب مایقول اذاخاف قوماً دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۱۱۲

" " " " " باب مایدعوبہ اذاخاف ناسا وغیرھم " ص ۲۰۲

[2] سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی رد الارجاء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۸۶

المعجم الکبیر حدیث ۶۱۳ و ۷۳۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/ ۱۵۹ و ۲۰۸

۲۲ سُنّی صحیح العقیدہ پر نہ کی جائے اگرچہ اپنا کتنا ہی مخالف ہو۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

۱ لاتباغضوا ولا تحاسدوا ولاتدابروا وکونوا عباد اللہ اخوانا[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(لوگو!) ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور نہ ایک دوسرے سے حسد کرو اور نہ ایکدوسرے سے پیٹھ پھیرو بلکہ اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۶ از قصبہ بشارت گنج ضلع بریلی متصل بڑی مسجد مرسلہ نجو خاں فوجدار یعنی باقی والہ ۲۵ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک رکعت نماز قاضی الحاجات کے جواہر خمسہ میں مرقوم ہے طریقہ پڑھنے کا یہ ہے کہ اول ایک رکعت کے نیت کرکے اول اُس رکعت میں بیس بار الحمد شریف پڑھے ایک بار قل ھو اللہ شریف پڑھے بعد سلام کے بیالیس بار یہ پڑھے الٰہی بحرمت وہ وقت کر تو تھا دوسرا کوئی نہ تھا اور سر کے ٹوپی دہنی طرف رکھ دے اور بیالیس بار یہ اسم اعظم پڑھے گا آگے بائیں طرف ٹوپی سر کے رکھ دے پھر یہ پڑھے الٰہی بحرمت وہ وقت کر تو ہوئے دوسرا کوئی نہ ہوئے، پھر دُعا اور مناجات کرے، کہتے ہیں مقبول بارگاہ ہو، یہ نماز جائز ہے یا نہیں؟ حدیث شریف سے ثبوت ہے یا نہیں، اگر حدیث شریف سے ثبوت نہ ہو اور کوئی طریق سے یہ نماز جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہ ہوتا جواہر خمسہ میں کیوں لکھتا، جواہر خمسہ قابل دید کتاب نہیں ہے؟

الجواب

ایک رکعت تنہا پڑھنی ہمارے مذہب حنفی میں ممنوع ہے۔ حدیث میں ہے:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن البتیراء[2]۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک رکعت پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ (ت)

جواہر خمسہ بہت عمدہ و مستند کتاب ہے مگر اس میں جو کچھ اعمال ارشاد ہوئے ہیں عام

---

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب ما ینھی عن التحاسد الخ ۲/۸۹۶ و باب الہجرۃ ۲/۸۹۷ قدیمی کتب خانہ کراچی
صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم التحاسد الخ و باب تحریم الظن الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۱۵-۱۶
[2] المقاصد الحسنۃ حدیث ۲۰۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۱۴۲

مسلمانوں کی منفعت کے لئے ہیں نہ کہ کسی خاص گروہ کے واسطے۔ یہ نماز اگر ہمارے یہاں ناجائز ہے تو شافعیہ کے نزدیک جائز ہے وہ اس سے فائدہ لے سکتے ہیں۔ ان کتابوں کی نظیر بلا تشبیہ قرابا دینِ اطباء کی طرح ہے کہ وہ ایک مرض کے متعدد نسخے لکھتے ہیں جو نسخہ جس مریض کے مزاج و حالات کے مطابق ہو وہ اسے استعمال کرے، کسی مریض کا یہ کہنا کہ اس میں فلاں جزو میرے خلاف ہے یا میرے مذہب میں روا نہیں یہ نسخہ کیوں لکھا محض بے جا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۳ مسئولہ محمد رئیس الدین صاحب از رہتک ۲۲ صفر ۱۳۳۲ھ

ضلع رہتک کے ایک گاؤں میں جس کا نام نونہی ہے ایک مسجد میں سب لوگ بعد نماز کلمہ شریف باآوازِ بلند چار یا پانچ مرتبہ پڑھتے ہیں یہ درست ہے یا کیا اس کا حکم ہے اور جو شخص یا امام منع کرے اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

ذکرِ الٰہی افضل الاعمال بلکہ اصل جملہ اعمال حسنہ صالحہ ہے یہاں تک کہ بعد ایمان اعظم ارکانِ اسلام نماز سے بھی وہی مقصود ہے،

قال اللہ تعالٰی اقم الصلوٰۃ لذکری۔[1] میری یاد کے لئے نماز قائم کرو۔ (ت)

اور کلمہ طیبہ کہ اصل الاصول ہے افضل الاذکار ہے،

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ۔[2] رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا سب سے اچھا ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے۔ (ت)

اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ذکر کا مطلق حکم فرمایا اور تعمیم احوال فرمائی،

یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلٰی جنوبہم۔[3] (اللہ تعالٰی کے مقبول بندے) وہ ہیں جو اللہ تعالٰی کو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے یاد کرتے ہیں یعنی ہر حال میں خدا کا ذکر کرتے ہیں۔ (ت)

بلکہ اس کی تکثیر کا حکم فرمایا۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۴

[2] سنن ابن ماجہ کتاب الادب باب الحامدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۷۸

[3] القرآن الکریم ۳/ ۱۹۱

قال اللہ تعالیٰ واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون[1]

(اللہ تعالٰی نے فرمایا) اللہ کا ذکر کثرت سے کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔ (ت)

وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثروا ذکراللہ حتی یقولوا انہ مجنون[2]

(رسول اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا) اللہ کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ لوگ کہنے لگیں یہ تو دیوانہ ہے۔

جس چیز کی تکثیر شارع کو مطلوب ہو اس کی تقلیل نہ چاہے گا مگر وہ جسے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ضد ہے۔ رہا خوف ریا وہ متعلق بقلب ہے، ریا سے اگر نماز ہو تو وہ بھی ناجائز ہے مگر عقل و دین والا ریا سے منع کرے گا نماز سے نہ روکے گا۔ حضرت سیدی شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سہروردی قدس اللہ سرہٗ کے حضور کسی طالب خدا نے عرضی لکھی کہ:

یاسیدی ان عملت داخلنی الریا وان ترکت اخلات الی ارض البطالۃ۔

اے میرے سردار! میں عمل کرتا ہوں جب تو ریا آجاتا ہے اور چھوڑ دیتا ہوں تو بیکاری کی زمین پر گرا پڑتا ہوں۔

www.alahazratnetwork.org

جواب ارشاد فرمایا:

اعمل وتب الی اللہ۔[3]

کام کئے جاؤ اور ریا سے اللہ کی طرف توبہ کرو۔

ہاں دوسرے مسلمانوں کی ایذا نہ ہونے کا لحاظ لازم ہے، سوتوں کی نیند میں خلل نہ ہو، نمازیوں کی نماز میں تشویش نہ ہو، کما نص علیہ فی البحر الرائق و رد المحتار وغیرھا (جیسا کہ بحر الرائق اور رد المحتار میں اس پر نص ہے۔ ت) جب وقت لوگوں کی نیند کا ہو یا کچھ نماز پڑھ رہے ہوں تو ذکر کرو جس طرح مگر نہ اتنی آواز سے کہ ان کو ایذا ہو، اور جب اس سے خالی ہو تو مختار مطلق ہو کر اور اتنی کثرت سے کرو کہ منافق مجنون کہیں اور وہابی بدعت۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۲/۱۰

[2] المستدرک للحاکم کتاب الدعاء باب اکثروا ذکراللہ الخ دارالفکر بیروت ۱/۴۹۹

[3]

مسئلہ ۴۳: مسئولہ عبدالحمید ساکن لوشدی تدی پاڑہ ضلع تپرہ ڈاکخانہ سیف اللہ کندی بروز دوشنبہ تاریخ ۱۹ رجب ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین رحمہم اللہ تعالٰی سوالات مرقومہ ذیل، اول جہر مفرط کے ساتھ ذکر کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور جہر مفرط کا حد کیا ہے؟ اور اگر چند لوگ جمع ہو کر ایسے زور سے ذکر کریں کہ نماز و تلاوت و نیند وغیرہ میں خلل واقع ہوجائے تو اس طرح کا ذکر کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟ اور اس دیار میں بعض لوگ اس طرح ذکر کیا کرتے ہیں کہ اُن کے ذکر میں اکثر لا الٰہ الا الٰی ھُلّی کا تلفظ سنا جاتا ہے تو یہ عجب شرع روا ہے یا نہیں؟ اور اجتماع ہو کر ذکر کرنا کیسا ہے؟

الجواب

اجتماع ہو کر ذکر حسن ہے، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ رب عزوجل فرماتا ہے:

وان ذکرنی فی ملاٍ ذکرتہ فی ملاٍ خیر منہ[1] اگر کسی شخص نے مجھے کسی مجلس میں یاد کیا (یعنی میرا ذکر کیا) تو میں اس سے بہتر اور اعلٰی مجلس میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ذکر بالجہر صحیح یہ ہے کہ جائز ہے، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا مررتم بریاض الجنۃ فارتعوا قالوا وما ریاض الجنۃ، قال حلق الذکر[2] (لوگو!) جب تم جنت کے باغیچوں سے گزرنے لگو تو اچھی طرح کھاپی لیا کرو، لوگوں نے عرض کی: (اے اللہ تعالٰی کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام!) جنت کے باغیچے کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا: ذکر کے حلقے۔ (ت)

مگر ایسا جہر جس سے کسی کی نماز یا تلاوت یا نیند میں خلل آئے یا مریض کو ایذا پہنچے ناجائز ہے، اور یہ بھی ممنوع ہے کہ طاقت سے زیادہ جہر کرے جس سے اپنے دل و دماغ کو صدمہ پہنچے اسی کا نام جہر مفرط ہے، اور وہ الفاظ بے معنی کہ سائل نے لکھے اگر وہ کہتے ہی یہ ہیں تو جہل ہے اور اگر کہتے صحیح الفاظ ہیں اور جہر کے غل سے سُننے میں ایسا آتا ہے تو الزام نہیں۔ فقط

---

[1] صحیح البخاری کتاب الرد علی الجہمیۃ باب قول اللہ تعالٰی ویحذرکم اللہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۰۱
صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب الحث علی ذکر اللہ تعالٰی " " " ۲/ ۳۴۱
[2] جامع الترمذی کتاب الدعوات باب ماجاء فی عقد التسبیح الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۸۹

مسئلہ ۴۹: از شہر محلہ گندہ نالہ مکان مرزا غلام حیدر بیگ صاحب مرحوم مرسلہ احمد بخش ۲۱ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

نعت شریف اور حمد جس کی بابت حدیث شریف میں صاف پاک مکان اور جس کے یہاں کلام پاک پڑھا جائے عقیدت درست ہونا شرط ہے اب بجائے اس کے عام راستوں پر جہاں پاکی اور ناپاکی کی تصدیق نہیں ایسی صورت میں نعت وحمد پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون[1]

جب جمعہ کی نماز ہوچکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور بکثرت ذکر الٰہی کرو کہ تم فلاح پاؤ۔

جمعہ کے نمازیوں کو حکم ہے کہ جمعہ پڑھ کر باہر نکلو تو زمین میں اپنے اپنے کاموں کو پھیل جاؤ اور ذکر الٰہی بکثرت کرو، راستوں میں بھی ذکر الٰہی کا یہاں سے صریح حکم نکلا اور جس جگہ کی پاکی ناپاکی کی تحقیق نہیں وہ پاک ہی ہے یہاں تک کہ اس پر نماز جائز ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جعلت لی الارض مسجدا وطھورا فایما رجل من امتی ادرکتہ الصلوٰۃ فلیصل[2]

میرے لئے زمین مسجد اور پاک کرنیوالی بنائی گئی تو میرے امتی کو جہاں کہیں نماز کا وقت آئے نماز پڑھے۔

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۰: از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ مولوی رحیم بخش صاحب بنگالی ۱۶ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز کے اکثر آدمی ایک جگہ بیٹھ کر ذکر جلی کرتے ہیں اور سب پر حالت وجد طاری ہوگئی اپنے جسم تک کا خیال باقی نہیں رہا، ایک دوسرے پر گر پڑتے ہیں، کیا اس طرح کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اگر ذکر جائز ہو تو کس طرح جائز ہو؟ بینوا توجروا (بیان کرو اور اجر پاؤ۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶۲/ ۱۰

[2] صحیح البخاری کتاب التیمم قول اللہ عزوجل فلم تجدوا ماءً الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۸

الجواب

اگر بناوٹ ہے حرام اور سخت حرام ہے، اور واقعی بے اختیاری ہے تو مواخذہ نہیں۔ ذکر اس طرح ہو کہ نہ ریا ہو نہ کسی کو ایذا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۱ از اجمیر شریف ڈاکخانہ گریج علاقہ نمبر ۳۰ مرسلہ کمال محمد ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

بددعا کرنا گنا ہگاروں کے واسطے جائز ہے یا حرام؟

الجواب

سُنی مسلمان اگر کسی پر ظالم نہیں تو اس کے لئے بددعا نہ چاہئے بلکہ دعائے ہدایت کی جائے کہ جو گناہ کرتا ہے چھوڑ دے، اور اگر ظالم ہے اور مسلمانوں کو اس سے ایذا ہے تو اس پر بددعا میں حرج نہیں۔ وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ذکر جلی کرنا جائز ہے یا نہیں، اور آواز کس قدر بلند کر سکتا ہے کوئی حد معین ہے یا نہیں؟ حلقہ باندھ کر ذکر کرتے وقت ذکر کرتے کرتے کھڑے ہو جانا اور سینہ پر ہاتھ مارنا، ایک دوسرے پر گر پڑنا، لپٹ جانا، رونا، زاری کی دھوم مچانا کیسا ہے؟

الجواب

ذکر جلی جائز ہے، حد معین یہ ہے کہ اتنی آواز نہ ہو جس سے اپنے آپ کو ایذا ہو یا کسی نمازی یا مریض یا سوتے کو تکلیف پہنچے اور ذکر کرتے کرتے کھڑا ہو جانا وغیرہا افعالِ مذکورہ اگر بحالت وجد صحیح ہیں تو کوئی حرج نہیں، اور معاذ اللہ ریا کے لئے بناوٹ ہیں تو حرام، وما بینھما اوسط لاینکر للعوام (اور ان دونوں کے درمیان کچھ درمیانی درجات ہیں جو عوام کے لئے ذکر نہیں کئے جا سکتے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

www.alahazratnetwork.org

نکاح وطلاق

محرمات، مہر، عدت، کُفو، ولایت

مسئلہ ۵۳:

www.alahazratnetwork.org

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کا خاوند مرگیا اور اس عورت نے دُوسرا خاوند کرلیا ہو تو وُہ عورت جنت میں کون سے خاوند کے پاس ہوگی؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب

عورت اپنے آخر ازواج کے لئے ہے۔

مسئلہ ۵۴: از شاہجہانپور مرسلہ مولوی ریاست علی خان صاحب ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا شوہر زید دس بارہ سال سے برہما کو چلا گیا زوجہ کی کچھ خبرگیری نہیں کرتا، نہ نان نفقہ دیتا ہے نہ کبھی آتا ہے، چند آدمی مسلم غیر ثقہ اُس کے پاس سے ہوکر آئے تو وُہ یہ بیان کرتے ہیں کہ زید مرتد ہوگیا یعنی دین اسلام چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کیا، تو اس صورت میں کیا ایک یا دو آدمی غیر ثقہ مسلم کی خبر سے عورت مذکورہ اپنا نکاح کسی دوسرے شخص سے کرسکتی ہے یا نہیں؟ اور دوسرے شخص کو بنا بر قول ہندہ کے کہ میں نے فلاں شخص سے سنا ہے کہ میرا شوہر مرتد ہوگیا ہے یا بنا بر قول اس شخص کے جو زید کے پاس سے ہوکر آیا اور کہتا ہے کہ زید نصرانی ہوگیا ہے

نکاح ہندہ مذکورہ سے بلا ظنِ غالب یا بہ ظنِ غالب کرسکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر ظنِ غالب کی خبر مذکور میں ضرورت ہے تو صرف ظنِ غالب ہندہ مذکورہ کا خبر مذکور میں اُس شخص کے لئے جو نکاح ہندہ سے کرتا ہے کافی ہوگا یا اُس شخص کو بھی غلبۂ ظن کی اس خبر ارتداد میں ضرورت پڑے گی؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ نکاح پر فساد طاری کی خبر جبکہ اس کا کوئی معارض و منکر ظاہر نہ ہو دو شرطوں میں ایک کے ساتھ مقبول ہے یا تو مخبر ثقہ عادل ہو یا صاحبِ معاملہ جسے خبر دی گئی تحری کرے اور اس کے قلب میں اس کا صدق واقع ہو اور اگر نہ مخبر ثقہ نہ اس کے دل میں اس کا صدق آتا ہے تو ایسی خبر پر عمل ناروا ہے، اور اس احد الشرطین کی ضرورت جس طرح عورت کو ہے جو اس خبر کی بنا پر اپنا نکاحِ ثانی کیا چاہتی ہے یونہی دوسرے ناکح کو بھی، اور اس کے سامنے بھی نفس واقعہ سے اخبار چاہئے خواہ وہ مخبر بیان کریں خواہ عورت تاکہ مخبر عن الواقعہ یا تحری قلب کو مساغ ہو مجرد اخبار عن الاخبار کوئی شئے نہیں، اور تحری قلب باب احتیاط سے ہے ایک کا ظن دوسرے کے حق میں کافی نہیں جو اپنے دل کی شہادت چاہئے، فتاوٰی ہندیہ میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

لو ان رجلا تزوج امرأۃ فلم یدخل بھا حتی غاب عنھا واخبر مخبر انھا قد ارتدت فان کان المخبر عندہ ثقۃ وھو حر او مملوک او محدود فی قذف وسعہ ان یصدق المخبر و یتزوج اربعا سواھا وان لم یکن المخبر ثقۃ وفی اکبر رأیہ انہ صادق فکذلک وان کان فی اکبر رأیہ انہ کاذب لم یتزوج اکثر من ثلاث ولو ان مخبرا اخبر

اگر کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور ہمبستری کئے بغیر کہیں چلا جائے اور اسے یہ اطلاع ملے کہ اس کی بیوی مرتد ہوگئی ہے اور اطلاع دینے والا اس کے خیال میں ثقہ یعنی معتبر ہو خواہ آزاد ہو یا غلام، تو وہ شخص بیک وقت چار عورتوں سے نکاح کرنا چاہے تو کرسکتا ہے کیونکہ وہ عورت بوجہ مرتدہ ہونے کے اس کی بیوی ہی متصور نہیں ہوگی ہاں اگر اطلاعِ ارتداد دینے والا قابلِ اعتماد آدمی نہ ہو، لیکن اگر مخبر معتبر آدمی نہ ہو

المرأة ان تزوجها قد ارتد ذكر في الاستحسان من الاصل ان لها ان تتزوج بزوج آخر وسوى بين الرجل والمرأة، وذكر في السير ليس لها ان تتزوج بزوج آخر حتى يشهد عندها رجلان او رجل وامرأتان، وذكر شمس الائمة السرخسي رحمه الله تعالى الصحيح ان لها ان تتزوج لان المقصود من هذا الخبر وقوع الفرقة بين الزوجين وفي هذا لا فرق بين ردة المرأة والزوج وكذا لو كانت المرأة صغيرة فاخبره انسان انها ارضعت من امه او اخته صح هذا الخبر ولو اخبره انسان انه تزوجها وهي مرتدة يوم تزوجها او كانت اخته من الرضاعة. و

مگر اس کی غالب رائے میں وہ سچا ہو تو پھر بھی وہی حکم لاگو ہوگا۔ اور اگر وہ اس کی غالب رائے میں جھوٹا ہو تو اس صورت میں یہ شخص تین عورتوں سے زائد کے ساتھ بیک وقت نکاح نہیں کرسکتا اسی طرح اگر بتانے والے نے کسی عورت کو یہ اطلاع دی کہ اس کا شوہر مرتد ہوگیا ہے (یعنی دین اسلام سے پھر گیا ہے) تو اصل کی بحث استحسان میں ذکر کیا گیا ہے کہ اس عورت کے لئے جائز ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کرلے، ایسی صورت حال میں مرد اور عورت کے درمیان مساوات رکھی گئی ہے، اور "سیر" میں مذکور ہے کہ وہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح اس وقت تک نہیں کرسکتی جب تک کہ اس کے پاس دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں بطور گواہ برائے توثیق موجود نہ ہوں۔ شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ عورت مذکورہ اگر دوسری جگہ نکاح کرنا چاہے تو کرسکتی ہے کیونکہ اس خبر سے مقصود میاں اور بیوی دونوں میں وقوع فرقت (جدائی) ہے اور اس صورت میں مرد عورت دونوں میں سے کسی ایک کے مرتد ہونے میں کوئی فرق نہیں، یونہی اگر عورت چھوٹی ہو اور خاوند کو کوئی آدمی یہ بتائے کہ اس بیوی نے تیری والدہ یا بہن کا دودھ پی رکھا ہے تو اس خبر کو صحیح اور درست تسلیم کیا جائے گا اور اگر مرد کو کسی نے یہ اطلاع دی

www.alahazratnetwork.org

المخبر ثقة لاينبغي له ان يتزوج
اربعا سواها مالم يشهد بذلك
عنده شاهدا عدل لانه
اخبر بفساد عقد كان محكوما
بصحته ظاهرا فلا يبطل
ذلك بخبر الواحد بخلاف
الاول فان شهد عنده
شاهدا عدل بذلك وسعه
ان يتزوج اربعا سواها
ولو اتاها رجل فاخبرها
ان اصل نكاحها كان فاسدا
او ان زوجها كان اخاها
من الرضاعة او كان
مرتدا لم يسعها ان تتزوج
بقوله وان كان ثقة
كذا في فتاوى قاضي خان
اذا كانت الزوجة مشتهاة
فاخبره رجل ان
ابا الزوج او ابنه قبلها
بشهوة ووقع في قلبه
انه صادق له
ان يتزوج باختها
او اربع سواها بخلاف
ما لو اخبره بسبق
الرضاع والمصاهرة على

کہ جس عورت سے اس نے نکاح کیا ہے وقتِ
نکاح وہ عورت مرتدہ تھی یا وہ اس کی رضاعی
بہن ہے اور اطلاع دینے والا قابلِ اعتبار آدمی
ہو تو ایسی صورت میں مرد کے لئے دو عادل مرد
گواہوں سے تصدیق حاصل کرنا ضروری ہے
اس لئے کہ ایک آدمی نے فسادِ عقد کی اطلاع
دی جو بظاہر محکوم بصحت ہے (یعنی صحتِ عقد
ظاہر ہے) لہٰذا یہ محض ایک شخص کے کہنے سے
باطل نہیں ہوگا بخلاف پہلی صورت کے۔ لہٰذا
اگر اس کے پاس دو عادل آدمی گواہی دیں
تو پھر اس کے لئے گنجائش ہے کہ عورت مذکورہ
کے علاوہ بیک وقت چار عورتیں عقد میں رکھے۔
اگر عورت کو کوئی شخص یہ آکر بتائے کہ اس کا
اصل نکاح فاسد تھا یا اس کا شوہر در اصل
اس کا رضاعی بھائی ہے یا وہ مرتدہ ہے تو عورت
کو محض اس شخص کے کہنے سے دوسری شادی
کر لینے کی اجازت نہیں خواہ اطلاع دینے والا
ثقہ (معتبر) ہی کیوں نہ ہو۔ فتاویٰ قاضی خان
میں اسی طرح مذکور ہے۔ جب زوجہ
مشتہاۃ (قابلِ شہوت) ہو اور اس کے
شوہر کو کوئی یہ اطلاع پہنچائے کہ اس کے
باپ یا بیٹے نے شہوت سے اس کا بوسہ
لیا ہے اور شوہر کے دل میں یہ خیال پیدا ہو
کہ خبر دینے والا سچا آدمی ہے تو اس صورت
میں وہ اس عورت کی بہن سے نکاح کر سکتا ہے

النكاح لان الزوج ثمه ينازعه وفى العارض لاينازعه لعدم العلم فان وقع عنده صدقه وجب قبوله هكذا فى الوجيز للكردرى. امرأة غاب زوجها فاتاها مسلم غير ثقة بكتاب الطلاق من زوجها ولاتدرى انه كتابه ام لا الا ان اكبر رأيها انه حق فلا باس ان تعتد ثم تتزوج كذا فى محيط السرخسى، اذا غاب الرجل عن امرأته فاتاها مسلم عدل فاخبرها ان زوجها طلقها ثلثا اومات عنها فلها ان تعتد و تتزوج بزوج أخر وان كان المخبر فاسقا تتحرى، ثم اذا اخبرها عدل مسلم انه مات زوجها انما تعتمد على خبره اذا قال عاينته ميتا او قال شهدت جنازته اما اذا قال اخبرنى

اور وہ بیک وقت اس کے علاوہ چار عورتوں کو عقد میں رکھ سکتا ہے (کیونکہ اس کی بیوی کا عقد باقی نہیں رہا) بخلاف اس صورت کے کہ اگر کوئی آ کر یہ بتائے کہ نکاح سے پہلے ہی رضاعت (شیرنوشی) یا مصاہرت (حرمتِ دامادی) موجود تھی اس لئے کہ اس جگہ زوج (شوہر) کو اس معاملہ میں صورتِ نزاع ہے اور پیدا ہونے والی صورت میں شکلِ نزاع نہیں پائی جاتی اس لئے کہ اس کا علم ہی نہیں۔ پھر اگر اس کے نزدیک (اس صورت میں) وقوعِ صدق ہے تو اس کی بات کو قبول کرنا واجب ہے۔ امام کردری کی "وجیز" میں یونہی مذکور ہے۔ ایک عورت کا شوہر مفقود ہو گیا پھر ایک غیر معتبر مسلمان نے اسے شوہر کی طرف سے طلاق نامہ لا کر دیا لیکن اسے علم نہیں کہ طلاق نامہ اس کے شوہر کا اپنا تحریر کردہ ہے یا کسی اور کا، مگر اس کا غالب خیال یہ ہے کہ حقیقت پر مبنی ہے اس صورت میں کوئی حرج نہیں کہ عورت عدت گزار کر نکاح ثانی کر لے۔

امام سرخسی کی محیط میں اسی طرح مذکور ہے۔ جب شوہر اپنی بیوی سے غائب ہو جائے اور کوئی عادل مسلمان اس عورت کو یہ اطلاع پہنچائے کہ اس کے شوہر نے اسے تین طلاقیں دے ڈالی ہیں یا وہ وفات پا گیا ہے تو اس عورت کیلئے جائز ہے کہ عدت گزار کر کسی سے نکاح ثانی کر لے۔ اور اگر خبر دینے والا فاسق اور غیر معتبر

مخبر لا تعتمد على خبره كذا
في المحيط، واذا شهد عدلان
للمرأة ان زوجها طلقها
ثلثا وهو يجحد ثم غاب
او مات قبل الشهادة عند
القاضي لم يسع المرأة
ان تقيم معه وان
تدعه ان يقربها و
لا يسعها ان تتزوج
كذا في المحيط السرخسي
واذا شهد شاهدان عند
المرأة بالطلاق فان
كان الزوج غائبا وسعها
ان تعتد و تتزوج
بزوج آخر وان كان حاضرا
ليس لها ذلك و لكن
ليس لها ان تمكن
من زوجها كذا في
المحيط، ولو ان امرأة
قالت لرجل ان زوجي
طلقني ثلثا انقضت عدتي
فان كانت عدلة وسعه
ان يتزوجها وان
كانت فاسقة تحرى
وعمل بما وقع تحريه

آدمی ہو تو عورت غور و خوض کرے اور انتظار
کرے پھر جب اسے کسی عادل اور معتبر مسلمان
کی طرف سے خاوند کے وفات پا جانے کی اطلاع
میسر ہو جائے تو اس کی خبر پر اعتماد کیا جائے
مگر وہ بھی اس صورت میں جبکہ وہ یوں اطلاع دے
کہ میں نے خود اس کے شوہر کو مرا ہوا دیکھا ہے
یا اس کی نماز جنازہ میں شرکت کی ہے لیکن اگر
وہ اس طرح اطلاع نہیں دیتا بلکہ یوں کہتا ہے
کہ مجھے بتانے والے نے بتایا تو اس صورت میں
اس کی خبر ناقابل اعتماد خیال کی جائے گی، محیط
میں یونہی مذکور ہے، اور اگر دو عادل شخص عورت
کے روبرو یہ گواہی دیں کہ اس کے شوہر نے
اسے تین طلاق دے دی ہیں لیکن شوہر انکاری ہو
اور قاضی کے رُوبرو گواہ شہادت دینے سے
پہلے ہی کہیں غائب ہو جائیں یا وفات پا جائیں
تو عورت کے لئے اس مرد کے ہاں ٹھہرنے کی
کوئی گنجائش نہیں وہ اس سے علیحدگی اختیار
کرلے تاکہ مرد اس سے قربت نہ کرنے پائے۔
لیکن اس عورت کیلئے یہ گنجائش نہیں کہ وہ کہیں اور
نکاح کرلے۔ محیط میں امام سرخسی سے اسی طرح
مذکور ہے۔ جب دو گواہ عورت کے روبرو طلاق
کی گواہی دیں اگر مرد غیر حاضر ہو تو عورت کے لئے
گنجائش ہے کہ عدت گزارے اور کسی اور مرد
سے نکاح کرلے لیکن اگر شوہر موجود ہو تو پھر اسے
یہ اجازت نہیں لیکن عورت کو یہ اجازت حاصل ہے

عليه كذا في الذخيرة المرأة الحرة اذا
تزوجت رجلا ثم قالت لرجل ان نكاحي
كان فاسدا لما ان زوجها على غير الاسلام
لايسع لهذا ان يقبل قولها ولا ان يتزوجها
لانها اخبرت بامر مستنكر وان قالت
طلقني بعد النكاح او ارتد عن الاسلام
وسعه ان يعتمد على خبرها و يتزوجها
لانها اخبرت بخبر محتمل و اذا
اخبرت ببطلان النكاح الاول لايقبل
قولها وان اخبرت بالحرمة بامر عارض
بعد النكاح من رضاع طارئ او
غير ذلك فان كانت ثقة عنده او لم تكن
ثقة ووقع في قلبه انها صادقة فلا باس
بان يتزوجها كذا في فتاوى
قاضي خان اھ مختصرا۔[1]

کر وہ شوہر کو اپنے اوپر قابو نہ پانے دے۔ محیط
میں یونہی مذکور ہے۔ اگر کسی عورت نے کسی
مرد سے کہا کہ میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں
دے دی ہیں اور میری عدت بھی گزر گئی ہے تو
وہ مرد اس عورت سے نکاح کرسکتا ہے بشرطیکہ
عورت عادلہ ہو۔ اور اگر عورت فاسقہ ہو نا قابلِ
اعتبار ہو تو شخص مذکور غور و فکر سے کام لے
اور بعد از غور و فکر اس کے دل میں جو بات آئے
(عقد کرلینے یا نہ کرنے کی) تو اس پر عمل کرلے۔
ذخیرہ میں اسی طرح مذکور ہے۔ جب کوئی آزاد
عورت کسی مرد سے شادی کرے اور پھر کسی اور
آدمی سے کہے کہ میرا نکاح فاسد تھا یا یہ کہ
میرا شوہر مسلمان نہیں، تو اس شخص کیلئے گنجائش
نہیں کہ عورت مذکورہ کی بات قبول کرے (طے
اور نہ یہ گنجائش ہے کہ اس سے نکاح کرلے،
کیونکہ اس عورت نے ایک منکر بات کی خبر دی ہے اور اگر کہے کہ شوہر نے نکاح کرنے کے بعد طلاق
دے دی تھی یا وہ دین اسلام سے پھر گیا تھا (یعنی مرتد ہوگیا) تو اس صورت میں اس کی خبر پر اعتماد
کرنے کی گنجائش ہے اور وہ اس عورت سے نکاح کرسکتا ہے کیونکہ اس صورت میں عورت نے
ایک محتمل خبر دی (جس میں دونوں پہلوؤں کی گنجائش ہے) لیکن جب وہ پہلے نکاح کے بطلان کی خبر
دے تو اس کا قول نہیں مانا جائے گا لیکن اگر نکاح ہونے کے بعد کسی عارضی حرمت (نو پیدا شدہ حرمت)
کی خبر دے جیسے طاری رضاعت یا اس طرح کے کسی دوسرے امر کی، تو اگر اس کے خیال میں
قابلِ اعتماد ہو یا نہ ہو مگر مرد کے دل میں یہ بات آجائے کہ وہ عورت سچی ہے تو پھر ایسی صورت میں
اس سے نکاح کرلینے میں کوئی حرج نہیں، یونہی فتاوٰی قاضی خان میں مذکور ہے اھ مختصراً (ت)

www.alahazratnetwork.org

۱؎ فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الاول الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۱۲-۱۳

تبیین الحقائق میں اکثر صور مذکورہ اور فساد طاری ومقارن کا تفرقہ مسطورہ بیان کرکے فرمایا:

وعلی ھذا الاصل یدور الفرق[1]۔ | اور اسی اصل پر فرق گھومتا ہے (یعنی اس کا دارومدار ہے)۔ (ت)

تنویر الابصار میں ہے:

المعتبر اکبر رأی المبتلی بہ[2]۔ | جو کوئی جس حادثہ میں مبتلا ہے اس کی اپنی غالب رائے معتبر سمجھی جاتی ہے۔ (ت)

فتح القدیر وبحر الرائق وردالمحتار میں ہے:

وھو لایلزم غیرہ بل یختلف باختلاف مایقع فی قلب کل[3]۔ | اور وہ دوسرے پر لازم نہیں بلکہ ہر شخص کے دل میں جو کچھ واقع ہوتا ہے (طبیعتوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے) اس میں اختلاف ہوا کرتا ہے (ت)

ان عبارات سے کل مقاصد واصول کو فقیر نے ذکر کئے واضح ہوگئے، پس صورت مستفسرہ میں اگر ہندہ اُن لوگوں کا بیان سچا جانتی ہے اُس کا قلب اُن کے صدق پر جمتا ہے تو اسے نکاح ثانی روا ہے نہ کہ دوم سے اگر ہندہ نے کہا کہ اس کا شوہر مرتد ہوگیا یا اُن لوگوں نے بیان کیا اور ہندہ منکر نہیں اور اس کے قلب میں ہندہ یا اُن مخبروں کا صدق واقع ہوا تو اسے بھی ہندہ سے نکاح روا، اور اگر ہندہ نے کہا میں نے سُنا کہ وہ مرتد ہوگیا تو صرف اس قدر پر اسے روا نہیں کہ ہندہ سے نکاح پر اقدام کرے۔ یونہی اگر ہندہ یا اُن مخبروں نے اسے ارتداد زید کی خبر دی اور اس کا دل اُن کے صدق پر نہیں جمتا تو اسے ہندہ سے نکاح روا نہیں اگرچہ ہندہ کے نزدیک وہ لوگ صادق ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۵: از موضع سرنیاں مسئولہ امیر علی صاحب ۱۱ جمادی الاولٰی ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نکاح حرام سے پیدا

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الکراھیۃ فصل فی البیع المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ مصر ۶/۲۷
[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الطہارۃ باب المیاہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۶
[3] ردالمحتار کتاب الطہارۃ باب المیاہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۲۸

ہوا تھا باپ زید کا فوت ہوگیا اور والدہ زندہ موجود ہے اب اس لڑکے کی شادی ہے تو اب اس شادی میں اہل برادری کا شامل ہونا اور سائل کا شامل ہونا اور بکر کا لڑکی نکاح میں دینا زید کو امامت کرنا اور پیشتر جو شخص زید کے باپ کے نکاح میں شریک ہوتے تھے اُن سب کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب

اُس کی شادی میں شامل ہونا کچھ جرم نہیں، باپ اگر مصلحت جانے اپنی لڑکی کا نکاح بھی اُس سے کرسکتا ہے، زید کی امامت بلاکراہت جائز ہے جبکہ سب موجودین جماعت میں اُسی کو نماز و طہارت کے مسائل کا علم ہو ورنہ دوسرے کی امامت اولٰی ہے۔ زید کے باپ کے اُس حرام نکاح کرانے میں جو دانستہ شریک ہوئے تھے سخت گنہگار ہیں ورنہ اگر اُس کا فسق علانیہ تھا جب بھی اُسے بچنا اولٰی تھا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۹

ایک شخص نے اپنی لڑکی اپنے بھانجے کو دی تھی محض منگنی ہوئی تھی، جب اُس شخص کو معلوم ہوا کہ اُس کا بھانجا ایک غیر مقلد پکا راسخ الاعتقاد مرید ہے اور خود بھی غیر مقلد ہے اب اس نے اپنی لڑکی دینے سے انکار کردیا اور کہتا ہے کہ شرعًا نکاح نہ ہوگا۔ اس پر جماعت نے اُسے اپنی جماعت سے خارج کردیا ہے کہ یا تو لڑکی اسے ہی دے یا تو جماعت سے خارج رہے۔ اس صورت میں جماعت کا کیا حکم ہے اور نکاح شرعًا ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

غیر مقلد سے نکاح محض ناجائز ہے کما حققناہ فی ازالۃ العار (جیسا کہ ہم نے "ازالۃ العار" میں اس کی تحقیق کردی۔ ت) اس صورت میں جماعت سخت ظالم اور زنا کی ساعی اور خود دنیا میں جماعت سے خارج، اور آخرت میں نار میں داخل کرنے کی مستحق ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۰ از بیتا پور ضلع بریلی مرسلہ مولوی امیر عالم حسن عرف نوشہ میاں

زید نے نکاح اپنا کسی عورت سے کرلیا، بعد چند مدت کے پھر اُس کی بہن حقیقی سے کرلیا، دونوں بہنیں اُس کے نکاح میں حیات ہیں، اب نہیں معلوم کہ نکاح دونوں کا درست ہے یا حرام؟ قاضی نے بطمع ولالچ نکاح پڑھا دیا، اور وہی نماز بھی پڑھاتا ہے اور کہتا ہے میں نے عالموں سے دریافت کرکے نکاح پڑھایا ہے ایسا نکاح درست ہے۔ اب اس کا پورا ثبوت خاداں کو کیوں

دیا جائے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا یا نکاح پڑھوانا درست ہے یا نہیں؟ اور حاضرانِ مجلس جو اس میں شریک تھے مع وکیل و شاہد وغیرہ اُن کے ذمہ کیا الزام آسکتا ہے؟

الجواب

یہ نکاح بنصِ صریح قرآن مجید حرام قطعی حرام قطعی حرام قطعی ہے۔

قال اللہ تعالٰی ان تجمعوا بین الاختین[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: دو بہنوں کو (نکاح میں) جمع نہ کرو۔ (ت)

اس نکاح کو درست کہنا صریح کلمۂ کفر ہے، اُس قاضی پر لازم ہے کہ نئے سرے سے کلمۂ اسلام پڑھے اور اپنے اُس قولِ نجس سے توبہ کرے اگر عورت رکھتا ہے تو بعد تجدیدِ اسلام اُس سے از سرِ نو نکاح کرے، اس لفظ کے بعد جتنی نمازیں اُس کے پیچھے پڑھی ہیں سب باطل ہوئیں جس جس نے جو جو نماز پڑھی اُس کا پھیرنا اُس پر لازم ہے اور اب جب تک تجدیدِ اسلام نہ کرے اُس کے پیچھے نماز باطل محض ہے کہ پڑھنا حرام اور پڑھ لی ہو تو پھیرنا فرض، اور اس سے نکاح ہرگز نہ پڑھوایا جائے۔ تبیین امام زیلعی میں ہے:

لان فی تقدیمه تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعا[2]

اس لئے کہ فاسق کو (نماز کے لئے) آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً لوگوں پر اس کی توہین واجب ہے۔ (ت)

وکیل و شاہد حاضرین سے جسے یہ معلوم نہ تھا کہ اس کی بہن اس کے نکاح میں ہے اس پر الزام نہیں، اور جسے معلوم تھا حرام جان کر شریک ہوا وہ سخت گناہ کا مرتکب اور شدید عذاب کا مستوجب ہوا، اور جس نے اُسے حلال ٹھہرایا اس کا حکم اُس قاضی کے مثل ہے اس پر بھی تجدیدِ اسلام لازم، اور اس کے بعد خود اپنے نکاح کی تجدید کرے، اُس مرد پر فرض ہے کہ فوراً اس دوسری بہن کو جدا کردے اور اگر اس سے قربت کرچکا تو اب وہ پہلی بھی اس پر حرام ہوگئی جب تک اُس دوسری کو چھوڑ کر اُس کی عدت نہ گزر جائے پہلی کو بھی ہاتھ لگانا حرام ہے جب اس کی عدت گزر جائیگی اس وقت وہ پہلی اس کے لئے حلال ہوگی۔ بحرالرائق و حلبی علی الدر و ردالمحتار میں ہے:

الثانی باطل وله وطئ (الگ الگ عقدِ نکاح سے دو بہنوں کو جمع کرنا)

www.alahazratnetwork.org

---

[1] القرآن الکریم ۴/۲۳

[2] تبیین الحقائق باب الامامۃ والحدث فی الصلوٰۃ المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/۱۳۴

الاولی الا ان یطأ الثانیۃ فتحرم الاولی الی انقضاء عدۃ الثانیۃ۔[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر پہلی سے نکاح کرنا یاد ہو تو دوسری سے نکاح باطل ہے، لہذا پہلی سے مرد ہمبستری کرسکتا ہے لیکن اگر مرد نے دوسری سے ہمبستری کرلی تو پھر دوسری کی عدت گزرنے تک اس پر پہلی حرام ہوجائے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۸: از قصبہ بالکہ ضلع بلند شہر مرسلہ صالح محمد خان صاحب مورخہ ۲۸ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ اگر قاضی شہر کے علاوہ دوسرا کوئی شخص مطابق شرع شریف نکاح پڑھا دے لیکن اندراج اس کا رجسٹر قاضی شہر مذکور میں نہ ہو تو وہ نکاح جائز و صحیح ہے یا نہیں؟ جواب مرحمت ہو۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

قاضی کا رجسٹر شرعًا کوئی شرط نکاح نہیں، رجسٹر آج سے نکلے ہیں، پہلے نکاح کیونکر ہوتے تھے، ہاں یادداشت کے لئے درج ہونا بہتر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۹: مولوی نذیر احمد صاحب ساکن سمریان پرگنہ نواب گنج بریلی مورخہ ۲۰ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ ماہ محرم اور خصوصًا ۹ تاریخ ماہ مذکورہ کی شب میں نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۰: مولوی نذیر احمد صاحب ساکن سمریان پرگنہ نواب گنج ضلع بریلی ۲۰ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ عورتوں کے محارم کون کون ہیں اور رضاعی محارم کون کون اور محارم صہری کون کون ہیں؟ اور ہنسی اور مذاق بھی عورتوں کو کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کس کس سے؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح فصل فی المحرمات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۸۶

الجواب

فروع یعنی اپنی اولاد و اولادِ اولاد، اور اصول جس کی اولاد میں خود ہے اگرچہ وہ کتنے ہی دُور ہوں اور اپنے ماں باپ کی اولاد کتنے ہی دور فاصلہ پر ہو اور اپنے دادا، نانا، پرنانا، دادی، پردادی، نانی، پرنانی کی خاص صلبی یا بطنی اولاد یہ سب محارم ہیں، اور یہی رشتے دُودھ سے بھی مرضعہ ماں ہے اور اس کا شوہر جس کے نطفہ سے دودھ تھا باپ ہے اور جسے دُودھ پلایا وہ اولاد ہے تو اپنی یہ اولاد اور اس کی نسبی و رضاعی کتنی ہی دور ہو اور اپنے ان ماں باپ کے اصول نسبی و رضاعی کی بلاواسطہ اولاد نسبی و رضاعی یہ سب رضاعی محرم ہیں۔ اور صہری محرم شوہر کے اصول و فروع نسبی و رضاعی اور اپنے اصول مثلاً ماں، دادی، نانی، پردادی، پرنانی کے شوہر اور اپنی فروع مثلاً بیٹی، پوتی، نواسی، پرپوتی، پرنواسی کے شوہر۔ جائز ہنسی جس میں نہ فحش ہو نہ ایذائے مسلم، نہ بڑوں کی بے ادبی، نہ چھوٹوں سے بدلحاظی، نہ وقت و محل کے نظر سے بے موقع، نہ اس کی کثرت اپنی ہمسر عورتوں سے جائز ہے، اور شوہر کے ساتھ موجب اجر اور یہاں کثرت میں بھی حرج نہیں، جبکہ اس کے خلاف مرضی نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۱ از کچھا علاقہ خام ضلع نینی تال مسئولہ محمد الیاس صاحب ۲۷ جمادی الآخرہ ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بکر نے اپنی عورت منکوحہ کو طلاق دے دی اور ایام عدت بھی گزر گئے اب بکر کا باپ سوتیلا اس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے اور وہ عورت بھی اپنے خسر سوتیلے سے رضامند ہے۔ موافق شریعت کے اُن کا نکاح درست ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ہاں درست ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۲ از ناتھ دوارہ ریاست اودے پور ملک میواڑ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، ایک شخص علم فقہ و حدیث کے جاننے والے اور وعظ و پند کرنیوالے انھوں نے بسبب ناراضگی کے اپنی زوجہ کو ایک جلسہ میں تین طلاق مغلظہ کر دیا ان کے رُوبرو اس کو گھر سے علیحدہ علیحدہ کر دینا عورت مذکورہ دیگر جگہ سکونت اختیار کرکے ایک سال کامل مدت گزارنا بعد ایک سال کے پھر اُسی عورت کو انھیں عالم بالا مذکور نے رخصت حاصل کرکے پھر اپنے مکان میں لے آنا اور پھر اس سے اولاد ہونا، یہ امر شرع شریف میں جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو جو اولاد کہ پیدا ہوئی وہ ولدالزنا ہے یا حلال ہے؟ اگر ولدالزنا ہے تو ایسا شخص ایسے امر کرنے سے مرتکب گناہ کا ہوتا ہے یا نہیں؟ اور

www.alahazratnetwork.org

شرع شریف میں ایسے شخص کو کیا کہنا لازم اور کونسی سزا کا سزاوار ہے، مسلمان کو ایسے شخص کے ساتھ کس طرح برتاؤ کرنا چاہئے یا لازم آتا ہے؟ اس کا جواب باصواب مع حدیث وفقہ وآیت کلام اللہ سے تحریر فرمادیں، اللہ تعالٰی آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

الجواب

تین طلاق کے بعد بے حلالہ اُسے پھر رکھنا حرام ہے اور اُس سے وطی زنا اور اولاد ولد الزنا، اور وہ مرد وعورت دونوں فاسق، اور اُن کی سزا بہت سخت ہے جو یہاں بیان نہیں ہوسکتی، اور اللہ عزوجل کا عذاب شدید ہے، اُن مرد وعورت پر فرض ہے کہ فوراً جُدا ہوجائیں ورنہ مسلمان اُن سے میل جول چھوڑ دیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

www.alahazratnetwork.org

نسب

مسئلہ ۶۳: مرسلہ عبدالعزیز تاجر چرم مقام قصبہ ٹکاری محلہ شاہ گنج ضلع گیا بروز دوشنبہ ۱۶ ذوالقعدہ ۱۳۲۳ھ

www.alahazratnetwork.org

ایک شخص مجہول النسب کہ جس کے حسب ونسب سے وہاں کے باشندے پوری آگاہی رکھتے ہیں اور وہ شخص مولوی ہو اور غیر جگہ اپنے کو سیّد کہتا ہو اور اپنے مکان پر خط اپنے قلم سے سیّد کرکے اپنا نام لکھتا ہو اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے!

الجواب

سائل نے اول تو مجہول النسب کہا، پھر یہ کہ اس کے نسب سے وہاں کے باشندے پوری آگاہی رکھتے ہیں یہ دونوں باتیں متناقض ہیں شاید یہ مطلب ہو کہ وہاں کے سب باشندوں پر اُس کا نسب مخفی ہے لہذا سب اُسے مجہول النسب کہتے ہیں اس تقدیر پر اُس کا اپنے آپ کو سیّد بنانا، کہنا، لکھنا ہمارے علم میں جرم کی حد پر نہیں بلکہ وہ کہتا ہے اور ہمیں اس کا خلاف معلوم و ثابت و متحقق نہیں تو ہم اُسے سچا ہی خیال کریں گے کہ الناس علٰی انسابھم (لوگ اپنے نسبوں پر قائم ہیں۔ ت) اور ارشاد ہوتا ہے:

لولا اذ سمعتموہ ظن المؤمنون و   ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم لوگوں نے وہ افواہ سنی

المؤمنٰت بانفسھم خیرًا[1] تو مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنوں کے بارے میں اچھا گمان کیا ہوتا (ت)

ہاں جو واقع میں سید نہ ہو اور دیدہ و دانستہ سید بنتا ہو وہ ملعون ہے نہ اس کا فرض قبول ہو نہ نفل۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من ادعی الٰی غیر ابیہ او انتمٰی الٰی غیر موالیہ فعلیہ لعنۃ اللّٰہ و الملٰئکۃ والناس اجمعین لایقبل اللّٰہ منہ صرفا ولا عدلا[2] جو کوئی اپنے باپ کے سوا کسی دوسرے کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنے کا دعوٰی کرے یا کسی غیر والی کی طرف اپنے آپ کو پہنچائے تو اس پر اللہ تعالٰی، فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے، اور اللہ تعالٰی اس کے فرائض اور نوافل قبول نہ فرمائے گا۔ (ت)

مگر یہ اس کا معاملہ اللہ عزوجل کے یہاں ہے ہم بلادلیل تکذیب نہیں کرسکتے، البتہ ہمارے علم تحقیقی طور پر معلوم ہے کہ یہ سید نہ تھا اور اب سید بن بیٹھا تو اُسے ہم بھی فاسق ومرتکب کبیرہ و مستحق لعنت جانیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے، اور اس کا علم کہ جس کی شان بڑی ہے زیادہ کامل اور بڑا پختہ ہے۔ ت)

مسئلہ ۶۴ بروز شنبہ تاریخ ۵ ذوالقعدہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ مولوی عنایت احمد صاحب نے اپنی کتاب جنان الفردوس کے چودہ صفحہ میں تحریر کیا ہے، بیان جھوٹی نسب کا۔ ف: جھوٹ ظاہر کرنا نسب کا بھی بڑا گناہ ہے۔ مثلاً شیخ سے سید بن جانا۔ صحیحین میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جان بوجھ کر اپنے باپ کے سوا دوسرے کو باپ کرے اس پر جنت حرام ہے[3]۔ اور چودہ صفحہ کے حاشیہ پر یہ تحریر ہے: بیان جھوٹی نسب کا۔ ۳۱ ح

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۲

[2] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضائل المدینۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۲
المعجم الکبیر حدیث ۶۴ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/ ۳۴

[3] صحیح البخاری کتاب الفرائض باب من ادعی الی غیر ابیہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۰۱
صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان حال ایمان من رغب عن ابیہ " " " ۱/ ۵۷

مشارق ۳۲ ج اعتصام ف سوال۔ جولاہے کو شیخ نہ کہے تو جولاہا کہنا چاہیے، اگر جولاہا نہ کہے تو کیا کہنا چاہیے؟ فقط۔

الجواب

یہ حدیث بیشک صحیح ہے، اور دوسری حدیث اس سے سخت تر ہے کہ "جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنا نسب منسوب کرے اس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے اللہ نہ اس کا فرض قبول کرے نہ نفل[2]۔" یہ حکم شامل ہے ہر اس شخص کو کہ سید نہیں اور سید بن بیٹھے۔ شیخ قرشی یا انصاری نہیں اور اپنے آپ کو ایسا شیخ کہے مگر لفظ شیخ کا استعمال متعدد معنی پر ہے، پیر اور بزرگ اور استاذ اور چار شریف اقوام مشہورہ ہند سے ایک قوم اور سید مغل پٹھان کے سوا ہر مسلمان، اس پانچویں معنے پر جولاہے، دُھنیے ہر قوم کے مسلمان شیخ کہلاتے ہیں اسی معنی پر وہ اپنے آپ کو شیخ کہے تو اس حکم کے نیچے داخل نہیں، ہاں اگر جولاہا اور اپنے آپ کو چوتھے معنی پر شیخ کہے کہ ان چار شریف قوموں میں سے میری قوم ہے تو وہ ضرور اس حدیث کے نیچے میں داخل ہوگا اگر واقع میں وہ ایسا نہیں اور اگر واقع میں وہ انھیں شریف اقوام میں سے ہے مثلاً شیخ انصاری یا علوی یا عباسی یا عثمانی یا فاروقی یا صدیقی ہے اور کپڑا بننے کا پیشہ کرتا ہے تو وہ ضرور سچا ہے اور اس پر کچھ الزام نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۵: از جھونا مارکیٹ کراچی بندر مرسلہ حضرت پیر سید ابراہیم صاحب گیلانی قادری بغدادی مدظلہ الاقدس ۱۵ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص ذات کا فقیر ہے اور کسی خانقاہ میں مجاور ہے بغداد شریف میں جاکر ایک پیر صاحب جو کہ عرصہ دراز سے مفقود الخبر معلوم کرنا اور ہندوستان میں آکر اپنے اصلی باپ کا نام بدل کر اس پیر مرحوم کا فرزند بننا نیز سیادت و طریقت کے دم مارتا تاکہ اس دھوکے و فریب سے اپنے مرید بنائے اور زر و عزت دنیاوی حاصل کرتا ایسے شخص سے جو کہ بلا ثبوت اپنے آپ کو سید کہتا ہو اور اپنی نسب کو چھوڑ کر غوث الاعظم کے نسب میں داخل ہو از روئے شریعت اسلامیہ مرید بنانا اور نماز پڑھانا جائز ہو سکتا ہے یا نہیں؟

---

[1] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضائل مدینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۲

[2] المعجم الکبیر حدیث ۴۴ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/ ۳۴

الجواب

اپنے باپ کے سوا دوسرے کو اپنا باپ بتانے کے لئے حدیث صحیح میں فرمایا ہے کہ اس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے اللہ نہ اس کا فرض قبول کرے نہ نفل، من انتمی الٰی غیر ابیہ فعلیہ لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والناس اجمعین لا یقبل اللہ صرفا ولا عدلا[1]۔ اور جو مسلمانوں کو دھوکا دے اسے فرمایا ہمارے گروہ سے نہیں من غشنا فلیس منا[2]۔ ایسے شخص کے ہاتھ پر بیعت ناجائز اور اس کی امامت مکروہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضائل مدینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۲

[2] " کتاب الایمان باب من غشنا فلیس منا " " " ۱/ ۷۰

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

اراءة الادب لفاضل النسب

۱۳۲۹

(نسبی فضیلت والے کو ادب کی راہ دکھانا)

www.alahazratnetwork.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۶۶

افضل الفضلاء اکمل الکملاء مولانا مفتی صاحب! تسلیم۔

ایں کہ استفتائے ترسیل خدمتِ عالی مے شود از دستخط و مہر خویش و از دیگر علماء مزین نمودہ برمنت نہ نہند، چونکہ مسلمانان ایں زماں بسبب جہالت از اکثر حرفہ و پیشہ انحراف مے دارند، و صاحب پیشہ را حقیر می شمارند، و روز بروز بدائرہ ادبار پا می کشند بر بناء علیہ برائے اصلاحِ قوم مصلحۃً ایں استفتاء نوشتہ شد، زیادہ والسلام۔

یہ استفتاء جو کہ خدمتِ عالی میں بھیجا جارہا ہے اپنے اور دوسرے علماء کے دستخط و مُہر سے مزین کرکے مجھ پر احسان کریں، چونکہ اس زمانہ کے مسلمان جہالت کے سبب سے اکثر ہنر و پیشہ سے گریز کرتے ہیں اور صاحبِ پیشہ کو حقیر جانتے ہیں اور روزانہ دائرہ پستی میں پاؤں رکھتے ہیں، اسی بناء پر اصلاحِ قوم کے لئے مصلحتاً یہ استفتاء لکھا گیا، والسلام۔

(محمد لطف الرحمٰن البرد وانی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر جدِّ اعلیٰ کسی کا کاشت کار یا نوربافت یا ماہی فروش ہو بعدہٗ اس کی نسل میں یہ پیشہ معمول رہا ہو یا متروک ہوگیا ہو تو اس صورت میں ان کی اولاد کو ماشا یا جولاہا یا شکاری یا اطراف کہہ کر پکارنا جس سے ان کی دل شکنی ہوتی ہے درست ہے نہیں؟ اور علاوہ صحابی النسل کے دوسری قوم کو شیخ کہنا روا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان کرو تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

بداں کہ قولہ تعالیٰ جعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم[1] وقول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من ابطأ بہ عملہ لم یسرع بہ نسبہ[2] وقولِ دیگر اعملی یا فاطمۃ ولا تقولی انی بنت الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم[3] باعلٰی صوت ندا کند کہ شرافتِ نسب کہ اکثر جہّال بسبب جہالت وحماقت واز عدم واقفیت حالات بزرگانِ دین وسلف صالحین وصحابہ کاملین وانبیاء مرسلین، بداں مباہات میکنند نزد حق سبحانہٗ تعالیٰ بہ پشیزے نمی ارزد وبمنزلہ ہباءً منثورا باشد کما قال اللہ تعالیٰ والذین اوتوا العلم درجٰت[4]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تمھیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس نے شریعت کے مطابق عمل کرنا چھوڑ دیا اس کا نسب کام نہ دے گا۔ دوسرا قول ہے کہ شریعت پر عمل کرو اے فاطمہ! اور یہ نہ کہو کہ رسول اللہ کی بیٹی ہوں۔ بلند آواز سے اعلان کرتا ہے کہ شرافتِ نسب کہ اکثر جاہل لوگ جہالت وحماقت اور حالاتِ بزرگانِ دین اور سلف صالحین اور صحابہ کاملین اور انبیاء ومرسلین کے حالات سے ناواقفیت کی وجہ سے اس پر فخر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بے وقعت بے مثل ہباءً منثورا ہے۔ البتہ مرد کی شرافت علم سے ہوتی ہے اور جنھیں علم دیا گیا وہ درجوں میں ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۳

[2] سنن ابی داؤد کتاب العلم باب فی فضل العلم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۵۷
موارد الظمآن " حدیث ۸۰ المطبعۃ السلفیہ ص ۴۸

[3] اتحاف السادۃ المتقین دار الفکر بیروت ۷/ ۷۷ و ۲۸۱
صحیح مسلم کتاب الایمان ۱/ ۱۱۴ و کنز العمال حدیث ۳۴۷۵۳ ۱۶/ ۱۹

[4] القرآن الکریم ۵۸/ ۱۱

www.alahazratnetwork.org

وانما یخشی اللہ من عبادہ العلماء[1] (۲) وقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انما العلماء ورثۃ الانبیاء[2] وان فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم[3] (۳) بلکہ شرافتِ علم فوق شرافت نسب می باشد کما فی الدرالمختار لان شرفۃ العلم فوق شرف النسب والمال، کما جزم بہ البزازی و ارتضاہ الکمال وغیرہ[4] اگر کسے عالم صالح ماہر را بالفاظ مذکورۃ الصدر طعناً وتحقیراً مخاطب سازد بدائرہ کفر پانہادہ باشد۔

اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں، اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں، اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے ادنٰی پر، بلکہ علم کی شرافت نسب کی شرافت پر فوقیت رکھتی ہے، جیسا کہ درمختار میں ہے: اس لئے کہ علم کی شرافت نسب و مال کی شرافت سے اولٰی ہے، جیسا کہ اس پر بزازی نے جزم فرمایا ہے اگر کوئی شخص عالم صالح ماہر کو الفاظِ مندرجہ بالا سے طعن وتحقیر کے طور پر مخاطب کرے تو دائرۂ کفر میں پاؤں رکھے گا۔

حررہ العاجز الفاقر الجانی محمد لطف الرحمٰن البردوانی المخاطب بشمس العلماء مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ (بنگال)

www.alahazratnetwork.org

نسب میں افضل کون؟

(از اعلیحضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ)

اللّٰھم لک الحمد یا من خلق الانسان، فجعلہ نسبا وصھرا وکنت قدیرا، صل علی من ارسلتہ من خیر فریقین، من خیر شعوب، من خیر

یا اللہ تیرے لئے حمد ہے اے وہ ذات جس نے انسان کو پیدا فرمایا تو اس کا نسب اور رشتہ دار بنایا اور تیری ذات قادر ہے، اور رحمتیں نازل فرما اس ذات پر جس کو تو نے دو فریقوں میں بہتر

---

[1] القرآن الکریم ۳۵/ ۲۸
[2] سنن ابن ماجہ باب فضل العلماء الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰
[3] جامع الترمذی ابواب العلم باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۳
[4] الدرالمختار کتاب النکاح باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۵

قبائل، من خیر بیوت بشیرا و نذیرا، وملکته نفع عترته وقرابته وخدمه وامته وکل من یلوذ بحضرته دنیا واخری، وعلی اٰلہ خیر اٰل وصحبه خیر صحب و بارك وسلم تسلیما کثیرا کثیرا۔

بنا کر بھیجا اور بہتر شعب اور بہتر قبائل اور بہتر گھروں میں بشیر و نذیر بنایا، اور اس کی اولاد، قرابت، خادموں، اُمت اور دُنیا و آخرت میں ان کے حضور پر پناہ لینے والے کے نفع کے لئے تُو نے اس کو مالک بنایا اور ان کی بہترین آل پاک اور بہترین صحابہ کرام پر اور برکتیں اور سلامتی کثیر در کثیر نازل فرما۔ (ت)

کسی مسلمان بلکہ کافر ذمی کو بھی بلا حاجتِ شرعیہ ایسے الفاظ سے پکارنا یا تعبیر کرنا جس سے اس کی دل شکنی ہو اسے ایذا پہنچے، شرعاً ناجائز و حرام ہے، اگرچہ بات فی نفسہٖ سچّی ہو، فان کل حق صدق ولیس کل صدق حقا (ہر حق سچ ہے مگر ہر سچ حق نہیں)۔

ابن السنی عمیر بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

من دعا رجلا بغیر اسمه لعنته الملٰئکة[1] فی التیسیر ای بلقب یکرهه لا بنحو یا عبد اللہ[2]

جو شخص کسی کو اس کا نام بدل کر پکارے فرشتے اس پر لعنت کریں۔ تیسیر میں ہے یعنی کسی بد لقب سے جو اسے بُرا لگے نہ کہ اے بندۂ خدا وغیرہ سے۔

طبرانی معجم اوسط میں بسند حسن حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذی مسلما فقد اٰذانی، ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ[3]

جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی، اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔

سنن ابی داؤد میں متعدد اصحاب کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] عمل الیوم واللیلة باب الوعید فی ان یدعی الرجل بغیر اسمه حدیث ۳۹۶ نور محمد کارخانہ کراچی ص ۱۲۷

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث من دعا رجلا بغیر اسمه مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/۴۱۶

[3] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/۳۷۳

من ظلم معاهدا فانا حجیجه یوم القیمة[1] ٢٠۵ جو کسی ذمی پر زیادتی کرے تو روزِ قیامت میں اس سے جھگڑا کروں گا۔

بحرالرائق و درمختار میں ہے:

فی القنیۃ قال لیھودی او مجوسی یا کافر یأثم ان شق علیہ ومقتضاہ انہ یعزر لارتکابہ الاثم[2] جس نے کسی ذمی یہودی یا مجوسی سے کہا اے کافر! اور یہ بات اسے گراں گزری تو کہنے والا گنہگار ہوگا، اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ اسے تعزیر کی جائے، قنیہ۔

تحقیقِ مقام ومقال بکمال اجمال یہ ہے کہ مدارِ نجات تقوٰی پر ہے علٰی تباتُن مراتبہا و ثمراتھا (فرقِ مراتب اور اس کے نتائج کے لحاظ سے) نہ کہ محض نسب، ومایضاھیہ من الفضائل موھوباتھا ومکسوباتھا (جو فضائل کے مشابہ ہو ان کے وہبی اور کسبی چیزوں میں) لہٰذا محض تقوٰی بس ہے، اگرچہ شرفِ نسب وتکمیل علوم سمیتہ نہ ہو اور مجرد شریف القوم یا ملّا صاحب کہلانا کافی نہیں جبکہ تقوٰی اصلاً نہ ہو۔

ان الزبانیۃ اسرع الی فسقۃ القراء منھم الی عبدۃ الاوثان۔[3] بیشک عذاب کے سپاہی فاسق علماء کی طرف سبقت کریں گے (اور یا جیسے) بتوں کے پجاری کی طرف جو عمل میں سُست ہوگا فضلِ نسب میں آگے نہ ہوگا۔

حدیث من ابطأ بہ عملہ لم یسرع بہ نسبہ[4] کے یہی معنی ہیں نہ یہ کہ فضلِ نسب شرعاً محض باطل ومھجور وہباءً منثورا، یا شرافت وسیادت، نہ دنیاوی احکام شرعیہ میں وجہ امتیاز، نہ آخرت میں اصلاً نافع و باعثِ اعزاز ـــــ حاشا ایسا نہیں بلکہ شرعِ مطہر نے متعدد احکام میں فرقِ نسب کو معتبر رکھا ہے، اور سلسلۂ طاہرہ ذریت عاطرہ میں انسلاک وانتساب ضرور آخرت میں بھی نفع

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الامارۃ باب تعشیر اہل الذمۃ اذا اختلفوا بالتجارۃ آفتاب عالم پریس لاہور ٢/٧٧

[2] الدرالمختار کتاب الحدود باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ١/٣٢٩

[3] کنزالعمال برمز طب حل حدیث ٢٩٠٠۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ١٠/١٩١

[4] سنن ابی داؤد کتاب العلم باب فی فضل العلم آفتاب عالم پریس لاہور ٢/١۵٧

موارد الظمأن " حدیث ٧٨ المطبعۃ السلفیہ ص ۴٨

دینے والا ہے۔ کتاب النکاح میں سارا باب کفائت تو خاص اسی اعتبار تفرقہ و مزیت پر مبنی ہے۔ سیّد زادی اگر کسی مغل پٹھان یا شیخ انصاری سے بے رضائے ولی نکاح کرے گی نکاح ہی نہیں ہوگا جب تک بسبب فضل علم دین مکافات ہو کر کفائت نہ ہوگئی ہو، یونہی اگر غیر اب و جد بشرائط معلومہ نابالغہ کا ایسا نکاح کردیں وُہ بھی باطل و مردود محض ہے۔ اسی طرح اگر مغلانی، پٹھانی نابالغہ کسی جولاہے یا دُھنیے سے نکاح کرلے، یا ولی غیر ملزم نابالغہ کا نکاح کردے یہ سب باطل و نامنعقد ہیں والمسائل مصرح بہا متونا وشروحا وفتاوٰی (یہ مسائل دیگر متداول کتب متون و شروح اور کتب فتاوٰی میں تفصیل سے درج ہیں) یُوں ہی امامتِ صغرٰی کی ترتیب میں شرف نسب بھی وجہ ترجیح ہے۔ تنویر الابصار میں ہے:

الاحق بالامامۃ الاعلم الی قولہ ثم الاشرف نسبا ثم الانظف ثوبا[1]	سب سے زیادہ مستحقِ امامت وہ ہے جو زیادہ علم رکھتا ہو (مصنف کے اس قول تک) پھر وُہ جو باعتبارِ نسب کے زیادہ شریف ہو، پھر وہ جس کے کپڑے زیادہ ستھرے ہوں۔

درمختار میں ہے:

الاشرف نسبا ثم الاحسن صوتا الخ[2]	وہ جو باعتبارِ نسب کے زیادہ شریف، پھر جس کی آواز بہتر ہو۔

قریش کی خلافت

اور امامتِ کبرٰی میں تو شرع مطہر نے اس درجہ کا لحاظ فرمایا ہے کہ اسے صرف قریش کے ساتھ مخصوص فرمادیا، غیر قریش اگرچہ عالم اجل ہو امام و خلیفہ نہیں ہوسکتا۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الائمۃ من قریش[3] رواہ	تمام خلفاء قریش ہوں گے۔ اس کو روایت

---

[1] و [2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۲

[3] مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۱۸۳

المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۴/۷۶

السنن الکبرٰی کتاب الصلوٰۃ باب من قال یؤمہم ذو نسب الخ دار صادر بیروت ۳/۱۲۱

کتاب قتال اہل البغی، باب الائمۃ من قریش ۸/۱۴۳

المعجم الکبیر حدیث ۲۰۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/۲۵۲

احمد و ابن ابی شیبة والنسائی و ابن جریر والحاکم والبیہقی والضیاء فی المختارۃ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ وابوبکر بن ابی شیبۃ ونعیم بن حماد و ابن السنی فی کتاب الاخوۃ والبیہقی عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ۔

کیا ہے احمد، ابن ابی شیبہ، نسائی، ابن جریر، حاکم اور بیہقی نے اور ضیاء نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مختارہ میں اور طبرانی کبیر میں حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور ابوبکر بن ابی شیبہ اور نعیم بن حماد اور ابن السنی نے کتاب الاخوۃ میں اور بیہقی نے امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا۔

اور فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان ھذا الامر فی قریش لایعادیھم احد الا اکبہ اللہ علی وجہہ فی النار۔ رواہ الائمۃ احمد[1] و بخاری و مسلم عن امیر معٰویۃ وصدرہ ابوبکر ابن ابی شیبۃ عن ابی موسٰی الاشعری وابن جریر عن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بے شک خلافت قریش میں ہے جو اُن میں سے بَیر رکھے گا اللہ تعالٰی اُسے منہ کے بل جہنم میں اُندھا دے گا۔ اسے روایت کیا ہے امام احمد اور بخاری اور مسلم نے امیر معاویہ سے، حدیث کے ابتدائی حصہ کو ابوبکر ابن ابی شیبہ نے ابی موسٰی اشعری سے اور ابن جریر نے کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

اور فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الا ان الامراء من قریش۔ رواہ ابویعلی[2] عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم، واحمد والحاکم والطبرانی بلفظ الامراء من قریش

سن لو، امراء وحکام اسلام قریش ہیں، اس کو روایت کیا ابویعلی نے حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے، احمد، حاکم اور طبرانی نے اس لفظ کے ساتھ کہ

---

[1] صحیح البخاری کتاب المناقب باب مناقب قریش قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۹۷
صحیح البخاری کتاب الاحکام باب الامراء من قریش " " " ۲/۱۰۵۷
مسند احمد بن حنبل عن معٰویۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/۹۴
المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الفضائل حدیث ۱۲۴۳۹ ادارۃ القرآن کراچی ۱۲/۱۷۰

[2] مسند ابویعلی عن علی رضی اللہ عنہ حدیث ۵۶۰ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت ۱/۲۰۳

الامراء من قریش[1] عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

"امراء قریش ہیں" اس کو ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی روایت کیا ہے۔

اہل قریش کی فضیلت اور مقام و مرتبہ

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

قریش ولاۃ ھذا الامر، رواہ احمد[2] عن ابی بکر الصدیق وعن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اسلامی حکومت کے والی قریش ہیں۔ اس کو روایت کیا ہے احمد نے حضرت ابوبکر صدیق سے اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

قدموا قریشا ولا تقدموھا[3]۔ رواہ الامام الشافعی والامام احمد عن عبد اللہ بن خطب والطبرانی فی الکبیر عن عبد اللہ بن السائب والبزار عن امیر المؤمنین علی وابن عدی عن ابی ھریرۃ وابن جریر عن الحارث بن عبد اللہ وسیأتی فی حدیث عن انس والشافعی والبیہقی فی معرفۃ الصحابۃ عن الزھری مرسلا، رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

قریش کو تقدیم دو، اور قریش پر تقدیم نہ کرو۔ اس کو روایت کیا ہے امام شافعی اور امام احمد نے عبد اللہ بن خطب سے اور طبرانی نے کبیر میں عبد اللہ بن سائب سے اور بزار نے امیر المومنین علی سے اور ابن عدی نے ابوہریرہ سے اور ابن جریر نے حارث بن عبد اللہ سے اور عنقریب آئے گا حضرت انس کی حدیث میں، اور شافعی اور بیہقی نے معرفۃ صحابہ میں زہری سے مرسلاً روایت کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

www.alahazratnetwork.org

بلکہ ایک روایت میں ہے کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

۱؎ مسند احمد بن حنبل حدیث ابو برزہ اسلمی المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۴۲۴
المستدرک للحاکم کتاب الفتن والملاحم دار الفکر بیروت ۵/ ۵۰۱
کنز العمال بحوالہ (ک) حم، طب عن ابی موسیٰ اشعری حدیث ۳۳۸۲۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۲۶
۲؎ مسند احمد بن حنبل عن ابی بکر المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۵
۳؎ کنز العمال بحوالہ الشافعی البیہقی فی معرفۃ الصحابۃ والبزار عن علی الخ (حدیث ۹۱-۹۰-۳۳۷۸۹) ۱۲/ ۲۲

۲۳ یاایھاالناس لاتقدموا قریشا فتھلکوا۔ | اے لوگو! قریش پر سبقت نہ کرو کہ ہلاک ہوجاؤگے

14 رواہ البیھقی[1] عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ | اسے روایت کیا ہے بیہقی نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

دوسری روایت میں ہے:

فتضلوا[2]، رواہ ابن ابی طالب عن الامام الباقر رضی اللہ تعالٰی عنہ مرسلا وھو عندہ باللفظ الاول عن سھل بن ابی خیثمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ | یعنی قریش پر سبقت نہ کرو کہ گمراہ ہوجاؤگے۔ اسے روایت کیا ہے ابن ابی طالب نے امام باقر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرسلاً، اور ان کے نزدیک پہلے الفاظ کے ساتھ سہل بن ابی خیثمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الناس تبع لقریش فی ھذا الشان[3]۔ رواہ الشیخان عن ابی ھریرۃ و احمد ومسلم عن جابر والطبرانی فی الاوسط والضیاء عن سھل بن سعد وعبداللہ بن احمد واحمد وابن ابی شیبۃ عن معٰویۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم وھذا عن سعید بن ابراھیم بلاغا۔ | سب لوگ اس کام میں قریش کے تابع ہیں۔ اسے روایت کیا ہے امام بخاری ومسلم نے ابوہریرہ سے اور احمد ومسلم نے جابر سے، اور طبرانی نے اوسط میں اور ضیاء نے سہل بن سعد اور عبداللہ بن احمد اور احمد وابن ابی شیبہ نے معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے، اور یہ سعید بن ابراہیم سے بلاغاً روایت کی گئی ہے۔

حدیث ۲۶ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

---

[1]

[2]

[3] صحیح البخاری باب المناقب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۹۶
صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب الناس تبع لقریش الخ " " ۲/۱۱۹
مسند احمد بن حنبل عن انس المکتب الاسلامی بیروت ۳/۳۳۱ و ۳۷۹
المعجم الاوسط حدیث ۵۵۹۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۶/۲۷۷

قریش صلاح الناس ولا یصلح الناس الابھم۔ رواہ ابن عدی[1] عن ام المؤمنین رضی اللہ عنھا۔

قریش آدمیوں کی سنوار ہیں لوگ نہ سنوریں گے مگر قریش سے۔ روایت کیا ہے ابن عدی نے ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے۔

حدیث ۲۰: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

قریش خالصۃ اللہ تعالیٰ۔ رواہ ابن عساکر[2] عن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

قریش برگزیدۂ خدا ہیں۔ اس کو روایت کیا ہے ابن عساکر نے عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

حدیث ۲۱: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من یرد ھوان قریش اھانہ اللہ[3]۔ رواہ احمد وابن ابی شیبۃ والترمذی والعدنی والطبرانی وابویعلی والحاکم وابونعیم فی المعرفۃ عن سعد بن ابی وقاص و تمام و ابونعیم والضیاء عن ابن عباس

جو قریش کی ذلت چاہے اللہ اسے ذلیل کرے۔ اسے روایت کیا ہے احمد، ابن ابی شیبہ، ترمذی، عدنی، طبرانی، ابویعلی، حاکم اور ابونعیم نے معرفۃ میں سعد بن ابی وقاص سے، اور تمام و ابونعیم اور ضیاء نے ابن عباس سے، اور طبرانی نے

www.alahazratnetwork.org

---

[1] الکامل لابن عدی ترجمہ عمر بن حبیب العدوی دار الفکر بیروت ۵/۱۶۹۶
کنز العمال بحوالہ عد عن عائشہ حدیث ۳۳۷۹۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۲۲
[2] تہذیب دمشق الکبیر ترجمہ اسحاق بن یعقوب دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۵۹
" " " " " سلمہ بن العیار " " " " " ۶/۲۳۵
کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن عمرو بن العاص حدیث ۳۳۸۱۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۲۶
[3] جامع الترمذی ابواب المناقب فضل الانصار وقریش امین کمپنی دہلی ۲/۲۳۰
المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۴/۷۴
مسند احمد بن حنبل عن سعد بن ابی وقاص المکتب الاسلامی بیروت ۱/۱۷۱، ۱۷۶، ۱۸۳
تہذیب دمشق الکبیر ترجمہ اسحاق بن یعقوب دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۵۹
کنز العمال بحوالہ حم، ش والعدنی ت، طب ع، ک وابی نعیم فی المعرفۃ عن سعد بن ابی وقاص
تمام وابی نعیم، ص عن ابن عباس، کر عن عمرو بن ابی العاص مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۳۶

والطبرانی فی الکبیر عن انس وابن عساکر عن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

کبیر میں انس سے، اور ابن عساکر نے عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہم سے۔

حدیث ۲۹ تا ۳۵ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

قوۃ الرجل من قریش قوۃ رجلین[1]۔ رواہ احمد وابن ابی شیبۃ والطیالسی وابویعلٰی وابن ابی عاصم والماوردی والطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرک والبیہقی فی المعرفۃ والضیاء فی المختارۃ وابونعیم فی الحلیۃ عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ وھذا فیھا عن علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ والطبرانی عن ابن ابی خیثمۃ وابن النجار فی حدیث طویل عن انس رضی اللہ تعالٰی عنھما اولہ یایھا الناس قدموا قریشا ولا تقدموھا[2] وھو ایضا قطعۃ من حدیث ابی بکر المار عن سہل۔

ایک مرد قریش کو قوت دو مردوں کے برابر ہے۔ انس کو روایت کیا ہے احمد، ابن ابی شیبہ، طیالسی، ابویعلٰی، ابن ابی عاصم، ماوردی اور طبرانی نے کبیر میں، اور حاکم نے مستدرک میں، اور بیہقی نے معرفۃ میں، اور ضیاء نے مختارہ میں، اور ابونعیم نے حلیہ میں جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، یہی الفاظ حلیہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اور طبرانی نے ابن ابی خیثمہ سے اور ابن نجار نے طویل حدیث میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے کہ اے لوگو! قریش کو مقدم کرو اور خود مقدم نہ بنو، یہ بھی مذکور ابوبکر عن سہل والی حدیث کا حصہ ہے۔

حدیث ۳۶ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لا تؤموا قریشا واتئموھا ولا تعلموا قریشا

قریش کو اپنا پیرو نہ بناؤ اور ان کی پیروی کرو۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن جبیر بن مطعم المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۸۱ و ۸۳
المصنف لابن ابی شیبۃ حدیث ۱۲۴۳۵ ۱۲/ ۱۶۸ و مسند ابی داؤد الطیالسی حدیث ۹۵۱ الجزء الرابع ص۱۳۶
حلیۃ الاولیاء ترجمہ الامام الشافعی ۴۱۵ دار الکتاب العربی بیروت ۹/ ۶۴
المعجم الکبیر حدیث ۱۴۹۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۱۱۴
کنز العمال بحوالہ طرحم، وابی نعیم وابن ابی عاصم والماوردی حب ک طب ق فی المعرفۃ عن جبیر بن مطعم حدیث ۳۳۸۶۴ و ۳۳۸۶۵ و ۳۳۸۶۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۳۴

وتعلموا منہا فان امانۃ الامین من قریش تعدل امانۃ امینین[1] رواہ ابن عساکر عن امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ وھو ایضا بمعناہ قطعۃ من حدیث انس۔

قریش پر دعوٰی استادی نہ رکھو اور ان کی شاگردی کرو کہ قریش میں ایک امین کی امانت دو امینوں[1] کے برابر ہے۔ اسے روایت کیا ابن عساکر نے امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے، یہ بھی اپنے معنٰی کے اعتبار سے حدیث انس کا حصہ ہے۔

حدیث ۳۷ و ۳۸ کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اعطیت قریش مالم یعط الناس[2]۔ رواہ الحسن بن سفیان فی مسندہ وابونعیم فی معرفۃ الصحابۃ عن الحلیس رضی اللہ تعالٰی عنہ ونعیم بن حماد عن ابی الزاھریۃ مرسلا ووصلہ الدیلمی عنہ عن خنیس رضی اللہ تعالٰی عنہ ھکذا فیما نقلت عنہ بمعجمۃ فنون رواہ مصحفا عن حلیس بمھلۃ فلام۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

قریش کو وہ عطا ہوا جو کسی کو نہ ہوا۔ اس کو روایت کیا حسن بن سفیان نے اپنی مسند میں، ابونعیم نے معرفۃ الصحابہ میں حلیس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور نعیم بن حماد نے ابی زاہریہ سے مرسلاً، اور اس کو دیلمی نے عن حلیس عن خنیس رضی اللہ عنہما کہہ کر متصل بنایا ہے، "خ" کے بعد "ن" منقول ہے انھوں نے "ح" کے بعد لام سے "حلیس" کہہ کر روایت کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

حدیث ۳۹ و ۴۰ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

فضل اللہ قریشا بسبع خصال لم یعطہا احد قبلھم ولا یعطاھا احد بعدھم۔

اللہ تعالٰی نے قریش کو ایسی سات باتوں سے فضیلت دی جو نہ ان سے پہلے کسی کو ملیں نہ ان کے بعد کسی کو عطا ہوں۔

انّی منھم ایک تو یہ کہ میں قریش ہوں (یہ تمام فضائل سے ارفع و اعلٰی ہے) ـــ وفیھم الخلافۃ والحجابۃ والسقایۃ اور انھیں میں خلافت اور کعبہ معظمہ کی دربانی اور حاجیوں کا سقایہ ـــ ونصرھم علی الفیل اور انھیں اصحاب فیل پر نصرت بخشی ـــ وعبدوا اللہ عشر سنین لایعبدہ غیرھم اور انھوں نے دس سال اللہ کی عبادت تنہا کی کہ ان کے سوا روئے زمین پر کسی اور

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن علی حدیث ۳۳۸۴۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۳۱

[2] کنز العمال بحوالہ الحسن بن سفیان وابونعیم فی المعرفۃ حدیث ۳۳۸۰۵ " " ۱۲/ ۲۴

خاندان کے لوگ اس وقت عبادت نہ کرتے تھے (یہی تھے یا ان کے عبید و موالی) —— وانزل اللہ فیھم سورۃ من القراٰن لم یذکر فیھا احد غیرھم لایلٰف قریش اور اللہ تعالٰی نے ان میں ایک سورۃ قرآن عظیم کی اُتاری کہ اس میں صرف انھیں کا ذکر فرمایا، اور وہ سورۃ لایلف قریش ہے ——

رواہ البخاری فی التاریخ[1] والطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرک والبیھقی فی الخلافیات عن ام ھانی وفی الاوسط عن سیدنا الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنھما ولفظھا ھذا الملفق منھما۔

اس کو روایت کیا ہے بخاری نے تاریخ میں اور طبرانی نے کبیر میں اور حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے ام ہانی سے خلافیات میں اور اوسط میں سیدنا زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے، اور اس کے الفاظ ان دونوں سے مختلف ہیں۔

حدیث ۴۱ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

یا معشر الناس احبوا قریشا فان من احب قریشا فقد احبنی ومن ابغض قریشا فقد ابغضنی وان اللہ تعالٰی حبب الی قومی فلا اتعجل لھم نقمۃ ولا استکثر لھم نعمۃ[2]

اے گروہِ مردم! قریش سے محبت رکھو کہ قریش کا دوست میرا دوست ہے اور قریش کا دشمن میرا دشمن ہے، اور بیشک اللہ تعالٰی نے میری قوم کی محبت میرے دل میں ڈالی کہ ان پر کسی انتقام کی جلدی نہیں کرتا نہ ان کے لئے کسی نعمت کو بہت سمجھوں۔

قریش برکت کے درخت

الا ان اللہ تعالٰی علم ما فی قلبی من حبی لقومی فسرنی فیھم قال اللہ تعالٰی "وانہ لذکر لک

سُن لو بیشک اللہ تعالٰی نے جانا جیسی میرے دل میں میری قوم کی محبت ہے، تو اس نے مجھے ان کے بارے میں شاد کیا کہ ارشاد فرمایا "بیشک

---

[1] کنز العمال بحوالہ تخ طب ک البیہقی فی الخلافیات حدیث ۳۳۸۱۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۲۶
〃 بحوالہ المعجم الاوسط 〃 حدیث ۳۳۸۲۰ 〃 〃 〃 ۱۲/۲۶
المستدرک للحاکم کتاب التفسیر تفسیر سورۃ قریش دار الفکر بیروت ۲/۵۳۶

[2] کنز العمال حدیث ۳۳۸۰۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۲۵

ولقومك" فجعل الذکر والشرف لقومی فی کتابہ فالحمد للہ الذی جعل الصدیق من فالحمد للہ الذی جعل الصدیق من قومی والشھید من قومی والائمۃ من قومی ان اللہ تعالٰی قلب العباد ظھرا لبطن فکان خیر العرب قریشا وھی الشجرۃ المبارکۃ التی قال اللہ عزوجل فی کتابہ "مثل کلمۃ کشجرۃ طیبۃ" یعنی بھا قریش "اصلھا ثابت" یقول اصلھا کرم "وفرعھا فی السماء" الشرف الذی شرفھم اللہ بالاسلام الذی ھداھم وجعلھم اھلہ۔ رواہ الطبرانی[1] فی الکبیر وابن مردویۃ فی التفسیر عن عدی بن حاتم رضی اللہ تعالٰی عنہ وھذا مختصرا۔

یہ قرآن ناموری ہے تیری اور تیری قوم کی" تو اپنی کتاب کریم میں میری قوم کے لئے ذکر و شرف رکھا اللہ کے لئے حمد ہے جس نے میری قوم میں سے صدیق کیا اور میری قوم سے شہید اور میری قوم سے امام' بیشک اللہ تعالٰی نے تمام بندوں کے ظاہر و باطن پر نظر فرمائی تو سب عرب سے بہتر قریش نکلے اور وہی برکت والے درخت ہیں، جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے کہ پاکیزہ بات کی کہاوت ایسی ہے جیسے ستھرا درخت یعنی قریش کہ اس کی جڑ پائدار ہے یعنی ان کی اصل کرم ہے جنکی شاخیں آسمان میں ہیں یعنی وہ جو اللہ نے ان کو اسلام کا شرف بخشا اور انھیں اس کا اہل کیا۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں اور ابن مردویہ نے تفسیر میں عدی بن حاتم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے، اور یہ مختصراً ہے۔

عزّت دار اور بہتر قریش ہیں

حدیث ۲۱۴ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

کنانۃ عزّ العرب، رواہ الدیلمی[2] وابن عساکر عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بنی کنانہ سارے عرب کی عزت ہیں۔ اس کو روایت کیا ہے دیلمی اور ابن عساکر نے حضرت ابوذر سے۔

---

[1] کنز العمال بحوالہ طب وابن مردویہ عن عدی بن حاتم حدیث ۳۳۸۰۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۳۵

[2] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۴۹۱۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۳۰۲

کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن ابی ذر حدیث ۳۳۹۷۱ و ۳۴۰۳۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۵۵، ۹۹

حدیث ۴۳ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

قریش سادۃ العرب۔ رواہ الرامھرمزی فی کتاب الامثال عن الوضین بن مسلم مرسلاً۔

قریش سارے عرب کے سردار ہیں۔ اس کو روایت کیا ہے رامہرمزی نے کتاب الامثال میں وضین بن مسلم سے مرسلاً۔

حدیث ۴۴ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

عبد مناف عز قریش وقریش تبع لولد قصی والناس تبع لقریش[۲]۔ رواہ ایضاً کذلک عن بن الضحاک ھذا مختصر۔

بنی عبد مناف سارے قریش کی عزت ہیں اور قریش اولادِ قصی کے تابع ہیں، اور تمام آدمی قریش کے تابع ہیں۔ اسے بھی رامہرمزی نے کتاب الامثال میں عثمان بن الضحاک سے مرسلاً روایت کیا، یہ مختصر ہے۔

حدیث ۴۵ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

یا ابا الدرداء اذا فاخرت ففاخر بقریش، رواہ عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ تمام[۳] فی فوائدہ وابن عساکر۔

اے ابو درداء! جب تُو فخر کرے تو قریش سے فخر کر۔ اس کو روایت کیا ہے ابو درداء رضی اللہ عنہ سے تمام نے فوائد میں اور ابن عساکر نے۔

حدیث ۴۶ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

خیر الناس العرب وخیر العرب قریش وخیر قریش بنو ھاشم۔ رواہ الدیلمی[۴] عن امیر المومنین علی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

سب آدمیوں سے بہتر عرب ہیں اور سب عرب سے بہتر قریش، اور سب قریش سے بہتر بنی ہاشم۔ اس کو دیلمی نے امیر المومنین علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

---

[۱] کنز العمال بحوالہ الرامھرمزی فی الامثال حدیث ۳۳۹۱۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۸۸

[۲] کنز العمال " " " " " ۳۳۹۱۲ " " " ۱۲/۸۸

[۳] " بحوالہ تمام وابن عساکر حدیث ۳۳۹۲۰ " " " ۱۲/۸۹

تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ العباس بن عبداللہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/۲۲۸

[۴] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۸۹۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۱۷۸

www.alahazratnetwork.org

اللہ تعالیٰ کا انتخاب اور اُس کی پسند

حدیث ۴۷ و ۴۸: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

ان اللّٰہ اختار من اٰدم العرب، واختار من العرب مضر، ومن مضر قریشا، واختار من قریش بنی ھاشم، واختارنی من بنی ھاشم۔[1] رواہ البیھقی وابن عدی عن ابن عمر والحکیم الترمذی والطبرانی فی الکبیر وابن عساکر عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے بنی آدم میں سے عرب کو چُنا، اور عرب سے مضر اور مضر سے قریش، اور قریش سے بنی ہاشم، اور بنی ہاشم سے مجھ کو۔ اس کو روایت کیا ہے بیہقی اور ابن عدی نے ابن عمر سے اور حکیم ترمذی نے اور طبرانی نے کبیر میں اور ابن عساکر نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

حدیث ۴۹ تا ۵۱: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

ان اللّٰہ تعالٰی خلق خلقہ فجعلھم فریقین فجعلنی فی خیر الفریقین ثم جعلھم قبائل فجعلنی فی خیر قبیلۃ ثم جعلھم بیوتا فجعلنی فی خیرھم بیتا فانا خیرکم قبیلۃ وخیرکم بیتا۔[2] رواہ احمد والترمذی عن المطلب بن ابی وداعۃ والترمذی

www.alahazratnetwork.org

اللہ عزوجل نے خلق بناکر دو فریق کی، مجھے بہتر فریق میں رکھا، پھر ان کے قبیلے قبیلے جدا کئے، مجھے سب سے بہتر قبیلے میں رکھا، پھر قبیلوں میں خاندان بنائے مجھے سب سے بہتر گھر میں رکھا، پس میرا قبیلہ تمھارے قبیلوں سے بہتر اور میرا گھر تمھارے گھروں سے بہتر۔ اسے روایت کیا ہے احمد اور ترمذی نے مطلب بن ابی وداعہ سے اور ترمذی

۱؎ نوادر الاصول الاصل السابع والستون دار صادر بیروت ص ۹۶
المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۴/ ۷۳
کنز العمال بحوالہ ک عن ابن عمر حدیث ۳۳۹۱۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۴۳

۲؎ جامع الترمذی ابواب المناقب باب ماجاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰۱
مسند احمد بن حنبل عن المطلب المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۱۰ و ۴/ ۱۹۶
المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۳/ ۲۴۷

عن العباس بن عبد المطلب والحاکم عن ربیعۃ بن الحارث رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

نے عباس بن عبدالمطلب سے اور حاکم نے ربیعہ بن حارث رضی اللہ تعالٰی عنہم سے۔

حدیث ۵۲ و ۵۳ کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللہ اختار العرب فاختار منہم کنانۃ واختار قریشا من کنانۃ واختار بنی ھاشم من قریش واختارنی من بنی ھاشم، وفی لفظ ثم اختار بنی عبد المطلب من بنی ھاشم ثم اختارنی من بنی عبدالمطلب[1]۔ رواہ ابن سعد عن عبد اللہ بن عمیر مرسلا وھو والبیھقی وحسنہ عن الامام الباقر وھو باللفظ الاخیر ابن سعد عن جعفر عن ابیہ۔

بے شک اللہ عزوجل نے عرب کو پسند فرمایا، پھر عرب سے کنانہ، اور کنانہ سے قریش، اور قریش سے بنی ہاشم اور بنی ہاشم سے مجھے پسند کیا۔

بالفاظ دیگر پھر بنی ہاشم میں سے بنی عبدالمطلب کو چُنا پھر عبدالمطلب سے مجھے چُنا۔ اس کو روایت کیا ہے ابن سعد نے عبداللہ بن عمیر سے مرسلاً، اور اس نے اور بیہقی نے امام باقر سے اس کی تحسین کی اور یہ آخری الفاظ ابن سعد نے جعفر سے انھوں نے اپنے باپ سے۔

حدیث ۵۴ کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم:

ان اللہ عزوجل اصطفٰی کنانۃ من ولد اسمٰعیل واصطفٰی قریشا من کنانۃ واصطفٰی من قریش بنی ھاشم واصطفانی من بنی ھاشم[2]۔ رواہ مسلم والترمذی

بے شک اللہ عزوجل نے اولادِ اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کنانہ کو چُنا اور کنانہ سے قریش کو چُنا اور قریش سے بنی ہاشم کو چُنا، بنی ہاشم سے مجھ کو چُن لیا۔ اسے مسلم اور ترمذی نے

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن سعد عن عبداللہ بن عبید حدیث ۳۲۱۱۹، ۳۲۱۲۰، ۳۲۱۲۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۵۰
الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر من انتمٰی الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار صادر بیروت ۱/ ۲۰ و ۲۱
السنن الکبرٰی کتاب النکاح باب اعتبار النسب فی الکفاءۃ " " " ۷/ ۱۳۴
[2] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضل نسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۴۵
جامع الترمذی ابواب المناقب باب ما جاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰۱

www.alahazratnetwork.org

عن واثلۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ | واثلہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

حضور افضل ترین قبیلہ میں پیدا ہوئے

حدیث ۵۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتی کنت فی القرن الذی کنت فیہ۔ رواہ البخاری[1] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

میں ہر قرن وطبقہ میں بنی آدم کے بہترین طبقات میں بھیجا گیا یہاں تک کہ اس طبقے میں آیا جس میں پیدا ہوا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اسے بخاری نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

حدیث ۵۶: کہ فرمایا صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے:

خرجت من افضل حیین من العرب ھاشم وزھرۃ۔[2] رواہ ابن عساکر عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

میں عرب کے دو سب سے افضل قبیلوں بنی ہاشم و بنی زہرہ سے پیدا ہوا۔ اس کو روایت کیا ابن عساکر نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔

www.alahazratnetwork.org

حدیث ۵۷: کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

جب معد بن عدنان کی اولاد میں چالیس مرد ہوگئے ایک بار انھوں نے موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لشکر پر حملہ کرکے مال لے لیا، موسٰی علیہ السلام نے ان کے ضرر کی دعا فرمائی۔ رب عزوجل نے وحی بھیجی اے موسٰی! انھیں بد دعا نہ کرو کہ انھیں میں سے وہ نبی امی بشیر ونذیر ہوگا جو میرا پیارا ہے اور انھیں میں سے امت مرحومہ محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہوگی جو مجھ سے تھوڑے رزق پر راضی اور میں ان سے تھوڑے عمل پر راضی ہوں گا، فقط ایمان پر انھیں جنت دوں گا کہ ان میں ان کے نبی محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں گے (صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم) جو باوصف کمال رعب وداب ہونے کے متواضع ہوں گے۔

اخرجتہ من خیر جیل من امتہ | میں نے ان کو سب سے بہتر گروہ قریش سے

---

[1] صحیح البخاری کتاب المناقب باب صفۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۰۲

[2] تاریخ دمشق الکبیر باب ذکر طہارۃ مولدہ وطیب اصلہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۲۶

قریشا ثم اخرجته من بنی هاشم صفوۃ قریش فهم خیر من خیر رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

پیدا کیا، پھر قریش میں ان کے برگزیدہ بنی ہاشم سے، وہ بہتر سے بہتر ہیں۔ اس کو روایت کیا ہے طبرانی نے کبیر میں ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

نفس میں سب سے بہتر جان حضور

حدیث ۵۰۸، ۹۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اتانی جبریل فقال یا محمد ان اللہ بعثنی فطفت شرق الارض وغربها وسهلها وجبلها فلم اجد حیا خیرا من العرب ثم امرنی فطفت فی العرب فلم اجد حیا خیرا من مضر ثم امرنی فطفت فی مضر فلم اجد حیا خیرا من کنانۃ ثم امرنی فطفت فی کنانۃ فلم اجد حیا خیرا من قریش ثم امرنی فطفت فی قریش فلم اجد حیا خیرا من بنی هاشم ثم امرنی ان اختار من انفسهم فلم اجد فیها نفسا خیرا من نفسك۔ رواہ الامام الحکیم عن[۲] الامام الصادق عن الامام الباقر وصدرہ الی مضر الدیلمی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جبریل (علیہ السلام) نے حاضر ہو کر مجھ سے عرض کی کہ اللہ عزوجل نے مجھے بھیجا میں زمین کے پورب پچھم نرم وکوہ ہر حصے میں پھرا، کوئی قبیلہ عرب سے بہتر نہ پایا، پھر اس نے مجھے حکم دیا کہ میں نے تمام عرب کا دورہ کیا تو کوئی قبیلہ مضر سے بہتر نہ پایا۔ پھر حکم فرمایا، میں نے مضر میں تفتیش کی کوئی قبیلہ کنانہ سے بہتر نہ پایا، پھر حکم دیا میں نے کنانہ میں گشت کیا، کوئی قبیلہ قریش سے بہتر نہ پایا، پھر حکم دیا میں قریش میں پھرا کوئی قبیلہ بنی ہاشم سے بہتر نہ پایا۔ پھر حکم دیا کہ سب میں بہتر نفس تلاش کروں تو کوئی جان حضور کی جان سے بہتر نہ پائی، صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اسے روایت کیا ہے امام حکیم نے امام صادق سے انہوں نے امام باقر سے، اور اس کی ابتدار سے مضر تک دیلمی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے۔

---

[۱] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی فی الکبیر کتاب علامات نبوت باب فی کرامۃ النبی دار الکتاب بیروت ۸/۲۱۸

[۲] نوادر الاصول الاصل السابع والستون دار صادر بیروت ص ۹۶

www.alahazratnetwork.org

حدیث ۶۰ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

قال لی جبریل قلبت مشارق الارض ومغاربھا فلم اجد افضل من محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و قلبت مشارق الارض ومغاربھا فلم اجد ابا افضل من بنی ھاشم۔ رواہ الحاکم فی الکنی وابن عساکر[1] عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا بسند صحیح۔

(مجھ سے جبریل نے کہا) میں نے زمین کے پورب پچھم سے تلپٹ کئے کوئی شخص محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے افضل نہ پایا، نہ کوئی قبیلہ بنی ہاشم سے بہتر۔ اس کو روایت کیا ہے حاکم نے کُنٰی میں اور ابن عساکر نے ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے صحیح سند کے ساتھ۔

حدیث ۶۱ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الخلافۃ فی قریش[2]۔ رواہ احمد و الطبرانی فی الکبیر عن عتبۃ بن عبدان رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔

خلافت قریش میں ہے۔ اس کو روایت کیا احمد اور طبرانی نے کبیر میں عتبہ بن عبدان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صحیح سند کے ساتھ۔

ہم نے احادیث کو اسی مضمون سے شروع کیا تھا اور اسی پر ختم کیا کہ اول با آخر نسبتے دارد (کہ اول آخر کے ساتھ نسبت رکھتا ہے)۔

احکامات اور نکات

اور اب بعض دیگر احکام میں فرق دکھا کر اخلاق فاضلہ پھر نفع اخروی کی طرف توجہ کریں،

تین حکم تو یہ تھے:

(۱) نکاح

(۲) امامتِ صغرٰی

(۳) امامتِ کبرٰی

---

[1] کنز العمال بحوالہ الحاکم فی الکنی وابن عساکر عن عائشہ حدیث ۳۲۱۲۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۴۵۱

[2] مسند احمد بن حنبل عن عقبہ بن عبدان المکتب الاسلامی بیروت ۴/۱۸۵

المعجم الکبیر " " " حدیث ۲۹۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/۱۲۱

(۴) حکم چہارم، عرب کبھی بحالِ کفر بھی غلام نہ بنائے جائیں گے۔
(۵) حکم پنجم، ان کے مشرکوں پر جزیہ نہ رکھا جائے گا کہ ان میں جو غلام نہ بن سکے اس پر جزیہ بھی نہیں۔
(۶) حکم ششم، ان کی زمین سے کبھی خراج بھی نہ لیا جائے گا وہ بہرحال عشری ہے۔

درمختار میں ہے:

قتل الاساری ان شاء ان لم یسلموا او استرقہم او ترکہم احرارا ذمۃ لنا الا مشرکی العرب[1]۔

مشرکینِ عرب کے علاوہ دیگر عرب نژاد اگر اسلام نہ لائیں تو ان کے بارے میں اختیار ہے کہ قتل کریں یا آزاد یا انھیں غلام بنائے، ہمارے ذمے چھوڑ دے۔

اسی کی فصل فی الجزیہ میں ہے:

توضع علی کتابی ومجوسی ووثنی عجمی لجواز استرقاقہ فجاز ضرب الجزیۃ علیہ لاعلی وثنی عربی[2]۔

جزیہ مقرر کیا جائے گا کتابی، مجوسی اور بُت پرست پر، کیونکہ ان کا غلام بنانا جائز ہے، تو ان پر جزیہ مقرر کرنا جائز ہے، نہ کہ عربی بُت پرست پر۔

www.alahazratnetwork.org

اسی کے باب العشر میں ہے:

ارض العرب عشریۃ[3]۔

عرب کی زمین عشری ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

لان کما لارق علیہم لاخراج علی اراضیہم نہر وتمامہ فی الفتح[4]۔

اس لئے کہ جیسا کہ ان پر غلامی نہیں ہے ان کی زمینوں پر خراج بھی نہیں، نہر۔ اسکی کامل بحث فتح میں ہے۔

حدیث ۹۲: کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غزوۂ اوطاس میں فرمایا:

لوکان ثابتا علی احد من العرب رق کان الیوم[5]۔

اگر کوئی عرب غلام بن سکتا تو آج بنایا جاتا۔

---

[1] درمختار کتاب الجہاد باب المغنم مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۴۳
[2] " " فصل فی الجزیۃ " ۱/ ۳۵۱
[3] " " باب العشر والخراج والجزیۃ " ۱/ ۳۴۷، ۳۴۸
[4] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۵۴
[5] کنزالعمال بحوالہ الطب عن معاذ حدیث ۳۴۹۲۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۴۷

(۷) حکم ہفتم، نہایہ و تبیین و شامی و فتح و درر وغیرہا میں ہے:

تعزیر اشراف الاشراف وھم العلماء والعلویۃ بالاعلام بان یقول لہ القاضی بلغنی انک تفعل کذا فینزجر[1]۔

یعنی علماء و سادات سب سے اعلیٰ درجہ کے اشراف ہیں، ان سے اگر کوئی تقصیر موجب تعزیر واقع ہو کہ اراذل کرتے تو ضرب و حبس کے مستحق ہوتے، ان کے لئے اس قدر بس ہے کہ قاضی کہے مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ایسا کام کرتے ہیں اسی قدر ان کے زجر کو بس ہے۔

لغزشیں

حدیث ۶۳ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اقیلوا الکرام عثراتھم۔ رواہ ابن عساکر[2] عن ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا قطعۃ من حدیث۔

کریموں کی لغزشوں سے درگزر کرو۔ اس کو روایت کیا ہے ابن عساکر نے حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے۔ یہ حدیث کا ایک ٹکڑا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

حدیث ۶۴ تا ۶۶ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

تجافوا عن عقوبۃ ذی المروءۃ الا فی حد من حدود اللہ تعالٰی[3]۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط عن زید بن ثابت ووصلہ فی کتاب مکارم الاخلاق

اصحاب مروت کی سزا سے درگزر کرو مگر حدود الٰہیہ سے کسی میں۔ اسے روایت کیا ہے طبرانی نے اوسط میں زید بن ثابت سے، اور اس کا ابتدائی حصہ ان کی کتاب مکارم الاخلاق میں ہے اور

---

[1] ردالمحتار کتاب الحدود باب التعزیر داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۸۸
تبیین الحقائق بحوالہ النہایہ کتاب الحدود " المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۳/ ۲۰۸
فتح القدیر کتاب الحدود " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۱۱۲

[2] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن عائشہ رضی اللہ عنہا حدیث ۱۵۰۵۷ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۱۱۰

[3] " " طس عن زید بن ثابت حدیث ۱۲۹۸۰ " " " ۵/ ۳۱۰
" بحوالہ طب فی مکارم الاخلاق وابی بکر بن المرزبان ۱۲۹۸۱ " " " ۵/ ۳۱۱

۲۳ ولابی بکر بن المرزبان فی کتاب المروءة عن ابن عمرو لمعناه مع زیادة لهذا عن الامام جعفر الصادق رضی اللہ تعالٰی عنهم وفی الباب غیرهم۔

ابوبکر بن مرزبان کی کتاب "المروۃ" میں ابن عمرسے اور اسی معنی کے ساتھ کچھ زیادہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہے اور اس باب میں ان کے غیر سے روایت ہے۔

حدیث ۶۷ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اقبلوا ذوی الهیئات عثراتهم الا الحدود۔ رواہ احمد[1] والبخاری فی الادب المفرد وابو داؤد عن ام المومنین الصدیقة رضی اللہ تعالٰی عنها۔

عزت داروں کی لغزشیں معاف کرو مگر حدود۔ اس کو احمد اور بخاری نے ادب المفرد میں اور ابوداؤد نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔

تذییل: تعظیم

www.alahazratnetwork.org

حدیث ۶۸ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لایقوم الرجل من مجلسه الا لبنی هاشم۔ رواہ الخطیب[2] عن ابی امامة رضی اللہ تعالٰی عنه۔

آدمی اپنی جگہ چھوڑ کر کسی کے لئے نہ اُٹھے سوائے بنی ہاشم کے۔ اسے روایت کیا ہے خطیب نے ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

دوسری روایت میں ہے:

یقوم الرجل من مجلسه لاخیه الا بنی هاشم لایقومون لاحد۔ رواہ

ہر شخص اپنے بھائی کے لئے اپنی مجلس سے اٹھے مگر بنی ہاشم کسی کے لئے نہ اٹھیں۔ اس کو

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۱۸۱
الادب المفرد حدیث ۴۶۵ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ص ۱۳۳
سنن ابوداؤد کتاب الحدود باب فی الحد یشفع فیہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۴۵
کنز العمال بحوالہ حم خد عن عائشہ حدیث ۱۲۹۷۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۵/ ۳۰۹
[2] تاریخ بغداد ترجمہ محمد بن علی ۱۰۷۶ دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۸۸

الطبرانی[1] فی الکبیر والخطیب۔ طبرانی نے کبیر میں اور خطیب نے روایت کیا۔

اخلاقِ فاضلہ

مشاہدہ شاہد اور تجربہ گواہ ہے کہ شریف قومیں بحیثیت مجموعی دیگر اقوام سے حیا، حمیت، تہذیب، مروت، سخاوت، شجاعت، سیرچشمی، فتوت، حوصلہ، ہمت، صفائے قریحت وغیرہا بکثرت اخلاقِ حمیدہ، موہوبہ، مکسوبہ میں زائد ہوتی ہیں اور سب کا آدم وحوا علیہما الصلوۃ والسلام ایک ماں باپ ہونا جس طرح تفاوت افراد کا نافی نہیں ایک آدمی لاکھ کے برابر ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لیس شیئ خیرا من الف مثلہ الا الانسان۔ اخرجہ الطبرانی[2] فی الکبیر والضیاء فی المختارۃ عن سلمان الفارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

انسان کے سوا کوئی چیز اس کی ہم جنس ہزار کے برابر نہیں ہوسکتی۔ اس کو بیان کیا ہے طبرانی نے کبیر میں اور ضیاء نے مختارہ میں سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

یوں ہی تفاوت اصناف واقوام کا منافی نہیں۔ قریش کی جرأت، شجاعت، سماحت، فتوت، قوت، شہامت، اسلام وجاہلیت دونوں میں شہرۂ آفاق رہی ہے، اور ان میں بالخصوص بنی ہاشم یوں ہی جاہلیت میں بنی باہلہ خست ودناءت سے معروف تھے۔ حتی قال قائلھم (ان میں سے ایک نے کہا۔ ت):

وما ینفع الاصل بنی ھاشم اذا کانت النفس من باھلہ
ولو قیل للکلب یا باھلی عوی الکلب من لؤم ھذا النسب[3]

(بنی ہاشم سے اصل کا ہونا نافع نہیں جب وہ بنی باہلہ کا فرد ہو۔
جب کتے کو "یا باہلی" کہا جائے تو وہ اس نسب کی شرمساری سے ماند ہوجاتا ہے۔ ت)

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۷۹۳۶ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/۲۸۹
کنز العمال بحوالہ الطب والخطیب عن ابی امامہ حدیث ۴۳۹۱۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۴۳
[2] المعجم الکبیر حدیث ۶۰۹۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۶/۲۳۸
کنز العمال بحوالہ الطب والضیاء عن سلمان حدیث ۳۴۶۱۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۱۹۱
[3] سیر اعلام النبلاء ترجمہ قتیبہ بن مسلم ۱۶۰ ۴/۴۱۱-۴۱۰

اسی تفاوت ہمت کے باعث ہے کہ دنیا و دین دونوں کی سلطنتیں یعنی سلطنتِ ملک سلطنتِ علم ہمیشہ شریف ہی اقوام میں رہی، دوسری قوموں کا اس میں حصہ معدوم یا کالمعدوم ہے۔ عجم میں جو شریف قومیں تھیں اور ہیں خصوصاً اہل فارس ـــ حدیث ۳۶ کے تتمہ میں ہے،

وخیر العجم فارس[1] (عجمیوں میں بہتر فارس ہیں) تو مصداق حدیث صحیح :

لوکان العلم معلق بالثریا لیناله رجل من اھل فارس۔ اصل الحدیث فی الصحیحین عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه و لفظ مسلم لوکان الدین عند الثریا لذھب به رجل من فارس او قال من ابناء فارس حتی یتناوله[2]۔ اعنی امام الائمة، مالك الازمة، کاشف الغمة، سراج الامة، سیدنا امام ابوحنیفة ورواہ الطبرانی فی الکبیر[3] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهما

علم اگر ثریا پر (کہ آٹھویں آسمان کے ستاروں سے ہے) آویزاں ہوتا تو ایک مرد فارسی وہاں سے لے آتا۔ اصل حدیث بخاری و مسلم میں ابوہریرہ سے ہے، اور مسلم کے الفاظ یہ ہیں، اگر دین ثریا پر ہوتا تب بھی فارس کا ایک شخص اس کو حاصل کر لیتا۔ یا فرمایا : فارس کی اولاد میں سے اس کو حاصل کر لیتا۔ وہ شخص امام الائمہ، مالک الازمہ، کاشف الغمہ، سراج الامہ سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں اور اس کو طبرانی نے کبیر میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا فارسی ہونا کیا مضر، خصوصاً اولادِ کسرٰی کہ فارس کی اعلٰی نسل شمار ہوتی ہے جو ہزار ہا سال صاحبِ تاج و تخت رہی اور ان کی مجوسیت شریف قوم گنے جانے کے منافی نہیں، جیسے قریش کہ زمانۂ جاہلیت میں بت پرست تھے اور بلاشبہ وہ تمام جہان کی اقوام سے افضل قوم ہے۔ انہیں فارسیوں میں امام بخاری بھی ہیں (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ)، یونہی خراسانی کہ وہ بھی فارسی ہیں، بلکہ تیسیر میں زیر حدیث :

لوکان الایمان عند الثریا لتناوله رجال[4] اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوتا تو اس کے علاقے

---

[1] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۸۹۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۱۶۹
کنز العمال حدیث ۳۴۱۰۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۸۴

[2] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضل فارس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۱۲

[3] المعجم الکبیر عن عبداللہ ابن عباس حدیث ۱۰۴۷۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۰/۲۵۱

من فارس۔ (یعنی فارس) کے لوگ اس کو حاصل کرلیتے۔

قیل المراد بفارس ھنا اھل خراسان[1] (کہا جاتا ہے فارس سے مراد یہاں اہلِ خراسان ہیں۔ت) اور نسب بلادِ مثل خراسان و بلخ و مرو و تستر کا ذکر خارج از بحث ہے۔

شرافت و دنارت کسی شہر کی سکونت پر نہیں، نہ بعض اکابر کا کوئی پیشہ کرنا اس کے جواز سے زائد دلیل نادر پر حکم۔ فرق ہے اس میں کہ فلاں امام نے قناجی کی اور فلاں نساج کو قوم نساجین سے تھا امام ہوگیا، تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے بکریاں چرائیں، اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ فلاں گڈریا نبی ہوگیا، اور سُوبات کی ایک بات وُہ ہے جس کی طرف ہم نے صدرِ کلام میں اشارہ کیا کہ موازنہ بحیثیت مجموعی ہے نہ کہ فرداً فرداً، اور حکم کے لئے غالب بلکہ اغلب کافی، اور شک نہیں کہ یُوں اخلاقِ فاضلہ میں شریف قوموں کا حصّہ غالب ہے اور احادیث کثیرہ اس پر ناطق، متعدد احادیث سے گزرا کہ:

ایک قریش کی قوت دو مردوں کے برابر ہوتی ہے، اور ایک قریش کی امانت دو آدمیوں کے مثل۔

حدیث ۶۹ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

www.alahazratnetwork.org

اذا اختلف الناس فالعدل فی مضر۔ رواہ الطبرانی[2] فی الکبیر عن ابن عباس۔

جب لوگ مختلف ہوں تو عدل قوم مضر میں ہے (جن میں سے قریش ہیں)۔ اس کو روایت کیا ہے طبرانی نے کبیر میں ابن عباس سے۔

حدیث ۷۰ کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

قسم الحیاء عشرۃ اجزاء فتسعۃ فی العرب وجزء فی سائر الناس۔ رواہ الخطیب[3] فی البخلاء عن محمد بن مسلم۔

حیا کے دس حصّے کئے گئے ان میں سے نو حصّے عرب میں ہیں اور ایک باقی تمام لوگوں میں۔ اس کو روایت کیا ہے خطیب نے بخلاء میں محمد بن مسلم سے۔

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث لوکان الایمان عند الثریا الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/۳۰۹

[2] المعجم الکبیر حدیث ۱۱۴۱۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/۱۴۸

[3] کنز العمال بحوالہ الخطیب فی کتاب البخلاء حدیث ۳۴۱۱۷ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۸۸

حدیث ۱، کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان فلانا اھدی الیّ ناقۃ فعوضتہ منھا ست بکرات فظل ساخطا لقد ھممت ان لا اقبل ھدیۃ الامن قرشی او انصاری اوثقفی اودوسی ۔ الحدیث، رواہ احمد[1] والترمذی والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔

بے شک فلاں شخص نے ایک ناقہ نذر دیا تھا میں نے اس کے بدلے چھ جوان ناقے عطا فرمائے اور وہ ناراض ہی رہا، بے شک میرا ارادہ ہوا کہ ہدیہ قبول نہ کروں مگر قریشی یا انصاری یا ثقفی یا دوسی کا، الحدیث، اس کو روایت کیا ہے احمد اور ترمذی اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صحیح سند کے ساتھ۔

قال المناوی فی التیسیر لانھم لمکارم اخلاقھم وشرف نفوسھم وطیب عنصرھم لا تطمح نفوسھم الی ماینتظر الیہ السفلۃ والرعاع من استکثار العوض علی الھدیۃ[2]

مناوی نے تیسیر میں کہا کہ وہ اپنے کرمِ اخلاق اور شرافت کے باعث کمینوں کی طرح ہدیہ پر زیادہ معاوضے کے نگران نہیں رہتے۔

www.alahazratnetwork.org

امانت دار

حدیث ۲، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یملی مصاحفنا الاغلمان قریش وغلمان ثقیف ۔ رواہ ابونعیم[3] عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ہمارے مصحف نہ لکھیں مگر قریش و ثقیف کے لڑکے (یہ باب امانت سے ہوا) اسے ابونعیم نے جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

حدیث ۳، و ۴، کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

---

[1] جامع الترمذی ابواب المناقب باب فی ثقیف وبنی حنیفہ امین کمپنی دہلی ۲/۲۳۳
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۹۲
[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ان فلانا اہدی لی ناقۃ الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/۳۲۴
[3] کنز العمال بحوالہ ابی نعیم عن جابر حدیث ۳۲۹۸۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۴۷

ان قریشا اهل صدق و امانة فمن بغی لهم العواثر کبه الله علی وجهه ۔ رواه الامام الشافعی وابوبکر بن ابی شیبة والامام احمد[1] والبخاری فی الادب المفرد وابن جریر والشاشی والطبرانی والضیاء عن رفاعة بن رافع الزرقی وابن النجار عن جابر بن عبد الله رضی الله تعالٰی عنه ۔

بیشک قریش راستی و امانت والے ہیں تو جو ان کی لغزشیں چاہے اللہ اسے منہ کے بل اوندھا کردے۔ اسے روایت کیا ہے امام شافعی اور ابوبکر بن ابی شیبہ اور امام احمد اور بخاری نے ادب المفرد میں اور ابن جریر اور شاشی اور طبرانی اور ضیاء نے رفاعہ بن رافع الزرقی سے اور ابن النجار نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

چار خصلتیں

حدیث ۵، کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان فیهم لخصالا اربعا انهم اصلح الناس عند فتنة واسرعهم اقامة بعد مصیبة واوشکهم کرة بعد فرة وخیرهم لمسکین ویتیم واسمحهم من ظلم الملوک ۔ رواه ابونعیم فی الحلیة[2] عن المستورد الفهری رضی الله تعالٰی عنه ۔

www.alahazratnetwork.org

یعنی قریش یا بنی ہاشم میں چار خصلتیں ہیں، فتنہ کے وقت وہ سب سے زائد صلاح پر ہوتے اور مصیبت کے بعد سب سے پہلے ٹھیک ہوجاتے اور لڑائی میں پسپا بھی ہوں تو سب سے جلد تر دشمن پر پلٹ پڑتے ہیں اور مسکین و یتیم و مملوک کے حق میں سب سے بہتر ہیں۔ اس کو روایت کیا ہے ابونعیم نے حلیہ میں المستورد الفہری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث رفاعہ بن رافع المکتب الاسلامی بیروت ۴/۳۴۰
المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الفضائل حدیث ۱۲۴۳۳ ادارۃ القرآن کراچی ۱۲/۱۶۸
المعجم الکبیر حدیث ۴۵۴۴ و ۴۵۴۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۵/۴۵ و ۴۶
[2] حلیۃ الاولیاء ترجمہ عبداللہ بن وہب ۴۲۵ دار الکتاب العربی بیروت ۸/۳۲۹
کنز العمال بحوالہ حل عن المستورد الفہری حدیث ۳۳۸۰۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۳۸
" " " " " " " ۳۳۹۰۳ " " ۱۲/۴۰ و ۴۱

نیک عورتیں

حدیث ۶۰ تا ۸۰، کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

خیر النساء رکبن الابل صالح نساء قریش احناہ علی ولد فی صغرہ وارعاہ علی زوج فی ذات یدہ۔ رواہ[1] احمد و البخاری ومسلم عن ابی ھریرۃ و ابوبکر بن ابی شیبۃ عن مکحول مرسلاً وابن سعد فی طبقاتہ عن ابن ابی نوفل رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

عرب کی سب عورتوں میں بہتر قریش کی نیک بیویاں ہیں، اپنے چھوٹے بچے پر سب سے زیادہ مہربان اور اپنے شوہر کے مال کی سب سے بڑھ کر نگہبان۔ اسے روایت کیا ہے احمد اور بخاری اور مسلم نے ابوہریرہ سے اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے مکحول سے مرسلاً اور ابن سعد نے اپنے طبقات میں ابن ابی نوفل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

حدیث ۹، کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الناس معادن کمعادن الذھب و الفضۃ والعرق دساس وادب السوء کعرق السوء۔ رواہ البیھقی[2] فی شعب الایمان والخطیب عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

جیسے سونے چاندی کی مختلف کانیں ہوتی ہیں یونہی آدمیوں کی ہیں، اور رگ خفیہ اپنا کام کرتی ہے اور برا ادب بری رگ کی طرح ہے۔ اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں اور خطیب نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے۔

یہیں سے کہتے ہیں کہ: اصل بد از خطا، خطا نہ کند (بداصل غلطی کا مرتکب رہتا ہے۔ ت)

کفو میں شادی

حدیث ۸۰ تا ۸۲ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

---

[1] صحیح البخاری کتاب النفقات باب حفظ المرأۃ زوجہا فی ذات یدہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۰۸
صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل نساء قریش " " " ۲/۳۰۸-۳۰۷
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۶۹، ۳۱۹، ۳۹۳، ۵۰۲

[2] شعب الایمان حدیث ۱۰۹۳۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۷/۴۵۵
تاریخ بغداد ترجمہ احمد بن اسحاق بن صالح الخ دار الکتاب العربی بیروت ۴/۳۰

تخیروا لنطفکم فانکحوا الاکفاء، وانکحوا الیھم[1] وفی لفظ فان النساء یلدن اشباہ اخوانھن واخواتھن۔ رواہ ابن ماجۃ والحاکم والبیھقی والحاکم فی السنن وباللفظ الاٰخر ابن عدی وابن عساکر کلھم عن ام المؤمنین الصدیقۃ صدرہ عن تمام والضیاء وابی نعیم فی الحلیۃ عن انس وعند ابی عدی والدیلمی عن ابن عمر۔

اپنے نطفہ کے لئے اچھی جگہ تلاش کرو، کفو میں بیاہ ہو، اور کفو سے بیاہ کر لاؤ کہ عورتیں اپنے ہی کنبے کے مشابہ جنتی ہیں۔ اس کو روایت کیا ہے ابن ماجہ اور حاکم اور بیہقی نے اور حاکم نے سنن میں، اور دوسرے الفاظ میں ابن عدی وابن عساکر سب نے ام المومنین صدیقہ سے، حدیث کا ابتدائی حصہ تمام، ضیاء اور ابونعیم کی حلیہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور ابن عدی و دیلمی کے ہاں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے۔

حدیث ۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

تزوجوا فی الحجز الصالح فان العرق دساس۔[2] رواہ ابن عدی والدارقطنی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

alahazratnetwork.org

اچھی نسل میں شادی کرو کہ رگ خفیہ اپنا کام کرتی ہے۔ اس کو روایت کیا ہے ابن عدی اور دارقطنی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

حدیث ۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

ایاکم وخضراء الدمن المرأۃ الحسناء فی المنبت السوء۔[3] رواہ

گھورے کی ہریالی سے بچو، بری نسل میں خوب صورت عورت۔ اس کو روایت

---

۱ سنن ابن ماجہ ابواب النکاح، باب الاکفاء ص ۱۴۱ ۔ السنن الکبریٰ، کتاب النکاح، باب اعتبار الکفاءۃ ۷/۱۳۳
المستدرک للحاکم کتاب النکاح باب تخیروا لنطفکم الخ دار الفکر بیروت ۲/۱۶۳

۲ الکامل لابن عدی ترجمہ عیسیٰ بن عبداللہ الخ دار الفکر بیروت ۵/۱۸۸۳
کنز العمال بحوالہ عد وابن عساکر عن عائشہ حدیث ۴۴۵۵۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/۲۹۵

۳ الکامل لابن عدی ترجمہ ولید بن محمد الموقری دار الفکر بیروت ۷/۲۵۳۵
کنز العمال بحوالہ عد عن انس حدیث ۴۴۵۵۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/۲۹۶

الرامهرمزی[1] فی الامثال والدارقطنی فی الافراد والدیلمی فی مسند الفردوس عن ابی سعید الخدری رضی اللّٰه تعالٰی عنه۔

کیا ہے رامہرمزی نے امثال میں اور دارقطنی نے افراد میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں ابن سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

حدیث ۸۵ و ۸۶ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

العرب للعرب اکفاء والموالی للموالی اکفاء الاحائك او حجام۔ رواہ البیہقی[2] عن ام المومنین وعن ابن عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنهم۔

عرب عرب کے کفو ہیں اور موالی موالی کے، مگر جولاہا یا حجام۔ اس کو روایت کیا ہے بیہقی نے ام المومنین وابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے۔

نفع آخرت

ظاہر ہے کہ اخلاقِ فاضلہ باعثِ اعمالِ صالحہ ہیں، اور اعمالِ صالحہ نفعِ آخرت، اور اس خصوص میں نصوص بکثرت۔

حدیث ۸۷ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

www.alahazratnetwork.org

قریش علی مقدمة الناس یوم القیٰمة ولولا ان تبطر قریش لاخبرتها بما لمحسنها من الثواب عند اللّٰه۔ رواہ ابن عدی[3] عن جابر رضی اللّٰه تعالٰی عنه۔

قریش روزِ قیامت سب لوگوں سے آگے ہوں گے اور اگر قریش کے اترا جانے کا خیال نہ ہوتا تو میں انھیں بتا دیتا کہ ان کے نیک کے لئے اللہ کے یہاں کیا ثواب ہے۔ اس کو روایت کیا ہے ابن عدی نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

---

[1] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۱۵۳۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۳۸۲
کنز العمال بحوالہ الرامہرمزی فی الامثال حدیث ۴۴۵۸۷ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/۳۰۰
[2] السنن الکبرٰی کتاب النکاح باب اعتبار الصنعۃ فی الکفاءۃ دارصادر بیروت ۷/۱۳۴ و ۱۳۵
[3] الکامل لابن عدی ترجمہ اسمٰعیل بن یحیٰی مدنی دارالفکر بیروت ۱/۲۹۹
کنز العمال بحوالہ عد عن جابر حدیث ۳۳۸۱۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۲۵

روزِ قیامت حضور سے قریب تر قریش ہوں گے

حدیث ۸۰۸: کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم:

ان لواء الحمد یوم القیامۃ بیدی وان اقرب الخلق من لوائی یومئذ العرب۔ رواہ الامام الترمذی الحکیم والطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی شعب الایمان عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بے شک روزِ قیامت لواء الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا، اور بے شک اس دن تمام مخلوق میں عرب میرے نشان سے زیادہ قریب ہوں گے۔ اسے روایت کیا ہے امام ترمذی حکیم نے اور طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابوموسٰی اشعری رضی اللہ عنہ سے۔

حدیث ۸۰۹: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم:

اول من اشفع لہ یوم القیٰمۃ من امتی اھل بیتی ثم الاقرب فالاقرب من قریش ثم الانصار ثم من اٰمن بی واتبعنی من الیمن ثم من سائر العرب ثم الاعاجم ومن اشفع لہ اولا افضل۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر والدارقطنی فی الافراد والمخلص فی الفوائد عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

روزِ قیامت میں سب سے پہلے اہل بیت کی شفاعت فرماؤں گا، پھر درجہ بدرجہ زیادہ نزدیک ہیں قریش تک، پھر انصار، پھر وہ اہل یمن جو کہ مجھ پر ایمان لائے اور میری پیروی کی، پھر باقی عرب، پھر اہل عجم، اور میں جس کی شفاعت پہلے کروں وہ افضل ہے۔ اس کو روایت کیا ہے طبرانی نے کبیر میں اور دارقطنی نے افراد میں اور مخلص نے فوائد میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰے عنہما سے۔

۱؎ شعب الایمان — حدیث ۱۴۱۳ — دار الکتب العلمیہ بیروت — ۲/۲۳۲
کنز العمال بحوالہ الحکیم طب ہب — حدیث ۳۳۹۲۹ — موسسۃ الرسالہ بیروت — ۱۲/۴۶
مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی کتاب المناقب باب ماجاء فی فضل العرب — دار الکتاب بیروت — ۱۰/۵۲
۲؎ المعجم الکبیر عن ابن عمر — حدیث ۱۳۵۵۰ — المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت — ۱۲/۴۲۱
کنز العمال بحوالہ طب ک — حدیث ۳۴۱۴۵ — موسسۃ الرسالہ بیروت — ۱۲/۹۴

ترجیح قریش کی ہوگی

حدیث ۹۰ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لو انی اخذت بحلقۃ باب الجنۃ ما بدأت الا بکم یا بنی ھاشم۔ رواہ الخطیب[1] عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

میں دروازۂ بہشت کی زنجیر ہاتھ میں لوں، تو اے بنی ہاشم! پہلے میں تمہیں سے شروع کروں۔ اسے روایت کیا ہے خطیب نے انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

حدیث ۹۱ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اترون انی اذا تعلقت بحلق ابواب الجنۃ اوثر علی بنی عبد المطلب احدا۔ رواہ ابن النجار[2] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

کیا یہ خیال کرتے ہو کہ جب میں دریائے جنت کی زنجیر ہاتھ میں لوں اُس وقت اولادِ عبد المطلب پر کسی اور کو ترجیح دُوں گا۔ اس کو روایت کیا ہے ابن النجار نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے۔

www.alahazratnetwork.org

حضور سے قرابت

حدیث ۹۲ تا ۹۴ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

کل سبب ونسب منقطع یوم القیامۃ الا سببی ونسبی۔ رواہ البزار[3] والطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرک

ہر علاقہ اور رشتہ روزِ قیامت قطع ہو جائیگا مگر میرا علاقہ اور رشتہ۔ اسے روایت کیا ہے بزار اور طبرانی نے کبیر میں اور حاکم نے مستدرک

---

[1] تاریخ بغداد ترجمہ عبداللہ بن الحسن ۵۰۵۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۹/۴۳۹

[2] کنز العمال بحوالہ ابن النجار عن ابن عباس حدیث ۳۳۹۰۴ موسستہ الرسالہ بیروت ۱۲/۴۱

[3] المعجم الکبیر حدیث ۲۶۳۳ تا ۲۶۳۵ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۳/۴۵ و حدیث ۱۱۶۲۱ ۱۱/۲۴۳
السنن الکبرٰی کتاب النکاح بیروت ۷/۱۱۴ و المستدرک کتاب معرفۃ الصحابۃ ۳/۱۴۲
کنز العمال حدیث ۳۱۹۱۴ موسستہ الرسالہ بیروت ۱۱/۴۰۹

وصححه وقال الذهبی اسناده صالح والدارقطنی والبیهقی فی السنن والضیاء فی المختارة عن امیر المومنین عمر، والطبرانی عن ابن عباس وعن المسور بن مخرمة رضی الله تعالٰی عنهم، وهو عند احمد والحاکم والبیهقی عن المسور فی حدیث اوله فاطمة بضعة منی[1] وحدیث الفاروق مع قصة تزوجه سیدتنا ام کلثوم بنت علی رضی الله تعالٰی عنهم رواه سعید بن منصور فی سننه وابن سعد فی الطبقات وابونعیم فی المعرفة وابن عساکر بطرق وابن راهویة مختصرا۔

میں اور اسے صحیح کہا، اور ذہبی نے کہا اس کی سند صالح ہے۔ اور دارقطنی اور بیہقی نے سنن میں اور ضیاء نے مختارہ میں امیر المومنین عمر سے، اور طبرانی نے ابن عباس اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے۔ اور یہ حدیث احمد، حاکم اور بیہقی کے ہاں مسور سے مروی ہے اس حدیث کے اول میں ہے فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا میرے گوشت کا قطعہ ہے، اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث مع قصہ حضرت سیدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا کا اپنے ساتھ نکاح، فرمی سعید بن منصور نے سنن میں اور ابن سعد نے طبقات میں اور ابونعیم نے معرفۃ الصحابہ میں اور ابن عساکر نے متعدد طرق سے اور ابن راہویہ نے مختصراً روایت کیا ہے۔

حدیث ۵۹ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

کل نسب وصهر ینقطع یوم القیمة الا نسبی وصهری۔ رواه ابن عساکر[2] عن عبد الله بن امیر المؤمنین عمر رضی الله تعالٰی عنهما۔

ٹوپی اور پاچے کے سب رشتے قیامت میں منقطع ہو جائیں گے مگر میرے رشتے۔ اس کو روایت کیا ابن عساکر نے عبد اللہ بن امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لوگوں کو جمع کیا اور منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا،

ما بال اقوام یزعمون ان قرابتی

کیا حال ہے ان لوگوں کا کہ زعم کرتے ہیں کہ میری

---

[1] السنن الکبرٰی کتاب النکاح ۷/۶۴ و المستدرک کتاب معرفۃ الصحابۃ ۳/۱۵۸
کنز العمال بحوالہ حم ک حدیث ۳۴۲۲۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۱۰۸

[2] " " ابن عساکر " ۳۱۹۱۵ " " " ۱۱/۴۰۹

لاتنفع کل سبب ونسب منقطع یوم القیٰمۃ الانسبی وسببی فانھا موصولۃ فی الدنیا والاٰخرۃ۔ رواہ البزار۔[1]

قرابت نفع نہ دے گی ہر علاقہ و رشتہ قیامت میں منقطع ہوجائے گا مگر میرا رشتہ اور علاقہ کہ دنیا و آخرت میں جُڑا ہُوا ہے۔ اس کو بزار نے روایت کیا ہے۔

دوسری حدیث صحیح میں یُوں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے برسرِ منبر فرمایا:

مابال رجال یقولون ان رحم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتنفع قومہ یوم القیٰمۃ بلٰی واللہ ان رحمی موصولۃ فی الدنیا والاٰخرۃ۔ رواہ الحاکم[2] عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ وصححہ ابن حجر فی غیر ما مقام۔

کیا خیال ہے ان شخصوں کا کہ کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی قرابت روزِ قیامت ان کی قوم کو نفع نہ دے گی، خدا کی قسم میری قرابت دنیا و آخرت میں پیوستہ ہے۔ اسے روایت کیا حاکم نے ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، اس کو ابن حجر نے کئی مقام پر صحیح قرار دیا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

حدیث ۹۷ تا ۱۰۱ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور فرمایا:

مابال اقوام یزعمون ان رحمی لاتنفع بل حتی حاء وحکم۔ رواہ الحاکم و ابن عساکر عن ابی بردۃ ومعناہ عند الطبرانی و ابن مندۃ والدیلمی عن ابی ھریرۃ وابن عمر وعمار معًا رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین وبوجہ اٰخر عند الطبرانی فی الکبیر عن ام ھانی رضی اللہ تعالٰی عنہ وسیأتی۔

کیا حال ہے ان لوگوں کا کہ گمان کرتے ہیں کہ میری قرابت نفع نہ دے گی، ہاں نفع دے گی یہاں تک کہ قبائل حاء و حکم دو قبیلۂ یمن کو۔ اسے روایت کیا ہے ابن عساکر نے ابی بردہ سے۔ اسی معنی کو طبرانی، ابن مندہ اور دیلمی نے حضرت ابوہریرہ، ابن عمر اور عمار سے اجتماعی طور پر روایت کیا ہے رضی اللہ عنہم۔ اور ایک اور طریق سے طبرانی نے کبیر میں ام ہانی رضی اللہ عنہا سے، اور ابھی یہ روایت آئے گی۔

---

[1] مجمع الزوائد بحوالہ البزار کتاب علامات النبوۃ باب فی کرامتہ صلے اللہ علیہ وسلم دار الکتاب بیروت ۸/ ۲۱۶

[2] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ من اہان قریشًا اہانہ اللہ دار الفکر بیروت ۴/ ۷۴

مجمع الزوائد باب ماجاء فی حوض النبی صلی اللہ علیہ وسلم دار الکتاب بیروت ۱۰/ ۳۶۴

[3] " کتاب المناقب باب مناقب ام ہانی رضی اللہ عنہا " " " ۹/ ۲۵۷

جنّت میں بلند درجے والا کون!

حدیث ۱۰۲ و ۱۰۳: کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

رأیت کانی دخلت الجنۃ فرأیت لجعفر درجۃ فوق درجۃ زید فقلت ماکنت اظن ان زیدا دون جعفر فقال جبریل ان زیدا لیس بدون جعفر ولکنا فضلنا جعفرا لقرابتہ منک۔ رواہ الحاکم[1] عن ابن عباس وابن سعد فی الطبقات عن محمد بن عمر بن علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہم مرسلا، وھذا لفظ ملفق بینھما

میں جنّت میں گیا تو ملاحظہ فرمایا کہ جعفر بن ابی طالب کا درجہ زید بن ثابت کے درجے سے اوپر ہے، میں نے کہا مجھے گمان نہ تھا کہ زید جعفر سے کم ہے، جبریل نے عرض کی زید جعفر سے کم تو نہیں مگر ہم نے جعفر کا درجہ اس لئے زیادہ کیا ہے کہ انھیں حضور سے قرابت ہے۔ اس کو روایت کیا ہے حاکم نے ابن عباس سے اور ابن سعد نے طبقات میں محمد بن عمر بن علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مرسلاً، اور یہ لفظ دونوں میں مختلف ہے۔

www.alahazratnetwork.org

حدیث ۱۰۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من قرأ القراٰن فاستظھرہ فاحل حلالہ وحرم حرامہ ادخلہ اللہ بہ الجنۃ وشفعہ فی عشرۃ من اھل بیتہ کلھم قد وجبت لہ النار۔ رواہ ابن ماجۃ[2] والترمذی عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ۔

جس نے قرآن حفظ کیا اور اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام ٹھہرایا اللہ تعالٰی اس کی برکت سے اسے جنت میں داخل کرے گا اور اس کے اہل خانہ کے دس افراد کے متعلق اس کی سفارش قبول ہوگی جن پر جہنم واجب ہوچکی تھی۔ اس کو روایت کیا ہے ابن ماجہ اور ترمذی نے امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ۔

---

[1] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ترجمہ جعفر بن ابی طالب دار صادر بیروت ۴/ ۳۸
المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۳/ ۲۱۰
[2] جامع الترمذی ابواب فضائل القرآن باب ما جاء فی فضل قاری القرآن امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۱۴
سنن ابن ماجہ باب فضل من تعلم القرآن وعلمہ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹

شفاعت اور مغفرت

حدیث ۱۰۵: کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم:

الحاج یشفع فی اربع مائۃ من اھل بیت اوقال من اھل بیتہ ویخرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ۔ رواہ البزار[۱] عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

چارسو عزیزوں قریبوں کے حق میں حاجی کی شفاعت قبول ہوگی۔ حاجی گناہ سے ایسے نکل جاتا ہے جیسا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ اس کو روایت کیا ہے بزار نے ابوموسٰی اشعری رضی اللہ عنہ سے۔

حدیث ۱۰۶: کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم:

الشھید یشفع فی سبعین من اھل بیتہ۔ رواہ ابوداؤد[۲] وابن حبان فی صحیحہ عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

شہید کی شفاعت اس کے ستر اقارب کے بارے میں مقبول ہوگی۔ اس کو ابوداؤد اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں ابوالدرداء رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا۔

www.alahazratnetwork.org

حدیث ۱۰۷: کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم:

الشھید یغفر لہ اول دفقۃ من دمہ ویزوج حورا وین ویشفع فی سبعین من اھل بیتہ رواہ الطبرانی[۳] فی الاوسط بسند حسن عن ابی ھریرۃ

شہید کے بدن سے پہلی بار جو خون نکلتا ہے اس کے ساتھ ہی اس کی مغفرت فرما دی جاتی ہے، اور دو نکلتے ہی دو حوریں اس کی خدمت کو آجاتی ہیں، اور اپنے گھر والوں سے ستر اشخاص کی شفاعت کا اسے اختیار دیا جاتا ہے۔ اسے

---

[۱] کنز العمال بحوالہ البزار عن ابی موسٰی حدیث ۱۱۸۰۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۵/۱۴
الترغیب والترہیب بحوالہ البزار کتاب الحج حدیث ۱۵ مصطفٰی البابی مصر ۲/۱۶۶
مجمع الزوائد " " باب دعاء الحاج والحاج دار الکتاب بیروت ۳/۲۱۱

[۲] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی الشہید یشفع آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۴۱
موارد الظمآن حدیث ۱۶۱۲ المطبعۃ السلفیۃ ص ۳۸۸

[۳] المعجم الاوسط حدیث ۳۳۲۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/۱۸۱

رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ | طبرانی نے اوسط میں بسند حسن ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

حدیث ۱۰۸ و ۱۰۹ کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

للشهيد عند الله سبع خصال (الى ان قال) ويشفع فى سبعين انسانا من اقاربه۔ رواه احمد[1] بسند حسن والطبرانى فى الكبير عن عبادة بن الصامت والترمذى وصححه وابن ماجة عن المقدام بن معديكرب رضى الله عنهما۔

شہید کے لئے اللہ کے یہاں سات کرامتیں ہیں، ہفتم یہ کہ اس کے اقربا سے ستر شخصوں کے حق میں اسے شفیع بنایا گیا۔ اس کو احمد نے بسند حسن اور طبرانی نے کبیر میں عبادہ بن صامت سے اور ترمذی نے اور اسے صحیح کہا اور ابن ماجہ نے مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔

حدیث ۱۱۰ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

يصف الناس يوم القيمة صفوفا فيمر الرجل من اهل النار على الرجل فيقول يا فلان اما تذكر يوم استسقيت فسقيتك شربة فيشفع له ويمر الرجل على الرجل فيقول اما تذكر يوم ناولتك طهورا فيشفع له ويقول يا فلان اما تذكر يوم بعثتنى فى حاجة كذا فذهبت لك فيشفع له۔ رواه ابن[2] ماجة عن انس

لوگ روز قیامت پرے باندھے ہوں گے، ایک دوزخی ایک جنتی پر گزرے گا اس سے کہے گا کیا آپ کو یاد نہیں آپ نے ایک دن مجھ سے پانی پینے کو مانگا میں نے پلایا تھا، اتنی سی بات پر وہ جنتی اس دوزخی کی شفاعت کرے گا۔ ایک دوسرے پر گزرے گا کہے گا آپ کو یاد نہیں کہ ایک دن میں نے آپ کو وضو کو پانی دیا تھا، اتنے ہی پر وہ اس کا شفیع ہوجائے گا۔ ایک کہے گا آپ کو یاد نہیں کہ فلاں دن آپ نے مجھے فلاں

---

[1] الترغیب والترہیب بحوالہ احمد والطبرانی کتاب الجہاد حدیث ۲۷ مصطفی البابی مصر ۲/ ۳۲۰
جامع الترمذی ابواب فضائل الجہاد امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۹۹، ۲۰۰
سنن ابن ماجہ ابواب الجہاد باب فضل الشہادۃ فی سبیل اللہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۶
[2] " " کتاب الادب باب فضل صدقۃ الماء ص ۲۷۰

رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔

کام کو بھیجا میں چلا گیا تھا اسی قدر پر یہ اسکی شفاعت کریگا۔ اسکو ابن ماجہ نے حضرت انس سے روایت کیا

ایک روایت میں ہے کہ جنتی جھانک کر دوزخی کو دیکھے گا ایک دوزخی اس سے کہے گا "آپ مجھے نہیں جانتے " وہ کہے گا " واللہ ! میں تو تجھے نہیں پہچانتا ، افسوس تجھ پر تو کون ہے ۔" وہ کہے گا "میں وہ ہوں کہ آپ ایک دن میری طرف سے ہو کر گزرے اور مجھ سے پانی مانگا اور میں نے پلادیا تھا اس کے صلہ میں اپنے رب کے حضور میری شفاعت کیجئے ۔" وہ جنتی اللہ عزوجل کے زائروں میں اسکے حضور حاضر ہو کر یہ حال عرض کریگا ، کہے گا "یا رب شفعنی اے میرے رب ! تو اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما ۔" فیشفعہ اللہ مولیٰ عزوجل اس کے حق میں اس کی شفاعت قبول فرمائیگا رواہ ابو یعلیٰ عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ[1]

دو یتیموں کی دیوار اور اصلاح اعمال

جب مقبولان خدا سے اتنا سا علاقہ کہ کبھی ان کو پانی پلا دیا یا وضو کو پانی دے دیا ، عمر میں اس کا کوئی کام کر دیا ، آخرت میں ایسا نفع دے گا تو خود ان کا جز ہونا کس درجہ نافع ہونا چاہئے بلکہ دنیا و آخرت میں صالحین سے علاقہ نسب کا ہونا قرآن عظیم سے ثابت ہے ،

واما الجدار فکان لغلٰمین یتیمین فی المدینۃ وکان تحتہ کنزلھما وکان ابوھما صالحا فاراد ربک ان یبلغا اشدھما و یستخرجا کنزھما رحمۃ من ربک[2]

وہ دیوار شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا ، اور ان کا باپ نیک تھا ، تو میرے رب نے اپنی رحمت سے چاہا کہ یہ اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکالیں ۔

خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو ایک دیوار گرتے دیکھی اور ہاتھ لگا کر اسے قائم کر دیا اور وہاں والوں نے ان کو اور موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مہمانی دینے سے انکار کر دیا تھا اور ان کو کھانے کی حاجت تھی اس پر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا کہ " آپ چاہتے تو اس پر اجرت لیتے ۔" خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا یہ جواب دیا کہ ؛

---

[1] مسند ابو یعلیٰ حدیث ۳۹۹۳ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۴/۱۱۶

[2] القرآن الکریم ۱۸/۸۲

"یہ دیوار دو یتیموں کی ہے جو ایک مردِ صالح کی اولاد میں ہیں اور اس میں نیچے ان کا خزانہ ہے، دیوار گر جاتی تو خزانہ ظاہر ہو جاتا، لوگ لے جاتے۔ لہٰذا آپ کے رب عزوجل نے اپنی رحمت سے چاہا کہ دیوار قائم اور خزانہ محفوظ رہے کہ وہ جوان ہو کر نکالیں، ان کے صالح باپ کے صدقہ میں ان پر یہ رحمت ہوئی۔"[1]

علماء فرماتے ہیں، وہ ان بچوں کا آٹھواں یا دسواں باپ تھا۔

حدیث ۱۱۱ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں،

حفظ الصلاح لابیھما وما ذکر عنھما صلاحا۔

ان کے باپ کی صلاح کا لحاظ فرمایا گیا، ان کی اپنی صلاح کا کوئی ذکر نہ فرمایا۔

یعنی وہ اگرچہ خود بھی صالح ہوں اور کیوں نہ ہوں گے کہ ان کے لئے خزانہ لازوال محفوظ رکھا تھا سونے کی تختی پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا، اور کچھ نصائح و مواعظ۔

کما رواہ ابنا ابی حاتم[1] و مردویۃ فی تفاسیرھما عن ابی ذر وھذا عن علی رضی اللہ تعالٰی عنھما کلاھما عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والشیرازی فی الالقاب والخرائطی فی قمع الحرص وابن عساکر فی التاریخ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما من قولہ۔

جیسا کہ اسے روایت کیا ہے ابن حاتم و مردویہ نے اپنی تفاسیر میں ابی ذر سے اور یہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے، دونوں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے۔ اور شیرازی نے القاب میں اور خرائطی نے قمع الحرص میں اور ابن عساکر نے تاریخ میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے قول سے۔

www.alahazratnetwork.org

مگر یہ صلاح کا سبب تھا نہ کہ نتیجہ، نتیجہ ان کے باپ کی صلاح کا تھا،

رواہ الامام عبد اللہ بن المبارک و

اس کو روایت کیا ہے عبداللہ بن مبارک اور

---

[1] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ وکان ابوھما صالحا المطبعۃ المیمنۃ مصر ۱۶/ ۰۹

الدر المنثور بحوالہ ابن مبارک وسعید بن منصور واحمد فی الزہد وابن المنذر وابن ابی حاتم الخ ۴/ ۲۳۵

" " بحوالہ حاتم وابن مردویہ والبزار عن ابی ذر رضی اللہ عنہ مکتبہ آیۃ اللہ قم ایران ۴/ ۲۳۴

" " بحوالہ الخرائطی فی قمع الحرص وابن عساکر فی التاریخ عن ابن عباس ۴/ ۲۳۵

تفسیر ابن ابی حاتم تحت آیۃ وکان ابوھما صالحا مکتبہ نزار مصطفٰی الباز مکۃ المکرمۃ ۷/ ۲۳۷۵

۲۱ الامام احمد[1] فی الزھد وسعید ابن	امام احمد نے زہد میں اور سعید ابن منصور نے اپنی
۱۶ منصور فی سننہ وابنا المنذر و	سنن میں اور ابن منذر و ابن ابی حاتم نے اپنی اپنی تفسیروں
ابی حاتم فی تفاسیرھما والحاکم فی المستدرک۔	میں اور حاکم نے مستدرک میں۔

حدیث ۱۱۲ تا ۱۱۴ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللہ یصلح بصلاح الرجل ولدہ وولد ولدہ ویحفظہ فی ذریتہ والدویرات حولہ فمایزالون فی ستر من اللہ و عافیۃ۔ رواہ ابن مردویۃ[2] عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما مرفوعا وابن ابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما من قولہ وھذا لفظ والمرفوع بمعناہ ونحوہ لابن المبارک و ابن ابی شیبۃ عن محمد بن المنکدر موقوفاً۔	بے شک اللہ تعالٰی آدمی کی صلاح سے اس کی اولاد اور اولاد اولاد کی صلاح فرمادیتا ہے، اور اس کی نسل اور اس کے ہمسایوں میں اس کی رعایت فرمادیتا ہے کہ اللہ تعالٰی کی طرف سے پردہ پوشی و امان میں رہتے ہیں۔ اس کو روایت کیا ہے ابن مردویہ نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مرفوعاً اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ان کا قول روایت کیا یہ اس کے الفاظ ہیں اور مرفوع حدیث اسی کے معنی میں ہے اور اسی کی مثل ابن مبارک اور ابن ابی شیبہ نے محمد بن منکدر سے موقوفاً روایت کیا۔

اولاد کا ثواب اور اس کا اجر

حدیث ۱۱۵ کعب احبار نے فرمایا:

ان اللہ یخلف العبد المومن فی ولدہ ثمانین عاما۔ رواہ احمد[3] فی الزھد۔	اللہ تعالٰی بندۂ مومن کی اولاد میں اسّی برس تک اس کی رعایت کرتا ہے۔ اس کو احمد نے زہد میں روایت کیا ہے۔

---

[1] الدر المنثور بحوالہ ابن ابی حاتم تحت آیۃ و کان ابوھما صالحا مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۴/ ۲۳۵

[2] تفسیر ابن ابی حاتم " " " " " " " مکتبہ نزار مصطفی الباز مکۃ المکرمۃ ۷/ ۲۳۶۵

الدر المنثور بحوالہ ابن ابی حاتم عن ابن عباس و ابن مردویہ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہما ۴/ ۲۳۵

" " بحوالہ ابن مبارک و ابن ابی شیبہ عن محمد بن المنکدر موقوفاً ۴/ ۲۳۵

[3] " بحوالہ احمد فی الزھد تحت آیۃ و کان ابوھما صالحا ۴/ ۲۳۵

حدیث ۱۱۶ سیدنا عیسٰے ابن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا :

طوبٰی لذریۃ المومن ثم طوبٰی لھم کیف یحفظون من بعدہ۔

مومن کی ذریت کے لئے خوبی وخوشی ہے، پھر خوبی وخوشی ہے کیسی، اس کے بعد ان کی حفاظت ہوتی ہے۔

اس پر خیثمہ نے وہی آیت تلاوت کی فکان ابوھما صالحا۔

اخرجہ ابن ابی شیبۃ واحمد فی الزھد و ابن ابی حاتم عن خیثمۃ۔[1]

اسے روایت کیا ابن ابی شیبہ اور احمد نے زہد میں اور ابن ابی حاتم نے خیثمہ سے۔

وقال اللہ عزّ وجل (اور اللہ عزوجل نے فرمایا) :

والذین اٰمنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم ذریتھم وما التنٰھم من عملھم من شیئ۔[2]

اور وہ جو ایمان لائے اور ان کی اولاد ایمان میں ان کی تابع ہوئی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملادی اور ان کے ثواب سے کچھ کم نہ کیا۔

حدیث ۱۱۷ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

ان اللہ یرفع ذریۃ المومن الیہ فی درجتہ وان کانوا دونہ فی العمل لتقربھم عینیہ۔

بیشک اللہ تعالٰی مومن کی ذریت کو اس کے درجہ میں اس کے پاس اٹھالے گا اگرچہ وہ عمل میں اس سے کم ہو تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

پھر یہی آیت کریمہ من شیئ تک تلاوت کی، اور اس کی تفسیر میں فرمایا :

مانقصنا الاٰباء بما اعطینا البنین۔

ہم نے جو اولاد کو عطا کیا اسکے سبب والدین کے کچھ اجر کم نہ فرمایا۔

رواہ البزار وابن مردویہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو عند سعید بن منصور وھناد وابن جریر والمنذر وابن ابی حاتم والحاکم[3]

اسے روایت کیا بزار اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اور اسکو سعید بن منصور، ھناد، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم

---

[1] الدر المنثور بحوالہ ابن ابی شیبہ واحمد فی الزہد وابن ابی حاتم تحت آیہ وکان ابوھما صالحا ۴/۲۳۸
الزہد للامام احمد بن حنبل من مواعظ عیسٰے علیہ السلام دار الدیان للتراث قاہرہ ص ۷۲

[2] القرآن الکریم ۵۲/۲۱

[3] الدر المنثور بحوالہ البزار وابن مردویہ عن ابن عباس تحت آیۃ والذین اٰمنوا واتبعتھم ذریتھم الخ ۶/۱۱۹
" " سعید بن منصور وابن جریر والمنذر وابن ابی حاتم والحاکم والبیہقی " " ۶/۱۱۹

والبیھقی فی سننه عنه رضی اللہ تعالٰی عنه من قوله۔

حاکم اور بیہقی نے اپنی سنن میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوفاً روایت کیا ہے۔

حدیث ۱۱۰: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اذا دخل الرجل الجنة سأل عن ابویه و ذریته وولده فیقال انهم لم یبلغوا درجتك وعملك فیقول یارب قد عملت لی ولهم فیؤمر بالحاقهم به۔ رواه عنه الطبرانی[1] وابن مردویه۔

جب آدمی جنت میں جائے گا اپنے ماں باپ اور اولاد کو پوچھے گا۔ ارشاد ہوگا کہ وہ تیرے درجے اور عمل کو نہ پہنچے۔ عرض کرے گا اے رب میرے! میں نے اپنے اور ان کے سب کے نفع کے لئے اعمال کئے تھے۔ اس پر حکم ہوگا کہ وہ اس سے ملا دئے جائیں۔ اسے طبرانی نے وابن مردویہ نے اس سے روایت کیا۔

اس کی تصدیق میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کریمہ مذکورہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

هم ذریة المؤمن یموتون علی الاسلام فان کانت منازل اٰبائهم ارفع من منازلهم لحقوا اٰبائهم ولم ینقصوا من اعمالهم التی عملوا شیئا۔ رواه عنه ابن ابی حاتم[2]۔

یہ ذریت مومن کا حال ہے جو اسلام پر مریں، اگر ان کے باپ دادا کے درجے ان منزلوں سے بلند تر ہوئے تو یہ اپنے باپ دادا سے ملا دئے جائیں گے اور ان کے اعمال میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ اسے روایت کیا ابن عباس سے ابن ابی حاتم نے۔

صحابہ اور اہل بیت کی اولاد کے درجات

جب عام صالحین کی صلاح ان کی نسل و اولاد کو دین و دنیا و آخرت میں نفع دیتی ہے تو صدیق و فاروق و عثمان و علی و جعفر و عباس و انصار کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی صلاح کا کیا کہنا، جن کی اولاد میں شیخ، صدیقی و فاروقی و عثمانی و علوی و جعفری و عباسی و انصاری ہیں، یہ کیوں نہ اپنے نسب کریم سے دین و دنیا و آخرت میں نفع پائیں گے۔ پھر اللہ اکبر حضرات عُلیہ سادات کرام

---

[1] الدر المنثور بحوالہ الطبرانی وابن مردویۃ تحت آیۃ والذین اٰمنوا واتبعتهم ذریاتهم الخ ۶/ ۱۱۹

[2] 〃 〃 〃 〃 ابن ابی حاتم ۶/ ۱۱۹

وعدنی ربی فی اھل بیتی من اقر منھم بالتوحید ولی بالبلاغ ان لا یعذبھم۔ رواہ الحاکم[1] عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ وصححہ ھو ثم ابن حجر فی صواعقہ۔ والحمد للہ رب العالمین۔

میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت سے جو شخص اللہ کی وحدانیت اور میری رسالت پر ایمان لائے گا اسے عذاب نہ فرمائے گا۔ اس کو روایت کیا ہے حاکم نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور اسے صحیح کہا، پھر ابن حجر نے اپنی صواعق میں۔ اور اللہ ہی کے لئے خوبیاں ہیں جو دونوں جہان کا رب ہے۔

حدیث ۱۲۶ و ۱۲۷ کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

یا علی ان اول اربعۃ ید خلون الجنۃ انا وانت والحسن والحسین و ذراریتنا خلف ظھورنا۔ رواہ ابن عساکر[2] عن علی والطبرانی فی الکبیر عن ابی رافع رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

اے علی! سب میں پہلے وہ چار کہ جنت میں داخل ہوں گے، میں ہوں اور تم، حسن اور حسین، اور ہماری ذریتیں ہمارے پس پشت ہوں گی۔ اسے روایت کیا ہے ابن عساکر نے علی سے اور طبرانی نے کبیر میں ابی رافع رضی اللہ تعالٰی عنہما سے۔

حدیث ۱۲۸ کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اول من یرد علی الحوض اھل بیتی ومن احبنی من امتی۔ رواہ الدیلمی[3] عن علی کرم اللہ تعالٰی وجھہ۔

سب سے پہلے میرے پاس حوض کوثر پر آنے والے میرے اہل بیت ہیں اور میری امت سے میرے چاہنے والے۔ اسے روایت کیا ہے دیلمی نے علی کرم اللہ وجہہ سے۔

حدیث ۱۲۹ کہ فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دعا کی:

۱؎ المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۳/ ۱۵۰

۲؎ تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۲۱

کنز العمال بحوالہ طب عن محمد بن عبید اللہ حدیث ۳۴۲۰۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۱۰۴

۳؎ کنز العمال بحوالہ الدیلمی عن علی حدیث ۳۴۱۷۸ " " " ۱۲/ ۱۰۰

اللھم انھم عترۃ رسولک فھب مسیئھم لمحسنھم وھبھم لی۔ الٰہی! وہ تیرے رسول کی آل ہیں تو ان کے بدکار ان کے نکوکاروں کو دے ڈال، اور ان سب کو مجھے ہبہ فرما دے۔

پھر فرمایا: ففعل مولیٰ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا۔ امیر المومنین نے عرض کی: ما فعل کیا کیا؟ فرمایا:

فعلہ ربکم بکم ویفعلہ بمن بعدکم۔ رواہ الحافظ المحب الطبرانی[1] عن امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ۔ یہ تمہارے ساتھ تمہارے رب نے کیا جو تمہارے بعد آنے والے ہیں ان کے ساتھ بھی ایسا ہی کرے گا۔ اسکو روایت کیا حافظ محب طبرانی نے امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے۔

تنبیہ نبیہ اور نتیجہ

اقول: ان نصوص جلیلہ قرآن عظیم واحادیث نبی کریم علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم سے روشن ہوا کہ:

(۱) حدیث مسلم،

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ من ابطأ بہ عملہ لم یسرع بہ نسبہ[2] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ جو عمل میں پیچھے ہو اسکا نسب نفع بخش نہ ہوگا۔

میں نفی نفع مطلق ہے نہ کہ نفی مطلق، ورنہ معاذ اللہ کریمہ الحقنا بھم ذریتھم[3] (ہم نے ان کی ذریت کو ان سے ملا دیا) کے صریح معارض ہوگی۔

(۲) نہ کہ کریمہ فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینھم یومئذ ولا یتساءلون[4] (تو جب صور پھونکا جائے گا تو نہ ان میں رشتے رہیں گے اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھے) کہ ایک وقت مخصوص کے لئے ہے۔

---

[1] طبرانی

[2] صحیح مسلم کتاب الذکر والدعا باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۴۵

[3] القرآن الکریم ۵۲/۲۱ [4] القرآن الکریم ۲۳/۱۰۱

الاترٰی قولہ تعالٰی (کیا آپ دیکھ نہیں رہے اللہ تعالٰی کے ارشاد کی طرف۔ت)، ولایتساء لون[1] (اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھے۔ت) مع قولہ عزوجل، واقبل بعضھم علٰی بعض یتساء لون[2] (اور ان میں ایک نے دوسرے کی طرف منہ کیا پوچھتے ہوئے۔ت)

روی سعید بن منصور فی سننہ وابنا حمید والمنذر وابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما، قال انھا مواقف فاما الموقف الذی لا انساب بینھم ولا یتساء لون عند الصعقۃ الاولٰی لا انساب بینھم فیھا اذا صعقوا فاذا کانت النفخۃ الاٰخرۃ فاذا ھم قیام یتساء لون[3]

سعید ابن منصور نے اپنی سنن میں اور پسران حمید و منذر، اور ابی حاتم نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا: مواقف (منازل حضوری) چند ہیں، لیکن وہ موقف جس میں نہ رشتے کام آئیں نہ انکے ذریعہ سفارش، وہ صعقۂ اولٰی (پہلی کڑک) ہے اس میں رشتے کام نہ آئیں گے جب لوگ گھبرائے ہوئے اٹھیں گے، اور جب صعقۂ ثانیہ ہوگا تو سب کھڑے ہوکر رشتوں سے سوال کریں گے۔

(۳) جبکہ احادیث متواترہ سے فضل نسب، فرقِ احکام و نفعِ آخرت بلاشبہ ثابت، تو امثال حدیث: الا لافضل لعربی علٰی عجمی ولا لاحمر علٰی اسود[4] (نہ عربی کی فضیلت عجمی پہ ہے اور نہ ہی سفید کی کالے پر) وحدیث: انظر فانک لست بخیر من احمر ولا اسود الا ان تفضلہ بتقوی[5] (بے شک تم سفید اور کالے سے بہتر نہیں ہو مگر تم کو صرف تقوٰی سے فضیلت حاصل ہے) میں مثل کریمہ: ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم[5] (بے شک تم میں اللہ کے نزدیک مکرم وہ ہے جو پرہیزگار ہے) سلب فضل کلی ہے نہ کہ سلب کلی فضل۔

(۴) حدیث: لا اغنی عنکم من اللہ شیئا[6] (میں تم کو اللہ سے کچھ بھی بے نیاز

---

[1] القرآن الکریم ۲۳/۱۰۱

[2] القرآن الکریم ۵۲/۲۵

[2] الدرالمنثور بحوالہ سعید بن منصور وابنا حمید المنذر وابی حاتم، تحت آیۃ فلا انساب بینھم ۵/۱۵

[3] الترغیب والترھیب الترھیب من احتقار المسلم الخ حدیث ۹ مصطفی البابی مصر ۳/۶۱۲

[4] " " " " ۸ " " " ۳/۶۱۲

[5] القرآن الکریم ۴۹/۱۳

[6] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان ان مات علی الکفر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۴

نہیں کروں گا) میں نفی اغنائے ذاتی ہے نہ کہ معاذ اللہ سلب اغنائے عطائی، کہ حدیث متواترہ شفاعت، و اجماعِ اہل سنّت کے خلاف ہے، جیسا کہ وہ طاغی باغی سرکش اپنی تقویۃ الایمان میں لکھتا ہے:

"پیغمبر نے سب کو اپنی بیٹی تک کو کھول کر سنا دیا کہ قرابت کا حق ادا کرنا اسی چیز میں ہو سکتا ہے کہ اپنے اختیار کی ہو، سو یہ میرا مال موجود ہے اس میں مجھ کو کچھ بخل نہیں، اور اللہ کے یہاں کا معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے، وہاں میں کسی کی حمایت نہیں کر سکتا اور کسی کا وکیل نہیں بن سکتا، سو وہاں کا معاملہ ہر کوئی اپنا اپنا درست کرے اور دوزخ سے بچنے کی ہر کوئی تدبیر کرے[1]۔"

انا للہ وانا الیہ راجعون، اس کا رَدِّ بلیغ تو فقیر کی کتاب "الامن والعلیٰ لناعتی المصطفیٰ بدافع البلاء" میں دیکھئے اور یہاں خاص اس لفظ پر بعض حدیثیں سُنئے۔ اس میں حدیث پوری یُوں ہے کہ:

امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی بہن حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بالیاں ایک بار ظاہر ہو گئیں اس پر ان سے کہا گیا:

ان محمد الا یغنی عنك من اللہ شیئا۔ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہیں نہ بچائیں گے۔

وہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ واقعہ عرض کیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما بال اقوام یزعمون ان شفاعتی لا تنال اھل بیتی، ان شفاعتی تنال حاء و حکم۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر[2] عن اُمّ ھانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

کیا حال ہے ان لوگوں کا جو زعم کرتے ہیں کہ میری شفاعت میرے اہل بیت کو نہ پہنچے گی۔ بے شک میری شفاعت ضرور قبیلۂ حاء و حکم کو بھی شامل ہے۔ اس کو روایت کیا ہے طبرانی نے کبیر میں ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے۔

(۵) حدیث ۹۵ کے بعد جو ایک روایت بزار سے گزری اس کے قصے میں اس کی نظیر حضرت صفیہ

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثالث فی ذکر رد الاشراک فی التصرف مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۲۵

[2] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۶۰ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۲۴/۴۳۴

بنت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے مروی ہے کہ وہ اپنے ایک پسر کی وفات پر بآواز روئیں، ان سے وہی کہا گیا:

ان قرابتك من محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تغنی عنك من اللہ شیئا[1]

محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرابت اللہ کے یہاں کچھ کام نہ دے گی۔

حضور سے رشتہ وعلاقہ مضبوط تر ہے

ایک موقع پر حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو جمع فرماکر بر سرِ منبر ان کا وہ رَدِّ جلیل ارشاد فرمایا کہ:

"کیا ہوا انھیں جو میری قرابت نافع نہیں بتاتے، ہر رشتہ وعلاقہ قیامت سے قطع ہوجائے گا مگر میرا رشتہ وعلاقہ کہ دنیا وآخرت میں پیوستہ ہے صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔"

رواہ کما تقدم البزار[2]۔

امام ابن حجر مکی صواعق میں فرماتے ہیں:

قال المحب الطبری وغیرہ من العلماء انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ لا یملك لاحد شیئا لا نفعا ولا ضرا لکن عز وجل یملکہ نفع اقاربہ بل وجمیع امتہ بالشفاعۃ العامۃ والخاصۃ فھو لا یملك الا ما یملکہ لہ مولاہ کما اشار الیہ بقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیر ان لکم رحما سابلھا ببلالھا وکذا معنی قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

محب طبری وغیرہ علماء نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم (بنفسہٖ) کسی چیز کے مالک نہیں نہ نفع کے نہ نقصان کے، ہاں اللہ عز وجل نے ان کو مالک بنایا ہے اپنے اقارب بلکہ اپنی تمام اُمت کے نفع کا، شفاعتِ عامہ وخاصہ کے ذریعہ۔ تو وُہ بذاتِ خود مالک نہیں ہیں، ہاں انکے مولیٰ نے ان کو مالک بنایا ہے، جیسا کہ اس طرف اشارہ فرمایا اپنے اس ارشادِ گرامی میں (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) مگر یہ کہ تمھارے لئے ایک تعلق ہے ——— اور یہی معنی ہیں حضور صلی اللہ تعالےٰ

---

[1] و [2] مجمع الزوائد بحوالہ البزار کتاب علامات النبوۃ باب فی کرامۃ اصلہ دار الکتاب بیروت ۸/۲۱۶

لا اغنی عنکم من اللہ شیئا ای بمجرد نفسی من غیر ما یکرمنی بہ اللہ تعالٰی من نحو شفاعۃ او مغفرۃ وخاطبھم بذٰلک رعایۃ لمقام التخویف والحث علی العمل والحرص علی ان یکونوا اولی الناس حظا فی تقوی اللہ تعالٰی وخشیتہ ثم اومأ الی حق رحمہ اشارۃ الی ادخال نوع طمانیۃ علیھم وقیل ھذا قبل علمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بان الانتساب الیہ ینفع وبانہ یشفع فی ادخال قوم الجنۃ بغیر حساب ورفع درجات اٰخرین واخراج قوم من النار۔[1]

علیہ وسلم کے اس قول کے کہ میں اللہ کے نزدیک تمہیں کسی کام نہ آؤں گا یعنی بطور خود ماسوائے اس کے جس کی اللہ تعالٰی مجھے کرامت بخشے گا، جیسے شفاعت یا مغفرت۔ اور ان سے خطاب فرمایا اس کے ساتھ (تمہیں نفع نہ دوں گا) مقام تخویف کی رعایت کرتے ہوئے اور عمل پر ابھارنے اور اس بات پر حرص دلانے کے لئے کہ وہ اللہ تعالٰی سے ڈرنے اور اس کی خشیت میں لوگوں میں بہتر نصیبے والے ہوں۔ پھر اشارہ فرمایا اپنے حقِ تعلق کی جانب، اشارہ فرمایا اس قول تک کہ فرمایا انہیں اطمینان دلادیا اور کہا گیا کہ یہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس بات کے جاننے سے پہلے کی بات ہے کہ آپ کی طرف انتساب نفع دیتا ہے، اور اس بات کے جاننے سے پہلے کہ وہ اُمت کو جنت میں بغیر حساب داخل کرے گا، اور درجوں پر درجہ بلند کرنے اور اُمت کو دوزخ سے نکالنے میں شفیع ہوں گے۔ (م)

www.alahazratnetwork.org

اسی میں بعض احادیث نفع نسب کریم ذکر کرکے فرماتے ہیں:

ولا ینافی ھذہ الاحادیث ما فی الصحیحین وغیرھما انہ لما نزل قولہ تعالٰی وانذر عشیرتک الاقربین فجمع قومہ ثم عم وخص بقولہ لا اغنی عنکم من اللہ شیئا حتی قال یا فاطمۃ بنت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیھما وسلم اما لان

اور یہ احادیث منافی نہیں ہے ان احادیث کے جو صحیحین وغیرہ میں ہیں کہ جب اللہ تعالٰی کا فرمان وانذر عشیرتک الاقربین نازل ہوا تو آپ نے اپنی قوم کو جمع فرمایا پھر اپنے قول لا اغنی عنکم من اللہ شیئا کو عام وخاص دونوں طریقے سے بیان فرمایا کہ اے فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہما وسلم) یا تو اس لئے کہ

[1] الصواعق المحرقۃ الباب الحادی عشر الفصل الاول مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۱۵۸

هذه الروایة محمولة علی من مات کافرا او انها اخرجت مخرج التغلیظ والتنفیر او انها قبل علمه بانه یشفع عموما وخصوصا۔[1]

یہ روایت محمول ہے اس شخص پر جو کافر مرا، یا یہ کہ روایت تغلیظ وتنفیر کے طور پر بیان ہوئی یا یہ کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس بات کے علم سے پہلے کی بات ہے کہ وہ شفاعتِ عامہ وخاصہ فرمائیں گے۔ (م)

علامہ مناوی تیسیر میں زیرِ حدیث "کل سبب ونسب" فرماتے ہیں:

لایعارضه قوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لاھل بیته لا اغنی عنکم من اللہ شیئا لان معناه انه لا یملك لھم نفعا لکن اللہ یملکه نفعھم بالشفاعة فھو لا یملك الا ما ملکه ربه۔[2]

حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اپنے اہلبیت سے لا اغنی عنکم فرمانا اس حدیث کے معارض نہیں اس لئے کہ معنی یہ ہیں کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کے نفع کے مالک نہیں لیکن اللہ تعالٰی نے شفاعت کے ذریعہ ان کے نفع کا مالک بنائیگا، پس وہ نہیں ہیں مالک مگر اس کے جس کا ان کو ان کے رب نے مالک بنایا۔

www.alahazratnetwork.org

حضرت شیخ محقق قدس سرہٗ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

غایت وانذار ومبالغہ در آنست ولا فضل بعضے ازیں مذکورین ودر آمدن ایشاں بہشت را وشفاعت آں سرورِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم مرعصاۃ امت را چہ جائے اقربائے خویشاں وے باحادیثِ صحیحہ ثابت شدہ است وباوجود آں خوف لاابالی باقیست وایں مقام تقاضائے ایں حال کرد وتواند کہ احادیثِ فضل وشفاعت بعد ازاں ورود یافتہ باشند وبالجملہ مامور شد از جانب پروردگار تعالٰی بانذار

اس میں غایت اور انذار اور مبالغہ ہے اور ان مذکور حضرات کی دیگر بعض سے فضیلت نہیں اور آنا ان کا بہشت میں اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ہم گنہ گار امت کی شفاعت کرنا چہ جائے کہ اپنے اقرباء کی احادیث صحیحہ سے ثابت ہوئی ہے اور باوجود خوف لاابالی باقی ہے اور یہ مقام اس حال کا متقاضی ہے اور معلوم ہونا چاہئے کہ فضیلت وشفاعت والی احادیث اس کے بعد وارد ہوئی ہیں، خلاصہ یہ کہ اللہ تعالٰی کی طرف

---

[1] الصواعق المحرقہ باب الحث علی حبہم والقیام لواجب حقہم مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۲۳۰

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث کل سبب ونسب الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۲۱۳

پس امتثال کرد ایں امر را[1]

سے آپ اس انذار کو بیان کرنے پر مامور تھے، پس آپ نے اس امر کو واضح طور پر پورا کیا۔

تفاضلِ انساب

بالجملہ تفاضلِ انساب بھی یقیناً ثابت، اور شرعاً اس کا اعتبار بھی ثابت، اور انساب کریمہ کا آخرت میں نفع دینا بھی جزماً ثابت، اور نسب کو مطلقاً محض بے قدر و ضائع و برباد جاننا سخت مردود و باطل، خصوصاً اس نظر سے کہ اس کا عموم عرب بلکہ قریش، بلکہ بنی ہاشم، بلکہ سادات کرام کو بھی شامل، اب یہ قول اشد غضب و ہلاک دیوار سے مائل اور اسی پر نظر فقیر غفرلہ القدیر کو اس قدر تطویل پر حامل کہ نسب عرب نہ کہ قریش، نہ کہ ہاشم، نہ کہ سادات کرام کی حمایت ہر مسلمان پر فرض کامل۔

تعظیم نہ کرنے والے پر لعنت اور وعید

حدیث ۱۳۰: کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم،

من لم یعرف عترتی والانصار والعرب فھو لاحدی ثلث اما منافق واما لزنیۃ و اما امرء حملتہ امہ علی غیر طھر رواہ الباوردی[2] وابن عدی والبیہقی فی الشعب واٰخرون عن علی کرم اللہ وجہہ۔

جو میری عترت اور انصار اور عرب کا حق نہ پہچانے وہ تین حال سے خالی نہیں، یا تو منافق ہے یا حرامی یا حیضی بچہ۔ اسے روایت کیا ہے باوردی اور ابن عدی اور بیہقی نے شعب میں اور انکے علاوہ دوسروں نے علی کرم اللہ وجہہ سے۔

حدیث ۱۳۱ تا ۱۳۳: کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم،

ستۃ لعنتھم لعنھم اللہ وکل نبی مجاب الزائد فی کتاب اللہ والمکذب بقدر اللہ والمتسلط بالجبروت لیعز بذلک من اذل اللہ و

چھ شخص ہیں جن پر میں نے لعنت کی اللہ انھیں لعنت فرمائے، اور ہر نبی کی دعا قبول ہے، کتاب اللہ میں بڑھانے والا (جیسے رافضی کچھ آیتیں سورتیں جدا بتاتے ہیں) اور تقدیر الٰہی کا

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ کتاب الرقاق باب در لواحق و تتمات الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۲۴۲

[2] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۵۹۵۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/۶۲۶

يذل من اعز الله والمستحل لحرم الله والمستحل من عترتی ما حرم الله و التارك سنتی۔ رواه الترمذی[1] و الحاكم عن ام المؤمنين والحاكم عن علی والطبرانی عن عمرو بن سعواء رضی الله تعالیٰ عنهم اوله سبعة لعنتهم وزاد المستأثر بالفیٔ و سنده[2] حسن۔

جھٹلانے والا، اور وہ جو ظلم کے ساتھ تسلط کرے کہ جسے خدا نے ذلیل بنایا اسے عزت دے، اور جسے خدا نے معزز کیا اسے ذلیل کرے، اور اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کو حلال جاننے والا، اور میری عترت کی ایذا و بے تعظیمی روا رکھنے والا اور جو میری سنت کو برا ٹھہرا کر چھوڑے۔ اسے روایت کیا ہے ترمذی اور حاکم نے ام المؤمنین سے اور حاکم نے علی سے اور طبرانی نے عمرو بن سعوار رضی اللہ تعالٰے عنہم سے جس کا آغاز یوں ہے سبعة لعنتهم اس میں والمستأثر بالفیٔ کا اضافہ ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ (ت)

حدیث ۱۳۴ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم:

من احب ان يبارك له فی اجله و ان يمتعه الله بما خوله فليخلفنی فی اهلی خلافة حسنة ومن لم يخلفنی فيهم بتك امره و ورد علیّ يوم القيمة مسودا وجهه۔ رواه ابو الشيخ[3] فی تفسيره وابو نعيم عن عبد الله بن بدر الخطمی۔

جسے پسند ہو کہ اس کی عمر میں برکت ہو خدا اسے اپنی دی ہوئی نعمت سے بہرہ مند کرے تو اسے لازم ہے کہ میرے بعد میرے اہل بیت سے اچھا سلوک کرے۔ جو ایسا نہ کرے اس کی عمر کی برکت اڑ جائے اور قیامت میں میرے سامنے کالا منہ لے کر آئے۔ اس کو روایت کیا ابو الشیخ نے اپنی تفسیر میں اور ابو نعیم نے عبد اللہ بن بدر خطمی سے۔

حدیث ۱۳۵ کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم:

ان الله عز وجل ثلث حرمات فمن حفظهن حفظه الله دينه و دنياه

بے شک اللہ عزوجل کی تین حرمتیں ہیں، جو ان کی حفاظت کرے اللہ تعالیٰ اس کے دین و دنیا

---

[1] سنن الترمذی کتاب القدر باب ۱۷ حدیث ۲۱۶۱ دار الفکر بیروت ۴/۶۱
المستدرک للحاکم کتاب الایمان ۱/۳۶ و کتاب التفسیر ۲/۵۲۵ و کتاب الاحکام ۴/۹۰
[2] المعجم الکبیر حدیث ۸۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/۴۳
[3] کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ وابی نعیم حدیث ۳۴۱۷۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۹۹

۲۳ ومن لم یحفظ ھن لم یحفظ اللہ دینہ ولا دُنیاہ حرمۃ الاسلام وحرمتی وحرمۃ رحمی۔ رواہ ابوالشیخ[1] وابن حبان والطبرانی۔[1]

محفوظ رکھے، اور جو ان کی حفاظت نہ کرے اللہ اس کے دین کی حفاظت فرمائے نہ دنیا کی، ایک اسلام کی حرمت، دوسری میری حرمت، تیسری میری قرابت کی حرمت۔ اسے روایت کیا ہے ابوالشیخ، ابن حبان اور طبرانی نے۔

نسب پر فخر کرنا جائز نہیں

- ○ ہاں نسب پر فخر جائز نہیں۔
- ○ نسب کے سبب اپنے آپ کو بڑا جاننا، تکبر کرنا جائز نہیں۔
- ○ دوسروں کے نسب پر طعن جائز نہیں۔
- ○ انھیں کم نسبی کے سبب حقیر جاننا جائز نہیں۔
- ○ نسب کو کسی کے حق میں عار یا گالی سمجھنا جائز نہیں۔
- ○ اس کے سبب کسی مسلمان کا دل دُکھانا جائز نہیں۔

www.alahazratnetwork.org

احادیث جو اس باب میں آئیں انھیں معانی کی طرف ناظر ہیں وباللہ التوفیق۔ خدمت گاری اہلبیت مصطفےٰ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے یہ بیان ایک رسالہ ہوگیا لہٰذا بلحاظ تاریخ اس کا نام اِرَاءَۃُ الْاَدَبْ لِفَاضِلِ النَّسَبْ رکھنا انسب، واللہ تعالٰی اعلم۔

شیخ بنظرِ عمر ہر بوڑھا ہے اور بنظرِ فضل ہر عالم وصالح اگرچہ جوان ہو، اور بنظرِ نسب ہندوستان میں دو محاورے ہیں، ایک یہ کہ سید مغل پٹھان کے سوا باقی ہر قوم کا مسلمان شیخ ہے، یُوں اس کا اطلاق عام ہے جیسے ابتدا ئے ہند میں ہر مسلمان کو ترک کہتے تھے۔ اسی محاورے پر مولانا قدس سرہٗ فرماتے ہیں: ؎

گفت من آئینہ ام مصقول دوست ترک وہندو درمن آں بیند کہ اوست[2]

(اس نے کہا اے دوست! میں صاف شیشہ ہوں کہ ترک اور ہندوستان کے لوگ مجھ میں اسے دیکھتے ہیں۔ ت)

---

[1] کنز العمال بحوالہ طب وابی نعیم عن ابی سعید حدیث ۳۰۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۴۷
المعجم الکبیر حدیث ۲۸۸۱ ۳/۱۲۶ و المعجم الاوسط حدیث ۲۰۵ ۱/۱۶۲

[2] مثنوی معنوی دربیان آنکہ جنبیدن ہر کسے از آنجاست کہ وے ہست ہر کسے نورانی کتب خانہ پشاور دفتر اول ص ۹۳

دوسرے چار شریف قوموں سے ایک اسی طرح البتہ جوان میں کا نہ ہو اور اپنے آپ کو شیخ بتائے وُہ وعیدِ شدید:

من ادعی الی غیر ابیہ فالجنۃ علیہ حرام۔ رواہ احمد[1] والبخاری و مسلم وابوداؤد وابن ماجۃ عن سعد وعن ابی بکرۃ معًا رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کو اپنا باپ بنائے اس پر جنت حرام ہے۔ اس کو روایت کیا ہے احمد اور بخاری اور مسلم اور ابوداؤد اور ابن ماجہ نے سعد سے اور ابی بکرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے معًا۔

میں داخل ہے ——— اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من ادعی الی غیر ابیہ فعلیہ لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین لایقبل اللہ منہ یوم القیمۃ صرفا ولاعدلا۔ رواہ الستۃ الا ابن[2] ماجۃ عن امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ وصدرہ احمد وابن ماجۃ وابن حبان عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جو دوسروں کو اپنا باپ بنائے اس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت۔ اللہ روزِ قیامت نہ اس کا فرض قبول کرے نہ نفل۔ اس کو ابن ماجہ کے علاوہ صحاح ستہ نے روایت کیا علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔ اور اس کا ابتدائی حصہ امام احمد ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

کتبہ عبدہ المذنب عبد المصطفٰی احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

رسالہ اراءۃ الادب لفاضل النسب ختم ہُوا

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی ۲/ ۶۱۹ و کتاب الفرائض باب من ادعی الی غیر ابیہ ۲/ ۱۰۰۱
صحیح مسلم کتاب الایمان باب حال من رغب عن ابیہ وھو یعلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۷
سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی الرجل ینتمی الی غیر موالیہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۴۱
سنن ابن ماجہ کتاب الحدود ص ۱۹۱ و مسند احمد بن حنبل عن سعد بن ابی وقاص ۱/ ۱۶۹، ۱۷۴، ۱۷۹
[2] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینہ ۱/ ۴۴۲ و کتاب العتق باب تحریم تولی العتیق غیر موالیہ ۱/ ۴۹۵
سنن ابن ماجہ کتاب الحدود باب من ادعی الی غیر ابیہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹۱
مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۳۲۸

رسم و رواج

ریاء و تفاخر و بدعت و اسراف وغیرہ

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۶۷: از اوجین مکان میر خادم علی اسسٹنٹ مرسلہ محمد یعقوب علی خاں ۲۴ ربیع الاول شریف ۱۳۰۹ھ

چہ می فرمایند علمائے اکمل الکاملین شریعت و مفتیان افضل الفضلاء طریقت دریں مسئلہ کہ در ماہ رمضان المبارک کہ شب بست وہفتم مساجد را بقنادیل و بہ تقریب جلسہ مولد شریف مکان را منقش و آلات بلا تصویر و فانوس وغیرہ منور سازند سوائے مال وقف و بر اعراس خانقاہِ بزرگانِ دین و مزارِ نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بروشنی روشن نمایند درست ست یا حرام، بیان فرمایند بسندِ عبارتِ کتب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

کیا فرماتے ہیں علماء کاملین علماء شریعت اور فاضلین مفتیان طریقت اس مسئلہ میں کہ لوگوں کا ستائیسویں شب رمضان کے موقع پر مساجد کو آراستہ کرنا، روشنیوں کا خصوصی اہتمام کرنا، میلاد شریف کی تقریبات کے لئے مکانات کو سجانا، فانوس اور پھول وغیرہ لگانا، بزرگانِ دین کے سالانہ عرسوں میں خانقاہوں پر اور آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے مزار پُر انوار پر اس قسم کا بندوبست کرنا سوائے مال وقف کے درست ہے یا حرام؟ بحوالہ کتب مدلل جواب مرحمت فرمایا جائے اللہ تعالٰی سب پر رحمت فرمائے۔ (ت)

الجواب

تزیین مذکور شرعاً جائز ست قال تعالیٰ
قل من حرم زینۃ اللّٰہ التی اخرج
لعبادہ[1] ہمچناں روشنی بقدر حاجت و
مصلحت نیز و حاجت باختلاف ضیق وسعت
مکان وقلت وکثرت مردمان و وحدت و
تعدد منازل وغیر ذلک مختلف گردد در
منزلے تنگ و مجمع قلیل دوسہ چراغ باہمیں
یکے بسندست و در دار وسیع و مجمع کثیر و
منازل عدیدہ حاجت تا بدہ وبست و
بیشتر می رسد امیر المومنین علی کرم اللّٰہ تعالیٰ
وجہہ بماہ رمضان شب بمسجد درآمد
چراغاں دید کہ مسجد درخشاں نور افشاں
شدہ است امیر المومنین عمر رضی اللّٰہ
تعالیٰ عنہ را بدعا یاد کرد و گفت
نورت مساجدنا نور اللّٰہ
قبرك یا ابن الخطاب[2] ای
ابن خطاب مساجد ما را نور آگیں کردی
خدائے گورت پر نور کناد و مسئلہ شمع در
مقابر و مزارات اقدس وعتق را
فقیر در رسالہ مستقلہ مسمّٰی بہ طوالع
النور فی حکم السرج علی القبور بحرچہ

مذکورہ زیب وزینت شرعاً جائز ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ کا
ارشاد ہے، فرما دیجئے کہ اس زینت وزیبائش کو
کس نے حرام ٹھہرادیا ہے جو اس نے اپنے بندوں
کے لئے ظاہر فرمائی ہے۔ اسی طرح ضرورت اور
مصلحت کے مطابق روشنی کا انتظام کرنا بھی
جائز ہے (مختلف حالات کے لحاظ سے ضرورت
بدلتی رہتی ہے) مثلاً مکان کی تنگی اور کشادگی،
لوگوں کی قلت وکثرت، منازل کی وحدت وتعدد
وغیرہ ان صورتوں میں ضرورت اور حاجت میں تبدیلی
آجاتی ہے۔ تنگ منزل اور تھوڑے مجمع میں دو تین
چراغ بلکہ ایک بھی کافی ہوتا ہے۔ کشادہ اور بڑے
گھر زیادہ لوگوں اور متعدد منزلوں کیلئے دس بیس
بلکہ ان سے بھی زیادہ کی ضرورت پڑتی ہے۔
امیر المومنین سیدنا حضرت علی کرم اللّٰہ تعالیٰ وجہہ
رمضان شریف میں رات کے وقت مسجد نبوی میں
تشریف لائے تو مسجد کو چراغوں سے منور اور
جگمگاتے ہوئے دیکھا کہ ہر سمت روشنی پھیل رہی تھی
آپ نے امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق
رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کو بذریعہ دعا یاد فرمایا اور
ارشاد فرمایا کہ اے فرزند خطاب! تم نے ہماری
مساجد کو منور و روشن کیا اللّٰہ تعالیٰ تمہاری قبر کو منور

www.alahazratnetwork.org

---

[1] القرآن الکریم ۷/۳۲
[2] تاریخ الخلفاء فصل فی اولیات عمر رضی اللّٰہ عنہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۹۷

تمامتر روشن و پُرنور کردہ ام و نیز آنجا تحقیق نمودہ کہ حدیث و المتخذین علیہا السرج[1] کہ مخالفان دریں باب با و چنگ زنند بقطع نظر ازانکہ در سندش باذام ضعیف درایۃً نیز مخالف را غیر نافع ست آرے روشنی لغو و فضول را چنانکہ بعضے مردمان شب ختم قرآن یا در بعض اعراس بزرگان کنند کہ صدہا چراغ بترتیب عجیب و وضع غریب زیر و بالا و برابر نہند در کتب فقہیہ ہمچو غمز العیون وغیرہ بنظر اسراف منع فرمودہ اند و شک نیست کہ جائیکہ اسراف صادق ست اجتناب قطعاً لازم و لائق است ، واللہ سبحانہ و تعالٰی اعلم۔

فرمائے۔ قبرستان اور مزارات پر شمع جلانے کے مسئلہ کو فقیر نے اپنے ایک مستقل رسالہ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے رسالے کا نام ہے طوالع النور فی حکم السرج علی القبور (نور کے نورانی مطالع قبروں پر چراغاں کرنے کے حکم کے بیان میں۔ ت) میں نے اس میں یہ تحقیق بھی پیش کی ہے کہ حدیث میں قبروں پر چراغاں کرنے والوں پر لعنت فرمائی جانے والی روایت سے مخالفین جو استدلال اور سہارا لیتے ہیں اس کا حقیقی مفہوم کیا ہے۔ قطع نظر اس سے کہ اس حدیث کی سند میں باذام نامی راوی ضعیف ہے۔ از روئے عقل بھی مخالفین کے لئے مفید نہیں، البتہ روشنی کا بے فائدہ اور فضول استعمال جیسا کہ بعض لوگ ختم قرآن والی رات یا بزرگوں کے عرسوں کے مواقع پر کرتے ہیں سیکڑوں چراغ عجیب وغریب وضع و ترتیب کے ساتھ اوپر نیچے اور باہم برابر طریقوں سے رکھتے ہیں محل نظر ہے اور اسراف کے زمرے میں آتا ہے چنانچہ فقہائے کرام نے کتب فقہ مثلاً غمز العیون وغیرہ میں اسراف و فضول خرچی کی بنا پر ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جہاں اسراف صادق آئے گا وہاں پرہیز ضروری ہے۔ اللہ تعالٰی پاک، برتر اور خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۶۳: از جالندھر محلہ راستہ بھگواڑہ دروازہ مرسلہ شیخ محمد شمس الدین صاحب ۲۲ رجب ۱۳۲۱ھ

بعض لوگ جناب پیران پیر کا پیوند دیتے ہیں کیفیت اس کی اس طرح ہے کہ جب لڑکا پیدا ہوتا ہے تو اس کا نام پیوندی رکھتے ہیں اور جب سال کا ہوا اس کے گلے میں ہنسلی ڈال دیتے ہیں اور اسی طرح دوسرے برس ہم ایا ۱۵ سال تک جب وہ لڑکا اس عمر تک پہنچا دے وہ ہنسلیاں اور لڑکے

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن ابن عباس دارالفکر بیروت ۱/ ۲۲۹
جامع الترمذی باب کراہیۃ ان یتخذ علی القبر مسجدًا امین کمپنی دہلی ۱/ ۴۳

کی قیمت کرواکے اس کا دسواں حصہ جناب پیرانِ پیر کے نام سے دیتے ہیں اور اعتقاد یہ ہوتا ہے کہ ایسا کرنے سے لڑکا جیتا رہتا ہے، اور ایسا ہی جانوروں اگر بیل ہے یا بھینسا ہے تو اسے ہل جوتنے کے وقت اور اگر مادہ ہے تو اس کے بیانے کے وقت قیمت کا دسواں حصہ دیتے ہیں اور نیز درختوں کو پیر صاحب کا کرکے اس کا جلانا اور دیگر استعمال میں لانا حرام سمجھتے ہیں حتی کہ وہ بودیا ہو کر گر پڑے اور پڑا پڑا بودیا ہوجائے، اور کھیتوں سے بھی حصہ پیر صاحب کے نام دیتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کے حق میں کیا حکم ہے؟ اور نیز بودی یعنی چوٹی مثلاً قوم ہنود بچوں کے سروں پر رکھتے ہیں اگر پوچھا جائے یہ کیا ہے تو پیر صاحب کی بودی بتلاتے ہیں، اور ایسے ہی مدار پیر کی چٹا پھر مدت معہود کے بعد اسے پیر صاحب کی منت دے کر نہایت ادب کے ساتھ اپنی رسمیں پوری کرکے منڈواتے ہیں اور جو شخص اس دسونڈی بچہ وغیرہ کی قیمت پاتا ہے اُس قیمت اور ہنسلیاں کے دسویں حصہ سے نیاز لیتا ہے آیا ایسے شخص کی امامت اور بیعت درست ہے یا نہیں؟

الجواب

www.alahazratnetwork.org

(۱) دسونڈی نام کفار ہنود سے ماخوذ ہے اور مسلمان کو ممانعت ہے کہ کافروں کے نام رکھے کما صرحوا بہ فی التسمی بیوحنا وغیرہ (جیسا کہ یوحنا نام رکھنے کے متعلق فقہاء نے تصریح فرمائی ہے) اور لڑکے کو ہنسلی وغیرہ زیور پہنانا حرام ہے فان ماحرم اخذہ حرم اعطاؤہ[1] (کیونکہ جس چیز کا لینا حرام اس کا دینا بھی حرام ہے۔ ت) اور لڑکے کی قیمت کرنی جہالت ہے اور یہ اعتقاد کہ ایسا کرنے سے لڑکا جیتا ہے اگر اس معنی پر سمجھے ہیں کہ یوں کرینگے تو جئے گا ورنہ مرجائے گا تو سخت جہل بے بہود اعتقاد مردود مشابہ خرافات ہنود و غیرہم کفار عنود ہے ہاں اگر ان بیہودہ باتوں کو چھوڑ کر صرف اسی قدر کرتے کہ مولٰی عزوجل کے نام پر محتاجین کو صدقہ دیتے اور اس کا ثواب نذر روح پر فتوح حضور پر نور غوث الثقلین غیث الکونین صلی اللہ تعالٰی علی جدہ الکریم وعلیہ وبارک وسلم کرتے اور نیت یہ ہوتی کہ رب تبارک و تعالٰی صدقہ کے سبب بلاؤں سے محفوظ رکھے گا اور بوجہ ایصال ثواب سرکار غوثیت رضی اللہ تعالٰی عنہ کے برکات رضا و دعا و توجہ شامل حال ہوں گے اور ان پر محبوب کریم رضوان اللہ تعالٰی علیہ کی بارگاہ میں عقیدت و نیازمندی کے اظہار سے اللہ سبحٰنہ و تعالٰی خوش ہوگا اور اس کی خوشی جالب رحمت و سالب زحمت ہوگی اور حیات نہ ہوگی مگر وقت معہود تک اور موت نہ رُکے گی مگر اجل معلوم تک تو یہ اعتقاد و عمل

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الرابعۃ عشر ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۸۹

صحیح و بے خلل ہوتے۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم (اللہ تعالٰی جسے چاہتا سیدھا راستہ دکھاتا ہے یعنی ہدایت نصیب فرماتا ہے۔ ت)

(۲) یوہیں جانوروں کی قیمت کا دسواں حصہ اگر ان خیالاتِ باطلہ کے طور پر ہے تو مذموم، اور صرف اسی طریق صحیح پر ہو تو ایک تصدق ہے جس سے دفع بلا مقصود اور بیشک صدقہ رد بلا کرتا اور باذنہٖ تعالٰی موت سے بچاتا ہے اگرچہ قضائے الٰہی کا کوئی پھیرنے والا نہیں نطقت بذلك احادیث جمة تغنیك عن سردھا شھرتھا فی الامة (ان باتوں پر جملہ احادیث ناطق ہیں کہ جن کا امت میں مشہور رہونا ہی تمھیں ان کی تفصیل پیش کرنے کی ضرورت سے بے نیاز کردے گا۔ ت) رہی ہل جوتنے اور بیاہنے کے وقت کی خصوصیت وہ اگر کسی اعتقاد عمل باطل کے ساتھ نہیں نہ اُسے تخصیص شرعی و ضروری سمجھا جائے تو لاینفع ولا یضر (نہ وہ مفید ہے نہ مضر۔ ت) ہے کسائر التخصیصات العرفیة التی لاحاجز علیھا من الشرع (باقی تخصیصاتِ عرفیہ کی طرح کہ شریعت میں جن کی کوئی رکاوٹ نہیں۔ ت)

(۳) درختوں کو رب خواہ عبد کسی کے نام کا ٹھہرا کر اُن کا جلانا اور صرف میں لانا حرام سمجھنا اپنی طرف سے شریعت جدیدہ نکالنا اور بحیرہ و سائبہ مشرکین کی پیروی کرنا ہے جس پر ردّ و انکارِ شدید خود قرآن مجید میں موجود، وقال تعالٰی وقالوا ھذہٖ انعام وحرث حجر لا یطعمھا الا من نشاء بزعمھم الٰی قولہ تعالٰی سیجزیھم بما کانوا یفترون۱؎

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے، اور مشرک اپنے خیال میں کہنے لگے یہ چوپائے اور کھیتی جن کی بندش کر دی گئی ہے ان کو وہی کھائے گا یا کھا سکے گا جسے ہم چاہیں گے، اللہ تعالٰی کے اس ارشاد تک، عنقریب اللہ تعالٰی انھیں سزا دے گا اس جھوٹ کی جو وہ بناتے رہتے ہیں۔ (ت)

مسلمانوں پر ایسی بدعت شنیعہ باطلہ سے احتراز فرض ہے اللہ تعالٰی سے ڈریں اور جلد توبہ کریں۔

(۴) کھیت میں سے حضور پُرنور رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نام پاک پر حصہ دینا اگر یوں ہے کہ حضور کو اس حصہ کا مالک سمجھا جاتا ہے یا اس دینے سے تصدق لوجہ اللہ منظور نہیں بلکہ حضور کی طرف تقرب بالذات مقصود یا یہ سمجھتے ہیں کہ یوں نہ کریں گے تو حضور معاذ اللہ ناراض ہو کر مضرت دیں گے کوئی بلا پہنچے گی تو یہ سب اعتقادات باطلہ و فاسدہ و بدعات سیئہ ہیں اور اگر یوں نہیں بلکہ اللہ عزوجل کے لئے تصدق منظور، تو کھیتوں میں سے ایسا حصہ دینا خود قرآن عظیم میں مطلوب،

۱؎ القرآن الکریم ۶/ ۱۳۸

قال تعالیٰ وآتوا حقہ یوم حصادہ[1] (لوگو!) کھیتی سے (حقداروں کا) حق اس کی کٹائی والے دن ادا کردیا کرو (ت)

اور اس کے روکنے کی مذمت قصۂ اصحاب الجنۃ میں مذکور،

قال تعالیٰ فتنادوا مصبحین ۝ ان اغدوا علیٰ حرثکم ان کنتم صارمین ۝ فانطلقوا وھم یتخافتون ۝ ان لا یدخلنھا الیوم علیکم مسکین[2] الآیات۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ باغ والے صبح ہوتے ہی سویرے سویرے ایک دوسرے کو بلانے لگے کہ سویرے اپنی کھیتی کی طرف چلو اگر تم اسے کاٹنے کا ارادہ رکھتے ہو پھر وہ چلنے لگے جبکہ وہ آپس میں آہستہ آہستہ کہہ رہے تھے کہ آج تمہارے پاس کوئی محتاج نہیں آنا چاہئے (یعنی کسی محتاج کو اپنے قریب نہ آنا دیا جائے) (ت)

اور اس کا ثواب نذرِ روحِ اقدس کرنا اُس عملِ طیب میں طیب وخوبی ہی بڑھائے گا جبکہ کسی عقیدۂ باطلہ کے ساتھ نہ ہو اُس صورت میں اُسے،

وجعلوا للہ مما ذرا من الحرث والانعام نصیبا فقالوا ھذا للہ بزعمھم وھذا لشرکائنا[3] الآیۃ۔ جو کھیتی اور جانور اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ان میں مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کا ایک حصہ مقرر کیا ہے، پھر وہ اپنے خیال میں باطل کی بناء پر کہنے لگے یہ اللہ تعالیٰ کا حصہ ہے اور ہمارے شریکوں کا، الآیۃ (ت)

www.alahazratnetwork.org

میں داخل سمجھنا محض جہالت وزبان زوری ہے کما لا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت)

(۵) لڑکوں کے سر پر چوٹی رکھنی ناجائز اور فعلِ مذکور رسوم ملعونۂ کفار سے تشبّہ ہے جس سے احتراز لازم۔

(۶) جو شخص احوال مذکورہ بر وجوہ مذمومہ سے صدقہ لیتا ہے اگر اُن اعتقاداتِ باطلہ میں اُن کا شریک تو خود بھی فاسق ومبتدع ہے جس کی امامت مکروہ اور اس کے ہاتھ پر بیعت جہالت ورنہ اُن کے لینے سے احتراز چاہیے مگر اُن کے فسق وبدعت کا وبال اس کے سر نہ ہوگا۔

قال تعالیٰ لا تزر وازرۃ وزر اُخریٰ[4] اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۴۱
[2] القرآن الکریم ۶۸/ ۲۱ تا ۲۴
[3] " " ۶/ ۱۳۶
[4] " " ۶/ ۱۶۴

اور اگر وہ صدقات اُن شرعی طریقوں پر ہیں جو ہم ذکر کر آئے اور یہ شخص محلِ صدقہ لینے میں اصلاً حرج نہیں۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۹ از بریلی مرسلہ میلاد خواں یکشنبہ ۱۷ شوال ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذا میں کہ اکثر برادری میں جو کھانے ہوتے ہیں ان کا قاعدہ یہ ہے کہ بسا اوقات نیت اس کے اندر ریاء وتفاخر کی ہوتی ہے اور اس رسم کو ایسا ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص برادری والا ناداری کی وجہ سے نہ کھلا سکے تو اس کو طعنہ دیتے ہیں اور اس کو ایسا لازمی امر خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر نہ کھلائیں گے تو برادری میں ہماری ناک کٹی ہو جائے گی، اور اگر پاس نہیں ہوتا تو اس کام کے لئے سُودی روپیہ قرض لیتے ہیں، پس عرض ہے کہ اس کھلانے کا طعنہ دینے والے کا شرعاً کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

یہ کھلانا اگر ریاء وتفاخر کی نیت سے ہے تو حرام ہے، اگر طعنہ دیے جانے سے بچنے کو ہے تو اسے مباح اور طعنہ دینے والوں مجبور کرنے والوں کو حرام،

www.alahazratnetwork.org

لحدیث اقطع عنی لسانہ[1] وصرح العلماء باستثنائہ من قاعدۃ ماحرم اخذہ حرم اعطاؤہ[2]۔ بوجہ حدیث مجھ سے اس کی زبان کاٹ دیجئے یعنی اس کا منہ بند کر دیجئے۔ اور علماء کرام نے اس قاعدہ (کہ جس کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے) سے مستثنٰی قرار دیا ہے۔ (ت)

اگر اُن وجوہ سے پاک بطور صلہ رحم وسلوک حسن وشکر نعمت ومواسات جیران واحبا مواقع فرحت وسرور جائزہ شرعی میں ہو تو حسن ومستحب۔

وانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرء مانوی[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ اعمال کا مدار نیتوں پر ہے ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جو اس نے نیت کی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ربیع الاول شریف ۱۳۱۶ھ

نیا مکان جب بنایا جائے تو ارتفاع اس کا سات گز سے زیادہ بنانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اگر ممنوع ہو تو بحوالہ کتاب جواب مرحمت فرمایا جائے۔

---

[1] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱

[2] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الرابعۃ عشر ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۸۹

الجواب

عمارات خیر میں جب کہ نیت خیر ہو وجہ خیر ہو محمود ہے اور اپنے سکونت وغیرہا کے مکانات میں اگر بحاجت ہو تو مباح اور بہ نیت تفاخر بالدنیا ہو تو حرام، تطاول فی البنیان (عمارتوں کی بلندی اور درازی۔ ت) علامات قیامت سے ہے۔ یہی محل ہے اُس حدیث کا کہ جب کوئی شخص سات گز سے زیادہ دیوار اٹھاتا ہے فرشتہ کہتا ہے اے منافق! کہاں تک بلند کرے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱ ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ مسئولہ مولوی علی احمد صاحب مصنف تہذیب البیان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ناواقف جاہل لوگ بنام نہاد طاق شہید طاق پرستی کرتے ہیں منتیں مانتے ہیں۔ ریوڑی، گنّا، پھول، ہار طاق پر چڑھاتے ہیں۔ جھک جھک کر سلام کرتے ہیں۔ اپنی حاجت روائی طاق سے چاہتے ہیں۔ اس میں اور بُت پرستی میں کیا فرق ہے؟ اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں اُن کے لئے شرع شریف میں کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہ سب رسوم جہالت وحماقت وممنوعات بیہودہ ہیں مگر بُت پرستی میں اور اس میں زمین آسمان کا فرق ہے، یہ جہال پرستش بمعنی حقیقی نہیں کرتے کہ کافر ہوجائیں ہاں گنہگار و بتدع ہیں، والعیاذ باللہ، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲ ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پختہ مکان بنوانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

پختہ مکان اگر نیک کاموں کے لئے ہو جیسے مسجد ومدرسہ وخانقاہ وسرا تو ثواب ہے اور اپنی ضرورت وحاجت کے لئے ہو تو مباح، اور تفاخر وتکبر کی نیت سے ہو تو حرام۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳ مسئولہ زین العابدین از بنگالہ ضلع پابنا قصبہ سراج گنج ۴ رجب المرجب ۱۳۲۰ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں رسوم کہ در ملک بنگال چنانست کہ مردمان برائے تولد فرزندان خانہ دیگر از خانہ بود و باش جداگانہ بنا می کنند و زادن فرزند در خانہ بود و باش بدفالی شمارند

علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس رسم کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ بنگال میں یہ رواج ہے کہ نومولود کی ولادت کے لئے اسکی ولادت سے قبل الگ کمرہ تعمیر کیا جاتا ہے اور پہلے سے تعمیر شدہ مکان جہاں وہ رہائش پذیر

چنیں قسم حشاۂ مخصوص در ہربار بنا نمودن شرعًا درست است یا نہ؟ و در زمانہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بود یا نہ؟

ہوتے ہیں اس میں نئے بچے کی ولادت منحوس خیال کی جاتی ہے، کیا ان کا یہ اقدام شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ اور حضرت سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایسے ہوتا تھا یا نہیں؟ (ت)

الجواب

ایں رسمِ شنیع در آں زمان پاک اصلًا نہ بود بلکہ بعد آں نیز تا قرون متطاولہ بلکہ ہنوز ہم در عامہ ولایت اسلام ازاں نشانے نیست، ایں رسم مشرکین وہنود ماند بلکہ ازاں ہم بالاتر رفتہ است ہندوان نیز ایں چنیں نہ کنند ایں کار اگر بخیال ضلال بدفال نبودی اسراف بودے و اللہ تعالٰی یقول ولا تسرفوا ان اللہ لا یحب المسرفین[1] اسراف نکنید کہ خدا دوست ندارد اسراف کنندگاں را بلکہ بوجوہ خلو از فائدہ تبذیر بودے و اللہ تعالٰی یقول ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین[2] مال بے سود برباد دہندگاں برادران شیاطین اند حالانکہ مبتنی بر ان وہم شیطانی ست ضلالی دگر برآں افزود سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

یہ قبیح رسم اس پاک زمانے میں بالکل نہ تھی بلکہ اس کے بعد بھی عرصہ دراز تک بلکہ اب تک عام اسلامی ممالک میں اس کا نام و نشان تک نہیں پایا جاتا، یہ ہندوانہ اور مشرکانہ رسوم کے مشابہ بلکہ ان سے بھی بدتر ہے کیونکہ ہندو بھی ایسا نہیں کرتے، اگر یہ عمل بدفالی اور گمراہی کے خیال سے نہ ہو تب بھی بوجہ اسراف معیوب ہے جبکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے کہ لوگو! بے جا خرچ کرنے سے پرہیز کرو کیونکہ اللہ تعالٰی کو فضول خرچ کرنے والے لوگ پسند نہیں تم اسراف نہ کیا کرو اللہ تعالٰی اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں بناتا، یہ اقدام متعدد وجوہ کی بنا پر فائدے اور بھلائی سے خالی ہے اور تبذیر کے زمرے میں آتا ہے جبکہ اللہ تعالٰی کا فرمان ہے کہ "مال کو بے مقصد برباد کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں"۔ اس وہم کی بنیاد شیطانی ہے مزید یہ کہ اس میں بدفالی

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۳۱
[2] " " ۱۷/ ۲۷

www.alahazratnetwork.org

قرنۃ الطیرۃ من الشرک بد فال گرفتن و براں کار بند شدن شیوہ مشرکان ست رواہ الائمۃ احمد[1] فی المسند والبخاری فی الادب المفرد وابوداؤد والترمذی[2] والنسائی وابن ماجۃ والحاکم فی صحاحھم کلھم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح[3] ومعنی الحدیث علی ما فسرنا کما افصحت عنہ الاحادیث وحققہ العقول۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

وبدشگونی والی گمراہی بھی شامل ہے۔ آنحضرت صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا بُری فال نکالنا اور اس پر کاربند ہونا مشرکین کا طریقہ اور دستور ہے، چنانچہ ائمہ کرام مثلاً امام احمد نے مسند میں، امام بخاری نے الادب المفرد میں، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے اپنی صحاح میں بحوالہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰے عنہ نے سند صحیح کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔ حدیث کے وہی معنی ہیں جو ہم نے بیان کردئے ہیں جیسا کہ احادیث سے واضح اور عیاں ہے اور "عقول" نے اس کی تحقیق کی ہے۔ واللہ تعالٰے اعلم (ت)

مسئلہ ۴۴: از اترولی ضلع اعظم گڑھ محلہ مقلاں مرسلہ اکرام اعظم صاحب ۸ جمادی الاولٰی ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ملت محمدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، جو مسلمان جوابات شرعیہ کو نہ مانے اور اپنے رواجہائے قدیمہ پر اڑا رہے وہ گنہگار ہے یا کیا ہے؟

الجواب

جو احکام شرع کے مقابل اپنے رواج پر اڑے وہ سخت گنہگار ہے۔ واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ ۴۵ ـ ۴۶: مرسلہ ولی محمد ایوتوی والہ از مقام دھوراجی متصل اسکول ملک کاٹھیاواڑ روز شنبہ ۲۲ شعبان ۱۳۳۳ھ

(۱) حضرت مولانا مقتدانا جناب مولانا مفتی احمد رضا خان صاحب شمس العلماء دام افضالہ۔ بعد ادائے آداب دست بستہ ملتمس می دارم کہ یہاں عام طور سے تمام شہر متفق ہے کہ درخت پیپل جس کو

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن مسعود المکتب الاسلامی بیروت ۱/۴۳۸

[2] جامع الترمذی ابواب السیر امین کمپنی دہلی ۱/۱۹۴

[3] کنز العمال بحوالہ ط، حم، د، ت، ہ، ک حدیث ۲۸۵۶۸ و ۲۸۵۶۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۱۱۳

ارنڈ خربزہ کہتے ہیں مکان مسکونہ میں لگانا منحوس ہے اور منع ہے چونکہ یہاں یہ بکثرت اور نہایت لذیذ ہیں لہذا التماس ہے کہ اس بارے میں احکام شرعی سے مع حوالہ کتب بالتشریح خبردار کیجئے۔

(۲) دیگر اگر خواب میں کوئی ریل میں سفر کرتا ہُوا خود کو دیکھے اس کی کیا تعبیر ہے؟

الجواب

(۱) شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں، شریعت نے نہ اُسے منحوس ٹھہرایا نہ مبارک۔ ہاں جسے عام لوگ نحس سمجھ رہے ہیں اس سے بچنا مناسب ہے کہ اگر حسبِ تقدیر اُسے کوئی آفت پہنچے اُن کا باطل عقیدہ اور مستحکم ہوگا کہ دیکھو یہ کام کیا تھا اُس کا یہ نتیجہ ہوا اور ممکن کہ شیطان اس کے دل میں بھی وسوسہ ڈالے۔ ردالمحتار میں ہے:

اما الدبسی والصلصل والعقعق واللقلق واللحام فلا یستحب اکلھا وان کانت فی الاصل حلالا لتعارف الناس باصابۃ آفۃ لاکلھا فینبغی ان یتحرز عنہ[1] الخ نقلہ عن غرر الافکار۔

الدبسی (کبوتر کی مانند ایک چھوٹا سا پرندہ ہے۔ درحقیقت یہ جنگلی کبوتر کی ایک قسم ہے)، الصلصل (امام جوہری نے کہا کہ یہ فاختہ ہے)، العقعق (کچھے شکل پر کبوتر کے برابر ایک پرندہ ہے لیکن اس کی دم کبوتر کی دُم سے دراز ہوتی ہے اور پر بھی اس سے بڑے ہوتے ہیں، اس کا رنگ سیاہ اور سفید ہوتا ہے)، اللقلق (عجمی نام والا ایک پرندہ ہے جو سانپ کھاتا ہے، اس کی حلّت اور حُرمت میں اختلاف ہے چنانچہ بعض کے نزدیک حلال ہے اور بعض کے نزدیک حرام)، اللحم (ایک قسم کی بڑی مچھلی ہے جو سونڈ سے تلوار کی طرح کاٹ دیتی ہے) (ماخوذ از حیاۃ الحیوان اول و دوم)، ان سب کا کھانا بہتر نہیں اگرچہ درحقیقت یہ حلال ہیں اس لئے کہ لوگوں میں مشہور ہے کہ ان کے کھانے سے مصیبت آتی ہے لہذا ان کے کھانے سے پرہیز کیا جائے (اگر کھالیا اور تقدیر سے مصیبت آگئی تو عام لوگوں کا عقیدہ خراب ہوجائے گا) علامہ شامی نے غرر الافکار سے اُسے نقل فرمایا (ت)

(۲) خواب میں سفر اگر نہ موم بات کے لئے نہ ہو دلیل ظفر اور مرض سے صحت ہے لحدیث سافروا تصحوا[2] (سفر کرو تاکہ تندرست رہو۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] ردالمحتار کتاب الذبائح تحت قول الماتن قبیل الخفاش دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۹۴

[2] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۳۸۰

مسئلہ از شہر محلہ ملوکپور مسئولہ واحد یار خاں ۴ صفر المظفر ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک قوم میں یہ دستور ہے کہ وقت شادی یا غمی کے دس بیس روپے اپنے پاس ہوتے ہیں تو سو پچاس روپے سودی لے کر واسطے برادری کے کھانے پینے کا سامان کرتے ہیں اور جب لڑکی اپنے شوہر کے مکان پر جاتی ہے لڑکی کا باپ اپنے ہمراہ سو دو سو آدمی لیجاتا ہے وہ سب لوگ لڑکی کے شوہر کے مکان پر کھانا کھاتے ہیں بعد کھانا کھانے کے لڑکی کا باپ اپنا نیوتہ وصول کرتا ہے پس جس قدر آدمی زیادہ ہوں گے نیوتہ کا روپیہ زیادہ آئے گا، اگر قرضدار رہا یا برباد ہوا تو اس سے کچھ غرض نہیں، لڑکا، باپ یا برادر جب تک چار بار روٹی دکھائیں نیوتہ نہ دیں گے یعنی منڈھا اور اور برات اور بڑوا یہ وقت کھانوں کے مقرر ہیں برادری زور دے کر یہ کھانے لیتی ہے، خیر جب لڑکے کا باپ شادی سے فارغ ہو کر قرض ادا کرنے کی طرف متوجہ ہوا تو یہ بات ظاہر ہے کہ گھر والوں کو غریب آدمی کے مکان پر پیٹ بھر کر روٹی اور تن بھر کپڑا جب تک قرض ادا نہ ہوجائے درمیان میں یہ فساد پیدا ہوجاتا ہے کہ لڑکی اپنے ماں باپ کے مکان پر جا بیٹھتی ہے کہ روٹی کپڑا تو ہے نہیں ایسے شوہر کے مکان پر جا کر کیا کروں اور بڑے سے بڑے فساد پیدا ہوجاتے ہیں کہ جن کو بیان نہ کرنا بہتر ہے، یہ رسم شرفا یا جہالت کی، زید کہتا ہے سودی روپیہ جو دے اس پر خدا کی لعنت اور جو کوئی واسطے ان اشرکت کے لے اس پر بھی خدا کی لعنت، اور جو برادر کہ جانتے ہیں کہ یہ کھانا پینا سودی روپیہ لے کر ہمارے واسطے کیا گیا ہے پھر جان کر کھائیں تو ان کھلانے والوں کے واسطے کیا حکم ہے؟ اور جو اس قوم کا آدمی بغیر توبہ کے مرجائے تو اس کی نماز پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ اور اگر یہ قوم توبہ نہ کرے تو داخل اُمتِ محمدی میں ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

بیشک سود کھانے والے پر حدیث میں لعنت فرمائی ہے، اور بے ضرورت ومجبوری شرعی جو سود دے سودی قرض لے اس پر بھی لعنت فرمائی، اور غم میں تو برادری کا کھانا دینا گناہ ہے اور شادی میں اگرچہ جائز ہے مگر سودی قرض اس کے لئے لینا حرام و باعثِ لعنت ہے۔ اہلِ برادری کو معلوم ہو تو انھیں اس کھانے میں شرکت نہ چاہئے کہ انھیں کے لئے وہ اس گناہ کا مرتکب ہوا۔ اگر لوگ جانیں کہ سودی قرض لے کر جو کھانا کیا جائے برادری اسے نہ کھائے گی تو ہرگز ایسی حرکت نہ کریں۔ پھر بھی یہ باتیں معاذ اللہ کفر نہیں کہ توبہ نہ کریں تو امت میں نہ رہیں یا اس کی جنازہ کی نماز نہ ہو، یہ سب غلط خیال ہیں۔ نیوتہ وصول کرنا شرعاً جائز ہے اور دینا ضروری ہے کہ وہ قرض ہے۔ اور سو دو سو آدمی دعوت کے لئے ہمراہ لینا بھی جائز ہے جب تک دعوت دینے والے کی مرضی سے ہو، ہاں اگر اس کے خلافِ مرضی ہو اور مجبوری کیلئے شرما شرمی دے

تو وہ کھانا حرام ہے اور اتنے آدمی لے جانا حرام ہے جانے والے چور بن کر جائیں گے اور لٹیرے بن کر نکلیں گے یہ حدیث کا ارشاد ہے نہ کہ جب دبا کر لیں کہ اس کے صریح حرام ہونے میں کیا کلام ہے، اور جا رو قت کے کھانے کا بوجھ بلا مرضی ڈالنا اور بغیر اس کے نیوتہ نہ دینا یہ بھی حرام ہے۔ ایسی ناپاک رسموں کا ترک فرض ہے۔

واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم (اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے اور اس کا علم جس کی بزرگی بڑی ہے زیادہ کامل اور زیادہ پختہ ہے۔ ت)

مسئلہ از ضلع بریسال ملک بنگال پوسٹ آفس سامر باٹھ کاؤگوریدی مسئولہ رکن الدین احمد روز پنجشنبہ ۱۵ صفر المظفر ۱۳۲۲ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعد ولادت مولود ناری چھید کرنا آیا دائی جو گاؤں میں مقرر ہوتی ہیں یا جنائی جو ہر گھر کی عورتیں ہوتی ہیں انھوں کے ساتھ کچھ خصوصیت ہے یا جوں توں کر سکتا ہے بر تقدیر ثانی و ثالث منکرین پر شرعاً کیا حکم ہے؟

(۲) اگر اہل محلہ دائی کے ساتھ خصوصیت جان کر اس فعل قبیحہ خاص کے لئے ایمان دار بھائیوں کو اہانت او رہے عزت کریں مثلاً ان لوگوں کے ساتھ اٹھک بیٹھک کھانا پینا نہ کریں بلکہ کہیں کہ اگر شرع میں بھی ہے تو بھی نہ کرنا کیونکہ رواج کے خلاف ہے اور خاص کرکے اس فعل خاص پر رواج کے پابند ہونا ضرور ہے تو شرع میں ان لوگوں پر کیا حکم ہے؟

(۳) شریعت کے خلاف جو رواج ہو اپنے نام و ناموس کی رعایت سے اسی رواج کی پاسداری کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بر تقدیر اولٰی کیوں جائز اور اس کی کیا دلیل؟ بر تقدیر ثانی جنہیں رواج مذمومہ پر شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا احکم الکتاب توجروا یوم الحساب (کتاب کا حکم بیان کرو تاکہ روزِ حساب اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

(۱) بچہ کی ناری چھیدنا سنت ہے اور اس کی خصوصیت کوئی نہیں کہ یہ کام دائی جنائی کرے یا باپ بھائی جو کرے، جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ دائی جنائی کے ساتھ خاص ہے اوروں کو جائز نہیں وہ دل سے مسئلہ نکالتے ہیں اور شریعت پر افترا کے گنہگار ہوتے ہیں۔

قال اللہ تعالٰی ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھٰذا حلال و ھٰذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب۔ اھ

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا، تمھاری زبانیں جو کچھ جھوٹ بیان کرتی ہیں اس کے بارے میں یہ نہ کہا کرو کہ یہ حلال اور یہ حرام ہے تاکہ تم اللہ تعالٰی پر

إن الذين يفترون على الله الكذب لا يفلحون.[1] والله تعالٰی اعلم. | جھوٹ باندھو۔ بیشک جو لوگ اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھتے ہیں وُہ کبھی کامیاب نہیں۔ اور اللہ تعالٰی بڑے علم والا ہے (ت)

(۲) یہ بلا وجہ اپنے بھائیوں سے انقطاع اور مسلمانوں کی ایذا، اور کسی وجہ سے حرام ہے۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ۔[2] | جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالٰی کو ایذا دی (ت)

دوسرے فریق کو بھی چاہیے جب لوگ اس قدر اُس سے پریشان ہوتے اور نفرت کرتے ہیں تو کیوں ایسی بات کریں جس سے ایک مباح کے پیچھے باہم تفرقہ وفتنہ ہو، ہاں اُن میں جو اہلِ علم ومقتدا و صاحبِ اثر ہوں وہ کریں تاکہ لوگوں کے قلوب سے یہ غلط بات رفع ہوجائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) یہ رواج کہ خود نہیں کرتے بچا نے کو دیتے خلافِ شرع نہیں کہ شریعت نے یہ کام خود کرنا واجب نہ کیا ہاں یہ سمجھنا کہ خود کرنا جائز نہیں اعتقاد باطل ہے اور اگر جائز تو جانتے ہیں مگر بلحاظ عوام بدنامی ومطعونی سے بچنے کو اس پر اصرار کرتے ہیں تو ایک وجہ رکھتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۱: از شہر مرادآباد مسئولہ حافظ محمود حسن روز دوشنبہ بتاریخ ۲۹ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ صفر کے اخیر چہارشنبہ کے متعلق عوام میں مشہور ہے کہ اس روز حضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مرض سے صحت پائی تھی بنا بر اُس کے اس روز کھانا و شیرینی وغیرہ تقسیم کرتے ہیں اور جنگل کی سیر کو جاتے ہیں علٰی ہذا القیاس مختلف جگہوں میں مختلف معمولات ہیں کہیں اُس روز کو نحس ونامبارک جان کر گھر کے پرانے برتن گِلی توڑوا دیتے ہیں اور تعویذ وچھلّا چاندی کے اُس روز کی صحت بخشی جنابِ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں مریضوں کو استعمال کراتے ہیں یہ جملہ امور بربنائے صحت یابی حضے اللہ تعالٰی علیہ وسلم عمل میں لائے جاتے ہیں لہذا اصل اس کی شرع میں ثابت ہے کہ نہیں؟ اور فاعل عامل اس کا بربنائے ثبوت یا عدم ثبوت گرفتارِ معصیت ہوگا یا قابلِ ملامت وتادیب؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/۱۱۶

[2] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/۳۷۳

الجواب

آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں، نہ اُس دن صحت یابی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا کوئی ثبوت بلکہ مرض اقدس جس میں وفات مبارک ہوئی اُس کی ابتداء اُسی دن سے بتائی جاتی ہے اور ایک حدیث مرفوع میں آیا ہے ،

آخر اربعاء فی الشھر یوم نحس مستمر[1] ماہ صفر کا آخری چہار شنبہ دائمی نحوست والا دن ہے۔ (ت)

اور مروی ہوا کہ ابتداء ابتلائے سیدنا ایوب علٰی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والتسلیم اسی دن تھی اور اسے نحس سمجھ کر مٹی کے برتن توڑ دینا گناہ و اضاعتِ مال ہے۔ بہرحال یہ سب باتیں بے اصل و بے معنٰی ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۲ مسئولہ طوطی ہند اسرار الحق خاں و سہیل ہند غلام قطب الدین صاحب از جبلپور

چہار شنبہ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

ماہ صفر کے اخیر چہار شنبہ کو ساتوں سلام یعنی سلامٌ قولاً من رب رحیم[2] وغیرہ جلسہ میں پڑھ کر اور آم کے سات پتوں پر لکھ کر ایک نئے گھڑے میں پانی منگا کر اس میں پتے دھو کر بطور تبرک سب کو پلانا جائز ہے یا نہیں ؟

www.alahazratnetwork.org

الجواب

قرآن عظیم کی ہر آیت ہمیشہ نور و ہدٰی و برکت و شفا ہے اور اس چہار شنبہ کی تخصیص محض بے معنی، بہرحال نفس فعل میں حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۳ از کیلاکھیڑا ڈاکخانہ باز پور ضلع نینی تال مرسلہ محمد عبدالمجید خاں صاحب ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

یہ جو بعض جہلاء عرض ڈورے کیا کرتے ہیں اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ خاتونِ جنت ہر کسی گھر ماہ ساون بھادوں میں جایا کرتی اور ایک ایک ڈورا اُن کے کان میں باندھ کر یہ کہا کرتیں کہ پوریاں پکا کر فاتحہ دلا کر لانا اس کی کچھ سند ہے یا واہیات ہے ؟

الجواب

یہ ڈوروں کی رسم محض بے اصل و مردود ہے اور حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ تعالٰی عنہا کی طرف

---

[1] کنز العمال حدیث ۱۲۹۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲/۱۱

[2] القرآن الکریم ۳۶/۵۸

اس کی نسبت محض جھوٹ بُرا افترا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از کمال پورہ علاقہ جیت پورہ بنارس مرسلہ خدا بخش زردوز مالک فلور مل اسلامیہ ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

اکثر لوگ ۳، ۱۳ یا ۲۳، ۸، ۱۸، ۲۸ وغیرہ تواریخ اور پنجشنبہ و یکشنبہ و چہارشنبہ وغیرہ ایام کو شادی وغیرہ نہیں کرتے، اعتقاد یہ ہے کہ سخت نقصان پہنچے گا، ان کا کیا حکم؟

الجواب

یہ سب باطل و بے اصل ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از مقام رام باغ ڈاکخانہ خاص ضلع ڈیرہ دون مرسلہ حکیم محمد فضل الرحمٰن صاحب مورخہ ۱۶ جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جیسے یہ مثال یا مثلہ اہل اسلام میں رائج عملدرآمد کے ساتھ ہے کہ بہن کے گھر بھائی کتا اور خوشدامن کے گھر داماد کتا، جہاں تک دریافت ہوا ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مثال ہنود کے یہاں قطعی طور پر رائج ہے مگر اہل اسلام میں نہایت سرگرمی کے ساتھ شامل کرلیا ہے اور اس پر عملدرآمد کیا جاتا ہے، وہ لوگ جو بہن کے گھر یا خوشدامن کے گھر رہتے ہیں نہایت بُری نظر اور بے عزتی کے ساتھ دیکھے جاتے ہیں، آیا از روئے شریعت بہن کے گھر بھائی کا رہنا جائز ہے یا نہیں؟ اور خوشدامن کے گھر داماد کا رہنا جائز ہے نہیں؟ کن وجوہات سے اس کا رواج اسلام میں یا اتفاق سے ہندوستان کے ہر طبقہ میں پھیلا ہوا ہے اس کی اصلیت کیا ہے؟ امید کہ بواپسی مطلع فرمایا جائے فقط۔

الجواب

رسم مردود ہنود یہ ہے کہ بہن بیٹی کے گھر کا پانی پینا بُرا جانتے ہیں کھانا تو بڑی چیز ہے، یہ رسم ضرور ناپاک و مردود ہے، مولٰی سبحٰنہ وتعالٰی قرآن کریم میں فرماتا ہے:

لیس علی الاعمٰی حرج ولا علی الاعرج ولا علی المریض حرج ولا علی انفسکم ان تاکلوا من بیوتکم او بیوت اٰبائکم او بیوت امھاتکم او بیوت اخوانکم او بیوت اخواتکم او بیوت

نہ اندھے پر تنگی نہ لنگڑے پر نہ بیمار پر نہ آپ تم پر کہ اپنی اولاد کے گھر کھانا کھاؤ یا اپنے باپ کے گھر یا ماں کے گھر یا بھائیوں کے گھر یا بہنوں کے گھر یا چچا کے گھر یا پھوپی کے گھر یا ماموں کے گھر یا خالہ کے گھر یا جس کی کنجیاں تمہارے

اعمامکم او بیوت عمّٰتکم او بیوت اخوالکم او بیوت خٰلٰتکم او ما ملکتم مفاتحہ او صدیقکم[1] ۲
۱۱

اختیار میں ہیں یا اپنے دوست کے یہاں۔

اس اجازت میں جیسے ایک وقت کا کھانا داخل ہے یُوں ہی بشرطِ رضا و عدمِ بار چند وقت کا خصوصاً جبکہ بہن یا ساس یا ان لوگوں کا مکان دوسرے شہر میں ہو اور یہ بعد مدّت ملنے کو جائے جب تک یہ نہ جانے کہ ان پر بار و ناگوار نہ ہوگا جہاں تک ایسے تعلقات میں ایسے بُعد سے اتنے دنوں بعد مہمان داری معروف ہے بلاشُبہہ رہ سکتا ہے، ہاں اتنا رہنا کہ اکتا جائے اور ناگوار ہو ناجائز اور وہ کھانا بھی ناجائز اگرچہ ماں باپ ہی کا گھر ہو، ہاں ماں باپ جبکہ محتاج ہوں مالدار اولاد کے یہاں جتنے دن چاہیں رہ سکتے ہیں اگرچہ اسے ناگوار ہو کہ اس کے مال میں اتنا ان کا حق ہے اس کی بے مرضی بھی لے سکتے ہیں، یہ سب عارضی طور پر رہنے میں کلام تھا، اب جو لوگ معیوب جانتے ہوں ان کا زعم بالکل مردود و اتباعِ کفار ہنود ہے۔ رہا دوسرے کے یہاں سکونت اختیار کرنا یہ سوا محتاج ماں باپ کے کسی کے گھر بے اس کی رضا کے اصلاً حلال نہیں اگرچہ بھائی یا باپ کے یہاں ہو اگرچہ فقط سکونت ہو کھائے اپنا مگر وہ کسب سے عاجز و محتاج جس کا نفقہ شرع نے اس صاحبِ مکان پر واجب کیا یہ رہ سکے گا اور کھانا بھی اسی کے سر کھائیگا اسے گوارہ ہو خواہ ناگوار، بھائی ہو خواہ بہن، ساس اس میں داخل نہیں کہ اس کے ذمہ اس کا نفقہ نہیں ہو سکتا ہاں عاجز محتاج کا نفقہ جس پر شرعاً لازم ہے اگر نہ وہ اس کی اولاد میں ہے نہ یہ اس کی اولاد میں تو بے اس کی رضا کے جبراً اس کا بار اس پر ڈالنا بحکم حاکم ہوگا خود یہ اس کا اختیار نہیں رکھتا، ردالمحتار میں ہے:

نفقۃ قرابۃ غیر الولاد وجوبہا لایثبت الا بالقضاء او الرضاء[2]

ایسے رشتے دار کا خرچ جو اولاد میں شامل نہ ہو اس کے خرچے کا وجوب فیصلۂ قاضی یا خرچ دینے والے کی رضامندی کے بغیر ثابت نہیں ہو سکتا (ت)

حکمِ شرع یہ ہے اس کے خلاف جو کچھ ہو باطل ہے ظاہراً یہ تخصیص اس خیال سے ہو کہ بہن کا اپنا گھر اور مال غالباً نہیں ہوتا بلکہ اُس کے شوہر کا، اور وہ اگر ناگواری نہ ظاہر کرے تو غالباً مروت اور اپنی

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/۶۱

[2] ردالمحتار کتاب الطلاق باب النفقۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۸۱

زوجہ کی رعایت سے اور ساس جو کچھ کرے گی اپنی بیٹی کے دباؤ سے، اور یہ جائز نہیں، لہٰذا اس سے احتراز چاہئے اگرچہ ناگواری ظاہر نہ ہو کہ ظاہر ناگواری ہے اور بہن فقط مثال ہے بیٹی بھتیجی بھانجی کا بھی یہی حال ہے جبکہ مال و مکان اُن کے شوہروں کا ہو نشرعاً بھائی بھتیجے بھانجے کا بھی یہی حکم ہے جبکہ مروت وخاطر مع ناگواری باطنی ہو مگر یہاں مروت خود اس کی ذات کے باعث ہے اور وہاں دی ہوئی بیٹی کے ذریعہ سے، لہٰذا اُسے زیادہ معیوب کہا۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۸۸ از شہر کوٹہ راجپوتانہ محلہ لاڈپورہ معرفت گانس بہرو کے مسؤلہ الٰہی بخش لوہار ۲۸ جمادی الاولیٰ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ،

(۱) شادی میں ہندوؤں کی رسم کے موافق گانے اور باجے کے ساتھ کمہار کے گھر سے برتن لانے کے واسطے کیا حکم ہے؟

(۲) شادی میں کپڑا پہناتے وقت ہندوؤں کی طرح پیشانی میں ہلدی کا ٹیکا لگانا کیسا ہے؟

(۳) لڑکے کی سالگرہ کے روز لچھے میں عمر کی گرہ لگانا کیسا ہے؟

www.alahazratnetwork.org

الجواب

(۱) ناجائز وگناہ ہے، واللہ تعالےٰ اعلم

(۲) ناجائز وگناہ ہے، واللہ تعالےٰ اعلم

(۳) ناجائز ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۸۹ از دیوگڑھ میواڑ راجپوتانہ مرسلہ عبدالعزیز صاحب ۸ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں دونوں عیدوں پر مسلمان بڑے تزک و احتشام سے اسلام کی شان وشوکت ظاہر کرتے ہیں یعنی نماز کے لئے جاتے وقت توپوں کے فیر ہوتے ہیں اور نشان گھوڑا و تاشے بجتے ہوئے عیدگاہ کو جاتے ہیں اور قاضی صاحب شاہی جامہ پہنتے ہیں بعد فراغت نماز دوسرے دروازہ سے شہر میں داخل ہوتے ہیں یہ محض اسلامی شان وشوکت بمقابلہ کفار کی جاتی ہے اور تمام لوازمہ منجانب رئیس ریاست یہاں کے آتا ہے اگر تاشے وغیرہ موقوف کئے جائیں تو فتنہ و فساد برپا ہونے کی صورت ہے اس میں کوئی خرابی تو لازم نہیں آتی ہے؟

الجواب

عید کے لئے نشان لے جانا اور عمدہ لباس پہننا تو سنت ہے اور گھوڑے کی سواری بھی فی نفسہ

مسنون ہے اگرچہ عیدگاہ جانے کے لئے وارد نہیں اور مصلحت کے لئے وہاں ہاتھی کی سواری یا کوتل ہاتھی گھوڑے اور توپوں کے فیر میں بھی حرج نہیں، ایسے شہر میں ایسی رسم کو بند کرنا سراسر خلافِ مصلحت ہے اس میں صرف غازیوں کا سا طبل ہو جسے دہل کہتے ہیں تاشے نہ ہوں،

وانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی[1]

کاموں کا مدار ارادوں پر ہے اور ہر آدمی کے لئے وہی کچھ ہے جس کا اس نے ارادہ کیا۔ (ت)

اظہارِ شوکت کی اصل حج میں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا رمل و اضطباع اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو اس کا حکم فرمانا ہے اور شک نہیں کہ وہاں اس طریقہ کے بند کرنے میں مشرکین کی فرحت و شادی اور ان کی نگاہوں میں معاذ اللہ اسلام کی سُبکی کا باعث ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

هادی النّاس فی رسوم الاعراس

(شادیوں کی رسومات کے بارے میں لوگوں کے لئے راہنما)

www.alahazratnetwork.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ونحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

مسئلہ ۹۰ از کانپور مدرسۂ فیضِ عام مرسلہ مولوی احمد حسن صاحب ۲۱ جمادی الاولٰی ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے دیار میں اس طرح کا رواج ہے کہ شادی کے دن طرح بطرح کا تماشا کرتے ہیں یعنی آتشبازی و بندوق اور گانا بجانا، اور لکڑی کھیلنا وغیرہ۔ ان سب سامان کے ساتھ نوشاہ کو پالکی پر سوار کرکے تماشا کرتے ہوئے دُلھن کے مکان میں جاتے ہیں، آیا یہ سب امورِ مذکورہ بحسبِ شرع شریف جائز ہیں یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

نوشہ کو پالکی میں سوار کرنا مباح وجائز ہے لان من الرسوم العامة التی لامضر فیھا من الشرع (اس لئے کہ یہ اُن عادی رسموں میں سے ہے شریعت میں جن پر کوئی طعن نہیں۔ ت) اور لکڑی پھینکنا، بندوقیں چھوڑنا اور اس قسم کے سب کھیل جائز ہیں جبکہ اپنے اور دوسرے کی مضرّت کا اندیشہ نہ ہو، اور ان سے مقصود کوئی غرضِ محمود جیسے فنِ سپہگری کی مہارت ہو، نہ مجرد لہو ولعب لانھما من جنس النضال المستثنٰی فی الحدیث (کیونکہ یہ وہ کھیل ہیں جن کو حدیث میں مستثنٰی قرار دیا گیا ہے۔ ت) اور اگر

صرف کھیل کود مقصود ہو تو مکروہ۔

فی الدر المختار کرہ کل لھو، لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کل لھو المسلم حرام الا ثلاثۃ ملاعبتہ باھلہ وتادیبہ لفرسہ و مناضلتہ بقوسہ[1] اھ، وفی رد المحتار فی الجواھر قد جاء الاثر فی رخصۃ المصارعۃ لتحصیل القدرۃ علی المقاتلۃ دون التلھی فانہ مکروہ اھ والظاھر انہ یقال مثل ذلک فی تادیب الفرس والمناضلۃ بالقوس[2] اھ وفیہ عن القھستانی عن الملتقط من لعب بالصولجان یرید الفروسیۃ یجوز[3] اھ وفی الدر المصارعۃ لیست ببدعۃ الا للتلھی فتکرہ، برجندی[4] اھ وفیہ وکذا یحل کل لعب خطر لحاذق تغلب سلامتہ

درمختار میں ہے ہر کھیل مکروہ ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ مسلمان کیلئے ہر کھیل حرام ہے سوائے تین کے (یعنی مسلمان کے لئے سوائے تین کے باقی ہر کھیل حرام اور ممنوع ہے اور جو تین کھیل مباح ہیں وہ یہ ہیں) (۱) خاوند کا اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا (دل لگی کرنا)۔ (۲) اپنے گھوڑے سے کھیلنا (اس کی تربیت اور سکھلائی کرنا) اور (۳) اپنی کمان سے تیر اندازی کرنا اھ، فتاوٰی شامی میں الجواہر کے حوالہ سے ہے کہ حدیث میں باہم کشتی کرنے کی اجازت موجود ہے یعنی جنگ وجہاد کے لئے قوت حاصل کرنے کے لئے، نہ کہ کھیل کود کے لئے، کیونکہ محض کھیل کود تو مکروہ ہے اھ، اور ظاہر یہ ہے کہ اسی طرح کا اطلاق گھوڑے کو سکھانے اور کمان سے تیر اندازی کرنے پر کیا جاتا ہے اھ، اسی میں قہستانی سے بحوالہ الملتقط مرقوم ہے جس کسی نے صولجان یعنی گھوڑ دوڑ کا کھیل کیا تو یہ جائز ہے لہ، درمختار میں ہے کہ باہم کشتی کرنا بدعت نہیں مگر یہ کہ محض کھیل کود کیلئے نہ ہو برجندی اھ، اور اسی میں ہے کہ ہر ایسا

www.alahazratnetwork.org

---

[1] الدر المختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۸
[2] رد المحتار " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۵۲ و ۲۵۳
[3] " " " " " " " " " ۵/ ۲۵۸
[4] الدر المختار " " " " مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۹

کومی الرام وصید لحیۃ. ویحل التفرج علیھم حینئذ اھ[1] وفیہ عند عد المباحات والسباحۃ والصولجان والبندق ورمی الحجر واشالۃ الید والشباک والوقوف علی رجل الخ[2] فی الشامیۃ البندق ای المتخذ من الطین ط ومثلہ المتخذ من الرصاص[3]

کھیل جو کسی ماہر کو کھٹکے میں ڈال دے مگر اس میں سلامتی غالب ہو وہ جائز ہے جیسے کسی تیرانداز کے لئے تیراندازی کرنا اور کسی قبیلہ کے لئے شکار کرنا۔ پھر ان پر اس وقت خوشی کرنا جائز ہے اھ انہی مباح کاموں کو شمار کرنے کے سلسلہ میں ہے تیرنا، گھڑدوڑ کرنا، ڈھیلے پھینکنا، تیرمارنا (الشباک) آپس میں ایک دوسرے کی بند مٹھیاں کھولنا اور ایک پاؤں پر کھڑا ہونا وغیرہ الخ (یہ سب کھیل جائز اور مباح ہیں) فتاوٰی شامی میں ہے "البندق" جو گارے سے تیار کیا جائے اور اسی کی مانند وہ ہے جو سیسہ سے بنایا جائے۔ (ت)

آتشبازی جس طرح شادیوں اور شب برات میں رائج ہے بیشک حرام اور پورا جرم ہے کہ اس میں تضییع مال ہے۔ قرآن مجید میں ایسے لوگوں کو شیطان کے بھائی فرمایا۔

قال اللہ تعالٰی لاتبذر تبذیرا ۝ ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین ۝ وکان الشیطان لربہ کفورا ۝[4]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا، کسی طرح بے جا نہ خرچ کیا کرو کیونکہ بے جا خرچ کرنیوالے شیاطین کے بھائی ہوتے ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بہت بڑا ناشکرگزار ہے۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالٰی کرہ لکم ثلثا قیل وقال واضاعۃ المال وکثرۃ السؤال، رواہ البخاری[5] عن المغیرۃ بن

بے شک اللہ تعالٰی نے تمہارے لئے تین کاموں کو ناپسند فرمایا، (۱) فضول باتیں کرنا (۲) مال کو ضائع کرنا (۳) بہت زیادہ سوال کرنا اور

---

[1] الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۹
[2] " " " " " " "
[3] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۵۹
[4] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۶ و ۲۷
[5] صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ باب قول اللہ تعالٰی لایسئلون الناس الحافا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰۰ و ۲/ ۸۸۴
صحیح مسلم کتاب الاقضیۃ باب النہی عن کثرۃ المسائل " " ۲/ ۷۵

شعبۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔

مانگنا۔ امام بخاری نے اس کو حضرت مغیرہ بن بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (ت)

شیخ محقق مولنا عبدالحق محدث دہلوی ماثبت بالسنۃ میں فرماتے ہیں :

من البدع الشنیعۃ ما تعارف الناس فی اکثر بلاد الھند من اجتماعھم للتھو واللعب بالنار، واحراق الکبریت[1] اھ مختصرا۔

بُری بدعات میں سے یہ اعمال ہیں جو ہندستان کے زیادہ تر شہروں میں متعارف اور رائج ہیں جیسے آگ کے ساتھ کھیلنا اور تماشہ کرنے کے لئے جمع ہونا، گندھک جلانا وغیرہ اھ مختصراً۔ (ت)

اسی طرح یہ گانے بجانے کہ ان بلاد میں معمول و رائج ہیں بلاشبہ ممنوع و ناجائز ہیں خصوصاً وہ ناپاک وملعون رسم کہ بہت خرانِ بے تمیز احمق جاہلوں نے شیاطین ہنود و ملاعین بے بہبود سے سیکھی یعنی فحش گالیوں کے گیت گوانا اور مجلس کے حاضرین و حاضرات کو لچھے دار سنانا سمدھیانہ کی عفیف پاکدامن عورتوں کو الفاظِ زنا سے تعبیر کرنا کرانا خصوصاً اس ملعون بے حیا رسم کا مجمع زناں میں ہونا، اُن کا اس ناپاک فاحشہ حرکت پر ہنسا، قہقہے اڑانا، اپنی کنواری لڑکیوں کو یہ سب کچھ سُنا کر بدلحاظیاں سکھانا، بے حیا، بے غیرت، خبیث، بے حمیت مردوں کا اس شُہدہ پن کو جائز رکھنا۔ کبھی برائے نام لوگوں کے دکھاوے کو جھوٹ سچ ایک آدھ بار جھڑک دینا، مگر بندوبست قطعی نہ کرنا، یہ وہ شنیع، گندی اور مردود رسم ہے جس پر صدہا لعنتیں اللہ عزوجل کی اُترتی ہیں، اِس کے کرنے والے، اس پر راضی ہونے والے، اپنے یہاں اس کا کافی انسداد نہ کرنے والے سب فاسق فاجر، مرتکب کبائر، مستحق غضب جبّار و عذاب نار ہیں، والعیاذ باللہ تبارک وتعالٰی۔ اللہ تعالٰی مسلمانوں کو ہدایت بخشے آمین۔ جس شادی میں یہ حرکتیں ہوں مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس میں ہرگز شریک نہ ہوں، اور اگر نادانستہ شریک ہوگئے تو جس وقت اِس قسم کی باتیں شروع ہوں یا اُن لوگوں کا ارادہ معلوم ہو تو سب مسلمان مردوں عورتوں پر لازم ہے کہ فوراً اسی وقت اُٹھ جائیں اور اپنی جورو، بیٹی، ماں، بہن کو گالیاں نہ دلوائیں، فحش نہ سنوائیں ورنہ یہ بھی اُن ناپاکیوں میں شریک ہونگے اور غضب الٰہی سے حصہ لیں گے والعیاذ باللہ رب العالمین، زنہار زنہار اس معاملہ میں حقیقی بہن بھائی

---

[1] ماثبت بالسنۃ ذکر شہر شعبان المقالۃ الثالثۃ ادارہ نعیمیہ رضویہ موچی گیٹ لاہور ص ۲۸۲

بلکہ ماں باپ کی بھی رعایت و مروت روا نہ رکھیں کہ،

لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالٰی۔ اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں۔(ت)

ہاں شرع مطہر نے شادی میں بغرضِ اعلان نکاح صرف دف کی اجازت دی ہے جبکہ مقصودِ شرع سے تجاوز کرکے لہوِ مکروہ و تحصیل لذتِ شیطانی کی حد تک نہ پہنچے۔ ولہذا علماء شرط لگاتے ہیں کہ قواعدِ موسیقی پر نہ بجایا جائے، تال سم کی رعایت نہ ہو نہ اس میں جھانج ہوں کہ وہ خواہی نخواہی مطرب و ناجائز ہیں۔ پھر اس کا بجانا بھی مردوں کو ہر طرح مکروہ ہے، نہ شرف والی بیبیوں کے مناسب بلکہ نابالغہ چھوٹی چھوٹی بچیاں یا لونڈیاں باندیاں بجائیں اور اگر اس کے ساتھ کچھ سیدھے سادے اشعار یا سہرے سہاگ ہوں جن میں اصلاً فحش ہو نہ کسی بے حیائی کا ذکر، نہ فسق و فجور کی باتیں، نہ مجمع زنان یا فاسقان میں عشقیات کے چرچے، نہ نامحرم مردوں کو نغمۂ عورات کی آواز پہنچے۔ غرض ہر طرح منکراتِ شرعیہ و مظانِ فتنہ سے پاک ہوں، تو اس میں بھی مضائقہ نہیں، جیسے انصارِ کرام کی شادیوں میں سمدھیانے جاکر یہ شعر پڑھا جاتا تھا:

اتیناکم اتیناکم فحیانا وحیاکم[2]

www.alahazratnetwork.org

یعنی ہم تمہارے پاس آئے ہم تمہارے پاس آئے، اللہ ہمیں زندہ رکھے تمہیں بھی جلائے یعنی زندہ رکھے۔

پس اس قسم کے پاک و صاف مضمون ہوں، اصل حکم میں تو اسی قدر کی رخصت ہے مگر حالِ زمانہ کے مناسب یہ ہے کہ مطلق بندش کی جائے کہ جہال حال خصوصاً زنانِ زماں سے کسی طرح امید نہیں کہ انہیں جو حد باندھ کر اجازت دی جائے اس کی پابند رہیں اور حدِ مکروہ و ممنوع تک تجاوز نہ کریں، لہذا سرے سے فتنہ کا دروازہ ہی بند کیا جائے، نہ انگلی ٹیکنے کی جگہ پائیں گی نہ آگے پاؤں پھیلائیں گی، خصوصاً بازاری فاجرہ فاحشہ عورتوں، رنڈیوں، ڈومنیوں کو تو ہرگز ہرگز قدم نہ رکھنے دیں کہ اُن سے حدِ شرعی کی پابندی محال عادی ہے۔ وہ بے حیائیوں فحش سرائیوں کی خوگر ہوتی ہیں۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث حکم بن عمرو الغفاری المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۶۶، ۶۷
المعجم الکبیر حدیث ۳۱۵۰ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۳/ ۲۰۸
المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۳/ ۱۲۳

[2] سنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب فی الغناء والدف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۸

منع کرتے کرتے اپنا کام کر گزریں گی بلکہ شریف زادیوں کا اُن آوارہ بدوضعوں کے سامنے آنا ہی سخت بیہودہ وبیجا ہے۔ صحبت بدزہر قاتل ہے، اور عورتیں نازک شیشیاں ہیں جن کے ٹوٹ جانے کے لئے ایک ادنٰی سی ٹھیس بھی بہت ہوتی ہے اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یا انجشۃ رویدًا بالقواریر[1] (اے انجشہ! ٹھہرجاؤ کہیں کانچ کی شیشیاں ٹوٹ نہ جائیں۔ ت) فرمایا۔

هذا كله ظاهر بين عند من نور الله تعالى بصيرته وجميع ما نهينا عنه فان عليه دلائل ساطعة من القرأن العظيم والحديث الكريم والفقه القويم بيد ان وضوح الحكم اغنانا عن سردها فلنذكر لبعض دلائل على ما ذكرنا اباحته فانا نرى ناسا يشدد دون الامر يطلقون القول بالتحريم ومنهم من يبيح ضرب الدف بشرط ان لا يكون معه شئ من الشعر وانما يكون محض دف مع ان الاحاديث ترد ذلك كما ستعلم مما هنالك، اخرج الامام البخاری فی صحیحه من الربیع بنت معوذ بن عفراء قالت جاء النبی صلی الله تعالٰی علیه واٰله وسلم

یہ سب کچھ اچھی طرح واضح ہے ہر اس بندے پر جس کی اللہ تعالٰی نے دل کی روشنی بخشی ہے، اور تمام وہ باتیں جن سے ہم نے منع کیا ہے کیونکہ اس پر قرآن عظیم حدیث مبارکہ اور فقہ قویم کے روشن دلائل موجود ہیں۔ لہذا واضح حکم نے ہمیں اس کی تفصیل سے بے نیاز کردیا ہے، پھر ہم بعض دلائل بیان کرتے ہیں اس مسئلہ پر جس کی اباحت (پہلے) ہم نے ذکر کردی، کیونکہ کچھ لوگوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ معاملہ میں سختی کرتے ہیں اور مطلق تحریم کا قول ذکر کرتے ہیں (قول بالتحریم مطلق بیان کرتے ہیں) اور کچھ وہ لوگ ہیں جو دف بجانا مباح کہتے ہیں مگر اس شرط کے ساتھ کہ اشعار نہ پڑھے جائیں بلکہ صرف دف بجائی جائے، حالانکہ احادیث میں اس کی تردید آتی ہے، اور جو کچھ یہاں مذکور ہوگا عنقریب تم جان لوگے، امام بخاری نے اپنی صحیح میں ربیع بنت معوذ بن عفراء کے حوالے سے تخریج فرمائی کہ اس بی بی نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم ان کے ہاں

---

[1] صحیح البخاری | کتاب الادب | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۲/۹۰۸-۱۰
صحیح مسلم | کتاب الفضائل باب رحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم النساء " " " | ۲/۲۵۵
مسند احمد بن حنبل | عن انس رضی اللہ عنہ | المکتب الاسلامی بیروت | ۲/۲۵۴

فدخل حسین بن علی فجلس علی فراشی کمجلسك منی فجعلت جویریات لنا یضربن بالدف ویندبن من قتل من اٰبائی یوم بدر[1] الحدیث۔

تشریف لائے تو حضرت حسین بن علی حاضرِ خدمت ہوئے اور میرے بچھونے پر اس طرح تشریف فرما ہوئے جیسے تمہارا میرے پاس بیٹھنا ہے اور ہماری کچھ بچیاں دف بجا بجا کر ہمارے اکابر شہدائے بدر کے مرثیے پڑھتی رہیں الحدیث۔

واخرج ایضا عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا انہا زفت امرأۃ الی رجل من الانصار فقال نبی اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ماکان معکم لہو فان الانصار یعجبہم اللہو[2]، واخرج القاضی المحاملی عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما فی ھٰذا الحدیث انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ادرکیہا یا زینب امرأۃ کانت تغنّی بالمدینۃ[3] واخرج ابن ماجۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما قال انکحت عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا ذات قرابۃ لہا من الانصار فجاء رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

اور یہ بھی ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی سند سے تخریج فرمائی کہ ایک دلہن اپنے انصاری شوہر کے گھر رخصت کی گئی تو حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارے پاس کوئی کھیل (گانے بجانے) کا سامان نہ تھا کیونکہ انصار اس سے جوش میں آتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ قاضی محاملی نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے اس حدیث کی تخریج فرمائی کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے زینب! کسی ایسی عورت سے رسائی حاصل کرو جو مدینہ منورہ میں گانے والی ہو۔ محدث ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس کے حوالہ سے تخریج فرمائی (اللہ تعالٰی دونوں سے راضی ہو) انہوں نے فرمایا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے قبیلہ انصار میں اپنی ایک قرابتدار کا نکاح کیا تو حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم

---

[1] صحیح البخاری کتاب النکاح باب ضرب الدف بالنکاح قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۷۳

[2] " " باب النسوۃ اللاتی یہدین المرأۃ الخ " " " " " ۲/۷۷۵

[3] فتح الباری بحوالہ المحاملی کتاب النکاح " " " " " " " مصطفی البابی مصر ۱۱/۱۳۲

عمدۃ القاری " " " " " " " ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۰/۱۴۹

فقال اهدیتم الفتاة قالوا نعم قال الا
ارسلتم معها من تغنی قالت لا،
فقال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه
وسلم ان الانصار قوم فیهم غزل
فلو بعثتم معها من یقول اتیناکم اتیناکم
فحیانا وحیاکم[1] فاخرج الطبرانی
عن السائب بن یزید رضی الله
تعالٰی عنه قال لقی رسول
الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم
جواری یتغنین یقلن تحیونا
نحییکم فقال لاتقولوا هکذا
ولکن قولوا حیانا وایاکم
فقال رجل یارسول الله اترخص
للناس فی هذا قال نعم
انه نکاح لاسفاح[2] واخرج
احمد والترمذی والنسائی
وابن ماجة عن محمد
بن حاطب الجمحی عن
النبی صلی الله تعالٰی علیه
وسلم قال فصل ما بین
الحلال والحرام الصوت

تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کیا تم نے اس نوجوان
لڑکی کو کوئی ہدیہ (تحفہ) دیا ہے؟ گھر والوں نے
عرض کی: جی ہاں۔ پھر فرمایا: کیا تم نے اس
کے ساتھ کوئی گانے والی بھیجی ہے؟ سیدہ نے
عرض کی: جی نہیں۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ
وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انصار کچھ ایسے
لوگ ہیں کہ جن میں غزلیات پڑھنے کا رواج ہے
لہٰذا اگر تم لوگ اس دلہن کے ساتھ کوئی ایسا شخص
بھیجتے جو کہتا اتیناکم اتیناکم الخ یعنی ہم تمہارے
پاس آگئے اللہ تعالٰی ہمیں بھی زندہ رکھے اور
تمھیں بھی زندہ رکھے۔ امام طبرانی نے حضرت
www.alahazratnetwork.org
سائب بن یزید رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے
تخریج فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
کی ملاقات چند بچیوں سے ہوئی جو گا رہی تھیں اور یہ
کہہ رہی تھیں کہ ہم تمھیں اپنی زندگی بخشتی ہیں تم ہمیں بخشو
آپ نے فرمایا: یوں نہ کہو بلکہ یوں کہو حیانا
وایاکم اللہ تعالٰی ہمیں بھی زندہ رکھے اور تمھیں
بھی زندہ رکھے۔ ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ
صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ لوگوں کو اس
بات کی اجازت دیتے ہیں؟ فرمایا: ہاں اے
برادر! یہ نکاح ہے کوئی بدکاری تو نہیں ہے۔

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب الغناء والدف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۸

[2] المعجم الکبیر حدیث ۶۶۶۶ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۷/۱۵۲

والدف فی النکاح[1]، واخرج النسائی عن عامر بن سعد قال دخلت علی قرظة بن کعب وابی مسعود الانصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما فی عرس واذا جوار یغنین فقلت انتما صاحبا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومن اھل بدر یفعل ھذا عندکم فقالا اجلس ان شئت فاسمع معنا وان شئت فاذھب قد رخص لنا فی اللھو عند العرس[2]. قال الامام البدر محمود العینی فی عمدۃ القاری تحت الحدیث الاول فی الحدیث فوائد (الٰی ان قال) منھا الضرب بالدف بحضرۃ شارع الملة ومبین الحل

امام احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے محمد بن طالب جمحی کے حوالے سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تخریج فرمائی۔ آپ نے ارشاد فرمایا حلال اور حرام کے درمیان فرق نکاح میں اعلان اور دف بجانے کا ہے۔ امام نسائی نے عامر بن سعد کے حوالے سے تخریج فرمائی کہ انھوں نے فرمایا کہ میں قرظہ بن کعب اور ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہما کے پاس ایک تقریب شادی میں گیا، میں نے دیکھا کہ چند لڑکیاں گا رہی تھیں میں نے کہا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے اے دو ساتھیو! اور غزوۂ بدر میں شریک ہونے والو! تمھارے ہاں یہ کیا جا رہا ہے؟ انھوں نے فرمایا اگر پسند کرتا ہے تو ہمارے ساتھ بیٹھ کر سُن اور اگر نہیں پسند کرتا اور نہیں چاہتا تو واپس چلا جا کیونکہ شادیوں میں ہمیں اس کی رخصت دی گئی ہے۔ امام بدر الدین محمود عینی نے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری کی پہلی حدیث کے ذیل میں فرمایا حدیث میں بہت سے فوائد ہیں (وہ سب شمار کرتے ہوئے) یہاں تک فرمایا ان میں سے

---

[1] جامع الترمذی ابواب النکاح باب ماجاء فی اعلان النکاح امین کمپنی دہلی ۱/۱۲۹
سنن النسائی کتاب النکاح اعلان النکاح بالصوت وضرب الدف نور محمد کارخانہ کراچی ۲/۹۰
سنن ابن ماجہ ابواب النکاح اعلان النکاح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۸
مسند احمد بن حنبل حدیث محمد بن حاطب المکتب الاسلامی بیروت ۳/۴۱۸ و ۴/۲۵۹

[2] سنن النسائی کتاب النکاح اللھو والغناء عند العرس نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۹۲

من الحرمة صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم واعلان النکاح بالدّف والغناء المباح فرقا بینه وبین ما یستتر به من السفاح[1] اھ وفی المرقاۃ قیل تلك البنات لم یکن بالغات حدّ الشھوۃ وکان دفھن غیر مصحوب بالجلاجل قال اکمل الدین الدّف بضم الدّال اشھر وافصح ویُروٰی بالفتح ایضا وفیه دلیل علی جواز ضرب الدف عند النکاح والزفاف للاعلان والحق بعضھم الختان والعیدین والقدوم من السفر ومجتمع الاحباب السرور وقال المراد به الدّف الذی کان فی زمن المتقدمین واما ما علیه الجلاجل فینبغی ان تکون مکروھا بالاتفاق[2] اھ وفی العینی تحت الحدیث الثانی فی التوضیح اتفق العلماء علی جواز اللھو فی ولیمة

www.alahazratnetwork.org

ایک فائدہ یہ ہے کہ شارع حلت کی موجودگی میں دف بجائی گئی اور حلت وحرمت ظاہر کرنے والے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایسا کیا گیا، اور دف بجاکر اور مباح گانا گاکر نکاح کا اعلان کرو تاکہ نکاح اور خفیہ بدکاری (حلال وحرام) کا فرق واضح ہوجائے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے کہا گیا کہ وہ بچیاں نابالغہ تھیں حد بلوغت کو پہنچی ہوئی نہ تھیں اور ان کی دفیں بھی جھانجھ والی نہ تھیں۔ امام اکمل الدین نے فرمایا اَلدُّف حرکت پیش کے ساتھ زیادہ مشہور ہے اور دال پر زبر کی حرکت کی روایت بھی ہے اور یہ دلیل ہے کہ نکاح کرنے اور دلہن کو رخصت کرنے کے وقت اعلان کے لئے دف بجانا جائز ہے، اور بعض نے تقریب ختنہ، عیدین، سفر سے واپسی اور دوستوں کے اجتماع کو بھی تقریب شادی سے ملحق کیا ہے یعنی ان تمام مواقع پر بھی دف بجانے کی اجازت ہے، اور فرمایا کہ اس سے وہ دف مراد ہے جو گزشتہ زمانے میں مروج تھی، اور جھانجھ والی دف بجانا بالاتفاق مکروہ ہے۔ علامہ عینی دوسری حدیث کی وضاحت فرماتے ہیں ولیمہ و نکاح کے موقع پر کھیل کود کو اہل علم بالاتفاق

---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب النکاح باب ضرب الدف فی النکاح ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۲۰/۱۳۶

[2] مرقاۃ المفاتیح کتاب النکاح باب اعلان النکاح الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۶/۳۰۱

۱۴/۱۴ النکاح کضرب الدف و شبھه[1] الخ وفی المرقاۃ تحت الحدیث الثانی "ماکان معکم لھو" ای الم یکن معکم ضرب دف وقراءۃ شعر لیس فیه اثم وھذا رخصۃ عند العرب کذا قیل والاظھر ما قال الطیبی فیه معنی التحضیض کما فی حدیث عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا الا ارسلتم معھم من یقول اتیناکم الحدیث[2] اھ ملخصا، وفیھا تحت الحدیث السابع ای وان اللہ یحب ان تؤتی رخصۃ کما یحب ان تؤتی عزائمه[3] اھ قلت فالتحضیض کالتحضیض علی الرخصۃ لا لانه الافضل فافھم وفی اشعۃ اللمعات تحت الحدیث السادس تغنی مباح است در نکاح مثل دف[4] اھ وفی حظر ردالمحتار قبیل فصل اللبس عن الحسن لاباس بالدف فی العرس لیشتھر وفی السراجیۃ

مباح اور جائز قرار دیتے ہیں جیسے دف بجانا یا اس کے مشابہ کسی آلہ لہو کو استعمال کرنا الخ، مرقاۃ میں ان الفاظ (ماکان معکم لہو) کے ذیل میں ہے کیا تمہارے پاس کوئی دف بجانے والا نہیں اور نہ ایسا کوئی اشعار پڑھنے والا ہے کہ جن میں کوئی گناہ نہیں، شادیوں میں اس کی اجازت ہے یونہی کہا گیا، اور زیادہ ظاہر وہ بات ہے جو علامہ طیبی نے ارشاد فرمائی کہ حدیث میں تحضیض یعنی ابھارنے اور اکسانے کا مفہوم پایا جاتا ہے جیسا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی روایت میں "الا ارسلتم الخ" کے الفاظ ہیں یعنی کیا تم نے اس لڑکی کے ساتھ اس کو نہ بھیجا جو یوں کہتا (اتیناکم الحدیث) ملخص پورا ہوگیا۔ اور اسی میں ساتویں حدیث کے ذیل میں ہے یعنی اللہ تعالٰی پسند کرتا ہے کہ رخصت پر عمل کیا جائے جیسا کہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کی عزیمتوں کو ادا کیا جائے (عبارت مکمل) میں کہتا ہوں یہ تحضیض اسی طرح ہے جیسے رخصت پر تحضیض، یہ نہیں کہ وہ افضل ہو اس کو سمجھ لیا جائے۔ اشعۃ اللمعات میں چھٹی حدیث کے ذیل میں ہے

www.alahazratnetwork.org

---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب النکاح باب النسوۃ اللاتی یھدین الخ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۰/۱۴۹

[2] مرقات المفاتیح کتاب النکاح باب اعلان النکاح الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۶/۳۰۲

[3] " " " " " الفصل الثالث " " " ۶/۳۱۹

[4] اشعۃ اللمعات " " " " الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۲۰

هذا اذا لم یکن لہ جلاجل ولم یضرب علی ہیأة التطرب اھ[1] وفی الہندیة سئل ابو یوسف عن الدف اتکرھہ فی غیر العرس بان تضرب المرأة فی غیر فسق للصبی قال لا اکرھہ واما الذی یجیئ منہ اللعب الفاحش للغناء فانی اکرھہ کذا فی محیط السرخسی ولا باس بضرب الدف یوم العید کما فی خزانة المفتیین[2] اھ وفی شہادات ردالمحتار جواز ضرب الدف فیہ (ای فی العرس) خاص بالنساء کما فی البحر عن المعراج بعد ذکرہ انہ مباح فی النکاح وما فی معناہ من حادث سرور قال وھو مکروہ للرجال علی کل حال للتشبہ بالنساء[3] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

کو نکاح میں گانا بجانا مباح ہے جیسے دف بجانا اھ ______ فتاوٰی شامی کی بحث حظر میں ہے جو فصل اللبس سے کچھ پہلے حضرت حسن سے روایت ہے کہ تشہیر کے لئے تقریب میں دف بجائی جاسکتی ہے اور دف کے بجانے میں کوئی حرج نہیں، سراجیہ میں ہے کہ یہ اجازت اس صورت میں ہے کہ دف باآوازِ جھانجھ نہ ہو اور وہ گانے کی طرز پر نہ بجائی جائے (عبارت مکمل) اور فتاوٰی عالمگیری میں ہے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے دف کے بجانے کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا آپ تقریب شادی کے بغیر اس کو ناپسند کرتے ہیں کہ عورت بغیر حالت فسق کے صرف بچہ کے لئے بجائے۔ فرمایا میں اس کو ناپسند نہیں کرتا لیکن وہ جو گانے کے لئے فحش کھیل کے طور پر بجائے تو وہ ناپسندیدہ ہے۔ محیط سرخسی میں یونہی مذکور ہے۔ عید کے دن دف بجانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اسی طرح خزانۃ المفتیین میں ہے اھ۔ ردالمحتار کی بحث شہادت میں ہے کہ شادی میں دف بجانا عورتوں کے ساتھ خاص ہے اس وجہ سے جو بحرالرائق میں معراج سے منقول ہے بعد اس ذکر کرنے کے کہ وہ تقریب نکاح اور خوشی کے موقع سے جو مناسبت رکھتا ہو اس میں دف بجانا مباح ہے۔ اور فرمایا: مردوں کے لئے وہ ہر حال میں مکروہ ہے کیونکہ اس میں عورتوں سے مشابہت پائی جاتی ہے اور اللہ تعالٰی بڑا علم والا ہے۔ (ت)

alahazratnetwork.org

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۳

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۲

[3] ردالمحتار کتاب الشہادات باب قبول الشہادۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۸۲

مسئلہ ۹۱-۹۲: از موضع ہرنسینگل ضلع کمرلا علاقہ بنگالہ مرسلہ مولوی عبدالحمید صاحب ۲ ربیع الاول 1

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

سوال اوّل: کیا شادی وغیرہ میں آتشبازی چھوڑنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال دوم: اعلان کے لئے شادی میں بندوق چھوڑنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جواب سوال اوّل: ناجائز ہے، اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

ولا تبذر تبذیرا ۝ ان المبذرین کانوا اخوان الشیٰطین وکان الشیطٰن لربہ کفورا ۝[1]

بے جا خرچ نہ کیا کرو کیونکہ بے جا اور فضول خرچ کرنیوالے شیاطین کے بھائی ہوتے ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالٰی حرم علیکم عقوق الامہات ووأد البنات ومنعا وھات وکرہ لکم قیل وقال وکثرۃ السؤال واضاعۃ المال۔ رواہ الشیخان[2] عن المغیرۃ بن شعبۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بے شک اللہ تعالٰی نے تم پر ماؤں کی نافرمانی حرام کردی اور بچیوں کو زندہ درگور کرنا اور بخل کرنا اور گداگری کرنا اور ادھر اُدھر کی فضول باتیں کرنا تم پر حرام کردیا ہے، اور فرمایا زیادہ سوال کرنا اور مال کو ضائع کرنا بھی حرام کردیا گیا ہے بخاری ومسلم نے اس کو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے (ت)

جواب سوال دوم: جائز ہے۔

اخرج الترمذی عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

امام ترمذی نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے تخریج فرمائی کہ آپ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۶ و ۲۷

[2] صحیح البخاری کتاب الادب باب عقوق الوالدین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۸۴

صحیح مسلم کتاب الاقضیۃ باب النہی عن کثرۃ المسائل الخ " " " " ۲/ ۷۵

اِعْلَنُوْا ھذا النکاح واجعلوہ فی المساجد واضربوا علیہ بالدفوف[1]، وروی احمد بسند صحیح وابن حبان فی صحیحہ و الطبرانی فی الکبیر وابو نعیم فی الحلیۃ والحاکم فی المستدرک عن عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم قال اِعْلَنُوْا النکاح[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(لوگو! نکاح کا اعلان کیا کرو (یعنی اسکی تشہیر کیا کرو) اور مسجدوں میں نکاح کیا کرو اور اس کی تشہیر کے لئے دف بجایا کرو۔ امام احمد نے سند صحیح سے ابن حبان نے اپنی صحیح میں، طبرانی نے الکبیر میں اور ابو نعیم نے الحلیہ میں اور حاکم نے المستدرک میں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرمائی کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ نکاح کا اعلان کیا کرو۔ اللہ تعالٰی تو بخوبی واقف اور آگاہ ہے۔ ت)

مسئلہ ۹۳: مسئولہ سید محمود الحسن صاحب نبیرہ ڈپٹی اشفاق حسین صاحب ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آتشبازی بنانا اور چھوڑنا حرام ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان کرو اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

www.alahazratnetwork.org

ممنوع وگناہ ہے،

لقولہ تعالٰی ولا تبذر تبذیرا[3] ولقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کل لھو المسلم حرام الا ثلث[4]۔

(کیونکہ اللہ تعالٰی کا قول ہے بے جا خرچ نہ کیا کرو۔ اور حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے مسلمان کا ہر لھو حرام ہے سوائے تین کے۔ ت)

---

[1] جامع الترمذی ابواب النکاح باب ماجاء فی اعلان النکاح امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۲۹

[2] المستدرک للحاکم کتاب النکاح الامر باعلان النکاح دار الفکر بیروت ۲/ ۱۸۳
مسند احمد بن حنبل عن عبد اللہ بن الزبیر المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۵
حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۴۲۸ عبد اللہ بن وہب دار الکتاب العربی بیروت ۸/ ۳۲۸
مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی فی الکبیر کتاب النکاح باب اعلان النکاح دار الکتاب بیروت ۴/ ۲۸۹
موارد الظمآن حدیث ۱۲۸۵ ۱/ ۳۱۳ و کنز العمال حدیث ۴۴۵۳۴ ۱۶/ ۲۹۱

[3] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۶

[4] الدر المختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۸
جامع الترمذی ابواب فضائل الجہاد ۱/ ۱۹۷ و سنن ابن ماجہ ابواب الجہاد ص ۲۰۷

مگر جو صورت خاصہ لہو ولعب وتبذیر واسراف سے خالی ہو جیسے اعلانِ ہلال، یا جنگل میں یا وقتِ حاجت شہر میں بھی دفعِ جانورانِ موذی یا کھیت یا میوے کے درختوں سے جانوروں کے بھگانے اُڑانے کو ناڑیاں پٹاخے تومڑیاں چھوڑنا،

فان الامور بمقاصدھا وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات وانما لکل امریٔ مانوی[1] واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

اس لئے کہ امور اپنے مقاصد پر مبنی ہوا کرتے ہیں اور حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اعمال کی بنیاد ارادوں اور نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کا اس نے ارادہ کیا۔ واللہ سبحانہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۴: از موضع بیشکنالی ضلع گرلا ملک بنگالہ مرسلہ مولوی محمد الٰہی بخش ۲۲ شوال ۱۳۱۳ھ

قبلۂ شفقت ومرحمت وکعبۂ عاطفت وراحت، واسطۂ حصولِ عزتِ دوجہانی ووسیلۂ وصولِ سعادت جاودانی اید اللہ افضالہم وعم نوالہم وامت شموس عنایاتہم بازغۃ ناصیۂ فدویت وارادت را بغازۂ مفاخرت وسعادت مانندِ گلِ رنگین ساختہ بگزارشِ مدعا پرداختہ کہ ایں احقر را برائے چند مسائل بغایت ضرورت افتاد، لہٰذا بسیار حیران وسرگردان ست، ونیز کسے را چنداں غربا نوازے بیند کہ بخوب ترین جواب از کتب معتبرہ ارزانی داشتہ خاطر ایں فدوی را تسکین دہد، وہم تشفیِ خاطر باشد، لہٰذا بجاہِ شانِ کیوان ایوان معروض دارد کہ از رُوئے بندہ نوازی جواب مسائلِ ذیل را بطریق فتاوے عطا فرمایند۔

قبلۂ شفقت ورحمت، کعبۂ عاطفت وراحت دونوں جہان کی عزت کے حصول کا واسطہ، ہمیشگی سعادت کی رسائی کا وسیلہ۔ اللہ تعالٰی ان کے جود وکرم کو دوام بخشے، ان کی عنایات کا سورج چمکتا رہے۔ ارادت وغلامی کی پیشانی فخر وسعادت کے پوڈر سے رنگین پھول کی طرح ہوجائے وہ اپنے مدعا کی گزارش کرتا ہے کہ اس عاجز کو چند مسائل کی انتہائی ضرورت پیش آگئی لہٰذا بہت حیران اور پریشان ہے نیز اس قدر کسی کو غربا پرور نہیں سمجھتا کہ بہت عمدہ جواب معتبر کتابوں سے نکال کر مفت پیش فرمادیں، جو اس غلام کے دل کو تسکین دے اور قلبی تشفی کا باعث ہو۔ لہٰذا غلامانہ حیثیت سے بلند وبالا آسمان ہفتم کی سی بارگاہ میں عرض کناں ہوں کہ بندہ پروری کرتے ہوئے مسائل ذیل کا جواب بصورتِ فتوٰی عنایت فرمائیں (ت)

www.alahazratnetwork.org

[1] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱

شخصے اکثر اوقات بعض طائفہ می بیند ودر مجلسِ ایشاں نشیند، ونیز در لہو ولعب غیر مشروعہ کہ در مذہب حنفیہ حرمتش ثابت شدہ مستغرق است، مرتکب ایں محرمات فاسق است یانہ، فاسقیت را بخوب ترین دلائل ثابت فرمایند، ونیز آں شخص تنباکو کشی مے کنند وکراہت تنباکو کشی ثابت کردہ باشند، ودر صلوٰۃ اقتدا بایں شخص کراہیت است یانہ، زیادہ آفتابِ بندہ نوازی از افقِ مرحمت گستری درخشاں باد۔

عرضداشت فدوی محمد الٰہی بخش عفی عنہ

سوال: ایک شخص اکثر اوقات ناچنے والے گروہ کا ناچ دیکھتا اور ان کی محفل میں شرکت کرتا ہے نیز ناجائز کھیل وتماشہ جن کی حرمت حنفی مذہب میں ثابت شدہ ہے، ان میں مستغرق رہتا ہے، کیا ایسا شخص شرعاً فاسق کے زمرے میں آتا ہے یا نہیں؟ اگر فاسق قرار پاتا ہے تو اس کے فسق کو قوی دلائل سے ثابت فرمایا جائے اور وہ شخص تمباکو نوش بھی ہے لہذا تمباکو پینے والے کے عمل کی کراہت ثابت فرمائی جائے۔ کیا ایسے شخص کی اقتدا نماز میں مکروہ ہے یا نہیں؟ بندہ پروری کا آفتاب رحمت نثار کرنے والے افق سے ہمیشہ چمکتا رہے۔ عرضداشت فدوی محمد الٰہی بخش عفی عنہ (ت)

www.alahazratnetwork.org

الجواب

اللّٰھم اغفر لنا، در فاسق وفاجر ومرتکب کبائر بودنِ ایں کس چہ جائے سخن ومجالِ دم زدن۔ قال اللہ تعالٰی فرمان ایزدی ست، قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذٰلک ازکٰی لھم ان اللہ خبیر بما یصنعون[1] اے نبی! مسلماناں را فرمائے تا چشمان خود بپوشند، وشرمگاہ خود را نگاہ دارند۔ ایں پاکیزہ تراست مر ایشاں را۔ ہر آئینہ خدائے آگاہ است بہر کارے کہ می کنند۔ وقال تعالٰی ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم ویتخذھا

یا اللہ! بخش دیجئے، اس شخص کے فاسق وفاجر بھئے میں جو کبائر کا مرتکب ہونے کے کیا شک باقی رہ جاتا ہے، چنانچہ اللہ تعالٰی کا ارشاد: اے محبوب نبی! مسلمانوں سے فرما دیجئے کہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں اور اپنے ستر کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے زیادہ بہتر اور پاکیزہ طریقہ ہے یقیناً اللہ تعالٰی پوری طرح باخبر ہے اُن کاموں سے جو وہ کیا کرتے ہیں۔ نیز اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: لوگوں میں کوئی ایسا شخص بھی ہے جو باقاعدہ کھیل کُود کی باتیں خریدتا ہے تاکہ وہ لوگوں کو بربنائے جہالت

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۳۰

ھزوا اولٰئک لھم عذاب مھین[1] از مردمان کسے است کہ مے خرد سخن لاغ و بازی تا براندازد از راہ خدائے نادانستہ و سخرہ گیرد آں را۔ مرایں کساں کیفرے است خوار کنندہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود و عبداللہ بن عباس و امام حسن بصری و سعید بن جبیر و عکرمہ و مجاہد و مکحول وغیرہم ائمہ صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالٰے عنہم اجمعین دریں آیۃ کریمہ سخن لاغ و بازی را بہ غنا و سرود تفسیر فرمودہ اند۔

ابوالصہبا گوید، ابن مسعود رضی اللہ تعالٰے عنہما را ازیں آیت پرسیدم، گفت ھو الغناء واللہ الذی لا الٰہ الا ھو[2] او سرود است سوگند بخدائے کہ ہیچ خدائے نیست جز او۔ ویرددھا ثلث مرات[3] سہ بار ہمیں سخن و سوگند را تکرار فرمود بلکہ خود در حدیث آمدہ حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرمود لا یحل تعلیم المغنیات ولا بیعھن واثمانھن حرام، وفی مثل ھذا نزلت ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ[4] الحدیث (ترجمہ) روا نیست زنانِ سرایندہ را آموختن و نہ آنہا را خریدن

راہِ خدا سے بہکا دے اور اس کو یعنی اللہ تعالٰی کے راستے کو ہنسی مذاق بنا دے، ان لوگوں کے لئے ذلیل کرنے والی سزا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس، خواجہ حسن بصری، سعید بن جبیر، عکرمہ، مجاہد، مکحول اور ان کے علاوہ دوسرے ائمہ، صحابہ کرام اور تابعین عظام (اللہ تعالٰے ان سب سے راضی ہو) اس آیت کریمہ میں بیہودگی اور کھیل کی بات سے گانا بجانا مراد لیتے ہیں اور اسکی یہی تفسیر فرماتے ہیں۔

ابوالصہباء فرماتے ہیں کہ میں نے ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما سے آیت مذکورہ کے متعلق پوچھا، تو آپ نے فرمایا کہ اس سے گانا مراد ہے اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔ چنانچہ اس بات اور قسم کا تین مرتبہ تکرار فرمایا، بلکہ خود حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گویا عورتوں کو تعلیم دینا جائز نہیں اور نہ ہی ان کا خرید و فروخت کرنا جائز ہے بلکہ ان کی قیمت وصول کرنا بھی حرام ہے، اسی سلسلہ میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی کہ لوگوں میں کوئی وہ شخص ہے جو یاوہ گوئی والی

---

[1] القرآن الکریم ۳۱/۶

وفرو ختن، و بہائے آنہا حرام است و در ہمچنیں کار ایں آیت فرود آمدہ است کہ برخے از مردم سخنِ لاغ مے خرند تا مرداں را از راہِ خدا دور برند، رواہ الامام البغوی[۱] عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

باتیں خرید تا ہے تاکہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے دور کر دے۔ چنانچہ امام بغوی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔

وقال اللہ تعالیٰ: قال اذھب فمن تبعك منھم فان جھنم جزاؤکم جزاءً موفورا o واستفزز من استطعت منھم بصوتك واجلب علیھم بخیلك ورجلك وشارکھم فی الاموال والاولاد وعدھم وما یعدھم الشیطان الا غرورا o ان عبادی لیس لك علیھم سلطان[۲] حق جل وعلا مر ابلیس لعین را فرمود دور شو، پس ہر کہ از فرزندانِ عالم ترا پیروی کند، پس ہر آئینہ دوزخ پاداشِ ہمہ شما است پاداشِ کامل، و سبک سار کن و بلغزاں ہر کہ برو دست یابی از ایشاں بآوازِ خود، الآیۃ۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، ابلیس لعین کو مخاطب کرتے ہوئے حکم فرمایا کہ یہاں سے چلا جا پھر اولادِ آدم میں جو کوئی تیرے پیچھے جائیگا یقیناً دوزخ ان سب کے بدلے پوری اور کامل سزا ہے، پھر ان میں سے جس پر تو قابو پائے اپنی آواز سے اسے ہلکا پھلکا کرتے ہوئے پھسلا دے اور ان پر لام باندھ لا اپنے سواروں اور اپنے پیادوں کا، اور ان کا ساجھی ہو مالوں اور بچوں میں، اور انھیں وعدہ دے اور شیطان انھیں وعدہ نہیں دیتا مگر فریب سے، بیشک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں۔

امام مجاہد کہ از اجلّۂ تلامذہ سلطان المفسرین عبداللہ بن عباس است رضی اللہ تعالیٰ عنہم دریں آیۂ کریمہ آوازِ شیطان را بغنا و مزامیر تفسیر کردہ است۔

امام مجاہد، جو مفسرین کے بادشاہ حضرت عبداللہ ابن عباس کے جلیل القدر شاگردوں میں سے ہیں (اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو) وہ اس آیت کریمہ میں مذکور شیطان کی آواز سے گانا بجانا اور اسکے آلات وغیرہ مراد لیتے ہیں۔

وقال تعالیٰ: ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن ولا یبدین زینتھن الا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے نبی مکرم! مسلمان عورتوں سے فرما دیجئے کہ وہ اپنے دوپٹے

---

[۱] معالم التنزیل علیٰ ہامش تفسیر الخازن تحت آیۃ ۳۱/۶ مصطفی البابی مصر ۵/۲۱۳-۱۴

[۲] القرآن الکریم ۱۷/۶۳ تا ۶۵

لبعولتھن او اٰبائھن[1] الاٰیۃ ۔ یعنی اے نبی! زنانِ مومنات را فرمائے کہ بزنند سراندازہائے خود را برگریبان ہائے خود (تا سر و مُو و سینہ و گلو ہمہ نہاں ماند) و ننمایند آرائش خود را مگر بشوہران یا محارم۔

اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھا کریں تاکہ سر، بال، سینہ اور گلا سب باپردہ ہوجائیں اور اپنی زیبائش کو نمایاں نہ کیا کریں بجز ان کے جو ان کے شوہر یا دیگر محارم ہیں۔

وقال اللہ تعالٰی فی اٰخر الکریمۃ ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن ؕ و توبوا الی اللہ جمیعا ایہ المؤمنون لعلکم تفلحون[2] (ترجمہ) و زنان نزنند پاہائے خویش را تا دانستہ شود آنچہ نہاں مے دارند از آرائشِ خود و ہمہ بازگردید بسوئے خدائے تعالٰی اے مسلمانان تا بکام رسید (نجات یابید)

www.alahazratnetwork.org

اور اللہ تعالٰی نے آیت کریمہ کے آخر میں ارشاد فرمایا عورتیں اپنے پاؤں زور سے زمین پر نہ ماریں جس سے ان کی مخفی زینت ظاہر ہونے لگے۔ اور اے مسلمانو! تم سب اللہ تعالٰی کی طرف لوٹ جاؤ تاکہ مراد پالو۔

وقال تعالٰی، ولا تقربوا الفواحش ما ظھر منھا وما بطن[3] (ترجمہ) و نزدیک مشوید کارہائے بے حیائی را ہرچہ از آنہا آشکارا است۔ و ہرچہ نہاں است۔ ایں ہمہ آیات و غیر آنہا در تحریم ہمہ اجزائے ایں کارِ شنیع نصِ قطیع است، و در احادیث خود کثرتے است کہ احصا نتواں کرد۔

نیز ارشاد خداوندی ہے: لوگو! بے حیائی کے کاموں کے قریب بھی مت جاؤ خواہ وہ ظاہر ہوں یا مخفی۔ یہ تمام آیات اور ان کے علاوہ دوسری آیتیں اس برے کام کے تمام اجزاء کے حرام قرار دینے کے لئے قوی اور مضبوط نصوص ہیں۔ رہا احادیث کا معاملہ، تو وہ اس کثرت سے ہیں کہ ان کو احاطۂ شمار میں نہیں لایا جاسکتا۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۳۱
[2] " " "
[3] " " ۶/ ۱۵۱

بالجملہ زنِ اجنبیہ را ایں چنیں بے حجابانہ
بمجلسِ مردان راہ دادن (یکے)، و ہر چہ
تمام تر بہ زینت و آراستہ بودنش (دو)، و مرداں
را بسوئے او بنظرِ تلذذ دیدن (سہ)، و باعضائے
عورتِ او از سر و مو و ساعد و بازو و سینہ
و گلو نگریستن (چہار)، سرود و زمزمہ اش (پنج)،
ولفظ مزامیر بر آں آتش تیز و تند (شش)،
و پائے کوبی آں زن خاصہ با آواز خلخال و
زنگلہ زیور (ہفت)، و دیگر حرکات فتنہ انگیز
وشہوت خیز (ہشت)، ایں ہمہ با در شرع
محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم حرام و
حرام و حرام است، ظلمٰت بعضہا فوق
بعض[1]

(خلاصہ کلام) اس برے عمل میں بہت سی
خرابیاں ہیں : (۱) غیر محرم عورت کا اس طرح
بے پردہ، مردوں کی محفل میں جانا ہیجان خیز اور
فتنے کا باعث ہے (۲) اس کا آراستہ و
پیراستہ ہونا اور بن ٹھن کر نکلنا (۳) مردوں کا
اسے شہوت کی نگاہ سے حصول لذت کے لئے
دیکھنا (۴) اس کے اعضاء مثلاً سر، بال،
بازو، سینہ اور گلا، ان سب کی طرف دیکھنا
(۵) اس کا ترنم سے گیت گانا (۶) گانے بجانے
کے آلات استعمال کرنا، یہ ان پر مزید تند و تیز
آگ ہے (۷) اس خاص عورت کا زور سے
پاؤں زمین پر مارنا کہ جس سے اس کے زیورات
کی جھنکار محسوس ہونے لگے (۸) ان سب کے
علاوہ، دوسری فتنہ برپا کرنے والی حرکات اور شہوت خیز انداز یہ سب کام حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم کی شریعت میں حرام، حرام اور حرام ہیں اور یہ ایک دوسرے پر مزید اندھیرے ہیں۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

الحاصل حرمت ایں فاحشہ شنیعہ
از ضروریاتِ دینِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی
علیہ وسلم تا آنکہ ہر کہ اورا حلال داند بالقطع و
الیقین کافر شود، والعیاذ باللہ تعالٰی،
و دیگر لہوہائے نامشروعہ را سائل تفصیل نہ کرد،
بعضے از لہوہائے ممنوعہ کبیرہ باشد، و بعضے صغیرہ
کہ باصرار کبیرہ شود، و علی الاجمال در حدیث
مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم آمدہ است

خلاصہ یہ ہے کہ اس برے اور بے حیائی
کے کام کی حرمت حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے
دین میں واضح ہے، یہاں تک کہ جو کوئی اس کو
حلال جانے وہ قطعی اور یقینی طور پر کافر ہو جائیگا،
اللہ تعالٰی کی پناہ، اور دوسرے ناجائز
کھیلوں کی سائل نے کوئی تفصیل ذکر نہیں کی
لیکن اُن میں سے بعض ممنوع اور گناہ کبیرہ ہیں
اور بعض، گناہِ صغیرہ کے زمرے میں آتے ہیں

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۴۰

كل شئ يلهو به الرجل باطل الا رميه بقوسه وتاديبه فرسه وملاعبته بامرأته فانهن من الحق[1] یعنی ہمہ بازی ہا باطل است، مگر تیر اندازی واسپ تازی و بازن خود بازی کہ اینہا از حق است رواہ احمد والدارمی و ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجة عن عقبة بن عامر والحاکم فی المستدرك عن ابی ھریرہ والطبرانی فی الاوسط عن امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ وخود مومن را ایں حدیث عام وتام وجامع ونافع بسند است کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرمود الدنیا ملعونة وملعون ما فیہا الا ما کان منہا للہ عزوجل یعنی بر دنیا لعنت وبر ہرچہ در آن است لعنت، مگر آں چہ ازاں برائے خدائے عزوجل باشد، رواہ ابونعیم فی الحلیة[2] والضیاء فی المختارة عن جابر

مگر بار بار کرنے سے وہ بھی کبیرہ ہو جائیں گے۔ اجمالی طریقہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات میں سے ایک ارشاد یوں ہے کہ جس کھیل میں بھی آدمی مشغول ہو وہ ناجائز ہے مگر تین قسم کے کھیل جائز ہیں: (۱) کمان سے تیر اندازی کرنا (۲) اپنے گھوڑے کو جہاد کیلئے تیار کرنا (۳) اپنی منکوحہ یعنی بیوی سے کھیلنا۔ امام احمد، دارمی، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عقبہ بن عامر کے حوالے سے یہ حدیث روایت کی ہے اور حاکم نے مستدرک میں حضرت ابوہریرہ سے اور طبرانی نے اوسط میں حضرت امیر المومنین عمر فاروق سے اسے روایت کیا ہے (اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو) خود مرد مومن کے لئے یہ حدیث عام، تام اور یقینی حیثیت کی وجہ سے کافی ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے سوائے اللہ تعالٰی بزرگ وبرتر کی یاد کے سند حسن کے ساتھ اس حدیث کو ابونعیم نے الحلیہ میں اور ضیاء مقدسی نے

---

[1] جامع الترمذی ابواب فضائل الجہاد باب ماجاء فی فضل الرمی الخ امین کمپنی دہلی ۱/۱۹۷
سنن ابن ماجہ ابواب الجہاد باب الرمی فی سبیل اللہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۷
سنن الدارمی کتاب الجہاد باب فی فضل الرمی حدیث ۲۴۱۰ دار المحاسن للطباعۃ قاہرہ ۲/۱۲۴
مسند احمد بن حنبل عن عقبہ بن عامر المکتب الاسلامی بیروت ۴/۱۴۴ و ۱۴۸

[2] حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۲۳۰ محمد بن المنکدر دار الکتاب العربی بیروت ۳/۱۵۷ و ۷/۹۰

بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند حسن۔

در حدیث دیگر فرمود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: الدنیا ملعونة ملعون ما فیھا الا ما ابتغی بہ وجہ اللہ تعالٰی یعنی بر دنیا لعنت و بر ہرچہ در آں ست لعنت جز آنچہ باو رضائے خدا خواستہ شود۔ رواہ الطبرانی[1] فی الکبیر عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ باسناد حسن۔

در حدیث آخر ست کہ فرمود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: الدنیا ملعونة ملعون ما فیھا الا ذکر اللہ وما والاہ وعالما او متعلما یعنی دنیا ملعونہ است و ہرچہ در واست ہم ملعون است جز یاد خدائے تعالٰی و آنچہ پسندیدۂ اوست و عالمے یا علم آموزے۔ رواہ ابن ماجۃ[2] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

و در حدیث آخر ست کہ فرمود صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم: الدنیا ملعونة ملعون ما فیھا الا امرا بمعروف او نھیا عن منکر او ذکر اللہ یعنی دنیا ملعونہ و ہرچیز دنیا ملعون جز بہ نیکی فرمودن و از بدی باز داشتن

المختارہ میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔

اور ایک دوسری حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب ملعون ہے بجز اس کے کہ جس میں اللہ تعالٰی کی رضا جوئی مقصود و مطلوب ہو۔ امام طبرانی نے "الکبیر" میں اچھی سند کے ساتھ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔

ایک اور حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے یہ ارشاد مروی ہے کہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب قابل لعنت ہے سوائے اللہ تعالٰی کی یاد اور اس چیز کے جسے اس نے پسند فرمایا، عالم اور علم حاصل کرنے والا۔ ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔

اور ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب ملعون ہے مگر بھلائی کرنے کا حکم دینا اور برے کام سے روکنا اور اللہ تعالٰی کی یاد، اس سے مستثنیٰ ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

---

[1] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی فی الکبیر کتاب الزہد باب فی الریاء دار الکتاب بیروت ۱۰/۲۲۲

[2] سنن ابن ماجہ ابواب الزہد باب مثل الدنیا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۱۲ و ۳۱۳

و یادِ خدائے تعالیٰ جل جلالہ۔ رواہ البزار[1] عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعند الطبرانی عنہ فی الاوسط[2] لحدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(یہ تینوں کام قابلِ تحسین ہیں) محدث بزار نے اس کو حضرت عبداللہ ابن مسعود (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو) سے روایت کیا ہے، اور امام طبرانی نے ان سے الاوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرح روایت کیا ہے۔

ونماز پسِ فاسق بکراہت شدیدہ مکروہ است کما فی الغنیۃ[3] وغیرھا وقد فصلناہ فی رسالتنا النہی الاکید عن الصلوۃ وراء عدی التقلید۔

رہی یہ بات کہ نماز کا کیا حکم ہے، تو واضح ہو کہ فاسق کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہے جیسا کہ الغنیہ وغیرہ میں مذکور ہے ہم نے اس مسئلہ کو اپنے رسالہ النہی الاکید عن الصلوۃ وراء عدی التقلید میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔

وقلیان کشیدن اگر بعقل وحواس فتور آرد چنانکہ وقتِ افطار رمضان معمول جہال ہندوستان است، خود حرام است لحدیث ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن کل مسکر ومفتر۔ رواہ احمد وابوداؤد[4] بسند صحیح ورنہ اگر تعاھد نکنند و رائحہ کریہہ آرد، مکروہ تنزیہی وخلاف اولیٰ باشد آنچنانکہ

رہا حقہ نوشی کا تمباکو نوشی کا مسئلہ، تو اگر وہ عقل اور حواس میں فتور پیدا کرے جیسا کہ رمضان شریف میں افطار کے وقت ہندوستان کے جاہلوں کا معمول ہے تو یہ بطورِ خود حرام ہے، سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک حدیث کی وجہ سے کہ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر نشہ اور فتور پیدا کرنے والی چیز کا استعمال ممنوع ہے۔ امام احمد اور ابوداؤد نے سندِ صحیح کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے ورنہ اگر اسے معمول نہ بنائیں لیکن قابلِ نفرت

www.alahazratnetwork.org

---

[1] الجامع الصغیر بحوالہ البزار عن ابن مسعود حدیث ۴۲۸۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۲۶۰

[2] المعجم الاوسط حدیث ۴۰۰۴ مکتبۃ المعارف ریاض ۵/۴۹

[3] غنیۃ المستملی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[4] سنن ابی داؤد کتاب الاشربہ باب ماجاء فی السکر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۶۳

مسند احمد بن حنبل عن ام سلمہ المکتب الاسلامی بیروت ۶/۳۰۹

سیرو پیاز خام، واگرازیں ہم خالی است مباح محض است، کما حققہ المولوی عبد الغنی النابلسی فی الحدیقۃ وغیرہا وقد فصّلنا القول فی فتاوٰنا۔ وَاللہُ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ جَلَّ مَجْدُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ۔

بدبو پیدا ہوجائے تو مکروہ تنزیہیہ اور خلاف اولٰی ہے جیسے کچا لہسن اور پیاز استعمال کرنا، اور اگر اس سے بھی خالی ہو یعنی بدبو وغیرہ نہ ہو تو مباح ہے جیسا کہ مولانا عبد الغنی نابلسی نے حدیقہ ندیہ وغیرہ میں اس کی تحقیق فرمائی ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس قول کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اللہ تعالٰی پاک و برتر سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہے اور اس عظیم شان والے کا علم بڑا کامل اور محکم ہے۔

مسئلہ ۹۵ ازکوہ سبا تھو، اکسفورڈ رجمنٹ مرسلہ امداد علی صاحب رجمنٹ اسکو اولی

۲۸ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ

عالم علوم ظاہری و باطنی دام فیضکم۔ تسلیم بصد تعظیم، جناب عالی! یہاں ایک امر میں دو فریق برسرِ جنگ ہیں، وہ یہ ہے کہ بوقت نکاح نوشہ کو خوشبو لگانا اور پھولوں کا گلے میں ڈالنا مسنون ہے یا ممنوع۔ یہاں ایک مولوی کاشمیری پھولوں کا گلے میں ڈالنا جائز فرماتے ہیں اور بہت زور دیتے ہیں۔ لہذا امیدوار کو جناب ازراہ شفقت بزرگانہ جو بات حق ہو جواب سے مشرف فرمائیں۔

الجواب

خوشبو لگانا سنت ہے اور خوشبو کی چیزیں پھول پتی وغیرہ پسند بارگاہ رسالت ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ وبارک وسلم۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

حُبِّبَ اِلَیَّ من دنیاکم النساء والطیب وجُعِلَتْ قرۃ عینی فی الصلٰوۃ۔[1] رواہ الامام احمد[2] والنسائی والحاکم والبیہقی عن انس رضی اللہ

یعنی تمہاری دنیا میں سے دو چیزوں کی محبت میرے دل میں ڈالی گئی، نکاح اور خوشبو، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی (امام احمد، نسائی، حاکم اور بیہقی نے سند جید کے ساتھ حضرت

[1] سنن النسائی کتاب عشرۃ النساء حب النساء نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۹۳

[2] مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۲۸

تعالٰی عنہ بسند جید۔

(انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من عُرِضَ علیہ ریحان فلا یردّہ فانہ خفیف المحمل طیّب الریح۔ رواہ مسلم[1] وابوداؤد[2] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

یعنی جس کے سامنے خوشبو نبات پھول پتی وغیرہ پیش کی جائے تو اسے رَد نہ کرے کہ اُس کا بوجھ ہلکا اور بو اچھی ہے (بوجھ ہلکا یعنی پیش کرنے والے پر مشقت نہیں کوئی بھاری احسان نہیں) (امام مسلم اور امام ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اربع من سنن المرسلین الختان والتعطر والنکاح والسواک۔ رواہ الامام احمد والترمذی[3] والبیہقی فی شعب الایمان[4] عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ، قال الترمذی ھذا حسنٌ غریبٌ صحیحٌ۔

یعنی چار باتیں انبیائے مرسلین علیہم الصلٰوۃ والسلام کی سنتوں سے ہیں، ختنہ کرنا اور خوشبو لگانا اور نکاح اور مسواک۔ (امام احمد، ترمذی اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے اسے روایت فرمایا اور امام ترمذی نے فرمایا حدیث حسن، غریب، صحیح ہے۔ ت)

www.alahazratnetwork.org

بخاری شریف میں ہے:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان لا یرد الطیب

یعنی بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خوشبو کی چیز رَد نہ فرماتے تھے

---

[1] صحیح مسلم کتاب الالفاظ من الادب باب استعمال المسک الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۹

[2] سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب فی رد الطیب آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۹

[3] جامع الترمذی ابواب النکاح امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۲۸

[4] شعب الایمان حدیث ۷۷۱۹ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۱۳۷

رواہ ھو والامام احمد والترمذی و النسائی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

(بخاری، امام احمد، ترمذی اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔ت)

ہار کہ گلے میں پہنیں' ان میں پھولوں سے اسی قدر زائد ہے کہ ایک ڈورے میں پرو لیا ہے، اور گلے میں ڈالنا وہی خوشبو سے فائدہ لینا اور اپنے جلیس آدمیوں اور فرشتوں کو فرحت پہنچانا ہے کہ کسی برتن میں رکھیں تو اس کا ساتھ لئے پھرنا وقت سے خالی نہیں، اور ہاتھ میں لئے رہیں تو ہاتھ بھی رُکے اور پھول بھی جلد کملا جائیں، تو اس قدر سے ممانعت وحرمت وناجوازی کس طرف سے آگئی۔

امام ابن امیر الحاج محمد محمد محمد حلبی حلیہ میں احادیث متعددہ ذکر کرکے فرماتے ہیں:

عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ دخل مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم علی امرأۃ وبین یدیھا نوی او حصی تسبح بہ فقال الا اخبرک بما ھو ایسر علیک من ھذا او افضل فقال سبحان اللہ عدد ما خلق اللہ فی السماء، وسبحان اللہ عدد ما خلق اللہ فی الارض، وسبحان اللہ عدد ما بین ذٰلک، وسبحان اللہ عدد ما ھو خالق واللہ اکبر مثل ذٰلک لا الٰہ مثل ذٰلک ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں ایک عورت کے پاس گئے اس کے آگے گٹھلیاں اور کنکریاں پڑی ہوتی تھیں کہ جن پر وہ تسبیح پڑھتی تھی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کیا میں تمہیں وہ طریقہ اور عمل نہ بتادوں جو اس سے زیادہ آسان اور زیادہ بہتر ہے۔ پھر ارشاد فرمایا، پاک ہے اللہ تعالٰی اس تعداد کے مطابق جو اس نے آسمان میں پیدا فرمائی، اللہ تعالٰی پاک ہے اس تعداد کے مطابق جو اس نے زمین میں پیدا فرمائی، اور اللہ تعالٰی پاک ہے اس تعداد کے مطابق جو ان دونوں کے درمیان ہے، اللہ تعالٰی پاک ہے اس تعداد کے مطابق جس کا

www.alahazratnetwork.org

؎ صحیح البخاری کتاب الھبۃ باب ما لا یرد من الھدیۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۵۱

" " کتاب اللباس باب من لم یرد الطیب " " ۲/۸۷۸

مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۱۳۳ و ۲۶۱

مثل ذٰلك۔ رواه ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن حبان فی صحیحه والحاکم وقال صحیح الاسناد فلم ینهها عن ذٰلك وانما ارشدها الٰی ماهو ایسر وافضل ولوکان مکروها لبیّن لها ذٰلك ثم هٰذه الاحادیث مما تشهد بجواز اتخاذ السبحة المعروفة لاحصاء عدد التسبیح وغیره من الاذکار من غیر ان یتوقف علٰی ورود شیئ خاص فیها بعینها بل حدیث سعد هذا کالنص فی ذٰلك اذ لا تزید السبحة علی مضمونه بضم النوی و نحوه فی خیط ومثل ذٰلك لا یظهر تاثیره فی المنع فلا جرم ان نقل اتخاذها والعمل بها عن جماعة من السادة الاخیار۔ والله سبحانه الموفق۔[1]

وہ پیدا کرنے والا ہے (اور اللہ اسی کے مطابق سب سے بڑا ہے) اللہ اکبر اسی کے مطابق اور لا الٰہ الا اللہ اسی کے مطابق ہے اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ اسی کے مطابق (اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں اور اسی کے مطابق گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت کسی میں نہیں سوائے اللہ تعالٰی کی توفیق کے) ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحاح میں اور حاکم نے اسے روایت کیا اور فرمایا اس کی اسناد صحیح ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے عورت مذکورہ کو مذکورہ طریق سے تسبیح کرتا دیکھ کر اسے منع نہیں فرمایا بلکہ زیادہ آسان اور افضل طریقہ کی رہنمائی فرمائی، اگر آپ کو اس کا طریقہ پسند نہ ہوتا تو اس کو منع فرما دیتے۔ یہ احادیث مروجہ تسبیح کے جواز پر دلالت کرتی اور شہادت دیتی ہیں۔ یہ تسبیح اعداد وشمار اذکار کے لئے بنائی جاتی ہے، البتہ اوراد و وظائف کا پڑھنا محض اسی پر موقوف نہیں۔ حضرت سعد کی حدیث اس کے جواز کے سلسلے میں نص کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ تسبیح مروجہ میں صرف یہی چیز زائد ہے کہ گٹھلیاں کسی دھاگے میں پرو کر مطلوبہ تعداد کے مطابق اسے تیار کرلیا جاتا ہے اور اس نوعیت کے اضافہ میں کوئی تاثیر منع ظاہر نہیں ہوتی۔ بلاشبہہ تسبیح بنانا اور اس کے ذریعے ذکر و اذکار کا شغل رکھنا (ایک اچھا عمل ہے) اور عمدہ اکابرین امت کے ایک بڑے گروہ سے منقول ہے، اور اللہ تعالٰی پاک ہے اور بندوں کو امور خیر کی توفیق دیتا ہے (ت)۔

جو اسے ناجائز کہتا ہے وہ شریعت مطہرہ پر افترا کرتا ہے، اگر سچا ہے تو بتائے کہ

www.alahazratnetwork.org

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

اللہ تعالٰی و رسول علیہ الصلٰوۃ والسلام نے اسے کہاں منع فرمایا ہے، اور جب اللہ و رسول نے منع نہ فرمایا تو پھر دوسرا اپنی طرف سے منع کرنے والا کون! جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۶: از شاہجہانپور محلہ خلیل مرسلہ مولوی ریاست علی خاں صاحب، و از رامپور خانقاہ مولٰنا ارشاد حسین مرسلہ مولوی سلامت اللہ صاحب غرہ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ

ما قولکم ایھا العلماء الکرام رحمکم اللہ فی ھذا المرام ان ضرب الدف و البنادیق فی العرس لغرض اعلان النکاح او فخریۃ ، ھل یجوز عند الشرع ، ام ، لا ۔ بینوا بسند الکتاب توجروا یوم الحساب۔

اے علمائے کرام! اللہ تعالٰی تم پر رحم و کرم فرمائے، اس مسئلہ میں تم کیا فرماتے ہو کہ شادی میں اعلانِ نکاح کی غرض سے دف بجانا جائز ہے یا نہیں؟ اور بندوقوں سے ہوائی فائرنگ کرنا خواہ اعلانِ نکاح کے لئے ہو یا فخریہ طور پر ہو کیسا ہے؟ کتاب و سنت کے حوالے سے بیان فرماؤ تاکہ بروزِ حساب اللہ تعالٰی کے ہاں سے اجر و ثواب پاؤ۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

خلاصہ جواب المولوی ریاست علی خاں

یجوز ضرب الدف بلا جلاجل و البنادیق بغرض اعلان النکاح ولا یجوز فخریۃ ولا تطربا۔ فی الحدیث اضربوا علیہ بالدفوف وضرب المدفع یجوز لاعلان افطار الصوم ولزوم الصوم واختتام وقت السحری و وقت نصف النہار وغیرھا کما ھو معتاد مروج فی اکثر بلاد الاسلام خصوصا

اعلانِ نکاح کی غرض سے دف بجانا جائز ہے جبکہ اس کی آواز گھنگرو اور گھنٹی کی جھنکار کے ساتھ نہ ہو یا اس کے مشابہ نہ ہو۔ اسی طرح ہوائی فائرنگ بھی جائز ہے مگر فخر و غرور کے طور پر جائز نہیں، چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ نکاح کی تشہیر کے لئے دف بجایا کرو۔ روزہ کے وقت کے آغاز کا اعلان کرنے کے لئے سحری کے وقت، روزہ افطاری کے وقت اور دوپہر وغیرہ کے وقت توپ کا گولہ چھوڑنا جائز ہے جیسا کہ اکثر اسلامی ممالک اور شہروں

فی مکة المعظمة فعلی هذا ای 21
تامل فی جواز ضرب البنادیق
لغرض اعلان النکاح لانه مامور
باعلان عن لسان صاحب الشرع و
فی ردالمحتار ان المدفع یفید غلبة
الظن وان کان ضاربه
فاسقا لان العادة ان الموقت
یذهب الی دار الحکم اخر النهار
فیعین له وقت ضربه فیغلب بهذه
القرائن عدم الخطاء وعدم قصد
الافساد والالزم تاثیم الناس[1] و
فی الصافیه والظاهر انه یلزم اهل
القری الصوم بسماع
المدافع من المصر لانه
علامة ظاهرة تفید غلبة
الظن وغلبة الظن حجة
موجبة للعمل[2] فثبت
ان ضرب المدافع مروج
مشروع، و ایضا فی
رد المحتار آلة اللهو
لیست محرمة لعینها
بل لقصد اللهو منها اما من

میں معمول ہے بالخصوص مکہ مکرمہ میں یہ طریقہ رائج
ہے، پس اس بناء پر تشہیر نکاح کیلئے فائرنگ
وغیرہ کے جواز کے بارے میں کیا اشکال ہو سکتا ہے
(یعنی یہ بلاشبہ جائز ہے۔ مترجم) کیونکہ صاحب شرع
کی زبان سے اس کے اعلان کا حکم ہے۔ فتاوی
شامی میں ہے: توپ کا گولہ مفید غلبہ ظن ہے
اگرچہ توپ چلانے والا فاسق ہو اس لئے عادۃً
اس کام پر مقرر آدمی دن کے آخری حصے میں دارالقضاء
کی طرف جاتا ہے پھر اس کے لئے چھوڑنے کا
وقت مقرر کیا جاتا ہے لہذا ان قرائن کی وجہ سے
غلطی کا ارتکاب نہ ہونے اور فساد پھیلانے کا
ارادہ نہ ہونے کا غالب گمان ہوتا ہے ورنہ
لوگوں کا گناہگار ہونا لازم آئے گا اور اُسی میں
یہ بھی مذکور ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ دیہات والے
اگر شہر کی طرف سے توپ کے گولے کی آواز
(بطور اعلان شہادت رؤیت چاند) سُنیں تو
ان پر روزہ رکھنا لازم ہو جائے گا اس لئے کہ
یہ ایک ظاہری علامت ہے جو غلبۂ ظن کا
فائدہ دیتی ہے اور غلبۂ ظن ایک ایسی دلیل
ہے جو عمل کرنا واجب کر دیتی ہے، لہذا ثابت
ہوا کہ اس مقصد کے لئے توپیں چلانا مباح اور
جائز ہے، نیز فتاوی شامی میں ہے کہ کھیل کود کے

---

[1] ردالمحتار کتاب الصوم باب ما یفسد الصوم داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۱۰۶
[2] " " " " ۲/۹۱

سامعها او من المشتغل بها[1] اھ قلت وحرمة آلات اللهو لقصد التلهي في غير العرس واما في العرس فاللهو مباح من حديث عائشة زفت امرأة الى رجل من الانصار فقال صلى الله تعالى عليه وسلم ما كان معكم لهو فان الانصار يعجبهم اللهو رواه البخاري[2] وهذا على تسليم ان البنادیق من آلات اللهو والا فلا شناعة فيها من قبل، والله سبحانه اعلم۔

آلات فی نفسہ حرام نہیں بلکہ کھیل تماشا کے ارادے سے ان کا استعمال کرنا حرام ہے خواہ "قصدِ لہو" سامع کی طرف سے ہو یا انھیں استعمال کرنے اور ان سے شغل رکھنے والے کی طرف سے ہو اھ، میں کہتا ہوں آلاتِ لہو کی حرمت، لہو ولعب کے قصد سے موقع شادی کے علاوہ ہے، جہاں تک شادی کا تعلق ہے تو ان کا استعمال حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی وجہ سے مباح ہے، چنانچہ ام المؤمنین نے ارشاد فرمایا کہ ایک عورت کو (تیار کرکے) ایک انصاری کے پاس بھیجا گیا تو حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر ارشاد فرمایا: کیا تمہارے پاس کھیل کود کا سامان نہیں تھا کیونکہ انصار کو کھیل کود سے خوشی ہوتی ہے۔ امام بخاری نے اس کو روایت کیا ہے اور یہ اس بناء پر ہے کہ اگر یہ تسلیم کرلیں کہ بندوقوں سے فائرنگ وغیرہ "آلاتِ لہو" میں شامل ہے ورنہ اس سے پہلے ان میں کوئی قباحت نہیں، اور اللہ تعالٰی پاک سب کچھ اچھی طرح جاننے والا ہے۔ (جواب مولوی ریاست علی خاں مکمل ہوگیا ہے)

www.alahazratnetwork.org

خلاصہ جواب الشاہ سلامت اللہ فی تائیدہ

لاریب فی جواز ضرب الدف لاعلان النکاح بل فی سنیته، فی الفتاوی الغیاثیة ضرب الدف فی النکاح اعلانا وتشهیرا سنة و یجب ان یکون بلا صنجات وجلاجل اھ[3]

اعلانِ نکاح کے لئے دف بجانے کے جواز بلکہ اس کے سنت ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ فتاوٰی غیاثیہ میں ہے: نکاح کے موقعہ پر دف اس کے اعلان اور تشہیر کے لئے سنت ہے اور ضروری ہے کہ دف کی آواز گھنگھرو ٹلیوں

[1] رد المحتار کتاب الحظر والاباحة دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۲۳
[2] صحیح البخاری کتاب النکاح باب النسوۃ اللاتی یھدین المرأۃ الی زوجھا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۷۵
[3] فتاوٰی غیاثیہ کتاب الاستحسان الفصل الرابع مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۱۰۹

وكذا الطبل قال المحقق العيني والطبل انما كان منهيا اذا كان للهو اما لغيره فلا بأس كطبل الغزاة والعرس[1]، وقد صح ضرب الدف ليلة العرس وفي الاعياد عند النبي صلى الله تعالى عليه وآله وسلم وأكد ذلك بما رواه احمد والترمذي عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال فصل مابين الحلال والحرام الصوت والدف في النكاح[2] وبما رواه النسائي عن عامر بن سعد قال دخلت على قرظة وابي مسعود الانصاري في عرس واذا جوار يغنين فقلت انتما صاحبا رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم ومن اهل بدر يفعل هذا عندكم فقالا اجلس ان شئت فاسمع معنا وان شئت اذهب رخص لنا

کے مشابہ زور دار نہ ہو اھ اور طبلہ بھی اسی طرح ہے۔ محقق عینی نے فرمایا: طبلہ اس وقت منع ہے جب لہو ولعب کے لئے ہو، اگر اس مقصد کے لئے نہ ہو تو کوئی حرج نہیں جیسے اگر اعلانِ جہاد کے لئے یا شادی وغیرہ کے موقع پر اس کا استعمال، اور شادی والی رات دف بجانا جائز ہے اور عید کے مواقع پر حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے روبرو دف بجائی گئی اور اس کی تاکید کی گئی اس حدیث سے جو امام احمد اور امام ترمذی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کی آپ نے ارشاد فرمایا حلال اور حرام میں فرق نکاح میں دف بجانے اور گیت گانے سے ہے۔ اور وہ حدیث جس کو امام نسائی نے عامر بن سعد سے روایت کیا ہے انھوں نے فرمایا میں ایک شادی میں قرظہ اور ابومسعود انصاری کے ہاں گیا وہاں چند بچیاں گیت گا رہی تھیں میں نے (یہ منظر دیکھ کر) کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے اے بدری ساتھیو! تمہارے ہاں یہ کام ہو رہا ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ اگر مرضی ہو تو ہمارے ساتھ بیٹھ کر تم بھی سنو اور اگر مرضی نہیں ہے تو یہاں سے چلے جاؤ (اور ہمیں نہ ٹوکو) کیونکہ

www.alahazratnetwork.org

---

[1]

[2] جامع الترمذی ابواب النکاح باب ما جاء فی اعلان النکاح امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۲۹
مسند احمد بن حنبل حدیث محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۱۸ و ۴/ ۲۵۹

فی اللھو عند العرس[1]۔ و فی خزانۃ المفتیین لاباس بان یکون لیلۃ العرس دف یضرب للشھرۃ و اعلان النکاح، قال الفقیہ ابو اللیث ھذا اذا لم یکن علیہ جلاجل اما اذا کان فیکرہ کذا فی الظھیریۃ[2] اھ، اقول اطلاق الاحادیث ینادی بجوازہ مع الجلاجل ایضا ولعل القول بالکراھۃ لعلۃ اُخری وقد ظھر من کلام المحقق العینی ان دف العرس و طبلہ لیسا داخلین فی اللھو ولو کانا جاز ایضا فی النکاح بنص الحدیث کما افادہ الفاضل المجیب وقدمنا التصریح بذلک فی روایۃ النسائی وکذا لاشبھۃ فی جواز ضرب البنادیق والمدافع فی العرس وامثالہ۔

رہیں شادیوں کے مواقع پر کھیل کود کی رخصت دی گئی ہے۔ اور خزانۃ المفتیین میں ہے کہ شادی والی رات، اعلانِ نکاح اور شہرت کے لئے اگر دف بجائی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ یہ جواز اس وقت ہے یا اس صورت میں ہے کہ جب دف کی آواز گھنگھرو کی جھنکار جیسی ہو لیکن وہ آواز اگر گھنگھرو کے مشابہ اور جھنکار والی ہو تو اس کا استعمال (یعنی دف بجانا) مکروہ ہے۔ یونہی فتاوٰی ظہیریہ میں بھی ہے اھ، میں کہتا ہوں کہ حدیثوں کا علی الاطلاق وارد ہونا اس بات کا اعلان کر رہا ہے کہ "جلاجل" گھنگھرو کی جھنکار جیسی آواز ہونے کے باوجود اس کا استعمال جائز ہے اور کراہت والا قول شاید کسی دوسری وجہ سے ہو نیز محقق عینی کے کلام سے ظاہر ہوا کہ شادی میں دف اور طبلہ بجانا لہو میں شمار نہیں ہوتا اور اگر شمار ہو بھی تو نصِ حدیث کی وجہ سے ان کا استعمال جائز ہے اور کراہت والا قول شاید کسی دوسری وجہ سے ہو، نیز محقق عینی کے کلام سے ظاہر ہوا کہ شادی میں دف اور طبلہ بجانا لہو میں شمار نہیں ہوتا اور اگر شمار ہو بھی تو نصِ حدیث کی وجہ سے ان کا استعمال جائز ہے جیسا کہ فاضل مجیب نے افادہ پیش کیا ہے اور روایت نسائی کے حوالہ سے ہم نے اس کی تصریح قبل ازیں

[1] سنن النسائی کتاب النکاح اللھو والغناء عند العرس نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۹۲

[2] خزانۃ المفتیین کتاب الکراھیۃ قلمی نسخہ ۲/ ۲۱۱

کردی ہے اور اسی طرح شادی وغیرہ میں بندوقوں سے فائرنگ کرنے اور توپ سے گولہ باری کرنے کے جواز میں بھی کوئی شبہ نہیں۔

الجواب

اللھم لک الحمد والیک الصمد صل علٰی حبیبک النور مانح السرور وعلٰی اٰلہ وصحبہ الی یوم النشور ضرب الدف لاعلان النکاح واظہار السرور فی مستحبات الافراح جائز ومباح ما فیہ جناح بل مندوب ومطلوب بالقصد المحبوب لکن یکرہ للرجال بکل حال وانما جوازہ للنساء علی ما قالہ فحول العلماء وانما ینبغی لنحو الجواری من الاماء والذراری دون السرات ذوات الھیأت فی الدرالمختار جاز ضرب الدف فیہ[1] یرید العرس قال فی ردالمحتار جواز ضرب الدف فیہ خاص بالنساء لما فی البحر عن المعراج بعد ذکرہ انہ مباح فی النکاح وما فی معناہ من حادث سرور قال وھو مکروہ للرجال علی

اے اللہ! تیرے ہی لئے سب تعریف ہے اور تیری ہی طرف بندوں کا قصد ہے اور اپنے مبارک حبیب پر رحمت بھیج جو خوشی عطا کرنیوالے شرانگیز کاموں سے روکنے والے اور قیامت کے دن تک ان کی آل اور ساتھیوں پر نزولِ رحمت ہو، ہاں اعلانِ نکاح اور اظہارِ خوشی کے لئے مستحب مواقع میں دف بجانا جائز اور مباح ہے بلکہ اچھے ارادے سے مندوب ومطلوب ہے لیکن مردوں کے لئے ناپسندیدہ ہے البتہ عورتوں کے لئے جائز ہے جیسا کہ اکابر علماء نے ارشاد فرمایا۔ اسی طرح چھوٹی بچیوں کے لئے خواہ آزاد ہوں یا لونڈیاں دف بجانا جائز ہے نہ کہ ان معزز شکل وشباہت رکھنے والی خواتین کیلئے۔ چنانچہ درمختار میں ہے: شادیوں میں دف بجانا جائز ہے۔ علامہ شامی نے اپنے فتاوٰی میں لکھا ہے کہ شادیوں میں دف بجانا عورتوں کے ساتھ خاص ہے اس لئے کہ البحرالرائق میں معراج الدرایہ کے حوالے سے منقول ہے کہ اس مسئلہ کے ذکر کرنے کے بعد کہ نکاح اور اس جیسی خوشی کے موقع پر اگرچہ دف بجانا مباح ہے

www.alahazratnetwork.org

---

[1] الدرالمختار کتاب الشہادات باب قبول الشہادۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۶

كل حال للتشبه بالنساء[1] اھ، و اخرج ابن حبان في صحيحه عن ام المؤمنين الصديقة رضي الله تعالٰى عنها قالت كانت عندي جارية من الانصار فزوجتها فقال رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وآله وسلم يا عائشة الا تغنين فان هذا الحي من الانصار يحبون الغناء[2]، قال القاري قال التوربشتي يحتمل ان يكون على خطاب الغيبة بجماعة النساء والمراد منهن من تبعها في ذلك من الاماء والسفلة فان الحرائر يستنكفن من ذلك وان يكون على خطاب الحضور لهن ويكون من اضافة الفعل الى الأمر به والأذن فيه قلت ويؤيده الرواية الأتية ارسلتم معها من تغني[3] الخ اھ

لیکن ہر حال میں مردوں کے لئے مکروہ ہے کیونکہ اس میں عورتوں کے ساتھ مشابہت پیدا ہوتی ہے اھ، چنانچہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے حوالے سے تخریج فرمائی۔ مائی صاحبہ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس قبیلہ انصار کی ایک بچی تھی میں نے اپنی نگرانی میں اس کی شادی کرائی حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم گاتی نہیں ہو؟ کیونکہ انصار تو گانے کو پسند کرتے ہیں۔ ملا علی قاری نے فرمایا کہ محدث توربشتی نے کہا یہاں اس لفظ "تغنین" میں احتمال ہے کہ غیبت کے طریقے پر عورتوں کی جماعت سے خطاب ہو اور ان سے وہ باندیاں اور گھٹیا عورتیں مراد ہوں جو اس بچی کے ساتھ بارات میں گئیں اس لئے کہ آزاد عورتیں اس کام سے نفرت کرتی تھیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ لفظ صیغہ حاضر کے طریقہ پر ہو جس کی مخاطب عورتیں ہوں اور فعل کی اضافت آمر اور اجازت دینے والے کی طرف ہو۔ میں کہتا ہوں کہ آئندہ کی روایت اس کی تائید کرتی ہے جس کے یہ الفاظ ہیں "کیا تم نے دلہن کے ساتھ کسی گویا عورت کو بھیجا ہے؟"

---

[1] ردالمحتار کتاب الشہادات باب قبول الشہادۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۸۲

[2] موارد الظمآن الٰی زوائد ابن حبان باب الغناء واللعب فی العرس حدیث ۲۰۲۱ المطبعۃ السلفیۃ ص ۴۹۴
مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ ابن حبان فی صحیحہ کتاب النکاح باب اعلان النکاح مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۷۲

[3] مرقاۃ المفاتیح کتاب النکاح باب اعلان النکاح الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۶/ ۳۱۴

الجلاجل فمن اللهو الباطل و النهي عنها مشهور وفي زبر الصدور مزبور وذلك لما فيهما من التطريب وقد كرهوا ضرب الساذج على هيئة الطرب فكيف بما به في نفسه معيب وقد قدم الفاضل المجيب عن العلامة الشامي عن الفتاوى السراجية ان هذا اى جواز ضرب الدف في العرس اذا لم تكن له جلاجل ولم يضرب على هيئة التطرب اهـ[1] ولم يثبت وجودها في الدفوف في زمن الحديث والرسالة بل هو لهو حديث اخترعه بعده اهل اللعب والبطالة في المرقاة شرح المشكوة (فجعلت جويريات لنا) بالتصغير قيل المراد بهن بنات الانصار لا المملوكات (يضربن بالدف) قيل تلك البنات لم يكن بالغات حد الشهوة وكان دفهن غير مصحوب بالجلاجل قال اكمل الدين المراد به

رہا یہ کہ دف کی آواز گھنگھرو اور گھنٹی کی جھنکار کی طرح ہو تو یہ لہو باطل میں شمار ہے اور اس سے ممانعت مشہور ہے، چنانچہ پیشینوں کی تحقیق پر لکھا ہوا ہے اس لئے کہ اس میں خوش آوازی اور سریلا پن ہے، حالانکہ فقہائے کرام نے کسی سادہ چیز کو گانے کی شکل اور ہیئت پر بجانے کو مکروہ قرار دیا ہے پھر اس کا کیا کہنا جو بذاتہ عیب دار ہو، چنانچہ فاضل مجیب علامہ شامی سے بحوالہ فتاوی سراجیہ پہلے نقل کیا ہے کہ شادی میں دف بجانے کا جواز اس شرط سے مشروط ہے کہ اس میں ٹن ٹن کی آواز نہ ہو اور وہ گانے کی ہیئت پر بھی نہ بجایا جائے اھ حدیث اور رسالت کے زمانے میں دف کے لئے ٹن ٹن کی سریلی آواز نہ تھی بلکہ یہ کھیل تماشے کی باتیں زمانۂ رسالت کے بعد ارباب باطل نے ایجاد و اختراع کرلیں، چنانچہ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے کہ ہمارے ہاں چند چھوٹی بچیاں تھیں جو دف بجا رہی تھیں، یہاں حدیث میں لفظ جویریات ہے جو جویریہ کی جمع اور صیغۂ تصغیر ہے۔ کہا گیا کہ ان سے انصار کی چھوٹی بچیاں مراد ہیں لہذا باندیاں مراد نہیں، اور یہ بھی کہا گیا کہ مکمل جوان نہ تھیں اور ان کی دف کی آواز سریلی اور ٹن ٹن والی نہ تھی۔ چنانچہ علامہ اکمل الدین نے فرمایا ان کی دف سے زمانۂ متقدمین

www.alahazratnetwork.org

الدف الذی کان فی زمن المتقدمین واما ما علیه الجلاجل فینبغی ان یکون مکروها بالاتفاق[۱] اھ ملخصاً ولایذھبن عنك ان اللھو حقیقتہ حرام کلھا دقھا وجلھا اما ما ابیح فی العرس ونحوہ من ضرب الدف وانشاد الاشعار المباحة بالقصد المباح او المندوب لا للتلھی واللعب المعیوب فانما سمی لھواً صورۃً کما سمیت السنن الثلث ملاعبة الفرس والمرأۃ والرمی بذلك لذلك بالضرورۃ فلا منافاۃ بین حدیث قرظة بن کعب وابی مسعود رضی اللہ تعالٰی عنھما وقول المحقق العینی وغیرہ انما کان منھیا اذا کان للھو اما لغیرہ فلا باس کطبل الغزاۃ والعرس[۲]، قال فی رد المحتار نقلا عن الکفایة شرح الھدایة اللھو حرام بالنص قال علیه الصلٰوۃ والسلام لھو المؤمن باطل الا فی ثلث تادیبه فرسه

کی دف مراد ہے۔ رہی وہ دف کہ جس کی گھنٹی جیسی آواز اور جھنکار ہو تو وہ بالاتفاق مکروہ ہے (ملخص پورا ہوگیا)، یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ درحقیقت ہر لہو حرام ہے خواہ آلاتِ لہو کی آواز باریک ہو یا موٹی۔ رہی یہ بات کہ شادی وغیرہ کے موقع پر دف بجانا مباح ہے اور مندوب ارادے سے جائز اشعار پڑھنا بشرطیکہ معیوب طریقے پر نہ ہو، تو ان تمام باتوں کے مباح ہونے کا حکم ہے البتہ اسے صورۃً لہو کہا گیا جیسا کہ تین کاموں کو (یعنی عورت اور گھوڑے سے کھیلنا اور تیر اندازی کرنا) جو درحقیقت سنت ہیں۔ اسی وجہ سے اس ضرورت کی بنا پر انھیں لہو کا نام دیا گیا لہٰذا قرظہ بن کعب اور ابو مسعود بدری رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث اور محقق عینی وغیرہ کے کلام میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ دف بجانے کا جواز اس صورت میں ہے کہ جب بطور لہو نہ ہو ورنہ منع ہے۔ اس کی مثال جیسے غازیوں کا طبل اور شادیوں میں دف بجانا ہے۔ علامہ شامی نے کفایہ شرح ہدایہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ نص کی بنیاد پر لہو حرام ہے چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ تین کھیلوں کے علاوہ مسلمان کا ہر کھیل باطل ہے: (۱) گھوڑے

www.alahazratnetwork.org

۱؎ مرقات المفاتیح کتاب النکاح باب اعلان النکاح الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۶/ ۳۰۱

۲؎

وفی روایۃ ملاعبتہ بفرسہ ورمیہ عن قوسہ وملاعبتہ مع اھلہ[1] قلت رواہ الحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلفظ کل شیئ من لھو الدنیا باطل الا ثلثۃ انتضالک بقوسک وتادیبک فرسک وملاعبتک اھلک فانھا من الحق ھذا مختصر وقال صحیح علی شرط مسلم[2]، ونازعہ الذھبی وصحح ابوحاتم وابوزرعۃ ارسالہ من طریق محمد بن عجلان عن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین قال بلغنی ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال فذکرہ فی نصب الرایۃ[3]۔ قلت محمد صدوق من رجال مسلم وعبداللہ ثقۃ عالم

کو ادب سکھانا یعنی جہاد کے لئے تیار کرنا، ایک دوسری روایت میں اس طرح آیا ہے کہ اپنے گھوڑے سے کھیلنا (۲) کمان سے تیراندازی کرنا (۳) اپنی بیوی سے کھیلنا اھ۔ میں کہتا ہوں کہ امام حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حدیث مذکور کو ان الفاظ میں روایت کیا ہے: "سوائے تین کھیلوں کے دنیا کا ہر کھیل باطل ہے (۱) اپنی کمان سے تیراندازی کرنا (۲) اپنے گھوڑے کو شائستگی سکھانا (۳) اپنی گھروالی یعنی اہلیہ کے ساتھ کھیلنا، یہ تینوں جائز ہیں۔ یہ حدیث مختصر ہے۔ حاکم نے کہا کہ یہ شرط مسلم کے مطابق صحیح ہے۔ علامہ ذہبی نے اس میں نزاع کیا ہے۔ ابوحاتم اور ابوزرعہ نے اس کے ارسال کو صحیح قرار دیا ہے جو محمد بن عجلان کے طریقے سے عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین سے مروی ہے چنانچہ اس نے کہا کہ مجھے اطلاع پہنچی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا پھر اس نے حدیث مذکور بیان کی، نصب الرایہ میں یہی کہا گیا ہے، میں کہتا ہوں کہ محمد نامی راوی سچا ہے، مسلم کے رجال میں سے ہے، عبداللہ راوی ثقہ اور عالم

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۲
[2] المستدرک للحاکم کتاب الجہاد دارالفکر بیروت ۲/ ۹۵
[3] نصب الرایۃ لاحادیث الہدایۃ کتاب الکراہیۃ فصل فی البیع المکتبۃ الاسلامیہ ریاض ۴/ ۲۰۲

من رجال الستة كلاهما من صغار التابعين فالحديث صحيح على اصولنا على ان النسائي روى بسند حسن عن جابر بن عبد الله وجابر بن عمير رضي الله تعالى عنهم عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال كل شيئ ليس من ذكر الله فهو لهو ولعب الا ان يكون اربعة ملاعبة الرجل امرأته وتاديب الرجل فرسه، ومشي الرجل بين الغرضين وتعليم الرجل السباحة[1] واخرج الطبراني في الاوسط عن امير المؤمنين عمر رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كل لهو يكره الا ملاعبة الرجل امرأته ومشيه بين الهدفين وتعليمه فرسه[2]، فالحديث صحيح لا شك وكان هذا هو مراد الفاضلين الكاملين ذوي الرياسة والسلامة والنفاسة والكرامة العجيب

ہے، صحاح ستہ کے رجال میں سے ہے، دونوں اشخاص مذکور چھوٹے تابعین میں سے ہیں لہذا حدیث ہمارے اصول وقواعد کے مطابق صحیح ہے، اس کے علاوہ امام نسائی نے اچھی سند کے ساتھ اسے جابر بن عبداللہ اور جابر بن عمیر رضی اللہ تعالٰی عنہم کے حوالے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا: "ہر وہ چیز جس میں ذکرِ الٰہی نہ ہو وہ کھیل اور تماشہ ہے لیکن چار چیزیں اس سے مستثنٰی ہیں (۱) مرد کا اپنی بیوی سے کھیلنا (۲) اپنے گھوڑے کو شائستگی سکھانا (۳) مرد کا دو نشانوں کے درمیان چلنا (۴) تیراکی سیکھنا۔ امام طبرانی نے "الاوسط" میں امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ تخریج فرمائی کہ ہر کھیل مکروہ ہے سوائے تین کاموں کے (۱) مرد کا اپنی بیوی سے کھیلنا (۲) تیراندازی کے دو نشانوں کے درمیان چلنا (۳) اپنے گھوڑے کو سکھانا۔ لہذا حدیث بلاشبہ صحیح ہے، اور دو فاضلوں کاملوں کی شادی کے لہو جائز ہونے سے یہی مراد ہے جو ریاست سلامت نفاست کرامت والے ہیں ایک جواب دینے والا اور دوسرا

www.alahazratnetwork.org

---

[1] کنز العمال بحوالہ ن (النسائی) عن جابر بن عبداللہ وجابر بن عمیر حدیث ۴۰۶۱۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۲۱۱

[2] المعجم الاوسط حدیث ۱۷۹ مکتبۃ المعارف ریاض ۸/ ۹۰

والمؤید بالحاجة اللهو فی العرس اما ضرب بندقة الرصاص لاعلان النکاح فلا شك ان الاعلان مطلوب فیه مندوب الیه فصلاً بین النکاح والسفاح الذی یکتم ولا یعلم والمقصود اعلام الاباعد والاقاصی فان الحضور یعلمونه بالحضور ولذا امر بضرب الدفوف واضطراب الاصوات علٰی وجه المعروف فان العلم للقاضی انما یحصل بما هو متعارف عندهم وقد شمله قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فصل ما بین الحلال والحرام الصوت والدف فی النکاح[1]، رواه الائمة احمد والترمذی و النسائی وابن ماجة وابن حبان والحاکم عن محمد بن حاطب الجمحی رضی الله حسنه الترمذی و صححه ابن حبان والدارقطنی والحاکم وابن طاهر فلم یخص بالدف بل اطلق الصوت

اس کی تائید کرنے والا ہے۔ رہی یہ بات کہ قلعی کی رائفل سے نکاح کی تشہیر اور اعلان کرنا تو یہ مطلوب مندوب ہے تاکہ نکاح اور بدکاری میں امتیاز ہوجائے کیونکہ بدکاری کو چھپایا جاتا ہے بتایا اور ظاہر نہیں کیا جاتا، جبکہ نکاح کی تشہیر کی جاتی ہے کیونکہ اس سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ انتہائی دور والے لوگ بھی آگاہ ہوجائیں کیونکہ قریب کے لوگ تو قرب وجوار میں ہونے کی وجہ سے اس معاملے کو بخوبی جانتے ہیں اس لئے دف بجانے اور آوازوں کے پھیلانے کا حکم طریقہ معروف کے مطابق دیا گیا ہے تاکہ قاضی کے لئے حصول علم اس کے مطابق ہوجائے جو لوگوں میں متعارف ہے اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد اس کو شامل ہے کہ حلال حرام میں فرق، نکاح کے موقع پر اعلان کرنے اور دف بجانے سے ہے۔ چنانچہ ائمہ کرام مثلاً احمد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے محمد بن حاطب جمحی کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے، امام ترمذی نے اسکی تحسین فرمائی۔ ابن حبان، دارقطنی، حاکم اور ابن طاہر نے اس کو صحیح قرار دیا ہے لہذا اعلان نکاح کو شارع نے دف بجانے کے ساتھ

alahazratnetwork.org

[1] جامع الترمذی ابواب النکاح باب ماجاء فی اعلان النکاح امین کمپنی دہلی ۱/۱۲۹
سنن النسائی کتاب النکاح اعلان النکاح بالصوت الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۹۰
سنن ابن ماجہ ابواب النکاح " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۸
مسند احمد بن حنبل حدیث محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۴۱۸ و ۴/۲۵۹

وغایر بالعطف والبندقة صوت یحصل به الاعلام بل ادخل فی السر اھ قال القاری قال ابن الملك المراد الترغیب الی اعلان امر النکاح بحیث لایخفی علی الاباعد قال فی شرح السنة معناہ اعلان النکاح واضطراب الصوت به والذکر فی الناس کما یقال فلان قد ذھب صوته فی الناس[1] اھ فالنھی مفقود ویفید المقصود فالجواز موجود والمنع مردود وھل لاحد ان ینھی عما لم ینه عنه الله ورسوله جل جلاله وصلی الله تعالٰی علیه وسلم انما زعم بعض جھلة الوھابیة ولعمری ما فی الوھابیة الا الجھلة انه اسراف والاسراف حرام، فجھل منھم بمعنی الاسراف و

مخصوص نہیں کیا بلکہ صوت کو مطلق رکھا گیا اور دونوں میں حرف "و" تغایر کے لئے بڑھایا گیا اور رائفل سے ایسی آواز پیدا ہوتی ہے کہ جس سے آگاہی نصیب ہوتی ہے بلکہ اسے مقصود میں زیادہ دخل ہے، ملا علی قاری نے فرمایا علامہ ابن ملک نے کہا کہ اس سے امر نکاح کے اعلان کرنے کی رغبت مقصود ہے تاکہ دور دراز والے لوگوں پر یہ معاملہ پوشیدہ نہ رہے۔ شرح السنۃ میں فرمایا گیا کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ نکاح کا اعلان اور اس کی آواز کی نشر و اشاعت ہو جائے اور لوگوں میں اس کا تذکرہ ہو جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص کی آواز لوگوں میں پھیل گئی اور ان تک پہنچ گئی۔ خلاصہ کلام یہ کہ نہی مفقود اور افادہ مقصود ہے اور جواز موجود اور ممانعت مردود ہے، کیا کسی کے لئے گنجائش ہے کہ جس کام سے اللہ تعالٰی اور اس کے رسول گرامی منع نہ فرمائیں اس سے لوگوں کو روکے، ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالٰی کی شان عظیم ہے اور اس کے رسول کریم پر اس کی طرف سے ہدیۂ درود و تسلیم ہو۔ رہا بعض جاہل وہابیوں کا یہ خیال کہ یہ اسراف ہے، مجھے اپنی بقا کی قسم وہابیوں میں سوائے جہالت کے کچھ نہیں۔ لہٰذا قول وہابیہ کہ یہ اسراف ہے اور اسراف حرام ہے، تو

www.alahazratnetwork.org

[1] مرقاۃ المفاتیح کتاب النکاح باب اعلان النکاح الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۶/ ۲۱۳

اعظم منهاق اجهلهم تلا فی تحریمه
أیة ان المبذرین کانوا اخوان
الشیاطین[1]، ولم یدر المسکین
ما فی الانفاق فی غرض
محمود وفی مذموم او فی
عبث من بون مبین، ولو کان
کل انفاق شیئ فی غرض مباح
بل ومحمود اسرافا مذموما
اذا امکن حصوله باقل
منه لکان کل توسع فی
مأکل او مشرب او منکح او مرکب
او ملبس او مسکن حراما وهو
خلاف الاجماع والنصوص الصریحة
بغیر نزاع وهذا ربنا عزّ و
جلّ قائلا قل من حرّم
زینة الله التی اخرج
لعباده والطیبٰت من
الرزق[2]، وهذا نبینا
صلی الله تعالٰی علیه
واٰله وسلم قائلا
ان الله تعالٰی یحب
ان یرٰی اثر نعمته

ان کا یہ قول معنی اسراف سے جہالت ہے اور اس
سے بھی عظیم جہالت ان کے بڑے جاہل سے
صادر ہوئی اس نے اس کام کی حرمت میں
قرآن مجید کی آیۂ مبارکہ پڑھ لی "بے جا خرچ
کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں" اور وہ
بیچارہ یہ نہ سمجھا کہ اچھی اور بُری غرض اور بے فائدہ
کام میں خرچ کرنے میں کتنا واضح اور کھلا فرق
ہے، اگر ہر خرچ کرنا مباح کام میں بلکہ اچھی
غرض میں اسراف اور مذموم ہوتا تو جب اس کا
اس سے معمولی درجہ میں بھی حصول ممکن ہوتا پھر
کھانے پینے، نکاح کرنے، سواری، لباس
اور جائے سکونت اور ان سب میں وسعت اختیار
کرنا حرام ہوتا حالانکہ یہ اتفاقِ امت کے بالکل
خلاف ہے اور صریح نصوص اس میں بغیر کسی
نزاع کے وارد ہیں۔ غور کیجئے کہ ہمارا پروردگار
عزت وعظمت کا مالک اپنے محبوب کریم کو
مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرما رہا ہے: فرما
دیجئے کس نے حرام کر دی اللہ تعالٰی کی وہ زیب و
زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے ظاہر
فرمائی اور وہ پاکیزہ کھانے کی چیزیں۔ ہمارے
نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد
فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالٰی نے اس بات کو پسند

www.alahazratnetwork.org

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/۲۷
[2] " " ۷/۳۲

على عبده رواه الترمذي[1] و
حسنه والحاكم وصححه عن عبد الله
ابن عمرو بن العاص رضي الله
تعالى عنهما مع قوله صلى الله
تعالى عليه وسلم في الحديث
الصحيح بحسب ابن آدم لقيمات
يقمن صلبه[2] الحديث، وجعل
لمن الى التثليث وقد اجمعوا
على جوازه حتى الشبع و
انت ترى هؤلاء الناهين
المجترئين على الله تعالى
بما تصف السنتهم الكذب[3] ان
هذا حرام وهذا ممنوع
يأكلون الالوان ويلبسون الرقاق
ويفعلون ويفعلون ولو اجتزأوا
بعشر ما انفقوا لكفى، وضرب
الدف ايضا لا يخلو عن نفقة
اما ثمن و اما اجرة

فرماتا ہے کہ اپنے کسی بندے پر آثارِ نعمت دیکھے،
چنانچہ امام ترمذی نے اس کو روایت کرکے اس
کی تحسین فرمائی، اور حاکم نے اس کو عبداللہ
بن عمرو سے روایت کیا اور اس کو صحیح قرار دیا۔
اس کے باوجود کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا
حدیث صحیح میں یہ ارشاد موجود ہے، ابن آدم
کے لئے غذا کے چند لقمے کافی ہیں جو اسکی پیٹھ
کو سیدھا رکھیں (الحدیث)۔ یہ اس کے لئے
مقرر فرمایا جس نے تین لقموں کا انکار کیا حالانکہ
اس کے جواز پر ائمہ کرام نے اتفاق کیا، تم دیکھتے
ہو کہ ان روکنے والوں، اللہ تعالیٰ پر جرأت کرنے
والوں کو ایسی چیز سے جو ان کی زبانیں جھوٹ
بیان کرتی ہیں کہ یہ حرام ہے اور یہ منع ہے کہ
لوگ رنگا رنگ کھانے کھاتے ہیں باریک اور
پتلا لباس پہنتے ہیں اور یہ اور وہ کرتے ہیں،
کاش وہ لوگ اس دسویں حصے پر اکتفا کرتے
جو انھوں نے خرچ کیا تو کافی تھا، اور یہ بھی
خیال رہے کہ دف بجانا بھی خرچ سے خالی

---

[1] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء ان اللہ یحب ان یری اثرہ الخ امین کمپنی دہلی ۱۰۵/۲
المستدرک للحاکم کتاب الاطعمہ " " " " دارالفکر بیروت ۱۳۵/۴
[2] جامع الترمذی ابواب الزہد باب ماجاء فی کراہیۃ کثرۃ الاکل امین کمپنی دہلی ۶۰/۲
سنن ابن ماجہ ابواب الاطعمہ باب الاقتصاد فی الاکل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۴۸
الترغیب والترہیب الترہیب من الامعان فی الشبع مصطفی البابی مصر ۱۳۶/۳
[3] القرآن الکریم ۳۶/۳

۴۳ - ولعلّه قد یفوق ثمن البارود وانما السرف الصرف الیٰ غرض لایحمد وتعدی القصد وتجاوز الحد فانظر انّ ھذا من ذالك واللّٰہ یتولی ھداك نعم من اراد التفاخر فذلك الحرام جملۃ واحدۃ انّ اللّٰہ لایحب من کان مختالاً فخوراً[1] ولا اختصاص لھذا بالدف والبندقۃ بل لوتلا القراٰن ونوی التفاخر لکان حراما محظورا والتالی اٰثماً موزوراً کمالایخفی فھذا ماعندنا فی الباب وربّنا سبحٰنہ اعلم بالصواب وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰینا والاٰل والاصحاب اٰمین۔

نہیں یا توودف خریدنے پر خرچ آئے گا یا بجانے کی اجرت دینی پڑے گی اور شاید یہ بارود کی قیمت سے زیادہ ہو، اور خالص اسراف یہ ہے کہ ایسی غرض کے لئے خرچ کیا جائے جس میں کوئی حُسن و خوبی اور فائدہ نہ ہو، اور یہ میانہ روی سے متجاوز ہو لہذا غور کیجئے کہ یہ کہاں اور وُہ کہاں (بلکہ دونوں میں واضح فرق ہے) اور اللہ تعالٰی تیری ہدایت کا مالک ہے۔ ہاں اگر کسی نے آپس کے خرچ کرنے سے فخر کرنے کا ارادہ کیا تو یہ بالکل حرام ہے کیونکہ اللہ تعالٰی اترانے والے فخر کرنیوالے کو پسند نہیں کرتا، لہذا حرمت کا دف اور بندوق سے کوئی اختصاص نہیں بلکہ اگر آپس میں تفاخر سے تلاوتِ کلام پاک کی جائے تو یہ بھی حرام اور ممنوع ہے، پس اس صورت میں تلاوت کرنے والا گنہگار اور گناہ برداشتہ ہوگا جیسا کہ مخفی نہیں، لہذا اس باب میں ہماری یہی تحقیق ہے، اور ہمارا پاک پروردگار راہِ صواب کو اچھی طرح جانتا ہے، ہمارے آقا و سردار اور ان کی آل اولاد و صحابہ پر اللہ تعالٰی کی خصوصی بارانِ رحمت ہو، آمین! (ت)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۹۷: از مدراس جناً دھاری دسنگ شب گرامین اسٹریٹ مرسلہ مولوی حاجی سید عبدالغفار صاحب بنگلوری۔

پھولوں کا سہرا جس میں نلکیاں اور پنی وغیرہ نہ ہو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان کرو تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

پھولوں کا سہرا جیسا سوال میں مذکور رسوم دنیویہ سے ایک رسم ہے جس کی ممانعت شرع مطہر سے ثابت نہیں، نہ شرع میں اس کے کرنے کا حکم آیا، تو مثل اور تمام عادات و رسوم مباحہ کے مباح رہے گا،

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۳۶

شرع شریف کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس چیز کو خدا و رسول اچھا بتائیں وہ اچھی ہے اور جسے بُرا فرمائیں وہ بُری اور جس سے سکوت فرمائیں یعنی شرع سے نہ اس کی خوبی نکلے نہ بُرائی وہ اباحتِ اصلیہ پر رہتی ہے کہ اس کے فعل و ترک میں ثواب نہ عقاب۔ یہ قاعدہ ہمیشہ یاد رکھنے کا ہے کہ اکثر جگہ کام آئے گا، آجکل مخالفینِ اہلسنّت نے یہ روش اختیار کر لی ہے کہ جس چیز کو چاہا شرک، حرام، بدعت، ضلالت کہنا شروع کر دیا اگرچہ وہ فعل صحابہ کرام یا تابعینِ عظام یا ائمۂ اعلام سے ثابت ہو، اگرچہ وہ فعل اُس نیک بات کے عموم و اطلاق میں داخل ہو جس کی خوبیاں صریح قرآن مجید و حدیث شریف میں مذکور ہیں، پھر سہرے وغیرہ رسمی باتوں کی تو کیا حقیقت ہے، اور اس پر طرّہ یہ ہوتا ہے کہ اہلسنّت سے پوچھتے ہیں تم جو ان چیزوں کو جائز بتاتے ہو قرآن و حدیث میں کہاں جائز لکھا ہے حالانکہ ان کو اپنی خوش فہمی سے اتنی خبر نہیں کہ جائز کہنے والا دلیل خاص کا محتاج نہیں، جو ناجائز کہے وہ قرآن و حدیث میں دکھائے کہ ان افعال کو کہاں ناجائز کہا ہے، کیا اہلسنّت پر لازم ہے کہ وہ جس جس چیز کو جائز و مباح بتائیں اس کی خاص صورت کا حکم صریح قرآن مجید و احادیث شریف میں دکھائیں اور تم پر کچھ ضرور نہیں کہ جس چیز کو حرام بدعت گمراہی کہو خاص اس کی نسبت ان حکموں کی تصریح کتاب و سنت میں دکھا دو۔ ان امور کی قدرے تفصیل مسئلہ قیام میں فقیر نے ذکر کی اور تحقیق کامل تصانیفِ علمائے اہلسنت میں ہے۔ شکر اللہ تعالٰی مساعیھم الجمیلۃ۔

جب یہ قاعدۂ شرعیہ معلوم ہو لیا تو سہرے کا حکم خود ہی کھُل گیا۔ اب جو ناجائز، حرام، بدعت، ضلالت بتائے وہ خود قرآن مجید و حدیث شریف سے ثابت کر دکھائے، ورنہ جانِ برادر! شرع تمہاری زبان کا نام نہیں کہ جسے چاہو بے دلیل حرام و ممنوع کہہ دو۔ اور سفہائے مخالفین جو اس قسم کے مسائل میں حدیث من احدث فی امرنا[1] وغیرہ پیش کرتے ہیں محض بے محل و اغوائے جُہال کہ اس قدر تو طائفۂ اسمٰعیلیہ کو بھی مسلّم کہ بدعتِ ضلالت وہی ہے جو بات دین میں نئی پیدا ہو اور دنیوی رسوم و عادات پر حکم بدعت نہیں ہو سکتا مثلاً انگرکھا پہننا، پلاؤ کھانا یا دُولہا کو جامہ پہنانا، دُلہن کو پالکی میں بٹھانا۔ اسی طرح سہرا کہ اُسے بھی کوئی دینی بات سمجھ کر نہیں کرتا، نہ بغرض ثواب کیا جاتا ہے بلکہ سب ایک رسم ہی جان کر کرتے ہیں، ہاں اگر کوئی جاہل اجہل ایسا ہو کہ اُسے دینی بات جانے، تو اس کی اس بیہودہ سمجھ پر اعتراض صحیح ہے، اسی طرح سہرے کے باب میں حدیث من تشبہ بقوم فھو منھم[2] (جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں سے ہو جائے گا۔ ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الصلح ۱/۳۷۱ و صحیح مسلم کتاب الاقضیہ ۲/۷۷

[2] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لبس الشھرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۰۳

پیش کرنا اور یہ کہنا کہ ہندو بھی سہرا باندھتے ہیں تو اُن سے مشابہت نکلے گی محض غلط کہ حدیث میں لفظ تشبّہ مذکور ہے اور اُس کے معنے اپنے آپ کو کسی کے مشابہ بنانا تو حقیقۃً یا حکماً قصدِ مشابہت پایا جانا ضرور ہے، مثلاً ایک شخص کوئی فعلِ خاص اس نیت سے کرے کہ کفار کی سی شکل پیدا ہو اگرچہ وہ یہ ارادہ نہ کرے مگر وہ فعل شعارِ کفار اور ان کی علامتِ خاصہ ہو جس سے وُہ پہچانے جاتے ہوں، جیسے سر پر چوٹیاں، ماتھے پر ٹیکہ، گلے میں جینوا، اُلٹے پردے کا انگرکھا وعلیٰ ہٰذا القیاس۔ تو بیشک ان صورتوں میں ذم و وعید وارد۔ اور حدیث من تشبّہ اس پر صادق، نہ یہ کہ مطلقاً کسی بات میں اشتراک موجبِ ممانعت ہو۔ یُوں تو انگرکھا ہم بھی پہنتے ہیں ہندو بھی پہنتے ہیں، پھر کیا اس وجہ سے انگرکھا پہننا ہم پر حرام ہو جائے گا، اور اگر پردے کا فرق کفایت کرے تو کیا تکلیوں اور پٹی کا نہ ہونا اور اس سہرے کی صورت اُن کے سہرے سے جدا ہونا کافی نہ ہوگا۔ اصل بات یہ ہے کہ بربنائے تشبُّہ کسی فعل کی ممانعت اُسی وقت صحیح ہے کہ جب فاعل کا قصدِ مشابہت ہو یا وہ فعل اہلِ باطل کا شعار و علامتِ خاصہ ہو جس کے سبب سے وہ پہچانے جاتے ہوں، یا اگر خود اُس فعل کی مذمت شرعِ مطہر سے ثابت ہو تو بُرا کہا جائے گا ورنہ ہرگز نہیں، اور سہرا ان سب باتوں سے پاک ہے۔

www.alahazratnetwork.org

یہ قاعدہ بھی ضرور یاد رکھنے کا ہے جس سے مخالفین کے اکثر اوہام کا علاج ہوتا ہے،

درمختار میں بحرالرائق سے منقول:

التشبہ بھم لایکرہ فی کل شیئ بل فی المذموم وفیما یقصد بہ التشبہ[1]

اہلِ کتاب سے تشبّہ ہر چیز میں مکروہ نہیں بلکہ بُری بات میں۔ اور وہاں کہ ان سے مشابہت کا قصد کیا جائے۔

مولٰنا علی قاری شرح فقہ اکبر امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ میں فرماتے ہیں:

انا ممنوعون عن التشبیہ بالکفرۃ و اھل البدعۃ فی شعارھم لامنھیون عن کل بدعۃ ولوکانت مباحۃ سواءٌ کانت من افعال اھل السنۃ او من

ہم کو یہ منع ہے کہ کفار و اہلِ بدعت کے شعار میں تشبّہ کریں نہ یہ کہ ہر بدعت منع ہو اگرچہ مباح ہو، اب چاہے وُہ اہلسنّت کے افعال سے ہو یا کفار و مبتدعین کے فعلوں سے، تو مدار کار

---

[1] الدرالمختار باب مایفسد الصلوٰۃ الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۰

افعال الکفرۃ و اھل البدعۃ فالمدار شعار پر ہے۔
علی الشعار[1] 21
21

بالجملہ خلاصہ یہ ہے کہ سہرا نہ شرعاً منع نہ شرعاً ضروری یا مستحب، بلکہ ایک دنیوی رسم ہے، کی تو کیا، نہ کی تو کیا۔ اس کے سوا جو کوئی اسے حرام گناہ بدعت ضلالت بتائے وہ سخت جھوٹا، بر سر باطل، اور جو اسے ضروری لازم اور ترک کو شرعاً موجب تشنیع جانے وہ بڑا جاہل۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم و احکم

کتبـــــــــــــــــہ
عبدہ المذنب الفقیر احمد رضا البریلوی عفی عنہ

رسالہ
ھادی الناس فی رسوم الاعراس
www.alahazratnetwork.org
ختم ہوا

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحا و کنایۃ مصطفی البابی مصر ص ۱۸۵

حدود و تعزیرات

مسئلہ ۹۸ مسئولہ مولوی عبدالمنان صاحب از بنگالہ
۲۲ صفر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ زید نے کسی روز عمرو سے کوئی بات کی تنازع کیا بعد ازاں عمرو کے اوپر سرار محفل محلہ کے انھوں نے تہمت دیا اور کہا کہ اہل مجلس نے اگر اس کو کھائے تو میں نہیں ہوں اہل مجلس نے کہا کیوں اسی وقت زید نے جواب دیا کہ عمرو بدکار ہے اس کی کے ساتھ، پھر عمرو نے اس بات پر مقدمہ دائر کیا حاکم سے ممبر کے پاس حکم آیا کہ یہ مقدمہ صحیح ہے یا نہیں بعد اس کے ممبر نے محلہ والوں کو پہنچایا کہ یہ معاملہ صحیح ہے یا نہیں ان کو کون نے کہا کے کہا ہاں یہ جو مقدمہ عمرو نے دائر کیا صحیح ہے پھر وہاں زید نے حاضر ہو کر کہا میں اہل مجلس سے اور پنچین صاحب سے خواستگار ہوں کہ میں نے افترا اور جھوٹ کہا معافی کا خواستگار اس حالت میں عمرو کو اہل محلہ اور ممبر صاحب نے بلوایا اور کہا ان کو معاف کر دو انھوں نے ان لوگوں کی بات کو معاف کر دیا بعد اس کے قریب ایک سال (۱) دس ماہ کے پھر کہا زید نے عمرو سے کہ کھانے میں نہیں ہوں تب سرداران اہل مجلس نے کہا کیا سبب ہے فوراً جواب دیا کہ میں نے پہلے جو بات ظاہر کیا تھا وہی ہے تب سرداران اہل محلہ نے گواہ طلب کیا اس نے کہا ہے فلاں فلاں شخص اس مجلس میں حاضر ہے ان لوگوں نے بھی کہا کہ آپ کی زبان سے اگلے سال سنا تھا فی الحال ہم لوگ کچھ نہیں جانتے پھر اہل مجلس نے کہا کہ آپ کے اور کوئی گواہ ہے انھوں نے جواب دیا کہ ہے عمرو بکر خالد عبداللہ وغیرہ ان لوگوں نے ان سب نے پوچھا یہ بات زید نے جو کہا صحیح ہے یا نہیں عمرو بکر وغیرہا نے کہا کہ ہم لوگوں نے ایک عورت سے

سُنا تھا اُس عورت سے بھی پُوچھا تو عورت بھی اس وقت مانع ہے پھر جمعہ کے دن سب مصلیوں کے مقابلہ زید سے پُوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ ہاں میں بھی سنا اور جو میرا شاہد ہے وہ بھی مانع ہے بلکہ بعضوں کی طرف اشارہ کیا تھا انھوں نے مسجد ہی میں منع کیا اس حال میں زید پر حدِ قذف لازم آتا ہے یا نہیں، اگر آتا تو بالمال ہوسکتا ہے یا نہیں ________ اگر تعزیرات ساتھ مال کے ہوسکتی ہوتا ہے، کوئی مقدار معین ہو لینا اور اس مال کا مستحق کون ہے ؟ از روئے شرع کے مع الدلائل بیان فرمائیے اور اگر وہ شخص توبہ کرے معافی کی امید ہے یا نہیں ؟ بینوا ابالکتاب وتوجروا یوم الحساب (کتاب سے بیان فرمائیے اور روزِ حساب اجر پائیے۔ ت)

الجواب

صورت مستفسرہ میں زید ضرور مرتکب قذف کا ہُوا اس نے سخت گناہ کبیرہ کیا اسلامی سلطنت میں وہ اسّی کوڑوں کا سزاوار تھا۔

قال اللہ تعالٰی فاجلدوھم ثمانین جلدۃ ولاتقبلوا لھم شھادۃ ابدا و اولٰئک ھم الفاسقون[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا، تہمت لگانے والوں کو اسّی کوڑے لگاؤ پھر کبھی بھی ان کی گواہی نہ مانو اور وہی نافرمان ہیں۔ (ت)

مگر یہاں نہ اسلامی سلطنت ہے نہ حدود جاری ہوسکتے ہیں نہ غیر سلطان کو حد کا اختیار ہے اور تعزیر بالمال منسوخ ہے کما حققہ الامام الطحاوی رحمہ اللہ تعالٰی (جیسا کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) اور منسوخ پر عمل جائز نہیں صرف چارہ کار یہ ہے کہ اُسے برادری سے خارج کریں مسلمان اس سے میل جول چھوڑ دیں جب تک توبہ نہ کرے اگر توبہ کرے تو اللہ عزوجل قبول فرمانے والا ہے۔ خود آیۂ مذکورہ میں الا الذین تابوا کا استثنا ہے مگر اس کی توبہ صرف یہی نہ ہوگی کہ اللہ عزوجل کے حضور تائب ہو بلکہ لازم ہوگا کہ عورت سے اپنے قصور کی معافی مانگے کہ وہ نہ صرف حق اللہ بلکہ حق العبد میں بھی گرفتار ہے اور تنہائی میں توبہ بھی کافی نہ ہوگی اس نے مجمع میں گناہ کیا ہے مجمع ہی میں توبہ کرے، حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

اذا عملت سیئۃ فاحدث عندھا توبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ[2] واللہ تعالٰی اعلم

جب تو کوئی گناہ کرے تو چھپے گناہ کی خفیہ اور برملا گناہ کی اعلانیہ توبہ کرو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/۴ [2] القرآن الکریم ۲۴/۵
[3] کنز العمال حدیث ۱۰۱۸۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/۲۰۹

مسئلہ ۹۹ مرسلہ نوراللہ صاحب پیش امام وعبدالحق زمیندار وغیرہا ساکنان سردارنگر تھانہ جہان آباد ضلع پیلی بھیت ۲۳ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم، کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مددعلی نام قوم فقیر ساکن سردارنگر ایک عورت نکاحی بھگالایا ہے اور عرصہ دوبرس سے اس سے زنا کرتا ہے جب اُس کو ہم لوگوں اور برادری والوں نے تنگ کیا تو مسمّی مذکور کو مبلغ سَو روپیہ اور عورت کو لے کر موضع ہرپور پنچایت گیا اور کہا کہ یہ عورت اور یہ روپیہ موجود ہے میرا فیصلہ کرادو۔ مسمّی کلن شاہ وبھجن شاہ وغیرہ ساکنان ہرپور پنچوں نے روپیے کر اپنے پاس جمع کرلیا اور عورت مسمّی مذکور کو واپس دے دی اور جس کی بی بی تھی اس کو نہیں دی اور نہ اس کو روپیہ دے کر استعفا لیا اب جو ہم گاؤں والوں نے مسمّی مددعلی کو سخت کیا تو وہ کہتا ہے میں کیا کروں میرا روپیہ پنچوں میں جمع ہے وہ نہ استعفا دلاتے ہیں اور نہ روپیہ مجھ کو واپس دیتے ہیں کہ میں خود مدعی کو راضی کرلوں، ایسے جھگڑے میں دوبرس ہوگئے اب ہم گاؤں والے اس کا کیا تدارک کریں کیونکہ انگریزی عملداری ہے اگر اس کا حقہ پانی بند کریں تو وہ عدالت میں نالشی ہوگا لہٰذا جواب سے مشرف فرمائے جائیں فقط۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

اُس شخص پر فرض ہے کہ اُس عورت کو اپنے سے جُدا کرے اور یہ اس کا عذر جھوٹا ہے کہ میں کیا کروں میرا روپیہ پنچوں کے پاس جمع ہے روپیہ جمع کردینے سے زنا حلال نہیں ہوسکتا، اگر وہ اُسے نہ نکالے تو مسلمانوں کو چاہئے کہ اس سے میل جول ترک کردیں برادری سے خارج کردیں اور اس میں ان پر کوئی جرم عائد نہیں ہوسکتا یہ کوئی قانون نہیں ہے کہ جو زانی کو اپنا حقہ پانی نہ دے وہ مجرم ہے اپنے حقے پانی کا ہر شخص کو اختیار ہے جسے چاہے دے جسے چاہے نہ دے اور اس صورت میں فقط وہی شخص مجرم نہیں بلکہ ان پنچوں پر بھی شرعی الزام بشدت قائم ہے جنہوں نے اس کا روپیہ لے کر دبا لیا اور عورت زنا کے لئے اسے واپس دی وہ سب عذابِ الٰہی کے مستحق ہیں ان پر فرض ہے کہ اس کا روپیہ واپس دیں اور توبہ کریں اور قدرت رکھتے ہوں تو عورت کو اس سے چھڑا کر اس کے شوہر کے پاس بھیج دیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۰ مسئولہ احمدالدین مقام کیمپ بونہ شنبہ ۱۲ شوال المکرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک مسجد میں پیش امام ہے اور عام لوگوں نے یہ شہرت دی ہے کہ زید نے فلاں عورت کے ساتھ زنا کیا ہے اور جب حلفیہ شہادت

لی گئی تو عینی شہادت کوئی نہیں دیتا ہے اور کہتے ہیں کہ ہم نے فلاں سے سُنا ہے اور اس سے پوچھو تو وہ یہ کہتا ہے کہ میں نے فلاں سے سُنا ہے عینی شہادت کوئی نہیں بیان کرتا ہے ایسی صورت میں بعض اشخاص نے زید کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑدی ہے اگر احتیاطاً ایسی حالت میں زید سے توبہ واستغفار کرائی جائے تو اس کی امامت درست ہوگی یا نہیں اور عام لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب تک علماء فتوٰی نہ دیں گے تو ہم اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں گے آیا ایسی حالت میں وہ توبہ واستغفار کرے اور پھر نماز پڑھائے تو زید کے پیچھے نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ اور زنا پر عندالشرع شریف کے گواہوں کی ضرورت ہے اور وہ کیسے ہوں؟ فقط

الجواب

مسلمان پر بدگمانی حرام ہے،

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[1]
اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کیونکہ کچھ گمان گناہ ہیں۔ (ت)

خاص معائنہ کے چار گواہ مرد ثقہ متقی پرہیزگار درکار ہیں بغیر اس کے جو اسے متہم بزنا کرے گا شرعاً اسّی کوڑوں کا مستحق ہوگا، زید کی امامت میں کوئی حرج نہیں اور توبہ واستغفار مسلمان کو ہر حال میں چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۱: مرسلہ محمد ظہور سوداگر پارچہ المورّہ متصل جامع مسجد کارخانہ بازار ۱۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ،

بوڑھے زانی کی کیا سزا ہے حالانکہ اس کی جوان اور تندرست بی بی اس کے پاس موجود ہو اور وہ ایک مشرکہ سے زنا کرے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

زنا کی سزا آخرت میں عذاب نار ہے اور دنیا میں حد ہے جس کا سلطانِ اسلام کو اختیار ہے، حدیث میں ارشاد ہوا:

"اللہ تعالٰی کے سب سے زیادہ دشمن تین شخص ہیں، مفلس متکبّر اور بوڑھا زانی اور جھوٹ بولنے والا بادشاہ"[2] واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷۱
کنزالعمال حدیث ۴۳۹۲۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۵۹

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۱۰۲: از امرتسر سید بڈھے شاہ صاحب ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

جنھوں نے زناکاری اور ناچنا گانا اپنا پیشہ بنا رکھا ہے بلکہ پیشہ کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں اور اس فعل شنیع پر اصرار کئے بیٹھے ہیں اور اسی پر اُن کی عمر گزرتی ہے اور اسی زنا کی آمدنی پر اُن کا کھانا پینا پہننا اور تمام امور ہوتے ہیں اہل اسلام کو اُن کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہئے ان کے ساتھ میل جول بات چیت کرنا ان کے یہاں سے کچھ کھانا پینا یا ان کی خیرات صدقات سے کچھ حاصل کرنا یا اُن کا کوئی کام کرنا اس کی اُجرت لینا یا اُن کا جنازہ پڑھنا یا شریکِ جنازہ ہونا یا انھیں غسل دینا یا اُن کے ہاتھ کوئی چیز اس آمدنی کے عوض فروخت کرنا یا ان سے خریدنا وغیرہ وغیرہ شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب

ان سے میل جول نہ چاہئے،

قال اللہ تعالٰی و امّا ینسینّک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین۔[1] اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اگر تمھیں شیطان کسی بھلاوے میں ڈال دے تو پھر یاد آجانے کے بعد کبھی ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

بلکہ اور بہت فاسقوں سے اس بارے میں ان کا حکم اشد ہے کہ ان سے ملنے میں آدمی متہم ہوتا ہے اور موضع تہمت سے بچنے کا حکم مؤکد ہے۔ حدیث میں ہے،

من کان یؤمن باللہ و الیوم الاٰخر فلا یقفن مواقع التھم۔[2] جو کوئی اللہ تعالٰی اور دن قیامت پر یقین رکھتا ہے تو اسے چاہئے کہ مقاماتِ تہمت میں نہ ٹھہرے۔ (ت)

زنا وغنا پر جو مال حاصل کیا جاتا ہے وہ ان لوگوں کی ملک نہیں ہوتا اُن کے ہاتھ میں مثل مغصوب ہوتا ہے کما صرح بہ فی الفتاوی العالمگیریۃ وغیرھا (جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری اور دوسرے فتاوٰی میں اس کی تصریح کر دی گئی ہے۔ ت) نہ اس کا اُجرت میں لینا جائز نہ کسی چیز کی قیمت میں لینا جائز، صدقہ و ہدیہ تو دوسری بات ہے بلکہ وہ جو کچھ کسی فقیر کو دے اُسے خیرات کہنا حرام ہے اُس پر اُمیدِ ثواب رکھنے کو علماء نے کفر لکھا ہے، اور جو مال بعینہٖ انھوں نے ان حرام افعال کے عوض حاصل کیا اس کا خریدنا بھی حرام، اس کا کھانا بھی حرام، ہاں اگر یہ مال انھوں نے خریدا ہو اگرچہ اپنے زرِ حرام سے اور اس پر

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] مراقی الفلاح علی ہامش حاشیۃ الطحطاوی باب ادراک الفریضۃ نور محمد کارخانہ کراچی ص ۲۴۹

عقد و نقد جمع نہ ہُوئے ہوں یعنی یہ نہ ہُوا ہو کہ وہ حرام روپیہ دکھا کر کہا کہ اس کے عوض دے دے اور وہی روپیہ ثمن میں دے دیا کہ یُوں تو جو کچھ وہ خریدیں وہ بھی حرام ہے علی ما قالہ الامام الکرخی وعلیہ الفتوٰی (اس بنا پر جو کچھ امام کرخی علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا اور اسی پر فتوٰی ہے۔ ت) ہاں اگر یُوں ہوا مثلاً کہا ایک روپیہ کی فلاں چیز دے دے اس نے دے دی اس نے اپنا زرِ حرام ثمن میں دیا تو اگرچہ اسے ثمن میں صرف کرنا حرام تھا مگر جو چیز خریدی وہ حرام نہ ہُوئی ایسی خریدی ہوئی چیز کا اُن سے خریدنا جائز ہے اور ناج وغیرہ اس طور پر خرید کر پکایا ہو تو اس کا کھانا بھی حرام نہیں مگر اُنکے یہاں کھانا پینا ویسے ہی ممنوع ہے۔ رہا جنازہ اور اس کی نماز، اگر یہ لوگ مسلمان ہوں تو ضرور فرض ہے، حدیث میں ارشاد ہوا:

الصلٰوۃ واجبۃ علیکم علی کل مسلم یموت برا کان او فاجرا و ان ھو عمل الکبائر[1]

تم پر ہر مسلمان کے جنازے کی نماز فرض ہے وہ نیک ہو یا بد، اگرچہ اس نے کبیرہ گناہ کئے ہوں۔

مگر اس قسم کے جو پیشہ ور لوگ ہیں ان کا ایمان سلامت رہنا بہت دشوار معلوم ہوتا ہے اُن کے یہاں کی رسم سُنی گئی ہے کہ جب لڑکی سے اول بار زنا کراتے ہیں اسے دُلھن بناتے ہیں اور نیاز دلاتے ہیں اور مبارک سلامت ہوتی ہے ایسا ہے تو یقیناً وہ سب کافر ہو جاتے ہیں اُن پر نماز حرام اُن کے جنازہ کی شرکت حرام۔ نسأل اللہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۳ تا ۱۰۴: از دبابوں کے تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ مرسلہ محمد قاسم صاحب مدرس مدرسہ ۶ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) زید نے بکر کو زنا کی تہمت لگائی۔

(۲) ایک عورت زانیہ اپنے گناہ سے ایک عالم متدین کے ہاتھ پر تائب ہوگئی ہے لیکن اب بھی چند ایک آدمی اسی کی برادری میں سے اس کو گزشتہ گناہ کے ساتھ منسوب کرتے ہیں اور میرا سمجھ کر اس کو اس کے خاوند کے گھر میں آباد نہیں ہونے دیتے حالانکہ اس کا خاوند اس کے

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی الغزو مع ائمۃ الجور آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۴۳

آباد کرنے میں راضی ہے، ایسے اشخاص کے واسطے از روئے شرع شریف کیا حکم ہے؟

الجواب

(۱) مسلمان کو زنا کی تہمت بے ثبوتِ شرعی لگانے والا فاسق، مردود الشہادۃ، اسّی کوڑوں کا شرعاً سزاوار ہے یہاں دنیا میں نہیں ہوسکتے آخرت میں استحقاق عذاب نار ہے۔

(۲) گناہ سے توبہ کرنے والے کو اگلے گناہ سے عیب لگانا سخت حرام ہے ایسے کی نسبت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ مرے گا جب تک خود اس گناہ کا مرتکب نہ ہو،

اخرج الترمذی وحسنہ عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من عیّر اخاہ بذنب لم یمت حتی یعملہ[1] قال المناوی المراد من ذنب قد تاب منہ کما فسرہ بہ ابن منیع[2] اھ، و قد جاء کذا مقیدا فی روایۃ ذکرھا فی الشرعۃ قالہ فی الحدیقۃ الندیۃ۔

امام ترمذی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت فرمائی جبکہ امام ترمذی نے اس حدیث کی تحسین فرمائی، جو کوئی اپنے بھائی کو کسی گزشتہ گناہ پر عار دلائے وہ نہ مرے گا مگر جبکہ خود اس گناہ کا مرتکب ہو۔ امام مناوی نے فرمایا کہ حدیث پاک میں گناہ سے وہ گناہ مراد ہے جس سے کرنے والے نے توبہ کرڈالی، جیسا کہ ابن منیع نے اس کی وضاحت فرمائی اھ۔ اور ایک دوسری روایت میں ذنب کے ساتھ قید مذکور ہے جس کو شرعۃ الاسلام میں نقل فرمایا، چنانچہ حدیقہ ندیہ میں اس کو بیان فرمایا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اور زن و شو میں جدائی ڈالنا شیطان کا کام ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس منّا من خبب امرأۃ علی زوجھا رواہ ابوداؤد والحاکم[3] بسند

وہ آدمی ہم میں سے نہیں کہ جو دغابازی سے عورت کو شوہر کے خلاف کرے۔ ابوداؤد اور حاکم نے

---

[1] جامع الترمذی ابواب صفۃ القیامۃ امین کمپنی دہلی ۲/۷۳

[2] التیسیر شرح جامع الصغیر تحت حدیث من عیّر اخاہ الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/۴۳۲

[3] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی من خبب مملوکا الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۴۷

المستدرک للحاکم کتاب الطلاق دارالفکر بیروت ۲/۱۹۶

معجم الاوسط للطبرانی حدیث ۸۰۱۸ مکتبۃ المعارف الریاض ۹/۱۲

صحیح عن ابی ھریرۃ والطبرانی فی الصغیر عن ابن عمر وفی الاوسط کابی یعلی السراوی بسند صحیح عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(صحیح سند سے اس کو حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا اور امام طبرانی نے معجم صغیر میں عبداللہ ابن عمر سے اور معجم اوسط میں ابویعلٰی کی طرح صحیح سند سے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۵: از ناتھ دوارہ ریاست اودیپور ملک میواڑ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص صاحب علم امرونہی سے واقف ہیں مگر وہ شخص نہ کبھی رمضان المبارک کے روزے رکھتے ہیں اور نہ کبھی نماز پڑھتے ہیں، جمعہ کے روز بطور ریاکاری مسجد میں آنکر جمعہ ادا کرتے ہیں تو ایسے شخص کے واسطے کیا حکم ہے، اس شخص کو کیا کہنا چاہئے؟ اور مسلمانوں کو اس کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا لازم ہے؟ اس کا جواب مع حدیث وفقہ کے مرقوم فرمائیں اللہ تعالٰی آپ کو اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔

الجواب

وہ شخص سخت فاسق فاجر مستحق جہنم ہے، مسلمانوں کو اس سے احتراز چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۶: از پوسٹ آفس موضع شرشدی ضلع نواکھالی بنگال مرسلہ سید عبدالرحمٰن صاحب یکم ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

قبلہ من مدظلہ، بعد سلام وقدمبوسی عرض ہے ایک شخص نے چارپائے وطی کیا اس پر ایک عالم نے کہا کہ تم اتنے روپیہ بطور زجر کے ادا کرو تاکہ آئندہ کوئی آدمی مرتکب گناہ نہ ہو اس سے روپیہ لے کو مسجد کے لئے چٹائی خرید کر دیا گیا اب وہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟ بیّنوا (بیان فرمائیے۔ ت) فتوٰی کی عبارت ذرا لمبا اور فتوٰی لمبا ہونے سے عوام زیادہ اعتبار کرتا ہے، چونکہ اس وطی کے لئے کفارہ کا حکم نہیں ہے اگر کفارہ ہوتا بیشک غریب کا حق تھا یہ روپیہ زجراً یا عبرتاً لیا گیا ہے اور وہ نیک کام میں صرف کیا گیا بعض اس پر معترض ہیں، امید ہے حضور عالی جس طرح درست ہو ایسا تحریر فرماکر ایک فتوی بہت جلد بیرنگ روانہ فرمادیں، چارپائے کو حسب شرع جیسا کرنا ہے کیا گیا ہے اس پر کوئی معترض نہیں صرف اس سے جو روپیہ لیا گیا اس کو مسجد میں صرف کیا گیا ہے اس پر اعتراض ہے کہ کفارہ مسجد میں خرچ نہیں ہوسکتا ہے، جناب عالی! حسب مناسب سوال تحریر فرماکر اس کے جواب جواب بدلیل کتب فقہ تحریر فرماکر بہت جلد روانہ بیرنگ کریں تاکہ رفع فساد ہو بہت جلد درکار ہے جس طرح درست ہو مسجد کے لئے خرچ کرنا درست ہے تحریر

فرمادیں کیونکہ اس کام میں کفارہ واجب نہیں ایک روپیہ بطور استادی خدمت کے روانہ کیا جاتا ہے دس پانچ عالم کا مہر و دستخط کرادیں سوال جس پر ایں حضور تجویز کریں مگر وہ روپیہ مسجد کے خرچ میں درست ہونا درکار ہے، حضور تو بحر العلوم ہیں جن کا اسم گرامی تمام جہان میں مشہور ہے بیرنگ روانہ کرنے سے جلد مل جائے گا مگر لفافہ پر کاتب کا نام ضروری ہے ورنہ ڈاک والا روانہ نہیں کرتا ہے۔

الجواب

وہ روپیہ کہ اس شخص سے زجراً لیا گیا حرام ہے کہ تعزیر بالمال منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل حرام ہے، تنویر الابصار میں ہے:

التعزیر تأدیب دون الحد واکثرہ تسعۃ و ثلاثون سوطا ویکون بہ و بالصفع لاباخذ مال فی المذھب[1]۔

تعزیر ادب سکھانا ہے جو حد سے کم سزا ہے، اس میں زیادہ سے زیادہ انتالیس (۳۹) کوڑے ہیں اور یہ کوڑے یا تھپڑ مارنے سے ادا ہوتی ہے۔ معتمد مذہب میں اس میں مال لینا نہیں۔ (ت)

بحر الرائق و درمختار و ردالمحتار میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

افاد فی البزازیۃ ان معنی التعزیر باخذ المال علی القول بہ امساک شیئ من مالہ عنہ مدۃ لینزجر ثم یعیدہ الحاکم الیہ لاان یاخذہ الحاکم لنفسہ او لبیت المال کما یتوھمہ الظلمۃ اذ لایجوز لاحد من المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی وفی شرح الاٰثار (للامام الطحاوی رحمہ اللہ تعالٰی) التعزیر بالمال کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ[2]۔

فتاوٰی بزازیہ میں یہ افادہ پیش فرمایا کہ مال لے کر تعزیر قائم کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ مجرم کے مال میں سے کچھ مدت کے لئے مال حاکم اپنے پاس رکھ لے تاکہ وہ جرائم سے باز آجائے، پھر سدھر جانے پر حاکم وہ مال اس کو لوٹا دے۔ یہ مطلب نہیں کہ حاکم اپنی ذات کے لئے یا بیت المال کے لئے مالی جرمانہ اس سے وصول کرے جیسا کہ بعض ظالموں نے وہم کیا ہے کیونکہ مسلمانوں میں سے کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ بغیر کسی سبب شرعی کے کسی کا مال حاصل کرے۔ اور شرح آثار امام طحاوی رحمہ اللہ تعالٰی میں ہے کہ مالی تعزیر شروع اسلام میں تھی پھر منسوخ ہوگئی۔ (ت)

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الحدود باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲۶

[2] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۱۷۸-۷۹

اور مسجد میں اس روپے کا صرف کرنا حرام۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ان اللہ طیب لایقبل الا الطیب ، رواہ الترمذی وغیرہ عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

یقیناً اللہ تعالٰی پاک ہے، وہ سوائے پاک کے کسی چیز کو قبول نہیں فرماتا۔ امام ترمذی وغیرہ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت فرمایا ہے۔ (ت)

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

لیمیز اللہ الخبیث من الطیب [2]

اس لئے کہ اللہ گندے کو ستھرے سے جدا فرمادے۔ (ت)

یعنی اس مسجد میں صرف کرنے کا یہ فعل حرام ہے اور صرف کرنے والا مبتلائے آثام ہے اس پر فرض تھا اور ہے کہ یہ روپیہ جس سے لیا اُسے واپس دے نہ یہ کہ اُسے دوسرے کام خصوصاً مسجد میں صرف کرے۔ قال اللہ تعالٰی

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

www.alahazratnetwork.org

علی الید ما اخذت حتی تؤدیہ ، رواہ الامام احمد [4] فی مسندہ والائمۃ ابوداؤد والترمذی [3] والنسائی وابن ماجۃ فی سننھم و الحاکم فی صحیحہ المستدرک عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

جو کچھ ہاتھ نے لیا اس پر ضروری ہے کہ اُسے ادا کردے۔ امام احمد نے اپنی مسند میں اور دوسرے ائمہ ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے اپنی سُنن میں اس کو روایت کیا ہے اور حاکم نے اپنی صحیح مستدرک میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند حسن اس کو روایت فرمایا ہے۔ (ت)

رہیں وہ چٹائیاں کہ اس روپیہ سے خرید کر مسجد میں دیں اُن پر اگر عقد ونقد جمع نہ ہوتے تھے تو

---

[1] السنن الکبرٰی کتاب صلوٰۃ الاستسقاء دار صادر بیروت ۳/۳۴۶

[2] القرآن الکریم ۸/۳۷

[3] جامع الترمذی کتاب البیوع باب ماجاء ان العاریۃ مؤداۃ امین کمپنی دہلی ۱/۱۵۲

[4] مسند احمد بن حنبل عن سمرۃ بن جندب المکتب الاسلامی بیروت ۵/۸

مسجد میں اُن کا لینا اور استعمال کرنا اور ان پر نماز پڑھنا سب درست ہے اُس میں کچھ حرج نہیں، عقد و نقد جمع ہونے کے یہ معنی کہ وہی خبیث روپیہ بائع کو دکھا کر کہا ہو کہ اس روپے کے بدلے چٹائیاں دے دے، یہ اس روپیہ پر عقد ہوا پھر وہی روپیہ ثمن میں دے دیا گیا ہو یہ اُس روپے کا نقد ہوا، ظاہر کہ یہاں خرید و فروخت میں ایسا بہت نادر ہے غالباً چیز مانگتے ہیں کہ ایک روپیہ کے یہ دے دو پھر زرِ ثمن ادا کرتے ہیں یہ اگر اس مالِ خبیث سے ہوا ہو تو اس کا صرف نقد ہوا اس پر عقد نہ ہوا اور اس صورت میں ان چٹائیوں میں کوئی خباثت نہ آئی اور مسجد پر ان کا وقف صحیح ہو گیا اور وہ دینے والے کو واپس نہیں دی جا سکتیں جب تک مسجد میں قابلِ استعمال رہیں۔ تنویر الابصار میں ہے:

غصب عبدا او آجرہ تصدق بالغلۃ کما لو تصرف فی المغصوب والودیعۃ و ربح اذا کان متعینا بالاشارۃ او بالشراء بدراہم الودیعۃ او الغصب و نقدھا وان اشار الیھا و نقد غیرھا او الی غیرھا او اطلق و نقدھا لا وبہ یفتی[1]

جیسا کہ اگر کسی نے کوئی غلام غصب کیا (یعنی کسی سے اس کا غلام زبردستی چھین لیا) پھر اسے مزدوری پر لگا یا (اور ٹھیکہ پر دیا) اور غلہ ہو تو پھر اجرت اور غلہ دونوں خیرات کردے جیسا کہ کسی نے غصب کردہ چیز یا امانت میں (بغیر اجازت مالک) کچھ تصرف کیا (یعنی طور کہ اسے فروخت کر دیا) اور اس سے نفع کمایا، اگر وہ متعین ہو، اور اس کے تعیین کی صورت اشارہ ہے اور امانت یا غصب کردہ دراہم سے اسے خریدنا ہے (یعنی عقد اور نقد دونوں میں زرِ حرام جمع ہو تو پھر وہ خرید کردہ چیز حرام ہوگی، پس اس کا استعمال کرنا جائز نہ ہوگا) (پس تعیین بالاشارہ اور خرید میں وہی حرام نقدی ہو تو اس حاصل شدہ نفع کو خیرات کردے) اور اگر اوپر والی صورت مذکورہ نہ ہو تو پھر اس کی تین صورتیں ہیں:

۱۔ عقد کے وقت زرِ حرام کی طرف اشارہ کیا مگر ادائیگی کے وقت کوئی اور نقدی دے دی۔

۲۔ بوقتِ عقد کسی اور مال کی طرف اشارہ کیا مگر ادائیگی کے وقت وہی مالِ حرام دے دیا۔

۳۔ عقد کرتے وقت ثمن میں اطلاق (یعنی بغیر کسی قید لگانے کے کہہ دیا کہ اتنی رقم کی فلاں چیز دے دو) لیکن ثمن دیتے وقت وہی زرِ حرام دے دیا۔

پس ان تینوں صورتوں میں خیرات نہ کرے (کیونکہ حرمت نہیں پیدا ہوتی، جیسا کہ ظاہر ہے) اور اسی قول پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الغصب مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۰۵

www.alahazratnetwork.org

ردالمحتار میں ہے :

وبه يفتی قاله فی الذخيرة وغيرها كما فی القهستانی ومشی عليه فی الغرر والمختصر والوقاية والاصلاح واليعقوبية عن المحيط۔ واللّٰه تعالٰی اعلم۔

اور یہی قول قابلِ فتوٰی ہے، چنانچہ ذخیرہ وغیرہ میں یہی ارشاد فرمایا جیسا کہ جامع الرموز (القہستانی) میں مذکور ہے۔ الغرر، المختصر، الوقایہ اور الاصلاح میں یہی روش اور طرز اختیار فرمائی۔ اور یعقوبیہ میں المحیط سے یہی منقول ہے۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم (ت)

ؑ ردالمحتار کتاب الغصب داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۲۱

www.alahazratnetwork.org

آداب

مجلس وعظ، مسجد، قبلہ، اذان واقامت، تلاوت، سجدۂ تلاوت، درود وسلام، خطبہ، اوراد و وظائف، عملیات، سفر، استخارہ، فال، جماع، سفارش، مصحف، کتب اور سونے وغیرہ امور سے متعلق آداب

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۱۰۱:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:
لا یمسّہ الّا المطھرون[1] اسے نہ چھوئیں مگر پاکیزہ لوگ۔ (ت)
اور بعض علماء چارپائی پر لیٹے یا بیٹھے ہوتے ہیں اور لڑکے کتابیں لئے ہوئے جن میں بسم اللہ شریف و دیگر آیاتِ قرآنیہ ہوتی ہیں نیچے چٹائی پر بیٹھے رہتے ہیں، پس یہ فعل کیسا ہے؟ اور وہ کتابیں قابلِ تعظیم ہیں یا نہیں؟ اور شروع پر بسم اللہ لکھنے سے کلام الناس ہوجاتی ہے یا کلام اللہ؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۶/ ۷۹

الجواب

ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ نفسِ حروف قابلِ ادب ہیں اگرچہ جُدا جُدا لکھے ہوں جیسے تختی یا وصلی پر خواہ اُن میں کوئی بُرا نام لکھا ہو جیسے فرعون، ابوجہل وغیرہما۔ تاہم حرفوں کی تعظیم کی جائے اگرچہ ان کافروں کا نام لائقِ اہانت و تذلیل ہے۔

فی الھندیۃ اذا کتب اسم فرعون اوکتب ابو جھل علی غرض یکرہ ان یرموا الیہ لان لتلک الحروف حرمۃ کذا فی السراجیۃ[1]

فتاوٰی ہندیہ میں ہے جب فرعون اور ابوجہل وغیرہ کے نام کسی غرض کے لئے لکھے جائیں تو مکروہ ہے کہ انھیں کہیں پھونک دیں اس لئے کہ ان حروف کی عزت و توقیر ہے جیسا کہ "سراجیہ" میں مذکور ہے (ت)

اور تصریح فرماتے ہیں کہ کتاب پر دوات رکھنا منع ہے مگر جب لکھتے وقت ضرورت ہو،

فی الدرالمختار یکرہ وضع المقلمۃ علی الکتاب الاللکتابۃ[2] اھ ملخصا وفی ردالمحتار قولہ الاللکتابۃ الظاھر ان ذٰلک عند الحاجۃ الی الوضع اھ[3]

درمختار میں ہے کتاب پر دوات رکھنا مکروہ ہے مگر جبکہ لکھنے کی حاجت ہو تو اس وقت ایسا کرنا جائز ہے اھ ملخصاً۔ ردالمحتار میں مصنفِ درمختار کے قول "الا للکتابۃ" کے ذیل میں فرمایا ظاہر یہ ہے کہ جب تک رکھنے کی ضرورت ہو اس وقت تک اجازت ہے اھ (ت)

اور تصریح فرماتے ہیں کہ اگر کسی صندوق یا الماری میں کتابیں رکھی ہوں تو ادب یہ ہے کہ اُس کے اوپر کپڑے نہ رکھے جائیں۔ فی العالمگیریۃ:

حانوت اوتابوت فیہ کتب فالادب ان لایضع الثیاب فوقہ[4]

کسی صندوق یا الماری میں کتابیں رکھی ہوں تو ادب کا تقاضا یہ ہے کہ ان پر کپڑے نہ رکھے (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۲۳
[2] درمختار کتاب الطہارت مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۳
[3] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۱۹
[4] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۲۳

تو کیونکر ادب ہوگا کہ کتابیں نیچے رکھی ہوں اور آپ اوپر بیٹھیں کیا ایسے لوگوں کو بے ادبی کی شامت سے خوف نہیں حروفِ تہجی خود کلام اللہ ہیں کہ ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئے،

كما في ردالمحتار[1] للعلامة الشامي عن سيدي عبد الغني النابلسي عن كتاب الاشارات في علم القراٰت للامام القسطلاني رحمهم الله تعالٰى۔

جیسا کہ علامہ کے فتاوٰی شامی میں سید عبدالغنی نابلسی کے حوالے سے "کتاب الاشارات فی علم القراءت" میں امام قسطلانی رحمہم اللہ تعالٰی سے مروی ہے۔ (ت)

البتہ کتب وغیرہ کو بے وضو ہاتھ لگانے کے بارے میں علماء مختلف ہیں بعض علماء مطلقاً جائز فرماتے ہیں اور بعض مطلقاً مکروہ اور بعض تفصیل کرتے ہیں کہ کتب تفسیر میں مکروہ اور غیر میں جائز بشرطیکہ اُن میں جہاں کوئی آیت لکھی ہو خاص اُس پر ہاتھ نہ رکھے کہ اُس کی ممانعت میں کوئی کلام نہیں اور یہی تفصیل زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہے،

فی ردالمحتار الاظهر والاحوط القول الثالث اى كراهته فى التفسير دون غيره[2] الخ وتمامه فيه عن السراج عن الايضاح لا يجوز مس موضع القراٰن منها[3] الخ۔

ردالمحتار (فتاوٰی شامی) میں ہے کہ زیادہ ظاہر اور زیادہ احتیاط تیسرے قول میں ہے یعنی کتب تفسیر کو بے وضو ہاتھ نہ لگانا جبکہ دوسری کتابوں کو ہاتھ لگانے میں کراہت نہیں الخ، اور اس کی پوری بحث ردالمحتار میں سراج بواسطہ ایضاح سے منقول ہے کتابوں میں جہاں قرآن مجید کا کوئی حصہ لکھا ہو وہاں ہاتھ لگانا جائز نہیں الخ (ت)

اور بسم اللہ کہ شروع پر لکھتے ہیں غالباً اُس سے تبرک و افتتاح تحریر مراد ہوتا ہے نہ کتابت آیاتِ قرآنیہ، اور ایسی جگہ تغییرِ قصد سے تغییر حکم ہوجاتا ہے ولہذا جنب کو آیات دُعا و ثنا نہ نیت قرآن بلکہ بہ نیتِ ذکر و دُعا پڑھنا جائز ہے،

فی الدرالمختار لو قصد الدعاء والثناء

درمختار میں ہے اگر تسمیہ وغیرہا سے دعاء، ثناء

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۲۰
[2] " " " " " ۱/۱۱۹
[3] " " " " " ۱/۱۱۸ و ۱۱۹

او افتتاح امر حل فی الاصح حتی لو قصد بالفاتحۃ الثناء فی الجنازۃ لم یکرہ[1] الخ ملخصًا۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

یا کسی کام کے شروع کرنے کا ارادہ کیا جائے تو زیادہ صحیح قول میں جنبی اس کو پڑھ سکتا ہے یہاں تک فرمایا کہ نمازِ جنازہ میں فاتحہ سے ثناء کا ارادہ کیا جائے تو نمازِ جنازہ میں فاتحہ کا پڑھنا مکروہ نہیں الخ ملخصًا۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وحامیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص متدین متبع سنّتِ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پارہا ئے کہنہ فرسودہ قرآن شریف اور قواعد بغدادی اور قواعد ابجد کو جو لڑکوں کے دست مالش سے پھٹے ہوئے تھے اس مصلحت سے کہ اُن کی بے ادبی نہ ہو اور پاؤں کے تلے نہ آئیں بدون قصد توہین کے بسندِ حدیث بخاری کے جو باب جمع القرآن میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے:

امر بما سواہ من القرآن فی کل صحیفۃ او مصحف ان یحرق[2]

قرآن مجید کے موجودہ متعارف نسخہ کے علاوہ باقی ہر صحیفہ یا مصحف موجود تھا سب کے متعلق خلیفہ سوم نے جلا دیے جانے کا حکم جاری کیا۔ (ت)

اُن کو جلا دیا آیا یہ شخص اہلِ سنّت کے نزدیک بلحاظ مصلحت وسند مذکورہ وادلہ شرعیہ کے صواب پر ہے یا خطا پر؟ کتبِ معتبرہ سے جواب فرمائیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

احراقِ مصحفِ بوسیدہ وغیر منتفع علماء میں مختلف فیہ ہے اور فتوٰی اس پر ہے کہ جائز نہیں،

قال فی الفتاوی عالمگیریۃ المصحف اذا صار خلقا وتعذر القراءۃ منہ لایحرق بالنار اشار الشیبانی الٰی ھذا فی السیر الکبیر وبہ

فتاوٰی عالمگیری میں فرمایا گیا جب مصحف پرانا اور بوسیدہ ہوجائے اور وہ پڑھے جانے کے لائق نہ رہے تب بھی اسے آگ میں نہ جلایا جائے۔ چنانچہ امام محمد شیبانی نے سیر کبیر میں اس کی طرف اشارہ

---

[1] درمختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۳

[2] صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۴۶

ناخذ کما فی الذخیرۃ۔[1]

فرمایا ہے لہذا اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں۔ کتاب ذخیرہ میں اسی طرح مذکور ہے۔ (ت)

بلکہ ایسے مصاحف کو پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کرنا چاہئے،

فیہا ایضا المصحف اذا صار خلقا لایقرؤ منہ ویخاف ان یضیع یجعل فی خرقۃ طاھرۃ ویدفن ودفنہ اولٰی من وضعہ موضعا یخاف ان یقع علیہ النجاسۃ او نحو ذٰلک ویلحد لہ لانہ لوشق ودفن یحتاج الی اہالۃ التراب علیہ وفی ذٰلک نوع تحقیر الا اذا جعل فوقہ سقف بحیث لایصل التراب الیہ فہو حسن ایضا کذا فی الغرائب۔[2]

اسی میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب مصحف بوسیدہ ہوجائے اور اسے نہ پڑھا جاسکے اور یہ اندیشہ ہو کہ کہیں گر کر بکھر جائے گا اور بے ادبی ہونے لگے گی تو اسے کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر کسی محفوظ جگہ دفن کردیا جائے اور اُسے دفن کرنا زیادہ بہتر ہے بنسبت کسی ایسی جگہ رکھ دینے کے جہاں اس پر گندگی پڑے اور آلودہ ہوجائے اور لاعلمی میں پاؤں کے نیچے روندا جانے لگے، نیز اس کی تدفین کے لئے صندوقچی قبر کی بجائے لحدی قبر بنائی جائے اس لئے کہ اگر صندوق نما قبر بنائی گئی تو دفن کرنے کے لئے اس پر مٹی ڈالنے کی ضرورت پیش آئے گی اور یہ عمل بھی ایک لحاظ سے بے ادبی والا ہے، ہاں اگر مصحف شریف کو قبر میں رکھ کر اوپر چھت بنادی جائے تاکہ اس پر مٹی نہ پڑے اور نہ اس تک مٹی پہنچے تو بھی اچھی تدبیر ہے، اسی طرح فتاوی الغرائب میں مذکور ہے۔ (ت)

اور صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے کہ احراق واقع ہوا کما فی حدیث البخاری (جیسا کہ بخاری کی حدیث میں ہے۔ ت) بغرض رفع فتنہ وفساد تھا اور بالکلیہ رفع اُس کا اسی طریقہ پر منحصر کہ صورت دفن میں اُن لوگوں سے جنہیں مصاحف محرقہ اور ان کی ترتیب خلاف واقع پر اصرار تھا احتمال اخراج تھا بخلاف مانحن فیہ کہ یہاں مقصود حفظ مصحف ہے بے ادبی اور ضائع ہوجانے سے اور یہ امر طریقہ دفن میں کہ مختار علماء ہے کما مر بنہج احسن (جیسا کہ اس کی تفصیل بہت اچھے انداز سے گزر چکی۔ ت) حاصل البتہ قواعد بغدادی وابجد اور سب کتب غیر منتفع بہا ماورائے مصحف کریم کو جلا دینا بعد محو اسمائے باری عزاسمہ اور اسمائے رسل وملائکہ صلے اللہ تعالٰی علیہم وسلم اجمعین کے حب تر ہے

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۲۳

[2] " " " " " " "

كما فی الدر المختار الكتب التی لاینتفع بها یمحی عنها اسم الله وملئكته ورسوله ویحرق الباقی[1] والله تعالٰی اعلم وعلمه عزاسمه اتم۔

درمختار میں ہے وہ کتابیں اور کاغذات جن سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا ان سے اللہ تعالٰی، اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں کے مقدس نام کسی طرح مٹاکر باقی حصہ جلادیا جائے۔ اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے اور اس کا علم سب سے زیادہ مکمل ہے جس کا نام غالب اور باعزت ہے (ت)

مسئلہ ۱۰۹: از اوجین محلہ مرزا واڑی مرسلہ شیخ آفتاب حسین و شیخ حامد علی صاحبان ۱۱ محرم الحرام ۱۳۱۵ھ

بسم الله الرحمٰن الرحیم الحمد لله رب العٰلمین والصلوٰة والسلام علٰی رسوله محمد وآله واصحابه اجمعین۔

اللہ تعالٰی کے مقدس نام سے شروع جو بیحد رحم کرنے والا مہربان ہے۔ سب تعریف اس اللہ تعالٰی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور درود وسلام اس کے رسول مقبول پر ہو اور ان کی تمام اولاد اور ساتھیوں پر۔ (ت)

امابعد گزارش خاکسار یہ کہ چند مسلّہ کتب فقیہ امام اعظم صاحب علیہ الرحمۃ مثل ہدایہ وشرح وقایہ وفتاوی قاضی خاں و درمختار و ردالمحتار و فتاوٰی عالمگیری و فتاوٰی برہنہ و فتاوٰی سراجیہ خلاف حدیث رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں منجملہ مسائل خلافیہ کے ایک یہ مسئلہ اس میں لکھا ہے کہ قرآن شریف کی آیت کا پیشاب سے لکھنا جائز ہے میں اس کا ثبوت دے سکتا ہوں، یہ عبارت کتب مذکورہ میں ہے یا اتہام؟ اس کے حق میں کیا حکم ہے؟ بیان فرمادیں۔ (محمد رفیع الدین)

الجواب

الحمد لله رب العٰلمین وافضل الصلوٰة واكمل السلام علٰی سید المرسلین سیدنا ومولانا محمد وآله واصحابه وعلماء امته ومجتهدی ملته اجمعین اٰمین۔

تمام خوبیاں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو پرورش کرنے والا ہے تمام جہانوں کی، اور سب سے بہتر درود اور سب سے کامل سلام رسولوں کے سردار پر ہو جو ہمارے آقا ومولا محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور ان کی آل، اصحاب، علمائے امت اور مجتہدین مذہب ان سب پر (بالواسطہ) درود وسلام ہو۔ آمین۔

---

[1] درمختار کتاب الحظروالاباحۃ باب البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۳

اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق ہی سے کہتا ہوں۔ ت) معترض نے اس عبارت میں متعدد طور پر دھوکے دینے سے کام لیا ہے۔

اولاً ایہام کیا کہ ہدایہ وغیرہ سب کتب مذکورہ میں یہ مسئلہ لکھا ہے، حالانکہ نہ ہدایہ میں اس کا پتا نہ شرح وقایہ میں نشان، نہ درمختار میں وجود نہ عالمگیری میں ذکر بول موجود۔ یہ سب معترض صاحب کی مغالطہ دہی ہے۔ فتاوٰی برہنہ فقیر کے پاس نہیں، نہ وہ کوئی معتبر کتابوں میں معدود۔

ثانیاً سراجیہ میں اس کے بعد صراحۃً لکھا[1] لکن لو یُنقل[2] مگر یہ منقول نہ ہوا۔ اسی طرح ردالمحتار میں نقل فرمایا، تو ان کی طرف حکم جواز کی نسبت کر دینی محض افترا ہے حکم کسی شرط پر مشروط کرکے وجود شرط کو تسلیم نہ کرنا ہے نہ کہ حکم دینا کما لایخفی علی جاھل فضلا عن فاضل (جیسا کہ کسی ان پڑھ سے بھی پوشیدہ نہیں چہ جائیکہ کسی فاضل سے پوشیدہ ہو۔ ت)

ثالثاً فتاوٰی قاضی خاں میں صاف بتا دیا کہ یہ مسئلہ نہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد ہے نہ اُن کے اصحاب کا، نہ شاگردان شاگرد کا، نہ شاگردان شاگرد کے کسی شاگرد کا، بلکہ شیخ ابوبکر اسکاف بلخی کا قول ہے کہ چوتھی صدی کے مشائخ سے تھے وہ بھی نہ اس طور پر جس طرح معترض نے بیان کیا جیسا کہ عنقریب آتا ہے تو اس کے باعث یہ ایہام کرنا کہ فقہ امام اعظم کا یہ حکم ہے صحیح فریب دہی ہے۔

رابعاً فتاوٰی قاضی خاں کی عبارت یہ ہے:

الذی رعف فلایرقادمہ فاراد ان یکتب بدمہ علی جبھتہ شیئا من القراٰن، قال ابوبکر الاسکاف رحمہ اللہ تعالٰی یجوز، قیل لوکتب بالبول، قال لوکان فیہ شفاء لاباس بہ، قیل لوکتب علی جلد میتۃ، قال ان کان فیہ شفاء جاز، وعن ابی نصر بن سلام

جس شخص کی نکسیر آئے کہ خون بند نہ ہو پھر اس نے اپنے خون سے قرآن مجید کا کوئی حصہ اپنی پیشانی پر لکھنے کا ارادہ کیا ہو (تو شرعاً کیا حکم ہے) ابوبکر اسکاف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا کہ جائز ہے۔ پھر اُن سے پوچھا گیا اگر پیشاب سے لکھے (تو پھر کیا حکم ہے) فرمایا اگر اس میں شفاء معلوم ہو تو کچھ حرج نہیں۔ پھر کہا گیا کہ اگر مردار کی کھال پر لکھے، تو فرمایا اگر اس میں بھی شفاء معلوم ہو تو جائز ہے۔ ابوالنصر بن سلام

---

[1] فتاوٰی سراجیہ کتاب الکراہیۃ باب التداوی والعلاج نولکشور لکھنؤ ص ۷۵
[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ باب المیاہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۴۰

رحمہ اللہ تعالٰی معنی قولہ علیہ الصلٰوۃ والسلام ان اللہ لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم انما قال ذٰلک فی الاشیاء التی لایکون فیہ شفاء فاما اذاکان فیہا شفاء فلاباس بہ قال الاتری ان العطشان یحل لہ شرب الخمر حال الاضطرار[1]

رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کا ارشاد کہ "بے شک اللہ تعالٰی نے جو کچھ تم پر حرام فرمایا اس میں تمہارے لئے شفا نہیں رکھی" کا مفہوم یہ ہے کہ یہ ان چیزوں سے متعلق ہے جن میں فی الواقع شفا نہیں لیکن جن میں شفا موجود ہے تو ان کے استعمال میں کیا حرج ہے کیا تم دیکھتے نہیں کہ پیاسے آدمی کیلئے اضطراری حالت میں شراب کا پینا بھی حلال ہے۔ (ت)

اس عبارت سے واضح کہ فقیہ ممدوح سے اس حالت کا سوال ہوا تھا کہ کسی کے دماغ سے ناک کی راہ خون جاری ہے اور کسی طرح نہیں تھمتا اُس حالت میں اُس کی جان بچانے کو اگر خون یا بول سے لکھیں تو اجازت ہے یا نہیں؛ فقیہ موصوف نے فرمایا کہ اگر اس سے شفا ہوجانا معلوم ہو تو مضائقہ نہیں، اور اس کی نظیر بتائی کہ پیاس سے جان جاتی ہو اور سوا شراب کے کوئی چیز موجود نہیں یا بھوک سے دم نکلتا ہو اور سوا مُردار کے کچھ پاس نہیں تو اُس وقت بقدر جان بچانے کے شراب و مردار کے استعمال کی شرع مطہر نے رخصت دی ہے تو فقیہ موصوف کا یہ حکم حقیقۃً تین شرطوں سے مشروط تھا:

اوّل یہ کہ جان جانے کا خوف ہو، جیسا کہ عبارت قاضی خان فلم ینقطع دمہ (اس کا خون بند نہ ہو۔ ت) سے ظاہر ہے اور اسی ردالمحتار میں کہ اُس کا نام بھی معترض نے گِن دیا۔ عبارت یوں ہے:

نصہا فی الحاوی القدسی اذا سال الدم من انف انسان ولاینقطع حتی یخشی علیہ الموت[2]

(حاوی قدسی میں تصریح فرمائی) یعنی خون ناک سے جاری ہے اور نہیں تھمتا یہاں تک کہ اُس کے مرجانے کا اندیشہ ہو۔

---

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب الحظر والاباحۃ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۸۰

[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ باب المیاہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۴۰

دوم اس تدبیر سے شفا ہوجانا بھی معلوم ہو جیسا کہ عبارت قاضی خاں لوکان فیہ شفاء[1] (اگر اس میں شفا معلوم ہو۔ت) سے ظاہر، اور اسی ردالمحتار میں بعد عبارت مذکورہ ہے، وقد علم انہ لوکتب ینقطع[2] تحقیق معلوم ہو کہ یوں لکھا جائے تو خون منقطع ہو جائے گا۔

سوم اس کے سوا کوئی اور تدبیر شفا نہ ہو جیسا کہ عبارت قاضی خاں حال الاضطرار سے ظاہر، اور اسی ردالمحتار میں ہے:

فی النھایۃ عن الذخیرۃ یجوزان علم فیہ شفاء ولم یعلم دواء اٰخر[3]

(نہایہ میں ذخیرہ کے حوالے سے ہے) جب جائز ہے کہ اس سے شفا ہوجانا معلوم ہو اور دوسری کوئی دوا نہ معلوم ہو۔

اسی میں ہے:

ھذا المصرح بہ فی عبارۃ النھایۃ کما مر ولیس فی عبارۃ الحاوی الا انہ یفاد من قولہ کما رخص الخ لان حل الخمر والمیتۃ حیث لم یوجد مایقوم مقامھما[4]۔

عبارتِ نہایہ میں یہ تصریح کی گئی جیسا کہ بیان گزرچکا، لیکن عبارت حاوی قدسی میں یہ تصریح موجود نہیں مگر یہ کہ اس کے قول "کما رخص" سے افادہ کیا جائے الخ اس لئے کہ شراب اور مردار (وہاں) حلال ہیں جہاں کوئی نعم البدل نہ پایا جائے لہذا بصورتِ دیگر وہ حلال نہیں۔ (ت)

اہلِ انصاف غور کریں کہ جو حکم ان تین شرطوں کے ساتھ مشروط ہو جن کے بعد اس میں اصلاً استبعاد نہیں کہ الضرورات تبیح المحظورات (ضرورتیں ممنوعات کو مباح کردیتی ہیں۔ ت) شرع وعقل وعرف سب کا مجمع علیہ قاعدہ ہے اُن تمام شرائط کو اُڑا کر مطلقاً یوں کہہ دینا کہ ان کتابوں میں لکھا ہے کہ قرآن شریف کی آیت کا پیشاب سے لکھنا جائز ہے کون سی ایمان وامانت ودین ودیانت کا مقتضا ہے یہ تو ایسا ہُوا کہ کوئی کافر نصرانی یہودی بک دے کہ قرآن مجید میں سُور کھانا حلال لکھا ہے

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ نولکشور لکھنؤ ۴/۷۸۰

[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ باب المیاہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۴۰

[3] " " " " " "

[4] " " " " " "

www.alahazratnetwork.org

اور ثبوت میں یہ آیت پیش کرے کہ:

فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ[1]
پھر جو کوئی بیقرار ہو گیا بشرطیکہ بغاوت اور زیادتی کرنیوالا نہ ہو تو اس پر (مردار کھالینے کا) کوئی گناہ نہیں (ت)

یا کوئی مرد ود نیچری یوں بجھک مارے کہ کفر کے بول بولنا اللہ تعالٰی نے جائز فرمادیا ہے اور سند میں یہ آیت سُنا دے کہ:

الّا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان[2]
مگر اس کو کلمۂ کفر کہنے کی اجازت ہے کہ جس کو مجبور کیا جائے جبکہ اس کا دل ایمان سے مطمئن ہو (ت)

ان مفتری کذابوں سے یہی کہا جائے گا کہ قرآن عظیم نے تو سُور کھانا اور کلمۂ کفر بکنا قطعی حرام کئے ہیں یہ تیرا محض افترا و بہتان ہے، ہاں دم نکلتا ہو اور کچھ اور میسّر نہیں تو جان بچانے کو حرام چیز کھانے کی اجازت دی یا کوئی ظالم بغیر کفر کے ظاہر کئے مارے ڈالتا ہو یا آنکھیں پھوڑتا یا ہاتھ پاؤں کاٹتا ہو تو دل میں خالص ایمان کے ساتھ حفظ جسم و جان کے لئے کچھ ظاہر کرنے کی رخصت فرمائی یہ قطعاً حق و عین رحمت و مصلحت ہے اور اسے تیرا اس طور پر تعبیر کرنا یقیناً بہتان و صریح شرارت و خباثت ہے بعینہٖ یہی جواب ان غیر مقلد صاحبوں کے اعتراض کا سمجھ لیجئے۔

www.alahazratnetwork.org

خامساً فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالٰی لہ اگر اللہ عزوجل نظر غائر وقت شناس نصیب فرمائے تو عند التحقیق اس کلام علماء کا مرجع و مآل صاف ممانعت ہے نہ تجویز و اجازت کہ وہ شرط فرماتے ہیں کہ جب اس سے شفاء ہو جانا معلوم ہو حالانکہ اس علم کا کوئی ذریعہ نہیں۔ اگر علم بمعنی یقین لیجئے جب تو ظاہر کہ یقین تو ظاہر و انفع و مجرب و معقول الاثر دواؤں میں بھی نہیں نہایت کار ظن ہے۔ اسی ردالمحتار میں ہے:

قد علمت ان قول الاطباء لا یحصل بہ العلم[3]
بیشک تُو نے جان لیا کہ طبیبوں کے قول سے علم حاصل نہیں ہوتا۔ (ت)

اور اگر ظن کو بھی شامل کیجئے تو یہ کھنا غایت درجہ از قبیل رقیہ ہو گا نہ از قبیل معالجات و ادویۂ طبیہ،

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۷۳

[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۶

[3] ردالمحتار کتاب الطہارۃ باب المیاہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۴۰

اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ایسے معالجات سے شفاء معلوم ہونا درکنار مظنون بھی نہیں صرف موہوم ہے؛
اسی عالمگیری میں فصولِ عمادی سے ہے:

الاسباب المزيلة للضرر تنقسم الى مقطوع به كالماء للعطش والخبز للجوع والى مظنون كالفصد والحجامة وشرب المسهل وسائر ابواب الطب يعني معالجة البرودة بالحرارة ومعالجة الحرارة بالبرودة وهي الاسباب الظاهرة في الطب والى موهوم كالكي والرقية۔[1]

جن اسباب سے ضرر دور ہوتا ہے وہ دو قسم کے ہیں (۱) یقینی جیسے پانی پیاس دُور کرنے کے لئے اور کھانا بھوک رفع کرنے کے لئے (۲) ظنّی، جیسے خون نکلوانا، پچھنے لگوانا، جلاب آور دوا پینا اور دیگر ابوابِ طب یعنی سردی کا گرمی سے علاج کرنا اور گرمی کا سردی سے، اور علمِ طب میں یہ ظاہری اسباب ہیں اور وہمی اسباب جیسے داغ لگانا اور جھاڑ پھونک یعنی دم کرنا۔ (ت)

تو دیکھو علماء نے تصریح فرمائی کہ یہ لکھنا جائز جب ہو کہ اس سے شفاء معلوم ہو، اور ساتھ ہی یہ بھی تصریح فرمائی کہ اس سے شفا معلوم نہیں تو کیا حاصل یہ نکلا کہ یہ لکھنا جائز ہے یا یہ کہ ہرگز جائز نہیں۔ صحیح حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے دربارۂ رمل سوال ہوا ارشاد فرمایا:

www.alahazratnetwork.org

كان نبي من الانبياء يخط فمن وافق خطه فذاك۔[2] رواه مسلم في صحيحه واحمد وابوداؤد والنسائي عن معاوية بن الحكم رضي الله تعالٰى عنه۔

بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کچھ خط کھینچا کرتے تھے تو جس کی لکیریں اُن کے خطوں سے موافق ہوں وہ ٹھیک ہے (امام مسلم نے اپنی صحیح مسلم میں، امام احمد، ابوداؤد اور نسائی نے معاویہ بن حکم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ ت)

اب اس حدیث سے ٹھہرا دیا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے رمل پھینکنے کی اجازت دی ہے حالانکہ حدیث صراحۃً مفید ممانعت ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کا جواز موافقت خطِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے مشروط فرمایا اور وہ معلوم نہیں تو جواز بھی نہیں۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب الصلوٰۃ باب تحریم الکلام میں زیرِ حدیث مذکور فرماتے ہیں:

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثامن عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۵
[2] صحیح مسلم کتاب المساجد باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰۳

معناہ من وافق خطہ فھو مباح لہ ولکن لا طریق لنا الی العلم الیقینی بالموافقۃ فلایباح والمقصود انہ حرام لانہ لایباح الا بیقین بالموافقۃ ولیس لنا یقین بہا[1]۔

حدیث پاک کا مفہوم اور مراد یہ ہے کہ جس آدمی کی لکیریں بعض انبیاء کرام کی لکیروں کے موافق ہوجائیں تو اس کے لئے (علمِ رمل) مباح ہے لیکن حصولِ موافقت کے لئے ہمارے پاس یقینی علم تک رسائی کا کوئی راستہ نہیں لیکن علمِ مذکور (ہمارے لئے) مباح نہیں اور مقصد یہ ہے کہ وہ حرام ہے کیونکہ یقینی موافقت کے بغیر وہ مباح نہیں ہوسکتا اور یقینی موافقت کا ہمارے پاس کوئی راستہ نہیں (ت)

یعنی مقصودِ حدیث تحریم رمل ہے کہ اباحت بشرطِ موافقت ہے اور وہ نامعلوم تو اباحت معدوم۔

علامہ علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

حاصلہ ان فی ھذا الزمان حرام لان الموافقۃ معدومۃ اوموھومۃ[2]۔

یعنی حاصل حدیث یہ ہے کہ رمل اس شریعت میں حرام ہے کہ موافقت معدوم ہے یا موہوم۔

اُسی میں امام ابن حجر سے انھوں نے اکثر علماء سے نقل فرمایا:

لایستدل بھذا الحدیث علی اباحتہ لانہ علق الاذن فیہ علی موافقۃ خط ذٰلک النبی وموافقتہ غیر معلومۃ فاتضح تحریمہ[3]۔

یعنی اس حدیث سے رمل کی اباحت پر استدلال نہ کیا جائے کہ اس میں تو اجازت اُن نبی کے خط سے موافقت پر موقوف فرمائی ہے اور یہ موافقت معلوم نہیں تو اس کا حرام ہونا روشن ہوگیا۔

بعینہٖ یہی حالت اس قولِ علماء کی ہے کہ جب اجازت کتابت علم شفا سے مشروط فرماتے ہیں اور وہ معدوم یا موہوم تو اباحت معدوم۔

ھکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق ثم بعد کتابتی لھذا المحل

یونہی تحقیق کرنی چاہئے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے۔ پھر میں نے یہ جگہ لکھنے کے بعد

---

[1] شرح صحیح مسلم للنووی مع صحیح مسلم کتاب المساجد باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ ۱/ ۲۰۳

[2] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الصلوٰۃ باب مالایجوز من العمل الخ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۶۳

[3]

الشامی نقل عن البحر عن الفتح ما نصه واھل الطب یثبتون للبن البنت نفعا لوجع العین واختلف المشائخ فیه قیل لا یجوز وقیل یجوز اذا علم انه یزول به الرمد ولا یخفی ان حقیقة العلم متعذرة فالمراد اذا غلب علی الظن والا فهو معنی المنع[1] اقول وانت تعلم ان لاوجه فیما نحن فیه بغلبة الظن ایضا فهو معنی المنع قطعا وھذا اعین ما فهمت وللہ الحمد۔

فتوی شامی کو دیکھا اس میں بحرالرائق بحوالہ فتح القدیر نقل کیا کہ جس کی اس نے تصریح فرمائی کہ اہل طب نے لڑکی کے دُودھ کو درد کے لئے مفید قرار دیا ہے، اور مشائخ کرام نے اس میں اختلاف کیا ہے ____ چنانچہ کہا گیا ہے کہ یہ جائز نہیں، اور یہ بھی کہا گیا کہ جائز ہے جبکہ یہ علم ہوجائے کہ اس سے درد چشم زائل ہوجائیگا، لیکن یہ پوشیدہ نہیں کہ حقیقتِ علم تک رسائی مشکل ہے، اور مراد یہ ہے کہ جب غالب گمان ہو، ورنہ یہی منع کا مفہوم ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں) کہ تم جانتے ہو کہ یہاں غلبہ ظن کی کوئی وجہ نہیں لہذا یہی قطعی طور پر مفہوم منع ہے اور یہ بعینہٖ وہی ہے جس کو میں نے سمجھا، اور خدا ہی کے لئے تمام خوبیاں ہیں۔ (ت)

سادساً طرہ یہ کہ معترض نے چوتھی صدی کے ایک فقیہ کا قول بہزاران عیاری سب شرائط اڑا کر طرح طرح کی تہمت وبہتان کے ساتھ فقیہ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ پر بزعم خود اعتراض جمانے کے لئے نقل کیا، اور اسی درمختار و ردالمحتار و قاضی خاں و عالمگیری وغیرہا عامہ کتب معتمدہ مذہب متون و شروح وفتاوٰی میں جو خود ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا اصل مذہب کہ ظاہر الروایۃ و معتمد فی المذہب ہے اور اس پر تصریحات کثیرہ ہیں وہ سب اُڑا گیا کہ بے علم بیچاروں کو دھوکے دے کر امام الائمہ امام اعظم معاذ اللہ ایسے ایسے فحش حکم دیتے تھے معترض اگر کچھ پڑھا لکھا ہے اور اس نے ان کتابوں کے نام کسی سے سُن کر یا رجماً بالغیب آنکھیں بند کرکے نہ لکھ دئے تو ایمان سے کہے کہ اسی درمختار میں نہیں یعنی کتاب الطہارۃ میں یہ عبارت تو نہ تھی اختلف فی التداوی بالمحرم وظاھر المذھب المنع[2] حرام چیز دوا استعمال کرنے میں اختلاف ہے اور ہمارے ائمہ کا اصل مذہب ظاہر الروایۃ

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح باب الرضاع داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۰۴

[2] الدرالمختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸

یہ کر جائز نہیں۔ اسی درمختار کتاب الرضاع میں یہ عبارت تو نہ تھی:

فی البحر لایجوز التداوی بالمحرم فی ظاھر المذھب[1]

یعنی بحرالرائق میں ہے کہ مذہب حنفی ظاہر الروایہ میں حرام چیز سے علاج کرنا جائز نہیں۔

اسی درمختار میں کتاب الحظر میں یہ عبارت تو نہ تھی:

جاز الحقنۃ للتداوی بطاھر لا بنجس وکذا کل تداو لایجوز[2]

حقنہ بغرض دوا پاک چیز سے جائز ہے ناپاک سے نہیں، اسی طرح کوئی علاج ناپاک چیز سے جائز نہیں۔

اسی ردالمحتار میں بحوالہ ذخیرہ قول جواز ذکر کرکے یہ تو نہ تھا کہ المذھب خلافہ[3] مذہب حنفی اسی قول جواز کے خلاف ہے۔ اسی عالمگیری میں یہ عبارت تو نہ تھی:

تکرہ ابوال الابل ولحم الفرس للتداوی کذا فی الجامع الصغیر[4]

اونٹ کا پیشاب اور گھوڑے کا گوشت دوا میں بھی مکروہ ہے ایسا ہی جامع صغیر امام محمد میں ہے۔

www.alahazratnetwork.org

اسی میں یہ تو نہ تھا:

قال لہ الطبیب الحاذق علتک لاتندفع الا باکل القنفذ او الحیۃ او دواء یجعل فیہ الحیۃ لایحل اکلہ[5]

یعنی ساہی یا سانپ یا ایسی دوا جس میں سانپ ڈالا جائے علاج کے لئے بھی کھانا حلال نہیں اگرچہ حکیم حاذق کہے کہ تیرا مرض بغیر اس کے نہ جائے گا۔

اسی عالمگیری میں اسی فتاوٰی قاضی خاں سے یہ تو نہ تھا:

تکرہ البان الاتان للمریض وغیرہ وکذلک لحومھا وکذلک التداوی

گدھی کا دودھ اور گوشت مرض وغیرہ کسی میں مباح نہیں اور ایسے ہی حرام چیز سے علاج

---

[1] درمختار کتاب النکاح باب الرضاع مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۲
[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع " " ۲/۲۴۶
[3] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۴۹
[4] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثامن عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۵
[5]

بکل حرام[1] علاج۔

اسی عالمگیری میں اسی ہدایہ سے یہ تو نہ تھا:

لایجوزان یداوی بالخمر جرحا او دبر دابۃ ولا ان یسقی ذمیا ولا ان یسقی صبیا للتداوی والوبال علی من سقاہ[2]

جائز نہیں کہ شراب سے کسی زخم یا جانور کی لگی ہوئی پیٹھ کا علاج کرے، نہ کسی ذمی کافر کو پلانا جائز، نہ دوا کے لئے بچے کو پلانا، اور بچے کے پلانے میں وبال پلانے والے پر ہے۔

غیر مقلد صاحبو! خدارا انصاف، جو ائمہ دین تمہارے حقنہ کے لئے بھی کسی ناپاک چیز کا استعمال جائز نہ جانیں وہ قرآن عظیم کی آیات کو ناپاک چیز سے لکھنا جائز بتائیں گے، ذرا خدا سے ڈرکربات کیاکرو ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (گناہوں سے محفوظ رہنے اور نیکی کرنے کی طاقت کسی میں نہیں بجز اس کے کہ اللہ تعالٰی بزرگ وبرتر توفیق عطا فرمائے، اور اللہ تعالٰی پاک اور برتر سب سے زیادہ علم والا ہے اور اس کا علم جس کی شان عظیم ہے سب سے زیادہ کامل اور نہایت پختہ ہے۔ ت)

مسئلہ از علیگڈھ ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قبلہ رُو اپنی عورت سے صحبت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر کپڑا اوڑھے ہے بدن چُھپا ہوا ہے تو کچھ حرج نہیں، اور اگر برہنہ ہے تو ایک تو برہنہ جماع کرنا خود مکروہ، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وقتِ جماع مرد و زن کو کپڑا اوڑھ لینے کا حکم دیا اور فرمایا: ولایتجردان تجرد العیرین[3] گدھے کی طرح برہنہ نہ ہوں۔ دوسرے بحالت برہنگی قبلہ کو منہ یا پیٹھ کرنا دوسرا مکروہ وخلافِ ادب۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثامن عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۵

[2] " " " " " " " "

[3] کنز العمال بحوالہ ابن سعد حدیث ۴۴۸۶۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/۳۴۸

فی الدر المختار کرہ تحریما استقبال قبلۃ و استدبارھا لاجل بول او غائط فلو للاستنجاء لم یکرہ[1] فی رد المحتار ای تحریما لما فی المنیۃ ان ترکہ ادب و لما مر فی الغسل ان من اٰدابہ ان لا یستقبل القبلۃ لانہ یکون غالبا مع کشف العورۃ حتی لو کانت مستورۃ لاباس بہ و لقولھم یکرہ مد الرجلین الی القبلۃ فی النوم وغیرہ عمدا و کذا فی حال مواقعۃ اھلہ[2] اھ، و اللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار کے آداب استنجاء میں ہے پیشاب اور پاخانہ کی ضرورت کے وقت قبلہ رُخ ہو کر یا اسکی طرف پیٹھ کرکے بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر استنجاء کے لئے بیٹھنا پڑے تو مکروہ نہیں ۔ ردالمحتار میں ہے لم یکرہ یعنی مکروہ تحریمی نہیں اس لئے کہ غنیۃ المصلی میں ہے استنجا کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا مستحب ہے ۔ بحث غسل میں گزرا ہے کہ غسل کرنے میں ادب اور مستحب یہ ہے کہ قبلہ کی طرف منہ نہ کرے، کیونکہ وہ غالباً کشفِ عورت کے ساتھ ہوگا (یعنی غسل کرتے وقت اس کی شرمگاہ ننگی ہوگی حتی کہ اگر شرمگاہ پوشیدہ اور ڈھکی ہوئی ہو تو کچھ حرج نہیں) اور ان کے اس کہنے کی وجہ سے نیند وغیرہ میں دانستہ طور پر قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا مکروہ ہے، اسی طرح اپنی بیوی سے ہمبستری کے وقت (پاؤں پھیلانا)۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۱

۶ ربیع الثانی ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، اکثر مساجد میں رنڈیاں چراغ جلاتی ہیں آیا انکا چراغ مسجد میں جلانا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

اس قوم کی عادت سُنی گئی کہ ایسے مصارفِ خیر میں جو کچھ صرف کریں اپنے مالِ خبیث سے نہیں ہوتا بلکہ قرض لے کر صرف کیا جاتا اور اس کا معاوضہ اپنے مال سے دیا جاتا ہے، اگر ایسا ہے جب تو اُس کے جواز میں اصلاً شبہہ نہیں اور اس امر میں کہ یہ صرف اپنے مال سے نہیں قرض سے ہے اُنکا قول مقبول و مسموع ہے کما نص علیہ فی الھندیۃ من الکراھیۃ وغیرھا و بیناہ فی فتاونا اجمعیاً

---

[1] درمختار کتاب الطہارۃ فصل الاستنجاء مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۵۷

[2] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۲۹

www.alahazratnetwork.org

فتاوی عالمگیری بحث کراہت وغیرہ میں اس کی تصریح ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کو بیان کیا ہے۔ت) اور اگر یہ صورت نہ ہو بلکہ وہ تیل یا چراغ بعینہٖ انھیں اُجرت افعال محرمہ میں ملے ہیں تو حرام ہے اسی طرح اگر اپنے حرام مال سے یوں خرید ے کہ وہ مال حرام بائع کے سامنے پیش کیا کہ اس کے عوض مثلاً تیل دے دے اس نے دے دیا اس نے وہی مال حرام ثمن میں دیا جب بھی امام کرخی کے قول مفتی بہ پر وہ خرید کی ہوئی چیز حرام وخبیث، اور اگر ایسا نہیں بلکہ مطلقاً تیل وغیرہ بغیر کسی مال حرام کے دکھائے خریدا اگر قیمت دیتے وقت وہی مال حرام دیا جیسا کہ غالب خرید وفروخت کا یہی دستور ہے تو دو قول صحیح ومفتی بہ پر وہ چیز خریدکردہ حلال ہے،

کمابینہ فی الدرالمختار واوضحہ الامام عبدالغنی النابلسی فی الحدیقۃ الندیۃ وفصلناہ فی الحظر من فتاونا۔

جیسا کہ درمختار میں اس کو بیان فرمایا اور امام عبدالغنی نابلسی نے اس کو"الحدیقۃ الندیہ" میں واضح فرمایا اور ہم نے اپنے فتاوٰی کی بحث حظرواباحت میں اس کو مفصل بیان کردیا ہے(ت)

اور اگر حالت معلوم نہ ہو تو فتوٰی جواز اور تقوٰی احتراز

www.alahazratnetwork.org

کماافادہ فی الھندیۃ عن الذخیرۃ عن الامام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ واوضحنا فی فتاونا بمایتعین المراجعۃ الیہ۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری بحوالہ ذخیرہ امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کا افادہ پیش کیا اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اسے ایسے طریقے سے واضح کیا کہ اس کی طرف مراجعت سے وہ متعین ہوجاتا ہے، اور اللہ تعالٰی پاک، برتر اور سب کچھ جاننے والا ہے۔(ت)

مسئلہ ۱۱۲، ۱۱۳: از ملک بنگالہ ضلع کمرالڈا ڈاکخانہ چاندپور مرسلہ منشی عبدالرحمٰن ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) ایک مجلس میں چند آدمی جمع ہو کر قرآن مجید ساتھ آواز بلند کے ہو یا خفی کے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) قرآن مجید کو چند آدمی مل کر اس طور پر پڑھنا کہ ایک آدمی کوئی سورت کے نصف یا رُبع یا ایک دو آیت شروع کردے باقی آیتوں کو باقی لوگ انتہائے سورت تک ختم کردیں آپس میں آواز ملا کر تقریر جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا بالدلیل مع حوالۃ

الکتب توجروا بالتحقیق (بحوالہ کتب دلیل کے ساتھ بیان کرو تاکہ یقینی طور پر اجر وثواب کے مستحق قرار پاؤ۔ ت)

الجواب

(۱) قرآن مجید پڑھا جائے اسے کان لگا کر غور سے سُننا اور خاموش رہنا فرض ہے،

قال اللہ تعالٰی واذا قریء القراٰن فاستمعوا لہٗ وانصتوا لعلکم ترحمون[1]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: جب قرآن مجید پڑھا جائے تو اُسے کان لگا کر (بغور) سُنو اور خاموشی اختیار کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے (ت)

علماء کو اختلاف ہے کہ یہ استماع وخاموشی فرض عین ہے کہ جلسہ میں جس قدر حاضر ہوں سب پر لازم ہے اُن میں جو کوئی اس کے خلاف کچھ بات کرے مرتکب حرام وگناہگار ہوگا یا فرض کفایہ ہے کہ اگر ایک شخص بغور متوجہ ہو کر خاموش بیٹھا سُن رہا ہے تو باقی پر سے فرضیت ساقط، ثانی اوسع اور اول احوط ہے۔

فی ردالمحتار فی شرح المنیۃ والاصل ان الاستماع للقراٰن فرض کفایۃ لانہ لاقامۃ حقہ بان یکون ملتفتا الیہ غیر مضیع وذٰلک یحصل بانصات البعض الخ نقل الحموی عن استاذہ قاضی القضاۃ یحیٰی شہیر بمنقاری زادہ ان لہ رسالۃ حقق فیہا ان استماع القراٰن فرض عین[2]

دوسرے قول میں زیادہ وسعت اور گنجائش ہے جبکہ پہلے قول میں زیادہ احتیاط ہے ردالمحتار میں شرح منیہ کے حوالے سے فرمایا اصل یہ ہے کہ قرآن مجید سُننا (شرعًا) فرض کفایہ ہے تاکہ اس کا حق قائم ہوجائے اس کی صورت یہ ہے کہ اس کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو اس کو ضائع نہ کرے اور بعض کے خاموش رہنے سے بھی یہ مقصد حاصل ہوجاتا ہے الخ، علامہ حموی نے اپنے استاذ قاضی القضاۃ یحیٰی سے (جو منقاری زادہ کے نام سے مشہور تھے) نقل کیا ہے کہ انھوں نے اپنے رسالہ میں یہ تحقیق فرمائی ہے کہ قرآن مجید کا سُننا فرض عین ہے۔ (ت)

(۲) اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کے توفیق دینے سے کہتا ہوں۔ ت) ظاہر

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۲۰۴

[2] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ فصل فی القراءۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۶۶-۳۶۷

یہ ہے واللہ تعالٰی اعلم کہ اگر کوئی شخص اپنے لئے تلاوت قرآن عظیم باآواز کر رہا ہے اور باقی لوگ اس کے سُننے کو جمع نہ ہوئے بلکہ اپنے اغراض متفرقہ میں ہیں تو ایک شخص تالی کے پاس بیٹھا بغور سُن رہا ہے ادائے حق ہوگیا باقیوں پر کوئی لزوم نہیں اور اگر وہ سب اسی غرض واحد کے لئے ایک مجلس میں مجتمع ہیں تو سب پر سُننے کا لزوم چاہئے جس طرح نماز میں جماعت مقتدیان کہ ہر شخص پر استماع و انصات جُداگانہ فرض ہے یا جس طرح جلسہ خطبہ کہ اُن میں ایک شخص مذکر اور باقیوں کو یہی حیثیت واحدہ تذکیر جامع ہے تو بالاتفاق اُن سب پر سُننا فرض ہے نہ یہ کہ استماع بعض کافی ہو، جب تذکیر میں کلام بشیر کا سُننا سب حاضرین پر فرض عین ہوا تو کلامِ الٰہی کا استماع بدرجۂ اولٰی۔

ولا یفرق بافتراض الخطبۃ ورود الامر بقولہ تعالٰی فاسعوا الٰی ذکر اللہ[1] بخلاف التلاوۃ فان المعتمد وجوب الاستماع لکل خطبۃ ولو خطبۃ ختم القراٰن ولو خطبۃ النکاح کما فی رد المحتار وغیرہ من الاسفار وان حملنا القولین علی ما ذکرنا من الصورتین یحصل التوفیق۔

خطبہ کی سماعت فرض ہونے میں اللہ تعالٰی کے اپنے اس ارشاد "فاسعوا الٰی ذکر اللہ" (اللہ تعالٰی کے ذکر (خطبہ) کی طرف جلدی سے جاؤ) میں امر وارد ہونے سے فرق نہ کیا جائے گا بخلاف تلاوت کے کیونکہ سماعِ خطبہ میں ہر خطبہ شامل ہے اور سماعت واجب ہے خواہ ختم قرآن کا خطبہ ہو یا خطبۂ نکاح ہو، جیسا کہ فتاوٰی شامی وغیرہ بڑی کتابوں میں مرقوم ہے۔ اگر ہم دو قولوں کو ان دو صورتوں پر حمل کریں کہ جنھیں ہم نے (پہلے) بیان کردیا تو دونوں اقوال میں موافقت پیدا ہوجائے گی۔ (ت)

بہرحال اس قدر میں شک نہیں کہ قرآن عظیم کا ادب و حفظ حرمت لازم اور اس میں لغو و لغط حرام و ناجائز، پس صورتِ اولٰی میں جہاں مقصود تلاوت و ختم قرآن ہے نہ حاضرین کو سنانا اگر سب آہستہ پڑھیں کہ ایک کی آواز دوسرے کو نہ جائے تو عین ادب و احسن و اجب ہے، اس کی خوبی میں کیا کلام۔ اور اگر چند آدمی باآواز پڑھ رہے ہیں یوں ہی قاری کے پاس ایک یا چند مسلمان بغور سُن رہے ہیں اور اُن میں باہم اتنا فاصلہ ہے کہ ایک کی آواز سے دوسرے کا دھیان نہیں بٹتا تو قول اوسع پر اس میں بھی حرج نہیں اور اگر کوئی سُننے والا نہیں یا بعض کی تلاوت بعض اشخاص سُن رہے ہیں بعض کی کوئی نہیں سنتا یا ایسی قریب آوازیں مختلف و مختلط ہیں کہ جدا جدا سُننا میسر ہی نہ رہا تو یہ صورتیں بالاتفاق ناجائز و

---

[1] القرآن الکریم ۶۲/ ۹

گناہ ہیں اور صورتِ ثانیہ میں جہاں مقصود سنانا ہے اگر قول احوط پر عمل کیجئے تو چند آدمیوں کا معًا آواز سے پڑھنا صریح حرام ہے اور اگر توفیق مذکور پر نظر کی جائے تو جب بھی یہ صورت سب پر لزوم خاموشی کی ہے اور اگر اس سے قطع نظر کرکے قول اوسع ہی لیجئے تاہم اس صورت کے بدعت وشنیع ہونے میں کلام نہیں، آوازیں ملانا گانے وغیرہ کے مناسب حال ہے، قرآن عظیم میں یہ ایک نوپیدا امر ہے جس کے لئے دین میں کوئی اصل نہیں اور اس کی تجویز و ترویج میں ایک اور فتنۂ عظیم کا اندیشہ صحیحہ ہے آوازیں بناکر آوازیں ملا کر گانے کی طرح قرآن پڑھنا ہوگا تو ایسے لوگ عبارت کو اپنے لحنوں پر منطبق کرنے کے لئے جگہ جگہ آواز گھٹانے بڑھانے کے عادی ہوتے ہیں نظم میں خیریت ہے قرآن عظیم میں جب ایسا اتار چڑھاؤ کیا جائے گا قطعًا اجماعًا حرام ہوگا لہٰذا ہر طرح اس سے ممانعت ہی لازم ہے، عالمگیری میں ہے:

یکرہ للقوم ان یقرؤا القراٰن جملۃ لتضمنھا ترك الاستماع والانصات المامور بھما[1] اقول وبما قررنا تبین ان روایۃ القنیۃ ھذہ ھی التی ینبغی اختیارھا فیما نحن فیہ دون روایتھا الاخری لاباس باجتماعھم علی قراءۃ الاخلاص جھرا عند ختم القراٰن ولو قرأ واحد واستمع الباقون فھو اولٰی[2] فافھم واللّٰہ سبحانہ و تعالٰی اعلم۔

لوگوں کے لئے قرآن مجید کو جملۃً (یعنی لغیر وقفہ کے) پڑھنا مکروہ ہے اس لئے کہ یہ ترکِ سماع اور ترکِ سکوت پر مشتمل ہے حالانکہ دونوں مامور بہ ہیں اھ میں کہتا ہوں کہ جو کچھ ہم نے (قارئین کے روبرو) پڑھا اس سے ظاہر ہوگیا کہ قنیہ کی یہی روایت ہماری اس بحث میں اختیار کرنے کے قابل اور مناسب ہے نہ کہ دوسری روایت (کہ جس میں یہ آیا ہے کہ) ختم قرآن کے وقت کسی مجلس اور اجتماع میں سورۂ اخلاص بلند آواز سے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر ایک شخص پڑھے اور باقی سُنیں تو یہ زیادہ بہتر ہے اھ، اللہ تعالٰی پاک برتر اور سب سے زیادہ علم والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۴۱: از بڑودہ ملک گجرات محلہ مغلواڑہ نعلبندواں کا چورہ مکان استاد غریب اللہ ملازم راجہ بڑودہ مرسلہ مولوی محمد اسرار الحق صاحب دہلوی ۷ رجب المرجب ۱۳۱۷ھ

افضل العلماء واکمل الکملاء آیۃ من آیات اللہ برکۃ من برکات اللہ مجدد دین نائب سید المرسلین

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۱۷

[2] القنیۃ المنیۃ لتتمیم الغنیۃ کتاب الکراہیۃ والاستحسان باب القراءۃ والدعاء مطبوعہ کلکتہ انڈیا ص ۱۵۱

صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم حضرت مولانا صاحب بریلوی معظمنا ومکرمنا ادامہ اللہ المنان علیٰ رؤس اہل الایمان من الانس والجان لطول حیاتہ من بعد آداب تسلیمات خادمانہ دست بستہ معروض خدمت فیضدرجت بوجہ تکلیف دہی جناب قبلہ وکعبہ یہی ہے کہ یہاں ایک بہت بڑا فساد ایک امر میں پھیلا ہوا ہے اور فیصلہ اس کا یہاں علماء وجہلا نے آں قبلہ کی تحریر مبارک پر رکھا ہے لہذا جناب تکلیف فرما کر اس کا جواب مع دلائل روانہ فرمائیں۔

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ ایک شخص واعظ ہے اور وعظ کے درمیان میں اشعار مدحیہ نبوت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوش الحانی کے ساتھ پڑھتا ہے، یا وعظ میں حدیثوں کا ترجمہ لحن کے ساتھ نظم میں پڑھتا ہے اور درمیان میں قرآن شریف کی آیات کو لحن عرب میں پڑھتا ہے، آیا اس طرح کا پڑھنے والا گنہگار تو نہ ہوگا؟ اور کوئی شخص قرآن شریف کو ذرا بھی لحن کے ساتھ پڑھے گا یا قصائد حسنہ و ترجمہ حدیث نظم کو جیسے کہ اکثر اطفال وجوان وپیر قصائد وغیرہ زور سے پڑھتے ہیں اور اس کے سننے والے اگر اس پر تعریف کریں یا واہ واہ یا سبحان اللہ کہیں گے تو کافر ہو جائیں گے اور ان کی عورتیں نکاح سے باہر ہو جائیں گی یا نہیں؟ یہ بات صحیح ہے یا غلط؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ حکم تکفیر وزوال نکاح صریح غلط وخطاسخت مردود وناسزا شرع مطہرہ پر کھلا افترا، مسلمانوں کو ناحق ناروا، کافر بنانے پر اجترا ہے۔ ایسا کہنے والوں پر توبہ فرض ہے، قرآن عظیم خوش الحانی سے پڑھنا جس میں لہجہ خوشنما دلکش پسندیدہ، دل آویز، غافل دلوں پر اثر ڈالنے والا ہو۔ اور معاذ اللہ رعایت اوزان موسیقی کے لئے ہیأت نظم قرآنی کو بدلا نہ جائے، ممدود کا مقصور مقصور کا ممدود نہ بنایا جائے، حروف مد کو کثیر فاحش کشش جسے اصطلاح موسیقیاں میں تان کہتے ہیں نہ دی جائے زمزمہ پیدا کرنے کیلئے بے محل غنہ ونون نہ بڑھایا جائے غرض طرز ادا میں تبدیل وتحریف راہ نہ پائے بیشک جائز و مرغوب بلکہ شرعاً محبوب ومندوب بلکہ بتاکید مطلوب اعلیٰ درجہ کی ہے زمانہ صحابہ وتابعین وائمہ دین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے آج تک اس کے جواز واستحسان پر اجماع علماء ہے۔

صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما اذن اللہ لشئ ما اذن لنبی حسن الصوت یتغنی

اللہ تبارک وتعالیٰ کسی چیز کو ایسی توجہ ورضا کے ساتھ نہیں سنتا جیسا کسی خوش آواز نبی کے

بالقرآن یجھر بہ۔ رواہ الائمۃ احمد والبخاری[1] ومسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

پڑھنے کو جو خوش الحانی سے کلام الٰہی کی تلاوت بآواز کرتا ہے (ائمہ کرام مثلاً امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

للہ اشد اذنا الی الرجل احسن الصوت بالقرآن یجھر بہ من صاحب القینۃ الٰی قینتہ۔ رواہ ابن ماجۃ[2] وابن حبان والحاکم وقال صحیح علٰی شرطھما والبیھقی کلھم عن فضالۃ بن عبید رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

یعنی جس شوق و رغبت سے گانے کا شوقین اپنی گانے والی کنیز کا گانا سنتا ہے بیشک اللہ عزوجل اس سے زیادہ پسند و رضا و اکرام کے ساتھ اپنے بندے کا قرآن سنتا ہے جو اُسے خوش آوازی سے جہر کے ساتھ پڑھے (ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے اس کو روایت کیا ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں کی شرط پر صحیح ہے اور امام بیہقی نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ تمام نے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اس کو روایت فرمایا۔ ت)

تیسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تعلموا کتاب اللہ وتعاھدوہ وتغنوا بہ۔ رواہ الامام احمد[3] عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

قرآن مجید سیکھو اور اس کی نگہداشت رکھو اُسے اچھے لہجے پسندیدہ الحان سے پڑھو (امام احمد نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند سے اس کو روایت کیا۔ ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن ۲/ ۷۵۱ و صحیح مسلم کتاب فضائل القرآن ۱/ ۲۶۸
سنن ابی داؤد باب کیف یستحب الترتیل فی القراءۃ ۱/ ۲۰۷

[2] المستدرک للحاکم کتاب فضائل القرآن دار الفکر بیروت ۱/ ۵۷۱
سنن ابن ماجہ باب فی حسن الصوت بالقرآن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۹۶
السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الشہادات تحسین الصوت للقرآن دار صادر بیروت ۱۰/ ۲۳۰

[3] مسند امام احمد بن حنبل حدیث عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۴۶

چوتھی حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

زینوا القراٰن باصواتکم فان الصوت الحسن یزید القراٰن حسنا[1] رواہ الدارمی فی سننہ ومحمد بن نصر فی کتاب الصلٰوۃ بلفظ حسنوا و باللفظین رواہ الحاکم فی المستدرک[2] کلھم عن البراء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ ۔

قرآن کو اپنی آوازوں سے زینت دو کہ خوش آوازی قرآن کا حسن بڑھا دیتی ہے (امام دارمی نے اپنی سنن میں اور محمد بن نصر نے کتاب الصلٰوۃ میں حسنوا کے الفاظ سے اس کو روایت کیا ہے اور دونوں لفظوں سے امام حاکم نے المستدرک میں روایت کیا اور سب نے براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے اس کو روایت کیا ہے ۔ ت)

پانچ حدیثوں صحیح رفیع جلیل میں ہے ، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لیس منا من لم یتغن بالقراٰن رواہ البخاری[3] عن ابی ھریرۃ و ابو داؤد عن ابی لبابۃ عبد المنذر و ھو کاحمد و ابن حبان عن سعد بن ابی وقاص و الحاکم عنہ وعن عائشۃ وعن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم ۔

ہمارے طریقے پر نہیں جو قرآن خوش الحانی سے آواز بنا کر نہ پڑھے (امام بخاری نے اس کو حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا جبکہ امام ابوداؤد نے حضرت ابولبابہ عبد المنذر سے اسے روایت کیا ، نیز اس نے امام احمد اور ابن حبان کی طرح حضرت سعد بن ابی وقاص سے بھی روایت کی ہے اور حاکم نے ان سے یعنی سعد بن ابی وقاص ، سیدہ عائشہ صدیقہ اور حضرت ابن عباس (تینوں) سے روایت کی ہے اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو ۔ ت)

دسویں حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ان ھذا القراٰن نزل بحزن

بیشک یہ قرآن غم و حزن کے ساتھ اُترا

---

[1] سنن الدارمی باب ۳۳ باب التغنی بالقرآن حدیث ۳۵۰۳ نشر السنۃ ملتان ۲/ ۳۴۰
المستدرک للحاکم کتاب فضائل القرآن دار الفکر بیروت ۱/ ۵۷۵

[2] کنز العمال بحوالہ الدارمی و ابن نصر حدیث ۲۷۶۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۶۰۵

[3] صحیح البخاری کتاب التوحید ۲/ ۱۱۲۳ و سنن ابی داؤد باب استحباب الترتیل فی القرآن ۱/ ۲۰۷
مسند احمد بن حنبل ۱/ ۱۷۲ و کنز العمال حدیث ۲۷۶۹ ۱/ ۶۰۵
المستدرک للحاکم کتاب فضائل القرآن ۱/ ۵۶۹

وکآبة فاذا قرأتموه فابکوا فان لم تبکوا فتباکوا وتغنوا به فمن لم یتغن به فلیس منا۔ رواه ابن ماجة[1] ومحمد بن نصر فی الصلٰوة والبیهقی فی شعب الایمان عن سعد بن مالک رضی الله تعالٰی عنه۔

توجب اسے پڑھو گریہ کرو اگر رونا نہ آئے بتکلف روؤ اور قرآن کو خوش الحانی سے پڑھو جو اسے الحان خوش سے نہ پڑھے وہ ہمارے طریقے پر نہیں (ابن ماجہ اور محمد بن نصر نے کتاب الصلٰوۃ میں اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت سعد ابن مالک کے حوالے سے اسکو روایت کیا ہے۔ ت)

پھر اُس کے ساتھ اگر اُس کی قراءت بلا قصد اوزان موسیقی سے کسی وزن کے موافق نکلے تو اصلاً حرج والزام نہیں حتی کہ نماز میں بھی ایسی تلاوت جائز وحسن ومستحسن ہے۔ علامہ خیر الملۃ والدین رملی استاذ صاحب مختار کے فتاوٰی خیریہ لنفع البریہ میں ہے:

سئل فی امام یقرأ فی الجهریات بصوت حسن علی القواعد المقررة عند اهل العلم بحیث لا یخل بحکم من احکام القراءة لکن یصادف ان یخرج قراءته علی طبق نغم من الانغام المقررة فی الموسیقی من غیر لحن و تطریب هل یجوز ذلک واذا قلتم بالجواز هل یکره ام لا اجاب نعم یجوز ذلک ولا یکره اذ تحسین الصوت بالقراءة مطلوب کما صرح به المحقق ابن الهمام فی فتح القدیر وقال فی البحر نقلا عن الخلاصة وتحسین الصوت لاباس به من غیر تغن

اس امام کے متعلق پُوچھا گیا جو جہری نمازوں میں اچھی آواز کے ساتھ اہل علم کے ہاں ثابت شدہ قواعد کے مطابق قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے اور ایسا طریقہ اپناتا ہے کہ قراءت کے کسی حکم میں خلل پیدا نہیں ہوتا لیکن اس کے باوجود وہ اس خوف سے پیش نظر کتراتا اور اعراض کرتا ہے کہ کہیں اس کی قراءت موسیقی کے نغموں یا گانے کی سُروں سے مشابہ نہ ہو، کیا اس کا ایسا پڑھنا جائز ہے؟ بصورت جواز کیا یہ مکروہ بھی نہیں رہے گا؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں یہ جائز ہے اور مکروہ بھی نہیں کیونکہ خوبصورت آواز میں قرآن مجید پڑھنا شرعاً مطلوب ہے جیسا کہ محقق ابن الہمام نے فتح القدیر میں تصریح فرمائی ہے' بحر الرائق میں خلاصہ سے نقل کیا گیا کہ تحسین صوت میں کوئی حرج نہیں جبکہ بغیر گانے کے ہو، اور

www.alahazratnetwork.org

---

[1] سنن ابن ماجہ اقامۃ الصلٰوۃ باب فی حسن الصوت بالقرآن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۹۶

وفی التبیان فی اٰداب حملۃ القراٰن اجمع العلماء رضی اللہ تعالٰی عنہم من السلف والخلف من الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم من علماء الامصار ائمۃ المسلمین علی استحباب تحسین الصوت بالقراٰن واقوالھم وافعالھم مشہورۃ نہایۃ الشہرۃ فنحن مستغنون عن نقل شیئ من افرادھا ودلائل ھذا من حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مستفیضۃ عند الخاصۃ والعامۃ کحدیث زینوا القراٰن باصواتکم وحدیث ابوموسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لہ لقد اوتیت مزمارا من مزامیر داؤد رواہ البخاری ومسلم وفی روایۃ لمسلم ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لہ لو رأیتنی وانا اسمع لقراءتک البارحۃ رواہ مسلم ایضا من روایۃ بریدۃ بن الحصیب (ثم ذکر الحدیثین الاولین ببعض ماذکرنا لہما من التخاریج ثم قال) وحدیث ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال

"تبیان فی آداب حملۃ القرآن" میں ہے سلف خلف صحابہ اور تابعین اور ان کے بعد جتنے شہروں میں علماء کرام اور مسلمانوں کے امام ہوئے ہیں ان سب کا اچھی اور خوبصورت آواز کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کے مستحسن ہونے پر اتفاق ہے۔ اور اس سلسلے میں ان کے اقوال و افعال بہت مشہور ہیں پس ہم ان کے کسی حصہ کو نقل کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ اس کے دلائل حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث سے عام اور خاص سب لوگوں میں مشہور ہیں جیسا کہ حدیث زینوا القراٰن باصواتکم یعنی اپنی آوازوں سے قرآن مجید کو زینت بخشو (مراد یہ کہ خوبصورت لہجے کے ساتھ قرآن مجید پڑھو) اور حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تجھے حضرت داؤد علیہ السلام جیسی خوش الحانی عطا ہوئی ہے۔ اس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کاش تو مجھے دیکھتا جب میں گزشتہ رات تیری قراءت سن رہا تھا۔ نیز امام مسلم نے اس کو حضرت بریدہ بن حصیب سے بھی روایت کیا ہے پھر وہ دو پہلی احادیث ان تخریجات کے ساتھ ذکر فرمائیں جن کا کچھ حصہ ہم نے ذکر کیا تھا۔ پھر فرمایا حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

www.alahazratnetwork.org

من لم یتغنی بالقراٰن فلیس منا رواہ ابوداؤد باسناد جید قال جمہور العلماء معنی لم یتغن لم یحسن صوتہ[1] الخ۔

جو کوئی خوش الحانی کے ساتھ قرآن مجید نہ پڑھے وہ ہمارے طریقے پر نہیں۔ امام ابوداؤد نے جید سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔ جمہور علماء کرام کہتے ہیں کہ لم یتغن کا مفہوم لم یحسن صوتہ یعنی اچھی اور خوبصورت آواز کے ساتھ نہ پڑھنا ہے الخ (ت)

اُسی میں ہے :

اما تحسین الصوت فلا اظن ان قائلا مایمنعہ لعدم وجہہ بل کان جماعۃ من السلف یطلبون من اصحاب القراءۃ بالاصوات الحسنۃ ان یقرؤا وھم یستمعون وھذا متفق علی استحبابہ وھو عادۃ الاخیار والمتعبدین وعباد اللہ الصالحین[2]۔

جہاں تک اچھی اور خوبصورت آواز کا تعلق ہے تو میں نہیں خیال کرتا کہ کوئی اس سے منع کرتا ہو اس لئے کہ اس ممانعت کی کوئی وجہ نہیں بلکہ سلف میں ایک جماعت ایسی ہوئی ہے جو پڑھنے والوں سے اچھی آواز کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کا مطالبہ اور تقاضا کیا کرتی تھی تاکہ وہ لطف اندوز ہوں، چنانچہ اس کے مستحب ہونے پر اتفاق پایا جاتا ہے اور یہ اچھے لوگوں، عبادت گزاروں اور اللہ تعالٰی کے نیک بندوں کی عادت اور روش رہی ہے۔ (ت)

تو ایسے امر محمود و مسعود کی تحسین پر جو خود ائمہ رسول کو محبوب اور باجماع صحابہ و تابعین وائمہ دین مستحسن و مندوب ہے معاذ اللہ کفر و بطلان نکاح کا حکم دینا خیال کیجئے کہاں تک پہنچتا ہے صرف اجماع امت سے تکفیر جملہ امت کی خبر دیتا ہے۔ خود ان قائلوں کو چاہئے کہ لبعد تو بہ اپنی عورتوں سے نکاح جدید کریں، ہاں معاذ اللہ بالقصد راگنی پر قرآن عظیم ٹھیک کرنا اس کی درستی کو بے جگہ مد یا حرکت یا غنہ وغیرہا بڑھانا گھٹانا تانیں لینا یہ ضرور حرام اور اس کی تحسین اس پر سبحان اللہ و آفریں اس سے زیادہ حرام تر و مجمع آثام ہے والعیاذ باللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی کی پناہ۔ ت) حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الکراہۃ والاستحسان دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۱۶۷

[2] " " " " " " " " ۲/ ۱۶۷

www.alahazratnetwork.org

اقرؤا القرأن بلحون العرب واصواتها وایاکم ولحون اھل الکتابین واھل الفسق فانه سیجئ بعدی قوم یرجعون بالقرأن ترجیع الغناء والرھبانیة والنوح لایجاوز حناجرھم مفتونة قلوبھم وقلوب من یعجبھم شانھم۔ رواہ الطبرانی[1] فی الاوسط والبیھقی[2] فی الشعب عن حذیفة رضی اللہ تعالٰی عنه۔

قرآن مجید عرب کے لحنوں میں پڑھو اور یہود ونصارٰی اہلِ فسق کے لحنوں سے بچو کہ میرے بعد کچھ لوگ آنے والے ہیں جو قرآن آ آ کرکے پڑھیں گے جیسے گانے کی تانیں اور راہبوں اور مرثیہ خوانوں کی اتار چڑھاؤ، قرآن اُن کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا یعنی ان کے دلوں پر کچھ اثر نہ کرے گا فتنے میں ہوں گے اُن کے دل اور جنھیں ان کی یہ حرکت پسند آئے گی اُن کے دل۔ (طبرانی نے الاوسط میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ ت)

تیسیر شرح جامع صغیر میں ہے:

(واھل الفسق) من المسلمین الذین یخرجون القرأن عن موضوعه بالتمطیط بحیث یزید اوینقص حرفا فانه حرام اجماعا۔[3]

مسلمانوں میں فاسق وہ لوگ ہیں جو قرآن مجید کی تلاوت اور ادائیگی میں کمی وبیشی کرتے ہیں یعنی الفاظ وحروف گھٹا یا بڑھا دیتے ہیں اور ایسا کرنا بالاتفاق حرام ہے۔ (ت)

خیریہ میں بعد عبارت مذکورہ سابقًا ہے:

ثم قال (ای فی التبیان) قال العلماء رحمھم اللہ یستحب تحسین الصوت بالقراءۃ وتزیینھا مالم یخرج عن حد القراءۃ بالتمطیط فان افرط حتی زاد حرفا او اخفاہ فھو حرام انتھی فان قلت

پھر تبیان میں فرمایا علمائے کرام (اللہ تعالٰی ان پر رحم فرمائے) کہتے ہیں کہ خوبصورت آواز کے ساتھ قرآن مجید کو بنا سنوار کر پڑھنا مستحب ہے بشرطیکہ قراءت کی حد سے تجاوز کرتے ہوئے باہر نہ نکلے پھر اگر اس نے افراط سے کام لیا یعنی کوئی حرف بڑھادیا یا کم اور پست کردیا تو ایسا کرنا

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۷۲۱۹ مکتبۃ المعارف ریاض ۸/۱۰۸
شعب الایمان حدیث ۲۶۴۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۵۴۰
[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر حرف الھمزۃ تحت حدیث اقراء القرآن مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۱/۱۹۴

ماتصنع فيما نص عليه فى البزازية وغيرها من كتاب الاستحسان قراءة القرأن بالالحان معصية والتالى والسامع أثمان قلت محله اذا اخرج لفظ القرآن عن صيغته بادخال حركات فيه او اخراج حركات منه او قصر ممدود او مد مقصور او تمطيط يخفى به اللفظ او يلبس به المعنى فهو حرام يفسق به القارئ و يأثم به المستمع لانه عدل به عن نهجه القويم الى الاعوجاج والله تعالٰى يقول قرانا عربيا غير ذى عوج وان لم يخرجه اللحن عن لفظه وقراءته على ترتيله كان مباحا لانه زاد بالحانه فى تحسينه و يؤيد ذلك تفسير كثير من علمائنا التغنى فى كلام ابن عمر رضى الله تعالٰى عنهما فى الاذان بالتطريب الذى هو اخراج الكلام عن موضوعه الاصلى و صيغته واما تحسين الصوت فلا اظن ان قائلا يمنعه[1] الى اخر ما مر۔

حرام ہے اھ اگر تو یہ کہے کہ بزازیہ وغیرہ کی "کتاب الاستحسان" میں بیان کردہ صراحت کا کیا جواب ہوگا جس میں یہ مذکور ہے کہ قرآن مجید غیر موزوں لہجوں کے ساتھ بگاڑ کر پڑھنا گناہ ہے لہذا پڑھنے اور سننے والا دونوں گنہگار ہوں گے۔ میں کہتا ہوں اور جواب دیتا ہوں کہ اس کا محل یہ ہے کہ جب لفظ قرآن کو اس کے مخرج سے نکالتے ہوئے اس میں کچھ حرکات داخل یا خارج کردے یا حروف ممدودہ کو مختصر کردے یا غیر ضروری درازی کردے جس سے لفظ کی ہیئت بدل جائے یا اس کے معانی میں اشتباہ پیدا ہوجائے تو ایسا کرنا حرام ہے اس طرح کا پڑھنے والا فاسق اور سننے والا گنہگار ہوگا کیونکہ اس طرح کرنے سے اس نے اس لفظ کو اس کے درست مقام سے ہٹا کر بدل ڈالا، جبکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے کہ یہ عربی زبان میں قرآن ہے جس میں بالکل کجی اور ٹیڑھا پن نہیں ہے۔ اور اگر لہجہ اس لفظ کو اسکی ترتیل کے مطابق پڑھتے ہوئے نہ نکالے تو مباح ہے کیونکہ اس نے اپنے لہجوں سے اس کے حسن میں اضافہ کیا ہے اور اس کی تائید تغنی کی اس تفسیر سے ہوتی ہے جو متعدد علماء کرام نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے کلام التطریب فی الاذان سے فرمائی ہے یعنی وہ اذان میں تطریب کیا کرتے تھے۔ دراصل تطریب کلام کو اس کے ٹھکانے اور صیغے سے نکالنے کا نام ہے (اور یہاں صرف خوش الحانی سے آواز بلند کرنا ہے)

www.alahazratnetwork.org

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الکراہیۃ والاستحسان دار المعرفۃ بیروت ۲/۱۷۷

رہا تحسینِ صوت (آواز کو بنا سنوار کر خوبصورت بنا کر پڑھنا) میرا خیال ہے کہ کوئی بھی اس کو منع کرنے والا نہ ہوگا، پھر آخر تک وہی کلام دُہرایا گیا جو گزر چکا ہے۔ (ت)

اشعارِ حسنہ محمودہ کا پڑھنا جن میں حمدِ الٰہی و نعتِ رسالت پناہی جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم ومنقبت آل و اصحاب و اولیاء و علمائے دین رضی اللہ تعالٰے عنہم اجمعین بروجہ صحیح اور نجیح مقبولِ شرعی یا ذکرِ موت و تذکیرِ آخرت و احوالِ قیامت وغیر ذٰلک مقاصدِ شرعیہ ہو قطعاً جائز و روا اور خود زمانۂ اقدس حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے آج تک تمام ائمۂ دین و عباد اللہ الصالحین میں رائج رہا ہے۔ صحیح بخاری شریف میں اُم المومنین صدیقہ بنت الصدیق صلے اللہ تعالٰے علٰے زوجہا الکریم و ابیہا و علیہا وسلم سے ہے:

قالت کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ یؤید حسان بروح القدس ما نافح او فاخر عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[1]

یعنی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے مسجد اقدس نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں منبر بچھاتے حسان اوپر کھڑے ہو کر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے فضائل و مفاخر بیان کرتے حضور کی طرف سے طعنہائے کفار کا رد کرتے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے جب تک حسان رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے اس مفاخرت یا مدافعت میں مشغول رہتا ہے اللہ عزوجل جبریل امین سے اس کی مدد فرماتا ہے۔

پھر ظاہر کہ وعظ کے اشعار حدیث کے ترجمے اسی قسم میں داخل ہیں تو ایسی شعر خوانی کا جواز بالیقین ہے اور جب خوش الحانی خود قرآن عظیم میں مطلوب و مندوب ہوئی تو یہ تو شعر ہے یہاں اگر الحان کے لئے مد و قصر و حرکات و سکنات وغیرہ ہیئاتِ حروف میں کچھ تغیر بھی ہو تو حرج نہیں جب کہ صرف سادہ خوش الحانی ہو اور تمام منکراتِ شرعیہ سے خالی اس قدر پر بھی احکام شدیدۂ مذکورۂ تکفیر و زوال نکاح میں تقریباً ویسی ہی ناپاکی و بیباکی ہے حلال کو حرام مسلمانوں کو کافر بتانا کس شریعت نے مانا اس قدر کو عرف میں پڑھنا کہتے ہیں نہ کہ گانا کہ موسیقی کے اوزان مقررہ نغمات محررہ طرقاتِ مطربہ قرعاتِ معجبہ اُتار چڑھاؤ زیر و بم تان گٹکری تال سم کی رعایت سے رنڈیوں ڈومنیوں مراثیوں ڈھاریوں نقالوں قوالوں وغیرہم میں معمول اور باوضع شرفاء مہذبین صلحا میں معیوب و مخذول۔ محمود و مباح

---

[1] احیاء العلوم بحوالہ الصحیحین کتاب آداب السماع والوجد مطبعۃ المشہد الحسینی ۲/۲۷۳

اشعار کا سادہ خوش الحانی سے پڑھنا بھی زمانۂ صحابہ و تابعین و ائمۂ دین مجوز و مقبول ہے بلکہ خود بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰے عنہم اجمعین سے ماثور و منقول بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے ہوتا حضور سنتے اور انکار نہ فرماتے بارگاہِ رسالت میں حُدی خوانی پر صحابہ مقرر تھے کہ اپنی خوش الحانیوں دلکش حدی خوانیوں سے اونٹوں کو راہ روی میں وارفتہ بناتے۔ انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے برادر اکرم سیدنا براء بن مالک رضی اللہ تعالٰے عنہ خود موکب اقدس کے حُدی خواں تھے عجب آواز دلکش رکھتے اور بہت خوبی سے اشعارِ حُدی پڑھتے یہ اجلّہ صحابہ کرام سے ہیں بدر کے سوا سب مشاہد میں حاضر ہوئے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اُن کی نسبت فرمایا: بہت الجھے بال میلے کپڑے والے جن کی کوئی پروا نہ کرے ایسے ہیں کہ اللہ عزوجل پر کسی بات میں قسم کھالیں تو خدا ان کی قسم سچی ہی کرے انھیں میں سے براء بن مالک ہیں[1]۔ ایک روز انس بن مالک رضی اللہ تعالٰے عنہ اُن کے پاس گئے اُس وقت اشعار اپنے الحان سے پڑھ رہے تھے انھوں نے کہا آپ کو اللہ عزوجل نے وہ چیز عطا فرمائی جو اس سے بہتر ہے یعنی قرآن عظیم۔ فرمایا کیا یہ ڈرتے ہو کہ میں بچھونے پر مروں گا خدا کی قسم اللہ مجھے شہادت سے محروم نہ کرے گا سو کافر تو میں نے تنہا قتل کئے ہیں اور جو شرکت میں مارے ہیں وہ علاوہ[2]۔ جب خلافت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ میں قلعۂ تستر پر جہاد ہوا ہے اور مسلمانوں کو سخت وقت پیش آئی حدیث مذکور سُنے ہوئے تھے ان سے کہا اپنے رب پر قسم کھائیے اُنھوں نے قسم کھائی کہ اے رب میرے! کافروں پر ہمیں قابو دے کہ ہم ان کی مشکیں کس لیں اور مجھے اپنے نبی سے ملا، یہ کہہ کر حملہ آور ہوئے اور اُن کے ساتھ مسلمانوں نے حملہ کیا ایرانیوں کا سپہ سالار ہرمزان مارا گیا کافر بھاگ گئے اور براء شہید ہوئے رضی اللہ تعالٰے عنہ[3]۔ اور بیبیوں کے ہودجوں پر انجشہ حبشی رضی اللہ تعالٰے عنہ حدی خوانی کرتے ان کی خوش آوازی مشہور تھی حجۃ الوداع شریف میں حُدی پڑھی ہے اور اُونٹ گرمائے بہت تیز چل نکلے، سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: اے انجشہ! آہستہ، شیشیوں کے ساتھ نرمی کر۔ شیشیوں سے مراد عورتیں ہیں، یعنی اونٹ اتنے تیز نہ کرو کہ تکلیف ہوگی یا عورتوں کا مجمع ہے خوش الحانی حد سے نہ گزار دو۔ ان کے سوا سیدنا عبداللہ بن رواحہ و سیدنا عامر بن الاکوع رضی اللہ تعالٰے عنہما بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آگے حدی خوانی کرتے چلتے، روزِ عمرۃ القضاء جب لشکر ظفر پیکر محبوب اکبر صلی اللہ

[1] جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب البراء بن مالک امین کمپنی دہلی ۲/۲۲۶

[2] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ترجمہ البراء بن مالک دار صادر بیروت ۱/۱۴۳

[3] ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،،

شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثالث فی الفصل السابع دار المعرفۃ بیروت ۳/۳۶۶

[4] ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،،

تعالیٰ علیہ وسلم باہزاراں جاہ وجلال داخلِ مکّہ ہوا ہے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے آگے رجز کے اشعار سناتے کافروں کے جگر پر تیر برساتے جارہے تھے امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منع کیا کہ اے ابن رواحہ! رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے اور اللہ جل جلالہ کے حرم میں یہ شعر خوانی۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: پڑھنے دو کہ یہ اُن پر تیروں سے زیادہ کارگر ہے۔ اور ایک حدیث میں آیا ارشاد فرمایا: اے عمر! ہم سُن رہے ہیں تم بھی خاموش رہو بالجملہ ممانعت منازعت جو کچھ ہے گانے میں ہے یا معاذ اللہ اشعار ہی خود بُرے ہوں اگرچہ بظاہر نعت و منقبت کا نام ہو جیسے بے قیدوں کے خلاف شرع شعر کہ توہین انبیائے کرام و ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام بلکہ تنقیص شان سیدالانام علیہ وعلیٰ آلہٖ افضل الصلوٰۃ والسلام بلکہ گستاخی و بے ادبی بارگاہ عزت ذی الجلال والاکرام کچھ اُٹھا نہ رکھیں اور نعت و منقبت کا نام بدنام یا محل محلِ فتنہ خواہ فطنۂ فتنہ ہو جیسے زنِ اجنبیہ کا مردوں کے جلسے میں خوش الحانی کرنا یا خارج سے امورِ نامشروعہ کا قدم درمیان ہو مثلاً مزامیر، تالیاں، ٹھپکا، توڑا، بھاؤ بتانا جیسے آج کل بعض بے شرم واعظان تحریری مشرب آزادی مذہب نے اپنی مجلس گرم کرنے کا انداز بنا رکھا ہے اشعار گائیں مثنوی مولانا روم کے اور رنگ رچائیں مثنوی میر حسن کی دھوم کے الیٰ غیر ذٰلک من المحذورات والمجتنبۃ والمحظورات المتجبلیۃ (اسکے علاوہ اجتناب کردہ محرمات اور لائے ہوئے ممنوعات ہیں۔ ت) یہ تیرہ و تیرہ برت کہ جو چاہے حلال کو حرام کرے ورنہ سادہ خوش الحانی کے ساتھ جائز شعر خوانی کے جواز میں اصلاً جائے کلام نہیں بلکہ اشعار محمودہ بہ نیت محمودہ اعمال محمودہ میں معدود و باعثِ اجر و رضائے رب ودود ہیں۔ مواہب لدنیہ و شرح علامہ زرقانی میں ہے:

کان یحدو بین یدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فی السفر عبداللّٰہ بن رواحۃ الامیر المستشہد بموتۃ ای یقول الحداء بضم المہملۃ وھو الغناء للابل (زرقانی) الترمذی عن انس انہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ

حضرت عبداللہ بن رواحہ سفر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے حدی خوانی کیا کرتے تھے یہ امیر لشکر تھے جو غزوہ مُوتہ میں شہید ہوئے کان یحدو ای یقول الحداء بضم المہملۃ وھو الغناء للابل (یعنی کان یحدو کے معنی ہیں وُہ اونٹوں کی تیز رفتاری کے لئے خوش الحانی سے گیت گایا کرتے تھے، الحداء بے نقطہ حرف "ح" کی پیش کے ساتھ اونٹوں کیلئے گیت گانے کو

www.alahazratnetwork.org

وسلم دخل مكة في عمرة القضية
(ابن رواحة يمشي بين يديه
ويقول ؎

خلوبني الكفار عن سبيله
اليوم نضربكم على تنزيله
ضربا يزيل الهام عن مقيله
ويذهل الخليل عن خليله

فقال عمر يا ابن رواحة بين يدي
رسول الله صلى الله تعالى
عليه وسلم وفي حرم الله تقول
الشعر فقال صلى الله تعالى عليه
وسلم خل عنه يا عمر فلهي فيهم
اسرع من نضح النبل ، وفي
رواية انه لما انكر عمر عليه
قال صلى الله تعالى عليه وسلم
يا عمر اني اسمع فاسكت
يا عمر (وعامر بن الاكوع)
كان يحدو بين يديه
صلى الله تعالى عليه وسلم
(واستشهد يوم خيبر و
انجشة العبد الاسود) كان
حسن الحداء وفي الصحيح عن
انس كان حسن الصوت (قال
انس) في الصحيحين (كان
براء بن مالك) اخو انس

کہا جاتا ہے۔ جامع ترمذی میں حضرت انس سے روایت ہے کہ جب حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمرۃ القضاء کی ادائیگی کے لئے مکۃ المکرمہ میں داخل ہوئے تو حضرت عبد اللہ بن رواحہ آپ سے آگے آگے چل رہے تھے اور یہ فرماتے جاتے تھے کہ اے کفار کی اولاد! ان کا راستہ کھلا چھوڑ دو آج ہم تمھیں ایسی مار ماریں گے کہ کھوپڑیاں تن سے جدا ہو جائیں گی اور دوست اپنے دوست کو بھول جائیگا، اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، کیا تو رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ان کے روبرو اللہ کے حرم میں اشعار پڑھتا ہے۔ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اے عمر! اسے چھوڑ دو کہ یہ رجز یہ اشعار دشمن پر تیر اندازی سے بھی زیادہ مؤثر ہیں۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ جب عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار فرمایا تو حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اے عمر! میں تو سن رہا ہوں لہذا تم خاموش رہو۔ اور حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے حدی خوانی کیا کرتے تھے اور یہ خیبر میں شہید ہوئے اور حضرت انجشہ حبشی غلام تھے یہ بہترین حدی خوان تھے صحیح میں ہے حضرت انس سے روایت ہے کہ حضرت انجشہ کی آواز خوبصورت تھی۔ صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے

23/22 شهد المشاهد الا بدرا قال صلی الله تعالٰی علیه وسلم رب اشعث اغبر لا یؤبه له لو اقسم علی الله لابره منهم البراء بن مالك قال انس فلما کان یوم تستر من بلاد فارس انکشف الناس فقال المسلمون یا براء اقسم علی ربك فقال اقسم علیك یا رب لما منحتنا اکتافهم و الحقتنی بنبیك فحمل وحمل الناس معه فقتل هرمزان من عظماء الفرس واخذ سلبه وانهزم الفرس وقتل البراء رواه الترمذی والحاکم وذٰلك فی خلافة عمر سنة عشرین (یحدو بالرجال وانجشة بالنساء وقد کان یحدو وینشد القریض والرجز) وفی الصحیحین عن انس ان انجشة حدا بالنساء فی حجة الوداع فاسرعت الابل فقال صلی الله تعالٰی علیه وسلم یا انجشة رفقا بالقواریر (ای النساء فشبههن بالقواریر من الزجاج لانه یسرع الیها الکسر فلم یأمن علیه

فرمایا حضرت براء بن مالک (جو حضرت انس کے بھائی تھے) سوائے بدر کے تمام غزوات میں حاضر رہے اور آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا بہت سے لوگ بکھرے ہوئے بالوں والے خاک آلود جن کی کوئی پروا نہیں کرتا (عنداللہ) ایسے (اہم) ہیں کہ اگر کسی معاملے میں اللہ تعالٰی کی قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالٰی ان کی قسم سچی کر دیتا ہے، اور انہی میں سے ایک براء بن مالک بھی ہیں۔ حضرت انس نے فرمایا کہ ایران میں قلعہ تستر پر جس دن حملہ کیا گیا لوگ تتر بتر ہو گئے اور حالات مسلمانوں کی شکست کے بن گئے۔ اس موقع پر حضرت براء سے کہا گیا کہ اپنے پروردگار کے بھروسا پر اس کی قسم کھائیں۔ چنانچہ حضرت براء نے قسم کھائی اور فرمایا، اے میرے پروردگار! میں تیری ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تو نے ہمیں کافروں کے کندھے باندھنے کی طاقت بخشی اور تو مجھے اپنے نبی مکرم سے ملایا ہے۔ اس کے بعد حضرت براء نے عام لوگوں کے ساتھ مل کر ایرانیوں پر حملہ کیا، ان کا سپہ سالار ہرمزان مارا گیا ایرانیوں کو شکست ہوئی اور فرار ہونے لگے اس کا سامان قبضے میں لے لیا گیا اور حضرت براء شہید ہو گئے۔ امام ترمذی اور حاکم نے اس کو روایت کیا۔ یہ معرکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے دور خلافت میں سنہ۲۰ھ میں ہوا۔ حضرت براء مردوں کے لئے حدی خوانی کیا کرتے تھے جبکہ انجشہ عورتوں کے

www.alahazratnetwork.org

الصلوٰۃ والسلام ان یقع فی قلوبھن حداؤہ وقیل نہاہ لان النساء یضعفن عن شدۃ الحرکۃ قال الدمامینی وحملہ ھذا اقرب الی ظاھر لفظہ من الحمل علی الاول اھ[1] ملخصًا۔

کجاووں کے قریب جاکر حدی خوانی کرتے۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت ہے کہ حضرت انجشہ نے حجۃ الوداع کے موقع پر عورتوں کی سواریوں کے پاس جاکر حدی خوانی کی جس کے نتیجے میں اونٹ تیز رفتار ہوگئے، اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے انجشہ! کانچ کی شیشیوں کے ساتھ نرمی اختیار کرو، تمھیں معلوم ہونا چاہئے کہ تمھارے ساتھ کانچ کی شیشیاں (بوتلیں) بھی ہیں (مراد عورتیں ہیں) کہیں جلدی ٹوٹ نہ جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عورتوں کو کانچ کی بوتلوں سے تشبیہ دے کر یہ اشارہ فرمایا کہ وہ حدی خوانی اور خوش الحانی سے متاثر نہ ہوجائیں، اور یہ مفہوم بھی ہے کہ سواریوں کے بوجہ حدی خوانی تیز رفتار ہوجانے سے وہ کہیں گھبرا نہ جائیں کیونکہ وہ فطرتاً کمزور ہوتی ہیں، علامہ دمامینی نے فرمایا اس کو ظاہری الفاظ پر حمل کرنا بنسبت قول اول کے زیادہ مناسب اور موزوں ہے اھ ملخصًا (ت)

www.alahazratnetwork.org

اصابہ فی معرفۃ الصحابہ میں ہے:

روی البغوی باسناد صحیح عن محمد بن سیرین عن انس قال دخلت علی البراء بن مالک وھو یتغنی فقلت لہ قد ابدلک اللہ ما ھو خیر منہ فقال اترھب ان اموت علی فراشی لا واللہ ما کان اللہ لیحرمنی ذٰلک وقد قتلت مائۃ منفردا سوی من شارکت فیہ[2]

امام بغوی باسناد صحیح محمد بن سیرین کے حوالے سے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا میں حضرت براء بن مالک کے پاس گیا وہ خوبصورت انداز میں اشعار پڑھ رہے تھے میں نے ان سے کہا بلاشبہہ اللہ تعالٰی نے اس کے بجائے آپ کو وہ چیز عطا فرمائی ہے جو اس سے کہیں بہتر ہے (یعنی قرآن مجید) فرمایا کیا تمھیں یہ خوف ہے کہ میں اپنے بستر پر ہی مرجاؤں گا، خدا کی قسم ایسا نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالٰی ایسا نہیں کہ مجھے شہادت سے محروم کردے ایک سو کافر تو خود میں نے تنہا قتل

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل السابع ۲/ ۱۶۳ و شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ ۳/ ۳۶۶

[2] الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ حرف الباء ترجمہ ۶۲۰ البراء بن مالک دار صادر بیروت ۱/ ۱۴۳

قتل ہوئے ہیں اور ان کے علاوہ جن کے قتل میں میری شراکت اور معاونت ہوئی وہ مزید ہیں (ت)

امام ابن حجر مکی کف الرعاع عن محرمات اللھو والسماع میں فرماتے ہیں: 24

قال جمع من الشافعية والمالكية منهم الاذرعي في توسطه والقرطبي في شرح مسلم الغناء انشادا و استماعا على قسمين القسم الاول ما اعتاد الناس استعماله لمحاولة عمل وحمل ثقيل وقطع مفاوز سفر ترويحا للنفوس وتنشيطا لها كحداء الاعراب بابلهم وغناء النساء لتسكين صغارهن ولعب الجواري بلعبهن فهذا اذا سلم المغني به من فحش وذكر محرم كوصف الخمور و القينات لا شك في جوازه ولا يختلف فيه وربما يندب اليه اذا انشط على فعل خير كالحداء في الحج الغزو، ومن ثم ارتجز صلى الله تعالٰى عليه وسلم هو والصحابة رضوان الله تعالٰى عليهم في بناء المسجد وحفر الخندق وغيرهما كما هو مشهور وقد امر النبي صلى الله تعالٰى عليه وسلم نساء الانصار ان

شوافع اور مالکیہ کے ایک گروہ نے فرمایا ان میں سے امام اذرعی نے توسط میں اور قرطبی نے شرح صحیح مسلم میں فرمایا، راگ، گانا اور سُننا، اس کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم وہ ہے جس کے استعمال کی لوگوں کو عادت ہے کوئی کام کرتے ہوئے، بھاری وزن اٹھاتے ہوئے، سفر طے کرتے ہوئے بیابان سے گزرتے ہوئے، سواریوں کو تیز قدم کرنے کے لئے دیہاتیوں کا حُدی خوانی کرنا۔ اپنا دل بہلانے اور تسکین و راحت پہنچانے کے لئے خوش الحانی کے ساتھ نغمہ سنج ہونا اور اشعار پڑھنا بشرطیکہ فحش گوئی پر مبنی نہ ہو یہ ہرگز منع نہیں۔ عورتوں کا بچّوں کو بہلانے اور سُلانے کے لئے لوریاں دینا، گیت الاپنا اور باندیوں کا کھیل تماشا کرنا بوجہ حد سے تجاوز نہ کرنے کے جائز ہے۔ حد سے تجاوز کرنے سے مراد شراب کی تعریف، گانے والی عورتوں کا تذکرہ وغیرہ ہے۔ یہ امور اگر نہ ہوں تو حُدی خوانی کے جائز ہونے میں کوئی شُبہہ نہیں۔ اور اس میں کوئی اختلاف بھی نہیں بلکہ بعض حالات میں یہ فعل مندوب ہوتا ہے یعنی اچھے کام کے لئے راغب کرے جیسے حج، جہاد وغیرہ میں حُدی خوانی۔ یہی وجہ ہے کہ تعمیرِ مسجد نبوی اور خندق کھودے جانے کے موقع پر خود آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

www.alahazratnetwork.org

يقلن في عرس لهن ــ

اتيناكم اتيناكم
فحيانا وحياكم

وكالاشعار المزهدة في الدنيا الراغبة في الآخرة فهي من انفع الوعظ فالحاصل عليها اعظم الاجر ويؤيد ما نقله من نفي الخلاف في هذا القسم ان ابن عبد البر وغيره قالوا لاخلاف في اباحة الحداء واستماعه وهو ما يقال خلف نحو الابل من الشعر سوى الرجز وغيره لينشطها على السير ومن اوهم كلامه نقل الخلاف فيه فهو شاذ او مؤول على حالة يخشى منها شئ غير لائق، القسم الثاني ما ينتحله المغنون العارفون بصنعة الغناء المختارون المدن من غزل الشعر مع تلحينه بالتلحينات الانيقة وتقطيعه لها على النغمات الرقيقة

اور صحابہ کرام نے اشعار پڑھے اور نہ صرف ان دو موقعوں پر بلکہ ان کے علاوہ دیگر مواقع پر بھی آپ نے اور آپ کے صحابہ نے رجزیہ اشعار پڑھے ہیں اور حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار کی خواتین کو یہ حکم فرمایا تھا کہ اپنی شادیو میں عمدہ اشعار پڑھا کریں، "ہم تمھارے پاس آئے ہم تمھارے پاس آئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی زندہ رکھے اور تمھیں بھی زندہ رکھے" اسی طرح اُن اشعار کا استعمال بھی جائز ہے جو دنیا سے رغبت ہٹا کر آخرت کی رغبت دلانے والے ہوں۔ اس قسم کے اچھے اشعار پڑھنا بہترین وعظ ہے اور باعث اجر و ثواب ہے، اور اسکی تائید اس قول سے ہوتی ہے جو امام موصوف نے اس قسم کی نفی خلاف میں نقل کیا کہ علامہ ابن عبد البر وغیرہ نے کہا کہ حدی خوانی اور اسکے سننے کے مباح ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ یہ وہ اشعار گوئی اور حدی خوانی ہوتی تھی جو اونٹوں کو ہانکتے وقت ان کے پیچھے پیچھے کی جاتی تھی بجز رجز وغیرہ کے۔ اور مقصد یہ ہوتا تھا کہ اونٹوں کو چلنے میں خوشی اور چستی رکھا جائے اور جو اس سلسلے میں وہم اور اختلاف نقل ہوا ہے وہ شاذ ہے یا اس کی بھی تاویل کر دی گئی کہ یہ اس حالت پر محمول ہے جس میں نامناسب بات کا اندیشہ کیا گیا ہو۔ دوسری قسم (جس کی نسبت گانے والے کی طرف کریں) جو گانیوالے

www.alahazratnetwork.org

التی تہیج النفوس و تطربہا کحمیا الکؤوس فہذا ھو الغناء المختلف علی اقوال العلماء احدھا انہ حرام قال القرطبی وھو مذھب مالک (الی قولہ) وھو مذھب ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ و سائر اھل الکوفۃ۔[1]

کی طرف منسوب ہو۔ جو فنِ موسیقی سے ماہر ہوں شائستگی سے غزل شعر کو پسند کریں اپنے لہجہ کے ساتھ خوشنما لہجوں سے، اور ان کی تقطیع کریں نغماتِ رقیقہ پر جو نفوس کو ابھاریں اور آمادہ کریں اور انھیں شراب کے جاموں کا شوق دلائیں پس یہ وہی راگ ہے جس میں علماء کے اقوال مختلف ہیں ان اقوال میں سے ایک قول یہ ہے کہ وہ حرام ہے۔ علامہ قرطبی نے فرمایا کہ امام مالک کا یہی مذہب ہے بلکہ فرمایا کہ یہی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور باقی اہلِ کوفہ کا مذہب ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

قال الاذرعی وما نسب الی اولٰئک الصحابۃ اکثرہ لم یثبت ولو ثبت منہ شیئ لم یظھر منہ ان ذٰلک الصحابی یبیح الغناء المتنازع فیہ فالمروی عن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ ان غلاماً دخل علیہ فوجدہ یترنم ببیت او نحو ذٰلک فعجب منہ فقال اذا خلونا قلنا کما تقول الناس فاللہ اعلم ماکان ذٰلک البیت وما کان ترنمہ وصفتہ، وصح عن عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ

امام اذرعی نے فرمایا ان لوگوں اور صحابہ کرام کی طرف جو کچھ منسوب کیا گیا ہے ان میں اکثر حصہ ثابت نہیں اور اگر کچھ ثابت بھی ہوجائے تو اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ صحابی راگ متنازع فیہ کو مباح کہتے تھے چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ ایک غلام ان کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے دیکھا کہ وہ خوش الحانی سے اشعار پڑھ رہے تھے اسے تعجب ہوا تو آپ نے فرمایا کہ جب ہم اکیلے اور تنہا ہوتے ہیں تو وہی کچھ کہتے ہیں جو لوگ کہتے ہیں، پس اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے کہ وہ اشعار کیا تھے اور ان کا حال اور کیفیت کیا تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے

www.alahazratnetwork.org

[1] کف الرعاع عن محرمات اللہو والسماع دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۵۹ تا ۶۱

ما تغنیت ما تمنیت ای زینت فاطلاق القول بنسبة الغناء المتنازع فیه، واستماعه الی ائمة الهدی تجاسر ولا یفهم الجاهل منه هذا الغناء الذی یتعاطاه المغنون المخنثون ونحوهم، وقال الشیخ الامام ابراهیم المروزی فی تعلیقه وعن عمر و عبد الرحمٰن بن عوف وابی عبیدة بن الجراح وابی مسعود الانصاری انهم کانوا یترنمون بالاشعار فی الاسفار وکذٰلك عن اسامة بن زید وعبد الله بن ارقم وعبد الله بن الزبیر رضی الله تعالٰی عنهم والترنم کذٰلك لیس فی محل النزاع اذهو من انواع القسم الاول من القسمین السابقین وقد مرانه لاخلاف وبه یعلم ان الظاهر الذی یتعین القطع به ان غالب ما حکی عن الصحابة رضوان الله تعالٰی عنهم وعمن بعدهم من الائمة انما هو من هذا القسم الذی لاخلاف فیه وتمامه فیه وفیما ذکرنا کفایة، والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

بصحت ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ میں گیت گاتا ہوں تو اُسے میں بنا سنوار لیتا ہوں لہذا غنا متنازع فیہ اور اس کے سننے کی اجازت کی نسبت ہدایت یافتہ اماموں کی طرف کرنا بہت بڑی جرأت ہے اور جاہل آدمی اس سے یہ غنا نہیں سمجھتا جو گانے والے ہجڑے وغیرہ اختیار کرتے ہیں شیخ امام ابراہیم مروزی نے اپنی تعلیق میں فرمایا حضرت عمر فاروق، حضرت عبد الرحمن ابن عوف، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح اور حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہم یہ سب اپنے سفروں کے دوران خوش الحانی سے اشعار پڑھا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت اسامہ بن زید، حضرت عبد اللہ بن ارقم اور حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت ہے۔ پس اس طرح کا ترنم محلِ نزاع نہیں کیونکہ وہ سابقہ دو قسموں سے پہلی قسم میں داخل ہے اور پہلے یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ اس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں۔ اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ ظاہر بات جس کا قطعی ہونا متعین ہوگیا ہے کہ جس کی حکایت صحابہ کرام اور ان کے بعد ائمہ حضرات کی طرف کی گئی غالباً اس سے یہی قسم مراد ہے جس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں۔ پوری بحث اس میں موجود ہے اور ہم نے جو کچھ بیان کیا وہ کافی ہے اور اللہ تعالٰی پاک برتر اور سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

۱؎ کف الرعاع عن محرمات اللہو والسماع دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۶۷-۶۶

مسئلہ ۱۱۵: از کلکتہ دھرم تلا ۱۳۴ مرسلہ جناب محمد یونس صاحب ۸ رجب ۱۳۲۷ھ

علمائے دین سے سوال ہے کہ اس شخص کا کیا حال ہے کہ عمرو دو زوجہ رکھتا ہے اور دونوں سے مباشرت ایک مکان میں بے پردہ کرتا ہے اور جو اُس سے کہا جاتا ہے تو کہتا ہے اپنی بی بی سے کیا حجاب۔

الجواب

یہ امر مکروہ و بے حیائی ہے مرد کو بی بی سے حجاب نہیں تو بی بی کو بی بی سے تو ستر فرض اور حیا لازم ہے۔ بحرالرائق و فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

یکرہ ان یطأ احداھما بحضرۃ الاخرٰی حتی لو طلب وطأھا لم یلزمھا الاجابۃ ولا تصیر فی الامتناع ناشزۃ ولا اختلاف فی ھذہ المسائل۔[1]

دو بیویوں میں سے کسی ایک سے دوسری کی موجودگی میں ہمبستری کرنا مکروہ ہے۔ اگر شوہر ایک بیوی سے دوسری بیوی کی موجودگی میں اس قسم کا تقاضا کرے تو بیوی کے لئے اس کا تقاضا پُورا کرنا ضروری نہیں اور اس انکار یا رکاوٹ کے سبب وہ نافرمان نہیں ہوگی۔ ان مسائل میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔ (ت)

ردالمحتار میں شرح ملتقی اُس میں امام قاضیخاں اُس میں منتقی امام حاکم الشہید سے ہے:

یکرہ للرجل ان یطأ امرأتہ وعندھا صبی یعقل او اعمٰی او ضرتھا او امتھا او امتہ۔[2]

کسی ذی عقل و ذی فہم بچے، کسی اندھے، اپنی بیوی کی سوکن اور اپنی یا بیوی کی لونڈی کی موجودگی میں بیوی کے ساتھ ہمبستر ہونا مرد کے لئے مکروہ ہے (ت)

مسئلہ ۱۱۶: بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ طالب حسین خاں ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

قبر پر اذان کہنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان کیجئے اور ثواب حاصل کیجئے۔ ت)

---

[1] بحرالرائق کتاب النکاح باب القسم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۲۲۱
فتاوٰی ہندیۃ 〃 الباب الحادی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۴۱
[2] 〃 〃 باب القسم داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۰۲

الجواب

قبر پر اذان کہنے میں میت کا دل بہلنا اور اس پر رحمتِ الٰہی کا اترنا اور سوال جواب کے وقت شیطان کا دور ہونا، اور ان کے سوا اور بہت فائدے ہیں جن کی تفصیل ہمارے رسالہ "ایذان الاجر فی اذان القبر" میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۰ تا ۱۱۷

کیا فرماتے علمائے دین مسائلِ ذیل میں،

(۱) زید فجر کو بعد پانچ بجے کے مسجد میں چراغ بغرضِ رونق و زینتِ مسجد نہ کہ بغرضِ تلاوت اور مطالعہ کتب وغیرہ جلا دیتا ہے حالانکہ روشنی کی اس وقت ضرورت نہیں ہوتی ہے کیونکہ نمازیوں کی آمد پونے چھ بجے اور جماعت بعد چھ بجے طلوع روشنی صبح صادق میں ہوتی ہے اور علاوہ اس کے سرکاری لالٹین کی روشنی تینوں دروں میں مسجد کے اور صحن میں کافی طور سے ہوتی ہے عمرو جو مہتمم قدیم مسجد کا ہے اور سیکڑوں روپیہ اپنی کوشش موفورہ سے فراہم کرکے مسجد کی ترمیم و دیگر اخراجات میں لگاتا رہا ہے بلکہ اب بھی مرمت کرا رہا ہے زید کو اس وقت کے فضول بلاضرورت چراغ جلانے سے منع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مسجد کے مال میں اسراف نہ چاہئے مگر زید نہیں مانتا پس ایسی صورت میں چراغ جلانا چاہئے یا نہیں؟

(۲) زید نے مسجد کی مرمت کے نام سے مسلمانوں سے کچھ چندہ جمع کیا اور عمرو مہتمم سے بھی دس روپیہ مرمت کے بہانے سے لئے جو اس کے پاس مرمتِ مسجد کے لئے رکھے تھے اس روپیہ سے اپنے چچا کی قبر جو مسجد سے باہر تھی پختہ بنوا کر مسجد کے اندر داخل کرلی اور بقیہ روپیہ خورد و نوش کرلیا حساب نہیں سمجھایا مسجد کی مرمت کا روپیہ قبر یا اپنے صرف میں لانا کیسا ہے اور وہ شخص شرعاً کس مواخذہ کے قابل ہے؟ بینوا توجروا۔

(۳) زید کہتا ہے کہ تلاوتِ قرآن مجید مسجد کے اندر گناہ، نہیں چاہئے۔ عمرو کہتا ہے کہ گناہ نہیں ہے اگر جماعت ہوتی ہو یا کوئی نماز پڑھتا ہو تو دل میں آہستہ پڑھنا اور جبکہ یہ امر مانع نہ ہوں تو باآواز پڑھنا بھی جائز ہے گناہ نہیں۔ زید کا قول درست ہے یا عمرو کا؟ بینوا توجروا۔

(۴) زید اپنا اثاث البیت مسجد کے حجرہ میں رکھ لیتا ہے جس سے مسجد کے اسباب کو پراگندگی اور مسافروں اور طلباء کو تکلیف ہوتی ہے اور بہنوئی اس کا اکثر اوقات مسجد کے اندر سو رہتا ہے یہ فعل زید کا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) جبکہ اُس وقت مسجد میں کوئی نہیں آتا چراغ جلانا فضول وممنوع ہے خصوصاً جبکہ لالٹین کی روشنی ہوتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) مسجد کے روپیہ سے اپنے چچا کی قبر پکی بنانا حرام تھا اور دھوکا دے کر لینا اور بھی سخت حرام، ایسا شخص فاسق فاجر مرتکب کبائر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) زید کا قول غلط ہے مسجد میں قرآن عظیم کی تلاوت بیشک جائز ہے اور کسی کے نماز وظیفہ میں خلل نہ آئے تو بآواز پڑھنا بھی جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۴) مسجد کا اسباب پراگندہ اور مسافروں اور طلباء کو ناحق تکلیف دینا حرام ہے اور بے اعتکاف کے مسجد میں سونے کی اجازت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۱

بعد نمازِ فجر اور آفتاب طلوع ہونے سے قبل قرآن شریف کی تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

بیشک جائز ہے بلکہ بہت اعلٰی وقت ہے جبکہ آفتاب طلوع نہ کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۲ از افریقہ حاجی عبداللہ ولیعقوب علی ۴ محرم ۱۳۳۱ھ

رستے میں چلے جانا اور قرآن مجید پڑھتے جانا رستے میں نجس مکان بھی آتے ہیں جن کی بدبُو سے چلنا بھی مشکل ہوتا ہے کیا ایسے مکانوں سے چلے جانا اور قرآن مجید پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

راستے میں قرآن شریف کی تلاوت دو شرط سے جائز ہے، ایک یہ کہ وہاں کوئی نجاست نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ راہ چلنا اسے قرآن عظیم پڑھنے سے غافل نہ کرے۔ جہاں نجاست یا بدبُو ہو وہاں خاموش رہے جب وہ جگہ نکل جائے پھر پڑھے۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (اور اللہ تعالٰی سب سے زیادہ جانتا ہے اور اس بزرگی والے کا علم سب سے زیادہ کامل اور زیادہ پختہ ہے۔ت)

مسئلہ ۱۲۳ از سرنیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۴ رجب ۱۳۳۱ھ

سونے سے اُٹھ کر آیۃ الکرسی پڑھنا کیسا ہے بعض استاد حقہ پیتے ہیں اور شاگرد کو پڑھاتے جاتے ہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

سونے سے اُٹھ کر ہاتھ دھو کر کلی کرلے اس کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے، اگر مُنہ میں حقہ وغیرہ کی بدبُو ہو یا کوئی کھانے پینے کی چیز ہو تو بغیر کلی کے تلاوت نہ کرے جو اُستاد ایسا کرتے ہیں بُرا کرتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۴: از موضع منصور پور متصل ڈاک خانہ قصبہ شیش گڈھ بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ محمد شاہ خاں ۲۰ محرم ۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر صاحبان کو دیکھا گیا کہ کعبہ شریف کی جانب پشت کرکے دیوارِ مسجد کے سہارے سے بیٹھ کر تسبیح وغیرہ پڑھتے ہیں ایسے صاحبان کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب

یہ نامناسب ہے، حدیث میں ہے:

افضل المجالس ما استقبل بہ القبلۃ۔[1] سب میں بہتر نشست رُو بقبلہ ہے (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۵ و ۱۲۶: مسئولہ حافظ عبداللطیف صاحب مدرس مدرسہ حنفیہ سہسوان از سہسوان ۲۸ صفر ۱۳۳۲ھ

(۱) مصحف مجید جو نہایت بوسیدہ ہوجائے اس کو اولٰی دفن یا احراق، اور اگر دفن ہو تو کس جگہ؟

(۲) اسپند پر بعض حفاظ کوئی آیت پڑھ کر پھونکتے ہیں پھر وہ جلایا جاتا ہے یہ فعل کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

(۱) مصحف کریم کا احراق جائز نہیں نص علیہ فی الدر المختار (درمختار میں اس کی صراحت کی گئی ہے۔ ت) بلکہ حفاظت کی جگہ دفن کیا جائے جہاں پاؤں نہ پڑیں، اور اگر تھوڑے اوراق ہوں تو اولٰی یہ ہے کہ مسلمانوں کے بچّوں کو اُن کے تعویذ تقسیم کردئے جائیں۔

(۲) اسپند پر کوئی آیت دم کرکے جلانے میں حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۷ و ۱۲۸: از دانا پور کیمپ مسئولہ پیر خیر شاہ صاحب ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ

(۱) زید اپنی زوجہ کی پستان اپنے مُنہ میں رکھ کر جماع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ لذت زیادہ حاصل ہوتی

---

[1] کنز العمال بحوالہ طب عن ابن عباس حدیث ۲۵۴۰۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۱۳۹

ہے، کیا اس کو کسی طرح کا ہرج نکاح میں آسکتا ہے یا اس کو ہر حال ہمیشہ کیلئے مباح ہے؟

(۲) زید اپنی زوجہ سے کہتا ہے کہ تیری پستان بالکل خورد تر ہیں مجھ کو لذتِ جماع حاصل نہیں ہوتی اسکی زوجہ نے خاوند کی رضامندی کے لئے اپنے پستان خود ہی چوسنا اور پینا شروع کیا یہاں تک کہ اس کے پستان بوجہ دُودھ آنے کے خوبصورت بن گئے، اب خاوند خوش ہوگیا۔ وہ عورت ایسا کرسکتی ہے کیا اپنا دودھ پی سکتی ہے؟ جواب کتبِ معتبرہ سے عنایت فرمائیں۔

الجواب

(۱) صورتِ مستفسرہ جائز ہے بلکہ اگر نیت محمود ہو تو امیدِ اجر ہے، جیسا کہ ہمارے امامِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے باہم زوجین میں مسِ شرمگاہ یک دگر کو فرمایا: ارجو ان یعظم الاجر[1] (میں امید کرتا ہوں کہ وہ دونوں اس پر اجر دئے جائیں گے۔ اصل یہ ہے کہ شرع مطہر کو جس طرح اپنی حرام فرمائی ہوئی چیز یعنی زنا کے دواعی مبغوض ہیں ویسے ہی اپنی حلال کی ہوئی چیز یعنی جماعِ زوجہ کے دواعی محبوب ہیں، ہاں اگر عورت شیردار ہو تو ایسا چوسنا نہ چاہیے جس سے دُودھ حلق میں چلا جائے اور اگر منہ میں آجائے اور حلق میں نہ جانے دے تو مضائقہ نہیں کہ شیرِ زن حرام ہے نجس نہیں البتہ روزے میں اس صورت سے احتراز چاہیے، کما نصوا علی کراھتہ ذوق شیئ الا ضرورۃ (جیسا کہ کسی چیز کا چکھنا بغیر کسی ضرورت کے ائمہ فقہ نے اس کے مکروہ ہونے کی تصریح فرمائی۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۲) یہاں جو بات فرض کی ہے دُو وجہ سے مستبعد ہے، ایک چھوٹی پستان کا ایسا ہونا کہ عورت جسے خود پی سکے دُوسرے اپنے پینے کی وجہ سے دودھ اُتر آنا، بہرحال اگر خالی پستان پئے مضائقہ نہیں اور اگر دُودھ پیا تو حرام ہے بلکہ دودھ کی پستان پینے سے خوبصورت ہوجانا خلافِ واقع ہے، دودھ بھرے ہونے سے خوبصورتی ہوگی اور خالی ہوکر بدصورتی ہوجائے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۹: مسئولہ معظم علی صاحب پیش امام جامع مسجد حیدر آباد دکن ۷ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جامع مسجد بلدۂ حیدر آباد دکن میں منبر کے پاس جو مصلے کا محراب ہے اس کے گرداگرد آیاتِ قرآنی بخطِ طغرا سنگِ سیاہ پر کندہ ہیں اگر خطیب صاحب منبر پر خطبہ پڑھنے کے لئے کھڑے رہے تو آیاتِ قرآنی نیچے ہوتی ہیں تو کیا آیاتِ قرآنی بوجہ منبر کے نیچے ہونے کے بے ادبی و بے حرمتی ہوتی ہے اگر بے ادبی ہوتی ہے تو اُن آیات کو

---

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب الحظر والاباحۃ فصل فیما یکرہ من النظر والمس الخ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۹۳

سیمنٹ یا چونہ سے پوشیدہ کردیں تو کوئی گناہ تو نہیں؟

الجواب

دیواروں پر کتابت قرآن عظیم میں رجحان جانب ممانعت ہے، اور اگر منبر پر کھڑے ہونے میں اُس طرف امام کی پیٹھ ہوتی ہے تو ضرور خلافِ ادب ہے، اور اگر پاؤں یا مجلس سے بلا ساتر نیچے ہیں تو اور زیادہ سوءِ ادب ہے، ان حالتوں میں اُن کا سیمنٹ یا چونے کسی پاک چیز سے بند کردینا حرج نہیں رکھتا بلکہ بہ نیتِ ادب محمود ہے، اور اگر نہ نیچے ہیں نہ پیچھے جب بھی اگر اُس قول راجح کے لحاظ سے یا اس لئے کہ محراب میں کوئی شے شاغلِ نظر نہ ہونی چاہئے بند کرنے میں حرج معلوم نہیں ہوتا،

فان الامور بمقاصدھا[1] و انما لکل امرئ مانوی[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کیونکہ کام اپنے مقاصد پر مبنی ہیں، اور ہر آدمی کے لئے وہی کچھ ہے جس کا اس نے ارادہ کیا۔ اور اللہ تعالٰی سب کچھ خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۳۰: مسئولہ محمود الحسن گوالیار بروز شنبہ تاریخ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

جامع مسجد میں وعظ کسی کی اجازت سے ہونا چاہئے یا اگر کوئی تقریر وغیرہ کرنا چاہئے اور اس کی قابلیت علم علوم دینیہ میں کافی نہ ہو اور اس کی تقریر اشتعال انگیز ہو تو کیا اس کو امام مسجد تقریر کرنے سے بند کرسکتا ہے؟

الجواب

وعظ میں اور ہر بات میں سب سے مقدم اجازت اللہ و رسول ہے جل اللہ و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو کافی علم نہ رکھتا ہو اسے واعظ کہنا حرام ہے اور اس کا وعظ سننا جائز نہیں، اور اگر کوئی معاذ اللہ بدمذہب ہے تو وہ نائب شیطان ہے اس کی بات سننی سخت حرام ہے، اور اگر کسی کے بیان سے فتنہ اٹھتا ہو تو اُسے بھی روکنے کا امام اور اہل مسجد سب کو حق ہے، اور اگر پورا عالم سُنی صحیح العقیدہ وعظ فرمائے تو اُسے روکنے کا کسی کو حق نہیں، بقولہ تعالٰی:

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالٰی کے گھروں میں اس کا نام لینے سے روکے۔ اور اللہ تعالٰی سب کچھ اچھی طرح جانتا ہے۔ (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الثانیہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۸۳

[2] صحیح البخاری باب کیف بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲

[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۴

مسئلہ ۱۳۱ از مقام اہور، ملک مارواڑ متصل آرزنپورا پیر محمد امیر الدین بروز یک شنبہ بتاریخ ۱۲ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ

بروز جمعہ کو مکتب کے لڑکوں کو چھٹی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو مع حدیث و آیت کے آگاہ فرمائیں فقط۔

الجواب

جمعہ کی چھٹی ہمیشہ معمولِ علمائے اسلام ہے اور اسی قدر اس کی سند کے لئے کافی، ایسی جگہ بالخصوص آیت یا حدیث ہونا ضرور نہیں اور آیت و حدیث سے یوں نکال بھی سکتے ہیں کہ حدیث صحیح میں جمعہ کی پہلی ساعت سے جمعہ کی طرف جانے کی ترغیب فرمائی تو صبح سے فراغ جمعہ تک تو وقت اہتمام و انتظارِ جمعہ میں گزرا، پڑھنے کا کیا وقت ہے اگر کہئے مسجد میں جاکر پڑھے تو قبلِ جمعہ حلقہ سے ممانعت فرمائی بعد نماز فرمایا گیا:

فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ[1] جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

www.alahazratnetwork.org

یہاں بھی تجارت و کسبِ حلال کا ذکر فرمایا نہ کہ تعلیمِ علم کا، تو معلوم ہوا کہ وہ دن چھٹی کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۲ از بدایوں کچہری کلکٹری محافظ خانہ صدر مسئولہ سلامت اللہ نائب محافظ دفتر پٹواری بروز شنبہ بتاریخ ۱۱ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ذیل کے مسئلہ میں، اگر مرد کو معلوم ہو کہ میری بی بی حاملہ ہے تو کس مدت تک عورت سے صحبت کرنا جائز ہے؟ فقط

الجواب

جب تک بچہ پیدا نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۳ از شاہجہانپور بازار سبزی منڈی محمد رضا خاں سوداگر بروز دوشنبہ ۱۹ رجب ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جامع مسجد اور عیدگاہ میں واسطے ترمیم ان دونوں مسجدوں کی یا کسی اور مسجد کی خواہ اسی شہر میں ہو یا دوسرے شہر میں، جائز ہے یا ناجائز؟ اور اگر کوئی سائل اپنی ذاتی حاجت کے واسطے چندہ طلب کرے یا مؤذن اور امام مسجد اس کے واسطے اعلان

---

[1] القرآن الکریم ۶۲/۱۰

کردے تو جائز ہوگا یا ناجائز؟ یا جامع مسجد یا عیدگاہ میں چندہ طلب کرنا وقت قراءت خطبہ کے حکم جواز میں ہے یا عدمِ جواز میں؟ اور رافضی کی مسجد میں سُنّی المذہب کا نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟ مکروہ یا غیر مکروہ؟ اگر روافض نے مسجد بنوادی ہے اور اس میں روافض نماز کے واسطے کسی وقت حاضر نہ ہوسکیں اور سُنّی لوگ اس کے گردوپیش سکونت رکھتے ہوں اور اُس مسجد میں نماز پنجوقتہ پڑھا کریں تو سُنّیوں کے واسطے موجب قباحت شرعاً ہے یا نہیں؟ نماز اُس مسجد میں سُنّیوں کی بکراہت ادا ہوگی یا بلا کراہت؟ اور علماء جو وعظ مساجد جامعہ یا غیر جامع میں کہتے ہیں اور حاضرین کو پند و نصائح سناتے ہیں اور وہ اُن کی خدمت و تواضع نقد وغیرہ سے کرتے ہیں یہ آمدنی اُن کو جائز ہے یا ناجائز؟ اور بعضے صرف حمد و نعت پڑھتے ہیں اور سامعین اُن کی خدمت گزاری نقد و جنس سے کرتے ہیں یہ امر مساجد و غیر مساجد میں مباح و درست ہے یا نہیں اور یہ آمدنی اُن کے واسطے وجہ جواز میں ہے یا عدمِ جواز میں؟ یہ لوگ ماتحت آیہ کریمہ اولٰئك الذین اشتروا الحیٰوۃ الدنیا بالاٰخرۃ[1] (یہی وہ لوگ ہیں کہ جنھوں نے دنیاوی زندگی کو آخرت کے بدلے میں خرید لیا ہے۔ ت) کے داخل ہیں یا خارج؟ اُس سے تین حاملین کہ مقصود طرفین الصالح اور انتفاع اور نفع رسانی اور مہمان نوازی اور مسافر پروری ہو۔ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

www.alahazratnetwork.org

الجواب

خطبہ کے وقت چندہ مانگنا خواہ کوئی بات کرنا حرام ہے، اور خالی وقت میں مسجد یا اور کسی دینی کام یا کسی مسلمان حاجتمند کے لئے مانگے جس سے نمازیوں کی نماز میں خلل نہ آئے سُنّت سے ثابت ہے اور اپنے لئے مانگنے کی مسجد میں اجازت نہیں۔ روافض کی بنائی ہوئی مسجد شرعاً مسجد نہیں نماز اس ہوگی جیسے کسی گھر میں، اگر محلہ میں کوئی مسجد اہلسنت کی ہے تو اُسے چھوڑ کر اس میں پڑھنا ترکِ مسجد ہوگا اور ترکِ مسجد بلا عذرِ شرعی جائز نہیں۔ حدیث میں ہے:

لاصلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجد[2]۔ مسجد کے پڑوسی کی نماز سوائے مسجد نہیں ہوتی۔ (ت)

اور اگر کوئی مسجد نہیں تو اپنی مسجد بنائیں یا اسی کو مول لے کر وقف کردیں، اس میں تین صورتیں ہیں اگر وعظ کہنے اور حمد و نعت پڑھنے سے مقصود یہی ہے کہ لوگوں سے کچھ مال حاصل کریں تو بیشک اُس آیہ کریمہ کے تحت میں داخل ہیں اور حکم لاتشتروا باٰیٰتی ثمنا قلیلا[3] (میری آیتوں کے بدلے تھوڑے دام

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۸۶

[2] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الصلوٰۃ باب الماموم یصلی خارج المسجد الخ دار صادر بیروت ۳/ ۱۱۱

[3] القرآن الکریم ۲/ ۴۱

نہ وصول کرو۔ ت) کے مخالف، وہ آمدنی ان کے حق میں خبیث ہے خصوصاً جبکہ ایسے حاجتمند نہ ہوں جن کو سوال کی اجازت ہے کہ اب تو بے ضرورت سوال دوسرا حرام ہوگا اور وہ آمدنی خبیث تر دحرام مثل غصب ہے عالمگیریہ میں ہے:

ماجمع السائل بالتکدی فھو خبیث[1] — سائل نے کدو کاوش سے جو کچھ جمع کیا وہ ناپاک ہے۔ (ت)

دوسرے یہ کہ وعظ وحمد ونعت سے اُن کا مقصود محض اللہ ہے اور مسلمان بطورِ خود اُن کی خدمت کریں تو یہ جائز ہے اور وہ مال حلال۔ تیسرے یہ کہ وعظ سے مقصود تو اللہ ہی ہو مگر ہے حاجتمند اور عادۃً معلوم ہے کہ لوگ خدمت کرینگے اس خدمت کی طمع بھی ساتھ لگی ہوئی ہے، تو اگرچہ یہ صورت دوم کے مثل محمود نہیں مگر صورتِ اولٰی کی طرح مذموم بھی نہیں جیسے درمختار میں فرمایا:

الوعظ لجمع المال من ضلالۃ الیھود و النصارٰی[2] — مال جمع کرنے کے لئے وعظ کہنا یہود و نصارٰی کی گمراہیوں سے ہے۔

یہ تیسری صورت بین بین ہے اور دوم سے بہ نسبت اول کے قریب تر ہے جس طرح حج کو جائے اور تجارت کا کچھ مال بھی ساتھ لے جائے جسے لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم[3] (تم پر کچھ گناہ نہیں کہ تم اپنے پروردگار کا فضل (یعنی رزقِ حلال) تلاش کرو۔ ت) فرمایا، لہٰذا فتوٰی اس کے جواز پر ہے۔

افتی بہ الفقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ تعالٰی کما فی الخانیۃ والھندیۃ وغیرھما والذی ذکرتہ توفیق بین القولین، وباللہ التوفیق، واللہ تعالٰی اعلم۔

حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمہ اللہ تعالٰی نے اس پر فتوٰی دیا ہے جیسا کہ فتاوٰی قاضی خاں اور فتاوٰی عالمگیری وغیرہ میں مذکور ہے اور جو کچھ میں نے بیان کیا ہے یہ دو قولوں کے درمیان موافقت پیدا کرنا ہے، اور اللہ تعالٰی ہی سے توفیق ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۹

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۳

[3] القرآن الکریم ۲/۱۹۸

مسئلہ ۱۳۴ مسئولہ محمد عبدالرحمن از گڑھ ضلع گھیری بروز شنبہ بتاریخ ۱۱ شعبان المعظم ۱۳۳۴ھ

چہ میفرمایند علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین دریں مسئلہ (کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں۔ ت) کہ زید عرصہ اٹھارہ سال سے سفر حضر معمول علالت میں بہ پابندی بعد ادائے نمازِ فجر تلاوتِ قرآن مجید کیا کرتا ہے گو دنیاوی تعلقات اور گوناگوں تفکرات اسے بہت ہی لاحق ہیں مگر وہ اس فرض کو ہر حالت میں انجام دیتا رہتا ہے مگر بوجہ کم استعداد ہونے کے وہ مطالب سے لاعلم رہتا ہے اسی صورت میں وہ مترجم قرآن مجید لفظی اردو یا فارسی کا ترجمہ دیکھ کر روزانہ بجائے دو پارہ ایک ربع یا اس سے کم و بیش تلاوت کرے یا حسبِ معمول روزانہ دو پارہ تلاوت کرے۔ دونوں میں سے کون افضل ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

احب الاعمال الی اللہ ادومہا وان قل۔[1] اللہ عزوجل کو سب سے زیادہ وہ عمل پسند ہے جو ہمیشہ ہو اگرچہ کم ہو۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لاتکن مثل فلان کان یقوم اللیل ثم ترک قیام اللیل۔[2] فلاں کی طرح نہ ہونا تہجد پڑھا کرتا تھا پھر چھوڑ دیا۔

مہینے میں دو ختم خیر کثیر ہے اور جب اٹھارہ سال سے اس کا التزام ہے تو اس میں کمی ہرگز نہ کیجائے وفیہ حدیث عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما (اور اس بارے میں حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث موجود ہے۔ ت) قرآن عظیم کے مطالب سمجھنا بلاشبہ مطلوب اعظم ہے مگر بے علم کثیر و کافی کے ترجمہ دیکھ کر سمجھ لینا ممکن نہیں بلکہ اس کے نفع سے اس کا ضرر بہت زیادہ ہے جب تک کسی عالم ماہر کامل سُنّی دیندار سے نہ پڑھے خصوصًا اس حالت میں کہ ترجمہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے سوا آج تک اُردو فارسی جتنے ترجمے چھپے ہیں کوئی صحیح نہیں بلکہ اُن باتوں پر مشتمل ہیں کہ بے علم بلکہ کم علم کو بھی گمراہ کردیں۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل حسبنا اللہ ونعم الوکیل

---

[1] صحیح البخاری کتاب الرقاق باب القصد والمداومۃ علی العمل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۵۷

[2] سُنن ابن ماجہ ابواب اقامۃ الصلوات باب ماجاء فی قیام اللیل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۹۵

(اور اللہ تعالٰی حق ارشاد فرماتا ہے اور وہی سیدھی راہ دکھاتا ہے، ہمیں اللہ تعالٰی کافی ہے، اور وُہ اچھا کارساز ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۵ ازملک کاٹھیاواڑ مقام اڑتیان امین احمد پنجشنبہ ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

قرآن شریف کی تلاوت آواز سے کرنا یا آہستہ چاہئے؟

الجواب

قرآن مجید کی تلاوت آواز سے کرنا بہتر ہے مگر نہ اتنی آواز سے کہ اپنے آپ کو تکلیف یا کسی نمازی یا ذاکر کے کام میں خلل ہو یا کسی جائز نیند سونے والے کی نیند میں خلل آئے یا کسی بیمار کو تکلیف پہنچے یا بازار یا سرا یا عام سڑک ہو یا لوگ اپنے کام کاج میں مشغول ہیں اور کوئی سننے کے لئے حاضر نہ رہے گا، ان صورتوں میں آہستہ ہی پڑھنے کا حکم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۶ مرسلہ عبدالستار بن اسمٰعیل صاحب ازگونڈل کاٹھیاواڑ یکم صفر ۱۳۳۵ھ

اکثر لوگ اپنی جُوتیوں کو بغرضِ حفاظت مسجد کے اندر لیجا کر اپنے قریب یا کسی گوشہ میں رکھتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

www.alahazratnetwork.org

الجواب

جُوتے جن میں نجاست نہ ہو اگر کسی گوشہ میں رکھ دیئے جائیں یا اپنے پاؤں کے سامنے تو حرج نہیں مگر سجدہ کے سامنے نہ ہوں کہ نمازی کی طرف رحمتِ الٰہی متوجہ ہوتی ہے، نہ دہنی طرف کہ ادھر ملائکہ ہیں بائیں طرف کہ دوسرے کے دہنی طرف ہوں گے، ہاں اگر یہ کنارہ پر کھڑا ہے کہ اس کے بائیں طرف کوئی نہیں اور دیوار کے ساتھ متصل ہے کہ کسی کے آنے کا بھی احتمال نہیں تو رکھ سکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۷ مرسلہ محمود احمد صاحب ازقصبہ رُدولی شریف ضلع بارہ بنکی ۱۰ صفر المظفر ۱۳۳۵ھ

کیا ارشاد فرماتے ہیں حضرات علمائے دین اسلام ومفتیانِ شریعت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ جس طرح آگرہ میں مقبرہ تاج محل کے بیرونی پھاٹک واندرونی درپر ونیز دہلی کی جامع مسجد کے در پر اور بعض دیگر مقدس مقامات ومساجد کے دروں پر آیاتِ قرآن مجید کندہ ہیں اگر کسی بزرگ و برگزیدہ خدا کے مقبرہ کے دروں پر باایں احتیاط کہ زمین سے سات فٹ بلندی پر جہاں کسی قسم کی بے ادبی کا گمان بھی نہ ہو فرقانِ حمید کی کوئی سُورہ یا اسماءِ جناب احدیت جل جلالہ سنگِ مرمر کے ایسے مضبوط مصالحہ سے لکھے جائیں جو مثل پتھر کے مستحکم ہوں اور جن کا رنگ دھوپ یا پانی سے کبھی تبدیل نہ ہو سکے اور حروف ہمیشہ بدستور قائم رہیں تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

دیواروں پر کتابت سے علمائے نے منع فرمایا ہے کما فی الہندیۃ وغیرھا (جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری وغیرہ میں ہے۔ ت) اس سے احتراز ہی اسلم ہے، اگر چھوٹ کر نہ بھی گریں تو بارش میں پانی ان پر گزر کر زمین پر آئے گا اور پامال ہوگا۔ غرض مفسدہ کا احتمال ہے اور مصلحت کچھ بھی نہیں لہذا اجتناب ہی چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۰: جناب مولوی صاحب! یہ عرض ہے اگر چلّے کے اندر مرد عورت سے بولے پھر عورت چالیس دن کا چلّہ نہائے تو عورت پاک ہوجائے گی اور نماز روزہ اور قرآن شریف کی عبادتوں کے لائق ہوجائے گی، چلّے کے اندر عورت نے انکار کیا مرد ناراض ہو یا کہے کہ جی میں آتا ہے کہ میں نکاح کرلوں، عورت کو ان باتوں کا خیال ہو اور بلوائے اس کا مسئلہ، اس سے بہت ڈر معلوم ہوتا ہے۔

الجواب

بچہ پیدا ہونے کے بعد جس وقت خون بند ہوجائے اگر چلّے کے اندر پھر نہ آئے تو اسی وقت سے عورت پاک ہوجاتی ہے مثلاً فقط ایک منٹ بھر خون آیا پھر نہ آیا تو بچہ پیدا ہونے کے اسی ایک منٹ تک ناپاکی تھی پھر پاک ہوگئی، نہا کے نماز پڑھے روزہ رکھے، پھر اگر چلّے کے اندر خون نہ آیا تو یہ نماز روزے سب صحیح ہوگئے اور اگر پھر آگیا تو نماز روزے پھر چھوڑ دے۔ اب اگر پورے چلّے یا اس سے کم پر جاکر بند ہوا تو شروع پیدائش سے اس وقت تک سب دن خون کے سمجھے جائیں گے وہ نمازیں جو پڑھیں بیکار گئیں اور وہ فرضی روزے جو رکھے قضا کئے جائیں گے، اور اگر چلّے سے بھی باہر جاکر بند ہوا اس سے پہلے بچہ پیدا ہونے میں جتنے دن خون آیا تھا اُتنے دن ناپاکی کے سمجھے جائیں گے باقی پاکی کے، مثلاً گھڑی بھر خون آیا اور بند ہوگیا پھر پچیس (۲۵) دن بعد آیا اور چالیس دن سے پاؤ گھڑی زیادہ تک آیا کہ شروع پیدائش بچہ سے اس وقت تک چالیس دن پاؤ گھڑی کا عرصہ ہُوا تو اس سے پہلے اگر کوئی بچہ نہ ہوا تھا جب تو پورا چلّہ ناپاکی کا ہوگا فقط پاؤ گھڑی یا جتنا چلّے سے بڑھا استحاضہ ہے اس میں وضو کرکے نماز پڑھ سکتی ہے اور روزہ تو بہرحال روا ہے، اور اگر پہلے بچہ پر مثلاً بیس (۲۰) دن خون آیا تھا تو بیس دن ناپاکی کے ہیں باقی دن پاکی کے ہیں ان میں نماز روزے نہ رکھے ہوں قضا کرنے ہوں گے یہ حکم ہے۔ اور عورتوں میں جو مشہور ہے کہ خون آئے یا بند ہوجائے چلّہ پُورا ہی کرکے نہاتی ہیں اور جب تک نمازیں قضا کرتی ہیں یہ سخت حرام ہے۔ رہا خاوند کے پاس جانا اگر چلّہ کے اندر خون بند ہوجائے اور اُتنے دنوں سے کم ہو جتنے دن اس سے پہلے بچہ میں آیا تھا تو خاوند کے پاس جانا حرام ہے، اور اس کا یہ کہنا عورت کسی طرح نہیں مان سکتی مانے گی تو سخت

گنہگار رہوگی توبہ کرے، اور اگر اُتنے دن پورے ہولئے جتنے دنوں اس سے پہلے بچّہ میں آیا تھا اس کے بعد بند ہوا اور چلّہ ابھی پورا نہ ہوا تو جب عورت نہالے گی یا ایک نماز کا وقت اُس پر گزر جائے گا اس وقت 25 خاوند کے پاس جاسکتی ہے ورنہ ہرگز نہیں۔

مسئلہ ۱۳۹ از جالندھر شہر چوک مرسلہ محمد امین مورخہ ۲۳ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

قطب کی طرف پاؤں کرکے سونا چاہئے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

کوئی حرج نہیں، وہ ایک ستارہ ہے، ستارے سب طرف ہیں فقط۔

مسئلہ ۱۴۰ از محلہ نالہ بریلی ببن خاں مورخہ ۲۸ ذی القعدہ

ایک شخص نے طرف کعبہ شریف کے پیر کئے لیکن اُس کو خیال تھا جب اُٹھوں گا تو میرا منہ زیارت مقدس کی طرف ہوگا اور میں پڑھتا اُٹھوں گا۔

الجواب

کعبہ معظمہ کی طرف پاؤں کرکے سونا بلکہ اُس طرف پاؤں پھیلانا سونے میں ہو خواہ جاگنے میں، لیٹے میں ہو خواہ بیٹھے میں، ہر طرح ممنوع و بے ادبی ہے۔ اور یہ اُس کا خیال حماقت ہے، سُنّت یوں ہے کہ قطب کی طرف سر کرے اور سیدھی کروٹ پر سوئے کہ سونے میں بھی منہ کعبہ کو ہی رہے۔ ہاں وہ مریض جس میں اُٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہیں اُس کی نماز کے لئے ایک طریقہ یہ رکھا گیا ہے کہ پائنتی قبلہ کی طرف ہو اور سر کے نیچے اُونچا تکیہ رکھ دیں کہ منہ کعبہ معظمہ کو ہو پھر یہ ضرورت کے واسطے۔ غیر مریض اپنے آپ کو اُس پر قیاس نہیں کرسکتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۱ تا ۱۴۲ مولوی نذیر احمد صاحب ساکن سمو ہان پرگنہ نواب گنج بریلی مورخہ ۲ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیانِ عظام مسائلِ مفصلہ ذیل میں:

(۱) بی بی سے ہمبستری کس طرح سنّت ہے؟

(۲) دن میں بی بی سے ہمبستر ہونا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) جو وقت تمام شرعی ممانعتوں سے خالی ہو اس میں تین نیتوں سے: طلبِ[۱] ولدِ صالح کہ توحید و رسالت کی شہید دے تکثیرِ امتِ مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کرے۔ عورت[۲] کا ادائے حق اور اسے پریشان خاطری و پریشان نظری سے بچانا۔ یادِ[۳] الٰہی و اعمالِ صالحہ کے لئے اپنے قلب کا

www.alahazratnetwork.org

اُس تشویش سے فارغ کرتا وُں کر نہ اپنی برہنگی ہو نہ عورت کی کہ حدیث میں فرمایا ،

ولایتجردان تجرد العیر۔[1] دونوں (میاں بیوی) گدھوں کی طرح ننگے نہ ہوں (ہمبستری کے وقت)۔ (ت)

اور اُس وقت نہ رُو بقبلہ ہو نہ پُشت بقبلہ ، عورت چیت ہو اور یہ اکڑوں بیٹھے اور بوس وکنار و مساعی و ملاعبت سے شروع کرے ، جب اُسے بھی متوجہ پائے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جنبنا الشیطن و جنب الشیطان مارزقتنا[2] (اللہ تعالٰی کے نام سے ابتداء جو بیحد رحم کرنے والا مہربان ہے۔ اے اللہ ہمیں شیطان کے وار سے بچائیے اور جو کچھ تُو نے ہمیں عطا فرمایا اس میں شیطان کو ہم سے دُور رکھئے۔ ت) کہہ کر آغاز کرے اور اس وقت کلام اور فرج پر نظر نہ کرے ، بعد فراغ فوراً جدا نہ ہو یہاں تک کہ عورت کی بھی حاجت پُوری ہو ، حدیث میں اس کا بھی حکم ہے۔ اللہ عزوجل کی بے شمار درودیں اُن پر جنھوں نے ہم کو ہر باب میں تعلیم خیر دی اور ہماری کسی حاجت دینی و دنیوی کو مہمل نہ چھوڑا۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وبارك علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین۔

(۲) جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۳: از ریاست جموں کشمیر خاص محلہ زرگریاں بخانہ منشی ابراہیم براستہ جہلم مرسلہ محمد یوسف صاحب ۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

اگر کوئی مولوی صاحب مجلس وعظ میں جو کہ قرآن شریف وحدیث شریف سے ہو کہیں کہ ہماری چارپائی دُور بچھاؤ تاکہ ہمارے کان میں آوازِ وعظ نہ آئے تکبراً اور عناداً ، تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے ؟

الجواب

اگر یہ امر واقعی ہے کہ وہ واعظ سُنی العقیدہ پورا عالم صحیح البیان تھا اور اس شخص نے بلا وجہ شرعی محض تکبر و عناد کے سبب وہ الفاظ کہے تو ضرور گنہگار اور سخت مواخذہ کا سزاوار ہوگا۔

فمالھم عن التذکرۃ معرضین کانھم حمر مستنفرۃ فرت من قسورۃ۔[3] اُنھیں کیا ہوا کہ وعظ سے مُنہ پھیرتے ہیں گویا وہ بھڑکے ہوئے گدھے ہیں کہ شیر سے بھاگے ہوں۔

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن سعد عن ابی قلابہ حدیث ۴۴۸۶۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۳۴۸

[2] " " حم، ق عن ابن عباس " ۴۴۸۴۷ " " " ۱۶/ ۳۴۵

[3] القرآن الکریم ۷۴/ ۴۹ تا ۵۱

اور اگر وہ واعظ بدمذہب تھا یا جاہل تھا یا غلط سلط بیان کرتا یا عالم کہ کسی طمع وغیرہ کے سبب اُلٹی کہتا اس وجہ سے احتراز کیا تو بجا کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۴ از جوالاپور ڈاک خاص تحصیل رڑکی ضلع سہارنپور مرسلہ سید امتیاز علی نائب مدرس مدرسہ پرائمری اسکول ۶ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کام اس عاجز نے کارِ ثواب سمجھ کر کیا مگر بعد کو چند اصحاب سے معلوم ہوا کہ یہ کام بالکل ناجائز ہے لیکن اکثر جائز بھی بتلاتے ہیں جس کی وجہ سے بندہ بحرِ تذبذب میں شب و روز غوطہ زن ہے، امید کہ حضرت اس کو مبدل بخوشی کرینگے، دراصل حقیقت یہ ہے کہ بندہ نے اپنے ہر دو ہاتھوں پر ہتھیلی سے چھ چھ انگشت کے فاصلہ پر ایک ہاتھ پر یا اللہ دستِ ثانی پر یا محمد بذریعہ مشین کھدوالیا ہے، بندہ کو اللہ و محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبتِ قلبی ہے، بندہ خاندانِ چشت اہلِ بہشت نیز ہر چہار خاندان کے زمرہ میں ہے، بندہ نے اس غرض سے یہ کام کیا تھا کہ بندہ کے دل سے اللہ و محمد (عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہر دم نکلتا رہے نیز جو شخص اس کو دیکھے اس کی زبان سے ایک مرتبہ کم از کم یا اللہ یا محمد نکلے، بندہ کی عقلِ ناقص اسی قدر ہے جو کہ ظاہر کی گئی، امید کہ اس مشتبہ کو حضور بندہ کے دل سے دور کرینگے نیز عرض ہے کہ اگر یہ ناجائز ہو تو بندہ کو مطلع کرنا کہ کیا کام کیا جائے کہ اللہ جل شانہٗ بزرگ و برتر اپنی رحمتِ کاملہ سے اس بارِ عظیم سے سبکدوش کردے یہ مٹانے سے مٹ اور چھیلنے سے چھل بھی نہیں سکتا۔

الجواب

یہ غالباً خون نکال کر اُسے روک کر کیا جاتا ہے جیسے نیل گدوانا۔ اگر یہی صورت ہو تو اس کے ناجائز ہونے میں کلام نہیں اور جبکہ اس کا ازالہ ناممکن ہے تو سوا توبہ و استغفار کے کیا علاج ہے مولیٰ تعالیٰ عزوجل توبہ قبول فرماتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۵ از مرادآباد مدرسہ اہلسنت بازار دیوان مرسلہ مولوی عبدالودود صاحب بنگالی قادری برکاتی رضوی طالب علم مدرسہ مذکور ۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

لوگوں کے نام کے آگے جو محمد ہے اس پر حرف (م) اس طرح لکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

حرف (م) لکھنا جائز نہیں نہ لوگوں کے نام پر نہ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسم کریمہ

لوگوں کے نام پر تو یُوں نہیں کہ وُہ اشارہ درود کا ہے اور غیر انبیاء و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بالاستقلال درود جائز نہیں اور نامِ اقدس پر یُوں نہیں کہ وہاں پُورے درود شریف کا حکم ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لکھے فقط ؐ یا صلم یا صلعم جو لوگ لکھتے ہیں سخت شنیع وممنوع ہے یہاں تک کہ تاتارخانیہ میں اس کو تخفیف شانِ اقدس ٹھہرایا والعیاذ باللہ تعالٰی۔

مسئلہ ۱۴۶ از کوہ منصوری ڈاک خانہ کلھڑی کام اپرانڈیا گیٹ مستری حکیم اللہ ۳۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

پردیس میں بال بچے دار کو کب تک رہنا چاہیے؟

الجواب

بلاضرورت سفر میں زیادہ رہنا کسی کو نہ چاہئے، حدیث میں حکم فرمایا ہے کہ جب کام ہو چکے سفر سے جلد واپس آؤ اور جو وطن میں زوجہ چھوڑ آیا ہوا ُسے حکم ہے کہ جہاں تک بن پڑے چار ماہ کے اندر اندر واپس آئے بذٰلک امر امیرالمومنین الفاروق الاعظم علیہ الرضوان (مومنوں کے حکمران، حق اور باطل میں سب سے بڑے فرق کرنے والے حضرت عمر نے مسلمانوں کو یہی حکم فرمایا تھا انھیں اللہ تعالٰی کی خوشنودی حاصل ہو۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۷ از سورت برہان پوری بھاگل مرسلہ سید زین القاری ۳۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

تاریخ کا پتھر جماعت خانہ کے صحن کے پتھر کے نیچے کھڑا نصب کیا گیا ہے کہ جس پتھر پر دوسرا پتھر بچھایا گیا ہے اور یہ دوسرا اوپر کا پتھر نیچے کے کھڑے نصب کئے ہوئے پتھر کے اوپر دو انچ لمبا بڑھا ہوا ہے اور اس اوپر کے پتھر پر سے لوگوں کا گزر ہوتا ہے یعنی اس پر قدم گرتے ہیں مذکور منصوب پتھر پر ماہ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ کندہ ہے اس کندہ حرفوں پر لوگوں کے قدم گرتے نہیں ہیں تو آیا اس میں کسی طرح کا حرج ہے کیونکہ لوگ "رمضان المبارک" لفظ قرآن شریف کا ہونے کی بہت بحث کرتے ہیں عوام الناس میں بہت بری افواہیں پھیل رہی ہیں اور نفاق کی صورت ہے۔

الجواب

اوّلاً "رمضان" اور "مبارک" دونوں لفظ کلام شریف کے ہیں، ثانیاً "رمضان مبارک" کا نام خود واجب التعظیم ہے بلکہ حدیث میں آیا کہ "رمضان" اسماءِ الٰہیہ سے ہے۔ ثالثاً کچھ نہ ہوتا تو حروف کی تعظیم خود لازم ہے اگرچہ اُن میں کچھ لکھا ہو۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

اذا کتب اسم فرعون اوکتب اسم ابی جہل علٰی غرض یکرہ جب فرعون یا ابوجہل کا نام لکھا جائے، کسی غرض کے لئے لکھا جائے تو پھر یہ مکروہ (ناپسندیدہ) ہے

ان یرموا الیہ لأن لتلک الحروف حرمۃ۔[1] کہ لوگ انھیں پھینک دیں کیونکہ ان حروف کی تعظیم ہے۔ (ت)

ان حرفوں پر اگرچہ پاؤں رکھنے میں نہیں آتا پاؤں ان سے اونچا تو ہوتا ہے یہ خلافِ ادب ہے پتھر یہاں سے نکال کر اونچا نصب کریں کہ سر سے بلند رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۸: از الٰہ آباد سرائے گڈھا دار الطلبہ مرسلہ محمد امیر حسن ۱۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۶ھ

چند پتھروں میں مسجد کے مختصر تاریخی و نیز تاریخ تعمیر چوب قلم سے کندہ کرا کے مسجد کی مغربی دیوار میں محراب کے اوپر نصب کرنا جس سے نمازیوں کی نظر اس پر پڑنے کا احتمال ہے اور نماز میں خیالات بٹنے کا اندیشہ ہے بلاکراہت جائز ہے یا نہیں؟

ایک صاحب نے چندہ سے مسجد بنوانے کی کوشش کی اسی وجہ سے اپنا نام بھی پتھر میں کندہ کرانا چاہتے ہیں آیا نام کا کندہ کرانا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب

نام کندہ کرانے کا حکم اختلافِ نیت سے مختلف ہوتا ہے اگر نیت ریا و نمود ہے حرام و مردود ہے، اور اگر نیت یہ ہے کہ تا بقائے نام مسلمان دعا سے یاد کریں تو حرج نہیں، اور حتی الامکان مسلمان کا کام محل نیک ہی پر محمول کیا جائے گا، پتھر جبکہ محراب سے اونچا ہوگا نماز میں اس پر نظر پڑنے کی کوئی وجہ نہیں، نماز میں سجدہ کی جگہ نظر رکھنے کا حکم ہے اور اوپر نگاہ اٹھانا تو جائز ہی نہیں۔ حدیث میں فرمایا گیا کہ ان کی نگاہ اوپر ہی اُچک لی جائے اور واپس نہ دی جائے۔[2] واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۹: از غازی پور محلہ میاں پورہ مرسلہ علی بخش صاحب محرر رجسٹری ۲۳ شوال ۱۳۳۶ھ

(۱) صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سوا ائمہ مجتہدین و شہداء و صالحین خصوصاً اولیائے کاملین و علمائے متقین کی شان میں اُن کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لفظ کہنا کیسا ہے، چاہئے یا نہیں؟

(۲) شرعاً انبیاء و مرسلین و ملائکہ و مقربین کے نام کے ساتھ علیہ السلام اور صحابہ کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اولیاء و علماء کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ کہنے کا کیا حکم ہے؟

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۲۳

[2] صحیح البخاری کتاب الاذان باب رفع البصر الی السماء فی الصلوٰۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰۳-۱۰۴

ہر ایک کے لئے یہ الفاظ تخصیص کے ساتھ خاص کر دیے گئے ہیں یا جس کے نام کے ساتھ جو الفاظ چاہیں کہہ سکتے ہیں؟

الجواب

(۱) رضی اللہ تعالٰی عنہم صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو تو کہا ہی جائے گا ائمہ و اولیاء و علمائے دین کو بھی کہہ سکتے ہیں، کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف و جملہ تصانیف امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی وغیرہ اکابر میں یہ شائع و ذائع ہے۔ تنویر الابصار میں ہے:

یستحب الترضی للصحابۃ والترحم للتابعین ومن بعدھم من العلماء والاخیار وکذا یجوز عکسہ علی الراجح۔[1]

صحابہ کرام کے اسمائے گرامی کے ساتھ "رضی اللہ تعالٰی عنہ" کہنا یا لکھنا مستحب ہے، تابعین اور بعد والے علماء کرام اور شرفاء کیلئے "رحمۃ اللہ علیہ" کہنا یا لکھنا مستحب ہے اور اس کا اُلٹ بھی راجح قول کی بناء پر جائز ہے یعنی صحابہ کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ اور دوسروں کے ساتھ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (ت)

(۲) صلٰوۃ و سلام بالاستقلال انبیاء و ملائکہ علیہم الصلٰوۃ والسلام کے سوا کسی کے لئے نہیں، ہاں بہ تبعیت جائز ہے جیسے اللھم صل وسلم علی سیدنا ومولٰنا محمد وعلٰی اٰل سیدنا ومولٰنا محمد۔ اور صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے لئے رضی اللہ تعالٰی عنہ کہا جائے، اولیاء و علماء کو رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم یا قدست اسرارھم، اور اگر رضی اللہ تعالٰی عنہم کہے جب بھی مضائقہ نہیں جیسا کہ ابھی تنویر سے گزرا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۱: از حیدر آباد دکن مرسلہ محمد اکبر علی صاحب مدیر صحیفہ روزانہ ۱۲ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مونوگرام بنانا چاہتا ہے جس کا نقشہ درج ذیل ہے، دریافت طلب یہ ہے کہ اس مہر کے چوتھے درجہ میں ایک آیۃ قرآنیہ لکھی ہوئی ہے

اُس کے اُوپر کے تین درجوں میں انگریزی میں اخبار روزانہ صحیفہ حیدر آباد دکن درج ہیں اس میں کوئی امر آیۃ قرآنیہ کی توہین کا تو نہیں ہے، اگر ہے تو کس آیت یا حدیث کی بناء پر ہے؟ اگر انگریزی کے عوض چینی، جاپانی یا اطالوی زبان میں خاص اُن کے حروف میں کوئی عبارت لکھ کر نیچے آیۃ قرآنیہ لکھی جائے تو اس میں کوئی مضائقہ ہے

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار مسائل شتّٰی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۵۰

یا نہیں؟

دوسرا امر یہ ہے کہ اس مونوگرام کو اخبار کے بیرونی طبلق اور دوسرے خط وکتابت کے لفافہ جات پر چھپوایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس لئے کہ طبلق اور لفافہ جات مثل ملفوفہ کے حفاظت سے نہیں رکھے جاتے ہیں بلکہ ان کو چاک کرکے ردی میں پھینکا جاتا ہے، اس صورت میں اگر لفافہ جات و طبلق وغیرہ پر اسے چھپوایا جائے تو کیا کوئی حرج شرعی لازم آتا ہے؟ اگر آتا ہے تو کس آیت یا حدیث کی بنا پر؟

المستفتی الفقیر الی اللہ الولی محمد اکبر علی مدیر صحیفہ روزانہ

الجواب

تعظیم قرآن عظیم ایمان مسلم ہے، اُس کے لئے کسی خاص آیت وحدیث کی کیا حاجت، اور تعظیم و بے تعظیمی میں بڑا دخل عرف کو ہے۔ محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

یحال علی المعھود۔[1] یہ معاملہ عرف اور رواج کے حوالے کیا جاتا ہے (ت)

حال قصد تعظیم انگریزی، چینی، جاپانی، جرمنی، لاطینی، جو زبان غیر اسلامی ہو جسے اسلام نے فارسی اور اُردو کی طرح اپنا خادم ذکر لیا جس کی وہ زبان نہ ہو اُسے بلاضرورت اُس میں کلام نہ چاہئے۔

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

ایاکم ورطانۃ الاعاجم، رواہ البیہقی۔[2] عجمی لوگوں کی زبانیں بولنے سے بچو۔ امام بیہقی نے اس کو روایت کیا۔ (ت)

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

فانہ یورث النفاق۔ رواہ الحاکم فی صحیحہ المستدرک۔[3] کیونکہ یہ چیز نفاق پیدا کر دیتی ہے۔ حاکم نے اپنی صحیح مستدرک میں اس کو روایت کیا (ت)

نہ قرآن عظیم کا اُس سے ملانا کہ ضم شرعاً وعقلاً وعرفاً مجانست ہے لہذا علمائے کرام نے زمخشری معتزلی کا تفسیر میں بعض ابیات ہزل لانا اگرچہ بروجہ استشہاد تھا سخت مذموم ومعیوب وخلاف ادب

---

[1] فتح القدیر

[2] المصنف لعبدالرزاق باب الصلوٰۃ فی البیعۃ حدیث ۱۶۰۹ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۴۱۱

[3] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ فضل کافۃ العرب الخ مکتب المطبوعات الاسلامیہ ۴/۸۷

جانا۔ علامہ برہان الدین حیدر بن الہروی تلمیذ علامہ تفتازانی پھر فاضل شمس الدین اصبہانی اپنی تفسیر جامع بین الکبیر والکشاف میں کشاف کے محاسن لکھ کر فرماتے ہیں ؛

الا انہ لاخطانہ سلوك الطرق الادبیۃ التزم فی کتابہ امورا ادھشت رونقہ وابطلت منظرہ فتکدرت مشاربہ وتنزلت مرتبتہ منہا انہ لشغفہ باظہار الفضائل والکمالات وان یعرف انہ مع تبحرہ فی العلوم موصوف بلطائف المحارۃ ونفائس المحاضرۃ اورد فیہ ابیاتا بنی علی الھزل والفکاھۃ اساسہا وھذا امر من الشرع والعقل بعید اھ ملتقطا۔

مگر یہ کہ زمخشری اس وجہ سے ادبی طریقوں پر چلنے سے غلط ہوگیا کہ اُس نے اپنی کتاب میں ایسے امور کا اہتمام کیا کہ جن سے اُن کی رونق دہشت زدہ ہوگئی اور اُن کا منظر باطل ہوگیا اور اس کے پانی کی نالیاں گدلی ہوگئیں اور اسکی زیب زینت نیچی ہوگئی۔ اُن میں سے ایک بات یہ ہے کہ وُہ فضائل وکمالات کے اظہار کا دلدادہ ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ اس بات کا تعارف ہو جائے کہ وہ علوم میں سمندر کی حیثیت رکھنے کے باوجود دلچسپ محاوروں اور نفیس چٹکلوں سے موصوف ہے، اس لئے اس نے کتاب میں کچھ ایسے اشعار پیش کئے کہ جن کی بنیاد ہنسی مذاق اور خوش طبعی پر ہے۔ اور یہ بات شریعت اور عقل کے اعتبار سے امر بعید ہے اھ ملتقطا (ت)

www.alahazratnetwork.org

نہ کہ انگریزی کا اوپر اور آیۂ کریمہ کا نیچے ہونا نہ کہ تین درجے بلندی۔ یہاں علو وسفل ضرور عرفاً تعظیم و بے تعظیمی کا مشعر ہوتا ہے ولہذا مروی ہوا کہ انگشتری مبارک حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں کہ محمد رسول اللہ منقوش تھا سطر بالا میں کلمۂ جلالت تھا اور سطر دوم میں رسول سوم میں نام اقدس اس شکل پر
اللہ
رسول
محمد
 ظاہر جبھی سے مُہروں میں یہ رسم ہے کہ نیچے سے اوپر کو پڑھی جاتی ہیں۔ علامہ اسنوی پھر علامہ ابن رجب وغیرہما فرماتے ہیں ؛

کتابتہ کانت من اسفل الی فوق یعنی الجلالۃ اعلی الاسطر الثلاثۃ ومحمد اسفلہا ویقرأ من اسفل[2]

مُہر میں لکھائی نیچے سے اوپر کی طرف ہوتی ہے یعنی اللہ تعالٰی کا بارُعب نام تین سطروں میں اوپر مذکور ہے اور حضور پاک کا اسم گرامی سب سے نیچے ہے اور پھر نیچے کی طرف سے پڑھا جاتا ہے (ت)

---

[1]

[2] فتح الباری کتاب اللباس باب ہل یجعل نقش الخاتم الخ مصطفی البابی مصر ۱۲/ ۳۴۴

شیخ محقق اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں :

بود نقش خاتم سہ سطر یک سطر پایاں محمد و سطر میانہ رسول و سطر دیگر بالا اللہ شیخ محی الدین نووی گفتہ سطر اول اللہ وسطر دوم رسول و سطر سوم محمد بدین ہیأت[1]

الله
رسول
محمد

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انگوٹھی کا نقش مبارک کچھ اس طرح تھا کہ ایک سطر میں سب سے نیچے حضور کا اسم گرامی اور درمیانی سطر میں لفظ رسول اور سب سے اوپر والی سطر میں لفظ " اللہ " درج تھا۔ شیخ محی الدین نووی نے فرمایا : حضور پاک کی مُہر کا نقش مبارک (نقشہ مذکور کی طرح تھا) پہلی سطر میں لفظِ اللہ ، دوسری سطر میں لفظِ رسول اور تیسری سطر میں لفظِ محمد اس شکل میں درج تھا

الله
رسول
محمد

علامہ عزیز الدین بن جماعہ فرماتے ہیں :

انہ الیق بکمال ادبہ[2] (کمال ادب عزت وعظمت کے یہی زیادہ لائق ہے۔ ت)

اور پھر آیۂ کریمہ کو اخبار کی طبلق یا کارڈ یا لفافوں پر چھپوانا ضرور بے ادبی کو مستلزم اور حرام کی طرف منجر ہے اُس پر چھٹی رسانوں وغیرہم بے وضو بلکہ جنب بلکہ کفار کے ہاتھ لگیں گے جو ہمیشہ جنب رہتے ہیں اور یہ حرام ہے۔

www.alahazratnetwork.org

قال تعالٰی لایمسہ الا المطھرون[3] اللہ تعالٰی نے فرمایا : قرآن مجید کو صرف پاک لوگ ہی ہاتھ لگاتے ہیں (ت)

مُہریں لگانے کے لئے زمین پر رکھے جائیں گے پھاڑ کر ردی میں پھینکے جائیں گے ان بے حُرمتیوں پر آیت کا پیش کرنا اس کا فعل ہواسے

کردم از عقل سوالے کہ بگو ایمان چیست
عقل در گوش دلم گفت کہ ایمان ادب ست

(میں نے عقل سے یہ سوال کیا کہ تو یہ بتا دے کہ ایمان کیا ہے، عقل نے میرے دل کے کانوں میں کہا کہ ایمان ادب کا نام ہے۔ ت)

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ کتاب اللباس باب الخاتم الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۵۶۰
[2] حاشیۃ البجرمی کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ المعدن والرکاز المکتبۃ الاسلامیہ دیار بکر ترکیا ۲/۳۲
[3] القرآن الکریم ۵۶/۷۹

فنسأل اللہ حسن التوفیق (ہم اللہ تعالٰی سے اچھی توفیق کا سوال کرتے ہیں۔ت) اس سوال کا منشا ہی اس کے جواب کو بس تھا کہ قلب کی حالتِ ایمانی نے ان دونوں باتوں میں خدشہ جانا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: الاثم ماحاك فی صدرك[1] (گناہ وہ جو تیرے دل میں کھٹکے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۲: از ریاست چھتاری مدرسہ محمودیہ ضلع بلند شہر مرسلہ امیر حسین صاحب طالب علم ۴ رجب ۱۳۳۷ھ

چہ می فرمایند علمائے دین اندرینکہ سامعین را در مجلس وعظ و نصیحت اندرون وعظ درود شریف خواندن بر روح پُر فتوح صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جائز است یا چہ؟

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ وعظ و نصیحت کی مجلس کے دوران سننے والوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسم گرامی سن کر درود شریف پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: درود شریف خواندن بر روح پُر فتوح صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم در مجلس وعظ و پند بلاشک بلاشبہہ جائز است بلکہ مستحب حصول ثواب است کما فی رد المحتار ونص العلماء علی استحبابها فی مواضع یوم الجمعة وغیر ذلك ومنها الوعظ[2] وشرذمہ قلیلہ وجہلاء عدیدہ کہ ایشاں از ضوابط دین و قواعد شرع متین بہرہ کامل و حظ وافر نمی دارند بدون تفرقہ و بغیر امتیاز حق و باطل درود شریف را از قبیل بدعت ضلالہ شمارہ بر عدم جواز فتوٰی دادہ اند قابل اعتبار اصلا نیست چونکہ مخالف کتب شرعیہ است، اللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔ کتبہ فدوی محمد امیر حسین عفی عنہ۔

حضور کی رُوح پُر فتوح صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا مجلسِ وعظ و نصیحت میں بے شک وشبہہ نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے اور اجر و ثواب کا ذریعہ ہے، جیسا کہ فتاوٰی شامی میں مذکور ہے۔ چنانچہ علمائے کرام نے درود شریف چند مقامات میں پڑھنے کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی ہے، مثلاً جمعہ کے دن اور وعظ و نصیحت کے دوران، اور ان دو کے علاوہ باقی اچھے مقامات ہیں۔ لیکن ایک چھوٹی سی جماعت جو چند جاہلوں پر مشتمل ہے کہ جو دین کے ضابطوں اور شرع متین کے قاعدوں سے پوری طرح واقف نہیں اور انھیں اچھی طرح نہیں جانتے، اور نہ دین سے پورا حصہ رکھتے ہیں اور وہ تفرقہ اور حق و باطل کے درمیان امتیاز کئے بغیر درود شریف کو ایک گمراہ کن بدعت شمار کرکے اس کے ناجائز

www.alahazratnetwork.org

[1] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تفسیر البر والاثم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۴
[2] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۴۸

ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں، لہٰذا اُن کا یہ فتویٰ غیر معتبر ہے کیونکہ وہ اسلامی نصاب اور کتب شرعی کے خلاف ہے۔ اللہ تعالٰی راہِ صواب کو اچھی طرح جانتا ہے۔ کتبہ فدوی محمد امیر حسین عفی عنہ

الجواب

فی الواقع درود شریف از اعظم مطلوبات و اجل مندوبات و افضل مثوبات است واعظ از او منع نکند مگر گمراہ و درباره سامعین خود احادیث کثیرہ ناطق است کہ ہنگامِ سماع ذکر اقدس ہرکہ درود نفرستد وعید براو صادق است آرے باید کہ جہر نکنند تا در سماع وعظ خلل نیفتد فی الدر المختار والصواب انہ یصلی علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عند سماع اسمہ فی نفسہ[1] وفی ردالمحتار وکذا اذا ذکر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایجوز ان یصلوا علیہ بالجہر بل بالقلب وعلیہ الفتوی رملی[2] ہمدرانست قولہ (فی نفسہ) ای بان یسمع نفسہ او یصحح الحروف فانہم فسروہ بہ وعن ابی یوسف قلبا الخ[3] قلت وعلی الاول عمل المسلمین فی الوعظ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

واقعی درود شریف سب سے بڑا مطلوب، بڑی شان والا، مستحب اور سب سے افضل ثواب۔ لہٰذا وہی واعظ درود شریف پڑھنے سے منع کرے گا جو گمراہ ہو۔ اور وعظ سننے والوں کے متعلق بیشمار حدیثیں ناطق ہیں (یعنی دورانِ وعظ ان کا درود شریف پڑھنا بتا رہی ہیں) کہ حضورِ اطہر کا ذکر اقدس سن کر جو اُن پر درود نہ بھیجے اس پر عذاب کی دھمکی (جو حدیث میں آئی ہے) بلاشبہ صادق ہے۔ ہاں یہ ضرور خیال رکھیں کہ بلند آواز سے نہ پڑھیں تاکہ وعظ و نصیحت سننے سے نقصان پیدا نہ ہو۔ چنانچہ درمختار میں ہے صواب یہ ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اسم گرامی سن کر آپ پر دل میں درود شریف پڑھے۔ فتاوٰی شامی میں ہے یونہی جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر چھڑ جائے تو آپ پر بلند آواز سے درود شریف نہ پڑھیں بلکہ دل میں پڑھیں اور اسی پر فتوٰی ہے، رملی۔ اسی میں ہے قولہ یعنی مصنف کا "فی نفسہ" کہنا، اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس کا نفس سنے (اور اسے سنائے) یا حروف کو صحت کے ساتھ ادا کرے کیونکہ اہل علم نے

---

[1] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب الجمعۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۳
[2] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۵۰
[3] " " " " " ۱/۵۵۱

اس کی یہی تفسیر بیان فرمائی ہے، اور قاضی امام ابویوسف علیہ الرحمۃ سے اس کی تفسیر (قلبا الخ) مروی ہے یعنی دل میں پڑھے۔ وعظ میں پہلی بات پر مسلمانوں کا عمل ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۳ ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے ایک جوان لڑکی ہے اور وہ مسجد بنواتا ہے، آیا اس پر مسجد بنوانا لازم ہے یا لڑکی کا نکاح کرنا۔ فقط

الجواب

مسجد بنانا خیر کثیر ہے، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من بنی للہ مسجدا بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ[1] — جو اللہ کے لئے مسجد بنائے اللہ اس کیلئے جنت میں گھر بنائے۔

خصوصاً اگر وہاں مسجد کی حاجت ہو تو اس کے فضل کی حد ہی نہیں۔ نکاحوں میں کثرتِ مصارف شرعاً کچھ ضرور نہیں یہ لوگوں نے اپنی رسمیں نکال لی ہیں کہ رسم کو آدمی جہاں ضروری جانے پورا کرتا ہی ہے مسجد بنانے سے نہ روکا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۱۵۴ از میرٹھ مرسلہ مولوی محمد حبیب اللہ صاحب قادری رضوی خطیب جامع مسجد خیر نگر مدرس مدرسہ قومیہ

گم شدہ شے کے دریافت کے لئے یٰسین شریف سے نام نکالا جاتا ہے یا کسی اور طرح چور کا پتا معلوم کرنے کے لئے یہ طریقہ ٹھیک ہے یا نہیں؟

الجواب

یہ طریقے نامحمود ومضر ہیں اور ان سے جس کا نام نکلے اُسے چور سمجھ لینا حرام۔

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[2] — اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ — گمان سے بچو کیونکہ گمان سے زیادہ جھوٹی بات ہے الحدیث۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] المعجم الاوسط للطبرانی حدیث ۳۲۸۳ مکتبۃ المعارف الریاض ۴/ ۱۹۲

[2] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲ [3] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم الظن والتجسس ۲/ ۳۱۶

مسئلہ ۱۵۵ از میرٹھ مرسلہ مولوی حبیب اللہ صاحب قادری رضوی خطیب مسجد جامع خیر نگر مدرس مدرسہ قومیہ
فال کیا ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟ سعدی و حافظ وغیرہ کے فالنامے صحیح ہیں یا نہیں؟

الجواب

فال ایک قسم استخارہ ہے، استخارہ کی اصل کتبِ احادیث میں بکثرت موجود ہے، مگر یہ فالنامے جو عوام میں مشہور اور اکابر کی طرف منسوب ہیں بے اصل و باطل ہیں، اور قرآن عظیم سے فال کھولنا منع ہے، اور دیوان حافظ وغیرہ سے بطور تفاؤل جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۶ از میرٹھ مرسلہ مولوی حبیب اللہ صاحب قادری رضوی خطیب جامع مسجد خیر نگر مدرس مدرسہ قومیہ
انگریزی قلم و روشنائی سے تعویذ لکھنا کچھ عیب یا حرج ہے اور ہندوستانی قلم و سیاہی کیا ضروری ہے؟

الجواب

ہاں تعویذات و اعمال میں ایسی اشیائے سے احتراز ضرور ہے جس میں ناپاک چیز کا میل ہو اگرچہ بوجہ شہرت و شبہہ جیسے پڑیا کی رنگت اُس سے تعویذ نہ لکھا جائے بلکہ ہندوستانی سیاہی سے لکھی جائے۔ رہا قلم وہ مثل سیاہی تعویذ کا جزو نہیں ہوجاتا لہٰذا اس میں کوئی حرج نہیں، ہاں ان کاموں میں انگریزی اشیائے سے احتراز مطلقاً بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۱۵۷ از میرٹھ مرسلہ مولوی حبیب اللہ صاحب قادری رضوی خطیب جامع مسجد خیر نگر مدرس مدرسہ قومیہ
غیر مذہب کو آیاتِ قرآنی لکھ کر دینا بطور تعویذ جائز ہے یا نہیں، اگر نہیں تو کیا تدبیر کی جائے؟

الجواب

غیر مسلم کو آیاتِ قرآنی لکھ کر دینا ہرگز نہ دی جائیں کہ اساءت ادب کا مظنہ ہے بلکہ مطلقاً اسمائے الٰہیہ و نقوش مطہرہ نہ دیں کہ اُن کی بھی تعظیم واجب، بلکہ دیں تو اُن کے اعداد لکھ دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۸ از میرٹھ مرسلہ مولوی حبیب اللہ قادری رضوی خطیب جامع مسجد خیر نگر مدرس مدرسہ قومیہ
اعمال میں ایام و وقت مثلاً حب کے لئے عروج ماہ وقت عشاء بعض کے لئے نزول ماہ وقت ظہر فتوح و دستِ غیب کے لئے ثابت ماہ وقت صبح وغیرہ وغیرہ کچھ اصل رکھتی ہیں بعض اعمال میں زکوٰۃ و ورد ہے اگر ناغہ ہو تو عمل ہاتھ سے جاتا رہتا ہے بعض کو جلالی یا پرہیز اور بعض کو جمالی بے پرہیز بتایا جاتا ہے بعض میں چکی اور کسی میں کُتّے کی آواز کی قید ہے، یہ سب کیسی باتیں ہیں؟

الجواب

اوقاتِ عشاء وظہر و صبح کی قید ان اجناس مطلقہ میں نہیں، ہاں عمل فتوح کے لئے ماہ ثابت اور حب کے لئے دو جسدیں اور تفریق کے لئے منقلب اور دو اول کے لئے عروج قمر اور آخر کے لئے نزول قمر

اور سبز زکوٰۃ کے لئے التزام ورد مقرر اور اسماء الٰہیہ جمالیہ میں صرف ماکولات جلالی یعنی حیوان کا پرہیز کہ لحم و بیض و شہد و سمک کو شامل ہے اور اسماء الٰہیہ جلالیہ میں جلالی و جمالی دونوں اعنی حیوان و ما یخرج منہ (جانور اور جو کچھ اس سے برآمد ہوتا ہے) کا پرہیز اور صوم کا التزام مع اعتکاف تام شرط ہے اور یہ از قبیل استخراج مشائخ بسبب مناسبت جلیہ یا خفیہ ہے اور امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ماثور ہے کہ دعاء استسقاء کے لئے فرماتے منزل قمر کا لحاظ کرلو، ہاں معاذ اللہ جو ان ساعات کو اکب کو موثر سمجھے اس کے لئے حرام ہے نیز ان اکابر کا ان قیودِ اکل و شرب و خلوت و بعد عن الخلق سے اصل مقصود اور ہے اکثر عوام آخرت کے لئے سعی نہیں کرتے اور دنیوی مطلب کے لئے جان مصیبت میں ڈال آسان سمجھتے ہیں لہٰذا انھوں نے اسماء واذکار الٰہیہ مقاصد عوام کی تحصیل کو مقرر کئے اور یہ قیدیں لگائیں جس سے انھیں کم خوری و کم خوابی و گوشہ نشینی کی عادت پڑے اگر ذکر الٰہی کی برکت مقصودِ اصلی کی طرف کھینچ لے گئی تو عین مراد ہے ورنہ کم از کم یہ فائدہ نقد وقت ہے کہ کمی اختلاط خلق سے گناہ کم ہوں گے سخت و خشن کھانے اور روزوں کی کثرت سے شہوات نفسانیہ کمزور پڑیں گے۔
واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۵: از میرٹھ مرسلہ مولوی حبیب اللہ صاحب قادری رضوی خطیب جامع مسجد خیر نگر مدرس مدرسہ قومیہ
اعمالِ حُب و بغض و حاجات وغیرہ مسجد میں پڑھے جائیں یا خارج؟ بعض کہتے ہیں مسجد میں پڑھنے سے عبادت میں شمار ہوتے ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

اعمال مسجد و خارج مسجد دونوں جگہ جائز ہیں جبکہ اس کے لئے مسجد کی جگہ نہ روکے کہ یہ جائز نہیں اور وہ عمل بھی جائز ہو اور اس سے مقصود بھی امر جائز ہو، اور اگر عمل اصلاً یا قصداً ناجائز ہو تو مسجد میں اور بھی سخت تر حکم رکھے گا مثلاً زن و شو میں بغض پیدا کرنا اس کے لئے عمل حرام ہے تو اسے مسجد میں پڑھنا حرام تر ہوگا، یونہی اعمالِ سفلیہ کہ اصل میں حرام ہیں مقصود محمود کے لئے بھی مسجد میں حرام تر ہوں گے، پھر جو جائز عمل جائز نیت سے ہے اس میں حالتیں دو ہیں: ایک اہل علم کی کہ وہ اسماء الٰہیہ سے توسل اور اپنے جائز مقصد کے لئے اللہ عزوجل کی طرف تضرع کرتے ہیں یہ دعا ہے اور دعا مغز عبادت ہے مسجد میں ہو خواہ دوسری جگہ۔ دوم عوام نافہم کہ اُن کا مطمح نظر اپنا مطلب دنیوی ہوتا ہے اور عمل کو نہ بطور دعا بلکہ بطورِ تدبیر بجالاتے ہیں ولہٰذا جب اثر نہ دیکھیں اُس سے بے اعتقاد ہوجاتے ہیں اگر دعا سمجھتے بے اعتقادی کے کیا معنی تھے کہ حاکم پر حکم کس کا، ایسے اعمال نہ مسجد میں عبادت ہوسکتے ہیں نہ غیر میں بلکہ جب کسی دنیوی مطلب کے لئے ہوں مسجد میں نہ پڑھنا چاہئے فان المساجد لم تبن لھذا[1] (اس لئے کہ مساجد اس کام

---

[1] سنن ابن ماجہ باب النہی عن انشاد الضوال فی المسجد ص ۵۶ و صحیح مسلم کتاب المساجد باب النہی عن نشد الضالۃ ۱/۲۱۰

کے لئے نہیں بنائی گئیں۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۰: از میرٹھ مرسلہ مولوی حبیب اللہ صاحب قادری رضوی خطیب جامع مسجد خیر نگر مدرس مدرسہ قومیہ
اوراد و وظائف مقررہ کو اتفاقیہ بلا وضو پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر ناغہ ہوں تو دوسرے وقت قضا ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ اور پڑھتے میں اگر کوئی شخص سلام کرے یا ہم کلام ہو تو اس کا جواب دیا جائے یا نہیں؟

الجواب

وظائف جو احادیث میں ارشاد ہوئے یا مشائخ کرام نے بطور ذکر الٰہی بتائے انھیں بلا وضو بھی پڑھ سکتے ہیں اور باوضو بہتر، اُن میں حسبِ حاجت بات بھی کرسکتا ہے یعنی نیک بات مگر وہ وظیفہ جس میں عدم کلام کی شرط فرمادی ہے جیسے صبح وعصر کی نماز کے بعد بغیر پاؤں بدلے بغیر بات کئے دس بار لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ لہ الملک ولہ الحمد بیدك الخیر یحیی ویمیت وھو علٰی کل شیئ قدیر پڑھنا اس میں بات نہ کی جائے اور ذاکر پر سلام کرنا مطلقاً منع ہے اور اگر کوئی کرے تو ذاکر کو اختیار ہے کہ جواب دے یا نہ دے، ہاں اگر کسی کے سلام یا جائز کلام کا جواب نہ دینا اس کی دل شکنی کا موجب ہو تو جواب دے کہ مسلمان کی دلداری وظیفہ میں بات نہ کرنے سے اہم واعظم ہے۔ یہ وظائف اگر وقت خاص سے مختص ہیں اور وہ وقت نکل گیا تو ان کی قضا نہیں ورنہ دوسرے وقت پڑھ لئے جائیں کہ ثواب ملے اور عادت نہ چھوٹے۔ یہ احکام وظائف واذکار کے تھے، رہے اعمال کہ اربابِ عزائم مقرر کرتے ہیں ان کی زکوٰۃ میں تو روزانہ غسل شرط ہے وہ بھی غسل پاک یعنی بحالتِ طہارت نہانا۔ یہاں تک کہ اگر نہانے کی حاجت ہوجائے تو غسلِ جنابت کرکے دوبارہ پھر نہائے اور ان کے وِرد میں کہ عمل بجا رہنے کے لئے مقرر کیا جاتا ہے وضو شرط ہے بلا وضو نہیں پڑھ سکتا، نہ اُن کی زکوٰۃ یا ورد میں ہرگز بات کرسکتا ہے مگر جو بات شرعاً فی الحال فرض ہو اُس کے لئے بمجبوری قطع قراءت لازم، مثلاً یہ عمل پڑھ رہا ہے اور ماں یا باپ نے آواز دی جواب دینا فرض ہے، یا کسی کافر نے کہا مجھے مسلمان کرلے قطعِ عمل فرض ہے یہاں تک کہ جو مسلمان ہونا مانگے اُس کے لئے تو فرض نماز کی نیت فوراً توڑدینی واجب ہے یا کوئی مسلمان کنوئیں میں گرا جاتا ہے کسی لکڑی یا اینٹ سے رُکا ہُوا ہے اگر دیر کی جائے گی گر پڑے گا اور وہ آواز دے یا یہ دیکھے اور بچانا اُسی پر متعین ہو تو فرض ہے کہ عمل بلکہ فرض نماز قطع کرے اور اُسے بچائے وقس علیہ مگر ان سب صورتوں میں جتنا پڑھ لیا تھا محسوب نہ ہوگا بلکہ ازسرِنو پڑھے اعمال میں قضا بھی نہیں اگر وسط زکوٰۃ میں کوئی دن ناغہ ہوگیا تو زکوٰۃ نہ ہُوئی پھر ادا کرے اور کسی دن کا وِرد ناغہ ہونے کو ہو تو اُس کی نیت سے اُس دن ایک بار سورۂ فاتحہ ایک بار آیۃ الکرسی پڑھ لے وہ ناغہ میں نہ گنا جائے گا نہ اس کی قضا ہوگی

اور اگر یہ بھی نہ کیا تو عمل ہاتھ سے نکل جائے گا پھر زکوٰۃ دے غرض ارباب عزائم کے یہاں ہر طرح تشدد ہے اور اللہ و رسول کے یہاں تیسیر وللہ الحمد جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۱: از بریلی عقب کوتوالی مسئولہ شاہ محمد خاں ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سفر کے جانے کے کس قدر دن ہیں، اور اگر کسی وجہ سے اس روز نہ جانا ہو سکے تو اپنا اسباب اور خود بیرون شہر کر دینے سے سفر کا جانا مانا جائے گا یا نہیں، اسباب باہر چھوڑا اور خود شہر میں چلا آیا تو یہ سفر کی صورت ٹھیک ہے یا نہیں ورنہ جیسا حکم ہو اس کا کاربند ہو جاؤں۔ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

ہر سفر پر جانے کو دوشنبہ، پنجشنبہ، شنبہ بہتر ہیں نہ ایسے کہ ان کی رعایت واجب ہو بلکہ حرج نہ ہو تو اولٰی ہے اور حرج ہو تو جس دن بھی ہو اللہ پر توکل کرے اور اسباب باہر چھوڑ کر خود شہر میں آجانا کسی طرح سفر کی حد میں نہیں آسکتا نہ ایسے ٹوٹکوں کی حاجت۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۲: از شہر کہنہ بریلی مسئولہ سید گوہر علی حسین قائم مقام معتمد انجمن خادم المسلمین بریلی ۴ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

www.alahazratnetwork.org

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اردو اخبار کی ردی بازاری دکانداروں کے ہاتھ فروخت کی جائے یا نہیں کیونکہ عموماً اسلامی اخبارات و ہندو اخبارات و دیگر صحائف میں اسلامی معاملات پر روشنی ڈالی جاتی ہے اور آیات و احادیث و اسمائے مقدسہ کا اندراج ہوتا ہے چونکہ فی الحال انجمن خادم المسلمین بریلی کے دار المطالعہ میں انگریزی اور اردو اخبارات کی ردی موجود ہے لہٰذا ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ استفتاء حاصل کیا جائے۔

الجواب

جبکہ ان میں آیت یا حدیث یا اسمائے معظمہ یا مسائل فقہ ہوں تو جائز نہیں ورنہ حرج نہیں ان اوراق کو دیکھ کر اشیائے مذکورہ ان میں سے علیحدہ کرلیں پھر بیچ سکتے ہیں۔ عالمگیری میں ہے:

لایجوز لف شیئ فی کاغذ فیہ مکتوب من الفقہ وفی الکلام الاولٰی ان لایفعل وفی کتب الطب یجوز ولوکان فیہ اسم اللہ

کسی چیز کو کسی ایسے کاغذ میں لپیٹنا کہ جس میں علم فقہ کے مسائل لکھے ہوں جائز نہیں اور کلام میں بہتر یہ ہے کہ ایسا نہ کیا جائے البتہ علم طب کی کتابوں میں ایسا کرنا جائز ہے، اگر اس میں

تعالٰی او اسم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یجوز محوہ لیلف فیہ شیئ۔[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی کا مقدس نام یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسمِ گرامی تحریر ہو تو اُسے مٹا دینا جائز ہے تاکہ اس میں کوئی چیز لپیٹی جاسکے۔ اور اللہ تعالٰی سب کچھ بخوبی جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۶۳: از شہر محلہ ذخیرہ مسئولہ شیخ شوکت علی صاحب فاروقی ۱۲ ذوالحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، مسجد کے اندر سوال کرنا اپنے یا غیر کے واسطے اور سائل کو دینا اس کے یا غیر کے واسطے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جو مسجد میں غل مچادیتے ہیں نمازیوں کی نماز میں خلل ڈالتے ہیں، لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے صفوں میں پھرتے ہیں مطلقاً حرام ہے اپنے لئے خواہ دوسرے کے لئے۔ حدیث میں ہے:

جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم ورفع اصواتکم۔ رواہ ابن[2] ماجۃ عن واثلۃ بن الاسقع وعبدالرزاق عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

مسجدوں کو بچوں اور پاگلوں اور بلند آواز سے بچاؤ (محدث ابن ماجہ نے حضرت واثلہ بن اسقع سے اور امام عبدالرزاق نے حضرت معاذ بن جبل سے اس کو روایت کیا، اللہ تعالٰی ان دونوں سے راضی ہو۔ ت)

www.alahazratnetwork.org

حدیث میں ہے:

من تخطی رقاب الناس یوم الجمعۃ اتخذ جسرا الی جہنم۔ رواہ احمد والترمذی[3] وابن ماجۃ عن معاذ بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جس نے جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگیں اُس نے جہنم تک پہنچنے کا اپنے لئے پُل بنایا (امام احمد اور جامع ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسکو روایت کیا۔ ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۲۲

[2] المصنف لعبدالرزاق باب انشاد الضالۃ فی المسجد حدیث ۱۷۲۶ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۴۴۲

سنن ابن ماجہ کتاب المساجد باب مایکرہ فی المساجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۵

[3] جامع الترمذی کتاب الجمعۃ باب کراہیۃ التخطی یوم الجمعۃ امین کمپنی دہلی ۱/ ۶۹

سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی النہی عن تخطی الناس یوم الجمعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷۹

اور اگر یہ باتیں نہ ہوں جب بھی اپنے لئے مسجد میں بھیک مانگنا منع ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من سمع رجلا ینشد فی المسجد ضالۃ فلیقل لاردھا اللہ الیک فان المساجد لم تبن لھذا۔ رواہ احمد[1] ومسلم وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو کسی کو مسجد میں اپنی گمی چیز دریافت کرتے سُنے اس سے کہے اللہ تجھے وہ چیز نہ ملائے مسجدیں اس لئے نہیں (امام احمد اور مسلم اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا۔ ت)

جب اتنی بات منع ہے تو بھیک مانگنی خصوصاً اکثر بلاضرورت بطور پیشہ کے خود ہی حرام ہے یہ کیونکر جائز ہوسکتی ہے، ولہذا ائمہ دین نے فرمایا ہے جو مسجد کے سائل کو ایک پیسہ دے وہ ستر پیسے راہِ خدا میں اور دے کہ اس پیسہ کے گناہ کا کفارہ ہوں اور دوسرے محتاج کے لئے امداد کو کہنا یا کسی دینی کام کے لئے چندہ کرنا جس میں نہ غل شور ہو نہ گردن پھلانگنا نہ کسی کی نماز میں خلل یہ بلاشبہہ جائز بلکہ سنّت سے ثابت ہے، اور بے سوال کسی محتاج کو دینا بہت خوب اور مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے ثابت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۱۶۴، ۱۶۵ : از شہر بریلی محلہ جامع مسجد مسئولہ عبدالرحمن صاحب ۱۱ صفر ۱۳۳۸ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بزرگانِ دین کے مزاروں پر کسی اپنے مدعا کے حصول کے لئے بحکمِ خداوند کریم چادر کا چڑھانا یا کسی پارچے یا پھول کا معہ نعت خوانی مزار موصوف یا اثنائے راہ یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں ؟

(۲) چادر پھول میں سے لڑ توڑ کر یا بنا کر اس وقت میلاد شریف پڑھنے والوں کے گلے میں ڈال دینا درست ہے یا نہیں ؟

الجواب

(۱) جائز ہے جبکہ منکراتِ شرعیہ سے خالی ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) جائز ہے جبکہ باذن مالک ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساجد باب النہی عن نشد الضالۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۱۰
سنن ابن ماجہ باب النہی عن انشاد الضوال فی المسجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۶
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۴۹

مسئلہ ۱۶۶ از فیض آباد مرسلہ محمد خلیل ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند قرآن بوسیدہ اور تمام اوراق اُن کے پھٹ پھٹ کر علیحدہ ہوگئے ہیں اس حالت میں وہ اوراق اِدھر اُدھر زمین پر پائے جاتے ہیں اس طرح نہایت ہی خرابی ہے اور گناہ بھی بعید ہوتا ہے تو کیا اُن کو جلا کر کسی جاری پانی میں ڈالا جائے یا بے جلائے کسی کپڑے میں مع پتھر کے باندھ کر کنوئیں میں ڈالا جائے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے ثواب پائیے۔ ت)

الجواب

اسے مثل مسلم دفن کریں یعنی ان اوراق کو جمع کرکے پاک کپڑے میں لپیٹیں اور ایسی جگہ جہاں پاؤں نہ پڑتا ہو عمیق بغلی قبر اس کے لائق کھود کر اُس میں سپرد کردیں۔ درمختار میں ہے:

المصحف اذا صار بحال لایقرأ فیہ یدفن کالمسلم[1]

مصحف شریف کی جب ایسی حالت ہوجائے کہ اُسے پڑھا نہ جاسکے تو پھر اُسے مسلمان کی طرح (احترام سے) دفن کردے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای یجعل فی خرقۃ طاھرۃ ویدفن فی محل غیر ممتھن لایوطأ وفی الذخیرۃ وینبغی ان یلحد لہ ولایشق لہ لانہ یحتاج الی اھالۃ التراب علیہ وفی ذٰلک نوع تحقیر الا اذا جعل فوقہ سقفا بحیث لایصل الیہ فھو حسن ایضا[2] اھ اقول الشق قد ینھدم فاللحد اولٰی۔

یعنی اس صورت میں اُسے کسی صورت میں پاک کپڑے میں لپیٹ کر کسی ایسی جگہ دفن کیا جائے جہاں نہ تو اس کی توہین ہو اور نہ لوگوں کے پاؤں سے پامال ہو۔ اور ذخیرہ میں ہے مناسب یہ ہے کہ اس کے لئے "لحد" (یعنی بغلی قبر) بنائی جائے لیکن "شق" (سیدھی) نہ ہو کیونکہ اس صورت میں اس پر یعنی اس کے اوپر مٹی ڈالنے کی ضرورت پیش آئے گی کہ جس میں ایک قسم تحقیر ہے، ہاں اگر اُس قبر پر چھت بنائی جائے کہ اُس تک مٹی نہ پہنچے تو پھر یہ بھی ایک اچھی صورت ہے اھ میں کہتا ہوں شق (سیدھی قبر) کبھی گر جاتی ہے لہٰذا بغلی قبر ہی زیادہ بہتر ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۳

[2] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۱۹

www.alahazratnetwork.org

ہاں جہاں زمین ایسی نرم و کمزور ہو کہ بغلی کے دھنس جانے کا اندیشہ ہو تو اڑانے تختے مضبوط لگا کر قبر بنائیں، اور اگر اوراق تھوڑے ہوں تو سب سے اولیٰ یہ کہ ایک ایک یا زیادہ کا تعویذ بنا کر اطفالِ مسلمین کو تقسیم کر دیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۷ از گونڈل کاٹھیاواڑ مرسلہ قاضی قاسم میاں صاحب ۲۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کانچ کی ایک سطح پر آیات واذکار تیزاب و سپیدی سے اُلٹے لکھے جاتے ہیں جو دوسری طرف سیدھے دکھائی دیتے ہیں ایسے ایسے تختے و نیز کاغذ میں لکھے ہوئے آیات واذکار کانچ میں مڑھا کر مکان میں برکت و آرائش کے لئے رکھتے ہیں ایسے مکان میں جماع کرنا بے ادبی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

جہاں قرآن کریم کی کوئی آیۂ کریمہ لکھی ہوئی ہو کاغذ یا کسی شے پر اگرچہ اوپر شیشہ ہو جو اسے حاجب نہ ہو جب تک اس پر غلاف نہ ڈال لیں وہاں جماع یا برہنگی بے ادبی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۸ از بریلی لال کورتی بازار مرسلہ نیاز احمد انڈ سنس ۴ رجب المرجب

www.alahazratnetwork.org

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ، ہمارے پاس ہمیشہ ذیل کے مضمون کے کارڈ آتے ہیں اھدنا الصراط المستقیم صراط، انعمت۔ اس کے علاوہ اور مضمون کے بھی دیتے ہیں اور لکھا ہوتا ہے ۹ یا ۱۱ مرتبہ لکھ کر مختلف لوگوں کو تقسیم ڈاک کرو ورنہ نقصان ہوگا۔ مہربانی فرما کر تحریر فرمائیں کہ کیا کرنا چاہئے؟ والسلام

الجواب

یہ محض بے اصل بات ہے اس پر عمل نہ کیجئے، ناحق تضیع مال ہے، اور وہ دھمکی غلط و باطل ہے، اُن کارڈوں پر ناخدا ترس لوگ آیاتِ کریمہ لکھتے ہیں کہ ان کی نوتقلیں کر کے بھیجو حالانکہ وہ بے وضو بلکہ جنب بلکہ کفار کے ہاتھ میں آتی ہیں اور زمین پر رکھ کر اُن پر ڈاک کی مُہریں لگائی جاتی ہیں، قرآن عظیم کی اس بے ادبی کا وبال اُن لکھنے والوں پر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۹ از اموہ پور میواڑ راجپوتانہ مہارانا اسکول مرسلہ مولوی وزیر احمد صاحب مدرس ۱۲ رمضان ۱۳۳۸ھ

قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہوئے عالم یا والدین یا دینی مہتمم مدرسہ کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے یا نہیں؟ تعظیم کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

قرآن عظیم کی تلاوت میں سلطانِ اسلام اور عالمِ دین اور اُستادِ علمِ دین اور والدین کی تعظیم کرسکتا ہے
وبس۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ازمقام آصف آباد ڈاک خانہ بلہار پور ضلع چاندملک متوسط مرسلہ عبدالرحمٰن صاحب
۱۶ رمضان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ حمد ونعت میں آدابِ مقام طہارت کا بخیال حُرمت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہاں تک لحاظ کیا جانا لازم ہے کہ حمد ونعت تماشا گاہوں، شادی کی مجلسوں اور دعوت کے ایسے جلسوں میں جس میں لوگ انگریزی وضع کے موافق آدابِ اسلام کے برعکس کرسیوں پر تجبّر سے بیٹھے ہوں اور اربابِ نشاط جمع ہوں پڑھنا جائز ہے یا نہیں، اگر کوئی شخص اُس موقع پر جس کا اُوپر ذکر کیا گیا ہے ادائے حمد ونعت سے بخیال ادب وحرمت تامل پذیر ہو اور انکار کرے تو گناہ تو لازم نہ آئے گا ایسے جلسوں میں آداب ورواجِ اسلام کے خلاف جُوتا پہنے ہوئے میز کے پاس کھڑے ہوکر جبکہ سامعین کرسیوں پر نشست رکھتے ہوں اور قاری زمین پر کھڑا ہو حمد ونعت کے متبرک الفاظ باوازِ بلند پڑھنا جائز ہوگا اور اگر کوئی شخص جائز نہ سمجھ کر ایسے موقع پر تامل کرے تو کوئی حرج تو نہیں؟

الجواب

ادب واجلال جہاں تک ممکن ہو بہتر ہے، فتح القدیر میں ہے:

کل ماکان فی الادب والاجلال کان حسنا۔[1] ہروہ کام جو ادب واحترام میں داخل ہو وہ اچھا ہے (ت)

تماشا گاہوں میں جہاں لوگ لہو ولعب میں مشغول ہوں اور ذکر شریف نہ سُنیں گے نعت شریف باواز بلند پڑھنا ممنوع ہے جس طرح ایسی جگہ قرآن عظیم پڑھنا حرام ہے شادی ودعوت کے جلسوں میں حالت دیکھی جائے اگر حاضرین سب اُسی بے ہُودہ طرز کے ہیں کہ التفات نہ کرینگے تو وہاں بھی پڑھنا منع اور تامل وانکار کرنے والا کہ بہ نیت ادب وحُرمت انکار کرے گا ثواب پائے گا اور اگر وہاں وہ لوگ ہیں کہ متوجہ ہوکر ذکر شریف سُنیں گے اگرچہ بعض انگریزی بیہودہ فیشن کے متکبر ومتجبر بھی ہوں تو ممانعت

---

[1] فتح القدیر کتاب الحج مسائل منثورہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۹۴

نہیں اور ایسی جگہ تاویل وانکار بیجا ہے گناہ گار اب بھی نہ ہوگا جبکہ اس کی نیت ادب واحترام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۷۱: از ریاست کوٹہ راجپوتانہ محلہ حیدر گڑھ مسئولہ فضل احمد امام جامع مسجد ۱۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ صحنِ مسجد داخل مسجد ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صحن مسجد مسجد ہے، فقہا اسے مسجد صیفی کہتے ہیں اور حصہ مسقف کو مسجد شتوی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۷۲: از بمبئی مدنپورہ فضلی آبادی بردکان جہانگیر مرچ مصالحہ والے مسئولہ عبدالستار صاحب یکم صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ تعویذ کا یا آیاتِ قرآن کا نقش جداول میں لکھنا خلافِ شرع اور ناجائز ہے، عمرو کہتا ہے کہ نہیں۔ عدد میں خلافِ شرع تو نہیں مگر اتنا ضرور ہے کہ حرفوں میں لکھنا فضیلت رکھتا ہے، دونوں میں سے کس کا قول مطابقِ شریعت ہے؟

www.alahazratnetwork.org

بینوا توجروا۔

الجواب

آیاتِ کریمہ واسمائے طیبہ کی برکات سے استفادہ کے دونوں طریقے ہیں جن میں عبارت و الفاظ لکھے جائیں وہ حرز کہلاتے ہیں اور زبان تکسیر میں منظر اور اعداد والے وفق ومضمر۔ علم اوفاق امام حجۃ الاسلام غزالی وامام فخر الدین رازی وشیخ اکبر محی الدین ابن عربی وغیرہم اجلّۂ اکابر سے ہے اس میں عدمِ جواز کی کوئی وجہ نہیں بلکہ محل احراق ونحوہ میں وہی انسب ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۷۳: سید عرفان علی صاحب رکن انجمن خادم الساجدین رہڑی ٹولہ بریلی ۴ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں:

من یشفع شفاعۃ حسنۃ یکن لہ نصیب منہا و من یشفع شفاعۃ سیئۃ یکن لہ کفل منہا وکان اللہ علی کل شیئ مقیتا۔[1]

جو کوئی اچھی سفارش کرے تو اس کے لئے اس میں حصہ ہے اور جو کوئی بُری سفارش کرے تو اس کیلئے اس میں بھی حصہ ہے اور اللہ تعالٰی ہر چیز پر پوری طاقت رکھنے والا ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۸۵

اس آیت شریف کا کیا مطلب ہے اور شفاعتِ حسنہ اور سیئہ سے کیا مراد ہے ؟

الجواب

نیک بات میں کسی کی سفارش کرنا مثلاً سفارش کر کے مظلوم کو اُس کا حق دلا دینا یا کسی مسلمان کو ایذا سے بچا لینا یا کسی محتاج کی مدد کرا دینا شفاعتِ حسنہ ہے ایسی شفاعت کرنے والا اجر پائیگا اگرچہ اس کی شفاعت کارگر نہ ہو ، اور بُری بات کے لئے سفارش کرنا مثلاً سفارش کر کے کوئی گناہ کرا دینا شفاعت سیئہ ہے اسکے فاعل پر اس کا وبال ہے اگرچہ نہ مانی جائے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۷۴ از شہر محلہ سوداگران مسئولہ شمس الدین طالب علم مدرسہ منظرِ اسلام ۱۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں حضور پُرنور اعلیٰحضرت مجدد مأتہ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ قبلہ مدظلہ العالی کہ مسجد میں امام کو دبوانا کیسا ہے ؟ بینوا توجروا ۔

الجواب

کوئی حرج نہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۷۵ تا ۱۷۹ از موضع ہرن پور ضلع بریلی تحصیل نواب گنج مسئولہ فقیر بخش

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حضرت پیران پیر دستگیر غوث اعظم کی گیارھویں شریف میں تعظیم کو اُٹھنا جائز ہے یا نہیں ؟

(۲) محرم میں ماتم یا نوحہ کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

(۳) رافضیہ کی مجلس میں جانا جائز ہے یا نہیں ؟

(۴) اولیائے کرام کے کسی مزار پر شیرینی لے جانا جائز ہے یا نہیں ؟

(۵) جو کوئی کسی نیک کام کو جاتا ہو اور اس کو کوئی روکے تو اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں ؟

الجواب

(۱) گیارھویں شریف میں قیام سے کوئی ممانعت شرعیہ نہیں مگر یہ تعظیم عرف مسلمین میں ذکرِ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے خاص ہو رہی ہے اُس تخصیص کا لحاظ چاہیے ۔

(۲) ماتم و نوحہ محرم ہو یا غیر محرم مطلقاً حرام ہے ۔

(۳) رافضیوں کی مجلس میں جانا سخت حرام ہے ۔

(۴) شیرینی اگر ایصالِ ثواب کے لئے ہو اور وہاں مساکین پر تقسیم کی جائے تو حرج نہیں ۔

(۵) اگر وہ کام واقعی نیک ہے اور یہ کسی وجہ شرعی سے اسے نہیں روکتا تو مناع للخیر ہے اور مناع للخیر ہونا شیطانی کام ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۰ از بنارس محلہ انبیالی منڈی مسئولہ محمد عمر صاحب سنی حنفی قادری رضوی ۴ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ منجانب خلافت کمیٹی ایک روپیہ کا نوٹ شائع ہوا ہے جس میں قرآن پاک کی پوری ایک آیت لکھی پس مسلمان یا ہنود کے ہاتھ فروخت کیسا ہے کیا مسلمان اس کو ہر حالت پاکی وناپاکی میں لے سکتا ہے یا نہیں اور اس کے فروخت کرنے والے پر کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب

اس پرچہ پر کہ ہر کس وناکس ہر پاک وناپاک ہر کافر ومشرک ہر بھنگی چمار کے ہاتھ میں جانے کے لئے وضع کیا گیا ہے، قرآن کریم کی آیت لکھنا اُسے بے ادبی کے لئے پیش کرنا ہے بے وضو اس کا چھونا جائز نہیں اگر آیۂ کریمہ کے سوا اس میں اور کتابت نہ ہوا اور اگر اور کتابت زائد ہے تو آیۂ کریمہ جس جگہ لکھی ہے اُس پر بے وضو ہاتھ لگنا حرام ہے خواہ اسی رُخ ہو جدھر آیت لکھی ہے یا دوسرے رخ ہر طرف ناجائز ہے اور اُسے کافر کے ہاتھ فروخت نہ کریں اور اس کا بیچنا بے ادبی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۱، ۱۸۲ از ریاست کوٹہ راجپوتانہ متصل گھنٹہ گھر مسجد مدار کا چلہ مسئولہ حافظ جان محمد امام مسجد مذکور ۲۹ رمضان ۱۳۳۹ھ

www.alahazratnetwork.org

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین مسائل ذیل میں، جواب مع حوالہ کتب اہلسنت سے مرحمت فرمایا جائے؛

(۱) بعد نماز جمعہ کوئی عالم یا میلاد خواں منبر پر بیٹھ کر میلاد شریف پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور عام طور پر بھی منبر پر بیٹھ کر میلاد شریف پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ کیا منبر محض وعظ اور خطبہ ہی کے لئے ہے؟ اگر چند مسلمان زید کو بعد نماز جمعہ مسجد میں منبر پر میلاد شریف پڑھنے کے لئے بٹھائیں اور چند لوگ کہیں کہ اگر تم کو میلاد شریف پڑھنا ہے تو منبر پر مت بیٹھو بلکہ تخت پر بیٹھو ہم منبر پر نہیں پڑھنے دیں گے اور نہیں پڑھنے دیا، ایسے لوگوں کے لئے کیا حکم ہے؟

(۲) زید نے محض فقہ کی تین کتابیں پڑھی ہیں، اُردو بولنے اور صحیح املا لکھنے کی لیاقت نہیں ہے اور صرف ونحو سے بالکل ناواقف ہے حتی کہ میزان الصرف نہیں جانتا بلکہ صرف ونحو کے پڑھنے کو حرام اور اس کے پڑھنے والے کو اچھا نہیں جانتا اور فارسی بھی نہیں جانتا، ایسے شخص کو منبر پر بیٹھ کر وعظ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر منبر پر بیٹھ جائے تو اس کو مسلمان منبر سے اتار سکتے ہیں یا نہیں؟ ازروئے شرع کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) میلاد شریف منبر پر پڑھنا بلاشبہ جائز ہے اور یہ فرق کہ میلاد شریف تخت پر ہو منبر پر صرف

خطبہ و وعظ ہو محض نادانی ہے، میلاد شریف ذکرِ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے اور ذکرِ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عین ذکرِ الٰہی ہے، حدیث میں ہے رب عزوجل نے فرمایا:

جعلتك ذكرا من ذكرى فمن ذكرك فقد ذكرنى[1] — اے محبوب! میں نے اپنے ذکر سے تمھیں ایک ذکر بنایا تو جس نے تمھارا ذکر کیا اس نے بیشک میرا ذکر کیا۔

تو میلاد شریف خطبہ و وعظ بھی ہے اور خطبہ و وعظ بھی ذکرِ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے خالی نہیں ہو سکتے تو سب شئے واحد ہیں، اور خود صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مسجد مدینہ طیبہ میں حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے واسطے منبر بچھاتے اور وہ اُس پر قیام کرکے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نعت اور مشرکین کا رد سناتے تھے[2] واللہ تعالٰی اعلم

(۲) منبر مسندِ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے، جاہل اُردو خواں اگر اپنی طرف سے کچھ نہ کہے بلکہ عالم کی تصنیف پڑھ کر سنائے تو اس میں حرج نہیں جبکہ وہ جاہل فاسق مثلاً داڑھی منڈا وغیرہ نہ ہو کہ اس وقت وہ جاہل سفیر محض ہے اور حقیقۃً وعظ اُس عالم کا جس کی کتاب پڑھی جائے، اور اگر ایسا نہیں بلکہ جاہل خود بیان کرنے بیٹھے تو اُسے وعظ کہنا حرام ہے اور اُس کا وعظ سننا حرام ہے اور مسلمانوں کو حق ہے بلکہ مسلمانوں پر حق ہے کہ اُسے منبر سے اتار دیں کہ اس میں نہی منکر ہے اور نہی منکر واجب۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الاول المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ فی البلاد العثمانیۃ ص ۱۵

[2] سُنن ابی داوٗد کتاب الادب باب ماجاء فی الشعر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۲۸

احیاء العلوم بحوالہ الصحیحین کتاب آداب السماع مطبعۃ المشہد الحسینی القاہرہ ۲/ ۲۷۳

رسالہ

الکشف شافیا حکم فونوجرافیا

۱۳۲۸ھ

(فونوگراف (گراموفون) کے حکم کے بارے میں تسلی بخش وضاحت)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۱۸۳: از ریاست رامپور محلہ چاہ شور ۱۲ رمضان مبارک ۱۳۲۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فونوگراف سے قرآن مجید سُننا اور اس میں قرآن شریف کا بھرنا اور اُس کام کی نوکری کرکے یا اُجرت لے کر یا ویسے ہی اپنی تلاوت کا اس میں بھروانا جائز ہے یا نہیں اور اشعارِ حمد و نعت کے بارہ میں کیا حکم ہے اور عورات کے ناچ گانے یا مزامیر کی آواز اُس سے سُننا بھی ایسا ہی حرام ہے جس طرح اُس سے باہر سُننا یا کیا؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

الحمد للہ الذی انزل القراٰن ذکرا للعٰلمین واغنانا بہ عن الغناء الخبیث ولھو الحدیث وملاھی المبطلین وحرم بغیرتہ ورحمتہ

سب تعریف اللہ تعالٰی کے لئے ہے کہ جس نے تمام جہانوں کی پند و نصیحت کے لئے قرآن مجید نازل فرمایا اور اس کی برکت سے ہمیں خبیث گانوں، کھیل کی باتوں اور اہلِ باطل کے کھیل و تماشوں سے بے نیاز کردیا، اور اپنی غیرت اور رحمت کی وجہ سے

الفواحش والفتن ما ظهر منها وما بطن
والصلوٰة والسلام علیٰ سیدنا و مولٰینا
محمد سید المرسلین المبعوث بزهق
المعازف والمزامیر وكل لهو مهین وعلیٰ
اٰله وصحبه الذین هم لعهدهم
بتعظیم الذكر راعون و بلا طمع اجرة
ولا كرا موفون المنتجبین المجتنبین عن
لهو الحدیث الذین میز الله بسعیهم و
رعیهم الطیب من الخبیث ما اطرب
الورقاء بالالحان وغنّی القری فی الافنان
اٰمین !

فحش (یعنی بےحیائی کے کام) اور کھلے اور پوشیدہ فتنے حرام کر دیے۔ اور درود و سلام ہمارے آقا و مولیٰ پر ہو جو محمد (کریم) تمام رسولوں کے سردار اور مقتدا ہیں کہ جن کو گانے بجانے کے آلات و اسباب اور ہر ذلیل کھیل و تماشہ کے مٹانے (اور ختم کرنے) کیلئے بھیجا گیا (نیز درود و سلام) ان کی تمام آل اور تمام ساتھیوں پر ہو کر جو تعظیم ذکر کی وجہ سے اپنے عہد و پیمان کی رعایت کرتے رہے۔ اور یہ بغیر لالچ اجرت اور کرایہ کے عہد پورا کرتے ہیں وہ شرافت رکھنے والے اور کھیل کی باتوں سے بچنے والے تھے۔ یہ وہ پاکیزہ لوگ تھے کہ جن کی کوشش اور رعایت کرنے سے اللہ تعالیٰ نے پاک کو ناپاک سے الگ اور جُدا کر دیا (اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے) جب تک فاختائیں خوش الحانی سے بولتی رہیں اور قمریاں شاخوں پر (جھوم کر) گیت گاتی اور خوش آوازی کرتی رہیں یا اللہ! اس دُعا کو شرفِ قبولیت سے نواز دے۔ (ت)

اس مسئلہ حادثہ میں کلام سے پہلے ایک مبحث جلیل کی تمہید ضرور جس پر انکشافِ احکام مقصور، وہ فوٹوگراف سے فونوگراف کا اظہار فرق ہے فوٹو کی تصویر اپنی ذی الصورہ سے مباین اور اس کی محض ایک مثال و شبیہ ہوتی ہے بخلاف اس آلہ کے کہ اس میں اگر کسی قاری کی تلاوت بھری گئی تو اس میں حقیقۃً قرآن عظیم ہی ودیعت ہوا اور اس سے جو سُنا جائے گا وہ حقیقۃً اُسی قاری کی آواز ہوگی اور اس سے جو ادا ہوا وہی قرآن عظیم ہوگا جو اس نے پڑھا نہ یہ کہ مسموع اس کی آواز کی کوئی حکایت و تصویر ہو اور یہ جو ادا ہوا قرآن مجید نہ ہو اس کی مثال و نظیر ہو یُوں ہیں اگر آلاتِ طرب وغیرہا کی آواز ہے تو وہ بھی حقیقۃً وہی آواز ہے نہ کہ اس کا نشان و پرداز،

كما توهمه بعض فضلاء العصر وهو
العلامة السید محمد عبد القادر
الاهدل الشافعی المقیم الاٰن بحدیدة
اذ جمع فیه رسالة سماها

جیسا کہ بعض فضلائے زمانہ کو وہم ہو گیا (اور مغالطہ لگ گیا) اور وہ علامہ سید محمد عبد القادر اہدل شافعی ہیں جو آجکل حدیدہ میں رہائش پذیر ہیں انھوں نے اس موضوع پر ایک رسالہ تصنیف فرمایا کہ انھوں نے

"القول الواضح فی رد الخطاء الفاضح"
زعم فيها ان مايسمع من
ذلك الصندوق ليس اصوات الاصل
ولا مساويا لها انما يشبهها
فی اصل الصوت كالصدا و
هولها كالخيال من عالم
المثال وبنى عليه جواز ان
تسمع منه اصوات الألات اذ
ماهی هی ومايتعدى حكم
الاصل الى الحكاية كما قال ابن حجر
المكی وغيره فی رؤية صورة عورة
المرأة فی المرأة وقد كنت
كتبت فی ابطال هذا الوهم عدة
فی مكة المكرمة فی صفر سنة ١٣٢٣ حين
عرض علی صاحبنا الفاضل الكامل
النبيل النبيه ذو قلب فقيه و
طبع وقاد وذهن نقاد الشيخ
محمد علی المكی المالكی امام المالكية
ومدرس المسجد الحرام ابن
مفتيهم بها مولينا العلامة
المرحوم بكرم الله تعالى الشيخ
حسين الازهری المكی
رسالة له فی هذا الباب
سماها "انوار الشروق فی
احكام الصندوق" وهو حفظه الله

اس کا نام القول الواضح فی رد الخطاء الفاضح
(یعنی بالکل واضح اور ظاہر بات، رسوا کرنیوالی خطا
کے بیان میں) رکھا پس انھوں نے اس میں یہ خیال کیا کہ
جو کچھ اس صندوق سے سُنائی دیتا ہے وہ اصل
آواز اور اُس کے مساوی نہیں بلکہ وہ اصل آواز
کی شبیہ ہے۔ جیسے آواز بازگشت اور اس کی
گونج، جیسے خیال، عالَم مثال ہے۔ اور اس پر یہ
بنیاد رکھی کہ آلات سے آوازیں سُننی جائز ہیں، کیونکہ
وہ آوازیں اصلی اور حقیقی آوازیں نہیں اور حکمِ اصلی
حکایت کی طرف متجاوز نہیں ہوتا۔ جیسا کہ علامہ ابن حجر
وغیرہ نے ارشاد فرمایا۔ جیسا کہ آئینہ میں جائے ستر
کی صورت کا دیکھنا۔ اور میں نے اس وہم کو باطل
قرار دینے پر چند اوراق مکہ مکرمہ کی اقامت کے زمانے
ماہ صفر ۱۳۲۳ھ میں تحریر کئے جب میرے
سامنے ہمارے دوست (ساتھی) کامل، فاضل،
شریف، سمجھدار، فقیہ دل رکھنے والے، بھڑکیلی
طبیعت اور ناقد ذہن رکھنے والے، شیخ محمد علی مکی،
مالکی (امام مالک کے پیروکار) جو کہ مذہب امام
مالک رکھنے والوں کے امام اور مسجد حرام میں مدرس
اور وہاں اُن کے مفتی کے صاحبزادے ہیں۔ اور
وہ مولانا علامہ، اللہ تعالےٰ کے کرم سے اُن پر
رحم کیا جائے، شیخ حسین ازہری، مکی ہیں۔ اس
باب میں اپنا ایک رسالہ بنام انوار الشروق فی
احکام الصندوق (یعنی چمکیلے انوار صندوق کے
احکام شرعی کے بیان میں) انھوں نے مجھے پیش کیا اللہ تعالیٰ

تعالٰی اجاد فی تحریم سماع الطرب المعتاد لاھل الفساد من فونو غرافیا و بینہ بیانا کافیا و ذھب ایضا الٰی تحریم سماع القراٰن العظیم مطلقا منہ وسنحقق الامر فیہ کما ستری ان شاء اللہ تعالٰی۔

انکی حفاظت فرمائے کہ انھوں نے اہل فساد کے لئے فونوگراف سے راگ سننے کی حرمت بیان کرنے میں کمال کردیا (بہت اچھا رول ادا کیا) اور کافی بیان فرمایا اور اس طرف بھی گئے ہیں کہ اس سے مطلقاً قرآن عظیم سننا حرام ہے ہم انشاء اللہ تعالٰی عنقریب اس امر کی تحقیق پیش کریں گے جیسا کہ تُو دیکھ رہا ہے۔ (ت)

یہاں ہم کو دو باتیں بیان کرنی ہیں، ایک یہ کہ فونو سے جو سُنی جاتی ہے وہ بعینہٖ اُسی آواز کنندہ کی آواز ہوتی ہے جس کی صوت اس میں بھری ہے قاری ہو خواہ متکلم خواہ آلۂ طرب وغیرہا۔ دوسرے یہ کہ بذریعۂ تلاوت جو اس میں ودیعت ہوا پھر تحریک آلہ جو اس سے ادا ہوگا سُنا جائے گا حقیقۃً قرآن عظیم ہی ہے۔ ان دونوں دعووں کو دو مقدموں میں روشن کریں وباللہ التوفیق (اللہ تعالٰی ہی کے کرم سے حصولِ توفیق ہے۔ ت):

مقدمہ اُولٰی کا بیان ان امور کی تحقیق چاہتا ہے:

www.alahazratnetwork.org

(۱) آواز کیا چیز ہے؟

(۲) کیونکر پیدا ہوتی ہے؟

(۳) کیونکر سننے میں آتی ہے؟

(۴) اپنے ذریعہ حدوث کے بعد بھی باقی رہتی ہے یا اس کے ختم ہوتے ہی فنا ہوجاتی ہے۔

(۵) کان سے باہر بھی موجود ہے یا کان ہی میں پیدا ہوتی ہے۔

(۶) آواز کنندہ کی طرف اُس کی اضافتؑ کیسی ہے وہ اس کی صفت ہے یا کسی چیز کی۔

(۷) اس کی موت کے بعد بھی باقی رہ سکتی ہے یا نہیں۔

ہم اس بحث کو بعونہٖ تعالٰی ایسی وجہ پر تقریر کریں کہ ساتوں سوالوں کا جواب اُسی سے منکشف ہو **فاقول** وباللہ التوفیق (اللہ تعالٰی کی توفیق ہی سے میں کہتا ہوں۔ ت) ایک جسم کا دوسرے سے بقوت ملنا جسے قرع کہتے ہیں یا سختی جدا ہونا کہ قلع کہلاتا ہے جس ملاتے لطیف مثل ہوا یا آب میں واقع ہو اس کے اجزائے مجاورہ میں ایک خاص تشکل وتکیف لاتا ہے اسی شکل وکیفیت

ؑ یعنی صفت کی اضافت ہے موصوف کی طرف یا فعل کے فاعل کی طرف یا کیا ۱۲ منہ

مخصوصہ کا نام آواز ہے اسی صورت قرع کی فرع ہے کہ زبان و گلوئے متکلم وقت تکلم کی حرکت ہوائے دہن کو بجا کر اس میں اشکالِ حرفیہ پیدا کرتی ہے یہاں وہ کیفیتِ مخصوصہ اس صورت خاصۂ کلام پر بنتی ہے جسے قدرتِ کاملہ نے اپنے ناطق بندوں سے خاص کیا ہے، یہ ہوائے اوّل یعنی جس پر ابتداءً وہ قرع و قلع واقع ہوا جیسے صورتِ کلام میں ہوائے دہن متکلم اگر بعینہٖ ہوائے گوشِ سامع ہوتی تو یہیں وہ آواز سُننے میں آجاتی مگر ایسا نہیں لہٰذا حکیم عزت حکمتہ نے اس آواز کو گوشِ سامع تک پہنچانے یعنی ان تشکلات کو اس کی ہوائے گوش میں بنانے کے لئے سلسلۂ تموّج قائم فرمایا، ظاہر ہے کہ ایسے نرم و تر اجسام میں تحریک سے موج بنتی ہے جیسے تالاب میں کوئی پتھر ڈالو یہ اپنے مجاور اجزائے آب کو حرکت دے گا وُہ اپنے متصل وہ اپنے مقارب کو جہاں تک کہ اس تحریک کی قوت اور اس پانی کی لطافت اقتضا کرے یہی حالت بلکہ اس سے بہت زائد ہوا میں ہے کہ وہ لینت و رطوبت میں پانی سے کہیں زیادہ ہے لہٰذا قرعِ اوّل سے کہ ہوائے اوّل متحرک و متشکل ہُوئی تھی اس کی جنبش نے برابر والی ہوا کو قرع کیا اس سے وہی اشکال ہوائے دوم میں بنیں اس کی حرکت نے متصل کی ہوا کو دھکا دیا اب اس ہوائے سوم میں مرتسم ہوئیں یوں ہی ہوا کے حصے بروجہ تموّج ایک دوسرے کو قرع کرتے اور بوجہ قرع وہی اشکال سب میں بنتے چلے گئے یہاں تک کہ سوراخِ گوش میں جو ایک پٹھا بچھا اور پردہ کھنچا ہے یہ موجی سلسلہ اُس تک پہنچا اور وہاں کی ہوائے متصل نے متشکل ہوکر اس پٹھے کو بجایا یہاں بھی بوجہ جوف ہوا بھری ہے اس قرع نے اس میں بھی وہی اشکال و کیفیات جن کا نام آواز تھا پیدا کیں اور اس ذریعہ سے لوح مشترک میں مرتسم ہوکر نفسِ ناطقہ کے سامنے حاضر ہوئیں اور محض باذن اللہ تعالٰی ادراک سمعی حاصل ہوا۔ الحاصل ہر شے کا سببِ حقیقی ارادۂ اللہ عزوجل ہے بے اُس کے ارادے کے کچھ نہیں ممکن اور وُہ ارادہ فرمائے تو اصلاً کسی سبب کی حاجت نہیں مگر عالمِ اسباب میں حدوث آواز کا سببِ عادی یہ قرع و قلع ہے اور اس کے سُننے کا وُہ تموّج و تجدّد و قرع و طبع تا ہوائے جوفِ سمع ہے متحرک اوّل کے قرع سے ملا مجاور میں جو شکل و کیفیت مخصوصہ بنی تھی کہ شکل حرفی ہُوئی تو وہی الفاظ و کلمات تھے ورنہ اور قسم کی آواز اس کے ساتھ قرع نے بوجہ لطافت اس مجاور کو جنبش دی اس کی جنبش نے اپنے متصل کو قرع کیا اور وہی ٹھپا کہ اس میں بنا تھا اُس میں اُتر گیا یُونہی آواز کی کاپیاں ہوتی چلی گئیں اگرچہ جتنا فصل بڑھتا اور وسائط زیادہ ہوتے جاتے ہیں تموّج و قرع میں ضعف آتا جاتا اور ٹھپا ہلکا پڑتا ہے ولہٰذا دُور کی آواز کم سنائی دیتی ہے اور حروف صاف سمجھ نہیں آتے یہاں تک کہ ایک حد پر تموّج کہ موجب قرع آئندہ تھا ختم ہو جاتا ہے اور عدمِ قرع سے اس تشکل کی کاپی برابر والی ہوا میں نہیں اُترتی آواز یہیں تک ختم ہو جاتی ہے۔ یہ تموّج ایک مخروطی شکل پر ہوتا ہے جس کا

قاعدہ اُس متحرک و محرک اوّل کی طرف ہے اور راس اُس کے تمام اطراف مقابلہ میں جہاں تک کوئی مانع نہ ہو جس طرح زمین، یہ مخروط ظلی اور آنکھ سے مخروط شعاعی، نہیں نہیں بلکہ جس طرح آفتاب سے مخروط نوری نکلتا ہے کہ ہر جانب ایک مخروط ہوتا ہے بخلاف مخروط ظل کہ صرف جہت مقابل جرم مضی مخروط شعاع بصر کہ تنہا سمت مواجہہ میں بنتا ہے ان مخروطات تموج ہوائی کے اندر جو کان واقع ہوں ایک ایک ٹھپا سب تک پہنچے گا سب اُس آواز و کلام کو سُنیں گے اور جو کان ان مخروطوں سے باہر رہے وہ نہ سُنیں گے کہ وہاں قرع و قلع واقع نہ ہوا اور ٹھپوں کے تعدد سے آواز متعدد نہ سمجھی جائے گی یہ کوئی نہ کہے گا کہ ہزار آوازیں تھیں کہ ان ہزار اشخاص نے سُنیں بلکہ یہی کہیں گے کہ وہی ایک آواز سب کے سننے میں آئی اگرچہ عند التحقیق اس کی وحدت نوعی ہے نہ کہ شخصی۔ اس تقریر سے بحمد اللہ تعالٰی وہ ساتوں سوال منکشف ہو گئے۔

(۱) آواز اس تشکل و کیفیت مخصوصہ کا نام ہے کہ ہوا یا پانی وغیرہ جسم نرم و تر میں قرع یا قلع سے پیدا ہوتی ہے قول مشہور میں کہ ہوا کی تخصیص فرمائی مواقف اور اس کی شرح میں ہے،

الصوت کیفیۃ قائمۃ بالھواء یحملھا الھواء الی الصماخ[1]

آواز ایک ایسی کیفیت (حالت) ہے جو ہوا کے ساتھ قائم ہوتی ہے۔ پھر ہوا ہی اسے اٹھا کر (یعنی اوپر سوار کرکے) کانوں کے پردے تک پہنچا دیتی ہے۔(ت)

www.alahazratnetwork.org

مقاصد اور اُس کی شرح میں ہے،

کیفیۃ تحدث فی الھواء بسبب تموجہ[2] الخ۔

"آواز" ایک ایسی کیفیت ہے کہ جو ہوا میں اس کی موج پیدا ہونے سے پیدا ہوتی ہے الخ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) یہ نظر بہ اکثر ہے ورنہ ملائے آب میں بھی آواز سُنی جاتی ہے، دو شخص چند گز کے فاصلہ سے تالاب میں غوطہ لگائیں اور ان میں ایک دو اینٹیں لے کر بجائے تو دوسرے کو اُن کا کھٹکا مسموع ہوتا ہے اور اس آواز کا حامل پانی ہی ہے اور کان تک موصل اُسی کا تموج کہ پانی کے اندر ہوا نہیں ہوتی، ہاں پانی اتنا تر و لطیف نہیں جس قدر ہوا ہے لہذا اس کا تشکل و تادیہ دونوں بہ نسبت ملائے ہوا کے ضعیف ہوتے ہیں۔

(۲) اُس کا اور تمام حوادث کا سبب حقیقی محض ارادہ الٰہی ہے دوسری چیز اصلاً نہ مؤثر

---

[1] شرح المواقف النوع الثانی المقصد الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/۲۶۰

[2] شرح المقاصد " دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱/۲۱۶

27 نہ موقوف علیہ، اور آواز کا ظاہری و عادی سبب قریب قلع و قرع ہے۔ فقیر نے اس میں قدما کا خلاف کیا ہے عملا بالمتیقن وتجافیا عن الجزاف (یقینی بات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اور بے تکی اور بے اصولی باتوں سے کنارہ کش ہوتے ہوئے۔ ت) وہ قلع و قرع کو سبب بعید اور تموج کو سبب قریب بتاتے ہیں یعنی قرع سے ہوا میں تموج ہوا اور تموج سے وہ شکل و کیفیت کہ مسمّٰی بہ آواز ہے پیدا ہوئی۔

مواقف و شرح میں ہے:

سبب الصوت القریب تموج الهواء[1]

آواز کا سبب قریب اس میں موج پیدا ہونا ہے۔ (ت)

مقاصد و شرح میں ہے:

تحدث بالتموج المعلول للقرع والقلع[2]

آواز ہوا کے تموج سے پیدا ہوتی ہے جو "قرع" اور "قلع" کے لئے معلول، اور وہ دونوں اس کے حدوث کے لئے علت ہیں (ت)۔

[ایک جسم کا دوسرے جسم میں پوری قوت سے ملنا "قرع" اور سختی سے الگ ہونا "قلع" کہلاتا ہے۔ مترجم]

مطالع الانظار اصفہانی شرح طوالع الانوار علامہ بیضاوی میں ہے:

القرع والقلع سبب التموج الذی ھو سبب قریب للصوت[3]

"قرع" اور "قلع" موجِ ہوا کا سبب ہیں اور وہ آواز کا سبب قریب ہے۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) یہ اقوال خود ہمارے علماء کے نہیں بلکہ فلاسفہ کے ہیں شرح مقاصد میں ارشاد فرمایا:

الصوت عندنا یحدث بمحض خلق الله تعالٰی من غیر تاثیر بتموج الهواء والقرع والقلع کسائر الحوادث وکثیرا ما تورد الأراء الباطلة

آواز ہمارے نزدیک محض تخلیق خداوندی سے پیدا ہوتی ہے لہٰذا اس میں تموجِ ہوا اور قرع، قلع کی کوئی مستقل تاثیر نہیں۔ اور یہ حدوث باقی تمام حوادثات کی طرح ہے، اور بسا اوقات فلاسفہ

---

[1] شرح المواقف النوع الثالث المقصد الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/ ۵۸-۲۵۷

[2] شرح المقاصد " المسموعات دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱/ ۲۱۶

[3] مطالع الانظار شرح طوالع الانوار

7/7

للفلاسفة من غیر تعرض لبیان البطلان الافیما یحتاج الی زیادة بیان والصوت عندھم کیفیة تحدث فی الھواء بسبب تموجہ المعلول للقرع والقلع[1]

کے افکار باطلہ کو توپیش کردیا جاتا ہے لیکن اُن کے بُطلان کو نہیں بیان کیا جاتا مگر جبکہ اضافہ بیان کی ضرورت ہو۔ آواز اُن کے نزدیک ایک ایسی کیفیت ہے جو ہوا میں اس کے تموّج کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے جو "قرع" اور "قلع" کا معلول ہے (اور وہ دونوں اس کی علّت ہیں)۔ (ت)

فلاسفہ خطا کاری وغلط شعاری کے عادی ہیں اور مقتضائے نظر صحیح یہی ہے کہ اُس کیفیت کے حدوث کو قلع و قرع بس ہیں تموّج کی حاجت نہیں،

اقول قرع وقلع سے ہوا دبے گی اور اپنی لطافت ورطوبت کے باعث ضرور اس کی شکل وکیفیت قبول کرے گی اسی کا نام آواز ہے اور صرف یہ دبنا تموّج نہیں بلکہ اس کے سبب اس کی ہوائے مجاور متحرک ہوگی اور وہ اپنی متصل ہوا کو حرکت دے گی یہاں یہ صورت تموّج کی ہے، خود مواقف وشرح میں فرمایا:

لیس تموجہ ھذا حرکة انتقالیة من ھواء واحد بعینہ بل ھو صدم بعد صدم وسکون بعد سکون فھو حالة شبیھة بتموج الماء فی الحوض اذا القی حجر فی وسطہ[2]۔

یعنی ایک ہوا کا "تموّج" حرکتِ انتقالی نہیں اس لئے کہ بار بار دباؤ اور سکون بعد سکون ہے لہذا یہ اس حالت کے بالکل مشابہ ہے کہ جب کسی تالاب کے درمیان پتھر پھینکا جائے تو پانی میں موج (اور لہریں) پیدا ہوجاتی ہیں (ت)

شرح مقاصد میں فرمایا:

المراد بالتموج حالة مشبھة بتموج الماء تحدث بصدم بعد صدم وسکون بعد سکون[3]

تموّج سے مراد ایک ایسی حالت ہے جو پانی کے تموّج سے مشابہ ہے اور وہ نوبت بہ نوبت ٹکراؤ اور سکون بعد سکون کے پیدا ہوتی ہے۔ (ت)

ظاہر ہے کہ مقروع اوّل میں جو تکیف وتشکل ہوا اس کے لئے صرف اُسی کا انفعال درکار تھا بعد کے موجی سلسلہ کو اس میں کیا دخل۔ اگر فرض کریں کہ مقروع اوّل کے بعد ہوا نہ ہوتی یا وہ قرع کا اثر

---

[1] شرح المقاصد النوع الثالث دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۱/۲۱۶
[2] شرح المواقف " المقصد الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/۲۵۹
[3] شرح المقاصد " " دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۱/۲۱۶

www.alahazratnetwork.org

نہ قبول کرتی تو خود اس میں تشکل کیوں نہ آتا حالانکہ اس نے دب کر قرع کا اثر قبول کرلیا۔

ثانیاً اگر تشکل مقروع اپنے بعد کے اجزاء متحرک ہونے کا محتاج ہو تو چاہئے کہ تموج باقی رہے اور تشکل ختم ہوجائے کہ اگر بعد کے اجزائے متموجہ بھی متشکل ہوں تو ان کو اپنے بعد کے اجزاء کا تموج درکار ہوگا تو یا سلسلہ تموج میں تسلسل آئے گا یا سبب سے مسبب متخلف ہوجائے گا اور دونوں باطل ہیں ہاں بظاہر تموج اس لئے درکار ہے کہ مقروع اول سے اجزائے متصلہ میں نقل تشکل کرے کہ مقروع اول دب کر اپنے متصل دوسرے جُز کو قرع کرے گا اور وُہ اسی شکل سے متشکل ہوگا پھر اس کے دبنے سے تیسرا مقروع و متشکل ہوگا اس کی حرکت سے چوتھا الا ماشاء اللہ تعالٰی اور حقیقۃً قرع ہی تموج کا بھی سبب ہے اور تشکل کا بھی، قرعات متوالیہ نے تموج مذکور پیدا کیا اور ہر قرع نے اپنے مقروع میں تشکل تموج کو دخل کہیں بھی نہ ہوا،

وتفصیل القول ان التموج ھو الاضطراب والاضطراب ھو التضارب بین اجزاء الشیئ و ذٰلک اما بان یعلو بعضہ یخدرک فی الفورات او یذھب و یجیئ الی غیر جھۃ العلو والسفل کما فی الترجرج و فیھما التضارب حقیقۃ لان الجزء الضارب اوّلاً یصیر مضروبا وبالعکس واما بان یضرب جزء الاول والثانی الثالث وھکذا وھذا ھو الواقع فی تموج الماء والھواء واما ماکان فلابد فی التموج من حرکات متوالیۃ ولا یقال لشکل ما ھو وانتقل ماج واضطرب فزید الماشی لیس متموجا لا لغۃ ولا عرفا

اور اس بات کی پوری وضاحت یہ ہے کہ "تموج" (یعنی ہوا میں موج پیدا ہونا) اضطراب ہے۔ اور اضطراب، اجزائے شے کے درمیان انقسام ہے یعنی اس کا اجزائے شے کے درمیان منقسم ہوجانا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ کچھ اجزاء بلند ہوجائیں تو پھر تیز جوش سُست اور ماند پڑے گا۔ یا وُہ بلندی اور پستی کے علاوہ کسی دوسری سمت کی طرف آئیں اور جائیں جیسا کہ آمد و رفت کی حرکت میں ہُوا کرتا ہے۔ اور ان دونوں میں درحقیقت انقسام (تضارب) ہوگا۔ اس لئے کہ جزء ضارب، اوّلاً مضروب ہوگا و بر عکس۔ یا پہلا جُز دوسرے کو اور وہ تیسرے کو اور اسی طرح آخر تک۔ پس پانی اور ہوا کے تموج میں یہی واقع ہے۔ لیکن جو بھی ہو تو اُس کے تموج میں لگاتار حرکات ضروری ہیں۔ اور شکل کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وُہ کیا ہے۔ البتہ موج والی چیز منتقل اور مضطرب ہوگی۔ لہذا زید

www.alahazratnetwork.org

هذا ما نعرف من معنی التموج و الهواء بنفس القرع ینضغط و یتشکل و تکیف ولا ......[1] علی توقفه علی تکرر ......[2] و امکان قرع الهواء یوجب فیه الموج ولا بد۔

ماشی (چلنے والا) لغت اور عرف میں "متموج" نہیں (یعنی موج والا)، کیونکہ تموج سے ہم یہ مفہوم نہیں سمجھتے۔ اور ہوا نفسِ قرع سے دھکیلی جاتی ہے اور تکیف ہوکر متشکل ہوجاتی ہے اور مکرر ہونے پر اس کا توقف نہیں ...... قرع ہوا کا امکان بلاشبہہ اس میں موج پیدا کردیتا ہے۔ (ت)

اگر کہئے قرع کافی نہیں جب تک مقروع اس کا اثر قبول نہ کرے اور اس کا تاثر وہی تحرک ہے اور اسی کو تموج سے تعبیر کیا اگرچہ حقیقتِ تموج وہ ہی کہ اوپر گزری۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) **اولاً** اس میں تسلیم ایراد ہے کہ تموج سے نفس تحرک مقروع مراد ہے۔

ثانیاً یہ کہنا ایسا ہے کہ فاعل کافی نہیں جب تک معلول اُس کا اثر قبول نہ کرے تو سبب قریب فاعل نہیں بلکہ معلول کا انفعال ہے۔

www.alahazratnetwork.org

هو کما تری و تحقیقه ان التشکل وان لم یکن الا مع التحریك ولو لم یتحرك لم یتشکل و سلمنا ان هذه لیست معیة معلولی علة کوجود النهار واستضاءة الارض بالقیود المعلومیة لدی العارف بل للتحرك مدخل فی التشکل لکن لا نسلم ان التحرك مرسم الشکل و یقیض الکیفیة بل مرسم هو القرع وان کان مشروطا بالتحرك فجعل التموج ای التحرك

وہ جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے، اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ تشکل بغیر تحریک نہیں ہوسکتا۔ لہذا نتیجہ یہ نکلا کہ اگر تحرک نہ ہو تو پھر تشکل نہ ہوگا۔ اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ "معیت" علت کے دو معلولوں جیسی معیت نہیں جیسے وجود نہار۔ اور زمین کی روشنی اُن قیود کے ساتھ جو ایک عارف کو معلوم ہی ہیں بلکہ "تحرک" کو تشکل میں ایک گونہ دخل ہے لیکن ہم یہ نہیں تسلیم کرتے کہ "تحرک" مرسم تشکل اور مفیضِ کیفیت ہے۔ بلکہ مرسم "تشکل قرع" ہے اگرچہ وہ مشروط بالتحرک ہے

لہذا تموج یعنی تحرک کو

---

[1] و [2] یہاں کچھ الفاظ رہ گئے ہیں اس لئے مفہوم واضح نہیں۔ مترجم

سببا قريبا ناشئ عن اشتباه
الشرط بالسبب كمن يزعم ان قبول
المعلول اثر العلة هو السبب
القريب له فافهم و اعلم
والله تعالٰى اعلم هذا و استدل
العلامة قدس سره في شرح
المواقف على كون التموج سببه
القريب بانه شيئ حصل حصل
الصوت واذا انتفى انتفى
فانا نجد الصوت مستمرا باستمرار
تموج الهواء الخارج من الحلق
والاٰلات الصناعية و منقطعا
بانقطاعه وكذا الحال في طنين
الطست فانه اذا سكن انقطع
لانقطاع تموج الهواء حينئذ اھ
اقول اولا لا تموج عند المقروع
الاول حين هو مقروع و
ان حصل حين كونه
قارعا والصوت موجود
فيه لكونه مقروعا لا لكونه
قارعا و ثانيا ينقطع فيما
بعد بانقطاع التموج لا لانقطاع
القرع لان القرع في

سبب قریب' قرار دینا (یہ بات) اس اشتباہ
سے پیدا ہوگئی کہ شرط کو سبب سمجھ لیا گیا۔ اُس
شخص کی طرح جو یہ گمان کرتا ہے کہ معلول کا 'علت
کے اثر کو قبول کرلینا اس کے لئے "سبب قریب"
ہونے کی دلیل اور علامت ہے۔ پس اس بات کو
سمجھ لیجئے اور اچھی طرح جان لیجئے۔ اور اللہ تعالےٰ
سب سے بڑا عالم ہے۔ علامہ قدس سرہٗ نے شرح
مواقف میں استدلال کیا کہ آواز کے لئے "تموج" سبب
کے قریب ہے کیوں؟ اس لئے کہ جب تموج پیدا ہو
تو آواز پیدا ہوتی ہے۔ اور جب تموج منتفی ہو تو
آواز بھی منتفی ہوجاتی ہے کیونکہ ہم آواز کا استمرار
حلق اور آلات صناعیہ سے نکلنے والی ہوا
www.alahazratnetwork.org
کے تموج کے استمرار سے پاتے ہیں اور تموج میں
انقطاع سے آواز کا انقطاع پیدا ہوجاتا ہے۔
اور طشت کی جھنکار کا بھی یہی حال ہے۔ جب وہ
ساکن ہوجائے تو آواز ختم ہوجاتی ہے کیونکہ اس
وقت تموج ہوا میں انقطاع پیدا ہوگیا اھ ___
اقول (میں کہتا ہوں) اولاً مقروع اول بحیثیت
مقروع اول ہونے کے اس میں کوئی تموج نہیں
ہاں البتہ اس میں تموج پیدا ہوجائے گا جبکہ
وہ قارع ہوگا۔ اور آواز اس میں موجود ہوگی اس لئے
کہ وہ مقروع ہے نہ اس لئے کہ وہ قارع ہے۔
و ثانیاً ازیں بعد آواز ختم ہوجاتی ہے

؎ شرح المواقف النوع الثانی المقصد الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/۲۵۸

الاجزاء الاخیرة انما یصل علی وجه التموج کما عرفت و ثالثا الشیٔ ینقطع بانقطاع شرطه فلا یفید السببیة فضلا عن الاقربیة و تمسک بعضهم بانهم انما لم یجعلوا القرع و القلع سببین للصوت ابتداء حتی یکون التموج و الوصول الی السامعة سببا للاحساس به لا لوجوده نفسه بناء علی ان القرع وصول و القلع لاوصول و هما اٰنیان فلا یجوز کونهما سببین للصوت لانه زمانی اھ[1] **اقول** التموج حرکة و الحرکة زمانیة فکیف صار الاٰنی سببا له و ان جاز فلم لم یجز ان یکون سببا للصوت ابتداء **و تقریر** ان التموج ان کان اٰنیا فقد جعلوه سببا للصوت الزمانی و ان کان زمانیا فقد جعلوا القرع و القلع الاٰنیین سببا له فجعل الاٰنی سببا للزمانی لازم علی کل تقدیر و اجاب عنه العلامة

اس لئے کہ تموج منقطع ہوجاتا ہے کیونکہ قرع منقطع ہوگیا کیونکہ آخری اجزاء میں قرع علی وجہ التموج پہنچا ہے جیسا کہ تم جانتے ہو۔ **ثالثاً** انقطاعِ شرط کی وجہ سے شَے منقطع ہوجاتی ہے (یعنی شرط نہ ہو تو مشروط بھی نہ پایا جائے گا) لہٰذا یہ سبب ہونے کے لئے مفید نہیں چہ جائیکہ قریب ہونے کے لئے مفید ہو۔ اور بعض لوگوں نے یہ استدلال پیش کیا کہ اہلِ علم نے قرع اور قلع کو ابتداءً آواز کے لئے سبب نہیں قرار دیا حتی کہ تموج اور وصول الی السامعۃ اس کے احساس کا سبب ہوجائیں نہ کہ اس کے نفسِ وجود کا، اس لئے کہ قرع وصول ہے اور قلع لاوصول ہے۔ اور وہ دونوں "آنی" ہیں لہٰذا یہ دونوں آواز کیلئے سبب نہیں ہوسکتے اس لئے کہ وہ زمانی ہے اھ۔

اقول (میں کہتا ہوں) تموج، حرکت ہے اور حرکت زمانی ہوا کرتی ہے۔ پھر جو چیز آنی ہے وہ اس کا کیسے سبب ہوسکتی ہے۔ اور اگر یہ جائز ہے تو پھر یہ کیوں نہیں جائز کہ ابتداءً آواز کے لئے سبب ہو۔ اور اسکی تقریر یوں کی گئی کہ "تموج" آنی ہے تو خود انھوں نے اس کو صورت زمانی کے لئے سبب قرار دیا ہے اور اگر وہ زمانی ہے تو پھر انھوں نے قرع اور قلع جو کہ دونوں آنی ہیں اس کے لئے سبب ٹھہرائے۔ گویا ہر تقدیر پر آنی کا زمانی کے لئے سبب ہونا

---

[1] شرح المواقف النوع الثالث المقصد الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/ ۲۶۰

السید الشریف بانه لا محذور فیه اذا لم یکن السبب علة تامة او جزءً اخیرا منها اذ لا یلزم حینئذ ان یکون الزمان موجودا فی الاٰن[1] اھ اقول فلم لا یقال مثله فی سببیة القرع للصوت و تخلل نحو شرط ینفی کونه جزءً اخیرا ولا ینافی کونه سببا قریبا کما لا یخفی، وتعقب بالتمسک المذکور فی الصحائف بما قد کان ظهر للعبد الضعیف اول ما نظرت التمسک وھو لنا لا نسلم ان الصوت زمانی لان بعض الحروف اٰنی کما یجیئ مع انه صوت اھ، قال الحسن چلپی ولا یخفی علیك اندفاعه بما مر من ان الحرف عارض للصوت لا نفسه[2] اھ اقول لا یخفی علیك اندفاعه بما یاتی للعلامة حسن نفسه ان کون الحرف عبارۃ عن تلك الکیفیة العارضة

لازم آیا۔ علامہ سید شریف جرجانی نے اس کا یہ جواب دیا کہ اس میں کوئی محذور اور ممانعت نہیں جبکہ سبب علتِ تامہ یا علتِ تامہ کا جزءِ آخری نہ ہو کیونکہ پھر زمانے کا آن میں موجود ہونا لازم نہیں آتا اھ اقول (میں کہتا ہوں) یہ کیوں نہ کہا جائے کہ اس قسم کا معاملہ قرع کا صوت کے سبب ہونے میں ہے اور شرط جیسی چیز کا تخلل (درمیان میں گھس جانا) اس کے جزءِ اخیر ہونے کی نفی کرتا ہے۔ لیکن اس کے سبب قریب ہونے کی نفی نہیں کرتا جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ اور صحائف میں استدلال مذکور کا ایک ایسے کلام سے تعاقب کیا گیا جو اس بندۂ ضعیف پر پہلی ہی مرتبہ استدلال کو ایک نظر دیکھنے سے ظاہر ہوا اور معلوم ہوا کہ وہ ہمارا استدلال ہے کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ آواز زمانی ہے کیونکہ بعض حروف آنی ہیں جیسا کہ آگے آئیگا حالانکہ وہ آواز ہیں اھ علامہ حسن چلپی نے فرمایا اس کا دفاع تم پر گزشتہ کلام کی وجہ سے بالکل پوشیدہ نہیں کہ حروف آواز کو عارض ہوتے ہیں لہذا خود آواز نہیں[2] اھ اقول خود علامہ موصوف کے آئندہ کلام کے پیشِ نظر تم پر اس کا رد مخفی نہیں (اور وہ یہ ہے کہ) حروف کا کیفیت عارضہ للصوت سے عبارت ہونا شیخ ابو علی ابن سینا

---

[1] شرح المواقف النوع الثالث المقصد الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/۲۶

[2] حاشیہ حسن چلپی علی شرح المواقف

www.alahazratnetwork.org

للصوت انما ھو عند الشیخ (یعنی ابن سینا شیخ المتفلسفین) وعند جمع من المحققین الحرف ھو الصوت المعروض للکیفیۃ المذکورۃ اھ[1] اما ما قال بعدہ ان الاشبہ بالحق انھا مجموع العارض والمعروض کما صرح بہ البعض وسیشیر الیہ الشارح فیما سیأتی[2] اھ اراد بہ قول العلامۃ ان الحرف قد یطلق علی الھیأۃ المذکورۃ العارضۃ للصوت وعلی مجموع المعروض والعارض وھذا انسب بمباحث العربیۃ اھ[3] فحسبك فی دفعہ ما نقل ھو عنہ قدس سرہ ان اصحاب العلوم العربیۃ یقولون الکلمۃ مرکبۃ من الحروف ویقولون للکلم انہ صوت کذا فلو لم یکن الحروف عندھم مجموع العارض والمعروض بل عارض الصوت فقط لما صح منھم ذلك اھ وانت تعلم ان القول بالمجموع وان کان اقرب ای قول ائمۃ العربیۃ ان الکلمۃ صوت لانہ حینئذ

شیخ الفلاسفہ کے نزدیک ہے۔ لیکن ایک گروہ محققین کے نزدیک حرف صوت معروض برائے کیفیت مذکورہ سے عبارت ہے اھ لیکن اس کے بعد علامہ موصوف نے فرمایا کہ حق سے زیادہ مشابہ یہ ہے کہ حرف عارض و معروض کے مجموعہ کا نام ہے جیسا کہ بعض نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ اور آئندہ کلام میں شارح اس کی طرف اشارہ فرمائیں گے اھ اس سے علامہ موصوف کا وہ قول مراد ہے کہ کبھی حرف کا ہیئت مذکورہ عارضہ للصوت پر اطلاق کیا جاتا ہے، اور کبھی عارض و معروض کے مجموعہ پر اطلاق ہوتا ہے۔ اور یہ عربی مباحث کے زیادہ مناسب ہے اھ اور تجھے اسکے دفاع میں وہی کافی ہے جو حسن چلپی نے شارح علام قدس سرہٗ سے نقل کیا ہے کہ اصحاب علوم عربیہ فرماتے ہیں کہ کلمہ "حروف سے مرکب ہے" پھر متعدد کلمات کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ اس طرح کی آواز ہے۔ لہذا اگر حرف ان کے نزدیک عارض و معروض کا مجموعہ نہ ہوتا بلکہ حرف "عارض للصوت" ہوتا تو پھر یہ بات ان سے کبھی صحیح نہ ہوتی اھ اور تم جانتے ہو کہ قول بالمجموع اگرچہ ائمہ عربیہ کے قول کے زیادہ قریب ہے کہ "کلمہ" آواز ہے اس لئے کہ پھر اس طور پر

www.alahazratnetwork.org

---

[1] حاشیہ حسن چلپی علی شرح المواقف القسم الثانی المقصد الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/۶۹-۲۶۸

[2] " " " " " " " " " " " ۵/۲۶۹

[3] شرح المواقف " " " " " ۵/۲۷۰

[4] حاشیہ حسن چلپی علی شرح المواقف " " " " " " ۵/۲۷۱

تسمية للكل باسم الجزء وعلى الاول تسمية للعارض باسم المعروض وهذا ابعد من ذالك لكن الموافق بقولهم وفاقا كليا هو ما قال المحققون ان الحرف صوت لا عارضة ولا المجموع ولذا قال چلپی نفسه ان كون الحرف عبارة عن نفس المعروض انسب بذلك القول من المذهبين ولا مجاز فى ذلك الاطلاق على هذا التقدير اصلا[1] اقول وكان مراد القائل بالمجموع انه المعروض من حيث هو معروض فلا ينافى قول المحققين انه الصوت المعروض وبهذا يتم الاستدلال لقول المجموع بكلام ائمة العربية من دون اشكال فاستقر عرش التحقيق على ان الحرف هو الصوت المعروض وبه اندفع التمسك رأسا ورأيت فى كلام امام جميع الفنون الاعرف بكلها من اهلها لسان الحقائق سيدنا الشيخ الاكبر محى الدين ابن العربى رضى الله تعالى عنه فى كتابه "الدر المكنون والجوهر المصئون" فى علم الجفر ما نصه اما الحرف فلفظ مشترك

تسمیہ کل باسم الجزء۔ اور قول اول کے مطابق تسمیۃ العارض باسم المعروض ہے۔ اور یہ اس سے زیادہ بعید ہے۔ لیکن وفاق کلی کے طور پر اُن کے قول کے موافق وُہ ہے جو کچھ اہلِ تحقیق نے فرمایا۔ "حرف صرف آواز ہے، نہ عارض ہے اور نہ عارض و معروض کا مجموعہ" ہے۔ اسی لئے خود علامہ چلپی نے فرمایا: "حرف "نفسِ معروض سے عبارت ہو یہ دُو مذہبوں میں سے اُس قول کے زیادہ مناسب ہے کیونکہ اس اس تقدیر پر اس اطلاق میں بالکل مجاز نہیں اھ۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) گویا قائل بالمجموعہ کی مراد یہ ہے کہ وُہ معروض بحیثیت معروض ہے لہذا یہ ائمہ تحقیق کی رائے کے منافی نہیں کہ وہ صوت معروض ہے۔ پھر اس سے قول بالمجموعہ کا استدلال بغیر کسی اشکال ائمہ عربیہ کے کلام سے تام ہوجاتا ہے پس عرش تحقیق قرار پذیر ہوگئی کہ حرف وہی صوت معروض ہے۔ اور اس سے استدلال بالکل دفع ہوگیا۔ میں نے اُن کے کلام میں دیکھا جو تمام فنون کے امام، سب کی اہلیت رکھتے ہوئے جملہ علوم کے بڑے عارف، حقائق کی زبان، ہمارے آقا، سب سے بڑے شیخ، دینِ اسلام کو زندہ کرنیوالے "ابن عربی" رضی اللہ تعالٰی عنہ، انھوں نے اپنی کتاب "الدر المکنون والجوہر المصئون" جو علم جفر میں ہے اس کی عبارت یہ ہے "حرف" ایک مشترک

www.alahazratnetwork.org

[1] حاشیہ حسن چلپی علی شرح المواقف القسم الثانی المقصد الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/ ۲۷۱

يطلق على اللفظ من اى جنس من المخلوقات وهو الهواء الخارج من الصدر المنقطع بالشفتين واللسان المتكيف الى الحروف والاصوات اھ[1] فهو كما ترى تجوز منه رضى الله تعالى عنه الا ترى انه جعل فى اخر الكلام الهواء متكيفا بالحروف فالحروف كيفيات تحدث فى الهواء لا نفسه كما هو ظاهر ثم رأيته قدس الله تعالى بسره الكريم صرح به نفسه قبل هذا فى توضيح اتى به فى "فصل سر الاستنطاق" اذ قال اعلم ان الحروف على ثلثة انواع فكرية و لفظية وخطية فالحروف الفكرية هى صور روحانية فى افكار النفوس مصورة فى جواهرها و الحروف اللفظية هى اصوات محمولة فى الهوى مدركة بطريق الاذنين بالقوة السامعة والحروف الخطية هى نقوش خطت بالاقلام فى وجوه الالواح اھ[2] فهذا هو الحق الناصع وعليه المحققون، والله تعالى اعلم.

لفظ ہے کہ جس کا اطلاق لفظ پر کیا جاتا ہے خواہ مخلوق کی کسی جنس میں سے ہو۔ اور وہ ہوا ہے جو سینے سے برآمد ہوتی ہے۔ وہ ہونٹوں اور زبان سے قطع کی جاتی ہے۔ حروف اور آواز سے متکیف ہوتی ہے (یعنی وہ ہوا حروف اور آواز کی کیفیت اختیار کرلیتی ہے) جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ وہ شیخ ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مجازی کلام ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ انھوں نے گفتگو کے آخر میں ہوا کو موصوف بکیفیتِ حروف قرار دیا ہے۔ لہذا حروف ایسی کیفیات ہیں جو ہوا میں پیدا ہوتی ہیں، نفس ہوا نہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔ پھر میں نے اُن کے کلام میں دیکھا (اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے بھید کریم کے طفیل پاک فرمائے) خود انھوں نے اس سے قبل اس کی تصریح فصل سر الاستنطاق میں کردی ہے جب کہا جان لیجئے، حروف کی تین قسمیں ہیں: (۱) فکری (۲) لفظی (۳) خطی۔ "حروف فکریہ"، وہ افکارِ نفوس میں روحانی صورتیں ہیں جو اپنے جواہر میں تصویر شدہ ہیں۔ "حروفِ لفظیہ" وہ آوازیں ہیں جو ہوا پر سوار ہیں۔ وہ کانوں کے ذریعے، قوتِ سامعہ سے ان کا ادراک کیا جاتا ہے۔ "حروف خطیہ" وہ ایسے نقوش، جو قلموں کے توسط سے الواح کے چہروں پر کشید کئے جاتے ہیں اھ۔ پس یہی خالص اور واضح حق ہے اور اسی پر ائمہ تحقیق قائم ہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

www.alahazratnetwork.org

---

[1] و [2] الدر المکنون والجواہر المصون

(۳) سُننے کا سبب ہوائے گوش کا متشکل بشکل آواز ہونا ہے اور اس کے تشکل کا سبب ہوائے خارج متشکل کا اسے قرع کرنا اور اس قرع کا سبب بذریعہ تموج حرکت کا وہاں تک پہنچنا۔

(۴) ذریعہ حدوث قلع و قرع ہیں اور وہ آنی ہیں حادث ہوتے ہی ختم ہوجاتے ہیں اور وہ شکل و کیفیت جس کا نام آواز ہے باقی رہتی ہے تو وہ معدات ہیں جن کا معلول کے ساتھ رہنا ضرور نہیں، کیا نہ دیکھا کہ کاتب مرجاتا ہے اور اس کا لکھا برسوں رہتا ہے یوہیں یہ کہ زبان بھی ایک قلم ہی ہے۔

(۵) ضرور کان سے باہر بھی موجود ہے بلکہ باہر ہی سے منتقل ہوتی ہوئی کان تک پہنچتی ہے۔ طوالع و مقاصد و مواقف وغیرہا میں اس پر تین دلیلیں قائم کی ہیں۔

لا نطیل الکلام بذکرھا و ذکر مالہا و علیہا اقول والحق ان الصوت یحدث عند اول مقروع کھواء الفم عند التکلم ثم لایزال یتجدد حتی یحدث فی الاذن فھو موجود خارج الاذن بعدۃ لا یعلمہا الا اللہ جل و علا ثم باعلامہ رسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثم باعلام النبی صلی اللہ علیہ وسلم من شاء من خدمہ و اولیائہ اما المسموع بالفعل فلیس الا صوتا حادثا فی الاذن کما علمت فلیکن التوفیق و باللہ التوفیق۔

ہم اُن دلائل و شواہد کے ذکر اور ما لہا اور ما علیہا (یعنی جو کچھ اُن کے لئے ہے اور ان پر وارد ہے) کے ذکر سے کلام کو طویل نہیں کرتے (بلکہ) میں کہتا ہوں کہ حق یہ ہے کہ آواز اول مقروع کے وقت پیدا ہوتی ہے جیسے بولتے وقت منہ کی ہوا۔ پھر ہمیشہ اس میں تجدید ہوتی رہتی ہے یہاں تک کہ کان میں آواز پیدا ہوجاتی ہے۔ پھر وہ کان سے باہر بھی کچھ دیر تک رہتی ہے کہ جس کو اللہ تعالٰی بلند و بالا اور جلیل القدر کے علاوہ حقیقی طور پر کوئی نہیں جانتا۔ پھر اس کے آگاہ کرنے سے اس کے رسول کریم علیہ وعلٰی آلہ الصلوٰۃ والتسلیم) جانتے ہیں۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم اپنے خدام اور اولیاء میں سے جس کو پسند فرمائیں آگاہ فرمادیں۔ لیکن مسموع بالفعل تو ایک آواز ہے جو کان میں پیدا ہوتی ہے جیسا کہ تم جانتے ہو۔ لہٰذا توفیق ہونی چاہئے۔ اور اللہ تعالٰی کے کرم سے ہی توفیق حاصل ہوسکتی ہے۔ (ت)

(۶) وہ آواز کنندہ کی صفت نہیں بلکہ ملائے متکیف کی صفت ہے ہوا ہو یا پانی وغیرہ۔ مواقف سے گزرا: الصوت کیفیۃ قائمۃ بالھواء[1] (آواز ایک ایسی کیفیت ہے جو ہوا کے ساتھ قائم ہے۔ ت)

---

[1] شرح المواقف النوع الثالث منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/۲۶۰

آوازکنندہ کی حرکت قرعی وقلعی سے پیدا ہوتی ہے لہذا اُس کی طرف اضافت کی جاتی ہے۔

(۷) جبکہ وہ آواز کنندہ کی صفت نہیں بلکہ ملائے متکیف سے قائم ہے تو اس کی موت کے بعد بھی باقی رہ سکتی ہے کما لا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت)۔

ان جوابوں کے سوا اور بھی فائدے ہماری اس تقریر سے روشن ہوئے مثلاً:

(۸) انقطاعِ تموج انعدامِ سماع کا باعث ہوسکتا ہے کہ کان تک اُس کا پہنچنا بذریعہ تموج ہی ہوتا ہے نہ کہ انعدامِ صوت کا بلکہ جب تک وہ تشکل باقی ہے صوت باقی ہے۔

(۹) یہیں سے ظاہر ہُوا کہ دوبارہ اور تموج حادث ہو تو اس سے تجدیدِ سماع ہوگی نہ کہ آواز دوسری پیدا ہوئی جبکہ تشکل وہی باقی ہے۔

(۱۰) وحدتِ آواز وحدتِ نوعی ہے کہ تمام امثالِ متجددہ میں وہی ایک آواز مانی جاتی ہے ورنہ آواز کا شخصِ اوّل کہ مثلاً ہوائے دہنِ متکلم میں پیدا ہوا کبھی ہے ... نہیں ہوتا اس کی کاپیاں ہی چھپتی ہوئی ہمارے کان تک پہنچتی ہیں اور اسی کو اس آواز کا سننا کہا جاتا ہے۔

جب یہ امور واضح ہولئے تو اب آلۂ فونوگراف کی طرف چلئے علیم جلت حکمتہ (علیم مطلق کہ جس کی حکمت بڑی عظیم الشان ہے۔ت) نے جوفِ سامعہ کی ہوا میں جس طرح یہ قوت رکھی کہ اُن کیفیات سے متکیف ہوکر نفس کے حضور ادائے اصوات والفاظ کرے یونہی یہ حالت رکھی کہ ادا کرکے معاً اُس کیفیت سے خالی ہوکر پھر لوحِ سادہ رہ جائے کہ آئندہ اصوات وکلمات کے لئے مستعد رہے اگر ایسا نہ ہوتا تو مختلف آوازیں جمع ہوکر مانعِ فہمِ کلام ہوتیں جس طرح میلوں کے عظیم مجامع میں ایک غل کے سوا بات سمجھ میں نہیں آتی، ولہذا اب تک عام لوگوں کے پاس اُن کیفیات کے محفوظ رکھنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا اگرچہ واقع میں تمام الفاظ جملہ اصوات بجائے خود محفوظ ہیں وہ بھی امم مخلوقہ سے ایک اُمت ہیں کہ اپنے رب جل وعلا کی تسبیح کرتے ہیں کلماتِ ایمان تسبیحِ رحمٰن کے ساتھ اپنے قائل کے لئے استغفار بھی کرتے ہیں اور کلماتِ کفر تسبیحِ الٰہی کے ساتھ اپنے قائل پر لعنت،

کما صرح به امام الحقائق سیدی الشیخ الاکبر رضی الله تعالٰی عنه والشیخ العارف بالله تعالٰی سیدی الامام عبد الوهاب الشعرانی قدس سره الربانی۔

جیسا کہ اہلِ حقائق کے امام، میرے آقا، الشیخ الاکبر (اللہ تعالٰی اُن سے راضی ہو) نے اس کی تصریح فرمادی۔ اور شیخ، اللہ تعالٰی کی معرفت رکھنے والے، امام، عبدالوہاب، شعرانی (ان کا خدائی بھید پاک کیا جائے) نے بھی تصریح فرمادی۔(ت)

اور اس کا سبب ظاہری یہ تھا کہ اُن کیفیات کا حامل ایک نہایت نرم و لطیف و رطب جسم تھا یعنی ہوا یا نہایت کمی کے ساتھ پانی بھی جیسا کہ ہم نے اُوپر ذکر کیا اور جس طرح لطافت و رطوبت باعثِ سہولت انفعال ہے یونہی مورثِ سرعتِ زوال ہے اسی لئے نقش بر آب مثل مشہور ہے تو ان کیفیات اشکال کے تحفظ کا کوئی ذریعہ ہمارے پاس نہ تھا اب بمشیتِ الٰہی ایسا آلہ نکلا جس میں مسالے سے باذن اللہ تعالٰی یہ قوت پیدا ہوئی کہ ہوائے عصبہ مفروشہ کی طرح ہوائے متموج کی اُن اشکال حرفیہ وصوتیہ سے متشکل ہو اور اپنے یبس و صلابت کے سبب ایک زمانہ تک انھیں محفوظ رکھے اگلوں کا اس ذریعہ پر مطلع نہ ہونا انھیں اپنے اس تجربہ کے بیان پر باعث ہوا کہ ہم دیکھتے ہیں جب تموج ختم ہوجاتا ہے آواز ختم ہوجاتی ہے کما تقدم عن شرح المواقف (جیسا کہ شرح مواقف کے حوالے سے پہلے گزر چکا ہے۔ ت) یہ آلہ دیکھتے تو معلوم ہوتا کہ تموجِ ہوا ختم ہُوا اور آواز محفوظ و مخزون ہے انتہائے تموج سے سُننے میں نہیں آتی اُس کے لئے دوبارہ تموجِ ہوا کی محتاج ہے کہ ہمارے سُننے کا یہی ذریعہ ہے ورنہ رب عزوجل کہ غنی مطلق ہے اب بھی اسے سُن رہا ہے اس آلہ یعنی پلیٹوں پر ارتسام اشکال معلوم و مشاہد ہے ولہذا چھیل دینے سے وہ الفاظ زائل ہوجاتے ہیں جس طرح کاغذ سے خط کے نقش چھیل جاتے ہیں اور اُن سے خالی کرکے دوسرے الفاظ بھر سکتے ہیں جس طرح لکھی ہوئی تختی دھو کر دوبارہ لکھ سکتے ہیں اور اگر رکھ رہنے دیجے بھی بتدریج اُن میں کمی ہوتی اور آواز ہلکی ہوتی جاتی ہے کہ پہلے کی طرح صاف سمجھ میں نہیں آتی یہاں تک کہ رفتہ رفتہ فنا ہوکر بالآخر لوح سادہ رہ جاتی ہے جب تک اُن چوڑیوں پلیٹوں میں وہ اشکال حرفیہ باقی ہیں تحریک آلہ سے جو ہوا جنبش کناں اُن اشکال مرسومہ پر گزرتی ہے اپنی رطوبت و لطافت کے باعث بدستور اُن کیفیات سے متکیف اور قوتِ تحریک کے باعث متموج ہوکر اُسی طرح کان تک پہنچتی اور یہاں کی ہوا اُن اشکال کو لے کر بعینہٖ بذریعہ لوح مشترک نفس کے حضور حاضر کرتی ہے یہ تجدد و تموج کے سبب تجددِ سماع ہوا نہ کہ تجدد وصوت، کما اسلفنا له التحقیق واللہ ولی التوفیق (جیسا کہ ہم نے پہلے اس کی تحقیق کر دی۔ اور اللہ تعالٰی حصولِ توفیق کا مالک ہے۔ ت) تو فونو کی چوڑیاں صرف ہوا ہائے متوسطہ میں سے ایک ہوا کے قائم مقام ہیں فرض کیجئے کہ طبلہ سے گوشِ سامع تک بیچ میں سو ہواؤں کا توسط تھا کہ طبلہ پر ہاتھ مارنے سے پہلی ہوا اور اُس سے دُوسری اُس سے تیسری یہاں تک کہ سوئیں ہوا نے اشکال صوتِ طبلہ سے متشکل ہوکر ہوائے جوفِ گوش کو متشکل کیا اور سماع واقع ہوا، یہاں یوں سمجھئے کہ اس نواخت سے پہلے بعد دیگرے پچاس ہواؤں نے متشکل ہوکر ہوائے اخیر نے اس آلہ کو متشکل کیا یہ ہوائے پنجاہ و یکم کی جگہ ہوا اب اس سے ہوائے پنجاہ و دوم پھر سوم پھر چہارم متشکل ہوکر سوئیں نے بدستور ہوائے گوش کو متکیف کیا اور سماع حاصل ہوا تو یقیناً دونوں

صورتوں میں وہی صوت طبلہ ہے کہ بتجدد امثال تنّو واسطوں سے کان تک پہنچی اگرچہ ایک صورت میں سب وسائط ہوائیں ہیں اور دوسری میں بیچ کا ایک واسطہ یہ آلہ دونوں میں وہی سلسلہ چلا آتا ہے وہی طبلہ پر ہاتھ پڑنا دونوں کا مبدا ہے توکیا وجہ کہ ان نّنو واسطوں سے جو سُنا گیا وہ تو وہی صوت طبلہ ہو اور ان نّنو واسطوں کے بعد جو سُنا گیا وہ اس کا غیر ہو اُس کی تصویر اس کی مثال ہو یہ محض تحکم بے معنی ہے، اصل تشکل اول جو قرع طبلہ سے پیدا ہوا اسے لیجئے تو وہ صورت اولے میں بھی ننانوے منزل اس پار چھوٹ گیا اور یکے بعد دیگرے اُس کا سلسلہ قائم رہنا لیجئے تو وہ یقیناً یہاں بھی حاصل، پھر تفرقہ یعنی چہ۔ علامہ سید شریف قدس سرہ الشریف شرح مواقف میں فرماتے ہیں:

الاحساس بالصوت یتوقف علی ان یصل الھواء الحامل لہ الی الصماخ لا بمعنی ان ھواء واحد بعینہ یتموج یتکیف بالصوت ویوصلہ الی القوۃ السامعۃ بل بمعنی ان ما یجاور ذلك الھواء التکیف بالصوت یتموج ویتکیف بالصوت ایضا وھکذا الی ان یتموج ویتکیف بہ الھواء الراکد فی الصماخ فتدرکہ السامعۃ حینئذ[1]

آواز کا احساس اس پر موقوف ہے کہ جو ہوا اس کو اُٹھا رہی ہے وہ کانوں کے سوراخ تک پہنچے، نہ اس معنی سے کہ بعینہٖ ایک ہی ہوا میں تموج پیدا ہو کر وہ کیفیتِ صوت سے متصف ہوجاتی ہے۔ پھر آواز کو قوتِ سامعہ تک پہنچا دیتی ہے بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو ہوا "متکیف بالصوت" ہے اس کے متصل مجاوِر جو ہوا ہے اس میں موج پیدا ہوتی ہے پھر وہ بھی جزء اول کی طرح متکیف بالصوت ہوجاتی ہے، پھر یونہی یہ سلسلہ تموج اور تکیف آگے تک چلتا ہے اور بڑھتا ہے یہاں تک کہ اس ہوا میں موج پیدا ہوتی ہے جو کانوں میں ٹھہری ہے پھر وہ کیفیتِ صوت سے متصف ہوجاتی ہے پھر اس طرح قوتِ سامعہ آواز کا ادراک کرلیتی ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اُس کے متن مواقف مع الشرح میں ہے:

سبب الصوت القریب تموج الھواء ولیس تموجہ ھذا حرکۃ انتقالیۃ من ھواء واحد بعینہ بل ھو صدم بعد

آواز کا سبب قریب ہوا میں موج پیدا ہونا ہے اور اس کا یہ تموج ایسی حرکتِ انتقالیہ نہیں جو بعینہٖ ایک ہوا سے ہو، بلکہ وہ نوبت بہ نوبت

---

[1] شرح المواقف النوع الثالث المقصد الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/ ۲۶۰-۶۱

صدمہ وسکون بعد سکون[1] | دباؤ اور سکون بعد سکون کی وجہ سے ہے (ت)

بالجملہ کوئی شک نہیں کہ جو کچھ فونو سے سُنی گئی بعینہٖ وہی طبلہ کی آواز ہے اسی کو شرع نے حرام فرمایا تھا اور اسے خیال و مثال کہنا محض بے اصل خیال تھا اور بفرض غلط ایسا ہوتا بھی تو مجوز کے لئے کیا باعثِ خوشی تھا بالجملہ شرع مطہر نے اس نوع آواز کو حرام فرمایا ہے تشخص تموج بلکہ تشخص تشکل بلکہ تشخص طبلہ کسی کو بھی اُس میں دخل نہیں حکم اپنی علت کے ساتھ دائر ہوتا ہے آواز ملاہی علتِ تحریم وہ تشخصات نہیں بلکہ یہ کہ وہ لہو ہیں

کما ینبئ عنہ اسمہا ویشیر الیہ قولہ تعالٰی ومن الناس من یشتری لھو الحدیث[2] وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کل لھو المؤمن باطل وفی روایۃ حرام الا فی ثلث[3]

جیسا کہ ان کا نام اس سے آگاہ کر رہا ہے۔ اور اسی طرف اللہ تعالٰی کا ارشاد اشارہ کر رہا ہے "لوگوں میں کوئی وہ ہے جو کھیل (تماشہ) کی باتوں کا خریدار ہے (اور اُن سے دلچسپی اور وابستگی رکھتا ہے)" اور حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی "مومن کا ہر کھیل باطل ہے" اور ایک روایت میں ہے: "ہر کھیل حرام ہے مگر تین کھیل" (کہ ان کی اجازت ہے)۔ (ت)

وہ دل کو خیر سے پھیر کر شہوات و شہوات کی طرف لے جاتے ہیں یہاں تک کہ دل پر اُن کے زنگ چڑھ کر مُہر ہو جاتی ہے پھر حق بات نہ سُنے نہ سمجھے، والعیاذ باللہ تعالٰی (اور اللہ تعالٰی کی پناہ۔ ت)

کما قال عزوجل بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون[4]، وفیہ قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان العبد اذا اذنب ذنبا نکتت فی قلبہ نکتۃ سوداء فان تاب ونزع

جیسا کہ اللہ زبردست اور جلیل القدر نے ارشاد فرمایا: بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھ گیا ہے اُن بُرے کاموں کی وجہ سے جو وہ کیا کرتے تھے۔ اور اس آیتِ قرآنی کی تفسیر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد موجود ہے: "جب کوئی بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نشان

---

[1] شرح المواقف النوع الثالث المقصد الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/۵۸-۲۵۷

[2] القرآن الکریم ۳۱/۶

[3] جامع الترمذی ابواب فضائل الجہاد ۱/۱۹۷ و سنن ابن ماجہ ابواب الجہاد ص ۲۰۷ مسند احمد بن حنبل ۴/۱۴۴ و ۱۴۸ و درمختار کتاب الحظر والاباحۃ مجتبائی دہلی ۲/۲۴۸

[4] القرآن الکریم ۸۳/۱۴

واستغفر صقل قلبه وان عاد زادت حتی تعلو قلبه فذلك الران الذی ذکر الله تعالٰی فی القراٰن[1] رواه احمد[2] و الترمذی و صححه والنسائی وابن ماجۃ[3] واٰخرون عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه وهو معنی حدیث ابن مسعود رضی الله تعالٰی عنه الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء العشب[4] بل هو للبیهقی فی شعب الایمان عن جابر رضی الله تعالٰی عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم وفیه الزرع مکان العشب[5]۔

اُبھر آتا ہے، اگر توبہ کرے باز آئے اُسے اُتار پھینکے اور اللہ تعالٰی سے گزشتہ کی بخشش مانگے تو اس کا دل صاف شفاف ہوجاتا ہے، اور اگر وہی برائی دوبارہ کرے تو وہ نشان بڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے دل پر غالب آجاتا ہے (اور اسے چاروں طرف سے گھیر لیتا ہے) "پس یہی وہ زنگ اور میل ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالٰی نے جس کا ذکر فرمایا ہے۔ امام احمد اور جامع ترمذی نے اسکو روایت کیا اور ترمذی نے اس کی تصحیح فرمائی۔ سنن نسائی اور ابن ماجہ اور دوسرے ائمہ حدیث نے اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اس کو روایت فرمایا، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث "راگ دل میں اس طرح نفاق اگا دیتا ہے جس طرح پانی گھاس اگا دیتا ہے" کا یہی معنٰی ہے، بلکہ وہ حدیث امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند سے روایت فرمائی کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس میں لفظ 'عشب' (گھاس) کی جگہ لفظ 'الزرع' (کھیتی) ہے۔ (ت)

غرض ان آوازوں میں بالطبع یہ خاصیت رکھی گئی ہے کہ فتنہ کی طرف کھینچیں اور قدم ثبات کو لغزش دیں۔

وذلك قوله تعالٰی واستفزز من استطعت منهم بصوتك[6]۔

اور اللہ تعالٰی کا یہ ارشاد گرامی ہے: جن لوگوں پر تُو قابو پا سکتا ہے انھیں اپنی آواز سے لغزش دیجئے۔ (ت)

---

[1] جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ ویل للمطففین امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۶۸ و ۱۶۹

[2] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ ۲/ ۲۹۷ و سنن ابن ماجہ ابواب الزہد ص ۳۲۳

[3] اتحاف السادۃ المتقین کتاب ذم الجاہ والریاء بیان ذم حب الجاہ دارالفکر بیروت ۸/ ۲۳۸

[4] شعب الایمان للبیہقی حدیث ۵۱۰۰ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۲۷۹

[5] القرآن الکریم ۱۷/ ۶۴

ہر عاقل جانتا ہے کہ اس میں خصوصیت صورت آلہ کو دخل نہیں بلکہ یہ آوازیں جس آلہ سے پیدا ہوں
28 اپنا رنگ لائیں گی تو علت حرمت قطعاً حاصل ہے پھر حکم حرمت کیونکر زائل، اور یہ ادعا کہ فونو سے سازوں
کی آوازیں مورثِ طرب نہیں صرف موجبِ عجب ہیں بداہت کے خلاف ہے بلاشبہہ سازوں سے اُن کی
آواز سُننا جو اثر کرتا ہے وہی فونو سے کہ آواز بلاتفاوت وہی ہے خصوصیت شکل آلہ کا ایراث عدم ایراث
طرب میں کیا دخل، نہ اضافۂ عجب مانع طرب۔

فاندفع ما زعم الفاضل المعاصر السید الاھدل حفظہ اللہ تعالٰی انہ لایحصل من سماعہ طرب بل عجب و غایۃ مایدعیہ بعضھم حصول اللذۃ واللذۃ مع کونھا من باب المشکک لیست علۃ التحریم فقط بل العلۃ مع ذٰلک کون الاٰلات من شعار الفسقۃ والصندوق لم یوضع للضرب ولا قصد لہ ولا شھر بانہ شعار الفساق فانّٰی یتاتی الالحاق اھ بمحصلہ وقد اتینا فی تلخیصہ علی مقصد رسالتہ اجمع

اقول اولاً ما الطرب الا الفرح والحزن او خفۃ تلحقک تسرک او تحزنک والحرکۃ و الشوق کما فی القاموس[1] وکل ذٰلک معلوم قطعا فی سماع اصوات الاٰلات من الصندوق کما عھا

فاضل معاصر سید اہدل حفظہ اللہ تعالٰی کا دفاع ہوگیا کہ صندوق کی آواز سننے سے طرب حاصل نہیں ہوتا بلکہ صرف "عجب" پیدا ہوتا ہے۔ غایۃ مافی الباب یہ ہے کہ جس کا بعض لوگ دعوٰی کیا کرتے ہیں کہ اس سے لذت حاصل ہوتی ہے اور لذت باوجودیکہ باب تشکیک میں سے ہے تنہا علتِ حرمت نہیں، بلکہ گانے بجانے کے آلات واسباب کا فاسقوں کے شعار میں سے ہونا اور حصول لذت، یہ دونوں مل کر علتِ تحریم ہیں اور صندوق بجانے کیلئے موضوع نہیں۔ اور اس کا یہ مقصد بھی نہیں۔ اور شعار فساق میں اس کی شہرت بھی نہیں۔ پھر اس کا اُن آلاتِ لہو سے کیسے الحاق ہوسکتا ہے۔ عبارت کا خلاصہ پورا اور مکمل ہوگیا ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں) **اوّلاً** طرب صرف خوشی، غم، حرکت اور شوق ہے اور ایسی خفت جو تجھے لاحق ہو تو تجھے خوش یا غمگین کردے، جیسا کہ قاموس میں ہے۔ اور یہ سب کچھ یقینی طور پر معلوم ہے اور صندوق سے آوازیں سُننے میں موجود ہے جیسا کہ دوسرے آلات

www.alahazratnetwork.org

[1] القاموس المحیط فصل الطاء باب الباء مصطفی البابی مصر ۱/۱۰۱

28
28

منها سواء بسواء وكلها ههنا سواء لتمام اللذة التي سلم وجودها والخفة ان اخذت بمعنى ما يقهر العقل فليست لازمة لسماع الآلات ايضا فرب سامع لها لا يعتريه خفة في عقله انما ذٰلك لمن انهمك فيها وهي تحصل لمثله في السماع من الصندوق ايضا و **ثانيا** هذه الآثار التي تتولد منها هي الكافية قطعا للتحريم واليها النظر في النصوص التي تلونا وفي تسميتها آلات الملاهي من دون توقف على كونها شعار الفسقة حتى لو فرض انعدام الفساق من الدنيا لحرمت الآلات لما ذكرنا وان كانت الفسقة اذ قال الله عز وجل لابليس واستفزز من استطعت منهم بصوتك[1] بل هذه الآثار هي التي جعلتها شعار الفساق فهو اثر العلة منها لاجزءها نعم ما لا باس به

کے سماع میں موجود ہے، لہٰذا اس باب میں دونوں برابر۔ دونوں میں کچھ فرق نہیں۔ اور یہاں پر سب لوازمِ لذت ہیں کہ جس کے وجود کو مجوز نے تسلیم کیا ہے (مراد یہ کہ ان سب کے لئے حصولِ لذت لازم ہے) اگر "خفت" اس معنیٰ میں لی جائے کہ وہ چیز جو عقل کو مقہور اور مغلوب کر دے تو پھر یہ بات سماعِ آلات میں بھی لازم نہیں کیونکہ بسا اوقات آلات سے راگ سُننے والے کی عقل میں بھی کوئی خفت اور فتور عارض نہیں ہوتا، البتہ یہ اس شخص کے لئے ہوگا جو بصورتِ استغراق آلات سے راگ سُنتے ہیں۔ استغراق کی صورت میں اگر صندوق سے راگ سُنے تو اس سے نیز کیفیتِ خفت حاصل ہو جائیگی (گویا بصورتِ استغراق دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ **وثانیاً** یہ آثار و کوائف جو سماعِ آلات سے پیدا ہوتے ہیں حرمت کے لئے یقیناً کافی ہیں چنانچہ ہماری تلاوت کردہ نصوص میں اسی طرف اشارہ ہے۔ اور اُن کا نام آلاتِ لہو رکھنے میں بھی یہی منظورِ نظر ہے بغیر اس توقف کے کہ فاسقوں کا شعار ہیں۔ یہاں تک کہ اگر فرض کر لیا جائے کہ پوری دنیا میں کوئی فاسق موجود نہیں تو اس کے باوجود بھی سماعِ راگ اُن آلات سے حرام ہوگا اس وجہ سے کہ جس کو ہم نے بیان کر دیا ہے (ذرا غور تو کرو) جب اللہ تعالیٰ نے شیطان کو خطاب کرکے ارشاد فرمایا اولادِ آدم میں سے

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۶۴

فی نفسه ولم یکن من ما ینا قض مقاصد الشرع الشریف وھو مما شعار الفساق یکون النھی عنه لذٰلك التشبه بھم فھٰھنا لك تبتنی الامر علی الشعار لا فی مثل ما فی مبحث عنه وکذٰلك ما به باس فی نفسه وھو مما شعار الفسقة ینھی عنه للوجھین ای لکل منھما لا للمجموع حتی تکون الشعاریة جزء العلة ویقتصر النھی علیھا فاذا انتفت انتفی لا قائل به احد من علماء الدنیا **وثالثا** کون اللذة من باب المشکك انما کان یجدی نفعا لو ثبت جواز نفس الالتذاذ بتلك الاصوات وتوقفت الحرکة علی مخصوص منھا وثبت ان اللذة لا تبلغ ذٰلك الحد لا بالسماع من نفس الاٰلات دون الصندوق ولم یثبت شیئ من ذٰلك **ورابعا** ان الصندوق لم یوضع للضرب فنحن

جس پر تُو قابو پا سکتا ہے انھیں اپنی آواز سے ڈگمگا دے۔ (ارے بتاؤ) کہ اُس وقت فاسق کہاں تھے بلکہ وہ آثار جن کو تم نے فسّاق کا شعار قرار دیا وہ ان کے لئے اثرِ علت ہیں۔ علت کا جزء نہیں البتہ بذاتہٖ جن میں کچھ حرج نہیں۔ اور نہ یہ مقاصدِ شریعت کے مخالف ہیں۔ پھر وہ فسّاق کا شعار ہوں تو اُن سے تشبّہ کی وجہ سے ممنوع ہونگے۔ پھر یہاں امر شعار پر مبنی ہوگا نہ کہ زیرِ بحث مقام میں، اور یُونہی وہ امور کہ اُن کے فی نفسہٖ وجود میں کوئی حرج ہے اور شعارِ فسّاق ہوں تو اُن سے دو وجوہ کی بنا پر ممانعت کی جاتی ہے۔ مفہوم یہ ہے کہ ہر ایک وجہ کی بنا پر لہٰذا مجموعہ مراد نہیں تاکہ ان کا شعار ہونا علت کا جزء ہو جائے۔ اور نہی صرف ان پر مبنی ہو کہ جب وہ منتفی ہوں تو نہی منتفی ہو جائے۔ حالانکہ دُنیا کا کوئی عالم اس بات کا قائل نہیں **وثالثا** لذت کا باب تشکیک سے ہونا اس وقت فائدہ بخش ہو سکتا ہے کہ جب اُن آوازوں سے نفسِ لذت کا جواز ثابت ہوتا۔ اور حرکت مخصوص آوازوں پر موقوف ہوتی۔ اور یہ ثابت ہوتا کہ نفسِ آلات کے سماع سے بغیر صندوق کے لذت اُس حد تک نہ پہنچی، حالانکہ اُن میں سے کوئی بات ثابت نہیں **رابعا** واقعی صندوق بجانے کے لئے نہیں بنایا گیا۔ یہی وجہ

www.alahazratnetwork.org

لا نحرم نفسه بل سماع صوت ای منه وذلك يكون بوضع القوالب المودعة فيها اصواتها وهی ما وضعت الا لذلك وحينئذ لا يقصد من الصندوق الا الضرب وسماعها شعار الفسقة قطعا وبالجملة فالتفرقة بين سماع اصوات الملاهی منها ومن الصندوق ما هی الا جرف هار ماله من قرار **وخامسا** هذا كله علی فرض ذنب التنزل والا فقد اقمنا البرهان علی ان صوت الملاهی المسموع من الصندوق هو عين صوت تلك الملاهی فكيف يفرق بين الشئ ونفسه وای حاجة الی الالحاق وبالله التوفيق **وسادسا** ثم ان السيد نفسه يقول قد سمعنا حكايته للقراٰن فلم نرالا انها قراءة فصيحة مرتلة بنغمة تميل اليها النفوس اھ **اقول** افصحتم بالحق فلا ...علہ... القراٰن واسدت تلك النغم الحسان تميل نفوس العامة او تلك الاصوات الملهية عن ذكر الرحمٰن ...علہ... لها الشيطان و ذلك هو الطرب المنهی عنه وعليه مدار تحريمها فحسب والله الموفق۔

ہے کہ نفس صندوق کو حرام نہیں قرار دیتے بلکہ اس سے راگ سُننے کو حرام کہتے ہیں۔ اور یہ اس لئے کہ اس میں ایسے قالب موجود ہیں کہ اُن میں آوازیں بھری جاتی ہیں۔ اور وہ قالب اسی مقصد کے لئے بنائے گئے ہیں۔ پھر اس صورت میں صندوق سے یہی ضرب مقصود ہے۔ اور اُن لوگوں کا راگ سُننا بلاشُبہ شعارِ فسّاق ہے۔ (خلاصۂ کلام) راگ کی آوازیں، آلاتِ لہو اور صندوق کے سننے میں کوئی فرق نہیں۔ اور یہ تفرقہ بالکل کھوکھلے گرنے والے دہانے کی طرح کہ جس کو کوئی قرار اور ثبات نہیں۔ **وخامسا** یہ سب کچھ اس پر مبنی ہے کہ بطریقِ "تنزل" صدورِ گناہ فرض کرلیا جائے ورنہ ہم نے اس پر دلائل و شواہد قائم کئے ہیں کہ جو راگ کی آواز صندوق سے سُنائی دیتی ہے وہ بالکل وہی اصلی آواز ہے (اس کی حکایت اور مثل نہیں) کیونکہ شئے اور اس کی ذات میں کیسے تفرقہ کیا جاسکتا ہے (کیونکہ وہ دونوں باہم عین ہیں) لہذا الحاق کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی سے حصولِ توفیق ہے۔ **سادسا** سید صاحب خود فرماتے ہیں کہ ہم نے قرآن مجید کی حکایت سُنی۔ اور ہم اس سے یہی سمجھتے ہیں کہ وہ ایک فصیح و بلیغ قراءت ہے جو نغمات سے ترتیل شدہ ہے، جس کی طرف نفوس مائل اور راغب ہوتے ہیں اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) بلاشبہ

علہ وعلہ یہاں اصل میں بیاض ہے۔

www.alahazratnetwork.org

تم نے حق ظاہر کردیا ہے۔ کیا یہ قرآن مجید نہیں۔ اور جو کچھ اُن حسین وجمیل نغموں کے قائم مقام ہے جس کی طرف نفوسِ عامہ راغب ہوتے ہیں یا وہ آوازیں ہیں جو ذکرِ "رحمٰن" سے غافل کرنے والی بلکہ شیطان کی طرف راغب کرنے والی۔ اور یہ وہی خوش کُن راگ ہے کہ جس سے منع کیا گیا ہے۔ اور اسی پر ان کی حرکات کا مدار ہے اور بس۔ اور اللہ تعالٰی ہی (امورِ خیر کی) توفیق دینے والا ہے۔ (ت)

بالجملہ شک نہیں کہ طبلہ، سارنگی، ڈھولک، ستار یا ناچ یا عورات کا گانا یا فحش گیت وغیرہ وغیرہ جن آوازوں کا فونو سے باہر سُننا حرام ہے بلاشبہہ اُن کا فونو سے بھی سُننا حرام ہے نہ یہ کہ اُسے محض تصویر و حکایت قرار دے کر حکم اصل سے جُدا کر دیجئے یہ محض باطل و بے معنی ہے۔

سابعًا اس تصویر مجرد مباینِ اصل ہونے کا حال تو جب کُھلے کہ زید کی ہجو یا اُس کے والدین پر گالیاں اس آلہ میں بھر کر سُنائی جائیں کیا اُس پر وہی ثمرات مرتب نہ ہوں گے جو فونو سے باہر سُننے میں ہوتے پھر اپنے نفس کے لئے فرق ذکر کرنا اور واحد قہار کی معصیتوں کو ہلکا کر لینے کے لئے یہ تاویلیں نکالنا کس قدر دیانت سے دُور و مہجور ہے،

نسأل الله العفو والعافية اما ما ذكر السيد الاهدل عفا الله تعالى عنا وعنه من حديث رؤية صورة المرأة فی المرآة **فاقول ثامنا** تبين لك ان صوت الملاهی من الصندوق هو عين صوتها منها لا مثاله بخلاف عكس المرأة فی المرآة **وتاسعا** كلام ابن حجر فی التحفة فی باب النكاح عقيب قول الامام النووی فی منهاجه ويحرم نظر رجل بالغ الٰى عورة حرة ما نصه خرج مثالها فلا يحرم نظره فی نحو مرأة

ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت چاہتے ہیں۔ رہا یہ کہ جو کچھ سیّد اہدل نے ذکر فرمایا اللہ تعالٰی ہمیں اور انھیں معاف فرمائے، اور وہ آئینہ میں عورت کی شکل و صورت دیکھنے کی بات ہے۔

فاقول (تو میں کہتا ہوں) **ثامنا** تمھارے لئے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ صندوق سے راگ کی آواز سُننا بعینہٖ اُسی طرح ہے جس طرح آلاتِ راگ سے آواز سُنی جائے لہٰذا آوازِ صندوق ان کی مثل اور حکایت نہیں بخلاف آئینہ میں عورت کا عکس (فوٹو) دیکھنا۔

تاسعا علامہ ابن حجر کا کلام تحفہ باب نکاح میں امام نووی کے قول "منہاج" کے بعد کہ کسی بالغ مرد کا کسی آزاد عورت کے ستر کی طرف نگاہ کرنا حرام ہے جس کی اُنھوں نے تصریح فرمائی؛

www.alahazratnetwork.org

كما افتى به غير واحد ويؤيده قولهم
لو علق الطلاق برؤيتها لم يحنث برؤية
خيالها فى نحو مرآة لانه لم يرها ومحل
ذلك كما هو ظاهر حيث لم يخش فتنة
ولا شهوة اھ[1] ومثله فى النهاية للرملى
فقد افاد اٰخرا ما اباد هذا القياس فان صوت
الملاهى نفسه فتنة ولا دخل فيه لخصوص
اٰلة فانه يورث قطعا سماعه من الصندوق
ما يورث سماعه من غيره فلا فرق بخلاف
الخيال فانه غير مشتهى بنفسه ولا صالح
لذلك فافترقا وعاشرا انى لا اظن هذا الشرع
المطهر يبيح رؤية فرج الاجنبية عارية
عن الثياب فى المرآة فان فيه من الفساد
والبعد عن مقاصد الشرع ما لا يخفى
ولا اعلم قط رخصته فى ذلك عن علمائنا
وان حكموا ان برؤية فرج المرأة فى
المرآة بشهوة لا تثبت حرمة المصاهرة
لانه لم يو فرجها بل مثاله وهو مبنى
على القول بالانطباع دون انعكاس
الشعاع والا لكان المرئى نفس الفرج
لا خياله۔ والله تعالٰى اعلم۔

تو اس سے عورت کی مثال اور شبیہ (فوٹو) خارج ہے
لہذا کسی مرد کا آئینہ میں عورت کی شبیہ اور عکس دیکھنا
حرام نہیں جیسا کہ بہت سے علمائے کرام نے اس
کا فتوٰی دیا ہے۔ اور اُن کے اس قول سے
اس کی تائید ہوتی ہے کہ اگر کسی شخص نے عورت
دیکھنے پر طلاق منکوحہ کو معلق (موقوف) کر دیا تو پھر
آئینہ میں عورت کا عکس اور شبیہ دیکھنے سے قسم نہ ٹوٹے
گی۔ کیونکہ اس نے عورت نہیں دیکھی بلکہ اس کا عکس
دیکھا ہے۔ اور محل (محمل) جیسا کہ ظاہر ہے یہ ہے
کہ جہاں فتنہ اور شہوت کا اندیشہ اور خطرہ نہ ہو اھ
اور علامہ رملی کے "النہایہ" میں یونہی مذکور ہے۔ پس
اس نے آخر میں وہ افادہ پیش کیا جس نے اس
قیاس کو واضح کر دیا کہ نفس راگ کی آواز فتنہ ہے
پس اس میں خصوصیت آلہ کو کوئی دخل نہیں لہذا
صندوق سے راگ سُننا یقیناً وہی کچھ پیدا کرتا ہے
جو دوسرے آلاتِ راگ سے سُنا جائے تو پیدا
ہوتا ہے۔ لہذا دونوں کے سماع میں
کوئی فرق نہیں بخلاف خیال (اور عکس) کے اس
میں بذاتِ خود اشتہا (چاہت) نہیں ہوتی اور
وہ اس قابل بھی نہیں ہوتا لہذا دونوں میں فرق
ہو گیا (اور وجہِ افتراق ظاہر ہو گئی) عاشراً میں
تو اس شریعت پاک کے متعلق یہ گمان نہیں کر سکتا کہ اُس نے آئینہ میں برہنہ عورت کی شرمگاہ کو دیکھنے
کی اجازت دی ہو (اور اس کو مباح قرار دیا ہو) کیونکہ اس میں ایسا فساد اور مقاصد شریعت سے بُعد

www.alahazratnetwork.org

---

[1] تحفہ

(دوری) ہے جو کسی پر پوشیدہ نہیں۔ اور مجھے اپنے علمائے کرام سے قطعاً اس کی اجازت اور رخصت معلوم نہیں۔ اگرچہ انھوں نے یہ حکم دیا ہے کہ آئینہ میں بطور شہوت کسی عورت کی شرمگاہ دیکھنے سے حرمت مصاہرۃ (حرمتِ دامادی) ثابت نہ ہوگی کیونکہ مرد نے عورت کی شرمگاہ نہیں دیکھی اس کا عکس اور شبیہ دیکھی ہے۔ اور یہ قول انطباع (چھپ لگ جانا) پر مبنی ہے نہ کہ انعکاسِ شعاع پر۔ ورنہ مرئی نفسِ شرمگاہ ہوتی نہ کہ اس کا خیال۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مقدمہ ثانیہ علمائے کرام نے وجود شے کے چار مرتبے لئے ہیں:

(۱) وجود فی الاعیان جس طرح زید کہ خارج میں موجود ہے۔

(۲) وجود فی الاذہان کہ صورتِ زید جو اس کے لئے مرآتِ ملاحظہ ہے ذہن میں حاضر ہے۔

(۳) وجود فی العبارۃ کہ زبان سے نام زید لیا گیا،

فان الاسم عبارۃ عن المسمی وفی مسند احمد و سنن ابن ماجۃ وصحاح الحاکم وابن حبان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن ربہ عزوجل انا مع عبدی اذا ذکرنی وتحرکت بی شفتاہ[1]۔

کیونکہ نام اپنے مسمّٰی سے عبارت ہے (اور اُسی کو ظاہر کرتا ہے) چنانچہ مسند امام احمد، سنن ابن ماجہ، صحیح حاکم اور صحیح ابن حبان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حوالے سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنے پروردگار عزوجل سے ذکر فرمایا کہ وہ ارشاد فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب میرا ذکر کرتا ہے اور میرے ذکر سے اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہیں۔ (ت)

(۴) وجود فی الکتابۃ کہ نام زید لکھا گیا،

قال اللہ تعالٰی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التورٰیۃ والانجیل[2]۔

(اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا) اس نبی کو اہلِ کتاب اپنے پاس توریت و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

---

[1] مسند امام بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۵۴۰
صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ لاتحرک بہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۱۲۲
[2] القرآن الکریم ۷/۱۵۷

ظاہر ہے کہ عامہ اعیان میں یہ دو نحو اخیر بلکہ نحو ثانی بھی شے کے نحو اپنے وجود نہیں کہ حصول اشیاء باشباحہا ہے نہ کہ بانفسہا۔

اقول وھذا ھو عندی حقیقۃ انکار اشتنا المتکلمین الوجود الذھنی ای ان الشیئ لیس فی الذھن بل شبیھہ و حملہ الامام الرازی علی انکار کونہ علما ثم ذھب بہ المتاخرون الی ما ذھبوا والا فانکار قیام معان بالاذھان مما لایعقل عن عاقل فضلا عن اولئک اساطین العلوم والعرفان۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہی میرے نزدیک حقیقت ہے۔ اور ہمارے ائمہ اہل کلام کا وجود ذہنی کا انکار کرنا بایں معنی ہے کہ خود شے ذہن میں نہیں ہوتی بلکہ اس کی شبیہ اور مثال ہوتی ہے۔ اور امام فخر الدین رازی نے اس بات کو اس پر حمل کیا کہ اس سے علم شے کے ہونے کا انکار مراد ہے۔ پھر ائمہ متاخرین اس مسئلہ میں گئے ہیں کہ جس طرف رہ گئے ہیں ورنہ اذہان کے ساتھ قیام معانی کا انکار کرنا کسی صاحب عقل سے غیر معقول ہے (جو تابع فہم نہیں) چہ جائیکہ ان علم و عرفان کے ستونوں سے (اس بات کا انکار ہو) (ت)

مگر ہمارے ائمہ سلف رضی اللہ تعالٰی عنہم کے عقیدۂ حقہ صادقہ میں یہ چاروں نحو قرآن عظیم کے حقیقی مواطن وجود و تحقیقی مجالی شہود ہیں وہی قرآن کہ صفت قدیمہ حضرت عزت عزہ جلالہ اور اس کی ذات پاک سے ازلا ابدا قائم و مستحیل الانفکاک ولاھو ولاغیرہ لاخالق ولامخلوق (جو ازلی ابدی طور پر (اللہ تعالٰی کی ذات کے ساتھ) قائم ہے پس اس کا جدا ہونا محال ہے، نہ عینِ ذات ہے، اور نہ وہ اس کا غیر ہے، نہ وہ خالق ہے اور نہ مخلوق۔ ت) یقیناً وہی ہماری زبانوں سے متلو ہمارے کانوں سے مسموع ہمارے اوراق میں مکتوب ہمارے سینوں میں محفوظ ہے۔ والحمد للہ رب العٰلمین نہ یہ کہ یہ کوئی اور جدا شے قرآن پر دال ہے، نہیں نہیں، یہ سب اسی کی تجلیاں ہیں ان میں حقیقۃً وہی متجلی ہے بغیر اس کے کہ وہ ذات الٰہی سے جدا ہوا یا کسی حادث سے ملا یا اس میں حلول کیا یا کسوتوں کے حدوث سے اس کے دامن قدم پر کوئی داغ آیا یا ان کے تکثر سے اس کی طرف تعدد نے راستہ پایا ؎

دمبدم گر لباس گشت بدل ... شخص صاحب لباس را چہ خلل

(اگر ساعت بہ ساعت لباس بدل گیا تو صاحبِ لباس کا اس میں کیا نقصان ہے۔ ت)

؎ مہر ست دراز تاب خفاش ... ایمان باید تراز نہ کنگاش

(چمگادڑ طویل چمکنے والی کا مہر ہے، تجھ میں ایمان ہونا چاہیے نہ کہ صلاح و مشورہ۔ ت)

ابوجہل نے جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو شتر نر جوان کی شکل میں دیکھا کہ منہ کھولے ہوئے اس پر حملہ کیا

www.alahazratnetwork.org

کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ جبریل نہ تھے کوئی اور چیز جبریل پر دلالت کرنے والی تھی حاشا یقیناً جبریل ہی تھے اگرچہ یہ بھی یقیناً معلوم ہے کہ جبریل کی صورت جمیلہ ہرگز صورت جملیہ نہیں لہ ستمأۃ جناح قد سد الافق (اس کے یعنی جبریل علیہ السلام کے چھ سو پر ہیں جو آسمان کے کناروں پر روک بن گیا۔ ت) اس راز کو اہلِ حقائق ہی خوب سمجھتے ہیں ہم پر تسلیم و اذعان واجب ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واذا قرئ القران فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون[1]

جب قرآن مجید پڑھا جائے تو خاموش ہو کر اُسے کان سے سنو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ[2]

تو اسے پناہ دو (یعنی آنے والے کو) تاکہ وہ اللہ تعالٰی کا کلام سُنے (ت)

اور فرماتا ہے:

فاقرءوا ما تیسر من القران[3]

پڑھو، جس قدر قرآن مجید آسان ہو (یعنی آسانی سے پڑھ سکو)۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اور فرماتا ہے:

ولقد یسرنا القران للذکر فھل من مدکر[4]

یقیناً ہم نے نصیحت کے لئے قرآن مجید آسان کر دیا، بھلا ہے کوئی نصیحت ماننے والا۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

بل ھو اٰیٰت بینٰت فی صدور الذین اوتوا العلم[5]

بلکہ وہ روشن اور واضح آیتیں ہیں، اُن لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہیں جنھیں علم سے نوازا گیا (ت)

اور فرماتا ہے:

وانہ لفی زبر الاولین[6]

بیشک وہ پہلے لوگوں کے صحیفوں میں موجود ہے (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۲۰۴
[2] القرآن الکریم ۹/ ۶
[3] القرآن الکریم ۷۳/ ۲۰
[4] القرآن الکریم ۵۴/ ۱۷
[5] القرآن الکریم ۲۹/ ۴۹
[6] القرآن الکریم ۲۶/ ۱۹۶

اور فرماتا ہے :

فی صحف مکرمۃ مرفوعۃ مطھرۃ۔[1]

وہ باعزت، بلند اور پاک صحیفوں میں مرقوم ہے (ت)

اور فرماتا ہے :

بل ھو قراٰن مجید فی لوح محفوظ۔[2]

بلکہ شرف و بزرگی والا قرآن کریم لوحِ محفوظ (محفوظ تختی) میں (لکھا ہوا) ہے۔ (ت)

اور فرماتا ہے :

انہ لقراٰن کریم ۵ فی کتٰب مکنون ۵ لایمسہ الا المطھرون ۵[3]

بیشک وہ باعزت قرآن مجید ایک پوشیدہ کتاب میں درج ہے اس کو سوائے پاکیزہ افراد کے اور کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ (ت)

اور فرماتا ہے :

نزل بہ الروح الامین ۵ علی قلبک لتکون من المنذرین ۵ بلسان عربی مبین ۵[4] الٰی غیر ذٰلک من الاٰیات۔

اسے روح الامین (حضرت جبریل) نے واضح عربی زبان میں تمہارے قلبِ اطہر پر اتارا تاکہ تم سنانے والے حضرات میں سے ہوجاؤ، یہاں تک کہ انکے علاوہ اور بھی بیشمار اس نوع کی آیات ہیں۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

دیکھو اُسی کو مقرو اُسی کو مسموع اسی کو محفوظ اُسی کو مکتوب قرار دیا اُسی کو قرآن اور اپنا کلام فرمایا، سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں :

القراٰن کلام اللہ فی المصاحف مکتوب و فی القلوب محفوظ و علی الالسنۃ مقرو و علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منزل و لفظنا بالقراٰن مخلوق و کتابتنا لہ مخلوق و کلام اللہ تعالٰی غیر مخلوق۔[5]

قرآن مجید اللہ کا کلام صحیفوں میں لکھا ہے اور دلوں میں محفوظ ہے اور زبانوں پر پڑھا گیا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر اتارا گیا ہے، اور ہمارا قرآن مجید کو بولنا اور اسی طرح اس کو لکھنا اور پڑھنا مخلوق ہے لیکن بایں ہمہ اللہ کا کلام مخلوق نہیں۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۸۰/ ۱۳ و ۱۴
[2] القرآن الکریم ۸۵/ ۲۱
[3] " ۵۶/ ۷۷ تا ۷۹
[4] " ۲۶/ ۱۹۳ تا ۱۹۵
[5] فقہ اکبر مع وصیت نامہ ملک سراج الدین اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور ص ۴

نیز وصایا میں فرماتے ہیں :

نقربان القرآن کلام اللّٰہ تعالٰی و وحیہ وتنزیلہ و صفتہ لاھو ولاغیرہ بل ھو صفۃ علی التحقیق مکتوب فی المصاحف مقرو بالالسن محفوظ فی الصدور من غیر حلول فیہا (الٰی قولہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ) واللّٰہ تعالٰی معبود ولایزال عماکان وکلامہ مقرو ومکتوب ومحفوظ من غیر مزایلۃ عنہ[1]

ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ قرآن مجید اللہ تعالٰی کا کلام، اس کی وحی، اس کا نازل کردہ اور اس کی صفت ہے۔ لہٰذا وہ عین ہے اور نہ غیر، بلکہ بربنائے تحقیق اس کی صفت عالیہ ہے۔ صحیفوں میں لکھا ہوا، زبانوں پر پڑھا ہوا اور سینوں میں حلول کے بغیر محفوظ شدہ۔ (امام صاحب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اس ارشاد تک) اور اللہ تعالٰی سچا معبود ہے اور اس کی شان ہمیشہ "الآن کما کان" (ایک شان پر جلوہ گر) ہے۔ پس اس کا کلام پڑھا گیا، لکھا گیا اور حفاظت شدہ ہے، بغیر اس کے کہ اس سے کوئی چیز زائل ہو۔ (ت)

عارف باللہ سیدی علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی مطالب وفیہ میں فرماتے ہیں :

لاتظن ان کلام اللّٰہ تعالٰی اثنان ھذا اللفظ المقرو والصفۃ القدیمۃ کما زعم ذٰلک بعض من غلبت علیہ اصطلاحات الفلاسفۃ والمعتزلۃ فتکلم فی کلام اللّٰہ تعالٰی بما اداہ الیہ عقلہ وخالف اجماع السلف الصالحین رضی اللّٰہ تعالٰی عنھم علی ان کلام اللّٰہ تعالٰی واحد لاتعدد لہ بحال وھو عندنا وھو عندہ تعالٰی ولیس الذی عندنا غیر الذی عندہ ولا الذی عندہ غیر الذی عندنا

یہ گمان نہ کیجئے کہ اللہ تعالٰی کے دو کلام ہیں ایک یہ پڑھے ہوئے الفاظ، دوسری وہ صفت قدیمہ، جیسا کہ بعض ان لوگوں نے گمان کیا کہ جن پر فلاسفہ اور معتزلہ کی زبان (اصطلاحات) غالب ہوگئی۔ پھر انھوں نے اللہ تعالٰی کے کلام میں ایسی گفتگو کی کہ جس تک انھیں ان کی ناقص عقل نے پہنچا دیا۔ اور انھوں نے اسلاف صالحین کے اجماع کا خلاف کیا رضی اللہ تعالٰی عنھم، باوجودیکہ اللہ تعالٰی کا کلام ایک ہے کسی حال میں اس کے اندر کوئی تعدد نہیں۔ لہٰذا جو ہمارے نزدیک ہے وہی اللہ تعالٰی کے نزدیک ہے۔ اور یوں بھی نہیں جو ہمارے پاس ہے وہ غیر ہے اس کا جو اس کے پاس ہے اور نہ یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالٰی کے

---

[1] فقہ اکبر مع وصیت نامہ ملک سراج الدین اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور ص ۲۹

بل هو صفة واحدة قديمة موجودة عنده تعالٰی بغیر اٰلة لوجودها وموجودة ایضا عندنا بعینها لکن بسبب اٰلة ھی نطقنا وکتابتنا وحفظنا فمتی نطقنا بھٰذہ الحروف القراٰنیة وکتبناھا وحفظناھا کانت تلك الصفة القدیمة القائمة بذات اللہ تعالٰی التی ھی عندھا تعالٰی ھی عندنا ایضا بعینها من غیر ان یتغیر من انها عنده تعالٰی ولا انفصلت عنه تعالٰی ولا اتصلت بنا وانما ھی علی ما علیه قبل نطقنا وکتابتنا وحفظنا[1] الی اٰخر ما اطال واطاب علیه رحمة الملك الوھاب۔

پاس ہے وہ اس کے خلاف ہے جو ہمارے پاس ہے بلکہ وہ ایک ہی صفت قدیمہ ہے جو اللہ تعالٰی کے ہاں موجود ہے۔ جبکہ اس کے وجود میں کسی آلہ کا کوئی دخل نہیں۔ اور وہ بعینہٖ ہمارے پاس بھی موجود ہے مگر اس کا آلہ ہے۔ اور وہ ہمارا بولنا، لکھنا اور یاد رکھنا ہے۔ پھر جب ہم ان حروفِ قرآنیہ کو بولیں، انھیں لکھیں اور انھیں یاد کریں تو جو صفت قدیمہ کہ اللہ تعالٰی کی ذات سے قائم ہے جو اس کے حضور موجود ہے یہ وہی ہے جو بعینہٖ ہمارے پاس موجود ہے بغیر اس کے کہ اس میں تبدیلی پیدا ہوجائے اُس صفت سے جو اللہ تعالٰی کے حضور موجود ہے اور یہ بھی نہیں کہ اللہ تعالٰی سے کچھ منفصل (جدا) ہوکر ہم سے متصل (پیوستہ) ہوجائے۔ بلکہ وہ صفت اب بھی اسی حالت پر موجود ہے جو ہمارے بولنے، لکھنے اور یاد کرنے سے پہلے جس حالت پر موجود تھی۔ (علامہ موصوف نے) آخر تک یہی طویل اور پاکیزہ کلام فرمایا۔ بخشش کرنے والے، کائنات کے حکمران کی اُن پر بے پایاں اور خصوصی رحمت کا نزول ہو۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

حدیقہ ندیہ نوع اوّل فصل اول باب اول میں فرماتے ہیں:

اذا علمت ھذا ظھر لك فساد قول من قال ان کلام اللہ تعالٰی مقول بالاشتراك الوضعی علی معنیین الصفة القدیمة والمؤلف من الحروف والکلمات الحادثة فانه قول یؤدی بصاحبه الی اعتقاد الشرك فی صفات اللہ تعالٰی واشارة النبی صلی اللہ تعالٰی علیه

جب تمھیں یہ معلوم ہوگیا تو پھر تم پر اس کے اِس قول کا فساد ظاہر ہوگیا کہ جس نے یہ کہہ دیا کہ اللہ تعالٰی کا کلام اشتراکِ وضعی کے طور پر دو معنوں پر بولا گیا ہے: ایک صفت قدیمہ اور دوسرا وہ جو حروف اور کلماتِ حادثہ سے مرکب ہے۔ کیونکہ یہ ایک ایسا قول ہے جو اللہ تعالٰی کی صفات میں اعتقادِ شرک کی طرف راجع (اور پہنچاتا) ہے) (لہٰذا یہ قول قطعاً ٹھیک نہیں)

[1] المطالب الوفیہ شرح الفرائد السنیۃ

وسلم هنا فی هذا الحدیث (ای حدیث ان هذا القرآن طرفه بید الله تعالیٰ و طرفه بایدیکم رواه ابن ابی شیبة والطبرانی فی الکبیر عن ابی شریح رضی الله تعالیٰ عنه)[1] الی القرآن تقییدا انه واحد لا تعدد له اصلا وهو الصفة القدیمة وهو مکتوب فی المصاحف المقروّ بالالسنة المحفوظ فی القلوب من غیر حلول فی شیئ من ذٰلک ومن لم یفهم هذا علیٰ حسب ما ذکرنا لصعوبته علیه یجب علیه الایمان به بالغیب کما یؤمن بالله تعالیٰ وبباقی صفاته سبحانه وتعالیٰ ولا یجوز لاحد ان یقول بحدوث ما فی المصاحف والقلوب والالسنة الیٰ اٰخر ما افاد واجاد علیه رحمة الملک الجواد۔[2]

اور حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وسلم کا اس حدیث میں یعنی حدیث ذیل میں اسی طرف اشارہ ہے۔ یہ قرآن مجید اس کی ایک طرف اللہ تعالیٰ کے بے مثل ہاتھ میں ہے۔ اور اس کی دوسری طرف تمہارے ہاتھوں میں ہے۔ تو گویا آپ کا قرآن مجید کی اسی حیثیت کی طرف اشارہ ہے۔ محدث ابن ابی شیبہ اور امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ابوشریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ پس اس اشارہ سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ایک ہے اس میں بالکل کوئی تعدد نہیں۔ اور وہ صفت قدیمہ ہے جو مصاحف میں لکھا ہوا ہے۔ زبانوں سے پڑھا گیا اور دلوں میں محفوظ ہے کہ جس میں کوئی حلول نہیں۔ اور جو کوئی ہمارے ذکر کردہ بیان کے مطابق اس مسئلہ کو بوجہ اس کے اشکال کے نہ سمجھے تو پھر بھی واجب ہے کہ وہ اس پر اسی طرح ایمان بالغیب رکھے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ پاک اور برتر کی ذات اور دیگر صفات پر ایمان رکھتا ہے۔ اور کسی کے لئے جائز نہیں کہ جو کچھ مصاحف میں مرقوم، دلوں میں موجود اور زبانوں پر جاری ہے وہ حادث ہے (یہ سب کچھ) آخر تک علامہ موصوف نے افادہ فرمایا اور اس میں کمال کر دیا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ جو پوری کائنات کا بادشاہ اور نمایاں طور پر سخی ہے اس کی ان پر خصوصی رحمت وبرکات کا دائمی نزول ہو۔ (ت)

امام اجل عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی میزان الشریعۃ الکبریٰ باب ما یجوز بیعہ وما لا میں فرماتے ہیں:

قد جعله (ای المکتوب والمصحف) اهل السنة والجماعة حقیقة کلام الله تعالیٰ

اہل سنت وجماعت نے جو کچھ مصاحف میں لکھا ہوا ہے اس کو حقیقتاً اللہ تعالیٰ کا کلام ٹھہرایا اگرچہ

[1] الترغیب والترہیب بحوالہ الطبرانی فی الکبیر الترغیب فی اتباع الکتاب والسنۃ حدیث ۲ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۹
[2] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ باب اول مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۶۲-۶۱

وان کان النطق به واقعا منا فافہم، واکثر من ذٰلک لا یقال ولا یسطر فی کتاب[1]۔

ہماری طرف سے اس کا تلفظ (بولنا) واقع ہوتا ہے، لہٰذا اس کو اچھی طرح سمجھ لیجئے کیونکہ اس سے زیادہ نہ کہا جاسکتا ہے اور نہ کسی کتاب میں لکھا جاسکتا ہے۔ (ت)

اور پر ظاہر کہ اس بارہ میں سب کسوٹیاں یکساں ہیں جس طرح کاغذ کی رقوم میں وہی قرآن کریم میں مرقوم ہے اسی طرح فونو میں جب کسی قاری کی قراءت بھری گئی اور اشکال حرفیہ کہ ہوائے دہن پھر ہوائے مجاور میں بنی تھیں اس آلہ میں مرتسم ہوئیں ان میں بھی وہی کلام عظیم مرسوم ہے اور جس طرح زبان قاری سے جو ادا ہوا قرآن ہی تھا، یونہی اب جو اس آلہ سے ادا ہوگا قرآن ہی ہوگا جس طرح اس آلہ سے اگر حضرت شیخ سعدی قدس سرہ کی کوئی غزل ادا کی جائے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ وہ غزل نہیں یا حضرت شیخ سعدی قدس سرہ کا کلام نہیں، یونہی جب اس سے کوئی آیہ کریمہ ادا کریں کوئی شبہہ نہیں کرسکتا کہ وہ آیت ادا نہ ہوئی، ضرور ادا ہوئی اور اسی تادیہ سے ہوئی جو اصل قاری کی زبان و گلو سے پیدا ہوا تھا۔

رہا یہ کہ پھر اس کے سماع سے سجدہ کیوں نہیں واجب ہوتا جبکہ فونو سے کوئی آیہ سجدہ تلاوت کی جائے۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) ہاں فقیر نے یہی فتوٰی دیا ہے مگر اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ آیت نہیں، اس کا انکار تو بداہت کا انکار ہے۔ نہ ہماری تحقیق پر یہاں اس عذر کی گنجائش ہے کہ وجوب سجدہ کے لئے قاری کا جنس مکلف سے ہونا عند الاکثر وہوالصحیح اور مذہب اصح پر عاقل بلکہ ایک مذہب صحیح پر بالفعل اہل ہوش سے بھی ہونا درکار ہے۔ طوطی یا مینا کو آیت سجدہ سکھا دی جائے تو اس کے سننے سے سجدہ واجب نہ ہوگا، اسی طرح مجنون بلکہ ایک تصحیح میں سوتے کی تلاوت سے بھی وجوب نہیں، نہ اس پر اگرچہ جاگنے کے بعد اُسے اطلاع دے دی جائے کہ تُو نے آیت سجدہ پڑھی تھی، نہ اس سے سننے والے پر۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

لاتجب بسماعہ من الطیر[2]۔

سجدۂ تلاوت واجب نہ ہوگا جبکہ کسی پرندے سے آیت سجدہ سُنے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ھوالاصح زیلعی وغیرہ وقیل

اور وہی زیادہ صحیح ہے۔ زیلعی وغیرہ (میں یہی مذکور ہے)

---

[1] المیزان الکبرٰی باب مایجوز بیعہ ومالایجوز مصطفی البابی مصر ۲/۶۷

[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الصلوٰۃ باب سجود التلاوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۰۵

وقیل تجب وفی الحجۃ ھو الصحیح، تاتارخانیۃ۔ قلت والاکثر علی تصحیح الاول وبہ جزم فی نور الایضاح[1]۔

اور یہ بھی کہا گیا بصورت مذکورہ سجدہ تلاوت واجب ہوتا ہے، چنانچہ فتاوٰی حجۃ میں ہے کہ یہی صحیح ہے، تاتارخانیہ۔ میں کہتا ہوں کہ اکثر ائمہ کرام قولِ اول کی تصحیح پر قائم ہیں، چنانچہ نور الایضاح میں اسی پر یقین کیا ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

النائم اذا اخبرانہ قرأھا فی حالۃ النوم تجب علیہ وھو الاصح تتارخانیۃ و فی الدرایۃ لا تلزمہ ھو الصحیح اھ امداد ففیہ اختلاف التصحیح واما لزومھا علی السامع منہ او من المغمی علیہ فنقل فی الشرنبلالیۃ ایضا اختلاف الروایۃ و التصحیح وکذا من المجنون[2]۔

سونے والے کو جب بتایا جائے کہ اس نے بحالتِ خواب آیتِ سجدہ پڑھی تو اس پر سجدہ کرنا واجب ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے، تتارخانیہ۔ اور درایہ میں ہے کہ اس پر (دریں صورت) سجدہ لازم نہیں اور یہی صحیح ہے، امداد۔ پس اس میں تصحیح کا اختلاف ہے لیکن سامع (سننے والا) اور بیہوش پر سجدہ تلاوت کا لزوم (تو اس کے متعلق گزارش ہے کہ شرنبلالیہ میں روایۃ اور تصحیح کا اختلاف نقل کیا گیا ہے اور اسی طرح دیوانے کے بارے میں ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

قال فی الفتح لکن ذکر شیخ الاسلام انہ لایجب بالسماع من مجنون او نائم او طیرلان السبب سماع تلاوۃ صحیحۃ و صحتھا بالتمییز ولم یوجد وھذا التعلیل یفید التفصیل فی الصبی فلیکن ھو المعتبر ان کان ممیزا وجب بالسماع منہ والافلا اھ واستحسنہ فی الحلیۃ[3]۔

فتح القدیر میں فرمایا، لیکن شیخ الاسلام نے ذکر فرمایا اگر دیوانے یا سونے والے یا پرندہ سے آیت سجدہ سُنی تو سجدہ تلاوت واجب نہیں کیونکہ اس کا سبب تلاوت صحیحہ ہے۔ اور صحتِ تلاوت کا مدار تمیز ہے اور وہ یہاں نہیں پائی گئی۔ اور یہ تعلیل اس بات کا فائدہ دیتی ہے کہ یہی تفصیل بچے میں کی جائے۔ لہٰذا اسی کا اعتبار کرنا چاہئے کہ اگر بچہ عقل و تمیز رکھتا ہے تو اس سے آیۂ سجدہ سنی گئی تو سجدہ تلاوت واجب ہے ورنہ نہیں اھ اور اس کو حلیہ میں مستحسن قرار دیا گیا ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب سجود التلاوۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۱۶

[2] و [3] ″ ″ ″ ″ ″ ۱/ ۵۱۶

ہم ثابت کرتے آئے ہیں کہ یہ جو فونو سے سُننے میں آتی اُسی مکلّف عاقل ذی ہوش کی تلاوت ہے نہ کہ اس کی مثال وحکایت۔ پھر آخر یہاں سجدہ نہ واجب ہونے کی کیا وجہ ہے، **اقول** (میں کہتا ہوں۔ ت) ہاں وجہ ہے اور نہایت موجّہ ہے گنبد کے اندر یا پہاڑ یا چکنی گچ کردہ دیوار کے پاس اور کبھی صحرا میں بھی خود اپنی آواز پلٹ کر دوبارہ سُنائی دیتی ہے جسے عربی میں صدا کہتے ہیں۔ ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اس کے سُننے سے بھی سجدہ واجب نہیں ہوتا، نہ خود قاری پر نہ سامع اول پر جس نے تلاوت سُنی کر دوبارہ یہ گونج سُنی نہ نئے پر جس نے پہلی تلاوت نہ سُنی تھی یہ صدا ہی سُنی کہ حکم مطلق ہے۔ تنویر و دُر میں ہے :

لا تجب بسماعه من الصدٰی[1]
آواز بازگشت سے آیتِ سجدہ سُنی تو سجدۂ تلاوت واجب نہیں۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے :

تجب علی المحدث والجنب وکذا تجب علی السامع بتلاوة ھٰؤلاء الا المجنون لعدم اھلیته لانعدام التمییز کالسماع من الصدٰی کذا فی البدائع والصدی مایعارض الصوت فی الاماکن الخالیة[2]

بے وضو اور جنبی (ناپاک) پر سجدۂ تلاوت ادا کرنا واجب ہے۔ اور اسی طرح ان لوگوں سے تلاوت سُننے والے پر بھی سجدہ کرنا واجب ہے مگر دیوانے پر نہیں، اس لئے کہ وہ اہلیتِ سجدہ نہیں رکھتا کیونکہ اس میں عقل اور تمیز نہیں جیسے آواز بازگشت سُننے سے وجوبِ سجدہ نہیں۔ البدائع میں یہی مذکور ہے۔ اور صدٰی (آواز بازگشت) وہ ہے جو بلند مقامات میں آواز سے ٹکرائے اور اس کے مقابل پیدا ہوجائے۔ (ت)

اب صدا میں علماء مختلف ہیں کہ ہوا اسی تموّج اول سے پلٹتی ہے یا گنبد وغیرہ کی ٹھیس سے وہ تموّج زائل ہوکر تموّج تازہ اسی کیفیت سے متکیف ہم تک آتا ہے مواقف و مقاصد اور ان کی شروح میں ثانی کو ظاہر بتایا پھر اس ثانی کے بیان میں عبارات مختلف ہیں بعض اس طرف جاتی ہیں کہ پلٹتی وہی ہوا ہے مگر اس میں تموّج نیا ہے یہی ظاہر ہے شرح مواقف وطوالع و بعض شروح طوالع سے، بعض تصریح کرتی ہیں ہوا ہی دوسری اس کیفیت سے متکیف ہوکر آتی ہے یہ نص مواقف ومقاصد و شرح ہے۔ مطالع الانظار کی عبارت پھر متحمل ہے تو لہٰذا ہم نے یہ مضمون ایسے الفاظ میں ادا کیا کہ دونوں معنی پیدا کریں۔ مواقف

---

[1] درمختار شرح تنویرالابصار کتاب الصلٰوۃ باب سجود التلاوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۰۵

[2] بحرالرائق " " مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۱۹

میں ہے :

الظاھر ان الصدی تموج ھواء جدید لارجوع الھواء الاول ۔[1]

ظاہر یہ ہے کہ آوازِ بازگشت ایک نئی ہوا میں موج پیدا ہونا ہے، لہذا وہ پہلی ہوا کا واپس لوٹنا نہیں۔ (ت)

شرح میں ہے :

وذلك لان الھواء اذا تموج علی الوجه الذی عرفته حتی صادم جسما یقاومه و یردہ الی خلف لم یبق فی الھواء المصادم ذلك التموج بل یحصل فیه بسبب مصادمته ورجوعه تموج شبیه بالتموج الاول، و قد یظن ان الھواء المصادم یرجع متصفا بتموجه الاول بعینه فیحمل ذلك الصوت الاول الی السامع الاتری ان الصدی یکون علی صفته وھیأته وھذا وان کان محتملا الاان الاول ھو الظاھر ۔[2]

یہ اس لئے کہ جب ہوا میں اُس وجہ کے مطابق موج پیدا ہو کہ جس کو آپ پہچان چکے، حتی کہ اگر وہ کسی ایسے جسم سے ٹکرائے کہ جو اس کے مقابلے میں آسکے اور وُہ اسے پیچھے کی طرف لوٹا دے تو پھر اس ٹکرانے والی ہوا میں وہ تموج باقی نہ رہے گا بلکہ اس میں تصادم اور رجوع کی وجہ اور سبب سے ایک ایسا تموج پیدا ہوگا جو تموج اوّل کے بالکل مشابہ اور اس کی شبیہ ہوگا۔ اور کبھی یہ گمان کیا جاتا ہے کہ ہوا متصادم بعینہٖ یعنی بالکل اسی پہلے تموج کے ساتھ متصف رہتے ہوئے واپس لوٹتی ہے۔ پھر اُس پہلی ہی آواز کو اٹھا کر سامع تک پہنچا دیتی ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ صدٰی (بازگشت) اپنی صفت اور ہیئت پر باقی ہوتی ہے اگرچہ اس بات کا احتمال ہے مگر پہلی بات ہی ظاہر ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

مقاصد میں ہے :

جعل الواصل نفس الھواء الراجع او اخر متکیفا بکیفیته علی ما ھو الظاھر ۔[3]

نفس ہوا راجع کو واصل قرار دینا یا دوسری ہوا کو جو پہلی کی کیفیت سے متکیف (اور متصف) ہو جیسا کہ یہ ظاہر ہے۔ (ت)

شرح میں ہے :

۱؎ المواقف مع شرحہ النوع الثالث المقصد الثالث منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/ ۲۹۷

۲؎ شرح المواقف " " " " " ۵/ ۲۹۶-۹۷

۳؎ المقاصد علی ہامش شرح المقاصد النوع الثالث دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۱/ ۲۱۷

تردد وافی ان حدوثہ من تموج الھواء الاوّل الراجع علی ھیأتہ او من تموج ھواء اٰخر بیننا وبین المقاوم متکیف بکیفیۃ الھواء الراجع وھذا ھو الاشبہ[1]

ماہرین عقلیات کو اس بات میں تردّد (اور تذبذب) ہے کہ آواز کے پیدا ہونے کا اصل سبب کیا ہے، آیا وہ پہلی ہوا جو اپنی ہیئت پر لَوٹنے والی ہے (وہ اس کے حدوث کا سبب ہے) یا کسی دوسری ہوا کا تموّج (لہرانا) جو ہمارے اور جسم کے مقابل کے درمیان واقع ہے جو لوٹنے والی ہوا کی کیفیت سے متصف اور متکیف ہے (وہ آواز کے حدوث کا سبب ہے) اور یہی اشبہ ہے۔ (ت)

طوالع میں ہے:

الصّدٰی صوت یحصل من انصراف ھواء متموج عن جبل او جسم املس[2]

الصّدٰی آواز بازگشت، ایک ایسی آواز ہے جو کسی پہاڑ یا ملائم (چکنا) جسم سے موج والی ہوا کے لوٹنے سے پیدا ہوتی ہے (ت)

اُس کی شرح مطالع میں ہے:

فان الھواء اذا تموج وقاومہ مصادم کجبل او جدار املس بحیث یصرف ھذا الھواء المتموج الی خلف محفوظا فیہ ھیأۃ تموج الھواء الاول حدث من ذٰلک صوت وھو الصدٰی اھ[3]

جب ہوا میں تموّج یعنی لہر پیدا ہو۔ اور کوئی ٹکرانے والا جسم (متصادم) اس کے مقابل ہو جائے جیسے پہاڑ یا کوئی ملائم دیوار کہ یہ مقابل جسم اس تموّج والی ہوا کو پیچھے پھیر دے اور دھکیل دے کہ اُس پہلی ہوا کا تموّج اپنی ہیئت پر بدستور محفوظ ہو۔ پس اس سے ایک آواز پیدا ہوگی۔ پس وہی "صدٰی" یعنی آواز بازگشت ہے (ت)

اُس کی دوسری شرح میں ہے:

الصّدٰی صوت یحصل من ھواء متموج منصرف عن جسم املس یقاوم الھواء المتموج ویمنعہ من النفوذ

الصّدٰی آواز بازگشت، ایک آواز ہے جو موج والی ہوا، جو کسی ملائم جسم کی وجہ سے لوٹتی ہے، جو تموّج والی ہوا کے مقابل ہوتا ہے، اور اس کو

---

[1] شرح المقاصد، النوع الثالث، دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱/۲۱۸
[2] طوالع الانوار
[3] مطالع الانظار شرح طوالع الانوار

فیه و بالضرورة ینصرف الهواء المتموج من ذٰلك الجسم الی الخلف علی مثل الهیأة التی کان علیها و حینئذ یحتمل ان یکون الهواء المتموج المصادم للجسم الاملس یرجع متصفا بتموجه الاول بعینه و یحمل الصوت الی السامع و ان یکون سبب الصدٰی تموج جدید حصل للهواء لانه اذا تموج الهواء حتی صادم جسما املس یقاومه و یرده الی الخلف لم یبق فی الهواء المتصادم ذٰلك التموج بل یحصل لسبب المصادمة و الرجوع تموج شبیه بالتموج الاول فهٰذا التموج الجدید الذی کان ابتداءه عند انتهاء الاول هو سبب الصدٰی قیل الاظهر هو الثانی[1]

اس میں نفوذ سے روکتا ہے۔ لہٰذا اس ضرورت کی بنا پر تموج والی ہوا اس جسم سے اُسی پہلی ہیئت پر پیچھے کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ لہٰذا اس صورت میں یہ احتمال ہے کہ تموج والی ہوا جو کسی چکنے اور ملائم جسم سے ٹکراتے ہوئے بعینہٖ پہلے تموج سے متصف رہتے ہوئے لوٹ جائے، اور آواز کو اٹھا کر سامع تک پہنچا دے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آوازِ بازگشت (صدٰی) کا سبب کوئی تموجِ جدید ہو جو ہوا کو حاصل ہوا ہو۔ کیونکہ جب ہوا میں تموج پیدا ہو جبکہ اس سے کوئی ایسا ملائم جسم متقابل ہو جائے جو اُسے پیچھے کی طرف لوٹا دے، پھر ہوا متصادم میں وہ تموج باقی نہ رہے گا بلکہ تصادم اور رجوع کے سبب سے ہوا میں کوئی ایسی موج پیدا ہو جائے جو بالکل تموجِ اول کی شبیہ ہو۔ پس یہ تموجِ جدید کہ جس کی راہنمائی پہلے تموج کی انتہا سے ہے۔ پس یہی آوازِ بازگشت (صدٰی) کا سبب ہے۔ اور کہا گیا کہ یہ دُوسری بات زیادہ ظاہر ہے۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) برتقدیرِ ثانی ظاہر وہی معنی ثانی ہے کہ راجع ہوائے ثانی ہے، **اوّلاً** صدمۂ جبل نے اگر ہوائے اول کو روک لیا اور اس کا تموج دُور کر دیا تو دوبارہ اس میں تموج کہاں سے آیا وہ تصادم تو اس کا مسکّن ٹھہرا نہ کہ محرک

ثانیاً اثرِ قرع دُو تھے، تحرک و تشکل۔ جو صدمہ تحرک سے روک دے گا تشکل کب رہنے دے گا جو نقش برآب سے بھی نہایت جلد مٹنے والا ہے کیا ہم نہیں دیکھتے کہ پانی کو جنبش دینے سے جو تشکل اس میں پیدا ہوتی ہے اس کے ساکن ہوتے ہی معاً جاتی رہتی ہے۔ خود شرح مواقف میں گزرا اذا انتفی انتفی[2] (جب وہ منتفی ہوگا تو یہ منتفی ہوگا۔ ت) اور جب وہ تشکل جاتا رہا تو اب اگر کسی محرک سے پلٹے گی بھی

---

[1] شرح طوالع الانوار

[2] شرح المواقف المقصد الاول النوع الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/۲۵۸

اشکال حرفیہ کہاں سے لائے گی کہ وہ تحریک غیر ناطق سے ناممکن ہیں تو اس قول ثانی کی صحیح وصاف تعبیر وہی ہے جو مواقف ومقاصد میں فرمائی یعنی مثلاً مقاومت جبل سے یہ ہوا تو رک گئی مگر اس کا دھکا وہاں کی ہوا کو لگا اور اس کے قرع سے اس میں تشکل وتحرک آیا آواز کا ٹھپا اس میں سے اس میں اُتر گیا اور یہ رُک گئی کہ نہ اس میں تحرک رہا نہ تشکل۔

ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں۔ ت) شاید قائل کہہ سکے کہ پہلا قول اظہر ہے کہ مصادمت اجسام میں وہی پیش نظر ہے، قوتِ محرکہ جتنی طاقت سے حرکت دیتی ہے پھینکا ہوا جسم اگر راہ میں مانع سے نہیں ملتا اُس طاقت کو پُورا کرکے رُک جاتا ہے اور اگر طاقت باقی ہے اور بیچ میں مقاوم مل گیا تصادم واقع ہوتا ہے اور وہ جسم ٹھوکر کھاکر بقیہ طاقت تحریک کے قدر پیچھے لوٹتا ہے یوں اُس قوت کو پورا کرتا ہے جیسے گیند بقوت زمین پر مارنے سے مشاہدہ ہے۔ اور جواب دے سکتے ہیں کہ یہ اُس حالت میں ہے کہ دونوں جانب سے تصادم ہو، ہوا سا لطیف جسم پہاڑ کے صدمہ سے ٹکر کھاکر پلٹنا ضرور نہیں غایت یہ کہ پھیل جائے بہرحال کچھ ہی اتنا یقینی ہے کہ آواز وہی آواز متکلم ہے خواہ پہلی ہی ہوا اُسے لئے ہوئے پلٹ آئی یا اس کے قرع سے آواز کی کاپی دُوسری میں اُتر گئی اور وہ لائی مگر شرع مطہر نے اس کے سننے سے سجدہ واجب نہ فرمایا، قولِ ثانی پر یہ کہنا ہوگا کہ سماع میں ایجاب سجدہ کے لئے اسی تموج اول سے وقوع سماع لازم ہے اور قول اول پر قید بڑھانی واجب ہوگی کہ وہ تموج محض اُسی طاقت کا سلسلہ ہو جو تحریک گلو وزبان تالی نے پیدا کی تھی پلٹنے میں وہ قوت تنہا نہ رہی بلکہ تصادم کی قوت دافعہ بھی شریک ہوگئی، غرض کچھ کہئے یہی حکم سماع فونو میں ہوگا، قول ثانی پر بعینہٖ وہی فونو کا واقعہ ہے کہ تشکل باقی اور متموج ہوا تے ثانی اور قول اول پر یہاں بدرجۂ اولٰی عدم وجوب لازم کہ جب بحال بقائے تموج وتشکل مقاصرف تخلل تصادم ورجوع سے ایجاب نہ رہا تو یہاں کہ تموج بدل گیا بروجہ اولٰی وجوب نہ ہوگا۔ اور مختصر یہ ہے کہ سجدۂ سماع اول پر ہے نہ کہ مُعاد پر اگرچہ خاص اس سامع کی نظر سے مکرر نہ ہوا اور شک نہیں کہ سماع صدا سماع مُعاد ہے، اور فونو کی تو وضع ہی اعادہ سماع کے لئے ہوتی ہے لہٰذا ان سے ایجاب سجدہ نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

www.alahazratnetwork.org

جب یہ مقدمہ جلیلہ ممہد ہولیا تو اب بتوفیقہ تعالٰی **تنقیح مسئلہ** کی طرف چلئے۔ یہاں صور عدیدہ ووجوہ شتّٰی ہیں:

وجہ اوّل: سب میں پہلے تحقیق طلب اُن پلیٹوں گلاسوں کی طہارت ہے، مسالا کہ اُن پر لگایا جاتا ہے اگر اس میں کوئی ناپاک جُز شامل ہے (جس طرح یورپ کی اکثر اشیاء میں معہود ومشہور ہے

اُن کے یہاں شراب کے برابر کوئی شے حافظ قوت ادویہ نہیں اور تمام تحلیلات و اعمال کیمیاویہ میں جن سے ایسی تراکیب کم خالی ہوتی ہیں اسپرٹ کا استعمال لازم ہے اسپرٹ قطعاً شراب ہے سمیت کے سبب قابل شرب نہ ہونا اُسے شراب ہونے سے خارج نہیں کرسکتا بلکہ اس کی سمیت ہی غایت جوش و اشتداد و سکر و فساد سے ہے، برانڈیاں کہ یورپ سے آتی ہیں اُن کے نشہ کی قوتیں اس کے قطرات سے بڑھائی جاتی ہیں فلاں قسم کے تو سے قطروں میں اس کا ایک قطرہ ہے فلاں کے سَو میں، اور شرابیں پینے سے نشہ لاتی ہیں اور اسپرٹ صرف سُونگھنے سے، تو وہ حرام بھی ہے اور پیشاب کی طرح نجاستِ غلیظہ بھی، کما ھو الصحیح المعتمد المفتٰی بہ (جیسا کہ صحیح اور قابلِ اعتماد اور وہ بات کہ جس پر فتوٰی دیا گیا ہے۔ ت) جب تو ظاہر ہے کہ قرآن عظیم کا اس میں بھرنا حرام قطعی اور سخت شدید توہین و بے ادبی ہے جب وہ قالبِ نجس ٹھہرے تو یہ بعینہٖ ایسا ہوگا کہ کاغذ پیشاب میں بھگو کر معاذ اللہ اُس پر لکھنا جسے مسلمان تو مسلمان کوئی سمجھ والا کافر بھی گوارا نہ کرے گا۔ ہمارے علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ نجاست کی جگہ قرآن عظیم پڑھنا منع ہے ولہذا حمام میں تلاوت مکروہ ہے۔ فتاوٰی امام قاضیخاں میں ہے:

یکرہ ان یقرأ القراٰن فی الحمام لانہ موضع النجاسات ولایقرأ فی بیت الخلاء۔[1]

مکروہ ہے کہ حمام میں قرآن مجید پڑھا جائے اس لئے کہ وہ محلِ نجاست ہے۔ اور بیت الخلاء (لیٹرین) میں بھی قرآن مجید نہ پڑھا جائے۔ (ت)

قنیہ و ہندیہ میں ہے:

لاباس بالقراءۃ راکباً وماشیا اذا لم یکن ذٰلک الموضع معدا للنجاسۃ فان کان یکرہ۔[2]

سوار ہونے والے اور پا پیادہ چلنے والے کیلئے قرآن مجید پڑھنے میں کچھ مضائقہ اور حرج نہیں بشرطیکہ وہ جگہ نجاست کے لئے نہ بنائی گئی ہو، اور اگر گندگی کیلئے بنی ہو تو وہاں تلاوت کرنا مکروہ ہے۔ (ت)

بلکہ جن کے نزدیک موت سے بدن نجس ہوجاتا ہے اور غسلِ میت اُسے نجاست حقیقیہ سے تطہیر کیلئے رکھا گیا ہے وہ قبلِ غسلِ میت کے پاس بیٹھ کر تلاوت کو منع کرتے ہیں جب تک اُسے بالکل ڈھانک نہ دیا جائے کہ نجاست منکشفہ کا قرب ہوگا۔ تنویر میں ہے:

---

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب الصلوٰۃ فصل فی قراءۃ القرآن مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/ ۸۰

[2] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ القنیہ کتاب الکراہیۃ الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۱۶

کرہ قراءۃ القرآن عندہ الی تمام غسلہ[1]

میت کو غسل دینے تک اُس کے پاس قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے :

علله الشرنبلالی فی امداد الفتاح تنزیھا للقرأن عن نجاسۃ المیت لتنجسہ بالموت قیل نجاسۃ خبث وقیل حدث و علیہ فینبغی جوازھا کقراءۃ المحدث[2]۔

امداد الفتاح میں علامہ شرنبلالی نے اس کی یہ تعلیل ذکر فرمائی تاکہ قرآن مجید کو میت کی نجاست اور ناپاکی سے بچایا جائے کیونکہ نجاست اسے موت کی وجہ سے ناپاک کردیتی ہے۔ پھر اس نجاست میں اختلاف ہے، چنانچہ بعض نے کہا کہ یہ نجاست خبث ہے جبکہ بعض کے نزدیک حدث ہے۔ لہذا اس بنیاد پر مناسب ہے کہ میت کے پاس قرآن مجید جائز ہے جیسے بے وضو کا یاد سے قرآن مجید پڑھنا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

وذکر ط ان محل الکراھۃ اذا کان قریبا منہ اما اذا بعد عنہ فلا کراھۃ اھ قلت والظاھر ان ھذا ایضا اذا لم یکن المیت مسجی بثوب یستر جمیع بدنہ[3] الخ۔

علامہ طحطاوی نے ذکر کیا کہ اس کراہت کا محل یہ ہے کہ جب میت کے قریب بیٹھا ہو، لیکن جب اس سے دور بیٹھا ہے (اور قرآن مجید پڑھ رہا ہے) تو پھر کراہت نہ ہوگی اھ میں کہتا ہوں یہ کراہت بھی تب ہوگی کہ جب میت کسی ایسے کپڑے سے جو اس کے سارے جسم کو چھپائے ڈھانپی ہوئی نہ ہو الخ۔ (ت)

جب قربِ نجاست میں تلاوت منع ہوئی کہ اُس ہوا کا جو اشکال حروفِ قرآن کی حامل ہے محلِ نجاست پر گزر نہ ہو تو خود نجس چیز میں معاذ اللہ اُن اشکالِ طاہرہ کا مرتسم کرنا کس درجہ سخت حرام ہوگا۔

اقول وبما بینا ظھر وجہ التقیید بان لایکون جمیع بدنہ مسجی فافھم۔

اقول (میں کہتا ہوں) جو کچھ ہم نے بیان کیا اس سے قید لگانے کی وجہ ظاہر ہوگئی کہ میت کا پورا جسم ڈھانپا ہوا نہ ہو۔ پس اچھی طرح سمجھ لیجئے۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الصلوۃ باب صلوۃ الجنازۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۰

[2] " " " " " " ۱/۲۰-۱۱۹

[3] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۷۳

بلکہ حق یہ ہے کہ اس تقدیر پر جہل مردم و ناواقفی حال آلہ و عدم نیت و عدم تنبہ کا قدم درمیان نہ ہو تو دیدہ و دانستہ اُن میں آیات بھرنے والے کا حکم معاذ اللہ القائے مصحف فی القاذورات (اللہ تعالٰی کی پناہ ۔ یہ تو مصحف شریف کو نجاستوں میں پھینکنا ہے ۔ ت) کے مثل ہو تاہم روشن کر چکے کہ تمام جلوہ گاہوں میں وہی صفت الٰہیہ بعینہا حقیقۃً جلوہ فرما ہوتی ہے تو اُس کے لئے معاذ اللہ یہ ناپاک کسوت مقرر کرنا کس درجہ ایمان ہی کے مخالف ہے والعیاذ باللہ تعالٰی ۔ پھر یہ توہین خبیث صرف اُن بھرنے والوں ہی کے ماتھے نہ جائے گی بلکہ باوجود اطلاع اُسے تحریک دے کر الفاظ قرآنی کی آواز اُس سے ادا کرنے والے اسکی خواہش کرکے ادا کرانے والے' سُننے والے' سُنانے والے، اس پر راضی ہونے والے، باوصف قدرت انکار نہ کرنے والے سب اُسی بلائے عظیم میں گرفتار ہوں گے۔ نہ فقط یوں کہ توہین کے مرتکب صرف بھرنے والے ہوں اور یہ اُس کے روا رکھنے گوارا کرنے والے نہیں ۔ نہیں بلکہ ہر بار بعینہٖ ویسی ہی توہین جدید کے یہ خود پیدا کرنے والے کہ اُنھوں نے گویا نقوش کتابت قرآنیہ اُس نجس میں لکھے اُنھوں نے الفاظ تلاوت قرآنیہ اُس پر گزرتے ہوئے ادا کئے بلکہ اس وقت اس کی تجلی بے پردہ و حجاب جلوہ فرما ہوگی بھری ہوئی چوڑیوں میں نقوش قرآنیہ ہونا ہر شخص نہ سمجھے گا اور اب جو ادا کیا جائے گا کسی کو اس کے قرآن ہونے میں اصلا اشتباہ نہ ہوگا ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (گناہوں سے تحفظ' اور بھلائی کرنے کی قوت کسی میں نہیں بجز اللہ تعالٰی بلند مرتبہ اور بڑی شان والے کی توفیق دینے ۔ ت)

وجہ دوم: یہ صورت تو وہ تھی کہ اُن کا گلاسوں پلیٹوں کا پلید و نجس ہونا معلوم یا مظنون ہی ہو

فان الظن فی الفقہیات ملتحق بالیقین لاسیما مثل امر الاحتیاط فی الدین۔ | کیونکہ فقہی مسائل میں گمان، یقین کے ساتھ ملحق ہے۔ خصوصًا اس نوع کے دینی احتیاط کے معاملہ میں۔ (ت)

بلکہ اگر حالتِ شبہہ ہو جب بھی حکم احتراز ہے کہ محرمات میں شبہہ ملتحق بیقین ہے، کما نص علیہ فی الھدایۃ وغیرھا (جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں اس پر نص کی گئی ہے۔ ت) اب وہ صورت فرض کیجئے کہ پلیٹ وغیرہ کی طہارت یقینی ہو اس کے اجزاء اور بنانے کا طریقہ معلوم ہو جس میں کہیں کسی نجاست کا خلط نہیں تو اس میں ایک کھُلی سخت شدید نجاست معنوی رکھی ہوتی ہے وہ یہ کہ اس کا عام بجانا' سُننا، سنانا سب کھیل تماشے کے طور پر ہوتا ہے۔ قرآن عظیم اس لئے نہیں اترا۔ اسی عزت والے عزیز عظیم سے پُوچھو کہ وہ کھیل کے طور پر اپنے سننے والوں کی نسبت کیا فرماتا ہے:

اقترب للناس حسابھم وھم فی | لوگوں کے لئے ان کا حساب نزدیک آیا اور وہ

غفلة معرضون ۝ ما یاتیهم من ذکر من ربهم محدث الا استمعوه وهم یلعبون ۝ لاهیة قلوبهم [1]

غفلت میں روگرداں پڑے ہیں، نہیں آتا اُن کے پاس اُن کے رب سے کوئی نیا ذکر مگر اُسے کھیلتے ہوئے سنتے ہیں دل کھیل میں پڑے ہوئے۔

اور فرماتا ہے:

افمن هذا الحدیث تعجبون ۝ وتضحکون ولا تبکون ۝ وانتم سامدون [2]

تو کیا اس کلام کو اچنبھا بناتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں اور تم کھیل میں پڑے ہو۔

اور فرماتا ہے:

وذر الذین اتخذوا دینهم لعبا ولهوا وغرتهم الحیٰوة الدنیا وذکر به ان تبسل نفس بما کسبت لیس لها من دون الله ولی ولا شفیع وان تعدل کل عدل لا یؤخذ منها اولٰئک الذین ابسلوا بما کسبوا لهم شراب من حمیم وعذاب الیم بما کانوا یکفرون [3]

چھوڑ دے اُن کو جنھوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنالیا اور دُنیا کی زندگی نے انھیں فریب دیا اور اس قرآن سے لوگوں کو نصیحت دے کہیں پکڑی نجائے کوئی جان اپنے کئے پر کہ خدا سے جدا نہ اُس کا کوئی حمایتی ہو نہ سفارشی اور اگر اپنے چھڑانے کو سارے بدلے دے کچھ نہ لیا جائے یہ ہیں وہ لوگ کہ اپنے کئے پر گرفتار ہوئے انھیں پینا ہے کھولتا پانی اور دکھ کی مار بدلہ ان کے کفر کا۔

www.alahazratnetwork.org

اور فرماتا ہے:

ونادی اصحٰب النار اصحٰب الجنة ان افیضوا علینا من الماء او مما رزقکم الله قالوا ان الله حرمهما علی الکٰفرین [4] ۝ الذین اتخذوا دینهم لهوا ولعبا وغرتهم الحیٰوة الدنیا فالیوم ننسٰهم کما نسوا لقاء

دوزخی بہشتیوں کو پکاریں گے کہ ہمیں اپنے فیض سے تھوڑا پانی دو یا وہ رزق جو خدا نے تمھیں دیا وہ کہیں گے بیشک اللہ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام کردی ہیں جنھوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنالیا اور انھیں دنیا کی زندگی نے فریب دیا تو آج ہم ان کو بھلا دیں گے جیسا وہ بھولے اُس دن

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/ ۱ تا ۳

[2] القرآن الکریم ۵۳/ ۵۹ تا ۶۱

[3] " " ۶/ ۷۰

[4] " " ۷/ ۵۰

یومھم ھذا و ما کانوا باٰیٰتنا یجحدون [1] کاملنا اور جیسا جیسا ہماری آیتوں سے انکار کرتے تھے۔

واقعی کفار نے یہ بڑا داؤ مسلمانوں سے کھیلا کہ اُن کے دین کی جڑ اُن کے ایمان کی اصل قرآن عظیم کو خود اُن کے ہاتھوں کھیل تماشا بنوا دیا۔ یہ ان لوگوں کے فونو سے قرآن سننے سنانے کا خاص جزئیہ ہے کہ قرآن عظیم نے اس کی ایجاد سے تیرہ سو برس پہلے ظاہر فرما دیا اس سے بڑھ کر اور سخت بلا کیا ہوگی اس سے بدتر اور گندی نجاست کیا ہوگی۔ والعیاذ باللہ رب العلمین۔

وجہ سوم: زید اس مجمع لہو و لغو میں جو تماشے کے طور پر قرآن مجید سنایا جارہا ہے اس کا دعوٰی ہے کہ میں تذکر و تفکر ہی کے طور پر سن رہا ہوں مجھے لہو مقصود نہیں، اگر یہ صحیح ہو جب بھی وہ گناہ و جرم سے بری نہیں ایسے مجمع میں شریک ہونا ہی کب جائز تھا اگرچہ تیری نیت نیت خیر ہو۔ کیا قرآن عظیم نے نہ فرمایا:

واذا رأیت الذین یخوضون فی اٰیٰتنا فاعرض عنھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ و اما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین [2]

اور جب تو انھیں دیکھے جو ہماری آیتوں کو مشغلہ بنا رہے ہیں تو اُن سے منہ پھیر لے یہاں تک کہ وہ کسی اور بات کے شغل میں پڑیں اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس سے فوراً اُٹھ کھڑا ہو۔

یہ کیا اسی کی یاد دہانی میں دوسری جگہ اس سے بھی صاف تر و سخت تر نہ فرمایا:

وقد نزل علیکم فی الکتٰب ان اذا سمعتم اٰیٰت اللہ یکفر بھا و یستھزأ بھا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلھم ان اللہ جامع المنٰفقین و الکٰفرین فی جھنم جمیعًا [3]

بیشک اللہ تم پر قرآن میں حکم اتار چکا کہ جب تم سنو کہ خدا کی آیتوں پر گرویدگی نہیں کی جاتی اور اُن کی ہنسی بنائی جاتی ہے تو تم اُن کے پاس نہ بیٹھو جب تک وہ اور بات کے شغل میں پڑیں اور وہاں بیٹھے تو تم بھی انھیں جیسے ہو بیشک اللہ تعالٰی منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔

آیتوں کو کھیل بنانے والے کافر ہوئے، اس وقت اُن کے پاس بیٹھنے والے منافق ٹھہرے،

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۵۰ و ۵۱ [2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[3] " ۴/ ۱۴۰

یہاں پاس بیٹھنے کا نتیجہ یہ ہوا کر جہنم میں بھی اکٹھے رہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ معالم التنزیل میں ہے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا:

دخل فی ھٰذہ الاٰیۃ کل محدث فی الدین وکل مبتدع الٰی یوم القیٰمۃ۔[1]
اس آیت میں قیامت تک کا ہر بدعتی ہر بدمذہب داخل ہے۔

وجہ چہارم: صلحا نے خاص اپنا جلسہ کیا جس میں سب نیت صالح والے ہیں اور تفکر و تذکر ہی کے طور اس میں سے قرآن مجید سنا خاص اُس سے سُننے کی یہ ضرورت تھی کہ اس میں کسی اعلٰی قاری کی نہایت دردناک و دلکش قراءت بھری ہے اس میں سے قراءت سنانے والا بھی انھیں میں کا ہے کہ اس نے اس کا بنانا چلانا سیکھ لیا ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) اب یہاں دو نظریں ہیں، نظر اولٰی و نظر دقیق۔

نظر اولٰی صاف حکم کرے گی کہ اب اس میں کیا حرج ہے، جب پلیٹیں طاہر و پاک فرض کرلی گئیں تو حرج صرف نیت لہو کا رہا اس سے یہ لوگ منزہ ہیں اور بھرنے والوں کی نیت فاسدہ کا ان پر کیا اثر۔

www.alahazratnetwork.org

قال اللہ تبارک وتعالٰی ولا تزر وازرۃ وزر اخرٰی۔[2]
اللہ تبارک وتعالٰی نے ارشاد فرمایا: کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائے گی (ت)

اور کوئی فی نفسہٖ جائز کام کفار سے سیکھنے میں حرج نہیں اگرچہ انھیں کی ایجاد ہو جیسے گھڑی، تار، ریل وغیرہا، اور فونو بذاتِ خود معازف ومزامیر سے نہیں کہ اس کے لئے کوئی خاص آواز ہی نہیں جس کے واسطے اُسے وضع کیا ہو یا اس سے قصد کیا جاتی ہو وہ تو ایک آلہ مطلقہ ہے جس کی نسبت ہر گونہ آواز کی طرف ایسی ہے جیسی اوزان عروضیہ کی کلام کی طرف بلکہ حروف ہجا کی معنی کی طرف، حروف ہجا من حیث ہی حروف الہجا علوم رسمیہ میں کسی خاص معنی کے لئے موضوع نہیں بلکہ وہ آلہ تادیہ معانی مختلفہ ہیں جیسے معنی چاہیں اُن سے ادا کرسکتے ہیں اچھے ہوں خواہ بُرے، یہاں تک کہ ایمان سے کفر تک سب انھیں حروف سے ادا ہوتا ہے ایسے آلہ مطلقہ کو من حیث ہی کذا حسن یا قبیح کسی کے ساتھ موصوف نہیں کرسکتے بلکہ وہ مدح و ذم وثواب و عقاب میں اس چیز کا تابع ہوتا ہے جو اس سے ادا کی جائے، تلوار بہت اچھی ہے اگر اس سے حمایت اسلام

---

[1] معالم التنزیل علی ہامش الخازن تحت آیۃ وقد نزل علیکم فی الکتٰب الخ مصطفی البابی مصر ۱/ ۶۱۲
[2] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴

کی جائے اور سخت بری ہے اگر خونِ ناحق میں برتی جائے۔ اسی لئے حدیث میں فرمایا:

الشعر بمنزلۃ الکلام فحسنہ کحسن الکلام وقبیحہ کقبیح الکلام۔ رواہ البخاری فی الادب[1] المفرد والطبرانی فی المعجم الاوسط عن عبد اللّٰہ بن عمرو بن العاص وابویعلی عنہ وعن ام المومنین الصدیقۃ والدارقطنی عنہ عروۃ عنہا والشافعی عن عروۃ مرسلًا رضی اللّٰہ تعالٰی عنہم واسنادہ حسن۔

شعر بمنزلۂ کلام کے ہے تو اس کا اچھا مثل اچھے کلام کے ہے اور اس کا برا مثل برے کے۔ (امام بخاری نے ادب المفرد میں، امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔ اور محدث ابویعلٰی نے اُن سے اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ سے بھی اسے روایت کیا ہے۔ اور امام دارقطنی نے بواسطہ حضرت عروہ مائی صاحبہ سے۔ اور امام شافعی نے حضرت عروہ سے بطور ارسال اسے روایت فرمایا ہے۔ اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو۔ اس حدیث کی سند درجہ حسن رکھتی ہے۔ ت)

یہ اسی سبب کے اوزان عروضیہ ادائے بر گونہ کلام کے آلہ ہیں تو ان پر فی انفسہا کوئی حکم حسن و قبح نہیں ہوسکتا بلکہ مؤدی بہا کے تابع ہوں گے شعر میں اچھی بات ادا کی جائے تو حدیث صحیح[2] میں ان من الشعر لحکمۃ (بیشک بعض شعر ضرور حکمت ہوتے ہیں۔ ت) ارشاد ہوا ہے اور یاوہ سرائی یا ہرزہ درائی کی جائے تو الشعراء یتبعہم الغاؤن[3] (اور شاعروں کی پیروی اور اُن کا اتباع گمراہ کرتے ہیں۔ ت) فرمایا گیا وہاں ان اللّٰہ یؤید حسان بروح القدس (اللہ تعالٰی حضرت جبریل سے حضرت حسان کی تائید کرتا ہے۔ ت) کی بشارت جانفزا ہے اور دوسری طرف امرؤ القیس صاحب لواء الشعراء الی النار (امرؤ القیس شاعروں کا علمبردار آتش دوزخ میں ہے۔ ت) کی وعید جانگزا۔ رواہ احمد[5] والبزار عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ (اسے احمد و بزار نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۷۶۹۲ ریاض ۸/۳۴۰ و ادب المفرد حدیث ۸۶۵ مکتبہ اثریہ شیخوپورہ ص ۲۲۳

[2] ادب المفرد حدیث ۸۶۵ باب من قال ان من البیان سحرا الخ المکتبۃ الاثریہ شیخوپورہ ص ۲۲۵
صحیح البخاری کتاب الادب باب مایجوز من الشعراء قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۰۷

[3] القرآن الکریم ۲۶/۲۲۴

[4] کنز العمال برمز حم ق عن عائشہ حدیث ۸۳۲۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۶۶۲
مسند امام احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا دار الفکر بیروت ۶/۷۲

تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت) بعینہٖ یہی حالت فونو کی ہے کہ وہ کسی صوت خاص کے لئے موضوع نہیں جسے معازف و مزامیر میں داخل کرسکیں بلکہ ادائے ہر قسم آواز کا آلہ ہے تو حسن و قبح و منع و اباحت میں اُسی آواز مؤدی بہ کا تابع ہوگا جب تک خارج سے کوئی مغیر عارض نہ ہو اگر اس میں سے مزامیر کی آواز سنی جائے تو حکم مزامیر میں ہے اور بہ نیت تذکرہ وعظ و تذکیر کی آواز سنی جائے تو حکم وعظ و تذکیر میں اور واعظ و مذکر کا ذی روح ہونا کچھ شرط نہیں ؎

مرد باید کہ گیرد اندر گوش　　　ور نبشت ست پند بر دیوار

(مرد کو چاہئے کہ اپنے کانوں سے نصیحت سُنے اگرچہ کلماتِ نصیحت کسی دیوار پر لکھے ہوں۔ت)

آلہ ادا میں فی نفسہٖ کوئی آواز ودیعت ہی نہیں ہوتی آوازیں تو ریکارڈوں میں ہیں آلہ محض مثل گلو و حنجرہ ہے جس سے ہر طرح کی صوت نکال سکتے ہیں تو خراب و ناجائز پلیٹوں کا حکم پاک و جائز قالبوں کی طرف کیوں ساری ہونے لگا اور اگر بھرنے والوں نے ایک ہی ریکارڈ کے ایک پہلو پر کچھ آیات یا اشعار حمد و نعت اور دوسرے پر کچھ خرافات بھری ہیں تو یہ بے ادبی و جمع ضدین ان کا فعل ہے خذ ما صفا و دع ماکدر (جو صاف ہو لے لو، جو گدلا ہو چھوڑ دو۔ت) پر عمل کرنے والے اُس پر کیوں ماخوذ ہوں گے اس کی نظیر کنیز مشترک ہے اس کے ایک صالح مولٰے نے اُسے قرآن عظیم پڑھایا دوسرے فاسق نے گانا سکھایا تو اس کے گلے سے دونوں چیزوں کا ادا ہوسکنا صالح آقا کو اس سے قرآن عظیم سننا منع نہ کریگا عرف میں اسے باجا کہنا مزامیر و معازف ممنوعہ کے حکم میں داخل نہ کرے گا۔

فان الامور لمقاصدھا وانما الاعمال بالنیات وانما لکل امریئ مانوی[1]

کیونکہ کاموں کا اعتبار بلحاظ ان کے مقاصد کے ہے۔ اعمال کا مدار ارادوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے کہ جس کا اس نے ارادہ کیا ہے۔ (ت)

معازف و مزامیر آلات لہو و طرب ہیں جو خاص موسیقی کی آوازیں ادا کرنے کو لذت نفسانی و نشاط شیطانی کے لئے وضع کئے گئے ہر غیر ذی روح جس سے آواز کسی مقصد حسن یا مباح کے لئے پیدا کی جائے اس میں داخل نہیں ہوسکتا اگرچہ اس سے آواز نکالنے کو بجانا کہیں یوں تو طبل غازی و نقارۂ سحری بھی باجا ہے ریل کے انجن میں جو سوراخ دھواں نکالنے کو رکھا جاتا ہے جس سے لوگوں کا جان و مال بچانے کے لئے ان کی اطلاع دہی کو آواز نکالی جاتی ہے اس آواز کو بھی سیٹی یا پپیہا کہتے ہیں مگر

---

[1] صحیح البخاری　باب کیف کان بدء الوحی الخ　قدیمی کتب خانہ کراچی　۲/۱

یہ نام اس فعل حسن کو ممنوع سیئی اور پیسے کے حکم میں نہ کر دے گا، بالجملہ یہاں جو کچھ حرج آیا نیتِ لہو سے یا مجمع لہو سے ہے کہ قرآن عظیم کا اس نیت سے سننا لذاتہٖ حرام قطعی اور اس مجمع میں سننا لغیرہٖ ممنوع شرعی۔ جب یہ دونوں منتفی ممانعت منتفی۔ یہ نظرِ اولٰی کی تقریر ہے، اور نظرِ دقیق فرمائیگی کہ یہ سب کچھ حق و بجا مگر فعل حرج سے اب بھی نہ بچا، بھرنے والوں کے مقاصد فاسدہ معلوم ہیں کہ لہو ولعب ہے اور اس کے ذریعہ سے ٹکا کمانا تو ان کا بنانا حرام اور اُسے استعمال کرنے والے اُس حرام کے معین ہوئے، اگر لوگ نہ خریدتے نہ سنتے تو وہ ہرگز قرآن عظیم بھرنے کی جرأت نہ کرتے۔ شریعت مطہرہ کا قاعدہ ہے کہ جس بات سے حرام کو مدد پہنچے اُسے بھی حرام فرمادیتی ہے۔

قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان ۱؎

اللہ تعالٰی نے فرمایا: (لوگو!) گناہ اور زیادتی کے معاملات میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو۔ (ت)

جو چیز بنانا ناجائز ہو اُسے خریدنا استعمال میں لانا بھی منع ہوتا ہے کہ یہ نہ لیں تو وہ کیوں بنائیں اُن کا مول لینا اور کام میں لانا ہی انھیں بنانے پر باعث ہوتا ہے ولہذا خواجہ سراؤں کا خریدنا اُن سے کام خدمت لینا شرعاً منع ہوا، اور ائمہ کرام نے اس کی علت یہی بیان فرمائی کہ آدمی کو خصی کرنا حرام ہے یہ فعل اگرچہ ان خریدنے والوں کا نہیں مگر ان کا خریدنا ہی ان فاسقوں کو اس پر جرأت دلاتا ہے کہ کوئی مول نہ لے تو کیوں ایسی ناپاکی کریں۔ امام ابوجعفر طحاوی معانی الآثار میں فرماتے ہیں:

www.alahazratnetwork.org

لما نہی عن اخصاء بنی اٰدم کرہ بذلک اتخاذ الخصیان لان فی اتخاذھم مایحمل من تحضیضھم علی اخصائھم لان الناس اذا تحاموا اتخاذھم لم یرغب اھل الفسق فی اخصائھم وقد حدثنا ابن ابی داؤد ثنا القواریری ثنا عفیف بن سالم ثنا العلاء بن عیسٰی الذھلی قال اتی

جب اولاد آدم کے خصی (نامرد کرنا) کرنے سے منع کر دیا گیا پس اسی لئے خصی افراد سے خدمت لینا اور انھیں کسی کام میں استعمال کرنا مکروہ ہے کیونکہ استعمال کرنے سے لوگوں کا انھیں خصی کرنے پر ابھار اور آمادگی پیدا ہوتی ہے، کیونکہ جب لوگ انھیں استعمال کرنے سے بچیں اور پرہیز کریں تو پھر بدکار اور اوباش لوگ انسانوں کو خصی کرنے کی طرف رغبت نہ کریں۔ ابن ابی داؤد، القواریری، عفیف بن سالم، العلاء بن عیسٰی الذہلی کے چند وسائط

۱؎ القرآن الکریم ۵/ ۲

عمر بن عبد العزیز بخصی فکرہ ان یبتاعه وقال ما کنت لاعین علی الاخصاء فکل شئ فی ترك کسبه ترك لبعض اہل المعاصی فلا ینبغی کسبه[1]

ہم تک (یعنی امام ابو جعفر طحاوی تک) یہ حدیث پہنچی کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس ایک خصی آدمی لایا گیا تو آپ نے اس کو خرید لینا ناپسند کیا اور فرمایا میں ایسا شخص نہیں ہوں کہ انسان کے خصی کرنے پر بدکرداروں سے تعاون کروں۔ پھر ہر کام کہ جس کے نہ کرنے سے بعض گناہگاروں سے گناہ چھوٹ جاتا ہے تو پھر نامناسب ہے کہ ایسا کام کیا جائے۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

یکرہ استخدام الخصیان لان الرغبة فی استخدامھم حث الناس علی ھذا الصنیع وھو مثلة محرمة[2]

خصی لوگوں سے خدمت لینا مکروہ ہے کیونکہ اُن سے خدمت لینے کی رغبت رکھنا لوگوں کو اس بُرے کام پر آمادہ کرنا ہے، اور یہ "مثلہ" ہونے کی وجہ سے حرام ہے (ت)

غایۃ البیان میں مختصر امام طحاوی سے ہے:

یکرہ کسب الخصیان وملکھم واستخدامھم وقال ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ لو لا استخدام الناس ایاھم لما اخصاھم الذین یخصونھم[3]

خصی لوگوں کی کمائی اور اُن کا ملک (یعنی ملکیت) اور اُن سے خدمت لینا یہ سب کام مکروہ ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ارشاد فرمایا، اگر لوگوں کا اُن سے خدمت لینا نہ ہوتا تو پھر جو لوگ انھیں خصی کرتے ہیں وہ کبھی انھیں خصی کرتے۔ (ت)

اسی دلیل سے ہمارے علماء نے بیل بکرے کے خصی کرنے اور گھوڑی سے خچر لینے کا جواز ثابت فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دو خصی دُنبے قربانی کئے اور خچر سواری فرمائی، اگر یہ فعل ناجائز ہوتے حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کو کام میں نہ لاتے۔ شرح معانی الآثار شریف میں ہے:

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب السیر باب انزاء الحمیر علی الخیل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۶۲

[2] الہدایہ کتاب الکراہیۃ مسائل متفرقہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۷۲

[3] مختصر الطحاوی ،، یکرہ کسب الخصیان الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴۴۳

قد رأینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ضحی بکبشین موجوئین وھما المرضوضان خصاھما والمفعول بہ ذٰلک قد انقطع ان یکون لہ نسل فلو کان اخصاؤھما مکروھا اذا لما ضحی بھما رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1]

بیشک ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے دو خصی مینڈھوں کی قربانی کی، یعنی وہ دو ایسے دُنبے تھے کہ جن کے دونوں خصیے کوفتہ تھے۔ اور جس کے ساتھ یہ برتاؤ کیا جائے اسکی نسل ختم ہوجاتی ہے۔ اگر دنبوں کو خصی کرنا مکروہ ہوتا تو حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام ایسے مکروہ جانوروں کی کبھی قربانی نہ کرتے۔ (ت)

اُسی کے باب انزاء الحمیر علی الخیل میں ہے:

لوکان مکروھا لکان رکوب البغال مکروھا لانہ لولا رغبۃ الناس فی البغال ورکوبھم ایاھا لما انزئت الحمیر علی الخیل[2]

گدھوں کا گھوڑی سے جفتی کرانا، اگر یہ مکروہ ہوتا تو ضرور خچروں پر سوار ہونا مکروہ ہوتا، اس لئے کہ اگر لوگوں کی خچروں کی طرف اور ان کی سواری کی طرف رغبت نہ ہوتی تو کبھی گدھوں سے گھوڑی پر جفتی نہ کرائی جاتی۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ہدایہ میں ہے:

لاباس باخصاء البھائم وانزاء الحمیر علی الخیل وقد صح ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رکب البغلۃ فلو کان ھذا الفعل حرام لما رکبھا لما فیہ من فتح بابہ[3]

چوپایوں کے خصی کرنے میں اور گدھوں سے گھوڑی پر جفتی کرانے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام سے صحیح روایت میں یہ آیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خچر پر سوار ہوئے ہیں اگر یہ کام حرام ہوتا تو آپ کبھی خچر پر سوار نہ ہوتے کیونکہ اس میں برائی کا دروازہ کھلتا ہے۔ (ت)

اسی باب سے ہے کہ قوی تندرست قابلِ کسب جو بھیک مانگتے پھرتے ہیں اُن کو دینا گناہ ہے کہ اُن کا بھیک مانگنا حرام ہے اور اُن کو دینے میں اس حرام پر مدد، اگر لوگ نہ دیں تو جھک ماریں اور کوئی

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الکراہیۃ باب اخصاء البہائم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۲۱

[2] " " کتاب السیر باب انزاء الحمیر علی الخیل " " " ۲/۱۷۶

[3] الہدایۃ کتاب الکراہیۃ مسائل متفرقہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۴۷۲

حد

پیشہ حلال اختیار کریں۔ درمختار میں ہے:

لایحل ان یسأل شیئا من القوت من له قوت یومه بالفعل او بالقوة کالصحیح المکتسب ویأثم معطیه ان علم بحاله لاعانته علی المحرم[1]

یہ حلال نہیں کہ آدمی کسی سے روزی وغیرہ کا سوال کرے جبکہ اس کے پاس ایک دن کی روزی موجود ہو یا اُس میں اس کے کمانے کی طاقت موجود ہو، جیسے تندرست کمائی کرنے والا، اور اُسے دینے والا گنہگار ہوتا ہے اگر اس کے حال کو جانتا ہے، کیونکہ حرام پر اس نے اُس کی مدد کی۔ (ت)

یہ اصل کلی یاد رکھنے کی ہے کہ بہت جگہ کام دے گی، جس چیز کا بنانا ناجائز ہوگا اسے خریدنا کام میں لانا بھی ممنوع ہوگا اور جس کا خریدنا کام میں لانا منع نہ ہوگا اس کا بنانا بھی ناجائز نہ ہوگا،

فان رفع التالی ینتج رفع المقدم کما ان وضع المقدم ینتج وضع التالی۔

اس لئے کہ رفع تالی، رفع مقدم نتیجہ دیتی ہے۔ جس طرح وضع مقدم، وضع تالی کا نتیجہ دیتی ہے (ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) اور یہ خیال کہ ایک ہمارے چھوڑے سے کیا ہوتا ہے ہم نہ لینگے تو اور ہزاروں لینے والے ہیں مقبول نہیں، ہر ایک کا یہی خیال رہے تو کوئی بھی نہ چھوڑے تو حکم شرع معطل رہ جائے چھوٹے گا یوں ہیں کہ ہر ایک اپنے ہی استعمال کو اس کا ذریعہ امتناع سمجھے، جب سب چھوڑ دینگے

www.alahazratnetwork.org

آپ ہی بنانا معدوم ہوجائے گا، اور اگر نہ چھوڑیں تو ہر ایک کو اپنی قبر میں سونا اپنے کئے کا حساب دینا ہے اوروں سے کیا کام، ایسی ہی جگہ کے لئے ارشاد ہوا ہے:

یایها الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لایضرکم من ضل اذا اهتدیتم[2]

اے ایمان والو! تم اپنی جان کی اصلاح کر لو تمہیں اوروں کی گمراہی سے نقصان نہیں جبکہ تم خود راہ پر ہو۔

اگر کہئے یہ تو اُن افعال میں سے جو فی نفسہ مذموم ہیں تلاوت کی آواز کا اس میں ودیعت رکھنا بنفسہٖ مذموم نہیں، اُن کی نیت لہو وغیرہ مقاصد و مفاسد نے اُسے ممنوع کیا۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) کام واقع سے ہے نہ محض فرض سے، جب واقع یہ ہے تو اس کی حرمت میں شک نہیں اور اس حرام کا دروازہ تمہیں خریدنے والوں کام میں لانے والوں نے کھولا کوئی

---

[1] درمختار کتاب الزکوٰۃ باب المصرف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۲

[2] القرآن الکریم ۵/۱۰۵

حول نہ لے تو وہ کیوں ایسی ناپاکی کریں پھر عذر کا کیا محل، واللہ العاصم عن سبیل الزیغ والزلل (ٹیڑھے اور پھسلنے والے راستوں سے اللہ بچاتا ہے۔ ت) اور قرآن عظیم ہی کے حکم میں ہیں اشعار حمد و نعت و منقبت و جملہ عبارات و کلمات معظمہ دینیہ کہ نہ اُن کو نجس چیز میں لکھنا جائز، یہ وجہ اول ہوئی۔ نہ انھیں کھیل تماشا بنانا جائز، یہ وجہ دوم ہوئی۔ نہ انھیں لہو و لغو بنانے کے جلسے میں شریک ہونا جائز اگرچہ اپنی لعب کی نہ ہو یہ وجہ سوم ہوتی۔ نہ اُن کی خریداری استعمال سے لہو بنانے والوں کی مدد جائز، یہ وجہ چہارم ہوئی۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لہو مباح میں تو اپنا ذکر کریم ناپسند فرمایا اور انصار کی کمسن لڑکیوں نے بعد تقریب شادی کے گانے میں یہ مصرع پڑھا، ع

وفینا نبی یعلم ما فی غد

(ہم میں وہ نبی ہیں جو آئندہ کی باتیں جانتے ہیں)

ان کو منع فرمادیا کہ:

دعی ھذہ وقولی بالذی کنت تقولین[1]۔ اسے رہنے دو وہی کہے جاؤ جو کہہ رہی تھیں۔

www.alahazratnetwork.org

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف اواخر کتاب مسئلۃ السماع میں فرماتے ہیں:

ولذا لما دخل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیت الربیع بنت معوذ وعندھا جوار یغنین فسمع احدٰھن تقول "وفینا نبی یعلم ما فی غد" علی وجہ الغناء، فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دعی ھذا وقولی ما کنت تقولین وھذا شہادۃ بالنبوۃ فزجرھا عنھا وردھا

یہی وجہ ہے کہ جب حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام ربیع دختر معوذ کے گھر تشریف لے گئے تو انکے پاس بچیاں گیت گارہی تھیں تو حضور اقدس نے اُن میں سے ایک کو یہ کہتے سنا کہ ہمارے اندر وہ نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں۔ وہ بچیاں گیت کے طور پر گارہی تھیں تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اس کو چھوڑ دو اور وہی کہتی رہو جو پہلے کہہ رہی تھیں" تو اس پر نبوت کی گواہی تھی لیکن حضور علیہ السلام نے

---

[1] صحیح البخاری کتاب النکاح باب ضرب الدف فی النکاح قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۷۳

الی الغناء الذی ھو لھو لان ھذا اجد محض فلا یقرن بصورۃ اللھو لہ

اس کہنے پر انھیں ڈانٹ دیا اور اُس گانے کی طرف لوٹا دیا جو ایک کھیل کی حیثیت رکھتا ہے اس لئے کہ یہ ایک خالص سنجیدگی ہے لہٰذا جو چیز صورۃً کھیل ہو اُس سے بھی اس کا ملاپ ٹھیک نہیں۔ (ت)

یعنی یہ مصرع حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نبوت کی گواہی تھی کہ خدا کے بتائے سے اصالۃً غیب کا جاننا نبوت ہی کی شان ہے تو حضور پرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نہ چاہا کہ اُسے صورتِ لہو میں شامل کیا جائے لہٰذا اس سے روک دیا۔ وہابیہ اس حدیث کو کہاں سے کہاں لے جاتے ہیں اور بات صرف اتنی ہے یہ بھی نہیں سُوجھتا کہ اگر نسبت علم امور غیب ہی ناپسند فرماتے تو کن سے، کم فہم عورتوں سے، اور وُہ بھی لڑکیاں کہ منجر بمعنی ناجائز نہ ہو اور جب مرد عاقل مالک بن عوف ہوازنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنا قصیدۂ نعتیہ حضور میں عرض کیا ہے جس میں فرمایا: ع

ومتی تشاء یخبرک عما فی غدٖ[2]

تو جب چاہے یہ نبی تجھے آئندہ کی باتیں بتا دیں۔

اُن پر کیوں نہ انکار فرمایا حالانکہ انھوں نے تو اُن لڑکیوں سے بہت زیادہ کہا جس سے قیامت تک کے کُل غیبوں کا بالفعل حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو معلوم ہونا یا کم از کم اُن کا جان لینا حضور کے اختیار میں دے دیا جانا ظاہر جس کی تشریح ہم نے اپنی کتاب الامن والعلٰی لناعتی المصطفٰی بدافع البلاء میں ذکر کی انکار فرمانا درکنار حضور پرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس قصیدہ کے صلہ میں اُن کے لئے کلمۂ خیر فرمایا اور انھیں خلعت پہنایا اور انھیں ان کی قوم ہوازن و قبائل ثمالہ و سلمہ و فہم پر سردار فرمایا

کما رواہ المعافی فی الجلیس والانیس بطریق الحرمازی عن ابی عبیدۃ بن الجراح رضی اللہ تعالٰی عنہ وابن اسحاق عن ابی وجزۃ یزید بن عبید السعدی۔

جیسا کہ معافی نے اس کو جلیس و انیس میں حرمازی کے طریق پر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور ابن اسحٰق نے ابی وجزہ یزید بن سعدی سے اسے روایت کیا۔ (ت)

---

[1] احیاء العلوم کتاب آداب السماع والوجد الباب الثانی مطبعۃ المشھد الحسینی قاہرہ ۲/ ۳۰۰

[2] تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر تحت آیۃ ۹/ ۲۷ دار احیاء الکتب العربیہ مصر ۲/ ۳۴۶

وللہ الحمد جب لہو مباح میں اپنا ذکر پاک پسند فرمایا تو لہو باطل کا کیا ذکر۔

بالجملہ خلاصۂ حکم یہ کہ

یہاں تین چیزیں ہیں: ممنوعات، معطلات، مباحات۔

اول کا سننا مطلقاً حرام و ناجائز ہے اور فونو سے جو کچھ سنا جائے گا وہ بعینہٖ اُسی شے کی آواز ہوگی جس کی صوت اس میں بھری گئی، مزامیر ہوں خواہ ناچ خواہ عورت کا گانا وغیرہا، اصل کا جو حکم تھا بے تفاوت سرِ مو اس کا ہوگا کہ یہ خود ہی اصل ہے نہ کہ اس کی نقل، طبلہ یا ستار کی آواز ہے تو بلاشبہہ وہ طبلہ اور ستار کی آواز ہے نہ کہ فونو کی، کہ فونو اپنی کوئی آواز نہیں رکھتا اور وہ بھی اسی طبلہ اور ستار کی ہے نہ کہ دوسرے کی، اور وہ بھی اُسی وقت کی آواز ہے جو بھرتے وقت بجائی گئی تھی نہ کہ اور وقت کی۔ یوں ہی عورت کا گانا ہے تو یقیناً وہ عورت ہی کا گانا ہے نہ کہ فونو کا کہ فونو گانے کی صلاحیت نہیں رکھتا، اور وہ بھی اُسی عورت کا گانا ہے نہ کہ دوسری کا، اور وہ بھی اُس کا اُسی وقت کا گانا ہے جو بھرتے وقت وہ گائی تھی۔

www.alahazratnetwork.org

دوم بھی مطلقاً حرام و ممنوع ہیں، اگر گلاسوں پلیٹوں میں کوئی ناپاکی یا جلسہ لہو و لعب کا ہے تو تحریم سخت ہے اور خود سننے والوں کی نیت تماشا ہے تو اور بھی سخت تر خصوصاً قرآن عظیم میں، اور اگر اس سب سے پاک ہو تو ان کے مقاصد فاسدہ کی اعانت ہو کر ممنوع ہے اور سب سے سخت تر وبال اُن قاریوں غزل خوانوں پر ہے جو نوکری کرکے یا اجرت لے کر یا مفت گناہ خریدنے کو اپنا پڑھنا اس میں بھرواتے ہیں کہ وہ اصل بانی فساد ہوئے بھرنے والوں اور جب تک وہ گلاس پلیٹ باقی رہیں اُن کے سننے والوں سنانے والوں سب کا گناہ ان کے نامۂ اعمال میں ثبت ہوتا رہے گا اگرچہ یہ قبر میں خاک ہوگئے ہوں بغیر اس کے کہ ان سننے سنانے بھرنے بھرانے والوں کے اپنے گناہ میں کچھ کمی ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من سن فی الاسلام سنۃ سیئۃ فعلیہ وزرھا و وزر من عمل بھا الی یوم القیٰمۃ من دون ان ینتقص من اوزارھم شیئًا۔[1]

جس شخص نے اسلام میں کوئی بُرا طریقہ ایجاد کیا تو اُس پر اس کا گناہ اور جتنے قیامت تک اس پر عمل کریں گے ان سب کا گناہ اس پر ہوگا بغیر اس کے کہ اُن کے گناہوں میں کچھ کمی واقع ہو۔ (ت)

---

[1] مسند امام احمد بیروت ۴/۳۵۹، ۳۶۱ و صحیح مسلم باب من سن سنۃ الخ ۲/۳۴۱ و سنن ابی داود ۲/۲۷۹

سوم میں تفصیل ہے اگر پلیٹوں میں نجاست ہے تو حروف وکلمات کا اُن میں بھرنا مطلقاً ممنوع ہے کہ حروف خود معظم ہیں کمابیناہ فی فتاوٰنا (جیسے کہ ہم نے اسے اپنے فتاوٰی میں بیان کر دیا ہے۔ ت) اور اگر نجاست نہیں یا وہ کوئی خالی جائز آواز بے حروف ہے تو جلسۂ فساق میں اُسے سننا اہل اصلاح کا کام نہیں کہ انھیں اہل باطل سے اختلاط نہ چاہئے اور اگر تنہائی یا خاص صلحا کی مجلس ہے تو کوئی وجہ منع نہیں اور یہاں ہمارے وہ مباحث کام دیں گے جو نظر اولے میں گزرے پھر اگر کسی مصلحت شرعیہ کے لئے ہے جیسے عالم کو اس کے حال پر اطلاع پانے یا قوت اشغال دینے کے واسطے ترویح قلب کے لئے جب تو بہتر ورنہ اتنا ضرور ہے کہ ایک لایعنی بات ہے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں،

حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ۔ حدیث صحیح مشھور عن سبعۃ من الصحابۃ منھم الصدیق والمرتضی والحسین رضی اللہ تعالٰی عنھم و رواہ الترمذی[1] وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

خوبیِ اسلام یہ ہے کہ آدمی لایعنی بات نہ کرے (حدیث سات صحابہ سے صحیح اور مشہور ہے ان میں سے بعض یہ ہیں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالٰے عنھم۔ اور ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔ ت)

یہ بھی اُس حالت میں ہے کہ نادراً ہو عادت ڈالنا اور وقت اس میں ضائع کیا کرنا مطلقاً مکروہ ہوگا،

لحدیث کل شیئ من لھو الدنیا باطل الا ثلثۃ رواہ الحاکم[2] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ، ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی و اذ

اس حدیث کی وجہ سے کہ دنیا کا ہر کھیل سوائے تین کھیلوں کے باطل ہے۔ امام حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ کے حوالہ سے اس کو روایت فرمایا، یہ سب کچھ میرے نزدیک ہے

---

[1] جامع الترمذی ابواب الزھد باب ماجاء من تکلم بالکلمۃ الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۵۵
سنن ابن ماجہ ابواب الفتن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۹۵
[2] المستدرک للحاکم کتاب الجہاد من علم الرمی ثم ترکہ الخ دارالفکر بیروت ۲/ ۹۵

قد خرجت العجالۃ فی صورۃ رسالۃ ناسب ان نسمیھا الکشف شافیا حکم فونوجرافیا[۱۳۳] لیکون علما وعلی عام التالیف علما وکان ذلك للتاسع عشر من شھر رمضان الذی انزل فیہ القراٰن وقت السحور ۱۳۲۸ھ سنۃ الف وثلثمائۃ وثمان وعشرین من ھجرۃ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیھم وعلٰی اٰلہ وصحبہ اجمعین اٰمین واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اور ٹھیک اور واقعی علم تو میرے رب کے پاس ہے اور یہ جلدی کیا ہوا کام ایک رسالے کی شکل میں معرض وجود میں آگیا، مناسب ہے کہ ہم اس کا نام الکشف شافیا حکم فونوجرافیا (یعنی شافی اور مکمل انکشاف 'فونوگراف' کے حکم بیان کرنے میں) رکھیں تاکہ یہ اس کا نام ہو اور اس کے سال تصنیف پر ایک نشان ہو، اور اس کی تصنیف ماہِ رمضان کہ جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا، سال ہجری ۱۳۲۸ھ سید المرسلین کی ہجرت مبارکہ کے مطابق، محبوب کریم اور تمام رسولوں اور حضور پاک کی سب آل اور تمام صحابہ پر اللہ تعالٰی کی بے حد وشمار رحمت و برکات ہوں آمین۔ اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے، اور اس بزرگی والے کا علم زیادہ کامل اور زیادہ پختہ ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

الکشف شافیا حکم فونوجرافیا

ختم ہوا

رسالہ

الادلۃ الطاعنہ فی اذان الملاعنہ

۱۳۰۶ھ

(ملعونوں کی اذان کے بارے میں نیزے چبھونے والے دلائل)

www.alahazratnetwork.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۸۴: از انجمن محب اسلام مرسلہ مولوی صاحب صدر انجمن ۲۱ ذیقعدہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنت وجماعت اس مسئلہ میں کہ بالفعل اہل تشیع نے اپنی اذان وغیرہ میں حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت کلمہ خلیفۃ رسول اللہ بلا فصل کہنا اختیار کیا ہے، پس اہلسنت کو اس کلمہ کا سننا بمنزلہ سُننے تبرا کے ہے یا نہیں اور اس کے انسداد میں کوشش کرنا باعث اجر ہوگی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان کرو تاکہ اجر پاؤ۔ت)

الجواب

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علٰی سید المرسلین محمد وخلفائہ الاربعۃ الراشدین واٰلہ وصحبہ و اھل سنتہ اجمعین۔

تمام حمدیں اللہ تعالٰی رب العالمین کے لئے ہیں اور صلوۃ وسلام رسولوں کے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خلفاء اربعہ راشدین اور آپ کی آل وصحابہ اور تمام اہلسنت پر۔(ت)

الحق یہ کلمہ مغضوبہ مبغوضہ مذکورہ سوال خالص تبرا ہے اور اس کا سننا سنی کے لئے بمنزلہ تبرا سننے کے نہیں بلکہ حقیقۃً تبرا سننا ہے والعیاذ باللہ رب العٰلمین، تبرا کے معنے اظہارِ برأت و بیزاری جس پر یہ کلمہ خبیثہ نہ کنایۃً بلکہ صراحۃً دال ہے کہ اس میں بالتصریح خلافتِ راشدہ حضرات خلفاءِ ثلثہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کی نفی ہے اور اس نفی کے یہ معنے ہرگز نہیں کہ وہ بعد حضور پرنور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم مسند نشین نہ ہوئے کہ اُن کا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد تختِ خلافت پر جلوس فرمانا فرمان و احکام جاری کرنا نظم و نسق ممالکِ اسلامیہ و تمام امور ملک و مال و رزم و بزم کی باگیں اپنے دستِ حق پرست میں لینا وہ تاریخی واقعہ مشہور متواتر اظہر من الشمس ہے جس سے دنیا میں موافق مخالف یہاں تک کہ نصارٰی و یہود و مجوس و ہنود کسی کو انکار نہیں بلکہ اُن محبانِ خدا و فدایانِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روافض کو زیادہ عداوت کا منشا یہی ہے کہ اُن کے زعمِ باطل میں استحقاق خلافت حضرت مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنٰی میں منحصر تھا جب بحکمِ الٰہی خلافتِ راشدہ اول ان تین سرداران مومنین کو پہنچی روافض نے انہیں معاذ اللہ مولٰی علی کا حق چھیننے والا ٹھہرایا اور تقیہ شنیعہ کی بدولت حضرت اسد اللہ الغالب کو عیاذًا باللہ سخت نامرد و بزدل و تارکِ حق و مطیعِ باطل بتایا[ف]

www.alahazratnetwork.org

دوستیِ بے خرداں دشمنی ست

(بے عقل لوگوں کی دوستی اصل میں دشمنی ہے۔ ت)

کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا[1] — کتنا بڑا بول ہے کہ ان کے منہ سے نکلتا ہے نرا جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ (ت)

تو لاجرم لفظِ بلا فصل میں جو نفی ہے اُس سے نفی لیاقت و استحقاق مراد۔ تو اس مجمل لفظ میں غصب و ظلم و انکارِ حق و اصرار باطل و مخالفتِ دین و اختیارِ دنیا وغیرہ وغیرہ ہزاروں مطاعن ملعونہ جو قوم روافض اپنے اعتقاد میں رکھتی اور زبان سے بکتی ہے سب دفعۃً موجود ہیں اور لا ئے نفی سے اپنی برأت و بیزاری کا کھلا اظہار، پھر تبرا اور کس چیز کا نام ہے، میں اس واضح بات کے ایضاح کرنے یعنی آفتاب روشن کو چراغ دکھانے میں زیادہ تطویل محض بیکار سمجھ کر صرف اسی الزامی نظیر پر قناعت کرتا ہوں، اگر کوئی شخص کہے (قوم شیعہ میں بعد عبد الرزاق بن ہمام کے جس نے ۲۱۱ھ میں انتقال کیا۔ بلا فصل بہاؤ الدین املی ہونے سے محفوظ اور بظاہر نام اسلام سے محفوظ ہے) تو کیا اُس نے ان دونوں کے بیچ میں

ف: روافض کے طور پر حضرت مولٰی علی معاذ اللہ بزدل، تارکِ حق، مطیع باطل ٹھہرے۔

[1] القرآن الکریم ۱۸/ ۵

تاملہ ۲۳ جتنے شیعے گزرے مثل طوسی و حلی و کلینی و ابن بابویہ وغیرھم سب کو کافر ملعون نہ کہا۔ نہیں نہیں یقیناً اس کے کلام کا صاف صاف یہی مطلب ہے جس کے سبب ہم اہلِ حق بھی اس لفظ پر انکار کریں گے اور اسے ناپسند رکھیں گے کہ ہمارے نزدیک بھی ان سب پر علی الاطلاق حکمِ کفر و لعنت جائز نہیں۔ انصاف کیجئے کیا اگر یہ بات علانیہ برسرِ بازار پکاری جائے تو شیعہ کو کچھ ناگوار نہ ہوگا یا وہ اسے صریح اپنی توہین و تذلیل نہ سمجھیں گے حالانکہ اس بیچ میں جتنے شیعے گزرے کسی کی مدح و عقیدت شیعہ کے اصول مذہب میں داخل نہیں نہ معاذ اللہ قرآن و حدیث یا اقوال ائمہ اطہار رضوان اللہ تعالٰی علیہم ان لوگوں کی نیکی و خوبی پر دال، پھر حضرات خلفائے ثلٰثہ[ف۱] رضوان اللہ تعالٰی علیہم جن کی ثنا و مدحت و ادب و عقیدت ہم اہلِ سنت کے اصول مذہب میں داخل اور ہمارے نزدیک ہزاروں آیات و احادیث حضرت رسالت و اقوال ائمہ اہلبیت صلوات اللہ علیہ وعلیہم سے اُن کی لاکھوں خوبیاں تعریفیں مالا مال اُن کی نسبت الیسا کلمہ مغضوبہ اذان میں پکارا جاتا کیونکر ہماری توہین مذہبی نہ ہوگا یا ہمارے دلوں کو نہ دکھائے گا، غرض یہ تو وہ روشن و بدیہی بات ہے جس کے ایضاح کو جو کچھ کہئے اس سے واضح تر نہ ہوگا مجھے بتوفیق اللہ عزوجل یہاں یہ ظاہر کرنا ہے کہ یہ کلمات جو روافض حال نے سُنیوں کی ایذا رسانی کو اذان میں بڑھائے ہیں اُن کے مذہب کے بھی خلاف ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

(۱) ان کی حدیث و فقہ کی رُو سے بھی اذان ایک محدود عبارت معدود کلمات کا نام ہے جن میں یہ ناپاک لفظ داخل نہیں۔

(۲) اُن کے نزدیک بھی اُس اذان منقول میں اور عبارت بڑھانا ناجائز و گناہ اور اپنے دل سے ایک نئی شریعت نکالنا ہے۔

(۳) ان کے پیشوا خود لکھ گئے کہ ان زیادتیوں کی موجب ایک ملعون[ف۲] قوم ہے جنھیں امامیہ بھی کافر جانتے ہیں۔

میں ان تینوں امور کی سندیں مذہب امامیہ کی معتبر کتابوں سے دُوں گا اور اُن کی عبارتیں مع صاف ترجمہ کے نقل کروں گا وباللہ التوفیق ولہ الحمد علی ارادۃ سواء الطریق (اللہ تعالٰی سے توفیق ہے اسی کے لئے حمد ہے سیدھا راستہ دکھانے پر۔ ت)

ف۱: حضرات خلفائے ثلٰثہ کی ثنا و مدحت، ادب و عقیدت اہلِ سنت کے اصول مذہب میں ہے۔

ف۲: روافض کے پیشواؤں نے کہا کہ اذان میں خلیفہ رسول اللہ بلافصل وغیرہ زیادت کی موجب ایک ملعون قوم ہے۔

سند امر اوّل: شرائع الاسلام شیخ علی مطبوعہ کلکتہ، مطبع گلدستہ نشاط ۱۲۵۵ھ کے صفحہ ۴۳ پر ہے:

الاذان علی الاشہر ثمانیہ عشر فصلا التکبیر اربع والشہادة بالتوحید ثم بالرسالة ثم یقول حی علی الصلوٰة ثم علی الفلاح ثم حی علی خیر العمل والتکبیر بعدہ ثم التہلیل کل فصل مرتان[1]

اذان مشہور تر قول پر اٹھارہ کلمے ہیں، تکبیر چار بار اور گواہی توحید کی پھر رسالت کی پھر حی علی الصلوٰۃ پھر حی علی الفلاح پھر حی علی خیر العمل اور اس کے بعد اللہ اکبر پھر لا الٰہ الا اللہ ہر کلمہ دوبار۔

خضیدحی جو شہید ثانی کہا جاتا ہے اس کی شرح مدارک میں لکھا ہے:

ھذا مذھب الاصحاب لا اعلم فیہ مخالفا والمستند فیہ ما رواہ ابن بابویہ والشیخ عن ابی بکر الحضرمی وکلیب الاسدی عن ابی عبد اللہ علیہ السلام انہ حکی لھما الاذان فقال اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر، اشھد ان لا الٰہ الا اللہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ، اشھد ان محمدا رسول اللہ اشھد ان محمدا رسول اللہ، حی علی الصلوٰۃ حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح حی علی الفلاح، حی علی خیر العمل حی علی خیر العمل، اللہ اکبر اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ لا الٰہ الا اللہ، والاقامة کذٰلک وعن اسمٰعیل الجعفی قال سمعت ابا جعفر علیہ السلام یقول الاذان والاقامة خمسة وثلثون حرفا

اذان کے وہی اٹھارہ کلمے ہونا مذہب تمام امامیہ کا ہے جس میں میرے نزدیک کسی نے خلاف نہ کیا اور اس کی سند وہ حدیث ہے جو ابن بابویہ و شیخ نے ابوبکر حضرمی و کلیب اسدی سے روایت کی کہ حضرت ابوعبد اللہ علیہ السلام نے ان کے سامنے اذان اول بیان فرمائی اللہ اکبر ۴، اشھد ان لا الٰہ الا اللہ ۲، اشھد ان محمدا رسول اللہ ۲، حی علی الصلوٰۃ ۲، حی علی الفلاح ۲، حی علی خیر العمل ۲، اللہ اکبر ۲، لا الٰہ الا اللہ ۲۔ اور فرمایا اسی طرح تکبیر کہے۔ اور اسمٰعیل جعفی سے روایت ہے میں نے حضرت امام ابوجعفر علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ اذان و تکبیر کا مجموعہ پینتیس ۳۵ کلمے ہے، پھر حضرت نے اپنے دست مبارک سے ایک ایک کر کے گنے، اذان اٹھارہ

---

[1] شرائع الاسلام المقدمۃ السابعۃ فی الاذان والاقامۃ مطبعۃ الآداب فی النجف الاشرف ۱/۷۵

فعد ذٰلك بيده واحدا واحدا الاذان ثمانية عشر حرفا والاقامة سبعة عشر حرفا، واشار المصنف بقوله على الاشهر الٰى مارواه الشيخ بسنده الى الحسين بن سعيد عن النضر بن سويد عن عبداللّٰه بن سنان قال سألت اباعبد اللّٰه عليه السلام عن الاذان فقال تقول اللّٰه اكبر اللّٰه اكبر اشهد ان لا اله الا اللّٰه اشهد ان لا اله الا اللّٰه، اشهد ان محمدا رسول اللّٰه اشهد ان محمدا رسول اللّٰه، حى على الصلٰوة حى على الصلٰوة، حى على الفلاح حى على الفلاح، حى على خير العمل حى على خير العمل، اللّٰه اكبر اللّٰه اكبر، لا اله الا اللّٰه لا اله الا اللّٰه۔ وروى زرارة والفضيل عن ابى عبداللّٰه عليه السلام نحو ذٰلك وحكى الشيخ عن بعض الاصحاب تربيع التكبير فى اٰخر الاذان وهو شاذ مردود بما تلوناه من الاخبار[1] اھ ملخصًا۔

کلمے اور تکبیر سترہ، اور وہ جو مصنف (یعنی حلی نے شرائع الاسلام میں) کہا کہ مشہور تر قول پر اذان کے اٹھارہ کلمے ہیں وہ اس سے اس حدیث کی طرف اشارہ کرتا ہے جو شیخ نے بسندِ خود حسین بن سعید اُس نے نضر بن سوید اُس نے عبداللہ بن سنان سے روایت کی کہ میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے اذان کو پوچھا، فرمایا یوں کہہ اللّٰہ اکبر ۲، اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ ۲، اشھد انّ محمدا رسول اللّٰہ ۲، حی علی الصلٰوۃ ۲، حی علی الفلاح ۲، حی خیر العمل ۲، اللّٰہ اکبر ۲، لا الٰہ الا اللّٰہ ۲ (یعنی اس حدیث میں شروع اذان صرف دو تکبیر سے ہے، تو اذان کے سولہ ہی کلمے رہیں گے) اور زرارہ و فضیل نے امام ممدوح سے یونہی روایت کی اور شیخ نے بعض امامیہ سے آخر اذان میں چار تکبیریں نقل کیں اور وہ شاذ مردود ہے بسبب اُن حدیثوں کے جو ہم نے ذکر کیں اھ ملخصًا۔

www.alahazratnetwork.org

شہید شیعہ ابوعبداللہ بن مکی لمعہ دمشقیہ میں لکھتا ہے:

یکبر اربعا فی اول الاذان ثم التشھد ان ثم حیعلات الثلث ثم التکبیر ثم التھلیل مثنی فھذہ ثمانیۃ عشر فصلا، فھذہ جملۃ الفصول

اول اذان میں چار بار اللّٰہ اکبر کہے پھر دونوں شہادتیں پھر تینوں حی علی پھر اللّٰہ اکبر پھر لا الٰہ الا اللّٰہ ہر کلمہ دوبار، یہ اٹھارہ کلمے ہیں، اور کل یہی ہیں جو شرع میں منقول ہوئے

---

[1] مدارک الاحکام شرح شرائع الاسلام

المنقولة شرعا ولا یجوز اعتقاد شرعیة غیر هذہ الفصل فی الاذان والاقامة کالتشھد بالولایة لعلی[1] اھ ملخصا۔

اُن کے سوا اذان اور اقامت میں اور کسی کو مشروع جاننا جائز نہیں جیسے اشھد ان علیا ولی اللہ اھ ملخصا۔[ف۱]

سندامرِ دوم : اُسی مدارک میں ہے :

الاذان سنة متلقاة من الشارع کسائر العبادات فیکون الزیادة فیه تشریعا محرما کما یحرم زیادة "ان محمدا و اٰله خیر البریة" فان ذٰلك وان کان من احکام الایمان الا انه لیس من فصول الاذان[2]۔

اذان ایک سنّت ہے جسے شارع (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے تعلیم فرمایا مثل اور عبادتوں کے، تو اس میں کوئی لفظ بڑھانا اپنی طرف سے نئی شریعت ایجاد کرنا ہے[ف۲] اور یہ حرام ہے جیسے ان محمدا و اٰله خیر البریه کا بڑھانا حرام ہوا کہ یہ اگرچہ احکامِ ایمان سے ہے مگر اذان کے کلمات سے نہیں۔

اسی میں ہے :

الاذان عبادة متلقاة من صاحب الشرع فیقتصر فی کیفیتھا علی المنقول والروایات المنقولة عن اھل البیت علیھم السلام خالیة عن ھذا اللفظ فیکون الاتیان به تشریعا محرما[3]۔

اذان ایک عبادت ہے کہ صاحبِ شرع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سیکھی گئی تو اس کی کیفیت میں اسی قدر اقتصار کیا جائے جس قدر شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہے اور حضرات اہلبیت کرام علیہم السلام سے جو روایتیں منقول ہوئیں وہ اس لفظ سے خالی ہیں تو اس کا بڑھانا نئی شریعت تراشنا ہوگا کہ حرام ہے۔

سندامرِ سوم : شیخ صدوق شیعہ ابن بابویہ قمی کہ ان کے یہاں کے اکابر مجتہدین وارکان مذہب سے ہے، کتاب من لایحضرہ الفقیہ کے باب الاذان والاقامۃ للمؤذنین میں لکھتا ہے :

روی ابوبکر الحضرمی وکلیب الاسدی عن ابی عبداللہ علیه السلام انه حکی لھما الاذان فقال اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر،

ابوبکر حضرمی وکلیب اسدی حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے راوی کہ اس جناب نے اُن کے سامنے اذان یوں کہہ کر سنائی اللہ اکبر (۴)

---

[1] الملعۃ الدمشقیہ [2] و [3] مدارک الاحکام شرح شرائع الاسلام

ف۱ : بعض اکابر روافض کی تصریح کہ اذان میں اشھد ان علیا ولی اللہ یا اس کے مثل کہنا جائز ہے اور اذان میں اس کی مشروعیت کا اعتقاد باطل ہے۔

ف۲ : بعض پیشوایان کی تصریح کہ کلمات منقولہ اذان سے کوئی کلمہ بڑھانا نئی شریعت گڑھنا ہے اور یہ حرام ہے۔

اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان لا الٰه
الا الله، اشهد ان محمداً رسول الله
اشهد ان محمدا رسول الله، حی
علی الصلوٰة حی علی الصلوٰة، حی علی الفلاح
حی علی الفلاح، حی علی خیر العمل حی علی
خیر العمل، الله اکبر الله اکبر، لا اله الا الله
وقال مصنف هذا الکتاب هذا هو الاذان
الصحیح لا یزاد فیه ولا ینقص منه و
المفوضة لعنهم الله قد وضعوا اخبارا و
زادوا فی الاذان محمد و آل محمد خیر
البریة مرتین، وفی بعض روایاتهم بعد
اشهد ان محمدا رسول الله اشهد ان
علیا ولی الله مرتین، ومنهم من روی بدل
ذلك واشهد ان علیا امیر المؤمنین
حقا مرتین ولا شك فی ان علیا ولی الله و
انه امیر المؤمنین حقا وان محمدا و آله
صلوات الله علیهم خیر البریة ولکن
لیس ذلك فی اصل الاذان وانما ذکرت
ذلك لیعرف بهذه الزیادة المتهمون
بالتفویض المدلسون انفسهم فی جملتنا [1]

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ ۲، اشہد ان
محمدا رسول اللہ ۲، حی علی الصلوٰۃ ۲،
حی علی الفلاح ۲، حی علی خیر العمل ۲،
اللہ اکبر ۲، لا الٰہ الا اللہ ۲ - مصنف اس
کتاب کا کہنا ہے یہی اذان صحیح ہے نہ اس میں
کچھ بڑھایا جائے نہ اس سے کچھ گھٹایا جائے
اور فرقہ مفوضہ نے کہ اللہ اُن پر لعنت کرے کچھ
جھوٹی حدیثیں اپنے دل سے گھڑیں اور اذان میں
محمد و آل محمد خیر البریۃ دو بار
بڑھایا اور انھیں کی بعض روایات میں اشہد
ان محمدا رسول اللہ کے بعد اشہد ان علیا
ولی اللہ دو بار آیا اور اُن کے بعض نے اس کے بدلے
اشہد ان علیا امیر المؤمنین حقا دو بار روایت
کیا اور اس میں شک نہیں کہ علی ولی اللہ ہیں اور
بیشک محمد صلے اللہ تعالے علیہ وسلم اور اُن کی
آل علیہم السلام تمام جہان سے بہتر ہیں مگر یہ
کلے اصل اذان میں نہیں اور میں نے اس لے ذکر
کردیا کہ اس زیادتی کے باعث وہ لوگ پہچان
لئے جائیں جو مذہب تفویض سے متہم ہیں اور براہ
فریب اپنے آپ کو ہمارے گروہ (یعنی فرقہ امامیہ)
میں داخل کرتے ہیں۔

دیکھو امامیہ کا شیخ صدوق کیسی صاف صاف شہادت دے رہا ہے کہ اذان کے شروع میں
وہی اٹھارہ کلمے ہیں اور اُن پر یہ زیادتیاں مفوضہ کی تراشی ہوئی ہیں اور صاف کہتا لعنہم اللہ تعالی

---

[1] من لا یحضرہ الفقیہ باب الاذان والاقامۃ الخ دار الکتب الاسلامیہ تہران ایران ۱/۸۹-۱۸۸

اُن پر اللہ لعنت کرے۔

تنبیہ لطیف: جس طرح بحمد اللہ تعالےٰ ہم نے یہ امور پیشوایانِ شیعہ کی تصریحات سے لکھے یونہی مناسب کہ اس کلمۂ خبیثہ کا تبرا ہونا بھی انہی کے معتمدین سے ثابت کر دیا جائے صدہا کلام میں جس واضح تقریر سے ہم نے اس کا تبرا ہونا ظاہر کیا اُس سب سے قطع نظر کیجئے تو ایک امام شیعہ کی شہادت لیجئے کہ اس کی تقریر سے اس ناپاک کلمے کا سب صریح و دشنام قبیح ہونا ثابت۔ ان کا علامہ کتاب المختلف میں لکھتا ہے:

المفاخرة لا تنفك عن السباب اذا المفاخرة انما تتم بذكر فضائل له وسلبها عن خصمه او سلب رذائل عنه واثباتها لخصمه وهذا معنى السباب[1]۔

دو شخصوں کا آپس میں تفاخر کرنا (کہ ہر ایک اپنے آپ کو دوسرے پر کسی فضل و کمال میں ترجیح دے) باہم دشنام دہی سے خالی نہیں ہوتا کہ مفاخرت یونہی تمام ہوتی ہے کہ یہ شخص کچھ خوبیاں اپنے لئے ثابت کرے اور اپنے مقابل کو اُن سے خالی کہے یا بعض برائیوں سے اپنی تبرئ اور اپنے مقابل کے لئے انھیں ثابت کرے، اور یہی معنٰے دشنام دہی کے ہیں۔

نقله بعض محشی الروضة البهية شرح اللمعة الدمشقية على هامشها من كتاب الحج فى تفسير السباب صفحه ۱۶۱۔

اس کو روضہ بہیہ شرح لمعہ دمشقیہ کے بعض محشی نے اس کے حاشیہ پر کتاب الحج میں سباب کی تفسیر میں صفحہ ۱۶۱ پر نقل کیا ہے۔ (ت)

اب کہئے کہ خلافت حضور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فضیلت ہے یا نہیں، ضرور کہئے گا کہ اعلیٰ فضائل سے ہے، اب کہئے "خلیفۂ رسول اللہ" کہہ کر آپ نے اُسے مولیٰ علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ کے لئے ثابت اور "بلافصل" کہہ کر حضرات خلفائے ثلٰثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے سلب کیا یا نہیں، اقرار کے سوا کیا چارہ ہے۔ اور جب یوں ہے اور آپ کا علامہ گواہی دیتا ہے کہ شرع میں دشنام اسی کا نام، تو کیا محل انکار رہا کہ یہ مبغوض کلمہ معاذ اللہ علی الاعلان ہمارے پیشوایانِ دین کو صاف صاف دشنام دیتا ہے پھر تبرا نہ بتانا عجیب سینہ زوری ہے۔

---

[1] کتاب المختلف

ہاں اب داد انصاف طلب ہے

اگر بالفرض یہ کلمۂ ملعونہ ان کی اذان مذہبی میں داخل ہوتا اور ان کے یہاں روایات میں آتا تو کہہ سکتے کہ صرف اہلسنت کا دل دُکھانا مقصود نہیں بلکہ اپنی رسم مذہبی پر نظر ہے اب کہ یقیناً ثابت کہ کلمۂ مذکورہ خود اُن کے مذہب میں بھی نہیں ، نہ صاحبِ شرع صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کی روایت نہ حضرات ائمۂ اطہار سے اس کی اجازت ، نہ ان کے پیشواؤں کے نزدیک اذان کی یہ ترتیب وکیفیت ، بلکہ خود انھیں کی معتبر کتابوں میں تصریح کہ اذان میں صرف اتنا بڑھانا بھی حرام ہے کہ اشھد ان علیًا ولی اللہ ، اور یہ زیادتیاں اس فرقۂ ملعونہ کی نکالی ہوئی ہیں جو باتفاقِ اہلسنت وشیعہ کافر ہیں ، تو ایسی حالت میں اس کے بڑھانے کو ہرگز کسی رسم مذہبی کی ادا پر محمول نہیں کرسکتے بلکہ یقیناً سوا اس کے کہ اہلسنت کو آزار دینا اور اُن کا دل دُکھانا اور اُن کی توہین مذہبی کرنا مدنظر ہے اور کوئی غرض مقصود نہیں۔ سبحان اللہ! طرفہ بیباکی ہے اگر یہ ناپاک لفظ اُن کی اذان مذہبی میں ہوتا بھی تاہم کوئی فریق اپنی اُس رسم مذہبی کا اعلان نہیں کرسکتا جس میں دوسرے فریق کی توہینِ مذہبی یا اس کے پیشوایانِ دین کی اہانت ہو ، نہ کہ یہ ناپاک رسم کہ خود شیعہ کے بھی خلافِ مذہب ملعون کافروں سے سیکھ کر یہ اعلان کریں اور ہمارے پیشوایانِ دین کی جناب میں ایسے الفاظ کہہ کر جو بتصریح انھیں کے عمائد کے صریح دشنام ہیں ہمارا دل دُکھائیں کیا اب ہند میں روافض کی سلطنت ہے یا گورنمنٹِ ہند شیعہ ہوگئی یا اس نے ہماری توہین مذہبی کی پروانگی دے دی یا شیعی صاحبوں نے کوئی خفیہ طاقت پیدا کرلی جس کے باعث ارتکابِ جرم میں دہشت نہ رہی ، فالی اللہ المشتکی وعلیہ البلاغ وھو المستعان ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ، وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ، والحمد للہ رب العٰلمین۔

رسالہ

ادلۃ الطاعنۃ فی اذان الملاعنۃ

ختم ہوا

زینت

کنگھی، سُرمہ، مِسّی، مسواک، خضاب، مہندی، سنگار وغیرہ سے متعلق

مسئلہ ۱۸۵ تا ۱۸۹: از بمبئی محلہ چھتری سرنگ متصل مسجد حافظ عبدالقادر چاندے مرسلہ شیخ عبداللہ ولد حاجی اللہ رکھا ۱۱ محرم ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ان صورتوں میں کہ ذیل میں معروض ہے:

(۱) کہ دریں زماں عورتوں کو ناک چھیدنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ہم لوگ کاٹھیاواری اور کچھی اور بعض دیہاتِ ہند میں یہ رواج ہے کہ مرد مرجائے تو عورتیں ناک میں نتھنی پہنتی نہیں اور کہتی ہیں یہ ہمارے مرد کی نشانی ہے اور جب دوسرا مرد کریں گی تب پہنیں گی، یہ عقیدہ ان کا درست ہے یا نہیں؟

(۳) ناک چھیدنا اہل سنت وجماعت کے نزدیک فرض، واجب، سنت، مستحب ہے یا کیا؟

(۴) اس نہیت چھیدنے کو ماراٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن[1] (جس کام کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ تعالٰی کے نزدیک بھی پسندیدہ ہے۔ ت) پر عمل کرسکتے ہیں یا کیا؟ کیونکہ عورتوں کی زینت ہے۔

(۵) ناک داہنی طرف کا یا بائیں طرف کا چھیدنا یا کیا کیونکہ اکثر بلادِ ہند کی عورتیں بعض داہنی طرف کا اور بعض بائیں طرف کا ناک چھیدتی ہیں وغیرہ۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ تم اجر پاؤ۔ ت)

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ تجلی اللہ لعبادہ عامۃ ولابی بکر خاصۃ دارالفکر بیروت ۳/ ۷۸

الجواب

عورتوں کو نتھ یا بُلاق کے لئے ناک چھیدنا جائز ہے جس طرح بالوں، بالیوں، کان کے گہنوں کے لئے کان چھیدنا،

فی الدر المختار لاباس بثقب اذن البنت استحسانا ملتقط وھل یجوز فی الانف لم ارہ اھ[1] ملخصا قال العلامۃ الطحطاوی قلت ان کان مما یتزین النساء بہ کما ھو فی بعض البلاد فھو فیھا کثقب القرط[2] وقال العلامۃ السندی المدنی قد نص الشافعیۃ علی جوازہ اھ[3] نقلھما العلامۃ الشامی واقرا اقول ولا شك ان ثقب الاذن کان شائعا فی زمن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقد اطلع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولم ینکرہ ثم لم یکن الا ایلاما للزینۃ فکذا ھذا بحکم المساواۃ فثبت جوازہ بدلالۃ النص المشترك فی العلم بھا المجتھدون وغیرھم کما تقرر فی مقرہ۔

درمختار میں ہے کہ لڑکی کے کان چھیدنے میں بطور استحسان کوئی مضائقہ نہیں، کیا ناک چھیدنا بھی جائز ہے، میں نے اس کو نہیں دیکھا، لیکن علامہ طحطاوی نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ اگر یہ کام عورتوں کی زیبائش میں شامل ہے جیسا کہ بعض شہروں میں رواج ہے تو پھر یہ بالیوں کے لئے کان چھیدنے کی طرح کا عمل ہے۔ اور علامہ سندھی مدنی نے فرمایا شوافع نے اس کے جائز ہونے کی تصریح کی ہے۔ ان دونوں باتوں کو علامہ شامی نے نقل کرنے کے بعد برقرار رکھا ہے۔ میں کہتا ہوں اس میں کچھ شک نہیں کہ کان چھیدنا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں متعارف اور مشہور تھا اور حضور پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے اس پر اطلاع پائی مگر ممانعت نہیں فرمائی۔ یہ دُکھ پہنچانا صرف زیب وزینت کے لئے ہوگا۔ اور اسی طرح یہ بھی ہے کیونکہ دونوں کا حکم مساوی ہے۔ پس اس کا جائز ہونا دلالتِ نص کی بنیاد پر ثابت ہوگیا اس علم سے جس میں مجتہد وغیر مجتہد مشترک ہیں جیسا کہ یہ بات اپنے محل میں ثابت ہوچکی ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۲

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۲۰۹

[3] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۷۰

اور وہ صرف ایک امرِ مباح ہے فرض واجب سنت اصلاً نہیں، ہاں جو مباح بہ نیت محمودہ کیا جائے شرعاً محمود ہو جاتا ہے جیسے مسّی لگانی کہ عورت کو مباح ہے اور اگر شوہر کے لئے سنگار کی نیت سے لگائے تو مستحب کہ یہ نیت شرعاً محمود ہے، اور جبکہ یہ امر خود زیور ہائے گوش کے لئے کان چھیدنے سے کہ خاص زمانہ اقدس حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں رائج تھا اور حضور پر نور صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے جائز و مقرر رکھا بحکم دلالت ثابت، تو اس کے لئے اثر مارآہ المسلمون (جس کو مسلمان اچھا کہیں تو وہ اللہ تعالٰی کے نزدیک اچھا ہوتا ہے۔ ت) کی طرف رجوع کی حاجت نہیں فان الثابت بدلالۃ النص کالثابت النص (کیونکہ جو دلالتِ نص سے ثابت ہو وہ اسی طرح ہے جیسے نص سے ثابت ہے۔ ت) اور دہنے بائیں جانب میں مختار ہیں یہ کوئی امر شرعی نہیں رسم زمانہ پر مبنی ہے جس طرف چاہیں چھیدیں۔ رہا موتِ شوہر پر نتھ نہ پہننا ایامِ عدت تک تو شرعاً ضرور ہے کہ نتھ زیور اور زینت ہے اور بیوہ کو کوئی کسی طرح کا سنگار جائز نہیں،

فی الدرالمختار وردالمحتار تحد (ای وجوبا کما فی البحر) مکلفۃ مسلمۃ اذا کانت معتدۃ بت اوموت بترك الزینۃ بحلی (ای بجمیع انواعہ بحر وفی قاضی خان المعتدۃ تجتنب عن کل زینۃ[1] اھ ملتقطا۔

درمختار اور ردالمحتار میں ہے کہ عدت گزارنے والی عورت سوگ منائے یعنی اس کے لئے ایسا کرنا واجب اور ضروری ہے جیسا کہ البحرالرائق میں ہے، مسلمان عورت سوگ منانے کی پابند ہے خواہ وہ طلاق کی عدت گزار رہی ہو یا وفات کی، سوگ منانے کا طریقہ یہ ہے کہ کسی قسم کے زیورات نہ پہنے تاکہ زیبائش نہ ہونے پائے (البحرالرائق)، فتاوٰی قاضی خان میں ہے کہ عدت گزارنے والی عورت ہر قسم کی زیب و زینت سے پرہیز کرے اھ ملتقطا۔ (ت)

اور بعد ختم عدت اگر شرعاً نتھ وغیرہ پہننا ناجائز و ممنوع سمجھے گنہگار ہوگی کہ یہ معاذ اللہ شریعتِ مطہرہ پر افترا ہے اور اگر جائز و روا سمجھ کر یونہی عادۃً نہ پہنے تو حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] درمختار فصل الحداد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۹
ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۱۶-۶۱۷

مسئلہ ۱۹۰: از شہر کہنہ مرسلہ شیخ عبدالعزیز صاحب ۲۱ جمادی الاخری ۱۳۱۴ھ

خضاب سیاہ رنگ یعنی مہندی و نیل باہم مخلوط کرکے بلاضرورت شرعی استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور ضرورتِ شرعی کیا کیا ہیں؟ صرف مہندی لگانا مسنون ہے یا نہیں؟ سوائے خضاب مذکورہ بالا اور خضاب بھی مثل مازو وہلیلہ وغیرہ کے جائز ہیں یا نہیں؟ جواب مع حوالہ کتاب مرحمت ہو۔

الجواب

سیاہ خضاب خواہ مازو وہلیلہ و نیل کا ہو خواہ نیل وحنا مخلوط خواہ کسی چیز کا، سوا مجاہدین کے سب کو مطلقاً حرام ہے، اور صرف مہندی کا سُرخ خضاب یا اس میں نیل کی کچھ پتیاں اتنی ملاکر جس سے سرخی میں پختگی آجائے اور رنگ سیاہ نہ ہونے پائے سنتِ مستحبہ ہے۔ شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ الشریف اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں:

خضاب بسواد حرام ست وصحابہ وغیرہم خضاب سرخ می کردند وگاہے زرد نیز[1] اھ ملخصًا

سیاہ خضاب لگانا حرام ہے، صحابہ اور دوسرے بزرگوں سے سرخ خضاب کا استعمال منقول ہے اور کبھی کبھار زرد رنگ کا خضاب بھی اھ ملخصًا (ت)

حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الصفرۃ خضاب المؤمن والحمرۃ خضاب المسلم والسواد خضاب الکافر۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم[2] فی المستدرک عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

زرد خضاب ایمان والوں کا ہے اور سُرخ اسلام والوں کا اور سیاہ خضاب کافروں کا۔ (طبرانی نے کبیر میں اور حاکم نے مستدرک میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔ ت)

محیط پھر منح الغفار پھر ردالمحتار میں ہے:

اما الحمرۃ فھو سنۃ الرجال

رہی سرخی کی بات تو یہ مردوں کے لئے خصوصًا

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس باب الرجل نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۶۹

[2] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ ذکر عبداللہ بن عمر دارالفکر بیروت ۵/ ۸۲۴

www.alahazratnetwork.org

وسیما المسلمین[1] — مسلمانوں کے لئے سنت ہے۔ (ت)

قاضی خان پھر شرح مشارق پھر شامی میں ہے،

مذھبنا ان الصبغ بالحناء و الوسمة حسن[2] — ہمارا مذہب یہ ہے کہ مہندی اور وسمہ لگانا اچھا ہے۔ (ت)

احادیث میں سیاہ خضاب پر سخت سخت وعیدیں اور مہندی کے خضاب کی ترغیبیں بکثرت وارد ہیں،

وقد حققنا مسألة تحریم السواد مطلقا فی فتاونا بما فیه شفاء ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ — ہم نے اپنے فتاوٰی میں علی الاطلاق سیاہ خضاب کے حرام ہونے کی ایسے انداز میں تحقیق کی ہے کہ جس میں بیمار طبائع کے لئے شفا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۹۱ مسئولہ حافظ امیر اللہ صاحب ۲۴ رجب ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ضعف بصر کے سبب سے کہ طب میں علاج کے منجملہ ہر روز کئی دفعہ سر و ریش میں کنگھی کرنا بتایا ہے، اور حدیث میں ایک دفعہ سے زیادہ کنگھا کرنا یا ایک دن کے بعد کرنا آیا ہے اس روایت کی بابت سوال ہے آیا معمول بہ ہے یا نہیں، یہ روایت کہاں ہے؟ صورت اول میں بضرورت علاج اجازت ہے یا نہیں؟ نہ بنظر زینت و کبر جو منجر بکراہت و تضییع وقت ہو۔ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

احمد و ابوداؤد و ترمذی و نسائی باسانید صحیحہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی،

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم عن الترجل الا غبا[3] — رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کنگھی کرنے سے منع فرمایا مگر ناغہ کرکے۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الخنثٰی مسائل شتّٰی داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۸۲

[2] " " " " ۵/ ۴۸۲

[3] سنن ابی داؤد کتاب الترجل آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۰

www.alahazratnetwork.org

نیز ابوداؤد و نسائی کی حدیث میں بعض صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہے،

نھانا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یمتشط احدنا کل یوم[1]	ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ ہم میں سے کوئی شخص روز کنگھی کرے۔

مقصود احادیث ترفہ وتنعم کی کثرت اور تزئین وتحسین بدن میں انہماک سے نہی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مرد کو زنانہ طور پر سنگار اور کنگھی چوٹی میں مشغول نہ چاہئے۔ مرقاۃ میں امام ولی الدین عراقی سے ہے،

ھو نھی تنزیہ لاتحریم والمعنی فیہ انہ من باب الترفہ والتنعم فیجتنب۔[2]	یہ نہی تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی، اور اس کا معنی یہ ہے یہ آسودگی اور خوشحالی کے باب سے ہے لہذا اس کام سے پرہیز کرے۔ (ت)

اور جہاں بر نیت ذمیمہ نہ ہو بلکہ بہ نیت صالحہ مثل علاج وغیرہ دن میں کئی بار کنگھی کرے کوئی حرج وکراہت نہیں۔ امام مالک مؤطا میں ابو قتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی،

ان لی جمۃ افارجلھا	میرے بال شانوں تک ہیں کیا میں انھیں کنگھی کروں؟

فرمایا، نعم واکرمھا ہاں اور ان کی عزت کر۔

قال فکان ابوقتادۃ ربما دھنھا فی الیوم مرتین لما قال لہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[3]	یعنی ابوقتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اکثر دن میں دو بار بالوں میں تیل ڈالتے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمادیا تھا ہاں اور ان کی عزت کر۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۲ ۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ داڑھی وغیرہ پر مرد کو

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب فی البول فی المستحم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۵

[2] مرقاۃ المفاتیح کتاب اللباس باب الترجل الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۲۲۶

[3] مؤطا امام مالک کتاب الجامع باب اصلاح الشعر میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۲۱، ۲۲

www.alahazratnetwork.org

بلاکسی وجہ موجہ کے وسمہ کرنا یا کسی رنگ سے رنگنا جائز ہے یا گناہ؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

تنہا مہندی مستحب ہے اور اس میں کتم کی پتیاں ملاکر ایک گھاس مشابہ برگ زیتون ہے جس کا رنگ گہرا سُرخ مائل بسیاہی ہوتا ہے اس سے بہتر اور زرد رنگ سب سے بہتر، اور سیاہ وسمے کا ہو خواہ کسی چیز کا مطلقاً حرام ہے، مگر مجاہدین کو۔ سنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے:

مرعلی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رجل قد خضب بالحناء فقال ما احسن ھذا قال فمر اٰخر قد خضب بالحناء والکتم فقال ھذا احسن من ھذا ثم مر اٰخر قد خضب بالصفرۃ فقال ھذا احسن من ھذا کلہ[1]

یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے ایک صاحب مہندی کا خضاب کئے گزرے، فرمایا: یہ کیا خوب ہے۔ پھر دوسرے گزرے انھوں نے مہندی اور کتم ملاکر خضاب کیا تھا، فرمایا: یہ اس سے بہتر ہے۔ پھر تیسرے زرد خضاب کئے گزرے، فرمایا: یہ ان سب سے بہتر ہے۔

www.alahazratnetwork.org

معجم کبیر طبرانی و مستدرک میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الصفرۃ خضاب المؤمن والحمرۃ خضاب المسلم والسواد خضاب الکافر[2]

زرد خضاب ایمان والوں کا ہے اور سُرخ اہلِ اسلام کا اور سیاہ خضاب کافروں کا ہے۔

امام احمد مسند اور ابوداؤد و نسائی و ابن حبان و حاکم و ضیاء اپنی اپنی صحاح اور بیہقی سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب فی خضاب الصفرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۲۴

[2] المستدرک علی الصحیحین کتاب معرفۃ الصحابۃ ذکر عبداللہ بن عمرو بن العاص دار الفکر بیروت ۳/ ۵۲۶

کنز العمال بحوالہ طب و ک عن ابن عمر حدیث ۱۷۳۱۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۶۲۸

فرماتے ہیں :

یکون قوم فی اٰخر الزمان یخضبون بهذا السواد کحواصل الحمام لایجدون رائحة الجنة ۔[۱]

آخر زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے کہ سیاہ خضاب کریں گے جیسے جنگلی کبوتروں کے پوٹے، وہ جنت کی بُو نہ سونگھیں گے ۔

طبرانی کبیر اور ابن ابی عاصم کتاب السنہ میں حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من خضب بالسواد سوّد الله وجهه یوم القیٰمة ۔[۲]

جو سیاہ خضاب کرے اللہ تعالٰی روزِ قیامت اس کا منہ کالا کرے گا ۔

علامہ حموی و طحطاوی و شامی فرماتے ہیں :

هذا فی حق غیر الغزاة ولایحرم فی حقهم للارهاب ۔[۳]

یہ حکم مجاہدین کے سوا دوسروں کے لئے ہے لہٰذا ان کے لئے سیاہ خضاب کا استعمال حرام نہیں دشمنوں کو ڈرانے اور انھیں مرعوب کرنے کے لئے وہ اس کا استعمال کرسکتے ہیں ۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے :

بصحت رسیدہ است کہ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خضاب می کرد بحنا وکتم کہ نام گیاہے است لیکن رنگ آں سیاہ نیست بلکہ سرخ مائل بسیاہی است ۔[۴]

طریقۂ صحت تک یہ روایت پہنچی ہوئی ہے کہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کتم گھاس کی پتیاں ملا کر خضاب کیا کرتے تھے جس کا رنگ سیاہ نہیں بلکہ گہرا سرخ مائل بسیاہی ہوا کرتا تھا ۔ (ت)

اس مسئلے کی تفصیل فتاوٰی فقیر میں ہے ۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[۱] سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب ماجاء فی خضاب السواد آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۲۲
سنن النسائی کتاب الزینۃ الخضاب بالسواد ۲/ ۲۷۷ و مسند احمد بن حنبل ۱/ ۲۷۳

[۲] کنز العمال بحوالہ طب عن ابی الدرداء حدیث ۱۷۳۳۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۶۷۱

[۳] رد المحتار مسائل شتی داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۸۲

[۴] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب اللباس باب الترجل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۷۰

مسئلہ ۱۹۳: ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ از شہر کہنہ مرسلہ سید عبدالواحد محقراوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت کو زیبائش و آرائش کے لئے مِسّی سیاہ لگانا یا دانتوں کے گرجانے کے خوف سے سیاہ مسّی لگانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مِسّی کسی رنگ کی ہو عورتوں کو علاجِ دنداں یا شوہر کے واسطے آرائش کے لئے مطلقاً جائز بلکہ مستحب ہے، صرف حالتِ روزہ میں لگانا منع ہے۔

فی الدر المختار کرہ مضغ علك ابیض ممضوغ ملتئم والا فیفطر وکرہ للمفطرین الا فی الخلوۃ بعذر وقیل یباح ویستحب للنساء لانہ سواکھن[1] فتح۔ فی ردالمحتار قیدہ بذلك لان الاسود وغیر الممضوغ وغیر الملتئم یصل منہ شیئ الی الجوف[2] الخ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے سفید گوند کہ جس کے باہم اجزاء ملے ہُوئے ہوں اور جو چبائی ہوئی ہو مگر مزید چبائے جانے کے قابل ہو تو اس کے استعمال یعنی چبانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ غیر روزہ دار کے لئے اس کا استعمال بلاعذر مکروہ ہے البتہ عذر کی وجہ سے خلوت میں اس کا چبانا مکروہ نہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مباح ہے اور مستورات کے لئے اس کا استعمال مستحب ہے اس لئے کہ یہ ان کی مسواک ہے، فتح القدیر۔ فتاوٰی شامی میں ہے کہ مصنف نے اس کو چند شرائط کے ساتھ مشروط یا مقید کیا (اسود، غیر ممضوغ (چبایا ہوا نہ ہو)، غیر ملتئم (اجزاء باہم پیوستہ نہ ہوں)) اس لئے کہ غیر موصوف کے ہونے کی صورت میں اس کا کچھ نہ کچھ حصہ پیٹ میں چلاجاتا ہے الخ، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۹۴: از سرنیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۴ رجب ۱۳۲۱ھ

عورت یا مرد کو سر میں گلی ڈالنا پھوڑے پھنسی پر استعمال کرنا۔

الجواب

جائز ہے مگر اس کا خیال رہے کہ سر میں بدبو نہ پیدا ہو دھوتا رہے، اگر بدبو آنے لگے گی نماز مکروہ ہوگی اور مرد کو مسجد میں جانے جماعت میں شریک ہونے سے محروم ہونا پڑے گا، اور یہ جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] درمختار کتاب الصوم باب مایفسد الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۵۲

[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۱۱۲

مسئلہ ۱۹۵ و ۱۹۶ مستفسرہ ذکاء اللہ خاں رضوی روز سہ شنبہ بتاریخ ۸ شعبان ۱۳۳۴ھ

(۱) زید کا قول ہے کہ خضاب مہندی میں ملا کر لگانا جائز ہے۔

(۲) زید کا قول ہے کہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ وقت جہاد داڑھی کتروانا چاہئے۔

الجواب

(۱) مہندی میں اتنا نیل ملانا جس سے رنگ سیاہ آئے حرام ہے قیامت کے دن اُن کے منہ کالے کئے جائیں۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اختضب بالسواد سوّد اللہ وجھہ یوم القیامۃ۔[1] جو سیاہ خضاب کرے قیامت میں اللہ تعالٰی اس کا منہ سیاہ کرے گا۔

ہاں مہندی میں اتنا نیل ملانا جس سے رنگ سُرخ ہی رہے مگر اس میں ذرا پختگی آجائے یہ جائز ہے وھو المراد بالماثور وبما ھو فی الخانیۃ وغیرھا مذکور (حدیث سے منقول اور خانیہ وغیرہ میں مذکور سے یہی مراد ہے۔ ت)

(۲) زید محض جھوٹا ہے، قرآن مجید پر افتراء کرتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۷ مسئولہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب محمود آباد امام مسجد چھاؤنی بریلی ۲ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

رات کے وقت آئینہ دیکھنا منع ہے یا نہیں خصوصًا عورتوں کو کہ اپنے خاوند کے لئے بناؤ سنگھار کرتے وقت آئینہ دیکھنے کی سخت ضرورت پڑتی ہے۔

الجواب

رات کو آئینہ دیکھنے کی کوئی ممانعت نہیں، بعض عوام کا خیال ہے کہ اُس سے مُنہ پر چھائیاں پڑتی ہیں اور اس کا بھی کوئی ثبوت نہ شرعًا ہے نہ طبًا نہ تجربۃً، اور عورت کہ اپنے شوہر کے سنگار کے واسطے آئینہ دیکھے ثواب عظیم کی مستحق ہے، ثواب کی بات بے اصل خیالات کی بناء پر منع نہیں ہوسکتی۔ واللہ اعلم

مسئلہ ۱۹۸ مسئولہ عزیز الحسن طالب علم مدرسہ اہلسنت سہ شنبہ یکم شعبان ۱۳۳۴ھ

مردوں کے لئے مہندی کا استعمال شوقیہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کس قدر عضو بدن میں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ہاتھ پاؤں میں مہندی کی رنگت مرد کے لئے حرام ہے اور سر اور داڑھی میں مستحب۔

---

[1] مجمع الزوائد کتاب اللباس باب فی الشیب والخضاب دارالکتاب بیروت ۵/ ۱۶۳
کنزالعمال برمز طب عن ابی الدرداء حدیث ۱۷۳۳۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۶۷۱

مسئلہ ۱۹۹: از کلکتہ زکریا اسٹریٹ ۲۲ مولوی عبدالحلیم صاحب میرٹھی ۶ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

خضاب لگانے اور مردوں کی داڑھی مونچھ اور سر کے بال کالے کرنے کے متعلق شریعتِ بیضا کا کیا حکم ہے؟ یہ حدیث کہ "خضاب لگانے والا جنت کی بُو نہ سُونگھے گا" کس خضاب سے متعلق ہے؟ نیل و مہندی ملا کر جو خضاب کیا جاتا ہے اور جس سے بال بالکل کالے نہیں ہوتے وہ کس حکم میں ہے؟ اور اگر اسی سے بعض طرق کے تبدل و تغیر کے باعث بالکل سیاہ ہوجائیں تو کیا حکم ہے؟ نوجوان بیوی یا اور بعض کیفیات میں کیا خضابِ اسود ناجائز ہونے کی صورت میں استثناء رہے گا؟ اگر ایسا ہے تو ان بعض کیفیات کی توضیح کیا ہے؟

الجواب

سیاہ خضاب حرام ہے،

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غیّروا ھذا الشیئ واجتنبوا السواد رواہ مسلم[1] عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ وفی حدیث اٰخر من خضب بالسواد سوّد اللہ وجھہ یوم القیٰمۃ رواہ الطبرانی[2]۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ان بالوں کو کسی چیز سے تبدیل کردو لیکن سیاہی سے بچو۔ مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند سے اسے روایت کیا۔ اور ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے: جس نے سیاہ خضاب لگایا قیامت کے دن اللہ تعالٰی اس کا چہرہ سیاہ کردے گا۔ اس کو امام طبرانی سے روایت کیا۔(ت)

www.alahazratnetwork.org

حدیث مذکور فی السوال سیاہ خضاب ہی کے بارے میں ہے خود اسی کے الفاظ کا ارشاد ہے

یخضبون بالسواد کحواصل الحمام لایریحون رائحۃ الجنۃ رواہ ابوداؤد[3] والنسائی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

کچھ لوگ سیاہ خضاب لگائیں گے جیسے کبوتر کے پوٹے ہوں، وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھیں گے۔ ابوداؤد و نسائی نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے اس کو روایت کیا(ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب اللباس باب استحباب خضاب الشیب بصفرۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۹۹/۲

[2] کنز العمال بحوالہ الطب عن ابی الدرداء حدیث ۱۷۳۳۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶۷۱/۶

[3] سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب ماجاء فی خضاب السواد آفتاب عالم پریس لاہور ۲۲۲/۲

سنن النسائی باب النہی عن الخضاب بالسواد نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲۷۷/۲

سیاہ خضاب مطلقاً حرام ہے اور سیاہ مقول بالتشکیک نیلا، اودا، کاسنی سب سیاہ ہے اور بفرضِ غلط سیاہ نہ ہو تو قریب سیاہ قطعاً ہے، اور حدیث صحیح کا ارشاد ہے:

لا تقربوا السواد، رواہ الامام احمد[1] عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

سیاہی کے پاس نہ جاؤ (اس کو امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اور حدیث ابوداؤد و نسائی میں کبوتر کے پوٹے سے تشبیہ بھی اسی طرف ناظر، جنگلی کبوتروں کے پوٹے اکثر نیلگوں ہوتے ہیں۔ خاص مہندی کی رنگت گہری نہیں ہوتی، جب اس میں کچھ پتیاں نیل کی ملادی جائیں تو سُرخ گہرا رنگ ہوجاتا ہے، یہ حسن ہے، نہ یہ کہ اتنا نیل ملادیا جائے کہ سیاہ کردے، یا پہلے مہندی سے رنگ کر جب بال خوب صاف ہوگئے اس پر نیل تھوپا کہ یہ سب وہی حرام صورتیں ہیں جن کو اجتنبوا (سیاہی سے بچو۔ ت) فرمایا، لایجدون رائحۃ الجنۃ (وہ لوگ جنت کی خوشبو نہ پائیں گے۔ ت) فرمایا، جس پر سوّد اللہ وجھہ (اللہ تعالٰی ان کے چہرے سیاہ کردے گا۔ ت) آیا، شراب کہ خلط نمک سے سرکہ ہوجائے نہ یہ کہ گھڑے بھر شراب میں نمک کی ایک کنکری ڈال کر پی جائے نہ یہ کہ بہت سا نمک پھانک کر اوپر سے شراب چڑھا ئے، تحریم سواد سے صرف مباشران جہاد کا استثنا ہے جیسے ان کو ریشم کا بانا، اور صاحبین کے نزدیک خالص ریشمیں روا ہے، اور زوجہ جوان کی غرض سے ایک روایت مرجوحہ میں جواز آیا ہے اور مرجوح پر حکم فتوٰی جہل و خرقِ اجماع ہے۔ امام محمود علیہ الرحمۃ فتاوٰی ذخیرہ میں فرماتے ہیں:

الخضاب بالسواد للغز ولیکون اھیب فی عین العدو محمود بالاتفاق وان فعل ذٰلک لیزین نفسہ للنساء فمکروہ وعلیہ عامۃ المشائخ[2]۔

جہاد میں سیاہ خضاب کی اجازت ہے تاکہ دشمن کی نگاہ میں بارعب اور خوفناک ہوجائے، اور یہ بالاتفاق اچھا ہے۔ اور اگر اپنے آپ کو عورتوں کے لئے زیب و زینت دے تو یہ مکروہ ہے، اور اسی پر عام مشائخ قائم ہیں۔ (ت)

---

[1] مسند احمد بن حنبل

[2] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ الذخیرۃ کتاب الکراہیۃ الباب العشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۹

عقود الدریہ میں ہے: العمل بما علیہ الاکثر[1] (اس پر عمل کرنا جس پر اکثر ہیں۔ ت)

قول جمہور پر حدیث صحیح صحاح ستہ:

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعن اللہ الواشمات والمستوشمات والناصمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ[2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت فرمایا کہ اللہ تعالٰی اُن عورتوں پر لعنت کرے جو "خال" گودنے والی اور خال گدوانے والی ہیں، چہرہ کے بال نوچنے اور نچوانے والی ہیں، اور خوبصورتی کے پیشِ نظر دانتوں کے درمیان کشادگی بنانے والی ہیں، اللہ تعالٰی کی تخلیق میں تبدیلی کرنے والی ہیں۔ (ت)

شاہد عدل ہے، عورت زیادہ اس کی محتاج ہے کہ شوہر کی نگاہ میں آراستہ ہو، جب اسے یہ امور تغیر خلق اللہ کے سبب حرام و موجب لعنت ہوئے تو مرد پر بدرجۂ اولٰی۔

وقد قال تعالٰی لا تبدیل لخلق اللہ[3]

وقال تعالٰی عن عدوہ ابلیس ولاٰمرنھم فلیغیرن خلق اللہ[4]

اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) اللہ تعالٰی کی تخلیق (پیدائش) میں کوئی تبدیلی نہیں۔ نیز اللہ تعالٰی نے اپنے دشمن شیطان لعین سے حکایتاً فرمائی (کہ اس نے کہا) ضرور انھیں حکم دوں گا تو وہ اللہ تعالٰی کی تخلیق میں تبدیلی کریں گے۔ (ت)

نیز حدیث صحیح:

المتشبع بما لم یعط کلابس

ایسی چیز سے سیری دکھانے والا جو اس کو

---

[1] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ

[2] صحیح البخاری کتاب اللباس باب الموصلۃ و باب المستوشمۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۹-۸۸۰
صحیح مسلم " باب تحریم فعل الواصلۃ " " " ۲/ ۲۰۵

[3] القرآن الکریم ۳۰/ ۳۰

[4] " " ۴/ ۱۱۹

ثوبی زور رواہ الشیخان[1] عن اسماء رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

رطل نہیں اس طرح سے جیسے جھوٹ اور فریب کا لباس پہننے والا۔ بخاری اور مسلم نے اس کو سیّدہ اسماء رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے (ت)

اُس پر وعید کو بس ہے ظاہر ہے کہ یہ خضاب اسی لئے ہوگا کہ عورت پر اظہارِ جوانی کرے، جوان ہے نہیں اور اس کی نگاہ میں جوان بنے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد سے وہ شخص سر سے پاؤں تک جھوٹ اور فریب کا جامہ پہنے ہے، اس سے بدتر اور کیا درکار ہے بخلاف جہاد حدیث متواتر میں ہے، الحرب خدعۃ[2] (جنگ دھوکا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب النکاح باب المتشبع بما لم ینل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۸۵

صحیح مسلم کتاب اللباس باب النہی عن التزویر فی اللباس " " " ۲/۲۰۶

[2] صحیح البخاری کتاب الجہاد باب الحرب خدعۃ " " " ۱/۴۲۵

صحیح مسلم " باب جواز الخداع فی الحرب " " " ۲/۸۳

رسالہ

حلك العيب فی حرمة تسويد الشيب

۱۳۰۷ھ

(سفید بالوں کو کالا کرنے کی حُرمت کے بارے میں عیب کو مٹانا)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۲۰۰: از شہر کہنہ مرسلہ محمد شفیع علی خاں صاحب ۲۳ ربیع الاول شریف ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وسمہ نیل کا جس سے بال سیاہ ہوجائیں جائز ہے یا نہیں اور نیل میں حنا ملاکر لگانا درست ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب: وسمہ نیل حنا ملاکر لگانا جائز ہے بلا کراہت۔

فی الدر المختار ملخصا یستحب للرجل خضاب شعرہ ولحیتہ ولو فی غیر حرب فی الاصح، ویکرہ بالسواد وقیل لا مجمع الفتاوٰی، وفی ردالمحتار وورد ان ابابکر رضی اللہ تعالٰی عنہ

درمختار میں مختصر طور پر مذکور ہے کہ مرد کے لئے اپنے بالوں اور داڑھی کو خضاب کرنا (یعنی رنگین کرنا) اگرچہ صحیح قول کے مطابق جہاد کے بغیر مستحب ہے البتہ سیاہ کرنا مکروہ ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مکروہ نہیں ہے، مجمع الفتاوٰی اور فتاوٰی شامی میں ہے حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق

---

[1] درمختار کتاب الکراہیۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۳

خضب بالحناء والکتم اھ۔ واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم۔

رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مہندی اور وسمہ سے خضاب کیا (یعنی ان سے بالوں کو رنگدار بنایا) اھ۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

محمد یعقوب علی خاں

الجواب

صحیح مذہب میں سیاہ خضاب حالتِ جہاد کے سوا مطلقاً حرام ہے جس کی حرمت پر احادیث صحیحہ معتبرہ ناطق۔

فاقول وباللہ التوفیق (پس میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ سے ہے۔ ت):

حدیث اول: احمد ومسلم وابوداؤد ونسائی وابن ماجہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے والد ماجد حضرت ابوقحافہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی داڑھی خالص سپید دیکھ کر ارشاد فرمایا:

غیّروا ھذا بشیئ واجتنبوا السواد[2]

اس سپیدی کو کسی چیز سے بدل دو اور سیاہ رنگ سے بچو۔

www.alahazratnetwork.org

حدیث دوم: امام احمد اپنی مسند میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

غیّروا الشیب ولا تقربوا السواد[3]

پیری تبدیل کرو اور سیاہ رنگ کے پاس نہ جاؤ۔

حدیث سوم: امام احمد وابوداؤد ونسائی وابن حبان وحاکم بافادہ تصحیح اور ضیاء مختارہ اور بیہقی سنن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یکون قوم فی اٰخر الزمان یخضبون بھذا السواد کحواصل الحمام لایجدون رائحۃ الجنۃ[4]

آخر زمانے میں کچھ لوگ سیاہ خضاب کریں گے جیسے کبوتروں کے پوٹے وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھیں گے۔

جنگلی کبوتروں کے سینے اکثر سیاہ نیلگوں ہوتے ہیں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۷۱

[2] صحیح مسلم کتاب اللباس والزینۃ باب استحباب خضاب الشیب بصفرۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۹۹

[3] مسند امام احمد بن حنبل عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۲۴۷

[4] " " " " " " عن عبداللہ ابن عباس ۱/ ۲۷۳

ان کے بالوں اور داڑھیوں کو ان سے تشبیہ دی۔

حدیث چہارم: ابن سعد عامر رحمہ اللہ تعالٰی مرسلاً راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالٰی لاینظر الی من یخضب بالسواد یوم القیٰمۃ [1] جو سیاہ خضاب کرے اللہ تعالٰی روزِ قیامت اس کی طرف نظرِ رحمت نہ فرمائے گا۔

حدیث پنجم: ابن عدی کامل میں اور دیلمی مسند الفردوس میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالٰی یبغض الشیخ الغربیب [2] بیشک اللہ تعالٰی دشمن رکھتا ہے بُوڑھے کوّے کو۔

تعلیقات علامہ حفنی میں ہے:

الغربیب ای الذی یسود شیبہ [3]۔ الغربیب وہ ہوتا ہے جو بڑھاپے (کے روپ) کو بدل ڈالے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

عزیزی میں ہے:

الغربیب الذی لایشیب او الذی یسود شیبہ بالخضاب [4]۔ الغربیب وُہ ہوتا ہے جو بوڑھا نہ دکھائی دے یا وُہ جو اپنے بڑھاپے (کی علامت) یعنی سفید بالوں کو خضاب سے سیاہ کر دے۔

حدیث ششم: طبرانی معجم کبیر اور حاکم مستدرک میں عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی حضور پُرنور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ فرماتے ہیں:

الصفرۃ خضاب المومن والحمرۃ خضاب المسلم والسواد خضاب الکافر [5] زرد خضاب ایمان والوں کا ہے اور سُرخ اسلام والوں کا اور سیاہ خضاب کافر کا۔

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن سعد رضی اللہ عنہ حدیث ۱۷۳۳۱ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۶/۶۷۱

[2] الفردوس بماثور الخطاب عن ابی ہریرہ ؍؍ ۵۶۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۱۵۲

[3] تعلیقات علامہ حفنی علی ہامش السراج المنیر تحت حدیث ان اللہ یبغض الخ مطبعۃ الازہریۃ المصریۃ ۱/۳۴۹

[4] السراج المنیر تحت حدیث ان اللہ یبغض الشیخ الغربیب ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۳۴۹

[5] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ باب الصفرۃ خضاب المومن الخ دار الفکر بیروت ۳/۵۲۶

حدیث ہفتم: عقیلی و ابن حبان و ابن عساکر انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الشیب نور من خلع الشیب فقد خلع نور الاسلام[1]

سپیدی نور ہے جس نے اسے چھپایا اس نے اسلام کا نور زائل کیا۔

علامہ محمد حفنی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

خلع الشیب ای ازالہ وسترہ بان خضبہ بالسواد فی غیر جہاد[2]

خلع الشیب کا مفہوم یہ ہے کہ اس نے بڑھاپے کو زائل کیا اور اسے بغیر جہاد کے سیاہ خضاب لگاکر چھپایا۔ (ت)

علامہ مناوی پھر علامہ عزیزی اس حدیث پر تفریع کرتے ہیں:

فنتفہ مکروہ وصبغہ بالسواد لغیر الجہاد حرام[3]

یعنی پس سفید بال اکھیڑنا مکروہ ہے اور سیاہ خضاب غیر جہاد میں حرام۔ (ت)

حدیث ہشتم: حاکم کتاب الکنی والالقاب میں بسند حسن ام سلیم رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

www.alahazratnetwork.org

من شاب شیبۃ فی الاسلام کانت لہ نورا مالم یغیرھا[4]

جسے اسلام میں سپیدی آئے وہ اس کے لئے نور ہوگی جب تک اُسے بدل نہ ڈالے (ت)

حدیث نہم: دیلمی و ابن النجار حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اول من خضب بالحناء والکتم ابراھیم و اول من اختضب بالسواد فرعون[5]

سب میں پہلے حنا وکتم سے خضاب کرنے والے حضرت ابراہیم علیہ الصلٰوۃ والتسلیم ہیں اور سب میں پہلے سیاہ خضاب کرنے والا فرعون۔

---

[1] الضعفاء الکبیر للعقیلی ترجمہ ۱۹۲۳ الولید بن موسٰی الدمشقی دارالکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۵۲۶

[2] تعلیقات الحفنی علی ہامش السراج المنیر تحت حدیث الشیب نور من خلع الخ المطبعۃ الازہریہ مصر ۲/ ۳۵۲

[3] السراج المنیر شرح الجامع الصغیر " " " " " " " " " " " ۲/ ۳۵۲

[4] کنز العمال بحوالہ الحاکم فی الکنٰی حدیث ۱۷۳۳۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۶۸۱

[5] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۴۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۲۹-۳۰

علامہ مناوی اس حدیث کے نیچے لکھتے ہیں :

فلذلك كان الاول مندوبا والثانی محرما الا للجهاد۔[1] | یعنی اسی لئے پہلا خضاب مستحب ہے اور دوسرا غیر جہاد میں حرام۔

حدیث دہم : طبرانی معجم کبیر اور ابن ابی عاصم کتاب السنۃ میں حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من خضب بالسواد سود الله وجهه يوم القيمة۔[2] | جو سیاہ خضاب کرے گا اللہ تعالٰی روز قیامت اس کا منہ کالا کرے گا۔

حدیث یازدہم : نیز معجم کبیر طبرانی میں بسند حسن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من مثل بالشعر فليس له عند الله خلاق۔[3] | جو بالوں کی ہیأت بگاڑے اللہ کے یہاں اس کے لئے کچھ حصہ نہیں۔

علماء فرماتے ہیں ہیأت بگاڑنا کہ داڑھی مونڈے یا سیاہ خضاب کرے۔ تیسیر میں ہے :

ای صیرہ مثلة بالضم بان نتفه او حلقه من الخدود او غیرہ بالسواد۔[4] | یعنی بالوں کا مثلہ کرے، لفظ مثلہ حرف میم کی پیش کے ساتھ ہے (مفہوم یہ ہے کہ بالوں کی شکل و رنگت کو بدل ڈالے) بالوں کی ہیئت بگاڑنا یہ ہے کہ سفید بال اکھاڑے جائیں یا انھیں رخساروں سے مونڈ دیا جائے یا انھیں سفید نہ رہنے دے اور سیاہ کر ڈالے۔ (ت)

حدیث دوازدہم تا پانزدہم : ابویعلٰی مسند اور طبرانی معجم کبیر میں واثلہ بن اسقع اور بیہقی شعب الایمان میں انس بن مالک و عبداللہ بن عباس اور ابن عدی کامل میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

شر کهو لکم من تشبه | تمہارے ادھیڑوں میں سب سے بدتر وہ ہے

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث اول من خضب بالحناء الخ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۱/ ۳۹۲

[2] مجمع الزوائد کتاب اللباس باب ماجاء فی الشیب والخضاب الخ دار الکتاب العربی بیروت ۵/ ۱۶۳

کنز العمال بحوالہ طبرانی کبیر حدیث ۱۷۳۳۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۶۷۱

[3] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۱۰۹۷۷ مکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/ ۴۱

[4] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث من مثل بالشعر الخ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۲/ ۴۴۴

بشبابکم[1]

جو جوانوں کی سی صورت بنائے۔

امام ابوطالب مکی قوت القلوب اور امام حجۃ الاسلام احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

الخضاب بالسواد منھی عنہ لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خیر شبابکم من تشبہ بشیوخکم و شر شیوخکم من تشبہ بشبابکم[2]

بالوں کو سیاہ خضاب لگانا ممنوع ہے اس لئے کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہارے بہترین جوان وہ ہیں جو بوڑھوں جیسی شکل و صورت بنائیں اور تمہارے بدترین بوڑھے وہ ہیں جو تمہارے جوانوں کی سی شکل وصورت اختیار کریں۔ (ت)

حدیث شانزدہم: ابن سعد طبقات میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن الخضاب بالسواد[3]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سیاہ خضاب سے منع فرمایا۔

افسوس کہ ذرا سے نفسانی شوق کے لئے آدمی ایسی سختیوں کو گوارا کرے۔ محیط میں ہے:

الخضاب بالسواد قال عامۃ المشائخ انہ مکروہ[4]

عام مشائخ نے فرمایا ہے کہ سیاہ خضاب مکروہ ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ذخیرہ میں ہے:

علیہ عامۃ المشائخ[5]

اسی پر عام مشائخ ہیں (ت)

---

[1] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۲۰۲ مکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۲/۸۳
مسند ابویعلٰی ترجمہ واثلہ بن الاسقع مؤسسۃ علوم القرآن بیروت ۶/۴۷۸
شعب الایمان حدیث ۸۰۵ ۔ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۶/۱۶۸
الکامل لابن عدی ترجمہ الحسن بن ابی جعفر دارالفکر بیروت ۲/۷۲۱

[2] احیاء العلوم کتاب اسرار الطہارۃ فصل فی اللحیۃ عشر خصال الخ نولکشور لکھنؤ ۱/۱۰۳

[3] الطبقات الکبرٰی لابن سعد

[4] ردالمحتار بحوالہ المحیط مسائل شتّی داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۸۲

[5] ردالمحتار بحوالہ الذخیرہ کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۷۱

در مختار میں ہے:

یکرہ بالسواد و قیل لا[1]

سیاہ خضاب کا استعمال مکروہ ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ مکروہ نہیں ہے۔ (ت)

ان تینوں عبارتوں کا یہی حاصل کہ عامۂ مشائخ کرام وجمہور ائمۂ اعلام کے نزدیک سیاہ خضاب منع ہے، علماء جب کراہت بولتے ہیں اس سے کراہتِ تحریم مراد لیتے ہیں جس کا مرتکب گنہگار ومستحق عذاب ہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ علامہ سید حموی پھر علامہ سید طحطاوی پھر علامہ سید شامی رحمہم اللہ تعالٰی فرماتے ہیں:

ھذا فی حق غیر الغزاۃ ولا یحرم فی حقھم للارھاب[2]

یعنی سیاہ خضاب کا حرام ہونا غیر غازی کے حق میں ہے غازیوں کے لئے حرام نہیں۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

پیری نور الٰہی ست وتغییر نور الٰہی بظلمت مکروہ ووعید در باب خضاب سیاہ شدید آمدہ[3] اھ ملخصاً۔

بالوں کی سفیدی اللہ تعالٰی کا نور ہے اور خدا تعالٰی کے نور کو سیاہی سے بدل دینا شرعاً مکروہ ہے اور سیاہ خضاب کے استعمال کرنے والوں کیلئے سخت وعید ہے اھ ملخصاً۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اُسی میں ہے:

خضاب بسواد حرام ست وصحابہ وغیرہم خضاب سرخ می کردند وگاہے زرد نیز[4] اھ ملخصاً

سیاہ خضاب کا استعمال حرام ہے، صحابہ کرام اور ان کے علاوہ دیگر حضرات سرخ خضاب کیا کرتے تھے اور کبھی زرد بھی اھ ملخصاً (ت)

بالجملہ یہی قول مختار ومنصور ومذہب جمہور ثابت بارشاد حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے اور شک نہیں کہ احادیث وروایات میں مطلقاً سیاہ رنگ سے ممانعت فرمائی تو جو چیز بالوں کو سیاہ کرے خواہ نرا نیل یا مہندی کا میل یا کوئی تیل، غرض کچھ ہو سب ناجائز وحرام اور ان وعیدوں میں داخل ہے، حدیث وفقہ میں اگر صرف نیل خالص کی ممانعت اور باقی سیاہ خضابوں کی اجازت ہوتی

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۳
[2] ردالمحتار مسائل شتّی دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۸۲
[3] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس باب الترجل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۷۰
[4] " " " " " " " " ۳/ ۵۶۹

تو بیشک مہندی کی آمیزش کام دیتی اب کہ مطلقاً سیاہ رنگ کو حرام فرمایا تو جب تک اس قدر مہندی نہ ملے جو نیل پر غالب آجائے اور اس کی سیاہی کو دُور کردے کیا کام دے سکتی ہے کہ وجہ حرمت یعنی بالوں کی ظلمت اب بھی باقی، اور وہ جو حدیث میں وارد کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ حنا وکتم سے خضاب فرماتے ہرگز مفید نہیں کہ بتصریح علماء وہ خضاب سیاہ رنگ نہ دیتا تھا بلکہ سُرخی لاتا جس میں سیاہی کی جھلک ہوتی، سُرخ رنگ کا قاعدہ ہے جب نہایت قوت کو پہنچتا ہے ایک شان سیاہی کی دیتا ہے ایسا خضاب بلاشبہہ جائز بلکہ محمود جس کی تعریف صحیح حدیث میں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول رواہ احمد والاربعۃ وابن حبان عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ (امام احمد اور دیگر چار محدثین اور ابن حبان نے اس کو حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ت) شیخ محقق نوراللہ مرقدہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

بصحت رسیدہ است کہ امیرالمومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ خضاب می کرد بحنا وکتم کہ نام گیاہے ست لیکن رنگ آں سیاہ نیست بلکہ سُرخ مائل بسیاہی ست۔[2]

صحیح طور پر یہ بات ہم تک پہنچی کہ امیرالمومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مہندی اور کتم (وسمہ) سے خضاب استعمال کیا، کتم ایک گھاس کا نام ہے جس کا رنگ سیاہ نہیں بلکہ سرخ مائل بسیاہی ہوتا ہے۔(ت)

اسی کے قریب علامہ قاری نے جمع الوسائل شرح شمائل شریف ترمذی اور امام احمد قسطلانی نے ارشاد الساری شرح صحیح بخاری شریف میں تصریح فرمائی اور قولِ راجح وتفسیرِ جمہور پر کتم نیل کا نام بھی نہیں بلکہ وہ ایک اور پتی ہے کہ رنگ میں سُرخی رکھتی ہے شکل میں برگِ زیتون سے مشابہ ہوتی ہے جسے لوگ حنا یا نیل سے ملا کر خضاب بناتے ہیں۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب فی الخضاب آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۲۲
جامع الترمذی ابواب اللباس باب ماجاء فی الخضاب امین کمپنی دہلی ۱/۲۰۶
سنن النسائی کتاب الزینۃ الخضاب بالحناء والکتم نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۲۷۷
مسند احمد بن حنبل عن ابی ذر المکتب الاسلامی بیروت ۵/۱۴۷، ۱۵۰، ۱۵۴
موارد الظمآن کتاب اللباس باب تغییر الشیب المطبعۃ السلفیۃ ص ۳۵۵
[2] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس باب الترجل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۵۷۰

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں :

الکتم بفتح الکاف والمثناۃ الفوقیۃ نبت یشبہ ورق الزیتون یخلط بالوسمۃ و یختضب بہ[1]

کَتَم چھوٹے کاف اور تاء کی زبر کے ساتھ بننے والا یہ لفظ ایک قسم کی گھاس کا نام ہے جو زیتون کے پتوں سے مشابہت رکھتی ہے جس کو وسمہ میں ملاکر خضاب کیا جاتا ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے :

الکتم بفتحتین نبت فیہ حمرۃ یخلط بالحناء او الوسمۃ فیختضب بہ[2]

کتم کے پہلے دو حروف پر زبر استعمال ہوتی ہے یہ ایک قسم کی گھاس ہے جس کی رنگت سُرخ ہوتی ہے اس کو مہندی یا وسمہ میں ملاکر خضاب کیا جاتا ہے۔ (ت)

ابھی شرح مشکوٰۃ سے گزرا کہ رنگ آں سیاہ نیست[3] الخ (اس کا رنگ سیاہ نہیں ہوتا۔ ت)

اقول بلکہ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ خود حدیثوں سے ثابت کرسکتا ہے کہ حنا و کتم کے خضاب کا رنگ سُرخ ہوتا تھا، صحیح بخاری و مسند امام احمد و سنن ابن ماجہ میں عثمان بن عبداللہ بن موہب سے مروی :

www.alahazratnetwork.org

قال دخلت علی ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا فاخرجت شعرا من شعر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مخضوبا (زاد الخیران) بالحناء والکتم۔[4]

یعنی میں حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے موئے مبارک (جو اُن کے پاس تبرکاتِ شریفہ میں رکھے تھے جس بیمار کو اس کا پانی دھو کر پلاتیں فوراً شفا پاتا تھا) نکالے مہندی اور کتم سے رنگے ہوئے تھے۔

انھیں عثمان بن عبداللہ سے انھیں موئے اقدس کی نسبت صحیح بخاری شریف میں مروی :

ان ام سلمۃ ارتہ شعر النبی صلی اللہ

یعنی ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے انھیں نبی صلی اللہ

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ان احسن ما غیرتم بہ الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۳۰۹

[2] " " " حدیث اول من خضب بالحناء والکتم الخ " " " ۱/ ۳۹۲

[3] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس باب الترجل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۷۰

[4] صحیح البخاری کتاب اللباس باب مایذکر فی الشیب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۵

تعالٰی علیہ وسلم احمر[1] | تعالٰی علیہ وسلم کے موئے مبارک سرخ رنگ دکھائے۔

ثابت ہوا کہ حنا وکتم نے سرخ رنگ دیا بلکہ اسی حدیث میں امام احمد رحمہ اللہ تعالٰی کی دوسری روایت یوں ہے:

شعرا احمر مخضوبا بالحناء والکتم[2] | یعنی ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے موئے مبارک سرخ رنگ دکھائے جن پر حنا وکتم کا خضاب تھا۔

تو واضح ہوا کہ کتم اگرچہ کسی شیئ کا نام ہو مگر روایت مذکورہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت سیاہ خضاب کا گمان کرنا یا اس شئے پر نیل اور حنا ملے ہوئے کو مطلقاً جائز سمجھ لینا محض غلط ہے افسوس کہ ہمارے زمانہ کے بعض صاحبوں نے خضاب وسمہ وحنا کی روایات تو دیکھیں اور اُن کا مطلب اصلاً نہ سمجھا اول تو وسمہ نیل ہی کو نہیں کہتے بلکہ ایک اور پتی ہے کہ حنا میں مل کر اس کی سُرخی تیز کر دیتی ہے ورنہ خالص حنا کی سرخی گہری نہیں ہوتی۔ قاموس و تاج العروس میں ہے:

الوسمۃ ورق النیل اونبات اٰخر یخضب بورقہ[3] | وسمہ گھاس نما ترتوں والی نباتات ہے اس کے پتے خضاب کے طور پر استعمال کئے جاتے ہیں (ت)

www.alahazratnetwork.org

مغرب میں اسی معنٰی پر جزم کیا اور وسمہ بمعنی نیل کو قول ضعیف کہا،

حیث قال الوسمۃ شجرۃ ورقہا خضاب وقیل یجفف و یطحن ثم یخلط بالحناء فیقنأ لونہ والاکان اخضر[4] | وسمہ کو نیل کہنا ضعیف قول ہے معتمد یہ ہے کہ عرب کی زبان میں وسمہ ایک درخت کا نام ہے جس کی پتی سُکھا کر پیس کر مہندی میں ملاتے ہیں جس سے اس کی سُرخی خوب شوخ ہو جاتی ہے ورنہ پھیکی زردی مائل ہوتی ہے انتہی۔

یوں تو بحمد اللہ روایات میں نیل والوں کے لئے اصلاً پتا نہیں اور اگر قاموس کی طرح دونوں معنی مساوی رکھے جائیں جب بھی نیل والوں کا استدلال باطل کہ قطعاً محتمل کہ وہ پتی مراد ہو جو حنا کی سرخی تیز کرتی

---

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس باب ما یذکر فی الشیب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۷۵

[2] مسند امام احمد بن حنبل عن عثمان بن عبد اللہ دار الفکر بیروت ۶/۲۹۶

[3] تاج العروس فصل الواو من باب المیم داراحیاء التراث العربی بیروت ۹/۹۳

[4] المغرب

ہے اور بالفرض ان کی خاطر مان ہی لیجئے کہ وسمہ سے نیل مراد تو حاشا وہ روایتیں یہ نہیں کہتیں کہ پہلے مہندی کا خضاب کیجئے جس سے بال خود بخود صاف ہوجائیں اس پر وسمہ چڑھایئے کہ ظلمتیں اپنا پورا عمل دکھائیں نہ یہ کہ برائے نام نیل میں کچھ پتیاں مہندی کی ڈال کر خلط کا حیلہ کیجئے اور روسیاہی کا کامل لطف حاصل کیجئے بلکہ یہ مقصود کہ وسمہ میں اتنی حنا ملے کہ اس پر غالب آکر رنگ میں سیاہی نہ آنے دے بلکہ یہ مراد کہ اصل خضاب حنا کا ہو اور اس میں کچھ پتیاں نیل کی شریک کرلی جائیں جس سے اس کی سرخی میں ایک گونہ پختگی آجائے اس کی نظیر بعینہٖ یہ ہے کہ شراب میں نمک ملانے کو علماء نے باعث تخلیل وتحلیل فرمایا ہے کہ جب سرکہ ہوگئی حقیقت بدل گئی حلت آگئی کہ اب وہ شراب ہی نہ رہی ان روایات کو دیکھ کر کوئی صاحب پہلے نمک کھا کر اوپر سے شراب پی لیں یا گھڑے بھر شراب میں ایک کنکری نمک ڈال کر چڑھا جائیں کہ ہم تو نمک ملا کر پیتے ہیں، مقصود یہ تھا کہ نمک اس کا جوش بٹھا دے ترش کرکے سرکہ بنادے ایسے حیلے شرع مطہر میں کیا کام دے سکتے ہیں، الحاصل مدار کار رنگ پر ہے، بالفرض اگر خالص مہندی سیاہ رنگت لاتی وہ بھی حرام ہوتی اور خالص نیل زرد یا سرخ رنگ دیتا وہ بھی جائز ہوتا، یوں ہی نیل اور مہندی کا میل یا کوئی بلا ہو جو کچھ سیاہ رنگ لائے سب حرام ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہٗ جل مجدہٗ احکم۔

رسالہ

حك الغيب في حرمة تسويد الشيب

ختم ہوا

کسبِ حصولِ مال

خرید و فروخت، اُجرت، رشوت، سُود، قمار، بیمہ، پیشہ، صنعت، قرض، نذرانہ، ہبہ، میراث، غصب وغیرہ اور ذرائع آمدنی، حلال وحرام ومشتبہ سے متعلق مسائل

مسئلہ ۲۰ از پنجاب

www.alahazratnetwork.org

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رنڈیوں اور ڈومنیوں کے یہاں مزدوری کرکے کمانا جائز ہے یا نہیں ؟ اگر نہیں جائز تو نصارٰی کی نوکری کیوں جائز ہے ؟ اور اگر نہیں جائز تو لوگ اس روپیہ سے مساجد ومدارس میں چندہ کیوں دیتے ہیں ؟ بیّنوا توجروا (بیان کرو تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

اصل مزدوری اگر کسی فعل ناجائز پر ہو سب کے یہاں ناجائز اور جائز پر ہو تو سب کے یہاں جائز، اس امر میں رنڈیاں اور غیر رنڈیاں، نصارٰی وہنود وغیرہم سب برابر ہیں۔ کلام اس میں ہے کہ اگر اُن کے یہاں کسی فعل جائز پر مزدوری کی تو آیا زرِ اُجرت اُن کے مال سے لینا روا، اور وہ اکل حلال ہوگا یا نہیں، اس کا حکم یہ ہے کہ رنڈیوں کو جو مال گانے ناچنے یا معاذ اللہ زنا کی اُجرت میں ملتا ہے اُن کے لئے حرام ہے وُہ ہرگز اس کی مالک نہیں ہوتیں وُہ ان کے ہاتھ میں مال مغصوب کا حکم رکھتا ہے، نہ اُنھیں خود اس کا اپنے صرف میں لانا جائز نہ دوسرے کو، وُہ مال بعینہٖ اپنے قرض خواہ کسی چیز کی قیمت خواہ مزدوری کی اجرت میں خواہ ویسے ہی بلا معاوضہ بطور ہدیہ خواہ صدقہ خواہ کسی طرح لینا روا ہو سکے بلکہ فرض ہے کہ جن جن سے لیا ہے انھیں کو پھیر دیں،

فی کراھیة الھندیة عن المحیط عن محمد   فتاوٰی ہندیہ بحث کراہیۃ میں بحوالہ محیط امام محمد

رحمہ اللہ تعالٰی فی کسب المغنیۃ ان قضی بہ دین لم یکن لصاحب الدین ان یاخذہ[1] اھ۔ وفی حظر رد المحتار عن السغناقی عن بعض المشائخ کسب المغنیۃ کالمغصوب لم یحل اخذہ[2] اھ۔

سے مروی ہے کہ گانے والی عورت کی کمائی سے اگر قرض ادا کیا جائے تو قرض خواہ کو اس کا لینا جائز نہیں الخ۔ ردالمحتار بحث ممنوعات میں امام سغناقی نے بعض مشائخ کے حوالہ سے روایت کی ہے کہ گویا مغنیہ کی کمائی غصب شدہ چیز کی طرح ہے لہٰذا اس کا لینا جائز نہیں اھ (ت)

اسی طرح اُن کے آشنا جو مال بطور تحفہ وہدیہ ان کے راضی رکھنے یا ان کا دل اپنی طرف مائل کرنے کو دے آتے ہیں اگرچہ اُس وقت خالی ملاقات کو جائیں اور زنا یا غنا کچھ مقصود نہ رکھیں اُس کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ رشوت ہے اور رنڈیاں اس کی مالک نہیں ہوجاتیں اس کا واپس دینا بھی واجب ہے،

فی الحاشیۃ الطحطاویۃ علی الدر المختار آثرا عن القنیۃ مقرا علیہ مایأخذہ المتعاشقان رشوۃ یجب ردہ ولا تملک[3] اھ۔

حاشیہ طحطاوی بر درمختار میں علامہ طحطاوی نے مصنف قنیہ کے کلام کو برقرار رکھتے ہوئے اس سے نقل کیا ہے کہ عاشق معشوق کو جو کچھ بطور رشوت دے اور اسکے حوالے کرے تو اسکا واپس کرنا ضروری ہے اس لئے کہ معشوقہ اسکی مالک نہیں اھ (ت)

اگر لینے والے کو معلوم ہوگا کہ یہ مال بعینہٖ وہی ہے انھوں نے گانے، ناچنے، زنا کی اُجرت یا آشناؤں سے تحفہ ہدیہ رشوت میں پایا ہے تو اسے لینا ہرگز روا نہیں، اور وہ مال جو اُنھیں گانے ناچ مجلے میں انعام بلاشرط یعنی اُجرتِ مقررہ سے زیادہ ملتا ہے اُن کے حق میں حکم ہبہ کا رکھتا ہے کہ وہ عقد اجارۂ باطلہ جو ان افعال محرمہ پر ہوا یہ مال اس کے تحت میں داخل نہیں بلکہ بہت لوگ بطور خوشنودی کچھ اپنی ناموری کے خیال سے بعض جاہل یہ سمجھ کر کہ ایسے مقامات پر انعام دینا شانِ ریاست ہے دیا کرتے ہیں تو وہ اس مال کی مالک ہوگئیں، اسی طرح ڈومنیوں کو جو بیل ملتی ہے اس کا بھی یہی حکم ہے،

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۹

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۴۷

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب القضاء دارالمعرفۃ بیروت ۳/۱۷۸

فی الخانیۃ الرجل اذا کان مطربا مغنیا ان اعطی بغیر شرط قالوا یباح لہ ذلک و ان کان یاخذہ علی شرط رد المال علی صاحبہ ان کان یعرفہ وان لم یعرفہ یتصدق بہ اھ[1] قلت والمسئلۃ منقولۃ عن محرر المذہب اثرھا فی الہندیۃ عن المنتقی عن ابراھیم عن محمد وعنہا نقل فی ردالمحتار قال ومثلہ فی المواھب۔

فتاوٰی قاضی خان میں ہے جب کوئی شخص گانے بجانے والا ہو اور اس کو بغیر کسی شرط کے کچھ دیا گیا تو فقہاء کرام نے اس کو مباح قرار دیا ہے لیکن اگر اسے پہچانتا نہیں تو پھر اسے خیرات کردے اھ، میں کہتا ہوں یہ مسئلہ صاحب مذہب سے یعنی مذہب قلم بند کرنے والے سے منقول ہے جس کو فتاوٰی عالمگیری میں "المنتقٰی" کے حوالے سے ابراہیم نے امام محمد سے نقل کیا ہے اور اسی سے فتاوٰی شامی میں نقل کیا گیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ المواہب میں اسی کی مثل مذکور ہے۔ (ت)

اقول مگر اس قدر تفرقہ ضرور ہے کہ اگر دینے والے نے یہ مال حسب دستور فی الواقع انعام یا بیل کے طور پر دیا تو ہبہ ٹھہرے گا اور اگر اصل مقصود آشنائی بڑھانا اور اپنی طرف لبھانا ہے تو بیشک رشوت قرار پائے گا اور اسی حکم مغصوب میں داخل ہو جائے گا،

فانما الامور بمقاصدھا و انما الاعمال بالنیات و انما لکل امرئ مانوی۔[2]

کاموں کا مدار ان کے مقاصد پر ہے، اور اعمال کا مدار ارادوں پر ہے لہٰذا ہر آدمی کیلئے وہی کچھ ہے جو اس نے ارادہ کیا ہے (ت)

اور یہ فرق ملاحظہ قرائن سے معلوم ہو سکتا ہے اسی لئے مسموع یوں ہے کہ رنڈی ڈومنی سے معاذاللہ جس شخص کو آشنائی ہوتی ہے وہ بلا وجہ بھی حسب مقدرت انعام کثیر اور جلد جلد بیل دیتا ہے، یونہی بعض دیہات کی رسم سنی گئی ہے کہ نیوتے والے جو بیل رنڈی کو دیتے ہیں صاحب خانہ کا قرض سمجھ کر دیا جاتا ہے اور وہ اس اجرت مقررہ پر مجرا لیتا ہے تو یہ بیل درحقیقت بیل نہیں بلکہ وہی اجرت ہے اور مغصوب میں داخل لان المعھود عرفا کالمشروط لفظا (اس لئے کہ "معہود" رواج میں مذکور کی طرح ہے۔ ت) غرض ان صورتوں سے پاک ہو تو بیشک انعام اور بیل کا روپیہ اُن کی ملک خاص ہے اور انھیں خود اس سے

---

[1] فتاوٰی قاضیخان کتاب الحظر والاباحۃ نولکشور لکھنؤ ۴/۷۷۹

[2] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲

انتفاع اور دوسرے کو اس میں سے دینا جائز ہے۔ اس لینے والے کو اگر معلوم ہو کہ مثلاً زرِ اجرت جو اُس نے دیا خاص اس مال حلال سے تھا اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں، اسی طرح اگر رنڈی کسی سے قرض لے کر اس کی اُجرت دے تو بھی لینا جائز، اب چاہے وُہ اپنا قرض کسی مال سے ادا کرتی رہے۔

فی الخلاصۃ فالحیلۃ فی مثل ھذہ المسائل ان یشتری شیئا ثم ینقد ثمنہ من ای مال احب وقال ابو یوسف سألت ابا حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن الحیلۃ فی مثل ھذا فاجابنی بما ذکرناہ[1] اھ قلت و سیأتی سند اٰخر۔

خلاصہ میں ہے کہ اس نوع کے مسائل میں حیلہ یہ ہے کہ وہ شخص کسی سے قرض لے پھر جس مال سے بھی چاہے وہ مقروضہ رقم ادا کرے، قاضی امام ابو یوسف نے فرمایا: میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس قسم کے مسائل میں حیلہ دریافت کیا تھا تو آپ نے مجھے وہی جواب دیا جو ہم نے بیان کیا ہے اھ۔ میں کہتا ہوں اس کی دوسری سند کا عنقریب ذکر آئے گا۔(ت)

اور اگر رنڈی مالِ حرام بعینہٖ نہ دے بلکہ اُس مال سے کوئی شے مثلاً غلہ یا کپڑا خرید کر دینا چاہے تو اس کی دو صورتیں ہیں:

اوّل یہ کہ خریدنے میں نقد و عقد دونوں اُس مالِ حرام پر جمع ہوئے یعنی رنڈی نے اپنا حرام روپیہ بائع کے سامنے ڈال دیا کہ فلاں چیز دے دے، اس نے دے دی، یا حرام روپیہ دکھا کر کہا اس کے عوض دے دے، اس نے دے دی، اس نے یہی زرِ حرام قیمت میں دیا اس صورت میں جو کچھ رنڈی نے خریدا وہ بھی مثل اُس روپے کے حرام رہا۔

دوم یہ کہ نقد و عقد کا زرِ حرام پر اجتماع نہ ہو کسی رنڈی نے نہ روپیہ پہلے سے دیا نہ دکھایا بلکہ یونہی کہا کہ ایک روپیہ کی یہ چیز دے دے اُس نے دے دی اس نے قیمت میں زرِ حرام دیا، یا حلال روپیہ دکھا کر مانگی پھر دیا حرام، یا حرام دکھا کر طلب کی پھر دیا حلال کہ وجہیں اولین میں حرام پر عقد، اور ثالث میں اس کا نقد نہ ہوا، اس صورت دوم پر جو چیز رنڈی نے خریدی بہتر تو اس کا بھی نہ لینا ہے،

لان کثیرا من مشائخنا ذھبوا الی تحریم الابدال مطلقا فیما کان الخبث فیہ

اس لئے کہ ہمارے بہت سے مشائخ مطلقاً ابدال کے حرام ہونے کی طرف گئے ہیں اس صورت

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الکراہیۃ الفصل الرابع المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۴۹

لعدم الملك۔

میں کہ جس میں خباثت پائی جائے ملکیت نہ ہونے کی وجہ سے (ت)

پھر بھی اگر لے لے گا تو رنڈی اپنے افعال پر ماخوذ ہے، یہ خریدی ہوئی چیز نہ اس کے حق میں حرام کہی جائے گی نہ اس لینے والے کے حق میں،

لان جمهور ائمتنا المتاخرين افتوا بقول الامام الكرخي المفصل بالتفصيل المذكور رفقا بالمسلمين نظرا الى حال هذا الزمان الفاشي فيه الحرام بل منهم من زعم حل الابدال مطلقا فيما لايتعين بالتعين فی ردالمحتار عن التتارخانية والولوالجية الفتوى اليوم على قول الكرخي دفعا للحرج لكثرة الحرام قال وعلى هذا مشى المصنف فی كتاب الغصب تبعا للدرر وغيرها[1] اھ و فی فتاوى الامام فخر الدين قاضی خان اما الذي اشتراه بالثمن اذا لم يكن الشراء مضافا الى الغصب فظاهر اما الذي اشتراه بالثمن واضاف العقد اليه فالعقد لم يقع على الثمن المشار اليه فلا يتمكن الخبث فی المبيع[2] اھ، **اقول** وههنا تحقيق و ازاحة وهم يعرف بالمراجعة الى رسالتنا فی اكل الحلال والحرام التی انا فی تاليفها

اس لئے کہ ہمارے جمہور ائمہ متاخرین نے امام کرخی کے قول پر فتوٰی دیا ہے جو ذکر کردہ تفصیل میں مفصل ہے، مسلمانوں کی آسانی کے پیش نظر اس زمانہ پر نظر رکھتے ہوئے کہ جس میں حرام زیادہ ہے، بلکہ ان میں سے کچھ وہ ائمہ ہیں جو مطلقاً ابدال کے حلال ہونے کا گمان رکھتے ہیں، اس صورت میں جس میں تعیین کے ساتھ شے متعین نہ ہو، ردالمحتار میں تتارخانیہ اور ولوالجیہ کے حوالے سے منقول ہے کہ آج کے زمانے میں امام کرخی کے قول پر فتوٰی ہے دفع حرج کے لئے کثرت حرام کی وجہ سے، اس نے کہا کہ مصنف نے کتاب الغصب میں یہی روش اختیار کی ہے درر وغیرہ کا اتباع کرتے ہوئے اھ، اور فتاوی امام فخر الدین قاضیخاں میں ہے لیکن اگر اس نے کسی چیز کو ثمن سے خریدا بشرطیکہ اس اشتراء کی اضافت غصب کی طرف نہ ہو تو اس کا حکم ظاہر ہے لیکن اگر اس نے ثمن سے چیز خریدی اور عقد کی اضافت اس کی طرف کی تو پھر عقد، ثمن مشار الیہ پر واقع نہ ہوا تو مبیع میں

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع باب المتفرقات دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۱۹

[2] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ مطبع نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۸۰

وترصیفها فی هذه الایام واذا تمت فارجو ان تکون نافعة مبارکة ان شاء اللہ تعالٰی۔

خباثت پیدا نہ ہوگی اھ اقول (میں کہتا ہوں کہ) یہاں تحقیق اور ازالہ وہم ہے جس کی پہچان ہمارے رسالے کی طرف مراجعت پر موقوف ہے جو حلال و حرام کے کھانے کے موضوع پر ہے، میں ان دنوں میں اس کی تصنیف و ترصیف (ترتیب) کر رہا ہوں پھر جب وہ مکمل ہوجائے گا تو میں امید رکھتا ہوں کہ وہ ان شاء اللہ تعالٰی فائدہ بخش اور بابرکت ہوگا۔ (ت)

اور اگر معلوم ہو کہ یہ مال جو وہ مثلاً اُجرت میں دیتی ہے اگرچہ عین حرام نہیں مگر اس میں مال حلال و حرام اس طرح سے ملے ہوئے ہیں کہ تمیز نہیں ہوسکتی یا ہو تو بدقت تمام ہو مثلاً رنڈی کے پاس دس روپیہ ناپاک کمائی کے تھے اور پانچ انعام یا قرض یا زراعت وغیرہ یا کسی وجہ حلال کے اور اُس نے وہ سب ملادیے اور شناخت نہیں کہ وُہ دس کون سے تھے اور یہ پانچ کون سے، تو اس صورت میں جس قدر مال وجہ حلال سے تھا مثلاً مثال مذکور میں پانچ روپیہ اس قدر لینا تو بلاشبہہ جائز ہے۔

فی الفتاوی العالمگیریة عن التاتارخانیة عن الامام محمد غصب عشرة دنانیر فالقی فیها دینارا ثم اعطی منه رجلا دینارا جاز ثم دینارا اٰخر لا اھ[1]۔

فتاوٰی عالمگیری میں تاتارخانیہ کے حوالے سے امام محمد سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ کسی شخص نے دس دینار چھین لئے پھران میں ایک حلال دینار ڈال دیا پھر ان سے ایک شخص کو ایک دینار دیا تو جائز ہے پھر دوسرا دینار دیا تو یہ جائز نہیں اھ۔ (ت)

اور اس سے زائد مثلاً صورت مفروضہ میں چھٹا روپیہ لینے سے احتراز کرے کہ مذہب صاحبین پر حرام محض ہے، اور عامہ محققین نے اسی پر فتوٰی دیا اور بربنائے مذہب امام مکروہ ہونا چاہئے تو ایسے امر میں کیوں پڑے جس کا ادنٰی درجہ کراہت اور اکثر اکابر کے طور پر حرام،

فی فتاوی قاضی خان ناقلا عن الامام ابی بکر البلخی قیل له لوان فقیرا یاخذ جائزة السلطان مع علمه ان السلطان یاخذها غصبا یحل له ذلك قال ان کان

فتاوٰی قاضیخاں نے امام ابوبکر بلخی کے حوالے سے نقل کیا کہ اُن سے کہا گیا کہ اگر کوئی محتاج بادشاہِ وقت سے کچھ لیتا ہے باوجودیکہ اسے علم ہے کہ بادشاہ نے یہ غصب سے لیا ہے تو اس کے لئے یہ لینا

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الغصب الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۱۴۱

السلطان خلط الدراهم بعضها
ببعض فانه لاباس به وان
دفع عين الغصب من غير خلط
لم يجز اخذه، قال
الفقيه ابو الليث هذا الجواب يستقيم
على قول ابي حنيفة رحمه الله تعالى
لان عنده اذا غصب الدراهم من
قوم وخلط بعضها ببعض يملكها الغاصب
اما على قول ابي يوسف و محمد فانه لايملكها
الغاصب ويكون على ملك صاحبها[1] اقول
واما الكراهة على مذهب الامام
فلانه وان ملكه بسبب خبيث و
التصدق واجب عليه وفي هذا
اعراض عنه قال الامام شمس الائمة
السرخسي في شرح السير الكبير المشتري
فاسدا اذا اراد بيع المشتري بعد القبض
يكره شراؤه منه الخ قال الشامي لحصوله
للبائع بسبب حرام ولان فيه اعراضا
عن الفسخ الواجب[2] اه و ايضاح المقام
مفوض الى رسالتنا المذكورة.

حلال ہے فرمایا کہ اگرچہ بادشاہ نے درہموں کو
ایک دوسرے سے ملا دیا ہو تو اس کے لینے میں
کوئی حرج نہیں، اور اگر ملائے بغیر عین غصب شدہ
چیز حوالے کرے تو اس کا لینا جائز نہیں، فقیہ
ابو اللیث نے فرمایا کہ یہ جواب امام ابو حنیفہ کے
قول پر ٹھیک ہے، اس لئے کہ ان کے نزدیک
جب کوئی شخص کچھ لوگوں سے دراہم چھین لے اور
پھر انھیں ایک دوسرے سے ملا دے تو غاصب
ان کا مالک ہو جائے گا، لیکن صاحبین کے قول
کے مطابق غاصب مالک نہ ہوگا بلکہ وہ اصل مالک کی
ملکیت میں رہیں گے اقول (میں کہتا ہوں کہ)
امام کے مذہب پر اس لئے اس صورت میں کراہت
ہوگی کہ اگرچہ غاصب سبب خبیث کی وجہ سے مالک
ہو گیا لیکن ان کا خیرات کر دینا اس پر واجب ہے
اور اس صورت میں خیرات کرنے سے روگردانی
ہے، امام شمس الائمہ سرخسی نے سیر کبیر کی شرح
میں فرمایا کہ خریدی شدہ چیز فاسد ہے جب یہ
خریدی ہوئی چیز کو قبضہ کرنے کے بعد بیچنے کا ارادہ
کرے تو اس کا خریدنا مکروہ ہے الخ علامہ شامی
علیہ الرحمۃ نے فرمایا اس لئے کہ یہ سبب حرام کی وجہ
سے بائع کو حاصل ہوئی اور اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں فسخ واجب سے اعراض ہے اھ اس

---

[1] فتاوی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ مطبع نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۷۹
[2] رد المحتار بحوالہ شرح السیر الکبیر لشمس الائمۃ السرخسی باب البیع الفاسد دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۲۰

www.izratnetwork.org

مقام کی وضاحت کرنا ہمارے مذکورہ رسالے کے حوالے ہے۔ (ت)

اور اگر رنڈی نے ایک مالِ حرام کو دوسرے حرام سے خلط کیا مثلاً ناچ کی اجرت میں اُس نے دس روپیہ زید سے پائے تھے اور دس عَمرو سے، یہ سب ملا دئے تو اس میں سے ایک روپیہ بھی لینا نہ چاہئے کہ وہ سب وجہ حرام سے ہے جو کچھ لے گا صاحبین حرام بتائیں گے اور امام کے قول پر مکروہ ہونا چاہئے،

ولوجه ماذکرنا انها کعین المغصوب عندهما وکالمشتری فاسدا عنده۔

اس کی وجہ وہی ہے جس کو ہم نے بیان کردیا کہ وہ چیز صاحبین کے نزدیک عینِ مغصوب کی طرح ہے اور امام صاحب کے نزدیک خرید کی ہوئی چیز کی طرح فاسد ہے (ت)

ہاں اگر اس قسم کے روپیہ سے کوئی چیز مثلاً اناج یا کپڑا خرید کرے تو اس مزدور کو اُس شئے کا لینا امام کے طور پر بالاتفاق حرام نہیں، اور بربنائے مذہب صاحبین اُسی تفصیل پر رہے گا جو خریدی ہوئی چیز کے بارے میں اوپر گزری،

www.alahazratnetwork.org

اقول وذٰلک لان الملک ثابت عنده بالخلط ولو خبیثا فلا یعمل فیما لا یتعین کالدراهم واما عندهما فالخبث لعدم الملک فیعمل فی الصفقتین جمیعا علی الاطلاق کما اختیار کثیر من المشائخ فلا یحل المشتری مطلقا وخالف جماعة فقالوا یحل المشتری بالدراهم مطلقا وقال الکرخی الا اذا عقد علیها ونقدها وبه افتی جمهور المتاخرین کما مر والتفصیل محمول علی الرسالة۔

اقول (میں کہتا ہوں کہ) یہ حکم اس لئے ہے کہ امام صاحب کے نزدیک اگرچہ وہ چیز خبیث ہے لیکن خلط کرنے سے ملک ثابت ہوگئی، پھر جس چیز میں تعین نہیں ہو سکتا جیسا کہ دراہم، تو اس میں اثر نہ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ملک نہ ہونے کی وجہ سے اس میں خبث پیدا ہوگیا، پھر علی الاطلاق دونوں صفقتوں میں اثر ہوگا جیسا کہ بہت سے مشائخ نے اس کو اختیار کیا، لہٰذا خریدی ہوئی چیز مطلقاً حلال نہ ہوگی، لیکن اس میں ایک جماعت نے اختلاف کیا ہے چنانچہ انھوں نے فرمایا کہ مطلقاً دراہم سے خریدی ہوئی چیز حلال ہے لیکن امام کرخی نے فرمایا

مگر جبکہ یہاں اُن پر عقد اور نقد واقع ہو پس اسی پر جمہور متاخرین نے فتوٰی دیا جیسا کہ گزر چکا ہے، اور تفصیل رسالہ مذکورہ پر محمول ہے۔ (ت)

یہ سب صورتیں اُس وقت تھیں جب اُسے اس مال کا حال معلوم ہو جو اس کی مزدوری میں دیا جاتا ہے کہ خاص مال رنڈی کے پاس کہاں سے آیا ہے اور اُس تک کیوں کر پہنچتا ہے، آیا عین حرام میں سے ہے یا خالص حلال سے؟ یا دونوں مخلوط ہیں؟ یا مال حرام سے خریدا ہوا ہے؟ یا کیا حال ہے؟ اور اگر یہ کچھ نہیں کہہ سکتا نہ اسے کچھ خبر کہ خاص مال جو اسے دیا جاتا ہے یا کس قسم کا ہے، تو اس صورت میں فتوٰی جواز ہے کہ اصل حلت ہے، جب تک خاص اس مال کی حرمت نہ ظاہر ہو، لینے سے منع نہ کریں گے،

فی الھندیۃ عن الظھیریۃ عن الامام الفقیہ ابی اللیث اختلف الناس فی اخذ الجائزۃ من السلطان قال بعضھم یجوز مالم یعلم انہ یعطیہ من حرام قال محمد رحمہ اللہ تعالٰی وبہ ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ وھو قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی واصحابہ[1] اھ وفی فتاوی الامام قاضی خان رجل دخل علی سلطان فقدم علیہ شیئ من الماکولات قالوا ان اکل منھا لاباس بہ اشتراہ بالثمن اولم یشتر الا ان ھذا الرجل ان کان یعلم انہ غصب بعینہ فانہ لایحل لہ ان یاکل من ذلک[2]۔ وفیھا ان لم یعلم الاخذ

فتاوٰی عالمگیری میں فتاوٰی ظہیریہ کے حوالے سے فقیہ ابو اللیث سے روایت ہے بادشاہ سے انعام لینے کے بارے میں لوگوں کا اختلاف ہے، بعض نے فرمایا کہ لینا جائز ہے جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ وُہ مالِ حرام سے دیتا ہے، امام محمد نے فرمایا ہم اسی کو لیتے ہیں جب تک کسی معین شَے کے حرام ہونے کی شناخت نہ ہو، امام ابوحنیفہ اور انکے ساتھیوں کا یہی قول ہے اھ، امام قاضی خان کے فتاوے میں ہے کہ ایک آدمی بادشاہ کے پاس گیا تو اسکے آگے کچھ کھانے کی چیزیں لائی گئیں، فقہاء نے فرمایا کہ اگر وُہ نہیں کھائے تو اس میں کوئی حرج نہیں خواہ اس نے قیمت سے خریدی ہوں یا نہ خریدی ہوں، مگر جب یہ شخص جانتا ہو کہ یہ بعینہٖ غصب ہے تو پھر اس کے لئے حلال نہیں کہ انھیں کھائے اھ

---

[1] فتاوی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۲

[2] فتاوی قاضیخان کتاب الحظر والاباحۃ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۸۰

انه من ماله اومن مال غیره فهو حلال حتی یتبین انه حرام[1] اھ وفی رد المحتار عن الذخیرة سئل ابوجعفر عمن اکتسب ماله من امر السلطان والغرامات المحرمة وغیر ذٰلک هل یحل لمن عرف ذٰلک ان یاکل من طعامه قال احب الی فی دینه ان لایاکل ویسعه حکما ان لم یکن غصبا اورشوة[2] اھ وھکذا فی الھندیة عن المحیط عن الفقیه ابی جعفر وحاشیة السید الحموی علی الاشباه من قاعدة اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام وکون الغالب فی السوق الحرام لایستلزم کون المشتری حراما لجواز کونه من الحلال المغلوب والاصل الحل[3] اھ۔

اور اسی میں ہے کہ اگر لینے والا یہ نہ جانے کہ وہ لی ہوئی چیز دینے والے کے اپنے مال سے ہے یا کسی دوسرے کے مال سے ہے تو پھر وہ حلال ہے حتی کہ یہ ظاہر ہوجائے کہ وہ حرام ہے اھ فتاوی شامی میں ذخیرہ کے حوالے سے ہے کہ امام ابوجعفر سے اس آدمی کے متعلق پوچھا گیا کہ جو امر سلطان سے مال کماتا ہے اور اس میں حرام وغیرہ جرمانے بھی شامل ہوتے ہیں لہذا جو شخص ان معاملات کو جانتا پہچانتا ہو کیا اس کے لئے حلال ہے کہ وہ اس کا کھانا کھائے؟ تو انھوں نے فرمایا کہ اس کے دین کے معاملے میں مجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ وہ نہ کھائے، اور اس کے لئے اس بات کی حکماً گنجائش ہے اگر وہ غصب یا رشوت نہ ہو اھ، اسی طرح فتاوی عالمگیری میں محیط کے حوالے سے فقیہ ابوجعفر سے روایت ہے الاشباہ والنظائر پر سید حموی کے حاشیہ میں ایک قاعدہ مذکور ہے کہ جب حلال اور حرام جمع ہوجائیں تو حرام غالب ہوگا اور بازار میں حرام کا غالب ہونا اس بات کو مستلزم نہیں کہ جو چیز خریدی گئی وہ حرام ہو اس لئے کہ یہ جائز ہے کہ خریدی ہوئی چیز حلال مغلوب ہو حالانکہ حِل اصل ہے اھ (ت)

علماء فرماتے ہیں ہمارا زمانہ شبہات سے بچنے کا نہیں یقینی اکل حلال خالص آج کل حکم عنقا کا رکھتا ہے، غنیمت ہے کہ آدمی آنکھوں دیکھے حرام سے بچ جائے،

www.alahazratnetwork.org

---

[1] فتاوی قاضی خان کتاب الحظر والاباحۃ نولکشور لکھنؤ ۴/۷۷۸

[2] رد المحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۴۷

[3] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الاول ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۲۸

فی الخانیۃ لایخلو ذٰلک عن نوع شبھۃ الا انھم قالوا لیس زماننا زمان الشبھات فعلی المسلم ان یتقی الحرام المعاین[1] اھ، وفی الباب الخامس والعشرین من کراھۃ العٰلمگیریۃ عن جواھر الفتاوٰی فی الجملۃ ان طلب الحلال من ھٰذہ البلاد صعب وقد قال بعض مشائخنا علیک بترک الحرام المحض فی ھذا الزمان فانک لاتجد شیئا لاشبھۃ فیہ[2] اھ۔

فتاوٰی قاضیخان میں ہے یہ چیز نوع شبہہ سے خالی نہیں مگر فقہائے کرام نے فرمایا کہ ہمارا زمانہ شبہات سے بچنے کا زمانہ نہیں لہذا اس زمانے میں مسلمانوں کے لئے لازم ہے کہ وہ دیکھے ہوئے حرام سے بچے اھ، فتاوٰی عالمگیری کے پچیسویں باب کراہیۃ میں جواہر الفتاوٰی کے حوالے سے ہے کہ حاصل کلام یہ ہے کہ ان شہروں میں حلال تلاش کرنا کسی قدر مشکل ہے، یہی وجہ ہے ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ اس زمانے میں تم پر خالص حرام کو چھوڑ دینا لازم ہے کیونکہ تم کوئی ایسی چیز نہیں پاسکتے کہ جس میں کوئی شبہہ نہ ہو اھ (ت)

www.alahazratnetwork.org

مگر تاہم یہ حکم ظاہر کا ہے دیانۃً اگر معلوم ہو کہ اُس کا مال اکثر وجہ حرام سے ہے تو متقی کا کام اُس سے بچنا ہے جب تک ظاہر نہ ہو کہ یہ خاص مال جو اس کے صرف میں آئے گا وجہ حلال سے ہے، آدمی کو حظوظ نفس کی وسعتیں خراب کرتی ہیں، حق سبحانہٗ وتعالٰی نے جب انسان کو بحکم الدنیا خضرۃ حلوۃ (دنیا سرسبز میٹھی ہے۔ ت) اس سبزہ زار شہد نماز ہر فروش یعنی دنیا میں بھیجا محض رحمت ازلی اس کے قاتل زہر کو الگ چھن کر حد مقرر فرمادی اور نواہی شرعیہ عام منادی سُنادی کہ او غافل بکریو! اس احاطے کے اندر نہ چرنا تمہارا دشمن بھیڑیا کہ عبارت شیطان سے ہے اسی جنگل میں رہتا ہے یہاں کی گھاس اس وقت کی نظر میں تمہیں ہری ہری دوب لہکتی لہلہاتی نظر آتی ہے مگر خبردار اس میں بالکل زہر بھرا ہے اب

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۷۹

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۶۳

اس مرغزار کی گھاس تین قسم کی ہوگئی، کچھ سب کو معلوم ہے کہ اُسی قطعہ کی ہے جس میں زہر ہے اور کچھ اس ٹکڑے سے بہت دُور ہے جسے ہم یقینی اپنے حق میں نافع یا ضرر سے خالی جانتے ہیں اور جو کچھ اس پہلے خط کے آس پاس رہ گئی اس میں شبہہ ہے کیا جانئے شاید اس میں کی ہو وذلك۔

قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الحلال بین والحرام بین ومابینھما مشتبھات لایعلمھن کثیر من الناس[1]۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ گرامی ہے کہ حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے البتہ ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہات ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ (ت)

توہم میں جن کو اپنی جان پیاری اور ہوش وخرد کی پاسداری تھی انھوں نے تو اس تختہ کی کوسوں کا طرار اُبھرا، اور بھولی بھیڑیں اپنی نادانی سے یہی کہتی رہیں کہ ابھی تو وہ ٹکڑا نہیں آیا ہے ابھی تو دُور معلوم ہوتا ہے، یہاں تک کہ خاص اس خطہ میں جا پڑیں اور زہر کی گھاس نے کام تمام کیا، آدمی کو اگر پلاؤ کی رکابی دی جائے اور کہہ دیں کہ اس کے خاص وسط میں روپیہ بھر جگہ کے قریب سنکھیا ایسی ہوئی ملی ہے ڈرتے ڈرتے کناروں سے کھائے گا اور بجائے ایک روپیہ کے چار روپیہ کی جگہ چھوڑ دے گا، کاش ایسی احتیاط جو اپنے بدن کی محافظت میں کرتا ہے قلب کی نگاہداشت میں بجا لاتا۔ اے عزیز! بادشاہوں کا قاعدہ ہے ایک چراگاہ محصور کرلیتے ہیں کہ رعایا اس میں نہ چرانے پائے، عربی میں اسے حِمٰی کہتے ہیں، خدا و رسول کی سچی سلطنت قاہر بادشاہت میں حِمٰی محرمات شرعیہ ہیں، جسے اپنے دین وآبرو کا خیال ہے شبہات سے بچے گا کہ مبادا آس پاس چراتے چراتے خاص حِمٰی میں جا پڑے، اور جو نہیں مانتے تو قریب ہے کہ انھیں ایک دن یہ واقعہ پیش آجائے، یہ مثال جو میں نے بیان کی کچھ میری ایجاد نہیں بلکہ خود حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں ارشاد فرمائی،

کما اخرجہ البخاری[2] ومسلم و ابوداؤد جیسا کہ بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی

[1] صحیح البخاری کتاب الایمان باب فضل من استبراء لدینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۳

[2] صحیح البخاری | کتاب الایمان | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/۱۳
صحیح مسلم | کتاب المساقات | " " | ۲/۲۹
سنن ابی داؤد | کتاب البیوع | آفتاب عالم پریس لاہور | ۲/۱۱۷
جامع الترمذی | ابواب البیوع | امین کمپنی دہلی | ۱/۱۴۵

والترمذی والنسائی وابن ماجۃ عن النعمان بن بشیر والطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

اور ابن ماجہ نے نعمان بن بشیر سے تخریج کی، اور طبرانی نے ابن عباس کے حوالے سے ذکر کیا۔ اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو۔ (ت)

بلکہ بعض علماء نے تو در صورت غلبہ حرام رخصت ہی نہ دی اور عدم جواز کی تصریح فرمائی یعنی جب دینے والے کا اکثر مال وجہ حرام سے ہے تو اس کے مال سے کچھ لینا جائز نہیں جب تک اس خاص چیز کا وجہ حلال سے آنا ظاہر نہ ہوجائے،

ففی الہندیۃ عن المختار شرح الاختیار لایجوز قبول ہدیۃ امراء الجور لان الغالب فی مالھم الحرمۃ[1] الخ وفیھا ایضا فی فتاوی اھل سمرقند رجل دخل علی السلطان فقدم علیہ شیئ ماکول فان اشتراہ بالثمن اولم یشتر ذلک ولکن ھذا الرجل لایعلم انہ مغصوب بعینہ حل لہ اکلہ ھکذا ذکر والصحیح انہ ینظر الی مال سلطان وبین الحکم علیہ ھکذا فی الذخیرۃ[2] اھ ما فی الہندیۃ قلت لکن تصحیح الذخیرۃ لایعارض قول محرر المذھب محمد بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ وھو قول ابی حنیفۃ واصحابہ[3] کما مر نقلہ عن فتاوی الامام الاجل

فتاوٰی عالمگیری میں المختار شرح اختیار کے حوالے سے یہ قول مذکور ہے کہ ظالم امراء کے ہدیہ کو قبول کرنا جائز نہیں اس لئے کہ ان کا زیادہ تر مال حرام ہوتا ہے الخ۔ اور اسی میں فتاوٰی اہل سمرقند کے حوالے سے مذکور ہے ایک آدمی بادشاہ کے پاس گیا تو اس کے آگے کوئی کھانے کی چیز لائی گئی، اگر دینے والے نے اسے قیمت سے خریدا ہو یا نہ خریدا ہو لیکن یہ لینے والا شخص نہ سمجھ سکا کہ یہ بعینہ چھینی ہوئی چیز ہے تو اس کے لئے اس کا کھانا حلال ہے۔ اہل علم نے اسی طرح ذکر فرمایا، لیکن صحیح یہ ہے کہ شخص مذکور بادشاہ کے مال اور اس پر جو شرعی حکم لاگو ہوتا ہے اس پر غور وفکر کرے۔ ذخیرہ میں اسی طرح مذکور ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں جو کچھ تھا وہ پورا ہوگیا۔ قلت (میں کہتا ہوں کہ) ذخیرہ

www.alahazratnetwork.org

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

[2] " " " " " " " " ۵/۳۴۲

[3] " " " " " " " " ۵/۳۴۲

ظهیر الدین المرغینانی رحمة الله تعالٰی علیهم اجمعین الٰی یوم الدین.

کی تصحیح، مذہب قلم بند کرنے والے امام محمد کے قول کے قول کے معارض نہیں ہوسکتی کہ انھوں نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں جب تک کسی معین شئی کے حرام ہونے کو نہ پہچانیں، امام ابوحنیفہ اور ان کے ساتھیوں کا یہی قول ہے، جیسا کہ امام اجل ظہیر الدین مرغینانی کے فتاوٰی سے اس کی نقل گزر چکی، اللہ تعالٰی قیامت تک ان پر نزولِ رحمت فرمائے۔ (ت)

ہاں ازالۂ شبہہ کے لئے اتنا بھی کافی ہے کہ جب صاحبِ مال رنڈی یا ڈومنی خود بیان کریں کہ یہ مال ہمارے پاس وجہ حلال سے ہے ہمیں انعام ملا یا ہم نے قرض لیا یا مثلاً بذریعہ زراعت وغیرہا وجوہِ حلال سے حاصل کیا اگر اس شخص کو ان کے بیان میں فرق ظاہر نہ ہو تو اب لے لینے میں کسی طرح حرج نہیں۔

فی العالمگیریة عن الینابیع اهدی الی رجل شیئا اواضافه ان کان غالب ماله من الحلال فلاباس الا ان یعلم بانه حرام فان کان الغالب هو الحرام ینبغی ان لایقبل الهدیة ولایاکل الطعام الا ان یخبره انه حلال ورثة او استقرضته من رجل[1] اھ وفیها عن التمرتاشی لایجیب دعوة من کان غالب ماله من حرام مالم یخبر انه حلال وبالعکس مالم تتبین عنده انه حرام[2] اھ وفیها عن الملتقط اٰکل الربٰو وکاسب الحرام

فتاوٰی عالمگیری میں ینابیع کے حوالے سے مذکور ہے کسی شخص نے کسی کو کوئی چیز بطور ہدیہ دی یا اس نے اس کی مہمان نوازی کی، اگر اس کا زیادہ تر مال حلال ہے تو اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں، مگر یہ کہ اسے معلوم ہوجائے کہ یہ حرام ہے، پھر اگر اس کا غالب مال حرام ہو تو مناسب یہ ہے کہ وہ ہدیہ قبول نہ کرے اور نہ طعام کھائے، مگر یہ کہ وہ اسے بتادے کہ یہ حلال ہے کیونکہ میں اس کا وارث ہوا ہوں یا میں نے کسی آدمی سے قرض لیا ہے اھ، اور اسی فتاوٰی عالمگیری میں امام تمرتاشی کے حوالے سے منقول ہے یہ اس شخص کی دعوت قبول نہ کرے جس کا غالب مال حرام ہو، جب تک وہ یہ نہ بتائے کہ وہ حلال ہے اور

www.alahazratnetwork.org

---

[1] فتاوٰی ہندیة کتاب الکراہیة الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

[2] " " " " ۵/۳۴۳

اھدی الیہ أو اضافہ وغالب مالہ حرام لا یقبل و لا یاکل مالم یخبرہ ان ذٰلک المال اصلہ حلال ورثہ او استقرضہ وان کان غالب مالہ حلالا لا باس بقبول ھدیتہ والاکل منہ[1] اھ اقول وبمثلہ فی الخانیۃ عن الامام الناطفی وعللہ لان اموال الناس لا تخلو عن قلیل حرام فیعتبر الغالب[2] اھ ھذا واما ما ذکرت من التقیید بان لا یظھر عندہ کذب ما قال فیعرف بالمراجعۃ الی ما فی العلمگیریۃ وغیرھا من تفاصیل الاحکام فی قبول خبر الواحد فارجع واعرف وسنوضحہ فی الرسالۃ ان شاء اللہ تعالٰی۔

اس کے عکس میں جب تک اس کے نزدیک حرام ہونا واضح نہ ہوجائے اھ۔ اسی میں ملتقط کے حوالے سے ہے کہ سُود کھانے والا اور حرام کھانے والا، اگر اس نے کسی کو ہدیہ دیا یا اسکی مہمان نوازی کی، اور حالت یہ تھی کہ اس کا غالب مال حرام ہے تو یہ ہدیہ قبول نہ کرے اور نہ کھائے مگر یہ کہ وہ بتادے کہ اس مال کی اصل حلال ہے، اور یہ اس کا وارث ہوا ہے یا اس نے قرض لیا ہے، اور اگر اس کا زیادہ تر مال حلال ہو تو ہدیہ قبول کرنے یا اس کے کھانے میں کچھ حرج نہیں اھ اقول (میں کہتا ہوں) اسی کی مثل فتاوٰی قاضیخان میں امام ناطفی کے حوالے سے مذکور ہے اور انھوں نے یہ تعلیل بیان فرمائی کہ لوگوں کے مال تھوڑے حرام سے خالی نہیں ہوتے لہذا غالب کا اعتبار کیا جائیگا اھ، لیکن وہ قید جو میں نے ذکر کی کہ اس شخص کے نزدیک قائل کا جھوٹ ظاہر نہ ہو، پھر عالمگیری وغیرہ میں ایک آدمی کی خبر قبول کرنے کے بارے میں جو تفصیلاتِ احکام ہیں ان کی طرف مراجعت کرنے سے یہ بات معلوم کی جاسکتی ہے، لہذا اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس کو پہچان لیجئے، اور ہم عنقریب ان شاء اللہ تعالٰی اپنے رسالہ مذکورہ میں اس کی وضاحت کردیں گے۔ (ت)

بالجملہ جسے اپنے دین وتقوٰی کا کامل پاس ہو وہ غلبہ حرام کی صورت میں احتراز ہی کرے جب تک خاص اس شَے کی حلت کا پتہ نہ چلے ورنہ فتوٰی تو جواز ہی ہے تاوقتیکہ بالخصوص اس چیز کی حرمت پر دلیل کافی نہ ملے، اور یہ ساری تفصیل جو ابتداء سے اب تک ہم نے بیان کی کچھ رنڈیوں یا ڈومنیوں ہی کے ساتھ خاص

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۳

[2] فتاوٰی قاضیخان کتاب الحظر والاباحۃ مطبع نولکشور دہلی ۴/۷۷۸

نہیں بلکہ یہ ہوں یا ان کا غیر حامد ہو یا محمود ، مسلمان ہوں یا ہنود ، نصارٰی ہوں یا یہود ، سب کو عام ہے ، جو اس قدر سمجھ سکتا ہے کہ نوکریوں اور پیشوں میں کون کون جائز ہے اور کیا ناجائز ، اور کس کس طریقہ کا مال حلال ہوتا ہے کس کس کا پھر ہمارے اس فتوی کو پیش نگاہ رکھے گا ، وہ ہر جگہ حکم شرع نکال سکتا ہے کہ کس کے مال کا کیا حکم ہے اور اس سے معاملہ کہاں تک روا ہے ۔ باقی رہا یہ امر کہ بہت لوگ جن کا مال وجہ حرام سے ہے مثلاً ایک اُن میں رنڈیاں ہیں ، مساجد و مدارس وغیرہا امورِ خیر میں اپنا مال کیوں صرف کرتی ہیں ، یہ اُن کا فعل ہے شرع پر کیا الزام ، ہاں اُن میں جن کا مال حلال اور نیت صحیح ہے قابلِ قبول انھیں کا عمل ہے ورنہ اللہ جل جلالہٗ پاک بے نیاز ہے ،

ان اللّٰہ طیب لا یقبل الا الطیب[1] اللھم کما ختمت فتوی ھذہ علی لفظ طیب من لفظ طیب صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فاختم لی اعمالی واقوالی واحوالی جمیعا بطیب انك انت الطیب ولا طیب الا من طیب ھذا دعائی لی وللمؤمنین الطیب صلوۃ علی اطیب الاطیبین وعلی اٰلہ و اصحابہ الطیبین الطاھرین وقد فصلنا القول بحمد اللّٰہ بحیث لا یوجد من غیرنا ان شاء اللّٰہ تعالٰی فاغتنم ھذا التحریر الفرید والتحقیق المفید ، واللّٰہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم والحمد للّٰہ علی ما الھم وعلم ۔

یقیناً اللہ تعالٰی پاک ہے وہ پاکیزہ چیز کے بغیر کسی چیز کو قبول نہیں کرتا ۔ یا اللہ ! جس طرح میں نے اپنے اس فتوی کو لفظ "طیب" پر ختم کیا جو میں نے پاکیزہ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے لیا ہے ۔ پس اسی طرح تو میرے لئے میرے اعمال ، اقوال اور احوال پاکیزہ طور پر ختم کردے ، بلاشبہہ تُو پاک ہے اور کوئی پاک نہیں ہو سکتا مگر وہ جسے تُو پاک کردے میری یہ دُعا میرے لئے اور سب مومنوں کے لئے ہے ، پاکیزہ تر درود ہو اس پر جو سب پاکیزہ لوگوں میں زیادہ پاکیزہ ہیں اور اُن کی آل اور ساتھیوں پر جو ظاہری اور باطنی طور پر طیب اور طاہر ہیں ۔ الحمد للہ کہ ہم نے اس قول کو مفصل بیان کیا کہ ہمارے بغیر ان شاء اللہ تعالٰی یہ تفصیل کہیں نہ پائی جائے گی ، لہٰذا اس یکتا تحریر اور مفید تحقیق کو غنیمت سمجھئے اور اللہ تعالٰی ہی سب سے زیادہ جانتا ہے ، اور اسی جلیل القدر بزرگی والے کا علم زیادہ تام اور زیادہ محکم ہے ، سب تعریف اس اللہ تعالٰی کے لئے ہے کہ جس نے اس تحقیق کا مجھے الہام فرمایا اور علم دیا ۔ (ت)

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳۲۸/۲

مسئلہ ۲۰۲: ایک کافر اگر دوسرے کے پاس کوئی چیز رہن رکھے تو اس کا کاغذ تحریر کرنا مسلمان کو روا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نفس تحریر رہن نامہ میں تو کوئی حرج نہیں خواہ وہ عقد اہل اسلام میں ہو یا کفار میں لعدم المدرك الشرعي بالنهي عنه (اس لئے کہ شرعی طور پر ممانعت کی کوئی دلیل نہیں۔ت) مگر ہاں، اگر اس کاغذ میں سود لکھا جائے اور اسی کی صورتوں سے ہے دیہات کا دخلی رہن یا دکان یا مکان کا کرایہ مرتہن کو زر اصل کے علاوہ ملنا تو بیشک ایسا کاغذ ہر گز نہ لکھے اگر چہ وہ عقد مسلمانوں میں ہو کہ مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جس طرح سود کھانے والے پر لعنت فرمائی یونہی اس کا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہیاں کرنے والوں پر لعنت آئی اور ارشاد فرمایا، وہ سب برابر ہیں۔

اخرج مسلم في صحيحه عن سيدنا جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنهما قال لعن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اكل الربو و موكله وكاتبه و شاهديه و قال هم سواء انتهى ـ والله تعالى اعلم۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے تخریج فرمائی کہ انھوں نے فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سود کھانے والے، کھلانے والے، اس کے لکھنے والے، اس کی گواہی دینے والے، ان سب پر لعنت فرمائی اور فرمایا یہ سب برابر ہیں انتہی، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰۳: از پیلی بھیت مرسلہ مولوی محمد وصی احمد صاحب سورتی مدرس اول مدرسہ عربیہ حافظ العلوم ۴ صفر ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہنود کے میلوں میں بقصد فروخت اسباب تجارتی کے نہ بقصد موافقت کفار اور تکثیر جماعت ان کی کے بلکہ صرف بلحاظ تحصیل نفقہ اہل وعیال جانا جائز ہے یا نہیں؟ بر تقدیر اول جواز مع کراہت ہے یا بلا کراہت، اور کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی، بر تقدیر عدم جواز یہ معصیت منجملہ کبائر ہے یا صغائر کے قبیل سے ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب

اگر وہ میلہ ان کا مذہبی ہے جس میں جمع ہو کر اعلان کفر وادائے رسوم شرک کریں گے تو بقصد تجارت

۱؎ صحیح مسلم کتاب المساقاۃ باب الربا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۷

بھی جانا ناجائز و مکروہ تحریمی ہے' اور ہر مکروہ تحریمی صغیرہ' اور ہر صغیرہ اصرار سے کبیرہ۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ معابدِ کفار میں جانا مسلمان کو جائز نہیں' اور اس کی علت یہی فرماتے ہیں کہ وہ مجمع شیاطین ہیں' یہ قطعاً یہاں بھی متحقق' بلکہ جب وہ مجمع بغرض عبادت غیر خدا ہے تو حقیقۃً معابدِ کفار میں داخل کہ معبد بوجہ اُن افعال کے معبد ہیں نہ بسبب سقف و دیوار'

وھذا ظاھر جدا فی الھندیۃ عن التتارخانیۃ عن الیتیمۃ یکرہ للمسلم الدخول فی البیعۃ والکنیسۃ وانما یکرہ من حیث انہ مجمع الشیاطین[1]

یہ تو بلاشبہہ ظاہر ہے، فتاوٰی عالمگیری میں تتارخانیہ میں الیتیمہ کے حوالے سے منقول ہے کہ کسی مسلمان کے لئے یہودیوں اور عیسائیوں کے گرجوں میں جانا مکروہ ہے اور کراہت کی وجہ یہ ہے کہ وہ شیاطین کی جائے اجتماع ہیں۔ (ت)

بحرالرائق میں اسے نقل کرکے فرمایا:

والظاھر انھا تحریمیۃ لانھا المرادۃ عند اطلاقھم[2]

اور ظاہر یہ ہے کہ کراہت تحریمی ہے، اس لئے کہ ائمہ کرام کے علی الاطلاق فرمانے سے یہی مراد ہوا کرتی ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں اس پر ان لفظوں سے تفریع کی:

فاذا حرم الدخول فالصلٰوۃ اولٰی[3]

جب وہاں جانا حرام ہے تو وہاں نماز پڑھنا بطریق اولٰی حرام ہوگا۔ (ت)

اور اگر وہ مجمع مذہبی نہیں بلکہ صرف لہو و لعب کا میلا ہے تو محض بغرض تجارت جانا فی نفسہٖ ناجائز و ممنوع نہیں جبکہ کسی گناہ کی طرف مؤدی نہ ہو، علماء فرماتے ہیں مسلمان تاجر کو جائز کہ کنیز و غلام و آلاتِ حرب مثل اسپ و سلاح و آہن وغیرہ کے سوا اور مال کفار کے ہاتھ بیچنے کے لئے دارالحرب میں لے جائے اگرچہ احتراز افضل' تو ہندوستان میں کہ عند التحقیق دارالحرب نہیں' مجمع غیر مذہبی کفرہ میں تجارت کے لئے مال لے جانا بدرجہ اولٰی جواز رکھتا ہے۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الرابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۶
[2] بحرالرائق کتاب الدعوٰی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۲۱۴
[3] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۵۴

www.alahazratnetwork.org

فی الهندیة عن المبسوط قال محمد رحمه الله تعالٰی لاباس بان یحمل المسلم الٰی اھل الحرب ماشاء الا الکراع والسلاح والسبی وان لایحمل الیھم شیئا احب الیّ[1]

فتاوٰی عالمگیری میں بحوالہ مبسوط درج ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مسلمان دار الکفر میں سوائے گھوڑے، ہتھیار اور غلام کے جو چاہے لیجا سکتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں البتہ کوئی ایسی چیز لے کر دارِ کفر میں نہ جائے تو پسندیدہ امر ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

اذا اراد المسلم ان یدخل دار الحرب بامان للتجارۃ ومعه فرسه وسلاحه وھو لایرید بیعه منھم لم یمنع ذٰلك منه[2]

جب کوئی مسلمان تجارت اور کاروبار کیلئے دارِ حرب میں داخل ہونا چاہے اور اس کے پاس گھوڑے اور ہتھیار ہوں اور وہ انھیں حربیوں پر فروخت کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو مذکورہ اشیاء کے لیجانے سے اسے نہ روکا جائے گا۔ (ت)

پھر بھی کراہت سے خالی نہیں کہ وہ ہر وقت معاذ اللہ محلِ نزولِ لعنت ہیں تو اُن سے دُوری بہتر، یہاں تک کہ علماء فرماتے ہیں اُن کے محلہ میں ہو کر گزرو تو شتابی کرتا ہوا نکل جائے وہاں آہستہ چلنا ناپسند رکھتے ہیں تو رکنا ٹھہرنا بدرجۂ اولٰی مکروہ۔

فی الطحطاویة عن ابی السعود عن الشرنبلالیة دارھم محل تنزل اللعنة فی کل وقت ولاشك انه یکرہ الکون فی جمع یکون کذٰلك بل وان یمر فی امکنتھم الا ان یھرول ویسرع وقد وردت بذٰلك اٰثار الخ قلت والمراد ھھنا کراھة التنزیه بدلیل مامر فی جوانہ[3]

طحطاوی میں ابو السعود کے حوالہ سے شرنبلالیہ سے نقل کیا گیا ہے، وہ ایسی جگہیں ہیں جہاں ہر وقت لعنت برستی رہتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جہاں ایسی مجلس اور اجتماع ہو وہاں ٹھہرنا مکروہ ہے بلکہ ان مقامات کے پاس سے گزرنا بھی مکروہ ہے الا یہ کہ دوڑتے ہوئے جلدی سے گزر جائے (اور وہاں سے نکل جائے)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب السیر الباب السادس الفصل الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۳۳

[2] " " " " " " "

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار

دخول دارھم للتجارۃ وبدلیل ما ثبت حدیثا وفقھا من جواز الذھاب الی ضیافتھم کما فی الھندیۃ وغیرھا ونقلوہ عن محرر المذھب محمد رحمہ اللہ تعالٰی۔

آثار میں بھی وارد ہے الخ **قلت** (میں کہتا ہوں کہ) یہاں مکروہ سے مکروہ تنزیہہ مراد ہے اس دلیل سے جو پہلے گزر چکی ہے کہ ان کے گھروں یا بستیوں میں بغرض تجارت جانا جائز ہے اور اس دلیل سے بھی کہ حدیث اور فقہ سے ثابت ہے کہ انکی دعوتوں میں جانا جائز ہے جیسا کہ ہندیہ وغیرہ میں مندرج ہے اور اس کو ائمہ فقہ نے راقم المذہب حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے نقل کیا ہے۔ (ت)

پھر ہم صدر کلام میں ایما کرچکے کہ یہ جواز بھی اُسی صورت میں ہے کہ اسے وہاں جانے میں کسی معصیت کا ارتکاب نہ کرنا پڑے مثلاً جلسہ ناچ رنگ کا ہو اور اسے اُس سے دور و بیگانہ موضع میں جگہ نہ ہو تو یہ جانا مستلزم معصیت ہوگا اور ہر لزوم معصیت معصیت اور جانا محض بغرض تجارت ہو نہ کہ تماشا دیکھنے کی نیت کہ اس نیت سے مطلقاً ممنوع اگرچہ مجمع غیر مذہبی ہو۔

وذلک لان اعیادھم ومجامعھم لاتنفک عن القبائح الشنیعۃ والمنکرات القطعیۃ والتفرج علی الحرام حرام کما نص علیہ فی الدرالمختار وغیرہ[1]، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی علم۔

اس لئے کہ ان کی عیدیں اور مجلسیں بدترین قباحتوں اور رُسوا کن منکرات پر مشتمل ہوتی ہیں اور حرام سے خوش ہونا بھی حرام ہے جیسا کہ درمختار وغیرہ میں تصریح فرمائی گئی ہے۔ اللہ تعالٰی پاک برتر اور خُوب جاننے والا ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۲۰۴: از سہسرام محلہ دائرہ ضلع آرہ مرسلہ حافظ عمر جلیل ۱۶ شوال ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ درزی اگر رنڈی کا کپڑا سیئے تو درزی کو اس کپڑے کی مزدوری لینا چاہئے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

وُہ روپیہ جو رنڈی کو زنا یا اُجرت یا میل کی رشوت میں ملا ہے اس سے اُجرت لینا حلال نہیں ہاں اور قسم کا روپیہ ہو تو جائز جو شرعاً رنڈی کی مِلک ہو، اور اگر اس کے پاس دونوں قسم کے مال ہیں تو جب تک معلوم نہ ہو کہ یہ اُجرت جو اُسے دے رہی ہے اسی مال غیر مملوک سے ہے لینا جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار مقدمۃ الکتاب دارالمعرفۃ بیروت ۱/۳۱

مسئلہ ۲۰۵: از ویلور ضلع مدراس مرسلہ محی الدین بادشاہ ۲۲ محرم الحرام ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص انگریزی نوکری علی الخصوص بجانے کی مثلاً کسی نقارخانہ پر مامور ہے یا انگریزی باجا بجانا اس کے متعلق ہے شخص مذکور خوب جانتا ہے کہ یہ فعل بُرا ہے لیکن چونکہ یہ نوکری آباؤ اجداد کی ہوتی ہے علاوہ ازیں اس نوکری پر انگریز نے مجبور کیا ہے طرفہ بریں دوسری نوکری نہیں مل سکتی نہ اتنی استطاعت کہ تجارت کرسکے اور نہ اتنی وسعت کہ چھوڑ سکے، اور وہ باجا کسی دیو کے رُوبرو نہیں بجایا جاتا لیکن چونکہ مجملہ لوازم سلطنت سے ہے لہذا نہیں چھوڑ سکتا، آیا اس مجبوری کا بجانا جائز ہے یا نہیں؟ برتقدیر اول مرتکب اس فعل شنیع کا کیا ہوگا؟ بحوالہ کتب متداولہ بیان فرمادیں عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہوں، فقط۔

الجواب

ایسا باجا بجانے کی نوکری ناجائز اور اس سے جو کچھ حاصل کیا جائے نہ صرف خبیث وناپاک بلکہ مثل مالِ مغصوب ہے یہاں تک کہ اُس کا مالک نہ ہوگا نہ اسے کوئی تصرف اس میں حلال۔ عالمگیری میں ہے:

لاتجوز الاجارۃ علی شیئ من الغناء والنوح والمزامیر والطبل (الی قولہ) ولا اجرفی ذٰلک و ھذا کلہ قول ابی حنیفۃ وابی یوسف و محمد رحمہم اللہ تعالٰی کذا فی غایۃ البیان[1]

گانا بجانا، نوحہ، رونے پیٹنے، آلاتِ لہو اور طبل وغیرہ بجانے کی نوکری کرنا جائز نہیں (صاحب فتاوٰی کے اس قول تک) اور نہ ان کاموں کی کوئی اُجرت ہے۔ ہمارے تینوں ائمہ یعنی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، قاضی ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالٰی کا اس باب میں یہی قول ہے، اور اسی طرح غایۃ البیان میں مذکور ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

نقلا عن المحیط عن المنتقی عن ابراھیم عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی فی امرأۃ نائحۃ اوصاحب طبل اومزمار اکتسب مالا قال ان کان علی شرط ردہ علی

محیط سے منقول ہے اس نے المنتقی سے اس نے ابراہیم سے، اس نے امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے نقل کیا ہے ایسی رونے پیٹنے والی عورت یا طبل بجانے والے یا آلاتِ لہو استعمال کرنے والے کے بارے میں فرمایا گیا کہ انھوں نے جو مال کمایا

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الاجارۃ الباب السادس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۴۴۹

اصحابه ان عرفهم يريد بقوله على شرط ان شرط لهما في اوله مالا بازاء النياحة او بازاء الغناء وهذا لانه اذا كان الاخذ على الشرط كان المال بمقابلة المعصية والسبيل في المعاصي ردها وذلك ههنا برد الماخوذ ان تمكن من رده بان عرف صاحبه وبالتصدق منه ان لم يعرفه ليصل اليه نفع ماله ان كان لا يصل اليه عين ماله[1] الخ.

امام محمد کے فرمان کے مطابق وہ مال اگر صاحبِ مال سے علٰی شرط لیا گیا یعنی انھوں نے نوحہ گری یا گانے بجانے کے مال میں مال لینے کی شرط رکھی جب تو مال بطور شرط ہے تو گویا مال گناہ کی شرط پر لیا گیا اور گناہ کے ذریعے حاصل کردہ مال قابلِ واپسی ہوتا ہے یعنی اس کو صاحبِ مال کی طرف لوٹا دیا جائے۔ یہاں یہی صورت ہے اگر لیا ہوا مال واپس کیا جاسکتا ہے تو واپس کردیا جائے۔ اگر صاحبِ مال سے تعارف نہیں اور اس کا کوئی پتہ نہیں چل سکتا تو وہ مال خیرات کردیا جائے تاکہ اس مال کا فائدہ مالک تک پہنچ جائے اگرچہ عینِ مال بظاہر اس تک نہیں پہنچا (الزت)

اور باجے کی ممانعت اسی صورت میں منحصر نہیں کہ دیو کے سامنے بجایا جائے تاکہ اس کے انتفا سے انتفائے معصیت لازم آئے بلکہ یہ باجا اور دیو کے سامنے باجے کا بجانے والا قصدِ عبادتِ دیو نہ کرے اصل حرمت میں برابر ہیں اور معاصی میں باپ دادا کی تقلید ذریعہ نجات نہیں ہوسکتی اور دوسرا طریقہ رزق کا نہ مل سکنا محض جھوٹ ہے رزق اللہ عزوجل کے ذمہ ہے جس نے ہوائے نفس کی پیروی کرکے طریقہ حرام اختیار کیا اُسے ویسے ہی پہنچتا ہے اور جس نے حرام سے اجتناب اور حلال کی طلب کی اُسے رزقِ حلال پہنچاتے ہیں۔ امام سفیان ثوری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک شخص کو نوکری حکام سے منع فرمایا، کہا بال بچوں کو کیا کروں، فرمایا ذرا سنیو یہ شخص کہتا ہے کہ میں خدا کی نافرمانی کروں جب تو میرے اہل وعیال کو رزق پہنچائے گا اور اطاعت کروں تو بے روزی چھوڑ دے گا۔ امام عبدالوہاب شعرانی طبقاتِ کبرٰی میں زیرِ ترجمہ امام ممدوح فرماتے ہیں:

نصح يوما انسانا يرد في خدمة الولاة فقال فما اصنع بعيالي فقال الا تسمعون لهذا يقول انه اذا عصى الله رزق عياله واذا اطاعه ضيعهم[2]

امام سفیان ثوری نے ایک شخص کو نصیحت فرمائی جو والیوں کی خدمت میں رہتا تھا، اس نے کہا پھر میں بال بچوں کا کیا کروں، آپ نے فرمایا کیا تم لوگ اس شخص کی بات نہیں سنتے جو یہ کہہ رہا ہے کہ جب وہ

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس عشر فی الکسب نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۹

[2] لواقح الانوار فی طبقات الاخیار ترجمہ سفیان بن سعید الثوری ۹۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۷۲

اللہ تعالٰی کی نافرمانی کرے تو اللہ تعالٰی اس کے بال بچوں کو روزی دے گا اور اگر وہ اس کی اطاعت کرے تو وہ اس کے بال بچوں کو ضائع کردے گا۔ (ت) ۹

بلکہ اس بارے میں ایک حدیث بھی مروی کہ عمرو بن قرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی یارسول اللہ! میں بہت تنگ حال رہتا ہوں اس حیلہ کے سوا دوسری صورت سے مجھے رزق ملتا معلوم نہیں ہوتا مجھے ایسے گانے کی اجازت فرمادیجئے جس میں کوئی امر خلافِ حیا نہیں، فرمایا اصلًا کسی طرح اجازت نہیں اپنے اور اپنے بال بچوں کے لئے حلال روزی تلاش کر کہ یہ بھی راہِ خدا میں جہاد ہے اور جان لے کہ اللہ تعالٰی کی مدد نیک تاجروں کے ساتھ ہے۔

اخرج عبد الرزاق فی مصنفه عن یحیی بن العلاء عن بشیر بن نمیر عن مکحول ثنا یزید بن عبد ربه عن صفوان بن امیة رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال کنا عند رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فجاءه عمرو بن قرة فقال یارسول اللّٰه ان اللّٰه قد کتب علی الشقوة وما ارانی ارزق الامن دفی بکفی فاذن لی بالغناء من غیر فاحشة فقال لا اذن لك ولا کرامة ولا نعمة ابتغ علی نفسك وعیالك حلالا فان ذلك جهاد فی سبیل اللّٰه واعلم ان عون اللّٰه تعالٰی مع صالحی التجار هکذا اخرجه فی معرفة الصحابة من طریق الحسن بن الربیع عن عبد الرزاق ذکره الحافظ فی الاصابة۔[1]

محدث عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں تخریج فرمائی یحیٰی بن علا کے حوالے سے اس نے بشر بن نمیر اس نے مکحول سے اس نے فرمایا ہم سے فرمایا یزید بن عبدربہ نے اس نے صفوان بن امیہ کے حوالے سے (اللہ تعالٰی ان سے راضی ہو) اس نے کہا ہم رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر تھے کہ عمرو بن قرہ آئے اور عرض کی یارسول اللہ صلے اللہ علیک وسلم! بیشک اللہ تعالٰی نے مجھ پر تنگ دستی لکھ دی اور میں نہیں سمجھتا کہ مجھے رزق دیا جائے گا مگر میرے دف بجانے سے جو میری ہتھیلی میں ہے لہذا مجھے ایسے گانے کی اجازت دیں جو فحش نہ ہو۔ آپ نے ارشاد فرمایا تمہیں قطعًا اجازت نہیں اس عمل میں کوئی شرافت اور فائدہ نہیں لہذا اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے حلال روزی تلاش کرو کیونکہ حلال روزی کی تلاش بھی اللہ تعالٰی کی راہ میں (ایک گونہ) جہاد ہے، اور جان لو کہ

---

[1] الاصابة فی تمییز الصحابة ترجمہ ۵۹۴۲ عمرو بن قرة دار صادر بیروت ۳/ ۱۱

اللہ تعالٰی کی مدد نیک تاجروں کے ساتھ ہے۔ یونہی اس کی تخریج فرمائی معرفۃ الصحابہ میں حسن بن ابی الربیع
14/34 کے طریقہ سے بحوالہ عبدالرزاق۔ حافظ نے اس کو الاصابہ میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

حدیثِ حسن میں ہے حضور پُرنور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ وعلٰی آلہٖ فرماتے ہیں،

طلب الحلال واجب علٰی کل مسلم[۱]۔ اخرجہ الطبرانی فی الاوسط عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

رزقِ حلال کی طلب ہر مسلمان پر واجب ہے (امام طبرانی نے اس کو الاوسط میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند سے روایت کیا ہے۔ ت)

یونہی جبرِ انگریزی کا عذر بھی اظہارِ غلط ہے انگریز کسی کی نوکری پر اکراہ نہیں کرتے غرض یہ جھوٹے حیلے حوالے اللہ عزوجل کے حضور کام نہ دیں گے ملک جبار قہار سے ڈرے اور حرام سے تائب ہو کر ذریعۂ حلال سے حاصل کرے رزقِ الٰہی کے ہزاروں دروازے کھلے ہیں آخر باجا بجانا بھی سیکھنے ہی سے آیا ماں کے پیٹ سے لے کر تو نکلا ہی نہ تھا، اور کچھ نہ ہو تو بیسیوں قسم کی مزدوریاں کر سکتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: خدا کی قسم آدمی رسی لے کر پہاڑ کو جائے لکڑیاں چُنے اُن کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے اُسے بیچ کر کھائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے سوال کرے اور منہ میں خاک بھر لینا حرام نوالے سے بہتر ہے۔

الامام احمد بسند جید عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لان یاخذ احدکم حبلہ فیذھب بہ الی الجبل فیحتطب ثم یاتی بہ فیحملہ علٰی ظھرہٖ فیبیعہ فیاکل خیر لہ من ان یسأل الناس ولان یاخذ ترابا فیجعلہ فی فیہ خیر لہ من ان یجعل فی

امام احمد نے اپنی مسند میں عمدہ سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی شخص اپنی رسی لے کر پہاڑ کی طرف جائے پھر لکڑیاں اکٹھی کرے اور ان کا گٹھا بنا کر اپنی پیٹھ پر

---

[۱] المعجم الاوسط حدیث ۸۶۰۵ مکتبۃ المعارف ریاض ۹/۲۶۸

فیہ ما حرم اللہ علیہ[1] لاکر بازار میں لیجائے اور انھیں فروخت کرکے قیمت وصول کردہ سے اپنے کھانے پینے کا بندوبست کرے تو یہ اس کیلئے بھیک مانگنے سے بدرجہا بہتر ہے، اور یہ کہ مٹی لے کر اپنا منہ بھرلے تو اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالٰی نے حرام کیا ہے اسے اپنے منہ میں ڈالے۔ (ت)

احادیث اس باب میں بکثرت ہیں، اللہ عزوجل مسلمانوں کو نیک توفیق وہدایت بخشے، آمین۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص نے اپنی معاش علانیہ قماربازی اور زناکاری کے ذریعہ سے کر رکھی ہے اور کوئی ذریعہ اس کے یہاں آمدنی کا مطلق نہیں ہے اُس کے مال میں سے نذرونیاز کے کھانے کا کھانا جس کو اس کی آمدنی کا حال معلوم کیسا ہے؟ فاتحہ دینے والے کو اس کے مال کی کیفیت معلوم ہے اس کے واسطے کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب

اگر جو چیز اس نے حرام کاری یا قماربازی سے حاصل کی بعینہٖ اسی شے پر نیاز دلائی مثلاً جوئے میں چاول جیتے تھے انھیں کا پلاؤ پکایا، زانیہ کو اُس کے آشنا نے گوشت بھیجا اُسی پر فاتحہ دلائی جب تو وہ نیاز وفاتحہ یقینی مردود اور اس کا کھانا قطعی حرام، اور فاتحہ دینے والے کو اگر معلوم تھا کہ بعینہٖ یہ وہی شے ہے تو وہ بھی سخت عظیم شدید گناہ میں گرفتار، یہاں تک کہ فاتحہ دینے دلانے والے دونوں پر معاذاللہ خوفِ کفر ہے دونوں پر لازم کہ کلمہ اسلام نئے سرے سے پڑھیں اور نکاح کی تجدید کریں۔

فی الھندیۃ عن المحیط و لوتصدق علٰی فقیر بشیئ من مال الحرام ویرجو الثواب یکفر

فتاوٰی عالمگیری میں محیط کے حوالے سے مذکور ہے اگر کسی محتاج پر حرام مال میں سے کچھ خیرات کیا ئے

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۵۷

ولو علم الفقیر بذلک فدعا لہ وامن المعطی فقد کفرا[1]۔

اور ثواب کی امید رکھے تو کافر ہو جائے گا۔ اگر فقیر و محتاج کو یہ بات معلوم ہو کر وہ مالِ حرام دے رہا ہے اور اس کے باوجود وہ اسے دعا دے اور وہ آمین کہے تو دونوں کافر ہو جائیں گے (ت)

اور اگر وہ چیز بعینہٖ بذریعہ حرام حاصل نہ ہوئی تھی بلکہ ثمن حرام سے خریدی تو دو صورتیں ہیں، اگر حرام روپیہ دکھا کر کہا اس کے بدلے یہ شے دے دے، بائع نے دے دی، اس نے وہی زرِ حرام ثمن دے دیا تو اس صورت میں بھی جو کچھ خریدا مال حرام و خبیث ہی ہے اس پر نہ نیاز ہو سکے نہ فاتحہ، اس وقت میں اس پر فاتحہ دینا دلانا بُرا تو ہے مگر اندیشۂ کفر سے دُوری ہے۔

لاختلاف العلماء فمنہم من قال یحل الابدال مطلقا کما فی الدرر وغیرہ من الاسفار الغر۔

علماء کا اس سلسلے میں اختلاف ہے، ان میں سے بعض فرماتے ہیں کہ "بدل" مطلقاً حلال ہے جیسا کہ درر وغیرہ بڑی واضح کتب میں مذکور ہے۔ (ت)

اور اگر یہ صورت بھی نہ تھی بلکہ بغیر زرِ حرام دکھائے یونہی کہا کہ یہ شے مثلاً ایک روپیہ کی دے دے اس نے دے دی اس نے حرام روپیہ ثمن میں دے دیا یا دکھایا تو زرِ حرام کر اس کے عوض دے دے جب اس نے دی اس نے وہ روپیہ رکھ لیا اور کوئی حلال ذریعہ کا روپیہ ثمن میں دیا تو اب جو کچھ خریدا مذہب مفتیٰ بہ پر حرام نہیں اس پر نیاز و فاتحہ جائز ہے اور اس کا کھانا بھی حرام نہیں،

فی التنویر تصدق لو تصرف بالشراء بدراہم الودیعۃ والغصب ونقدہا وان اشار الیہا ونقد غیرہا او اطلق ونقدہا لا وبہ یفتی اھ ملخصا[2]۔

تنویر میں ہے صدقہ کر دے، اگر امانت یا غصب شدہ دراہم میں خریداری کے وقت تصرف کیا کہ دراہم کی طرف اشارہ کرتے وقت وہی نقدی دکھائی مگر دیتے وقت انکی بجائے حلال دراہم دئے یا اطلاق کیا (یعنی حرام درہم دکھائے بغیر کہہ دیا کہ یہ چیز ایک درہم وغیرہ میں دے دے، اس نے دے دی) پھر اسکے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۷۳

[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الغصب مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۰۴-۲۰۵

عوض وہی حرام نقدی دے ڈالی تو ان دونوں صورتوں میں حرمت نہیں اور اسی قول پر فتوٰی دیا جاتا ہے تلخیص پوری ہوگئی۔ (ت)

پھر بھی اس سے احتراز بہتر،

لمحل خلاف العلماء فقد قال فی الدر المختار انہ لایحل مطلقا کذا فی الملتقی[1] وللتوقی عن التھم والزجر علی المرتکب واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کیونکہ یہ صورت علماء کے اختلاف کا محل ہے، چنانچہ درمختار میں فرمایا گیا کہ پسندیدہ قول یہ ہے کہ مطلقاً حلال نہیں یونہی "الملتقی" میں ہے اور اس لئے یہ بات ہے تاکہ آدمی تہمت اور ارتکاب جرم کی سرزنش سے بچ جائے۔

اور اللہ تعالٰی سب سے زیادہ علم والا ہے اور اس کا علم جس کی عزت وعظمت بڑی ہے سب سے زیادہ اور نہایت درجہ پختہ ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۰۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ:

(۱) ڈاک کی نوکری جائز ہے یا نہیں؟

(۲) انگریزی پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) ڈپٹی پوسٹ ماسٹری تک جائز ہے، واللہ تعالٰی اعلم

(۲) ذی علم مسلمان اگر بہ نیت رد نصارٰی انگریزی پڑھے اجر پائے گا اور دنیا کے لئے صرف زبان سیکھنے یا حساب اقلیدس جغرافیہ جائز علم پڑھنے میں حرج نہیں بشرطیکہ ہمہ تن اس میں مصروف ہو کر اپنے دین وعلم سے غافل نہ ہوجائے ورنہ جو چیز اپنا دین وعلم بقدر فرض سیکھنے میں مانع آئے حرام ہے اسی طرح وہ کتابیں جن میں نصارٰی کے عقائد باطلہ مثل انکار وجود آسمان وغیرہ درج ہیں ان کا پڑھنا بھی روا نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بحالت صحت نفس وثبات عقل اپنے

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الغصب مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۰۶

www.alahazratnetwork.org

ایک وارث کے ہاتھ ایک مکان بیع کیا اور کچھ زرِ نقد بطور ہبہ اُس کو دیا کہ اُس نے اُس سے ایک حقیت خریدی، بعد ایک عرصہ کے مورث فوت ہوا، اب اُس کے اور وارثوں کا بھی اُس مکان یا زرِ نقد میں کچھ حق ہے یا نہیں اور وہ بیع وہبہ جائز ٹھہر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مسئولہ میں جبکہ وہ بیع وہبہ بحالت ثباتِ عقل وعدم مرضِ موت تھی تو ان کے جواز و نفاذ وصحت تمام میں کوئی شبہہ نہیں اب ہرگز ہرگز کسی وارث کا اُس مکان یا زرِ نقد میں کوئی حق نہیں، درمختار میں ہے:

لووھب فی صحتہ کل المال للولد جاز واثم[1] اگر کوئی شخص اپنی صحت وتندرستی میں اپنا سارا مال اپنے بیٹے کو ہبہ کردے تو جائز ہے مگر وہ گناہگار ہوگا۔ (ت)

اور سائل کہ ان بیع وہبہ کے جواز وعدم جواز سے پوچھتا ہے اگر اُس کا مقصود صحت وعدم صحت عقد ہے جب تو معلوم ہوگیا کہ قطعاً دونوں عقد صحیح ہیں، اور اگر حلت وحرمت سے سوال کرتا ہے تو اُس کا جواب یہ ہے کہ بحالتِ صحت وارث کے ہاتھ قیمت مناسبہ کو بیع کرنے میں تو ہرگز کوئی کراہت نہیں ہاں تنہا ایک وارث کو کوئی چیز بخش دینا کہ اوروں کے ساتھ اس قسم کی رعایت نہ کرے مکروہ ہے حدیث میں اس کو ظلم فرمایا،

حیث قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتشھدنی علی جور[2]۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ظلم وزیادتی پر گواہ نہ بناؤ۔ (ت)

لیکن اس کراہت وممانعت سے اُس بیع یا ہبہ میں کوئی حرج نہیں آتا کالبیع عند اذان الجمعۃ (جیسے اذانِ جمعہ کے وقت خرید وفروخت کرنا۔ ت) اور یہ کراہت بھی اُسی وقت ہے جب سب اولاد برابر ہوں اور بجہت دین آپس میں تفاوت نہ رکھتے ہوں ورنہ اگر مثلاً ایک بیٹا یا بیٹی علم یا تقوٰی میں اوروں سے زائد یا یہ موہوب لہ تحصیل علم میں مشغول ہے کہ کسبِ مال کی فرصت نہیں رکھتا تو ایسے شخص کو سب سے زیادہ دینا کوئی حرج نہیں۔ فتاوٰی قاضی خاں

---

[1] درمختار کتاب الھبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۰

[2] صحیح مسلم کتاب الہبات باب کراھۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۷

میں ہے:

روی عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ لاباس بہ اذا کان التفضیل لزیادۃ فضل فی الدین فان کانا سواء یکرہ[1]۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے (کہ اولاد میں سے کسی ایک کو ہبہ کرنے میں) کچھ حرج نہیں جبکہ اسے دوسری اولاد میں ترجیح و تفضیل دینا دینی فضل و شرف کی وجہ سے ہو لیکن اگر سب برابر ہوں تو پھر ترجیح مکروہ ہے۔ (ت)

عالمگیری میں ہے:

لوکان الولد مشتغلا بالعلم لا بالکسب فلاباس بان یفضلہ علٰی غیرہ کذا فی الملتقط[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر بیٹا حصول علم میں مشغول ہو نہ کہ دنیوی کمائی میں تو ایسے بیٹے کو دوسری اولاد پر ترجیح و تفضیل دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ملتقط میں اسی طرح مذکور ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ: از ملک بنگالہ شہر نصیر آباد قصبہ پاپڑا مرسلہ محمد علیم الدین صاحب ۵ جمادی الاولٰی ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ باپ نے سُود وغیرہ حرام مال چھوڑ کر انتقال کیا اب وُہ مال لڑکے کے واسطے حلال ہوگا یا نہیں، لڑکا حرام خوری میں ناراض تھا۔

الجواب

جس جس شخص کی نسبت معلوم ہو کہ فلاں سے اتنا مال سود یا رشوت یا غصب یا چوری میں اسکے باپ نے لیا تھا اس پر فرض ہے کہ ترکہ سے اُتنا اُتنا مال اُن لوگوں یا اُن کے وارثوں کو واپس دے اگرچہ وہ مال بعینہٖ جدا نہ معلوم ہو جو ان ناجائز طریقوں سے لیا، اور جس مال کی نسبت بعینہٖ معلوم ہو کہ یہ خاص وہی مال حرام ہے تو فرض ہے کہ اُسے مال غیر و غصب سمجھے اگرچہ وہ لوگ معلوم نہ ہوں جن سے لیا تھا پھر بحالتِ علم اُن مستحقوں یا ان کے وارثوں کو دے ورنہ ان کی نیت سے فقراء پر تصدق کرے، اور اگر اجمالاً صرف اتنا معلوم ہو کہ ترکہ میں مال حرام بھی ملا ہے مگر نہ مال متمیز نہ مستحق معلوم

---

[1] فتاوٰی قاضیخاں کتاب الھبہ فصل فی ہبۃ الوالد نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۰۵

[2] فتاوٰی ہندیۃ " الباب السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۹۱

تو دیانۃً افضل احتراز اور حکم جواز۔

فی ردالمحتار اذا علم ان کسب مورثہ حرام یحل لہ لکن اذا علم المالك بعینہ فلا شك فی حرمتہ ووجوب ردہ علیہ وکذا لایحل اذا علم عین الغصب مثلا وان لم یعلم مالکہ والحاصل انہ ان علم ارباب الاموال وجب ردہ علیھم والا فان علم عین الحرام لایحل لہ ویتصدق بہ بنیۃ صاحبہ و ان کان مالا مختلطا مجتمعا من الحرام ولایعلم اربابہ ولاشیئا منہ بعینہ حل لہ حکما والاحسن دیانۃ التنزہ عنہ اھ[1] ملخصاً قلت وھذا اعنی الحکم باولویۃ التنزہ دیانۃ ھو المطابق لما فی عامۃ المعتمدات کالخانیۃ والتبیین والھندیۃ وغیرھا وھھنا ابحاث نفیسۃ ذکرناھا فیما علقنا علی ردالمحتار، واللہ تعالٰی اعلم۔

ردالمحتار میں ہے جب اسے معلوم ہو کہ مورِث کی کمائی حرام ہے تو عدمِ تعیّن کی وجہ سے اس کے لئے حلال ہے لیکن جب مالک معین معلوم ہو تو پھر مال کی حرمت میں کوئی شک نہیں لہذا مال اسکے مالک کو واپس کردینا ضروری ہے۔ اسی طرح جب عینِ غصب یعنی بعینہٖ کوئی شے مغصوب ہو تو اس کا استعمال حلال نہیں اگرچہ مال کا مالک معلوم نہ ہو۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر مالکانِ مال معلوم ہوں تو انھیں مال واپس کرنا ضروری ہے لیکن اگر اربابِ مال کو نہیں جانتا اور معین شے کے حرام ہونے کا علم رکھتا ہے تو اس صورت میں بھی وہ معین حرام مال اس کے لئے جائز نہیں لہذا اس کے مالک کی طرف سے صدقہ کردے، اور اگر مال مخلوط حرام طریقے سے جمع کیا گیا اور یہ اس کے مالکوں کو نہیں جانتا اور نہ کسی معین شے کے حرام ہونے کا علم رکھتا ہے تو ایسی صورت میں یہ مال قضا کے طور پر اس کے لئے حلال ہے لیکن دیانت وتقوٰی کے لحاظ سے زیادہ بہتر پرہیز میں ہے اھ ملخصا، میں کہتا ہوں کہ لفظ ھٰذا سے میری مراد یہ ہے کہ بطورِ دیانت اس مال سے بچنے کا حکم دینا عام معتبر کتابوں کے مطابق ہے جیسے خانیہ، تبیین اور ہندیہ وغیرہ۔ یہاں چند قیمتی ابحاث ہیں۔ چنانچہ فتاوٰی شامی پر جو ہماری تعلیقات ہیں ہم نے وہاں انھیں بیان کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع باب البیع الفاسد داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۳۰

مسئلہ ۲۱۱: از ملک بنگالہ ضلع بری سال ڈاکخانہ نمازی پور کوچیا موڑا مرسلہ عبدالرحمن صاحب

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے آپ کا کیا ارشاد مبارک ہے) اس مسئلہ میں کہ در بعض دیار بنگال رمضان المبارک میں میانجی و منشیوں کو دعوت کرکے مجتمع کرتے ہیں اور مردگان پر ایصالِ ثواب کے واسطے ختم قرآن و ختم تہلیل وغیرہ پڑھا کے اور زیارتِ قبور کرا کے اُجرت دیتے ہیں یعنی اگرچہ پیسہ وغیرہ کا کچھ تعین نہیں کرتے ہیں مگر ہمیشہ دینا واجب جانتے ہیں اور منشی اور میانجی بھی پیسے کے لالچ سے جاتے ہیں، قرینہ اس کا یہ ہے کہ اگر کوئی مکان میں پیسہ نہ دیا تو بارِ دیگر اُس مکان میں نہیں جاتے ہیں، اس قسم کا پیسہ دینا اور لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور مردوں پر ایصالِ ثواب ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

جبکہ اُن میں معہود و معروف یہی لینا دینا ہے تو یہ اُجرت پر پڑھنا پڑھوانا ہوا فان المعروف عرفا کالمشروط لفظا (کیونکہ عرف و رواج میں جو کچھ مشہور ہے وہ اس طرح ہے کہ جس طرح الفاظ سے شرط طے کی جائے۔ ت) اور تلاوتِ قرآن اور ذکرِ الٰہی پر اُجرت لینا دینا دونوں حرام ہے، لینے والے دینے والے دونوں گنہگار ہوتے ہیں کما حققہ فی ردالمحتار و شفاء العلیل وغیرھا (جیسا کہ فتاوٰی شامی، شفاء العلیل اور دیگر کتب میں اس کی تحقیق فرمائی گئی۔ ت) اور جب یہ فعل حرام کے مرتکب ہیں تو ثواب کس چیز کا اموات کو بھیجیں گے، گناہ پر ثواب کی امید اور زیادہ سخت و اشد ہے کما فی الھندیۃ والبزازیۃ وغیرھما وقد شدد العلماء فی ھذا ابلغ تشدید (جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری اور بزازیہ وغیرہ میں مذکور ہے، علمائے کرام نے اس مسئلہ میں بہت شدت برتی ہے۔ ت) ہاں اگر لوگ چاہیں کہ ایصالِ ثواب بھی ہو تو اس کی صورت یہ ہے کہ پڑھنے والوں کو گھنٹے دو گھنٹے کے لئے نوکر رکھ لیں اور تنخواہ اتنی دیر کی ہر شخص کی معین کردیں مثلاً پڑھوانے والا کہے میں نے تجھے آج فلاں وقت سے فلاں وقت تک کے لئے اس قدر اجرت پر نوکر رکھا جو کام چاہوں گا لوں گا وہ کہے میں نے قبول کیا، اب اتنی دیر کے واسطے اس کا اجیر ہوگیا جو کام چاہے لے سکتا ہے اس کے بعد اس سے کہے فلاں میّت کے لئے اتنا قرآن عظیم یا اس قدر کلمہ طیبہ یا درود شریف پڑھ دو، یہ صورت جواز کی ہے۔ اللہ تعالٰی مسلمانوں کو توفیق عطا فرمائے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (اللہ تعالٰی پاک برتر اور سب سے بڑا عالم ہے اور اس کا علم کامل اور پختہ ہے۔ ت)

مسئلہ ۲۱۲ ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں بھٹیارن کا دستور ہے جب ان میں کوئی عورت بدکاری کرتی ہے خاوند اُسے طلاق دے کر چودھری کے سپرد کر دیتا ہے پھر جو شخص اُس سے نکاح کرنا چاہتا ہے سارے بھٹیارے اُس شخص سے جب تک بیس روپے نہ لے لیں نکاح نہیں کرنے دیتے۔ اُنس عورت کو سرائی گٹھری کہتے ہیں کہ اب گٹھری ہے ہمیں بیس روپے دے دو تو نکاح کرنے دیں گے پھر وہ روپیہ کبھی آپس میں بانٹ لیتے ہیں کبھی اس کا کھانا پکا کر کھا لیتے ہیں، اس دفعہ بھی ایک شخص کے ایسے ہی بیس روپے جمع ہیں بھٹیارے چاہتے ہیں ہم انھیں مسجد میں لگا دیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ روپے جو باندھے گئے ہیں محض رشوت و حرام ہیں، نہ اُن کا کھانا جائز، نہ بانٹ لینا جائز، نہ مسجد میں لگانا جائز، بلکہ لازم ہے کہ جس شخص سے لئے ہیں اُسے واپس دیں، وہ اگر بخوشی اجازت دے دیں کہ میری طرف سے مسجد میں صرف کر دو تو جائز ہوگا،

www.alahazratnetwork.org

فی البزازیۃ الاخ ابی ان یزوج الاخت الا ان یدفع الیہ کذا فدفع لہ ان یاخذ منہ قائما او ھالکا لانہ رشوۃ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

فتاوٰی بزازیہ میں ہے کہ اگر کسی بھائی نے اپنی بہن کی شادی کسی چیز کے حصول کے لئے مشروط کر دی اور پھر وہ چیز اس کے حوالے کر دی گئی تو اس باقی رہنے والی یا ختم ہو جانے والی چیز کا لینا مالک کو واپس لینا جائز ہے کیونکہ وہ رشوت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۱۳ ۷ رجب ۱۳۱۷ھ عاصی محمد یعقوب

مخدوم و مکرما جناب مولوی صاحب قبلہ دامت برکاتہم، آداب! جلسہ سالانہ آریہ سماج کے واسطے کرسیاں کرایہ پر آریہ مانگتے ہیں شرعاً ایسے جلسے کے واسطے کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں؟ احقر نے ابھی اقرار نہیں کیا آنجناب کا جواب آنے پر ان کو جواب دوں گا۔

الجواب

مکرم سلمکم اللہ تعالٰی! آپ اپنے کرائے سے غرض رکھیں، کرسی پر بیٹھنا حرام نہیں، اُس کا

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب النکاح الفصل الثانی عشر المہر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۳۶

کرایہ حرام نہیں، اقوال نامشروع جو بیٹھنے والے کفار بکیں گے کرسی پر موقوف نہیں کرسی اُن میں معین و مؤید نہیں کوئی وجہ حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۴ از لبسولی ضلع بدایوں مرسلہ خلیل احمد صاحب ۹ شوال ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پیشہ وران ذیل کی بابت شرع کیا حکم دیتی ہے
(۱) قاطع الشجر (۲) ذابح البقر (۳) دائم الخمر (۴) بائع البشر

الجواب

حُر آدمی کی بیع اور شراب پینا دونوں حرام قطعی ہیں خصوصاً شرب خمر کی مداومت کہ وہ تو گناہِ کبیرہ پر اصرار ہوا جو سخت تر کبیرہ عظیمہ ہوگیا اور ذبح بقر و قطع شجر کے پیشے میں مضائقہ نہیں، یہ جو عوام میں بنام حدیث مشہور ہے کہ "ذابح البقر و قاطع الشجر جنت میں نہ جائے گا" محض غلط ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۵ از بیجاپور گجرات ضلع بڑودہ شمالی کڑی پرانت مرسلہ حافظ محمد بن سلیمان میاں محلہ بہورواڑ ۱۵ شعبان ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نام ایک طوائف کو خالد ایک امیر نے سو روپے ماہواری پر نوکر رکھا تاکہ اُس سے وطی کرے اور ہر وقت ہم صحبت رہے یکایک ہندہ کو ہدایت ربانی نصیب ہوئی اور اس کام سے تائب ہوئی لیکن اس امیر نے وہی پگار اس کے نام پر برقرار رکھا اور اُس کے لڑکے زید نے بعد وفات خالد کے وہی پگار جاری رکھا، وہ ہندہ اس پگار سے کارِ خیر اور مساکین اور یتیم اور رانڈوں کو پرورش کرتی ہے اور خیرات جاری ہے اس سبب سے وہ پگار سے خیرات لینا اور کھانا وغیرہ حلال ہے یا نہیں؟ اور ثواب ہوتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جب تک وہ وظیفہ ہندہ کو بمعاوضہ زنا ملتا تھا ضرور حرام قطعی تھا، نہ اس سے خیرات ہوسکتی تھی، مگر جب ہندہ تائبہ ہوگئی اور اس کے بعد بھی امیر نے وظیفہ جاری رکھا اب اس کے بیٹے کی طرف سے جاری ہے تو صاف ظاہر ہے کہ یہ کسی گناہ کے معاوضہ میں نہیں یہ ضرور مال حلال ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں قصۂ اصحاب الرقیم میں جس کا اشارہ قرآن عظیم میں بھی موجود، حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تین مسافر رات کو ایک غار میں ٹھہرے پہاڑ سے

ایک چٹان گر کر غار کے منہ پر ڈھلک گئی یہ بند ہوگئے، آپس میں بولے خدا کی قسم یہاں سے نجات نہ پاؤ گے الا ان تدعوا اللّٰہ بصالح اعمالکم مگر یہ کہ نیک اعمال کو وسیلہ کرکے حضرت عزوجل سے دعا کرو، ہر ایک نے اپنا اپنا ایک اعلٰی درجے کا نیک عمل بیان کیا اور اس کے توسل سے دُعا کی، چٹان تھوڑی تھوڑی کھلتی گئی، تیسرے کی دُعا پر بالکل ہٹ گئی اور انھوں نے نجات پائی۔ اُن میں ایک دُعا یہ تھی کہ میرے چچا کی بیٹی مجھے سب سے زیادہ پیاری تھی میں نے اس سے بدکاری چاہی وہ باز رہی یہاں تک کہ ایک سال قحط میں مبتلا ہو کر میرے پاس آئی فاعطیتھا عشرین ومائۃ دینار علی ان تخلی بینی وبین نفسھا ففعلت میں نے اُسے ایک سوبیس اشرفیاں اس شرط پر دیں کہ مجھے اپنے اوپر قدرت دے اس نے قبول کیا جب میں نے اس پر دسترس پائی اور قریب ہوا کہ زنا واقع ہو وہ روئی اور کہا میں نے یہ کام کبھی نہ کیا احتیاج نے مجھے مجبور کر دیا اللہ سے ڈر اور ناحق طور پر مُہر کو نہ توڑ، میں اس سے ڈرا اور اس فعل سے باز رہا اور وہ اشرفیاں بھی اسی کو چھوڑ دیں اللّٰھم ان کنت فعلت ذٰلک ابتغاء وجھک ففرج عنا مانحن فیہ الٰہی! اگر میں نے یہ کام تیری رضا چاہنے کے لئے کیا ہو تو ہمیں اس بلا سے نجات دے، اس پر چٹان سرک گئی[1] اس حدیث جلیل عظیم سے ظاہر ہے کہ وہ اشرفیاں اُس عورت کے لئے مال حلال ہو گئیں ورنہ اس کا اُسے رکھنا حرام ہوتا اور جب اُسے رکھنا حرام ہوتا اُسے چھوڑ دینا اور واپس نہ کرنا حرام ہوتا کہ جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے،

ماحرم اخذہ حرم اعطاؤہ[2] والمانع منھما من جھۃ الشرع لا لمجرد حق الغیر فکان یجب علیھما رفعہ اعدامًا للمعصیۃ۔

جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔ ان دونوں کا مانع شریعت کی طرف سے ہے نہ کہ محض حق غیر، لہذا ان دونوں پر گناہ کو زائل اور ختم کرنے کے لئے اس کا رفع واجب تھا (یعنی عورت لینے والی رقم کو اپنے پاس نہ رکھتی اور دینے والا مرد اسے واپس لیتا) جب یہ دونوں کام نہ ہوئے تو معلوم ہوا کہ وہ رقم حلال ہے۔ (ت)

حالانکہ وہ اشرفیاں خاص وہی تھیں جو بشرطِ زنا دی گئی تھیں توبہ نے انھیں بھی حلال کردیا

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاجارہ باب من استاجر اجیرًا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۰۳
صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب قصۃ اصحاب الغار " " ۲/۳۵۳
[2] ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ باب العشر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۶

تو بعد توبہ جو وظیفہ جدید دیا گیا اس میں حرمت کیونکر آسکتی ہے وھذا کلہ ظاھر جدا (بلاشبہ یہ سب کچھ خوب ظاہر ہے۔ ت) واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۶: از بنگالہ ضلع سلہٹ موضع قاسم نگر مرسلہ مولوی اکرم یکم ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) اگر کسی سود خوار نے سُودی روپیہ سے مسجد بنائی یا حج کیا یا حج کروایا یا تالاب کھدوایا یا خیرات کی تو وہ شخص مستحق ثواب ہوگا یا نہیں؟

(۲) اُس مسجد میں نماز پڑھنا یا حج کرنے والے کو اس سُودی روپیہ کا حج کے خرچ میں لانا یا اُس تالاب میں وضو وغسل کرنا یا پانی پینا یا اُس مال خیرات کو مستحقین خیرات کا لے لینا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) سود کے روپیہ سے جو کارِ نیک کیا جائے اس میں استحقاقِ ثواب نہیں، حدیث شریف میں ہے: جو مالِ حرام لے کر حج کو جاتا ہے جب لبیک کہتا ہے ہاتفِ غیب سے جواب دیتا ہے:

لالبیك ولاسعدیك وحجك مردود علیك حتی ترد ما فی یدیك[1]

نہ تیری لبیک قبول، نہ خدمت پذیر، اور تیرا حج تیرے منہ پر مردود ہے یہاں تک کہ تو یہ مال حرام کہ تیرے قبضہ میں ہے اُس کے مستحقوں کو واپس دے۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ طیّب لایقبل الّا الطیّب[2]

بیشک اللہ عزوجل پاک ہے پاک ہی چیز کو قبول فرماتا ہے۔

سُود خوار پر شرعاً فرض ہے کہ جتنا سُود جس جس سے لیا ہے اُسے واپس دے، وہ نہ رہا ہو اُس کے وارثوں کو دے، وہ بھی نہ رہے ہوں یا پتہ مالک اور اس کے ورثہ کا نہ چلے تو فرض ہے کہ اتنا مال تصدق کر دے اور تصدق میں فقیر کو مالک کر دینا درکار ہے کما نص علیہ فی الخانیۃ وغیرھا عامۃ الاسفار (جیسا کہ فتاوٰی قاضیخان وغیرہ عام بڑی کتب میں اس کی تصریح

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین کتاب اسرار الحج الباب الثالث دار الفکر بیروت ۴/ ۴۳۱

[2] السنن الکبرٰی کتاب صلاۃ الاستسقاء دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۳۴۶

کردی گئی۔ت) اور مسجد یا تالاب بنانا یا حج کرنا اصلاً ادائے حکم نہ ہوگا اور اس پر سے گناہ نہ جائیگا، ہاں خیرات کردینے کا حکم ہے یُوں اس کی توبہ تمام ہوگی اور ان شاء اللہ تعالیٰ گناہ سے بری الذمہ ہوگا اور توبہ کرنے اور حکمِ شرع دربارۂ تصدق بجالانے کا ثواب بھی پائے گا اگرچہ خیرات کا ثواب نہ ہوگا کما حققناہ فی فتاوٰنا، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی پوری تحقیق کردی، اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے اس کا علم زیادہ مکمل اور پختہ ہے۔ت)

(۲) حج کا جواب گزر چکا کہ اس روپے کو اس صرف میں اُٹھانا جائز نہیں، ہاں فرضِ حج ذمّہ سے ادا ہو جائے گا،

فان القبول شیئ اٰخر غیر سقوط الفرض وکان کمن صلی فی ارض مغصوبۃ۔ کیونکہ کسی شے کا قبول ہونا اور فرض ساقط ہوجانا دونوں ایک نہیں بلکہ الگ الگ چیزیں ہیں یعنی قبولیتِ شئے اور چیز ہے اور سقوطِ فرض اور چیز، جیسا کہ کوئی شخص ناجائز مقبوضہ زمین پر نماز پڑھے تو اگرچہ فرض ساقط ہوجائے گا مگر نماز مقبول نہ ہوگی۔(ت)

اور اگر مسجد یا تالاب بنایا تو اس میں نماز اور اس سے وضو وغیرہ وشرب سب جائز ہے والدلائل تعرف فی فتاوٰنا (دلائل کا تعارف ہمارے فتاوٰی میں موجود ہے۔ت) بلکہ خانیہ وہندیہ و ردالمحتار وغیرہا میں ہے:

لواشتری رجل دارا شراء فاسدا وقبضھا ثم وقفھا علی الفقراء والمساکین جاز وتصیر وقفا علی ما وقفت علیہ وعلیہ قیمتھا[۱] وتحقیق الکلام فیہ فیما علقنا علی رد المحتار من اول الوقف۔ اگر کوئی شخص بیع فاسد سے گھر خریدے پھر اس پر قابض ہوجائے پھر اسے فقیروں اور محتاجوں کیلئے وقف کرے تو جن پر یا جن کے لئے وہ گھر وقف کیا گیا وہ وقف قرار پا جائے گا مگر اس کی قیمت کی ادائیگی اس پر لازم ہوگی اور اس میں تحقیق کلام وہی ہے جس کو ہم نے فتاوٰی شامی کی بحث وقف کے آغاز میں حاشیہ میں بیان کیا ہے(ت)

بلکہ جامع المضمرات وعالمگیریہ میں ہے:

---

[۱] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ فتاوٰی قاضیخان کتاب الوقف نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۳۵۴

قال ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اذا غصب ارضا فبنی فیہا مسجدا او حماما او حانوتا فلا باس بالصلٰوۃ فی المسجد والدخول فی الحمام للاغتسال وفی الحانوت للشراء ولیس لہ ان یستأجرہا وان غصب دارا فجعلہا مسجدا لایسع لاحد ان یصلی فیہ ولا ان یدخلہ[1] اھ قلت وذکرنا ثمہ ان التفرقۃ فی الدار والارض کانہا مبنیۃ علی غیر الارجح فی مسألۃ غصب الساحۃ بالحاء المہملۃ وایا ماکان فدلالتہا علی ماھنا تام کما لایخفی وبالجملۃ فخبث الملک لایمنع صحۃ الوقف وصحتہ تعتمد اٰثارہ فافہم۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب کوئی آدمی زمین غصب کرے یعنی زبردستی چھین لے پھر وہاں مسجد، حمام اور دکان تعمیر کر دے تو مسجد میں نماز پڑھنے، حمام میں غسل کرنے اور دکان سے اشیاء خریدنے میں کوئی حرج اور مضائقہ نہیں، البتہ غاصب کیلئے جائز نہیں کہ اسے کرایہ پر دے، اور اگر اس نے کوئی حویلی چھین لی پھر اسے مسجد بنادیا تو کسی کے لئے وہاں داخل ہونے اور نماز پڑھنے کی گنجائش نہیں اھ میں کہتا ہوں کہ ہم نے پہلے بھی یہ بیان کردیا کہ گھر اور زمین کے حکم میں فرق کرنا گویا غیر راجح قول پر مبنی ہے جو غصب صحن کے مسئلہ میں ہے "الساحۃ" حاء بغیر نقطہ ہی درج ہے پس جو بھی ہو اس کی دلالت یہاں تام ہے جو ظاہر ہے (الحاصل) ملک کی خباثت وقف کی صحت سے مانع نہیں، اس کی صحت کا دارومدار اس کے آثار پر ہے، یہاں اس کو سمجھ لیا جائے۔ (ت)

اور فقیر کو اس کا خیرات میں لینا تو بدرجۂ اولٰی جائز ہے کہ یہ تو عین حکم شرع ہے جبکہ مالک کا پتا نہ رہا ہو اور وہ لینے بھی مال ربا میں بعد قبضہ عدم ملک نہیں صرف خبث ملک؛

فی الرد المحتار عن البحر الرائق عن القنیۃ عن الامام البزدوی ان من جملۃ صور البیع الفاسد جملۃ العقود الربویۃ یملک العوض فیہا بالقبض[2] انتہی۔

رد المحتار نے بحرالرائق سے بحرالرائق نے قنیہ سے اور قنیہ نے امام بزدوی سے نقل کیا ہے بیع فاسد کی تمام صورتوں میں سُودی معاملات ہیں ان میں قبضہ کرنے کے عوض مالک ہوجاتا ہے انتہی۔

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۲۰

[2] رد المحتار باب الربٰو دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۸۶

قلت فما وقع فی مدانیات العقود الدریة سہو کما نبہت علیہ فیما علقت علی رد المحتار۔

میں کہتا ہوں جو کچھ عقود الدریہ کی بحث مدانیات میں واقع ہوا وہ سہواً ہے اور مقبول ہے جیسا کہ میں نے فتاوٰی شامی کی تعلیق (حاشیہ) میں اس پر تنبیہ اور آگاہ کیا ہے۔ (ت)

اور خبث ملک فقیر کو تصدق میں لینے سے مانع نہیں،

فی الھندیۃ عن الحاوی عن الامام ابی بکر قیل لہ ان فقیرا یاخذ جائزۃ السلطان مع علمہ ان السلطان یاخذھا غصبا ایحل لہ قال ان خلط ذٰلک بدراھم اخری فانہ لاباس بہ[1] الٰی اٰخرہ۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

چنانچہ عالمگیری میں الحاوی اس نے امام ابوبکر سے نقل کیا ہے کہ ان سے کہا گیا کہ فقیر بادشاہ سے انعام لیتا ہے جبکہ وہ جانتا ہے کہ بادشاہ نے وہ انعام یا مال بطور غصب لے رکھا ہے تو کیا یہ اس کے لئے حلال ہوگا؟ ارشاد فرمایا کہ اگر وہ دراہم انعام دوسرے دراہم میں ملا ڈالے تو پھر کوئی مضائقہ نہیں (عبارت مکمل)۔ اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے اور اس کا علم نہایت درجہ مکمل اور پختہ ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۲۱۲: از جائس رائے بریلی محلہ زیر مسجد مکان حاجی ابراہیم مرسلہ ولی اللہ ۲۰ ۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سود اور رشوت کا مال توبہ سے پاک ہوجاتا ہے اور اس کے یہاں نوکری کرنا اور کھانا جائز ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

زبانی توبہ سے حرام مال پاک نہیں ہوسکتا بلکہ توبہ کے لئے شرط ہے کہ جس جس سے لیا ہے واپس دے، وہ نہ رہے ہوں ان کے وارثوں کو دے، پتا نہ چلے تو اُتنا مال تصدق کردے، بے اس کے گناہ سے برأت نہیں، اس کے یہاں نوکری کرنا، تنخواہ لینا، کھانا کھانا جائز ہے جبکہ وہ چیز جو اسے دے اس کا بعینہٖ مال حرام ہونا نہ معلوم ہو۔

کما فی الھندیۃ[2] عن الذخیرۃ جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری میں ذخیرہ کے حوالے سے

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الکراھیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

[2] " " " " " ۵/۳۴۲

عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے۔ اللہ تعالٰی سب سے زیادہ علم والا ہے اور اس کا علم بہت تام اور زیادہ پختہ ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۱۹ از بنگالہ ضلع میمن سنگھ مرسلہ عبد اللطیف صاحب ۱۹ رجب ۱۳۲۰ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے آپ کا کیا ارشاد ہے۔ ت) کہ ایک لڑکی کو اُستاد نے اس کے باپ کے یہاں قرآن شریف وغیرہ پڑھایا اور اس مدتِ تعلیم میں والد لڑکی نے اُستاد کو کچھ اُجرت ومشاہیر وغیرہ نہیں دیا پھر بوقت شادی اس لڑکی کے استاد کو دولھا کی طرف والوں سے یعنی دُولھا یا والد وغیرہ سے روپیہ دلوایا، گویا نوشاہ والوں نے بغرض مجبوری یا خوشی سے دیا لہٰذا اس صورت میں اس اُستاد کو وہ روپیہ لینا جائز ہوا یا از روئے شرع شریف کے ناجائز؟

الجواب

اگر بخوشی دیا لینا جائز ہے، اور مجبوری سے دیا تو حرام۔

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(اللہ تعالٰی نے فرمایا) آپس میں اپنے مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ تمہاری رضامندی سے تجارت اور کاروبار ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۰ از شہر کہنہ ۲۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا والد ایک عرصہ سے اُمّی ہو گیا ہے دونوں خیاطی کرتے ہیں اور عدد فروخت کے واسطے تیار کرتے ہیں، والدِ زید فروخت مال کے لئے بازار کو دو چار گھنٹے کو جایا کرتا ہے کہ قدیم سے اس کی عادت ہے شرعاً اس میں زید پر کوئی الزام نہیں۔ باپ کا مال بیٹے کو کھانا حرام ہے یا حلال؟ دونوں کی خورش یکجائی ہے، باپ کا حق بیٹے پر کب رہتا ہے اور بیٹے کا باپ پر کب تک؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر زید کا باپ اپنی خوشی سے حسبِ عادت جاتا ہے تو زید پر الزام نہیں اگرچہ مقتضائے سعادتمندی

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۹

یہ ہے کہ اسے آرام دے اور خود کام کرے، ہاں اگر زید اسے مجبور کرتا ہے تو ضرور گنہگار و نالائق ہے۔ باپ کا مال بیٹے کو اس کی رضا سے قدر رضا تک حلال ہے ورنہ حرام، شریک ہوں خواہ جدا، باپ کا حق بیٹے پر ہمیشہ رہتا ہے، یونہی بیٹے کا باپ پر۔ ہاں بعض حقوق وقت تک محدود ہیں جیسے لڑکا جب جوان ہوجائے باپ پر اس کا نفقہ واجب نہیں رہتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۱ از ضلع شیب ساگر ڈاکخانہ انگوری مقام شام گوری ملک آسام

مرسلہ عبدالمجید صاحب ۱۱ شعبان ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید انگریز نے ہندہ مسلمہ کو قریب بیس برس کے عورت بنا کر رکھا اُن کی طرف سے کئی ہولے موجود ہیں، اب ہندہ ضعیفہ ہوئی، ہندہ نے انگریز سے کہا کہ کچھ روزینہ بندوبست کرکے مجھ کو چھوڑ دو ہم آپس میں بھائی بند کے پاس مسلمان ہوکر رہے تاکہ اللہ تعالٰی خاتمہ بالخیر کرے۔ اب ہندہ نے کسی عالم کے پاس چند مسلمان کے مقابل توبہ کیا اور ضامن بھی دیا آمد ورفت نہ ہونے کے لئے، فاصلہ درمیان دونوں کے ۳ روز کی راہ ہے اسباب حاصلہ اور تنخواہ کے سوا اور کوئی صورت اوقات بسری کے واسطے نہیں اور اگر اسباب حاصلہ اور چار روپیہ روزینہ جاریہ سے منع کیا جائے تو پھر انکار اسلام کا خوف ہے، اب آیا ان صورتوں میں ان کا مسلمان ہونا صحیح ہوگا یا نہ ہوگا؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

www.alahazratnetwork.org

الجواب

ہندہ کا اسلام صحیح ہے بلکہ اگر اس مدت بست سالہ میں کہ وہ انگریز کے پاس رہی کوئی قول فعل کفر نہ کیا تھا تو وہ جب بھی مسلمان تھی اگرچہ اشد سخت ملعون کبیرہ کی مرتکب تھی کہ ایک تو زنا دوسرے وہ بھی کافر سے۔ اہلسنت کے مذہب میں آدمی کسی گناہ کے باعث اسلام سے خارج نہیں ہوتا لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وان زنی وان سرق علٰی رغم انف ابی ذر[1]۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے "اگرچہ زنا کرے اگرچہ چوری کرے، ابوذر کی ناک خاک آلود ہونے کے باوجود (یعنی بالفرض وہ تنگی اور کوفت محسوس کریں تب بھی)۔ (ت)

اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ اگر بالفرض ہندہ نے اس زمانے میں معاذ اللہ اپنا دین بدل دیا اور کفر

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ذر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/۱۶۶

اختیار کیا تھا اور اب اسلام لاتی ہے تو اب بھی اسلام قبول تھا اگرچہ وہ معاذ اللہ اس زنا سے باز بھی نہ آتی کہ زنا کفر نہیں زنا کا وبال رہتا اور اسلام صحیح ہوجاتا، اب کہ وہ بحمد اللہ زنا سے بھی جدا ہوئی، اسلام صحیح نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں، نہ اس تنخواہ سے ممانعت کی کوئی ضرورت کہ وہ معاوضہ زنا میں نہیں بلکہ صراحۃً اس انگریز سے صاف کہہ دیا ہے کہ اب وہ زنا سے باز رہے گی اور اپنی قوم میں اپنے دین پر رہے گی تو یہ تنخواہ محض بلا عوض اور دہندہ کے لئے حلال ہے۔ فتاوٰی قاضی خاں میں ہے:

الرجل اذا کان مطربا مغنیا ان اعطی بغیر شرط قالوا ایباح[1] اھ ومثلہ فی ردالمحتار[2] عن الھندیۃ عن المنتقی عن ابراھیم عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جب کوئی شخص گانے بجانے والا ہو اگر اسے بغیر کسی تقاضے اور شرط کے کچھ دیا جائے تو فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ اس کے لئے مباح ہے چنانچہ فتاوٰی شامی میں فتاوٰی عالمگیری سے اس نے المنتقی سے اس نے ابراہیم سے اس نے صاحبِ مذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۳: از شہر کہنہ ۲۰ صفر ۱۳۲۲ھ

www.alahazratnetwork.org

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کھال مردار گھوڑے اور گدھے کی گیلی خریدنا جائز ہے یا نہیں اور اس گیلی کھال کو سڑا کر ہاتھ سے ملنا اور بنانا یعنی نجاست صاف کرنا اس غلیظ کام کرنیوالے کے کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

گھوڑا گدھا کہ بے ذبح مرجائے اس کی کھال کہ پکائی نہ گئی ہو بیچنا خریدنا حرام ہے اور دباغت کرنا جائز ہے اور اس کا پیشہ مکروہ، اور اس کے کھانے سے احتراز اولٰی ہے۔ عالمگیری میں ہے:

اما جلود السباع والحمر والبغال فما کانت مذبوحۃ او مدبوغۃ جاز بیعھا والا فلا[3]

لیکن درندوں، گدھوں اور خچروں کی کھالیں اگر ذبح کئے ہوئے جانوروں سے اتاری جائیں

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ مطبع نولکشور لکھنؤ ۴/۷۷۹
[2] ردالمحتار " " فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۴۷
[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب البیوع الفصل الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۱۱۵

وفی الحدیث کسب الحجام خبیث[1] وعللوہ بالتلبس بالنجاسات وقد ثبت ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم احتجم واعطی الحجام[2]۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

یا خود کھالیں پکالی جائیں تو ان سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے لیکن بصورت دیگر جائز نہیں الخ اور حدیث مبارکہ ہے کہ پچھنے لگانے والے کی کمائی خبیث ہے۔ ائمہ کرام نے اسکی یہ علت بیان فرمائی کہ اس کا نجاستوں سے تلبس ہوا کرتا ہے اور بلاشبہہ یہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے اور لگانے والے کو اجرت بھی دی۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۳: از مقام کول مانک چوک مسئولہ زوجہ عبدالرشید خاں مرحوم ۲۲ شعبان المعظم ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کسبی نے جو کچھ مال حرام پیدا کیا تھا جیسے نقدی وجیہ زیور وجیہ جائداد خریدی ہوئی اُسی مال سے پیدا کی تھی، جب وہ کسبی تائب ہوئی تو اس نے اس قسم مالِ حرام کو پیدا کردہ اپنا سب چھوڑ دیا اور اپنی ماں اور بہنوئی سے کہا کہ یہ مجھے درکار نہیں ہے میں نے تم کو چھوڑا، یہ کہہ کر الگ ہوگئی، اُنھوں نے اس مال اور جائداد کو صرف کرڈالا اب یہ استفسار ہے کہ یہ دے دینا اُس کا اُن کو صحیح ہوگیا یا کیا اور جو صحیح نہ ہوا ہو تو اس کو یہ واپس کرسکتی ہے یا نہیں اور اس غرض سے واپس چاہتی ہے کہ اگر مل جائے تو اس وقت کی نقدی سے جائداد خرید کرکے اُسے مصرفِ خیر میں صرف کرے اس کی کیا صورت ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

رنڈی جو مال اُس حرام و ناپاک ذریعے سے حاصل کرتی ہے اس کی ملک نہیں ہوتا حکم غصب رکھتا ہے اس پر فرض ہوتا ہے کہ جن سے لیا واپس دے، وہ نہ رہے ہوں تو اُن کے ورثہ کو دے، وہ نہ ملیں تو فقرا پر تصدق کرے، اور ظاہر ہے کہ بعد ایک مدتِ مدیدہ کے جو عورت تائب ہو وہ ہرگز حساب نہ لگا سکے گی کہ کب کتنا کس سے لیا، تو جو مال اُس کے ہاتھ میں ہے اموالِ ضائعہ کے قبیل سے ہوا کہ اس کے مصرف فقرا ہیں، اور اُس کی ماں بہنیں کہ وہ بھی رنڈیاں اور اس وقت تک اُسی پیشہ ملعونہ میں آلودہ ہیں اگرچہ اُس ناپاک ذریعہ سے لاکھوں روپے اُن کے پاس ہوں شرعًا محض محتاج و نادار ہیں لما عرفت من ان

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۶۴
[2] سنن ابی داؤد کتاب الاجارہ باب فی کسب الحجام آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۲۹

ما بأیدیھن غصب لایملکنہ (اس لئے کہ تمھیں معلوم ہوگیا کہ جو کچھ عورتوں کے ہاتھوں میں ہے وہ غصب شدہ ہے جس کی وُہ مالک نہیں ہیں۔ ت) تو وُہ بھی اُسی تصدق کی محل ہیں اور ماں ہونا اس صدقہ واجبہ کے منافی نہیں کہ یہ صدقہ خود اُس کے اپنے مال کا نہیں،

کما علم بل اموال ضوائع لایعرف اربابھا فیحل لھا التصدق بھا علٰی ابیھا وابنھا وامھا وبنتھا وفی الھندیۃ عن القنیۃ لہ مال فیہ شبھۃ اذا تصدق بہ علٰی ابیہ یکفیہ ذٰلک ولایشترط التصدق علی الاجنبی وکذا اذا کان ابنہ معہ حین کان یبیع ویشتری وفیھا بیوع فاسدۃ فوھب جمیع مالہ لابنہ ھذا اخرج من العھدۃ[1] اھ اقول فاذا کان ھذا فیما قد ملکہ ملکا فقیما لم یملکہ اظھر واولٰی۔

جیسا کہ معلوم ہوگیا بلکہ یہ اموالِ ضائعہ کی قسم سے ہے کہ جن کے مالک نامعلوم ہیں لہٰذا ان مالوں کا اپنے ماں باپ اور بیٹے بیٹی پر خیرات کردینا حلال ہے، فتاوٰی عالمگیری میں قنیہ کے حوالے سے مذکور ہے کہ اگر کسی کے پاس مشکوک و مشتبہ مال ہو تو وہ اپنے والد کو بطور صدقہ خیرات دے دے تو یہ اس کیلئے کافی ہے لہٰذا کسی اجنبی پر صدقہ کرنا شرط نہیں۔ اسی طرح جب اس کا بیٹا کاروبارِ خرید و فروخت میں اُس کے ساتھ ہو اور اس کاروباری سلسلے میں کچھ فاسد سودے بھی ہوں پھر وہ شخص اپنا تمام مال اس بیٹے کو ہبہ کردے تو وہ ذمہ داری سے بری الذمہ ہوجائے گا اھ میں کہتا ہُوں جب یہ حکم اس میں ہے کہ جس کا یہ مالک ہے اور جس کا یہ مالک نہیں تو اس میں اجرائے حکم زیادہ واضح اور زیادہ بہتر ہے۔ (ت)

پس اگر اس عورت نے وہ مال انھیں دے ڈالا تھا اور انھوں نے قبضہ کرلیا جب تو ظاہر ہے کہ صدقہ اپنے محل کو پہنچ گیا اُس کی ماں بہنیں اُس کی مالک ہوگئیں اور وُہ مال اُن کے لئے طیب ہوگیا ولا یضر الشیوع الصدقۃ وان ضر الھبۃ (صدقہ کو غیر منقسم ہونا کوئی نقصان نہیں پہنچاتا اگرچہ ہبہ کو نقصان دیتا ہے۔ ت) اب عورت کو اُن سے واپسی کا اختیار نہیں لان الصدقۃ لاتسترد وکان القرابۃ المحرمۃ مانعۃ للرجوع (اس لئے کہ صدقہ واپس نہیں کیا جاسکتا کیونکہ محرم رشتہ واپس کرنے سے مانع ہے۔ ت) اور اگر دے ڈالا نہ تھا بلکہ صرف آپ اُس ناپاک مال سے بے علاقہ ہونا منظور تھا اور "تم کو چھوڑا" کے یہ معنی تھے کہ تم ہنوز اسی ناپاک پیشے میں ہو تم جانو اور یہ ناپاک مال مجھے اس سے تعلق نہیں اس صورت میں بھی جبکہ انھوں نے قبضہ کرلیا تو ایک مال ضائع حق فقراء تھا جس پر فقراء کا قبضہ ہوگیا یہ عورت اُس کی مالک نہ تھی کہ فقراء سے مطالبہ واپسی کرسکے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس عشر فی الکسب نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۹

مسئلہ ۲۲۳ از شہر چاٹگام موضع نیا گاؤں از جانب محمد قدرت اللہ عفی عنہ

چہ میفرمایند علمائے دین اندریں صورت کہ اگر شخصے معاملہ سود نمودہ اموال کثیرہ فراہم نمایند پس رحلت از دارِ دنیا بدارِ آخرت امو الیکہ از معاملہ جمع شدہ برائے وارثان وغیرہ جائزہ وحلال باشد یا نہ؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت مسئلہ میں کہ ایک شخص نے سُودی کاروبار اور لین دین کر کے بہت سا مال اکٹھا کیا پھر دارِ دنیا سے دارِ آخرت کی طرف کوچ کر گیا لہذا جو مال سودی کاروبار سے جمع کیا گیا وہ اس کے وارثوں وغیرہ کے لئے جائز اور حلال ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر وارثان دانند کہ از فلاں فلاں کس اینقدر ربا گرفتہ است واجب ست کہ بآنہا واپس دہند اگر ایشاں نماندہ باشند بوارثان ایشاں رسانند اگر وارثان ہم نیابند یا از سر فلاں فلاں راندانستہ باشند مگر عین اموال ربا معلوم ومعین است آں اموال را بر فقراء تصدق کنند واگر ہیچ در علم ایشاں نیست جز اینکہ ربا می گرفت ترکہ مر اینہا را حلال است فی ردالمحتار الحاصل انہ ان علم اربابُ الاموال وجب ردہ علیھم والافان علم عین الحرام لایحل لہ ویتصدق بہ بنیۃ صاحبہ وان کان مالامختلطا مجتمعا من الحرام ولا یعلم اربابہ ولا شیئا منہ بعینہ حل لہ حکما والاحسن دیانۃ التنزہ عنہ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم

اگر ورثاء جانتے ہیں کہ اس قدر مال فلاں فلاں سے بطور سود لیا گیا تو ضروری ہے کہ ان کے مالکوں کو واپس کر دیں لیکن اگر وہ مالکان وفات پاچکے ہوں تو ان کے ورثاء کو لوٹا دیں، اگر ورثاء موجود نہ ہوں یا ان کی تفصیل معلوم نہ ہو سکے اور سُودی رقم کی مقررہ مقدار معلوم ہو تو اس مال معینہ کو فقراء ومساکین میں تقسیم کر دیں۔ اگر مذکورہ امور میں سے کوئی بات ان کے علم میں نہ ہو تو ایسی صورتحال میں ورثاء کے لئے اس میت کا ترکہ حلال ہے۔ چنانچہ فتاوٰی شامی میں ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر اربابِ مال کو جانتا ہے تو مال انھیں لوٹا دینا ضروری ہے لیکن اگر یہ نہیں جانتا اور مال حرام معین کا علم رکھتا ہے تو اس کے لئے حلال نہیں بلکہ مالکِ مال کی نیت سے اسے خیرات کر دے اور اگر مال مخلوط (ملا جلا) ہو جو حرام طریقہ سے جمع کیا گیا اور اس کے مالکوں کو نہیں جانتا اور نہ اس

www.alahazratnetwork.org

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع باب البیع الفاسد دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۳۰

میں سے کسی حرام شَے کو بعینہٖ جانتا ہے تو اس صورت میں اس کے لئے بطورِ حکم حلال ہے ہاں تقوٰی اور دیانت کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے پرہیز کرے تو اس کے لئے زیادہ بہتر ہے۔ اور اللہ تعالٰی سب سے زیادہ علم والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۲۵ از بجنور مرسلہ محمد حسن نائب محافظ دفتر کلکٹری ۲۰ ربیع الاول ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیانِ شرع متین اس باب میں کہ کسی شخص نے کچھ مال بذریعہ سُود یا رشوت یا تغنی یا چوری وغیرہ کسی ذریعہ حرام سے حاصل کیا اور اس مال کے ذریعہ سے کوئی جائداد خرید کی یا کام تجارت جاری کیا تو اب اس جائداد یا تجارت کی آمدنی اس شخص کے اور اس کے توابعین و لواحقین کے حق میں مباح ہے یا نہیں؟ اگر مباح ہے تو کس صورت اور کس دلیل سے؟ اور اس وبالِ دارین سے سبکدوش ہونے کا عندالشرع کیا طریقہ ہے؟ فقہ حنفی کی رُو سے مع حوالہ کتب جواب بواپسی ڈاک ارشاد فرمایا جائے۔ بینوا توجروا

الجواب

جو مال رشوت یا تغنی یا چوری سے حاصل کیا اس پر فرض ہے کہ جس جس سے لیا اُن پر واپس کردے، وہ نہ رہے ہوں اُن کے ورثہ کو دے، پتا نہ چلے تو فقیروں پر تصدق کرے، خرید و فروخت کسی کام میں اُس مال کا لگانا حرام قطعی ہے بغیر صورت مذکورہ کے کوئی طریقہ اس کے وبال سے سبکدوشی کا نہیں۔ یہی حکم سُود وغیرہ عقودِ فاسدہ کا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ یہاں جس سے لیا بالخصوص انھیں واپس کرنا فرض نہیں بلکہ اسے اختیار ہے کہ اسے واپس دے خواہ ابتداءً تصدق کردے۔

وذٰلک لان الحرمۃ فی الرشوۃ وامثالھا لعدم الملک اصلا فھو عندہ کالمغصوب فیجب الرد علی المالک او ورثتہ ما امکن اما فی الربٰو واشباھہ فلفساد الملک وخبثہ و اذا قد ملکہ بالقبض ملکا خبیثا لم یبق مملوک

یہ اس لئے کہ رشوت اور اس جیسے مال میں ملکیت بالکل نہ ہونے کی وجہ سے حرمت ہے لہٰذا وہ مال رشوت لینے والے کے پاس غصب شدہ مال کی طرح ہے لہٰذا ضروری ہے کہ جس حد تک ممکن ہو وہ مال اس کے مالک یا اسکے ورثاء کو لوٹا دیا جائے پس ایسا کرنا واجب ہے، سُود یا اس جیسی اشیاء میں فسادِ ملک اور خباثت کی بناء پر بوجہ قبضہ اس کا مالک بن گیا تو جس سے

الماخوذ منه لاستحالة اجتماع ملکین علی شیئ واحد فلم یجب الرد و انما وجب الانخلاع عنه اما بالرد و اما بالتصدق کما ھو سبیل سائر الاملاک الخبیثۃ۔

مال لیا گیا اب اس کی ملکیت باقی نہ رہی (علاقہ ختم ہوگیا) اس لئے کہ ایک چیز پر بیک وقت دو ملک جمع ہونے محال ہیں (کہ اصل شخص بھی مالک ہو اور سود خور بھی۔ مترجم) لہٰذا مال ماخوذ کا واپس کرنا ضروری نہیں بلکہ اس سے علیحدگی واجب ہے خواہ بصورتِ رد (یعنی لوٹانے کے) ہو یا بصورتِ خیرات، جیسا کہ تمام املاکِ خبیثہ میں یہی طریقہ ہے۔(ت)

ہاں جس سے لیا انھیں یا ان کے ورثہ کو دینا یہاں بھی اولٰی ہے کما نص علیہ فی الغنیۃ والخیریۃ والھندیۃ وغیرھا (جیسا کہ غنیہ، خیریہ اور ہندیہ وغیرہ میں اس کی صراحت کی گئی ہے۔)

رہا استبدال یعنی اس مال کے عوض دوسری چیز خریدنا، اس کی دو صورتیں ہیں اگر وہ مال کہ ناجائز ذرائع سے حاصل کیا زر وسیم کے سوا اشیاء متعینہ سے تھا جیسے زمین یا کپڑا یا برتن وغیرہ یا اس کے عوض کوئی جائداد خریدی یا اس سے تجارت کی تو وہ جائداد و تجارت سب خبیث و حرام ہے، اور اگر وہ مال سونا چاندی روپیہ اشرفی تھا اور اس سے کوئی جائداد مول لی یا تجارت کی تو مذہب مفتٰی بہ میں اگر عقد و نقد دونوں اس زرِ حرام پر جمع ہوئے یعنی وہی حرام روپیہ بائع کو دکھا کر کہا کہ اس کے عوض فلاں شے دے دے پھر وہی روپیہ اس کے ثمن میں دے دیا یا پہلے سے وہ حرام روپیہ بائع کو دے دیا اور اس کے بدلے کوئی چیز مول لی تو وہ چیز مطلقاً حرام و خبیث ہے جبکہ یہ روپیہ غصب یا سرقہ یا رشوت و اجرتِ زنا یا غنا و امثال ذلک کا ہے جن میں اس کی ملک اصلاً نہیں ہوتی، اور اگر عقد و نقد دونوں جمع نہ ہوئے مثلاً مطلقاً خریدی کہ فلاں چیز دے دے پھر ثمن میں وہ زرِ حرام دیا یا زرِ حرام دکھا کر خریدی مگر دیتے وقت دوسرا روپیہ دیا تو وہ خریدکردہ شے پاک ہے۔ یونہی اگر روپیہ ربا وغیرہ عقود فاسدہ سے حاصل کیا تھا اور اس کے عوض کوئی شے خریدی تو اس خریدی ہوئی شے میں خباثت نہ آئے گی۔ تنویر الابصار میں ہے:

تصدق لو تصرف فی المغصوب والودیعۃ و ربح اذا کان متعینا بالاشارۃ او بالشراء بدراھم الودیعۃ او الغصب و نقدھا

اگر غصب کردہ چیز اور امانت میں اس نے تصرف کیا اور نفع کمایا ہو تو اسے خیرات کرے جبکہ وہ اشارہ سے متعین ہو اور اگر امانت اور غصب شدہ دراہم سے کوئی چیز خریدی اور وہی دراہم تبادلہ میں

وان اشار الیھا ونقد غیرھا او الی غیرھا او اطلق ونقدھا لا وبہ یفتی[1]

دے تو وہ چیز حرام ہے اور اگر ان کی طرف اشارہ کیا لیکن دیتے وقت دوسرے دراہم بصورت نقدی دے یا دوسرے دراہم کی طرف اشارہ کیا یا چیز خریدتے وقت ثمن سے اطلاق کیا (کہ فلاں چیز دے دے) پھر قیمت دیتے وقت وہی حرام درہم دے تو اسے خیرات نہ کرے (اس لئے کہ وہ پاک ہے) اور اسی پر فتوٰی دیا جاتا ہے۔(ت)

درمختار میں ہے:

الخبث لفساد الملك انما یعمل فیما یتعین لا فیما لایتعین واما الخبث لعدم الملك کالغصب فیعمل فیھما کما بسطہ خسرو وابن الکمال[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

ملک فاسد ہونے کی وجہ سے جو خباثت پیدا ہوتی ہے وہ متعین شے پر اثر کرتی ہے جبکہ غیر متعین میں مؤثر نہیں ہوتی لیکن عدم ملک کی وجہ سے جو خباثت پیدا ہو جیسے غصب وغیرہ تو وہ متعین غیر متعین دونوں میں اثر کرتی ہے جیسا کہ خسرو اور ابن کمال نے تفصیل سے اس کو بیان فرمایا۔ اور اللہ تعالٰی سب کچھ خوب جانتا ہے۔(ت)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۲۲۶: ازبریلی حاضر کردہ محمد صدیق عفی عنہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حاجی محمد قاسم صاحب نے آٹھ سو روپیہ کے نوٹ واشرفیاں سکتر صاحب کو برائے عمارت جامع مسجد دئے تھے سکتر صاحب نے چھ سو کا سامان منگوایا دو سو باقی رہے اور کام مسجد کا شروع کروادیا اہل محلہ نے کسی وجہ سے اس کام کو روکا سکتر صاحب کو اس سے ملال ہوا اور کار سے دست بردار ہوئے اور قصد عمارت کا ترک کردیا، سکتر صاحب سے دریافت کیا گیا کہ حاجی صاحب نے جو روپیہ دیا تھا وہ آپ کے پاس بجنسہ ہے یا اس میں کچھ تصرف ہوا ہے، اس کے جواب میں انھوں نے فرمایا کہ حاجی صاحب نے اشرفیاں ونوٹ دئے تھے میں نے اشرفیاں اپنی اشرفیوں میں ڈال دیں اور نوٹ خزانچی کو

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الغصب مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۰۶-۲۰۵

[2] درمختار کتاب البیوع باب البیع الفاسد " " ۲/ ۲۹

دے دئے تھے چونکہ اشرفیاں خلط ملط ہوگئیں اب مجھ کو ان کی تمیز بھی باقی نہیں رہی کہ وہ کون سی ہیں اور حاجی صاحب خواہ مجھ سے بالکل روپیہ لے لیں خواہ اشرفیاں خواہ نوٹ، لہذا اس صورت مذکورہ میں حاجی محمد قاسم صاحب اس روپیہ میں سے کسی شخص کو سوا سو روپیہ حج کے واسطے دلاسکتے ہیں یا نہیں؟ از روئے شرع مطہرہ کے اس کی ممانعت تو نہیں ہے؟ اور حاجی صاحب اس کا ثواب عنداللہ تعالٰی پائیں گے؟ بیّنوا و عنداللہ تعالٰی توجروا (بیان فرمائیے تاکہ اللہ تعالٰی کے ہاں سے اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

جبکہ وہ اشرفیاں وکیل نے اپنے مال میں خلط کرلیں کہ اب تمیز نہیں ہوسکتی تو وہ مال ہلاک ہوگیا اور وکیل پر اس کی ضمان لازم ہوئی فان الخلط استھلاك والمستھلك کغاصب والغصب مضمون والضمان مغیر (اس لئے کہ کسی کے مال کو اپنے مال میں ملادینا اسے ہلاک کرتا ہے اور ہلاک کرنے والا غاصب کی طرح ہے اور غصب میں ضمان ہے اور ضمان تبدیلی پیدا کرنے والا ہے۔ ت) تو دینے والے کو اس روپے میں تصرف مذکور جائز ہے خصوصاً اب کہ وُہ کام ہی ملتوی ہوگیا اور دینے والا اُسے اب بھی کار قربت میں صرف کرنا چاہتا ہے تو یہ صورت ثواب کی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۱۲۷: از سراگنج ضلع مظفرپور مرسلہ مولوی ظہیر الدین یکم ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے یہاں پشتہا پشت سے شراب کی بکری کا روزگار رہتا تھا اب اس نے ایک لائق و شریف آدمی کی ہدایت و فہمائش پر شراب کی بکری کے روزگار سے تائب ہو کر اس امر کا متجز ہوا کہ جس قدر مال و زر میرے پاس ہے اس کے پاک ہونے کی کیا صورت ہے، جس پر ایک عالم صاحب نے فرمایا کہ بعض علماء کے نزدیک حیلہ شرعی یہ ہے کہ تبادلہ جنس کر ڈالنے سے ان شاء اللہ تعالٰی وُہ مال پاک ہوجائیگا، واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔ اُسی جلسہ میں دوسرے عالم صاحب نے یہ فرمایا کہ نہیں نہیں ہرگز نہیں وہ مال کسی صورت سے پاک نہیں ہوسکتا ہے بلکہ اس مال کو دریابُرد کردینا چاہئے بجز دریا بُرد کردینے کے اس مال کے استعمال کی کوئی صورت نہیں، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ سائل اس مال کو کیا کرے، آیا دریا بُرد کرکے محتاج رہ جائے یا اس کے جواز کی کوئی صورت بھی ہے جیسا کہ عالم صاحب نمبر ایک نے فرمایا ہے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر و ثواب پاؤ۔ ت) فقط۔

الجواب

دریا بُرد کردینے کا حکم محض باطل ہے اور دوسری جنس سے بدلنے میں عہدہ برآری نہ ہوگی حکم شرع

جو اس کے ذمہ ہے ادا نہ ہوگا اُس پر شرع مطہرہ یہ فرض کرتی ہے کہ اُس مال کو تصدق کردے، مساکین کو دے ڈالے۔ بغیر اس کے اس کی توبہ صحیح نہیں، اور اس میں اس کے لئے حیلہ شرعی بھی نکل آئے گا، یہ تصدق کچھ اجنبی مساکین ہی پر ضرور نہیں بلکہ اپنے محتاج بیٹے یا باپ یا بھائی یا بی بی پر بھی کرسکتا ہے انھیں دے کر ان کا قبضہ کرادے پھر وہ کل یا بعض جتنا چاہیں اسے ہبہ کردیں پاک ہوجائے گا۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

لہ مال فیہ شبھۃ اذا تصدق بہ علی ابیہ یکفیہ ذٰلک ولایشترط التصدق علی الاجنبی وکذا اذا کان ابنہ معہ حین کان یبیع ویشتری وفیھا بیوع فاسدۃ فوھب جمیع مالہ لابنہ ھذا خرج من العھدۃ کذا فی القنیۃ۔[1]

کسی شخص کے پاس مشتبہ اور مشکوک مال ہو تو اسے کسی اجنبی پر ہی خیرات کردینا ضروری نہیں بلکہ وہ اپنے والد پر بھی خیرات کرکے بری الذمہ ہوسکتا ہے۔ اسی طرح اگر اس کا بیٹا اس کے ساتھ شریک کاروبار ہو اور خرید و فروخت کرتا ہو اور فاسد سودے بھی ہوتے ہوں اور وہ اپنا تمام مال اس بیٹے کو ہبہ کردے تو وہ اپنی ذمہ داری سے فارغ ہوجائے گا۔ قنیہ میں اسی طرح مذکور ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اور یہاں تحقیقات عظیمہ فقہیہ ہیں جن کے بیان میں طول ہے اور حاصل حکم اسی قدر ہے، وباللہ التوفیق، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۳: غرہ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ حبیب اللہ شاہ محلہ شاہ آباد بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہم لوگ باجا بجانے کا پیشہ کرتے ہیں، ہولی کے دن ہندوؤں کے یہاں بھی جا کر بجایا کرتے تھے مگر اب کی مرتبہ سب برادری نے یہ بات کہی کہ یہ بات ذلت کی ہے ہندوؤں کے یہاں نہیں جانا چاہئے۔ سبھوں نے جانا چھوڑا ایک شخص نہیں مانا اُس سے یہاں تک کہا گیا کہ اگر تم ایسے نہیں مانتے ہو دو تین روپے لو، خدا کا واسطہ بھی دیا، اس نے اس پر بھی نہ مانا آخر گیا، ہم لوگوں نے اس کی پنچایت کی، دو آدمی اسے پنچایت میں لانے کے لئے گئے، اس نے کہا تم نے مجھے چھوڑا میں نے تمھیں چھوڑا تم میرے نزدیک مثل بھنگی کے چمار کے ہو۔ اب از روئے شرع ایسے شخص کے حکم میں حضور کیا فرماتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۹

الجواب

باجا بجانا خود ہی ناجائز تھا اور ہندوؤں کے یہاں بجانا اور سخت ناجائز، اور ان کے شیطانی تہوار میں بجانا اور بھی سخت حرام در حرام در حرام، اب کہ ان مسلمانوں کو ان کے رب عزوجل نے یہ توفیق دی کہ ہندوؤں کے یہاں نہ بجانے پر اتفاق کرلیا اور خدا نے آنکھیں کھولیں کہ مسلمان ہو کر خدا کے دشمنوں کے سامنے ذلت اٹھانے کو بُرا جانا تو اس پر تمام برادری کو اس ترک میں ان کی پیروی خدا و رسول کے حکم سے لازم تھی جس شخص نے نہ مانا وہ صرف گنہگار ہی نہیں بلکہ سرکش شریر بدکار ہے اس پر توبہ فرض ہے اگر وہ نہ مانے تو برادری والوں پر لازم کہ اُسے مثل بھنگی چمار کے چھوڑیں اس کی کسی بات میں شریک نہ ہوں نہ اپنی کسی بات میں اسے شریک کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۹ از ضلع متھرا محلہ بلوچپاڑہ قصبہ نانت مرسلہ غلام محمد امیر خاں صاحب حنفی ۲۰ نومبر ۱۹۰۹ء

جناب مولانا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کمترین کا سن اکیاون سال کا ہے اور گیارہ لڑکیاں ہیں۔ پیشہ وثائق نویسی کرتا ہوں اور دوسرا کوئی کام نہیں جانتا ہوں۔ مسلمانوں کی سُودی دستاویزات لکھنے سے اجتناب کرتا ہوں حتی کہ اس وقت تک میرے قلم سے کسی مسلمان کی کوئی دستاویز نہیں لکھی گئی۔ آج ایک مولوی صاحب کی زبانی یہ مسئلہ سُنا کہ کفار کے سودی دستاویزات کہ جس میں فریقین کافر ہوں ہندوستان میں یہ بھی جائز نہیں ہیں اور جیسا گناہ سود کھانے والے کو ہے ویسا ہی کاتب کو اور گواہوں کو ہے۔ پس یہ سُن کر مجھ کو خوفِ الٰہی نے اس بات پر مجبور کیا کہ جناب سے اس مسئلہ کو دریافت کروں، اور اگر فی الحقیقت جیسا کہ مولوی صاحب موصوف نے فرمایا ہے حضور بھی فتوٰی دیں تو اللہ تعالٰی پر توکل کرکے اس پیشہ کو چھوڑ دوں اور اللہ تعالٰی کے حضور میں توبہ و استغفار کروں تاکہ اللہ تعالٰی گزشتہ کو معاف کردے۔ حضور بھی میرے حق میں دعائے خیر فرمادیں اور فتوٰی عطا فرمائیں، جمیع حاضرین کی خدمت میں سلام علیک عرض کرتا ہوں۔ بینوا توجروا

الجواب

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لایحتسب ومن یتوکل	جو اللہ سے ڈرے گا اللہ تعالٰی اس کے لئے ہر تنگی سے نجات کی راہ رکھے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ پہنچے

علی اللہ فھو حسبہ[1] اور جو اللہ پر بھروسا کرے تو اللہ اسے کافی ہے۔

اے اپنے رب سے ڈرنے والے بندے! بیشک سُود لینا اور دینا اور اس کا کاغذ لکھنا اور اس پر گواہی کرنا دینا سب کا ایک حکم ہے اور سب پر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اور فرمایا وہ سب برابر ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اٰکل الربٰو وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء[2]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سود کھانے والے، کھلانے والے، اسے دیکھنے والے، اسے لکھنے والے اور اس کی گواہی دینے والوں پر لعنت فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا: یہ سب گناہ میں برابر ہیں۔ (ت)

فوراً اس کا چھوڑ دینا اور اس سے توبہ کرنا فرض ہے، اور بشارت ہو کہ یہ نیک پاکیزہ خیال کہ اللہ عزوجل کے خوف سے پیدا ہوا بحکم آیت مذکورہ وجہ حلال سے رزق طیب ملنے اور اللہ عزوجل کی رضا کی خوشخبری دیتا ہے اور بیشک جو اللہ تعالٰی پر توکل کرتا ہے اللہ اُسے بس ہے۔ فقیر اسلامی محبت سے چند اعمال مجرب جو بارہا بفضلہ تعالٰی تیر بہدف ثابت ہوئے ہیں آپ کو بتاتا ہے:

(۱) بعد نمازِ عشا سر برہنہ ایسی جگہ کہ سر و آسمان میں چھت یا درخت وغیرہ کچھ حاجب نہ ہو ۵۰ بار روزانہ پڑھے یا مُسَبِّبَ الْاَسْبَاب (اے اسباب کا سبب بنانے والے۔ ت) اول آخر ۱۱، ۱۱ بار درود شریف۔ جتنے دنوں زیادہ پڑھے زیادہ نفع ہوگا ان شاء اللہ تعالٰی، اور ہمیشہ پڑھے تو بہتر۔

(۲) بعد نمازِ مغرب ستارہ قطب کی طرف منہ کرکے کھڑے ہوکر آیۂ قطب کہ پارۂ چہارم کے نصف پر ہے ثم انزل علیکم من بعد الغم امنۃ سے علیم بذات الصدور[3] تک ۴۱ بار روز پڑھے ۴۱ روز تک، اول آخر ۱۰، ۱۰ بار درود شریف۔

(۳) خاص طلوع صبح صادق کے وقت اور نہ ہوسکے تو حتی الامکان سنت صبح سے پہلے سو بار روزانہ پڑھیں سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم، اول آخر درود شریف ۱۰، ۱۰ بار۔ اس کا ورد ہمیشہ رہے۔ اول وقت پڑھنے کی کوشش ہو مگر اس کے سبب جماعت میں خلل نہ پڑے۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/ ۳

[2] صحیح مسلم کتاب البیوع باب الربٰو قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۷

[3] القرآن الکریم ۳/ ۱۵۴

اگر آنکھ دیر میں کھلے سنتیں پڑھ کر اسے شروع کریں اگر بیچ میں جماعت قائم ہو شریک ہوجائیں، باقی عدد بعد میں پورا کریں۔ وظائف واعمال کے اثر کرنے میں تین شرائط ضروری ہیں۔

(۱) حُسنِ اعتقاد، دل میں دغدغہ نہ ہو کہ دیکھئے اثر ہوتا ہے یا نہیں، بلکہ اللہ عزوجل کے کرم پر پورا بھروسا ہو کہ ضرور اجابت فرمائے گا۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ادعوا اللّٰہ وانتم موقنون بالاجابۃ۔[1] اللہ تعالٰی سے اس حال پر دعا کرو کہ تمہیں اجابت کا یقین ہو۔

(۲) صبر وتحمل، دن گزریں تو گھبرائیں نہیں کہ اتنے دن پڑھتے گزرے ابھی کچھ اثر ظاہر نہ ہوا یوں اجابت بند کردی جاتی ہے بلکہ لپٹا رہے اور لو لگائے رہے کہ اب اللہ ورسول اپنا فضل کرتے ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولو انھم رضوا ما اٰتٰھم اللّٰہ ورسولہ وقالوا حسبنا اللّٰہ سیؤتینا اللّٰہ من فضلہ ورسولہ انا الی اللّٰہ راغبون۔[2] کیا خوب ہوتا اگر وہ اللہ اور رسول کے دینے پر راضی ہوجاتے اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب ہمیں عطا فرماتے ہیں اللہ ورسول اپنے فضل سے، بیشک ہم اللہ کی طرف لو لگائے ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

حدیث میں ہے:

یستجاب لاحدکم مالم یعجل فیقول قد دعوت فلم یستجب لی۔[3] تمہاری دعائیں قبول ہوتی ہیں جب تک جلدی نہ کرو کہ میں نے دعا کی اور اب تک قبول نہ ہوئی۔

(۳) میرے یہاں کی جملہ اجازات ووظائف واعمال وتعویذات میں شرط ہے کہ نماز پنجگانہ باجماعت مسجد میں ادا کرنے کی کامل پابندی رہے وباللہ التوفیق۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۳

از روئے شرع شریف کے تاوان کا روپیہ جمع کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

---

[1] جامع الترمذی ابواب الدعوات امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۸۶
مشکوٰۃ المصابیح کتاب الدعوات الفصل الثانی مجتبائی دہلی ص ۱۹۵
[2] القرآن الکریم ۹/ ۵۹
[3] صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب انہ یستجاب للداعی مالم یعجل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۵۲

الجواب

حرام تاوان کا حرام اور جائز کا جائز۔ سائل نے متعدد سوال گول اور مجمل لکھے جو کسی صورت خاصہ میں حکم معلوم کرنا چاہے اسے مفصل وہ خاص صورت بیان کرنا چاہئے کہ اس کا حکم بتایا جائے۔

مسئلہ ۱۳۱: از سرونج مسئولہ جناب محمد عبدالرشید خاں صاحب ۱۹ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

ایک عزیز زید کا قرید کو ازراہِ صلہ رحمی ماہوار یا وظیفہ دیتا ہے مگر مہاجن سے سودی روپیہ قرض لے کر دیتا ہے کسی اپنی دنیوی وجہ سے تو ایسے روپے سے خیرات جائز یا ناجائز؟

الجواب

بلا ضرورت شرعیہ و مجبوری صادق سودی روپیہ قرض لینا حرام اور شدید گناہ کبیرہ ہے۔ صحیح حدیث میں سود لینے والے اور سود کھانے والے کو برابر بتایا اور دونوں پر سخت وعید فرمائی تو یہ روپیہ کہ ایک عقد فاسد سے اس نے حاصل کیا خود خبیث ہے اور اسے واپس دینا اور اس عقد کو فسخ کرنا واجب ہے امور خیر یا اپنے کسی مصرف میں نہیں لاسکتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۲: از شہر مذکورہ بالا مسئولہ مذکور الصدر بتاریخ مذکورہ بالا

alahazratnetwork.org

زید نے عمر کو روپیہ قرض دیا، عمر نے ادا اسکی روپیہ زید کی ناپاک روپے سے کی، تو ایسی حالت میں روپیہ زید کا پاک رہا یا ناپاک؟

الجواب

ناپاک روپیہ دو قسم ہے، ایک وہ جو اس شخص کی ملک ہی نہیں جیسے غصب یا رشوت یا چوری کا روپیہ، یہ روپیہ اس سے نہ کوئی اپنے قرض میں لے سکتا ہے نہ اپنی کسی بیچی ہوئی چیز کی قیمت میں، اور اگر لے گا تو وہ اس کے لئے حرام و ناپاک ہوگا جبکہ اسے معلوم ہو کہ دینے والے کے پاس بعینہٖ یہ روپیہ اسی حرام سے ہے۔ اور اگر دینے والے کے پاس علاوہ حرام ہر قسم کا روپیہ ہے اور لینے والے کو معلوم نہیں کہ یہ روپیہ جو مجھے دے رہا ہے خاص وجہ حرام کا ہے تو لینے میں حرج نہیں۔

فی الھندیۃ عن الذخیرۃ عن محمد بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حرام لعینہ[1]

فتاوٰی ہندیہ میں ذخیرہ سے امام محمد کے حوالے سے یہ روایت نقل فرمائی کہ ہم اسی مسئلہ کو اختیار کرتے ہیں جب تک کسی شئی کے عین حرام ہونے کا علم نہ ہو۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

دوسری قسم وہ کہ اس کی ملک بروجہ خبیث ہے جیسے وہ روپیہ کہ کسی عقد فاسد سے حاصل کیا جائے بربعد قبضہ ملک ہوجاتا ہے۔ اور دوسرے کو اپنے کسی جائز ذریعہ میں لینا روا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۳ مرسلہ کفایت اللہ خاں صاحب از موضع ابھئی پور ضلع بریلی ۱۰ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ ﷲ ایک چندہ کیا گیا واسطے مجلس میلاد شریف وقوالی کے چندہ جمع ہونے کے بعد چند اشخاص نے یہ کہا کہ ہم نے اب کی مرتبہ دیا ہے لیکن آئندہ نہ دیں گے اور اب مسجد کی مرمت کے واسطے دیں گے تو اس میں اُن کا مبلغ لعہ جمع تھا ان کو بجائے لعہ کے مبلغ عہ اُن کو دیا گیا اور یہ کہا گیا کہ یہ لو مسجد کی مرمت میں لگانا وہ روپیہ وہ لوگ جنھوں نے چندہ دیا تھا آپس میں تقسیم کرکے کھاگئے، اب اُن کے حق میں کیا حکم ہوتا ہے؟

الجواب

مجلس میلاد مبارک اعظم مندوبات سے ہے جبکہ بروجہ صحیح ہو جس طرح حرمین طیبین میں ہوتی ہے اور قوالی کہ یہاں رائج ہے ناجائز ہے اور اس کے لئے چندہ دینا بھی جائز نہیں یہ چندہ کہ اُن کو واپس دیا گیا اگر لعہ ہی دئے جاتے جتنا انھوں نے دیا تھا تو انھیں اُس کا کھا لینا حرام نہ ہوتا وہ ان کی ملک تھا اور جو وعدہ مسجد میں صرف کرنے کا کیا تھا اگر اس پر قائم تھے اور بوجہ حاجت اس وقت صرف کرلیا اور دل میں یہ نیت تھی کہ اس کے عوض مسجد میں اتنا لگا دیں گے تو اللہ عزوجل سے وعدہ خلافی بھی نہ ہوا اور اگر یہ نیت نہ تھی تو خلاف وعدہ کا وبال ہوا اور معاذ اللہ اس کی نحوست شدید ہے۔

قال اللہ تعالٰی فاعقبھم نفاقا فی قلوبھم الٰی یوم یلقونہ بما اخلفوا اللہ ما وعدوہ وبما کانوا یکذبون[1]۔ (اللہ تعالٰی نے فرمایا) پھر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالٰی نے اُن کے دلوں میں نفاق جما دیا اُس دن تک کہ اس سے وہ ملیں گے اس لئے کہ انھوں نے اپنے کئے ہوئے وعدہ کی اللہ تعالٰی سے خلاف ورزی کی اور اس لئے کہ وہ جھوٹ کہا کرتے تھے (ت)

مگر وہ ایک روپیہ زائد جو اُن کو دیا گیا اُس کا کھا لینا ہر طرح انھیں حرام تھا بہر حال وہ مرتکب غصب حرام ہوئے اُن پر توبہ فرض ہے اور اس ایک روپیہ کا تاوان دینا لازم۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۴ مسئولہ محمد سید علی صاحب طالب علم از کانپور مسجد حاجی بدلو صاحب سطر نجی محل ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی ایک بازاری عورت یعنی

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۷۷

رنڈی نے مدتوں سے زناکاری اور رقاصی کرکے بہت مال جمع کیا اور اپنے حالات فسق و فجور ہی میں اس مال سے ایک مکان بنایا اور کئی بیگھہ زمین خریدی اُس عورت کے پاس اور کوئی مال بھی نہ تھا اور ہونے کی صورت متصور نہ تھی جس سے زمین اور مکان کی قیمت دے سکے اب دو تین برس سے اُس عورت نے توبہ کرکے اور بازار چھوڑ کر اُس مکان میں سکونت پذیر ہوئی اور چاہتی ہے کہ اپنی ملک سے عوام و خواص کی دعوت کرے اور کھلائے پلائے اور لوگوں کو اس کے مکان میں جانا اور کھانا پینا اور خود عورت مذکورہ کو اس مکان وزمین و دیگر اشیاء کہ جو اس مال سے خریدی ہیں استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا بالکتاب (کتاب کے حوالہ سے بیان فرماؤ۔ ت)

الجواب

اگر اس نے زمین اور مکان کی اینٹ، لکڑی وغیرہ اپنے روپے دکھا کر نہ خریدی بلکہ مطلق روپے کو خریدی اور پھر وہ مال حرام زرِ ثمن میں دیا اور بیشک آجکل عام خریداریاں اسی طرح پر ہوتی ہیں تو وہ زمین و مکان اس کے لئے حرام نہیں،

لان الدراھم لاتتعین فی العقود فاذا لم یجتمع علیہا العقد والنقد لم یتعد الخبث الی البدل کما ھو قول الامام الکرخی وعلیہ الفتوی۔

اس لئے کہ عقد کے معاملات میں دراہم متعین نہیں ہوتے اور جب اُن پر عقد اور نقد جمع نہ ہوں تو خباثت بدل کی طرف سرایت نہیں کرتی، جیسا کہ امام کرخی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے۔ اور اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

مگر وہ مال حرام جو اُس کے پاس ہے اُس پر لازم ہے کہ سب تصدق کردے اُس میں سے کوئی پیسہ اپنے کھانے پینے یا کسی اور مصرف میں اُسے اٹھانا حرام ہے وہ اگر اُسے پاک کرنا چاہے تو اس کا طریقہ صرف یہ ہے کہ کسی محتاج کو اگرچہ اس کا کیسا ہی عزیز و قریب ہو اپنا وہ کل مال ایک ایک پیسہ ایک ایک تار بہ نیت تصدق دے دے اس میں سے کچھ اپنے پاس نہ رکھے، اور زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ چند محتاجوں پر اس حساب سے تصدق کرے کہ ہر ایک کو چھپن روپے سے کم کا مال پہنچے، پھر جن کو اس نے بطور تصدق دیا ہے وہ اپنی خوشی سے اپنی طرف سے تھوڑا یا بہت جتنا اسے ہبہ کردیں وہ اس کے لئے حلال طیب ہو جائیگا اگرچہ کل دے دیں اُس کے بعد اُس کے یہاں کی دعوت وغیرہ کسی امر میں حرج نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۵: از شہر کرلہ ڈاکخانہ گھٹیا مرسلہ وصی علی صاحب معرفت مولوی قاسم علی صاحب طالبعلم مدرسہ منظر اسلام ۲۸ شوال ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی آسامی نے اپنا حق موروثی اگر کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو اس میں زمیندار کو آسامی مشتری سے کچھ روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا بحوالہ کتاب (کتاب کے حوالے سے بیان کرکے اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

حق موروثی قابل بیع نہیں، نہ اس پر زمیندار کچھ لے سکتا ہے نہ ذی حق جسے قانون نے حق موروثی ٹھہرایا ہے شرعاً کوئی حق ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۶: از ضلع گوڑگاؤں مقام ریواڑی متصل تحصیل حکیم جلال الدین بروز سہ شنبہ بتاریخ ۳ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ کوئی جانور یا شیرینی مندر میں بت پر یا دیبی بھیروں وغیرہ کی تھان پر یا خواجہ معین الدین چشتی اجمیری وغیرہ کی قبر پر چڑھائی جائے اور اس بت کا پجاری یا تھان کا پجاری یا قبر کا مجاور اُس چڑھاوے کو لے لے اور اس کو بیچے تو مول لینا درست ہے یا نہیں؟ اور مجاور یا پجاری مفت دے تو لینا درست ہے یا نہیں؟ اور مجاور اور پجاری کے گھر کا کھانا درست ہے یا نہیں؟ اور اولیاء کرام کی قبر کے چڑھاوے اور بت یا تھان پر چڑھاوے ایک ہے یا علیحدہ علیحدہ حکم ہے؟ فقط۔

الجواب

عجب وہ مسلمان کہ اسلام اور کفر میں فرق نہ کرے۔ عجب وہ مسلمان کہ بتوں کے تھان اور اولیائے کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مزارات طیبہ کو ایک ساتھ گنے، بت پر چڑھاوا چڑھانا کفر ہے اور اولیاء کو ایصال ثواب طریق اسلام، تو مالک پجاری بھی ہوجاتا ہے بیچے تو مول لینے میں حرج نہیں کہ بت کے چڑھاوے کی خباثت اُس تک منتہی ہوگئی اور مفت دینا اگر اس طرح ہو جیسے اُن کے یہاں پرشاد بٹتا ہے، تو لینا ہرگز جائز نہیں، کہ اس میں ذلتِ مسلم ہے اور اگر اس طریقہ پر نہ ہو بلکہ وہ اپنی ملک میں لے کر اُسے بطور ہدیہ دے تو اُس کا حکم ہدیہ مشرکین کا حکم ہے کہ صور و احکام و اقوال مختلف ہیں جن کی تفصیل ہمارے فتاوٰی میں ہے، اور اس خاص صورت سے بچنا ہی بہتر ہے۔ حدیث میں فرمایا:

www.alahazratnetwork.org

انی نھیت عن زبد المشرکین۔[1]

مجھے منع کردیا گیا ہے کہ میں شرک کرنے والوں کا مکھن (ہدیہ) قبول کروں۔ (ت)

مزاراتِ طیبہ پر جو کچھ بغرضِ ایصالِ ثواب حاضر کیا جائے اور عادۃً خدام اُسے تقسیم کرلیتے اور دینے والے جانتے ہیں اور اس پر راضی ہوتے ہیں وہ ان کی ملک ہے اُن سے ہدیۃً وشراءً دونوں طرح لینا جائز۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۷: از ضلع شاہجہانپور مقام میران پور کٹرہ محلہ نادر سانیاں ڈاکخانہ خاص روز یکشنبہ بتاریخ ۸ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

جنگِ بلقان کے وقت چند اشخاص نے مل کر چندہ مجروحین وبیوگان ترکوں کے واسطے قصبہ اور دیہات سے جمع کیا اس اثناء میں چندہ فراہم کرنے والوں میں سے ایک شخص نے چھ روپیہ اپنے صرف میں کرلیا اور آج تک نہیں دیا برابر جھوٹے وعدے کرتا رہا اور بقیہ روپیہ تھے اُس روپیہ کے نہ ملنے کی وجہ سے اب تک نہیں روانہ کیا گیا اب اس روپیہ کو کسی صرف میں لانا چاہئے یا اُن اشخاص کو واپس کردینا چاہئے، یا صرف مسجد یا مدرسہ میں یا مطبع علماء میں صرف کرنا چاہئے اور جس شخص نے وہ روپیہ نہیں دیا ہے اس کی بابت کیا حکم ہے، ایسے شخص اس بار امانت سے سبکدوش ہوجائے جن کے پاس جمع ہے، زیادہ حد ادب!

الجواب

چندہ کا روپیہ چندہ دینے والوں کا ملک رہتا ہے جس کام کے لئے وہ دیں جب اُس میں صرف نہ ہو تو فرض ہے کہ انھیں کو واپس دیا جائے یا کسی دوسرے کام کے لئے وہ اجازت دیں اُن میں جو نہ رہا ہو ان کے وارثوں کو دیا جائے یا ان کے عاقل بالغ جس کام میں اجازت دیں ہاں جو اُن میں نہ رہا اور اُن کے وارث بھی نہ رہے یا پتا نہیں چلتا یا معلوم نہیں ہوسکتا کہ کس کس سے لیا تھا کیا کیا تھا، وہ مثل مالِ لقطہ ہے، مصارفِ خیر مثل مسجد اور مدرسہ اہلسنت ومطبع اہلسنت وغیرہ میں صرف ہوسکتا ہے، وھو تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۸:

چہ میفرمایند علمائے دین متین اندریں مسئلہ کہ — علمائے دین متین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ

---

[1] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۹۹۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۳۶۴/۱۷
جامع الترمذی ابواب السیر باب ماجاء فی قبول ہدایا المشرکین امین کمپنی دہلی ۱۹۱/۱

وقتیکہ قضاۃ را وظیفہ مقررہ از بیت المال باشد و مع ہذا اینان وہ یدہ بگرد ند و برائے خود با بلا اجازۃ سلطانی خلد اللہ تعالٰی سلطنتہ آمین ثم و ثم مال از خاص رعایا بعضے جبرًا و قہرًا و بعضے سوالاً و تضرعاً جمع میکنند و خلاف او جائز می شمارند میخورند نہ آنکہ در معاملات امور مملکت و سلطنت صرف میکنند پس ایں فعل و قول قضاۃ مذکور موافق شرع قویم و صراط مستقیم ہست و یا نہ۔ بینوا توجروا۔

جو شرعی جج (قضاۃ) ہیں، بیت المال سے ان کا وظیفہ مقرر ہے مگر اس کے باوجود وہ بستی بستی میں چکر لگاتے ہیں، اور خود اپنے لئے بغیر اجازت شاہی، اللہ تعالٰی اس کی بادشاہی کو ہمیشہ برقرار رکھے، آمین پھر آمین پھر آمین، خاص رعایا سے مانگتے ہیں، کچھ ان میں جبر اور زبردستی اور کچھ منت و سماجت سے گڑگڑا کر مال جمع کرتے ہیں اور خلاف کو جائز سمجھتے ہوئے جمع شدہ مال کھا جاتے ہیں۔ ایسا نہیں کہ بادشاہی اور مملکت کے بڑے بڑے کاموں میں اس کو خرچ کریں ایسے جج صاحبان کا یہ رویہ اور قول شرع مقدس اور صراط مستقیم (سیدھا راستہ) کے مطابق ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ کو وضاحت سے بیان فرما کر اللہ تعالٰی سے اجر و ثواب پاؤ۔ (ت)

الجواب

اگر بجبر میگیرند ظالم و غاصب اند قال اللہ تعالٰی ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[1] و قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کل المسلم علی المسلم حرام دمہ ومالہ وعرضہ[2] واگر بسوال و تضرع میگیرند نیز حرام ست قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا تحل الصدقۃ لغنی ولا لذی مرۃ سوی[3] در ہندیہ وغیرہا ست ما جمع السائل

اگر وہ لوگوں سے زبردستی لیتے ہیں تو اس صورت میں ظالم اور غاصب ہیں، چنانچہ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: لوگو! ایک دوسرے کے مال آپس میں ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کی ہر چیز دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ اس کا خون، مال اور آبرو۔ اور اگر عاجزانہ طور پر گڑگڑا کر سوال کرتے اور لیتے ہیں تو پھر بھی حرام ہے، چنانچہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا صدقہ

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۸

[2] صحیح مسلم کتاب البر باب تحریم ظلم المسلم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۷

[3] مسند امام احمد بن حنبل حدیث عبد اللہ بن عمرو دار الفکر بیروت ۲/ ۱۹۲

سنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ باب من یعطی من الصدقۃ الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۳۱

بالتکدی فھو خبیث[1] بر سلطان اسلام و ولاۃ وحکام و محتسبان ذی مقام فرض است کہ آنہارا ازیں کردار بازدارند قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذٰلک اضعف الایمان[2] قال اللہ تعالٰی لولا ینھٰھم الربانیون والاحبار عن قولھم الاثم واکلھم السحت لبئس ما کانوا یصنعون[3] نسأل اللہ العفو والعافیۃ، واللہ تعالٰی اعلم۔

وخیرات کسی مالدار اور طاقتور اور تندرست آدمی کے لئے حلال نہیں، چنانچہ فتاوٰی ہندیہ وغیرہ میں ہے کاوش اور چھینا جھپٹی سے جو کچھ سائل نے جمع کیا ہے وہ خبیث (ناپاک) مال ہے۔ لہذا شاہِ اسلام، مقررکردہ والی، حکام اور احتساب کرنے والے بلند عہدہ رکھنے والے، اُن پر فرض ہے کہ ایسے ذلیل سائلوں کو اس کارروائی سے روک دیں۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو کوئی تم میں سے کوئی برائی دیکھے تو اسے زورِ بازو سے بدل دے (یعنی اسے بند کردے) اگر یہ طاقت نہ ہو تو پھر زبان سے اصلاح کرے اور اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو پھر اسے دل سے بُرا سمجھے لیکن یہ سب سے ضعیف تر ایمان ہے۔ اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا، گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے اللہ والے اور پادری انھیں کیوں نہیں روکتے بلاشبہہ بہت بری کارروائی ہے جو وہ سرانجام دے رہے ہیں۔ ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۹: حکیم محمد حسن از بہیڑی ضلع بریلی ۶ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محکمہ آبکاری میں جو کہ گورنمنٹ کی طرف سے ملازمت کرتے ہیں مثلاً جیسے کہ انسپکٹر آبکاری، یہ ملازمت جائز ہے یا ناجائز؟ اگر جائز ہے تو کس وجہ سے اور ناجائز ہے تو کس وجہ سے؟ دلائل بیان فرمائیے فقط۔

الجواب

شراب کا بنانا، بنوانا، چھونا، اٹھانا، رکھنا، رکھوانا، بیچنا، بکوانا، مول لینا دلوانا سب

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۹

[2] مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابی سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ دارالفکر بیروت ۳/۴۹

[3] القرآن الکریم ۵/۶۳

حرام حرام حرام ہے۔ اور جس نوکری میں یہ کام یا شراب کی نگاہداشت اُس کے داموں کا حساب کتاب کرنا ہو سب شرعاً ناجائز ہیں۔ قال اللہ تعالٰی :

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1] (لوگو) گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایکدوسرے کی مدد نہ کیا کرو۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لعن اللہ الخمر وشاربہا وساقیہا و بائعہا ومبتاعہا وعاصرہا ومعتصرہا وحاملہا والمحمولۃ الیہ وآکل ثمنہا۔ رواہ ابوداؤد[2] والحاکم وصححہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

شراب، اسے پینے والا، پلانے والا، فروخت کرنے والا، خریدنے والا، کشید کرنے والا، کشید کروانے والا، اسے اٹھانے والا، جس تک اٹھا کر لے گیا، اور اس کی قیمت استعمال کرنے والا، اللہ تعالٰی نے ان سب پر لعنت فرمائی۔ امام ابوداؤد اور امام حاکم نے اسے روایت کیا ہے اور اس نے (یعنی حاکم نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی سند سے اس کی تصحیح فرمائی، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۴: مسئولہ مولوی ظفرالدین صاحب مدرس مدرسہ نورالہدٰی پانکی پور ڈاک خانہ سندرو چہارشنبہ ۱۵ شوال ۱۳۲۲ھ

حضور کا کیا حکم ہے کہ ایک عورت کے اُوپر جن آتا ہے اور وُہ علانیہ اُس کو دیکھتی ہے اور وہ اُس کے پاس آکر روپے وغیرہ نوٹ دے کر جاتا ہے تو آیا اُس نوٹ اور روپے کو صرف کرنا چاہئے یا نہیں ؟ اور استعمال میں لانا شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

وُہ جن جو کچھ اُس عورت کو دیتا ہے اس کا لینا حرام ہے کہ وُہ زنا کی رشوت ہے۔ درمختار میں ہے :

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۲

[2] سنن ابی داؤد کتاب الاشربۃ باب العصیر للخمر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۶۱
المستدرک للحاکم کتاب الاشربۃ دار الفکر بیروت ۴/ ۱۴۵

مایدفعہ متعاشقان رشوۃ۔[1] آپس میں معاشقہ کرنے والے جو کچھ دیں وہ رشوت میں شمار ہے۔ (ت)

اگر وُہ لینے پر مجبور کرے لے کر فقراء پر تصدق کردیا جائے اپنے صرف میں لانا حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۱: از فرخ آباد شمس الدین احمد ۱۸ شوال المعظم ۱۳۳۴ھ

درخت تاڑ کی فصل فروخت کرنا یعنی تاڑی نکال کر بیچنے کی اجازت دینا اور اس کی قیمت لینا درست ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

ممنوع ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۲: مسئولہ ولی محمد کلاہ فروش بازار چوک بہرائچ چہار شنبہ ۱۹ ذوالقعدہ ۱۳۳۴ھ

خیاط لوگ اُن کپڑوں میں سے جو اُن کے پاس بغرض سلائی لے جاتے ہیں کچھ تھوڑا کپڑا بمقدار ایک کُلاہ کے بچالیتے ہیں اور اُس کپڑے کی کُلاہ وغیرہ بناکر بدست کُلاہ فروش بہ نسبت شرح قیمت دوسری ٹوپیوں کے کم قیمت پر فروخت کرلیتے ہیں کوئی شخص بازار کے تمام کُلاہ فروشاں میں سے سوائے ایک شخص کے انکار اُن خیاطوں کی ٹوپیاں وغیرہ خریدنے اور اُن کے منافع سے مستفیض ہونے سے نہیں کرتا ہے، اور محترز کی سعی سے اصلاحِ حال خیاط لوگوں کی اور خرید کرنیوالے کلاہ فروشاں کی غیر ممکن ہے۔ کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے دین کہ محترز اگر ایسے پارچہ کی ٹوپیاں وغیرہ خیاط لوگوں سے خرید کرلے تو محترز باعثِ معصیت ہوگا یا نہیں؟

الجواب

ضرور معصیت وحرام ہے، اور یہ خیال کہ ان کے پاس چھوڑے تو یہ بند نہیں ہوتا محض بے معنی ہے، اس کا حساب اس پر اور اُن کا حساب اُن پر۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۳: مرسلہ مرزا عبدالرحیم بیگ مدرس مدرسہ جماعت نارو اڑی محلہ رنچھوڑ لین کراچی بندر

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان دین متین:

میں نے سُنا ہے کہ بیاج کے جائز ہونے کا بھی آپ نے کوئی حیلہ کیا ہے آیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو کس طرح؟ تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

---

[1] بحرالرائق کتاب القضاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۲۶۲

الجواب

بیاج کے جائز کرلینے کا حیلہ کرلینا مسلمان کی شان نہیں یہ بھی مجھ پر محض افترا ہے میرے فتاوٰی میں جابجا اس کا رد موجود ہے، اور اگر اس کا نام حیلہ ہے کہ کوئی شرعی جائز صورت کی جائے جس میں نفع حاصل ہو اور بیاج حرام مردود و نجس سے نجات ہو تو اسے خود صاحبِ شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا کما فی صحیح البخاری (جیسا کہ صحیح البخاری میں ہے۔ ت) ائمہ دین نے اس کی متعدد صورتیں ارشاد فرمائیں۔ فتاوٰی امام قاضی خاں میں اس کے لئے خاص ایک فصل تحریر فرمائی اسے بیاج جائز کرلینا نہ کہے گا مگر گمراہ، اس کی تفصیل میرے رسالہ کفل الفقیہ میں ہے جو مطبع اہلسنت سے مل سکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۲: از سہاور ضلع ایٹہ مرسلہ جناب مولوی چودھری عبدالحمید خاں صاحب زید مکارمہم رئیس ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ

جناب اعلیٰحضرت عظیم البرکت مجدد مائۃ حاضرہ مؤیدِ ملت طاہرہ ادام اللہ ظلالہ علی رؤس الطالبین حاکم اگر اپنے کسی کام کے لئے قرض مانگے اور اس پر سُود دے اور جو سُود نہ لے اس سے جو رقم ناجائز لی جاتی ہے اس میں اسی حساب سے تخفیف کردے اس کی بابت کوئی مطالبہ نہیں، نہ شرط ہے، لہٰذا وہ کمی اُن کے واسطے جائز ہوگی یا نہیں اگرچہ اس قرض میں حاکم کا حکم اتنا ہے کہ خوشی سے ضرور دینا چاہئے جبر نہیں بایں ہمہ اُس کے ملازمین اپنے اثر سے ہر ایک کو اس کے دینے پر مجبور کرتے ہیں، ان سب باتوں پر غور فرما کر ارشاد فرمایا جائے کہ بموجب اس کے عمل کیا جائے۔ والسلام مع الاکرام۔

الجواب

کوئی زمیندار مثلاً کاشتکاروں سے جبراً کوئی ناجائز رقم وصول کرتا ہو کاشتکار بمجبوری دیتے ہوں پھر اس کا کوئی کام آکر پڑے اور وہ کہے کہ اس کام میں میری مدد کر تو یہ رقم چھوڑ دوں گا یا اتنی تخفیف کردوں گا، تو اس ترک یا تخفیف کا قبول کرنا اس پر واجب ہے کہ جب وہ رقم ناجائز ہے تو جس طرح اُس کا لینا گناہ ہے دینا بھی حرام ہے ماحرم اخذہ حرم اعطاؤہ[۱] (جس کا

عہ رسالہ کفل الفقیہ الفاھم فی احکام القرطاس الدراھم فتاوٰی رضویہ جلد ۱۷ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور میں صفحہ ۳۹۵ پر مرقوم ہے۔

[۱] ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ باب العشر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۶

لینا حرام اس کا دینا بھی حرام۔ ت) حرام سے جتنا بچ سکے لازم ہے مگر وہ کام جس کے صلہ میں یہ ناجائز رقم زمیندار چھوڑے اس کا دیکھنا لازم ہے اگر وہ خود ناجائز ہے تو اس میں اسے مدد دینی حرام ہے اور اس رقم کی بچت اس کا عذر نہیں ہوسکتی کہ رقم ناجائز کا جبراً لینا اس کا جرم ہے اور دوسرے کے ناجائز کام میں شریک ہونا اس کا جرم ہے ہاں اگر وہ اس ناجائز کام پر مجبور کرے اور مجبوری واقعی ہو جس پر وہ زمیندار قدرت رکھتا ہے تو بحالت اکراہ شرعی جس فعل ناجائز کی رخصت دی جاتی ہے رخصت دیں گے اور اس حالت میں اس رقم ناجائز کی کمی قبول کرنا اس پر واجب ہوگا لیکن اگر زمیندار مجبور نہیں کرتا اس کے نوکر چاکر دباتے ہیں اور وہ اسے مجبور شرعی نہیں کرسکتے تو صرف اُن کی خاطر یا دھمکی سے ناجائز کام جائز نہ ہوجائیگا اور اگر وہ کام جائز ہے تو اس میں بقدر ضرورت مدد دے کر وہ صلہ قبول کرنا شرعاً واجب ہے کما ھو (جیسا کہ گزرا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۳: از مقام مذکور مرسلہ چودھری صاحب مذکور ۱۹ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ

آخر فقرہ جو اس مکتوب میں درج ہے کہ لیکن اگر زمیندار خود مجبور نہیں کرتا اس کے نوکر چاکر دباتے ہیں اور وہ اسے مجبور شرعی نہیں کرسکتے تو صرف اُن کی خاطر یا دھمکی سے ناجائز کام جائز نہ ہوجائے گا یہ بالکل بجا ہے مگر غور طلب یہ امر ہے کہ وہ نوکر جو ذی اختیار ہوں اور جن کو سزا و جزا کا پورا اختیار ہو اور جن کی رپورٹ پر اُن کے آقا ضبطی جائداد وغیرہ سب کچھ کرتے ہوں تو اُن کا دبانا یا اظہار ناخوشی کرنا اور وعید سے کام لینا ایسا نہ ہوگا جیسا معمولی نوکروں کا کہنا سننا یا دبانا بلکہ اُن کا کہنا سننا دبانا یا وعید سے کام لینا یہ سمجھنا چاہئے کہ گویا اُس کے آقاؤں کا وہ فعل ہے اگرچہ بظاہر اُن کے آقا اس امر کا اعتراف کرتے ہوں کہ یہ ہمارے حکم کی تعمیل ہماری رعایا کی خوشی پر منحصر ہے۔

الجواب

ایک تخویف واقع ہوتی ہے معلوم ہے کہ ایسا نہ ہوا تو معاذ اللہ ضبطی جائداد وغیرہ ناقابل مضرتوں کا سامنا ہے اور ایک نری دھمکی شافی کا اعتبار نہیں۔

قال اللہ تعالٰی وذلکم الشیطٰن یخوف اولیاءہ فلاتخافوہ وخافون ان کنتم مؤمنین[1]

(اللہ تعالٰی نے فرمایا) یہ شیطان ہے کہ تمھیں اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے تو اُن سے نہ ڈرو مجھ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۷۵

اور اول ضرور معتبر ہے اور الامن اکرہ کی حد میں داخل۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۶ کوہ رانی کھیت صدر بازار مرسلہ منشی عنایت خاں صاحب مورخہ ۲۴ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس باب میں کہ پیش امام صاحب رانی کھیت نے ایک رنڈی کی نماز جنازہ پڑھائی کہ جس کا کوئی عمل اور بظاہر وضع نہ لباس مسلمانوں کا تھا اس واقعہ کے چند یوم کے بعد پیش امام صاحب نے نماز جمعہ سے قبل اپنے اس فعل کی تائید میں بطور وعظ کے فرمایا کہ مجھ کو اس کا علم نہیں تھا کہ یہ عورت کون ہے اور جو شخص مجھ کو بلاکر واسطے نماز جنازہ کے لے گیا ہے یہ کون ہے میں نے نہ سمجھا کہ یہ مرد بھڑوا اور یہ عورت رنڈی ہے اور اس نماز جنازہ میں کچھ معاوضہ بھی مولانا صاحب کے نذر کیا جس کو مولانا صاحب نے دوران وعظ فرمایا کہ ہم تیراک ہیں ہم تیرنے کے ذریعہ سے غرقاب ہونے سے بچ سکتے ہیں جاہل نہیں بچ سکتا ہے اور بازار والوں نے جو مجھ پر نکتہ چینی کی ہے وہ بھی رنڈیوں کے ہاتھ اپنا مال فروخت کرنا بند کردیں کیونکہ رنڈیوں سے مال کے بالعوض بھی پیسہ ناجائز ہی حاصل ہوتا ہے اور جب بازار والے اس میں اتفاق کرلیں تو مجھ کو بھی اُن سے اتفاق ہوگا' اور مولانا صاحب نے یہ فرمایا کہ جو پیسہ اس جنازہ کی نماز میں مجھ کو ملا ہے اس پیسہ کو جیسی اس کی اصلیت ہے ایسی ہی جگہ صرف کردوں گا مثلاً پاخانہ اٹھانے والی بھنگن کو دے دوں گا' اور ایک قصہ اس ناجائز پیسہ کی صرف کرنے کی بابت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا ذکر فرمایا کہ ایک بادشاہ کے یہاں خزانہ میں روپیہ کی کمی ہوئی تو انھوں نے وزیر صاحب سے روپیہ حاصل کرنے کی بابت مشورہ کیا تو وزیر صاحب نے ان کو رائے دی کہ فلاں فقیر کے پاس بہت سا روپیہ ہے اس سے روپیہ طلب کیا جائے۔ غرض کہ فقیر بلایا گیا فقیر سے روپیہ طلب کیا گیا فقیر نے بادشاہ سے عرض کی کہ حضور چونکہ آپ بادشاہِ اسلام ہیں اور جو پیسہ میرے پاس ہے وہ ناجائز طریقہ سے میں نے حاصل کیا ہے لہٰذا وہ پیسہ اچھا نہیں ہے آپ کے صرف کے قابل نہیں ہے بادشاہ نے فرمایا کہ رعایا کے مکانات مسمار ہوگئے ہیں ہم بھی تیرے پیسہ کو رعایا کے پاخانوں میں صرف کردیں گے' اور مولوی عبدالحی صاحب کے فتوٰی کے حوالہ سے مولانا صاحب نے فرمایا کہ اگر کسی بزرگ یا علمائے دین کی دعوت وغیرہ کرنی ہو اور اس کے پاس پیسہ اچھا نہ ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ کسی دوسرے شخص سے اپنے پیسہ کے بالعوض اچھا پیسہ حاصل کرے اور آپ کی دعوت وغیرہ میں صرف اسی دوران وعظ میں مولانا صاحب یعنی پیش امام صاحب نے متقی شخص کی بزرگی آیاتِ قرآنی سے بڑے شد و مد کے ساتھ ثابت کی ہے چند مسلمانوں کے خیالات میں لفظ تیراک اور جیسا پیسہ ہے جنازہ کی نماز پڑھانے کے عوض میں مولانا صاحب کو حاصل ہوا اور اس کا صرف ویسی جگہ کردیں گے اور علمائے دین اور بزرگوں کی دعوت وغیرہ دینے

خراب پیسہ کے بجائے دوسرے آدمی سے اچھا پیسہ حاصل کرکے صرف کرنا یہ امور قابلِ اعتراض ہیں۔ امید ہے کہ جواب باصواب مرحمت ہو تاکہ جو شکوک دلوں میں پیدا ہوگئے ہیں وہ رفع ہوں۔

الجواب

نماز جنازہ پڑھا دینے میں حرج نہ تھا جبکہ اسے معلوم نہ تھا کہ اس کی یہ حالت ہے مگر نماز جنازہ پڑھانے پر اجرت لینی جائز نہیں اگرچہ پاک مال سے نہ کہ ناپاک مال سے کہ دوہرا حرام ہے، اور یہ عذر کہ وہ اپنے یہاں کے پاخانہ میں صرف کر دے گا محض مردود ہے یوں بھی اپنے ہی صرف میں لانا ہوا اور وہ حرام ہے، یہیں سے ثابت ہوا کہ وہ تیراک نہیں اس نے دو غوطے کھائے اور اپنے عذاب ہونے پر متنبہ بھی نہ ہوا، اور یہ بھی غلط ہے کہ جس کے پاس ناپاک پیسہ ہو وہ اپنے پیسے کے عوض دوسرے پیسہ پاک حاصل کرے اور وہ مطلقاً پاک ہو جائے۔ بلکہ مسئلہ یوں ہے کہ جس کا مال حرام ہے اس نے اگر اپنا پیسہ کسی کام میں نہ لگایا بلکہ قرض لے کر کوئی کام کیا تو وہ کام جائز ہے اور اگر ایسا شخص کسی کو کچھ دام دے یا دعوت کرے اور کہے کہ یہ میں نے قرض لے کر کی ہے اس کا قول مانا جائے گا جیسا کہ عالمگیریہ وغیرہ میں ہے ہاں اس نے بیچ کہا کہ دکانداروں کو بھی حرام ہے کہ کوئی چیز حرام مال والوں کے ہاتھ بیچ کر وہ زرِ حرام قیمت میں لے مگر اس کا یہ کہنا خطا ہے کہ دکاندار اس سے باز آئیں گے تو وہ بھی باز آئے گا اوروں کا گناہ کرنا اس کے لئے سند نہیں ہو سکتا ہر شخص اپنی اپنی قبر سنبھالے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۴۷ از سوائی مادھوپور قصبہ سانگود ریاست کوٹہ راجپوتانہ مرسلہ الف خاں مہتمم مدرسہ انجمن اسلامیہ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

فریق مغلوب سے خرچہ کچہری ڈگری یا مقدمہ میں جبکہ کچہری دلادے تو اس کا لینا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب

جتنا واجبی خرچہ ہے مدعا علیہ جھوٹے مدعی سے لے سکتا ہے اور سچے مدعی سے لینا حرام اور مدعی سچا ہو خواہ جھوٹا مدعا علیہ سے شرعاً نہیں لے سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۴۸ از بلرام پور محلہ پورنیا تالاب ضلع گونڈا مرسلہ محمد تیغ بہادر خاں صاحب ۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

ایک مہتر حال میں مسلمان ہوا ترک پیشہ خود نہ کرکے مثل قدیم اہلِ اسلام و نیز دیگر اقوام کے بجائے ضرور کو صاف کرتا ہے اس نے مسلمانوں کی دعوت کی اپنے کسب سے، چند اشخاص نے اسکے

گھر بچا ہوا کھانا کھایا باقی لوگ جو مدعو تھے نیز سکنائے قصبہ نے بدیں وجہ انکار کیا کہ وہ اب تک مثل سابقہ مہتر ہے علاوہ مسلمانوں کی جائے ضرور کے دیگر اقوام کی بھی صاف کرتا ہے دشمنانِ دین سے دلی میل وملاپ کے شارع علیہ السلام مانع ہیں چہ جائیکہ ایسی ذلیل خدمت کا برتاؤ اُن کے ساتھ عمل میں لاکر کیسے کوئی کامل الایمان رہ سکتا ہے لکھنؤ یا اور شہر جہاں بڑے بڑے فضلا موجود ہیں کیوں مہتروں کے ساتھ خورد و نوش جاری نہیں ہے پہلے علماء وفضلا نوش فرمائیں اور رواج دیں تب ہم لوگ کھاسکتے ہیں تمام اہلِ ہنود اس پر معترض ہیں کہ جن جن مسلمانوں نے بھنگی کے یہاں کھایا ہے اُن لوگوں کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کیا جائے اور انھیں میں یہ قوم بھی متصور ہو یہاں کے مالک ریاست اہلِ ہنود ہیں اور یہی قوم زیادہ تر با اختیار ہے سب مسلمانوں کی ذریعہ معاش وغیرہ اسی سے ہے اگر عمائدین کے ساتھ ایسا ہی معاملہ ہو تو کس قدر ذلت اہلِ اسلام کی ہوگی جن صاحبوں نے کھایا ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ ہمارا دینی بھائی ہے ہم برابر خورد و نوش رکھیں گے اور ازدواج کی بابت نہیں معلوم کیا خیال ہو وہ اپنے بھائی کو ایسی ذلیل حالت میں زندگی بسر کرتے نہیں معلوم کیسے ملاحظہ فرمانا پسند کررہے ہیں جبکہ ہزاروں اور ذرائع معاش جو اس حالت سے طیب و پاک ہیں بآسانی ہوسکتے ہیں کیوں دریغ فرمارہے ہیں اور باعثِ ننگ وعار اسلام ہیں۔

الجواب

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: کسب الحجام خبیث[1] پچھنے لگانے والے کی کمائی خبیث ہے۔ علماء فرماتے ہیں: لتلوثہ بالنجاسات اس لئے کہ اُسے نجاست سے کام پڑتا ہے۔ تو بھنگی کا پیشہ کس درجہ خبیث تر ہوگا۔ علماء فرماتے ہیں: لایجوز خدمۃ الکافر باجر (کافر کی خدمت گاری کی نوکری جائز نہیں کہ اس میں معاذ اللہ مسلمان کی تذلیل ہے) تو ایسی سب سے ذلیل تر خدمت کیونکر حلال ہوسکتی ہے، اور جب وہ مسلمان ہے تو دینی بھائی ضرور ہے مگر دینی بھائی ہونے سے یہ لازم نہیں کہ باوصف اس کی ایسی شنیع حرکت کے وہ مسلمان ہوکر کافروں کے آگے اپنے آپ کو اس درجہ ذلیل کرتا ہے اور حرام اُجرت کھاتا ہے اُس سے میل جول ایسا ہی رکھیں جیسا صالحین سے، اور جبکہ اس کی کمائی خبیث ہے تو اُسے بھی یونہی کھائیں جیسے پاک مال کو، اُس پر لازم ہے کہ جب وہ مسلمان ہوا اس ناپاک پیشہ کو ترک کرے اور کافروں کے سامنے اسلام کا نام ذلیل نہ کرے اُس سے میل جول نہ کیا جائے اور اُس کی ناپاک کمائی کا کھانا نہ کھایا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب البیوع باب فی کسب الحجام آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۳۰

مسئلہ ۲۴۹ از شہر محلہ باقر گنج مرسلہ عنایت خاں ۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جب کافروں کا میلہ دریا پر ہوتا ہے تو یہ پنڈتوں کو اپنے گھر سے دال چاول لیجا کر دیتے ہیں یعنی پُن کرتے ہیں، وہ لوگ اُس کو جمع کرکے فروخت کر ڈالتے ہیں دکانداروں کے ہاتھ، اور اُن دکانداروں سے ہم لوگ خریدتے ہیں اگر ہم خود اس پنڈت سے خریدلیں بازار سے کچھ زیادہ دی جائیں تو جائز ہے یا نہیں، اور اُن کو خرید کر اگر نیاز دلوائی جائے مثلاً حضرت پیران پیر کی، جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اُس اناج کا بازار سے بھی خریدنا حلال، پنڈت سے بھی خریداری جائز، اس پر نیاز شریف بھی مباح۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۰ از جھالرا پاٹن راجپوتانہ مرسلہ محمد نواب علی صاحب سوداگر چرم

یہاں ایک روپے کا نوٹ چلا ہے اور ریاست سے تنخواہ داروں کو روپیہ کے عوض نوٹ ملتا ہے، بازار میں خریدار صراف وغیرہ پندرہ آنے اور ساڑھے پندرہ آنے کو خریدتے ہیں، یہ آنہ اور آدھ آنہ مسلمانوں کو لینا دینا جائز ہے یا نہیں، و اس قسم کا لین دین سُود میں داخل ہوگا یا منافع میں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

روپے کا نوٹ پندرہ آنے کو بیچنا خریدنا مطلقاً جائز ہے جبکہ باہم رضامندی اور کوئی مانع شرعی عارض نہ ہو اسے سُود سے کوئی علاقہ نہیں۔ حدیث صحیح میں ارشاد فرمایا:

اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم۔[1] جب دو نوع مختلف ہوں تو پھر جس طرح چاہو خرید و فروخت کرو۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵۱ از جھالرا پاٹن راجپوتانہ مرسلہ محمد نواب علی صاحب سوداگر چرم

افیون کی خرید و فروخت جائز ہے یا نہیں؟ چونکہ غیر قوم اس سے فائدہ حاصل کر رہی ہے اور اہل اسلام محروم ہیں شرع شریف نے اس قسم کا بٹہ لینا دینا اور تجارت کسی طریقہ سے جائز رکھی ہو تو جواب تشریح کے ساتھ مرحمت فرمایا جائے۔

---

[1] نصب الرایۃ کتاب البیوع المکتبۃ الاسلامیہ ۴/۴

الجواب

افیون نشہ کی حد تک کھانا حرام ہے اور اسے بیرونی علاج مثلاً ضماد و طلاء میں استعمال کرنا یا خوردنی معجونوں میں اتنا قلیل حصہ داخل کرنا کہ روز کی قدر شربت نشے کی حد تک نہ پہنچے تو جائز ہے اور جب وہ معصیت کے لئے متعین نہیں تو اس کے بیچنے میں حرج نہیں مگر اس کے ہاتھ جس کی نسبت معلوم ہو کہ نشہ کی غرض سے کھانے یا پینے کو لیتا ہے،

لان المعصیۃ تقوم بعینھا فکان کبیع السلاح من اھل الفتنۃ۔

اس لئے کہ گناہ عین شے کے ساتھ قائم ہوتا ہے پھر اس کی مثال اس طرح ہوتی جیسے اہل فتنہ پر ہتھیار فروخت کرنا۔ (ت)

اور جب اس کی تجارت مطلقاً حرام نہ ہوئی بلکہ جائز صورتوں پر بھی مشتمل ہوئی تو زیادہ مقدار تاجروں کے ہاتھ بیچنا اور ہلکا ہو گیا کہ یہاں تعین معصیت اصلاً نہیں اور ان کا نشہ داروں کے ہاتھ بیچنا ان کا فعل ہے

وتخلل فعل فاعل مختار یقطع النسبۃ کما فی الھدایۃ وغیرھا۔

کسی فاعل مختار کا درمیان میں گھسنا نسبت کو منقطع کر دیتا ہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں ہے۔ (ت)

یہ صورتیں اس کے جواز کی نکلتی ہیں اور اہل تقوٰی کو اس سے احتراز زیادہ مناسب۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵۲: از کلکتہ ذکریا اسٹریٹ ۲۲ مولوی عبد الحلیم میرٹھی ۷ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

کچہری کا ملازم چپراسی جو روپیہ مقدمہ بازوں سے انعام کی صورت میں وصول کرتا ہے اور بعض صورتیں بجبر درصورتیکہ رشوت کے حکم میں داخل ہوا اب توبہ کرنے کے بعد در انحالیکہ اُن اشخاص کو واپس کرنا اُن سے اجازت لینا اور قصور معاف کرانا از قبیل محالات ہو گیا ہو کس مصرف میں لایا جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

انعام اگر واقعی بطور انعام بلا جبر ظاہر و بے اندیشہ اضرار آئندہ بطیب خاطر ہو حلال ہے اور جو بجبر یا رشوۃ ہو حرام قطعی وغصب وغیر مملوک ہے جبکہ واپس دینے کی راہ نہ رہی ہو لازم کہ تمام عمر میں جتنے اموال ایسے لئے ہوں سب کی قدر فقرائے مسلمین پر تصدق کرے اگرچہ یہ تصدق اس کے مال کا استیعاب کرے بے اس کے اُس سے براءت و توبہ نہیں اگر یہ بھی پتا نہ چلے تو براءت مطلقہ کا طریقہ یہ ہے کہ اپنا کل مال قلیل وکثیر، نقیر و قطمیر سب کسی مسلمان غیر صاحب نصاب پر تصدق کر دے اور اس کے قبضہ میں دے دے

اگرچہ وہ فقیر جس پر تصدق کیا اس شخص کا جوان بیٹا یا باپ یا بھائی یا بہن یا زوجہ یا اور کوئی قریب یا بعید ہو بعد قبضہ وہ متصدق علیہ اپنی خوشی سے بعض یا کُل مال اسے واپس کردے یعنی اپنی طرف سے اسے ہبہ کرے یا اُس پر تصدق، تو وہ مال اب اس کے لئے حلال طیب ہوجائے گا مطالبہ بھی ادا ہوا اور مال بھی پاک و حلال ملا۔ ہندیہ میں ہے :

له مال فيه شبهة اذا تصدق به على ابيه يكفيه ذلك ولا يشترط التصدق على الاجنبي وكذا اذا كان ابنه معه حين كان يبيع ويشترى وفيها بيوع فاسدة فوهب جميع ماله لابنه هذا اخرج من العهدة[1]۔ والله تعالٰى اعلم۔

کسی کے پاس مشتبہ مال ہے، جب اسے اپنے والد پر خیرات کردے تو یہ اس کے لئے کافی ہے۔ کسی اجنبی شخص پر صدقہ کرنا شرط نہیں۔ اور اسی طرح جب اُس کا بیٹا اُس کے ساتھ ہو، جبکہ یہ شخص خرید و فروخت کرتا ہو اور اُس کے کاروبار میں کچھ فاسد سودے ہوں تو یہ اپنا سارا مال اپنے اس بیٹے کو ہبہ کردے تو اس صورت میں یہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوجائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۵۳ : از رنگون مرسلہ عبدالستار بن اسمٰعیل ۹ شعبان ۱۳۳۰ھ

www.alahazratnetwork.org

کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنت اس مسئلہ میں کہ اس شہر میں چند سال سے ایک قسم کی سواری جاری ہوتی ہے یعنی انگریزی ساخت کی ٹم ٹم شکل کا دو پہیے والا ہلکا گاڑی ہوتا ہے جسے انسان لے کر دوڑتے ہیں لوگ اُس گاڑی پر سوار ہوتے ہیں اور مناسب معاوضہ گاڑی لے کر دوڑنے والے کو دیتے ہیں غرض گاڑی میں جو کام جانور آتے ہیں وہی کام قریب قریب آدمی کرتے ہیں تو کیا اہلِ اسلام کو اس سواری پر سوار ہونا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

وہ لوگ اپنی خوشی سے ایسا کرتے اور اس پر اُجرت لیتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں جیسے پالکی کے کہار،

وقد مرت محفة سيدنا شيخ الشيوخ السهروردى رضى الله تعالٰى عنه من العراق الى مكة المكرمة على اعناق الرجال۔ والله سبحٰنه اعلم۔

بے شک ہمارے سردار شیخ الشیوخ سہروردی رضی اللہ تعالٰی عنہ عراق سے لے کر مکہ مکرمہ تک لوگوں کی گردنوں پر سوار ہوکر گئے واللہ سبحٰنہ اعلم (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس عشر فی الکسب نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۹

مسئلہ ۲۵۴: از بریلی گورنمنٹ بوچڑخانہ مرسلہ نعمت اللہ صاحب ٹھیکہ دار گوشت

۱۵ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کٹھلہ گوشت بکری کا اس قسم کا ہے کہ ذبحہ و جھٹکہ گردن مارا ہوا دونوں قسم کا شامل ہے اگر خریدنے سے قبل ہم دو شخص اس کو اس ارادے سے خرید کر کہ ذبحہ ایک آدمی اور جھٹکہ ایک آدمی مگر نام میں وہ کام میرے رہے گا اب وہ جائز ہے یا ناجائز؟ اور میرے ذمہ کوئی نقصان شرعی رہا یا کہ نہیں؟

الجواب

جبکہ حلال گوشت میں حرام ملا ہوا ہے اُس کا خریدنا مطلقاً حرام ہے اور اگر متمیز ہو کہ یہ ٹکڑا حلال کا ہے یہ مردار کا، تو صرف حلال کا خریدنا جائز اور مردار کا خریدنا سخت حرام۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۵: از شہر جالندھر چوک حضرت امام ناصر الدین صاحب مرسلہ محمد امین صاحب

۲۷ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بازاری عورت کے ہاتھ قیمتاً چیزیں فروخت کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

www.alahazratnetwork.org

الجواب

اُس کے ہاتھ کچھ بیچ کر اس کے زرِ حرام سے قیمت لینا حرام، اُس کے یہاں کوئی اجرت کا کام کرکے اس کے زرِ حرام سے اجرت لینا حرام لان الذی عندھن کالمغصوب کما فی الھندیۃ وغیرھا (اس لئے کہ جو کچھ اُن بازاری عورتوں کے پاس ہے وہ غصب کردہ (یعنی چھینی ہوئی) چیز کی طرح ہے جیسا کہ ہندیہ وغیرہ میں ہے۔ ت) ہاں اگر اس کے سوا کوئی اور ذریعہ حلال بھی اُسکے پاس ہو اور لینے والے کو معلوم نہ ہو کہ یہ قیمت یا اجرت کون سے مال سے ہے تو لینا جائز ہے جبکہ وہ چیز کہ بیچی بعینہٖ اس سے اقامت معصیت نہ ہو جیسے مزامیر، ورنہ بیچنا خود ہی جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۶: از سیلیہ علاقہ سیلانہ اسٹیشن نالی ضلع رتلام مالوہ ریلوے مرسلہ نور محمد ولد صدیق کھتری

۳۰ رمضان ۱۳۳۷ھ

مسلمانوں میں ایک قوم کھتری ہے جو رنگائی وغیرہ کا پیشہ کرتی ہے، ان کی قوم میں بائیس ۲۲ گوٹ ہیں یعنی فرقے، اور اُن میں باہم اتفاق تھا۔ لین دین کھانا پینا وغیرہ ہوتا تھا۔ اب عرصہ پانچ چھ برس سے آپس میں تکرار فساد ہو کر باہم تنازع پیدا ہوا اور علیحدہ ہو گئے۔ ایک فرقہ سترہ گوٹ والا اور دوسرا

پانچ گوٹ والا، اور اسی نام سے یہ مشہور ہیں، ایک فریق ستراوالے اور فریق ثانی دھڑے والے۔ ۲۱ 37
بنائے فساد یہ ہے کہ جب اُن میں اتفاق تھا اُس وقت میں شادی غمی کا کھانا وہ اس طرق سے پکتا تھا جس کے گھر خوشی ہوتی تو جملہ پنچ اُس کے مکان پر جمع ہوتے ہیں اور دیگچی میں پانی بھر کر پنچوں کے بیچ میں رکھتے ہیں اور ایک برتن میں علیحدہ گڑ رکھتے ہیں پھر ایک آدمی انھیں سے اٹھ کر پنچوں سے اجازت کھانا پکانے کے واسطے گڑ گلانے کی طلب کرتا اُن کی زبان میں کہتا (پنچا موکل) یعنی پنچ اجازت گڑ گلانے کی دو، تو اُس وقت پنچ جواب دیتے ہیں (بسم اللہ) یعنی اجازت دی گئی۔ اس وقت پانچ گوٹ والے جن کا نام دھڑے والے ہے پانچ آدمی اُٹھ کر ایک ایک ڈلی گڑ کی لے کر بسم اللہ کہہ کر اُس دیگچی میں ڈال دیتے ہیں تب کام شروع ہو کر اختتام کو پہنچ جایا کرتا تھا۔ یہ رسم قدامت سے باپ دادا کی قائم تھی، ستراوالوں کو حسد پیدا ہوا کہ دھڑے والے گڑ گلائیں جب کھانا پکے اور یہ اپنا حق جتاتے ہیں کہ گڑ گلانا ہمارا کام ہے تو ہم کو ایسا کھانا منظور نہیں ہے ہم دھڑے والوں سے علیحدہ ہی اچھے ہیں، اس سبب سے آپس میں دو فریق ایک ستراوالے اور دوسرے دھڑے والے ہو گئے۔ دھڑے والوں نے تو اپنی رسم قدیم قائم رکھی کہ ہم بسم اللہ کے ساتھ اس کام کو کرتے ہیں کوئی شرک کفر نہیں کرتے۔ اور ستراوالوں نے رسم قدیم چھوڑ کر نیا طریقہ اختیار کیا کہ جس کے یہاں کھانا وغیرہ پکے تو مالک کھڑا ہو کر اجازت کھانا پکانے کی مانگ لیتا ہے اور وہ کھانا پکا کر کھا لیتے ہیں، ستراوالے کے کھانے کو دھڑے والے نہیں کھاتے اور دھڑے والوں کا ستراوالے، اور یہی باعث نفاق ہے، ستراوالے کہتے ہیں کہ ہم رسمی کھانا نہیں کھاتے شریعت سے منع ہے اُس رسم کو چھوڑ کر اتنا ضرور ہوتا ہے کہ جس کے یہاں کام ہوتا ہے وہ پنچوں سے اجازت ضرور لیتا ہے۔ اگر اور طریقہ سے کھانا پکایا جائے گا تو ستروالے بھی نہیں کھائیں گے، ان دونوں فریق میں سے ایک شخص تنہا اپنے مکان سے نکلا اس کا یہ کہنا ہے کہ میں دونوں فریق کی رسم سے علیحدہ ہوں میں تو سنت رسول اللہ کے موافق سب کو دلوا کر کھانا پکوا کر جو صاحب کھائیں میں کھلاؤں اور اسی طریق پر میں بھی کھاؤں اور بموجب شریعت عورت کو پردے میں رکھتا ہوں اور بیوپار بھی اس طور پر کرتا ہوں کہ سود نہ لوں نہ دوں بموجب شریعت کے کرتا ہوں ستراوالوں اور دھڑے والوں کی عورتیں باہر پھرتی ہیں پردہ نہیں ہے میرے اس سنت رسول اللہ پر چلنے سے فریقین بیزار ہیں اس واسطے دریافت کیا جاتا ہے کہ جوابات علیحدہ علیحدہ مرحمت فرمایا جائے کہ ستراوالوں کے لئے از روئے شرع شریف کیا حکم ہے اور دھڑے والوں کے واسطے کیا حکم ہے اور بیچارے تنہا کا جو شریعت پر چل رہا ہے کیا حکم ہوتا ہے؟

الجواب

(۱) حدیث میں ہے: جو ایک درہم سُود کا دانستہ کھائے گویا اس نے چھتیس بار اپنی ماں سے زنا کیا۔[1] ایک درہم تقریباً یہاں کے اٹھارہ پیسے کا ہوتا ہے تو فی دھیلا ایک بار ماں سے زنا ہوا۔

(۲) یوں ہی نری سخت مجبوری و ناچاری شرعی کے سوا سود دینا بھی ویسا ہی حرام ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سُود کھانے والے اور سُود دینے والے اور سود کا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہیاں کرنے والوں سب پر لعنت فرمائی، اور فرمایا: وہ سب برابر ہیں۔[2]

(۳) عورتوں کا راستوں میں یُوں بے پردہ پھرنا کہ سر کا کوئی بال یا گلے کا کچھ حصہ یا کلائی یا پنڈلی کا کُھلا ہو یا کپڑے باریک ہوں کہ بال وغیرہ اعضاء مذکورہ میں سے کچھ چمکے (سینے یا پیٹ یا پیٹھ میں سے کچھ کھلا ہونا یا چمکنا تو اور بھی سخت ہے) یہ صورتیں حرام ہیں اور اُن عورتوں کے شوہر اگر اس پر راضی یا ساکت ہیں یا بقدرِ ضرورت بند و بست نہیں کرتے تو سب دیّوث ہیں، اور حدیث میں ہے: دیّوث پر جنت حرام ہے۔[3]

www.alahazratnetwork.org

یہ تینوں باتیں یا ان میں سے کوئی جس میں پائی جائے فاسق فاجر مستحق عذاب النار ہے، دھڑے والا ہو یا ستر والا یا کوئی اور، اگر ان باتوں کی ممانعت کے باعث اس شخص تنہا سے بیزار ہیں تو اور اشد سے اشد گناہگار و سزاوارِ غضب جبار ہیں۔ ان تین باتوں کا تو یہ جواب ہے، ربا کھانے کا جھگڑا، اس میں ستر والوں پر چار الزام ہیں:

---

[1] اللآلی المصنوعۃ کتاب المعاملات دارالکتاب العلمیۃ بیروت ۲/ ۱۲۷ و ۱۲۸
اتحاف السادۃ المتقین کتاب آفات اللسان الآفۃ الخامسۃ عشر دارالفکر بیروت ۷/ ۵۳۳
الترغیب والترہیب الترہیب من الربا حدیث ۱۲، ۱۵ مصطفی البابی مصر ۳/ ۶ و ۷
الموضوعات لابن جوزی باب تعظم امر الربا علی الزنا دارالفکر بیروت ۲/ ۲۴۵
الکامل لابن عدی ترجمہ عبداللہ بن کیسان " " " ۴/ ۱۵۴۸
الدر المنثور بحوالہ ابن ابی الدنیا والبیہقی تحت آیۃ ۲/ ۲۷۵ مکتبۃ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۱/ ۳۶۴
[2] صحیح مسلم کتاب المساقات باب الربا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۷
[3] مسند امام احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۶۹ - ۱۲۸

(i) ایک یہ کہ دھڑے والوں کا ایک قومی امتیاز جو قدیم سے چلا آتا تھا اُس پر حسد کیا اور حسد کار شیطان ہے۔

(ii) دوسرے یہ کہ اُس کے سبب جماعت میں تفریق کردی، بندھی گرہ کے دو گروہ مختلف کردیئے کہ یہ اُن کے یہاں نہ کھائیں وہ اُن کے یہاں نہ کھائیں۔

(iii) تیسرے یہ کہ وُہ کھانا جسے قدیم سے ان کے باپ دادا اور یہ خود کھاتے آئے اسے اب نفسانیت کے سبب شریعت سے حرام بتایا یہ سخت جرم ہے وہ کھانا نہ اُس رسم کے باعث شرعاً جب حرام تھا نہ اب ہے۔

(iv) چوتھے یہ کہ خود ایک رسم نکالی اور اُس طرح کھانا نہ پکے تو نہ کھائیں گے، تو ان کے مُنہ خود ان کا کھانا شریعت سے حرام ہوا، رسم کی پابندی اگرچہ عوام حد سے زیادہ کرتے ہیں مگر اس کو شرعاً واجب نہیں جانتے رسم ہی سمجھتے ہیں، تو جس رسم میں خود کوئی خرابی شرعی برائی نہ ہو اُس میں قوم کی موافقت ہی کا حکم ہے اور اُس میں اختلاف ڈال کر تکو بننا شرعاً معیوب ہے، یہ ایک الزام اُس تنہا شخص پر بھی خاص اس بارے میں ہے۔ حدیث میں ہے:

خالقوا الناس باخلاقھم[1] لوگوں سے ان کے اخلاق کے مطابق اخلاق کا برتاؤ اور سلوک کرو۔ (ت)

دھڑے والوں پر اس بارے میں کوئی الزام نہیں، ہاں اگر کوئی شخص اُس گڑ کی رسم کو ضروری و حکم شرعی جانے تو وُہ ضرور جھوٹا اور سخت اشد الزام کا مورد ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۷: از شہر بریلی مسئولہ شوکت علی صاحب ۸ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا قول ہے علمائے حقانی کا مسئلہ ذیل میں کہ ناجائز روپیہ یعنی سُود و شراب و رشوت وغیرہ اگر نیک کام مسجد، مدرسہ، چاہ، نیاز، فاتحہ، عرس وغیرہ میں لگایا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور جو شخص اُس مسجد میں نماز، مدرسہ میں علم اور چاہ کا پانی اور فاتحہ عرس کا کھانا کھائے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر اُسی روپیہ کو خیرات کیا جائے اور امید ثواب رکھی جائے تو کیا حکم ہے؟ ایسے روپیہ کو کسی شرعی حیلہ سے جائز کرسکتے ہیں یا نہیں؟ اور وہ حیلہ کیا ہے؟

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین کتاب آداب العزلۃ الباب الثانی الفائدۃ الثالثۃ دار الفکر بیروت ۶/ ۳۵۴

www.alahazratnetwork.org

الجواب

حرام روپیہ کسی کام میں لگانا اصلاً جائز نہیں، نیک کام ہو یا اور، سوا اس کے کہ جس سے لیا اُسے واپس دے یا فقیروں پر تصدق کرے۔ بغیر اس کے کوئی حیلہ اُس کے پاک کرنے کا نہیں، اُسے خیرات کرکے جیسا پاک مال پر ثواب ملتا ہے اس کی امید رکھے تو سخت حرام ہے، بلکہ فقہائے نے کفر لکھا ہے۔ ہاں وہ جو شرع نے حکم دیا کہ حقدار نہ ملے تو فقیر پر تصدق کردے اس حکم کو مانا تو اس پر ثواب کی امید کرسکتا ہے۔ مسجد مدرسہ وغیرہ میں بعینہٖ روپیہ نہیں لگایا جاتا بلکہ اس سے اشیاء خریدتے ہیں خریداری میں اگر یہ نہ ہوا کہ زرِ حرام دکھا کر کہا اس کے بدلے فلاں چیز دے، اُس نے دی اُس نے قیمت میں زرِ حرام دیا تو جو چیز خریدی وہ خبیث نہیں ہوتی، اس صورت میں فاتحہ وعرس کا کھانا جائز ہے اور اکثر یہی صورت ہے، مسجد میں نماز مدرسہ میں تحصیلِ علم جائز ہے اور کنویں کا پانی تو ہر طرح جائز ہے اگرچہ اس میں وہ نادر صورت پائی گئی ہو کہ خباثت آتی تو اینٹوں مسالے میں نہ کہ زمین کے پانی میں۔ وھو تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۸ تا ۲۶۱: از بہیرہ ضلع شاہ پور محلہ پراچگان مسئولہ محمد رحیم پراچہ بابلی ۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:

www.alahazratnetwork.org

(۱) کسی امر کے ثبوت یا عدمِ ثبوت پر مسلمین عاقلین کا طرفین سے شرط مالی لگانا حلال ہے یا حرام؟

(۲) طرفین سے ایک کا دعوٰی ثابت ہوجانے پر مطابق شرط دوسرے کی طرف آیا ہوا مال کھانا حلال ہے یا حرام؟

(۳) ایک متقی عالمِ دین کا شرط کو حرام کہہ کر پھر اسی شرط کے مال سے کھالینا کیا حکم رکھتا ہے؟

(۴) جس مال پر شرط لگائی گئی ہو اس کے استعمال کرنے والے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

بیّنوا اجزاکم اللہ (بیان فرمائیے اللہ آپ کو جزا دے۔ ت)

الجواب

(۱) طرفین سے شرط بدنا حرام ہے، تنویر الابصار میں ہے:

حل الجعل ان شرط المال من جانب واحد وحرم لو شرط من الجانبین۔[1]

انعام یافتہ مال حلال ہے اگر شرط ایک طرف سے ہو، اور حرام ہے اگر شرط دونوں طرف سے ہو۔ (ت)

(۲) جب طرفین سے شرط بدی گئی تو جو جیتے اُسے مال لینا اور کھانا اور ہارنے والے کو اُسے

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۹

مال دینا سب حرام لانہ خبیث حصل بسبب خبیث (اس لئے کہ وہ ناپاک ہے کیونکہ ناپاک سبب سے حاصل ہوا ہے۔ ت)

(۳) اگر وُہ عالم خود ایک فریق تھا تو متقی کب ہوا، حرام کار ہے، اور اُسے کھائے تو حرام خور ہے۔ اور اگر کسی فریق میں نہ تھا اور جیتنے والے نے مال لے کر اُسے دیا جب بھی حرام ہے کہ وہ مال مغصوب ہے جس سے لیا تھا فرض ہے کہ انھیں پھیر کر دے نہ کہ دوسرے کو، اور اگر جیتنے والے نے مال لیا اور ہارنے والے کی اجازت سے عالم کو دیا تو عالم کے لئے حلال ہے کہ با جازت مالک ہے۔

(۴) اس کا حکم بیان سابق سے واضح ہے جیتنے والے کو حرام اور ثالث کو بھی بلا اجازت مالک حرام، ان دونوں صورتوں میں وہ فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ اور با جازت مالک حلال ہے اور امامت میں مخل نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۲: از شہر بریلی مسئولہ شوکت علی صاحب ۱۲ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا حکم ہے اہلِ شریعت کا کہ ملازمت چونگی کی جائز ہے یا نہیں؟ اور حاکمِ وقت کو اس کا روپیہ تحصیلنا جائز ہے یا نہیں، یہ روپیہ رعایا سے تحصیل کرکے رعایا ہی کی آسائش کے واسطے روشنی سڑک وغیرہ کے کام میں لگا دیتے ہیں اور چونگی کا محصول چرانا جائز ہے یا نہیں؟

www.alahazratnetwork.org

الجواب

نیک نیت سے چونگی کی نوکری تحصیل وصول کی جائز ہے نص علیہ فی الدر وغیرہ من الاسفار الغر (درمختار وغیرہ بڑی کتابوں میں اس کی تصریح کی گئی الخ۔ ت) چوری یعنی دوسرے کا مال معصوم بے اُس کے اذن کے اُس سے چھپا کر ناحق لینا کسی کو بھی جائز نہیں اور نوکر کا خلاف قرار داد کرنا غدر ہے اور غدر مطلقاً حرام ہے نیز کسی قانونی جرم کا ارتکاب کرکے اپنے آپ کو بلاوجہ ذلت و بلا کے لئے پیش کرنا شرعاً بھی جرم ہے کما استفید من القراٰن المجید والحدیث (جیسا کہ قرآن مجید اور حدیث پاک سے معلوم ہوا۔ ت) رہا یہ کہ حکامِ وقت کو اس کا تحصیلنا شرعاً کیسا ہے نہ حکام کو اس سے بحث ہے نہ سائل کو حاکم سے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۳: از انگیت پوری ضلع ناسک مرسلہ سعید الدین صاحب ۱۱ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک طوائف نے اپنی ناپاک کمائی حرام کاری کے روپیہ سے ایک مکان خریدا کیا اور اس کو بنام چند اشخاص سپرد کرکے لکھ دیا کہ اس مکان کی آمدنی مسجد کے اصراف میں خرچ کی جائے اور ان کو اس کا اختیار بیع و رہن حاصل نہیں کیا ایسے مکان کی آمدنی

اصراف اخراجات مسجد میں صرف کرنا درست و جائز ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ایسی اشیاء اکثر قرض سے خریدتے ہیں جب تو ظاہر کہ وہ مال حلال ہے ورنہ عام خریداریوں میں عقد و نقد مالِ حرام پر جمع نہیں ہوتا یعنی یہ نہیں ہوتا کہ حرام روپیہ دکھا کر کہیں اس کے عوض دے دو پھر وہی روپیہ قیمت میں دے دیں، ایسی صورت میں بھی روپے کی خباثت اس شے میں سرایت نہیں کرتی کما ھو مذھب الامام الکرخی المفتی بہ (جیسا کہ امام کرخی کا مذہب ہے کہ جس پر فتوٰی دیا گیا۔ت) ان صورتوں میں اُس مکان کی آمدنی مسجد میں صرف ہوسکتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۳: از بریلی بازار شہامت گنج مسؤلہ عاشق علی دکاندار ۲۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

علمائے دین کیا فرماتے ہیں ایک شخص کی زمین ہے اُس میں ایک اور شخص رہتا ہے عملہ اس کا خام ہے زمیندار زمین فروخت کرنا چاہتا ہے اور اہل محلہ چندہ کرکے خریدنا چاہتے ہیں اس لئے کہ اس مکان کا کرایہ مسجد میں صرف ہوتا رہے جو شخص اس میں رہتا ہے وہ مسجد کے لئے خریدنے سے ناراض ہے وہ چاہتا ہے کہ میں خریدوں، وہ شخص مسلمان ہے، اس زمین کا خریدنا ہم اہل خیر کو جائز ہے یا اس شخص کو جائز ہے؟

www.alahazratnetwork.org

الجواب

ظاہر ہے کہ اس شخص کو مکان کی حاجت ہے کہ کرایہ کے مکان میں رہ رہا ہے لہذا اُس کا اپنے لئے چاہنا مذموم نہیں، اور اختیار مالک مکان کو ہے جس کے ہاتھ چاہے بیع کرے، اس میں کسی فریق پر کوئی الزام شرعی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۴: از کانپور محلہ ٹپکاپور متصل استھان رئیس مرسلہ برکات احمد صاحب ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ پیشہ کسب اور ناچ گانے کا کرتی تھی اس کو قدرتی طور پر میلان ہوا کہ پیشہ کسب یعنی زنا چھوڑ دے چنانچہ اس نے اُس سے توبہ کی پھر وہ ایک بزرگِ طریقت زید سے مرید ہوگئی تاہم پیشہ ناچ گانے کا اب تک کرتی ہے پیر صاحب نے اُس کو اجازت دے رکھی ہے کہ وہ اس پیشہ کو اس وقت تک جب تک اُس کے پاس ایک معقول سرمایہ جمع ہوجائے کرتی رہے ایسی حالت میں ہندہ اور اس کا مرشد زید کسی گناہ کے مرتکب ہیں اگر ہیں تو بروئے احکام شریعت اُن کی کیا سزا ہے؟

الجواب

یہ ملعون پیشہ حرام قطعی ہے اگر اسے حلال جاننے کا فر ہے کہ نصوص قرآنیہ کا منکر ہے وقد ذکرناھا فی فتاونٰنا (اس کا ذکر ہم نے اپنے فتاوٰی میں کر دیا ہے۔ ت) جو مال اس سے جمع ہوگا حرام حرام مثل مال غصب ہوگا کہ ہندہ نہ اسے اپنے صرف میں لاسکے گی نہ اپنے پیر کے۔ ہندہ صورت مذکورہ میں فاسقہ فاحشہ ہے اور جس نے اس کی اجازت دی اور اس ملعون کام سے سرمایہ جمع کرنے کو کہا وہ حرام کا دلال فاسق فاجر ضال ہے، عجب کہ سائل بزرگ طریقت لکھتا ہے، بزرگان طریقت شیطان خصلت نہیں ہوتے۔ رہی سزا و تعزیر، وہ یہاں کون دے سکتا ہے، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۶ از موضع بہار ضلع بریلی مرسلہ محمد اسمٰعیل خاں صاحب ۲۲ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نکاح عدت سے دو ماہ پیشتر ہوا اس میں جو شاہد گواہ بنے ان کو جو کچھ ملا وہ کچھ تو اسی حصہ اس رقم کا مسجد شریف میں دینا چاہتے ہیں تو صرفہ مسجد میں لگایا جائے کہ نہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ جو ہم کو نکاح میں ملا ہے وہ مسجد کے خرچ کے واسطے لے لو۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

www.alahazratnetwork.org

الجواب

اگر ان کو معلوم تھا کہ یہ نکاح عدت کے اندر ہوا ہے اور پھر شاہد بنے اور اس پر کچھ لیا تو وہ حرام ہے مسجد میں ہرگز نہ لیا جائے، اور اگر معلوم نہ تھا اور شاہد بننے پر اجرت لی جب بھی باطل و مردود ہے نہ لی جائے، اور اگر معلوم نہ تھا نہ اجرت لی مگر دینے والے نے بطور شاہد دیا کہ یہ وقت پر ہماری سی کہیں جب بھی وہ واقع میں ناجائز ہے، شاہدان کو چاہیے اُسے واپس دیں اور مسجد میں نہ لیا جائے، ہاں اگر یہ صورت ہوتی کہ شاہدوں کو لوگ کبھی کبھی بطور صلہ کچھ دیتے ہیں جس کی عادت نہیں اور اُسی صلے کے طور پر اُن کو دیا جائے اور انھیں نکاح عدت میں نہ ہونے کی خبر ہوتی تو جائز ہوتا اور مسجد میں لینا بھی جائز ہوتا لیکن ظاہر ایسا ہوتا نہیں لہذا نہ لیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۷ از دیوگڑھ میواڑ راجپوتانہ مرسلہ عبدالعزیز صاحب ۱۸ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سُود لینا باری تعالٰی نے حرام فرمایا جسے موافق فرمانِ خداوندی ہر شخص بُرا جانتا ہے اسی طرح سُود دینا بھی بُرا جانتے ہیں لیکن ایسا شخص جسے روپے کی سخت ضرورت ہے اور قرضِ حسنہ بھی آج کل کسی کو نہیں دیتا اور میواڑ کے مسلمانوں کی حالت

تو بہت کمزور ہے ایسی حالت میں کسی غیر مذہب سے سودی روپیہ لے آئے اور اپنی ضرورت رفع کرے تو کیسا ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز میں تو کوئی قباحت نہیں؟

الجواب

لوگ بے ضرورت باتوں کو ضرورت ٹھہرا لیتے ہیں مثلاً شادی میں کثیر خرچ درکار ہے کچے مکان میں رہتے ہیں پختہ مکان بنانا منظور ہے گزر کے لائق تجارت کر رہے ہیں اور بڑا سوداگر بننا مقصود ہے ان اغراض کے لئے سودی قرض لیتے ہیں یہ حرام ہے، اس کا اور سود دینے کا ایک حکم ہے۔ صحیح حدیث میں ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اٰکل الربٰو ومؤکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء[1]	حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے سود کھانے والے کھلانے والے، اُسے لکھنے والے اور اس کے گواہ ان سب پر لعنت فرمائی۔ اور فرمایا وہ سب (گناہ میں) برابر ہیں۔ (ت)

وہاں اگر واقعی ضرورت ہے کہ بے اس کے گزر نہیں مثلاً کھانے پینے کو درکار ہے اور کسب پر قادر نہیں، نہ حاجاتِ ضروریہ سے زائد کوئی چیز قابل بیع پاس ہے یا قرضخواہ کی ڈگری ہوگئی پاس کچھ نہیں، ادا نہ کرے تو رہنے کا مکان یا جائداد کا ٹکڑا کہ وہی ذریعہ معاش ہے نیلام ہو جائے تو ایسی مجبوریوں میں قرض لے سکتا ہے۔ درمختار میں ہے:

یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح[2] والله تعالٰی اعلم۔	ضرورت مند اور مجبور کو سودی قرض لینا جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۶۸: از مفتی محمد احمد بنگالی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص عالم صاحب کو دعوت دے کے مکان میں لائیں اور بنظرِ عزت اچھا کھانا پکا کے کھلائیں اور مُربیوں کی ثواب رسانی کے لئے کچھ دعا کرائیں اور آتے وقت اُن کو بطور ہدیہ کچھ نقد دیں تو یہ لینا جائز ہے یا نہیں، اور اجرت علی الطاعۃ اس پر صادق ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساقات باب الربا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۷

[2] الاشباہ والنظائر بحوالہ القنیہ الفن الاول القاعدۃ الخامسۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۲۹
بحرالرائق باب الربا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۱۲۶

الجواب

اگر یہ معہود اعراف ہے بلانے والا جانتا ہے کہ دینا پڑے گا آنے والا جانتا ہے کہ کچھ ملے گا تو یہ مثل اجرت ہے فان المعروف کالمشروط (جو بات لوگوں میں مشہور ہو وہ شرط کردہ بات کی طرح ہے۔ ت) اور اگر یہ نہیں تو عالم کی خدمت عالم کا اعزاز سب باعث اجر عظیم ہے اور بلا شرط اعراف جو روز آئے ملے جائز ہے اور طریقہ نجات یہ ہے کہ عالم پہلے کہہ دے کہ میں دعا کروں گا پڑھ کر ثواب بخشوں گا مگر ہرگز اس پر عوض نہ لوں گا اس کے بعد جو کچھ ملے خالص نذر ہے،

فان الصریح یفوق الدلالۃ کما فی الغنیۃ وغیرھا۔[1]

اس لئے کہ صریح قول، دلالت (یعنی اشارہ کنایہ سے) فوقیت یعنی اوپر ہوتا ہے، جیسے غنیہ وغیرہ میں مذکور ہے۔ (ت)

اور یہ دعوت بھی ایام موت میں نہ ہو،

فانھا شرعت فی السرور لا فی الشرور کما فی فتح القدیر وغیرھا۔[2]

کیونکہ دعوت خوشی میں جائز ہے نہ کہ صدمے اور تکلیف میں، جیسا کہ فتح القدیر وغیرہ میں مذکور ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ایام موت کی دعوت قبول نہ کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص دوسرے شخص کو کچھ مال بطور قرض حسنہ دے تو یہ قرض دینے والا قرض لینے والے سے اپنا مال طلب کرسکتا ہے یا کہ نہیں؟ اور اگر قرض لینے والا مالدار ہے اور قرض ادا نہ کرے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

قرض حسنہ دے کر مانگنے کی ممانعت نہیں، ہاں مانگنے میں بیجا سختی نہ ہو،

وان کان ذوعسرۃ فنظرۃ

اگر مقروض تنگدست (اور نادار) ہو تو اُسے آسانی

---

[1] ردالمحتار کتاب الدعوٰی باب دعوی الرجلین دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۴۳۷

[2] فتح القدیر باب الشہید مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۰۲

الی میسرۃ[1] تک مہلت دینی چاہیے۔ (ت)

اور اگر مدیون نادار ہے جب تو اسے مہلت دینا فرض ہے یہاں تک کہ اس کا ہاتھ پہنچے اور جو دے سکتا ہے اور بلا وجہ لیت ولعل کرے وہ ظالم ہے اور اس پر تشنیع وملامت جائز۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطل الغنی ظلم[2] ولی الواجد یحل مالہ وعرضہ[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا مالدار کا (ادائیگی قرض میں) ٹال مٹول کرنا ظلم ہے، اور پانے والے کا کترانا اور پہلو بچانا اس کے مال اور عزت کو مباح کر دیتا ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲: از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مسئولہ نعمت شاہ خاکی بوڑاہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ یہاں دستور ہمیشہ سے ہے کہ کسی کی تقریب شادی یا ختنہ یا اور کوئی تقریب ہوتی تو اعزا و اقربا، دوست وآشنا کچھ نقد کچھ روٹی، دال، چاول، تیل، دہی، کپڑا وغیرہ لاتے ہیں جس کو نوید یا نوتا کہتے ہیں جو پہلے بطور مدد ومعونت سمجھا جاتا تھا نہ ادا کرنے پر کوئی گرفت یا تقاضا نہیں تھا لیکن اب ان تقریبوں میں میرے یہاں کوئی سامان نوید لائے اور میں کسی وجہ یا بلاوجہ سامان نہ لے گیا اس پر بعد کو تقاضا ہوتا ہے شکایت ہوتی ہے کہ ہم اُن کے یہاں لے گئے وہ میرے یہاں نہ لائے ایسی حالت میں مجھ سے اگر ادا نہ ہو سکے تو اس کے لئے قیامت میں پرسش ہوگی یا نہیں؟ اس کا حق باقی رہا یا نہیں؟ اور بغیر معاف کئے ہوئے اُس کے معاف ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

اب جو نیوتا دیا جاتا ہے وہ قرض ہے اس کا ادا کرنا لازم ہے اگر رہ گیا تو مطالبہ رہے گا اور بے اس کے معاف کئے معاف نہ ہوگا والمسئلۃ فی الفتاوی الخیریۃ (اور یہ مسئلہ فتاوٰی خیریہ میں موجود ہے۔ ت) چارہ کار یہ ہے کہ لانے والوں سے پہلے ہی صاف کہہ دے کہ جو صاحب بطور امداد عنایت فرمائیں مضائقہ نہیں مجھ سے ممکن ہوا تو اُن کی تقریب میں امداد کروں گا لیکن میں قرض لینا نہیں چاہتا اس کے بعد جو شخص دے گا وہ اس کے ذمہ قرض نہ ہوگا ہدیہ ہے جس کا بدلہ ہو گیا فبہا، نہ ہوا تو مطالبہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۰

[2] صحیح البخاری کتاب الاستقراض باب مطل الغنی ظلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۲۳

مسئلہ ۲۷۱ از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفرپور مسئولہ نعمت شاہ خاکی بوڑاہ
دستور ہے کہ درختوں سے مسواک وپتہ بلا اجازت مالکِ درخت کے توڑتے ہیں یا مٹی کسی کے مکان کی کلوخ استنجا کے لئے بلا اجازت لیتے ہیں یا تنکا برائے خلالِ دندان کسی کے چھپر سے کھینچ لیتے ہیں اور اس پر کوئی گرفت وتلاش مالکِ شے کی طرف سے نہیں ہوتی ہے آیا یہ جائز ہے کہ بلا اجازت لیں وتصرف میں لائیں یا نہیں؟

الجواب

ایسی شے جس کی عادۃً اجازت ہے اور اس پر مالک مطلع ہوگا تو اصلاً ناگوار نہ ہوگا اسکے لینے میں حرج نہیں ورنہ حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۲ و ۲۷۳ از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفرپور مسئولہ نعمت شاہ خاکی بوڑاہ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) کسی شخص کے پاس چوتھائی حصہ کسی کے پاس نصف کسی کے پاس کل مال سود کا ہے اسکا کھانا کیسا ہے؟

www.alahazratnetwork.org

(۲) کوئی شخص چوری میں مشہور ہے لیکن لوگوں کو کھلاتا ہے یہ کھانا کھلانا کیسا ہے؟

الجواب

(۱) نہ چاہئے احتراز اولٰی ہے اور اگر معلوم ہو کہ یہ گیہوں یا چاول جو ہمارے سامنے کھانے کو آئے عین سود کا ہے تو حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) چوری کا مال خود کھانا بھی حرام اور دوسروں کو کھلانا بھی حرام۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۴ سلطان الاسلام احمد صاحب اجمیر شریف
مہاجن سے اللہ روپیہ ماہوار عہ روپیہ سود کے حساب سے قرض لے کر تجارت کرنا جائز ہے یا نہیں اور اس کا نفع حلال ہے یا حرام؟ تفصیل سے تحریر فرمائیں۔

الجواب

جب تک سچی ضرورت ومجبوری محض نہ ہو سُود لینا اور دینا دونوں برابر ہیں، صحیح مسلم شریف میں ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اٰکل الربٰو ومؤکلہ
رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سُود کھانے والے اور سود دینے والے اور اسکا

وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء[1] کاغذ لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر۔ اور فرمایا وہ سب برابر ہیں۔

بے مجبوری محض ایسی تجارت حرام ہے مگر اُس کا نفع حرام نہیں جبکہ عقد صحیح سے ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲: از شہر باغ احمد علی خاں مسئولہ حاجی خدابخش صاحب ۱۲ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی طوائف اگر اپنا ناجائز حاصل کردہ کوکسی مدرسہ یا مسجد کے نام وقف کردے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو جواز کی کیا صورت ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

اُجرتِ زنا وغیرہ میں روپیہ ملتا ہے اور وہ وقف نہیں ہوتا، جائداد وقف ہوتی ہے اگر اُس کی خریداری زرِ حرام سے نہ ہوئی یا زرِ حرام اس کے عقد و نقد میں جمع نہ ہوا یعنی یہ نہ ہوا کہ زرِ حرام دکھا کر کہا ہو کہ اس کے عوض یہ جائداد دے دے اور پھر وہی روپیہ ثمن میں دے دیا ہو جب ایسا نہ ہو تو وہ خرید کردہ جائداد حرام نہیں اگرچہ قیمت میں وہ زرِ حرام ہی دیا ہو، اس صورت میں تو خود اُسے وقف کرسکتی ہے۔ تنویر الابصار میں ہے:

وان اشار الیھا ونقد ما غیرھا او الٰی غیرھا او اطلق ونقدھا لا وبہ یفتی[2] اگر کسی شخص نے زرِ حرام کی طرف اشارہ کیا لیکن معاوضہ ادا کرتے وقت کوئی اور ثمن ادا کئے (جو مال حرام نہ تھا) یا جو زرِ حرام نہ تھا اسکی طرف اشارہ کیا، یا ثمن ذکر کرنے میں اطلاق سے کام لیا (یعنی بغیر قید حلال وحرام ثمن کا ذکر کیا مثلاً یوں کہہ دیا ثمن کے عوض چیز دے دو) لیکن ادائیگی کے لئے وہی حرام نقدی دے دی، تو ان سب صورتوں میں خرید کردہ چیز حرام نہ ہوگی، اور اسی قول پر فتوٰی دیا جاتا ہے (ت)

ہاں اگر خود جائداد اجرتِ حرام میں ملی یا خریداری میں زرِ حرام پر عقد و نقد جمع ہوں یا خود زرِ حرام مسجد یا مدرسہ پر صرف کرنا چاہیں تو ناجائز و حرام ہے لیکن اگر وہ تائب ہو اور اپنا مال حرام اگرچہ خود بعینہٖ وہی زرِ حرام ہو مسلمان فقیر پر تصدق کردے اور وہ فقیر اس میں سے بعض یا کل

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساقاۃ باب الربا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۷

[2] الدرالمختار شرح تنویر الابصار کتاب الغصب مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۰۶

روپیہ یا جائداد بعد قبضہ اپنی طرف سے اُسے ہبہ کردے اور قبضہ تامہ دے دے تو وہ زر و جائداد اب اس کے حق میں حلال وطیب ہے اُسے وقف وغیرہ جمیع امورِ خیر میں صرف کرسکتی ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

لہ مال فیہ شبھۃ اذا تصدق بہ علی ابیہ یکفیہ ذٰلک ولا یشترط التصدق علی الاجنبی وکذا اذا کان ابنہ معہ حیث کان یبیع ویشتری وفیھا بیوع فاسدۃ فوھب جمیع مالہ لابنہ ھذا خرج من العھدۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔[1]

اگر کسی کے پاس مشتبہ اور مشکوک مال ہو اور وہ اسے اپنے والد پر خیرات کردے تو اس کے لئے یہی کافی ہے، اور یہ شرط نہیں کہ کسی بیگانے پر خرچ کرے۔ اور اسی طرح جب بیٹا والد کے ساتھ اس کے کاروبار میں شریک ہو جبکہ اس کے کاروبار میں کئی فاسد سودے ہوں، پھر اس نے اپنا تمام مال اپنے اس بیٹے کو ہبہ کردیا تو وہ اپنی ذمہ داری سے بری الذمہ ہوجائے گا۔ اور اللہ تعالٰی سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۲۷۶: از شہر محلہ قاضی ٹولہ بلند بیگ ۱۸ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اپنی کوئی چیز طوائف کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں اور اجرت پر اس کے کپڑے سینا اور کوئی کام اس کا اجرت پر کرنا اور اس کے گانے وغیرہ کی چیزیں بنانا جائز ہے یا نہیں یا اس کی آمدنی مسجد یا مدرسہ میں لگانا جائز ہے یا نہیں جبکہ وہ جائداد کسب سے خریدی گئی ہو۔ بینوا توجروا

الجواب

طوائف کے ہاتھ کسی چیز کا بیچنا یا جائز شے کا کرایہ پر دینا جائز ہے مگر اس کے زرِ حرام سے قیمت یا اجرت لینا حرام ہے، اور گانے کی چیز بنانے کا سائل مطلب بیان کرے اس کا جواب دیا جائے گا۔ خریداری جائداد میں اگر زرِ حرام پر عقد و نقد جمع ہوئے یعنی زرِ حرام دکھا کر کہا کہ اس کے عوض دے دے، اور پھر وہی زرِ حرام ثمن میں دیا گیا تو وہ جائداد بھی خبیث اور اس کی آمدنی بھی خبیث، اور اس کا مسجد یا مدرسہ میں لینا جائز نہیں، اگر عقد و نقد جمع نہ ہوئے جس طرح عام

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الخامس عشر فی الکسب نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۹

خریداریاں آجکل ہوتی ہیں کہ یہ چیز ہزار روپے کو بیچی کسی خاص روپیہ کا نام نہیں رکھا تو اس صورت میں وہ جائداد اس کے حق میں حرام نہیں اگرچہ ثمن میں زرحرام ادا کیا ہو اس کی آمدنی مسجد وغیرہ میں صرف ہوسکتی ہے مگر مہتمم کو معلوم ہو تو اس سے احتراز کرے اگر وہ تائب ہو چکی اور توبہ کے بعد اسے اپنی جائداد باوجود وہ روپیہ جو بطور حرام حاصل کیا تھا کسی مسلمان فقیر کو ہبہ کرکے قبضہ دے دیا اس کے بعد اس فقیر نے وہ روپیہ یا جائداد کل یا بعض اسے اپنی طرف سے ہبہ کیا تو وہ اس عورت کے حق میں حلال طیب ہے اور وہ کل کار خیر مدرسہ مسجد وغیرہ میں بلا دغدغہ صرف ہوسکتا ہے اور توبہ کے بعد جو اس پر الزام رکھے سخت گناہ کا مرتکب اور سخت سزا کا مستوجب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۴ از شہر کہنہ محلہ قاضی ٹولہ مسئولہ انعام اللہ صاحب ۱۸ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم لوگوں کی قوم پنچایتی ہے اس میں چودھری اور پنچوں نے انصاف کے ساتھ فیصلہ کردیا ہے کہ فی راس مسجد کو ایک پیسہ ملنا چاہئے لہذا ہر ایک محلہ کا چندہ وہاں کی مسجدوں میں تقسیم ہوجاتا ہے اعظم نگر میں پانچ مسجدیں ہیں وہاں کا چندہ پانچ مسجدوں میں برابر تقسیم ہوجاتا ہے جس میں چار مسجدیں سابق ہیں اور ایک جدید ہے لیکن سب کا حصہ برابر ہے، شہر کہنہ پر ایک مسجد تھی تمام چندہ اسی کو ملا کرتا تھا لیکن اب ایک جدید مسجد تعمیر ہورہی ہے، چودھری اور پنچوں نے فیصلہ کیا کہ جدید مسجد کو تہائی حصہ ملنا چاہئے، چار یا پانچ شخص بنام مسیت ولد منگل، چھیدن ولد سالار بخش، چھوٹے ولد ننھو، کلن ولد گھسو، نظیر ولد سکن خارج ہوتے ہیں کہ مسجد جدید کو کچھ نہ دیا جائے۔ اس پر شرع کیا حکم دیتی ہے کیونکہ جدید مسجد کے بھی منتظم قصاب ہی ہیں۔

الجواب

چندہ کا اختیار چندہ دہندوں کو ہوتا ہے، جو یہ کہیں کہ ہمارا چندہ مساوی طور پر تمام مساجد کو تقسیم ہو وہ مساوی تقسیم کیا جائے اور جو یہ کہیں کہ بعض مساجد کو دیا جائے ان کا اس بعض کو دیا جائے اور ان کا چندہ اس چندہ میں نہ ملایا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۵ از شہر محلہ اعظم نگر مسئولہ حشمت اللہ ۵ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے قرب میں رنڈیاں رہتی ہیں اور ان کے آشناؤں سے پیسہ لے کر خرچ کرتی ہیں اور ان کا کوئی پیسہ نہیں ہے اور اگر ہے تو اسی پیسہ کا ہے اور اسی پیسہ سے وہ شیرینی ہمارے سامنے لائی اور کہا فاتحہ دے دو۔ ہم نے

جو عذر کیا تو انھوں نے کہا ہم نے اسے بدل لیا ہے اب ہم نے انکار کیا تو وہ کہتی ہیں کہ تم وہابی ہو، اور اسی میں سے طالب علموں کو اور مدرسہ میں اور مساجد وغیرہ میں خرچ کرتی ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ ۲۳ ھ 3/9

الجواب

جبکہ وہ کہتی ہیں کہ ہم نے دام بدل لئے ہیں اور اُن سے خریدی ہے تو اُن کا یہ کہنا قبول کیا جائیگا اور اس کھانے پر فاتحہ وغیرہ سب جائز ہے، نص علیہ فی عالمگیریۃ (فتاوٰی عالمگیری میں اسکی صراحت کردی گئی ہے)۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۹ از شہر محلہ سوداگران مسئولہ سید عزیز احمد صاحب ۴ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عشرۂ محرم میں تخت بنانے کی غرض سے محلہ سے چندہ وصول کرتا ہے لہذا اس میں چندہ دینا جائز ہے یا ناجائز؟ پیش امام مسجد نے نمازیوں سے کہا کہ تخت میں چندہ دینا داخلِ حسنات ہے۔ چنانچہ جملہ نمازیوں میں سے ایک نمازی نے کہا کہ اس میں چندہ وغیرہ دینا میرے نزدیک ناجائز ہے اُس پر پیش امام صاحب نے کہا کہ اگر تم شرکت نہیں کرو گے تو تم کو وہابی کہا جائے گا، اس صورت میں یہ شخص قابلِ امامت ہے یا نہیں؟

الجواب

تخت ایک بے معنی و فضول بات ہے اس میں مال صرف کرنا ضائع کرنا ہے اور مال ضائع کرنا جائز نہیں لہذا اس میں چندہ دینا ناجائز ہے، امام نے جہالت کی بات کہی اُسے سمجھا دیا جائے مگر اتنی بات پر اس کے پیچھے نماز ناجائز نہیں ہوسکتی جبکہ اور کوئی وجہ عدم جواز کی نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۰ آفتاب الدین طالب علم مدرسہ منظر الاسلام محلہ سوداگران بریلی ۲۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی مسلمان سنّی نے کسی وہابی یا یہودی یا نصرانی یا کافران میں سے کسی کے ساتھ گفتگو کرے یا ان میں سے کسی کے پاس بیٹھے یا ان میں سے کسی کی نوکری کرے تو آیا وہ مسلمان بھی کافر ہے اگر کافر نہ ہو اور اس مسلمان کو کسی دوسرے شخص نے کافر کہا تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب

کافر اصلی غیر مرتد کی وُہ نوکری جس میں کوئی امر ناجائز شرعی کرنا نہ پڑے جائز ہے اور کسی دنیوی معاملہ کی بات چیت اُس سے کرنا اور اس کے لئے کچھ دیر اُس کے پاس بیٹھنا بھی منع نہیں اتنی بات پر کافر بلکہ فاسق بھی نہیں کہا جاسکتا، ہاں مرتد کے ساتھ یہ سب باتیں مطلقاً منع ہیں اور کافر اُس وقت بھی نہ ہوگا

مگر یہ کہ اُس کے مذہب وعقیدۂ کفر پر مطلع ہو کر اس کے کفر میں شک کرے تو البتہ کافر ہوجائیگا، بغیر ثبوت وجہ کفر کے مسلمان کو کافر کہنا سخت عظیم گناہ ہے بلکہ حدیث میں فرمایا کہ وہ کہنا اسی کہنے والے پر پلٹ آتا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۱: از ضلع رنگپور ڈاک خانہ چلیماری مکتب اسلامیہ بنگالہ مسئولہ جناب عبدالصمد صاحب

۲۵ جمادی الاولٰی ۱۳۳۹ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی اندریں کہ مال مکسوب اززنا (زانیہ خواہ ازقوم ہنود آیند یا رباباشد یا از اہل اسلام) بعد از اسلام و توبہ حلال ست یاحرام؟ بیّنوا بابراھین الجیاد، توجروا من اللہ الکریم الجواد۔

اے علمائے کرام! اللہ تعالٰی تم پر رحم فرمائے، تمہارا کیا ارشاد ہے اس مسئلہ میں کہ جو مال بدکاری کی وجہ سے حاصل ہو، زانیہ خواہ ہندو قوم سے ہو یا سود خوار مسلمانوں سے حاصل ہو اسلام لانے اور توبہ کرنے کے بعد کیا وہ مال حلال ہے یا حرام؟ عمدہ دلائل سے بیان فرماؤ اور اللہ کریم و سخی سے اجر و ثواب پاؤ۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

الجواب

حرام ست و مثل مغصوب، فرض است کہ آنہمہ بر فقراء تصدق کند تمامی توبہ اش ہمیں ست فی الھندیۃ عن المحیط عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی فی کسب المغنیۃ ان قضی بہ دینا لم یکن لصاحب الدین ان یاخذہ[1] اھ وکتبت علیہ فعدم جواز الاخذ من کسب المومسات اللاتی یبغین بفروجھن و فیھا

مال مذکور حرام ہے، اور اُس کی مثال چھینے ہوئے مال کی طرح ہے، لہذا اس پر فرض ہے کہ اُس سب مال کو محتاجوں پر خیرات کردے، لہذا اُس کی توبہ کے مکمل ہونے کی یہی صورت ہے، چنانچہ فتاوٰی عالمگیری میں محیط کے حوالے سے امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے روایت ہے کہ گویا عورت کی کمائی سے اگر قرض ادا کیا جائے تو قرضخواہ کو اُس کا لینا جائز نہیں اھ، میں نے اس پر یہ نوٹ لکھا (صاحب فتاوٰی مراد ہے) کیونکہ زانیہ عورتیں اپنی شرمگاہوں کے بدلے میں مال وصول کرتی ہیں

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۹

۳۸ عن المحیط عن المنتقی عن ابراھیم 38
عن محمد فی امرأۃ نائحۃ او صاحب
طبل او مزمار اکتسب مالا قال
ان کان علی شرط ردہ علی
اصحابہ ان عرفھم
لانہ کان المال بمقابلۃ
المعصیۃ فکان الاخذ معصیۃ
والسبیل فی المعاصی
ردھا وذلک ھٰھنا برد
الماخوذ ان تمکن من ردہ بان
عرف صاحبہ وبالتصدق بہ
ان لم یعرفہ لیصل الیہ نفع مالہ اھ¹
وکتبت علیہ **اقول** ویجب ان ینظر
ان المعروف کالمشروط وکتبت علی
قولہ بالتصدق منہ **اقول** ھذا اذا
کان الماخوذ منہ مسلما اما
ان کان کافرا فلا یحل
التصدق منہ ویستحیل ان
یصل الیہ نفعہ ولا شك فی
وجوب التصدق لا لھذا
بل لمحو آثار المعصیۃ
واخلاء الید من المال الخبیث
والتحرز عن معصیۃ

اس لئے ان کی کمائی لینا بُرا ہے۔ فتاوٰی ہندیہ میں
محیط کے حوالے سے، المنتقی سے بحوالہ ابراہیم عن
محمد منقول ہے کہ ناچنے والی عورت یا طبلہ بجانیوالا
یا گانے بجانے والے آلات استعمال کرنے والے،
فرمایا اگر اس شرط پر لینا ہے کہ اس کے ساتھیوں
کو واپس کردے گا کیونکہ یہاں مال گناہ کے برابر
ہے اور مال مذکور بھی، اور اس طرح کے گناہوں
میں مال کو واپس کردینا ہے اور یہاں حاصل کردہ
مال لوٹا دینا ہے، اگر لوٹانے پر طاقت پائے،
اگر مالک کو پہچانتا ہو، اگر پہچانتا نہیں تو خیرات کردے
تاکہ مالک تک اس کے مال کا نفع پہنچے اھ میں نے
اس پر نوٹ لکھا **اقول** (میں کہتا ہوں کہ) یہاں
ضروری ہے کہ غور کرے کیونکہ معروف مشروط کی طرح
ہے۔ اور میں نے مصنف کے قول "بالتصدق
منہ" پر نوٹ لکھا **اقول** (میں کہتا ہوں کہ)
یہ تب ہوسکتا ہے جبکہ جس سے مال لیا گیا ہو وہ
مسلمان ہو، لیکن وہ اگر کافر ہو تو پھر اس کے
مال کو خیرات کرنا جائز نہیں، اور یہ محال ہے کہ کافر
کو اپنے مال کا نفع پہنچے، اور اس میں شک نہیں
کہ اس صورت میں وجوبِ صدقہ ہے، لیکن مذکورہ
وجہ کی بنا پر نہیں بلکہ نافرمانی کے آثار مٹا دینے اور
مال خبیث سے اپنے ہاتھ کو خالی کرنے کی وجہ سے
ہے، اور اس وجہ سے ہے کہ اپنی ذات کے لئے

---

¹ فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۹

التصرف فیہ لنفسہ وقد عرف فی مسائل لا تحصٰی ان ھذا ھو سبیل المال الخبیث وبہ یبرؤ عن عھدتہ آری اگر بزر مکسوب بزنا منقولے خواہ عقارے خرید وشرائی او نقد وعقد بزر حرام جمع نشد چنانکہ ہمیں اکثرست آنگاہ آں چیز مشتری برو حرام نبود کما ھو قول الامام الکرخی وعلیہ الفتوٰی وقد فصلناہ غیر مرۃ فی فتاوٰنا واللہ تعالٰی اعلم۔

اس میں تصرف کرنے کے گناہ سے بچے، اور بے شمار مسائل میں معلوم ہوا کہ مال خبیث سے نجات کا یہی طریقہ ہے۔ لہٰذا اسی طریقے کی بنا پر وہ اس کی ذمہ داری سے سبکدوش ہوتا ہے، ہاں اگر وہ بدکاری میں حاصل کردہ رقم سے کوئی منقول چیز خواہ زمین ہی ہو خریدے اور اس کی خرید میں عقد و نقد میں زرِ حرام جمع نہ ہوتی جیسا کہ اکثر یہی طریقہ ہوا کرتا ہے، تو پھر وہ خرید کردہ چیز حرام نہ ہوگی۔ چنانچہ امام کرخی علیہ الرحمۃ کا یہی ارشاد ہے اور اسی پر فتوٰی ہے، اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں کئی مرتبہ اس کی تفصیل بیان کردی۔ واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ ۲۰۲ از مین پوری مسئولہ محمد حبیب اللہ صاحب و مولوی حکیم محمد احمد صاحب علوی ۲۸ جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ آج کل ایک عرصہ سے یہ بات رائج ہے کہ لوگ اپنی جان کا بیمہ کراتے ہیں لہٰذا دریافت طلب یہ بات ہے کہ آیا جان کا بیمہ کرانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اس کی مثال مثلاً ایک شخص جس کی عمر تیس سال کی ہے تاریخ اجرائے پالیسی (سند) سے بیس سال تک مبلغ دو سو چھیالیس روپیہ چار آنہ سالانہ ادا کرنے کے بعد مبلغ پانچ ہزار روپیہ خود لے سکتا ہے یا اس کے ورثا قبل از وقت موت واقع ہوجانے پر حاصل کرسکتے ہیں جیسا ۲۴۶ للعہ × ۲۰ = ۴۹۲۵ للعہ = اصل رقم = ۵۰۰۰ ــــ ۴۹۲۵ روپیہ رقم جو ملے گی ۵۰۰۰ ــــ ۴۹۲۵ روپیہ زائد = ۷۵ روپیہ۔ اس کے علاوہ اس اصل روپیہ پر منافع بعوض استعمال روپیہ دیا جاتا ہے۔ یہ منافع اول بیمہ کنندگان یا بیمہ شدگان کو دیا جاتا ہے جن کی مدت بیمہ اختتام کو پہنچتی ہے جس وقت کہ ان کا چندہ بحساب للعہ فیصدی سود در سود اس اصل رقم بیمہ کے برابر ہوجاتا ہے اس منافع میں سے ۱۰ فی صدی کمپنی لیتی ہے اور ۹۰ فیصدی بیمہ کرنے والے کو ملتا ہے بہت توضیح و تشریح کے ساتھ تحریر فرمایا جائے کہ اس طرح روپیہ حاصل کرنا یا اپنا روپیہ اس کمپنی کو دینا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ اللہ تعالٰے آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

الجواب

جس کمپنی سے یہ معاملہ کیا جائے اگر اُس میں کوئی مسلمان بھی شریک ہے تو مطلقاً حرام قطعی ہے کہ قمار ہے اور اُس پر جو زیادت ہے ربا اور دونوں حرام وسخت کبیرہ ہیں۔ اور اگر اس میں کوئی مسلمان اصلاً نہیں تو یہاں جائز ہے جبکہ اس کے سبب حفظ صحت وغیرہ میں کسی معصیت پر مجبور نہ کیا جاتا ہو جواز اس لئے کہ اُس میں اپنے نقصان کی شکل نہیں، اگر بیس برس تک زندہ رہا پورا روپیہ بلکہ مع زیادت ملے گا، اور پہلے مرگیا تو ورثہ کو اور زیادہ ملے گا مثلاً سال بھر بعد ہی مرگیا تو دیئے ۲۴۳ روپے چار آنے اور ملے ۵۰۰۰ روپے، ہاں یہ ضرور ہے کہ جو زائد ملے ربا سمجھ کر نہ لے بلکہ یہ سمجھے کہ غیر مسلم کا مال اس کی خوشی سے بلا غدر ملا، یہ حلال ہے۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

ان ابابکر رضی اللہ تعالٰی عنہ قبل الھجرۃ حین انزل اللہ تعالٰی الم غلبت الروم قالت لہ قریش ترون ان الروم تغلب قال نعم فقال ھل لک ان تخاطرنا فخاطرھم فاخبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذھب الیھم فزد فی الخطر ففعل وغلبت الروم فارسا فاخذ ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ خطرہ فاجازہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو القمار بعینہ بین ابی بکر و مشرکی مکۃ وکانت مکۃ دار شرک ولانھم مالھم مباح انما یحرم علی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ہجرت سے پہلے جبکہ اللہ تعالٰی نے الم غلبت الروم کے کلمات نازل فرمائے تو قریش نے اُن سے کہا: کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ رومی غالب آئیں گے؟ فرمایا: ہاں۔ پھر کہا: کیا آپ ہم سے شرط لگاتے ہیں۔ تو حضرت ابوبکر نے اُن سے شرط لگادی۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اطلاع دی تو حضور اقدس نے ارشاد فرمایا: تم اُن کے پاس جاؤ اور شرط میں اضافہ کردو۔ تو ابوبکر صدیق نے ایسا ہی کیا۔ تو رومی ایرانیوں پر غالب آگئے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اُن سے شرط وصول کرلی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انھیں اس کی اجازت دے دی، صدیق اکبر اور مشرکین کے درمیان بعینہٖ رضامندی کا جُوا تھا بخلاف اُس آدمی کے جو ہمارے پاس دار السلام میں امن کے لئے سکونت اختیار کرے

www.alahazratnetwork.org

المسلم اذا كان بطريق الغدر فاذا لم یاخذ غدرًا فبای طریق یاخذه حل بعد کونه برضا بخلاف المستأمن منهم عندنا لان ماله صار محظورا بالامان فاذا اخذه بغیر الطریق المشروعة یکون غدرا الا انه لا یخفی انه انما یقتضی حل مباشرة العقد اذا کانت الزیادة ینالها المسلم و قد التزم الاصحاب فی الدرس ان مرادهم من حل الربا و القمار اذا حصلت الزیادة للمسلم نظرا الی العلة وان کان اطلاق الجواب خلافه واللّٰہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم[1]

لہٰذا اس کا مال امن کی وجہ سے دوسروں کیلئے ممنوع ہے۔ اگر شرعی طریقے کے بغیر لیا تو فریب کاری ہوگی، مگر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ یہ کام مباشرتِ عقد کو حلال ہونے کو چاہتا ہے جبکہ اضافہ کسی مسلمان کو حاصل ہو، چنانچہ اصحاب نے درس میں یہ التزام کیا ہے کہ ان کی مراد سود اور قمار کے جواز سے یہ ہے کہ جب زیادت مسلمان کو حاصل ہوجائے علّت پر نظر کرتے ہوئے اگرچہ مطلق جواب اس کے خلاف ہے، اور اللہ تعالٰی پاک و برتر سب سے زیادہ جانتا ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۲۸۳: از جےپور بیرون اجمیری دروازہ کوٹھی حاجی محمد عبدالواحد علی خاں
مسئولہ محمد حامد حسن قادری ۱۴ / رمضان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اس زمانہ میں عام طور پر جو جیل خانہائے انگریزی یا جیل خانہائے ریاست ہائے ماتحت انگریزی میں جو طرح طرح کی اشیاء تیار ہوتی ہیں ان کا خرید کر استعمال کرنا کیسا ہے خصوصًا جانمازیں یعنی مصلی وغیرہ خرید کر خود نماز پڑھنا یا ان کو مساجد میں بغرضِ نماز بھجوانا۔ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

احتراز چاہئے کہ اُن سے کام جبرًا لیا جاتا ہے پھر بھی اگر اصل مال باقیوں کی ملک ہو تو حکم حرمت نہیں کہ ان کے منافع کا اتلاف اس شے کی ذات سے جدا ہے هذا ما ظهر ولیراجع ولیحرر (یہی بات ظاہر ہوئی اور چاہئے کہ مراجعت کی جائے اور لکھا جائے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] فتح القدیر کتاب البیوع باب الربا مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۱۷۸

مسئلہ ۲۸۴ تا ۲۸۶: از پیلی بھیت محلہ شیر محمد مکان نمبری ۲۹۳ مسئولہ لطافت حسین خان صاحب ۳ رجب ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ رشوت کس کو کہتے ہیں؟ اور اس کا لینا کیسا ہے؟ اور کس صورت میں لینا جائز ہے اور کس میں ناجائز؟

(۲) تسبیح کس چیز کی ہونی چاہئے؟ آیا لکڑی کی یا پتھر وغیرہ کی؟

(۳) مسجد میں جمعہ کے وقت خطبہ کے وقت سلام وکلام کیسا ہے؟

الجواب

(۱) رشوت لینا مطلقاً حرام ہے کسی حالت میں جائز نہیں جو پرایا حق دبانے کے لئے دیا جائے رشوت ہے یوہیں جو اپنا کام بنانے کے لئے حاکم کو دیا جائے رشوت ہے لیکن اپنے اُوپر سے دفع ظلم کے لئے جو کچھ دیا جائے دینے والے کے حق میں رشوت نہیں یہ دے سکتا ہے لینے والے کے حق میں وہ بھی رشوت ہے اور اسے لینا حرام۔

(۲) تسبیح لکڑی کی ہو یا پتھر کی مگر بیش قیمت ہونا مکروہ ہے اور سونے چاندی کی حرام۔

(۳) خطبہ کے وقت سلام وکلام مطلقاً حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۷: از دہلی مدرسہ نعمانیہ فراشخانہ مسئولہ محمد حبیب اللہ صاحب ۲۰ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کافروں کی خصوصاً انگریزوں کی فوج میں نوکری کرنا جس کی وجہ سے مسلمانوں خصوصاً ترکوں اور عربوں اور افغانوں کے مقابلہ میں ان سپاہیوں کو جانا پڑتا ہے اور مسلمانوں کو قتل کرنا پڑتا ہے، آیا یہ نوکری جائز ہے یا حرام یا کفر ہے۔ بیّنوا توجروا

الجواب

مسلمان تو مسلمان، بلاوجہ شرعی کسی کافر ذمّی یا مستامن کے قتل کی نوکری، کافر تو کافر، کسی مسلمان بادشاہ کے یہاں کی شرعاً حلال نہیں ہوسکتی بلکہ ذمی پر ظلم مسلمان پر ظلم سے اشد ہے کما فی الخانیۃ والدر والھندیۃ وغیرھا (جیسا کہ خانیہ، دُر اور ہندیہ وغیرہ میں ہے۔ ت) حدیث میں ہے:

من اٰذی ذمیا فانا خصمہ ومن کنت خصمہ خصمتہ یوم القیٰمۃ۔ رواہ الخطیب[1] عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

جس نے کسی ذمی کافر کو ستایا تو میں اس سے جھگڑا کرونگا اور جس سے میں جھگڑا کروں تو قیامت کے دن جھگڑا کرنے میں غالب آؤنگا۔ خطیب بغدادی نے

---

[1] تاریخ بغداد ترجمہ داؤد بن علی ۴۳۷۴ دار الکتاب العربی بیروت ۸/۳۷۰

عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے اس کو حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ (ت)

مگر کفر نہیں جب تک استحلال نہ ہو یا خود بوجہ اسلام قتل کما ھو مذھب اھل السنۃ والتاویل المعروف فی الکریمۃ (جیسا کہ اہلسنت کا مذہب ہے اور آیہ کریمہ میں تاویل مشہور ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۸: از بریلی محلہ گھیر جعفر خاں مسئولہ قدرت حسین صاحب ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ

قادیانیوں کے ہاتھ مال فروخت کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

قادیانی مرتد ہیں، اُن کے ہاتھ نہ کچھ بیچا جائے نہ اُن سے خریدا جائے، اُن سے بات ہی کرنے کی اجازت نہیں۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، ایاکم وایاھم[1] ان سے دور بھاگو انھیں اپنے سے دُور رکھو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۹ تا ۲۹۴: از بمبئی پوسٹ ۹ معرفت احمد علی صاحب مسئولہ شیخ فتح محمد صاحب ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ

(۱) علمائے دین سے دریافت طلب یہ مسئلہ ہے کہ جو حاجی ادائے فریضہ حج اور زیارت پاک نبی کریم کے بمبئی اور کراچی سے روانہ ہوتے ہیں ان سے دوہرا کرایہ جہاز پر جانے آنے کا لیا جاتا ہے، اس سال جانے آنے کا کرایہ ایک سو چھتر روپیہ مقرر ہوا ہے اس میں جانے کا ایک سو دس روپیہ لگایا جاتا ہے اور آنے کے واسطے کمپنی کے پاس پینسٹھ روپیہ جمع رہتا ہے اس وقت تک کہ حاجی اپنے فرض سے فارغ ہو کر واپس نہ آئیں وہ باقی روپیہ بینک گھر میں جمع رہتا ہے کمپنی کی طرف سے اب سوال یہ ہے کہ کمپنی کو اس روپیہ کا سود ملے گا قریب چار ماہ تک کیونکہ اس سے پہلے حاجی واپس نہیں آسکتے اس سود کے بارے میں حاجی گنہگار ہوگا یا نہیں؟

(۲) اسی مسئلہ کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ جو کمپنی حاجیوں کو دوہرا ٹکٹ دیتی ہے اس کا منیجر انگریز ہے اور وہی مالک ہے اور انگریز کے مذہب میں سود جائز ہے اور جانے والے حاجی اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ ہمارا روپیہ ایک انگریز کے پاس جمع ہے اور وہ اس روپیہ سے تاوالیسی بلاواسطے فائدہ اٹھائے گا یا سود میں چلائے گا اتنا سمجھ کر بھی حاجی اس کمپنی میں سفر کرے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۳۲۰

www.alahazratnetwork.org

(۳) مخفی نہ رہے کہ بمبئی اور کراچی دونوں جگہ سے حاجی روانہ ہوتے ہیں اور ان دونوں مقاموں میں ایک اسلامی کمپنی موجود ہے اور یہ کمپنی ایک طرف کا ٹکٹ حاجیوں کو دیتی ہے انگریزی کمپنی سے بہت کم جہاز ہیں۔ ایسا ہوتے ہوئے بھی حاجی آنے جانے کا ٹکٹ لے تو تعاون ہے یا نہیں، حاجی کچھ مواخذہ دار ہوگا یا نہیں؟

(۴) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب حاجی چاہیں کہ ہم دوہرا کرایہ دے کر اپنے روپیہ سے غیر مذہب کو مدد نہیں دینگے اور ایک طرف کا ٹکٹ لیں گے تو گورنمنٹ کمپنی پر ضرور ہے کہ حکم کرے گی کہ ایک طرف کا ٹکٹ دو۔ اس صورت میں اوپر کے سوال میں حاجی بری ہو سکتے ہیں یا نہیں، اور ایسا کرنا ثواب ہے یا گناہ؟

(۵) دیگر یہ کہ اکثر حاجی اثنائے سفر میں فوت ہوجاتے ہیں اور اُن کا کوئی وارث ہمراہ نہ ہو تو ضرور ان کے واپسی کے ٹکٹ ضائع ہوجاتے ہیں اور اس ٹکٹ کا روپیہ بے سبب ایک کمپنی کھا جاتی ہے اگر وہی روپیہ حاجی کے ساتھ حاجی کی کمر میں ہو اور وہ فوت ہوجائے تو ضرور اس کا روپیہ اس کے ہمراہیوں کو ملے گا یا مکہ معظمہ میں فوت ہوجائے تو کسی معلم کو ملے گا یا راستے میں فوت ہوجائے تو کسی بدوی کو ملے گا جو تینوں بھائی مسلمان ہوں گے ایسی صورت میں حاجی کو ثواب ہوگا یا اوپر کی صورت میں؟

www.alahazratnetwork.org

(۶) اور ظلم یہ ہے کہ کمپنی نے ٹکٹ پر چھاپ دیا ہے کہ حاجی کو اگر واپس کرنا ہو تو دس سیکڑہ کاٹ کر حاجی کو روپیہ ملے گا، یہ قانون ہے کہ امانت رکھنے والا اپنی امانت واپس مانگے تو کمیشن میں سود دے یہ دوہرا سود ہوا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

(۱) حاجی نہ اپنی خوشی سے جمع کرتا ہے نہ اس کی یہ نیت ہے کہ کمپنی سود لے، اگر لے گی تو اُس کا وبال اس پر ہے حاجی پر الزام نہیں،

لاتزر وازرۃ وزر اخرٰی۱؎ وتخلل فعل فاعل مختار یقطع النسبۃ کما فی الھدایۃ وغیرھا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ فاعل مختار کا فعل درمیان میں آڑے آگیا جو نسبت کو قطع کردیتا ہے، جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں مذکور ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

۱؎ القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴

(۲) اس کا جواب اوپر گزر چکا کہ گناہ نہیں، ہاں اگر کوئی اسلامی کمپنی ایسی موجود ہو جو اسے سود پر نہ چلائے گی اور جو باتیں سفر میں اپنے آرام کی ہیں ان میں کوئی کمی نہ ہو تو بلاوجہ اسلامی کمپنی پر اُسے ترجیح دینا سخت معیوب ہے، واللہ تعالٰی اعلم

(۳) جب اسلامی کمپنی موجود ہے اور وہ کرایہ بھی کم لیتی ہے اور ایک ہی طرف کا لیتی ہے تو ان ترجیحوں کے ہوتے ہوئے سخت احمق ہوگا جو اس کے غیر کو اختیار کرے مگر اس حالت میں کہ اپنے آرام وغیرہ کی کچھ صحیح مصلحت اور ارزاں لعلت وگراں بحکمت نہ ہو بلاوجہ زیادہ کرایہ دینا کوئی نہ چاہے گا اور بالفرض اگر ایسا کوئی نکلے کہ بغیر کسی صحیح مصلحت کے اپنا نقصان گوارا کرے اور اسلامی کمپنی پر غیر اسلامی کو ترجیح دے تو وہ بیشک مواخذہ دار ہے اور اس پر متعدد مواخذے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۴) دو طرف کا کرایہ دینے میں بلاوجہ کی پابندیاں اپنے ذمے ہو جاتی ہیں ممکن ہے کہ یہ وقت موعود تک واپس نہ آسکے یا سرکاروں میں زیادہ حاضر رہنا چاہے جب اس طریقے سے یہ آزادی مل سکتی ہو تو بغیر کسی اہم مصلحت کے پابندی کو اس پر ترجیح نہ دے گا مگر سخت احمق یا وہ جس کے دل میں مرض ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۵) یہ نیت بھی محمود ہے اور آزادی خود عظیم مقصود ہے اسے ملتے ہوئے بے کسی اہم مصلحت کے پابندی کو ترجیح دینا مردود ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۶) یہ صورت اور زیادہ شناعت کی ہے، اور حتی الامکان اس سے بچنا لازم کہ اگرچہ سود نہیں مگر اضاعت مال ہے اور وہ بھی شرعاً حرام ہے، حدیث میں ارشاد فرمایا صحیح بخاری و صحیح مسلم میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے،

ان اللہ حرم علیکم عقوق الامھات و وأد البنات ومنعا وھات وکرہ لکم قیل وقال وکثرۃ السوال واضاعۃ المال[1]

بے شک اللہ تعالٰی نے تم پر حرام فرما دیا ہے ماؤں کو ایذا دینا اور بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا اور یہ کہ آپ نہ دو اور اوروں سے مانگو اور ناپسند فرماتا ہے تمہارے لئے فضول حکایات اور کثرت سوالات اور مال کا ضائع کرنا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب عقوق الوالدین من الکبائر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۸۴
صحیح مسلم کتاب الاقضیۃ باب النہی عن کثرۃ المسائل الخ " " " ۲/ ۷۵

مسئلہ ۲۹۵ از دارجلنگ انجمن اسلامیہ مسئولہ ولی الحسن مدرس مدرسہ ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

علمائے اسلام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ افیون کی تجارت اور اس کی دکان کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

افیون کی تجارت دوا کے لئے جائز اور افیونی کے ہاتھ بیچنا ناجائز ہے،

لان المعصیۃ تقوم بعینہ وکل ما کان کذٰلک کرہ بیعہ کما فی تنویر الابصار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اس لئے کہ گناہ ذات شَی کے ساتھ قائم ہے اور جس میں اس طرح ہو تو اس کا بیچنا مکروہ ہے جیسا کہ تنویر الابصار میں مذکور ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۹۶ از سیلی بھیت کچہری کلکٹری مسئولہ عرفان علی صاحب رضوی ۶ شب ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

قبلہ جانم وکعبہ ایمانم ظلہم الاقدس، بعد سلام مسنون عرض ہے کہ زندگی کا بیمہ کرنا شرعاً جائز ہے یا حرام؟ صورت اس کی یہ ہے جو شخص زندگی کا بیمہ کرانا چاہتا ہے اس سے یہ قرار پایا جاتا ہے کہ ۵۵ سال یا ۶۰ سال یا ۵۰ سال کی عمر تک مبلغ دو ہزار روپے للعہ یا ۲ عہ ماہوار کے حساب سے تنخواہ سے وضع ہوتے رہیں گے اگر وہ شخص ۵۵ سال تک زندہ رہا تو خود اس کو اور اگر مقررہ میعاد کے اندر مرگیا تو اس کے ورثا کو دو ہزار یکمشت ملے گا خواہ وہ بیمہ کرانے کے بعد اور اس کی منظوری آنے کے بعد فوراً ہی مرجائے اور اگر میعاد مقررہ تک زندہ رہا تو بھی وہی دو ہزار ملے گا یہ بیمہ گورنمنٹ کی جانب سے ہورہا ہے کسی کمپنی وغیرہ کو اس سے تعلق نہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جبکہ یہ بیمہ صرف گورنمنٹ کرتی ہے اور اس میں اپنے نقصان کی کوئی صورت نہیں تو جائز ہے کوئی حرج نہیں مگر شرط یہ ہے کہ اس کے سبب اس کے ذمے کسی خلافِ شرع احتیاط کی پابندی نہ عائد ہوتی ہو جیسے روزوں یا حج کی ممانعت۔ واللہ تعالٰی اعلم

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

خیر الآمال فی حکم الکسب والسوال

۱۳۱۸ھ

(کمانے اور مانگنے کے حکم میں بہترین امید)

www.alahazratnetwork.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۲۹۷ از ملک بنگالہ ضلع پابنا ڈاکخانہ سوبگاچہ موضع چر قاضی پور مرسلہ مولوی امید علی صاحب ۲۷ جمادی الآخرہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روپیہ کمانا کس وقت فرض ہے، کس وقت مستحب، کس وقت مکروہ، کس وقت حرام، اور سوال کرنا کب جائز ہے کب ناجائز؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ مسئلہ بہت طویل الذیل ہے جس کی تفصیل کو دفتر درکار، یہاں اس کے بعض صور و ضوابط پر اقتصار۔

فاقول وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق کے ساتھ کہتا ہوں۔ت) کسب کے لئے ایک **مبدء** ہے یعنی وہ ذریعہ جس سے مال حاصل کیا جائے، اور ایک **غایت** یعنی وہ غرض کہ تحصیل مال سے مقصود ہو، ان دونوں میں ذاتاً خواہ عارضاً احکام نہ گانہ فرض، واجب، سنت

مستحبّ، مباحؔ، مکروہ تنزیہی، اساءتؔ، مکروہ تحریمی، حرامؔ سب جاری ہیں، اور دونوں کے اعتبار سے کسب پر احکام مختلفہ طاری ہیں نفس کسب بے لحاظ مبادی وغایات کوئی حکم خاص نہیں رکھتا۔

ذرائع میں حرام جیسے غصب ورشوت وسرقہ وربا، یونہی زنا وغنا وحکم خلاف ما انزل اللہ وغیرہ امور محرمہ کی اجرت، تلاوتِ قرآن ووعظ وتذکیر ومیلاد خوانی وغیرہا عبادات بیچ کر اسی طرح جملہ عقود باطلہ وفاسدہ قطعیہ۔

مکروہِ تحریمی جیسے اذانِ جمعہ کے وقت تجارت۔

فی الدر المختار کرہ تحریما مع صحۃ البیع عند الاذان الاول[1] قلت وعبر فی الھدایۃ بالحرمۃ واعترضہ الاتقانی بان البیع جائز لکنہ یکرہ کما صرح بہ فی شرح الطحطاوی لان المنع لغیرہ لایعدم المشروعیۃ واشار فی الدر الی جوابہ بقولہ افاد فی البحر صحۃ اطلاق الحرمۃ علی المکروہ تحریما[2] اھ وانا اقول الصحۃ اذا لم تناف المنع لغیرہ لم تناف الحرمۃ ایضا کذلک فان المنع ولو لغیرہ یشمل المنع ظنا فیکرہ وقطعا فیحرم ولا شک ان النھی ھٰھنا قطعی فلا ادری ما احوجھم الی تاویل الحرمۃ بالکراھۃ۔

درمختار میں ہے جمعہ کی پہلی اذان کے وقت بیع اگرچہ صحیح ہے لیکن مکروہ تحریمہ ہے، میں کہتا ہوں اس کراہت کو ہدایہ میں حرمت سے تعبیر کیا ہے اور اس پر اتقانی نے اعتراض کیا کہ بیع صحیح لیکن مکروہ ہے جیسا کہ شرح طحطاوی میں یہ تصریح ہے اس لئے کہ منع لغیرہ مشروعیت کو ختم نہیں کرتی اور درمختار میں اس اعتراض کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے کہ بحرالرائق نے افادہ کیا ہے کہ مکروہ تحریمہ پر حرمت کا اطلاق صحیح ہے اھ۔ **اقول** (میں کہتا ہوں کہ) جس طرح صحت منع لغیرہ کے منافی نہیں اسی طرح وہ حرمت کے منافی بھی نہیں ہے کیونکہ منع اگرچہ لغیرہ ہو وہ منع ظنی اور قطعی دونوں کو شامل ہے منع ظنی ہو تو مکروہ ہے اگر قطعی ہو تو حرام ہے اور بیشک یہاں نہی قطعی ہے تو مجھے معلوم نہیں کہ حرمت کو کراہت سے ان کو تاویل کی کیا حاجت ہوئی۔ (ت)

اسی طرح دوسرا مسلمان جب ایک چیز خرید رہا ہو اور قیمت فیصل ہوگئی ہو اور گفتگو ہنوز

---

[1] الدرالمختار کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۰

[2] " کتاب الصلوٰۃ باب الجمعہ " " " ۱/ ۱۱۳

قطع نہ ہوئی ایسی حالت میں قیمت بڑھا کر خواہ کسی طور پر خود خرید لینا،

فی الدر کرہ تحریما السوم علی سوم غیرہ ولو ذمیا او مستامنا بعد الاتفاق علی مبلغ الثمن والا لا لانہ بیع من یزید[1] اھ مختصرا۔

درمختار میں ہے کہ کسی کے بھاؤ پر بھاؤ لگانا مکروہ تحریمی ہے، اگرچہ پہلے بھاؤ والا ذمی ہو یا مستامن ہو جبکہ مبلغ ثمن پر اتفاق ہوچکا ہو ورنہ ثمن پر اتفاق کے بغیر دوسرے کا بھاؤ لگانا مکروہ نہیں کیونکہ اس صورت میں نیلامی والی بیع ہوجائے گی اھ مختصرا (ت)

یونہی تلقی جلب وبیع الحاضر للبادی وتفریق الصغیر من محرمہ وغیرہا کہ مع قیود وشروط کتب فقہ میں مفصل ہیں اسی قسم میں ہے یا نیچری وضع کے کپڑے یا جُوتے سینا یا ان اشیاء خواہ تانبے پیتل کے زیوروں وغیرہا کا بیچنا اور جملہ عقود ومکاسب ممنوعہ قطعیہ۔

فی ردالمحتار من الحظر عن المحیط بیع المکعب المفضض للرجل ان لیلبسہ یکرہ لانہ اعانۃ علی لبس الحرام اھ وان کان اسکافا امرہ انسان ان یتخذ لہ خفا علی زی المجوس او الفسقۃ اوخیاطا امرہ ان یتخذ لہ ثوبا علی زی الفساق یکرہ لہ ان یفعل لانہ سبب التشبہ بالمجوس والفسقۃ[2]۔

ردالمحتار میں محیط کی کتاب الحظر سے منقول ہے کہ چاندی کے جڑاؤ والا جوتا مرد کو پہننے کے لئے فروخت کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ حرام لباس میں اعانت ہے، اور موچی کو اگر کوئی کہے میرے لئے مجوس یا فساق کی وضع والا جوتا بنا دے، یا درزی سے کہے کہ فساق والا لباس بنا دے تو ان کو ایسا کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ مجوس اور فساق کی مشابہت کا سبب ہوگا۔ (ت)

ز اساءت یعنی وہ کام جسے نہ مکروہ تنزیہی کی طرح صرف خلاف اولٰی کہا جائے جس پر ملامت بھی نہیں، نہ تحریمی کی طرح گناہ وناجائز جس پر استحقاق عذاب ہے، بلکہ یوں کہا جائے کہ بُرا کیا قابلِ ملامت ہوا جس کا حاصل مکروہ تنزیہی سے بڑھ کر ہے اور تحریمی سے کمتر۔

کما جنح الیہ العلامۃ الشامی

جیسا کہ علامہ شامی کا اس طرف میلان ہے

---

[1] الدرالمختار کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۰

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۵۱

www.alahazratnetwork.org

فی ردالمحتار اقول ولابد منه فان کل مرتبة للطلب فی جانب الفعل فان بازائها مرتبة فی جانب الترك فالتحریم فی مقابلة الفرض فی الرتبة وکراھة التحریم فی رتبة الواجب، والتنزیه فی رتبة المندوب کما فی ردالمحتار من بحث اوقات الصلوٰة وقد بقیت السنة وھی فوق المندوب ودون الواجب فوجب ان یقابلها ما ھو فوق کراھة التنزیه دون التحریم وھو الاساءة وقد نصوا علیها فی غیرما فرع وان اغفلها کثیرون فی ذکر الاقسام فلیحفظ قال فی الدر ترك السنة لایوجب فسادا ولاسھوا بل اساءة لو عامدا غیر مستحب[1] الخ وفی ردالمحتار عن التحریر تارکها ای السنة له توجبه اساءة ای التضلیل واللوم[2]۔

ردالمحتار میں، اقول (میں کہتا ہوں) یہ ضروری ہے کیونکہ فعل میں طلب کا جو مرتبہ ہے اس کے مقابل میں ترك کا مرتبہ ہے، تحریم کا رتبہ بمقابلہ فرض اور مکروہ تحریمی کا بمقابلہ واجب اور مکروہ تنزیہہ بمقابلہ مندوب ہے جیسا کہ ردالمحتار میں نماز کے اوقات کی بحث میں ہے جبکہ سنّت کا رتبہ باقی ہے اور وہ مندوب سے فائق اور واجب سے پست ہے تو ضروری ہے کہ اس کے مقابلہ میں حکم مکروہ تنزیہہ سے فائق اور مکروہ تحریمہ سے کم ہو اور یہ مرتبہ اساءت ہے، فقہاء نے اس بحث پر کئی فروعات میں نص فرمائی ہے اگرچہ حکم کے اقسام سے بہت سے لوگوں سے غفلت ہوئی ہے، اس کو محفوظ کرو۔ درمختار میں فرمایا سنّت کے ترك سے فساد کا حکم نہ ہوگا اور نہ ہی سہو کا، بلکہ اساءت کا حکم ہوگا جب غیر مستحب کو قصداً کرے الخ۔ ردالمحتار میں تحریر کے حوالے سے ہے کہ سنّت کا تارك اساءت یعنی ملامت وتضلیل کا مستحق ہوگا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

مثلاً اپنے سے اعلم کے ہوتے ہوئے عہدۂ قضاء کی نوکری جبکہ وہ اس پر راضی ہو،

وھو فی الدرالمختار لوقدموا غیر الاولٰی اساؤا بلااثم[3]، فی ردالمحتار عن التتارخانیة اساؤا اذ ترکوا السنة لکن لایاثمون لانھم

درمختار میں ہے اگر لوگ غیر اولٰی شخص کو امام بنائیں تو اساءت کے مستحق ہوں گے گنہگار نہ ہونگے۔ ردالمحتار میں تاتارخانیہ سے منقول ہے اساءت والے ہونگے جب وہ سنت کو ترك کریں گنہگار

---

[1] الدرالمختار کتاب الصلوٰۃ باب صفة الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۷۳

[2] ردالمحتار 〃 〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۱۹

[3] الدرالمختار 〃 باب الامامة مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۳

ھ ۴۳ 38 38

قدموا رجلا صالحا وکذا الحکم فی الامارۃ والحکومۃ اما الخلافۃ وھی الامامۃ الکبرٰی فلایجوز ان یترکوا الافضل وعلیہ اجماع الامۃ۔[1]

نہ ہوں گے کیونکہ انھوں نے صالح شخص کو امام بنایا ہے اگرچہ غیر اولٰی ہے، اور یہی حکم امارت اور حکومت کا ہے لیکن خلافت میں جو امامت کبرٰی ہے یہ جائز نہیں کہ وہ افضل کو ترک کریں اور اس پر اجماعِ امّت ہے (ت)

اقول یونہی ظہر و مغرب وعشاء کے فرض پڑھ کر سُنّتوں سے پہلے بیع وشراء اور ظاہراً طلوعِ فجر کے بعد نمازِ صبح سے پہلے خرید و فروخت بھی اسی قبیل سے ہے جبکہ ضرورت داعی نہ ہو یونہی ہر وہ کسب کہ خلافِ سنت یا اس کا شغل ترکِ سنت کی طرف مؤدی ہو۔

مکروہِ تنزیہی جیسے بیع عینہ جبکہ مبیع بائع کے پاس عود نہ کرے، مثلاً جو قرض مانگنے آیا اُسے روپیہ نہ دیا بلکہ دس کی چیز پندرہ کو اس کے ہاتھ بیچی کہ اس نے دس کو بازار میں بیچ لی،

فی الدرالمختار شراء الشیئ الیسیر بثمن غال لحاجۃ القرض یجوز ویکرہ واقرہ المصنف[2] فی اٰخر الکفالۃ بیع العینۃ ای بیع العین بالربح نسیئۃ لیبیعہا المستقرض باقل لیقضی دینہ اخترعہ اکلۃ الربا وھو مکروہ مذموم شرعا لما فیہ من الاعراض عن مبرۃ الاقراض[3] وفی ردالمحتار عن الفتح ان تخللت صورۃ یعود الی البائع جمیع ما اخرجہ اوبعضہ یکرہ تحریما فان لم یعد کما اذا باعہ المدیون فی السوق فلا کراھۃ بل خلاف الاولٰی[4] اھ ملخصا۔

درمختار میں ہے سستی چیز کو قرض کی ضرورت پر مہنگے داموں خریدنا جائز ہے اور مکروہ ہے اس کو مصنف نے ثابت رکھا ہے، اور انھوں نے باب الکفالہ کے آخر میں بیع عینہ کے متعلق فرمایا یعنی عین چیز کو نفع کے ساتھ ادھار فروخت کرنا تاکہ قرض لینے والا اس کو کم قیمت پر فروخت کرکے حاجت پوری کرلے یہ طریقہ سود خوروں نے ایجاد کیا ہے اور یہ مکروہ اور شرعاً مذموم ہے کیونکہ اس میں قرض دینے کی نیکی سے اعراض ہے، اور ردالمحتار میں فتح القدیر سے منقول ہے کہ یہ ایسی صورت ہو کہ اس میں بائع کی طرف سے دی ہوئی چیز اس کو کُل یا بعض واپس لوٹ آتی ہو اس لئے یہ مکروہ تحریمی ہے اور ایسا نہ ہو مثلاً مقروض اس

www.alahazratnetwork.org

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب الامامۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۷۵

[2] الدرالمختار کتاب البیوع فصل فی القرض مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۴۰

[3] " کتاب الکفالہ " ۲/ ۶۶

[4] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۸۹

چیز کو بازار میں فروخت کرے تو مکروہ نہیں بلکہ خلافِ اولیٰ ہے اھ ملخصاً۔ (ت)

مباح جیسے بن کی لکڑی، جنگل کے شکار، دریا کی مچھلیاں۔

مستحب جیسے خدمتِ اولیا و علماء کی نوکری۔

وقد کان انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ یخدم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی شبع بطنہ[1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ صرف شکم سیری کے عوض حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کی خدمت کرتے تھے۔ (ت)

یونہی ہر وقت کسب جس میں امورِ خیر پر اعانت ہو اگرچہ خیر صرف تقلیلِ شر و خیر ہو مثلاً گھات یا چنگی یا بندوبست کی نوکری اس نیت سے کہ بندگانِ خدا کارکنوں کے جبر و تعدی و ظلم و زیادہ ستانی سے بچیں،

فی کفالۃ الدر النوائب ولو بغیر حق کجبایات زماننا قالوا من قام بتوزیعہا بالعدل اجر[2] اھ ملخصا، وفی شہادات رد المحتار قدمنا عن البزدوی ان القائم بتوزیع ھذہ النوائب السلطانیۃ والجبایات بالعدل بین المسلمین ماجور وان کان اصلہ ظلما[3] الخ قلت وکذلک نص علیہ فی کفایۃ الہدایۃ وغیرھا۔

درمختار کے باب کفالہ میں ہے کہ ٹیکس اگرچہ ناحق ہوں ان کو فروخت کرنا جیسا کہ ہمارے زمانہ میں ہوتا ہے فقہاء کہتے ہیں جو شخص مزدوری پر یہ سرکاری وصولیاں کرے گا اس کو اتنا عوض دیا جائیگا اھ ملخصاً، رد المحتار کے باب الشہادات میں ہے کہ بزدوی سے منقول گزرا ہے سرکاری وصولیاں عدل کے ساتھ اجرت پر وصول کرنے پر ثواب ہوگا اگرچہ یہ اصل میں ظلم ہوں الخ۔ میں کہتا ہوں اسی طرح کفایۃ الہدایہ میں ہے۔ (ت)

سنّت جیسے احباب کا ہدیہ قبول کرنا اور عوض دینا،

احمد والبخاری وابوداؤد والترمذی عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ

احمد، بخاری، ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام

---

[1] کنز العمال حدیث ۳۶۸۳۸ و ۳۶۸۳۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۲۸۸

[2] الدر المختار کتاب الکفالۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۶۶

[3] رد المحتار کتاب الشہادات باب القبول وعدمہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۸۰

وسلم کان یقبل الھدیۃ ویثیب علیھا[1]۔ ہدیہ وصول کرتے اور اس پر بدل عطا فرماتے (ت)

اور افضل واعلٰی کسب مسنون سلطان اسلام کے زیر نشان جہاد شرعی ہے۔

احمد وابویعلی والطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال بعثت بین یدی الساعۃ بالسیف حتی یعبد اللہ تعالٰی وحدہ لاشریک لہ وجعل رزقی تحت ظل رمحی[2] الحدیث، واخرج ابن عدی عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الزموا الجھاد وتصحوا وتستغنوا[3]۔ الشیرازی فی الالقاب عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اطیب کسب المسلم سھمہ فی سبیل اللہ[4]۔ قال المناوی فی التیسیر لان ما حصل بسبب الحرص علی نصرۃ دین اللہ تعالٰی لاشیئ اطیب منہ فھو افضل من البیع وغیرہ مما مر لانہ کسب المصطفٰی وحرفتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[5]۔ و

احمد، ابویعلٰی اور طبرانی کبیر میں سند حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مجھے قیامت سے آگے تلوار دے کر بھیجا گیا تاکہ لوگ اللہ کی عبادت کریں، اور میرا رزق نیزوں کے سائے میں ہے الحدیث۔ ابن عدی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جہاد لازم کرو تاکہ تم صحت مند اور غنی ہوجاؤ۔ شیرازی نے القاب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مسلمان کا پاک کسب اس کا فی سبیل اللہ تیر بنانا ہے۔ امام مناوی نے تیسیر میں فرمایا: یہ اس لئے کہ جو چیز اللہ تعالٰی کے دین میں حرص کے طور ہو اس سے بڑھ کر کوئی چیز اطیب نہیں ہے لہذا یہ عمل تجارت وغیرہ سے افضل ہے کیونکہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کسب وعمل ہے[5]۔ اور

www.alahazratnetwork.org

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب البیوع باب فی قبول الہدایا آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۴۲

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابن عمر المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۹۲

[3] الکامل لابن عدی ترجمہ بشر بن آدم بصری دارالفکر بیروت ۲/ ۴۴۹

[4] الجامع الصغیر بحوالہ الشیرازی فی الالقاب عن ابن عباس حدیث ۱۱۲۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۷۰

[5] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث اطیب کسب المسلم الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۱۶۶

فی صید رد المحتار عن الملتقی ومواھب الرحمٰن فی تفاضل انواع الکسب[1] افضلہ الجھاد ثم التجارۃ ثم الحراثۃ ثم الصناعۃ۔[1]

ردالمحتار کے باب الصید میں ملتقی اور مواہب الرحمٰن سے منقول ہے کہ کسب کے اقسام میں فضیلت والااعلٰی جہاد ہے، پھر تجارت، پھر کاشتکاری، پھر صنعت کاری۔ (ت)

واجب جیسے قبول عطیۂ والدین جبکہ نہ لینے میں اُن کی ایذا مظنون ہو اور اگر متیقن ہو تو **فرض** ہوگا کہ ایذائے والدین حرام قطعی ہے اور حرام سے بچنا فرض قطعی، اسی طرح عہدۂ قضا کا قبول فرض ہے جبکہ اس کے سوا اور کوئی اہل نہ ہو،

فی الدرالمختار کرہ تحریما التقلد ای اخذ القضاء لمن خاف الحیف ای الظلم او العجز وان تعین لہ او امنہ لایکرہ فتح، ثم ان انحصر فرض عینا والا کفایۃ بحر والتقلد رخصۃ ای مباح والترک عزیمۃ عند العامۃ بزازیۃ فالاولٰی عدمہ و یحرم علی غیر الاھل الدخول فیہ قطعا من غیر تردد فی الحرمۃ ففیہ الاحکام الخمسۃ۔[2]

درمختار میں ہے کہ جو شخص قضا میں ظلم یا عجز کا خطرہ رکھتا ہو اس کو قضاء کا عہدہ قبول کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر وہی متعین ہو یا کمزوری کا خطرہ خوف نہ رکھتا ہو تو مکروہ نہ ہوگا، فتح۔ پھر اگر یہ عہدہ اسی پر موقوف ہے تو قبول کرنا فرض عین ہے ورنہ فرض کفایہ ہے، بحر۔ اور قضاء کو قبول کرنا رخصت ہے یعنی مباح ہے اور ترک عزیمت ہے عام فقہائے کے نزدیک، بزازیہ۔ تو اولٰی یہ ہے کہ نہ قبول کرے اور غیر اہل کے لئے حرام ہے قطعاً بلاتردد، تو اس میں پانچ حکم ہیں۔ (ت)

غایات میں فرض جیسے خورد و نوش و پوشش بقدر سد رمق و ستر عورت بلکہ اتنا کھانا جس سے نمازِ فرض کھڑے ہوکر ہوسکے اور رمضان میں روزے پر قدرت ملے۔

فی الدرالاکل فرض مقدار ما یدفع الھلاک ویمکن بہ من الصلٰوۃ قائما و صومہ[3] اھ ملخصا۔

درمختار میں ہے ہلاکت سے بچنے کی مقدار کھانا فرض ہے اتنا کہ کھڑے ہوکر نماز پڑھ سکے اور روزہ رکھ سکے، اھ، ملخصاً (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الصید دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۹۶

[2] الدرالمختار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۲/۷۳

[3] " کتاب الحظر والاباحۃ " " " ۲/۲۳۶

یونہی کفایت اہل وعیال وادائے دیون ونفقات مفروضہ۔

فی خزانة المفتین الکسب فرض وھو بقدر الکفایة لنفسه وعیاله وقضاء دیونه ونفقة من یجب علیه نفقته[1]

خزانۃ المفتین میں ہے اپنے لئے بطور کفایت، اپنی عیال، قرض کی ادائیگی اور جن کا نفقہ ذمہ میں ہے اس مقدار کے لئے کسب فرض ہے (ت)

یونہی حج فرض جبکہ بعد فرضیت مال نہ رہا،

لان الذمة قد شغلت وابراؤھا عن الفرض فرض ومقدمة الفرض فرض۔

کیونکہ ذمہ میں بوجھ ہے اور فریضہ سے عہدہ برآ ہونا فرض ہے جبکہ فرض کا مقدمہ بھی فرض ہوتا ہے (ت)

زوجہ اگرچہ غنیہ ہو اُس کا کفن دفن شوہر پر ہے، یونہی اقارب کا جبکہ مال نہ چھوڑیں بلکہ ہر مسلمان کا کفن دفن مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے جب ایک شخص میں منحصر ہوجائے فرض عین ہوجائے گا۔

فی التنویر کفن من لامال له علی من تجب علیه نفقته واختلف فی الزوج والفتوی علی وجوب کفنها علیه وان ترکت مالا[2] الخ وفی رد المحتار الواجب علیه تکفینها وتجهیزها الشرعیان من کفن السنة والکفایة وحنوط واجرة غسل وحمل ودفن[3]

تنویر میں ہے جس کا کفن نہ ہو مال نہ ہونے کی وجہ سے، تو جس پر اس کا نفقہ واجب ہے کفن بھی اس کے ذمہ ہے اور خاوند کے متعلق اختلاف ہے فتوٰی اس پر ہے کہ بیوی کا کفن واجب ہے اگرچہ بیوی نے اپنا مال چھوڑا ہو الخ۔ اور ردالمحتار میں ہے کہ خاوند پر بیوی کی تکفین وتجہیز شرعی شوہر پر واجب ہے جو کفنِ سنت یا کفنِ کفایہ اور حنوط، غسل کی مزدوری، جنازہ لے جانے اور دفن کا خرچہ شوہر پر واجب ہے (ت)

واجب جیسے اتنا کمانا کہ ادائے واجبات پر قادر ہو زوجہ کا حقِ جماع ادا کرسکے۔

وھذا یعد مرة من واجبات الدیانة وان لم یجبر علیه قضاء کما فصلناه فی الطلاق من فتاوٰنا۔

یہ واجبات دیانت میں شمار ہے اگرچہ قضاءً اس پر جبر نہ ہوگا جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی کی طلاق کی بحث میں تفصیل ذکر کی ہے (ت)

www.alahazratnetwork.org

---

[1] خزانۃ المفتین کتاب الکراھیۃ قلمی نسخہ ۲/۲۱۰

[2] الدرالمختار کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۱

[3] ردالمحتار " " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۸۱

کپڑے میں اتنی زیادت کہ انتقالات نماز وغیرہ میں زانو نہ کھلیں، یونہیں صدقہ فطر و اضحیہ جبکہ بعد وجوب مال نذر یا غرض ہر واجب جس کی تحصیل کو مال درکار۔

سنت جیسے نماز کے لئے عمامہ وجُبّہ و ردا وغیرہا لباس مسنون و تجمل عیدین و جمعہ و بنا و توسیع و تطییبِ مساجد و صلۂ رحم و ہدیۂ احباب و مواساتِ مساکین و خبرگیری یتامٰی و بیوگان و خدمت مہمانان و امثال ذٰلک سنن مالیہ یونہیں عطر و مشک و سرمہ و شانہ و آئینہ بعد اتباع اور کھانے میں تہائی پیٹ کی مقدار تک پہنچنا۔

مستحب جیسے بنائے سقایہ و سبیل و سرا و مدارس و پُل وغیرہا۔

فی ردالمحتار عن تبیین المحارم عن بعض العلماء فی ذکر مراتب الاکل "مندوب وھو مایعینہ علی تحصیل النوافل وتعلیم العلم وتعلمہ"[1]

ردالمحتار میں تبیین المحارم کی نقل میں بعض علماء سے منقول ہے کہ کھانا کھانے کے مراتب کئی ہیں جن میں مندوب و مستحب وہ ہے جو نوافل اور تعلیم و تعلم کے لئے معاون بنے۔ (ت)

بلکہ مہمان کے ساتھ پورا پیٹ بھر کھانا بھی کہ وہ ہاتھ اٹھا لینے سے شرما کر بھوکا نہ رہے، یونہیں عورت کی سیر خوری اس نیت سے کہ شوہر کے لئے حفظ جمال کرے کم خوری لاغری و شکست رنگ و حُسن کی موجب نہ ہو۔

www.alahazratnetwork.org

فی الدر عن الوھبانیۃ وللزوجۃ التسمین لافوق شبعھا اھ قال الشامی قال الطرسوسی فی الزوجۃ ینبغی ان یندب لھا ذٰلک وتکون ماجورۃ، قال الشارح ولایعجبنی اطلاق اباحۃ ذٰلک فضلا عن ندبہ ولعل ذٰلک محمول علی ما اذا کان الزوج یحب السمن والا ینبغی ان تکون

درمختار میں وہبانیہ سے منقول ہے کہ بیوی کو فربہ بننا مندوب ہے جو کہ سیر ہو کر کھانے سے زائد نہ ہو اھ علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ طرسوسی نے فرمایا ہے کہ بیوی میں یہ بات مستحب ہے اور وہ اجر پائے گی۔ شارح نے فرمایا مجھے اس بات میں اباحت پسند نہیں چہ جائیکہ مستحب ہو، ہوسکتا ہے کہ استحباب کا معاملہ اس صورت میں ہو جب خاوند فربہی کو پسند کرتا ہو، ورنہ مناسب یہ ہے کہ بیوی معتدل

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۱۵
[2] الدرالمختار " " " فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۲

موزونۃ اھ اقول فی ھذا کلام فان الاکل الی الشبع حلال و نیۃ السمن غایتھا کراھۃ التنزیہ نعم عدم الاجر ظاھر ثم ھذا کلہ فی التسمین اما ماذکرت فواضح لاغبار علیہ۔

ہو اھ اقول (میں کہتا ہوں کہ) اس میں کلام ہے کیونکہ سیر ہونے تک کھانا حلال ہے اور اس میں فربہ ہونے کی نیت زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی ہے، ہاں اجر نہ ہونا ظاہر ہے، پھر یہ بحث فربہ ہونے میں ہے لیکن میں نے جو ذکر کیا وُہ واضح اور بے غبار ہے۔ (ت)

مباح جیسے زینت و آرائش، لباس و مکان و زیور زناں۔

فی خزانۃ المفتین بعد مامر و مباح و ھو الزیادۃ للزیادۃ والتجمل[2]

خزانۃ المفتین میں گزشتہ مضمون کے بعد ہے احکام انواع میں ایک نوع مباح ہے جیسے خوبصورتی اور جسم کو بڑھانے کے لئے عمدہ کھانا کھانا۔ (ت)

جبکہ یہ سب امور منکرات و مقاصد مذمومہ سے خالی ہوں ورنہ مذموم ہیں اور مقاصد محمودہ کے ساتھ بھی خالی مباح نہ رہیں گے مستحب ہو جائیں گے۔

www.alahazratnetwork.org

فان المباح اتبع شیئ للنیات کما ذکرہ فی البحرالرائق وردالمحتار وغیرھما و ذلک لخلوہ فی نفسہ عن کل حکم فلا یزاحم شیئا یطرأ علیہ من صواحبہ کنیۃ او تادیۃ الی خیر او شرکما لایخفی۔

مباح چیز نیت کے تابع ہوتی ہے جیسا کہ بحرالرائق اور ردالمحتار وغیرہ میں ہے کیونکہ مباح ہر حکم سے خالی ہوتا ہے لہذا کسی بھی طاری ہونے والے حکم سے متعارض نہ ہوگا، مثلاً نیت خیر یا شر کسی کی نیت مراد ہو سکتی ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے (ت)

مکروہ تنزیہی جیسے اپنے لئے انواع فواکہ سے تفکّہ،

فی الدر لاباس بانواع الفواکہ وترکہ افضل[3]

درمختار میں ہے مختلف انواع کے پھلوں میں کوئی حرج نہیں جبکہ ترک افضل ہے۔ (ت)

اسراف جیسے اتباع شہوت نفس و لذت طبع کے لئے ترفّہ و تنعّم بالحلال میں انہماک کہ اسی نیت

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۴۵

[2] خزانۃ المفتین کتاب الکراھیۃ قلمی نسخہ ۲/ ۲۱۰

[3] الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۶

سے عمدہ کھانے، دونوں وقت سیر ہو کر کھانا، باریک نفیس بیش بہا جامے پہننا، کرنا شبانہ روز عورتوں کی طرح کنگھی چوٹی میں گرفتار رہنا کہ یہ امور اگرچہ حدِ حرام و گناہ تک نہ پہنچیں خلافِ سنّت ضرور ہیں،

ولا شك فی توجه اللوم علیه وان لم یستحق العقاب والاحادیث فی ذلك كثیرة شهیرة لانسردها مخافة الاطناب **اقول** وبه علم ان ما جنحت الیه اولی مما فی رد المحتار عن شرح الملتقی فی انواع الكسوة مباح وهو الثوب الجمیل للتزین فی الاعیاد والجمع ومجامع الناس لافی جمیع الاوقات لانه صلف وخیلاء وربما یغیظ المحتاجین فالتحرز عنه اولی ومكروه وهو اللبس للتكبر[1] اھ وكذا ما ذكر من محض الاباحة فی تجمل الجمع والاعیاد والمجامع محمله ما اذا لم ینو الا التجمل اما اذا نوی الاتباع فسنة لاشك كما ذكرت وكذا الكراهة فی التكبر تحمل علی الحرمة فانه حرام وكبیرة عظیمة قطعا۔

اس پر ملامت میں شک نہیں اگرچہ مستحق عقاب نہیں ہے، اور اس میں کثیر احادیث مشہورہ وارد ہیں، ہم طوالت کی وجہ سے ذکر نہیں کرتے **اقول** (میں کہتا ہوں کہ) اس سے معلوم ہوا کہ میرا موقف بہتر ہے اس سے جس کو ردالمحتار نے شرح ملتقی سے نقل کیا ہے کہ لباس کے اقسام مباح ہیں تو وہ عیدوں، جمعہ اور مجمع کے لئے مباح ہیں، نہ کہ تمام اوقات میں ہر وقت ایسا کرنا بے مقصد تکبر و غرور، اور کبھی محتاج لوگوں کو چڑانا ہے، لہذا اس سے بچنا بہتر ہے، اور تکبر کے طور پر لباس پہننا مکروہ ہے اھ اور یوں جو انھوں نے عید، جمعہ وغیرہ میں اباحت کا ذکر کیا ہے اس کا محمل بھی وہ ہے کہ تکبر کی بجائے صرف اپنا جمال بنانا مقصود ہو مگر اس نے شریعت کی پیروی میں ایسا لباس پہنا تو سنت ہے تو مذکور میں شک نہیں اور یونہی تکبر کی صورت میں کراہت سے مراد تحریمی ہے کیونکہ تکبر حرام ہے اور عظیم کبیرہ گناہ ہے۔ (ت)

مکروہ تحریمی جیسے محض تکاثر و تفاخر کے لئے جمع اموال۔

فی خزانة المفتین بعد ما مر ومكروه وهو الجمع للتفاخر والتكاثر وان كان من حل[2]

خزانۃ المفتین میں مذکور بیان کے بعد فرمایا: انواع احکام میں ایک نوع مکروہ ہے جیسے اظہار کثرت و فخر کے لئے مال جمع کرنا اگرچہ حلال مال سے ہو۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ٥/ ٢٢٣

[2] خزانۃ المفتین کتاب الکراہیۃ قلمی نسخہ ٢/ ٢١٠

یونہیں پیٹ سے زیادہ چند لقمے کھانا جن کا معدے میں بگڑ جانا مظنون نہ ہو ،

في الخانية يكره الاكل فوق الشبع اھ[1]

خانیہ میں ہے سیر ہوجانے کے بعد کھانا مکروہ ہے اھ

اقول وبهذا الحمل تندفع المخالفة بينه وبين ما يأتي عن الدر من نص التحريم۔

اقول (میں کہتا ہوں) اس بیان سے درمختار میں آئندہ تحریم کی نص میں اور اس میں مخالفت ختم ہوگئی (ت)

مگر جبکہ روزے کی قوت مقصود ہو یا مہمان کا ساتھ دینا۔

في التنوير مباح الى الشبع لتزيد قوته وحرام وهو ما فوقه الا ان يقصد قوة صوم الغد او لئلا يستحيي ضيفه اھ[2]

اقول والاستثناء اذا حمل على ما ذكرت صح قطعا ويكون قوله حرام ليشمل المكروه فلا يكون منقطعا فافهم۔

تنویر میں ہے سیر ہونے تک کھانا مباح ہے جبکہ حصول قوت مقصد ہو اور اس سے زائد حرام ہے، لیکن اگر صبح روزہ رکھنے یا مہمان کے حیاء کے احساس کی وجہ سے زائد کھائے تو حرام نہ ہوگا اھ اقول (میں کہتا ہوں) آپ کے ذکر کردہ پر محمول کی جائے تو استثناء قطعاً صحیح ہے اور حرام مراد مکروہ تحریمہ ہو تو یہ استثناء منقطع نہ ہوگا، غور کرو۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

یونہیں لباس شہرت پہننا یعنی اس قدر چمکیلا نادر جس پر انگلیاں اُٹھیں اور بالقصد اتنا ناقص و خسیس کرنا بھی ممنوع ہے جس پر نگاہیں پڑیں یونہی سر انوکھی اچھنبے کی ہیئات وضع تراش خراش کروجہ انگشت نمائی ہو۔ سنن ابی داؤد و سنن ابن ماجہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بسند حسن مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من لبس ثوب شهرة البسه الله يوم القيمة ثوبا مثله[3] وعند ابن ماجة ثوب مذلة[4] زاد ابوداؤد في رواية ثم يلهب

جس نے شہرت کا لباس پہنا اس کو اللہ تعالٰی بھی ایسا ہی لباس پہنائے گا ، اور ابن ماجہ میں "ذلت کا لباس" اور ابوداؤد کی ایک روایت میں

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ وما یکرہ اکلہ الخ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۸۰

[2] الدر المختار " " " مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۶

[3] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لبس الشہرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۲

[4] سنن ابن ماجہ " باب من لبس شہرۃ من الثیاب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۶

فیہ النار[1] "پھر جہنم کی آگ میں جلایا جائے گا" کے الفاظ ہیں۔ (ت)

جو شہرت کے کپڑے پہنے گا اللہ تعالٰی اسے روزِ قیامت ویسا ہی لباس شہرت پہنائے گا جس سے عرصاتِ محشر میں معاذ اللہ ذلت و تفضیح ہو پھر اُس میں آگ لگا کر بھڑکا دی جائے گی والعیاذ باللہ تعالٰی۔

فی ردالمحتار عن الدر المنتقی نھی عن الشھرتین وھو ماکان فی نھایۃ النفاسۃ اوالخساسۃ[2] اھ اقول ولا یختص بھما بل لوکان بینھما وکان علٰی ھیأۃ عجیبۃ غریبۃ توجب الشھرۃ و شخوص الابصار کان لباس شھرۃ قطعا۔

ردالمحتار میں الدرالمنتقٰی سے منقول ہے کہ دو شہرتوں سے منع فرمایا، ایک حد سے زیادہ نفاست اور دوسری حد سے زیادہ رسوائی سے، اھ، اقول (میں کہتا ہوں) ان دونوں سے خاص نہیں بلکہ عجیب وغریب حالت بنانا جو شہرت کا باعث ہو اور لوگوں کے لئے نظارہ بنے وہ قطعاً سبب شہرت کا لباس ہے۔ (ت)

حرام جیسے ریشمی کپڑے، مغرق ٹوپیاں۔ یوہیں پیٹ سے اوپر اتنا کھانا جس کے بگڑ جانے کا ظن ہو۔

فی الدر حرام فوق الشبع وھو اکل طعام غلب علی ظنہ انہ افسد معدتہ وکذا فی الشرب قھستانی۔[3]

درمختار میں ہے سیرابی سے زیادہ وہ کھانا حرام ہے جس کے متعلق ظن غالب ہو کہ وہ معدہ کو خراب کرے گا، اور یونہی پینے کا معاملہ ہے، قہستانی۔ (ت)

جب یہ صورتیں معلوم ہولیں اب احکامِ کسب کی طرف چلئے، فاقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) ظاہر ہے کہ کسب یعنی تحصیلِ مال کو خواہ روپیہ ہو یا طعام یا لباس یا کوئی شے سبب وغرض دونوں سے ناگزیر ہے اور احکام نُہ گانہ میں پہلے چار جانبِ طلب ہیں جن میں فرض و واجب کی طلب جازم ہے اور سنّت و مستحب کی غیر جازم اور پچھلے

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لبس الشھرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۲

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۳

[3] الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۶

چار جانب نہی ہیں جن میں مکروہ تنزیہی و اساءت سے نہی ارشادی اور تحریمی و حرام سے حتمی اور مباح طلب و نہی دونوں سے خالی، اب اگر سبب و غرض دونوں اقسام تسعہ سے ایک ہی قسم کے ہیں جب تو ظاہر کہ وہی حکم کسب پر ہوگا مثلاً ذریعہ بھی فرض اور غرض بھی فرض، تو ایسا کسب دوہرا فرض ہوگا اور دونوں حرام تو دونا حرام وعلی ھذا القیاس اور اگر مختلف اقسام سے ہیں تو تین حال سے خالی نہیں:

اولاً اختلاف جانب واحد مثلاً طلب یا نہی کے اقسام میں ہو جیسے سبب فرض ہو غرض واجب یا سبب مکروہ تنزیہی غرض حرام۔

ثانیاً اختلاف، اختلاف جانب وسط ہو مثلاً سبب واجب یا حرام اور غرض مباح یا بالعکس، ان دونوں صورتوں میں کسب اشد و اقوی کا تابع ہوگا مثلاً فرض و وجوب کا اختلاف ہے تو فرض اور وجوب وسنیت کا تو واجب، اور ایک مباح اور دوسرا اور کسی قسم کا ہے تو کسب اسی قسم کا ہوگا۔

لما مر من ان المباح ساذج عاریکتسی بکل سداء ویتلون بلون کل ما یمازج والضعیف من جانب یندرج فی القوی منه۔

جیسے گزرا کہ مباح، احکام سے خالی ہوتا اور ہر پہلو اختیار کرلیتا ہے، اور ایک طرف سے ضعیف ہو تو اپنے سے قوی میں درج ہوتا ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ثالثاً اختلاف، اختلاف جانبین ہو یعنی سبب جانب طلب میں ہے اور غرض جانب نہی یا بالعکس، صورت اولٰی میں کسب مطلقاً حکم غرض کا مورد رہے گا مثلاً غرض حرام ہے تو حرمت وگناہ نقد وقت ہے گو سبب فرض واجب ہو حتی کہ اگر سبب اعلٰی درجہ طلب میں ہو یعنی فرض اور غرض ادنٰی درجہ نہی میں یعنی مکروہ تنزیہی جب بھی کسب مکروہ تنزیہی سے خالی نہیں ہوسکتا اگرچہ سبب فی نفسہٖ فرض ہے وجہ یہ کہ کوئی غرض معین کسب کے لئے لازم نہیں وہ اختلاف نیت سے مختلف ہوسکتی ہے اور ہر وقت اپنے اختیار سے امکانِ تبدل رکھتی ہے، مانا کہ سبب فرض تھا مگر جب اس نے اُسے کسی امرِ حرام یا ناپسندیدہ کی نیت سے کیا ضرور حرمت و ناپسندی میں گرفتار ہوا کہ ایسی نیت کیوں کی، اگر کوئی نیت فرض یا واجب حاضر نہ تھی تو اقل درجہ نیت مباح پر قادر تھا اس کی نظیر نماز ہے کہ دکھاوے کو پڑھی جائے اگرچہ نماز فی نفسہٖ فرض ہے مگر نیت خبیثہ موجب تحریم ہوگی، اور صورت عکس میں یعنی جب سبب جانب نہی ہوا اور غرض جانبِ طلب۔ اگر وہ سبب متعین نہ تھا بلکہ اس کا غیر کہ نہی سے خالی ہو ممکن تھا تو اس صورت

میں بھی کسب مطلقاً مورد نہی ہوگا کہ غرض اگرچہ فرض ہے جب ذریعہ مباح سے مل سکتی تھی تو حرام یا مکروہ کی طرف جانا اپنے اختیار سے ہوا اور اُس کا الزام لازم آیا اور اگر سبب متعین تھا کہ دوسرا طریقہ قدرت ہی میں نہیں تو اب دو صورتیں ہوں گی:

اوّل غرض و سبب کی نہی و طلب دونوں ایک ہی مرتبہ میں ہوں مثلاً سبب حرام، غرض فرض، سبب مکروہ تحریمی، غرض واجب، سبب میں اساءت، غرض سنّت، سبب مکروہ تحریمی غرض واجب سبب میں اساءت، غرض سنّت، سبب مکروہ تنزیہی غرض مستحب اور صرف اسی قدر کافی نہیں بلکہ نوع واحد میں تفاوت و قوت پر بھی نظر لازم کہ حرام کا ترک فرض ہے اور فرض کا ترک حرام، اور بعض فرض، بعض دیگر سے اعظم و آکد ہوتے ہیں، اور بعض حرام بعض دیگر سے اشنع و اشد، تو یہ دیکھا جائے گا کہ مثلاً فرض غرض کے ترک سے جو حرمت لازم آئے گی وہ اس حرمت سے کیا نسبت رکھتی ہے جو اس سبب حرام کے ارتکاب میں ہے جب سب وجوہ سے طرفین میں تساوی قوت ثابت ہو تو حکم کسب میں اتباع سبب یعنی جانب نہی کو ترجیح رہے گی،

لان اعتناء الشرع بالمنہیات اشد من اعتنائہ بالمامورات ولذا قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا امرتکم بشیئ فأتوا منہ ما استطعتم واذا نہیتکم عن شیئ فاجتنبوہ[1] وروی فی الکشف حدیثا لترک ذرۃ مما نہی اللہ عنہ افضل عن عبادۃ الثقلین، قالہ فی الاشباہ[2] ولنا فی المقام تحقیقات نفائس المنا بکثیر منہا فی ما علقنا علٰی کتاب اذاقۃ الاثام

کیونکہ ممنوعات سے متعلق شرع کا حکم اہم ہوتا ہے جبکہ مامورات کا اہتمام اس قدر نہیں ہوتا، اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب میں تمہیں کوئی حکم دوں تو اپنی استطاعت پر بجا لاؤ اور جب کسی چیز سے منع کروں تو اجتناب کرو۔ کشف میں مروی ہے کہ اللہ تعالٰی کے منع کردہ سے ذرہ بھر بھی باز رہنا جن و انسان کی عبادت سے افضل ہے، انھوں نے اشباہ میں یہ بیان کیا ہے۔ ہمارا یہاں کلام نفیس ہے جس کو ہم نے اپنے والد گرامی قدر کی کتاب "اذاقۃ الاثام لمانعی

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاعتصام باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۸۲
صحیح مسلم کتاب الفضائل باب توقیرہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ " " " ۲/ ۲۶۲

[2] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الخامسہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۲۵

www.alahazratnetwork.org

لنافعی عمل المولد والقیام من تصانیف خاتمۃ المحققین الامام الاجد سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد۔

"عمل المولد والقیام" کے حاشیہ میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

دونوں کی قوت کم وبیش ہو اس صورت میں اقوی کا اتباع ہوگا، سبب ہو خواہ غرض۔ مثلاً مال غیر بے اذن لینا حرام ہے اور خوک وخمر کی حرمت اس سے بھی زائد اور سد رمق اور دفع جوع قاتل وعطش مہلک کی فرضیت ان سب سے اقوی ہے لہذا حالت مخمصہ میں ان اشیاء کا تناول اسی قدر جس سے ہلاک دفع ہو لازم ہوا اور جانب غرض کو ترجیح دی گئی اور اگر مضطر کچھ نہیں پاتا مگر یہ کہ کسی انسان کا ہاتھ کاٹ کر کھائے تو حلال نہیں اگرچہ اس شخص نے اجازت بھی دی ہو کہ حرمت انسان اس فرض سے اقوی ہے لہذا جانب سبب کو ترجیح رہی۔

فی الدر الاکل للغذاء والشرب للعطش ولو من حرام اومیتۃ او مال غیرہ وان ضمنہ فرض یثاب علیہ بحکم الحدیث ولکن مقدار ما یدفع الانسان الہلاک عن نفسہ اھ[1] وفی الشامیۃ عن وجیز الکردری ان قال لہ اٰخر اقطع یدی وکلہا لایحل لان لحم الانسان لایباح فی الاضطرار لکرامتہ[2]۔

درمختار میں ہے: غذا کے لئے کھانا اور پیاس کی وجہ سے پینا اگرچہ حرام، مردار یا غیر کا مال ہو تو جب اس کے ضمن میں فرض ہے تو ثواب پائیگا حدیث کے مطابق۔ لیکن یہ اس مقدار کے لئے جس قدر سے انسان اپنے کو ہلاکت سے بچا سکے اھ، اور شامی کے فتاوی میں وجیز کردری سے منقول ہے اگر کسی نے دوسرے شخص کو کہا میرا ہاتھ کاٹ کر کھا لو، تو یہ حلال نہیں کیونکہ انسان کا گوشت اضطراری حالت میں بھی مباح نہیں انسانی کرامت کی وجہ سے۔ (ت)

یہ تقریر منیر حفظ رکھنے کی ہے کہ اول تا آخر اس تحقیق جمیل وضبط جلیل کے ساتھ اس تحریر کے غیر میں نہ ملے گی وباللہ التوفیق انھیں ضوابط سے دوسرے سوال یعنی مسئلہ سوال کا حکم منکشف ہو سکتا ہے جب غرض ضروری نہ ہو تو سوال حرام، مثلاً آج کا کھانے کو موجود ہے تو کل کے لئے سوال حلال نہیں کہ کل تک کی زندگی بھی معلوم نہیں کھانے کی ضرورت درکنار۔ یونہیں رسوم شادی کے لئے سوال حرام کہ نکاح شرع

---

[1] الدرالمختار — کتاب الحظر والاباحۃ — مطبع مجتبائی دہلی — ۲/۲۳۶

[2] ردالمحتار — " " " — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۵/۲۱۵

میں ایجاب و قبول کا نام ہے جس کے لئے ایک پیسہ کی بھی ضرورت شرعاً نہیں، اور اگر غرض ضروری ہے اور بے سوال کسی طریقۂ حلال سے دفع ہوسکتی ہے جب بھی سوال حرام، مثلاً کھانے کو کچھ پاس نہیں مگر ہاتھ میں ہُنر ہے یا آدمی قوی تندرست قابلِ مزدوری ہے کہ اپنی صنعت یا اُجرت سے بقدرِ حاجت پیدا کرسکتا ہے قبل اس کے کہ احتیاج تا بحدِ مخمصہ پہنچے تو اسے سوال حلال نہیں، نہ اسے دینا جائز کہ ایسوں کو دینا انھیں کسبِ حرام کا مؤید ہوتا ہے اگر کوئی نہ دے تو جھک مار کر آپ ہی محنت مزدوری کریں اور اگر دوسرا طریقۂ حلال میسر نہیں حرفت و صنعت کچھ نہیں جانتا نہ محنت و مزدوری پر قادر ہے خواہ بوجہ مرض یا ضعفِ خلق یا نازپروردگی یا کسب کر تو سکتا ہے مگر حاجت فوری ہے کسب پر محول کرنا تا تریاق از عراق کا مضمون ہوا جاتا ہے تو سوال حلال ہوگا کہ ہر ان صورتوں میں کارروائی یونہی ہوسکتی ہے کہ مانگ کرلے یا چھین کر یا چُرا کر یا کوئی حرام یا مُردار کھائے اور سرقہ و غصب کی حرمت سوال سے اشد ہے اور حرام و مردار کی غصب و قہر سے بھی سخت تر، یہ صورتیں تو ظاہر ہیں اور علمائے نے بوجہ اشتغال جہاد و مشغولی طلبِ علمِ دین فرصتِ کسب نہ پانے کو بھی وجوہِ معذوری سے شمار فرمایا اور ایسے کے لئے سوال حلال بتایا جب مدار ضرورت غرض و تعین ذریعہ پر ٹھہرا تو کچھ اکل و شرب ہی کی تخصیص نہیں کہ جس کے پاس ایک دن کا قوت ہے اسے سوال مطلقاً منع ہو بلکہ اگر دس دن کا کھانا موجود ہے اور کپڑا نہیں یا کپڑا بھی ہے مگر ہلکا کہ جاڑے کی آفت روک سکتا نہیں اور طریقۂ تحصیل کوئی دُوسرا نہیں کپڑے کے لئے سوال ناروا نہیں، یونہی اگر کھانے پہننے سب کو موجود ہے مگر دین ہے تو اگر کچھ مال فاضل رکھا ہے جسے بیچ کر ادا کرے یا کما کر دے سکتا ہے تو سوال حرام، اور اگر کمائی سے بعد نفقۂ ضروری کے کچھ نہیں بچا سکتا اور قرض خواہ گردن پر چھری رکھے ہوئے ہے تو ادا کے لئے سوال حلال۔

فی الدرالمختار لایحل ان یسأل شیئا من القوت من لہ قوت یومہ بالفعل او بالقوۃ کالصحیح المکتسب و یأثم معطیہ ان علم بحالہ لاعانتہ علی المحرم ولو سأل للکسوۃ او لاشتغالہ عن الکسب بالجہاد او طلب العلم جاز لو محتاجا[1] اھ وفیہ من النفقات تجب

درمختار میں ہے جائز نہیں اسے سوال جس کے پاس ایک دن کا گزارہ بالفعل یا بالقوۃ ہے جیسا کہ تندرست شخص کمائی کے قابل ہو اور اس کے حال سے آگاہی کے باوجود اس کو دینے والا گنہگار ہوگا حرام پر اعانت کی وجہ سے، اگر جسم ڈھانپنے کے لئے یا جہاد میں معروف ہونے کی وجہ سے کسب نہ کرسکنے یا طلب علم کی مصروفیت میں کسب نہ کرسکنے کی وجہ سے سوال کرے تو ضرورت یا حاجتمند ہو تو سوال کرنا جائز ہے اھ، اسی

---

[1] الدرالمختار کتاب الزکوٰۃ باب المصرف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۲

ایضاً لکل ذی رحم محرم صغیرا او انثی ولو بالغۃ صحیحۃ او الذکر بالغا عاجزا عن الکسب بنحو زمانۃ کعمی وعتہ وفلج زاد فی الملتقی والمختار اولا یحسن الکسب لحرفۃ او لکونہ من ذوی البیوتات[1] اھ قال الشامی ای من اھل الشرف[2] الخ، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

باب النفقہ میں ہے نفقہ واجب ہے ہر نابالغ ذی محرم یا عورت اگرچہ بالغ صحیحہ یا مرد بالغ ہو لیکن جسمانی معذور ہونے کی وجہ سے کسب سے عاجز ہے جیسے نابینا، ہاتھ پاؤں مفلوج وغیرہ۔ ملتقی اور مختار میں زائد کیا جو کوئی اچھا کسب نہیں رکھتا یا گھریلو عورتیں اھ۔ شامی نے فرمایا یعنی اہل شرف لوگ الخ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

رسالہ

خیر الآمال فی حکم الکسب والسؤال

www.alahazratnetwork.org

ختم ہوا

---

[1] الدر المختار کتاب الطلاق باب النفقہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۸۶

[2] رد المحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۸۱

علم و تعلیم

عالم، متعلم، مفتی، واعظ، افتاء، کتابت، تقلید، علوم و فنون، تعلیم گاہ سے متعلق

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۲۹۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حدیث طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ (ہر مسلمان مرد وعورت پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔ ت) میں عموماً ہر علم مراد ہے یا کوئی علم خاص مقصود ہے؟ اگر خاص مقصود ہے تو وہ کون سا علم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

حدیث طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ[1][2] (ہر مسلمان مرد وعورت پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔ ت) کہ بوجہ کثرت طرق وتعدد مخارج حدیث حسن ہے اُس کا صریح مفاد ہر مسلمان مرد وعورت پر طلب علم کی فرضیت تو یہ صادق نہ آئے گا مگر اُس علم پر جس کا تعلم فرض عین ہو اور فرض عین نہیں مگر اُن علوم کا سیکھنا جن کی طرف انسان بالفعل اپنے دین میں محتاج ہو ان کا اعم واشمل واعلی واکمل واہم واجل علم اصول عقائد ہے جن کے اعتقاد سے آدمی مسلمان سنی المذہب ہوتا ہے اور انکار ومخالفت سے

---

[1] کنز العمال حدیث ۲۸۶۵۲ ۱۰/۱۳۱

[2] الجامع الصغیر حرف الطاء حدیث ۵۲۶۴ ۲/۳۲۵

کافر یا بدعتی، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ سب میں پہلا فرض آدمی پر اسی کا تعلم ہے اور اس کی طرف احتیاج میں سب یکساں، پھر علم مسائل نماز یعنی اس کے فرائض و شرائط و مفسدات جن کے جاننے سے نماز صحیح طور پر ادا کرسکے، پھر جب رمضان آئے تو مسائل صوم، مالک نصاب نامی ہو تو مسائل زکوٰۃ، صاحب استطاعت ہو تو مسائل حج، نکاح کیا چاہے تو اس کے متعلق ضروری مسئلے، تاجر ہو تو مسائل بیع و شراء، مزارع پر مسائل زراعت، موجر و مستاجر پر مسائل اجارہ، وعلیٰ ھٰذا القیاس ہر اس شخص پر اس کی حالت موجودہ کے مسئلے سیکھنا فرض عین ہے اور انھیں میں سے ہیں مسائل حلال و حرام کہ ہر فرد بشر ان کا محتاج ہے اور مسائل علم قلب یعنی فرائض قلبیہ مثل تواضع و اخلاص و توکل وغیرہا اور ان کے طرق تحصیل اور محرمات باطنیہ تکبر و ریا و عجب و حسد وغیرہا اور اُن کے معالجات کہ ان کا علم بھی ہر مسلمان پر اہم فرائض سے ہے جس طرح بے نماز فاسق و فاجر و مرتکب کبائر ہے یونہی بعینہ ریا سے نماز پڑھنے والا انھیں مصیبتوں میں گرفتار ہے فنسئل اللہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالٰی سے عفو و عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ ت) تو صرف یہی علوم حدیث میں مراد ہیں و بس۔ علامہ مناوی تیسیر میں زیر حدیث مذکور لکھتے ہیں:

www.alahazratnetwork.org

اراد بہ ما لامندوحۃ لہ عن تعلمہ کمعرفۃ الصانع و نبوۃ رسلہ وکیفیۃ الصلوٰۃ و نحوھا فان تعلمہ فرض عین[1]۔

اس سے وہ علم مراد ہے جس کے سیکھنے سے کوئی چارہ نہیں، جیسے صانع کی پہچان، رسولوں کی نبوت، کیفیت نماز اور اس جیسے دوسرے مسائل کی معرفت، کیونکہ ان باتوں کا سیکھنا فرض عین ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

اعلم ان تعلم العلم یکون فرض عین و ھو بقدر ما یحتاج لدینہ[2]۔

جان لیجئے! علم سیکھنا اور اسے حاصل کرنا فرض عین ہے، اور اس سے مراد اتنی مقدار ہے کہ جس کی دین میں ضرورت پڑتی ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں فصول علامی سے ہے:

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر للمناوی — مکتبۃ الامام الشافعی الریاض — ۱۱۵/۲

[2] درمختار — مقدمہ — مطبع مجتبائی دہلی — ۶/۱

۲۳ فرض علی کل مکلف ومکلفۃ بعد تعلمہ
40 علم الدین والہدایۃ تعلم علم الوضوء و الغسل والصلٰوۃ والصوم وعلم الزکوٰۃ لمن لہ نصاب والحج لمن وجب علیہ والبیوع علی التجار لیحترزوا عن الشبہات والمکروہات فی سائر المعاملات وکذا اھل الحرف وکل من اشتغل بشیئ یفرض علیہ علمہ وحکمہ لیمتنع عن الحرام فیہ۔[1]

دینی علم اور ہدایت حاصل کرنے کے بعد ہر عاقل، بالغ، مرد، عورت پر وضو، غسل، نماز اور روزہ کے مسائل سیکھنا فرض ہے، اور اسی طرح مسائل زکوٰۃ کا اس شخص کے لئے جاننا، جو صاحبِ نصاب ہے۔ اور حج کے مسائل اس کے لئے جس پر وہ واجب ہے، اور خرید و فروخت کے مسائل جاننا کاروبار کرنیوالوں کیلئے تاکہ وہ اپنے تمام معاملات میں مشکوک اور مکروہ کاموں سے بچ جائیں۔ یونہی پیشہ ور اور ہر ایسا آدمی جو کسی کام میں مشغول ہو تو اس پر اس کام کا علم رکھنا فرض ہے۔ اور اس کا حکم یہ ہے تاکہ وہ اس معاملے میں حرام سے بچ جائے۔ (ت)

اور اسی میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

فی تبیین المحارم لاشک فی فرضیۃ علم الفرائض الخمس وعلم الاخلاص لان صحۃ العمل موقوفۃ علیہ وعلم الحلال والحرام وعلم الریاء لان العابد محروم من ثواب عملہ بالریاء وعلم الحسد والعجب اذھما یاکلان العمل کما تاکل النار الحطب وعلم البیع والشراء والنکاح والطلاق لمن اراد الدخول فی ھذہ الاشیاء وعلم الالفاظ المحرمۃ او المکفرۃ ولعمری ھذا من اھم المھمات فی ھذا الزمان۔[2]

تبیین المحارم میں ہے: اس میں کوئی شک نہیں کہ پنجگانہ فرض نمازوں کی فرضیت جاننا اور حصولِ اخلاص کا علم رکھنا ضروری ہے کیونکہ ہر عمل کی صحت اس پر موقوف ہے۔ یونہی حلال، حرام کا علم اور ریاء کا علم حاصل کرنا ضروری ہے کیونکہ عابد ریاکار اپنی ریاکاری کی وجہ سے اپنے عمل کے اجر و ثواب سے محروم ہوتا ہے۔ حسد اور خود بینی کا علم رکھنا ضروری ہے کیونکہ یہ دونوں انسانی اعمال کو اس طرح کھا جاتے ہیں جیسے آگ لکڑی کو۔ خرید و فروخت، نکاح، طلاق وغیرہ کے مسائل جاننا اس شخص کیلئے ضروری ہیں

---

[1] ردالمحتار مقدمہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۹
[2] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۹

جو ان کاموں کو کرنا چاہے، یوں ہی حرام اور کفریہ الزام جاننا ضروری ہیں، مجھے اپنی زندگی کی قسم اس زمانے میں یہ سب سے زیادہ ضروری امور ہیں۔ (ت)

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں تحت حدیث مسطور فرماتے ہیں:

مراد بعلم درینجا علمیست کہ ضروری وقت مسلمان ست مثلاً چوں در اسلام در آمد واجب شد بروئے معرفت صانع تعالیٰ وصفات وعلم بہ نبوت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وجز آں از انچہ صحیح نیست ایمان بے آن و چوں وقت نماز آمد واجب شد آموختن علم باحکام صلوٰۃ وچوں رمضان آمد واجب گردید تعلّم احکام صوم الخ۔[1]

اس جگہ (یعنی حدیث مذکور میں) علم سے وہ علم مراد ہے جو مسلمان ہونے کے وقت ضروری ہے، مثلاً جب کوئی شخص اسلام لائے تو اس پر اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کی معرفت، یونہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کا علم رکھنا اور اس کے علاوہ وہ اسلامی مسائل کہ جن کو جانے بغیر ایمان صحیح نہیں ہوتا، پھر جب نماز کا وقت آجائے تو مسائل نماز کو سیکھنا ضروری ہے اور جب رمضان شریف آجائے تو احکام روزہ سیکھنے ضروری ہیں الخ (ت)

www.alahazratnetwork.org

غرض اس حدیث میں اسی قدر علم کی نسبت ارشاد ہے، ہاں آیات واحادیث ودیگر فضیلت علماء وترغیب علم میں وارد، وہاں ان کے سوا اور علوم کثیرہ بھی مراد ہیں جن کا تعلم فرض کفایہ یا واجب یا مسنون یا مستحب، اس کے آگے کوئی درجہ فضیلت وترغیب اور جو ان سے خارج ہو ہرگز آیات واحادیث میں مراد نہیں ہوسکتا، اور ان کا ضابطہ یہ ہے کہ وہ علوم جو آدمی کو اس کے دین میں نافع ہوں خواہ اصالۃً جیسے فقہ وحدیث وتصوف بے تخلیط وتفسیر قرآن بے افراط وتفریط خواہ وساطۃً مثلاً نحو وصرف ومعانی وبیان کہ فی حد ذاتہا امر دینی نہیں مگر فہم قرآن وحدیث کے لئے وسیلہ ہیں، اور فقیر غفر اللہ تعالیٰ اس کے لئے عمدہ معیار عرض کرتا ہے مراد متکلم جیسے خود اس کے کلام سے ظاہر ہوتی ہے دوسرے کے بیان سے نہیں ہوسکتی، مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنھوں نے علم وعلماء کے فضائل عالیہ وجلائل غالیہ ارشاد فرمائے انھیں کی حدیث میں وارد ہے کہ علماء وارث انبیاء کے ہیں انبیاء نے درہم ودینار ترکہ میں نہ چھوڑے علم اپنا ورثہ چھوڑا ہے جس نے علم پایا اس نے بڑا حصہ پایا،

اخرجہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ   ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان اور

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ کتاب العلم الفصل الثانی آفتاب عالم پریس لاہور ١/١٩١

وابن حبان والبیهقی عن ابی درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول فذکر الحدیث فی فضل العلم وفی اٰخرہ ان العلماء ورثۃ الانبیاء وان الانبیاء لم یورثوا دینارا ولادرھما ورثوا العلم فمن اخذہ اخذ بحظ وافر۔[1]

بیہقی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے تخریج فرمائی کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ ارشاد فرماتے سُنا پھر انھوں نے فضیلتِ علم میں حدیث بیان فرمائی اور اس کے آخر میں فرمایا کہ بلاشبہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء کرام نے درہم و دینار ورثہ میں نہیں چھوڑے بلکہ انھوں نے وراثت میں علم چھوڑا ہے پھر جس نے اس کو حاصل کیا تو اس نے وافر حصہ حاصل کیا۔ (ت)

بس ہر علم میں اسی قدر دیکھ لینا کافی کہ آیا یہ وہی عظیم دولت نفیس مال ہے جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ترکہ میں چھوڑا جب تک تو بیشک محمود اور فضائل جلیلہ موعودہ کا مصداق، اور اس کے جاننے والے کو لقب عالم و مولوی کا استحقاق ورنہ مذموم و بد ہے جیسے فلسفہ و نجوم یا لغو و فضول جیسے قافیہ و عروض یا کوئی دنیا کا کام جیسے نقشہ و مساحت، بہرحال اُن فضائل کا مورد نہیں، نہ اس کے صاحب کو عالم کہہ سکیں۔ ائمہ دین فرماتے ہیں جو علم کلام میں مشغول رہے اس کا نام دفترِ علماء سے محو ہوجائے،

www.alahazratnetwork.org

فی الطریقۃ المحمدیۃ عن التاتارخانیۃ عن ابی اللیث الحافظ وھو کان بسمرقند متقدما فی الزمان علی الفقیہ ابی اللیث قال من اشتغل بالکلام محی اسمہ من العلماء۔[2]

طریقہ محمدیہ میں تاتارخانیہ کے حوالے سے ابواللیث حافظ سے منقول ہے یہ بزرگ سمرقند کے رہنے والے تھے اور مشہور فقیہ ابواللیث سے زمانے میں پہلے ہوئے ہیں، انھوں نے فرمایا جو علمِ کلام میں مشغول ہوگیا اس کا نام زمرۂ علماء سے مٹ گیا۔ (ت)

سبحان اللہ! جب متاخرین کا علم کلام جس کے اصل اصول عقائد سنت و اسلام ہیں بوجہ اختلاط فلسفہ و زیادات مزخرفہ مذموم ٹھہرا اور اس کا مشتغل لقب عالم کا مستحق نہ ہوا تو خاص فلسفہ و

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب العلم باب فضل العلم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۵۷
[2] الطریقۃ المحمدیۃ النوع الثانی فی منہی عنہا مکتبہ حنفیہ کوئٹہ ۱/ ۹۳ و ۹۴

منطق فلاسفہ و دیگر خرافات کا کیا ذکر ہے ، و لہذا حکم شرعی ہے کہ اگر کوئی شخص علمائے شہر کے لئے کچھ وصیت کر جائے تو ان فنون کا جاننے والا ہرگز اس میں داخل نہ ہوگا ،

فی الھندیۃ عن المحیط اذا اوصی لاھل العلم ببلدۃ کذا فانہ یدخل فیہ اھل الفقہ و اھل الحدیث ولا یدخل من یتکلم بالحکمۃ[۱] الخ ونقل مثلہ فی شرح الفقہ الاکبر للمتکلمین عن کتب الفتاوٰی لاصحابنا وسمی منھا الظھیریۃ

فتاوٰی عالمگیری میں محیط کے حوالے سے روایت ہے اگر کوئی شخص شہر کے اہل علم کے لئے کسی چیز کی وصیت کر جائے تو یقیناً اس میں اہل فقہ اور اہل حدیث داخل ہوں گے لیکن جو علم حکمت میں کلام کرے وہ اس وصیت میں داخل نہیں الخ اور اسی جیسا کلام ہمارے اصحاب کے فتاووں کے حوالے سے "شرح فقہ اکبر" میں متکلمین کے متعلق ذکر کیا گیا ہے ان فتاووں میں سے فتاوٰی ظہیریہ کا خاص نام لیا گیا ہے۔ (ت)

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ قرآن و حدیث سے صدہا دلائل اس معنی پر قائم کر سکتا ہے کہ مصداق فضائل صرف علوم دینیہ ہیں وبس ۔ ان کے سوا کوئی علم شرع کے نزدیک علم نہ آیات و احادیث میں مراد ، اگرچہ عرف ناس میں یا باعتبار لغت اُسے علم کہا کریں ہاں آلات و وسائل کے لئے حکم مقصود کا ہوتا ہے مگر اُسی وقت تک کہ وہ بقدر توسل و بقصد توسل سیکھے جائیں اس طور پر وہ بھی مورد فضائل ہیں جیسے نماز کے لئے گھر سے جانے والوں کو حدیث میں فرمایا کہ وہ نماز میں ہے جب تک نماز کا انتظار کرتا ہے ، نہ یہ کہ انھیں مقصود قرار دے لیں اور اُن کے توغل میں عمر گزار دیں نحوی لغوی ادیب منطقی کہ انھیں علوم کا ہو رہے اور مقصود اصلی سے کام نہ رکھے زنہار عالم نہیں کہ جس حیثیت کے صدقہ میں انھیں نام و مقام علم حاصل ہوتا جب وہی نہیں تو یہ اپنی حد ذات میں نہ اُن خوبیوں کے مصداق تھے نہ قیامت تک ہوں ، ہاں اسے یہ کہیں گے کہ ایک صنعت جانتا ہے جیسے آہنگر و نجار ، اور فلسفی کے لئے یہ مثال بھی ٹھیک نہیں کہ لوہار بڑھئی کو ان کا فن دین میں ضرر نہیں پہنچاتا ، اور فلسفہ تو حرام و مضر اسلام ہے ، اس میں منہمک رہنے والا اجہل جاہل ، اجہل بلکہ اس سے زائد کا مستحق ہے ، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ، ہیہات ہیہات اُسے علم سے کیا مناسبت ، علم وہ ہے جو مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ترکہ ہے ، نہ وہ جو کفار یونان کا پس خوردہ ۔ سیدی عارف باللہ فاضل

---

[۱] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوصایا الباب السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۱۲۱

ناصح عبدالغنی بن اسمٰعیل نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم لم یکونوا یشغلوا انفسہم بھٰذا الفشار الذی اخترعہ الحکماء الفلاسفۃ بل من اعتقد فی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ کان یعلم ھٰذہ الشقاشق والھذیانات المنطقیۃ فھو کافر لتحقیرہ علم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1] الخ قلت فاذا کان ھذا قولہ فی المنطق فما ظنک بالتفلسف الموبق نسأل اللہ العافیۃ۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم ایسے نہ تھے کہ وہ اپنے آپ کو اس خلفشار میں مشغول رکھتے کہ جس کو حکماء فلاسفہ نے ایجاد کیا بلکہ جس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ اعتقاد رکھا کہ وہ منطق یا وہ گوئی اور غیر معقول باتیں جانتے تھے تو وہ کافر ہے کیونکہ اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کی تحقیر کی الخ۔ میں کہتا ہوں جب منطق کے بارے میں اُن کا یہ قول ہے تو پھر تباہ کن فلسفہ کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے۔ ہم اللہ تعالٰی سے عافیت چاہتے ہیں (ت)

اسی طرح وہ ہیئت جس میں انکار وجود آسمان وتکذیب گردش سیارات وغیرہ کفریات وامور مخالفہ شرع تعلیم کئے جائیں وہ بھی مثل نجوم حرام وملوم اور ضرورت سے زائد حساب یا جغرافیہ وغیرہما داخل فضولیات ہیں۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، علم تین ہیں قرآن یا حدیث یا وہ چیز جو وجوب عمل میں ان کی ہمسر ہے (گویا اجماع وقیاس کی طرف اشارہ فرماتے ہیں) اور ان کے سوا جو کچھ ہے سب فضول۔

اخرج ابوداؤد وابن ماجۃ والحاکم عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم العلم ثلثۃ اٰیۃ محکمۃ او سنۃ قائمۃ او فریضۃ عادلۃ وما کان سوا ذٰلک فھو فضل[2]۔

ابوداؤد، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص (اللہ تعالٰی دونوں سے راضی ہو) کے حوالے سے تخریج کی، انھوں نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا علم تین ہیں: (۱) پختہ آیت (۲) سنت قائمہ (۳) فریضہ عادلہ (یعنی وہ ضروری چیز جو وجوب

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ النوع الثانی من الانواع الثلاثۃ فی العلوم المنھی عنہا مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۳۳۶

[2] سنن ابی داؤد کتاب الفرائض باب ما جاء فی تعلیم الفرائض آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۴۳

عمل میں کتاب وسنت کے برابر ہو) اور جو کچھ ان کے علاوہ ہے وہ زائد ہے۔ (ت)

اشعہ میں ہے:

فریضۃ عادلۃ فریضہ کہ مثل وعدیل کتاب و سنت ست اشارت ست باجماع و قیاس کہ مستند و مستنبط اندازان دبایں اعتبار آنرا مساوی و معادل کتاب و سنت داشتہ اند و تعبیر ازاں بفریضہ کردند تنبیہ بر آنکہ عمل بآنہا واجب ست چنانکہ بکتاب و سنت وماکان سوی ذلک فھو فضل و ہرچہ کہ ہست از مواد علوم جزیں پس آں فضل ست ولایعنی ؎

ہرچہ قال اللہ نے قال الرسول
فضلہ باشد فضلہ می خواں اے فضول[1] ملخصاً

"فریضۃ عادلۃ" جو کتاب وسنت کے مماثل اور ان کے برابر ہو، یہ اجماع اور قیاس کی طرف اشارہ ہے، جو اُن سے منسوب اور ماخوذ ہو، اسی اعتبار سے اس کو کتاب وسنت کے مساوی اور برابر ٹھہراتے ہیں اور اس کی تعبیر فریضہ کے ساتھ کرکے اس بات پر آگاہ کیا کہ اس پر کتاب وسنت کی طرح عمل کرنا واجب ہے، اور جو کچھ ان تین کے علاوہ ہے وہ فالتو ہے یعنی ان کے علاوہ جو مواد علوم ہے وہ فضول اور لایعنی ہے جو کچھ اللہ تعالٰی اور رسول کا ارشاد نہیں، وہ زائد ہے اسے فضول اسے زائد کہو۔ ملخصاً (ت)

www.alahazratnetwork.org

اسی حدیث کا پورا خلاصہ ہے کہ امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: ؎

کل العلوم سوی القرآن مشغلۃ   الا الحدیث وعلم الفقہ فی الدین[2]

(قرآن وحدیث اور فقہ دینی کے علاوہ تمام علوم ایک مشغلہ ہیں۔ ت)

یہ مجمل کلام ہے باقی تفصیل مقام کے لئے دفتر طویل درکار، جسے منظور ہو احیاء العلوم وطریقہ محمدیہ وحدیقہ ندیہ و درمختار و ردالمحتار وغیرہا اسفار علماء کی طرف رجوع کرے،

وفیما ذکرنا کفایۃ لاھل الدرایۃ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ اہلِ دانش کے لئے کافی ہے اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے اور اس جلیل القدر کا علم نہایت کامل اور بڑا پختہ ہے۔ (ت)

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ کتاب العلم الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۶۷

[2] دیوان امام الشافعی قافیۃ النون (افضل العلوم) دارالفکر بیروت ص ۳۸۸

مسئلہ ۲۹۶ و ۳۰۰: از صاحب گنج گیا مرسلہ مولوی کریم رضا صاحب ۳۰ شوال ۱۳۱۲ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ تعلیم وتعلم فنون عقلیہ مثل منطق وحکمت و ریاضی وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو ملا نظام الدین صاحب کے آج تک ہزاروں علماء دیندار دیدہ ودانستہ برضا ورغبت کیوں اس امر کے پابند رہے اور ہمیشہ درس دیتے رہے۔ زید کہتا ہے کہ ہرگز اس علم کا پڑھنا پڑھانا جائز نہیں یہاں تک کہ بسبب اشتمال بعض مقامات توضیح وتلویح کے مسائل معقول پر اس کتاب کے پڑھانے سے منع کرتا ہے زید کی تقریر سے ترک بعض علوم دینیہ مثل عقائد اور اصول کا لازم آتا ہے۔

(۲) زید عمرو کا استاد ہے اور بوقت درس حدیث کے زید نے عمرو سے عہد لیا تھا کہ تم کبھی فن معقول نہ پڑھانا اب عمرو اکثر کتابیں دینیات کی طلبہ کو پڑھاتا ہے اور چونکہ مسائل عقائد اور اصول فقہ کے بسبب عدم مہارت معقولات کے طلبہ کی سمجھ میں بخوبی نہیں آتے ہیں اور طلبہ عمرو کو تقاضا معقولات کے پڑھانے کا کرتے ہیں، اس صورت میں اگر عمرو بخیال اس کے کہ طلبہ اگر معقولات پڑھیں گے تو فن اصول وغیرہ خوب سمجھیں گے معقولات پڑھا سکے تو عمرو بسبب نقض عہد استاد کے آثم ہوگا یا نہیں، اگر آثم ہوگا تو اس کا کچھ کفارہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

(۱) نفس منطق ایک علم آلی وخادم علم اعلی الاعالی ہے اس کے اصل مسائل یعنی مباحث کلیات خمسہ وقول شارح وتقاسیم قضایا وتناقض وعکوس وضاعات خمس کے تعلم میں اصلاً حرج شرعی نہیں، نہ یہ مسائل شرع مطہر سے کچھ مخالفت رکھیں، بیان کرنے والے دائمہ کی مثال میں کل شیئ معلوم للہ دائما (بے شک اللہ تعالٰی کو ہمیشہ ہر چیز کا علم ہے۔ ت) کی جگہ کل فلك متحرك دائما (ہر آسمان ہمیشہ سے حرکت کرنے والا ہے۔ ت) لکھیں تو یہ اُن کی تقصیر ہے منطق کا قصور نہیں، ائمہ مؤیدین بنور اللہ المبین اپنی سلامت فطرت عالیہ کے باعث اس کی عبارات واصطلاحات سے مستغنی تھے تو ان کے غیر بیشک ان قواعد کی حاجت رکھتے ہیں جیسے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو نحو وصرف ومعانی بیان وغیرہا علوم کی احتیاج نہ تھی کہ یہ اُن کے اصل سلیقہ میں مرتکز تھے اس سے ان کے غیر کا افتقار منتفی نہیں ہوتا ولہذا امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی نے فرمایا:

من لم یعرف المنطق فلا ثقۃ ... جو کوئی علم منطق سے ناآشنا ہے اسکے علوم

لہ فی العلوم اصلاً[1]

ناقابل اعتبار و ناقابل اعتماد ہیں۔ (ت)

بہت ائمہ کرام نے اس سے اشتغال رکھا بلکہ اس میں تصانیف فرمائیں بلکہ اسے اکابر وغیرہ مثل کتب اصول فقہ و اصول دین کا مقدمہ بنایا، ردالمحتار میں ہے:

اما منطق الاسلامیین الذی مقدماتہ قواعد اسلامیۃ فلا وجہ للقول بحرمتہ بل سماہ الغزالی معیار العلوم وقد الف فیہ علماء الاسلام ومنہم المحقق ابن الھمام فانہ اتی منہ ببیان معظم مطالبہ فی مقدمۃ کتابہ التحریر الاصولی۔[2]

اہل اسلام کی منطق کو حرام کہنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ اس کے مقدمات قواعد اسلامیہ ہیں بلکہ امام غزالی نے تو معیار العلوم (علوم کے پرکھنے کی کسوٹی) قرار دیا ہے اور اس میں علمائے اسلام نے سیکڑوں تصنیفات کی ہیں، انہی میں سے محقق ابن ہمام بھی ہیں انہوں نے اپنی کتاب "التحریر الاصولی" کے مقدمہ میں اس کا ایسا بیان فرمایا جس کے مطالب عظیم ہیں۔ (ت)

ہاں علم آلی سے بقدر آلیت اشتغال چاہئے اس میں منہمک ہوجانے والا سفیہ جاہل اور مقاصد اصلیہ سے محروم و غافل ہے، اسی طرح بہت اجزائے حکمت مثل ریاضی ہندسہ و حساب و جبر و مقابلہ و ارثماطیقی و سیاحت و مرایا و مناظر و جر ثقیل و علم مثلث کروی و مثلث مسطح و سیاست مدن و تدبیر منزل و مکائد حروب و فراست و طب و تشریح و بیطرہ و بیزرہ و علم زیجات و اسطرلاب و آلات رصدیہ و مواقیت و معادن و نباتات و حیوانات و کائنات الجو و جغرافیہ وغیرہا بھی شریعت مطہرہ سے مضادت نہیں رکھتے بلکہ ان میں بعض بلا واسطہ بعض بالواسطہ امور دینیہ میں نافع و معین اور بعض دیگر دنیا میں بکار آمد ہیں اگرچہ مقاصد اصلیہ کے سوا حاجت سے زیادہ کسی شے میں توغل فضول و بیہودگی ہے،

www.alahazratnetwork.org

ومن حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ۔[3]

کسی شخص کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ لایعنی امور کو ترک کردے۔ (ت)

---

[1]

[2] ردالمحتار مقدمہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۱

[3] مسند امام احمد بن حنبل حدیث حسین بن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۰۱

خصوصاً علم طب کا مفید و محمود و محتاج الیہ ہونا تو ظاہر یونہی فرائض کے لئے ضروری حساب اور ہمیں معرفت صحیحہ اوقات طلوع فجر کاذب و صادق و شمس و ضحوۂ کبرٰی و استواء و ظل ثانی غایۃ الارتفاع و مثل اول و ثانی و غروب شمس و شفق احمر و ابیض کہ نماز و سحری و افطار وغیرہا امور دینیہ و مسائل شرعیہ میں ان کی سخت حاجت عامہ کو بروجہ تحقیق بقدر قدرت بشری بے علم زیجات یا آلات رصدیہ نامتصور ان کی ناواقفی سے بہت لوگ سخت غلطیوں میں مبتلا رہتے ہیں مثلاً اذہان عامہ میں جما ہوا ہے کہ جس وقت توپ چلی اور جس گھڑی میں بارہ بجے استواء ہوگیا جب تک وقت ظہر نہ آیا تھا اور اس کے بعد شروع ہوگیا حالانکہ دونوں غلط بعض موسموں میں ہنوز توپ چلنے بارہ بجنے میں پاؤ گھنٹہ یا زائد باقی ہوتا ہے کہ وقت ظہر ہوگیا اور بعض میں سوا بارہ بجے بھی وقت ظہر نہیں ہوتا اوقات سحری و افطار میں عوام جہال کی جنتریوں یا ناواقف پڑھے لکھوں کی فہرستوں پر عمل کرتے اور بلا وجہ بزعم احتیاط دونوں جانب تعجیل سحور و تاخیر افطار سے ترک سنت مؤکدہ حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر مُصر رہتے ہیں بعض حضرات بنام حفظ سنت تاخیر سحور و تعجیل افطار میں حد سے متجاوز ہو کر صحت و بطلان صوم کو حالت شک میں ڈال دیتے ہیں، یہ سب علم زیجات سے ناواقفی پر مبنی ہے، ابھی چند سال ہوئے گنگوہ سے آئے ہوئے کچھ مسائل فقیر کے پاس بغرض استصواب آئے جن میں تین سوال متعلق ضحوۂ کبرٰی و نیت صوم و صلوٰۃ تھے بعض بے علم مفتیوں نے کہا کہ آج کل بہت عامیوں کے معتمد ٹھہرے ہیں ان میں دو کا جواب تو قطعاً قلم انداز کیا ایک کا جواب جو دیا نہ دینا اس سے ہزار درجہ بہتر تھا وہ فاحش غلطیاں کیں جن سے احکام شرعیہ یکسر منقلب ہوگئے یونہی ناواقفی علم زیجات و میقات یعنی زید و عمرو پدر و پسر نے ایک تاریخ معین میں دو مختلف شہروں میں ٹھیک طلوع شمس کے ساعۃ انتقال کیا ناواقف فرائض داں بخیال اتحاد وقت موت مطلقاً حکم عدم توریث کرے گا اور واقف اطوال و عروض بلاد و دقائق مرئیہ قطر شمس و مطالع بلدیہ بروج مستخرجہ عند تقارب الامر خصوصاً وقت وقوع کہ در بدرجات عروض و درج سواجیبا کما ھو الغالب بوامرۂ زیج نہ بمجرد تعدیل بین السطرین کے لحاظ سے حکم صحیح دے گا۔ جامع الرموز میں ہے:

انھم قالوا لو مات زید وقت الطلوع من اول رمضان مثلاً بالصین کان ترکتہ لاخیہ عمرو قد مات فیہ بسمرقند مع انھما لو ماتا معا لم یرث احدھما

فقہائے کرام فرماتے ہیں مثلاً زید یکم رمضان کو عین طلوع آفتاب کے وقت چین میں فوت ہوگیا تو اس کا ترکہ اس کے بھائی عمرو کو ملے گا جبکہ وہ بھی اسی وقت سمرقند میں فوت ہوگیا حالانکہ وہ اگر دونوں اکٹھے یکجا مرتے تو ان میں سے کوئی

عن الاٰخر کما تقرر[1] | ایک دوسرے کا وارث نہ ہوتا جیسا کہ (اپنی جگہ) یہ ثابت ہوچکا ہے۔ (ت)

یُوہیں بعض مسائل حیض و نفاس و عدت وغیرہا میں بھی ان علوم کی حاجت مثلاً عورت ٹھیک وقت غروب شمس حائضہ ہوئی پھر سفر کیا دسویں دن وہاں ٹھیک وقت غروب دم منقطع ہوا ناواقف مطلقاً اسے عشرہ کامل حیض جان کر انقطاع للاکثر کے احکام جاری کرے گا اور واقف بلحاظ امور معلوم کبھی انقطاع للاقل کہے گا کبھی زیادۃ علی العشرہ پر آگاہ ہوکر عادت سے جو دن زائد ہوئے انھیں استحاضہ مانے گا، یوہیں اگر شہر دیگر میں تیسرے دن وقت غروب انقطاع ہوا تا واقف مطلقاً حیض اور واقف کبھی استحاضہ جانے گا کہ تفاوت حیض میں ایسی ہی تدقیق معتبر ہے۔ شرح نقایہ میں ہے:

ردالمحتار میں ہے: ای سدس القرص[2] (یعنی آفتاب کی ٹکیہ کا چھٹا حصہ۔ ت) غور کیجئے کتنا تفاوتِ احکام ہوگیا اور تعلیقات میں تو ہزار ہا صورتیں نکلیں گی جن کا حکم بے ان علوم کے ہرگز نہ کھلے گا اور فقیہ کو ان کی طرف رجوع سے چارہ نہ ہوگا کما لا یخفی علی من اوتی حظا منہا (جیسا کہ اس پر پوشیدہ نہیں جو ان علوم میں سے معمولی حصہ بھی رکھتا ہے۔ ت) تو مطلقاً علوم عقلیہ کے تعلیم و تعلم کو ناجائز بتانا یہاں تک کہ بعض مسائل صحیحہ مفیدہ عقلیہ پر اشتمال کے باعث توضیح و تلویح جیسے کتب جلیلہ عظیمہ دینیہ کے پڑھانے سے منع کرنا سخت جہالت شدیدہ و سفاہت بعیدہ ہے ہاں اکثر طبعیات و عامہ الٰہیات فلاسفہ مخذولین صدہا کفر صریح و شرک جلی پر مشتمل مثلاً زمان و حرکت و افلاک و ہیولٰی و صورت جرمیہ و نوعیہ و سفلیات و انواع موالید و نفوس کا قدم اور خالقیت عقول مفارقہ و انکار فاعل مختار و علم جزئیات و حشر اجساد و جنت و نار و احالہ خرق افلاک و اعادہ معدوم و صدور کثیر عن الواحد وغیرہا اور ان کے سوا اور اجزاء و فروع فلسفہ بھی کفریاتِ صریحہ و محرماتِ قبیحہ سے مملو ہیں مثلاً علم طلسمات و نیرنجات وجزء التاثیر من علم النجوم و احکام زائچہ عالم و زائچہ موالید و تسییرات و قرانات و سیمیا وغیرہا یہ تو درس میں داخل نہیں طبعیات و الٰہیات پڑھائے جاتے ہیں۔

فاقول وباللہ التوفیق (پھر میں کہتا ہوں توفیق اللہ تعالٰی ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ ت)

---

[1] جامع الرموز

[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ باب الحیض دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۸۹

انصافاً اُن کی تعلیم و تعلم زہر مہلک و نار محرق ہے مگر بچند شروط،

اوّلاً انہماک فلسفیات و توغل مزخرفات نے معلم کے نور قلب کو منطفی اور سلامت عقل کو ختنی نہ کر دیا ہو کہ ایسے شخص پر خود ان علوم ملعونہ سے یک لخت دامن کشی فرض اور اس کی تعلیم سے عذر اشد کی توقع۔

ثانیاً وہ عقائد حقہ اسلامیہ سنیہ سے بروجہ کمال واقف و ماہر اور اثبات حق و ازہاق باطل پر ابعونہٖ تعالٰی قادر ہو ورنہ قلوب طلبہ کا تحفظ نہ کر سکے گا۔

ثالثاً وہ اپنی اس قدرت کو بالتزام تمام ہر سبق کے ایسے محل و مقام پر استعمال بھی کرتا ہے ہرگز کسی مسئلہ باطلہ پر آگے نہ چلنے دے جب تک اس کا بطلان متعلم کے ذہن نشین نہ کر دے غرض اُس کی تعلیم کا رنگ وہ ہو جو حضرت بحر العلوم قدس سرہ الشریف کی تصانیف شریفہ کا۔

رابعاً متعلم کو قبل تعلیم خوب جانچ لے کہ پورا سُنی صحیح العقیدہ ہے اور اس کے قلب میں فلسفہ ملعونہ کی عظمت و وقعت متمکن نہیں۔

خامساً اس کا ذہن بھی سلیم اور طبع مستقیم دیکھ لے بعض طبائع خواہی نخواہی زیغ کی طرف جاتے ہیں حق بات اُن کے دلوں پر کم اثر کرتی اور جھوٹی جلد پیر جاتی ہے۔

قال اللہ تعالٰی وان یروا سبیل الرشد لایتخذوہ سبیلاً ۚ وان یروا سبیل الغیّ یتخذوہ سبیلاً[1] — اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے: اگر درستی اور ہدایت کی راہ دیکھیں تو اس پر نہیں چلتے اور اگر گمراہی کی راہ دیکھ لیں تو اس پر چلنے لگتے ہیں۔ (ت)

بالجملہ گمراہ ضال یا مستعد ضلال کو اس کی تعلیم حرام قطعی ہے ؎

اے لوری کوئی دیت ہے متوازن ہتھیار

سادساً معلم و متعلم کی نیت صالحہ ہو نہ اغراض فاسدہ۔

سابعاً تنہا اسی پر قانع نہ ہو بلکہ دینیات کے ساتھ اُن کا سبق ہو کہ اس کی ظلمت اس کے نور سے منجلی ہوتی رہے ان شرائط کے لحاظ کے ساتھ بعونہٖ تعالٰی اس کے ضرر سے تحفظ رہے گا اور اس تعلیم و تعلم سے انتفاع متوقع ہوگا کہ ؎

علمت الشر لا للشر لکن لتوقیہ — فمن لم یعرف الشر فیہ مایقع فیہ

(میں نے شر کو اس سے بچنے کے لئے معلوم کیا نہ کہ شر کے لئے، پھر جو کچھ شر کو

---

[1] القرآن الکریم ۷/۱۴۶

نہیں پہچانتا تو کسی نہ کسی دن اس میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ت)

تشحیذ اذہان ہو گی ضلالات فلسفہ کے رَد پر قدرت ملے گی بہت بد مذہب کہ مناظرات میں کفار فلاسفہ کا دامن پکڑتے ہیں اُن کی دنداں شکنی ہو سکے گی انھیں اغراض سے درس نظامی میں یہ کتب رکھی گئی تھیں کہ اب شدہ شدہ از کجا تا کجا نوبت پہنچی یہاں تک کہ بہت حمقا کے نزدیک یہی جہالات باطلہ علوم مقصودہ قرار پا گئیں جس کی شناعت کا قدرے بیان فقیر نے اپنے رسالہ مقامع الحدید علیٰ خد المنطق الجدید (۱۳۰۴ھ) میں کیا و باللہ التوفیق ، واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم (اللہ تعالیٰ ہی سے توفیق کی طلب اور آرزو ہے، اور اللہ پاک، برتر اور خوب جاننے والا ہے، اور اس کا علم نہایت درجہ کامل اور بڑا پختہ ہے۔ ت)

(۴) کلام قدماء و اصول فقہ کی سمجھ میں طبعیات و الٰہیات فلسفہ کی اصلاً حاجت نہیں،

وقال اللہ تعالیٰ واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا[1] ۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، لوگو! وعدہ پورا کیا کرو بے شک وعدہ کے بارے میں پوچھ ہوگی۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ہاں منطق بلاشبہہ مفید و کارآمد اور اکثر جگہ محتاج الیہ ہے، میبذی و صدرا و شمس بازغہ و امثالہا کے استثناء سے درس عام میں جو عقلیات خالصہ یا نقلیات ممتزجہ صغری و کبری و ایساغوجی و قال اقول و میر ایساغوجی و قطبی و میر قطبی و شرح تہذیب و میبذی و جلالی و حاشیہ سید زاہد و حاشیۃ الحاشیہ مولانا بحرالعلوم و سلم و ملا حسن و حمد اللہ و قاضی و رسالہ قطبیہ و شرح سید زاہد و حاشیہ غلام یحیٰی و شرح عقائد نسفی و جلالی و خیالی و تحریر اقلیدس و تصریح شرح تشریح و شرح چغمینی و مسلم الثبوت و شرح مواقف و میر زاہد امور عامہ پڑھائی جاتی ہیں فہم کلام و اصول و نیز تشحیذ اذہان و تمرین عقول کے لئے بس ہیں اخذ عہد میں مراد استاد اگر وہی کتب محرمہ تھیں جب تو ظاہر کہ ان میں حرج نہیں ورنہ بشرطِ حاجت بنظرِ حاجت و رعایت شرائط و صحت نیت تعلیم کر سکتا ہے اگر عہد موکد بقسم تھا تو کفارہ یمین ہے ورنہ نہیں،

اخرج الائمۃ احمد و الشیخان عن عبد الرحمٰن بن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ ائمہ کرام مثلاً امام احمد اور بخاری و مسلم نے حضرت عبد الرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۳۴

عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم اذا حلفت علی یمین فرأیت غیرها خیرا منها فأت الذی هو خیر وکفر عن یمینک[1] والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم۔

سند سے تخریج فرمائی، انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تو کسی کام کے نہ کرنے کی قسم کھائے اور پھر دیکھے کہ اس کام کا کرنا بنسبت دوسرے کام کے بہتر ہے تو بہتر کام ہی کرو البتہ اپنی قسم کا کفارہ ادا کرو۔ اور اللہ تعالٰی پاک، برتر اور خوب جاننے والا ہے، اور اس بزرگی والے کا علم بڑا کامل اور نہایت پختہ ہے۔ (ت)

مسئلہ ۳۱۰: از موضع ٹاہ ضلع بریلی معرفت نیاز محمد خاں صاحب ۱۲ رجب ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شاگرد کے ذمہ استاد معلم کے حقوق کس قدر ہیں اور اس کے ادا نہ کرنے میں کیا مواخذہ ہوگا اور استاد کے احکام کی نافرمانی میں شاگرد کی نسبت کیا حکم ہے اور اس مسئلہ میں کہ شاگرد نات کا پردہ استاد سے بعد بلوغ ہونا چاہئے یا قبل بلوغ بھی؟ بینوا توجروا۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

عالمگیری میں وجیز امام حافظ الدین کردری سے ہے:

قال الزندویستی حق العالم علی الجاهل وحق الاستاذ علی التلمیذ واحد علی السواء وهو ان لایفتتح بالکلام قبله ولایجلس مکانه وان غاب ولایرد علٰی کلامه ولایتقدم علیه فی مشیه[2]۔

یعنی فرمایا امام زندویستی نے عالم کا جاہل اور استاذ کا شاگرد پر ایک سا حق ہے برابر اور وہ یہ کہ اس سے پہلے بات نہ کرے اور اس کے بیٹھنے کی جگہ اس کی غیبت میں بھی نہ بیٹھے اور چلنے میں اس سے آگے نہ بڑھے اور اس کی بات کو رد نہ کرے۔

اسی میں غرائب سے ہے:

ینبغی للرجل ان یراعی حقوق

آدمی کو چاہئے کہ اپنے استاذ کے حقوق واجب

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاحکام باب من سأل الامارۃ وکل الیها قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۸۰ و ۱۰۵۸
صحیح مسلم کتاب الایمان باب ندب من حلف یمینا الخ " " " ۲/ ۴۸

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثلاثون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۷۳

استاذہ و آدابہ لا یبخل بشیئ من حالہ[1] | کالحاظ رکھے اپنے مال میں کسی چیز سے اس کے ساتھ بخل نہ کرے۔

یعنی جو کچھ اسے درکار ہو بخوشی خاطر حاضر کرے اور اس کے قبول کرلینے میں اس کا احسان اور اپنی سعادت جانے۔ اُسی میں تاتارخانیہ سے ہے:

یقدم حق معلمہ علی حق ابویہ وسائر المسلمین ویتواضع لمن علمہ خیرا ولو حرفا ولا ینبغی ان یخذلہ ولا یتاثر علیہ احدا فان فعل ذلک فقد فصم عروۃ من عری الاسلام ومن اجلالہ ان لا یقرع بابہ بل ینتظر خروجہ[2] اھ۔ | یعنی اُستاذ کے حق کو اپنے ماں باپ اور تمام مسلمانوں کے حق سے مقدم رکھے اور جس نے اسے اچھا علم سکھایا اگرچہ ایک ہی حرف پڑھایا ہو اس کے لئے تواضع کرے اور لائق نہیں کہ کسی وقت اس کی مدد سے باز رہے اپنے استاذ پر کسی کو ترجیح نہ دے اگر ایسا کریگا تو اس نے اسلام سے رشتوں سے ایک رسی کھول دی، اور استاذ کی تعظیم سے ہے کہ وہ اندر ہو اور یہ حاضر ہوا تو اس کے دروازہ پر ہاتھ نہ مارے بلکہ اس کے باہر آنے کا انتظار کرے اھ۔

قال اللہ تعالٰی اِنَّ الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون ولو انھم صبروا حتی تخرج الیھم لکان خیرا لھم واللہ غفور رحیم[3] | اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا، یقیناً جو لوگ آپ کے حجروں کے باہر سے پکارتے اور آوازیں دیتے ہیں ان میں زیادہ تر بے عقل اور نا سمجھ ہیں، اگر وہ آپ کے باہر تشریف لانے (کا انتظار کرتے ہوئے) صبر کرتے تو یہ ان کے حق میں بہت بہتر ہوتا، اور اللہ تعالٰی بخشنے والا بے حد مہربان ہے۔ (ت)

عالم دین ہر مسلمان کے حق میں عموماً اور اُستادِ علم دین اپنے شاگرد کے حق میں خصوصاً نائب حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے، ہاں اگر وہ کسی خلافِ شرع بات کا حکم کرے ہرگز نہ مانے کہ لا طاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالٰی[4] (اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں

---

[1] فتاوٰی عالمگیری کتاب الکراھیۃ الباب الثلاثون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۷۸

[2] " " " " " " " " ۵/۷۹-۳۷۸

[3] القرآن الکریم ۴۹/۴

[4] مسند امام احمد بن حنبل مرویات الحکم بن عمرو المکتب الاسلامی بیروت ۵/۶۶

کسی کی اطاعت نہیں۔ ت) مگر اُس زمانے میں گستاخی وبے ادبی سے پیش نہ آئے فان المنکر لایزال بمنکر (گناہ کا ازالہ گناہ سے نہیں ہوتا۔ ت) نافرمانی احکام کا جواب اسی تقریر سے واضح ہوگیا اس کا وہ حکم کہ خلافِ شرع ہو مستثنٰی کیا جائے گا بحال عاجزی وزاری معذرت کرے اور بچے اور اگر اس کا حکم مباحات میں ہے تو حتی الوسع اس کی بجاآوری میں اپنی سعادت جانے اور نافرمانی کا حکم معلوم ہوچکا اُس نے اسلام کی گرہوں سے ایک گرہ کھول دی۔ علماء فرماتے ہیں جس سے اُس کے استاد کو کسی طرح کی ایذا پہنچی وہ علم کی برکت سے محروم رہے گا اور اگر اُس کے احکامات واجبات شرعیہ ہیں جب تو ظاہر ہے کہ اُن کا لزوم دوبارہ ہوگیا اُن میں اس کی نافرمانی صریح راہ جہنم ہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ رہا پردہ اس میں استاذ و غیر استاذ، عالم و غیر عالم، پیر سب برابر ہیں۔ نو برس سے کم کی لڑکی کو پردہ کی حاجت نہیں اور جب پندرہ برس کی ہو سب غیر محارم سے پردہ واجب، اور نو سے پندرہ تک اگر آثار بلوغ ظاہر ہوں تو واجب، اور نہ ظاہر ہوں تو مستحب خصوصاً بارہ برس کے بعد بہت مؤکد کہ یہ زمانہ قرب بلوغ و کمال اشتہا کا ہے ومن لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل، نسأل اللہ العفو والعافیۃ (جو اپنے زمانے والوں کو نہ پہچانے تو وہ جاہل ہے، ہم اللہ تعالٰی سے عفو اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۳۰: از بنارس محلہ مدنپورہ اونچی مسجد مرسلہ مولوی محمد عبدالرحمٰن صاحب حبشانی شافعی
۱۲ رمضان ۱۳۱۳ھ

ہمارے علمائے اہلسنت رحمہم اللہ تعالٰی اس میں کیا فرماتے ہیں کہ جیسا کہ حنفی کو (بموجب اس کے جو کہ درمختار میں ہے اس بات سے کہ ضرورت کے وقت کسی مسئلہ میں اپنے امام کے سوا دوسرے امام کی تقلید کرنے کا کچھ خوف نہیں ہے لیکن بشرطیکہ اس کے کہ اُس مسئلہ میں اُسی امام کے سب شروط کا التزام کرے اور نیز بموجب اس کے جو کہ شامی میں ہے اس بات سے کہ ابن وہبان نے اپنے منظوم میں ذکر کیا ہے کہ اگر ضرورت کے وقت امام مالک کے قول پر فتوٰی دیا جائے تو جائز ہے اور نیز بموجب اُس کے جو کہ جامع الرموز میں ہے اس بات سے کہ مفقود کی مدت انتظار کی تعیین میں امام مالک اور امام اوزاعی چار برس تک کے قائل ہیں پھر بعد چار برس کے اس کی بیوی کو نکاح کرنے کی اجازت ہے تو اگر ضرورت کے وقت ہمارے یہاں بھی اس قول کے ساتھ فتوٰی دیا جائے تو کچھ خوف نہیں) ضرورت کے وقت دوسرے امام کے قول پر عمل کرنا جائز ہے ایسا ہی ضرورت کے وقت مثلاً مسئلہ انتقاض الوضوء بالاکل مامستہ النار میں شافعی کو بھی اسکے مذہب کی کسی کتاب کے بموجب دوسرے امام کے قول پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

ـــہ ردالمحتار کتاب الایمان دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۵۹

الجواب

تقلید امام دیگر وقتِ ضرورتِ صحیحہ بشرطِ مذکورہ فی السوال کا جواز متفق علیہ ہے ولہذا حنفی شافعی ہر مذہب کے محتسب کو لکھتے ہیں کہ اپنے ہم مذہب کو جو بات خلافِ مذہب کرتے دیکھیں اگر وہ اس میں عذرِ تقلیدِ غیر پیش کرے احتساب سے ہاتھ اٹھائیں۔ شرح عین العلم میں ہے:

لو رأی الشافعی شافعیا یشرب النبیذ او ینکح بلا ولی ویطؤ زوجتہ او رأی الحنفی حنفیا یلعب بالشطرنج او لبس الثوب الاحمر فھذا فی محل النظر کما فی الاحیاء والاظھر ان لہ الحسبۃ والانکار اذ لم یذھب احد من المحصلین الی ان لہ ان یاخذ بمذھب غیرہ بل علی مقلد اتباع مقلدہ فی کل تفصیل فمخالفۃ المقلد متفق علی کونہ منکرا بین المحصلین وھو عاص بالمخالفۃ الا انہ جوز لہ تقلید غیرہ من الائمۃ فی بعض المسائل فاذا اعتذر وقال انا مقلد للشافعی او الحنفی فی ھذا الباب یرتفع عنہ الاحتساب[1] اھ مختصرا۔

اگر کوئی شافعی کسی دوسرے شافعی کو دیکھے کہ وہ نبیذ (خوش) پیتا ہے اور بغیر ولی کے نکاح کرتا ہے اور اس بیوی سے ہمبستری کرتا ہے یا کوئی حنفی کسی دوسرے حنفی کو دیکھے کہ وہ شطرنج کھیلتا ہے یا سرخ لباس پہنتا ہے تو یہ قابلِ اعتراض ہے جیسا کہ امام غزالی کی الاحیاء میں ہے، اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس کے لئے احتساب اور انکار ہے کیونکہ محصلین میں سے کوئی ادھر نہیں گیا کہ اس کے لئے کسی دوسرے امام کے قول پر عمل کرنا جائز ہے بلکہ مقلد پر ہر تفصیل میں اپنے امام کا اتباع فی المذہب ضروری ہے لہذا امام کی مخالفت کے گناہ ہونے پر محصلین کا اتفاق ہے اور مخالفتِ امام کا مرتکب گناہگار ہے ہاں البتہ اس کے لئے دوسرے ائمہ میں سے کسی امام کی بعض مسائل میں تقلید جائز ہے پھر اگر معذرت کرے اور کہے میں اس باب میں امام شافعی یا امام ابوحنیفہ کا مقلد ہوں تو اس سے احتساب اٹھ جائے گا اھ مختصراً۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اور اس کے اجل شواہد سے خود امامِ مذہب سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا فعل ہے کہ جب نمازِ صبح مزارِ اکرم حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس پڑھی اس میں دعائے قنوت نہ پڑھی نہ بسم اللہ شریف کا جہر کیا، اور اس کا سبب حضرت امام الائمہ کا ادب بیان فرمایا۔

---

[1] شرح عین العلم

كما ذكره الامام ابن حجر المكي الشافعي ۲۱
في الفصل الخامس والثلثين من
"الخيرات الحسان[1] من مناقب الامام الاعظم
ابي حنيفة النعمان"۔ 41

جیسا کہ امام ابن حجر مکی شافعی نے اسکو "الخیرات الحسان من مناقب الامام اعظم ابی حنیفۃ النعمان" کی ۳۵ ویں فصل میں بیان فرمایا۔ (ت)

اور مروی ہوا کہ تکبیراتِ انتقال میں رفع یدین بھی ذکر کیا اور فرمایا :

ادبنا مع هذا الامام اكثر من ان نظهر خلافه بحضرته۔
ذكره علي القاري في المرقاة[2]۔

اس امام کے ساتھ ہمارا ادب اس سے زائد ہے کہ ہم ان کے حضور ان کا خلاف ظاہر کریں۔ اس کو ملا علی قاری نے مرقاۃ (شرح مشکوٰۃ) میں ذکر فرمایا۔ (ت)

یہاں مخالفتِ مذہب کی ضرورت کو امام ابن حجر مکی شافعی نے خیرات الحسان میں مفصل ذکر فرمایا ہے من شاء فلیطالعها (جو کوئی چاہے اس کا مطالعہ کرے۔ ت) اتنا امر اور ملحوظ خاطر رہے کہ زنِ مفقود کو چار سال کے بعد اجازتِ نکاح کہ مذہب امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ جب اس کی خبر منقطع ہونے کو چار برس گزر جائیں یہ بطورِ خود نکاح کرلے بلکہ اُن کا مذہب یہ ہے کہ زنِ مفقود قاضی شرع کی طرف رجوع لائے وہ اپنے حکم سے چار سال کی مہلت آج سے دے اس سے پہلے اگرچہ بیس سال گزر گئے ہوں ان کا کچھ اعتبار نہیں جب یہ چار برس گزر جائیں اور پتا نہ چلے قاضی اپنے حکم سے تفریق کرے اس کے بعد عورت عدت بیٹھ کر نکاح کی مختار ہوسکتی ہے،

www.alahazratnetwork.org

كما بينه العلامة الزرقاني المالكي في شرح الموطا واوضحناه في كتاب النكاح وكتاب المفقود من فتاوٰنا۔

جیسا کہ علامہ زرقانی مالکی نے اس کو شرح مؤطا میں بیان فرمایا، اور ہم نے اپنے فتاوٰی کی بحث نکاح اور بحثِ مفقود میں اس کی وضاحت کی ہے۔ (ت)

یہ بہت غلطی ولغزش کا محل ہے اسے خوب سمجھ لینا چاہئے۔ اسی طرح انتقاضِ وضو "با کل ما مسته النار" (آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو کا ٹوٹ جانا۔ ت) ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم میں کسی کا

---

[1] الخیرات الحسان الفصل الخامس والثلاثون ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۹
[2] مرقاۃ المفاتیح

مذہب نہیں بلکہ بعد صدرِ اول اس کے خلاف پر اجماعِ علماء منعقد ہولیا ہے۔ امام اجل ابوزکریا نووی شافعی شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

ذهب جماهير العلماء من السلف والخلف الی انه لاینتقض الوضوء باکل ما مسته النار ممن ذهب الیه ابوبکر الصدیق وعمر وعثمان وعلی رضی الله تعالٰی عنهم وهو مذهب مالك وابی حنیفة والشافعی واحمد رحمهم الله تعالٰی وذهبت طائفة الی وجوب الوضوء الشرعی باکل ما مسته النار وهو مروی عن عمر بن عبد العزیز والحسن البصری والزهری ثم ان هذا الخلاف الذی حکیناه کان فی الصدر الاول ثم اجمع العلماء بعد ذٰلك علی انه لایجب الوضوء باکل ما مسته النار[1] اھ باختصار، والله تعالٰی اعلم۔

سلف وخلف (اگلے پچھلے لوگوں) میں سے جمہور علماءِ کرام کے نزدیک آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ جن بزرگوں نے یہ موقف و مذہب اختیار کیا ان میں خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہم شامل ہیں۔ امام مالک، امام ابوحنیفہ، شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم کا یہی مذہب ہے، اور ایک گروہ کا موقف یہ ہے کہ پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو شرعی واجب ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز، حسن بصری اور زہری سے یہ مروی ہے۔ جس اختلاف کی ہم نے حکایت کی ہے وہ صدرِ اول میں تھا۔ اس کے بعد علماءِ کرام کا اس پر اجماع منعقد ہوگیا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو کرنا واجب نہیں اھ باختصار۔ اللہ تعالٰی سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ (سوال ندارد)

الجواب

حفظِ قرآن فرضِ کفایہ ہے اور سنتِ صحابہ وتابعین وعلمائے دین متین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین اور منجملہ افاضل مستحبات عمدہ قربات منافع وفضائل اُس کے حصر وشمار سے باہر۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم کتاب الحیض باب الوضوء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۵۶

يجيئ صاحب القراٰن يوم القيٰمة فيقول یا رب حلّه الحدیث۔ | یعنی قرآن والا قیامت کے روز آئیگا پس قرآن عرض کرے گا اے رب میرے اسے خلعت عطا
فرما تو اس شخص کو تاج کرامت عطا فرمائیں گے، پھر عرض کرے گا اے رب میرے اور زیادہ کر، تو اسے حلۂ بزرگی پہنائیں گے، پھر عرض کرے گا اے رب میرے اس سے راضی ہوجا، تو اللہ جل جلالہ اس سے راضی ہوجائے گا۔ پھر اس سے کہا جائے گا پڑھ اور چڑھ۔ اور ہر آیت پر ایک نیکی زائد کی جائے گی۔

اور فرماتے ہیں:

یقال یعنی لصاحب القراٰن اقرء وارق ورتل الحدیث رواہ الترمذی[۲] و ابن ماجه واللفظ للترمذی۔ | یعنی صاحبِ قرآن کو حکم ہوگا کہ پڑھ اور چڑھ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسے تو اسے دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا تھا کہ تیرا مقام اس پچھلی آیت کے نزدیک ہے جسے تو پڑھے گا (ترمذی اور ابن ماجہ نے اس کو روایت کیا اور الفاظ جامع ترمذی کے ہیں)۔

حاصل یہ کہ ہر آیت پر ایک ایک درجہ اس کا جنت میں بلند کرتے جائیں گے جس کے پاس جس قدر آیتیں ہوں گی اسی قدر درجے اُسے ملیں گے۔ اور فرماتے ہیں:

مثل القراٰن ومن تعلمه الحدیث رواہ ابن ماجه[۳] والنسائی۔ | یعنی حافظِ قرآن اگر شب کو تلاوت کرے تو اس کی مثال اس توشہ دان کی ہے جس میں مشک بھرا ہوا ہو اور اس کی خوشبو تمام مکانوں میں مہکے اور جو شب کو سورہے اور قرآن اس کے سینے میں ہو تو اس کی کہاوت مانند اس توشہ دان کے ہے جس میں مُشک ہے اور اس کا منہ باندھ دیا جائے الحدیث (ابن ماجہ اور نسائی نے اسے روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں:

خیرکم من تعلم القراٰن و | یعنی تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور

۱؎ جامع الترمذی	ابواب فضائل القرآن	امین کمپنی دہلی	۲/ ۱۱۵
۲؎ "	" " "	" " "	۲/ ۱۱۵
۳؎ "	" " "	" " "	۲/ ۱۱۱
سنن ابن ماجہ	باب فضل من تعلم القرآن	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	ص ۱۹

علمه ۔ رواہ البخاری[۱] والترمذی و ابن ماجہ۔ — سکھائے (بخاری، ترمذی اور ابن ماجہ نے اسے روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں:

لما سمعت الملئکۃ القرآن الحدیث رواہ الدارمی[۲] — جب فرشتوں نے قرآن سُنا بولے خوشی ہو اُس امت کے لئے جس پر یہ نازل ہُوا، اور خوشی ہو اُن سینوں کے لئے جو اسے اٹھائیں گے اور یاد کریں گے، اور خوشی ہو اُن زبانوں کے لئے جو اسے پڑھیں گے اور تلاوت کریں گے (اس کو دارمی نے روایت کیا۔ ت)

جا بجا اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن کی ترغیب و تحریص فرمائی۔ رب تبارک و تعالٰی فرماتا ہے:

ولقد یسرنا القرآن فھل من مدکر[۳] — اور بیشک ہم نے آسان کردیا قرآن کو یاد کرنے کے لئے سو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

www.alahazratnetwork.org

تعاھدوا القرآن فوالذی نفسی بیدہ لھو اشد تفصیا من الابل فی عقلھا رواہ البخاری[۴] ومسلم۔ — یعنی نگاہ رکھو قرآن کو اور اسے یاد کرتے رہو سو قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے البتہ قرآن زیادہ چھوٹنے پر آمادہ ہے اُن اونٹوں سے جو اپنی رسیوں سے بندھے ہوں (اس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا۔ ت)

یعنی جس طرح بندھے ہوئے اونٹ چھوٹنا چاہتے ہیں اور اگر ان کی محافظت و احتیاط نہ کی جائے

---

[۱] صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۵۲
جامع الترمذی ابواب " " امین کمپنی دہلی ۲/۱۱۴
سنن ابن ماجہ باب فضل من تعلم القرآن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹
[۲] سنن الدارمی کتاب فضائل القرآن حدیث ۳۳۴۱ نشر السنۃ ملتان ۲/۳۲۶
[۳] القرآن الکریم ۵۴/۱۷
[۴] صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۵۳
صحیح مسلم " " " " " ۱/۲۶۸

تو رہا ہو جائیں اس سے زیادہ قرآن کی کیفیت ہے اگر اُسے یاد نہ کرتے رہوگے تو وہ تمھارے سینوں سے نکل جائے گا پس تمھیں چاہئے کہ ہر وقت اس کا خیال رکھو اور یاد کرتے رہو اس دولت بے نہایت کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔

اور فرماتے ہیں:

ان الذی لیس فی جوفہ شیئ من القرأن کالبیت الخرب۔ رواہ الترمذی۔[1]

حاصل یہ کہ جسے کچھ قرآن یاد نہیں وہ ویرانے گھر کے مانند ہے یعنی جیسے گھروں کی زینت ان کے رہنے والوں اور عمدہ آرائشوں سے ہوتی ہے اسی طرح خانۂ دل کی زینت قرآن مجید سے ہے جسے قرآن یاد ہے اس کا دل آباد ہے ورنہ ویرانہ و برباد۔

اور فرماتے ہیں:

یا اھل القرأن لا توسدوا القرأن واتلوہ حق تلاوتہ من اٰناء اللیل والنھار وافشوہ الحدیث۔ رواہ البیہقی[2] و الطبرانی۔

یعنی اے قرآن والو! قرآن کو تکیہ نہ بنالو کہ پڑھ کے یاد کرکے رکھ چھوڑا پھر نگاہ اٹھا کر نہ دیکھا بلکہ اسے پڑھتے رہو دن رات کی گھڑیوں میں جیسے اس کے پڑھنے کا حق ہے اور اسے افشا کرو کہ خود پڑھو لوگوں کو پڑھاؤ یا دکراؤ اس کے پڑھنے یاد کرنے کی ترغیب دو نہ یہ کہ جو پڑھے اور خدا اسے حفظ کی توفیق دے اس کو روکو اور منع کرو۔ (بیہقی اور طبرانی نے اس کو روایت کیا ہے)

اس سے زیادہ نادان کون ہے جسے خدا ایسی ہمت بخشے اور وہ اسے اپنے ہاتھ سے کھوئے اگر قدر اس کی جانتا اور جو ثواب اور درجات اس پر موعود ہیں ان سے واقف ہوتا تو اسے جان و دل سے زیادہ عزیز رکھتا زید نادان کو اپنے سوء حافظہ یا کسی اور سبب سے حفظ قرآن میں وقت ہو یا متشابہ زیادہ واقع ہوں تو اُسے قرآن کا قصور سمجھتا ہے اور اس کے حفظ کو معاذ اللہ بیکار و بے ثمر ٹھہراتا ہے یہ وسوسہ شیطان کا ہے کہ اس کے دل میں ڈالتا تاکہ اُسے ایسی نعمت عظمٰی سے محروم رکھے اور راہِ راست سے پھیر کر گمراہوں کے گروہ میں داخل کرے تو وہ یہ نہیں جانتا کہ جسے قرآن مجید میں زیادہ وقت و مشقت پڑتی ہے اس کا اجر اللہ کے نزدیک دونا ہے۔ رسول اللہ

---

[1] جامع الترمذی ابواب فضائل القرآن امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۱۵

[2] کنز العمال بحوالہ طب، حب حدیث ۲۸۰۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۶۱۱

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الماھر بالقرآن مع السفرۃ الکرام البررۃ رواہ البخاری[1] ومسلم۔

یعنی جو شخص قرآن مجید میں مہارت رکھتا ہے وہ نیکوکار اور بزرگوں اور وحی وکتابت یا لوح محفوظ کے لکھنے والوں یعنی انبیاء وملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہے، اور جو قرآن کو بزور پڑھتا ہے اور وہ اس پر شاق ہے اس کے لئے دو اجر ہیں (بخاری ومسلم نے اس کو روایت کیا۔ ت)

انجام اس وسوسہ ابلیس وفساد باطنی کا یہ ہے کہ وہ قرآن مجید بھول جائے اور ان وعیدوں کا مستحق ہو جو اس باب میں وارد ہوئیں، اللہ جل جلالہ فرماتا ہے:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ[2] الاٰیۃ۔

جو میرے ذکر یعنی قرآن سے منہ پھیرے گا سو اس کے لئے تنگ عیش ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے کہے گا اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا اور میں تو تھا انکھیارا، اللہ تعالیٰ فرمائیگا یونہیں آئی تھیں تیرے پاس ہماری آیتیں سو تو نے انہیں بھلا دیا اور ایسے ہی آج تو بھلا دیا جائے گا کہ کوئی تیری خبر نہ لے گا۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مامن امرء یقرء القرآن ثم ینسٰہ الحدیث، رواہ ابوداؤد[3] والدارمی۔

یعنی جو شخص قرآن پڑھ کر بھول جائے گا قیامت کو خدا کے پاس کوڑھی ہو کر رہے گا۔ (ابوداؤد و دارمی نے اس کو روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں:

عرضت علیّ ذنوب امتی الحدیث، رواہ الترمذی[4]۔

حاصل یہ کہ میری اُمّت کے گناہ میرے حضور پیش کئے گئے تو میں نے گناہ اس سے بڑا نہ دیکھا کہ کسی شخص کو قرآن کی ایک سورۃ یا ایک آیت یاد ہو پھر وہ اُسے بھلا دے۔ (اس کو ترمذی نے روایت کیا۔ ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الماھر بالقرآن ۲/ ۲۶-۱۱۲۵
صحیح مسلم کتاب فضائل القرآن باب فضیلۃ حافظ قرآن قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۶۹
[2] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۲۴
[3] سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب التشدید فی من حفظ القرآن آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۰۷
سنن الدارمی کتاب فضائل القرآن حدیث ۳۳۴۳ نشر السنۃ ملتان ۲/ ۳۱۵
[4] جامع الترمذی ابواب فضائل القرآن باب من فضائل القرآن امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۱۵

زید پر لازم کہ اس قسم کی خرافات اور گستاخیوں سے باز آئے اور خلاف حکم اللہ اور اللہ کے رسول کے لوگوں کو حفظ کلام اللہ سے نہ روکے بلکہ ترغیب دے اور جہاں تک ہو سکے اُس کے پڑھانے اور حفظ کرانے اور خود یاد رکھنے میں کوشش کرے تاکہ وہ ثواب جو اس پر موعود ہیں حاصل ہوں اور روزِ قیامت اندھا کوڑھی ہو کر اُٹھنے سے نجات پائے،

واللہ الھادی الی سبیل الرشاد ومن یضلل اللہ فمالہ من ھاد۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم وحکمہ احکم۔

اللہ تعالٰی سیدھا راستہ دکھانے والا ہے اور جسے وہ گمراہ کردے اُسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔ اور اللہ تعالٰی سب سے زیادہ علم رکھتا ہے اس کا علم بڑا کامل اور اس کا فیصلہ بڑا محکم ہوتا ہے (ت)

مسئلہ ۲۳۳: از موضع اٹنگہ چاندپور پرگنہ نواب گنج مرسلہ سید حافظ وحید الدین صاحب ۱۴ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں، ایک موضع میں دو قسم کے فریق ہیں، ایک کی اولاد دین کے مدرسہ میں علمِ دین مثل حفظِ قرآن شریف و ناظرہ وضروریاتِ دین و دُنیوی جوکہ ضروری ہیں بہت زمانہ سے سیکھتے ہیں اور تعلیم پاتے ہیں اور اُن کے والدین کوشش اُن کے میں مصروف ہیں، اور دوسرے فریق نے عرضی دے کر مدرسہ سرکاری کروایا ہے وہ اس کی تائید اور کارروائی میں مصروف ہیں، ہر دو مدرسین کا کیا حکم ہے اور ہر دو فریقین اور طالب علموں کے لئے کیا حکم شرع ہے؟ اور کون سے علوم ہیں کہ ان کی فرضیت کا حکم ہے یا اس میں مسلمانوں کو اپنی طبیعت کا اختیار ہے جو علم چاہیں پڑھیں پڑھائیں، ثواب و عقاب سے اس کے لئے آگاہ فرمائیے گا۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

علمِ دین سیکھنا اس قدر کہ مذہبِ حق سے آگاہ ہو، وضو، غسل، نماز، روزے وغیرہا ضروریات کے احکام سے مطلع ہو۔ تاجر تجارت، مزارع زراعت، اجیر اجارے، غرض ہر شخص جس حالت میں ہے اس کے متعلق احکامِ شریعت سے واقف ہو فرضِ عین ہے جب تک یہ حاصل کرے جغرافیہ تاریخ وغیرہ میں وقت ضائع کرنا جائز نہیں۔ حدیث میں ہے:

طلب العلم فریضۃ علٰی کل مسلم ومسلمۃ۔[1]

ہر مسلمان مرد عورت پر علم کی تلاش فرض ہے۔ (ت)

---

[1] فواتح الرحموت بذیل المستصفی المقالۃ الثانیہ الباب الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/ ۶۳

جو فرض چھوڑ کر نفل میں مشغول ہو حدیثوں میں اس کی سخت برائی آئی اور اس کا وہ نیک کام مردود قرار پایا کما بیّناہ فی الزکوٰۃ من فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے فتاوٰی کی بحث زکوٰۃ میں تفصیلاً بیان کردیا ہے۔ ت) نہ کہ فرض چھوڑ کر فضولیات میں وقت گنوانا، غرض یہ علوم ضروریہ تو ضرور مقدم ہیں اور ان سے غافل ہو کر ریاضی، ہندسہ، طبعیات، فلسفہ یا دیگر خرافات فلسفہ پڑھنے پڑھانے میں مشغولی بلاشبہہ متعلم و مدرس دونوں کے لئے حرام ہے اور ان ضروریات سے فراغ کے بعد پورا علم دین فقہ حدیث تفسیر عربی زبان اُس کی صرف نحو معانی بیان، لغت، ادب وغیرہا آلات علوم دینیہ بطور آلات سیکھنا سکھانا فرض کفایہ ہے، اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین[1]۔ پھر ایسا نہ ہوا کہ ان کے گروہ میں سے ایک جماعت نکلتی تاکہ لوگ دین کی سمجھ حاصل کرتے (ت)

یہی علوم علم دین ہیں اور انھیں کے پڑھنے پڑھانے میں ثواب اور ان کے سوا کوئی فن یا زبان کچھ کارِ ثواب نہیں، ہاں جو شخص ضروریات دین مذکورہ سے فراغت پاکر اقلیدس، حساب، مساحت، جغرافیہ وغیرہا وہ فنون پڑھے جن میں کوئی امر مخالف شرعی نہیں تو ایک مباح کام ہوگا جبکہ اس کے سبب کسی واجب شرعی میں خلل نہ پڑے ورنہ

مبادا دل آں فرومایہ شاد از بہر دنیا دہد دیں بباد

(اللہ کرے اس کمینے کا دل کبھی خوش نہ ہو جس نے دنیا کے لئے دین برباد کیا۔ ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۰: از محمد گنج ضلع بریلی مرسلہ عبدالقادر خاں رامپوری ۲۲ صفر مظفر ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص کسی عالم یا مولوی یا حافظ کو بلاوجہ اور بلاقصور بدنام کرے اور آپ لوگوں کے روبرو ناخواندہ آدمی اچھا بنے اور اپنی عقل کے رُوبرو عالم کو جاہل اور ذلیل سمجھنا اور عالم کی حقارت کرنا لوگوں کی جماعت میں بیٹھ کر اور اپنے آپ کو بہت ذی مرتبہ خیال کرنا، اور عالم وغیرہ سب کو بُرا کلمہ کہنا غرضکہ ہر شخص کو بُرا کہنا اور ہر شخص پر اعتراض کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۲۲

الجواب

سخت حرام سخت گناہ اشد کبیرہ۔ عالمِ دین سُنّی صحیح العقیدہ کہ لوگوں کو حق کی طرف بلائے اور حق بات بتائے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نائب ہے اس کی تحقیر معاذ اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جناب میں گستاخی موجبِ لعنتِ الٰہی وعذابِ الیم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثة لا یستخف بحقهم الا منافق بیّن النفاق ذو الشیبة فی الاسلام و ذو العلم والامام المقسط۔ رواه ابو الشیخ فی کتاب التوبیخ عن جابر بن عبد الله و الطبرانی[1] فی الکبیر عن ابی امامة رضی الله تعالٰی عنهم۔

تین شخصوں کے حق کو ہلکا نہ جانے گا مگر منافق کھلا منافق، ایک وہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا، دوسرا علم والا، تیسرا بادشاہ اسلام عادل (اسکو ابو الشیخ نے کتاب التوبیخ میں جابر بن عبداللہ سے اور طبرانی نے کبیر میں ابی امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ ت)

اور بلا وجہ شرعی کسی سنی المذہب کو بُرا کہنا یا اُس کی تحقیر کرنا جائز نہیں کہ اس میں مسلمان کی ناحق ایذا ہے اور مسلمان کی ناحق ایذا خدا اور رسول کی ایذا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

www.alahazratnetwork.org

من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی الله۔ رواه الطبرانی[2] فی الاوسط عن انس رضی الله تعالٰی عنه بسند حسن۔

جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی (امام طبرانی نے اس کو الاوسط میں حضرت انس کے حوالہ سے بسندِ حسن روایت کیا ہے۔ ت)

ہر ایک کو بُرا وہی کہے گا جو خود نہایت بُرا اور بدتر ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس المؤمن بالطعان ولا اللعان ولا الفاحش ولا البذی، رواه

مسلمان نہیں ہے ہر ایک پر منہ آنے والا اور نہ بکثرت لوگوں پر لعنت کرنے والا اور نہ بے حیائی

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ فی التوبیخ حدیث ۴۳۸۱۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۳۲
المعجم الکبیر حدیث ۷۸۱۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/ ۲۳۸
[2] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/ ۳۷۳

الائمة احمد والبخاری فی الادب المفرد والترمذی[1] وابن حبان والحاکم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ قال الترمذی حسن۔

کے کام کرنے والا اور نہ فحش بکنے والا۔ (ائمہ کرام مثلاً امام احمد، امام بخاری نے الادب المفرد میں، ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے اس کو حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت کیا (اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو) امام ترمذی نے فرمایا حدیث حسن ہے۔ ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لایبغی علی الناس الا ولد بغی والامن فیہ عرق منہ[2]۔ رواہ الطبرانی عن ابی موسٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

لوگوں پر ظلم و تعدی نہ کرے گا مگر حرامی یا وہ جس میں کوئی رگ ولادت زنا کی ہے (امام طبرانی نے اس کو المعجم الکبیر میں حضرت ابوموسٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسندِ حسن روایت کیا ہے۔ ت)

رہا اپنے آپ کو بہتر سمجھنا تکبر ہے اس کے لئے یہی آیت کافی ہے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے،

الیس فی جھنم مثوی المتکبرین[3]۔

کیا نہیں ہے دوزخ میں ٹھکانا تکبر کرنیوالوں کا، یعنی ضرور ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔

والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۰: از درہ تحصیل کچھا ضلع نینی تال مرسلہ عبدالعزیز خاں ۲۲ رجب ۱۳۱۵ھ

جس عبارت میں کہ صرف لفظ مکروہ ہو تو اس سے کیا ارادہ لیا جائے گا تحریم یا تنزیہہ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ہمارے علمائے کرام کے کلام میں غالباً کراہت مطلقہ سے مراد کراہت تحریم ہوتی ہے مگر

---

[1] المستدرک کتاب الایمان دارالفکر بیروت ۱/۱۲
جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی اللعنۃ امین کمپنی دہلی ۲/۱۹

[2] مجمع الزوائد باب فی عمال السوء ۵/۲۳۳ و باب فی اولاد الزنا ۶/۲۵۸
کنز العمال بحوالہ طب عن ابی موسٰی حدیث ۱۳۰۹۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۵/۳۳۳

[3] القرآن الکریم ۳۹/۶۰

کلیۃً نہیں بہت جگہ عام مراد لیتے ہیں کما فی مکروھات الصلوٰۃ (جیسا کہ نماز کی بحثِ مکروہات میں مذکور ہے۔ت) بہت جگہ خاص کراہت تنزیہی،

کما لایخفی علی من تتبع کلامھم وقد بینّہ فی البحر الرائق و رد المحتار وذکرناہ فی کتاب الصلوٰۃ من فتاوٰنا، واللہ تعالٰی اعلم۔

جیسا کہ اس شخص پر پوشیدہ نہیں کہ جس نے ان کے کلام کو تلاش کیا (چھان بین کی) چنانچہ اس کو بحر الرائق اور رد المحتار میں وضاحت سے بیان فرمایا گیا ہے اور میں نے اس کو اپنے فتاوی کی بحثِ صلوٰۃ میں ذکر کیا ہے اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔(ت)

مسئلہ از کلکتہ دھرم تلہ اسٹریٹ مسجد ٹیپو سلطان مرسلہ حافظ محمد عظیم صاحب ۲۴ شعبان ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص عالم اور حافظ ہو کر اپنے لڑکے کو علم انگریزی تعلیم دلوائے اور دینی علم سے محروم رکھے اور اپنی لڑکیوں کے عقد غیر شرع سے کرے آیا حشر کے دن اس سے باز پرس ہوگی یا نہیں؟

www.alahazratnetwork.org

الجواب

ضرور باز پرس کا محل ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے،

یایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا[1]۔

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آتشِ دوزخ سے بچاؤ۔(ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ[2]۔

تم میں سے ہر ایک چرواہا (نگہبان) ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت (زیردست) کے بارے میں باز پرس ہوگی (ت)

نیز فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: الدین النصح لکل مسلم[3] (دین اسلام ہر مسلمان کے لئے خیر خواہی کرنا ہے۔ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۶/۶ [2] کنز العمال حدیث ۱۴۷۰۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۳۰
[3] صحیح البخاری کتاب الایمان باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الدین النصیحۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳
صحیح مسلم باب بیان ان الدین النصیحۃ " " " ۱/ ۵۴

مسئلہ ۳۰: مسئولہ مولوی خلیل احمد خاں پشاوری ۱۹ شوال المکرم ۱۳۱۵ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ایں مسئلہ کہ معلم کودکاں را زدن علی الاطلاق مباح ست یا اجرت وغیر اجرت شرط ست۔ بیّنوا توجروا۔

(علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ استاد اپنے شاگرد بچوں کو بغیر کسی قید وشرط کے بدنی سزا دے سکتا ہے یا نہیں؟ کیا بچوں کو اجرت لے کر پڑھانے یا بلا اجرت پڑھانے والے کے لئے الگ الگ ضابطہ ہے۔ بیان فرمائیے اجرت پائیے)

الجواب

زدن معلم کودکاں را وقت حاجت بقدر حاجت محض بغرض تنبیہ واصلاح ونصیحت بے تفرقہ اجرت وعدم اجرت رواست امابایدکہ بدست زنند نہ بچوب ودرکرتے برسہ بار نیفزایند فی رد المحتار لایجوز ضرب ولد الحر بامر ابیہ اما المعلم فلہ ضربہ لمصلحۃ التعلیم وقیدہ الطرسوسی بان یکون بغیر اٰلۃ جارحۃ وبان لایزید علی ثلث ضربات، وردہ الناظم بانہ لاوجہ لہ ویحتاج الی نقل واقرہ الشارح قال الشرنبلالی والنقل فی کتاب الصلوۃ یضرب الصغیر بالید لابالخشبۃ ولایزید علی ثلث ضربات[1] اھ بتلخیص

ضرورت پیش آنے پر بقدر حاجت تنبیہ، اصلاح اور نصیحت کے لئے بلا تفریق اجرت وعدم اجرت استاد کا بدنی سزا دینا اور سرزنش سے کام لینا جائز ہے مگر یہ سزا لکڑی ڈنڈے وغیرہ سے نہیں بلکہ ہاتھ سے ہونی چاہئے اور ایک وقت میں تین ضربے سے زائد پٹائی نہ ہونے پائے۔ چنانچہ فتاوٰی شامی میں ہے کہ کسی آزاد بچے کو اس کے والد کے حکم سے مارنا جائز نہیں لیکن استاد تعلیمی مصلحت کے تحت پٹائی کرسکتا ہے۔ امام طرسوسی نے یہ قید لگائی ہے کہ مار پیٹ زخمی کردینے والی نہ ہو اور تین ضربوں سے زائد بھی نہ ہو، لیکن ناظم نے اس قید کو رد کردیا کہ اس کی کوئی وجہ نہیں لہذا نقل کی ضرورت ہے اور شارح نے اس کو برقرار رکھا۔ علامہ شرنبلالی نے فرمایا نقل کتاب الصلوۃ میں ہے کہ چھوٹے بچے کو ہاتھ سے سزا دی جائے نہ کہ لاٹھی سے اور تین ضربوں سے تجاوز بھی نہ ہونے پائے اھ تلخیص

www.alahazratnetwork.org

[1] رد المحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۶۶

در جامع الصغار استروشنی است ذکر والدی رحمہ اللہ تعالٰی من صلوٰۃ الملتقط اذا بلغ الصبی عشر سنین یضرب لاجل الصلوٰۃ بالید لا بالخشب ولا یجاوز الثلث وکذا المعلم لیس لہ ان یجاوز الثلث قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لمرداس المعلم ایاك ان تضرب فوق الثلث فانك اذا ضربت فوق الثلث اقتص اللہ منك[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جامع صغار استروشنی میں ہے: میرے والد رحمہ اللہ تعالٰی نے بحث صلوٰۃ ملتقط میں ذکر فرمایا کہ جب بچے کی عمر دس سال ہوجائے تو نمازی بنانے کے لئے اسے ہاتھ سے سزا دی جائے لاٹھی سے نہیں اور تین مرتبہ سے تجاوز بھی نہ کیا جائے، یونہی استاد کے لئے روا نہیں کہ تین مرتبہ سے تجاوز کرے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدرسہ کے استاذ مرداس سے فرمایا: تین مرتبہ سے زائد ضربیں لگانے سے پرہیز کرو کیونکہ اگر تم نے تین مرتبہ سے زیادہ سزا دی تو اللہ تعالٰی قیامت کے دن تم سے بدلہ لیگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۰۹: از مارہرہ ضلع ایٹہ سرکار کلاں مرسلہ حضرت شاہ مہدی حسن میاں صاحب ۳ ربیع الاول ۱۳۱۶ھ

www.alahazratnetwork.org

عالی جناب مولٰنا صاحب زید مجدکم! اپنا شرعی خیال عورات کے لکھنے کی نسبت ظاہر فرمایئے یہاں عرصہ سے یہ امر معرض بحث میں ہے۔

الجواب

حضور! عورتوں کو لکھنا سکھانا شرعاً ممنوع وسنّتِ نصارٰی وفتحِ بابِ ہزاراں فتنہ اور مستان سرشار کے ہاتھ میں تلوار دینا ہے جس کے مفاسد شدیدہ پر تجارب جدیدہ شاہد عدل ہیں، متعدد حدیثیں اس ممانعت میں وارد ہیں جن کی بعض کی سند عند التحقیق خود قوی ہے اور اصل متن حدیث کے معروف ومحفوظ ہونے کا امام بیہقی نے افادہ فرمایا اور پھر تعدّدِ طرق دوسری قوت ہے اور عملِ امت وقبولِ علماء تیسری قوت اور محلِ احتیاط وسدِّ فتنہ، چوتھی قوت تو حدیث لااقل حسن ہے اور ممانعت میں اس کا نص صریح ہونا خود روشن ہے بخلاف حدیث شفا بنت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کہ حضور نے فرمایا کیا حفصہ کو غلہ کا منتر نہ سکھائے گی جیسے اُسے لکھنا سکھایا۔ اجازت میں اصلاً کوئی حدیث صریح نہیں۔

---

[1] احکام الصغار مسائل الصلوٰۃ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۱۶

احادیثِ ممانعت یہ ہیں:

حدیث اوّل: ابن حبان بطریق یحیٰی بن زکریا بن یزید دقاق، اور بیہقی شعب الایمان میں بطریق مطیر حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی:

قالا حدثنا محمد بن ابراهیم ابو عبد الله الشامی حدثنا شعیب بن اسحٰق الدمشقی عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة رضی الله تعالٰی عنها قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم لا تسکنوهن الغرف ولا تعلموهن الکتابة وعلموهن المغزل وسورة النور[1]

(دونوں (محدث ابن حبان اور امام بیہقی) نے فرمایا ہم سے محمد بن ابراہیم ابو عبداللہ شامی نے بیان کیا (انھوں نے کہا) ہم سے شعیب ابن اسحٰق دمشقی نے بیان کیا اس نے ہشام بن عروہ سے، اس نے اپنے باپ عروہ سے، اس نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ سے روایت فرمائی، مائی صاحبہ نے فرمایا۔ ت) یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کو بالاخانوں پر نہ رکھو اور انھیں لکھنا نہ سکھاؤ اور کاتنا اور سورۂ نور تعلیم کرو۔

یہی حدیث حاکم نے صحیح مستدرک میں اسی طریق سے اور بیہقی نے شعب میں بطریق محمد بن محمد بن سلیمٰن روایت کی:

قال حدثنا عبد الوهاب الضحاك ثنا شعیب بن اسحٰق الحدیث[2] سندا ومتنا۔

اس (محمد بن محمد بن سلیمان) نے کہا ہم سے عبدالوہاب ضحاک نے بیان کیا (اس نے کہا) ہم سے شعیب بن اسحاق نے بیان کیا یعنی حدیث سند اور متن کے لحاظ سے بیان فرمائی۔ (ت)

حاکم نے کہا صحیح الاسناد[3] اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ اس پر حافظ ابن حجر نے اطراف میں کہا:

۱؎ اللآلی المصنوعة بحوالہ ابن حبان کتاب النکاح دار المعرفۃ بیروت ۲/۱۶۸
۲؎ المستدرک للحاکم کتاب التفسیر النہی عن تعلیم الکتابۃ للنساء دار الفکر 〃 ۲/۳۹۶
۳؎ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

۲۳ بل عبد الوھاب متروک[1] اھ اقول لان القول فیہ ابن عدی فقال بعض حدیثہ لایتابع علیہ وھذا صادق علی کثیر من رجال الصحیحین۔

بلکہ عبدالوہاب (راوی حدیث) متروک ہے اھ (یعنی محدثین نے اسے نظرانداز کیا ہے۔ مترجم) میں کہتا ہوں کہ محدث ابن عدی نے اس کے متعلق کمزور بات کی ہے کہ اس کی بعض حدیثوں کی متابعت نہیں کی جاتی یہ قول تو بخاری ومسلم کے بہت سے رجال (رواۃ) پر بھی صادق آتا ہے۔ (ت)

بیہقی نے بطریق اول روایت کرکے کہا ھذا الاسناد منکر[2] یہ حدیث اس سند سے منکر وغیر معروف ہے۔ خاتم الحفاظ سیوطی نے لآلی میں فرمایا: افاد انہ بغیر ھذا الاسناد لیس بمنکر[3] یعنی بیہقی نے افادہ کیا کہ حدیث اور سند سے منکر نہیں معروف ومحفوظ ہے **اقول** وستسمع انہ بنفس السند غیر منکر (میں کہتا ہوں عنقریب تو سن لے گا کہ حدیث نفسِ سند کے اعتبار سے منکر نہیں۔ ت)

حدیث دوم: امام ترمذی محمد بن علی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

www.alahazratnetwork.org

لاتسکنوا نساءکم الغرف ولا تعلموھن الکتاب[4]

اپنی عورتوں کو بالاخانوں پر نہ بساؤ اور انہیں لکھنا نہ سکھاؤ۔

یہ حدیث امام ابن حجر مکی نے فتاوٰی حدیثیہ میں استناداً ذکر کی۔

حدیث سوم: ابن عدی کامل میں اور ابن حبان بسند معتمد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قالا حدثنا جعفر بن سہل ثنا جعفر بن نصر ثنا حفص بن غیاث عن لیث عن

(دونوں (یعنی ابن عدی اور ابن حبان) نے جعفر بن سہل سے (اس نے کہا) جعفر بن نصر نے ہم سے بیان کیا (اس نے کہا) حفص بن

---

[1] اللآلی المصنوعۃ بحوالہ الحافظ ابن حجر کتاب النکاح دار المعرفۃ بیروت ۲/۱۶۸

[2] " " البیہقی فی شعب الایمان " " " " ۲/۱۶۸

[3] " " " " " " " " " " " "

[4] نوادر الاصول للترمذی الاصل الخامس والعشرون والمأتان فی النہی الخ دار صادر بیروت ص ۲۷۱-۲۷۰

مجاھد عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتعلموا نساءکم الکتابۃ ولاتسکنوھن العلالی۔[1]

غیاث نے ہم سے بیان کیا اس نے لیث، اس نے مجاہد، اس نے عبداللہ ابن عباس سے اور انھوں نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت فرمائی ہے۔ (ت) یعنی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی عورتوں کو لکھنا نہ سکھاؤ اور بالا منزلوں پر نہ بساؤ۔

یہ حدیث تخریج ابن عدی امام حافظ سیوطی نے الاجرالجزل فی الغزل میں ذکر کی۔

وقال ابن الجوزی لایصح، جعفر بن نصر حدث عن الثقات بالبواطیل اھ[2] وقال الحافظ ابن حجر فی الاطراف بعد ذکر الحدیث الاول وقد روی من طریق حفص القاری عن لیث عن مجاھد عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما اھ[3]

حافظ ابن جوزی نے کہا حدیث مذکور صحیح نہیں اس لئے کہ جعفر بن نصر ثقہ راویوں سے باطل روایات نقل کرتا ہے اھ۔ حافظ ابن حجر نے "الاطراف" میں پہلی حدیث ذکر کرنے کے بعد فرمایا: حفص قاری، لیث، مجاہد اور ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے حدیث روایت کی گئی اھ۔

اقول الظاھر ان ھذہ متابعۃ لحفص بن غیاث فان حفصا القاری امام القراءۃ حفص بن سلیمٰن ابی داؤد وھذا مصرح بہ عند مخرجیہ، حفص بن غیاث، وھو امام فی الحدیث ثقۃ فقیہ من رجال الستۃ، ولیث صدوق من رجال مسلم والاربعۃ والبخاری فی

اقول (میں کہتا ہوں) ظاہر ہے کہ یہ حفص بن غیاث کی متابعت ہے کیونکہ حفص قاری، حفص بن سلیمان ابوداؤد قرأت کے امام ہیں، تخریج کرنیوالوں کے نزدیک اس کی تصریح پائی گئی۔ حفص بن غیاث حدیث کے امام، ثقہ، فقیہ اور حدیث کی چھ کتابوں کے رواۃ میں سے ہیں۔ لیث صدوق (سچا) ہے مسلم اور چار دیگر کتابوں (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) کے

۱؎ الکامل لابن عدی ترجمہ جعفر بن نصر دارالفکر بیروت ۲/ ۵۷۵
اللآلی المصنوعۃ بحوالہ ابن حبان کتاب النکاح دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۱۶۸
۲؎ " " " " " " " "
۳؎ " " بحوالہ ابن حجر " " " "

التعليقات، غيرانه اختلط بأخره 42
لكن لم يسقط به حديثه
فقد قال الجمهور هو ممن
يكتب حديثه ذكره النووي[1] في
شرح صحيح مسلم، و قال
مسلم في مقدمة صحيحه
اسم الستر والصدق و
تعاطي العلم يشمله[2] وقد حسن
له الترمذي حديثه في
الحمام، ونقل عن البخاري
انه صدوق وربما يهم في الشئ
فاذا روى عنه حفص القاري
خرج جعفر بن نصر، والصواب
عندنا في الامام الجليل
حفص القاري تثبته،
فقد قال وكيع انه ثقة، و
قال الذهبي هو في نفسه
صادق، واختلف فيه عن احمد
فروى حنبل بن اسحٰق
عنه ما به بأس،
وروى عنه اخرى، متروك الحديث
هكذا روى ابن ابي حاتم

رجال میں سے ہیں اور تعلیقات بخاری کے رواۃ
میں سے ہیں البتہ زندگی کے آخری حصے میں انھیں
اختلاط ہوگیا تھا لیکن اس وجہ سے انکی حدیث
ساقط نہیں قرار پائی۔ جمہور کا کہنا یہ ہے کہ
یہ ان لوگوں میں شمار ہے جنکی حدیث کو لکھا جاتا ہے،
امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں بیان فرمایا
امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں فرمایا: ستر،
صدق اور اخذ علم کا نام اس کو شامل ہے۔
امام ترمذی نے "حدیث حمام" میں اس کی تحسین
فرمائی، اور امام بخاری سے نقل کیا گیا کہ وہ صدوق
ہے البتہ کبھی کبھار بعض چیزوں میں وہ وہم کا
شکار ہوجاتا ہے جب اس سے حفص قاری
نے روایت کیا تو جعفر بن نصر درمیان سے خارج
ہوگیا، اور ہمارے نزدیک جلیل القدر امام
حفص قاری کی توثیق صواب (درست) ہے،
چنانچہ وکیع بن جراح نے فرمایا کہ وہ ثقہ ہے، اور
علامہ ذہبی نے فرمایا وہ فی نفسہ صادق ہے،
امام احمد سے اس کے بارے میں اختلاف نقل
کیا گیا ہے چنانچہ حنبل بن اسحٰق نے امام احمد
سے یہ روایت کی کہ مابہ بأس یعنی اس
میں کوئی حرج نہیں، اور ان سے دوسری روایت
نقل کی گئی کہ وہ متروک الحدیث ہے، ابن ابی حاتم

www.alahazratnetwork.org

---

[1] شرح صحیح مسلم للنووی مقدمۃ الکتاب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴
[2] صحیح مسلم " " " " ۱/۴

عن عبد الله بن احمد عن ابیه
وروی ابوعلی بن الصواف عن
عبد الله عن ابیه صالح، ولیس
فیه لامام معتمد جرح مفسر
قادح یسقط حدیثه، وابن خراش
لیس هناك، قال ابوزرعة كان
رافضیا خرج مثالب الشیخین
اقول قال عبدان وحمل
ابن خراش الی بندار
عندنا عبدان وضع جزأین
صنفهما فی مثالب الشیخین
فاجازه بالفی درهم
قال الذهبی هذا والله الشیخ
المعثر الذی ضل سعیه
فما انتفع بعلمه فلا عتب علی
حمیر الرافضة، قال ابوبكر بن
حمدان المروزی سمعت
ابن خراش یقول شربت بولی فی
هذا الشان خمس مرات[1] اھ
وكان جریئا علی تكذیب
الثقات وهذا احمد بن الفرات الامام الحافظ
الثقة الفقیه الحجة الذی اطبقوا علی توثیقه و
لم یات فیه عن احد من الائمة تلیین ولا بعض تلیین

نے بواسطہ عبداللہ بن احمد اپنے والد کے حوالے سے
اسی طرح روایت کی۔ ابوعلی بن صواف نے عبداللہ
عن ابیہ کے حوالے سے روایت کی کہ وہ صالح
ہے اس کے حق میں کسی مستند امام کی قادح جرح
نہیں جو اس کی حدیث کو ساقط کردے۔ رہا
ابن خراش کا معاملہ تو وہ اس طرح کا نہیں چنانچہ
ابوزرعہ نے فرمایا کہ وہ رافضی تھا، اس نے مطاعن
وعیوب شیخین (حضرات صدیق اکبر و فاروق اعظم
رضی اللہ تعالٰی عنہما) کی تخریج کی۔ **اقول** (میں
کہتا ہوں) عبدان نے کہا ابن خراش بندار کے
پاس ہمارے نزدیک دو ایسے اجزاء اٹھا کے
جو کہ مطاعن شیخین میں اس نے تصنیف کئے اور
دو ہزار درہم انعام پایا۔ علامہ ذہبی نے فرمایا
خدا کی قسم یہ بوڑھا کذاب بے ٹھکانا ہے جس کی سعی فضول
و لاحاصل کاموں میں ضائع ہوئی اس نے اپنے
علم سے فائدہ نہ اٹھایا لہذا رافضی گدھوں پر کوئی
عتاب نہیں۔ ابوبکر بن حمدان مروزی نے کہا میں نے
ابن خراش کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے پانچ مرتبہ
اس شان میں اپنا پیشاب پیا اھ وہ مستند
ومعتمد راویوں کو جھٹلانے پر دلیر تھا۔ یہ احمد بن فرات
امام، حافظ، ثقہ، فقیہ اور حجت تھا کہ جس کی
توثیق پر ائمہ کرام کا اتفاق ہے۔ ائمہ میں سے کسی
امام سے اس کی مکمل یا بعض نرمی (ڈھیلا پن)

www.alahazratnetwork.org

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۵۰۰۹ عبدالرحمٰن بن یوسف دارالمعرفۃ بیروت ۶۰۰/۲

ذكره ابن خراش فقال يكذب عمداً
قال الذهبي على ما في
تهذيب التهذيب أذى ابن خراش
نفسه[1]، وقال في الميزان بطل
قول ابن خراش[2]، ولاغرو وقد
اتهم مالك بن اوس الصحابي رضي الله
تعالى عنه بالكذب بروايته
حديث ما تركناه صدقة، لاجرم
ان ذكره الذهبي في طبقات الحفاظ
ثم اخذ يوجهه الى ان خاطبه بقوله
انت زنديق معاند للحق
فلا رضي الله عنك، ثم قال
مات ابن خراش الى غير
رحمة الله تعالى سنة ۲۸۳[3]، اما
الحديث الاول ففيه شعيب ومن
فوقه ائمة اجلاء لايسأل عنهم
وانما النظر في محمد
بن ابراهيم اقول ادخله
ابو نعيم في حلية الاولياء
وقد وصفه المزي والذهبي والعسقلاني
بالزاهد وهم يصفون به

مروی نہیں لیکن ابن خراش نے اس کا ذکر کیا کہ وہ
دانستہ جھوٹ بولتا تھا چنانچہ امام ذہبی نے
تہذیب التہذیب میں فرمایا ابن خراش نے ان کو
کو دکھ پہنچایا' اور المیزان میں فرمایا کہ ابن خراش
کا قول باطل ہے۔ اور کوئی تعجب کی بات نہیں
اس لئے کہ اس نے ما ترکناہ صدقۃ کی حدیث
روایت کرنے پر مالک بن اوس صحابی رسول پر
کذاب ہونے کی تہمت لگائی ہے۔ بلاشبہہ
علامہ ذہبی نے اسے "طبقات الحفاظ" میں ذکر
کیا ہے پھر رد کرتے ہوئے اس قول سے
مخاطب فرمایا کہ تو زندیق ہے یعنی بے دین ہے،
حق سے عناد رکھنے والا ہے، اللہ تعالیٰ تجھ سے
کبھی راضی نہ ہو۔ ابن خراش اللہ تعالیٰ کی رحمت
سے محروم ۲۸۳ھ میں رحلت کر گیا۔ جہاں تک پہلی
حدیث کا تعلق ہے تو اس میں شعیب اور اس سے
اوپر جلیل القدر ائمہ ہیں جن کے متعلق کوئی شبہہ یا
اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ محمد بن ابراہیم کے
بارے میں کچھ توقف پایا جاتا ہے۔ اقول (میں
کہتا ہوں کہ محدث ابو نعیم نے اسے حلیۃ الاولیاء میں
شمار کیا ہے۔ مزی، ذہبی اور عسقلانی نے لقب
"زاہد" سے اس کی توصیف کی ہے جبکہ اس

www.alahazratnetwork.org

---

[1] تہذیب التہذیب ترجمہ ۱۱۷ احمد بن الفرات دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۱/ ۶۷
[2] میزان الاعتدال ترجمہ احمد بن فرات ۵۱۴ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۲۸
[3] تذکرۃ الحفاظ ترجمہ ابن خراش عبد الرحمن بن یوسف دائرۃ المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن ۲/ ۲۳۰

الاولیاء کما عرف من محاوراتھم حتی اقتصر علیہ الذھبی فی وصف سید الاقطاب الغوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ، فھذا توثیق لہ وای توثیق وما للولی والکذب حاشاھم ولیس فیہ بعد ذٰلک جرح مفسر حتی قول الدارقطنی کذاب، وتحامل القوم علی الصوفیۃ الکرام و الحنفیۃ العظام معروف، و قال الامام النووی فی التقریب لایقبل الجرح الا مبین السبب[1] قال الامام السیوطی فی التدریب لان الناس مختلفون فی اسباب الجرح فیطلق احدھم الجرح بناء علی ما اعتقدہ جرحا ولیس بجرح فی نفس الامر، قال ابن الصلاح وھذا ظاھر مقرر فی الفقہ واصولہ وذکر الخطیب انہ مذھب الائمۃ من حفاظ الحدیث کالشیخین وغیرھما ثم ذکر امثلتہ الی ان قال قال الصیرفی وکذا اذا قالوا فلان کذاب لابد من بیانہ لان

لفظ کو وہ اولیاء اللہ کی تعریف و توصیف ہی کیلئے استعمال کرتے ہیں جیسا کہ ان کے محاوروں سے معلوم ہوتا ہے حتی کہ علامہ ذہبی نے سید الاقطاب حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے متعلق بھی یہی الفاظ استعمال کرنے پر اکتفا کیا ہے لہذا اس کی توثیق ہوگئی پس اس سے بڑھ کر اور کون سی توثیق ہوسکتی ہے، ولی اور جھوٹ کا باہم کیا جوڑ اور رابطہ ہے اور اللہ تعالٰی نے تو انھیں اس سے محفوظ رکھا اور اس کے بعد اس بارے میں کوئی مفصل جرح نہیں حتی کہ امام دارقطنی کا کذاب کہنا بھی اور صوفیائے کرام اور حنفیہ عظام پر لوگوں کا حملہ آور ہونا تو مشہور و معروف ہے امام نووی نے التقریب میں فرمایا واضح سبب کے بغیر جرح مقبول نہیں۔ امام سیوطی نے التہذیب میں فرمایا لوگ اسباب جرح میں مختلف ہیں چنانچہ ایک شخص اپنے اعتقاد کے مطابق کسی شے پر جرح کا اطلاق کرتا ہے حالانکہ فی الواقع وہ جرح نہیں ہوتی۔ ابن الصلاح نے کہا کہ یہی فقہ اور اصول فقہ میں ظاہر و مقرر ہے، اور خطیب نے ذکر کیا ہے کہ یہی مذہب ائمہ حفاظ حدیث جیسے بخاری مسلم اور ان کے علاوہ دیگر ائمہ کا ہے، پھر اسکے بعد مثالیں ذکر فرمائیں یہاں تک کہ فرمایا امام صیرفی نے کہا۔ اس طرح جب محدثین کہیں کہ فلاں کذاب (فلاں جھوٹا ہے) تو اس کا بیان کرنا

---

[1] تقریب النواوی مع تدریب الراوی النوع الثالث والعشرون قدیمی کتب خانہ کراچی ١/٢٥٨

الكذب يحتمل الغلط كقوله كذب ابومحمد[1] وكتبت عليه وكذلك قول ابن مسعود وحذيفة بن اليمان رضی الله تعالٰی عنهما فی دوران السماء كذب كعب، وقد شبه هشام بن عروة و مالك و اجلة علی محمد بن اسحٰق انه كذاب، و جافوا عليه ثم لم يذكروا الا ما لا يثبت به كذب ولا المرام به اصلا، ويرد لابن اسحٰق التوثيق لاجرم ان لم يعرج عليه الحافظ فی التقريب وانصرف محمد بن ابراهيم علی قوله، منكر الحديث وكذلك لم يزد البيهقی فی حديثه علی استنكاره بهذا السند، اقول والرجل اعنی محمد بن ابراهيم من المشائخين كما فی الميزان وغيره، الجمع السائح من شتات العلوم ما ليس

ضروری ہے کیونکہ کذب (جھوٹ) غلطی کا بھی احتمال رکھتا ہے (یعنی شاید اس کی مراد کذاب اور کذب سے غلطی ہو یعنی وہ بہت غلط گو ہے) جیسا کہ قائل کا کہنا کہ ابومحمد نے جھوٹ کہا اھ اور میں نے اس پر لکھا ہے یونہی ابن مسعود اور حذیفہ یمان رضی اللہ تعالٰی عنہما کا دوران آسمان کے متعلق کعب کے بارے میں فرمانا کذب کعب یعنی کعب نے غلط کہا اور یہ مطلب نہیں کہ اس نے جھوٹ کہا، چنانچہ ہشام بن عروہ، مالک اور دوسرے جلیل القدر لوگوں نے محمد بن اسحٰق کے کذاب ہونے پر شبہ کا اظہار فرمایا لیکن انھوں نے اس پر زیادتی کی۔ پھر انھوں نے ایسے امور ذکر کئے جن سے اس کا کذب ثابت نہیں ہوتا اور نہ اس سے کلیۃً مقصد حاصل ہوتا ہے۔ اور ابن اسحٰق کے لئے بلاشبہہ توثیق وارد ہوئی ہے اگرچہ حافظ نے التقریب میں اس کی موافقت نہیں کی۔ اور محمد بن ابراہیم کے بارے میں توقف اس کے اس قول سے کروہ منکر الحدیث ہے اور اسی طرح امام بیہقی نے اس سند سے اس کی حدیث میں صرف استنکار کا اضافہ کیا ہے۔ میں کہتا ہوں محمد بن ابراہیم مشائخ میں سے ہے جیسا کہ المیزان وغیرہ میں ہے وہ اس قدر جامع ہے کہ جو علوم دوسروں کے پاس نہیں وہ ان مختلف

---

[1] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی النوع الثالث والعشرون قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۸-۵۹

عند الآخرين، ومن عادتهم استنكار
ما لا يعرفون فيذكرون عندهم
ان مدار حديث على فلان
ثم سمعوا من يرويه عن
غيره انكروه فاذا تكرر ذلك
منه قالوا مثل الحديث و
ربما تعدوا الى الحكم بالكذب
وما هو الا القضاء بالنفي على
الاثبات، والصواب عليه والله
تعالى اعلم، لم يجتمع كل
العلم في احد بعد نبيه
صلى الله تعالى عليه وسلم
وهذا جهل لحفظ البخاري هو
وغيره من الحفاظ كان عندهم
ان حديث المؤمن ياكل في معا
واحد لم يروه عن ابي اسامة
غير ابي كريب، ورواه الترمذي
من اربعة فقال حدثنا به
ابي كريب وابو هشام وابو السائب
وحسين بن الاسود عن
ابي اسامة قال ثم سألته
محمود ابن غيلان عنه
فقال هذا حديث ابي كريب
فسألت البخاري فقال
لم نعرفه الا من حديث

علوم میں سیاحت کرنے والا ہے اور ان کی عادت
یہ ہے کہ جس چیز کو وہ نہ جانیں یا نہ پہچانیں تو اس
کا انکار کر دیتے ہیں۔ پھر وہ اپنے ہاں ذکر کرتے
ہیں کہ حدیث کا مدار "فلاں" پر ہے پھر جیسے ہی
یہ سنیں کہ راوی کسی دوسرے سے روایت کر رہا
ہے تو اس کا انکار کر دیتے ہیں اور پھر جب اس
سے یہ مکرر ہو تو کہتے ہیں مثل الحدیث (یعنی
یہ اس حدیث کی مثل ہے) اور بعض اوقات
جھوٹ اور قضا نفی علی الاثبات کی طرف تجاوز
کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے کہ
اس بارے میں ثواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ
تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام علوم کسی ایک
شخصیت میں جمع نہیں ہو سکتے یہی وہ بات ہے
جس کو امام بخاری وغیرہ حفاظ حدیث نہیں سمجھ
پائے، ان کے نزدیک یہ حدیث کہ "مومن ایک
آنت میں کھاتا ہے" کو ابو کریب کے بغیر
ابو اسامہ سے کسی اور نے روایت نہیں کیا حالانکہ
امام ترمذی نے اسے چار اشخاص سے روایت
کیا ہے چنانچہ امام ترمذی فرماتے ہیں ہم سے
ابو کریب، ابو ہشام، ابو السائب اور حسین
ابن اسود نے ابو اسامہ کے حوالے سے بیان
کیا۔ ترمذی کہتے ہیں پھر میں نے اس کے متعلق
محمود ابن غیلان سے پوچھا تو اس نے کہا یہ
ابو کریب کی حدیث ہے پھر میں نے امام بخاری
سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ ہم اس کو حدیث

www.alahazratnetwork.org

ابی کریب فقلت حدیث ابی کریب
ومن قبل ھذا اتی الامام الثقۃ الواقدی
فانہ روی حدیث ام المومنین
ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا
افعمیا وان انتما عن معمر عن
الزھری وما کان الحدیث عندھم
الاعن یونس عن الزھری
فقامت علیہ القیامۃ من کل
جانب حتی قال ذلک الجبل الشامخ
امام السنۃ احمد بن حنبل
رضی اللہ تعالٰی عنہ لم یزل
یدافع اللہ الواقدی حتی روی عن
معمر عن الزھری عن نبھان عن
ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا
افعمیا وان انتما فجاء بشیئ
لاحیلۃ فیہ الحدیث حدیث یونس
لم یروہ غیرہ[1] اھ فجعلہ ھو المفسد
لامر الواقدی وجعلہ داء لا دواء لہ
ولما اراد علی بن المدینی ان یسمع
من الواقدی کتب الیہ احمد
کیف تستحل ان تکتب عن رجل روی
عن معمر حدیث نبھان و
ھذا حدیث یونس

ابوکریب کے سوا نہیں پہچانتے۔ میں نے کہا حدیث
ابوکریب! اور یونہی امام ثقہ واقدی پر
بھی کچھ ہوا کیونکہ واقدی نے ام المؤمنین سیدہ
ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی ہے
جس کے بعض الفاظ یہ ہیں "کیا تم دونوں اندھی ہوگئی ہو"
انھوں نے یہ حدیث معمر سے بواسطہ زہری روایت کی ہے جبکہ
ان کے نزدیک یہ حدیث یونس سے بواسطہ زہری
مروی ہے، پھر اس لئے اس (یعنی واقدی) پر
ہر طرف سے قیامت قائم کی گئی یہاں تک کہ علم و عمل
کے کوہ گراں امام السنۃ احمد بن حنبل جیسی شخصیت
نے فرمایا کہ ہمیشہ اللہ تعالٰی واقدی کا دفاع کرتا رہا
یہاں تک کہ اس نے معمر بواسطہ زہری عن نبہان
کے طریق سے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے
یہ حدیث روایت کی کہ "کیا تم دونوں اندھی ہوگئی ہو"
گویا وہ ایسی شے لایا جس کے حل کی کوئی تدبیر نہیں
کیونکہ صرف یونس کی حدیث ہے اس کے سوا کسی
اور نے روایت نہیں کی اھ پھر یہی چیز واقدی کے
بگاڑ کا ذریعہ بن گئی۔ اور یہ بیماری ہے جس
کے لئے کوئی دوا نہیں۔ جب علی بن مدینی نے واقدی
سے کچھ سننے کا ارادہ کیا تو امام احمد نے انھیں لکھا
کہ یہ کیسے جائز ہوسکتا ہے کہ آپ ایسے شخص سے
حدیث لکھیں جو معمر سے "حدیث نبہان" روایت
کرتا ہے حالانکہ یہ حدیث یونس سے ہے جس میں

[1]

www.alahazratnetwork.org

تفرد به اھ[1] مع ان الحديث رواه عن
ابن شهاب ثلثة يونس كما عرفوا
ومعمر كما روى الواقدى وثالثهم
عقيل قال احمد بن منصور الرمادى
(وهو ثقة حافظ حجة) لما قدمت
مصر حدثنا ابن ابى مريم (ثقة ثبت
فقيه) انا نافع بن يزيد (ثقة
عابد) عن عقيل عن ابن شهاب
فذكر حديث بنهان قال
فلما فرغ منه ضحكت فقال
لم تضحك فاخبرته بقصة على
واحمد، قال وقال
ابن ابى مريم ان شيوخنا
المصريين لهم عناية
بحديث الزهرى قال
الرمادى وهذا الحديث
فيما ظلم فيه الواقدى بلى
ذكر محمد بن ابراهيم ابن حبان الذى
قال فيه الذهبى فى ترجمة عثمن
الطرائفى اما ابن حبان فانه
يقعقع كعادته[2] والكلام
فى الرجال لا يجوز الا لعدتام

وہ متفرد ہے اھ حالانکہ اس حدیث کو ابن شہاب
زہری سے تین افراد نے روایت کیا ہے (۱) یونس
جیسا کہ معروف ہے (۲) معمر جیسا کہ واقدی نے
روایت کی (۳) عقیل۔ چنانچہ احمد بن منصور رمادی
نے کہا وہ یعنی عقیل ثقہ حافظ اور حجت ہے۔ جب
میں مصر میں آیا تو ابن ابی مریم نے ہم سے بیان کیا
(یہ ثقہ، ثبت اور فقیہ ہے) ہمیں نافع بن یزید
نے بتایا (یہ بھی ثقہ اور عابد ہے) اس نے عقیل،
اس نے ابن شہاب زہری کے حوالے سے روایت
کی پھر اس نے حدیث بنہان بیان کی۔ راوی یعنی
احمد بن منصور رمادی نے کہا جب وہ اس کے ذکر
کرنے سے فارغ ہوا تو میں ہنس پڑا تو اس نے
کہا تم کیوں ہنسے؟ تو میں نے اسے علی بن مدینی
اور امام احمد کا واقعہ بتایا تو ابن ابی مریم نے کہا
ہمارے مصری شیوخ کے لئے حدیث زہری عنایت
ہے، رمادی نے کہا اس حدیث میں واقدی پر
ظلم کیا گیا ہاں ابن حبان نے محمد بن ابراہیم کا ذکر کیا ہے
ابن حبان وہی ہے جس کے بارے میں عثمان
طرائفی کے ترجمہ میں علامہ ذہبی نے فرمایا لیکن
ابن حبان تو وہ ویسے ہی کھٹ کھٹ کرتا ہے
جیسا کہ اس کی عادت ہے اور اسماء رجال میں
کلام کرنا جائز نہیں سوائے اس شخص کے جو مکمل

www.alahazratnetwork.org

---

[1]

[2] میزان الاعتدال ترجمہ ۵۵۳۲ عثمان بن ابراہیم دار المعرفۃ بیروت ۴۵/۳

المعرفة وتام الورع، وقال فی
ترجمة عبد العزیز بن ابی و قال
ابن حبان روی عن نافع عن ابن عمر
نسخة موضوعة[1] هکذا قال ابن حبان
بغیر بینة، وقال فی ترجمة محمد بن
الفضل شیخ البخاری، ابن حبان
الخساف المتهور[2] و قال فی ترجمة حجاج
بن ارطاة کذا قال ابن حبان هذا القول مجازفة[3]
فهذا قال فیه لاتحل الروایة عنه الا باعتبار
کان یضع الحدیث، **اقول**
ما اظهر الاکرامة من الله
تعالٰی لمحمد بن ابراهیم حیث
ناقض ابن حبان نفسه فی
نفس واحد فجعله وضاعا و
جعله ممن یکتب حدیثه و
یعتبر به، و سبحٰن الله
من وضاع یعتبر بحدیثه
وقد افحش القول هکذا
فی محمد بن علاقة
فقال کان یروی الموضوعات
عن الثقات لایحل ذکره

معرفت اور تام ورع رکھتا ہو عبد العزیز بن ابی کے
ترجمہ میں کہا ابن حبان نے کہا نافع سے بواسطہ
ابن عمر ایک موضوع نسخہ روایت کیا گیا ہے۔
ابن حبان نے یہ بغیر دلیل کے بیان کر دیا۔
علامہ ذہبی نے محمد بن فضل شیخ بخاری کے ترجمہ
میں کہا ابن حبان مشہور فضول گو ہے اور ذہبی نے
حجاج بن ارطاۃ کے ترجمہ میں کہا یوں ابن حبان
نے کہا، یہ قول تخمینی ہے۔ تو یہ ابن حبان، محمد بن ابراہیم
کے متعلق کہتا ہے کہ اس سے روایت کرنا
سوائے فہم و اعتبار کے حلال نہیں کیونکہ وہ حدیثیں
وضع کرتا ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) اس نے
اس کا اظہار نہیں کیا مگر یہ کہ اللہ تعالٰی کی طرف سے
محمد بن ابراہیم کی کرامت ہے کہ ابن حبان نے
نفس واحد میں اپنے آپ سے مناقضہ
اور مقابلہ کیا کہ اسے وضاع (حدیثیں گھڑنے والا)
بھی قرار دیا اور اسے ان لوگوں میں بھی شامل کیا
کہ جن کی حدیثیں لکھی جاتی ہیں اور ان پر اعتماد کیا جاتا
ہے۔ پاک ہے اللہ تعالٰی۔ کون ایسا وضاع ہوگا
جس کی حدیثوں پر اعتماد کیا جائے اور اسی طرح
ابن حبان نے فحش گوئی سے کام لیا کہ محمد بن علاقہ کے
بارے میں کہا کہ وہ مستند راویوں سے موضوعات

www.alahazratnetwork.org

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۵۱۰۱ عبد العزیز بن ابی دار المعرفۃ بیروت ۲/۶۲۸
[2] " " " ۸۰۵۷ محمد بن الفضل شیخ البخاری " " ۴/۸
[3] " " " ۱۴۲۶ حجاج بن ارطاۃ " " " " ۱/۴۶۰

الا علی جهة القدح فیه فاوله وان کان اهون مما قال فی محمد فاٰخره وهو الحکم اشد و قال وقال الحاکم یروی احادیث موضوعة ذاهب الحدیث، وقال الدارقطنی متروك و قال البخاری فی حدیثه نظر وهو لا یقول هذا الا فیمن یتهمه غالباً کما قال الازدی فی عبد الله بن داؤد التمار و قال الازدی حدیثه یدل علی کذبه وکل ذٰلك لم یؤثر فیه، فاقتصر الحافظ فی التقریب علی قوله صدوق یخطئ وذٰلك لان ابن معین وثقه فکیف تؤثر فی رجل معدود من اولیاء الله تعالٰی، فالحدیث حسن ان شاء الله تعالٰی هذا وجه وانعم به من وجه **والثانی** ان الحدیث جاء عن ثلثة من الصحابة رضی الله تعالٰی عنهم بطرق متنوعة فینجبر ضعف بعضها ببعض اذ لیس فیها وضاع ولا کذاب اعنی من تحقق فیه ذٰلك، وقد بیناه فی کتابنا "منیر العین فی حکم تقبیل الابهامین" من الفائدة ۱۲

روایت کرتا ہے لہذا بغیر جرح و قدح کے اس کا تذکرہ کرنا جائز نہیں۔ اس کا اول اگرچہ اس کے آخر سے آسان ہے جو کچھ اس نے "محمد" کے بارے میں کہا تاہم آخر جو کہ حکم ہے زیادہ سخت ہے۔ اس نے کہا حاکم نے کہا کہ وہ موضوع حدیثیں روایت کرتا ہے (ذاهب الحدیث) ہے امام دارقطنی نے کہا متروک ہے۔ امام بخاری نے کہا اس کی حدیث میں نظر ہے اور وہ یہ بات اسی کے متعلق کہتا ہے جو غالباً متہم ہو جیسا کہ ازدی نے عبد اللہ بن داؤد تمار کے بارے میں کہا ہے ازدی نے کہا اس کی حدیث اس کے جھوٹ پر دلالت کرتی ہے اور ان تمام باتوں نے اس پر کوئی اثر نہیں کیا۔ لہذا حافظ نے التقریب میں اپنے اس قول "صدوق یخطئ" (سچا ہے، غلطی کرتا ہے) پر اکتفا کیا ہے کیونکہ ابن معین نے اس کی توثیق کی ہے پھر یہ باتیں کیسے اثر انداز ہو سکتی ہیں اس شخص پر جو اولیاء اللہ میں شمار ہوتا ہو لہذا حدیث ان شاء اللہ حسن ہے اور یہ ایک وجہ ہے اور کتنی اچھی وجہ ہے۔ **دوسری بات** حدیث تین صحابہ سے مختلف طریقوں سے مروی ہے (اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو) "البعض کا ضعف بعض سے دور ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں وضاع کوئی نہیں اور نہ ہی کذاب ہے اور ہم نے اس کو اپنی کتاب منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین (انگوٹھے چومنے سے آنکھوں کا روشن ہونا) کے فائدہ ۱۲

www.alahazratnetwork.org

الی فائدة ۱۴ وقال الامام الجلیل السیوطی فی التعقبات علی الموضوعات المتروك والمنکر اذا تعددت طرقه ارتقی الی درجة الضعیف الغریب بل ربما ارتقی الی الحسن[1] اھ وقال المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر الضعیف یصیر حجة بذلك لان تعدده قرینة علی ثبوته فی نفس الامر[2] اھ۔

سے ۱۴ تک بیان کیا ہے چنانچہ جلیل القدر امام علامہ سیوطی نے التعقبات علی الموضوعات میں فرمایا حدیث متروک اور منکر اس صورت میں ضعیف اور غریب کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے جبکہ اس کے طرق یعنی سندیں متعدد ہوں، بلکہ بعض اوقات درجہ حسن تک اس کا ارتفاع ہوجاتا ہے یا ارتقاء ہوجاتا ہے اھ محقق علی الاطلاق کمال ابن ہمام نے فتح القدیر میں فرمایا حدیث ضعیف تعدد طرق کی وجہ سے حجت ہوجاتی ہے کیونکہ اس کے طرق کا تعدد اس کے نفس الامری ثبوت پر قرینہ ہے اھ۔

والثالث درجت الامة المرحومة علی العمل به من لدن السلف وهلم جرا وفی هذا من تقویة الحدیث ما فیه کما بیناه فی الافادة فی "الهاد الکاف فی حکم الضعاف" وقال الامام خاتم الحفاظ فی التعقبات قد صرح غیر واحد بان من دلیل صحة الحدیث قول اهل العلم به وان لم یکن له سند یعتمد علی مثله[3] اھ۔

تیسری بات امت مرحومہ اس حدیث پر عمل کرنے میں شامل ہے اور یہ زمانہ سلف سے قرناً فقرناً ہمیشہ سے چلا آرہا ہے۔ اس میں حدیث کے اندر جو کچھ ہے اس کی تقویت ہے جیسا کہ ہم نے الہاد الکاف فی حکم الضعاف کے افادہ میں بیان کیا ہے چنانچہ امام خاتم الحفاظ نے التعقبات میں فرمایا۔ بہت سے ائمہ نے تصریح فرمائی ہے کہ کسی حدیث کے صحیح ہونے کی یہ دلیل ہے کہ اہل علم اس کو نقل کریں اگرچہ اس کی کوئی ایسی سند نہ ہو جس کی مثل پر اعتماد کیا جائے اھ۔

www.alahazratnetwork.org

[1] التعقبات علی الموضوعات باب المناقب المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل ص ۵۷
[2] فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ باب النوافل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۸۹
[3] التعقبات علی الموضوعات باب الصلوٰۃ المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل ص ۱۲

وستاتيك اقوال العلماء، وجه اللكهنوى ان يستخرج نساء كاتبات فلم يأت فى هذه الالف و ثلثمائة سنين، الاتسع نسوة، منهن السيدة اسماء بنت الفقيه كمال الدين موسٰى بمدينة زبيد توفيت سنة ٩٠٤هـ قال فى النور السافر فى اخبار القرن العاشر[1] كان لقولها وقع فى القلوب وربما كتبت الشفاعات الى السلطان والقاضى و الامير فتقبل شفاعتها اه وليس فيه مايغنى بمقصوده فمثل الكتابة لايلزم ان تكون بيد نفسها، وقد ورد فى الاحاديث كتب رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم الى الملوك وغيرهم، و قد شاع وذاع ان السلطان كتب لفلان كذا مع انه لايعرف ان يضع سوادا فى بياض ومنهم من لم يعرف الا وضع اسمه فى الامضاء ولم يذكر فى "نزهة الجلساء" فى ترجمة المستكفى بالله، ومريم بنت ابى يعقوب انما قال ذكرا لكتابة فى ترجمتها فلعله ذكر كما ذكر فى اسماء الزبيدية

عنقریب اقوالِ علماء تیرے ہاں پیش ہوں گے، لکھنوی نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ لکھنے والی عورتوں کا استخراج کیا تو تیرہ سو سال کی مدت میں نو عورتیں بھی منظرِ عام پر نہ آئیں، ان میں سیدہ اسماء دختر کمال الدین موسٰی مدینہ زبید میں ہوئیں ان کی وفات ۹۰۴ھ میں ہوئی۔ النور السافر فی اخبار القرن العاشر میں کہا گیا کہ لوگوں کے دلوں میں اس کے قول کی وقعت تھی بعض دفعہ وہ بادشاہ، امیر یا قاضی کے دربار میں کئی سفارشیں بصورت درخواست پیش کرتی تو اس کی سفارشیں قبول کی جاتی تھیں اھ اس میں مقصود تک رسائی والی کوئی شے نہیں کیونکہ ضروری نہیں کہ کتابت انہی کے ہاتھ سے ہو اس لئے کہ بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بادشاہوں وغیرہ کو خطوط لکھے، اور مشہور ہے کہ بادشاہ نے فلاں کے لئے اسی قدر انعام لکھ دیا جبکہ بادشاہ کچھ وہ ہیں جو لکھنا بالکل نہیں جانتے اور کچھ وہ جو صرف اپنا دستخط کرسکتے ہیں یعنی صرف اپنا نام لکھ سکتے ہیں اور نزہۃ الجلساء کی تصریح مستکفی باللہ کے ترجمہ میں ذکر نہ کی، اور مریم بنت ابی یعقوب انس نے کہا اسکے ترجمہ میں کتابت ذکر کی گئی ہے، شاید اسی طرح مذکور ہو جیسا کہ اسماء زبیدیہ کے ترجمہ میں مذکور ہے

www.alahazratnetwork.org

---

[1] النور السافر فی اخبار القرن العاشر

فلو قسلو له الاست ولو شاء ان یُحصی الکاتبین من الرجال فی قرن بل یوم واحد ما استطاع فہذا دلیل ای دلیل علی تحرز الامۃ من تعلیمھن الکتابۃ مع ما فیہا من جلیل الانتفاع۔

والرابع ان الحدیث الضعیف یعمل بہ فی مقام الاحتیاط ولیشھد لہ الحدیث الصحیح "کیف وقد قیل" وغیر ذٰلک مما بسطناہ فی رسالتنا "الھاد الکاف فی حکم الضعاف" وقال الامام الجلیل الجلال السیوطی فی "التدریب" یعمل بالضعیف ایضا فی الاحکام اذا کان فیہ احتیاط[1] فی اذکار الامام النووی و فتح المغیث ونسیم الریاض الاحکام لا یعمل فیہا الا بالحدیث الصحیح و الحسن الا ان یکون فی احتیاط فی شیئ من ذٰلک[2] اھ باختصار، وقال العلامۃ ابراہیم الحلبی فی الغنیۃ الوصل بین الاذان والاقامۃ یکرہ فی کل الصلوات لما روی الترمذی عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ

پھر اس کے لئے صرف چند عورتیں ہی بچیں۔ اور اگر وہ لکھنے والے مردوں کا ایک صدی بلکہ ایک دن کا شمار کرنا چاہے تو نہ کر سکے۔ اور یہ دلیل ہے اور مزید کونسی دلیل ہو اس پر کہ امتِ مسلمہ میں عورتوں کی تعلیم کتابت سے احتراز اور پرہیز کیا جاتا تھا باوجودیکہ تحریر میں بڑا فائدہ ہے۔

چوتھی بات حدیث ضعیف پر مقام احتیاط میں عمل کیا جا سکتا ہے جبکہ کوئی حدیث صحیح اس کی شہادت دے "کیسے، حالانکہ یہ بھی کہا گیا" اور اس کے علاوہ بھی متعدد باتیں کہی گئیں جن کو ہم اپنے رسالہ "الھاد الکاف فی حکم الضعاف" میں کھول کر شرح و بسط سے بیان کیا ہے امام جلیل القدر جلال الدین سیوطی نے التدریب میں فرمایا حدیث ضعیف پر احکام میں بھی عمل کیا جا سکتا ہے جبکہ اس میں احتیاط ہو اھ امام نووی کی الاذکار اور فتح المغیث اور نسیم الریاض میں ہے کہ احکام میں حدیث صحیح اور حسن کے بغیر عمل نہیں کیا جا سکتا اِلّا یہ کہ اس کے عمل کے سلسلہ میں مقام احتیاط ملحوظ ہو اھ باختصار، چنانچہ علامہ ابراہیم حلبی نے الغنیہ میں فرمایا ہر نماز میں اذان اور اقامت کے درمیان وصل مکروہ ہے، اس کی وجہ جامع ترمذی کی وہ حدیث ہے جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے

---

[1] تدریب الراوی شرح تقریب النووی النوع الثالث والعشرون الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۵۳

[2] الاذکار للنووی فصل فی الامر الخ دار الکتاب العربی بیروت ص ۸۰۷

وهو وان كان ضعيفا لكن يجوز العمل به فى مثل هذا الحكم[1] اھ مختصرا، وقد اخرج ابو الفرج فى الموضوعات حديثا من ولد له ثلثة اولاد فلم يسم احدهم محمدا فقد جهل بطريق الليث عن مجاهد عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم[2] وعلله بان ليث تركه احمد وغيره فتعقبه خاتم الحفاظ فى اللاٰلی بان الحارث رواه عن النضر بن شنقی مرسلا والنضر قال ابن القطان مجهول قال وهذا المرسل يعضد حديث ابن عباس ويدخله فى قسم المقبول[3] اھ وله نظائر جمة اوردنا جملة منها فى الهاد الكاف اما حديث الشفاء بنت عبد الله رضی الله تعالٰی عنها قالت دخل علی النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم وانا عند حفصة

مروی ہے اگرچہ وہ حدیث ضعیف ہے تاہم اس قسم کے حکم میں اس پر عمل کرنا جائز ہے اھ مختصراً۔ ابوالفرج نے الموضوعات میں یہ حدیث تخریج کی کہ جس کسی کے ہاں تین بچے پیدا ہوئے پھر اس نے ان میں سے کسی کا نام محمد نہ رکھا تو اس نے جہالت کی۔ یہ حدیث بواسطہ لیث، مجاہد اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے انہوں نے فرمایا حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اس نے حدیث مذکور میں تعلیل ذکر کی (یعنی اسے معلل قرار دیا) کہ لیث کو امام احمد وغیرہ نے چھوڑ دیا ہے اور خاتم الحفاظ نے اللآلی میں اس کا تعاقب کیا ہے کہ حارث نے اس کو نضر بن شنقی سے مرسل (یعنی بلا قید سند) روایت کیا ہے اور ابن قطان نے کہا کہ نضر مجہول ہے۔ امام سیوطی نے فرمایا یہ مرسل حدیث ابن عباس کو تقویت پہنچاتی ہے اور اسے قسم مقبول میں داخل کرتی ہے اھ اس کے لئے بہت سے نظائر ہیں ان سب کو ہم "الهاد الکاف" میں لائے ہیں۔ رہی حدیث شفاء دختر عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہا، اس نے کہا میرے پاس حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف لائے جبکہ میں سیدہ حفصہ رضی اللہ

www.alahazratnetwork.org

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی سنن الصلٰوۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۷۷-۳۷۶

[2] الموضوعات لابن الجوزی کتاب المبتداء باب التسمیۃ بمحمد دارالفکر بیروت ۱/۱۵۴

[3] اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ کتاب المبتداء دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۰۲

٢٢ فقال لی الا تعلمین ھذہ رقیۃ النملۃ کما علمتیھا الکتابۃ رواہ ابوداؤد[1] فقال (حدثنا ابراھیم بن مھدی المصیصی) وثقہ ابوحاتم وقال العقیلی حدث بمناکیر واسند عن یحیٰی بن معین قال ابراھیم بن مھدی جاء بمناکیر قال فی التقریب مقبول وھی درجۃ قاصرۃ عمن یقال فیہ صدوق سیئ الحفظ او یھم او یخطئ او تغیر بآخرہ (نا علی بن مسھر) ثقۃ لہ غرائب بعد ما اضر (عن عبد العزیز بن عمر بن عبد العزیز) صدوق یخطئ ضعفہ ابومسھر وحدہ (عن صالح بن کیسان) ثقۃ ثبت فقیہ (عن ابی بکر بن سلیمٰن بن ابی حثمۃ) ثقۃ (عن الشفاء) رضی اللہ تعالٰی عنھا فالحدیث لا ینزل عن الصالح وھو قضیۃ سکوت فھذا قد یقال انہ یفھم من ظاھرہ الجواز لکنا رأینا

تعالیٰ عنہا کے پاس بیٹھی ہوئی تھی آپ نے مجھ سے فرمایا کیا تو اسے لکھنا سکھانے کی طرح پھنسی کا دم نہیں سکھاتی۔ امام ابوداؤد نے اس کو روایت کیا ہے[1] چنانچہ انھوں نے فرمایا ہم سے ابراہیم بن مہدی مصیصی نے بیان کیا، ابوحاتم نے اس کی توثیق کی۔ عقیلی نے کہا یہ منکر روایات بیان کرتا ہے اور یحییٰ بن معین سے سند لایا اس نے کہا ابراہیم بن مہدی منکر حدیثیں لایا۔ تقریب میں کہا گیا وہ مقبول ہے اور یہ کم درجہ ہے اس سے کہ جس کے بارے میں کہا جائے صدوق سیئ الحفظ الخ یعنی وہ سچا ہے البتہ اس کا حافظہ خراب ہے یا وہ وہم کرتا ہے یا غلطیاں کرتا ہے یا آخر عمر میں اس میں تبدیلی آگئی۔ ہم سے علی بن مسہر نے بیان کیا کہ وہ ثقہ ہے البتہ اس کے لئے کچھ غرائب ہیں اس کے بعد کہ وہ نابینا ہوگیا تھا اس نے عبدالعزیز بن عمر بن عبدالعزیز سے روایت کی، وہ سچا ہے البتہ غلطی کرجاتا ہے صرف ابومسہر نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، اس نے صالح بن کیسان سے روایت کی وہ ثقہ ثبت اور فقیہ ہے اس نے ابوبکر بن سلیمان بن ابی حثمہ سے روایت کی۔ وہ ثقہ ہے اس نے سیدہ شفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی۔

پس حدیث صالح سے نیچے نہیں اترتی اور وہ قضیہ سکوت ہے۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ اس سے بظاہر

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الطب باب فی الرقٰی آفتاب عالم پریس لاہور ٢/ ١٨٦

العلماء لایمشون علیه فمنهم من یقول انما هو تعریض من النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم بحفصة قرره الذکی المغربی واستحسنه الحافظ ابوموسٰی جدا وقال التاویل ما ذهب الیه الامام التورپشتی الحنفی فی شرح المصابیح ونقله عنه العلامة الطیبی الشافعی فی شرح المشکٰوة مقرا علیه وعنه الفتنی فی مجمع البحار ونقل مثله الامام السیوطی فی مرقاة الصعود عن النهایة مقتصرا علیه قال الطیبی ویحتمل الحدیث وجهین اٰخرین احدهما التحضیض علی تعلیم الرقیة وانکار الکتابة ای هلا علمتها ماینفعها من الاجتناب عن عصیان الزوج کما علمتها مایضرها من الکتابة وثانیهما ان یتوجه الانکار الی الجملتین جمیعا والمراد بالنملة المتعارف بینهم لانها منافیة لحال المتوکلین[1] اھ وتارة یقولون لعل هذا قبل النهی ذکره الشیخ المحقق

جواز سمجھا جاتا ہے لیکن ہم نے علماء کرام کو دیکھا کہ وہ اس روش پر نہیں چلتے لہٰذا ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ یہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سیدہ حفصہ پر تعریض ہے، چنانچہ ذکی مغربی نے اس کو برقرار رکھا ہے اور حافظ ابوموسٰی نے یقیناً اس کو مستحسن سمجھا اور کہا کہ اس کی تاویل وہ ہے جس کی طرف امام تورپشتی حنفی شرح مصابیح میں گئے ہیں اور اس کو ان سے علامہ طیبی شافعی نے شرح مشکوٰۃ میں نقل کرکے ثابت رکھا ہے اور ان سے فتنی نے مجمع البحار میں نقل کیا ہے اور امام سیوطی نے اسی کی مثل "مرقاۃ الصعود" میں نہایہ سے نقل کرکے اسی پر اکتفا کیا ہے۔ علامہ طیبی نے فرمایا حدیث مذکور دو اور وجوہات کا احتمال رکھتی ہے ان میں سے ایک رقیہ (دم کرنا) پر ابھارنا اور اکسانا ہے جبکہ تعلیم کتابت کا انکار کرنا ہے یعنی کیوں نہ تُو نے اسے وہ چیز سکھائی جو اسے فائدہ دیتی کہ وہ شوہر کی نافرمانی سے بچنے کا ذریعہ ہے، اور کتابت کیوں سکھائی جو موجبِ دکھ اور ضرر ہے۔ (دوسری وجہ) یہ ہے کہ انکار دونوں جملوں کی طرف متوجہ ہے اور اس سے مراد وہ ہے جو ان کے درمیان متعارف ہے کیونکہ رقیہ وغیرہ توکل کرنیوالوں کے حال کے منافی ہے اھ کبھی یہ کہتے ہیں کہ شاید (یہ اجازت) نہی سے پہلے ہو۔ چنانچہ شیخ محقق

www.alahazratnetwork.org

[1] شرح الطیبی علی مشکٰوۃ المصابیح کتاب الطب والرقی الفصل الثانی ادارۃ القرآن کراچی ۸/۳۰۶

۴۲ فی الاشعۃ واخری خصت بہ حفصۃ
43 رضی اللہ تعالٰی عنہا لان نسائہ
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
خصصن باشیاء قال اللہ تعالٰی یٰنساء النبی
لستن کاحد من النساء[1] وخبر
لایعلمن الکتابۃ یحمل علی
عامۃ النساء خوف الافتتان
علیہن نقلہ القاری فی
المرقاۃ عن بعضہم وکذا
الشیخ المحقق واقر علیہ و
قال القاری یحتمل ان یکون
جائزا للسلف دون الخلف لفساد
النسوان فی ھذا الزمان اھ[2]
فدلت کلماتہم ھذہ علی
انہم یکرھون الکتابۃ لہن
والاعتراض بان کل ذٰلک
خلاف الظاھر فان تحققت
الامر فانہ ادخل فی المقصود
فما کانوا لیغفلوا عن ذٰلک
فہل تراھم عدلوا الیہ
الا لداع ما الیہ عظیم ورأیتنی
کتبت علی ھامش الاشعۃ
عند ذکر انہا خصوصیۃ

نے اشعۃ اللمعات میں اس کا ذکر فرمایا اور کبھی کہتے ہیں کہ (یہ اجازت) سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی خصوصیت ہے اور یہ ان کے ساتھ مختص ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ازواج مطہرات بعض اشیاء سے مخصوص ہیں، چنانچہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: "اے نبی مکرم کی بیبیو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔" اور حدیث کہ "عورتوں کو لکھنا نہ سکھاؤ" عام عورتوں پر محمول ہوگی ان کے حق میں فتنہ کے اندیشہ سے۔ اس کو ملّا علی قاری نے مرقاۃ میں بعض سے نقل کیا ہے اور اسی طرح شیخ محقق نے اس کو برقرار رکھا ہے۔ ملّا علی قاری نے کہا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ سلف کیلئے جائز ہو لیکن پچھلے لوگوں کے لئے جائز نہ ہو اس لئے کہ اس زمانے میں عورتوں میں فساد پایا جاتا ہے اھ پھر ان کے یہ کلمات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ عورتوں کے لئے کتابت (یعنی لکھائی کا عمل) مکروہ سمجھتے ہیں اور یہ اعتراض کہ یہ سب باتیں خلافِ ظاہر ہیں، اگر یہ امر ثابت ہو جائے تو اس کا مقصود میں زیادہ دخل ہے کیونکہ وہ لوگ ایسے نہ تھے کہ ان باتوں سے بے خبر ہوں، کیا تم انھیں دیکھتے ہو کہ وہ کیوں اس طرف مڑ گئے مگر اس لئے کہ اس پر کوئی نہ کوئی بڑا داعی اور باعث ہے مجھے یاد ہے کہ

www.alahazratnetwork.org

[1] القرآن الکریم ۳۳/۳۲

[2] مرقاۃ المفاتیح کتاب الطب والرقی الفصل الثانی المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/۳۲۶

لحفصة ما نصه هذا الجواب قد ابديته
من قبل ان اراه **اقول** ومع
ذلك لقائل ان يقول ان نفس
التشبيه ليس بنص صريح
فى الجواز بخلاف "لا تعلموهن"
فانه نص فى المنع، على انها
واقعة عين لا عموم لها بخلاف
النهى، على ان حديث
الشفاء ان تقدم فمنسوخ او
تأخر فلا نسلم الا تخصيص
حفصة كما رخص النبى
صلى الله تعالٰى عليه وسلم
لزبير وعبد الرحمن بن عوف
رضى الله تعالٰى عنهما فى
لبس الحرير ولنادبة سعد
رضى الله تعالٰى عنهما فى
النياحة بعد ما نهى عن
ذلك فلم يكن الا تخصيص
بعض بالترخيص لا نسخ الحكم
على الاطلاق، على ان
المقام مقام الاحتياط فيقدم
الحاظر على انه لو فرض
عدم ورود نهى اصلا لكان
حال الزمان حاكما
بالمنع وكم من حكم

میں نے اشعۃ اللمعات کے حاشیہ پر جو کچھ اس کی
تصریح بھی لکھ دی اس ذکر کے ساتھ کہ کتابت
سیدہ حفصہ کی خصوصیت ہے پس جواب دیکھنے
سے پہلے ہی میں نے اس کا اظہار کر دیا تھا **اقول**
(میں کہتا ہوں) اس کے باوجود کوئی کہنے والا یہ
کہہ دے کہ محض تشبیہ، جواز میں کوئی صریح نص
نہیں بخلاف لا تعلموھن یعنی عورتوں کو کتابت
نہ سکھاؤ۔ یہ ممانعت میں واضح نص ہے۔ علاوہ
اس کے یہ ایک معین واقعہ ہے جس میں کوئی عموم
نہیں بخلاف حدیث نہی کے۔ علاوہ ازیں حدیث
شفاء اگر مقدم ہو تو منسوخ ہے اور اگر مؤخر ہو تو
پھر ہم اسے تسلیم ہی نہیں کرتے مگر یہ کہ سیدہ حفصہ
کی خصوصیت قرار دی جائے جیسا کہ حضور اکرم
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت زبیر اور
حضرت عبدالرحمن ابن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ
کو ریشم پہننے کی رخصت اور اجازت دی تھی۔
اور حضرت سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ پر نوحہ اور رونے
کی اجازت دی۔ اس کے بعد ان کاموں سے
منع فرما دیا تھا، تو پھر یہ رخصت دینے کی صورت
میں بعض کی تخصیص ہوئی لہذا علی الاطلاق
نسخ حکم نہیں علاوہ ازیں یہ مقام مقام احتیاط
ہے لہذا مانع کو مقدم کیا جائے گا، اس کے علاوہ
اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ نہی بالکل وارد نہیں
ہوئی تو پھر بھی حال زمانہ منع کے لئے حاکم،
(یعنی حالات زمانہ ہی ممانعت کے لئے کافی ہیں)

www.alahazratnetwork.org

یختلف باختلاف الزمان الا ترٰی ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذن للنساء ان یخرجن الی المساجد وقد کن یخرجن علی عہد الرسالۃ بل امر فی العیدین باخراج العواتق وذوات الخدور کما فی الصحیحین[1] بل قال لاتمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ اخرجہ احمد[2] ومسلم عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما ومع ذلک اذا فسد الزمان نص الائمۃ بالمنع وقالت ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا لو رای النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من النساء ما رأینا لمنعھن المساجد کما منعت نساء بنی اسرائیل[3]

بارہا اختلافِ زمانہ سے حکم بدل جاتا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عورتوں کو مساجد میں جانے کی اجازت دی تھی اور وہ زمانۂ رسالتمآب میں مساجد میں جایا کرتی تھیں بلکہ عیدین (چھوٹی، بڑی عید) میں پردہ نشین خواتین کو بھی آپ نے عیدگاہ میں جانے کا حکم صادر فرما رکھا تھا جیسا کہ بخاری ومسلم کی روایات میں موجود ہے بلکہ آپ نے یہاں تک فرمایا کہ باندیوں کو اللہ تعالٰی کے گھروں (مساجد) میں جانے سے مت روکو۔ امام احمد اور امام مسلم نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کی تخریج فرمائی۔ پس اس کے باوجود جونہی حالاتِ زمانہ خراب وفاسد ہوگئے تو ائمہ کرام نے صراحتاً عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے روک دیا۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے ارشاد فرمایا اگر آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عورتوں کے آج کے حالات دیکھتے جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں تو انھیں مسجدوں میں جانے سے روک دیتے جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

۱؎ صحیح البخاری کتاب العیدین باب اذا لم یکن لہا جلباب فی العید قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۳
صحیح مسلم " " فصل فی اخراج العواتق وذوات الخدور " " " " ۱/ ۲۹۰
۲؎ صحیح مسلم کتاب الصلٰوۃ باب خروج النساء الی المساجد " " " " ۱/ ۱۸۳
مسند احمد بن حنبل عن ابن عمر المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۶ و ۱۵۱
۳؎ صحیح البخاری کتاب الاذان باب خروج النساء الی المساجد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۰
صحیح مسلم کتاب الصلٰوۃ " " " " " " " " ۱/ ۱۸۳

یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ اگلے زمانے کی دوچار بیبیوں کے حال فعل سے استناد کا یہاں کوئی محل نہیں پہلے تو عموماً عورات کو حکم تھا کہ پنجگانہ مسجدوں میں حاضر ہوں پردہ نشینیں اگرچہ حالت حیض میں ہوں کہ نماز پڑھ بھی نہیں سکتیں محض شرکت برکت دُعا کے لئے عیدگاہوں کو ضرور جائیں۔ اب یہ احکام کیوں نہ رہے؟ حضرت ام المومنین حفصہ تو ام المومنین ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہا آج حضرت فقیہہ فاطمہ سمرقندیہ بنت امام علاء الدین رحمہما اللہ تعالٰی کے مثل کون سی بی بی ہے بلکہ بعد تلاش وتفحص صرف معدودو نساء کی کتابت کا پتا چلنا ہی بتا دیتا ہے کہ سلفاً خلفاً علماء وعامہ مومنین کا عمل اس کے ترک ہی پر رہا ہے۔ مرد ہر زمانے میں لاکھوں کاتب ہوئے اور عورتیں تیرہ سو برس میں معدودہ۔ بظاہر کتابت ایک عظیم نافع چیز ہے اگر کتابت نساء میں حرج نہ ہوتا جمہور امت سلف سے آج تک اس کے ترک پر کیوں اتفاق کرتی، بالجملہ سبیل سلامت اسی میں ہے، لہٰذا ان اجلہ علمائے کرام امام حافظ الحدیث ابوموسٰی وامام علامہ تورپشتی وامام ابن الاثیر جزری وعلامہ طیبی وامام جلال الدین سیوطی وعلامہ طاہر فتنی وشیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی وغیرہم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم نے اسی طرف میل فرمایا۔ وہ ہر طرح ہم سے اعلم تھے اب جو اجازت کی طرف جائے یا حال زمانہ سے غافل ہے؟ یا امت مرحومہ کی خیر خواہی سے عاطل۔

www.alahazratnetwork.org

ومن لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل[1] نسأل اللہ العفو والعافیۃ ثم رأیت بعد ذٰلک کلام الشیخ ابن حجر فی الفتاوی الحدیثیۃ ذکر فیہ حدیث ام المؤمنین وحدیث ابن مسعود ایضا رضی اللہ تعالٰی عنہما وزاد فقال واخرج الترمذی الحکیم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال مر لقمان علی جاریۃ

(جو اپنے زمانے والوں کے حالات سے آگاہ نہ ہو وہ جاہل اور نادان ہے۔ ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں پھر اس کے بعد میں نے شیخ ابن حجر کا فتاوٰی حدیثیہ میں کلام دیکھا جس میں انھوں نے ام المومنین کی روایت اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث ذکر فرمائی اور کچھ اضافہ کرتے ہوئے فرمایا۔ت) یعنی نیز امام ترمذی الحکیم رضی اللہ تعالٰی عنہ حضرت سیدی عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ لقمان نے ایک

---

[1] رد المحتار کتاب الایمان دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۹/۲

في الكتاب فقال لمن يصقل هذا السيف اي حتى يذبح به و[١] حينئذ فيكون فيه اشارة الى علة النهي عن الكتابة وهي ان المرأة اذا تعلمتها توصلت بها الى اغراض فاسدة وامكن توصل الفسقة اليها على وجه اسرع وابلغ واخدع من توصلهم اليها بدون ذلك لان الانسان يبلغ بكتابته في اغراضه الى غيره مالا يبلغه برسوله ولان الكتابة اخفى من الرسول فكانت ابلغ في الحيلة واسرع في الخداع والمكر فلاجل ذلك صارت المرأة بعد الكتابة كالسيف الصيقل الذي لا يمر على شئ الا قطعه بسرعة فكذلك هي بعد الكتابة تصير لا يطلب منه شئ الا كانت فيها قابلية الى اجابته اليه على ابلغ وجه واسرعه اھ[١]۔

لڑکی کو دیکھا کہ مکتب میں سکھائی جا رہی ہے فرمایا یہ تلوار کس کے لئے صیقل کی جاتی ہے۔ امام ابن حجر فرماتے ہیں اس حدیث میں علت نہی کتابت کی طرف اشارہ ہے کہ عورت لکھنا سیکھ کر خود بھی فاسد غرضوں کی طرف راہ پائے گی اور فاسقوں کو بھی اس تک رسائی کا بڑا موقع مل جائے گا جو لکھنا نہ جاننے کی حالت میں نہ ملتا کہ آدمی وہ بات لکھ سکتا ہے جو کسی کی زبانی نہ کہلا بھیجے گا نیز خط ایلچی سے زیادہ پوشیدہ ہے تو اس میں حیلہ ومکر کہ بہت جلد راہ ملے گی لہٰذا عورت لکھنا سیکھ کر صیقل کی ہوئی تلوار ہو جاتی ہے (وہ کسی چیز پر نہیں گزرتی مگر جلدی سے اسے کاٹ کر رکھ دیتی ہے) پس عورت لکھائی سیکھنے کے بعد اسی طرح ہو جاتی ہے لہٰذا اس سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کیا جاتا کہ وہ بڑی جلدی میں بروجہ بلیغ اس دعوے ومطالبے کے قبول کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہے اھ۔ (ت)

www.manzaratnetwork.org

ہندی مثل نے بھی اسی مضمون کی طرف اشارہ کیا "لے پوری کرئی دیت ہے متوازن ہتھیار"۔

وهذا كما ترى كلام متين مبين، اعلاه مورق واسفله مغدق وقول سيدنا لقمان الذي جاء في الحديث ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم رواه سيف باليقين والقطع

جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ یہ کلام نہایت پختہ اور واضح ہے جس کا اوپر والا حصہ ہرے بھرے خوبصورت پتوں والا ہے (اعلاہ مورق) اور نچلا حصہ جائے سیرابی ہے (اسفلہ مغدق) اور ہمارے آقا لقمان حکیم کا ارشاد ہے جو حدیث پاک میں وارد ہوا کہ جس کو آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

---

[١] الفتاوى الحديثية مطلب يكره تعليم النساء الكتابة المطبعة الجمالية مصر ص ٦٣

ليس بعده لعنق الشبهة الا الجز والقطع اما ما ذكر الشيخ بعده جوابا عن حديث الشفاء بقوله قلت ليس فيه دلالة على طلب تعليمهن الكتابة وانما فيه دليل على جواز الكتابة ونحن نقول به وانما غاية ان النهي عنه تنزيها لما تقرر في المفاسد المرتبة عليه اه فاقول مبنى على مذهبه فان الامام الشافعي رضى الله تعالٰى عنه لايقول بسد الذرائع فلايكون حجة علينا لاسيما مع مانرى عن فساد الزمان وما تصم بسماعه الآذان ولاحول ولاقوة الا بالله العلى العظيم ۔ نسأل الله العفو والعافية، والله تعالٰى اعلم۔

روایت فرمایا وہ عورت یقینی اور حتمی طور پر تلوار ہے کہ جس کے بعد گردن کٹنے اور الگ ہونے کے علاوہ کوئی گنجائش نہیں، رہی یہ بات کہ شیخ نے حدیث شفاء کا جواب اپنے اس قول سے ذکر فرمایا۔ میں کہتا ہوں کہ عورتوں کی تعلیم کتابت کے مطالبے پر حدیث پاک میں کوئی دلالت نہیں بلکہ اس میں دلیل جواز ہے اور ہم اسی کے قائل ہیں منکر نہیں، البتہ انتہائی بات یہ ہے کہ اس میں نہی تنزیہی ہے اس لئے کہ اس پر بہت سے مفاسد کا ترتّب ثابت ہوچکا ہے اھ میں کہتا ہوں (صاحب فتاوٰی) کہ یہ انکے مذہب پر مبنی ہے اس لئے کہ امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ ذرائع کی روک تھام کے قائل نہیں لہذا یہ ہمارے خلاف حجت (دلیل) نہیں خصوصاً جبکہ ہم فسادِ زمانہ بھی دیکھ رہے ہیں اور وہ خطرناک حالات کہ جن کی سماعت سے کان بہرے ہوں۔ پس گناہوں سے محفوظ رہنے اور نیکی کرنے کی (کسی میں) ہمت و قوت نہیں سوائے خدائے عظیم وکبیر کے فضل وکرم کے۔ اللہ تعالٰی سے ہم مغفرت وعافیت چاہتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۱ ۶ ربیع الثانی ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قرآن شریف کا ترجمہ اس طرح پر کرنا کہ نیچے ترجمہ میں محذوفات اور مطالب وغیرہ خطوط ہلالی بناکر لکھ دئے جائیں جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

الحمدللہ قرآن عظیم بحفظ الٰہی عزوجل ابد الآباد تک محفوظ ہے تحریفِ محرفین وانتحالِ منتحلین کو اس کے سرا پردہ عزت کے گرد بار ممکن نہیں لایاتیہ الباطل من بین یدیہ ولامن خلفہ[1] (باطل اسکے آگے اور پیچھے

[1] القرآن الکریم ۴۱/ ۴۲

www.alahazratnetwork.org

سے نہیں آسکتا۔ ت) حمد اس کے وجہِ کریم کو جس نے قرآن اتارا اور اس کا حفظ اپنے ذمۂ قدرت پر رکھا انّا نحن نزّلنا الذکر وانّا لہ لحٰفظون[1] (ہم ہی نے قرآن پاک کو اتارا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ ت) توریت و انجیل کچھ تو ملعون احباروں نے اپنے اغراضِ ملعونہ سے روپے لے کر اپنے مذہب ناپاک کے تعصب سے قصدًا بدلیں اور کچھ ایسے ہی ترجمہ کرنیوالوں نے اس خلط و خبط کی بنیادیں ڈالیں مرورِ زماں کے بعد وہ اصل و زیادت مل ملا کر سب ایک ہوگئیں کلامِ الٰہی و کلامِ بشر مختلط ہوکر تمیز نہ رہی۔ الحمدللہ نفسِ قرآن میں اگرچہ یہ امر محال ہے تمام جہان اگر اکٹھا ہوکر اس کا ایک نقطہ کم بیش کرنا چاہے ہرگز قدرت نہ پائے مگر ترجمہ سے مقصود اُن عوام کو معانیِ قرآن سمجھانا ہے جو فہمِ عربی سے عاجز ہیں خطوطِ ہلالی نقول و در نقول خصوصًا مطابع مطابع میں ضرور مخلوط و نامضبوط ہوکر نتیجہ یہ ہوگا کہ دیکھنے والے عوام اصل ارشادِ قرآن کو اس مترجم کی زیادت سمجھیں گے اور مترجم کی زیادات کو ربّ العزۃ کا ارشاد یہ باعثِ ضلال ہوگا اور جو امر منجر بہ ضلال ہو اس کی اجازت نہیں ہوسکتی اسی لئے علماء مترجمین نے ترجمہ کا یہی دستور رکھا کہ بین السطور میں صرف ترجمہ اور جو فائدہ زائدہ ایضاحِ مطلب کے لئے ہو وہ حاشیہ پر لکھا انھیں کی چال چلنی چاہئے۔ وباللہ التوفیق، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۱: ۵ جمادی الاولٰی ۱۳۱۷ھ

www.alahazratnetwork.org

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ ایک شخص وعظ کہتا ہے اور ان صفتوں سے موصوف ہے:

اوّلاً مقولہ اس کا الصلوٰۃ علیک یارسول اللہ کہنا نہ چاہئے حاضر کے واسطے ہے۔

دوسرے بیان کیا روزہ دار کو چاہئے وقت استنجے کے اوپر کو سانس نہ لے اور آپ کو خوب سنبھالے پانی اوپر نہ جائے ورنہ روزہ اس کا تباہ ہوگا روزہ دار اور غیر روزہ دار کے استنجے میں بہت فرق ہے۔

تیسرے آمین کہنے آواز بلند سے شیطان کے برچھے لگتا ہے اگر بہت بلند آواز سے آدمی کہیں تو بہت برچھی لگتی ہیں، اور اس آدمی نے تقویۃ الایمان اور تنبیہ الغافلین اور کچھ آیات و حکایات و حدیث شریف کا ترجمہ بغیر استاد کے مطبوعہ دیکھ کر یاد کرلیا ہے بیان کرتا ہے اور علم ناسخ اور منسوخ آیات اور اقسام حدیث شریف اور صرف و نحو بھی نہ جانے بلکہ مَن و عَن و واحد و تثنیہ میں فرق نہیں کرسکتا ہے ایسے آدمی کا وعظ سننے کو اجازت شریعت محمدیہ اہل شرع کے ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۵/ ۹

الجواب

شخص مذکور زا جاہل اجہل وگمراہ و بدمذہب ہے اُسے وعظ کہنا حرام اور اس کا وعظ سننا حرام؛ الصلٰوۃ علیک یا رسول اللہ کہنا باجماعِ مسلمین جائز و مستحب ہے جس کی ایک دلیل ظاہر و باہر التحیات میں السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ہے اور اس کے سوا صحاح کی حدیث میں یا محمد انی اتوجہ بک الٰی ربی فی حاجتی ھٰذہ[۱] (اے محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) میں اپنی اس حاجت (ضرورت) میں آپ کو اپنے پروردگار کی طرف متوجہ کرتا ہوں اور آپ کو وسیلہ بناتا ہوں۔ ت) موجود جس میں بعد وفات اقدس حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور پکارنا اور حضور سے مدد لینا ثابت ہے مگر ایسے جاہل اجہل کو احادیث سے کیا خبر؛ جب اسے التحیات بھی یاد نہیں جو مسلمانوں کا ہر بچہ جانتا ہے۔ تقویۃ الایمان سخت بددینی وضلالت کی کتاب ہے۔ اس کا اور اسکے مصنف کا حال فتاوٰی و رسائل علمائے عرب وعجم سے ظاہر۔ سردست فقیر کا رسالہ مسمّٰی بہ الکوکبۃ الشہابیۃ علٰی کفریات ابی الوہابیۃ[۲] جدید الطبع حاضر من شاء فلیطالعہا (حاضر ہے جو چاہے اس کا مطالعہ کرے۔ ت)

www.alahazratnetwork.org

آمین آواز سے کہنے میں شیطان کے بر چھالگنا اور جس قدر زیادہ بلند آواز سے ہو اُسی قدر زیادہ زخم پہنچنا یہ بھی کسی حدیث سے ثابت نہیں۔

روزہ دار کو یہ بہتر تو ہے کہ استنجا کرنے میں اوپر سانس بقوت نہ لے مگر اس قدر سے روزہ نہ جائے گا نہ مطلقاً پانی چڑھنے سے جب تک پانی موضع حقنہ تک نہ پہنچے، اور ایسا ہوگا تو درد شدید پیدا ہوگا۔ درمختار میں ہے:

لوبالغ فی الاستنجاء حتی بلغ موضع الحقنۃ فسد الصوم وھٰذا قلما یکون ولوکان فیورث

استنجا کرنے میں اگر اس حد تک مبالغہ کیا کہ پانی حقنہ (عمل دوا) تک پہنچ گیا تو روزہ فاسد ہوجائیگا اور ایسا

---

[۱] جامع الترمذی ابواب الدعوات امین کمپنی دہلی ۲/۱۹۷
[۲] مسند احمد بن حنبل حدیث عثمان بن حنیف المکتب الاسلامی بیروت ۴/۱۳۸
سنن ابن ماجہ ابواب اقامۃ الصلٰوۃ ماجاء فی صلٰوۃ الحاجۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰۰
المستدرک للحاکم کتاب الصلٰوۃ التطوع ۱/۳۱۳ و کتاب الدعاء ۱/۵۱۹ و ۵۲۶ دار الفکر بیروت
[عہ] رسالہ ہذا (الکوکبۃ الشہابیہ) فتاوٰی رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور جلد نمبر ۱۵ میں مرقوم ہے۔

داءً عظیماً۔ واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔ بہت کم ہوتا ہے، اگر ہو تو بڑی بیماری پیدا ہو جائیگی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۱۲ از پیلی بھیت بازار ڈرمنڈ گنج دکان خلیل الرحمٰن عطر فروش مرسلہ محمد مظہر الاسلام صاحب ۲۴ رجب ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ مندرجہ ذیل میں :

اگر کوئی عالم یہ دعوٰی کرتا ہو کہ میں یہاں کے اہلِ اسلام کا حاکم ہوں اور منہیات شرعی پر زجر و توبیخ نہ کرتا ہو بلکہ ایسے اشخاص سے کہ جو منہیات شرعی میں مبتلا ہوں ان کے یہاں دعوتیں کھاتا ہو نذرانہ لیتا ہو یعنی شراب خوار علی الاعلان ہوئے فروش ہو مسکرات کا ٹھیکیدار ہو رشوت علی الاعلان لیتا ہو ڈاڑھی منڈاتا ہو علی الاعلان زنا کرتا ہو وغیرہ وغیرہ، پس ایسے شخصوں سے ملنے کو فخر جانتا ہو ایسے عالم کے واسطے شریعت عالی کا کیا حکم ہے ؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

عالم دین سنی المذہب جو اپنے اہل علاقہ شہر میں اعلم ہو ضرور ان کا حاکم شرعی ہے کما فی الحدیقۃ الندیۃ[2] عن الفتاوی العتابیۃ (جیسا کہ حدیقہ ندیہ میں فتاوی عتابیہ سے نقل کیا گیا ہے۔ ت) نہی عن المنکر اپنی شرائط کے ساتھ ضرور فرض ہے مگر وہ زجر و توبیخ میں منحصر نہیں ایسے مرتکبان کبائر کے ساتھ اختلاط میں نظر علماء مختلف رہی ہے اور قول فیصل یہ کہ اس کا فیصلہ عالم ماہر کی نظر پر ہے جو اصلح سمجھے اس پر عمل کرے کما بینہ الامام حجۃ الاسلام فی الاحیاء (جیسا کہ حجۃ الاسلام (امام غزالی) نے اس کو احیاء العلوم میں بیان فرمایا ہے۔ ت) دعوت کھانا فی نفسہ حلال ہے جب تک معلوم و محقق نہ ہو کہ یہ کھانا جو ہمارے سامنے آیا بعینہٖ حرام مال ہے کما فی الھندیۃ[3] عن الذخیرۃ عن الامام محمد (جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں بحوالہ ذخیرہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے۔ ت) بہر حال عوام کو علمائے دین سنیانِ معتمدین کی شان میں حسنِ ظن و حسنِ عقیدت لازم ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

---

[1] درمختار کتاب الصوم باب ما یفسد الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۹

[2] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ النوع الثالث مکتبہ نوریہ فیصل آباد ۱/۳۵۱

[3] الفتاوی الھندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

مسئلہ ۲۱۳: مسئولہ مولوی حامد علی صاحب طالب علم مدرسہ اہلسنت باشندہ الہ آباد ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہابیوں کے پاس اپنے لڑکوں کو پڑھانا کیسا ہے اور جو اُن کے پاس اپنے لڑکے کو پڑھنے کے لئے بھیجے اس کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب

حرام حرام حرام، اور جو ایسا کرے بدخواہ اطفال و مبتلائے آثام۔ قال اللہ تعالٰی:

یایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا[1] واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۱۴: مرسلہ ڈاکٹر محمد اعظم الحق سعد اللہ لودی ڈاکخانہ خسرو پور ضلع پٹنہ بوساطت مولوی ضیاء الدین صاحب ۵ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ

غیر مقلدوں سے مسئلہ دریافت کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

www.alahazratnetwork.org

غیر مقلدوں سے مسئلہ دریافت کرنا حماقت ہے۔

مسئلہ ۲۱۵: از اوجین علاقہ گوالیار مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب ۱۴ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ

براہِ سخن پروری عبارت کتب میں اپنی طرف سے چند الفاظ داخل کرکے علماء کرام اور حتی کہ استاد عظام خود کو دھوکا دینا کیا حکم رکھتا ہے جو حکم محقق اس مسئلہ میں ہو بیان فرمائیں و بحث مسئلہ عبارت کتب ہو۔

الجواب

سخن پروری یعنی دانستہ باطل پر اصرار و مکابرہ ایک کبیرہ۔ کلمات علماء میں کچھ الفاظ اپنی طرف سے الحاق کرکے ان پر افتراء دوسرا کبیرہ۔ علماء کرام اور خود اپنے اساتذہ کو دھوکا دینا خصوصاً امر دین میں تیسرا کبیرہ۔ یہ سب خصلتیں یہود لعنھم اللہ تعالٰی کی ہیں۔

قال اللہ تعالٰی ولاتلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: (لوگو) حق کے ساتھ باطل نہ ملاؤ اور نہ حق کو چھپانے والے بنو جبکہ تم (حق کو خوب) جانتے ہو۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶۶/۶

[2] القرآن الکریم ۲/۴۲

وقال تعالٰی فویل لھم مما کتبت ایدیھم وویل لھم مما یکسبون[1]

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: خرابی اور بربادی ہے ان لوگوں کے لئے بوجہ ان کے ہاتھوں کی لکھائی کے، اور خرابی ہے ان کے لئے بوجہ ان کی کمائی کے جو وہ کمارہے ہیں۔ (ت)

وقال تعالٰی یحرفونہ من بعد ما عقلوہ وھم یعلمون[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: وہ لوگ اللہ کے کلام کو سمجھنے اور جاننے کے باوجود بدل ڈالتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۱۶: از قاضی ٹولہ شہر کہنہ ۱۷ ذی القعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ اگر کوئی شخص جس نے سوائے کتب فارسی اور اردو کے جو کہ معمولی درس میں پڑھی ہوں اور اس نے کسی مدرسہ اسلامیہ یا علمائے گرامی سے کوئی سندِ تحصیلِ علم نہ حاصل کی ہو اگر وہ شخص مفتی بننے یا بننے کا دعوٰی کرے اور آیاتِ قرآنی اور احادیث کو پڑھ کر اس کا ترجمہ بیان کرے اور لوگوں کو باور کرائے کہ وہ مولوی ہے تو ایسے شخص کا حکم یا فتوٰی اور اقوال قابلِ تعمیل ہیں یا نہیں اور ایسے شخص کا کوئی دوسرا شخص حکم نہ مانے تو اس کے لئے شریعت میں کیا حکم ہے؟

الجواب

سند کوئی چیز نہیں، بہتیرے سند یافتہ محض بے بہرہ ہوتے ہیں اور جنہوں نے سند نہ لی اُن کی شاگردی کی لیاقت بھی ان سند یافتوں میں نہیں ہوتی، علم ہونا چاہئے، اور علم الفتوٰی پڑھنے سے نہیں آتا جب تک مدتہا کسی طبیب حاذق کا مطب نہ کیا ہو مفتیانِ کامل کے بعض صحبت یافتہ کہ ظاہری درس و تدریس میں پورے نہ تھے مگر خدمت علماء کرام میں اکثر حاضر رہتے اور تحقیق مسائل کا شغل ان کا وظیفہ تھا فقیر نے دیکھا ہے کہ وہ مسائل میں آج کل کے صدہا فارغ التحصیلوں بلکہ مدرسوں بلکہ نام کے مفتیوں سے بدرجہا زائد تھے، پس اگر شخص مذکور فی السوال خواہ بذاتِ خود خواہ بفیضِ صحبت علمائے کاملین علم کافی رکھتا ہے جو بیان کرتا ہے غالباً صحیح ہوتا ہے اس کا صواب زیادہ ہے تو حرج نہیں اور اگر دونوں وجہ علم سے عاری ہے صرف بطور خود اردو فارسی کی کتابیں دیکھ کر مسائل بتائے اور قرآن و حدیث کا مطلب

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۷۹

[2] " " ۲/ ۷۵

بیان کرنے پر جرأت کرتا ہے تو سخت اشد کبیرہ ہے اور اس کے فتوٰی پر عمل جائز نہیں اور نہ اسکا بیان حدیث وقرآن سننے کی اجازت۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اجرأکم علی الفتیا اجرأکم علی النار[1] | جو شخص فتوٰی دینے میں زیادہ جرأت رکھتا ہے وہ آتشِ دوزخ پر زیادہ دلیر ہے۔

اور ارشاد فرمایا صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے :

من قال فی القرآن برایہ فاصاب فقد اخطأ[2] | جس نے قرآن کے معنی اپنی رائے سے بیان کئے اس نے اگر ٹھیک کہے تو غلط کہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من النار[3] | جو بغیر علم کے قرآن کے معنی کہے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔

والعیاذ باللہ تعالٰی ۔ واللہ تعالٰی اعلم

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۳۱۷ تا ۳۲۰ مرسلہ محمد اسحاق سکریٹری انجمن محمدیہ کوچین ملک ملیبار

(۱) آج کل مسلمان جو تکمیل یونیورسٹی کی کوشش کرتے ہیں اور چندہ فراہم کرتے ہیں وہ ثواب ہے یا نہیں ؟

(۲) آیا تکمیل یونیورسٹی دینی ضروریات سے ہے یا نہیں ؟

(۳) اس مد میں جو روپیہ دیا جائے وہ صدقہ جاریہ میں محسوب ہوگا یا نہیں ؟

(۴) اس یونیورسٹی میں اہلسنت شامل ہوسکتے ہیں یا نہیں ؟

الجواب

اگر یہ بات قرار پائے اور اس کے افسر عہدہ داران اس کا پورا ذمہ قابل اطمینان کریں کہ اس کا حصہ دینیات صرف اہلسنت وجماعت کے متعلق رہے گا جن کے عقائد مطابق علمائے حرمین طیبین ہیں

---

[1] کنز العمال بحوالہ الدارمی حدیث ۲۸۹۶۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۱۸۴

[2] ؍؍ ؍؍ عن جندب ؍؍ ۲۹۵۷ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/۱۶

[3] ؍؍ بحوالہ ت عن ابن عباس ؍؍ ۲۲۵۸ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/۱۶

انھیں کی کتب نصاب میں ہوں گی، انھیں کے علماء مدرسین ہونگے، انھیں کی تربیت میں طلباء رہیں گے، غیروں کی صحبت سے ان کو بچایا جائے گا، روپیہ جو اہلسنت سے لیا جائے گا صرف اسی کام میں صرف کیا جائے گا، اس وقت اہلسنت کو اس میں داخل ہونا جائز اور باعث ثواب ہوگا، اور جو کچھ اس میں دیا جائے گا صدقہ جاریہ ہوگا۔ رہا اس کی تکمیل میں کوشش اور چندہ فراہم کرنا وہ صرف اتنی بات پر بھی ثواب نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس میں ہر مذہب کی تعلیم باقی ہے وہ روپیہ اس لئے جمع نہیں کرتے کہ دین حق کی تعلیم ہو بلکہ حق و ناحق دونوں کی تعلیم کو سنیوں کے بچوں کو تعلیم ہوگی کہ قرآن مجید بعینہٖ محفوظ ہے اس میں کسی قسم دخل البشری سے ایک نقطہ کی کمی بیشی ہوئی نہ ہو سکتی ہے کوئی غیر نبی کسی نبی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا، تقدیر کی بھلائی برائی سب اللہ عزوجل کی طرف سے ہے اور اس پر کچھ واجب نہیں وہ جو چاہے کرے، ہمارا اور ہمارے افعال نیک و بد کا وہی ایک اکیلا خالق ہے اس کا دیدار روز قیامت حق ہے، خلفائے اربعہ کی امامت برحق ہے ان میں اللہ عزوجل کے یہاں سب سے زیادہ عزت و قربت والے صدیق اکبر ہیں پھر فاروق اعظم پھر عثمان غنی پھر علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، انھیں بلکہ صحابہ میں سے کسی کو برا کہنے والا جہنمی مردود و ملعون ہے، اور شیعہ کے بچوں کو تعلیم ہوگی کہ یہ قرآن بیاض عثمانی ہے اس میں سے کچھ آیتیں سورتیں صحابہ نے گھٹا دیں بعض الفاظ کچھ کے کچھ کر دیئے جیسے ائمۃ ھی ازکی من ائمۃ کی جگہ امۃ ھی اربی من امۃ بنادیا، مولا علی و ائمہ اطہار اگلے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل ہیں، تقدیر کی برائی خدا کی طرف سے نہیں، بندہ کے لئے اصلح کرنا لطف سے پیش آنا خدا پر واجب ہے خدا اس کے خلاف نہیں کر سکتا اپنے اعمال کے ہم خود خالق ہیں، خدا کا دیدار حق نہیں، خلفائے اربعہ میں تین معاذ اللہ ظالم غاصب ہیں ان کو سخت سے سخت برائی سے یاد کرنا گالیاں دینا بڑے ثواب کا کام ہے۔ پھر وہ خود اعلان کرتے ہیں کہ سب سے زائد اہتمام سائنس کی تعلیم کا ہوگا۔ سائنس میں وہ باتیں ہیں جو عقائد اسلام کے قطعاً خلاف ہیں بچوں کی تربیت دینے تہذیب و انسانیت سکھانے کے لئے دنیا بھر میں کوئی مسلمان نہ رہا عرب مصر روم شام حتیٰ کہ حرمین شریفین کے علماء و مشائخ میں کوئی اس قابل نہیں ہاں کمال مہذب و شیخ تربیت و پیر افادت بننے کے لائق یورپ کے عیسائی ہیں ان کو اس قدر بیش قرار تنخواہیں ان روپوں سے دی جائیں گی کہ وہ یہاں رہنے پر مجبور رہوں ان کی صحبت و تربیت میں مسلمانوں کے بچے رکھے جائیں گے ان کے اخلاق و عادات سکھائے جائیں گے، ایسی صورت میں حال ظاہر ہے ابتداء میں کہ مسلمانوں سے چندہ وصول کرنے کو بہت سنبھل سنبھل کر بنا بنا کر مقاصد دکھائے گئے ہیں ان میں تو یہ حالت ہے

آئندہ جو کارروائی ہوگی زولیش مبیں حالش مپرس (اس کا چہرہ دیکھ لیکن اس کا حال نہ پوچھ۔ ت)
سالہا سال سے جو علی گڑھ کالج انھیں مقاصد کے لئے قائم ہے اس کے ثمرات ظاہر ہیں کہ مسلمانوں کو نیم عیسائی کر چھوڑا اس کے اکثر تعلیم یافتہ اسلام وعقائد اسلام پر ٹھٹھے اڑاتے ہیں ائمہ وعلما کو مسخرہ بتاتے ہیں خود غرضی وخود پسندی دنیا طلبی دین فراموشی یہاں تک کہ داڑھی وغیرہ اسلامی وضع سے تنفر ان کا شعار ہے جب ادھورے کے یہ آثار ہیں تکمیل کے بعد جو ثمرات ہونگے آشکار ہیں ع

قیاس کن زگلستان او بہارش را
(اس کے باغ سے اس کی بہار کا اندازہ کرلیجئے۔ ت)

وباللہ العصمۃ (اور اللہ تعالٰی ہی کی مدد سے بچاؤ ہوسکتا ہے۔ ت)، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک رنڈی یہ چاہتی ہے کہ مجھ کو کلام مجید کوئی نیک بخت صالح پڑھا دیا کرے، اور اس کو بہت شوق ہے اور منت عاجزی کرتی ہے کہ کلام الٰہی صحیح طور پر پڑھ جائے، اس صورت میں اس کو پڑھانا یا وہ کچھ نذر کرے اس کو لینا جائز ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

www.alahazratnetwork.org

الجواب

جو شیطان کو دور سمجھتا ہے شیطان اس سے بہت قریب ہے، وہ مستحب چاہتی ہے اور حرام نہیں چھوڑتی یہ بھی شیطان کا مکر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۲۲ از سنبھل محلہ کوٹ ضلع مرادآباد مرسلہ حافظ اکرام صاحب ۲۷ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عالم بے عمل جاہل باعمل سے فضیلت میں زیادہ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

جاہل، عالم کی فضیلت کو نہیں پہنچ سکتا جبکہ وہ عالم عالم دین ہو۔

قال اللہ تعالٰی قل ہل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون[1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا) تم فرماؤ کیا برابر ہوجائیں گے علم والے اور بے علم۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/۹

جاہل بوجہ جہل اپنی عبادت میں سوگناہ کرلیتا ہے اور مصیبت یہ کہ انھیں گناہ بھی نہیں جانتا اور عالم دین اپنے گناہ میں وہ حصہ خوف وندامت کا رکھتا ہے کہ اُسے جلد نجات بخشتا ہے، ولہٰذا حدیث میں ارشاد ہوا کہ عالم کا پایہ رب العزت کے دستِ قدرت میں ہے اگر وہ لغزش بھی کرے تو اللہ تعالیٰ جب چاہے اُسے اٹھالے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲۳ مسئولہ نجف خاں طالبعلم مدرسہ ۲۸ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسلمان بچیوں کو ضروری دینی تعلیم قرآن مجید کا ترجمہ، مسئلہ مسائل کی کتابیں اور بقدرِ حاجت حساب واصولِ حفظانِ صحت جس سے ان کو اپنے بچوں کی داشت ونگہداشت میں مدد ملے پردہ کی سخت نگرانی کے ساتھ مسلمان دیندار پابندِ صوم وصلوٰۃ معلمہ کے ذریعہ سے پڑھانا شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

عقائدِ اہلسنت ومسائلِ اہلسنت کی کتابیں پڑھائی جائیں، عقائد ومسائلِ ضروریہ کی تعلیم فرض ہے، حساب وغیرہ بعض مفید باتیں بھی سکھانے میں حرج نہیں، اصولِ حفظانِ صحت جہاں تک مسائلِ اسلامیہ کے خلاف نہ ہوں ان کی تعلیم میں مضائقہ نہیں اور جو مخالف ہیں جیسے بیماری اڑکر لگنے کے وسوسے، ان کی تعلیم جائز نہیں، تدبیرِ منزل بروجہ مطابقِ شرعی وحقوقِ شوہر واولاد ومذمتِ کذب وغیبت وضرورتِ پردہ وحجاب کی بھی تعلیم ہو، مگر عورتوں کو لکھنا سکھانا منع ہے اس سے فتنہ کا چور دروازہ کھلتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۲۴ مستفسرہ محمد میاں طالب علم بہاری بریلی محلہ سوداگران

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ علمِ دین حاصل کرنا واجب ہے، فرض ہے یا سنت؟ فقط۔

الجواب

فرض عین کا علم حاصل کرنا فرض عین، فرض کفایہ کا فرض کفایہ، واجب کا واجب، مستحب کا مستحب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲۵ ۳۲۶ مرسلہ فیض الحق ابوالاسد مدرس مدرسہ اسلامیہ ضلع ایٹہ ڈاک خانہ گنج ڈونڈوارہ موضع حرولہ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیانِ شرع متین ان مسئلوں میں،

(۱) ایک شخص نے قاعدہ بغدادی نہ قرآن مجید فرقانِ حمید کسی سے پڑھا اور نہ استعداد وملکۂ استخراج

صحت الفاظ قرآن اور پھر وہ مسلمانوں کے بچوں کو قرآن شریف پڑھاتا ہے اور طرفہ تماشا یہ کہ خود و دیگر دوست یاروں کو چارپائی و کرسی پر بٹھاتا ہے اور قرآن شریف نیچے رکھا ہوتا ہے، ایسے معلّم اور پڑھانے والے کا اور متعلمین و پڑھنے والوں کا کیا حکم شرع شریف سے ہے؟ بیّنوا بالکتاب وتوجروا الیٰ یوم الحساب (کتاب کے حوالہ سے بیان کرو اور روزِ حساب اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

(۲) غیر مقلدین نے آج کل اکثر قصبوں اور دیہاتوں میں مترجم فی السطور خطبے تقسیم کئے ہیں جو کہ اکثر جاہل حنفی پیش امام بھی عیدین میں ان کو پڑھا کرتے ہیں مع ترجمے کے۔ آیا یہ مذہب حنفی میں جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) قرآن مجید بے پڑھے کوئی شخص صحیح نہیں پڑھ سکتا، جس نے قرآن مجید نہ پڑھا اور استادوں سے صحیح نہ کیا اُسے جائز نہیں کہ اوروں کو پڑھائے، نہ لوگوں کو جائز ہے کہ اس سے پڑھیں یا اپنی اولاد کو اس سے پڑھوائیں وہ سب گنہگار ہوتے ہیں۔ جو معلّم ایسا ہو کہ آپ اور اس کے یار دوست چارپائیوں اور کرسیوں پر بیٹھیں اور قرآن مجید نیچے زمین پر رکھا ہو اگر اس سے مراد حقیقۃً زمین پر رکھنا ہے اور وہ لوگ ایسا کرتے ہیں تو ان کے اسلام میں کلام ہے مسلمان ہرگز ایسا نہ کرے گا یہ وہی کرسکتا ہے جس کے دل میں قرآن مجید کی عزت اصلاً نہ ہو اور جس کے دل میں قرآن مجید کی اصلاً عزت نہ ہو وہ مسلمان نہیں، اور اگر یہ مراد ہے کہ پڑھنے والے لڑکے زمین پر بیٹھتے ہیں قرآن مجید رحل پر یا ان کے ہاتھوں یا گود میں ہے اور یہ معلّم وغیرہ ان سے اونچے بیٹھتے ہیں تو جب بھی سخت بدکار، نابہجار، فسّاق، فجّار، مستحق عذاب نار و غضب جبّار ہیں۔ اور اگر قصداً بوجہ توہین استخفاف شانِ قرآن مجید ایسا کرتے ہیں تو آپ ہی کفار ہیں۔ بہرحال ایسے معلّم سے پڑھنا پڑھوانا حرام ہے اور اس کے پاس بیٹھنا جائز نہیں۔ والمولٰی تعالٰی اعلم

(۲) جمعہ و عیدین کے خطبوں میں ساتھ ساتھ اُن کا ترجمہ پڑھنا خلافِ سنّت ہے اس سے احتراز چاہئے والمولٰی تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۲۲: مرسلہ عبدالعزیز تاجر چرم مقام قصبہ شکاری محلہ شاہ گنج ضلع گیا بروز دوشنبہ تاریخ ۱۶ ذوالقعدہ ۱۳۳۳ھ

ایک شخص جو عالم ہے اس نے جمعہ کے روز وعظ کے اندر یہ بیان کیا کہ جن لوگوں نے جمعہ کے روز روزہ افطار کیا اور نماز عید پڑھی وہ ناجائز ہے ہم نے فتوٰی غیر عالم سے منگوایا ہے جن کو ضرورت ہو ہمارے مکان پر آکر دیکھ لیں اور عام جمعہ میں فتوٰی نہیں دکھلایا اور جب مکان پر لوگوں نے طلب کیا

۲۳
تو فتوٰی دکھلانے سے انکار کیا ایسا فتوٰی کہ جس سے ہر ایک مسلمان کو تعلق دینی ہے اُس کا چھپا رکھنا عالم کے حق میں کیسا ہے؟ ۴۴

الجواب

اگر کوئی عذرِ شرعی نہ ہو تو فتوٰی چھُپانا بہت بیجا تھا اگرچہ اعلان کے ساتھ وعظ میں حکمِ شرعی بیان کردینے کے بعد کتمانِ علم و اخفائے حق کی حد میں نہیں آسکتا کہ عالم پر زبانی بیان حکم فرض ہے خود لکھ کر دینا ضروری نہیں کما فی غمز العیون وغیرہ (جیسا کہ غمز العیون وغیرہ میں ہے۔ ت) نہ اور کا لکھا پیش کرنا مگر جبکہ اُس کے پیش کرنے میں عوام کی ہدایت کا ظن غالب ہو اور اسے بلاوجہ شرعی چھپائے تو اب البتہ جرم کی حد میں آجائے گا کہ اس نے مسلمانوں کا خلاف ہدایت پر رہنا پسند کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ مایحب لنفسہ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

(لوگو!) تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کیلئے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنی ذات کیلئے پسند کرتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۳۲۸: از کراچی بندر شاپ کیپر صدر بازار بر دکان سیٹھ حاجی نور محمد عبدالقادر مسئولہ عبداللہ حاجی روز چہارشنبہ بتاریخ ۸ محرم ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مبین و مفتیان شرع متین کہ یہاں ایک مدرسہ مسلمان لڑکیوں کے لئے کھولا گیا ہے جس میں اس مدرسہ کی معلمہ مروجہ تعلیم جو فی زمانہ اسکولوں میں لڑکوں کو دی جاتی ہے بعینہٖ وہی تعلیم لڑکیوں کو دی جاتی ہے یعنی لکھانا و پڑھانا اور حساب و نظمیں یاد کراتی اور سکھاتی ہے، یہ فعل فی زمانہ لڑکیوں کے لئے روا اور جائز ہے یا ممنوع اور ناجائز ہے؟ علاوہ اس کے لڑکیاں بارہ چودہ سال کی بے پردہ آیا کرتی ہیں اور اس مدرسہ کے خادم نوجوان لڑکے ہیں ان کے سامنے اور وقت امتحان کے غیر مردوں کے آگے الحان سے نظمیں پڑھتی ہیں کیا یہ فعل شرعاً حرام ہے یا نہیں؟ اور لڑکی مشتہاۃ ہونے کے لئے شرعاً کتنی عمر ہونی چاہیے اور ایسے مدرسہ کی تائید کرنے والوں اور ان کے والدین کے لئے جو اپنی لڑکیاں ایسے مدرسہ میں بھیجا کرتے ہیں اور تعلیم مروجہ دلاتے ہیں شرعاً کیا حکم ہے؟ فقط

---

[1] صحیح البخاری کتاب الایمان باب حب الرسول قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷

الجواب

لڑکیوں کا غیر مردوں کے سامنے خوش الحانی سے نظم پڑھنا حرام ہے اور اجنبی نوجوان لڑکوں کے سامنے بے پردہ رہنا بھی حرام، اور لڑکیوں کو لکھنا سکھانا مکروہ، یونہیں عاشقانہ نظمیں پڑھانا ممنوع، اور ایسے مدرسہ کو مدد دینی شیطان کو اس کے مقاصد میں مدد دینی ہے اور جو اپنی لڑکیوں کو ایسی جگہ بھیجتے ہیں بے حیا بے غیرت ہیں اُن پر اطلاق دیوث ہوسکتا ہے، نو برس کی عمر کی لڑکی مشتہاۃ ہوتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۲۹ تا ۳۳۱: از برٹس گاننا ڈمرارا پتربس حال ویچ ایسٹ بنگ۔ مسئولہ عبدالغفور روز شنبہ ۲۲ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

(۱) اگر ایک شخص نے کہا کہ درمختار کو حدیث کے سامنے نہیں مانتا تو اس کا جواب کیا ہوا؟

(۲) جاہل کو عالم مان لینا کیسا ہے؟

(۳) ایک شخص نے اپنے کو مولانا قرار دیا اور وہ شخص زید کو جانتا ہے کہ وہ وہابی ہے اور زید کہتا ہے کہ میں سنت جماعت ہوں اور دراصل میں زید کے اعتقاد میں کچھ فتور پایا جاتا ہے اور زید مناظرہ کے لئے سُنّی مولانا کو طلب کرتا ہے تو مولانا کو زید سے مناظرہ کرنا لازم آتا ہے یا کہ نہیں اور سنّی مولانا کا زید سے کہ دراصل وہ وہابی ہو مناظرہ نہ کرنا باعث ننگ مذہب سنت جماعت کے ہے یا کہ نہیں؟

الجواب

(۱) اس کا جواب وہی مناسب ہے جو قرآن عظیم نے تعلیم کیا ہے کہ،

سلٰمٌ علیکم لا نبتغی الجٰھلین[1] واللہ تعالٰی اعلم

تم پر (الوداعی) سلام ہو، ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۲) جہل ہے اور اس کا انجام ضلالت۔ حدیث میں ہے،

حتی اذا لم یبق عالم اتخذ الناس رؤساجہالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(قرب قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے) یہاں تک کہ جب کوئی عالم نہ رہے گا تو لوگ (بامر مجبوری) رئیس جاہلوں کو (دینی مقتدا)

---

[1] القرآن الکریم ۲۸/ ۵۵

[2] صحیح البخاری کتاب العلم باب کیف یقبض العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰

بنائیں گے، پھر ان سے دینی مسائل پوچھیں گے تو وہ بغیر علم فتوے دیں گے تو خود بھی گمراہ ہو جائیں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر دیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۳) وجوب مناظرہ کے لیے شرائط ہیں اگر وہ سب پائے جاتے ہیں تو مناظرہ لازم ہے اور اس کا ترک مضر مذہب۔ اور اگر ان میں سے ایک بھی منتفی ہے مثلاً فریق مقابل جاہل ہے یا متعصب معاند ہے جس سے قبول حق کی امید نہیں یا مناظرہ میں فتنہ ہو تو کچھ ضرور نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۳۲: مسئولہ معین الدین احمد ڈاکخانہ بنکلا ضلع میمن سنگھ چہار شنبہ ۲۷ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص بغیر علم حدیث و تفسیر و اصول و فقہ کے فتوے دے یا لکھے تو کیسا ہے یعنی شرعاً وہ شخص مجرم و ماخوذ ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

ضرور مجرم ہے، حدیث میں ہے: افتوا بغیر علم فضلوا واضلوا[1] بے علم کے فتوٰی دیا تو آپ بھی گمراہ ہوا اور ان کو بھی گمراہ کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۳۳۳: مسئولہ سیٹھ حاجی اکو صاحب از پور بندر کاٹھیاواڑ شنبہ ۹ رمضان شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ گجراتی زبان لڑکیوں کو غیر مذہب والی عورتوں سے سیکھوانا یعنی پڑھوانا اور نیز لکھنے کی تعلیم دلوانا جیسے ہندوانی و آریہ مذہب والی عورتوں سے قبل واقفیت ضروری علم دینی کے جائز ہے یا نہیں یعنی اپنے دین حقہ کے مسائل اور دیگر مسائل روزمرہ مثل نماز و روزہ وغیرہ کے پہلے اور نیز اردو کی دنیوی کتابیں پڑھوانے کے واسطے کیا حکم ہے یعنی ہم لوگوں نے مدرسہ قائم کیا ہے اس مدرسہ میں عربی اردو گجراتی علم پڑھایا جاتا ہے، اب ہم علمائے دین سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ گجراتی علم درست ہو تو ہندو عورتوں سے پڑھوانا جائز ہے یا نہیں؟ اور لڑکیوں کو لکھنا اور پڑھانا سکھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور یہی علوم مسلمان عورتوں سے سیکھنا درست ہے یا نہیں؟ فقط

الجواب

عورتوں لڑکیوں کو لکھنا سکھانا منع ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: لا تعلموھن الکتابۃ[2] (عورتوں کو لکھنا نہ سکھاؤ)

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب کیف یقبض العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰

[2] الکامل لابن عدی ترجمہ جعفر بن نصر دار الفکر بیروت ۲/ ۵۶۵

اس میں فتنہ کا دروازہ کھولنا ہے، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

والفتنۃ اشد من القتل[1] فتنہ قتل سے بھی سخت تر ہے۔

حضرت لقمان علی الانبیاء الکرام وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک لڑکی کتب میں ایسی تعلیم ہوتے ہوئے دیکھی، فرمایا:

لمن یصقل ھذا السیف[2] یہ تلوار کس کے لئے صیقل کی جارہی ہے۔

یہ انھوں نے اپنے زمانہ کی نسبت فرمایا اب تو جیسے فتنہ کا زمانہ ہے ظاہر اس لئے درمختار وغیرہ میں فرمایا:

من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل[3] جو کوئی اپنے زمانے کے لوگوں کے حالات سے ناواقف ہے وہ نادان ہے (ت)

غیر مذہب والیوں کی صحبت آگ ہے ذی علم عاقل بالغ مردوں کے مذہب اس میں بگڑ گئے ہیں، عمران بن حطان رقاشی کا قصہ مشہور ہے یہ تابعین کے زمانہ میں ایک بڑا محدث تھا خارجی مذہب کی عورت کی صحبت میں معاذ اللہ خود خارجی ہوگیا اور یہ دعوٰی کیا تھا کہ اُسے سُنّی کرنا چاہتا ہے، جب صحبت کی یہ حالت تو استاد بنانا کس درجہ بدتر ہے کہ استاد کا اثر بہت عظیم اور نہایت جلد ہوتا ہے اور پھر کمسن لڑکیاں کچی لکڑی جدھر جھکیں ادھر پھر جائیں گی، تو غیر مذہب عورت کی سپردگی یا شاگردی میں اپنے بچوں کو وہی دے گا جو آپ دین سے واسطہ نہیں رکھتا اور اپنے بچوں کے بددین ہوجانے کی پرواہ نہیں رکھتا، شریعت کا تو یہ حکم ہے کہ کافرہ عورت سے مسلمان عورت کو ایسا پردہ واجب ہے جیسا اجنبی مرد سے، یعنی سر کے بالوں کا کوئی حصہ یا بازو یا کلائی یا گلے سے پاؤں کے گٹوں کے نیچے تک جسم کا کوئی حصہ مسلمان عورت کا کافرہ عورت کے سامنے کھلا ہونا جائز نہیں۔ درمختار وتنویر الابصار میں ہے:

والذمیۃ کالرجل الاجنبی فی الاصح فلا تنظر الی بدن المسلمۃ[4] ذمیہ زیادہ صحیح قول میں غیر محرم مرد کی طرح ہے لہٰذا وہ کسی مسلمان عورت کے جسم کو نہ دیکھے (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۱
[2] الفتاوی الحدیثیۃ مطلب یکرہ تعلیم النساء المطبعۃ الجمالیۃ مصر ص ۴۳
[3] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب الوتر والنوافل مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۹
[4] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الحظروالاباحۃ فصل فی النظر والمس " " ۲/ ۲۴۳

یہ حکم اس کافرہ کی نسبت فرمایا جو سلطنتِ اسلام میں مطیع الاسلام ہو کر رہتی ہے پھر اس کا کیا ذکر جو مطیع الاسلام بھی نہیں، اہلسنت وجماعت کے عقیدے اور طہارت ونماز وروزہ کے مسئلے سیکھنا سب پر فرض ہے اور ان کی معتبر کتابیں جیسے عقائد میں مختصر رسالہ عرفان ایمان وغیرہ (نہ وہ کتابیں کہ بیدینوں یا بدمذہبوں نے لکھیں جیسے بہشتی زیور وغیرہ کہ ایسی کتابیں پڑھنا پڑھانا حرام ہے) غرض سنی عالم کی اردو تصنیف صحیح العقیدہ نیک خصلت سے پڑھوانا ضروری ہے ان ضروریات اور قرآن عظیم پڑھنے کے بعد پھر اگر اردو یا گجراتی کی دنیوی کتاب جس میں کوئی بات نہ دین کے خلاف ہو نہ بے شرمی کی، نہ اخلاق و عادات پر برا اثر ڈالنے کی، اور پڑھانے والی عورت سنی مسلمان پارسا حیادار ہو تو کوئی حرج نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۴۳ تا ۳۴۶ از ملک گجرات علاقہ احمد آباد مقام برمنگام جامع مسجد غلام محی الدین ۴ شوال المعظم ۱۳۴۴ھ

علمائے شرع متین کی خدمت میں چند سوالات عرض کئے جاتے ہیں:

(۱) ایک شخص نے مدرسہ فخراً وحسداً قائم کیا ہے کہ سابق اس کے سے ایک مدرسہ جاری تھا جو حسبۃً للہ عموماً استفادہ عباد اللہ کے لئے قائم کیا گیا تھا تو اس کے شکست ونیست و نابود کرنے کی غرض سے یہ ثانی مدرسہ بنایا کہ اس مدرسہ قدیمہ میں کوئی نہ پڑھے اور بند ہوجائے حالانکہ مدرسہ ثانیہ کی ضرورت نہ تھی، آیا اس طور سے اور اپنی اغراض نفسانی اور حطام دنیوی سے مدرسہ قائم کرنا جائز ہے؟

www.alahazratnetwork.org

(۲) ایک شخص منکر قیامت اور تارک الجماعت اور منکر جمعہ ہے باوجود ان اعتقادات کے تعلیم وتعلم گجراتی اور انگریزی میں ترقی اور دینی علوم میں تنزل پسند کرنے والا شخص ہے تو اگر ایسا شخص مدرسہ قائم کرے تو اس میں دینی تعلیم وتعلم جائز ہے یا نہیں؟ اور اخلاق بگڑنے کے خوف سے احتراز لازم ہے یا نہیں؟

(۳) ایک شخص شریر اور فتنہ انگیز اور فقہائے کرام کی کتابوں کا منکر اور فعل لواطت کا قائل بلکہ زانی بھی ہے تو ایسے مدرس کے پاس اپنی اولاد کو پڑھانا درست ہے یا نہ؟ اور اس شخص کا کیا حکم ہے؟ اجیبوا بما ھو صواب۔

الجواب

(۱) اگر واقع یہی ہے کہ پہلا مدرسہ تعلیم دین مطابق مذہب اہلسنت وجماعت کے لئے کافی ووافی تھا اور اس پر عقداً وعملاً کوئی اعتراض شرعی نہ تھا تو اس کے قرب میں دوسرا مدرسہ محض بلاحاجت

قائم کرنا عبث بلکہ تفریق قوت ہے لیکن اگر حالت یہ ہے جو سوال میں لکھی تو یہ مدرسہ اس مدرسہ کے توڑنے اور ضرر پہنچانے کے لئے قائم کیا گیا اور پہلا مدرسہ واقعی خالص مدرسہ اہلسنت و جماعت مطابق شریعت ہے، تو اس نیت نامحمود کے ساتھ یہ جدید مدرسہ مسجد ضرار کے حکم میں ہوگا اور اس کے اہل پر اس کا بند کردینا واجب۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم	حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:
لاضرر ولاضرار فی الاسلام[1] واللہ تعالٰی اعلم۔	اسلام میں ضرر اور ضرار دونوں نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۲) جو شخص قیامت کا منکر اور دین کا معاذ اللہ تنزل چاہنے والا ہے وہ کسی طرح مسلمان نہیں ہوسکتا اور مرتد کی صحبت آگ ہے نہ کہ اس کے زیر تربیت ہو،

قال اللہ تعالٰی واما ینسینك الشیطٰن فلاتقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[2]	(اللہ تعالٰی نے فرمایا) اگر تمہیں کبھی شیطان بھلاوے میں ڈالدے تو یاد آنے کے بعد ہرگز ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اور جب وہ دین کا تنزل چاہنے والا ہے تو تعلیم دین کی ترقی اس سے کیونکر متوقع ہے، اس مدرسہ کے پاس نہ جانا چاہئے اور چھوڑ دیا جائے کہ اسی کے خیال والے اس میں پڑھیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳) کتب فقہائے کرام کا منکر گمراہ بددین ہے اور حل لواطت کا قائل کافر، ایسے شخص کے پاس بیٹھنا حرام ہے نہ کہ اس سے پڑھنا۔

قال اللہ تعالٰی ولاترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا، ظالموں کی طرف مت جھکو ورنہ تمہیں (دوزخ کی) آگ پہنچے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] نصب الرایہ کتاب الدیات باب مایحدث الرجل فی الطریق المکتبۃ الاسلامیہ ریاض ۴/ ۳۸۴
[2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸
[3] " " ۱۱/ ۱۱۳

مسئلہ ۳۳۶: مرسلہ حکیم وجیہ الدین احمد صاحب از چھپرہ ضلع سارن محلہ بارہ دری ۳ صفر ۱۳۳۲ھ

زبدۃ المحققین قبلہ نمائے آیات اولین عمدۃ الفواضل، تسلیم بجائے تعظیم پذیرفتہ خدمت فیضدرجت ہو۔ مزاج شریف۔ کچھ عرض ہے، نظر فیض اثر اگر اس طرف متوجہ فرمائی جائے تو حکم العلماء ورثۃ الانبیاء سے مجھ عقیدت آور کو افادہ و امداد کامل پہنچے۔ اس علاقہ ملک شرقیہ کے شہر چھپرہ میں بہت لوگ مولوی وارث حسن بنارسی کے مریدان ہیں اور خود وہ مولوی رشید احمد گنگوہی کے مرید و خلیفہ ہیں جو اپنا سلسلہ مولانا امداد اللہ مہاجر مکی کے ساتھ درست کرتے و صادق بتاتے اور مولوی اشرف علی دیو بندی جو فہو منہم (انھیں میں سے ہے۔ ت) ان کی تصانیف سند و شیوخ میں لاتے، ہم لوگ صوفیان مستند و صادقان اکابران بے جرم و داغ رہ سلوک و عرفان کے متقدی و ہدایت یافتہ اور وہ لوگ تصوف غیر مقلدانہ آمیزے علم افراشتہ، رموز قرآنیہ کا فہم ان کو آسان ہے مطالب حدیث غوامض ان کے کم علم کے بر نوک زبان ہے غرض عجب عنوان علم و ایقان ہے یہ بات معلوم ہوئی کہ کوئی کتاب حسام الحرمین ہے جس میں مولوی رشید احمد گنگوہی کی ارتداد بیعت از جانب مولانا امداد اللہ مہاجر مکی بمہر و سند درج ہے؛ آپ جناب اقدس نے اسے چھپوادیا ہے پس یہ التماس خدمت شریف ہے کہ ایک جلد اس کی اس بندۂ ناچیز کو بھی ارسال فرماکر مرہون منت فرمائیں اور اس کے علاوہ اور بھی کوئی رسالہ وغیرہ ان لوگوں کے عقائد یا انفساخ و نادرستی بیعت وغیرہ کے بارہ میں ہو وہ بھی مرحمت ہو۔ دوسری بات یہ کہ اس ہیچمدان کو شوق حصول علم جفر ہوا نقوش و ادعیات مرتبہ قاعدہ جفر زیادہ تر اثرات بروج و کواکب کے ساتھ مبنی و محتوی ہیں لہذا تھوڑا حصہ علم نجوم کا بھی معلوم کرنا لازمی ہوا اوقات و ساعات سبعہ سیارہ و منازل و بروج سے واقفیت حاصل کرنا ضروری ٹھہرا، پس سلسلہ بندان گنگوہی نے یک دم سرے سے علم نجوم ہی کو کل کفر ٹھہرایا اور بوجوہ ایں کہ احوال مغیبات نجوم و جفر سے دریافت ہوتے لہذا علم جفر کو اس کا چھوٹا بھائی بتایا اور ایک حدیث مشکوۃ کی ثبوت کفر میں پیش کی کہ کاہن و ساحر و منجم یک حکم رکھتے اور علم نجوم سیکھنا اور سکھانا دونوں ہی کفر۔ یہ کہا گیا کہ علم نجوم کل کفر ہو نہیں سکتا کیونکہ علماء و فضلاء و حکماء و مفسرین و محدثین کو تھوڑی واقفیت حقیقت اشیاء و جزئیات امور علم نجوم کی بھی ضرور ہے تا استدلال و تردید مذاہب باطلہ کی وہ بخوبی کرسکیں اور اس کی حقیقت و ماہیت و افعال و خواص سمجھیں اور بتائیں چنانچہ تمثیل و تطبیق میں مولانا روم علیہ الرحمۃ دفتر اول مثنوی معنوی میں فرماتے ہیں: ؎

(۱) ہر کرا با اخترے پیوستگی ست ... مر ورا با اخترے خود ہمتگی ست

(۲) طالعش گر زہرہ باشد با طرب ... میل کلی دارد آں عشق و طلب

(۳) در بود مریخی و خونریز خو   جنگ و بہتان و خصومت جویدا و[1]

(ترجمہ: (۱) جس شخص کو ستاروں سے وابستگی ہے مرد کو ستاروں سے خود ہی ہمت لڑائی چاہئے۔

(۲) عیش و عشرت رکھتے ہوئے، جس کا طالع زہرہ ستارہ ہے وہ مکمل رجحان عشق کی جستجو کی طرف رکھتا ہے۔

(۳) اگر اس کا طالع ستارہ مریخ ہے تو وہ خونریزی کی عادت اور لڑائی جھگڑا اور بہتان تراشی ڈھونڈتا رہتا ہے)

اگر بے وجود ہوتا اور ضلالت کی بات تھی تو مولانا نے اس پر کیوں واقفیت حاصل کی اور مزید برآں دوسرے مسلمانان کے واقفیت عامہ کے لئے کیوں رقم فرمایا۔ علم نجوم اور احکام نجوم جو منجمین پیشینگوئیاں کہہ کر کماتے پھرتے یہ دونوں دو چیز ہے یہ البتہ ضرور ہے اور بیشک ہم اس پر متفق ہیں کہ احکام نجوم پر ہم ایمان نہیں رکھتے کہ بالیقین یہی ہوکے رہے گا ستاروں کو فاعلِ حقیقی ہم ہرگز نہیں کہتے، مصدر خیر و شر ستاروں کو ہم کبھی نہیں جانتے مگر ہاں تاثیرات ان کے بیشک مانتے۔ افعال اثر خوب یا خراب جو اللہ پاک نے ان میں دے کر متعین بکار عالم کیا ہے وہ بیشک برضی اللہ پاک یوما ولیلاً جاری ہوا کرتا۔ وسخرلکم الیل والنہار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ ان فی ذلك لاٰیت لقوم یعقلون[2]○ اللہ تعالٰی نے رات، دن، سورج اور چاند تمہارے تابع کردئے یعنی تمہاری خدمت میں لگادئے، اور ستارے اس کے حکم کے پابند ہیں، یقیناً ان باتوں میں عقلمند افراد کے لئے قدرت کی بے شمار نشانیاں ہیں۔ (ت)

تفسیر مولانا عبدالحق حقانی میں بہ تفسیر سورہ فاتحہ آیۃ اھدنا الصراط المستقیم در بیان و تشریح افراط و تفریط فی العبادات و افراط و تفریط فی العلوم کے آخر عبارت میں صاف درج و مستنبط ہے کہ علم نجوم و طلسم و نیرنجات و کیمیا وغیرہ علوم و دیگر فنون کا افراط منع و یکدم تفریط بھی ناجائز حالت درمیانی بہتر اور اسی کو حکمت کہتے اور حکمت وجہ کمال انسان اور مصداق صراط مستقیم ہے[3]

---

[1] مثنوی معنوی دفتر اول باب حکایت بادشاہ جہود الخ   نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۳

[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۲

[3] تفسیر حقانی تحت آیہ اہدنا الصراط المستقیم دارالاشاعت تفسیر حقانی منزل دہلی حصہ دوم ص ۳۲

جلد اول فتاوٰی میں مولانا مفسر دہلوی شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کے درج ہے سوالات عشرہ جو شاہ بخارا نے ان کو لکھا تھا اس کے جواب سوال ہفتم میں علم منطق و علم انگریزی و علم فارسی و علم فقہ و علم نجوم و رمل و علم قیافہ و سحر کے بارہ میں یہ تحریر کر جو حکم صاحب آلہ کا وہی حکم آلہ کا اور تحصیل علم کی وجہ سے گنہگار نہیں ہوسکتا الخ ۔ اور اسی دفتر اول فتاوٰی میں بجصہ آخر مرقوم کہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے ایک شخص کو حفظ حرمت و عزت کے لئے انگشتری نقرئی پر اسم عزیز بقاعدہ تکسیر علم جفر کندہ کرانے کو بوقت شرف قمر فرمایا اور تحقیق ساعت شرف اہل نجوم سے کرنے کو فرمایا ۔ پس علم جفر اگر بحکم کفریہ تھا تو اس علم کے قاعدہ میں اسم الٰہی کا کیوں نقش بنایا اور علم نجوم بحکم کفریہ تھا تو اس کی ساعت اور اہل نجوم سے تحقیق کرلینے کو کیوں اجازت دیا اور بقول منکران سعد و نحس ستارگان کوئی چیز نہیں تو تخصیص شرف قمر کیا چیز ٹھہری اور مولانا محدث ہوکر خود ان دونوں علم کفریہ کو سیکھا و جانا اور دوسرے اہل اسلام کو کیوں بتایا ۔ اب آپ کی خدمت عالی میں بینوا توجروا کی عرض و تصدیع ہے کہ دربارہ امر متذکرہ جو کچھ بحکم آیات و حدیث ثابت و مستنبط ہوتا ہو و بد ستخط و مُہر اپنے زیب قلم فرمائیں تا معترضان عامل بالحدیثان کو دکھلایا جائے اور لیسا اکابران دین و حاملان شرع مبین جو ان دونوں علم مذکورہ کو جانتے تھے انھوں پر الزام بدیہ جو عائد ہورہا ہے بطریق احسن دفع کردیا جائے و توثیق و تصدیق کے لئے زیب قلم فرمودہ آنجناب چوں حرز جاں بحفاظت رکھا جائے ۔

الجواب

حضرات علمائے کرام حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا و تکریما نے بالاتفاق رشید احمد گنگوہی و اشرفعلی تھانوی و اعزا بہما کی نسبت نام بنام فتوائے کفر و ارتداد دیا ہے اور صاف ارشاد فرمایا ہے :

من شک فی عذابہ و کفرہ فقد کفر[1] — جس نے ان کے عذاب اور کفر میں شک کیا وہ بلا شک و شبہہ کافر ہوگیا ۔ (ت)

یہاں سے اُن کی بیعت کی حالت بھی ظاہر کہ مرتد ہوکر بیعت کیونکر قائم رہ سکتی ہے اس کیلئے حسام الحرمین کا ملاحظہ کافی ہے ۔ جفر بیشک نہایت نفیس جائز فن ہے حضرات اہلبیت کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم کا علم ہے امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے خواص پر اس کا اظہار فرمایا اور سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰی عنہ اسے معرض کتابت میں لائے ، کتاب

---

[1] حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین — مطبع اہلسنت بریلی — ص ۹۲

مستطاب جفر جامع تصنیف فرمائی۔ علامہ سید شریف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ شرح مواقف میں فرماتے ہیں، امام جعفر صادق نے جامع میں ماکان و مایکون تحریر فرمادیا۔[1]

سیدنا شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے الدر المکنون والجوہر المصون میں اس علم شریف کا سلسلہ سیدنا آدم و سیدنا شیث وغیرہما انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے قائم کیا اور اس کے طرق واوضاع اور ان میں بہت غیوب کی خبریں دیں۔[2]

عارف باللہ سیدی امام عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے ایک رسالہ اس کے جواب میں لکھا اس کا انکار نہ کرے گا مگر ناواقف یا گمراہ متعسف۔ نجوم کے دو ٹکڑے ہیں علم و فن تاثیر۔ اول کی طرف تو قرآن عظیم میں ارشاد ہے:

الشمس والقمر بحسبان[3] والشمس تجری لمستقر لہا ذٰلک تقدیر العلیم ۝ والقمر قدرنٰہ منازل حتی عاد کالعرجون القدیم ۝ لا الشمس ینبغی لہا ان تدرک القمر ولا الیل سابق النہار وکل فی فلک یسبحون[4] ۝ وجعلنا الیل والنہار اٰیتین فمحونا اٰیۃ الیل وجعلنا اٰیۃ النہار مبصرۃ لتبتغوا فضلا من ربکم ولتعلموا عدد السنین والحساب وکل

سورج اور چاند ایک حساب سے چل رہے ہیں، یہ سورج ہے جو اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے، یہ اس (اللہ تعالٰی) کا اندازہ مقرر کیا ہوا ہے جو زبردست اور سب کچھ اچھی طرح جاننے والا ہے، ہم نے چاند کے لئے مختلف منازل کا ایک اندازہ کرلیا ہے یہاں تک کہ وہ آخرکار کھجور کی پرانی (اور بوسیدہ) ٹہنی کی طرح ہوجاتا ہے، اور نہ سورج کی یہ طاقت ہے کہ وہ پیچھے سے چاند کو آپکڑے، اور نہ رات میں یہ قوت ہے کہ وہ دن سے آگے نکل جائے، یہ سب کے سب اپنے مرکز (مدار) میں تیر رہے ہیں۔ ہم نے رات اور دن کو (اپنی قدرت کی) دو نشانیاں بنایا لیکن ہم نے رات کی نشانی مٹا دی (یعنی اسے مدھم

www.alahazratnetwork.org

۱؎ شرح المواقف المقصد الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۶/ ۲۲
۲؎ الدر المکنون والجوہر المصون
۳؎ القرآن الکریم ۵۵/ ۵
۴؎ القرآن الکریم ۳۶/ ۳۸ تا ۴۰

شیٔ فصلنٰہ تفصیلا[1] o والسماء ذات البروج[2] o تبارك الذی جعل فی السماء بروجا[3] o فلا اقسم بالخنس الجوار الکنس[4] o ویتفکرون فی خلق السمٰوٰت والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلا سبحٰنك فقنا عذاب النار[5] o الم تر الی ربك کیف مد الظل ولو شاء لجعلہ ساکنا ثم جعلنا الشمس علیہ دلیلا ثم قبضنٰہ الینا قبضا یسیرا[6] o الی غیر ذٰلك من اٰیات کثیرۃ۔

کر دیا) اور دن کی نشانی کو روشن کر دیا تاکہ تم اپنے پروردگار کا فضل تلاش کرو (یعنی دن کو رزق حلال کی تلاش کرو) تاکہ تم لوگ سالوں کی گنتی اور حساب کو جان سکو، اور ہم نے ہر چیز کو خوب اچھی طرح تفصیل سے بیان کر دیا۔ برجوں والے آسمان کی قسم۔ بڑا بابرکت ہے (اللہ تعالٰی) جس نے آسمان میں بُرج رکھے۔ پھر میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹ جانے والے تاروں کی۔ اور (قسم کھاتا ہوں) سیدھی رفتار والے رُک کے رہنے والے تاروں کی۔ اور وہ (خدا کے مقبول بندے) آسمان و زمین کی پیدائش (بناوٹ) میں گہرا غور و فکر کرتے ہیں۔ (پھر عرض کرتے ہیں) اے ہمارے پروردگار! تُو نے یہ سب کچھ بیکار اور بیفائدہ نہیں بنایا۔ لہٰذا تمام عیوب ونقائص سے تیری ذات پاک ہے لہٰذا ہمیں آتش دوزخ کے عذاب سے بچا اور محفوظ فرما دے۔ کیا آپ نے اپنے پروردگار کے (بے شمار نشانات قدرت میں سے اِس نشانی کو) نہیں دیکھا کہ کس طرح سایہ کو پھیلا دیتا ہے، اور اگر وہ چاہتا تو ٹھہرا ہوا بنا دیتا۔ پھر ہم نے اس کے وجود پر سورج کو دلیل ٹھہرا دیا، پھر ہم آہستہ آہستہ اُسے (سایہ کو) اپنی طرف سمیٹتے رہتے ہیں۔ پس آیات مذکورہ کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات قرآنیہ ہیں (جو علم نجوم کی طرف راہنمائی کرتی ہیں)۔ (ت)

اور اس کا فن تاثیر باطل ہے تدبیر عالم سے کواکب کے متعلق کچھ نہیں کہا گیا نہ اُن کے لئے کوئی تاثیر ہے غایت درجہ حرکات فلکیہ مثل حرکات نبض علامات ہیں کما قال اللہ تعالٰی:

وعلٰمٰت وبالنجم ھم یھتدون[7] اور کچھ نشانیاں ہیں اور وہ لوگ ستاروں سے راہ پاتے ہیں۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۱۲
[2] القرآن الکریم ۸۵/ ۱
[3] القرآن الکریم ۲۵/ ۶۱
[4] القرآن الکریم ۸۱/ ۱۵ و ۱۶
[5] القرآن الکریم ۳/ ۱۹۱
[6] القرآن الکریم ۲۵/ ۴۵ و ۴۶
[7] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۶

نبض کا اختلاف اعتدال سے طبیعت کے انحراف پر دلیل ہوتا ہے مگر وہ انحراف اس کے اثر نہیں بلکہ یہ اختلاف اس کے سبب سے ہے اس علامت ہی کی وجہ سے کبھی اس کی طرف اکابر نے نظر فرمائی ہے فنظر نظرۃ فی النجوم فقال انی سقیم[1] (پھر ایک نگاہ ستاروں پر ڈالی تو ارشاد فرمایا میں تو بلاشبہہ بیمار ہوں۔ ت) زمانۂ قحط میں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حکم دیا کہ باران کے لئے دعا کرو اور منزل قمر کا لحاظ کرلو۔ امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے منقول ہے:

لاتسافروا والقمر فی العقرب۔ سفر نہ کرو جبکہ چاند برج عقرب میں ہو۔ (ت)

اگرچہ علمائے اس کی یہ تاویل فرمائی ہے کہ عقرب ایک منزل تھی اور قمر ایک راہزن کا نام تھا کہ اس منزل میں تھا۔ علم تکسیر علم جفر سے جدا دوسرا فن ہے اگرچہ جفر میں تکسیر کا کام پڑتا ہے یہ بھی اکابر سے منقول ہے امام حجۃ الاسلام غزالی و امام فخر الدین رازی و شیخ اکبر محی الدین ابن عربی و شیخ ابو العباس یونی و شاہ محمد غوث گوالیاری وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی اس فن کے مصنف و مجتہد گزرے ہیں اس میں شرف قمر وغیرہ ساعات کا لحاظ اگر اسی علامت کے طور پر ہو جس کی طرف ارشاد فاروقی نے اشارہ فرمایا تو لاباس بہ ہے اور پابندی اوہام منجمین کے طور پر ہو تو ناجائز،

من دونہ الا اسماء سمیتموھا انتم و اٰباؤکم ما انزل اللہ بہا من سلطان ان الحکم الا للہ امر ان لا تعبدوا الا ایاہ ذٰلک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون[2] وہ تو نہیں مگر کچھ نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں ورنہ اللہ تعالٰی نے ان کی کوئی سند (دلیل) نہیں اتاری۔ حکم اللہ تعالٰی کے سوا کسی کو نہیں، پس اس نے یہ حکم فرمایا کہ اس کے بغیر کسی کی عبادت نہ کرو یہی ٹھیک دین ہے۔ لیکن زیادہ تر لوگ (اس حقیقت کو) نہیں مانتے۔ (ت)

طلسم و نیرنجات سراسر ناجائز ہیں نیرنج تو شعبدہ ہے اور شعبدہ حرام کما فی الدر المختار وغیرہ من الاسفار (جیسا کہ درمختار وغیرہ بڑی بڑی کتابوں میں مذکور ہے۔ ت) اور طلسم تصاویر سے خالی نہیں اور تصویر حرام، (حدیث میں ہے:)

---

[1] القرآن الکریم ۳۷ /۸۸ و ۸۹

[2] " " ۱۲ /۴۰

اشد الناس عذابا یوم القیٰمۃ من قتل نبیا او قتلہ نبی والمصورون[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

روزِ قیامت سب لوگوں سے زیادہ سخت عذاب اس کو ہوگا کہ جس نے کسی نبی کو شہید کیا یا اسے کسی نبی نے مار ڈالا اور تصویریں بنانے والوں کو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۳: مرسلہ مولوی محمد بہاؤالدین صاحب موضع سکندرپور ڈاکخانہ کرنڈہ ضلع غازی پور

۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

یہاں پر ایک وہابی رہتا ہے وہ شخص پیرو ہے علمائے دیوبند کا، خاصکر مولوی اشرف علی و مولوی رشید احمد کا۔ وہ شخص کہتا ہے کہ پیرو استادِ دینی سے مرتبہ زیادہ ہے ماں باپ کا کیونکہ ماں باپ کا مرتبہ قرآن مجید سے زیادہ ثابت ہوتا ہے فقیر نے حدیث پیش کی کہ فضیلت پیرو استاد کی ماں باپ سے زیادہ ہے، اس شخص نے کہا کہ ہم قرآن مجید کے مقابلہ میں حدیث کو نہ مانیں گے۔ تو سوال یہ کہ حدیث شریف کا انکار کرنے والا کیا ہوا؟ اور ماں باپ سے مرتبہ زیادہ پیرو استاد کا ہے یا نہیں؟ بادلیل دوبات قلم سے تحریر کر دیجئے وہی تحریر سند سمجھوں گا۔ والسلام

www.alahazratnetwork.org

الجواب

پیرو استادِ علمِ دین کا مرتبہ ماں باپ سے زیادہ ہے وہ مربیِ بدن ہیں یہ مربیِ روح، جو نسبت روح سے بدن کو ہے وہی نسبت استاد و پیر سے ماں باپ کو ہے،

کما نص علیہ العلامۃ الشرنبلالی فی غنیۃ ذوی الاحکام وقال فیہ ذا ابوالروح لا ابو النطف[2]

جیسا کہ علامہ شرنبلالی نے غنیہ ذوی الاحکام میں اس کی صراحت فرمائی چنانچہ اس میں ارشاد فرمایا یہ استاد انسان کے روح کا باپ ہے اس کے مادہ تولید (نطفہ) سے بنے ہوئے جسم کا باپ نہیں۔ لہذا جو فرق جسم اور روح میں ہے وہی فرق استاد اور والدین میں ہے۔ (ت)

قرآن عظیم میں ماں باپ کا ذکر فرمایا یہ نہیں فرمایا کہ ان کے برابر کسی کا حق نہیں بلکہ وہ آیہ کریمہ جس میں اپنے شکر کے ساتھ والدین کے شکر کو فرمایا، مربیانِ دین کا مرتبہ ماں باپ سے بہت زائد

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۴۹۷ و ۱۰۵۱۵ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۰/ ۲۶۰ و ۲۶۶

[2] غنیۃ ذوی الاحکام

ہونے کی طرف اشارہ فرماتی ہے ظاہر ہے کہ تربیتِ دین نعمتِ عظمٰی ہے اور اس کا شکر قطعاً فرض، مگر اُن کا شکر بعینہٖ شکرِ الٰہی عزوجل ہے اسی واسطے انھیں لی میں داخل فرمایا اُن کے بعد والدین کا ذکر ارشاد ہوا ورنہ والدین کا حق نبی سے بھی بڑھ جائے گا کہ یہاں جس طرح استاد و پیر کا ذکر نہیں ویسے ہی نبی کا بھی ذکر نہیں۔ دیوبندیوں سے انکارِ حدیث کی شکایت کیا معنی رکھتی ہے۔ علمائے حرمین شریفین کا فتوٰی حسام الحرمین دیکھئے کہ یہ لوگ خود حضورِ رسالت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کے مخالف ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۹: مرسلہ شیخ محمد اکرام الدین طالب علم درجہ حفظ (د) چوک لکھنؤ مدرسہ فرقانیہ ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مبین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا باپ علوم وغیرہ پڑھنے سے زید کو روکتا ہے کیا زید بلا رضامندی اپنے باپ کے طلب علم دین کے واسطے اپنا وطن چھوڑ کر دوسرے شہر میں جاکر علم دین پڑھے درحالیکہ اس کے وطن میں کوئی مولوی حافظ موجود نہیں ہے، جواب بحوالہ کتب مسطور فرمایا جائے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

www.alahazratnetwork.org

الجواب

طلب علم دین اپنی حاجت کے قدر فرض عین اور اس سے زائد فرض کفایہ ہے اس کے باپ کا اس سے روکنا خلافِ حکمِ خدا ہے اور خلافِ حکمِ خدا میں کسی کی اطاعت نہیں۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالٰی۔[1]

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت (اور فرمانبرداری) نہیں۔ (ت)

فتاوٰی امام قاضیخاں میں ہے:

لوخرج فی طلب العلم بغیر اذن والدیہ فلاباس بہ ولم یکن ھذا عقوقا۔[2]

اگر حصولِ علم کے لئے بغیر اجازتِ والدین باہر جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں، اور یہ ان کی نافرمانی نہیں۔ (ت)

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۳۱۵۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۳/ ۲۰۸-۲۰۹

[2] فتاوٰی قاضیخاں کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی التسلیم الخ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۹۳

۲

ہاں اگر باپ محتاج ہے اور اگر یہ باہر جائے تو وہ ضائع رہ جائے کوئی ذریعۂ قوت اس کے پاس ہو نہ بھیج سکے تو اس کا روکنا بجا ہے، فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

قال محمد رحمه الله تعالٰی فی السیر الکبیر اذا اراد الرجل ان یسافر الی غیر الجهاد لتجارة او حج او عمرة وکره ذٰلك ابواه فان کان یخاف الضیعة علیهما بان کانا معسرین و نفقتهما علیه وماله لایفی بالزاد و الراحلة ونفقتهما فانه لایخرج بغیر اذنهما سواء کان سفرا یخاف علی الولد الهلاك فیه کرکوب السفینة فی البحر او دخول البادیة ماشیا فی البرد الشدید اولا وان کان لایخاف الضیعة علیهما بان کانا موسرین ولم تکن نفقتهما علیه ان کان سفرا لایخاف علی الولد الهلاك فیه کان له ان یخرج بغیر اذنهما وان کان یخاف علی الولد لایخرج الا باذنهما کذا فی الذخیرة وکذا الجواب فیما اذا خرج للتفقه الی بلدة اخری ان کان لایخاف علیه الهلاك بسبب هذا الخروج کان بمنزلة السفر للتجارة وان کان یخاف علیه الهلاك کان بمنزلة الجهاد

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے سیر کبیر میں فرمایا جب کوئی شخص جہاد کے بغیر کسی اور کام کے لئے سفر کرنے کا ارادہ کرے مثلاً کاروبار کرنے یا حج یا عمرہ کرنے کا ارادہ کرے، لیکن والدین اس کے سفر کرنے کو ناپسند کریں، اگر اسے (اپنے باہر جانے کی وجہ سے) والدین کی ہلاکت (اور تلف ہونے) کا خطرہ ہو مثلاً اس طرح کہ وہ دونوں تنگدست اور نادار ہوں اور دونوں کے اخراجات کا یہ ذمہ دار ہو اور حالت یہ ہو کہ اس کا سرمایہ زادِ راہ، سواری اور اُن دونوں کے اخراجات کے لئے کافی نہ ہو تو پھر اس صورت میں یہ شخص والدین کی اجازت کے بغیر نہ جائے، خواہ ایسا سفر ہو جس میں بیٹے کی ہلاکت کا خطرہ ہو جیسے سمندر میں کسی کشتی پر سوار ہونا یا کسی جنگل بیابان کو شدید سردی کے دنوں میں پیدل طے کرنا، یا ایسا نہ ہو۔ اگر اسے والدین کی ہلاکت کا خطرہ نہ ہو مثلاً وہ دونوں (والدین) مالدار ہوں اور اُن کے اخراجات اس کے ذمے نہ ہوں۔ اگر سفر میں انھیں بیٹے کی ہلاکت کا کوئی خطرہ نہ ہو پس اس صورت میں یہ والدین کی اجازت کے بغیر باہر جا سکتا ہے۔ اور اگر انھیں اس کی جان کا اندیشہ ہو تو پھر بغیر اجازت لئے سفر نہ کرے۔ ذخیرہ میں یہی مذکور ہے۔ اور یہی جواب ہے، جب یہ حصولِ فقہ کے لئے کسی دوسرے شہر میں جائے، اگر

www.alahazratnetwork.org

كذا في المحيط[1] آه باختصار، وسأيتني كتبت على قوله لايخرج بغير اذنهما مانصه اقول اى حقيقة فانه لايكون الا اذا كانت عندهما كفاية ولو من قبل غيرهما اما اذا استأذن وهو يعلم ان لاكفاف لهما دونه فقالا غضبا على بركة الله تعالٰى فهذا ليس من الاذن في شئ وان فرض فلا معتبر به لان اضاعتهما حرام والحرام لايحل باذن احد۔

اس سفر میں ہلاکت کا خطرہ نہ ہو تو پھر یہ سفر سفرِ تجارت کی طرح ہے۔ اور اگر ہلاکت کا خوف ہو تو پھر بمنزلہ سفرِ جہاد ہے۔ محیط میں اسی طرح مذکور ہے اھ باختصار۔ تُو نے دیکھا کہ میں نے اس کے قول "لایخرج بغیر اذنہما" وہی کچھ لکھا کہ جس کی اس نے تصریح کی اقول (میں کہتا ہوں) یہاں "اذن" سے مراد حقیقتاً اذن ہے اور یہ اُسی وقت ہوسکتا ہے جبکہ اُن دونوں (والدین) کے پاس بقدرِ کفایت مال ہو اگرچہ کسی دوسرے کی طرف سے مہیا ہو۔ لیکن اگر یہ اُن سے اجازت مانگے جبکہ یہ جانتا ہے کہ اس کے بغیر اُن کے بقدرِ ضرورت (کفاف) مال نہیں اور وہ غضبناک لہجے میں کہہ دیں اللہ تعالٰی کی برکت کے پیشِ نظر روانہ ہوجا تو کسی حالت میں "اذن" نہیں اگرچہ فرض کرلیا جائے لہذا اس کا کوئی اعتبار نہیں اس لئے انھیں ضائع کردینا حرام ہے، اور حرام کسی کی اجازت سے حلال نہیں ہوسکتا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اسی طرح اگر لڑکا امرد خوبصورت محلِ فتنہ ہے اور تنہا جاتا ہے تو کہا گیا کہ اس صورت میں بھی باپ روک سکتا ہے۔ خانیہ میں بعد عبارت سابقہ ہے:

قيل هذا اذا كان ملتحيا فان كان امرد صبيح الوجه فلابيه ان يمنعه من الخروج[2] آه

یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ باریش ہو لیکن اگر وہ لڑکا بے ریش، خوبصورت ہو تو پھر دریں صورت والد اس کے باہر جانے سے یعنی سفر کرنے سے روک سکتا ہے اھ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں) تحقیقِ مقام یہ ہے کہ اگر وہاں جانے میں اندیشۂ فتنہ یقینی ہے یعنی ایسا ظن غالب کہ فقہیات میں ملحق بہ یقین ہے تو بلاشبہہ باپ روک سکتا ہے بلکہ روکنا لازم ہے

---

[1] فتاوی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب السادس والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۶۵

[2] فتاوی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی التسبیح والتسلیم الخ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۹۲

فان درء المفاسد اھم من جلب المصالح (کیونکہ مفاسد کا دفاع مصالح کے حصول سے زیادہ ۲۳
ضرور کرے ۔ ت) اور اگر محض وہم ہے تو معتبر نہیں ہے اور اگر متوسط حالت ہے تو علم ضروری سے 45
نہیں روک سکتا اور زائد میں نظر مختلف ہے اور معیار موازنۂ مفسدہ و مصلحت ہے کما ھو قانون
الشرع والعقل فلیکن التوفیق و باللہ التوفیق (جیسا کہ شرعی اور عقلی قانون کا تقاضا ہے پس
توفیق حاصل ہونی چاہئے۔ اور اللہ تعالٰی کے کرم سے ہی حصولِ توفیق ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ و
تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۴۴: از بریلی محلہ سوداگری مسئولہ محمد حسین طالبعلم مدرسہ منظر اسلام
۲ شعبان المعظم ۱۳۳۵ھ

صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ زید نے عمرو کو علمِ طب سکھایا اور عمرو نے زید کو علمِ حساب سکھایا
مرتبہ استاد اور شاگرد ہونے میں دونوں برابر ہیں یا کسی کو ایک دوسرے پر افضلیت ہے؟

الجواب

جمع تفریق ضرب تقسیم جس قدر علم فرائض کا موقوف ہے طب سے افضل ہے باقی حساب میں
توغل سے طب افضل ہے جس نے افضل سکھایا وہ افضل استاد ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۴۵: از بریلی مدرسہ اہلسنت مولوی شفیع احمد صاحب طالب علم مدرسہ ساکن بیسلپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے ماں باپ اگر تحصیلِ علم فرض سے منع
کریں تو اس میں ان کی تعمیلِ حکم ہرگز نہیں چاہئے اور اگر ان کی قربت میں تحصیل نہ ہو سکے تو سفر کرنا ضرور
ہے اگرچہ ماں باپ کو اس کی خدمت کی طرف احتیاج ہو تو یہ قول زید صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا بالتفصیل
ولوکان القلیل توجروا من رب الجلیل (کسی قدر تفصیل سے بیان فرماؤ اگرچہ تھوڑی ہو، اور
جلیل القدر پروردگار سے اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

قولِ زید صحیح ہے مطلقاً جبکہ اس علم کی تحصیل چاہتا ہو جو فرض عین ہے یونہی صحیح ہے اگر بقدر
فرضِ عین جانتا ہو اور فرضِ کفایہ کی تحصیل چاہے اور وہاں میسر نہ ہو اور اس کے سفر کرنے میں والدین
کا ضائع چھوڑنا نہ ہو اور اگر انکی اضاعت لازم آئے تو فرضِ عین کے بعد کفایہ کے لئے اس کی اجازت
نہیں ہو سکتی کہ ان کا ضائع نہ چھوڑنا اس پر فرضِ عین ہے ضائع چھوڑنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ نہ مال
رکھتے ہیں نہ کسب پر قادر ہیں یہی کماتا ہے اور انہیں کھلاتا ہے اور اگر تحصیلِ کفایہ میں مشغول ہوگا

توان کے نفقہ سے عاجز ہوگا اور وہ نان شبینہ کو محتاج رہ جائیں گے یا وہ سخت مریض یا اپاہج یا مفلوج ہیں کہ حرکت سے عاجز ہیں اور ان کی خدمت اسی سے متعلق ہے اور وہ اجیر نہیں رکھ سکتے تو تحصیل کفایہ کو سفر ممنوع۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۴۲: از سوائی مادھوپور قصبہ سانگود ریاست کوٹہ راجپوتانہ مرسلہ الف خاں مہتمم مدرسہ انجمن اسلامیہ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

تعلیم انگریزی و ہندی کی مسلمان کو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

غیر دین کی ایسی تعلیم کہ تعلیم ضروری دین کو روکے مطلقًا حرام ہے، فارسی ہو یا انگریزی یا ہندی، نیز اُن باتوں کی تعلیم جو عقائد اسلام کے خلاف ہیں جیسے وجود آسمان کا انکار یا وجود جن و شیطان کا انکار یا زمین کی گردش سے لیل و نہار یا آسمانوں کا خرق و التیام محال ہونا یا اعادہ معدوم ناممکن ہونا وغیر ذلک عقائد باطلہ کہ فلسفہ قدیمہ جدیدہ میں ہیں ان کا پڑھنا پڑھانا حرام ہے کسی زبان میں ہو نیز ایسی تعلیم جس میں نیچریوں دہریوں کی صحبت رہے اُن کا اثر پڑے دین کی گرہ سست ہو یا کھل جائے، اور اگر جملہ مفاسد سے پاک ہو تو علوم آلیہ مثل ریاضی و ہندسہ و حساب و جبر و مقابلہ و جغرافیہ و امثال ذلک ضروریات دینیہ سیکھنے کے بعد سیکھنے کی کوئی ممانعت نہیں کسی زبان میں ہو اور نفس زبان کا سیکھنا کوئی حرج رکھتا ہی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۴۳: مولوی افضل صاحب طالب علم مدرسہ منظر اسلام مورخہ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

چہ میفرمایند علمائے دین کہ یک شخص نزد کسے سبق خواندہ بعدہٗ معلوم کہ استاد او در دین خود مستقیم نیست و می گویند کہ امام صاحب ندا شتہ و اجماع را غلط میداند و می گوید کہ قادیانی مجدد بود وغیرہ بے ادبی! از او دیدہ و اورا ترک کرد و او را بسیار ناراضی کرد کہ آیا این شاگرد نزد شرعی ملامت است یا نہ اینچنیں استاد حق بر سر شاگرد دارد یا نہ؟ بیّنوا توجروا۔

علمائے دین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی نے ایک استاد سے سبق پڑھا بعد میں اسکو معلوم ہوا کہ اس کا استاد ٹھیک دین نہیں رکھتا، کہتے ہیں کہ اس کا کوئی امام نہیں (یعنی وہ کسی امام کا پیروکار نہیں) اور وہ اجماع امت کو غلط کہتا ہے اور کہتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی مجدد تھا اور اس کے علاوہ اور کئی ناشائستہ اور بے ادبی کی باتیں (شاگرد نے) استاد سے دیکھیں اس لئے اسکو چھوڑ دیا اور اس کو سخت ناراض کیا، تو کیا یہ شاگرد اسلامی شریعت میں قابلِ ملامت ہے یا نہیں؟ اور اس قسم کا استاد شاگرد پر اپنا حق رکھتا ہے یا نہیں؟ بیان فرمائیے اجر پائیے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

الجواب

ایں چنیں استاد را بر شاگرد خود ہماں حق است کہ برملئکہ ابلیس لعین را کہ اورا لعنت مے کنند و روزِ قیامت کشاں کشاں بدوزخ افگنند۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس قسم کے استاد کا اپنے شاگرد پر وہی حق ہے جو شیطان لعین کا فرشتوں پر ہے کہ فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں اور قیامت کے دن گھسیٹ گھسیٹ کر دوزخ میں پھینک دیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۴ مولوی افضل صاحب طالب علم مدرسہ منظر اسلام مورخہ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

سوال دیگر برادرِ من مرا تعلیم کردہ و برمن ظلم و ستم بیحد کردہ در مال دنیاوی و من با او گفتگو بسیار کردہ ام دریں باب ایں حق وار است یا نہ و نزد شرع ملامت ست یا نہ؟

دوسرا سوال، میرے بھائی نے مجھے تعلیم دی لیکن اس نے دنیوی مال کے معاملہ میں مجھ پر بیحد ظلم و ستم کیا، پھر میں نے اس سے بہت سی باتیں کیں اس باب میں یہ حقدار ہے یا نہیں؟

الجواب

برادرِ کلاں را در حدیث بشابہ پدر شمردہ اند خاصہ کہ استاذ باشد استاذ علم دین خود اعظم از پدر ست برائے مال با او نا حفاظتی نمی شاید کرد باینہمہ اگر در گفتگو تجاوز از حد نہ کردہ ست بزہ کار نیست و بوجہ عدم رعایت حق استاذ و برادر کلاں خالی از ملامتی ہم نیست۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بڑے بھائی کو حدیث پاک میں والد کے مشابہ شمار کیا ہے جبکہ وہ استاذ بھی ہو۔ علمِ دین کا استاذ (مرتبہ میں) والد سے بہت بڑا ہے۔ لہٰذا دنیاوی مال کی وجہ سے اس کی بے حرمتی نہیں کرنی چاہئے تھی اور ان سب باتوں کے باوجود اگر کلام کرنے میں حد سے تجاوز نہیں کیا تو گنہگار نہیں۔ پس استاذ اور بڑے بھائی کے حق کی رعایت نہ کرنے کی وجہ سے ملامت سے خالی بھی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۵ از ریاست جموں کشمیر خاص محلہ رنگریزاں بخانہ منشی چراغ ابراہیم براستہ جہلم مرسلہ محمد یوسف صاحب ۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

اگر کوئی صاحب اہلِ علم ہو کر اپنے استاد و مربی کا انکار کرے کہ ہمارا کوئی استاد نہیں باوجودیکہ گواہ موجود ہوں، تو اس کے واسطے کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب

استاد کا انکار کفرانِ نعمت ہے، اور کفرانِ نعمت موجبِ سزا و عقوبت،

وھل نجزی الا الکفور[1] (ہم بدلہ یعنی سزا نہیں دیتے سوائے ان کے ناشکر گزار ہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۳۲: از فیض آباد مسجد مغلپورہ مرسلہ شیخ اکبر علی مؤذن و مولوی عبدالعلی ۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

پیر مولوی جو مرید کرتے ہیں نائب رسول بھی کہلاتے ہیں ان کو پیروی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اور اُن کے اصحاب اور امامانِ شریعت کی واجب ہے؟

الجواب

ضرور واجب ہے مگر کسی خاص شخص پر بدگمانی کہ یہ پیروی نہیں کرتا بے کسی ایسی دلیل کے جو آفتاب کی طرح روشن ہو جائز نہیں اور علماء پر عوام کو اعتراض نہیں پہنچتا اور جو مشہور بمعرفت ہو اس کا معاملہ زیادہ نازک ہے ہر عامی مسلمان کے لئے حکم ہے کہ اس کے ہر قول و فعل کے لئے ستر محمل حسن تلاش کرو نہ کہ علماء و مشائخ جن پر اعتراض کا عوام کو کوئی حق نہیں یہاں تک کہ کتب وغیرہ میں تصریح ہے اگر صراحۃً نماز کا وقت جارہا ہے اور عالم نہیں اٹھتا تو جاہل کا یہ کہنا گستاخی ہے کہ نماز کو چلئے وہ اس کے لئے ہادی بنایا گیا ہے نہ کہ یہ اس کے لئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۳۳: از جوناگڑھ محلہ کھیانہ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ محمد حسین ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

نذیر احمد بی اے، ایل ایم، کا ترجمہ صحیح ہے یا غلط؟ اور لڑکوں کو مدرسہ میں اس کا ترجمہ پڑھانا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

نذیر احمد کا نہ ترجمہ صحیح ہے نہ ایمان، وہ شخص منکرِ خدا تھا، جیسے اس نے اور کتابیں نصرانیت و نیچریت آمیز لکھیں جن سے مال کمانا مقصود تھا ویسے ہی یہ ترجمہ بھی کر دیا گیا اس سے بھی وہی مال ہی کی غرض تھی ورنہ جو شخص اللہ ہی کو نہ مانتا ہو وہ قرآن کے ترجمہ کو کیا جانے گا۔ اس کا ترجمہ ہرگز نہ پڑھایا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۳۴: از شہر محلہ قرلان مرسلہ مولوی حاجی منیر الدین بنگالی متعلم مدرسہ اہلسنت و جماعت ۱۲ جمادی الاخری ۱۳۳۶ھ

زید معلم ہے اور اپنے دوست احبابوں کو لے کر تخت پر بیٹھ کر حقہ پیتے ہیں اور اسکے شاگرد ان

---

[1] القرآن الکریم ۳۴/ ۱۷

ایک ڈیڑھ گز کے فاصل زمین پر بیٹھ کر قرآن عظیم پڑھتے ہیں اسے ہر طرح کہا گیا مگر وہ اس فعل سے باز نہیں آتا معاذ اللہ اب زید پر کیا حکم ہے اور مسلمانوں کو اس کے ساتھ میل جول کرنا کیسا ہے ؟

الجواب

وہ معلم اور اس کے ساتھ بیٹھنے والے سب بے ادب گستاخ ہیں اس کو تنبیہ کی جائے اگر نہ مانے تو صاحبِ مکان پر لازم ہے کہ وہاں سے تخت اٹھائے اور اس پر بھی اسے متنبہ ہوتا نہ دیکھے تو اسے موقوف کر دے کہ بے ادب نہ کر شاگرد کو مولانا قدس سرہٗ فرماتے ہیں ،

از خدا جوئیم توفیقِ ادب ۔۔۔ بے ادب محروم ماند از لطفِ رب

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد ۔۔۔ بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد[1]

(ہم اللہ تعالٰی سے حصولِ ادب کی توفیق مانگتے ہیں کیونکہ بے ادب رب تعالٰی کے فضل سے محروم رہتا ہے ۔ بے ادب نہ صرف اپنے آپ کو بُرے حالات میں رکھتا ہے بلکہ اس کی بے ادبی کی آگ تمام دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے ۔ ت)

واللہ تعالٰی اعلم ۔

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۳۴۹ از شہر کانپور مرسلہ مولوی سلیمان صاحب مدرس دار العلوم

قرآن شریف میں عربی عبارت کے نیچے اردو میں ترجمہ اور انگریزی یا جنگلہ زبان میں مطالب و شانِ نزول و قصص کا لکھنا درست ہے یا نہیں ؟

الجواب

جائز ہے جبکہ فائدے مطابق شرع ہوں ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۵۰ از اردہ نگلہ ڈاکخانہ اچھنیرا ضلع آگرہ مرسلہ صادق علی خاں صاحب ۲۵ شوال ۱۳۳۶ھ

اس خیال سے انگریزی پڑھنا اور پڑھوانا بچّوں کو کہ اس میں عزّ و جاہِ دنیوی ہے یا حصولِ دُنیا کا بڑا ذریعہ ہے جائز ہے یا ناجائز ؟

الجواب

سائنس وغیرہ وہ فنون و کتب پڑھنی جن میں انکار وجود آسمان و گردشِ آفتاب وغیرہ کفریات کی تعلیم ہو حرام ہے ، اور وہ نوکری جو خود حرام یا حرام میں اعانت ہے اس کی نیت سے پڑھنا

---

[1] مثنوی معنوی ۔۔۔ دفتر اول ۔۔۔ درخواستن توفیق رعایت ادب الخ ۔۔۔ نورانی کتب خانہ پشاور ص ۶

بھی حرام ہے اور اگر جائز فنون جائز نوکری کے لئے پڑھے تو جائز ہے جبکہ اس میں وہ انہماک نہ ہو کہ اپنے ضروریاتِ دین وعلوم فرض کی تعلیم سے باز رکھے ورنہ جو فرض سے باز رکھے حرام ہے اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے دین واخلاق ووضع پر اثر نہ پڑے اسلامی عقائد وخیالات پر ثابت ومستقیم اور مسلمانی وضع پر قائم رہے ان سب شرائط کے اجتماع کے بعد جائز رزق حاصل کرنے کے لئے حرج نہیں رہی اس سے عزّ وجاہ دنیوی کی طلب، طلب جاہ خود ناجائز ہے اگرچہ عربی زبان واسلامی علوم سے ہو نہ کہ وہ جاہ کہ استقامت علی الدین کے ساتھ کم جمع ہو۔

قال اللہ تعالٰی أیبتغون عندھم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعا[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا، کیا وہ ان کے ہاں عزت تلاش کرتے ہیں حالانکہ سب عزت اللہ تعالٰی کے لئے ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۵۱: از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مسئولہ نعمت شاہ خاکی بریڑاہ

دیوبندی کا وعظ سُننا، اُن سے فتوٰی لینا اور ان کے ساتھ نماز پڑھنا، کھانا، شادی کرنا کیسا ہے؟

www.alahazratnetwork.org

الجواب

دیوبندی وہابیوں کی اخبث شاخ ہے، اس کا وعظ سُننا حرام، اس سے فتوٰی لینا حرام، اس سے میل جول سخت حرام، بلکہ اسے مسلمان جان کر ہو تو کفر۔ علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے من شك فی کفرہ وعذابه فقد کفر[2] جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۲: از شہر مسئولہ عبدالحفیظ صاحب طالب علم مدرسہ منظر الاسلام ۲۳ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کسی عالم باعمل کی خدمت میں اس غرض سے حاضر ہُوا کہ چند مسئلہ شرعیہ دریافت کرکے اس پر عمل کرے مگر عالم نے اس کے ساتھ اخلاق محمدی نہیں برتا اور سخت خفگی ظاہر کی کہ اس کی دہشت سے زید نے ناراض ہو کر اپنے اس ارادہ کو ترک کیا جس مسئلہ پر عمل کرنے والا تھا۔ چونکہ علمائے باعمل وارثِ انبیاء ہیں، اخلاق محمدی نہ برتنے سے اور زید کو مسئلہ کی واقفیت نہ ہونے سے وُہ عالم موجب عذابِ خداوندی کا ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۳۹
[2] حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین مطبع اہلسنت بریلی ص ۹۲

الجواب

سائل کا کلام متناقض ہے عالم باعمل بھی کہتا ہے اور اتنا شدید الزام بھی اس پر دھرتا ہے اگر واقعی عالم باعمل ہے تو اس کی خفگی اگر اس کی کسی معصیت یا بے ادبی شریعت کے سبب ہوگی اسے لازم تھا کہ توبہ کرے اور معافی چاہے نہ یہ کہ اُس کے سبب عالم سے کنارہ کش ہو اور مسئلہ پوچھنے کا فرض چھوڑ کر اپنی معصیت میں یہ دو گناہ اور اضافہ کرے اور تیسرا یہ کہ عالم پر الزام رکھنا چاہے فلاح نہیں پاتا وہ جاہل جو خادمانِ شریعت کا ادب نہ کرے اور بالفرض اس کی خفگی اس پر کسی معصیت و بے ادبی شریعت کے سبب نہ ہو تو بعض وقت انسان کی طبیعت منغض ہوتی ہے اس کا سبب کچھ اور ہوتا ہے اور دوسرے کا بات کرنا بھی اُس وقت ناگوار ہوتا ہے اُس وقت وہ اسے جواب ترشی سے دیتا ہے جو اس پر ناراضی کے باعث نہیں ہوتا ایسے وقت کی ترشی اہل سعادت کے لئے قابل لحاظ نہیں، اکابر صدیقین نے فرمایا ہے،

ان لنا شیطانا لیقربنا فاذا رأیتموہ فاعتزلوا۔ بے شک ہمارے لئے بھی شیطان ہے جو ہمارے قریب ہوتا ہے جب تم اسے دیکھو تو الگ ہٹ جاؤ (ت)

www.alahazratnetwork.org

یعنی ہم بھی بشر ہیں بشر کا سا غصہ ہمیں بھی آتا ہے جب اسے دیکھو تو اس وقت ہمیں چھیڑو نہیں بلکہ الگ ہٹ جاؤ۔ اور بالفرض یہ بھی نہ سہی بلکہ بلاوجہ محض اس سے کج خلقی کی تو ضرور اس کا الزام اس عالم پر ہے مگر اسے اس کی خطاگیری اور اس پر اعتراض حرام ہے اور اس کے سبب رہنمائے دین سے کنارہ کش ہونا اور استفادۂ مسائل چھوڑ دینا اس کے حق میں زہر ہے اُس کا کیا نقصان، حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، عالم اگر اپنے علم پر عمل کرے جب اس کی مثال شمع کی ہے کہ آپ جلے اور تمہیں روشنی دے۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ وہ عالم حقیقۃً عالمِ دین سُنّی صحیح العقیدہ ہادی راہ یقین ہو ورنہ اگر سُنّی نہیں تو کتنا ہی خلیق کتنا ہی متواضع کتنا ہی خوش مزاج بنے نائب ابلیس ہے اس سے کنارہ کشی فرض ہے اور اس سے فتویٰ پوچھنا حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۵: از شہر کہنہ محلہ لودھی ٹولہ مسئولہ حبیب اللہ خاں ۲۹ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو صاحب جھوٹا مسئلہ بیان کریں ان کے واسطے شرع شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

جھوٹا مسئلہ بیان کرنا سخت شدید کبیرہ ہے اگر قصداً ہے تو شریعت پر افترا ہے اور شریعت پر

افترا، اللہ عزوجل پر افترا ہے۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے،

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[1]
وہ جو اللہ پر جھوٹ افترا کرتے ہیں فلاح نہ پائیں گے۔

اور اگر بے علمی سے ہے تو جاہل پر سخت حرام ہے کہ فتوٰی دے۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من افتی بغیر علم لعنتہ ملٰئکۃ السماء والارض[2]
جو بغیر علم کے فتوٰی دے اس پر آسمان و زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔

ہاں اگر عالم سے اتفاقًا سہو واقع ہوا اور اس نے اپنی طرف سے بے احتیاطی نہ کی اور غلط جواب صادر ہوا تو مواخذہ نہیں مگر فرض ہے کہ مطلع ہوتے ہی فورًا اپنی خطا ظاہر کرے اس پر اصرار کرے تو پہلی شق یعنی افترا میں آجائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۵ از شہر محلہ ملوکپور مسئولہ امیر اللہ صاحب ۱۸ صفر ۱۳۳۹ھ

حضور والا! السلام علیکم! انجمن خدام المسلمین کو مولوی قطب الدین صاحب نے بغرض استقبال مولوی نعیم الدین صاحب مرادآبادی کے بلوایا تھا ممبران انجمن نے ان کا استقبال بریلی جنکشن پر کیا اور وہاں سے ان کی سواری کو اپنے ہاتھوں سے کھینچ کر حضور کے در دولت تک لا پہنچایا، پھر حضور کے در دولت سے مولوی قطب الدین کے مکان تک اسی شان و شوکت سے پہنچایا مسلمانوں کو ایک عالم دین کے استقبال و خدمت کرنے سے کیا شرع مطہر روکتی ہے، اور یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ حضور کو سخت صدمہ پہنچا اور حضور کی شان گستاخی، مفصل طور پر جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب

وعلیکم السلام، استغفر اللہ، یہ جو سننے میں آیا محض کذب و افترا ہے اور وہ تعظیم کہ مسلمانوں نے سُنّی عالم کی کی باعثِ اجر عظیم و رضائے خدا ہے۔ حدیث میں ارشاد ہوا:

من تواضع للہ رفعہ اللہ[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم
جس نے اللہ کی خوشنودی کیلئے عاجزی اختیار کی اللہ اسکو بلند کردیتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۶۹

[2] کنز العمال حدیث نمبر ۲۹۰۱۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۹۳

[3] مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۳/ ۷۶

مسئلہ ۳۵۵: از شہر محلہ چڑھائی نیب مسئولہ عبدالرحیم صاحب ۷ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خدا کے یہاں مفتی فتوٰی دینے کا ذمہ دار ہے یا وہ بھی جو فتوٰی پر عمل کرے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر وہ مفتی قابل فتوٰی نہیں یا عامہ مسلمین شہر دربارۂ فتوٰی اس پر اعتماد نہیں کرتے یا فتوٰی ایسا غلط ہے جس کی صریح غلطی مستفتی پر ظاہر ہے یا عالم معتمد مستند نے اس کے اغلاط ظاہر کردیے یا فتوٰی واقعات پر نہیں ہے اور اس میں مفتی نے اصل واقعہ چھپایا اور غلط رُخ دکھایا تو مفتی اس پر عمل کرنے والا دونوں ماخوذ وگرفتار ہیں ورنہ جب تک حق واضح نہ ہو جاہل پر وبال نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۵۶ و ۳۵۷: از احمد آباد گجرات محلہ چھیپیان پانچ پیپلی مکان چھیپینہ سلطان جی علی جی کوڑے والے مسئولہ غلام نبی صاحب پیرزادہ ۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین:

(۱) جو لوگ کتب دینیات وغیرہ طالب علم کو تعلیم دینے سے مدرس اول کو منع کرتے ہیں ان کا کیا حکم ہے؟

(۲) اور کسی نااہل کو اس کی قابلیت سے باہر علم سکھانا بغرض مباحثات ومجادلات کے کیسا ہے؟ بینوا بیانا شافیا توجروا اجرا وافیا (شافی بیان فرماؤ اور پورا اجروثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

(۱) تعلیم دین اگر بروجہ دین ہے تو اس سے ممانعت منع خیر ہے مناع للخیر معتد اثیم[1] (بھلائی سے روکنے والا حد سے گزرنے والا اور گنہگار ہے۔ ت) میں داخل ہوتا ہے ایسے لوگوں کی بات ہرگز نہ سُنی جائے نہ انھیں مدرسہ میں دخل دیا جائے ہاں اگر مدرس اول بدمذہب ہو اور بنام اپنے مذہب فاسد کی اشاعت چاہتا ہو تو اسے روکنا فرض ہے اور یہ تعلیم دین کی ممانعت نہ ہوئی بلکہ تخریب دین کا انسداد ہوا۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۶۸/ ۱۲

(۲) قابلیت سے باہر علم سکھانا فتنہ میں ڈالنا ہے اور ناقابل کو مباحث ومجادل بنانا دین کو معاذ اللہ ذلت کے لئے پیش کرنا ہے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا وسد الامر الی غیر اھلہ فانتظر الساعۃ[1] واللہ تعالٰی اعلم	جب نااہل کو کام سپرد کیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو (ت)

مسئلہ ۳۵۵: ازموضع گھاگرہ ڈاکخانہ پائیکوڑہ ضلع میمن سنگھ مسئولہ مولوی سعید الرحمٰن
۲۹ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ موضع گھاگرہ میں لوگوں نے ایک نیا جلسہ قائم کیا ہے بنگلہ میں اس کا نام سمیتی ہے واسطے فیصلہ کرنے مقدمہ وغیرہ کے۔ لیکن اس میں چار یا پانچ شخص ناقابل علم شریعت سے ناواقف سردار ہو کر اپنی رائے کے مطابق احکام جاری کرتے ہیں شریعت کے خلاف اور اگر کوئی ان کے خلاف شرع حکم کو نہ مانے تو اسکو امامت سے برخاست اور جمعہ وجماعت سے خارج کرتے ہیں لوگوں کو اسکی دعوت ونماز جنازہ غرض تمام دنیوی اُخروی کاموں سے منع کرتے ہیں علماء کی اہانت، ظالموں کی تعظیم وتکریم کرتے ہیں اور عالموں سے حسد بغض کینہ دل وجان سے کرتے ہیں حتی کہ اہلِ علم کو حقیر سمجھتے اور کبھی گالیاں بھی دیتے ہیں حسد کی وجہ سے عالموں کو پیچھے اور ان پڑھ کو آگے نماز پڑھنے کا حکم دیتے ہیں یعنی جاہل کو امامت کا حکم دیتے ہیں، موافق شریعت ان پر کیا حکم ہے اور جو ان کی مدد کرے ان پر کس قدر گناہ ہے؟ بینوا توجروا

www.alahazratnetwork.org

الجواب

جاہلوں کو حاکمِ شرع بنانا حرام ہے، اور وہ جو خلافِ شرع حکم دیتے ہیں اس کا ماننا حرام ہے، ایسے لوگوں کے لئے قرآن عظیم میں تین الفاظ ارشاد فرمائے: ظالم، فاسق، کافر، اور اپنے باطل احکام نہ ماننے والوں کو امامت وجمعہ وجماعت سے خارج کرنا اُن کا سخت ظلم ہے اور اُن کی نماز جنازہ سے روکنا اور اشد ظلم۔ ظالموں کی تعظیم حرام ہے اور عالمانِ دین کی اہانت کفر ہے۔ مجمع الانہر میں ہے:

من قال للعالم عویلم قاصدا بہ الاستخفاف کفر[2]	جس شخص نے کسی عالم کو بصیغہ تصغیر عُوَیْلِمْ ہلکا جان کر کہا تو وہ کافر ہوگیا۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب من سئل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۴
[2] مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر باب المرتد ثم ان الفاظ الکفر الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۹۵

اور عالم دین سے بلا وجہ بغض رکھنے میں بھی خوف کفر ہے اگرچہ اہانت نہ کرے۔ فتاوٰی خلاصہ وغیرہا میں ہے:

من ابغض عالما بغیر وجہ ظاہر خیف علیہ الکفر[1] — جس نے کسی عالم سے بغیر کسی وجہ ظاہر کے دشمنی رکھی تو اس پر کفر کا اندیشہ ہے۔ (ت)

عالموں کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع کرنا اور جاہلوں کو امام بنانا حکم شریعت کا بدلنا ہے۔ غرض ایسے لوگ شیطان کے مسخرے ہیں مسلمانوں پر فرض ہے کہ اُن سے دُور رہیں اور جو ان کی مدد کرتے ہیں وہ انھیں کے مثل ہیں۔ حدیث میں ہے:

من مشی مع ظالم لیعینہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خلع من عنقہ ربقۃ الاسلام[2] — جو دانستہ ظالم کی مدد دینے چلے اس نے اسلام کی رسّی اپنی گردن سے نکال دی۔

والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۶۰: از گورکھپور محلہ دھمال مسئولہ سعید الدین ۹ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں کہ:

(۱) عالم کا یہ کہہ دینا کہ میں نے مسئلہ صحیح بیان کیا تھا یا غلط مجھ کو یاد نہیں ہے دوسرے سے پوچھ لو، درست ہے یا نہیں؟

(۲) کسی عالم سے پوچھا کہ آپ مسئلہ صحیح وغلط بھی بیان کرتے ہیں اور اس پر اس کا جواب دینا کہ ہاں، درست ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) صرف درست نہیں بلکہ واجب ہے اگر اس کو اپنے بیان میں شک ہو گیا ہو اور خود اس کی تنقیح نہ کر سکتا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) اگر اس کے یہ معنی ہیں کہ مجھ سے کبھی خطا بھی ہو جاتی ہے تو درست ہے اور اگر یہ مراد کہ کبھی قصداً مسئلہ غلط بیان کر دیتا ہے تو سخت فسق کا اقرار ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] خلاصۃ الفتاوی کتاب الفاظ الکفر الجنس الثامن مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳۸۸/۴

[2] المعجم الکبیر حدیث ۶۱۹ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۲۲۷/۱

مسئلہ ۳۶۱: از اجمیر مقدس محلہ لاکھی کوٹھری اوپری گلی نزد پیرزادگان مسئولہ کمال الدین ۸ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنے کو عوام پر مولوی ظاہر کرے جس نے نہ تو کسی مدرسہ میں تعلیم باقاعدہ حاصل کی ہو اور نہ جس نے کوئی سند منشی عالم فاضل کی حاصل کی ہو اور خود ساختہ استفتاء پر خود ہی جواب تحریر کردے اور طلباء و مدرسین سے دستخط کرائے اور جس سے اپنی ذات کا متمتع ہونا مقصود ہو اور جو جید عالم و مولوی صاحبان و قاضی صاحب پر شہرت حاصل کرنے اور زر حاصل کرنے کی غرض سے جا و بیجا حملہ کرے اور جو مدت تک قاضی صاحب کے پیچھے نماز ادا کرتا رہا ہو اور چند روز سے قاضی صاحب کے پیچھے نماز ادا نہیں کرتا ہے اور صدہا علما قاضی صاحب کے پیچھے نماز ادا کرتے رہے ہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

سند حاصل کرنا تو کچھ ضرور نہیں، ہاں باقاعدہ تعلیم پانا ضرور ہے مدرسہ میں ہو یا کسی عالم کے مکان پر، اور جس نے بے قاعدہ تعلیم پائی وہ جاہل محض سے بدتر نیم ملّا خطرۂ ایمان ہوگا ایسے شخص کو فتوٰی نویسی پر جرأت حرام ہے۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من افتی بغیر علم لعنتہ ملٰئکۃ السماء والارض[1]۔ جو بے علم فتوٰی دے اس پر آسمان و زمین کے فرشتوں کی لعنت ہے۔

اور اگر فتوٰی سے اگرچہ صحیح ہو وجہ اللہ مقصود نہیں بلکہ اپنا کوئی دنیاوی نفع منظور ہے تو یہ دوسرا سبب لعنت ہے کہ آیات اللہ کے عوض ثمن قلیل حاصل کرنے پر فرمایا گیا:

اولٰئک لاخلاق لہم فی الاٰخرۃ ولا یکلمہم اللہ ولاینظر الیہم یوم القیٰمۃ ولایزکیہم ولہم عذاب الیم[2]۔ ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور اللہ ان سے کلام نہ فرمائے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر رحمت کرے اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اور علمائے دین کی توہین کرنے والا منافق ہے۔ حدیث میں ہے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن علی حدیث ۲۹۰۱۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۹۳

[2] القرآن الکریم ۳/ ۷۷

ثلثة لایستخف بحقھم الامنافق بین النفاق ذوالعلم و ذوالشیبۃ فی الاسلام و امام مقسط[1]

تین شخصوں کا حق ہلکا نہ جانے گا مگر جو منافق کھلا منافق ہو عالم اور وہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا اور سلطان اسلام عادل۔

تحصیل زر کے لئے علماء و مسلمین پر بیجا حملہ کرنے والا ظالم ہے اور ظلم قیامت کے دن ظلمات، قاضی مذکور جیسے امام کے پیچھے بلاوجہ شرعی نماز ترک کرنا تفریق جماعت یا ترک جماعت ہے، اور دونوں حرام و ناجائز۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۶۲: از یونا ورعلاقہ پران ملک مالوہ مسئولہ قاسم علی ۱۸ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اسلام وایمان و شرع شریف کے احکام کو جانتا ہے اور لوگوں کو گناہ سے بچنے کی ہدایت اس آیت کے وسیلے فذکر ان نفعت الذکرٰی[2] کے کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر عالم ہے تو اس کا یہ منصب ہے اور جاہل کو وعظ کہنے کی اجازت نہیں وہ جتنا سنوارے گا اس سے زیادہ بگاڑے گا واللہ تعالٰی اعلم۔

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۳۶۳: از بجان پورہ بکھر اسٹیٹ مسئولہ مرتضٰی خاں پی سارجنٹ سپرنٹنڈنٹ پولس آفس ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ خالد نے خلاف شرع کوئی مسئلہ بیان کیا اور بکر نے جس کے ذہن میں وہ غلط ہے بغرض اصلاح سوال کیا تو آیا بکر کا یہ سوال غلط ہے اور خالد نے یہ مسئلہ شرعیہ استصوابیہ کو نہیں سمجھایا تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

بکر کے ذہن میں جبکہ خالد کا مسئلہ صحیح نہ تھا تو بکر کا اُس سے پوچھنا کچھ بیجا نہ ہوا اور خالد کا نہ بتانا سخت بیجا ہوا خصوصاً جبکہ خالد نے مسئلہ غلط بیان کیا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۷۸۱۹ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۸/ ۲۳۸
کنزالعمال حدیث ۴۳۸۱۱ مؤسسۃ الرسالہ ۱۶/ ۳۲
[2] القرآن الکریم ۸۷/ ۹

مسئلہ ۳۶۴ ازملک آسام ضلع گوہٹی مرسلہ محمد طیب اللہ ۸ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص سید و عالم ایسا ہے کہ تمام شہر کا استاد ہے اور فتوے و فرائض و امامت عیدگاہ اور جنازہ وغیرہ کا کام اُسی سے ہوتا ہے۔ اگر کوئی ضیافت میں اکراما یا امتیازًا ایک ہی دسترخوان پر ان کو برتن میں اور مہمان کو پتے میں کھلائیں تو شرعًا یہ درست ہے یا نادرست؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

بلاشبہہ جائز ہے، علماء سادات کو رب العزۃ عزوجل نے اعزاز و امتیاز بخشا تو ان کا عام مسلمانوں سے زیادہ اکرام امر شرع کا امتثال اور صاحب حق کو اس کے حق کا ایفا ہے۔

قال اللہ تعالٰی قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون۔[1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا) تو فرما کیا برابر ہوجائیں گے عالم اور جاہل۔

جب اللہ جل و علا ہی نے علماء و جہلا کو برابر نہ رکھا تو مسلمانوں پر بھی اُن کا امتیاز لازم، اسی باب سے ہے علمائے دین کو مجالس میں صدر مقام و مسند اکرام پر جگہ دینا کہ سلفًا و خلفًا شائع و ذائع اور شرعًا و عرفًا مندوب و مطلوب۔ ام المومنین صدیقہ صلی اللہ تعالٰی علٰی بعلہا الکریم وعلیہا وسلم کی خدمت اقدس میں ایک سائل کا گزر ہوا اسے ایک ٹکڑا عطا فرما دیا ایک شخص خوش لباس شاندار گزرا اسے بٹھا کر کھانا کھلایا اس بارہ میں ام المومنین سے استفسار ہوا فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر شخص سے اس کے مرتبہ کے لائق برتاؤ کرو۔ دیکھو یہ تفرقہ برتن اور پتے کے فرق سے کہیں زائد ہے اور عالم و جاہل و سید و غیر سید کا امتیاز سائل و خوش لباس کے امتیاز سے کہیں بڑھ کر۔

ابوداؤد فی سننہ عن میمون بن ابی شبیب ان عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا مربہا رجل علیہ ثیاب وھیأۃ فاقعدتہ

امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں حضرت میمون بن ابی شبیب سے روایت کی ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے پاس سے ایک شخص عمدہ لباس پہنے ہوئے گزرا تو آپ نے اسے

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۹

فاکل فقیل لہا فی ذٰلک فقالت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انزلوا الناس منازلہم[1]

بٹھا کر کھانا کھلایا پھر آپ سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لوگوں کے ساتھ ان کے حسبِ مراتب سلوک کیا کرو۔ (ت)

امام مسلم اپنے مقدمۂ صحیح میں فرماتے ہیں:

لایقصر بالرجل العالی القدر عن درجتہ ولا یرفع متضع القدر فی العلم فوق منزلتہ ویعطی کل ذی حق فیہ حقہ وینزل منزلتہ، وقد ذکر عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا انہا قالت امرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان ننزل الناس منازلہم[2]

بلند مرتبہ شخص کی حسبِ مرتبہ عزت وقدر ہونی چاہئے اس کی توقیر کرنے میں کوتاہی نہیں ہونی چاہئے اور پست درجہ والے کو اس کی حیثیت سے بڑھانا بھی مناسب نہیں اس سلسلے میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم لوگوں سے ان کے مراتب کے مطابق سلوک کیا کریں۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ہاں علماء وسادات کو یہ ناجائز وممنوع ہے کہ آپ اپنے لئے سب سے امتیاز چاہیں اور اپنے نفس کو اور مسلمانوں سے بڑا جانیں کہ یہ تکبر ہے اور تکبر ملک جبار جلت عظمتہ کے سوا کسی کو لائق نہیں، بندہ کے حق میں گناہ اکبر ہے، الیس فی جہنم مثوی للمتکبرین[3] کیا جہنم میں نہیں ہے ٹھکانا تکبر والوں کا۔ جب سب علما کے آقا سب سادات کے باپ حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انتہا درجہ کی تواضع فرماتے اور مقام ومجلس وخورش وروش کسی امر میں اپنے بندگان بارگاہ پر اختیار نہ چاہتے تو دوسرے کی کیا حقیقت ہے مگر مسلمانوں کو یہی حکم ہے کہ سب سے زائد علما وسادات کا اعزاز وامتیاز کریں یہ ایسا ہے کہ کسی شخص کو لوگوں سے اپنے لئے طالبِ قیام ہونا مکروہ اور

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب تنزیل الناس منازلہم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۰۹
[2] صحیح مسلم مقدمۃ الکتاب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴
[3] القرآن الکریم ۳۹/ ۶۰

لوگوں کا معظم دینی کے لئے قیام مندوب۔ پھر جب اہل اسلام اُن کے ساتھ امتیاز خاص کا برتاؤ کریں تو اُس کا قبول انھیں ممنوع نہیں، امیر المومنین سیدنا مولٰی علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنٰی کہیں تشریف فرما ہُوئے صاحبِ خانہ نے حضرت کے لئے مسند حاضر کی امیر المومنین اُس پر رونق افروز ہوئے اور فرمایا: کوئی گدھا ہی عزّت کی بات قبول نہ کرے گا۔

سعید بن منصور فی سننہ عن سفٰین بن عیینۃ عن عمرو بن دینار عن محمد بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہما قال القی لعلی کرم اللہ تعالٰی وجہہ وسادۃ فقعد علیہا وقال لایابی الکرامۃ الاحمار[1] ورواہ الدیلمی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فذکرہ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

سعید بن منصور نے اپنی سنن میں سفیان بن عیینہ سے انھوں نے عمرو بن دینار سے انھوں نے محمد بن علی سے روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے لئے وسادۃ (یعنی بچھونا) بچھایا گیا اور آپ اس پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا: عزّت وتوقیر کا انکار گدھا ہی کرسکتا ہے۔ اور محدث دیلمی نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا: رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، پھر اس نے وہی حدیث بیان فرمائی۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

www.alahazratnetwork.org

---

[1] المقاصد الحسنۃ بحوالہ سعید بن منصور حدیث ۱۳۱۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۴۶۹

مجالس و محافل

میلاد شریف، گیارھویں شریف، مرثیے، ذکرِ شہادت وغیرہ

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۲۶۵ از امروہہ مرسلہ مولوی سید محمد شاہد صاحب میلاد خواں ۲۲ شعبان ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مجالسِ میلاد میں امردوں کو بازو بناکر پڑھنا درست ہے یانہیں؟ اور وہ کون سی حالتیں ہیں جن کے سبب سے مولود کا پڑھنا سننا ناجائز ہوجاتا ہے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

امرد کہ اپنی خوبصورتی یا خوش آوازی سے محلِ اندیشۂ فتنہ ہو خوش الحانی میں اسے بازو بنانے سے ممانعت کی جائے گی فان ھذا الشرع المطہر جاء بسد الذرائع واللہ لایحب الفساد (کیونکہ یہ پاک شریعت (ناجائز) ذرائع کی روک تھام کرتی ہے اللہ تعالٰی فتنہ وفساد کو پسند نہیں فرماتا۔ ت) منقول ہے کہ عورت کے ساتھ دو شیطان ہوتے ہیں اور امرد کے ساتھ اٹھارہ۔ علماء فرماتے ہیں امرد کا حکم مثل عورت کے ہے۔

فی ردالمحتار عن الھندیۃ عن الملتقط الغلام اذا بلغ مبلغ

ردالمحتار میں بحوالہ ہندیہ اس نے الملتقط سے نقل کیا ہے کہ لڑکا جب مردوں کی حد کو پہنچ جائے

الرجال ولم یکن صبیحا فحکمہ حکم الرجال وان کان صبیحا فحکمہ حکم النساء[1]

اور خوبصورت نہ ہو تو وہ مردوں کا حکم رکھتا ہے یعنی اس پر مردوں والے حکم کا اطلاق ہوگا اور اگر وہ خوبصورت ہو تو عورتوں کا حکم رکھتا ہے (ت)

علماء نے اباحتِ سماع کے شرائط میں یہ بھی شمار فرمایا کہ اُن میں کوئی امرد نہ ہو۔

فی ردالمحتار عن التتارخانیۃ عن العیون ان له شرائط ستة ان لایکون فیھم امرد[2] الخ۔

فتاوٰی شامی میں تتارخانیہ سے اس نے العیون سے روایت کی ہے کہ سماع کے لئے چھ شرائط ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان میں بے ریش لڑکا نہ ہو الخ۔ (ت)

وہ پڑھنا سُننا جو منکراتِ شرعیہ پر مشتمل ہو ناجائز ہے جیسے روایاتِ باطلہ وحکایاتِ موضوعہ واشعار خلافِ شرع خصوصاً جن میں توہینِ انبیاء وملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام ہو کہ آج کل کے جاہل نعت گویوں کے کلام میں یہ بلائے عظیم بکثرت ہے حالانکہ وہ صریح کلمۂ کفر ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۳۶۶: کوہ نینی تال چھوٹا بازار مرسلہ شیخ علی الدین احمد صاحب ۲۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

خدمت میں علمائے دین کی عرض ہے کہ جو مولود شریف چندہ اہلِ ہنود سے ہوا اس میں بدنی اور مالی شرکت اور اہتمام اہلِ ہنود رہا اور وقت شروع مولود شریف اہلِ ہنود کی اجازت سے ہی شروع ہوا اور انکی اجازت سے ہی ختم ہوا اور انکی اجازت سے ہی شیرینی تقسیم ہوئی اور نیچے عام سڑک بازار میں فرش ہو کر کتاب پڑھی جاتی تھی اور اُوپر دکانوں کے چپ وراست بالاخانوں کے چھجوں پر اہلِ ہنود بیٹھے تھے اور ساتھ حکم کے اہتمام کرا رہے تھے اور ہر ایک کام ان کی اجازت سے ہی ہوتا تھا اور یہ شخص ایسے لہجہ سے آواز بنا کر پڑھتا ہے کہ مراثی لوگوں کو مات کرتا ہے جو لوگ بے علم وناواقف ہیں وہ اسکی آواز اور لہجہ پر لوٹ ہوجاتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس زید نے اپنے پانچ روپے فیس مولود شریف کی پڑھوائی مقرر کر رکھے ہیں بغیر پانچ روپیہ فیس کے کسی کے یہاں جاتا نہیں اور وقت نماز سب سے پہلے سبقت امامت کی کرتا ہے اور اپنے آپ کو "مولوی صاحب" کے لفظوں سے اپنے قلم سے لکھتا ہے اور کچھ معمولی روایتیں علمائے دین سے یاد کرلی ہیں اور جمعہ کے روز مسجد میں منبر پر

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی النظر والمس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۳۳

[2] " " " " " " " " " ۵/۲۲۲

بیٹھ کر وعظ پڑھتا ہے اور پیرا مریدی بھی کرتا ہے اور وقت ختم ہونے مولود شریف کے اعلان باآواز بلند اُسی زید مولود خواں نے کہا کہ دیکھو ان اہل ہنود صاحبوں کی امداد اور شرکت سے میرے یہاں پر کیسی رونق روشنی وغیرہ کی تم مسلمانوں سے دس حصّہ اور بیس حصّہ زائد ہوئی۔ لہٰذا اب اس معاملہ میں استفتاء شرعی جو کچھ ہو وہ مشرح ہر فقرہ کا جواب تحریر فرمائیں۔ جملہ اہل اسلام کوہ نینی تال چھوٹا بازار

الجواب

سائلین کے بیان سابق سے واضح ہُوا کہ یہ چندہ ہندوؤں نے خود نہ کیا بلکہ زید میلاد خواں نے مجلس کی اور مسلمانوں سے برخلاف ہوکر ہندوؤں سے چندہ لیا اور اُن کی امداد سے یہ کام کیا یہ سراپا خلافِ شرع ہوا، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

انالانستعین بمشرك۔ اخرجه احمد[1] و ابوداؤد[2] وابن ماجة[3] عن ام المؤمنين الصديقة رضي الله تعالٰى عنها بسند صحيح۔

ہم کسی مشرک سے مدد نہیں لیتے (اس کو صحیح سند کے ساتھ امام احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔ ت)

علمائے کرام تو امورِ دین میں کافر کتابی سے اتنی مدد لینی بھی مکروہ رکھتے ہیں کہ اپنی قربانی ذبح کرنے کو اس سے کہے حالانکہ وہ ایک کام خدمت لینا ہے نہ کہ معاذ اللہ دینی بات کے لئے مشرکوں سے مانگنا دینی کام کا دار و مدار سب انھیں کی اجازت پر ہونا اسے کوئی سچا مسلمان کامل الایمان گوارا نہیں کرسکتا۔ تنویر الابصار و ردّ المحتار وغیرہما میں ہے :

كره ذبح الكتابي اي بالامر لانها قربة ولا ينبغي ان يستعان بالكافر في امور الدين[4] الخ۔

کسی مسلمان کے حکم دینے سے کتابی کا قربانی کے جانور کو ذبح کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ وہ قربت ہے یعنی تقربِ الٰہی کا ذریعہ ہے اور یہ مناسب نہیں کہ دینی کاموں میں کسی کافر سے مدد لی جائے الخ (ت)

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/۶۸
[2] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی المشرک یسہم لہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۹
[3] سنن ابن ماجہ ابواب الجہاد باب الاستعانۃ بالمشرکین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۸
[4] رد المحتار کتاب الاضحیۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۰۸

دوسرا امر ناجائز اس مجلس میں یہ تھا کہ عام سڑک پر خصوصاً بازار میں جہاں آمد و رفت کی زیادہ کثرت رہتی ہے فرش کرکے کتاب پڑھنا کہ یہ حقوق عامہ میں دست اندازی ہوئی شریعت میں تو اسی لحاظ سے راستہ میں نماز پڑھنی بھی مکروہ ہوئی نہ کہ بازار کی سڑک پر مجلس۔ درمختار و ردالمحتار میں ہے :

تکرہ الصلوٰۃ فی طریق لان فیہ شغلہ بمالیس لہ لانہا حق العامۃ للمس درا[1] اھ مختصراً۔

راستے میں نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ راستہ اس کام کے لئے نہیں لہذا اس کام کا کرنا لوگوں کے گزرنے کے حق کو متاثر کرتا ہے اھ مختصراً (ت)

تیسری سخت بیہودہ بات کتاب وقاری کا نیچے اور کافروں کا بچھوں پر ہونا کہ سخت بے تعظیمی کتاب و ذکر شریف تھی، حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو جب حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اپنا ذکر شریف سنتے تو مسجد اقدس میں ان کے لئے منبر بچھاتے وہ اس پر کھڑے ہوکر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نعت و مدحت اور حضور کے دشمنوں بدگویوں کی مذمت بیان کرتے کما رواہ الامام البخاری فی صحیحہ (جیسا کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس کو روایت کیا ہے۔ ت) نہ کہ معاذ اللہ کتاب نیچے اور کافر اونچے ہوں۔

www.alahazratnetwork.org

زید نے جو اپنی مجلس خوانی خصوصاً راگ سے پڑھنے کی اُجرت مقرر کر رکھی ہے ناجائز و حرام ہے اس کا لینا اُسے ہرگز جائز نہیں اس کا کھانا صراحۃً حرام کھانا ہے اس پر واجب ہے کہ جن جن سے فیس لی ہے یاد کرکے سب کو واپس دے وہ نہ رہے ہوں تو ان کے وارثوں کو پھیرے، پتا نہ چلے تو اتنا مال فقیروں پر تصدق کرے، اور آئندہ اس حرام خوری سے توبہ کرے تو گناہ سے پاک ہو۔ اوّل تو سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر پاک خود عمدہ طاعات و اجل عبادات سے ہے اور طاعت و عبادت پر فیس لینی حرام۔ جسوط پھر خلاصہ پھر عالمگیری میں ہے :

لایجوز الاستیجار علی الطاعات کالتذکیر ولایجب الاجر[2] اھ ملخصاً۔

نیک کاموں میں اجرت لینا جائز نہیں، جیسے وعظ کرنا۔ اور اجرت واجب نہیں ہوگی اھ ملخصاً (ت)

خلاصہ پھر تاتارخانیہ پھر ہندیہ میں ہے :

الواعظ اذا سأل الناس شیئا فی

جب وعظ کرنے والا مجلس میں اپنے لئے کچھ

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۵۴

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الاجارۃ الباب السادس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۴۴۸

المجلس لنفسہ لایحل لہ ذٰلک لانہ اکتساب الدنیا بالعلم[1]

مانگے تو اس کے لئے ایسا کرنا حلال نہیں کیونکہ اس میں علم کے ساتھ دنیا کا حصول ہے۔ (ت)

قنیہ پھر اشباہ پھر درمختار میں ہے:

ونظم الدرر اتم حیث یقول تسمی شرکۃ صنائع واعمال وابدان ان اتفق ان صانعان علی ان یتقبلا الاعمال التی یمکن استحقاقہا ومنہ تعلیم کتابۃ وقراٰن وفقہ علی المفتی بہ بخلاف دلالین ومغنین وشہود محاکم وقراء مجالس وتعازی ووعاظ وسؤال[2] اھ۔

درمختار کی عبارت زیادہ تام اور مفصل ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں (شرکت تقبل) جس کو شرکت صنائع واعمال وابدان کہا جاتا ہے (صنائع صنعت کی جمع ہے اس کے معنٰی ہیں پیشہ اور پیشہ ور کی کارکردگی۔ اعمال اور ابدان، عمل اور بدن کی جمع ہیں۔ چونکہ اس میں غالباً دونوں افراد کا جسمانی کام ہوتا ہے اس لئے اس کو یہ نام دیا گیا) اگر دو پیشہ ور اس بات پر باہمی اتفاق کرلیں کہ وہ ایسا کام لیں گے جس میں استحقاق اجرت ممکن ہے اور اسی شعبہ سے کتابت سکھانا، قرآن مجید اور علم فقہ پڑھانا اس قول کے مطابق کہ جس پر فتوٰی دیا گیا ہے بخلاف دو دلالوں کی شرکت کے اور دو گویوں کی شرکت کے۔ فیصلے کے دو گواہوں، مجلس میں قرآن مجید پڑھنے والوں، تعزیت کرنے والوں، وعظ کرنے والوں اور اصرار کے ساتھ مانگنے والوں کی شرکت کے اھ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ثانیاً بیان سائل سے ظاہر کہ وہ اپنی شعر خوانی وزمزمہ سنجی کی فیس لیتا ہے یہ بھی محض حرام۔

فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

لاتجوز الاجارۃ علی شیئ من الغناء وقراءۃ الشعر ولا اجر فی ذٰلک وھذا کلہ قول ابی حنیفۃ وابی یوسف ومحمد رحمہم اللہ تعالٰی کذا فی غایۃ البیان[3] اھ مختصرًا۔

گانا اور اشعار پڑھنا (ایسے اعمال ہیں) ان میں سے کسی پر مزدوری اور اجرت لینا جائز نہیں اور نہ ان میں اجرت ہے۔ امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالٰی تینوں کا یہ قول اور فتوٰی ہے، چنانچہ غایۃ البیان میں یونہی مذکور ہے اھ مختصراً (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۱۹

[2] درمختار کتاب الشرکۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷۳

[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الاجارۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۴۴۹

اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ امامت میں اس کا سبقت کرنا بھی گناہ ہے جبکہ حاضرین میں اس کے سوا کوئی اور شخص قرآن مجید صحیح پڑھنے والا سُنّی صحیح العقیدہ متقی موجود ہو کہ جب یہ علانیہ حرام کھاتا ہے تو کھلا فاسق ہے اور فاسق کو اور لوگ اگر آگے کریں تو گنہگار رہوں نہ کہ خود ہی آگے بڑھ جائے۔ غنیہ میں ہے:

لو قدموا فاسقا یأثمون[۱]

اگر کسی فاسق کو لوگ امامت کے لئے آگے کریں تو گناہگار رہوں گے (ت)

یونہی اپنے آپ کو بے ضرورت شرعی مولوی صاحب لکھنا بھی گناہ و مخالفِ حکمِ قرآن عظیم ہے۔

قال اللّٰہ تعالٰی ھو اعلم بکم اذ انشأکم من الارض و اذ انتم اجنۃ فی بطون امھٰتکم فلا تزکوا انفسکم ھو اعلم بمن اتقی[۲]

(اللہ تعالٰی نے فرمایا) اللہ تعالٰی تمھیں خوب جانتا ہے جب اس نے تمھیں زمین سے اٹھان دی اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں چھپے تھے تو اپنی جانوں کو آپ اچھانہ کہو خدا خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہے۔

اور فرماتا ہے:

الم تر الی الذین یزکون انفسھم بل اللّٰہ یزکی من یشاء[۳]

کیا تو نے نہ دیکھا ان لوگوں کو جو آپ اپنی جان کو ستھرا بتاتے ہیں بلکہ خدا ستھرا کرتا ہے جسے چاہے۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قال انا عالم فھو جاھل۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط[۴] عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما بسند حسن۔

جو اپنے آپ کو عالم کہے وہ جاہل ہے (امام طبرانی نے الاوسط میں سندِ حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کو روایت کیا ہے۔ ت)

---

[۱] غنیۃ المستملی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[۲] القرآن الکریم ۵۳/ ۳۲

[۳] ؍؍ ؍؍ ۴/ ۴۹

[۴] المعجم الاوسط للطبرانی حدیث ۶۸۴۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۷/ ۲۳۳

ہاں اگر کوئی شخص حقیقت میں عالمِ دین ہو اور لوگ اُس کے فضل سے ناواقف اور یہ اس سچی نیت سے کہ وہ آگاہ ہو کر فیض لیں ہدایت پائیں اپنا عالم ہونا ظاہر کرے تو مضائقہ نہیں جیسے سیدنا یوسف علٰی نبینا الکریم وعلیہ الصلٰوۃ والتسلیم نے فرمایا تھا : اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ[1] (بیشک میں حفاظت کرنے والا اور جاننے والا ہوں۔ ت) پھر یہ بھی سچے عالموں کے لئے ہے۔

زید جاہل کا اپنے آپ کو مولوی صاحب کہنا دونا گناہ ہے کہ اس کے ساتھ جھوٹ اور جھوٹی تعریف کا پسند کرنا بھی شامل ہوا۔

قال اللہ عزوجل لاتحسبن الذین یفرحون بما اتوا ویحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا فلا تحسبنھم بمفازۃ من العذاب ولھم عذاب الیم[2]

(اللہ عزوجل نے فرمایا) ہرگز نہ جانیو تو انھیں جو اتراتے ہیں اپنے کام پر اور دوست رکھتے ہیں لے کر تعریف کئے جائیں اس بات سے جو انھوں نے نہ کی تو ہرگز نہ جانیو انھیں عذاب سے پناہ کی جگہ میں اور اُن کے لئے دکھ کی مار ہے۔

معالم شریف میں عکرمہ تابعی شاگرد عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں منقول،

www.alahazratnetwork.org

یفرحون باضلالھم الناس وبنسبۃ الناس ایاھم الی العلم ولیسوا باھل العلم[3]

خوش ہوتے ہیں لوگوں کو بہکانے اور اس پر کہ لوگ انھیں مولوی کہیں حالانکہ مولوی نہیں۔

جاہل کی وعظ گوئی بھی گناہ ہے۔ وعظ میں قرآن مجید کی تفسیر یا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث یا شریعت کا مسئلہ اور جاہل کو ان میں کسی چیز کا بیان جائز نہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من قال فی القراٰن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ رواہ الترمذی[4]

جو بے علم قرآن کی تفسیر بیان کرے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے (اس کو امام ترمذی نے

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۵۵
[2] " " ۳/ ۱۸۸
[3] معالم التنزیل تحت آیۃ ۳/ ۱۸۸ مصطفی البابی حلبی مصر ۱/ ۳۶۵
[4] جامع الترمذی ابواب تفسیر القرآن امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۱۹

وصححہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا اور اسے قرار دیا۔ ت)

احادیث میں اسے صحیح وغلط وثابت وموضوع کی تمیز نہ ہوگی، اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من یقل علی مالم اقل فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ رواہ البخاری[1] فی صحیحہ عن سلمۃ بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو مجھ پر وہ بات کہے جو میں نے نہ فرمائی وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے (امام بخاری نے اپنی صحیح میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اس کو روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

افتوا بغیر علم فضلوا واضلوا۔ رواہ الائمۃ احمد والشیخان[2] والترمذی وابن ماجۃ عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

بے علم مسئلہ بیان کیا سو آپ بھی گمراہ ہوئے اور لوگوں کو بھی گمراہ کیا (ائمہ کرام مثلاً امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے اس کو حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

www.alahazratnetwork.org

دوسری حدیث میں آیا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

من افتی بغیر علم لعنتہ ملئکۃ السماء والارض۔ رواہ ابن عساکر[3] عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ۔

جو بے علم فتوٰی دے اُسے آسمان وزمین کے فرشتے لعنت کریں (ابن عساکر نے امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ سے اسے روایت کیا۔ ت)

یونہی جاہل کا پیر بننا لوگوں کو مُرید کرنا چادر سے زیادہ پاؤں پھیلانا چھوٹا منہ بڑی بات ہے پیر ہادی ہوتا ہے اور جاہل کی نسبت ابھی حدیثوں سے گزرا کہ ہدایت نہیں کرسکتا نہ قرآن سے نہ حدیث سے نہ فقہ سے ع

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۱

[2] صحیح مسلم مقدمۃ الکتاب " " " ۱/۱

جامع الترمذی ابواب العلم باب ماجاء فی ذھاب العلم کتب خانہ رشیدیہ ۲/۹۰

[3] الفقیہ والمتفقہ ماجاء من الوعید الخ ۱۰۴۳ دار ابن جوزیہ جدہ ریاض ۲/۳۲۶

کہ بے علم نتواں خدا را شناخت
(کیونکہ جاہل اللہ تعالٰی کو نہیں پہچان سکتا۔ ت)

زید[1] کا مشرکین کی مدح وستائش علی الاعلان خصوصاً منبر پر ذکر شریف بیان کرنا خصوصاً انھیں مسلمانوں پر ترجیح دینا سخت ناپسند رب العزت جل وعلا ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا مدح الفاسق غضب الرب واھتز لذٰلک العرش۔ رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ وابو یعلی والبیہقی فی الشعب[1] عن انس بن مالک وابن عدی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے رب جل وعلا غضب فرماتا ہے اور عرش الٰہی ہل جاتا ہے۔ (ابن ابی الدنیا نے ذم الغیبۃ (غیبت کی برائی) میں ابو یعلٰی اور بیہقی نے حضرت انس بن مالک اور ابن عدی نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسکو روایت کیا ہے۔ ت)

اس بیان سے تمام مراتب مسئولہ سائلین کا جواب ہوگیا، زید پر لازم کہ توبہ کرے۔ اللہ عزوجل توفیق دینے والا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از درو تحصیل کچھا ضلع نینی تال مرسلہ عبدالعزیز خاں ۲۲ رجب ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قیام بوقت میلاد شریف سنت ہے یا مباح؟ اور تارک کی اس قیام پر حرف زنی درست ہے یا نہ؟ بیّنوا توجروا (بیان کیجئے اجر حاصل کیجئے۔ ت)

الجواب

مستحب ہے،

کما نص علیہ ائمۃ ذو درایۃ ورؤیۃ کما فی عقد الجوھر[2] والدرر السنیۃ وغیرھما من الکتب البھیۃ ولنافیہ

جیسا کہ ائمہ روایت ورؤیت نے اس کی تصریح فرمائی جیسا کہ عقد الجوہر اور درر سنیہ وغیرہ قیمتی کتب میں مذکور ہے، اور اس موضوع پر ہمارا

---

[1] شعب الایمان حدیث ۴۸۸۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۲۳۰
[2] عقد الجوہر فی مولد النبی الازہر مطبوعہ جامعہ اسلامیہ لاہور ص ۲۵ و ۲۶

رسالۃ کافیۃ شافیۃ باذن اللہ تعالٰی سمیناھا "اقامۃ القیامۃ علی طاعن القیام لنبی تہامۃ" صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ایک رسالہ بنام "اقامۃ القیامۃ علی طاعن القیام لنبی تہامۃ" صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (اس شخص پر قیامت برپا کردینا جو نبی تہامہ کیلئے قیام تعظیم پر زبان طعن دراز کرے) لکھا ہے یہ اللہ تعالٰی کے حکم سے اپنے موضوع پر کافی اور بیمار ذہنوں کو شفا بخشنے والا ہے۔ (ت)

یُوں ترک کہ چند لوگ بیٹھے ہیں ذکرِ ولادت اقدس آیا تعظیم حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے انکار نہیں مگر اُس وقت بیٹھے رہے کہ آخر قیام واجب نہیں ایسے ترک پر طعن نہیں، اور اگر یُوں ترک ہو کہ مجلس میں اہل اسلام نے اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم کے لئے قیام کیا یہ بلا عذر جما رہا تو قطعاً محل طعن و دلیل مرض قلب ہے، نظیر اس کی شاہد عین یہ ہے کہ کسی مجمع میں بندگان سلطانی تعظیم سلطانی کیلئے سرو قد کھڑے ہوں اور ایک نامہذب بے ادب قصداً بیٹھا رہے ہر شخص اسے گستاخ کہے گا اور بادشاہ کے عتاب کا مستحق ہوگا یُوں ہی اگر ترک قیام بر بنائے اصول باطلہ وہابیت ہو تو شنیع تر ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۶۶: از کانپور محلہ جرنیل گنج مسجد حاجی فرصت مرسلہ محمد رسول ۱۰ محرم الحرام ۱۳۱۹ھ

ماقولکم ایھا العلماء الکرام (اے علمائے کرام! تمہارا کیا ارشاد ہے) اس مسئلہ میں کہ ذکر میلاد کے وقت جیسا کہ آجکل قیام کرتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

قیام وقت ذکر ولادت حضور سید الانام علیہ وعلٰی آلہٖ افضل الصلوٰۃ والسلام مستحب و مقبول ائمہ کرام وعلماء اعلام و رائج و معمول حرمین طیبین وجملہ بلاد دار الاسلام ہے شرع مطہر سے اُس کے منع پر اصلاً دلیل نہیں ومن ادعی فعلیہ البیان اس مسئلہ کی تفصیل جلیل کتاب مستطاب اذاقۃ الاٰثام لمانعی عمل المولد والقیام (ان لوگوں کے گناہ جو میلاد اور قیام سے روکنے والے ہیں۔ ت) تصنیف لطیف حضرت خاتم المحققین امام المدققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد و رسالہ اقامۃ القیامۃ علی طاعن القیام لنبی تہامۃ تالیف فقیر غفرلہ و دیگر کتب و رسائل علماء و افاضل میں ہے، علامہ سید جعفر برزنجی مدنی قدس سرہ السنی عقد الجوہر میں فرماتے ہیں:

قد استحسن القیام عند ذکر ولادتہ الشریفۃ ائمۃ ذو روایۃ و رؤیۃ فطوبٰی لمن کان تعظیمہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر ولادت شریف کے وقت کھڑا ہونے کو ائمہ روایت و درایت نے مستحسن قرار دیا ہے لہٰذا اس خوش نصیب کیلئے

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غایۃ مراھہ ومرماہ خاتمۃ المحدثین[1]

خوشخبری ہے جس کا غایت مقصد اور مرکزِ نگاہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم ہے۔(ت)

علامہ سید احمد زین دحلان مکی قدس سرہ الملکی الدرر السنیہ میں فرماتے ہیں :

من تعظیمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الفرح بلیلۃ ولادتہ وقراءۃ المولد والقیام عند ذکر ولادتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واطعام الطعام وغیر ذٰلک مما یعتاد الناس فعلہ من انواع البر فان ذٰلک کلہ من تعظیمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقد افردت مسألۃ المولد وما یتعلق بہا بالتالیف واعتنی بذٰلک کثیر من العلماء فالفوا فی ذٰلک مصنفات مشحونۃ بالادلۃ والبراھین فلاحاجۃ لنا الی الاطالۃ بذٰلک انتہی[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم میں یہ بات بھی شامل ہے کہ ان کی ولادت والی رات میں خوشی منائے، تذکرۂ ولادت کرے اور بوقتِ ولادت قیام کرے، لوگوں کو کھانا کھلائے اور ان کے علاوہ دیگر امورِ خیر بھی انجام دے جن کے کرنے کے عادی ہیں۔ اس لئے کہ یہ سب کام حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم میں شمار ہوتے ہیں اور میں نے میلادِ رسول اور اس کے متعلقہ مسائل پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے اور بے شمار علماء نے بھی اس کا اہتمام کیا ہے، چنانچہ اس موضوع پر ان حضرات نے ایسی کتابیں تصنیف فرمائیں جو عقلی ونقلی دلائل سے بھری پڑی ہیں، لہٰذا ہمیں اس موضوع کو طویل کرنے کی چنداں ضرورت نہیں، انتہی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۶۹: از کانپور پرانی سبزی منڈی کی مسجد مرسلہ مولوی احمد علی صاحب ۱۶ ربیع الاول ۱۳۱۹ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی آپ پر رحم وکرم فرمائے آپ کا کیا ارشاد ہے) اس مسئلہ میں کہ دیارِ بنگالہ میں آج کل بعض بعض مولوی اور میاں جی دو تین چھوکروں کو جولحن دلکش و دلآویز رکھتا ہو اردو فارسی غزل کا وزن گٹکری کا ساتھ تعلیم دیتے ہیں جب کہیں مولود شریف کی دعوت ہوتی ہے تو ان چھوکروں کو ہمراہ لے کر جاتے ہیں اور محفل میلاد شریف ہوگا کرکے عوام وخواص کو اطلاع واعلان کرتے ہیں جب سامعین مجتمع ہوجاتے ہیں تو فارسی واردو غزل اور قصائد واشعار

---

[1] عقد الجوہر فی مولد النبی الازہر جامعہ اسلامیہ لاہور ص ۲۵ و ۲۶

[2] الدرر السنیہ

گوناگوں کو ان چھوکروں کے سورسے اپنی سورملا کر اس طور پڑھتے کہ مجال کیا ہے کسی کو جو اس میں اور رنڈیوں کے گانے میں کچھ بھی فرق سمجھے مگر سامعین میں سے اکثر تو ایسے ہیں کہ فارسی و اردو تو بالکل نہیں سمجھتے مجرد وزن اور آواز ہی پر فریفتہ و مفتون ہو کر سماعت کرتے ہیں اور گاہ بگاہ عبارت مثنوی سے اپنی زبان میں سمجھا دیتے ہیں وہ بھی اکثر بے اصل ہے اس طور پر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ایسا پڑھنا ممنوع ہے، یہ پڑھنا نہیں گانا ہے، اور امرد کے گانے میں فتنہ ہے، اور فتنے کا بند کرنا واجب۔

فی رد المحتار عن التاتارخانیة عن العیون سماع غناء حرام ومن اباحه فلمن تخلی عن اللھو وتحلی بالتقوی واحتاج الی ذلك احتیاج المریض الی الدواء وله شرائط ستة ان لایکون فیھم امرد[1] الخ ملخصا وفی الخیریة عن التتارخانیة عن نصاب الاحتساب التغنی واستماع الغناء حرام ومن اباحه فلمن تخلی عن الھوی وله شرائط ان لایکون فیھم امرد ولا امرأة[2] الخ ملتقطا۔

فتاوٰی شامی میں بحوالہ تاتارخانیہ "العیون" سے روایت ہے کہ گانا سننا حرام غذا ہے پس جس کسی نے اسے مباح قرار دیا تو یہ اس کے لئے اس صورت میں ہے کہ کھیل وغیرہ سے خالی ہو اور زیور تقوٰی سے آراستہ ہو اور اسے اس کی طرف کچھ اس طرح کی احتیاج اور ضرورت ہو جس طرح مریض کو دوا کی احتیاج ہوتی ہے اور اس کے لئے چھ شرائط ہیں، ایک یہ کہ ان میں کوئی بے ریش لڑکا شریک نہ ہو الخ ملخصا، اور فتاوٰی خیریہ میں تتارخانیہ کے حوالے سے نصاب الاحتساب سے منقول ہے کہ گانا گانا اور سننا حرام ہے اور جس نے اسے مباح کہا تو یہ اس کے لئے ہے جو نفسانی خواہش سے خالی ہو اور اس کے جواز کی چھ شرائط ہیں، ایک یہ کہ ان میں کوئی بے ریش لڑکا اور کوئی عورت شریک نہ ہو اھ ملتقطا (ت)

یونہی بے اصل و باطل روایات کا پڑھنا سننا حرام و گناہ ہے، نص علیه علماء القدیم والحدیث فی کتب الفقه واصول الحدیث (چنانچہ قدیم علماء کرام نے فقہ اور اصول حدیث کی کتابوں میں

---

[1] رد المحتار کتاب الحظر والاباحۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۲۲
[2] فتاوٰی خیریۃ کتاب الکراہیۃ والاستحسان دار المعرفۃ بیروت ۲/۱۶۹

اس کی صراحت فرمائی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۰ ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس زمانہ میں بہت لوگ اس قسم کے ہیں کہ تفسیر و حدیث بے خواندہ و بے اجازت اساتذہ برسر بازار و مسجد وغیرہ بطور وعظ و نصائح کے بیان کرتے ہیں حالانکہ معنی و مطلب میں کچھ مس نہیں فقط اردو کتابیں دیکھ کے کہتے ہیں، یہ کہنا اور بیان کرنا ان لوگوں کے لئے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

حرام ہے اور ایسا وعظ سننا بھی حرام۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قال فی القراٰن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من النار، والعیاذ باللہ العزیز الغفار، والحدیث رواہ الترمذی[1] وصححہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جس شخص نے قرآن مجید میں بغیر علم کچھ کہا اسے اپنا ٹھکانا دوزخ سمجھ لینا چاہئے۔ اللہ تعالٰی کی پناہ جو سب پر غالب اور سب کچھ بخش دینے والا ہے۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور اسے صحیح قرار دے کر حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے ذکر فرمایا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۳۱ از بدایوں ۱۰ محرم ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ مجلس میلاد حضور خیر العباد علیہ الوف تحیۃ الی یوم التناد میں جو شخص کہ مخالف شرع مطہر ہو مثلاً تارک صلوٰۃ شارب خمر ہو داڑھی کترواتا یا منڈواتا ہو مونچھیں بڑھاتا ہو بے وضو بے ادبی گستاخی سے بروایات موضوعہ تنہا یا دو چار آدمیوں کے ساتھ بیٹھ کر مولود پڑھتا پڑھاتا ہو اور اگر کوئی مسئلہ بتائے تنبیہ کرے تو استہزاء و مزاح کرے بلکہ اپنے معتقدین کو حکم کرے کہ داڑھی منڈانے والے رکھانے والوں سے بہتر ہیں کیونکہ جیسے اُن کے رخسار صاف ہوتے ہیں ایسے ہی اُن کے دل مثل آئینہ کے صاف و شفاف ہے، ایسے شخص سے مولود شریف پڑھوانا یا اُس کو پڑھنا یا منبر و مسند پر تعظیماً بیٹھنا بٹھانا بانی مجلس و حاضرین و سامعین کا ایسے اشخاص کو بوجہ

---

[1] جامع الترمذی ابواب تفسیر القرآن باب ماجاء یفسّر القرآن آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۱۹

خوش آوازی کے چوکی پر مولود پڑھنے بٹھانا جائز ہے یا نہیں ؛ اور ایسے آدمی سے رب العزت جل مجدہٗ اور روح حضور فخرِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خوش ہوتی ہے یا ناخوش ؛ اور پروردگارِ عالم ایسی مجالس سے خوش ہو کر رحمت نازل فرماتا ہے یا غضب ؛ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان محافل میں تشریف لاتے ہیں یا نہیں ؛ بانیان اور حاضرین محافل کے مستحق رحمت ہیں یا غضب ؛ بینوا من الکتاب توجروا عند رب الارباب (کتاب کے حوالے سے بیان فرماؤ تاکہ رب الارباب کے ہاں سے اجر و ثواب پاؤ ۔ ت)

الجواب

افعال مذکورہ سخت کبائر ہیں اور ان کا مرتکب اشد فاسق و فاجر مستحق عذاب یزداں و غضب رحمٰن اور دنیا میں مستوجب ہزاراں ذلت و ہوان خوش آوازی خواہ کسی علت نفسانی کے باعث اسے منبر و مسند پر کہ حقیقۃً مسند حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے تعظیماً بٹھانا اس سے مجلس مبارک پڑھوانا حرام ہے۔ تبیین الحقائق و فتح اللہ المعین و طحطاوی علی مراقی الفلاح وغیرہا میں ہے :

فی تقدیم الفاسق تعظیمہ وقد وجب علیہم اھانتہ شرعاً۔[1]	فاسق کو آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ بوجہ فسق لوگوں پر شرعاً اس کی توہین کرنا واجب اور ضروری ہے (ت)

alahazratnetwork.org

روایات موضوعہ پڑھنا بھی حرام سننا بھی حرام ، ایسی مجالس سے اللہ عزوجل اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کمال ناراض ہیں ایسی مجالس اور ان کا پڑھنے والا اور اس حال سے آگاہی پاکر بھی حاضر ہونے والا سب مستحق غضب الٰہی ہیں یہ جتنے حاضرین ہیں سب وبال شدید میں جدا جدا گرفتار ہیں اور ان سب کے وبال کے برابر اس پڑھنے والے پر وبال ہے اور خود اس کا اپنا گناہ اس پر علاوہ اور ان حاضرین و قاری سب کے برابر گناہ ایسی مجلس کے بانی پر ہے اور اپنا گناہ اس پر طرہ مثلاً ہزار شخص حاضرین مذکور ہوں تو ان پر ہزار گناہ اور اس کذاب قاری پر ایک ہزار ایک گناہ اور بانی پر دو ہزار دو گناہ ایک ہزار حاضرین کے اور ایک ہزار ایک اس قاری کے اور ایک خود اپنا ، پھر یہ شمار ایک ہی بار نہ ہوگا بلکہ جس قدر روایات موضوعہ جس قدر کلمات نامشروعہ وہ قاری جاہل جری پڑھے گا ہر روایت ہر کلمہ پر یہ حساب وبال و عذاب تازہ ہوگا مثلاً فرض کیجئے کہ ایسے سو کلمات مردودہ اس مجلس میں اس نے پڑھے تو ان حاضرین میں ہر ایک پر سو سو گناہ اور اس قاری علم و دین سے عاری پر ایک لاکھ ایک سو گناہ اور بانی پر دو لاکھ دو سو ، وقس علی ہذا ، رسول اللہ

---

[1] فتح المعین کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۰۸
تبیین الحقائق باب الامامۃ المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/ ۱۳۴ و غنیۃ المستملی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

۲۲ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من دعا الی ھدی کان لہ من الاجر مثل اجور من تبعہ لا ینقص ذلک من اجورھم شیئا ومن دعا الی ضلالۃ کان علیہ من الاثم مثل اثام من تبعہ لا ینقص ذٰلک من اثامھم شیئا۔[1] رواہ الائمۃ احمد ومسلم والاربعۃ عن ابی ھریرۃ۔

جس شخص نے لوگوں کو ہدایت کی طرف بلایا تو اسکے جتنے پیروکار ہونگے ان سب کے اجر و ثواب کے برابر اس داعی کو بھی ثواب ہوگا اور پیروکاروں کے اجر و ثواب میں بھی کوئی کمی واقع نہیں ہوگی، اور جس کسی شخص نے لوگوں کو گمراہی کی طرف دعوت دی تو جتنے لوگ ان کا اتباع کریں گے ان سب کے برابر دعوت دینے والوں کو گناہ ہوگا لیکن گمراہی میں اتباع کرنے والوں کے گناہوں میں بھی ذرہ برابر کمی نہیں ہوگی۔ ائمہ کرام امام احمد، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اس کو روایت کیا۔(ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پاک و منزہ ہیں اس سے کہ ایسی ناپاک جگہ تشریف فرما ہوں البتہ وہاں ابلیس و شیاطین کا ہجوم ہوگا، والعیاذ باللہ رب العالمین (اللہ تعالٰی کی پناہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ت) ذکر شریف حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باوضو ہونا مستحب ہے اور بے وضو بھی جائز اگر نیت معاذ اللہ استخفاف کی نہ ہو، حدیث صحیح میں ہے :

کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یذکر اللہ علی کل احیانہ۔[2] رواہ الائمۃ احمد و

نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمہ وقت اللہ تعالٰی کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ امام احمد،

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۳۹۷
جامع الترمذی ابواب العلم ۲/۹۲ و سنن ابن ماجہ باب من سن سنۃ حسنۃ الخ ص ۱۹
سنن ابی داؤد کتاب السنۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۷۹
صحیح مسلم کتاب العلم باب من سن سنۃ حسنۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۴۱

[2] صحیح مسلم کتاب الحیض باب ذکر اللہ تعالٰی فی حال الجنابۃ الخ " " " ۱/۱۶۲
صحیح البخاری ۱/۴۴ و ۸۸ و سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب فی الرجل یذکر اللہ الخ ۱/۳
سنن ابن ماجہ ابواب الطہارۃ ذکر اللہ تعالٰی علی الخلاء ص ۲۶
مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/۷۰ و ۱۵۳

ومسلم والاربعة الا النسائی عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا ورواہ البخاری تعلیقا۔

مسلم، بخاری، ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ (سوائے نسائی کے) سب نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی سند سے اسکو روایت کیا البتہ امام بخاری نے بطور تعلیق اس کو روایت کیا ہے۔ (ت)

اور اگر عیاذ باللہ استخفاف وتحقیر کی نیت ہو تو صریح کفر ہے، یونہیں مسائل شرعیہ کے ساتھ استہزاء صراحۃً کفر ہے،

قال اللہ تعالٰی قل اباللہ وایٰتہ ورسولہ کنتم تستھزءون o لاتعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم[1]۔

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اے میرے محبوب رسول! ان لوگوں سے فرما دیجئے کیا تم اللہ تعالٰی، اس کی آیات اور اس کے رسول سے استہزاء اور مذاق کرتے ہو، بہانے نہ بناؤ کیونکہ تم ایمان کا انکار کرنے والے ہو۔ (ت)

یونہیں وہ کلمہ ملعونہ کہ داڑھی منڈانے والے دکھانے والوں سے بہتر ہیں الخ صاف سنتِ متواترہ کی توہین اور کلمہ کفر ہے، والعیاذ باللہ رب العالمین۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (خدا کی پناہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اور اللہ تعالٰی پاک، برتر، سب سے زیادہ علم والا ہے اور اس عزت وتوقیر کے مالک کا علم کامل اور نہایت درجہ پختہ ہے۔ ت) فقط۔

مسئلہ ۲۷۲: از اترولی ضلع اعظم گڑھ محلہ مغلاں مرسلہ اکرام عظیم صاحب ۱۸ جمادی الاولٰی ۱۳۲۱ھ

بے نمازی مسلمان کے گھر میلاد شریف کی محفل میں شریک ہونا یا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

مجلس میلاد شریف نیک کام ہے اور نیک کام میں شرکت بُری نہیں، ہاں اگر اس کی تنبیہ کے لئے اُس سے میل جول یک لخت چھوڑ دیا ہو تو نہ شریک ہوں یہی بہتر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۳: از کلی ناگر ضلع پیلی بھیت مرسلہ اکبر علی صاحب ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حرام کرنے والا مولود پڑھتا ہے اور حرام سے توبہ کرتا ہے اور بعد مولود پڑھنے کے پھر حرام کرنے پر کمر باندھے ہے تو اس کے حق میں مولود کا پڑھنا کیسا ہے اور وہ شخص مجلس میں مولود پڑھنے کے اور بلانے کے قابل ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶۵ و ۶۶

الجواب

۴۳ 47

جس شخص کی نسبت معروف ومشہور ہے کہ معاذ اللہ وہ حرام کار ہے اس سے میلاد شریف پڑھوانا اور اسے چوکی پر بٹھانا منع ہے،

کما فی تبیین الحقائق وفتح اللہ المعین وغیرھما فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا[1]

جیسا کہ تبیین الحقائق، فتح اللہ المعین اور دیگر کتب میں مذکور ہے کہ فاسق کو (امامت کیلئے) آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شریعت میں لوگوں پر اس کی توہین واجب ہے (ت)

مگر شہرت صحیح ہو نہ جھوٹی بے معنی تہمت، جیسے آج کل بہت نااہل جاہل خدا ناترس اپنے جھوٹے اوہام کے باعث مسلمانوں پر اتہام لگا دیتے ہیں اس سے وہ خود سخت حرام وکبیرہ کے مرتکب اور شدید سزا کے مستحق ہوتے ہیں۔ رہا خالی بلانا وہ مصلحت دینی پر ہے اگر جانے کہ نرمی سمجھانے میں زیادہ اثر کی امید ہے تو یوں ہی کرے اور اگر جانے کہ دور کرنے اور سختی برتنے میں زیادہ نفع ہوگا تو یہی کرے اور حال یکساں ہے تو شریعت کی غیرت اور دوسروں کی عبرت کیلئے علانیہ دوری بہتر اور اپنے عیبوں پر نظر اور مسلمانوں کے ساتھ رفق ورحمت کے لئے تخفیہ نرمی اولٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۷۴: از محمد صابر عفی عنہ الصمد کرد ۲۹ شعبان المعظم ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر ہنود میلاد شریف کے چندے میں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہوں یا خود اہل ہنود انفراداً میلاد شریف کرائیں تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ہندو سے مسلمان امر دین میں مدد نہ لے۔ حدیث شریف میں ہے:

انا لانستعین بمشرک۔[2] ہم کسی مشرک سے مدد نہیں لیتے (ت)

اور اگر وہ خود شرکت چاہیں تو بطور چندہ شریک نہ کیا جائے کہ اس کے مال سے قربت قائم نہیں ہوسکتی ہاں اگر وہ کسی مسلمان کو تملیک کردے یہ مسلمان چندے میں دے دے مضائقہ نہیں جبکہ اس طور پر لینے میں ہندو کے لئے وجہ استعلانہ ہو وہ یہ نہ سمجھے کہ مسلمانوں نے مجھ سے استمداد کی میری مدد کے محتاج ہوئے بلکہ احسان مانے کہ میرا مال قبول کرلیا، ہندو اپنے مال سے کوئی کارِ خیر کرے مقبول نہیں،

---

[1] فتح المعین کتاب الصلٰوۃ باب الامامۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۰۸
تبیین الحقائق کتاب الصلٰوۃ باب الامامۃ المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ مصر ۱/۱۳۴

[2] مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الجہاد حدیث ۱۵۰۰۹ ادارۃ القرآن کراچی ۱۲/۳۹۵
سنن ابی داؤد کتاب الجہاد ۲/۱۹ وسنن ابن ماجہ ابواب الجہاد ص۲۰۸ ومسند احمد بن حنبل عن عائشہ ۶/۶۸

وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلنٰه هباءً منثورًا[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اور کافروں نے جو کام کئے تھے ہم نے ان کی طرف بڑھ کر انھیں بکھرے ہوئے ذرات کی طرح کردیا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

جلد

مسئلہ ۳۷۵: بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ طالب حسین خاں ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

گیارھویں شریف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور قیام مولود جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

گیارھویں شریف اور مجلس مبارک میلاد کا قیام جس طرح مکہ معظمہ و مدینہ معظمہ کے علمائے کرام اور بلاد دارالاسلام کے خاص و عام میں شائع ہے ضرور جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۷۶:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے کہا کہ بعد نماز جمعہ ذکر شہدائے کربلا رضی اللہ تعالٰی عنہم ہوگا، چنانچہ عمرو نے مسجد میں بعد نماز جمعہ اس کا اعلان اور اشتہار کردیا زید نے درمیان اذکار تعریف و فضائل و ذکر شہادت شہدائے کربلا رضی اللہ تعالٰی عنہم وگریہ وزاری اہلبیت اطہار اور اہلبیت مطہرات کا اونٹوں پر بے پردہ جانا اور قیدخانہ میں مقید ہونا اور یزید پلید کا سر دربار بلانا اور گفتگو ہونا جہاں تک کہ زید کو کتبہائے معتبرہ اہلسنت وجماعت سے یاد تھا بیان کردیا اور اہل سماع کو رقت طاری ہونا اور اس رقت ہونے کی وجہ سے کچھ پڑھنے والے اور سننے والے کو اجر ملنا اور نیز اسی قسم کا جلسہ اپنے مکانوں میں بنظر ثواب منعقد کرنا بخلاف طریقہ روافض کے یعنی تعزیہ وعلم وغیرہ سے اس مکان کو معرا رکھنا مذہب اہلسنت والجماعت میں درست ہے یا نہیں اور بعد ختم مجلس شیرینی و شربت و چاء پر فاتحہ و پنج آیت پڑھ کر ثواب شہدائے کربلا رضی اللہ تعالٰی عنہم کو پہنچانا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

حضرات کرام کے فضائل و مناقب و مراتب و مناصب روایات صحیحہ معتبرہ سے بیان کرنا سنانا عین ثواب و سعادت ہے اور ذکر شہادت شریف بھی جبکہ مقصود اُن کی اس فضیلت اور اُن کے صبر و استقامت کا بیان ہو مگر غم پروری کا شرع شریف میں حکم نہیں، نہ غم و ماتم کی مجلس بنانے کی اجازت، نہ ایسی باتیں کی جائیں جس میں اُن کی بے قدری یا توہین نکلتی ہو، ماہ ربیع الاول شریف میں حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ولادت شریفہ کا مہینہ ہے اور وہی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وفات کا مہینہ، پھر ائمہ دین و علمائے کاملین اُسے ولادت اقدس کی عید بنایا وفات شریف کا ماتم نہ بنایا۔ واللہ تعالٰی اعلم

[1] القرآن الکریم ۲۵/ ۲۳

مسئلہ ۳۷ تا ۳۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ان مسائل میں:

(۱) بطریقِ روافض بغیر ذکر حضرات خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اہلسنت کے واسطے واقعاتِ کربلا بیان کرنا اور بوجہ ہمنامی خلفائے ثلاثہ حضرت ابوبکر وعمر وعثمان فرزندانِ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا تذکرہ منجملہ شہدائے دشتِ کربلا ترک کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) جن مقامات پر آریہ سماج حضرت رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اور روافض صحابہ عظام سے بدظنی پھیلاتے ہیں شبانہ روز درپے قدح سخن غرضیکہ ہر طرح سے بے حد کوشاں رہتے ہیں وہاں ہر امکانی طریقہ سے عوام کو حفظاً للعقائد ان حضرات کے مناقب اور محامد سے واقف کرنا مذہباً واجب ہوگا یا نہیں؟

(۳) جو شخص بپاس مخالفین امور مذکورہ سے یہ کہہ کر باز رکھے کہ "اگر تم تعریف کروگے تو وہ دل میں برا کہیں گے" تو ایسے شخص کی اقتدار کرکے مقاصدِ مخالفین کی تکمیل ہونے دیں یا اس سے قطع تعلق کرلیں۔ جواب مدلل اور مفصل ارشاد فرمایا جائے۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

(۱) افضل اذکار ذکر الٰہی عزّ جلالہ ہے اور ذکرِ الٰہی میں سب سے افضل نماز، اگر نماز بھی بطورِ روافض پڑھی جائے گی ناجائز وممنوع ہے ذکر اور اذکار مجالس محرم شریف میں ذکرِ شہادت شریف جس طرح عوام میں رائج ہے جس سے تجدید حزن ونوحہ باطلہ مقصود اور اکاذیب وموضوعات سے تلویث موجود خود حرام ہے، صواعق محرقہ پھر ماثبت بالسنۃ میں ہے:

ایاہ ثم ایاہ ان یشغلہ ببدع الرافضۃ من الندب والنیاحۃ والحزن اذلیس ذلک من اخلاق المؤمنین[1] الخ۔	رافضیوں کی بدعات مثلاً رونا پیٹنا، گریہ وزاری کرنا اور سوگ منانا وغیرہ میں مشغول ہونے سے بچو اس لئے یہ کام مومنوں کی عادات واخلاق میں سے نہیں[1]۔ (ت)

ہاں ذکر فضائل شریف حضرت سیدنا امام حسین ریحانۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بروجہ جائزہ روایات صحیحہ معتمدہ معتبرہ سے ضرور نور علی نور ہے مگر صرف اسی پر اقتصار اور ذکر خلفائے کرام رضی اللہ

[1] الصواعق المحرقۃ الباب الحادی عشر الفصل الاول مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۱۸۳

تعالیٰ عنہم سے دامن کشی خصوصاً لکھنؤ جیسے محل حاجت میں کہ کوفۂ ہند ہے ضرور قابلِ اعتراض و احتراز ہے قسم اول نسبت امام حجۃ الاسلام محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی فرماتے ہیں:

یحرم علی الواعظ وغیرہ روایۃ مقتل الحسین[1]

واعظ وغیرہ پر یہ حرام ہے کہ وہ شہادت حسین علیہ السلام کی روایات (بے سند اور بلاتحقیق) بیان کرے۔ (ت)

امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں:

ماذکر من حرمۃ روایۃ قتل الحسین لاینافی ماذکرتہ فی ھذا الکتاب لان ھذا الکتاب لان ھذا البیان الحق الذی یجب اعتقادہ من جلالۃ الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم وبراءتہم من کل نقص بخلاف مایفعلہ الوعاظ الجھلۃ فانہم یاتون بالاخبار الکاذبۃ الموضوعۃ ونحوھا ولایبینون المحامل والحق الذی یجب اعتقادہ فیوقعون العامۃ فی بغض الصحابۃ وتنقیصہم[2]۔

امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت کی روایات کے متعلق جو حرام ہونے کا ذکر کیا گیا وہ اس کے منافی نہیں جو کچھ میں نے اس کتاب میں بیان کیا، کیونکہ یہ بیان وُہ حق ہے کہ جس پر (ایک مردِ مومن کا) اعتقاد رکھنا واجب ہے، جو کہ عظمتِ شان صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اور ہر کمی و تاہی سے ان کی براءت ہے بخلاف جاہل واعظوں کے (قصہ گو افراد کے) کہ وُہ جھوٹی اور موضوع روایات لوگوں کی مجالس میں بیان کرتے ہیں لیکن ان کا محمل اور وہ حق بیان نہیں (یعنی سچی اور واقعی بات کو ظاہر نہیں کرتے) کہ جس پر عقیدہ رکھنا ضروری ہے (بجز اس پردہ پوشی سے) عوام کو بغضِ صحابہ اور ان کی تنقیص و توہین میں ڈال دیتے ہیں۔ (ت)

اور قسم دوم کی نسبت کتاب العون پھر شرح نقایہ علامہ قہستانی اواخر کتاب الکراہیۃ میں ہے:

لواراد ذکر مقتل الحسین ینبغی ان یذکر اولا مقتل سائر الصحابۃ لئلا یشابہ الروافض[3]۔

اگر کوئی واعظ شہادت حسین علیہ السلام کو بیان کرنا چاہے تو اس کے لئے مناسب یہ ہے کہ پہلے باقی صحابہ کرام کی شہادت کے واقعات لوگوں کو

---

[1] الصواعق المحرقۃ بحوالہ الغزالی الخاتمۃ فی بیان اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۲۲۳

[2] " " " " " " " " " ۲۲۴

[3] جامع الرموز شرح النقایۃ للقہستانی کتاب الکراہیۃ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۴/۲۲۳

سنائے تاکہ روافض سے مشابہت نہ ہو کیونکہ وہ صرف شہادتِ حسین علیہ السلام پر اکتفاء کرتے جبکہ اہلِ سنّت صحابہ اور اہلبیت دونوں کا تذکرہ کرتے ہیں (ت)

اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں :

اذا ذکر الصالحون فحیھلا بعمر۔[1] جب صالحین کا ذکر ہو تو عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) کا تذکرہ کرو (ت)

اور ذکرِ شہادت میں حضرات ابوبکر و عمر و عثمان اولادِ امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہٗ کا ذکر اس لئے ترک کرنا کہ اُن کے اسماء حضرات عالیہ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نام پاک ہیں صریح رفض و اوہام زمانہ روافض خذلھم اللہ کا اتباع ہے کہ کسی کے باعث اسم سے عداوت باندھ لیتے ہیں اگرچہ وہ نام کسی محبوب کا ہو قاتلھم اللہ انّٰی یؤفکون۔[2] (اللہ تعالٰی انھیں مارے کہ وہ کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ ت) اسی لئے یہ بے پیرے دو شنبہ کو پیر کہنے سے احتراز کرتے ہیں مسجد کے تین درنہ بنائیں گے کہ خلفائے ثلٰثہ کا عدد ہے ایسے ہی اوہام پر تو امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا :

الشیعۃ فساء ھذہ الامۃ۔ رافضی اس امت کی مادہ ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) ضرور واجب بلکہ اہم فرائض سے ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اذا سب اصحابی وظھرت الفتن اوقال البدع ولم یظھر العالم علمہ فعلیہ لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین لایقبل اللہ منہ صرفا وعدلا۔[3] جب میرے صحابہ کو بُرا کہا جائے اور فتنے یا فرمایا بدعتیں ظاہر ہوں اس وقت عالم اپنا علم ظاہر نہ کرے تو اس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے اللہ اس کا فرض قبول کرے نہ نفل۔

والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۱۴۸

[2] القرآن ۹/ ۳۰

[3] کنز العمال حدیث ۲۹۰۵۵ ۱۱/ ۳۴۳ و فیض القدیر بحوالہ الدیلمی تحت حدیث ۷۱۱ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۴۰۲ الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۱۲۷۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۳۲۱

ف : حدیث کے یہ الفاظ دو حدیثوں کا مجموعہ معلوم ہوتے ہیں کیونکہ کتب احادیث میں ان الفاظ کا مجموعہ کسی جگہ نہیں مل سکا۔ نذیر احمد سعیدی

(۳) وہ شخص جو اس عذر باردو باطل سے اس فرض کو منع کرتا ہے یا سخت سفیہ جاہل ہے یا در پردہ اُن کفار و اشقیا کا ممد و معاون۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ شق ثانی ہو تو اس سے مطلقاً قطع تعلق کریں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم[1] — اُن سے دور بھاگو اُن کو اپنے سے دور کرو کہیں تم کو گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تم کو فتنے میں نہ ڈال دیں۔

اور شق اول ہو تو اُسے سمجھائیں کہ پرائی خباثت کے سبب ہم اپنا فرض کیونکر چھوڑ سکتے ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یایھا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لایضرکم من ضل اذا اھتدیتم[2] — اے ایمان والو! اپنی جانوں کی فکر کرو، جو بھٹک گیا وہ تمھیں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا جبکہ تم ہدایت یافتہ ہو۔ (ت)

تو علماء فرماتے ہیں کہ،

لاتترک سنۃ لاقترانھا مع بدعۃ من غیرہ۔ — کسی ایسی سنّت کو نہ چھوڑا جائے جو کسی دوسرے کی بدعت کے ساتھ مخلوط ہو۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

نہ کہ ایسے مہمل خیال پر اس درجہ اہم فرض کو چھوڑنا اور پھر نتیجہ یہ کہ اُن کی خباثتیں فاش و آشکار رہیں اور ادھر سے جواب نہ ہو اور عوام ان کے شکار رہیں آج وہ دل میں بُرا کہتے ہیں کل سیکڑوں کو علانیہ بُرا کہنے والا بنالیں، ایسی اوندھی مت کا کیا ٹھکانا ہے، یُوں تو اذان بھی حرام ہو جائے گی کہ ذُوسے سُن کر بھی اعداء دین کے کلیجے شق ہوتے ہیں اور غیظ جو منہ پر آتا ہے بکتے ہیں اگر یہ جاہل سمجھ جائے فبہا ورنہ معلوم ہوگا کہ جاہل نہیں معاند ہے اس سے بھی قطع تعلق لازم ہوگا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین۔[3] — اگر شیطان تمھیں کسی بھلاوے میں ڈال دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ (ت)

---

[1] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء والاحتیاط فی تحملھا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰

[2] القرآن الکریم ۵/۱۰۵

[3] " " ۶/۶۸

نسأل اللہ العفو والعافیۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ہم اللہ تعالٰی سے عفو اور عافیت چاہتے ہیں۔ گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت کسی میں نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالٰی بلند و بالا اور بڑی شان رکھنے والا (کسی کو) توفیق دے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۸۰ تا ۳۸۶ از مرسنیا تھانہ جہان آباد ضلع پیلی بھیت مرسلہ شیخ ممتاز حسین صاحب ۶ ربیع الآخر ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں :

(۱) اکثر دیکھا ہے کہ میلاد شریف میں مردوں کو دو حصے اور لڑکوں کو ایک حصہ دیا جاتا ہے یہ جائز ہے یا نہیں ؟

(۲) چھوٹے بتاسے مٹھی بھر دیے جاتے ہیں کسی کو کم کسی کو زیادہ پہنچتے ہیں اس میں کچھ حرج ہے یا نہیں ؟

(۳) اگر بتاسے ختم ہوگئے اور کچھ آدمی رہ گئے تو کچھ حرج ہوا یا نہیں ؟

(۴) اگر میلاد شریف بغیر شیرینی کے پڑھا جائے ؟

(۵) میلاد شریف ختم ہونے پر مرد کسی کام کے سبب چلا گیا تو کچھ گناہ ہوا ؟

(۶) میلاد شریف جس کے گھر ہوا اس سے کچھ رنج ہو یہ سننے جائے اور شیرینی نہ لے تو کیا گناہ ہے ؟

(۷) اگر شیرینی تقسیم کے بعد بچ جائے ؟

الجواب

(۱) حسبِ رواج مردوں کو دو حصے لڑکوں کو ایک دینے میں حرج نہیں کہ بوجہ رواج کسی کو ناگوار نہیں ہوتا ؛

(۲) مٹھی سے کم بیش پہنچنے میں بھی حرج نہیں مگر اتنی کمی نہ ہو کہ اُسے ناگوار گزرے اس کی ذلت سمجھی جائے ۔

(۳) کچھ آدمی رہ گئے تو اگر ہو سکے تو اور منگا کر اُن کو بھی دے انکار کر دینا مناسب نہیں اور نہ ہو سکے تو ان سے معذرت کرلے ۔

(۴) میلاد شریف بغیر شیرینی بھی ہو سکتا ہے اصل مراد تو ذکر شریف ہے ۔

(۵) ختم کے بعد جو چلا گیا اس پر کچھ الزام نہیں ۔

(۶) میلاد شریف سننے کو حاضر ہوا اور شیرینی نہ لے تو حرج نہیں جبکہ اس میں صاحب خانہ کی دل آزاری نہ ہو ورنہ بلاوجہ شرعی مسلمان کی دل آزاری کی اجازت نہیں ۔

(۷) تقسیم کے بعد شیرینی بچ رہے تو وہ اس کا مال ہے جو چاہے کرے اور بہتر یہ ہے کہ اُسے بھی عزیزوں

قریبوں ہمسایوں دوستوں مسکینوں پر بانٹ دے کہ جتنی چیز اللہ عزوجل کے لئے نکالی اس میں سے کچھ بچالینا مناسب نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۸۶: از کمیلہ ضلع بنگالہ مرسلہ عبدالحکیم صاحب ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شب برات میں حلوہ وغیرہ بناتے ہیں اور خوشی کرتے ہیں اور آتشبازی وغیرہ چھوڑتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور روز مقرر کرکے کرنا یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور بعض لوگ بدعت کہتے ہیں اور وہ کس وقت سے ہے؟ آیا یہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور تسبیح وتہلیل وقرآن مجید پڑھ کر اُجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور مردہ کو ثواب ملے گا یا نہیں؟ اور مولود شریف میں اشعار وغیرہ راگ سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اکثر لوگ گاتے ہیں ملک بنگالہ میں کہ جہاں لوگ اردو نہیں سمجھتے ہیں فقط خوش الحانی کو سنتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور بعض لوگ مولود شریف اور قیام کے منکر ہیں آیا مولود شریف حدیث وقرآن سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور قدمبوسی کتنے آدمیوں کی کرنا جائز ہے اور جلسہ میں کوئی خوشی وغیرہ کی بات اگر لوگ سنتے تو ہاتھ کی تالی دیتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں۔ بیّنوا توجروا

الجواب

www.alahazratnetwork.org

حلوہ وغیرہ پکانا فقراء پر تقسیم کرنا احباب کو بھیجنا جائز ہے اللہ کے فضل ونعمت پر خوشی کرنے کا قرآن مجید میں حکم ہے جائز خوشی ناجائز نہیں۔ آتشبازی اسراف وگناہ ہے۔ دن کی تعیین میں جرم نہیں جبکہ کسی غیر واجب شرعی کو واجب شرعی نہ جانے۔ بدعت کہنے والے خود بدعتی ہیں۔ قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ جو کچھ قرآن وحدیث نے منع نہ فرمایا اس سے منع کرنے والا بدعتی ہے۔ تسبیح وتہلیل وتلاوت قرآن مجید پر اجرت لینا حرام ہے۔ مردہ کو اس کا کچھ ثواب نہیں مل سکتا۔ خوش الحانی جائز ہے جبکہ مزامیر وفتنہ ساتھ نہ ہو۔ میلاد مبارک وقیام کے آجکل منکر وہابیہ ہیں اور وہابیہ گمراہ بے دین۔ میلاد شریف قرآن عظیم کی متعدد آیات کریمہ اور حدیث صحیح سے ثابت ہے جس کی تفصیل ازاقۃ الاثام میں ہے قدمبوسی سلطان دینی مثل پیر وعالم دین وسادات وسلطان عادل ووالدین کی جائز ہے تالی بجانا نصارٰی کی سنت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۸۷: از قصبہ بشارت گنج ضلع بریلی بڑی مسجد مرسلہ نجو خاں فوجدار یعنی باقی والد ۲۵ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

مجلس وعظ یا میلاد شریف میں لوگوں کو وجد آجاتے ہیں اس میں پاگل کی طرح ہاتھ اور پاؤں ہلاتے ہیں یہ کیسے جائز ہے یہ کیا بات ہے بعض آدمی سر ہلاتے نہ بیہوش ہوتے ہیں یہ کیا بات ہے یہ کیا علامات عشق ہے یا کیا ہے؟ تحریر فرماکر سرفراز فرمائیں۔ زیادہ سلام

الجواب

اس کی تین صورتیں ہیں، وجد کہ حقیقۃً دل بے اختیار ہوجائے اس پر تو مطالبہ کے کوئی معنی نہیں،
دوسرے تواجد یعنی باختیارِ خود وجد کی سی حالت بنانا یہ اگر لوگوں کے دکھاوے کو ہو تو حرام ہے اور ریا اور شرک خفی ہے، اور اگر لوگوں کی طرف نظر اصلاً نہ ہو بلکہ اہل اللہ سے تشبّہ اور بہ تکلف اُن کی حالت بنانا کہ امام حجۃ الاسلام وغیرہ اکابر نے فرمایا ہے کہ اچھی نیت سے حالت بناتے بناتے حقیقت مل جاتی ہے اور تکلیف دفع ہو کر تواجد سے وجد ہوجاتا ہے تو یہ ضرور محمود ہے مگر اس کے لئے خلوت مناسب ہے مجمع میں ہونا اور ریا سے بچنا بہت دشوار ہے، پھر بھی دیکھنے والوں کو بدگمانی حرام ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یٰایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[1] | اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کہ کچھ گمان گناہ ہیں۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث[2] | گمان سے بچو کہ گمان سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے۔

جسے وجد میں دیکھو یہی سمجھو کہ اس کی حالت حقیقی ہے اور اگر تم پر ظاہر ہوجائے کہ وہ ہوش میں ہے اور باختیارِ خود ایسی حرکات کر رہا ہے تو اسے صورتِ دوم پر محمول کرو جو محمود ہے یعنی محض اللہ کے لئے نیکوں سے تشبّہ کرتا ہے نہ کہ لوگوں کے دکھاوے کو، ان دونوں صورتوں میں نیت ہی کا تو فرق ہے اور نیت امرِ باطن جس پر اطلاع اللہ و رسول کو ہے جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، تو اپنی طرف سے بُری نیت قرار دے لینا بُرے ہی دل کا کام ہے۔ ائمہ دین فرماتے ہیں:

الظن الخبیث انما ینشأ من القلب الخبیث[3] | خبیث گمان خبیث ہی دل سے پیدا ہوتا ہے۔

والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۳: مسئولہ حافظ عبداللطیف صاحب مدرس مدرسہ حنفیہ سہسوان از سہسوان ۲۰ صفر ۱۳۳۲ھ

مجلس ذکر شہادت جائز یا ناروا، ایک صاحب نے کہا کہ تجدید سرور مختلف فیہ اور تجدید غم باتفاق ناجائز۔

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[2] صحیح البخاری کتاب الادب باب ماینہٰی عن التحاسد والتدابر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۹۶

[3] فیض القدیر تحت حدیث ۲۹۰۱ ایاکم والظن الخ دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۱۲۲

الجواب

مجلسِ ذکرِ شہادت اگر روایاتِ باطلہ سے ہو تو مطلقاً ناروا، اور روایاتِ صحیحہ سے ہو تو اگر تجدیدِ غم وجلبِ بکا مقصود ہے بیشک نامحمود ہے اور اگر ذکرِ فضائلِ محبوبانِ خدا مراد ہے تو موردِ رحمت جواد ہے۔

وانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ مانوی[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ کاموں کا مدار ارادوں پر ہے اور ہر آدمی وہی پائے گا جس کا اس نے ارادہ کیا۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۹۰: از شہر لاہور لنڈا بازار دکان بھگوان داس مرسلہ محمد حسین معمار بریلی والا ۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ فاتحہ گیارھویں میں رباعی شریف پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ رباعی یہ ہے؎

سید و سلطان فقیر و خواجہ مخدوم و غریب　　بادشاہ و شیخ و درویش و ولی و مولانا

اور اگر یہ رباعی پڑھنا ناجائز ہے تو کل طریقہ فاتحہ گیارھویں شریف کا براہِ مہربانی تحریر فرما دیجئے۔

الجواب

یہ رباعی نہ پڑھی جائے اس میں بعض الفاظ خلافِ شانِ اقدس ہیں، فاتحہ ایصالِ ثواب کا نام ہے جو کچھ قرآن مجید ودرود شریف سے ہوسکے پڑھ کر ثواب نذر کرے۔ اور ہمارے خاندان کا معمول یہ ہے کہ سات بار درودِ غوثیہ، پھر ایک ایک بار الحمد شریف وآیۃ الکرسی، پھر سات بار سورۂ اخلاص، پھر تین بار درودِ غوثیہ۔ درودِ غوثیہ یہ ہے، اللّٰھم صل علٰی سیدنا ومولانا محمد معدن الجود والکرم وعلٰی اٰلہ وبارک وسلم۔ اور فقیر اتنا زائد کرتا ہے، وعلٰی اٰلہ الکرام وابنہ الکریم وامتہ الکریمۃ وبارک وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۹۱: بتاریخ ۶ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ مجلس میلاد شریف میں ذکرِ حضرات امام حسنین علیہم السلام کا بغیر ذکرِ فضائل حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جائز نہیں ہے۔ دوسرا قول زید کا یہ ہے کہ مجلس میلاد مبارک میں ذکرِ حضرات امام حسنین علیہم السلام کا قطعی جائز نہیں ہے۔ یہ دونوں اقوال زید کے کہاں تک صحیح ہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

---

[1] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم　قدیمی کتب خانہ کراچی　۱/ ۲

الجواب

مجلس میلاد مبارک مجلس فرحت وسرور ہے اس میں علماءِ کرام نے حضور سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی وفات شریف کا تذکرہ بھی پسند نہ فرمایا اور ذکرِ شہادت جس طور پر رائج ہے وہ ضرور طریقہ غم پروری ہے۔ رہا حضرات امامین رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے فضائل ومناقب صحیحہ معتبرہ کا ذکر، وہ نورِ ایمان و راحتِ جان ہے۔ اس سے کسی وقت ممانعت نہیں ہوسکتی جبکہ وجہ صحیح پر بقصد صحیح ہو۔ یہ شرط نہ صرف اس میں بلکہ ہر عمل صالح میں ہے۔ اور یہ بھی کتابوں میں ہے کہ ذکرِ حضرات حسنین بعد ذکرِ حضرات صحابہ عظام رضی اللہ تعالےٰ عنہم ہو۔ اس سے مطلب یہ نہیں کہ اُن کا ذکر کریم بے ذکرِ صحابہ ناجائز ہے۔ وہ ہر ایک مستقل عبادت ہے کہ ترک ذکر صحابہ عظام بالقصد جائز نہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۳۹۲ مرسلہ جناب سید احمد صاحب بن حاجی سید امام حکیم صاحب از اکوٹ ضلع اکولہ
یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

جناب حضرت حامی سنّت ماحی بدعت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام فضلکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، جناب عالی سے عرض ہے کہ یہاں برار میں دو برس سے مجلس کانفرنس کی ہونا شروع ہوئی ہے اور میرے کو بھی نامہ آیا میں افسوس کرتا ہوں کہ ہر مذہب کا شخص ممبر ہوسکتا ہے کرکے تحریر ہے اب اس مجلس میں جانا ثواب ہے یا کہ حرام ہے۔ چند کلمہ مشعر حالات سے سرور فرمائیے، زیادہ چہ مزید توجہ۔

الجواب

بملاحظہ حضرت سید صاحب مکرم ذی المجد والکرم دام کرمہم۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
یہ مجلس نیچریوں کی ہے اس میں شرکت جائز نہیں۔

قال اللہ تعالٰی واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1]○ وقال اللہ تعالٰی ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[2]○ وفی الحدیث عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ

اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا: "اگر تمھیں شیطان بھلاوے میں ڈال دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ مت بیٹھو۔" اور نیز اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا: "(لوگو!) ظالموں کی طرف نہ جھکو ورنہ تمھیں آگ چھوئے گی۔" اور حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

وسلم من کثر سواد قوم فھو منھم، رواہ ابو یعلٰی فی مسندہ وعلی بن معبد فی کتاب الطاعۃ والمعصیۃ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ وابن المبارک فی الزھد عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ والخطیب فی التاریخ عن انس بن مالک عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلفظ من سود مع قوم فھو منھم۔[1]

سے روایت ہے کہ جو کسی قوم کی جماعت بڑھائے تو وہ انہی میں شامل ہے۔ ابو یعلٰی نے اسے اپنی مسند میں روایت کیا۔ اور علی بن معبد کتاب الطاعۃ و المعصیۃ میں عبد اللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں، اور عبد اللہ ابن مبارک "الزہد" میں ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ان کے الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ اور خطیب بغدادی تاریخ میں انس بن مالک کے حوالے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان الفاظ سے روایت کرتے ہیں، "جو کوئی لوگوں کے ساتھ ہو کر جماعت میں اضافہ کرے تو وہ انہی میں سے ہے۔ (ت)

پندرہ سال ہوئے کہ اس بارہ میں فتوٰی علمائے کرام حرمین شریفین مسمّی بہ فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین (حرمین شریفین کے فیصلے ندوہ کے جھوٹ بولنے پر زلزلہ برپا کرنے کے بارے میں۔ ت) طبع ہوگیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۹۲: از مانڈلے برھما سورتی مسجد ۶ رجب ۱۳۳۲ھ

وعظ کے بعد شیرینی تقسیم کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے لعدم المانع بلکہ اس کا عمل زیادہ باعث اجتماع وحضور ذکر و استماع ہوگا وسیلہ خیر خیر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۹۳: مسئولہ حافظ عبد المجید صاحب از قصبہ تحصیل سوار خاص علاقہ ریاست رامپور بروز سہ شنبہ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ محفل مولود شریف

---

[1] کشف الخفاء بحوالہ ابی یعلٰی دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۲۴۳
نصب الرایۃ للاحادیث الھدایۃ کتاب الجنایات من کثر سواد الخ المکتبۃ الاسلامیہ ۴/۳۴۶
[2] کنز العمال بحوالہ خط عن انس حدیث ۲۴۶۸۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۹/۱۰
تاریخ بغداد ترجمہ عبد اللہ بن عتاب ۵۱۶۷ دار الکتاب العربی بیروت ۱۰/۴۰

میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے ہیں یا نہیں ؟ اور وقت پیدائش کے قیام کرنا مستحب ہے یا بدعت ؟ بحوالہ کتاب فقہ یا حدیث بیان فرمائیے۔

الجواب

مجالسِ خیر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تشریف آوری اکابر اولیاء نے مشاہدہ فرمائی اور بیان کیا،

کما فی بھجۃ الاسرار للامام الاوحد ابی الحسن نور الدین اللخمی الشطنوفی وتنویر الحوالک للامام جلال الملۃ والدین السیوطی وغیرھما لغیرھما رحمۃ اللہ تعالٰی علیھم۔

جیسا کہ بہجۃ الاسرار (مصنفہ) امام یکتائے زمانہ ابوالحسن نور الدین علی لخمی شطنوفی نے اور تنویر الحوالک میں امام جلال الدین سیوطی نے اور ان دو کے علاوہ دوسرے حضرات نے اپنی اپنی کتابوں میں ذکر فرمایا، ان سب پر اللہ تعالٰی کی رحمت ہو (ت)

مگر یہ کوئی کلیہ نہیں سرکار کا کرم ہے جس پر ہو جب ہو ؎

(۱) اگر بادشہ بردر پیر زن ... بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن
(۲) ہمیں کرد مورے دعا بر سحر ... کہ مہمانش آید سلیماں مگر
(۳) چہ خوش گفت یک مرغ زیرک بدو ... سلیماں بیاید ولے جائے کو

(۱۔ اگر بادشاہ بڑھیا عورت کے دروازے پر قدم رنجہ فرمائے تو اے خواجہ (سردار)! تو مونچھوں کو تاؤ نہ دے۔

۲۔ سحری کے وقت ایک چیونٹی نے یہی دُعا مانگی شاید اس کے ہاں حضرت سلیمان مہمان بن کر تشریف لائیں۔

۳۔ ایک دانا پرندے نے اس سے کیا خوب کہا، حضرت سلیمان تو ضرور جلوہ افروز ہوں مگر کون سی جگہ ہو، ذرا یہ تو کہہ دے۔ ت)

مجلس میلاد مبارک میں وقت ذکر ولادت مقدسہ قیام جس طرح حرمین شریفین وجمیع بلاد دارالاسلام میں دائر و معمول ہے مستحب و مستحسن ہے۔

قال اللہ عزوجل وتعزروہ وتوقروہ۔[1] اللہ عزوجل نے فرمایا: اس نبی یعنی حضور اکرم کی عزت و توقیر کرو۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/۹

وقال اللہ تعالیٰ ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب[1]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو کوئی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے تو پھر یہ دلوں کا تقوی (پرہیزگاری) ہے۔ (ت)

علامہ سید جعفر برزنجی مدنی عقد الجوہر میں فرماتے ہیں:

وقد استحسن القیام عند ذکر مولدہ الشریف صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ائمۃ ذو روایۃ ورویۃ فطوبی لمن کان تعظیمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غایۃ مرامہ ومرماہ[2] واللہ تعالیٰ اعلم۔

بے شک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے ذکر کرنے کے موقع پر ائمہ صاحب روایۃ اور صاحب مشاہدہ نے قیام کو مستحسن قرار دیا ہے۔ لہٰذا اُس خوش نصیب کے لئے خوشخبری ہو کہ جس کی نگاہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم بجالانا اس کا غایۃ مقصد اور قرار نگاہ کا محل ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۹۶: مسئولہ بنے خاں سوداگر پارچہ بریلی محلہ نالہ متصل کٹرہ مانڈرائے ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

(۱) طوائف جس کی آمدنی صرف حرام پر ہے اُس کے یہاں مجلس میلاد شریف پڑھنا اور اس کی اُسی حرام آمدنی کی منگائی ہوئی شیرینی پر فاتحہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) مجلس میلاد شریف میں بعد بیان مولود شریف کے ذکر شہادت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور واقعات کربلا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) رافضیوں کے محرم میں ذکر شہادت ومصائب شہدا بیان کرنا وسوز خوانی ومرثیہ مصنفہ انیس و دبیر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) اُس مال کی شیرینی پر فاتحہ کرنا حرام ہے مگر جبکہ اُس نے مال بدل کر مجلس کی ہو اور یہ لوگ جب کوئی کار خیر کرنا چاہتے ہیں تو ایسا ہی کرتے ہیں اور اس کے لئے کوئی شہادت کی حاجت نہیں، اگر وہ کہے کہ میں نے قرض لے کر یہ مجلس کی ہے اور وہ قرض اپنے مال حرام سے ادا کیا ہے تو اس کا قول مقبول

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۲

[2] عقد الجوہر فی مولد النبی الازہر ترجمہ وحاشیہ نور بخش توکلی جامعہ اسلامیہ لاہور ص ۲۶،۲۵

ہوگا کما نص علیہ فی الھندیۃ وغیرھا (جیسا کہ فتاوی عالمگیری اور اس کے علاوہ دوسرے فتاوی میں اس مسئلہ کی تصریح کی گئی۔ ت) بلکہ شیرینی اگر اپنے مال حرام ہی سے خریدی اور خریدنے میں اس پر عقد و نقد جمع نہ ہوئے یعنی حرام روپیہ دکھا کر اس کے بدلے خریدکر وہی حرام روپیہ دیا ہو تو مذہب مفتیٰ بہ پر وہ شیرینی بھی حرام نہ ہوگی جو شیرینی اسے خاص اُجرتِ زنا یا غنا میں ملی یا اس کے کسی آشنا نے تحفہ میں بھیجی یا اس کی خریداری میں عقد و نقد مال حرام پر جمع ہوئے وہ شیرینی حرام اور اس پر فاتحہ حرام ہے، یہ حکم تو شیرینی و فاتحہ کا ہوا مگر اُن کے یہاں جانا اگرچہ میلاد شریف پڑھنے کے لئے ہو معصیت یا مظنۂ معصیت یا تہمت یا مظنۂ تہمت سے خالی نہیں اور ان سب سے بچنے کا حکم ہے۔ حدیث میں ہے:

من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلا یقفن مواقع التھم[1] جو اللہ عزوجل اور قیامت کے دن پر ایمان لاتا ہے وہ ہرگز تہمت کی جگہ نہ کھڑا ہو۔

تو اُن کی چوکی اور فرش اور ہر استعمالی چیز انھیں احتمالات خباثت پر ہے پھر جو اہلِ تقویٰ نہیں اسے اُن کے ساتھ قربِ آگ اور بارود کا قرب ہے اور جو اہلِ تقویٰ ہے اس کے لئے وہ لوہار کی بھٹی ہے کہ کپڑے جلے نہیں تو کالے ضرور ہوں گے پھر اپنے نفس پر اعتماد کرنا اور شیطان کو دُور سمجھنا احمق کا کام ہے ومن رتع حول الحمی اوشک ان یقع فیہ جو رمنے کے گرد چرائے گا کبھی اس میں پڑ بھی جائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) علمائے کرام نے مجلس میلاد شریف میں ذکر شہادت سے منع فرمایا ہے کہ وہ مجلس سرور ہے ذکرِ حزن اس میں مناسب نہیں کما فی مجمع البحار (جیسا کہ مجمع البحار میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۳) حرام ہے ؏

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز

(ہم جنس اپنے جیسے ہم جنس کے ساتھ پرواز کرتا ہے۔ ت)

حدیث میں ارشاد ہوا: لاتجالسوھم[2] اُن کے پاس نہ بیٹھو۔ دوسری حدیث میں فرمایا: من کثر سواد قوم فھو منھم[3] جو کسی قوم کا مجمع بڑھائے وہ انھیں میں سے ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] مراقی الفلاح علی حاشیۃ الطحطاوی باب ادراک الفریضہ نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۲۴۹
[2] کنز العمال حدیث ۳۲۴۶۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۲۹
[3] تاریخ بغداد ترجمہ عبداللہ بن عتاب ۵۱۶۷ دار الکتاب العربی بیروت ۱۰/ ۴۰
کنز العمال حدیث ۲۴۷۳۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۲۲

مسئلہ ۲۹۸: مرسلہ مولوی محمد واحد صاحب ۲۷ جمادی الاولٰی ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ذکر میلاد مبارک بہ تعین ایام وتخصیص ربیع الاول شریف یا بہ تقرر یازدہم ودیگر تواریخ اعراس مشائخ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین اپنے گھروں میں مسجدوں میں ورد شریف یا قرآن مجید کا پڑھنا پڑھانا یا دوازدہم شریف تک ہر روز مجلس ذکر میلاد کرنا اور حاضرین سامعین ذکر اقدس کو مٹھائی دینا یا کھانا کھلانا یعنی فرح وسرور ولادت اقدس یا ایام وصال ارباب کمال میں زیادتی عبادت وصدقہ ومبرات اور نظم میں نعت حضرت سید المنعوتین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بخوش الحانی پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب

ذکرِ حضور سید المحبوبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نورِ ایمان وسرورِ جان ہے ان کا ذکر بعینہٖ ذکرِ رحمٰن ہے۔ قال تعالٰی، ورفعنا لک ذکرک[1] (اے حبیب! ہم نے تمہاری خاطر تمہارا ذکر بلند کردیا ہے۔ت)

حدیث میں ہے، اس آیہ کریمہ کے نزول کے بعد سیدنا جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حاضر بارگاہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہوئے اور عرض کی حضور کا رب فرماتا ہے:

www.alahazratnetwork.org

اتدری کیف رفعت لک ذکرک۔

کیا تم جانتے ہو میں نے کیسے بلند کیا تمہارے لئے تمہارا ذکر۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عرض کی، اللہ اعلم (اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ت) ارشاد ہوا:

جعلتک ذکرا من ذکری فمن ذکرک فقد ذکرنی[2]

اے محبوب! میں نے تمہیں اپنی یاد میں سے ایک یاد کیا کہ جس نے تمہارا ذکر کیا بیشک اس نے میرا ذکر کیا۔

اور ماہِ ربیع الاول شریف اس کے لئے زیادہ مناسب، جیسے دورِ قرآن وختمِ قرآن کیلئے ماہِ رمضان کہ اُسی مہینے میں اترا،

شھر رمضان الذی انزل

ماہِ رمضان شریف وہ بابرکت مہینہ ہے کہ جس میں

---

[1] القرآن الکریم ۹۴/۴

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الاول الفصل الاول المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ مصر ۱/۱۵

یہاں اس عالم میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا رونق افروز ہونا ماہ ربیع الاول میں ہوا ولہذا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم روز جان افروز دوشنبہ کو روزہ شکر کے لئے خاص فرماتے اور اسکی وجہ یوں ارشاد فرماتے کہ فیہ ولدت وفیہ انزل علیّ[2] اسی دن میں پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر کتاب اتری۔ یہ تخصیصات بوجہ مناسبات ہیں تو ان پر طعن جہل ہے بلا مناسبت تخصیص کو تو فرمایا گیا صوم یوم السبت لالك ولاعلیك[3] یعنی روزہ کے لئے روز شنبہ کی تخصیص نہ تجھے نافع نہ مضر، تو مناسبات جلیلہ کے باعث تخصیص پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے ہاں تخصیص بمعنی توقّف کہ اوروں ہو ہی نہ سکے یا بمعنی وجوب شرعی کہ اسی دن ہونا شرعاً لازم اور دوسرے دن ناجائز ہو ضرور باطل ہے مگر وہ ہرگز کسی کے ذہن میں نہیں کوئی جاہل سا جاہل بھی ایسا خیال نہیں کرتا ولکن الوھابیۃ قوم لایعلمون (وہابی ایسے لوگ ہیں جو کچھ نہیں جانتے۔ ت) یہی حال یازدہم ودوازدہم وتواریخ وصال محبوبان ذو الجلال کا ہے اور اوقات فاضلہ میں تکثیر اعمال صالحہ بلاشبہہ مطلوب ومندوب ہے جس پر قرآن عظیم واحادیث کثیرہ ناطق ان من افضل ایامکم الجمعۃ فاکثروا فیھا من الصلوۃ علیّ[4] (بلاشبہہ تمہارے ہفتہ کے تمام دنوں میں سے سب سے افضل دن روز جمعہ ہے لہذا اس دن سب دنوں سے زیادہ مجھ پر درود شریف پڑھو۔ ت) درود وخوانی وتلاوت قرآن مجید واطعام طعام وصدقات ومبرات کی خوبیاں ضروریات دین سے ہیں محتاج بیان نہیں اور شیرینی کی تخصیص میں فوائد عدیدہ ہیں، ایک تو یہ کہ قلب المؤمن حلو یحب الحلو مسلمان کا دل میٹھا ہے مٹھاس کو دوست رکھتا ہے۔

دوم وہ روزانہ عام لوگوں کے استعمال میں نہیں آتی وکل جدید لذیذ ومن وافق من اخیہ شہوۃ غفر لہ (ہر نئی چیز ذائقہ دار ہوتی ہے اور جو کوئی اپنے بھائی سے اس کی چاہت میں موافقت کرے تو اس کے گناہ بخش دیے گئے۔ ت)

سوم حسب عرف اغنیا کو بھی اس کے لینے میں باک نہیں ہوتا بخلاف اس کے کہ روٹی بانٹی جائے۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۵
[2] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی قتادۃ الانصاری المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۲۹۷ و ۲۹۹
[3] ؎ الصماء بنت بسر ۶/ ۳۶۸
[4] سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب تفریع ابواب الجمعۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۵۰

چہارم جو چیز محبوبانِ خدا سے منتسب ہوجائے سزاوارِ تعظیم ہوجاتی ہے، شیرینی اس کے لئے زیادہ مناسب کہ اس میں چیز پھینکنے کی نہیں ہوتی۔ نعت شریف ذکرِ اقدس ہے اور اس کا خوش الحانی سے ہونا مورثِ زیادتِ شوق ومحبت۔

امام قسطلانی رحمہ اللہ تعالٰی نے مواہب اللدنیہ شریف میں تصریح فرمائی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مدح شریف الحانِ خوش کے ساتھ سننا محبتِ حضور کو ترقی دیتا ہے[1]، اور ولادت اقدس پر اظہارِ فرحت وسرور خود نصِ قرآن سے مامور۔ قال اللہ تعالٰی:

قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذٰلک فلیفرحوا[2]۔ تم فرماؤ کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت چاہئے کہ اسی پر فرحت وسرور کریں۔

انسان العیون میں ہے، بعض صالحین خواب میں زیارت جمال اقدس سے مشرف ہوئے عرض کی یارسول اللہ! یہ جو لوگ ولادتِ حضور کی خوشی کرتے ہیں، فرمایا: مَنْ فَرِحَ بِنَا فَرِحْنَا بِہٖ[3] جو ہماری خوشی کرتا ہے ہم اس سے خوش ہوتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۹۹: ازراے بریلی محلہ جہان متصل مکان سید فدا علی چنگی انسپکٹر مرسلہ حافظ قمر الحسن صاحب ۲۳ شعبان ۱۳۲۵ھ وارد حال بریلی شہامت گنج

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص سُنّی مسلمان از سرتا پا معصیت میں مبتلا ہے اُس نے محض اپنی نجات کا ذریعہ خیال کرکے مجلسِ میلاد شریف منعقد کی ہو اور نہایت وفورِ شوق سے ذکر رحمۃ للعالمین سرکار دوعالم اپنے آقائے نامدار کا بکثرت سننا اختیار کیا ہو اور نماز بھی پڑھتا ہو اور سچ بھی بولتا ہو اور حلال کمائی مجلس میں صرف کرتا ہو، مسکین الطبع رقیق القلب شریف ابن شریف ہو اور اچھے لوگ اسے اچھا سمجھتے ہوں اور بدباطنی لوگ اُسے بُرا سمجھتے ہوں اس کے یہاں میلاد شریف پڑھنا اور جاکر سننا جائز ہے یا نہیں اور اس کو محفلِ میلاد مقرر کرنا اور ذکر سرورِ عالم سننا چاہئے یا نہیں؟ اور جو شخص میلاد خواں اپنی بدباطنی سے اس کے یہاں مجلس پڑھنے نہ جائے اور دوسروں کو روکے اور اس کی برائی ناکردہ کی تہمت لگائے وہ گنہگار ہے یا نہیں؟

---

[1] المواہب اللدنیہ المقصد السابع محبۃ ذکرہ صلی اللہ علیہ وسلم المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۲-۳۱۱
[2] القرآن الکریم ۱۰/ ۵۸
[3] انسان العیون

الجواب

اگر یہ بیان واقعی ہے کہ اچھے لوگ اسے اچھا سمجھتے ہیں تو بدباطنوں کے بُرا سمجھنے سے برا نہیں ہوسکتا، نہ لوگوں کی بدگمانی سے کوئی اثر سوا اس کے کہ بدگمانی کرنے والے خود ہی گنہگار رہیں۔ قال اللہ تعالٰی:

یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم [1]	اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو اس لئے کہ بعض گمان گناہ ہیں (ت)

جھوٹی تہمت رکھنے والا سخت گنہگار و مستحق عذاب ہے اور اس بنا پر اس کے یہاں مجلس مبارک پڑھنے سے لوگوں کو روکنا مناع للخیر ہونا ہے، ظاہر سوال کا جواب تو یہ ہے اور واقع کا علم اللہ عزوجل کو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از بدایوں اسلام نگر مرسلہ عزیز حسن کانسٹبل ۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین ان مسئلوں میں:

(۱) حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بارے میں کوئی پیشگوئی قرآن و حدیث میں ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو حوالہ کتاب و سطر و صفحہ سے ہو۔

www.alahazratnetwork.org

(۲) اگر مجلس کہ جس میں ذکر شہادت حضرت امام زمان علیہ السلام ہو اور واقعات صحیح ذکر کئے جائیں اور وہ ماہ محرم میں ہو علاوہ ازیں اپنے دوستوں اور سامعین کو کچھ از قسم شیرینی ختم مجلس پر تقسیم کی جائے تو جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

(۱) قرآن مجید میں تمام ماکان و مایکون کا بیان ہے،

قال اللہ تعالٰی نزلنا علیک الکتٰب تبیانا لکل شیئ [2]	اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا، ہم نے آپ پر ایک عظیم کتاب نازل فرمائی جو ہر چیز کا واضح بیان ہے۔ (ت)

اور حدیثوں میں شہادت شریفہ کا صاف ذکر ہے، امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی صواعق محرقہ وغیرہا میں اُن کی تفصیل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) جبکہ روایات صحیحہ بروجہ صحیحہ بیان کی جائیں اور غم پروری وغیرہ ممنوعات شرعیہ نہ ہوں تو ذکر شریف

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۸۹

باعث نزولِ رحمتِ الٰہی ہے اور تقسیم شیرینی ایک سلوک حسن۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از شہر محلہ ذخیرہ مسئولہ منشی شوکت علی صاحب محرر چونگی ۸ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ رافضیوں کی مجلس میں مسلمانوں کا جانا اور مرثیہ سننا اُن کی نیاز کی چیز کا لینا خصوصاً آٹھویں محرم کو جبکہ اُن کے یہاں حاضری ہوتی ہے کھانا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) محرم میں بعض مسلمان ہرے کپڑے پہنتے ہیں اور سیاہ کپڑوں کا کیا حکم ہے؟

الجواب

(۱) جانا اور مرثیہ سننا حرام ہے ان کی نیاز کی چیز نہ لی جائے، اُن کی نیاز نیاز نہیں، اور وہ غالباً نجاست سے خالی نہیں ہوتی، کم از کم اُن کے ناپاک قلتین کا پانی ضرور ہوتا ہے، اور وہ حاضری سخت ملعون ہے اور اس میں شرکت موجبِ لعنت۔

(۲) محرم میں سبز اور سیاہ کپڑے علامتِ سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے خصوصاً سیاہ کا شعار رافضیان لیام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از کاشمیری دروازہ تھانہ بڑا سونڈھی ٹھیکیدار مسئولہ امیر حسن بید والے ۹ شعبان ۱۳۳۹ھ

www.alahazratnetwork.org

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ موجودہ زمانے میں جو میلاد شریف مروج ہے اور اس میں شیرینی وغیرہ تقسیم ہوتی ہے اور حضرات سیدان اہل بیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی جو نذر و نیاز وغیرہ محرم میں یا غیر محرم شریف میں ہوتی ہے اس میں جا کر شرکت کرنا اور کھانا اور پینا کیسا ہے چاہے کسی قوم میں ہو خواہ شیعہ میں ہو اس کا کھانا پینا یا شرکت دینا کیسا ہے؟ اور جو لوگ اس میں شرکت دینے سے یا شریک ہوتے پر منع کرتے ہیں اُن کے واسطے مولوی لوگ کیا حکم فرماتے ہیں؟

الجواب

مجلس مبارک اور نیاز شریف کہ منکرات شرعیہ سے خالی ہیں سب خوب و مستحسن ہیں اور اُن میں شرکت باعث ثواب اور اُن کا کھانا بھی جائز، اور جو اُن کو بلا وجہ شرعی منع کرے باطل پر ہے یہ وہابیہ کا کام ہے لیکن رافضی کے یہاں کی مجالس میں شرکت جائز نہیں نہ اس کے یہاں کھانا کھایا جائے، اس سے میل جول ہی جائز نہیں، اور اگر اس کے یہاں کے کھانے میں گوشت ہے جب تو وہ قطعی حرام و مردار ہے مگر یہ کہ ذبح ہونا اور پکنا اور اس کے سامنے لانا سب مسلمانوں کے زیر نظر ہوا ہو کسی وقت مسلمان کی نگاہ سے غائب نہ ہوا ہو۔ روافض کے یہاں شرکت جو لوگ منع کرتے ہیں حق پر ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۰۵ تا ۴۰۶ از نظام آباد ضلع اعظم گڑھ مسئولہ سید اصغر علی صاحب ۹ شعبان چہار شنبہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:

(۱) جو شخص شیعہ ہو اور اپنے مذہب میں سخت ہو اس سے مسلمان حنفیوں کو محفل میلاد شریف پڑھانا چاہئے یا نہیں بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ وہ ایسی روایات پڑھتا ہے جس سے صحابہ اور سُنّی مذہب کی توہین ہوتی ہے۔

(۲) جو مسلمان سنّی مذہب حنفی کا پابند ہو وہ شیعوں کی مجلسوں میں شرکت کرے اور ان کے جلوس کا انتظام (مثل تاشہ، ڈھول، روشنی، جلوس گھوڑی کا جس کو دلدل تابوت کہتے ہیں) کرے اور اس شرکت کو مذہب حنفی کی رُو سے جائز سمجھے بالخصوص ایسی مجالس میں شرکت کرنا کہ جس میں روایات خلاف مذہب حنفی پڑھی جاتی ہیں وہ کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب

(۱) رافضی سے مجلس شریف پڑھوانا حرام ہے،

لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاً تبیین[1] الحقائق وغیرھا۔

اس لئے کہ اس کو آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شریعت میں لوگوں پر اس کی توہین وتذلیل ضروری ہے، جیسا کہ تبیین الحقائق وغیرہ میں مذکور ہے۔ (ت)

یہ اُسی حالت میں ہے کہ وہ کوئی بات کسی صحابی یا مذہب اہلسنّت کی توہین کی نہ کرے اور اگر ایسا کرتا ہے تو جو دانستہ اُس سے پڑھوائے فقط مرتکب حرام نہیں بلکہ اُسی کی طرح گمراہ رافضی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) مجالسِ روافض اور ان خرافات میں شرکت حرام ہے اور اس کے جائز سمجھنے پر سخت حکم ہے اگر ان مجالس میں مذہب اہلسنّت پر حملہ ہوتا ہو تو ان میں شرکت پر راضی نہ ہوگا مگر گمراہ۔ والعیاذ باللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۰۷ از سورت سگرامپورہ محلہ مولوی اسمٰعیل مرحوم مسئولہ غلام رسول بن عبدالرحیم ۱۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام کہ چند اشخاص نے گیارھویں شب ہر مہینہ میں مجتمع ہو کر بغرض ایصال ثواب

---

[1] تبیین الحقائق باب الامامت والحدث فی الصلوٰۃ المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/ ۱۳۴

روح پر فتوح حضرت محبوب سبحانی سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے درود شریف کی تسبیح و کلمۂ تہلیل وسورۂ اخلاص شریف کے بعد یاغوث یاغوث کے ساتھ تسبیح پڑھتے ہیں آیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ درصورت جائز ہونے کے بجائے اس کے درود شریف یا کلمۂ تہلیل وغیرہ اذکار پڑھیں توکیسا؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

جائز ہے کوئی حرج نہیں، اور درود شریف یا تسبیح وتہلیل کا اس سے افضل ہونا وجہِ منع نہیں ورنہ سوا افضل الاذکار لا الٰہ الا اللہ ہر دُعا و ذکر و درود شریف سب ممنوع ہوجائیں بلکہ تمام اذکار کہ قرآن خوانی اُن سب سے افضل ہے بلکہ غیر اوقات کراہت نفل میں قرآن خوانی بھی کہ نماز نفل اس سے افضل ہے۔ یہاں ایک نکتہ اور قابلِ لحاظ ہے سائل نے وقتِ حاجت ومصیبت ندائے غیر اللہ کا جواز اپنا معتقد بتایا انبیاء واولیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کی ندا ندائے غیر اللہ نہیں بلکہ اللہ ہی کی ندا ہے کہ وہی نسبت ملحوظ ومناط ندا ہے جس طرح کہ ملتقط و درمختار و عالمگیریہ میں ہے،

التواضع لغیر اللہ حرام[1] — غیر اللہ کے لئے تواضع حرام ہے۔

حالانکہ انبیاء واولیاء اور ماں باپ اور اساتذہ وغیرہم کے لئے تواضع کے حکم سے قرآن وحدیث اور خود یہ کتابیں مالامال ہیں تو وجہ وہی کہ ان کے لئے تواضع غیر اللہ کی تواضع نہیں اللہ ہی کے لئے ہے کہ اُسی کی نسبت ملحوظ ہے اسی نکتہ سے غفلت کے سبب وہابیہ خذلہم اللہ تعالٰی شرک جلی میں گرفتار ہوئے اور مسلمانوں کو مشرک کہنے لگے انھیں انبیاء واولیاء وجود الٰہی کے مقابل مستقل وجود نظر آئے اور اُن کی ندا غیر خدا کی ندا جانی، یُوہیں ان سے استمداد اُن کی تعظیم ہر بات میں وہی غیریت واستقلال کا لحاظ رکھا اور یریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ[2] (وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالٰی اور اسکے رسولوں کے درمیان تفریق کریں۔ ت) کے مصداق ہوئے، اس کا زیادہ بیان ہمارے رسالہ الاستمداد وکشف ضلال دیوبند میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۰۹: از دو ڈنگروا یہ مرکانہ گجرات گاڑی کے دروازہ متصل مکان چاند رسول مسئولہ عبدالرحیم احمد آبادی ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ سیّد الاولین والآخرین کی مجلس مبارک سے اہلِ محلہ کو منع کرنا کیسا ہے؟

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۵

[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۵۰

www.alahazratnetwork.org

بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

اگر وہ مجلس شریف منکرات شرعیہ سے خالی ہو اور اس وقت منع کرنے کے لئے کوئی ضرورت خاصہ شرعیہ داعی نہ ہو بلکہ صرف اس بنا پر منع کرتا ہے کہ وہابی ہے اور مجلس مبارک کو برا جانتا ہے تو اس میں شک نہیں کہ وہابیہ گمراہ بددین بلکہ کفار مرتدین ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ میلاد سے متعلق

اعلٰحضرت کا ایک اہم اور مدلّل فتوٰی

جو پہلے اس جلد میں شامل نہ تھا فتوٰی کی اہمیت کے پیشِ نظر ہم نے اسے اس مقام پر شامل کر دیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

www.alahazratnetwork.org

نحمدہ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ محفل میلاد شریف وقیام بوقتِ ذکرِ ولادت آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیا ہے بعض لوگ اس قیام سے انکار کرتے ہیں بدیں وجہ کہ قرونِ ثلٰثہ میں نہ تھا اور ناجائز بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ثقات علماء سے خاص اس بارے میں منع وارد ہے، چنانچہ سیرت شامی میں ہے: ھذا القیام بدعۃ لا اصل لھا[1] (یہ قیام بدعت ہے اس کی کچھ اصل نہیں ہے۔ ت) ان کے اقوال کا کیا حال ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

اللہ تعالٰی نے اپنی نعمتوں کا بیان و اظہار اور اپنے فضل و رحمت کے ساتھ مطلقاً خوشی منانے کا حکم دیا ہے، قال اللہ تعالٰی،

واما بنعمۃ ربک فحدث[2] اور اپنے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو۔ (ت)

---

[1] انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون باب تسمیتہ صلے اللہ علیہ وسلم محمدا واحمد المکتبۃ الاسلامیہ بیروت ۱/۸۳

[2] القرآن الکریم ۹۳/۱۱

وقال اللہ تعالیٰ :

قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذٰلک فلیفرحوا۔[1]

(اے محبوب! آپ) فرما دیجئے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت (کے ملنے) پر چاہئے کہ (لوگ) خوشی کریں (ت)

ولادتِ حضور صاحبِ لولاک تمام نعمتوں کی اصل ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

لقد منّ اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا۔[2]

بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجا۔ (ت)

اور فرماتا ہے :

وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین۔[3]

(اے محبوب!) اور ہم نے تمھیں نہ بھیجا مگر رحمت دونوں جہان کے لئے۔ (ت)

تو آپ کی خوبیوں کے بیان و اظہار کا نصِ قطعی سے ہمیں حکم ہوا اور کارِ خیر میں جس قدر مسلمان کثرت سے شامل ہوں اسی قدر زائد خوبی اور رحمت کا باعث ہے، اسی مجمع میں ولادت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذکر کرنے کا نام مجلس و محفل میلاد ہے۔ امام ابوالخیر سخاوی تحریر فرماتے ہیں :

ثم لازال اھل الاسلام فی سائر الاقطار والمدن یشتغلون فی شھر مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم بعمل الولائم البدیعۃ المشتملۃ علی الامور البھجۃ الرفیعۃ ویتصدقون فی لیالیہ بانواع الصدقات و یظھرون السرور و یزیدون فی المبرات ویھتمون بقراءۃ مولدہ الکریم ویظھر علیھم من برکاتہ کل فضل عمیم انتھی۔[4]

یعنی پھر اہلِ اسلام تمام اطراف و اقطار اور شہروں میں ماہِ ولادت رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عمدہ کاموں اور بہترین شغلوں میں رہتے ہیں اور اس ماہِ مبارک کی راتوں میں قسم قسم کے صدقات اور اظہارِ سرور و کثرتِ حسنات و اہتمام قراءۃ مولد شریف عمل میں لاتے ہیں اور اس کی برکت سے ان پر فضلِ عظیم ظاہر ہوتا ہے۔ انتہی۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۵۸ [2] القرآن الکریم ۳/ ۱۶۴ [3] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۷
[4] انسان العیون بحوالہ السخاوی باب تسمیۃ صلی اللہ علیہ وسلم محمدا واحمد المکتبۃ الاسلامیہ بیروت ۱/ ۸۳
اعانۃ الطالبین فصل فی الصداق مطلب فی فضل عمل المولد النبوی صلی اللہ علیہ وسلم بیروت ۳/ ۳۶۵-۳۶

اور قول بعض کا کہ میلاد بایں ہیئت کذائی قرون ثلثہ میں نہ تھا ناجائز ہے باطل اور پراگندہ ہے، اس لئے کہ قرون و زمانہ کو حاکم شرعی بنانا درست نہیں یعنی یہ کہنا کہ فلاں زمانہ میں ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور فلاں زمانہ میں ہو تو باطل اور ضلالت ہے حالانکہ شرعًا وعقلًا زمانہ کو حکم شرعی یا کسی فعل کی تحسین و تقبیح میں دخل نہیں، نیک عمل کسی وقت میں ہو نیک ہے اور بد کسی وقت میں ہو برا ہے۔

ففی الحدیث الشریف من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا و اجر من عمل بھا[۱] ومن ھذا النوع قول سیدنا عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ فی التراویح نعمت البدعۃ[۲]

پس حدیث شریف میں ہے: جس نے اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اس کو اپنے ایجاد کرنے کا ثواب بھی ملے گا اور جو اس طریقے پر عمل کریں گے ان کا اجر بھی اسے ملے گا۔ اسی قسم کا ایک قول سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بھی دربارہ تراویح ہے کہ یہ اچھی بدعت ہے۔ (ت)

تو ثابت ہوا کہ ہر امر مستحدث در دین خواہ قرون ثلثہ میں ہو یا بعد بمقتضائے عموم من کہ حدیث میں "من سن سنۃ" میں مذکور ہے اگر موافق اصول شرعی کے ہے تو وہ بدعت حسنہ ہے اور محمود و مقبول ہوگا اور اگر مخالف اصول شرعی ہو تو مذموم اور مردود ہوگا۔ قال عیاض المالکی (قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ نے فرمایا:)

www.alahazratnetwork.org

ما احدث بعد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فھو بدعۃ والبدعۃ فعل ما لا سبق الیہ فما وافق اصلا من السنۃ ویقاس علیھا فھو محمود وما خالف اصول السنن فھو ضلالۃ ومنہ قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد جو نیا کام نکالا گیا وہ بدعت ہے اور بدعت وہ فعل ہے جس کا پہلے وجود نہ ہو، جس کی اصل سنت کے موافق اور اس پر قیاس کی گئی ہو وہ محمود ہے اور جو اصول سنن کے خلاف ہو وہ ضلالہ، اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا قول مبارک

---

[۱] صحیح مسلم کتاب العلم باب من سن سنۃ حسنۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۴۱
مسند احمد بن حنبل عن جریر بن عبداللہ المکتب الاسلامیۃ بیروت ۴/۳۶۲-۳۶۱
سنن ابن ماجہ باب من سن سنۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۸
[۲] صحیح البخاری کتاب الصیام باب فضل من قام رمضان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۶۹
انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون باب تسمیتہ صلی اللہ علیہ وسلم محمدا واحمد المکتبۃ الاسلامیہ بیروت ۱/۸۳

کل بدعۃ ضلالۃ[1] الخ۔ "ہر بدعت گمراہی ہے الخ" اسی قبیل سے ہے۔ (ت)

اور سیرت شامی میں ہے:

تعرض البدعۃ علی القواعد الشریعۃ فاذا دخلت فی الایجاب فھی واجبۃ اوفی قواعد التحریم فھی محرمۃ او المندوب فھی مندوبۃ اوالمکروہ فھی مکروھۃ او المباح فھی مباحۃ۔[2]

بدعت کو قواعد شرعیہ پر پیش کیا جائے گا تو وہ جب وجوب کے قاعدہ میں داخل ہو تو واجب، یا اگر حرام کے تحت ہو تو حرام، یا مستحب کے تحت ہو تو مستحب، یا مکروہ کے تحت ہو تو مکروہ، یا وہ مباح کے قاعدہ کے تحت ہو تو مباح ہوگی۔ (ت)

علامہ عینی شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

ان کانت مماینذرج تحت مستحسن فی الشرع فھی بدعۃ حسنۃ وان کانت مماینذرج تحت مستقبح فی الشرع فھی بدعۃ مستقبحۃ انتھی[3]

اگر وہ بدعت شریعت کے پسندیدہ امور میں داخل ہے تو وہ بدعت حسنہ ہوگی، اور اگر وہ شریعت کے ناپسندیدہ امور میں داخل ہے تو وہ بدعت قبیح ہوگی انتہی۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ان عبارات سے ثابت ہُوا کہ وہابیہ کا بدعت کو صرف بدعت سیئہ میں منحصر جاننا اور اس کی کیفیت کی طرف نظر نہ کرنا محض ادعا اور باطل ہے بلکہ بعض بدعت بدعت حسنہ ہے اور بعض بدعت واجب ہے جس کلیہ کے تحت داخل ہو ویسا ہی حکم ہوگا، اور یہ شروع میں تحریر ہوچکا ہے کہ ذکر ولادت شریف واما بنعمۃ ربك فحدث[4] (اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ ت) کے تحت میں ہے تو قطعاً مندوب و مشروع ہوا۔ علامہ ابن حجر نے فتح المبین میں لکھا ہے:

والحاصل ان البدعۃ الحسنۃ متفق علی ندبھا وعلی المولد واجتماع

یعنی بدعت حسنہ کے مندوب ہونے پر اتفاق ہے اور عمل مولد شریف اور اس کے لئے لوگوں کا

---

[1]
[2] الحاوی للفتاوٰی باب الولیمۃ حسن المقصد فی عمل المولد دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۹۲
[3] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب التراویح باب فضل من قام رمضان بیروت ۱۱/۱۲۶
[4] القرآن الکریم ۹۳/۱۱

الناس کذلک[1]

لیجئے اس میں مجمع کی تصریح بھی موجود ہے، جمع ہونا اسی قبیل سے ہے۔ اور مسلم الثبوت میں ہے،

شاع وذاع احتجاجھم سلفا وخلفا بالعمومات من غیر نکیر[2]۔ شرع کے عموم کو حجت ماننا اسلاف و اخلاف میں بلاانکار مشہور و معروف ہے۔ (ت)

اور یہ بھی اسی میں ہے،

والعمل بالمطلق یقتضی الاطلاق[3]۔ مطلق پر عمل میں اطلاق کا لحاظ ہوتا ہے (ت)

تحریر الاصول علامہ ابن الہمام اور اس کی شرح میں ہے،

العمل بہ ان یجری فی کل ما صدق علیہ المطلق[4]۔ اس پر عمل یوں کہ جس پر مطلق صادق آتا ہے اس میں حکم جاری ہوگا۔ (ت)

قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون[5]۔ یعنی اللہ تعالٰی کا ذکر بکثرت کرو تاکہ فلاح پاؤ۔

اور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر بعینہٖ خدا کا ذکر ہے، حق سبحانہ و تعالٰی اپنے پیارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرماتا ہے،

ورفعنا لک ذکرک[6]۔ بلند کیا ہم نے تمہارے ذکر کو تمہارے واسطے۔

امام علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفاء شریف میں اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں سیدنا ابن عطا قدس سرہ العزیز سے یوں نقل فرماتے ہیں،

جعلتک ذکرا من ذکری فمن ذکرک ذکرنی[7]۔ یعنی اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ میں نے تم کو اپنے ذکر میں سے ایک ذکر بنایا پس جو تمہاری یاد کرے اس نے میری یاد کی۔

---

[1] انسان العیون بحوالہ ابن حجر باب تسمیتہ صلی اللہ علیہ وسلم محمدا واحمدا المکتبۃ الاسلامیہ بیروت ۱/ ۸۲
[2] مسلم الثبوت الفصل الخامس مسئلۃ للعموم صیغ مطبع الانصاری دہلی ص ۷۳
[3] مسلم الثبوت فصل المطلق ما دل علی فرد منتشر مطبع الانصاری دہلی ص ۱۱۹
[4] التقریر والتحریر مسئلۃ الاکثر ان غایۃ التخصیص الخ دارالفکر بیروت ۱/ ۳۶۵-۳۶۶
[5] القرآن الکریم ۸/ ۴۵
[6] القرآن الکریم ۹۴/ ۴
[7] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الفصل الاول المکتبۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/ ۱۵

بالجملہ کوئی مسلمان اس میں شک نہیں کرسکتا کہ حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یاد و تعریف بعینہٖ خدا کی یاد ہے، پس بحکمِ اطلاق جس جس طریقہ سے آپ کی یاد کی جائے گی حسن و محمود رہے گی ایسا ہی قیام بوقتِ ذکرِ ولادت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اوّلاً اس کے جواز ثابت کرنے میں ہمیں ضرورت نہیں کیونکہ کل اشیاء میں حلت ہے، جو کوئی عدمِ جواز کا دعوٰی کرے اس پر دلیل و بیّنہ ہے، ہمارے لئے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ عدمِ جواز کی کوئی دلیل نہیں۔ حدیث شریف میں ہے:

الحلال ما احل اللّٰه فی کتابه والحرام ما حرم اللّٰه فی کتابه وما سکت عنه فهو مما عفا عنه۔[1]

اللہ تعالٰی نے جو اپنی کتاب میں حلال کردیا ہے وہ حلال ہے اور جو حرام فرمادیا وہ حرام ہے اور جس سے سکوت اختیار کیا وہ معاف ہے۔ (ت)

ہاں ہم قیام کے مستحسن ہونے کا ثبوت بھی دیتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر مسلمانوں کا عین ایمان ہے اور اس کی خوبی و تعریف قرآنِ عظیم سے مطلقاً ثابت ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

انا ارسلنٰك شاهدا ومبشرا ونذیرا لتؤمنوا باللّٰه ورسوله وتعزروه وتوقروه۔[2]

بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر سناتا تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔ (ت)

وقال اللہ تعالٰی:

ومن یعظم شعائر اللّٰه فانها من تقوی القلوب۔[3]

اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔ (ت)

وقال اللہ تعالٰی:

ومن یعظم حرمات اللّٰه فهو خیر له عند ربه۔[4]

اور جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے لئے اس کے رب کے یہاں بھلا ہے (ت)

پس بوجہ اطلاق آیات حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم جس طریقہ سے کی جائے گی حسن و محمود رہے گی اور خاص طریقوں کے لئے جداگانہ ثبوت کی ضرورت نہ ہوگی، ہاں اگر کسی طریقہ کی

---

[1] جامع الترمذی ابواب اللباس باب ماجاء فی لبس الفراء امین کمپنی دہلی ۱/۲۰۶
سنن ابن ماجہ ابواب الاطعمہ باب اکل الجبن والسمن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۴۹
[2] القرآن الکریم ۴۸/ ۸ و ۹ [3] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۲ [4] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۰

ممانعت شرعاً ثابت ہوگی تو وہ بیشک ممنوع ہوگا۔ امام ابن حجر مکی جوہر منظم میں فرماتے ہیں:

تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بجمیع انواع التعظیم التی لیس فیہا مشارکۃ اللہ تعالٰی فی الالوھیۃ امر مستحسن عند من نوراللہ ابصارھم انتہٰی۔ سواء ورد الشرع بخصوصہ اولم یرد ذٰلک لان مطلق التعظیم وما حث علیہ والیہ فلیعم کل مایستحق باسمہ۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم تمام اقسام تعظیم کے ساتھ جس سے الوہیۃ الٰہ میں شرکت لازم نہ آئے ہر طرح امر مستحسن ہے ان سب کے نزدیک جن کی آنکھیں اللہ تعالٰی نے روشن کی ہیں انتہٰی۔ خواہ شریعت کا ورود خاص اس امر میں ہو یا نہ ہو اس لئے کہ مطلق تعظیم جس کی طرف اور جس پر متوجہ کی گئی تو اسم کے ہر مستحق کو شامل ہو سکے (ت)

جن کی آنکھوں میں اللہ تعالٰی نے نورِ بصارت بخشا ہے اُن کے نزدیک یہ قیام بوقت ذکر ولادت شریف آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم محض بنظرِ تعظیم و اکرام حضور اقدس بجالاتے ہیں بیشک حسن و محمود ہے تاوقتیکہ منکرین خاص اس صورت کی ممانعت قرآن و حدیث سے ثابت نہ کریں اور ان شاء اللہ تا قیامت اس کی ممانعت ثابت نہ کرسکیں گے۔

رہا یہ کہ قیام ذکر ولادت شریف ہی کے وقت کیوں ہے اس کی وجہ نہایت روشن اور واضح ہے۔

اوّلاً صدہا سال سے علمائے کرام اور بلادِ اسلام میں یونہی معمول ہے۔

ثانیاً ائمہ دین کی تصریح ہے کہ ذکر پاک صاحب لولاک صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم مثل ذات اقدس کے ہے اور صورتِ تعظیم میں سے ایک صورت وقت قدوم معظم بجالائی جاتی ہے اور ذکر ولادت حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عالمِ دنیا میں تشریف آوری کا ذکر ہے تو یہ تعظیم اسی ذکر کے ساتھ مناسب ہوئی۔

ثالثاً وقت ولادت شریف حضور سرور کائنات صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ملائکہ تعظیم کے واسطے کھڑے ہوئے تھے شرف الانام تصنیف علامہ شیخ قاسم بخاری میں یہ روایت موجود ہے اس لئے ہم بھی جب ذکر ولادت شریف کرتے ہیں تو اُن ملائکہ کا تشکل پیدا کرتے ہیں کیونکہ محدثین کے نزدیک واقعہ مرویہ کی صورت اور تشکل پیدا کرنا مستحب ہے چنانچہ بخاری شریف کے صفحہ تین میں روایت ہے کہ وقت نزول وحی رسول اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ دل میں پڑھتے اور لبوں کو

---

۱ الجوہر المنظم الفصل الاول مکتبہ قادریہ لاہور ص ۱۲

ہلاتے تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما جس وقت یہ حدیث روایت کرتے تو اپنے لبوں کو ہلا دیتے جس طرح کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہلاتے تھے اور حضرت ابن جبیر بھی ہلاتے تھے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ہلاتے دیکھا[1] پس جبکہ صحابہ اور تابعین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین سے واقعہ مرویہ کا تشکل اور تمثل ثابت ہے تو ہم بھی واقعہ میلاد میں قیام ملائکہ کا تشکل اور تمثل پیدا کرتے ہیں، باقی صحابہ کرام اور تابعین عظام کا قیام ملائکہ کا تشکل نہ بنانا اور محفل میلاد شریف کو ہیئت کذائی کے ساتھ آراستہ نہ کرنا مستلزم منع شرعی نہیں۔ امام احمد بن محمد بن قسطلانی بخاری مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں،

الفعل یدل علی الجواز وعدم الفعل لایدل علی المنع[2] الخ۔

کسی کام کا کیا جانا جواز کی دلیل ہے اور نہ کیا جانا منع کرنے کی دلیل نہیں الخ۔ (ت)

علامہ برزنجی عقد الجواہر میں فرماتے ہیں،

قد استحسن القیام عند ذکر مولدہ الشریف ائمۃ ذو روایۃ ودرایۃ فطوبٰی لمن کان تعظیمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مرامہ ومرماہ[3] الخ۔

بیشک آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے میلاد شریف کے ذکر کے وقت کھڑا ہونے کو ان اماموں نے جو صاحب روایت ودرایت ہیں اچھا جانا ہے تو اس شخص کیلئے سعادت ہے جس کی مراد و مقصود کی غرض نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم ہو الخ (ت)

علی الخصوص حرمین شریفین مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ مبدا و مرجع دین و ایمان کے اکابر علماء و مفتیان فضلائے مذاہب اربعہ مدتوں سے میلاد مع قیام کرتے آئے اور اس کے جواز کا فتوٰی دیتے آئے، پھر ان پر ضلالت اور گمراہی کا اطلاق کیونکر ہو سکتا ہے ؎

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

رہا عبارت سیرت شامی سے استدلال سو وہ سب باطل، کیونکہ علامہ برہان الدین حلبی انسان العیون فی سیرت الامین المامون عبارت مذکورہ کو نقل کرکے شرح فرماتے ہیں،

ای لکن ھی بدعۃ حسنۃ لانہ

یعنی لیکن یہ بدعت حسنہ ہے کیونکہ

---

[1] صحیح البخاری باب کیف بدء الوحی الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳

[2] المواہب اللدنیہ

[3] عقد الجواہر فی مولد النبی الازہر جامعہ اسلامیہ لاہور ص ۲۵

لیس کل بدعۃ مذمومۃ۔[1]

ہر بدعت مذموم نہیں ہوتی۔ (ت)

اور اسی میں ہے:

قد وجد القیام عند ذکر اسمہ صلی اللہ علیہ وسلم من عالم الامۃ ومقتداء الائمۃ دینا وورعا الامام تقی الدین السبکی وتابعہ علی ذلک مشائخ الاسلام فی عصرہ[2] انتہی۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

دین وتقوٰی میں امت کے عالم اور اماموں کے مقتداء امام تقی الدین سبکی سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر پاک کے وقت قیام ثابت ہے اور آپ کے زمانہ کے مشائخ نے اس معاملہ میں آپ کی پیروی کی ہے انتہی۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب والیہ مرجع والمآب۔ (ت)

کتبہ العبد المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ
بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم

www.alahazratnetwork.org

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱
عبدالمصطفٰی احمد رضا خان

نوٹ

جلد ۲۳ مجالس ومحافل کے بیان پر ختم ہوئی
جلد ۲۴ ان شاء اللہ لہو ولعب کے عنوان سے شروع ہوگی۔

---

[1] انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون باب تسمیتہ صلی اللہ علیہ وسلم محمدا واحمدا المکتبۃ الاسلامیۃ بیروت ۱/ ۸۳

[2]

فتاوی رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

۲۳

رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور ساکن
پاکستان (۵۴۰۰۰)

فتاوٰی رضویّہ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۸
پاکستان (۵۴۰۰۰)

Marfat.com

مَن یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیرًا یُّفَقِّہْہُ فِی الدِّین

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلوپیڈیا

جلد ۲۴

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز
۱۲۷۲ھ ـــــ ۱۳۴۰ھ
۱۸۵۶ء ـــــ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن ٭ جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ، لاہور (۸) پاکستان (۵۴۰۰۰)
فون ۷۶۶۵۷۷۲
۷۶۵۷۳۱۴

Marfat.com

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

نام کتاب ——— فتاوٰی رضویہ جلد ۲۴

تصنیف ——— شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

ترجمہ عربی عبارات ——— حضرت علامہ مولانا مفتی قاضی محمد سیف الرحمٰن ہری پور ہزارہ

پیش لفظ ——— حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظمِ تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

ترتیب فہرست ——— 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

تبویب جدید ——— 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

تخریج و تصحیح ——— مولانا نذیر احمد سعیدی، مولانا محمد اکرام اللہ بٹ، مولانا غلام حسن

باہتمام وسرپرستی ——— حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صدر تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان

کتابت ——— محمد شریف گل، کرڈیال کلاں (گوجرانوالا)

پیسٹنگ ——— مولانا محمد منشا تابش قصوری صدر شعبۂ فارسی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

صفحات ——— ۷۲۰

اشاعت ——— ذوالحجہ ۱۴۲۳ھ / فروری ۲۰۰۳ء

مطبع ———

ناشر ——— رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

قیمت ———

○

ملنے کے پتے

○ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
۷۶۶۵۷۷۲ ۰۳۰۰/۹۴۱۵۳۰۰

○ مکتبۂ اہلسنت، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

○ ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

○ شبیر برادرز، ۴۰ بی، اردو بازار لاہور

marfat.com

Marfat.com

اجمالی فہرست

پیش لفظ ـــــــــ ۵

لہو ولعب ـــــــــ ۷۵

امر بالمعروف و نہی عن المنکر ـــــــــ ۱۶۷

بیماری اور علاج معالجہ ـــــــــ ۱۷۷

صحبت و موالات و محبت و عداوت ـــــــــ ۳۱۱

ظلم و ایذائے مسلم و ہجران و قطع تعلق ـــــــــ ۳۳۷

جھوٹ و غیبت و بدعہدی وغیرہ ـــــــــ ۳۵۱

دعوٰی و قضاء و شہادۃ ـــــــــ ۳۵۹

حسن سلوک و حقوق العباد ـــــــــ ۳۶۵

سوگ و نوحہ و جزع و فزع ـــــــــ ۴۷۷

تعزیہ اور اس سے متعلقہ بدعات ـــــــــ ۴۸۹

تشبّہ بالغیر ـــــــــ ۵۲۹

حقّہ و پان ـــــــــ ۵۵۳

تصویر ـــــــــ ۵۵۹

جانوروں کا پالنا، لڑانا اور ان پر رحم و ظلم ـــــــــ ۶۴۳

نام رکھنے کا بیان ـــــــــ ۶۶۳

خط و کتابت ـــــــــ ۷۰۹

سیاسیات ـــــــــ ۷۱۵

فہرست رسائل

○ مسائل سماع ـــــــــ ۱۴۵

Marfat.com

○ الحق المجتلیٰ ٢١٥
○ تیسر الماعون ٢٨٥
○ الحقوق ٣٨٣
○ مشعلة الارشاد ۴٥١
○ اجب الامداد ۴٥٩
○ اعالی الافادة ٥١١
○ العطایا القدیر ٥٧١
○ النور و الضیاء ٦٧٧

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمدُ لله ! اعلیٰحضرت امام المسلمین مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خزائنِ علمیہ اور ذخائرِ فقہیہ کو جدید انداز میں عصرِ حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظرِ عام پر لانے کیلئے دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری سے مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے، اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا کی متعدد تصانیف شائع کرچکا ہے مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ المعروف بہ فتاوٰی رضویہ کی تخریج و ترجمہ کے ساتھ عمدہ و خوبصورت انداز میں اشاعت ہے۔
فتاوٰی مذکورہ کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ / مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا، اور بفضلہ تعالیٰ جل مجدہ و بعنایت رسولہ الکریم تقریباً تیرہ ۱۳ سال کے مختصر عرصہ میں چوبیسویں ۲۴ جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس سے قبل کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الجنائز، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الایمان، کتاب الحدود والتعزیر، کتاب السیر، کتاب الشرکۃ، کتاب الوقف، کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الشہادۃ، کتاب القضاء والدعاوی، کتاب الوکالۃ، کتاب الاقرار، کتاب الصلح، کتاب المضاربہ، کتاب الامانات، کتاب العاریہ، کتاب الہبہ، کتاب الاجارہ، کتاب الاکراہ، کتاب الحجر، کتاب الغصب، کتاب الشفعہ، کتاب القسمہ، کتاب المزارعہ، کتاب الصید، کتاب الذبائح، کتاب الاضحیہ اور کتاب الحظر والاباحہ کے حصہ اول و دوم وسوم پر مشتمل تیئیس ۲۳ جلدیں شائع ہوچکی ہیں جن کی تفصیل سنینِ اشاعت، مشمولات، مجموعی صفحات اور ان میں شامل رسائل کی تعداد کے اعتبار سے حسب ذیل ہے:

Marfat.com

جلد نمبر	عنوانات	جوابات اسئلہ	تعداد رسائل	سنین اشاعت	صفحات
۱	کتاب الطہارت	۲۲	۱۱	شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ — مارچ ۱۹۹۰ء	۸۳۸
۲	″	۳۳	۷	ربیع الثانی ۱۴۱۲ — نومبر ۱۹۹۱	۷۱۰
۳	″	۵۹	۶	شعبان المعظم ۱۴۱۲ — فروری ۱۹۹۲	۷۵۶
۴	″	۱۲۵	۵	رجب المرجب ۱۴۱۳ — جنوری ۱۹۹۳	۷۶۰
۵	کتاب الصلوٰۃ	۱۴۰	۶	ربیع الاول ۱۴۱۴ — ستمبر ۱۹۹۴	۶۹۲
۶	″	۴۵۷	۴	ربیع الاول ۱۴۱۵ — اگست ۱۹۹۴	۷۳۶
۷	″	۲۶۹	۷	رجب المرجب ۱۴۱۵ — دسمبر ۱۹۹۴	۷۲۰
۸	″	۳۳۷	۶	محرم الحرام ۱۴۱۶ — جون ۱۹۹۵	۶۶۴
۹	کتاب الجنائز	۲۷۳	۱۳	ذیقعدہ ۱۴۱۶ — اپریل ۱۹۹۶	۹۴۶
۱۰	کتاب الزکوٰۃ، صوم، حج	۳۱۶	۱۶	ربیع الاول ۱۴۱۷ — اگست ۱۹۹۶	۸۳۲
۱۱	کتاب النکاح	۴۵۹	۶	محرم الحرام ۱۴۱۸ — مئی ۱۹۹۷	۷۳۶
۱۲	کتاب النکاح، طلاق	۳۲۸	۳	رجب المرجب ۱۴۱۸ — نومبر ۱۹۹۷	۶۸۸
۱۳	کتاب الطلاق، ایمان، حدود، تعزیر	۲۹۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۱۸ — مارچ ۱۹۹۸	۶۸۸
۱۴	کتاب السیر (ا)	۳۳۹	۷	جمادی الاخریٰ ۱۴۱۹ — ستمبر ۱۹۹۸	۷۱۲
۱۵	″ ″ (ب)	۸۱	۱۵	محرم الحرام ۱۴۲۰ — اپریل ۱۹۹۹	۷۴۴
۱۶	کتاب الشرکۃ، کتاب الوقف	۴۳۲	۳	جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ — ستمبر ۱۹۹۹	۶۳۲
۱۷	کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الکفالہ	۱۵۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۲۰ — فروری ۲۰۰۰	۷۱۲
۱۸	کتاب الشہادۃ، کتاب القضاء والدعاوی	۱۵۲	۲	ربیع الثانی ۱۴۲۱ — جولائی ۲۰۰۰	۷۴۰
۱۹	کتاب الوکالہ، کتاب الاقرار، کتاب الصلح، کتاب المضاربہ، کتاب الامانات، کتاب العاریہ، کتاب الہبہ، کتاب الاجارہ، کتاب الاکراہ، کتاب الحجر	۲۹۶	۳	ذیقعدہ ۱۴۲۱ — فروری ۲۰۰۱	۶۹۲

Marfat.com

۲۰	کتاب الغصب، کتاب الشفعہ، کتاب القسمہ، کتاب المزارعہ، کتاب الصید والذبائح، کتاب الاضحیہ۔	۲۳۴	۳	صفر المظفر ۱۴۲۲ — مئی ۲۰۰۱	۶۳۲
۲۱	کتاب الحظر والاباحۃ (حصہ اوّل)	۲۹۱	۹	ربیع الاول ۱۴۲۳ — مئی ۲۰۰۲	۶۷۶
۲۲	〃 〃 〃 (حصہ دوم)	۲۴۱	۶	جمادی الاخریٰ ۱۴۲۳ — اگست ۲۰۰۲	۶۹۲
۲۳	〃 〃 〃 (حصہ سوم)			ذوالحجہ ۱۴۲۳ — فروری ۲۰۰۳	۷۶۸

فتاوٰی رضویہ قدیم کی پہلی آٹھ جلدوں کے ابواب کی ترتیب وہی ہے جو معروف و متداول کتب فقہ و فتاوٰی میں مذکور ہے۔ رضا فاؤنڈیشن کی طرف سے شائع ہونے والی بیس جلدوں میں اسی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے مگر فتاوٰی رضویہ قدیم کی بقیہ چار مطبوعہ جلدوں (جلد نہم، دہم، یازدہم، دوازدہم) کی ترتیب ابوابِ فقہ سے عدم مطابقت کی وجہ سے محلِ نظر ہے۔ چنانچہ ادارہ ہٰذا کے سرپرستِ اعلیٰ محسنِ اہلسنت مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صاحب زیدمجدہٗ اور دیگر اکابر علماء و مشائخ سے استشارہ و استفسار کے بعد اراکینِ ادارہ نے فیصلہ کیا کہ آئندہ شائع ہونے والی جلدوں میں فتاوٰی رضویہ کی قدیم جلدوں کی ترتیب کے بجائے ابوابِ فقہ کی معروف ترتیب کو بنیاد بنایا جائے۔ عام طور پر فقہ و فتاوٰی کی کتب میں کتاب الاضحیہ کے بعد کتاب الحظر والاباحۃ کا عنوان ذکر کیا جاتا ہے اور ہمارے ادارے سے شائع شدہ بیسویں جلد کا اختتام چونکہ کتاب الاضحیہ پر ہوا لہٰذا اکیسویں جلد سے مسائلِ حظر و اباحت کی اشاعت کا آغاز کیا گیا۔ اس سلسلہ میں بحرالعلوم حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمنان صاحب اعظمی دامت برکاتہم العالیہ کی تحقیقِ انیق کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے اس سے بھرپور استفادہ اور راہنمائی حاصل کر رہے ہیں۔

یاد رہے کہ فتاوٰی رضویہ قدیم میں "کتاب الحظر والاباحۃ" کے عنوان پر مشتمل جلد جس کو مکتبہ رضا ایوان عرفان بیسلپور نے جلد دہم اور رضا اکیڈمی ممبئی نے جلد نہم کے نام سے شائع کیا ہے وہ غیر مرتب اور غیر مبوب ہے اس میں شامل بعض رسائل کی ابتداء و انتہا ممتاز نہیں، کچھ رسائل بے نام شامل ہیں جبکہ بعض رسالوں کے مندرجات یکجا ہونے کی بجائے متفرق و منتشر طور پر مذکور ہیں، اس جلد میں شامل دونوں حصوں کے عنوانات و مسائل ایک جیسے ہونے کے باوجود دونوں کی فہرست یکجا نہیں کی گئی، لہٰذا اس کی ترتیب و تبویب خاصا مشکل اور وقت طلب معاملہ تھا۔ راقم نے متوکلاً علی اللہ اس پر کام شروع کیا تو اللہ تعالٰی کے فضل و کرم، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نظرِ عنایت اور اعلٰحضرت کے روحانی تصرف و کرامت کے صدقے میں توقع سے بھی

Marfat.com

کم وقت میں یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا الحمدُ للہ علیٰ ذٰلک۔

کتاب الحظر والاباحۃ کی ترتیب جدید میں ہم نے جن امور کو بطور خاص ملحوظ رکھا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(ا) حظر واباحت سے متعلق فتاویٰ رضویہ قدیم کے دونوں مطبوعہ حصوں کی (استفتاء میں مذکور) مسائل کے اعتبار سے یکجا تبویب کر دی ہے۔

(ب) ایک ہی استفتاء میں مختلف ابواب سے متعلق مسائل مذکور ہونے کی صورت میں ہر مسئلہ کو مستفتی کے نام سمیت متعلقہ باب کے تحت درج کیا ہے۔

(ج) فتاویٰ رضویہ قدیم کی کتاب الحظر والاباحۃ میں شامل رسائل کو ان کے عنوانات کے مطابق متعلقہ ابواب کے تحت داخل کر دیا ہے۔

(د) رسائل کی ابتداء وانتہا کو ممتاز کیا ہے۔

(ھ) بے نام رسائل کے ناموں کو ظاہر کیا ہے۔

(و) جن رسائل کے مندرجات ومشمولات یکجا نہ تھے ان کو اکٹھا کر دیا ہے۔

(ز) حظر واباحت سے متعلقہ بعض رسائلِ اعلحضرت علیہ الرحمۃ جو فتاویٰ رضویہ قدیم میں شامل نہ ہو سکے تھے اُن کو بھی مناسب جگہ پر شاملِ اشاعت کر دیا ہے۔

(ح) تبویبِ جدید کے بعد موجودہ ترتیب، سابق ترتیب سے بالکل مختلف ہو گئی ہے، لہذا پوری کتاب کی مکمل فہرست موجودہ ابواب کے مطابق نئے سرے سے تیار کرنا پڑی۔

(ط) جلد مذکور میں شامل تمام رسائل کے مندرجات کی مفصل فہرست مرتب کی گئی۔

(ی) اعلحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بعض مقامات پر گفتگو کرتے ہوئے اپنے تبحر علمی کے پیشِ نظر ایسے مسائل بھی زیر بحث لے آتے ہیں جو متعلقہ ابواب میں سے کسی کے تحت مندرج نہیں ہو سکتے ایسے مسائل کیلئے مفصل فہرست کے بعد ہم نے ضمنی مسائل کے عنوان سے الگ فہرست مرتب کی ہے۔

کتاب الحظر والاباحۃ کے مترجم

سوائے ان رسائل کے جن کو اب فتاویٰ میں نئے سرے سے شامل کیا گیا ہے پوری "کتاب الحظر والاباحۃ" کی عربی اور فارسی عبارات کا مکمل ترجمہ جامع منقول ومعقول، فاضلِ جلیل، محققِ شہیر، مصنفِ کتبِ کثیرہ، فخر المدرسین، حضرت مولانا علامہ مفتی قاضی محمد سیف الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے کیا ہے جو استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا محمد عبدالسبحان بن مولانا مظہر جمیل بن مولانا مفتی محمد غوث (کھلابٹ، ہزارہ) کے

Marfat.com

صاحبزادے اور استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد خلیل صاحب محدث ہزاروی کے نواسے ہیں، آپ نے تمام درسیات اپنے والد گرامی سے پڑھیں، فارغ التحصیل ہوتے ہی درس و تدریس سے وابستہ ہو گئے اور سالہا سال آپ نے اہلسنت وجماعت کے معروف ادارے جامعہ رحمانیہ ہری پور میں بطور شیخ الحدیث تدریسی فرائض سرانجام دئے، آپ کے آباء واجداد نے ڈنکے کی چوٹ پر احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا فریضہ سر انجام دیا، چنانچہ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا قاضی محمد عبد السبحان صاحب اور برادر اکبر حضرت مولانا قاضی غلام محمود صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما کی متعدد درسی وغیر درسی تصانیف ارباب علم میں معروف ہیں۔ مناظرہ و رَدِّ بد مذہباں خصوصاً رَدِّ وہابیہ میں ان بزرگوں کی خدمات کو اہلِ سنّت وجماعت میں انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

چوبیسویں جلد

یہ جلد "کتاب الحظر والاباحۃ" کا چوتھا حصہ ہے جو ۲۸۴ سوالوں کے جوابات اور مجموعی طور پر ۷۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس جلد میں بنیادی طور پر جن ابواب کو زیر بحث لایا گیا ہے وہ یہ ہیں:

لہو ولعب، امر بالمعروف ونہی عن المنکر، بیماری وعلاج، صحبت وموالات، محبت وعداوت، جھوٹ وغیبت وبدعہدی، ظلم وایذاء، ہجران وقطع تعلق، دعوی، قضاء، شہادت، حسن سلوک، حقوق العباد، سوگ ونوحہ وجزع وفزع، تعزیہ داری، تشبہ بالغیر، حقہ وپان، تصویر، جانوروں کی پرورش، نام رکھنا، خط وکتابت اور سیاسیات۔

دیگر کئی ایک ابواب سے متعلق مسائل کثیرہ پر ضمناً گفتگو واقع ہوئی لہذا راقم الحروف نے مسائل و رسائل کی مفصل فہرست کے علاوہ مسائل ضمنیہ کی الگ فہرست بھی قارئین کی سہولت کے لئے تیار کر دی ہے نیز اس جلد میں شامل مستقل ابواب سے متعلق مسائل اگر کہیں ایک دوسرے کے تحت ضمناً مندرج تھے تو ان کی فہرست ہم نے متعلقہ باب کی فہرست کے آخر میں بطور ضمیمہ ذکر کر دی ہے تاکہ ان مسائل کی تلاش میں دقت وابہام پیدا نہ ہو۔

انتہائی وقیع اور گرانقدر تحقیقات وتدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل ۹ رسائل بھی اس جلد کی زینت ہیں:

(۱) الحق المجتلٰی فی حکم المبتلٰی (۱۳۲۴ھ)

جذامی کے پاس اٹھنے بیٹھنے اور اس کی خدمتگزاری وتیمارداری کے باعث ثواب ہونے کا بیان

(۲) تیسیر الماعون للسکن فی الطاعون (۱۳۲۵ھ)

جہاں طاعون کا مرض پیدا ہو جائے وہاں کے باشندوں سے متعلق حکم شرعی

Marfat.com

(٣) مشعلة الارشاد الیٰ حقوق الاولاد (١٣١٠ھ)
والدین پر اولاد کے حقوق کا بیان

(٤) اعجب الامداد فی مکفرات حقوق العباد (١٣١٠ھ)
حقوق العباد کی تعریف اور ان کی اہمیت کا بیان اور ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کے طریقے

(٥) العطایا القدیر فی حکم التصویر (١٣٣١ھ)
بزرگوں کی تصاویر بطور تبرک گھر میں رکھنے کا حکم شرعی

(٦) مسائل سماع (١٣٢٠ھ)
متصوفہ زمانہ کی مجلس سماع و سرور کا شرعی حکم جس میں راگ و رقص و مزامیر اور معازف ہر قسم کے ہوتے ہیں۔

(٧) الحقوق لطرح العقوق (١٣٠٧ھ)
والدین، زوجین اور اساتذہ کے حقوق کی تفصیل اور ان کی ادائیگی کے طریقے

(٨) اعالی الافادۃ فی تعزیۃ الھند وبیان الشھادۃ (١٣٢١ھ)
تعزیہ کی حرمت، سر بازار لنگر لٹانے کی ممانعت اور اہل تشیع کی مجالس مرثیہ کے حکم شرعی کا بیان

(٩) النور والضیاء فی احکام بعض الاسماء (١٣٢٠ھ)
اچھے اور برُے ناموں کے احکام کا بیان

ان میں سے مقدم الذکر پانچ رسالے پہلے سے فتاوٰی رضویہ قدیم کی کتاب الحظر والاباحۃ میں شامل تھے جبکہ باقی رسائل اب شامل کئے گئے ہیں۔

○

حافظ محمد عبدالستار سعیدی
ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

ذوالحجہ ١٤٢٣ھ
فروری ٢٠٠٣ء

Marfat.com

فہرست مضامین مفصل

لہو و لعب

(کھیل، تماشہ، میلہ، مزاح، ناچ، گانا، قوالی، مزامیر، راگ، موسیقی وغیرہ) ۷۵

گنجفہ، چوسر اور شطرنج کھیلنا شرعاً کیسا ہے۔ ۷۵

چوسر کے عدمِ جواز کے بارے میں احادیث کریمہ ۷۵

فقہی احکام غالب حالات پر مبنی ہوتے ہیں۔ ۷۶

چوسر و شطرنج کی ممانعت سے متعلق عباراتِ علماء ۷۷

ہر کھیل مکروہ ہے سوائے تین کے۔ ۷۸

راگ اور مزامیر کرانا یا سننا گناہِ کبیرہ ہے یا صغیرہ، اس فعل کا مرتکب فاسق ہے یا نہیں۔ ۷۸

مزامیر کی نسبت کبرائے سلسلہ عالیہ چشت کی طرف کرنا محض باطل ہے۔ ۷۹

چشتی بزرگوں کے ارشادات دربارۂ مزامیر ۷۹

جہاد کا طبل، سحری کا نقارہ، حمام کا بوق اور اعلانِ نکاح کا بے جلاجل دف جائز ہے۔ ۸۰

بعض بندگانِ خدا کی طرف سے مزامیر پر اقدام کی توجیہ۔ ۸۰

مصنف علیہ الرحمہ کی تحقیق و تدقیق (اول) ۸۱

سماع مجرد بے مزامیر کی چند صورتیں ۸۳

اچھا گانا کچھ شرائط کے ساتھ اہل اللہ کے حق میں جائز ہے۔ ۸۴

گانا کوئی نئی چیز پیدا نہیں کرتا بلکہ دبی بات کو ابھارتا ہے۔ ۸۴

کونسا سماع جائز ہے اور کس میں نزاع ہے۔ ۸۴

حمد و نعت کے اشعار مردوں اور عورتوں سے پڑھوانا کیسا ہے، مصنف کی نفیس تحقیق۔ ۸۴

حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے

Marfat.com

مسجد اقدس میں منبر کا بچھایا جانا اور نعت کا سنانا ۸۵
انجشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدی پر حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے انکار نہ فرمایا۔ ۸۵
لوگوں کو وعظ وغیرہ کارِ خیر کی خبر کرنے کے لئے
نقارہ یا دف بجانا جائز ہے۔ ۸۵
رقص وتمایل کے حلقہ میں تالیاں بجاتے ہوئے
"الا اللہ" کا ذکر کرنا کیسا ہے، اس اندازِ ذکر
کو ناپسند جاننے والوں کو اعراض ذکر کا طعنہ
دینے اور تفسیر جلالین کو ظاہری تفسیر کہہ کر حقارت
سے اس کا ذکر کرنے والے کا کیا حکم ہے۔ ۸۶
حلقہ ذکر اگر بوجہ ریا وسمعہ نہ ہو بلکہ خالصاً
لوجہ اللہ ہو تو امر محبوب ہے۔ ۸۷
ذکر کے حلقے جنت کی کیاریاں ہیں۔ ۸۷
رقص بوجہ تصنع وریاء حرام قطعی و
جرمیہ فاحشہ ہے۔ ۸۸
قوالی میں رقص جائز نہیں۔ ۸۸
برا کھیل تماشہ کرنے والا مردود الشہادۃ ہے ۸۸
صوفیہ وغیرہ کے رقص ووجد سے متعلق طریقہ محمدیہ
اور شامی کی عبارات۔ ۸۹
تالیاں بجانا بھی وجوہ مذکورہ پر ناجائز وممنوع ہے ۹۰
تالیاں بجانا عاداتِ کفار میں سے ہے۔ ۹۱
جو فعل حرام ہو اس میں شریک ہونا اور اس کا
تماشا دیکھنا بھی حرام ہے۔ ۹۱
مغلوبین صادقین کا وجد دولتِ عظمیٰ اور نعمتِ کبریٰ
ہے۔ ۹۲

وجد صادق کی شناخت اور اس کی شرائط۔ ۹۲
حوالہ جات از کتب فقہاء۔ ۹۲
آیت کریمہ "ومن اعرض عن ذکری" میں
اعراض عن الذکر سے کیا مراد ہے۔ ۱۰۰
چلا کر ذکر کرنے والوں کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ
نے مسجد سے نکلوا دیا۔ ۱۰۱
رقص وتمایل اور تالیوں کے ساتھ ذکر کی محفل
سے چلے جانے والوں پر آیت کریمہ "ومن اعرض
عن ذکری" کو منطبق کرنے والے نے کئی وجوہ
سے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا۔ ۱۰۱
اللہ تعالیٰ ورسول اللہ جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم پر افتراء باندھنے والے کے لئے
وعید شدید۔ ۱۰۱
شرع مطہر کی تحقیر کرنے والا اجماعاً قطعاً
کافر ہے۔ ۱۰۴
تفسیر جلالین شریف یا کسی بھی دینی کتاب کی
توہین وتحقیر کا حکم۔ ۱۰۴
نصوص اپنے ظاہری معنی پر محمول ہوا کرتے ہیں۔
مسلمان پر بدگمانی حرام ہے۔ ۱۰۵
بالتعیین کسی شخص کی نسبت حکم تصنع وریاء
لگا دینے سے متعلق علامہ امام عبد الغنی نابلسی
علیہ الرحمہ کے طویل وجلیل کلام کا خلاصہ۔ ۱۰۶
سب صوفیہ یکساں نہیں ہوتے۔ ۱۰۶
آم کھا کر گٹھلیاں ایک دوسرے کو مارنا
ممنوع ہے۔ ۱۱۱

Marfat.com

مزاح کے طور پر چھلکے مارنا مباح ہے۔ ۱۱۱

بزرگوں کے عرس پر شب کو آتشبازی کرنا اور ایصالِ ثواب کے لئے پکائے ہوئے کھانے کو لٹانا جس سے وہ پاؤں کے نیچے بھی آتا ہے شرعاً کیسا ہے۔ ۱۱۲

تاش اور شطرنج وغیرہ کھیلنے کے بارے میں کیا حکم ہے۔ ۱۱۲

ڈھول اور سارنگی کے ساتھ قوالی حرام اور سننے والے گنہگار ہیں۔ ۱۱۳

عرس میں ڈھول وغیرہ کے ساتھ قوالی کرانیوالوں پر قوالوں اور حاضرین کا بھی گناہ ہے۔ ۱۱۳

مزامیر کی حرمت پر احادیث کثیرہ بالغ بحد تواتر وارد ہیں۔ ۱۱۵

احادیثِ صحاح مرفوعہ محکمہ کے مقابل بعض ضعیف قصے یا محتمل واقعے یا متشابہ پیش نہیں ہو سکتے۔ ۱۱۵

اکابر سلسلۂ عالیہ چشت کے اکابرین کرام کے ارشادات در بارۂ مزامیر۔ ۱۱۶

شادی میں بغرضِ اعلان بند دفیں چھوڑنا ممنوع نہیں۔ ۱۱۹

رسالہ الکشف شافیا کی ایک عبارت کے حوالے سے استفتاء۔ ۱۱۹

حضرت امام غزالی اور شاہ محمد کالپوری علیہ الرحمہ میں سے کسی سے بھی منہ پر کپڑا ڈال کر ڈومنیوں کا گانا ثابت نہیں، نہ ہرگز شرع مطہر میں اس کا پتا، نہ اصولِ شرع اس کے مساعد۔ ۱۲۰

شرع میں فتنہ کی طرح داعی فتنہ بھی حرام ہے۔ ۱۲۰

دواعی حرام کے لئے مستلزم حرام ہونا ضروری نہیں۔ ۱۲۱

حرمت دواعی وقت افضاء پر مقصود نہیں۔ ۱۲۱

شرع مطہر مظنہ پر حکم دائر فرماتی ہے اس کے بعد وجود منشاء حکم پر نظر نہیں رکھتی۔ ۱۲۱

احکام فقہیہ میں غالب کا لحاظ ہوتا ہے، نادر کے لئے کوئی حکم جدا نہیں کیا جاتا۔ ۱۲۱

جبکہ منشاء تحریم داعی ہونا ہے اور اس میں ہر داعی مستقل تو ایک کی تحریم دوسرے کے وجود پر موقوف نہیں ہو سکتی۔ ۱۲۲

ان الانسان حریص علیٰ ما منع۔ ۱۲۳

نفس شئے مبذول کی طرف اتنا نہیں کھنچتا جتنا ممنوع کی طرف۔ ۱۲۳

بندگانِ نفس کو نظر اجنبیہ میں نظر حلیلہ سے زیادہ لذت آتی ہے۔ ۱۲۳

منع اجلب للشوق ہے۔ ۱۲۳

تین وقتوں میں نماز حرام ہونے کی حکمت۔ ۱۲۴

کچھ عرصہ وحی کے رُکنے میں حکمت۔ ۱۲۴

اصوات فتنہ کی حرمت کی وجہ۔ ۱۲۴

سماع کن شرائط کے ساتھ جائز ہے ایک جامع فتویٰ ۱۲۴

علم موسیقی کے تعلم میں وقت ضائع کرنا صالحین کا کام نہیں۔ ۱۲۶

ہر شئی کا علم مطلقاً کیسی ہی ہو عین کمال ہے۔ ۱۲۶

Marfat.com

ممنوع رعایت موسیقی ہے۔ ۱۲۷
رعایت فعل اختیاری ہے۔ ۱۲۷
فعل اختیاری کو قصد لازم ہے۔ ۱۲۷
قصد بے علم ناممکن ہے۔ ۱۲۷
سماع کے بارے میں شیخ سعدی علیہ الرحمہ کے ایک شعر کے حوالے سے سوال۔ ۱۲۷
اہل و نا اہل کا تفرقہ سماع مجرد میں ہے نہ کہ مزامیر میں۔ ۱۲۸
کیا قوالی غذائے روح ہے یا غذائے نفس، اور دونوں میں فرق۔ ۱۳۰
غذائے روح کی پہچان ۱۳۰
صوفی بے علم شیطان کا مسخرہ ہے۔ ۱۳۲
اللہ تعالیٰ نے کسی جاہل کو اپنا ولی نہیں کیا۔ ۱۳۲
بغیر علم کے خدا کو نہیں پہچانا جا سکتا۔ ۱۳۲
کسی خلافِ شرع مجلس میں شریک ہو کر کھانا کھانا جائز نہیں۔ ۱۳۳
کون سا سماع قادریہ و چشتیہ سب کے نزدیک جائز ہے۔ ۱۳۳
ہارمونیم، ستار اور گراموفون کے بارے میں فتویٰ۔ ۱۳۴
گانا مع مزامیر مطلقاً ناجائز ہے۔
جس کی بارات میں کثرت سے باجے، روشنی اور گھوڑے ہوں اس کا نکاح شرعاً ہوتا ہے یا نہیں اور ایسی بارات میں شرکت سے گناہ ہوگا یا نہیں۔ ۱۳۴
اوقاتِ سرور میں دف جائز ہے بشرطیکہ اس میں جھانج نہ ہوں اور نہ ہی موسیقی کے تال سر پر بجایا جائے ورنہ ممنوع ہوگا۔ ۱۳۷
علماء و سرداران پر ہدایت و نصیحت فرض ہے ۱۳۷
اہل معاصی کے ساتھ قطع تعلق میں سلف صالحین کے مسلک مختلف رہے ہیں اور مصالح دینیہ کی رعایت سے دونوں صورتیں جائز ہیں۔ ۱۳۷
تقریب شادی میں خلافِ شرع مراسم کا عام رواج ہو تو اس میں نہ جانے کا التزام شرعاً محمود ہے۔ ۱۳۸
مزامیر کی حرمت پر دلائل ۱۳۸
حرام ہر حال میں حرام رہے گا۔ ۱۳۹
تھیٹر اور ناٹک وغیرہ کا تماشا دیکھنا حرام ہے۔ ۱۳۹
فاسق معلن کو پیر بنانا حرام ہے۔ ۱۳۹
جو مزامیر کو بالاعلان حلال کہتا ہے اس کے بارے میں حکم شرعی کیا ہے۔ ۱۴۰
مزامیر کو حلال کہنے والے کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔ ۱۴۰
معازف کا لفظ جو حدیث میں مذکور ہے سب باجوں کو شامل ہے۔ ۱۴۰
معازف مزامیر سے عام ہے (کیونکہ مزامیر ان باجوں کو کہتے ہیں جو منہ سے بجائے جاتے ہیں) ۱۴۰
نَے (بانسری) مزامیر میں سے ہے۔ ۱۴۰
شادی میں دف کی اجازت کی تین شرطیں۔ ۱۴۱
شادی میں ڈھول ممنوع ہے۔ ۱۴۱

Marfat.com

محرم میں تعزیہ داری اور سینہ کوبی حرام ہے۔ ١٤١
گنجفہ، تاش، بھگور ممنوع ہیں۔ ١٤١
شطرنج جائز نہیں مگر چھ شرطوں سے۔ ١٤١
ہنود کے میلے میں جانا حرام ہے مگر نکاح نہیں
ٹوٹتا جب اسے اچھا نہ جانے۔ ١٤٢
فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی
واجب الاعادہ ہے۔ ١٤٣
چہلم میں باجے کا اہتمام کرنے کے لئے چندہ لینا
کیسا ہے۔ ١٤٣
تخت تعزیہ خود ناجائز ہے، اس میں باجے
حرام در حرام ہیں۔ ١٤٤

رسالہ مسائل سماع

(متصوفہ زمانہ کی مجلس سماع و سرود کا شرعی حکم
جس میں راگ و رقص و مزامیر اور معازف ہر قسم
کے ہوتے ہیں) ١٤٥
پانچ سوالات متعلقہ سماع پر مشتمل استفتار ١٤٥
جواب سوال اول ١٤٦
جھاڑ فانوس اور شامیانہ فرش وغیرہ فی انفسہا محظور نہیں
جب تک کسی منکر شرعی کے ساتھ منضم نہ ہوں۔ ١٤٦
ایک عجیب حکایت ١٤٧
زینت مباحہ بنیت مباحہ مطلقاً اسراف نہیں۔ ١٤٧
اسراف حرام ہے۔ ١٤٧
زینت بر وجہ قبیح یا بنیت قبیحہ نہ ہو تو حلال ہے ١٤٧
حلال و حرام ایک نہیں ہوسکتے۔ ١٤٧
تجسس شق قلوب، تطلع غیوب اور اساءت ظنون
حکم نہیں۔ ١٤٧
کوئی مجلس اگر فی نفسہٖ منکرات شرعیہ پر مشتمل نہ ہو تو
عموم اذن اور شمول دعوت میں حرج نہیں۔ ١٤٧
بعض باتیں اختلاف مقاصد یا تنوع احوال سے
حسن و قبح میں مختلف ہو جاتی ہیں۔ ١٤٧
سماع مجرد اہل کو مفید اور نا اہل کو مضر ہے۔ ١٤٧
بعض باتیں بوجہ دقت و غموض افہام قاصرہ پر
موجب فتنہ ہوتی ہیں۔ ١٤٨
مجلس وعظ و پند بلحاظ پابندی حدود شرعیہ جس قدر
عام ہوگی نفع تام ہوگا۔ ١٤٨
مزامیر محرمہ منکر و حرام ہیں۔ ١٤٨
سماع مجرد کو اولیاء کاملین نے صرف اہل پر
محدود فرمایا ہے۔ ١٤٨
کون سا سماع حلال ہے۔ ١٤٨
سماع بامزامیر کے بارے میں حضرت خواجہ
محبوب الٰہی علیہ الرحمہ کے فرمودات۔ ١٤٨
حرمت مزامیر کے بارے میں احادیث
حد تواتر پر ہیں۔ ١٤٩
سماع مزامیر کی نسبت اکابر چشت کی طرف کرنا
دروغ بے فروغ ہے۔ ١٥٠
متصوفہ کے تمسکات باطلہ کا اجمالی جواب۔ ١٥٠
صحیح کے سامنے ضعیف، متعین کے سامنے محتمل
اور محکم کے مقابل متشابہ واجب الترک ہے۔ ١٥٠
قول و حکایت فعل میں برابری نہیں۔ ١٥٠
محرم و مبیح مساوی نہیں۔ ١٥٠

Marfat.com

ہوس پرستی کا علاج کسی کے پاس نہیں۔ ۱۵۰

سماع مزامیر کی مجلس میں حاضر ہونیوالے گنہگار، قوال ان سے بڑھ کر اور بُلانے والا سب سے بڑھ کر گنہگار ہوگا۔ ۱۵۰

رقص بمعنی متعارف ناچ مطلقاً ناجائز ہے۔ ۱۵۱

اقل درجہ رقص کا مکروہ ہے۔ ۱۵۱

وجد کون سا جائز اور کون سا ناجائز ہے۔ ۱۵۱

وجد کے حکم شرعی کے بارے میں ائمہ کرام و فقہائے عظام کے ارشادات۔ ۱۵۲

تنہائی و خلوت میں بنسبت محمودہ وجد ائمہ کرام میں مختلف فیہ ہے۔ ۱۵۳

بالجملہ وجد صوفیائے کرام طالبین صادق اصلاً محلِ طعن نہیں۔ ۱۵۶

جواب سوالِ دوم ۱۵۷

محرمات اباطیل کی نسبت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سوءِ ادب ہے۔ ۱۵۷

مغلوبین حال کے احوال، اقوال، افعال اور اعمال نہ قابلِ استناد ہیں نہ لائق تقلید۔ ۱۵۸

مثنوی معنوی کے چند اشعار ۱۵۸

جواب سوالِ سوم

بدیہیاتِ دینیہ سے ہے کہ اولاً عقائد اسلام و سنت پھر احکامِ طہارت و نماز وغیرہا ضروریاتِ شرعیہ سیکھنا سکھانا فرض ہے، انھیں چھوڑ کر کسی مستحب و پسندیدہ علم میں وقت ضائع کرنا حرام ہے۔ ۱۵۸

موسیقی کا ہلکا درجہ لغو و فضول ہے۔ ۱۵۸

وحدۃ الوجود اور حقائق و دقائق تصوف جس طرح صوفیۂ صادقہ مانتے ہیں ضرور حق ہیں۔ ۱۵۸

بہت سے حقائق تصوف کو آج کل کے مولوی اور پیر بھی نہیں سمجھ سکتے چہ جائیکہ عوام۔ ۱۵۸

قوم کی عقل سے ماورا بات کرنے سے اس قوم کے فتنہ میں پڑنے کا خدشہ ہوتا ہے۔ ۱۵۹

جواب سوال چہارم ۱۶۰

امر بالمعروف و نہی عن المنکر ضرور بنصوص قاطعہ قرآنیہ اہم فرائض دینیہ سے ہے اور بحالِ وجوب اس کا تارک آثم و عاصی ہے۔ ۱۶۰

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کب واجب، کب غیر واجب اور کب اس کے ترک کی ترغیب ہے۔ ۱۶۰

پیر غوایت اور شیخ ہدایت میں فرق۔ ۱۶۲

جواب سوال پنجم ۱۶۲

ہنود قطعاً بُت پرست مشرک ہیں۔ ۱۶۲

بتوں کی تعظیم، انھیں بارگاہِ عزت میں شفیع ماننا اور ان سے شفاعت چاہنا کفر ہے۔ ۱۶۲

ضمیمہ لہو و لعب

ناجائز کام کو بطور تماشا دیکھنا بھی حرام ہے۔ ۱۶۲

ہندوؤں کے باجا وغیرہ بجانے سے متعلق مسلمانوں کو ان سے مصالحت کی ایک صورت۔ ۱۶۴

Marfat.com

ہندوؤں کی بارات میں جانا، ان کو اپنی بارات میں بلاکر ڈھول وغیرہ بجانا اور ناچنا کیسا ہے۔ ۳۲۵
قوالی مع مزامیر سننا کسی شخص کو جائز نہیں۔ ۵۱۰
گانا اور مزامیر سننا ہے۔ ۵۵۷

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

قدرت کے باوجود ناقوس بجانے سے منع نہ کرنے والا گنہگار ہے۔ ۱۶۷
ازالۂ منکر بقدر قدرت فرض ہے۔ ۱۶۷
شرعی مجرم کو پناہ دینے والے پر اللہ تعالٰی کی لعنت۔ ۱۶۷
زید حتی الامکان اوامر الٰہی بجا لاتا ہے مگر نواہی کا مرتکب بھی ہوتا ہے تو کیا حکم ہے۔ ۱۶۸
معصیت کے جواب میں آیت کریمہ "ان الحسنت یذھبن السیئات" کو دستاویز بنانا جاہل مغرور کا کام ہے۔ ۱۶۸
عالم دین کا امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا بندگان خدا کو دینی نصیحتیں دینا جسے وعظ کہتے ہیں ضرور اعلٰی فرائض دین سے ہے۔ ۱۶۸
حاضرین کا ادب وخاموشی ورجوع قلب کے ساتھ وعظ کو سننا دینی فرض ہے۔ ۱۶۹
وعظ میں دست اندازی کرنا، غل مچانا، گالیاں بکنا مذہبی توہین اور عادت کفار ہے۔ ۱۶۹
ہر خطبہ کو سننا فرض اور اس میں غل کرنا حرام ہے۔ ۱۷۰
خطبۂ نکاح سنت ہے۔ ۱۷۰
خطبۂ ختم قرآن مستحب ہے۔ ۱۷۰
انواع کلام ممنوع۔ ۱۷۰
بے ضرورت شرعیہ دوسرے کی بات کاٹنا ممنوع ہے جبکہ وہ علم شرعی کے ذکر میں ہو۔ ۱۷۰
مسندِ وعظ اصل مسند حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے۔ ۱۷۱
معنیٔ وعظ ۱۷۱
علماء انبیاء کے وارث ہیں ۱۷۱
نائب جب مسندِ نیابت پر ہو تو اس دربار کی توہین اصل سلطان کی توہین ہے۔ ۱۷۲
تحت علم تعزیے وغیرہ سب ناجائز ہیں۔ ۱۷۲
ناجائز کام کو بطور تماشا دیکھنا بھی حرام ہے ۱۷۲
جس کام کا کرنا حرام اس پر خوشی منانا بھی حرام ہے۔ ۱۷۲
بچوں اور عورتوں کو ناجائز کام کرنے یا اس کا تماشا دیکھنے کی اجازت دینا گناہ ہے۔ ۱۷۲
سلسلۂ اولیاء کرام میں کسی عالم سنی العقیدہ متصل السند شیخ کے ہاتھ پر داخل ہونا برکت عظیمہ ہے۔ ۱۷۳
نیکی سے رزق بڑھتا ہے اور عمر میں برکت ہوتی ہے۔ ۱۷۳
بھیک مانگنے کے لئے فقیر بننا حرام ہے۔ ۱۷۳
سود خوری، شراب نوشی اور بیع لحم خنزیر وغیرہ منہیات شرعیہ کی حرمت بیان کرنے والے

Marfat.com

عالم دین سے قطع تعلق کرنے اور مخالفت کرنیوالے ظالم ہیں۔ ۱۷۳
ہندوؤں کے باجا وغیرہ بجانے سے متعلق مسلمانوں کو ان سے مصالحت کی ایک صورت۔ ۱۷۴
عورتوں کا کرتی پہننا کیسا ہے۔ ۱۷۵
ماں کو کرتی پہننے سے روکنے کے لئے سختی کرنا کیسا ہے۔ ۱۷۵

ضمیمہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر

علما و سرداران پر ہدایت و نصیحت فرض ہے۔ ۱۳۷
امر بالمعروف و نہی عن المنکر ضرور بنصوص قاطعہ قرآنیہ اہم فرائض دینیہ سے ہے اور بحال وجوب اس کا تارک آثم و عاصی ہے۔ ۱۶۰
امر بالمعروف و نہی عن المنکر کب واجب، کب غیر واجب اور کب اس کے ترک کی ترغیب ہے ۱۶۰
جس شخص کے گھر کی عورتیں گودنا گودتی ہوں اور وہ منع نہ کرتا ہو وہ قابلِ ملامت و لائقِ ترک ہے۔ ۳۴۳

بیماری اور علاج معالجہ

(بیمار پرسی، تیمار داری، دوا، علاج، جھاڑ پھونک، طبابت، اسقاطِ حمل، مصنوعی دانت وغیرہ) ۱۷۷
مریض نے دوا نہ کی اور مر گیا تو کیا حکم ہے، گنہگار ہوگا یا نہیں۔ ۱۷۷
کھانا کھانے کی قدرت کے باوجود نہ کھائے اور بھوک سے مرجائے تو گنہگار ہوگا۔ ۱۷۷
طوائف مرضیہ اگر مطب آئے تو اس کا علاج کرنا کس صورت میں معصیت و اعانت معصیت ہوگا اور کس صورت میں نہ ہوگا۔ ۱۷۸
ہر جاندار کی نفع رسانی میں اجر ہے۔ ۱۷۸
مزدور گرجے کی تعمیر کے لئے کام کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ ۱۷۹
اہلبیت سے متعلق ایک شعر کو دافع وبا سمجھ کر پڑھنے کے بارے میں سوال۔ ۱۸۰
محبوبانِ خدا سے توسل محمود ہے۔ ۱۸۰
عدد نافی زیادت نہیں۔ ۱۸۰
علم و نشان مہمل اور ان سے توسل باطل ہے ۱۸۰
اشبہ توسل دعا ہے اور دعا کا طریقہ اخفا ہے۔ ۱۸۰
دفع مرضِ ہیضہ کے لئے میدان میں اذان دینا کیسا ہے۔ ۱۸۱
بکری کے کان میں سورۂ یٰسٓ اور سورۂ تبارک الذی پڑھ کر دم کرنا، اس کو مکان کے چاروں طرف چکر لگوانا پھر ذبح کر کے سب کو کھلانا کیسا ہے ۱۸۱
ذکرِ الٰہی کے فضائل ۱۸۱
سات کے عدد کو دفع ضرر و آفت میں ایک تاثیر خاص ہے۔ ۱۸۳
جماعت میں برکت ہے۔ ۱۸۴
دعائے مجمع مسلمین اقرب بقبول ہے۔ ۱۸۴
جہاں چالیس مسلمان صالح ہوں ان میں ایک ولی اللہ ہوتا ہے۔ ۱۸۴

Marfat.com

نفل جماعت کثیرہ کے ساتھ مکروہ ہے۔ ١٨٥
شیرینی یا کھانا فقراء کو کھلانا صدقہ، اقارب کو کھلانا صلہ رحم اور احباب کو کھلانا ضیافت ہے اور یہ تینوں جائز، موجب نزول رحمت و دفع بلاء و مصیبت ہیں۔ ١٨٥
فضائل صدقہ و ضیافت و صلہ رحمی۔ ١٨٥
وباء کی صورت میں جانور کے کان میں سورۃ یٰسٓ و سورۃ مُلک پڑھ کر پھونکنا اور اس کو گاؤں کے گرد گھمانا نیز شعر "لی خمسة اطفی بها الخ" لکھ کر آویزاں کرنا کیسا ہے۔ ١٨٧
مرض چیچک میں ٹیکہ لگوانا باذن اللہ نفع بخش ہے۔ ١٨٨
بیماری میں اصحاب توکل کیا کرتے ہیں۔ ١٨٨
طاعون والی جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے سے متعلق سوال۔ ١٨٩
حدیث فرار عن الطاعون کو مخدوش و مجروح اور اس کے راویوں کو مجہول و غیر ثقہ کہنے والا جاہل یا گمراہ ہے۔ ١٩٠
حدیث طاعون کی ایک غلط تاویل کا زوردار رد۔ ١٩٠
رسالہ سکن الشجون کا مصنف مجہول ہے۔ ١٩١
آیت کریمہ "ولا تلقوا بایدیکم الی التهلکة" کا مصداق و مطلب۔ ١٩١
طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہی ہے جیسا جہاد سے بھاگنے والا۔ ١٩١
ایک شخص کا مصمم ارادہ تھا کہ اہل و عیال کو کسی دوسری جگہ منتقل کرے اتنے میں طاعون شروع ہوگیا اب انتقال کی اجازت ہوگی یا نہیں۔ ١٩٢
ڈاکٹری دوا سیال جس میں شراب کا جزء ہو حکیم مریض کو استعمال کرائے، جائز ہے یا نہیں، حکیم پر گناہ ہے یا نہیں۔ ١٩٣
برانڈی کا استعمال مریض کو جائز ہے یا نہیں۔ ١٩٣
شراب مطلقاً حرام اور پیشاب کی طرح نجس ہے۔ ١٩٣
افیون اور بھنگ وغیرہ کا شرعی حکم۔ ١٩٣
کونین وغیرہ کی طرح خشک دوا مضائقہ نہیں رکھتی جبکہ اس میں کسی حرام کا خلط نہ ہو۔ ١٩٤
مصنوعی دانت لگانے میں حرج نہیں۔ ١٩٤
کسی چیز کی حقیقت جانے بغیر اس کی نجاست کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ ١٩٤
سونے کا تالو عورتوں کو مطلقاً جائز ہے اور مردوں کو بضرورت چاندی اور ایلومینیم کی تالو کا حکم۔ ١٩٥
سونے کی مصنوعی ناک لگائی جاسکتی ہے۔ ١٩٥
شفاخانہ کی دوا استعمال کرنے کا کیا حکم ہے۔ ١٩٥
اہل ہنود سے بیماری کی دوا کرانا کیسا ہے ١٩٦
عملیات یعنی تعویذات وغیرہ کتابوں سے کرنا حق ہے یا باطل۔ ١٩٦
تعویذات میں غیر معلوم المعنی الفاظ استعمال کرنے کی اجازت نہیں۔ ١٩٦

Marfat.com

محبت وتسخیر کے لئے تعویذات کا حکم۔ ۱۹۶

نفسِ عمل یا تعویذ میں کوئی امر خلافِ شرع ہو یا مقصود میں تو ناجائز ورنہ جائز ہے۔ ۱۹۷

کافر کو مضمر تعویذ دینا جائز ہے مظہر نہ دیا جائے ۱۹۷

شراب حرام بھی ہے اور نجس بھی، اس کا خارج بدن پر لگانا بھی ناجائز ہے۔ ۱۹۸

افیون حرام ہے نجس نہیں، خارج بدن پر اس کا استعمال جائز ہے۔ ۱۹۸

بچے کو سُلانے یا رونے سے باز رکھنے کے لئے افیون دینا حرام ہے۔ ۱۹۸

بستی میں طاعون کی بعض علامات شروع ہو گئی ہیں، اور ابھی کسی کی موت واقع نہیں ہوئی ہے۔ ایسی صورت میں وہاں سے نکل جانے کی اجازت ہے یا نہیں۔ ۱۹۸

یہ کہنا کہ نقل مکانی اور تبدیل آب وہوا ایک گونہ علاج ہے، کیسا ہے۔ ۱۹۸

کتنے میت کا جنازہ اکٹھا ہوسکتا ہے۔ ۱۹۸

نابالغ لڑکی اور لڑکے کا جنازہ بالغ کے ساتھ ہوسکتا ہے یا نہیں، اگر ہوسکتا ہے تو دعائیں کیسے پڑھی جائیں۔ ۱۹۸

لڑکا اور لڑکی نابالغ تھے ان کی شادی ہوگئی، پھر لڑکی بیوہ ہوگئی، تو کیا عقدِ ثانی کے بارہ میں مدت لیا جائے گا یا نہیں، اگر مدت لیا جائے گا تو کب تک۔ ۱۹۸

طاعون سے بھاگنے والے کیلئے وعیدات کا ذکر ۱۹۹

مرد اپنی زوجہ کا جنازہ اٹھا سکتا ہے۔ ۲۰۰

چار مہینے سے قبل مجبوری کی حالت میں اسقاطِ حمل جائز، اس کے بعد ناجائز۔ ۲۰۱

کھانے پر فاتحہ یا کوئی آیت قرآنی پڑھ کر دم کرنا جائز ہے۔ ۲۰۱

ایسی دوائی پینا جس میں اسپرٹ کی ملاوٹ ہو جائز ہے یا نہیں۔ ۲۰۱

اسپرٹ شراب کی ایک قسم ہے جو انتہائی تیز ہونے کی وجہ سے تنہا پینے کے قابل نہیں۔ ۲۰۱

برطانیہ سے منگوائی جانے والی شرابوں میں اسپرٹ کے قطرات ملائے جاتے ہیں۔ ۲۰۱

اسپرٹ حرام ہونے کے علاوہ ناپاک بھی ہے۔ ۲۰۲

احیاءِ سنت پر سو شہیدوں کا ثواب۔ ۲۰۲

زید کے پاس نسخہ مردانگی (قوت باہ) کا ہے، عمرو کو اس کی سخت ضرورت ہے، مگر زید نہ تو اُس کو نسخہ بتاتا ہے اور نہ ہی بنا کر دیتا ہے، وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس سے لوگ اگر حرام کرینگے تو مجھے گناہ ہوگا، اس کا یہ خیال کیسا ہے۔ ۲۰۳

جس محلہ یا جس شہر میں طاعون ہو وہاں کے باشندے کسی دوسرے مقام پر نفر من قضاء اللہ الی قضاء اللہ کے خیال سے جا سکتے ہیں یا نہیں۔ ۲۰۴

Marfat.com

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طاعون کے سبب شام نہ جانے کا واقعہ ۔ ۲۰۴
کون طبیب اہل ہے اور کون نا اہل ۔ ۲۰۵
اہل طبیب کب پیشہ طبابت ترک کر سکتا ہے ۔ ۲۰۵
نا اہل کو طبابت میں ہاتھ ڈالنا حرام ہے ۔ ۲۰۶
بعض اوقات تشخیص یا علاج میں غلطی واقع ہونا منافی اہلیت نہیں ۔ ۲۰۶
انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام غلطی سے معصوم ہیں ۔ ۲۰۶
بانجھ کے علاج کے بارے میں سوال ۲۰۶
جو اقوی کی مدافعت کرے وہ اضعف کی بدرجہ اولیٰ کرے گا ۔ ۲۰۶
رجعت عمل کیا چیز ہے ۔ ۲۰۶
تعویذات احادیث اور ائمہ قدیم وحدیث سے ثابت ہیں ۔ ۲۰۷
اثر تعویذ کے منکر کو حضرت شاہ ابو سعید الخیر کا جواب ۔ ۲۰۷
جاہل کو طبیب بننا حرام ہے ۔
استقاط حمل کیسا ہے اور ایسا کرنے والا قاتل ہوگا یا نہیں ۔ ۲۰۷
عورت کو بانجھ کرنا کیسا گناہ ہے، اور اس گناہ کی معافی ہے یا نہیں ۔ ۲۰۷
سرطان کھانا حرام ہے ۔ ۲۰۸
شراب کو بدن پر ملنا بھی حرام ہے ۔ ۲۰۸
جان حلال دواؤں سے بھی بچ سکتی ہے اگر اللہ تعالیٰ کو بچانا منظور ہے، ورنہ حرام دوائیں سوائے گناہ کے کچھ اضافہ نہ کریں گی ۔ ۲۰۸
پوشیدہ طور پر مسلمان کو حرام کھلانے والا سخت گنہگار ہے ۔ ۲۰۸
احادیث کریمہ متواترہ سے ثابت ہے کہ طاعون مسلمان کے لئے شہادت ورحمت ہے ۔ ۲۰۸
بتیس ۳۲ حدیثوں سے تائید ۔ ۲۰۹

○ رسالہ الحق المجتلی فی حکم المبتلی (جذامی کے پاس اٹھنے بیٹھنے اور اسکی خدمتگزاری وتیمارداری کے باعث ثواب ہونے کا بیان) ۲۱۵
زید کا خون جوش کھا رہا ہے بلکہ ایک دو اعضاء بگڑ گئے، ایسے شخص کے بارے میں اطباء حکم دیتے ہیں کہ اس کے ساتھ کھانا پینا اور اٹھنا بیٹھنا منع ہے ۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرع شریف کا ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے ۔ ۲۱۵
جذام کے مریض سے متعلق متعدد احادیث ۔ ۲۱۶
حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معیقیب نامی صحابی کو جو جذامی تھے اپنے ساتھ کھانا کھلایا ۔ ۲۲۱
حضرت معیقیب کا جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو یمنی اطباء سے علاج کرایا ۔ ۲۲۲
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جذامی کو اپنے پاس بٹھایا اور اس کے ساتھ آپ نے

Marfat.com

کھانا کھایا۔ ۲۲۳

نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک جذامی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ پیالے میں رکھا اور فرمایا اللہ تعالیٰ پر تکیہ اور اللہ تعالیٰ پر بھروسا ہے۔ ۲۲۳

مفضل بن فضالہ بصری ضعیف ہے اور مفضل بن فضالہ مصری اس سے اوثق واشہر ہے۔ ۲۲۴

لیس بالقوی اور لیس بقوی میں بڑا فرق ہے۔ ۲۲۵

پندرھویں حدیث کے رواۃ کی جرح وتعدیل ۲۲۵

حدیث لاعدوٰی کے مختلف طرق پر محدثانہ گفتگو۔ ۲۲۹

اکتیسویں حدیث پر گفتگو اور یہ حدیث دونوں مضمونوں کی جامع ہے۔ ۲۳۳

بتیسویں حدیث پر محدثانہ گفتگو ۲۳۴

حکم مسئلہ کے بارے میں مصنف علیہ الرحمہ کی تحقیق ۲۳۷

مختلف احادیث میں تطبیق ۲۳۷

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی مجذوموں کے ساتھ عملی کاروائی سے ثابت ہوتا ہے کہ بیماری متعدی نہیں۔ ۲۳۷

بیماری متعدی (عدوٰی) ہونے کا خیال باطل ہے۔ ۲۳۷

اثباتِ عدوٰی کی احادیث اس درجہ عالیہ صحت پر نہیں جس پر احادیثِ نفی ہیں۔ ۲۳۷

ہشیم اور شریک مدلس ہیں۔ ۲۳۹

تخمین مثل تبیین نہیں۔ ۲۳۹

کوئی حدیث ثبوت عدوٰی میں نص نہیں۔ ۲۳۹

جذامیوں کو تیز نگاہ سے نہ دیکھو، حدیث چہارم کا محل یہی ہے۔ ۲۳۹

حدیث ششم میں کہ ان ثقفی سے فرمایا پلٹ جاؤ تمھاری بیعت ہوگئی، متعدد وجوہ رکھتی ہے۔ ۲۴۰

حدیث ہفتم کی توجیہ ۲۴۱

حدیث ہشتم کا مطلب ۲۴۱

اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال ۲۴۲

حدیث نہم میں چار وجوہ ۲۴۲

حدیث یازدہم و دوازدہم کی توجیہ۔ ۲۴۲

تیرھویں حدیث سے عدوٰی کی بیخ کنی اور اس کا بے اصل ہونا ظاہر ہے۔ ۲۴۲

اکتیسویں حدیث کی توجیہ۔ ۲۴۳

حدیث دوم، سوم، پنجم اور دہم قابلِ استدلال نہیں ہیں۔ ۲۴۳

حدیث اول پر کئی طریقوں سے بحث اور گفتگو: ۲۴۳

طریق اول: حدیث اول کے ثبوت میں کلام، یہ طریقہ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہے۔ ۲۴۳

متعدد احادیث کا حوالہ ۲۴۳

دوم: مجذوم وغیرہ سے بھاگنے کی حدیثیں منسوخ ہیں، احادیث نفی عدوٰی نے انھیں منسوخ کر دیا۔ ۲۴۸

سوم: بھاگنے کا حکم اس لئے کہ وہاں ٹھہرینگے تو ان پر نظر پڑے گی جس سے مفاسد عجب وتحقیر و

Marfat.com

ایذاء پیدا ہوں گے۔ ۲۵۰

چہارم: امر فرار اس لئے ہے کہ اس کی بدبو وغیرہ سے ایذاء نہ پائیں۔ ۲۵۰

پنجم: مذہب جمہور کہ دوری وفرار کا حکم وسوسۂ ابلیس اور اعتقاد باطل سے بچانے کے لئے ہے۔ ۲۵۰

امام ابوجعفر طحاوی کے مناقب ۲۵۱

تطفل علی الطحاوی۔ ۲۵۱

التوفیق بین الحدیثین ۲۵۳

بزعم اطباء سات بیماریاں متعدی ہیں۔ ۲۵۵

اقوال خمسہ مذکورہ کے مطابق عدوی باطل محض ہے اور جلیل القدر صحابہ وائمہ کا یہی مذہب ہے۔ ۲۵۶

طریق سادس وسابع ۲۵۷

ثامن۔ ۲۵۹

دو صحیح حدیثوں میں تطبیق ۲۶۴

مثبتین عدوی پر ہماری طرف سے حجت اولاً ثانیاً ۲۶۶

بالجملہ مذہب معتمد وصحیح ورجیح ونجیح یہ ہے کہ جذام، کھجلی، چیچک اور طاعون وغیرہا اصلاً کوئی متعدی امراض نہیں ہیں، ضعیف الیقین لوگوں کو ان سے دُور رہنے کا حکم استحبابی ہے۔ ۲۸۱

عورت اپنے جذامی شوہر کو ہمبستری سے منع نہیں کرسکتی۔ ۲۸۲

جذامی شوہر سے عورت کو فسخ نکاح کی درخواست کا حق نہیں۔ ۲۸۲

علماء کا اتفاق ہے کہ مجذوم کے پاس اٹھنا بیٹھنا مباح اور اس کی خدمتگزاری موجب ثواب ہے ۲۸۲

رسالہ تیسیر الماعون للسکن فی الطاعون (جہاں طاعون کی مرض پیدا ہوجائے وہاں کے باشندوں سے متعلق حکم شرعی) ۲۸۵

طاعون کے خوف سے مقام طاعون سے فرار کرنا کیسا ہے۔ ۲۸۵

جواز فرار مانا جائے تو حدیث فرار عن الطاعون جو بخاری میں عبدالرحمٰن بن عوف سے مروی ہے کے کیا معنی ہوں۔ ۲۸۵

درصورت عدم جواز فرار عن الطاعون کس درجہ کی معصیت ہے، کبیرہ یا صغیرہ۔ ۲۸۵

گناہ صغیرہ یا کبیرہ پر اصرار کرنے والا شرعاً کیسا ہے۔ ۲۸۵

جان کے خوف کے سبب طاعون سے بھاگنے والے کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔ ۲۸۵

طاعون سے بھاگنے والا اور اس کی ترغیب دینے والا کیا ایک درجہ کے گنہگار ہیں یا کم یا زیادہ۔ ۲۸۵

جو طاعون سے فرار کو بمقابلہ حدیث حرمت فرار صرف جائز ہی نہیں بلکہ احسن سمجھتا ہو وہ شرعاً کیسا ہے۔ ۲۸۶

کیا حدیث صحیح کے مقابلہ میں کسی صحابی کا قول یا فعل قابل تقلید ہے۔ ۲۸۶

کیا قولی حدیث پر فعل صحابی کو ترجیح دی جاسکتی ہے ۲۸۶

بخوف طاعون حفظ صحت کا خیال کرتے ہوئے طاعونی آبادی سے فرار کرکے اسی آبادی کے

Marfat.com

مضافات وفناء میں سکونت اختیار کرنے والا فرار عن الطاعون کی حرمت والی حدیث کی وعید میں آتا ہے یا نہیں۔ ۲۸۶

طاعون سے فرار گناہِ کبیرہ ہے۔ ۲۸۷

طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہی ہے جیسے جہاد میں کافروں کے مقابلے سے بھاگنے والا۔ ۲۸۷

جہاد میں کفار کو پیٹھ دے کر بھاگنے والے کیلئے وعید شدید۔ ۲۸۷

طاعون والی جگہ باہر والوں کو جانا نہیں چاہئے اور طاعونی آبادی والوں کو وہاں سے بھاگنا نہیں چاہئے۔ ۲۸۸

صغیرہ پر اصرار اسے کبیرہ کر دیتا ہے اور کبیرہ پر اصرار اسے سخت تر کبیرہ کر دیتا ہے۔ ۲۸۹

کوئی گناہ اصرار کے بعد صغیرہ نہیں رہتا۔ ۲۸۹

طاعون سے فرار کی ترغیب دینے والا فرار کرنیوالے سے اشد وبال میں ہے۔ ۲۸۹

نفسِ گناہ میں احکامِ الٰہیہ سے معارضہ کی وہ شان نہیں جو برعکس حکم شرع نہی عن المعروف وامر بالمنکر میں ہے۔ ۲۸۹

نیکی کی دعوت دینے والے کا اجر اور گمراہی کی دعوت والے کا گناہ ووبال۔ ۲۹۰

طاعون سے فرار کبیرہ ہے اور اس کی ترغیب دینا سخت تر کبیرہ، اور دونوں فاسق ہیں۔ ۲۹۰

فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے۔ ۲۹۰

فرار عن الطاعون کو احسن سمجھنے والا اگر احادیث تحریم سے باخبر ہے تو صریح گمراہ ہے۔ ۲۹۱

جس امر میں رائے اور اجتہاد کو دخل نہ ہو اس میں قول صحابی دلیل قول رسول ہے۔ ۲۹۲

صحابی کا قول مخالف حدیث ہو تو تطبیق کی صورتیں۔ ۲۹۲

حدیث طاعون اس قبیل سے جس کا بعض بلکہ اکثر صحابہ پر مخفی رہنا جائے عجب تھا۔ ۲۹۳

امیر المومنین فاروق اعظم کو راہِ شام میں خبر ملی کہ وہاں طاعون ہے، آپ نے پہلے مہاجرین پھر انصار پھر مشائخ قریش سے مشورہ کیا، سب نے اپنی اپنی رائے دی، پھر عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ نے سرکار دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث پیش کی۔ چنانچہ اسی پر عمل ہوا۔ ۲۹۳

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مناقب۔ ۲۹۴

حضرت فاروق اعظم نے طاعون سے بھاگنے کی تہمت سے براءت فرمائی۔ ۲۹۷

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے طاعون سے بھاگنا حرام فرمایا ہے اس میں کوئی تخصیص شہر و بیرونِ شہر کی نہیں۔ ۲۹۷

تحقیقِ مصنف علیہ الرحمہ کہ الفاظِ مختلفہ کے باوجود احادیث متعلقہ طاعون میں کوئی تعارض وتخالف نہیں۔ ۲۹۹

اولاً ۲۹۹

Marfat.com

تمام الفاظِ احادیث میں صرف طاعون سے بھاگنے پر وعید شدید ہے اور صبر کر کے ٹھہرے رہنے کی ترغیب وتاکید ہے شہر، محلے یا حوالیِ شہر کی کوئی قید نہیں۔ ۲۹۹

جو نقل وحرکت طاعون سے بھاگنے کے لئے ہوگی اگرچہ اسی شہر کے محلوں میں ہو تو وہ ضرور اس وعید وتہدید میں داخل ہوگی۔ ۲۹۹

ثانیاً، ۲۹۹

حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے استدلال۔ ۲۹۹

طاعون کو اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کے لئے رحمت بنادیا۔ ۳۰۰

طاعون میں صابر ہو کر اپنے گھر میں ٹھہرنے والے کو شہید کے برابر ثواب ملتا ہے۔ ۳۰۰

ثالثاً، ۳۰۰

حدیث مسند احمد اور حدیثِ بخاری میں اصلاً اختلاف نہیں۔ ۳۰۰

حدیث بخاری میں فی بلدہ اور حدیثِ احمد میں فی بیتہٖ بر سبیل تنازع یمکث اور یقع دونوں سے متعلق ہیں۔ ۳۰۱

جس کے شہر میں طاعون واقع ہوا وہ اس شہر سے اور جس کے خود گھر میں واقع ہوا وہ اپنے گھر سے نہ بھاگے۔ ۳۰۱

شہر یا گھر سے بھاگنا لذاتہٖ ممنوع نہیں بلکہ طاعون کی وجہ سے بھاگنا منع ہے۔ ۳۰۱

رابعاً، ۳۰۲

حدیث میں لفظ یمکث کا فائدہ۔ ۳۰۲

طاعون واقع ہونے کی صورت میں اپنے شہر میں تین وصفوں کے ساتھ ٹھہرے۔ ۳۰۲

خامساً، ۳۰۲

حدیث میں فرار عن الطاعون کو میدانِ جہاد کے مماثل قرار دینے سے استدلال۔ ۳۰۲

سادساً، ۳۰۳

فرار عن الطاعون کو حرام قرار دینے کی ایک حکمت ۳۰۴

صرف طاعون ہی نہیں ہر وبائی مرض سے بھاگنا منع ہے۔ ۳۰۴

فائدہ ۳۰۵

فرمانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ میرے پاس جبرائیل بخار اور طاعون لائے میں نے بخار مدینہ میں رہنے دیا اور طاعون ملک شام کو بھیج دیا، طاعون میری امت کیلئے شہادت و رحمت ہے۔ ۳۰۵

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کوئی لشکر شام کی طرف بھیجتے تو دو باتوں پر بیعت لیتے، ایک یہ کہ دشمنوں کے نیزوں سے نہ بھاگنا اور دوسرا یہ کہ طاعون سے نہ بھاگنا۔ ۳۰۵

فرار عن الطاعون کی ترغیب دینے والا ان کا بدخواہ ہے خیرخواہ نہیں۔ ۳۰۶

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ماں باپ سے بڑھ کر اُمت پر مہربان ہیں۔ ۳۰۶

Marfat.com

صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ امت کے سب سے بڑے خیرخواہ ہیں۔ ۳۰۶

طاعون کو آگ اور زلزلے پر قیاس کرنا باطل ہے۔ ۳۰۶

طاعون کو آیت کریمہ "ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ" کے تحت داخل سمجھنا وسوسہ محض ہے ۳۰۶

علی بن زید بن جدعان مستند علماء میں سے نہ تھا بعض نے اس کو شیعی و رافضی کہا ہے۔ ۳۰۷

تنبیہ نبیہ ۳۰۸

جس طرح طاعون سے بھاگنا حرام ہے اس کے لئے وہاں جانا بھی ناجائز وگناہ ہے۔ ۳۰۸

تقدیر الٰہی سے بھاگنا اور بلاء الٰہی کا مقابلہ کرنا دونوں ممنوع ہیں۔ ۳۰۸

توکل معارضۂ اسباب کا نام نہیں۔ ۳۰۸

اگر فرار و مقابلہ کی نیت نہ ہو تو طاعونی شہر میں آنا جانا کیسا ہے۔ ۳۰۸

ان حدیثوں کا مطلب جو طاعونی شہر میں جانے یا وہاں سے بھاگنے کی ممانعت پر مشتمل ہیں۔ ۳۰۹

صحبت و موالات و محبت و عداوت

کفار کے ساتھ بے تکلفانہ کھانے پینے والے مسلمانوں کا شرعاً کیا حکم ہے۔ ۳۱۱

کافروں سے مخالطت اور ان کے ساتھ ہم پیالہ ہم نوالہ ہونے سے احتراز چاہئے۔ ۳۱۱

مخالطت کفار کی ممانعت پر قرآن وحدیث سے پندرہ دلائل۔ ۳۱۱

کافر حد درجہ کا ظالم ہے۔ ۳۱۲

جو مشرک سے یکجا ہو اور اس کے ساتھ رہے وہ اسی مشرک کی مانند ہے۔ ۳۱۲

اچھے اور برے ہم نشیں کی مثال۔ ۳۱۳

اشرار کے پاس بیٹھنے سے آدمی نقصان اٹھاتا ہے۔ ۳۱۴

آدمی کو اس کے ہم نشین پر قیاس کرو۔ ۳۱۴

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب و اہلبیت کو برا کہنے والوں سے قطع تعلق کا حکم ہے۔ ۳۱۴

تجربہ شاہد ہے کہ ساتھ کھانا مورث محبت و وداد ہوتا ہے۔ ۳۱۵

کفار کی موالات سم قاتل ہے۔ ۳۱۵

صحبت قطعاً مؤثر ہے اور طبیعتیں سراقہ اور قلوب متقلب ہیں۔ ۳۱۸

تاثیر صحبت سے متعلق مولانا رومی کے اشعار ۳۱۸

شیعہ کے ساتھ برتاؤ کرنا جائز ہے یا نہیں ۳۲۰

بدمذہب کی محبت آگ ہے اور صحبت ناگ ہے۔ ۳۲۰

رافضی کو امام بنانا، اس کے ساتھ کھانا پینا اور بچوں کو اس سے تعلیم دلوانا جائز ہے یا نہیں۔ ۳۲۱

سادات اہل تشیع کے یہاں کی نیاز وغیرہ اہل سنت وجماعت کو لینا کیسا ہے۔ ۳۲۲

Marfat.com

اہلِ تشیع کی نیاز کو حرام بتا کر منع کرنے والا ٹھیک کرتا ہے۔ ٣٢٣

ان مسلمانوں پر افسوس ہے جو مسلمانوں کی مخالفت میں ہندوؤں کا ساتھ دیں۔ ٣٢٣

غیر مسلموں کی نفری بڑھانے اور ان کا ساتھ دینے والوں کی مذمت احادیثِ کریمہ سے۔ ٣٢٣

ہندوؤں کی بارات میں جانا، ان کو اپنی بارات میں بلا کر ڈھول وغیرہ بجانا اور ناچنا کیسا ہے۔ ٣٢٥

ہندو کو مزدوری پر لینا اور مزدوری کی خوراک دینا جائز ہے۔ ٣٢٥

دلی انس کسی کافر سے حرام ہے، ظاہری میل جول سے بھی اجتناب کیا جائے۔ ٣٢٥

کافر مرتد مبتدع اور بدمذہب کو بے ضرورت ابتداء بسلام حرام، اور ان سے مخالطت بھی حرام۔ ٣٢٦

ضرورتیں ممنوع کاموں کو مباح کر دیتی ہیں۔ ٣٢٧

ایک شخص گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہے اور نیک کام بھی کرتا ہے اس کے ساتھ میل جول کا کیا حکم ہے ٣٢٧

دو مختلف وجہوں سے محبت و بغض جمع ہو سکتے ہیں۔ ٣٢٧

فاسق سے بغض حقیقتاً اس کے فعل کی طرف راجع ہے نہ کہ اس کی ذات کی طرف۔ ٣٢٧

چند ذیل قوم سے متعلق سوال جو ہندوؤں جیسے افعال کرتے ہیں۔ ٣٢٨

قادیانی سے مسجد کے لئے پیسے نہ لئے جائیں۔ ٣٢٨

قادیانیوں کے گھر جا کر کھانا کھانا حرام ہے۔ ٣٢٨

وہابی اور شیعہ سے دلی نفرت رکھتے ہوئے ضروری بات چیت میں حرج نہیں۔ ٣٢٩

غیر مقلدوں، شراب خوروں اور چنڈو بازوں کی طرفداری کرنا بدمذہبی اور گناہ ہے۔ ٣٢٩

وہابی غیر مقلد کے گھر شادی کرنا، اس کے ساتھ نماز پڑھنا اور اس کے گھر کھانا کیسا ہے ٣٢٩

کفار سے موالات و تولی کیسی، مولانا حاکم علی صاحب کی طرف سے استفتاء۔ ٣٣٠

موالات و مجرد معاملہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے ٣٣١

دنیوی معاملت سوا مرتد کے کسی سے ممنوع نہیں، اس کی چند مثالیں۔ ٣٣١

حوالہ جات از کتبِ اسلاف۔ ٣٣١

ظلم و ایذائے مسلم و ہجران و قطع تعلق

گائے ذبح کرنے پر عمرو نے زید سے جھگڑا کیا اور اس کے خلاف نالش کر دی، عمرو کا یہ فعل شرعاً کیسا ہے۔ ٣٣٧

تختِ محرم کے لئے چندہ نہ دینے والے کے خلاف برادری کا مقاطعہ غلط اور گناہ ہے۔ ٣٣٨

مالِ یتیم زبردستی اپنے صرف و خرچ میں لانیوالا ظالم، فاجر، مرتکب کبیرہ اور مستحقِ عذابِ نار ہے۔ ٣٣٩

قبولِ عمل و عبادت ہر شخص کا حق سبحانہٗ و تعالیٰ کا اختیار ہے۔ ٣٣٩

یتیم کا مال غصب کر کے مالی عبادت کرنا مقبول نہیں ٣٣٩

Marfat.com

مالِ حرام سے حج کرنا۔ ۳۳۹
مالِ یتیم پر قبضہ جمانے والا فاسق ہے جس سے ابتداءِ سلام ناجائز ہے، مسلمانوں کو اس کے ساتھ میل جول نہیں رکھنا چاہئے۔ ۳۴۰
کسی شخص کو توہین کے ساتھ کہنا کہ یہ شخص قوم کا جولاہہ ہے، کیسا ہے۔ ۳۴۰
طینۃ الخبال کیا ہے۔ ۳۴۱
سُنّی سید کی بے توقیری سخت حرام ہے۔ ۳۴۱
تعظیم سادات سے متعلق احادیث ۳۴۱
سید کی تحقیر بوجہ سیادت کرنے والا کافر ہے، اس کے پیچھے نماز باطل ہے۔ ۳۴۲
بلا دلیلِ شرعی کسی کو کہنا کہ یہ صحیح النسب نہیں، اس کی سزا اسّی کوڑے ہے۔ ۳۴۲
محدود فی القذف کی شہادت ہمیشہ کو مردود ہے ۳۴۲
ایذائے مسلم حرام ہے۔ ۳۴۲
جس شخص کے گھر کی عورتیں گودنا گودتی ہوں اور وہ منع نہ کرتا ہو وہ قابلِ ملامت و لائق ترک ہے ۳۴۳
ولد الزنا کے ساتھ کھانا اور بشرط علم اس کے پیچھے نماز دونوں درست ہیں۔ ۳۴۳
اس طور پر ولدِ زنا کو حرامی کہنا جس میں اس کو ایذا ہو جائز نہیں۔ ۳۴۳
بہن اور چچا دونوں ذی رحم محرم ہیں، کسی سے قطع تعلق جائز نہیں۔ ۳۴۴
لوگوں پر ظلم کرنے والا اور ناحق ان کا مال کھا جانے والا مستحقِ عذابِ نار و لعنت
پروردگار ہے۔ ۳۴۵
ظلم کا مددگار ظالم ہے۔ ۳۴۶
ظالم کے مددگاروں پر فرض ہے کہ توبہ کریں۔ ۳۴۷
مظلوم کی دادرسی پر قادر ہونے کے باوجود نہ کرے تو اس کے لئے ذلت کا عذاب ہے ۳۴۷
حکمِ شرع سُن کر گناہ پر ڈٹ جانا استحقاق عذابِ نار ہے۔ ۳۴۸
اپنی اولاد سے قطع رحمی کرنے والے شخص کے واسطے کیا حکم ہے۔ ۳۴۸
نافرمان اور بدمذہب اولاد کو چھوڑ دینا قطع رحم نہیں۔ ۳۴۸
عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے ایک بیٹے سے عمر بھر کلام نہ فرمایا۔ ۳۴۹
حضرت مولوی معنوی قدس سرہٗ نے اپنے ایک بیٹے کے جنازہ میں شرکت نہ کی۔ ۳۴۹
ایک شخص نے اپنی بیٹی کو شوہر کے پاس جانے سے روک رکھا ہے اور خدا و رسول کا واسطہ دینے پر بھی روانہ نہیں کرتا، تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ ۳۴۹
ایذا رسانی کے جواب میں ایذا رسانی کا شریعت کہاں تک حکم دیتی ہے۔ ۳۴۹

جھوٹ و غیبت و بدعہدی وغیرہ

بدعہدی کی ایک صورت سے متعلق سوال۔ ۳۵۱
اپنا حق مردہ زندہ کرنے کے لئے پہلودار بات

Marfat.com

کرنا جائز ہے، اس کی چند مثالیں۔ ۳۵۲
جہاں پہلو دار بات سے کام نہ چلے وہاں دفع ظلم و احیاء حق کے لئے صریح کذب کیسا ہے۔ ۳۵۳
جو شخص دو بلاؤں میں گرفتار ہو وہ آسان کو اختیار کرے۔ ۳۵۳
حوالہ جات ۳۵۳
اگر کسی امر کا وعدہ مستحکم حلف شرع محمدیہ سے کرے تو اس کے خلاف کرنا کیسا ہے۔ ۳۵۵
خود جھوٹ بولنا اور دوسرے کو مجبور کر کے جھوٹ بلوانا کیسا گناہ ہے۔ ۳۵۶
امام کو گزند پہنچانے کے لئے جو شخص بچشم حقارت عوام میں اس کی توہین و ہجو کرے اس پر کیا کفارہ ہے۔ ۳۵۶
غیبت زنا سے سخت تر ہے۔ ۳۵۸
غیبت حرام ہے مگر مواضع استثناء ہیں۔ ۳۵۸

دعوٰی و قضاء و شہادت

کچہریوں کو عدالت و منصفی اور حاکم کو عادل و منصف کہنے اور کاغذ دعوٰی و جواب دعوٰی کی تصدیق وغیرہ سے متعلق چھ سوالات پر مشتمل استفتاء ۳۵۹
سکوت علی المنکر کب حرام ہے اور کب نہیں۔ ۳۶۱
داڑھی منڈانا شرعاً حرام ہے۔ ۳۶۱
کاغذ دعوٰی و جواب دعوٰی کی تصدیق سے مراد کیا ہوتی ہے۔ ۳۶۱
نقل بالمعنی میں وسعت عظیم ہے۔ ۳۶۱
فاسق و فاجر قاضی شہر کے بارے میں سوال۔ ۳۶۱
خلاف شرع مقدمہ فیصل کرنا حرام ہے، قرآن مجید میں اس کے لئے تین لفظ ارشاد ہوئے۔ ۳۶۲
بارہ سال سے مجرد رہنا اور نکاح نہ کرنا کوئی وجہ مؤاخذہ نہیں۔ ۳۶۲
ترک موالات ہر کافر سے مطلقاً فرض ہے۔ ۳۶۲
تارک نماز اور رنڈیوں کا ناچ کرانیوالا فاسق و فاجر اور مرتکب کبائر قاضی بنانے کے لائق نہیں اسے قاضی بنانا حرام ہے۔ ۳۶۳

ضمیمہ دعوٰی و قضاء و شہادت

برا کھیل تماشہ کرنے والا مردود الشہادۃ ہے ۸۸
محدود فی القذف کی شہادت ہمیشہ کو مردود ہے ۳۴۲
زنا کی تہمت لگانے والا مردود الشہادۃ ہوتا ہے ۳۸۷
تصویر دار کپڑا بنا کر فروخت کرنے والے کی گواہی مردود ہے ۵۵۹

حسن سلوک وحقوق العباد

(ہدایا و تحائف وغیرہ کا لین دین) ۳۶۵
طوائف کے تحائف قبول کرنے کے بارے میں استفتاء ۳۶۵
رنڈیوں کے مال پانچ قسم پر ہیں، پانچوں کی تفصیل اور احکام۔ ۳۶۵
حقیقی اور سوتیلی ماں کے حقوق میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ۳۶۸
حقیقی ماں کو ایذا دینی معاذ اللہ اللہ و رسول کو ایذا دینی ہے۔ ۳۶۸

Marfat.com

پیر کے مرید پر اور مرید کے پیر پر کیا کیا حقوق ہیں۔ ۳۶۸
تفصیل حقوق اللہ و حقوق العبد سے متعلق سوال کا جواب۔ ۳۶۹
والدین کے اولاد پر حقوق ۳۷۰
اولاد کے والدین پر حقوق ۳۷۰
اگر والد سے بیٹے کا حق ادا کرنے میں کوتاہی ہوگئی تو پھر بھی والد کے حقوق بیٹے پر سے ساقط نہ ہوں گے۔ ۳۷۱
بیوی کے شوہر پر حقوق۔ ۳۷۱
شوہر کے بیوی پر حقوق۔ ۳۷۱
کسی کی بیوی سے زنا کیا، شوہر کو بتائے بغیر کس طرح معاف کرا سکتا ہے۔ ۳۷۲
حقوق العباد کو جب تک صاحبِ حق معاف نہ کرے معافی نہ ہوگی۔ ۳۷۲
غیر کی عورت سے زنا کرنے والا اس عورت سے معافی لینا چاہتا ہے اس کی کیا صورت ہو سکتی ہے ۳۷۲
حقوق اللہ معاف ہونے کی دو صورتیں ہیں ؛ اول توبہ ، دوم عفوِ الٰہی۔ ۳۷۳
حقوق العباد معاف ہونے کی دو صورتیں ہیں ؛ ۳۷۳
پہلی صورت ؛ جو قابلِ ادا ہے ادا کرنا ورنہ ان سے معافی چاہنا۔ ۳۷۳
دوسری صورت ؛ صاحبِ حق معاوضہ لئے بغیر معاف کر دے۔ ۳۷۴
اولیائے مرتبہ سے معافی مانگنا کب ضروری ہے اور کب نہیں۔ ۳۷۴
"مجھے اپنے سب حق معاف کر دے" میں کون سے حقوق معاف ہو جاتے ہیں۔ ۳۷۵
تمام حقوق معاف کرانے کے لئے کون سے الفاظ کے ذریعے معافی مانگی جائے۔ ۳۷۵
حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سائل اور نالشی کے ساتھ کیسے پیش آتے تھے۔ ۳۷۷
لوگوں کے مراتب و درجات کو ملحوظ رکھو (حدیث) ۳۷۷
ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک سائل کو ٹکڑا عطا فرمایا اور ایک کو باعزاز کھانا کھلایا۔ ۳۷۸
عالمِ دین و پیشوا کو برادری سے میل جول اور جائز تقریبات میں شرکت ممنوع نہیں۔ ۳۷۸
صاحبِ نصاب و قادر علی الاکتساب کو صدقات واجبہ لینا جائز نہیں۔ ۳۷۹
نظر مسبب جل وعلا پر رکھ کر جائز اسبابِ رزق کا اختیار کرنا ہرگز منافیِ توکل نہیں۔ ۳۷۹
توکل ترکِ اسباب کا نام نہیں بلکہ اعتماد علی الاسباب کا ترک ہے۔ ۳۷۹
ذمہ زید حقوق العباد ہوں تو کفارہ یا سبکدوشی کی کیا صورت ہے۔ ۳۷۹
عورت پر مرد کے اور مرد پر عورت کے کیا حقوق ہیں۔ ۳۷۹
شوہر کا حق عورت پر ماں باپ سے بھی زیادہ ہے۔ ۳۸۰
قیامت میں مطلق حقوق العباد کے مواخذہ و

Marfat.com

تصفیہ سے متعلق احوال و آثار وارد ہیں۔ ٣٨١
جانوروں کی خصومت ذمی کی خصومت سے اور
ذمی کی خصومت مسلمان کی خصومت سے زیادہ
سخت ہے۔ ٣٨١
○ رسالہ شرح الحقوق لطرح
العقوق۔
(والدین، زوجین اور اساتذہ کے حقوق کی
تفصیل اور ان کی ادائیگی کے طریقے) ٣٨٣
چار مسائل پر مشتمل ایک استفتاء ٣٨٣
مسئلہ اولیٰ ٣٨٣
نافرمان بیٹے نے باپ کی کل جائداد پر قبضہ کرلیا اور
باپ کی تذلیل و توہین کا مرتکب ہوا وہ کہاں تک
گنہگار ہے۔ ٣٨٣
باپ کی توہین کرنے والا فاسق، فاجر، مرتکب کبائر
اور عاق ہے۔ ٣٨٣
باپ کے نافرمان کے لئے وعیداتِ شدیدہ۔ ٣٨٤
والد کے گستاخ کے لئے سخت وعید پر مشتمل
اکیس ٢١ حدیثیں۔ ٣٨٤
مسئلہ ثانیہ ٣٨٦
سوتیلی ماں کا کیا حق ہے اور اس پر تہمتِ بد
لگانے والے سوتیلے بیٹے کا کیا حکم ہے۔ ٣٨٦
کسی مسلمان پر تہمت لگانا حرام قطعی ہے خصوصاً
تہمتِ زنا۔
تہمتِ زنا لگانے والے کو اسی کوڑے ٣٨٦
[illegible] ہیں۔ ٣٨٧

زنا کی تہمت لگانے والا مردود الشہادت
ہوتا ہے۔ ٣٨٧
سوتیلی ماں کی تعظیم و حرمت لازمی ہے۔ ٣٨٧
حقیقی ماں کی طرح سوتیلی ماں بھی حرام
ابدی ہے۔ ٣٨٧
باپ کے تعلقداروں کے ساتھ بھلائی کی تاکید ٣٨٧
مسئلہ ثالثہ ٣٨٧
اولاد پر حقِ پدر زیادہ ہے یا حقِ مادر۔ ٣٨٧
ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کی تاکید۔ ٣٨٨
احادیث کریمہ سے ثبوت کہ ماں کا حق باپ کے
حق سے زائد ہے۔ ٣٨٨
خدمت میں ماں اور تعظیم میں باپ زائد ہے ٣٨٩
مسئلہ رابعہ ٣٩١
مابین زن و شوہر حق زیادہ کس کا ہے اور
کہاں تک۔ ٣٩١
زوجہ پر سب سے بڑا حق شوہر کا ہے یعنی
ماں باپ سے بھی زیادہ۔ ٣٩١
والدین کے فوت ہوجانے کے بعد اولاد پر
لاگو ہونے والے بارہ ١٢ حقوق کی تفصیل۔ ٣٩١
فوت شدہ والدین کے حقوق سے متعلق
اکیس ٢١ احادیث۔ ٣٩٣
ماں کے حق کے بارے میں صحابی کا سوال اور
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جواب۔ ٤٠٢
عاق الوالدین کی امامت، اس کے ساتھ معاملات
اور اس کے لئے تعزیر شرعی سے متعلق استفتاء۔ ٤٠٢

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا اور والدین کو
ستانا اکبر الکبائر ہے۔ ۴۰۲
والدین کو ستانے والے کے لئے احادیث میں
سخت وعیدیں۔ ۴۰۳
تین شخص جنت میں داخل نہ ہوں گے۔ ۴۰۳
تین شخصوں کے فرض ونفل اللہ تعالےٰ
قبول نہیں فرماتا۔ ۴۰۳
والدین کو ستانے والا اور ان کو گالی دینے والا
ملعون ہے۔ ۴۰۴
ماں کو ناراض کرنے والے کی زبان پر وقتِ نزع
کلمہ جاری نہ ہوا۔ ۴۰۴
عوام بن حوشب ائمہ تبع تابعین میں سے ہیں ان کا
انتقال ۱۴۸ھ میں ہوا۔ ۴۰۵
ماں کے گستاخ کا سبق آموز واقعہ۔ ۴۰۵
کاذب وسارق کی امامت مکروہِ تحریمی ہے ۴۰۵
ماں کے گستاخ کے پیچھے نماز سخت مکروہ،
مکروہ تحریمی قریب بحرام واجب الاعادہ ہے۔ ۴۰۵
عاق الوالدین کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا
منع ہے بلکہ اس سے بغض ونفرت رکھنا
چاہیئے۔ ۴۰۶
ماں باپ کو ستانے والا سخت سے سخت تعزیر
کا مستحق ہے۔ ۴۰۷
سرقہ اگر شہادت شرعیہ سے ثابت ہو جائے
تو حاکم اس سارق کا ہاتھ کلائی سے کاٹ
دے گا۔ ۴۰۷

ہندہ نے مرض الموت میں اپنے شوہر زید کو بلا کر
اپنے تمام حقوق اس کو معاف کر دئے اور زید
نے بھی جملہ حقوق ہندہ کو معاف کر دئے، تو
اس صورت میں زید کے تمام حقوق اور ہندہ کے
حقوق غیر مالیہ معاف ہو گئے مگر ہندہ کے حقوق
مالیہ کی معافی اس کے ورثار کی اجازت پر
موقوف ہوگی۔ ۴۰۷
کیا مقروض کے لئے یہ کافی ہے کہ قرض خواہ سے
کہے کہ مجھ پر تمھارا جو قرض ہے مجھے معاف کر دو
یا ضروری ہے کہ قرض کی مقدار معین کرے۔ ۴۰۸
غیبت کب حق العبد ہوتی ہے اور اس کی
معافی کی کیا صورت ہے۔ ۴۱۰
تلامذہ پر اساتذہ کے حقوق کا بیان۔ ۴۱۲
ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال جو فلسفہ
کی کچھ کتب پڑھ کر اپنے دینی علوم کے استاذ کا
مقابلہ کرنے لگا اور انھیں امامت سے معزول
کروا کر خود ان کی جگہ امام بننے کی کوشش کرنے
لگا حالانکہ اس کے استاذ معمر، فقیہ، متقی
ہونے کے ساتھ ساتھ سید بھی ہیں۔ ۴۱۴
شخص مذکور نے نالائقی کا حق ادا کر دیا اور
بے شمار وجوہ سے شریعت کے دائرے سے
باہر قدم رکھ چکا ہے۔ ۴۱۶
اول (پہلی وجہ) ۴۱۶
استاذ کی ناشکری خوفناک بلا، تباہ کن بیماری
اور علم کی برکات کو ختم کرنے والی ہے۔ ۴۱۶

Marfat.com

دوم (دوسری وجہ) ۴۱۷
حقوق استاذ کا انکار مسلمانوں بلکہ تمام عقل والوں کے اتفاق کے خلاف ہے۔ ۴۱۷
سوم (تیسری وجہ) ۴۱۸
نیکی کو حقیر جاننے کی مذمت ۴۱۸
چہارم (چوتھی وجہ) ۴۱۹
تعلیم دین کے استاذ کی ابتدائی تعلیم کو حقیر جاننے کا وبال۔ ۴۱۹
ایک نیک شخص کا واقعہ جس نے اپنے بیٹے کو سورۃ فاتحہ پڑھانے والے معلم کو چار ہزار دینار شکریے کے طور پر پیش کئے۔ ۴۱۹
پنجم (پانچویں وجہ) ۴۲۰
استاذ کا مقابلہ کرنا اس کی ناشکری سے زائد ہے۔ ۴۲۰
استاذ کے حق کو والدین کے حق پر مقدم رکھنا چاہیئے۔ ۴۲۰
ششم (چھٹی وجہ) ۴۲۲
استاذ کے فضائل اور اس کا مقام و مرتبہ ۴۲۲
ہفتم (ساتویں وجہ) ۴۲۳
اپنے آپ کو استاذ سے افضل قرار دینا خلاف مامور ہے۔ ۴۲۳
استاد کے ادب واحترام کی تاکید۔ ۴۲۴
ہشتم (آٹھویں وجہ) ۴۲۴
شاگرد کو استاد کے بستر پر نہیں بیٹھنا چاہیئے اگرچہ استاذ موجود نہ ہو۔ ۴۲۴
نہم (نویں وجہ) ۴۲۵
شاگرد کو استاذ سے آگے نہیں بڑھنا چاہیئے ۴۲۵
دہم (دسویں وجہ) ۴۲۵
بلاوجہ شرعی کسی مسلمان کو تکلیف دینا قطعی حرام ہے۔ ۴۲۵
مسلمانوں کو اذیت دینے والے کے لئے سخت وعید۔ ۴۲۵
یازدہم (گیارھویں وجہ) ۴۲۶
مسلمان کی بے عزتی کرنے والے کی مذمت ۴۲۶
دوازدہم (بارھویں وجہ) ۴۲۷
حسد کی مذمت اور حاسد کے لئے احادیث سے وعید شدید۔ ۴۲۷
سیزدہم (تیرھویں وجہ) ۴۲۸
ایک مسلمان نے کسی عورت کو پیغام نکاح دے رکھا ہو تو دوسرا مت دے۔ ۴۲۸
کسی کے سودے پر سودا کرنا ممنوع ہے۔ ۴۲۹
چہاردہم (چودھویں وجہ) ۴۳۰
اس شخص کی مذمت جو چھوٹوں پر مہربانی اور بڑوں کا احترام نہ کرے۔ ۴۳۰
پانزدہم (پندرھویں وجہ) ۴۳۱
علماء کے ساتھ برا سلوک کرنے والے کی برائی بیان سے باہر ہے۔ ۴۳۱
تین شخصوں کے حق کو صرف منافق ہی کم سمجھتا ہے ۴۳۲
شانزدہم (سولھویں وجہ) ۴۳۲
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آل واولاد کو

Marfat.com

اذیت پہنچانے کی شدید مذمت۔
ہفدہم (سترھویں وجہ)
امامت کا زیادہ حقدار کون ہے۔
ہژدہم (اٹھارھویں وجہ)
علم کو حصولِ دنیا کا ذریعہ بنانے والے شخص کی مذمت میں احادیث۔
نوزدہم (انیسویں وجہ)
علوم فلسفہ اور منطق پڑھنے کی قباحتیں۔
کونسا علم پڑھنا فرض، کونسا واجب اور کونسا حرام ہے۔
حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارگاہِ رسالت میں توراۃ پڑھنے اور اس پر حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ناراض ہونے کا تذکرہ۔
یہ مردود فلسفہ کفر و ضلالت سے بھرا ہوا اور جہالتوں کا مجموعہ ہے۔
جس شخص نے شرعی قبیح کے مرتکب کو کہا تُو نے اچھا کیا ہے، تو وہ کافر ہوگیا۔
بستم (بیسویں وجہ)
فلسفے کی فضیلت کو فقہ کی فضیلت پر ترجیح دینا ضمناً علمِ دین کی توہین ہے۔
علمِ دین کی صراحتاً توہین کفر ہے۔
فاسق کی امامت مکروہِ تحریمی ہے۔
فاسق کو امام بنانے والے گناہِ عظیم میں مبتلا ہیں
متکلمین کی امامت کا بیان۔

۴۳۲ خلاصۂ جواب۔ ۴۴۸
۴۳۴ رسالہ مشعلۃ الارشاد
۴۳۴ الیٰ حقوق الاولاد۔
۴۳۴ (والدین پر اولاد کے حقوق کا بیان) ۴۵۱
باپ پر بیٹے کا حق کس قدر ہے، اور اگر وہ
۴۳۴ ادا نہ کرے تو اس کے لئے حکم شرعی کیا ہے ۴۵۱
۴۳۵ اللہ تعالیٰ نے والد کا حق ولد پر نہایت اعظم
۴۳۵ بنایا اور اپنے حق کے برابر اس کا ذکر فرمایا۔ ۴۵۱
ولد کا حق والد پر اللہ تعالیٰ نے عظیم رکھا۔
۴۳۶ ولد مطلق اسلام پھر خصوص جوار پھر خصوص قرابت
پھر خصوص عیال کا جامع ہو کر سب سے زیادہ
خصوصیت خاصہ رکھتا ہے۔ ۴۵۱
جس قدر خصوص زیادہ ہوتا جاتا ہے حق اشد
۴۳۸ و آکد ہوتا جاتا ہے۔ ۴۵۱
اسی حقوق اولاد کی فہرست جو احادیث مرفوعہ
۴۳۹ سے مصنف علیہ الرحمہ نے تیار فرمائی جن میں سے
اکثر مستحبات ہیں جن کے ترک پر اصلاً مواخذہ
۴۴۲ نہیں اور بعض پر آخرت میں مطالبہ ہوگا۔ ۴۵۲
۴۴۲ آدمی اپنا نکاح رذیل قوم میں نہ کرے بلکہ
دیندار لوگوں میں کرے اور حبشیوں میں
۴۴۲ قرابت نہ کرے۔ ۴۵۲
۴۴۲ بسم اللہ سے جماع کی ابتداء کرے، شرمگاہِ زن
۴۴۳ پر نگاہ نہ کرے، زیادہ باتیں نہ کرے، اور
مرد و زن مکمل برہنہ نہ ہوں۔ ۴۵۲
۴۴۴ بچہ کے پیدا ہوتے ہی داہنے کان میں اذان

Marfat.com

اور بائیں میں اقامت کہی جائے اور میٹھی چیز کی
گھٹی دی جائے۔ ۴۵۲
ساتویں، چودھویں یا اکیسویں دن عقیقہ
کیا جائے۔ ۴۵۲
سر کے بال اتروا کر ان کے برابر چاندی خیرات
کی جائے اور بچے کے سر پر زعفران لگایا جائے ۴۵۲
بچے کا اچھا نام رکھا جائے اگرچہ بچہ کچا ہو۔ ۴۵۲
بچے کا نام محمد رکھا جائے تو اس کا احترام
کیا جائے۔ ۴۵۳
بچہ کو نمازی صالحہ شریف القوم عورت سے
دودھ پلوایا جائے۔ ۴۵۳
اپنے حوائج سے جو بچے اس میں محتاج اقربا
کو شامل کرے، پہلا حق عیال و اطفال کا ہے ۴۵۳
حلال روزی بچے کو دے اور اولاد کے ساتھ
تنہا خوری نہ برتے۔ ۴۵۳
بچوں سے پیار کرے اور ان کی دلجوئی کو
ملحوظ رکھے۔ ۴۵۳
نیا پھل پہلے بچوں کو دے اور کبھی کبھار حسب مقدور
انھیں شیرینی وغیرہ کھلائے۔ ۴۵۳
بہلانے کے لئے بچوں سے جھوٹا وعدہ نہ کرے،
جو کچھ دے سب بچوں کو برابر دے۔ ۴۵۳
بیمار ہونے پر بچوں کا مناسب علاج کرائے۔ ۴۵۴
بچے کو زبان کھلتے ہی اللہ اللہ پھر کلمہ طیبہ اور
تمیز آنے پر مکمل آداب سکھائے۔ ۴۵۴
دختر کو شوہر کی اطاعت کی تلقین کرے، قرآن
پڑھائے اور تلاوت کی تاکید کرے۔ ۴۵۴
اولاد کو عقائد اسلام و سنت رسول اللہ صلے اللہ
تعالٰے علیہ وسلم اور آپ کے آل و اصحاب کی
محبت و تعظیم سکھائے۔ ۴۵۴
بچہ سات برس کا ہو تو اس کو نماز کی تلقین کرے،
علم دین پڑھائے، کھیلنے کا وقت دے مگر
بری صحبت سے بچائے اور دس سال کا ہو
تو مار کر نماز پڑھائے۔ ۴۵۴
دس برس کے بچوں کے بچھونے الگ کر دے،
جوان ہونے پر نیک سیرت عورت سے
شادی کرائے۔ ۴۵۵
جوان اولاد سے نرمی کے ذریعے کام لے،
ان کے لئے ترکہ چھوڑے، میراث سے
اولاد کو محروم نہ کرے۔ ۴۵۵
خاص پسر کے پانچ حقوق۔ ۴۵۵
خاص دختر کے پندرہ حقوق۔ ۴۵۵
دنیا میں بیٹے کے لئے باپ پر گرفت نہیں،
نہ بیٹے کے لئے جائز کہ باپ سے جدال و نزاع
کرے سوائے چند حقوق کے جو کہ یہ ہیں:
نفقہ، رضاعت، حضانت، بعد از حضانت
بچے کو اپنی حفظ و صیانت میں لینا، بچوں کیلئے
ترکہ باقی رکھنا، ختنہ اور شادی و نکاح۔ ۴۵۶
○ رسالہ اعجب الامداد فی
مکفرات حقوق العباد۔ ۴۵۹
(حقوق العباد کی تعریف اور ان کی اہمیت کا

Marfat.com

بیان اور ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کے طریقے) ۴۵۹

حق العبد کی تعریف۔ ۴۵۹

حقوق العباد کی دو قسمیں دیون اور مظالم، اور کبھی دونوں کو تبعات کہا جاتا ہے۔ ۴۵۹

دین و مظلمہ میں نسبت عموم وخصوص من وجہ کی ہے۔ ۴۵۹

دونوں میں اجتماعی اور افتراقی مادوں کا بیان ۴۵۹

حقوق العباد کی گنتی دشوار ہے۔ ۴۶۰

حقوق العباد کا ضابطۂ کلیہ ۴۶۰

صاحبِ حق جب تک معاف نہ کرے اس وقت ۴۶۰
تک کسی قسم کا حق معاف نہیں ہوتا۔ ۴۶۰

حقوق اللہ کو اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی معاف نہیں کرسکتا۔ ۴۶۰

اللہ تعالےٰ ہمارا اور ہمارے مال وجان اور حقوق سب کا مالک ہے۔ ۴۶۰

دفتر تین ہیں، ایک میں سے اللہ تعالیٰ کچھ نہ بخشے گا، ایک کی پروا نہیں کرے گا، اور ایک سے کچھ نہ چھوڑے گا۔ ۴۶۰

روزِ قیامت ہر کسی کو اہلِ حقوق کے حق ان کو دینا پڑیں گے۔ ۴۶۱

قیامت کے دن اہل حقوق کے حقوق کی ادائیگی کا طریقہ۔ ۴۶۱

مفلس کون ہے۔ ۴۶۲

غیبت زنا سے بد تر ہے۔ ۴۶۲

دنیا میں اہل حقوق سے حقوق معاف کرا لینا آسان قیامت کے دن اس کی امید مشکل ہے۔ ۴۶۳

قیامت کے روز ماں باپ بھی اپنی اولاد کو حقوق معاف نہیں کرینگے۔ ۴۶۳

اللہ تعالےٰ کا کرشمۂ کرم اور بندہ نوازی کہ ظالم ناجی اور مظلوم راضی۔ ۴۶۳

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دو امتیوں پر کرم خداوندی دیکھ کر ضحک فرمایا۔ ۴۶۴

ربّ تعالیٰ کی طرف سے حقوق کی معافی کا وعدہ پانچ فرقوں سے ہے۔ ۴۶۶

پہلا فرقہ: حاجی ۴۶۶

حاجی کے فضائل اور حقوق کی معافی۔ ۴۶۶

کس حاجی کے کون سے حقوق اور کس صورت میں معاف ہوتے ہیں۔ ۴۶۶

میدان عرفات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حاضرین کے تمام گناہوں اور حقوق کی معافی کا اعلان: ۴۶۷

دوسرا فرقہ: شہید بحر ۴۶۸

شہیدِ بحر کی تعریف، وہ مومن جو خاص اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر سمندر میں جہاد کرتے ہوئے ڈوب کر شہید ہو جائے۔ ۴۶۸

شہید بحر کے فضائل ومناقب ۴۶۸

تیسرا فرقہ، شہیدِ صبر ۴۶۹

شہیدِ صبر کی تعریف ۴۶۹

شہیدِ صبر کے فضائل ۴۶۹

Marfat.com

التائب من الذنب کمن لاذنب لہ ۴۷۰
بدمذہب کی کوئی نیکی قبول نہیں، نہ اس پر اجر و ثواب مرتب ہوتا ہے۔ ۴۷۰
چوتھا فرقہ : مدیون ۴۷۰
کون سے مدیون کا حق اللہ تعالیٰ قیامت کو معاف کرائے گا۔ ۴۷۰
پانچواں فرقہ : اولیاءِ کرام ۴۷۱
فضائلِ اولیاء ۴۷۱
فضائلِ صحابہ کرام ۴۷۳
فضائلِ اہلِ بدر ۴۷۳
مناقب عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۴۷۳
محبوبانِ خدا اوّل تو گناہ کرتے ہی نہیں اور احیاناً کوئی تقصیر واقع ہو تو واعظ و زاجر الٰہی انھیں متنبہ کرتا اور توفیق انابت دیتا ہے۔ ۴۷۴
بے حصول معرفت الٰہی اطاعت ہوائے نفس سے باہر آنا بہت دشوار ہے۔ ۴۷۵
لا الٰہ الا اللہ کا معنیٰ۔ ۴۷۵

ضمیمہ حُسنِ سلوک وحقوق العباد

اہلِ معاصی کے ساتھ قطع تعلق میں صالحین کے مسلک مختلف رہے ہیں اور مصالح دینیہ کی رعایت سے دونوں صورتیں جائز ہیں۔ ۱۳۷
تقریبِ شادی میں خلافِ شرع مراسم کا عام رواج ہو تو اس میں نہ جانے کا التزام شرعاً محمود ہے۔ ۱۳۸
ماں کو کُرتی پہننے سے روکنے کے لئے سختی کرنا کیسا ہے۔ ۱۷۵
ترکِ موالات ہر کافر سے مطلقاً فرض ہے۔ ۳۶۲

سوگ و نوحہ وجزع وفزع

اپنے بچّوں کے فوت ہونے پر صبر کرنے کی جزا کیا ہے۔ ۴۷۷
میّت پر چلّا کر رونے سے میّت کو کچھ تکلیف ہوتی ہے یا نہیں۔ ۴۷۷
چلّا کر رونا جائز ہے یا نہیں۔ ۴۷۷
حدیث لما ثقل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جوازِ نوحہ پر استدلال کیسا ہے۔ ۴۸۵
تحریم نوحہ میں احادیث متواتر موجود ہیں۔ ۴۸۶
اہلِ سنّت وجماعت کو عشرۂ محرم الحرام میں رنج وغم کرنا جائز ہے یا نہیں۔ ۴۸۶
مدارِ ایمان محبّتِ رسول ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ۴۸۶
محب کو محبوب کی ہر شئی عزیز ہوتی ہے۔ ۴۸۶
حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر عیب و نقص سے منزّہ و بے مثال ہیں۔ ۴۸۷
نوحہ و ماتم حرام ہے۔ ۴۸۸
بیانِ شہادت کو مجلسِ میلاد کے ساتھ ملانا حماقت ہے۔ ۴۸۸
محرم میں سوگ منانا حرام ہے۔ ۴۸۸
سوائے حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے

Marfat.com

محرم میں کسی کی نیاز نہ دلانا جہالت ہے۔ ۴۸۸

تعزیہ اور اس سے متعلق بدعات

تعزیہ بنانا، دیکھنا اور دل سے اس کا معتقد ہونا کیسا ہے اور ایسا کرنے والے کا کیا حکم ہے ۴۸۹

محمدی جھنڈا، تعزیہ بنانا اور اس پر چڑھاوا، خدائی رات میں ڈھول، رنڈی کے ہاں مولود شریف، ایصال ثواب میں شیرینی اور گیارھویں شریف سے متعلق استفسار کا جواب۔ ۴۹۰

ہرنی کا قصہ ۴۹۱

غازی میاں کا بیاہ محض جاہلانہ رسم ہے۔ ۴۹۲

عَلَم تعزیہ، ڈھول تاشہ، امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے اسمِ مقدس کو بتشدید کہنا، سینہ پیٹنا، محرم میں میلہ لگانا وغیرہ رسومات کا شرعی حکم کیا ہے۔ ۴۹۲

کھچڑا پکا کر برادری میں تقسیم کرنا کہاں سے ثابت ہوا ۴۹۴

نیاز کی چیز معظم ہوتی ہے اس کی بے توقیری ناجائز ہے۔ ۴۹۴

وہابیوں کو محبوبانِ خدا کے نام سے عداوت ہے ۴۹۴

فقیر بن کر بلا ضرورت بھیک مانگنا حرام ہے۔ ۴۹۴

محرم میں سبز اور سیاہ کپڑے پہننا۔ ۴۹۵

ملفوظاتِ سید عبدالرزاق بانسوی کی طرف منسوب غلط حکایات کے بارے میں استفسار۔ ۴۹۷

مصنف علیہ الرحمہ کے بارے میں تعزیہ میں شرکت سے متعلق ایک غلط حکایت۔ ۴۹۷

عَلَم، تعزیے، مہندی، ان کی منت، گشت، چڑھاوے، ڈھول تاشے، مجرے، مرثیے، ماتم، مصنوعی کربلا کو جانا اور عورتوں کا تعزیے دیکھنے جانا یہ سب باتیں حرام ہیں۔ ۴۹۸

حضرات شہدائے کربلا کی نیاز تبرک ہے۔ ۴۹۸

عشرۂ محرم کے روزے بہت ثواب اور نہایت افضل ہیں۔ ۴۹۹

تعزیہ بنانا، اس پر شیرینی وغیرہ کا چڑھاوا اور اس کی تعظیم کا عند الشرع کیا حکم ہے۔ ۴۹۹

تعزیہ کی ناجوازی کے قائل کو کافر یا مرتد کہنا کیسا ہے۔ ۴۹۹

تعزیہ داری میں غلو کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے۔ ۴۹۹

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رُوح کو ایصالِ ثواب ہر روز مستحب و مستحسن ہے۔ ۵۰۰

تعزیہ، مہندی، روشنی بدعت و ناجائز ہے ۵۰۰

مجلس ذکر شہادت اور اس میں بیانِ فضائل و مناقب جائز ہے۔ ۵۰۱

غم پروری اور مرثیہ خوانی ناجائز ہے۔

میدانِ کربلا میں حضرت قاسم کی شادی و مہندی ثابت نہیں۔ ۵۰۱

عاشورہ کا میلہ لغو، تعزیوں کا دفن اور ان پر فاتحہ جہل وحمق ہے۔ ۵۰۱

تعزیہ پر جا کر منت ماننا باطل ہے۔ ۵۰۱

تعزیہ داری ناجائز ہے۔ ۵۰۲

Marfat.com

امامت پر اجرت لینا حلال ہے۔ ۵۰۲

جس کے یہاں حرام وحلال دونوں طرح کی آمدنی ہو اس کا کھانا حرام نہیں۔ ۵۰۲

تعزیہ بنانا شرک نہیں بدعت وگناہ ہے۔ ۵۰۳

شیرینی تقسیم کرنا، کھانا کھلانا، فاتحہ دینا اور نیاز دلانا اگرچہ تعین تاریخ کے ساتھ ہو جائز ہے۔ ۵۰۳

تعزیہ جس طرح رائج ہے ضرور بدعت شنیعہ ہے ۵۰۴

سلطان تیمور نے امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے روضۂ انور کی کیسی تصویر رکھی تھی۔ ۵۰۴

دبیر وانیس وغیرہ روافض کے مرثیے تبرا پر مشتمل ہوتے ہیں۔ ۵۰۴

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مرثیوں سے منع فرمایا۔ ۵۰۴

تعزیہ بنانے سے متعلق سات سوالات پر مشتمل استفتاء۔ ۵۰۵

جس مجلس میں اہل بیت کی توہین ہو اس میں جانا قطعاً حرام ہے۔ ۵۰۷

تعزیہ نکالنا، اس کے ساتھ ڈھول نقارے بجانا، قبر کی صورت بنا کر جنازہ نکالنا اور اس پر پھول ڈالنا ناجائز ہے۔ ۵۰۷

حضرات امامین رضی اللہ تعالےٰ عنہما خواہ کسی غیر نبی کو نبی سے افضل کہنا کفر ہے۔ ۵۰۸

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ یا کسی صحابی کو برا کہنا رفض ہے۔ ۵۰۸

تیرہ سوالات پر مشتمل استفتاء۔ ۵۰۸

میدان کربلا میں حضرت قاسم کا نکاح ہوا یا نہیں۔ ۵۰۸

تعزیہ داری کس وقت سے جاری ہے۔ ۵۰۸

فاتحہ ہر وقت جائز ہے۔ ۵۰۹

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد مائی شہربانو مدینہ منورہ چلی گئیں۔ ۵۱۰

قوالی مع مزامیر سننا کسی شخص کو جائز نہیں۔ ۵۱۰

اذان سنتے وقت انگوٹھے چومنا جائز ومستحب اور آیت کریمہ سنتے وقت ناجائز ہے۔ ۵۱۰

مہندی ناجائز ہے اس کا آغاز کسی جاہل سفیہ نے کیا ہوگا۔ ۵۱۰

رسالہ اعالی الافادہ فی تعزیۃ الہند وبیان الشہادہ۔

(تعزیہ کی حرمت، سربازار لنگر لٹانے کی ممانعت اور اہل تشیع کی مجالس مرثیہ کے حکم شرعی کا بیان) ۵۱۱

سوال اول: تعزیہ داری کا کیا حکم ہے۔ ۵۱۱

تعزیہ اپنی اصل کے اعتبار سے درست تھا مگر اب جہال نے اس اصل کو نیست ونابود کرکے صدہا خرافات خلاف شریعت اس میں تراش لیں۔ ۵۱۲

تعزیہ میں خرافات تراشیدہ کا کچھ بیان۔ ۵۱۲

سوال دوم: مجالس میلاد میں شہادت نامہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ ۵۱۳

Marfat.com

آجکل جو شہادت نامے عوام میں رائج ہیں وہ اکثر
روایاتِ باطلہ پر مشتمل ہیں لہٰذا ان کا پڑھنا
ناجائز ہے۔ ۵۱۴
ربیع الاول شریف کو علماءِ امت نے ماتمِ
وفات کے بجائے موسمِ شادی ولادت کیوں
ٹھہرایا۔ ۵۱۵
روایاتِ صحیحہ پر مشتمل شہادت نامہ پڑھنا کب
جائز اور کب ناجائز ہے۔ ۵۱۵
ہر سال امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ماتم
کرنا شرعاً مکروہ ہے۔ ۵۱۶
سوال سوم: شہادت نامہ پڑھنا کیسا ہے اور
اس کے اور تعزیہ داری کے احکام میں فرق
کیا ہے۔ ۵۱۶
ذکرِ شہادت اگر روایاتِ موضوعہ، کلماتِ ممنوعہ
اور نیت نامشروعہ سے خالی ہو تو عین سعادت ہے ۵۱۷
شہادت نامہ اور تعزیہ داری میں فرق احکام
کے لئے ایک مقدمہ کی تمہید۔ ۵۱۷
شئی کے لئے ایک حقیقت ہوتی ہے اور کچھ امور
زائد کر لوازم و عوارض ہوتے ہیں۔ ۵۱۷
احکام شرعیہ شئی پر بحسب وجود ہوتے ہیں مجرد
اعتبارِ عقلی ناصالح وجود مطلع احکام شرع نہیں ہوتا ۵۱۷
فقہ افعال مکلفین سے باحث ہے تو جو فعلیت
میں آ نہیں سکتا موضوع سے خارج ہے۔ ۵۱۷
تغایرِ اعتبار سے تغایرِ احکام وہیں ہوسکتا ہے
جہاں وہ اعتبارات واقعیہ مفارقہ متعاقبہ ہوں
کہ شئی کبھی ایک کے ساتھ پائی جائے کبھی
دوسرے کے ساتھ۔ ۵۱۷
جو زوائد لوازم الوجود ہوں ان کے حکم سے
جدا کوئی حکم حقیقت کے لئے نہ ہوگا۔ ۵۱۷
لازم سے انفکاک محال ہے۔ ۵۱۷
ارکانِ حقیقت کہ ماہیت میں داخل ہوں ان سے
قطع نظر ناممکن ہے۔ ۵۱۷
ماہیت عرفیہ میں رکنیت تابع عرف ہے۔ ۵۱۷
نماز عرف شرع میں مجموع ارکان مخصوصہ
بہیأت معلومہ کا نام ہے۔ ۵۱۷
ذکرِ شہادتیں اور تعزیہ میں فرق احکام۔ ۵۱۷
کتاب "سر الشہادتین" روایاتِ معتبرہ صحیحہ
نظیفہ پر مشتمل ہے۔ ۵۱۸
عوارض قبیحہ سے نفس شئی مباح یا حسن قبیح
نہیں ہوجاتی بلکہ وہ اپنی حد ذات میں اپنے
حکم اصلی پر رہتی ہے۔ ۵۱۸
تعزیہ داری کا آغاز سلطان تیمور نے کیا۔ ۵۱۸
تعزیہ کی نظیر امم سابقہ میں آغازِ اصنام ہے ۵۱۹
ود، سواع، نسر، یغوث اور یعوق در اصل
صالحین کے نام ہیں۔ ۵۱۹
سوال چہارم: یوم عاشورہ میں سبیل لگانا،
کھانا کھلانا، لنگر لٹانا اور مجلسِ محرم میں
شہادت و مرثیہ سننا کیسا ہے۔ ۵۲۰
سوال پنجم: مرثیہ خوانی کی جس مجلس میں صوفیائے کرام
کے مرثیے پڑھے جائیں اور میر مجلس بھی سنی المذہب

Marfat.com

اس میں شرکت کیسی ہے۔ ۵۲۳

سوال ششم، تعزیہ اور چڑھاوا سے متعلق نو اجزاء پر مشتمل استفتاء اور اس کا ترتیب وار جواب۔ ۵۲۳

سوال ہفتم، شیعہ کی مجلس مرثیہ خوانی میں اہل سنت وجماعت کو شریک ہونا جائز ہے یا نہیں۔ ۵۲۶

سوال ہشتم، تعزیہ بنانا، اس پر نذر نیاز کرنا، عرائض بنیت حاجت برآری لٹکانا اور ان افعال کو داخل حسنات وموافق شریعت جاننا کیسا ہے۔ ۵۲۷

ضمیمہ تعزیہ اور اس سے متعلق بدعات

محرم میں تعزیہ داری اور سینہ کوبی حرام ہے۔ ۱۴۱

تخت تعزیہ خود ناجائز ہے اس میں باجے حرام در حرام ہیں۔ ۱۴۴

تخت علم تعزیے وغیرہ سب ناجائز ہیں۔ ۱۷۲

علم ونشان مہمل اور ان سے توسل باطل ہے ۱۸۰

تعزیہ داری ناجائز ہے۔ ۵۵۷

تشبہ بالغیر، شعار کفار وغیرہ

دھوتی لباس ہند ہے یا خاص ہنود کا لباس ۵۲۹

تشبہ دو وجہ پر ہے، التزامی ولزومی۔ ۵۳۰

تشبہ التزامی میں قصد کی تین صورتیں ہیں۔ ۵۳۰

صورت اول ۵۳۰

حدیث من تشبہ بقوم فہو منہم کا مطلب۔ ۵۳۰

صورت دوم ۵۳۰

صحابہ کرام نے رومیوں کے بھیس میں لباس بدل کر کام فرمایا۔ ۵۳۰

سلطان صلاح الدین ایوبی کے زمانے میں دو عالموں نے پادریوں کی وضع بناکر دورہ کیا۔ ۵۳۰

زنار باندھنے کا حکم شرعی۔ ۵۳۱

صورت سوم ۵۳۲

انگریزی ٹوپی، جاکٹ، پتلون وغیرہ پہننا۔ ۵۳۲

طیلسان پوشش یہود ہے۔ ۵۳۲

ہر چیز میں اہل کتاب سے مشابہت مکروہ نہیں۔ ۵۳۳

کون سا تشبہ ممنوع ومکروہ ہے۔ ۵۳۴

دھوتی خاص شعار کفار نہیں ہے۔ ۵۳۴

عادت وعرف کی خلاف ورزی مکروہ و باعث شہرت ہے۔ ۵۳۵

کوٹ، کالر، نکٹائی، پیشوری پاجامہ، ترکی ٹوپی و بوٹ جوتا پہننا اور انگریزی فیشن کے بال رکھنا کیسا ہے۔ ۵۳۵

Marfat.com

تشبہ کی ممانعت سے متعلق حدیث وفقہ سے پچیس ۲۵ مسائل۔ ۵۳۶
مسئلہ ۱ ۵۳۶
عورت کو مرد اور مرد کو عورت سے تشبہ حرام ہے۔ ۵۳۶
مسئلہ ۲ ۵۳۷
مسئلہ ۳ ۵۳۸
عورتوں کو ہاتھوں پر مہندی لگانے کا حکم دیا گیا تاکہ مردوں سے مشابہت نہ ہو۔ ۵۳۸
مسئلہ ۴ ۵۳۹
مسئلہ ۵، ۶، ۷ ۵۴۰
امام کا محراب میں کھڑا ہونا اور تمام مقتدیوں سے بلند ہونا مکروہ ہے۔ ۵۴۰
مسئلہ ۸، ۹، ۱۰ ۵۴۱
نماز میں قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا امام اعظم کے نزدیک مفسد نماز اور صاحبین کے نزدیک مکروہ ہے ۵۴۱
تصویر کی حرمت کی وجہ۔ ۵۴۱
تصویر والی جگہ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ ۵۴۱
جہت قبلہ میں صلیب ہو تو نماز مکروہ ہے۔ ۵۴۱
مسئلہ ۱۱ ۵۴۲
مرد کو ہتھیلی یا تلوے پر مہندی لگانا حرام ہے۔ ۵۴۲
مسئلہ ۱۲، ۱۳ ۵۴۳
عورت کو اپنے سر کے بال کترنا حرام ہے۔ ۵۴۳
مرد کو اپنا وسط سر کھلوانا اور پیشانی و قفا کے بال مونڈنا اور گوندھنا کیسا ہے۔ ۵۴۳
مسئلہ ۱۴، ۱۵ ۵۴۴
مرد کو ساڑھے چار ماشے سے کم وزن کی انگوٹھی ایک نگ کی جائز ہے زیادہ کی ناجائز ہے۔ ۵۴۴
چاندی کی مردانی انگوٹھی عورت کو نہ چاہئے اور پہنے تو زعفران وغیرہ سے رنگ لے۔ ۵۴۴
مسئلہ ۱۶، ۱۷، ۱۸ ۵۴۵
مرد کو عورت کی طرح چرخہ کاتنا مکروہ ہے۔ ۵۴۵
عورت کو بلاضرورت گھوڑے پر چڑھنا منع ہے ۵۴۵
مرد سیدھے ہاتھ میں انگوٹھی نہ پہنے کہ رافضیوں کا شعار ہے۔ ۵۴۵
مسئلہ ۱۹، ۲۰ ۵۴۸
جو ٹوپی لباس روافض تھی علماء نے اس کا پہننا گناہ قرار دیا۔ ۵۴۸
بلاضرورت شرعیہ مجوس کی ٹوپی پہننا کفر ہے ۵۴۸
مسئلہ ۲۱، ۲۲، ۲۳ ۵۴۹
ماتھے پر قشقہ تلک لگانا یا کندھے پر صلیب رکھنا کفر ہے۔ ۵۴۹
مسئلہ ۲۴ ۵۵۰
زنار باندھنا کفر ہے۔ ۵۵۰
مسئلہ ۲۵ ۵۵۱

حقہ و پان

پان جائز اور شیخ فریدالدین گنج شکر و شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے زمانے سے مسلمانوں میں بلانکیر رائج ہے۔ ۵۵۳

Marfat.com

حقہ پینا ایک صورت میں حرام، ایک میں مکروہ اور ایک میں مباح ہے۔ ۵۵۳

سر پر پان کھلوانا جائز ہے جبکہ پیشانی کے بال باقی رکھے جائیں۔ ۵۵۳

حقے تین قسم ہیں۔ ۵۵۴

توشۂ اصحابِ کہف میں حقہ نہ پینے کی کوئی شرط نہیں۔ ۵۵۴

مصالحہ خاصہ کے اسرار اہلِ باطن جانتے ہیں۔ ۵۵۵

حقہ، چرٹ اور بیڑی کا حکم ۵۵۵

حقہ پینے والے اور پان کھانے والے کو جماعت میں شریک نہ کرنا کیسا ہے۔ ۵۵۵

پان کئی اولیائے کرام نے کھایا۔ ۵۵۶

حقہ جائز ہے یا نہیں۔ ۵۵۶

تصویر بنانا اور بنانے والا شرعاً کیسا ہے۔ ۵۵۶

گانا اور مزامیر سننا کیسا ہے۔ ۵۵۷

کھڑے ہو کر پیشاب کرنا۔ ۵۵۷

تعزیہ داری ناجائز ہے۔ ۵۵۷

حقہ کا پانی پاک ہے۔ ۵۵۷

تصویر رکھنا تین صورتوں میں جائز ہے۔ ۵۵۷

پان کھانا مباح ہے مگر بعض عوارض خارجیہ کی وجہ سے کبھی مستحب، واجب، مکروہ اور حرام ہوتا ہے۔ ۵۵۷

پان، چونا، حقہ، تمباکو اور سرتی کھانا جائز ہے سرتی تمباکو کو کہتے ہیں۔ ۵۵۸

تصویر

جاندار کی تصویر بنانا مطلقاً حرام ہے اور اسکی خرید و فروخت بھی جائز نہیں۔ ۵۵۹

تصویر دار کپڑا بنا کر فروخت کرنے والے کی گواہی مردود ہے۔ ۵۵۹

برے کام کے ساتھ ساتھ برے نام سے بھی بچنا چاہیے۔ ۵۶۰

معظم دینی کی تصویریں توڑنا درست نہیں۔ ۵۶۰

جاندار کی تصویر بغیر کسی قید کے حرام ہے چاہے دستی ہو یا عکسی، سایہ دار ہو یا بے سایہ۔ ۵۶۲

بے سایہ تصویر کو جائز قرار دینا صرف بعض روافض کا مذہب ہے۔ ۵۶۲

تحریمِ تصویر کی علت تخلیقِ الٰہی سے مشابہت ہے ۵۶۵

تصویر کو محفوظ رکھنے کی حرمت کی چند شرائط۔ ۵۶۵

کیسی تصویر والے کپڑے کا پہننا، اس میں نماز پڑھنا اور بیچنا ناجائز اور کس صورت میں جائز ہے۔ ۵۶۶

کیمرہ سے بنائی ہوئی تصویر اور بنانے بنوانے والے کا شرعی حکم۔ ۵۶۷

شے اپنے مقاصد کے اعتبار سے ممنوع یا مشروع ہوتی ہے۔ ۵۶۷

فوٹو ہو یا دستی تصویر، پوری ہو یا نیم قد بنوانا سب حرام ہے اور اس کا عزت سے

Marfat.com

دکھنا بھی حرام ہے۔ ۵۶۸

تصویر فقط چہرہ کا نام ہے۔ ۵۶۸

جاندار کی تصویر کھینچنی حرام ہے۔ ۵۶۹

○ رسالہ العطایا القدیر فی حکم التصویر۔ ۵۷۱

(بزرگوں کی تصاویر بطور تبرک گھر میں رکھنے کا حکم شرعی) ۵۷۱

دنیا میں بُت پرستی کی ابتدا یُوں ہی ہوئی کہ صالحین کی محبت میں ان کی تصویریں بنا کر گھروں اور مسجدوں میں رکھی گئیں اور ان سے لذتِ عبادت کی تائید سمجھی گئی پھر شدہ شدہ وہی معبود ہوگئیں۔ ۵۷۳

وَدّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر قوم نوح کے صلحاء کے نام ہیں جنھیں بعد میں بالقاءِ شیطان لوگوں نے بُت بنا کر پُوجنا شروع کر دیا۔ ۵۷۳

سب سے پہلے جس غیر اللہ کی عبادت زمین میں کی گئی وہ ود نامی بُت ہے۔ ۵۷۴

صلحاء کی تصویریں بنانے والوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بدترین مخلوق قرار دیا۔ ۵۷۵

متواتر حدیثوں میں ہے کہ جس گھر میں تصویر اور کُتّا ہو وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ ۵۷۶

کسی معظم دینی کی تصویر میں کوئی عذر نہیں بلکہ یہ زیادہ موجب وبال ونکال ہے۔ ۵۷۷

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر کوئی معظم دینی نہیں۔ ۵۷۷

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تمام جہان سے افضل واعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ۵۷۷

دیوارِ کعبہ پر کفارِ مکہ نے کن معظمین دینیہ کی تصویریں نقش کی تھیں۔ ۵۷۷

فتح مکہ کے موقع پر کچھ تصویریں نبی اقدس کے حکم پر حضرت فاروق اعظم نے اور کچھ آپ نے خود بنفس نفیس اپنے دست اقدس سے مٹا دیں۔ ۵۷۷

سینے تک تصویر ہو تو اس کا کیا حکم ہے۔ ۵۷۸

مصنف علیہ الرحمہ کی تحقیق جلیل۔ ۵۷۸

اگر تصویر بے سر کی ہو یا اس کا سر کاٹ دیا جائے تو کراہت نہیں۔ ۵۷۹

دیگر اعضاء وجہ و رأس کے معنی میں نہیں اگرچہ مدارِ حیات ہونے میں مماثل ہوں۔ ۵۷۹

چہرہ ہی تصویر ذی روح میں اصل ہے۔ ۵۷۹

شک نہیں کہ فقط چہرہ کو تصویر کہتے ہیں اور عامۂ مقاصد تصویر چہرہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ ۵۷۹

مقطوع الرأس تصویر دراصل تصویر ہے ہی نہیں۔ ۵۸۰

تطفل علی الطحطاوی (اقول) ۵۸۱

موجبہ کلیہ کا عکس مستوی موجبہ کلیہ نہیں آتا۔ ۵۸۱

صاحبِ ہدایہ کے دو کلاموں میں تطبیق اور تدافع کا دفعیہ۔ ۵۸۲

Marfat.com

کلّ مالاینافی الحیاۃ لاینفی الکراھۃ کو کل ماینافی الحیاۃ ینفی الکراھۃ لازم نہیں۔ ۵۸۵

کلّ مالاینافی الانسانیۃ لاینفی الحیوانیۃ۔ ۵۸۵

لیس ان کلماینافی الانسانیۃ ینفی الحیوانیۃ۔ ۵۸۵

مدقق علائی پر تطفل۔ ۵۸۵

امام ابوجعفر طحاوی علیہ الرحمہ کا استدلال واستناد۔ ۵۸۵

مصنف علیہ الرحمہ کی تحقیق (اقول) ۵۸۶

تصویر میں حیات کسی صورت میں نہیں ہوتی وہ کسی حال میں جملہ اعضائے مدارِ حیات کا استیعاب کرتی ہے۔ ۵۸۷

تصاویر کے بارے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کا قول۔ ۵۸۷

حضرت جبرئیل کے تصاویر کے سر کاٹنے سے متعلق حکم میں حکمت۔ ۵۸۸

مدارِ حکم حکایت وفہم ناظر پر ہے کہ وہ اس کو زندہ کی تصویر قرار دیتا ہے یا مردہ کی موت وحیات حقیقی پر مدارِ حکم نہیں۔ ۵۸۸

عبارت درمختار کا مطلب ۵۸۸

مصنف علیہ الرحمہ کی تحقیق جس سے مبحث کے تمام علل واحکام واصول وفروع متجلی ہوتے ہیں ۵۸۹

تصویر ممنوع میں کراہت نماز وحکم ممانعت کی علت عندالمشائخ مشابہتِ عبادتِ صنم ہے ۵۸۹

نمازی کے کپڑوں میں تصویر ہونے کی ممانعت کی علت حاملِ صنم سے مشابہت ہے۔ ۵۸۹

جہاں تصویر ممنوع رکھی گئی ہو ملائکہ رحمت اس مکان میں نہیں آتے۔ ۵۹۰

جس مکان میں ملائکہ رحمت نہ آئیں وہ ہر جگہ سے بدتر ہے۔ ۵۹۰

جس مکان میں تصویر ہو اس میں نماز مکروہ ہے ۵۹۳

نکرہ سیاقِ نفی میں عام ہوتا ہے۔ ۵۹۳

حدیثِ جبرائیل مخصوص البعض ہے۔ ۵۹۴

صاحبِ حلیہ پر تطفل۔ ۵۹۵

علامہ قوام کاکی پر تطفل۔ ۵۹۸

کراہت نماز کی تعلیل میں بظاہر سات رنگ کے اقوال ہیں۔ ۵۹۹

مصنف علیہ الرحمہ کی تحقیق اور اقوال وافادات مشائخ میں تطبیق وتوفیق۔ ۵۹۹

حقیقی مستحق پر تعظیم وہی حقیقی جلیل عظیم عزجلالہ ہے ۵۹۹

معظمانِ دینی کی تعظیم اللہ تعالٰے کی طرف نسبت وعلاقہ سے ہے۔ ۵۹۹

بوڑھے مسلمان، سُنّی عالم اور عادل بادشاہ کی تعظیمیں اللہ تعالٰی ہی کی تعظیم ہیں (حدیث) ۵۹۹

جس وجہ کو اس عظیم حقیقی (اللہ تعالٰی) سے علاقہ نہیں وہ اصلاً لائق تعظیم نہیں۔ ۶۰۰

کیسی تصویر گھر میں ہو تو امتناع ملائکہ رحمت ہوتا ہے۔ ۶۰۰

تینوں علتیں متلازم ہیں اور تینوں سے تعلیل صحیح ہے اور ان میں سے ہر ایک میں حصر بھی کرسکتے ہیں اور مغز تحقیق یہ ہے کہ اصل علت تعظیم تصویر

Marfat.com

ہے تعظیم ہی سے تشبہ پیدا ہوتا ہے اور تعظیم ہی سے ملائکہ رحمت نہیں آتے۔ ۶۰۴

اہانت تصویر والی صورتیں جائز رکھی گئی ہیں۔ ۶۰۴

ہر تعظیم صورت تشبہ عبادت صورت ہے۔ ۶۰۵

ہر تشبہ عبادت ملائکہ کے لئے قطعاً موجب نفرت ہے۔ ۶۰۵

جو تصویر نمازی کے پس پشت ہو وہ کب مکروہ ہے ۶۰۷

شرع مطہر نے جس شئی کی تعظیم حرام اور توہین واجب کی ہے اس کی من وجہ تعظیم اور من وجہ توہین حرام و ناجائز ہے۔ ۶۰۷

جہاں حلال و حرام جمع ہوں وہاں حرام غالب ہوتا ہے۔ ۶۰۷

اعمال صالحہ و سیئہ کا اختلاط ممنوع ہے جیسے بت کو چومنا اور جوتے مارنا۔ ۶۰۷

معظمان دینی کی توہین مطلقاً حرام ہے اگرچہ اس کے ساتھ ہزار تعظیمیں بھی ہوں۔ ۶۰۸

امام محمد علیہ الرحمہ نے جانماز میں تصویر کا ہونا مطلقاً مکروہ کیوں قرار دیا۔ ۶۰۸

تشبہ دو قسم ہے: (۱) عام (۲) خاص ۶۰۸

تصویر کو سامنے رکھ کر اس کی طرف افعال نماز بجالانا اخبث و اشد ہے اور اس صورت میں نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ ۶۰۹

مکان میں تصویر بروجہ تعظیم رکھنا تو قطعاً ممنوع و گناہ ہے مگر اس مکان میں نماز مکروہ تنزیہی ہوگی۔ ۶۰۹

ما لا یؤثر کراھۃ فی الصلوٰۃ لا یکرہ ابقاؤہ۔ ۶۱۰

انتفاء اخص سے انتفاء اعم لازم نہیں آتا۔ ۶۱۰

کراہت نماز تشبہ خاص میں منحصر نہیں۔ ۶۱۰

دو مسئلوں میں توفیق و تطبیق۔ ۶۱۱

مسئلہ اولیٰ ۶۱۱

مسئلہ ثانیہ ۶۱۲

مصنف علیہ الرحمہ کی طرف سے علت کراہت کے بارے میں ایک تنقیح عظیم۔ ۶۱۳

نماز میں عدم کراہت کی صورتیں۔ ۶۱۳

شمع، چراغ، قندیل، لیمپ، لالٹین یا فانوس سامنے ہو تو نماز مکروہ نہیں۔ ۶۱۹

سومنات کا معنی۔ ۶۲۷

ایک تفریع عجیب اور بحث غریب ۶۲۸

مصنف علیہ الرحمہ کی بیان کردہ تنقیح پر متعدد سوالات۔ ۶۳۲

سوال اول ۶۳۲

سوال دوم ۶۳۳

سوال سوم ۶۳۳

سوال چہارم ۶۳۳

مصنف علیہ الرحمہ کی طرف سے سوالات مذکورہ اربعہ کا جواب۔ ۶۳۴

ایک نکتہ بدیعہ۔ ۶۴۰

تصویر کی اہانت و ترک اہانت کے بارے میں چار صورتیں۔ ۶۴۰

Marfat.com

صورت اول ٦٤٠

صورت دوم ٦٤٠

صورت سوم ٦٤٠

صورت چہارم ٦٤٠

غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض القاب ٦٤١

ضمیمہ تصویر

تصویر کی حرمت کی وجہ ٥٤١

تصویر بنانا اور بنانے والا شرعاً کیسا ہے ٥٥٦

تصویر رکھنا تین صورتوں میں جائز ہے۔ ٥٥٧

جانوروں کا پالنا، لڑانا اور ان پر رحم و ظلم

جی لگی کے لئے جانوروں کو پالنا اور انھیں لڑانا جائز ہے یا نہیں۔ ٦٤٣

پالتو جانوروں کی خبرگیری کی تاکید شدید حدیث میں حیوان پر ظلم ذمی پر ظلم سے اور ذمی پر ظلم مسلمان پر ظلم سے زیادہ سخت ہے۔ ٦٤٤

طوطا، مینا اور بلبل وغیرہ طیور وحشی پالنے میں اختلاف ہے۔ ٦٤٥

سانپ کو قتل کرنا مستحب ہے حتی کہ محرم حرم میں بھی اس کو مار سکتا ہے۔ ٦٤٥

بحالتِ احرام کن جانوروں کو مارنا جائز ہے ٦٤٦

مدینہ طیبہ میں جنات کا ایک گروہ مسلمان ہوگیا۔ ٦٥١

جنات کو انذار و تحذیر کے مختلف طریقے ٦٥١

بیل اور بکرے وغیرہ کو خصی کرنا جائز ہے مگر آدمی کو

خصی کرنا حرام ہے۔ ٦٥٣

سگ، کبوتر، شکرہ اور باز پالنا، ان سے شکار کرانا، بٹیر بازی اور مرغ بازی جائز ہے یا نہیں۔ ٦٥٤

ایک عورت ایک بلی کے سبب سے دوزخ میں گئی۔ ٦٥٦

جو جانور پالو دن میں ستر بار اسے دانہ پانی دکھاؤ۔ ٦٥٦

کتا پالنا حرام ہے، جس گھر میں کتا ہو اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے، اس سے نیکیاں گھٹتی ہیں۔ ٦٥٧

دو قسم کے کتے رکھنے کی اجازت ہے۔ ٦٥٨

جانوروں کو خصی کرانا بعض صورتوں میں جائز اور بعض میں ناجائز ہے۔ ٦٥٨

آدمی کو خصی کرنا مطلقاً حرام ہے۔ ٦٥٨

کبوتر اڑانا، پان، مرغ بازی، بٹیر بازی اور کنکیا، ڈور، مانجھا وغیرہ فروخت کرنا کیسا ہے۔ ٦٥٩

بلی یا کتا وغیرہ اگر آدمیوں کو کاٹتے ہوں تو ان کا قتل درست ہے۔ ٦٥٩

کنکیا لوٹنا حرام، اڑانا منع اور لڑانا گناہ ہے۔ ٦٦٠

بلی تکلیف دیتی ہو تو کیا کرنا چاہیے۔ ٦٦٠

سانپ کو نہ مارنے سے متعلق ایک حدیث کی توجیہ۔ ٦٦٠

بندر کو گھر میں پالنا مکروہ ہے۔ ٦٦١

Marfat.com

گائے بھینس کا بچہ مرجائے تو اس کے چمڑے کو سُکھا کر بصورت بچہ کے بنا کر گائے بھینس کے سامنے رکھ کر دُودھ دوہنا جائز ہے۔ ۶۶۱

چیونٹیوں کو دانہ ڈالنا جائز و کارِ ثواب ہے۔ ۶۶۱

نام رکھنے کا بیان

ایک لڑکے کا نام مطیع الاسلام، دوسرے کا پالس اور بیٹی کا کنول دیوی رکھنا شیطانی حرکت ہے۔ ۶۶۳

ناموں کی ایک قسم کفار کے ساتھ مختص ہے جو مسلمانوں کے لئے جائز نہیں۔ ۶۶۳

صدیقی، رضوی وغیرہ نام کے ساتھ لکھنا جائز ہے ۶۶۴

حنفی المذہب کو نسبت ظاہر کرنے کیلئے اسرائیلی لکھنا جائز ہے یا نہیں۔ ۶۶۴

اسرائیل سیدنا یعقوب علیہ السلام کا نام مبارک ہے، ۶۶۴

ہر مسلمان بلکہ تمام عالم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملک ہے ۶۶۶

عبدالمصطفیٰ، غلام علی، پیربخش، نذرحسین، خادمِ غوث اور کنیز فاطمہ وغیرہ نام رکھنا جائز ہے یا نہیں۔ ۶۶۸

مصنف علیہ الرحمہ کے تین رسالوں کا حوالہ ۶۶۹

سُنّی مسلمان کو لہبڑا کہنا فاسق ہے۔ ۶۶۹

مسجد کے لوٹوں کا پانی ناپاک بتانا باطل ہے۔ ۶۷۰

علمائے حرمین نے دیوبندیوں کو نام بنام کافر و مرتد بتایا۔ ۶۷۰

معیذ الدین کا معنیٰ دین کو پناہ دینے والا، اور یہ نام رکھنا خودستائی و حرام ہے۔ ۶۷۱

نبی محمد نام رکھنا کیوں ناجائز ہے۔ ۶۷۱

اپنے آپ کو عبدالنبی کہنا جائز ہے مگر نام عبداللہ رکھا جائے۔ ۶۷۲

احمد بخش، پیربخش اور مداربخش وغیرہ نام رکھنا کیسا ہے۔ ۶۷۲

جو اپنا خطاب، جسمانی وضع اور لباس وغیرہ ہندوؤں کی مثل رکھے وہ عالم کہلانے کا مستحق ہے یا نہیں۔ ۶۷۲

○ رسالہ النور والضیاء فی احکام بعض الاسماء۔ ۶۷۷

(اچھے اور بُرے ناموں کے احکام کا بیان) ۶۷۷

علی جان، نبی جان، محمد جان، محمد نبی، احمد نبی، نبی احمد، محمد یٰسین، محمد طٰہٰ، غفور الدین، غلام علی، غلام حسین، غلام غوث، غلام جیلانی اور ہدایت علی نام رکھنا کیسا ہے۔ ۶۷۷

ہدایت علی نام رکھنے کے بارے میں مولانا عبدالحی لکھنوی کے ایک فتویٰ سے متعلق استفتاء۔ ۶۷۷

محمد نبی اور نبی احمد نام رکھنے میں ادعائے نبوت حقیقتاً نہ ہونا مسلّم مگر صورت ادعا ضرور ہے حقیقتاً ادعائے نبوت کفر خالص اور صورت ادعا حرام و محظور ہے۔ ۶۷۷

کیا اعلام میں معنیٰ اوّل ملحوظ نہیں ہوتے ہیں۔ ۶۷۸

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بکثرت ایسے اسماء تبدیل فرمائے جن کے معنیٰ اصلی

Marfat.com

کے لحاظ سے کوئی برائی تھی۔ ۶۷۸
بیشک تم روزِ قیامت اپنے اور اپنے والدوں کے نام سے پکارے جاؤ گے، تو اپنے نام اچھے رکھو (الحدیث) ۶۷۹
اعلام میں معنیٰ اصلی بالکل ساقط النظر نہیں۔ ۶۷۹
یٰسین وطٰہٰ نام رکھنا منع ہے۔ ۶۸۰
نامعلوم المعنیٰ منتر جائز نہیں۔ ۶۸۰
غفور الدین نام رکھنا سخت قبیح وشنیع ہے کیونکہ اس کا معنیٰ ہے دین کو مٹانے والا۔ ۶۸۱
غالباً اسم ومسمّٰی میں کوئی مناسبت غیب سے ملحوظ ہوتی ہے۔ ۶۸۲
قبیح ناموں کا مسمّٰی پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ ۶۸۲
بُرے نام کے ساتھ نام پاک محمد کو ملانا اس نام کریم کی گستاخی ہے۔ ۶۸۳
کن کن ناموں کے ساتھ نام محمد کو ملانا جائز نہیں۔ ۶۸۳
محمد واحمد نام رکھنے کے فضائل وبرکات پر مشتمل پندرہ احادیث کریمہ۔ ۶۸۶
عرفِ قرآن وحدیث وصحابہ میں مومن اسی کو کہتے ہیں جو سُنّی صحیح العقیدہ ہو۔ ۶۸۷
بدمذہب جہنم کے کتے ہیں ان کا کوئی عمل قبول نہیں۔ ۶۸۷
سید احمد خان کا مسلک ۶۹۰
جن ناموں میں اسماء محبوبانِ خدا کی طرف لفظ کی اضافت ہو ان کا جواز قطعاً بدیہی ہے۔ ۶۹۱
غلام اللہ اور داس جیسے نام رکھنا ممنوع ہیں۔ ۶۹۲
وہابیہ کے دین فاسد میں محبوبانِ خدا کا نام ذرا اعزاز وتکریم کی نگاہ سے آیا اور شرک نے منہ پھیلایا۔ ۶۹۲
پیشوائے وہابیہ کے نزدیک قبر پر شامیانہ کھڑا کرنا، مورچھل جھلنا شرک ہے۔ ۶۹۲
وہابیہ کے نزدیک غلام محمد وغلام غوث شرک اور غلامِ آفتاب ہونا جائز وبے ملام ہے۔ ۶۹۲
فارسی میں غلامِ آفتاب، عربی میں عبدِ شمس اور ہندی میں سورج داس کا معنیٰ ایک جیسا ہے ۶۹۲
ہدایت علی نام کا جواز ظاہر وباہر ہے اس میں عدمِ جواز کی اصلاً بُو نہیں۔ ۶۹۲
مولوی عبدالحی لکھنوی کے ہدایت علی کے عدمِ جواز سے متعلق فتویٰ کا خلاصہ۔ ۶۹۳
مصنف علیہ الرحمہ کی طرف سے مولوی عبدالحی صاحب کے فتویٰ کا ردِّ بلیغ۔ ۶۹۵
پہلا رد (اولاً) ۶۹۵
ممنوع ایہام ہے نہ مجرد احتمال۔ ۶۹۵
ایہام واحتمال میں زمین وآسمان کا فرق ہے ۶۹۵
ایہام کی تعریف جس کو تخییل بھی کہا جاتا ہے۔ ۶۹۵
مجرد احتمال اگر موجبِ منع ہو تو عالم میں کم کوئی کلام منع وطعن سے خالی رہے گا۔ ۶۹۵
فائدہ واجب الحفظ ۶۹۶
دوسرا رد (ثانیاً) ۶۹۶
تیسرا رد (ثالثاً) ۶۹۶

Marfat.com

رب العزت نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں کسی کو ایک کسی کو دو نام اپنے اسماء حسنیٰ میں سے عطا فرمائے ۔ ٦٩٦

حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسماء طیبہ میں ساٹھ سے زائد اسماء الٰہیہ آئے ہیں ۔ ٦٩٦

چوتھا رد (رابعاً) ٦٩٧

مولوی عبدالحی صاحب کے فتویٰ کی بنیاد پر خود ان کا اپنا نام بھی ممنوع و ناجائز ہے ۔ ٦٩٧

مولانا عبدالحلیم صاحب کا ذکرِ خیر ۔ ٦٩٨

پانچواں رد (خامساً) ٦٩٨

چھٹا رد (سادساً) ٦٩٨

ساتواں رد (سابعاً) ٦٩٨

ایصال الی المطلوب اور ارادۃ الطریق دونوں دو معنی خلق و تسبب پر مشتمل ہیں ۔ ٦٩٨

بمعنی خلق دونوں مختص بحضرت احدیت ہیں اور بمعنی سببیت دونوں غیر کے لئے حاصل ہیں ۔ ٦٩٨

جس طرح ہدایت بمعنی خلق غیر خدا کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی اسی طرح بمعنی محض تسبب حضرت عزت جلالہ کی طرف نسبت نہیں پا سکتی ۔ ٦٩٩

آٹھواں رد (ثامناً) ٦٩٩

انبت الربیع البقل میں قائل کا موحد ہونا ہی قرینہ شافیہ ہے کہ اسناد مجاز عقلی ہے ۔ ٦٩٩

نواں رد (تاسعاً) ٦٩٩

دسواں رد (عاشراً) ٦٩٩

گیارھواں رد (حادی عشر) ٧٠٠

بارھواں رد (ثانی عشر) ٧٠٠

عبدالنبی جیسے نام رکھنے کے بارے میں مولوی عبدالحی لکھنوی صاحب کے ایک فتویٰ پر محققانہ گرفت ۔ ٧٠٠

لکھنوی صاحب کے فتویٰ کے مخدوش ہونے کی سات وجوہ ۔ ٧٠١

وجہ اول (اولاً) ٧٠١

عبد و بندہ میں سوا اختلاف زبان کے کوئی فرق نہیں ۔ ٧٠١

عبد و بندہ عربی و عجمی زبان میں الٰہ و خدا اور مولیٰ و آقا کے مقابل بولے جاتے ہیں ۔ ٧٠١

مثنوی معنوی کے ایک شعر سے استدلال ۔ ٧٠١

وجہ دوم (ثانیاً) ٧٠١

عبد بمعنی بندہ و بمعنی مملوک میں یہ تفرقہ کہ اول شرک اور ثانی خلافِ واقع ہے محض بے اصل ہے ۔ ٧٠١

مملوک ملک ذاتی حقیقی و ملک عطائی مجازی دونوں کو مشتمل ہے ۔ ٧٠١

بندہ بمقابل خدا و خواجہ دونوں طرح مستعمل ہے ۔ ٧٠١

وجہ سوم (ثالثاً) ٧٠١

خود کو رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا مملوک ماننا ائمہ دین، اولیاء معتمدین اور علماء مستندین کی نظر میں مکمل ایمان ہے اور جو

Marfat.com

اس اعتقاد سے خالی ہے وہ حلاوتِ ایمان سے
بے بہرہ ہے۔ ۷۰۱
وجہ چہارم (رابعًا) ۷۰۲
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
مالک ہونے پر زبور کی ایک عبارت سے استدلال۔ ۷۰۲
وجہ پنجم (خامسًا) ۷۰۲
حدیث سے شہادت کہ حضور پُرنور علیہ الصلوٰۃ
والسلام مالک الناس اور دیان العرب ہیں ۷۰۳
وجہ ششم (سادسًا) ۷۰۳
مولوی عبدالحی صاحب کی غلطی کا منشاء ۷۰۳
معنیٰ مالکیت کی تحقیق ۷۰۴
مالکیت حقہ صادقہ کاملہ محیطہ شاملہ تامہ حضور پرنور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بخلافتِ کبریٰ حضرت کبریا
عزوجل تمام جہاں پر حاصل ہے۔ ۷۰۴
وجہ ہفتم (سابعًا) ۷۰۴
حدیثِ صحیح مسلم سے مولوی صاحب مذکور کا
استدلال درست نہیں۔ ۷۰۴
حدیث مذکور کی صحیح توجیہ اور دیگر احادیث و
آیات قرآنیہ سے اس کی تطبیق و توفیق۔ ۷۰۵
امیرالمومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے برسرِ مجمع صحابہ میں اپنے آپ
کو رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا
عبد و خادم کہا۔ ۷۰۶

خط و کتابت

(بلا اجازت کسی کا خط روکنا، کھولنا اور
پڑھنا وغیرہ) ۷۰۹
کسی کا خط اس کی اجازت کے بغیر کھولنے
اور پڑھنے والا گنہگار و مستحق وعید ہے۔ ۷۱۰
خط کاتب کی ملک ہے یا مکتوب الیہ کی۔ ۷۱۰
کسی کے دوسرے کے خطوط روکنے اور دیکھنے کا
اختیار نہیں ورنہ گنہگار ہوگا۔ ۷۱۳
بدگمانی اور تجسس گناہ ہے۔ ۷۱۳
جواب سلام علی الفور واجب ہے تاخیر
میں اثم ہوگا۔ ۷۱۴
ایک ضعیف السند حدیث ۷۱۴
جواب کتاب حتی الوسع ضرور دینا چاہیے۔ ۷۱۴

سیاسیات

(ممبری، ووٹ، الیکشن اور تنظیم سازی وغیرہ)
ممبری کوئی شرعی بات نہیں۔
خوجہ کو اسلامی جلسہ کا رکن بنانا حرام ہے ۷۱۷
قرآن و حدیث سے مسئلہ کی تائید ۷۱۷
یہ خیال جاہلانہ ہے کہ ۹۹ سُنیوں میں ایک
بدمذہبی کیا اثر کرے گی۔ ۷۱۸
چورانوے قطرے گلاب میں ایک بوند پیشاب
ڈال دو تو سب پیشاب ہو جائے گا۔ ۷۱۸
سلطان المعظم سلطنت روم خلیفۃ المسلمین ہیں

Marfat.com

یا نہیں، موجودہ حالت میں مسلمانوں کو ان کی
ہمدردی کرنی چاہئے یا نہیں۔ ۱۸،
ہر فرد اسلام کی خیر خواہی ہر مسلمان پر لازم ہے ۱۸،
ہر فرض بقدر قدرت ہے اور ہر تکلیف
بشرطِ استطاعت۔ ۱۹،
نامقدور بات پر ابھارنا جو موجب ضررِ مسلمین ہو
خیر خواہیِ مسلمین نہیں بدخواہی ہے۔ ۱۹،

Marfat.com

فہرست ضمنی مسائل

عقائد و سیر

شرع مطہر کی تحقیر کرنے والا اجماعاً قطعاً کافر ہے ۱۰۴
تفسیر جلالین شریف یا کسی بھی دینی کتاب کی توہین و تحقیر کا حکم۔ ۱۰۴
ہنود قطعاً بُت پرست مشرک ہیں۔ ۱۶۲
بتوں کی تعظیم، انھیں بارگاہِ عزت میں شفیع ماننا اور ان سے شفاعت چاہنا کفر ہے۔ ۱۶۲
محبوبانِ خدا سے توسّل محمود ہے۔ ۱۸۰
جہاں چالیس مسلمان صالح جمع ہوں ان میں ایک ولی اللہ ہوتا ہے۔ ۱۸۴
انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام غلطی سے معصوم ہیں ۲۰۶
جس طرح طاعون سے بھاگنا حرام ہے اس کیلئے وہاں جانا بھی ناجائز و گناہ ہے۔ ۳۰۸
تقدیر الٰہی سے بھاگنا اور بلاءِ الٰہی کا مقابلہ کرنا دونوں ممنوع ہیں۔ ۳۰۸
توکّل معارضۂ اسباب کا نام نہیں۔ ۳۰۸
ان مسلمانوں پر افسوس ہے جو مسلمانوں کی مخالفت میں ہندوؤں کا ساتھ دیں۔ ۳۲۳
قبولِ عمل و عبادت ہر شخص کا حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا اختیار رہے۔ ۳۳۹
حکمِ شرع سُن کر گناہ پر ڈٹ جانا استحقاقِ عذابِ نار ہے۔ ۳۴۸
نظر مسبّب جلّ وعلا پر رکھ کر جائز اسباب رزق کا اختیار کرنا ہرگز منافیِ توکّل نہیں۔ ۳۷۹
توکّل ترکِ اسباب کا نام نہیں بلکہ اعتماد علی الاسباب کا ترک ہے۔ ۳۷۹
اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا اور والدین کو

Marfat.com

ستانا اکبر الکبائر ہے۔ ۴۰۳
کون سا علم پڑھنا فرض، کونسا واجب اور کون سا حرام ہے۔ ۴۳۶
یہ مردود فلسفہ کفر و ضلالت سے بھرا ہوا اور جہالتوں کا مجموعہ ہے۔ ۴۳۹
جس شخص نے شرعی قبیح کے مرتکب کو کہا تو نے اچھا کیا ہے، تو وہ کافر ہو گیا۔ ۴۴۲
فلسفے کی فضیلت کو فقہ کی فضیلت پر ترجیح دینا ضمناً علم دین کی توہین ہے۔ ۴۴۲
علم دین کی صراحتاً توہین کفر ہے۔ ۴۴۲
حقوق اللہ کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معاف نہیں کر سکتا۔ ۴۶۰
اللہ تعالیٰ ہمارا اور ہمارے مال و جان اور حقوق سب کا مالک ہے۔ ۴۶۰
دفتر تین ہیں، ایک میں سے اللہ تعالیٰ کچھ نہ بخشے گا، ایک کی پروا نہیں کرے گا اور ایک سے کچھ نہ چھوڑے گا۔ ۴۶۰
روز قیامت ہر کسی کو اہل حقوق کے حق ان کو دینا پڑیں گے۔ ۴۶۱
قیامت کے دن اہل حقوق کے حقوق کی ادائیگی کا طریقہ۔ ۴۶۱
لا الٰہ الا اللہ کا معنیٰ۔ ۴۷۵
مدار ایمان محبت رسول ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ۴۸۶
محب کو محبوب کی ہر شئی عزیز ہوتی ہے۔ ۴۸۶
حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر عیب و نقص سے منزہ و بے مثال ہیں۔ ۴۹۹
تعزیہ کی ناجوازی کے قائل کو کافر یا مرتد کہنا کیسا ہے۔
تعزیہ بنانا شرک نہیں بدعت و گناہ ہے۔ ۵۰۳
حضرات امامین رضی اللہ تعالیٰ عنہما خواہ کسی غیر نبی کو نبی سے افضل کہنا کفر ہے۔ ۵۰۸
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا کسی صحابی کو برا کہنا رفض ہے۔ ۵۰۸
ربیع الاول شریف کو علماء امت نے ماتم وفات کے بجائے موسم شادی ولادت کیوں ٹھہرایا۔ ۵۱۵
ماتھے پر قشقہ تلک لگانا یا کندھے پر صلیب رکھنا کفر ہے۔ ۵۴۹
زنار باندھنا کفر ہے۔ ۵۵۰
حقیقی مستحق ہر تعظیم وہی حقیقی جلیل عظیم عزجلالہ ہے۔ ۵۹۹
معظمان دینی کی تعظیم اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت و علاقہ سے ہے۔ ۵۹۹
بوڑھے مسلمان، سنی عالم اور عادل بادشاہ کی تعظیمیں اللہ تعالیٰ ہی کی تعظیم ہیں (الحدیث) ۵۹۹
جس وجہ کو اس عظیم حقیقی (اللہ تعالیٰ) سے علاقہ نہیں وہ اصلاً لائق تعظیم نہیں۔ ۶۰۰
ہر تشبہ عبادت ملائکہ کے لئے قطعاً موجب نفرت ہے۔ ۶۰۵
علماء حرمین نے دیوبندیوں کو نام بنام کافر و مرتد بتایا ۶۶

Marfat.com

حقیقتاً ادعائے نبوت کفر خالص اور صورت ادعا حرام ومحظور ہے۔ ٦٧٧
غالباً اسم ومسمی میں کوئی مناسبت غیب سے ملحوظ ہوتی ہے۔ ٦٨٢
قبیح ناموں کا مسمی پر برا اثر پڑتا ہے۔ ٦٨٢
برے نام کے ساتھ نام پاک محمد کو ملانا اس نام کریم کی گستاخی ہے۔ ٦٨٣
کن کن ناموں کے ساتھ نام پاک محمد کو ملانا جائز نہیں ٦٨٣
عرف قرآن وحدیث وصحابہ میں مومن اسی کو کہتے ہیں جو سنی صحیح العقیدہ ہو۔ ٦٨٧
بدمذہب جہنم کے کتے ہیں ان کا کوئی عمل قبول نہیں ٦٨٧
جس طرح ہدایت بمعنی خلق غیر خدا کی طرف منسوب نہیں ہوسکتی اسی طرح بمعنی محض تسبب حضرت عزت جل جلالہ کی طرف نسبت نہیں پاسکتی۔ ٦٩٩
عبد بمعنی بندہ وبمعنی مملوک میں یہ تفرقہ کہ اول شرک اور ثانی خلاف واقع ہے محض بے اصل ہے۔ ٧٠١
خود کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مملوک ماننا ائمہ دین، اولیاء معتمدین اور علماء مستندین کی نظر میں مکمل ایمان ہے اور جو اس اعتقاد سے خالی ہے وہ حلاوت ایمان سے بے بہرہ ہے۔ ٧٠١
مالکیت حقہ صادقہ کاملہ محیطہ شاملہ تامہ حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بخلافت کبریٰ حضرت کبریا عزوجل تمام جہاں پر حاصل ہے۔ ٧٠٤

سیرت وفضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

النجشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدی پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انکار نہ فرمایا۔ ٨٥
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ماں باپ سے بڑھ کر امت پر مہربان ہیں۔ ٣٠٦
حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سائل اور نالشی کے ساتھ کیسے پیش آتے تھے۔ ٣٧٧
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دو امتیوں پر کرم خداوندی دیکھ کر ضحک فرمایا۔ ٤٦٤
حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسماء طیبہ میں ساٹھ سے زائد اسماء الٰہیہ آئے ہیں۔ ٦٩٦
حضور علیہ السلام کے مالک ہونے پر زبور سے استدلال ٧٠٢
نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام مالک الناس ودیان العرب ہیں ٧٠٣

نماز، امامت، اذان، طہارت ونجاست

تین وقتوں میں نماز حرام ہونے کی حکمت ١٢٤
مزامیر کو حلال کہنے والے کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے ١٤٠
فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ ١٤٣
دفع مرض ہیضہ کے لئے میدان میں اذان دینا کیسا ہے ١٨١
نفل جماعت کثیرہ کے ساتھ مکروہ ہے۔ ١٨٥
شراب مطلقاً حرام اور پیشاب کی طرح نجس ہے ١٩٣
کسی چیز کی حقیقت جانے بغیر اس کی نجاست کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ ١٩٤

Marfat.com

شراب حرام بھی ہے اور نجس بھی، اس کا خارج بدن پر لگانا بھی ناجائز ہے۔ ۱۹۸

افیون حرام ہے نجس نہیں، خارج بدن پر اس کا استعمال جائز ہے۔ ۱۹۸

اسپرٹ حرام ہونے کے علاوہ ناپاک بھی ہے۔ ۲۰۲

شراب کو بدن پر ملنا بھی حرام ہے۔ ۲۰۸

فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور اسکے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ ۲۹۰

سید کی تحقیر بوجہ سیادت کرنے والا کافر ہے اس کے پیچھے نماز باطل ہے۔ ۳۴۲

ولدالزنا کے ساتھ کھانا اور بشرط علم اسکے پیچھے نماز دونوں درست ہیں۔ ۳۴۳

کاذب وسارق کی امامت مکروہ تحریمی ہے ۴۰۵

ماں کے گستاخ کے پیچھے نماز سخت مکروہ، مکروہ تحریمی قریب بحرام واجب الاعادہ ہے۔ ۴۰۵

امامت کا زیادہ حقدار کون ہے۔ ۴۲۴

فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ ۴۴۳

فاسق کو امام بنانے والے گناہِ عظیم میں مبتلا ہیں۔ ۴۴۳

متکلمین کی امامت کا بیان ۴۴۴

تعزیہ داری میں غلو کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے۔ ۴۹۹

اذان سنتے وقت انگوٹھے چومنا جائز و مستحب اور آیت کریمہ سنتے وقت ناجائز ہے۔ ۵۱۰

امام کا محراب میں کھڑا ہونا اور تمام مقتدیوں سے بلند ہونا مکروہ ہے۔ ۵۴۰

نماز میں قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا امام اعظم کے نزدیک مفسدِ نماز اور صاحبین کے نزدیک مکروہ ہے ۵۴۱

تصویر والی جگہ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ ۵۴۱

جہت قبلہ میں صلیب ہو تو نماز مکروہ ہے۔ ۵۴۱

حقہ کا پانی پاک ہے۔ ۵۵۷

جس مکان میں تصویر ہو اس میں نماز مکروہ ہے۔ ۵۹۲

جو تصویر نمازی کے پسِ پشت ہو وہ کب مکروہ ہے۔ ۶۰۷

تصویر کو سامنے رکھ کر اس کی طرف افعال نماز بجالانا اخبث واشد ہے اور اس صورت میں نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ ۶۰۹

مکان میں تصویر بروجہ تعظیم رکھنا تو قطعاً ممنوع گناہ ہے مگر اس مکان میں نماز مکروہ تنزیہی ہوگی۔ ۶۰۹

نماز میں عدم کراہت کی صورتیں۔ ۶۱۳

شمع، چراغ، قندیل، لیمپ، لالٹین یا فانوس سامنے ہو تو نماز مکروہ نہیں۔ ۶۱۹

مسجد کے لوٹوں کا پانی ناپاک بتانا باطل ہے۔ ۶۲۰

چورانوے قطرے گلاب میں ایک بوند پیشاب ڈال دو تو سب پیشاب ہوجائے گا۔ ۷۱۸

احکام مسجد

قادیانی سے مسجد کے لئے پیسے نہ لئے جائیں۔ ۳۲۷

Marfat.com

روزہ وحج وزکوٰۃ وصدقات

مالِ حرام سے حج کرنا۔ ۳۳۹

صاحبِ نصاب وقادر علی الاکتساب کو صدقاتِ واجبہ لینا جائز نہیں۔ ۳۷۹

عشرۂ محرم کے روزے بہت ثواب اور نہایت افضل ہیں۔ ۴۹۹

جنائز

کتنے میت کا جنازہ اکٹھا ہو سکتا ہے۔ ۱۹۸

نابالغ لڑکی اور لڑکے کا جنازہ بالغ کے ساتھ ہو سکتا ہے یا نہیں، اگر ہو سکتا ہے تو دعائیں کیسے پڑھی جائیں۔ ۱۹۸

مرد اپنی زوجہ کا جنازہ اٹھا سکتا ہے۔ ۲۰۰

ایصالِ ثواب

سوائے حسنین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے محرم میں کسی کی نیاز نہ دلانا جہالت ہے۔ ۴۸۸

امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روح کو ایصالِ ثواب ہر روز مستحب ومستحسن ہے۔ ۵۰۰

فاتحہ ہر وقت جائز ہے۔ ۵۰۹

ذکر ودعا

رقص وتمایل کے حلقہ میں تالیاں بجاتے ہوئے "الا اللہ" کا ذکر کرنا کیسا ہے، اس انداز ذکر کو ناپسند جاننے والوں کو اعراضِ ذکر کا طعنہ دینے اور تفسیر جلالین کو ظاہری تفسیر کہہ کر حقارت سے اس کا ذکر کرنے والے کا کیا حکم ہے ۸۶

حلقۂ ذکر اگر بروجہ ریا وسمعہ نہ ہو بلکہ خالصًا لوجہ اللہ ہو تو امر محبوب ہے۔ ۸۷

ذکر کے حلقے جنت کی کیاریاں ہیں۔ ۸۷

چلا کر ذکر کرنے والوں کو ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مسجد سے نکلوا دیا۔ ۱۰۱

اَشبہ توسل دعا ہے اور دعا کا طریقہ اخفا ہے۔ ۱۸۰

ذکر الٰہی کے فضائل ۱۸۱

دعائے مجمع مسلمین اقرب بقبول ہے۔ ۱۸۴

نکاح وطلاق

جس کی بارات میں کثرت سے باجے، روشنی اور گھوڑے ہوں اس کا نکاح شرعًا ہوتا ہے یا نہیں، اور ایسی بارات میں شرکت سے گناہ ہوگا یا نہیں۔ ۱۳۴

ہنود کے میلے میں جانا حرام ہے مگر نکاح نہیں ٹوٹتا جب اسے اچھا نہ جانے۔ ۱۴۲

خطبۂ نکاح سنت ہے۔ ۱۷۰

لڑکا اور لڑکی نابالغ تھے ان کی شادی ہوگئی پھر لڑکی بیوہ ہوگئی تو کیا عقدِ ثانی کے بارے میں مدت لیا جائے گا یا نہیں، اگر مدت لیا جائے گا تو کب تک۔ ۱۹۸

Marfat.com

عورت اپنے جذامی شوہر کو ہمبستری سے منع نہیں کر سکتی۔ ۲۸۲

جذامی شوہر سے عورت کو فسخِ نکاح کی درخواست کا حق نہیں۔ ۲۸۲

بارہ سال سے مجرد رہنا اور نکاح نہ کرنا کوئی وجہ مواخذہ نہیں۔ ۳۶۲

حقیقی ماں کی طرح سوتیلی ماں بھی حرام ابدی ہے۔ ۳۸۷

ایک مسلمان نے کسی عورت کو پیغامِ نکاح دے رکھا ہو تو دوسرا مت دے۔ ۴۲۸

آدمی اپنا نکاح رذیل قوم میں نہ کرے بلکہ دیندار لوگوں میں کرے اور حبشیوں میں قرابت نہ کرے۔ ۴۵۲

رضاعت

بچہ کو نمازی صالحہ شریف القوم عورت سے دودھ پلوایا جائے۔ ۴۵۳

عشرت

بسم اللہ سے جماع کی ابتداء کرے، شرمگاہِ زن پر نظر نہ کرے، زیادہ باتیں نہ کرے، اور مرد و زن مکمل برہنہ نہ ہوں۔ ۴۵۲

عقیقہ

ساتویں، چودھویں یا اکیسویں دن عقیقہ کیا جائے۔ ۴۵۲

صلہ رحمی

باپ کے تعلقداروں سے بھلائی کی تاکید۔ ۳۸۷

زیور و زینت

عورتوں کو ہاتھوں پر مہندی لگانے کا حکم دیا گیا تاکہ مردوں سے مشابہت نہ ہو۔ ۵۳۸

مرد کو ہتھیلی یا تلوے پر مہندی لگانا حرام ہے۔ ۵۴۳

مرد کو ساڑھے چار ماشے سے کم وزن کی انگوٹھی ایک نگ کی جائز ہے، زیادہ کی ناجائز ہے۔ ۵۴۴

چاندی کی مردانی انگوٹھی عورت کو نہ چاہئے اور پہنے تو زعفران وغیرہ سے رنگ لے۔ ۵۴۴

مرد سیدھے ہاتھ میں انگوٹھی نہ پہنے کہ رافضیوں کا شعار ہے۔ ۵۴۵

رسم و رواج

غازی میاں کا بیاہ محض جاہلانہ رسم ہے۔ ۴۹۲

مہندی ناجائز ہے، اس کا آغاز کسی جاہل سفیہ نے کیا ہوگا۔ ۵۱۰

فوائد تفسیریہ

آیت کریمہ "ومن اعرض عن ذکری" میں اعراض عن الذکر سے کیا مراد ہے۔ ۱۰۰

آیت کریمہ "ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ" کا مصداق و مطلب۔ ۱۹۱

Marfat.com

فوائد حدیثیہ

معازف کا لفظ جو حدیث میں مذکور ہے سب باجوں کو شامل ہے۔ ۱۴۰
حدیث فرار عن الطاعون کو مخدوش و مجروح اور اس کے راویوں کو مجہول وغیر ثقہ کہنے والا جاہل یا گمراہ ہے۔ ۱۹۰
حدیث طاعون کی ایک غلط تاویل کا زوردار رد ۱۹۰
جذام کے مرض سے متعلق متعدد احادیث۔ ۲۱۶
پندرھویں حدیث کے رواۃ کی جرح و تعدیل۔ ۲۲۵
حدیث لاعدوٰی کے مختلف طرق پر محدثانہ گفتگو۔ ۲۲۹
اکتیسویں حدیث پر گفتگو اور یہ حدیث دونوں مضمونوں کی جامع ہے۔ ۲۳۳
بتیسویں حدیث پر محدثانہ گفتگو۔ ۲۳۴
مختلف احادیث میں تطبیق ۲۳۷
اثبات عدوٰی کی احادیث اس درجہ عالیہ صحت پر نہیں جس پر احادیثِ نفی ہیں۔ ۲۳۷
کوئی حدیث ثبوتِ عدوٰی میں نص نہیں۔ ۲۳۹
جذامیوں کو تیز نگاہ سے نہ دیکھو، حدیث چہارم کا محمل یہی ہے۔ ۲۳۹
حدیث ششم میں کہ اُن ثقفی سے فرمایا پلٹ جاؤ تمھاری بیعت ہوگئی متعدد وجوہ رکھتی ہے۔ ۲۴۰
حدیث ہفتم کی توجیہ ۲۴۱
حدیث ہشتم کا مطلب ۲۴۱
حدیث نہم میں چار وجوہ ۲۴۲
حدیث یازدہم و دوازدہم کی توجیہ ۲۴۲
تیرھویں حدیث سے عدوٰی کی بیخ کنی اور اس کا بے اصل ہونا ظاہر ہے۔ ۲۴۲
اکتیسویں حدیث کی توجیہ ۲۴۳
حدیث دوم، سوم، پنجم اور دہم قابلِ استدلال نہیں۔ ۲۴۳
حدیث اوّل پر کئی طریقوں سے بحث اور گفتگو ۲۴۳
طریق اول: حدیث اول کے ثبوت میں کلام، یہ طریقہ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہے۔ ۲۴۳
متعدد احادیث کا حوالہ ۲۴۳
دوم: مجذوم وغیرہ سے بھاگنے کی حدیثیں منسوخ ہیں، احادیث نفی عدوٰی نے انھیں منسوخ کر دیا۔ ۲۴۸
سوم: بھاگنے کا حکم اس لئے کہ وہاں ٹھہریں گے تو ان پر نظر پڑے گی جس سے مفاسدِ عجب و تحقیر و ایذا پیدا ہوں گے۔ ۲۵۰
چہارم: امر فرار اس لئے ہے کہ اس کی بدبو وغیرہ سے ایذا نہ پائیں۔ ۲۵۰
پنجم: مذہب جمہور کہ دوری و فرار کا حکم وسوسۂ ابلیس اور اعتقاد باطل سے بچانے کے لئے ہے۔ ۲۵۰
التوفیق بین الحدیثین ۲۵۳

Marfat.com

دو صحیح حدیثوں میں تطبیق ۲۶۴
صحابی کا قول مخالف حدیث ہو تو تطبیق کی صورتیں۔ ۲۹۲
تحقیقِ مصنف علیہ الرحمہ کہ الفاظِ مختلفہ کے باوجود احادیث متعلقہ طاعون میں کوئی تعارض و تخالف نہیں۔ ۲۹۹
تمام الفاظ حدیث میں صرف طاعون سے بھاگنے پر وعید شدید ہے اور صبر کرکے ٹھہرے رہنے کی ترغیب و تاکید ہے شہر، محلّے یا حوالیِ شہر کی کوئی قید نہیں۔ ۲۹۹
حدیثِ ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے استدلال۔ ۲۹۹
حدیثِ مسندِ احمد اور حدیثِ بخاری میں اصلاً اختلاف نہیں۔ ۳۰۰
حدیث میں لفظ یمکث کا فائدہ۔ ۳۰۲
ان حدیثوں کا مطلب جو طاعونی شہر میں جانے یا وہاں سے بھاگنے کی ممانعت پر مشتمل ہیں۔ ۳۰۹
حدیث لما ثقل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جوازِ نوحہ پر استدلال کیسا ہے۔ ۴۸۵
حدیث من تشبہ بقوم فھو منھم کا مطلب۔ ۵۲۰
سانپ کو نہ مارنے سے متعلق ایک حدیث کی توجیہ۔ ۶۶۰
حدیثِ صحیح مسلم سے مولوی صاحب مذکور کا استدلال درست نہیں۔ ۷۰۴
حدیث مذکور کی صحیح توجیہ اور دیگر احادیث و آیاتِ قرآنیہ سے اس کی تطبیق و توفیق۔ ۷۰۵
ایک ضعیف السند حدیث۔ ۷۱۴

فوائد اصولیہ

فقہی احکام غالب حالات پر مبنی ہوتے ہیں۔ ۷۶
نصوص اپنے ظاہری معنیٰ پر محمول ہوا کرتے ہیں۔ ۱۰۴
احادیث صحاح مرفوعہ محکمہ کے مقابل بعض ضعیف قصے یا محتمل واقعے یا متشابہ پیش نہیں ہوسکتے۔ ۱۱۵
شرع میں فتنہ کی طرح داعیِ فتنہ بھی حرام ہے۔ ۱۲۰
دواعیِ حرام کے لئے مستلزمِ حرام ہونا ضروری نہیں۔ ۱۲۱
حرمتِ دواعی وقتِ افضاء پر مقصود نہیں۔ ۱۲۱
شرعِ مطہر مظنّہ پر حکم دائر فرماتی ہے اس کے بعد وجودِ منشاءِ حکم پر نظر نہیں رکھتی۔ ۱۲۱
احکامِ فقہیہ میں غالب کا لحاظ ہوتا ہے، نادر کے لئے کوئی حکم جدا نہیں کیا جاتا۔ ۱۲۱
جبکہ منشائے تحریم داعی ہونا ہے اور اس میں ہر داعی مستقل تو ایک کی تحریم دوسرے کے وجود پر موقوف نہیں ہوسکتی۔ ۱۲۲
رعایتِ فعل اختیاری ہے۔ ۱۲۷

Marfat.com

فعل اختیاری کو قصد لازم ہے۔ ١٢٧
قصد بے علم ناممکن ہے۔ ١٢٧
حرام ہر حال میں حرام رہے گا۔ ١٣٩
حرام وحلال ایک نہیں ہو سکتے۔ ١٤٧
کوئی مجلس اگر فی نفسہٖ منکرات شرعیہ پر مشتمل نہ ہو
تو عموم اذن اور شمول دعوت میں حرج نہیں۔ ١٤٧
بعض باتیں بوجہ دقت وغموض افہام قاصرہ پر
موجب فتنہ ہوتی ہیں۔ ١٤٨
صحیح کے سامنے ضعیف، متعین کے سامنے محتمل
اور محکم کے مقابل متشابہ واجب الترک ہے۔ ١٥٠
قول وحکایت فعل میں برابری نہیں۔ ١٥٠
محرم ومبیح مساوی نہیں۔ ١٥٠
مغلوبین حال کے احوال، اقوال، افعال
اور اعمال نہ قابل استناد ہیں نہ لائق تقلید۔ ١٥٨
نائب جب مسند نیابت پر ہو تو اس دربار کی
توہین اصل سلطان کی توہین ہے۔ ١٦٢
جس کام کا کرنا حرام اس پر خوشی منانا بھی
حرام ہے۔ ١٦٢
عدد نافی زیادت نہیں۔ ١٨٠
جو اقویٰ کی مدافعت کرے وہ اضعف کی
بدرجہ اولیٰ کرے گا۔ ٢٠٦
لیس بالقوی اور لیس بقوی میں بڑا فرق ہے ٢٢٥
تمھیں مثل تبیین نہیں۔ ٢٣٩
اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ ٢٤٢
صغیرہ پر اصرار اسے کبیرہ کر دیتا ہے اور کبیرہ پر
اصرار اسے سخت تر کبیرہ کر دیتا ہے۔ ٢٨٩
کوئی گناہ اصرار کے بعد صغیرہ نہیں رہتا۔ ٢٨٩
نفس گناہ میں احکام الٰہیہ سے معارضہ کی وہ شان نہیں
جو برعکس حکم شرع نہی عن المعروف وامر بالمنکر میں ہے ٢٨٩
جس امر میں رائے اور اجتہاد کو دخل نہ ہو اس میں
قول صحابی دلیل قول رسول ہے۔ ٢٩٢
طاعون کو آگ اور زلزلے پر قیاس کرنا باطل ہے ٣٠٦
ضرورتیں ممنوع کاموں کو مباح کر دیتی ہیں۔ ٣٢٧
فاسق سے بغض حقیقتاً اس کے فعل کی طرف راجع
ہے نہ کہ اس کی ذات کی طرف۔ ٣٢٧
جو شخص دو بلاؤں میں گرفتار ہو وہ آسان کو
اختیار کرے۔ ٣٥٣
سکوت علی المنکر کب حرام ہے اور کب نہیں۔ ٣٦١
نقل بالمعنیٰ میں وسعت عظیم ہے۔ ٣٦١
بلا وجہ شرعی کسی مسلمان کو تکلیف دینا قطعی
حرام ہے۔ ٤٢٥
حقوق العباد کا ضابطۂ کلیہ ٤٦٠
صاحب حق جب تک معاف نہ کرے اس وقت
تک کسی قسم کا حق معاف نہیں ہوتا۔ ٤٦٠
شئی کے لئے ایک حقیقت ہوتی ہے اور کچھ
امور زائد کہ لوازم وعوارض ہوتے ہیں۔ ٥١٧
احکام شرعیہ شئے پر بحسب وجود ہوتے ہیں مجرد
اعتبار عقلی ناصالح وجود مطلع احکام شرع نہیں ہوتا ٥١٧
فقہ افعال مکلفین سے باحث ہے تو جو
فعلیت میں نہیں آسکتا موضوع سے خارج ہے۔ ٥١٧

Marfat.com

تغایرِ اعتبار سے تغایرِ احکام وہیں ہو سکتا ہے جہاں وہ اعتباراتِ واقعیہ مفارقہ متعاقبہ ہوں کہ شئ کبھی ایک کے ساتھ پائی جائے کبھی دوسرے کے ساتھ۔ ۵۱۷

جو زوائد لوازم الوجود ہوں ان کے حکم سے جدا کوئی حکم حقیقت کے لئے نہ ہوگا۔ ۵۱۷

لازم سے انفکاک محال ہے۔ ۵۱۷

ارکانِ حقیقت کہ ماہیت میں داخل ہوں ان سے قطع نظر ناممکن ہے۔ ۵۱۷

ماہیتِ عرفیہ میں رکنیت تابع عرف ہے۔ ۵۱۷

عوارضِ قبیحہ سے نفسِ شئ مباح یا حسن قبیح نہیں ہوجاتی بلکہ وہ اپنی حد ذات میں اپنے حکم اصلی پر رہتی ہے۔ ۵۱۸

ہر چیز میں اہل کتاب سے مشابہت مکروہ نہیں۔ ۵۳۳

عادت و عرف کی خلاف ورزی مکروہ و باعثِ شہرت ہے۔ ۵۳۵

شئ اپنے مقاصد کے اعتبار سے ممنوع یا مشروع ہوتی ہے۔ ۵۶۷

"کل ما لاینافی الحیاۃ لاینفی الکراھۃ کو ماینافی الحیاۃ ینفی الکراھۃ لازم نہیں۔ ۵۸۵

لیس ان کلما ینافی الانسانیۃ ینفی الحیوانیۃ۔ ۵۸۵

تصویر میں حیات کسی صورت میں نہیں ہوتی نہ وہ کسی حال میں جملہ اعضائے مدار حیات کا استیعاب کرتی ہے۔ ۵۸۷

مدارِ حکم حکایت و فہم ناظر پر ہے کہ وہ اس کو زندہ کی تصویر قرار دیتا ہے یا مردہ کی، موت و حیات حقیقی پر مدارِ حکم نہیں۔ ۵۸۸

تصویر ممنوع میں کراہتِ نماز و حکم ممانعت کی علت عند المشائخ مشابہتِ عبادتِ صنم ہے۔ ۵۸۹

نمازی کے کپڑوں میں تصویر ہونے کی ممانعت کی علت حاملِ صنم سے مشابہت ہے۔ ۵۸۹

نکرہ سیاقِ نفی میں عام ہوتا ہے۔ ۵۹۳

حدیثِ جبرائیل مخصوص البعض ہے۔ ۵۹۴

ہر تعظیم صورت تشبہ عبادت صورت ہے۔ ۶۰۵

شرع مطہر نے جس شئ کی تعظیم حرام اور توہین واجب کی ہے اس کی من وجہ تعظیم اور من وجہ توہین حرام و ناجائز ہے۔ ۶۰۷

جہاں حلال و حرام جمع ہوں وہاں حرام غالب ہوتا ہے۔ ۶۰۷

اعمالِ صالحہ و سیئہ کا اختلاط ممنوع ہے جیسے بت کو چومنا اور جوتے مارنا۔ ۶۰۷

معظمانِ دینی کی توہین مطلقاً حرام ہے اگرچہ اس کے ساتھ ہزار تعظیمیں بھی ہوں۔ ۶۰۸

ما لا یؤثر کراھۃ فی الصلوۃ لا یکرہ ابقاؤہ۔ ۶۱۰

ہر فرض بقدر قدرت ہے اور ہر تکلیف بشرط استطاعت ۶۱۹

فوائدِ فقہیہ

زینتِ مباحہ بنیتِ مباحہ مطلقاً اسراف نہیں۔ ۱۴۷

Marfat.com

اسراف حرام ہے۔ ۱۴۷
زینت بروجہ قبیح یا بنیتِ قبیحہ نہ ہو تو حلال ہے۔ ۱۴۷
بعض باتیں اختلافِ مقاصد یا تنوع احوال سے حسن و قبح میں مختلف ہو جاتی ہیں۔ ۱۴۷
کون سا سماع حلال ہے۔ ۱۴۸
وجد کے حکم شرعی کے بارے میں ائمہ کرام و فقہاء عظام کے ارشادات۔ ۱۵۲
تنہائی و خلوت میں بنیت محمودہ وجد ائمہ کرام میں مختلف فیہ ہے۔ ۱۵۳
ازالہ منکر بقدر قدرت فرض ہے۔ ۱۶۷
ہر خطبہ کو سننا فرض اور اس میں غل کرنا حرام ہے ۱۷۰
خطبہ ختم قرآن مستحب ہے۔ ۱۷۰
شہر یا گھر سے بھاگنا لذاتہ ممنوع نہیں بلکہ طاعون کی وجہ سے بھاگنا منع ہے۔ ۳۰۱
صرف طاعون ہی نہیں ہر وبائی مرض سے بھاگنا منع ہے۔ ۳۰۴
غیبت حرام ہے مگر مواضع استثناء میں۔ ۳۵۸
رنڈیوں کے مال پانچ قسم پر ہیں، پانچوں کی تفصیل اور احکام۔ ۳۶۵
جس قدر خصوص زیادہ ہوتا جاتا ہے حق اشد و آکد ہوتا جاتا ہے۔ ۴۵۱
حق العبد کی تعریف ۴۵۹
حقوق العباد کی دو قسمیں ہیں دیون اور مظالم، اور کبھی دونوں کو تبعات کہا جاتا ہے۔ ۴۵۹
شہید بحر کی تعریف، وہ مومن جو خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کی
خاطر سمندر میں جہاد کرتے ہوئے ڈوب کر شہید ہو جائے۔ ۴۶۸
شہید صبر کی تعریف۔ ۴۶۹
نماز عرف شرع میں مجموع ارکان مخصوصہ بہیاٰت معلومہ کا نام ہے۔ ۵۱۷
تشبہ دو وجہ پر ہے التزامی و لزومی۔ ۵۳۰
تشبہ التزامی میں قصد کی تین صورتیں ہیں۔ ۵۳۰
حقہ پینا ایک صورت میں حرام، ایک میں مکروہ اور ایک میں مباح ہے۔ ۵۵۳
حقے تین قسم ہیں۔ ۵۵۴
تصویر فقط چہرہ کا نام ہے۔ ۵۶۸
ایک تصویر بے سر کی ہو یا اس کا سر کاٹ دیا جائے تو کراہت نہیں۔ ۵۷۹
دیگر اعضاء وجہ و راس کے معنی میں نہیں اگرچہ مدار حیات ہونے میں مماثل ہوں۔ ۵۷۹
چہرہ ہی تصویر ذی روح میں اصل ہے۔ ۵۷۹
شک نہیں کہ فقط چہرہ کو تصویر کہتے ہیں اور عامہ مقاصد تصویر چہرہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ ۵۷۹
مقطوع الراس تصویر در اصل تصویر ہے ہی نہیں۔ ۵۸۰
صاحب ہدایہ کے دو کلاموں میں تطبیق اور تدافع کا دفعیہ۔ ۵۸۲
اہانت تصویر والی صورتیں جائز رکھی گئی ہیں۔ ۶۰۴
امام محمد علیہ الرحمۃ نے جانماز میں تصویر کا ہونا مطلقاً مکروہ کیوں قرار دیا۔ ۶۰۸
تشبہ دو قسم ہے: (۱) عام (۲) خاص ۶۰۸

Marfat.com

کراہت نماز تشبہ خاص میں منحصر نہیں۔ ٦١٠

اسماء الرجال

مفضل بن فضالہ بصری ضعیف ہے اور مفضل بن فضالہ مصری اس سے اوثق واشہر ہے۔ ٢٢٤

ہشیم اور شریک مدلس ہیں۔ ٢٣٩

علی بن زید بن جدعان مستند علماء میں سے نہ تھا بعض نے اس کو شیعی و رافضی کہا ہے۔ ٣٠٧

تاریخ و تذکرہ

حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے مسجد اقدس میں منبر کا بچھایا جانا اور نعت کا سنانا۔ ٨٥

ایک عجیب حکایت ١٤٧

سماع بامزامیر کے بارے میں حضرت خواجہ محبوب الٰہی علیہ الرحمہ کے فرمودات۔ ١٤٨

رسالہ سکن الشجون کا مصنف مجہول ہے ١٩١

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طاعون کے سبب شام نہ جانے کا واقعہ۔ ٢٠٤

اثرِ تعویذ کے منکر کو حضرت شاہ ابوسعید الخیر کا جواب۔ ٢٠٧

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معیقیب نامی صحابی کو جو جذامی تھے اپنے ساتھ کھانا کھلایا۔ ٢٢١

حضرت معیقیب کا جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو یمنی اطباء سے علاج کرایا۔ ٢٢٢

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جذامی کو اپنے پاس بٹھایا اور اس کے ساتھ آپ نے کھانا کھایا۔ ٢٢٣

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک جذامی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ پیالے میں رکھا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ پر تکیہ اور اللہ تعالیٰ پر بھروسا ہے۔ ٢٢٣

امیر المومنین فاروق اعظم کو راہِ شام میں خبر ملی کہ وہاں طاعون ہے، آپ نے پہلے مہاجرین پھر انصار پھر مشائخ قریش سے مشورہ کیا سب نے اپنی اپنی رائے دی پھر عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث پیش کی، چنانچہ اسی پر عمل ہوا۔ ٢٩٣

حضرت فاروق اعظم نے طاعون سے بھاگنے کی تہمت سے براءت فرمائی۔ ٢٩٧

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کوئی لشکر شام کی طرف بھیجتے تو دو باتوں پر یکساں بیعت لیتے ایک یہ کہ دشمنوں کے نیزوں سے نہ بھاگنا اور دوسرا یہ کہ طاعون سے نہ بھاگنا۔ ٣٠٥

چنڈیل قوم سے متعلق سوال جو ہندوؤں جیسے افعال کرتے ہیں۔ ٣٢٧

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے ایک بیٹے سے عمر بھر کلام نہ فرمایا۔ ٣٤٩

حضرت مولوی معنوی قدس سرہٗ نے اپنے ایک

Marfat.com

بیٹے کے جنازہ میں شرکت نہ کی۔ ۴۶۹
ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک سائل کو ٹکڑا اعطا فرمایا اور ایک کو باعزاز کھانا کھلایا۔ ۴۷۰
ماں کو ناراض کرنے والے کی زبان پر وقتِ نزع کلمہ جاری نہ ہوا۔ ۴۰۴
عوام بن حوشب ائمہ تبع تابعین میں سے ہیں ان کا انتقال ۱۴۸ھ میں ہوا۔ ۴۰۵
ماں کے گستاخ کا سبق آموز واقعہ ۴۰۵
ایک نیک شخص کا واقعہ جس نے اپنے بیٹے کو سورۃ فاتحہ پڑھانے والے معلم کو چار ہزار دینار شکریے کے طور پر پیش کیے۔ ۴۱۹
حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارگاہِ رسالت میں توراۃ پڑھنے اور اس پر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ناراض ہونے کا تذکرہ۔ ۴۳۸
ہرنی کا قصہ ۴۹۱
ملفوظاتِ سید عبدالرزاق ہانسوی کی طرف منسوب غلط حکایات کے بارے میں استفسار۔ ۴۹۷
مصنف علیہ الرحمۃ کے بارے میں تعزیہ میں شرکت سے متعلق ایک غلط حکایت۔ ۴۹۷
میدانِ کربلا میں حضرت قاسم کی شادی و مہندی ثابت نہیں۔ ۵۰۱
سلطان تیمور نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ انور کی کیسی تصویر رکھی تھی۔ ۵۰۴
امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد مائی شہربانو مدینہ منورہ چلی گئیں۔ ۵۱۰
تعزیہ داری کا آغاز سلطان تیمور نے کیا۔ ۵۱۸
تعزیہ کی نظیر امم سابقہ میں آغاز اصنام ہے ۵۱۹
ودّ، سواع، نسر، یغوث اور یعوق دراصل صالحین کے نام ہیں۔ ۵۱۹
صحابہ کرام نے رومیوں کے بھیس میں لباس بدل کر کام فرمایا۔ ۵۳۰
سلطان صلاح الدین ایوبی کے زمانے میں دو عالموں نے پادریوں کی وضع بنا کر دورہ کیا۔ ۵۳۰
پان جائز اور شیخ فریدالدین گنجشکر و شیخ نظام الدین کے زمانے سے مسلمانوں میں بلانکیر رائج ہے۔ ۵۵۳
پان کئی اولیائے کرام نے کھایا۔ ۵۵۶
دنیا میں بت پرستی کی ابتدا یوں ہوئی کہ صالحین کی محبت میں ان کی تصویریں بنا کر گھروں اور مسجدوں میں رکھی گئیں اور ان سے لذتِ عبادت کی تائید سمجھی گئی پھر شدہ شدہ وہی معبود ہو گئیں۔ ۵۷۲
ودّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر قومِ نوح کے صلحاء کے نام ہیں جنھیں بعد میں بالقاء شیطان لوگوں نے بت بنا کر پوجنا شروع کر دیا۔ ۵۷۳
سب سے پہلے جس غیر اللہ کی عبادت زمین میں کی گئی وہ وَدّ نامی بت ہے۔ ۵۷۴
دیوارِ کعبہ پر کفارِ مکہ نے کن معظمین دینیہ کی تصویریں نقش کی تھیں۔ ۵۷۷
فتح مکہ کے موقع پر کچھ تصویریں نبی اقدس کے

Marfat.com

حکم پر حضرت فاروقِ اعظم نے اور کچھ آپ نے خود بنفسِ نفیس اپنے دستِ اقدس سے مٹا دیں۔ ۵۷۷

مدینہ طیبہ میں جنات کا ایک گروہ مسلمان ہو گیا۔ ۶۵۱

ایک عورت ایک بلی کے سبب سے دوزخ میں گئی۔ ۶۵۶

اسرائیل سیدنا یعقوب علیہ السلام کا نام مبارک ہے۔ ۶۶۴

امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے برسرِ منبر مجمع صحابہ میں اپنے آپ کو رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا عبد و خادم کہا۔ ۷۰۶

ترغیب و ترہیب

رقص و تمایل اور تالیوں کے ساتھ ذکر کی محفل سے چلے جانے والوں پر آیت کریمہ "ومن اعرض عن ذکری" کو منطبق کرنیوالے نے کئی وجوہ سے گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کیا۔ ۱۰۱

اللہ تعالےٰ و رسول اللہ جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افتراء باندھنے والے کے لئے وعید شدید۔ ۱۰۱

سماعِ مزامیر کی مجلس میں حاضر ہونیوالے گنہگار قوال ان سے بڑھ کر اور بلانے والا سب سے بڑھ کر گنہگار ہوگا۔ ۱۵۰

شرعی مجرم کو پناہ دینے والے پر اللہ تعالےٰ کی لعنت۔ ۱۶۷

ہر جاندار کی نفع رسانی میں اجر ہے۔ ۱۷۸

طاعون سے بھاگنے والے کے لئے وعیدات کا ذکر۔ ۱۹۹

احیاء سنت پر سو شہیدوں کا ثواب ۲۰۲

طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہی ہے جیسے جہاد میں کافروں کے مقابلے سے بھاگنے والا۔ ۲۸۷

جہاد میں کفار کو پیٹھ دے کر بھاگنے والے کے لئے وعید شدید۔ ۲۸۷

نیکی کی دعوت دینے والے کا اجر اور گمراہی کی دعوت دینے والے کا گناہ و وبال۔ ۲۹۰

جو نقل و حرکت طاعون سے بھاگنے کیلئے ہوگی اگرچہ اسی شہر کے محلوں میں ہو تو وہ ضرور اس وعید و تہدید میں داخل ہوگی۔ ۲۹۹

طاعون میں صابر ہو کر اپنے گھر میں ٹھہرے رہنے والے کو شہید کے برابر ثواب ملتا ہے۔ ۳۰۰

جو مشرک سے یکجا ہو اور اس کے ساتھ رہے وہ اسی مشرک کی مانند ہے۔ ۳۱۲

غیر مسلموں کی نفری بڑھانے اور ان کا ساتھ دینے والوں کی مذمت احادیثِ کریمہ سے۔ ۳۲۳

غیبت زنا سے سخت تر ہے۔ ۳۵۸

باپ کے نافرمان کے لئے وعیداتِ شدیدہ۔ ۳۸۴

والد کے گستاخ کے لئے سخت وعید پر مشتمل اکیس حدیثیں۔ ۳۸۴

والدین کو ستانے والے کیلئے احادیث میں سخت وعیدیں۔ ۴۰۳

تین شخص جنت میں داخل نہ ہوں گے۔ ۴۰۳

Marfat.com

تین شخصوں کے فرض و نفل اللہ تعالےٰ قبول نہیں فرماتا۔ ۴۰۳
والدین کو ستانے والا اور اُن کو گالی دینے والا ملعون ہے ۴۰۴
استاذ کی ناشکری خوفناک بلا، تباہ کن بیماری اور علم کی برکات کو ختم کرنے والی ہے ۴۱۶
نیکی کو حقیر جاننے کی مذمت۔ ۴۱۸
تعلیم دین کے استاذ کی ابتدائی تعلیم کو حقیر جاننے کا وبال۔ ۴۱۹
مسلمانوں کو اذیت دینے والے کیلئے سخت وعید ۴۲۵
مسلمان کی بے عزتی کرنے والے کی مذمت۔ ۴۲۶
حسد کی مذمت اور حاسد کیلئے احادیث سے وعید شدید ۴۲۷
اس شخص کی مذمت جو چھوٹوں پر مہربانی اور بڑوں کا احترام نہ کرے۔ ۴۳۰
علماء کے ساتھ بُرا سلوک کرنے والے کی برائی بیان سے باہر ہے۔ ۴۳۱
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آل و اولاد کو اذیت پہنچانے کی شدید مذمت۔ ۴۳۲
علم کو حصولِ دنیا کا ذریعہ بنانے والے شخص کی مذمت میں احادیث۔ ۴۳۴
علوم فلسفیہ اور منطق پڑھنے کی قباحتیں ۴۳۵
اللہ تعالےٰ نے والد کا حق ولد پر نہایت اعظم بنایا اور اپنے حق کے برابر اس کا ذکر فرمایا۔ ۴۵۱
ولد کا حق والد پر اللہ تعالیٰ نے عظیم رکھا۔ ۴۵۱
ولد مطلق اسلام پھر خصوص جوار پھر خصوص قرابت پھر خصوص عیال کا جامع ہو کر سب سے زیادہ خصوصیت خاصہ رکھتا ہے۔ ۴۵۱
مفلس کون ہے۔ ۴۶۲
غیبت زنا سے بدتر ہے۔ ۴۶۲
دنیا میں اہل حقوق سے حقوق معاف کرا لینا آسان، قیامت کے دن اس کی امید مشکل ہے۔ ۴۶۳
قیامت کے روز ماں باپ بھی اپنی اولاد کو حقوق معاف نہیں کرینگے۔ ۴۶۳
صلحاء کی تصویریں بنانے والوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بدترین مخلوق قرار دیا۔ ۵۷۵
متواتر حدیثوں میں ہے کہ جس گھر میں تصویر اور کتا ہو وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ ۵۷۶
جس مکان میں ملائکۂ رحمت نہ آئیں وہ ہر جگہ سے بدتر ہے۔ ۵۹۰
حیوان پر ظلم ذمی پر ظلم سے اور ذمی پر ظلم مسلمان پر ظلم سے زیادہ سخت ہے۔ ۶۴۴
کتا پالنا حرام ہے، جس گھر میں کتا ہو اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے، اس سے نیکیاں گھٹتی ہیں۔ ۶۵۷

تصوّف وطریقت

بعض بندگانِ خدا کی طرف سے مزامیر پر اقدام کی توجیہ۔ ۸۰
اچھا گانا کچھ شرائط کے ساتھ اہل اللہ کے

Marfat.com

حق میں جائز ہے۔ ۸۴
مغلوبین صادقین کا وجد دولتِ عظمیٰ اور نعمتِ کبریٰ ہے ۹۲
وجد صادق کی شناخت اور اس کی شرائط۔ ۹۲
سب صوفیہ یکساں نہیں ہوتے۔ ۱۰۶
کیا قوالی غذائے روح ہے یا غذائے نفس،
اور دونوں میں فرق۔ ۱۳۰
غذائے روح کی پہچان ۱۳۰
صوفی بے علم شیطان کا مسخرہ ہے۔ ۱۳۲
اللہ تعالیٰ نے کسی جاہل کو اپنا ولی نہیں کیا ۱۳۲
بغیر علم کے خدا کو نہیں پہچانا جا سکتا۔ ۱۳۲
فاسق معلن کو پیر بنانا حرام ہے ۱۳۹
وحدۃ الوجود اور حقائق و دقائق تصوف جس طرح
صوفیۂ صادقہ مانتے ہیں ضرور حق ہیں۔ ۱۵۸
بہت سے حقائق تصوف کو آج کل کے مولوی
اور پیر بھی نہیں سمجھ سکتے چہ جائیکہ عوام۔ ۱۵۸
پیرِ غوایت اور شیخ ہدایت میں فرق۔ ۱۶۲
سلسلۂ اولیاء کرام میں کسی عالم سنی العقیدہ
متصل السند شیخ کے ہاتھ پر داخل ہونا برکت
عظیمہ ہے۔ ۱۷۳
پیر کے مرید پر اور مرید کے پیر پر کیا کیا حقوق ہیں ۳۶۸
مصالح خاصہ کے اسرار اہلِ باطن جانتے ہیں۔ ۵۵۵

سلام و تحیت

کافر مرتد، مبتدع اور بدمذہب کو بے ضرورت
ابتداءً بسلام حرام اور ان سے مخالطت
بھی حرام۔ ۳۲۶
مالِ یتیم پر قبضہ جمانے والا فاسق ہے جس سے
ابتداء بسلام ناجائز ہے، مسلمانوں کو اس کے
ساتھ میل جول نہیں رکھنا چاہئے۔ ۳۴۰
جواب سلام علی الفور واجب ہے تاخیر میں
اثم ہوگا۔ ۷۱۴

مجالس و محافل

مجلس ذکرِ شہادت اور اس میں بیانِ فضائل و
مناقب جائز ہے۔ ۵۰۰
جس مجلس میں اہلبیت کی توہین ہو اس میں
جانا قطعاً حرام ہے۔ ۵۰۷

لغت و بلاغت و نحو

معنیٰ وعظ ۱۷۱
حدیث بخاری میں فی بلدہٖ اور حدیث احمد
میں فی بیتہ بر سبیل تنازع یمکث اور
یقع دونوں سے متعلق ہیں۔ ۳۰۱
سرقی تمباکو کو کہتے ہیں۔ ۵۵۸
سومنات کا معنی ۶۲۷
کیا اعلام میں معنیٰ اول ملحوظ نہیں ہوتے ہیں ۶۷۸
اعلام میں معنیٰ اصلی بالکل ساقط النظر نہیں ۶۷۹
غفور الدین نام رکھنا سخت قبیح و شنیع ہے کیونکہ
اس کا معنیٰ ہے دین کو مٹانے والا۔ ۶۸۱
فارسی میں غلام آفتاب، عربی میں عبد شمس اور

Marfat.com

ہندی میں سورج داس کا معنی ایک جیسا ہے۔ ٦٩٢
ایہام میں احتمال میں زمین و آسمان کا فرق ہے ٦٩٥
ایہام کی تعریف جس کو تخییل بھی کہا جاتا ہے۔ ٦٩٥
ایصال الی المطلوب اور ارادۃ الطریق دونوں دو معنی خلق و تسبب پر مشتمل ہیں۔ ٦٩٨
انبت الربیع البقل میں قائل کا موحد ہونا ہی قرینہ شافیہ ہے کہ اسناد مجاز عقلی ہے۔ ٦٩٩
عبد و بندہ میں سوا اختلاف زبان کے کوئی فرق نہیں۔ ٧٠١
عبد و بندہ عربی و عجمی زبان میں الٰہ و خدا اور مولیٰ و آقا کے مقابل بولے جاتے ہیں۔ ٧٠١
مملوک ملک ذاتی حقیقی و ملک عطائی مجازی دونوں کو مشتمل ہے۔ ٧٠١
بندہ بمقابل خدا و خواجہ دونوں طرح مستعمل ہے۔ ٧٠١
معنیٔ مالکیت کی تحقیق ٧٠٤

منطق

دین و مظلمہ میں نسبت عموم و خصوص من وجہ کی ہے۔ ٤٥٩
دونوں میں اجتماعی اور افتراقی مادوں کا بیان۔ ٤٥٩
موجبہ کلیہ کا عکس مستوی موجبہ کلیہ نہیں آتا۔ ٥٨١
انتفاء اخص سے انتفاء اعم لازم نہیں آتا۔ ٦١٠

شرب و طعام

کسی خلاف شرع مجلس میں شریک ہو کر کھانا کھانا جائز نہیں۔ ١٣٣
شیرینی یا کھانا فقراء کو کھلانا صدقہ، اقارب کو کھلانا صلۂ رحم اور احباب کو کھلانا ضیافت ہے اور یہ تینوں جائز، موجبِ نزولِ رحمت و دفعِ بلا و مصیبت ہیں۔ ١٨٥
ڈاکٹری دوا سیال جس میں شراب کا جزء ہو حکیم مریض کو استعمال کرائے جائز ہے یا نہیں، حکیم پر گناہ ہے یا نہیں۔ ١٩٣
برانڈی کا استعمال مریض کو جائز ہے یا نہیں۔ ١٩٣
سرطان کھانا حرام ہے۔ ٢٠٨
قادیانیوں کے گھر جا کر کھانا کھانا حرام ہے۔ ٣٢٧
جس کے یہاں حرام و حلال دونوں طرح کی آمدنی ہو اس کا کھانا حرام نہیں۔ ٥٠٢

طب

بزعمِ اطباء سات بیماریاں متعدی ہیں۔ ٢٥٥

طبعیات

ان الانسان حریص علیٰ ما منع۔ ١٢٣
نفس شئی مبذول کی طرف اتنا نہیں کھنچتا جتنا ممنوع کی طرف۔ ١٢٣
بندگانِ نفس کو نظر اجنبیہ میں نظر حلیلہ سے زیادہ لذت آتی ہے۔ ١٢٣
منع اجلب للشوق ہے۔ ١٢٣

Marfat.com

صحبت قطعاً موثر ہے اور طبیعتیں سراق اور قلوب متقلب ہیں۔ ۳۱۸

فضائل و مناقب

علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ ۱۷۱

نیکی سے رزق بڑھتا ہے اور عمر میں برکت ہوتی ہے۔ ۱۷۳

جماعت میں برکت ہے۔ ۱۸۴

فضائلِ صدقہ وضیافت وصلہ رحمی۔ ۱۸۵

ابوجعفر طحاوی کے مناقب۔ ۲۵۱

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مناقب۔ ۲۹۴

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ امت کے سب سے بڑے خیر خواہ ہیں۔ ۳۰۶

احادیث کریمہ سے ثبوت کہ ماں کا حق باپ کے حق سے زائد ہے۔ ۳۸۸

خدمت میں ماں اور تعظیم میں باپ زائد ہے۔ ۳۸۹

ماں کے حق کے بارے میں صحابی کا سوال اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جواب۔ ۴۰۲

استاذ کے حق کو والدین کے حق پر مقدم رکھنا چاہیے۔ ۴۲۰

استاذ کے فضائل اور اس کا مقام و مرتبہ۔ ۴۲۲

اپنے آپ کو استاذ سے افضل قرار دینا خلافِ مامور ہے۔ ۴۲۳

استاذ کے ادب و احترام کی تاکید۔ ۴۲۴

شاگرد کو استاذ کے بستر پر نہیں بیٹھنا چاہیے اگرچہ استاذ موجود نہ ہو۔ ۴۲۴

شاگرد کو استاذ سے آگے نہیں بڑھنا چاہیے ۴۲۵

بچے کا نام محمد رکھا جائے تو اس کا احترام کیا جائے۔ ۴۵۳

رب تعالیٰ کی طرف حقوق کی معافی کا وعدہ پانچ فرقوں سے ہے۔ ۴۶۶

حاجی کے فضائل اور حقوق کی معافی۔ ۴۶۶

شہیدِ بحر کے فضائل و مناقب۔ ۴۶۸

شہیدِ صبر کے فضائل۔ ۴۶۹

التائب من الذنب کمن لاذنب لہ۔ ۴۷۰

فضائلِ اولیاء ۴۷۱

فضائلِ صحابہ کرام ۴۷۳

فضائلِ اہل بدر ۴۷۳

مناقب عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ ۴۷۳

محبوبانِ خدا اول تو گناہ کرتے ہی نہیں اور احیاناً کوئی تقصیر واقع ہو تو واعظ زاجر الٰہی انہیں متنبہ کرتا اور توفیق انابت دیتا ہے۔ ۴۷۴

نیاز کی چیز معظم ہوتی ہے اس کی بے توقیری ناجائز ہے۔ ۴۹۴

ذکرِ شہادت اگر روایاتِ موضوعہ، کلماتِ ممنوعہ اور نیتِ نامشروعہ سے خالی ہو تو عین سعادت ہے۔ ۵۱۷

Marfat.com

- کتاب "سر الشہادتین" روایاتِ معتبرہ صحیحہ نظیفہ پر مشتمل ہے۔ ۵۱۸
- انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر کوئی معظمِ دینی نہیں۔ ۵۷۷
- حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تمام جہان سے افضل و اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ۵۷۷
- غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض القاب ۶۴۱
- محمد و احمد نام رکھنے کے فضائل و برکات پر مشتمل پندرہ احادیث کریمہ۔ ۶۸۶
- ربُ العزت نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں کسی کو ایک کسی کو دو نام اپنے اسماءِ حسنٰی میں سے عطا فرمائے۔ ۶۹۶
- مولانا عبد الحلیم صاحب کا ذکرِ خیر۔ ۶۹۸
- عاق الوالدین کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا منع ہے بلکہ اس سے بغض و نفرت رکھنا چاہیئے۔ ۴۰۶
- ماں باپ کو ستانے والا سخت سے سخت تعزیر کا مستحق ہے۔ ۴۰۷

حدود و تعزیرات

- تہمتِ زنا لگانیوالے کو اسّی کوڑے لگتے ہیں ۳۸۷
- سرقہ اگر شہادتِ شرعیہ سے ثابت ہو جائے تو حاکم اس سارق کا ہاتھ کلائی سے کاٹ دے گا۔ ۴۰۷

لباس

- محرم میں سبز اور سیاہ کپڑے پہننا۔ ۴۹۵
- انگریزی ٹوپی، جاکٹ، پتلون وغیرہ پہننا۔ ۵۳۲
- طیلسان پوشش یہود ہے۔ ۵۳۲
- دھوتی خاص شعارِ کفار نہیں ہے۔ ۵۳۴
- کوٹ، کالر، نکٹائی، پیشوری پائجامہ، ترکی ٹوپی و بُوٹ جوتا پہننا اور انگریزی فیشن کے بال رکھنا کیسا ہے۔ ۵۳۵
- جو ٹوپی لباسِ روافض تھی علمائے اس کا پہننا گناہ قرار دیا۔ ۵۴۸
- بلا ضرورتِ شرعیہ مجوس کی ٹوپی پہننا کفر ہے۔ ۵۴۸

حلق و قصر

- داڑھی منڈانا شرعاً حرام ہے۔ ۳۶۱
- عورت کو اپنے سر کے بال کترنا حرام ہے۔ ۵۴۳
- مرد کو اپنا وسطِ سر کھلوانا اور پیشانی و قفا کے بال مونڈنا اور گوندھنا کیسا ہے۔ ۵۴۳
- سر پر پان کھلوانا جائز ہے جبکہ پیشانی کے بال باقی رکھے جائیں۔ ۵۵۳

اشربہ

- اسپرٹ شراب کی ایک قسم ہے جو انتہائی تیز ہونے کی وجہ سے تنہا پینے کے قابل نہیں۔ ۲۰۱
- برطانیہ سے منگوائی جانے والی شرابوں میں

Marfat.com

اسپرٹ کے قطرات ملائے جاتے ہیں۔ ۲۰۱

یمین

اگر کسی امر کا وعدہ مستحکم حلف شرع محمدیہ سے کرے تو اس کے خلاف کرنا کیسا ہے۔ ۴۵۵

قرض

کیا مقروض کے لئے یہ کافی ہے کہ قرض خواہ سے کہے کہ مجھ پر تمھارا جو قرض ہے مجھے معاف کر دو یا ضروری ہے کہ قرض کی مقدار معین کرے۔ ۲۰۸

کسب و اجارہ و بیوع

مزدور گرجے کی تعمیر کے لئے کام کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ ۱۷۹

ہندو کو مزدوری پر لینا اور مزدوری کی خوراک دینا جائز ہے۔ ۳۲۵

کسی کے سودے پر سودا کرنا ممنوع ہے۔ ۴۲۹

فقیر بن کر بلا ضرورت بھیک مانگنا حرام ہے۔ ۴۹۴

امامت پر اجرت لینا حلال ہے۔ ۵۰۲

تعظیم سادات

سنی سید کی بے توقیری سخت حرام ہے۔ ۴۱۳

تعظیم سادات سے متعلق احادیث۔ ۴۱۳

نذر و نیاز

حضرات شہدائے کربلا کی نیاز تبرک ہے۔ ۴۹۸

تعزیہ پر جا کر منت ماننا باطل ہے۔ ۵۰۱

شیرینی تقسیم کرنا، کھانا کھلانا، فاتحہ دینا اور نیاز دلانا اگرچہ تعین تاریخ کے ساتھ ہو جائز ہے۔ ۵۰۳

میراث و فرائض

ہندہ نے مرض الموت میں اپنے شوہر زید کو بلا کر اپنے تمام حقوق اس کو معاف کر دئے اور زید نے بھی جملہ حقوق ہندہ کو معاف کر دئے تو اس صورت میں زید کے تمام حقوق اور ہندہ کے حقوق غیر مالیہ معاف ہو گئے مگر ہندہ کے حقوق مالیہ کی معافی اس کے ورثاء کی اجازت پر موقوف ہوگی۔ ۴۰۷

جوان اولاد سے زمی کے ذریعے کام لے، ان کیلئے ترکہ چھوڑے، میراث سے اولاد کو محروم نہ کرے۔ ۴۵۵

رد بد مذہباں و مناظرہ

مثبتین عدوی پر ہماری طرف سے حجت اولاً، ثانیاً۔ ۲۶۶

شیعہ کے ساتھ برتاؤ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ ۳۲۰

بد مذہب کی محبت آگ ہے اور صحبت ناگ ہے۔ ۳۲۰

رافضی کو امام بنانا، اس کے ساتھ کھانا پینا اور بچوں کو اس سے تعلیم دلوانا جائز ہے یا نہیں۔ ۳۲۱

Marfat.com

سادات اہل تشیع کے یہاں کی نیاز وغیرہ اہلسنت و جماعت کو لینا کیسا ہے۔ ۳۲۲

اہل تشیع کی نیاز کو حرام بتا کر منع کرنے والا ٹھیک کرتا ہے۔ ۳۲۳

وہابی اور شیعہ سے دلی نفرت رکھتے ہوئے ضروری بات چیت میں حرج نہیں۔ ۳۲۹

غیر مقلدوں، شراب خوروں اور چنڈو بازوں کی طرفداری کرنا بدمذہبی اور گناہ ہے۔ ۳۲۹

وہابی غیر مقلد کے گھر شادی کرنا، اس کے ساتھ نماز پڑھنا اور اس کے گھر کھانا کیسا ہے۔ ۳۲۹

بدمذہب کی کوئی نیکی قبول نہیں، نہ اس پر اجر و ثواب مرتب ہوتا ہے۔ ۴۷۰

وہابیوں کو محبوبانِ خدا کے نام سے عداوت ہے ۴۹۴

سید احمد خان کا مسلک ۶۹۰

وہابیہ کے دین فاسد میں محبوبانِ خدا کا نام ذرا اعزاز و تکریم کی نگاہ سے آیا اور شرک نے منہ پھیلایا ۶۹۲

پیشوائے وہابیہ کے نزدیک قبر پر شامیانہ کھڑا کرنا مورچھل جھلنا شرک ہے۔ ۶۹۲

وہابیہ کے نزدیک غلام محمد و غلام غوث شرک اور غلام آفتاب ہونا جائز و بے ملام ہے۔ ۶۹۲

مصنف علیہ الرحمہ کی طرف سے مولوی عبدالحی صاحب کے فتویٰ کا ردِ بلیغ۔ ۶۹۵

مجرد احتمال اگر موجبِ منع ہو تو عالم میں کم کوئی کلام منع و طعن سے خالی رہے گا۔ ۶۹۵

مولوی عبدالحی صاحب کے فتویٰ کی بنیاد پر خود ان کا اپنا نام بھی ممنوع و ناجائز ہے۔ ۶۹۷

عبدالنبی جیسے نام رکھنے کے بارے میں مولوی عبدالحی لکھنوی صاحب کے ایک فتویٰ پر محققانہ گرفت ۷۰۰

لکھنوی صاحب کے فتویٰ کے مخدوش ہونے کی سات وجوہ۔ ۷۰۱

مولوی عبدالحی صاحب کی غلطی کا منشا۔ ۷۰۳

متفرقات

کچھ عرصہ وحی کے رکنے میں حکمت۔ ۱۲۴

اصوات فتنہ کی حرمت کی وجہ۔ ۱۲۴

ہر شے کا علم مطلقاً کیسی ہی ہو عین کمال ہے۔ ۱۲۶

معازف مزامیر سے عام ہے (کیونکہ مزامیر ان باجوں کو کہتے ہیں جو منہ سے بجائے جاتے ہیں) ۱۴۰

نے (بانسری) مزامیر میں سے ہے۔ ۱۴۰

ہمیں شق قلوب، تطلع غیوب اور اساءتِ ظنون کا حکم نہیں۔ ۱۴۷

ہوس پرستی کا علاج کسی کے پاس نہیں۔ ۱۵۰

وجد کون سا جائز اور کون سا ناجائز ہے۔ ۱۵۱

مثنوی معنوی کے چند اشعار۔ ۱۵۸

انواعِ کلام ممنوع۔ ۱۶۰

سات کے عدد کو دفعِ ضرر و آفت میں ایک تاثیر خاص ہے۔ ۱۸۳

رجعتِ عمل کیا چیز ہے۔ ۲۰۶

تطفل علی الطحاوی ۲۵۱

طاعون واقع ہونے کی صورت میں اپنے شہر میں تین وصفوں کے ساتھ ٹھہرے۔ ۳۰۲

Marfat.com

تاثیرِ صحبت سے متعلق مولانا رومی کے اشعار ۳۱۸

دو مختلف وجہوں سے محبت و بغض جمع ہو سکتے ہیں۔ ۳۲۷

طینۃ الخبال کیا ہے۔ ۳۴۱

حقوق العباد کی گنتی دشوار ہے۔ ۴۶۰

کھچڑا پکا کر برادری میں تقسیم کرنا کہاں سے ثابت ہوا۔ ۴۹۴

ذکرِ شہادت اور تعزیہ میں فرقِ احکام۔ ۵۱۷

بڑے کام کے ساتھ بڑے نام سے بھی بچنا چاہیے۔ ۵۶۰

تطفل علی الطحاوی (اقول) ۵۸۱

مدقق علائی پر تطفل ۵۸۵

عبارتِ درمختار کا مطلب ۵۸۸

صاحبِ حلیہ پر تطفل ۵۹۵

علامہ قوام کاکی پر تطفل ۵۹۸

دو مسئلوں میں توفیق و تطبیق ۶۱۱

جنات کو انذار و تحذیر کے مختلف طریقے۔ ۶۵۱

Marfat.com

لہو و لعب

کھیل، تماشہ، میلہ، مزاح، ناچ، گانا، قوالی، مزامیر، راگ، سماع، موسیقی وغیرہ سے متعلق

مسئلہ ۱ از فیروز پورہ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گنجفہ، چوسر، شطرنج کھیلنا کیسا ہے اور ان میں کچھ فرق ہے یا سب ایک سے ہیں، اور گناہ صغیرہ ہیں یا کبیرہ؟ یا عبث؟ اور فعل عبث کا کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب

یہ سب کھیل ممنوع و ناجائز ہیں اور ان میں چوسر اور گنجفہ بدتر ہیں، گنجفہ میں تصاویر ہیں اور انھیں عظمت کے ساتھ رکھتے اور وقعت و عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں یہ امر اس کے سخت گناہ کا موجب ہے۔ اور چوسر کی نسبت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی نے فرمایا:

من لعب بالنردشیر فکانما صبغ یدہ فی لحم خنزیر ودمہ[1] رواہ مسلم۔ جس نے چوسر کھیلی اس نے گویا اپنا ہاتھ سور کے گوشت خون میں رنگا۔ (اسے مسلم نے روایت کیا۔ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الشعر باب تحریم اللعب بالنردشیر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۴۰

Marfat.com

دوسری حدیث صحیح فرمایا:

من لعب بالنرد فقد عصی اللہ ورسولہ اخرجہ احمد[1] وابوداؤد وابن ماجۃ والحاکم عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جس نے چوسر کھیلی اس نے خدا و رسول کی نافرمانی کی (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ اور حاکم نے اسے ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

چوسر بالاجماع حرام وموجب فسق و ردِّ شہادت ہے فی ردالمحتار عن القہستانی النرد حرام مسقط للعدالۃ بالاجماع[2] (فتاوٰی شامی میں قہستانی سے نقل کیا گیا ہے کہ چوسر کھیلنا حرام ہے اس سے بالاجماع عدالت ساقط ہوجاتی ہے۔ ت) یہی حال گنجفہ کا سمجھنا چاہئے لما ذکرنا (اس وجہ سے جس کو ہم نے ذکر کیا ہے۔ ت) اور شطرنج کو اگرچہ بعض علما نے بعض روایات میں چند شرطوں کے ساتھ جائز بتایا ہے:

(۱) بدکر نہ ہو۔

(۲) نادرًا کبھی کبھی ہو عادت نہ ڈالیں۔

(۳) اس کے سبب نماز باجماعت خواہ کسی واجب شرعی میں خلل نہ آئے۔

(۴) اس پر قسمیں نہ کھایا کریں۔

(۵) فحش نہ بکیں۔

مگر تحقیق یہ کہ مطلقًا منع ہے اور حق یہ کہ ان شرطوں کا نباہ ہرگز نہیں ہوتا خصوصًا شرط دوم وسوم کہ جب اس کا چسکا پڑجاتا ہے ضرور مداومت کرتے ہیں اور لااقل وقت نماز میں تنگی یا جماعت میں غیرحاضری بیشک ہوتی ہے جیسا کہ تجربہ اس پر شاہد، اور بالفرض ہزار میں ایک آدھ آدمی ایسا نکلے کہ ان شرائط کا پورا لحاظ رکھے تو نادر پر حکم نہیں ہوتا۔

وانما تبتنی الاحکام الفقہیۃ علی الغالب فلاینظر الی النادر ولایحکم الا بالمنع کما افادہ المحقق فی

فقہی احکام غالب حالات پر مبنی ہوتے ہیں لہٰذا نادرالوقوع پر نگاہ نہیں کی جاتی اس لئے ممانعت کا فیصلہ ہی کیا جائے گا جیسا کہ محقق ابن ہمام

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/۳۹۴

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۵۳

Marfat.com

الفتح فی مسئلۃ مجاورۃ الحرم و فی الدر فی مسئلۃ الحمام۔

نے فتح القدیر میں ہمسائیگی حرم کے مسئلہ میں افادہ بخشا۔ اور در مختار میں مسئلہ حمام میں یہی فرمایا ہے۔ (ت)

تو ٹھیک یہی ہے کہ اس سے مطلقاً ممانعت کی جائے۔ درمختار میں ہے:

کرہ تحریما اللعب بالنرد والشطرنج بکسر اولہ ویھمل ولا یفتح الا نادرا و اباحہ الشافعی وابو یوسف فی روایۃ وھذا اذا لم یقامر ولم یخل بواجب والا فحرام[1]

چوسر کھیلنا مکروہ تحریمی ہے اور شطرنج بھی۔ اور ایک روایت میں امام شافعی اور قاضی ابویوسف نے شطرنج کو مباح قرار دیا ہے، اور یہ اس وقت ہوگا جبکہ جوا نہ ہو اور کسی واجب کی ادائیگی میں خلل بھی واقع نہ ہو ورنہ حرام ہوگا (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ھو حرام وکبیرۃ عندنا وفی اباحتہ اعانۃ الشیطان علی الاسلام والمسلمین کما فی الکافی قہستانی قولہ فی روایۃ الخ وکذا اذا لم یکثر الحلف علیہ وبدون ھذہ المعانی لا تسقط عدالتہ للاختلاف فی حرمتہ عبد البر عن ادب القاضی[2]

ہمارے نزدیک شطرنج کھیلنا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے اور اس کو مباح قرار دینے میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف شیطان کو امداد فراہم کرنا ہے جیسا کہ الکافی میں ہے، قہستانی۔ قولہ فی روایۃ الخ اور اسی طرح جبکہ دورانِ کھیل زیادہ قسمیں نہ کھائی جائیں، اور بغیر ان چیزوں کے آدمی کی عدالت ساقط نہیں ہوتی کیونکہ اس کی حرمت میں اہلِ علم کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے، عبد البر بحوالہ ادب القاضی۔ (ت)

عالمگیری میں ہے:

یکرہ اللعب بالشطرنج والنرد وثلثۃ عشر واربعۃ عشر وکل لھو ما سوی

شطرنج اور چوسر اور تیرہ اور چودہ کا کھیل مکروہ ہے اور شطرنج کے علاوہ ہر کھیل بالاتفاق حرام ہے

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۸ - ۲۴۷

[2] ردالمحتار " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۵۳

الشطرنج حرام بالاجماع و اما الشطرنج فاللعب به حرام عندنا والذی یلعب ان قامر سقطت عدالته لم تقبل شہادتہ[1] اھ ملخصًا۔

اور شطرنج کھیلنا بھی ہمارے نزدیک حرام ہے۔ اور وہ شخص جو کھیلے اگر جوئے کی بازی لگائے تو اس کی عدالت ساقط ہوجائے گی لہٰذا اس کی گواہی قبول نہ ہوگی اھ ملخصًا (ت)

ہاں اتنا ہے کہ اگر بدکر نہ ہو تو ایک آدھ بار کھیل لینا گناہِ صغیرہ ہے اور بدکر ہو یا عادت کی جائے یا اس کے سبب نماز کھوئیں یا جماعتیں فوت کریں تو آپ ہی گناہِ کبیرہ ہوجائے گی۔ اسی طرح ہر کھیل اور عبث فعل جس میں نہ کوئی غرضِ دین نہ کوئی منفعتِ جائزہ دنیوی ہو سب مکروہ وبیجا ہیں کوئی کم کوئی زیادہ۔ درمختار میں ہے:

وکرہ کل لھو لقولہ علیہ الصلٰوۃ والسلام کل لھو المسلم حرام الاثلثۃ ملاعبتہ باھلہ وتادیبہ لفرسہ و مناضلتہ بقوسہ[2]۔

ہر کھیل مکروہ ہے اس لئے کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا مسلمان کا ہر کھیل حرام ہے سوائے تین کے، (۱) خاوند کا اپنی اہلیہ سے کھیلنا، (۲) اپنے گھوڑے کو شائستگی سکھاتے ہوئے اس سے کھیلنا، (۳) اپنی کمان کے ساتھ تیراندازی کرنا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

کل لھو ای کل لعب وعبث فالثلاثۃ بمعنی واحد کما فی شرح التاویلات[3] الخ، واللہ تعالٰی اعلم۔

ہر لہو یعنی کھیل اور بے فائدہ کام۔ پس تینوں ہم معنی ہیں، جیسا کہ شرح تاویلات میں ہے الخ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲ ازجالندھر محلہ راستہ پھگواڑہ دروازہ مرسلہ شیخ محمد شمس الدین صاحب ۲۲ رجب ۱۳۱۰ھ

راگ یا مزامیر کرانا یا سُننا گناہِ کبیرہ ہے یا صغیرہ؟ اس فعل کا مرتکب فاسق ہے یا نہیں؟

الجواب

مزامیر یعنی آلاتِ لہو و لعب بروجہ لہو و لعب بلاشبہہ حرام ہیں جن کی حرمت اولیاء و علماء دونوں

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب السابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۲

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۸

[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۵۳

Marfat.com

فریق مقتدا کے کلمات عالیہ میں مصرح، اُن کے سُننے سنانے کے گناہ ہونے میں شک نہیں کہ بعد اصرار کبیرہ ہے؛ اور حضرات عُلیہ سادات بہشت کُرائے سلسلۂ عالیہ چشت رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعنا بہم کی طرف اس کی نسبت محض باطل وافترا ہے، حضرت سیّدی فخر الدین زرّادی قدس سرہٗ کہ حضور سیدنا محبوب الٰہی سلطان الاولیاء نظام الحق والدنیا والدّین محمد احمد رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے اجلّہ خلفائے سے ہیں جنھوں نے خاص عہد کرامت مہد حضور ممدوح میں بلکہ خود بحکم حضور والا مسئلہ سماع میں رسالہ کشف القناع من اصول السماع تالیف فرمایا، اپنے اسی رسالہ میں فرماتے ہیں:

سمع بعض المغلوبین السماع مع المزامیر فی غلبات الشوق واما سماع مشائخنا رضی اللہ تعالیٰ عنھم فبریٔ عن ھذہ التھمۃ وھو مجرد صوت القوال مع الاشعار المشعرۃ من کمال صنعۃ اللہ تعالیٰ[1]

یعنی بعض مغلوب الحال لوگوں نے اپنے غلبۂ حال و شوق میں سماع مع مزامیر سنا اور ہمارے پیرانِ طریقت رضی اللہ تعالےٰ عنہم کا سننا اس تہمت سے بری ہے وہ تو صرف قوال کی آواز ہے اُن اشعار کے ساتھ جو کمال صنعتِ الٰہی جل وعلا سے خبر دیتے ہیں انتہی۔ (ت)

بلکہ خود حضور ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ملفوظات شریفہ فوائد الفواد وغیرہا میں جابجا حرمتِ مزامیر کی تصریح فرمائی، بلکہ حضور والا صرف تالی کو بھی منع فرماتے کہ مشابہ لہو ہے، بلکہ ایسے افعال میں عذر غلبۂ حال کو بھی پسند نہ فرماتے کہ مدعیان باطل کو راہ نہ ملے،

واللہ یعلم المفسد من المصلح فرضی اللہ عن الائمۃ ما انصحھم للامۃ۔

اللہ تعالیٰ مفسد اور مصلح یعنی فساد کرنے والے اور اصلاح کرنے والے دونوں کو جانتا ہے، پس اللہ تعالےٰ ائمہ کرام سے راضی ہو کہ انھوں نے امت کے لئے کتنی خیر خواہی فرمائی۔ (ت)

یہ سب امور ملفوظات اقدس میں مذکور و ماثور فوائد الفواد شریف میں صاف تصریح فرمائی ہے کہ مزامیر حرام است[2] (مزامیر یعنی گانے بجانے کے آلات کا استعمال حرام ہے۔ ت)

کما نقل عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدی الشیخ المحقق مولانا عبد الحق المحدث الدھلوی رحمۃ اللہ

جیسا کہ ان سے نقل کیا ہے اللہ تعالےٰ ان سے راضی ہو میرے آقا شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے

---

[1] کشف القناع عن اصول السماع

[2] فوائد الفواد

Marfat.com

تعالیٰ علیھم وعلینا بھم ۔ آمین !

اور ان کی وجہ سے ہم پر بھی اس کی رحمتیں ہوں۔ اے اللہ! اس دعا کو شرفِ قبولیت سے نواز دے ۔ (ت)

حضور ممدوح کے یہ ارشادات عالیہ ہمارے لئے سند کافی' اور ان اہل ہوا و ہوس مدعیان چشتیت پر حجت کافی ۔ ہاں جہاد کا طبل، سحری کا نقارہ ، حمام کا بوق ، اعلانِ نکاح کا بے جلاجل دف جائز ہیں کہ یہ آلاتِ لہو ولعب نہیں ۔ یونہیں یہ بھی ممکن کہ بعض بندگانِ خدا جو ظلماتِ نفس وکدوراتِ شہوت سے یک لخت بری ومنزہ ہو کر فانی فی اللہ و باقی باللہ ہو گئے کہ

لا یقولون الا اللہ و لا یسمعون الا اللہ بل لا یعلمون الا اللہ بل لیس ھناك الا اللہ ۔

وہ اللہ تعالٰے کے سوا کچھ نہیں کہتے ، اللہ تعالٰے کے سوا کچھ نہیں سنتے ، بلکہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کچھ نہیں جانتے بلکہ وہاں صرف اللہ تعالٰے ہی جلوہ گر ہوتا ہے ۔ (ت)

اُن میں کسی نے بحالتِ غلبۂ حال خواہ عین الشریعۃ الکبرٰی تک پہنچ کر ازانجا کہ اُن کی حرمت لعینہا نہیں'

وانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ مانوی[1]

اعمال کا دار و مدار ارادوں پر ہوتا ہے اور ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کا اس نے ارادہ کیا ۔ (ت)

بعد وثوق تام واطمینان کامل کہ حالاً و مآلاً فتنہ منعدم احیاناً اس پر اقدام فرمایا ہو' و لہذا فاضل محقق آفندی شامی قدس اللہ تعالیٰ سرہ السامی ردالمحتار میں زیر قول درمختار :

ومن ذٰلك (ای من الملاھی) ضرب النوبۃ للتفاخر فلو للتنبیہ فلا باس بہ کما اذا ضرب فی ثلٰثۃ اوقات لتذکیر ثلٰث نفخات الصور[2] الخ ۔

اسی سے یعنی آلاتِ لہو میں سے فخریہ طور پر نوبت بجانا بھی ہے، لیکن اگر ہوشیار کرنے کے لئے بجائی جائے تو کوئی حرج نہیں ۔ جیسا کہ تین اوقات میں یا تین دفعہ نوبت بجائی جائے تاکہ صورِ اسرافیل کے تین دفعہ پھونکنے کی یاد تازہ ہو الخ (ت)

---

[1] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲
[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۸

Marfat.com

فرماتے ہیں :

هذا يفيد ان اٰلة اللهو ليست محرمة لعينها بل لقصد اللهو منها اما من سامعها او من المشتغل بها وبه تشعر الاضافة الا ترى ان ضرب تلك الاٰلة بعينها حل تارة وحرم اخرى باختلاف النية بسماعها والامور بمقاصدها وفيه دليل لسادا تنا الصوفية الذين يقصدون بسماعها امورا ھم اعلم بها فلا يبادر المعترض بالانكار كی لايحرم بركتهم فانهم السادة الاخيار امدنا الله تعالٰى بامداداتهم واعاد علينا من صالح دعواتهم وبركاتهم[1]

یہ بات فائدہ دیتی ہے کہ آلۂ لہو لعینہٖ (بالذات) حرام نہیں بلکہ ارادہ وعمل لہو کی وجہ سے حرام ہے خواہ یہ سامع کی طرف سے ہو یا اس سے مشغول ہونے والے کی طرف سے ہو۔ "اضافت" سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ کبھی اس آلۂ لہو کو بعینہٖ بجانا اور استعمال کرنا حلال ہوتا ہے اور کبھی حرام، اور اس کی وجہ اختلافِ نیت ہے۔ پس کاموں کے جائز اور ناجائز ہونے کا دار و مدار ان کے مقاصد پر مبنی ہوتا ہے۔ اس میں ہمارے سادات صوفیہ کی دلیل موجود ہے کہ وہ سماع سے ایسے رموز کا ارادہ رکھتے ہیں کہ جن کو وہ خود بھی اچھی طرح جانتے ہیں لہٰذا اعتراض کرنے والا انکار کرنے میں جلدی نہ کرے کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی برکت سے محروم ہوجائے، کیونکہ وہ پسندیدہ سادات ہیں پس ان کی امداد سے اللہ تعالٰی ہماری مدد فرمائے اور ان کی نیک دعاؤں اور برکات کا ہم پر اعادہ فرمائے یعنی انھیں ہم پر لوٹائے۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) بلکہ یہاں ایک اور وجہ ادق و اعمق ہے صحیح بخاری شریف میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں رب العزۃ تبارک وتعالٰی فرماتا ہے :

لایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبه فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصر به و یده

یعنی میرا بندہ بذریعہ نوافل میری نزدیکی چاہتا رہتا ہے یہاں تک کہ میرا محبوب ہوجاتا ہے پھر جب میں اسے دوست رکھتا ہوں تو میں خود اس کا وہ کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۳

Marfat.com

التی یبطش بھا و رجلہ التی یمشی بھا[1]

اور اس کی وہ آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے دیکھتا ہے اور اس کا وہ ہاتھ جس سے کوئی چیز پکڑتا ہے اور اسکا وہ پاؤں جس سے وہ چلتا ہے انتہی۔

اب کہئے کون کہتا اور کون سُنتا ہے، آواز تو شجرۂ طور سے آتی ہے مگر لا واللہ پیڑ نے نہ کہا انی انا اللہ رب العالمین[2] (یقیناً میں ہی تمام جہانوں کا پروردگار اللہ تعالیٰ ہوں۔ ت)

گفتۂ اُو گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

(اس کا ارشاد درحقیقت اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اگرچہ بظاہر اللہ تعالیٰ کے بندے کے منہ سے نکلے۔ ت)

یہی حال سننے کا ہے وللہ الحجۃ البالغۃ (اور خدا ہی کے لئے کامل دلیل ہے۔ ت) مگر اللہ اللہ یہ عباد اللہ کبریتِ احمر و کوہِ یاقوت ہیں اور نادر احکام شرعیہ کی بنا نہیں تو ان کا حال مفید جواز یا حکم تحریم میں قید نہیں ہوسکتا،

کما افادہ المولی المحقق حیث اطلق سیدی کمال الدین محمد بن الھمام رحمۃ اللہ علیہ فی اٰخر الحج من فتح القدیر فی مسئلۃ الجواز۔

جیسا کہ مولی المحقق نے اس کا افادہ بیان کیا، چنانچہ میرے آقا و رہنما کمال الدین محمد بن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فتح القدیر بحث حج کے آخر پر مسئلہ جواز میں اس کو مطلق بیان فرمایا (ت)

نہ یہ مدعیانِ خامکار اُن کے مثل ہیں نہ بے بلوغ مرتبہ محفوظیت نفس پر اعتماد جائز،

فانھا اکذب مایکون اذا حلفت فکیف اذا وعدت۔

جب تو قسم کھائے تو جھوٹ ہوتا ہے تو تیرے وعدہ کا کیا حال ہوگا۔ (ت)

رجماً بالغیب کسی کو ایسا ٹھہرالینا صحیح، ہاں یہ احتمال صرف اتنا کام دے گا کہ جہاں اس کا انتفا معلوم نہ ہو تحسین ظن کو ہاتھ سے نہ دیجئے اور بے ضرورت شرعی ذات فاعل سے بحث نہ کیجئے،

ھذا ھو الانصاف فی امثال الباب واللہ الھادی بالصواب۔

امثالِ باب میں یہی انصاف ہے۔ واللہ الھادی بالصواب۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الرقاق باب التواضع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۶۳
[2] القرآن الکریم ۲۸/ ۳۰

Marfat.com

سماع مجرد بے مزامیر، اس کی چند صورتیں ہیں :

اوّل رنڈیوں، ڈومنیوں، محلِ فتنہ امردوں کا گانا۔

دوم جو چیز گائی جائے معصیت پر مشتمل ہو، مثلاً فحش یا کذب یا کسی مسلمان یا ذمی کی ہجو یا شراب و زنا وغیرہ فسقیات کی ترغیب یا کسی زندہ عورت خواہ امرد کی بالیقین تعریف حسن یا کسی معین عورت کا اگرچہ مردہ ہو ایسا ذکر جس سے اس کے اقارب احبا کو حیا و عار آئے۔

سوم بطور لہو و لعب سنا جائے اگرچہ اس میں کوئی ذکر مذموم نہ ہو۔

تینوں صورتیں ممنوع ہیں الاخیرتان ذاتاً والاولی ذریعۃ حقیقۃ (آخری دو بلحاظ ذات اور پہلی درحقیقت ذریعہ ہے۔ ت) ایسا ہی گانا لھوالحدیث ہے اس کی تحریم میں اور کچھ نہ ہو تو صرف حدیث کل لعب ابن اٰدم حرام الا ثلثۃ[1] (ابن آدم کا ہر کھیل حرام ہے سوائے تین کھیلوں کے۔ ت) کافی ہے، ان کے علاوہ وہ گانا جس میں نہ مزامیر ہوں نہ گانے والے محلِ فتنہ، نہ لہو و لعب مقصود نہ کوئی ناجائز کلام گائیں بلکہ سادے عاشقانہ گیت، غزلیں، ذکر باغ و بہار و خط و خال و رُخ و زُلف و حسنِ عشق و ہجر و وصل و وفائے عشاق و جفائے معشوق وغیرہا امورِ عشق و تغزل پر مشتمل سُنے جائیں تو فسّاق و فجّار و اہل شہوات دنیہ کو اس سے بھی روکا جائے گا،

وذٰلک من باب الاحتیاط القاطع ونصح الناصح وسد الذرائع المخصوص بہ ھذا الشرع الباہر والدین الفاہر۔

یہ رکاوٹ یقینی احتیاط کے باب سے ہے اس میں خیرخواہ کی خیرخواہی اور ذرائع کی روک تھام موجود ہے جو اس یکتا و فائق شریعت اور خوبصورت دین سے مخصوص ہے (ت)

اسی طرح حدیث

الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء البقل، ناظر۔ رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الملاھی عن ابن مسعود والبیہقی فی شعب الایمان[2] عن جابر

گانا بجانا دل میں اس طرح نفاق اگاتا ہے جس طرح پانی ساگ پات اگاتا ہے، ناظر ہے محدث ابن ابی الدنیا نے اس کو حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند سے اور امام بیہقی نے

---

[1] جامع الترمذی ابواب الجہاد باب ماجاء فی فضل الرمی فی سبیل اللہ امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۹۷
سنن ابن ماجہ " باب فی الرمی فی سبیل اللہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۷

[2] شعب الایمان حدیث ۵۱۰۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۲۷۹
کنزالعمال بحوالہ ابن ابی الدنیا حدیث ۴۰۶۵۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۲۱۸

Marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

شعب الایمان میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند سے حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی۔ ت)

اور اہل اللہ کے حق میں یقیناً جائز بلکہ مستحب کہئے تو دور نہیں، گانا کوئی نئی چیز پیدا نہیں کرتا بلکہ دبی بات کو ابھارتا ہے جب دل میں بُری خواہش بیہودہ آلائشیں ہوں تو انھیں کو ترقی دے گا اور جو پاک مبارک سُتھرے دل شہوات سے خالی اور محبتِ خدا و رسول سے مملو ہیں ان کے اس شوق محمود و عشق مسعود کو افزائش دے گا وحکم المقدمة حکم ماھی مقدمة لہ انصافاً (مقدمہ کا حکم وہی ہے جو اس چیز کا حکم کہ جس کے لئے مقدمہ وضع کیا گیا۔ ت) ان بندگانِ خدا کے حق میں اسے ایک عظیم دینی کام ٹھہرانا کچھ بے جا نہیں۔ فتاوٰی خیریہ میں ہے:

لیس فی القدر المذکور من السماع مایحرم بنص ولا اجماع وانما الخلاف فی غیرما عین والنزاع فی سوی مابین وقد قال بجواز السماع من الصحابة والتابعین جم غفیر (الی ان قال) اما سماع السادة الصوفیة رضی اللہ تعالٰی عنھم فبمعزل عن ھذا الخلاف بل ومرتفع عن درجة الاباحة الی رتبة المستحب کما صرح بہ غیر واحد من المحققین[1]۔

سماع کے متعلق قدر مذکور میں کوئی ایسی چیز نہیں کہ جس کو نص اور اجماع سے حرام ٹھہرائے ہاں البتہ اختلاف اس کے بغیر ہے کہ جس کو معین کیا گیا اور نزاع اس کے علاوہ ہے کہ جس کو بیان کیا گیا اور صحابہ کرام اور تابعین عظام سے اہل علم کے جم غفیر نے سماع کے جواز کا قول نقل کیا ہے (یہاں تک فرمایا) رہا سادات صوفیائے کرام کا سماع تو وہ اس اختلاف سے دُور ہے بلکہ وہ درجۂ اباحت سے رتبۂ استحباب تک پہنچا ہوا ہے جیسا کہ بہت سے اہل تحقیق نے تصریح فرمائی ہے۔ (ت)

یہ اس چیز کا بیان تھا جسے عرف میں گانا کہتے ہیں اور اگر اشعار حمد و نعت و منقبت و وعظ و پند و ذکر آخرت بوڑھے یا جوان مرد خوش الحانی سے پڑھیں اور بہ نیت نیک سُنے جائیں کہ اُسے عرف میں گانا نہیں بلکہ پڑھنا کہتے ہیں تو اس کے منع پر تو شرع سے اصلاً دلیل نہیں، حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الکراہیۃ والاستحسان دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۱۸۲-۱۸۳

Marfat.com

کا حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے خاص مسجد اقدس میں منبر رکھنا اور ان کا اس پر کھڑے ہو کر نعتِ اقدس سنانا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابہ کرام کا استماع فرمانا خود حدیث صحیح بخاری شریف سے واضح اور عرب کے رسم حدی زمانہ صحابہ و تابعین بلکہ عہد اقدس رسالت میں رائج رہنا خوش الحانی رجال کے جواز پر دلیل لائح، انجشہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حدی پر حضور والا صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ نے انکار نہ فرمایا بلکہ بلحاظ عورات یا انجشۃ رویدا لا تکسر القواریر[1] ارشاد ہوا کہ ان کی آواز دلکش و دل نواز تھی عورتیں نرم نازک شیشیاں ہیں جنھیں تھوڑی ٹھیس بہت ہوتی ہے۔ غرض مدار کار تحقق و توقع فتنہ ہے، جہاں فتنہ ثابت وہاں حکم حرمت، جہاں توقع واندیشہ وہاں بنظر سد ذریعہ حکم ممانعت، جہاں نہ یہ نہ وہ، نہ یہ نہ وہ بلکہ بہ نیت محمود استحباب موجود۔ بحمد اللہ یہ چند سطروں میں تحقیق نفیس ہے کہ ان شاء اللہ العزیز حق اس سے متجاوز نہیں، نسأل اللہ سوی الصراط من دون تفریط والافراط، واللہ اعلم بالصواب۔

ہم اللہ تعالٰی سے سیدھی راہ کا سوال کرتے ہیں جو افراط و تفریط سے محفوظ ہو۔ اللہ تعالٰی راہِ صواب کو خوب جاننے والا ہے (ت)

مسئلہ ۳: از ملک بنگالہ شہر نصیر آباد قصبہ لاما پڑا مرسلہ محمد علیم الدین صاحب ۵ جمادی الاولٰی ۱۳۱۴ھ

کارِ خیر مثل وعظ وغیرہ کے واسطے ڈھل سے خبر کرنا جائز ہے یا نہ؛ یعنی ایسا مقام ہو کہ وہاں عوام الناس بہت ہی دین کے مسئلہ سے ناواقف اور وہاں کوئی علیم جا کر ڈھنڈورہ پٹوائے کہ فلاں روز میں وعظ کروں گا بقصد فائدہ عام اس صورت میں جائز ہوگا یا نہیں؛ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

ظاہر جواز ہے اور بذریعہ اشتہار اعلان انسب۔ درمختار میں ہے:

من ذلك ضرب النوبة للتفاخر فلو للتنبیه فلا باس به[2]

اسی لہو میں سے یہ بھی ہے کہ باری پر دف بجانا آپس میں فخر جتانے کے لئے، اور اگر آگاہ اور ہوشیار کرنے کے لئے ہو تو کوئی حرج نہیں۔ (ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب رحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم للنساء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۵۵

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۸

Marfat.com

درمنتقی میں ہے :

ینبغی ان یکون بوق الحمام یجوز کضرب النوبة[1]

مناسب ہے کہ حمام میں حمام کا بگل بجایا جائے کیونکہ یہ جائز ہے باری کے دف کی طرح۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

وینبغی ان یکون طبل السحر فی رمضان لایقاظ النائمین للسحور کبوق الحمام تأمل[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

یہ بھی مناسب ہے کہ سحری کرنے والوں کے لئے سحری کے وقت طبل بجانا سونے والوں کو جگانے کے لئے، حمام کے بگل بجانے کی طرح جائز ہے۔ غور کیجئے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۴ ازالفی ملک مدراس مرسلہ حاجی عبدالرحمٰن خلف حاجی محمد ہاشم ۱۶ ربیع الآخر ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ گزشتہ ۳ ماہ شوال ۱۳۱۵ھ کو یہاں ایک مسجد میں مولود شریف ہوا، اکثر خاص اور عام اہل اسلام بقصد سماعتِ مولود شریف حاضر ہوئے، جب میلاد خوانی سے فراغت ہوئی تھوڑے لوگ ان حاضرین سے اٹھ کھڑے ہوئے اور باہم دیگر ہاتھوں کو پکڑ کے حلقہ باندھ گئے اور اس حلقہ کے بیچ میں ایک شخص آکھڑا ہوا اور حلقہ والے لوگ رقص وتمایل کے ساتھ ہاہو مچا کے بڑے زور شور سے الا اللہ کے طور سے ذکر کرنے کو شروع کئے یہاں رقص اور تمایل کا زور اور وہاں تصفیق کا شور یعنی بیچ میں جو شخص کہ کھڑا تھا اس نے حلقے والوں کے رقص اور تمایل کے وزن پر تصفیق نہایت موزونیت کے ساتھ کرتا تھا جب یہ غل شروع ہوا تو اکثر لوگ اس مجلس کے نکل کر چلے گئے بناءً علیہ اس حلقہ میں ایک شخص :

ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشة ضنکا ونحشرہ یوم القیمة اعمٰی[3] الخ۔

جس کسی نے میرے ذکر سے منہ پھیرا اس کے لئے تنگ گزران ہے اور ہم قیامت کے روز اسے اندھا ہونے کی صورت میں اٹھائیں گے الخ (ت)

اس آیت کو پڑھ کے معنی بیان کیا کہ جو شخص ایسے ذکر کے مجلس سے اٹھ جاتا ہے اس کے حق میں اللہ تعالٰی

---

[1] الدرالمنتقی فی شرح الملتقی علی ہامش مجمع الانہر کتاب الکراہیة باب فی المتفرقات بیروت ۲/ ۵۵۳
[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۳
[3] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۲۴

Marfat.com

فرماتا ہے کہ اس کو قیامت کے روز اندھا کرکے اٹھاؤں گا۔ اس مضمون کو بڑے زور شور سے بیان کیا، دوسرے روز بعض اصحاب علم نے اس شخص سے کہا کہ تُو نے جو ذکر سے ہیئت کذائی مذکورہ مراد لیا سو سراسر غلط اور خلاف اصحابِ تفسیر ہے دیکھ تفسیر جلالین۔ یہ سنتے ہی اس شخص نے کہا کہ تفسیر جلالین ظاہری تفسیر ہے اہلِ باطن کے لئے قاعدہ دوسرا ہے، انجام اس نے تفسیر جلالین کو حقارت کا الزام دیا۔ بنابر اس کے دریافت کیا جاتا ہے:

(۱) جو مسلمان اس محفل سے نکل گئے وہ قیامت کے روز اندھے ہو کے اُٹھیں گے۔ یہ بات صحیح ہے یا نہیں؟

(۲) مذکورہ شخص ذکر سے یہ ہیئت کذائی مراد لیا سو درست ہے یا نہیں؟

(۳) ومن اعرض عن ذکری[1] سے یہاں کیا مراد اور شانِ نزول اس آیت کا کیا ہے؟

(۴) تفسیر جلالین کی جو حقارت کرے اس کے لئے شرع شریف میں کیا سزا ہے؟

(۵) جو مسلمان اس مجلس سے نکل گئے وہ قیامت کے روز اندھے ہو کر اٹھیں گے، یہ بات صحیح نہیں تو ایسے الفاظ سے مسلمانوں پر تہمت ڈالنے والا شخص از روئے اسلام کون ہے؟

(۶) تفسیر جلالین کی حقارت کرنیوالے پر کفر ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟

(۷) ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

(۸) تجدید اسلام یا توبہ لازم ہوتا ہے یا نہیں؟

(۹) اُن حلقے والوں کا ذکر جس کی ہیئت اوپر ذکر کی گئی ہے ایسا ذکر اور رقص اور تصفیق (تالی بجانا) شرع شریف میں درست ہے یا نہیں؛ اور جو شرع کو ایسا ویسا سمجھے اور معرفت کا دعوٰی کرے لوگوں کو بموجب شرع شریف کیا کہنا چاہیئے؟ بیّنوا جزاکم اللہ فی الدارین (بیان فرماؤ کہ اللہ تعالٰی دنیا و آخرت میں تمھیں بہترین عطا فرمائے۔ ت)

الجواب

حلقۂ ذکر جبکہ نہ بروجہ ریا و سمعہ بلکہ خالصًا لوجہ اللہ ہو فی نفسہٖ امرِ محبوب و مندوب ہے اور اس میں حضور شرعًا مامور و مطلوب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا مررتم بریاض الجنۃ فارتعوا۔ جب تم جنت کی کیاریوں پر گزرو تو انکے پھل پھول سے

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۲۴

Marfat.com

تمتع کرو قالوا وما ریاض الجنّۃ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! وہ جنت کی کیاریاں کیا ہیں؟ فرمایا؛ ذکر کے حلقے۔

رواہ احمد[1] والترمذی والبیہقی فی شعب الایمان عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند جید۔

امام احمد، امام ترمذی اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بہترین سند سے اس کو روایت کیا (ت)

اور یہ رقص اگر معاذ اللہ بروجہ تصنّع و ریاء ہے حرام قطعی و جریمۂ فاحشہ ہے اور بطور لہو ولعب بھی ناجائز و مسقط عدالت، اور تمایل کے ساتھ مثل رقص فواحش اشد حرام، نصاب الاحتساب باب ساد س پھر تاتارخانیہ پھر فتاوٰی خیریہ میں ہے؛

مسئلۃ ھل یجوز الرقص فی السماع الجواب لایجوز وذکر فی الذخیرۃ انہ کبیرۃ ومن اباحہ من المشائخ فذٰلک الذی صارت حرکاتہ کحرکات المرتعش[2] الخ

مسئلہ کیا سماع (قوالی) میں ناچ جائز ہے؟ **جواب** جائز نہیں، اور ذخیرہ میں ذکر کیا گیا کہ ناچنا کبیرہ گناہ ہے اور مشائخ میں سے جس نے اسے مباح قرار دیا وہ اس کے حق میں ہے جس کی حرکات مثل رعشہ والے کے بے اختیار ہوں الخ (ت)

درمختار میں ہے؛

لاتقبل ممن یلعب بلھو شنیع بین الناس کالطنابیر والمزامیر وان لم یکن شنیعا نحو الحداء فلا الا اذا فحش بان یرقصوا بہ، خانیۃ لدخولہ فی حد الکبائر[3] بحر اھ ملتقطا۔

جو شخص لوگوں میں برا کھیل تماشا کرے جیسے طنبور (ستار) کا استعمال اور مزامیر (بانسری) وغیرہ آلاتِ راگ وغیرہ کا استعمال تو وہ مردود الشہادۃ ہوگا یعنی اس کی گواہی قابل قبول نہ ہوگی اگر راگ بے حد برا نہ ہو جیسے عربی گیت مثلاً حدی خوانی تو وہ ممنوع نہیں لیکن اگر اس میں فحش کلام اور ناچ وغیرہ شامل ہوں تو ممنوع ہے، خانیہ۔ اس لئے کہ وہ کبیرہ گناہوں میں داخل ہوگیا، بحر اھ ملتقطا۔ (ت)

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۳/ ۱۵۰

[2] فتاوٰی خیریہ کتاب الکراہیۃ مطلب فی الرقص فی السماع دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۱۷۹

[3] درمختار کتاب الشہادات باب القبول مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۵

Marfat.com

علامہ برکوی طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں:

يدخل فيهما ما يفعله بعض الصوفية بل هو اشد لانهم يفعلونه على اعتقاد العبادة قال الامام ابو الوفاء بن عقيل رحمه الله قد نص القرآن على النهي عن الرقص فقال و لا تمش في الارض مرحا و ذم المختال بقوله ان الله لا يحب كل مختال فخور، والرقص اشد من المرح والبطر وقال ابو بكر الطرطوسي رحمه الله تعالى فاول من احدثه اصحاب السامري لما اتخذ عجلا جسدا له خوار قاموا يرقصون عليه و يتواجدون وقال البزازي في فتاواه قال القرطبي هذا الرقص حرام بالاجماع و سيد الطائفة احمد السنوي صرح بحرمته و رأيت فتوى شيخ الاسلام جلال الدين الكيلاني ان مستحل هذا الرقص كافر وللزمخشري في كشافه كلمات فيهم تقوم بها عليهم الطامات وللامام المحبوبي اشد

جو کچھ صوفیہ کرتے ہیں وہ اس میں داخل ہے بلکہ زیادہ سخت جرم ہے کیونکہ یہ کام اعتقاد عبادت کی بنا پر کرتے ہیں، چنانچہ امام ابوالوفا ابن عقیل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ناچنے سے منع کرنے پر قرآن مجید کی تصریح موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے زمین پر اترا کر نہ چلو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد سے اترانے والے کی مذمت فرمائی بے شک اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے، فخر کرنیوالے کو پسند نہیں کرتا اور ناچنا، اترانا، فخر کرنا ایک جیسے اعمال ہیں بلکہ ناچنا اترانے اور فخر کرنے سے بھی زیادہ بڑا جرم ہے۔ ابوبکر طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا سب سے پہلے جس نے اس بدعت کو ایجاد کیا وہ اصحاب سامری ہیں جب انھوں نے بچھڑے کا ایک ڈھانچہ تیار کیا جو گائے جیسی آواز نکالتا تھا یا جس سے گائے کی آواز کی طرح آواز نکلتی تھی تو وہ کھڑے ہو کر اس کے سامنے ناچنے لگے اور وجد کرنے لگے یعنی جھومنے لگے۔ امام بزازی نے اپنے فتاویٰ بزازیہ میں فرمایا ناچ بالاجماع حرام ہے۔ سید الطائفہ احمد سنوی نے اس کی حرمت کی صراحت فرمائی ہے میں نے شیخ الاسلام جلال الدین گیلانی کا فتویٰ دیکھا جس میں کہا گیا کہ ناچ کو حلال کرنے والا یعنی جائز قرار دینے والا کافر ہے۔ علامہ زمخشری نے اپنی تفسیر کشاف میں ان کے متعلق ایسے کلمات

Marfat.com

من ذلك انتهى قلت من له انصاف اذا رأى رقص صوفية زماننا فى المساجد والدعوات مختلطا بهم المرد واهل الاهواء والقرى من جهال العوام والمبتدعة الطغام لايعرفون الطهارة و القرأن والحلال والحرام بل لايعرفون الايمان والاسلام لهم زعيق وزئير مثل هائى وهوئى وهيئى وهيا يقول لامحالة هؤلاء اتخذوا دينهم لهوا ولعبا[1] اھ ملخصا۔

لکھے ہیں کہ جن سے ان پر بڑے مصائب قائم ہوسکتے ہیں اور امام محبوبی کے کلمات ان سے بھی زیادہ سخت ہیں اھ، میں کہتا ہوں کہ جس کی طبیعت میں انصاف ہو وہ ذرا ہمارے زمانے کے صوفیا کا مساجد میں ناچنا کودنا شور مچانا دیکھے کہ بے ریش لونڈے خواہشات نفسانی کے متوالے جاہل دیہاتی اور بیوقوف بدعتی ان میں ملے جلے ہوتے ہیں جو طہارت سے ناآشنا، قرآن مجید کے ادب سے ناواقف اور حلال وحرام کی پہچان سے بے بہرہ ہوتے ہیں جو سوائے چیخنے چلانے کے اور کچھ نہیں جانتے ایمان اور اسلام کی معرفت سے لاعلم ہوتے ہیں، فرمایا ان لوگوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے اھ ملخصا۔ (ت)

ردالمحتار میں مختار سے ہے:

عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ کرہ رفع الصوت عند قراءۃ القرأن والجنازۃ والزحف والتذکیر فما ظنک عند الغناء الذی یسمونہ وجدا ومحبۃ فانہ مکروہ لااصل لہ فی الدین[2]

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے تلاوتِ قرآن، نمازِ جنازہ، جنگ اور وعظ کے دوران بلند آواز کو ناپسند فرمایا۔ پھر تمہارا کیا خیال ہے اس چیخ و پکار کے بارے میں جو اس راگ کے وقت ہو جس کو یہ لوگ وجد اور محبت کا نام دیتے ہیں۔ بلاشبہ یہ مکروہ ہے، دین میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ (ت)

یونہیں تالیاں بجانا بھی وجوہ مذکورہ پر ناجائز وممنوع ہے۔ شامی میں زیر قول شارح:

کرہ کل لھو بقولہ علیہ الصلٰوۃ والسلام کل لھو المسلم

ہر کھیل مکروہ ہے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ مسلمان کا ہر کھیل

---

[1] طریقہ محمدیہ الصنف التاسع فی آفات بدن الخ مکتبہ حنفیہ کانسی روڈ کوئٹہ ۲/ ۶۷-۲۶۴

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۵۵

Marfat.com

حرام الا الثلثۃ[1]

سوائے تین کے حرام ہے۔(ت)

علامہ قہستانی سے ہے:

الاطلاق شامل لنفس الفعل و استماعہ کالرقص والسخریۃ والتصفیق فانھا کلھا مکروھۃ لانھا زی الکفار[2] اھ مختصرا

اطلاق (یعنی بلا قید ذکر کرنا) نفس فعل اور اس کی سماعت کو شامل ہے جیسے ناچنا، مذاق کرنا اور تالیاں بجانا۔ اس لئے کہ یہ سب مکروہ ہیں کیونکہ یہ عادات کفار ہیں اھ مختصرا (ت)

اقول تصدیق اس کی کہ تالی بجانا افعالِ کفار سے ہے، خود قرآن عظیم میں موجود اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وماکان صلاتھم عند البیت الا مکاء وتصدیۃ[3]

نہ تھی اُن کی نماز کعبے کے پاس مگر سیٹی اور تالی۔

معالم میں ہے:

قال ابن عباس والحسن المکاء الصفیر والتصدیۃ التصفیق قال ابن عباس کانت قریش تطوف بالبیت وھم عراۃ یصفرون و یصفقون[4]

عبداللہ ابن عباس اور حسن بصری نے فرمایا قرآن مجید میں جو لفظ "المکاء" آیا ہے اس کے معنی سیٹی بجانا ہے اور تصدیہ کے معنی ہیں تالی بجانا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ قریش کعبہ شریف کا ننگے ہو کر طواف کرتے اور سیٹیاں اور تالیاں بجایا کرتے تھے۔(ت)

اور جو فعل حرام ہے اس میں شریک ہونا اس کا تماشا دیکھنا بھی حرام ہے،

کما افادہ فی غیر ما مسئلۃ وقد سمعت الاٰن ان الاستماع کالفعل۔

جیسا کہ بہت سے مسائل میں اس کا افادہ کیا اور ابھی آپ نے سنا (پڑھا) کہ سننا فعل کی طرح ہے۔(ت)

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۸

[2] ردالمحتار " " " " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۵۳

[3] القرآن الکریم ۸/۳۵

[4] معالم التنزیل علی ہامش الخازن تحت وماکان صلاتھم مصطفی البابی حلبی مصر ۳/۳۰

Marfat.com

جوہرہ نیرہ پھر درمنتقی پھر ردالمحتار میں ہے:

مایفعله متصوفة زماننا حرام لایجوز القصد والجلوس الیه ومن قبلهم لم یفعل کذلک[1]

ہمارے زمانے کے نمائشی صوفی جو کچھ کرتے ہیں وہ حرام ہے لہذا اس کا ارادہ کرنا اور ایسی مجلس میں بیٹھنا جائز نہیں اور ان سے پہلے کبھی ایسا نہیں کیا گیا۔ (ت)

ہاں اگر مغلوبین صادقین بے تصنع و بے اختیار یادِ محبوب پر وجد میں آئیں اور ان ماسوی اللہ حق کہ اپنی جان سے بے خبروں کو جام عشق کی پُرجوش مستیاں والہ سرگشتہ بنائیں تو یہ دولت عظمٰی و نعمت کبرٰی ہے جسے بخشیں جسے عطا فرمائیں، یہ حالت نہ زیرِ قلم نہ قسم عمل نہ اس پر انکار کا اصلاً محل اگرچہ اصحاب تمکین وجبال شامخین ہداۃ مرشدین وقدوہ فی الدین کہ پہاڑ ٹل جائیں اور جنبش میں نہ آئیں ارفع و اعلٰی ہیں خاص وارثان حضرات عالیہ انبیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والثناء ہیں

قلت ودون ھؤلاء مرتبۃ الاوساط الصادقین السالکین مسلک الاقتداء بالعاشقین مع الاخلاص المبین کالفجر المبین یریدون القدوۃ لوجدان الطریقۃ لان التعود ربما جر الی الحقیقۃ کما اشار الیہ الامام حجۃ الاسلام فی احیاء العلوم علی ان من تشبہ بقوم فھو منھم[2] وھذا وعر وبرزخ صعب لا یقدر علیہ الامن تخلی من عن الھوی وقدر علی نفسہ ان یمسک عنانھا عن الطغوی لیس

میں کہتا ہوں کہ مرتبۃ الاوساط یعنی اوسط درجہ کے لوگوں کا درجہ جو پیچھے ہیں ان سے کم ہے ظاہر اخلاص کے ساتھ جیسے فجر کا اجالا۔ وہ عشاق کی اقتدا کرتے ہیں ان کے مسلک پر چلتے ہیں حصول طریقہ کے لئے وہ پیشوائی کا ارادہ رکھتے ہیں کیونکہ بعض اوقات عادت حقیقت کی طرف کھینچ لے جاتی ہے جیسا کہ حجۃ الاسلام امام غزالی نے احیاء العلوم میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے علاوہ ازیں جو کسی کی مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں سے ہے یہ مسلک مشکل اور برزخ یعنی متوسط درجہ دشوار ہے اس کی قدرت وہی شخص رکھ سکتا ہے جو نفسانی خواہش سے مبرا ہو۔ اور اپنے نفس کے گھوڑے کو لگام دے کر آگے بڑھنے

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۲۲

[2] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لبس الشھرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۰۳

Marfat.com

بينه وبين التصنع المذموم الاكما بين سواد العين وبياضه اوشفة المرء وفيه من يرتع حول الحمی او شك ان يقع فيه[1] نسأل الله العفو والعافية.

سے روکنے اور باز رکھنے پر قادر ہو۔ پس اس کے اور تصنع مذموم کے درمیان اتنی ہی مسافت ہے جتنی آنکھ کی سیاہی اور سفیدی کے درمیان ہے یا جتنی آدمی کے ہونٹ اور زبان کے درمیان ہے، اور جو کوئی چراگاہ کے چاروں اطراف کے ساتھ چرے تو اس چراگاہ میں چلے جانے کا قوی امکان ہے۔ ہم اللہ تعالٰی سے درگزر اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ (ت)

نصاب الاحتساب و تاتارخانیہ و فتاوٰی خیریہ و ردالمحتار وغیرہا میں ہے:

له شرائط ان لا يقوموا الا مغلوبين ولا يظهروا وجدا الا صادقين[2]

اس کے لئے شرائط ہیں، ایک یہ کہ وہ نہ اٹھیں مگر مغلوب ہوکر اور وجد کا اظہار نہ کریں سوائے سچا ہونے کی حیثیت کے۔ (ت)

ملتقی شرح ملتقی پھر شامیہ میں ہے:

شرط الواجد فی غيبته ان يبلغ الى حد لو ضرب وجهه بالسيف لا يشعر فيه بوجع[3]

وجد کرنے والے کی وجدانی کیفیت گم سم ہوجانے کی حالت کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ اس حد تک حاوی ہو کہ اگر وجد والے کے چہرے پر تلوار کی ضرب (چوٹ) لگائی جائے تو تب بھی اسے درد کا احساس اور شعور نہ ہونے پائے۔ (ت)

خیریہ میں ہے:

فی التتارخانية ما يدل على جوازه للمغلوب الذی حركاته كحركات المرتعش وبهذا افتی البلقينی و برهان الدين الابناسی وبمثله اجاب بعض ائمة

فتاوٰی تتارخانیہ میں ہے کہ مغلوب الحال کے وجد کے جواز پر جو چیز دلالت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ اس کی حرکات رعشہ والے کی حرکات کی مانند ہوں (یعنی بے ساختہ اور بے اختیار ہوں) علامہ بلقینی اور علامہ برہان الدین ابناسی

---

[1] صحیح البخاری کتاب البیوع باب الحلال بین والحرام بین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۷۵
[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۲۲
[3] ردالمحتار شرح تنویر الابصار " " " " " " ۵/۲۲۲

Marfat.com

الحنفیۃ والمالکیۃ وکل ذٰلک اذا خلصت النیۃ وکانوا صادقین فی الوجد مغلوبین فی القیام والحرکۃ عند شدۃ الھیام[1]

نے اس پر فتوٰی دیا ہے اور بعض ائمہ حنفیہ اور مالکیہ نے بھی اسی کے مطابق جواب دیا ہے۔ اور یہ سب کچھ اس وقت ہے جبکہ نیت خالص ہو اور وجد والے وجد میں سچے ہوں اور اٹھنے بیٹھنے اور حرکت میں جنونِ عشق کی شدت سے مغلوب ہوں۔ (ت)

مجمع الانہر میں زیر قول مذکور ملتقی الابحر ہے:

فی التسھیل فی الوجد مراتب و بعضہ یسلب الاختیار فلا وجہ للانکار بلا تفصیل[2]

تسہیل میں ہے کہ "وجد" کے کچھ مراتب ہوتے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ جن میں اختیار سلب ہوجاتا ہے یعنی اختیار بالکل نہیں رہتا۔ پھر بغیر تفصیل جاننے کے بیمار کی صحت یابی کی صورت پیدا ہونا مشکل ہے۔ (ت)

شفاء العلیل علامہ شامی میں ہے:

لا کلام لنا مع الصدق من سادا تنا الصوفیۃ المبرئین عن کل خصلۃ ردیۃ فقد سئل امام الطائفتین سیدنا الجنید ان اقواما یتواجدون و یتمایلون فقال دعوھم مع اللہ تعالٰی یفرحون ولوذقت مذاقھم عذرتھم فی صیاحھم وشق ثیابھم اھ، ولا کلام لنا ایضا مع من اقتدی بھم وذاق من مشربھم ووجد من نفسہ الشوق

ہمارا کلام سچائی پر مبنی ہے، ہمارے سادات صوفیا گھٹیا عادات سے پاک ہیں پس وہ نمائشی صوفیا سے نہیں، چنانچہ دو گروہوں کے امام سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھا گیا کہ کچھ لوگ وجد کرتے اور لڑکھڑاتے ہیں (یعنی اِدھر اُدھر جھومتے ہیں) اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ ان کو چھوڑ دو یہ اللہ تعالٰی سے خوشی پاتے ہیں اگر تجھے بھی ان جیسا ذوق حاصل ہوتا تو ان کو اس چلانے اور گریبان پھاڑنے میں معذور جانتا اھ اور ہمارا کلام ان سے بھی نہیں کہ جنھوں نے (مذکورہ

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الکراہۃ والاستحسان دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۱۸۲

[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کتاب الکراہیۃ فصل فی المتفرقات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۵۲

Marfat.com

والھیام فی ذات الملک العلام بل کلامنا مع ھؤلاء العوام الفسقۃ اللئام الذین اتخذوا مجلس الذکر شبکۃ لصید الدنیا الدنیۃ وقضاء لشھواتھم الشنیعۃ الردیۃ ولسنا نقصد منھم تعیین احد فاللہ مطلع علی احوالھم اھ مختصرًا۔

بزرگوں کی) اقتدار کی اور ان کے مشرب کا ذائقہ چکھا اور اپنے اندر شوق اور جنونِ عشق، ملکِ علام (یعنی اللہ تعالےٰ کی ذات ستودہ صفات) میں پایا، بلکہ ہماری گفتگو اُن عام لوگوں کے ساتھ ہے جو فاسق اور کمینے ہیں جنھوں نے محفل ذکر کا جال حقیر اور معمولی دنیا کے شکار کے لئے لگا رکھا ہے اور اپنے بدترین سفلی جذبات کی تسکین کے لئے محفل ذکر کو آڑ بنایا اور ہم اس میں کسی ایک کے تعین کا ارادہ نہیں رکھتے کیونکہ اللہ تعالےٰ ہی ان کے حالات سے پوری طرح آگاہ اور واقف ہے اھ مختصرًا (ت)

اسی کے منہیہ میں نور العین فی اصلاح جامع الفصولین سے ہے۔ علامہ ابن کمال پاشا نے اس سوال کے جواب میں فرمایا: ؎

ما فی التواجد ان حققت من حرج
ولا فی التمایل ان اخلصت من باس
فقمت تسعی علی رجل وحق لمن
دعاہ مولاہ ان یسعی علی الراس

الرخصۃ فیما ذکر من الاوضاع عند الذکر والسماع للعارفین الصارفین اوقاتھم الی احسن الاعمال السالکین المالکین لضبط انفسھم من قبائح الاحوال فھم لایستمعون الا من الالہ ولا یشتاقون الا لہ ان ذکروہ ناحوا وان وجدوہ

جو وجد حقیقت پر مبنی ہو اگر جھومنا اخلاص سے ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، پھر تو کھڑے ہو کر ایک پاؤں پر دوڑنے لگا جیسے اس کا مولا بلائے اس پر واجب ہے کہ سر کے بل دوڑ پڑے۔۔۔ ذکر اور سماع کے وقت اوضاع مذکورہ کی اجازت ہے ان عارفین کے لئے ہے جو اپنے اوقات بہترین اعمال بجالانے میں صرف کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی راہ اختیار کرتے ہیں، اپنے نفس کو قبیح اعمال سے روکنے پر قادر ہوتے ہیں پھر وہ صرف اللہ تعالےٰ ہی سے سنتے اور اسی کے مشتاق رہتے ہیں، اگر اس کی یاد میں مصروف ہوں تو نوحہ کرنے لگتے ہیں

---

[1] شفاء العلیل رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۱۷۳-۱۷۲

صاحوا اذا غلب علیهم الوجد فمنهم من طرقته طوارق الهیبة فخر و ذاب ومنهم من برقت له بوارق اللطف فتحرك و طاب هذا ما عن لی فی الجواب ۔ واللہ اعلم بالصواب۔[1]

اگر اسے پالیں تو چیخنے چلانے لگتے ہیں بشرطیکہ وہ وجد سے مغلوب ہوں، پھر ان میں کوئی وہ ہیں جنھیں مصائبِ الٰہی نے جھنجھوڑا تو گر پڑے اور پگھل گئے اور ان میں کوئی وہ ہیں جن پر لطف و کرم کا نزول ہوا تو خوش ہو کر متحرک ہو گئے۔ میرے لئے یہی جواب ظاہر ہوا ۔ اور اللہ تعالیٰ راہِ صواب کو خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

سیدی عارف باللہ علامہ عبدالغنی نابلسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں زیر کلام مذکور متن فرماتے ہیں:

اعلم ان هذا الذی سبق ذکره فی المتن من عبارات الفقهاء جمیعه فی حق من ذکرناهم من طائفة متصوفة اللہ اعلم باعیانهم، و الا فالوجد والتواجد الذی تعلمه الفقراء الصادقون فی هذا الزمان و بعده کما کانوا یعلمونه من قبل فی الزمان الماضی نور و هدایة واثر توفیق من اللہ تعالی وعنایة قال المناوی فی طبقات الاولیاء قیل للجنید قدس سره ان قوما یتواجدون قال دعوهم مع اللہ یفرحون وقال النجم الغزی فی حسن التنبه عند ذکره حال المولهین فی اللہ فی باب تشبه العاقل بالمجنون والیه الاشارة بقوله صلی اللہ تعالی

متن میں تمام فقہاء کرام کی جن عبارات کا پہلے ذکر ہوا یہ اُن صوفیا کے حق میں ہے جو مذکور ہوئے اللہ تعالیٰ ان کی ذوات سے بخوبی واقف ہے، ورنہ وجد اور تواجد جسے اس زمانے میں سچے فقراء ہی جانتے ہیں اور گزشتہ دور کے فقراء جانتے تھے وہ تو ایک نور ہدایت اور اللہ تعالےٰ کی توفیق وعنایت کا ایک اثر ہے۔ علامہ مناوی نے طبقات الاولیاء میں فرمایا: حضرت جنید بغدادی قدس سرہ سے عرض کی گئی کہ کچھ لوگ وجد کرتے ہیں تو فرمایا انھیں اللہ تعالےٰ کے ساتھ چھوڑ دو کہ خوش رہیں۔ فرمایا نجم الغزی نے حسن التنبہ میں اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں لوگوں کا حال ذکر کرتے ہوئے "تشبہ عاقل بالمجنون" کے باب میں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد سے اسی طرف اشارہ فرمایا

---

[1] منهیة علی هذه العبارت (شفاء العلیل) سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۷۲

Marfat.com

علیہ وسلم اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا مجنون رواہ الامام احمد وابو یعلی وابن حبان والحاکم وصححاہ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، وربما غلب الولہ علی اھل اللہ تعالیٰ والوجد حتی یغیبوا من وجودھم فتبدوا منھم احوال وافعال لو صدرت عن مشاھد الفعل لحکموا علیہ انہ خرج عن حد العقل کالرقص والدوران وتخریق الاثواب وھی حالۃ شریفۃ علامۃ صحتھا ان تحفظ علی صاحبھا اوقات الصلوات وسائر الفرائض فترد علیھم فیھا عقولھم وھذا حال جماعۃ من اولیاء اللہ تعالیٰ منھم الشبلی و ابو الحسن النوری وسمنون المحب و سعدون المجنون وامثالھم، روی ابو نعیم فی الحلیۃ عن یحیی بن معاذ الرازی انہ سئل عن الرقص فانشد یقول ؎

دققنا الارض بالرقص
علی لطف معانیکا

کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو یہاں تک کہ لوگ تمھیں دیوانہ کہنے لگیں۔ امام احمد، ابو یعلیٰ، ابن حبان اور حاکم نے اس کو روایت کیا اور آخری دو نے اس کو صحیح قرار دیا، اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے اس کو روایت کیا گیا۔ اور بعض اوقات اہل اللہ پر حیرت اور وجد کی کیفیت غالب ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ اپنے وجود سے غائب ہو جاتے ہیں یا اپنا وجود کھو بیٹھتے ہیں تو ان سے ایسے حالات ظاہر ہوتے ہیں اگر شاہد فعل سے صادر ہوتے تو اس پر حکم لگاتے کہ یہ حد عقل سے خارج ہے جیسے ناچنا، گھومنا اور کپڑے پھاڑ ڈالنا۔ اور یہ ایک شریف حالت ہے اور اس کی صحت کی علامت یہ ہے کہ صاحبِ حالت پر اوقاتِ نماز اور دیگر فرائض محفوظ ہوتے ہیں پھر اس حالت میں ان کی عقلیں لوٹا دی جاتی ہیں اور یہ حال اولیاء اللہ کی ایک جماعت کا ہے ان میں سے خواجہ شبلی، ابو الحسن نوری، سمنون محب، سعدون مجنون اور ان جیسے دیگر اکابرینِ اُمت ہیں، چنانچہ محدث ابو نعیم نے الحلیہ میں یحییٰ بن معاذ رازی سے روایت کی ہے کہ ان سے ناچ کے بارے میں پوچھا گیا تو وہ یہ کہنے لگے: ہم نے ناچ سے زمین کو روندا اور پامال کیا (یہ سب کچھ) تیرے معانی سے لطف اندوز ہونے کیلئے کیا۔

Marfat.com

ولا عیب علی الرقص
لعبد هائم فیکا
وهذا دقنا الارض
اذا کنا بنادیکا

واما من اظهر هذه الاحوال تعمدا للتوصل الی الدنیا او لیعتقده الناس ویتبرکوا به فهذا من اقبح الذنوب المهلکات انتهی ، وقال الغزالی فی الاحیاء ان ابا الحسن النوری رحمه الله تعالی کان مع جماعة فی دعوة فجرت بینهم مسألة فی العلم و ابو الحسین ساکت ثم رفع راسه وانشدهم یقول ؎

رب ورقاء هتوف فی الضحی
ذات شجو هتفت فی فنن
ذکرت الفا وحزنا صالحا
فبکیت حزنا فهاجت حزنی
فبکائی ربما ارقها
وبکاها ربما ارقنی
ولقد تشکو فما افهمها
ولقد اشکو فما یفهمنی
غیرانی بالجوی اعرفها
وهی ایضا بالجوی تعرفنی

قال فما بقی احد من القوم

ناچ کرنے میں کوئی عیب نہیں اس بندہ کے لئے جو تیری ذات میں سرگشتہ اور گم ہوا اور محو ہوا، اور یہ ہمارا زمین کو ناچ کے ذریعے روندنا اور پامال کرنا اس لئے ہے کہ ہم تیرا ارادہ اور قصد کرنے والے ہیں۔ لیکن جس نے ان حالات کو دانستہ طور پر دنیا تک رسائی کے لئے ظاہر کیا یا اس لئے کہ لوگ اس کے عقیدت مند ہو جائیں اور اس سے تبرک حاصل کریں تو یہ کارروائی مہلک اور تباہ کن گناہوں سے بھی زیادہ قبیح ہے اھ چنانچہ امام غزالی نے احیاء العلوم میں فرمایا ابو الحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کسی دعوت میں ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ اچانک ان کے درمیان ایک علمی بحث چھڑ گئی اور حالت یہ تھی کہ ابو الحسن نوری بالکل خاموش بیٹھے تھے پھر اچانک سر اٹھایا اور یہ اشعار پڑھنے لگے:

بہت سی کبوتریاں چاشت کے وقت لمبی لمبی آوازیں نکال کر درختوں کی شاخوں پر بولنے لگیں —
میں نے محبت اور قابلِ قدر غم کو یاد کیا پھر میں غم کی وجہ سے رو پڑا اور میرے غم میں ابال اور جوش آگیا — بسا اوقات میری گریہ وزاری نے انھیں نرم کر دیا اور بسا اوقات ان کی آہ و بکا نے مجھے نرم کر ڈالا — بیشک وہ شکوہ و شکایت کرتی ہیں مگر میں تو انھیں نہیں سمجھاتا اور میں شکایت کرتا ہوں تو وہ مجھے نہیں سمجھاتی — مگر میں اپنے اندرونی سوزِ عشق کی وجہ سے اسے پہچانتا ہوں اور وہ بھی اپنے اندر موجزن سوزِ عشق

الاقام وتواجد ولم يحصل لهم هذا الوجد من العلم الذى خاضوا فيه وان كان العلم حقا انتهى ولا شك ان التواجد فيه تشبه باهل الوجد الحقيقى و هو جائز بل مطلوب شرعًا قال رسول الله صلى الله تعالى عليه و سلم من تشبه بقوم فهو منهم رواه الطبرانى فى الاوسط عن حذيفة بن اليمان رضى الله تعالى عنه ، هذا اذا كان قصده بذلك مجرد التشبه بهم والتبرك بسيرتهم محبة لهم ورغبة فى زيادة الميل اليهم و اما اذا كان مقصده ان يعتقده الناس ويتبركون به فهو اللابس ثوبى زور فهو مذموم ممقوت عند الله تعالى والناس يحملونه على المحامل الحسنة و اما التواجد على الوجه الصحيح فقد اشار اليه الشيخ القشيرى فى رسالته حيث قال قوم قالوا التواجد غير مسلم لصاحبه لما يتضمن من التكلف ويبعد عن التحقيق وقوم قالوا انه مسلم

کی وجہ سے مجھے پہچانتی ہے ــــــ پھر بقول راوی سب کے سب وجد کرنے لگے اور یہ وجد اس علم کی وجہ سے نہ تھا جس میں وہ الجھے ہوئے تھے اگرچہ علم حق ہے انتہی، بلاشبہ اس تواجد میں حقیقی وجد کرنیوالوں سے مشابہت ہے اور یہ جائز ہے بلکہ شرعًا مطلوب ہے چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں سے ہے۔ امام طبرانی نے "الاوسط" میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے اس کو روایت کیا ہے، یہ تب ہے کہ جب اس سے اس کا ارادہ محض ان سے تشبّہ اور ان کی عادات سے برکت حاصل کرنا ہو، ان سے محبت رکھتے ہوئے اور ان کی طرف زیادہ راغب ومائل ہوتے ہوئے۔ لیکن اگر اس کا مقصد یہ ہو کہ لوگ اس (طریقہ) سے اس کے معتقد ہو جائیں اور اس سے برکت حاصل کریں تو پھر وہ جھوٹا لباس پہننے والا ہے جو اللہ تعالےٰ کے نزدیک مذموم ومغضوب ہے (اس کے باوجود) لوگ اچھے محل پر محمول اور قیاس کرتے ہیں لیکن صحیح طور پر وجد کرنا تو شیخ قشیری نے اپنے رسالہ میں اس کی طرف اشارہ فرمایا، فرمایا کچھ لوگ کہتے ہیں کہ باہم وجد کرنا صاحبِ وجد کے لئے ٹھیک نہیں اس لئے کہ وہ تکلف پر مبنی اور تحقیق سے بعید ہے۔ اور کچھ لوگ کہتے

Marfat.com

للفقراء المجردین الذین ترصدوا لوجدان
هذه المعانی واصلهم خبر الرسول
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابکوا فان لم تبکوا
فتباکوا انتہٰی وفی شرعۃ الاسلام من
السنۃ ان یقرأ القراٰن بحزن و
وجد فان القراٰن نزل بحزن
فان لم یکن لہ حزن فلیتحازن
انتہٰی والحاصل ان تکلف الکمال من
جملۃ الکمال والتشبہ بالاولیاء لمن
لم یکن منہم امر مطلوب مرغوب فیہ
علی کل حال[1] اھ ملتقطا۔

ہیں کہ وہ مجرد فقراء کے لئے ٹھیک ہے جو ان کے معانی کے پانے کے منتظر رہتے ہیں اور اس کی اصل اور بنیاد آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث ہے (چنانچہ آپ نے فرمایا) لوگو! رویا کرو اور اگر رونہ سکو تو رونی صورت بنایا کرو انتہی۔ شرعۃ الاسلام میں ہے سنت یہ ہے کہ غم کے ساتھ جھوم کر قرآن مجید کی تلاوت کی جائے کیونکہ قرآن مجید غم کے ساتھ نازل ہوا ہے اور اگر کسی میں غم کا تاثر نہ ہو تو غمگین صورت بنا لیا کرے انتہی۔ خلاصہ یہ کہ کسی کمال میں تکلف (بناوٹ) کمال میں شامل ہوتا ہے اور جو شخص اولیاء اللہ میں سے نہیں مگر ان کی مشابہت اختیار کرتا ہے یہ بھی امر مطلوب اور ہر حال مستحسن ہے اھ ملتقطاً۔ (ت)

مگر ظاہر کہ عامۂ ناس کا اس میں کچھ نہیں تو صورت مسئولہ میں اس حالت کے شروع ہونے پر لوگوں کا چلا آنا اصلاً کسی طرح محلِ طعن نہ تھا بلکہ انھیں یہی چاہئے تھا دو حال سے خالی نہیں یہ رقص وتمایل وتصفیق والے محق تھے یا مبطل، اگر محق تھے تو عوام جو ان مناصب عالیہ تک بالغ نہیں ان میں شریک ہونا محض بے معنی تھا، اور مبطل تھے تو ان کی حرکاتِ ذمیمہ کا تماشا دیکھنا خود حرام وناروا تھا اور جو امر حرام ولغو میں دائر ہو اس سے احتراز ہی طریقِ صواب ہے آیہ کریمہ ومن اعرض عن ذکری[2] کا اس پر ورود کیونکر ممکن، جہاں خود بحکمِ شرع ہی چلا جانا مطلوب ہو آیہ کریمہ میں اعراض عن الذکر سے ایمان نہ لانا مقصود، خود آیت قرآنیہ اس ارادے پر شاہد عدل موجود، قال اللہ تعالٰی: فاما یاتینکم منی ھدًی من اتبع ھدای فلا یضل ولا یشقٰی[3] ومن اعرض عن ذکری[4] الاٰیۃ بعد واقعہ ابلیس لعین وتناول شجرہ حضرت آدم وحوا اور اُن کے دشمن کو جنت سے اتارتے وقت ارشاد ہوا

---

[1] الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الصنف التاسع مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۵۲۳ تا ۵۲
[2] القرآن الکریم ۲۰/۱۲۴ [3] القرآن الکریم ۲۰/۱۲۳ [4] القرآن الکریم ۲۰/۱۲۴

Marfat.com

کہ اگر تمھارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ گمراہ نہ ہو نہ بدبختی جھیلے اور جو میرے ارشاد سے منہ پھیرے اس کے لئے تنگ زندگانی اور اسے ہم روزِ قیامت اندھا اٹھائیں گے۔ اس مضمون کو سورۂ بقر میں یوں ادا فرمایا ہے:

فاما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلاخوف علیھم ولاھم یحزنون ○ والذین کفروا وکذبوا بایٰتنا اولٰئک اصحٰب النار ھم فیھا خٰلدون ○[1]

اگر تمھارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کی پیروی کریں انھیں کچھ خوف نہیں نہ وہ غمگین ہوں اور جو کفر کریں اور میری آیتیں جھٹلائیں وہ دوزخی ہیں ہمیشہ دوزخ میں رہنے والے۔

ایک ہی قصہ ہے ایک ہی ارشاد ہے تو خود قرآن عظیم نے شرح فرمادی ہے کہ اعراض عن الذکر سے کفر مراد ہے، اب نقل اقوال مفسرین کی حاجت نہ رہی، حدیث میں ہے کچھ لوگوں نے چلا چلا کر مسجد میں ذکر کرنا شروع کیا سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انھیں نکلوادیا اب خواہ یہ نکلوانا اس بنا پر ہو کہ ان کے نزدیک ذکر جہر ممنوع تھا خواہ اس لئے کہ ان کے چلانے سے نمازیوں پر تشویش تھی خواہ کسی وجہ سے ہو بہرحال جب ایسی حالتوں میں خود ذاکرین کو نکلوادینا معیوب نہ ہوا تو آپ اُٹھ کر چلا جانا کیونکر محلِ طعن ہو سکتا ہے غرض آیت سے نہ یہ ارادہ صحیح نہ اُن مسلمانوں پر یہ حکم لگانا درست، حلقے میں کا وہ شخص جو اس کا قائل ہوا اگر جاہل ہے تو دو سخت کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہوا:

اولاً بے علم قرآن عظیم کی تفسیر کرنا، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قال فی القراٰن بغیر علم فلیتبوا مقعدہ من النار۔ رواہ الترمذی[2] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما وقال صحیح۔

جو بے علم قرآن میں کچھ بولے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے (امام ترمذی نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالہ سے اسے روایت کیا اور فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۳۸ و ۳۹

[2] جامع الترمذی ابواب التفسیر باب ماجاء فی الذی یفسر القرآن برأیہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۱۹

Marfat.com

ثانیاً بے علم فتویٰ دینا حکم لگانا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

افتوا بغیر علم فضلوا و اضلوا۔ رواہ الائمۃ احمد[1] والبخاری و مسلم والترمذی وابن ماجۃ عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنھما۔

بے علم فتویٰ دیا تو آپ گمراہ ہوئے اوروں کو گمراہ کیا (ائمہ کرام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کو روایت کیا۔ ت)

اور اگر ذی علم ہے اور دانستہ تفسیر غلط کی غلط حکم لگایا تو اشد و اعظم کبائر کا ارتکاب کیا کہ اللہ عزوجل پر بہتان اٹھایا شریعت مطہرہ پر افترا باندھا، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا[2]۔

اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ عزوجل پر جھوٹ افترا کرے۔

اس شخص پر توبہ تو ہر صورت میں فرض ہے، جب تک توبہ نہ کرے اس کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہے اور اسے امام بنانا گناہ،

لانہ فاسق وفی الغنیۃ شرح المنیۃ محتجا بفتاوی الحجۃ انھم لو قدموا فاسقا یاثمون[3]۔

اس لئے کہ وہ فاسق ہے (یعنی حدود شرعیہ سے تجاوز کرنے والا ہے) اور غنیہ شرح منیہ میں فتاوٰی حجہ سے دلیل لاتے ہوئے فرمایا اگر لوگ فاسق کو امامت کیلئے آگے کریں تو گنہگار ہوں گے۔ (ت)

اور بر تقدیر علم کہ دانستہ اس کا مرتکب ہوا تجدید اسلام و نکاح کا بھی حکم ہے کہ جان بوجھ کر رب العزۃ عز جلالہٗ پر افترا کرنے کو اکثر علماء نے کفر ٹھہرایا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون

جھوٹ وہی گھڑتے ہیں جو آیاتِ الٰہی پر

---

[1] جامع الترمذی ابواب العلم باب ماجاء فی ذھاب العلم امین کمپنی دہلی ۲/۹۰
صحیح مسلم کتاب العلم ۲/۳۴۰ و صحیح البخاری کتاب العلم ۱/۲۰
سنن ابن ماجہ باب اجتناب الرائ والقیاس ص ۶ و مسند امام احمد بن حنبل ۲/۱۶۲

[2] القرآن الکریم ۶/۲۱

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

Marfat.com

بآیٰت اللہ[1] — ایمان نہیں رکھتے۔ (ت)

موضوعاتِ کبیر میں ہے:

ای الکذب علی اللہ ورسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فان الکذب علی غیرھما لا یخرجہ عن الایمان باجماع اھل السنۃ والجماعۃ[2]

اللہ تعالٰی اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کے متعلق جھوٹ کہنا آدمی کو ایمان سے خارج نہیں کرتا، اہلسنت کا اس پر اتفاق ہے۔ (ت)

شرح فقہ اکبر میں ہے:

فی الفتاوی الصغری من قال یعلم اللہ انی فعلت ھذا وکان لم یفعل کفر ای لانہ کذب علی اللہ تعالٰی[3]

فتاوٰی صغرٰی میں ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ اللہ تعالٰی جانتا ہے کہ میں نے یہ کام کیا ہے حالانکہ اس نے وُہ کام نہ کیا ہو تو وہ کافر ہو جاتا ہے، کیوں؟ اس لئے کہ اس نے اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

ھل یکفر بقولہ اللہ یعلم او یعلم اللہ انہ فعل کذا کاذبا قال الزاھدی الاکثر نعم، وقال الشمنی الاصح لا[4]

کیا اپنے اس کہنے سے آدمی کافر ہو جائے گا؟ اللہ تعالٰی جانتا ہے یا جانتا ہے اللہ تعالٰی۔ جھوٹا ہونے کی حالت میں کہے کہ اس نے فلاں کام کیا ہے، زاہدی نے کہا کہ اکثر اہل علم نے فرمایا کہ ہاں کافر ہو جائے گا۔ علامہ شمنی نے کہا یہی زیادہ صحیح ہے کہ کافر نہ ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ونقل فی نور العین عن الفتاوٰی — نور العین میں فتاوٰی سے پہلے قول کی تصحیح

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۵

[2] الاسرار الموضوعۃ تحت حدیث ۹۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۲۹

[3] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحًا وکنایۃً مصطفی البابی مصر ص ۱۹۱

[4] درمختار کتاب الایمان مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۹۲

Marfat.com

تصحیح الاول[1] نقل کی گئی۔ (ت)

اور شرع مطہر کو ایسا ویسا یعنی حقیر جاننے والا تو قطعاً اجماعاً کافر مرتد زندیق ملحد ہے ایسا کہ من شك فی کفرہ وعذابه فقد کفر[2] جو اس کے کافر و مستحق نار ہونے میں شک کرے وہ خود کافر ہے اسی طرح جو تفسیر جلالین شریف خواہ کسی کتاب دینی کی فی نفسہٖ نہ کسی امرِ خارج عارض کے باعث بلاشبہہ و تاویل تحقیر کرے کافر ہے مگر کلام مذکور فی السوال نہ تنقیص شرع مطہر میں صریح ہے نہ تحقیر جلالین شریف میں نص کریمہ مذکورہ کے وہ معنی کہ اس قائل نے بتائے معانی مذکورۂ تفاسیر کے منافی نہیں کہ ان کی تصحیح کو ان کا ابطال ضرور ہے بلکہ ایک معنی جداگانہ ہیں تو اس کے قول کا یہی محل نہیں کہ معانی ظاہرہ معاذ اللہ باطل ہیں حق وہ ہے جو اہل باطن ان کے خلاف جانتے ہیں بلکہ اس کا مطلب بننے کو اس قدر کافی کہ جو کچھ ان تفاسیر میں ہے یہ معانی ظاہرہ ہیں اور افادات قرآن عظیم انھیں میں محصور نہیں بلکہ ان کے سوا اور نکاتِ انیقہ ولطائفِ دقیقہ بھی ہیں جنھیں اہلِ باطن جانتے ہیں اس میں نہ کوئی توہین ہوئی نہ تحقیر بلکہ یہ حق ہے اگرچہ اس محل پر آیۂ کریمہ کا ایراد اور یہ ادعائے مراد باطل ہے تو یہاں معاذ اللہ ثبوتِ کفر کا کوئی محل نہیں، شرح عقائد میں ہے:

النصوص تحمل علی ظواھرھا والعدول عنھا الی معان یدعیھا الباطنیة لادعائھم ان النصوص لیست علی ظواھرھا بل لھا معان باطنیة لایعرفھا الا المعلم وقصدھم بذالك نفی الشریعة بالکلیة الحاد لکونه تکذیبا للنبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فیما علم مجیئه به بالضرورة واما ماذھب الیه بعض

نصوص اپنے ظاہری معانی پر محمول ہوا کرتے ہیں لیکن ظاہری معانی سے انھیں ایسے معانی کی طرف پھیر دینا کہ جن کا فرقہ باطنیہ والے دعوٰی کرتے ہیں اس لئے کہ ان کا دعوٰی یہ ہے کہ نصوص اپنے ظواہر پر نہیں محمول ہوتے بلکہ ان کے لئے باطنی اور پوشیدہ معانی ہوتے ہیں اور انھیں صرف معلّم جانتا ہے اس سے ان کا پوری شریعت کی نفی کا ارادہ کرنا کھُلا الحاد (بے دینی) ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ان احکام میں تکذیب ہے جن کا لانا آپ سے بالبداہت معلوم ہوگیا ہے۔ رہی یہ بات

---

[1] ردالمحتار کتاب الایمان دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۵۶

[2] درمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

Marfat.com

المحققين من ان النصوص على ظواهرها ومع ذٰلك فيها اشارات خفية الى دقائق تنكشف على ارباب السلوك يمكن التطبيق بينها وبين الظواهر المرادة فهو من كمال الایمان ومحض العرفان[1] اھ باختصار۔

کہ جس کی طرف بعض محققین گئے ہیں یعنی انھوں نے اسے اختیار کیا ہے کہ نصوص اپنے ظاہر معانی رکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود ان میں باریک اور مخفی اشارات بھی پائے جاتے ہیں جو ارباب سلوک پر منکشف ہوتے ہیں کہ ان میں اور ظاہری مرادمیں تطبیق ہوسکتی ہے تو یہ کمال ایمان اور خالص عرفان ہے اھ باختصار (ت)

اس بیان سے تمام مراتب سوال کا جواب ہوگیا۔ باقی رہا یہ امر کہ فلاں شخص یا اشخاص خاص کا وجد حق ہے یا باطل، ہیہات اس کے ارادہ کی طرف راہ سخت دشوار والہ سرشار و متصنع ریاکار میں حالت قلب کا تفاوت ہے اور اوساط صادقین متشبہین بالعاشقین وارازل فاسقین مرائین میں فرق اُس سے بھی سخت باریک و دقیق تر کہ یہاں صرف نیت کا تغایر ہے اور نیت وقلب دونوں غیب ہیں اور مسلمان پر بدگمانی حرام،

قال اللّٰہ تعالٰی ولا تقف ما لیس لك به علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولٰئك کان عنه مسؤلا[2]

(اللہ تعالٰی نے فرمایا) اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں بیشک کان آنکھ دل سب سے سوال ہوتا ہے۔

اور فرماتا ہے:

یٰایها الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[3]

اے ایمان والو! بہت گمانوں سے بچو بیشک کچھ گمان گناہ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم والظن فان الظن

گمان سے دور رہو کہ گمان سب سے بڑھ کر جھوٹی

---

[1] شرح عقائد للنسفی مطبع شوکت اسلام قندھار افغانستان ص ۱۱۹ و ۱۲۰

[2] القرآن الکریم ۱۷/ ۳۶

[3] " " ۴۹/ ۱۲

Marfat.com

اکذب الحدیث، رواہ الائمۃ مالک[1] والشیخان وابوداؤد والترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بات ہے (ائمہ کرام مثلاً امام مالک، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

امام علامہ عارف باللہ ناصح فی اللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے اس بحث میں بالتعیین کسی شخص کی نسبت حکم تصنع و ریاء لگا دینے پر ایک طویل وجلیل کلام میں اقامت قیامت فرمائی جس میں سے چند حرف کا خلاصہ یہ کہ سب صوفیہ یکساں نہیں، جیسے سب علماء و فقہاء و مدرسین ایک سے نہیں، جیسے سب قضاۃ و اُمراء و وزراء و سلاطین برابر نہیں بلکہ اُن میں صالح اصلح فاسد افسد سب طرح کے ہیں، ناقص قاصر جاہل مسلمانوں کی عیب جوئی کرتے اور کاملوں کو کمال ہی نظر آتا اور عیب پوشی و تاویل فرماتے ہیں، پھر فرمایا:

ھذا کلہ فی طائفۃ من المتصوفۃ اوصافھم کذلک واحوالھم اخبث منہ ذلک وان لم یجز تعیین طائفۃ منھم باعیانھم ولا شخص واحد بعینہ مالم ینکشف فیھم جلیلۃ الامر بالمشاھدۃ والعیان الذی لایحتمل التاویل فی البیان و لایجوز تقلید الناس بعضھم بعضا فی الاخبار عن ذلک مالم یثبت بالبینۃ العادلۃ عند الحاکم

یہ سب کچھ صوفیاء کے اس گروہ سے متعلق ہے جن کے اوصاف اس طرح یا اس سے بھی خبیث تر ہیں اگرچہ ان میں سے کسی گروہ کی بلحاظ اشخاص تعیین جائز نہیں اور نہ کسی شخص معین کی، جب تک مشاہدے سے امر واضح نہ ہو اور عیاں بھی ایسا ہو کہ جس کے بیان میں کسی شک اور تاویل کی گنجائش نہ ہو۔ اور خبر میں لوگوں کا ایک دوسرے کی تقلید کرنا جائز نہیں جب تک حاکم شرع کے روبرو کسی عادل گواہ کے ذریعے کوئی امر ثابت نہ ہو۔ علاوہ ازیں

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل مسند ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ دارالفکر بیروت ۲/۵۰۴
صحیح البخاری کتاب الفرائض قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۹۵
صحیح مسلم کتاب البر باب تحریم الظن " " " ۲/۳۱۶
سنن ابی داؤد کتاب الادب ۲/۳۱۷ و جامع الترمذی ابواب البر ۲/۲۰

Marfat.com

الشرعی علی ان الحاکم ایضا یحکم بالظاهر وبواطن الامور معلومة عند الله تعالیٰ فلا قطع الا ظاهرا والله اعلم بالسرائر، واما خبر التواتر من الناس لبعضهم بعضا بذلك فهو ممنوع لاستناد الکل فیه الی الظن والتخمین واستفادة الخبر من بعضهم لبعض بحیث لو سألت کل واحد منهم من رؤیته ذلك لقال لم اعاینه انما سمعت ومن قال عاینته تستکشف من حاله فتراه مستندا الی ظنون وامارات وهمیة وربما اذا تاملت وجدت خبر ذلك التواتر مستندا فی الاصل الی خبر واحد او اثنین والواحد ایضا قوله مبنی علی الظن والتهمة فلا یجوز لاحد ان یقول ثبت عندی بالتواتر معصیة فلان لان الناس اخبرونی بذلك وهم کثیرون، وانما ذلك لغلبة الکذب فی الناس خصوصا فی زماننا، وکثرة الحسد و العداوة وربما یفتری احدهم علی رجل بما لا علم له به ویخبر الناس بذلك

حاکم بھی ظاہر پر حکم لگاتا ہے اور پوشیدہ و مخفی امور تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں لہذا ظاہری محل یقین ہو سکتا ہے اور پوشیدہ بھیدوں کو تو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔ رہا یہ کہ اس باب میں لوگوں کا ایک دوسرے سے خبر تواتر کا وصول تو وہ ممنوع ہے کیونکہ اس میں سب کا استناد گمان اور اندازہ ہے۔ لوگوں کا ایک دوسرے سے استفادہ خبر، اس طریقے سے ہر ایک نے دوسرے سے اس کی رویت (مشاہدے) کا سوال کیا تو اس نے کہا میں نے نہیں دیکھا میں نے صرف سنا ہے اور جو یہ کہے میں نے دیکھا ہے اگر تم اس کے حال کا انکشاف کرو یعنی چھان بین کرو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ اس کی سند بھی گمان اور چند وہمی علامات پر ہے خصوصاً جب آپ غور و فکر کریں گے تو اس خبر متواتر کو ایک یا دو کی طرف منسوب پائیں گے، اور ایک کا قول بھی ظن اور الزام و تہمت پر مبنی ہوگا لہذا کسی شخص کے لئے یہ کہنا جائز نہیں کہ میرے نزدیک فلاں آدمی کا گناہ تواتر سے ثابت ہے اس لئے کہ زیادہ تر لوگوں نے مجھے یہی بتایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں میں زیادہ تر جھوٹ ہوتا ہے خصوصاً ہمارے دور میں زیادہ حسد اور دشمنی پائی جاتی ہے۔ بسا اوقات کوئی شخص کسی پر ایسا افترا باندھتا ہے جس کا اسے خود بھی علم نہیں ہوتا اور وہ لوگوں کو اطلاع دیتا ہے

Marfat.com

ويخبر الناس ينقلونه فيصل الخبر الى بعض المغرورين بعلمهم المطرودين عن ابواب فضل الله تعالى فيقول وصلني هذا عن فلان بالتواتر ولا يعلم المسكين ان الذي ينقلون اليه الكذب ينقلون عنه ايضا الكذب لغيره وبعد هذا كله اذا ثبت فعل المعصية من احد بطريق التواتر او الرؤية لم يفد شيئا لان ذكره بمعصية بين الناس على وجه الذم حرام لان الغيبة صدق محرم اما قصد ان يحذر الناس والخبر شائع فى الناس فغير معتبر نعم قالوا ذلك فيما اذا لم يكن للناس علم به وهذا انما استفاد العلم به من خبر الناس المتواتر عنده وعلى كل حال فالستر لعورات المسلمين هو المتعين على صاحب الاستقامة فى الدين ذكر النجم الغزى رحمه الله تعالى فى حسن التنبه فى التشبه ان من اخلاق اليهود والنصارى الاتهام والوقوع فى عرض من لم يثبت

پھر لوگ وہ بات اس کے حوالے سے بیان کرتے ہیں پھر یہ خبر بعض ایسے لوگوں تک پہنچ جاتی ہے جو اپنے علم پر مغرور اور فریب خوردہ ہوتے ہیں اور فضلِ خداوندی سے دھتکارے ہوئے ہوتے ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے کہ مجھے فلاں شخص کی طرف سے بتواتر یہ بات پہنچی ہے حالانکہ اس بیچارے کو معلوم نہیں ہوتا کہ جو اس کی طرف جھوٹ نقل کرتے ہیں وہ اس سے بھی دوسروں تک جھوٹ نقل کر سکتے ہیں۔ ان تمام باتوں کے بعد جب کسی شخص سے بطریق تواتر یا مشاہدہ گناہ ثابت ہو جائے تو پھر بھی اس کا تذکرہ بند کر دے کیونکہ لوگوں میں بطور غیبت کسی کے گناہ کا تذکرہ حرام ہے اس لئے کہ غیبت سچی بھی حرام ہے لیکن اگر اس نے لوگوں کو ڈرانے اور چوکنا کرنے کے لئے ایسے کیا جبکہ خبر لوگوں میں پھیلی ہوئی اور مشہور ہے تو اس کی بات غیر معتبر ہے، ہاں اگر وہ ایسی بات کہیں جس کا لوگوں کو کوئی علم نہیں تو یہ الگ بات ہے، یہ اس وقت ہے جب یہ خبر سے علم کا فائدہ حاصل کرے جبکہ لوگوں کی خبر اس کے نزدیک متواتر ہو، بہرحال مسلمانوں کے عیوب کی پردہ پوشی ان لوگوں پر لازمی ہے جو دین میں استقامت رکھتے ہیں، چنانچہ امام نجم غزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حسن التنبہ فی التشبہ میں ذکر کیا کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے اخلاق میں سے یہ ہے کہ دوسروں کو الزام

Marfat.com

عنه وهذا من الخوض فيما لا يعنيه
روى الترمذى وابن ماجة
عن ابى هريرة رضى الله تعالىٰ
عنه قال قال رسول الله صلى الله
تعالىٰ عليه وسلم من حسن
اسلام المرء تركه ما لا يعنيه
وروى الطبرانى بسند صحيح عن
ابن مسعود رضى الله تعالىٰ
عنه قال اعظم الناس خطايا
يوم القيمة اكثرهم خوضا
فى الباطل ورواه ابن ابى الدنيا
فى الصمت باسناد رجاله
ثقات عن النبى صلى الله
تعالىٰ عليه وسلم مرسلا قال
فى الاحياء واليه الاشارة بقوله
تعالىٰ وكنّا نخوض مع الخائضين ٥ 1
وروى البيهقى فى الشعب عن
عائشة رضى الله تعالىٰ عنها
قالت قال رسول الله صلى
الله تعالىٰ عليه وسلم
لا يزول المسروق منه
فى تهمة حتى يكون
اعظم جرما من
السارق وروى الامام
احمد والشيخان والنسائى

لگائے جائیں اور ان کی عزت میں ہاتھ ڈالا جائے
اور لایعنی و بے مقصد باتوں میں غوطہ زنی کی جائے۔
چنانچہ امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت
ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی
ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی کی اسلامی
خوبیوں میں سے ایک یہ ہے کہ لایعنی اور
بے مقصد کاموں کو ترک کر دے۔ امام طبرانی
نے بسند صحیح حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے انھوں نے
فرمایا کہ قیامت کے دن سب لوگوں سے بڑا
گنہگار وہ شخص ہوگا جو سب سے زیادہ باطل
میں گھستا رہتا ہے۔ ابن ابی الدنیا نے خاموشی
کے باب میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سے اس کو مرسل (یعنی بغیر سند) روایت
کیا۔ ایسی اسناد سے کہ رواۃ مستند اور
معتبر ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں
اسی طرف اشارہ ہے کہ ہم گھُسے رہنے والوں
کے ساتھ گھُسے رہتے ہیں۔ امام بیہقی نے
شعب الایمان میں سیدہ عائشہ صدیقہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت فرمائی کہ
مائی صاحبہ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمیشہ مسروق عنہ
(وہ شخص جس کا مال چوری ہوا) تہمت میں
رہے گا یہاں تک کہ وہ چور سے بڑا مجرم

Marfat.com

وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال رأی عیسٰی ابن مریم علیھما الصلوٰۃ والسلام رجلا یسرق فقال اسرقت قال کلا واللہ الذی لا الٰہ الا ھو فقال عیسٰی اٰمنت باللہ وکذبت عینی وھذا الخلق عزیز جدا انتھی فایاک ان تقع فی حق احد ولو بکلمۃ واحذر ان تخوض مع الخائضین خصوصا فی حق فقراء الصوفیۃ اھ بالالتقاط تحصیلا للبرکۃ بکلمات الھداۃ الناصحین وعدۃ لنفسی وللمسلمین واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

بن جائے گا۔ امام احمد، بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بواسطہ ابوہریرہ روایت فرمائی ہے کہ حضرت عیسٰی ابن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص کو چوری کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کیا تُو نے چوری کی؟ اس نے جھٹ کہا ہرگز ایسا نہیں، اس خدا تعالٰی کی قسم جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔ حضرت عیسٰی نے فرمایا میں اللہ تعالٰی پر ایمان لایا اور میں نے اپنی آنکھوں کو جھٹلایا یہ لوگ یقیناً پیارے ہیں اھ کسی کے حق میں شبہہ کرنے سے بچو اگرچہ کسی ایک ہی کلمہ سے ہو۔ اور اس بات سے ہوشیار رہو کر باطل میں شروع ہونے والوں کے ساتھ شروع ہونے لگو خصوصاً فقراء صوفیہ کے حق میں' اھ بالالتقاط۔ ہدایت یافتہ خیرخواہوں کے کلمات سے حصولِ برکت کرتے ہوئے اور گنتی کے چند کلمات میرے نفس اور مسلمانوں کے لئے ایک گونہ وعدہ ہیں۔ اللہ تعالٰی پاک اور برتر سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۳ مسئولہ مولوی نوشہ علی صاحب ربیع الاول ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر لوگ جب فصلِ آم آتی ہے تو باغوں کو جا کر آم کھاتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کے آموں کی گٹھلیاں مارتے ہیں اور لہو ولعب میں مشغول ہوتے ہیں، آیا یہ فعل ان کا کیسا ہے، جائز یا ناجائز؟ اور برتقدیر عدم جواز کے حرام ہے یا بدعت ہے یا مکروہ؟ اور برتقدیر بدعت کے بدعت حسنہ ہے یا سیئہ؟ بینوا الجواب بحوالۃ الکتب وتوجروا یوم الحساب (بحوالہ کتب جواب بیان فرمائیے اور روزِ حساب اجر پائیے۔ ت)

لہ الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الصنف التاسع مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۵۲۱ تا ۵۲۳

Marfat.com

الجواب

گٹھلیاں مارنا ناجائز و ممنوع ہے مسند امام احمد و صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی و سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی:

قال نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن الخذف وقال انہ لا یقتل الصید ولا ینکاء العدو وانہ یفقأ العین ویکسر السن[1]

یعنی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غلا یا گٹھلی کنکری پھینک کر مارنے سے منع کیا اور فرمایا اس سے نہ دشمن پر وار ہو سکے نہ جانور کا شکار، اس کا نتیجہ یہی ہے کہ آنکھ پھوڑ دے یا دانت توڑ دے۔

فی التیسیر الخذف بمعجمتین وفاء الرمی بحصاۃ او نواۃ لانہ یفقأ العین ولا یقتل الصید[2]

تیسیر میں ہے "الخذف" میں دو حروف "خ" اور "ذ" دونوں نقطے والے ہیں اور آخر میں حرف "ف" ہے اس پر بھی نقطہ ہے اسکے معنی ہیں گٹھلی وغیرہ پھینکنا

اور صرف چھلکوں سے ہم عمر ہم مرتبہ لوگ نادراً محض تطبیب قلب کی طور پر باہم مزاح دوستانہ کریں جس میں اصلاً کسی حرمت یا حشمت دینی کا ضرر حالاً یا مالاً نہ ہو تو مباح ہے۔ عالمگیری میں ہے:

قال القاضی الامام ملک الملوک اللعب الذی یلعب الشبان ایام الصیف بالبطیخ بان یضرب بعضھم بعضا مباح غیر مستنکر کذا فی جواھر الفتاوی فی الباب السادس[3]

قاضی امام ملک الملوک نے فرمایا وہ کھیل جو موسم گرما میں نوجوان خربوزوں کے ساتھ کھیلتے ہیں ایک دوسرے کو خربوزے مارتے ہیں یہ کھیل مباح ہے گناہ نہیں۔ جواہر الفتاوٰی کے چھٹے باب میں اسی طرح مذکور ہے۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب الخذف قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۱۹
صحیح مسلم کتاب الصید " " " " ۲/ ۱۵۲
سنن ابی داؤد کتاب الادب آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۵۸

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث نہی عن الخذف مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۴۶۶

[3] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب السابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۲

Marfat.com

عوارف المعارف شریف میں ہے:

روی بکر بن عبد اللّٰہ قال کان اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم یتبادحون بالبطیخ فاذا کانت الحقائق کانوا ھم الرجال یقال بدح یبدح اذا رمی ای یترامون بالبطیخ [۱] ذکرہ قدس سرہ فی الباب الثلثین ۔ واللّٰہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

بکر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے صحابہ (بطور تفریح وکھیل کود) ایک دوسرے پر خربوزے پھینکا کرتے تھے جب حقائق یہ ہیں تو پھر درحقیقت وہی کامل مرد ہیں۔ جب کوئی چیز پھینکی جائے تو کہا جاتا ہے بَدَحَ یَبْدَحُ یعنی صحابہ کرام ایک دوسرے پر خربوزے پھینکا کرتے تھے اھ اس کو صاحبِ عوارف المعارف نے تیسویں باب میں ذکر فرمایا۔ اللہ تعالٰی پاک، بلند وبالا اور سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۴ ازپیلی بھیت بازار ڈرمنڈ گنج دکان خلیل الرحمٰن عطر فروش مرسلہ محمد مظہر الاسلام صاحب ۲۴ رجب ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ مندرجہ ذیل میں:

بزرگانِ دین کے عرس میں شب کو آتشبازی جلانا اور روشنی بکثرت کرنا بلا حاجت اور جو کھانا بغرضِ ایصالِ ثواب پکایا گیا ہو اس کو لٹانا کہ جو لوٹنے والوں کے پیروں میں کئی من خراب ہو کر مٹی میں مل گیا ہو اس فعل کو بانیانِ عرس موجبِ فخر اور باعثِ برکت قیاس کرتے ہیں، شریعتِ عالی میں اس کا کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

آتشبازی اسراف ہے اور اسراف حرام، کھانے کا ایسا لٹانا بے ادبی ہے اور بے ادبی محرومی ہے، تضییعِ مال ہے، اور تضییع حرام۔ روشنی اگر مصالح شرعیہ سے خالی ہو تو وہ بھی اسراف ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵ ازبنگالہ ضلع کمرلہ موضع جومینگل مرسلہ مولوی عبد الحمید صاحب ۲ ربیع الاول شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تاش وشطرنج کھیلنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا عند اللہ (بیان فرماؤ اللہ کے ہاں سے اجر وثواب پاؤ۔ ت)

---

[۱] عوارف المعارف الباب الثلاثون مکتبۃ المشہد الحسینی القاہرہ ص ۱۴۲

Marfat.com

الجواب

دونوں (تاش اور شطرنج) ناجائز ہیں اور تاش زیادہ گناہ وحرام کہ اس میں تصاویر بھی ہیں،

ومسألۃ الشطرنج مبسوطۃ فی الدر[1] وغیرھا من الحظر والشھادات والصواب اطلاق المنع کما اوضحہ فی رد المحتار[2] واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

شطرنج کا مسئلہ بڑی تفصیل کے ساتھ درمختار وغیرہ میں موجود ہے اور صواب (درست اور حقیقت) یہ ہے کہ اس کی مطلقاً ممانعت ہے جیساکہ فتاوٰی شامی میں اس کی وضاحت فرمائی گئی۔ اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے اور اس کا علم نہایت درجہ تام اور پختہ ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۶ ۲۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ مسئولہ شیخ شوکت علی صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص میرا دوست آیا اور اس نے مجھ سے کہا چلو ایک جگہ عرس ہے، میں چلا گیا وہاں جاکر دیکھا کہ بہت اشخاص ہیں اور قوالی اس طریقہ سے ہو رہی ہے کہ ایک ڈھول اور دو سارنگی بج رہی ہے اور چند قوال پیرانِ پیر دستگیر کی شان میں شعر پڑھ رہے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نعت کے اشعار اور اولیاء اللہ کی شان میں اشعار گارہے ہیں اور ڈھول سارنگیاں بج رہی ہیں، یہ باجے مذکورہ تو شریعت میں حرام ہیں کیا اس فعل سے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور اولیاء اللہ خوش ہوں گے اور یہ اشخاص مذکورہ حاضرین جلسہ گنہگار ہوئے یا نہیں؟ اور ایسی قوالی جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو کس طرح پر؟ بینوا توجروا فقط۔

الجواب

ایسی قوالی حرام ہے، حاضرین سب گنہگار ہیں، اور ان سب کا گناہ ایسا کرنے والوں اور قوالوں پر ہے اور قوالوں کا بھی گناہ اُس عرس کرنے والے پر بغیر اس کے کہ عرس کرنے والے کے ماتھے قوالوں کا گناہ جانے سے قوالوں پر سے گناہ کی کچھ کمی آئے یا اس کے قوالوں کے ذمہ حاضرین کا وبال پڑنے

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۷

[2] ردالمحتار " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۵۳

Marfat.com

سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف ہو، نہیں بلکہ حاضرین میں ہر ایک پر اپنا پورا گناہ اور قوالوں پر اپنا گناہ الگ اور سب حاضرین کے برابر جدا اور سب حاضرین کے برابر علیحدہ وجہ یہ کہ حاضرین کو عرس کرنے والے نے بلایا اُن کے لئے اس گناہ کا سامان پھیلایا اور قوالوں نے انھیں سنایا اگر وہ سامان نہ کرتا یہ ڈھول سارنگی نہ سُناتے تو حاضرین اس گناہ میں کیوں پڑتے اس لئے ان سب کا گناہ اُن دونوں پر ہوا پھر قوالوں کے اس گناہ کا باعث وہ عرس کرنے والا ہوا وہ نہ کرتا نہ بلاتا تو یہ کیونکر آتے بجاتے لہذا قوالوں کا بھی گناہ اس بُلانے والے پر ہوا،

كما قالوا فی سائل قوی ذی مرة سوی ان الاٰخذ والمعطی اٰثمان[1] لانهم لولم يعطوا لما فعلوا فكان العطاء هو الباعث لهم على الاسترسال فی التكدی والسوال وهذا كله ظاهر على من عرف القواعد الكريمة الشرعية وبالله التوفيق۔

جیسا کہ طاقتور، توانا اور صحت مند سائل کے بارے میں کہتے ہیں کہ لینے اور دینے والا دونوں گنہگار ہیں اس لئے کہ اگر دینے والے نہ دیتے تو مانگنے والے گداگری کو پیشہ نہ بناتے لہذا یہ عطاء بخشش ہی ان کے ترک مشقت کا اور مانگنے کا باعث ہوئی اور یہ سب کچھ اس شخص پر ظاہر اور واضح ہے جو قواعد شرعیہ کریمہ کا عارف ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہی توفیق ملتی ہے۔ (ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من دعا الى هدى كان له من الاجر مثل اجور من تبعه لاينقص ذٰلك من اجورهم شيئا ومن دعا الى ضلالة كان عليه من الاثم مثل اٰثام من تبعه لاينقص ذٰلك من اٰثامهم شيئا رواه الائمة احمد[2] ومسلم والاربعة

جو کسی امر ہدایت کی طرف بلائے جتنے اس کا اتباع کریں اُن سب کے برابر ثواب پائے اور اس سے ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ آئے اور جو کسی امر ضلالت کی طرف بلائے جتنے اس کے بلانے پر چلیں اُن سب کے برابر اس پر گناہ ہو اور اس سے ان کے گناہوں میں کچھ تخفیف نہ ہو۔ (ائمہ کرام مثلاً امام احمد، مسلم اور دیگر چار ائمہ (ترمذی،

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۷۳

[2] صحیح مسلم کتاب العلم باب من سن سنۃ ۲/۳۴۱ و مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ بیروت ۲/۳۹۷ و سنن ابی داؤد کتاب السنۃ ۲/۲۷۹ و سنن ابن ماجہ مقدمۃ الکتاب ص ۱۸

Marfat.com

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

(ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

مسئلہ نص شارع علیہ الصلٰوۃ والسلام سے لیا جائے گا یا فقہ امام مجتہد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اگر نص شارع صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم درکار ہے تو مزامیر کی حرمت میں احادیث کثیرہ بالغ بحد تواتر وارد ہیں ازانجملہ اجل واعلٰی حدیث صحیح بخاری شریف ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیکونن من امتی اقوام یستحلون الحر والحریر والخمر والمعازف[1]

ضرور میری اُمت میں وہ لوگ ہونے والے ہیں جو حلال ٹھہرائیں گے عورتوں کی شرمگاہ یعنی زنا اور ریشمی کپڑوں اور شراب اور باجوں کو۔

حدیث صحیح جلیل متصل،

وقد اخرجہ ایضا احمد[2] وابوداؤد وابن ماجۃ والاسمعیلی وابونعیم باسانید صحیحۃ لامطعن فیھا وصححہ جماعۃ اخرون من الائمۃ کما قال بعض الحفاظ قالہ الامام ابن حجر فی کف الرعاع[3]

نیز امام احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، محدث اسمٰعیلی اور ابونعیم نے اسے صحیح اسناد کے ساتھ کہ جن میں کوئی طعن نہیں اس کی تخریج فرمائی، اور ائمہ کی ایک دوسری جماعت نے اسکو صحیح قرار دیا جیسا کہ بعض حفاظ نے کہا ہے، چنانچہ امام ابن حجر نے "کف الرعاع" میں فرمایا ہے (ت)

احادیث صحاح مرفوعہ محکمہ کے مقابل بعض ضعیف قصے یا محتمل واقعے یا متشابہ پیش نہیں ہوسکتے ہر عاقل جانتا ہے کہ صحیح کے سامنے ضعیف، متعین کے آگے محتمل، محکم کے حضور متشابہ واجب الترک ہے پھر کہاں قول کہاں حکایت فعل پھر کجا محرم کجا مبیح، ہر طرح یہی واجب العمل، اسی کو ترجیح، اور اگر فقہ مطلوب ہے تو خود امام مذہب امام اعظم امام الائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد اور ہدایہ جیسی اعلٰی درجہ معتمد کتاب کا ارشاد کافی ووافی:

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاشربہ باب ماجاء فیمن یستحل الخمر قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۳۷/۲

[2] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی امامہ المکتب الاسلامی بیروت ۲۵۷/۵ و ۲۶۸

[3] کف الرعاع القسم الثالث عشر تنبیہ ثانی دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۱۳۲ و ۱۳۳

Marfat.com

دلت المسألة علی ان الملاھی کلھا حرام حتی التغنی لضرب القضیب وکذا قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ابتلیت لان الابتلاء بالمحرم یکون[1]

مسئلہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ کھیل کود کے تمام سامان حرام ہیں حتی کہ (کسی چیز پر) کانٹے کی ضرب لگا کر گانا (یہ بھی زمرۂ حرمت میں داخل ہے) اور اسی طرح امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا یہ ارشاد کہ میں اس میں مبتلا کیا گیا اس لئے کہ ابتلا حرام میں ہوا کرتی ہے۔ (ت)

غرض حدیث وفقہ کا حکم تو یہ ہے ہاں اگر کسی کو قصدًا ہوس پرستی منظور ہو تو اس کا علاج کس کے پاس ہے کاش آدمی گناہ کرے اور گناہ جانے اقرار لائے اصرار سے باز آئے لیکن یہ تو اور بھی سخت ہے کہ ہوس بھی پالے اور الزام بھی ٹالے اپنے لئے حرام کو حلال بنا لے۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ معاذ اللہ اس کی تہمت محبوبانِ خدا کا بر سلسلہ عالیہ چشت قدست اسرارہم کے سر دھرتے ہیں نہ خدا سے خوف نہ بندوں سے شرم کرتے ہیں حالانکہ خود حضور محبوب الٰہی سیدی ومولائی نظام الحق والدین سلطان الاولیاء رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم وعنا بہم فوائد الفواد شریف میں فرماتے ہیں: مزامیر حرام ست[2] (گانے بجانے کے آلات کا استعمال کرنا حرام ہے۔ ت)

مولانا فخر الدین زرادی خلیفہ حضور سیدنا محبوب الٰہی رضی اللہ تعالٰی عنہما نے حضور کے زمانہ مبارک میں خود حضور کے حکم احکم سے مسئلہ سماع میں رسالہ کشف القناع عن اصول السماع تحریر فرمایا اس میں صاف ارشاد ہے کہ:

اما سماع مشائخنا رضی اللہ تعالٰی عنھم فبریٔ عن ھذہ التھمۃ وھو مجرد صوت القوال مع الاشعار المشعرۃ من کمال صنعۃ اللہ تعالٰی[3]

ہمارے مشائخ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا سماع اس مزامیر کے بہتان سے بری ہے وہ صرف قوال کی آواز ہے اُن اشعار کے ساتھ جو کمال صنعت الٰہی سے خبر دیتے ہیں۔

لِلّٰہ انصاف اس امام جلیل خاندان عالی چشت کا یہ ارشاد مقبول ہوگا یا آج کل مدعیان خامکار کی تہمت بے بنیاد ظاہرۃ الفساد ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العظیم (جس کا فساد واضح ہے۔ گناہوں سے

---

[1] الہدایۃ کتاب الکراہیۃ فصل فی الاکل والشرب مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۴۵۳
[2] فوائد الفواد
[3] کشف القناع عن اصول السماع

Marfat.com

بچنے اور بھلائی کرنے کی طاقت کسی میں نہیں مگر اللہ تعالیٰ بلند مرتبہ بزرگ قدر کی توفیق عطا کرنے سے۔ت)

سیدی مولانا محمد بن مبارک بن محمد علوی کرمانی مرید حضور پر نور شیخ العالم فرید الحق والدین گنج شکر وخلیفۂ حضور سیدنا محبوب الٰہی رضی اللہ تعالےٰ عنہم کتاب مستطاب سیر الاولیاء میں فرماتے ہیں:

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز می فرمود کہ چندیں چیز مے باید تا سماع مباح شود مسمع و مستمع و مسموع و آلۂ سماع مسمع یعنی گویندہ مرد تمام باشد کودک نباشد و عورت نباشد و مستمع آنکہ می شنود از یاد حق خالی نباشد و مسموع آنچہ بگویند فحش و مسخرگی نباشد و آلۂ سماع مزامیر ست چوں چنگ و رباب و مثل آں مے باید کہ درمیان نباشد ایں چنیں سماع حلال ست[۱]

سلطان المشائخ قدس سرہ العزیز نے ارشاد فرمایا چند اشیاء ہوں تو سماع جائز اور مباح ہوں (۱) مُسمع (سنانے والا)۔(۲) مستمع (سننے والا)۔(۳) مسموع (جو کچھ سنا جائے) (۴) آلاتِ سماع۔ تفصیل؛ مسمع یعنی سنانے اور کہنے والا بالغ مرد ہو بچہ اور عورت نہ ہو۔ مستمع یعنی سننے والا جو کچھ سنے یادِ حق سے خالی نہ ہو۔ مسموع، جو کچھ سنیں اور کہیں اس میں فحش گوئی اور مسخرہ پن نہ ہو۔ اور آلاتِ سماع مزامیر ہیں جیسے سارنگی اور رباب وغیرہ۔ چاہیے یہ کہ وہ درمیان میں نہ ہوں۔ پس اس طرح کی قوالی (سماع) جائز اور حلال ہے۔ (ت)

مسلمانو! یہ فتویٰ ہے سرور و سردار سلسلۂ عالیہ چشت حضرت سلطان الاولیاء رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا۔ کیا اس کے بعد بھی مفتریوں کو مُنہ دکھانے کی گنجائش ہے۔ نیز سیر الاولیاء شریف میں ہے:

یکے بخدمت حضرت سلطان المشائخ عرضداشت کہ دریں روز ہا بعضے از درویشاں آستانہ دار در مجمعے کہ چنگ و رباب و مزامیر بود رقص کردند فرمود نیکو نہ کردہ اند آنچہ نامشروع است ناپسندیدہ است بعد ازاں یکے گفت چوں ایں طائفہ ازاں مقام بیروں آمدند با ایشاں گفتند کہ شما چہ کردید دراں جمع مزامیر بود سماع چگونہ شنید و رقص کردید ایشاں جواب دادند کہ ما چناں مستغرق سماع

ایک خادم نے سلطان المشائخ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ ان دنوں آستانے کے بعض درویشوں نے اس مجلس اور محفل میں ناچ کیا ہے جہاں آلاتِ سماع چنگ و رباب اور سارنگی و مزامیر وغیرہ تھے تو ارشاد فرمایا انھوں نے اچھا نہیں کیا کیونکہ جو کام ناجائز ہے وہ پسندیدہ نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد ایک کہنے لگا کہ جب یہ لوگ اس حالت سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے ان سے

---

[۱] سیر الاولیاء باب نہم دربیان سماع و وجد مؤسستہ انتشارات اسلامی لاہور ص ۵۰۱-۰۲

Marfat.com

بودیم کہ ندانستیم کہ ایں جا مزامیرست یا نہ ، حضرت سلطان المشائخ فرمود ایں جواب ہم چیزے نیست ایں سخن در ہمہ معصیتہا بیاید[1]

پوچھا کہ یہ تم نے کیا کیا ہے، اس محفل میں تو مزامیر بھی تھے پھر تم نے قوالی بھی سنی اور ناچتے بھی رہے ۔ انھوں نے جواباً بتایا کہ ہم سماع میں اس قدر مستغرق (ڈوبے ہوئے) تھے کہ ہمیں پتہ ہی نہیں چلا کہ مزامیر بھی ہیں یا نہیں ۔ اس پر سلطان المشائخ نے فرمایا کہ یہ کوئی معقول جواب نہیں اس لئے کہ یہ بہانہ تو تمام گناہوں میں ملوث ہونے والے کر سکتے ہیں (ت)

مسلمانو! کیسا صاف ارشاد ہے کہ مزامیر ناجائز ہے اور اس عذر کا کہ "ہمیں استغراق کے باعث مزامیر کی خبر نہ ہوئی" کیا مسکت جواب عطا فرمایا کہ ایسا حیلہ ہر گناہ میں چل سکتا ہے ۔ شراب پیے اور کہہ دے شدتِ استغراق کے باعث ہمیں خبر نہ ہوئی کہ شراب ہے یا پانی ۔ زنا کرے اور کہہ دے غلبۂ حال کے سبب تمیز نہ ہوئی کہ جورو ہے یا بیگانی ۔

اُسی میں ہے ؛

حضرت سلطان المشائخ فرمود من منع کردہ ام کہ مزامیر و محرمات درمیان نباشد و دریں باب بسیار غلو کرد تا بحدیکہ گفت اگر امام را سہوا فتد مرد بتسبیح اعلام دہد و زن سبحان اللہ نگوید زیرا کہ نشاید آواز آں شنودن پس بکند پشت دست بر کف دست زند و کف دست بر کف دست نزند کہ آں بلہو می ماند تا ایں غایت از ملاہی و امثال آں پرہیز آمدہ است پس در سماع طریق اولیٰ کہ ازیں بابت نباشد یعنی در منع دستک چندیں احتیاط آمدہ است پس در سماع مزامیر بطریق اولےٰ منع است[2] اھ باختصار

حضرت سلطان المشائخ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے منع کیا ہے کہ مزامیر حرمت درمیان میں نہ ہوں اور اس سلسلے میں اس قدر تعدی (شدت) فرمائی کہ ارشاد فرمایا امام اگر نماز میں بھول جائے تو مرد سبحان اللہ کہہ کر آگاہ کر سکتا ہے مگر عورت کو اس طرح کہنا جائز نہیں کیونکہ اس کی آواز نہیں سُنی جانی چاہیے اس کے لئے یہ ہدایت اور حکم ہے کہ وہ اپنے ایک ہاتھ کی پشت پر دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی مارے لیکن ہتھیلی کو ہتھیلی پر نہ مارے کیونکہ یہ عمل لہو میں شمار ہوتا ہے یعنی تالی بجانا، پس اندازہ کر لیا جائے کہ کس حد تک کھیل کود اور لغو کام سے پرہیز کی ہدایت وارد ہوئی ہے پس سماع میں بطریق اولےٰ منع ہے یعنی تالی بجانے سے بھی

---

[1] سیر الاولیاء باب نہم در بیان سماع و وجد مؤسسۂ انتشارات اسلامی لاہور ص ۳۱-۵۳۰

[2] " " " " " " " " " ص ۵۳۲

Marfat.com

ممانعت ہے لہٰذا مزامیر کے ساتھ قوالی کرنا اس سے زیادہ اشد اور ممنوع ہے اھ باختصار (ت)
مسلمانو! جو ائمہ طریقت اس درجہ احتیاط فرمائیں کہ تالی کی صورت کو ممنوع بتائیں وہ اور (معاذاللہ) مزامیر کی تہمت للہ انصاف کیسا ضبط بے ربط ہے۔ اللہ تعالیٰ اتباعِ شیطان سے بچائے اور ان سچے محبوبانِ خدا کا سچا اتباع عطا فرمائے آمین الٰہ الحق آمین بجاھھم عندك آمین والحمد للہ رب العالمین (آمین، اے سچے معبود! تیری بارگاہ میں جو ان کا مقام و رتبہ ہے اس کے طفیل دعا قبول فرما۔ اور سب تعریف اس خدا کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ ت) کلام یہاں طویل ہے اور انصاف دوست کو اسی قدر کافی، واللہ الہادی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۷ ملک بنگالہ ضلع کھار ڈاک خانہ لکھی پور بمقام سنگرین مرسلہ جلال الدین

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شادی میں بندوقیں بغرض اعلان چھوڑنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جس شخص نے حرام ثابت کیا بلکہ اس کے یہاں کا کھانا تک حرام قطعی ثابت کیا اس کے حق میں شرع سے کیا حکم ہے؟

الجواب

فی الواقع نکاح میں بغرض اعلان بندوقیں چھوڑنے کی ممانعت شرع میں کہیں ثابت نہیں ہلالِ رمضان اور ہلالِ عید میں صدہا سال سے توپوں کے فائر کئے جاتے ہیں اس سے بھی اعلان ہی مقصود ہوتا ہے اُس اعلان پر شرعاً عمل کا جزئیہ ردالمحتار میں مذکور ہے۔ نیتِ ریا و تفاخر نہ فقط شادی کی بندوقوں بلکہ نماز کو حرام کر دیتی ہے، رسم کا اعتبار جب تک کسی فساد عقیدہ پر مشتمل نہ ہو اصل رسم کے حکم میں رہتا ہے اگر رسم محمود ہے محمود ہے، مذموم ہو مذموم ہے، مباح ہو مباح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸ از آرہ ضلع شاہ آباد محلہ ترتی مدرسہ حنفیہ مرسلہ مولوی ظفر الدین صاحب مدرس ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۰ھ

بشرف ملاحظہ آقائے نعمت دریائے رحمت حضور پرنور متع اللہ المسلمین بقائکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بدعائے والا مع الخیر رہ کر خواہان عافیت سرکار مع جملہ خدام ہوں رسالہ مبارکہ الکشف شافیا میں جو بعد تفصیل اجمال فرمایا گیا ہے کہ یہاں تین چیزیں ہیں ممنوعات، معطات، مباحات۔ قسم اول کا حکم ارشاد فرمایا کہ بعینہ اصل جیسا ہے، فونوگراف سے سننا گویا نہیں بلکہ بعینہ اس مغنیہ کا گانا سننا ہے اس لئے کہ پلیٹ اور گلاس کی آواز نہیں ہوتی اگرچہ اس آواز کا بعینہ وہی آواز ہونا متبادر عبدالعقل نہیں مگر اس تمام تفصیل کے بعد جو ابتدائے رسالہ شریفہ میں

Marfat.com

درج ہے کسی کو مجال انکار نہیں، اور بیشک وہ آواز جو فونوگراف سے نکلتی ہے بعینہٖ وہی آواز ہے جو اس عورت کے گانے کی ہے مگر علمائے کرام وصوفیائے عظام نے جب بالمواجہہ کسی کا گانا سننے اور پس پردہ میں فرق فرمایا ہے تو یہاں بدرجۂ اولٰی ہونا چاہیے۔ حضرت امام غزالی قدس سرہٗ حضور پرنور والا برکت سیدی شاہ محمد کالپوی قدسنا اللہ باسرارہ الشریف نے کسی جگہ تحریر فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص مغنیہ کی آواز منہ پر کپڑا ڈال کر سُنے کہ اس کی صورت نہ دیکھ سکے تو اس میں مضائقہ نہیں اگرچہ یہ مضمون میں نے خود ان دونوں حضرات قدسنا اللہ باسرارہم کی کسی کتاب میں نہیں دیکھا مگر امام غزالی رحمہ اللہ کی نسبت مولوی حکیم عبدالوہاب نے کہا تھا اور حضرت کالپوی قدس سرہ العزیز کی نسبت رجب ۱۳۲۷ھ میں مولوی محمد فاخر صاحب نے مارہرہ شریف میں اگرچہ اُسی وقت سے بارہا خیال اس کے دریافت کا ہوا مگر اتفاق نہ پڑا، خیر پس اگر یہ دونوں مضمون ان حضرات کرام یا اور کسی صاحب نے نہیں تحریر فرمایا جب تو کوئی بات ہی نہیں، اور اگر تحریر فرمایا ہے تو غالباً اس کی وجہ قلت مظنہ فتنہ ہے تو یہاں تو اور اقل قلیل ہے خصوصاً اُس صورت میں کہ جس کا ریکارڈ بھرا ہوا ہو وہ مرچکی ہو پھر دونوں کا حکم ایک کس طرح ہو سکتا ہے۔ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

یہ مضمون کہ منہ پر کپڑا ڈال کر رنڈیوں ڈومنیوں کا گانا سُننا جائز ہے دونوں حضرات ممدوح قدسنا اللہ باسرارہما میں کسی سے ثابت نہیں، نہ ہرگز شرع مطہرہ میں اس کا پتا، نہ اصولِ شرع اُس کی مساعد، نہ ایسی نقول مذہب پر قاضی ہوسکیں۔

(۱) شریعت محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جس طرح فتنہ کو حرام فرمایا دواعی فتنہ کو بھی حرام فرمادیا۔

قال اللہ تعالٰی تلک حدود اللہ فلا تقربوھا[1] وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ من رتع حول الحمی اوشک ان یقع فیہ[2]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا یہ اللہ تعالٰی کی حدیں ہیں لہٰذا ان کے پاس نہ جاؤ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کوئی کسی چراگاہ کے آس پاس جانور چرائے تو قریب ہے کہ چراگاہ میں گھس جائے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۷
[2] صحیح البخاری کتاب البیوع ۱/ ۲۷۵ و صحیح مسلم کتاب المساقات ۲/ ۲۸

Marfat.com

اجنبیہ سے خلوت، نظر، مس، معانقہ، تقبیل اس لئے حرام ہوئے کہ دواعی ہیں۔

(۲) دواعی کے لئے مستلزم ہونا ضرور نہیں ہزارہا خلوت و نظر بلکہ بوس و کنار واقع ہوتے ہیں اور مدعو الیہ یعنی زنا واقع نہیں ہوتا۔

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والفرج یصدق ذٰلك اویکذب بہ رواہ الشیخان[1] وابوداود والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا شرمگاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔ اس کو بخاری، مسلم، نسائی اور ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے بیان فرمایا۔ (ت)

(۳) نہ حرمت دواعی وقت افضا پر مقصور ورنہ اجنبیہ سے جملہ امور مذکورہ حلال ہوں جبکہ زنا سے اجتناب کریں،

ولایقول بہ احد من المسلمین وانما حرمت الدواعی لکونھا دواعی والدعاء لایستلزم الافضا۔

اور کوئی مسلمان اس کا قائل نہیں۔ دواعی اس لئے حرام کیا گیا کہ وہ مطلوب کے لئے اسباب دعوت ہیں یعنی اس کام تک پہنچانے کے ذرائع اور وسائل ہیں، اور داعی کے لئے اس تک رسائی لازم نہیں۔ (ت)

(۴) شرع مطہر مظنہ پر حکم دائر فرماتی ہے اس کے بعد وجود منشاء حکم پر نظر نہیں رکھتی کما عرف فی رخص السفر وغیرھا (جیسا کہ سفر وغیرہ کی رخصتوں سے معلوم ہوا ہے۔ ت)

(۵) احکام فقہیہ میں غالب کا لحاظ ہوتا ہے نادر کے لئے کوئی حکم جدا نہیں کیا جاتا،

صرحوا بہ فی مواضع کثیرۃ وقد نقلنا النصوص علیہ فی الکشف شافیا عن فتح القدیر وعن الدر المختار وعن الدر المنتقی وھو دار فی الکتب لا مطمع فیہ ان یستقصی۔

ائمہ کرام نے متعدد اور بکثرت مقامات پر اسکی صراحت فرمائی ہے، اور ہم نے "الکشف شافیا" میں اس پر نصوص ذکر کئے ہیں جو فتح القدیر، درمختار اور الدر المنتقی وغیرہ کی عبارات پر مشتمل ہیں، اور وہ کتب متعددہ میں دائر ہیں پس ان کیلئے یہ توقع نہیں کہ اس کا استقصا کیا جاسکے (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب القدر باب قول اللہ وحرام علی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۷۸
صحیح مسلم کتاب القدر باب قدر علی ابن آدم حظہ من الزنا الخ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/ ۳۳۶

Marfat.com

ان فوائد کو ملحوظ رکھ کر مغنیہ اجنبیہ کا گانا سننے کی حرمت میں شبہہ نہیں ہوسکتا بیشک وہ داعی ہے اور داعی حرام حرام اگرچہ مستلزم بلکہ اس وقت مفضی بھی نہ ہو اگرچہ خصوص محل میں داعی بھی نہ ہو اور بعض نفوس مطمئنہ کہ شہوات سے یکسر خالی ہوگئے ان کے لحاظ سے حکم میں تفصیل ناممکن بلکہ وہی حکم عام جاری رہے گا ورنہ خلوت ومس وتقبیل وامثالہا میں بھی حکم مطلق نہ رکھیں تفصیل لازم ہو کہ قلب شہوانی کے لئے حرام ہیں اور نفوس مطمئنہ کے لئے جائز حالانکہ یہ قطعًا اجماعًا باطل ہے۔

(۶) جبکہ منشاء تحریم داعی ہونا ہے اور اس میں ہر داعی مستقل تو ایک کی تحریم دوسرے کے وجود پر موقوف نہیں ہوسکتی،

والا لم یکن شیئ منها داعیا بل المجموع اولم یکن داعیا الا بشرط وجودہ وکان الاٰخرلغوا ساقطا من البین۔

ورنہ ان میں سے کوئی چیز داعی نہ ہو بلکہ مجموعہ یا داعی نہ ہو مگر اس کے پائے جانے کی شرط سے۔ اور دوسرا بے فائدہ درمیان سے ساقط ہو (ت)

شرع مطہر نے یہاں نفس صوت فتنہ پر حکم فرمایا ہے،

قال اللہ تعالٰی واستفزز من استطعت منهم بصوتك[۱] وعن انس وعن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنهما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صوتان ملعونان فی الدنیا والاٰخرۃ مزمار عند نعمۃ ورنۃ عند مصیبۃ[۲]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا تو پھسلا دے ان میں سے جس کو تُو اپنی آواز سے پھسلا سکتا ہے (یہ شیطان سے خطاب فرمایا) اور حدیث میں حضرت انس اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہما حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں دو آواز دُنیا اور آخرت میں ملعون ہیں (۱) آسائش کے وقت گانا بجانا (۲) مصیبت کے وقت بین کرنا (ت)

تیسری حدیث میں ہے:

عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال من قعد

حضرت انس سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: جو کوئی گانے والی

---

[۱] القرآن الکریم ۱۷/ ۶۴

[۲] کنز العمال بحوالہ البزار والضیاء عن انس حدیث ۴۰۶۶۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۲۱۹

Marfat.com

الی قینة یستمع منها صب اللہ فی اذنیه الآنك یوم القیمة ۱؎

چوتھی اور پانچویں حدیث میں ہے:

عن جابر و عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال نہیت عن صوتین احمقین فاجرین ۲؎ وقد استقصینا علٰی تخاریجہا فی اکثر من خمسین حدیثا، اوردناھا فی رسالتنا اتم المعارف فی حق المعازف و باللہ التوفیق۔

گویا کے پاس بیٹھ کر اس کا گانا سُنے تو اللہ تعالٰی قیامت کے دن اس کے دونوں کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈال دے گا۔ (ت)

حضرت جابر اور حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں (اللہ تعالٰی ان دونوں سے راضی ہو) کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "مجھے دو نادان بدکار آوازوں سے روک دیا گیا۔ پچاس سے زائد حدیثوں کی تخریج کرنے میں ہم نے انتہائی کوشش کی جنھیں ہم اپنے رسالہ "اتم المعارف فی حق المعازف" (معرفت کی باتوں کا پورا ہونا آلاتِ ساز کے مٹانے میں) لائے ہیں، اور اللہ تعالٰی ہی بہتر کارساز ہے۔ (ت)

تو نظر کی روک کان کے حرام کو کیونکر حلال کر دے گی اس کی نظیر یہی ہو سکتی ہے کہ کہا جائے اجنبیہ کو گلے لگانا حلال ہے جبکہ بوسہ نہ لے یا محلِ بوسہ کو رومال سے چھپالے یا اس کا بوسہ لینا جائز ہے جبکہ گلے نہ لگائے۔ صوتِ فتنہ کی تحریم فتنۂ نظر پر موقوف ہو تو مزامیر کا سننا مطلقًا فی نفسہٖ حلال ہو جائے کہ اُن کی طرف نظر کسی کے نزدیک منع نہیں بلکہ انصافًا منع نظر کے ساتھ سماع، افسادِ حال وتشویشِ خیال میں ابلغ ہوگا فان الانسان حریص علی ما منع (انسان کو جن کاموں سے روکا جائے اُن کے کرنے کی وہ حرص رکھتا ہے۔ ت) نفسِ شیئ مبذول کی طرف اتنا نہیں کھینچتا جتنا ممنوع کی جانب، ولہذا بندگانِ نفس کو نظرِ اجنبیہ میں نظرِ حلیلہ سے زیادہ لذت آتی ہے اگرچہ حلیلہ احسن واجمل ہو ولہذا زنانِ فواحش باآنکہ خود امالہ وجذب میں سعی کرتی ہیں بعد انجذاب تمنع وخودداری کا تصنع دکھاتی ہیں کہ منع اجلب للشوق ہے۔ حضرت شیخ سعدی قدس سرہٗ فرماتے ہیں: ؎

۱؎ کنز العمال بحوالہ ابن صصری فی امالیہ حدیث ۴۰۶۶۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۲۲۰، ۲۲۱

۲؎ جامع الترمذی ابواب الجنائز باب ماجاء فی الرخصۃ فی البکاء علی المیت امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۲۰

Marfat.com

دیدار می نمائی و پرہیز مے کنی — بازار خویش و آتش ما تیز می کنی[1]

(تو دیدار دکھاتا ہے لیکن پرہیز بھی کرتا ہے، لہذا اپنے بازار اور ہماری آگ کو تیز کرتا ہے۔ت)

شرع مطہر نے امور محمودہ میں بھی اس حکمت پر لحاظ فرمایا ہے ولہذا دن میں تین وقت نماز حرام فرمائی کہ شوق مشتاقان تازہ ہوتا رہے ولہذا تجلی کو دوام نہیں ہوتا ولہذا ابتداء میں ایک مدت تک وحی روک لی گئی جس پر کفار نے ودع وقلی کیا اور سورۂ کریمہ والضحٰی نے نزول فرماکر اُن کا منہ سیاہ کیا تو کپڑا ڈال کر سننا وہی رنگ لائے گا جو حضرت عارف جامی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں:ع

چو یابد بُوئے گل خواہد کہ بیند — چو بیند روئے گل خواہد کہ چیند[2]

(جب کوئی پھول کی خوشبو پائے تو چاہتا ہے کہ اس کو دیکھے اور جب پھول کو دیکھ پائے تو چاہتا ہے کہ اُسے چُنے۔ت)

غرض عارف مصالح شریعت احمدیہ وحکم جلیلۂ احکام محمدیہ علٰی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ یقین کرے گا کہ اس کی اباحت سخت بدخواہی امت اور ابلیس لعین کو ان پر بڑی اعانت ہے۔

(۷) اصوات فتنہ کی حرمت اس لئے نہیں کہ وہ خاص مصوت کے ساتھ فجور کی طرف داعی ہیں جس سے مغنیہ مردہ کا بھرا ہوا گانا حلال ہوجائے ورنہ سماع مزامیر مطلقاً حلال ہوتا کہ وہاں مصوت فجور نامتصور بلکہ اس لئے کہ وہ مفسد قلب و محرک شہوت و منبت نفاق و مثبت غفلت ہیں کما افادہ الائمۃ الاعلام وذکرنا طرفا منہ فی الکشف شافیا (جیسا کہ مشہور ائمہ نے اس کا افادہ بخشا، اور ہم نے اس کا کچھ حصہ اپنے رسالے الکشف شافیا میں بیان کیا ہے۔ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹: از مراد آباد محلہ مغلپورہ حصہ دوم متصل مکان جناب حکیم سید امیر حسن صاحب مسئولہ سید حامد حسین صاحب ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

علمائے متین و مفتیان شرع مبین کی بارگاہ میں عرض ہے کہ اس مسئلہ میں آپ حضرات کا کیا ارشاد ہے کہ سماع کلام حسن منظوم خواہ منثور بالحان بہ لہجہ عربی ہو یا مصری یا ہندی خواہ سوا ان کے ہو باستثناء قرآن مجید و فرقان حمید برعایت قواعد و قوانین موسیقی بلا مزامیر مرد صالح معمر یا غیر معمر بلکہ امرد سے جبکہ خوف فتنہ و فساد نہ ہو جائز ہے یا نہیں، چنانچہ علماء وغیرہم مثنوی مولانا روم و نعت و حمد وغیرہم پڑھتے ہیں

---

[1] گلستان سعدی باب دوم مطبع اسلامیہ سٹیم پریس لاہور ص ۱۱۵

[2] یوسف زلیخا باب گرفتن زلیخا یوسف را الخ مطبع تاجران کتب خانہ لاہور ص ۱۸۹

Marfat.com

اگر ناجائز ہے تو کیا علم قوانین موسیقی ناجائز ہے یا بعد حصول علم موسیقی رعایت اس کی معیوب و مقبوح ہے حالانکہ علم کسی امر کا قبیح نہیں کیونکہ حضور پُر نور سیّد یوم النشور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو جمیع امور کا علم بالتفصیل لعطاء الٰہی حاصل تھا اور ہے۔ پھر اگر رعایت اُس کی ناجائز ہے تو جمیع علماء کو اپنے کلام (منظوم یا منثور) کو جو بوقتِ وعظ وغیرہ پڑھتے ہیں اور اس میں موسیقی پائی جاتی ہے امتیاز حاصل کرنے کیلئے موسیقی سے غیر موسیقی کو فنِ موسیقی معلوم کرنا ضرور ہے تاکہ حق کو باطل سے جدا کرلیں، کیونکہ یہ قاعدہ کلیہ ہے یعرف الاشیاء باضدادھا (اشیاء اپنی ضدوں سے پہچانی جاتی ہیں۔ ت) تو جب تک کہ غیر موسیقی کی ضد کو یعنی موسیقی حاصل نہ ہو اُس وقت تک امتیاز بایں ہمہ غیر متصور، ورنہ اختلاط باوجود قدرت جائز نہ ہوگا والا برعایت موسیقی ہر کلام خواہ نظم ہو یا نثر باستثناء قرآن شریف جائز قرار پائے گا۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر و ثواب پائیے۔ ت)

الجواب

جب سامع و مسموع و مُسمِع و مِسمع و مَسمع و سماع و اسماع سب مفاسد سے پاک ہوں تو سُننا سنانا سب جائز ہے اگرچہ بالقصد برعایت قوانین موسیقی ہو، خواہ فارسی یا اردو یا ہندی جو کچھ بھی ہو باستثناء قرآن عظیم موسیقی کی نسبت آواز کی طرف وہ ہے جو عروض کی نسبت کلام کی طرف، کلام جب حسن ہو اوزانِ عروضیہ پر منظوم کر دینے سے قبیح نہ ہوجائے گا۔ یونہی الحان کہ مباح ہو قوانین موسیقی کی رعایت سے ناجائز نہ ہوجائے گا۔ حدیث میں فرمایا:

الشعر کلام فحسنہ حسن وقبیحہ قبیح[1] ۔ شعر ایک کلام ہے، جو اچھا ہے وہ اچھا ہے، اور جو بُرا ہے وہ بُرا ہے۔ (ت)

سامع تو وہ چاہئے جس کے قلب پر شہوات ردیہ کا استیلا نہ ہو کہ سماع کوئی نئی بات پیدا نہیں کرتا بلکہ اُسی کو اُبھارتا ہے جو دل میں دبی ہو، مسموع میں ضرور ہے کہ نہ فحش ہو نہ کوئی کلمۂ خلاف شرع مطہر، نہ کسی زندہ امرد کا ذکر ہو نہ کسی زندہ عورت کی تعریف، نہ ایسی قریب مردہ کا نام ہو جس کے اعزّہ زندہ ہوں اور انھیں اس سے عار لاحق ہو، امثال لیلےٰ سلمےٰ سعاد میں حرج نہیں۔ مُسمِع بالضم یعنی پڑھنے یا گانے والا امرد یا بوڑھا یا جوان ہو امرد یا عورت نہ ہو۔ مِسمع بالکسر یعنی آلۂ سماع مزامیر نہ ہوں اگر ہو تو صرف دف بے جلاجل جو ہیئات تطرب پر نہ بجایا جائے۔ مَسمع بالفتح جائے سماع مجلس فساق نہ ہو

---

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الحج باب لایضیق علی واحد منھا الخ دارالفکر بیروت ۵/ ۶۸

Marfat.com

اور اگر حمد و نعت و منقبت کے سوا عاشقانہ غزل، گیت، ٹھمری وغیرہ ہو تو مسجد میں مناسب نہیں۔ سماع یعنی سُننا ایسے وقت نہ ہو کہ اُس سے نماز باجماعت وغیرہ کسی فرض یا واجب یا امر اہم شرعی میں خلل آئے۔ اِسماع یعنی پڑھنا یا گانا ایسی آواز سے نہ ہو جس سے کسی نمازی کی نماز یا سوتے کی نیند یا مریض کے آرام میں خلل آئے۔ اور حُسن و عشق و وصل و ہجر و شراب و کباب کا ذکر ہو تو عورات تک آواز نہ پہنچے بلکہ اگر گانے والے کی آواز دلکش ہے تو عورات تک پہنچنے کی مطلقاً احتیاط مناسب ہے۔

یا انجشة رویدك بالقواریر[1]

اے انجشہ! کانچ کی شیشیوں کا لحاظ کر کے اپنی آواز آہستہ کیجئے۔ (ت)

ع حسن بلائے چشم ہے نغمہ وبالِ گوش ہے

رہا علم موسیقی، اُس کے تعلم میں وقت ضائع کرنا صالحین کا کام نہیں بلکہ کم از کم عبث ہے اور ہر عبث میں تضییعِ وقت ممنوع۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من حسن اسلام المرأ ترکہ مالا یعنیہ[2]

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کسی آدمی کے حُسنِ اسلام میں سے یہ ہے کہ جو بے فائدہ اور بے سُود کام ہو اُسے چھوڑ دے (ت)

اور علمِ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر قیاس صحیح نہیں کہ وہ بلا تعلم و بے صرف وقت و بے قصد خاص بفن معین تھا حرج اس میں ہے نفس علم میں کوئی حرج نہیں کہ وہ کمال ہے، ولہذا حضرت عزت جلالہ جس کے لئے ہر کمال واجب اور ہر نقصان بلکہ ہر وہ شے جو کمال و نقصان دونوں سے خالی ہو محال بکل شیئ علیم ہے ازلاً ابداً وجوباً اور کسی شے کے علم کی اُس سے نفی کفر ہے تو ثابت ہوا کہ ہر شے کا علم مطلقاً کیسی ہی ہو عین کمال ہے، یونہیں بعد تعلم اس کے قوانین کی اپنے الحان میں رعایت اہلِ شرف و صلاح کے لئے عیب ہے کہ وہ ذلیلوں رذیلوں کا فن ہے اور بالخصوص فاسقین و فاسقات کے ساتھ مشہور ہے ایسی تخصیص شرعاً شے کو ممنوع کر دیتی ہے اگرچہ فی نفسہٖ اس میں کوئی حرج نہ ہو جیسے جوان یا بوڑھے مرد کو ٹوپی انگرکھے یا پاجامے میں چار انگل یا اس سے کم لچکا گوٹا پٹھا لگانا بلاشبہہ بدوضعی و معیوب ہے کہ فاسقوں اور فحشوں کی وضع ہے اگرچہ فی نفسہ چار انگل تک کی اجازت ہے اور

---

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب ما یجوز من الشعر الخ قومی کتب خانہ کراچی ۲/۹۰۸
[2] جامع الترمذی کتاب الزہد امین کمپنی دہلی ۲/۵۵

Marfat.com

منع رعایت موسیقی پر سائل کا وہ شُبہہ کہ اس تقدیر پر تعلمِ موسیقی سب پر واجب ہوگا محض بے اصل و بے معنی ہے آخر اتنا تو مسلّم ہے کہ قرآن عظیم میں اُس کی رعایت حرام ہے تو بے تعلمِ موسیقی اگر اس سے بچنا ناممکن تھا تو خواہی نخواہی اس کا سیکھنا ہر مسلمان پر فرضِ عین ہوتا تو یہ وہ فرض ہے کہ صحابہ و تابعین و ائمہ و علماء سب اس سے محروم رہے، بات یہ نہیں بلکہ اس کا عکس ہے ممنوع و معیوب رعایت ہے اور رعایت فعل اختیاری ہے اور فعل اختیاری کو قصد لازم اور قصد بے علم ناممکن تو رعایت جبھی کر سکے گا کہ جانتا ہو نہ جاننے والا کہ نہ اس سے آگاہ نہ اُس کا قصد کرتا ہے اگر اتفاقاً اس کا پڑھنا کسی شعبہ موسیقی سے موافق ہو جائے تو نہ اُس پر الزام نہ یہ شرعاً ممنوع حتّٰی کہ خود قرآن عظیم میں کما نص علیہ فی الفتاوی الخیریۃ وغیرھا (جیسا کہ فتاوٰی خیریہ وغیرہ میں اس کی تصریح کر دی گئی۔ ت) بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من لم یتغن بالقراٰن فلیس منا[1] — جو خوش الحانی سے قرآن نہ پڑھے وہ ہمارے گروہ سے نہیں۔

اور خوش الحانی میں کسی شعبہ سے اتفاقیہ موافقت نادر نہیں بلکہ غالب بلکہ اس فن والوں کے نزدیک لازم ہے الحان میں اگرچہ تان گٹکری نہ ہو مگر تال سم سے خالی نہیں ہو سکتا تو ناواقف اپنی سادگی کے ساتھ قصد مفسدہ سے بچا ہوا نکل جائے گا اور واقف احتیاط کرے گا تو قصداً بگاڑے گا اور بنانا چاہے گا تو رعایت کی طرف جائے گا لہٰذا اور بھی ضرور ہوا کہ اس فن سے ناواقف رہیں، وباللہ التوفیق۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰: مرسلہ اراکین بعض انجمن غرہ رجب ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جبکہ سماع میں یہ بات مقرر ہے کہ اہل کے لئے جائز نااہل کے لئے ناجائز۔ چنانچہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ؎

نگویم سماع ای برادر کہ چیست — مگر مستمع را بدانم کہ کیست[2]

(اے بھائی! میں نہیں کہتا کہ سماع کیسا ہے، جب تک یہ نہ جان لوں کہ سُننے والا کون ہے۔ ت)

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب اقامۃ الصلوٰت والسنۃ فیہا باب فی حسن الصوت بالقرآن ص ۹۶
[2] بوستانِ سعدی باب سوم دانش سعدی تہران ایران ص ۱۸۴

Marfat.com

تو آج کل جو مشائخ مزامیر سنتے ہیں ان کے لئے کیوں ناجائز ہوا کیونکہ وہ اس کے اہل ہیں نااہل سنتے تو اس پر اعتراض چاہیے یہ تو اُسے غذائے رُوح سمجھتے اور اپنے لئے عبادت جانتے ہیں۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب (اے اللہ! حق اور ٹھیک راستہ دکھا دے۔ت)

اہل نااہل کا تفرقہ سماع مجرد میں ہے۔ شعر حضرت شیخ سعدی قدس سرہٗ میں اسی کا ذکر ہے۔ مزامیر میں اہل کی اہلیت نہیں، نہ اُن کا کوئی اہل نہ وہ کسی کے لئے جائز، مگر مجاذیب اور خود رفتہ کہ عقل تکلیفی نہ رکھتے ہوں اُن پر ایک مزامیر کیا کسی بات کا مواخذہ نہیں کہ ع

سلطان نگیرد خراج از خراب

(کیونکہ بنجر اور ویران زمین سے کوئی بادشاہ (لوگوں سے) ٹیکس وصول نہیں کرتا۔ت)

ایسی جگہ اہلِ عقل میں اہل و نااہل کا فرق کرنا ہر کس و ناکس کو گناہ پر جری کرنا اور امتِ مرحومہ پر مکر شیطان لعین کا دروازہ کھولنا ہے، ہر فاسق اسی کا مدعی ہوگا کہ ہم اہل ہیں ہم کو حلال ہے علانیہ ارتکاب معصیت کرے گا اور حرامِ خدا کو حلال بتائے گا اور اپنے امثال عوام جہال کو گمراہ بنائے گا، کیا شریعتِ محمدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایسا حکم لاتی ہے، حاش للہ۔ شریعت مطہرہ فتنہ کا دروازہ بند فرماتی ہے اور یہ حکم فتنہ کے روزن کو عظیم پھاٹک کرتا ہے، تو کس قدر مباین شریعت غرا ہے، اب دیکھ نہ لیجئے کہ آج کل کتنے ناشخص، کتنے بے تمیز، کتنے کندہ ناتراشیدہ جن کو استنجا کرنے کی تمیز نہیں یہ بھی نہیں جانتے کہ استنجا کرنے میں کیا فرض، واجب، سنّت، مکروہ، حرام ہیں، وہ گیروا کپڑے رنگ کر یا عورتوں کے سے کاکل بڑھا کر رات دن اسی آواز شیطانی میں منہمک ہیں۔ نمازیں قضا ہوں بلا سے، مگر ڈھولک ٹھنکنا ناغہ نہ ہو، اور پھر وہ پیر و مرشد ہیں اُن کے پاؤں پر سجدے ہوتے ہیں، اور علانیہ کہتے ہیں کہ ہم کو روا ہے، ہماری روح کی پاکیزہ غذا ہے۔ یہ ناپاک نتیجہ اسی اہل و نااہل کے فرق پر جہل کا ہے۔ اور ان کا کذب صریح یُوں آشکار کہ سماع بے مزامیر جس میں اہل و نااہل کا فرق ہے اس کے جواز میں اس کے اہل نے یہ شرط رکھی ہے کہ جلسہ سماع میں کوئی نااہل نہ ہو، یہاں تک کہ قوال بھی اہل باطن ہو، جیسے بارگاہ حضور سیدنا محبوب الٰہی سلطان الاولیاء نظام الحق والدین محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ میں حضرت سیدنا امیر خسرو و حضرت سیدی میر حسن علی سجزی قدس سرہما۔ بفرضِ باطل اگر مزامیر میں بھی اہل و نااہل کا فرق ہوتا تو اہل وہ تھا کہ کسی نااہل کے سامنے نہ سنتا، یہ جہل کے اہل عام مجمع کرتے ہیں جس میں فساق

Marfat.com

فجار شرابی زناکار سب کا شیطانی بازار لگتا ہے اور مزامیر کھڑکتے ہیں، یہ اہلیت کی شکل ہے، ولاحول ولاقوۃ الاّ باللہ العلی العظیم (گناہوں سے بچنے اور بھلائی کرنے کی قوت بجز اللہ تعالٰی بلند مرتبہ اور بزرگ قدر کے توفیق دینے کے کسی فرد میں نہیں۔ ت) ان سب کی گمراہی اور عوام کی بربادی تباہی کا وبال انھیں مولویوں کے سر ہے جو اہل و نااہل کا فرق بتاتے اور حرام خدا کو حلال کرنے کی کوشش کرتے اور امت کی بھیڑوں کو ابلیس بھیڑیئے کے پنجے میں دیتے ہیں پھر مزامیر کی حالت بالکل شراب کی مثل ہے قلیلھا یدعو الی کثیرھا تھوڑی سے بہت کی خواہش پیدا ہوتی ہے الذنب یجری الی الذنب گناہ گناہ کی طرف کھینچتا ہے ع

تخم فاسد بار فاسد آورد

(ناقص اور ناکارہ بیج بیکار پھل لاتا ہے۔ ت)

شدہ شدہ رنڈی کے مجرے تک نوبت پہنچتی ہے پھر حیا یکسر کنارہ کرتی ہے، بھری مجلس میں فاحشہ ناچ رہی ہے اور پیر جی صاحب شیخ المشائخ و پیر مغاں و قطب دوراں بنے ہوئے بیٹھے ہیں اور مریدین ھُو حق مچا رہے ہیں، تف بریں اہلیت۔ یہ سب نتائج ملعونہ اُسی مداہنت و تحلیل حرام کے فرق اہل و نااہل کے ہیں، والعیاذ باللہ رب العالمین۔ دربارہ شطرنج تو خود روایات وجوہ عدیدہ پر ہیں مگر ناصحانِ اُمت نے نظر بعصر یہی فرمایا کہ اس کی اباحت میں اُمتِ مرحومہ اور خود دینِ اسلام پر شیطان کو مدد دینا ہے لہٰذا مطلقاً حرام و گناہِ کبیرہ ہے تو مزامیر کہ نفس امارہ کو شیطان لعین کی اُن کی طرف رغبت بہ نسبت شطرنج ہزارہا درجہ زائد ہے کیونکر مطلقاً حرام و سخت کبیرہ نہ ہوں گے۔ سو میں پچانوے ۹۵ وہ ہوں گے جنھیں شطرنج کی طرف التفات بھی نہیں اور سو میں پانچ بھی نہ نکلیں گے جن کے نفسِ امارہ کو مزامیر کی شیطانی آواز خوش نہ آتی ہو اہلِ تقوٰی بھی اپنے نفس کو بالجبر اس سے باز رکھتے ہیں ع

حُسن بلائے چشم ہے نغمہ وبالِ گوش ہے

کافی شرح وافی للامام حافظ الدین النسفی پھر جامع الرموز پھر ردالمحتار میں ہے:

ھو حرام وکبیرۃ عندنا وفی اباحتہ اعانۃ الشیطان علی الاسلام والمسلمین[1]	ہمارے نزدیک وہ حرام اور گناہِ کبیرہ ہے اور اسے مباح قرار دیتے ہیں اسلام اور اہلِ اسلام کے خلاف شیطان لعین کی مدد کرنا ہے (ت)

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۵۳
جامع الرموز کتاب الکراہیۃ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۴/۳۱۹

Marfat.com

مسلمانو! زبان اختیار میں ہے شعریات باطلہ میں العسل مرۃ و الخمر یاقوتیۃ (شہد کڑوا ہے اور شراب یاقوتی ہے، یعنی یوں کہنا حقیقت ثابتہ کے سراسر خلاف ہے۔ ت) کہہ دینے کا ہر شخص کو اختیار ہے شرابی شراب کو بھی غذائے روح وجانفزا وجان پرور کہا کرتے ہیں کہنے سے کیا ہوتا ہے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے جو فرق بتایا ہے ذرا انصاف و ایمان کے ساتھ اُسے سُنئے تو خود کھل جائے گا ع

کہ با کہ باختۂ عشق در شب دیجور

(اندھیری رات میں تُو نے کس کے ساتھ عشق لڑایا۔ ت)

ہاں سُنئے اور گوشِ ایمان سے سُنئے کہ ارشاد اقدس رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کیا ثابت ہے، غذائے روح وہ ہے جس کی طرف شریعتِ محمدیہ علٰی صاحبہا وآلہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ بلاتی ہے اور جس کی طرف شریعتِ مطہرہ بلاتی ہے اس پر وعدۂ جنت ہے اور جنت اُن چیزوں پر موعود ہے جو نفس کو مکروہ ہیں، اور غذائے نفس وہ ہے جس سے شریعتِ محمدیہ صلوات اللہ تعالٰے وسلامہٗ علیہ وعلٰی آلہ منع فرماتی ہے اور جس سے شریعت کریمہ منع فرماتی ہے اس پر وعیدِ نار ہے اور نار کی وعید اُن چیزوں پر ہے جو نفس کو مرغوب ہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حفت الجنۃ بالمکارہ وحفت النار بالشہوات۔ رواہ البخاری[1] فی کتاب الرقاق بلفظ حجبت وتقدیم الجملۃ الاخیرۃ ومسلم باللفظ عن ابی ھریرۃ واحمد ومسلم[2] والترمذی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہما فی صحیحہ۔

جنّت اُن چیزوں سے گھیر دی گئی ہے جو نفس کو ناگوار ہیں اور دوزخ ان چیزوں سے ڈھانپ دی ہے جو نفس کو پسند ہیں (امام بخاری نے کتاب الرقاق میں ساتھ لفظ حجبت کے اسکو روایت کیا ہے اور آخری جملہ کی تقدیم سے اس کو ذکر فرمایا اور مسلم نے حضرت ابوہریرہ کے الفاظ سے، اور احمد، مسلم اور جامع ترمذی نے حضرت انس سے (اللہ تعالٰی ان دونوں سے راضی ہو) اپنی صحیح میں ذکر فرمایا۔ ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الرقاق باب حجبت النار بالشہوات قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۶۰
صحیح مسلم کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمہا الخ 〃 〃 〃 ۲/ ۳۷۸

[2] صحیح مسلم کتاب الجنۃ ۲/ ۳۷۸ و جامع الترمذی ابواب صفۃ الجنۃ ۲/ ۸۰
مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۵۳، ۲۵۴، ۲۸۴

Marfat.com

یہ حدیث تو صحیحین کی تھی اور اس کی تفصیل اس حدیث جلیل میں ہے کہ ابوداؤد و ترمذی و نسائی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لما خلق اللہ تعالٰی الجنۃ قال لجبرئیل اذھب فانظر الیھا فذھب فنظر الیھا والی مااعد اللہ لاھلھا فیھا ثم جاء فقال ای رب وعزتك لایسمع بھا احد الا دخلھا ثم حفھا بالمکارہ ثم قال یا جبرئیل اذھب فانظر الیھا فذھب فنظر الیھا ثم جاء فقال ای رب وعزتك لقد خشیت ان لایدخلھا احد قال فلما خلق اللہ النار قال یا جبرئیل اذھب فانظر الیھا قال فذھب فنظر الیھا ثم جاء فقال ای رب وعزتك لایسمع بھا احد فیدخلھا فحفھا بالشھوات ثم قال یا جبرئیل اذھب فانظر الیھا قال فذھب فنظر الیھا فقال ای رب وعزتك لقد خشیت ان لا یبقی احد الا دخلھا[1]

جب اللہ عزوجل نے جنت بنائی جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم فرمایا کہ اسے جا کر دیکھ، جبریل نے اسے اور جو کچھ مولیٰ تعالٰی نے اس میں اہل جنت کے لئے تیار فرمایا ہے دیکھا، پھر حاضر ہو کر عرض کی اے میرے رب! تیری عزت کی قسم اسے تو جو کوئی سُنے گا بے اس میں جائے نہ رہے گا۔ پھر رب عزوجل نے اُسے اُن باتوں سے گھیر دیا جو نفس کو ناگوار ہیں۔ پھر جبرئیل کو حکم فرمایا کہ اب جا کر دیکھ۔ جبرئیل نے دیکھا، پھر حاضر ہو کر عرض کی اے میرے رب! تیری عزت کی قسم مجھے ڈر ہے کہ اب تو شاید اس میں کوئی بھی نہ جا سکے۔ پھر جب مولیٰ تبارک وتعالٰی نے دوزخ پیدا کی جبرئیل سے فرمایا اسے جا کر دیکھ، جبرئیل نے دیکھا پھر آ کر عرض کی اے میرے رب! تیری عزت کی قسم اس کا حال سُن کر کوئی بھی اس میں نہ جائے گا۔ مولیٰ تعالٰی نے اسے نفس کی خواہشوں سے ڈھانپ دیا، پھر جبرئیل کو اس کے دیکھنے کا حکم فرمایا، جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اسے دیکھ کر عرض کی اے میرے رب! تیری عزت کی قسم مجھے ڈر ہے کہ اب تو شاید ہی کوئی اس میں جانے سے بچے۔

---

[1] جامع الترمذی ابواب الجنۃ باب ما جاء حفت النار بالشھوات امین کمپنی دہلی ۲/۸۰
سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی خلق الجنۃ والنار آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۹۶
سنن نسائی کتاب الایمان والنذور باب الحلف لعزۃ اللہ تعالٰی نور محمد کارخانہ کراچی ۲/۱۴۲-۱۴۱

Marfat.com

یہ ہے وہ فرق کہ مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بتایا اور خود رب العزۃ جل جلالہ قرآن عظیم میں نماز کو فرماتا ہے:

وانھا لکبیرۃ الا علی الخشعین الذین یظنون انھم ملقوا ربھم و انھم الیہ راجعون[1]

بیشک نماز گراں ہے مگر اُن خشوع والوں پر جن کو یقین ہے کہ وہ اپنے رب سے ملیں گے اور انھیں اس کی طرف پھر کر جانا ہے۔

غذائے رُوح کی یہ پہچان ہے، اب مزامیر کو دیکھئے کفار، فساق، فجار رات دن ان میں منہمک ہیں تو واضح ہوا کہ وہ شہواتِ نفس ہیں جب تو بندگانِ نفسِ امّارہ ان پر مٹے ہوئے ہیں غذائے روح ہوتے تو وہ ان کا نام نہ لیتے کہ بندگانِ نفس غذائے رُوح کا نام لئے تھراتے ہیں، ہاں وہ عبادت ضرور ہیں مگر کہاں مندروں اور گرجاؤں میں کہ ان کی عبادت مزامیر ہی کے ساتھ ہوتی ہے مگر حاشا وہ مسجد والوں کی عبادت نہیں، مسجد کا رب اس سے پاک ہے کہ شیطانی لذتوں سے جن میں کافروں کا حصہ غالب ہو اس کی عبادت کی جائے۔ یہ عجب عبادت ہے کہ مندروں گرجاؤں میں ہوتی ہے اور مسجدیں اس سے محروم، ہندوؤں نصرانیوں میں دھڑلے سے رائج، اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم وصحابہ وائمہ اس سے محفوظ۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت کسی میں نہیں مگر اللہ تعالٰے بلند اور عظیم الشان کی توفیق دینے سے۔ ت) یہ اگر عبادت ہے تو ڈوم ڈومنیاں رنڈیاں پیرجی سے بڑھ کر عابد ہیں کہ یہ گھنٹہ بھر اس عبادت سے مشرف ہوں تو وہ چوبیس گھنٹے اسی میں ہیں و لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ جاہلوں کی شکایت نہیں اگرچہ وہ مشائخ بن بیٹھیں اگرچہ اولیاء کرام کا ارشاد ہے کہ:

صوفی بے علم مسخرۂ شیطان ست۔ بے علم صوفی شیطان کا مسخرہ ہے (ت)

ما اتخذ اللہ جاھلا ولیا قط۔ اللہ نے کبھی کسی جاہل کو اپنا ولی نہ کیا۔

بے علم نتواں خدا را شناخت

(بغیر علم کے خدا تعالٰی کی شناخت نہیں ہوسکتی۔ ت)

غضب تو ان مولوی کہلانے والے مشائخ نے ڈھایا ہے کہ اپنے ساتھ عوام کو بھی شریعت پر جری وبیباک کردیا اہل نااہل کا جھوٹا تفرقہ زبانی کہیں اور جلسے میں دنیا بھر کے نااہل بھریں ائمہ دین فرماتے ہیں اسے

---

[1] القرآن الکریم ۲/۴۵

Marfat.com

گروہِ علماء! اگر تم مستحبات چھوڑ کر مباحات کی طرف جھکو گے عوام مکروہات پر گرینگے، اگر تم مکروہ کرو گے عوام حرام میں پڑینگے، اگر تم حرام کے مرتکب ہو گے عوام کفر میں مبتلا ہوں گے۔

بھائیو! اللہ اپنے اوپر رحم کرو، اپنے اوپر رحم نہ کرو اُمت مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر رحم کرو۔ چرواہے کہلاتے ہو بھیڑیئے نہ بنو۔ اللہ تعالےٰ ہدایت دے، آمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولینا محمد وآلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین، آمین۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۲۱ از شہر بریلی روز سہ شنبہ تاریخ ۲۵ شعبان ۱۳۳۴ھ

اگر کوئی مجلس خلاف شرع ہو یعنی ناچ یا باجا وغیرہ ہو تو اس میں کھانا وغیرہ کھانا چاہیئے اور اس میں شرکت کرنا چاہیئے یا نہیں؟ اور اگر اس میں کھانا کھانا چاہیئے تو وہ کون سی شکل ہے جو شرع کے موافق جائز ہو جائے؟ فقط۔

الجواب

کسی خلافِ شرع مجلس میں شرکت جائز نہیں اور کھانا بھی اسی جگہ جہاں وہ خلافِ شرع کام ہو رہے ہیں تو اس کھانے میں بھی شرکت جائز نہیں، اور اگر وہ کھانا دوسرے مکان میں ہے وہاں کوئی امر خلافِ شرع نہیں تو عام لوگوں کو جانے اور کھانے میں حرج نہیں مگر عالم یا مقتدا وہاں بھی نہ جائے مگر اس صورت میں کہ اس کے جانے سے وہ امور خلافِ شرع بند ہو جائیں گے تو ضرور جائے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۲۲ امام بخش فریدی از جام پور ضلع ڈیرہ غازیخان دوشنبہ ۳ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

سماع فی نفسہ کا قطع نظر اس سے کہ سلسلہ قادریہ اور نقشبندیہ میں نہیں سننے کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

سماع کہ بے مزامیر ہو اور مسمع نہ عورت ہو نہ امرد، اور مسموع نہ فحش نہ باطل، اور سامع نہ فاسق ہو نہ شہوت پر، تو اس کے جواز میں شبہہ نہیں۔ قادریہ وچشتیہ سب کے نزدیک جائز ہے، ورنہ سب کے نزدیک ناجائز، والتفصیل فی رسالتنا اجل التحبیر فی حکم السماع والمزامیر (اس کی تفصیل ہمارے رسالے "اجل التحبیر فی حکم السماع والمزامیر" میں ہے۔ ت) واللہ تعالےٰ اعلم۔

Marfat.com

مسئلہ ۲۳ مرسلہ محمد منظور عالم ۲ صفر المظفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں، اس ملک کے مولوی صاحبان کہتے ہیں کہ ہارمونیم بجانا اور سننا اور گراموفون بجانا یا سننا قطعی حرام ہے، اگر درحقیقت حرام ہے تو اکثر بلاد میں بہت سے علماء ہند نے اس کو جائز رکھا ہے اور دیدہ دانستہ گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں اس کی کیا وجہ، کیا وہ لوگ علم دین سے واقف نہیں ہیں یعنی اجمیر شریف، پھلواری شریف، بغداد شریف وغیرہ میں زمانہ عرس میں قوالی سنتے ہیں اس کے سامنے ہارمونیم وستار ضرور ہوتا ہے اس کی کیا وجہ ہے، ازراہِ مہربانی اس کے بارہ میں جیسا حکم ہو کس کس طریقہ والے کے نزدیک جائز ہے اور کس کس کے نزدیک ناجائز ہے؟ جواب سے مطلع فرمائیں فقط۔

الجواب

ہارمونیم ضرور حرام ہے، بغداد شریف میں تو اس کا نشان بھی نہیں، نہ اجمیر شریف میں دیکھنے میں آیا، نہ فاسقوں کا فعل حجت ہو سکتا ہے، نہ کسی عالم نے اُسے حلال کہا، اگر کسی نے حلال کہا ہو تو وہ عالم نہ ہوگا ظالم ہوگا۔ گراموفون سے قرآن مجید کا سُننا ممنوع ہے کہ اسے لہو ولعب میں لانا بے ادبی ہے، اور ناچ یا باجے یا ناجائز گانے کی آواز بھی سننا ممنوع ہے، اور اگر جائز آواز ہو کہ نہ اس میں کوئی منکر شرعی نہ وہ کچھ محلِ ادب، تو اس کے سننے میں فی نفسہٖ حرج نہیں، ہاں لہو کا جلسہ ہو تو اس میں شرکت کی ممانعت ہے، اور تفصیل کامل ہمارے رسالہ الکشف شافیا میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۴ از فیض آباد مسجد مغل پورہ مرسلہ شیخ اکبر علی مؤذن ومولوی عبد العلی ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

گانا قوالی مع ساز اور نااہل لوگوں کا جمع ہونا جو صوم صلوٰۃ کے پابند نہ ہوں خصوصًا مستورات کا جمع ہونا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

گانا مع مزامیر مطلقًا ناجائز ہے نہ کہ ان منکرات کے ساتھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۵ تا ۲۷ از کمال پورہ علاقہ جیت پورہ بنارس مرسلہ خدا بخش زردوز مالک فلور مل اسلامیہ۔ ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل کے بارے میں:

(۱) جس کی بارات میں کثرت سے باجے، روشنی، گھوڑے ہوں اور جا بجا بارات کی گشتی کی گئی ہو اُن کا نکاح شرعًا ہوتا ہے یا نہیں؟ اور ایسی بارات میں شریک ہونے سے گناہ ہوگا یا نہیں؟

Marfat.com

اور شریک ہونیوالوں کی دو قسم ہے دونوں کا حکم علیحدہ علیحدہ بیان فرمائیں۔

(۲) بعض تو شرکت میں کوئی حرج یا گناہ نہیں سمجھتے۔

(۳) بعض گناہ تو سمجھتے ہیں مگر اپنے خاص محلہ یا قرابت دار کی بارات میں اس مجبوری سے شریک ہوتے ہیں کہ نہ شریک ہوں گے تو باعثِ رنج و ملال ہوگا اور آپس میں بے لطفی ہوگی، کیا یہ مجبوری حائل ہوتی ہے؟

الجواب

روشنی اور گھوڑے ممنوع نہیں، ہاں باجے جیسے رائج ہیں ضرور ممنوع ہیں۔ شرکت دو طرح ایک بارات کے ساتھ جانا اور دوسرے اس مکان میں جانا جہاں بارات ہے اوّل کسی عالم یا مقتدا کو مطلقاً نہ چاہیے جبکہ اس کے ساتھ باجے یا اور کوئی ممنوع شے ہو،

لان المقتدٰی لاینبغی لہ الاختلاط مع اھل الباطل کما فی العٰلمگیریة[1] وغیرھا ولان ذٰلک یسقط حرمتہ من الاعین وحرمة تلک المحرمات من القلوب۔

اس لئے کہ کسی قوم کے دینی پیشوا کو اہل باطل کے ساتھ میل ملاپ نہیں رکھنا چاہئے جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری وغیرہ میں مذکور ہے۔ اور اس لئے بھی کہ (عام لوگوں سے اگر میل جول رکھا جائے) تو یہ رویہ عام لوگوں کی نگاہوں سے عزت وحرمت کو ختم کر دیتا ہے اور اُن حرام کاموں کی حرمت کو دلوں سے محو کر دیتا ہے۔ (ت)

اور جو اُن ممنوعات کے استحسان کے ساتھ شریک تو مطلقاً حرام ہے اگرچہ جاہل محض ہو اور عوام میں سے کوئی شخص ہے اور وہ ان ممنوعات کی طرف توجہ نہ کرے اور صلۂ رحم یا مراعات دوستی یا محکومی کے سبب اُن ممنوعات سے بچا ہوا برات کے ساتھ ہو تو حرج نہیں،

واللہ یعلم المفسد من المصلح کما نصوا علیہ فی اتباع جنازة معھا نائحات بل زیارة قبور عندھا منکرات کما فی ردالمحتار وغیرہ۔

اللہ تعالٰی فساد کرنے والے کو اصلاح کرنیوالے سے خوب جانتا ہے۔ جیساکہ ائمہ کرام نے اس کی تصریح فرمائی کہ اگر جنازہ (میت) کے ساتھ رونے پیٹنے والی عورتیں ہوں تو یہ جنازہ کے ساتھ ضرور جائے بلکہ اہل قبور کی زیارت نہ چھوڑے باوجودیکہ وہاں گناہ اور غیر شرعی کام ہو رہے ہوں

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الرابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۶

Marfat.com

جیسا کہ فتاوٰی شامی وغیرہ میں ہے (ت)

اور دوسری صورت یعنی برات کے مکان میں جانا، اگر باجے وغیرہ منکرات دوسرے مکان میں ہوں تو حرج نہیں، اور مقتدا کے لئے تین صورتیں ہیں، اگر جانے کہ میرے جانے سے منکرات بند ہوجائینگے میرے سامنے نہ کرسکیں گے تو جانا ضرور ہے لانہ ازالۃ المنکر (کیونکہ اس طرح کرنے سے گناہ کا ازالہ ہے۔ت)، اور اگر جانے کہ میں جانے سے انکار کروں گا تو میری خاطر اُن لوگوں کو اتنی عزیز ہے کہ مجھے لیجانے کے لئے منکرات سے باز رہیں گے تو انکار ضرور ہے پھر اگر وہ اس کے انکار پر باز رہیں تو جانا ضرور ہے اگر نہ جائے گا تو وہ مخلی بالطبع ہوکر پھر انھیں افعال کو کرینگے اور اگر نہ مانیں تو نہ جانا ضرور ہے، اور اگر اُسی مکان میں ہوں تو ہرگز نہ جائے اور اگر جانے کے بعد شروع ہوں تو فوراً اٹھ آئے، اور عالم کو وہاں جانا اور بھی سخت تر ناجائز ہے مگر اس صورت میں کہ جانے کہ میرا جانا منکرات کو بند کردے گا۔ جن صورتوں میں ہم نے جواز کا حکم دیا اُن میں آپس کی رنجش اور بے لطفی کا لحاظ ضرور چاہئے، اور جن صورتوں میں شرکت شرعاً ناجائز ہے اُن میں کسی کی رنجش کا لحاظ بھی جائز نہیں،

لایخافون لومۃ لائم[1]، لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالٰی[2]۔

(اچھے لوگ) کارِ خیر کرنے میں کسی ملامت گر کی ملامت سے خائف نہیں ہوتے۔ اللہ تعالٰی کی نافرمانی کرنے میں کسی کی اطاعت نہیں۔ (ت)

باقی ان معاصی کی وجہ سے نکاح میں کوئی خلل نہیں آتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸: از کمال پورہ علاقہ جیت پورہ بنارس مرسلہ خدابخش زردوز مالک فلورمل اسلامیہ ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

اگر بارات میں ڈھول تاشہ انگریزی باجا نہ ہو صرف دو ایک جوڑ دف بلا بانسری کا ہو تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ یہ واضح رہے کہ دف بجانے والے کاریگری سے بجاتے ہیں جس میں آواز کا نشیب و فراز سُر و تال ہوتا ہے۔ بیّنوا توجروا

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۵۴

[2] کنز العمال برمز ق۔ د۔ ن عن علی رضی اللہ عنہ حدیث ۱۴۸۷۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۶۷
مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث الحکم بن عمرو الغفاری المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۶۶ و ۶۷

Marfat.com

الجواب

اوقاتِ سرور میں دف جائز ہے بشرطیکہ اس میں جلاجل یعنی جھانج نہ ہوں، نہ وہ موسیقی کے تال سُر پر بجایا جائے ورنہ وہ بھی ممنوع۔ کمافی ردالمحتار وغیرہ (جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹ از کمال پورہ علاقہ جیت پورہ بنارس مرسلہ خدا بخش زردوز مالک فلورمل اسلامیہ
۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

کیا قوم کے سردار اور علماء پر فرض ہے کہ ان مراسم کے مٹانے میں کوشش کریں۔ اگر لوگ نہ مانیں تو برادری ترک کر دیں ترکِ برادری میں جو خرابیاں ہیں وہ بھی ملحوظ رہیں:

(۱) برادرانہ پابندی میں مظلوم کی دادرسی اور ظلم کا تدارک ہوتا ہے۔

(۲) حق ناحق کا فیصلہ آسانی کے ساتھ ہو جاتا ہے۔

(۳) محلہ میں اگر کوئی شخص عورت سے ناجائز تعلق رکھتا ہے تو پنچ اُسے برادری سے خارج کر دیتے ہیں اور اس کی شادی غمی میں شریک نہیں ہوتے پنچوں اور سرداروں کی عبرت سے۔ بالآخر وہ تائب اور نادم ہوتا ہے اور لوگ اس کو برادری میں شامل کر لیتے ہیں، ترک برادری سے یہ فوائد جاتے رہیں گے، ہر شخص آزاد و مختار ہو جائے گا، ہاں یہ واضح رہے اگر کوئی شخص تاڑی شراب پیئے بازاری عورتوں سے زنا کرے، جُوا کھیلے، اپنے یہاں ناچ کرائے، مگر برادرانہ طرف سے اس کی باز پرس نہیں ہوتی اور نہ سردار یا پنچ اس کو برادرانہ طریق سے بند کرتے ہیں، آیا ایسی برادری کرنا چاہیے؟

الجواب

علماء اور سرداران پر ہدایت و نصیحت فرض ہے اور اہلِ معاصی کے ساتھ قطع تعلق میں سلف صالحین کے مسلک مختلف رہے ہیں اور مصالح دینیہ کی رعایت سے دونوں صورتیں جائز ہیں جس میں مصلحت دیکھیں اور ایسی برادری کہ شراب و زنا سے منع نہ کرے اور اپنے ساختہ قانون کی ذرا خلاف ورزی پر سزا دے بہت بیہودہ برادری ہے وہ اگر روک سکتے ہیں تو معاصی پر روکنا فرض ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

Marfat.com

مسئلہ ۳۰ ازکمال پورہ علاقہ جیت پورہ بنارس مرسلہ خدابخش زردوز مالک فلور مل اسلامیہ
۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

جس جگہ تقریب شادی میں خلافِ شرع مراسم کا عام رواج ہو گیا ہو حتی کہ لکھے پڑھے لوگ اُس میں مبتلا ہوں باوجودیکہ لوگ علمائے سے اس کی مذمت وخرابی وعظ میں سُن چکے ہوں ایسی جگہ اگر کوئی عامی مسلمان محض بجوشِ اسلام وحمایت دین یہ التزام کرے کہ جہاں شادی وغیرہ میں خلافِ شرع مراسم ہوں گے وہاں نہ شریک ہوگا گو اپنا عزیز قریب کیوں نہ ہو کیا ایسا شخص شرعاً قابلِ مدح ہے؟

الجواب

جو ایسے جلوسوں میں نہ جانے کا التزام کرے شرعاً محمود ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۱ از کلکتہ ۱، آتش فیکٹری لین ڈاکخانہ انٹالی خانقاہ چشتیہ مرسلہ سید شاہ المبین احمد چشتی نظامی بہاری
۲۱ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

سماع مزامیر یعنی مروجہ قوالی کا جواز بتحقیق اس امر کے کہ صاحبِ شرع علیہ التحیات والتسلیمات سے کس قدر صادر رہا تھا بعد اس کے پچھلے قرنوں کے لوگوں نے کس قدر بڑھایا اب سماع وقوالی کرنے والے کو کون سا طریقہ اختیار کرنا چاہیے؟

الجواب

مزامیر حرام ہیں، صحیح بخاری شریف کی حدیث صحیح میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک قوم کا ذکر فرمایا: یستحلون الحر والحریر والمعازف[1] زنا اور ریشمی کپڑوں اور باجوں کو حلال سمجھیں گے۔ اور فرمایا: وہ بندر اور سور ہو جائیں گے۔

ہدایہ وغیرہ کتبِ معتمدہ میں تصریح ہے کہ مزامیر حرام ہیں۔ حضرت سلطان الاولیاء محبوب الٰہی نظام الحق والدین رضی اللہ تعالٰی عنہ فوائد الفواد شریف میں فرماتے ہیں: مزامیر حرام ست[2] (گانے بجانے کے آلات حرام ہیں۔ ت)

حضرت شرف الدین یحیٰی منیری قدس سرہٗ نے اپنے مکتوبات شریفہ میں مزامیر کو زنا کے ساتھ شمار فرمایا۔ شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے صرف روزِ عید دف کا سننا منقول ہے وہ بھی نہ بالقصد متوجہ ہو کر، اور اوقاتِ سرور میں بے جلاجل کا دف کہ ہیئاتِ تطرب پر نہ بجایا جائے شرعاً جائز ہے

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاشربہ باب ما جاء فی من یستحل الخمر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۳۷
[2] فوائد الفواد

Marfat.com

قوالی والوں پر لازم ہے کہ مزامیر قطعاً ترک کریں اور بوڑھے یا جوان مردوں سے صاف و پاک غزلیں سنیں۔
واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۲ از ضلع سیتاپور محلہ قضیارہ مرسلہ الیاس حسین ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

جب فرائض وواجبات وسنن مؤکدہ کی پابندی لوگوں سے اٹھتی جاتی ہو تو ایسی حالت میں مزامیر کے ساتھ سماع جائز ہے کہ نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مزامیر حرام ہیں اور حرام ہر حال میں حرام رہے گا، لوگ گناہوں میں مبتلا ہیں اس کے سبب گناہ جائز ہو جائے تو شریعت کا منسوخ کر دینا فاسقوں کے ہاتھ میں رہ جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۳ از بسی کوٹلہ ڈاک خانہ خاص ضلع بجنور محلہ سٹھا شہید مرسلہ محمد عبداللہ خاں
۲۰ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے آپ کا کیا ارشاد ہے) اس مسئلہ میں کہ دیکھنا تماشا ٹھیٹر و ناٹک وغیرہ کا کہ جن میں امارد گاتے ہیں اور عورتوں کا لباس پہن کر سوال و جواب عاشقانہ کرتے ہیں اور اس میں تماشا دیکھنے والی عورتیں بھی ہوتی ہیں اور انھیں کے سامنے الفاظ عاشقانہ مستعمل ہوتے ہیں اور اجرت لیتے وقت باجا بجایا جاتا ہے اور ہارمونیم جو ایک باجے کی قسم ہے ہاتھوں سے بجایا جاتا ہے وہ بھی بجتا ہے اور طبلہ بھی بجتا ہے آیا اس تماشے کا دیکھنا جائز ہے یا ناجائز؟ اور اگر ناجائز ہے تو اس تماشے کا دیکھنے والا کس درجہ کا گناہگار ہے؟ اور اس تماشے کا دیکھنے والا مرید بھی کرتا ہے اس سے مرید ہونا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

حرام حرام بوجوہ حرام،

کما لا یخفی علی العوام من اہل الاسلام فضلا عن العلماء بل یعرف حرمتہ فی الاسلام من لہ مخالطۃ بالمسلمین من الکفرۃ البعداء۔

جیسا کہ عوام اہل اسلام پر پوشیدہ نہیں چہ جائیکہ علمائے کرام سے مخفی ہو، بلکہ اسلام میں اسکی حرمت اتنی واضح ہے کہ اس کو وہ دور کے کفار بھی جانتے ہیں جو مسلمانوں سے میل جول رکھتے ہیں۔ (ت)

اس تماشے کا دیکھنے والا فاسق معلن ہے اور اسے پیر بنانا حرام۔ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق للامام الزیلعی وغیرہ کتب معتبرہ میں ہے:

Marfat.com

فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہم اھانتہ شرعا[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

اس کے آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعی طور پر لوگوں کے لئے اس کی توہین و تذلیل واجب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۴ از جے پور بمعرفت حاجی عبدالجبار صاحب ۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

کیا حکم ہے شریعتِ مطہرہ کا مسئلہ ذیل میں کہ زید کہتا ہے کہ قوالی مع آلات مزامیر کے جائز ہے اور بکثرت مشائخ کرام نے اسی طرح سُنا ہے اور کہتا ہے کہ مزامیر ان باجوں کو کہتے ہیں جو منہ سے بجائے جاتے ہیں، ڈھلک، ستار، طبلہ، مجیرے، ہارمونیم، سارنگی مزامیر میں داخل نہیں بلکہ اُن کا اور دف کا ایک حکم ہے۔ اگر زمانۂ اقدس میں یہ چیزیں موجود ہوتیں تو مثل دف کے اس کا بھی حکم فرماتے۔ اور کہتا ہے کہ تم لوگ نا اہل ہو رموز مشائخ طریقت سے ناواقف ہو اگر حرام ہو تو تمھارے لئے مگر ہمارے لئے جائز ہے۔ اور کہتا ہے کہ امام غزالی علیہ الرحمۃ نے اس کو صاف جائز بتایا ہے۔

پس سوال یہ ہے کہ باجے مذکور الصدر کے ساتھ قوالی سُننا کیا جائز ہے یا حرام؟ اگر حرام ہے تو زید کے لئے کہ وہ حرام کو بالاعلان حلال کہتا ہے بلکہ خود اہتمام و التزام کے ساتھ سُننا اور بالعموم ایسی مجالس میں شرکت کرتا ہے کیا حکم ہے اور اس کے پیچھے نماز فریضہ کیسی ہو گی؟ اور مزامیر کی تعریف کیا ہے؟ اور باجے مذکور مزامیر ہیں یا نہیں؟ جو حکمِ خدا و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہو وضاحت سے ارشاد ہو، جزاکم اللہ فی الدارین خیرا الجزاء (اللہ تعالٰی تمھیں دنیا و آخرت میں سب سے بہتر بدلہ عطا فرمائے۔ ت)

الجواب

زید کا قول باطل و مردود ہے، حدیث صحیح بخاری شریف میں مزامیر کا لفظ نہیں بلکہ معازف کہ سب باجوں کو شامل ہے یستحلون الحر والحریر والمعازف[2] (زنا اور ریشمی کپڑوں اور باجوں کو حلال سمجھیں گے۔ ت) امام غزالی پر بھی افترا ہے کہ انھوں نے ان مذکورات خبیثہ کو صاف جائز بتایا ہے طرفہ یہ کہ انھوں نے نے کے جواز کی طرف میل کیا جو مزامیر سے ہے مشائخ کرام پر افترا ہے، حضرت سیدی فخرالدین زرادی خلیفہ حضرت سیدنا محبوب الٰہی رضی اللہ عنہما نے کشف القناع عن اصول السماع میں

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الصلٰوۃ باب الامامۃ المطبعۃ الکبرٰی مصر ۱/۱۳۴

[2] صحیح البخاری کتاب الاشربہ باب ماجاء فیمن یستحل الخمر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۳۷

Marfat.com

کہ بحکم حضور لکھا اس کی تصریح فرمائی کہ باجوں کے ساتھ قوالی سُننا ہمارے مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر افترا ہے، اس کا کہنا کہ زمانہ اقدس میں طبلہ سارنگی خاک بلا ہوتے تو حضور ان کا بھی حکم فرماتے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر سخت شدید جرأت ہے ایسا شخص سخت نااہل ہے اوروں کو نااہل کہتا ہے وہ امام بنانے کے قابل نہیں اس کے پیچھے فرض نفل کچھ نہ پڑھا جائے مگر یہاں حکم کفر کی گنجائش نہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۳۵ ازبنارس مسئولہ جناب مولوی ابراہیم صاحب ۲۷ شعبان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بارات کے ساتھ چند دف بجاتے ہوئے لے چلنا جیسا آج کل مروج ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

شادی میں دف کی اجازت ہے مگر تین شرط سے:

(۱) ہیئات تطرب پر نہ بجایا جائے یعنی رعایت قواعد موسیقی نہ ہو ایک یہی شرط اس مروج کے منع کو بس ہے کہ ضرور تال سم پر بجاتے ہیں۔

(۲) بجانے والے مرد نہ ہوں کہ اُن کو مطلقاً مکروہ ہے۔

(۳) عزت دار بیبیاں نہ ہوں، نص علی کل ذٰلك فی ردالمحتار (ردالمحتار میں اس سارے مسئلہ کی تصریح کر دی گئی ہے۔ ت) واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۳۶ ازالہ آباد مدرسہ سبحانیہ مرسلہ مولوی ابراہیم صاحب ۱۷ رمضان ۱۳۳۸ھ

شادی میں ڈھول وغیرہ بجانا اور محرم میں تعزیہ داری کرنا سینہ پیٹنا کیسا ہے؟

الجواب

ڈھول بجانا ممنوع ہے اور تعزیہ داری و سینہ کوبی حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۷ مولوی عبداللہ صاحب بہاری مدرس مدرسہ منظر الاسلام محلہ سوداگران بریلی ۹ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گنجفہ، شطرنج، تاش، بھگور کھیلنے والے کے واسطے کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

گنجفہ تاش حرام مطلق ہیں کہ اُن میں علاوہ لہو ولعب کے تصویروں کی تعظیم ہے اور بگھور یا جون کمینوں کا کھیل ہے اور منع ہے اور صحیح یہ ہے کہ شطرنج بھی جائز نہیں مگر چھ شرطوں سے:

اولاً بدکر نہ ہو۔

Marfat.com

ثانیاً اس پر قسم نہ کھائی جائے۔
ثالثاً فحش نہ بکا جائے۔
رابعاً اس کے سبب نماز یا جماعت میں تاخیر نہ کی جائے۔
خامساً سرِراہ نہ ہو گوشے میں ہو۔
سادساً نادراً کبھی کبھی ہو۔

پہلی تین شرطیں تو آسان ہیں مگر پچھلی تین پر عمل نادر ہے بلکہ ششم پر عمل سخت دشوار ہے شوق کے بعد نادراً ہونا کوئی معنی ہی نہیں لہٰذا راہ سلامت یہ ہے کہ مطلقاً منع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۸ از موضع رہپورہ تحصیل وضلع بریلی ڈاک خانہ ایزٹ نگر مسئولہ عبدالحمید خاں صاحب ۱۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خادم کے موضع سے ایک میل کے فاصلہ پر رام لیلا کا میلہ ہوتا ہے جس میں راون وغیرہ کے بڑے بڑے بت بنائے جاتے ہیں، موضع کے بہت سے آدمی اس ہندوؤں کے میلہ میں اس کو دیکھنے کی غرض سے جاتے ہیں حضور کے یہاں کے ایک طالب علم مسمّٰی مولانا عبداللہ کی زبانی میں نے سنا تھا کہ حضور کا یہ فتویٰ ہے کہ جو کوئی ہندوؤں کے میلہ میں شوقیہ زیبائش اور دیکھنے کی غرض سے جاتا ہے اس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے لیکن کبھی حضور سے روبرو نہیں سنا ایک شخص نے جو اکثر جماعت کی نماز پڑھاتا ہے یہ کہا کہ میلے میں جانے سے کچھ حرج نہیں وہاں ہم آریہ وغیرہ کے لکچر سننے جاتے ہیں اور جو ناچ ہوتے ہیں ان میں ناچنے والیاں مسلمان ہیں لہٰذا صرف گناہ ہوتا ہے اور کوئی حرج نہیں ہے نکاح وکاح کچھ نہیں جاتا، ہم تو ایک آدھ پیسہ کی چیز بھی تو خرید لیتے ہیں لہٰذا خرید و فروخت کا بھی بہانا ہو جاتا ہے اس لئے وہ گناہ بھی نہیں ہوتا اور یہ بھی کہتا ہے کہ اگر مقتدیوں کو یقین ہے کہ اس کے پیچھے ہماری نماز ہو جائے گی تو وہ امام چاہے جیسا ہی گنہگار کیوں نہ ہو اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی یہ شخص شوقیہ ہمیشہ تعزیہ وغیرہ بھی دیکھنے جاتا ہے موضع کے تمام لوگ اس کے تابعدار ہیں اور جیسا حضور حکم فرمائیں گے ویسا کریں گے لہٰذا انہوں نے فقیر سے کہا کہ اپنے مرشد قطب العالم امام زمان سے اس میلے اور مذکورہ بالا امام کی بابت دریافت کرو فقیر میں یہ جرأت کہاں کہ حضور کے سامنے اتنا مفصل قصہ زبانی بیان کر سکے لہٰذا جواب باصواب ارقام فرمایا جائے۔

الجواب

ہنود کے میلے میں جانا حرام ہے مگر نکاح نہیں ٹوٹتا جب تک اُسے اچھا نہ جانے، اچھا جانے گا

Marfat.com

توبیشک کافر ہو جائے گا اور نکاح ٹوٹ جائے گا ناچ دیکھنا حرام ہے اگرچہ ناچنے والی مسلمان ہو بلکہ اگر مسلمان ہو تو اور سخت تر حرام ہے دو وجہ سے، اوّل اجنبیہ عورت مسلمان کی بے پردگی کافرہ کی بے پردگی سے ہزار درجے سخت تر ہے۔ دوم مسلمان عورت کی بے حیائی کافرہ کی بے حیائی سے اور تماشا دیکھنے کے لئے خرید و فروخت کا حیلہ محض جھوٹا ہے خرید و فروخت بازار میں نہیں ہو سکتی اور تعزیہ دیکھنا بھی جائز نہیں اور امام جبکہ فاسق معلن ہو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب مقتدیوں کا اس میں حرج نہ سمجھنا حکم شرعی کو نہ بدل دے گا۔ آریہ کا لکچر سننے جانا اور بھی سخت تر حرام ہے وہ کفر بکتے ہیں اور یہ کفر سننے جاتے ہیں ایسے جلسے میں شریک ہونے کو قرآن عظیم نے فرمایا ہے: انکم اذا مثلھم[۱] جب تو تم بھی انھیں جیسے ہو، اور فرمایا:

ان اللہ جامع المنٰفقین والکٰفرین فی جھنم جمیعا[۲]۔ واللہ تعالٰی اعلم

بیشک اللہ تعالٰی اُن کافروں اور ان نام کے مسلمانوں ان کے جلسے میں شریک ہونے والوں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۹ تا ۴۱ از قصبہ خدا گنج شاہجہانپوری مرسلہ جناب عبدالرزاق صاحب منتظم عشرۂ محرم مورخہ ۹ ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اس امر کی کوشش کرتا ہے کہ امیر و غریب سب سے چندہ جبراً وصول کرکے بریلی سے چہلم میں باجا منگوایا جائے جس کا صرفہ سوا سو روپیہ کے قریب ہوگا خواہ فاتحہ امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ ہو یا نہ ہو اور اسی نمود اور شیخی کو ثواب جانتا ہے باوجودیکہ یہاں باجا انگریزی وغیرہ کا موجود ہے۔

(۲) بکر اسی امر کی کوشش کرتا ہے کہ اہل ہنود کو اشتعال دینا نامناسب ہے اس واسطے کہ عشرۂ محرم میں منجانب انتظام گورنمنٹ مصالحت ہو چکی ہے علاوہ اس کے ایک مینار عیدگاہ ناتمام پڑا ہوا ہے اور ایک چہار دیواری مسجد قطعی نہیں ہے کتے وغیرہ گھستے ہیں پس اگر چندہ فراہم کیا جائے تو اوّل سبیل شربت بنام امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ ہو اور اس میں سے یہاں کے باجے والوں کو دیا جائے جو بچے مینار اور مسجد درست کرا دیا جائے۔

(۳) زید اجہل اور زبردست ہے اعلان کر دیا ہے کہ بکر کا حقّہ پانی بند کر دیا جائے اس لئے کہ ہمارے

---

[۱] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۰
[۲] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۰

Marfat.com

خلاف کرتا ہے پس دونوں کاموں میں سے کون سا کام ضروری اور جائز ہے اور زید کے ذمہ شریعت کا کیا الزام عائد ہو سکتا ہے اور قاضی شرعی کو کس طرف شامل ہونا چاہیئے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

باجا انگریزی ہو خواہ ہندوستانی، باجے والے وہاں کے ہوں یا یہاں کے سب حرام اور کارِ شیطان ہیں، اُن کے لئے چندہ لینا اور دینا حرام، تخت تعزیہ خود ناجائز ہیں اور ان میں باجے حرام در حرام، جو چندہ دیا جائے فاتحہ و نیازِ شہدائے کرام میں صرف کیا جائے جبکہ چندہ دہندوں کی اجازت ہو کہ یہ ضروری چیز ہے، عیدگاہ کا مینار بھی کوئی اہم چیز نہیں، اور اگر چندہ دہندوں کی اجازت نہ ہو تو جو بچے ان کو واپس کیا جائے۔ یہ حکم شرع کا ہے اس کے خلاف جو چاہے گا شریعت کا مخالف اور عذابِ الٰہی کا مستحق ہو گا وہی حقہ میں بند کرنے کے لائق ہیں بکر کی اس وجہ سے بندش اس پر ظلم ہے اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: الظلم ظلمات یوم القیامۃ[1] ظلم کرنے والا قیامت کے دن اندھیروں میں ہو گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب المظالم باب الظلم ظلمات یوم القیمۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۳۱

Marfat.com

رسالہ

مسائل سماع

۱۳۲۰ھ

(قوالی کے مسئلے)

مسئلہ ۴۲ تا ۴۶ از ریاست گکینہ ضلع رنگ پور ملک بنگالہ مرسلہ مولوی عبداللطیف ہزاری ۴ رمضان ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل مفصلہ ذیل میں:

(۱) متصوفہ زمانہ جو مجلسِ سماع و سرود مرتب کرتے ہیں جس میں راگ و رقص و مزامیر و معازف ہر قسم کے موجود رہتے ہیں اور جھاڑ و فانوس و شامیانہ و فرش و دیگر تکلفاتِ چشتیہ و اسرافات بے جا کے علاوہ اہل و نا اہل و صالح و فاسق و عالم و جاہل و ہندو اور مسلمان وغیرہ کا کچھ تقید نہیں ہوتا سب کو اذنِ عام رہتا ہے اور اطراف و اکناف سے بذریعہ خطوط و اشتہارات لوگوں کو بلایا جاتا ہے آیا اس کارروائی کی قرآن و حدیث یا فقہ و تصوف سے کوئی اصل اور حضرت شارع یا صحابہ یا مجتہدین و ائمہ شریعت و طریقت سے کوئی نقل قولی خواہ فعلی ثابت ہے یا نہ، و برتقدیر ثانی اگر کوئی شخص اس کو مباح بلکہ مستحب اور مسنون و موجب تقرب الی اللہ سمجھ کر ہمیشہ خود بھی مرتکب رہے اور دوسروں کو بھی راغب کرے حتی کہ اس کی تحریک سے بعض مقامات میں اس فعل کا چرچا شروع ہو جائے اور ہوتا جائے تو ایسا شخص ضال و مضل ٹھہرے گا یا نہ؟

Marfat.com

(۲) اس فعل کا منسوب کرنا طرف آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جمیع اکابر صحابہ و تابعین وائمہ مجتہدین و مشائخ طریقت کے نہایت درجہ کی گستاخی اور کذب علی الرسول وعلی اصحابہ العدول وعلی من بعدہم من الاکابر الفحول میں داخل ہے یا نہ ؟

(۳) جس ملک کے لوگ محض نومسلم اور احکام وارکانِ اسلام سے نہایت بے خبر ہوں گویا ابھی تک شریعت میں اُن کی بسم اللہ بھی درست نہیں ہوئی اور بسبب قُرب زمانہ جاہلیت و حدیث العہد بالاسلام ہونے اور مجاورت اقوام ہنود کے اکثر حق و باطل کی تمیز نہ رکھتے ہوں اور اعتقاداً و عملاً انواع شرک و بدعت میں گرفتار ہوں تو ایسوں کو اوّلاً عقائد اسلامیہ و احکامات شرعیہ کی تلقین ضرور تر ہے یا سب سے پیشتر فن موسیقی اور حقائق و دقائق تصوّف و مسئلہ وحدۃ الوجود کی تعلیم مناسب ہے ؟

(۴) ہرگاہ کہ ہر مسلمان پر بقدر استطاعت امر معروف و نہی منکر عموماً اور پیر و پیشوائے قوم پر خصوصاً فرض ہے تو جس پیر کے اکثر مریدنا مقید، عیاش طبع، نشہ خوار، مونچھیں دراز، ریش ندارد، اور صوم و صلاۃ و غسل و طہارت کے مقدمے میں غایت درجہ کے سست، ہاں ناچ رنگ و سماع و سرود کی خدمت میں چُست ہوں اور وہ کسی کی کن مکن سے غرض نہ رکھے سب کو راضی رکھے اور سب سے راضی رہے، پس ایسا پیر تارکِ فرض اور عاصی ہے یا نہ ؟ اور وہ پیر کس قسم کا پیر کہلائے گا ہدایت و ارشاد کا یا ضلالت و الحاد کا ؟

(۵) یہ کہنا کہ وید ہنود میں شرک نہیں ہنود کو بالقطع مشرک کہنا صحیح نہیں بُتوں کو سجدہ کرنا اُن کا باعثِ کفر نہیں ہوسکتا کہ یہ سجدہ تعظیمی ہے جیسے فرشتوں نے آدم کو کیا تھا اور بُتوں سے شفاعت کا امیدوار رہنا ایسا ہے جیسے اہل اسلام کا انبیاء سے امیدوارِ شفاعت رہنا اور مشائخ نے اکثر اذکار و افکار و مراقبات جوگیانِ ہنود سے لئے ہیں، اس قسم کے ہفوات ہدایت و ارشاد کے باب سے ہیں یا درپردہ بیخ کنی اسلام کے اسباب ہیں ؟

الجواب

جواب سوال اوّل

جھاڑ، فانوس، شامیانہ، فروش وغیرہا مباحات فی انفسہا محظور نہیں جب تک نیۃً یا عملاً منکر شرعی سے منضم نہ ہوں بلکہ ممکن کہ نیت محمودہ سے محل محمود میں محمود ہو جائیں،

فان ذٰلک شان المباح یتبع النیۃ   اس لئے کہ وہ مباح کی صفت ہے کہ وہ اچھی بُری

Marfat.com

حسنا وقبحا وتمحضا للاباحة کما نص علیہ فی البحر وغیرہ وقد بیناہ غیر مرۃ فی فتاونا وس اجمع ما ذکر الامام حجۃ الاسلام فی احیاء العلوم من حکایۃ ایقاد بعض الصالحین الف سرج فی مجلس الذکر فانکرہ بعضھم فقال تعال واطفیٔ ماکان منھا لغیر اللہ تعالٰی فلم یستطع اطفاء شیئ منھا۔[۱]

نیت میں اس کے تابع ہوتا ہے اور اس لئے تاکہ اباحت خالص ہوجائے جیساکہ بحرالرائق وغیرہ میں اس کی تصریح کی گئی ہے اور ہم نے متعدد بار اسے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے اور اس واقع کی طرف رجوع کیا جائے جو حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے احیاء العلوم میں ذکر فرمایا کہ ایک بزرگ نے مجلس ذکر میں ایک ہزار چراغ جلائے اس پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا (یعنی معترض ہوئے کہ یہ اسراف کیا گیا ہے) انھوں نے معترضین سے فرمایا کہ آؤ اور جو چراغ ان میں سے غیر خدا کے لئے ہے اُسے بُجھا دو، چنانچہ وُہ ان میں سے کوئی ایک چراغ بھی نہ بجھا سکے۔ (ت)

زینت مباحہ بہ نیت مباحہ مطلقاً اسراف نہیں، اسراف حرام ہے۔ قال تعالٰی:

ولا تسرفوا انہ لایحب المسرفین۔[۲]

بے جا خرچ نہ کیا کرو کیونکہ اللہ تعالٰی فضول خرچی سے کام لینے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (ت)

اور زینت جب تک بروجہ قبیح یا بہ نیت قبیحہ نہ ہو حلال ہے، قال تعالٰی:

قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ۔[۳]

فرمادیجئے اس زیب وزینت کو کس نے حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لئے نکالی ہے (ت)

اور حلال وحرام ایک نہیں ہوسکتے ہمیں شق قلوب وتطلع غیوب واساءت ظنون کا حکم نہیں بل نحسن الظن مھما امکن واللہ سبحٰنہ یعلم الضمائر ویتولی السرائر (بلکہ ہم اچھا گمان کرتے ہیں جب تک ممکن ہو، اور اللہ تعالٰی پاک ہے، دلوں کی پوشیدہ باتیں جانتا ہے اور چھپے رازوں سے آشنا ہے۔ ت) کوئی مجلس اگر فی نفسہٖ منکرات شرعیہ پر مشتمل نہ ہو نہ اس میں وہ باتیں ہوں جو اختلاف مقاصد یا تنوع احوال سے حسن وقبح میں مختلف ہوجائیں جیسے سماع مجرد کہ اہل کو مفید اور نااہل کو مضر بوجہ

---

[۱] احیاء العلوم کتاب آداب الاکل فصل یجمع آداباً الخ مطبعۃ المشہد الحسینی القاہرہ ۲/۲۰

[۲] القرآن الکریم ۷/۳۱

[۳] " " ۷/۳۲

Marfat.com

دقت وغوض افہام قاصرہ پہ موجب فتنہ ہوں جیسے حقائق ودقائق وحدۃ الوجود ومراتب جمع وفرق وظہور وبطون وبروز وکمون وغیرہا مشکلات تصوف، نہ تعمیم اذن بوجہ تعظیم فجار وتکریم کفار وغیر ذٰلک افعال واحوال ناہنجار منجر بہ انکار ہو، بالجملہ حالاً ومآلاً جملہ منکرات وفتن سے خالی ہو تو عموم اذن وشمول دعوت میں حرج نہیں بلکہ مجلس وعظ وپند بلحاظ پابندی حدود شرعیہ جس قدر عام ہو نفع تام ہو مگر محفل رقص وسرود اگر بفرض باطل فی نفسہ منکر نہ بھی ہوتی تو یہ تعمیم اُسے منکر و ناروا کردیتی سماع مجرد کو ائمہ محققین علمائے عاملین واولیائے کاملین نے صرف اہل پر محدود اور نااہل پر قطعاً مسدود فرمایا ہے، نہ کہ مزامیر محرمہ کہ خود منکر وحرام ہیں، سیدی مولانا محمد بن مبارک بن محمد علوی کرمانی مرید حضور پرنور شیخ العالم فرید الحق والدین گنج شکر وخلیفہ حضور سیدنا محبوب الٰہی نظام الحق والدین سلطان الاولیاء رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کتاب مستطاب سیر الاولیاء میں فرماتے ہیں ؛

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز می فرمود کہ چندیں چیز می باید تا سماع مباح شود مسمع ومستمع ومسموع وآلہ سماع، مسمع یعنی گوینده مرد تمام باشد کودک نباشد وعورت نباشد و مستمع آنکہ می شنود واز یاد حق خالی نباشد ومسموع انچہ بگویند فحش ومسخرگی نباشد، وآلہ سماع مزامیرست چوں چنگ ورباب ومثل آں می باید کہ درمیان نباشد اینچنیں سماع حلال ست[1]

حضرت سلطان المشائخ قدس سرہٗ فرماتے ہیں چند چیزیں ہوں تو سماع مباح ہوگا (۱) مسمع یعنی سنانے والا بالغ مرد ہو بچہ اور عورت نہ ہو (۲) مستمع یعنی سُننے والا جو کچھ سُنے وہ یادِ حق پر مبنی ہو (۳) مسموع (جو کچھ سُنا گیا) جو کچھ وہ کہیں وہ بیہودگی اور مذاق ولغو سے پاک ہو (۴) اسباب سماع گانے بجانے کے آلات سارنگی رباب وغیرہ، چاہیئے کہ وہ مجلس کے درمیان نہ ہوں۔ اگر یہ تمام شرائط پائی جائیں تو سماع (یعنی قوالی) حلال اور جائز ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے ؛

یکے بخدمت حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ تعالٰی عنہ عرض داشت کہ دریں روزہا بعضے از درویشاں آستانہ دار در مجمع کہ چنگ ورباب ومزامیر بود رقص کردند فرمود نیکو نکردہ اند انچہ نامشروع ست ناپسندیدہ است[2]

کسی شخص نے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں یہ شکایت پیش کی کہ آستانہ کے بعض درویشوں نے یہ شکایت پیش کی کہ آستانہ کے بعض درویشوں نے اس محفل میں رقص کیا ہے جس میں چنگ ورباب اور مزامیر استعمال ہوئے آپ نے فرمایا انھوں نے اچھا نہیں کیا کیونکہ جو کام ناجائز ہے اسے پسندیدہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ (ت)

---

[1] سیر الاولیاء باب نہم در سماع ووجد ورقص مؤسسۂ انتشارات اسلامی لاہور ص ۵۰۲-۵۰۱
[2] سیر الاولیاء باب نہم در سماع ووجد ورقص مؤسسۂ انتشارات اسلامی لاہور ص ۵۳۰

Marfat.com

اسی میں ہے :

حضرت سلطان المشائخ فرمود من منع کردہ ام کہ مزامیر ومحرمات درمیان نباشد[1]

حضرت سلطان المشائخ نے ارشاد فرمایا میں نے منع کیا ہے کہ مزامیر اور حرام آلات درمیان میں نہ ہوں۔ (ت)

خود حضور پُرنور سلطان المشائخ محبوب الٰہی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ملفوظات طیبات فوائد الفواد شریف میں ہے : مزامیر حرام ست[2] (مزامیر حرام ہیں ۔ ت)

احادیث اس بارے میں حدِ تواتر پر ہیں، اور کچھ نہ ہو تو حدیث جلیل جمیل صحیح رجیح صحیح بخاری شریف کافی و وافی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لیکونن من امتی اقوام یستحلون الحر والحریر والخمر والمعازف[3]

ضرور میری امت میں کچھ لوگ ایسے ہونے والے ہیں کہ حلال ٹھہرائیں گے عورتوں کی شرمگاہ یعنی زنا اور ریشمی کپڑوں اور شراب اور باجوں کو۔ (ت)

حدیث صحیح جلیل متصل لامطعن فیہ سندا ولا متنا الا عند من ھوی فی ھوۃ الھوی کابن حزم ومن مثلہ غوی وقد اخرجہ ایضا الائمۃ احمد وابوداؤد وابن ماجۃ واسمٰعیل وابونعیم باسانید صحاح لاغبار علیھا وصححہ جماعۃ اخرون من الائمۃ کما قالہ بعض الحفاظ قالہ الامام ابن حجر المکی فی کف الرعاع[4]

حدیث صحیح، جلیل القدر اور متصل سند والی ہے اسکی سند اور متن پر کوئی معترض نہیں سوائے اس کے جو خواہشِ نفس کے گہرے گڑھے میں گر گیا ہو اور بے راہ ہو گیا ہو جیسے ابن حزم اور اس جیسے دیگر لوگ، نیز اسے ائمہ کرام مثلاً امام احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، اسمٰعیل اور ابونعیم نے ایسی صحیح سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے جو شکوک وشبہات سے مبرّا ہیں۔ ان کے علاوہ بعض دیگر ائمہ اور حفاظ نے بھی اس کی صحت کو تسلیم کیا ہے، چنانچہ امام ابن حجر مکی نے کف الرعاع میں ارشاد فرمایا۔ (ت)

---

[1] سیر الاولیاء باب نہم در سماع وجد ورقص مؤسستہ انتشارات اسلامی لاہور ص ۵۳۲
[2] فوائد الفواد
[3] صحیح البخاری کتاب الاشربہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۳۷
[4] کف الرعاع عن محرمات اللھو والسماع مکتبۃ الحقیقۃ استنبول ترکی ص ۲۷۰

Marfat.com

فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اپنے فتاوٰی میں ثابت کیا ہے کہ ان پیروان ہوائے نفس کا حضرات اکابر چشت قدست اسرارہم کی طرف سماع مزامیر نسبت کرنا محض دروغ بیفروغ ہے ان کے اعاظم اجلہ تصریح فرماتے ہیں کہ یہ ہمارے مشائخ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہ پر افترا ہے نیز ان کے تمام تمسکات واہیہ کا ایک اجمالی جواب موضع صواب ان لفظوں میں گزارش کر دیا ہے کہ بعض جہال بدمست یا نیم ملا ہوس پرست یا جھوٹے صوفی باد بدست کہ احادیث صحیحہ مرفوعہ محکمہ کے مقابل بعض ضعیف قصے یا محتمل واقعے یا متشابہ کلمے پیش کرتے ہیں انھیں اتنی عقل نہیں یا قصداً بے عقل بنتے ہیں کہ صحیح کے سامنے ضعیف، متعین کے آگے محتمل، محکم کے حضور متشابہ واجب الترک ہے پھر کہاں حکایت فعل پھر کجا محرم کجا مبیح، ہر طرح یہی واجب العمل، اسی کو ترجیح، مگر ہوس پرستی کا علاج کس کے پاس ہے، کاش گناہ کرتے اور گناہ جانتے اقرار لاتے، یہ ڈھٹائی اور بھی سخت ہے کہ ہوس بھی پالیں اور الزام بھی ٹالیں، اپنے لئے حرام کو حلال بنالیں، میں نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ ایسی محافل میں جتنے لوگ کثرت سے جمع کئے جائیں گے اُسی قدر گناہ و وبال صاحب محفل و داعی پر بڑھے گا۔ حضار سب گنہگار اور اُن سب کا گناہ گانے بجانے والوں پر اور اُن کا اور ان کا سب کا بلانے والوں پر۔ بغیر اس کے کہ اُن میں کسی کے اپنے گناہ میں کچھ کمی ہو مثلاً دس ہزار حضار کا مجمع ہے تو اُن میں ہر ایک پر ایک ایک گناہ، اور فرض کیجئے تین قوال تو اُن میں ہر ایک پر اپنا گناہ اور دس دس ہزار گناہ حاضرین کے، یہ مجموعہ چالیس ہزار چار اور ایک اپنا، کل چالیس ہزار پانچ گناہ داعی و بانی پر۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من دعا الی ضلالۃ کان علیہ من الاثم مثل آثام من تبعہ لاینقص ذٰلک من اٰثامھم شیئا۔ رواہ الائمۃ احمد و الستۃ[1] الا البخاری عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو کسی امر ضلالت کی طرف بلائے جتنے اُس کے بلانے پر چلیں اُن سب کے برابر اس پر گناہ ہو اور اس سے اُن کے گناہوں میں کچھ کمی نہ ہو۔ (امام بخاری کے علاوہ امام احمد اور دیگر پانچ ائمہ کرام نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔ ت)

ایسے محرمات کو معاذ اللہ موجب قربت جاننا جہل و ضلال اور ان پر اصرار کبیرہ شدید الوبال اور دو سرن

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب السنۃ ۲/۲۷۹، جامع الترمذی ابواب العلم ۲/۹۲، سنن ابن ماجہ باب من سن سنۃ حسنۃ ص ۱۹
صحیح مسلم کتاب العلم باب من سن سنۃ حسنۃ او سیئۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۴۱
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۳۹۷

Marfat.com

کو ترغیب اشاعت فاحشہ و اضلال، والعیاذ باللہ من سوء الحال (اللہ تعالٰی کی پناہ بُرے حال سے۔ت) رہا رقص اگر اُس سے یہ متعارف ناچ مراد ہو تو مطلقاً ناجائز ہے زنان فواحش کا ناچ ہے اور متصوفۂ زمانہ سے بھی بعید نہیں بلکہ معہود و معلوم و مشہور رہے، جب تو بنصوص قطعیہ قرآنیہ حرام ہے وقد تلوناھا فی فتاونا (اسے ہم نے اپنے فتاوٰی میں ذکر کیا ہے۔ت) اب اُسے مستحب و قربت جاننا در کنار مباح ہی سمجھنے پر صراحۃً کفر کا الزام ہے اور اگر کتھکوں کا ناچ تثنّی و تکسّر یعنی لچکے توڑے کے ساتھ ہے جب بھی حرام و موجب لعن ہے کما نطقت بہ الاحادیث وصرح بہ شراح الحدیث (جیسا کہ احادیث اس پر ناطق ہیں اور شارحین حدیث نے اس کی صراحت فرمائی ہے۔ت) اور اگر ایسا نہیں بلکہ صرف حرکات مضطربہ ہیں کہ نہ خود موزوں، نہ منکرات پر مشتمل نہ حالاً یا مآلاً فتنے کی طرف منجر، نہ اس کے فاعلین اہل ہیآت و وقار بلکہ بازاری خفیف الحرکات بے وقر، تو بایں ہمہ قیود بھی اس کا اقل مرتبہ یہ ہے کہ ایک قسم لہو و لغو ہے اور ہر لہو و لغو رد و باطل اور ہر باطل کا ادنٰی درجہ مکروہ و ناجائز۔ طریقہ محمدیہ اور اُس کی شرح حدیقہ ندیہ میں ہے:

الرقص وھو الحرکۃ الموزونۃ علی میزان نغمۃ مخصوصۃ (والاضطراب وھو الحرکۃ غیر الموزونۃ فکل) واحد منھما (من) جملۃ (لعب غیر مستثنٰی) کل لعب ابن اٰدم حرام الا ثلثۃ ملاعبۃ الرجل اھلہ وتادیبہ لفرسہ ومناصلۃ لقوسہ اخرجہ الحاکم فی المستدرک عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وقال صحیح علٰی شرط مسلم[1]۔

رقص، وہ نغمۂ مخصوصہ کے ترازو پر ایک موزوں حرکت کا نام ہے۔ اضطراب، غیر موزوں حرکت کو کہا جاتا ہے۔ پھر ان میں سے ہر ایک ان کھیلوں میں سے ہے جن کو شریعت نے مستثنٰی قرار نہیں دیا، چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد و فرمان ہے کہ سوائے تین کھیلوں کے آدمی کا ہر کھیل حرام ہے، مشروع تین کھیل یہ ہیں: (۱) شوہر کا اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا (۲) اپنے گھوڑے کے ساتھ اس کی سکھلائی کرتے اور تیاری کرتے ہوئے کھیلنا (۳) اپنی کمان کے ساتھ تیر اندازی کرنا۔ چنانچہ امام حاکم نے مستدرک میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے اس کی تخریج فرمائی اور فرمایا یہ حدیث شرط مسلم کے مطابق صحیح ہے۔ (ت)

اور اگر وجد مراد ہو تو اگر بے اختیار ہے زیر حکم نہیں کہ ع

سلطان نگیرد خراج از خراب

(کیونکہ بادشاہ بنجر اور غیر آباد زمین سے ٹیکس وصول نہیں کرتے۔ت)

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الصنف التاسع مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۵۱۸

Marfat.com

بلکہ اگر شوقاً الیٰ حضرۃ العزیز الودود جل وعلا ہے تو نعمتِ کبریٰ و دولتِ اعلیٰ ہے تاکہ بخشند و کرا ارزانی دارند (تاکہ دیکھا جائے کہ وُہ کس پر بخشش فرماتے ہیں اور کس کو ارزاں (سستا) دیتے ہیں۔ ت) اور اگر باختیار و تصنّع ہو تو مدار نیّت پر ہے اگر مجمع یا مرآی العین میں اظہارِ مشیخت و جلب قلوب کے لئے ہے قطعاً ریا وسمعہ و نفاق و حرام کبیرہ و شرک صغیر ہے، اب اس کی حرمت بھی ضرور اجماعیہ ہے فقہا نے اس پر قیامتِ کبریٰ قائم کی اور عبادت سمجھنے والے کو کافر لکھا، طریقہ وحدیقہ میں ہے:

ویدخل فیھما ای فی الرقص والاضطراب (ما یفعلہ بعض الصوفیۃ) الذین ینسبون انفسھم الی مذھب التصوف وھم مصرون علی انواع الفسوق والفجور بل ھو اشد لانھم یفعلونہ علی اعتقاد العبادۃ فیخاف علیھم امر عظیم) وھو الکفر باستحلال الحرام (قال العلامۃ ابوبکر الطرطوسی رحمہ اللہ تعالٰی اما الرقص والتواجد) الذی یوجب اللھو عن ذکر اللہ تعالٰی (فاول ما احدثہ اصحاب السامری لما اتخذ لھم عجلا جسدا لہ خوار قاموا یرقصون علیہ و یتواجدون) ای یظھرون الوجد بالفعل المحرم و ھو عبادۃ غیر اللہ کما یفعل ھٰؤلاء یاکلون الحشیش و یرقصون من نشاط نفوسھم بالمحرم القطعی والکبر والاعجاب ویتواجدون بالوجد الشیطانی

اور اس رقص و اضطراب میں وہ کام بھی داخل اور شامل ہے جو بعض صوفیاء کیا کرتے ہیں جو اپنے آپ کو طریقہ تصوّف کے ساتھ منسلک گردانتے ہیں حالانکہ وہ کئی قسم کے فسق و فجور اور زیادہ سخت قسم کے جرائم پر اصرار کرتے ہیں اس لئے کہ وہ یہ کام عبادت کے اعتقاد کے ساتھ کرتے ہیں لہذا (اس عقیدہ کے باعث) ان پر امرِ عظیم کا خطرہ اور خوف ہے اور حرام کو حلال کہنے کی وجہ سے یہ کفر ہے۔ چنانچہ علامہ ابوبکر طرطوسی رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ رقص اور اظہارِ وجد جو یادِ الٰہی سے بے خبر اور غافل کر ڈالے اسے سب سے پہلے ایجاد کرنے والے سامری کے احباب تھے۔ جب سامری نے ان کے لئے بچھڑا تیار کیا یعنی بچھڑے کا ڈھانچہ تیار کیا تو اس میں سے بچھڑے کی آواز آنے لگی، وہ آواز سُن کر سامری کے ساتھی اُٹھ کھڑے ہوئے اور اس کے آگے ناچنے اور جھومنے لگے اور وجد کا اظہار کرنے لگے یعنی حرام فعل سے اظہارِ وجد کرتے رہے جو کہ غیر خدا کی عبادت ہے اور قطعی حرام، تکبّر و خود پسندی کا طریقہ ہے جیسے یہ لوگ کرتے ہیں، بھنگ پیتے ہیں اور اپنے آپ کو خوش رکھنے کے لئے ناچتے ہیں،

Marfat.com

والشهوات النفسانية بين الفسقة المختلطين بالمردان الحسان الوجوه علی سماع الطنابير والمزمور فهو دين الكفار و فی التاتارخانية الرقص فی السماع) للآلات المذکورة بالحالة المزبورة (لايجوز) فعله ولاحضوره (و فی الذخيرة انه كبيرة و قال البزازی قال القرطبی حرام بالاجماع و رأيت فتوی شيخ الاسلام جلال الملة والدين الكيلانی ان مستحل هذا الرقص) الموصوف بما ذکرنا من المحرمات القطعية (كافر لما علم ان حرمته بالاجماع اھ ملخصين وتمام الكلام فيها۔

ستار وغیرہ سے راگ سُنتے ہیں، فاسقوں کے درمیان شیطانی اور شہوانی جذبات کے ساتھ اظہارِ وجد کرتے ہیں، بے ریش خوبصورت لونڈوں سے اختلاط اور میل جول رکھتے ہیں۔ بس یہ کفار کا طریقہ کار ہے۔ چنانچہ تتارخانیہ میں ہے کہ بیان کردہ حالات کے مطابق آلاتِ راگ کی وجہ سے سماع کے موقع پر ناچ کرنا جائز نہیں اور نہ وہاں حاضر ہونا درست ہے، اور ذخیرہ میں ہے کہ یہ کبیرہ گناہ ہے۔ بزازی نے قرطبی کے حوالے سے ذکر کیا کہ یہ قطعی اور بالاتفاق حرام ہے، چنانچہ شیخ الاسلام جلال الملۃ والدین کیلانی کا میں نے فتوٰی دیکھا وہ فرماتے ہیں اس رقص کو حلال کہنے والا کافر ہے اس لئے کہ یہ ہمارے ذکر کردہ محرمات سے موصوف (اور ان پر مشتمل ہے) کیونکہ یہ معلوم شدہ ہے کہ اس کی حرمت بالاجماع ہے (خلاصہ کرنے والوں کی عبارت پوری ہوگئی) اور پورا کلام اس میں ہے (ت)

اور اگر خلوت و تنہائی محض میں جہاں کوئی دُوسرا نہ ہو بہ نیت محمودہ مثل تشبّہ بہ عشّاق والہین یا جلب حالات صالحین ہو تو ائمہ شان میں مختلف فیہ بعض ناپسند فرماتے ہیں کہ صدق وحقیقت سے بعید ہے اور ارجح یہ ہے کہ ان نیّتوں کے ساتھ جائز بلکہ حسن ہے کہ من تشبہ بقوم فھو منھم[2] (جب کوئی شخص کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے تو وہ اسی میں شمار ہوتا ہے۔ ت) ؎

ان لم تکونوا مثلھم فتشبّھوا ان التشبہ بالکرام فلاح[3]

(اگر تم ان جیسے نہیں ہو پھر ان جیسی صورت بناؤ یعنی ان سے مشابہت اختیار کرو کیونکہ شرفاء سے مشابہت اختیار کرنا ذریعۂ کامیابی ہے۔ ت)

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الصنف التاسع مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۱۹ - ۵۱۸
[2] مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۵۰
[3] الحدیقۃ الندیۃ الصنف التاسع مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۲۶

Marfat.com

اور سچی نیت سے نیکوں کی حالت بناتے بناتے خدا چاہے تو واقعیت بھی مل جاتی ہے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث سے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ان ھذا القرآن نزل بحزن وکابۃ فاذا قرأتموہ فابکوا فان لم تبکوا فتباکوا۔ رواہ ابن ماجۃ[1] ومحمد بن نصر فی الصلوٰۃ والبیھقی فی الشعب۔

بیشک قرآن غم وکرب کے ساتھ اُترا ہے تو جب اسے پڑھو تو رو‌ؤ اور اگر رونا نہ آئے تو رونی صورت بناؤ (ابن ماجہ اور محمد بن نصر نے کتاب الصلوٰۃ اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں اسے روایت کیا ہے۔ ت)

حدیقہ ندیہ میں بعد عبارتِ مذکورہ و بیاناتِ نفیسہ ناصحہ مقبولہ ہے:

فان طریق الواجد والتواجد الذی تعلمہ الفقراء الصادقون فی ھذا الزمان بعدہ کما کانوا یعلمونہ من قبل فی الزمان الماضی نور وھدایۃ واثر توفیق من اللہ تعالٰی وعنایۃ الی ان نقل عن حسن التنبہ للعلامۃ النجم الغزی انہ قال بعد ذکر الوجد والتواجد عن اکابر الائمۃ واما من اظھر ھذہ الاحوال نعمد اللتوصل الی الدنیا او لتعتقدہ الناس ویتبرکوا بہ فھذا من اقبح الذنوب المھلکات والمعاصی الموبقات اھ[2] ثم قال فی الحدیقۃ ولا شك ان التواجد وھو تکلف الوجد واظھارہ من غیر ان

اس لئے کہ وجد اور تواجد کا طریقہ جسے اس زمانہ کے سچے فقراء ہی جانتے ہیں جیساکہ پہلے زمانہ کے لوگ جانتے تھے ایک نورِ ہدایت اور اللہ تعالٰے کی توفیق اور اس کی عنایت کا اثر ہوتا ہے یہاں تک کہ حسن التنبہ میں علامہ النجم الغزی سے نقل فرمایا کہ علامہ موصوف نے اکابر ائمہ سے وجد اور تواجد کا ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرمایا لیکن جس نے ان حالات کو دانستہ دنیا تک رسائی حاصل کرنے اور دنیا طلبی کے لئے ظاہر کیا کہ لوگ اس کے معتقد ہوجائیں اور اس سے برکت حاصل کریں تو یہ رویہ انتہائی قبیح اور مہلک ہے اور تباہ کن جرائم اور گناہوں میں شامل ہے اھ، پھر حدیقہ ندیہ میں فرمایا: بلاشبہہ تواجد بناوٹی اور نمائشی وجد ہے بغیر حقیقی وجد کے۔ اور اس میں حقیقی اہل وجد

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب اقامۃ الصلوٰۃ باب فی احسن الصوت بالقرآن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۹۶
شعب الایمان حدیث ۲۱۴۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۳۸۸
[2] الحدیقۃ الندیۃ الصنف التاسع مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۲۳ تا ۵۲۵

Marfat.com

یکون له وجد حقیقة فیه تشبه باهل الوجد الحقیقی وھو جائز بل مطلوب شرعا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم من تشبه بقوم فهو منهم رواه الطبرانی فی الاوسط عن حذیفة بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنهما وانما کان المتشبه بالقوم منهم لان تشبهه بهم یدل علی حبه ایاهم ورضاه باحوالهم وافعالهم وقد قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ان الرجل اذا رضی هدی الرجل وعمله فهو مثل عمله رواه الطبرانی من حدیث عقبة بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنه (الی ان قال بعد ما اطال و اطاب کما هو دابه قدس سره) اما تکلف الوجد علی الوجه الصحیح لاجل التشبه بالصالحین ولغیر ذلك من المقاصد الحسنة فقد اشار الیه العلامة الشیخ القشیری فی اوائل رسالته المشهورة حیث قال التواجد استدعاء الوجد بضرب اختیار ولیس لصاحبه کمال الوجد

کے ساتھ تشبہ یعنی مشابہت ہے اور یہ جائز بلکہ شرعاً مطلوب ہے، چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو کوئی کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ انھی میں سے ہے۔ امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے حوالے سے اسے روایت فرمایا: کسی قوم سے مشابہت اختیار کرنے والا کیوں اسی قوم میں شمار کیا جاتا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی شخص کا کسی قوم سے مشابہت اختیار کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس شخص کی ان لوگوں سے دلی محبّت ہے اور یہ ان کے حالات وافعال (اور روش) پر راضی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی مرد کسی شخص کی سیرت اور اس کے عمل سے خوش اور راضی ہو تو وہ ایسے ہے جیسے اس نے بھی وہی عمل کیا۔ امام طبرانی نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے یہاں تک کہ اپنی طویل پاکیزہ گفتگو کے بعد جیسا کہ علامہ موصوف کی عادت ہے ارشاد فرمایا رہا یہ کہ وجہ صحیح کے مطابق نمائشی وجد برائے مشابہت صلحاء وبرائے دیگر مقاصد نیک تو یہ ٹھیک اور درست ہے جیسا کہ علامہ شیخ قشیری نے اپنے رسالہ مشہورہ کی ابتدار میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا "تواجد" کسی نوع کے اختیار سے اپنے آپ پر حالتِ وجد طاری کرنے کا

Marfat.com

اذلوکان لکان واجدا وباب التفاعل اکثرہ علی اظہار الصفة ولیست کذلک، فقوم قالوا التواجد غیر مسلم لصاحبه لما یتضمن من التکلف ویبعد عن التحقیق وقوم قالوا انه مسلم للفقراء المجردین الذین ترصدوا لوجدان ھذہ المعانی واصلھم خبر الرسول صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ابکوا فان لم تبکوا فتباکوا اھ وفی شرعة الاسلام قال ومن السنة ان یقرا القراٰن بحزن ووجد فان القراٰن نزل بحزن فان لم یکن له حزن فلیتحازن اھ والحاصل ان تکلف الکمال من جملة الکمال والتشبه بالاولیاء لمن لم یکن منھم امر مطلوب مرغوب فیه علی کل حال اھ باالاختصار۔

نام ہے جبکہ صاحبِ وجد میں کمالِ وجد نہ ہو (یعنی کما حقہ، وجد نہ ہو) اس لئے کہ اگر اس میں حقیقی وجد ہوتا تو وہ واجد (وجد کرنے والا) کہلاتا کیونکہ تواجد باب تفاعل ہے اور یہ زیادہ تر حقیقت کی بنا پر نہیں، بلکہ بناوٹی ونمائشی اظہار صفت کے لئے آتا ہے اسی لئے بعض علم والے کہتے ہیں کہ "تواجد" صاحبِ تواجد کی طرف سے مسلّم یعنی تسلیم شدہ اور ٹھیک نہیں، کیوں؟ اس لئے کہ یہ تکلف پر مبنی ہوتا ہے اور حقیقت سے بعید ہوتا ہے جبکہ کچھ لوگوں نے فرمایا کہ ان فقراء کے لئے درست ہے جو مجرّد ہوں اور ان معانی کے پالینے کے منتظر اور خواہاں ہوں جو مطلوب مقصود ہیں اور ان کی دلیل حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ لوگو! کم ہنسو اور زیادہ رویا کرو اور اگر رونا نہ آئے تو کم از کم رونی صورت ہی بنا لیا کرو۔ شرعۃ الاسلام میں فرمایا سنّت یہ ہے کہ قرآن مجید غم کے ساتھ وجد سے پڑھے اس لئے کہ قرآن مجید غم کے ساتھ نازل ہُوا ہے اور اگر غم کی کیفیت طاری نہ ہو تو غمگین صورت ہی بنالی جائے اھ مختصر یہ کہ تکلفِ کمال بھی منجملہ کمال ہے یعنی کسی کمال میں بناوٹ اور نمائش اختیار کرنا بھی کمال میں شامل ہے اور جو شخص اولیاء اللہ میں سے نہ ہو اس کا اولیاء اللہ سے مشابہت اختیار کرنا ایسا امر مطلوب ہے جو بہرحال لائق توجہ ہے، اختصار سے عبارت مکمل ہوگئی ہے۔ (ت)

بالجملہ وجد صوفیہ کرام طالبین صادق اصلًا محل طعن نہیں اور دربارۂ امر قلب ونیت باطن صادق و کاذب میں تمیز مشکل اور اساءت ظن حرام و باطل واللہ یعلم المفسد من المصلح[3] (اللہ تعالٰے

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ الصنف التاسع مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۵۲۵ تا ۵۲۷

[2] القرآن الکریم ۲/۲۲۰

فسادی اور مخلص دونوں کو جانتا ہے۔ ت) ردالمحتار میں نورالعین فی اصلاح جامع الفصولین اور اسی میں علامہ تحریر ابن کمال باشا وزیر سے ہے ؎

مافی التواجد عن حققت من حرج | ولا التمایل ان اخلصت من باس
فقمت تسعی علیٰ رجل وحق لمن | دعاہ مولاہ ان یسعی علی الراس[1] الخ

(اگر تواجد سچا اور حقیقی ہو تو کوئی حرج نہیں اور اضطراب (لڑکھڑانے) میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ اخلاص کے ساتھ ہو پھر تو پاؤں پر کھڑا رہ کر دوڑ لگا تا رہ، اور اس کے لئے حق ہے جس کو اس کا مولا بلائے تو وہ اپنے سر کے بل دوڑتا ہوا جائے الخ۔ ت)

واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

جواب سوال دوم

اُن محرمات اباطیل کو معاذاللہ حضور پُرنور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنا ضرور حضور میں سُوئے ادب اور سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر افتراء وکذب ہے،

وکفی بہ اثما مبینا[2]، انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون[3] | یہی کھلا گناہ ہے اور جھوٹ وہی گھڑتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے۔ (ت)

پھر جمیع صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین کا نام لے دینا کیا جائے ادب۔ مشائخ طریقت رضی اللہ تعالےٰ عنہم میں زیادہ مہربانی حضرات چشت پر ہے اُن کے ارشادات اُوپر گزرے، اور حضرت مولانا فخرالدین زرادی خلیفۂ حضور سیدنا محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے زمانۂ حضور میں خود حکمِ حضور سے رسالہ کشف القناع عن اصول السماع تحریر فرمایا جس میں ارشاد فرماتے ہیں:

اما سماع مشائخنا رضی اللہ تعالیٰ عنہم فبریئ عن ھٰذہ التھمۃ وھو مجرد صوت القوال مع الاشعار المشعرۃ من کمال صنعۃ اللہ تعالیٰ[4] | یعنی ہمارے مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا سماع اس تہمت مزامیر سے مبرا ہے وہ تو صرف قوال کی آواز ہے ان اشعار کے ساتھ کہ کمال صنع خداوندی جل وعلا پر آگاہ کریں۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب المرتد دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۰۸
[2] القرآن الکریم ۴/۵۰
[3] القرآن الکریم ۱۶/۱۰۵
[4] کشف القناع عن اصول السماع

Marfat.com

بالجملہ ائمہ عارفین وارثانِ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام اجمعین ضرور ان بہتانوں سے منزّہ ہیں، حکایت بے سروپا رطب ویابس بے سند معتمد قابلِ قبول نہیں نہ خلاف بعض مذہب مہذب جمہور خصوصاً تصریحات جلیلۂ کتب مذہب پر کچھ اثر ڈالے ہاں خواہش نفسانی کی پیروی کو اخذ و تلفیق بے تحقیق کا ہر شخص کو اختیار ہے مغلوبین حال کے افعال، احوال، اقوال، اعمال نہ قابلِ استناد ہیں نہ لائقِ تقلید۔ حضرت مولوی معنوی قدس سرہ القوی مثنوی شریف میں فرماتے ہیں: ؎

در حقِ او شہد و در حقِ تو سم
در حقِ او مدح و در حقِ تو ذم
در حقِ او ورد و در حقِ تو خار
در حقِ او نور و در حقِ تو نار[1]

(اس کے حق میں شہد ہے جبکہ تیرے لئے زہر ہے، اس کے حق میں تعریف ہے جبکہ تیرے حق میں برائی ہے، اس کے لئے تو پھول اور تیرے لئے کانٹا ہے، اس کے حق میں نور ہے جبکہ تیرے حق میں نار (آگ) ہے۔ ت)

بالفرض اگر زید بھی اپنے مغلوب الحال ہونے کا دعوٰی کرے اور مان بھی لیا جائے تو ایک زید وارفتہ و بےخود سہی یہ جو سیکڑوں ہزاروں عوام کا ہجوم و ازدحام کرایا جاتا ہے کیا یہ بھی سب خدا رسیدہ مغلوب الحال ہو کر آئے ہیں یا دُنیا بھر سے چھانٹ چھانٹ کر پاگل بوہرے بلائے ہیں جن پر شرع کا قلم تکلیف نہیں، اور جب یہ کچھ نہیں تو اس مجمع کی تحریم اور بانی کی تاثیم میں اصلاً شک نہیں فانما علیك اثم الاریسیین (لہذا کاشتکاروں کا گناہ تمہارے سر ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم۔

جواب سوال سوم

بدیہیاتِ دینیہ سے ہے کہ اوّلاً عقائد اسلام و سنّت پھر احکام صلوٰۃ و طہارت وغیرہا ضروریات شرعیہ سیکھنا سکھانا فرض ہے اور انھیں چھوڑ کر دوسرے کسی مستحب و پسندیدہ علم میں بھی وقت ضائع کرنا حرام نہ کہ موسیقی کہ اس کا ہلکا درجہ لغو و فضول اور بھاری پایہ مخزن آثام۔ وحدۃ الوجود و حقائق و دقائق تصوف جس طرح صوفیۂ صادقہ مانتے ہیں (نہ وہ جسے متصوفہ زنادقہ جانتے ہیں) ضرور حق و حقیقت ہے مگر اس میں اکثر ذوق ہے کہ اُن مقامات عالیہ پر وصول کے بعد منکشف ہوتا ہے زبانی تعلیم و تعلم سے تعلق نہیں رکھتا اور بہت وہ ہے جسے عوام تو عوام آج کل کے بہت مولوی کہلانے والے بھی نہیں سمجھ سکتے

[1] مثنوی شریف وحی آمد از حق تعالٰی بعتاب موسٰی الخ دفتر دوم نورانی کتب خانہ پشاور ص ۴۴

Marfat.com

اور خود اکثر یہ جو پیر و مشائخ بنتے ہیں طوطے کی طرح چند لفظ یاد کر لینے کے سوا معانی کی ہوا سے بھی مس نہیں رکھتے پھر کون سکھائے گا اور کون سیکھے گا۔ ہاں یہ ضرور ہو گا کہ ایک تو ان انگھڑ بتانے والوں کی کج فہمی کہ مطلب کچھ ہے اور سمجھے کچھ، دوسرے ان معانی کے لئے الفاظ کی نایابی کہ وہ اکثر حال ہے نہ قال، تیسرے اس پر طرہ کہ ان صاحبوں کی کج مج بیانی کہ جس قدر دونوں پہلو حق وحقیقت کے سنبھالے ہوئے بیان میں لا سکتے تھے یہ بنانے والے حضرات اتنے پر بھی قدرت نہیں رکھتے اور اگر قدرت ہو بھی تو حفظِ دین و ایمان کی پروا کسے، چوتھے ان سب پر بالا ان جاہلوں بے تمیزوں کی کودنی جنھیں یہ حقائق و دقائق سکھائے جائیں گے انھیں ابھی سیدھے سیدھے احکام سمجھنے کے لالے ہیں ان متشابہات کو کون سمجھے گا۔ غرض اس کا اثر ضرور ان کا بگڑنا فتنے میں پڑنا زندیق مرتد یا ادنیٰ درجہ گمراہ بددین ہو جانا ہو گا و بس۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں؛

ما انت محدث قوما حدیثا لا تبلغہ عقولھم الا کان علی بعضھم فتنۃ[1] رواہ ابن عساکر عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

یعنی جب تو کسی قوم کے آگے وہ بات بیان کرے گا جس تک ان کی عقلیں نہ پہنچیں تو ضرور وہ ان میں کسی پر فتنہ ہو گی (امام ابن عساکر نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسے روایت کیا۔ت)

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی پھر علامہ مناوی شارح جامع صغیر پھر سیدی عبدالغنی نابلسی حدیقہ میں فرماتے ہیں:

ان العامی اذا زنی اوسرق خیرالہ من ان یتکلم فی العلم باللہ من غیر اتقان فیقع فی الکفر من حیث لا یدری کمن یرکب لجۃ البحر ولا یعرف السباحۃ ومکائد الشیطان فیما یتعلق بالعقائد والمذاھب لا تخفی[2] واللہ تعالیٰ اعلم۔

کوئی عام آدمی بدکاری اور چوری کرے تو باوجود گناہ ہونے کے اس کے لئے یہ عمل اتنا مہلک اور تباہ کن نہیں جتنا بلا تحقیق علم الٰہی کے بارے میں کلام کرنا مہلک ہے کیونکہ بلا تحقیق اور بغیر پختگی علم کے کہیں وہ کفر کا مرتکب ہو جائے گا اور اسے علم بھی نہیں ہو گا اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے تیرنا جانے بغیر دریا کی موجوں اور لہروں پر سوار ہونے کے، اور شیطان کی فریب کاریاں جو عقائد اور مذاہب سے

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن ابن عباس حدیث ۲۹۰۱۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۱۹۲

[2] الحدیقۃ الندیۃ النوع الحادی والعشرون سؤال وتفتیش العوام عن کنہ ذات اللہ وصفاتہ المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ فیصل آباد ۲/۲۷۰

Marfat.com

تعلق رکھتی ہیں کوئی ڈھکی چھپی نہیں ہیں، اور اللہ تعالیٰ سب کچھ خوب جانتا ہے۔ (ت)

جواب سوال چہارم

امر بالمعروف ونہی عن المنکر ضرور بنصوص قاطعۂ قرآنیہ اہم فرائض دینیہ سے ہے اور بحال وجوب اس کا تارک آثم وعاصی، اور اُن نافرمانوں کی طرح خود بھی مستحق عذاب دُنیوی واُخروی۔ احادیث کثیرہ اس معنی پر ناطق ہیں اور اہلسنت وغیرہم کا واقعہ خود قرآن عظیم میں مذکور۔ قال اللہ تعالٰی[1]:

لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علٰی لسان داؤد وعیسٰی بن مریم ذٰلک بما عصوا وکانوا یعتدون ۝ کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون[2]۔

بنی اسرائیل کے کافروں پر لعنت پڑی داؤد و عیسٰے بن مریم کی زبان سے، یہ بدلہ تھا ان کی نافرمانیوں اور حد سے بڑھنے کا بُرے کام سے، ایک دوسرے کو منع نہ کرتے تھے ضرور اُن کا یہ فعل سخت بُرا تھا۔

اصحاب سبت پر داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دُعا کی: الٰہی! انھیں لعنت کر اور لوگوں کے لئے نشانی بنادے۔ بندر ہوگئے۔ اہل مائدہ پر عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہی دُعا کی سُور ہوگئے، والعیاذ باللہ رب العالمین۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کلا واللہ لتأمرن بالمعروف ولتنھون عن المنکر اولیضربن اللہ بقلوب بعضکم علٰی بعض ثم لیلعننکم کما لعنھم۔ رواہ ابوداؤد[3] عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ ھذا مختصر۔

یُوں نہیں، خدا کی قسم یا تو تم ضرور امر بالمعروف کروگے اور ضرور نہی عن المنکر کروگے یا ضرور اللہ تعالٰے تمھارے دل آپس میں ایک دوسرے پر مارے گا پھر تم سب پر اپنی لعنت اتارے گا جیسی اُن بنی اسرائیل پر۔ (امام ابوداؤد نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰے عنہ کے حوالہ سے اسے روایت کیا ہے، یہ مختصر ہے۔ (ت)

مگر یہ امرونہی نہ ہر شخص پر فرض نہ ہر حال میں واجب، تو بحال عدم وجوب اس کے ترک پر یہ احکام نہیں بلکہ بعض

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۷۸

[2] " ۵/ ۷۹

[3] سُنن ابی داؤد کتاب الملاحم باب الامر والنہی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۴۰

Marfat.com

صورمیں شرع ہی اُسے ترک کی ترغیب دے گی جیسے جبکہ اُس سے کوئی فتنہ اشد پیدا ہوتا ہو، یونہی اگر جانے کہ بے سُود ہے کارگر نہ ہوگا تو خواہی نخواہی چھیڑنا ضرور نہیں خصوصاً جبکہ کوئی امراہم اصلاح پا رہا ہو، مثلاً کچھ لوگ حریر کے عادی نماز کی طرف جُھکے یا عقائد سنت سیکھنے آتے ہیں اور جب حریر و پابندی وضع میں ایسے منہمک ہیں کہ اس پر اصرار کیجئے تو ہرگز نہ مانیں گے غایت یہ کہ آنا چھوڑ دیں گے وہ رغبت نماز و تعلم عقائد بھی جائے گی تو ایسی حالت میں بقدر تیسر انھیں ہدایت اور باقی کے لئے انتظار وقت و حالتِ ترکِ امر و نہی نہیں بلکہ اُسی کی تدبیر و سعی ہے۔

واللہ یعلم المفسد من المصلح[1]
واللہ علیم بذات الصدور[2]

اللہ تعالٰی فسادی اور مصلح دونوں سے واقف ہے اور وہ سینے میں پوشیدہ راز جاننے والا ہے۔ (ت)

بستان امام فقیہ سمرقند پھر محیط پھر ہندیہ میں ہے:

ان الامر بالمعروف علی وجوہ ان کان یعلم باکبر رأیہ انہ لوأمر بالمعروف یقبلون ذٰلک منہ و یمتنعون عن المنکر فالامر واجب علیہ ولا یسعہ ترکہ ولو علم باکبر رأیہ انہ لوامرھم بذٰلک قذفوہ و شتموہ فترکہ افضل وکذٰلک لو علم انھم یضربونہ ولا یصبر علی ذٰلک ویقع بینھم عداوۃ و یھیج منہ القتال فترکہ افضل، ولو علم انھم لو ضربوہ و صبر علی ذٰلک ولا یشکو الی

امر بالمعروف کی متعدد قسمیں ہیں، اگر کوئی اپنے غالب گمان کی بنا پر سمجھتا ہے کہ اگر اس نے امر بالمعروف کیا تو لوگ اس کی بات تسلیم کریں گے اور گناہ سے باز آجائیں گے تو ایسی صورت میں اس پر امر بالمعروف واجب ہوتا ہے یعنی اسے ترک کرنے کی گنجائش نہیں ہوتی اور اگر غالب گمان یہ ہو کہ اس کے امر بالمعروف کا الٹا اثر ہوگا لوگ الزام تراشی اور گالی گلوچ سے کام لیں گے تو اس صورت میں امر بالمعروف نہ کرنا افضل ہے۔ اسی طرح اگر جانتا ہے کہ امر بالمعروف کرنے کی صورت میں لوگ زدوکوب کریں گے اور یہ اسے برداشت نہیں کرسکے گا اور باہمی عداوت و خانہ جنگی کی صورت پیدا ہوجائے گی تو ایسی

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۰
[2] " " ۳/ ۱۵۴

Marfat.com

احد فلا بأس بان ینھی عن ذٰلك وھو مجاھد ولو علم انھم لا یقبلون منه ولا یخاف منه ضربا ولا شتما فھو بالخیار والامر افضل[1]

صورتِ حال میں بھی امر بالمعروف کا ترک کر دینا افضل ہے۔ اور اگر اسے معلوم ہے کہ لوگ مشتعل ہو کر اسے اذیت پہنچائیں گے مگر وہ صبر کرلے گا اور سختی برداشت کرلے گا اور کسی سے شکوہ شکایت نہیں کرے گا تو پھر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ ایسی صورتِ حال میں اس کا عمل ایک مجاہد کا سا عمل متصور ہوگا، اور اگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ لوگ اس کی بات تو نہیں مانیں گے البتہ کسی سخت ردِ عمل کا اظہار بھی نہیں ہوگا (یعنی نہ ماننے کے باوجود مار پٹائی اور گالی گلوچ سے کام نہیں لیں گے) تو اس صورت میں اسے اختیار ہے کہ امر بالمعروف سے کام لے یا نہ لے البتہ یہاں امر بالمعروف افضل ہے۔ (ت)

لیکن پیری مریدی اگر دل سے ہے تو وہاں ایسی صورت کا پیدا ہونا جس میں امر و نہی منجر بفر رہوں ظاہرًا نادر ہے ایسے متبوعوں مقتداؤں پر اس فرض اہم کی اقامت بقدر قدرت ضرور لازم اور اسی میں ادنیٰ اتباع کے حق سے ادا ہونا ہے جو باوصف قدرت وعدم مضرت اُن کے سیاہ و سپید سے کچھ مطلب نہ رکھے بلکہ ہر حال میں خوش گزران کی ٹھہرائی خواہ یوں کہ خود ہی احکام شرعیہ کی پروا نہ رکھتا ہو جیسے آج کل کے بہت آزاد متصوف یا کسی دُنیوی لحاظ سے پابندی شرع کو نہ کہتا ہو جیسے درصورت امر و نہی اپنے پلاؤ و قورمے یا آؤ بھگت پر خائف تو یہ ضرور پیرِ غوایت ہے نہ کہ شیخِ ہدایت۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جواب سوال پنجم

ہنود قطعًا بُت پرست مشرک ہیں وُہ یقینًا بُتوں کو سجدۂ عبادت کرتے ہیں اور بالفرض نہ بھی ہو تو بتوں کی ایسی تعظیم پر بھی ضرور حکم کفر ہے اور انھیں بارگاہِ عزت میں شفیع جاننا بھی کفر، ان سے شفاعت چاہنا بھی کفر کہ قطعًا اجماعًا یہ افعال واقوال کسی مسلم سے صادر نہیں ہوتے، نہ کوئی مسلمان بلکہ کوئی اہل ملت بُت کی نسبت ایسا اعتقاد رکھے اور اس میں صراحۃً تکذیب قرآن و مضادت رحمٰن ہے۔ شرح فقہ اکبر میں ہے:

قال ابن الھمام وبالجملة فقد ضم الی

محقق ابن الہمام نے فرمایا حاصل یہ ہے کہ وجودِ ایمان

---

[1] فتاوٰی ہندیة کتاب الکراھیة الباب السابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۳-۳۵۲

Marfat.com

تحقيق الايمان اثبات امور الاخلال بها اخلال بالايمان اتفاقاً كترك السجود لصنم وقتل نبي او الاستخفاف به او بالمصحف او الكعبة[1] الخ۔

کے لئے چند امور کے اثبات کا انضمام کیا جائے گا اور ان میں خلل اندازی بالاتفاق ایمان میں خلل اندازی کے مترادف ہوگی جیسے بُت کو سجدہ نہ کرنا، کسی نبی کو قتل نہ کرنا، نبی یا مصحف یا بیت اللہ شریف کی توہین نہ کرنا الخ۔ (ت)

اعلام بقواطع الاسلام میں قواعد امام قرافی سے ہے:

هذا الجنس قد ثبت للوالد ولو في زمن من الازمان وشريعة من الشرائع فكان شبهة دارئة لكفر فاعله بخلاف السجود لنحو الصنم او الشمس فانه لم يرد هو ولا ما يشابهه في التعظيم في شريعة من الشرائع فلم يكن لفاعل ذلك شبهة لا ضعيفة و لا قوية فكان كافرا ولا نظر لقصد التقرب فيما لم ترد الشريعة بتعظيمه بخلاف من وردت بتعظيمه[2]

یہ جنس، والد کے لئے ثابت ہے اگرچہ کسی زمانے یا کسی شریعت میں ہو پس یہ شبہہ کفرِ فاعل کے لئے دافع ہوگا بخلاف اس کے کہ مثل بت یا سورج کو سجدہ کیا جائے کیونکہ وہ اور جو بھی اس کے مشابہ ہو تعظیم میں، کسی شریعت میں وارد نہیں ہوا لہذا اس کام کے کرنے والے کے لئے کوئی ضعیف اور قوی شبہہ نہیں بس کرنے والا کافر ہے اور جس کی تعظیم کے لئے شریعت میں کچھ وارد نہیں ہوا ارادۂ تقرب کے لئے اسے نہیں دیکھا جائے گا بخلاف اس کے جس کی تعظیم کے لئے شریعت وارد ہوئی۔ (ت)

شفا شریف میں ہے:

كذلك نكفر بكل فعل اجمع المسلمون انه لا يصدر الا من كافر وان كان صاحبه مصرحا بالاسلام مع فعله ذلك الفعل كالسجود للصنم وللشمس

اسی طرح سب ایسے کام جن کا صدور کفار سے ہوتا ہے اگر وہ دعویٰ اسلام کے باوجود وہ کام کرے تو اس کی تکفیر پر مسلمانوں کا اتفاق ہے اور ہم بھی اس کی تکفیر کرتے ہیں جیسے چاند،

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر استحلال المعصیۃ ولو صغیرۃ کفر مطبع مصطفی البابی مصر ص ۱۵۲
[2] الاعلام بقواطع الاسلام لابن حجر مکی الہیتمی مکتبۃ الحقیقۃ استنبول ترکی ص ۳۴۸

Marfat.com

والقمر والصلیب و النار[۱] الخ۔

سورج یا کسی بُت یا صلیب اور آگ وغیرہ کے آگے سجدہ کرنا الخ (ت)

اُسی میں ہے؛

کل مقالۃ صرحت بنفی الربوبیۃ اوالوحدانیۃ اوعبادۃ احد غیراللہ اومع اللہ فھی کفر کمقالۃ الدھریۃ والذین اشرکوا بعبادۃ الاوثان من مشرکی العرب و اھل الھند والصین[۲] اھ مختصرًا۔

ہر ایسی گفتگو جس سے نفیِ ربوبیت یا نفیِ الوہیت کی تصریح اور اظہار ہوتا ہو یا اللہ تعالٰی کے سوا کسی کی عبادت یا اللہ تعالٰے کی عبادت کے ساتھ کسی اور کی عبادت کرنا کفر ہے جیسے دہریوں کی گفتگو اور مشرکینِ عرب میں سے ان لوگوں کی گفتگو جو بُت پرستی کی وجہ سے مشرک ہوئے اور اہلِ ہند اور اہلِ چین کی گفتگو اھ مختصرًا (ت)

اذکار افکار مراقبات کا جوگیوں سے لیا جانا افترائے بیہودہ ہے اور ممکن و شاید سے کوئی کتاب آسمانی نہیں ٹھہر سکتی نہ لیت ولعل سے کوئی صریح مشرک بُت پرست قوم کتابی مشرکین ہنود کے شرک وکفر کا منکر اُن اقوال مخذولہ تعظیم وشفاعت اصنام کا مظہر ضرور بددین گمراہ ملحد کافر ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی۔

شفا شریف میں ہے؛

ولھذا نکفر من دان بغیر ملۃ المسلمین من الملل اووقف فیھم او شك اوصحح مذھبھم وان اظھر مع ذلك الاسلام واعتقدہ واعتقد ابطال کل مذھب سواہ فھو کافر باظھارہ من خلاف ذلك[۳]

لہٰذا ہم ان لوگوں کی تکفیر فرماتے ہیں جو ملتِ اسلامیہ نہ رکھنے والوں کا طریقہ اختیار کرتے ہیں یا ان کے معاملہ میں توقف یا شک کرتے ہیں یا ان کے مذہب کو صحیح قرار دیتے ہیں اگرچہ باوجود اس روش کے اسلام کا اظہار کریں اور اس پر عقیدہ رکھیں اور اپنے بغیر ہر مذہب کو باطل یقین کریں یہ لوگ کافر ہیں اس لئے کہ انھوں نے اس چیز کا اظہار کیا جس کے خلاف ان سے ظاہر ہوا۔ (ت)

---

[۱] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی بیان ماھو من المقالات المطبعۃ الشرکۃ النعمانیۃ ۲/۲۶۲

[۲] " " " " " " " " " ۲/۲۶۸

[۳] " " " " " " " " " ۲/۲۷۱

Marfat.com

عجب شانِ الٰہی ہے یہی ناپاک وبیباک بات یعنی اصنام سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو معاذ اللہ ملانا پہلے ایک خبیث نے مسلمانوں کو مشرک بنانے کے لئے لکھی تھی کہ بُت پرست بھی شفاعت خواہی اور اس کے مثل افعال ہی بتوں سے کرکے مشرک ہوئے، یہی باتیں یہ لوگ انبیاء اولیاء کے ساتھ کرتے ہیں تو یہ اور ابوجہل شرک میں برابر ہیں، اب یہی مردود ملعون قول دوسرے نے مشرکوں کو مسلمان ٹھہرانے کے لئے کہا کہ بُتوں سے شفاعت خواہی اُن کی تعظیم حق کہ انھیں سجدہ کفر نہیں کہ مسلمان بھی تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم کرتے اُن سے شفاعت مانگتے ہیں ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم نسأل اللہ العفو والعافیۃ (گناہوں سے بچنے اور نیکی اپنانے کی طاقت بجز اللہ تعالٰی بلند مرتبہ عظیم القدر کی توفیق کے کسی میں نہیں ہم اللہ تعالٰی سے عفو وعافیت مانگتے ہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

رسالہ مسائل سماع ختم ہوا۔

Marfat.com

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

مسئلہ ۴۷ ازکٹرہ ڈاکخانہ ادبرہ ضلع گیا مرسلہ مولوی سید کریم خاں صاحب غرہ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک زمیندار مسلمان کی کچہری میں ایک کائستھ بذریعہ نوکری اسی زمیندار کے ہاں سکونت گزیں ہے اور اُس میں ناقوس بجایا کرتا ہے اور وہ زمیندار ناقوس بجانے سے اس کو نہیں روکتا ہے تو وہ زمیندار رضا بالکفر کے باعث گنہگار ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب

بیشک گنہگار اور سخت گنہگار کہ ازالہ منکر بقدرِ قدرت فرض ہے خصوصًا منکر بھی کیسا کہ شرکِ کفّار و عبادتِ بُتان ناہنجار، والعیاذ باللہ العزیز الغفار۔ یہ اگر بفرضِ غلط اُسے نوکر رکھ کر منع پر قادر نہ ہو تو موقوف کرنے پر تو قادر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعن اللہ من اٰوی محدثا۔ رواہ الامام احمد[1] ومسلم[2] فی صحیحہ والنسائی عن علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ کی لعنت اس پر جو کسی شرعی مجرم کو پناہ دے۔ (امام احمد اور مسلم نے اپنی صحیح میں اور نسائی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اسے روایت کیا۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۱۰۸

[2] صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب تحریم الذبح لغیر اللہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۶۰-۶۱

Marfat.com

مسئلہ ۴۸ از کلکتہ دھرم تلا ۱۲۴ مرسلہ جناب محمد یونس صاحب ۸ رجب ۱۳۲۷ھ

علمائے دین سے سوال ہے کہ اس شخص کا کیا حال ہے، زید حتی الامکان اوامرِ الٰہی بجالاتا ہے مگر نواہی کا بھی مرتکب ہوتا ہے اور جو اس سے کہا جاتا ہے تو کہتا ہے: ان الحسنٰت یذہبن السیاٰت[1] (بیشک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ ت)۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

معصیت کے جواب میں اس آیت کریمہ کو دستاویز بنانا جاہل مغرور کا کام ہے۔

قال اللہ تعالٰی زین لھم الشیطٰن اعمالھم[2] وقال اللہ تعالٰی ولا یغرنکم باللہ الغرور[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: شیطان نے ان کے لئے ان کے کرتوت (برے اعمال) خوشنما بنا ڈالے ہیں۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: لوگو! تمھیں خدا تعالٰی کے معاملہ میں وہ بڑا فریبی یعنی شیطان دھوکے میں نہ ڈال دے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۹ از بمبئی عطار گلی کا ناکہ مرسلہ مولوی ہدایت رسول صاحب ۲۱ جمادی الاخرٰی

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا یعنی وعظ کہنا اور حاضرینِ جلسہ کا اس کو خاموشی اور رجوعِ قلب کے ساتھ ادب سے سُننا مذہبی عبادت ہے یا نہیں؟ اور جو اس میں دست اندازی کرے غل مچائے گالیاں بکے اس نے مذہبی توہین کی یا نہیں؟ قرآن وحدیث واقوالِ علماء سے لکھیں اور اجرِ دارین حاصل کریں۔

الجواب

عالمِ دین کا امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا بندگانِ خدا کو دینی نصیحتیں دینا جسے وعظ کہتے ہیں فرد اعلٰی فرائضِ دین سے ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے:

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ۔[4]

تم سب امتوں سے بہتر ہو جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں حکم دیتے ہو بھلائی کا اور منع کرتے ہو برائی سے اور ایمان لاتے ہو اللہ پر۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/۱۱۴ [2] القرآن الکریم ۸/۴۸ و ۲۴/۲۷
[3] القرآن الکریم ۳۵/۵
[4] القرآن الکریم ۳/۱۱۰

Marfat.com

اور فرماتا ہے:

ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئك ھم المفلحون[۱]

لازم ہے کہ تم میں ایک گروہ ایسا رہے کہ نیکی کی طرف بلائے اور بھلائی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اور فرماتا ہے:

وذکر فان الذکری تنفع المؤمنین[۲]

وعظ کہتا رہ کہ وعظ مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔

اور حاضرین کا ادب وخاموشی ورجوعِ قلب کے ساتھ اُسے سُننے رہنا بھی مذہبی عبادت اور دینی فرض ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه[۳]

خوشخبری دے میرے اُن بندوں کو جو متوجہ ہو کر بات سنتے پھر اس کے بہتر پر عمل کرتے ہیں۔

اس میں دست اندازی کرنا غُل مچانا گالیاں بکنا ضرور مذہبی توہین اور خاص عادت کفار بے دین ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وقال الذین کفروا لاتسمعوا لھذا القرآن والغوا فیه لعلکم تغلبون[۴]

کافر بولے اس قرآن کو نہ سنو اور اس کے پڑھے جانے میں غل شور کرو شاید یونہی تم غالب آؤ۔

شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی برادر مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب موضح القرآن میں اس آیت کے نیچے لکھتے ہیں: یہ جاہلوں کا زور ہے شور مچا کر سُننے نہ دینا۔[۵]

اور فرماتا ہے:

فمالھم عن التذکرة معرضین ٥ کانھم

انھیں کیا ہوا وعظ سے منہ پھیرے ہیں گویا وہ

---

۱ القرآن الکریم ۳/۱۰۴

۲ 〃 〃 ۵۱/۵۵

۳ 〃 〃 ۳۹/۱۸-۱۷

۴ 〃 〃 ۴۱/۲۶

۵ تفسیر موضح القرآن برترجمہ شاہ رفیع الدین تحت آیة وقال الذین کفروا لاتسمعوا الخ ممتاز کمپنی لاہور ص ۵۲۶

Marfat.com

حمر مستنفرۃ ۝ فرت من قسورۃ ۝[1] بھڑکے ہوئے گدھے ہیں کہ شیر سے بھاگے ہیں۔

وعظ سے روگردانی تو شیر سے گدھے کا بھڑکنا ٹھہرے اس پر غل مچانا گالیاں بکنا کیا چاند پر کتوں کا بھونکنا نہ ہوگا۔ وعظ تو وعظ کہ وہ بنصِ صریح قرآن مجید فرض مذہبی ہے کتب دینیہ میں تصریح ہے کہ ہر خطبے حتی کہ خطبۂ نکاح وخطبۂ ختم قرآن کا سُننا بھی فرض ہے اور اُن میں غل کرنا حرام حالانکہ خطبۂ نکاح صرف سنّت ہے اور خطبۂ ختم نرا مستحب۔ درمختار میں آیا ہے:

كذا يجب الاستماع لسائر الخطب كخطبة نكاح وخطبة عيد وختم على المعتمد[2]

اسی طرح معتمد قول کے مطابق تمام خطبات کا سننا واجب ہے مثلاً خطبۂ جمعہ، عیدین، نکاح اور ختم قرآن وغیرہ۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله وختم اى ختم القرأن كقولهم الحمد لله رب العلمين حمد الصابرين[3] الخ

صاحبِ درمختار کا قول وَ خَتْم سے مراد ختم قرآن ہے جیسے اس موقع پر ان کا کہنا ہے الحمد للہ رب العلمین حمد الصابرین یعنی تعریف اس خدا کے لئے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے ایسی تعریف جو صبر کرنے والوں کی تعریف جیسی ہو۔ (ت)

طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح حدیقہ ندیہ میں انواع کلام ممنوع میں ہے:

النوع الثانی والخمسون قطع كلام الغير من غير ضرورة خصوصا اذا كان فى مذاكرة العلم الشرعى (وقد مر ان السلام عليه) اى على الجالس لمذاكرة العلم (اثم) لما فيه من قطع الخير وايذاء المسلم المتكلم والسامع (وكذا تكلم

یعنی کلام ممنوع کا نوع پنجاہ و دوم بے ضرورت شرعیہ دوسرے کی بات کاٹنا ہے جبکہ وہ علم شرعی کے ذکر میں ہو اور اوپر گزر چکا کہ اس پر اس وقت سلام کرنا بھی گناہ ہے کہ اس میں اُسی نیک کلام کا قطع کرنا اور قائل اور سامعین مسلمانوں کو ایذا دینا ہے یونہی جو مجلسِ وعظ میں بیٹھا ہو اُسے بھی بات کرنا گناہ ہے اگرچہ آہستہ ہی ہو اسی طرح

---

[1] القرآن الکریم ۷۴/ ۵۰ و ۵۱

[2] درمختار کتاب الصلٰوۃ باب الجمعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۱۳

[3] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۵۱

Marfat.com

من هو) جالس (فی مجلس عظة) ای وعظ و تذکیر (ولو مع الاخفاء وکذا مجرد التفاته و تحرکه) و قیامه واتکائه (من غیر حاجة وکل هذا سوء ادب وخفة وعجلة و سفه بل یتعین التوجه الیه والانصات والاستماع الی ان ینتهی کلامه بلا التفات ولا تحرك ولا تکلم[1] اھ مختصرًا۔

صرف بے ضرورت اِدھر اُدھر دیکھنا یا کوئی حرکت وجنبش کرنا کھڑا ہوجانا یا تکیہ لگا لینا اور یہ سب گستاخی و بے ادبی اور ہلکا پن خفیف الحرکاتی اور جلد بازی اور حماقت ہے بلکہ لازم یہی ہے کہ اُسی کی طرف توجہ کئے خاموش کان لگائے سُنتے رہیں یہاں تک کہ اس کا کلام ختم ہو اُس وقت تک نہ اِدھر اُدھر دیکھیں کوئی جنبش نہ اصلاً کچھ بات کریں۔

جب وعظ میں مطلق حرکت اور آہستہ بات بے ضرورت بھی گستاخی و بے ادبی وگناہ ٹھہرے تو غل مچانا گالیاں بکنا کس قدر سخت توہین ہوگا یہ توہین اُس عالم دین کی توہین نہ ہوگی جو اُس وقت وعظ کرتا ہے بلکہ اصل دین اسلام اور خود ہمارے نبی اکرم علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی توہین ٹھہرے گی کہ مسند وعظ اصل مسند حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

یایها النبی انا ارسلناك شاهدا ومبشرا ونذیرا وداعیا الی الله باذنه وسراجا منیرا[2]

اے نبی! ہم نے تجھے بھیجا خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور آفتاب روشنی پہنچاتا۔

نیکیوں پر مژدہ دیتا، برائیوں پر ڈر سناتا، اللہ کی طرف مطابق شریعت بلاتا۔ یہی معنی وعظ ہے اور آیۂ کریمہ وذکّر فان الذکرٰی تنفع المؤمنین[3] (لوگوں کو نصیحت کیجئے کیونکہ نصیحت کرنا ایمان والوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ ت) میں بھی اصل مخاطب حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں یہ کام علمائے دین حضور کی وراثت سے کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان العلماء ورثة الانبیاء۔ رواه

بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں علیہم الصلوٰۃ

---

[1] الحدیقة الندیة شرح الطریقة المحمدیة النوع الثانی والخمسون قطع کلام الغیر مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۳۵۰
الطریقة المحمدیة " " " مطبعہ اسلامیہ سٹیم پریس لاہور ۲/۹۳-۱۹۲

[2] القرآن الکریم ۳۳/۴۵ و ۴۶

[3] " " ۵۱/۵۵

ابو داؤد والترمذی عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[1] والسلام (امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے اسے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

اور نائب جب مسندِ نیابت پر ہو تو اس دربار کی توہین اصل سلطان کی توہین ہے، ہر عاقل جانتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ادنٰی درجے کے اجلاس میں غل کرکے گالیاں بکے تو وہ اس ادنٰی ہی کی توہین نہ ہوگی بلکہ اصل بادشاہ کی، والعیاذ باللہ رب العٰلمین ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم (اللہ تعالٰی کی پناہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت کسی میں نہیں بجز اللہ تعالٰی بلند و برتر اور بڑی شان رکھنے والے کی توفیق عطا کے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵ از شہر محلہ مسئولہ جناب محمد فضل حق صاحب بتاریخ ۸ محرم ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید خود بھی تخت الم تعزیہ وغیرہ دیکھنا جائز رکھتا ہے اور مستورات کو اس قسم کے ہنگاموں میں جانے سے منع نہیں کرتا بلکہ بچوں کو بھی خواہ بنظر ثواب خواہ بخیال تماشہ اپنے ساتھ لیجاکر دکھاتا ہے علمائے دینِ متین اور حامیانِ سنّتِ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کیا فتوٰی دیتے ہیں ایسے لوگوں سے جن کا یہ خیال ہے کہ فقیر بن کر سلسلہ میں شامل ہوجائے اور یہ عقیدہ ہے کہ اس طرح اولاد کا تحفظ اور بیمہ جان کا ہوجاتا ہے، کیا ہونا چاہئے، فقیر مذکور کو بھیک دینے اور پیسہ دینے کا کیا حکم ہے اور عقیدہ اور عملِ بالا کو کیسا جاننا چاہئے؟ بیّنوا توجروا

الجواب

تخت عَلم تعزیے وغیرہ سب ناجائز ہیں اور ناجائز کام کو بطور تماشہ دیکھنا بھی حرام لان ماحرم فعلہ حرم التفرج علیہ (اس لئے کہ جس کام کا کرنا حرام ہے اس پر خوشی منانا بھی حرام ہے۔ت) اور بچّوں کو دکھانے کا بھی گناہ اسی پر ہے کما فی الاشباہ وغیرہ (جیسا کہ اشباہ وغیرہ میں ہے۔ت) اور عورتوں کو ایسے جلسوں میں جانے کی اجازت دینی حرمت کے سوا سخت بیحرمتی اور نہایت بے غیرتی بھی ہے وفی الخلاصۃ والدر وغیرھما ان اذن کانا عاصیین[2] (خلاصہ، درمختار اور ان دو کے علاوہ دوسری کتب فقہ میں مرقوم ہے، اگر مرد نے (اپنی اہلیہ کو ناجائز کام کی) اجازت دی تو میاں بیوی دونوں

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب العلم باب فضل العلم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۵۷

[2] خلاصۃ الفتاوی کتاب النکاح الفصل الخامس عشر مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۵۳

Marfat.com

گنہگار رہوں گے۔ ت) اور اس کو ثواب سمجھنا گناہ کے علاوہ فساد عقیدہ بھی ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ، سلسلۂ اولیائے کرام میں کسی ایسے شیخ کے ہاتھ پر داخل ہونا کہ عالم سُنی متصل السند غیر فاسق ہو ضرور برکتِ عظیمہ ہے دنیا و آخرت میں اسکے منافع بے شمار ہیں اور اس سے زیادت عمر کی امید رکھنا بھی بیجا نہیں کہ وہ بر یعنی نکوئی ہے اور نکوئی سے رزق بڑھتا ہے عمر میں برکت ہوتی ہے اور یہ کوئی جاہل سے جاہل بھی نہ سمجھے گا کہ اب موت محال ہوگئی، ہاں بھیک مانگنے کے لئے فقیر بننا حرام ہے اور بے ضرورتِ شرعیہ و مجبوری محض بھیک مانگنا حرام، اور جو بلا ضرورت مانگے اُسے دینا بھی حرام لکونہ اعانۃ علی المعصیۃ کما فی الدرالمختار (اس لئے کہ یہ بھیک دینا (اس لئے حرام ہے کہ) یہ گناہ کے کام پر دوسرے کی مدد کرنا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ أعلم

مسئلہ ۱۵

ایک عالم نے اپنے متعدد وعظوں میں سُود خوری، شراب فروشی، شراب نوشی، بیع لحمِ خنزیر، اکل غیر مذبوح مرغ، زنا کاری، لواطت و اغلام کی حرمت قرآن و حدیث سے بیان کی اور میراث کے مسئلے میں محمدن لاء (شریعتِ محمدی) کو چھوڑ کر ہندو لاء (ہندو دھرم) قبول کرنے کو کفرِ صریح بتلایا جس جماعت میں یہ باتیں تھیں بجائے اس کے کہ ان باتوں کو ترک کر دیتے اور توبہ و استغفار کرتے اور خدا و رسول کے حکم کے آگے سر جُھکا دیتے خلاف اس کے ضد اور نفسانیت میں آن کر اپنی جماعت کو اکٹھا کرکے اتفاق کر لیا کہ جماعت کا کوئی فرد اپنے ہاں اس عالم کے وعظ کی مجلس منعقد نہ کرے اور اگر کیا تو جماعت سے خارج کر دیا جائیگا، آیا اس صورت میں شرعاً اس جماعت کا کیا حکم ہے اور دوسرے مسلمانوں کو شرعاً اس جماعت سے قطع تعلق کرنا چاہیئے یا نہیں؟ بدلائل شرعیہ جواب لکھ کر عنداللہ ماجور رہوں۔

الجواب

اس صورت میں جماعت سخت ظالم اور عذاب شدید کی اور اس آیتِ کریمہ کی مصداق ہے،

واذا قیل لہ اتق اللہ اخذ تہ العزۃ بالاثم فحسبہ جہنم[1] اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈریئے تو اسے گناہ، مزید ضد (اور طیش) پر آمادہ کرے اور ابھارے، پس (بدنصیب) کے لئے دوزخ ہی کافی ہے۔ (ت)

اگر وہ لوگ توبہ نہ کریں تو مسلمانوں کو اُن سے قطع تعلق چاہیئے ورنہ بحکم احادیث کثیرہ وُہ بھی

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۰۶

Marfat.com

اُن کے ساتھ شریکِ عذاب ہونگے اوشك ان یعمھم اللہ بعقاب منه (قریب ہے کہ اللہ تعالٰے انھیں اس کے عذاب میں شامل اور شریک فرمائے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۲ جبلپور متصل کوتوالی بساطی بازار مرسلہ عبد السبحان سوداگر مورخہ ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر ہندو لوگ مساجد کے سامنے سے باجا بجاتے ہُوئے گزرے تو اُن کو روکنا چاہیے یا نہیں؟ اور اگر روکنے میں سرکاری جرم ہو تو ایسی حالت میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے؟ سرکاری طور سے ہندوؤں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ صرف جماعت کے وقتوں میں مساجد کے سامنے باجا نہ بجے اور دیگر اوقات میں برابر بج سکتا ہے اور دیگر اوقات میں اگر کوئی انکو روکے تو سزا کا مستحق ہوگا چنانچہ چند آدمیوں کو چھ چھ ماہ کی سزائے قید بھی ہو چکی ہے۔ یہ تو گورنمنٹ حکم ہوگیا اور اب ہندو یہ چاہتے ہیں کہ مصالحت ہو جانا چاہیے اس شرط پر کہ ہم سال بھر میں صرف پانچ یا سات دن کے لئے یعنی جو ہمارے تہوار ہیں اس میں باجا بجائیں گے مگر اوقاتِ نماز چھوڑ کر اور سال بھر تک کسی وقت باجا نہ بجائیں گے، اب ایسی حالت میں ہم مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ایسی حالت میں فوراً اس مصالحت کو قبول کرنا واجب ہے کہ اس میں اسلام کا نفع کثیر ہے وہ پانچ سات دن کے استثناء سے تمام سال کے لئے احترازِ تام کا وعدہ کرتے ہیں یہ گورنمنٹ فیصلہ سے صدہا درجہ اسلام کے لئے نافع تر ہے۔ فیصلہ میں مسلمانوں کی طرف سے یہ الفاظ ہوں کہ اوقاتِ جماعت میں ہندو کبھی باجا نہ بجائیں گے اور غیر اوقاتِ جماعت میں بھی پانچ سات دن معین کے سوا مساجد کے قریب باجا بجانے سے ہمیشہ احتراز رکھیں گے، یہ الفاظ نہ ہوں کہ اُن معین دنوں میں غیر اوقاتِ جماعت میں بجانے پر ہم راضی ہیں یا اجازت دیتے ہیں اگرچہ حاصل ایک ہی ہے مگر اس عبارت میں معصیت کی اجازت ہے اور معصیت کی اجازت معصیت سے بڑھ کر معصیت ہے، اور اُس عبارت میں بوجہ استثناء مستثنٰی حکم سکوت میں ہے۔ واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ ۵۳ از فیض آباد مسجد مغل پورہ مرسلہ شیخ اکبر علی مؤذن ومولوی عبد العلی ۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

اگر مسلمان ہو پابند صوم وصلوٰۃ کا ہو کسی پیر مولوی کے یہاں نالشی ہو کہ ہمارا معاملہ طے کردو جو اُن کے امکان میں ہے اور وہ طے نہ کریں اور نہ سُنیں جس کی وجہ سے برباد ہو رہا ہو۔

الجواب

یہ بھی محتاجِ تفصیل ہے کیا معاملہ، اور پیر مولوی پر کتنا اختیار، اور کیوں نہ کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

Marfat.com

مسئلہ ۵۴ از موضع خورد منو ڈاکخانہ زید وسرائے ضلع بارہ بنکی مرسلہ سید صفدر علی صاحب ۱۲ رمضان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع مبین ہندہ کے دو لڑکے زید و عمرو ہیں زید نے اپنی ماں کو بحکم شرع شریف بجائے کرتی پہننے کے جس کی آستینیں صرف شانے تک ہوتی ہے پورا ہاتھ بغل تک کھلا رہتا ہے اور لمبائی بالائے یا زیر ناف برائے نام ہوتی ہے کرتا پوری آستین کا اور نیچا نصف ران تک پہننے کی ترغیب دی اور افہام و تفہیم کے ساتھ کچھ زبانی سختی بھی کی جس پر ہندہ راغب ہوچکی تھی کہ عمرو نے ہندہ کو صراحۃً کنایۃً شہہ دی کہ تم اس کے کہنے کی کچھ پرواہ نہ کرو میں تمھارے ساتھ ہوں ہندہ اپنی رغبت سے منحرف ہوگئی۔ زید کا قول کیسا تھا اور عمرو کی شہہ اور جنبہ داری کیسے ہوئی ہندہ کا عمل کیسا ہے اور آخرت میں اس کی پاداش کیا ہے اور ایسی کرتی سے جس کی صراحت کی گئی نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب

عورت اگر صرف محارم کے سامنے ہوتی اور ایسی کرتی پہنے جس میں ہاتھ سب کھلے رہتے ہیں مگر پیٹ ڈھکا ہو خواہ اس کرتی یا دوسرے کپڑے سے، اور نماز کے وقت بازو کلائیاں وغیرہ ستر پورا چھپا رہتا ہو تو ایسی عورت کو وہ کرتی پہننا جائز ہے اور اسے ترغیب تبدیل کی حاجت نہ تھی اور ماں پر سختی کرنا حرام تھا اور دوسرے بھائی کا اس رغبت سے پھیر دینا اور عورت کا پھر جانا کچھ گناہ نہ ہوا، اور اگر عورت کسی نامحرم کے سامنے بھی ہوتی ہے اور وہی کرتی پہنتی ہے اور بدن اور کپڑے سے نہیں چھپاتی یا محارم کے سامنے پیٹ کا کچھ حصہ کھلا رہتا ہے یا نماز میں بازو یا کلائی کا کوئی حصہ تو بلا شبہہ عورت سخت گنہگار ہے اور جس نے اسے تبدیل کی ترغیب دی تھی بہت اچھا کیا تھا مگر ماں پر سختی جب بھی جائز نہ تھی، اور دوسرے بھائی کا اس ترغیب سے پھیر دینا اور عورت کا پھر جانا سخت گناہ ہوا ان پر توبہ واجب ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

Marfat.com

بیماری اور علاج معالجہ

بیمارپرسی، تیمارداری، دوا، علاج، جھاڑپھونک، طبابت، اسقاطِ حمل، مصنوعی دانت وغیرہ سے متعلق

مسئلہ ۵۵ ازکانپور محلہ بوچڑخانہ مسجد رنگیان مرسلہ مولوی عبدالرحمن جشانی طالب علم مدرسہ فیض عام ۲۲ ربیع الاول شریف ۱۳۱۴ھ

ماجوابکم ایھا العلماء رحمکم اللہ تعالٰی (اے علمائے کرام! اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے، آپ کا کیا جواب ہے کہ) مریض نے دوا نہ کی اور مرگیا گنہگار ہوگا یا نہ؟

الجواب

وفی الباب عن الصدیق الاکبر وغیرہ من الائمۃ المتوکلین رضی اللہ تعالٰی عنہم فی ردالمحتار یاثم بترک الاکل مع القدرۃ علیہ حتی یموت بخلاف التداوی ولو بغیر محرم فانہ لوترکہ حتی مات

اس بات میں صدیق اکبر اور دیگر ائمہ متوکلین رضی اللہ تعالٰی عنہم کا طرزِ عمل (دلیل) ہے۔ فتاوٰی شامی میں ہے: کھانا کھانے پر قدرت رکھنے کے باوجود کوئی شخص اگر کھانا نہ کھائے اور بوجہ بھوک ہلاک ہوجائے تو گنہگار ہوگا۔ جیسا کہ ائمہ کرام نے اس کی تصریح فرمائی ہے کیونکہ علاج سے حیات

Marfat.com

لا یاثم کما نصوا علیه لانه مظنون[1] اھ و اللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔ یقینی نہیں بلکہ ایک ظنی چیز ہے اھ اللہ تعالٰی پاک و برتر خوب جانتا ہے اور اُس عظمت و شان والے کا علم مکمل اور پائدار ہے۔ (ت)

مسئلہ ۵۶ از اٹاوہ مرسلہ مولوی وصی علی صاحب نائب ناظر کلکٹری اٹاوہ ۲ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی جواب ھذا السوال (اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے، اِس سوال کے بارے میں آپ کا کیا جواب ہے۔ ت) طوائف مرلضیہ اگر مطب میں آئے تو اس کا علاج کرنا معصیت ہے یا نہیں؟ دوسری صورت میں اعانت بر معصیت ہونے میں کوئی شبہہ ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمایئے اجر پایئے۔ ت)

الجواب

اگر معالجہ زن فاحشہ سے طبیب خود یہی نیت کرے کہ یہ ارتکاب معاصی کے قابل ہوجائے ناسازی طبیعت کہ مانع گناہ ہے زائل ہوجائے جب تو اس کے عاصی ہونے میں کلام نہیں،

فانما الاعمال بالنیات و انما لکل امرئ مانوی[2] کیونکہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی (ت)

اور اگر اس کی یہ نیت نہیں بلکہ عام معالجے جس نیت محمودہ یا مباحہ سے کرتا ہے وہی غرض یہاں بھی ہے تو اگر مرض ایذا دہندہ ہے جیسے کہ اکثر امراض یُونہی ہوتے ہیں جب تو اصلاً حرج نہیں، نہ اسے اعانتِ معصیت سے علاقہ بلکہ نفع رسانی مسلمہ یا دفع ایذائے انسان کی نیت ہے تو اجر پائے گا،

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی کل کبد حراء اجر۔ رواہ الشیخان[3] (حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا) ہر جگر گرم یعنی ہر جاندار کی نفع رسانی میں

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۴۹

[2] صحیح البخاری باب کیف بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲

[3] صحیح البخاری کتاب المساقات ۱/۳۱۸ و کتاب المظالم ۱/۳۳۳ و کتاب الادب ۲/۸۸۹
صحیح مسلم کتاب السلام باب فضل سقی البھائم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۳۷
مسند امام احمد بن حنبل عن ابن عمرو المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۲۲

Marfat.com

عن ابی ھریرۃ و احمد عن ابن عمرو بن العاص و کابن ماجۃ عن سراقۃ بن مالك رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔

میں ثواب ہے (بخاری و مسلم نے اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور امام احمد نے ابن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے اور ابن ماجہ نے سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

اور اگر مرض سے کوئی ایذا نہیں صرف موانع زنا سے ہے جس کے سبب اُس کا معالجہ ایک زانیہ عورت کے لئے کوئی نفع رسانی نہ ہوگا بلکہ زنا کا راستہ صاف کرے گا مثلاً عارضہ رتق یا شدت وسعت (نہ بوجہ سیلان رطوبت) کہ فی نفسہ موذی نہیں مگر اُس کا اشتہار باعث سردی بازار زنان زناکار ہے ایسے معالجہ کو جب کہ امور مذکورہ پر طبیب مطلع ہو اگرچہ برقیاس قول صاحبین من وجہ اعانت کہہ سکیں مگر مذہب امام رضی اللہ عنہ پر یہ بھی داخل ممانعت نہیں کہ یہ تو پاک نیت سے صرف اس کا علاج کرتا ہے گناہ کرنا نہ کرنا اس کا اپنا فعل ہے جیسے راج کا گرجا یا شوالہ بنانا یا مکان رنڈی زانیہ کو کرایہ پر دینا،

فی الخانیۃ لو آجر نفسہ یعمل فی الکنیسۃ ویعمرھا لاباس بہ لانہ لامعصیۃ فی عین العمل[1]

فتاوٰی قاضیخان میں ہے کہ اگر کوئی مزدور گرجے کی تعمیر اور آبادی کے لئے کام کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ نفس عمل میں کوئی گناہ نہیں (ت)

ہدایہ میں ہے:

من آجر بیتا لیتخذ فیہ بیت نار او کنیسۃ او بیعۃ او یباع فیہ الخمر بالسواد فلاباس بہ وھذا عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی[2]، واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر کوئی شخص کرائے پر مکان دے اور وہاں آتشکدہ، گرجا یا کلیسا بنادیا جائے یا وہاں سے عام لوگوں پر شراب فروخت ہونے لگے تو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس میں کرائے پر مکان دینے والے کے لئے کوئی حرج نہیں۔

واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۷ از کلکتہ بتوسط قاضی عبدالوحید صاحب عظیم آبادی منتظم تحفہ حنفیہ ۱۴ رجب ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے دین و حامیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فی زماننا شہر کلکتہ میں

---

[1] فتاوٰی قاضیخان کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی التسبیح نولکشور لکھنؤ ۴/۷۹۴

[2] الھدایۃ کتاب الکراھیۃ فصل فی الاستبراء مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۴۷۰

Marfat.com

چند دنوں سے یہ امر مروّج ہوا ہے کہ برائے دفع وبا اکثر محلوں چند چند لوگ ایک ایک فرقہ ہوکر راتوں کو مع علم ونشان وروشنی وغیرہ نکلتے ہیں اور ہر گلی کوچہ و شارع عام میں آوازیں ملاملا کر بآواز بلند شعر ؎

لی خمسۃ اطفی بہا حرالوباء الحاطمہ المصطفی والمرتضی وابناھا والفاطمہ

(میرے لئے پانچ (ہستیاں) ہیں ان کے ذریعے توڑ کر رکھ دینے والی وبا کی گرمی بجھاتا ہوں اور وہ پانچ (ہستیاں) یہ ہیں (۱) حضرت محمد مصطفٰی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم (۲) حضرت علی مرتضٰے رضی اللہ تعالٰے عنہ (۳ و ۴) ان کے دونوں صاحبزادے (۵) سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالٰے عنہا۔ ت)

کو پڑھتے پھرتے ہیں اس فعل کو قطع نظر اہل تشیّع کے حضرات علماء اہلسنّت وجماعت سے بھی بعض صاحب جائز بتاتے اور اکثر حضرات ناجائز بتاتے ہیں پس شعر مذکور کو دافع وبا اعتقاد کرکے بہ ہیئت مذکورہ پڑھتے پھرنا از روئے شریعت غرا عند اہل السنۃ والجماعۃ کیسا ہے؟

الجواب

مضمون شعر فی نفسہٖ حسن ہے اور محبوبانِ خدا سے توسّل محمود اور ذکر خمسہ پر شُبہہ مردود کہ بعد حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم چار ہیں حصر غیر مقصود، عدد نافی زیادت نہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان لی خمسۃ اسماء، رواہ البخاری[1] عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

میرے پانچ نام ہیں۔ جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اسے بخاری سے روایت کیا۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم:

اعطیت خمسا لم یعطھا احد من الانبیاء قبلی رواہ الشیخان[2] عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

مجھے پانچ اوصاف عطا ہوئے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئے۔ بخاری ومسلم نے اس کو جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰے عنہما سے روایت کیا ہے (ت)

مگر علم ونشان مہمل اور اُن سے توسل باطل اور ہیأت مذکورہ لہو اشبہ توسّل دُعا ہے اور دُعا کا طریقہ

---

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ الصف قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۲۷

[2] صحیح البخاری کتاب التیمم " " " ۱/۴۸

صحیح مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ " " " ۱/۱۹۹

Marfat.com

اخفاء۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۸ ازضلع نواکھالی ڈاکخانہ دلال بازار موضع لکھی پورہ مرسلہ عبدالودود صاحب ۱۵ شوال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی گاؤں میں مرضِ ہیضہ جاری ہو تو برائے دفع مرض ہیضہ آج اس میدان کل دوسرے میدان میں سات بار اذان کہہ کر ہر روز اس طور پر نماز پڑھنا بہ نیت دفع البلا بہت لوگ جمع ہوکر کے اور شیرینی یا کھیر پکاکر کے اللہ کے واسطے میدان میں لے جاکر کھاتے ہیں اور بکری کے کان میں سورۂ یٰسین اور سورہ تبارک الذی پڑھ کر دم کرکے مکان کے چاروں طرف چکر دلاتے ہیں پھر اس بکری کو ذبح کرکے سب کو کھلاتے ہیں، آیا یہ باتیں جائز ہیں یا نہیں؟

الجواب

اذان ذکرِ الٰہی ہے اور ذکرِ الٰہی کے برابر غضب و عذابِ الٰہی سے نجات دینے والی بلا و غم و پریشانی کی دفع کرنے والی کوئی چیز نہیں۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب [1]

سُن لو اللہ تعالٰی کی یاد ہی سے دلوں کو چین ملتا ہے۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ماعمل اٰدمی عملا انجالہ من عذاب اللہ من ذکر اللہ قیل ولا الجہاد فی سبیل اللہ، قال ولا الجہاد فی سبیل اللہ الا ان یضرب بسیفہ حتی ینقطع۔ رواہ الطبرانی [2] فی الاوسط والصغیر بسند صحیح عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما ولابن ابی الدنیا والبیہقی

کسی شخص کا کوئی عمل ایسا نہیں جو اللہ تعالٰی کے ذکر سے زیادہ مفید اور عذابِ الٰہی سے زیادہ نجات دلانے والا ہو۔ عرض کی گئی کہ کیا خدا کی راہ میں جہاد بھی نہیں۔ فرمایا: اللہ تعالٰی کی راہ میں جہاد بھی بمقابلہ ذکر کے زیادہ مفید اور نجات کا باعث نہیں مگر یہ کہ اپنی تلوار سے (خدا کے دشمنوں پر) اس قدر وار کرے کہ تلوار ٹوٹ جائے۔ اس کو امام طبرانی نے "الاوسط" میں اور معجم صغیر میں صحیح سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کے

---

[1] القرآن الکریم ۱۳/ ۲۸

[2] المعجم الاوسط حدیث ۲۳۱۷ مکتبۃ المعارف ریاض ۳/ ۱۵۶

الترغیب والترہیب بحوالہ المعجم الاوسط والزہد کتاب الذکر والدعاء حدیث ۱۴ مصطفی البابی مصر ۲/ ۳۹۶

Marfat.com

عن عبد الله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما
عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ان
لکل شئ صقالة وان صقالة القلوب
ذکر الله وما من شئ انجا من عذاب الله
من ذکر الله قال ولا الجهاد فی سبیل الله
قال ولو ان یضرب بسیفه حتی ینقطع[1]
ولاحمد وابی بکر بن ابی شیبة و
الطبرانی فی الکبیر بسند صحیح عن معاذ
بن جبل رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی
صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ما عمل آدمی
عملا انجی له من عذاب الله من ذکر الله
قالوا ولا الجهاد فی سبیل الله قال
ولا الجهاد الا ان تضرب بسیفك حتی ینقطع
ثم تضرب به حتی ینقطع ثم تضرب به حتی ینقطع[2]

حوالہ سے روایت کیا ہے اور ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی سند کے ساتھ حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے روایت فرمائی، ہر شئے کی صفائی کے لئے کوئی نہ کوئی چیز ہے اور دلوں کی صفائی اللہ تعالےٰ کے ذکر سے ہوتی ہے کوئی چیز خدا کے عذاب سے نجات کے سلسلے میں ذکر الٰہی سے بڑھ کر مفید نہیں، حتیٰ کہ فرمایا اللہ تعالےٰ کی راہ میں جہاد بھی نہیں اگرچہ وہ اپنی تلوار سے اس کے ٹوٹنے تک وار کرتا رہے اور مسند احمد، ابوبکر ابن ابی شیبہ اور طبرانی نے معجم کبیر میں بسند صحیح حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے روایت فرمائی کہ انسان کا کوئی عمل خدا کے عذاب سے چھڑانے اور نجات دلانے کے سلسلے میں اس کے ذکر سے بڑھ کر مفید اور نافع نہیں، لوگوں نے عرض کی کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں، فرمایا جہاد بھی ذکر سے بڑھ کر نہیں اِلّا یہ کہ تو اپنی تلوار سے کافروں پر اس حد تک وار کرے کہ تلوار ٹوٹ جائے پھر وار کرے اور وہ ٹوٹ جائے پھر وار کرے اور وہ ٹوٹ جائے۔ (ت)

اور نظر و طلب دفع بلا و ذکرِ خدا کے لئے جنگل کو جانے کی اصل نمازِ استسقا ہے، اور رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لو تعلمون ما اعلم الی قوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم

کاش تم بھی وہ کچھ جانتے جو کچھ میں جانتا ہوں۔ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی

---

[1] الترغیب والترہیب بحوالہ ابن ابی الدنیا والبیہقی کتاب الذکر والدعاء حدیث ۱۰ مصطفی البابی مصر ۲/۳۹۶
شعب الایمان حدیث ۵۲۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۳۹۶
[2] المعجم الکبیر 〃 ۳۵۲ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۰/۱۶۷

Marfat.com

لخرجتم الی الصعدات تجأرون الی اللہ[1]، رواہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم والبیھقی فی الشعب بسند صحیح عن ابی الدرداء والحاکم بسند صحیح عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

کہ تم لوگ بلندیوں کی طرف نکل جاتے اللہ تعالٰی کی طرف چیختے چلاتے ہُوئے، امام طبرانی نے معجم کبیر میں اور حاکم نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کو روایت کیا ہے۔ (ت)

اور سات کے عدد کو دفع ضرر و آفت میں ایک تاثیر خاص ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے مرض وصال شریف میں فرمایا مجھ پر سات مشکوں سربستہ کا پانی ڈالو۔ صحیح بخاری شریف میں ہے عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے:

انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لما دخل بیتی واشتد وجعہ قال اھریقوا علیّ من سبع قرب لم تحلل اوکیتھن لعلی اعھد الی الناس[2]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب میرے گھر تشریف لائے تو آپ کے مرض میں اضافہ ہوگیا۔ فرمایا مجھ پر ایسے سات مشکیزوں کا پانی بہاؤ کہ جن کے بندھن نہ کھولے گئے ہوں (سربستہ مشکیزے ہوں) شاید میں لوگوں سے کوئی عہد لوں۔ (ت)

مواہب شریف میں ہے:

وقد قیل فی الحکمۃ فی ھذا العدد ان لہ خاصیۃ فی دفع ضرر السم والسحر[3]

کہا گیا کہ اس سات کے عدد میں حکمت اور راز یہ ہے کہ اس کو زہر اور جادو کا نقصان زائل کرنے میں خاص تاثیر ہے (ت)

شرح زرقانی میں فتح الباری سے ہے:

---

[1] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی عن ابی الدرداء کتاب الزہد دار الکتاب بیروت ۱۰/۲۳۰
المستدرک للحاکم کتاب الرقاق ۴/۳۲۰
شعب الایمان حدیث ۷۹۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۴۸۷
[2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب مرض النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۶۳۹
[3] المواہب اللدنیہ المقصد العاشر الفصل الاول المکتب الاسلامی بیروت ۴/۵۲۰

Marfat.com

وقد ثبت حدیث من تصبح بسبع تمرات عجوۃ لم یضرہ ذٰلك الیوم سم ولا سحر وللنسائی فی قراءۃ الفاتحۃ علی المصاب سبع مرات وسندہ صحیح ولمسلم القول لمن بہ وجع اعوذ بعزۃ اللّٰہ وقدرتہ من شر ما اجد واحاذر سبع مرات وفی النسائی من قال عند مریض لم یحضر اجلہ اسأل اللّٰہ العظیم رب العرش العظیم ان یشفیك سبع مرات[1]

حدیث پاک سے ثابت ہے کہ جو کوئی صبح سویرے سات عجوہ کھجوریں کھالے تو اسے اس دن زہر اور جادو سے نقصان نہیں پہنچے گا۔ نسائی شریف میں ہے کہ مصیبت زدہ پر سات مرتبہ فاتحہ پڑھی جائے، اس کی سند صحیح ہے۔ مسلم شریف میں ہے کہ جس کو درد کا عارضہ ہو اس پر یہ کلمات سات مرتبہ پڑھے جائیں: اَعُوْذُ بِعِزَّۃِ اللّٰہِ وَقُدْرَتِہٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ یعنی اللہ تعالٰی کی عزت اور اس کی قدرت سے پناہ لیتا ہوں اس کے شر سے جس کو میں پاتا ہوں اور اس سے ڈرتا ہوں (چوکنا رہتا ہوں) سنن نسائی شریف میں ہے کہ جو کوئی ایسے مریض کے پاس جس کی موت مقدر نہ ہو ان الفاظ سے سات دفعہ دعا کرے تو وہ صحت یاب ہوجائے گا، کلمات یہ ہیں: اسأل اللّٰہ العظیم رب العرش العظیم ان یشفیك یعنی میں اللہ عظمت والے سے سوال کرتا ہوں جو بڑے عرش کا مالک ہے کہ وہ تجھے شفا عطا فرمائے (ت)

جماعت میں برکت ہے اور دعائے مجمع مسلمین اقرب بقبول، علما فرماتے ہیں جہاں چالیس مسلمان صالح جمع ہوتے ہیں ان میں ایک ولی اللہ ضرور ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے:

اذا شہدت امۃ من الامم وھم اربعون فصاعدا اجاز اللّٰہ تعالٰی شہادتھم رواہ الطبرانی فی الکبیر[2] والضیاء المقدسی عن والد ابی الملیح۔

جب کوئی جماعت حاضر ہو اور چالیس افراد یا اس سے زیادہ ہوں تو اللہ تعالٰی ان کی شہادت کو جائز قرار دیتا ہے۔ امام طبرانی نے معجم کبیر میں اور ضیاء مقدسی نے ابو الملیح کے والد کے حوالے سے اس کو روایت کیا ہے۔ (ت)

تیسیر شرح جامع صغیر میں فرمایا:

قیل وحکمۃ الاربعین انہ لم یجتمع

کہا گیا ہے کہ چالیس کے عدد میں حکمت یہ ہے کہ

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد العاشر الفصل الاول دار المعرفۃ بیروت ۸/۲۵۸

[2] المعجم الکبیر حدیث ۵۰۳ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/۱۹۰

Marfat.com

هذا العدد الاوفیھم ولی[1]

یہ تعداد کبھی پوری نہیں ہوتی بجز اس کے کہ ان میں کوئی نہ کوئی ولی ضرور ہوتا ہے (ت)

مگر یہ نماز فرض ہونا چاہئے، نفل پڑھیں تو الگ الگ، ورنہ نفل جماعت کثیرہ کے ساتھ مکروہ ہے، چار مقتدی ہوں تو بالاتفاق اور تین ہوں تو علی المرجوع۔ درمختار میں ہے:

التطوع بجماعۃ یکرہ لوعلی سبیل التداعی بان یقتدی اربعۃ بواحد کما فی الدرر[2]۔

نوافل باجماعت پڑھنا مکروہ ہے بشرطیکہ بطور تداعی ہو بایں طریقہ کہ چار آدمی ایک کی اقتدار کریں، جیساکہ درر میں ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

اما اقتداء واحد بواحد او اثنین بواحد فلا یکرہ وثلثۃ بواحد فیہ خلاف بحر[3] عن الکافی۔

لیکن ایک کا ایک کی اقتدار کرنا یا دو کا ایک کی اقتدار کرنا مکروہ نہیں اور تین کے ایک کی اقتدار کرنے میں اختلاف ہے۔ البحرالرائق نے الکافی سے نقل کیا (ت)

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں زیر قول شارح لواقتدی ثلثۃ بواحد اختلف فیہ (اگر تین شخص ایک کی اقتدار کریں تو اس میں اختلاف کیا گیا ہے۔ ت) فرمایا: والاصح عدم الکراھۃ[4] (زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس میں بھی کراہت نہیں۔ ت)

شیرینی یا کھانا فقراء کو کھلائیں تو صدقہ ہے اور اقارب کو تو صلۂ رحم اور احباب کو تو ضیافت، اور یہ تینوں باتیں موجب نزول رحمت و دفع بلا ومصیبت ہیں۔ ابویعلٰی انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الصدقۃ وصلۃ الرحم یزید اللہ بھما فی العمر ویدفع بھما میتۃ

بیشک صدقہ اور صلہ رحم ان دونوں سے اللہ تعالٰی عمر بڑھاتا ہے اور بُری موت کو دفع فرماتا ہے اور

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر حرف الھمزہ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۱/۱۱۰
[2] درمختار کتاب الصلٰوۃ باب الوتر والنوافل مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۹
[3] ردالمحتار " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۷۶
[4] مراقی الفلاح مع شرح الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی بیان النوافل نور محمد کتب خانہ کراچی ص۲۱۱

Marfat.com

السوء ویدفع بھما المکروہ والمحذور[۱] مکروہ واندیشہ کو دُور کرتا ہے۔

ابوالشیخ ابوالدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الضیف یاتی برزقہ ویرتحل بذنوب القوم یمحص عنھم ذنوبھم[۲] مہمان اپنا رزق لے کر آتا ہے اور کھلانے والے کے گناہ لے کر جاتا ہے اور ان کے گناہ مٹا دیتا ہے۔

نیز امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے راوی کہ وہ فرماتے ہیں:

لان اجمع نفرا من اخوانی علی صاع اوصاعین من طعام احب الی من ان ادخل سوقکم فاشتری رقبۃ فاعتقھا۔[۳] بیشک یہ بات کہ میں اپنے بھائی سے ایک گروہ کو جمع کر کے دو ایک صاع کھانا کھلاؤں مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ تمھارے بازار میں جاؤں اور ایک غلام خرید کر آزاد کر دوں۔

یہی حال بکری ذبح کر کے کھلانے کا ہے مگر تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ جان کا صدقہ دینا زیادہ نفع رکھتا ہے اور قراءتِ قرآن کا موجب شفا و برکت و دافع بلا و نقمت ہونا خود قرآن مجید سے ثابت خصوصاً یٰسین شریف کہ قضاءِ حاجات و اجابتِ دعوات کے لئے تریاق مجرب ہے، رہا بکری کے کان میں پھونکنا اور اسے مکان کے گرد پھرانا اگر کسی صالح معتمد کے قول سے ثابت ہو تو از قبیل اعمالِ مشائخ ہوگا ورنہ عبث ہے۔ دفعِ وبا کے لئے اذان کی تحقیق ہمارے رسالہ نسیم الصبا ان فی الاذان یحول الوبا (صبح کی ہوا اس بارے میں کہ اذان وبا کو ٹال دیتی ہے۔ ت) اور اسی غرض سے مسلمانوں کو جمع کر کے کھانا کھلانے اور صدقہ و صلہ و ضیافت کے فوائد کا بیان ساٹھ حدیثوں سے ہمارے رسالہ مواد القحط والوباء بدعوۃ الجیران ومواساۃ الفقراء (ہمسایوں کی دعوت اور فقراء سے اظہارِ ہمدردی قحط اور وباء کو پھیر دینے والے اعمال ہیں۔ ت) اور اعمال مشائخ کے جواز کے ساتھ تفصیل ہمارے رسالہ منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین (انگوٹھے چومنا آنکھوں کی روشنی کا روحانی علاج ہے۔ ت) وغیرہا میں ہے۔ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

---

[۱] مسند ابی یعلٰی حدیث ۴۰۹۰ مؤسسۃ علوم القرآن ۴/۴۷-۱۴۶

[۲] کشف الخفاء بحوالہ ابن ابی شیبہ " ۱۶۴۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۳۳

[۳] الادب المفرد باب ۲۵۵ " ۵۶۶ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ص ۱۴۸

Marfat.com

مسئلہ ۵۹ ۲۰ شوال ۱۳۱۹ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ چوں در محلہ از محلات دہ مرض وبا واقع شود مردمان محلہائے دیگر گوسپندی سیاہ گرفتہ سورہ یٰسین وتبارک خواندہ در ہر دو گوش آں بز دم کردہ باطراف ایں موضعہا برگردانیدہ باجائے اول آوردہ ذبح کنند واستخوان وپوست را دراں زمین دفن کردہ گوشتہا را پزانیدہ پارہ پارہ ازاں بہریک مردم آں دہ تقسیم کنند و ایں نظم ؎

لی خمسۃ اطفی بہا حر الوباء الحاطمہ
المصطفٰی والمرتضٰی وابناھما والفاطمہ

را برپرچہ نوشتہ برہر چہار گوشہ آں محلہ آویزند وہمچنیں بخوف مرض چیچک انگریزاں قطرۂ ریم بربازوے مردماں زخم کردہ آں نجس را دخل کنند پس ایں ہمہ موافق شرع جائز است یا نہ؟ بینوا بالکتاب وتوجروا عند الحساب۔

علمائے دین اور مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ جب گاؤں کے کسی محلہ میں مرض بصورتِ وبا پھوٹ پڑے تو دوسرے محلوں والے لوگ ایک سیاہ رنگ کا بکرا خرید کر لاتے ہیں اور سورہ یٰسین وسورہ ملک پڑھ کر اسکے دونوں کانوں میں پھونکتے ہیں ازاں بعد اُسے گاؤں کے گرد گھماتے پھراتے ہیں اور پھر پہلے مقام پر لاکر ذبح کر دیتے ہیں، اس کی کھال اور ہڈیاں وہیں دفن کر دیتے ہیں اور گوشت پکا کر گاؤں کے مردوں میں تھوڑا تھوڑا تقسیم کیا جاتا ہے اور یہ شعر چار الگ الگ کاغذوں پر لکھ کر گاؤں کے چاروں کونوں میں ایک ایک کاغذ لٹکا دیتے ہیں ؎

لی خمسۃ اطفی بہا حرّ الوباء الحاطمہ
المصطفٰی والمرتضٰی وابناھما والفاطمہ

(میرے لئے پانچ نفوس قدسیہ وسیلہ اور سہارا ہیں میں ان کے توسّل سے کر توڑ وبا کی حرارت اور گرمی کو بجھاتا اور ٹھنڈا کرتا ہوں وہ پانچ ہستیاں یہ ہیں: حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ، ان دونوں کے صاحبزادے حضرت حسن اور حضرت حسین علیہما السلام، حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا) اسی طرح مرض چیچک کے ازالہ کے لئے بطور علاج انگریز لوگوں کے بازوؤں کو زخمی کر کے ناپاک پیپ کے قطرات ان کے جسم میں داخل کرتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ سب کچھ ازروئے شرع جائز اور درست ہے؟ کتاب اللہ کی روشنی میں وضاحت فرما کر مہربانی فرمائیں تاکہ بوقتِ حساب عند اللہ اجر وثواب پائیں۔ (ت)

الجواب

ذبح جانور لوجہ اللہ تعالٰی وتقسیم لحم او بر مسلمین

کسی جانور کو اللہ تعالٰی کی رضا وخوشنودی کے لئے

Marfat.com

وقراءت تبارک ویٰسٓ ہمہ امر خوب ومحبوب ست و در دفع بلا باذن اللہ جل وعلا اثرے تمام دارد و درگوش بُز دمیدن و به اطراف موضع گردانیدن از قبیل خصوصیات اعمال مشائخ ست لبسیارے از امثال اینہا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی در قول الجمیل آوردہ اند فاما دفن پوست در زمین تضیع مال ست و او روا نیست لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اللہ کرہ لکم اضاعۃ المال وکثرۃ السوال وقیل وقال[1]، راہ آنست کہ پوست بمساکین بخشند وتعلیق آں شعر بزوائے محلہ نیز جائز وروا واز باب توسل محبوبان خدا است جل و علا وعمل ٹیکا در دفع چیچک باذن اللہ تعالیٰ نفع میدہد وہمچوں تداوی اگرچہ مشتمل برچیزے ازالم بود ممنوع نیست مثل داغ نہادن آری متوکلان را نباید الذین لا یسترقون ولا یکتوون ولا یتطیرون وعلیٰ ربھم یتوکلون جعلنا اللہ منھم واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

ذبح کرکے اس کا گوشت مسلمانوں میں تقسیم کرنا اور اسی طرح سورۃ یٰسٓ اور سورۃ ملک کی تلاوت کرنا بہترین اور مستحسن اعمال ہیں اللہ تعالیٰ کے اذن سے بلا و مصیبت کو ٹالنے کا موثر ذریعہ ہیں، جہاں تک بکرے کے کانوں میں تین پڑھ کر پھونکنے گاؤں کے گرد گھمانے والے عمل کا تعلق ہے تو یہ از قبیل خصوصیات اعمال بزرگانِ دین ہے، چنانچہ اس نوع کی بہت سی مثالیں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے اپنی کتاب "القول الجمیل" میں بیان کی ہیں۔ رہا کھال کو دفن کر دینے کا معاملہ، تو یہ مال کو ضائع کر دینے کے مترادف ہے جو جائز نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی کی وجہ سے کہ "بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ان تین کاموں کو ناپسند فرمایا ہے (۱) مال ضائع کرنا (۲) زیادہ سوال کرنا (۳) اِدھر اُدھر کی بیہودہ اور لغو باتیں کرنا۔ لہٰذا مناسب یہ ہے کہ بکرے کی کھال محتاجوں، ناداروں کو بطور اعانت و امداد دے دی جائے اور شعر مذکور کا گاؤں کے چاروں اطراف میں لٹکانا روا اور درست ہے اور محبوبانِ خدا کو وسیلہ بنانے کے باب سے ہے (ان سب پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سلام ہو) نیز مرض چیچک کے دفاع اور ازالہ کے لئے انجکشن لگوانا باذن اللہ تعالیٰ نفع بخش ہے، اسی طرح ایسی دوا استعمال کرنا یا طریقہ اپنانا جو بظاہر تکلیف دہ بھی ہو شرعاً منع نہیں جیسا کہ جسم پر گُل یعنی داغ لگوانا وغیرہ، ہاں البتہ اصحاب توکل کے لئے ایسا کرنا مناسب نہیں، چنانچہ حدیث پاک میں کچھ محبوب بندوں کے

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن مغیرہ بن شعبہ دار الفکر بیروت ۴/۲۹۲
صحیح البخاری کتاب الرقاق باب مایکرہ من قیل وقال قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۵۸

Marfat.com

بارے میں آیا ہے کہ وہ ایسے مقربانِ بارگاہ ہیں کہ دم اور جھاڑ پھونک نہیں کرواتے نہ داغ لگواتے ہیں اور نہ بدشگونی لیتے ہیں بلکہ اپنے پروردگار پر مکمل بھروسا رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمیں ان پاک لوگوں میں شامل فرمائے۔ اللہ تعالیٰ پاک برتر اور سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۶۰ مسئولہ حافظ امیر اللہ صاحب ۲۰ شوال ۱۳۲۲ھ

یہ خط ایک شخص صادق تخلص سیتاپوری کا میرے نام آیا ہے اس کی آخری عبارت ملاحظہ فرمائیں، عبارت یہ ہے:

اگر آں جا را ترک کردہ مابقی را ازیں بلا (یعنی طاعون) حفاظت کنند بعقل نزدیک واز محاظرہ ولاتلقوا بایدیکم الی التھلکۃ[1] دور ست۔

اگر اس جگہ کو چھوڑ دے اور باقیماندہ جگہ کی طاعون کی مصیبت سے حفاظت کی جائے تو یہ عقل کے قریب، اور آیۂ مذکورہ کی ممانعت سے بعید ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے، لوگو! اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔ (ت)

زیرا کہ حدیثے کہ درعدم فرار وارد شدہ مصنف "سکن الشجون فی حکم الفرار عن وباء الطاعون" بدلائل وبراہین ثابت کردہ کہ اولاً طرق روایان حدیث بسیار مخدوش ست یعنی دو نفر ازانہا مجہول وغیر ثقہ است وثانیاً نفس حدیث مقامی ست زیرا کہ درو قتے کہ عسکر اسلامی ازبرائے حفاظت ثغور مقرر بودند طاعون آمد آنہا می گریختند حضرت فرمودند کہ نگریزند۔ خلاصہ بخیال من باینحالت آنجا سکونت جاہلانہ خودرا بلا انداختن ست فقط۔

اس لئے کہ جو حدیث طاعون سے نہ بھاگنے کے بارے میں وارد ہوئی ہے مصنفِ "سکن الشجون فی حکم الفرار عن وباء الطاعون" نے عقلی ونقلی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ اولاً تو حدیث مذکور کی سند بلحاظ رواۃِ حدیث بہت مخدوش ہے یعنی دو آدمی اس میں مجہول اور غیر ثقہ ہیں، ثانیاً حدیثِ مذکور اس مقام سے تعلق رکھتی ہے کہ اس وقت اسلامی فوج اسلامی سرحدوں کی حفاظت کے لئے مقرر کی گئی پھر وہاں اچانک طاعون پھیل گیا اور لوگ ادھر اُدھر بھاگنے لگے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: وہ نہ بھاگیں۔ (خلاصۂ کلام) میرے خیال میں اس حالت میں اس جگہ ٹھہرنا جہالت اور اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ فقط (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۹۵

Marfat.com

الجواب

حدیث فرار عن الطاعون کو مخدوش و مجروح اور اس کے دو راویوں کو مجہول وغیر ثقہ نہ کہے گا مگر جاہل یا گمراہ۔ حدیث صحیح نقی منقی صفی مصفی، صحیحین بخاری و مسلم و موطا امام مالک و مسند امام احمد و سنن ابی داؤد و سنن نسائی وغیرہا میں بطرق عدیدہ و اسانید جیدہ صحیحہ حد شہرت و استفاضہ پر مروی ہوئی اور اسے مقام بمعنے مذکور بھی نہ کہے گا مگر وہ کہ ارشاد ذات محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو پردہ تاویل باطل و علیل میں رد کرنا چاہتا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو یوں ارشاد فرمائیں:

اذا سمعتم بالطاعون بارض فلا تدخلوا علیہ واذا وقع وانتم بارض فلا تخرجوا منھا فرارا منہ، رواہ الشیخان[1] وابو داؤد والنسائی ومالک واحمد عن عبد الرحمٰن بن عوف والبخاری ومسلم عن اسامۃ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

جب تم کسی زمین میں طاعون ہونا سنو تو اس پر داخل نہ ہو اور جب وہاں طاعون آئے جہاں تم ہو تو طاعون سے بھاگنے کے لئے وہاں سے نہ نکلو (بخاری، مسلم، ابو داؤد، نسائی، امام مالک اور امام احمد نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے اور بخاری و مسلم نے اسے اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہم کی سند کے ساتھ بھی روایت کیا ہے۔ ت)

اور اس کے معنی یہ قرار دئے جائیں کہ کسی جہاد کے وقت طاعون ہوا تھا تو اس جہاد سے بھاگنے کی مخالفت میں فرمائی گئی انا للہ وانا الیہ راجعون (یقیناً ہم اللہ تعالٰی کے لئے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ ت) یہ تاویل نہیں صریح تحریف و تبدیل ہے اور نہ صرف تبدیل بلکہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افترا کہ حضور نے اس غرض سے فرمایا، حالانکہ کسی روایت ضعیفہ میں بھی یہ سبب و غرض ارشاد مذکور نہیں محض اختراع و افترا ہے۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب ۱/۴۹۴ و کتاب الطب ۲/۸۵۲ قدیمی کتب خانہ کراچی
صحیح مسلم کتاب السلام باب الطاعون والطیرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۲۸
سنن ابی داؤد کتاب الجنائز باب الخروج من الطاعون آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۸۶
موطا الامام مالک باب ماجاء فی الطاعون میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۷۰۰
مسند امام احمد عن عبد الرحمٰن بن عوف المکتب الاسلامی بیروت ۱/۱۸۲ و ۱۹۳ و ۱۹۴

Marfat.com

وقد قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من کذب علیّ متعمدا فلیتبوّأ مقعدہ من النار۔[1]

بیشک رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے عمدًا مجھ پر جھوٹ کہا اسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں سمجھ لینا چاہیے۔ (ت)

سکن الشجون کیا چیز ہے اس کا مصنف کون ہے، کشف الظنون تک تو اُس کا پتا نہیں کوئی حال کا جاہل مجہول ہو تو ہوا کرے، القا بالایدی الی التھلکۃ (ہاتھوں کو ہلاکت میں ڈالنا۔ ت) کیا ہے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے احکام کو نہ ماننا' ورنہ یہ آیت تحریم جہاد کے لئے عمدہ دستاویز ہوجائے گی' جو تہلکہ چمکتی تلواروں اور برستے تیروں اور توپ کے متواتر گولوں کے سامنے ہے طاعون میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں تو جہاد اکبر سے زائد حرام ہوگا اور جہاد سے بھاگنا فرض حالانکہ قرآن نے اس کا عکس فرمایا ہے قرآن عظیم ترک جہاد و فرار عن الجہاد ہی کو تہلکہ فرماتا ہے جسے یہ عبدۃ الھوی ہلاک سمجھیں وہ نجات ہے اور جسے نجات سمجھ رہے ہیں وہ ہلاک ہے۔ ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالٰے عنہ فرماتے ہیں" کریمہ لا تلقوا ہم انصار میں اتری کہ جب دین متین کو اللہ عزوجل نے عزت بخشی اور اسلام پھیل گیا ہم نے کہا اب جہاد کی کیا ضرورت ہے اب خانگی امور جو اتنے روزوں سے خراب پڑے ہیں بنالیں اس پر ارشاد ہوا:

وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ۔[2]"

اپنی جان اور مال جہاد میں خرچ کرو اور ترک جہاد کرکے اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔ (ت)

معالم شریف میں ہے:

فالتھلکۃ الاقامۃ فی الاھل والمال وترک الجھاد۔[3]

"التہلکہ" اہل و مال سے وابستہ رہنا اور جہاد کے لئے نہ نکلنا ہے۔ (ت)

امام اجل احمد بن حنبل مسند میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الفار من الطاعون کالفار من الزحف

طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہے جیسے جہاد میں

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۱

[2] معالم التنزیل علی ہامش الخازن تحت آیۃ ۲/۱۹۵ مصطفٰی البابی مصر ۱/۱۷۱ و ۱۷۲

[3] معالم التنزیل علی ہامش الخازن تحت آیۃ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ مصطفٰی البابی مصر ۱/۱۷۲

Marfat.com

ومن صبر فیه کان لہ اجر شہید[1] کفار کو پیٹھ دے کر بھاگنے والا اور جو اس میں صبر کئے بیٹھا رہے اس کے لئے شہید کا ثواب ہے۔

اور جہاد سے بھاگنے والے کو اللہ عزوجل فرماتا ہے:

فقد باء بغضب من اللہ ومأوٰہ جہنم وبئس المصیر[2] وہ بیشک اللہ کے غضب میں پڑا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور کیا بُری بازگشت ہے۔

تو ثابت ہُوا کہ طاعون سے بھاگنے والا اللہ کے غضب میں جاتا ہے اور جہنم اُس کا ٹھکانا ہے اسی کو فرمایا کہ:

لاتلقوا بایدیکم الی التھلکۃ[3] اپنے ہاتھوں ہلاکت وغضب خدا اور استحقاق جہنم میں نہ پڑو۔

اب بتائیے کہ طاعون سے بھاگنا "تہلکہ" ہے یا اپنے رب عزوجل پر توکل کرکے صابر و مقیم رہنا۔ اللہ تعالٰی توفیق دے کہ احکام محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنے ہوائے نفس سے رد نہ کیا جائے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (گناہ سے بچنے اور نیکی کی قوت و طاقت کسی میں نہیں بجز اللہ تعالٰی بلند مرتبہ اور عظیم الشان کی توفیق کے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۱ ۱۷ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید رہنے والا بدایوں کا ہے اور بریلی میں انگریزی ملازم ہے، بدایوں سے اپنے عیال و اطفال کو لانے کا مصمم ارادہ کرلیا تھا کہ اس عرصہ میں بدایوں میں طاعون شروع ہوگیا، اس وجہ سے نہ لاسکا، اگر شریعت اجازت دے تو زید اپنے متعلقین کو لاکر دُنیوی تفکرات اور دوہرے خرچ سے نجات پائے۔

الجواب

اللہ عزوجل دل کے خطروں کو جانتا ہے اگر واقعی بخوفِ طاعون وہاں سے اُن کا منتقل کرنا

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل مرویات عبداللہ بن جابر انصاری رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۲/ ۳۶۰
کنز العمال حدیث ۲۸۴۴۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۷۹

[2] القرآن الکریم ۸/ ۱۶

[3] 〃 ۲/ ۱۹۵

Marfat.com

مقصود نہیں بلکہ محض اپنے آرام و یکجائی کے لئے تو بلاشبہہ اجازت ہے بشرطیکہ زوجہ اور بالغ بچوں کو خوب سمجھا دے کہ یہ انتقال طاعون سے بچنے کے لئے نہیں نہ تم کہیں بھاگ کر موت سے بچ سکتے ہو میرا ارادہ قطعی پہلے سے تمھیں بلانے کا تھا بلکہ طاعون کی وجہ سے اتنی دیر کی شاید تمھارا لے جانا ناجائز ہو اب کے معلوم ہوا کہ خالص نیت سے لیجانے میں شرعاً حرج نہیں تمھیں اُسی طرح لے جاتا ہوں جیسا کہ طاعون نہ ہونے کی حالت میں لیجانا، تم پر بھی فرض ہے کہ اپنی نیت صحیح کرو طاعون کا خیال دل میں ہرگز نہ لاؤ جس سے یہ ظاہر ہوگا کہ بوجہ خوف طاعون اس منتقل ہونے کو غنیمت جانے گا میں اُسے یہیں چھوڑ دوں گا یہاں تک کہ اللہ عزوجل جس کا ہر جگہ حکم نافذ ہے اپنا جو حکم چاہے نافذ فرمائے، جب یہ تعلیم وتلقین کرے اور ظاہر ہو کہ یہ سچا عقیدہ اُن کے دلوں میں جم گیا اور شیطانی خیال نہ رہا اس وقت بے تکلف وہاں سے آئے اُس تعلیم میں سمجھ والے بچوں کو بھی شریک کرے اگرچہ بالغ نہ ہوں کہ تعلیم حق کے وہ بھی محتاج ہیں، حق سبحٰنہ ہر جگہ مسلمانوں کو عافیت بخشے اور اپنے حفظ و امان میں رکھے آمین بجاہ سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلیہم اجمعین۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۲ از امروہہ ضلع مراد آباد مرسلہ حکیم ظہور احمد صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ڈاکٹری دوا سیال جس میں شراب کا جُز ہو حکیم مریض کو استعمال کرائے جائز ہے یا ناجائز؟ حکیم پر گناہ ہے یا نہیں؟ یا ایسی ڈاکٹری دوا کہ جس میں شراب کا جز تو نہیں مگر وُہ ایسی تیار کی گئی ہے کہ جیسے عطر بغیر روغن صندل کے تیار نہیں ہوتا۔ برانڈی کا استعمال مریض کو جائز یا ناجائز؟ خشک دوا حشیشی یا مخدر کا استعمال مریض کو جائز ہے یا نہیں؟ علمائے دیو بند ادویہ ڈاکٹری کا استعمال ممنوع فرماتے ہیں۔ اگر جوابی کارڈ کافی نہ ہو براہِ عنایت بیرنگ لفافہ پر جواب عنایت فرمائیے اللہ تعالٰی آپ کو اس کا اجرِ خیر عطا فرمائیگا بیّنوا توجروا۔

الجواب

شراب کسی قسم کی ہو مطلقاً حرام بھی ہے اور پیشاب کی طرح نجس بھی۔ برانڈی ہو خواہ اسپرٹ خواہ کوئی بلا، جس دوا میں اُس کا جز ہو خواہ کسی طرح اُس کی آمیزش ہو اُس کا کھانا پینا بھی حرام، اُس کا لگانا بھی حرام، اُس کا بیچنا خریدنا بھی حرام۔ طبیب کہ اُس کا استعمال بتائے مبتلائے گناہ و آثام۔ یہی ہمارے ائمہ کرام کا مذہب صحیح ومعتمد ہے۔ ہاں افیون بھنگ وغیرہ خشک چیزیں کہ نشہ لاتی یا تخدیر وتفتیر کرتی ہیں اُن کا نشہ حرام ہے اور وہ خود ناپاک نہیں تو اُن کا لگانا مطلقاً

Marfat.com

جائز، اور اگر کسی دوا میں اُن کا اتنا جزہو کہ نشہ یا تخدیر نہ لائے تو اس کے کھانے میں بھی حرج نہیں ڈاکٹری ٹنچر وغیرہ رقیق دوائیں عموماً اسپرٹ کی آمیزش سے خالی نہیں ہوتیں وہ سب حرام ونجس ہیں ہاں کونین وغیرہ کی طرح خشک دوا مضایقہ نہیں رکھتی جبکہ اُس میں کسی حرام کا خلط نہ ہو، ان مسائل کی تحقیق درمختار و ردالمحتار و فتاویٰ فقیر میں بروجہ کافی ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۳ از بنارس مرسلہ مولوی ممنون حسن خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر ۱۶ شعبان معظم ۱۳۳۰ھ

ہادیِ راہِ شریعت جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب دامت برکاتہم بعد سلام علیک و آداب عرض ہے کہ عرصہ سے خیریت جناب مقدس کی دریافت نہیں، اس وقت ضرورت التماس یہ ہے کہ ایک مسئلہ دریافت طلب ہے جس کو کئی شق میں کرکے گزارش کرتا ہوں امید کہ جواب سے جلد سرفراز فرمایا جائے۔ مصنوعی دانت کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ یہ مصنوعی دانت اس طرح بنتے ہیں کہ دانت دیگر ممالک غیر اسلام سے بن کر آتے ہیں مگر اُن کی ترکیب کہ کن کن اجزاء سے بنتے ہیں مجھ کو معلوم نہیں ہے مگر تاہم اب تک میرے علم میں کوئی ایسی چیز ان کی ترکیب میں نہیں آئی ہے جس کے داخل ترکیب ہونے کی وجہ سے ان کو میں حرام یا ناجائز خیال کروں۔ ان دانتوں کو ہندوستانی کاریگر ہر شخص کے مُنہ اور تالو کی صورت کے مشابہ تالو بنا کر اُس میں لگادیتے ہیں جو منہ میں لگالیا جاتا ہے اور یہ حقیقت مصنوعی دانتوں کی ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ مندرجہ بالا تالو اگر سونے کا یعنی زر کا ہو یا کسی اور معدنیات کا مثل ایلومینیم کے تو مردوں کے لگانے کے واسطے کہاں تک جائز ہے، ایلومینیم وہ معدنیات میں سے ہے جس کے زمانہ حال میں ہلکی ہلکی دیگچیاں اور ظروف وغیرہ بنتے ہیں۔ مردوں اور عورتوں کے واسطے اور زر اور ایلومینیم کے واسطے اگر شریعت کا حکم جدا جدا ہے تو مفصل جواب سے مطلع فرمائیے چونکہ ضرورت اشد ہے اس لئے جواب سے جلد مطلع فرمایا جائے۔

الجواب

بوالا ملاحظہ جناب گرامی القاب فضائل نصاب جناب مولوی محمد ممنون حسن خاں صاحب بہادر بالقابہ دام مجدہ السامی، بعد اہدائے ہدیہ سنۃ سنیہ ملتمس، بنے ہوئے دانت لگانے میں حرج نہیں۔ طاہر قدوس عزجلالہ نے ہر چیز اصل میں پاک بنائی ہے جب تک کسی شئے میں کسی نجاست کا خلط ثابت نہ ہو پاک ہی مانی جائے گی۔

ردالمحتار میں ہے:

لایحکم بنجاستھا قبل العلم　　کسی چیز کی نجاست کا حکم نہیں دیا جاسکتا

Marfat.com

بحقیقتھا [1] جب تک کہ اس کی حقیقت معلوم نہ ہو۔ (ت)

سونے کا تانُو عورتوں کو مطلقاً جائز ہے اور مردوں کو بضرورت یعنی جبکہ سونے میں کوئی خصوصیت محتاج الیہا ایسی ہو کہ چاندی وغیرہ سے حاصل نہ ہوسکتی ہو ورنہ دوسری دھات اختیار کریں چاندی کی حاجت ہو تو وہ ورنہ ایلومینیم یا جو مناسب ہو۔ درمختار میں ہے:

لایشد سنه المتحرك بذهب بل بفضة ویتخذ انفا منه لان الفضة تنتنه۔ [2]

ہلنے والے دانت کو سونے کے تاروں سے مضبوط نہ کیا جائے بلکہ چاندی استعمال کی جائے، ہاں البتہ سونے کی مصنوعی ناک بنا کر لگائی جاسکتی ہے کیونکہ چاندی میں بدبُو پیدا ہوجاتی ہے۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

الاصل فیه التحریم والاباحة للضرورة وقد اندفعت بالفضة وھی الادنی فبقی الذھب علی التحریم والضرورة لم تندفع فی الانف دونه حیث انتن [3] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

سونے کے استعمال میں اصل حرمت ہے اور اس کا مباح ہونا ضرورت کی وجہ سے ہے کیونکہ چاندی سے یہ ضرورت پوری ہوجاتی ہے، اور اس کا استعمال بنسبت سونے کے قریب ہے، لہذا سونا اپنی حرمت پر باقی رہے گا، اور یہ ضرورت ناک لگانے میں بغیر سونے کے پُوری نہیں ہوسکتی (لہذا سونے کی مصنوعی ناک لگانا جائز ہے) کیونکہ سونے کے علاوہ باقی دھاتوں میں بدبو پیدا ہوجاتی ہے اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶۴ ازسرنیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۴ رجب ۱۳۳۱ھ

شفاخانہ کی دوا استعمال کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب

انگریزی دوا جس میں شراب پڑتی ہے جیسے ٹنکچر، وہ مطلقاً ناجائز ہے، اور جس دوا میں کوئی ناپاک یا حرام چیز معلوم نہ ہو اس سے بچنا بہتر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارت باب الانجاس داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۲۰

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۰

[3] الھدایۃ " " " " " " مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۵۵

Marfat.com

مسئلہ ۶۵

اہلِ ہنود سے بیماری کی دوا کرانا کیسا ہے؟

الجواب

طبیب اگر کوئی ناجائز چیز دوا میں بتائے جب تو جائز نہیں اگرچہ طبیب مسلمان ہو اور جائز چیز میں حرج نہیں اگرچہ کافر ہو مگر ہندوؤں کی طب عقلی اصول کے خلاف اور اکثر مضر ہوتی ہے لہذا بچنا چاہیے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۶

از قصبہ بشارت گنج ضلع بریلی متصل بڑی مسجد مرسلہ نجو خاں فوجدار یعنی باقی والہ ۲۵ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عملیات یعنی تعویذ وغیرہ کتابوں سے کرنا حق ہے یا باطل؟ کس طور سے جواز اور کس طریق سے ناجائز؟ رقم فرمائیں۔

الجواب

عملیات و تعویذ اسمائے الٰہی و کلامِ الٰہی سے ضرور جائز ہیں جبکہ اُن میں کوئی طریقہ خلافِ شرع نہ ہو مثلاً کوئی لفظ غیر معلوم المعنی جیسے حفیظی رمضان کعسلھون اور دعائے طاعون میں طاسوسا غاسوسا ناسوسا' ایسے الفاظ کی اجازت نہیں جب تک حدیث یا آثار یا اقوالِ مشائخ معتمدین سے ثابت نہ ہو، یونہی دفع صرع وغیرہ کے تعویذ کہ مرغ کے خون سے لکھتے ہیں یہ بھی ناجائز ہے اس کے عوض مشک سے لکھیں کہ وہ بھی اصل میں خون ہے، یونہی حب و تسخیر کے لئے بعض تعویذات دروازہ کی چوکھٹ میں دفن کرتے ہیں کہ آتے جاتے اس پر پاؤں پڑیں یہ بھی ممنوع و خلافِ ادب ہے، اسی طرح وہ مقصود جس کے لئے وہ تعویذ یا عمل کیا جائے اگر خلافِ شرع ہو ناجائز ہو جائے گا جیسے عورتیں تسخیرِ شوہر کے لئے تعویذ کراتی ہیں، یہ حکمِ شرع کا عکس ہے، اللہ عزوجل نے شوہر کو حاکم بنایا ہے اُسے محکوم بنانا عورت پر حرام ہے۔ یونہی تفریق و عداوت کے عمل و تعویذ کہ محارم میں کئے جائیں مثلاً بھائی کو بھائی سے جُدا کرنا یہ قطع رحم ہے اور قطع رحم حرام۔ یُونہی زن و شو میں نفاق ڈلوانا۔ حدیث میں فرمایا:

لیس منا من خبب امرأۃ علٰی زوجھا۔[1] جو کسی عورت کو اس کے شوہر سے بگاڑے وہ ہمارے گروہ سے نہیں۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الطلاق باب فی من خبب امرأۃ الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۹۶

Marfat.com

بلکہ مطلقاً دو مسلمانوں میں تفریق بلاضرورت شرعی ناجائز ہے۔ حدیث میں فرمایا:

لاتباغضوا و لا تدابروا الی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وکونوا عباد اللہ اخوانا[1]

(لوگو!) ایک دوسرے سے عداوت نہ رکھو اور نہ ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرو، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد گرامی تک "اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی ہوجاؤ"۔ (ت)

غرض نفس عمل یا تعویذ میں کوئی امر خلافِ شرع ہو یا مقصود میں تو ناجائز ہے ورنہ جائز بلکہ نفع رسانی مسلم کی غرض سے محمود و موجبِ اجر۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ۔ رواہ مسلم[2] عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

تم میں جس سے ہوسکے کہ اپنے بھائی مسلمان کو کوئی نفع پہنچائے تو پہنچائے۔ (امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۷: مسئولہ مسلمانان جام جودھپور کاٹھیاواڑ معرفت شیخ عبدالستار صاحب پوربندر کاٹھیاوار متصل قندیل ۱۵ جمادی الاولی ۱۳۳۴ھ

ہندو کو شفاء بیماری کے واسطے تعویذ دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو اس کا طریقہ کیا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

کافر کو اگر تعویذ دیا جائے تو مضمر جس میں ہندسے ہوتے ہیں نہ کہ مظہر جس میں کلام الٰہی و اسمائے الٰہی کے حروف ہوتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۸ و ۶۹: مرسلہ عبدالستار بن اسمٰعیل صاحب از گونڈل کاٹھیاواڑ یکم صفر ۱۳۳۵ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنت اس مسئلہ میں، شراب افیون یا ہر وہ چیز جو شرعاً حرام یا ناپاک ہو اس کا کسی مرض میں خارجاً ضماداً استعمال کرنا کیسا ہے؟

(۲) اسی طرح بچوں کو نیند لانے یا رونے سے روکنے کی غرض سے دوا میں قدرے افیون کا کھلانا

---

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب ماینہٰی عن التحاسد والتدابر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۹۶

[2] صحیح مسلم کتاب السلام باب استحباب الرقیۃ من العین الخ " " " ۲/ ۲۲۴

Marfat.com

جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) شراب حرام بھی ہے اور نجس بھی، اس کا خارج بدن پر بھی لگانا جائز نہیں۔ اور افیون حرام ہے نجس نہیں، خارج بدن پر اس کا استعمال جائز ہے۔

(۲) بچے کو سُلانے یا رونے سے باز رکھنے کے لئے افیون دینا حرام ہے اور اُس کا گناہ اس دینے والے پر ہے بچے پر نہیں، ماحرام اخذہ حرام اعطاؤہ[1] (جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ مرسلہ سید ولی اللہ از موضع لوڑسرا ڈاکخانہ بھدورا ضلع غازیپور ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین دریں باب کہ جن مواضعات میں کہ عارضہ طاعون کی شکایت ہو قبل اس کے کہ لوگ مرنے لگیں یعنی معاً ابتداءِ علامات و باً مثل مرنا حشرات الارض وغیرہ کا وگندگی وتعفن کا ہونا کہ مقدمہ اس عارضہ مکروہہ کا ہے خدا کی پناہ یا بوقت ابتدا تعداد اموات صاحبان دیہہ اپنے اپنے مکانوں سے باہر ہوجائیں یا نہ ہوجائیں، شرع شریف اس امر میں کیا اجازت دیتی ہے اگر اجازت ہے تو کس وقت اور کس شرط کے ساتھ باہر ہونا چاہئے اور اگر شریعت اجازت نہیں دیتی تو باہر کے نکلنے والے لوگ کس گناہ کے مرتکب ہوں گے مع ثبوت حدیث ونص قرآنی کے مطلع کیا جائے۔

(۲) حکمائے اہلِ فرنگ جو عام طور سے اعلام دربارہ چھوڑنے مکانوں کے کرتے ہیں اور خود باہر نکل جاتے ہیں اور نیز اہلِ اسلام کا بہت سا حصہ اُن کے تبعیت کرتے ہیں اور یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ جس طرح دوا کرنا بحالتِ مرض سنّت ہے اسی طرح بحالتِ خرابی آب وہوا جگہ کا نقل کرنا بھی ایک گونہ علاج ہے تبدیل آب وہوا بھی داخل سنت ہے تو ان لوگوں کی رائے کی تابعداری کرنا ہم سب کو مناسب ہے یا نہیں، اور بعضے اشخاص کا یہ خیال ہے کہ اس میں بلاموت بھی لوگ مرجاتے ہیں چونکہ کثرت سے لوگ مرتے ہیں اور بیمار پڑتے ہیں تو یہ اعتراض ہوتا ہے کہ کیا ایکبارگی اتنے لوگوں کی موت ایک ہی بار تھی خیر ہر ایک سوال کی طرف سے معقول تسلّی بخش جواب سے اطلاع دیں۔ (۳) کتنے میت تک کا جنازہ اٹھا ہوسکتا ہے اور نابالغ لڑکی اور لڑکے کا جنازہ بالغ کے ساتھ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہوسکتا ہے تو دعا پہلے بالغ کی پڑھی جائے یا نابالغ کی؟ یا محض بالغ کی دُعا نابالغ کے لئے کافی ہوسکتی ہے؟ جواب شافی سے ممنون ومشکور کیا جاؤں، مع حوالہ حدیث۔ (۴) لڑکا اور لڑکی نابالغ ہے اور اس کی شادی ہوگئی ہے بعد شادی کے لڑکی بیوہ ہوگئی تو عقد ثانی کے بارہ میں عدّت لیا جائے گا کہ نہیں؟ اگر عدّت لیا جائے تو کب تک؟

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الرابعۃ عشر ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۸۹

Marfat.com

(۵) اپنی بیوی میت کا جنازہ شوہر لیجا سکتا ہے کہ نہیں؟ جواب شافی سے ممنون فرمایا جائے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب

(۱) طاعون سے بھاگنا حرام ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الفار من الطاعون کالفار من الزحف[1]

طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہی ہے جیسے کہ جہاد میں کافروں کو پیٹھ دے کر بھاگنے والا۔

جسے اللہ عزّوجلّ فرماتا ہے:

فقد باء بغضب من اللہ ومأوٰہ جہنم وبئس المصیر[2]

وہ بیشک اللہ کے غضب میں پڑا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور بہت ہی بری جگہ پھرنے کی۔

(۲) کیا ایسی چیز دوا کے حکم میں آسکتی ہے نہ کہ معاذ اللہ سنّت ہونا جس پر اللہ کا غضب ہو اور جہنم ٹھکانا۔ جو لوگ اس سے بھاگ کر کہیں بھی جاتے ہیں سب گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں، اس کی تفصیل ہمارے رسالہ تیسیر الماعون میں ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ لوگ اس میں بے موت مرجاتے ہیں وہ گمراہ ہیں، اس میں قرآنِ عظیم کا انکار ہے، ان پر توبہ فرض ہے اور تجدید اسلام و تجدید نکاح چاہیے، اللہ عزّوجلّ فرماتا ہے:

وماکان لنفس ان تموت الا باذن اللہ کتٰبا مؤجلا[3]

کوئی جان بے حکمِ خدا نہیں مرسکتی لکھا ہوا حکم ہے وقت باندھا ہوا۔

پیڑ سے ایک آدھ پھل ٹپکتا رہتا ہے اسی کا ٹپکنا لکھا تھا اور ایک آندھی آتی ہے کہ ہزاروں پھل ایک ساتھ جھڑ پڑتے ہیں ان کا ساتھ ہونا ہی لکھا تھا۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

وکل صغیر وکبیر مستطر[4]

ہر چھوٹی بڑی بات سب لکھی ہوئی ہے۔

(۳) سَو دو سَو جتنے جنازے جمع ہوں سب پر ایک ساتھ ایک نماز ہوسکتی ہے۔

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۶/۸۲، ۱۴۵، ۱۵۵

[2] القرآن الکریم ۸/۱۶

[3] 〃 〃 ۳/۱۴۵

[4] 〃 〃 ۵۴/۵۳

Marfat.com

(۴) بالغوں کے ساتھ نابالغوں کی نماز بھی ہوسکتی ہے۔

دونوں دُعائیں پڑھی جائیں، پہلے بالغوں کی پھر نابالغوں کی۔ اور بہرحال اگر وقت نہ ہو تو ہر جنازے پر جدا نماز بہتر ہے۔ درمختار میں ہے:

اذا اجتمعت الجنائز فافراد الصلوٰۃ علی کل واحدۃ اولیٰ وان جمع جاز وراعی الترتیب المعھود خلفہ الرجل ممایلیہ فالصبی فالبالغۃ فالمراھقۃ۔[1]

جب متعدد جنازے (میت) جمع ہو جائیں یعنی وہ لائے جائیں تو ہر ایک پر الگ الگ نماز پڑھنی بہتر ہے۔ اور اگر سب پر اکٹھی نماز پڑھ لے تو یہ بھی جائز ہے۔ لیکن صفوف کی ترتیب میں مقرر متعارف کی رعایت کرے (اور وہ یہ ہے کہ) امام کے متصل اس کے پیچھے بالغ مرد ہوں پھر نابالغ بچے پھر بالغہ عورتیں اور ازیں بعد قریب البلوغ لڑکیاں ہوں۔ (ت)

بیوہ پر موتِ شوہر کی عدت ضروری ہے اگرچہ وہ خود ایک دن کی بچی اور اس کا شوہر بھی کہ مرگیا ایک دن کا بچہ ہو۔ درمختار میں ہے:

العدۃ للموت اربعۃ اشھر وعشر مطلقا وطئت اولا ولو صغیرۃ وفی حق الحامل مطلقا وضع حملھا ولوکان زوجھا المیت صغیرا۔[2]

عدتِ وفات چار مہینے اور دس دن علی الاطلاق بغیر کسی قید کے، خواہ ہمبستری ہوئی ہو یا نہ، اگرچہ چھوٹی بچی ہو۔ حاملہ کی عدت علی الاطلاق وضع حمل ہے اگرچہ مرنیوالا اس کا زوج چھوٹا ہو (ت)

چار مہینے دس دن عدت کرے گی۔

(۵) مرد اپنی زوجہ کا جنازہ اُٹھا سکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ازگونڈل کاٹھیاواڑ مرسلہ عبدالستار بن اسمٰعیل سُنّی حنفی قادری ۲۲ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنّت خصوصًا امام اہلسنّت مجدد مائۃ حاضرہ صاحب حجتِ قاہرہ محی الاسلام والمسلمین مولانا مفتی قاری شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب مدظلہ اس مسئلہ میں، ایک شخص مسلمان یا غیر مسلمان ایک حکیم یا غیر حکیم کے پاس اس لئے آیا کہ اُس کے کسی رشتہ دار عورت کے کسی طور سے حمل رہ گیا حمل کے ظاہر ہونے سے اُس عورت نیز خویش واقارب کی سخت بے عزتی

---

[1] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۲

[2] درمختار کتاب الطلاق باب العدۃ " " " ۱/۲۵۶

Marfat.com

ہونے والی ہے اس لئے خواستگار ہے ایسی دوا کا جس سے حمل ساقط ہو جائے نیز شخص مذکور اس دوا کے عوض میں کچھ رقم بھی پیش کرنا چاہتا ہے، اب عرض یہ ہے کہ اس قسم کا دوا دینا اور اس کا معاوضہ لینا اہل سنت وجماعت کے لئے جائز ہے یا نہیں خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ کسی سنّی مسلمان کی بے عزتی ہونے والی ہو۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر ابھی بچّہ نہیں بنا جائز ہے ورنہ ناجائز کہ بے گناہ کا قتل ہے اور چار مہینے میں بچہ بن جاتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۷ از موضع چوپرا ڈاکخانہ بائسی ضلع پورنیہ مرسلہ کلیم الدین صاحب ۱۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

کھانے پر فاتحہ شریف یا کوئی آیت قرآن کی پڑھ کر دم کرنا درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو کس طرح سے پڑھنا چاہئے؟

الجواب

بہ نیت شفاء سورہ فاتحہ یا اور کوئی آیت پڑھ کر دم کی جائے تو حرج نہیں مگر اُس کھانے کی احتیاط اور دوچند ہو جائے گی کہ اس کا کوئی دانہ یا قطرہ گرنے نہ پائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸ از موضع گھورنی ڈاکخانہ کرشنگڑھ ضلع ندیا مرسلہ نذیر احمد صاحب ۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

نوشیدن دوائے انگریزی کہ دراں اسپرٹ می ماند وحقیقت ایں اسپرٹ نمی دانم رواست یا نہ و دریں دیار ما ہمہ بایں مبتلا اند الّا ما شاء اللہ کہ رواج طب یونانی از بس قلیل وقیمتش نیز گران ست کہ ہر کس بر آں قادر نمی شود۔

انگریزی دوائی پینا کہ اس میں اسپرٹ کی ملاوٹ ہوتی ہے، اور میں اسپرٹ کی حقیقت سے واقف نہیں۔ کیا اس کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ لیکن ہمارے ان شہروں میں سب اس مرض میں مبتلا ہیں الّا ما شاء اللہ، اس لئے کہ طب یونانی کا رواج بہت کم ہے اور وہ زیادہ قیمتی بھی ہے کہ ہر ایک اُس علاج کی طاقت نہیں رکھتا۔ (ت)

الجواب

اسپرٹ قسمے از شراب ست بغایت تند کہ بہ تیزی خود تنہا قابل نوشیدن نماندہ است شرابہا کہ از انگلستان آرند ہمہ را باآمیزش

"اسپرٹ" شراب کی ایک قسم ہے جو انتہائی تیز ہونے کی وجہ سے تنہا پینے کے قابل نہیں۔ پس جو شرابیں برطانیہ سے منگوائی جاتی ہیں اُن

Marfat.com

قطرات او تیز می کنند کہ در فلاں شراب در نودہ قطرہ یک قطرہ اسپرٹ است و در فلاں در صد قطرہ یک قطرہ، ہمہ شرابہا باآشامیدن نشہ آرد و این بمجرد شمیدن کہ بوئے او مسکر ست لاجرم ہمچو جملہ خمور ہم حرام ست و ہم نجس ہر دوائیکہ در و آمیزش او باشد بر بدن طلائے او کردن یک حرام ست و نوشیدن دو حرام بلکہ او سہ حرام فراہم کردن حرام خریدنش حرام برداشتنش حرام و بدن باو آلودنش حرام و اینجا حرام چہارم خوردن، سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم در شراب دہ کس را لعنت فرمودہ است از انان فروشندہ و خریدہ و بردہ اند و آنکہ بسوئے او برداشتہ شود بالجملہ ہرکہ بہیچ گونہ باو تلبس دارد بحرام و خبیث تلوث دہ و ہرکہ مسلمان را ازمن بلا باز دارد برائے او اجر صد شہید ست قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من تمسك بسنتی عند فساد امتی فله اجر مائة شهید[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

سب میں اُس کے قطروں کی ملاوٹ انھیں تیز کرنے کے لئے کی جاتی ہے کہ فلاں شراب کے نو دس قطروں میں ایک قطرہ اسپرٹ ہے، اور فلاں شراب کے سَو قطروں میں ایک قطرہ اسپرٹ کی ملاوٹ ہے۔ اور سب شرابیں پینے سے نشہ لاتی ہیں، اور یہ صرف سونگھنے سے نشہ لاتی ہے اس لئے کہ اس کی "بُو" نشہ آور ہے۔ بلاشبہہ تمام شرابوں کی طرح یہ حرام ہونے کے علاوہ ناپاک بھی ہے لہذا جس دوائی میں اس کی ملاوٹ ہو اس کا جسم پر ملنا پہلا حرام ہے اور پینا دوسرا حرام بلکہ تیسرا حرام ہے۔ اس کا حاصل کرنا حرام ہے اس کا خریدنا، اٹھانا اور جسم کو اس سے آلودہ کرنا یہ سب کام حرام ہیں۔ اور یہاں چوتھا حرام اسے پینا ہے۔ سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شراب کے دس افراد پر لعنت فرمائی اُن میں سے یہ لوگ ہیں (۱) فروخت کرنے والا (۲) خریدنے والا (۳) اٹھانے والا (۴) وہ جس تک اٹھا کر لیجائے۔ حاصل یہ ہے کہ جو کوئی کسی طرح بھی اس سے وابستہ ہو وہ ایک حرام اور ناپاک چیز سے آلودگی رکھتا ہے۔ اور جو کوئی کسی مسلمان کو اس مصیبت سے چھڑائے اور اسے روکے اُسے سَو شہیدوں کا اجر و ثواب ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس خوش نصیب نے میری سنّت کو اس وقت تھاما کہ جب میری امت میں فساد پھیل گیا تو اسے سَو شہیدوں کا ثواب عطا ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۰
الترغیب والترہیب الترغیب فی اتباع الکتاب والسنۃ حدیث ۵ مصطفٰی البابی مصر ۱/۸۰

Marfat.com

مسئلہ ۷۴: از چھپرہ محلہ دھیانوان مرسلہ محمد نبی جان دوا فروش ۵ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ

زید کے پاس ایک نسخہ مردانگی کا ایک ہندو فقیر کا دیا ہوا ہے زید اسے بنا کر دینے سے بھی عذر کرتا ہے نسخہ بتانے سے بھی خیال اُس کا ایسا ہے کہ لوگ حرام کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں اس وجہ سے کسی کو نہیں دیتا ہُوں کہ اگر وہ حرام کریں گے تو میرے نامۂ اعمال میں درج ہونگے اور عمرو نے یہ سوال کیا کہ مجھے نسخہ بتادو اور جو قسم شرعی لینا چاہو لے لو کیونکہ میں بسبب مرض بواسیر کے سخت پریشان ہوں کہ نامردی کے درجہ پر پہنچا ہُوں میری شادی عنقریب ہونے والی ہے اگر آپ نسخہ نہیں دیتے ہیں تو مجھے بناکر دے دو اگر نہ دو گے تو میں اپنا دلی راز کہہ کر تمھاری آنکھ میں ذلیل ہوا ڈوب مرنے کے سوا اور مجھے کچھ بن نہیں آتا ہے تو یہ خیال زید کا موجب شرع شریف غلط یا صحیح ہے اور عمرو ایک مرد مسلمان نمازی بھی ہے۔

الجواب

اگر وہ نسخہ نہ بتائے اسے دوا بنا کر دے جبکہ اُس میں کوئی ناجائز چیز نہ ہو، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ[۱]۔ جو کوئی تم میں سے اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو تو اُسے نفع پہنچانا چاہئے۔(ت)

اور اُس کا یہ خیال کہ لوگ حرام کرینگے اور اس پر وبال محض غلط ہے مسلمان پر بدگمانی حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[۲]۔ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچتے رہو کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں(ت)

اور جب اُس کی نیت نفع رسانی مسلّم ہے تو دوسرا گناہ کرے بھی تو اُس کا مواخذہ اس پر نہیں ہوسکتا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: لاتزر وازرۃ وزر اخرٰی[۳] (کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ

---

[۱] صحیح مسلم کتاب السلام باب استحباب الرقیۃ من العین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۲۴
[۲] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲
[۳] 〃 〃 ۶/ ۱۶۴

Marfat.com

نہ اٹھائے گی۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۵ از اردہ نگلہ ڈاکخانہ اچھنیرا ضلع آگرہ مرسلہ صادق علی خانصاحب ۲۵ شوال ۱۳۳۶ھ

جس محلہ یا جس شہر میں طاعون ہو وہاں کے باشندے کسی دوسرے مقام پر نفرمن قضاءاللہ الی قضاء اللہ کے خیال سے جا سکتے ہیں یا نہیں، طاعون وغیرہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا کیا ارشاد ہے؟ جو لوگ اس خیال سے اپنے اپنے مکانات چھوڑ کر چلے جاتے ہیں وہ اہلِ بدعت ہیں یا نہیں؟ اور ان کے ساتھ بدعتیوں کا سا برتاؤ کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

طاعون کے خوف سے شہر یا محلّہ یا گھر چھوڑ کر بھاگنا حرام و گناہِ کبیرہ ہے، اس کا کافی بیان ہمارے رسالہ تیسیر الماعون للسکن فی الطاعون میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الفار من الطاعون کالفار من الزحف[۱]۔ طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہے جیسا کفار کو پیٹھ دے کر بھاگنے والا۔

جس کے لئے قرآن عظیم میں فرمایا کہ اس کا ٹھکانا جہنم ہے' ایسا نفرمن قدر اللہ الی قدر اللہ جہاد سے بھاگنے والا بھی کہہ سکتا ہے وہ بھی بھاگ کر تقدیر ہی میں جائے گا مگر اس بھاگنے کا منتہٰی جہنم ہے' طاعون عمواس شام میں تھا امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ وہاں کے عزم سے روانہ ہو چکے تھے جب سرحد شام و حجاز موضع سرغ پر پہنچے ہیں خبر پائی کہ شام میں بشدّت طاعون ہے امیر المومنین نے مہاجرین کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مشورہ کیا بعض نے کہا حضرت کام کے لئے چلے ہیں رجوع نہ چاہئے بعض نے کہا حضرت کے ساتھ بقیہ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں ہماری رائے نہیں کہ انھیں وبا پر پیش کریں، پھر انصار کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو بلایا وہ بھی یوہیں مختلف ہوئے پھر اکابر مومنین فتح کو بلایا انھوں نے بالاتفاق نہ جانے کی رائے دی امیر المومنین نے واپسی کی ندا کردی' اس پر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا: اَفرار من قدر اللہ کیا تقدیر الٰہی سے بھاگنا' امیر المومنین نے فرمایا: کاش کوئی اور ایسا کہتا نعم نفر من قدر اللہ الٰی قدر اللہ ہاں ہم

---

[۱] مسند امام احمد بن حنبل عن عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۸۲، ۱۴۵، ۲۵۵
الزواجر الکبیرۃ التاسعۃ والتسعون بعد الثلاثمائۃ دار الفکر بیروت ۲/ ۸۸ - ۲۸۷

Marfat.com

تقدیرِ الٰہی سے تقدیرِ الٰہی کی طرف بھاگتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ کسی کام کو گئے ہوئے تھے جب واپس آئے انھوں نے کہا مجھے اس مسئلہ کے حکم کا علم ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سُنا :

اذا سمعتم بہ بارض فلا تقدموا علیہ واذا وقع بارض وانتم بھا فلا تخرجوا فرارا منہ۔

جب تم کسی زمین میں طاعون ہونا سنو تو وہاں طاعون کے سامنے نہ جاؤ اور جب تمھاری جگہ واقع ہو تو اس سے بھاگنے کو نہ نکلو۔

اس پر امیر المومنین حمدِ الٰہی بجالائے کہ اُن کا اجتہاد موافق ارشاد واقع ہوا اور واپس ہوگئے۔[1] ایسی جگہ نفر من قدر اللہ الی قدر اللہ کہنا ٹھیک ہے کہ موافقِ حکم ہے، طاعون سے بھاگنا فسق ہے بھاگنے والوں سے فاسقوں کا سا برتاؤ چاہیے، بدعت بمعنی بدمذہبی نہیں، ہاں اگر احادیث صحیحہ مشہورہ میں ارشادِ اقدس حضور سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم معلوم ہے اور انھیں رَد کرتا اور اپنی نامرادی بزدلی کے حکم کو اُن پر ترجیح دیتا ہے تو ضرور بدمذہب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۶: از شہر جبلپور محلہ کوتوالی مسئولہ حکیم عبدالرحیم صاحب ۹ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حامدا و مصلیا و مسلما، ایک طبیب جس نے علمِ طب باقاعدہ حاصل کیا ہے اور نظری و عملی طریقہ مروجہ سے پوری تکمیل کرچکا ہے مگر ان وجوہات سے اپنے پیشے سے ہمیشہ دل برداشتہ اور متفکر اور وبالِ اُخروی سے خائف رہتا ہے کہ دقائق وجزئیاتِ فن کا ہمیشہ بالکلیہ مستحضر فی الذہن رہنا مشکل بلکہ غیر ممکن ہے اور جب یہ نہیں تو تشخیص کا صحیح نہ ہونا معلوم۔ نیز چونکہ یہ فن ظنی ہے اور ظن غالب وگمان راجح پر علاج ہوتا ہے اگرچہ بتائید حکیم مطلق جل وعلا اکثر تشخیص مطابق واقع ہوتی ہے تاہم غلطی کا اندیشہ لگا رہتا ہے کیونکہ مجربین کا مقولہ ہے العلاج رمی السھم فی الظلمات (علاج اندھیروں میں تیراندازی ہے۔ ت) نیز عقل، حافظہ، استحضار ذہانت طباعی بلکہ جو آلاتِ تشخیص مرض ہیں حسب قوائے دماغی مختلف ہیں اسی وجہ سے مریض واحد کی تشخیص میں اطبائے متعدد متحد الرائے بہت کم دیکھے جاتے ہیں اگرچہ سب اپنی تشخیص کو صحیح سمجھے ہوئے ہیں مگر فی الواقع کسی ایک ہی کی رائے صحیح ہوگی اور کبھی طبیب علاج کے غیر مفید پڑنے سے اپنی خطا فی التشخیص سے واقف ہوکر سنبھل جاتا ہے اور علاج میں فوراً ترمیم کردیتا ہے مگر کبھی اتنے پر بھی اس کو یہ معالجہ اُسی علاج پر برقرار رکھتا ہے کہ تیری تشخیص اور علاج دونوں صحیح ہیں مگر خدا کی طرف سے ابھی صحت کا وقت نہیں آیا ہے، اس کے علاوہ بھی اور بہت سے وجوہات ہیں جن کے سبب سے وہ اپنے پیشہ طبابت سے تنگ ہے، اس صورت

---

[1] صحیح البخاری کتاب الطب باب مایذکر فی الطاعون قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۵۳

Marfat.com

میں یہ پیشہ اگر کیا جائے تو از روئے شرع شریف اس کے ذمّے کیا وبال ہے اور وہ اُس کا اہل ہے یا نہیں اور اگر اہل ہے بھی اور پھر ترک کر دے تو کوئی شرعی قباحت تو لازم نہیں آتی ؟ بلا دلیل صرف حکم تحریر فرما دیا جائے۔

الجواب

اہل کو اس کا ترک بلا مضائقہ جائز ہے جبکہ وہاں اور طبیب اہل موجود ہو اور نا اہل کو اس میں ہاتھ ڈالنا حرام ہے اور اُس کا ترک فرض۔ جس نے اس فن کے باقاعدہ نظریات و عملیات حاصل کئے اور ایک کافی مدت تک کسی طبیب حاذق کے مطب میں رہ کر کام کیا اور تجربہ حاصل ہوا اکثر مرضیٰ اس کے ہاتھ پر شفا پاتے ہوں کم حصہ ناکامیاب رہتا ہو فاحش غلطیاں جیسے بے علم ناتجربہ کار کیا کرتے ہیں تشخیص و علاج میں نہ کیا کرتا ہو وہ اہل ہے اور اسے بنظرِ نفع رسانی خلائق و مسلمین اس سے دست کش ہونا نہ چاہئے خصوصاً جبکہ دوسرا ایسا وہاں نہ ہو۔ بعض اوقات تشخیص یا علاج میں غلطی واقع ہونا منافی اہلیت نہیں کہ غلطی سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام معصوم ہیں و بس۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۷۷ از میرٹھ مرسلہ مولوی محمد حبیب اللہ صاحب قادری رضوی خطیب جامع مسجد خیر نگر مدرس مدرسہ قومیہ۔

بانجھ وہ ہوتی ہے جس کے کبھی بچہ نہ ہوا ہو بعضوں کے ایک یا دو بچے ہو کر بند ہو جاتے ہیں انکا علاج بانجھ کا سا ہی کیا جائے یا اور طرح۔

الجواب

ہاں وہی اعمال کافی ہیں کہ جو اقویٰ کی مدافعت کریں اضعف کی بدرجۂ اولیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۷۸ از میرٹھ مرسلہ مولوی محمد حبیب اللہ صاحب قادری رضوی خطیب جامع مسجد خیر نگر مدرس مدرسہ قومیہ

رجعتِ عمل کیا چیز ہے، کیا عمل کا لوٹ جانا کسی بے احتیاطی وغیرہ سے ممکن ہے ؟

الجواب

ہاں ممکن، اور بارہا واقع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۷۹ از لکھنؤ کارلٹن ہوٹل بتوسط عبد المجید خانصاحب مرسلہ ننھے موٹر ڈرایور ۱۵ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر علماء یا مولوی صاحب کسی حاجتمند کو خالصاً للہ کوئی تعویذ یا نقش دے دیتے ہیں اور اُس سے بفضلہ تعالیٰ نفع ہو جاتا ہے تو اس پر اعتقاد واجب ہے یا نہیں ؟ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ تعویذات وغیرہ کا ثبوت کہیں قرآن شریف یا حدیث شریف سے

Marfat.com

نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم یہ کہاں تک صحیح ہے؟ اس لئے حضور کو تکلیف دی گئی کہ حضور تحریر فرمائیں کہ آیا اس شخص کے مطابق عمل کیا جائے یا نہیں؟

الجواب

تعویذات بیشک احادیث اور ائمہ قدیم وحدیث سے ثابت، اور اس کی تفصیل ہمارے فتاویٰ افریقہ میں ہے، تعویذات اسماء الٰہی وکلام الٰہی و ذکر الٰہی سے ہوتے ہیں اُن میں اثر نہ ماننے کا جواب وہی بہتر ہے جو حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ العزیز نے ایک ملحد کو دیا جس نے تعویذات کے اثر میں کلام کیا حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا، تو عجیب گدھا ہے۔ وہ دنیوی بڑا معزز تھا یہ لفظ سنتے ہی اس کا چہرہ سرخ ہوگیا اور گردن کی رگیں پھول گئیں اور بدن غلیظ سے کانپنے لگا اور حضرت سے اس فرمانے کا شاکی ہوا فرمایا میں نے تو تمہارے سوال کا جواب دیا ہے گدھے کے نام کا اثر تم نے مشاہدہ کرلیا کہ تمہارے اتنے بڑے جسم کی کیا حالت کردی لیکن مولیٰ عزوجل کے نام پاک میں اثر سے منکر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۰ از موضع ہری پور مرسلہ شوکت علی خاں بتاریخ ۱۹ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید غیر تعلیم یافتہ کسی قریہ میں اپنے آپ کو حکیم مشہور کرے اور وہ اس قسم کی ادویات جانتا ہے کہ اسقاطِ حمل ہوجائے اور وہ کسی عورت حاملہ کو عورت کی خواہش پر یا غیر خواہش پر ذریعہ ادویات اسقاطِ حمل کرائے اور اسقاط عمل میں آئے تو کیا وہ شخص قاتل ہے اور اس کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جاہل کو طبیب بننا حرام ہے، جان پڑجانے کے بعد اسقاطِ حمل حرام ہے، اور ایسا کرنے والا گویا قاتل ہے، اور جان پڑنے سے پہلے اگر کوئی ضرورت ہے تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۱ از نیوریا ضلع پیلی بھیت مسئولہ اکبر حسین ۱۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ عورت کو بانجھ کرنا کس قدر گناہ ہے اور اس گناہ کی معافی ہے یا نہیں؟ حکم شرع بیان فرمائیے۔ فقط والسلام

الجواب

بانجھ کرنا نہ کرنا اللہ عزوجل کے اختیار میں ہے بشر کی طاقت نہیں یجعل من یشاء عقیما[1] (اللہ

---

[1] القرآن الکریم ۴۲/ ۵۰

Marfat.com

تعالیٰ جس کو چاہے بانجھ کردے۔ ت) ہاں ایسی دوا کا استعمال جس سے حمل نہ ہونے پائے اگر کسی ضرورت شدیدہ قابل قبول شرع کے سبب ہے حرج نہیں ورنہ سخت شنیع ومعیوب ہے اور شرعاً ایسا قصد ناجائز وحرام۔

وقد نهى صلى الله تعالیٰ علیہ وسلم عن الخصاء وعن التبتل والرھبانیة وھذا بمعناھا۔ والله تعالیٰ اعلم۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے خصی کرنے اور الگ تھلگ کٹ کر رہنے اور رہبانیت اختیار کرنے سے منع فرمایا اور مانع حمل دوا کا استعمال انہی کے معنیٰ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۸۲ از شہر محلہ ملوکپور مسئولہ سراج علی خاں صاحب رضوی ۱۴ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ سرطان یا کسی قسم کی شراب کوئی مریض کسی حالت میں استعمال کرسکتا ہے یا نہیں؟ اگر کوئی شخص اس کو پوشیدہ طور پر کھلائے یا پلائے تو ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟ اور مریض اس سے بری الذمہ ہے یا نہیں؟ اگر ایسی ادویات سے جن میں مذکورہ بالا اشیاء کا میل ہو، جان بچنے کا خیال ہو تو اس کا استعمال کسی طرح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

سرطان کھانا حرام ہے اور شراب بدن پر لگانا بھی حرام ہے۔ جان حلال دواؤں سے بھی بچ سکتی ہے اگر اسے بچانا منظور ہے ورنہ حرام دوائیں سوائے گناہ کچھ اضافہ نہ کریں گی جو پوشیدہ طور پر مسلمان کو حرام چیز کھلائے یا پلائے سخت حرام کا مرتکب اور شدید سزا کا مستوجب ہے مریض پر الزام نہیں اگر اُسے خبر نہ تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۳ (پورا سوال دستیاب نہیں ہوسکا)

.... کہ جو طاعون سے مرتا ہے وہ کافر ہے اور دلیل میں زمانۂ موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ پیش کرتا ہے اس قول سے بکر مخالف حدیث صحیح ہوکر کافر ہوا یا نہیں اور اس کی زوجہ نکاح سے باہر ہوئی یا نہیں؟ اور بصورت توبہ تجدید نکاح لازم ہے یا نہیں؟

الجواب

متواتر حدیثوں سے ثابت ہے کہ طاعون مسلمان کے لئے شہادت ورحمت ہے اور جو مسلمان طاعون میں مرے شہید ہے۔

Marfat.com

حدیث ۱: صحیح بخاری وصحیح مسلم ومسند امام احمد بن حنبل میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

الطاعون شہادۃ لکل مسلم[1] طاعون ہر مسلمان کے لئے شہادت ہے۔

حدیث ۲: صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من مات فی الطاعون فھو شہید[2]۔ طاعون میں مرنے والا شہید ہے۔

حدیث ۳: مسند امام احمد ومعجم کبیر طبرانی وصحیح مختارہ میں صفوان بن امیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے[3]۔

حدیث ۴: طبرانی نے معجم اوسط اور ابونعیم نے فوائد ابوبکر بن خلاد میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الطاعون شہادۃ لامتی[4]۔ طاعون میری امت کے لئے شہادت ہے۔

حدیث ۵: امام احمد بسند صحیح راشد بن حبیش سے[5]۔

حدیث ۶: طبرانی وابن قانع ربیع بن ایاس انصاری سے[6]۔

حدیث ۷: احمد وابوداؤد طیالسی وسمویہ وضیا عبادہ بن صامت سے[7]۔

حدیث ۸: طبرانی کبیر میں سلمان فارسی سے[8]۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجہاد باب الشہادۃ سبع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۹۷

[2] صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب بیان الشہداء " " " ۲/۱۴۳

[3] المعجم الکبیر حدیث ۷۳۳۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/۵۶

کنز العمال حدیث ۱۱۱۸۸ مؤسسۃ الرسالہ " ۴/۴۱۸

[4] المعجم الاوسط حدیث ۵۵۲۷ مکتبۃ المعارف ریاض ۶/۲۴۹

[5] مسند احمد بن حنبل عن راشد بن حبیش المکتب الاسلامی بیروت ۳/۴۸۹

[6] المعجم الکبیر عن ربیع الانصاری حدیث ۴۶۰۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۵/۶۸

[7] مسند احمد بن حنبل عن عبادہ بن صامت المکتب الاسلامی " ۵/۳۱۴ و ۳۲۳

مسند ابی داؤد الطیالسی احادیث عبادہ بن صامت حدیث ۵۸۲ دار المعرفۃ بیروت ص ۷۹

کنز العمال بحوالہ سمویہ عن عبادہ بن صامت حدیث ۱۱۲۲۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۴/۴۲۳

[8] المعجم الکبیر عن سلمان رضی اللہ عنہ حدیث ۶۱۱۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۶/۲۴۷

Marfat.com

حدیث ۹ : احمد و دارمی و سعید بن منصور و بغوی و ابن قانع صفوان بن امیہ سے۔[1]

حدیث ۱۰ : احمد ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے۔

ان چھ حدیثوں میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم فرماتے ہیں :

الطاعون شہادۃ۔[2] طاعون شہادت ہے۔

حدیث ۱۱ : امام مالک و امام احمد و ابوداؤد و امام نسائی و ابن حبان و حاکم جابر بن عتیک سے۔[3]

حدیث ۱۲ : ابن ماجہ ابوہریرہ سے۔[4]

حدیث ۱۳ : طبرانی کبیر میں عبداللہ بن بُسر سے۔[5]

حدیث ۱۴ : عبدالرزاق مصنف میں عبادہ بن صامت سے۔[6]

حدیث ۱۵ : ابن سعد طبقات میں ابوعبیدہ بن الجراح سے۔[7]

حدیث ۱۶ : ابن شاہین علی بن ارقم وہ اپنے والد سے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ان چھ حدیثوں میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

المطعون شہید۔[8] جس مسلمان کو طاعون ہوا وہ شہید مرا۔

حدیث ۱۷ : احمد و ابن سعد عسیب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

الطاعون شہادۃ لامتی ورحمۃ لہم طاعون میری اُمّت کے لئے شہادت اور رحمت

---

[1] کنز العمال حدیث ۱۱۲۲۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/۴۲۳

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۳۱۰

[3] کنز العمال بحوالہ مالک، حم، د، ن حب، ک عن جابر بن عتیک حدیث ۱۱۱۸۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/۴۱۷

[4] سنن ابن ماجہ ابواب الجہاد باب ما یرجی فیہ الشہادۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۶

[5] کنز العمال بحوالہ طب حدیث ۱۱۱۹۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/۴۱۸

[6] المصنف لعبدالرزاق حدیث ۶۶۹۵ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۵۶۲

کنز العمال بحوالہ عب عبادہ بن صامت حدیث ۱۱۲۱۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/۴۲۳

[7] الطبقات الکبریٰ لابن سعد ترجمہ ابی عبیدہ بن الجراح دار صادر بیروت ۳/۴۱۴

[8] کنز العمال بحوالہ ابن شاہین عن علی ابن الارقم حدیث ۱۱۲۲۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/۴۲۴

Marfat.com

ورجس علی الکافرین[۱] ہے اور کافروں پر عذاب ہے۔

حدیث ۱۸: صحیح بخاری ومسند احمد وابوداؤد طیالسی میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الطاعون کان عذابا یبعثہ اللہ تعالٰی علی من یشاء وان اللہ تعالٰی جعلہ رحمۃ للمؤمنین[۲] طاعون ایک عذاب تھا کہ اللہ عزوجل جن پر چاہتا بھیجتا اور بیشک اللہ تعالٰی نے اسے مسلمانوں کے لئے رحمت کردیا۔

حدیث ۱۹: امام احمد وحاکم کُنٰی میں اور بغوی اور حاکم مستدرک اور طبرانی کبیر میں ابوبردہ اشعری رضی اللہ تعالٰے عنہ سے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے دعا کی:

اللھم اجعل فناء امتی قتلا فی سبیلک بالطعن والطاعون[۳] الٰہی میری اُمت کو اپنی راہ میں شہادت نصیب کر دشمنوں کے نیزوں اور طاعون سے۔

حدیث ۲۰: باوردی ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰے عنہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے دُعا کی:

اللھم اجعل فناء امتی بالطعن والطاعون[۴] الٰہی میری امت کو دشمن کے نیزوں اور طاعون سے وفات نصیب کر۔

حدیث ۲۱: طبرانی اوسط میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تفنی امتی الا بالطعن والطاعون میری اُمت کا خاتمہ دشمن کے نیزوں اور طاعون

---

[۱] کنز العمال بحوالہ حم وابن سعد حدیث ۲۸۴۲۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۷۶

[۲] صحیح البخاری کتاب الطب باب اجر الصابر فی الطاعون قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۵۳
کنز العمال بحوالہ ط، حم، خ عن عائشہ رضی اللہ عنہ حدیث ۲۸۴۳۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۷۷

[۳] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی بردہ الاشعری المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۲۳۸
المستدرک للحاکم کتاب الجہاد دارالفکر بیروت ۲/ ۹۳
کنز العمال بحوالہ حم والحاکم فی الکنٰی حدیث ۲۸۴۴۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۸۰

[۴] " بحوالہ الباوردی عن ابی موسٰی الاشعری حدیث ۲۸۴۴۸ " " " ۱۰/ ۸۰

Marfat.com

غدة كغدة الابل المقیم فیہا كالشہید والفار منہا كالفار من الزحف [1]

سے ہی ہوگا اونٹ کی سی گلٹی ہے جو اس میں ٹھہرا رہے وہ شہید کے مانند ہے اور جو اس سے بھاگ جائے وہ ایسا ہو جیسا کفار کو پیٹھ دے کر جہاد سے بھاگنے والا۔

حدیث ۲۲: صحیح مستدرک میں ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الطاعون وخز اعدائكم من الجن وھو لكم شہادة [2]

طاعون تمہارے دشمن جنوں کا چوکا ہے اور وہ تمہارے لئے شہادت ہے۔

حدیث ۲۳: مسند احمد و معجم کبیر میں ابو موسیٰ اور اوسط میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فناء امتی بالطعن والطاعون وخز اعدائكم من الجن وفی كل شہادة [3]

میری امت کا خاتمہ جہاد و طاعون سے ہے کہ تمہارے دشمن جنوں کا چوکا ہے اور دونوں میں شہادت ہے۔

حدیث ۲۴: ابن خزیمہ وابن عساکر شرحبیل میں حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے [4]

حدیث ۲۵: ابن عساکر معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے [5] دونوں وقفًا۔

حدیث ۲۶: شیرازی القاب میں معاذ سے رفعًا راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الطاعون رحمة ربكم ودعوة نبيكم وموت الصالحين قبلكم وھو شہادة [6]

بیشک طاعون تمہارے رب کی رحمت اور تمہارے نبی کی دعا اور اگلے نیکوں کی موت ہے اور وہ شہادت ہے۔

---

[1] کنز العمال بحوالہ طس عن عائشہ رضی اللہ عنہا حدیث ۲۸۴۵۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۸۰
[2] المستدرک للحاکم کتاب الایمان الطاعون شہادۃ دار الفکر بیروت ۱/ ۵۰
[3] مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ المکتب اسلامی بیروت ۴/ ۳۹۵
معجم الاوسط للطبرانی حدیث ۸۵۰۷ مکتبۃ المعارف ریاض ۹/ ۲۳۳
[4] تہذیب تاریخ دمشق ابن عساکر ترجمہ شرحبیل بن عبداللہ حدیث فی طاعون عمواس دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/ ۳۰۳
[5] " " " " " " " " " " " " " "
[6] کنز العمال بحوالہ الشیرازی فی الالقاب حدیث ۲۸۴۴۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۷۹

Marfat.com

حدیث ۲۷ : احمد و طبرانی و ابن عساکر انھیں سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

یشھد اللہ بہ انفسکم وذراریکم ویزکی بہ اعمالکم[1]

اللہ تعالےٰ طاعون سے تمھیں اور تمھارے بچوں کو شہادت دے گا اور اس کے سبب تمھارے اعمال ستھرے کرے گا۔

حدیث ۲۸ : امام مالک و دارقطنی ابوہریرہ سے[2]

حدیث ۲۹ : نسائی عقبہ بن عامر سے راوی رضی اللہ تعالےٰ عنہما رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

الشھداء خمسۃ المطعون والمبطون والغریق وصاحب الھدم والشھید فی سبیل اللہ[3]

شہید پانچ ہیں طاعون زدہ اور جو پیٹ کی بیماری سے مرا ہو اور جو ڈوبے اور جس پر مکان یا دیوار گرے اور وہ کہ جہاد میں شہید ہو۔

حدیث ۳۰ : ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے کہ میں غار میں حضور اقدس رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھا حضور نے دعا کی : اللھم طعنا وطاعونا[4] الٰہی دشمنوں کے نیزے اور طاعون۔ میں نے جانا کہ حضور ان سے اپنی امت کی موت مانگتے ہیں۔

حدیث ۳۱ : احمد و طبرانی عتبہ بن عبد سلمی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا : قیامت میں شہید اور طاعون زدہ حاضر آئیں گے طاعون والے کہیں گے ہم شہید ہیں، حکم ہوگا :

انظروا فان کانت جراحتھم کجراحۃ الشھداء تسیل دما کریح المسک فھم شھداء۔

دیکھو اگر ان کا زخم شہیدوں کی مثل ہے خون رواں اور مشک کی خوشبو تو یہ بھی شہید ہیں۔

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن معاذ بن جبل المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۲۴۱
تہذیب تاریخ دمشق کبیر باب تبشیر المصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۹۰ و ۹۱/ ۳۰۳

[2] کنز العمال بحوالہ مالک، قط حدیث ۱۱۱۸۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۴۱۷

[3] سنن نسائی کتاب الجہاد باب مسئلۃ الشہادۃ نور محمد کارخانہ کراچی ۲/ ۶۲

[4] کنز العمال عن ابی بکر الصدیق حدیث ۱۱۷۴۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۵۹۸

Marfat.com

فیجد ونهم کذلک[1] تو انھیں ایسا ہی پائیں گے۔

حدیث ۳۲: احمد و نسائی عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: روزِ قیامت شہداء اور وُہ جو بچھونے پر مرے طاعون والوں کے بارے میں جھگڑیں گے شہداء کہیں گے کہ یہ ہمارے بھائی ہیں ہماری طرح مقتول ہوئے، بچھونے والے کہیں گے ہمارے بھائی ہیں، رب عزوجل فیصلہ کے لئے فرمائیگا:

انظروا الٰی جراحھم فان اشبہ جراحھم جراح المقتولین فانھم منھم ومعھم۔ ان کے زخم دیکھو اگر شہیدوں کے سے ہیں تو وہ انھیں میں سے ہیں اور ان کے ساتھ ہیں۔

دیکھیں گے تو اُن کے زخم انھیں کے سے ہونگے فیلحقون بھم[2] یہ شہیدوں میں ملا دئے جائیں گے، متواتر ارشادِ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا رَد کفر ہے اور دانستہ ہو تو صریح کفر، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو ان کو شہید فرمائیں اور یہ شخص کافر کہے، اس سے بڑھ کر اور کیا رَد ہوگا، اس شخص پر لازم ہے کہ تائب ہو کلمہ پڑھے اپنی عورت سے نکاح جدید کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عتبہ بن عبد ۴/۱۸۵ و المعجم الکبیر عن عتبہ حدیث ۲۹۲ ۱۷/۱۱۹

[2] سنن النسائی کتاب الجہاد باب مسألۃ الشہادۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۶۲
مسند احمد بن حنبل عن العرباض بن ساریۃ المکتب الاسلامی بیروت ۴/۱۲۹-۱۲۸

Marfat.com

الحق المجتلی فی حکم المبتلی

۱۳ ھ ۲۴

(بیماری کے شکار شخص کے حکم سے متعلق واضح و روشن حق)

مسئلہ ۸۴ از گونڈا ملک اودھ مرسلہ مسلمانان گونڈا عموماً و حافظ عبد العزیز صاحب مدرس مدرسہ انجمن اسلامیہ گونڈا ذوالحجہ ۱۳۲۴ھ

زید کا خون جوش کھا رہا ہے بلکہ ایک دو اعضاء جسم کے بگڑ گئے اور احتمال ہوتا ہے کہ آئندہ بھی بگڑ جائیں گے، ایسے شخص کی نسبت اطباء حکم دیتے ہیں کہ اس کے ساتھ کھانا پینا اور نشست و برخاست بھی قطعی منع ہے بلکہ اطباء شرع شریف کا بھی ایسا ہی حوالہ دیتے ہیں، دریافت طلب یہ امر ہے کہ شرع شریف کا کیا حکم ہے اور ایسے شخص سے اجتناب لازم ہے یا کیا؟ مدلل و مفصل زیب قلم ہو۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ علی دین الاسلام والصلٰوۃ والسلام علٰی افضل ھاد الٰی سبیل السلام وعلٰی اٰلہ وصحبہ الٰی یوم القیام بہ نسأل السلام والسلامۃ عن

دین اسلام (کی عطاء و بخشش) پر اللہ تعالٰی کی تعریف کرتے ہیں اور درود و سلام بھیجتے ہیں اس ہستی پر جو سب سے بہتر اور راہِ سلامتی دکھانے والی ہے اور درود و سلام ہو قیامت تک ان کی آل اور انکے

Marfat.com

سیئ الاسقام۔ صحابہ پر، اور ہم بری بیماریوں سے سلامتی اور حفاظت کے لئے اسی سے درخواست کرتے ہیں۔ (ت)

احادیث اس باب میں بظاہر مختلف آئیں، ہم اولاً انھیں ذکر کریں پھر ان کے شرعی معنی کی طرف متوجہ ہوں کہ بتوفیقہ تعالٰی اس مسئلہ میں حق تحقیق ادا ہو۔

حدیث اول: رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اتقوا المجذوم کما یتقی الاسد۔ رواہ البخاری فی التاریخ[1] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جذامی سے بچو جیسا شیر سے بچتے ہیں (امام بخاری نے تاریخ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔ ت)

روایت ابن جریر کے لفظ یہ ہیں:

فرمن المجذوم فرارك من الاسد[2]۔

جذامی سے بھاگ جیسا شیر سے بھاگتا ہے۔

رمز الامام الجلیل السیوطی حسنہ علی ما فی التیسیر[3] اوصحتہ علی ما فی فیض القدیر[4] وذکرہ باللفظ الاول فی الجامع الصغیر وباللفظ الاخیر فی الکبیر **اقول** وفی کلیھما ظاھرا ابوھریرۃ فالحدیث عنہ فی صحیح البخاری بلفظ فرمن المجذوم کما تفر من الاسد[5] وسیأتی والجواب ان العزو یتبع اللفظ لاسیما وھو فی البخاری

جلیل القدر امام سیوطی (رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ) نے جیسا کہ تیسیر میں ہے اس کی تحسین فرمائی اور فیض القدیر میں اس کی صحت بیان فرمائی۔ پہلے لفظ سے جامع صغیر میں اس کا ذکر کیا جبکہ آخری لفظ سے جامع کبیر میں اسے ذکر کیا **اقول** (میں کہتا ہوں کہ) بظاہر دونوں میں ابوہریرہ ہے، صحیح بخاری میں اس کی حدیث (روایت) فرمن المجذوم کما تفرمن الاسد کے الفاظ سے ہے (یعنی جذامی سے اس طرح بھاگو

---

[1] الجامع الصغیر بحوالہ تاریخ بخاری عن ابی ہریرہ حدیث ۱۴۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۵
التاریخ الکبیر حدیث ۴۶۰ دار الباز مکۃ المکرمۃ ۱/ ۱۵۵
[2] الجامع الکبیر للسیوطی بحوالہ ابن جریر حدیث ۱۴۷۵۶ دار الفکر بیروت ۶/ ۲۶۵
[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر حرف الہمزہ تحت حدیث المذکور مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۱/ ۳۰
[4] فیض القدیر " " تحت حدیث ۱۴۱ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۳۸
[5] صحیح البخاری کتاب الطب باب الجذام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۸۵۰

Marfat.com

مع زیادات معنی۔

جس طرح تم شیر سے بھاگتے ہو) عنقریب آئیگی اور جواب یہ ہے کہ نسبت کرنا لفظ کے تابع ہوتا ہے خصوصاً جبکہ وُہ بخاری میں معنوی اضافہ کے ساتھ مروی ہے۔ (ت)

دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اتقوا صاحب الجذام کما یتقی السبع اذا ھبط وادیا فاھبطوا غیرہ۔ رواہ ابن سعد فی الطبقات[۱] عن عبداللہ بن جعفر الطیار رضی اللہ تعالیٰ عنھما بسند ضعیف۔

جذامی سے بچو جیسا درندے سے بچتے ہیں، وہ ایک نالے میں اُترے تو تم دوسرے میں اترو۔ (ابن سعد نے "طبقات" میں حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سند ضعیف کے ساتھ اسے روایت کیا ہے۔ ت)

تیسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کلم المجذوم وبینک وبینہ قدر رمح او رمحین۔ رواہ ابن السنی وابونعیم[۲] فی الطب عن عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنھما بسند واہ قلت لکن لہ شاھد یاتی۔

مجذوم سے اس طور پر بات کر کہ تجھ میں اُس میں ایک دو نیزے کا فاصلہ ہو (ابن سنی اور ابونعیم نے باب طب میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفےٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے اسے کمزور سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے لئے شاہد (تائید کنندہ) آگے آئیگا۔ ت)

چوتھی حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتدیموا النظر الی المجذومین۔ رواہ ابن ماجۃ[۳] وابن جریر قلت وسندہ حسن صالح۔

مجذوموں کی طرف نگاہ جما کر نہ دیکھو (ابن ماجہ اور ابن جریر نے اسے روایت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی سند صالح ہے۔ ت)

---

[۱] الطبقات الکبریٰ ترجمہ معیقیب بن ابی فاطمہ دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۷
کنز العمال بحوالہ ابن سعد عن عبداللہ بن جعفر حدیث ۲۸۳۳۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۵۴
[۲] کنز العمال بحوالہ ابن السنی وابونعیم فی الطب حدیث ۲۸۳۲۹ " " ۱۰/ ۵۴
[۳] سنن ابن ماجہ کتاب الطب باب الجذام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۱

Marfat.com

دوسری روایت میں ہے:

لاتحدوا النظر الی المجذومین ۔ رواہ ابوداؤد الطیالسی والبیھقی[1] فی السنن بسند حسن ایضا کلھم عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

جذامیوں کی طرف پوری نگاہ نہ کرو (ابوداؤد طیالسی اور بیہقی نے السنن میں سند حسن کے ساتھ اسے روایت کیا ہے اور ان سب نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالہ سے اسے روایت کیا ہے۔ ت)

پانچویں حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتدیموا النظر الی المجذومین اذا کلمتوھم فلیکن بینکم وبینھم قدر رمح ۔ رواہ احمد وابویعلی[2] والطبرانی فی الکبیر وابن جریر عن فاطمۃ الصغرٰی عن ابیھا السید الشھید الریحانۃ الاصغر وابن عساکر عنھا عنہ وعن ابن عباس معا رضی اللہ تعالٰی عنھم جمیعا۔

جذامیوں کی طرف نظر نہ جماؤ ان سے بات کرو تو تم میں ان میں ایک ایک نیزے کا فاصلہ ہو۔ (امام احمد، ابویعلٰی اور طبرانی نے "الکبیر" میں اور ابن جریر نے سیدہ فاطمہ صغرٰی سے، انھوں نے اپنے والد بزرگوار سید شہید ریحانہ اصغر سے اسے روایت کیا ہے اور ابن عساکر نے ان سے انھوں نے اپنے والد اور ابن عباس سے بھی اسے روایت کیا ہے، اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو۔ ت)

چھٹی حدیث میں ہے جب وفد ثقیف حاضر بارگاہ اقدس ہوئے اور دست انور پر بیعتیں کیں ان میں ایک صاحب کو یہ عارضہ تھا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے فرما بھیجا:

ارجع فقد بایعناک ۔ رواہ ابن ماجۃ[3]

واپس جاؤ تمہاری بیعت ہوگئی یعنی زبانی کافی ہے

---

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب النکاح باب لا یورد ممرض علی مصح الخ دارالمعرفۃ بیروت ۷/ ۲۱۸
مسند ابی داؤد الطیالسی حدیث ۲۶۰۱ " " " ص ۳۳۹
[2] مسند امام احمد بن حنبل عن علی کرم اللہ وجہہ دارالفکر بیروت ۱/ ۷۸
المعجم الکبیر حدیث ۲۸۹۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۳/ ۳۲-۱۲۱
کنز العمال بحوالہ حم ع طب وابن جریر عن فاطمۃ الخ حدیث ۲۸۳۳۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۵۶-۵۵
[3] سنن ابن ماجہ کتاب الطب باب الجذام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۱

Marfat.com

قلت بسند حسن عن رجل من اٰل الشرید یقال لہ عمرو عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ، ورواہ ابن جریر فسمی اباہ الشرید وھو الشرید بن سوید الثقفی ذکر الامام الجلیل السیوطی بالتخریج الاول فی اول الجامع الکبیر وبالاٰخر فی مسانید جمع الجوامع **اقول** بل الحدیث فی صحیح مسلم بلفظ انا قد بایعناك فارجع[1] کما ھو لفظ ابن جریر سواء بسواء وقد جربت مثلہ کثیرا علی ھذا الامام فی کثیر من تصانیفہ الشریفۃ کالجوامع الثلثۃ والخصائص الکبرٰی وغیرھا وکان مقصودہ رحمہ اللہ تعالٰی ان یجمع لامثالنا القاصرین ماقلما تصل الیہ ایدینا فان اقتصرنا علی ماافاد وذھلنا عن المتداولات فالقصور منالامنہ رحمہ اللہ تعالٰی۔

مصافحہ نہ ہونا مانع بیعت نہیں۔ (محدث ابن ماجہ نے اسے روایت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ سند حسن کے ساتھ آل شرید کے ایک شخص سے اسے روایت کیا ہے اور اس کو عمرو کہا جاتا ہے اس نے اپنے باپ سے روایت کی (اللہ تعالٰی اس سے راضی ہو) اور ابن جریر نے اسے روایت کیا اور شرید کے باپ کا نام بھی ذکر کیا یعنی شرید بن سوید ثقفی۔ جلیل الشان امام، امام سیوطی نے پہلی تخریج میں جامع کبیر کی ابتداء میں اور دوسری تخریج میں جمع الجوامع کے مسانید میں اس کو ذکر فرمایا ہے۔ میں کہتا ہوں بلکہ صحیح مسلم کی حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ واپس ہوجاؤ بیشک ہم نے تمھیں بیعت کرلیا جیسا کہ ابن جریر کے الفاظ ہیں، دونوں کے الفاظ یکساں ہیں (کوئی خاص فرق نہیں پایا جاتا) ہم نے اس امام پر ان کی بہت سی تصانیف شریفہ میں اس طرح کی بہت سی مثالیں دیکھی ہیں اور تجربہ کیا ہے جیسا کہ ان کی تینوں جوامع، خصائص کبرٰی اور ان کے علاوہ دوسری تصانیف، پس اس سے امام موصوف رحمہ اللہ تعالٰی کا مقصد ان سب چیزوں کو جمع کردینا ہے (یکجا کرنا) کہ جن تک ہم جیسے کوتاہ نظر لوگوں کے ہاتھوں کی بہت کم رسائی ہوتی ہے۔ پھر اگر ہم نے ان کے افادہ پر اکتفار کیا اور ہم متداولات کو بھول گئے تو یہ ہمارا قصور ہوگا نہ کہ علامہ موصوف کا، اللہ تعالٰی ان پر رحم فرمائے۔ ت)

ساتویں حدیث میں ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک مجذوم کو آتے دیکھا انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا:

یاانس اثن البساط لایطأ علیہ

اے انس! بچھونا الٹ دو کہیں یہ اس پر اپنا

---

[1] صحیح مسلم کتاب السلام باب اجتناب المجذوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۳۳

Marfat.com

بقدمہ۔ رواہ الخطیب[1] عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفی القلب منہ شئ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

پاؤں نہ رکھ دے (خطیب بغدادی نے ان سے یعنی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسے روایت کیا ہے اور اس سے بچھونا الٹ دینے کے متعلق کچھ بات ہے اور اللہ تعالیٰ ہی (تمام معاملات کو) بہتر جانتا ہے۔ (ت)

آٹھویں حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے درمیان وادی عسفان پر گزرے وہاں کچھ لوگ مجذوم پائے مرکب کو تیز چلاکر وہاں سے تشریف لے گئے اور فرمایا:

ان کان شئ من الداء یعدی فھو ھذا۔ رواہ ابن النجار عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما والمرفوع منہ عنہ ابن عدی فی الکامل[2] من دون ذکر القصۃ وھو ضعیف۔

اگر کوئی بیماری اُڑ کر لگتی ہے تو وہ یہی ہے۔ (ابن نجار نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے اور ابن عدی کے نزدیک "الکامل" میں واقعہ ذکر کئے بغیر یہ مرفوع ہے اور وہ ضعیف ہے۔ (ت)

نویں حدیث میں ہے ایک جذامی عورت کعبہ معظمہ کا طواف کر رہی تھی امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس سے فرمایا:

یاأمۃ اللہ لاتؤذی الناس لو جلست فی بیتك۔ رواہ مالك والخرائطی[3] فی اعتلال القلوب عن ابن ابی ملیکۃ۔

اے اللہ کی لونڈی! لوگوں کو ایذا نہ دے اچھا ہو کہ تم اپنے گھر میں بیٹھی رہو، پھر وہ گھر سے نہ نکلیں (امام مالک اور الخرائطی نے اعتلال القلوب میں حضرت ابن ابی ملیکہ سے اسے روایت کیا ہے۔ ت)

دسویں حدیث میں ہے:

ان عمر بن الخطاب قال للمعیقیب رضی اللہ تعالیٰ عنھما اجلس منی قید رمح وکان بہ ذلك الداء وکان

معیقیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ اہل بدر (و مہاجرین سابقین اوّلین رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے ہیں انھیں یہ مرض تھا امیر المومنین عمر فاروق

---

[1] تاریخ بغداد للخطیب ترجمہ عبدالرحمٰن بن العباس ۵۴۳۲ دار الکتب العربی بیروت ۱۰/ ۲۹۶
[2] کنز العمال بحوالہ ابن عدی حدیث ۲۸۳۳۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۵۴
[3] کنز العمال بحوالہ مالک والخرائطی فی اعتلال القلوب حدیث ۲۸۵۰۴ " " ۱۰/ ۹۶

Marfat.com

بدریا۔ رواہ ابن جریر[1] عن الزھری قلت مرسل ولا یصح۔

اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اُن سے فرمایا: مجھ سے ایک نیزے کے فاصلے پر بیٹھئے (امام ابن جریر نے زہری سے اسے روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں کہ یہ مرسل ہے اور صحیح نہیں۔ ت)

آئندہ حدیثیں اس کے خلاف ہیں۔

گیارھویں حدیث میں ہے امیرالمومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے صبح کو کچھ لوگوں کی دعوت کی ان میں معیقیب رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی تھے وہ سب کے ساتھ کھانے میں شریک کئے گئے اور امیرالمومنین نے اُن سے فرمایا:

خذ ممایلیك ومن شقك فلوکان غیرك ماأکلنی فی صحفة ولکان بینی و بینه قید رمح۔ رواہ ابن سعد[2] وابن جریر عن فقیه المدینة خارجة بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اپنے قریب سے اپنی طرف سے لیجئے اگر آپ کے سوا کوئی اور اس مرض کا ہوتا تو میرے ساتھ ایک کابی میں نہ کھاتا اور مجھ میں اور اس میں ایک نیزے کا فاصلہ ہوتا (ابن سعد اور ابن جریر نے فقیہ مدینہ خارجہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسے روایت کیا ہے۔ ت)

بارھویں حدیث میں ہے امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے دسترخوان پر شام کو کھانا رکھا گیا لوگ حاضر تھے امیرالمومنین برآمد ہوئے کہ اُن کے ساتھ کھانا تناول فرمائیں، معیقیب بن ابی فاطمہ دوسی صحابی مہاجر حبشہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا:

ادن فاجلس وایم اللہ لوکان غیرك به الذی بك لماجلس منی ادنی من قید رمح[3]۔ رواہ

قریب آئیے بیٹھئے خدا کی قسم دوسرا ہوتا تو ایک نیزے سے کم فاصلے پر میرے پاس نہ بیٹھتا۔ (ابن سعد اور ابن جریر نے اسے فقیہ مدینہ خارجہ بن

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن جریر حدیث ۲۸۴۹۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۹۴

[2] ؍؍ ؍؍ ابن سعد وابن جریر ؍؍ ۲۸۵۰۱ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱۰/۹۵

الطبقات الکبرٰی ترجمہ معیقیب بن ابی فاطمہ الدوسی دار صادر بیروت ۴/۱۱۸

[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۴/۱۱۸

کنز العمال بحوالہ ابن سعد وابن جریر حدیث ۲۸۵۰۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۹۶

Marfat.com

عنه ذلك فی الغداء وھذا فی العشاء۔ زید سے صبح کے کھانے کے بارے میں روایت کیا ہے جبکہ یہ حدیث رات کے کھانے کے بارے میں مروی ہے۔ت)

تیرھویں حدیث میں ہے محمود بن لبید انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بعض ساکنانِ موضع جرش نے بیان کیا کہ عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالٰی عنہما نے حدیث بیان کی کہ حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "جذامی سے بچو جیسا درندے سے بچتے ہیں وہ ایک نالے میں اُترے تو تم دوسرے میں اترو۔" میں نے کہا واللہ! اگر عبداللہ بن جعفر نے یہ حدیث بیان کی تو غلط نہ کہا جب میں مدینہ طیبہ آیا اُن سے ملا اور اس حدیث کا حال پوچھا کہ اہل جرش آپ سے یوں ناقل تھے، فرمایا:

کذبوا واللہ ماحدثتھم ھذا و لقد رأیت عمر بن الخطاب یؤتی بالاناء فیہ الماء فیعطیہ معیقیبا فیشرب منہ ثم یتناولہ عمر من یدہ فیضع فمہ موضع فمہ حتی یشرب منہ فعرفت انما یصنع عمر ذٰلک فرارا من ان یدخلہ شیئ من العدوی۔ رواہ عن محمود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[1]

واللہ انھوں نے غلط نقل کی میں نے یہ حدیث ان سے نہ بیان کی میں نے تو امیرالمومنین عمر کو یہ دیکھا ہے کہ پانی اُن کے پاس لایا جاتا وہ معیقیب رضی اللہ تعالٰی عنہ کو دیتے معیقیب پی کر اپنے ہاتھ سے امیرالمومنین کو دیتے امیرالمومنین ان کے منہ رکھنے کی جگہ اپنا مُنہ رکھ کر پانی پیتے میں سمجھا کہ امیرالمومنین یہ اس لئے کرتے ہیں کہ بیماری اُڑ کر لگنے کا خطرہ ان کے دل میں نہ آنے پائے (ابن سعد اور ابن جریر دونوں نے محمود بن لبید انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔ت)

ابن سعد کی روایت میں ایک مفید بات زائد ہے کہ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا امیرالمومنین فاروق اعظم جسے طبیب سنتے معیقیب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے اُس سے علاج چاہتے، دو حکیم یمن سے آئے اُن سے بھی فرمایا، وہ بولے جاتا رہے یہ تو ہم سے ہو نہیں سکتا ہاں ایسی دوا کر دینگے کہ بیماری ٹھہر جائے بڑھنے نہ پائے۔ امیرالمومنین نے فرمایا: عافیۃ عظیمۃ ان یقف فلا یزید بڑی تندرستی ہے کہ مرض ٹھہر جائے بڑھنے نہ پائے۔ انھوں نے دو بڑی زنبیلیں بھروا کر اندرائن کے تازہ پھل منگوائے جو

---

[1] الطبقات الکبرٰی ترجمہ معیقیب بن ابی فاطمۃ الدوسی دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۷
کنزالعمال بحوالہ ابن سعد و ابن جریر حدیث ۲۸۵۰۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۹۴

Marfat.com

خربوزے کی شکل اور نہایت تلخ ہوتے ہیں، پھر ہر پھل کے دو دو ٹکڑے کئے اور معیقیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لٹا کر دونوں طبیبوں نے ایک ایک تلوے پر ایک ایک ٹکڑا ملنا شروع کیا جب وہ ختم ہوگیا دوسرا ٹکڑا لیا یہاں تک کہ معیقیب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے منہ اور ناک سے سبز رنگ کی کڑوی رطوبت نکلنے لگی، اس وقت چھوڑ کر دونوں حکیموں نے کہا اب یہ بیماری کبھی ترقی نہ کرے گی۔ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالےٰ عنہما فرماتے ہیں:

فواللہ ما زال معیقیب متماسکا لا یزید وجعہ حتی مات[1]

واللہ! معیقیب اس کے بعد ہمیشہ ایک ٹھہری حالت میں رہے تادمِ مرگ مرض کی زیادتی نہ ہوئی۔

چودھویں حدیث میں ہے امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار میں قوم ثقیف کی سفیر حاضر ہوئے، کھانا حاضر لایا گیا، وہ لوگ نزدیک آئے مگر ایک صاحب کہ اس مرض میں مبتلا تھے الگ ہوگئے صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا: قریب آؤ، قریب آئے۔ فرمایا: کھانا کھاؤ۔ کھانا کھایا۔ حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہم فرماتے ہیں:

وجعل ابوبکر یضع یدہ موضع یدہ فیاکل مما یاکل منہ المجذوم۔ رواہ ابوبکر[2] بن ابی شیبۃ وابن جریر عن القاسم۔

صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے یہ شروع کیا کہ جہاں سے وہ مجذوم نوالہ لیتے، وہیں سے صدیق نوالہ لے کر نوش فرماتے رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ابوبکر بن ابی شیبہ اور ابن جریر نے حضرت قاسم بن محمد سے اسے روایت کیا۔ ت)

[1] غالبًا یہ وہی مریض ہیں جن سے زبانی بیعت پر اکتفا فرمائی گئی تھی۔

پندرھویں حدیث جلیل میں ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اخذ بید رجل مجذوم فادخلہا معہ فی القصعۃ ثم قال کل ثقۃ باللہ وتوکلا علی اللہ۔ رواہ ابوداؤد والترمذی[3] وابن ماجۃ

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ایک جذامی صاحب کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ پیالے میں رکھا اور فرمایا اللہ پر تکیہ ہے اور اللہ پر بھروسا۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، عبد بن حمید، ابن خزیمہ، ابن ابی عاصم

---

[1] الطبقات الکبریٰ ترجمہ معیقیب بن ابی فاطمہ الدوسی دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۸ - ۱۱۷

[2] المصنف لابن ابی شیبہ کتاب العقیقہ حدیث ۴۵۸۷ ادارۃ القرآن کراچی ۸/ ۱۲۹
کنز العمال بحوالہ ابن ابی شیبہ وابن جریر " ۲۸۴۹۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۹۴

[3] جامع الترمذی ابواب الاطعمہ باب ماجاء فی الاکل مع المجذوم امین کمپنی دہلی ۲/ ۴
سنن ابن ماجہ کتاب الطب باب الجذام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۱

Marfat.com

وعبد بن حمید وابن خزیمة و
ابن ابی عاصم و ابن السنی فی عمل
الیوم واللیلة و ابویعلیٰ و ابن حبان
والحاکم فی المستدرک والبیهقی فی السنن
والضیاء فی المختارة وابن جریر و
الامام الطحاوی کلهم من جابر بن عبد الله
رضی الله تعالیٰ عنهما کذا ذکرا الامام الجلیل
الجلال السیوطی فی اول قسمی جامعه الکبیر و
زدت انا ابن جریر والطحاوی **قلت** وبه علم
ان قصر المشکوٰة علی ابن ماجة لیس فی
موضعه ثم الحدیث سکت علیه وصححه ابن
خزیمة وابن حبان والحاکم والضیاء و قال
المناوی فی التیسیر باسناد حسن وتصحیح ابن حبان
والحاکم، قال ابن حجر فیه نظر[1] اھ،
اقول لکن فیه مفضل بن فضالة
البصری بالباء اخو مبارک قال فی
التقریب ضعیف[2] و قال الترمذی
هذا حدیث غریب لا نعرفه
الا من حدیث یونس بن محمد عن
المفضّل بن فضالة و المفضّل بن فضالة
هذا شیخ بصری والمفضّل بن فضالة شیخ آخر
مصری اوثق من هذا واشهر

اور ابن السنی نے عمل اللیل والیوم میں ابویعلیٰ، ابن حبان
اور حاکم نے المستدرک میں، امام بیہقی نے السنن میں،
ضیاء نے المختارہ میں ابن جریر اور امام طحاوی ان
سب نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما
سے اسے روایت کیا ہے چنانچہ جلیل القدر امام
جلال الدین سیوطی نے اپنی جامع کبیر کی پہلی قسم میں اسے
ذکر فرمایا اور ابن جریر اور امام طحاوی کا میں نے اضافہ
کیا ہے **قلت** (میں کہتا ہوں کہ) اس سے
معلوم ہوا کہ صاحب مشکوٰۃ کا صرف ابن ماجہ پر
اکتفاء کرنا بے محل ہے پھر حدیث مذکور پر سکوت کیا گیا
لیکن ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم اور ضیاء نے
اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ علامہ مناوی نے التیسیر
میں اسناد حسن اور ابن حبان اور حاکم کی تصحیح کا قول
ذکر کیا ہے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اس پر اعتراض
ہے اھ، **اقول** (میں کہتا ہوں) لیکن اس میں
مفضل بن فضالہ البصری (حرف باء کے ساتھ) مبارک
کا بھائی ہے چنانچہ التقریب میں کہا ہے کہ وہ
ضعیف ہے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب
ہے ہم اس کو صرف یونس بن محمد بواسطہ مفضل بن
فضالہ پہچانتے ہیں اور یہ مفضل بن فضالہ شیخ بصری ہے
جبکہ اسی نام کا ایک دوسرا مفضل بن فضالہ شیخ مصری
ہے جو اس پہلے سے زیادہ ثقہ اور زیادہ مشہور ہے۔

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث کل معی بسم اللہ ثقۃ باللہ مکتبہ امام شافعی الریاض ۲/۲۲۰

[2] تقریب التہذیب لابن حجر عسقلانی ترجمہ ۶۸۸۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۲۰۹

Marfat.com

وروی شعبة هذا الحدیث عن حبیب بن الشهید عن ابن بریدة قال ان عمر اخذ بید مجذوم" وحدیث شعبة اشبه عندی واصح[1] اھ واخرج ابن عدی[2] فی الکامل هذا الحدیث للمفضل المذکور وقال لم ارفی حدیثه انکر من الحدیث قال ورواه شعبة عن حبیب عن ابن بریدة ان عمر اخذ بید مجذوم الحدیث[3] اھ ولم یذکر الذهبی فی المیزان فی المفضل هذا جرحا مفسرا بل ولا غیر مفسر مما یبلغ درجة التضعیف البتة انما نقل عن یحیٰی[4] انه قال لیس هو بذاك وعن الترمذی[5] ماقدمنا ان المصری اوثق منه وعن النسائی[6] انه قال لیس بالقوی **اقول** ولا یخفی علیك البون البین بین لیس بالقوی ولیس بقوی وقد روی عنه ذالك المؤدب الثقة الثبت

محدّث شعبہ نے اس حدیث کو حبیب بن شہید بواسطہ ابن بریدہ روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک جذامی کا ہاتھ پکڑا، میرے نزدیک محدّث شعبہ کی روایت زیادہ ثابت اور زیادہ صحیح ہے اھ محدّث ابن عدی نے الکامل میں اس حدیث کو مفضل مذکور کے حوالہ سے اس کی تخریج کی اور کہا ہے کہ میں نے اس سے زیادہ منکر کوئی حدیث نہیں دیکھی، پھر اس نے کہا شعبہ نے حبیب سے بواسطہ ابن بریدہ اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق نے ایک جذامی کا ہاتھ پکڑا (الحدیث) اھ، علامہ ذہبی نے المیزان میں اس مفضل کے بارے میں کوئی مفصل یا غیر مفصل جرح ذکر نہیں کی بلاشبہہ جو درجہ تضعیف تک پہنچتی ہے اور یحیٰی سے نقل کیا گیا کہ اس نے کہا کہ یہ اس درجہ کی حدیث نہیں، امام ترمذی کے حوالے سے ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ شیخ مصری شیخ بصری سے زیادہ ثقہ (مستند ومعتبر) ہے۔ امام نسائی سے مروی ہے کہ وہ قوی نہیں۔ **اقول** (میں کہتا ہوں کہ) تم پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ لیس بالقوی اور لیس بقوی دونوں میں واضح اور کھلا فرق ہے بلاشبہہ اس مؤدب ثقہ مثبت نے اس سے روایت

---

[1] جامع الترمذی کتاب الاطعمہ باب ماجاء فی الاکل مع المجذوم امین کمپنی دہلی ۲/ ۴
[2] الکامل لابن عدی ترجمہ مفضل بن فضالہ مصری دار الفکر بیروت ۶/ ۲۴۰۴
[3] تا [6] میزان الاعتدال للذہبی " " " " ۸۷۳۲ دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۱۶۹

Marfat.com

وعبد الرحمٰن بن مهدی ذالک الجبل الشامخ الامام الحافظ قال البخاری فی علی بن عبداللہ المعروف بابن المدینی مااستصغرت نفسی الاعندہ و قال ابن المدینی فی عبد الرحمٰن ھذا مارأیت اعلم منہ وکذٰلک موسٰی بن اسمٰعیل ذاک الثقۃ الثبت وجماعۃ لاجرم حسنہ الحافظ واطلاق الصحیح علی الحسن غیرمستنکر و قد صححہ امام الائمۃ ابن خزیمۃ ومن تبعہ و قد وجدت لہ متابعا فان الامام الاجل ابا جعفر الطحاوی اخرجہ اولا بالطریق المذکور فقال حدثنا فھد (لیعنی ابن سلیمٰن بن یحیٰی) ثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ ثنا یونس بن محمد الحدیث ثم قال حدثنا ابن مرزوق ثنا محمد بن عبداللہ الانصاری ثنا اسمٰعیل بن مسلم عن ابی الزبیر عن جابر عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مثلہ[1] اھ قلت و بہ یعلم ما فی کلام الامام الترمذی و اللہ تعالٰی اعلم ثم اعلم انہ

کی ہے۔ عبدالرحمٰن ابن مہدی جوفن حدیث میں کوہِ گراں ہے امام اور حافظ ہے امام بخاری نے علی بن عبداللہ جو ابن المدینی کے نام سے مشہور ہے کے متعلق فرمایا کہ میں نے صرف اس کے سامنے اپنے آپ کو چھوٹا سمجھا۔ چنانچہ ابن المدینی نے عبدالرحمٰن کے بارے میں فرمایا میں نے اس سے بڑا عالم کوئی نہیں دیکھا۔ اور اسی طرح موسٰی بن اسمٰعیل ثقہ ثبت ہے۔ اور ایک جماعت بلاشبہہ حافظ نے اسکی تحسین فرمائی۔ اور حسن پر صحیح کا اطلاق غیر معروف نہیں۔ امام الائمہ ابن خزیمہ اور ان کے ہمنوا ائمہ نے اس کی تصحیح فرمائی اور بلاشبہہ میں نے اس کا متابع پایا ہے کیونکہ جلیل الشان امام ابوجعفر طحاوی نے اولاً طریق مذکور سے اس کی تخریج فرمائی چنانچہ فرمایا ہم سے فہد یعنی ابن سلیمان بن یحیٰی نے بیان کیا، اس نے کہا ہم سے ابوبکر بن ابی شیبہ نے بیان کیا اس نے کہا ہم سے یونس بن محمد نے بیان کیا، الحدیث۔ پھر فرمایا ہم سے ابن مرزوق نے بیان کیا اس سے محمد بن عبداللہ انصاری نے اس سے اسمٰعیل بن مسلم نے بیان کیا اس نے ابوالزبیر سے اس نے جابر سے، انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے اسی حدیث مذکور کی مثل روایت فرمائی اھ قلت (میں کہتا ہوں کہ) اس سے امام ترمذی کے کلام کا حال معلوم کیا جاسکتا ہے اور درحقیقت اللہ تعالٰی ہی سب کچھ اچھی طرح

---

[1] شرح معانی الآثار للطحاوی کتاب الکراہیۃ باب الاجتناب من ذی داء الطاعون وغیرہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۱۶

Marfat.com

وقع فی الجامع الصغیر لھذا الحدیث رمز حب، ک **اقول** ولم اره فی المجتبی بل لیس فیہ لان مداره علی ما ذکر الترمذی علی المفضل کما علمت و المفضل ھذا لیس من رواۃ النسائی اصلا وقد سقط الحدیث من نسخۃ سیدی علی المتقی قدس سره ولذا اورده من القسم الاول للجامع الکبیر وقد رمزله فیہ د، ت، ہ الخ وھو الصحیح الا ان یکون النسائی رواه فی الکبری فبالنظر الیہ یقال ع و ھو بعید ثم الواقع فی المشکوٰۃ[1] معزیا لابن ماجۃ ما ذکرنا اعنی کل ثقۃ باللہ وفی جامع الترمذی[2] ثم قال کل بسم اللہ ثقۃ باللہ و توکلا علیہ، قال العلامۃ علی القاری اما ترک المؤلف البسملۃ مع وجودھا فی الاصول فاما محمولۃ علی روایۃ منفردۃ غریبۃ لابن ماجۃ او علی غفلۃ من صاحب المشکوٰۃ

جانتا ہے، پھر جان لیجئے کہ جامع صغیر میں اس حدیث کے لئے یہ رمز (حب، ک) ہے **اقول** (میں کہتا ہوں کہ) میں نے اس کو مجتبیٰ میں نہیں دیکھا بلکہ اس میں موجود ہی نہیں اس لئے کہ حدیث مذکور کا مدار جیسا کہ امام ترمذی نے ذکر کیا مفضل پر ہے جیسا کہ آپ جانتے ہیں اور یہ مفضل بالکل رواۃ نسائی میں سے نہیں۔ میرے آقا علی متقی قدس سرہ کے نسخہ سے حدیث مذکور ساقط ہوگئی ہے اس لئے امام سیوطی جامع کبیر کی پہلی قسم میں اسے لائے ہیں اور اس کے لئے یہ رمز (د، ت، ہ) الخ پیش فرمائی الخ۔ اور وہ صحیح ہے ہاں البتہ امام نسائی نے الکبریٰ میں اسے روایت فرمایا تو پھر اسکے پیش نظر (ع) کہا جائے گا لیکن وہ بعید ہے پھر مشکوٰۃ میں ابن ماجہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے وہی الفاظ واقع ہوئے جو ہم نے ذکر کئے ہیں، میری مراد "کل ثقۃ باللہ" کے الفاظ سے ہے۔ اور جامع ترمذی کے الفاظ یہ ہیں، پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کل بسم اللہ ثقۃ باللہ توکلا علیہ (اللہ کا نام لے کر کھائیں اللہ تعالیٰ پر اعتماد و بھروسا کرتے ہوئے) علامہ علی قاری نے فرمایا مصنف علیہ الرحمۃ کا بسم اللہ چھوڑ دینا باوجودیکہ وہ اصول میں مذکور ہے یا تو اس لئے ہے کہ یہ ابن ماجہ

[1] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الطب باب الفال والطیرۃ مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۹۲

[2] جامع الترمذی ابواب الاطعمہ باب ما جاء فی الاکل مع المجذوم امین کمپنی دہلی ۲/۴

Marfat.com

او المصابیح[1] اھ اقول سبحٰن اللہ ھو انما نقلہ عن ابن ماجۃ فلو زاد البسملۃ نسب الی الفضلۃ ثم لم یتفرد ابن ماجۃ بترک البسملۃ بل ھو کذٰلک عند ابی داؤد ایضا رواہ عن عثمٰن بن ابی شیبۃ عن یونس بن محمد وابن ماجۃ عن ابی بکر بن ابی شیبۃ ومجاھد ابن موسٰی ومحمد بن خلف العسقلانی کلھم عن یونس بترک البسملۃ والترمذی عن احمد بن سعید الاشقر وابراھیم بن یعقوب کلاھما عن یونس مع البسملۃ فافھم۔

کی منفرد غریب روایت پر محمول ہے یا صاحبِ مشکوٰۃ یا صاحبِ مصابیح کی غفلت کا نتیجہ ہے اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) اللہ تعالٰی (عیوب ونقائص سے) پاک ہے (یعنی بڑا تعجب ہے) اس لئے کہ صاحبِ مشکوٰۃ نے اسے ابن ماجہ سے نقل فرمایا ہے اگر بسم اللہ شریف کا اضافہ کرتے تو زیادتی کی طرف منسوب ہوتے اور ترکِ بسم اللہ کے معاملہ میں ابن ماجہ ہی منفرد نہیں بلکہ ابوداؤد کے نسخہ میں بھی یونہی بسم اللہ متروک ہے چنانچہ امام ابوداؤد نے عثمان ابن ابی شیبہ سے بواسطہ یونس بن محمد اس کو روایت کیا ہے اور ابن ماجہ نے ابوبکر بن ابی شیبہ، مجاہد بن موسٰی اور محمد بن خلف عسقلانی کے حوالہ سے اسے روایت کیا ہے، سب نے بواسطہ یونس بسم اللہ کے بغیر روایت کی اور امام ترمذی نے بواسطہ احمد بن سعید اشقر اور ابراہیم بن یعقوب بحوالہ یونس "بسم اللہ" سمیت اس کو روایت کیا ہے۔ اس مقام کو سمجھ لیجئے۔ (ت)

سولھویں حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کل مع صاحب البلاء تواضعا لربك وایمانا۔ رواہ الامام الاجل الطحاوی[2] عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ **قلت** ھکذا اوردہ فی الجامع کل باللام والذی رایتہ الامام الطحاوی کن بالنون، واللہ تعالٰی اعلم۔

بلاء والے کے ساتھ کھانا کھا اپنے رب کیلئے تواضع اور اس پر سچے یقین کی راہ سے۔ (جلیل القدر امام طحاوی نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰے عنہ کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں اسی طرح الجامع میں لفظ کل (حرف لام کے ساتھ) ہے لیکن میں نے امام طحاوی کے نسخہ میں کن (حرف نون کے ساتھ) دیکھا ہے۔ اور اللہ تعالٰے سب سے بہتر جانتا ہے۔ (ت)

---

[1] مرقات المفاتیح کتاب الطب والرقی الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/۳۵۱
[2] شرح معانی الآثار کتاب الکراہیۃ باب الاجتناب من ذی داء الطاعون الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۱۷

Marfat.com

سترہویں حدیث میں ہے کہ ایک بی بی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰے عنہا سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم مجذوموں کے حق میں فرماتے:

فروا منھم کفرارکم من الاسد۔

ان سے ایسا بھاگو جیسا شیر سے بھاگتے ہو۔

ام المومنین (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا:

کلا ولکنہ لاعدوی فمن اعدی الاول۔ رواہ ابن جریر[1] عن نافع بن القاسم عن جدتہ فطیمۃ۔

ہرگز نہیں، بلکہ یہ فرماتے تھے کہ بیماری اُڑ کر نہیں لگتی جسے پہلے ہُوئی اُسے کس کی اُڑ کر لگی۔ (ابن جریر نے حضرت نافع بن قاسم سے بحوالہ اس کی دادی فطیمہ کے اسے روایت کیا ہے۔ ت)

اقول (میں کہتا ہُوں۔ ت) ام المومنین کا یہ انکار اپنے علم کی بناء پر ہے یعنی میرے سامنے ایسا نہ فرمایا بلکہ یُوں فرمایا اور رہے یہ کہ دونوں ارشاد حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بصحت کافیہ ثابت ہیں۔

اٹھارہویں سے تیس تک حدیث جلیل عظیم صحیح مشہور بلکہ متواتر جس سے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے استدلال کیا کہ حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا:

لاعدوی۔ رواہ الائمۃ احمد والشیخان[2] وابوداؤد وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ عہ

بیماری اُڑ کر نہیں لگتی (ائمہ کرام مثلاً امام احمد، بخاری ومسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ اسکو حضرت ابوہریرہ

عہ رواہ عنہ بطریق کثیرۃ شتی ھم والامام الطحاوی والدارقطنی فی المتفق والخطیب والبیھقی وابن جریر وآخرون وان نسیہ ابوھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ من بعد کما رواہ البخاری والطحاوی وابن جریر وغیرھم ۱۲ منہ۔

متعدد ومختلف طریقوں کیساتھ حضرت ابوہریرہ سے حدیث مذکور کو ان ائمہ مذکورین امام طحاوی اور امام دارقطنی نے متفق میں، خطیب، بیہقی، ابن جریر اور کچھ دوسروں نے اسے روایت کیا ہے اگرچہ بعد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اسے بھُول گئے تھے جیسا کہ بخاری، طحاوی اور ابن جریر وغیرہ نے اسے روایت کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن جریر حدیث ۲۸۵۰۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۹۷

[2] صحیح البخاری کتاب الطب باب الجذام ۲/ ۸۵۹ و صحیح مسلم کتاب السلام باب لاعدوٰی ۲/ ۲۳۰
سنن ابی داؤد کتاب الکہانۃ والتطیر ۲/ ۱۹۰ و مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ ۲/ ۲۶۷ و ۳۲۷

Marfat.com

واحمد والستة الا النسائی[1] عن انس واحمد والشیخان وابن ماجة[2] والطحاوی عن ابن عمر واحمد ومسلم والطحاوی عن السائب[3] بن یزید وھم وابن جریر جمیعا عن جابر[4] واحمد والترمذی والطحاوی[5] عن ابن مسعود واحمد وابن ماجة والطحاوی والطبرانی وابن جریر عن ابن[6] عباس والثلثة الاخیرة عن

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا نیز امام احمد اور دیگر چھ[6] ائمہ نے سوائے امام نسائی کے سب نے اس کو روایت کیا ہے اور ان پانچ ائمہ نے حضرت انس سے روایت کی ہے۔ امام احمد، بخاری، مسلم، ابن ماجہ اور امام طحاوی نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت فرمائی نیز امام احمد، مسلم اور طحاوی نے حضرت سائب بن یزید سے روایت کی۔ ابن جریر اور ان سب نے حضرت جابر سے روایت کی۔ امام احمد، ترمذی اور طحاوی نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔ امام احمد، ابن ماجہ، طحاوی، طبرانی

ل۔ صحیح البخاری کتاب الطب باب لاعدوٰی ۲/۸۵۹ و صحیح مسلم باب الطیرۃ والفال ۲/۲۳۱
سنن ابی داؤد کتاب الکہانۃ والتطیر ۲/۱۹۰ و سنن ابن ماجہ ابواب الطب ص ۲۶۱
مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ ۳/۱۳۰ و ۱۵۴

۲۔ صحیح البخاری کتاب الطب ۲/۸۵۹ و کنز العمال بحوالہ حم وابن ماجہ ۱۰/۱۱۸
سنن ابن ماجہ ابواب الطب ص ۲۶۱

۳۔ صحیح مسلم کتاب السلام باب لاعدوٰی ۲/۲۳۰ و مسند احمد بن حنبل عن السائب بن یزید ۳/۴۵۰
شرح معانی الآثار ۲/۴۱۶

۴۔ صحیح مسلم کتاب السلام باب لاعدوٰی ۲/۲۳۱ و مسند احمد بن حنبل عن جابر ۳/۲۹۳
شرح معانی الآثار ۲/۴۱۷

۵۔ جامع الترمذی ابواب القدر ۲/۳۷ و مسند احمد بن حنبل عن ابن مسعود ۱/۴۴۰
شرح معانی الآثار ۲/۴۱۶

۶۔ مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس ۱/۲۶۹ و سنن ابن ماجہ ابواب الطب ص ۲۶۱
شرح معانی الآثار ۲/۴۱۶

Marfat.com

ابی امامة[1] وابن خزیمة والطحاوی وابن حبان وابن جریر عن سعد[2] بن ابی وقاص والامام الطحاوی[3] عن ابی سعید الخدری والشیرازی فی الالقاب والطبرانی فی الکبیر والحاکم وابونعیم فی الحلیة عن عمیر[4] بن سعد الانصاری والطبرانی وابن عساکر عن عبد[5] الرحمٰن بن ابی عمیرة المزنی و ابن جریر عن ام المؤمنین[6] و ایضا صححه والقاضی محمد ابن عبد الباقی الانصاری فی جزئه الحدیثی عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم بلفظ لا یعدی سقیم صحیحا[7] لخصناه عن الجامع الکبیر مع جمع وزیادا۔

اور ابن جریر نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی اور آخری تین ائمہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی نیز ابن خزیمہ، طحاوی، ابن حبان اور ابن جریر نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ اور امام طحاوی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، نیز شیرازی نے القاب میں طبرانی نے الکبیر میں حاکم اور ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ طبرانی اور ابن عساکر نے حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی عمیرہ مزنی سے روایت کی، ابن جریر نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرکے اس کی تصحیح فرمائی اور قاضی محمد ابن عبدالباقی انصاری نے اپنے جزء الحدیثی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ان الفاظ سے روایت فرمائی کسی بیمار سے بیماری اُڑ کر کسی تندرست کو نہیں لگتی یہ ہم نے جامع کبیر سے جمع کیا اور اضافوں کے ساتھ اس کا ملخص پیش کیا ہے۔ (ت)

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الکراہیۃ ۲/۴۱۷ و المعجم الکبیر حدیث ۷۷۶۱، ۷۷۶۲، ۸/۲۱۶

[2] الجامع الکبیر بحوالہ ابن خزیمہ والطحاوی وابن حبان عن سعد بن ابی وقاص " ۲۶۱۸۴ بیروت ۸/۲۹۹

[3] الجامع الکبیر بحوالہ ابن جریر والطحاوی والشیرازی فی الالقاب عن ابی سعد " ۲۶۱۸۵ " "

[4] الجامع الکبیر بحوالہ الشیرازی فی الالقاب (طب، حل، کر) عن عمیر بن سعد " ۲۶۱۸۶ " "

[5] کنز العمال بحوالہ کر عن عبدالرحمٰن حدیث ۲۸۶۰۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۱۲۰

[6]

[7] کنز العمال بحوالہ ابن جریر عن علی حدیث ۲۸۶۳۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۱۲۶
سنن ابی داؤد کتاب الکہانۃ ۲/۱۹۰ و شرح معانی الآثار ۲/۴۱۶

Marfat.com

اسی حدیث کے متعدد طرق میں وہ جواب قاطع ہرشک وارتیاب ارشاد ہوا جسے ام المومنین نے اپنے استدلال میں روایت فرمایا صحیحین وسنن ابی داؤد وشرح معانی الآثار امام طحاوی وغیرہا میں حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ بیماری اُڑ کر نہیں لگتی، ایک بادیہ نشین نے عرض کی: یارسول اللہ! پھر اونٹوں کا یہ کیا حال ہے کہ وہ ریتی میں ہوتے ہیں جیسے ہرن یعنی صاف شفاف بدن ایک اُونٹ خارش والا آکر ان میں داخل ہوتا ہے جس سے خارش ہوجاتی ہے حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: فمن اعدی الاول[1] اس پہلے کو کس کی اُڑ کر لگی، احمد ومسلم وابوداؤد، وابن ماجہ کے یہاں حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے ارشاد فرمایا: ذٰلکم القدر فمن اجرب الاول[2] یہ تقدیری باتیں ہیں بھلا پہلے کو کس نے کھجلی لگادی۔ یہی ارشاد احادیث مذکورۂ عبداللہ بن مسعود وعبداللہ بن عباس وابوامامہ وعمیر بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہم میں مروی ہوا، حدیث اخیر میں اس توضیح کے ساتھ ہے کہ فرمایا:

الم تروا الی البعیر یکون فی الصحراء فیصبح وفی کرکرتہ اوفی مراق بطنہ نکتۃ من جرب لم تکن قبل ذٰلک فمن اعدی الاول[3]

کیا دیکھتے نہیں کہ اونٹ جنگل میں ہوتا ہے یعنی الگ تھلگ کہ اس کے پاس کوئی بیمار اونٹ نہیں صبح کو دیکھو تو اس کے بیچ سینے یا پیٹ کے نرم جگہ میں کھجلی کا دانہ موجود ہے بھلا اس پہلے کو کس کی اُڑ کر لگ گئی۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) حاصل ارشاد یہ ہے کہ قطع تسلسل کے لئے ابتداءً بغیر دوسرے سے منتقل ہوئے خود اس میں بیماری پیدا ہونے کا ماننا لازم ہے تو حجت قاطعہ سے ثابت ہوا کہ بیماری خود بخود بھی حادث ہوجاتی ہے اور جب یہ مسلّم ہے تو دوسرے میں انتقال کے سبب پیدا ہونا محض وہم علیل وادعائے بے دلیل رہا جب ایک میں خود پیدا ہوسکتی ہے تو یونہی ہزار میں۔

فلا یوسوسن العدو الرجیم فی قلب مریض — مردود دشمن (شیطان) کہیں مریض کے دل میں

---

[1] صحیح البخاری باب لاعدوٰی ۲/ ۸۵۹ و صحیح مسلم باب لاعدوٰی ۲/ ۲۳۰
سنن ابی داؤد کتاب الکہانۃ ۲/ ۱۹۰ و شرح معانی الآثار ۲/ ۴۱۶

[2] کنزالعمال بحوالہ حم وابن ماجہ حدیث ۲۸۵۹۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۱۸
سنن ابن ماجہ ابواب الطب ص ۲۶۱

[3] کنزالعمال بحوالہ طب، حل، ک عن عمیر بن سعد حدیث ۲۸۶۱۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۲۱

Marfat.com

ان القائلين بالاعداء لا يحصرون المرض فيه حتی یلزمهم اعداء الاول فافهم وتثبت۔

یہ وسوسہ نہ ڈال دے کہ تجاوزِ مرض کے قائل مرض کو اس تعدیہ میں بند تو نہیں کرتے کہ ان پر یہ الزام ہو کہ پہلے مریض کو مرض کیسے لگ گیا، پس سمجھ لیجئے اور ثابت رہئے۔ (ت)

اکتیسویں حدیث کہ امام احمد و بخاری و مسلم و ابوداؤد و ابن ماجہ نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسی قدر روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یوردن ممرض علی مصح[1]

ہرگز بیمار جانور تندرست جانوروں کے پاس پانی پلانے کو نہ لائے جائیں۔

بیہقی نے سُنن میں یوں مطولاً تخریج کی کہ ارشاد فرمایا:

لاعدوی ولا یحل الممرض علی المصح ولیحل المصح حیث شاء فقیل یارسول اللہ ولم ذلك قال لانہ اذی[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

بیماری اڑ کر نہیں لگتی اور تندرست جانوروں کے پاس بیمار جانور نہ لائیں اور تندرست جانور والا جہاں چاہے لے جائے، عرض کی گئی یہ کس لئے؟ فرمایا: اس لئے کہ اس میں اذیت ہے یعنی لوگ بُرا مانیں گے انھیں ایذا ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم

قلت وقد رواہ مالك فی مؤطاہ انہ بلغہ عن بکیر بن عبداللہ بن الاشج عن ابن عطیۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

قلت (میں کہتا ہوں) امام مالک نے اپنی مؤطا میں اسے یوں روایت کیا کہ حدیث مذکور انھیں بکیر بن عبداللہ بن اشج سے بواسطہ ابن عطیہ اس طرح پہنچی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

---

[1] صحیح مسلم کتاب السلام باب لاعدوی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۰
سنن ابی داؤد کتاب الکہانۃ باب فی الطیرۃ الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۹۰
سنن ابن ماجہ ابواب الطب باب الجذام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۱
صحیح البخاری کتاب الطب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۵۹
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ دار الفکر بیروت ۲/ ۴۰۶ و ۴۳۴

[2] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب النکاح باب لایورد ممرض علی مصح دار صادر بیروت ۷/ ۲۱۷

Marfat.com

قال لاعدوی ولاھام ولاصفر ولا یحل الممرض علی المصح ولیحلل المصح حیث شاء فقالوا یارسول اللہ وماذاك فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ اذی[1] ھکذا رواہ یحیی مرسلا وتابعہ جماعۃ من رواۃ المؤطا وخالفھم القعنبی وعبداللہ بن یوسف وابومصعب ویحیی بن بکیر فجعلوہ عن ابی عطیۃ عن ابی ھریرۃ موصولا غیران ابن بکیر قال عن ابی عطیۃ ولاخلف فھو عبداللہ بن عطیۃ الاشجعی ویکنی اباعطیۃ ووھم بعض رواۃ المؤطا فی جعلہ عن ابی عطیۃ عن ابی بردۃ وانما ھو عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما افادہ الزرقانی[2]

ارشاد فرمایا: کسی مرض میں تعدیہ نہیں (کہ مرض اُڑ کر دوسرے تندرست آدمی کو لگ جائے) اور اُلو وغیرہ میں نحوست نہیں، ماہِ صفر کی آمد میں نحوست نہیں۔ بیمار جانور کو تندرست جانور کے پاس نہ لائیں بلکہ تندرست جانور کو جہاں چاہیں لے جائیں۔ لوگوں نے عرض کیا یہ کیوں یارسول اللہ صلے اللہ علیک وسلم۔ آپ نے ارشاد فرمایا اس میں اذیت ہے یعنی لوگوں کو ایذا ہوگی۔ یحیٰی نے بطور ارسال (ذکرِ سند کے بغیر) اس کو روایت کیا اور مؤطا کے راویوں کی جماعت نے اس کی متابعت کی۔ قعنبی، عبداللہ بن یوسف، ابومصعب اور یحیٰی بن بکیر نے ان کی مخالفت کی۔ لہٰذا بواسطہ ابن عطیہ حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے اسے موصول قرار دیا مگر یہ کہ ابن بکیر نے ابن عطیہ سے کہا اور اس میں کوئی خلاف نہیں اس لئے کہ وہ عبداللہ بن عطیہ اشجعی ہے البتہ اس کی کنیت ابوعطیہ ہے بعض رواۃ مؤطا کو یہ وہم ہوا کہ انہوں نے اس حدیث کو عن ابی عطیہ عن ابی بردہ کی سند سے ذکر کیا حالانکہ یہ حضرت ابوہریرہ کی سند سے مروی ہے (اللہ تعالٰی ان دونوں سے راضی ہو) علامہ زرقانی نے اس کا افادہ کیا۔ (ت)

یہ حدیث دونوں مضمون کی جامع ہے۔

بتیسویں حدیث صحیح جلیل کہ ایسا ہی رنگ جامعیت رکھتی ہے صحیح بخاری شریف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاعدوی وفرمن المجذوم کما تفرمن الاسد[3]

بیماری اُڑ کر نہیں لگتی اور جذامی سے بھاگ جیسا شیر سے بھاگتا ہے۔

اوردہ الامام الجلیل الجلال السیوطی جلیل القدر امام جلال الدین سیوطی

---

[1] مؤطا امام مالک کتاب الجامع باب عیادۃ المریض والطیرۃ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۷۲۱

[2] شرح الزرقانی علی مؤطا الامام مالک " " " " دار المعرفۃ بیروت ۴/۳۳۳

[3] صحیح البخاری کتاب الطب باب الجذام قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۵۰

Marfat.com

فی جامعہ الکبیر بھذا اللفظ عازیا لابن
جریر عن ابی قلابۃ[1] وفی قسمہ الاول
بلفظ لاعدوی ولا طیرۃ ولا ھامۃ
ولا صفر واتقوا المجذوم
کما تتقوا الاسود عازیا[2] لسنن
البیھقی عن ابی ھریرۃ، و
اوردہ فی اول الجامع ایضا بلفظ
لاعدوی ولا طیرۃ ولا ھامۃ
ولا صفر وفر من المجذوم
کما تفر من الاسد عازیا
لاحمد[3] والبخاری عن ابی ھریرۃ،
وھو کذلک فی الجامع الصحیح
وبہ ظھر ما قدمنا ان العزو
یتبع اللفظ فبالنظر الی حدیث
ابی قلابۃ عددناہ بحیالہ ولذا
اوردناہ بلفظہ وھو
بعینہ لفظ البخاری وان
اشتمل علی زیادات لا توقف
لھذا المعنی علیھا اقول
وابو قلابۃ ھذا ھو
عبد اللہ بن زید الجرمی

اپنی جامع کبیر میں ابوقلابہ کے حوالہ سے امام ابن جریر
کی طرف سے نسبت کرتے ہوئے اس لفظ سے
لائے ہیں اور اس کی پہلی قسم میں ان الفاظ سے لائے
ہیں "لاعدوی" یعنی کوئی مرض اڑ کر نہیں لگتا،
"ولا ھامۃ" نہ اُلّو میں نحوست ہے، "ولا صفر"
نہ ماہ صفر کی آمد میں کوئی نحوست ہے۔ جذامی سے
اس طرح بچو جس طرح شیروں سے بچتے ہو (یعنی
بھاگتے ہو) بواسطہ ابوھریرہ سنن بیہقی کی طرف
نسبت کرتے ہوئے۔ نیز جامع کی ابتداء میں
امام سیوطی ان الفاظ سے لائے ہیں کسی مرض میں
تجاوز نہیں نہ الّو میں نحوست ہے نہ ماہ صفر میں
جذامی سے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔
مسند احمد اور بخاری کی طرف نسبت کرتے ہوئے
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کے حوالے سے۔
اور وہ جامع صحیح میں اسی طرح ہے۔ اس سے ظاہر
ہوگیا کہ جو کچھ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ نسبت
کرنی لفظ کے تابع ہوتی ہے پھر ابوقلابہ کی حدیث
کے پیش نظر ہم نے اس کے مقابل سے اس کا شمار
کیا ہے اس لئے ہم اسے اسی لفظ سے لائے
ہیں اور وہ بعینہ بخاری کے الفاظ ہیں اگرچہ وہ
کچھ اضافوں پر شامل ہے پس اس معنی کا ان پر

---

[1] جامع الاحادیث للسیوطی مسند ابی قلابہ حدیث ۱۰۱۴۶ دار الفکر بیروت ۱۷/ ۳۱۴
[2] " " " حدیث ۲۶۱۹۱ " " " ۸/ ۳۰۰
[3] " " " " ۲۶۱۶۸ " " " ۸/ ۲۹۷

Marfat.com

من ثقات التابعین وعلمائهم كثیر الارسال وكان الاولی ان ینبه علیه ثم ان العلامة الشمس السخاوی قال فی حدیث اتقوا ذوی العاهات المعنی فر من المجذوم فرارك من الاسد كما ورد فی بعض الفاظ الحدیث وهو متفق علیه عن ابی هریرة مرفوعا بمعناه[1] اھ ورأیتنی كتبت علیه ما نصه **اقول** لم اره لمسلم انما فیه قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم لمجذوم انا قد بایعناك فارجع[2] نعم هو فی حدیث البخاری بلفظ فر من المجذوم كما تفر من الاسد[3] والیه وحده عزاه فی المشكوٰة[4] وكذا الامام النووی فی شرح مسلم تحت حدیثه المذكور[5] وكذا الامام السیوطی فی اول جامعه الكبیر[6]. فالله تعالٰی اعلم۔

توقف نہیں (یہ معنی ان پر موقوف نہیں) **اقول** (میں کہتا ہوں کہ) یہ ابو قلابہ عبداللہ ابن زید جرمی ہے جو ثقات تابعین اور ان کے علماء میں سے ہے یہ کثیر الارسال ہے، بہتر تو یہ تھا کہ وہ اس پر آگاہ (تنبیہ) کرتا۔ علامہ شمس الدین سخاوی نے فرمایا کہ حدیث اتقوا ذوی العاھات کا معنی فر من المجذوم فرارك من الاسد (یعنی جذامی آدمی سے اس طرح بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو) جیسا کہ حدیث کے بعض الفاظ میں وارد ہوا ہے اور وہ بواسطہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ متفق علیہ مرفوع بالمعنی روایت ہے اھ مجھے یاد ہے میں نے اسی پر حاشیہ لکھا ہے عبارت یہ ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) میں نے اسے صحیح مسلم میں نہیں دیکھا، اس میں حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جذامی شخص کے بارے میں صرف یہی ارشاد مذکور ہے کہ ہم نے تمھیں (زبانی) بیعت کرلیا لہٰذا واپس چلے جاؤ، ہاں البتہ بخاری شریف کی روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں "جذامی شخص سے اس طرح بھاگ جس طرح تو

---

[1] المقاصد الحسنہ حرف الہمزہ حدیث ۲۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۱۸
[2] صحیح مسلم کتاب السلام باب اجتناب المجذوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۳۳
[3] صحیح البخاری کتاب الطب باب الجذام " " " ۲/۸۵۰
[4] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ مجتبائی دہلی بھارت ص ۳۹۱
[5] شرح صحیح مسلم للنووی کتاب السلام باب اجتناب المجذوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۳۳
[6] جامع الاحادیث للسیوطی حدیث ۲۶۱۶۸ دار الفکر بیروت ۸/۲۹۷

Marfat.com

شیر سے بھاگتا ہے" صرف اکیلے بخاری ہی کی طرف مشکوٰۃ میں اس کی نسبت کی گئی ہے۔ اسی طرح امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کے ذیل میں لکھا ہے اور اسی طرح اپنی جامع کبیر میں ابتداءً امام سیوطی نے فرمایا۔ درحقیقت اللہ تعالٰی ہی سب کچھ جانتا ہے۔ (ت)

اب بتوفیق اللہ تعالٰی تحقیق حکم سُنیے **اقول** وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) احادیث قسم ثانی تو اپنے افادہ میں صاف صریح ہیں کہ بیماری اُڑ کر نہیں لگتی، کوئی مرض ایک سے دوسرے کی طرف سرایت نہیں کرتا، کوئی تندرست بیمار کے قریب واختلاط سے بیمار نہیں ہو جاتا، جسے پہلے شروع ہوئی اُسے کس کی اُڑ کر لگی۔ ان متواتر روشن وظاہر ارشادات عالیہ کو سُن کر یہ خیال کسی طرح گنجائش نہیں پاتا کہ واقع میں تو بیماری اُڑ کر لگتی ہے مگر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے زمانہ جاہلیت کا وسوسہ اٹھانے کے لئے مطلقاً اس کی نفی فرمائی ہے، پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم واجلّہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰے عنہم کی عملی کارروائی مجذوموں کو اپنے ساتھ کھلانا ان کا جھوٹا پانی پینا، اُن کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے پکڑ کر برتن میں رکھنا، خاص اُن کے کھانے کی جگہ سے نوالہ اُٹھا کر کھانا، جہاں مُنہ لگا کر انھوں نے پیا بالقصد اُسی جگہ مُنہ رکھ کر خود نوش کرنا، یہ اور بھی واضح کر رہی ہے کہ عدوٰی یعنی ایک کی بیماری دوسرے کو لگ جانا محض خیال باطل ہے ورنہ اپنے آپ کو بلا کے لئے پیش کرنا شرع ہرگز روا نہیں رکھتی،

قال اللہ تعالٰی ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ[1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا) آپ اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔

رہیں قسم اوّل کی حدیثیں، وہ اس درجہ عالیہ صحت پر نہیں جس پر احادیث نفی ہیں ان میں اکثر ضعیف ہیں جیسا کہ ہم بیان واشارہ کر آئے اور بعض غایت درجہ حسن ہیں، صرف حدیث اول کی تصحیح ہو سکتی ہے مگر وہی حدیث اس سے اعلٰی درجہ پر جو صحیح بخاری میں آئی خود اُسی میں ابطال عدوٰی موجود کہ مجذوم سے بھاگو اور بیماری اُڑ کر نہیں لگتی، تو یہ حدیث خود واضح فرما رہی ہے کہ بھاگنے کا حکم اس وسوسہ واندیشہ کی بناء پر نہیں، معہذا صحت میں اُس کا پایہ بھی دیگر احادیث نفی سے گرا ہُوا ہے کہ اُسے امام بخاری نے مسنداً روایت نہ کیا بلکہ بطور تعلیق،

حیث قال قال عفان وعفان ھذا
چنانچہ امام بخاری نے فرمایا عفان نے کہا یہ عفان

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۹۵

Marfat.com

وان کان من شیوخ البخاری فکثیرا ما یروی عنہ بالواسطۃ کما فی فتح الباری[1] وعدولہ عن حدثنا المعتاد لہ فی جمیع کتابہ الٰی قال لا یکون الا لوجہ وھذا وان کان وصلا علٰی طریق ابن الصلاح فلیس المختلف فیہ کالمتفق علیہ وقد جزم المحقق علی الاطلاق فی باب العنین من فتح القدیر ان البخاری رواہ معلقا[2] ثم لعلک تقول مالک حصرت الصحۃ فی الحدیث الاول الیس فیما ذکرت حدیث انا قد بایعناک فارجع[3] **اقول** انما یرویہ مسلم ھٰکذا حدثنا یحیٰی بن یحیٰی انا ھشیم ح قال وثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ قال نا شریک بن عبداللہ وھشیم بن بشیر عن یعلی بن عطاء عن عمرو بن الشرید عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ[4]

اگرچہ شیوخِ بخاری (اساتذۂ بخاری) میں سے ہے تاہم اس سے بسا اوقات بالواسطہ روایت کرتے ہیں جیسا کہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے، امام بخاری کا حدثنا (جو تمام کتب میں حسبِ معمول و حسبِ عادت ہے) چھوڑ کر لفظ قال اختیار کرنا بغیر کسی وجہ کے نہیں ہو سکتا، اگرچہ علامہ ابن الصلاح کے طریقے پر یہ صورت وصل ہے تاہم مختلف فیہ، متفق علیہ کی طرح نہیں۔ محقق علی الاطلاق (ابن ھمام) نے فتح القدیر باب عنین میں اس پر یقین اور وثوق کیا کہ امام بخاری نے اسے معلق روایت کیا ہے پھر شاید آپ کہیں کہ تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ تم نے پہلی حدیث میں صحت کو منحصر (بند) کر دیا حالانکہ جو کچھ آپ نے ذکر کیا اس میں یہ حدیث ہے انا قد بایعناک فارجع واپس ہو جاؤ ہم نے تمھیں زبانی بیعت کر لیا۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) امام مسلم اسے اس سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں ہم سے یحیٰی بن یحیٰی نے بیان کیا اسے ہشیم نے بتایا ح ہم سے ابوبکر بن شیبہ نے بیان کیا اس نے کہا ہم سے شریک بن عبداللہ اور ہشیم بن بشیر نے بیان کیا اس نے یعلٰی بن عطاء اس نے عمرو بن شرید اس نے اپنے باپ سے روایت کیا

---

[1] فتح الباری شرح البخاری کتاب الطب باب الجذام مصطفی البابی مصر ۱۲/۲۶۴
[2] فتح القدیر کتاب الطلاق باب العنین مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۱۳۳
[3] صحیح مسلم کتاب السلام باب اجتناب المجذوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۳۳
[4] " " " " " " " "

Marfat.com

وقال ابن ماجة حدثنا عمرو بن رافع ثنا هشيم عن يعلى بن عطاء[1] الخ وهشيم بن شريك كلاهما مدلس وقد عنعنا قال في التقريب هشيم بن بشير ثقة ثبت كثير التدليس والارسال الخفي[2] وقال في شريك صدوق يخطئ كثيرا تغير حفظه منذ ولي القضاء بالكوفة[3] وقال في تهذيب التهذيب قال عبد الحق الاشبيلي كان يدلس و قال ابن القطان كان مشهورا بالتدليس[4] اھ قال وا يروى له مسلم في المتابعات[5] اھ كما ھھنا اخرج له بمتابعة هشيم اما قول من قال ان عنعنة المدلسين في الصحيحين محمول على السماع فاقول تقليد جامد ولا ننكر تحسين الظن فليس التخمين كالتبيين اصلا۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ محدث ابن ماجہ نے فرمایا ہم سے عمرو بن رافع نے بیان کیا اس نے کہا ہم سے ہشیم نے بواسطہ یعلیٰ بن عطاء بیان کیا الخ۔ ہشیم اور شریک دونوں مُدلِّس ہیں اور دونوں نے عن عن کے الفاظ سے روایت کی ہے، چنانچہ التقریب میں فرمایا: ہشیم بن بشیر ثقہ، ثبت ہے مگر بہت زیادہ تدلیس اور ارسال خفی کرنے والا ہے۔ اور شریک کے متعلق فرمایا: سچا ہے لیکن کثیر الخطا ہے اس کے حافظہ میں تبدیلی آگئی تھی جب سے وہ کوفہ میں قاضی مقرر ہوا۔ تہذیب التہذیب میں کہا کہ عبد الحق اشبیلی نے فرمایا: وہ تدلیس کیا کرتا تھا۔ اور ابن القطان نے فرمایا: وہ تدلیس میں مشہور تھا اھ۔ فرمایا: امام مسلم اس سے متابعات میں روایت کرتے تھے اھ۔ جیسا کہ یہاں ہشیم کی متابعت میں اس سے تخریج فرمائی۔ لیکن جس نے یہ کہا کہ تدلیس کرنے والوں کا بخاری ومسلم میں عن عن کہنا سماع پر محمول ہے **فاقول** (تو میں کہتا ہوں کہ) یہ محض اندھی تقلید ہے اگرچہ ہم حسنِ ظن کے منکر نہیں تاہم تخمین (اٹکل پچّو سے کچھ کہنا) بالکل صاف بیان کرنے کی طرح نہیں ہو سکتا۔ (ت)

کوئی حدیث ثبوتِ عدویٰ میں نص نہیں، یہ تو متواتر حدیثوں میں فرمایا کہ بیماری اُڑ کر نہیں لگتی، اور یہ ایک حدیث میں بھی نہیں آیا کہ عادی طور پر اُڑ کر لگ جاتی ہے۔ حدیث چہارم کہ "جذامیوں کو نظر جما کر نہ دیکھو ان کی طرف تیز نگاہ نہ کرو" صاف یہ محل رکھتی ہے کہ ادھر زیادہ دیکھنے سے تمھیں گھن آئے گی نفرت پیدا ہوگی ان

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب الطب باب الجذام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۱

[2] تقریب التہذیب لابن حجر عسقلانی تحت حرف الہاء ترجمہ ۷۳۳۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۶۹

[3] " " " " " " تحت حرف الشین المعجمہ " ۲۷۹۵ " " " ۱/ ۴۱۷

[4] تہذیب التہذیب من اسمہ شریک ترجمہ شریک بن عبد اللہ ۵۷۷ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن بھارت ۴/ ۳۳۷

" " " " " " " " " " " " " "

Marfat.com

مصیبت زدوں کو حقیر سمجھو گے، ایک تو یہ خود حضرت عزت کو پسند نہیں پھر اس سے ان گرفتارانِ بلا کو ناحق ایذا پہنچے گی اور یہ روا نہیں۔ علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

(لا تحدوا النظر) لانہ اذی ان لا تعافوھم فتزدروھم او تحتقروھم[1]

(نظریں جماکر جذامیوں کو نہ دیکھو) اس لئے کہ یہ ایذا ہے کہیں تم ان سے گھن نہ کرنے لگو اور ان کو عیب دار سمجھتے ہوئے تحقیر نہ کرنے لگو۔ (ت)

علامہ فتنی مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

لاتدیموا النظر الی المجذومین لانہ اذا ادامہ حقرہ وتاذی بہ المجذوم[2]

نگاہ جماکر جذامیوں کو نہ دیکھو اس لئے کہ یہ ایذا ہے جب کوئی نگاہ جماکر انھیں دیکھے تو انھیں حقیر سمجھے گا اور جذامیوں کو اس طرح تکلیف ہوگی۔ (ت)

حدیث ششم میں کہ ان ثقفی سے فرمایا: "پلٹ جاؤ تمھاری بیعت ہوگئی" متعدد وجوہ ہیں:

(۱) انھیں مجلس اقدس میں نہ بلایا کہ حاضرین دیکھ کر حقیر نہ سمجھیں۔

(۲) حضار میں کسی کو دیکھ کر یہ خیال نہ پیدا ہو کہ ہم ان سے بہتر ہیں، خود بینی اس مرض سے بھی سخت تر بیماری ہے۔

(۳) مریض اہلِ مجمع کو دیکھ کر غمگین نہ ہو کہ یہ سب ایسے چین میں ہیں اور وہ بلا میں، تو اس کے قلب میں تقدیر کی شکایت پیدا ہوگی۔

(۴) حاضرین کا لحاظِ خاطر فرمایا کہ عرب بلکہ عرب وعجم جمہور بنی آدم بالطبع ایسے مریض کی قربت سے برا مانتے ہیں نفرت لاتے ہیں۔

(۵) **اقول** (میں کہتا ہوں۔ ت) ممکن کہ خاطرِ مریض کا لحاظ فرمایا کہ ایسا مریض خصوصًا نومبتلا خصوصًا ذی وجاہت مجمع میں آتے ہوئے شرماتا ہے۔

(۶) **اقول** ممکن کہ مریض رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہاتھوں سے رطوبت نکلتی تھی تو نہ چاہا کہ مصافحہ فرمائیں، غرض واقعہ حال محل صدگونہ احتمال ہوتا ہے حجت عام نہیں ہوسکتا۔ مجمع البحار میں ہے:

ارجع فقد بایعناک انما ردہ واپس چلے جاؤ بے شک میں نے تمھیں (زبانی)

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث لاتحدوا النظر الی مجذومین مکتبہ امام شافعی الریاض ۲/ ۴۹۱

[2] مجمع بحار الانوار تحت حرف الجیم تحت لفظ "جذام" مکتبہ دار الایمان مدینہ منورہ ۱/ ۳۳۶

Marfat.com

لئلا ینظر الیه اصحابه صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیزدرونہ ویرون لانفسھم علیہ فضلا فیدخلھم العجب او لئلا یحزن المجذوم برؤیۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واصحابہ وما فضلوا بہ فیقل شکرہ علی بلاء اللہ تعالٰی[1]۔

بیعت کرلیا ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس جذامی شخص کو لوٹا دیا تاکہ حضور علیہ السلام کے صحابہ کرام اسے دیکھ کر کہیں حقیر اور گھٹیا نہ سمجھنے لگیں اور اپنے آپ کو اس پر ترجیح نہ دینے لگیں۔ اس طرح ان میں خود بینی پیدا ہو جائے گی۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام اور آپ کے صحابہ ذی شان کو اور ان کے فضل و شرف کو دیکھنے سے کہیں جذامی غمگین نہ ہو، پھر اللہ تعالٰی کی مصیبت اور بلا پر اس کے جذبات شکر میں کمی نہ آجائے۔ (ت)

حدیث ہفتم کہ بچھونا لپیٹنے کو فرمایا **اقول** (میں کہتا ہوں۔ت) ممکن کہ اس لئے فرمایا ہو کہ مریض کے پاؤں سے رطوبت نہ ٹپکے۔

حدیث ہشتم کہ اگر کوئی بیماری اُڑ کر لگتی ہو تو جذام ہے۔ "اگر" کا لفظ خود بتا رہا ہے کہ اُڑ کر لگنا ثابت نہیں۔ تیسیر میں ہے:

قولہ ان کان دلیل علی ان ھذا الامر غیر محقق عندہ[2] اھ **اقول** حملہ علی الشك وما کان ینبغی وانما حقہ ان نقول قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کان فی شیئ من ادویتکم خیر ففی شرطۃ محجم اوشربۃ من عسل الحدیث[3] رواہ احمد والشیخان والنسائی عن جابر

گزشتہ حدیث میں حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا ارشاد حرف "اِن" اس بات کی دلیل ہے کہ یہ امر آپ کے نزدیک ثابت اور محقق نہیں اھ۔ **اقول** (میں کہتا ہوں۔ت) اس کو شک پر محمول کرنا ہرگز مناسب نہیں بلکہ حق یہ ہے کہ ہم یوں کہیں کہ حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: (لوگو!) اگر تمہاری کسی دوا اور علاج میں خیر ہو تو پچھنے لگوانے اور شہد پینے میں ہے (الحدیث) امام احمد، بخاری، مسلم اور نسائی نے حضرت جابر

---

[1] مجمع بحار الانوار حرف الجیم تحت لفظ "جذام" مکتبہ دار الایمان مدینہ منورہ ۱/۳۳۶

[2] تیسیر شرح جامع صغیر تحت حدیث ان کان شیئ من الداء الخ مکتبہ امام شافعی ریاض ۱/۳۰۳

[3] صحیح بخاری کتاب الطب باب الدواء بالعسل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۴۸
صحیح مسلم کتاب السلام باب لکل داء دواء " " ۲/۲۲۵

Marfat.com

رضی اللہ تعالٰی عنه ولا شك ان فی العسل خیرا کما نطق به القرآن العزیز و فی الحجامة ایضا کما دل علیه المستفیض من الاحادیث القولیة والفعلیة وقال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لوکان شئ سابق القدر لسبقته العین رواہ احمد[1] ومسلم والترمذی عن ابن عباس و احمد والترمذی وابن ماجة بسند صحیح عن اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالٰی عنهم لاشك ان القدر لا یسبقه شئ فاذا ثبت الوجهان فی امثال المقال جاء الاحتمال فبطل الاستدلال۔

رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔ بلاشبہہ شہد کے استعمال کرنے میں خیر ہے جیسا کہ قرآن عزیز اس پر ناطق ہے اور پچھنے لگانے میں بھی خیر ہے جیسا کہ مشہور قولی اور فعلی حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی چیز قضا و قدر سے آگے بڑھ جاتی تو نظرِ بد آگے بڑھ جاتی۔ امام احمد، مسلم، ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عباس سے اس کو روایت کیا، نیز امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے بسندِ صحیح اسماء دخترِ عمیس سے اسے روایت کیا ہے (اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو) اس میں کوئی شک و شبہہ نہیں کہ تقدیر سے کوئی چیز آگے نہیں ہو سکتی، پھر جب وُہ وجوہات اس قسم کی گفتگو میں ثابت ہوگئیں تو کلام میں احتمال پیدا ہوگیا (لہذا احتمال کے ہوتے ہوئے) استدلال باطل ہوگیا۔ (ت)

رہا اس وادی سے جلد گزر جانا **اقول** (میں کہتا ہوں۔ ت) اس میں وہ پانچ وجوہ پیشین جاگزیں جو حدیث ششم کے بارہ میں گزریں فافهم (لہذا اس کو اچھی طرح سمجھ لیجئے۔ ت) حدیث نہم کہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اُن بی بی کو منع فرمایا **اقول** وہاں بھی چاروجہ اولیں جاری کما لایخفی بادنٰی تأمل (جیسا کہ معمولی غور و فکر کرنے سے یہ بات پوشیدہ نہیں رہتی۔ ت)، حدیث یاز دہم و دوازدہم کا فقرہ کہ امیر المومنین نے معیقیب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے فرمایا دوسرا ہوتا تو مجھ سے ایک نیزے کے فاصلہ پر بیٹھتا **اقول** انھیں حدیثوں میں ہے کہ اُن کو اپنے ساتھ کھلایا، اگر یہ امر عدوٰی کا سبب عادی ہوتا تو اہل فضل کی خاطر سے اپنے آپ کو معرضِ بلا میں ڈالنا روا نہ ہوتا۔ اور تیرھویں حدیث نے تو خوب

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن اسماء بنت عمیس المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۴۳۸
صحیح مسلم کتاب السلام باب الطب والمرض الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۲۰
سنن ابن ماجہ ابواب الطب باب من استرقی الطین ص ۲۵۹

Marfat.com

ظاہر کردیا کہ امیر المومنین خیال عدوٰی کی بیخ کنی فرماتے تھے نری خاطر منظور تھی تو اس شدت مبالغہ کی کیا حاجت ہوتی کہ پانی انھیں پلاکر اُن کے ہاتھ سے لے کر خاص اُن کے مُنہ رکھنے کی جگہ پر منہ لگا کر خود پیتے، معلوم ہوا کہ عدوٰی بے اصل ہے تو اس فرمانے کا منشاء مثلاً یہ ہو کہ ایسے مریض سے تنفر انسان کا ایک طبعی امر ہے آپ کا فضل اس پر حامل ہے کہ وہ تنفر مضمحل و زائل ہوگیا دوسرا ہوتا تو ایسا نہ ہوتا۔

حدیث سی و یکم کہ تندرست جانوروں کے پاس بیمار نہ لائے جائیں **اقول** (میں کہتا ہوں۔ ت) اس کی وجہ خود حدیث مؤطائے امام مالک وسنن بیہقی نے ظاہر کردی کہ یہ صرف لوگوں کے بُرا ماننے کے لحاظ سے ہے ورنہ بیماری اُڑ کر نہیں لگتی، ولہذا ہم نے اس حدیث کو احادیث قسم اول میں شمار بھی نہ کیا۔ اب نہ رہیں مگر پانچ حدیثیں اول دوم سوم پنجم دہم **اقول** قطع نظر اس سے کہ ان میں دوم کی سند واہی اور سوم کی خود حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے جن کی طرف وہ نسبت کی جاتی تھی تکذیب فرمائی، اور دہم کہ امیر المومنین سے ایک صحابی جلیل القدر منجملہ اصحاب بدر و مہاجرین سابقین اولین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کی نسبت اُس کا صدور سخت مستبعد تھا، متعدد حدیثوں نے اس کا خلاف ثابت کر دیا جیسا کہ امیر المومنین سے مظنون تھا کماسبق ذٰلك کله فهذا منقطع باطنا ومعلول غیر مقبول (یہ سب کچھ پہلے گزر چکا ہے لہذا یہ اندرونی طور پر منقطع، معلول غیر مقبول ہے۔ ت) اُن میں کسی کا حاصل حدیث اول کے حاصل سے کچھ زائد نہیں اور اُن میں وہی صحیح یا حسن ہے تو اُسی کی طرف توجہ کافی۔ علماء کے لئے یہاں متعدد طریقے ہیں:

اوّل اُس کے ثبوت میں کلام بر طریقہ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا ہے جیسا کہ حدیث ہفدہم میں گزرا۔

اقول طریقتها رضی الله تعالٰی عنها معروفة فی امثال الاحادیث التی ترد علی خلاف ما عندها من العلم القطعی المستند الی القراٰن العظیم او السماع الشفاهی من جیب الکریم صلی الله تعالٰی علیه وسلم ان تنسب راویها الی السهو والوهم فی السماع والفهم کما قالت فی حدیث امیر المومنین عمر

اقول (میں کہتا ہوں) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا طریقہ کار اس قسم کی حدیثوں کے رَد میں جو اس علم قطعی کی بناء پر جو ان کے نزدیک ثابت شدہ ہے یہ ہے کہ جس کی سند قرآن عظیم یا حضور کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے بالمشافہ سماع پر ہے مشہور و معروف ہے کہ سماع و فہم میں راوی کی طرف سہو و وہم کی نسبت کرتی ہیں جیسا کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے

Marfat.com

رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم ان المیت لیعذب
ببعض بکاء اھلہ علیہ، یرحم اللہ
عمر لا واللہ ماحدث رسول اللہ
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
ان اللہ یعذب المومن ببکاء اھلہ
ولکن اللہ تعالٰی یزید الکافر
عذابا ببکاء اھلہ علیہ وقالت حسبکم
القراٰن ولا تزر وازرۃ وزر اخرٰی
رواہ الشیخان[1] وقالت یغفر اللہ
لابی عبدالرحمٰن ترید ابن عمر رضی اللہ
تعالٰی عنھم فانہ ایضا روی
الحدیث کابیہ اما انہ لم یکذب
ولکنہ نسی انما مر رسول اللہ
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
علی یھودیۃ یبکی
علیھا فقال انھم لیبکون
علیھا وانھا لتعذب فی
قبرھا[2] رواہ ایضا وفی
لفظ امر واللہ ماتحدثون
ھذا الحدیث عن الکاذبین
ولکن السمع یخطی وان لکم

حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت
فرمائی کہ آپ نے ارشاد فرمایا بعض دفعہ میت پر گھر والوں
کے رونے سے اسے عذاب دیا جاتا ہے۔ مائی صاحبہ
نے فرمایا اللہ تعالٰی عمر (رضی اللہ عنہ) پر رحم فرمائے
خدا کی قسم ایسا ہرگز نہیں یہ ارشاد رسول اللہ صلی اللہ
تعالے علیہ وسلم کا نہیں کہ گھر والوں کے رونے کی
وجہ سے میت کو عذاب ہوتا ہے بلکہ حدیث یوں ہے
کہ اللہ تعالے کافر کے عذاب میں اضافہ فرمادیتا ہے
جبکہ اس کے گھر والے اس پر روئیں۔ چنانچہ
مائی صاحبہ نے فرمایا اس بارے میں تمھیں قرآن مجید
کافی ہے (چنانچہ ارشاد ربانی ہے) کوئی بوجھ اٹھانے
والی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔
بخاری ومسلم نے اسے روایت کیا ہے اور ام المومنین
نے ارشاد فرمایا اللہ تعالے ابوعبدالرحمٰن یعنی عبداللہ
ابن عمر کو معاف کرے کہ انھوں نے بھی اپنے والدگرامی
کی طرح حدیث روایت کر دی۔ سن لو انھوں نے
جھوٹ نہیں کیا البتہ وہ بھول گئے (اصل واقعہ)
یہ تھا کہ حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ایک مردہ
یہودیہ کے پاس سے گزرے کہ جس پر رویا جارہا
تھا آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ اس پر گریہ وبکا
کر رہے ہیں مگر اس کو قبر میں عذاب دیا جا رہا
ہے۔ بخاری ومسلم دونوں نے اس کو روایت

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعذب المیت الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۲
صحیح مسلم کتاب الجنائز " " " ۱/۳۰۲

[2] صحیح البخاری کتاب الجنائز ۱/۱۷۲ و صحیح مسلم کتاب الجنائز ۱/۳۰۳

Marfat.com

فی القرآن ما یشفیکم ان لا تزر وازرۃ وزر اخرٰی و لکن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ان اللہ عز وجل لیزید الکافر عذابا ببعض بکاء اھلہ علیہ رواہ الامام الطحاوی[1] وقالت فی حدیثھما ایضًا اعنی امیر المؤمنین وابنہ عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنھم ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال فی نتنی بدر والذی نفسی بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منھم[2] رواہ ایضا انما قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انھم لیعلمون الاٰن ما کنت اقول لھم حق وقد قال اللہ تعالٰی انک لاتسمع الموتٰی رواہ البخاری[3] ولما بلغھا حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان

کیا ہے۔ ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں: سن لو، خدا کی قسم یہ حدیث تم جھوٹوں سے نہیں روایت کرتے لیکن سننے میں بھی غلطی لگ جاتی ہے اور تمھارے لئے قرآن مجید میں تمھاری شفاء کے اسباب موجود ہیں کہ کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائیگی لیکن حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالٰے (مرنے والے) کافر کے عذاب کو اس کے بعض گھر والوں کے رونے کی وجہ سے بڑھا دیتا ہے۔ امام طحاوی نے اسے روایت کیا ہے، ام المومنین نے ان دونوں کی حدیث کے متعلق ارشاد فرمایا (ان دونوں سے مراد امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰے عنہ اور ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں) حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بدبودار کفار مقتولین بدر کے متعلق ارشاد فرمایا اس پروردگار کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے جو کچھ میں ان سے فرمارہا ہوں تم ان سے زیادہ نہیں سنتے، نیز دونوں نے اس کو روایت فرمایا (یہاں بھی ام المومنین نے یہ ارشاد فرمایا) نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے تو یہ ارشاد فرمایا تھا۔ اب وہ بخوبی جانتے ہیں کہ وہ حق ہے جو میں ان سے کہتا تھا۔ حالانکہ بلاشبہہ اللہ تعالٰے نے ارشاد فرمایا یقیناً آپ مُردوں کو

---

[1] شرح معانی الآثار للطحاوی کتاب الکراہۃ باب البکاء علی المیت الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۰۶

[2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب قتل ابی جہل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۵۶۶

[3] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ما جاء فی عذاب القبر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۳

Marfat.com

النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ان الطیرۃ فی المرأۃ والدار والفرس فغضبت غضبا شدیدا وقالت والذی نزل القرآن علی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما قالہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انما قال اھل الجاھلیۃ کانوا یتطیرون من ذٰلک رواہ الطحاوی[1] وابن جریر عن قتادۃ عن ابی حسان ورواہ ایضا الحاکم والبیہقی وما ذٰلک الالان العلم عندھا من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی خلاف ذٰلک فقد قالت کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یبغض الطیرۃ ویکرھھا رواہ الامام الطحاوی[2] وروی ایضا انہ قیل لعائشۃ ان اباھریرۃ یقول لان یمتلی جوف احدکم قیحا خیر لہ من ان یمتلئ شعرا فقالت یرحم اللہ اباھریرۃ حفظ اول الحدیث

نہیں سنا سکتے۔ امام بخاری نے اس کو روایت کیا ہے۔

(یونہی) جب ام المؤمنین کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث پہنچی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت، گھر اور گھوڑے میں نحوست ہے۔ تو آپ بہت زیادہ غضبناک ہوئیں اور فرمایا، اس خدا بزرگ و برتر کی قسم جس نے محمد کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مقدس قرآن نازل فرمایا کہ حضور پاک نے اس طرح نہیں ارشاد فرمایا بلکہ یوں ارشاد فرمایا کہ دورِ جاہلیت والے ان چیزوں سے نحوست اور بدشگونی لیتے تھے۔ امام طحاوی و ابن جریر نے بواسطہ قتادہ بواسطہ ابوحسان اسے روایت کیا ہے نیز حاکم اور بیہقی نے اسے روایت کیا ہے۔ رہا یہ کہ ام المؤمنین ایسا کیوں کرتی تھیں اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے انھیں جو یقینی علم حاصل تھا وہ مذکورہ روایتی الفاظ کے خلاف تھا۔ بلاشبہہ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم بدشگونی اور نحوست کے تصور کو مبغوض خیال فرماتے اور ناپسند کرتے تھے۔ امام طحاوی نے اسے روایت فرمایا اور یہ بھی روایت فرمایا کہ جب حضرت عائشہ صدیقہ سے کہا گیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں تم میں سے کسی کے پیٹ کا پیپ سے بھر جانا بنسبت اشعار سے بھر جانے کے بہتر ہے۔

---

[1] شرح معانی الآثار للطحاوی کتاب الکراہیۃ باب الاجتناب من ذی دار الطاعون ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۱۹

[2] ″ ″ ″ ″ ″ باب الاجتناب من ذی دار الطاعون ″ ″ ″ ″ ۲/۴۲۰

Marfat.com

ولم يحفظ أخره ان المشركين كانوا يهاجون رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال لان يمتلئ جوف احدكم قيحا خير له من ان يمتلئ شعرا من مهاجاة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اه[1] ذلك لانها سمعت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يقول ان من الشعر لحكمة[2] وسمعته صلى الله تعالى عليه وسلم يتمثل بشعر ابن رواحة رضي الله تعالى عنه وربما قال صلى الله تعالى عليه وسلم هذا البيت ويأتيك بالاخبار من لم تزود روى الكل الطحاوي[3] كذلك قالت ههنا لسماعها منه صلى الله تعالى عليه وسلم لاعدوى فمن اعدى الاول والسبب في ذلك ما اشرنا

تو ام المومنین نے یہاں بھی فرمایا اللہ تعالیٰ ابوہریرہ پر رحم فرمائے کہ انھیں حدیث کا پہلا حصہ یاد رہا اور آخری حصہ محفوظ نہ رہا (اصل واقعہ یہ تھا) مشرکین رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مذمت کیا کرتے اور آپ کے خلاف بدگوئی سے کام لیتے تھے تو اس بارے میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ سے بھر جاتا تو اس کے لئے بہتر تھا بنسبت حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو اور مذمت والے اشعار سے بھرنے کے اھ اور یہ اس لئے فرمایا کہ ام المومنین نے حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے خود سُنا تھا کہ آپ نے فرمایا بعض اشعار حکمت پر مبنی ہوتے ہیں یا حکمت والے ہوتے ہیں، اور یہ بھی سُنا تھا کہ آپ ابن رواحہ کے اشعار پڑھا کرتے تھے (اللہ تعالےٰ ان سے راضی ہو) اور کبھی آپ نے یہ شعر بھی پڑھا ویأتیك بالاخبار من لم تزود یعنی تیرے پاس وہ شخص خبریں لائے گا جس کو تُو نے توشہ نہ دیا، سب کو امام طحاوی نے روایت کیا ہے، یہاں بھی اسی طرح مائی صاحبہ نے ارشاد فرمایا اس لئے کہ خود حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ سُنا تھا کسی مرض میں تعدیہ اور تجاوز نہیں ورنہ پہلے مریض کو

---

[1] شرح معانی الآثار للطحاوی کتاب الکراہیۃ باب روایۃ الشعر الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۰۸

[2] " " " " " " " " ۲/ ۴۰۹

[3] " " " " " " " "

Marfat.com

الیہ من ان اخبار الاحاد لاتعارض ماعندھا من القطعی فما وقع من العلامۃ ابی الفرج ابن الجوزی حیث ذکر فی حدیث الشوم فی ثلث ان عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا قد غلطت علی من روی ھذا الحدیث وقالت انما کان اھل الجاھلیۃ یقولون الطیرۃ فی المرأۃ والدار والدابۃ ثم قال وھذا رد لصریح خبر رواتہ ثقات الخ کما نقلہ الامام العینی فی عمدۃ القاری[1] منشؤہ الغفلۃ عن النکتۃ التی ذکرتھا ثم قولہ وقالت انما کان اھل الجاھلیۃ یقولون الخ اقول ما قالتہ بل رواتہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما ھو صریح نص روایۃ الطحاوی ومن ذکرنا جمیعا وای ثقۃ اوثق منھا رضی اللہ تعالٰی عنھا۔

کیسے اُڑ کر لگ گیا اور اس کا سبب وہی ہے جس کی طرف ہم اشارہ کر آئے ہیں کہ اخبار احاد اس علم قطعی کا تعارض نہیں کرسکتیں جو مائی صاحبہ کے پاس تھا علامہ ابوالفرج ابن جوزی سے (مائی صاحبہ کے متعلق) جو کچھ واقع ہوا اس کا منشأ اس نکتہ سے غفلت ہے جو مائی صاحبہ نے ذکر فرمایا (اس کی تفصیل یہ ہے) چنانچہ علامہ ابن جوزی نے ذکر فرمایا کہ حدیث میں تین چیزوں کی نحوست کا ذکر آیا ہے، عورت، گھر، چوپایہ۔ اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس پر شدت اختیار کی جس نے یہ روایت حدیث بیان کی، اور فرمایا کہ اہل جاہلیت یہ کہا کرتے تھے کہ عورت، گھر اور چوپائے میں نحوست ہوا کرتی ہے۔ پھر ابن جوزی نے کہا لیکن یہ تو اس حدیث کا صراحتاً رد ہے کہ جس کو ثقہ اور مستند راویوں نے روایت کیا ہے، جیسا کہ امام عینی نے اس کو نقل فرمایا ہے۔ پھر علامہ ابن جوزی کا یہ کہنا کہ مائی صاحبہ نے فرمایا اہل جاہلیت کہا کرتے تھے الخ اقول (میں کہتا ہوں) مائی صاحبہ نے خود تو یہ نہیں فرمایا بلکہ خود حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرمائی جیسا کہ وہ روایت طحاوی اور ہمارے ذکر کردہ ان سب لوگوں کی صریح نص ہے۔ اور کون ساثقہ مائی صاحبہ رضی اللہ تعالٰے عنہا سے زیادہ ثقاہت رکھتا ہے۔ (ت)

دوم مجذوم وغیرہ سے بھاگنے کی حدیثیں منسوخ ہیں، احادیث نفی عدوٰی نے انھیں نسخ کردیا، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں امام قاضی عیاض سے منقول،

ذھب عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ وجماعۃ من

حضرت عمر فاروق اور سلف کا ایک گروہ اس طرف

---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری بحوالہ ابن الجوزی کتاب الطب باب الطیرۃ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۱/ ۲۶۳

السلف الی الاکل معه وان الامر باجتنابه
منسوخ وممن قال بذلک عیسٰی بن دینار
من المالکیة اھ[1] وردہ الامام النووی
بوجهین احدهما ان النسخ یشترط
فیه تعذر الجمع بین الحدیثین
ولم یتعذر بل قد جمعنا بینهما والثانی
انه یشترط فیه معرفة التاریخ و
لیس ذٰلک موجودا ھٰھنا اھ[2] **اقول** نص
القاضی ان امیرالمومنین کان یراہ
منسوخا فان کان ھذا عن روایة
کما ھو ظاھر اللفظ لم یرد علیه
شئ من الوجهین لان الامیرالمومنین
لا یقول به الا عن علم وبعدہ
لا مساغ للجمع وان امکن
باسهل وجه نعم ان ذکرہ
القاضی ظنا منه فالوجهان
وجیهان **اقول** وثالثهما
ما روینا فی الحدیث
الثانی والثلثین حیث جمع
صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم
کلا الکلامین فی نسق
واحد فاین النسخ لاسیما

گئے ہیں کہ جذامی شخص کے ساتھ کھانا جائز ہے اور اس
سے بچنے کا حکم منسوخ ہے۔ اور جن لوگوں نے یہ کہا
ان میں عیسٰی ابن دینار مالکی ہیں اھ لیکن امام نووی
نے اسے دو وجہوں سے رد کیا ہے ایک وجہ یہ ہے
کہ نسخ کے لئے شرط یہ ہے کہ دو حدیثیں جمع نہ ہو سکیں
اور یہاں جمع میں کوئی دشواری نہیں بلکہ ہم نے دونوں
حدیثوں کو جمع کر دیا ہے، دوسری وجہ یہ کہ نسخ میں شرط
ہے کہ تاریخ معلوم ہو (تاکہ پہلی کو منسوخ اور دوسری
کو ناسخ قرار دیں) اور یہاں یہ موجود نہیں **اقول**
(میں کہتا ہوں) امام قاضی عیاض نے یہ تصریح
فرمائی ہے کہ امیرالمومنین حدیث مذکور کو منسوخ
سمجھتے تھے۔ اگر یہ بات روایت ہے جیسا کہ الفاظ
سے ظاہر ہوتا ہے تو پھر دونوں وجہیں اس پر
وارد نہیں ہو سکتیں اس لئے کہ امیرالمومنین بغیر علم
کے ایسا نہیں فرما سکتے۔ اور نسخ کے بعد جمع
کی گنجائش نہیں اگرچہ کسی زیادہ آسان وجہ سے
ممکن ہو۔ ہاں اگر قاضی عیاض نے یہ (دعوٰی نسخ)
اپنے گمان سے ذکر کیا ہو تو پھر دونوں وجہیں وجیہہ
ہیں اور ان دونوں کے علاوہ تیسری وجہ وہ جس کو ہم نے
بتیسویں حدیث میں روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم نے دونوں کلاموں کو ایک ترتیب
(نسق واحد) میں جمع فرمایا پھر نسخ کہاں ہے چنانچہ

---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری بحوالہ ابن الجوزی کتاب الطب باب الجذام ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۱/ ۲۴۷
[2] شرح صحیح مسلم للنووی کتاب السلام باب لا عدوٰی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۰

Marfat.com

وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا عدوٰی مقدم فیہ علی وفرمن المجذوم وما کان لصدر الکلام ان ینسخ اٰخرہ۔

خصوصاً حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد "لا عدوٰی" "وفرمن المجذوم" سے مقدم ہے اور صدر کلام کے لئے یہ گنجائش نہیں کہ وہ آخرِ کلام کو منسوخ کرے۔ (ت)

سوم بھاگنے کا حکم اس لئے ہے کہ وہاں ٹھہریں گے تو ان پر نظر پڑے گی اور اس سے وہ مفاسد عُجب وتحقیر وایذا پیدا ہوں گے جن کا ذکر گزرا۔ عمدۃ القاری میں ہے:

قال بعضھم الخبر صحیح وامرہ بالفرار منہ لنھیہ عن النظر الیہ[1] اھ مافی العینی اقول ولا یحتملہ الحدیث الخامس ونظراؤہ مما فیہ الامران یکونوا فیھم بفصل رمح اور محین۔

بعض اہلِ علم نے فرمایا حدیث صحیح ہے اور جذامی آدمی سے دُور بھاگنے کا حکم اس لئے دیا گیا کہ اس کی طرف دیکھنے کی ممانعت ہے۔ جو کچھ عینی میں ہے وُہ پورا ہوگیا ہے اقول (میں کہتا ہوں) پانچویں حدیث اور اس کی امثال اس کا احتمال نہیں رکھتیں اس لئے کہ ان میں یہ امر ہے کہ ان جذامیوں سے ایک یا دو نیزے دور رہیں۔ (ت)

چہارم امر فرار اس لئے ہے کہ اس کی بدبُو وغیرہ سے ایذا نہ پائیں۔ شرح صحیح مسلم للنووی میں ہے:

قیل النھی لیس للعدوٰی بل للتاذی بالرائحۃ الکریھۃ ونحوھا[2] اھ اقول وھذا ظاھر البعد فافھم۔

کہا گیا کہ نہی تعدیہ مرض کے لئے نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ ان کی بدبو وغیرہ سے ایذا نہ ہو اھ اقول (میں کہتا ہوں کہ) یہ بظاہر بعید ہے لہٰذا اس کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔ (ت)

پنجم قول مشہور ومذہب جمہور ومشرب منصور کہ دوری وفرار کا حکم اس لئے ہے کہ اگر قرب واختلاط رہا اور معاذ اللہ قضا وقدر سے کچھ مرض اسے بھی حادث ہوگیا تو ابلیس لعین اس کے دل میں وسوسہ ڈالے گا کہ دیکھ بیماری اُڑ کر لگ گئی۔ یہ اوّل تو ایک امر باطل کا اعتقاد ہوگا اسی قدر فساد کے لئے کیا کم تھا پھر متواتر حدیثوں میں سُن کر کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صاف فرمایا ہے بیماری اُڑ کر نہیں لگتی یہ وسوسہ دل میں جمنا سخت خطرناک وہائل ہوگا، لہٰذا ضعیف الیقین لوگوں کو اپنا دین بچانے کے لئے دُوری

---

[1] عمدۃ القاری کتاب الطب باب الجذام ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۱/ ۲۴۷

[2] شرح صحیح مسلم للنووی کتاب السلام باب لا عدوٰی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۰

Marfat.com

بہتر ہے، ہاں کامل الایمان وہ کرے جو صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کیا اور کس قدر مبالغہ کے ساتھ کیا اگر عیاذاً باللہ کچھ حادث ہوتا اُن کے خواب میں بھی خیال نہ گزرتا کہ یہ عدوائے باطلہ سے پیدا ہوا ان کے دلوں میں کوہ گراں شکوہ سے زیادہ مستقر تھا کہ لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا[1] (ہمیں ہرگز کچھ پہنچتا (یا پہنچ سکتا) سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے مقدر میں لکھ دیا ہے۔ ت) بے تقدیر الٰہی کچھ نہ ہوسکے گا، اُسی طرف اس قول و فعل حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ اپنے ساتھ کھلایا اور کل ثقۃ باللہ و توکلا علیہ ((ایک جذامی سے آپ نے فرمایا) اللہ تعالےٰ پر اعتماد اور بھروسا کرتے ہوئے (ہمارے ساتھ) کھائیے۔ ت) فرمایا۔ امام اجل امین، امام الفقہاء وامام المحدثین، وامام اہل الجرح والتعدیل، وامام اہل التصحیح والتعلیل، حدیث وفقہ دونوں کے حاوی سیدنا امام ابوجعفر طحاوی شرح معانی الآثار شریف میں دربارۂ نفی عدوٰی احادیث سعد بن مالک و علی مرتضیٰ وعبداللہ بن عباس و ابی ہریرہ وعبداللہ بن مسعود وعبداللہ بن عمرو جابر بن عبداللہ و انس بن مالک وسائب بن یزید و ابی ذر رضی اللہ تعالےٰ عنہم روایت کرکے فرماتے ہیں:

فقد نفی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم العدوٰی وفی ھذہ الاثار و قد قال فمن اعدی الاول ای لما کان ما اصاب الاول انما کان بقدر اللہ عزوجل کان ما اصاب الثانی کذلک، فان قال قائل فنجعل ھذا مضادا لما روی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یورد ممرض علی مصح کما جعلہ ابوھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قلت لا ولکن یجعل قولہ لا عدوی کما قال النبی صلی اللہ

بیشک حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان آثار میں (احادیث) تعدیہ مرض کی نفی فرمائی، چنانچہ آپ کا ارشاد ہے کہ پہلے مریض کو کیسے تعدیہ مرض ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی تقدیر سے لاحق ہوا۔ اس لئے دوسرے کو بھی جو کچھ پہنچا اسی طرح پہنچا، اگر کوئی قائل یُوں کہے کہ ہم اس کو اس حدیث کے متضاد قرار دیتے ہیں جو حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ کوئی مریض کسی تندرست آدمی کے پاس نہ جائے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے یہی کہا ہے۔ **قلت** (میں کہتا ہوں کہ) ہم ایسا نہیں کرتے بلکہ ان کے ارشاد لا عدوٰی کو لیتے ہیں جیسا کہ

---

[1] القرآن الکریم ۹/۵۱

Marfat.com

تعالیٰ علیہ وسلم نفی العدوی ان یکون
ابدا و یجعل قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم لا یورد ممرض علی مصح علی
الخوف منہ ان یورد علیہ فیصیبہ بقدر
اللہ تعالیٰ ما اصاب الاول فیقول الناس
اعداہ الاول فکرہ ایراد المصح علی الممرض
خوف ھذا القول وقد روینا عن رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی ھذہ الاثار
ایضا وضعہ یدا المجذوم فی القصعۃ
فدل فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم ایضا علی نفی الاعداء لانہ لو کان
الاعداء مما یجوز ان یکون اذا لما فعل النبی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما یخاف ذلک
منہ لان فی ذلک جر التلف الیہ وقد نہی
اللہ عزوجل عن ذلک فقال ولا تقتلوا
انفسکم ومر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم بہدف مائل فاسرع فاذا کان
یسرع من الھدف المائل مخافۃ الموت
فکیف یجوز علیہ ان یفعل ما یخاف
منہ الاعداء فھذا معنی ھذہ الاثار عندنا
واللہ تعالیٰ اعلم ملتقطا[1]۔

حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو تعدیہ
مرض کی ہمیشہ نفی ہوگی اور ہم حضور صلے اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد "کوئی مریض کسی تندرست
پہ نہ وارد ہو" کی بنیاد اس اندیشہ پر رکھتے ہیں کہ
مریض کبھی کبھار صحت مند اور تندرست کے پاس جائے
اور پھر تندرست کو تقدیر الٰہی سے وہی مرض لاحق
ہوجائے جس میں مریض مبتلا ہو چکا ہو تو لوگ
کہیں گے کہ پہلے کا مرض (بطور تجاوز) اس میں
سرایت کرگیا ہے تو پھر اس کہنے کے اندیشہ سے
کسی تندرست کا مریض کے پاس جانا یا اس کا الٹ
ناپسند کیا گیا اور ہم نے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ
علیہ وآلہ وسلم سے ان آثار میں روایت کی کہ آپ نے
خود جذامی کا ہاتھ پکڑ کر کھانے کے پیالے میں رکھا،
اس طرح رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم
کا اپنا مبارک عمل بھی تعدیہ مرض کی نفی کی دلیل ہے۔
اگر تعدیہ مرض کسی طرح امکان رکھتا تو نبی کریم صلی اللہ
تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کبھی ایسا خطرناک کام (جذامی کو
اپنے ساتھ کھانا کھلانے والا) نہ کرتے کیونکہ اس
میں ایذا کو اپنی طرف کھینچ کر لانا ہے حالانکہ
اللہ تعالیٰ بزرگ وبرتر نے اس سے منع فرمایا ہے
چنانچہ ارشاد ربانی ہے: (لوگو!) اپنے آپ کو
قتل نہ کرو۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ایک جھکے ہوئے (گرنے والے) ٹیلے کے پاس سے
گزرے تو گزرنے میں جلدی سے کام لیا۔ جب آپ نے گرنے والے ٹیلے سے گزرتے ہوئے اس

---

[1] شرح معانی الآثار للطحاوی کتاب الکراہیۃ باب الاجتناب من ذی داء الطاعون الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۱۷

Marfat.com

خطرے کے پیشِ نظر کہ کہیں اس کے گر پڑنے سے ہلاکت نہ ہو جائے آپ نے جلدی فرمائی، تو پھر آپ کے لئے کیسے روا ہے کہ آپ وہ کام کریں کہ جس سے تعدیہ مرض کا اندیشہ اور خطرہ رہے۔ پھر ہمارے نزدیک ان آثار کا یہ مفہوم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ملتقطا۔ (ت)

عمدۃ القاری میں ہے :

التوفیق بین الحدیثین بما قاله ابن بطال و هو ان لاعدوی اعلام بانها لاحقیقة لها واما النهی فلئلا یتوهم المصح ان مرضها من اجل ورود المرضی علیها فیکون داخلا بتوهمه ذلك فی تصحیح ما ابطله النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من العدوی[1]

دونوں حدیثوں میں موافقت ابن بطال کے قول کے مطابق یہ ہے کہ لاعدوٰی کسی مرض میں تجاوز کیلئے نہیں بلکہ اس بات کا اعلان ہے کہ تعدیہ مرض کی کوئی حقیقت نہیں، رہا یہ کہ پھر ایسے مریضوں کے ساتھ میل جول سے کیوں روکا گیا، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ تندرست آدمی کو اگر مریض کے پاس آمد و رفت کے دوران وہی مرض لگ گیا تو اس کے دل میں وہم پیدا ہو جائے گا کہ اسے یہ مرض مریض ہی سے لگا ہے اور پھر وہ اس وہم سے تعدیہ مرض کی صحت کا قائل ہو جائے گا کہ جس کا خود حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ابطال فرمایا۔ (ت)

ماثبت بالسنۃ میں جامع الاصول سے ہے :

یقال اعدی المرض اذا اصابه مثله لمقارنته ومجاورته او مؤاکلته ومباشرته و قد ابطله الاسلام[2]

کہا جاتا ہے اعدی المرض یعنی مرض تجاوز کر گیا جبکہ کسی مریض کے ساتھ میل جول اور اسکے ساتھ کھانے پینے اور مباشرت سے کسی تندرست آدمی کو اسی جیسا مرض لگ جائے (تو اس وقت یہ کہا جاتا ہے کہ مریض کا مرض اُڑ کر فلاں تندرست آدمی کو لاحق ہو گیا ہے) حالانکہ اسلام نے تعدیہ مرض کا ابطال کیا ہے۔ (ت)

اُسی میں مشارق الانوار امام قاضی عیاض سے ہے :

العدوی ما کانت تعتقده الجاهلیة من تعدی داء ذی الداء الی من یجاوره

تعدیہ مرض جس کا اعتقاد اہل جاہلیت رکھتے تھے کہ کسی مریض کا مرض اس شخص تک تجاوز کر جاتا

---

[1] عمدۃ القاری شرح البخاری کتاب الطب باب لاھامۃ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۱/ ۲۸۸

[2] ماثبت بالسنۃ مترجم ذکر شہر صفر ادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم لاہور ص ۵۲

Marfat.com

ویلاصقه ممن لیس به داء فنفاہ الشرع وقوله صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم لاعدوی یحتمل النهی عن قول ذٰلك واعتقادہ و النفی لحقیقة ذٰلك کما قال صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم لا یعدی شئ شیئا وقوله فمن اعدی الاول وکلاهما مفهوم من الشرع[1]

اور پہنچ جاتا ہے جو اس مریض سے قرب اور اتصال رکھے باوجودیکہ اس میں پہلے کوئی مرض نہ تھا پس شریعت نے اس اعتقاد کی نفی فرمائی ہے حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ارشاد لاعدوی یہ احتمال رکھتا ہے کہ اس کہنے اور اعتقاد رکھنے سے نہی ہو اور اس کی حقیقت کی نفی ہو۔ جیسا کہ حضور انور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی چیز کسی دوسری چیز کی طرف تجاوز نہیں کرتی، اور آپ کا ارشاد گرامی ہے پھر پہلے مریض میں کیسے تعدیہ مرض پیدا ہوا۔ اور یہ دونوں باتیں شریعت سے سمجھی گئیں۔ (ت)

اُسی میں نزہۃ النظر للحافظ ابن حجر سے ہے:

الاولی فی الجمع ان یقال ان نفیه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم للعدوی باق علی عمومه و قد صح قوله صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم لا یعدی شئ شیئا وقوله فمن اعدی الاول یعنی ان اللہ سبحٰنه وتعالیٰ ابتدأ ذالك فی الثانی کما ابتدأہ فی الاول واما الامر بالفرار من المجذوم فمن باب سد الذرائع لئلا یتفق للشخص الذی یخالطه شئ من ذٰلك بقدر اللہ تعالیٰ ابتداء لا بالعدوی المنفیة فیظن ان ذٰلك بسبب مخالطة فیعتقد صحة العدوی فیقع فی الحرج فامر بتجنبه حسما للمادة[2]، واللہ تعالیٰ اعلم۔

دونوں حدیثوں کو جمع کرنے میں بہتر یہ ہے کہ یُوں کہا جائے کہ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا تعدیہ مرض کی نفی کرنا اپنے عموم پر باقی ہے اور بلاشبہ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی صحیح ہے کہ کوئی چیز کسی دوسری چیز کی طرف تجاوز نہیں کرتی، اور آپ کا یہ ارشاد مبارک کہ پہلے میں کیسے مرض ہوا۔ اللہ تعالیٰ پاک و برتر نے ہی دوسرے مریض کو بھی مرض لاحق کیا جس طرح اس نے پہلے مریض کو لاحق کیا تھا۔ جہاں تک جذامی سے دُور بھاگنے اور دُور رہنے کے حکم کا تعلق ہے تو یہ ذرائع اور وسائل کو بند کرنے کے باب سے ہے، یعنی جو شخص تندرست حالت میں جذامی آدمی کے ساتھ اختلاط اور میل جول رکھے اور اتفاقاً اسے اللہ تعالیٰ

[1] ماثبت بالسنۃ مترجم ذکر شہر صفر ادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم لاہور ص ۵۲
[2] " " " " " " " " " ص ۵۴

Marfat.com

کی قضاؤ قدر سے وہی مرض لاحق ہوجائے تو وہ یہ کہنے لگے گا کہ یہ مرض اس مریض سے میل جول اور اختلاط کی وجہ سے پیدا ہوگیا ہے پھر وہ صحتِ تعدیہ کا اعتقاد رکھنے لگے گا اور حرج میں پڑجائے گا بایں وجہ اسے جذامی آدمی سے دُور رہنے اور بچنے کا حکم دیا گیا تاکہ شکوک وشبہات پیدا ہی نہ ہونے پائیں اور مادہ ہی کٹ جائے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

شرح مصابیح امام تورپشتی وشرح مشکوٰۃ علامہ طیبی ومرقاۃ علامہ قاری وشرح الموطا للعلامہ محمد الزرقانی وغیرہا میں ہے:

واللفظ للزرقانی الاکثران المراد نفی ذلك وابطاله کمادل علیه ظاهر الحدیث[1]

علامہ زرقانی کے الفاظ یہ ہیں اکثر کی رائے یہ ہے کہ اس نفی سے اس کا ابطال مراد ہے جیسا کہ اس پر ظاہر حدیث دلالت کرتی ہے (ت)

اشعۃ اللمعات شیخ محقق میں ہے:

اکثر برآنند کہ مراد نفی عدوٰی وابطال اوست مطلقاً چنانچہ ظاہر احادیث درآن ست[2]

اکثر اہلِ علم اس نظریہ پر قائم ہیں کہ نفی تعدیہ سے اس کا مطلقاً ابطال مراد ہے جیسا کہ ظاہر احادیث اس پر دال ہیں (ت)

اُسی میں ہے:

اعتقاد جاہلیت آں بود کہ بیمارے کہ در پہلوئے بیمارے نشیند یا ہمراہ وے بخورد سرایت کند بیماری او بوے گفتہ اند کہ بزعم اطبا ایں سرایت در ہفت مرض است جذام وجرب وجدری وحصبہ وبخر ورمد وامراض وبائیہ پس شارع آنرا نفی کرد وابطال نمود یعنی سرایت نمی باشد بلکہ قادر مطلق ہمچناں کہ اورا بیمار کرد ایں را

اہلِ جاہلیت کا اعتقاد یہ تھا کہ اگر کوئی تندرست آدمی کسی بیمار کے پہلو میں بیٹھے یا اس کے ساتھ کھانے پینے میں شریک ہو تو اس مریض کا مرض تندرست آدمی میں سرایت کرجاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اطباء کے خیال میں متعدی امراض سات ہیں اور وہ یہ ہیں: (۱) کوڑھ (۲) خارش (۳) چیچک (۴) خسرہ (۵) گندہ دہن ہونا (۶) آنکھوں کی بیماری (۷) وبائی امراض (یعنی

---

[1] شرح الزرقانی علی موطا امام مالک باب عیادۃ المریض والطیرۃ دارالمعرفۃ بیروت ۴/۳۴۳

[2] اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ باب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۶۲۲

Marfat.com

نیز کردی[1] ہیضہ، طاعون وغیرہ) شارع نے ان سب کے
تعدیہ کی نفی فرمائی اور اس کا ابطال کیا، پس شارع کی مراد یہ ہے کہ کسی مرض میں سرایت اور تجاوز نہیں (کہ ایک کا
مرض بوجہِ اختلاط دوسرے کو لگ جاتے) بلکہ قادر مطلق نے جس طرح ایک کو بیمار کیا اسی طرح دوسرے
کو بھی بیماری لاحق کر دی۔ (ت)

بالجملہ ان پانچوں اقوال پر عدوٰی باطل محض ہے یہی مذہب ہے حضرت افضل الاولیاء الاولین و
الآخرین سیدنا صدیق اکبر و حضرت سیدنا فاروق اعظم و حضرت سلمان فارسی و حضرت ام المومنین صدیقہ و حضرت
عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم اجلّہ صحابہ کرام کا، اور اسی کو اختیار فرمایا امام اجل طحاوی سید الحنفیہ و امام یحیٰی
بن یحیٰی مالکی و امام عیسٰی بن دینار مالکی و امام ابن بطال ابوالحسن علی بن خلف مغربی مالکی و امام ابن حجر عسقلانی
شافعی و علامہ طاہر حنفی و شیخ محقق عبدالحق محدث حنفی وغیرہم جمہور علمائے کرام رحمہم اللہ تعالٰی نے عمدۃ القاری
میں طبری سے ہے:

کان ابن عمر وسلمان رضی اللہ تعالٰی عنہم یصنعان الطعام للمجذومین ویاکلان معھم وعن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا قالت کان مولی لنا اصابہ ذٰلک الداء فکان یاکل فی صحافی ویشرب فی اقداحی وینام علٰی فراشی[2]

یعنی عبداللہ بن عمر و سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہم مجذومین کے لئے کھانا تیار فرماتے اور ان کے ساتھ کھاتے اور ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہوا کہ ہمارے ایک غلام آزاد شدہ کو یہ مرض ہو گیا تھا وہ میرے برتنوں میں کھاتا میرے پیالوں میں پیتا میرے بچھونوں پر سوتا۔

زرقانی علی الموطا میں زیرِ حدیث انہ اذی (بیشک وہ ایذا ہے۔ ت) فرمایا:

قال یحیٰی بن یحیٰی سمعت ان تفسیرہ فی رجل یکون بہ الجذام فلا ینبغی لہ ان ینزل علی الصحیح یؤذیہ لانہ وان کان لایعدی فالانفس تکرھہ وقد قال

یحیٰی بن یحیٰی نے فرمایا کہ میں نے سنا کہ اس کی تفسیر اس شخص کے بارے میں ہے جس کو مرض جذام ہو جائے تو اسے مناسب نہیں کہ کسی تندرست آدمی کے پاس آئے کہ اسے ایذا ہو گی اس لئے کہ اگرچہ تعدیہ مرض کا اعتقاد

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۶۲۰
[2] عمدۃ القاری شرح بخاری کتاب الطب باب الجذام ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۴۷/۲۱

Marfat.com

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ اذی یعنی لا للعدوٰی۔[۱]

نہ ہوتے ہوئے بھی نفوس پر ایسی تکلیف وہ حالت کو دیکھنا گراں گزرتا ہے اور بیشک حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ ایذا ہے یعنی اس کا سبب تعدیہ مرض نہیں۔ (ت)

غرض مذہب یہ ہے اور وہ وجوہ تاویل میں اصح واجمع وجہ پنجم،

وھھنا ثلثۃ وجوہ اُخر لبعض العلماء **فالسادس** ان الجذام مستثنی من قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاعدوٰی ان لایعدی شیئ شیئا الا ھذا وعزاہ فی اشعۃ اللمعات الی الکرمانی الشافعی صاحب الکوکب الدراری فی شرح صحیح البخاری **اقول** لم یقلہ بل نقلہ وما رضیہ بل مرضہ فانما حکاہ بقیل کما نقل عنہ فی مجمع البحار بل والشیخ نفسہ فی ماثبت بالسنۃ فما ھٰھنا سبق قلم ثم ھذا القیل لم یعرف لہ قائل ولم یمل الیہ مائل ولا یؤیدہ شیئ من الدلائل **والسابع** قال البغوی قیل ان الجذام ذو رائحۃ تسقم من اطال صحبتہ ومؤاکلتہ اومضاجعتہ ولیس من العدوٰی بل

بعض علماء کے نزدیک یہاں تین اور وجوہ ہیں **چھٹی وجہ** حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد عالی لاعدوٰی سے مرض جذام مستثنٰی ہے یعنی اس مرض کے ماسوا کوئی شئے کسی دوسری شئے کی طرف تجاوز نہیں کرتی، چنانچہ اشعۃ اللمعات میں شیخ محقق نے علامہ کرمانی شافعی مصنف الکوکب الدراری شرح صحیح بخاری کی طرف اس کو منسوب کیا ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) اس نے یہ نہیں کہا بلکہ اس کو نقل کیا ہے لیکن وہ اس پر راضی نہیں ہوا بلکہ اس نے تو صیغہ تمریض یعنی صیغہ ضعف سے اسے ذکر کیا اور لفظ قیل سے اس کی حکایت کی ہے جیساکہ اس سے مجمع البحار میں نقل کیا گیا ہے بلکہ خود شیخ محقق نے ماثبت بالسنۃ میں اسے نقل کیا ہے لیکن یہاں ان سے سبقت قلم (بھول) ہوگئی پھر اس قیل کا قائل معلوم نہ ہوسکا اور کوئی میلان رکھنے والا اس کی طرف مائل نہ ہوا اور نہ کسی دلیل سے اس کی تائید کی۔ **ساتویں وجہ** امام بغوی نے کہا: کہا گیا ہے کہ جذام بدبودار بیماری ہے جو کوئی ایسے بیمار سے طویل صحبت رکھے اس کے ساتھ

---

[۱] شرح الزرقانی علی المؤطا للامام مالک باب عیادۃ المریض والطیرۃ دارالمعرفۃ بیروت ۴/۳۳۴

Marfat.com

من باب الطب كما يتضرر باكل
مايعاف و شم ما يكره
والمقام في مقام لا يوافق
هواه وكله باذن الله و ماهم
بضارين به من احد الا
باذن الله نقله في المجمع[1] و
عزاه في الاشعة للامام النووي
اقول لعل هذا ايضا كذلك
فان الذي رأيت في
منهاجه تصويب الوجه الثامن
الاتي ولم يعرج على
ذكره نا فالله تعالى اعلم
وظني ان الذي في
نسختي الاشعة تصحيف من
البغوي فان الذي نقله
ترجمة كلام البغوي سواء
بسواء غير ان البغوي
ايضا لم يقل به وانما
نقله بقيل ممرضا ثم
اقول لا ادري ما التنافي
بين بابي العدوى والطب
فالطب قائل في هذا
المرض بالعدوى كما

کھائے پیئے اور لیٹے تو یہ بیماری اس کو بھی لاحق
ہو جاتی ہے اور یہ عدویٰ میں سے نہیں بلکہ باب
طب سے ہے جیسے گھن والی ناپسندیدہ چیز
کھانے سے نقصان اور ضرر ہوتا ہے اور اسی طرح
ناگوار چیز سونگھنے سے اور ناموافق ہوا والی جگہ
(یعنی آلودگی والی فضا) میں ٹھہرنے سے ضرر ہوتا ہے
(بس یہاں بھی یہی وجہ مراد ہے) اور درحقیقت یہ
سب کچھ باذنِ الٰہی ہوتا ہے (چنانچہ) وہ اس سے
کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے مگر اللہ تعالیٰ کے اذن و
مشیّت سے۔ چنانچہ مجمع البحار میں اس کو نقل کیا ہے
اور شیخ محقق نے اشعۃ اللمعات میں اس کو امام نووی
کی طرف منسوب کیا ہے اقول (میں کہتا ہوں)
شاید یہ بھی اسی طرح ہے کیونکہ میں نے جو کچھ امام
نووی کی منہاج میں دیکھا ہے وہ آنیوالی آٹھویں
وجہ کی تصویب ہے اور اس کے ذکر پر اس نے
عروج یعنی موافقت نہیں کی اور حقیقت حال کو
اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ اشعۃ اللمعات کا جو
نسخہ میرے پاس ہے میرا خیال ہے کہ اس میں لبغوی
کی عبارت میں تبدیلی ہوگئی ہے کیونکہ شیخ نے لبغوی
کے کلام کا ہو بہو ترجمہ نقل کیا ہے، اس کے
باوجود لبغوی نے بھی یہ نہیں کہا بلکہ اس نے کلمۂ
تمریض کے ساتھ اسے نقل کیا ہے ثم اقول (پھر میں
کہتا ہوں) میں یہ نہیں جانتا کہ عدویٰ اور طب کے

---

[1] مجمع بحار الانوار تحت لفظ عدا مکتبہ دار الایمان مدینہ منورہ ۴/۵۴۴

Marfat.com

نقل التوربشتي والطيبي والقاري والزرقاني والشيخ المحقق وغيرهم ان العدوى بزعم الطب في سبع كما تقدم عن الشيخ ويستوي في ذلك كونها الكيفية فيه اوالخاصية فان كلا الفصلين من مسائل الطب وليس ان العدوى انما تكون اذا كانت لا بسبب يعقل والقائلون بها انما يعتقدون الاعداء ولانظر لهم الى انه بالكيفية او بالخاصية فمن قال بالاعداء ولو لرائحته فقد قال بالعدوى **والثامن** ان النفي اعداء المرض من دون اذن الله تعالى كما زعمه اهل الجاهلية اما الاعداء عادة باذن الله تعالى فثابت ولذا امر بالفرار ونهى عن ايراد الممرض ولا اعلمه اعني اثبات العدوى العادية ثابتا عن الصحابة رضي الله تعالى عنهم الا ما يفيده كلام الامام الطحاوي رحمه الله تعالى فيما تقدم من انكار ابي هريرة

باب میں کیا منافات اور تضاد ہے کیونکہ طب اس مرض میں تعدیہ کی قائل ہے جیسا کہ تورپشتی، طیبی، ملا علی قاری، زرقانی اور شیخ محقق اور انکے علاوہ دوسروں نے کہا ہے کہ اطبا کے خیال میں تعدیہ مرض سات قسم کی امراض میں ہوتا ہے جیسا کہ شیخ کے حوالہ سے پہلے مذکور رہا۔ تعدیہ مرض خواہ کسی کیفیت سے ہو یا کسی خاصیت سے، اس میں دونوں برابر اور مساوی ہیں کیونکہ دونوں فصلیں طب کے مسائل میں سے ہیں، اور یوں نہیں کہ عدویٰ بغیر کسی معقول سبب کے ہو جائے اس لئے کہ جو لوگ تعدیہ امراض کے قائل ہیں وہ تعدیہ پر اعتقاد رکھتے ہیں باوجودیکہ وہ اس پر نگاہ نہیں رکھتے کہ وہ کس کیفیت سے ہوا ہے یا کس خاصیت سے، لہذا جو شخص تجاوزِ مرض کا قائل ہو خواہ بدبو ہی کے سبب سے کیوں نہ ہو وہ درحقیقت تعدیہ مرض کا قائل ہے۔ **آٹھویں وجہ** تعدیہ مرض کی نفی اس صورت میں ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے اذن اور ارادہ کے بغیر تسلیم کیا جائے جیسا کہ دورِ جاہلیت والوں کا خیال اور زعم تھا، لیکن اگر اللہ تعالیٰ کے اذن اور ارادہ سے عادتاً مانا جائے (تو پھر خلافِ شریعت نہ ہونے کی وجہ سے) ثابت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سے بھاگنے کا حکم دیا گیا اور اس مرض کے مریض کو تندرست آدمی کے پاس جانے سے منع کیا گیا ہے۔ اور میں نہیں جانتا کہ عدویٰ عادیہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے۔ ہاں مگر امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا گزشتہ کلام اس بات کو تقویت پہنچاتا ہے کہ

Marfat.com

رضی الله تعالیٰ عنه حديث
لاعدوی واقامته علی رواية
لایوردن ان ذلك كان ظنه
التضاد بينهما **اقول** ليس لمثلی
الكلام مع مثل الامام رحمه الله
لكن الذی يعرفه قاصر مثلی
ان انكار الرواية لا ينحصر فی
ظن التضاد بل نسی عنه سمعه
من رسول الله صلی الله تعالیٰ
عليه وسلم فما وسعه الا
انكاره حتی لو فرض مودی
الحديثين واحدا من
كل جهة وانما الالفاظ غير
الالفاظ ونسی سماع احدهما
وقيل له رويت هذا
الحديث هٰكذا لم يسعه
الا الاباء نعم هو مذهب
الامام المطلبی محمد بن
ادريس الشافعی رضی الله
تعالیٰ عنه قال المناوی
فی فيض القدير (اتقوا
المجذوم) ای اجتنبوا مخالطته
فانه يعدی المعاشر كما
جزم به الشافعی فی
موضع وحكاه عن الاطباء

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث
لاعدوی کا انکار کیا تھا اور لا یوردن والی حدیث
کو اس کے مقابل پیش کیا تھا در حقیقت وہ اپنے گمان
کے مطابق ان دونوں کے درمیان تضاد سمجھتے تھے،
اقول (میں کہتا ہوں کہ) مجھ جیسے ناقص شخص کے لئے
امام رحمۃ اللہ تعالیٰ جیسی بلند پایہ شخصیت کے ساتھ ہمکلام
ہونا زیب نہیں دیتا سوائے اس کے جو اسے پہچانتا
ہے، مجھ جیسے تو اس کی معرفت سے قاصر ہیں البتہ
کسی روایت سے انکار کرنا تضاد کے گمان پر منحصر
نہیں بلکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ اس
حدیث کا سماع رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم
سے بھول گئے، اس لئے ان کے لئے سوائے انکار
کے کوئی گنجائش نہ رہی لیکن اگر یہ فرض کرلیا جاتا کہ
ہر جہت سے دونوں کا مفہوم (مودّی) ایک ہے
البتہ دونوں کے الفاظ مغایر اور الگ الگ ہیں اور
جبکہ وہ ایک کا سماع بھول گئے، چنانچہ ان سے
کہا گیا آپ نے اس حدیث کو اس طرح روایت
کیا ہے تو انھیں سوائے انکار کے کوئی اور
گنجائش نہ رہی۔ ہاں وہ امام مطلبی محمد بن ادریس
شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے، چنانچہ علامہ
مناوی نے فیض القدیر (شرح جامع صغیر) میں
فرمایا حدیث "جذامی سے بچو اور پرہیز کرو" یعنی اس
کے میل جول اور اختلاط سے اجتناب کرو اس لئے
میل ملاپ کرنے والے میں مرض سرایت کرتا ہے"
جیسا کہ امام شافعی نے ایک جگہ اس پر اظہار یقین کیا

Marfat.com

والمجربين في اخر و نقله غيرہ من افاضل الاطباء[1] اھ، اقول وطريقته رضي الله تعالٰی عنه في امثال المقام معروفة من الاعتماد على التجارب حتى قال بالقيافة و جعلها حجة في الاحكام الشرعية وحكاياته رضي الله تعالٰی عنه فيها مشهورة في مقاصد السخاوي وغيرها ماثورة وتبعه عليه احد شيخي مذهبه الامام ابو زكريا النووي ومن قبله الامام ابو عمرو بن الصلاح ومن بعدهما الكرماني والطيبي وكذا ابن الاثير فيما ذكر القاري وكذا السخاوي على شبهته في عبارة الموجودة في نسختي المقاصد ووافقهم من علمائنا التوربشتي والقاري كما وافقنا من ائمتهم العسقلاني واضطرب ظاهرا كلام المناوي فقال تحت حديث اتقوا المجذوم

اور ایک دوسری جگہ اطباء اور تجربہ کار لوگوں سے اس کی حکایت بیان فرمائی، اور دیگر اہل علم نے طب کے فاضلوں سے اسے نقل کیا ہے اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا طریقہ کار اور دستور اس نوع کے مقامات میں مشہور و معروف ہے کہ مختلف تجربوں پر اعتماد ہے یہاں تک کہ موصوف نے قیافہ شناسی اور اسے احکام شریعت میں حجت قرار دینے کا قول پیش کیا ہے اور اس سلسلے میں موصوف رضی اللہ تعالٰی عنہ کے واقعات و حکایات مشہور ہیں چنانچہ مقاصد حسنہ میں امام سخاوی اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کی کتابوں میں منقول ہیں ان کے مذہب والوں میں سے ایک شیخ ابو زکریا نووی نے اس سلسلے میں ان کا اتباع کیا ہے اور ان سے پہلے امام ابو عمرو بن صلاح اور ان دونوں کے بعد کرمانی، طیبی اور اسی طرح ابن اثیر جیسا کہ ملا علی قاری نے ذکر فرمایا ہے اور اسی طرح امام سخاوی نے ذکر کیا مگر میرے پاس مقاصد حسنہ کا جو نسخہ ہے اس کی موجودہ عبارت میں کچھ اشتباہ پایا جاتا ہے اور ہمارے علماء میں سے ان کی موافقت توربشتی اور ملا علی قاری نے کی جیسا کہ ان کے ائمہ میں سے ہماری موافقت علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمائی، بظاہر علامہ مناوی کا کلام مضطرب (ناقابل اعتماد) ہے چنانچہ اس حدیث "جذامی سے بچو" کے ذیل میں کہا

---

[1] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر حدیث ۱۴۱ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۳۷

Marfat.com

ماقال قال ولاینافضه خبر لاعدوی
لانه نفی لاعتقاد الجاهلیة
نسبة الفعل لغیرالله تعالٰی الخ[1] وقال
تحت حدیث کلم المجذوم، لئلا
یعرض لك جذام فتظن انه اعداك
مع ان ذٰلك لایکون الا بتقدیر الله
تعالٰی وھذا خطاب لمن ضعف
یقینه ووقف نظره عند الاسباب[2] اھ
ففی ھٰذا نوع میل الٰی ماعلیه
الجمهور ووقع نحوه للعلامة
الزرقانی فی شرح المؤطا فی موضع
واحد فقال تحت قوله صلی الله
تعالٰی علیه وسلم لایحل الممرض
علی المصح فربما یصاب
بذٰلك فیقول لو انی ما احللته
لم یصبه والواقع انه لولم یحله
لاصابه لان الله تعالٰی قدره
فنهی عنه لهٰذه العلة التی
لایؤمن غالبا من وقوعها
فی طبع الانسان وھو
قوله صلی الله تعالٰی
علیه وسلم فرمن
المجذوم فرارك من

جو کچھ کہا۔ پھر فرمایا کہ یہ حدیث، لاعدوٰی کے
منافی نہیں اس لئے کہ اس میں اعتقادِ جاہلیت
کی نفی ہے کیونکہ اس میں غیر اللہ کی طرف فعل کی
نسبت ہے الخ اور حدیث "کلّم المجذوم یعنی
مجذوم کے ساتھ دور سے کلام کرو" کے ذیل میں فرمایا
ایسا نہ ہو کہ کہیں تجھے مرضِ جذام لگ جائے اور تو
یہ سمجھنے لگے کہ مریض کی بیماری اڑ کر تمھیں لگ گئی حالانکہ
تقدیرِ الٰہی کے بغیر اس طرح نہیں ہو سکتا۔ اور یہ
اس کو خطاب ہے جو یقین میں کمزور ہو، اور اس کی
نظر صرف ظاہری اسباب پر ہی ٹھہرتی ہو اھ، اس میں
جمہور کے مذہب کی طرف ایک طرح میلان پایا جاتا
ہے، اور اسی نوع کا وقوع علامہ زرقانی سے
شرح مؤطا میں ایک جگہ ہوا ہے چنانچہ علامہ موصوف
نے حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے اس
ارشاد "کوئی مریض کسی تندرست آدمی کے پاس
نہ جائے" اس لئے کہ اگر اسے مرض لگ جاتا ہے
تو پھر وہ مریض یوں کہنے لگتا ہے کہ کاش میں اسکے
ہاں نہ جاتا یا اس سے نہ ملتا تو مجھے یہ مرض نہ لگتا'
حالانکہ فی الواقع اگر یہ مریض کے پاس نہ جاتا تب
بھی اس کو یہ مرض لگ جاتا کیونکہ اللہ تعالٰی نے
اس کے مقدر میں ایسا لکھ دیا تھا پس اس علت
کی وجہ سے اسے روک دیا گیا کیونکہ طبیعت انسانی
غالباً اس کے وقوع سے لاپروا اور بے فکر نہیں

[1] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ۱۴۱ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۲۰
[2] " " " " " ۶۳۸۰ " " " ۵/۱۴۱

Marfat.com

الاسد وان کنا نعتقد ان الجذام لا یعدی لکنا نجد فی انفسنا نفرۃ وکراھیۃ لمخالطتہ[1] اھ فھذا صریح فی وفاق الجمھور ثم قال اما النھی عن ایراد الممرض فی باب اجتناب الاسباب التی خلقھا اللہ وجعلھا اسبابا للھلاك او الاذی والعبد مامور باتقاء اسباب البلاء اذا کان فی عافیۃ منھا و فی حدیث مرسل عند ابی داؤد انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مر بحائط مائل فقال اخاف موت الفوات[2] اھ ففیہ میل ما الی القول الاٰخر بل کان جزما بہ لولا قولہ "او الاذی" ثم عاد فقال تحت قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ اذی ای یتاذی بہ لا انہ یعدی[3]

ہوسکتی۔ اور حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد "جذامی سے تم اس طرح بھاگو جیسے بوقتِ خوف شیر سے بھاگتے ہو" کا یہی مفہوم ہے، اگرچہ ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ مرضِ جذام متعدی نہیں ہوتا لیکن اپنے دلوں میں جذامی سے میل جول رکھنے سے نفرت اور کراہت پاتے ہیں اھ اور یہ صراحۃً مذہبِ جمہور سے اتفاق ہے۔ پھر فرمایا لیکن مریض کے پاس جانے سے ممانعت کرنا ان اسباب سے بچنے کے باب سے ہے جنھیں اللہ تعالٰی نے پیدا فرمایا اور انھیں ہلاکت اور تباہی کے اسباب بنایا یا ممانعت ایذا رسانی کے باعث ہے اور بندہ کو اسبابِ بلا سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے جبکہ وہ ان سے بچ سکے، چنانچہ ابوداود کی ایک مرسل (بلاسند) روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک مائل بانہدام (جھکی ہوئی) دیوار کے قریب سے گزرے تو ارشاد فرمایا میں موت فوات سے ڈرتا ہوں اھ پس اس میں دوسرے قول کی طرف تھوڑا سا میلان ہے بلکہ اس پر اظہار یقین ہے بشرطیکہ او الاذی کا قول متصل نہ ہوتا، پھر سابق کلام کی طرف رجوع کرتے ہوئے حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد انہ اذی (وہ ایذا ہے) کے ذیل میں فرمایا یعنی اذیت ہوگی (مریض اور تندرست کے لئے)

[1] شرح الزرقانی علی موطا امام مالک باب عیادۃ المریض والطیرۃ دار المعرفۃ بیروت ۴/۳۳۳

[2] " " " " " " " " ۴/۳۳-۳۳۴

[3] " " " " " " " " ۴/۳۳۴

Marfat.com

ثم نقل عن یحییٰ بن یحییٰ ماقدمناہ وقد أذناك ان المائلین الی ھذا القول کالتورپشتی والطیبی والقاری قد اعترفوا جمیعا کنص الشیخ المحقق والزرقانی ان ابطال العدوٰی راسا ھوالذی علیہ الاکثرون اقول وارجوان لاینکر علیہ بما قال الامام النووی فی شرح مسلم قال جمھور العلماء یجب الجمع بین ھٰذین الحدیثین وھما صحیحان قالوا وطریق الجمع ان حدیث لاعدوٰی المراد بہ نفی ماکانت علیہ الجاھلیۃ تزعمہ وتعتقدہ ان المرض والعاھۃ تعدی بطبعھا لابفعل اللہ تعالٰی واما حدیث لایورد ممرض علٰی مصح، فارشد فیہ الی مجانبۃ مایحصل الضرر عندہ فی العادۃ بفعل اللہ تعالٰی وقدرہ قال فھذا الذی ذکرناہ من تصحیح الحدیثین والجمع بینھما ھوالصواب الذی علیہ جمھور العلماء ویتعین المصیر الیہ[1] اھ فقد یکون المعزوالی جمھور

نہ کہ مرض میں تجاوز ہے۔ پھر انھوں نے یحیٰی بن یحیٰی سے وہی نقل کیا جو ہم پہلے بیان کرآئے ہیں اور بلاشبہہ ہم نے تمھیں آگاہ کردیا ہے کہ جو لوگ اس قول کی طرف مائل ہیں جیسے تورپشتی، طیبی اور ملّا علی قاری شیخ محقق اور زرقانی کی تصریح کی طرح وہ سب اس بات کے معترف ہیں کہ بالکلیہ تعدیہ مرض کے ابطال کا موقف زیادہ تر اہلِ علم رکھتے ہیں۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) میں اُمید رکھتا ہوں کہ جو کچھ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں فرمایا اس کا انکار نہیں کیا جائے گا (اور وہ یہ ہے) جمہور علماء نے فرمایا ان دو حدیثوں کو جمع کرنا ضروری ہے اور وہ دونوں صحیح ہیں، جمہور فرماتے ہیں دونوں کو جمع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ حدیث "لاعدوٰی" سے اس چیز کی نفی مراد ہے کہ جس پر اہلِ جاہلیت قائم تھے چنانچہ وہ گمان اور اعتقاد رکھتے تھے کہ مرض اور آفت اپنی طبعی حالت سے تجاوز کرتے ہیں نہ کہ اللہ تعالٰی کی کارکردگی سے۔ (رہی حدیث کہ "مریض تندرست کے پاس نہ جائے" اس میں اس چیز سے بچنے کی راہنمائی فرمائی ہے کہ جس سے بطور عادت اللہ تعالٰی کے فضل اور قضاء و قدر سے ضرر حاصل ہوتا ہے۔ امام نووی نے فرمایا یہ وہی ہے جس کو ہم نے بیان کیا ہے (یعنی) دو حدیثوں کی تصحیح اور ان دونوں کو جمع کرنا یہی وہ راہِ صواب ہے کہ جس پر جمہور علماء قائم ہیں اور اسکی طرف رجوع کرنا متعین ہے اھ لہٰذا جمہور علماء کی

---

[1] شرح صحیح مسلم للنووی کتاب السلام باب لاعدوٰی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۰

Marfat.com

العلماء وجوب الجمع وتصحيح الحديثين لاخصوص هذا الجمع و ربما يشير اليه انه بعد ذكره هذا الجمع لم يقل ان هذا الذي ذكرناه هو الصواب الذي عليه الجمهور بل فسر المذكور بقوله من تصحيح الحديثين والجمع بينهما ولو اراد خصوص الجمع لم تكن حاجة الى التفسير اصلا لكون الاشارة متصلة بذلك الجمع من دون فصل فضلا عن يفسره بالاعم وحينئذ يكون قوله هذا احترازا عن الوجهين الاولين الذين قدمناهما ان احد الحديثين غير ثابت او منسوخ فيكون مثل ما نقل هو فيما بعد عن الامام القاضي عياض انه قال وقد ذهب عمر رضي الله تعالىٰ عنه وغيره من السلف الى الاكل معه وراوا ان الامر باجتنابه منسوخ والصحيح الذي قاله الاكثرون ويتعين المصير اليه انه لا نسخ بل يجب الجمع بين الحديثين وحمل الامر باجتنابه والفرار منه على الاستحباب والاحتياط لا للوجوب واما الاكل

طرف دو چیزیں منسوب ہیں ایک وجوب جمع اور دوسری چیز دو حدیثوں کی تصحیح نہ کہ اس جمع کا خصوص۔ کبھی اسکی طرف اشارہ یہ چیز کرتی ہے کہ اس جمع کے ذکر کرنے کے بعد یہ نہیں فرمایا کہ جس کو ہم نے ذکر کیا ہے وہی صواب ہے کہ جس پر جمہور اہل علم قائم ہیں بلکہ مذکور کی اپنے قول "دو حدیثوں کی تصحیح اور انھیں جمع کرنے" سے تفسیر فرمائی۔ لہذا اگر خصوص جمع کا ارادہ کرتے تو اس تفسیر کی بالکل ضرورت اور حاجت نہ تھی اس لئے کہ اشارہ اس جمع سے پیوستہ یا وابستہ تھا نہ کہ الگ و جدا، چہ جائیکہ اس اعم سے اس کی تفسیر کرتے پھر اس صورت میں موصوف کا قول "ھذا" پہلی دو وجوہات سے جن کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں احتراز ہے، ایک یہ کہ دونوں حدیثوں میں سے ایک ثابت نہیں یا وہ منسوخ ہے پھر یہ کلام اسی جیسا ہوگا کہ جس کو اس کے بعد امام قاضی عیاض سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور دوسرے اسلاف مریض کے ساتھ کھانا کھانے کے جواز کی طرف گئے ہیں اور اس سے مراد یہ ہے کہ "امر بالاجتناب" (ان سے الگ رہنے کا حکم) منسوخ ہے پس صحیح وہی ہے جو اکثر اہل علم نے فرمایا لہذا اس کی طرف رجوع متعین ہے کہ یہاں کوئی نسخ نہیں بلکہ دو حدیثوں کو جمع کرنا واجب (ضروری) ہے، لہذا ان سے الگ اور کنارہ کش رہنے کا امر اور ان سے بھاگنے کا حکم استحبابی اور احتیاطی ہے

Marfat.com

معه ففعله لبيان الجواز[1] اھ، واذن يكون قوله قالوا وطريق الجمع الخ على ماھو المتعارف بين العلماء من نقل اقوال جمع، بلفظة قالوا الاان مرجعه جمهور العلماء كيلا يخالف نقل الاكثرين عن الاكثرين منهم التوربشتی والقاری انفسهما والله تعالٰی اعلم، ثم من الحجة لنا عليهم، اوّلاً ظاهر الاحاديث المتواترة كما اعترفوا به ولا معدل عن ظاهر الا بدليل واين الدليل وثانيًا ما قدمنا عن الامام الطحاوی ان لوكان ذٰلك من اسباب الهلاك العادية لم يفعله النبی صلی الله تعالٰی عليه وسلم ولا الخلفاء الراشدون ولا امر بالاكل معهم تواضعا وايمانا فان مجانبته حينئذ مامور به شرعا لقوله تعالٰی ولا تقتلوا انفسكم[2] وقوله تعالٰی ولا تلقوا بايديكم الی التهلكة[3] وكان كالجدار المائل

وجوبی نہیں۔ رہا یہ کہ ان کے ساتھ کھانا پینا، تو ایسا کرنا بیانِ جواز کے لئے ہے اھ پھر تو موصوف کا قول قالوا وطریق الجمع الخ اس پر مبنی ہے کہ جو علماء کے درمیان متعارف ہے کہ وہ ایک جماعت کے اقوال کو لفظ قالوا سے نقل کرتے ہیں ہاں مگر اس کا مرجع جمہور علماء ہیں تاکہ اکثر کی نقل اکثر کے مخالف نہ ہو، ان میں خود توربشتی اور ملا علی قاری شامل ہیں اور اللہ تعالٰی ظاہر و باطن کو خوب جانتا ہے۔ پھر ہماری دلیل ان کے خلاف متعدد وجوہ سے ہے اوّل متواتر حدیثوں کے ظاہر کی دلالت، جیسا کہ خود مخالفین کو اس بات کا اعتراف ہے اور ظاہر ہے بغیر دلیل عدول نہیں ہوسکتا اور یہاں دلیل کہاں، دوم ہم امام طحاوی کے حوالہ سے پہلے نقل کرچکے ہیں اگر وہ "اختلاط مرض" ہلاکت عادیہ کے اسباب میں سے ہوتا تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور خلفاء راشدین ہرگز ایسا نہ کرتے (اقدام اختلاط) اور نہ ان کے ساتھ (یعنی مریضوں کے ساتھ) بربنائے تواضع اور ایمان کھانے پینے کا حکم فرماتے کیونکہ پھر تو ان سے علیحدگی اور کنارہ کشی شرعًا مامور بہ ہے اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کی وجہ سے "اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو" یا "اپنے آپ کو

---

[1] شرح مسلم للنووی بحوالہ قاضی عیاض باب السلام باب لاعدوٰی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۳۲-۲۳۳
[2] القرآن الکریم ۴/۲۹ [3] القرآن الکریم ۲/۱۹۵

Marfat.com

والسفينة المكسورة وقد اعترف به هؤلاء المثبتون للعدوى كما ستقف

اقول

وليس من التوكل المعارضة مع الاسباب والهجوم على ما جرت العادة بافضائه الى التباب ولا يحل لاحد ان يلقى نفسه من فوق جبل توكلا على ربه عز وجل وايقانا بانه لا يضره ان لم يشاء وقد حكى ان الشيطان سال ذلك سيدنا عيسى كلمة الله على نبينا الكريم وعليه الصلوٰة والتسليم فقال لا اختبر ربى ونصوا بممانعة ركوب البحر عند هيجانه وبه ظهر الجواب عن حمل مثبتى العدوى حديث كل ثقة بالله وامثاله على التوكل ومتاركة الاسباب وقد ذكر من فعل الصديق الاكبر والفاروق الاعظم ومبالغتهما فى ذلك ما يرشدك انه نص فى رد ما ذهبوا اليه ولنذكر ههنا

مت قتل کرو" اور یہ گرنے والی دیوار اور ٹوٹی ہوئی کشتی کی طرح ہوگا، اور اثبات تعدیہ کرنے والے حضرات بھی اس کے قائل اور معترف ہیں جیسا کہ عنقریب آپ آگاہ اور واقف ہو جائیں گے،

اقول

(میں کہتا ہوں) یہ توکل نہیں کہ اسباب کے ساتھ معارضہ (مقابلہ) کیا جائے۔ اور جو چیز تباہی و ہلاکت تک لے جائے بے سوچے اس میں پڑ جانا ہرگز جائز نہیں، نیز کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ اپنے آپ کو پہاڑ کے اُوپر سے گرائے، اللہ تعالٰے پر توکل کا نام لیتے ہوئے اور اس یقین و بھروسے کے ساتھ کہ اگر اللہ تعالٰے نہ چاہے تو کوئی چیز نقصان نہیں دے سکتی ایسا کرنا جائز نہیں چنانچہ حکایت بیان کی گئی ہے کہ سیدنا حضرت عیسٰے کلمۃ اللہ علیہ وعلٰی نبینا الصلوٰۃ والسلام سے یہی سوال شیطان نے کیا تھا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں اپنے پروردگار کا امتحان نہیں کرتا اور اسے نہیں آزماتا۔ اہلِ علم نے صراحت فرمائی کہ سمندر میں جوش اور طوفان آنے کے وقت بحری سفر نہ کیا جائے، اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ قائلین بالتعدیہ حدیث کل ثقۃ" باللہ اور اس جیسی دوسری حدیثوں کو عملِ توکل اور ترکِ اسباب پر محمول کرتے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰے عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے فعل سے یہ بیان کیا گیا اور اس باب میں ان دونوں کے مبالغہ کرنے میں تمہارے لئے ایسی راہنمائی ہے

Marfat.com

كلام العلامة على القارى عليه رحمة البارى فانه جمع ما اتى به المثبتون و زاد و نذكر فى خلاله ما فتح الله تعالٰى علينا من وجوه اختلاله قال رحمه الله تعالٰى قد اختلف[ع] العلماء فى التاويل فمنهم من يقول المراد منه نفى ذلك وابطاله على ما يدل عليه ظاهر الحديث وهم الاكثرون ومنهم من يرى انه لم يرد ابطالها فقد قال صلى الله تعالٰى عليه وسلم فر من المجذوم فرارك من الاسد[1] اقول ارادة الابطال هو الظاهر كما اقر به وما ذكر لا يصلح صارفا له لما علمت من وجوه التاويل، قال وقال صلى الله تعالٰى

جو ان لوگوں کے مذہب کے رَد کرنے کے لئے (واضح) نص ہے۔ ہمیں یہاں مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کلام ذکر کرنا چاہیے کیونکہ اہلِ اثبات جو کچھ لائے ہیں اس سب کو جمع اضافہ انھوں نے یکجا کیا ہے اور ان کی خلل پذیر وجوہات کے بارے میں جو اللہ تعالےٰ نے ہم پر منکشف فرمائیں اس دوران ہم ان کا بھی ذکر کریں گے۔ چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا اہل علم کا اس مسئلہ کی تاویل میں اختلاف ہے ان میں بعض وُہ ہیں جو فرماتے ہیں اس سے نفی اور اس کا ابطال مراد ہے اس بنا پر کہ ظاہر حدیث اس پر دلالت کرتی ہے اور وُہ اہل علم اکثر یعنی (کثیر تعداد میں) ہیں اور کچھ دوسرے وہ ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ بطلان (تعدیہ) مراد نہیں کیونکہ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جذامی سے ایسے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو"۔ اقول (میں کہتا ہوں) ارادہ ابطال ہی ظاہر ہے جیسا کہ خود موصوف نے اس کا اقرار کیا اور جو کچھ (اس کے خلاف) ذکر کیا گیا وہ اس کے لئے دافع نہیں جیسا کہ وجوہِ تاویل سے تمھیں معلوم ہوگیا، علامہ موصوف

ع هذا كله كلام التوربشتى سوى ما زاد من شرح المنحة ۱۲ منه۔

ع یہ سب تورپشتی کا کلام ہے ماسوائے اس چیز کے جو شرح المنحہ سے زائد کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/۳۴۳

Marfat.com

علیہ وسلم لایوردن ذو عاھۃ علی
مصح[1] اقول ھذا الضعف وابعد
بعد ماروینا عن المؤطا انہ صلی
اللہ تعالٰی علیہ وسلم لما نفی
العدوی ونھی عن ایراد
الممرض قالوا وماذاك قال
وانما اراد بذلك نفی ما کان
یعتقدہ اصحاب الطبیعۃ فانھم
کانوا یرون العلل المعدیۃ
موثرۃ لامحالۃ فاعلمھم ان
لیس الامر علی مایتوھمون
بل ھو معلق بالمشیۃ ان شاء
کان وان لویشاء لم یکن[2]
اقول کل شئ کذلك وجمیع
الاسباب متساویۃ الاقدام فی
ذلك ولم یات الشرع بنفی الاسباب
بل اثبتھا وارشد الی نفی
تاثیرھا واعتقاد اصحاب الطبیعۃ
فی العین لیس بادون من
اعتقادھم فی العدوی ثم
لم یات الشرع بنفیھا بل قال العین
حق قال ویشیر الی ھذا المعنی
قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "فمن اعدی الاول"

نے فرمایا حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا آفت ومصیبت والے کسی تندرست کے پاس
نہ جائیں۔ اقول (میں کہتا ہوں) یہ زیادہ ضعیف
اور زیادہ بعید ہے بعد اس کے کہ ہم نے مؤطا کے حوالے
سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم نے جب تعدیہ مرض کی نفی فرمائی اور لوگوں کو
مریض کے پاس جانے سے منع فرمایا تو لوگوں نے استفسار
کیا کہ یہ کیوں

موصوف نے فرمایا کہ اس سے آپ کا ارادہ نفی کرنے
کا تھا جس کا ارباب طبیعت اعتقاد رکھتے ہیں کیونکہ
وہ بلاشبہہ علل متعدیہ کو مؤثر سمجھتے تھے اس لئے آپ نے
ان لوگوں کو اس بات پر آگاہ فرمایا کہ وہ معاملہ جس کا
انھیں وہم ہے وہ اللہ تعالٰی کی مشیت سے معلق ہے
اگر وہ چاہے تو مرض لاحق ہوگا نہ چاہے تو نہیں ہوگا
اقول (میں کہتا ہوں) ہر شے اسی طرح ہے اور
تمام اسباب اس میں متساوی اقدام ہیں اور شریعت
نے اسباب کی نفی نہیں کی بلکہ انھیں ثابت کیا ہے
اور ان کی نفی تاثیر کی راہنمائی فرمائی ہے اور نظر بد میں
اصحاب طبیعت کا اعتقاد اس سے کم نہیں
جتنا تعدیہ مرض میں ہے۔ اور شریعت نے اس
کی نفی بھی نہیں فرمائی بلکہ فرمایا: نظر حق ہے۔ علامہ
موصوف نے فرمایا اور اسی معنی کی طرف حضور صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد فمن اعدی الاول

---

[1] و [2] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/۳۴۳

Marfat.com

ای ان کنتم ترون ان السبب فی ذٰلك العدوی لاغیر فمن اعدی الاول ، **اقول اولاً** بون بیّن بین ان یعتقدوا العلل مؤثرۃ فی العدوی وان یعتقدوا العدوی ھی المؤثرۃ وحدھا والثابت عنھم ذٰلك لاھذا وقد وقع مثل ھذا للمناوی فی التیسیر فقال ھو من الاجوبۃ المسکتۃ اذ لو جلبت الادواء بعضھا بعضا لزم فقد الداء الاول لفقد الجالب[2] اھ وانت تعلم انہ غیر لازم اصلا مالم یقولوا بالسبب عند سلب الجلب ولیس ھذا زعمھم ولا لازم زعمھم والترجیح الفصیح فی تفسیر الحدیث ماقدمت والیہ جنح الامام الطحاوی کما علمت ذکرہ بلسان المتکلم الامام العینی فی شرح البخاری فقال ای من اجرب البعیر الاول یعنی ممن سری الیہ الجرب فان قلت من بعیر اٰخر یلزم التسلسل

یعنی پہلے آدمی تک کس سے مرض پہنچا یعنی اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ اس میں سبب مرض تعدیہ ہے تو پہلے مریض تک کیسے تعدیہ ہوا ، **اقول اولاً** (میں اولاً کہتا ہوں) دونوں میں فرق ظاہر اور واضح ہے وہ یہ کہ تعدیہ میں علل کے مؤثر ہونے کا اعتقاد رکھیں اور صرف تعدیہ ہی کو مؤثر سمجھیں، پس ان سے پہلی شق ثابت ہے نہ کہ دوسری ۔ اسی کی مثل علامہ مناوی سے تیسیر میں مذکور ہوا ہے ، چنانچہ انھوں نے فرمایا کہ یہ مسکت جوابات میں سے ہے اس لئے کہ اگر امراض میں ایک دوسرے سے کشید ہو تو پھر پہلے مریض کا مرض مفقود ہو جانا چاہیے اس لئے کہ اس کے لئے کوئی جالب نہیں اھ تم جانتے ہو کہ یہ قطعاً لازم نہیں آتا جب تک وہ سلب جلب کے علاوہ کسی سبب کا قول نہ کریں حالانکہ ان کا یہ خیال (زعم) نہیں اور نہ ان کے زعم سے یہ لازم آتا ہے لہذا صحیح' راجح قول وہی ہے جو میں نے پہلے بیان کر دیا ہے اور امام طحاوی اسی طرف مائل ہیں جیسا کہ آپ جانتے ہیں' امام عینی نے شرح بخاری میں متکلم کی زبان میں ذکر کیا ہے ، چنانچہ فرمایا یعنی پہلے اونٹ کو کس طرح خارش ہوئی ، اگر تم کہو کہ دوسرے اونٹ سے ، تو تسلسل لازم آئے گا ، اگر تم کہو کہ کسی دوسرے سبب سے مرض منتقل ہوا تو اس کا بیان تمہارے

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/۳۴۳

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث فمن اعدی الاول مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۲/۱۴۳

Marfat.com

وان قلت بسبب اٰخر فعليك بيانه
وان قلت ان الذی فعله فی الاول
هو الذی فعله فی الثانی ثبت
المدعی وهو ان الذی فعل
فی الجميع ذٰلك هو الله الخالق
القادر علی کل شئ وهذا جواب
من النبی صلی الله تعالٰی عليه وسلم فی
غاية البلاغة والرشاقة اھ[1] اقول کل کلامه
صلی الله تعالٰی عليه وسلم کذلك کيف
وقد اوتی جوامع الکلم ولاحاجة فی
تفسير الی ماذکرتم من الشق الثانی
فانه اذا اعترف انه ليس بالعدوی
بل بسبب اٰخر فقد انقطع لثبوت ان
للمرض سببا اٰخر فليکن الثانی ايضا
بذلك السبب فلم تثبت العدوی
لعدم الدليل علی الدعوی
واقول ثانيا علٰی کل
فای اشارة فی من
اعدی الاول الی اثبات
العدوی عادة لاتاثيرا
قال وبين بقوله فر من
المجذوم وبقوله لايوردن
ذو عاهة علی مصح ان

ذمے ہے، اگر تم یہ کہو کہ جس نے پہلے کو مرض لگایا
اسی نے دوسرے کو بھی مرض میں مبتلا کیا، تو پھر اس
صورت میں ہمارا دعوٰی ثابت ہوگا۔ اور وہ یہ ہے
کہ جو سب میں یہ کچھ کرتا ہے وہی اللہ تعالٰی ہے
جو خالق ہے ہر چیز پر قادر ہے۔ حضور صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم سے یہ جواب انتہائی درجہ
بلیغ اور خوب صورت انداز میں سُنا گیا اھ
اقول (میں کہتا ہوں) حضور صلی اللہ تعالٰی
علیہ وآلہ وسلم کا ہر کلام اسی طرح فصیح و بلیغ
اور جامع ہے اور یہ کیونکر نہ ہو جبکہ آپ کو جوامع الکلم
یعنی جامع کلمات سے نوازا گیا۔ اور تفسیر
میں تمہاری بیان کردہ دوسری شق کی کوئی ضرورت
اور حاجت نہیں کیونکہ جب اعتراف ہوگیا کہ
یہ اثر عدوٰی سے نہیں بلکہ کسی دوسرے سبب
سے ہے تو پھر بات ہی ختم ہوگئی اس ثبوت کی
وجہ سے کہ مرض کا کوئی دوسرا سبب ہے تو
پھر ہوسکتا ہے کہ دوسرے مریض کو بھی اسی
سبب سے مرض لاحق ہوگیا ہو، نتیجہ یہ کہ اس
صورت میں تعدیہ مرض (مجذومی) ثابت نہ ہوا
کیونکہ اس دعوٰی پر کوئی دلیل موجود نہیں۔
واقول ثانیاً (اور میں ثانیاً کہتا ہوں کہ)
ہر تقدیر پر متن اعدی الاول میں کونسا اشارہ ہے کہ
تعدیہ بطور تاثیر تو ثابت نہیں ہاں البتہ بطور

---

[1] عمدة القاری کتاب الطب باب لاہامة ادارة الطباعة المنیریة بیروت ۲۱/۲۸۸

Marfat.com

مداناة ذلك سبب العلة فليتقه اتقاءه من الجدار المائل والسفينة المعيوبة[1] اقول فاذن كان يجب التباعد عنه على الخواص والعوام وينافيه ما ثبت من فعله صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وفعل الخلفاء الراشدين وحديث كل مع صاحب البلاء قال وقد رد الفرقة الاولى على الثانية فى استدلالهم بالحديثين ان النهى فيهما انما جاء شفقا على مباشرة احد الامرين فتصيبه علة فى نفسه او عاهة فى ابله فيعتقد ان العدوٰى حق اھ قلت وقد اختاره العسقلانى فى شرح النخبة وبسطنا الكلام معه فى شرح الشرح ومجمله انه يرد عليه اجتنابه علیہ الصلوٰۃ والسلام عن المجذوم

عادت ثابت ہے علامہ موصوف نے فرمایا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے ارشاد "جذامی سے دُور بھاگو" اور اپنے ارشاد "مصیبت بیماری والے کسی صحتمند تندرست آدمی کے پاس نہ جائیں" میں بیان فرمایا کہ اس کا قرب سببِ مرض ہے لہذا اس سے اس طرح بچے جیسے گرنے والی دیوار اور ٹوٹی پھوٹی کشتی سے بچتا ہے اقول (میں کہتا ہوں کہ) پھر تو اس سے عوام و خواص سب کو دُور رہنا چاہیے حالانکہ یہ حضور اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے فعل کے منافی اور خلاف ہے اور حدیث کل مع صاحب البلاء (صاحبِ مصیبت کے ساتھ کھانا کھاؤ) کے خلاف ہے۔ علامہ موصوف نے فرمایا پہلے فرقہ نے دوسرے فرقہ پر دو حدیثوں کے حوالے سے ان کے استدلال کرنے پر رُد کیا ہے کہ دونوں میں نہی اس شفقت پر مبنی ہے کہ کہیں دو باتوں میں سے ایک سے مباشرت ہو جائے کہ وُہ خود بیمار ہو جائے یا اس کے اونٹوں پر کوئی آفت آجائے پھر اس کا یہ اعتقاد ہو جائے کہ تعدیہ مرض حق ہے چنانچہ ابنِ حجر عسقلانی نے اسے شرح النخبہ میں اختیار کیا ہے اور ہم نے شرح الشرح میں پوری تفصیل سے اس بارے میں کلام کیا ہے۔ اس کا محل بیان یہ ہے کہ ان پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۳۴۳

Marfat.com

عند ارادۃ المبایعۃ[1] اقول قد مرفیہ من الوجوہ مایکفی ویشفی ولایثبت معھا اجتنابہ صلی اللہ تعالٰی وسلم عنہ بالمعنی الذی رقم علی انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ربما کان یتنزل من مرتبتہ لیستن بہ' قال مع ان منصب النبوۃ بعید من ان یورد لحسم مادۃ ظن العدوٰی کلامایکون مادۃ لظنھا ایضا، فان الامر بالتجنب اظھر فی فتح مادۃ ظن ان العدوی لھا تاثیر بالطبع[2] اقول اولا قد قدمنا فی تقریر کلام النفاۃ السراۃ مایرشدک الی الجواب الم تران النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قد نفی العدوی جھارا واعلن بہ مرارا وقطع عرقہ بقولہ فمن اعدی الاول وقولہ فمن اجرب الاول وقولہ ذٰلکم القدر

علیہ وآلہ وسلم نے اس جذامی سے ارادہ بیعت کے وقت اجتناب فرمایا اقول (میں کہتا ہوں کہ) اس میں اتنی وجوہات بیان ہوئیں کہ جو کافی وشافی ہیں لہٰذا ان کی موجودگی میں حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم کا اس جذامی سے اجتناب اس معنی میں ثابت نہیں جو تحریر کیا گیا، علاوہ ازیں یہ بات ملحوظ رہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی کبھی اپنے مقام رفیع سے تنزّل فرماکر کوئی ایسا رویّہ بھی اختیار فرماتے ہیں کہ اس سے آپ کی سنّت قائم ہو اور اس کی اقتداء کی جائے۔ علامہ موصوف نے فرمایا اس کے باوجود منصب نبوت سے بعید ہے کہ وہ ظن عدوٰی کے مادہ کو قطع کرنے کے لئے ایسا کلام فرمائیں جو خود ظن عدوٰی کے لئے مادہ بن جائے کیونکہ عدوٰی سے بچنے کا حکم دینا خود مادۂ ظن کے انکشاف کو زیادہ کرتا ہے کہ عدوٰی کے لئے طبعی تاثیر ہے اقول (میں کہتا ہوں) اوّلاً بیشک ہم نے نفی کرنیوالے افتخار کرنیوالے اکابرین کی تقریر کلام میں جو کچھ بیان کیا ہے وُہ تمہارے لئے جواب کی راہنمائی اور نشان دہی کرتا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضور اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے نفی عدوٰی برسرِعام (کھلم کھلا) فرمائی اور متعدد بار اس کا اعلان فرمایا اور اپنے ان ارشادات سے اعدی الاول' فمن اجرب الاوّل، ذلکم القدر (یعنی پہلے

---

[1] و [2] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/۳۴۳

Marfat.com

وقد بلغه تبليغا واضحا معروفا
عند الكل حتى تواتر عنه صلى
الله تعالىٰ عليه وسلم وشاع
وذاع وملأ الاسماع و البقاع
فاى مثار لهذا الظن بعد
كل هذا الشد الشن بيد انه
اذ قد ان بدت هذه الوسوسة
من قلوب المؤمنين بقيت
خشية انهم لانتفاء هذا
التوهم يخالطون المبتلين
ولا يتحامونهم وفيهم ضعفاء
اليقين بل هم الاكثرون
والشيطان يجرى من
الانسان مجرى الدم وكان
امر الله قدرا مقدورا فان اصاب
احدا شئ يلقى العدو فى
قلبه ان هذا للعدوى فيفر
هذا بدينه اشد مما كان
يفر لو لم يعلم ان النبى
صلى الله تعالىٰ عليه وسلم
قد نفاها فحملته رحمته
صلى الله تعالىٰ عليه وسلم
من رؤف بالمؤمنين رحيم
ان نهاهم عن المخالطة
اذ بدونها ان حدث

میں کیسے تعدیہ مرض ہوا، پہلے کو کس نے خارش لگائی، یہ تقدیر کی باتیں ہیں) اس کی جڑ کاٹ دی اور اس کی ایسی تبلیغ فرمائی جو سب کے ہاں مشہور و معروف ہے یہاں تک کہ یہ مسئلہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے تواتر (تسلسل) کی حد تک پہنچ گیا ہے اور لوگوں میں پھیلا اور شائع ہوا اس کی خوب اور بار بار سماعت ہوئی پھر اس شدت بندش کے بعد اس گمان کے لئے کون سی گنجائش باقی رہ جاتی ہے بغیر اس کے کہ جب اہل ایمان کے دلوں سے اس وسوسے کا ازالہ کر دیا گیا تو یہ خدشہ باقی رہ گیا کہ وہ اس انتفائے وہم کے باعث مصیبت زدہ لوگوں سے اختلاط (میل جول) رکھنے لگیں گے اور ان سے احتراز نہ کریں گے حالانکہ ان میں ضعیف الاعتقاد لوگ کثرت سے ہیں (اور حال یہ ہے) شیطان انسانی جسم میں خون کی طرح چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہو کر رہتا ہے لہذا اگر کسی کو کوئی مصیبت پہنچ گئی تو یہ دشمن (شیطان) اس کے دل میں یہ وسوسہ ڈالے گا کہ یہ سب کچھ متعدی اثرات کا نتیجہ ہے یعنی تعدیہ مرض اس کا سبب بنا تو یہ شخص اپنے دین سے زیادہ دور ہو جائیگا بنسبت مصیبت زدہ سے دور ہونے کے۔ اگر اسے یہ علم نہ ہوا کہ حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اس عدویٰ کی نفی فرمائی ہے، اس لئے حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جو مومنوں کے لئے رؤف اور رحیم ہیں کی رحمت اس سبب سے ہوئی کہ لوگوں کو مریضوں

Marfat.com

شئ والعیاذ باللہ تعالیٰ لا یحدث فساد اعتقاد و اذا کان الامر فی ھذا الباب کما وصفنا لک فھل کان لسد ھذا الباب طریق غیر ھذا الطریق الانیق الذی سلکہ الحکیم الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واذا کان الامر بالتجنب عندکم شفقا علی ابدانھم فما لکم لا تجیزونہ شفقا علی ایمانھم فعلیک بالانصاف **ثانیًا** یا سبحٰن اللہ من این جاء ظن التاثیر بالطبع الیس قد نھی الشارع عن اقتحام اسباب الھلاک و اسرع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیث مر بھدف مائل فھل فیہ فتح باب ظن انھا تؤثر بذاتھا قال وعلی کل تقدیر فلا دلالۃ اصلا علی نفی العدوی مبینا واللہ تعالیٰ اعلم **اقول اوّلًا** ان لم یدل نفی الجنس والنکرۃ الداخلۃ فی خیر النفی علی عموم النفی فماذا یدل بل لا دلالۃ علی تخصیص النفی بکونھا بالطبع، واللہ تعالیٰ اعلم، **وثانیا** لم یظھر لی

کے ساتھ اختلاط سے منع فرمایا کیونکہ اگر کوئی حادثہ ہوگیا تو فسادِ اعتقاد نہ ہو اور جب اس باب میں معاملہ یہ ہے جیسا کہ ہم نے تمہارے لئے بیان کردیا تو اس باب کو بند کرنے کے لئے کوئی اور پسندیدہ اور خوبصورت طریقہ ہے جو حکیم ورحیم نے وضع فرما کر لوگوں کے لئے پیش کیا ہو۔ جب تمہارے نزدیک الگ رہنے کا حکم شفقت علی الاجسام کی بدولت ہے تو پھر تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ لوگوں کے ایمان پر رحم کھاتے ہوئے اسے کیوں جائز نہیں قرار دیتے ہو، پس انصاف تمہارے ہاتھ ہے۔ **ثانیًا** اے اللہ پاک تاثیر طبعی کا گمان کہاں سے آگیا۔ کیا شارع نے اسبابِ ہلاکت میں گھسنے سے منع نہیں فرمایا، خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک گرنے والی دیوار کے پاس سے جلدی گزرے تو کیا اس میں باب ظن کھلتا ہے کہ تعدیہ مرض بالذات موثر ہوتا ہے۔ علامہ موصوف نے فرمایا بہر تقدیر عدوٰی کے سبب ہونے کی نفی پر اصلًا کوئی دلالت نہیں اور اللہ تعالیٰ بخوبی سب کچھ جانتا ہے۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) **اوّلًا** اگر نفی جنس اور نکرہ جو محلِ نفی میں داخل ہے (اگر یہ دونوں) عموم نفی پر دلالت نہ کریں تو پھر عموم نفی پر کون سی چیز دلالت کرے گی، بلکہ عدوٰی طبعی کی نفی کی تخصیص پر کوئی دلالت نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔ **وثانیًا** علامہ موصوف کے اس قول

۱؎ مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۲۴۳

Marfat.com

معنی قولہ علی کل تقدیر فان علی تقدیر تعمیم النفی الدلالۃ علیہ فی غایۃ الظہور فلیتامل قال قال الشیخ التورپشتی واری القول الثانی اولی التاویلین لما فیہ من التوفیق بین الاحادیث الواردۃ فیہ[1] اقول اولا التوفیق حاصل علی القول الاول ایضا کما بینا ولعلہ لہذا اعدل الطیبی عن ہذا التعلیل الی قولہ اری القول الثانی اولی لما فیہ من التوفیق بین الاحادیث والاصول الطبیۃ التی ورد الشرع باعتبارہا علی وجہ لاینا قض اصول التوحید[2] اھ، اقول لاحاجۃ بنا الی تطبیق الشرع باصول الطب الفلسی بل نؤمن بالشرع و نجری نصوصہ علی ظواہرہا فان وافقہا الطب وغیرہ فذاک والا رمینا المخالف بالجدار کائنا ما کان والحمد للہ رب العلمین

"علی کل تقدیر" کے معنی مجھ پر ظاہر اور واضح نہیں ہوئے، کیونکہ تعمیم نفی کی تقدیر پر تو اس معنی میں بہت واضح اور جلی دلالت موجود ہے پس غور کرو۔ موصوف نے فرمایا شیخ تورپشتی نے کہا میں دوسرے قول کو دو تاویلوں میں سے زیادہ بہتر خیال کرتا ہوں کیونکہ اس کو اختیار کرنے سے احادیث واردہ فی الباب میں موافقت اور مطابقت ہوجاتی ہے **اقول اولاً** (میں اوّلاً کہتا ہوں کہ) قول اول پر بھی دونوں میں موافقت موجود ہے جیساکہ ہم نے بیان کیا ہے اور شاید اسی وجہ سے علامہ طیبی نے اس تعلیل سے اس قول کی طرف عدول فرمایا کہ میں دوسرے قول کو زیادہ بہتر خیال کرتا ہوں کیونکہ اس میں احادیث واردہ اور قواعد طبیہ میں موافقت اور مطابقت ہوجاتی ہے کیونکہ علم طب کے اصول وقواعد کا شریعت نے ایسی وجہ پر اعتبار کیا ہے کہ وہ اصول توحید کے مناقض اور خلاف نہ ہوں اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) شریعت اور طب فلسفی کے اصول و قواعد میں ہمیں مطابقت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ ہم شریعت پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے نصوص کو ظاہر پر جاری کرتے ہیں پس اگر طب وغیرہ شرعی اصولوں کی موافقت کرے تو ٹھیک ہے

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/۳۴۳

[2] شرح الطیبی لمشکوٰۃ المصابیح " " " " " " " " ادارۃ القرآن کراچی ۸/۳۱۴

Marfat.com

واقول ثانیا بل التوفیق علی القول الاول اظہر وانور فان منصب النبوۃ اجل من ان یبالغ فی نفی امر حق ہذہ المبالغۃ ولا یرشد الی اثباتہ الا بامر محتمل غیر بین وثالثا بل حق التوفیق منحصر فیما اختارہ الجمہور لانہ لیس فیہ صرف شیئ من الاحادیث عن الظاہر وارتکاب تخصیص من دون ملجیئ ظاہر قال ثم لان القول الاول یفضی الی تعطیل الاصول الطبیۃ ولم یرد الشرع بتعطیلہا بل ورد باثباتہا والعبرۃ بہا علی الوجہ الذی ذکرناہ[1] اقول لا نسلم ان الشرع سلم الطب بتفاصیلہا والافاضل الثلثۃ التورپشتی والطیبی والقاری ہم الناقلون کغیرہم ان الاطباء یعتقدون الاعداء فی الطاعون والوباء فلو صدقہم الشرع

ورنہ مخالف چیز خواہ کوئی بھی ہو اسے پھینک دیں گے' اور تمام خوبیاں خدا کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے **اقول ثانیا** (میں دوبارہ کہتا ہوں) بلکہ قولِ اول پر موافقت و مطابقت زیادہ ظاہر اور روشن ہے اس لئے کہ مقامِ نبوت اس سے کہیں زیادہ عظیم و جلیل ہے کہ کسی امرِ حق کی نفی میں وہ اس قدر مبالغہ آمیزی کرے جبکہ اس کے اثبات میں صرف ایسے امر سے راہنمائی ہو سکتی ہو جو محتمل غیر واضح ہے۔ **وثالثا** (تیسری بات) بلکہ حق توفیق اس میں منحصر ہے کہ جس کو جمہور اہلِ علم نے اختیار فرمایا کیونکہ اس میں احادیث کو اپنے ظاہری مفہوم سے پھیرنا نہیں پڑتا اور اضطرارِ ظاہری کے بغیر ارتکابِ تخصیص نہیں کرنا پڑتا۔ علامہ موصوف نے فرمایا اس لئے کہ قولِ اول اصولِ طبیہ کے معطل کر دینے تک پہنچا دیتا ہے حالانکہ شریعت میں ان کا تعطل وارد نہیں بلکہ ان کا اثبات وارد ہے ان کا اعتبار اس طریقے پر ہو سکتا ہے جس کو ہم نے بیان کر دیا ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) ہم یہ نہیں مانتے کہ شریعت نے علمِ طب کی تمام تفصیلات کو تسلیم کیا ہے تین فضلاء۔ تورپشتی طیبی اور ملا علی قاری تو دوسروں کی طرح ناقل ہیں کہ اطباء طاعون اور وبا میں تعدیہ کا اعتقاد رکھتے ہیں اگر شریعت اس بارے میں ان کی تصدیق کرتی تو پھر جہاں

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/۳۴۳

Marfat.com

في ذلك لم يأمر بالثبات وعدم
الخروج من حيث وقع لكونه
اذ ذاك القاء بالايدي الى التهلكة
ولم يجعل الفار منه كالفار من
الزحف بل كان كالفار من جدار
يريد ان ينقض مع ان هذا
الامر متواتر عنه صلى الله تعالى
عليه وسلم وقد وعد عليه
الاجر العظيم فعلم ان مزعومهم
هذا باطل عند الشرع وانما نهى
عن الدخول عليه كما امر
بالفرار من المجذوم لانه عسى
ان يدخل فيبتلى بالقدر
فيقول أُعديت او يقول
لولا الدخول لما ابتليت ومثل
"لو" هذه تفتح عمل الشيطان
والعياذ بالله تعالىٰ قال ويدل
علىٰ صحة ما ذكرنا قوله صلى الله
تعالىٰ عليه وسلم قد بايعناك
فارجع وقوله صلى الله تعالىٰ عليه
وسلم كل ثقة بالله ولا سبيل الى
التوفيق بين هٰذين الحديثين
الا من هذا الوجه بيّن بالاول التوقي
من اسباب التلف و بالثاني
التوكل على الله جل جلاله

طاعون واقع ہو جائے وہاں لوگوں کو ٹھہرنے اور
کہیں باہر نہ جانے کا حکم نہ دیتی کیونکہ پھر تو اپنے
ہاتھوں ہلاکت میں پڑنا ہوتا، اور طاعون سے
بھاگنے والے کو جنگ سے بھاگنے والے کی
طرح قرار نہ دیتی بلکہ وہ گرنے والی دیوار کے پاس سے
بعجلت گزرنے کی طرح ہوتا باوجودیکہ یہ حکم آنحضرت
صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے متواتر منقول ہے
اور اس پر اجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا ہے، پس معلوم
ہوا کہ شریعت میں ان کا یہ خیال باطل ہے لہذا
جہاں طاعون پھوٹ پڑے وہاں اسی طرح جانا
منع ہے جس طرح جذامی کے پاس جانا ممنوع ہے
اور اس سے بھاگنے کا حکم ہے اس لئے کہ اگر
وہاں جانے کی صورت میں بقضاء و قدر مبتلائے
مصیبت ہو گیا تو کہنے لگے گا کہ مجھ پر تعدیہ مرض ہو گیا
یا یوں کہنے لگے گا کہ اگر وہاں نہ جاتا تو مبتلائے مرض
نہ ہوتا، اور یہ حرفِ "لو" شیطانی عمل کا دروازہ
کھولتا ہے، اللہ تعالےٰ کی پناہ۔ علامہ موصوف
نے فرمایا اس کی صحت پر جو کچھ ہم نے بیان کیا
حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد
دلالت کرتا ہے کہ لوٹ جاؤ ہم نے تمھیں (زبانی)
بیعت کر لیا ہے اور آپ کا یہ ارشاد "اللہ تعالیٰ پر
بھروسہ کرتے ہوئے (میرے ساتھ) کھاؤ"۔
پس ان دو حدیثوں میں موافقت کی اس طریقہ
کے سوا اور کوئی صورت نہیں (اور وہ یہ ہے کہ)
پہلی حدیث میں اسباب ہلاکت سے بچنے کی تلقین

Marfat.com

ولا الہ غیرہ فی متارکۃ الاسباب و
وھو حالۃ ع اھ (ای کلام التورپشتی
قال القاری) ھو جمع
حسن فی غایۃ التحقیق
واللہ ولی التوفیق [1] اقول
رحمک اللہ لقد حجرت
واسعا فقد بان وظھر
جمع صاف شاف لمع
وزھر وقد منا وجوہ
ترجیحہ وما ذکر من
الجمع ففیہ ما فیہ
کما اسلفنا فان التوقی من

فرمائی گئی اور دوسری میں اسباب کو چھوڑ کر محض اللہ
تعالیٰ پر بھروسہ اور توکل کرنے کا طریقہ سکھایا گیا ہے
وہ اللہ تعالیٰ کہ جس کی بزرگی بہت بڑی ہے اور
اس کے بغیر کوئی اور معبودِ برحق نہیں، اور وہ حضور اکرم
صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک خصوصی حال ہے اھ
یعنی تورپشتی کا کلام مکمل ہوگیا۔ ملا علی قاری نے فرمایا
وہ ایک خوبصورت انتہائی تحقیقی کام جمع ہے اور اللہ
تعالیٰ ہی توفیق کا مالک ہے اقول (میں کہتا ہوں)
اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے تم نے تو کشادہ کو تنگ کر ڈالا
اور اس میں رکاوٹ ڈال دی بلاشبہہ ایسی جمع ظاہر
اور واضح ہے جو صاف شفاف، روشن اور چمکدار ہے
اور ہم نے پہلے ہی اس کی وجوہِ ترجیح بیان کر دی ہیں،

ع کذا فی نسختی المرقاۃ و
علیہ فالضمیر لرسول اللہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اما کلام التورپشتی فھکذا بعد
قولہ متارکۃ الاسباب یثبت
بالاول التعرض للاسباب وھو
سنۃ وبالثانی ترک الاسباب
وھو حالۃ اھ فالحالۃ بتاء
التانیث لا بھاء الضمیر ۱۲ منہ۔

ع میرے پاس جو مرقاۃ کا نسخہ ہے اس میں عبارت
اسی طرح درج ہے پس اس کی بنا پر حالۃ کی
ضمیر حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف لوٹتی ہے،
رہا تورپشتی کا کلام تو وہ اس کے قول متارکۃ الاسباب
کے بعد اس طرح ہے ——— پس حدیث
اول سے اسباب کا استعمال ثابت ہوا اور وہ سنت
ہے جبکہ دوسری حدیث سے ترکِ اسباب کا ثبوت
ملا اور وہ ایک حالت ہے اھ، پس لفظ حالۃ
صرف "تا" تانیث کے ساتھ ہے نہ کہ "ہ" ضمیر
کے ساتھ ۱۲ منہ۔ (ت)

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۳۴۳

Marfat.com

اسباب التلف واجب على الناس جميعا لايستثنٰى منه الخواص وليس التوكل ترك الاسباب ولا مضادة الحكمة ولا الاجتراء عليها بل اخراج الاسباب عن القلب مع تعاطي النافع وتحاصي الضار وقصر النظر على المسبب جل وعلا قيدها وتوكل على الله، ثم قال القاري تحت قوله صلى الله تعالٰى عليه وسلم وفرّ من المجذوم" وقد تقدم ان هذا رخصة للضعفاء وتركه جائز للاقوياء بناء على ان الجذام من الامراض المعدية الخ[1] اقول ارى كلمات النافين والمثبتين جميعا مطبقة على ان الامر بالتوقي لضعفاء اليقين وحديث كل ثقة بالله وكل مع صاحب البلاء وامثالهما للكاملين صرح به ايضا في المقاصد الحسنة والتيسير وغيرهما وهذا ايضا من اول دليل على صحة

رہی وہ جمع جس کا یہاں ذکر کیا گیا تو اس میں وہ کچھ ہے جو ہے جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا کیونکہ اسبابِ ہلاکت سے بچنا سب لوگوں پر واجب ہے لہذا اس سے خواص مستثنٰی نہیں اور توکل ترکِ اسباب اور ان پر جرأت کرنا نہیں اور نہ وہ حکمت کے خلاف ہے بلکہ اسباب کو دل سے نکال دینا اور فائدہ بخش چیز کو لینا اور ضرر رساں امور سے بچنا اور نگاہ کو صرف اللہ تعالٰی جل وعلا (جو مسبب الاسباب ہے) پر روک رکھنا اس کی قیود کو ملحوظ رکھنا توکل علی اللہ ہے پھر ملا علی قاری نے حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد گرامی "مجذوم سے بھاگو" کے ذیل میں فرمایا بلاشبہہ پہلے گزر چکا ہے کہ یہ کمزوروں کے لئے رخصت ہے جبکہ قوی حضرات کیلئے اس کا چھوڑنا جائز ہے اس بنا پر کہ مرض جذام متعدی امراض میں سے ہے الخ اقول (میں کہتا ہوں) نفی اور اثبات کرنے والوں کے کلمات اس پر متفق ہیں کہ بچنے اور پرہیز کرنے کا حکم ضعیف الاعتقاد لوگوں کے لئے ہے اور حدیث "اللہ تعالےٰ پر اعتماد وبھروسہ رکھتے ہوئے کھاؤ" اور "صاحب مصیبت کے ساتھ کھاؤ پیو" ان دو حدیثوں اور ان جیسی دیگر حدیثوں کا بیان کاملین کے لئے ہے۔ چنانچہ مقاصد حسنہ، تیسیر اور ان دو کے علاوہ دیگر کتب میں اس بات کی تصریح کر دی گئی ہے اور یہ بھی نفی کرتے

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۳۴۵

Marfat.com

قول النفاۃ فان الاسباب العادیۃ یستوی فیھا الاقویاء والضعفاء فلا یلتئم ھذا علی قول المثبتین اما علی قول النفاۃ واضح انہ لاعدوی حقیقۃ وانما الخشیۃ ان یتوھمھا من ابتلی بقدر وھذا لا یخشی منہ علی الذین اٰمنوا وعلی ربھم یتوکلون جعلنا اللہ تعالٰی منھم بفضل رحمتہ بھم اٰمین!

والوں کے قول کی صحت پر پہلی دلیل ہے کیونکہ عادی اسباب میں قوی اور ضعیف برابر اور مساوی ہوتے ہیں لہذا اثبات کرنے والوں کے قول سے یہ موافقت اور مطابقت نہیں رکھتا لیکن نفی کرنے والوں کے قول سے مطابقت واضح ہے کیونکہ ان کے نزدیک تو درحقیقت کسی مرض میں تعدیہ ہے ہی نہیں، ہاں البتہ اس بات کا خطرہ واندیشہ رکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص تقدیرِ الٰہی کی بنا پر مرض میں مبتلا ہوجائے تو اسے تعدیہ کا وہم ہوجائے گا۔ (رہا ان حضرات کا معاملہ) جو سچے مومن اور اپنے پروردگار پر کامل یقین وبھروسہ رکھتے ہیں تو ان سے اس قسم کا خوف اور خدشہ نہیں۔ اللہ تعالٰی اپنے فضل ورحمت سے جو ان پر ہے ہمیں بھی نوازے اور ان لوگوں میں شامل فرمائے، آمین! (ت)

بالجملہ مذہب معتمد وصحیح ورجیح ونجیح یہ ہے کہ جذام، کھجلی، چیچک، طاعون وغیرہا اصلاً کوئی بیماری ایک کی دوسرے کو ہرگز ہرگز اڑکر نہیں لگتی، یہ محض اوہام بے اصل ہیں کوئی وہم پکائے جائے تو کبھی اصل بھی ہوجاتا ہے کہ ارشاد ہوا ہے: انا عند ظن عبدی بی[1] (میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق اس کے پاس ہوتا ہوں۔ ت) وہ اس دوسرے کی بیماری اسے نہ لگی بلکہ خود اسی کی باطنی بیماری کہ وہم پرورِدہ تھی صورت پکڑکر ظاہر ہوگئی۔ فیض القدیر میں ہے:

بل الوھم وحدہ من اکبر اسباب الاصابۃ[2]۔

بلکہ اکیلا وہم، اسباب رسائی میں سے سب سے بڑا سبب ہے۔ (ت)

اس لئے اور نیز کراہت واذیت وخود بینی وتحقیرِ مجذوم سے بچنے کے واسطے اور نیز اس دُور اندیشی سے کہ مبادا اسے کچھ پیدا ہو اور ابلیس لعین وسوسہ ڈالے کہ دیکھ بیماری اڑکر لگ گئی اور اب معاذ اللہ اس امر کی حقانیت اس کے خطرہ میں گزرے گی جسے مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باطل فرماچکے یہ اس مرض سے بھی بدتر مرض ہوگا ان وجوہ سے شرع حکیم ورحیم نے ضعیف الیقین لوگوں کو حکم استحبابی دیا ہے کہ اس سے دور رہیں

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ — المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۱۵

[2] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ۱۴۱ — دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۳۷

Marfat.com

اور کامل الایمان بندگانِ خدا کے لئے کچھ حرج نہیں کہ وہ ان سب مفاسد سے پاک ہیں۔ خوب سمجھ لیا جائے کہ دور ہونے کا حکم ان حکمتوں کی وجہ سے ہے نہ یہ کہ معاذ اللہ بیماری اُڑ کر لگ جائے گی، اسے تو اللہ ورسول رد فرما چکے جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) پھر از انجا کہ یہ حکم ایک احتیاطی استحبابی ہے واجب نہیں، کما قدمنا عن النووی عن القاضی عن جمہور العلماء (جیسا کہ امام نووی بواسطہ قاضی عیاض ہم جمہور علماء کا قول پہلے بیان کر آئے ہیں۔ ت) ہرگز کسی واجب شرعی کا معارضہ نہ کرے گا مثلاً معاذ اللہ جسے یہ عارضہ ہو اس کے اولاد واقارب وزوجہ سب اس احتیاط کے باعث اس سے دُور بھاگیں اور اسے تنہا وضائع چھوڑ دیں یہ ہرگز حلال نہیں بلکہ زوجہ ہرگز اسے ہمبستری سے بھی منع نہیں کر سکتی، ولہذا ہمارے شیخین مذہب امام اعظم وامام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک جذامِ شوہر سے عورت کو درخواست فسخ نکاح کا اختیار نہیں اور خدا ترس بندے تو ہر بیکس بے یار کی اعانت اپنے ذمہ پر لازم سمجھتے ہیں۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اللہ اللہ فی من لیس لہ الا اللہ۔ رواہ ابن عدی[1] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اللہ سے ڈرو اس کے بارے میں جس کا کوئی نہیں سوا اللہ کے۔ (محدث ابن عدی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔ ت)

لاجرم امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

اما الثانی (ای قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فر من المجذوم) فظاھرہ غیر مراد للاتفاق علی اباحۃ القرب منہ وثواب بخدمتہ وتمریضہ والقیام بمصالحہ[2]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(لیکن دوسری حدیث یعنی حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشاد "مجذوم سے بھاگو") تو اس کا ظاہر مراد نہیں، یعنی علماء کا اتفاق ہے کہ مجذوم کے پاس اُٹھنا بیٹھنا مباح ہے اور اس کی خدمت گزاری وتیمار داری موجب ثواب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

واذ خرجت المقالۃ فی صورۃ رسالۃ ناسب ان نسمھا الحق المجتلی

اچانک مقالہ رسالہ کی شکل میں ظاہر ہوا لہذا مناسب ہے کہ ہم اس کا نام الحق المجتلیٰ

---

[1] کشف الخفاء بحوالہ ابن عدی عن ابی ہریرۃ حرف الہمزہ رشدین حدیث ۵۸۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۴۳

[2] فتح القدیر باب العنین وغیرہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۱۳۳

Marfat.com

فی حکم المبتلٰی ، والحمد للہ علٰی ماانعم وعلّم وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیّدنا ومولانا محمّد وآلہٖ وصحبہٖ وسلّم ۔

فی حکم المبتلٰی رکھیں (یعنی مصیبت زدہ کا حکم بیان کرنے میں بالکل واضح اور روشن حق) سب تعریف اس اللہ تعالٰی کے لئے ہے جس نے انعام فرمایا اور علم سکھایا ، درود وسلام ہو ہمارے آقا ومولٰی حضرت محمد مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اور اُن کی آل اور اصحاب پر ۔ (ت)

رسالہ

الحق المجتلٰی فی حکم المبتلٰی

ختم ہوا

Marfat.com

تیسیر الماعون للسکن فی الطاعون

۱۳۲۵ھ

(طاعون کے دوران گھر میں ٹھہرے رہنے والوں کیلئے بھلائی کو آسان کرنا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۸۵ تا ۹۳ از قصبہ نگرام ضلع لکھنؤ مرسلہ مولوی محمد نفیس صاحب ولد جناب محمد ادریس صاحب ۶ صفر ۱۳۲۵ھ

علمائے شریعتِ محمدیہ کا مسائل ذیل میں کیا حکم ہے:

(۱) طاعون کے خوف سے مقام خوف سے فرار کرنا کیسا ہے؟

(۲) درصورت جوازِ فرار، حدیثِ فرار عن الطاعون (جو بخاری میں عبدالرحمٰن بن عوف سے مروی ہے) کے کیا معنیٰ ہوں گے؟

(۳) درصورت عدمِ جوازِ فرار عن الطاعون کس درجے کی معصیت ہے، کبیرہ یا صغیرہ؟

(۴) گناہِ کبیرہ یا صغیرہ پر اصرار کرنے والا شرعاً کیسا ہے؟

(۵) طاعون سے جان کے خوف سے فرار کرنے والے یا فرار کی ترغیب دینے والے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۶) درصورت عدم جواز فرار عن الطاعون، سے فرار کرنے والا اور ترغیب دینے والا ایک ہی درجہ میں معصیت کے مرتکب ہوں گے یا کم زیادہ؟

Marfat.com

(۷) مسمّی نافلِ طاعون سے فرار کو بمقابلۂ حدیث حرمت فرار عن الطاعون جائز ہی نہیں بلکہ بلا دلیل شرعی احسن سمجھتا ہے شرعًا وہ کیسا ہے؟

(۸) بمقابلۂ حدیثِ صحیح کے کسی صحابی کا قول یا فعل جو مخالف حدیث صحیح کے ہو کیا اصول احکام شریعت کے اعتبار سے قابلِ تقلید یا عمل ہوگا، قولی حدیث کے مقابلہ میں کیا صحابی کے فعل کو ترجیح دی جائیگی؟

(۹) بخیالِ حفظ صحت بخوفِ طاعون طاعونی آبادی سے فرار کرکے اُسی کے مضافات میں یعنی آبادی سے کم وبیش ایک میل کے ایسے فاصلے پر چلا جانا جو آبادی کے اکثر ضروریات کو پُوری کرتا ہو جس کو فنا کہتے ہیں کیا داخل فرار عن الطاعون ہوگا جس کی ممانعت وحرمت حدیث عبدالرحمٰن بن عوف سے جو بخاری جلد رابع باب مایذکر فی الطاعون میں مروی ثابت ہے اگر یہ خروج داخل فرار عن الطاعون ہوگا تو کیوں؟ جبکہ بخاری جلد رابع باب اجر الصابر فی الطاعون میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے کہ اگر کسی کے گاؤں میں طاعون ہوا اور وُہ اپنے شہر میں استقلال سے ٹھہرا رہے تو اس کو اجر شہید کا ہوگا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبدالرحمٰن بن عوف کی حدیث میں شہر طاعون سے فرار کی ممانعت ہے نہ یہ کہ شہر طاعون کے اندر خروج نہ کیا جائے کیونکہ اگر شہر کے اندر بھی خروج کی ممانعت ہوتی تو حدیثِ عائشہ میں صرف استقلال فی البلد سے اجرِ شہادت نہ ہوتا بلکہ استقلال فی البیت سے ہوتا اور فنا میں نمازِ جمعہ کی اجازت سے معلوم ہوتا ہے کہ فنائے شہر بھی شہر ہے پس شہر میں خروج کرنا کیونکر داخل فرار ہوگا کیونکہ بدلیل اجازت جمعہ در فنائے شہر شہر ثابت ہوچکا ہے اور فحوائے حدیث عائشہ سے شہر کے اندر خروج کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی اور اگر یہ خروج میں داخل نہ ہوگا تو کیوں؟ جبکہ مسافر کو موضع اقامت کی عمارات سے نکلنے پر فورًا قصر واجب ہوجاتا ہے جیسا کہ کتبِ فقہ سے ثابت ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ شہر کا اطلاق محض عمارات پر ہوتا ہے نہ کہ فنائے عمارات پر، اور اس صورت میں حدیثِ عائشہ کا یہی مفہوم ہوگا کہ شہر کی عمارات سے خروج نہ کیا جائے۔ پس احد الامرین کے اختیار کرنے سے دوسرے کا کیا جواب ہوگا، حدیثِ عائشہ کا صحیح مفہوم کیا ہوگا، صورت اول یا آخر، ہر ایک سوال کا جواب نمبر دار مدلل ومفصل مع حوالۂ کُتب عنایت فرمایئے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمایئے اجر پایئے۔ ت)

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	اللہ تعالٰی کے بابرکت نام سے شروع جو نہایت رحم کرنے والا بیحد مہربان ہے،

الحمد للہ الذی حمدہ للنجاۃ	تمام خوبیاں اللہ تعالٰی

Marfat.com

من البلایا خیرماعون ٭ وافضل الصلوٰۃ والسلام علی من جعلت شہادۃ امتہ فی الطعن والطاعون وعلیٰ اٰلہ وصحبہ الذین ہم لاماناتہم وعہدہم راعون ٭ فلایفرون اذالاقوا وہم فی اعلاء کلمۃ اللہ ساعون ٭ و للہ ورسولہ طواعون الی المعروف داعون ٭ وعن المنکرمناعون ٭

کے لئے ہیں کہ جس کی تعریف مصائب سے چھڑانے کے لئے زیادہ مفید ہے۔ افضل درود وسلام اس ہستی پر کہ جس کی امت کی گواہی (بطور سند) طعن اور طاعون میں رکھی گئی اور اس کی تمام آل اور تمام صحابہ پر جو اپنی امانتوں اور عہد کی رعایت کرنے والے ہیں اور وُہ بھاگتے نہیں جبکہ دشمن سے ان کا آمنا سامنا ہو اور وہ اللہ کے کلمے کو بلند کرنے میں کوشاں رہتے ہیں اللہ تعالٰی اور اس کے رسول کے بہت فرمانبردار ہیں اور بھلائی کی دعوت دینے والے اور برائی سے روکنے والے ہیں۔ (ت)

طاعون سے فرار گناہِ کبیرہ ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلّم فرماتے ہیں:

الفار من الطاعون کالفار من الزحف۔ رواہ الامام احمد[1] بسند حسن والترمذی وقال حسن غریب وابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحہما والبزار والطبرانی وعبد بن حمید عن جابر بن عبداللہ واحمد بسند صحیح وابن سعد وابویعلٰی والطبرانی فی الکبیر وفی الاوسط وابونعیم فی فوائد ابی بکر بن خلاد عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہے جیسے جہاد میں کافروں کے مقابلے سے بھاگ جانے والا۔ (امام احمد نے سندِ حسن سے اور امام ترمذی نے اس کو روایت کیا اور فرمایا حدیث حسن غریب ہے۔ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحاح میں اس کو روایت کیا ہے۔ بزار، طبرانی اور عبد بن حمید نے حضرت جابر بن عبداللہ کے حوالے سے نیز امام احمد نے سندِ حسن سے، ابن سعد، ابویعلٰی اور طبرانی نے الکبیر اور الاوسط میں اور ابونعیم نے ابوبکر بن خلاد کے فوائد میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے حوالہ سے اسے روایت کیا ہے۔ت)

اور اللہ عزّوجل جہاد میں کفار کو پیٹھ دے کر بھاگنے والے کی نسبت فرماتا ہے:

فقد باء بغضب من اللہ وماوٰہ جہنم

وہ بیشک اللہ کے غضب میں پڑا اور اس کا ٹھکانا

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۸۲، ۱۴۵، ۲۵۵
الزواجر عن اقتراف الکبائر الکبیرۃ التاسعۃ والتسعون بعد الثلاثمائۃ دارالفکر بیروت ۲/ ۸۸-۲۸۷

Marfat.com

وبئس المصیر۝[1] دوزخ ہے اور کیا بُری جائے بازگشت ہے۔

امام ابن حجر مکی زواجر عن اقتراف الکبائر میں فرماتے ہیں،

الکبیرۃ التاسعۃ والتسعون بعد الثلثمائۃ الفرار من الطاعون[2] تین سو کبیرہ گناہوں کے بعد ننانوے نمبر پر طاعون سے بھاگنا کبیرہ گناہ ہے (ت)

اُسی میں بعد ذکر حدیث مذکور بتخریج ترمذی و ابن حبان وغیرہما فرمایا:

القصد بھذا التشبیہ انما ھو زجر الفار و التغلیظ علیہ حتی ینزجر ولا یتم ذٰلک الا ان کان کبیرۃ کالفرار من الزحف[3] اس تشبیہ سے مقصود طاعون سے بھاگنے والے کی سرزنش اور اس پر سختی کرنا ہے تاکہ وہ اس سے باز آجائے، اور یہ بات اس کے کبیرہ گناہ ہونے کے بغیر پوری نہیں ہوسکتی جیسے جنگ سے بھاگنا۔ (ت)

مولانا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالٰی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

ضابطہ در وباء ہمیں ست کہ در انجا کہ ہست نباید رفت واز انجا کہ باشد نباید گریخت اگرچہ گریختن در بعض مواضع مثل خانہ کہ درے زلزلہ شدہ یا آتش گرفتہ یا نشستن در زیر دیوارے کم خم شدہ نزد غلبہ ظن بہلاک آمدہ است اما در باب طاعون جز صبر نیامدہ مگر گریختن تجویز نیافتہ وقیاس ایں برآں مردود و فاسد است کہ آنہا از قبیل اسباب عادیہ اند وایں از اسباب وہمی و بر ہر تقدیر گریختن از انجا جائز نیست و ہیچ جا وارد نشدہ وہر کہ بگریزد عاصی و مرتکب کبیرہ و مردود ست نسأل اللہ العافیۃ[4]

وباء میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جہاں ہو (یعنی جہاں وباء پھوٹ پڑے) وہاں نہ جائے اور جس جگہ بندہ موجود ہو اور وہاں وباء کی صورت بن جائے تو وہاں سے نہ بھاگے اگرچہ بعض مقامات مثلاً وُہ گھر جو زلزلے کا شکار ہو رہا ہو یا جس میں آگ لگ گئی ہو یا گرنے والی دیوار کے نیچے کھڑا ہو تو ان تمام مقامات سے ہلاکت کے غالب گمان و امکان کے پیشِ نظر بھاگ جانے کی اجازت ہے۔ لیکن طاعون کے باب میں سوائے صبر کے کچھ نہیں کرنا چاہیے لہٰذا وہاں سے بھاگنے کی تجویز نہیں دی گئی۔ پس اِس کو اُس پر قیاس کرنا مردود اور فاسد ہے کہ وہ اسبابِ عادیہ کے قبیل سے ہے اور یہ اسبابِ توہم سے

---

[1] القرآن الکریم ۸/ ۱۶

[2] الزواجر لابن حجر مکی الکبیرۃ التاسعۃ والتسعون بعد الثلثمائۃ دار الفکر بیروت ۲/ ۲۸۵

[3] " " " " " " " " ۲/ ۲۸۸

[4] اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ کتاب الجنائز باب عیادۃ المریض مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۳۹

Marfat.com

بہرحال اس جگہ سے بھاگنا جائز نہیں اور یہ کسی جگہ وارد نہیں ہوا، لہٰذا جو کوئی (اس سے) بھاگے تو گناہگار ہوگا اور مرتکب کبیرہ اور مردود ہوگا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت چاہتے ہیں۔ (ت)

شرح مشکوٰۃ علامہ طیبی میں زیرِ حدیث مذکور ہے:

شبه به ای بالفرار من الزحف فی ارتکاب الکبیرۃ۔[1]

جنگ سے بھاگ جانے کے ساتھ طاعون سے بھاگ جانے کو تشبیہ ارتکابِ کبیرہ کی وجہ سے دی گئی (ت)

شرح مؤطا میں ہے:

قال ابن خزیمۃ انه من الکبائر التی یعاقب اللہ تعالٰی علیها ان لم یعف۔[2]

محدث ابن خزیمہ نے فرمایا: طاعون سے بھاگ جانا ان کبیرہ گناہوں میں سے ہے کہ جن پر اللہ تعالٰی عذاب دیتا ہے جبکہ وہ معاف نہ فرمائے۔ (ت)

صغیرہ پر اصرار اسے کبیرہ کر دیتا ہے اور کبیرہ پر اصرار اور سخت تر کبیرہ۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاصغیرۃ مع الاصرار۔ رواہ فی مسند[3] الفردوس عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهما۔

کوئی گناہ اصرار کے بعد صغیرہ نہیں رہتا (محدث دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔ ت)

فرار کی ترغیب دینے والا فرار کرنے والے سے اشد وبال میں ہے نفسِ گناہ میں احکامِ الٰہیہ سے معارضہ ومخالفت کی وہ شان نہیں جو برعکس حکمِ شرع نہی عن المعروف وامر بالمنکر میں ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

المنٰفقون والمنٰفقٰت بعضهم من بعض یأمرون بالمنکر وینهون عن المعروف[4] الی قوله عزوجل والمؤمنون

منافق مرد اور منافق عورتیں آپس میں ایک ہیں برائی کا حکم دیتے اور بھلائی سے منع کرتے ہیں اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں دینی

[1] شرح الطیبی علی مشکوٰۃ المصابیح کتاب الجنائز عیادۃ المریض ادارۃ القرآن کراچی ۳/ ۳۲۲
[2] شرح الزرقانی مؤطا الامام مالک باب ماجاء فی الطاعون تحت حدیث ۱۷۲۲ دارالمعرفۃ بیروت ۴/ ۲۴۲
[3] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۷۹۴۴ عن ابن عباس دارالکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۱۹۹
[4] القرآن الکریم ۹/ ۶۷

Marfat.com

والمؤمنات بعضھم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر[1]

بات پر ایک دوسرے کے مددگار ہیں بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں۔

گنہگار اپنی جان کو گرفتارِ عذاب کرتا ہے اور گناہ کی ترغیب دینے والا خود عذاب میں پڑا اور دوسرے کو بھی عذاب میں ڈالنا چاہتا ہے جتنے اس کی بات پر چلتے ہیں سب کا وبال اُن سب پر اور اُن کے برابر اس اکیلے پر ہوتا ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من دعا الی ھدی کان لہ من الاجر مثل اجور من اتبعہ لاینقص ذٰلک من اجورھم شیئا ومن دعا الی ضلالۃ کان علیہ من الاثم مثل اثام من اتبعہ لاینقص ذٰلک من اٰثامھم شیئا۔ رواہ الائمۃ احمد[2] والستۃ الا البخاری عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو سیدھے راستے کی طرف بلائے جتنے اس کی پیروی کریں سب کے برابر ثواب پائے اور انکے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہو اور جو گمراہی کی طرف بلائے جتنے اس کے کہے پر چلیں سب کے برابر اس پر گناہ ہو اور اُن کے گناہوں میں کچھ کمی نہ ہو (ائمہ کرام مثلاً امام احمد نے اور بخاری کے علاوہ ائمہ ستہ (مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور نسائی) نے اسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور جب طاعون سے فرار کبیرہ ہے تو لوگوں کو اس کی ترغیب دینی سخت تر کبیرہ، اور دونوں فاسق ہیں، اور غالباً اعلان بھی نقد وقت اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔ غنیہ میں ہے:

لو قدموا فاسقا یاثمون[3]

اگر لوگ فاسق کو (امامت کے لئے) آگے کریں تو سب گناہگار ہونگے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۹/۷۱

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۳۹۷
صحیح مسلم کتاب العلم باب من سن سنۃ حسنۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۴۱
سنن ابی داؤد کتاب السنۃ ۲/۲۷۹ و جامع الترمذی ابواب العلم ۲/۹۲
سنن ابن ماجہ باب من سن سنۃ الخ ص ۱۹

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ وفیھا مباحث سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے :

فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ و قد وجب علیھم اھانتہ شرعا فھو کالمبتدع تکرہ امامتہ بکل حال بل مشی فی شرح المنیۃ علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم لما ذکرنا[1]

اس لئے کہ اس کو امامت کے لئے آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ لوگوں پر شرعاً اسکی توہین وتذلیل واجب ہے لہذا وہ بدعتی کی طرح ہے ہر حال میں اس کی امامت مکروہ ہے بلکہ شرح منیہ میں یہ بیان کیا گیا کہ اس کے آگے کرنے میں جو کراہت ہے وُہ کراہت تحریمی ہے اس وجہ سے جو ہم نے بیان کر دی ۔ (ت)

طاعون سے فرار کو جو اَحسن سمجھتا ہے اگر جاہل ہے اور اُسے معلوم نہیں کہ احادیث صحیحہ اس کی تحریم میں وارد ہیں اُسے تفہیم کی جائے اور اگر دانستہ حدیثوں کا انکار کرتا ہے تو صریح گمراہ ہے ۔ شرح مؤطا للعلامۃ الزرقانی میں زیرِ حدیث عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ در بارۂ طاعون ہے :

فیہ دلیل قوی علی وجوب العمل بخبر الواحد لانہ کان بمحضر جمع عظیم من الصحابۃ فلم یقولوا لعبد الرحمٰن انت واحد وانما یجب قبول خبر الکافۃ ما اضل من قال بھذا واللہ تعالٰی یقول ان جاءکم فاسق بنبا فتبینوا وقرئ فتثبتوا فلو کان العدل اذا جاء بنبأ تثبت فی خبرہ ولم ینفذ لاستوی مع الفاسق و ھذا خلاف القراٰن ام نجعل المتقین کالفجار قالہ ابن عبد البر[2]

اس میں قوی دلیل ہے کہ خبرِ واحد پر عمل کرنا واجب ہے (کیونکہ عبدالرحمٰن ابن عوف کا حدیثِ طاعون بیان فرمانا) صحابہ کرام کی ایک عظیم جماعت کی موجودگی میں تھا، پھر کسی نے حضرت عبدالرحمٰن سے یہ نہیں کہا کہ تم ایک اکیلے بیان کر رہے ہو (لہذا تمہارے اکیلے پن کے باعث تمہاری بات پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا) لہذا پُوری جماعت کی خبر قبول کرنا واجب اور ضروری ہے، پس جس کسی نے یہ کہا وہ کس قدر بھٹک گیا اور اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے کہ اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لائے تو خوب تحقیق کر لیا کرو، اور یُوں بھی پڑھا گیا فتثبتوا یعنی ثابت قدم اور مضبوط ہو جایا کرو (یعنی اس کی خبر میں توقف کیا کرو تاکہ پتہ چل جائے) پھر اگر کوئی عادل خبر لائے تو تو اس خبر میں ثابت قدم رہے لیکن اس کی خبر نافذ نہ ہو تو وہ فاسق (غیر معتبر) کے

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۷۶

[2] شرح الزرقانی علی مؤطا الامام مالک باب ماجاء فی الطاعون دار المعرفۃ بیروت ۴/۲۳۰

Marfat.com

ساتھ برابر ہوجائے گا حالانکہ یہ بات نصِ قرآن کے خلاف ہے، چنانچہ ارشادِ ربانی ہے" کیا ہم پرہیز گاروں کو فاجروں کے برابر کردیں گے"؟ چنانچہ علامہ ابن عبدالبر نے یہی فرمایا ہے۔ (ت)

جس امر میں رائے واجتہاد کو دخل نہ ہو اس میں قول صحابی دلیل قول رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہے ورنہ جس حدیث کی مخالفت کی اگر اُس کے راوی خود یہ صحابی ہیں اور مخالفت صرف ظاہر نص کی ہے مثلاً عام کی تخصیص یا مطلق کی تقیید تو یہ اثرِ صحابی اُس حدیث مرفوع کی تفسیر ٹھہرے گا اور اُسے اسی خلاف ظاہر پر محمول سمجھا جائے گا، اور مخالفت مفسر کی ہے تو صریح دلیل ہے کہ وہ حدیث منسوخ ہوچکی صحابی کو اس کا ناسخ معلوم تھا، اور اگر یہ خود اس کے راوی نہیں تو یہ معاملہ اگر اس قابل نہ تھا کہ ان صحابی پر مخفی رہتا تو اُن کی مخالفت اُس روایت مرفوعہ کے قبول میں شبہہ ڈالے گی ورنہ حدیث ہی مرجح ہے جیسا کہ غیر صحابہ کے قول وفعل پر مطلقاً جب تک حد اجماع تک نہ پہنچے۔ مسلم الثبوت میں ہے:

روی الصحابی وحمل ظاهرا علی غیرہ کتخصیص العام فالحنفیة علی ما حمل لان ترك الظاهر بلا موجب حرام فلا یترکہ الا بدلیل قطعا ولو ترك نصا مفسرا تعین علمہ بالناسخ فیجب اتباعہ وان عمل بخلاف خبرہ غیرہ فان کان صحابیا فالحنفیة ان کان مما یحتمل الخفاء لایضر اولا فیقدح وان کان غیر صحابی ولو اکثر الامة فالعمل بالخبر[1] اھ مختصرًا۔

اگر خود صحابی نے روایت کی اور حدیث کے ظاہر کو غیر ظاہر پر حمل کیا جیسے عام کی تخصیص، تو اس صورت میں حنفیہ کی رائے وہی ہے جس پر اس نے حدیث کو حمل کیا ہے کیونکہ ظاہر کو بغیر کسی سبب چھوڑ دینا حرام ہے لہٰذا بغیر کسی قطعی دلیل کے وہ اسے نہیں چھوڑتا۔ اگر کسی نص مفسر کو چھوڑ دے (تو اس کا مفہوم یہ ہوگا) کہ حدیث اس کے نزدیک منسوخ ہے اور اس کے علم میں اس کا ناسخ متعین ہے تو اسکی اتباع ضروری ہے اور اگر اس نے کسی دوسرے کی روایت کے خلاف عمل کیا۔ اگر یہ خود صحابی ہیں تو اگر معاملہ خفاء کا احتمال رکھتا ہے تو اول کچھ مضر ہی نہیں کہ قدح پیدا کرے گا اور اگر یہ صحابی نہیں اگرچہ اکثر افراد امت ہوں تو پھر عمل صرف حدیث پر ہوگا اھ مختصرًا۔ (ت)

اُسی میں ہے:

الرازی منا والبردعی والبزدوی والسرخسی

ہم میں سے رازی، بردعی، بزدوی، سرخسی اور

---

[1] مسلم الثبوت الاصل الثانی السنة مسئلہ روی الصحابی المجمل مطبع انصاری دہلی ص ۹۷-۱۹۶

Marfat.com

واتباعهم قول الصحابی فیما یمکن فیه الرأی ملحق بالسنة لغیرہ لابشلہ و نفاہ الکرخی و جماعة وفیما لایدرك بالرای فعند اصحابنا اتفاق فلہ حکم الرفع[1] اھ ملتقطا۔

ان کے تابعین (موافقین) فرماتے ہیں کسی صحابی کا قول اگر ایسے معاملہ میں ہو جس میں رائے ممکن ہو تو وہ دوسروں کے لئے سنت سے ملحق ہے نہ کہ خود اس کے لئے، لیکن امام کرخی اور ایک گروہ نے اس کی نفی کی، اور اگر کسی معاملہ کا ادراک رائے کے ساتھ نہ ہو سکے تو اس پر ہمارے اصحاب کا اتفاق ہے کہ وہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہے اھ ملتقطاً (ت)

یہ اجمالی کلام ہے اور نظر مجتہد کے لئے ہے اور حدیث طاعون اسی قبیل سے ہے جس کا بعض بلکہ اکثر صحابہ پر بھی مخفی رہنا جائے عجب نہ تھا جیساکہ حدیث صحیحین سے ثابت ہے کہ جب امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو راہِ شام میں خبر ملی کہ وہاں طاعون ہے صحابۂ کرام میں پہلے مہاجرین عظام پھر انصار کرام پھر مشائخ قریش مہاجرین فتح مکہ کو بلا کر مشورے لئے سب نے اپنی اپنی رائے ظاہر کی مگر کسی کو اس بارے میں ارشادِ اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم معلوم نہ تھا، نہ خود امیر المومنین کے علم میں تھا یہاں تک کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ اُس وقت اپنے کسی کام کو تشریف لے گئے تھے انھوں نے آکر ارشادِ والا بیان کیا اور اُسی پر عمل کیا گیا[2] یونہی صحیحین کی حدیث سے ثابت کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ احد العشرۃ المبشرہ کو یہ ارشادِ اقدس کہ جب دوسری جگہ طاعون ہونا سُنو وہاں نہ جاؤ اور جب تمہارے یہاں پیدا ہو تو وہاں سے نہ بھاگو، معلوم نہ تھا، یہاں تک کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے محبوب ابن المحبوب اور سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سامنے کے بچے ہیں انھیں یہ حدیث سُنائی بلکہ صحیحین سے یہ بھی ثابت کہ سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اُن سے سوال کرکے اس کا علم حاصل فرمایا۔

فقد اخرجا عن عامر بن سعد بن ابی وقاص عن ابیہ انہ سمعہ یسأل اسامة بن زید ماذا سمعت

بخاری ومسلم نے عامر بن سعد عن ابیہ سے تخریج فرمائی ہے کہ انھوں نے اپنے والد بزرگوار حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے خود سنا کہ

---

[1] مسلم الثبوت الاصل الثانی السنة مسئلہ قول الصحابی فیما یمکن فیہ الرأی انصاری دہلی ص ۲۰۸-۲۰۷

[2] صحیح البخاری کتاب الطب باب مایذکر فی الطاعون قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۵۳

صحیح مسلم کتاب السلام باب الطاعون والطیرۃ الخ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/ ۲۲۸

Marfat.com

من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الطاعون رجز ارسل علی بنی اسرائیل اوعلی من کان قبلکم فاذا سمعتم بہ بارض فلا تقدموا علیہ واذا وقع بارض وانتم بھا فلا تخرجوا فرارا منہ۔[1]

وہ حضرت اسامہ بن زید سے پُوچھ رہے تھے کہ آپ نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے طاعون کے متعلق کیا سنا، یہ کہ طاعون ایک عذاب ہے جو بنی اسرائیل یا ان سے پہلے لوگوں پر بھیجا گیا لہذا جب تم اس کے بارے میں سُنو کہ فلاں زمین میں پھیل گیا ہے تو وہاں نہ جاؤ اور جس جگہ تم مقیم ہو وہاں طاعون پیدا ہو جائے تو اس سے بھاگتے ہوئے وہاں سے باہر نہ جاؤ اور (جگہ قیام) نہ چھوڑو۔ (ت)

اور اس کے بعد خود اُسے حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

ای یرسل ارسالا ثقۃ بروایۃ اسامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

یعنی ارسال فرماتے ہوئے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالٰے عنہ کی روایت پر اعتماد کرتے ہوئے (ت)

صحیح مسلم شریف میں بعد ذکر حدیث اسامہ رضی اللہ تعالٰے عنہ ہے:

وحدثنیہ وھب بن بقیۃ فذکر بسندہ عن ابراھیم بن سعد بن مالک عن ابیہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بنحو حدیثھم۔[2]

مجھ سے وہب بن بقیہ نے بیان کیا پھر اس نے اپنی سند سے ان کی حدیث کی طرح حدیث بیان کی (اور سند یہ ہے) ابراہیم بن سعد بن مالک کے حوالہ سے اس نے اپنے والد گرامی سعد بن مالک کے حوالہ سے انھوں نے خود حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرمائی۔ (ت)

تو دو ایک صحابہ سے جو اس کا خلاف مروی ہوا اطلاع حدیث سے پہلے تھا جیسے عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ طاعون سے بہت خوف کرتے لوگوں کو متفرق ہو جانے کی رائے دی معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰے عنہ نے کہ اعلم الناس بالحلال والحرام وامام العلماء یوم القیام (جو سب لوگوں سے زیادہ حلال و حرام کو جاننے والے ہیں اور قیامت کے دن علمائے کرام کے امام ہوں گے۔ ت) ہیں ان کا رَدّ شدید کیا اور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث بیان کی اور شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا تب وحی نے نہایت شدت سے رَد کیا اور فرار عن الطاعون سے نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا منع فرمانا روایت کیا عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب منہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۹۴
[2] صحیح مسلم کتاب السلام باب الطاعون والطیرۃ الخ " " ۲/۲۲۸
" " " " " " " " " " " " " "

Marfat.com

نے فوراً رجوع فرمائی اور ان کی تصدیق کی.

اخرج ابن خزيمة في صحيحه عن عبد الرحمن بن غنم قال وقع الطاعون بالشام فقال عمرو بن العاص رضي الله تعالى عنه ان هذا الطاعون رجس ففروا منه في الاودية والشعاب فبلغ ذلك شرحبيل بن حسنة رضي الله تعالى عنه فغضب وقال كذب عمرو بن العاص فقد صحبت رسول الله صلى الله تعالى عليه وعمرو اضل من جمل اهله ان هذا الطاعون دعوة نبيكم ورحمة ربكم ووفاة الصالحين قبلكم[1] الحديث ولفظ ابن عساكر عن عبد الرحمن بن غنم قال كان عمرو بن العاص رضي الله تعالى عنه حين احس بالطاعون فرق فرقا شديدا فقال يا ايها الناس تبددوا في هذه الشعاب وتفرقوا فانه قد نزل بكم امر من الله تعالى لا اراه الا رجزا او الطوفان قال شرحبيل بن حسنة رضي الله تعالى عنه قد صاحبنا رسول الله

ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں حضرت عبدالرحمن ابن غنم کے حوالے سے تخریج فرمائی، فرمایا ملک شام میں طاعون کا مرض پھوٹ پڑا تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا (لوگو!) یہ طاعون اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے لہٰذا اس سے بھاگ کر وادیوں اور پہاڑی گھاٹیوں میں چلے جاؤ، پھر شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ اطلاع پہنچی تو غضبناک ہوئے اور فرمایا عمرو بن عاص نے غلط کہا ہے کیونکہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہا ہوں لیکن عمرو تو زیادہ بھٹکا ہوا ہے اپنے گھر کے اونٹ سے ۔ بلاشبہہ یہ طاعون تمہارے نبی کی دعوت ہے اور تمہارے پروردگار کی رحمت اور تم سے پہلے نیک لوگوں کی وفات ہے (الحدیث) ابن عساکر حضرت عبدالرحمن بن غنم کے حوالے سے یوں کہتے ہیں اس نے فرمایا حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب طاعون محسوس ہوا تو وہ انتہائی خوفزدہ ہوئے اور فرمایا (لوگو!) ان گھاٹیوں میں الگ الگ اور منتشر ہوجاؤ کیونکہ تم پر اللہ تعالیٰ کا امر (عذاب) نازل ہوگیا ہے اور میں اس کو عذاب یا طوفان ہی خیال کرتا ہوں حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن خزیمہ کر حدیث ١١٧٥٦ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ٤/٦٠٣

Marfat.com

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و
انت اضل من حمار اهلك قال عمرو
رضی الله تعالیٰ عنه صدقت
قال معاذ رضی الله تعالیٰ عنه لعمرو
بن العاص رضی الله تعالیٰ عنه كذبت
ليس بالطوفان ولا بالرجز ولكنها
رحمة ربكم ودعوة نبيكم وقبض
الصالحين قبلكم[1] الحديث ورواه الامام
الطحاوی فی شرح معانی الاثار من
حديث شعبة عن يزيد بن حمير قال
سمعت شرحبيل بن حسنة رضی الله
تعالیٰ عنه يحدث عن عمرو بن
العاص رضی الله تعالیٰ عنه ان
الطاعون وقع بالشام فقال عمرو تفرقوا
عنه فانه رجز فبلغ ذلك شرحبيل
بن حسنة رضی الله تعالیٰ عنه
فقال قد صحبت رسول الله صلی الله
تعالیٰ عليه وسلم فسمعته يقول
انها رحمة ربكم ودعوة نبيكم
وموت الصالحين قبلكم فاجتمعوا له
ولا تفرقوا عليه فقال عمرو رضی الله
تعالیٰ عنه صدق[2] وللحديث
طريق اخری عن شهر

کے ساتھ وقت گزارا ہے تم تو اپنے گھر والوں کے
گدھے سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے ہو۔ حضرت عمرو
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آپ نے سچ کہا ہے۔
حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمرو
بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا آپ نے غلط
کہا نہ یہ طوفان ہے اور نہ عذاب بلکہ یہ تمہارے
پروردگار کی رحمت اور تمہارے نبی کی دعا ہے
اور تم سے پہلے نیک لوگوں کی موت ہے (الحدیث)
امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں شعبہ کی حدیث
یزید بن حمیر کے حوالے سے روایت فرمائی، فرمایا
میں نے حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے سنا کہ وہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے حوالے سے بیان کرتے تھے، ملک شام میں
طاعون واقع ہوا تو حضرت عمرو بن عاص نے لوگوں
سے فرمایا کہ اس سے منتشر ہو جاؤ اور بکھر جاؤ کیونکہ
یہ عذاب ہے، جب شرحبیل بن حسنہ تک یہ خبر
پہنچی تو ارشاد فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں رہا ہوں میں نے آپ کو
یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ تمہارے رب کی
رحمت، تمہارے نبی کی دعا اور تم سے پہلے نیک
لوگوں کی موت ہے لہذا اس کے لئے جمع ہو جاؤ
اور اس سے متفرق و منتشر نہ ہو۔ اس پر حضرت عمرو
بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا سچ ہے۔ حدیث

---

[1] کنز العمال بحوالہ کر حدیث ۱۱۷۵۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۶-۶۰۵

[2] شرح معانی الآثار کتاب الکراہیۃ باب الاجتناب من ذی الطاعون الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۱۵

Marfat.com

بن حوشب قال فیھا فقام شرحبیل بن حسنۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال واللہ لقد اسلمت وان امیرکم ھذا اضل من جمل اھلہ فانظروا مایقول قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا وقع بارض وانتم بھا فلا تفروا فان الموت فی اعناقکم واذا کان بارض فلا تدخلوھا فانہ یحرق القلوب[1]

کے لئے ایک دوسرا طریق شہر بن حوشب کے حوالے سے ہے چنانچہ اس میں فرمایا پھر شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا خدا کی قسم میں اسلام لایا جبکہ تمہارا یہ امیر اپنے گھر کے اونٹ سے بھی زیادہ بھٹکا ہوا ہے پھر دیکھو وہ کیا کہتا ہے۔ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا جب طاعون کسی جگہ واقع ہوجائے اور تم وہاں موجود ہو تو وہاں سے نہ بھاگو کیونکہ موت تمہاری گردنوں میں لٹک رہی ہے، اور جب طاعون کہیں پھوٹ پڑے تو وہاں نہ جاؤ کیوں وہ دلوں کو جلا دیتا ہے (ت)

بعض لوگ اسے امیر المومنین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی طرف نسبت کردیتے ہیں مگر امیر المومنین خود فرماتے ہیں کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ میں طاعون سے بھاگا الٰہی! میں اس تہمت سے تیرے ہاں براءت کرتا ہوں۔ امام اجل طحاوی روایت فرماتے ہیں:

عن زید بن اسلم عن ابیہ قال قال عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللّٰھم ان الناس یزعموا انی فررت من الطاعون وانا ابرأ الیک من ذٰلک[2] ھذا مختصر۔

اسلم کے بیٹے زید نے اپنے والد اسلم سے روایت کی، اس نے کہا امیر المومنین جناب عمر بن خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا: "یا اللہ! لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ میں طاعون سے بھاگا ہوں، میں اس الزام سے تیری بارگاہ میں براءت کا اعلان کرتا ہوں"۔ یہ مختصر ہے۔ (ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے طاعون سے بھاگنا حرام فرمایا اس میں کوئی تخصیص شہر و بیرون شہر کی نہیں، جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حدیث امام احمد وامام الائمہ ابن خزیمہ کے یہاں یوں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الفار من الطاعون کالفار من الزحف

طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہے جیسا جہاد میں

---

[1] کنز العمال حدیث ۱۱۷۵۷ موسسۃ الرسالہ بیروت ۴/۶۰۴

[2] شرح معانی الآثار کتاب الکراہۃ باب الاجتناب من ذی الطاعون الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۸۴

Marfat.com

والصابر فیہ کالصابر فی الزحف [1]

کفار کے سامنے سے بھاگنے والا اور طاعون میں ٹھہرنے والا ایسا ہے جیسا جہاد میں صبر و استقلال کرنے والا۔

انھیں کی دوسری روایت میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

الفار من الطاعون کالفار من الزحف ومن صبر فیہ کان لہ اجر شہید [2]

طاعون سے بھاگنے والا جہاد سے بھاگنے والے کی طرح ہے اور جو اس میں صبر کیے رہے اس کے لئے شہید کا ثواب ہے۔

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث امام احمد کی مسند میں مثل پارہ اوّل حدیث جابر ہے اور ابن سعد کے یہاں یوں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الفرار من الطاعون کالفرار من الزحف [3]

طاعون سے بھاگنا جہاد سے بھاگ جانے کے مثل ہے۔

احمد کی دوسری روایت یوں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

الطاعون غدۃ کغدۃ البعیر المقیم بہا کالشہید والفار منہا کالفار من الزحف [4]

طاعون ایک گلٹی ہے جس طرح اونٹ کی وبا میں اس کے نکلتی ہے جو اس میں ٹھہرا رہے وہ شہید کے مثل ہے اور اس سے بھاگنے والا جہاد سے بھاگ جانے والے کی طرح ہے۔

مسند ابو یعلیٰ کے لفظ یوں ہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

وخزۃ تصیب امتی من اعدائہم من الجن کغدۃ الابل من اقام علیہا کان مرابطا ومن اصیب بہ کان

طاعون ایک کونچا ہے کہ میری اُمت کو اُن کے دشمن جنوں کی طرف سے پہنچے گا جیسے اُونٹ کی گلٹی، جو مسلمان اس پر صبر کئے ٹھہرا رہے وہ ان میں سے ہو

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۳۲۴-۲۵

[2] مسند احمد بن حنبل " " " " " " " " " ۳/ ۳۶۰

[3] الدر المنثور بحوالہ احمد وعبد بن حمید والبزار وابن خزیمہ عن جابر آیۃ الم تر الی الذین خرجوا عن دیارہم الخ ۱/ ۳۱۲

[4] مسند احمد بن حنبل عن عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۱۴۵

Marfat.com

شہیدا والفار منہ کالفار من الزحف[1] جو راہِ خدا میں سرحد کفار پر بلا د اسلام کی حفاظت کے لئے اقامت کرتے ہیں اور جو مسلمان اس میں مرے وہ شہید ہو اور جو اس سے بھاگے وہ کافروں کو پیٹھ دے کر بھاگنے والے کی مانند ہو۔

معجم اوسط کی روایت یوں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الطاعون شہادۃ لامتی ووخز اعدائکم من الجن غدۃ کغدۃ البعیر تخرج فی الاباط والمراق من مات فیہ مات شہیدا ومن اقام فیہ کان کالمرابط فی سبیل اللہ ومن فر منہ کان کالفار من الزحف[2]

طاعون میری اُمت کے لئے شہادت ہے اور وہ تمہارے دشمن جنوں کا کونچا ہے اونٹ کے غدود کی طرح گلٹی ہے کہ بغلوں اور نرم جگہوں میں نکلتی ہے جو اس میں مرے شہید مرے اور جو ٹھہرے وہ راہِ خدا میں سرحدِ کفار پر بانتظارِ جہاد اقامت کرنے والے کی مانند ہے اور جو اس سے بھاگ جائے جہاد سے بھاگ جانے کے مثل ہو۔

اقول (میں کہتا ہوں) **اوّلاً** ان تمام الفاظِ احادیث میں صرف طاعون سے بھاگنے پر وعید شدید اور صبر کئے ٹھہرے رہنے کی ترغیب و تاکید ہے، شہر یا محلے یا حوالیِ شہر وغیرہ کی کچھ قید نہیں، تو جو نقل و حرکت طاعون سے بھاگنے کے لئے ہوگی اگرچہ شہر ہی کے محلوں میں وہ بلاشبہہ اس وعید و تہدید کے نیچے داخل ہے۔

ثانیاً حدیث ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا مروی صحیح بخاری شریف، مسند امام احمد رحمہ اللہ تعالٰی میں بسندِ صحیح برشرطِ بخاری ومسلم برجال بخاری جلد ششم آخر ص ۲۵۱ و اول ص ۲۵۲ میں یوں ہے:

حدثنا عبد الصمد ثنا داؤد یعنی ابن ابی الفرات ثنا عبد اللہ بن بریدۃ[ع] عن یحیی بن یعمر

(ہم سے عبد الصمد نے بیان کیا (اس نے کہا) ہم سے داؤد یعنی ابن ابی الفرات نے بیان کیا (اُس نے کہا) ہم سے عبد اللہ بن ابی بریدہ نے

ع وقع ھھنا فی نسخۃ المسند المطبوعۃ ابن ابی بریدۃ والصواب ابن بریدۃ کما ذکرنا ۱۲ منہ۔

ع مسند احمد کے مطبوعہ نسخہ میں ابن ابی بریدہ لکھا ہے مگر درست ابن بریدہ ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] الترغیب والترہیب الترہیب من ان یموت الانسان الاسنان الخ حدیث ۲۵ مصطفی البابی مصر ۲/ ۳۳۸
مجمع الزوائد کتاب الجنائز باب فی الطاعون والثابت دار الکتاب بیروت ۲/ ۳۱۵

[2] المعجم الاوسط حدیث ۵۵۲۷ مکتبۃ المعارف الریاض ۶/ ۲۴۹
کنز العمال بحوالہ طس " ۲۸۴۳۷ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۰/ ۸۸ و ۸۹
الجامع الصغیر " ۵۳۴۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۳۲۹

Marfat.com

عن عائشة رضی اللہ تعالٰی عنہا انہا قالت سألت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن الطاعون فاخبرنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ کان عذابا یبعثہ اللہ تعالٰی علی من یشاء فجعلہ رحمۃ للمؤمنین فلیس من رجل یقع الطاعون فیمکث فی بیتہ صابرًا محتسبًا یعلم انہ لا یصیبہ الا ماکتب اللہ لہ الا کان لہ مثل اجر الشہید[1]۔

بیان کیا اس نے یحیٰی بن یعمر سے اس نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی انھوں نے فرمایا میں نے آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے طاعون کے بارے میں دریافت کیا۔ ت) تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا طاعون ایک عذاب تھا کہ اللہ تعالٰی جس پر چاہتا بھیجتا اور اس امت کے لئے اسے رحمت کردیا ہے تو جو شخص زمانہ طاعون میں اپنے گھر میں صبر کئے طلبِ ثواب کے لئے اس اعتقاد کے ساتھ ٹھہرا رہے کہ اُسے وہی پہنچے گا جو خدا نے لکھ دیا ہے اُس کے لئے شہید کا ثواب ہے۔

اس حدیث صحیح میں خاص اپنے گھر میں ٹھہرے رہنے کی تصریح ہے۔

ثالثًا ذرا غور کیجئے تو اس حدیث اور حدیث بخاری میں اصلًا اختلاف نہیں، صحیح بخاری کتاب الطب کے لفظ یہ ہیں:

لیس من عبد یقع الطاعون فیمکث فی بلدہ صابرا[2]۔

کوئی ایسا بندہ نہیں کہ طاعون واقع ہو اور وہ اپنے شہر میں صبر کے ساتھ ٹھہرا رہے (ت)

اور ذکرِ بنی اسرائیل میں:

لیس من احد یقع الطاعون فیمکث فی بلدہ صابرا محتسبا[3]۔

کوئی ایسا شخص نہیں کہ طاعون واقع ہو پھر وہ اپنے شہر میں صبر کرتے ہوئے ثواب کی خاطر ٹھہرا رہے۔ (ت)

اور بداہۃً معلوم ہے کہ مطلقًا رُوئے زمین میں سے کسی جگہ وقوعِ طاعون مراد نہیں تو

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۵۲-۲۵۱

[2] صحیح البخاری کتاب الطب باب اجر الصابرین فی الطاعون قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۵۳

[3] صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب حدیث الغار ″ ″ ″ ۱/ ۴۹۴

Marfat.com

حدیث بخاری میں فی بلدہ اور حدیث احمد میں فی بیتہ بر سبیل تنازع یمکث و یقع دونوں سے متعلق ہیں
امام عینی عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں فرماتے ہیں :

قولہ فی بلدہ مما تنازع الفعلان فیہ اعنی قولہ یقع و قولہ فیمکث[1]

ان کا ارشاد "فی بلدہ" اس میں تنازع فعلین (یعنی یمکث اور یقع جو دو فعل ہیں) ان کا فی بلدہ جار مجرور میں تنازع ہے پس ہر ایک چاہتا ہے کہ وہ میرے ساتھ متعلق ہو ۔ (ت)

تو دونوں روایتوں کا مطلب یہ ہوا کہ جس کے شہر میں طاعون واقع ہو وہ شہر سے نہ بھاگے اور جس کے خود گھر میں واقع ہو وہ اپنے گھر سے نہ بھاگے اور حاصل اسی طرف رجوع کر گیا کہ طاعون سے نہ بھاگے، شہر یا گھر سے بھاگنا لذاتہٖ ممنوع نہیں، اگر کوئی ظالم جبار شہر میں ظلماً اس کی گرفتاری کو آیا اور یہ اس سے بچنے کو شہر سے بھاگ گیا ہرگز مواخذہ نہیں اگرچہ زمانہ طاعون ہی کا ہو کہ یہ بھاگنا طاعون سے نہ تھا بلکہ ظلم ظالم سے ، اور اللہ عزوجل نیت کو جانتا ہے ، ولہذا حدیث عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ارشاد ہوا :

اذا وقع بارض وانتم بھا فلا تخرجوا فرارا منہ[2]

جب کسی جگہ طاعون واقع ہو اور تم وہاں موجود ہو تو طاعون سے بھاگ کر کہیں باہر دوسری جگہ نہ جاؤ (ت)

نہ کہ منھا (یعنی جائے طاعون سے ۔ ت) ، اور حدیث اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما روایت تامہ شیخین میں اس کے مثل اور روایت مسلم میں یوں آئی :

فلا تخرجوا فرارا منہ[3]

جائے طاعون سے باہر نہ جاؤ اس سے بھاگتے ہوئے (ت)

لاجرم شرح صحیح مسلم میں ہے :

اتفقوا علی جواز الخروج بشغل و غرض غیر الفرار و دلیلہ صریح الاحادیث[4]

اہل علم کا اس پر اتفاق ہے بھاگنے کے علاوہ کسی دوسرے شغل اور غرض کے لئے مقام طاعون سے باہر نکلنا جائز ہے اور اس کے ثبوت میں صریح احادیث ہیں ۔ (ت)

---

[1] عمدۃ القاری شرح البخاری کتاب الطب باب اجر الصابرین فی الطاعون ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۱/ ۲۶۱
[2] صحیح البخاری کتاب الطب باب ما یذکر فی الطاعون قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۵۳
[3] صحیح مسلم کتاب السلام باب الطاعون والطیرۃ " " " ۲/ ۲۲۸
[4] شرح مسلم للنووی " " " " " " " " ۲/ ۲۲۹

Marfat.com

اسی طرح حدیقہ ندیہ میں نقل فرمایا اور مقرر رکھا، اور جب مطمحِ نظر فرار عن الطاعون ہے نہ کہ عن البلد تو یہ بحث کہ فنائے شہر بھی مثلِ جمعہ اس حکم میں داخل ہے یا مثلِ سفر خارج محض طاعون سے بھاگنے کے لئے جو نقل وحرکت ہو سب زیرِ نہی ہے اگرچہ مضافات خواہ فنا خواہ شہر کی شہر میں۔

رابعًا نظر کیجئے تو خود یہی حدیث فیمکث فی بلدہ (پھر وہ اپنے شہر میں ٹھہرا رہے۔ ت) محلات شہر ہی میں تجویزِ فرار سے صریح ابا فرما رہی ہے اُس میں فقط اتنا ہی نہ فرمایا کہ شہر میں رہے بلکہ صاف ارشاد ہوا:

یمکث فی بلدہ صابرا محتسبا یعلم انہ لایصیبہ الا ما کتب اللہ لہ[1] وہ اپنے شہر میں اللہ تعالٰی سے اجر وثواب کی امید رکھتے ہوئے اور یہ جانتے ہوئے کہ اسے وہی کچھ پہنچے گا جو اللہ تعالٰی نے اس کے مقدر میں لکھ دیا ہے، صبر کا دامن تھامے ہوئے ٹھہرا رہے (ت)

اپنے شہر میں تین وصفوں کے ساتھ ٹھہرے: اوّل صبر و استقلال، دوم تسلیم وتفویض و رضا بالقضاء پر طلبِ ثواب، سوم یہ سچا اعتقاد کہ بے تقدیرِ الٰہی کوئی بلا نہیں پہنچ سکتی۔ اب اس کے حال کو اندازہ کیجئے جس کے شہر کے ایک کنارے میں طاعون واقع ہوا اور وہ اس کے خوف سے گھر چھوڑ کر دوسرے کنارے کو بھاگ گیا کیا اُسے ثابت قدم و صابر و مستقل و راضی بالقضاء کہا جائے گا، وہ ایسا ہوتا تو کیوں بھاگتا، شہر میں اس کا قیام صبر و رضا کے لئے نہیں بلکہ اس لئے کہ یہ کنارۂ شہر ہنوز محفوظ ہے کل اگر یہاں بھی طاعون آیا تو اُسے یہاں سے بھی بھاگتے دیکھ لینا، اگر اب بیرونِ شہر جا کر پڑا اور وہاں بھی وبا پہنچی تو مضافات کو بھی چھوڑ کر دوسری ہی بستی میں دم لے گا پھر صابرًا محتسبًا کہاں صادق آیا۔

خامسًا سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرار عن الطاعون کو جس کا مماثل فرمایا یعنی جہاد سے بھاگنا اُسی کے ملاحظہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ شہر چھوڑ کر دوسرے شہر کو چلے جانے ہی پر فرار محصور نہیں کیا اگر امام مسلمانان بیرونِ شہر کفار سے جہاد کر رہا ہو اور کچھ لوگ مقابلہ سے بھاگ کر اپنے گھروں میں جا بیٹھیں تو فرار نہ ہوگا ضرور ہوگا بلکہ گھروں میں جا بیٹھنا درکنار اگر معرکہ سے بھاگ کر اُسی میدان کے کسی پہاڑ یا غار میں جا چھپے ضرور عار فرار نقد وقت ہوگی کہ میدانِ کارزار تو ہر طرح چھوڑا اور مقابلۂ کفار سے مُنہ موڑا، نصِ قرآنی اس پر دلیلِ صریح ہے:

قال اللہ عزوجل ان الذین اللہ تعالٰی غالب اور بڑی ذات کا ارشاد ہے بیشک تم

---

[1] صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب حدیث الغار قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۹۴

Marfat.com

تولوا منکم یوم التقی الجمعٰن انما استزلھم الشیطٰن ببعض ما کسبوا ولقد عفا اللہ عنھم ان اللہ غفور حلیم[1]o وقال جل من قائل ولقد عفا عنکم واللہ ذو فضل علی المؤمنین o اذ تصعدون ولا تلوٗن علی احد والرسول یدعوکم فی اخرٰکم فاثابکم غمًّا بغم[2] الآیۃ۔

میں سے جن لوگوں نے دو جماعتوں کے (جنگ کیلئے) آمنے سامنے آجانے والے دن منہ پھیرا۔ ان کے بعض افعال کی وجہ سے شیطان نے انھیں پھسلا دیا بے شک اللہ تعالٰی نے انھیں معاف کردیا کیونکہ اللہ تعالٰے معاف فرمانے والا بُردبار ہے، اور اس نے ارشاد فرمایا جو کہنے والوں سے بڑی شان رکھتا ہے، بے شک اللہ تعالٰی نے تمھیں معاف فرما دیا اور اللہ تعالٰی مومنوں پر احسان فرمانے والا ہے، اور یاد کرو جب تم اُوپر چڑھ رہے تھے اور پیچھے مُڑکر بھی نہ دیکھتے تھے اور رسول مکرم تمھیں آوازیں دے دے کر بُلا رہے تھے پھر تمھیں غم پر غم نے آلیا الآیۃ (ت)

معالم میں ہے :

قرأ ابو عبدالرحمٰن السلمی وقتادۃ تصعدون بفتح التاء والعین والقراءۃ المعروفۃ بضم التاء وکسر العین والاصعاد السیر فی الارض والصعود الارتفاع علی الجبال والسطوح وکلتا القراءتین صواب فقد کان یومئذ من المنھزمین مصعد وصاعد[3] اھ باختصار۔

ابوعبدالرحمٰن سلمی اور قتادہ نے اس لفظ تصعدون کے حرف تاء اور عین کو زبر سے پڑھا ہے جبکہ مشہور قراءت تاء کی پیش اور عین کی زیر کے ساتھ ہے پھر وہ اس طور پر ابواب مزید باب افعال سے ہونے کی وجہ سے "اَلْاِصْعَاد" سے بنا ہے جس کے معنٰی "زمین میں چلنا" ہے جبکہ پہلے طور پر مجرد ہونے کی وجہ سے لفظ "صعود" سے بنا ہے جس کے معنٰی "اوپر چڑھنا، بلندی پر جانا" ہے خواہ چھتوں پر ہو یا پہاڑوں پر۔ اور دونوں قراءتیں درست اور صحیح ہیں۔ پس اس دن کچھ شکست خوردہ لوگ منہ اٹھائے بھاگے جارہے تھے اور کچھ قریبی پہاڑی پر چڑھ رہے تھے اھ باختصار (ت)

سادسًا جن حکمتوں کی بنا پر حکیم کریم رؤف رحیم علیہ وعلٰی آلہ الصلوٰۃ والتسلیم نے طاعون سے

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۵۵ [2] القرآن الکریم ۳/ ۱۵۲
[3] معالم التنزیل علی ہامش الخازن تحت آیۃ ولقد عفا عنکم الخ مصطفی البابی الحلبی مصر ۱/ ۴۳۴

Marfat.com

فرار حرام فرمایا اُن میں ایک حکمت یہ ہے کہ اگر تندرست بھاگ جائیں گے بیمار ضائع رہ جائیں گے ان کا کوئی تیماردار ہوگا نہ خبرگیراں، پھر جو مریں گے اُن کی تجہیز و تکفین کون کرے گا، جس طرح خود آج کل ہمارے شہر اور گرد و نواح کے ہنود میں مشہور ہو رہا ہے کہ اولاد کو ماں باپ، ماں باپ کو اولاد نے چھوڑ کر اپنا رستہ لیا بڑوں بڑوں کی لاشیں مزدوروں نے ٹھیلے پر ڈال کر جہنم پہنچائیں اگر شرع مطہر مسلمانوں کو بھی بھاگنے کا حکم دیتی تو معاذ اللہ یہی بے بسی بیکسی ان کے مریضوں میتوں کو بھی گھیرتی جسے شرع قطعاً حرام فرماتی ہے۔

ارشاد الساری شرح صحیح البخاری میں ہے:

(لاتخرجوا فرارا منه) فانه فرار من القدر ولئلا تضیع المرضی لعدم من یتعهدهم والموتی ممن یجهزهم[۱]۔

(مقام طاعون سے بھاگ کر کہیں باہر نہ جاؤ) کیونکہ یہ تقدیر الٰہی سے بھاگنے کے مترادف ہے اور تاکہ بیمار ضائع نہ ہونے پائیں اس لئے کہ اس افراتفری کے باعث مریضوں کی نگہبانی اور حفاظت کے لئے کوئی نہیں ہوگا اور مرنے والوں کی تجہیز و تکفین اور تدفین کے لئے بھی کوئی نہ ہوگا۔ (ت)

اسی طرح زرقانی[۲] شرح مؤطا میں ہے۔ عینی[۳] شرح بخاری میں بھی اسے نقل کرکے مقرر رکھا۔ ظاہر یہ ہے کہ علت جس طرح غیر شہر کو بھاگ جانے میں ہے یونہی بیرونِ شہر جا پڑنے بلکہ محلہ مریضان چھوڑ کر محلہ صحیحان میں جا بسنے میں بھی تو حق یہ کہ بہ نیت فرار مطلقاً نقل و حرکت حرام ہے نیز یہ علت موجب ہے کہ نہ صرف طاعون بلکہ ہر وبا کا یہی حکم ہے، ولہذا شیخ محقق رحمہ اللہ تعالٰی نے اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:

آنچہ در احادیث مذکور شدہ و برگریختن ازاں و بیرون رفتن از شہرے کہ واقع شدہ باشد دراں نہی کردہ و وعید نمودہ و تشبیہ بفرار از زحف دادہ بر صبر براں بشہادت حکم کردہ مراد وبا و موت عام و مرض عام ست و مخصوص بانچہ اطبا تعیین

جو کچھ حدیثوں میں ذکر کیا گیا کہ طاعون سے بھاگنا اور شہر سے باہر چلے جانا واقع ہوجائے تو اس سے منع فرمایا گیا اور اس پہ عذاب کی دھمکی دی گئی اور اسے جنگ سے بھاگنے کے مترادف قرار دیا گیا اور قدم جما کر وہیں ٹھہرے رہنے پر شہادت کا حکم سنایا گیا لہذا اس سے وبا اور عام موت کا

---

[۱] ارشاد الساری شرح البخاری کتاب الطب باب مایذکر فی الطاعون دار الکتاب العربی بیروت ۸/ ۳۸۵

[۲] شرح الزرقانی علی مؤطا امام مالک تحت حدیث ۱۷۲۱ دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۲۴۰

[۳] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب الانبیاء ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۱۶/ ۵۹

Marfat.com

نمودہ اندنیست ولہذا در احادیث بہ لفظ وبا وموت عام مذکور شدہ واگرچہ بلفظ طاعون نیز واقع شدہ اما مراد معنی وباست وغلط کردہ کہ طاعون را بر مصطلح اطباء حمل کردہ ودر غیر آں فرار مباح داشتہ واگر فرضا برہمیں معنی محمول باشد فردے از وبا خواہد بود نہ مخصوص باں وایں قائل آں احادیث را کہ در وے لفظ وبا وموت عام واقع شدہ چہ خواہد گفت۔ نسأل اللہ العافیۃ[1]

ذکر کیا گیا ہے۔ اگرچہ لفظ طاعون بھی وارد ہوا ہے لیکن اس میں بھی وبا کے معنٰی مراد ہیں۔ لہذا یہ غلطی ہوگئی کہ طاعون کو طبیبوں کی خصوصی اصطلاح پر قیاس کرلیا گیا اس لئے دوسری وبائی امراض سے بھاگنا مباح سمجھا گیا، اگر بالفرض اسی معنٰی پر بھی کلام کو محمول کیا جائے تو پھر وہ از قسم وبا ہوجائے گا نہ کہ اس معنی کے ساتھ مخصوص۔ لہذا یہ قائل ان حدیثوں کے متعلق کیا کہے گا کہ جن میں لفظ وبا اور موت عام کے الفاظ مذکور ہوئے ہیں۔ ہم اللہ تعالٰی سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ (ت)

فائدہ: امام احمد مسند اور ابن سعد طبقات میں ابو عسیب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند صحیح روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اتانی جبرئیل بالحمی والطاعون فامسکت الحمی بالمدینۃ وارسلت الطاعون الی الشام فالطاعون شہادۃ لامتی ورحمۃ لھم ورجس علی الکافرین[2]

میرے پاس جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بخار اور طاعون لے کر حاضر ہوئے میں نے بخار مدینہ طیبہ میں رہنے دیا اور طاعون ملک شام کو بھیج دیا، تو طاعون میری اُمت کے لئے شہادت و رحمت اور کافروں پر عذاب ونقمت ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو معلوم تھا کہ طاعون کو ملک شام کا حکم ہوا ہے اور بلادِ شام فتح کرنے تھے لہذا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ جو لشکر ملک شام کو روانہ فرماتے اُس سے دونوں باتوں پر یکساں بیعت و عہد و پیمان لیتے، ایک یہ کہ دشمنوں کے نیزوں سے نہ بھاگنا، دوسرے یہ کہ طاعون سے نہ بھاگنا۔ امام مسدد استاذ امام بخاری ومسلم اپنی مسند میں ابو السفر سے روایت کرتے ہیں:

قال کان ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ اذا بعث الی الشام بایعھم علی

ابو السفر نے کہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ جب کوئی لشکر ملک شام روانہ فرماتے تو ان سے

---

[1] اشعۃ اللمعات کتاب الجنائز باب عیادۃ المریض الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۴۷-۳۸

[2] مسند امام احمد عن ابی عسیب رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۸۱

Marfat.com

الطعن والطاعون[1]

یہ بیعت (عہد و پیمان) لیتے کہ ایک تو دشمن کے نزول سے نہ بھاگنا دوسرے مقام طاعون سے نہ بھاگنا (ت)

یہاں سے خوب ثابت وظاہر ہُوا کہ مسلمانوں کو فرار عن الطاعون کی ترغیب دینے والا ان کا خیر خواہ نہیں بدخواہ ہے اور طبیبوں ڈاکٹروں کا اس میں صبر و استقلال سے منع کرنا خیر و صلاح کے خلاف باطل راہ ہے، اللہ عزوجل نے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو سارے جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا اور مسلمانوں پر بالتخصیص رؤف رحیم بنایا اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے لئے ارحم امتی بامتی ابوبکر[2] (میری امت میں میری اُمت کے ساتھ سب سے بڑے مہربان ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) ہیں۔ ت) حدیث میں آیا یعنی جو رافت و رحمت میری اُمت کے حال پر ابوبکر کو ہے اتنی تمام امت میں کسی کو نہیں، اگر طاعون سے بھاگنے میں بھلائی اور ٹھہرنے میں بُرائی ہوتی تو رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کہ اپنی اُمت پر ماں باپ سے زیادہ مہربان ہیں کیوں ٹھہرنے کی ترغیب دیتے اور بھاگنے سے اس قدر تاکید شدید کے ساتھ منع فرماتے اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہ تمام امت میں سب سے بڑھ کر خیر خواہِ امت ہیں کیوں اس سے بھاگنے کا عہد و پیمان لیتے، معلوم ہُوا کہ طاعون سے بھاگنے کی ترغیب دینے والے ہی حقیقۃً امت کے بدخواہ اور الٹی مت سمجھانے والے ہیں والعیاذ باللہ تعالےٰ، جیسے کوئی بدعقل بے تمیز کج فہم عورت پڑھنے کی محنت استاذ کی شدت دیکھ کر اپنے بچّے کو مکتب سے بھاگ آنے کی ترغیب دے وہ اپنے خیال باطل میں اُسے محبت سمجھتی ہے حالانکہ صریح دشمنی ہے ؏

دوستی بیخرداں دشمنی ست

(بیوقوفوں کی دوستی درحقیقت دشمنی ہوتی ہے۔ ت)

بدنصیب وُہ بچّہ کہ اس کے کہنے میں آجائے اور مہربان باپ کی تاکید و تہدید خیال میں نہ لائے بلکہ انصافاً یہ حالت اس مثال سے بھی بدتر ہے مکتب میں پڑھنے کی محنت سبھی پر ہوتی ہے اور شدت بھی غالب و اکثری ہے اور جہاں طاعون پھُوٹے وہاں سب یا اکثر کا مبتلا ہونا کچھ ضرور نہیں بلکہ باذنہٖ تعالےٰ محفوظ ہی رہنے والوں کا شمار زائد ہوتا ہے ولہذا آگ اور زلزلے پر اس کا قیاس باطل و لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ[3] (لوگو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔ ت) کے نیچے سمجھنا محض وسوسہ ہے کہ اُن میں ہلاک غالب ہے جیسا کہ کلام حضرت

---

[1] ...

[2] مسند امام احمد عن انس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۲۸۱

[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۵

Marfat.com

شیخ محقق قدس سرہ سے گزرا اور سچا ہلاک تو یہ ہے کہ مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ارشاد اقدس کو کہ عین رحمت وخیر خواہی امت ہے معاذ اللہ مضرت رساں خیال کیا جائے اور اس کے مقابل طبیبوں اور ڈاکٹروں کی بات کو اپنے لئے نافع سمجھا جائے۔ ع

بہیں کہ از کہ بریدی و با کہ پیوستی

(دیکھو تو سہی کہ تم نے کس سے رشتہ کاٹا اور کس سے رشتہ جوڑا اور ملایا۔ ت)

ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (کسی کی کوئی طاقت اور قوت نہیں مگر اللہ تعالےٰ کی عطا و بخشش سے ہے جو بلند مرتبہ اور عظیم الشان ہے۔ ت) ولہذا اسلف صالح کا داب یہی رہا کہ طاعون میں صبر واستقلال سے کام لیتے، امام ابوعمر بن عبدالبر فرماتے ہیں:

لم یبلغنی عن احد من حملۃ العلم انہ فر منہ الا ما ذکر المدائنی ان علی بن زید بن جدعان ھرب منہ الی السیالۃ فکان یجمع کل جمعۃ ویرجع اذا جمع صاحوا بہ فر من الطاعون فطعن فمات بالسیالہ[1]

یعنی مجھے کسی کی نسبت یہ روایت نہ پہنچی کہ وہ طاعون سے بھاگا ہو مگر وہ جو مدائنی نے ذکر کیا کہ علی بن زید بن جدعان طاعون میں شہر سے بھاگ کر سیالہ کو چلے گئے تھے ہر جمعہ کو شہر میں آکر نماز پڑھتے اور پلٹ جاتے جب پلٹتے لوگ شور مچاتے طاعون سے بھاگا ہے آخر سیالہ میں طاعون ہی میں مبتلا ہو کر مرے۔

یہ علی بن زید کچھ ایسے مستند علما سے نہ تھے امام سفیٰن بن عیینہ وامام حماد بن زید وامام احمد بن حنبل وامام یحیی بن معین وامام بخاری وامام ابوحاتم وامام ابن خزیمہ وامام عجلی وامام دارقطنی وغیرہم عامہ ائمہ جرح وتعدیل نے ان کی تضعیف کی اور مذہب کے بھی کچھ ٹھیک نہ تھے، عجلی نے کہا شیعی تھا بلکہ امام یزید بن زریع سے مروی ہوا رافضی تھا، پھر اس کا یہ فعل زمانہ سلامت عقل وصحت حواس کا بھی نہ تھا، آخر عمر میں عقل صحیح نہ رہی تھی، امام شعبہ بن الحجاج نے فرمایا: حدثنا علی قبل ان یختلط[2] (ہم سے علی بن زید نے زمانہ اختلاط عقل سے پہلے بیان کیا ہے۔ ت) فسوی نے کہا: اختلط فی کبرہ[3] (اس کو بڑھاپے میں اختلاط ہو گیا تھا۔ ت) پھر ہر جمعہ کو نماز کے لئے شہر یعنی بصرہ میں آنا اور نماز پڑھ کر پلٹ جانا دلیل واضح ہے

---

[1] التمہید لابن عبدالبر عبداللہ بن عامر بن ربیعۃ رقم ۱۱ المکتبۃ القدوسیہ لاہور ۶/ ۱۵-۲۱۴

[2] میزان الاعتدال ترجمہ علی بن زید ۵۸۴۴ دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۱۲۷

[3] " " " " " " ۳/ ۱۲۸

Marfat.com

کہ سبالہ کوئی ایسی ہی قریب جگہ بصرہ سے تھی علی بن زید کا انتقال ۱۳۱ھ میں ہے وہ زمانہ تابعین کا تھا، تو ثابت ہوا کہ مضافاتِ شہر میں چلا جانا بھی اسی فرار حرام میں داخل ہے جس پر یہ شخص تمام شہر میں مطعون و انگشت نما ہوا ہر جمعہ کو اس کے پلٹتے وقت اہل شہر میں کہ تابعین و تبع تابعین ہی تھے غُل پڑ جاتا کہ وہ طاعون سے بھاگا۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

تنبیہ نبیہ: جس طرح طاعون سے بھاگنا حرام ہے اور اُس کے لئے وہاں جانا بھی ناجائز و گناہ ہے، احادیث صریحہ میں دونوں سے ممانعت فرمائی، پہلے میں تقدیر الٰہی سے بھاگنا ہے تو دوسرے میں بلائے الٰہی سے مقابلہ کرنا ہے اور اس کے لئے اظہارِ توکل کا عذر محض سفاہت۔ توکل معارضۂ اسباب کا نام نہیں۔ امام اجل ابن دقیق العید رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں:

الاقدام علیہ تعرض للبلاء ولعلہ لایصبر علیہ وربما کان فیہ ضرب من الدعوی لمقام الصبر او التوکل فمنع ذٰلک لاغترار النفس ودعوٰھا ما لاتثبت علیہ عند التحقیق[1]

اس پر اقدام کرنا اپنے آپ کو مصیبت اور بلا پر پیش کرنا ہے اور وہ اس پر صبر نہ کر سکے گا اور کبھی اس میں ایک قسم کی شانِ دعوٰی پیدا ہو جاتی ہے صبر اور توکّل کے مقام کی، پس اس لئے اس سے روک دیا گیا فریبِ نفس سے بچاؤ کی خاطر اور نفس کے دعوں سے بچاؤ کی خاطر کہ جس پر درحقیقت کوئی استقرار اور ثبات نہیں۔ (ت)

اس قدر کی ممانعت میں ہرگز گنجائش سخن نہیں، اب رہا یہ کہ جب طاعون سے بھاگنے یا اس کے مقابلہ کی نیت نہ ہو تو شہر طاعونی سے نکلنا یا دُوسری جگہ سے اس میں جانا فی نفسہٖ کیسا ہے، اس میں ہمارے علماء کی تحقیق یہ ہے کہ بجائے خود حرام نہیں مگر نظر بہ پیش بینی یہاں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ انسان کامل الایمان ہے لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا[2] (ہمیں ہرگز کچھ نہیں پہنچ سکتا سوائے اس کے جو اللہ تعالٰی نے ہمارے لئے لکھ دیا ہے۔ ت) کی بشاشت و نورانیت اُس کے دل کے اندر سرایت کئے ہوئے ہے اگر طاعونی شہر میں کسی کام کو جائے اور مبتلا ہو جائے تو اُسے یہ پشیمانی عارض نہ ہو گی کہ ناحق آیا کہ بلا نے لے لیا یا کسی کام کو باہر جائے تو یہ خیال نہ کرے گا کہ خوب ہوا کہ اس بلا سے نکل آیا، خلاصہ یہ کہ اس کا آنا جانا بالکل ایسا ہو جیسا طاعون نہ ہونے کے زمانہ میں ہوتا تو اسے خالص اجازت ہے

---

[1] شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک باب ما جاء فی الطاعون تحت حدیث ۱۷۲۰ دار المعرفۃ بیروت ۴/۲۳۵

[2] القرآن الکریم ۹/۵۱

Marfat.com

اپنے کاموں کو آئے جائے جو چاہے کرے کہ نہ فی الحال نیت فاسدہ ہے نہ آئندہ فساد فکر کا اندیشہ ہے اور جو ایسا نہ ہو اسے مکروہ ہے کہ اگرچہ فی الحال نیت فاسدہ نہیں کہ حکم حرمت ہو مگر آئندہ فساد پیدا ہونے کا اندیشہ ہے لہذا کراہت ہے وہ حدیثیں جن میں خود شہر طاعونی سے نکلنے اور اُس میں جانے کی ممانعت مروی ہوئی جیسے ایک روایت حدیث اسامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے الفاظ :

اذا سمعتم بالطاعون بارض فلا تدخلوها واذا وقع بارض وانتم بها فلا تخرجوا منها رواہ الشیخان[1]۔

جب کسی سرزمین میں طاعون واقع ہو جائے تو وہاں نہ جاؤ اور اگر طاعون پھوٹ پڑنے والی جگہ تم موجود ہو تو پھر وہاں سے نہ نکلو۔ بخاری و مسلم نے اسے روایت کیا ہے۔ (ت)

یا ایک روایت حدیث عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لفظ :

فاذا سمعتم به فی ارض فلا تدخلوها رواہ الطبرانی فی الکبیر[2]۔

اگر کسی جگہ طاعون کے ظاہر ہونے کے متعلق سنو تو پھر وہاں ہرگز نہ جاؤ۔ امام طبرانی نے معجم کبیر میں اسے روایت کیا ہے۔ (ت)

یا حدیث عکرمہ بن خالد المخزومی عن ابیه وعمه عن جدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ :

اذا وقع الطاعون فی ارض وانتم بها فلا تخرجوا منها وان کنتم بغیرها فلا تقدموا علیها رواہ احمد والطحاوی والطبرانی والبغوی وابن قانع[3]۔

جب کسی خطہ زمین پر طاعون پھیل جائے اور تم پہلے سے وہاں اقامت پذیر ہو تو پھر وہاں سے نہ نکلو، اور اگر تم کسی دوسری جگہ ہو تو مقام طاعون پر نہ جاؤ۔ امام احمد، طحاوی، طبرانی، بغوی اور ابن قانع نے اسے روایت کیا ہے۔ (ت)

یہ اگر اپنے اطلاق پر رکھی جائیں یعنی نیت فرار و مقابلہ سے مقید نہ کی جائیں

بناء علی ما حقق الامام ابن الهمام

اس بنا پر کہ شیخ محقق امام ابن ہمام نے یہ تحقیق

---

[1] صحیح البخاری کتاب الطب باب مایذکر فی الطاعون قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۵۳
صحیح مسلم کتاب السلام باب الطاعون والطیرۃ " " " ۲/ ۲۲۸
[2] المعجم الکبیر حدیث ۲۶۸ و ۲۶۹ و ۲۷۲ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/ ۱۳۰ و ۱۳۱
[3] شرح معانی الآثار کتاب الکراهة باب الاجتناب من ذی داء الطاعون ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۱۵
المعجم الکبیر حدیث ۲۱ و کنز العمال حدیث ۲۸۴۶۱ ۱۰/ ۸۲ و مسند احمد بن حنبل ۳/ ۴۱۶

Marfat.com

ان المطلق لا یحمل علی المقید وان اتحد الحکم والحادثۃ مالم تدع الیہ ضرورۃ کما فی الفتح[1]۔

فرمائی ہے کہ حکم مطلق کسی مقید پر محمول نہیں کیا جائیگا اگرچہ حکم اور حادثہ ایک ہوں جب تک کہ کوئی ضرورت داعی نہ ہو جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔(ت)

تو ان کا محل یہی صورت کراہت ہے جو ابھی مذکور ہوئی اور اطلاق اس بناء پر کہ اکثر لوگ اسی قسم کے ہوتے ہیں اور احکام کی بناء کثیر و غالب پر ہے۔ درمختار میں ہے :

اذا خرج من بلدۃ بہا الطاعون فان علم ان کل شیئ بقدر اللہ تعالٰی فلا بأس بان یخرج ویدخل وان کان عندہ انہ لو خرج نجا ولو دخل ابتلی بہ کرہ لہ ذلک فلا یدخل ولا یخرج صیانۃ لاعتقادہ وعلیہ حمل النہی فی الحدیث الشریف۔ مجمع الفتاوی[2] اھ۔

جب کوئی کسی ایسے شہر سے نکلے جہاں طاعون پھیلا ہوا ہو اگر وہ جانتا اور پختہ یقین رکھتا ہو کہ ہر چیز اللہ تعالٰی کی قضاء و قدر سے وقوع پذیر ہوتی ہے تو اس کی آمد و رفت، دخول و خروج میں کوئی حرج نہیں اور اگر اس کے خیال میں یہ ہو کہ اگر یہاں سے باہر چلا گیا تو بچ جاؤں گا اور یہاں سے نہ نکلا تو مرض میں مبتلا ہو جاؤں گا تو ایسے شخص کے لئے نقل و حرکت مکروہ ہے لہذا نہ مقام طاعون پر جائے اور نہ مقام طاعون سے نکلے اپنے اعتقاد کو بچانے اور محفوظ رکھنے کے لئے۔ پس اسی پر حدیث شریف کی نہی محمول ہے اھ (ت)

اسی طرح فتاوٰی ظہیریہ میں ہے وتمام تحقیقہ فی ما علقناہ علی رد المحتار (اس کی پوری تحقیق ہم نے رد المحتار (فتاوٰی شامی) کے حواشی پر چڑھادی ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

رسالہ

تیسر الماعون للسکن فی الطاعون

ختم ہوا

---

[1] فتح القدیر باب الظہار فصل فی الکفارہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۱۰۸

[2] درمختار مسائل شتی قبیل کتاب الفرائض مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۵۱

Marfat.com

صحبت و موالات و محبّت و عداوت

مسئلہ ۹۴ از ریاست بھوپال ۱۳۰۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شہر بھوپال میں کچھ فرانسیسی کفار رہتے ہیں، بعض اہلِ اسلام بے تکلف ان کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں یہ فعل شرعاً کیسا ہے اور یہ مسلمان اگر منع کئے سے نہ مانیں اور باقی مسلمان اس وجہ سے ان کے ساتھ کھانے سے احتراز کریں تو بجا ہے یا بے جا؟ بیّنوا توجروا (بیان کرو تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

بیشک کفار سے ایسی مخالطت اور اُن کے ساتھ ہم پیالہ و ہم نوالہ ہونے سے بہت ضرور احتراز کرنا چاہئے خصوصاً جہاں اسلام ضعیف ہو شرع مطہر سے بہت دلائل اس پر قائم جن کے بعض کہ اس وقت کی نظر میں ذہن فقیر میں مستحضر ہوئے مذکور ہوتے ہیں:

اوّل قال اللہ عزوجل:

واِمّا ینسینّك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1]

اور اگر شیطان تجھے بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

Marfat.com

اور کافر سے بڑھ کر ظالم کون ہے۔ قال اللہ جل جلالہ:

فمن اظلم ممن کذب علی اللّٰہ وکذب بالصدق اذجاءہ الیس فی جھنم مثوی للکٰفرین[1]

اس سے بڑھ کر ظالم جس نے خدا پر جھوٹ باندھا اور سچ کو جھٹلایا جب وہ اس کے پاس آیا کیا نہیں ہے دوزخ میں کافروں کا ٹھکانا۔

جب کافر حد درجہ کا ظالم ہو اور ظالم کے پاس بیٹھنے سے منع فرمایا تو شیر و شکر و ہمکاسہ ہونا تو اور بدتر ہے۔

دوم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من جامع المشرك وسكن معه فانه مثله۔ رواہ ابوداؤد[2] عن سمرۃ بن جندب رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ باسناد حسن وعلقہ عنہ الترمذی۔

جو مشرک سے یکجا ہو اور اس کے ساتھ رہے وہ اسی مشرک کی مانند ہے۔ (امام ابوداؤد نے سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے سندِ حسن کے ساتھ اسے روایت کیا۔ لیکن امام ترمذی نے ابوداؤد کے حوالے سے اسے معلق ذکر کیا۔ ت)

سوم فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

انا بریٔ من کل مسلم مع مشرك لا ترٰی ناراھما، اوردہ فی النھایۃ قلت والحدیث نحوہ عند ابی داؤد[3] والترمذی بسند رجالہ ثقات۔

میں بیزار ہوں اُس مسلمان سے جو مشرکوں کے ساتھ ہو مسلمان اور کافر کی آگ آمنے سامنے نہ ہونا چاہیے یعنی دوری لازم ہے (علامہ ابن اثیر نہایہ میں اسے لائے ہیں، میں کہتا ہوں اسی جیسی حدیث ابوداؤد اور ترمذی میں ایسی سند سے مذکور ہے کہ جس کے تمام راوی مستند ہیں۔ ت)

چہارم فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/۳۲

[2] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی الاقامۃ بارض الشرک آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۹

[3] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب النہی عن قتل من اعتصم بالسجود آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۵۶

Marfat.com

لا تصاحب الا مؤمنا ولا یاکل طعامك الا تقی۔ رواہ احمد وابوداؤد[۱] و الترمذی وابن حبان والحاکم عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ باسانید صحاح۔

صحبت نہ رکھ مگر ایمان والوں سے اور تیرا کھانا نہ کھائیں مگر پرہیزگار (امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے صحیح سندوں کے ساتھ اسے روایت کیا۔ ت)

پنجم فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

انما مثل الجلیس الصالح وجلیس السوء کحامل المسک ونافخ الکیر فحامل المسک اما ان یحذیك واما ان تبتاع منہ واما ان تجد منہ ریحا طیبۃ ونافخ الکیر اما ان یحرق ثیابك اما ان تجد منہ ریحا خبیثۃ۔ رواہ الشیخان[۲] عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

نیک ہم نشین اور بدجلیس کی مثال یوں ہے جیسے ایک کے پاس مشک ہے اور دوسرا دھونکنی دھونک رہا ہے مشک والا یا تو تجھے مشک ویسے ہی دے گا یا تو اس سے مول لے گا، اور کچھ نہ سہی تو خوشبو تو آئے گی اور وہ دوسرا تیرے کپڑے جلادے گا یا تو اس سے بدبو پائیگا۔ (بخاری ومسلم نے ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا۔ ت)

انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مثل جلیس السوء کمثل صاحب الکیر ان لم یصبك من سوادہ اصابك من دخانہ۔ رواہ ابوداؤد[۳] والنسائی۔

یعنی بدوں کی صحبت ایسی ہے جیسے لوہار کی بھٹی کہ کپڑے کالے نہ ہوئے تو دھواں جب بھی پہنچے گا (ابوداؤد اور نسائی نے اسے روایت کیا۔ ت)

---

[۱] مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۳/ ۳۸
سنن ابی داؤد کتاب الادب باب من یؤمر ان یجالس الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۰۸
جامع الترمذی ابواب الزہد امین کمپنی دہلی ۲/ ۶۲
[۲] صحیح البخاری کتاب الذبائح باب المسک قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۳۰
صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب استحباب مجالسۃ الصالحین ؍؍ ؍؍ ۲/ ۳۳۰
[۳] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب من یؤمر ان یجالس الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۰۸

Marfat.com

حاصل یہ ہے کہ اشرار کے پاس بیٹھنے سے آدمی نقصان اُٹھاتا ہے۔

ششم حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاك وقرین السوء فانك به تعرف۔ رواہ ابن عساکر[1] عن انس بن مالك رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بُرے مصاحب سے بچ کہ تو اسی کے ساتھ پہچانا جائے گا (ابن عساکر نے حضرت انس بن مالک کے حوالے سے اسے روایت کیا۔ ت)

یعنی جیسے لوگوں کے پاس آدمی کی نشست و برخاست ہوتی ہے لوگ اسے ویسا ہی جانتے ہیں۔

ہفتم فرماتے ہیں صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اعتبروا الصاحب بالصاحب۔ رواہ ابن عدی[2] عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

آدمی کو اس کے ہمنشین پر قیاس کرو (ابن عدی نے حضرت عبداللہ بن مسعود کی سند سے اسے روایت کیا۔ ت)

ہشتم حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تجالسوا اھل القدر ولا تفاتحوھم۔ رواہ احمد[3] وابوداؤد والحاکم۔

منکرانِ تقدیر کے پاس نہ بیٹھو، نہ انھیں اپنے پاس بٹھاؤ نہ ان سے سلام کلام کی ابتدا کرو (امام احمد، ابوداؤد اور حاکم نے اسے روایت کیا ہے۔ ت)

نہم حدیث میں ہے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ اختارنی واختار لی اصحابا واصھارا وسیاتی قوم یسبونھم وینتقصونھم فلا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لئے اصحاب واصہار پسند کئے، اور قریب ایک قوم آئے گی کہ انھیں بُرا کہے گی اور ان کی شان

---

[1] تہذیب تاریخ ابن عساکر ترجمہ العنزی الجرجانی الفقیہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۹۲

[2] کنز العمال بحوالہ عد عن ابن مسعود حدیث ۲۴۷۳۰ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۹/ ۱۱

[3] سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی ذراری المشرکین آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۹۳

سنن امام احمد بن حنبل ترجمہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۱/ ۳۰

Marfat.com

رواه ابن حبان و العقیلی[1] و اللفظ لہ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

گھٹائے گی، تم اُن کے پاس مت بیٹھنا، نہ اُن کے ساتھ پانی پینا، نہ کھانا کھانا، نہ شادی بیاہ کرنا (ابن حبان اور عُقیلی نے اسے روایت کیا ہے، اور عقیلی کے الفاظ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے یہی ہیں۔ت)

جب اہلِ بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے بُرا کہنے والوں کے لئے یہ حکم ہیں تو اہلِ کفر اور عیاذًا باللہ خدا و رسول کی جناب میں صریح گستاخیاں کرنے والوں کی نسبت کس قدر سخت حکم چاہیے۔

دہم حدیث میں ہے سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تقربوا الی اللہ ببغض اھل المعاصی و القوھم بوجوہ مکفھرۃ التمسوا رضا اللہ بسخطھم و تقربوا الی اللہ بالتباعد عنھم۔ رواہ ابن شاھین فی الافراد[2] عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اللہ تعالٰی کی طرف تقرب کرو اہلِ معاصی کے بغض سے اور اُن سے ترش رُوئی کے ساتھ ملو اور اللہ تعالٰی کی رضامندی اُن کی خفگی میں ڈھونڈو اور اللہ کی نزدیکی اُن کی دُوری سے چاہو۔ (ابن شاہین نے کتاب الافراد میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔ت)

کافروں سے بڑھ کر اہلِ معاصی کون ہے جو سراپا معصیت ہیں اور اُن کے پاس حسنہ کا نام ہونا محال۔

یازدہم تجربہ شاہد کہ ساتھ کھانا مورثِ محبت و وداد ہوتا ہے اور کفار کی موالات سمِ قاتل ہے، قال اللہ تعالٰی:

ومن یتولھم منکم فانہ منھم[3]

جو تم میں اُن سے دوستی رکھے گا انھیں میں سے شمار کیا جائے گا۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

المرء مع من احب۔ رواہ احمد و البخاری[4]

آدمی اپنے دوست کے ساتھ ہے، یعنی حشر میں۔

---

[1] الضعفاء الکبیر للعقیلی ترجمہ ۱۵۳ احمد بن عمران الاخنس دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۱۲۶

[2] کنز العمال بحوالہ ابن شاہین حدیث ۵۵۱۱ و ۵۵۸۵ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۳/۶۷، ۸۱

[3] القرآن الکریم ۵/۵۱

[4] صحیح البخاری کتاب الادب باب علامۃ الحب فی اللہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۱۱

Marfat.com

ومسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی عن انس والشیخان عن ابن مسعود و احمد ومسلم عن جابر والترمذی عن صفوان بن عسال وابوداؤد نحوه عن ابی ذر وفی الباب عن علی وابی ھریرۃ و ابی موسٰی رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

(احمد، بخاری، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت انس کے حوالے سے اس کو روایت کیا ہے۔ نیز بخاری اور مسلم نے عبداللہ ابن مسعود سے، مسند احمد اور مسلم نے حضرت جابر سے، اور ترمذی نے حضرت صفوان بن عسال کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ ابوداؤد اور اس جیسے دوسرے محدثین نے حضرت ابوذر سے روایت کی، اور اس باب میں جناب علی، ابوہریرہ اور ابوموسٰی اشعری سے روایت ہے، اللہ تعالٰی سب سے راضی ہو۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ثلث احلف علیھن وعد منھا لا یحب رجل قوما الاجعلہ اللہ معھم۔ رواہ احمد والنسائی[1] والحاکم والبیھقی عن ام المومنین الصدیقۃ والطبرانی فی الکبیر وابویعلٰی عن ابن مسعود و ایضا فی الکبیر عن ابی امامۃ وفی الاوسط والصغیر عن امیر المومنین علی رضی اللہ تعالٰی عنھم باسانید جیاد۔

میں قسم کھا کر فرماتا ہوں کہ جو شخص کسی قوم سے دوستی کرے گا اللہ تعالٰی اسے انھیں کا ساتھی بنائے گا (مسند احمد، نسائی، حاکم اور امام بیہقی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ سے اور امام طبرانی نے کبیر میں، اور ابویعلٰی نے عبداللہ ابن مسعود سے، نیز کبیر میں حضرت ابوامامہ اور اوسط اور صغیر میں امیر المومنین حضرت علی کرم وجہہ سے جید سندوں کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔ اللہ تعالٰی سب سے راضی ہو۔ ت)

ابوقرصافہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث میں ہے حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من احب قوما حشرہ اللہ فی زمرتھم۔ رواہ الضیاء فی المختارۃ والطبرانی[2] فی الکبیر۔

ہر قوم کے دوستوں کو اللہ تعالٰی اُنھیں کے گروہ میں اٹھائے گا (ضیاء نے مختارہ اور طبرانی نے الکبیر میں اسے روایت کیا ہے۔ ت)

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا دارالفکر بیروت ۶/۱۴۵

[2] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۲۵۱۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۳/۱۹

Marfat.com

دوازدہم بیشک یہ حرکت مسلمانوں کے لئے موجبِ نفرت ہوگی اور بلا وجہ شرعی مسلمانوں کو متنفر کرنا جائز نہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بشّروا ولا تنفّروا۔ رواہ الائمۃ احمد والبخاری[1] ومسلم والنسائی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

دل خوش کرنے والی بات کہو اور نفرت نہ دلاؤ (ائمہ مثلاً امام احمد، بخاری، مسلم اور نسائی نے حضرت انس کے حوالے سے اس کو روایت کیا ہے۔ اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو۔ ت)

سیزدہم اقل درجہ اتنا تو ہے کہ یہ بات سننے والوں کے کانوں کو خوش نہ آئے گی اور ایسے فعل سے شرع میں ممانعت ہے، حدیث میں آیا سید الکونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ایاك ومایسوء الاذن۔ رواہ احمد[2] عن ابی الغادیۃ والطبرانی فی الکبیر وابن سعد فی الطبقات والعسکری فی الامثال وابن مندۃ فی المعرفۃ والخطیب فی المؤتلف عن ام الغادیۃ وابونعیم فی المعرفۃ عن حبیب بن الحارث رضی اللہ تعالٰی عنہم وعبداللہ بن احمد فی الزوائد عن العاص بن عمرو الغفاری مرسلاً۔

بچ اس بات سے جو کان کو بُری لگے (امام احمد نے ابوالغادیہ سے اور طبرانی نے الکبیر میں اور ابن سعد نے طبقات میں اور العسکری نے امثال میں اور ابن مندہ نے المعرفۃ میں اور خطیب نے المؤتلف میں ام الغادیہ سے، ابونعیم نے المعرفۃ میں حبیب بن حارث سے (اللہ تعالٰے ان سب سے راضی ہو) عبداللہ بن احمد نے زوائد میں عاص بن عمرو غفاری سے بغیر کسی سند کے روایت کیا ہے (العکوۃ، اس لفظ کی صحیح سمجھ میں آئی)۔ (ت)

چہاردہم مسلمانوں کے آگے معذرت کی طرف محتاج کرے گی اور عاقل کا کام نہیں کہ ایسی بات کا مرتکب ہو، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاك وکل امر یعتذر منہ۔ رواہ ایضاً الدیلمی[3] بسند حسن عن انس رضی اللہ

اس بات سے بچ جس میں عذر کرنے کی حاجت پڑے۔ (دیلمی نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶
[2] مسند امام احمد بن حنبل ترجمہ ابوالغادیۃ دارالفکر بیروت ۴/۷۶
[3] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۱۷۵۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۴۳۱
اتحاف السادۃ المتقین الفصل الثانی فی بیان مراتب الناس دارالفکر

Marfat.com

تعالیٰ عنہ قلت فی الباب عن سعد بن ابی وقاص وعن ابی ایوب وعن جابر بن عبد اللہ وعن ابن عمر وعن سعد بن عمارۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کما فصلناہ فی کمال الاکمال۔

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کو روایت کیا۔ میں کہتا ہوں اس باب میں سعید بن ابی وقاص، ابوایوب، جابر بن عبد اللہ، عبد اللہ بن عمر اور سعد بن عمارہ (اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو) سے روایات موجود ہیں جیسا کہ ہم نے کمال الاکمال میں اس کو مفصل بیان کیا ہے۔ (ت)

پانزدہم صحبت قطعاً مؤثر ہے اور طبیعتیں سراقہ اور قلوب متقلب، والعیاذ باللہ رب العالمین۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما سمی القلب من تقلبہ انما مثل القلب مثل ریشۃ بالفلاۃ تعلقت فی اصل شجرۃ تقلبھا الریاح ظھرا لبطن[1] رواہ الطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وھو عند ابن ماجۃ بسند جید مختصرًا۔

دل کو قلب اس لئے کہتے ہیں کہ وہ انقلاب کرتا ہے، دل کی کہاوت ایسی ہے جیسے جنگل میں کسی پیڑ کی جڑ سے ایک پَر لپٹا ہے کہ ہوائیں اسے پلٹی دے رہی ہیں کبھی سیدھا کبھی اُلٹا (امام طبرانی نے الکبیر میں سند حسن کے ساتھ اس کو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور ابن ماجہ میں عمدہ سند کے ساتھ مختصراً موجود ہے۔ ت)

اسی لئے مولوی معنوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں: ؎

صحبتِ صالح ترا صالح کند | صحبتِ طالح ترا طالح کند[2]
دُور شو از اختلاطِ یارِ بد | یارِ بد بدتر از مارِ بد[3]
مارِ بد تنہا ہمیں بر جاں زند | یارِ بد بر جان و بر ایماں زند[4]

---

[1] کنز العمال بحوالہ الطبرانی فی الکبیر حدیث ۱۲۱۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۲۴۱
[2] مثنوی مولوی معنوی منازعت کردن امراء بایکدیگر نورانی کتب خانہ پشاور دفتر اول ص ۲۲
[3] گلدستہ مثنوی بکھرے موتی نذیر سنز اردو بازار لاہور ص ۹۴
[4] مثنوی مولوی معنوی دفتر پنجم نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۹۴

Marfat.com

(اچھے آدمی کی مجلس تجھے اچھا کردے گی، اور بُرے کی مجلس تجھے بُرا بنا دے گی۔
جب تک ہوسکے بُرے ساتھی سے دُور رہ، کیونکہ بُرا ساتھی بُرے سانپ سے بھی بُرا ہے۔
کیونکہ بُرا سانپ صرف جان کو ڈستا ہے، جبکہ بُرا ساتھی جان و ایمان دونوں پر ضرب لگاتا ہے۔ ت)

یہ آفت سب سے اشد ہے والعیاذ باللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ (اور اللہ تعالٰی کی پناہ، نیکی کرنے کی طاقت اور بُرائی سے بچنے کی قوت، اللہ تعالٰی کی توفیق کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ ت)

بالجملہ بلاضرورتِ شرعیہ اس امر کا مرتکب نہ ہوگا مگر دین میں مداہن یا عقل سے مباین، سبحان اللہ کتنے شرم کی بات ہے کہ آدمی کے ماں باپ کو اگر کوئی گالی دے اس کی صورت دیکھنے کو روادار نہ رہے اور خدا و رسول کو بُرا کہنے والوں کو ایسا یارِ غار بنائے انا للہ وانا الیہ راجعون (بیشک ہم اللہ تعالٰی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ ت) رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ ووالدہ والناس اجمعین۔[1] رواہ احمد والبخاری ومسلم والنسائی وابن ماجۃ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

تم میں کوئی مسلمان نہیں ہوتا جب تک میں اُسے اُس کی اولاد اور ماں باپ اور تمام آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں۔ (امام احمد، بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔ ت)

دلائل کثیر ہیں اور گوش شنوا کو اسی قدر کافی، پھر جو نہ مانے سنگدل ہے اور کافر آگ، آگ کا ساتھ جو پتھر دے گا وہ خود اتنا گرم ہوجائے گا کہ آدمی کو اس سے بچنا چاہیے، پس اگر اہلِ اسلام ان لوگوں سے احتراز کریں کچھ بے جا نہ کریں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم (اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے اور اس شرف و بزرگی والے کا علم زیادہ تام اور زیادہ پختہ ہے۔ ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الایمان باب حب الرسول من الایمان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷

Marfat.com

مسئلہ ۹۵ ازگلگت چھاؤنی جونال مرسلہ سید محمد یوسف علی شعبان ۱۳۱۲ھ

جناب مولوی صاحب مخدوم مکرم سلامت بعد آداب تسلیمات کے گزارش یہ ہے کہ شیعہ کے ساتھ برتاؤ کرنا جائز ہے یا نہیں؛ بینوا توجروا۔

الجواب

رافضی وغیرہ بدمذہبوں میں جس کی بدعت حدِ کفر تک پہنچی ہو وہ تو مرتد ہے اس کے ساتھ کوئی معاملہ مسلمان بلکہ کافر ذمی کے مانند بھی برتاؤ جائز نہیں، مسلمانوں پر لازم ہے کہ اُٹھنے بیٹھنے کھانے پینے وغیرہا تمام معاملات میں اسے بعینہٖ مثل سوئر کے سمجھیں اور جس کی بدعت اس حد تک نہ ہو اُس سے بھی دوستی محبت تو مطلقاً نہ کریں۔

قال اللّٰہ تعالٰی ومن یتولھم منکم فانہ منھم[1]
اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے جو کوئی تم میں سے ان سے دوستی رکھے گا تو وہ یقیناً انہی میں سے ہوگا (ت)

اور بے ضرورت ومجبوری محض کے خالی میل جول بھی نہ رکھیں کہ بدمذہب کی محبت آگ ہے اور صحبت ناگ اور دونوں سے پوری لاگ۔ رب عزوجل فرماتا ہے:

وانما ینسینك الشیطٰن فلاتقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین[2]
اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آجانے کے بعد ظالموں کے ساتھ مت بیٹھو۔ (ت)

جاہل کو ان کی صحبت سے یوں اجتناب ضرور ہے کہ اس پر اثرِ بد کا زیادہ اندیشہ ہے اور عام مقتدائیوں بچے کہ جاہل اسے دیکھ کر خود بھی اس بلا میں نہ پڑیں بلکہ عجب نہیں کہ اسے اُن سے ملتا دیکھ کر اُن کے مذہب کی شناعت ان کی نظروں میں ہلکی ہوجائے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

یکرہ للمشھور المقتدٰی بہ الاختلاط الی رجل من اھل الباطل والشر الابقدر الضرورۃ لانہ یعظم امرہ بین یدی الناس ولوکان رجل لایعرف یداریہ لیدفع الظلم عن نفسہ من غیراثم فلاباس بہ کذا فی الملتقط[3]۔
مشہور پیشوا کے لئے ایسے شخص سے میل جول رکھنا جو اہلِ باطل اور اہلِ شر میں سے ہو مکروہ ہے مگر ضرورت کی حد تک جائز ہے (یہ ممانعت اس لئے ہے) کہ لوگوں میں اس کا چرچا ہوجائیگا (جس کے بُرے اثرات مرتب ہوں گے) اور اگر غیر معروف شخص ان میں محض اپنے دفاع اور ظلم سے بچاؤ کے لئے گھومے پھرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ الملتقط میں یونہی مذکور ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۵۱
[2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸
[3] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب الرابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۶

Marfat.com

ابن حبان وعقیلی انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ان اللہ اختارنی واختارلی اصحابا واصھارا وسیأتی قوم یسبونھم وینتقصونھم فلا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم[1]

بیشک اللہ عزوجل نے مجھے چُن لیا اور میرے لئے یار اور خسرال کے رشتہ دار پسند فرمائے اور عنقریب کچھ لوگ آئیں گے کہ انھیں بُرا کہیں گے اور ان کی شان گھٹائیں گے تم ان کے پاس نہ بیٹھنا نہ ان کے ساتھ پانی پینا نہ کھانا کھانا نہ شادی بیاہت کرنا۔

یہ حدیث نص صریح ہے، اللہ تعالٰی مسلمانوں کو توفیق عمل بخشے۔ آمین! واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۶ از موضع نگریا کلاں ضلع بریلی مرسلہ وزیر خاں دوم صفر ۱۳۲۱ھ

زید نے بیان کیا کہ میں سیّد ہوں اور سنّت جماعت ہوں اور عید کی نماز بھی زید نے پڑھائی بعد کو معلوم ہوا کہ زید رافضی ہے اور نماز ہاتھ چھوڑ کر پڑھتا ہے اور وضو بھی رافضیوں کا کرتا ہے ایسی حالت میں سنّت جماعت کے واسطے زید کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ اور کھانا کھانا زید کے یہاں کا سنت جماعت کو جائز ہے یا نہیں؟ لڑکوں کے واسطے تعلیم زید کی جائز ہے یا نہیں؟ زید بیان کرتا ہے کہ میں قرآن شریف گیارہ میں پڑھا سکتا ہوں فاتحہ گیارھویں شریف کی زید سے دلانا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

رافضی کے پیچھے نماز محض باطل ہے، ہوتی ہی نہیں، فرض سر پر ویسا ہی رہے گا اور گناہ علاوہ۔ رافضی کی امامت ایسی ہی ہے جیسی کسی ہندو یا یہودی کی امامت۔ آجکل کے رافضی عمومًا مرتد ہیں ان کے یہاں کا کھانا یا اُن کے ساتھ کھانا یا اُن سے کسی قسم کا میل جول رکھنا گناہ ہے سب عذاب کے مستحق ہونگے اور بچوں کو اس سے پڑھوانا سخت حرام اور نری گمراہی ہے۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ رافضی کو جدا کردیں رافضی سے گیارھویں شریف کی فاتحہ دلانا سخت حماقت ہے اور ایک یہی کیا کسی قسم کی فاتحہ رافضی سے ہرگز نہ دلائی جائے کہ فاتحہ ثواب پہنچانے کے لئے ہے اور رافضی کے پڑھنے سے ثواب نہیں پہنچتا کیونکہ

---

[1] الضعفاء للعقیلی ترجمہ ۱۵۳ احمد بن عمران الاخنسی دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۲۶

Marfat.com

روافض انکارِ ضروریاتِ دین کے باعث مرتد ہیں، پھر یہ بھی اس وقت ہے کہ فاتحہ میں رافضی کچھ قرآن پڑھے مگر سُنیوں کے لئے فاتحہ میں رافضی سے بھی امید نہیں خدا جانے کیا کچھ ناپاک کلمے بکے گا اُن کا ثواب پہنچے گا یا اور عذاب بھیجے گا۔ اللہ تعالٰی سُنیوں کی آنکھیں کھولے اور انھیں توفیق دے کہ گمراہوں سے دور رہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے صاف حکم فرمایا ہے کہ ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم[1] بدمذہبوں سے دُور رہو اور ان کو اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمھیں فتنے میں نہ ڈال دیں کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کر دیں۔ قرآن شریف میں فرمایا ہے:

واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[2] اور تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر پاس نہ بیٹھ ظالم لوگوں کے۔

اور بدمذہب لوگ خصوصاً رافضیوں کے یہاں تقیہ بہت ہے یہ بہت اپنے مذہب کو چھپاتے ہیں ان کی بات پر ہرگز اعتبار نہ کرنا چاہیے جہاں نفع نقصان کچھ نہ ہو وہاں سُنی بن جانا اُن کا ادنیٰ شعبدہ ہے تو جہاں دو پیسے کا نفع ہو وہاں سُنی بنتے ہوئے انھیں کیا لگتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۷ از قصبہ لُسوا موضع فریدپور مرسلہ مہدی حسن صاحب

کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں اہل سنت وجماعت کو سادات اہل تشیعہ کے یہاں کی علاوہ نیاز آٹھویں تاریخ حضرت عباس علمدار کے نیاز حسین کی مثلاً شربت و ملیدہ وروٹی ولنگر وتبرک مجلس کا اہلسنت وجماعت صاحبان کو لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

حدیث میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس قوم کی نسبت فرماتے ہیں:

لا تجالسوھم ولا تؤاکلوھم ولا تشاربوھم[3] اُن کے پاس نہ بیٹھو اور اُن کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ اور اُن کے ساتھ پانی نہ پیو۔

لہٰذا ان کی مجالس میں جانا مطلقاً حرام کہ وہ قرآن مجید کی توہین کرتے ہیں اور اسے ناقص جانتے ہیں اور

---

[1] صحیح مسلم مقدمۃ الکتاب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰

[2] القرآن الکریم ۶/۶۸

[3] الضعفاء الکبیر ترجمہ ۱۵۳ احمد بن عمران الاخنس دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۲۶
کنز العمال برمز عق عن انس حدیث ۳۲۴۶۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۵۲۹

Marfat.com

اُن کے یہاں سے شربت، ملیدہ، لنگر کوئی چیز نہ لی جائے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۹۸ از قصبہ لسوا موضع فریدپور مرسلہ مہدی حسن صاحب

کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے دین اہل سنّت وجماعت اُس شخص کی نسبت کہ جو شخص سادات اہل تشیعہ کے یہاں کی نیاز حسین علیہ السلام کے لینے سے لوگوں کو منع کرے اور کہے یہ نیاز حرام ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

مندرجہ بالا سوال کے جواب سے معلوم ہوگیا کہ منع کرنے والا ٹھیک منع کرتا ہے اور اُس کا منع کرنا بیجا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۹ از جادوپور تھانہ بھوجی پورہ تحصیل وضلع بریلی مسئولہ شمشاد علی صاحب

۱۲ رجب ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ جس میں ہمیشہ سے گاؤکشی ہوتی آئی اس سال اس کے ہنود نے مسلمانوں سے نزاع کیا اس گاؤں میں بازار ہوتا تھا وہ لوگوں کو ورغلا کر دوسرے گاؤں میں اُٹھوادیا کہ اُن لوگوں کا نفع جاتا رہے، ہندو تو ہندوؤں کے کہنے سے چلے ہی گئے بعض مسلمان بھی انھیں کے شریک ہوئے اُن سے کہا بھی گیا کہ جس طرح ہنود نے اپنا بازار الگ کرلیا ہے تم بھی الگ بازار مسلمانوں کا کرو اور اس میں شریک ہو اور ہندوؤں کی شرکت نہ کرو مگر وہ نہیں مانتے، اس صورت میں ایسے لوگوں کے لئے کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب

افسوس ہے اُن مسلمانوں پر جو مسلمانوں کی مخالفت میں ہندوؤں کا ساتھ دیں اور اُن کی جماعت بڑھائیں اُن کا نفع چاہیں مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں خصوصًا وہ بھی ایسی بات میں جس کی بنا مذہبی کام پر ہو ان کو توبہ کرنا چاہئے ورنہ اندیشہ کریں کہ اسی حالت میں موت آگئی تو حشر بھی ہندوؤں ہی کے ساتھ ہوگا۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں؛

جامع المشرك وسكن معه فانه مثله[1] وفی لفظ لاتساكنوا المشركين ولاتجامعوهم فمن ساكنهم او جامعهم فهو

جو کوئی کسی شرک کرنے والے کے ساتھ جمع ہو اور اس کے ساتھ رہنا سہنا اختیار کرے تو وہ مسلمان بھی اُسی کی طرح ہے۔ اور بعض روایات میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں، شرک کرنے والوں کے ساتھ

[1] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی الاقامۃ بارض الشرک

Marfat.com

مثلہم[1] رواہ بالاول ابوداؤد عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن وبالاٰخر الترمذی عنہ تعلیقا۔

رہائش اختیار نہ کرو اور نہ اُن کے ساتھ اجتماع رکھو پھر جو کوئی اُن کے ساتھ سکونت اختیار کرے یا ان کے ساتھ جمع ہو تو وہ ان ہی کی طرح ہے۔

پہلی حدیث کو امام ابوداؤد نے سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا ہے جبکہ دوسری حدیث کو امام ترمذی نے اسی مذکور صحابی سے بطورِ تعلیق روایت کیا ہے (ت)

دوسری حدیث ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من کثر سواد قوم فھو منھم[2]

جو کسی گروہ کی جماعت بڑھائے وہ انھیں میں سے ہے۔

تیسری حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من اعان علی خصومۃ بغیر حق لم یزل فی سخط اللہ حتی ینزع۔ رواہ ابن ماجۃ والحاکم عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند حسن۔

جو کسی جھگڑے میں ناحق والوں کو مدد دے ہمیشہ خدا کے غضب میں رہے جب تک اس سے باز آئے (ابن ماجہ اور حاکم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بسندِ حسن اسے روایت کیا ہے۔ ت)

چوتھی حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم:

من مات علی شیئ بعثہ اللہ علیہ۔ رواہ احمد[4] والحاکم عن جابر بن عبداللہ

جو جس حال میں مرے گا اللہ تعالٰی اُسی حال پر اسے اٹھائے گا (امام احمد و حاکم نے جابر بن عبداللہ

---

[1] جامع الترمذی ابواب السیر باب ماجاء فی کراہیۃ المقام الخ امین کمپنی دہلی ۱/۱۹۴

[2] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۵۶۲۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۳/۵۱۹

کنز العمال حدیث ۲۴۷۳۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/۲۲

[3] سنن ابن ماجہ کتاب الاحکام باب من ادعی مالیس لہ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۶۹

المستدرک للحاکم کتاب الاحکام دارالفکر بیروت ۴/۹۹

[4] مسند امام احمد بن حنبل عن جابر رضی اللہ عنہ دارالکتب الاسلامی بیروت ۳/۳۱۴

المستدرک للحاکم کتاب الرقاق دارالفکر بیروت ۴/۳۱۳

Marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند حسن۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بسندِ حسن اس کو روایت کیا ہے۔ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ازموضع سرنیاں مسئولہ امیر علی صاحب ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید چند بار اہل ہنود کی برات میں شریک ہوا ہے اور ہر ایک غمی شادی میں شریک ہوتا ہے اب زید کے یہاں شادی ہے بہت ہنود شامل برات ہونگے اور زید کے یہاں عورات ڈھول بجائیں گی اور ناچ بھی برات میں ہوگا تو زید کے لئے کیا حکم ہے اور سائل کو کھانے میں شریک ہونا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

دیگر عمر دریافت کرتا ہے اہل ہنود مزدوری میں لیا اس کو مزدوری خوراک دینا جو کہ رسم مزدوری کی ہے۔

دیگر عمر دریافت کرتا ہے کہ میرے کھیت کے پاس ہنود کا کھیت ہے اور اکثر ایسا بھی ہے ایک کھیت کے درمیان ایک کھیت ہے اور کام کاشتکاری میں بضرورت کسی کام کے کچھ کہنا پڑتا ہے اور بغیر ضرورت کے نہیں۔

دیگر کسی ہنود سے کوئی میل کھانے سے نکلتا ہو تو انسیت پیدا کرے یا نہیں؟ فقط۔ بینوا توجروا

الجواب

اس صورت میں ظاہر ہے کہ زید فاسق فاجر ہے، سائل اگر اس پر ایسا دباؤ رکھتا ہے کہ اسے روک سکے گا تو ضرور شریک ہوکر روکے، اور اگر اُسے اتنا عزیز ہے کہ اس کا شریک نہ ہونا اسے گوارا نہ ہوگا اور اس کی شرکت کی غرض سے وہ ناجائز باتیں اُٹھادے گا تو سائل پر لازم ہے کہ شرکت سے صاف انکار کردے جب تک وہ ان ناپاکیوں سے باز نہ رہے، اور اگر یہ دونوں باتیں نہیں تو سائل اگر قوم کا پیشوا ہے تو ہرگز ہرگز شریک نہ ہو اور اگر عوام میں سے ہے اور وہ حرام جلسہ جلسہ طعام کے مکان میں کھانے والوں کے سامنے ہوگا جب بھی ہرگز نہ جائے، اور اگر حرام جلسہ الگ ہے اور کھانے کا مکان الگ تو اختیار ہے اور بہتر یہی ہے کہ کوئی مسلمان شریک نہ ہو۔ ہندو کو مزدوری میں لینا اور مزدوری کی خوراک دینا جائز ہے۔ ضرورت کے سبب کوئی بات ہندو سے کہ لینے میں حرج نہیں جبکہ وہ بات خود ایک جائز امر ہو۔ دلی انس کسی کافر سے کرنا حرام ہے، اور ظاہری میل جس میں کافر کی تعظیم ہو نہ مسلمان کی ذلت نہ کوئی طریقہ ناجائز برتا جائے کسی جائز کام کے سبب ہندو سے کر لینے میں حرج نہیں، بلاضرورت اس سے بھی بچے کہ آپس میں راہ و رسم بڑھ کر اکثر ناجائز باتوں

Marfat.com

تک پہنچا کرتے ہیں،

ومن ارتع حول الحمٰی او شك ان یقع فیہ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

جو شخص کسی چراگاہ کے آس پاس جانور چرائے تو ہو سکتا ہے کہ اس کے اندر گھُسے اور چلا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۱ از لکھنؤ احاطہ محمد خاں متصل دکان ظہور بخش مسئولہ حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب دامت برکاتہم بروز شنبہ ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

کافر مرتد مبتدع بدمذہب کو فاسق معلن یا اس کو جس کا ان جیسا ہونا قائل کے نزدیک متردد ہو کوئی رشتہ مثل باپ دادا نانا بھائی بیٹا وغیرہ خود اپنا کہنا یا کسی اور مسلم کا کہنا حالانکہ ان کو کافر مرتد وغیرہ جیسے ہیں ویسے ہی مانے "یہ کیسا ہے"، یا ایسے لوگوں کو ابتداءً سلام کہنا یا اُن سے بکشادہ پیشانی پیش آنا ہنسنا بولنا ایسی دوستی رکھنا جیسے دنیادار ملنے بولنے کھیلنے کی رکھتے ہیں اور اسی سلسلہ میں انھیں تحائف روانہ کرنا یا اُن کی ایسی تعظیم کرنا کہ وہ آئیں تو کھڑے ہو گئے تحریراً یا تقریراً انھیں عنایت فرما یا کرم فرما یا مشفق مہربان یا جناب صاحب لکھنا یا اسی طرح کے اور برتاؤ ان سے برتنا جیسے آج کل شائع ہیں کثرت سے خصوصاً ایسوں میں کے دنیاوی باثر لوگوں سے، خلاصہ کلام یہ کہ ایسے لوگوں سے ایسا برتاؤ جس سے وہ خوش ہوں یا اس میں اپنی تعظیم جانیں اگرچہ فاعل کی نیت اُس خوشی یا تعظیم کی ہو یا نہ ہو جبکہ مذہبی نقطہ نظر سے انھیں ان کے لائق قبیح ہی سمجھیں جائز ہیں یا ناجائز؟ ناجائز تو کس درجہ کی؟ غرض کہاں تک اس حد تک نہیں پہنچتیں کہ فاعل پر بھی خود اُن کی طرح حکم کفر یا بدعت وغیرہ عائد ہو اور اگر یہ باتیں کسی دینی یا دنیاوی غرض کے لئے کریں تو کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ان لوگوں کو بے ضرورت و مجبوری ابتدا بسلام حرام اور بلا وجہ شرعی ان سے مخالطت اور ظاہری ملاطفت بھی حرام، قرآن عظیم میں قعود معھم سے نہی صریح موجود، اور حدیث میں ان سے بکشادہ پیشانی ملنے پر قلب سے نورِ ایمان نکل جانے کی وعید افعال تعظیمی مثل قیام تو اور سخت تر ہیں تو یوں ہیں کلماتِ مدح۔ حدیث میں ہے:

[1] صحیح البخاری کتاب البیوع باب الحلال بیّن والحرام بیّن قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۷۵
صحیح مسلم کتاب المساقات باب اخذ الحلال وترک الشبہات " " ۲/ ۲۸

Marfat.com

اذا مدح الفاسق غضب الرب واھتزلہ عرش الرحمٰن[1]

جب کسی فاسق (مرتکب گناہ کبیرہ) کی تعریف کی جائے تو اللہ تعالٰی غضبناک ہوجاتا ہے اور اس کی اس حرکت سے عرش رحمان لرزجاتا ہے (ت)

دوسری حدیث میں ہے اُن میں فاسق کا حکم آسان ہے مطلقاً حرج نہیں اور مصالح دینیہ پر نظر کیجائیگی اور مرتد ومبتدع داعیہ سے بالکل ممانعت اور ضروریات شرعیہ ہر جگہ مستثنٰی فان الضرورات تبیح المحظورات (اس لئے کہ ضرورتیں ممنوع کاموں کو مباح کر دیتی ہیں۔ ت) رشتہ بتانے میں مطلقاً حرج نہیں جیسے عمر بن الخطاب و علی بن ابی طالب مع ان الخطاب وابا طالب لم یسلما (حضرت عمر خطاب کے بیٹے اور حضرت علی ابوطالب کے فرزند حالانکہ خطاب اور ابوطالب دونوں مسلمان نہ تھے۔ ت) ان کے ساتھ جو برتاؤ قولاً فعلاً ممنوع ہے بے ضرورت اُن کا مرتکب عاصی ہے اُن کا مثل نہیں جب تک ان کے کفر و بدعت وفسق کو اچھا یا جائز نہ جانے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۲: مرسلہ مصاحب علی طالب علم ۱۴ صفر المظفر ۱۳۳۵ھ

ایک شخص نے زنا و شراب و سُود وغیرہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہے اور نماز و روزہ و زکوٰۃ وغیرہ افعالِ نیک بھی کرتا ہے اور علماء و مشائخ سے محبت رکھتا ہے تو اگر بسبب افعال نیک کے ایسے شخص سے محبّت و دوستی و میل جول رکھا جائے تو اُن آیات اور احادیث کا خلاف لازم آتا ہے جس میں فاسق سے بچنے اور دُور رہنے اور بغض رکھنے کا حکم ہے اور اگر بسبب افعالِ بد کے ایسے شخص سے پرہیز کیا جائے تو اُن احادیث اور آیات کا خلاف لازم آتا ہے جس میں مسلمانوں سے میل جول رکھنے اور اچھا برتاؤ کرنے کا حکم ہے تو ایسے شخص سے کیسا برتاؤ کیا جائے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

دو وجہ مختلف سے محبت و بغض جمع ہو سکتے ہیں بلکہ فاسق سے بغض حقیقۃً اس کے فعل کی طرف راجع ہے، نہ ذات کی طرف۔ ایسے شخص سے برتاؤ میں طریقہ سلف مختلف رہا اُس کا مبنٰی اختلافِ احوال ہے جس فاسق کو یہ جانے کہ نرمی و ایتلاف سے رُوبراہ ہوجائے گا وہاں یہی چاہئے جسے یہ جانے کہ شدت و اعراض سے متاثر ہو کر افعال قبیحہ چھوڑ دے گا وہاں یہی چاہئے اور جس سے کسی طرح امید نہ ہو اس سے مطلقاً احتراز چاہئے خصوصاً دو شخصوں کو، ایک وہ جو اس کی صحبتِ بد سے متاثر ہونے کا اندیشہ رکھے

[1] شعب الایمان حدیث ۴۸۸۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۲۳۰

Marfat.com

دوسرا وہ کہ عالم و مقتدار ہو کہ اسے اس سے میل جول کرتا ہوا دیکھ کر قلوبِ عوام سے فسق کی شناعت کم ہوگی۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۳ مرسلہ دوست خاں فیلبان ریاست سکیت ضلع کانگڑہ پنجاب ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ

ایک قوم پہاڑ میں چنڈیل کہلاتی ہے اس میں ان کے بڑے مسلمانوں سے ملتے جلتے تھے مگر اب یہ لوگ نہ ملتے ہیں نہ مردہ کی تجہیز و تکفین میں مسلمانوں کو بلاتے ہیں بلکہ مثل ہنود کے داڑھی مونچھ منڈواتے ہیں نہ کسی مسلمان سے سلام علیک لیتے ہیں نہ کبھی نماز روزہ ہوتا ہے۔ اب بعض مسلمان ان سے ملتے ہیں، جو اُن سے ملتے ہیں اُن کے واسطے کیا حکم ہے؟ فقط

الجواب

یہ لوگ اگر اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور پھر کفر کرتے ہیں تو مرتد ہیں اور اُن سے ملنا جلنا مسلمان کو حرام ہے، جو مسلمان ان سے ملتے ہیں مستحقِ عذاب ہیں، اور اگر یہ لوگ سرے سے ہندو ہیں مسلمان ہو کر کافر نہ ہوئے تو ان سے کسی دنیا کے لین دین خرید و فروخت میں اُتنا ملنا جائز ہے جتنا ہندو سے، اور اگر اس سے زائد ملیں اور اپنا دوست ولی بنائیں تو پھر مستحقِ عذاب ہیں بلکہ سخت تر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۴

بخدمت شمس العلماء رأس الفقہاء اعنی جناب مولانا مولوی حاجی و مفتی اعلحضرت مدظلہ العالی!

حضور کی خدمتِ اقدس میں دست بستہ عرض ہے کہ اگر کوئی قادیانی مسجد کے خرچ کے واسطے روپیہ وغیرہ دے یا کسی طالب علم یا اور شخص کو مکان پر بلا کر کھانا کھلائے یا بھجدے ان دونوں صورتوں میں کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ یا وہ روپیہ مسجد میں لگانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نہ وہ روپے لئے جائیں، نہ کھانا کھایا جائے، اور اُس کے یہاں جا کر کھانا سخت حرام ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۵ از موضع سرنیا ضلع بریلی مرسلہ شیخ امیر علی رضوی ۲۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

ایک پٹرول آبپاشی نہر پر وہابی ہے اور ایک ڈاکیہ خط تقسیم کرنے والا بھی شیعہ ہے، ان شخصوں سے بات چیت کرنا پڑتی ہے کبھی روٹی کا بھی اتفاق اپنے مطلب کی غرض سے ہوتا ہے اور ان کو اپنا دشمن ہی سمجھا جاتا ہے میل جول کچھ نہیں کیا جاتا ہے جہاں تک ممکن ہوتا ہے بچتے ہیں اور کام کے وقت بات کرنا ضرور ہوتی ہے۔

Marfat.com

الجواب

اگر یہ امر واقعی ہے کہ قلب میں اُن سے نفرت و عداوت واقعی ہے اور کوئی میل جول نہیں رکھا جاتا نہ رابط کے متعلق کوئی بات کبھی کرلی جاتی ہے یا کبھی روٹی دے دی جاتی ہے جس میں کوئی مصلحت صحیح خیال کی گئی ہو تو حرج نہیں اور اللہ دلوں کا نور جانتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۶ از بلرامپور ضلع گونڈہ محلہ پورنیا تالاب متصل یتیم خانہ مرسلہ نذر محمد آتشباز
۱۷ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شراب خوروں اور چانڈ بازوں اور غیر مقلدوں کی طرفداری کرنا اور اُن کا ساتھ دینا برابر نشست و برخاست رکھنا کیسا ہے، کچھ گناہ ہے یا نہیں؟

الجواب

غیر مقلدوں کا ساتھ اور اُن کی طرفداری کرنا گمراہی و بددینی ہے اور شراب خوروں اور چانڈوبازوں کی طرفداری اگر اُن کے اس گناہ میں ہے تو سخت عظیم کبیرہ ورنہ بیجا و بد۔

قال اللہ تعالیٰ واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر تمہیں شیطان بھلا دے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۷ از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفرپور مسئولہ نعمت شاہ خاکی بوڑاہ

وہابی غیر مقلد کے گھر شادی بیاہ کرنا، اس کے ساتھ نماز پڑھنا، اس کے گھر کھانا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

وہابی یا غیر مقلد سے میل جول مطلقاً حرام ہے اور اس کے ساتھ شادی بیاہ خالص زنا۔ حدیث میں فرمایا:

لا تواکلوھم ولا تشاربوھم ولا تجالسوھم ولا تصلوا معھم ولا تصلوا علیھم[2]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نہ اُن کے ساتھ کھانا کھاؤ نہ اُن کے ساتھ پانی پیو، نہ اُن کے پاس بیٹھو نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو نہ اُن کے جنازہ کی نماز پڑھو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] کنز العمال حدیث ۳۲۵۲۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۴۰

Marfat.com

مسئلہ ۱۰۸ موتی بازار لاہور حاکم علی بی اے ۲۵ر اکتوبر ۱۹۲۰ء

(نقلِ خط) آقائے نامدار مؤید ملت طاہرہ مولانا و بالفضل اولنا جناب شاہ احمد رضا خاں صاحب دام ظلکم السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

پشت ہذا پر کا فتوٰی مطالعہ گرامی کے لئے ارسال کر کے التجا کرتا ہوں کہ دوسری نقل کی پشت پر اس کی تصحیح فرما کر احقر نیاز مند کے نام بوالپسی ڈاک اگر ممکن ہو سکے یا کم از کم دوسرے روز بھیج دیں انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس بروز اتوار بتاریخ ۳۱ر اکتوبر ۱۹۲۰ء منعقد ہونا ہے اس میں یہ پیش کرنا ہے، دیوبندیوں اور نیچریوں نے مسلمانوں کو تباہ کرنے میں کوئی تامل نہیں کیا ہے ہندوؤں اور گاندھی کے ساتھ موالات قائم کرلی ہے اور مسلمانوں کے کاموں میں روڑا اٹکانے کی ٹھان لی ہے، للہ عالم حنفیہ کو ان کے ہاتھوں سے بچائیں اور عنداللہ ماجور ہوں، نیاز مند دعاگو ہے۔

حاکم علی بی اے
موتی بازار لاہور
۲۵ اکتوبر ۱۹۲۰ء

اللہ تعالٰی نے ہمیں کافروں اور یہود و نصارٰی کے ساتھ تولّی سے منع فرمایا ہے مگر ابوالکلام زبردست تولّی کے معنی معاملت اور ترکِ موالات کو ترک معاملت "نان کو آپریشن" قرار دیتے ہیں اور یہ صریح زبردستی ہے جو اللہ تعالٰے کے کلام پاک کے ساتھ کی جارہی ہے۔ مذکور نے ۲۰ اکتوبر ۱۹۲۰ء کی جنرل کونسل کی کمیٹی میں تشریف لاکر اطلاق یہ کر دیا کہ جب تک اسلامیہ کالج لاہور کی سرکاری امداد بند نہ کی جائے اور یونیورسٹی سے اس کا قطع الحاق نہ کیا جائے تب تک انگریزوں سے ترکِ موالات نہیں ہوسکتی اور اسلامیہ کالج کے لڑکوں کو فتوٰی دے دیا کہ اگر ایسا نہ ہو تو کالج چھوڑ دو، لہذا اس طرح سے کالج میں بے چینی پھیلادی کہ پھر پڑھائی کا سخت نقصان ہونا شروع ہوگیا علامہ مذکور کا یہ فتوٰی غلط ہے یونیورسٹی کے ساتھ الحاق رہنے سے اور امداد لینے سے معاملت قائم رہتی ہے نہ کہ موالات جن کے معنی محبت کے ہیں نہ کہ کام کے جو کہ معاملت کے معنی ہیں مذکور کی اس زبردستی سے اسلامیہ کالج تباہ ہو رہے ہیں مذکور مولوی محمود حسن صاحب مولوی عبدالحی صاحب تو دیوبندی خیالات کے ہیں زبردستی فتوٰی اپنے مدعا کے مطابق دیتے ہیں، لہذا میں فتوٰی دیتا ہوں کہ یونیورسٹی کے ساتھ الحاق اور امداد لینا جائز ہے میرے فتوٰی کی تصحیح اُن اصحاب سے کرائیں جو دیوبندی نہیں مثلاً مؤید ملت طاہرہ حضرت مولنا مولوی شاہ احمد رضا خاں صاحب قادری بریلوی علاقہ روہیلکھنڈ۔ اور مولوی اشرف علی صاحب تھانوی ممالک مغربی و شمالی۔

Marfat.com

الجواب

موالات ومجرد معاملہ میں زمین وآسمان کا فرق ہے دنیوی معاملت جس سے دین پر ضرر نہ ہو سوا مرتدین مثل وہابیہ دیوبندیہ وامثالہم کے کسی سے ممنوع نہیں ذمی تو معاملت میں مثل مسلم ہے لھم مالنا وعلیھم ماعلینا (ان کے لئے ہے جو کچھ ہمارے لئے ہے، اور اُن پر وہی کچھ لازم ہے جو کچھ ہم پر لازم ہے۔ت) اور غیر ذمی سے بھی خرید، فروخت، اجارہ، استجار، ہبہ، استیہاب بشروطہا جائز، خریدنا مطلقاً ہر مال کا ہر مسلمان کے حق میں متقوم ہو اور بیچنا ہر جائز چیز کا جس میں اعانت حرب یا اہانت اسلام نہ ہو، اسے نوکر رکھنا جس میں کوئی کام خلاف شرع نہ ہو اس کی جائز نوکری کرنا جس میں مسلم پر اس کا استعلا نہ ہو ایسے ہی امور میں اجرت پر اس سے کام لینا یا اس کا کام کرنا بمصلحت شرعی اُسے ہدیہ دینا جس میں کسی رسم کفر کا اعزاز نہ ہو اُس کا ہدیہ قبول کرنا جس سے دین پر اعتراض نہ ہو حتی کہ کتابیہ سے نکاح کرنا بھی فی نفسہ حلال ہے وہ صلح کی طرف جھکیں تو مصالحت کرنا مگر وہ صلح کہ حلال کو حرام کرے یا حرام کو حلال، یونہی ایک حد تک معاہدہ و موادعت کرنا بھی اور جو جائز عہد کر لیا اُس کی وفا فرض ہے اور عذر حرام الی غیر ذٰلک من الاحکام (اور اس کے علاوہ باقی احکام ۔ت) درمختار[1] میں ہے:

والمرتدة تحبس ابدا ولا تجالس ولا تؤاکل حتی تسلم ولا تقتل اھ قلت وھو العلة فانھا تبقی ولا تفنی وقد شملت المرتد فی اعصارنا وامصارنا فالامتناع القتل۔

(اسلام سے پھر جانے والی) مرتد عورت ہمیشہ قید و بند میں رکھی جائے۔ پس اس کے ساتھ نشست، برخاست نہ کی جائے یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو جائے لیکن وہ قتل نہ کی جائے اھ میں کہتا ہوں یہی وہ علت ہے جو ہمیشہ باقی رہتی ہے کبھی ختم نہیں ہوتی، پس ہمارے زمانے اور ہمارے شہروں میں یہی علت مرتد مرد کو بھی شامل ہے اس لئے کہ اسے قتل نہیں کیا جا سکتا۔ (ت)

محیط میں ہے:

اذا اراد الخروج للتجارة الی ارض العدو بامان فان کان امیرا لایخاف علیه منه وکانوا قوما یوفون بالعھد

جب دشمن کے ملک میں اجازت نامہ لے کر پُرامن طور پر کاروبار کرنے کے لئے جائے پھر اگر امیر ایسا ہو کہ جانے والے کو اس سے کوئی خوف و خطرہ نہ ہو

---

[1] درمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۶۰

Marfat.com

یعرفون بذلك ولہ فی ذلك منفعۃ فلاباس بان یعصیھا[1]

اور وہ لوگ بھی وعدہ پورا کرتے ہوں بلکہ ایفائے عہد میں مشہور و معروف ہوں، اور اس جانے اور سفر کرنے میں اس کا ذاتی فائدہ بھی ہو تو اس کے جانے میں کچھ مضائقہ اور حرج نہیں۔ (ت)

ہندیہ میں ہے:

اذا اراد المسلم ان یدخل دار الحرب بامان للتجارۃ لم یمنع ذٰلك منہ و کذٰلك اذا اراد حمل الامتعۃ الیھم فی البحر فی السفینۃ[2]

جب کوئی مسلمان دارِ حرب میں امان لے کر تجارت کے لئے داخل ہو تو اسے اس سفر سے نہ روکا جائے اور یہی حکم ہے جب کوئی شخص بحری بیڑے میں سامان لاد کر ان کی طرف جانا چاہے (تو اُسے بھی اس سفر سے نہ روکا جائے)۔ (ت)

اُسی میں ہے:

قال محمد لاباس بان یحمل المسلم الی اھل الحرب ماشاء الا الکراع والسلاح فان کان خمرا من ابریسم او ثیابا رقاقا من القز فلاباس بادخالھا الیھم ولاباس بادخال الصفر والشبھۃ الیھم لان ھذا لایستعمل للسلاح[3]

امام محمد علیہ الرحمۃ نے فرمایا اگر کوئی مسلمان اہل حرب کی طرف جو کچھ اٹھا کر لے جانا چاہے تو اس میں کچھ حرج نہیں مگر یہ کہ گھوڑے اور ہتھیار (نہ لے جائے) پھر اگر خالص ریشم یا سنہری باریک کپڑے ہوں تو انھیں وہاں جانے میں کچھ حرج نہیں نیز سونا، پیتل اور اُن جیسی اشیائ کے وہاں لے جانے میں کچھ مضائقہ نہیں اس لئے کہ اشیاء مذکورہ ہتھیاروں کے لئے استعمال نہیں کی جاتیں۔ (ت)

اُسی میں ہے:

لایمنع من ادخال البغال والحمیر والثور والبعیر[4]

خچر، گدھے، بیل اور اونٹ وغیرہ لے جانے سے نہ روکا جائے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ	کتاب السیر	الباب الاول	نورانی کتب خانہ پشاور	۲/۱۸۹
[2] "	"	الباب السادس	" " "	۲/۲۳۳
[3] "	"	"	" " "	۲/۲۳۳
[4] "	"	"	" " "	۲/۲۳۳

Marfat.com

فتاوٰی امام طاہر بخاری میں ہے :

مسلم آجر نفسه من مجوسی لا باس به[1]

اگر کوئی مسلمان کسی آتش پرست کی نوکری کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (ت)

ہدایہ میں ہے :

من ارسل اجیراله مجوسیا او خادما فاشتری لحما فقال اشتریته من یہودی اونصرانی اومسلم و اکله[2]

اگر کسی نے اپنا آتش پرست مزدور یا خادم بھیجا پھر اس نے گوشت خریدا (پوچھنے پر) اس نے کہا میں نے یہ یہودی یا عیسائی یا مسلمان سے خریدا ہے (تو اسے سچا سمجھ کر) وہ گوشت کھایا جائیگا (ت)

درمختار میں ہے :

الکافر یجوز تقلیده القضاء لیحکم بین اھل الذمة ذکره الزیلعی فی التحکیم[3]

اہل ذمہ پر حکم دینے میں کافر کے فیصلہ کی تقلید اور اتباع کرنا جائز ہے، چنانچہ علامہ زیلعی نے بحثِ تحکیم میں اس کو بیان فرمایا ہے۔ (ت)

محیط میں ہے :

قال محمد مابعثه ملك العدو من الھدیة الی امیر جیش المسلمین او الی الامام الاکبر وھو مع الجیش فانه لا باس بقبولھا یصیر فیئا للمسلمین وکذلك اذا اھدی ملکھم الی قائد من قواد المسلمین له منعة ولوکان اھدی الی واحد من کبار المسلمین لیس له منعة یختص ھو بھا[4]

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا دشمن کا بادشاہ اسلامی لشکر کے امیر یا امیر اکبر کو جو کچھ تحفہ و ہدیہ بھیجے جبکہ وہ لشکر میں ہو تو اس کو قبول کرنے میں کچھ حرج نہیں، اور وہ اہل اسلام کے لئے مالِ غنیمت ہوجائیگا، یونہی ان کا بادشاہ مسلمانوں کے کسی ایسے قائد کو ہدیہ بھیجے کہ جس میں قوت وزور ہو (تو اس کو لینے میں بھی کوئی حرج نہیں) اور اگر وہ مسلمانوں کے کسی بڑے فرد کو ہدیہ پیش کرے کہ جس میں قوتِ دفاع نہ تو وہ پھر اس کے لئے مختص ہوگا۔ (ت)

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الاجارات الفصل العاشر مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳/ ۱۴۹

[2] الہدایۃ کتاب الکراہیۃ فصل فی الاکل والشرب مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۵۱

[3] درمختار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۷۱

[4] فتاوٰی ہندیۃ کتاب السیر الباب السادس الفصل الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۳۶

Marfat.com

اُسی میں ہے :

لوان عسکرامن المسلمین دخلوا دار الحرب فاھدی امیرھم الی ملك العدو ھدیة فلاباس به وکذلك لوان امیر الثغور اھدی الی ملك العدو ھدیة واھدی ملك العدو الیه ھدیة[1] وقال اللّٰه تعالٰی والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم اذا اٰتیتموھن اجورھن[2] وتمام تحقیقه فی فتاوٰنا وقال تعالٰی وان جنحوا للسلم فاجنح لھا[3] وقال تعالٰی الا الذین عاھدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیئا ولم یظاھروا علیکم احدا فاتموا الیھم عھدھم الٰی مدتھم ان اللّٰه یحب المتقین[4] وقال تعالٰی واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا[5] وعنه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم الصلح جائز بین المسلمین الاصلحا احل حراما او حرم حلالا[6] وقال صلی اللّٰه تعالٰی علیه

اگر اسلامی فوج دارِ حرب میں داخل ہو، پھر ان کا امیر دشمن کے حکمران کو کوئی ہدیہ پیش کرے تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ اور اسی طرح اگر امیرِ سرحدِ اسلامی دشمن کے بادشاہ کو کوئی ہدیہ پیش کرے اور دشمن کا بادشاہ اسلامی امیر کو کوئی تحفہ و ہدیہ پیش کرے (تو دونوں صورتوں میں کچھ مضائقہ نہیں) اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا اور مسلمان پارسا عورتیں، اور ان لوگوں کی پارسا عورتیں جن کو تم سے پہلے کتاب عطا ہوئی (یعنی اہلِ کتاب یہودی اور عیسائی) جب تم انھیں ان کے مہر ادا کر دو (تو پھر ان دونوں سے عقد نکاح کرنا جائز ہے) اور اس کی پوری تحقیق ہمارے فتاوٰی میں مذکور ہے۔ اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اگر وہ صلح کے لئے جھک جائیں تو پھر تم بھی اس کے لئے جھک جاؤ۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا، مگر وہ شرک کرنیوالے کہ جن سے تم نے معاہدہ کیا پھر انھوں نے تم سے کوئی کمی نہ کی اور تم پر کسی کو

---

[1] فتاوٰی ہندیة کتاب السیر الباب السادس الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۳۶

[2] القرآن الکریم ۵/۵

[3] " " ۸/۶۱

[4] " " ۹/۴

[5] " " ۱۷/۳۴

[6] المعجم الکبیر حدیث ۳۰ المکتبة الفیصلیة بیروت ۱۷/۲۲

Marfat.com

وسلم لاتغدروا۔[1]

غلبہ نہ دیا۔ پھران سے ان کی طے شدہ مدت تک ان سے کیا ہوا وعدہ پورا کرو بیشک اللہ تعالیٰ ڈرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (لوگو!) وعدہ پورا کرو اس لئے کہ وعدے کے بارے میں (اللہ تعالیٰ کے ہاں) بازپرس ہوگی اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ صلح مسلمانوں کے درمیان جائز ہے، مگر وہ صلح جو حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھہرائے (ایسی جائز نہیں) اور حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: (لوگو!) دھوکہ بازی نہ کیا کرو۔ (ت)

وہ الحاق واخذ امداد اگر نہ کسی امر خلاف اسلام ومخالف شریعت سے مشروط نہ اس کی طرف منجر، تو اس کے جواز میں کلام نہیں۔ ورنہ ضرور ناجائز وحرام ہوگا۔ مگر یہ عدمِ جواز اس شرط یا لازم کے سبب سے ہوگا نہ بربنائے تحریمِ مطلق معاملت جس کے لئے شرع میں اصلاً اصل نہیں اور خود ان مانعین کی طرزِ عمل اُن کے کذبِ دعوٰی پر شاہد، ریل تار ڈاک سے تمتع کیا معاملت نہیں۔ فرق یہ ہے کہ اخذ امداد میں مال لینا ہے اور ان کے استعمال میں دینا عجب کہ مقاطعت میں مال دینا حلال اور لینا حرام، اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ریل تار ڈاک ہمارے ہی ملک میں ہمارے ہی روپے سے بنے ہیں، سبحٰن اللہ! امداد تعلیم کا روپیہ کیا انگلستان سے آتا ہے وہ بھی یہیں کا ہے تو حاصل وہی ٹھہرا کہ مقاطعت میں اپنے مال سے نفع پہنچانا مشروع اور خود لینا ممنوع۔ اس اُلٹی عقل کا کیا علاج۔ مگر اُس قوم سے کیا شکایت جس نے نہ صرف شریعت بلکہ نفسِ اسلام کو پلٹ دیا۔ مشرکین سے وداد بلکہ اتحاد بلکہ غلامی وانقیاد فرض کیا۔ خوشنودیٔ ہنود کے لئے شعارِ اسلام بند اور شعارِ کفر کا ہاتھوں پر علم بلند۔ مشرکین کی جے پکارنا اُن کی حمد کے نعرے مارنا انھیں اپنی اُس حاجتِ دینی میں جسے نہ صرف فرض بلکہ مدارِ ایمان ٹھہراتے ہیں یہاں تک کہ اس میں شریک نہ ہونے والوں پر حکمِ کفر لگاتے ہیں اپنا امام وہادی بنانا مسجد میں مشرک کو لے جا کر مسلمانوں سے اُونچا کھڑا کر کے واعظِ مسلمین ٹھہرانا مشرک کی ٹکٹکی کندھوں پر اُٹھا کر مرگھٹ میں لیجانا مسجد کو اس کا ماتم گاہ بنانا اس کیلئے دعائے مغفرت ونمازِ جنازہ کے اشتہار لگانا وغیرہ وغیرہ ناگفتہ بہ افعال موجبِ کفر ومورثِ ضلال، یہاں تک کہ صاف لکھ دیا کہ اگر اپنے ہندو بھائیوں کو راضی کر لیا تو اپنے خدا کو راضی کر لو گے، صاف لکھ دیا کہ ہم ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہیں جو ہندو ومسلم کا امتیاز اٹھا دے گا اور سنگم پریاگ کو مقدس علامت ٹھہرا دے گا صاف لکھ دیا کہ ہم نے قرآن وحدیث کی تمام عمر بُت پرستی

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن بریدۃ الاسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/۳۵۸

Marfat.com

نثار کر دی یہ ہے موالات' یہ ہے حرام ، یہ ہیں کفریات ، یہ ہے ضلال تام فسبحٰن مقلب القلوب والابصار ولاحول ولا قوۃ الا باللہ الواحد القھار (پاک ہے دلوں اور آنکھوں کا پھیرنے والا ، گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی قوت کسی میں نہیں بجز اس کے کہ اللہ تعالٰی یکتا اور سب سے زبردست' مدد فرمائے ۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

Marfat.com

ظلم و ایذائے مسلم و ہجران و قطع تعلق

مسئلہ ۱۰۹ ۹ ربیع الآخر ۱۳۰۸ھ از شہر کہنہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے گھر کسی تقریب میں گائے ذبح کی اور عمرو نے باوجودیکہ مرد مسلمان ہے گائے ذبح کرنے کو منع کیا اور جھگڑا کیا یہاں تک کہ زید پر نالش کردی یہ فعل عمرو کا موافق شرع شریف کے کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

شرعاً وہ مرتکب گناہ ہوا اور نہ صرف حق اللہ بلکہ حق العبد میں بھی مبتلا اس پر فرض ہے کہ اللہ تعالٰی سے توبہ کرے اور زید سے اپنا قصور معاف کرائے۔

عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاضرر ولا ضرار فی الاسلام[1]

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت ہے کہ اسلام میں نہ کوئی دکھ ہے نہ دوسرے کو دکھ پہنچانا۔ (ت)

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۵۱۸۹ مکتبۃ المعارف ریاض ۶/ ۹۱
نصب الرایۃ باب مایحدثہ الرجل فی الطریق المکتبۃ الاسلامیہ ریاض ۴/ ۳۸۴

Marfat.com

سائل مظہر کہ وہ ایسی جگہ نہ تھی جہاں قانوناً گائے ذبح کرنا جرم ہو بلکہ وہاں ہمیشہ سے قربانی ہوتی ہے تو اس صورت میں عمرو کی ممانعت ہرگز اس پر محمول نہیں ہوسکتی کہ اپنے بھائی مسلمان کو حضرت قانونی سے بچانا چاہتا تھا بلکہ محض قصداً ایذاء واضرار تھا اور نالش کرنا اس پر دلیل واضح کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۱ ۲۱ صفر ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص سے محرم کے تخت بنانے میں چندہ کی شرکت کو کہا گیا دس دس آنے سب پر ڈالے تھے اس نے بھی دے مگر کہا ہم اپنے ذمہ اس کی کر نہ باندھیں گے اگر چاہیں گے دیں گے اور جتنا چاہیں گے دینگے، اس پر لوگوں نے اسے برادری سے نکال دیا اور حُقّہ پانی ڈال دیا اور کھچڑا جو حضرت امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نیاز کا اس نے پکا کر مسلمانوں میں تقسیم کیا وہ لوگوں کو نہ لینے دیا اور کہا یہ بھنگی کے یہاں کا ہے، اس صورت میں شرع کا کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب

صورتِ مذکورہ میں اُس شخص کے ذمہ جو الزام برادری والوں نے قائم کیا شرع کی رُو سے بالکل باطل ہے وہ اس الزام سے بری ہے بلکہ اس وجہ سے جو لوگ اُسے چھوڑتے اور برادری سے نکالتے ہیں وہ گنہگار رہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تھاجروا ولا تدابروا ولا تباغضوا ولا تنافسوا وکونوا عباد اللہ اخوانا۔[1]

لوگو! ایک دوسرے کو نہ چھوڑو اور نہ ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرو اور نہ آپس میں بغض وکینہ رکھو اور نہ ایک دوسرے پر فخر کرو (اور نہ مقابلہ کرنے کی کوشش کرو۔ اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ (ت)

دُوسرا الزام اُن لوگوں پر یہ ہے کہ ایک فضول و بیجا کام میں شرکت سے انکار پر یہ تشدد کیا اور نیاز میں کہ مقبول ومحمود کام ہے رخنہ ڈالا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۱ از ملک بنگالہ ضلع نواکھالی مرسلہ مولوی عبدالباری صاحب ۲۳ شعبان ۱۳۲۰ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے آپ کا کیا فرمان ہے۔ت) کہ

---

[1] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم الظن الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۱۶

Marfat.com

ایک شخص مالِ یتیم زبردستی تمام اپنے صَرف و خرچ میں لاتا ہے اور بیچارہ یتیم حالانکہ اس کے پاس اور کچھ نہیں تھا سوائے اُس جائداد کے جو اُس شخص نے ظلماً لے لی دوسروں سے مانگ کر کھاتا ہے در لبسر اوقات کرتا ہے اور وہ شخص حیلہ و حوالہ کرتا ہے اور مشہور علم داں ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ حج بھی کیا ہے، یہ اعمال اُس کے ایسی حالت میں مقبول ہونگے یا نہیں و دیگر عبادات بھی؟ اور نیز اس شخص سے سلام کلام یعنی طریقۂ اہلِ اسلام برتنا چاہیے یا نہیں؟ قرآن پاک واحادیث صحیح مع سند بیان فرمائیے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ایسا شخص سخت ظالم، فاجر، مرتکب کبائر، مستحقِ عذابِ نار و غضبِ جبّار ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

ان الذین یاکلون اموال الیتامٰی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا و سیصلون سعیرا[1]

بیشک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور قریب ہے کہ دوزخ کی بھڑکتی آگ میں جائیں گے۔

قبول عمل و عبادت ہر شخص کا حق سبحانہ و تعالٰی کے اختیار ہے، ہاں اس ناپاک سے جو عبادت مالی کرے گا ہرگز قبول نہ ہوگی۔ حدیث میں ہے:

ان اللہ طیّب لا یقبل الا الطیب[2]

بیشک اللہ تعالٰی پاک ہے اور پاک چیز ہی قبول فرماتا ہے۔ (ت)

حج بھی اگر اسی روپے سے کیا تو مستحق مردودی ہے۔ حدیث میں ہے: جو حرام مال سے حج کو جائے جب لبیک کہے فرشتہ اُسے جواب دیتا ہے:

لالبیك ولاسعدیك وحجّك مردود علیك حتی تردمافی یدیك[3]

نہ تیری لبیک قبول، نہ خدمت قبول اور تیرا حج تجھ پر مردود ہے یہاں تک کہ تُو یہ مال حرام جو تیرے پاس سے واپس دے۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/۱۰

[2] سنن الکبرٰی للبیہقی کتاب صلوٰۃ الاستسقاء دار المعرفۃ بیروت ۳/۳۴۶

[3] اتحاف السادۃ المتقین کتاب اسرار الحج الباب الثالث " " " ۴/۴۳۱

کنز العمال حدیث ۱۱۸۹۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۵/۲۴

العلل المتناہیۃ حدیث فی الحج بمال حرام حدیث ۹۳۰ دار نشر الکتب الاسلامیہ مصر ۲/۷۵

Marfat.com

ایسے شخص سے ابتدا بالسلام ناجائز وگناہ ہے۔ درمختار میں ہے:

یکرہ السلام علی الفاسق لو معلنا[1] جو کوئی اعلانیہ فاسق ہو اسے سلام دینا مکروہ ہے۔ (ت)

مسلمانوں کو ایسے شخص سے میل جول رکھنا، اُس کے پاس موافقت کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا نہ چاہئے، کہیں اُس کی آگ اُن میں بھی سرایت نہ کرے۔ قال اللہ تعالیٰ:

وامّا ینسینّک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[2] اگر تجھے شیطان بُھلا دے تو یاد آئے پر پاس نہ بیٹھ ظالموں کے۔

وقال تعالیٰ:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[3] ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تمھیں آگ چھوئے۔

والعیاذ باللہ تعالیٰ، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۲ مسئولہ فرحت اللہ صاحب از بدایون ۲۹ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص معزز باوقعت ہے اور علم بھی رکھتا ہے اور نیز روزہ نماز کا بھی پابند ہے اُس کی نسبت چند معزز اشخاص وایک ہندو حکام اعلیٰ کے روبرو جن کے نزدیک وہ شخص باوقعت سمجھا گیا یہ لفظ ایک توہین کے ساتھ کہنا کہ یہ شخص قوم کا جولاہہ ہے یہ کہنا بروئے شرع شریف کیسا ہے؟ اور نیز ایسا کہنے والا گنہگار ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کس درجہ کا گنہگار ہے؟ جواب سے تشفی بخشئے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر وہ شخص واقع میں قوم کا جولاہہ نہیں تو کذب ہوا افترا ہوا، مسلمان کی ناحق ایذا ہوئی، کہنے والا متعدد کبائر کا مرتکب ہوا، حق العبد میں گرفتار اور مستحق عذابِ نار ہوا۔ اُس پر فرض ہے کہ توبہ کرے اور اُس شخص سے اپنی خطا کی معافی چاہے ورنہ طینۃ الخبال میں روکا جائے گا حتی یاتی بنفاد ماقال یہاں تک کہ جو بات کہی اُس کا ثبوت لائے، اور جبکہ بات خلافِ واقع ہے تو اس کا ثبوت کہاں سے

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۱

[2] القرآن الکریم ۶/۶۸

[3] 〃 ۱۱/۱۱۳

Marfat.com

لائے گا۔ طینۃ الخبال اُس آگ سے زیادہ گرم اور کھولتے ہوئے پیپ اور لہو کی نہر کا نام ہے جو دوزخیوں کے منہ سے لے کر جمع ہوگی والعیاذ باللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ ت)' اور اگر واقع میں وہ شخص جولاہا تھا مگر اُس کے اظہار میں اُس وقت کوئی مصلحت شرعی نہ تھی صرف اُس کی ایذا و تفضیح مقصود تھی جب بھی یہ شخص گنہگار ہُوا، توبہ کرنا اور اُس سے معافی چاہنا اب بھی فرض ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذی مسلما فقد اٰذانی و من اٰذانی فقد اٰذی اللہ۔ رواہ الطبرانی[1] فی الکبیر عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن۔

جس نے کسی مسلمان کو بلا وجہ شرعی ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزّوجل کو ایذا دی (طبرانی نے کبیر میں اس کو حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا۔ ت)

اور اگر اُس کے اظہار میں کوئی مصلحت شرعی تھی اور بات واقعی تھی تو اس قائل پر کوئی الزام نہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۳ از لکھنؤ امین آباد مسئولہ سیّد برکت علی صاحب بریلوی شنبہ ۲۵ شوال ۱۳۳۴ھ

کسی سیّد کو صحیح النسب سیّد نہ کہنا بلکہ اس کو ناجائز پیشہ وروں (میراثی وغیرہ) سے مثال دینا کیسا ہے اور اس مثال دینے والے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اور سیّد کی بے توقیری کرنیوالا گمراہ بدمذہب ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

سُنّی سیّد کی بے توقیری سخت حرام ہے، صحیح حدیث میں ہے:

ستۃ لعنتھم لعنھم اللہ وکل نبی مجاب الزائد فی کتاب اللہ والمکذب بقدر اللہ والمستحل من عترتی ما حرم اللہ[2] الحدیث۔

چھ شخص ہیں جن پر میں نے لعنت کی اللہ اُن پر لعنت کرے، اور نبی کی دُعا قبول ہے از انجملہ ایک وُہ جو کتاب اللہ میں اپنی طرف سے کچھ بڑھائے اور وہ جو خیر و شر سب کچھ اللہ کی تقدیر سے ہونے کا انکار کرے اور وہ جو میری اولاد سے اس چیز کو حلال رکھے جو اللہ نے حرام کیا۔

---

[1] کنز العمال حدیث ۴۳۷۰۳ ۱۶/۱۰ و المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ ۴/۳۷۳

[2] سنن الترمذی کتاب القدر حدیث ۲۱۶۱ دار الفکر بیروت ۴/۶۱

Marfat.com

اور ایک حدیث میں کہ ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

من لم یعرف حق عترتی فلاحدی ثلث اما منافق و اما ولد زانیة و اما حملته امه علیٰ غیر طهر[1]

جو میری اولاد کا حق نہ پہچانے وہ تین باتوں میں سے ایک سے خالی نہیں، یا تو منافق ہے یا حرامی یا حیضی بچہ۔

مجمع الانہر میں ہے :

من قال لعالم عویلم او لعلوی علیوی استخفافا فقد کفر[2]

جو کسی عالم کو مولویا یا سید کو میروا اُس کی تحقیر کے لئے کہے وہ کافر ہے۔

اور اس میں شک نہیں جو سید کی تحقیر بوجہ سیادت کرے وہ مطلقاً کافر ہے اُس کے پیچھے نماز محض باطل ہے ورنہ مکروہ، اور جو سید مشہور ہو اگرچہ واقعیت نہ معلوم ہو اُسے بلادلیل شرعی کہہ دینا کہ یہ صحیح النسب نہیں اگر شرائط قذف کا جامع ہے تو صاف کبیرہ ہے اور ایسا کہنے والا اسّی کوڑوں کا سزاوار اور اس کے بعد اس کی گواہی ہمیشہ کو مردود، اور اگر شرط قذف نہ ہو تو کم از کم بلاوجہ شرعی ایذائے مسلم ہے اور بلاوجہ شرعی ایذائے مسلم حرام۔ قال اللہ تعالیٰ :

والذین یؤذون المؤمنین و المؤمنٰت بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بهتانا و اثما مبینا۔[3]

جو لوگ ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں بغیر اس کے کہ انھوں نے (کوئی معیوب کام) کیا ہو ان کا دل دکھاتے ہیں تو بیشک انھوں نے اپنے سر پر بہتان باندھنے اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھالیا (ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ[4]

جس نے بلاوجہ شرعی سنی مسلمان کو ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔

والعیاذ باللہ تعالےٰ عنہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] کنز العمال حدیث ۳۴۱۹۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۱۰۴

[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب المرتد ثم ان الفاظ الکفر انواع دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۹۵

[3] القرآن الکریم ۳۳/۵۸

[4] المعجم الاوسط للطبرانی حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/۳۷۳

Marfat.com

مسئلہ ۱۱۴ قصبہ سادی آباد ضلع غازیپور مرسلہ شیخ محمد علی حسین صاحب ۲۴ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس بارہ میں کہ ایک شخص مغل خاں نام قوم نٹ کا مسلمان ہوا اور بعد مسلمان ہونے کے وہ نماز پڑھتا ہے روزہ رکھتا ہے کلام مجید کی تلاوت کرتا ہے اس نے مسجد بنوائی ہے اُس میں نماز پنجگانہ ادا کرتا ہے لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ اُس کے گھر کی عورتیں گودنا گودتی ہیں مگر اس نٹ نومسلم کو انکار ہے کہ اب کچھ نہیں ہوتا ہے پس ایسے نومسلم کے ساتھ کھانا پینا اور اُس کا جھوٹا کھانا اور پانی پینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو جو لوگ ایسے نومسلم کے ساتھ کھانے والوں پر سختی کرتے ہیں ان کو ترک کرتے ہیں اور ان کا فضیحتا کرتے ہیں وہ شرع شریف کا مقابلہ کرتے ہیں یا نہیں؟ ایسے لوگوں کے بارے میں شرع کا کیا حکم ہے؟

الجواب

بدن گودوانا شرعاً حرام ہے، اور مسلمان پر بدگمانی اس سے بڑھ کر حرام، جب وہ انکار کرتا ہے اور کوئی ثبوت شرعی کافی نہ ہو تو محض بدگمانی کی بنا پر اُسے ذلیل سمجھنا اور تفضیح کرنا سخت حرام ہے، ہاں اگر ثبوت شرعی سے ثابت کہ یہ فعل اُس کے یہاں ہوتا ہے تو اب دو صورتیں ہیں، یا تو وہ اس پر راضی نہیں منع کرتا ہے بقدرِ قدرت بندوبست کرتا ہے اور عورتیں نہیں مانتیں جب بھی اس پر الزام نہیں قال اللہ تعالیٰ لا تزر وازرۃ وزر اخری[1] کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ (وزن) نہیں اٹھائے گی۔ (ت)

اور اگر بہ ثبوتِ شرعی ثابت ہو کہ وہ اس فعلِ شنیع پر راضی ہے تو بلاشبہہ قابلِ ملامت و لائقِ ترک ہے کہ یہ نرا گناہ نہیں ہے بلکہ اس میں معاذ اللہ بُوئے کفر آتی ہے کہ ابھی انھیں ناپاک عادتوں پر قائم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۵ از سوائی مادھوپور قصبہ سانگو ریاست کوٹہ راجپوتانہ مرسلہ الف خاں مہتمم مدرسہ انجمن اسلامیہ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ
ولد الزنا کے ساتھ کھانا کھانا اور جبکہ وہ عالم ہو جائے تو اُس کی امامت درست ہے یا نہیں اور کیا اس کو حرامی کہا جائے گا؟

الجواب

اُس کے ساتھ کھانا اور بشرطِ علم اس کے پیچھے نماز دونوں درست ہیں اور اسے اس طور پر

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴

Marfat.com

حرامی کہنا کہ جس میں اُسے ایذا ہو جائز نہیں۔ واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ ۱۱۶ از شہر عقب کوتوالی مسئولہ قیصر حسین ۷ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے ایک تایا ہے اور ایک بہن ہے، زید کے تایا اور زید کے والدین میں ہمیشہ رنج رہی یہاں تک کہ زید کے والد کا انتقال ہو گیا مگر زید کے والد اپنے بھائی سے ملے نہیں۔ زید اپنے والد کے مرنے کے بعد اپنے تایا سے اور اپنی ہمشیر سے ملتا رہا، پھر زید کی والدہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد زید کی بہن اور تایا کے درمیان سخت رنجش ہو گئی۔ اب زید کی بہن اپنے سگے بھائی زید سے یہ کہتی ہے کہ تم اگر اپنے تایا سے ملو گے تو میں تم سے نہیں ملوں گی اگر مجھ سے ملنا منظور ہے تو اپنے تایا سے مت ملو۔ اب زید کی شادی کا وقت آیا اور زید اپنی بہن کا ایک ہی بھائی ہے اگر زید اپنی بہن کا کہنا نہیں کرتا ہے تو زید کی بہن کو انتہا درجہ کا صدمہ ہوتا ہے۔ چونکہ اس کے والدین کا انتقال ہو چکا ہے اور یہ ایک ہی اس کے بھائی ہے اور وہ اُس کی شادی میں شریک نہیں ہو سکتی بوجہ تایا کی شرکت کے ایسی حالت میں زید کو کیا کرنا چاہئے یعنی زید کو اپنی بہن کا کہنا اور خوشی کرنا چاہئے اور اپنی بہن کو شادی میں شریک کرنا چاہئے یا اپنے تایا کو، اور اپنی بہن کو چھوڑنا چاہئے یا اپنے تایا کو، کیونکہ زید بغیر اپنے تایا کو چھوڑے ہوئے اپنی بہن کا دل خوش نہیں کر سکتا اور نہ اس کی بہن شادی میں شریک ہو سکتی ہے۔

الجواب

بہن اور چچا دونوں ذی رحم محرم ہیں کسی سے قطع کرنا اس کو جائز نہیں اُسے چاہئے اپنی بہن کو جس طرح ممکن ہو راضی کرے اگرچہ یُوں کہ خفیہ اپنے چچا کو شادی میں شریک ہونے کی دعوت دے اور اپنی بہن سے کہہ دے کہ مجھے ہر طرح تیری خاطر منظور ہے نہ اُن کو بلاؤں گا نہ شریک کروں گا اتنا تجھ سے چاہتا ہوں کہ وہ اگر اپنے آپ آجائیں تو اُس پر مجھ سے ناراض نہ ہو کیونکہ وہ تیرے اور میرے دونوں کے باپ کی جگہ ہیں غیر آدمی بے بلائے ہوئے آجائیں تو اُن کو نکالنا بے تہذیبی ہے نہ کہ باپ کو، غرض جھوٹے سچے فقرے ملا کر دونوں کو راضی کر سکے کرے اور اس پر اجر پائے گا میں اُن کو نہ بلاؤں گا۔ مراد یہ رکھے کہ میں خود اُن کو بلانے نہ جاؤں گا اگرچہ آدمی یا رقعہ بھیجوں، آپ چلے آنے سے یہ مراد رکھے کہ وہ اپنے پاؤں سے چلے آئیں نہ یہ کہ میں اٹھا کر لاؤں، غرض پہلو دار بات کہے جھوٹے سچے فقرے سے مراد یہی ہے کہ اُس کا ظاہر جھوٹ اور مرادی معنٰی سچ۔

حدیث میں فرمایا:

ان فی المعاریض لمندوحۃ عن بیشک اشاروں میں گفتگو کرنے میں سے جھوٹ

Marfat.com

السکذب[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔ سے آزادی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۷ تا ۱۲۰: از آگرہ سید باڑہ عالم گنج مرسلہ تاج محمد صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ زید شخص تارک صوم وصلوٰۃ، غاصب، سخت جابر و ظالم زبردست قابو یافتہ ہے وہ چاہے جس کا مال جبراً خرید لیتا ہے اور پورا روپیہ نہیں دیتا ہے ہزارہا روپیہ لوگوں کا مار رکھا ہے عام لوگ نالاں ہیں اور سخت ظلم یہ ہے کہ جن بندگانِ خدا کو اپنی مرضی کے خلاف پاتا ہے تو اپنے میل کے دس یا پانچ اشخاص جمع کر کے چاہے جس کا کاروبار بازار نکاح شادی برادری سے خارج کر کے سب بند کر دیتا ہے کہ جو باعث اشد ایذا رسانی و آبرو ریزی بدنامی تنگی گرسنگی ہتک حرمت کا ہوتا ہے چونکہ جس شخص کا جو پیشہ ہوتا ہے وہ اپنے گزر اوقات اُس پیشہ سے کرتا ہے جب پیشہ بند ہوجاتا ہے تو وہ مظلوم مع اپنے متعلقین کے فاقہ کشی کر کے تباہ و برباد ہوجاتا ہے حالانکہ تمام برادری کے لوگ اس سے نالاں ہیں لیکن بخوف دم نہیں مارتے خاموش ہیں اس لئے کہ سوال یہ ہے کہ:

(۱) یہ کہ ایسا شخص ظالم جابر جہول بحکمِ خدا و رسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس کس سزا کا سزاوار ہے؟

(۲) یہ کہ جابر ظالم کے مددگاران کہ جن کے زور ظلم ظالم کرتا ہے کس کس حکم کے لائق ہیں؟

(۳) دیگر اہل برادری ایمان داران کو ظالم جابر کا ناحق ماننا چاہئے یا اُس کا حکم بجرم زنا و شراب خوری جبر و ظلم کے اُس کو برادری اسلام سے خارج کرنا اور اس سے سلام میل جول خورد نوش لین دین ترک کرنا واجب تھا یا کیا اور اُس کے ساتھی و مددگاران کو ظالم سے توبہ کر کے حقارت واجب ہے یا کیا؟

(۴) جو لوگ فتویٰ سُن کر عمل نہ کریں ضد و ہٹ کریں مظلوم کی دادرسی نہ کریں حکمِ ظالم کو خدا اور رسول پر ترجیح دیں ان کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب

(۱) جس شخص میں امور مذکورۂ سوال ہوں وہ مستحقِ عذابِ نار و غضبِ جبّار و لعنتِ پروردگار ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ، وہ اللہ و رسول کو ایذا دیتا ہے اور اللہ و رسول کا ایذا دینے والا فلاح نہیں پاتا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

---

[1] السنن الکبریٰ للبیہقی کتاب الشہادات باب المعاریض الخ دار صادر بیروت ۱۰/ ۱۹۹

Marfat.com

ان الذين فتنوا المؤمنين و المؤمنٰت ثم لم يتوبوا فلهم عذاب جهنم و لهم عذاب الحريق[1]

بیشک جن لوگوں نے مسلمان مردوں عورتوں کو فتنے میں ڈالا پھر توبہ نہ کی ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور اُن کے لئے آگ کا عذاب۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللّٰہ[2]

جس نے ناحق کسی مسلمان کو ایذا دی بیشک اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزّوجل کو ایذا دی۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے :

الا لعنۃ اللّٰہ علی الظّٰلمین[3] سُنتا ہے اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

الظلم ظلمات یوم القیٰمۃ[4] ظلم اندھیریاں ہے قیامت کے دن۔

واللہ تعالےٰ اعلم۔

(۲) ظلم کے مددگار ظالم ہیں اور اُس سے بڑھ کر عذاب و غضب و لعنت کے سزاوار۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے :

لا تعاونوا علی الاثم والعدوان[5] تم پر حرام ہے کہ گناہ اور حد سے بڑھنے میں ایکدوسرے کی مدد کرو۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من مشی مع ظالم لیعینہ و ھو یعلم انہ ظالم فقد خرج من الاسلام

جو دیدہ و دانستہ کسی ظالم کے ساتھ اُسے مدد دینے چلا وہ اسلام سے نکل گیا (اس کو

---

[1] القرآن الکریم ۸۵/۱۰

[2] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف الریاض ۴/۳۷۳

[3] القرآن الکریم ۱۱/۱۸

[4] صحیح البخاری کتاب المظالم باب الظلم ظلمات یوم القیٰمۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۳۱

[5] القرآن الکریم ۵/۲

Marfat.com

رواه الطبرانی[1] فی المعجم الکبیر و الضیاء فی صحیح المختارۃ عن اوس بن شرجیل رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ و اللہ تعالٰی اعلم۔

طبرانی نے معجم کبیر میں اور ضیاء نے صحیح المختارہ میں اوس بن شرجیل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)
واللہ تعالٰی اعلم

(۳) ہاں مددگاروں پر فرض ہے کہ توبہ کریں اور اُس کی مدد سے جُدا ہوں، اللہ عزوجل قرآن کریم میں کسی مسلمان کے ساتھ مسخرگی کرنے، اس پر طعن کرنے، اُس کا بُرا لقب رکھنے سے منع کرکے فرماتا ہے:

ومن لم یتب فاولٰئک ھم الظّٰلمون[2] ○

جو ان باتوں سے توبہ نہ کریں وہی ظالم ہیں۔

ان باتوں کو افعال مذکورہ سوال سے کیا نسبت، جو ان میں مدد سے توبہ نہ کریں کیسے سخت درجے کے ظالم ہوں گے۔ اہلِ برادری یا کسی مسلمان کو ظالم کا حکم اس کے ظلموں میں ماننا جائز نہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا طاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالٰی[3]۔

اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں۔

اور ظالم باز نہ آئے تو مسلمانوں کو چاہئے اُسے برادری سے نکال دیں اُس سے میل جول چھوڑ دیں اس کے پاس نہ بیٹھیں کہ اس کی آگ انھیں بھی نہ پھونک دے۔ اور فرماتا ہے اللہ تبارک و تعالٰی:

واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[4] واللہ تعالٰی اعلم

اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

(۴) جو مظلوم کی دادرسی پر قادر ہو اور نہ کرے تو اس کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اغتیب عندہ اخوہ المسلم فلم ینصرہ وھو یستطیع نصرہ اذلہ اللہ تعالٰی فی الدنیا والاٰخرۃ۔ رواہ ابن ابی الدنیا فی

جس کے سامنے مسلمان بھائی کی غیبت کی جائے اور یہ اُس کی مدد پر قادر ہو اور نہ کرے اللہ تعالٰی اسے دنیا و آخرت دونوں میں ذلیل کریگا۔ اس کو

---

[1] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۶۱۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/۲۲۶
[2] القرآن الکریم ۴۹/۱۱
[3] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۳/۱۲۳
[4] القرآن الکریم ۶/۶۸

Marfat.com

ذم الغیبۃ وابن عدی فی الکامل عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[1]

(محدث ابن ابی الدنیا نے ذم الغیبۃ میں اور ابن عدی نے الکامل میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

اور حکم سُن کر گناہ پر ہٹ کرنا استحقاق عذاب نار ہے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

واذا قیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم فحسبہ جہنم ولبئس المھاد۔[2]

جب اس سے کہا جائے اللہ سے ڈر تو اسے گناہ کی ضد چڑھے ایسے کو جہنم کافی ہے اور کیا برا ٹھکانا۔

ابلیس کی پیروی سے حکمِ خدا و رسول پر نہ چلنا اور ظالم کے حکم پر چلنا گناہ ہے کبیرہ ہے استحقاق جہنم ہے مگر کوئی مسلمان کیسا ہی فاسق فاجر ہو یہ خیال نہیں کرتا کہ اللہ و رسول کے حکم پر اس کے حکم کو ترجیح ہے ایسا سمجھے تو آپ ہی کافر ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۱ ازناتھ دوارہ ریاست اودے پور ملک میواڑ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو قطع رحم اپنی اولاد سے رکھنا اس کی بیماری میں اس کی عیادت و نان نفقہ کی خبر و علاج و معالجہ کی تدبیر کرنا اور بعد مرجانے کے سامان تجہیز و تکفین میں شریک نہ ہونا اور کفن وغیرہ غیر شخص کا اللہ نام دینا حتی المقدور اپنے پاس ہوتے ہوئے یہ برتاؤ اپنی اولاد کے ساتھ کرنا ایسے شخص کے واسطے کیا حکم ہے چونکہ یہ شخص علمِ فقہ و حدیث سے بھی واقفیت رکھتے ہیں اور پند و وعظ کو بھی لوگوں کو کہا کرتے ہیں مگر اپنا عمل خلافِ شرع آتا ہے ایسے شخص کے واسطے کیا حکم ہے؟ اس کا جواب باصواب مع حدیث فقہ و آیتِ کلام کے تحریر فرمائیں خدا تعالٰی آپ کو اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔

الجواب

اگر اس کا نفقہ شرعًا باپ پر لازم تھا مثلاً نابالغ بچہ یا لڑکی جس کی شادی نہ ہوئی یا جوان لڑکا کہ کچھ کمانے پر قادر نہیں اُس کو نفقہ نہ دیا تو سخت شدید گناہ میں مبتلا ہے، اور اگر شرعًا اس کا نفقہ باپ پر

[1] ذم الغیبۃ مع موسوعہ رسائل ابن ابی الدنیا حدیث ۱۰۸ مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ ۲/ ۱۰۰
الکامل لابن عدی ترجمہ ابان بن ابی عیاش دار الفکر بیروت ۱/ ۳۷۷
المطالب العالیۃ باب الزجر عن الاستطاعۃ فی عرض العلم حدیث ۲۷۰۶ عباس احمد البانی مکۃ المکرمۃ ۳/ ۲
[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۰۶

Marfat.com

نہ تھا مثلاً لڑکی کہ شوہر والی یا جوان لڑکا کمائی پر قادر ہے تو اُسے نفقہ نہ دینے میں کچھ گناہ نہیں اور علاج و دوا تو کسی پر واجب نہیں خود اپنی واجب نہیں اور اولاد اگر عقوق کرے اور باز نہ آئے یا معاذ اللہ بد مذہب ہو جائے اور باپ اُسے چھوڑ دے تو یہ قطع رحم اُس کی اولاد کی طرف سے ہے باپ کی طرف سے نہیں، وبال اولاد پر ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے ایک لفظ کے سبب اپنے ایک صاحبزادے سے عمر بھر کلام نہ فرمایا، حضرت مولوی معنوی قدس سرہ شریف کے ایک صاحبزادہ نے حضرت شمس تبریز قدس سرہ العزیز کی شان میں گستاخی کی، ان کے مرنے پر مولوی بیٹے کے جنازے میں شریک نہ ہوئے۔ ہاں اگر اولاد کا قصور نہیں تو باپ پر قطع رحم کا وبال عظیم ہے، کفن نہ دینے کی وہی دو صورتیں ہیں جو نفقہ میں تھیں، اگر اس کا نفقہ باپ پر تھا اور اس نے کفن نہ دیا گناہگار ہوا اور نہ تھا تو کفن نہ دینے کا کچھ الزام نہیں۔

مسئلہ ۱۲۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمی چھدہ کی بیوی کو اس کے خسر نے روک رکھا ہے اور باوجود تمام اہل محلہ کے کہنے پر اور خدا ورسول کا واسطہ دینے پر بھی روانہ نہیں کرتا اور تمام اہل محلہ نے اس امر کا بھی اطمینان دلایا کہ تیری بیٹی کو اگر کسی قسم کی تکلیف ہوگی تو اہلِ محلہ ذمہ دار ہیں۔ پس جو شخص اہلِ محلہ کے کہنے کو اور خدا ورسول کا واسطہ دینے کو نہ مانے اس کے بارے میں شریعت نبوی کا کیا حکم ہے آیا اس سے تمامی کا میل جول جائز ہے یا ناجائز؟ صاف ارشاد فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

سائل کوئی وجہ نہیں لکھتا کہ اس نے کیوں روک رکھا، اگر واقع میں اس کی کوئی وجہ شرع ہو تو اس پر کچھ الزام نہیں، نہ محلہ والوں کی ضمانت ماننا اسے ضرور، اور واسطہ اُن باتوں میں ہوتا ہے جن میں ضرر نہ ہو اور دوسرے کی ضرر کی بات پر واسطہ دیا جائے تو وہ واسطہ دینے والا گنہگار ہوتا ہے، ہاں اگر کوئی وجہ شرعی رکنے کی نہیں محض بلاوجہ روکا تو وہ روکنا ہی ظلم، پھر وہ واسطہ نہ ماننا دوسرا ظلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۳ از شہر محلہ گلاب نگر مسئولہ خدا بخش صاحب رضوی صندوق ساز ۲۸ رجب ۱۳۳۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص زید کو تکلیف دیتا رہتا ہے اور تکلیف دینے پر آمادہ ہے ہر طریق سے تعویذ یا جادو وغیرہا سے، اور زید اب تک خاموش ہے اور سب تکالیف سہہ رہا ہے، ایک دو شخص سے معلوم ہوا ہے کہ وہ اب جان لینے پر آمادہ ہے، قصہ یہ ہے کہ زید کا مکان ہے وہ یہ کہتا ہے کہ مکان مجھ کو مل جائے اور اس کی دلی منشا یہی ہے۔ زید کا ذاتی مکان ہے بلاوجہ مانگتا ہے

Marfat.com

اب زید متحمل نہیں ہو سکا اب زید بھی یہ چاہتا ہے کہ میں ہر طریق سے اس کو تکلیف رسا ہوں شریعت کہاں تک حکم دیتی ہے؟

الجواب

ایذا رسانی کے ارادے پر ایذا نہیں دے سکتا اپنے بچاؤ کی تدبیر کر سکتا ہے جب تک کہ اُس کا عزم ایسا نہ ثابت ہو کہ بے ایذا دئے اپنا بچاؤ نہ ہو سکے گا تو اُس وقت صرف اتنی بات جس میں اپنا بچاؤ ہو سکے کر سکتا ہے اور جو ایذا اس نے پہنچائی ہے اس کا عوض اُتنا ہی لے سکتا ہے اس سے زیادہ کرے تو اس کا ظلم ہو گا اور اگر صبر کرے تو بہت بہتر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

Marfat.com

جھوٹ وغیبت و بدعہدی وغیرہ

مسئلہ ۱۲۴ ۲۰ محرم الحرام ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، زید اور عمرو نے مال بشراکت خرید کیا پھر زید نے عمرو سے کہا تم اس کو لو یا مجھے دو۔ زید نے نفع دے کر لے لیا عمرو سے۔ عمرو نے پھر کہا زید سے تم نے بدعہدی کی یعنی شرکت نہیں کی۔ آیا یہ بدعہدی ہے یا نہیں؟

الجواب

جبکہ عمرو خود قطع شرکت پر راضی ہوگیا اور نفع لے کر مال دے دیا تو زید کے ذمہ کوئی الزام بدعہدی کا نہیں بلکہ جو شخص کسی سے ایک امر کا وعدہ کرے اور اس وقت اس کی نیت میں فریب نہ ہو بعد کو اس میں کوئی حرج ظاہر ہوا اور اس وجہ سے اس امر کو ترک کرے تو اس پر بھی خلافِ وعدہ کا الزام نہیں۔ حضور پُر نور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس الخلف ان یعد الرجل و من نیتہ ان یفی و لکن الخلف ان یعد الرجل و من نیتہ ان لا یفی[1]

یہ بدعہدی نہیں کہ آدمی (کسی شخص سے) وعدہ کرے اور نیت اسے پورا کرنے کی ہو اور پورا نہ کر سکے، بلکہ بدعہدی یہ ہے کہ آدمی وعدہ کرے اور اسے پورا کرنے کا سرے سے ارادہ ہی نہ ہو۔

Marfat.com

رواہ ابو یعلٰی فی مسندہ عن زید بن ارقم رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔[1] (ابو یعلٰی نے اپنی مسند میں سند حسن کے ساتھ زید بن ارقم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔ ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۵ از شہر کہنہ مرسلہ برکت اللہ خاں صاحب ۲۱ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وہادیان متین اس مسئلہ میں کہ زید کے حقیت تعدادی ۴ بسوہ جس کی قیمت تخمیناً دو ہزار روپے کے تھی بعوض مبلغ دو سو بیس روپے بابت قرضہ بقال خود ذمہ زید تھا نیلام ہوئی چونکہ بکر ایک زبردست اور متمول تھا اس نے بلا اطلاع زید کے نیلام حسب قاعدہ انگریزی خرید لیا زید کو بسبب خوف آبرو قوتِ مقابلہ نہ تھی اور بکر نے بزعم زبردستی بجز اس قبضے کے جواز روئے نیلام حاصل ہوا تھا اور کوئی کارروائی مثل داخل خارج وغیرہ نہ کرائی اس لئے نام زید کا کاغذات انگریزی میں بدستور ہے، پس اس صورت میں زید کو اپنے قبضہ کی چارہ جوئی بمقتضائے مصلحت از روئے دروغ گوئی کہ جس سے زید کو اپنا حق پانے کی قوی امید ہے جائز ہے یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ زید کو زرنیلام اس وقت بکر کو دینا چاہئے یا جو کچھ بکر نے اس وقت اس جائداد سے تحصیل کیا ہے اس میں محسوب ہونا چاہئے، بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

اپنا حق مُردہ زندہ کرنے کے لئے پہلو دار بات کہنا کہ جس کا ظاہر دروغ ہو اور واقعی میں اس کے سچے معنے مراد ہوں اگرچہ سُننے والا کچھ سمجھے بلاشبہہ باتفاق علمائے دین جائز اور احادیثِ صحیحہ سے اس کا جواز ثابت ہے جبکہ وہ حق بے اس طریقے کے ملنا میسر نہ ہو، ورنہ یہ بھی جائز نہیں، پہلو دار بات یوں کہ مثلاً ظالم نے ظلماً اس کی کسی چیز پر قبضہ مخالفانہ اُس مدت تک رکھا جس کے باعث انگریزی قانون میں تمادی عارض ہو کر حق ناحق ہو جاتا ہے مگر مخالف کے پاس اپنے قبضہ کا کاغذی ثبوت نہیں اس کے بیان پر رکھا گیا اگر یہ اقرار کئے دیتا ہے کہ واقعی مثلاً بارہ برس سے میرا قبضہ نہیں تو حق جاتا اور ظالم فتح پاتا ہے، لہذا یُوں کہنے کی اجازت ہے کہ ہاں میرا قبضہ رہا ہے یعنی زمانہ گزشتہ میں، اور زیادہ تصریح چاہی جائے تو یوں کہہ سکتا ہے کہ "آج تک میرا قبضہ چلا آیا" اور نیت میں لفظ "آیا" کو کلمۂ استفہام لے جیسے کہتے ہیں آیا یہ بات حق ہے یعنی کیا یہ بات حق ہے، تو استفہام انکاری کے طور پر اُس کلمے کا یہ مطلب ہوا کہ کیا آج تک میرا قبضہ چلا یعنی ایسا نہ ہوا بلکہ میرا قبضہ منقطع ہو کر مخالف کا قبضہ چلا یعنی ایسا نہ ہوا بلکہ میرا قبضہ منقطع ہو کر مخالف کا قبضہ ہو گیا، یا یوں کہے "کل تک برابر میرا قبضہ رہا آج کا حال نہیں

[1] کنز العمال بحوالہ ع عن زید بن ارقم حدیث ۶۸۰۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳/۶۴۴

Marfat.com

معلوم کہ کچہری کیا حکم دے۔" اور لفظ "کل" سے زمانہ قریب مراد لے جیسے نوجوان لڑکے کو کہتے ہیں کل کا بچہ، حالانکہ اس کی عمر بیس بائیس سال کی ہے، اس معنیٰ پر قیامت کو "روزِ فردا" کہتے ہیں کل آنے والی ہے یعنی بہت نزدیک ہے۔ یا مخالف کے قبضے کی نسبت سوال ہو تو کہے "اس کا قبضہ کبھی نہ تھا" یا "کبھی نہ ہوا" اور مراد یہ لے کہ کبھی وہ وقت بھی تھا کہ اس کا قبضہ نہ تھا۔ زیادہ تصریح درکار ہو تو کہے "اس کا قبضہ اصلاً کسی وقت ایک آن کو نہ ہوا نہ ہے" اور معنیٰ یہ لے کہ حقیقی قبضہ ہر شے پر اللہ عزّ وجل کا ہے دوسرے کا قبضہ ہو نہیں سکتا، غرض جو شخص تصرفات الفاظ و معانی سے آگاہ ہے سو پہلو نکال سکتا ہے، مگر ان کا جواز بھی صرف اسی حالت میں ہے جب یہ واقعی مظلوم ہے اور بغیر ایسی پہلو دار بات کے ظلم سے نجات نہیں مل سکتی ورنہ اوپر مذکور ہوا کہ یہ بھی ہرگز جائز نہیں۔ اب رہی یہ صورت کہ جہاں پہلو دار بات سے بھی کام نہ چلے وہاں صریح کذب بھی دفع ظلم و احیائے حق کے لئے جائز ہے اس بارے میں کلماتِ علما مختلف ہیں، بہت روایات سے اجازت نکلتی ہے اور بہت اکابر نے منع کی تصریح فرمائی ہے حتی الوسع احتیاط اس سے اجتناب میں ہے اور شاید قولِ فیصل یہ ہو کہ اس ظلم کی شدت اور کذب کی مصیبت کو عقلِ سلیم و دینِ قویم کی میزان میں تولے جدھر کا پلّہ غالب پائے اس سے احتراز کرے مثلاً اس کا ذریعہ رزق تمام و کمال کسی ظالم نے چھین لیا اب اگر نہ لے تو یہ اور اس کے اہل و عیال سب فاقے مریں اور وہ بے کذب صریح نہیں مل سکتا تو اس ناقابل برداشت ظلم اشد کے دفع کو اُمید ہے کہ غلط بات کہہ دینے کی اجازت ہو اور اگر کسی مالدار شخص کے سَو دو سَو روپے کسی نے دبا لئے تو اس کے لئے صریح جھوٹ کی اجازت اُسے نہ ہونی چاہئے کہ جھوٹ کا فساد زیادہ ہے اور اتنے ظلم کا تحمل اس مالدار پر ایسا گراں نہیں، حدیث سے ثابت اور فقہ کا قاعدۂ مقررہ بلکہ عقل و نقل کا ضابطہ کلیہ ہے کہ من ابتلی ببلیتین اختار اھونھما جو شخص دو بلاؤں میں گرفتار ہو ان میں جو آسان ہے اسے اختیار کرے ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی (یہ وہ کچھ ہے جو میرے پاس تھا اور حق کا پورا پورا علم تو میرے رب ہی کے پاس ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

الکذب مباح لاحیاء حقہ ودفع الظلم عن نفسہ والمراد التعریض لان عین الکذب حرام قال وھو الحق قال تعالٰی قتل الخراصون

جھوٹ حرام ہے اور یہی حق ہے البتہ اپنے حق کے اظہار اور احیاء کے لئے یا اپنی ذات کو ظلم و نقصان سے بچانے کے لئے جھوٹ سے کام لینا مباح ہے بشرطیکہ جھوٹ بصورت تعریض یعنی اشارہ کنایہ یا ذو معانی الفاظ میں ہو اس لئے

[illegible] ۱۲۳/

Marfat.com

الکل عن المجتبی وفی الوھبانیۃ قال[۵] وللصلح جاز الکذب اودفع ظالم واھل لترضی والقتال لیظفروا[۱]

کہ صریح جھوٹ حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے مارے جائیں اٹکل پچّو سے کام لینے والے۔ یہ سب "المجتبٰی" سے منقول ہے، اور وہبانیہ میں فرمایا، صلح یا دفع ظلم کے لئے جھوٹ بولنا جائز ہے بیوی کی رضاجوئی کے لئے اور جنگ میں حوصلہ افزائی کے لئے بھی جھوٹ بولنا مباح ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

الکذب مباح لاحیاء حقہ کالشفیع یعلم بالبیع باللیل فاذا اصبح یشھد ویقول علمت الاٰن وکذا الصغیرۃ تبلغ فی اللیل وتختار نفسھا من الزوج وتقول رأیت الدم الاٰن واعلم ان الکذب قد یباح وقد یجب والضابط فیہ کما فی تبیین المحارم وغیرہ عن الاحیاء ان کل مقصود محمود یمکن التوصل الیہ بالصدق والکذب جمیعا فالکذب فیہ حرام وان امکن التوصل الیہ بالکذب وحدہ فمباح ان ابیح تحصیل ذٰلک المقصود وواجب ان وجب کما لو رأی معصوما اختفی من ظالم یرید قتلہ اوایذاءہ فالکذب ھنا

اپنا حق ثابت کرنے کے لئے جھوٹ بولنا مباح ہے جیسے شفعہ کرنے والے کو بیع کا علم رات کو ہوا تھا صبح کے وقت یہ گواہی دے کہ مجھے ابھی ابھی سودے کے بارے میں علم ہوا ہے اسی طرح نابالغہ لڑکی رات کو بالغ ہوئی اور اس نے شوہر سے صبح یہ کہا کہ میں نے ابھی ابھی خونِ حیض دیکھا ہے۔ جان لیجئے کہ جھوٹ کبھی مباح اور کبھی واجب ہوتا ہے اس میں ضابطہ جیسا کہ تبیین المحارم وغیرہ میں احیاء العلوم کے حوالہ سے مذکور ہے کہ ہر اچھا مطلوب کہ جس تک صدق و کذب دونوں سے رسائی ہو سکے تو اس صورت میں جھوٹ بولنا حرام ہے اور ہر اچھا مطلوب جس تک رسائی صرف کذب سے ہو سکے تو جھوٹ بولنا مباح ہے جبکہ اس مطلوب کو حاصل کرنا مباح ہو اور اگر مطلوب حاصل کرنا واجب ہو تو پھر جھوٹ بولنا واجب ہے جیسا کہ بے گناہ (معصوم) کو دیکھے جو کسی ایسے ظالم سے روپوش ہو رہا ہے جو اسے مار ڈالنے یا ایذا پہنچانے کا ارادہ رکھتا ہو تو ایسی صورت میں

---

[۱] درمختار کتاب الحظروالاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۴

Marfat.com

واجب وكذا لو سأله عن وديعة يريد اخذها يجب انكارها ومهما كان لا يتم مقصود حرب او اصلاح ذات البين او استمالة قلب المجني عليه الا بالكذب فيباح ولو سأله سلطان عن فاحشة وقعت منه سرا كزنا او شرب فله ان يقول ما فعلته لان اظهارها فاحشة اخرى وله ايضا ان ينكر سر اخيه وينبغي ان يقابل مفسدة الكذب المفسدة المترتبة على الصدق فان كانت مفسدة الصدق اشد فله الكذب وان بالعكس او شك حرم وان تعلق بنفسه استحب ان لا يكذب وان تعلق بغيره لم تجز المسامحة بحق غيره والحزم تركه حيث ابيح۔[1]

(اس مظلوم کو بچانے کے لئے) جھوٹ بولنا اور یہ کہنا کہ میں نے اسے نہیں دیکھا یا مجھے اس کے بارے میں کوئی علم نہیں، واجب ہے۔ اسی طرح اگر کوئی ظالم کسی کی امانت کے متعلق پوچھے جس کے لینے کا وہ ارادہ رکھتا ہو تو اس امانت کے بارے میں لاعلمی کا اظہار اور انکار کردینا ضروری یعنی واجب ہے حاصل یہ کہ جب کوئی مقصود و مطلوب بغیر جھوٹ کہے پورا نہ ہو اس صورت میں جھوٹ بولنا مباح ہے خواہ اس کا تعلق جنگ سے ہو یا مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے سے ہو یا جس کا نقصان ہوا ہو اس کی دلجوئی کے لئے ہو اور اگر بادشاہِ وقت اس سے ایسے گناہ کے بارے میں دریافت کرے جو اس سے درپردہ سرزد ہوا ہو جیسے بدکاری، شراب نوشی وغیرہ تو اس کے لئے روا ہے کہ صاف کہہ دے کہ میں نے یہ کام نہیں کیا کیونکہ اس کا ظاہر کرنا دوسرا گناہ ہے اور اس کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ کسی اور مسلمان بھائی کے بارے میں دریافت کئے پر بھائی کا بھید ظاہر کرنے سے انکار کردے، اور مناسب ہے کہ آدمی جھوٹ کے فساد کا سچائی کے نتیجے سے تقابل کرے۔ اگر سچائی سے فساد کا اندیشہ ہو تو جھوٹ اختیار کرے اور معاملہ اس کے برعکس ہو یا ترجیح دینے میں شک ہو تو ایسی صورت میں جھوٹ کہنا حرام ہے اور اگر اس کا تعلق اس کی اپنی ذات سے ہو تو جھوٹ نہ بولنا مستحب ہے، اور اگر کسی دوسرے سے تعلق ہو تو دوسرے کے حق میں چشم پوشی سے کام لینا یا صرفِ نظر کرنا جائز نہیں ہے اور ہوشیاری چشم پوشی نہ کرنے میں ہے کیونکہ یہ مباح ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۲۶ از دولت پور ضلع بلند شہر مرسلہ شیر محمد خاں صاحب ۵ شعبان ۱۳۲۹ھ

کسی امر کا وعدہ مستحکم حلف شرعی محمدیہ سے کرے اسکے خلاف کرنا کیسا ہے؟

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۷۴

Marfat.com

الجواب

اگر وُہ امر واجب و فرض تھا تو اُس وعدہ کا خلاف کرنا حرام و ناجائز ہے اور اگر وہ امر ناجائز و حرام تھا جیسے کسی نے شراب پینے کا بحلف مستحکم وعدہ بحلف کیا تو اُس کا خلاف کرنا فرض و واجب ہے اور اگر وہ مباح امر تھا اور کوئی عذر پیش آیا تو خلاف وعدہ جائز ہے اور بلا عذر ناپسند ہے ہاں وعدہ کرتے وقت ہی دل میں تھا کہ پُورا نہ کرے گا تو ایسا وعدہ کرنا بھی حرام ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لیس الخلف ان یعد الرجل ومن نیتہ ان یفی ولکن الخلف ان یعد الرجل ومن نیتہ ان لایفی۔ رواہ ابویعلٰی فی مسندہ[1] عن زید بن ارقم رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

یہ وعدے کی خلاف ورزی نہیں کہ آدمی کسی سے وعدہ کرے اور اس کا ارادہ یہ ہو کہ وہ اسے پورا کرے، لیکن خلاف ورزی یہ ہے کہ آدمی کسی سے وعدہ کرے اور نیت یہ ہو کہ وہ اسے پورا نہ کریگا۔ اسکو ابویعلٰی نے اپنی مسند میں زید بن ارقم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حوالے سے بسندِ حسن اس کو روایت کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ اچھی طرح جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۲۷

خود جھُوٹ بولنا اور دوسرے شخص کو مجبور کرکے جھُوٹ بُلوانا کیسا گناہ ہے؟

الجواب

بلا ضرورت شرعی جھُوٹ بولنا اور بلوانا کبیرہ گناہ ہے،

قال اللہ تعالٰی قتل الخراصون[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، مارے جائیں وہ لوگ جو اٹکل پچو سے باتیں بنانے والے ہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۸

مسئولہ محمد قاسم کھوکھر از دہامونکی تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ پنجاب بروز دوشنبہ بتاریخ ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے احناف رحمکم اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں کہ جو مقتدی اپنے امام کی نیک نامی کو گزند پہنچانے کی غرض سے بچشمِ حقارت عوام الناس میں اس کی توہین و ہجو کرے حالانکہ اس کو سابقہ کئی

---

[1] کنز العمال برمز ع عن زید بن ارقم حدیث ۶۸۷۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳/۳۴۷

[2] القرآن الکریم ۵۱/۱۰

Marfat.com

دفعہ فہمائش بھی کی گئی ہے مگر وہ اپنے ارادہ سے باز نہیں آتا ہے ایسے شخص کے حق میں از روئے شرع شریف بطور تنبیہ سوائے توبہ کے کچھ کفارہ لازم ہے اگر ہے تو کیا اور کس قدر۔ سابقہ ازیں اس شخص نے ایک شرعی معاملہ میں ناجائز امداد دینے پر کفارہ بھی ادا کیا ہوا ہے، جواب اس کا تفصیل مع اپنے دستخط و مہر ثبت تحریر فرمادیں اللہ تعالٰی آپ کو جزاء خیر عطا فرمائے۔ والسلام

الجواب

جو الزام وہ امام پر رکھتا ہے اگر جھوٹا ہے تو مفتری ہے اور سخت عذاب کا مستحق، صحیح حدیث میں ہے جو کسی مسلمان پر جھوٹا الزام رکھے وہ سخت بدبو اور سخت گرم پیپ جو دوزخیوں کے بدن سے بہہ کر مثل دریا کے ہو جائے گا اُس میں ڈالا جائے گا اور حکم دیا جائیگا کہ اسی میں رہ جب تک کہ اپنے کہے ہوئے کا ثبوت نہ دے اور کہاں سے دے سکے گا جبکہ جھوٹی بات ہے اور اگر الزام سچا ہے مگر امام میں وہ عیب خفیہ ہے جسے وہ چھپاتا ہے اور ظاہر نہیں کرنا چاہتا یہ اُس پر مطلع ہو گیا اور اُسے شائع کرتا ہے تو تین گناہوں کا مرتکب ہے اشاعت فاحشہ ایک اور امام کے پس پشت کہا تو غیبت جسے صحیح حدیث میں فرمایا:

الغیبۃ اشد من الزنا۔[1] غیبت زنا سے سخت تر ہے۔

اور جو امام کے بر رو کہا تو یہ ایذائے مسلم ہے اور صحیح حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ۔ رواہ الطبرانی[2] فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

جس نے کسی مسلمان کو بلا وجہ شرعی ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی (طبرانی نے اوسط میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسندِ حسن اسے روایت کیا۔ ت)

اُس پر توبہ فرض ہے اور امام سے معافی چاہنا اور اُسے راضی کرنا بھی کہ حق العبد ہے مگر اس کے سوا کوئی مالی کفارہ وغیرہ کچھ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۸ از ضلع خاندیس محلہ ستارہ مسئولہ حافظ الیس محبوب بھوساول ۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

زید ایک دوسرے کی غیبت کرے تو اُس کو کیا کرنا چاہئے؟ بینوا توجروا

---

[1] شعب الایمان حدیث ۶۷۴۱ و ۶۷۴۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۵/۳۰۶
مجمع الزوائد باب ماجاء فی الغیبۃ الخ دارالکتاب بیروت ۸/۹۱
[2] المعجم الاوسط للطبرانی حدیث ۳۶۳۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/۳۷۳

Marfat.com

الجواب

غیبت حرام ہے مگر مواضع استثناء میں، مثلاً فاسق کی غیبت اس کے فسق میں جائز ہے، حدیث میں فرمایا: لاغیبة لفاسق[۱] (اگر فاسق کی غیبت کی جائے تو وہ غیبت نہیں۔ ت) اور بدمذہب کی برائیاں بیان کرنا بہت ضرور ہے حدیث میں ہے:

اترعوون عن ذکر الفاجر متی یعرفه الناس اذکروا الفاجر بما فیه یحذرہ الناس[۲]

کیا تم بدکار کا ذکر کرنے سے گھبراتے ہو تو پھر کب لوگ اسے پہچانیں گے، لہذا بدکار میں جو کچھ نقائص اور خرابیاں ہیں انھیں بیان کرو تاکہ لوگ اس سے بچیں۔ (ت)

ہاں جس کی غیبت جائز نہیں وہ سخت کبیرہ، حدیث میں فرمایا: الغیبة اشد من الزنا[۳] (غیبت زنا کرنے سے بدتر ہے۔ ت) اُسے سمجھانا چاہیے توبہ لینا چاہیے، نہ مانے تو اُسے چھوڑ دینا چاہیے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[۱] کشف الخفاء حدیث ۳۰۸۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/۳۲۴
[۲] تاریخ بغداد ترجمہ ۳۴۹ محمد بن احمد الرواطی دارالکتاب العربی بیروت ۱/۳۸۲
نوادر الاصول للترمذی الاصل السادس والستون والمائۃ دارصادر " ص ۲۱۳
[۳] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الادب باب حفظ اللسان والغیبۃ الفصل الثالث مجتبائی دہلی ص ۴۱۵
شعب الایمان حدیث ۶۷۴۱ و ۶۷۴۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۵/۳۰۶

Marfat.com

دعوٰی و قضاء و شہادۃ

مسئلہ ۱۳۰ تا ۱۳۵ از مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ مرسلہ صاحبزادہ گرامی قدر مولوی سید محمد میاں صاحب زیدت برکاتہم ۳ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

کیا حکم ہے بروئے شرع مطہر مطابق مذہب حنفی مسائل ذیل میں :

(۱) وہ کچہریاں اور وہ حکام جو اپنے فیصلوں اور کارروائی متعلقہ مثل گواہی گواہان وغیرہ میں پابندی شریعتِ محمدیہ ملحوظ نہیں رکھتے بلکہ خود ساختہ قواعد پر عمل درآمد کرتے ہیں اگر اتفاق سے کوئی امر شریعت حقہ کے مطابق ہوجائے یہ اور بات ہے ایسی کچہریوں اور ایسے حکاموں کو بالخصوص جبکہ وہ کفار کی ہوں اور وہ حاکم بھی کفار سے ہو عدالت اور حاکم کو عادل یا منصف اور اُن کارروائیوں کو فیصلوں کو عادلانہ اور منصفانہ کہنا آیا یہ شرعاً کفر ہے یا کیا ؟

(۲) بیانِ دعوی وجوابِ دعوٰی وامثالہا جن میں آج کل کے پیروکار وکلا قانونی اپنے حسبِ عادت ایسے الفاظ استعمال کرتے اور پھر ان کی تصدیق وتسلیم فریقین سے ایسے الفاظ سے کراتے ہیں کہ یہ عرضی دعوٰی وغیرہ ہم کو تسلیم اور ہمارے نزدیک اور علم میں کل مضمون مندرجہ عرضی دعوی ہذا صحیح ہے بلکہ بعض دفعہ لفظ لفظ صحیح بھی کہلواتے لکھاتے ہیں اب بعض فریقین تو وہ ہیں جو ان الفاظ کی موجودگی پر مطلع پھر ان کو سُن بھی لیا ہو جب بھی توجہ ان کی نفس مطلب سے زائد ہونے کی وجہ سے ان پر کچھ لحاظ نہیں کرتے غافلانہ کیہں عرضی دعوی وغیرہ کو تسلیم کرتے ہیں بعض وہ ہیں جو ان الفاظ کو بُرا جانتے تسلیم نہیں کرتے ہیں مگر

Marfat.com

چونکہ اب عادت عام ہے لہذا لکھ وہ بھی دیتے ہیں کہ یہ سب عرضی دعوٰی وغیرہ ہم کو تسلیم ہے یا اور جیسے پیروکار کہتا ہے ویسے بھی لکھ دیتے ہیں اب ان میں سے ہر ہر کا کیا حکم ہے اگر فریق آخر الذکر لفظ سب بلکہ تاکیدًا لفظ بھی تسلیم ہونا لکھ دیں مگر یہ نیت کرے کہ نفس بیان دعوٰی جو اس عرضی دعوٰی میں ہے وہ تسلیم ہے، نہ اس کے الفاظِ قبیحہ نفس مطلب پر زائد تو کیا حکم ہے؟

(۳) بعض کاغذات ایسے ہوتے ہیں جن میں حکومت کی جانب سے یہ الفاظ لکھے ہوتے ہیں اور اُن کی تصدیق و تسلیم منجانب حکومت چاہی جاتی ہے یا فریقین کو اپنے اپنے کاموں میں ان کو جاری کرانے کی ضرورت پڑتی ہے جیسے سمن وغیرہ یا حاکم خود ایسا جملہ کہلواتا ہے جس میں یہ الفاظ آتے ہیں ایسی حالت میں ان تصدیق کرنے والوں سمن اجرا کرنے والوں اور اُن الفاظ کہنے والوں کا کیا حکم ہے اور انھیں کیا زیبا ہے؟

(۴) پیروکار قانونی اپنی بحثوں میں حسبِ عادت خود بلا اجازت صریح مؤکلان ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں اور وہ بحث ہر پیروکار کے اپنے مؤکل کے حق میں حاکم کے یہاں مسلمہ مؤکل ہوتی ہے اور اگر مؤکل موجود ہوں تو اس پر ساکت ہی رہتے ہیں تو اگر وہ دل سے ان الفاظ مخصوصہ کو نہ تسلیم کریں یا ان سے غافل رہیں لحاظ ہی نہ کریں اور اصل مطلب کی بحث کو مانیں تو پیروکار کے ایسے الفاظ استعمال کرنے سے ان پر ان کے سکوت کی وجہ سے کوئی قباحت آتی ہے اگر ہاں تو پیروکار کہنے والے کے برابر یا کم زائد؟

(۵) انگریزی جو کچہری بنام منصفی ہے عام طور پر اس کو منصفی اور اس کے حاکم کو منصف کہتے ہیں اور اس سے مراد وہی مخصوص کچہری اور اس کا حاکم ہوتا ہے انصاف کے اصلی معنی سے نیت کا ذہن یہ کہتے وقت خالی ہوتا ہے اس صورت میں یہ اطلاق کیسا ہے؟

(۶) اگر لفظ عدالت سے صرف کچہری حکومت مراد لیا جائے اور عادل منصف سے صرف حاکم تو ان الفاظ کا اطلاق کفار فجار پر صحیح ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

سلطنت اگرچہ اسلامیہ ہو اور حاکم مسلم بلکہ خود سلطانِ اسلام اور حکم خلاف ما انزل اللہ کرے اسے عادل کہنے کو ائمہ نے کفر بتایا۔ ہندیہ میں امام علم الہدٰی ابو منصور ماتریدی قدس سرہ سے ہے:

من قال لسلطان زماننا — جس نے اپنے زمانے کو سلطان کو عادل

Marfat.com

عادل فقد کفر[1] کہا اس نے کفر کیا۔(ت)

امام ممدوح اپنے وقت کے سلطانِ اسلام کی نسبت ایسا فرمارہے ہیں ان کے وصال کو ۱۰۰ برس ہوئے، کاغذ دعوی وجواب دعوی کی تصدیق سے تصدیق مضمون مراد ہوتی ہے اگرچہ یونہیں لکھا ہو کہ لفظ لفظ صحیح ہے اس کا مطلب بھی یہی ہوتا ہے کہ اس کا کوئی ایجاب یا سلب خلافِ واقع نہیں تقویت اطلاقات الفاظ کی طرف اصلاً نظر نہیں ہوتی نہ وہ کسی طرح اس سے مفہوم ہو تو خود ان پر کسی صورت میں کچھ الزام نہیں سوا اس کے کہ سکوت علی المنکر ہوا وہ وقت قدرت وعدم فتنہ وجہل مرتکب ورجائے اجابت حرام والا لا۔ شرط سوم کی مثال یہ ہے مثلاً داڑھی منڈانا، ہر مسلمان جانتا ہے کہ شرعاً حرام ہے، تو لازم نہیں کہ یہ داڑھی مُنڈے سے کہتے پھریے کہ یہ حرام ہے اسے چھوڑ دے، ہاں جو اپنے قابو کا ہو اس سے کہنا ضرور ہے، یہی صورت تصدیق کاغذات واجرا میں ہے کہ وہاں بھی تصویب اطلاق لفظ نہ مراد نہ مفہوم اور قدرت علی التغیر معدوم رہا ایسا جملہ کہلوانا اس سے بھی وہ مضمون ادا کرانا مقصود ہوتا ہے نہ کہ نقل باللفظ تو نقل بالمعنی میں وسعت عظیم جو باوصف قدرت تبدیل لفظ نہ کرے وُہ ضرور مخالفتِ شرع کا مرتکب ہے اور اُس لفظ کے لائق حکم شرعی کا مستوجب ومستحق ہوا پیروکار بھی اصل ادائے مطالب میں اُس کا وکیل ہے نہ کہ تعبیر ہر لفظ میں اور سکوت کا حکم گزرا بے اجتماع شرائط اربعہ جرم نہیں جو لفظ شرعاً ناجائز اور کسی شے کا مثل علم ہو گیا اس سے بطورِ علم بے ارادۂ اصل معنی وضع اول اطلاق اس جرم میں نہیں آسکتا جیسے جار عبد العزی الفاظ محرمہ اپنے اصل معنی سے تجرید کرکے کسی معنی جائز پر محمول بناکر بولنا بھی بلاضرورت ملجیہ حرام ہے کہ لفظ کا اطلاق ہی حرام تھا وہ موجود ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۶: از سہارنپور مدرسہ مخزن العلوم محلہ لکھی دروازہ مسئولہ محمد اسحٰق ومحمود حسن ۲ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک قاضی شہر ترکِ موالات پر باوجود فرض ہونے مسئلہ مذکورہ کے عامل نہیں آنریری مجسٹریٹ بھی ہے خلاف شرع انگریزی قوانین کے مطابق مقدمات فیصل کرتا ہے مسلمانوں کی شکست پر موجودہ زمانے کی جنگ میں اعدائے اسلام کی خوشی کے جلسہ وجلوس میں شریک ہو بارہ سال سے مجرد ہو باوجود استطاعت نکاح نہ کرے اور سُود دیتا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسی حالت میں اس کو قاضیِ شہر تسلیم کیا جائے یا نہیں؟ اور اس کے لئے کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب السیر الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۸۱

Marfat.com

الجواب

خلافِ شرع مقدمہ فیصل کرنا حرام ہے، قرآن عظیم میں اس کے لئے تین لفظ ارشاد ہوئے، فسقون، ظلمون، کفرون۔ اور معاذاللہ شکست اسلام پر اگر دل سے خوشی ہو کفر ورنہ فسق۔ سود دینا اگر سچی ضرورت ومجبوری وناچاری سے ہے حرج نہیں ورنہ وہ بھی فسق ہے۔ صحیح مسلم شریف میں:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم أکل الربا ومؤکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء[1]

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سود کھانے والے اور سود دینے والے اور اس کا کاغذ لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر، اور فرمایا وہ سب برابر ہیں۔

ایسا شخص امام وقاضی بنانے کے لائق نہیں اگرچہ یہاں قاضیِ شہر نکاح خواں کو کہتے ہیں کہ اس میں اس کی تعظیم ہے اور فاسق کی تعظیم منع۔ تبیین الحقائق میں ہے:

لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاً[2]

اس لئے کہ اس کو آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شریعت میں لوگوں پر اس کی توہین واجب ہے (ت)

رہا بارہ برس سے مجرد ہونا یہ کوئی ایسی وجہ نہیں جس پر جرماً مواخذہ کیا جائے۔ ترکِ موالات ہر کافر سے مطلقاً فرض ہے اور آج سے نہیں ہمیشہ سے فرض ہے یہود ونصارٰی ومجوس کی طرح بلکہ اُن سے بھی زائد ہنود سے بھی اتحاد وموافقت حرام قطعی ہے اور مجرد معاملت جائزہ کسی کافر اصلی سے اصلاً منع نہیں، اس کی تفصیل ہماری کتاب المحجۃ المؤتمنۃ[ع] میں ہے۔ حکم شرعی کو الٹ دینا اور اسے حکم شرعی ٹھہرانا دوہرا جرم اور سخت ابتداع فی الدین ہے واللہ یھدی من یشاء الٰی صراط مستقیم[3] (اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ ت) واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۷: از یونا در علاقہ پران ملک مالوہ مسئولہ قاسم علی ۱۸ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قاضی تارک نماز پنجگانہ رنڈیوں کو اپنے گھر نچوائیں

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساقاۃ باب الربا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۷
[2] تبیین الحقائق باب الامامۃ والحدث فی الصلوٰۃ المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/ ۱۳۴
[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۱۳
[ع] کتاب المحجۃ المؤتمنۃ فتاوٰی رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور جلد ۱۴ صفحہ ۴۱۹ پر مرقوم ہے۔

Marfat.com

لوگوں کو جمع کرکے، گویا اعلان کے ساتھ بلوا کے شریکِ معصیت کریں، کیا ایسے کام کی اجازت ہے؟ اور ایسا شخص مسلمانوں کا قاضی ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

شرع مطہر میں ایسے ناپاک کام سخت حرام ہیں اور ایسا فاسق فاجر مرتکب کبائر قاضی بنانے کے لائق نہیں، اسے قاضی بنانا حرام ہے۔ تبیین الحقائق میں ہے:

فان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا[1]

چونکہ اس کو آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے جبکہ شریعت میں لوگوں پر اسکی توہین وتذلیل واجب ہے۔

واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] تبیین الحقائق باب فی الامامۃ والحدث فی الصلوٰۃ بولاق مصر ۱/۱۳۴

Marfat.com

حُسنِ سلوک و حقوق العباد

ہدایا و تحائف وغیرہ کا لین دین

مسئلہ ۱۳۸ از اٹاوہ مرسلہ مولوی وصی علی صاحب نائب ناظم کلکٹری اٹاوہ ۲ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں، اکثر عورات طوائف اپنے باغ کی پیداواری میں سے کبھی کبھی کچھ ترکاری یا پودینہ یا اور پھلوں میں سے اور کبھی شیرینی گلگلے کھچڑا وغیرہ بطور ہدیہ و تحفہ کے بھیجا کرتی ہیں اُن کا لینا عام مسلمانوں کو یا اُس کے طبیب معالج کو شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

رنڈیوں کے مال پانچ قسم ہیں:

ایک ① وہ چیز جو انھیں کسی فعل حرام مثلاً زنا یا غنا یا رقص کی اجرت یا آشنائی کی رشوت میں دی گئی یہ نقد ہو یا جنس مطلقاً حرام، اور حکمِ مغصوبہ میں ہے کہ وہ خود اس کی مالک نہیں ہوتیں کما نص علیہ فی الھندیۃ و ردالمحتار وغیرھما (جیسا کہ فتاوٰی ہندیہ اور درمختار وغیرہ میں صراحتاً فرمایا گیا ہے۔ ت)

دوسرے ② وہ چیز جو انھوں نے اُس جنس حرام سے حاصل کی مثلاً کسی نے اجرت یا رشوت مذکورہ میں کچھ تھان گلبدن کے دیئے رنڈی نے انھیں بیچ کر روپیہ حاصل کیا اُن تھانوں سے ناچ وغیرہ خرید کیا یہ

Marfat.com

بھی مطلقاً حرام ہے فان الحرام اذا کان البدل ایضا (کیونکہ جب حرام کا بدل ہو تو وہ بدل بھی حرام ہے۔ ت)

تیسرے[۳] وہ چیز جو اُنھوں نے اُسی نقد حرام کے بدلے یوں حاصل کی کہ اُس کے نقد پر عقد واقع ہوا اور وہی ادا کیا مثلاً جو روپیہ رنڈی کو رشوت یا اجرت میں ملا یا رشوت و اُجرت میں ملے ہوئے مثلاً تھانوں کو بیچ کر حاصل کیا اُس نے بائع کو وہی روپیہ دکھا کر کہا کہ اس کے عوض شیرینی یا گیہوں یا گوشت یا فلاں شئی کی تخم یا درخت کی قلم دے دے یا روپیہ اس کے سامنے ڈال دیا کہ فلاں فلاں چیز دے اس نے دی اس نے وہی زرِ حرام ثمن دے دیا اس صورت میں بھی جو کچھ حاصل کیا مذہب صحیح پر سب حرام و غصب ہے،

وقول من قال بحله لعدم تعلق العقد بعینه بل بمثله لعدم تعینه وان کان قیاسا لکنه خلاف الاستحسان کما افاده فی الفتح۔

اور جس نے اس کے حلال ہونے کی بات کی اس لئے کہ عین شئی کے ساتھ عقد متعلق نہیں بلکہ مثل غیر متعین کے ساتھ متعلق ہے اگرچہ قیاس کا تقاضا یہی ہے لیکن خلافِ استحسان ہونے کی وجہ سے حرام ہے جیسا کہ فتح القدیر میں (محقق ابن ہمام نے) اس کا افادہ دیا (ت)

چوتھی وہ چیز کہ نقد حرام سے خریدی مگر عقد و ادا دونوں مال حرام پر جمع نہ ہوئے مثلاً زرِ حرام کہ خود اُجرت و رشوت میں ملا یا ایسی جنس جو پائی تھی اُسے بیچ کر حاصل کیا وہ روپیہ دکھا کر کہا کہ اس کے عوض دے دے جب اس نے دی ثمن میں حلال روپیہ دیا وہ حرام روپیہ الگ کر لیا یہاں عقد حرام پر ہوا مگر ادا اُس سے ادا نہ ہوئی یا بغیر روپیہ دکھائے یا اس کی طرف اشارہ کئے یوہیں کہا کہ ایک روپیہ کی فلاں شئے دے اُس نے دی اب ثمن میں زرِ حرام دیا کہ یہاں ادا تو اس سے ہوئی مگر عقد اس پر واقع نہ ہُوا تھا اس صورت میں علماء مختلف ہیں بہت سے علماء اسے بھی حرام مطلق بتاتے ہیں،

فان الفساد اذا کان لعدم الملك عمل فیما یتعین وما لایتعین اصلا و بدلا علی الاطلاق۔

کیونکہ فساد جب عدم ملکیت کی وجہ سے ہو تو پھر متعین، غیر متعین۔ اصل اور بدل سب میں علی الاطلاق کرتا ہے (ت)

اور بہت سے علمائے امام کرخی رحمہ اللہ تعالٰی کے قول پر فتوٰی دیا کہ یوں جو چیز مول لے وہ حرام نہیں، نقد حرام کی خباثت اس کے بدل میں جبھی آتی ہے کہ عقد و ادا دونوں اس پر مجتمع ہوں تنویر الابصار میں ہے،

به یفتی ومثله فی الذخیرة

اسی قول کے مطابق فتوٰی دیا گیا اور اسی کی مثل

Marfat.com

وغیرھا کما فی جامع الرموز وعلیہ مشت المتون المعتمدۃ النقایۃ والاصلاح والغرر۔

ذخیرہ وغیرہ میں ہے جیسا کہ جامع الرموز میں ہے تمام متونِ معتبرہ کی یہی روش ہے مثلاً النقایہ، الاصلاح اور الغرر وغیرہ۔ (ت)

پانچویں[۵] مال مثلاً رنڈی نے کسی سے قرض لیا یا اُسے گانے ناچنے زنا وغیرہ محرمات کی اُجرت اور آشنائی کی رشوت سے جُدا کسی نے ویسے ہی کچھ انعام دیا ہبہ کیا یا سینے پرونے وغیرہا افعال جائزہ کی اُجرت میں لیا کہ یہ سب حلال ہے اور اس سے جو کچھ حاصل کیا جائے گا وہ بھی حلال ہے،

فی فتاوی الامام قاضی خان الرجل اذا کان معربا مغنیان ان اعطی بغیر شرط قالوا یباح وان کان یاخذہ علی شرط ذو المال علی صاحبہ ان کان یعرفہ وان لم یعرفہ یتصدق بہ[۱] اھ وتفصیل القول فی الحظر من فتاونا۔

فتاوی قاضی خان میں ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی مرد گویا کو بغیر شرط کے کچھ دے دے یا گویا اس شرط پر لے لے کہ بصورتِ تعارف اور پہچان کے وہ مال وصول کردہ اصل مالک کو واپس کردے گا اور مالک کا پتا نہ لگ سکنے کی صورت میں وہ مال صدقہ کردے گا اھ اور اس قول کی تفصیل ہمارے فتاوی کی بحث حظر میں موجود ہے (ت)

پس اگر معلوم ہو کہ یہ تحفہ جو وہ لائی ہے اگلے تین مالوں سے ہے تو طبیب وغیر طبیب کسی کو لینا جائز نہیں اور اگر معلوم ہو کہ قسم پنجم سے ہے تو سب کو لینا حلال اور قسم چہارم میں لے لے تو گنہگار نہیں، یہ سب اُس حال میں ہے کہ تحفہ کا حال اُس لینے والے کو معلوم ہو کہ کس قسم کا ہے اور بحالِ عدم علم جب کہ اس کا اکثر مال وجہ حرام سے ہو کہ رنڈیوں میں غالب یہی ہے تو بہت عُلماء اس کا تحفہ لینا مطلقاً حرام بتاتے ہیں جب تک معلوم نہ ہو کہ یہ خاص چیز وجہ حلال سے ہے مگر اصل مذہب و قولِ صحیح و معتمد یہ ہے کہ بحالِ ناواقفی لینا جائز ہے جب تک معلوم نہ ہو کہ یہ خاص چیز وجہ حرام سے ہے، محررِ مذہب سیّدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں:

بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ وھو قول ابی حنیفۃ

جب تک ہم کسی چیز کو بعینہٖ حرام نہ جانیں تو وہ جائز ہے، ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، اور یہی

---

[۱] فتاوی قاضی خان کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی تسلیم والتسلیم مطبع نولکشور لکھنؤ ۴/۷۹۴

Marfat.com

واصحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم، ذکرہ فی الہندیۃ[1] عن الظہیریۃ عن ابی اللیث عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی۔

قول حضرت امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم کا ہے۔ اس کو ہندیہ میں بحوالہ ظہیریہ اس نے ابواللیث سے اس نے امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے روایت کیا۔ (ت)

تاہم شک نہیں کہ اگرچہ فتوٰی جواز ہے تقوٰی احتراز ہے، وقد فصلنا القول فیہ فی فتاوٰنا (ہم نے اس کو تفصیل کے ساتھ اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ (ت) واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین حقیقی مادر اور سوتیلی ماں کے حق حقوق کے بارہ میں، حقیقی اور سوتیلی ماں میں اور اُن کے حق حقوق میں کیا فرق ہے؟ سوتیلی ماں کو مثل حقیقی والدہ کے سمجھنا چاہئے یا حفظ مراتب میں دونوں کے کچھ فرق کرنا چاہئے اور کس قدر؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

حقیقی ماں اور سوتیلی کے حقوق میں زمین آسمان کا فرق ہے، حقیقی ماں بذاتِ خود مستحق ہر گونہ خدمت وادب وتعظیم واطاعت کی ہے اور اسے ایذا دینی معاذاللہ اللہ ورسول کو ایذا دینی ہے، اور سوتیلی ماں کا اپنا ذاتی کوئی حق نہیں جو کچھ ہے باپ کے ذریعہ سے ہے یعنی وہ بات نہ ہو جس میں باپ کو ایذا ہو کہ باپ کی ایذا اللہ ورسول کی ایذا ہے جل جلالہ وصلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۰، ۱۴۱

از نجیب آباد ضلع بجنور مسئولہ جناب احمد حسین خاں صاحب ۷ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

(۱) مرید کے پیر پر کیا حقوق کیا ہیں؟

(۲) پیر کے مرید پر کیا کیا حقوق ہیں؟

الجواب

(۱) مرید کا پیر پر حق یہ ہے کہ اُسے مثل اپنی اولاد کے جانے، جو بات بُری دیکھے اس سے منع کرے، روکے، نیکیوں کی ترغیب دے۔ حاضر وغائب اُس کی خیرخواہی کرے، اپنی دُعا میں اُسے شریک کرے، اُس کی طرف سے براہِ نادانی جو گستاخی بے ادبی واقع ہو اس سے درگزر کرے، اس پر اپنے نفس کے لئے ناراض نہ ہو، اس کی ہدایت کے لئے غصہ ظاہر کرے اور دل میں اس کی بھلائی کا خواستگار رہے،

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۶۶

Marfat.com

اُس کے مال سے کچھ طلب نہ رہے، تابمقدور اس کی ہر مشکل میں مددگار رہے وغیرہ وغیرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) پیر کے حقوق مرید پر شمار سے افزوں ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ اس کے ہاتھ میں مردہ بدست زندہ ہوکر رہے، اس کی رضا کو اللہ کی رضا اس کی ناخوشی کو اللہ کی ناخوشی جانے، اسے اپنے حق میں تمام اولیائے زمانہ سے بہتر سمجھے، اگر کوئی نعمت بظاہر دوسرے سے ملے تو اسے بھی پیر ہی کی عطا اور اسی کی نظر توجہ کا صدقہ جانے، مال اولاد جان سب اس پر تصدق کرنے کو تیار رہے، اس کی جو بات اپنی نظر میں خلافِ شرع بلکہ معاذ اللہ کبیرہ معلوم ہو اس پر بھی نہ اعتراض کرے، نہ دل میں بدگمانی کو جگہ دے بلکہ یقین جانے کہ میری سمجھ کی غلطی ہے، دوسرے کو اگر آسمان پر اڑتا دیکھے جب بھی پیر کے سوا دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کو سخت آگ جانے، ایک باپ سے دوسرا باپ نہ بنائے، اس کے حضور بات نہ کرے ہنسنا تو بڑی چیز ہے، اس کے سامنے آنکھ کان دل ہمہ تن اُسی کی طرف مصروف رکھے، جو وہ پوچھے نہایت نرم آواز سے بکمال ادب بتا کر جلد خاموش ہوجائے۔ اس کے کپڑوں، اس کے بیٹھنے کی جگہ، اس کی اولاد، اس کے مکان، اس کے محلہ، اس کے شہر کی تعظیم کرے۔ جو وہ حکم دے "کیوں" نہ کہے دیر نہ کرے، سب کاموں پر اسے تقدیم دے۔ اس کی غیبت میں بھی اس کے بیٹھنے کی جگہ نہ بیٹھے۔ اس کی موت کے بعد بھی اُس کی زوجہ سے نکاح نہ کرے۔ روزانہ اگر وہ زندہ ہے اس کی سلامت و عافیت کی دعا بکثرت کرتا رہے۔ اور اگر انتقال ہوگیا تو روزانہ اسکے نام پر فاتحہ و درود کا ثواب پہنچائے۔ اس کے دوست کا دوست، اس کے دشمن کا دشمن رہے۔ غرض اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اس کے علاقہ کو تمام جہان کے علاقہ پر دل سے ترجیح دے اور اسی پر کاربند رہے وغیرہ وغیرہ۔ جب یہ ایسا ہوگا تو ہر وقت اللہ عزوجل و سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و حضرات مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مدد زندگی میں نزع میں قبر میں حشر میں میزان پر صراط پر حوض پر ہر جگہ اس کے ساتھ رہے گی۔ اس کا پیر اگر خود کچھ نہیں تو اس کا پیر تو کچھ ہے یا پیر کا پیر یہاں تک کہ صاحبِ سلسلہ حضور پُرنور غوث رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر یہ سلسلہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور ان سے سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اُن سے اللہ رب العٰلمین تک مسلسل چلا گیا ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ پیر چاروں شرائط بیعت کا جامع ہو پھر اس کا حُسنِ اعتقاد سب کچھ پھل لا سکتا ہے اِن شاء اللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۲: از خیرآباد ضلع سیتاپور محلہ میاں سرائے قدیم مدرسہ عربیہ مرسلہ مولوی سید فخر الحسن صاحب

تفصیل حقوق اللہ و حقوق العبد کے دیکھنے کی خاص ضرورت درپیش ہے اگر کتب دینیہ میں سے کسی کتاب میں مفصلاً حقوق درج ہوں تو نام کتاب سے مع پتہ باب و فصل مشکور فرمائی جائے ورنہ

Marfat.com

ایسی کچھ ہدایت فرمائی جائے جس سے پُورے طور پر تفصیل حقوق اللہ وحقوق العبد کی دریافت ہوجائے۔

الجواب

حقوق اللہ وحقوق العباد بیشمار ہیں بلکہ تمام شریعت مطہرہ بلکہ فقہین اکبر واصغر سب انھیں کی تفصیل میں ہیں تمام علوم دینیہ کا کوئی حکم ان سے باہر نہیں۔ فتاوٰی فقیر میں حقوقِ والدین وحقوقِ زوجین و حقوقِ اولاد کا قدرے بیان ہے، کتاب مستطاب احیاء العلوم شریف میں زیادہ تفصیل ہے جلد ثانی کتاب آداب الاخوۃ ملاحظہ ہو۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۳ ۱۴۴ مستفسرہ محمد میاں طالب علم بہاری بریلی محلہ سوداگران

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں:

(۱) والدین کا حق اولاد بالغ کو تنبیہ خیر واجب ہے یا فرض؟

(۲) حقِ والدین اولاد پر کس قدر ہے؟

الجواب

(۱) جو حکم فعل کا ہے وہی اس پر آگاہی دینی ہے فرض پر فرض، واجب پر واجب، سنّت پر سنّت، مستحب پر مستحب۔ مگر بشرطِ قدرت بقدرِ قدرت بامید منفعت، ورنہ:

علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

(لوگو!) اپنی جانوں کی فکر کرو، لہذا تمھیں کچھ نقصان نہیں جو بھٹک گیا جبکہ تم ہدایت یافتہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۲) اتنا ہی کہ ادا ناممکن ہے مگر یہ کہ وہ مرجائیں اور یہ ان کو از سرِ نو زندہ کرسکے تو کرے کہ وہ اس کے وجود کا سبب ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۵ از شہر مدرسہ اہلسنّت وجماعت مسئولہ مولوی محمد افضل صاحب کابلی طالبعلم درجہ اول مدرسہ مذکور ۱۶ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

اگر شخصے بچۂ خود را تعلیم علم دین نکرد بغیر انگریزی وناگری وعلم خدا ورسول را بچہ نمی داند کہ چہ امرست وچہ نہی الحال

اگر والد نے اپنے بیٹے کو دین اسلام نہ سکھایا، لہذا وہ بچہ انگلش اور ناگری کے بغیر اللہ تعالٰی اور اس کے رسول گرامی کے علم کو نہیں جانتا کہ

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۰۵

Marfat.com

این چنیں پدر را بر پسر حق ست یا نہ ؟ بیّنوا توجروا۔

ان کا حکم اور نہی کیا ہے ؟ لہذا اب اس طرح کے والد کا اپنے بیٹے پر کوئی حق ہے یا نہیں ؟ بیان فرماؤ اور اجر پاؤ۔ (ت)

الجواب

پدر اگر در حق پسر تقصیر کرد حقوق پدر ذمہ پسر ساقط نتواں شد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اگر والد سے بیٹے کا حق ادا کرنے میں کوتاہی اور قصور ہوگیا (تو اسکے باوجود) والد کے حقوق بحال ہیں وہ بیٹے سے کبھی ساقط (اور معاف) نہیں ہوسکتے۔ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ بخوبی جانتا ہے (ت)

مسئلہ ۱۴۶ مولوی نذیر احمد صاحب ساکن سموہان پرگنہ نواب گنج بریلی ۲۷ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیانِ عظام مسائل مفصلہ ذیل میں :

(۱) بی بی کے حقوق شوہر پر کیا ہیں ؟

(۲) شوہر کے حقوق بی بی پر کیا ہیں ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) نفقہ سکنیٰ مہر حسن معاشرت نیک باتوں اور حیاء و حجاب کی تعلیم و تاکید اور اس کے خلاف سے منع التہدید ہر جائز بات میں اس کی دلجوئی اور مردانِ خدا کی سنّت پر عمل کی توفیق ہو تو ماورائے مناہی شرعیہ میں اُس کی ایذا کا تحمل کمال خیر ہے اگرچہ یہ حقِ زن نہیں۔

(۲) امورِ متعلقہ زن شوی میں مطلقاً اس کی اطاعت کہ ان امور میں اس کی اطاعت والدین پر بھی مقدم ہے' اس کے ناموس کی بشدت حفاظت' اس کے مال کی حفاظت' ہر بات میں اسکی خیر خواہی' ہر وقت امورِ جائزہ میں اس کی رضا کا طالب رہنا' اسے اپنا مولیٰ جاننا' نام لے کر نہ پکارنا، کسی سے اس کی بیجا شکایت نہ کرنا اور خدا توفیق دے تو بجا سے بھی احتراز کرنا بے اس کی اجازت کے آٹھویں دن سے پہلے والدین یا سال بھر سے پہلے اور محارم کے یہاں جانا وہ ناراض ہو تو اس کی انتہائی خوشامد کرکے اُسے منانا اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں رکھ کر کہنا کہ یہ میرا ہاتھ تمھارے ہاتھ میں ہے یہاں تک کہ تم راضی ہو یعنی میں تمھاری مملوکہ ہوں جو چاہو کرو مگر راضی ہو جاؤ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

Marfat.com

مسئلہ ۱۴۸-۱۴۹ از قصبہ حسن پور ضلع مراد آباد تحصیل چنور مرسلہ اشرف علی خاں ۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

(۱) ایک شخص کا ایک عورت ناکتخدا سے یعنی بلانکاحی کنواری عورت سے باہمی محبت تھی کوئی تعلق ناجائز نہ تھا پھر اس کا نکاح ایک دوسرے مرد سے ہوگیا' بعد نکاح کے پہلے شخص نے اس عورت سے زنا کیا، اس کے شوہر کو معلوم نہ ہوا، کچھ مدت کے بعد زنا کرنیوالے شخص نے اسکے شوہر سے اس طرح معافی چاہی کہ میں نے جو کچھ تمہارا گناہ کیا ہے اس کو معاف کرو یا جو کچھ کہا سنا ہے معاف کرو۔ اس نے کہا کہ معاف کیا۔ پھر وہ عورت مرگئی۔ اب آپ یہ فرمائیے گا کہ آیا یہ معافی جو اوپر تحریر ہے کافی ہے یا نہیں؟ اور اگر ناکافی ہے توکس طرح معافی لینا چاہیے تاکہ یہ گناہ عظیم اللہ تعالےٰ معاف کردے۔

(۲) وہ کون کون سے گناہ ہیں جو اللہ اس وقت معاف کرے گا پیشتر اس کا بندہ جس کے ساتھ گناہ ہوا ہے معاف کرے جیسا کہ شوہر والی عورت کا زنا۔

الجواب

(۱) یوں کہنا کہ "جو کہا سنا ہے معاف کرو" اصلاً کافی نہیں کہ زنا کہے سُنے میں داخل نہیں اور یوں کہنا کہ "میں نے جو تیرا گناہ کیا ہے معاف کردے" یہ اگر ایسی تعمیموں کے ساتھ کہا کہ زنا کو بھی شامل ہو اور اس نے اسی عموم کے طور پر معاف کیا تو معاف ہوگیا اور اگر اتنی ہی گول مجمل لفظ تھے جس سے اس کا ذہن ایسی بڑی بات کی طرف نہ جاسکے ہلکی باتیں مثلاً برا بھلا کہنا غیبت کرنا یا کچھ مال دبا لینا ان کی طرف ذہن جائے تو یہ معافی انھیں باتوں کے لئے خاص رہے گی اور قول اظہر پر زنا کو شامل نہ ہوگی لہذا اس سے یوں کہنا چاہیے کہ دنیا میں ایک مرد دوسرے کا جس جس قسم کا گناہ کرسکتا ہے جسم یا جان یا مال یا آبرو وغیرہ وغیرہ کے متعلق ان سب میں چھوٹے سے چھوٹا یا بڑے سے بڑا جو کچھ بھی مجھ سے تمہارے حق میں واقع ہوا سب لوجہ اللہ معاف کردو، اور اس تعمیم کو خوب اس کے ذہن میں کردے اور اس کے بعد وہ صاف معاف کرے تو امید واثق ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ معاف ہوجائے۔

(۲) تمام حقوق العباد ایسے ہی ہیں کہ جب تک صاحبِ حق معاف نہ کرے معافی نہ ہوگی' واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۰ از ڈاکخانہ چیگانگ محلہ میدنگ ضلع اکیاب مرسلہ محمد عمر ۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

ایک شخص نے ایک غیر عورت سے زنا کیا اور اسی عورت کا والدین اور برادران اور خورداران وغیرہم موجود ہیں اب وہ شخص زناکار اس زانیہ عورت سے معافی لینا چاہتا ہے آیا فقط اس زانیہ سے معافی لینا

Marfat.com

چاہیے یا والدین اور برادران اور خورد اران سے بھی معافی لینا ضروری ہے اور اگر حقوق العباد معاف ہو تو حقوق اللہ معاف ہوگا یا نہیں؟ یا توبہ استغفار سے ہوگا؟

الجواب

حقوق اللہ معاف ہونے کی دو صورتیں ہیں:

اوّل توبہ، قال اللہ تعالیٰ:

ھوالذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ویعفو عن السیئات[1]

وہی (اللہ تعالیٰ) ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہ معاف کرتا ہے (ت)

دوم عفو الٰہی، قال اللہ تعالیٰ:

فیغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء[2]

اللہ تعالیٰ جس کو چاہے معاف فرمادے، اور جس کو چاہے سزا دے۔ (ت)

وقال تعالیٰ:

ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم[3]

یقیناً اللہ تعالیٰ سب گناہ بخش دیتا ہے کیونکہ وہی گناہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔ (ت)

اور حقوق العباد معاف ہونے کی بھی دو صورتیں ہیں:

(۱) جو قابلِ ادا ہے ادا کرنا ورنہ اُن سے معافی چاہنا، صحیح بخاری شریف میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من کانت لہ مظلمۃ لاخیہ من عرضہ اوشئ فلیتحللہ منہ الیوم قبل ان لایکون دینار ولادرھم ان کان لہ عمل صالح اخذ منہ بقدر مظلمۃ وان لم یکن لہ حسنات اخذ من سیأت

جس کے ذمہ اپنے بھائی کا آبرو وغیرہ کسی بات کا مظلمہ ہو اسے لازم ہے کہ یہیں اس سے معافی چاہ لے قبل اس وقت کے آنے کے کہ وہاں نہ روپیہ ہوگا نہ اشرفی، اگر اس کے پاس کچھ نیکیاں ہوں گی تو بقدر اس کے حق کے اس سے لے کر اسے دی جائیں گی ورنہ اس کے گناہ اس پر

---

[1] القرآن الکریم ۴۲/۲۵
[2] القرآن الکریم ۲/۲۸۴
[3] القرآن الکریم ۳۹/۵۳

Marfat.com

صاحبہ فحمل علیہ[1] رکھے جائیں گے۔

(۲) دوسرا طریقہ یہ کہ صاحبِ حق بلا معاوضہ لئے معاف کردے، قال تعالیٰ:

فاعفوا واصفحوا[2] تم دوسروں کو معاف کردو اور ان سے درگزر کرو۔ (ت)

وقال تعالےٰ:

الا تحبون ان یغفر اللہ لکم[3] کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالےٰ تمھیں بخش دے۔ (ت)

اور بعض طرق جامعہ جن سے حقوق اللہ وحقوق العباد باذن اللہ تعالےٰ سب معاف ہوجاتے جن کی تفصیل ہم نے تعلیقات ردالمحتار میں ذکر کی۔

منہا شہادۃ البحر ومنہا قتل الصبر ومنہا الحج المبرور وغیر ذٰلک۔ اُن میں سے دریائی شہادت ہے اُن میں سے روک کر نشانہ سے مار ڈالنا ہے، اور اُن میں سے حج مقبول۔ اور اسی نوع کے دوسرے کام ہیں۔ (ت)

عورت اگر معاذاللہ زانیہ ہے یعنی زنا اُس کی رضا سے ہوا تو اس میں اس کا کچھ حق نہیں تو اس سے معافی کی حاجت کیا بلکہ خود اوروں کے حق میں گرفتار ہے جبکہ شوہر یا محارم رکھتی ہو زنا کی اطلاع شوہر یا اولیائے زن کو پہنچ گئی تو بلا شبہہ اُن سے معافی مانگنا ضرور ہے بے اُن کے معاف کئے معاف نہ ہوگا اور اگر اطلاع نہ پہنچی تو اب بھی اُن کا حق متعلق ہوا یا نہیں، دربارۂ غیبت علمائے نے تصریح فرمائی کہ متعلق نہ ہوگا اور اُس وقت اُن سے معافی مانگنے کی حاجت نہیں صرف توبہ واستغفار کافی ہے، شرح فقہ اکبر میں ہے:

قال الفقیہ ابواللیث رحمہ اللہ تعالیٰ قد تکلم الناس فی توبۃ المغتابین ھل تجوز من غیر ان یستحل من صاحبہ قال فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا لوگوں نے غیبت کرنے والوں کی توبہ کے بارے میں اختلاف کیا ہے کیا جس کی غیبت کی اُس سے معاف کرائے بغیر توبہ کرنی جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] صحیح البخاری ابواب المظالم والقصاص باب من کانت لہ مظلمۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۳۱

[2] القرآن الکریم ۲/۱۰۹

[3] ؍؍ ؍؍ ۲۴/۲۲

Marfat.com

بعضھم لایجوز وھو عندنا علی وجھین احدھما ان کان ذٰلک القول قد بلغ الی الذی اغتابه فتوبته ان یستحل منه وان لم یبلغ الیه فلیستغفر الله سبحٰنه ویضمر ان لایعود الی مثله[1]

بعض نے فرمایا کہ جائز نہیں۔ اور اس کی ہمارے نزدیک دو صورتیں ہیں، اُن میں سے ایک یہ ہے کہ جس شخص کی غیبت کی گئی اس کو غیبت کی اطلاع ہوگئی تو پھر توبہ کرنے کی صورت یہ ہے کہ اس سے معاف کرائے اور اگر اسے اطلاع نہیں ہوئی تو اس صورت میں صرف اللہ تعالٰی سے معافی مانگے اور اپنے دل میں یہ عہد کرے کہ پھر ایسا کبھی نہ کریگا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

اذا لم تبلغه یکفیه الندم[2]

اگر غیبت کی اطلاع (جس کی غیبت کی گئی) اسکو نہ ہو تو پھر صرف ندامت کافی ہے۔ (ت)

اور دربارۂ زنا اس کی کوئی تصریح نظر سے نہ گزری، ظاہراً یہاں بھی یہی حکم ہونا چاہئے۔

وقد جاء فی الحدیث الغیبة اشد من الزنا[3]

حدیث شریف میں آیا ہے کہ غیبت زنا (بدکاری) سے بھی بدتر گناہ ہے۔ (ت)

مگر ازاں جاکہ اس بارے میں کوئی تصریح نظر سے نہ گزری معافی چاہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اگر اُس نے معاف کردیا تو اطمینان کافی ہے مگر طلب معافی میں نہ تو صاف تصریح زنا ہو کہ شاید اس کے بعد معافی نہ ہو بلکہ ممکن کہ اس سے فتنہ پیدا ہو اور نہ اتنی ہی اجمالی بات پر قناعت کی جائے کہ مجھے اپنے سب حق معاف کر دے کہ اس میں عنداللہ اُتنے ہی حقوق معاف ہونگے جہاں تک اس کا خیال پہنچے لہٰذا تعمیم عام کے الفاظ ہونا چاہئیں جو ہر قسم گناہ کو یقیناً عام بھی ہو جائیں اور وہ تصریح خاص باعث فتنہ بھی نہ ہو مثلاً چھوٹے سے چھوٹا بڑے سے بڑا جو گناہ ایک مرد دوسرے کا کرسکتا ہے جان مال عزت آبرو ہر شَے کے متعلق اس میں سے جو تیرا میں نے گناہ کیا ہو سب مجھے معاف کر دے۔ شرح فقہ اکبر میں ہے:

فی النوازل رجل له علی آخر دین

نوازل میں ہے ایک شخص کا دوسرا مقروض ہو اور

---

[1] منح الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر مطلب یجب معرفۃ المکفرات الخ مصطفی البابی مصر ص ۱۵۹

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۱

[3] شعب الایمان حدیث ۶۷۴۱ و ۶۷۴۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۳۰۶

Marfat.com

وهو لا يعلم بجميع ذٰلك فقال له المديون
ابرئني مما لك عليّ فقال الدائن ابرأتك قال
نصير لا يبرأ الا عن مقدار ما يتوهم اي يظن انه
عليه وقال محمد بن سلمة يبرأ عن الكل
قال الفقيه ابو الليث حكم القضاء ما قاله
محمد بن سلمة وحكم الأخرة ما قاله
نصير وفي القنية من عليه حقوق فاستحل
صاحبها ولم يفصلها فجعله في حل يعذر ان
علم انه لو فصله يجعله في حل والا فلا
قال بعضهم انه حسن وان روي انه يصير
في حل مطلقاً وفي الخلاصة رجل قال
لآخر حللني من كل حق هو لك فأبرأه ان
كان صاحب الحق عالما
به برئ حكماً بالاجماع
واما ديانة فعند محمد لا يبرأ وعند
ابي يوسف يبرأ وعليه الفتوى اھ و
فيه انه خلاف ما اختاره ابو الليث و
لعل قوله مبني على التقوى[1]

وہ اس کی پوری تفصیل نہ جانتا ہو تو مقروض نے قرضخواہ سے کہا جو کچھ بھی تیرا میرے ذمے ہے اس سے میری برأت کر دے۔ اس پر قرضخواہ نے کہا میں نے تیری برأت کر دی۔ امام نصیر نے فرمایا اس کی صرف اتنی ہی مقدار سے برأت ہو جائیگی کہ جتنی مقدار کا قرضخواہ کو وہم ہوا ہو کہ اس قدر قرض مقروض پر ہے لیکن محمد بن سلمہ نے فرمایا کہ سب سے اس کی برأت ہو جائے گی۔ فقیہ ابو اللیث نے فرمایا قضاء میں تو وہی حکم ہے جو کچھ محمد بن سلمہ نے فرمایا لیکن آخرت کا حکم وہ ہے جو کچھ امام نصیر نے فرمایا۔ اور قنیہ میں ہے اگر کسی پر حقوق ہوں اور اس نے صاحبِ حقوق سے معاف کر دینے کی درخواست کی لیکن اُن کی (اس کے آگے) کچھ تفصیل نہ بیان کی، اور صاحبِ حقوق نے انھیں معاف کر دیا اس عذر سے کہ وہ جانتا ہے کہ اگر اُن کی اس کے سامنے تفصیل پیش کی جاتی تو وُہ لامحالہ معاف کر دیتا تو اس صورت میں وُہ معاف ہو جائیں گے ورنہ بصورت دیگر وہ معاف نہ ہونگے۔ بعض نے فرمایا کہ یہ اچھی تفصیل ہے۔ اگرچہ یہ بھی مروی ہے کہ وہ حقوق مطلقاً معاف ہو جائیں گے۔ خلاصہ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے کہا کہ تیرا جو بھی میرے ذمّے حق ہے وہ مجھے معاف کر دے یعنی میرے لئے حلال کر دے، تو اس نے برأت کر دی۔ اگر صاحبِ حق اُن تمام حقوق کا علم رکھتا ہے تو پھر معاف کرانے والا حکماً بالاتفاق بری ہو جائے گا۔ رہا معاملہ دیانت تو اس میں امام محمد علیہ الرحمۃ

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر مطلب یجب معرفۃ المکفرات الخ مصطفٰے البابی مصر ص ۱۵۹

Marfat.com

کے نزدیک بری الذمہ ہوگا لیکن قاضی امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بری الذمہ ہوجائے گا، اور اسی پر فتوٰی ہے اھ۔ اور اس میں یہ اشکال ہے کہ یہ صورت اُس کے مخالف ہے جو فقیہ ابواللیث سمرقندی نے اختیار کیا، شاید فقیہ موصوف کا قول تقوٰی پر مبنی ہو۔ (ت)

بالجملہ امر مشکل ہے جو سچے دل سے مولٰی عزوجل کی طرف رجوع لاتا ہے اُس کا کرم ضرور اُسے قبول فرماتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۱، ۱۵۲ از فیض آباد مسجد مغلپورہ مرسلہ شیخ اکبر علی مؤذن و مولوی عبدالعلی ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

(۱) رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے کسی سائل کو یا کسی نالشی کو جو اُن کے پاس حاضر ہوا معافی مانگی توبہ کی تو حضور سرورِ عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کس طرح پیش آئے؟

(۲) کیا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے جو مسافر مہمان معزز رئیس دنیا جس سے آمدنی ہو ساتھ کھانا کھلایا اور غریبوں پر توجہ نہیں کی شریعت میں جائز ہے؟

الجواب

(۱) حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی کسی سائل کو جس کا سوال ناحق نہ تھا زجر نہ فرمایا، نالشیوں کی ہمیشہ بات سُنی، اور اگر حق پر تھا تو دادرسی و فریادرسی فرمائی، جس نے توبہ کی توبہ قبول فرمائی، جس نے معافی مانگی اُسے معافی دی اگرچہ بعض مصلحت دینیہ سے بدیر مگر حدود اللہ میں کہ بعد وجوب حد اس سے درگزر کا حکم نہیں۔ واللہ تعالٰے اعلم

(۲) رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم غریب نوازی ہی کو تشریف لائے ہیں، شبانہ روز سرکار سے غریبوں امیروں سب کی پرورش جاری ہے مگر یہ بھی حکم فرمایا ہے:

انزلوا الناس منازلھم۔[1]

لوگوں کو ان کے مراتب و درجات کے مطابق اتارو (یعنی ان کے مقام کے مطابق ان کی عزت افزائی اور مہمان نوازی کرو)۔ (ت)

اور حدیث میں ہے:

اذا اتاکم کریم قوم فاکرموہ۔[2]

جب کسی قوم کا معزز تمھارے یہاں آئے تو اسکی عزت کرو۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب تنزیل الناس منازلھم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۰۹

[2] سنن ابن ماجہ کتاب الآداب باب اذا اتاکم الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۷۲

Marfat.com

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حضور ایک سائل حاضر ہوا اسے ٹکڑا عطا فرمایا ایک ذی عزت مسافر گھوڑے پر سوار حاضر ہوا اس کی نسبت فرمایا کہ باعزاز اتار کر کھانا کھلایا جائے، سائل کی حاجت اسی قدر تھی اور کسی رئیس کو ٹکڑا دیا جائے تو باعث اس کی سُبکی اور ذلت کا ہو لہذا فرقِ مراتب ضرور ہے اور اصل مدار نیت پر ہے اگر سائل کو بوجہ اس کے فقر کے ذلیل سمجھے اور غنی کو بوجہ اس کی دنیا کے عزت دار جانے تو سخت بیجا سخت شنیع ہے اور اگر ہر ایک کے ساتھ خلق حسن منظور ہے تو جتنا جس کے حال کے مناسب ہے اس پر عمل ضرور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۳ ۱۵۴ از بلرام پور ضلع گونڈہ محلہ پورینیا تالاب مرسلہ حافظ محمد عین اللہ صاحب ۱۴ رجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں :

(۱) ایک شخص عالم ہے اور اس کو اہلِ اسلام اور برادری پیشوا جانتے ہیں اور وہ عیال دار ہے اگر برادری میں شادی نکاح میں نیوتا مروجہ لے اور کھانا بھی کھائے اور اُن کو بطریق نیوتا کچھ نقد دے اور اپنے یہاں کسی لڑکے کی شادی کرے اور برادری کو نیوتا دے کر مدعو کرے تو وہ برادری میں منسلک ہو جائے گا اور علم کے درجہ سے گر جائے گا اور پیشوا نہ رہے گا اور برادری کے ہر معاملہ جائز و ناجائز میں شریک ہونا اور تسلیم کرنا اس پر واجب ہو گا۔

(۲) ایک شخص قناعت گزیں ہے اور بجز فتوحِ غیب کوئی وجہ معاش نہیں رکھتا اور قوم اس کو پیشوا جانتی ہے اور مد خیرات سے اس کو دیتی ہے اور عیال دار ہے اگر وہ بلا اکراہ و اجبار مثل مذکورہ رسم نیوتا جاری رکھے تو درجہ توکل سے گر جائے گا اور خیرات وغیرہ سے لینا ناجائز ہو گا اور شرکت برادری ہر خیر و شر میں اس پر واجب ہو گی۔

الجواب

(۱) جو عالم دین اور پیشوائے مسلمین ہو اسے برادری سے میل جول اور ان کی جائز تقریبوں میں شرکت اور جائز رسموں میں موافقت اور اپنی تقریبوں میں انھیں شریک کرنا ہرگز نہ ممنوع ہے نہ اس کو درجہ سے کچھ کم کر دے وہ کہ تمام عالم سے افضل و اعلیٰ ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے غلاموں سے ایسے برتاؤ رکھتے۔ ہاں ناجائز تقریبوں میں شریک ہونا ناجائز رسموں میں ساتھ دینا یہ ضرور ناجائز اور عالم و پیشوا کے لئے سخت تر ناجائز، یہ ضرور درجہ گرا دینے والی چیز ہے اور یہ محض غلط ہے کہ برادری سے میل جول ناجائز باتوں میں شرکت پر بھی مجبور کرے گا کیوں مجبور کرے گا جب یہ عالم ہے اور وہ اسے پیشوا مانتے ہیں صاف کہہ دے کہ فلاں بات ناجائز ہے میں اسے نہیں کر سکتا اور تم بھی نہ کرو۔

Marfat.com

(۲) شرکت برادری کا جواب اُوپر آگیا، اور اگر صاحبِ نصاب و قادر علی الاکتساب ہے تو اسے اب بھی صدقاتِ واجبہ لینا جائز نہیں۔ نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تحل الصدقۃ لغنی ولذی مرۃ سوی۔[۱] کسی مالدار کسی تندرست اور طاقتور کے لئے صدقہ وخیرات حلال نہیں۔ (ت)

اور نظر مسبب جل وعلا پر رکھ کر جائز اسبابِ رزق کا اختیار کرنا ہرگز منافیِ توکل نہیں، توکل ترکِ اسباب کا نام نہیں بلکہ اعتماد علی الاسباب کا ترک ہے۔ حدیث میں ہے نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اعقلھا وتوکل علی اللہ[۲] برتوکل پائے اشتر رابند۔ واللہ تعالٰے اعلم اونٹ کو باندھ کر اللہ تعالٰے پر بھروسا کیجئے۔ واللہ تعالٰے اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۵۵ ازشہر محلہ بھوٹا دروازہ مسؤلہ شیخ نعیم اللہ صاحب چناں میاں ۴ شوال ۱۳۳۸ھ

ذمہ زید حقوق العباد ہوں تو ان کا کیا کفارہ ہے اور کفارہ نہ ہو تو سبکدوشی کی کیا صورت ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جس کا مال دبایا ہے فرض ہے کہ اُتنا مال اُسے دے، وہ نہ رہا ہو اس کے وارث کو دے، وہ نہ ہوں فقیر کو دے۔ بے اس کے سبکدوش نہیں ہوسکتا۔ اور جسے علاوہ مال کچھ ایذا دی ہو یا بُرا کہا ہو اس سے معافی مانگے یہاں تک کہ وہ معاف کردے، جس طرح ممکن ہو معافی لے۔ وہ نہ رہا ہو اور تھا مسلمان تو اس کے لئے صدقہ وتلاوت ونوافل کا ثواب پہنچاتا رہے، اور کافر تھا تو کوئی علاج نہیں سوا اس کے کہ اپنے رب کی طرف رجوع اور توبہ واستغفار کرتا رہے وہ مالک وقادر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۶ ازشہر محلہ ذخیرہ مسؤلہ منشی شوکت علی صاحب ۲۴ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا ارشاد ہے اہلِ شریعت کا اس مسئلہ میں کہ عورت پر مرد کے اور مرد پر عورت کے کیا کیا حق ہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

مرد پر عورت کا حق نان ونفقہ دینا، رہنے کو مکان دینا، مہر وقت پر ادا کرنا، اُس کے ساتھ

---

[۱] مسند امام احمد بن حنبل عن عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۲/ ۱۹۲

[۲] جامع الترمذی ابواب القیامۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۷۴

Marfat.com

بھلائی کا برتاؤ رکھنا، اسے خلافِ شرع باتوں سے بچانا۔ قال تعالٰی:

وعاشروھن بالمعروف[1] (عورتوں سے اچھی طرح رہنا سہنا کرو۔ ت)

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا:

یاایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا[2] اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔ (ت)

اور عورت پر مرد کا حق خاص امورِ متعلقہ زوجیت میں اللہ و رسول کے بعد تمام حقوق حتی کہ ماں باپ کے حق سے زائد ہے ان امور میں اس کے احکام کی اطاعت اور اس کے ناموس کی نگہداشت عورت پر فرض اہم ہے، بے اس کے اذن کے محارم کے سوا کہیں نہیں جاسکتی اور محارم کے یہاں بھی ماں باپ کے یہاں ہر آٹھویں دن وہ بھی صبح سے شام تک کے لئے اور بہن، بھائی، چچا، ماموں، خالہ، پھوپی کے یہاں سال بھر بعد اور شب کو کہیں نہیں جاسکتی۔ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"اگر میں کسی کو غیر خدا کے سجدے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔"[3]

اور ایک حدیث میں ہے:

"اگر شوہر کے نتھنوں سے خون اور پیپ بہہ کر اس کی ایڑیوں تک جسم بھر گیا ہو اور عورت اپنی زبان سے چاٹ کر اُسے صاف کرے تو اس کا حق ادا نہ ہوگا۔"[4]

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۷: از ریاست بھرت پور شرقی راجپوتانہ ڈیرہ سید بشیر الدین احمد عرف سید فقیر احمد صاحب جمعدار ترب پنجم رجمنٹ اول مسئولہ حامد الدین احمد قادری ۲۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

چہ میفرمایند علمائے دین احدی و مفتیان شرع محمدی اندریں مسئلہ کہ اخبار و آثاریکہ دینِ الٰہی کے علماء اور شرع محمدی کے مفتی حضرات اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ احادیث

---

[1] القرآن الکریم ۴/۱۹ [2] القرآن الکریم ۶۶/۶

[3] جامع الترمذی ابواب الرضاع باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأۃ امین کمپنی دہلی ۱/۱۳۸
کنز العمال برمز حم حدیث ۴۵۸۶۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/۵۵۸

[4] مسند امام احمد بن حنبل حدیث معاذ بن جبل المکتب الاسلامی بیروت ۵/۲۳۹
کنز العمال برمز کر حدیث ۴۵۸۰۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/۵۵۷

Marfat.com

در مواخذه وتصفیۂ حقوق العباد در محشر وارد اند مخصوص بحقوق مومنان بذمۂ مومنان ہستند یا بالعموم بحقوق آدمیان یعنی مؤمن و غیر مؤمن بذمۂ مؤمن اند ۔ یا بالعموم حقوق مخلوقات بذمۂ انسان مؤمن ۔ واگر خصمان علاوۂ انسان ہم باشند یا انسان زندہ نماندہ باشد یا از یاد وا رفتہ باشد یا قدرت ادائے حقوق نباشد یا گمان عفو از صاحبان حقوق نباشد یا صاحبان حقوق باوجود طلب عفو بحل نسازند۔ پس از روئے شرع شریف حسب مذہب حنفیۂ ماتریدیہ چارۂ برأت مؤمن ہست یا دخول نار واجب و حرمان نجات لابدست ۔ بیّنوا توجروا۔

اور آثار قیامت کے دن حقوق العباد کی صلح وصفائی وگرفت کے بارے میں جو وارد ہیں کیا وہ مومنوں کے حقوق، مومنوں کے ذمّے لازم اور مخصوص ہیں یا صرف انسانی حقوق ہیں کہ جس میں مومن اور غیر مومن برابر ہیں۔ البتہ وہ مومنوں کے ذمے لازم ہیں، یا عام طور پر مخلوقِ الٰہی کے حقوق بندۂ مومن کے ذمّے لازم ہیں۔ اگر انسان کے علاوہ دوسری مخلوق بھی فریقِ مخالف ہو، یا انسان زندہ نہ رہے یا اس کی یاد سے یہ بات نکل جائے یا حقوق ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو یا اہلِ حقوق سے معاف کرنے کی اُمید نہ ہو یا اہلِ حقوق معافی طلب کرنے کے باوجود معاف نہ کریں، تو ان تمام صورتوں میں شریعتِ محمدیہ میں مذہب حنفی ماتریدی کے مطابق مومن کے بری الذمہ ہونے کی کیا صورت ہے، یا آگ میں جانا ضروری اور رہائی پانے سے محروم ہونا لازمی ہے، جو بھی صورت ہو بیان فرماؤ اور اجر وثواب پاؤ۔ (ت)

الجواب

اخبار و آثار در مطلق حقوق ست مؤمن را باشد یا کافر ذمی را انسان را باشد یا حیوان وقد نصوا ان خصومۃ الدابۃ اشد من خصومۃ الذمی وخصومۃ الذمی اشد من خصومۃ المسلم کما فی الخانیۃ و الدر[1] وغیرھما، و باجماع

اخبار اور آثار مطلق حقوق کے متعلق وارد ہیں، خواہ مومن ہو یا کافر ذمی، انسان ہو یا حیوان۔ اس لئے کہ ائمہ کرام نے تصریح فرمائی کہ جانوروں کا جھگڑنا اور فریقِ مخالف ہونا ذمی کافر کی مخالفت سے زیادہ سخت ہے، اور ذمی کی مخالفت مسلمان کی مخالفت سے زیادہ سخت ہے جیسا کہ فتاوٰی قاضیخان اور درمختار وغیرہ میں مذکور ہے۔ اور

[1] الدر المختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ٢/٢٤٩

Marfat.com

اہلسنّت ہیچ وعید درحق مسلم قطعی نیست قال اللہ تعالیٰ ان اللہ تعالیٰ انّ اللہ لایغفر ان یشرك به ویغفر مادون ذلك لمن یشاء[1] انچہ دراشدیت خصومت ذمی گفتہ اند انه لایرجی منه العفو فیبقی فی خصومته فاقول ای یطول خصومته ولیس فیه ان الوعید ینفذ ولابد حقوق واصحاب ہمہ را مالک حقیقی حضرت حق ست عزجلالہ فیفعل مایشاء[2] ویحکم مایرید[3]۔ نسأل اللہ العفو والعافیة۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اہلِ سنّت کا اتفاق ہے کہ کوئی دھمکی مسلمان کے حق میں قطعی نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بیشک اللہ تعالےٰ اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اسکے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے۔ اور اس سے کمتر جس کے لئے چاہیں معاف کر دیتا ہے، اور یہ جو وارد ہوا ہے کہ ذمی کی مخالفت زیادہ سخت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے معافی کی امید نہیں۔ پھر وُہ اپنی مخالفت میں باقی رہے گا۔ میں کہتا ہُوں کہ اس کی مخالفت طویل ہوجائیگی اور اس میں یہ نہیں کہ عذاب کی دھمکی ضرور نافذ ہوگی۔ حقوق واصحاب سب کا حقیقی مالک اللہ تعالےٰ ہے کہ جس کی عزت بڑی ہے۔ لہذا وہ کرتا ہے جو چاہے۔ اور فیصلہ کرتا ہے جس کا ارادہ فرمائے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے معافی اور عافیت مانگتے ہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/۴۸ و ۱۱۶
[2] القرآن الکریم ۳/۴۰ و ۲۲/۱۸
[3] 〃 〃 ۵/۱

Marfat.com

رسالہ

الحقوق لطرح العقوق

۱۳ ھ

(نافرمانی کو ختم کرنے کے لیے حقوق کی تفصیل)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم ط

مسئلہ ۱۵۸ تا ۱۶۱ ۱۲ شعبان ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ان مسائل میں: ۱

مسئلہ اُولٰی

پسر نے اپنے باپ کی نافرمانی اختیار کرکے کل جائداد پدر پر قبضہ کرلیا اور باپ کے پاس واسطے اوقات بسری کے کچھ نہ چھوڑا بلکہ درپئے تذلیل وتوہین پدر کے ہے اور اللہ جل شانہٗ نے واسطے اطاعت پدر کے کلام اپنے میں فرمایا ہے، صورتِ ہذا میں اس نے خلاف فرمودہ خدا کیا وہ منکرِ حکمِ خدا ہوا یا نہیں؟ اور منکرِ کلامِ ربانی کے واسطے کیا حکمِ شرع شریف ہے؟ اور وُہ کہاں تک گنہگار رہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ، اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

پسر مذکور فاسق فاجر مرتکب کبائر عاق ہے اور اسے سخت عذاب وغضبِ الٰہی کا استحقاق

Marfat.com

باپ کی نافرمانی اللہ جبار و قہار کی نافرمانی ہے اور باپ کی ناراضی اللہ جبار و قہار کی ناراضی ہے، آدمی ماں باپ کو راضی کرے تو وہ اس کے جنت ہیں اور ناراض کرے تو وہی اس کے دوزخ ہیں۔ جب تک باپ کو راضی نہ کرے گا اس کا کوئی فرض، کوئی نفل، کوئی عمل نیک اصلاً قبول نہ ہوگا۔ عذاب آخرت کے علاوہ دنیا میں ہی جیتے جی سخت بلا نازل ہوگی مرتے وقت معاذ اللہ کلمہ نصیب نہ ہونے کا خوف ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

طاعة اللہ طاعة الوالد و معصیة اللہ معصیة الوالد۔ رواہ الطبرانی[1] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اللہ کی اطاعت ہے والد کی اطاعت، اور اللہ کی معصیت ہے والد کی معصیت (طبرانی نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے اسے روایت کیا۔ ت)

دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

رضا اللہ فی رضا الوالد و سخط اللہ فی سخط الوالد۔ رواہ الترمذی[2] و ابن حبان فی صحیحہ والحاکم عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اللہ کی رضا والد کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضی والد کی ناراضی میں ہے (ترمذی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسے روایت کیا۔ ت)

تیسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ھما جنتك و نارك۔ رواہ ابن ماجة[3] عن ابی امامة رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ماں باپ تیری جنت اور تیری دوزخ ہیں (ابن ماجہ نے ابی امامہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے اسے روایت کیا۔ ت)

چوتھی حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الولد اوسط ابواب الجنة فان شئت فاضع ذٰلك الباب او احفظه۔ رواہ

والد جنت کے سب دروازوں میں بیچ کا دروازہ ہے اب تو چاہے تو اس دروازے کو اپنے ہاتھ

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۲۲۷۶ مکتبۃ المعارف ریاض ۳/۱۳۴

[2] جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ باب ما جاء من الفضل فی رضا الوالدین امین کمپنی دہلی ۲/۱۲

[3] سنن ابن ماجہ ابواب الادب باب بر الوالدین ایچ ایم سعید کمپنی دہلی ص ۲۶۹

Marfat.com

الترمذی[1] فی صحیحه و ابن ماجة وابن حبان عن ابی الدرداء رضی الله تعالٰی عنه۔

سے کھو دے خواہ نگاہ رکھ (ترمذی نے اپنی صحیح میں اور ابن ماجہ اور ابن حبان نے ابوالدرداء سے اسے روایت کیا۔ ت)

پانچویں حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثة لایدخلون الجنة العاق لوالدیه والدیوث والرجلة من النساء[2]۔ رواه النسائی والبزار باسناد جید والحاکم عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما۔

تین اشخاص جنت میں نہ جائیں گے: ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا اور دیّوث اور وہ عورت کہ مردانی وضع بنائے۔ (نسائی اور بزار نے اسناد جید کے ساتھ اور حاکم نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسے روایت کیا۔ ت)

چھٹی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثة لایقبل الله عزوجل منهم صرفا ولاعدلا عاق ومنان ومکذب بقدر۔ رواه ابن ابی عاصم فی السنة[3] بسند حسن عن ابی امامة رضی الله تعالٰی عنه۔

تین شخصوں کا کوئی فرض ونفل اللہ تعالٰی قبول نہیں فرماتا: عاق اور صدقہ دے کر احسان جتانے والا اور ہر نیکی و بدی کو تقدیر الٰہی سے نہ ماننے والا (ابن ابی عاصم نے السنۃ میں سندِ حسن کے ساتھ ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

ساتویں حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کل الذنوب یؤخر الله منها ما شاء الی یوم القیمة الا عقوق الوالدین فان الله یعجله لصاحبه فی الحیاة قبل الممات

سب گناہوں کی سزا اللہ تعالٰی چاہے تو قیامت کے لئے اٹھا رکھتا ہے مگر ماں باپ کی نافرمانی کہ اس کی سزا جیتے جی پہنچاتا ہے۔

---

[1] جامع الترمذی ابواب البر والصلة باب ماجاء من الفضل فی رضا الوالدین امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۲

[2] سنن النسائی کتاب الزکوٰۃ باب المنان بما اعطی نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۳۵۷
المستدرک للحاکم کتاب الایمان ثلاثۃ لایدخلون الجنۃ دار الفکر بیروت ۱/ ۷۲

[3] العلل المتناہیۃ باب ذکر القدر والقدریۃ حدیث ۲۳۹ دار نشر الکتب الاسلامیہ ۱/ ۱۵۱
مجمع الزوائد باب ماجاء فیمن یکذب بالقدر دار الکتاب العربی بیروت ۷/ ۲۰۶

Marfat.com

رواہ الحاکم[1] والاصبہانی والطبرانی عن ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (حاکم اور اصبہانی اور طبرانی نے ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا۔ ت)

آٹھویں حدیث میں ہے: ایک جوان نزع میں تھا اسے کلمہ تلقین کرتے تھے نہ کہا جاتا تھا یہاں تک کہ حضور اقدس سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف لے گئے اور فرمایا: کہہ لا الٰہ الا اللہ، عرض کی نہیں کہا جاتا۔ معلوم ہوا کہ ماں ناراض ہے، اسے راضی کیا تو کلمہ زبان سے نکلا۔ رواہ الامام احمد[2] والطبرانی عن عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالٰی عنہ (امام احمد اور طبرانی نے عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا۔ ت)

مگر ان امور سے وہ عاصی اور اس کا فعل مخالفِ حکمِ خدا ہوا، اس کا منکرِ خدا ہونا لازم نہیں آتا جب تک یہ نہ کہے کہ باپ کی اطاعت شرعًا ضروری نہیں یا معاذ اللہ باپ کی توہین و تذلیل جائز ہے جو مطلقًا بلا تاویل ایسا اعتقاد رکھتا ہو وہ بے شک منکرِ الٰہی ہوگا اور اس پر صریح الزام کفر، والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ثانیہ

سوتی مادر پر تہمت بدطرح طرح کی لگائے اس کے واسطے کیا حکم ہے؟ اور سوتیلی مادر کا حق پسرِ علاتی پر ہے یا نہیں؟

الجواب

حقوق تو مسلمان پر ہر مسلمان رکھتا ہے اور کسی مسلمان کو تہمت لگانی حرام قطعی ہے خصوصًا معاذ اللہ اگر تہمتِ زنا ہو، جس پر قرآن عظیم نے فرمایا:

یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مؤمنین[3]۔ (اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ اب ایسا نہ کرنا اگر ایمان رکھتے ہو۔)

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب البر والصلۃ باب کل الذنوب یؤخر اللہ ما شاء منہا دار الفکر بیروت ۴/ ۱۵۶
کنز العمال حدیث ۴۵۵۴۵ بیروت و الدر المنثور تحت آیات ۱۷/ ۲۳، ۲۴ و ۴/ ۱۷۴

[2] شعب الایمان حدیث ۷۸۹۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۱۹۸

ف: تلاش کے باوجود احمد وطبرانی سے ان الفاظ کے ساتھ حدیث نہیں مل سکی شعب الایمان میں انہی الفاظ سے ہے ملاحظہ ہو۔

[3] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۷

Marfat.com

تہمتِ زنا لگانے والے کو اسّی کوڑے لگتے ہیں اور ہمیشہ کو اس کی گواہی مردود ہوتی ہے اللہ تعالٰی نے اس کا نام فاسق رکھا، یہ سب احکام ہر مسلمان کے معاملے میں ہیں اگرچہ اس سے کوئی رشتہ علاقہ اصلاً نہ ہو، اور سوتیلی ماں تو ایک عظیم وخاص علاقہ اس کے باپ سے رکھتی ہے جس کے باعث اس کی تعظیم وحرمت اس پر بلاشبہہ لازم، اسی حرمت کے باعث رب العزت جل وعلا نے اسے حقیقی ماں کی مثل حرام ابدی کیا۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان ابرالبر صلة الرجل اھل ود ابیہ۔ رواہ مسلم[1] عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

بیشک سب نکوکاریوں سے بڑھ کر نکوکاری یہ ہے کہ فرزند اپنے باپ کے دوستوں سے اچھا سلوک کرے (مسلم نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسے روایت کیا۔ ت)

دوسری حدیث میں ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ماں باپ کے ساتھ نکوکاری کے طریقوں میں یہ بھی شمار فرمایا:

واکرم صدیقھما۔ ابوداؤد[2] وابن ماجة وابن حبان فی صحاحھم عن مالك بن ربیعة الساعدی رضی اللہ تعالٰی عنه۔

ان کے دوست کی عزت کرنا۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحاح میں مالک بن ربیعہ الساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا۔ ت)

باپ کے دوستوں کی نسبت یہ احکام تو اسکی منکوحہ اس کی ناموس کی تعظیم وتکریم کیوں نہ احق وآکد ہوگی خصوصاً جبکہ اس کی ناراضی میں باپ کی ناراضی ہو کہ باپ کی ناراضی اللہ تعالٰی کی ناراضی ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ثالثہ

اولاد پر حقِ پدر زیادہ ہے یا حقِ مادر؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ، اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

اولاد پر ماں باپ کا حق نہایت عظیم ہے اور ماں کا حق اس سے اعظم، قال اللہ تعالٰی:

---

[1] صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب فضل صلة اصدقاء الاب والام قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۱۴

[2] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی برالوالدین آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۴۴

سنن ابن ماجہ ابواب الادب باب صل من کان ابوک یصل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۹

Marfat.com

ووصینا الانسان بوالدیہ احسانا حملتہ امہ کرھا ووضعتہ کرھا وحملہ وفصالہ ثلثون شھرا[1]

اور ہم نے تاکید کی آدمی کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کی، اسے پیٹ میں رکھے رہی اس کی ماں تکلیف سے، اور اسے جنا تکلیف سے، اور اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھٹنا تیس ۳۰ مہینے میں ہے۔

اس آیہ کریمہ میں رب العزت نے ماں باپ دونوں کے حق میں تاکید فرماکر ماں کو پھر خاص الگ کرکے گنا اور اس کی ان سختیوں اور تکلیفوں کو جو اسے حمل وولادت اور دو برس تک اپنے خون کا عطر پلانے میں پیش آئیں جن کے باعث اس کا حق بہت اشد واعظم ہوگیا شمار فرمایا اسی طرح دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:

ووصینا الانسان بوالدیہ حملتہ امہ وھنا علی وھن وفصالہ فی عامین ان اشکرلی ولوالدیک[2]

تاکید کی ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے حق میں کہ پیٹ میں رکھا اسے اس کی ماں نے سختی پر سختی اٹھاکر، اور اس کا دودھ چھٹنا دو برس میں ہے، یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔

یہاں ماں باپ کے حق کی کوئی نہایت نہ رکھی کہ انھیں اپنے حق جلیل کے ساتھ شمار کیا، فرماتا ہے، شکر بجالا میرا اور اپنے ماں باپ کا، اللہ اکبر اللہ اکبر وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، یہ دونوں آیتیں اور اسی طرح بہت حدیثیں دلیل ہیں کہ ماں کا حق باپ کے حق سے زائد ہے، ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں:

سألت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ای الناس اعظم حقا علی المرأۃ قال زوجھا قلت فای الناس اعظم حقا علی الرجل قال امہ۔ رواہ البزار بسند حسن والحاکم[3]

یعنی میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی عورت پر سب سے بڑا حق کس کا ہے، فرمایا شوہر کا، میں نے عرض کی اور مرد پر سب سے بڑا حق کس کا ہے، فرمایا اس کی ماں کا۔ (بزار نے بسند حسن اور حاکم نے اسے روایت کیا۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۶/ ۱۵ [2] القرآن الکریم ۳۱/ ۱۴
[3] المستدرک للحاکم کتاب البر والصلۃ اعظم الناس حقا علی الرجل امہ دار الفکر بیروت ۴/ ۱۷۵

Marfat.com

ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

جاء رجل الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی وسلم فقال یا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من احق الناس بحسن صحابتی قال امك قال ثم من قال امك قال ثم من قال امك قال ثم من قال ابوك۔ رواہ الشیخان[1] فی صحیحھما۔

ایک شخص نے خدمتِ اقدس حضور پرنور صلوات اللہ وسلامہ علیہ میں حاضر ہوکر عرض کی یا رسول اللہ سب سے زیادہ کون اس کا مستحق ہے کہ میں اس کے ساتھ نیک رفاقت کروں، فرمایا تیری ماں، عرض کی پھر، فرمایا تیری ماں، عرض کی پھر، فرمایا تیری ماں، عرض کی پھر، فرمایا تیرا باپ۔ (امام بخاری اور مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں اسے روایت کیا۔ ت)

تیسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اوصی الرجل بامہ اوصی الرجل بامہ اوصی الرجل بامہ اوصی الرجل بابیہ۔ رواہ الامام احمد وابن ماجۃ والحاکم والبیھقی فی السنن[2] عن ابی سلامۃ۔

میں ایک آدمی کو وصیت کرتا ہوں اس کی ماں کے حق میں، وصیت کرتا ہوں اس کی ماں کے حق میں، وصیت کرتا ہوں اس کی ماں کے حق میں، وصیت کرتا ہوں اس کے باپ کے حق میں۔ (امام احمد اور ابن ماجہ اور حاکم اور بیہقی نے سنن میں ابی سلامہ سے اسے روایت کیا۔ ت)

مگر اس زیادت کے یہ معنے ہیں کہ خدمت میں، دینے میں باپ پر ماں کو ترجیح دے مثلاً سو روپے ہیں اور کوئی خاص وجہ مانع تفضیل مادر نہیں تو باپ کو پچیس دے ماں کو پچھتر، یا ماں باپ دونوں نے ایک ساتھ پانی مانگا تو پہلے ماں کو پلائے پھر باپ کو، یا دونوں سفر سے آئے ہیں پہلے

---

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب من احق الناس بحسن الصحبۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۸۳
صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب بر الوالدین 〃 〃 ۲/ ۳۱۲

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث خداش ابی سلامہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۳۱۱
سنن ابن ماجہ ابواب الادب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۸
المستدرک للحاکم کتاب البر والصلۃ باب برامک دار الفکر بیروت ۴/ ۱۵۰
السنن الکبرٰی کتاب الزکوٰۃ باب الاختیار فی صدقۃ التطوع دار صادر بیروت ۴/ ۱۷۹

Marfat.com

ماں کے پاؤں دبائے پھر باپ کے، وعلیٰ ہذا القیاس، نہ یہ کہ اگر والدین میں باہم تنازع ہو توماں کا ساتھ دے کر معاذ اللہ باپ کے درپے ایذا ہو یا اس پر کسی طرح درشتی کرے یا اُسے جواب دے یا بے ادبانہ آنکھ ملا کر بات کرے، یہ سب باتیں حرام اور اللہ عزّوجل کی معصیت ہیں، نہ ماں کی اطاعت ہے نہ باپ کی، تو اسے ماں باپ میں سے کسی کا ایسا ساتھ دینا ہرگز جائز نہیں، وہ دونوں اس کی جنّت و نار ہیں، جسے ایذا دے گا دوزخ کا مستحق ہوگا والعیاذ باللہ، معصیتِ خالق میں کسی کی اطاعت نہیں، اگر مثلاً ماں چاہتی ہے کہ یہ باپ کو کسی طرح کا آزار پہنچائے اور یہ نہیں مانتا تو وہ ناراض ہوتی ہے، ہونے دے اور ہرگز نہ مانے، ایسے ہی باپ کی طرف سے ماں کے معاملہ میں، انکی ایسی ناراضیاں کچھ قابلِ لحاظ نہ ہوں گی کہ یہ ان کی نری زیادتی ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چاہتے ہیں بلکہ ہمارے علمائے کرام نے یوں تقسیم فرمائی ہے کہ خدمت میں ماں کو ترجیح ہے جس کی مثالیں ہم لکھ آئے ہیں، اور تعظیم باپ کی زائد ہے کہ وہ اس کی ماں کا بھی حاکم و آقا ہے۔ عالمگیری میں ہے:

اذا تعذر علیہ جمع مراعاۃ حق الوالدین بان یتأذی احدھما بمراعاۃ الاٰخر یرجح حق الاب فیما یرجع الی التعظیم والاحترام وحق الام فیما یرجع الی الخدمۃ والانعام وعن علاء الائمۃ الحمامی قال مشائخنا رحمھم اللہ تعالیٰ الاب یقدم علی الام فی الاحترام والام فی الخدمۃ حتی لو دخلا علیہ فی البیت یقوم للاب ولو سألا منہ ماء ولم یاخذ من یدہ احدھما فیبدأ بالام کذا فی القنیۃ[1]، واللہ سبحنہ

جب آدمی کے لئے والدین میں سے ہر ایک کے حق کی رعایت مشکل ہو جائے مثلاً ایک کی رعایت سے دوسرے کو تکلیف پہنچتی ہے تو تعظیم و احترام میں والد کے حق کی رعایت کرے اور خدمت میں والدہ کے حق کی۔ علامہ حمامی نے فرمایا ہمارے امام فرماتے ہیں کہ احترام میں باپ مقدم ہے اور خدمت میں والدہ مقدم ہو گی حتی کہ اگر گھر میں دونوں اس کے پاس آئے ہیں تو باپ کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو، اور اگر دونوں نے اس سے پانی مانگا اور کسی نے اس کے ہاتھ سے پانی نہیں پکڑا تو پہلے والدہ کو پیش کرے، اسی طرح قنیہ میں ہے۔ واللہ سبحنہ

---

[1] فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب السادس والعشرون نورانی کتبخانہ پشاور ۵/۳۶۵

Marfat.com

وتعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ احکم۔ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ احکم۔ (ت)

مسئلہ رابعہ

مابین زن وشوہر حق زیادہ کس کا ہے اور کہاں تک؟

الجواب

زن وشوہر میں ہر ایک کے دوسرے پر حقوقِ کثیرہ واجب ہیں ان میں جو بجا نہ لائے گا اپنے گناہ میں گرفتار ہوگا، اگر ایک ادائے حق نہ کرے تو دوسرا اسے دستاویز بناکر اس کے حق کو ساقط نہیں کرسکتا مگر وہ حقوق کہ دوسرے کے کسی حق پر مبنی ہوں اگر یہ اس کا ایسا حق ترک کرے وہ دوسرا اس کے یہ حقوق کہ اس پر مبنی تھے ترک کرسکتا ہے جیسے عورت کا نان ونفقہ کہ شوہر کے یہاں پابند رہنے کا بدلہ ہے، اگر ناحق اس کے یہاں سے چلی جائے گی جب تک واپس نہ آئیگی کچھ نہ پائے گی، غرض واجب ہونے مطالبہ ہونے، بے وجہ شرعی ادا نہ کرنے سے گنہگار ہونے میں تو حقوق زن وشوہر برابر ہیں ہاں شوہر کے حقوق عورت پر بکثرت ہیں اور اس پر وجوب بھی اشد و آکد، ہم اس پر حدیث لکھ چکے کہ عورت پر سب سے بڑا حق شوہر کا ہے یعنی ماں باپ سے بھی زیادہ، اور مرد پر سب سے بڑا حق ماں کا ہے یعنی زوجہ کا حق اس سے بلکہ باپ سے بھی کم، ذٰلک بما فضل اللہ بعضھم علی بعض (یہ اللہ تعالیٰ کا بعض پر بعض کا فضل ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۲: مسئولہ منشی شوکت علی صاحب فاروقی ۱۴ ربیع الآخر ۱۳۲۰ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ اندریں مسئلہ (آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو، اس مسئلہ کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے۔ ت) کہ بعد فوت ہوجانے والدین کے اولاد پر کیا حق والدین کا رہتا ہے؟ بیّنوا بالکتاب توجروا بالثواب۔

الجواب

(۱) سب سے پہلا حق بعد موت ان کے جنازے کی تجہیز، غسل وکفن ونماز ودفن ہے اور ان کاموں میں سنن ومستحبات کی رعایت جس سے ان کے لئے ہر خوبی وبرکت ورحمت ووسعت کی امید ہو۔

(۲) ان کے لئے دُعا واستغفار ہمیشہ کرتے رہنا اس سے کبھی غفلت نہ کرنا۔

(۳) صدقہ وخیرات واعمال صالحہ کا ثواب انھیں پہنچاتے رہنا حسبِ طاقت اس میں کمی نہ کرنا، اپنی نماز کے ساتھ ان کے لئے بھی نماز پڑھنا، اپنے روزوں کے ساتھ ان کے واسطے بھی روزے رکھنا بلکہ جو نیک کام کرے سب کا ثواب انھیں اور سب مسلمانوں کو بخش دینا کہ ان سب کو ثواب

Marfat.com

پہنچ جائے گا اور اس کے ثواب میں کمی نہ ہوگی بلکہ بہت ترقیاں پائے گا۔

(۴) ان پر کوئی قرض کسی کا ہو تو اس کے ادا میں حد درجہ کی جلدی و کوشش کرنا اور اپنے مال سے ان کا قرض ادا ہونے کو دونوں جہان کی سعادت سمجھنا، آپ قدرت نہ ہو تو اور عزیزوں قریبوں پھر باقی اہلِ خیر سے اس کی ادا میں امداد لینا۔

(۵) اُن پر کوئی فرض رہ گیا تو بقدرِ قدرت اس کے ادا میں سعی بجا لانا، حج نہ کیا ہو تو ان کی طرف سے حج کرنا یا حج بدل کرانا، زکوٰۃ یا عشر کا مطالبہ ان پر رہا تو اسے ادا کرنا، نماز یا روزہ باقی ہو تو اس کا کفارہ دینا وعلیٰ ہذا القیاس ہر طرح ان کی برأت ذمہ میں جد و جہد کرنا۔

(۶) انھوں نے جو وصیّت جائزہ شرعیہ کی ہو حتی الامکان اس کے نفاذ میں سعی کرنا اگرچہ شرعاً اپنے اوپر لازم نہ ہو اگرچہ اپنے نفس پر بار ہو مثلاً وہ نصف جائداد کی وصیت اپنے کسی عزیز غیر وارث یا اجنبی محض کے لئے کر گئے تو شرعاً تہائی مال سے زیادہ میں بے اجازت وارثان نافذ نہیں مگر اولاد کو مناسب ہے کہ ان کی وصیّت مانیں اور ان کی خوشخبری پُوری کرنے کو اپنی خواہش پر مقدم جانیں۔

(۷) ان کی قسم بعد مرگ بھی سچّی ہی رکھنا مثلاً ماں باپ نے قسم کھائی تھی کہ میرا بیٹا فلاں جگہ نہ جائیگا یا فلاں سے نہ ملے گا یا فلاں کام کرے گا تو ان کے بعد یہ خیال نہ کرنا کہ اب وہ تو نہیں ان کی قسم کا خیال نہیں بلکہ اس کا ویسے ہی پابند رہنا جیسا ان کی حیات میں رہتا جب تک کوئی حرج شرعی مانع نہ ہو اور کچھ قسم ہی پر موقوف نہیں ہر طرح امور جائزہ میں بعد مرگ بھی ان کی مرضی کا پابند رہنا۔

(۸) ہر جمعہ کو ان کی زیارت قبر کے لئے جانا، وہاں یٰسٓ شریف پڑھنا ایسی آواز سے کہ وہ سنیں اور اس کا ثواب ان کی روح کو پہنچانا، راہ میں جب کبھی ان کی قبر آئے بے سلام و فاتحہ نہ گزرنا۔

(۹) ان کے رشتہ داروں کے ساتھ عمر بھر نیک سلوک کئے جانا۔

(۱۰) ان کے دوستوں سے دوستی نباہنا ہمیشہ ان کا اعزاز و اکرام رکھنا۔

(۱۱) کبھی کسی کے ماں باپ کو بُرا کہہ کر جواب میں انھیں بُرا نہ کہلوانا۔

(۱۲) سب میں سخت تر و عام تر و مدام تر یہ حق ہے کہ کبھی کوئی گناہ کر کے انھیں قبر میں ایذا نہ پہنچانا، اس کے سب اعمال کی خبر ماں باپ کو پہنچتی ہے، نیکیاں دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور ان کا چہرہ فرحت سے چمکتا اور دمکتا ہے، اور گناہ دیکھتے ہیں تو رنجیدہ ہوتے ہیں اور ان کے قلب پر صدمہ ہوتا ہے، ماں باپ کا یہ حق نہیں کہ انھیں قبر میں بھی رنج پہنچائے۔

Marfat.com

اللہ غفور رحیم عزیز کریم جل جلالہ صدقہ اپنے رؤف رحیم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا ہم سب مسلمانوں کو نیکیوں کی توفیق دے گناہوں سے بچائے، ہمارے اکابر کی قبروں میں ہمیشہ نور و سرور پہنچائے کہ وہ قادر ہے اور ہم عاجز، وہ غنی ہے ہم محتاج، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل نعم المولٰی ونعم النصیر ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، وصلی اللہ تعالٰی علی الشفیع علی الرفیع العفو الکریم الرؤف الرحیم سیدنا محمد و اٰلہ واصحابہ اجمعین اٰمین والحمدللہ رب العٰلمین۔

اب وہ حدیثیں جن سے فقیر نے یہ حقوق استخراج کئے ان میں سے بعض بقدرِ کفایت ذکر کروں:

حدیث ۱: کہ ایک انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے خدمتِ اقدس حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوکر عرض کی: یارسول اللہ! ماں باپ کے انتقال کے بعد کوئی طریقہ ان کے ساتھ نکوئی کا باقی ہے جسے میں بجالاؤں۔ فرمایا:

نعم اربعۃ الصلاۃ علیھما والاستغفار لھما وانفاذ عھدھما من بعدھما واکرام صدیقھما وصلۃ الرحم التی لارحم لک الامن قبلھما فھذا الذی بقی من برھما بعد موتھما۔ رواہ ابن النجار[1] عن ابی اسید الساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ مع القصۃ، ورواہ البیہقی[2] فی سننہ عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایبقی للولد من برالوالد الا اربع الصلوٰۃ علیہ والدعاء لہ وانفاذ عھدہ من بعدہ وصلۃ رحمہ واکرام صدیقہ۔

ہاں چار باتیں ہیں: ان پر نماز، اور ان کے لئے دعاءِ مغفرت، اور ان کی وصیت نافذ کرنا، اور ان کے دوستوں کی بزرگ داشت[12] (عزت)، اور جو رشتہ صرف انھیں کی جانب سے ہو نیک برتاؤ سے اس کا قائم رکھنا۔ یہ وہ نکوئی ہے کہ ان کی موت کے بعد ان کے ساتھ کرنی باقی ہے (ابن النجار نے ابی اسید ساعدی رضی اللہ تعالٰی سے مع قصہ کے روایت کیا۔ اور بیہقی نے اپنی سنن میں انھیں رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا، کہا فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے: والد کے ساتھ نیکی کی چار باتیں ہیں: اس پر نماز پڑھنا اور اس کے لئے دعاءِ مغفرت کرنا، اس کی وصیت نافذ کرنا، اس کے رشتہ داروں سے نیک برتاؤ کرنا، اسکے دوستوں کا احترام کرنا۔ ت)

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن النجار حدیث ۴۵۹۳۴ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۶/ ۵۷۹

[2] السنن الکبرٰی کتاب الجنائز باب مایستحب لولی المیت الخ دارصادر بیروت ۴/ ۶۱ و ۶۲

Marfat.com

حدیث ۲: کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

استغفار الولد لابیه من بعد الموت من البر. رواه ابن النجار[1] عن ابی اسید بن مالك بن زرارة رضی اللہ تعالٰی عنه۔

ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک سے یہ بات ہے کہ اولاد ان کے بعد ان کے لئے دعائے مغفرت کرے (ابن النجار نے ابی اسید بن مالک بن زرارہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا۔ت)

حدیث ۳: کہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم:

اذا ترك العبد الدعاء للوالدین فانه ینقطع عنه الرزق۔ رواه الطبرانی[2] فی التاریخ والدیلمی عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنه۔

آدمی جب ماں باپ کے لئے دعا چھوڑ دیتا ہے اس کا رزق قطع ہوجاتا ہے (طبرانی نے تاریخ میں اور دیلمی نے انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۴ و ۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اذا تصدق احدکم بصدقة تطوعا فلیجعلها عن ابویه فیکون لهما اجرها ولا ینقص من اجره شیئا۔ رواه الطبرانی فی الاوسط[3] وابن عساکر[4] عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنهما ونحوه الدیلمی فی مسند الفردوس[5] عن معٰویة ابن حیدة القشیری رضی اللہ تعالٰی عنه۔

جب تم میں سے کوئی شخص کچھ نفل خیرات کرے تو چاہئے کہ اسے اپنے ماں باپ کی طرف سے کرے کہ اس کا ثواب انھیں ملے گا اور اس کے ثواب میں سے کچھ نہ گھٹے گا (اس حدیث کو طبرانی نے اوسط میں اور ابن عساکر نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا اور ایسے ہی دیلمی نے مسند الفردوس میں معاویہ ابن حیدہ قشیری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ت)

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن النجار حدیث ۴۵۴۴۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۴۶۳
[2] " " الطبرانی فی التاریخ والدیلمی عن انس حدیث ۴۵۵۵۶ " " " ۱۶/ ۴۸۲
[3] المعجم الاوسط حدیث ۶۹۴۶ مکتبۃ المعارف ریاض ۷/ ۴۷۹
[4] الجامع الصغیر بحوالہ ابن عساکر حدیث ۷۹۴۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۴۸۵
[5] الفردوس بماثور الخطاب عن معاویہ بن حیدۃ حدیث ۶۳۴۲ " " " ۴/ ۱۰۹

Marfat.com

حدیث ۶ : کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حاضر ہو کر عرض کی : یارسول اللہ ! میں اپنے ماں باپ کے ساتھ زندگی میں نیک سلوک کرتا تھا اب وہ مرگئے ان کے ساتھ نیک سلوک کی کیا راہ ہے ؛ فرمایا :

ان من البر بعد الموت ان تصلی لھما مع صلٰوتك وتصوم لھما مع صیامك ۔ رواہ الدارقطنی[1] ۔

بعد مرگ نیک سلوک سے یہ ہے کہ تُو اپنی نماز کے ساتھ ان کے لئے بھی نماز پڑھے اور اپنے روزوں کے ساتھ ان کے لئے روزے رکھے (اسے دارقطنی نے روایت کیا ۔ ت)

یعنی جب اپنے ثواب ملنے کے لئے کچھ نفل نماز پڑھے یا روزے رکھے تو کچھ نفل نماز ان کی طرف سے کہ انھیں ثواب پہنچائے یا نماز روزہ جو نیک عمل کرے ساتھ ہی انھیں ثواب پہنچنے کی بھی نیت کرلے کہ انھیں بھی ثواب ملے گا اور تیرا بھی کم نہ ہوگا ،

کما یدل علیہ لفظ مع انہ یحتمل الوجھین بل ھذا الصق بالمعیۃ ۔

جیسا کہ لفظ "مع" اس پر دال ہے کیونکہ اس میں مذکورہ دونوں احتمال ہیں بلکہ آخری وجہ معیت کو زیادہ مناسب ہے ۔ (ت)

محیط پھر تاتارخانیہ پھر ردالمحتار میں ہے :

الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لانھا تصل الیھم ولا ینقص من اجرہ شیئ[2]

جو شخص نفلی صدقہ دے اس کے لئے افضل یہ ہے کہ تمام ایمان والوں کی نیت کرے کیونکہ انھیں بھی ثواب پہنچے گا اور اس کا ثواب بھی کم نہ ہوگا ۔ (ت)

حدیث ۷ : کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

من حج عن والدیہ او قضی عنھما مغرما بعثہ اللہ یوم القیٰمۃ مع الابرار ۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط[3] والدارقطنی[4] ف

جو اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے یا ان کا قرض ادا کرے روزِ قیامت نیکوں کے ساتھ اُٹھے (اسے طبرانی نے اوسط میں اور دارقطنی نے

---

[1] ردالمحتار بحوالہ الدارقطنی کتاب الحج باب الحج عن الغیر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۳۷

[2] " " " " " ۲/ ۲۳۶

[3] المعجم الاوسط حدیث ۷۷۹۶ مکتبۃ المعارف ریاض ۸/ ۳۹۳

[4] سنن الدارقطنی کتاب الحج باب المواقیت حدیث ۱۱۰ نشر السنۃ ملتان ۲/ ۲۶۰

Marfat.com

السنن عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ سنن میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۸: امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ پر اسّی ہزار قرض تھے وقتِ وفات اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کو بلاکر فرمایا:

بع فیھا اموال عمر فان وفت والا فسل بنی عدی فان وفت والا فسل قریشا ولا تعدھم۔ میرے دَین (قرض) میں اول تو میرا مال بیچنا اگر کافی ہوجائے فبہا ورنہ میری قوم بنی عدی سے مانگ کر پورا کرنا اگر یُوں بھی پورا نہ ہو تو قریش سے مانگنا اور انکے سوا اوروں سے سوال نہ کرنا۔

پھر صاحبزادہ موصوف سے فرمایا: اضمنھا تم میرے قرض کی ضمانت کرلو۔ وہ ضامن ہو گئے اور امیر المومنین کے دفن سے پہلے اکابر مہاجرین وانصار کو گواہ کرلیا کہ وہ اسّی ہزار مجھ پر ہیں، ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے وہ سارا قرض ادا فرمادیا۔ رواہ ابن سعد فی الطبقات[1] عن عثمان بن عروۃ (اسے ابن سعد نے طبقات میں عثمان بن عروہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۹: قبیلہ جہینہ سے ایک بی بی رضی اللہ تعالٰی عنہا نے خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوکر عرض کی: یارسول اللہ! میری ماں نے حج کرنے کی منت مانی تھی وہ ادا نہ کرسکیں اور ان کا انتقال ہوگیا کیا میں اُن کی طرف سے حج کرلوں، فرمایا:

حجی عنھا ارأیت لوکان علی امك دین اکنت قاضیۃ اقضوا اللہ فاللہ احق بالوفاء۔ رواہ البخاری[2] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ ہاں اس کی طرف سے حج کر، بھلا تو دیکھ تو تیری ماں پر اگر دَین ہوتا تو تُو ادا کرتی یا نہیں؟ یُونہی خدا کا دَین ادا کرو کہ وہ زیادہ حق ادا رکھتا ہے (اسے بخاری نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۰: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اذا حج الرجل عن والدیہ انسان جب اپنے والدین کی طرف سے حج کرتا ہے

---

[1] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر استخلاف عمر رضی اللہ عنہ دار صادر بیروت ۳/ ۳۵۸

[2] صحیح البخاری ابواب العمرۃ باب الحج والنذر عن المیت قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۰

" کتاب الاعتصام باب شبہ اصلا معلوما الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۸۸

Marfat.com

تقبل منه و منهما و استبشرت ارواحهما فی السماء وکتب عند اللہ برا۔ رواہ الدارقطنی[1] عن زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

وہ حج اس کی اور اس کے والدین کی طرف سے قبول کیا جاتا ہے اور ان کی روحیں آسمان میں اس سے شاد ہوتی ہیں، اور یہ شخص اللہ عزوجل کے نزدیک ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا لکھا جاتا ہے (اسے دارقطنی نے زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۱: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من حج عن ابیہ و امہ فقد قضی عنہ حجتہ فکان لہ فضل عشر حجج۔ رواہ الدارقطنی[2] عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

جو اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے ان کی طرف سے حج ادا ہو جائے اور اسے دس حج کا ثواب زیادہ ملے۔ (دارقطنی نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۲: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من حج عن والدیہ بعد وفاتہما کتب لہ عتقا من النار وکان للمحجوج عنہما اجر حجۃ تامۃ من غیر ان ینقص من اجورہما شیئا۔ رواہ الاصبہانی فی الترغیب والبیہقی فی الشعب[3] عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

جو اپنے والدین کی وفات کے بعد ان کی طرف سے حج کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے دوزخ سے آزادی لکھے اور ان دونوں کے واسطے پورے حج کا ثواب ہو جس میں اصلاً کمی نہ ہو۔ (اسے اصبہانی نے ترغیب میں اور بیہقی نے شعب میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

---

[1] سنن الدارقطنی کتاب الحج باب المواقیت حدیث ۱۰۹ نشر السنۃ ملتان ۲/ ۲۶۰
[2] " " " " ۱۱۲ " ۲/ ۲۶۰
[3] شعب الایمان حدیث ۷۹۱۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۲۰۵

Marfat.com

من برقسمهما وقضی دینهما ولم یستسب لهما کتب بارا وان کان عاقا فی حیاته و من لم یبر قسمهما ولم یقض دینهما و استسب لهما کتب عاقا وان کان بارا فی حیاته ۔ رواه الطبرانی فی الاوسط[1] عن عبد الرحمٰن بن سمرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ۔

جو شخص اپنے ماں باپ کے بعد ان کی قسم سچی کرے اور ان کا قرض ادا کرے اور کسی کے ماں باپ کو بُرا کہہ کر انھیں بُرا نہ کہلوائے وہ والدین کے ساتھ نکوکار لکھا جاتا ہے اگرچہ ان کی زندگی میں نافرمان تھا اور جو اُن کی قسم پوری نہ کرے اور ان کا قرض نہ اتارے اوروں کے والدین کو بُرا کہہ کر انھیں بُرا کہلوائے وہ عاق لکھا جائے اگرچہ ان کی حیات میں نکوکار رتھا (اسے طبرانی نے اوسط میں عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ۔ ت)

حدیث ۱۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من زار قبر ابویه او احدهما فی کل یوم جمعة مرة غفر اللہ له وکتب برا ۔ رواہ الامام الترمذی العارف باللہ الحکیم فی نوادر[2] الاصول عن ابی هریرة رضی اللہ تعالٰی عنهما ۔

جو اپنے ماں باپ دونوں یا ایک کی قبر پر ہر جمعہ کے دن زیارت کو حاضر ہو اللہ تعالٰی اس کے گناہ بخش دے اور ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے والا لکھا جائے (الامام الحکیم عارف باللہ ترمذی نے نوادر الاصول میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسے روایت کیا ۔ ت)

حدیث ۱۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من زار قبر ابویه او احدهما یوم الجمعة فقرأ عنده یٰسٓ غفر له ۔ رواه ابن عدی[3] عن الصدیق الاکبر رضی اللہ تعالٰی عنه وفی لفظ من زار قبر والدیه او احدهما فی کل جمعة فقرأ عنده یٰسٓ غفر اللہ له بعدد کل حرف منها ۔ رواه هو والخلیلی

جو شخص روزِ جمعہ اپنے والدین یا ایک کی زیارتِ قبر کرے اور اس کے پاس یٰسٓ پڑھے بخش دیا جائے (اسے عدی نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ۔ اور دیگر الفاظ میں ۔ ت) جو ہر جمعہ والدین یا ایک کی زیارتِ قبر کرکے وہاں یٰسٓ پڑھے یٰسٓ شریف میں جتنے حرف ہیں ان سب کی

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۵۸۱۵ مکتبۃ المعارف ریاض ۶/۲۸۴
[2] نوادر الاصول للترمذی الاصل الخامس عشر دار صادر بیروت ص ۲۴
[3] الکامل لابن عدی ترجمہ عمرو بن زیاد بن عبدالرحمان بن ثوبان دار الفکر بیروت ۵/۱۸۰۱

Marfat.com

وابوشیخ والدیلمی[1] وابن النجار والرافعی وغیرہم عن ام المؤمنین الصدیقۃ عن ابیہا الصدیق الاکبر رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

گنتی کے برابر اللہ تعالٰی اس کے لئے مغفرت فرمائے (اسے روایت کیا ترمذی الخلیلی اور ابوشیخ اور دیلمی اور ابن نجار اور رافعی وغیرہم نے ام المومنین صدیقہ سے انھوں نے اپنے والدگرامی صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے۔ ت)

حدیث ۱۶: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من زار قبر ابویہ او احدھما احتسابا کان کعدل حجۃ مبرورۃ ومن کان زوارا لھما زارت الملٰئکۃ قبرہ۔ رواہ الامام الترمذی[2] الحکیم وابن عدی[3] عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جو بہ نیتِ ثواب اپنے والدین دونوں یا ایک کی زیارتِ قبر کرے حج مقبول کے برابر ثواب پائے، اور جو بکثرت ان کی زیارتِ قبر کیا کرتا ہو فرشتے اس کی قبر کی زیارت کو آئیں (حکیم ترمذی اور ابن عدی نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسے روایت کیا۔ ت)

امام ابن الجوزی محدث کتاب عیون الحکایات میں بسندِ خود محمد ابن العباس وراق سے روایت فرماتے ہیں ایک شخص اپنے بیٹے کے ساتھ سفر کو گیا راہ میں باپ کا انتقال ہوگیا وہ جنگل درختان مقل یعنی گوگل کے پیڑوں کا تھا ان کے نیچے دفن کرکے بیٹا جہاں جانا تھا چلا گیا جب پلٹ کر آیا اس منزل میں رات کو پہنچا باپ کی قبر پر نہ گیا تو ناگاہ سُنا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے:

رأیتك تطوی الدوم لیلا ولا تری ۔۔۔ علیك باھل الدوم ان تتکلما

وبالدوم ثاو لو ثویت مکانہ ۔۔۔ فمر باھل الدوم عاج فسلما[4]

(میں نے تجھے دیکھا کہ تو رات میں اس جنگل کو طے کرتا ہے اور وہ جوان پیڑوں میں ہے

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ ابی الشیخ وغیرہ بیان زیارۃ القبور والدعاء للمیت دار الفکر بیروت ۱۰/ ۳۶۳

[2] نوادر الاصول للترمذی الاصل الخامس عشر دار صادر بیروت ص ۲۴

[3] الکامل لابن عدی ترجمہ حفص بن سلمہ الخ دار الفکر بیروت ۲/ ۸۰۱

[4] شرح الصدور بحوالہ عیون الحکایات باب زیارۃ القبور وعلم الموتی خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۹۱

Marfat.com

اس سے کلام کرنا اپنے اوپر لازم نہیں جانتا حالانکہ ان درختوں میں وہ مقیم ہے کہ اگر اس کی جگہ تو ہوتا اور وہ یہاں گزرتا تو وہ راہ سے پھر کر آتا اور تیری قبر پر سلام کرتا۔ ت)

حدیث ۱۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من احب ان یصل اباہ فی قبرہ فلیصل اخوان ابیہ من بعدہ۔ رواہ ابویعلی[1] وابن حبان عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

جو چاہے کہ باپ کی قبر میں اس کے ساتھ حسن سلوک کرے وہ باپ کے بعد اس کے عزیزوں دوستوں سے نیک برتاؤ رکھے (ابویعلیٰ وابن حبان نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۸: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من البران تصل صدیق ابیک۔ رواہ الطبرانی[2] فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

باپ کے ساتھ نیکوکاری سے ہے یہ کہ تو اسکے دوست سے اچھا برتاؤ کرے۔ (طبرانی نے اوسط میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۹: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

ان البران یصل الرجل اھل ود ابیہ بعد ان یولی الاب۔ رواہ الائمۃ احمد والبخاری فی الادب المفرد و مسلم[3] فی صحیحہ وابوداؤد والترمذی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

بے شک باپ کے ساتھ سب نکوکاریوں سے بڑھ کر یہ نکوکاری ہے کہ آدمی باپ کے بعد اس کے دوستوں سے اچھی روش پر نباہے (اسے ائمہ کرام احمد اور بخاری نے ادب المفرد میں اور مسلم نے اپنی صحیح میں اور ابوداؤد اور ترمذی نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۰: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم:

احفظ ودّ ابیک لاتقطعہ فیطفئ اللہ

اپنے ماں باپ کی دوستی پر نگاہ رکھ اسے قطع

---

[1] مسند ابویعلی حدیث ۵۶۴۳ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت ۵/۲۶۰

[2] المعجم الاوسط 〃 ۷۲۹۹ مکتبۃ المعارف ریاض ۸/۱۴۹

[3] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب فضل صلۃ اصدقاء الاب والام قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۱۴

کنز العمال بحوالہ حم خدم، د، ت حدیث ۴۵۴۶۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/۴۶۵

Marfat.com

نوسك۔ رواہ البخاری فی الادب المفرد والطبرانی فی الاوسط[1] والبیھقی فی الشعب عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما۔

نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ تیرا نور بجھا دے گا (اسے بخاری نے ادب المفرد میں اور طبرانی نے اوسط میں اور بیہقی نے شعب میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۱: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

تعرض الاعمال یوم الاثنین والخمیس علی اللہ تعالیٰ وتعرض علی الانبیاء وعلی الاباء والامھات یوم الجمعۃ فیفرحون بحسناتھم ویزدادون وجوھھم بیضا ونزھۃ فاتقوا اللہ ولا تؤذوا موتاکم۔ رواہ الامام الحکیم[2] عن والد عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ہر دوشنبہ و پنجشنبہ کو اللہ عزوجل کے حضور اعمال پیش ہوتے ہیں اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم اور ماں باپ کے سامنے ہر جمعہ کو۔ وہ نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہروں کی صفائی و تابش بڑھ جاتی ہے، تو اللہ سے ڈرو اور اپنے مُردوں کو اپنے گناہوں سے رنج نہ پہنچاؤ (اسے امام حکیم نے اپنے والد عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

بالجملہ والدین کا حق وہ نہیں کہ انسان اس سے کبھی عہدہ برآ ہو وہ اس کے حیات و وجود کے سبب ہیں تو جو کچھ نعمتیں دینی و دُنیوی پائے گا سب اُنھیں کے طفیل میں ہوئیں کہ ہر نعمت و کمال وجود پر موقوف ہے اور وجود کے سبب وہ ہوئے تو صرف ماں باپ ہونا ہی ایسے عظیم حق کا موجب ہے جس سے بری الذمہ کبھی نہیں ہوسکتا نہ کہ اس کے ساتھ اس کی پرورش میں ان کی کوششیں ان کے آرام کے لئے ان کی تکلیفیں خصوصًا پیٹ میں رکھنے، پیدا ہونے میں، دودھ پلانے میں ماں کی اذیتیں ان کا شکر کہاں تک ادا ہوسکتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ وہ اس کے لئے اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سائے اور ان کی ربوبیت و رحمت کے مظہر ہیں، ولہذا قرآن عظیم میں اللہ جل جلالہ نے اپنے حق کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا کہ ان اشکرلی ولوالدیك[3] حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۸۶۲۸ مکتبۃ المعارف ریاض ۹/ ۲۸۸
کنز العمال بحوالہ خد، طس، ھب عن ابن عباس حدیث ۴۵۴۶۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۴۶۴

[2] نوادر الاصول للترمذی الاصل السابع والستون والمائۃ الخ دار صادر بیروت ص ۲۱۳

[3] القرآن الکریم ۳۱/ ۱۴

Marfat.com

حدیث شریف میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حاضر ہو کر عرض کی، یا رسول اللہ! ایک راہ میں ایسے گرم پتھروں پر کہ اگر گوشت ان پر ڈالا جاتا کباب ہوجاتا میں ۶ میل تک اپنی ماں کو گردن پر سوار کر کے لے گیا ہوں کیا میں اب اس کے حق سے بری ہوگیا۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لعلہ ان یکون بطلقۃ واحدۃ۔ رواہ الطبرانی[1] فی الاوسط عن بریدۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

تیرے پیدا ہونے میں جس قدر دردوں کے جھٹکے اس نے اٹھائے ہیں شاید ان میں سے ایک میں سے ایک جھٹکے کا بدلہ ہو سکے (اسے طبرانی نے اوسط میں بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اللہ عزوجل عقوق سے بچائے اور ادائے حقوق کی توفیق عطا فرمائے آمین آمین برحمتك یا ارحم الراحمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین آمین والحمد للہ رب العلمین۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۳ از بنگالہ ضلع کمرلا موضع ہرمنڈل مرسلہ مولوی عبدالجبار صاحب ۲۵ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کچھ لیاقت رکھنے والا اپنے والدین صالحین کے ساتھ جنگ وجدل وزد وضرب وظلم وستم کرتا ہے اور خود اپنے والدین کو طعنے تشنیع ودشنام کرتا ہے اور لوگوں سے کرواتا ہے، اور وہ شخص غاصب وکاذب وسارق کے ساتھ موصوف ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا مکروہ؟ اگر مکروہ ہے تو کون قسم کی مکروہ ہے؟ اور ایسے شخص کے پیچھے جو کوئی بسبب ناواقفی کے نماز پڑھے تو نماز اس کو دوبارہ پڑھنا ہوگی یا نہیں؟ اور ایسے عاق الوالدین کو دعوت کرنا کروانا صدقہ وغیرہ دینا دلوانا درست ہے یا نہیں؟ اور اس کے مکان میں دعوت کھانا کیسی ہے اور وہ شخص از روئے شرع شریف کے کس تعزیر کے لائق ہے اور اس کی تائید کرنے والے پر از روئے شرع شریف کیا حکم ہے بادلائل قرآن وحدیث واقوال ائمہ ارشاد فرمایا جائے۔

الجواب

ایسا شخص افسق الفاسقین واخبث مہین ومستحق غضب شدید رب العالمین وعذاب عظیم ونار جحیم ہے۔

حدیث ۱: رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] کنز العمال بحوالہ طس عن بریدہ حدیث ۴۵۵۰۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۴۸۳
مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی فی الصغیر کتاب البر والصلۃ باب ماجاء فی البر وحق الوالدین دارالکتاب بیروت ۸/ ۱۳۷

Marfat.com

الا انبئکم باکبر الکبائر، الا انبئکم باکبر الکبائر، الا انبئکم باکبر الکبائر۔

میں تمھیں نہ بتاؤں کہ سب کبیرہ گناہوں سے سخت تر گناہ کیا ہے، کیا نہ بتادوں کہ سب کبائر سے بدتر کیا ہے، کیا نہ بتادوں کہ سب کبیروں سے شدید تر کیا ہے۔

صحابہ نے عرض کی: ارشاد ہو۔ فرمایا:

الاشراك بالله وعقوق الوالدین، الحدیث۔ رواه الشیخان[1] والترمذی[2] عن ابی بکرة رضی الله تعالٰی عنه۔

اللہ تعالٰی کا شریک ٹھہرانا اور ماں باپ کو ستانا، الحدیث۔ (اسے امام بخاری ومسلم اور ترمذی نے ابی بکرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثة لا یدخلون الجنة العاق لوالدیه والدیوث والرجلة من النساء۔ رواه النسائی[3] والبزار بسندین جیدین والحاکم[4] عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما۔

تین شخص جنت میں نہ جائیں گے: ماں باپ کو ستانے والا اور دیوث اور مردوں کی وضع بنانے والی عورت۔ (نسائی اور بزار نے جید سندوں کے ساتھ اور حاکم نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۳: رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثة لا یقبل الله عزوجل منهم صرفا ولا عدلا عاق ومنان ومکذب بقدر۔ رواه ابن ابی عاصم[5] فی السنة بسند حسن

تین شخص ہیں کہ اللہ تعالٰی نہ ان کے فرض قبول کرے نہ نفل: ماں باپ[1] کو ایذا دینے والا اور صدقہ[2] دے کر فقیر پر احسان رکھنے والا اور تقدیر[3] کا جھٹلانے والا۔

---

[1] صحیح بخاری کتاب الشہادات باب ماقیل فی شہادۃ الزور قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۶۲
صحیح مسلم کتاب الایمان باب الکبائر " " " ۱/۶۴
[2] جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ ۲/۱۲ ابواب الشہادات ۲/۵۴ امین کمپنی دہلی
[3] سنن النسائی کتاب الزکوٰۃ باب المنان بما اعطی نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۳۵۱
[4] المستدرک للحاکم کتاب الایمان ثلثۃ لایدخلون الجنۃ دار الفکر بیروت ۱/۷۲
[5] العلل المتناہیۃ باب ذکر القدر والقدریۃ حدیث ۲۳۹ دار نشر الکتب الاسلامیہ ۱/۱۵۲
مجمع الزوائد باب ماجاء فیمن یکذب بالقدر دار الکتاب العربی بیروت ۷/۲۰۶

Marfat.com

عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (اسے عاصم نے السنۃ میں بسند حسن ابی امامہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۴: رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ملعون من عق والدیہ ملعون من عق والدیہ ملعون من عق والدیہ۔ رواہ الطبرانی[1] والحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ملعون ہے جو اپنے والدین کو ستائے، ملعون ہے جو اپنے والدین کو ستائے، ملعون ہے جو اپنے والدین کو ستائے۔ (اسے طبرانی اور حاکم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۵: رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعن اللہ من سبّ والدیہ۔ رواہ ابن حبان[2] عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اللہ کی لعنت اس پر جو اپنے ماں باپ کو گالی دے (ابن حبان نے ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے اسے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۶: کہ ایک جوان کو نزع کے وقت کلمہ تلقین کیا، نہ کہہ سکا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تشریف لے گئے، فرمایا: کہہ لا الٰہ الا اللہ۔ کہا: مجھ سے نہیں کہا جاتا۔ فرمایا: کیوں؟ کہا، وہ شخص اپنی ماں کو ستاتا تھا۔ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اس کی ماں کو بلا کر فرمایا: یہ تیرا بیٹا ہے؟ عرض کی: ہاں۔ فرمایا:

ارایت لو اججت نارا ضخمۃ فقیل لک ان شفعت لہ خلینا ہ والا احرقنا ہ اکنت تشفعین لہ۔ بھلا سُن تو اگر ایک عظیم الشان آگ بھڑکائی جائے اور کوئی تجھ سے کہے کہ تو اس کی شفاعت کرے جب تو ہم اسے چھوڑتے ہیں ورنہ جلا دینگے، کیا اس وقت تو اس کی شفاعت کریگی۔

عرض کی: یارسول اللہ! جب تو شفاعت کروں گی۔ فرمایا، تو اللہ کو اور مجھے گواہ کرلے کہ تو اس سے راضی ہوگئی۔ اس نے عرض کی، الٰہی! میں تجھے اور تیرے رسول کو گواہ کرتی ہوں کہ میں اپنے بیٹے سے

---

[1] الترغیب والترھیب بحوالہ الطبرانی والحاکم من اللواط حدیث ۴ مصطفی البابی مصر ۳/ ۲۸۶

[2] موارد الظمآن باب فی الکبائر حدیث ۵۳ المطبعۃ السلفیہ ص ۴۳

Marfat.com

راضی ہوئی، اب سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جوان سے فرمایا: اے لڑکے! کہہ لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ۔ جوان نے کلمہ پڑھا اور انتقال کیا، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا:

الحمد للہ الذی انقذہ بی من النار۔ رواہ الطبرانی[1] عن عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

شکر اس خدا کا جس نے میرے وسیلے سے اس کو دوزخ سے بچا لیا۔ (اسے طبرانی نے عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۷: عوّام بن حوشب رحمۃ اللہ علیہ کہ اجلّہ ائمۂ تبع تابعین سے ہیں ۱۴۸ھ میں انتقال کیا فرماتے ہیں میں ایک محلے میں گیا اس کے کنارے پر قبرستان تھا عصر کے وقت ایک قبر شق ہوئی اور اس میں سے ایک آدمی نکلا جس کا سر گدھے اور باقی بدن انسان کا، اس نے تین آوازیں گدھے کی طرح کیں پھر قبر بند ہوگئی، ایک بڑھیا بیٹھی کات رہی تھی ایک عورت نے مجھ سے کہا ان بڑی بی کو دیکھتے ہو؟ میں نے کہا: اس کا کیا معاملہ ہے؟ کہا، یہ قبر والے کی ماں ہے وہ شراب پیتا تھا جب شام کو آتا ماں نصیحت کرتی کہ اے بیٹے! خدا سے ڈر کب تک اس ناپاک کو پئے گا؟ یہ جواب دیتا کہ تُو تو گدھے کی طرح چلاتی ہے، یہ شخص عصر کے بعد مرا جب سے ہر روز بعد عصر اس کی قبر شق ہوتی ہے اور یوں تین آوازیں گدھے کی کرکے پھر بند ہوجاتی ہے رواہ الاصبہانی[2] وغیرہ (اصبہانی وغیرہ نے اسے روایت کیا ہے۔ت)

اسی طرح غصب وکذب وسرقہ کی حرمتیں ضروریات دین سے ہیں ایسے شخص کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہے، مکروہ تحریمی قریب بحرام اور واجب الاعادہ ہے کہ نادانستہ پڑھ لی ہو تو پھیرنا واجب ہے صغیری میں ہے:

یکرہ تقدیم الفاسق کراھۃ تحریم۔[3]

فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے ۱۲ صغیری (ت)

غنیہ میں ہے:

---

[1] شعب الایمان حدیث ۷۸۹۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۱۹۸

[2] شرح الصدور بحوالہ اصبہانی فی الترغیب باب عذاب القبر خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۱۷۰، ۱۷۱

[3] الصغیری فی شرح منیۃ المصلی مباحث الامامۃ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۶۴

Marfat.com

وقد موا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراھة تقدیمه کراھة تحریمة[1]

فاسق کو امام بنانے والے گناہگار ہوں گے، کیونکہ اسے امام بنانا مکروہ تحریمی ہے ۱۲ غنیہ (ت)

درمختار میں ہے:

کل صلوٰۃ ادیت مع کراھة التحریم وجب اعادتها[2]

ہر وہ نماز جو کراہت تحریمہ کے ساتھ ادا کی گئی ہو اس کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے ۱۲ (ت)

ایسے اشد فاسق فاجر سے شرعًا بغض رکھنے کا حکم ہے اور جس بات میں اس کا اعزاز و اکرام نکلے بے ضرورت و مجبوری ناجائز و ممنوع ہے۔ تبیین الحقائق و مراقی الفلاح و فتح المعین و حاشیہ درمختار للعلامۃ الطحطاوی وغیرہا میں ہے:

الفاسق وجب علیھم اھانته شرعًا[3]

شرعی طور پر فاسق کی توہین واجب ہے ۱۲ (ت)

اس کی دعوت کرنا کرانا اس کے یہاں دعوت کھانا کچھ نہ چاہیے۔ سنن ابی داؤد و جامع ترمذی میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لما وقعت بنو اسرائیل فی المعاصی نهتهم علماؤھم فلم ینتھوا فجالسوھم و اکلوھم وشاربوھم فضرب اللہ قلوب بعضھم ببعض فلعنھم علٰی لسان داؤد وعیسٰی بن مریم ذٰلک بما عصوا وکانوا یعتدون[4]

جب بنی اسرائیل گناہوں میں پڑے ان کے علماء نے منع کیا وہ باز نہ آئے یہ علماء ان کے پاس انکے جلسوں میں بیٹھے ان کے ساتھ کھانا کھایا پانی پیا تو اللہ تعالٰی نے ان مجرموں کے دلوں پر اثر ان پاس بیٹھنے والوں پر بھی ڈالا کہ سب ایک سے ہو گئے پھر ان سب پر داؤد و عیسٰی بن مریم علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے لعنت فرمائی یہ بدلہ تھا ان کے گناہوں اور حد سے بڑھنے کا۔

---

[1] غنیۃ المستملی ″ ″ ″ فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[2] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب قضاء الفوائت مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۰۰

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الصلوٰۃ فصل فی الاجارۃ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۴۳
تبیین الحقائق باب الامامۃ المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/۱۳۴
فتح المعین کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۰۸

[4] مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ داؤد والترمذی کتاب الادب باب الامر بالمعروف مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۳۸

Marfat.com

وہ سخت سے سخت تعزیر کے قابل ہے جس کی مقدار حاکمِ شرع کی رائے پر سپرد ہے اور اگر سرقہ شہادت شرعیہ سے ثابت ہوجائے تو حاکمِ شرع اس کا ہاتھ کلائی سے کاٹ دے گا اس کی تائید کرنے والے سب سخت گنہگار ہیں، قال اللہ تعالٰی:

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1] اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو۔(ت)

ابھی حدیث سُن چکے کہ پاس بیٹھنے، ساتھ کھانے والوں پر لعنت اُتری۔ پھر تائید کرنے کرانیوالوں کا کیا حال ہوگا، اللہ عزوجل پناہ دے اور مسلمانوں کو توفیقِ توبہ بخشے، آمین!

رہا صدقہ دینا دلانا، اگر اسے محتاج ضرورت مند ننگا بھوکا دیکھیں تو حرج نہیں جبکہ گناہوں میں اسکی تائید و اعانت کی نیت نہ ہو، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فی کل ذات کبد حراء اجر۔ رواہ الشیخان[2] عن ابی ھریرۃ و فی الباب عن عبد اللہ بن عمرو عن سراقۃ بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنھم۔ ہر گرم جگروالی میں ثواب ہے۔(امام بخاری اور مسلم نے ابوہریرہ سے اور اس باب میں عبداللہ بن عمرو سے انھوں نے سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اسے روایت کیا۔ت)

صحیح حدیث میں ہے کہ کُتّے کو بھی پانی پلانا ثواب ہے حتی غفر اللہ تعالٰی بہ البغی کما فی الصحاح[3] (حتی کہ اللہ تعالٰی نے اس سبب سے فاحشہ عورت کی مغفرت فرمائی۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۴: ۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کو جب مرض الموت میں اپنے مرگ کا یقین ہوا تو اپنے شوہر زید کو بمواجہہ موجودین مخاطب کرکے عفوِ حقوق و تقصیرات کی مستدعی ہوئی اور اپنے جملہ حقوق زید کو معاف کئے دَینِ مہر کو بہ تفصیل علیحدہ معاف کیا زید نے بھی اپنے حقوق و قصورِ خدمات کی معافی دی اب اس صورت میں کسی قسم کا مواخذہ ایک کا دوسرے پر عند اللہ باقی تو نہ رہا یا لفظ مجمل جملہ حقوق و قصور کافی

---

[1] القرآن الکریم ۵/۲

[2] صحیح البخاری، کتاب المساقات ۱/۳۱۸۔ ابواب المظالم ۱/۳۳۳۔ کتاب الادب ۲/۸۸۹ قدیمی کتبخانہ کراچی
صحیح مسلم کتاب قتل الحیات باب فضل سقی البھائم المحرمۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۳۷
مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۲۲

[3] صحیح مسلم کتاب قتل الحیات باب فضل سقی البھائم المحرمۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۳۷

Marfat.com

نہ تھا علیحدہ علیحدہ ہر خطا وحق کی تشریح ضرور تھی اور زید دَینِ مہر سے بری ہوگیا یا یہ معافی زمانہ مرض الموت کی حکم وصیت میں متصور ہوکر دو ثلث کا مواخذہ دار رہے گا اگرچہ ورثاء دنیا میں شرم یا رسم کے باعث متقاضی نہ ہوں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

عام حقوق کی معافی جو زید نے ہندہ اور ہندہ نے زید کو کی ان میں ہندہ کے حقوق مالیہ مثل مہر و دیگر دیُون کی معافی تو اجازت وارثانِ ہندہ پر موقوف رہے گی کما بیّناہ فی الھبۃ من فتاوٰنا (جیسا کہ ہمارے فتاوٰی میں ہبہ کے باب میں بیان کیا گیا ہے۔ ت) ان کے سوا ہندہ کے حقوق غیر مالیہ اور زید کے حقوق مالیہ وغیر مالیہ جو کچھ معاف کنندہ زید خواہ ہندہ کے علم میں تھا وہ سب معاف ہوگیا اور جو علم میں نہ تھا مگر معمولی حقوق سہل و آسان سے تھا کہ بالخصوص معلوم ہوتا تو معافی میں باک نہ ہوتا وہ بھی معاف ہوگیا اور جو اتنا کثیر یا عظیم یا شدید تھا کہ اگر تفصیلاً بتایا جائے تو صاحب حق معاف نہ کرے ایسے عام مجمل لفظ میں ان حقوق کی معافی ہوجانا علماء میں مختلف فیہ ہے بعض بنظر ظاہر لفظ سب کی معافی مانتے ہیں اور بعض بالخصوص تفصیلاً ان کا بتا کر معافی مانگنا ضروری جانتے ہیں اول اوسع ہے اور ثانی احوط۔ منح الروض الازہر میں ہے:

هل یکفیه ان یقول لك علیّ دین فاجعلنی فی حل ام لابد ان یعین مقدارہ؟ ففی النوازل رجل له علی اخر دین وھو لا یعلم بجمیع ذالك فقال له المدیون ابرئنی مما لك علیّ فقال الدائن ابرأتك، فقال نصیر لایبرأ الا مقدار ما یتوھم ای یظن انه علیه، وقال محمد بن سلمة یبرأ عن الکل، قال الفقیه ابو اللیث حکم القضاء ماقاله محمد بن سلمة وحکم الاٰخرة ماقاله نصیر، وفی القنیة من علیه

کیا مقروض کے لئے یہ کافی ہے کہ قرضخواہ سے کہے کہ مجھ پر تمہارا قرض ہے مجھے معاف کردے یا ضروری ہے کہ قرض کی مقدار معین کرے؟ نوازل میں ہے کہ ایک آدمی کا دوسرے پر قرض ہے اور اسے تمام قرض کا علم نہیں مقروض اسے کہتا ہے کہ تو مجھے اپنا قرض معاف کردے، اس نے کہا میں نے تجھے معاف کردیا۔ نصیر کہتے ہیں کہ اسی قدر معاف ہوگا جتنا کہ اس کے گمان میں تھا، محمد بن سلمہ کہتے ہیں کہ تمام معاف ہوجائے گا۔ فقیہ ابو اللیث نے فرمایا: قاضی کا فیصلہ وہی ہے جو محمد بن سلمہ کا قول ہے، اور آخرت کا حکم وہ ہے جو نصیر نے فرمایا، قنیہ میں ہے کہ جس شخص پر کسی کے

حقوق فاستحل صاحبها و لم يفصلها
فجعله فى حل يعذر ان علم انه
فصله يجعله فى حل و الا فلا قال
بعضهم انه حسن وان روى انه يصير فى حل
مطلقا ، و فى الخلاصة رجل
قال لأخر حللنى من كل
حق هو لك ففعل فابرأه
ان كان صاحب الحق
عالما به برئ حكما بالاجماع
واما ديانة فعند محمد رحمه
الله تعالىٰ لايبرأ عند ابى يوسف
يبرأ عليه الفتوى انتهى،
وفيه انه خلاف مااختار
ابوالليث و لعل قوله مبنى
على التقوى[1] اه ما فى
منح الروض اقول و فى
مخالفته لما اختار الفقيه
نظر فان الكلام ههنا فى
البراءة من الحقوق المجهولة
لصاحبها اصلا و ثمه فيما
اذا ظن مقدارا و كان
الواقع ازيد و بينهما
بون بين فان من

کچھ حق ہوں وہ صاحبِ حق سے کہے کہ مجھے معاف کر دے اور حقوق کی تفصیل نہ کرے صاحبِ حق اسے معاف کر دے، تو اگر یہ معلوم ہو کہ صاحبِ حق حقوق کی تفصیل کو جان کر بھی معاف کر دے گا تو معاف ہو جائیں گے ورنہ نہیں۔ بعض علمائے نے فرمایا: یہ تفصیل عمدہ ہے۔ یہ بھی روایت ہے کہ اسے بہرصورت حقوق معاف ہو جائیں گے۔ خلاصہ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو کہا تم مجھے اپنا ہر حق معاف کر دو، اس نے معاف کر دیا، اگر صاحبِ حق کو علم ہے پھر تو معافی مانگنے والا قضاءً و دیانۃً (یعنی فیصلے کے اعتبار سے بھی اور عنداللہ بھی) بری ہو جائے گا اور اگر اسے علم نہیں تو بالاتفاق یہ فیصلہ ہوگا کہ وہ بری ہو گیا، رہا دیانۃً (عنداللہ) تو امام محمد کے نزدیک بری نہیں ہوگا امام ابو یوسف کے نزدیک بری ہو جائے گا اسی پر فتویٰ ہے انتہیٰ اس میں اعتراض ہے کہ یہ فقیہ ابو اللیث کے مختار کے خلاف ہے ہو سکتا ہے ان کا قول تقویٰ پر مبنی ہو۔ منح الروض کا کلام ختم ہوا۔ اقول (میں کہتا ہوں) کہ فقیہ ابو اللیث کے مختار کے خلاف ہونے میں کلام ہے کیونکہ خلاصہ میں اس بارے میں گفتگو ہے کہ ایک شخص کو حقوق کا بالکل علم نہیں وہ انہیں معاف کر دیتا ہے اور فقیہ ابو اللیث کی کلام اس میں ہے

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر بحث التوبہ وشرائطہا مصطفےٰ البابی مصر ص ١٥٩

Marfat.com

جعل فی حل مطلقا لم یرد خصوص ما فی علمه اما من جعل فی حل من حق معلوم له فانما یذهب ذهنه الی قدر ما فی علمه، واللہ تعالیٰ اعلم۔

کہ ایک شخص کے گمان میں حقوق کی ایک مقدار ہے جبکہ وہ درحقیقت زیادہ تھے اور ان دونوں صورتوں میں بہت بڑا فرق ہے کیونکہ جو شخص مطلقاً اپنے حقوق معاف کردیتا ہے اس کا ارادہ یہ نہیں ہوتا کہ میں صرف وہ حقوق معاف کر رہا ہوں جو میرے علم میں ہیں اور جو شخص کسی معین حق کو معاف کرتا ہے تو اس کا ذہن اسی طرف جاتا ہے کہ جتنا مجھے علم ہے اسی قدر معاف کر رہا ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

نیز منح الروض میں ہے:

ھل یکفیه ان یقول اغتبتك فاجعلنی فی حل ام لابد ان یبین ما اغتاب؟ ففی منسك ابن العجمی لا یعلمه بها ان علم ان اعلامه یثیر فتنة، ویدل علیه ان الابراء عن الحقوق المجهولة جائز عندنا لکن سبق انه هل یکفیه حکومة و دیانة[1] اھ ما فی منح الروض اقول و فی جریان الخلاف المذکور ھٰھنا نظر فان الغیبة لاتصیر من حقوق العبد مالم تبلغه واذا بلغته لم تکن من الحقوق المجهولة وقد قال فی المنح نفسه ما نصه قال الفقیه ابو اللیث

کیا یہ کافی ہے کہ ایک آدمی دوسرے سے کہے کہ میں نے تمہاری غیبت کی ہے مجھے معاف کردو، یا یہ ضروری ہے کہ یہ بھی بتائے کہ میں نے تمہاری یہ غیبت کی ہے۔ ابن العجمی کے منسک میں ہے کہ اگر یہ سمجھتا ہے کہ غیبت کے تفصیلاً بتانے سے فتنہ پیدا ہوگا تو اس کا اظہار نہ کرے ہمارے نزدیک نامعلوم حقوق کے معاف کرنے کا جواز اس پر دلالت کرتا ہے لیکن یہ بات گزر چکی ہے کہ آیا فیصلے کے اعتبار سے کافی ہے یا دیانت کے طور پر اھ (اعلیٰحضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں) **اقول** (میں کہتا ہوں کہ) یہاں گزشتہ اختلاف کے جاری ہونے میں کلام ہے کیونکہ غیبت اس وقت تک بندے کا حق نہیں بنتی جب تک اسے نہ پہنچ جائے، جب پہنچ جائے تو نامعلوم حقوق میں سے نہ رہے گی۔ خود منح الروض میں ہے کہ فقیہ ابو اللیث نے فرمایا

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر بحث التوبۃ وشرائطہا مصطفی البابی مصر ص ۱۶۰

Marfat.com

قد تکلم الناس فی توبة المغتاب ہل تجوز من غیر ان یستحل من صاحبه؛ قال بعضهم یجوز وقال بعضهم لایجوز، وهو عندنا علی وجهین احدهما ان کان ذٰلك القول قد بلغ الی الذی اغتابه فتوبته ان یستحل منه وان لم یبلغ الیه فلیستغفر الله سبحٰنه ویضمر ان لایعود الی مثله، وفی روضة العلماء سألت ابامحمد رحمه الله تعالیٰ فقلت له اذا تاب صاحب الغیبة قبل وصولها الی المغتاب عنه ھل تنفعه توبة قال نعم فانه تاب قبل ان یصیر الذنب ذنبا ای ذنبا یتعلق به حق العبد لانها انها تصیر ذنبا اذا بلغت الیه، قلت فان بلغت الیه بعد توبته؟ قال لاتبطل توبته بل یغفر الله تعالیٰ لهما جمیعا المغتاب بالتوبة والمغتاب عنه بما یلحقه من المشقة لانه تعالیٰ کریم ولایجمل من کرمه رد توبته بعد قبولها بل یعفوعنهما جمیعاً[۱] انتہی الخ۔

کہ غیبت کرنے والا صاحبِ غیبت (جس کی غیبت کی گئی) سے معافی مانگے بغیر توبہ کرے تو اس میں لوگوں نے مختلف باتیں کہی ہیں بعض نے کہا جائز ہے اور بعض نے کہا ناجائز ہے۔ ہمارے نزدیک اس کی دو صورتیں ہیں،

(۱) وہ بات اُس شخص تک پہنچ گئی جس کی غیبت کی گئی تھی تو اس کی توبہ یہ ہے کہ اس شخص سے معافی مانگے۔

(۲) اور اگر غیبت اس شخص تک نہیں پہنچی تو اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا مانگے اور اپنے دل میں یہ عہد کرے کہ پھر غیبت نہیں کروں گا۔

روضۃ العلماء میں ہے کہ میں نے ابو محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ اگر غیبت اس شخص تک نہیں پہنچی جس کی غیبت کی گئی تھی تو غیبت کرنے والے کے لئے توبہ فائدہ مند ہوگی؟ انھوں نے فرمایا: ہاں کیونکہ اس نے بندے کے حق کے متعلق ہونے سے پہلے توبہ کرلی ہے، غیبت بندے کا حق اس وقت ہوگی جب اس تک پہنچ جائیگی، میں نے کہا کہ اگر توبہ کے بعد اس شخص تک غیبت پہنچ جائے فرمایا کہ اس کی توبہ باطل نہیں ہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ دونوں کو بخش دے گا غیبت کرنے والے کو توبہ کی وجہ سے اور جس کی غیبت کی گئی اسے اس تکلیف کی وجہ سے جو اسے غیبت سن کر ہوئی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کریم ہے اس کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کسی کی توبہ قبول فرماکر رد فرمائے بلکہ دونوں کو بخش دے گا انتہی الخ۔ (ت)

[۱] منح الروض الازہر شرح الفقه الاکبر بحث التوبۃ وشرائطہا مصطفی البابی مصر ص ۱۵۹

Marfat.com

فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالیٰ لہ ایسے حقوق عظیمہ شدیدہ جن کی تفصیل بیان ہو تو صاحبِ حق سے معافی کی امید نہ ہو ظاہراً مجرد اجمالی الفاظ سے معاف نہ ہوسکیں کہ وُہ دلالۃً مخصوص ہیں مگر اگر ان الفاظ سے معافی چاہی کہ "دنیا بھر میں سخت سے سخت جو حق متصور ہو وہ سب میرے لئے فرض کر کے معاف کردے" اور اس نے قبول کیا تو اب ظاہراً تمام حقوق بلا تفصیل بھی معاف ہوجائیں گے،

للنص علی التعمیم مع التنصیص بالتخصیص علی کل حق شدید عظیم والصریح یفوق الدلالۃ کما نصوا علیہ[1] فی غیر ما مسألۃ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

کیونکہ اس نے کہہ دیا ہے کہ مجھے ہر حق معاف کردے اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا ہے کہ ہر بڑے سے بڑا حق میرے بارے میں فرض کرکے معاف کردے اور تصریح دلالت پر فوقیت رکھتی ہے جیسے کہ علمائے نے بہت سے مسائل میں تصریح کی ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۶۵ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد حقوق والدین کے استاد کے حقوق کس قدر ہیں، جس استاد نے کچھ علم دینی اور دنیوی کی تعلیم حاصل کی ہو اور ان علوم کے فیضان سے منافع دنیاوی اس کو و نیز دینی حاصل ہوتے ہوں ایسے استاد کے کچھ حقوق از روئے آیہ شریفہ وحدیث صحیح سے بیان فرمائیے گا۔

الجواب

عالمگیری میں نیز امام حافظ الدین کردری سے ہے:

قال الزندویستی حق العالم علی الجاھل وحق الاستاذ علی التلمیذ واحد علی السواء وھو ان لایفتتح بالکلام قبلہ ولا یجلس مکانہ وان غاب ولا یرد علی کلامہ ولا یتقدم علیہ فی مشیہ[2]

یعنی فرمایا امام زندویستی نے کہ عالم کا حق جاہل اور استاد کا حق شاگرد پر یکساں ہے اور وہ یہ کہ اس سے پہلے بات نہ کرے اور اس کے بیٹھنے کی جگہ اس کی غیبت (عدم موجودگی) میں بھی نہ بیٹھے اور چلنے میں اس سے آگے نہ بڑھے۔

اسی میں غرائب سے ہے:

ینبغی للرجل ان یراعی حقوق استاذہ

آدمی کو چاہئے کہ اپنے استاذ کے حقوق و آداب کا

---

[1] ردالمحتار کتاب الدعوٰی داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۴۳۷

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الثلاثون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۷۳

Marfat.com

وآدابه لایضن بشیٔ من ماله[1] لحاظ رکھے اپنے مال میں کسی چیز سے اس کے ساتھ بخل نہ کرے یعنی جو کچھ اسے درکار ہو بخوشی خاطر حاضر کرے اور اس کے قبول کر لینے میں اس کا احسان اور اپنی سعادت جانے۔

اسی میں تاتارخانیہ سے ہے :

یقدم حق معلمه علی حق ابویه و سائر المسلمین ویتواضع لمن علمه خیرا و لو حرفا ولاینبغی ان یخذ له ولا یستاثر علیه احدا فان فعل ذلك فقد فصم عروة من عری الاسلام ومن اجلاله ان لا یقرع بابه بل ینتظر خروجه[2] اھ مختصرًا۔

یعنی استاد کے حق کو اپنے ماں باپ اور تمام مسلمانوں کے حق سے مقدم رکھے اور جس نے اسے اچھا علم سکھایا اگرچہ ایک ہی حرف پڑھایا ہو اس کے لئے تواضع کرے اور لائق نہیں کہ کسی وقت اس کی مدد سے باز رہے، اپنے استاد پر کسی کو ترجیح نہ دے، اگر ایسا کرے گا تو اس نے اسلام کی رسیوں سے ایک رسی کھول دی، استاذ کی تعظیم یہ ہے کہ وہ اندر ہو اور یہ حاضر ہو تو اس کے دروازہ پر ہاتھ نہ مارے بلکہ اس کے باہر آنے کا انتظار کرے اھ مختصرًا۔

قال الله تعالٰی ان الذین ینادونك من وراء الحجرات اکثرهم لا یعقلون ولو انهم صبروا حتی تخرج الیهم لکان خیرا لهم والله غفور رحیم[3]۔

(اللہ تعالٰی نے فرمایا) بیشک اے حبیب! جو لوگ حجروں سے باہر کھڑے ہو کر تمہیں بلاتے ہیں ان میں سے اکثر بیوقوف ہیں وہ صبر کرتے حتی کہ تم خود بخود باہر آجاتے تو ان کے لئے بہتر تھا اللہ تعالٰی بخشنے والا مہربان ہے۔ (ت)

عالم دین ہر مسلمان کے حق میں عمومًا اور استاد علم دین اپنے شاگرد کے حق میں خصوصًا نائب حضور پُرنور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے، ہاں اگر کسی خلاف شرع بات کا حکم دے ہرگز نہ کرے۔

لاطاعة لاحد فی معصیة الله تعالٰی[4]۔ اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں ہے (ت)

مگر اس نہ ماننے پر بھی گستاخی و بے ادبی سے پیش نہ آئے فان المنکر لا یزال بمنکر (کیونکہ

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثلاثون فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۷۸
[2] " " " " " " " " ۵/ ۷۹-۳۷۸
[3] القرآن الکریم ۴۹/ ۴ و ۵
[4] مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث الحکم بن عمرو الغفاری المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۶۶

Marfat.com

ناپسندیدہ چیز ناپسند عمل سے زائل نہیں ہوتی۔ ت) نافرمانی احکام کا جواب اسی تقریر سے واضح ہوگیا اس کا وہ حکم کہ خلافِ شرع ہو مستثنیٰ کیا جائے گا بکمال عاجزی و زاری معذرت کرے اور بچے اور اگر اس کا حکم مباحات میں ہے تو حتی الوسع اس کی بجا آوری میں اپنی سعادت جانے اور نافرمانی کا حکم معلوم ہوچکا اس نے اسلام کی گرہوں سے ایک گرہ کھول دی۔ علماء فرماتے ہیں جس سے اس کے استاد کو کسی طرح کی ایذا پہنچے وہ علم کی برکت سے محروم رہے گا اور اگر اس کے احکام واجبات شرعیہ ہیں جب تو ظاہر ہے کہ ان کا لزوم اور زیادہ ہوگیا ان میں اس کی نافرمانی صریح راہِ جہنم ہے، والعیاذ باللہ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۶

چہ می فرمایند علمائے دین اندریں مسئلہ کہ در ضلع ہزارہ از اضلاع پنجاب دستور آنچنانست کہ اہلِ علم وتقویٰ را در مساجد بہر امامت معین می کنند کہ ہم بمسجد نشینند و اذان گویند و امامت نمایند و ہر کہ از طلبۂ علم آید او را درسِ قرآن عظیم و علوم دینیہ دہند و چوں ایشاں را از اشتغال بحوائج خود ہا باز می دارند لاجرم تکفل معیشت آناں می کنند و حسبِ مقدور ہدایا و نذور بخدمت ایشاں می گزارند ہم بریں معمول مردے شریف النسب کبیر السن عالم دین ورع متقی کہ از نسل پاک حضرات سادات ست بمسجدے از زمانہ دراز مقرر و کارہائے مذکورہ بحسنِ انتظام انجام میداد و طلبہ را قرآن و فقہ می آموخت مردے از قوم گوجر کہ دریں دیار از اراذل و اجلاف معدود شوند پیشۂ آبائی ترک گرفتہ راہ تعلم پیش گرفت و بریں سید قرآن خواند و کنز و قدوری وغیرہا کتب دینیہ نیز بازہوائے فلسفہ در سرش

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ ضلع ہزارہ میں رواج ہے کہ اہلِ علم وتقویٰ کو امامت کے لئے مقرر کرتے ہیں وہ مسجد میں رہتے ہیں اذان کہتے ہیں امامت کراتے ہیں اور جو طالب علم آئے اسے قرآن مجید اور علومِ دینیہ پڑھاتے ہیں، چونکہ وہ اپنی ضروریات پورا کرنے کی طرف توجہ نہیں دے سکتے اس لئے لوگ ان کی ضروریات پورا کرنے کا ذمہ لے لیتے ہیں اور حسبِ طاقت ہدیے اور نذرانے ان کی خدمت میں پیش کرتے ہیں اسی طریقے پر ایک شخص شریف النسب، معمر، عالمِ دین، متقی، پرہیزگار جو سادات کی نسل پاک سے ہے مدت سے ایک مسجد میں مقرر تھا اور مذکورہ بالا کام اچھی طرح ادا کرتا تھا۔ طلباء کو قرآن مجید اور فقہ پڑھاتا تھا گوجر قوم (جو لوگ اس علاقہ میں کم مرتبہ شمار کئے جاتے ہیں) کے ایک آدمی نے اپنا آبائی پیشہ ترک کرکے علم حاصل کرنا شروع کردیا اور انہی سید صاحب سے قرآن مجید، کنز و قدوری وغیرہ کتب دینیہ پڑھیں

Marfat.com

جنید و بر بعضے مردمان چیزے از طبیعیات و الٰہیات آناں آنچناں کہ معتمر درس ہندیان ست خواند خود را عالمی کبیر گرفت و باستاذ اول کہ معلم علم دین بود بسر کشیے برآمد و از طمع ادرار معلوم کہ نصیب ائمہ می شود بروئے ثابت شود از منصب امامت برآوردن وخود بجائے او قیام کردن خواست و بر بنائے حرفے چند کہ از علوم فلسفیہ آموختہ است خود را بران فقیہ فضل نہاد و اولی تر بامامت وا نمود حالانکہ زنہار نہ در علم دین ہمسنگ او بود نہ در ورع و تقویٰ ہمرنگ او حتی کہ از حق استاذیش منکر شد و در ابتدای امر قرآن وغیرہ آموختن را وقعی نہ نہاد و موجب حقوق اُستاذی ندانست آیا ایں چنیں کس سزائے امامت است یا نہ، واگر باشد پس اولیٰ بامامت آں سید ست یا ایں کس و بہر حال آیا روا باشد کہ آں پیر فقیہ شریف متقی را بے قصوری از منصب امامت برانداز و اینکس را بجایش مقرر سازند و معلوم ست کہ دریں اضلاع آنچنانکہ منصب امامت موجب اعزاز و کرامت ست ہمچناں در معزولی ازاں تذلیل واہانت اگر کسے بورغلانیدن متصدی ایں کار شد شرعاً خاطی و آثم بود یا نہ؟ بیّنوا توجروا۔

پھر اسے فلسفے کا خبط ہوا تو کچھ لوگوں نے طبعیات و الٰہیات کا ایک حصہ پڑھا جیسے کہ ہندوستان کے مدارس کا طریقہ ہے اور اپنے آپ کو بہت بڑا عالم سمجھنا شروع کر دیا اور جس استاذ نے اسے علمِ دین پڑھایا تھا اس کا مقابلہ شروع کر دیا تھا اور آمدن کے لالچ میں استاد کو برطرف کروا کر خود اس کی جگہ مقرر ہونے کی کوشش شروع کر دی اور فلسفے کے چند مسائل پڑھ لینے کی وجہ سے اس فقیہ پر اپنی فضیلت بگھارنے لگا اور اپنے آپ کو امامت کا زیادہ حقدار دکھانے لگا حالانکہ نہ علمِ دین میں اس کے برابر ہے نہ تقویٰ و پرہیزگاری میں، حتی کہ اس کے حق استاذی کا انکار کر دیا اور ابتداء میں قرآن مجید وغیرہ پڑھنے کو کچھ اہمیت نہ دی اور نہ ہی اس بناء پر اس کے حقِ استاذی کو تسلیم کیا، آیا ایسا شخص امامت کے لائق ہے یا نہیں؟ اور اگر امامت کے لائق ہے تو امامت کے لئے زیادہ بہتر وہ سید صاحب ہیں یا یہ شخص؟ بہرحال کیا جائز ہے کہ اس معمر شریف (سید) فقیہ اور متقی کو بلا وجہ امامت سے ہٹا دیں اور اس کی جگہ اس شخص کو مقرر کر دیں، اور یہ واضح ہے کہ اس علاقے میں جس طرح کسی کو امامت کے لئے مقرر کرنے میں اس کی عزت ہے اسی طرح اسے امامت سے برطرف کرنے میں اس کی توہین اور بے عزتی ہے اگر کوئی شخص بہکانے پر اس کام کے درپے ہو جائے تو شرعاً گنہگار اور مجرم ہوگا یا نہیں؟ بیان فرمائیں اور اللہ تعالٰی سے اجر پائیں۔ (ت)

Marfat.com

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب ہرکرا درکوچۂ علم گزرے وبرفقہ وحدیث نظرے ست روشن تر از سپیدۂ صبح می داند کہ آنکس باین حرکات خودش دادِ ناحفاظیھا داد بوجوہ چند درچند قدم از دائرۂ شرع بیرون نہاد ویکے ناسپاسی استاذ کہ بلائیست ہائل ودائیست قاتل وبرکات علم را مزیل ومبطل والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالٰی سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمودہ است لایشکر اللہ من لایشکر الناس خدائے را شکر نہ کند آنکہ مردمان را سپاس نیارد اخرجہ ابوداؤد والترمذی وصححہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وفرمودہ است صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ ہرکہ مردمان را شکر نہ کرد خدائے عزوجل را سپاس نیاورد اخرجہ احمد فی المسند والترمذی فی الجامع والضیاء فی المختارۃ بسند حسن عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ وعبداللہ بن احمد فی زوائد المسند عن النعمان بن

اے اللہ! حق اور خالص صواب کی ہدایت فرما۔ جسے کوچۂ علم میں گزر اور فقہ وحدیث پر نظر ہے وہ صبح کی سفیدی سے بھی واضح طور پر جانتا ہے کہ اس شخص نے اپنی ان حرکتوں سے نالائقی کا حق ادا کردیا ہے اور بیشمار وجوہ کی بنا پر شریعت کے دائرے سے قدم باہر رکھ چکا ہے؛

اوّلاً استاذ کی ناشکری جو کہ خوفناک بلا اور تباہ کن بیماری ہے اور علم کی برکتوں کو ختم کرنیوالی (خدا کی پناہ)، دوجہان کے سردار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے: وہ آدمی اللہ تعالٰی کا شکر بجا نہیں لاتا جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا (ابوداؤد وترمذی از ابوہریرہ) حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا لم یشکر الناس لم یشکر اللہ جس نے لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کیا اس نے اللہ تعالٰی کا شکر ادا نہیں کیا۔ اس حدیث کو امام احمد نے مسند میں، امام ترمذی نے جامع میں، ضیاء نے المختارہ میں سند حسن کے ساتھ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور عبداللہ بن احمد نے زوائد المسند میں نعمان بن بشیر سے روایت کیا۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی شکر المعروف آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۰۶

جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی الشکر الخ امین کمپنی دہلی ۲/۱۷

[2] " " " " " ۲/۱۷

مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۳/۳۲ و ۴/۲۷۸

Marfat.com

بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، حق عزوجل فرماید
لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان
عذابی لشدید[۱] ہر آئینہ اگر سپاس آرید بیشک
بیفزایم وبیشتر بخشم شمارا و اگر ناسپاسی ورزید
پس بدرستیکہ عذاب من سخت ست و فرمود جلت
عظمتہ ان اللہ لایحب کل مختال فخور[۲]
بدرستیکہ خدائے دوست نمی دارد ہر بسیار
دغل سخت ناسپاس را، و فرمود عزشانہ ھل
نجزی الا الکفور[۳] ما کرا سزا میدہیم و سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم فرمود من اولی معروفا فلم یجد لہ جزاء
الا الثنا فقد شکرہ ومن کتمہ فقد کفر
ہرکہ باوے احسانے کردہ شد واو را عوض نیافت
جز آنکہ برائے محسن ثنائے نیک نمودہ پس بہ تحقیق
کہ سپاس او بجا آورد وہرکہ پوشید پس بدرستیکہ
کافر نعمت شد اخرجہ البخاری فی الادب المفرد
وابوداؤد[۴] فی السنن والترمذی فی الجامع ۱
وابن حبان فی التقاسیم والانواع والمقدسی
فی المختارۃ برواۃ ثقات عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہما ولفظ من اثنی فقد شکر ومن کتم فقد کفر[۵]۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لئن شکرتم لازیدنکم و لئن کفرتم ان عذابی لشدید اگر تم نے شکر ادا کیا تو بے شک میں تمھیں اور زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری اختیار کرو گے تو (جان لو کہ) بیشک میرا عذاب سخت ہے۔ نیز ارشاد فرمایا ان اللہ لایحب کل مختال فخور بے شک اللہ تعالیٰ ہر اترانے والے اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا، یہ بھی فرمایا: ھل نجزی الا الکفور ۝ ہم ناشکرے ہی کو بدلہ دیں گے۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: من اولی معروفا فلم یجد لہ جزاءً الا الثناء فقد شکرہ و من کتمہ فقد کفر جس کے ساتھ نیکی کی گئی وہ سوائے تعریف کے محسن کے لئے کچھ نہ کر سکا تو اس نے اس کا شکریہ ادا کر دیا اور جس نے اس احسان کو چھپایا وہ کافر نعمت (ناشکرا) ہوا۔ (بخاری ادب المفرد)، ابوداؤد، ترمذی، ابن حبان، مقدسی از جابر بن عبد اللہ)

دوم استاذ کے حقوق کا انکار جو کہ

---

[۱] القرآن الکریم ۱۴/۷
[۲] ؍؍ ۳۱/۱۸
[۳] ؍؍ ۳۴/۱۷
[۴] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی شکر المعروف آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۰۷
الترغیب والترہیب الترغیب فی شکر المعروف مصطفی البابی مصر ۲/۷۷
[۵] جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ امین کمپنی دہلی ۲/۲۴

Marfat.com

دوم انکار حقوقش کہ صریح خرق اجماع مسلمین بلکہ کافہ عقلاست وھذا اغیر الکفران فانہ ترک العمل وھذا اجحد الاصل کما لا یخفی وتخصیصش بتلمذ ابتدائے سودش ندہد کہ اجماع مطلق است ودر حدیث مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم آمدہ من لم یشکر القلیل لم یشکر الکثیر[1] ہر کہ اندک را شکر نہ کند بسیار را سپاس نیارد اخرجہ عبداللہ بن الامام فی الزوائد باسناد لاباس بہ والبیہقی فی السنن عن نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہ وللحدیث تتمۃ وھو عند البیہقی اتم واوردہ ابن ابی الدنیا فی اصطناع المعروف مختصرا۔[2]

مسلمانوں بلکہ تمام عقل والوں کے اتفاق کے خلاف ہے، یہ بات ناشکری سے جُدا ہے کیونکہ ناشکری تو یہ ہے کہ احسان کے بدلے کوئی نیکی نہ کی جائے اور انکار یہ ہے کہ سرے سے احسان ہی کو نہ مانا جائے اور یہ کہنا کہ استاذ نے تو مجھے صرف ابتداء میں پڑھایا تھا اس شخص کے لئے کچھ مفید نہیں کیونکہ اس بات پر اتفاق ہے اور حدیث شریف من لم یشکر القلیل لم یشکر الکثیر جس نے تھوڑے احسان کا شکریہ ادا نہیں کیا اس نے زیادہ کا بھی شکر نہیں کیا۔ اس حدیث کو عبداللہ بن امام نے زوائد میں باسناد (اس میں ہرج نہیں) روایت کیا۔ اور امام بیہقی نے سنن میں نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور اس حدیث کا تتمہ ہے کہ امام بیہقی کے نزدیک اتم ہے اسکو ابن ابی الدنیا نے اصطناع المعروف میں مختصر طور پر ذکر کیا ہے۔

سوم آنکہ ایں تحقیر نکوئے واحسان است کہ تعلیم ابتدائی را بجوئے نسنجید ومصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود لاتحقرن من المعروف شیئا ولوان تلقی اخاک لوجہ طلیق[3] زنہار ہیچ نکوئے را خوار مپندار اگرچہ ایں قدر کہ برادر خود را بروئے کشادہ پیش آئی۔ اخرجہ مسلم عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ

سوم اس شخص نے نیکی کو حقیر جانا اور ابتدائی تعلیم کے احسان کی کچھ قدر نہ کی۔ نبی اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، لاتحقرن من المعروف شیئا ولوان تلقی اخاک بوجہ طلیق ہرگز کوئی شخص نیکی کو معمولی نہ سمجھے گو کہ اتنی ہو کہ تو اپنے بھائی کو مسکرا کر ملے۔ اسے مسلم نے ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن نعمان بن بشیر المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۲۷۸ و ۳۷۵

[2] شعب الایمان حدیث ۹۱۱۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۵۱۶

[3] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب استحباب طلاقۃ الوجہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۲۹

Marfat.com

وفرمود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یانساء المسلمات لا تحقرن جارۃ لجارتہا ولو فرسن شاۃ [1] اے زنانِ مسلماناں ہرگز خورد و خوار نہ پندارد ہیچ زن ہمسایہ مرزن ہمسایہ خود را یعنی ہدیہ و تصدق اگرچہ سُم گوسپند باشد اخرجہ الشیخان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ودر حدیث دیگر آمدہ ولو بظلف محرق [2] اگرچہ سم سوختہ بود و تخصیص زناں از بہر آنست کہ سخط و کفران در طبع ایشاں بیشتر از مرداں ست سبحٰن اللہ مگر در ابتدائے کار تعلیم نصوح و تربیت روح کمتر وحقیر تر از سُمِ سوختہ گوسپند ست کہ اورا وقع ندارند و حقے نہ شمارند۔

چہارم آنکہ ایں تحقیر را جست والعیاذ باللہ تعالٰی بسوئے تحقیر قرآن و مختصرات فقہ کہ ہر کہ اینہا آموخت گویا ہیچ نیاموخت العظمۃ للہ اگر کار بالتزام کشیدی خود کفر قطعی بودے حالانکہ نہ ازاں کہ حرام اشد و خبث ابعد باشد نسأل اللہ العفو والعافیۃ علماء فرمودہ اند مردے صالح پسرش را معلمی بمعلومے معین کرد ہمیں کہ فرزند سورۂ فاتحہ آموخت پدر چار ھزار دینار بشکر فرستاد معلم گفت ہنوز چہ دیدہ اندکہ

آپ نے یہ بھی فرمایا: یا نساء المسلمات لا تحقرن جارۃ لجارتہا ولو فرسن شاۃ اے مسلمان عورتو! کوئی عورت بھی اپنی پڑوسن کے ہدیے کو حقیر نہ سمجھے اگرچہ بکری کا سُم ہی کیوں نہ ہو (بخاری ومسلم از ابوہریرہ) ایک اور حدیث میں ہے ولو بظلف محرق اگرچہ جلا ہوا سُم ہی ہو۔ عورتوں کو خاص طور پر اس لئے فرمایا کہ ناپسندیدگی اور ناشکری میں عورتیں مردوں سے بڑھ کر ہوتی ہیں۔ سبحان اللہ! شاید اس شخص نے پُرخلوص ابتدائی تعلیم اور روح کی پرورش کو جلے ہوئے سُم سے بھی حقیر اور کم مرتبہ جانا کہ اسے کچھ اہمیت ہی نہیں دیتا اور نہ ہی اس کا کوئی حق شمار کرتا ہے۔

چہارم خدا کی پناہ استاذ کی ابتدائی تعلیم کو حقیر جاننا قرآن مجید اور فقہ کی مختصر کتابوں کی بے ادبی کی طرف راجع ہے گویا کہ جس نے انھیں پڑھا اس نے کچھ بھی نہیں پڑھا اگر وہ شخص اسے لازم پکڑتا تو معاملہ یقیناً کفر کی حد تک پہنچ جاتا اب بھی یہ بات شدید حرام اور بدترین خبیث ہے۔ ہم اللہ تعالٰی سے عفو وعافیت طلب کرتے ہیں۔ علماء فرماتے ہیں ایک نیک آدمی نے اپنے لڑکے کو ایک استاد کے سپرد کیا ابھی لڑکے نے سورۂ فاتحہ

---

[1] صحیح البخاری کتاب الھبۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۴۹
صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب الحث علی النفاق " " " ۱/۳۳۱
[2] سنن النسائی " باب رد السائل نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۳۵۸

Marfat.com

اینہا بخشیدہ اند پدر گفت زیں باز پسرم را معلم نباشی کہ عظمت قرآن در دل نداری، والعیاذ باللہ سبحٰنہ و تعالٰی۔

پڑھی تھی کہ باپ نے چار ہزار دینار شکریے کے طور پر بھیجے، استاد نے کہا ابھی آپ نے کیا دیکھا ہے کہ اتنی مہربانی فرمائی، باپ نے کہا اس کے بعد میرے لڑکے کو ہرگز نہ پڑھانا کہ تمھارے دل میں قرآن مجید کی عزت ہی نہیں ہے۔ والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالٰی۔

پنجم آنکہ باستاذ بمقابلہ برآمد و اینہم زائد ناسپاسی ست زیراکہ او ترک شکرست و ایں ایتان خلاف الاتری ان من لم یذکر النعمۃ فقد کفرھا کما اثبتنا بالاحادیث ومن قابلھا باساءۃ فقد زاد و ایں در رنگ عقوق باپدرست چراکہ او استاذ را در وزان پدر نہادہ اند لہذا مصطفٰے صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرمودہ انما انا لکم بمنزلۃ الوالد اعلمکم۔ ہمیں ست کہ من شمارا بجائے پدرم علم می آموزم شمارا اخرجہ احمد والدارمی وابوداؤد[۱] و النسائی وابن ماجۃ وابن حبان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بلکہ علماء گفتہ اند حق استاذ را برحق والدین مقدم دارد کہ ازایشاں حیات بدن ست وایں سبب حیات روح ست

پنجم[۵] استاذ کا مقابلہ کرنا یہ بھی ناشکری سے زائد ہے کیونکہ ناشکری تو یہ ہے کہ شکر نہ کیا جائے اور مقابلے کی صورت میں بجائے شکر کے اس کی مخالفت بھی ہے دیکھیے جو شخص احسان کو پیش نظر نہیں رکھتا اس نے احسان کی ناشکری ہے جیسے کہ ہم نے احادیث سے ثابت کیا جس نے احسان کے بدلے برائی کی اس نے تو ناشکری سے بھی بڑا گناہ کیا اور یہ اسی طرح ہے کہ جیسے باپ کی نافرمانی کی جائے کیونکہ استاذ کو باپ کے برابر شمار کیا گیا ہے، اسی لئے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: انما انا لکم بمنزلۃ الوالد اعلمکم میں تمھارے لئے باپ کی حیثیت رکھتا ہوں میں تمھیں علم سکھاتا ہوں۔ اسے امام احمد، دارمی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا۔

---

[۱] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب کراہیۃ استقبال القبلۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳
سنن النسائی باب النہی عن الاکتفاء فی استطابۃ باقل الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۱۶
سنن ابن ماجہ باب الاستنجاء بالحجارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۷

Marfat.com

فی عین العلم یبر الوالدین فالعقوق من
الکبائر ویقدم حق المعلم علی حقهما
فهو سبب حیٰوة الروح[1] اھ ملخصًا
علامہ مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ در تیسیر شرح
جامع صغیر می آرد؎

من علم الناس ذاك خیراب
ذاك ابو الروح لا ابو النطف[2]

وخود پیداست کہ شامت عقوق از کجا تا کجا
ست تا آنکہ مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اورا درجنب اشراک باللہ داشت واز سخت
ترین کبائر انگاشت فقد اخرج الشیخان
والترمذی عن ابی بکرة
رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال
قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم الا انبئکم باکبر
الکبائر ثلثا قلنا بلی یارسول اللہ
قال الاشراك باللہ وعقوق الوالدین[3]
الحدیث، وخود اگر احادیث ایں
باب شمردن گیریم دفتری بالیست

بلکہ علماء فرماتے ہیں کہ استاذ کے حق کو والدین کے
حق پر مقدم رکھنا چاہیے کیونکہ والدین کے ذریعے
بدن کی زندگی ہے اور استاذ روح کی زندگی کا
سبب ہے۔ عین العلم میں ہے: والدین کے
ساتھ نیکی کرنی چاہیے کیونکہ ان کی نافرمانی بہت
بڑا گناہ ہے اور استاذ کے حق کو والدین کے حق
پر مقدم رکھنا چاہیے کیونکہ وہ روح کی زندگی کا
ذریعہ ہے (ملخصًا) علامہ مناوی جامع صغیر کی شرح
تیسیر میں نقل فرماتے ہیں کہ جو شخص لوگوں کو علم سکھائے
وہ بہترین باپ ہے کیونکہ وہ بدن کا نہیں روح
کا باپ ہے ظاہر ہے کہ نافرمانی کی شامت کہاں
تک ہے، حتی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے اسے شرک کے پہلو میں شمار کیا اور بدترین کبیرہ گناہ
خیال فرمایا۔ امام بخاری، مسلم اور ترمذی نے حضرت
ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ
رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں
تمھیں سب سے بڑا گناہ نہ بتادوں؟ یہ بات آپ
نے تین دفعہ فرمائی۔ صحابہ نے عرض کی: فرمائیے۔
آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا

---

[1] عین العلم   الباب الثامن   امرت پریس لاہور   ص ۳۳۳ تا ۳۳۵
[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث انما انا لکم بمنزلۃ الوالد   مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/۳۶۱
[3] صحیح البخاری کتاب الشہادات باب ما قیل فی شہادۃ الزور   قدیمی کتب خانہ کراچی   ۱/۳۶۲
صحیح مسلم   کتاب الایمان   باب الکبائر   " " "   ۱/۶۴
جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ ۲/۱۲، ابواب الشہادات ۲/۵۴   امین کمپنی دہلی

Marfat.com

املا کرد ۔

ششم آنکہ ایں معنے با باق غلام از آقائے خود مانا ست طبرانی از ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت دارد کہ مولائے عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود من عَلَّمَ عبدًا اٰیۃً من کتابِ اللہِ تعالٰی فھو مولاہٗ [1] ہر کہ بندہ را آیتے از کتابِ خدا عزوجل آموخت آقائے او شد، و از امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ تعالٰی می آرند کہ فرمود من علمنی حرفا فقد صیرنی عبدا ان شاء باع وان شاء اعتق [2] ہر کہ مرا حرفے آموخت پس بہ تحقیق مرا بندۂ خود ساخت اگر خواہد فروشد و اگر خواہد آزاد کند، و امام شمس الدین سخاوی در مقاصد حسنہ از امیر المومنین فی الحدیث شعبہ بن الحجاج رحمہ اللہ تعالٰی مے آرد کہ گفت من کتبت عنہ اربعۃ احادیث اوخمسۃ فانا عبدہ حتی اموت [3] ہر کہ از وے چار یا پنج حدیث نوشتم بندہ اش شدم تا آنکہ بمیرم بلکہ در لفظ دگر گفت ماکتبتُ عن احد حدیثا

اور والدین کی نافرمانی کرنا۔ اور اگر اس قسم کی حدیثیں گننا شروع کردی جائیں تو ان کے لئے دفتر درکار ہوگا۔

ششم یہ اسی طرح ہے جس طرح ایک غلام اپنے آقا سے بھاگ جائے، طبرانی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من عَلّمَ عبدًا اٰیۃ من کتاب اللہ تعالٰی فھو مولاہ جس نے کسی آدمی کو قرآن مجید کی ایک آیت پڑھائی وہ اس کا آقا ہے۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں من علمنی حرفا فقد صیرنی عبدًا ان شاء باع وان شاء اعتق جس نے مجھے ایک حرف سکھایا اس نے مجھے اپنا غلام بنا لیا چاہے تو مجھے بیچ دے اور چاہے تو آزاد کردے۔ امام شمس الدین سخاوی حدیث کے امیر المومنین شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ تعالٰی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا من کتبت عنہ اربعۃ احادیث اوخمسۃ فانا عبدہ حتی اموت جس سے میں نے چار یا پانچ حدیثیں لکھیں میں اس کا تاحیات غلام ہوں بلکہ انھوں نے فرمایا ماکتبتُ عن احد حدیثا

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۷۵۲۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/۱۳۲

[2]

[3] المقاصد الحسنۃ تحت حدیث ۱۱۵۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۴۲۱

Marfat.com

الا وکنت له عبدا ما حیی[1] یعنی از ہر کہ یک
حدیث نوشتہ ام مدۃ العمر او را بندہ ام و ایں
احادیث و روایات آں زعم باطل را نیز از بیخ
بر می کند کہ تعلیم ابتدائی را قدرے ندانست
وخود معلوم ست کہ اباق از مولی کبیرہ الیست
عظمی تا آنکہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
آبق را کافر گفتہ است کما رواہ مسلم[2]
عن جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ تعالٰی
عنہ و ناپذیرا شدن نمازش در احادیث
کثیرہ واردست کحدیث مسلم[3] عنہ و
حدیث الترمذی عن ابی امامۃ و
حدیث الطبرانی وابن خزیمۃ وابن حبان
عن جابر وحدیث الحاکم والمعجمین
الاوسط والصغیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی
عنہم کلہم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ
وسلم والسرد یطول۔

ہفتم خود را بر اوستاذ فضل
می نہد وایں خلاف ماموررست اخرج الطبرانی
فی الاوسط وابن عدی فی الکامل عن
ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم تعلموا العلم وتعلموا

الا وکنت له عبدا ما حیی جس سے میں نے
ایک حدیث لکھی میں اس کا عمر بھر غلام رہا ہوں۔
یہ حدیثیں اور روایتیں اس باطل خیال کو
جڑ سے اکھیڑ دیتی ہیں کہ ابتدائی تعلیم کی کیا قدر ہے
اور واضح ہے کہ آقا سے بھاگ جانا بہت بڑا گناہ
ہے حتی کہ سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے
بھاگنے والے غلام کو کافر فرمایا ہے جیسے کہ امام
مسلم نے جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ تعالٰی عنہ
سے روایت کیا بھاگنے والے غلام کی نمازوں
کا نامقبول ہونا بہت سی حدیثوں میں وارد ہے
جیسے کہ امام مسلم نے جریر بن عبد اللہ سے امام
ترمذی نے ابوامامہ سے طبرانی، ابن خزیمہ اور
ابن حبان نے حضرت جابر سے حاکم معجم اوسط اور
معجم صغیر نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے نبی اکرم
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی تمام روایات
کے نقل کرنے سے طوالت پیدا ہوگی۔

ہفتم اپنے آپ کو استاذ سے افضل
قرار دینا ہے اور یہ خلاف مامور ہے طبرانی نے
اوسط میں اور ابن عدی نے کامل میں ابوہریرۃ
رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ نبی اکرم
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں تعلموا العلم وتعلموا

---

[1] المقاصد الحسنۃ تحت حدیث ۱۱۵۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۴۲۱
[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب تسمیۃ العبد الآبق کافرًا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۸
[3] " " " " " " " " " ۱/ ۵۸

Marfat.com

للعلم السکینة والوقار وتواضعوا لمن
تعلمون منه[1] علم آموزید وبہر علم سکون و
مہابت آموزید وپیش اوستاذ کہ شمارا تعلیم کردہ
است تواضع وفروتنی ورزید بخردانِ سعادتمند
اگر براوستاذ چربند ہم از برکت وفیض اوستاذ
دانند وبیشتر ازپیشتر روئے برخاک پایش مالند،
ع کاخرای بادصبا ایں ہمہ آوردۂ تست
وبیخرداں شریرداد ندچوں سرپنجہ توانائی یابند
برپدر پیر بسرہنگی شتابند وسرازخط فرمانش
تابند زود بینی کہ چوں بہ پیری رسند کیفر کفران
ازدست خود چشند کما تدین تدان و لعذاب
الاخرۃ اشد وابقی۔

للعلم السکینة والوقار وتواضعوا لمن
تعلمون منه علم سیکھو اور علم کے لئے ادب و
احترام سیکھو، جس استاذ نے تجھے علم سکھایا ہے
اس کے سامنے عاجزی اور انکساری اختیار کرو
عقلمند اور سعادت مند اگر استاذ سے بڑھ بھی
جائیں تو اسے استاذ کا فیض اور اس کی برکت
سمجھتے ہیں اور پہلے سے بھی زیادہ استاذ کے
پاؤں کی مٹی پر سر ملتے ہیں ع
آخر اے باد صبا! سب تیرا ہی احسان ہے
بے عقل اور شریر اور ناسمجھ جب طاقت و توانائی
حاصل کرلیتے ہیں تو بوڑھے باپ پر ہی زور آزمائی
کرتے ہیں اور اس کے حکم کی خلاف ورزی اختیار
کرتے ہیں جلد نظر آجائے گا کہ جب خود بوڑھے ہوں گے تو اپنے کئے ہوئے کی جزا اپنے ہاتھ سے
چکھیں گے، جیسا کرو گے ویسا بھرو گے، اور آخرت کا عذاب سخت اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔

ہشتم آنکہ علماء فرمودہ اند
ازحق اوستاذ برشاگرد آنست کہ برفراشِ او
نہ نشیند اگرچہ اوستاذ حاضر نہ باشد، ف
ردالمحتار حاشیة الدر المختار عن منح الغفار عن
الفتاوی البزازیة عن الامام الزندویستی
قال حق العالم علی الجاھل وحق الاستاذ
علی التلمیذ واحد علی السواء وھو ان لا یفتتح
الکلام قبله ولا یجلس مکانه وان غاب

ہشتم علماء فرماتے ہیں کہ استاذ کا
شاگرد پر یہ بھی حق ہے کہ استاذ کے بستر پر
نہ بیٹھے اگرچہ استاذ موجود نہ ہو، درمختار کے حاشیے
ردالمحتار میں منح الغفار سے انہوں نے فتاوی
بزازیہ سے انہوں نے امام زندویستی سے نقل
کیا کہ عالم کا حق جاہل پر اور استاذ کا حق شاگرد
پر برابر ہے کہ اس سے پہلے بات نہ کرے
اس کی جگہ نہ بیٹھے اگرچہ وہ موجود نہ ہو اور اسکی

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۶۱۸۰ مکتبۃ المعارف ریاض ۷/۱۰۵
الکامل لابن عدی ترجمہ عباد بن کثیر الثقفی دار الفکر بیروت ۴/۱۶۴۲

Marfat.com

ولا یرد علیہ کلامہ ولا یتقدم علیہ فی مشیہ[1] پس چگونہ روا باشد کہ اوستاذ را بزور از منصبش افگنند و خود بجایش بر آمدہ لافہا زنند حالانکہ از مجلس تا معاش و از منصب تا فراش فرقے کہ ہست پیداست۔

بات کو رد نہ کرے اور چلنے میں اس سے آگے نہ ہو، لہذا کس طرح جائز ہو گا کہ استاذ کو طاقت کے ذریعے اس کے مرتبے سے گرا کر خود اس کی جگہ بیٹھا جائے اور لافیں ماری جائیں حالانکہ بیٹھنے کی جگہ اور معاش میں اسی طرح بستر اور مرتبے میں واضح فرق ہے (یعنی جب استاذ کی جگہ اور اس کے بستر پر بیٹھنا نہیں چاہئے تو اس کے ذریعۂ معاش اور مرتبے کو چھیننا کس طرح درست ہو گا)

نہم ہمچنیں فرمودہ اند کہ تلمیذ را در رفتن و سخن گفتن بر اوستاذ تقدم و سبقت نمی رسد کما سمعت آنفا پس چساں گوارا آید کہ او را بالجبر پستر نمایند و خود پیشی و بیشی گرفتہ بر منصۂ امامت بر آیند۔

نہم[9] اسی طرح علماء نے فرمایا ہے کہ شاگرد کو بات کرنے اور چلنے میں استاذ سے آگے نہیں بڑھنا چاہئے جیسے کہ ابھی گزرا، پھر یہ کس طرح درست ہو گا کہ اوستاذ کو مجبور کرکے پیچھے ہٹا دیا جائے اور خود منصبِ امامت سنبھال لیا جائے۔

دہم آنکہ سید موصوف گو اوستاذ ایں کس مباش اما آخر مسلمانیست و ایں کار کہ فلاں خواست بالبداہت موجب ایذائے اوست و ایذائے مسلم بے وجہ شرعی حرام قطعی قال اللہ تعالیٰ والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنٰت بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا و اثما مبینا[2] آنانکہ آزار دہند مردان مومن و زنان مومنہ را بے جرم پس بہ تحقیق کہ

دہم[10] سید موصوف اگرچہ اس شخص کے استاذ نہ ہوں آخر مسلمان تو ہیں اور یہ کام جو اس شخص نے اختیار کیا ہے واضح ہے اس میں سید صاحب کی تکلیف ہے اور مسلمان کو بغیر کسی شرعی وجہ کے تکلیف دینا قطعی حرام ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنٰت بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا و اثما مبینا ۝ وہ لوگ جو ایذا دام ردوں

---

[1] ردالمحتار مسائل شتّیٰ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۵۸۱

[2] القرآن الکریم ۳۳/۵۷

Marfat.com

بہتان وگناہ آشکارا بر خود بر داشتند، سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماید من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ ہر کہ مسلمانے را آزار داد مرا اذیت رسانید و ہر کہ مرا اذیت رساند حق تعالےٰ را ایذا کرد، لے وہر کہ او سبحانہ را ایذا کرد پس سرانجام ست کہ بگیرد او را اخرجہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن، وامام اجل رافعی از سیدنا علی کرم اللہ وجہہ روایت کرد مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمود لیس منا من غش مسلما او ضرہ او ماکرہ لے از گروہِ ما نیست آنکہ بدغابدی مسلمانے خواہد یا باو ضررے رساند یا با وے بمکر پیش آید و احادیث دریں باب بسیار است بحیث لا مطمع فی الاستقصاء۔

اور عورتوں کو بغیر کسی جرم کے تکلیف دیتے ہیں بے شک انھوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے ذمّے لے لیا۔ سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ جس نے مسلمان کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی یعنی جس نے اللہ تعالےٰ کو تکلیف دی بالآخر اللہ تعالیٰ اسے عذاب میں گرفتار فرمائے گا۔ طبرانی نے اوسط میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند حسن روایت کیا۔ وامام اجل رافعی نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا ولیس منا من غش مسلما او ضرہ اوماکرہ یعنی وہ شخص ہمارے گروہ میں سے نہیں ہے جو مسلمان کو دھوکا دے یا تکلیف پہنچائے یا اسکے ساتھ مکر کرے، اس بارے میں بیشمار حدیثیں ہیں۔

یازدھم آنکہ ایں معنی موجب تذلیل آں مسلمان ست کما بیّن السائل ومصطفےٰ فرمود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اذل عندہ مؤمن فلم ینصرہ وھو یقدر علی ان ینصرہ اذلہ اللہ علی رؤس الاشھاد یوم القیٰمۃ یعنی ہر کہ پیش او

یازدھم[۱۱] یہ بات اس مسلمان کی بے عزتی کا سبب ہے جیسے کہ سوال کرنے والے نے بیان کیا اور نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا: من اذل عندہ مؤمن فلم ینصرہ وھو یقدر علی ان ینصرہ اذلہ اللہ علی رؤس الاشھاد یوم القیامۃ یعنی جس شخص کے

لے المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/۳۷۳

سے التدوین فی اجناد قزوین باب الشین زیارات حرف ش بیروت ۴/۸۷

Marfat.com

تذلل مسلمانے کردہ شود واو باوصف قدرت قیام
بنصرت ننماید حق جل وعلا او را روز قیامت برملا
ذلیل و رسوا فرماید اخرجہ الامام احمد[1]
عن سہل بن حنیف رضی اللہ تعالی
عنہ باسناد حسن العظمۃ للہ چوں سکوت بر تذلیل
مسلم باعث چنیں عذاب مولم ست قیاس می باید کرد
کہ خود بہ تذلیلش پرداختن و در وجہ اعزازی کہ
او را پیش مسلماناں ست بے وجہ رخنہ انداختن
چہ قدر موجب عتاب وغضب رب الارباب باشد
والعیاذ باللہ۔

سامنے کسی مسلمان کی بے عزتی کی جائے اور طاقت
کے باوجود اس کی امداد نہ کرے تو قیامت کے
دن اللہ تعالیٰ اسے برملا ذلیل و رسوا کرے گا۔
اسے امام احمد نے سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا۔ تمام عظمتیں
اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ اندازہ کیا جا سکتا ہے
کہ مسلمان کی بے عزتی کو دیکھ کر خاموش رہنا ایسے
عذاب کا باعث ہے تو خود اسے ذلیل کرنے کے
درپے ہونا اور جس مرتبہ کی وجہ سے اسے مسلمانوں
کے نزدیک عزت حاصل ہو اس میں رخنہ اندازی
کی کوشش کرنا کس قدر عذاب اور اللہ تعالیٰ کے غضب کا سبب ہوگا۔

دوازدہم آنکہ شناعت حسد خود
نہ چنانست کہ محتاج بیان ست واگر ہیچ نبودے
جز آنکہ مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرمودہ است
لا یجتمع فی جوف عبد الایمان والحسد ۱
بہم نشود در دل بندہ ایمان وحسد اخرجہ
ابن حبان فی صحیحہ[2] ومن طریقہ البیہقی[3]
عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ
و فرمودہ است صلی اللہ تعالی علیہ وسلم
ایاکم والحسد فان الحسد یاکل
الحسنات کما تاکل النار الحطب او قال

دوازدہم[12] حسد (یہ کوشش کرنا کہ
کسی کا مرتبہ چھن جائے) کی برائی محتاج بیان
نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے
ہیں: لا یجتمع فی جوف عبد الایمان و
الحسد آدمی کے دل میں ایمان اور حسد جمع نہیں
ہوتے۔ اسے ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور
بیہقی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
روایت کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
فرمایا: ایاکم والحسد فان الحسد یاکل
الحسنات کما تاکل النار الحطب و قال

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن سہل بن حنیف المکتب الاسلامی بیروت ۳/۴۸۷
[2] موارد الظمآن کتاب الجہاد حدیث ۱۵۹۷ المطبعۃ السلفیہ ص ۳۸۵
[3] شعب الایمان حدیث ۶۶۰۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵/۲۶۶

Marfat.com

العشب دور باشید از حسد کہ حسد می خورد حسنات را چنانکہ میخورد آتش ہیزم را یا فرمود گیاہ را۔[1] اخرجہ ابوداؤد والبیہقی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وابن ماجۃ وغیرہ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولفظہ الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب[2] الحدیث ودر مسند الفردوس از معٰویہ بن حیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرویست کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمود الحسد یفسد الایمان کما یفسد الصبر العسل[3] حسد تباہ می کند ایمان را چنانکہ تباہ میکند صَبِر شہد را، وصَبِر بفتح صاد کسر با عصارۂ درختیست بہ تلخی معروف باز حسد نیست جز آنکہ از کسے زوال نعمتی خواہند کما عرفہ بذلک العلماء پس بخودی خود قیام بازالۂ آں نمودن پیدا ست کہ وبال ونکالش تا بجا رسیدنی ست۔

سیزدھم آنکہ شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بکمال رحمت وعنایتے کہ بر حال مسلمانان دارد روا نداشتہ است کہ خطبہ بر خطبۂ مسلمانے کنند یا سوم بر سوم وے نمایند

العشب حسد سے دُور رہو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ ایندھن کو، یا فرمایا گھاس کو کھا جاتی ہے (ابوداؤد و بیہقی از ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ابن ماجہ وغیرہ از انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما) مسند الفردوس میں معاویہ ابن حیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، الحسد یفسد الایمان کما یفسد الصبر العسل حسد ایمان کو اسی طرح تباہ کر دیتا ہے جس طرح صَبِر شہد کو تباہ کر دیتا ہے۔ صَبِر، صاد پر فتحہ اور با کے نیچے کسرہ ایک درخت کا انتہائی کڑوا نچوڑ ہے پھر حسد اسے کہتے ہیں کہ کسی کی نعمت کے چھن جانے کی آرزو کی جائے جیسے کہ علماء نے حسد کی تعریف کی ہے، پھر کسی کی نعمت کو ختم کر کے خود اس کی جگہ پہنچنے کی خواہش کا وبال کہاں تک ہوگا۔

سیزدھم[13] نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مسلمانوں کے ساتھ بے حد شفقت ہے اس کے باوجود آپ نے اس بات کو جائز نہ رکھا کہ ایک مسلمان نے کسی عورت کو نکاح کا پیغام

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی الحسد آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۱۶
شعب الایمان حدیث ۶۶۰۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵/۲۶۶

[2] سنن ابن ماجہ ابواب الزہد باب الحسد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۰

[3] کشف الخفاء بحوالہ الدیلمی عن معاویۃ بن حیدۃ حدیث ۱۱۲۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۳۱۴

Marfat.com

اخرج الائمة احمد والشیخان عن ابی هریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لایخطب الرجل علیٰ خطبة اخیہ ولا یسوم علی سومہ[1] وفی الباب عن عقبة بن عامر وعن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم یعنی یکے می خرد وبائع ومشتری بر چیزے تراضی کردہ اند دیگرے آید و بہا افزاید وخود ببرد یا یکے مرد زنے را خواستگاری کردہ است و رائے بر تزویج قرار گرفتہ دیگرے برخیزد و سببے انگیزد و مخطوبہ او را بحبالہ خود کشید ایں ہمہ ممنوع و ناروا است حالانکہ دریں صورتہا محض قرار داد ست نہ حصول پس چساں حلال باشد کہ بر مسلمانے دست تعدی دراز نمایند واز وے نعمت موجودہ حاصلہ بربایند ایں خود ستم صریح است و مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمود الظلم ظلمة یوم القیٰمة[2] ستم تاریکیہا ست روز قیامت اخرجہ البخاری ومسلم

دے رکھا ہو تو دوسرا بھی دے دے یا ایک آدمی سودا کر رہا ہو دوسرا بھی سودا کرنے لگ جائے (امام احمد، بخاری ومسلم از ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لایخطب الرجل علی خطبة اخیہ ولا یسوم علی سومہ اس سلسلہ میں عقبہ بن عامر اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایت ہے یعنی ایک آدمی کوئی چیز خرید رہا ہے خریدار اور فروخت کنندہ دونوں راضی ہو چکے ہیں ایک اور آدمی زیادہ قیمت دے کر وہ چیز لے جاتا ہے، یا ایک مرد نے کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے رکھا ہے اور دونوں رضامند ہو چکے ہیں ایک اور آدمی کسی طریقے سے اس عورت کے ساتھ نکاح کرلیتا ہے یہ سب ناجائز اور ممنوع ہے حالانکہ ان صورتوں میں صرف رضامندی تھی کچھ حاصل نہ ہوا تھا، جب یہ ناجائز ہے تو یہ کس طرح جائز ہوگا کہ کسی کو ایک نعمت حاصل ہو اور اس پر زیادتی کرکے اس نعمت کو چھین لیا جائے، یہ صریح ظلم ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ

---

[1] صحیح البخاری کتاب البیوع ۱/ ۲۸۷ و کتاب الشروط ۱/ ۳۷۶ قدیمی کتب خانہ کراچی
صحیح مسلم کتاب النکاح باب تحریم الجمع بین المرأة وعمتہا " " " ۱/ ۴۵۳
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرة المکتب الاسلامیة ۲/ ۵۰۸ و ۵۲۹

[2] صحیح البخاری ابواب المظالم باب الظلم ظلمات یوم القیٰمة قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۳۱
جامع الترمذی ابواب البر والصلة باب ما جاء فی الظلم امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۴

Marfat.com

والترمذی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وبسندہ است قولِ او سبحنہ وتعالیٰ الا لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین[1] - والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

علیہ وسلم فرماتے ہیں: الظلم ظلمٰت یوم القیٰمۃ ظلم قیامت کے روز کئی اندھیروں کے برابر ہوگا (بخاری، مسلم، ترمذی از ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کافی ہے الا لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین ظالموں پر خدا کی لعنت۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

چہاردھم آنکہ این مسلمان کہ باوے این چنیں بدیہا میرود بالخصوص پیرو کبیر السن ست وسید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرمود لیس منّا من لم یرحم صغیرنا ویعرف شرف کبیرنا از ما نیست ہرکہ مہر نکند بر خورد ما و بزرگی نشناسد بہر کلاں ما اخرجہ احمد والترمذی والحاکم عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند حسن بل صحیح وفرمود صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیس منّا من لم یرحم صغیرنا ولم یؤقر کبیرنا یعنی بر روش ما نیست ہرکہ بر خورداں رحم و مر پیراں را توقیر نکند اخرجہ الاولان

چہاردھم[14] خاص طور پر یہ برائیاں جس مسلمان کے ساتھ کی جا رہی ہیں بوڑھا اور معمّر ہے، سیّد عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لیس منّا من لم یرحم صغیرنا ویعرف شرف کبیرنا وہ ہم میں سے نہیں جو بچّوں پر مہربانی نہیں کرتا اور بزرگوں کی عزت کو نہیں پہچانتا (امام احمد، ترمذی، حاکم از عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالےٰ عنہما) یہ بھی فرمایا: لیس منّا من لم یرحم صغیرنا ولم یؤقر کبیرنا وہ شخص ہمارے طریقے پر نہیں جو بچوں پر مہربانی نہیں کرتا اور بڑوں کی عزت نہیں کرتا (امام احمد، ترمذی،

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/۱۸

[2] مسند احمد بن حنبل عن عمرو بن العاص المکتب الاسلامی بیروت ۲/۱۸۵ و ۲۲۲
جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی رحمۃ الصبیان قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۴
المستدرک للحاکم کتاب الایمان دار الفکر بیروت ۱/۶۲

Marfat.com

وابن حبان عن ابن عباس[۱] رضی اللہ تعالیٰ
عنهما واسناده حسن وبنحوه للطبرانی فی
المعجم الکبیر عن واثلة بن الاسقع
رضی اللہ عنه وفرمود صلی اللہ تعالیٰ علیه
وسلم لیس منّا من لم یرحم صغیرنا ولم
یعرف حق کبیرنا ولیس منّا من غشنا
ولا یکون المؤمن مؤمنا حتی یحب
للمؤمنین ما یحب لنفسه یعنی از ما نیست
هرکه برخوردسالاں شفقت ومرسال خورداں
راحق نشناسد ونه آنکه مومناں را خیانت
کند ومسلماں مسلماں نمی شود تا آنکه همه مومنین
راهماں خواهد که از بهر جانِ خود میخواهد[۲] اخرجه
الطبرانی فی الکبیر عن ضمیرة رضی اللہ تعالیٰ
عنه باسناد فرمود صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم
ان من اجلال اللہ تعالیٰ اکرام الشیبة
المسلم الحدیث، از تعظیم خداست بزرگ داشتن ۱
مسلمان سپید موی اخرجه ابوداؤد[۳] عن
ابی موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنه۔

وابن حبان از ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
وطبرانی از واثلہ بن الاسقع رضی اللہ تعالےٰ
عنہ) یہ بھی فرمایا: لیس منّا من لم یرحم
صغیرنا ولم یعرف حق کبیرنا
ولیس منّا من غشنا ولا یکون
المؤمن مؤمنا حتی یحب المؤمنین
ما یحب لنفسہ وہ ہم میں سے نہیں جو بچّوں
پر شفقت نہیں کرتا اور بڑوں کا حق نہیں پہچانتا
اور وہ شخص جو مومنوں کے ساتھ خیانت کرتا ہے
اور آدمی اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب
تک دوسروں کے لئے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے
لئے پسند کرتا ہے (طبرانی از ضمیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
نبی اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ان
من اجلال اللہ تعالیٰ اکرام ذی الشیبة
المسلم اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں سے یہ بھی ہے کہ
سفید بالوں والے مسلمان کی عزت کی جائے۔
(ابوداؤد از ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

پانزدهم آنکه آں پیر بالتخصیص علم دینی دارد وباعلما بد بودن وبدی نمودن

پانزدہم ۱۵ وہ معمر بالخصوص علم دین سے بہرہ ور ہے اور علماء کے ساتھ بُرا ہونا اور اُنکے

---

۱ جامع الترمذی ابواب البر والصلة باب ماجاء فی رحمة الصبیان امین کمپنی دہلی ۲/۱۴
مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۵۷
المعجم الکبیر حدیث ۱۲۲۷۵ المکتبة الفیصلیة بیروت ۱۱/۴۴۹
۲ " عن ضمرة بن ابی ضمرة حدیث ۸۱۵۳ " " " ۸/۳۶۸
۳ سنن ابی داؤد کتاب الادب باب تنزیل الناس منازلهم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۰۹

Marfat.com

نچنداں بدست کہ بگفتن آید، سرورِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماید لیس من امتی من لم یجل کبیرنا ویرحم صغیرنا ویعرف لعالمنا حقہ از امت من نیست آنکہ تعظیم نکند بزرگ مارا وشفقت ننماید خورد مارا وحق نشناسد عالم مارا اخرجہ احمد[1] فی المسند والحاکم فی المستدرک والطبرانی فی الکبیر عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن، وفرمود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثلثۃ لایستخف بحقھم الا منافق ذو الشیبۃ فی الاسلام و ذو العلم و امام متقسط سہ کساند کہ سبک نگیرد حق ایشاں را مگر منافق یکے آنکہ در اسلام مویش سپید شد، دوم عالم، سوم پادشاہ عادل اخرجہ الطبرانی[2] عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بطریق حسنہا الترمذی لغیر ھذا المتن۔

شانزدھم آنکہ ایں ذی علم بالخصوص سید ست وتعظیم ایں نسل طاہر و نسب فاخر از اہم واجبات وایذائے آناں و بدخواہی ایشاں از اشد موبقات در حدیث ابو الشیخ

ساتھ بُرائی کرنا اتنا بُرا ہے کہ بیان نہیں کیا جاسکتا سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لیس من امتی من لم یجل کبیرنا ویرحم صغیرنا ویعرف لعالنا حقہ وہ شخص میری اُمت میں سے نہیں جو ہمارے بڑے کی تعظیم نہیں کرتا اور ہمارے بچے پر مہربانی نہیں کرتا اور ہمارے عالم کا حق نہیں پہچانتا (امام احمد، حاکم، طبرانی فی الکبیر از عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نبی اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ثلثۃ لایستخف بحقھم الا منافق ذو الشیبۃ فی الاسلام و ذو العلم و امام متقسط تین شخص ہیں جن کے حق کو صرف منافق خفیف سمجھتا ہے (۱) وہ مسلمان جس کے بال سفید ہو چکے ہوں (۲) عالم (۳) عادل بادشاہ (طبرانی نے اس حدیث کو ایسی سند سے روایت کیا جسے امام ترمذی نے ایک اور حدیث روایت کرتے ہوئے حسن قرار دیا)

شانزدھم[16] بالخصوص وہ عالم سید ہیں اور ان کی دشمنی سخت ہلاکت کا سبب ہے ابوالشیخ ابن حبان اور دیلمی کی روایت ہے من لم یعرف حق عترتی والانصار

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عبادہ بن الصامت المکتب الاسلامی بیروت ۵/۳۲۳
الترغیب والترہیب بحوالہ احمد والطبرانی والحاکم الترغیب فی اکرام العلماء مصطفی البابی مصر ۱/۱۱۴
[2] المعجم الکبیر عن ابی امامۃ حدیث ۷۸۱۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/۲۳۸

Marfat.com

ابن حبان و دیلمی آمده سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود من لم یعرف حق عترتی و الانصار والعرب فھو لاحدی ثلٰث اما منافق واما ولد زانیۃ واما امرؤ حملت بہ امہ لغیر طھر[1] ہر کہ نشناسد حق آل من وحق انصار واہل عرب آن بہر یکے از سہ وجہ است یا منافق ست یا بچہ زنا یا مردی کہ مادرش باو در ایام بے نیازی بارور شدہ است واخرج ابن عساکر وابونعیم عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ ایضا یرفعہ الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اذی شعرۃ منی فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ[2] زاد ابونعیم فعلیہ لعنۃ اللہ ملء السماء وملء الارض[3] یعنی سید عالم فرمود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر کہ از من موئی (یعنی ادنٰی متعلق) را ایذا داد پس بتحقیق مرا آزار رسانید و ہر کہ مرا آزار رسانید پس بدرستی کہ حق عزوجل را اذیت کرد پس برو نفرین خداست بپری آسمان و بپری زمین واحادیث در جلال عترت طاھرہ وتاکید حقوق آنہا خیمہ بسر حد تواتر زدہ است ، و

والعرب فھو لاحدی ثلث اما منافق و اما ولد زانیۃ واما امرؤ حملت امہ فی غیر طھر جو شخص میری آل، انصار اور اہل عرب کا حق نہیں پہچانا وہ یا تو منافق ہے یا حرامزادہ یا اس عورت کا بچہ ہے جو بے نمازی کے دنوں میں حاملہ ہوئی ہو۔

ابن عساکر اور ابونعیم نے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ نبی اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں من اذی شعرۃ منی فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ، زاد ابونعیم فعلیہ لعنۃ اللہ ملء السماء والارض یعنی سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے میرے ایک بال (یعنی معمولی سا تعلق رکھنے والے) کو تکلیف دی بے شک اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ کو تکلیف دی اس پر زمین وآسمان کے بھرنے کے برابر خدا کی لعنت ، آل پاک کی عترت اور انکے حقوق کی تاکید کے متعلق حدیثیں حدِ تواتر کو

---

[1] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۵۹۵۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۶۲۶
[2] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن علی بن ابی طالب حدیث ۳۴۱۵۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۹۵
[3] بحوالہ کر و ابن المغفل حدیث ۳۵۳۵۲ " " " " ۱۲/ ۳۴۹

Marfat.com

باللہ التوفیق۔

ھفدھم آنکہ چوں سید موصوف حسبِ تصریح سائل ہم بعلم وہم بتقویٰ وہم بسن وہم بنسب اجل و افضل ست مستحق بکرامت امامت و تعظیم تقدیم ہموں است کہ ایں ہر چہار از وجوہ احقیت ست کما صرح بہ فی تنویر الابصار وغیرہ عامۃ الاسفار پس منازعتش باوے صراحۃ برخلاف حکمِ شرع ست ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ[1]

پہنچی ہوئی ہیں وباللہ التوفیق۔

ھفدھم[17] جب سید صاحب موصوف سائل کے کہنے کے مطابق علم وتقویٰ عمر اور نسب میں اعلیٰ اور افضل ہیں تو وہی امامت کی عزت وتعظیم کے لائق ہے اور یہ چاروں باتیں امامت کے زیادہ حقدار ہونے کا سبب ہیں جیسے کہ تنویر الابصار وغیرہ فقہ کی بڑی بڑی کتابوں میں تصریح ہے پس ایسے شخص کے ساتھ جھگڑا شریعت کے حکم کے خلاف ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی قائم کی ہوئی حدوں سے پھاند گیا اس نے اپنے اوپر ظلم کیا۔

ھژدھم آنکہ ایں کس میخواہد کہ علم خود را ذریعہ تحصیلِ دنیا کند و در حدیثِ مصطفیٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم آمدہ است من اکل بالعلم طمس اللہ علی وجہہ وردہ علی عقبیہ وکانت النار اولیٰ بہ یعنی ہرکہ علم را ذریعہ جلبِ مال نماید حق عزوجل روئے اُورا مسخ فرماید و اُورا بر ہر دو پاشنہ اش، باز گرداند و آتشِ دوزخ باو سزاوار تر باشد اخرجہ الشیرازی[2] فی الالقاب عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و در حدیثِ دیگرست کہ فرمود صلی اللہ

ھژدھم[18] یہ شخص چاہتا ہے کہ اپنے علم کو دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ بنائے۔ نبی اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی حدیث شریف میں ہے: من اکل بالعلم طمس اللہ وجہہ وردہ علی عقبیہ وکانت النار اولیٰ بہ جو شخص علم کو دنیا کمانے کا ذریعہ بناتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو بگاڑ دے گا اور اسے اسکی ایڑیوں پر واپس لوٹا دے گا اور دوزخ کی آگ اس کے زیادہ لائق ہے (شیرازی نے القاب میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی) دوسری حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/۱

[2] کنز العمال بحوالہ الشیرازی فی الالقاب حدیث ۲۹۰۳۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۱۹۶

Marfat.com

تعالیٰ علیہ وسلم ومن ازداد علما و لم یزدد
فی الدنیا زھدا لم یزدد من اللہ الا
بعدا ہر کہ در علم افزود و در دنیا بے رغبتی
نیفزود از خدا نیفزود مگر دوری اخرجہ
الدیلمی[1] عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و
احادیث دریں باب بسیار است۔

نوزدھم آنکہ حرفے چند از فلسفہ
مزخرفہ آموختن و اندک فضلۂ از کفار سفسطہ
بگدیہ اندوختن پیش او گرامی کار لیست بدیع و
ملیع باعثِ فخر و شرف رفیع کہ بربنایش خود را
ازاں سید فقیہ افضل و اولیٰ تر بامامت
می انگارد حالانکہ ایں علوم فلاسفہ اعنی طبیعیات
و الٰہیات آنہا کہ مملو و مشحون ست از ضلالاتِ
شنیعہ و بطالاتِ فظیعہ تا آنکہ در دے انبارہا
ست از کفر و شرک و انکار ضروریاتِ دین و
خروارہا از مضادّت قرآن و محادّت فرمان انبیاء
و مرسلین صلوات اللہ و سلامہ علیہم اجمعین،
و قد فصّلنا بعضھا عنقریب فی رسالتنا
سمّیناھا "مقامع الحدید علی خد المنطق
الجدید" اقمنا فیھا الطامۃ الکبریٰ
علی المتھورین من متفلسفی
الزمان و باللہ التوفیق و

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: من ازداد علما
ولم یزدد فی الدنیا زھدا لم یزدد
من اللہ الا بعدا جس شخص نے علم زیادہ حاصل
کیا لیکن دُنیا سے بے رغبتی زیادہ نہ ہوئی اسے
اللہ تعالیٰ سے دُوری کے سوا کچھ نہ ملا (دیلمی
از حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ) اس بارے
میں بے شمار حدیثیں وارد ہیں۔

نوزدھم[19] وہ شخص جس کے نزدیک
ملمع شدہ فلسفہ سیکھنا اور کافروں کی بیہودگی
کے باقیماندہ حصے کو گداگری کے ذریعے جمع کرنا
بہت بڑا کام ہے اور فخر و ناز کا باعث ہے
جس کی بنا پر اپنے آپ کو اس سید فقیہ سے
امامت کے زیادہ لائق سمجھتا ہے حالانکہ فلسفیوں
کے یہ علوم یعنی طبیعیات اور الٰہیات جو بدترین
گمراہیوں سے پُر ہیں حتی کہ ان میں کفر و شرک
اور ضرورت دین کے انکار کے ڈھیر لگے ہوئے
ہیں اور بہت سی باتیں قرآن مجید اور انبیاء و
مرسلین کے ارشادات کے مخالف ہیں جیسا
کہ ہم نے بعض باتوں کی تفصیل اپنے رسالے
مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید (جدید
منطق کے منہ پر لوہے کے گرز) میں کی ہے
ہم نے اس میں اس زمانے کے فلسفے کے
دعویداروں پر قیامت قائم کر دی ہے ان

---

[1] الفردوس بماثور الخطاب عن علی حدیث ۵۸۸۷ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۶۰۲

Marfat.com

علیہ التکلان قطعاً از علوم محرمہ است فی الدر المختار اعلم ان تعلم العلم یکون فرض عین (الی ان قال) وحراما وھو علم الفلسفۃ والشعبدۃ والتنجیم والرمل وعلوم الطبائعین والسحر[1] وعلامہ زین بن نجیم مصری رحمہ اللہ تعالٰی در اشباہ والنظائر فرماید العلم قد یکون حراما وھو علم الفلسفۃ الخ[2]، علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالٰی در فتاوٰی خودش فرمود وما کان منہ (ای من الطبیعی) علی طریق الفلاسفۃ حرام[3] وبہدران ست اما الاشتغال بالفلسفۃ والمنطق فقد افتی بتحریمہ ابن الصلاح وشنع علی المشتغل بھما واطال فی ذلك ویجب علی الامام اخراج اھلھما من مدارس الاسلام وسجنھم وکف شرھم قال وان زعم انہ غیر معتقد لعقائدھم فان حالہ یکذبہ[4] بیں چساں روشن وسپید میگوید کہ فلسفہ حرام ست و بر بادشاہِ اسلام واجب کہ اہل آں را از مدارسِ اسلام بیروں کند و زنداں فرماید تا شر آنہا

علوم کا (بغیر تردید کے) پڑھنا قطعاً حرام ہے۔ درمختار میں ہے: بیشک علم کا پڑھنا فرض عین ہے، یہاں تک کہ انھوں نے فرمایا اور کبھی علم کا پڑھنا حرام ہوتا ہے جیسے کہ علمِ فلسفہ، شعبدہ، نجوم، رمل، حکمت، طبعیہ اور جادو۔ علامہ زین بن نجیم مصری رحمہ اللہ تعالٰی اشباہ والنظائر میں فرماتے ہیں: علم کا پڑھنا کبھی حرام ہوتا ہے جیسے کہ فلسفہ۔ علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالٰی اپنے فتاوٰی میں فرماتے ہیں: حکمۃ طبعیہ کا جو حصہ فلاسفہ کے طریقے پر ہو اس کا پڑھنا حرام ہے۔ اسی میں ہے: ابن صلاح نے فلسفے اور منطق کی حرمت کا فتوٰی دیا اور انھیں پڑھنے والے پر سخت طعن و تشنیع کی اور اس بارے میں طویل گفتگو کی بادشاہِ اسلام پر واجب ہے کہ ایسے لوگوں کو اسلامی مدارس سے نکال کر قید کر دے اور ان کے شر کے دروازے کو بند کر دے اگرچہ ان کا خیال یہ ہو کہ ہم فلاسفہ کے عقائد کے قائل نہیں کیونکہ ان کی حالت خود انھیں جھٹلا رہی ہے اگر فلاسفہ کے عقائد کو پسند نہیں کرتا تو فلسفے کا پابند کیوں ہے کبھی ایسا بھی دیکھا ہے کہ انسان

---

[1] درمختار | مقدمۃ الکتاب | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۶

[2] الاشباہ والنظائر | الفن الثالث | ادارۃ القرآن کراچی | ۲/۲۵۸

[3] فتاوٰی حدیثیہ | مطلب ھل یجوز علم التنجیم | مطبعۃ الجمالیۃ مصر | ص ۳۵

[4] الفتاوٰی الفقہیۃ | باب الاستنجاء | دار الکتب العلمیۃ بیروت | ۱/۵۰

Marfat.com

بمسلماناں نرسد و مرد متفلسف کہ دریں جہالات مسمّے بعلم توغل دارد و عمر می گزارد اگر دعوی کند کہ من بدل عقائد آنہا را جائے ندادہ ام خود حال او بہر تکذیب او بسندست کہ اگر نہ پسند ست چرا پائے بندست ہیچ دیدۂ انساں ہر چیزے را کہ دشمن دارد باختیار خود با وے عمر گزارد و شبہا با وے سحر کند و مدتہا چنگ بدامنش زند و بحصولش غلغلۂ تفاخر افگند و کلہ گوشہا بہ آسمان شکند حاش للہ ایں ہمہ علامات رضا و ایثارست ورنہ با دشمن ساعتی بسر بردن دشوارست یاغراب البین لیت بینی و بینك بعد المشرقین ایں ست تقریر کلامش برحسب مرامش رحمہ اللہ تعالٰی وما ذکرہ فی الفلسفۃ صحیح ومن ثم قال الاوزاعی رحمہ اللہ تعالٰی تحریمہا ھو الصحیح الصواب واما ما ذکرہ فی المنطق الفلاسفۃ ھو الذی یحرم الاشتغال بہ ویدل لذلك قولہ کف شرھم وقولہ ومعتقد لعقائدھم[1] اھ ملتقطا وفیہ طول کثیر۔

ایک چیز کو ناپسند رکھنا جو پھر اپنی مرضی سے اپنی تمام عمر اس میں صرف کر دے، راتیں اس کے پیچھے گزار دے اور مدتوں اس کے ساتھ وابستہ رہے اور اس کے حاصل کرنے پر فخر کرے ہرگز نہیں، یہ سب پسندیدگی کی علامتیں ہیں ورنہ دشمن کے ساتھ ایک لحظہ گزارنا بھی مشکل ہوتا ہے جدائی کے کوسے (دین سے دور کرنے والے) کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق اور مغرب کا فاصلہ ہوتا، علامہ نے فلسفہ کے متعلق جو فرمایا ہے وہ صحیح ہے، اسی لئے امام اوزاعی نے فرمایا فلسفے کا حرام ہونا درست ہے۔ رہا منطق کا مسئلہ تو فلاسفہ کا منطق پڑھنا حرام، علامہ کی کلام خود اس طرف اشارہ کر رہی ہے (کیونکہ ان کے منطق میں ان کے مذہب کے مطابق مثالیں درج ہوتی تھیں کچھ دور نہیں تھا کہ ان کے بار بار تکرار سے ذہن میں بیٹھ جائیں ۱۲)

فقیر میگویم واللہ سبحٰنہ لیغفرلی از اول دلیل بر تحریم و تفلسف و تقبیح حالش حدیثی ست کہ امام ابو عبدالرحمان دارمی در سنن خودش از سیدنا

فقیر کہتا ہے کہ فلسفے کے حرام ہونے اور اس کی برائی کی دلیل وہ حدیث ہے جو امام ابو عبد الرحمان دارمی نے سنن میں سیدنا جابر

---

[1] الفتاوٰی الفقہیۃ باب الاستنجاء دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۵۰

Marfat.com

جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کردہ
ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
اتی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
بنسخۃ من التورٰۃ فقال یارسول اللہ ھذہ
نسخۃ من التورٰۃ فسکت فجعل یقرأ و
وجہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
یتغیر فقال ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ثکلتک الثواکل ماتری مابوجہ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فنظر عمر الی وجہ رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم فقال اعوذ باللہ من غضب اللہ
وغضب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
رضینا باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نبیا فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم والذی نفس محمد صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم بیدہ لوبدالکم موسٰی
فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم عن سواء
السبیل ولوکان حیا وادرک نبوتی لاتبعنی[1]
یعنی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیش سید عالم
صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نسخہ از توریت آورد
وعرضداشت کہ یارسول اللہ این نسخہ ایست
از توریت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی
ہے کہ: ان عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ
عنہ اتی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم بنسخۃ من التورٰۃ فقال یارسول اللہ
ھذہ نسخۃ من التورٰۃ فسکت فجعل یقرؤ و
وجہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
یتغیر فقال ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ثکلتک الثواکل ماتری مابوجہ رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فنظر عمر
الی وجہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم فقال اعوذ باللہ من غضب اللہ
وغضب رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
رضینا باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نبیا فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم والذی نفس محمد صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم بیدہ لوبدالکم موسٰی
فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم عن سواء
السبیل ولوکان حیا وادرک نبوتی لاتبعنی
یعنی عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سید عالم
صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں توراۃ کا
ایک نسخہ لائے اور عرض کی: یارسول اللہ!
یہ توراۃ کا ایک نسخہ ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ

---

[1] سنن الدارمی باب ما یتقی من تفسیر حدیث النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حدیث ۴۳۵ نشر السنۃ ملتان ۱/ ۹۵

Marfat.com

پاسخ نداد و سکوت فرمود عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
خواندن گرفت و چہرۂ مبارک سید عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم از حالی بحالی گردید بجہت شدت
غضب و عمر ازیں معنی آگاہی نداشت تا آنکہ صدیق اکبر
رضی اللہ تعالےٰ عنہ گفت اے عمر ترا بگریند زنان
گریہ کناں نمی بینی حالتیکہ در رُوئے مبارک
سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا است
آنگاہ عمر نظر بالا کرد و جانب چہرۂ اقدس
دید فوراً گفت بخدا پناہ میبرم از غضب خدا
و رسولِ خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم
پسندیدم خدائے را پروردگار و اسلام را دین
و محمد را نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم
و ازیں کلہا غضب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم فرو مے نشست پس سید عالم
صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرمود بخدائے
کہ جان محمد بقبضۂ قدرت اوست
اگر ظاہر شود بر شما موسیٰ علیہ السلام و
شما اتباع او کنید و مرا بگزارید ہر آئینہ راہ
راست گم کردہ باشید و اگر موسیٰ بدنیا بودے
و زمانہ ظہور نبوتم دریافتی بدرستی کہ مرا پیروی
کردی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم حالا چشم انصاف
کشادنی ست توریت کہ کلام الٰہی ست و قرآن
بر تصدیقش نازل محض بوجہ اختلاط تحریفات کارش
بجائے رسید کہ قرأتش چنداں موجب غضب
سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایں فلسفہ ملعونہ بکفرو

علیہ وسلم خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا،
عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھنا شروع
کر دیا، سرورِ عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا
چہرۂ مبارک شدتِ غضب کی وجہ سے ایک حالت
سے دوسری حالت کی طرف بدل رہا تھا، حضرت
عمر فاروق کو اس کی خبر نہ تھی کہ حضرت صدیق اکبر
رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا: اے عمر! تجھے
رونے والی عورتیں روئیں تم نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ
علیہ وسلم کے چہرہ انور کی حالت نہیں دیکھ رہے۔
تب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
حضور کے چہرۂ انور کو دیکھا اور فوراً کہا اللہ تعالیٰ اور
اس کے رسول کے غضب سے خدا کی پناہ ہم اللہ
کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر اور
محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہوئے
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس
ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے
اگر تم پر موسیٰ علیہ السلام ظاہر ہوتے اور تم مجھے چھوڑ کر
ان کی اتباع کرتے تو راہِ راست سے بھٹک جاتے
اور اگر موسیٰ علیہ السلام دنیا میں ہوتے اور میری نبوت
کے ظہور کے زمانے کو پاتے تو میری پیروی کرتے۔
اب انصاف کی آنکھ کھولنی چاہیے کہ توراۃ کلام الٰہی
ہے اور قرآن مجید نے اس کی تصدیق کی ہے لیکن
صرف اس بناء پر کہ اس میں تحریف ہو چکی ہے اس کا
پڑھنا سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس قدر
ناراضگی کا سبب بنا یہ مردود فلسفہ جو کہ کفر و ضلالت

Marfat.com

ضلال مشو نہ کہ جہلی چند است برہم نستہ و راہ
دین بر خدامش بستہ در ربقۂ یقین از گلوئے شان
گسستہ العزۃ للہ چہ جائے آں دارد کہ او
را اجر عظیم پندارند و عمرہا نظر بر وے گمارند
وتخم ودادش بدلہا کارند با اینہمہ سلامت
روند غضب اشد را مستحق نشوند لا واللہ لایکون
ولو کرہ المبطلون باز احمد در مسند
وبیہقی در شعب الایمان از جابر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ چناں آوردہ اند کہ عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ باقدس بارگاہ عالم پناہ سید عالم
صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر آمد و
بعرض قدسی رساند کہ انا نسمع احادیث
من یہود تعجبنا افتری
ان نکتب بعضہا ما از
یہود حدیثہا می شنویم کہ ما را خوش می آید
آیا بروانگی باشد کہ چیزے ازانہا
بنویسیم سید عالم فرمود صلے اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم امتہوکون انتم
کما تہوکت الیہود و
النصاریٰ آیا متحیرید در دین
اسلام وکمال وتمام واغنائے تام او
کہ در احادیث دیگراں طمع دارید چنانکہ
یہود ونصاریٰ در دین خود متحیر شدند و
بر علم الٰہی قناعت ناکردہ در این وآں
فتادند و در قیل وقال زدند لقد جئتکم

سے بھرا ہوا اور جہالتوں کا مجموعہ ہے اور جس نے
دین کے خادموں کے لئے دین کا راستہ بند
کیا ہوا ہے اور فلسفیوں نے دین کی زنجیر اپنے
گلے سے اتار پھینکی ہے وہ کب اس لائق ہے
کہ اس کا بہت بڑا ثواب گمان کیا جائے اور عمریں
اس پر صرف کر دی جائیں اور اس کی محبت کو دل
میں جگہ دی جائے اس کے باوجود محفوظ رہیں اور
شدید غضب کے مستحق نہ ہوں بخدا اس طرح
نہیں ہو سکتا اگرچہ جھوٹے اسے پسند نہ کریں۔ امام
احمد نے مسند میں اور بیہقی نے شعب الایمان
میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
کی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سرورِ دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت
میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئے کہ انا نسمع
احادیث من یہود تعجبنا افتری ان
نکتب بعضہا ہم یہودیوں سے کئی ایسی باتیں
سنتے ہیں جو ہمیں اچھی لگتی ہیں کیا ہمیں اجازت ہے
کہ ہم ان میں سے کچھ باتیں لکھ لیا کریں۔ نبی اکرم
صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: امتہوکون
انتم کما تہوکت الیہود والنصاریٰ کیا تم
دین اسلام کے مکمل اور کافی ہونے میں متحیر
ہو کہ دوسروں کی باتوں کی طرف توجہ دیتے ہو
جیسے کہ یہودی اور عیسائی اپنے مذہب میں متحیر
ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے پر اکتفا
نہ کر کے ادھر ادھر مصروف ہو گئے لقد جئتکم

Marfat.com

بها بیضاء و نقیة من این ملت و شریعت
را سپید و روشن و صاف و پاکیزه آورده ام
که نه هیچ شبهه را در و دخلی نه با و سوئے
چیزے دگر حاجتی و لو کان موسیٰ حیا
ماوسعه الا اتباعی[1] و خود یهود و احادیث
آنها چه لائق التفات باشد اگر موسیٰ هم بدنیا
بودے اورا نیز جز پیروی من گنجائش نداشتی
صلی الله تعالیٰ علیک وسلم و معلوم ست که احادیثکه
همچو عمر را خوش آید رضی الله تعالیٰ عنه زنهار مخالف
ملت و منافی شریعت نباشد با اینهمه نهی نمودند و امت
را بر استغناء بشرع مطهر از همه اغیارش دلالت
فرمودند فکیف که دامن کفار یونان گیرند و بحر صافی را
پس پشت انداخته در تیه ضلالت تلخی میرند لا یاتی
ذلك الا من سفه نفسه
بالجمله ضرر فلسفه و ضلال متفلسفه از ۱
شمس ازهر و از امس اظهر پس در
تحریمش ارتیاب نکند مگر مریض
القلب ضعیف الایمان و العیاذ
بالله و علیه التکلان بیا تا عنان
بمطلب گردانیم متفلسف مذکور این
حرام علماء را ذریعه تفاخر و

بها بیضاء تقیة میں تمہارے پاس یہ واضح اور
پاکیزہ شریعت لایا ہوں کہ اس میں نہ تو شک و شبہے
کی گنجائش ہے اور نہ کسی اور چیز کی ضرورت
ولو کان موسیٰ حیا ما وسعه الا اتباعی اگر موسیٰ
علیہ السلام دنیا میں ہوتے تو انھیں بھی میری
پیروی کے سوا چارہ نہ ہوتا۔ ظاہر ہے کہ جو
باتیں عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایسی شخصیت
کو پسند آتی ہوں وہ ہرگز شریعت کے مخالف
نہ ہوں گی اس کے باوجود حضور نے منع فرمایا
اور بتا دیا کہ شریعت مطہرہ کے ہوتے ہوئے کسی
اور چیز کی ضرورت نہیں، یہ کس طرح جائز ہوگا
کہ صاف و شفاف دریا (شریعت مقدسہ) کو
پس پشت ڈال کر یونان کے کافروں کا دامن
تھاما جائے اور گمراہی کے جنگل میں مصیبت کی
موت مول لی جائے یہ وہی شخص کر سکتا ہے جس نے
اپنے آپ کو حقیر و ذلیل بنا دیا ہو۔ الحاصل یہ
فلسفے کا نقصان اور فلسفے کے دعویداروں کی
گمراہی گزشتہ دن اور سورج سے زیادہ ظاہر
ہے لہذا اس کی حرمت میں صرف وہی شخص شک
کرے گا جس کا دل بیمار اور ایمان کمزور ہو، نعوذ
باللہ من ذالک۔ آئیے تاکہ اصل مطلب کی طرف

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ احمد و بیہقی فی الشعب باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۰
مسند احمد بن حنبل عن جابر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۳۸۷
شرح السنۃ للبغوی باب حدیث اہل الکتاب " " " ۱۰/۲۷۰

Marfat.com

وسیلۂ تفضیل و باعثِ تقدیم در مناجات رب جلیل دانست پیداست کہ کدام تحسین بالاتر ازیں باشد و ایں معنی العیاذ باللہ پہلو بکفر زند چنانکہ علماء در فروع کثیرہ تنصیص کردہ اند و امام عبدالرشید بخاری تلمیذ امام اجل ظہیری و امام فقیہ النفس قاضی خان رحمہم اللہ تعالٰی در خلاصہ فرماید من قال احسنت لما ھو قبیح شرعا اوجودت کفر[1] یارب مگر متفلسفان بر خویشتن نمی بخشایند کہ ہر فعل محرم لبس ناکردہ زبان بتکبر و تفاخر مے کشایند کلا بل ران علٰی قلوبھم ما کانوا یکسبون[2]، ونسأل اللہ العافیۃ۔

توجہ دیں کہ مذکورہ بالا شخص، فلسفے کا دعویدار اُس چیز پر فخر کرتا ہے کہ بناء بریں اپنے آپ کو فضیلت والا اور امامت کے زیادہ لائق سمجھتا ہے جسے علماء نے حرام کہا ہے واضح ہے کہ اس سے بڑھ کر اس حرام فعل کی تعریف وتحسین اور کیا ہو سکتی ہے نعوذ باللہ من ذٰلک اس میں تو ایک پہلو کفر کا بھی نکلتا ہے چنانچہ علماء نے بہت سے مسائل میں تصریح کی ہے، امام اجل ظہیری اور امام فقیہ النفس قاضیخان کے شاگرد امام عبدالرشید بخاری رحمہم اللہ تعالٰی فرماتے ہیں، خلاصہ میں ہے کہ من قال احسنت لما ھو قبیح شرعا اجودت کفر (جس شخص نے شرعی قبیح کے مرتکب کو کہا کہ تُو نے اچھا کیا تو وُہ کافر ہوگیا) بارالٰہا! شاید یہ فلسفے کے دعویدار اپنے اوپر رحم نہیں کرتے کہ حرام فعل کی بناء پر فخر اور تکبّر کرتے ہیں، ہاں ان کے دلوں پر ان کے اعمال کی سیاہی چھا چکی ہے۔

بستم آنکہ فضل تفلسف را بر فضل تفقہ ترجیح دادن کہ ادعائے اولویت بامامت را منشاء و منزع ہمون تواند بود متضمن تحقیر علم دین ست کما لا یخفی و تحقیرش بر وجہ صریح کفر قطعی ست اینجا چوں

بستم فلسفے کی فضیلت کو ترجیح دینا (فقہ کی فضیلت پر) کیونکہ امامت کے زیادہ لائق ہونے کے دعوٰی کی یہی وجہ ہو سکتی ہے اس میں ضمناً علم دین کی توہین ہے جیسے کہ ظاہر ہے اور علمِ دین کی صراحۃً توہین کفر ہے یہاں چونکہ

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحا وکنایۃ مصطفی البابی مصر ص ۱۸۹

[2] القرآن الکریم ۸۳/ ۱۴

Marfat.com

پائے تضمن درمیان ست نزاع لزوم و التزام
عیان ست کما بیناہ فی مقامع الحدید
وللہ الھادی الی المسلک
السدید۔

یہ بات ضمناً آگئی ہے اس لئے یہی کہا جائے گا
کہ علم دین کی توہین لازم آتی ہے اس شخص نے
اس کا التزام نہیں کیا (اس لئے کفر کا قول نہیں
کیا جائے گا) جیسے کہ ہم نے "مقامع الحدید" میں
بیان کیا۔

ایں بست وجہ است، نجیح و وجیہ
مفید فقیہ و مبید سفیہ کہ بر نہج ارتجال
بحال استعجال سپرد خاتمہ نمودہ شد و ماناکہ
اگر غوری رود وجوہ دیگر منجلی شود اما ہمیں قدر
پسندست و تطویل ممل ناپسند حالا مسلماناں
نگہ کنند کہ شرع مطہر امامت فاسق را نہ پسندید
تاآنکہ بسیارے از علماء امامتش را مکروہ تحریمی
قریب حرام و آناں را کہ بتقدیمش پردارند
مبتلائے آثام گفتہ اند علامہ ابراہیم حلبی رحمہ اللہ تعالیٰ
درشرح کبیر منیہ عبارت فتاوی الحجہ نقل کردہ
میفرماید فیہ اشارۃ الی انھم لو قدموا
فاسقا یاثمون بناء علی ان کراھۃ
تقدیمہ کراھۃ تحریم لعدم اعتنائہ
بامور دینہ وتساھلہ فی الاتیان بلوازمہ
فلا یبعد منہ الاخلال ببعض شروط الصلوۃ
وفعل ماینافیھا بل ھو الغالب
بالنظر الی فسقہ ولذا لم تجز
الصلوۃ خلفہ اصلاً عند
مالک وروایۃ عن احمد[1]،
ہمیں است ارشاد امام زیلعی در تبیین الحقائق

یہ بیس عمدہ اور بہترین وجہیں فقیہ کے لئے
مفید اور بیوقوف کے لئے تباہ کن قلم برداشتہ
فی البدیہ لکھ دی گئی ہیں، اگر مزید غور کیا جائے تو
اور وجوہ بھی ظاہر ہو سکتی ہیں تاہم انھیں پر اکتفاء
کیا جاتا ہے زیادہ کی ضرورت نہیں۔ اب مسلمانوں
کو غور کرنا چاہیئے کہ شریعت مقدسہ نے فاسق کی
امامت کو پسند نہیں کیا حتی کہ بہت سے علماء نے
اسے مکروہ تحریمی اور حرام کے قریب فرمایا ہے اور
ایسے شخص کو امام بنانے والوں کو گناہ عظیم کا مبتلا
قرار دیا ہے، علامہ ابراہیم حلبی کبیری شرح منیہ میں
فتاوی حجہ سے نقل کرکے فرماتے ہیں: اس میں
اشارہ ہے کہ فاسق کو امام بنانے والے گنہ گار
ہوں گے کیونکہ اسے امام بنانا مکروہ تحریمی ہے اس لئے
کہ وہ امور دین کا چنداں خیال نہیں کرتا اور شریعت
کے لازمی امور کے ادا کرنے میں سستی سے کام لیتا
ہے کچھ بعید نہیں کہ وہ نماز کی بعض شرطوں کو بھی
ترک کر دے اور نماز کے مخالف کوئی کام کر بیٹھے
بلکہ اس کے فسق کے پیش نظر غالب یہی گمان ہے
اسی لئے امام مالک کے نزدیک اس کے پیچھے
نماز بالکل جائز نہیں۔ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳-۵۱۴

Marfat.com

شرح کنز الدقائق وعلامہ حسن شرنبلالی در مراقی الفلاح شرح
متن خودش نور الایضاح ذکر کردش وعلامہ
سید احمد طحطاوی در حاشیہ مراقی رحمۃ اللہ علیہم
اجمعین سبحٰن اللہ چوں امامت فاسق بفسق واحد
را نوبت بانجا رسیدست ایں کسے کہ وجوہ
عدیدہ از فسق جمع کردہ کہ ازانہا بعضے روئے
بسوئے کفر آوردہ والعیاذ باللہ ہیچ محل آں
باشد کہ امام کردن او روا دارند یا در حرمت
اقتدائش نزاعی آرند گیرم کہ نماز پس فاسق
وجہ حلت دارد اما کسیکہ در نفس اسلامش
خلاف را گنجایشے باشد کیست کہ امامت او
را حلال انگارد الا تری ان فی
تقدیمہ تعظیمہ وھو حرام عند
الشرع بالقطع معہذا علماء ما
از امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت
کردہ اند کہ امامت متکلمان جائز نیست
اگرچہ باعتقاد صحیح باشند کما نقلہ
الامام الاجل الھندوانی
والزاھدی صاحب القنیۃ
والمجتبٰی والامام البخاری
صاحب الخلاصۃ والامام
العلامۃ المحقق حیث اطلق فی الفتح
وہمیں معنے فتوائے امام اجل شمس الائمہ حلوائی رحمۃ اللہ

میں امام زیلعی کے ارشاد کا بھی یہی مطلب ہے۔ علامہ حسن
شرنبلالی نور الایضاح کی شرح مراقی الفلاح
میں اور علامہ سید احمد طحطاوی نے حاشیہ مراقی
میں بھی اسی طرح فرمایا سبحان اللہ جب اس
شخص کی امامت درست نہیں جس میں ایک فسق
پایا جاتا ہو تو اس شخص کو امام بنانا کس طرح
درست ہوگا جس میں کئی وجہ سے فسق پایا جاتا
ہے اور بعض وجہیں کفر تک پہنچاتی ہیں (نعوذ
باللہ من ذلک) کیا کچھ گنجائش ہے کہ علماء ایسے
شخص کے امام بنانے کو جائز رکھیں یا اس کی
اقتداء کے ناجائز ہونے میں کچھ اختلاف کریں یہ
درست ہے کہ فاسق کے پیچھے نماز ہونے کی ایک
صورت ہے لیکن جس شخص کے اسلام ہی میں
اختلاف پایا جاتا ہو اس کی امامت کو کون حلال
گمان کرے گا کیا تجھے خبر نہیں کہ اسے امام بنانے
میں اس کی تعظیم ہے اور وہ شرعاً قطعی طور پر
حرام ہے اس کے باوجود ہمارے علماء امام
ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت
کرتے ہیں کہ متکلمین کی امامت جائز نہیں اگرچہ
ان کا عقیدہ صحیح ہو جیسے کہ امام اجل ہندوانی
زاہدی صاحب قنیہ و مجتبٰی امام بخاری صاحب
خلاصہ اور ابن ہمام صاحب فتح القدیر نے نقل
کیا، امام الائمہ شمس الائمہ حلوائی کے فتوٰی میں

۱؎ فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۰۴
۲؎ خلاصۃ الفتاوٰی " الفصل الخامس عشر مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۱۴۹

Marfat.com

تعالیٰ علیہ بخط مبارکش یافتہ اند کما نص علیہ فی الخلاصۃ و ایں روایت راہمہ ائمہ ممدوحین بقبول و تقریر گرفتہ اند و در توضیح مراد و تنقیح مفادش طرق عدیدہ رفتہ محط کلام اکثرے آنست کہ اینجا مراد بمتکلم کسے ست کہ در فنون کلامیہ زائد بر حاجت توغل دارد و در تکثیر شکوک و شقاشق عقلیہ عمر عزیز ضایع برد افاد ذٰلک الامام الھندوانی و علامہ عبدالغنی نابلسی در حدیقہ ندیہ شرح محمدیہ گوید المروی عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ ان امامۃ المتکلم وان کان یحق لا تجوز محمول علی الزائد علی قدر الحاجۃ والمتوغل فیہ کما قیل من طلب الدین بالکلام تزندق ولا یرید المتکلم علی قانون ۱ الفلاسفۃ لانہ لا یطلق علی مباحثہم علم الکلام لخروجہ عن قانون الاسلام و ھو من اجزاء الحد، کما فی البزازیۃ، پس امامت متفلسفان اولٰی و اجدر بعدم جوازست کما لا یخفی، بالجملہ شرع مطہر زنہار نہ پسندد کہ سید موصوف را

جو ان کے خط مبارک سے پایا گیا یہی بات لکھی ہے جیسے کہ خلاصہ میں ہے اس روایت کو تمام ائمہ کاملین نے قبول کیا اور اس کی مراد مختلف طریقوں سے بیان فرمائی ہے، اکثر اس طرف گئے ہیں کہ اس جگہ متکلم سے مراد وہ شخص ہے جو علم کلام کے مختلف فنون میں ضرورت سے زیادہ انہماک رکھتا ہو اور شکوک و شبہات کی کثرت میں عمر عزیز کو ضائع کر دے، یہ مطلب امام ہندوانی نے بیان فرمایا، علامہ عبدالغنی نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسف سے جو یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ متکلم اگرچہ صحیح عقائد رکھتا ہو اس کی امامت ناجائز ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ضرورت سے زیادہ علم کلام میں توجہ اور توغل رکھتا ہو اس کے پیچھے نماز ناجائز ہے جیسے کہا گیا ہے کہ جس نے کلام کے ذریعے علم دین کو طلب کیا وہ زندیق ہو گیا متکلم سے امام ابو یوسف کی مراد وہ شخص نہیں جو فلاسفہ کے قانون پر کلام کرتا ہو کیونکہ فلسفیوں کی بحثوں کو علم کلام نہیں کہا جاتا کیونکہ وہ تو قانون اسلام ہی سے خارج ہیں اور یہ اجزاء حد میں سے ہے، جیسا کہ بزازیہ میں ہے۔ جب علم کلام میں غلو کرنیوالوں کے پیچھے نماز ناجائز ہے تو فلسفے کے دعویداروں کے پیچھے بطریق اولیٰ ناجائز ہوگی

۱ الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ النوع الثانی من الانواع الثلثۃ الخ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۳۳۲

Marfat.com

باوصف چنیں فضائل و استحقاق کل از منصب امامت بہ آرند وایں کس را با آنہمہ معاصی و مناہی و ذواہی و تباہی بجایش بردارند لاجرم ہرکہ بایں کار واجب الانکار پردازد شریک آں متفلسف باشد در اثم و معاونش در ایذا و ظلم مستخف بشان سیادت وعلم و مورد بسیاری از شنائع مذکورۃ الصدر کما لا یخفی علی المنشرح الصدر واللہ الہادی فی کل ورد و صدر حضرت حق جل وعلا فرماید لا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1] وہمدگر مکنید بر گناہ و ستم وحاکم وعقیلی وطبرانی وابن عدی وخطیب بغدادی باسانید خودہا از عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کنند کہ جناب سید عالم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم می فرمایند من استعمل رجل من عصابة وفیهم من هو ارضی الله منه فقد خان الله ورسوله والمؤمنین[2] یعنی ہرکہ مردی را از جماعتی بر کارے از کارہائے ایشاں نصب کرد و در ایشاں کسے ست کہ پسندیدہ تر ست

جیساکہ مخفی نہیں ۔ الحاصل شریعت مطہرہ ہرگز پسند نہیں کرے گی کہ سید موصوف کو اتنے فضائل اور مستحق ہونے کے باوجود منصب امامت سے برطرف کردیا جائے اور اس شخص کو تمام گناہوں ممنوع حرکتوں کے باوجود ان کی جگہ مقرر کردیا جائے یقیناً جو شخص یہ ناپسندیدہ کام کرے گا وہ گناہ اور اس کی امداد، ایذا، ظلم، شان سیادت اور علم کی توہین اور بہت ساری سابقہ قباحتوں میں فلسفے کے اس دعویدار کا شریک ہوگا جیسے کہ صاحب شرح صدر پر مخفی نہیں، اللہ تعالے فرماتا ہے لا تعاونوا علی الاثم والعدوان گناہ وظلم میں ایک دوسرے کی امداد نہ کرو۔ حاکم، عقیلی، طبرانی، ابن عدی اور خطیب بغدادی نے اپنی سندوں سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ سرور عالم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم فرماتے ہیں: من استعمل رجلا من عصابته وفیهم من هو ارضی الله منه فقد خان الله ورسوله والمؤمنین جو شخص ایک جماعت میں سے کسی آدمی کو ان کے کسی کام پر مقرر کرتا ہے حالانکہ ان لوگوں میں اس سے زیادہ

---

[1] القرآن الکریم ۵/۲
[2] المستدرک للحاکم کتاب الاحکام دار الفکر بیروت ۴/۹۲
الضعفاء الکبیر ترجمہ ۲۹۵ حسین بن قیس دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۲۴۸

Marfat.com

از وے نزد خدا پس تحقیق او خیانت کرد خدا
و رسول و مسلمانان را اخرج ابو یعلی عن
حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
یرفعہ الی النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم ایما رجل استعمل رجلا
علی عشرۃ انفس وعلم ان فی
العشرۃ افضل ممن استعمل فقد غش اللہ
وغش رسولہ وغش جماعۃ المسلمین۔[1]
علامہ مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ در شرح تیسیر شرح
جامع صغیر زیر حدیث اول گوید من استعمل رجلا
من عصابۃ ای نصبہ علیہم امیرا او قیما او عریفا
او اماما للصلوٰۃ[2] امام بخاری در تاریخ و ابن عساکر
از ابو امامہ باہلی و طبرانی در معجم کبیر از مرثد غنوی
رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوید کہ سید عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم فرماید (وھذا حدیث
ابی امامۃ) ان سرکم ان
تقبل صلوٰتکم فلیؤمکم خیارکم[3]
اگر شما را خوش آید کہ نماز شما مقبول
شود باید کہ شما را بہترین شما
امامت کند دارقطنی و بیہقی از عبد اللہ

مقبول بارگاہ الٰہی آدمی موجود ہے تو اس نے
اللہ و رسول اور مسلمانوں کی خیانت کی ابو یعلیٰ
نے حذیفہ بن یمان سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے دس
آدمیوں کی جماعت پر ایک شخص کو مقرر کیا
حالانکہ اسے علم ہے کہ ان دس آدمیوں میں مقرر شدہ
آدمی سے افضل موجود ہے تو اس نے اللہ و رسول
اور مسلمانوں سے خیانت کی، علامہ مناوی تیسیر
شرح جامع صغیر میں سابقہ حدیث کے تحت فرماتے
ہیں کہ من استعمل رجلا من عصابتہ یعنی
جس شخص نے کسی آدمی کو ایک جماعت کا امیر
یا محافظ یا نمائندہ یا نماز کا امام بنا دیا حالانکہ
اس سے زیادہ مقبول الٰہی موجود تھے تو وہ خائن
ہے، امام بخاری نے تاریخ میں، ابن عساکر نے
ابو امامہ باہلی سے اور طبرانی نے معجم کبیر میں مرثد
غنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ
سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ
ان سرکم ان تقبل صلوٰتکم فلیؤمکم
خیارکم اگر تمھیں پسند ہے کہ تمھاری نماز مقبول
ہو تو ایسا شخص امام بنے جو تم میں سے افضل ہو،

---

[1] کنز العمال بحوالہ ع عن حذیفہ حدیث ۱۴۶۵۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۱۹
[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث من استعمل رجلا الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/۳۹۶
[3] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر حدیث ۲۰۴۳۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۷/۵۹۶
" " طب " ۲۰۴۳۴ " " " ۷/۵۹۷
المعجم الکبیر " ۷۷۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۰/۳۲۸

Marfat.com

ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما روایت دارند،
سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرمایداجعلوا
ائمتکم خیارکم فانھم وفدکم فیما بینکم
وبین ربکم[1] بہتران خود را امام کنید کہ
ایشان سفیر شمایند میان شما و پروردگار شما
عزوجل وفی الباب عن واثلۃ بن الاسقع
رضی اللہ تعالیٰ عنہ اخرجہ الطبرانی فی
المعجم الکبیر۔

الحاصل **خلاصۂ حکم** آنست کہ ایں کس از بدترین
فساق وفجار ست وبوجوہ چند درچند تعزیر
شدید را سزاوار وامامتش ممنوع و نارو ابلکہ
مسلمانان را از صحبتش احتراز اولیٰ و زنہار رخصت
نباشد کہ آں سید فقیہ را از امامت براندازند و
ایں متفلسف سفیہ را بجایش مقرر و موقر سازند
کہ متصدی ایں کار شود خود واجب التعزیر و گنہ گار
شود تقدیم کو و امامت از کجا بلکہ ایں کس را می شاید
کہ از شناعات مذکورہ خود باز آید داغ کفران
از جبینش و فلسفہ ملعونہ را او داع گوید و بہ فضل
علم و بزرگی حقش ایمان آرد تکلف و تفلسف و
تشدق تصلف را قبیح پندارد و شنیع انگارد و از
سر نو کلمہ طیبہ اسلام خواند و بعد ازاں تجدید نکاح بتقدیم
رساند فان ذٰلک ھو الاحوط کما

دارقطنی اور بیہقی حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ
تعالےٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ سید عالم
صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اجعلوا
ائمتکم خیارکم فانھم وفدکم فیما بینکم
وبین ربکم اپنے بہترین آدمی کو امام بناؤ
کیونکہ وہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان
نمائندے ہیں۔ اس بارے میں طبرانی نے
معجم کبیر میں واثلہ ابن الاسقع سے بھی روایت
کی ہے۔

خلاصۂ جواب: یہ شخص بدترین فاسق و
فاجر ہے اور بے شمار وجوہ کی بنا پر سخت سزا کا
مستحق ہے اس کی امامت ناجائز اور ممنوع ہے
اور مسلمانوں کو اس کی صحبت سے پرہیز کرنا چاہئے
اور ہرگز اجازت نہیں کہ اس سید فقیہ کو امامت سے
برطرف کیا جائے اور فلسفے کے اس دعویدار بیوقوف
کو اس کی جگہ مقرر کیا جائے جو شخص اس کام کے
درپے ہوگا خود اس کے لئے سزا ضروری ہے بلکہ
اس شخص کو چاہئے کہ مذکورہ بالا خرابیوں سے باز
آئے اور ناشکری کا داغ اپنے ماتھے سے دھوئے
اور مردود فلسفے کو رخصت کرے اور علم دین کی
فضیلت اور اس کے حق کی بزرگی پر ایمان لائے
فلسفہ پرستی تکلف اور بیہودگی کو برا سمجھے اور ناپسند
رکھے اور از سر نو کلمہ طیبہ اسلام پڑھ کر اسلام کی تجدید

---

[1] سنن الدارقطنی باب تخفیف القراۃ لحاجۃ نشر السنۃ ملتان ۹۸/۲

Marfat.com

يظهر بمراجعة الدر المختار وغيره من اسفار الكملة، والله سبحٰنه وتعالٰى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم فقط۔

اس کے بعد تجدیدِ نکاح کرے، اسی میں احتیاط ہے، جیسے کہ درمختار وغیرہ دیکھنے سے ظاہر ہوجائیگا واللہ سبحانہٗ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہٗ اتم واحکم فقط۔

رسالہ

الحقوق لطرح العقوق

ختم ہوا

Marfat.com

رسالہ

مشعلۃ الارشاد فی حقوق الاولاد

((والدین پر) اولاد کے حقوق کے بارے میں راہنمائی کی قندیل)

مسئلہ ۱۶۰: از سورون ضلع ایٹہ محلہ ملک زادگان مرسلہ مرزا حامد حسن صاحب ۷ جمادی الاولٰی ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ باپ پر بیٹے کا کس قدر حق ہے، اگر ہے اور وہ ادا نہ کرے تو اُس کے واسطے حکم شرعی کیا ہے؟ مفصل طور پر ارقام فرمائیے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

اللہ عزوجل نے اگرچہ والد کا حق ولد پر نہایت اعظم بتایا یہاں تک کہ اپنے حق کے برابر اس کا ذکر فرمایا کہ اَنِ اشکرلی ولوالدیک[1] حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔ مگر ولد کا حق بھی والد پر عظیم رکھا ہے کہ ولد مطلق اسلام پھر خصوص جوار پھر خصوص قرابت، پھر خصوص عیال، ان سب حقوق کا جامع ہو کر سب سے زیادہ خصوصیت خاصہ رکھتا ہے، اور جس قدر خصوص بڑھتا جاتا ہے حق اشد و آکد ہوتا جاتا ہے۔ علمائے کرام نے اپنی کتب جلیلہ مثل احیاء العلوم وعین العلم ومدخل وکیمیائے سعادت وذخیرۃ الملوک وغیرہا میں حقوق ولد سے نہایت مختصر طور پر کچھ تعرض فرمایا مگر میں صرف احادیث مرفوعہ حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف توجہ کرتا ہوں فضلِ الٰہی جل وعلا سے امید کہ فقیر کی یہ چند حرفی تحریر ایسی نافع و جامع واقع ہو

---

[1] القرآن الکریم ۳۱/ ۱۴

Marfat.com

کہ اس کی نظیر کتب مطولہ میں نہ ملے اس بارہ میں جس قدر حدیثیں بحمد اللہ تعالےٰ اس وقت میرے حافظہ و نظر میں ہیں انھیں بالتفصیل مع تخریجات لکھے تو ایک رسالہ ہوتا ہے اور غرض صرف افادہ احکام لہٰذا سر دست فقط وہ حقوق کہ یہ حدیثیں ارشاد فرما رہی ہیں کمال تلخیص و اختصار کے ساتھ شمار کروں، و باللہ التوفیق ؛

(۱) سب سے پہلا حق وجود اولاد سے بھی پہلے یہ ہے کہ آدمی اپنا نکاح کسی رذیل کم قوم سے نہ کرے کہ بُری رگ ضرور رنگ لاتی ہے ۔

(۲) دیندار لوگوں میں شادی کرے کہ بچّہ پر نانا و ماموں کی عادات کا بھی اثر پڑتا ہے ۔

(۳) زنگیوں حبشیوں میں قرابت نہ کرے کہ ماں کا سیاہ رنگ بچّہ کو بدنما نہ کر دے ۔

(۴) جماع کی ابتدا ربسم اللہ سے کرے ورنہ بچّہ میں شیطان شریک ہو جاتا ہے ۔

(۵) اُس وقت شرمگاہِ زن پر نظر نہ کرے کہ بچہ کے اندھے ہونے کا اندیشہ ہے ۔

(۶) زیادہ باتیں نہ کرے کہ گونگے یا توتلے ہونے کا خطرہ ہے ۔

(۷) مرد و زن کپڑا اوڑھ لیں جانوروں کی طرح برہنہ نہ ہوں کہ بچّہ کے بے حیا ہونے کا خدشہ ہے ۔

(۸) جب بچہ پیدا ہو فوراً سیدھے کان میں اذان بائیں میں تکبیر کہے کہ خلل شیطان و ام الصبیان سے بچے ۔

(۹) چھوہارا وغیرہ کوئی میٹھی چیز چبا کر اُس کے منہ میں ڈالے کہ حلاوت اخلاق کی فال حسن ہے ۔

(۱۰) ساتویں اور نہ ہو سکے تو چودھویں ورنہ اکیسویں دن عقیقہ کرے ، دختر کے لئے ایک پسر کے لئے دو کہ اس میں بچّے کا گویا رہن سے چھڑانا ہے ۔

(۱۱) ایک ران دائی کو دے کہ بچہ کی طرف سے شکرانہ ہے ۔

(۱۲) سر کے بال اُتروائے ۔

(۱۳) بالوں کے برابر چاندی تول کر خیرات کرے ۔

(۱۴) سر پر زعفران لگائے ۔

(۱۵) نام رکھے یہاں تک کہ کچے بچّے کا بھی جو کم دنوں کا گر جائے ورنہ اللہ عزّ و جل کے یہاں شاکی ہوگا ۔

(۱۶) بُرا نام نہ رکھے کہ بد فال بد ہے ۔

(۱۷) عبد اللہ، عبد الرحمٰن، احمد، حامد وغیرہ باعبادت وحمد کے نام یا انبیاء، اولیاء یا اپنے بزرگوں میں جو نیک لوگ گزرے ہوں ان کے نام پر نام رکھے کہ موجبِ برکت ہے خصوصاً نام پاک محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کہ اس مبارک نام کی بے پایاں برکت بچّہ کے دینا و آخرت میں کام آتی ہے ۔

Marfat.com

(۱۸) جب محمد نام رکھے تو اس کی تعظیم و تکریم کرے۔

(۱۹) مجلس میں اس کے لئے جگہ چھوڑے۔

(۲۰) مارنے بُرا کہنے میں احتیاط رکھے۔

(۲۱) جو مانگے بروجہ مناسب دے۔

(۲۲) پیار میں چھوٹے لقب بیقدر نام نہ رکھے کہ پڑا ہوا نام مشکل سے چھُوٹتا ہے۔

(۲۳) ماں خواہ نیک دایہ نمازی صالحہ شریف القوم سے دُو سال تک دُودھ پلوائے۔

(۲۴) رذیل یا بدافعال عورت کے دودھ سے بچائے کہ دودھ طبیعت کو بدل دیتا ہے۔

(۲۵) بچے کا نفقہ اس کی حاجت کے سب سامان مہیا کرنا خود واجب ہے جن میں حفاظت بھی داخل۔

(۲۶) اپنے حوائج و ادائے واجبات شریعت سے جو کچھ بچے اس میں عزیزوں قریبوں محتاجوں غریبوں سب سے پہلے حق عیال و اطفال کا ہے جو اُن سے بچے وہ اوروں کو پہنچے۔

(۲۷) بچّہ کو پاک کمائی سے روزی دے کہ ناپاک مال ناپاک ہی عادتیں ڈالتا ہے۔

(۲۸) اولاد کے ساتھ تنہا خوری نہ برتے بلکہ اپنی خواہش کو ان کی خواہش کے تابع رکھے جس اچھی چیز کو ان کا جی چاہے انھیں دے کر ان کے طفیل میں آپ بھی کھائے زیادہ نہ ہو تو انھیں کو کھلائے۔

(۲۹) خدا کی ان امانتوں کے ساتھ مہر و لطف کا برتاؤ رکھے۔ انھیں پیار کرے بدن سے لپٹائے کندھے پر چڑھائے۔

(۳۰) ان کے ہنسنے کھیلنے بہلنے کی باتیں کرے ان کی دلجوئی، دلداری، رعایت و محافظت ہر وقت حتیٰ کہ نماز و خطبہ میں بھی ملحوظ رکھے۔

(۳۱) نیا میوہ نیا پھل پہلے انھیں کو دے کہ وہ بھی تازے پھل ہیں نئے کو نیا مناسب ہے۔

(۳۲) کبھی کبھی حسبِ ضرورت انھیں شیرینی وغیرہ کھانے، پہننے، کھیلنے کی اچھی چیز کہ شرعاً جائز ہے دیتا رہے

(۳۳) بہلانے کے لئے جھُوٹا وعدہ نہ کرے بلکہ بچے سے بھی وعدہ وہی جائز ہے جس کو پورا کرنے کا قصد رکھتا ہو۔

(۳۴) اپنے چند بچے ہوں تو جو چیز دے سب کو برابر و یکساں دے، ایک کو دوسرے پر بے فضیلت دینی ترجیح نہ دے۔

(۳۵) سفر سے آئے تو ان کے لئے کچھ تحفہ ضرور لائے۔

Marfat.com

(۳۶) بیمار ہوں تو علاج کرے۔

(۳۷) حتی الامکان سخت و موذی علاج سے بچائے۔

(۳۸) زبان کھلتے ہی اللہ اللہ پھر پورا کلمہ لا الٰہ الا اللہ پھر پورا کلمہ طیبہ سکھائے۔

(۳۹) جب تمیز آئے ادب سکھائے کھانے، پینے، ہنسنے، بولنے، اٹھنے، بیٹھنے، چلنے، پھرنے، حیا، لحاظ، بزرگوں کی تعظیم، ماں باپ، استاذ اور دختر کو شوہر کے بھی اطاعت کے طرق و آداب بتائے۔

(۴۰) قرآن مجید پڑھائے۔

(۴۱) استاد نیک، صالح، متقی، صحیح العقیدہ، سن رسیدہ کے سپرد کرے اور دختر کو نیک پارسا عورت سے پڑھوائے۔

(۴۲) بعد ختم قرآن ہمیشہ تلاوت کی تاکید رکھے۔

(۴۳) عقائد اسلام و سنت سکھائے کہ لوح سادہ فطرت اسلامی و قبول حق پر مخلوق ہے اس وقت کا بتایا پتھر کی لکیر ہوگا۔

(۴۴) حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت و تعظیم اُن کے دل میں ڈالے کہ اصل ایمان و عین ایمان ہے۔

(۴۵) حضور پرنور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے آل و اصحاب و اولیاء و علماء کی محبت و عظمت تعلیم کرے کہ اصل سنت و زیور ایمان بلکہ باعث بقائے ایمان ہے۔

(۴۶) سات برس کی عمر سے نماز کی زبانی تاکید شروع کر دے۔

(۴۷) علم دین خصوصاً وضو، غسل، نماز و روزہ کے مسائل توکل، قناعت، زہد، اخلاص، تواضع، امانت، صدق، عدل، حیا، سلامت صدور و لسان وغیرہا خوبیوں کے فضائل حرص و طمع، حب دنیا، حب جاہ، ریا، عجب، تکبر، خیانت، کذب، ظلم، فحش، غیبت، حسد، کینہ وغیرہا برائیوں کے رذائل پڑھائے۔

(۴۸) پڑھانے سکھانے میں رفق و نرمی ملحوظ رکھے۔

(۴۹) موقع پر چشم نمائی تنبیہ تہدید کرے مگر کوسنا نہ دے کہ اس کا کوسنا ان کے لئے سبب اصلاح نہ ہوگا بلکہ اور زیادہ افساد کا اندیشہ ہے۔

(۵۰) مارے تو منہ پر نہ مارے۔

(۵۱) اکثر اوقات تہدید و تخویف پر قانع رہے کوڑا قمچی اس کے پیش نظر رکھے کہ دل میں رعب رہے۔

(۵۲) زمانہ تعلیم میں ایک وقت کھیلنے کا بھی دے کہ طبیعت نشاط پر باقی رہے۔

Marfat.com

(۵۳) مگر زنہار زنہار بُری صحبت میں نہ بیٹھنے دے کہ یارِ بد مارِ بد سے بدتر ہے۔

(۵۴) نہ ہرگز ہرگز بہار دانش، مینا بازار، مثنوی غنیمت وغیرہا کتبِ عشقیہ و غزلیاتِ فسقیہ دیکھنے دے کہ نرم لکڑی جدھر جھکائے جھک جاتی ہے۔ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ لڑکیوں کو سورۂ یوسف شریف کا ترجمہ نہ پڑھایا جائے کہ اس میں مکرِ زنان کا ذکر فرمایا ہے، پھر بچوں کو خرافاتِ شاعرانہ میں ڈالنا کب بجا ہو سکتا ہے۔

(۵۵) جب دس برس کا ہو نماز مار کر پڑھائے۔

(۵۶) اس عمر سے اپنے خواہ کسی کے ساتھ نہ سُلائے جُدا بچھونے جدا پلنگ پر اپنے پاس رکھے۔

(۵۷) جب جوان ہو شادی کر دے، شادی میں وہی رعایت قوم و دین و سیرت و صورت ملحوظ رکھے۔

(۵۸) اب جو ایسا کام کہنا ہو جس میں نافرمانی کا احتمال ہو اُسے امر و حکم کے صیغہ سے نہ کہے بلکہ برفق و نرمی بطورِ مشورہ کہے کہ وہ بلائے عقوق میں نہ پڑ جائے۔

(۵۹) اسے میراث سے محروم نہ کرے جیسے بعض لوگ اپنے کسی وارث کو نہ پہنچنے کی غرض سے کل جائداد دوسرے وارث یا کسی غیر کے نام لکھ دیتے ہیں۔

(۶۰) اپنے بعد مرگ بھی ان کی فکر رکھے یعنی کم سے کم دو تہائی ترکہ چھوڑ جائے ثلث سے زیادہ خیرات نہ کرے۔

یہ ساٹھ[٦٠] حق تو پسر و دختر سب کے ہیں بلکہ دو[٢] حق اخیر میں سب وارث شریک، اور خاص پسر کے حقوق سے ہے کہ اسے لکھنا[٦١]، پیرنا[٦٢]، سپہگری[٦٣] سکھائے۔ سورۂ[٦٤] مائدہ کی تعلیم دے۔ اعلان[٦٥] کے ساتھ اس کا ختنہ کرے۔ خاص دختر کے حقوق سے ہے کہ اس[٦٦] کے پیدا ہونے پر ناخوشی نہ کرے بلکہ نعمتِ الٰہیہ جانے[٦٧]، اسے سینا پرونا کاتنا کھانا پکانا سکھائے، سورۂ[٦٨] نور کی تعلیم دے، لکھنا[٦٩] ہرگز نہ سکھائے کہ احتمالِ فتنہ ہے، بیٹیوں[٧٠] سے زیادہ دلجوئی رکھے کہ ان کا دل بہت تھوڑا ہوتا ہے، دینے[٧١] میں انھیں اور بیٹوں کو کانٹے کی تول برابر رکھے، جو چیز[٧٢] دے پہلے انھیں دے کر بیٹوں کو دے، نو برس[٧٣] کی عمر سے نہ اپنے پاس سُلائے نہ بھائی وغیرہ کے ساتھ سونے دے، اس[٧٤] عمر سے خاص نگہداشت شروع کرے، شادی[٧٥] برات میں جہاں گانا ناچ ہو ہرگز نہ جانے دے اگرچہ خاص اپنے بھائی کے یہاں ہو کہ گانا سخت سنگین جادو ہے۔ اور ان[٧٦] نازک شیشوں کو تھوڑی ٹھیس بہت ہے بلکہ ہنگاموں میں جانے کی مطلق بندش کرے گھر کو اُن پر زندان کر دے[٧٧] بالاخانوں پر نہ رہنے دے، گھر میں[٧٨] لباس و زیور سے آراستہ کرے کہ پیام رغبت کے ساتھ آئیں، جب[٧٩] کفو ملے نکاح میں دیر نہ کرے، حتی[٨٠] الامکان بارہ برس کی عمر میں بیاہ دے، زنہار[٨١] کسی فاسق

Marfat.com

فاجر خصوصًا بدمذہب کے نکاح میں نہ دے۔

یہ اسّی حق ہیں کہ اس وقت کی نظر میں احادیث مرفوعہ سے خیال میں آئے ان میں اکثر تو مستحبات ہیں جن کے ترک پر اصلاً مواخذہ نہیں ——— اور بعض آخرت میں مطالبہ ہو مگر دنیا میں بیٹے کے لئے باپ پر گرفت وجبر نہیں، نہ بیٹے کو جائز کہ باپ سے جدال و نزاع کرے سوا چند حقوق کے کہ ان میں جبر حاکم و چارہ جوئی و اعتراض کو دخل ہے۔

اوّل نفقہ کہ باپ پر واجب ہو اور وہ نہ دے تو حاکم جبراً مقرر کرے گا، نہ مانے تو قید کیا جائے گا حالانکہ فروع کے اور کسی دین میں اصول محبوس نہیں ہوتے۔

فی رد المحتار عن الذخیرۃ لایحبس والد وان علا فی دین ولدہ وان سفل الا فی النفقۃ لان فیہ اتلاف الصغیر[1]

فتاوی شامی میں ذخیرہ کے حوالے سے نقل کیا ہے والد اپنے بیٹے کے قرض کے سلسلے میں قید نہیں کیا جاسکتا خواہ سلسلۂ نسب اوپر تک بلحاظ باپ اور نیچے تک بلحاظ بیٹا چلا جائے البتہ نان نفقہ کی عدم ادائیگی کی صورت میں والد کو قید کیا جائے گا کیونکہ اس میں چھوٹے کی حق تلفی ہے۔(ت)

دوم رضاعت کہ ماں کے دودھ نہ ہو تو دائی رکھنا، بے تنخواہ نہ ملے تو تنخواہ دینا، واجب نہ دے تو جبراً لی جائے گی جبکہ بچے کا اپنا مال نہ ہو، یوہیں ماں بعد طلاق و مرور عدت بے تنخواہ دودھ نہ پلائے تو اسے بھی تنخواہ دی جائے گی کما فی الفتح و رد المحتار وغیرھما (جیسا کہ فتح اور رد المحتار وغیرہ میں ہے۔ت)

سوم حضانت کہ لڑکا سات برس، لڑکی نو برس کی عمر تک جن عورتوں مثلاً ماں نانی دادی بہن خالہ پھپھی کے پاس رکھے جائیں گے، اگر ان میں کوئی بے تنخواہ نہ مانے اور بچہ فقیر اور باپ غنی ہے تو جبراً تنخواہ دلائی جائے گی کما اوضحہ فی رد المحتار (جیسا کہ رد المحتار میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ت)

چہارم بعد انتہائے حضانت بچہ کو اپنی حفظ و صیانت میں لینا باپ پر واجب ہے اگر نہ لے گا حاکم جبر کرے گا کما فی رد المحتار عن شرح المجمع (جیسا کہ شرح المجمع سے رد المحتار میں نقل کیا گیا ہے۔ت)

پنجم ان کے لئے ترکہ باقی رکھنا کہ بعد تعلق حق ورثہ یعنی بحالت مرض الموت مورث اس پر مجبور

---

[1] رد المحتار کتاب الطلاق باب النفقۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۷۱

Marfat.com

ہوتا ہے یہاں تک کہ ثلث سے زائد میں اس کی وصیت بے اجازت ورثہ نافذ نہیں۔
ششم اپنے بالغ بچے پسر خواہ دختر کو غیر کفو سے بیاہ دینا یا مہر مثل میں غبن فاحش کے ساتھ مثلاً دختر کا مہر مثل ہزار ہے پانسو پر نکاح کر دیا یا بہو کا مہر مثل پانسو ہے ہزار باندھ لینا یا پسر کا نکاح کسی باندی سے یا دختر کا کسی ایسے شخص سے جو مذہب یا نسب یا پیشہ یا افعال یا مال میں وہ نقص رکھتا ہو جس کے باعث اُس سے نکاح موجب عار ہو ایک بار تو ایسا نکاح باپ کا کیا ہوا نافذ ہوتا ہے جبکہ نشہ میں نہ ہو مگر دوبارہ اپنے کسی نابالغ بچے کا ایسا نکاح کرے گا تو اصلاً صحیح نہ ہوگا کما قدمنا فی النکاح (جیسا کہ بحث نکاح میں ہم نے اسے پہلے بیان کر دیا ہے۔ ت)
ہفتم غلتہ میں بھی ایک صورت جبر کی ہے کہ اگر کسی شہر کے لوگ چھوڑ دیں سلطانِ اسلام انھیں مجبور کریگا نہ مانیں گے تو اُن پر جہاد فرمائے گا کما فی الدرالمختار (جیسا کہ درمختار میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

رسالہ

مشعلۃ الارشاد فی حقوق الاولاد

ختم ہوا

Marfat.com

رسالہ

اجب الامداد فی مکفرات حقوق العباد ۱۳۱۰ھ

(بندوں کے حقوق کا کفارہ ادا کرنے والے امور کے بارے میں انتہائی حیران کن امداد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۶۸ حق العباد بھی کسی طرح معاف ہوسکتا ہے بغیر اس کے معاف کے جس کا حق ہے صاف ۱
ارقام فرمائیے اور حق العباد کس قدر ہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

حق العبد ہر وُہ مطالبہ مالی ہے کہ شرعاً اس کے ذمہ کسی کے لئے ثابت ہو اور ہر وہ نقصان و آزار جو بے اجازت شرعیہ کسی قول فعل ترک سے کسی کے دین، آبرو، جان، جسم، مال یا صرف قلب کو پہنچایا جائے۔ تو یہ دو قسمیں ہوئیں، اول کو دیون، ثانی کو مظالم، اور دونوں کو تبعات اور کبھی دیون بھی کہتے ہیں۔ ان دونوں قسم میں نسبت عموم خصوص من وجہ ہے یعنی کہیں تو دین پایا جاتا ہے مظلمہ نہیں، جیسے خریدی چیز کی قیمت، مزدور کی اجرت، عورت کا مہر وغیرہا دیون کہ عقود جائزہ شرعیہ سے اس کے ذمہ لازم ہوئے اور اس نے اُن کی ادا میں کمی عمداً تاخیر ناروا نہ برتی یہ حق العبد اس کی گردن پر ہے مگر کوئی ظلم نہیں۔ اور کہیں مظلمہ پایا جاتا ہے دین نہیں جیسے کسی کو مارا، گالی دی، بُرا کہا، غیبت کی کہ اس کی خبر اسے پہنچی، یہ سب حقوق العبد و ظلم ہیں مگر کوئی دین واجب الادا نہیں، اور کہیں دین اور مظلمہ دونوں ہوتے ہیں جیسے کسی کا مال چرایا، چھینا، لوٹا، رشوت

Marfat.com

سود جوئے میں لیا یہ سب دیون بھی ہیں اور ظلم بھی۔ قسم اول میں تمام صور عقود و مطالبہ مالیہ داخل، دوسری میں قول و فعل و ترک کو دین آبرو جان جسم مال قلب میں ضرب دینے سے اٹھارہ انواع حاصل، ہر نوع صد ہا صورتوں کو شامل، تو کیونکر گنا سکتے ہیں کہ حقوق العباد کس قدر ہیں، ہاں ان کا ضابطہ کلیہ بتا دیا گیا ہے کہ ان دو قسموں سے جو امر جہاں پایا جائے اسے حق العبد جانئے پھر حق کسی قسم کا ہو جب تک صاحب حق معاف نہ کرے معاف نہیں ہوتا، حقوق اللہ میں تو ظاہر کہ اُس کے سوا دوسرا معاف کرنے والا کون و من یغفر الذنوب الا اللہ[1] کون گناہ بخشے اللہ کے سوا۔ الحمد للہ کہ معافی کریم غنی قدیر رؤف رحیم کے ہاتھ ہے والکریم لایأتی منہ الا الکرم (کریم سے سوائے کرم کے کچھ اور صادر نہیں ہوتا۔ ت) اور حقوق العباد میں بھی مالک دیان عزّ جلالہ نے اپنے دار العدل کا یہی ضابطہ رکھا ہے کہ جب تک وہ بندہ معاف نہ کرے معاف نہ ہوگا اگرچہ مولیٰ تعالیٰ ہمارا اور ہمارے جان و مال و حقوق سب کا مالک ہے اگر وُہ بے ہماری مرضی کے ہمارے حقوق جسے چاہے معاف فرما دے تو بھی عین حق و عدل ہے کہ ہم بھی اسی کے اور ہمارے حق بھی اسی کے مقرر فرمائے ہوئے، اگر وہ ہمارے خون و مال و عزت وغیرہا کو معصوم و محترم نہ کرتا تو ہمیں کوئی کیسا ہی آزار پہنچاتا نام کو بھی ہمارے حق میں گرفتار نہ ہوتا۔ یونہیں اب اس حرمت و عصمت کے بعد بھی جسے چاہے ہمارے حقوق چھوڑ دے ہمیں کیا مجال عذر ہے مگر اس کریم رحیم جل وعلا کی رحمت کہ ہمارے حقوق کا اختیار ہمارے ہاتھ رکھا ہے بے ہمارے بخشے معاف ہو جانے کی شکل نہ رکھی کہ کوئی ستم رسیدہ یہ نہ کہے کہ اے مالک میرے! میں اپنی داد کو نہ پہنچا۔ حدیث میں ہے حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الدواوین ثلثۃ فدیوان لایغفر اللہ منہ شیئا و دیوان لا یعبأ اللہ بہ شیئا و دیوان لا یترک اللہ منہ شیئا فاما الدیوان الذی لا یغفر اللہ منہ شیئا فالاشراک باللہ عزوجل واما الدیوان الذی لا یعبأ اللہ بہ شیئا فظلم العبد نفسہ فیما بینہ و بین ربہ

یعنی دفتر تین ہیں، ایک دفتر میں سے اللہ تعالےٰ کچھ نہ بخشے گا اور ایک دفتر کی اللہ تعالےٰ کو کچھ پروا نہیں اور ایک دفتر میں سے اللہ تعالیٰ کچھ نہ چھوڑے گا، وہ دفتر جس میں اصلاً معافی کی جگہ نہیں وہ تو کفر ہے کہ کسی طرح نہ بخشا جائے گا اور وُہ دفتر جس کی اللہ عزّوجل کو کچھ پروا نہیں وہ بندے کا گناہ ہے خالص اپنے اور اپنے رب کے معاملہ میں کہ کسی دن کا روزہ

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۳۵

Marfat.com

من صوم یوم ترکه او صلاة ترکها فان الله تعالیٰ یغفر ذٰلك ان شاء و یتجاوز ان شاء و امّا الدیوان الذی لا یترك الله منه شیئًا فمظالم العباد بینهم القصاص لا محالة۔ رواه الامام احمد فی المسند والحاکم فی المستدرك[1] عن ام المؤمنین الصدیقة رضی الله تعالیٰ عنها۔

ترک کیا یا کوئی نماز چھوڑ دی اللہ تعالیٰ چاہے تو اسے معاف کر دے اور درگزر فرمائے اور وہ دفتر جس میں سے اللہ تعالیٰ کچھ نہ چھوڑے گا وہ بندوں کا آپس میں ایک دوسرے پر ظلم ہے کہ اس میں ضرور بدلہ ہونا ہے (امام احمد نے مسند میں اور حاکم نے مستدرک میں اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کی روایت فرمائی۔ ت)

یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لتؤدن الحقوق الی اھلها یوم القیمة حتی یقاد للشاة الجلحاء من الشاة القرناء تنطحها۔ رواه الائمة احمد فی المسند ومسلم[2] فی صحیحه والبخاری فی الادب المفرد والترمذی فی الجامع عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه۔

بیشک روزِ قیامت تمھیں اہلِ حقوق کو ان کے حق ادا کرنے ہوں گے یہاں تک کہ مُنڈی بکری کا بدلہ سینگ والی بکری سے لیا جائے گا کہ اسے سینگ مارے (ائمہ کرام نے اس کو روایت کیا مثلاً امام احمد نے مسند میں، امام مسلم نے صحیح مسلم میں، امام بخاری نے الادب المفرد میں اور امام ترمذی نے جامع میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

ایک روایت میں فرمایا:

حتی الذرة من الذرة۔ رواه الامام احمد[3] بسند صحیح۔

یہاں تک کہ چیونٹی سے چیونٹی کا عوض لیا جائیگا۔ (اسے امام احمد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ت)

پھر وہاں روپے اشرفیاں تو ہیں نہیں کہ معاوضہ حق میں دی جائیں طریقہ ادا یہ ہوگا کہ اس کی نیکیاں صاحبِ حق کو دی جائیں گی اگر ادا ہو گیا غنیمت ورنہ اس کے گناہ اس پر رکھے جائیں گے یہاں تک

۱؎ مسند احمد بن حنبل حدیث ۲۵۵۰۰ دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/ ۳۴۲
المستدرک للحاکم کتاب الاھوال باب جعل اللہ القصاص بین الدواب المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۵۷۶-۵۷۵
۲؎ صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب نصر الاخ ظالماً او مظلوماً قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۲۰
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۰۱
۳؎ مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۶۳

Marfat.com

کہ ترازوئے عدل میں وزن پورا ہو۔ احادیث کثیرہ اس مضمون میں وارد، ازاں جملہ حدیث صحیح مسلم وغیرہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال اتدرون من المفلس قالوا المفلس فینا من لا درھم لہ ولا متاع فقال ان المفلس من امتی من یأتی یوم القیٰمۃ بصلٰوۃ وصیام و زکٰوۃ و یأتی قد شتم ھذا وقذف ھذا واکل مال ھذا وسفک دم ھذا وضرب ھذا فیعطی ھذا من حسناتہ وھذا من حسناتہ فان فنیت حسناتہ قبل ان یقضی ما علیہ اخذ من خطایاھم فطرحت علیہ ثم طرح فی النار[1]۔ والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالٰی۔

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کی ہمارے یہاں تو مفلس وُہ ہے جس کے پاس زرو مال نہ ہو۔ فرمایا میری اُمّت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے، زکوٰۃ لے کر آئے اور یُوں آئے کہ اسے گالی دی اسے زنا کی تہمت لگائی اس کا مال کھایا اس کا خون گرایا اسے مارا تو اس کی نیکیاں اسے دی گئیں پھر اگر نیکیاں ختم ہوچکیں اور حق باقی ہیں تو ان کے گناہ لے کر اس پر ڈالے گئے پھر جہنم میں پھینک دیا۔ اللہ تعالٰی پاک اور بلند و برتر ذات کی پناہ۔ (ت)

غرض حقوق العباد بے اُن کی معافی کے معاف نہ ہوں گے ولہذا مروی ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

الغیبۃ اشد من الزنا غیبت زنا سے سخت تر ہے۔ کسی نے عرض کی: یہ کیونکر؟ فرمایا:

الرجل یزنی ثم یتوب فیتوب اللہ علیہ وان صاحب الغیبۃ لا یغفر لہ حتی یغفر لہ صاحبہ۔ رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ والطبرانی فی الاوسط[2] عن جابر بن عبد اللہ

زانی توبہ کرے تو اللہ تعالٰی قبول فرمالے اور غیبت والے کی مغفرت نہ ہوگی جب تک وہ نہ بخشے جس کی غیبت کی ہے (ابن ابی الدنیا نے ذم الغیبۃ (غیبت کی برائی میں) میں اور امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت جابر بن عبد اللہ

---

[1] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم الظلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۲۰

[2] المعجم الاوسط حدیث ۶۵۸۶ مکتبۃ المعارف ریاض ۷/۳۰۶

Marfat.com

وابی سعید الخدری والبیھقی عنھما و عن انس رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

اور حضرت ابوسعید خدری سے اور امام بیہقی نے ان دونوں کے علاوہ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اس کی روایت فرمائی۔ (ت)

پھر یہاں معاف کرالینا سہل ہے قیامت کے دن اس کی امید مشکل کہ وہاں ہر شخص اپنے اپنے حال میں گرفتار نیکیوں کا طلبگار برائیوں سے بیزار ہوگا پرائی نیکیاں اپنے ہاتھ آتے اپنی برائیاں اس کے سر جاتے کسے بُری معلوم ہوتی ہیں، یہاں تک کہ حدیث میں آیا ہے کہ ماں باپ کا بیٹے پر کچھ دین آتا ہوگا اُسے روزِ قیامت پٹیں گے کہ ہمارا دین دے وہ کہے گا میں تمہارا بچہ ہُوں، یعنی شاید رحم کریں، وہ تمنّا کرینگے کاش اور زیادہ ہوتا۔

الطبرانی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول انہ یکون للوالدین علٰی ولدھما دین فاذا کان یوم القیٰمۃ یتعلقان بہ فیقول انا ولد کما فیودان اویتمنیان لوکان اکثر من ذٰلک[1]

طبرانی میں ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ والدین کا بیٹے پر دین ہوگا قیامت کے روز والدین بیٹے پر لپکیں گے تو بیٹا کہے گا میں تمہارا بیٹا ہوں تو والدین کو حق دلایا جائے گا اور تمنا کرینگے کاش ہمارا حق اور زائد ہوتا۔ (ت)

جب ماں باپ کا یہ حال تو اوروں سے اُمید خام خیال، ہاں کریم و رحیم مالک و مولٰی جل جلالہ وتبارک و تعالٰے جس پر رحم فرمانا چاہے گا تو یوں کرے گا کہ حق والے کو بے بہا قصورِ جنت معاوضہ میں عطا فرما کر عفو حق پر راضی کردے گا ایک کرشمۂ کرم میں دونوں کا بھلا ہوگا نہ اس کی حسنات اُسے دی گئیں نہ اس کی سیئات اس کے سر رکھی گئیں نہ اُس کا حق ضائع ہونے پایا بلکہ حق سے ہزاروں درجے بہتر افضل پایا رحمت حق کی بندہ نوازی ظالم ناجی مظلوم راضی، فللہ الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ کما یحب ربنا و یرضی (پھر اللہ تعالٰے ہی کے لئے حمد و ثنا ہے جس کی ذات بہت زیادہ پاکیزہ اور بابرکت ہے۔ ت) حدیث میں ہے:

بینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ

یعنی ایک دن حضور پُرنور سید العالمین صلی اللہ تعالٰے

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۵۲۶ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۰/ ۲۷۰

Marfat.com

وسلم جالس اذ رأيناه اضحك حتى بدت ثناياه فقال له عمر ما اضحكك يارسول الله يارسول الله بابي انت وامي۔

علیہ وسلم تشریف فرما تھے ناگاہ خندہ فرمایا کہ اگلے دندان مبارک ظاہر ہوئے، امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان کس بات پر ہنسی آئی؟

ارشاد فرمایا:

رجلان من امتي جثيا بين يدي رب العزة فقال احدهما يارب خذ لي مظلمتي من اخي فقال الله تعالٰى للطالب كيف تصنع باخيك ولم يبق من حسناته شئ قال يارب فيحمل من اوزاري وفاضت عينا رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم بالبكاء ثم قال ان ذلك اليوم عظيم يحتاج الناس ان يحمل عنهم من اوزارهم فقال الله للطالب ارفع بصرك فانظر فرفع فقال يارب ارى مدائن من ذهب وقصورا من ذهب مكللة باللؤلؤ لاي نبي هذا اولاي صديق هذا اولاي شهيد هذا قال لمن اعطى الثمن قال يارب ومن يملك ذلك قال انت تملكه قال بماذا قال بعفوك عن اخيك قال يارب فاني قد عفوت عنه قال الله تعالٰى فخذ بيد اخيك فادخله الجنة فقال رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم عند

دو مرد میری امت سے رب العزت جل جلالہٗ کے حضور زانوؤں پر کھڑے ہوئے، ایک نے عرض کی: اے رب میرے! میرے اس بھائی نے جو ظلم مجھ پر کیا ہے اس کا عوض میرے لئے لے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا: اپنے بھائی کے ساتھ کیا کریگا اس کی نیکیاں تو سب ہو چکیں۔ مدعی نے عرض کی: اے رب میرے! تو میرے گناہ وہ اٹھالے۔ یہ فرما کر حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھیں گریہ سے بہہ نکلیں، پھر فرمایا: بیشک وہ دن بڑا سخت ہے لوگ اس کے محتاج ہوں گے کہ اُن کے گناہوں کا کچھ بوجھ اور لوگ اٹھائیں۔ مولیٰ عزوجل نے مدعی سے فرمایا: نظر اُٹھا کر دیکھ۔ اس نے نگاہ اٹھائی کہا اے رب میرے! میں کچھ شہر دیکھتا ہوں سونے کے اور محل سونے کے سراپا موتیوں سے جڑے ہوئے یہ کس نبی کے ہیں یا کس صدیق یا کس شہید کے۔ مولیٰ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: اس کے ہیں جو قیمت دے۔ کہا: اے رب میرے! بھلا ان کی قیمت کون دے سکتا ہے؟ فرمایا: تو۔ عرض کی: کیوں کر؟

Marfat.com

ذٰلك اتقوا اللّٰه واصلحوا ذات بینکم فان اللّٰه یصلح بین المسلمین یوم القیٰمة۔ رواہ الحاکم فی المستدرک[1] والبیھقی فی کتاب البعث والنشور وابویعلٰی فی مسندہ وسعید بن منصور فی سننہ عن انس بن مالک رضی اللّٰه تعالٰی عنہ۔

فرمایا: یوں کہ اپنے بھائی کو معاف کردے۔ کہا: اے رب میرے! یہ بات ہے تو میں نے معاف کیا۔ مولٰی جل مجدہٗ نے فرمایا: اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑلے اور جنّت میں لے جا۔ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے اسے بیان کرکے فرمایا کہ اللہ تعالٰی سے ڈرو اور آپس میں صلح کرو کہ مولٰی عزّوجل قیامت کے دن مسلمانوں میں صلح کرائے گا۔ (حاکم نے مستدرک میں امام بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں ابویعلٰی نے مسند اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم:

اذا التقی الخلائق یوم القیٰمة نادی منادیا یااھل الجمع تتارکوا المظالم بینکم و ثوابکم علیّ۔ رواہ الطبرانی[2] عن انس ایضا رضی اللّٰه تعالٰی عنہ بسند حسن۔

جب مخلوق روزِ قیامت بہم ہوگی ایک منادی رب العزۃ جل وعلا کی طرف سے ندا کرے گا اے مجمع والو! آپس کے ظلموں کا تدارک کرلو اور تمہارا ثواب میرے ذمّہ ہے۔ (امام طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسندِ حسن اس کو روایت کیا ہے۔ ت)

اور ایک حدیث میں ہے حضور والا صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ نے فرمایا:

ان اللّٰه یجمع الاولین والاٰخرین یوم القیٰمة فی صعید واحد ثم ینادی منادمن تحت العرش یا اھل التوحید ان اللّٰه عزوجل قد عفا عنکم فیقوم الناس فیتعلق بعضھم ببعض فی ظلامات ثم ینادی منادیا اھل

یعنی بیشک اللہ عزّوجل روزِ قیامت سب اگلوں پچھلوں کو ایک زمین میں جمع فرمائے گا پھر زیرِ عرش سے منادی ندا کرے گا اے توحید والو! مولٰی تعالٰی نے تمہیں اپنے حقوق معاف فرمائے لوگ کھڑے ہوکر آپس کے دنیاوی مظلموں میں ایک دوسرے سے لپٹیں گے منادی پکارے گا اے توحید والو! ایک دوسرے

---

[1] مستدرک للحاکم کتاب الاھوال دارالفکر بیروت ۴/۵۷۶
الدر المنثور بحوالہ ابن ابی الشیخ وابی یعلٰی والحاکم مکتبۃ آیۃ اللہ العظمٰی قم ایران ۳/۱۶۱
[2] المعجم الاوسط حدیث ۵۱۴۰ مکتبۃ المعارف الریاض ۶/۶۷

Marfat.com

التوحید لیعف بعضکم عن بعض وعلیّ الثواب۔ رواہ ایضًا عن امّ ھانی رضی اللہ تعالٰی عنھا۔

کو معاف کر دو اور ثواب دینا میرے ذمہ ہے۔ (اسے بھی طبرانی نے سیدہ ام ہانی رضی اللہ تعالٰی تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔ ت)

یہ دولتِ کبرٰی و نعمتِ عظمٰی کہ اکرم الاکرمین جلت عظمتہ اپنے محض کرم و فضل سے اس ذلیل رُوسیاہ سراپا گناہ کو بھی عطا فرمائے۔ ع

کہ مستحق کرامت گنہگارانند

(گنہگار شرف و بزرگی (عطا کئے جانے کے لائق ہیں۔ ت)

اس وقت کی نظر میں اس کا جلیل وعدہ جمیل شدہ صاف صریح بالتصریح یا کالتصریح تصریح پانچ فرقوں کے لئے وارد ہوا:

اوّل حاجی کہ پاک مال، پاک کمائی، پاک نیت سے حج کرے، اور اُس میں لڑائی جھگڑے اور عورتوں کے سامنے تذکرہ جماع اور ہر قسم کے گناہ و نافرمانی سے بچے، اس وقت تک جتنے گناہ کئے تھے بشرطِ قبول سب معاف ہو جاتے ہیں، پھر اگر حج کے بعد فورًا مر گیا اتنی مہلت نہ ملی کہ حقوق اللہ عزوجل یا بندوں کے اس کے ذمہ تھے انھیں ادا یا ادا کی فکر کرتا تو امید واثق ہے کہ مولٰی تعالٰی اپنے تمام حقوق سے مطلقًا درگزر فرمائے یعنی نماز روزہ زکوٰۃ وغیرہا فرائض کہ بجا نہ لایا تھا ان کے مطالبہ پر بھی قلم عفوِ الٰہی پھر جائے اور حقوق العباد دیون و مظالم مثلًا کسی کا قرض آتا ہو، مال چھینا ہو، بُرا کہا ہو اُن سب کو مولٰی تعالٰی اپنے ذمہ کرم پر لے لے اصحابِ حقوق کو روزِ قیامت راضی فرما کر مطالبہ و خصومت سے نجات بخشے، یونہی اگر بعد کو زندہ رہا اور بقدرِ قدرت تدارک حقوق ادا کر لیا یعنی زکوٰۃ دے دی نماز روزہ کی قضا ادا کی جس کا جو مطالبہ آتا تھا دے دیا جسے آزار پہنچایا تھا معاف کرا لیا جس مطالبہ کا لینے والا نہ رہا یا معلوم نہیں اُس کی طرف سے تصدق کر دیا بوجہ قلتِ مہلت جو حق اللہ عزوجل یا بندہ کا ادا کرنے کرتے رہ گیا اس کی نسبت اپنے مال میں وصیت کر دی، غرض جہاں تک طرق برات پر قدرت ملی تقصیر نہ کی تو اس کے لئے اُمید اور زیادہ قوی کہ اصل حقوق کی یہ تدبیر ہو گئی اور اثم مخالفت حج سے دُھل چکا تھا، ہاں اگر بعد حج باوصف قدرت ان امور میں قاصر رہا تو یہ سب گناہ از سرِ نو اُس کے سر ہوں گے کہ حقوق تو خود باقی ہی تھے اُن کی ادا میں پھر تاخیر و تقصیر گناہ تازہ ہوئے اور وہ حج ان کے

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۱۲۵۸ مکتبۃ المعارف الریاض ۲/۳۰۰

Marfat.com

ازالہ کو کافی نہ ہوگا کہ حج گزرے گناہوں کو دھوتا ہے آئندہ کے لئے پروانۂ بیقیدی نہیں ہوتا بلکہ حج مبرور کی نشانی ہی یہ ہے کہ پہلے سے اچھا ہوکر پلٹے فانا للہ وانا الیہ راجعون ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (بے شک ہم اللہ تعالٰی کے لئے ہیں اور یقیناً اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں، گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت اللہ تعالٰی بزرگ و برتر کی توفیق کے بغیر کسی میں نہیں۔ ت) مسئلۂ حج میں بحمداللہ تعالٰی یہ وہ قولِ فیصل ہے جسے فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے بعد تنقیح دلائل و مذاہب و احاطۂ اطراف و جوانب اختیار کیا جس سے اقوالِ ائمہ کرام میں توفیق اور دلائل حدیث و کلام میں تطبیق ہوتی ہے اس معرکۃ الآرا مبحث کی نفیس تحقیق بعونہ تعالٰی فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے بعد ورود اس سوال کے ایک تحریر جداگانہ میں لکھی، یہاں اس قدر کافی ہے وباللہ التوفیق (اللہ تعالٰی ہی کے کرم سے توفیق حاصل ہوتی ہے۔ ت)

احادیث ابن ماجہ اپنی سنن میں کاملاً اور ابوداؤد مختصراً اور امام عبداللہ ابن امام احمد زوائد مسند اور طبرانی معجم کبیر اور ابویعلٰی مسند اور ابن حبان ضعفا اور ابن عدی کامل اور بیہقی سنن کبرٰی وشعب الایمان وکتاب البعث والنشور اور ضیاء مقدسی بافادۂ تصحیح مختارہ میں حضرت عباس بن مرداس اور امام عبداللہ بن مبارک بسند صحیح اور ابویعلٰی و ابن منیع بوجہ آخر حضرت انس بن مالک اور ابونعیم حلیۃ الاولیا اور امام ابن جریر طبری تفسیر اور حسن بن سفیان مسند اور ابن حبان ضعفا میں حضرت عبداللہ بن عمر فاروق
۱ اعظم اور عبدالرزاق مصنف اور طبرانی معجم کبیر میں حضرت عبادہ بن صامت اور دارقطنی و ابن حبان حضرت ابوہریرہ اور ابن مندہ کتاب الصحابہ اور خطیب تلخیص المتشابہ میں حضرت زید جد عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے بطرق عدیدہ والفاظ کثیرہ ومعانی متقاربہ راوی:

وھذا حدیث الامام عبداللہ بن المبارک عن سفیٰن الثوری عن الزبیر بن عدی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال وقف النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعرفات وقد کادت الشمس ان تغرب فقال یا بلال انصت لی الناس فقام بلال فقال انصتوا لرسول اللہ صلی اللہ

(یہ حدیث امام عبداللہ ابن مبارک نے امام سفیان ثوری سے انھوں نے زبیر بن عدی سے اور انھوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے۔ ت) یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عرفات میں وقوف فرمایا یہاں تک کہ آفتاب ڈوبنے پر آیا اس وقت ارشاد ہوا اے بلال! لوگوں کو میرے لئے خاموش کر۔ بلال نے کھڑے ہوکر پکارا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ

Marfat.com

تعالیٰ علیہ وسلم فنصت الناس فقال یامعاشر الناس اتانی جبریل انفا فاقرانی من ربی السلام وقال ان اللہ عزوجل غفر لاھل عرفات واھل المشعر وضمن عنھم التبعات فقام عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال یارسول اللہ ھذا لنا خاصۃ قال ھذا لکم ولمن اتی من بعدکم الی یوم القیٰمۃ فقال عمر بن الخطاب کثر خیر اللہ وطاب[1]

وسلم کے لئے خاموش ہوجاؤ، لوگ ساکت ہوئے حضور پُرنور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ نے فرمایا اے لوگو! ابھی جبریل نے حاضر ہوکر مجھے میرے رب کا سلام وپیام پہنچایا کہ اللہ عزوجل نے عرفات ومشعر الحرام والوں کی مغفرت فرمائی اور اُن کے باہمی حقوق کا خود ضامن ہوگیا۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہوکر عرض کی یارسول اللہ کیا یہ دولت خاص ہمارے لئے ہے؟ فرمایا تمھارے لئے اور جو تمھارے بعد قیامت تک آئیں سب کے لئے۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اللہ عزوجل کی خیر کثیر و پاکیزہ ہے انتہی (ت)

والحمد للہ رب العٰلمین (اور سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ ت)

دوم شہید بحر کہ خاص اللہ عزوجل کی رضا چاہنے اور اُس کا بول بالا ہونے کے لئے سمندر میں جہاد کرے اور وہاں ڈوب کر شہید ہو حدیثوں میں آیا کہ مولیٰ عزوجل خود اپنے دست قدرت سے اُس کی رُوح قبض کرتا اور اپنے تمام حقوق اُسے معاف فرماتا اور بندوں کے سب مطالبے جو اُس پر تھے اپنے ذمہ کرم پر لیتا ہے۔

احادیث ابن ماجہ سُنن اور طبرانی معجم کبیر میں حضرت ابوامامہ اور ابونعیم حلیہ میں حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی پھپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب اور شیرازی کتاب الالقاب میں حضرت عبداللہ ابن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین سے راوی:

واللفظ لابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یغفر لشھید البر الذنوب کلھا الا الدین، و

(حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے الفاظ ہیں۔ ت) یعنی حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو خشکی میں شہید ہو اس کے سب گناہ بخشے جاتے ہیں مگر حقوق العباد

---

[1] الدر المنثور بحوالہ ابن مبارک عن انس رضی اللہ عنہ مکتبہ آیۃ العظمی قم ایران ۱/۲۳۰-۳۱

Marfat.com

يغفر لشهيد البحر الذنوب كلها والدين [1] | اور جو دریا میں شہادت پائے اس کے تمام گناہ و حقوق العباد سب معاف ہوجاتے ہیں۔

اللھم ارزقنا بجاھہ عندك صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وبارك اٰمین (اے اللہ! حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم کے اس بلند پایہ رتبہ کے طفیل جو ان کا تیری بارگاہ میں ہے ہمیں یہ دولت نصیب فرما آمین۔ت)

سوم شہیدِ صبر یعنی وہ مسلمان سُنّی المذہب صحیح العقیدہ جسے ظالم نے گرفتار کرکے بحالتِ بیکسی و مجبوری قتل کیا، سُولی دی، پھانسی دی کہ یہ بوجہ اسیری قتال و مدافعت پر قادر نہ تھا بخلاف شہیدِ جہاد کہ مارتا مرتا ہے اس کی بیکسی و بیدست پائی زیادہ باعثِ رحمتِ الٰہی ہوتی ہے کہ حق اللہ و حق العبد کچھ نہیں رہتا ان شاء اللہ تعالٰی (اگر اللہ تعالٰی نے چاہے۔ ت)۔

احادیث بزار ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے بسند صحیح راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

قتل الصبر لایمر بذنب الا محاہ [2] | قتلِ صبر کسی گناہ پر نہیں گزرتا مگر یہ کہ اُسے مٹا دیتا ہے۔

نیز بزار ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

قتل الرجل صبرا کفارۃ لماقبلہ من الذنوب [3] | آدمی کا بروجہ صبر مارا جانا تمام گزشتہ گناہوں کا کفارہ ہے۔

قال المناوی فی التیسیر ظاھرہ و ان کان المقتول عاصیا و مات بلا توبۃ ففیہ ردّ علی الخوارج والمعتزلۃ اھ [4] و رأیتنی کتبت علی ھامشہ ما نصہ اقول بل لا محمل لہ سواہ | علامہ مناوی نے تیسیر میں فرمایا اس کا ظاہر مفہوم یہ ہے کہ اگرچہ مقتول گنہگار ہو اور بغیر توبہ مرجائے۔ پس اس میں خارجیوں اور معتزلہ کا رَد ہے اھ مجھے یاد ہے کہ میں نے اس کے حاشیہ پر لکھا کہ جس کی عبارت یہ ہے میں کہتا ہوں

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۷۷۱۶ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/۲۰۱
سنن ابن ماجہ کتاب الجہاد باب فضل الغزو والبحر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۴

[2] کشف الاستار عن زوائد البزار کتاب الحدود باب قتل الصبر حدیث ۱۵۴۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۲/۲۱۴

[3] " " " " حدیث ۱۵۴۴ ۲/۲۱۳

[4] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث قتل الصبر الخ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۲/۱۹۳

Marfat.com

فانه ان لم یکن عاصیا لم یصر القتل بذنب وان کان تاب فکذالك فان التائب من الذنب کمن لا ذنب له۔

بلکہ اس کے علاوہ اس کا اور کوئی محل نہیں اس لئے کہ اگر مقتول گنہگار نہ ہو تو پھر قتل کا گناہ پر گزر نہ ہوگا (گناہ ہی نہ ہو تو اس پر گزر کیسا) اور اگر اس نے توبہ کرلی تو پھر بھی یہی حکم ہے اس لئے کہ گناہوں سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہو جاتا ہے کہ جس کا کوئی گناہ ہی نہیں۔ (ت)

احادیث مطلق ہیں اور مخصص مقصود و حدث عن البحر ولا حرج اور ہم نے سُنّی المذہب کی تخصیص اس لئے کی کہ حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لو ان صاحب بدعۃ مکذبا بالقدر قتل مظلوما صابرا محتسبا بین الرکن والمقام لم ینظر اللہ فی شیئ من امرہ حتی یدخلہ جہنم۔ رواہ ابو الفرج فی العلل[1] من طریق کثیر بن سلیم تا انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فذکرہ۔

اگر کوئی بد مذہب تقدیر برخیر و شر کا منکر خاص حجرِ اسود و مقام ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان محض مظلوم وصابر مارا جائے اور وہ اپنے اس قتل میں ثواب الٰہی ملنے کی نیت بھی رکھے تاہم اللہ عزوجل اس کی کسی بات پر نظر نہ فرمائے یہاں تک کہ اسے جہنم میں داخل کرے والعیاذ باللہ تعالےٰ۔ (ابو الفرج نے العلل میں کثیر بن سلیم تا انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند سے روایت کیا اور فرمایا کہ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا، پھر پوری حدیث کو ذکر کیا۔ ت)

چہارم مدیون جس نے بحاجت شرعیہ کسی نیک جائز کام کے لئے دین لیا اور اپنی چلتی ادا میں کمی نہ کی نہ کبھی تاخیر ناروا روا رکھی بلکہ ہمیشہ سچے دل سے ادا پر آمادہ اور تاحدِ قدرت اس کی فکر کرتا رہا پھر بمجبوری ادا نہ ہوسکا اور موت آگئی تو مولیٰ عزوجل اس کے لئے اس دین سے درگزر فرمائے گا اور روزِ قیامت اپنے خزانۂ قدرت سے ادا فرما کر دائن کو راضی کردے گا اس کے لئے یہ وعدہ خاص اسی دین کے واسطے ہے نہ کہ تمام حقوق العباد کے لئے۔

احادیث احمد و بخاری و ابن ماجہ حضرت ابوہریرہ اور طبرانی معجم کبیر میں بسندِ صحیح حضرت میمون کردی اور حاکم مستدرک اور طبرانی کبیر میں حضرت ابو امامہ باہلی اور احمد و بزار و طبرانی و ابونعیم بسندِ حسن

---

[1] العلل المتناہیۃ باب دخول المبتدع النار حدیث ۲۱۵ نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۱۴۰

Marfat.com

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق اور ابن ماجہ و بزار حضرت عبداللہ بن عمرو اور بیہقی مرسلاً قاسم مولائے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی واللفظ لمیمون رضی اللہ تعالٰی عنہ:

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من ادان دینا ینوی قضاءہ اداہ اللہ عنہ یوم القیمۃ۔[1]

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کسی دین کا معاملہ کرے کہ اس کے ادا کی نیت رکھتا ہو اللہ عزوجل اس کی طرف سے روزِ قیامت ادا فرمائے گا۔

حدیثِ ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لفظ مستدرک میں یہ ہیں حضورِ اقدس صلوات اللہ وسلامہ علیہ فرماتے ہیں:

من تداین بدین وفی نفسہ وفاؤہ ثم مات تجاوز اللہ عنہ وارضی غریمہ بما شاء۔[2]

جس نے کوئی معاملہ دین کیا اور دل میں ادا کی نیت رکھتا تھا پھر موت آگئی اللہ عزوجل اس سے درگزر فرمائے گا اور دائن کو جس طرح چاہے راضی کرے گا۔

نیک و جائز کی قید حدیث عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ظاہر کہ اس میں ضرورت جہاد و ضرورت تجہیز و تکفین مسلمان و ضرورت نکاح کو ذکر فرمایا بلکہ بخاری تاریخ اور ابن ماجہ سنن اور حاکم مستدرک میں راوی حضور سید العالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالٰی مع الدائن حتی یقضی دینہ مالم یکن دینہ فیما یکرہ اللہ۔[3]

بیشک اللہ تعالٰی قرضدار کے ساتھ ہے یہاں تک کہ اپنا قرض ادا کرے جب تک کہ اس کا دین اللہ تعالٰی کے ناپسند کام میں نہ ہو۔

مجبوری رہ جانے کی قید حدیث ابن صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ثابت کہ رب العزت جل وعلا روزِ قیامت مدیون سے پُوچھے گا تُونے کاہے میں یہ دین لیا اور لوگوں کا حق ضائع کیا، عرض کرے گا اے رب میرے! تو جانتا ہے کہ میرے اپنے کھانے پینے پہننے ضائع کر دینے کے سبب وہ دین نہ رہ گیا بلکہ اتی علیّ اما حرق واما سرق واما وضیعۃ آگ لگ گئی یا چوری ہوگئی یا تجارت میں ٹوٹا پڑا یوں رہ گیا،

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۴۹ ۲۳/ ۴۳۲ و حدیث ۹۴۹ ۸/ ۲۹۰ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت
السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب البیوع باب ماجاء فی جواز الاستقراض دارالفکر بیروت ۵/ ۳۵۴
کنز العمال بحوالہ طب عن میمونہ حدیث ۱۵۴۲۷ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۲۲۱
[2] المستدرک للحاکم کتاب البیوع ان اللہ مع الدائن الخ دارالفکر بیروت ۲/ ۲۳
[3] کنز العمال بحوالہ تخ، ہ، ک حدیث ۱۵۴۳۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۲۲۱

Marfat.com

مولیٰ عزوجل فرمائے گا :

صدق عبدی فانا احق من قضی عنک[1] میرا بندہ سچ کہتا ہے سب سے زیادہ میں مستحق ہوں کہ تیری طرف سے ادا فرمادوں ۔

پھر مولیٰ سبحٰنہ وتعالیٰ کوئی چیز منگا کر اس کے پلّۂ میزان میں رکھ دے گا کہ نیکیاں بُرائیوں پر غالب آجائیں گی اور وہ بندہ رحمتِ الٰہی کے فضل سے داخلِ جنّت ہوگا ۔

پنجم اولیائے کرام صوفیۂ صدق اربابِ معرفت قدست اسرارہم ونفعنا اللہ ببرکاتھم فی الدنیا والآخرۃ (ان کے راز پاک کردئے گئے ، اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا اور آخرت میں ان کی برکتوں سے فائدہ پہنچائے ۔ ت) کہ بنصِ قطعی قرآن روزِ قیامت ہر خوف وغم سے محفوظ وسلامت ہیں ۔

قال تعالیٰ الاانّ اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون[2] اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا : (لوگو!) آگاہ ہوجاؤ یقیناً اللہ تعالیٰ کے دوست (ہر خوف اور غم سے محفوظ ہوں گے) نہ انھیں کوئی ڈر ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۔ (ت)

تو ان میں بعض سے اگر بتقاضائے بشریت بعض حقوقِ الٰہیہ میں اپنے منصب ومقام کے لحاظ سے کہ حسنات الابرار سیئات المقربین کوئی تقصیر واقع ہو تو مولیٰ عزّوجل اسے وقوع سے پہلے معاف کرچکا کہ :

قد اعطیتکم من قبل ان تسألونی وقد اجبتکم من قبل ان تدعونی وقد غفرت لکم من قبل ان تعصونی[3] میں نے تمھیں عطا فرمادیا اس سے پہلے کہ تم مجھ سے کچھ مانگو ، اور میں نے تمھاری درخواست قبول کرلی قبل اس کے کہ تم مجھے پکارو ، اور یقیناً تمھاری نافرمانی کرنے سے پہلے میں نے تمھیں معاف کردیا ۔ (ت)

یوہیں اگر باہم کسی طرح کی شکر رنجی یا کسی بندہ کے حق میں کچھ کمی ہو جیسے صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن عبدالرحمٰن بن ابی بکر المکتب الاسلامی بیروت ۱/۱۹۸
الترغیب والترھیب بحوالہ احمد والبزار والطبرانی وابی نعیم مصطفی البابی مصر ۲/۶۰۲
[2] القرآن الکریم ۱۰/۶۲
[3] مفاتیح الغیب التفسیر الکبیر تحت آیۃ سورۃ القصص وماکنت بجانب الغربی الخ المطبعۃ البھیۃ المصریۃ ۲۴/۲۵۷

Marfat.com

علیہم اجمعین کے مشاجرات کہ:

ستکون لاصحابی زلۃ یغفرھا اللہ تعالٰی لھم لسابقتھم معی[1]

عنقریب میرے ساتھیوں سے کچھ لغزشیں ہونگی جنھیں ان کی پیش قدمی کے باعث اللہ تعالٰے معاف فرمادیگا۔ (ت)

تو مولٰی تعالٰے وہ حقوق اپنے ذمہ کرم پر لے کر اربابِ حقوق کو حکم تجاوز فرمائے گا اور باہم صفائی کراکر آمنے سامنے جنت کے عالیشان تختوں پر بٹھائے گا کہ:

ونزعنا ما فی صدورھم من غلّ اخوانا علٰی سرر متقٰبلین[2]

ان کے سینوں کو کینوں اور کدورتوں سے ہم پاک صاف کردیں گے پھر وہ بھائی بھائی ہو کر ایک دوسرے کے آمنے سامنے تخت نشین ہونگے۔ (ت)

اسی مبارک قوم کے سرور و سردار حضرات اہل بدر رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین جنھیں ارشاد ہوتا ہے:

اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم[3]

جو چاہو کرو کہ میں تمھیں بخش چکا۔

انھیں کے اکابر سادات سے حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں جن کے لئے بارہا فرمایا گیا:

ما علی عثمٰن ما عمل بعد ھذہ ما علی عثمٰن ما عمل بعد ھذہ[4]

آج سے عثمان کچھ کرے اُس پر مواخذہ نہیں، آج سے عثمان کچھ کرے اس پر مواخذہ نہیں۔

فقیر غفر اللہ تعالٰے کہتا ہے حدیث:

اذا احب اللہ عبدًا لم یضرہ ذنب رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس[5] و

جب اللہ تعالٰی کسی بندے سے محبت کرنے لگے تو اُسے کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا، محدث دیلمی نے

---

[1] الجامع الصغیر حدیث ۴۲۵۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۲۰۱

[2] القرآن الکریم ۱۰/۶۲

[3] صحیح البخاری کتاب المغازی باب فضل من شہد بدرا قدیمی کتبخانہ کراچی ۲/۵۶۷

[4] جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب عثمان ابن عفان امین کمپنی دہلی ۲/۲۱۱

[5] الفردوس بمأثور الخطاب حدیث ۲۴۳۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۷۷

الدر المنثور بحوالہ القشیری وابن نجار تحت آیۃ ان اللہ یحب التوابین الخ منشورات مکتبۃ آیۃ العظمٰی قم ایران ۱/۲۶۱

Marfat.com

الامام القشیری فی رسالته وابن النجار فی تاریخه عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنه عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم۔	اسے مسند الفردوس میں، امام قشیری نے اپنے رسالہ میں اور ابن نجار نے اپنی تاریخ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے اسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کیا۔ (ت)

کا عمدہ محمل یہی ہے کہ محبوبانِ خدا اوّل تو گناہ کرتے ہی نہیں ع

ان المحب لمن یحب مطیع

(بے شک محبّت کرنے والا جس سے محبت کرتا ہے اس کا فرمانبردار مطیع ہوتا ہے۔ ت)

وھذا ما اختارہ سیدنا الوالد رضی اللہ تعالٰی عنه (اور اسی کو ہمارے والدگرامی (اللہ تعالٰی ان سے راضی ہو) نے پسند فرمایا۔ ت) اور احیاناً کوئی تقصیر واقع ہو تو واعظ وزاجر الٰہی انھیں متنبہ کرتا اور توفیق انابت دیتا ہے پھر التائب من الذنب کمن لا ذنب له[1] (گناہوں سے توبہ کرنے والا اس آدمی کی طرح ہوجاتا ہے جس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو۔ ت) اس حدیث کا ٹکڑا ہے وھذا مامشی علیه المناوی فی التیسیر (یہ وہی ہے جس پر علامہ مناوی نے تیسیر میں روش اختیار فرمائی۔ ت) اور بالفرض ارادۂ الٰہیہ دوسرے طور پر تجلی شان عفو ومغفرت واظہار مکان قبول ومحبوبیت پر نافذ ہوا تو عفو مطلق و ارضائے اہل حق سامنے موجود ضرر ذنب بحمد اللہ تعالٰی ہر طرح مفقود، والحمد للہ الکریم الودود، وہذا ما زدنه بفضل المحمود (سب تعریف اس خدا کے لئے جو بزرگ وبرتر، معزز اور بندوں کو دوست رکھنے والا اور ان کا محبوب ہے۔ یہ وہ ہے جس کا میں نے اللہ تعالٰی ستودہ صفات کے فضل وکرم سے اضافہ کیا ہے۔ ت)

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ کے گمان میں حدیث مذکور ام ہانی رضی اللہ تعالٰی عنہا ینادی مناد من تحت العرش یا اھل التوحید' الحدیث[2] (عرش کے نیچے سے ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا اے توحید پرستو، الحدیث۔ ت) میں اہلِ توحید سے یہی محبوبانِ خدا مراد ہیں کہ توحید خالص تام کامل ہر گونہ شرک خفی واخفی سے پاک ومنزّہ انھیں کا حصہ ہے بخلاف اہل دنیا جنھیں عبد الدینار عبد الدرہم عبد طمع عبد ہوٰی عبد رغب فرمایا گیا۔

---

[1] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۴۴۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۷۰

[2] المعجم الاوسط حدیث ۱۲۵۸ مکتبۃ المعارف الریاض ۲/۲۰۰

Marfat.com

وقال تعالیٰ افرأیت من اتخذ الٰھہ ھواہ[1] اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (اے محبوب!) کیا آپ نے دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنا رکھا ہے۔ (ت)

اور بیشک بے حصول معرفت الٰہی اطاعت ہوائے نفس سے باہر آنا سخت دشوار، یہ بندگان خدا نہ صرف عبادت بلکہ طلب وارادت بلکہ خود اصل ہستی و وجود میں اپنے رب جل مجدہ کی توحید کرتے ہیں لا الٰہ الا اللہ (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔ ت) کے معنی عوام کے نزدیک لامعبود الا اللہ (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسا نہیں جس کی عبادت کی جائے۔ ت)، خواص کے نزدیک لامقصود الا اللہ (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مقصود ومطلوب نہیں۔ ت)، اہلِ ہدایت کے نزدیک لامشہود الا اللہ (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسا نہیں کہ جس کی وحدانیت کی گواہی دی جائے اور جس کی بارگاہ میں مخلوق حاضر ہونے والی ہو۔ ت) ان اخص الخواص اربابِ نہایت کے نزدیک لاموجود الا اللہ (اللہ تعالیٰ کے سوا حقیقتاً کوئی موجود نہیں۔ ت) تو اہلِ توحید کا سچا نام انھیں کو زیبا، ولہذا ان کے علم کو علمِ توحید کہتے ہیں۔

جعلنا اللہ تعالیٰ من خدامھم وتراب اقدامھم فی الدنیا والاٰخرۃ وغفرلنا بجاھھم عندہ انہ اھل التقوٰی واھل المغفرۃ اٰمین! اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے خادموں میں شامل فرمائے اور دنیا وآخرت میں ان کے قدموں کی مٹی بنادے اور ان کے اس مرتبہ عالیہ کے طفیل جو ان کا اس کی بارگاہ میں ہے ہمیں بخش دے بیشک وہی اس لائق ہے کہ اس سے خوف رکھا جائے اور وہی بخش دینے کی اہلیت رکھتا ہے۔ اے اللہ! میری دعا قبول ومنظور فرما۔ (ت)

امید کرتا ہوں کہ اس حدیث کی یہ تاویل تاویلِ امام غزالی قدس سرہ العالی سے احسن واجود، وباللہ التوفیق۔

پھر ان سب صورتوں میں بھی جبکہ طرز یہی برتی گئی کہ صاحبِ حق کو راضی فرمائیں اور معاوضہ دے کر اُسی سے بخشوائیں تو وُہ کلیہ ہر طرح صادق رہا کہ حق العبد بے معافی عبد معاف نہیں ہوتا۔ غرض معاملہ نازک ہے اور امر شدید اور عمل تباہ اور امل بعید، اور کرم عمیم اور رحم عظیم، اور ایمان

---

[1] القرآن الکریم ۴۵/ ۲۳

Marfat.com

خوف ورجا کے درمیان ۔

وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علٰی شفیع المذنبین نجاۃ الھالکین مرتجی البائسین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین والحمد للہ رب العٰلمین، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم ۔

اور ہمیں اللہ تعالٰی ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے، اور گناہوں سے کنارہ کش ہونے کی طاقت اور نیکی کرنے کی قدرت اس کی توفیق وعنایت کے بغیر کسی میں نہیں، وہ بلند مرتبہ بزرگ و برتر ذات ہے، اللہ تعالٰی کی بے پایاں رحمتیں ہوں گنہگاروں کیلئے سفارش کرنے والی ذات پر، تباہ حالوں کے وسیلۂ نجات پر اور ناامید ہونے والوں کے مرکزِ امید پر یعنی ہمارے آقا و مولٰی حضرت محمد مصطفٰی صلّے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم پر، ان کی سب اولاد اور ساتھیوں پر۔ سب تعریف اللہ تعالٰی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، اور اللہ تعالٰی پاک بلند و بالا سب سے بڑا عالم ہے اور اس عظمت والی ذات کا علم نہایت درجہ کامل اور محکم ومضبوط ہے۔ (ت) ۱۴ رجمادی الاولٰی ۱۳۱۰ھ

رسالہ

اجب الامداد فی مکفرات حقوق العباد

ختم ہوا

Marfat.com

سوگ و نوحہ و جزع و فزع

مسئلہ ۱۶۹ تا ۱۷۱: از محمد گنج ضلع بریلی مرسلہ عبدالقادر خاں صاحب رامپوری ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں :

(۱) اگر کسی شخص مسلمان کے تین بچّے سال سال بھر کے یا دو دو برس یا تین تین کے قضائے الٰہی سے فوت ہوجائیں اور وہ شخص رنج کی حالت میں نماز پڑھ کر خدا کا شکر ادا کرے اور صبر کرے جب اس شخص نے اپنے بچّوں کے مرنے پر اللہ کا شکر کیا اور صبر کیا تب اُس صبر کی جزا بچّوں کے والدین کو قیامت میں کچھ ملے گی یا نہیں ؟ بیّنوا توجروا۔

(۲) جو شخص بچّوں کے مرنے پر چلّا کر روتے ہیں اس چلّا کے رونے سے میّت پر کچھ تکلیف ہوتی ہے یا نہیں ؟ بیّنوا توجروا۔

(۳) چلّا کے رونا جائز ہے یا ناجائز ؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

(۱) اللہ عزوجل فرماتا ہے :

انما یوفی الصّٰبرون اجرھم بغیر حساب[1]   یوہیں ہے کہ صبر کرنے والوں کو اُن کا اجر پورا پورا دیا جائے گا بے شمار۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/۱۰

Marfat.com

اور فرماتا ہے :

اولٰئك عليهم صلوات من ربهم ورحمة و اولٰئك هم المهتدون[1]

ایسے ہی لوگوں پر درودیں ہیں ان کے رب کی طرف سے اور مہربانی، اور یہی لوگ راہ پانے والے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

مامسلم يموت له ثلثة لم يبلغوا الحنث الا ادخله الجنة بفضل رحمته اياهم۔ رواه الشيخان[2] والنسائی وابن ماجة عن انس بن مالك واحمد عن امه وعن عمرو بن عبسة وعن ابی برزة وابن حبان عن ابی ذر والنسائی عن ابی هريرة وعبد الله بن احمد فی زوائد المسند و ابويعلى بسند صحيح والحاكم وصححه عن الحارث بن اقيش رضی الله تعالٰی عنهم۔

جس مسلمان کے تین بچے نابالغی میں مرینگے اللہ تعالٰی اسے جنت میں داخل فرمائے گا اس رحمت کی برکت سے جو ان بچوں پر فرمائے گا (امام بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت انس بن مالک کے حوالہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ احمد نے اپنی والدہ، اور عمرو بن عبداللہ اور ابوبرزہ سے روایت کیا۔ ابن حبان نے حضرت ابوذر سے اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ سے اور عبداللہ بن احمد نے زوائد المسند میں اور ابویعلٰی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور حاکم نے اسے صحیح قرار دے کر حضرت حارث بن اقیش سے روایت کیا ہے، اللہ تعالٰی ان سے راضی ہو۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

مامن مسلم يموت له ثلثة من الولد لم يبلغوا الحنث الاتلقوه من ابواب الجنة الثمانية من ايها شاء دخل۔ رواه ابن[3] ماجة

جس مسلمان کے تین بچے نابالغ مرینگے وہ جنت کے آٹھوں دروازوں سے اس کا استقبال کرینگے کہ جس سے چاہے داخل ہو۔ (ابن ماجہ نے اسکو

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۵۷

[2] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ماقیل فی اولاد المسلمین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۴

سنن ابن ماجہ ابواب ماجاء فی الجنائز باب ماجاء فی ثواب من اصیب الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۶

سنن النسائی کتاب الجنائز باب ثواب من احتسب الخ نور محمد کارخانہ کراچی ۱/ ۲۶۴

[3] سنن ابن ماجہ ابواب ماجاء فی الجنائز باب ماجاء فی ثواب من اصیب الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۶

کنز العمال حدیث ۶۵۶۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳/ ۲۸۴

Marfat.com

عن عتبة بن عبد السلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن ۔

سند حسن کے ساتھ عتبہ ابن عبد السلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہی حدیث کہ پہلے مذکور ہوئی بیان فرمائی صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ اواثنان یا دو، فرمایا: اواثنان یا دو۔ عرض کی: اوواحد یا ایک، فرمایا: اوواحد یا ایک۔ پھر فرمایا:

والذی نفسی بیدہ ان السقط لیجر امہ بسررہ الی الجنة اذا احتسبتہ۔ رواہ الامام احمد[1] بسند صالح والطبرانی عن معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ کچا بچہ جو گر جاتا ہے اگر ثواب الٰہی کی امید میں اس کی ماں صبر کرے تو وہ اپنے نال سے اپنی ماں کو جنت میں کھینچ لے جائے گا۔ (اس کو امام احمد نے سند صالح کے ساتھ اور امام طبرانی نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اذا مات ولد العبد قال اللہ لملئکتہ قبضتم ولد عبدی، فیقولون نعم، فیقول قبضتم ثمرة فوادہ، فیقولون نعم، فیقول ماذا قال عبدی، فیقولون حمدك واسترجع، فیقول ابنوا لعبدی بیتا فی الجنة وسموہ بیت الحمد۔ رواہ احمد والترمذی[2] وحسنہ

جب مسلمان کا بچہ مرتا ہے اللہ عزوجل فرشتوں سے فرماتا ہے: تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کرلی۔ عرض کرتے ہیں: ہاں۔ فرماتا ہے: تم نے اس کے دل کا پھل لے لیا۔ عرض کرتے ہیں: ہاں۔ فرماتا ہے: پھر میرے بندے نے کیا کہا؟ عرض کرتے ہیں: تیرا شکر ادا کیا اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہا۔ فرماتا ہے: میرے بندے کے لئے جنت میں ایک گھر بناؤ اور اس کا نام "حمد کا مکان" رکھو۔ (امام احمد نے اسے روایت کیا ہے اور

---

[1] مسند احمد بن حنبل معاذ بن جبل المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۲۴۱

[2] جامع الترمذی ابواب الجنائز باب فضل المصیبة اذا احتسب امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۲۱

Marfat.com

وابن حبان فی صحیح التقاسیم والانواع عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

امام ترمذی نے اس کی تحسین فرمائی اور محدث ابن حبان نے "صحیح التقاسیم والانواع" میں حضرت ابوموسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۲) چلّا کے رونے سے مُردے کو ضرور تکلیف ہوتی ہے۔ اہلسنت کے مذہب میں موت سے رُوح نہیں مرتی، نہ اس کا علم وسمع وبصر زائل ہوتا ہے بلکہ ترقی پاتا ہے، جنازہ رکھا ہوتا ہے لوگ جو کچھ کہتے کرتے ہیں مُردہ سب سُنتا دیکھتا ہے۔ یہ سب امور احادیثِ کثیرہ سے ثابت ہیں کما بیّنّاہ فی "حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات" (جیسا کہ ہم نے اس مسئلہ کو "حیات الموات فی بیان سماع الاموات" میں بیان کیا ہے۔ ت) چلّا کے رونے سے زندے پریشان ہوجاتے ہیں ایذا پاتے ہیں نہ کہ مُردہ جس پر ابھی ایسی سخت تکلیف جاں کنی کی گزر چکی ہے اس کی پریشانی اس کی ایذا بیان سے باہر ہے۔ پھر وُہ تو دارِ حق میں گیا اب اُسے ہر مصیبت رنج دیتی اور ہر حسنہ سرور بخشتی ہے یہ امر اس کے لئے صدگونہ ایذا کا باعث ہوتا ہے، بچّہ ہو یا جوان اس میں سب یکساں ہیں۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتؤذوا امواتکم بعویل۔ رواہ ابن مندۃ والدیلمی[1] عن ام المومنین ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

چلّا کر رونے سے اپنے مُردوں کو ایذا نہ دو (محدث ابن مندہ اور دیلمی نے ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے اس کو روایت کیا ہے۔ ت)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک جنازے میں کچھ عورتیں دیکھیں فرمایا:

ارجعن مأزورات غیر ماجورات انکن لتفتن الاحیاء وتؤذین الاموات۔ رواہ سعید[2] بن منصور فی سننہ۔

پلٹ جاؤ وبال سے بھری ثواب سے بَری، تم زندوں کو فتنوں میں ڈالتی اور مُردوں کو ایذا دیتی ہو (سعید بن منصور نے اس کو اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔ ت)

امام بکر بن عبداللہ مزنی تابعی فرماتے ہیں:

---

[1] الفردوس بمأثور الخطاب حدیث ۷۳۱۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۹۸

[2] کنز العمال بحوالہ الخطیب عن ابی ھدیۃ حدیث ۴۲۶۰۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۶۵۷

Marfat.com

انه مامن میت یموت الاوروحه فی ید ملك الموت فهم یغسلونه و یکفنونه وھو یری مایصنع اهله فلم یقدر علی الکلام لنهاھم عن الرنة والعویل۔ رواه الامام ابوبکر بن ابی الدنیا۔[1]

مجھے حدیث پہنچی کہ جو مرتا ہے اس کی روح ملک الموت کے ہاتھ میں ہوتی ہے لوگ اسے غسل وکفن دیتے ہیں اور وہ دیکھتا ہے جو کچھ اس کے گھر والے کرتے ہیں ان سے بات نہیں کرتا کہ انھیں شور و فریاد سے منع کرے (امام ابوبکر بن ابی الدنیا نے اسکو روایت کیا۔ ت)

ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں، ماں باپ پر ان کی موت کے بعد آدمی کے اعمال پیش ہوتے ہیں، نیکیوں پر شاد ہوتے ہیں اور ان کے منہ اور زیادہ چمکنے لگتے ہیں فاتقوا اللہ ولا تؤذوا امواتکم تو اللہ سے ڈرو اپنے مردوں کو اپنے گناہوں سے ایذا نہ دو۔ رواہ الامام الترمذی الحکیم عن والد عبد العزیز[2] (امام حکیم ترمذی نے عبد العزیز کے والد سے اس کو روایت کیا ہے۔ ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ان المیت لیعذب ببکاء اھله علیه۔[3] رواہ الشیخین عن عمر وعمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

بیشک مردے پر جو اس کے گھر والے روتے ہیں اس سے اسے عذاب والم ہوتا ہے (اس کو بخاری ومسلم نے عمر و عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

علماء فرماتے ہیں،

المراد بالعذاب ھو الالم الذی یحصل للمیت اذ سمعھم یبکون اوبلغه ذلك فانه یحصل له تألم بذلك نقله ملاعلی القاری

(حدیث مذکور میں) عذاب سے وہ احساس دُکھ مراد ہے جو میت کو حاصل ہوتا ہے جو انھیں روتے پیٹتے سنتی ہے کیونکہ اس رویہ سے وہ درد والم محسوس کرتی ہے، چنانچہ ملا علی قاری نے

---

[1] شرح الصدور بحوالہ ابن ابی الدنیا باب معرفۃ المیت من یغسلہ الخ خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۴۲
[2] الجامع الصغیر بحوالہ الحکیم عن والد عبد العزیز حدیث ۳۳۱۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۹۹
[3] جامع الترمذی ابواب الجنائز باب ماجاء فی کراہیۃ البکاء امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۱۹

Marfat.com

فی المرقاة[1] عن السید الشاہ میرك المحدث عن الامام شمس الدین محمد بن محمد بن محمد الجزری انه قال فی تصحیح المصابیح عندی واللہ اعلم لکن المراد بالعذاب الخ قلت وقد تخالج صدری قبل ان اطلع علیہ حتی رأیتہ فیھما وللہ الحمد، واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مرقات شرح مشکوٰۃ میں سید میرک شاہ محدث بخاری کے حوالہ سے اسے نقل فرمایا اس نے امام شمس الدین محمد بن محمد بن محمد جزری سے نقل کیا انھوں نے تصحیح المصابیح میں ذکر فرمایا اللہ تعالٰی سب کچھ بہتر جانتا ہے مگر میرے نزدیک حدیث مذکور میں عذاب سے درد وکرب مراد ہے الخ میں کہتا ہوں اس پر مطلع ہونے سے پہلے میرے دل میں بھی یہی بات کھٹکتی تھی یہاں تک کہ میں نے ان دونوں بزرگوں کے کلام میں اسے دیکھ لیا۔ اور اللہ تعالٰی ہی کے لئے تمام خوبیاں، محاسن، محامد ہیں۔ اور اللہ تعالٰی پاک اور برتر بڑا عالم ہے۔ (ت)

(۳) میّت پر چلّا کر رونا جزع فزع کرنا حرام سخت حرام ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اثنتان فی الناس ھما بھم کفر فی النسب والنیاحۃ۔ رواہ مسلم[2] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ و رواہ ابن حبان والحاکم وزاد اشق الجیب۔

لوگوں میں دو باتیں کفر ہیں کسی کے نسب پر طعنہ کرنا اور میّت پر نوحہ۔ (امام مسلم نے اس کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے روایت کیا۔ ابن حبان اور حاکم نے بھی اس کو روایت کیا ہے مگر حاکم نے یہ اضافہ کیا "اور گریبان پھاڑنا"۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

صوتان ملعونان فی الدنیا والاٰخرۃ مزمار عند نعمۃ ورنۃ عند المصیبۃ۔ رواہ البزار[3] عن انس

دو آوازوں پر دنیا وآخرت میں لعنت ہے، نعمت کے وقت باجا اور مصیبت کے وقت چلّانا (محدث بزار نے اس کو صحیح سند کے ساتھ

---

[1] مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الجنائز باب البکاء علی المیت مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/۲۲۴

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب اطلاق اسم الکفر علی الطعن فی النسب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۸

[3] کشف الاستار عن زوائد البزار کتاب الجنائز باب ماجاء فی النوح مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۳۷۷

Marfat.com

رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔

حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

النائحة اذا لم تتب قبل موتها تقام یوم القیٰمة وعلیها سربال من قطران ودرع من جرب رواہ مسلم[1] عن ابی مالک الاشعری۔

چلّا کر رونے والی جب اپنی موت سے قبل توبہ نہ کرے تو قیامت کے دن کھڑی کی جائے گی یوں کہ اسکے بدن پر گندھک کا کرتا ہوگا اور کھجلی کا دوپٹہ۔ (امام مسلم نے اسے ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور ایک روایت میں ہے:

قطع اللہ ثیابا من قطران ودرعا من لهب النار۔ رواہ ابن ماجة[2] عنه۔

اللہ تعالٰی اسے گندھک کے کپڑے پہنائے گا اور اوپر سے دوزخ کی لپٹ کا دوپٹہ اڑھائیگا۔ (ابن ماجہ نے اسکو ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان هٰؤلاء النوائح یجعلن یوم القیٰمة صفین فی جهنم صف عن یمینهم وصف عن یسارهم فینبحن علی اهل النار کما تنبح الکلاب۔ رواہ الطبرانی[3] فی الاوسط عن ابی هریرة رضی اللہ تعالٰی عنه۔

یہ نوحہ کرنے والیاں قیامت کے دن جہنّم میں دو صفیں کی جائیں گی دوزخیوں کے دائیں بائیں وہاں ایسے بھونکیں گی جیسے کتیاں بھونکتی ہیں۔ (امام طبرانی نے اس کو "الاوسط" میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الجنائز فصل فی الوعید للنائحة الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۰۳

[2] سنن ابن ماجہ ابواب ما جاء فی الجنائز، باب فی النهی عن النیاحة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۴

[3] المعجم الاوسط للطبرانی حدیث ۵۲۲۵ مکتبة المعارف ریاض ۶/۱۱۰

Marfat.com

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

انا بریٔ ممن حلق وسلق وخرق۔ رواہ الشیخان[1] عن ابی موسی الاشعری رحمہ اللہ تعالٰی۔

میں بیزار ہوں اس سے جو بھدرا کرے اور چلّا کر روئے اور گریبان چاک کرے (بخاری ومسلم نے حضرت ابوموسٰی اشعری رحمہ اللہ تعالٰی کے حوالہ سے اسے روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم :

الا تسمعون ان اللہ لایعذب بدمع العین ولا بحزن القلب ولکن یعذب بھذا واشار الٰی لسانہ اویرحم وان المیت یعذب ببکاء اھلہ علیہ۔ رواہ عن ابن[2] عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

ارے سُنتے نہیں ہو بیشک اللہ نہ آنسوؤں سے رونے پر عذاب کرے نہ دل کے غم پر (اور زبان کی طرف اشارہ کرکے فرمایا) ہاں اس پر عذاب ہے۔ یا رحم فرمائے اور بیشک مُردے پر عذاب ہوتا ہے اس کے گھر والوں کے اس پر نوحہ کرنے سے۔ (اس کو بخاری ومسلم نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت)

عالمگیری میں جامع المضمرات سے ہے :

النوح العالی لایجوز والبکاء مع رقۃ القلب لاباس بہ[3]۔

بلند آواز سے رونا اور بین کرنا (اسلام میں) جائز نہیں لیکن بغیر آواز کے رونا اور آنسو بہانا ممنوع نہیں۔ (ت)

درمختار میں ہے :

لاتصح الاجارۃ لاجل المعاصی مثل الغناء والنوح والملاھی[4]۔

گناہوں پر اجارہ (مزدوری کرنا) درست نہیں، گانا بجانا رونا پیٹنا یہ افعال گناہ ہیں، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب تحریم ضرب الخدود قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷۰

[2] صحیح بخاری کتاب الجنائز باب البکاء عند المریض " " ۱/۱۷۴

[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الصلوٰۃ الفصل السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۶۷

[4] درمختار کتاب الاجارہ فاسدہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۷۹

Marfat.com

مسئلہ ۱۷۲ ۱۲ شعبان ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس حدیث کا ترجمہ کیا ہے اور اس سے میت پر نوحہ کرنے کا جواز بعض غیر مقلد نکالتے ہیں، یہ صحیح ہے یا نہیں؟

عن انس قال لما ثقل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جعل یتغشاہ فقالت فاطمۃ واکرب اباہ فقال لہا لیس علٰی ابیك کرب بعد الیوم فلما مات قالت یا ابتاہ اجاب ربا دعاہ یا ابتاہ من جنۃ الفردوس ماواہ یا ابتاہ الٰی جبرئیل ننعاہ فلما دفن قالت فاطمۃ یا انس اطابت انفسکم ان تحثوا علٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم التراب۔ رواہ البخاری[1]۔ بیّنوا توجروا۔ [ترجمہ جواب میں موجود ہے]

الجواب

انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے جب نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو مرض سے گرانی ہوئی، بےچینی نے غلبہ کیا، حضرت بتول زہرا نے کہا ہائے میرے باپ کی بےچینی۔ سیّدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا آج کے بعد تیرے باپ پر کبھی کسی قسم کی بےچینی نہیں، جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انتقال فرمایا حضرت بتول زہرا نے کہا اے باپ میرے اللہ کے بلانے پر تشریف لے گئے' اے باپ میرے وہ کہ فردوس کے باغ میں جن کا ٹھکانا، اے باپ میرے ہم ان کے انتقال کی مصیبت جبریل سے بیان کرتے ہیں جب سیّدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دفن کرچکے حضرت بتول زہرا نے فرمایا اے انس! تمھارے دلوں نے کیونکر گوارا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جسم اطہر کو خاک میں پنہاں کرو۔ یہ حدیث بخاری نے روایت کی۔

حضرت بتول زہرا نے یہ کلمات نہ صیحہ و فریاد کے ساتھ کہے نہ ان میں کوئی غلطی یا بےتحقیق وصف بیان فرمایا نہ کوئی کلمۂ شکایت رب العزۃ و ناراضی قضائے الٰہی پر دال تھا، لہٰذا اس میں کوئی وجہ ممانعت نہیں۔ زرقانی میں ہے:

فقال لہا لاکرب علٰی ابیك بعد الیوم وھذا یدل علٰی انہا لم ترفع

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی بیٹی سے فرمایا آج کے بعد تیرے والد گرامی کو گھبراہٹ

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۴۱

Marfat.com

صوتہا والا لنہاھا[1] اور کوئی بے جا طریقہ نہ ہوگی یہ ارشاد اس پر دلالت کرتا ہے کہ سیدہ نے اپنی آواز (کلمات مذکورہ کہتے ہوئے) بلند نہ کی تھی ورنہ آپ منع فرما دیتے۔ (ت)

اسی میں فتح الباری سے ہے:

یؤخذ منہ ان تلک الالفاظ کان المیت متصفا بھا انہ لایمنع ذکرہ بھا بعد موتہ بخلاف ما اذا لا یتحقق اتصافہ بھا فتدخل فی المنع[2]

اس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ آدمی کے مرنے کے بعد یہ الفاظ کہنا جبکہ وہ ان سے متصف ہو منع نہیں بخلاف اس کے کہ آدمی ان سے متصف نہ ہو تو پھر ایسے الفاظ کہنا ممانعت میں داخل ہیں۔ (ت)

تحریم نوحہ میں احادیث متواترہ موجود ہیں اس سے جواز نوحہ ثابت نہ کرے گا مگر جاہل۔ واللہ الہادی (اللہ تعالٰی ہدایت عطا فرمانے والا ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۳: مسئولہ سید مقبول عیسٰی میاں صاحب بریلی نومحلہ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین بیچ اس امر کے کہ اہلسنّت وجماعت کو عشرۂ محرم الحرام میں رنج وغم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

اہل سنت وجماعت کا مدار ایمان حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی محبت ہے جبتک اپنے ماں باپ اولاد، تمام جہان سے زیادہ حضور کی محبت نہ رکھے مسلمان نہیں، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین[3]

تم میں کوئی مسلمان نہیں ہوتا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ اور اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں۔

اور محب کو محبوب کی ہر شے عزیز ہوتی ہے یہاں تک کہ اس کی گلی کا کتا بھی۔ حضرت مولانا قدس سرہٗ

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد العاشر الفصل الاول دار المعرفۃ بیروت ۸/ ۲۸۳

[2] " " " " " " ۸/ ۲۸۳

[3] صحیح البخاری کتاب الایمان باب حب الرسول قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷

Marfat.com

مثنوی شریف میں حضرت مجنوں رحمہ اللہ تعالیٰ کی حکایت تحریر فرمائی کہ کسی نے اُن کو دیکھا کمال محبت کے طور پر ایک کُتّے کے بوسے لے رہے ہیں، اعتراض کیا کہ کتا نجس ہے چنیں ہے چناں ہے۔ فرمایا تو نہیں جانتا ؎

کاین طلسم بستہ مولیٰ ست ایں ‌ ‌ ‌ ‌ پاسبانِ کوچۂ لیلیٰ ست ایں[1]

(جیسے یہ اللہ کی بنائی ہُوئی تصویر ہے، یہ (کتّا) لیلیٰ کی گلی کا چوکیدار ہے۔ت)

یہ کتا لیلیٰ کی گلی کا ہے محبانِ صادق کا جب دُنیا کے محبوبوں کے ساتھ یہ حال ہے جن میں ایک حُسنِ فانی کا کمال سہی ہزاروں عیب ونقص بھی ہوتے ہیں تو کیا کہنا ہے ہمارے محبوب صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کا جنھیں تمام اوصافِ حمیدہ میں اعلیٰ کمال اور جن کا ہر کمال ابدی اور لازوال اور جو ہر عیب ونقص سے منزّہ و بے مثال، اُن کا ہر علاقہ والا شُنی کے سر کا تاج ہے صحابہ ہوں خواہ ازواج خواہ اہلبیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ پھر کیا کہنا ہے اُن کا جو حضور کے جگر پارے اور عرش کی آنکھ کے تارے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حسین منّی وانا من حسین، احب اللہ من احب حسینا، حسین سبط من الاسباط[2]

حسین میرا اور میں حسین کا، اللہ دوست رکھے اسے جو حسین کو دوست رکھے، حسین ایک نسلِ نبوّت کی اصل ہے۔

یہ حدیث کس قدر محبّت کے رنگ میں ڈوبی ہُوئی ہے، ایک بار نام لے کر تین بار ضمیر کافی تھی مگر نہیں ہر بار لذّتِ محبّت کے لئے نام ہی کا اعادہ فرمایا، کما قالوا فی قول القائل ؎

تاللہ یا ظبیات القاع قلن لنا ‌ ‌ ‌ ‌ الیلای منکن ام لیلیٰ من البشر

(خدا کی قسم اے ہموار زمین کے ہرنوں! ہمیں یہ بتادو کیا لیلیٰ تم میں سے ہے یا انسانوں میں سے ہے۔ت)

کون سا سُنّی ہوگا جسے واقعہ ہائلہ کربلا کا غم نہیں یا اُس کی یاد سے اُس کا دل محزون اور آنکھ پُرنم نہیں، ہاں مصائب میں ہم کو صبر کا حکم فرمایا ہے، جزع فزع کو شریعت منع فرماتی ہے، اور جسے واقعی دل میں غم نہ ہو اُسے جھُوٹا اظہارِ غم ریا ہے اور قصداً غم آوری وغم پروری خلاف رضا ہے جسے اس کا غم نہ ہو اسے بیغم نہ رہنا چاہئے

---

[1] مثنوی معنوی قصہ نواختن مجنون آن سگ الخ نورانی کتب خانہ پشاور دفتر سوم ص ۱۰۱

[2] جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب ابی محمد الحسن الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۱۹

Marfat.com

بلکہ اس غم نہ ہونے کا غم چاہیئے کہ اس کی محبت ناقص ہے اور جس کی محبت ناقص اس کا ایمان ناقص۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۷۴ جناب انتظام علی خاں چھتہ شیخ منگلو زیر جامع مسجد دہلی ۱۸ جمادی الآخرہ

ہر میلاد شریف میں شہادت کا بیان اور نوحہ اشعاروں کے پڑھتے ہی میلاد خواں خود روتے ہیں اور دوسروں کو بھی رُلاتے ہیں۔ مثال کہ زینب، کلثوم، صغریٰ وغیرہ وغیرہ اس طرح سے پڑھتی تھیں اور روتی تھیں جائز ہے یا نہیں؛ یعنی اس طرح سے پڑھنا۔

الجواب

نوحہ ماتم حرام ہے، بیانِ شہادتِ حسین ناجائز طور پر جاہلوں میں رائج ہے خود ہی ممنوع اور مجلس میلاد مبارک میں کہ مجلسِ سرورِ عالم کے ساتھ اس کا ملانا اور حماقت۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۱۷۵ تا ۱۷۸ ۱۱ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وخلیفہ مرسلین مسائل ذیل میں؛

(۱) بعض سنت جماعت عشرہ ۱۰ محرم الحرام کو نہ تو دن بھر روٹی پکاتے ہیں اور نہ جھاڑو دیتے ہیں کہتے ہیں کہ بعد دفن تعزیہ روٹی پکائی جائے گی۔

(۲) ان دس دن میں کپڑے نہیں اُتارتے ہیں۔

(۳) ماہِ محرم میں بیاہ شادی نہیں کرتے ہیں۔

(۴) ان ایام میں سوائے امام حسن وامام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے کسی کی نیاز فاتحہ نہیں دلاتے ہیں، آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

پہلی تینوں باتیں سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے، اور چوتھی بات جہالت ہے ہر مہینہ ہر تاریخ میں ہر ولی کی نیاز اور ہر مسلمان کی فاتحہ ہوسکتی ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

Marfat.com

تعزیّہ اور اس سے متعلّقہ بدعات

مسئلہ ۱۷۹ از بسولی ضلع بدایوں مرسلہ خلیل احمد صاحب ۹ شوال ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تعزیہ کا بنانا اور دیکھنا اُن پر دل سے معتقد ہونا اہل سنت وجماعت کو چاہئے یا نہیں ؟ اور جو ایسا کرے اس پر بموجب شرع کیا حکم صادر ہوگا ؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب

تعزیہ رائجہ مجمع بدعات شنیعہ سیئہ ہے اس کا بنانا دیکھنا جائز نہیں، اور تعظیم وعقیدت سخت حرام واشد بدعت، اللہ سبحانہ وتعالیٰ مسلمان بھائیوں کو راہِ حق کی ہدایت فرمائے، آمین ! واللہ سبحٰنہ وتعالٰے اعلم۔

مسئلہ ۱۸۰ از عیسٰے نگر ضلع کھیری ملک اودھ مرسلہ سید مظہر حسن صاحب ۱۵ صفر ۱۳۲۰ھ

جناب مولوی صاحب ! ہم لوگ ساکنانِ عیسٰی نگر ضلع کھیری وڈاک خانہ خاص عیسٰے نگر کے ہیں اور جناب کا نام سُنا ہے کہ بریلی میں جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب محلہ سوداگران میں بہت بڑے مولوی ہیں اور بہت اچھا حکم شریعت کا دیتے ہیں، ہمارے یہاں تھوڑے دنوں سے ایک شخص نے واہی بات مچائی ہے کہ محمدی جھنڈا مت کھڑا کرو اور تعزیہ مت بناؤ اور تعزیہ پر جو مٹھائی چڑھاتے ہیں اُسے کھانے کو منع کرتا ہے اور غُدائی رات میں ڈھول بجانے کو منع کرتا ہے اور مولود شریف رنڈی اور بھانڈی کے یہاں

Marfat.com

پڑھنے کو نہیں جاتا کہتا ہے مزدوری کر کے لاؤ شیرینی تو پڑھ دوں گا یا شیرینی مت لاؤ میں تمہارے یہاں ویسے ہی پڑھ دوں گا تو مولوی صاحب ہم کو شیرینی بغیر ثواب کیوں کریں اور ہم تعزیہ وغیرہ بنانا چھوڑ دیں تو یہاں مسلمان کا نام بھی نہ رہے گا اب ایک مولوی صاحب آئے ہیں وُہ مولود شریف اور گیارھویں کو بھی منع کرتے ہیں تو مولوی صاحب اور احمد کا جھگڑا خوب ہوا اور جھگڑا ہو کر یہ بات ٹھہری کہ وُہ دو دو تین تین آدمی مل کر غزلیں سر ملا کر نہ پڑھا کریں اور قصہ ہرنی کا نہ پڑھیں صحیح کتاب کی روایات پڑھا کریں اور کھڑے نہ ہوں جب سے احمد ویسے ہی کھڑا ہو کر مولود شریف پڑھتا ہے اور مولوی صاحب بھی ویسے ہی کھڑے رہتے ہیں اور جوڑ کے خمسہ پڑھتے اُن کے پڑھنے کو کہتے ہیں اور جو غزل خود پڑھتے ہیں۔

اب یہ بات ٹھہری ہے کہ جس بات کو تحریر مذکورہ بالا میں اچھا لکھ دینگے مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلی کے وہ ہم سب مل کر کرینگے اور کسی بات کا جھگڑا نہیں ہے جو باتیں اس کاغذ میں اوپر درج ہیں ان میں سے جو جو بات بہتر اور ثواب زیادہ جس کے کرنے میں ہو وہ تحریر کر دیجئے گا اور گیارھویں کی بابت یہ فیصلہ ہو گیا ہے چاہے جس تاریخ میں فاتحہ کر دو اور اس کا ثواب نذر اللہ کر کے حضرت بڑے پیر صاحب کی روح کو ایصالِ ثواب کریں، یہ مت خیال کرو کہ اگر گیارھویں کو نہ کریں گے تو ہم کو کچھ نقصان ہو گا جس کا دل چاہے گیارھویں کرے جس کا دل چاہے دسویں نویں کرے ہر وقت ثواب ہے۔

اب ایک بات کو اور منع کرتے ہیں کہ غازی میاں سید سالار کے بیاہ میں مت جاؤ بہرائچ، اب ہمارے کچھ لوگ وہاں کو بھی نہیں جانا چاہتے ہیں یہاں تک کہ ان کے نشان کو بھی منع کرتے ہیں اور ہماری آپس میں شادی ہے آپ کے جواب آنے کے بعد شادی میں شریک ہوں گے، صاف صاف جواب لکھ دیجئے گا، بہت ثواب کے مرتکب ہوں گے، جواب کے واسطے ارسال خدمت منسلک ہے۔

الجواب

جھنڈا ایک تو جہاد کا ہوتا ہے وہ لشکرِ سلطانِ اسلام کے ساتھ خاص ہے یہاں اس کا اصل محل نہیں کہ یہاں نہ سلطانِ اسلام نہ لشکرِ اسلام تو اُس جھنڈے کا کیا کام۔ اور اگر کسی اور غرض سے کوئی جھنڈا بنایا جاتا ہو تو اس کا معلوم ہونا چاہیئے، اگر غرض محمودہ اور اُس میں شہرت اور علامت کی حاجت ہے تو حرج نہیں وقد حققنا فی فتاونٰنا (اس کی تحقیق ہم نے اپنے فتاوٰی میں کر دی ہے۔ ت) اور اگر غرض مذموم یا عبث وفضول ہے تو منع کرنا ٹھیک ہے تعزیہ ممنوع ہے شرع میں کچھ اصل نہیں اور جو کچھ بدعات اُن کے ساتھ کی جاتی ہیں سخت ناجائز ہیں وفصلت بعضھا فی الفتاوٰی (بیشک میں نے فتاوٰی میں بعض مسائل کی تفصیل بیان کر دی ہے۔ ت) مسلمان اتباع احکام شرع سے ہوتے ہیں

Marfat.com

نہ امورِ ناجائزہ سے تعزیہ پر جو مٹھائی چڑھائی جاتی ہے اگرچہ حرام نہیں ہو جاتی مگر اُس کے کھانے میں جاہلوں کی نظر میں ایک امرِ ناجائز شرعی کی وقعت بڑھانے اور اُس کے ترک میں اس سے نفرت دلانی ہے لہٰذا نہ کھائی جائے۔ ڈھول بجانا حرام ہے اور جس رات کا نام خدائی رات رکھا ان میں بجائے عبادت گناہ و معصیت کرنا گویا گناہ کو معاذ اللہ عبادت ٹھہرانا ہے اور یہ اور زیادہ حرام ہے۔ رنڈیوں، ڈومنیوں بھانڈوں کے یہاں جو مجلس میلاد شریف اُن کے حرام مال سے کی جائے ان میں شرکت ہرگز نہ کی جائے،

فان اللہ طیب لا یقبل الا الطیب[1] بلاشبہہ اللہ تعالٰی پاک ہے اور پاک چیز ہی قبول فرماتا ہے (ت)

بلکہ رنڈیوں ڈومنیوں کے یہاں کسی طرح جانا نہ چاہئے اگرچہ وہ حلال مزدوری کے مال سے مجلس کریں کہ ان کے یہاں جانے میں تہمت ہے اور تہمت سے بچنے کا حکم ہے۔ حدیث میں ہے:

من کان یومن باللہ والیوم الاٰخر فلایقفن مواقف التھم[2] جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ تہمت کی جگہ کھڑا نہ ہو۔

یہ سمجھنا محض غلط ہے کہ بغیر شیرینی کے ثواب نہ ہوگا، کیا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی ولادت شریفہ کا ذکرِ اقدس ویسے ہی موجبِ ثواب نہیں! ہاں شیرینی میں زیادہ ثواب ہے کہ ذکر شریف کے ساتھ صدقۂ فقراء و ہدیۂ احبا بھی شامل ہو گیا قربتِ بدنی کے ساتھ قربتِ مالی بھی ہو گئی۔ مجلس میلاد شریف اعلٰی مستحب و مندوب و بہتر و خوب ہے اور ان میں قیام بھی مستحسن و مرغوب ہے اور گیارھویں شریف بھی حسن و محبوب ہے اور گیارھویں تاریخ کی تخصیص میں بھی شرعاً کوئی حرج نہیں، ہاں یہ سمجھنا غلط ہے کہ خاص گیارھویں ہی کو ثواب ملے گا اور دن نہ ملے گا۔ چند آدمیوں کا مل کر خوش الحانی سے پڑھنا بھی جائز ہے جبکہ شعر شرعاً اچھے ہوں اور راگنی کا قصد نہ کریں مگر امرد لڑکوں کو اُن میں شریک نہ کیا جائے کہ اُن میں فتنہ ہے۔ یہ سب مسائل بارہا ذکر ہو گئے ہیں۔ ہرنی کا قصہ جس قدر حدیث میں آیا ہے ضرور مقبول و معتبر ہے اور اس کا پڑھنا اور سُننا سب ثواب ہے ہاں اپنی طرف سے کچھ بڑھا دیا ہو تو غلط ہے اُسے نکال دینا ضرور ہے۔ حدیث میں یہ قصہ یوں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم جنگل میں تشریف رکھتے تھے کہ کسی کے پکارنے کی آواز آئی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے دیکھا کسی کو نہ پایا پھر نظر

---

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب صلوٰۃ الاستسقاء دارالمعرفۃ بیروت ۳/۳۴۶

[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب ادراک الفریضۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۴۹

Marfat.com

فرمائی تو ایک ہرنی بندھی ہوئی پائی اور اس نے عرض کی : ادن منی یا رسول اللہ یا رسول اللہ ! حضور میرے پاس تشریف لائیں ۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہرنی کے قریب تشریف لے گئے ، فرمایا : تیری کیا حاجت ہے ؟ اُس نے عرض کی :

ان لی خشفین فی ذٰلك الجبل فحلنی حتی اذھب فارضعھما ثم ارجع الیك ۔

اسی پہاڑ میں میرے دو بچے ہیں حضور مجھے کھول دیں کہ میں جا کر انھیں دودھ پلا آؤں پھر حضور کے پاس حاضر ہو جاؤں گی ۔

حضور رحمتِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا : تُو اپنا سچا کرے گی ؟ ہرنی نے عرض کی :

عذبنی اللہ عذاب العشار ان لم افعل ۔

میں ایسا نہ کروں تو اللہ تعالٰی مجھ پر اُن لوگوں کا عذاب کرے جو ظلماً لوگوں سے مال تحصیلتے تھے ۔

رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اسے کھول دیا ، وہ گئی ، بچّوں کو دُودھ پلا کر واپس آئی ، مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اسے پھر باندھ دیا ، وہ بادیہ نشین جس نے یہ ہرنی باندھی تھی ہوشیار ہوا اور عرض کی : یا رسول اللہ ! حضور کا کوئی کام ہے کہ میں بجا لاؤں ۔ فرمایا : ہاں یہ کہ تو اس ہرنی کو چھوڑ دے ۔ اس نے چھوڑ دی ۔ وہ ہرنی دوڑتی ہوئی یہ کہتی ہوئی چلی گئی کہ :

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و انك رسول اللہ ۔

میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور یہ کہ بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں ۔

یہ حدیث طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی ۔[1]

غازی میاں کا بیاہ کوئی چیز نہیں محض جاہلانہ رسم ہے نہ اُن کے نشان کی کوئی اصل ۔ واللہ تعالٰی اعلم ۔

مسئلہ ۱۸۱   ۲۶ محرم ۱۳۳۰ھ

عَلم تعزیہ کو بنانا ، ڈھول تاشہ یا کسی انگریزی باجے کے ساتھ ہندو کہار بیلداروں سے اٹھوانا اور حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے اسم مقدس کو بتشدید کہنا اور زور زور سے دونوں ہاتھ سے سینہ پیٹنا اور تعزیہ کو بازاروں میں لئے پھرنا ، ہندو مسلمانوں کو بطور تماشہ کے دکھانا اور دسں محرم کو ایک میلہ لگانا اور امام باڑہ میں تعزیہ رکھ کر بتاشہ ریوڑی ہندو مسلمانوں سے پڑھوانا اور امام باڑہ پر نوبت رکھوانا اور اس میں روشنی کرنا اور خوب مرصع کرنا اور دسں محرم کو ہندو کہاروں یا

---

[1] المعجم الکبیر مرویاتِ ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا حدیث ۷۶۳ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۳/ ۳۳۱-۳۳۲

Marfat.com

بیلداروں سے گڑھا کھدواکر اس میں تعزیہ دفن کرا دینا اور تخت کو واپس لانا اور عوام الناس کی یہ مرادیں مانگنا اور اُن کا فقیر بنانا، گھر گھر سے مانگ کر نیاز دلوانا اور رنگین ہرے ہرے کپڑے نئے نئے پہننا، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بچہ پیدا ہوتے ہی مرجاتا ہے ایسی حالت میں یہ مراد مانگنا کہ یا حضرت امام حسین! آپ کی دُعا سے اگر ہمارا بچہ زندہ رہا تو ہم دس برس تک آپ کے نام کے بچہ کو فقیر یا بہشتی یا پیک بنادینگے، اور بعد دس برس کے برادری کے محتاج یا مساکین کو نہایت خوشی اور جلوس کے ساتھ کھانا کھلاکر فقیری کو ختم کرائیں گے اور جابجا مرثیہ جاکر پڑھنا دھنیا بناکر برادری میں بطور حصہ یا عیدی کی طرح بٹوؤں میں رکھ کر بچوں کے لئے بھیجنا اور کھچڑا پکاکر برادری میں تقسیم کرنا اور خود کھانا محتاجوں کو کھلانا اور یہ کہاں سے ثابت ہُوا ہے اور روٹیاں پکواکر اس طرح لنگر لٹانا کہ ہاتھ میں گرے یا جہاں کہیں اس فعل کا کرنے والا کون ہے اور یہ افعال کس کے ہیں اور مومن کو امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت کے واقعہ میں ان دس ایام میں کیا کرنا چاہئے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

مسلمانوں کو ان ایام میں صدقات و خیرات و میراث و حسنات کی کثرت چاہئے خصوصًا روزے خصوصًا روزِ عاشورکا کہ سال بھر کے روزوں کا ثواب اور ایک سال گزشتہ کے گناہوں کی معافی ہے کما ثبت فی الحدیث الصحیح (جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ ت) اور بہتر یہ ہے کہ نویں دسویں دونوں کا روزہ رکھے،

لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لئن بقیت الی قابل لاصومن التاسع[1]

اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر میں آئندہ سال میں زندہ رہا تو ضرور میں نو تاریخ کا بھی روزہ رکھوں گا (ت)

حضرت شہزادہ گلگوں قبا امام حسین شہید کربلا و دیگر شہدائے کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نام پاک پر جس قدر ہوسکے تصدق و ایصال ثواب کریں بلکہ ان روزوں وغیرہا تمام حسنات کا ثواب اُسی جناب گردوں قباب کی نذر کریں گرمیوں میں اُن کے نام پر شربت پلائیں جاڑے میں چائے پلائیں اور نیک نیت پاک مال سے شربت چائے کھانے کو جتنا چاہیں لذیذ و بیش قیمت کریں سب خیر ہے کھچڑا پلاؤ فرنی جو چاہیں اور بے وقت میسر ہو برادری میں بانٹیں محتاجوں کو کھلائیں اپنے گھر والوں کو کھلائیں

---

[1] صحیح مسلم کتاب الصیام باب یوم عشوراء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۵۹

Marfat.com

نیک نیت سے، سب ثواب ہے۔

کما ثبت فی الاحادیث الصحاح حتی قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ما اطعمت نفسك فھو لك صدقة[1]

جیسا کہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے، یہاں تک کہ حضور انور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کچھ تُو اپنے آپ کو کھلائے وہ بھی تیرے لئے صدقہ ہے۔ (ت)

رہا یہ کہ کھچڑا کہاں سے ثابت ہوا جہاں سے شادی کا پلاؤ دعوت کا زردہ ثابت ہوا۔ یہ تخصیصات عرفیہ ہیں نہ شرعیہ، ہاں جو اسے شرعًا ضروری جانے وہ باطل پر ہے۔ روٹیاں پکا کر تقسیم کرنا بھی خیر ہے مگر پھینکنا منع ہے اور اُن کا پاؤں کے نیچے آنا یا ناپاک جگہ گرنا سخت شدید مواخذہ کا موجب، ایک تو روٹی کی بیحرمتی جس کی تعظیم کا حدیث میں حکم فرمایا، دوسرے نیاز کی چیز کی بے توقیری نیاز کی چیز معظم ہوتی ہے کما دل علیہ حدیث نفیس فی بھجة الاسرار (جیسا کہ اس پر ایک عمدہ حدیث دلالت کرتی ہے جو بہجۃ الاسرار میں مذکور ہے۔ ت) بے ادب وہابیوں کا کہنا کہ اس میں تو صدقہ کے سبب سے اور خباثت آگئی، اُن کی قلبی خباثت ہے کہ محبوبانِ خدا کے نام سے انھیں عداوت ہے بہشتی بننا اگر بدعات سے خالی ہو اور بدعات سے خالی ہو اور محض نام ونقل نہ ہو بلکہ کام اور فعل ہو یعنی پانی بھر بھر کر مسلمانوں کو پلائیں وضو کرائیں تو ضرور اچھا کام اور باعث اجر ہے اور اس کا ثواب بھی نذر شہدائے کرام ہوسکتا ہے اور پیک بننا نری نقالی اور بیہودہ بے معنی ہے اور گھنگھرو لٹکانا حدیث میں منع فرمایا، یونہیں فقیر بن کر بلاضرورت ومجبوری بھیک مانگنا حرام، کما نطقت بہ احادیث مستفیضة (جیسا کہ بہت سی مشہور ومعروف حدیثیں اس معنی پر ناطق ہیں۔ ت) اور ایسوں کو دینا بھی حرام لانہ اعانة علی المعصیة کما فی الدرالمختار (اس لئے کہ یہ گناہ کے کام پر دوسرے کی امداد کرنا ہے جیسا کہ درمختار میں مذکور ہے۔ ت) اور وہ منت ماننی کہ دس برس تک ایسا کریں گے سب مہمل وممنوع ہے۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لانذر فی معصیة[2]

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا گناہ کے کام میں کوئی نذر (منت) نہیں۔ (ت)

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل حدیث حضرت مقدام بن معدی کرب دار الفکر بیروت ۴/ ۱۳۱

[2] سنن ابی داؤد کتاب الایمان باب من رأی علیہ کفارۃ الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۱۱

Marfat.com

ہاں سیدنا حضرت عالی مقام علیٰ جدہ الکریم ثم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے اپنی حاجت میں استمداد و استعانت وطلب دعا وشفاعت جائز ومحبوب،

قال اللہ تعالیٰ وابتغوا الیہ الوسیلۃ[1] — اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک رسائی کے لئے وسیلہ تلاش کرو۔

وقال اللہ تعالیٰ اولٰئک الذین یدعون یبتغون الیٰ ربھم الوسیلۃ[2] — اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یہی وہ ہیں جن کی وہ عبادت کرتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں۔ (ت)

دھنیا بنانے کھانے بٹوں میں رکھ کر بچّوں کو بھیجنے میں فی نفسہ کچھ حرج نہ تھا مگر وہ مبنی جس کی بنا پر یہ کیا جاتا ہے شرعًا ناجائز ہے، اس کی اصل یوں ہے کہ پان کھانے کے عادی ہیں محرم کے عشرہ میں سوگ کے خیال سے پان چھوڑ دیتے ہیں اُس کی جگہ پر دھنیا ایجاد ہوا ہے شریعت نے عورت کو شوہر کی موت پر چار مہینے دس دن سوگ کا حکم دیا ہے اوروں کی موت کے تیسرے دن تک اجازت دی ہے باقی حرام ہے اور ہر سال سوگ کی تجدید توکسی کے لئے اصلاً حلال نہیں پھر حقیقت دیکھئے تو دعوٰیٔ غم بھی جھوٹا۔ غم میں آدمی سے پان نہ کھایا جائے تو دھنئے کے یہ تکلفات کہ وقت میں اس سے سوجگہ زائد اور خرچ بھی زیادہ اور لذّت بھی افزوں، یہ ضرور ہوسکیں گے، یونہی عشرہ محرم کے سبز رنگے ہوئے کپڑے بھی ناجائز ہیں یہ بھی سوگ کی غرض سے ہیں، سوگ میں اصل سیاہ لباس ہے وہ تو رافضیوں نے لیا اور انھیں زیبا بھی تھا کہ ایک تو اُن کے دلوں کی بھی یہی رنگت ہے۔ دوسرے یہ کہ سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالٰے عنہ نے فرمایا:

الشیعۃ نساء ھذہ الامۃ[3]۔ — شیعہ اس اُمت کی عورتیں ہیں۔

سوگ وماتم عورتوں ہی کو خوب آتے ہیں۔ ہمارے جاہل سُنّی بھائی سیاہی سے تو بچے کہ رافضیوں کی مشابہت نہ ہو مگر اس سے قریب تر رنگت سبزی پائی اسے اختیار کیا، سبزی جب گہری ہوگی سیاہی لے آئے گی ہلکی سیاہی کو سبزی کہتے ہیں، آسمان نیلا ہے اسے عربی میں خضراء فارسی میں چرخ سبزہ فام کہتے ہیں اردو میں مسیں بھیگنے کو، اس وقت بالوں کی سیاہی خوب گہری نہیں ہوتی۔ سبزہ آغاز کو کہتے ہیں،

---

[1] القرآن الکریم ۵/۳۵
[2] " " " ۱۷/۵۷
[3]

Marfat.com

لہذا اُس نیت سے یہ بھی ناجائز، مسلمان کو چاہئے عشرۂ مبارک میں تین رنگوں سے بچے ، سیاہ، سبز، سُرخ۔ سیاہ، سبز کی وجہیں تو معلوم ہوگئیں اور سرخ آج کل ناصبی خبیث خوشی کی نیت سے پہنتے ہیں۔ سیاہ میں اُودا، نیلا، کاسنی۔ سبز میں کاہی، دھانی، پستئی۔ سرخ میں گلابی، عنابی، نارنجی سب داخل ہیں۔ غرض جس پر ان میں کوئی رنگ صادق آئے اگر سوگ یا خوشی کی نیت سے پہنے جب تو خود ہی حرام ہے ورنہ ان کی مشابہت سے بچنا بہتر ہے، یُوہیں مرثیے کہ رائج ہیں سب حرام و ناجائز ہیں۔ حدیث میں ہے :

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن المراثی۔[1] رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مرثیوں سے منع فرمایا۔

اور ماتم کرنا، چھاتی پیٹنا بھی حرام ہے نطقت بتحریمہ احادیث بالغۃ حد الاشتھار (درجۂ شہرت تک پہنچی ہوئی حدیثیں اس کے حرام ہونے پر ناطق ہیں۔ ت) حسن حسن بتشدید کہنا تو جہالت ہی تھا مگر ماتم سخت منع ہے۔ یوہیں علم، تعزیے، تخت، جریدے، باجے، کھیل تماشے سب بیہودہ و بدعت و ممنوع ہیں۔ یوہیں تعزیہ چڑھاوا، امام باڑے کا مکان، اس کی نوبت، روشنی، آرائش سب بلشرح صدر ہیں۔ غم و الم کا نام اور لہو و لعب کی یہ دُھوم دھام اور اس پر امیدِ خوشنودیِ حضرت امام۔ اور اس اُلٹی مت کا کیا ٹھکانا کہ یا تو تعزیہ کی وہ تعظیم کہ گویا معاذ اللہ بعینہٖ یہی نعش مبارک حضور پُرنور امام عالی مقام ہے بلکہ اُس سے بھی زائد یہاں تک کہ اُسے سجدہ کرنے سے بھی باک نہیں۔ اور کہاں یہ حرکت کہ کہار بیلدار وغیرھم کفار اسے اٹھائے پھریں اور اس پر پڑھا یہ جائے کہ اے مومنو! اٹھاؤ جنازہ حسین کا۔ استغفر اللہ۔ پھر گلی کوچوں میں گشت، پھر توڑ تاڑ کر دبا دینا کتنی شتر گربگی ہے پھر مصنوعی کربلا میں جسے حقیقی کے مثل ٹھہراتے ہیں، کوئی دقیقہ لغویات و ممنوعات کا اٹھا نہیں رکھتے، رنڈیوں کے جھولے تک ہوتے ہیں بلکہ تختوں پر ایک ایک رنڈی جلوہ گر ہوتی ہے، کہاں امامِ عالی مقام کی طرف نسبت اور کہاں یہ سخت شنیع حرکت۔ کاش اللہ عزّوجل ہمارے بھائیوں کو سمجھ دیتا کہ ہزاروں روپے جو یوں نیکی برباد گناہ لازم میں تباہ کرتے انھیں حضرات شہیدانِ پاک کے نام پر تصدق کرتے مساکین کو دیتے جاڑے میں اُن کے لحاف رضائی گرم کپڑے بناتے وغیرہ وغیرہ افعال حسنہ کرتے تو کتنا بہتر ہوتا۔ اللہ ہدایت دے آمین! واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن عبداللہ بن ابی اوفٰی المکتب الاسلامی بیروت ۴/۳۵۶

Marfat.com

مسئلہ ۱۸۲، ۱۸۳ مسئولہ مولانا ظفر الدین صاحب ۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۰ھ

ملفوظاتِ حضرت سید عبدالرزاق ہانسوی قدس سرہٗ میں یہ حکایتیں ہیں یا نہیں:

(۱) محرم کی دسویں تھی کہ حضرت مولانا ممدوح ایک تعزیہ کے ساتھ ہولئے جو جلاہوں کا تھا اور مصنوعی کربلا میں دفن ہونے کے لئے لوگ لئے جاتے تھے آپ کی وجہ سے اور خدام و مریدین بھی ساتھ ہولئے کربلا تک ساتھ ساتھ رہے بلکہ دیر تک قیام فرمایا کچھ دنوں بعد بعض خاص مریدین نے پوچھا تو فرمایا کہ مجھے تعزیوں سے کچھ مطلب نہیں ہم تو امام عالی مقام کو دیکھ کر ساتھ ہولئے تھے کہ اُن کے ساتھ اولیائے کرام کا مجمع تھا۔

(۲) انھیں بزرگ کا قصّہ ہے کہ ایک دن عاشورہ کو مسجد میں بیٹھے وضو کررہے تھے ٹوپی مبارک فصیل پر رکھی تھی کہ یکایک اُسی طرح سر برہنہ نیچے تشریف لے آئے اور ایک تعزیہ کے ساتھ ہولئے اس دفعہ لوگوں نے دریافت کیا تو فرمایا کہ حضرت سیدۃ النساء تشریف فرما تھیں۔

دونوں روایتیں کہاں تک صحیح ہیں؟

الجواب

دونوں حکایتیں محض غلط و بے اصل ہیں، تعزیہ داروں کو نہ کوئی دلیل شرعی ملتی ہے نہ کسی معتمد کا قول، مجبورانہ حکایت بناتے ہیں۔ اسی ساخت کی حکایت کوئی شاہ عبدالعزیز صاحب سے نقل کرتا ہے کوئی مولانا شاہ عبدالمجید صاحب سے، کوئی حضرت مولانا فضل رسول صاحب سے، کوئی مولوی فضل الرحمٰن سے، کوئی میرے حضرت جد امجد سے، رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم۔ اور سب باطل و مصنوع ہیں۔ میں تو ابھی زندہ ہوں میری نسبت کہہ دیا کہ ہم نے اسے تعزیہ شاید علم بتائے کہ اُن کے ساتھ جاتے دیکھا اور اس حکایت کا کذب تو خود اسی سے روشن کہ فرمایا: "مجھے تعزیوں سے کچھ مطلب نہیں ہم تو امام عالی مقام کو دیکھ کر ساتھ ہولئے تھے کہ اُن کے ساتھ اولیائے کرام کا مجمع تھا"۔ سبحان اللہ! جب تعزیے ایسے معظم و مقبول و محبوب بارگاہ ہیں کہ خود حضور پُر نور امام انام علٰی جدہ الکریم ثم علیہ الصلوۃ والسلام بنفس نفیس اُن کی مشایعت فرماتے ہیں ان کے ساتھ چلتے ہیں تو اُن سے کچھ مطلب نہ ہونا اللہ عزوجل کے محبوب و معظم سے مطلب نہ ہونا ہے جو ولی تو ولی کسی مسلمان کی شان نہیں۔ پھر آگے تتمۂ کلام ملاحظہ ہو کہ "اُن کے ساتھ اولیائے کرام کا مجمع تھا" یہ کاف بیانیہ تو ہو نہیں سکتا ضرور تعلیلیہ ہے یعنی حضرت امام کے ساتھ ہونے پر بھی کچھ توجّہ نہ ہوتی مگر کیا کیجئے انکے ساتھ مجمع اولیاء تھا لہذا شامل ہونا پڑا۔ عیب بھی کرنے کو ہنر چاہئے، ہاں خوب یاد آیا ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۲۷ھ کو تلہر سے ایک سوال آیا تھا کہ تُو نے تعزیہ داری کو جائز کردیا ہے اس خبر کی کیا حقیقت ہے؟ ایک

Marfat.com

رافضی بڑے فخر سے اس روایت کو نقل کرتا ہے ایضاً تیرا اور دیگر چند علمائے بریلی کا فتویٰ تیار ہوا ہے کہ آیت تطہیر کے تحت میں ازواجِ مطہرات داخل نہیں، اس فتویٰ کی نقل اس رافضی کے پاس دیکھنے میں آئی ہے فقط، اب فرمائیے اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت درکار، جب زندوں کے ساتھ یہ برتاؤ ہے تو احیائے عالمِ برزخ کی نسبت جو ہو کم ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۴ امیر علی صاحب سرنیا ضلع بریلی ۱۱ محرم ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو اشخاص سنت جماعت ہوں وہ منت تعزیہ وعلم و مہندی کی مانتے ہیں ان کو اصل تعزیہ دار کے تعزیہ پر لیجا کر چڑھاتے ہیں اور شیرینی اور کھانا ہر قسم کا لیجا کر وہاں فاتحہ دیتے ہیں اور اس کو بطور تبرک کے تقسیم کرتے ہیں اور گھر سے لیجاتے وقت چار چار قدم پر مرثیہ باآواز بلند پڑھتے ہیں اور ڈھول تاشے مجیرے وغیرہ کی آواز بلند ہوتی ہے اور اکثر چھاتی کوٹتے ہیں اس کو ماتم قرار دیتے ہیں، اکثر عورات کو دیکھا ہے کہ ساتؔ و نوؔ تاریخ کی شام سے اور دسؔ کی فجر سے گشت کرتی ہیں علم و مہندی و تعزیہ دار آدمیوں وغیرہ کا نظارہ کرتی ہیں اور اکثر عشرہ کو صبح سے شام تک جس کو کربلا شریف قرار دیا ہے ہر ایک تماشے دیکھتے ہیں اکثر لوگ اور عورات تعزیہ کو دفن کر کے روٹی اور شیرنی قبر پر رکھ کر ماتم کرتے اور پھر فاتحہ دیتے ہیں، دیگر زید سنت جماعت ہو کر تعزیہ پر جا کر ذکرِ شہادت یعنی جس کو مجلس قرار دیتے ہیں شوق سے جا کر پڑھتے ہیں مرثیہ بھی، دیگر ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں میں یا ایک محلہ سے دوسرے محلہ میں تخت یا علم وغیرہ جائے عمرو دیکھنے نہ جائے اور شرکت تربت دے، دیگر بکر کہتا ہے کہ ان یوم میں فاتحہ سوائے امام حسین علیہ السلام کے اور کسی پیغمبر اور اولیاء کرام کی نہیں ہوگی۔ دیگر زید کہتا ہے کہ تخت اور تعزیہ وغیرہ کا کام اور خوشنمائی دیکھنے جائے تو کوئی نقصان نہیں ہے۔ دیگر زید کہتا ہے کہ دس یوم روزہ رکھنا حرام ہے کیونکہ یزید کی ماں نے بغرض لڑائی جیت کے رکھی تھی۔ ان سب سوالوں کا شرع میں کیا حکم ہے؟

الجواب

علم، تعزیے، مہندی، اُن کی منت، گشت، چڑھاوا، ڈھول، تاشے، مجیرے، مرثیے، ماتم، مصنوعی کربلا کو جانا، عورتوں کا تعزیے دیکھنے کو نکلنا، یہ سب باتیں حرام و گناہ و ناجائز و منع ہیں۔ فاتحہ جائز ہے روٹی شیرینی شربت جس چیز پر ہو، مگر تعزیہ پر رکھ کر یا اس کے سامنے ہونا جہالت ہے اور اس پر چڑھانے کے سبب تبرک سمجھنا حماقت ہے ہاں تعزیہ سے جُدا جو خالص سچی نیت سے حضرات شہدائے کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی نیاز ہو وہ ضرور تبرک ہے وہابی خبیث کہ اسے خبیث کہتا ہے خود خبیث ہے۔ تعزیہ داروں کے شربت میں بھی شرکت نہ کرے کہ تعزیہ میں شرکت سمجھی جائے گی بلکہ الگ شربت

Marfat.com

کرے اور آجکل کہ جاڑے کا موسم ہے شربت کی جگہ چائے ہونا چاہیے۔ محرم وغیرہ ہر وقت ہر زمانہ میں تمام انبیاء و اولیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نیاز اور ہر مسلمان کی فاتحہ جائز ہے اگرچہ خاص عشرہ کے دن ہو۔ بکر غلط کہتا ہے اور شریعت مطہرہ پر افترا کرتا ہے۔ جو کام ناجائز ہے اسے تماشے کے طور پر دیکھنے جانا بھی گناہ ہے۔ عشرۂ محرم کے روزے بہت ثواب نہایت افضل ہے۔ حدیثوں میں انکی فضیلت ارشاد ہوئی ہے خصوصاً دسویں محرم کا روزہ کہ سال بھر کے روزوں کے برابر ثواب ہے اور ایک سال کے گناہوں کی معافی ہے۔ زید جھوٹا ہے اور شرع شریف پر افترا کرتا ہے کہ ان روزوں کو حرام بتاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۵ از بدایوں محلہ جالندھری مسئولہ محمد ادریس خاں صاحب ۲۸ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بنا بر شوکت و دبدبۂ اسلام تعزیہ بنانا اور نکالنا و علَم و بیرق اور مہندی وغیرہ نکالنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز تعزیہ کو حاجت روا سمجھنا یا یہ کہنا کہ تعزیہ ہماری منت کا ہے اگر بند کریں نہ بنائیں تو ہمارا نقصانِ اولاد و مال ہوگا کیسا ہے؟ تعزیہ دار یا تعزیہ پرست کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

علَم، تعزیہ، بیرق، مہندی جس طرح رائج ہیں بدعت ہیں اور بدعت سے شوکتِ اسلام نہیں ہوتی تعزیہ کو حاجت روا یعنی ذریعۂ حاجت روا سمجھنا جہالت پر جہالت ہے اور اسے منت جاننا اور حماقت، اور نہ کرنے کو باعثِ نقصان خیال کرنا زنانہ وہم ہے مسلمان کو ایسی حرکات و خیال سے باز آنا چاہیے بایں ہمہ تعزیہ دار مسلمان ہے اور اس کے ہاتھ کا ذبیحہ ضرور حلال ہے کوئی جاہل سا جاہل مسلمان بھی تعزیہ کو معبود نہیں جانتا، تعزیہ پرست کا لفظ وہابیہ شرک پرست کی زیادتی ہے جس طرح تعظیم و تکریم مزاراتِ طیبہ پر مسلمانوں کو قبر پرست کا لقب دیتے ہیں یہ سب اُن کا جہل و ظلم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۶ از سیتاپور محلہ قضیارہ مکان قاضی سید محمد رضا صاحب ۷ ربیع الآخر ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تعزیہ بنانا کیسا ہے؟ اور اس پر شیرینی وغیرہ چڑھانا کیسا ہے؟ اور بنانے والے اور تعظیم کرنے والے کا عند الشرع کیا حکم ہے؟ اور جو شخص تعزیہ کے ناجوازی کا قائل ہے اس کو کافر یا مرتد کہنا اور کافر سمجھ کر اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنا کیسا ہے؟ اور تعزیہ داری میں غلو کرنیوالے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

Marfat.com

الجواب

تعزیہ رائجہ ناجائز و بدعت ہے اور اس کا بنانا گناہ و معصیت اور اس پر شیرینی وغیرہ چڑھانا محض جہالت اور اس کی تعظیم بدعت و جہالت۔ اور جو تعزیہ کو ناجائز کہے اس بنا پر اسے کافر یا مرتد کہنا اشد عظیم گناہ کبیرہ ہے، کہنے والے کو تجدید اسلام و نکاح چاہیئے، یونہی اس وجہ سے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنا مردود و باطل ہے البتہ اگر کسی وہابی کو کافر مرتد کہا تو مضائقہ نہیں، اور وہابی کے پیچھے نماز بیشک ناجائز ہے، جو تعزیہ داری میں غلو رکھے یا اس سے معروف ہو اگرچہ غلو نہ رکھے اس کے پیچھے بھی نماز نہ چاہیئے مگر پڑھیں تو ہو جائیگی ہاں اسے امام بنانا منع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۷ - ۱۹۱ مرسلہ جناب مولوی محمد ابوذر از سنبھل ضلع مراد آباد محلہ دیبا سرائے

کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنّت و جماعت رحمہم اللہ و کرمہم اللہ تعالیٰ مسائلِ ذیل میں:

(۱) ایصالِ ثواب بر رُوحِ سیّدنا امام حسین علیہ السلام بروزِ عاشورہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) تعزیہ بنانا اور مہندی نکالنا اور شبِ عاشورہ کو روشنی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) مجلس ذکرِ شہادت قائم کرنا اور اس میں مرزا دبیر اور انیس وغیرہ روافض کے کلام پڑھنا بطور سوز خوانی یا تحت اللفظ جائز ہے یا نہیں اور اہل سنّت کو ایسی مجالس میں شریک ہونا مکروہ ہے یا حرام یا جائز ہے؟

(۴) حضرت قاسم کی شادی کا میدانِ کربلا میں ہونا جس بنا پر مہندی نکالی جاتی ہے اہلسنت کے نزدیک ثابت ہے یا نہیں؟ درصورت عدم ثبوت اس واقعہ میں حضرت امام حسن علیہ السلام کی صاحبزادی کی نسبت حضرت قاسم کی طرف کرنا خاندان نبوت کے ساتھ بے ادبی ہے یا نہیں؟

(۵) روز عاشورہ کو میلہ قائم کرنا اور تعزیوں کو دفن کرنا اور ان پر فاتحہ پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ اور بارھویں اور بیسویں محرم اور بیسویں صفر کو تیجا اور دسواں اور چالیسواں اور مجلسیں قائم کرنا اور میلہ لگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) رُوح پر فتوح ریحانہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایصالِ ثواب بروجہ صواب عاشورا اور ہر روز مستحب و مستحسن ہے۔

(۲) تعزیہ مہندی روشنی مذکور سب بدعت و ناجائز ہے۔

(۳) نفس ذکر شریف کی مجلس جس میں ان کے فضائل و مناقب و احادیث و روایات صحیحہ و معتبرہ سے

Marfat.com

بیان کیے جائیں اور غم پروری نہ ہو مستحسن ہے اور مرثیے حرام خصوصاً رافضیوں کے کہ تبرائے ملعونہ سے کم تر خالی ہوتے ہیں اہلسنت کو ایسی مجالس میں شرکت حرام ہے۔

(۴) نہ یہ شادی ثابت نہ یہ مہندی سوا اختراع اختراعی کے کوئی چیز۔ نہ یہ غلط بیانی حد خاص تو ہین تک بالغ۔

(۵) عاشورہ کا میلہ لغو ولہو وممنوع ہے۔ یوہیں تعزیوں کا دفن جس طور پر ہوتا ہے نیت باطلہ پر مبنی اور تعظیم بدعت ہے اور تعزیہ پر فاتحہ جہل وحمق وبے معنیٰ ہے۔ مجلسوں اور میلوں کا حال اوپر گزرا نیز ایصال ثواب کا جواب کہ ہر روز محمود ہے جبکہ بروجہ جائز ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۲ از مراد آباد بازار سنبھل مرسلہ اللہ بخش صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے تعزیہ پر جا کر یہ منت مانی کہ میں یہاں سے ایک خرما لے جاتا ہوں درصورت کام پورا ہونے کے سال آئندہ میں نقرئی خرما تیار کرا کر چڑھاؤں گا۔ بینوا توجروا

الجواب

یہ نذر محض باطل وناجائز ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۳ از ملک برار مقام نیر پیر سونیتھ محلہ داروہ ضلع ایوت محل محمد زماں عرف شیخ جھو چہارشنبہ بتاریخ ۱۲ ذوالقعدہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص تعزیہ داری کو جائز کہتا ہے اگر کوئی انکار کرتا ہے تو سخت کلامی سے پیش آتا ہے چنانچہ پیش امام مسجد نیز واقع تعلقہ داروہ ضلع ایوت محل ملک برار نے جب انکار کر کے کہا کہ تعزیہ داری سخت منع ہے تو اس نے کہا کہ تم خلاف کہتے ہو اور تمہاری امامت جائز نہیں ہے تم سور کھاتے اور حرام کھاتے ہو۔ اس پر تمام بستی کے مسلمانوں نے جمع ہو کر اس سے پوچھا تو تمام مسلمانوں کو کہا کہ تم سب سور کھاتے ہو، اور کہا کہ اجرت پر امامت جائز نہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسے شخص کا قول کہاں تک صحیح ہے؟ کیا تعزیہ داری درست ہے اور اجرت پر امامت جائز نہیں؟ اور جو تمام مسلمانوں کو سور کھانیوالا بولے تو وہ گنہگار ہے فاسق ہے یا نہیں اسے توبہ کرنا چاہئے یا نہیں؟ مسلمانوں کو ایسے شخص سے برتاؤ کیا رکھنا چاہئے؟ ایک مسلمان کی آمدنی کھیتی وتجارت سے بھی ہے اور سود سے بھی ہے ایسے شخص کے یہاں کھانا کھانا درست ہے یا نہیں؟ اگر کسی مسلمان نے اس کے یہاں کھانا کھایا تو اس کو سود کھانے والا کہیں گے یا ایسا کہنا اس کو جائز ہے یا نہیں؟ شاہ مدار کے مہینہ کے سولہ چراغوں کی عید کرنا کتب فقہ سے جائز ہے یا نہیں؟

Marfat.com

الجواب

تعزیہ داری ناجائز ہے اور فتوٰی اس پر ہے کہ امامت پر اجرت لینا حلال ہے کما فی ردالمحتار و عامۃ الاسفار (جیسا کہ فتاوٰی شامی اور عام بڑی بڑی کتابوں میں مذکور ہے۔ت) جس کے یہاں حلال و حرام دونوں طرح کی آمدنی ہے اس کا کھانا حرام نہیں ہوتا جب تک معلوم نہ ہو کہ یہ خاص کھانا حرام مال سے ہے۔ ذخیرہ و فتاوٰی عالمگیریہ میں امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حرام بعینہ[1]	ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں جب تک کسی معین چیز کے حرام ہونے کو نہ جانیں۔(ت)

یہ دوسری بات ہے کہ سود خور کے یہاں کھانا اگرچہ حلال مال سے ہو چاہئے یا نہ چاہئے مگر مطلقًا اسکے کھانے والے کو سُود کھانے والا کہنا شریعت پر افترا ہے اور عام مسلمانوں کو ایسا کہنا اور زیادہ شیطانی لفظ ہے اس پر توبہ فرض ہے اور مسلمانوں سے معافی مانگے، اگر نہ مانے اور اصرار کئے جائے تو وہ فاسق ہے اس سے وہی برتاؤ چاہئے جو ایک فاسق سے کرنے کا حکم ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اذی مسلمًا فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ[2]	جس نے کسی مسلمان کو بلاوجہ شرعی ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔

اس نے اتنے مسلمانوں کو ایذا دی بیشک وہ ظالم ہوا اور ظالم کے پاس بیٹھنے کو قرآن عظیم میں منع فرمایا، قال اللہ تعالٰی:

واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین[3]	اگر تمھیں شیطان بھلادے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھو(ت)

یہ سولہ چراغوں کی عید کیسی ہوتی ہے اس میں کیا کیا جاتا ہے کیا نیت ہوتی ہے ہمارے دیار میں یہ بالکل نہیں اس کا حال کبھی سُننے میں نہیں آیا تفصیل ہونے پر جواب ہوسکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

[2] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/۳۷۳

[3] القرآن الکریم ۶/۶۸

مسئلہ ۱۹۴ مسئولہ سید مقبول علیشہ میاں صاحب بریلی نومحلہ ۷ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین بیچ اس امر کے کہ تعزیہ بنانا بدعت سیئہ ہے یا شرک و گناہ کبیرہ؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

تعزیہ بنانا شرک نہیں یہ وہابیہ کا خیال ہے، ہاں بدعت و گناہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۵ از بدایوں اسلام نگر مرسلہ عزیز حسن کانسٹبل ۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، اگر کوئی شخص تعزیہ بنائے یا تعزیہ پر چڑھاوا چڑھائے یا مرثیہ پڑھے یا مرثیہ کی مجلس میں شریک ہو یا باجا بجائے یا بجوائے یا اس میں شریک ہو یا شیرینی تقسیم کرے یا کھائے یا کھلائے یا تاریخ مقرر کرکے خیرات کرے، محرم کی ساتویں نویں دسویں تاریخ کو یہ باتیں مذہب اسلام میں جائز ہیں یا نہیں؟ اگر جائز ہیں تو کیا ثبوت ہے ثبوت مع نام کتاب صفحہ و سطر اور قرآن و حدیث سے ہو اگر ناجائز ہو تو بھی ثبوت مع صفحہ و سطر قرآن و حدیث سے تحریر فرمائیں۔

الجواب

شیرینی تقسیم کرنا، کھانا کھلانا، فاتحہ دینا، نیاز دلانا اگرچہ تعین تاریخ کے ساتھ ہو جبکہ اُس تعین کو واجب شرعی نہ سمجھے یہ باتیں شریعت میں جائز ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ[1]

جو کوئی تم میں سے اپنے بھائی کو فائدہ پہنچانے کی طاقت رکھتا ہے تو اسے اپنے بھائی کو فائدہ پہنچانا چاہیے۔ (ت)

امام بدر الدین محمود عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں خوبی ایصالِ ثواب پر اجماعِ امت نقل فرمایا ہے اور فرمایا اہلسنت و جماعت کا یہی مذہب ہے، باقی جو باتیں سوال میں ہیں تعزیہ اور باجا اور مرثیہ اور مرثیہ کی مجلسیں اور تعزیہ کا چڑھاوا یہ سب ناجائز و بدعت و گناہ ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۶ از موضع اومری کلاں ڈاکخانہ کانٹھ ضلع مراد آباد مرسلہ ظفر احسن صاحب ۶ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اول محرم کا جاری ہونا شاہ تیمور کے وقت سے ہوا جب سنت و جماعت نہیں تھا وہاں کے روضوں کی تصویریں جو منسوب امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے

---

[1] صحیح مسلم کتاب السلام باب استحباب الرقیۃ من العین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۲۴

Marfat.com

روضے بھتے اُتروا کر رکھ کر شاہ اپنا خیال پُورا کر لیتا تھا اور چونکہ یہ امر بھی حکم خدا و نیز کسی حدیثِ نبوی سے ثابت نہیں ہے اس لئے وہ کیا حکم رکھتا ہے اور جبکہ محرم کو جاہل لوگ سجدہ کرتے ہیں اور منتیں لوگ تازیوں پر از قسم اناج پکا ہوا یا شیرینی چڑھاتے ہیں فاتحہ دیتے ہیں تازیہ کے ساتھ باجہ ہوتا ہے اور مرثیہ انیس وغیرہ کے جو سُنی نہیں ہیں ان کی تصنیف کے جو اصل واقع کے برخلاف طویل ہیں وہ بُرا گنی اور کئی آواز سے ڈھب سے پڑھتے ہیں بازار گلی کوچوں میں آل عبا کی عورتوں کی حالت وہ بیان کرتے ہیں معاذ اللہ تازیوں پر روٹی پکوا کر رکھتے ہیں کربلا ایک مخصوص جگہ مقرر کر کے وہاں روٹی بانٹتے ہیں اکثر یہاں بھی آگے پیچھے کی بحث میں لڑائیاں ہو جاتی ہیں عورتیں اکثر مسلمانوں کی بلا پردہ تازیوں پر جاتی ہیں تازیوں کا سوم چہلم کرتے ہیں فاتحہ دلاتے ہیں معذرات گروہ تازیہ داری یہ ہیں ہمیشہ سے یہی رسم جاری ہے نا تعلیم یافتہ کہتے ہیں کہ ہم سجدہ نہیں کرتے محض یادگاری امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ و شہیدان و شبِ کربلا بناتے ہیں اور تازیہ کی وجہ سے صدقہ ہوتا ہے، تازیہ یادگاری کا باعث بعض کہتے ہیں پھری گدکہ کھیلنے کا موقع ملتا ہے، نتیجہ صدہا سال سے یہ نکل رہا ہے کہ جابجا لڑائی دنگہ فساد اس تازیہ کے بدولت ہوتے ہیں، امروہہ کا واقعہ قریب کا ہے جس میں بہت سے مسلمان جیل خانہ گئے قتل بھی ہوا ہزاروں روپیہ مسلمانوں کا مقدمہ بازی میں خرچ ہوا بہت سے گھر ویران ہو گئے۔ پس گزارش عالمان و مفتیانِ شرع سے ہے کہ تازیہ بنانے والے ہمدردی کرنے والے، باجہ بجانے والے، اس گروہ میں شامل ہونے والے، اس طریقہ متذکرہ بالا کے بموجب صدقہ کے نام سے خرچ کرنے والے کس امر کے مستحق ہیں اور اس طریقہ سے خرچ کسی مد میں شمار ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب

تعزیہ جس طرح رائج ہے ضرور بدعتِ شنیعہ ہے، جس قدر بات سلطان تیمور نے کی کہ روضۂ مبارک حضرت امام رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی صحیح نقل تسکینِ شوق کو رکھی وہ ایسی تھی جیسے روضۂ منورہ و کعبۂ معظمہ کے نقشے اُس وقت تک اس قدر حرج میں نہ تھا اب بوجہ شیعی و شبیہ اس کی بھی اجازت نہیں، یہ جو باجے، تاشے، مرثیے، ماتم، برق پری کی تصویریں، تعزیے سے مرادیں مانگنا اس کی منتیں ماننا، اسے جھک جھک کے سلام کرنا، سجدہ کرنا وغیرہ وغیرہ بدعاتِ کثیرہ اُس میں ہو گئی ہیں اور اب اسی کا نام تعزیہ داری ہے یہ ضرور حرام ہے دبیر و انیس وغیرہ اکثر روافض کے مرثیے تبرا پر مشتمل ہوتے ہیں اگرچہ جاہل نہ سمجھیں اور نہ بھی ہو تو جھوٹی ساختہ روایتیں خلافِ شرع کلمات اہل بیت طہارت کی معاذ اللہ نہایت ذلت کے ساتھ بیان اور سرے سے غم پروری کے مرثیے کس نے حلال کئے۔ حدیث میں ہے:

نهى رسول الله صلى الله تعالى عليه   رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے

Marfat.com

وسلم عن المراثی [1]

مرثیوں سے منع فرمایا۔

اور اس کے سبب صدقہ خیرات ہونا جھوٹا عذر ہے اللہ کے بندے کہ تعزیہ وغیرہا بدعات کو حرام جانتے ہیں نیاز و خیرات کرتے ہیں ربیع الاول شریف میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی نیازیں ہوتی ہیں ربیع الآخر شریف میں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ کی نیازیں ہوتی ہیں ان میں کون سا تعزیہ ہوتا ہے اور بالفرض غلط اگر تعزیہ ہی باعث خیرات ہو تو خیرات ایک مستحب چیز ہے اور بدعات حرام، مستحب کے لئے حرام حلال نہیں ہوسکتا، عجب اُن سے کہ مستحب نہ کریں گے جب تک حرام اس کی یاد نہ دلائے، پھری گدکا ایک مباح بات ہے، مباح کے لئے حرام کیونکر حلال ہوسکتا ہے غرض عذرات سب بیہودہ ہیں اور ان افعال کے مرتکب سب گنہگار اور انھیں مدد دینا ناجائز اور علم تعزیے تخت میں جو کچھ صرف ہوتا ہے سب اسراف و حرام اور تعزیے کی نیاز لنگر کا لٹانا روٹیوں کا زمین پر پھینکنا پاؤں کے نیچے آنا سب بیہودہ ہے ہاں نیاز کے طور پر سب بدعات سے بچ کر حضرات شہدائے کرام کی نیاز کریں تو عین برکت و سعادت ہے۔ واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ ۱۹۷ تا ۲۰۲: از لہرپور ضلع سیتاپور مدرسہ اسلامیہ مرسلہ محمد فیض اللہ طالب العلم بنگالی ۶ شعبان ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مدعی حنفیت کہتا ہے کہ تعزیہ چونکہ نقشہ ہے سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالٰے عنہ کے روضہ مقدسہ کا اور منسوب ہے سیدنا امام ہمام رضی اللہ تعالٰے عنہ کی طرف، لہٰذا اس کا بنانا امر ضروری ہے اور باعث ثواب و قابل تعظیم و ذریعہ نجات ہمارے لئے ہے اور جو شخص ان کی تعظیم و بنانے کا مخالف ہے وہ یزید ہے پس امور ذیل تحقیق طلب ہیں:

(۱) تعزیہ بنانا جائز ہے یا بدعت اور حرام اور باعث ثواب و تعظیم ہے یا باعث عذاب نارِ جحیم ہے؟

(۲) اس کے بنانے میں کسی قسم کی امداد جائز ہے یا نہیں؟

(۳) اس کا بنانے والا فاسق مشابہ اہل تشیع ہے یا نہیں اور بر تقدیر حرام و بدعت اس کا جائز سمجھنے والا کافر ہے یا اشد فاسق؟

(۴) مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ میں بھی اس کا ثبوت ہے یا نہیں بر تقدیر ثانی اس کا

---

[1] مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث عبداللہ ابن ابی اوفٰی المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۳۵۶

Marfat.com

بنانے والا متبع امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہے یا نہیں اور اس کا یہ دعویٰ کہ میں حنفی ہوں جس سے عوام بھی تعزیہ بنانے کی طرف راغب ہوتے ہیں یہ دھوکا دینا ہے یا نہیں اور باعث گمراہی ہے یا نہیں؟

(۵) ایسے شخص کو اگر حنفی لوگ اپنا پیشوا و پیر بنائیں تو جائز ہے یا حرام، اور مریدین پر فسخ بیعت واجب ہے یا نہیں اور ایسے شخص کی اقتدا فی الصلوٰۃ جائز ہے یا مکروہ بکراہت تنزیہی یا تحریمی یا حرام؟

(۶) منکرین تعزیہ کو یزید یا بددین کہنا کیسا ہے اگر منکرین محل اس طعن و تشنیع کے نہیں ہیں تو یہ قول خود قائلین کی طرف رجوع کرتا ہے یا نہیں یعنی اس کا وبال و گناہ قائلین پر کتنا ہوگا اور حدیث شریف کے اس قاعدے کے تحت میں داخل ہوں گے یا نہیں کہ اگر کسی کو کافر کہے اور وہ فی الحقیقت ایسا نہیں تو قائل خود کافر ہوتا ہے۔

(۷) بانیِ تعزیہ چونکہ عام مسلمانوں کے حضوری کا باعث ہوتا ہے پس بر تقدیر حرام و بدعت حاضرین و بانی دونوں گناہ میں مساوی ہیں یا اکمل و انقص ہیں۔

الجواب

تعزیہ جس طرح رائج ہے نہ ایک بدعت مجمع بدعات ہے نہ وُہ روضہ مبارک کا نقشہ ہے اور ہو تو ماتم اور سینہ کوبی اور تاشے باجوں کے گشت اور خاک میں دبانا یہ کیا روضہ مبارک کی شان ہے اور پریوں اور براق کی تصویریں بھی شاید روضہ مبارکہ میں ہونگی امام عالی مقام کی طرف اپنی ہوسات مخترعہ کی نسبت امام رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی توہین ہے کیا توہینِ امام قابل تعظیم ہے کعبہ معظمہ میں زمانہ جاہلیت میں مشرکین نے سیدنا ابراہیم و سیدنا اسمٰعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کی تصویریں بنائیں اور ہاتھ میں پانسے دئے تھے جن پر لعنت فرمائی اور اُن تصویروں کو محو فرما دیا یہ تو انبیائے عظام کی طرف نسبت تھی کیا اس سے وہ ملعون پانسے معظم ہو گئے یا تصویریں قابلِ ابقاء۔ اور اسے ضروری کہنا تو اور سخت تر افترائے اخبث ہے وہ بھی کس پر شرع مطہر پر،

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[1]
بے شک جو اللہ تعالیٰ کے ذمّے جھوٹ لگاتے ہیں وہ کبھی کامیاب اور بامراد نہ ہونگے۔ (ت)

اور اس کے منکر کو یزید کہنا رفض پلید ہے تعزیہ میں کسی قسم کی امداد جائز نہیں۔

قال اللہ تعالےٰ ولا تعاونوا علی الاثم
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: گناہ اور زیادتی کے

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/۶۹

Marfat.com

والعدوان[1] معاملات میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو(ت)
طریقہ مذکورہ ضرور فسق واتباع روافض ہے اور تعزیہ کو جائز سمجھنا فسق عقیدہ مگر انکار ضروریات دین نہیں کہ کافر ہو نہ اس سے حنفیت زائل ہو کہ گناہ مزیل حنفیت ہو توسوا اجلہ اکابر اولیاء کے کوئی حنفی نہ ہوسکے معتزلہ اصولاً بددین تھے اور فروعاً حنفی، جو قول باطل دوسرے کو کہا جائے اس کا وبال قائل پر آتا ہے بعینہٖ وہی قول پلٹنا مطلق نہیں کسی کو ناحق گدھا کہنے سے قائل گدھا نہ ہوجائے گا، یوہیں کسی مسلمان سُنّی کو یزید کہنے والا یزید نہ ہوجائے گا بلکہ اس میں روافض کا پیرو۔ اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور اس سے بیعت ممنوع وناقابل ابقا۔ حاضرین میں ہر ایک پر اپنا گناہ ہے اور بانی دواعی پر اُن سب کے برابر۔ لاینقص من اوزارھم شیئ[2] (اور ان کے گناہوں میں سے کچھ کمی نہ ہوگی۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۴: ازجبیب والا ضلع بجنور تحصیل دھامپور مرسلہ منظور احمد صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تعزیہ بنانے اور ان پر ملیدے چڑھانے اور ایسی مجلسیں کرنا کہ جس میں اہلبیت کی فضیحت اور رسوائی ہو اور نتیجہ یہ ہو کہ ان کو سجدے کئے جائیں اور منتیں اُن سے مانگی جائیں، یہ فعل یا اس فعل میں شرکت کرنے والے کیسے ہیں جائز ہیں یا ناجائز؟ حالانکہ مسئلہ اصول کا ہے کہ فعل مستحب جب کسی لوازم کی وجہ سے وُہ اپنے درجہ کو چھوڑ کر واجب یا فرضیت میں آجائے تو اُس وقت اُس کا ترک مستحب ہے تو اب بنا بر اصول کہ یہ مسائلِ مذکورہ بالا جائز ہیں یا نہیں نقصان ہے؟ مدلل تحریر کیجئے۔

الجواب

تعزیہ ناجائز ہے اور ایسی مجلس جس میں معاذ اللہ توہین اہلبیت کرام ہو قطعاً حرام اور اُن میں شرکت ناجائز وحرام۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۵: سلطان الاسلام احمد صاحب اجمیر شریف

تعزیہ بنا کے نکالنا، اس کے ساتھ ڈھول نقارے بجانا، قبر کی صورت بنا کر جنازہ کی طرح نکالنا، اس پر پھول وغیرہ چڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ فقط

الجواب

یہ سب باتیں ناجائز ہیں۔ واللہ تعالٰے اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۲
[2] صحیح مسلم کتاب العلم باب من سن سنۃ حسنۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۴۱

Marfat.com

مسئلہ ۲۰۶ از ریاست راجگڈھ بیاورہ ایجنسی بھوپال سنٹرل انڈیا، مسئولہ محمد اسمٰعیل سوار رسالہ باڈی گارڈ ۱۵ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ محرم میں تعزیہ بنانا اور اس سے منتیں مرادیں مانگنی، علم اٹھانے، مہندی چڑھانا، بچّوں کو سبز کپڑے پہنانے اور ان کے گلوں میں ڈوریاں باندھ کر اُن کو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کا فقیر بنانا، دس روز تک سوگوار رہنا اور اس کے بعد سوئم اور دسواں چالیسواں کرنا، ایسے مرثیوں کا پڑھنا جس میں اہلبیت کے سر پیٹنے اور بین کرنے خلافِ شرع امور کا ذکر ہے، اور یہ کہ ان مراسم کی ادائیگی کو حُبِّ اہلبیت سمجھنا عام طور سے ہمراہیانِ یزید کو لعین مردود کافر کہنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بُرا کہنا اور اُس کو مقتضائے حُبِّ علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سمجھنا، حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو جملہ انبیاء سے بھی رتبہ میں بڑھ کر سمجھنا یا یہ خیال کہ حضرات صوفیہ کرام نے بھی ایسا ہی سمجھا ہے اور ایسا سمجھنے کو عین ایمان کہنا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب

حضرات امامین رضی اللہ تعالٰی عنہما خواہ کسی غیر نبی کو کسی نبی سے افضل کہنا کفر ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ یا کسی صحابی کو بُرا کہنا رفض ہے۔ ہمراہیانِ یزید لعین جو ان مظالم ملعونہ میں اس کے ممد و معاون تھے ضرور خبیث و مردود تھے اور کافر و ملعون کہنے میں اختلاف ہے، ہمارے امام کا مذہب سکوت ہے، اور جو کہے وہ بھی موردِ الزام نہیں کہ یہ بھی امام احمد وغیرہ بعض ائمہ اہلسنت کا مذہب ہے، سوم، دسواں، چالیسواں ایصالِ ثواب ہیں اور یہ تخصیصات عرفیہ ہیں اور ایصالِ ثواب مستحب۔ باقی مراسم کہ سوال میں مذکور ہوئے سب ممنوع و ناجائز ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۷ تا ۲۱۹ از سنبھل ضلع مراد آباد محلہ کھگّہ سرائے متصل زیارت حبیب اللہ شاہ مسئولہ محمد فاروق حسین صاحب ۱۹ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین جزاہم اللہ تعالٰی خیر الجزاء عن المسلمین ان مسائل میں کہ:

(۱) حضرت قاسم بن حسین رضی اللہ تعالٰی عنہما کا نکاح جناب کبرٰی بنت حسین علیہ السلام سے بروزِ عاشورہ بمقامِ کربلا ہُوا تھا یا نہیں اور روایاتِ صحیح سے ثابت ہے یا نہیں نزدیک اہلسنت وجماعت کے؟

(۲) تعزیہ داری کس وقت سے جاری ہے؟

(۳) تعزیہ داری مروجہ، شبِ شہادت کو روشنی وغیرہ کرنا، بروزِ عاشورہ تعزیہ کو دفن کرنا،

Marfat.com

بروز ۱۲ محرم سوم کی فاتحہ دینا یوم عاشورہ کے حساب سے چالیسواں کرنا اہلسنت وجماعت کے نزدیک جائز ہے یا نہیں ؛

(۴) ایسی مجلسوں میں شریک ہونا جس میں مرثیہ وغیرہ ہوتے ہیں ؛

(۵) جو لوگ ڈھول تاشے بجاتے ہوں اُن کو سبیل کا شربت پلانا یا میلہ میں سبیل لگانا جائز ہے یا نہیں ؛ اور ایسی سبیل موجب ثواب ہوگی یا موجب عذاب ؛

(۶) بعد شہادت جناب امام حسین علیہ السلام کی زوجہ جناب شہربانو کہاں گئیں ؛

(۷) حضرت مسلم کے صاحبزادے کوفہ میں شہید ہوئے یا نہیں ؛ تاریخ طبری میں ہے کہ کوفہ میں صاحبزادے ہمراہ نہ تھے۔

(۸) قوالی کا سُننا کن اشخاص کو جائز ہے ؛

(۹) تعزیہ بنانا جائز ہے یا نہیں ؛

(۱۰) اگر تعزیہ بنائے تو کس قدر گناہ ہے ؛

(۱۱) انگوٹھے چُومنا وقت تلاوت آیۂ کریمہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم[1] (محمد صلی اللہ

(۱۲) تعالیٰ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ ت) اور اذان میں لفظ اشہد ان محمدًا رسول اللہ پر جائز ہے یا نہیں ؛

(۱۳) بعد شہادت کس قدر سر مبارک دمشق کو روانہ ہوئے تھے اور کس قدر واپس آئے ؛ مہندی وغیرہ کا کس وقت سے رواج ہے ؛

الجواب

(۱) اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) بہت جدید، ہندوستانیوں کی ایجاد ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) فاتحہ ہر وقت جائز ہے اور تعزیہ وغیرہ بدعات ناجائز۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۴) حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۵) پانی یا شربت ہر مسلمان کو پلا سکتے ہیں اور میلہ میں سبیل نہ لگائی جائے، نہ اس وجہ سے کہ سبیل کی مخالفت ہے بلکہ میلہ میں شرکت کی۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰

Marfat.com

(۶) مدینہ طیبہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۷) یہ نہ مجھے اس وقت یاد، نہ تاریخ دیکھنے کی فرصت، نہ اس سوال کی حاجت۔

(۸) قوالی مع مزامیر سُننا کسی شخص کو جائز نہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم

(۹) ناجائز۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۰) بدعت کا جو گناہ ہے وُہ بے گناہ کی ناپ تول دُنیا میں نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۱) اذان سنتے وقت جائز بلکہ مستحب ہے اور آیۂ کریمہ سنتے وقت جس طرح رائج ہے ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۲) حدیث میں فرمایا آدمی کے اسلام کی خُوبی یہ ہے کہ بیکار باتیں چھوڑے۔

(۱۳) مہندی ناجائز ہے اور اس کا آغاز کسی جاہل سفیہ نے کیا ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

Marfat.com

رسالہ

اعالی الافادۃ فی تعزیۃ الهند وبیان شهادۃ

۱۳۲۱ھ

(ہندوستان میں تعزیہ داری اور بیان شہادت کے احکام سے متعلق بلندپایہ فوائد)

مسئلہ ۲۲۰ تا ۲۲۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱ انّ احسن تعزیۃ لقلوب المسلمین فیما ھجم من البدعات علی اعلام الدین انّ الحمد للہ رب العٰلمین و افضل الصلٰوۃ و اکمل السلام علٰی سیّد الشھداء بالحق یوم القیام وعلٰی اٰلہ وصحبہ الغر الکرام اٰمین!

دینی شعائر پر بدعات کے ہجوم کی وجہ سے مسلمانوں کے دلوں کے لئے بہترین تعزیت، اللہ تعالٰی رب العالمین کی حمد، اور قیامت کے روز حق کی شہادت دینے والوں کے سردار پر بہترین صلٰوۃ اور کامل ترین سلام اور اُن کی آل و اصحاب ممتاز عزّت والوں پر۔ آمین!

سوال اول ۲۴ صفر ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تعزیہ داری کا کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

Marfat.com

الجواب

تعزیہ کی اصل اس قدر تھی کہ روضۂ پُرنور شہزادۂ گلگوں قبا حسین شہید ظلم وجفا صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علٰی جدہ الکریم وعلیہ کی صحیح نقل بنا کر بہ نیت تبرک مکان میں رکھنا اس میں شرعاً کوئی حرج نہ تھا کہ تصویر مکانات وغیرہا ہر غیر جاندار کی بنانا، رکھنا، سب جائز، اور ایسی چیزیں کہ معظمانِ دین کی طرف منسوب ہو کر عظمت پیدا کریں ان کی تمثال بہ نیت تبرک پاس رکھنا قطعاً جائز، جیسے صدہا سال سے طبقۃً فطبقۃً ائمہ دین وعلمائے معتقدین نعلین شریفین حضور سید الکونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نقشے بناتے اور ان کے فوائد جلیلہ ومنافع جزیلہ میں مستقل رسالے تصنیف فرماتے ہیں جسے اشتباہ ہو امام علامہ تلمسانی کی فتح المتعال وغیرہ مطالعہ کرے، مگر جہّال بیخرد نے اس اصل جائز کو بالکل نیست ونابود کر کے صدہا خرافات وہ تراشیں کہ شریعت مطہرہ سے الاماں الاماں کی صدائیں آئیں، اوّل تو نفسِ تعزیہ میں روضۂ مبارک کی نقل ملحوظ نہ رہی، ہر جگہ نئی تراش نئی گھڑت جسے اُس نقل سے کچھ علاقہ نہ نسبت، پھر کسی میں پریاں، کسی میں براق، کسی میں اور بیہودہ طمطراق، پھر کوچہ بکوچہ و دشت بدشت، اشاعت غم کے لئے اُن کا گشت، اور انکے گرد سینہ زنی، اور ماتم سازشی کی شور افگنی، کوئی ان تصویروں کو جھک جھک کر سلام کر رہا ہے، کوئی مشغولِ طواف، کوئی سجدہ میں گرا ہے، کوئی اُن مایۂ بدعات کو معاذ اللہ معاذ اللہ جلوہ گاہ حضرت امام علٰی جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سمجھ کر اس ابرک پنّی سے مرادیں مانگتا منّتیں مانتا ہے، حاجت روا جانتا ہے، پھر باقی تماشے، باجے، تاشے، مردوں عورتوں کا راتوں کو میل، اور طرح طرح کے بیہودہ کھیل ان سب پر طرّہ ہیں۔ غرض عشرہ محرم الحرام کہ اگلی شریعتوں سے اس شریعت پاک تک نہایت بابرکت ومحلِ عبادت ٹھہرا ہُوا تھا، ان بیہودہ رسوم نے جاہلانہ اور فاسقانہ میلوں کا زمانہ کر دیا پھر وبال ابتداع کا وہ جوش ہُوا کہ خیرات کو بھی بطورِ خیرات نہ رکھا، ریاء و تفاخر علانیہ ہوتا ہے پھر وہ بھی یہ نہیں کہ سیدھی طرح محتاجوں کو دیں بلکہ چھتوں پر بیٹھ کر پھینکیں گے، روٹیاں زمین پر گر رہی ہیں، رزقِ الٰہی کی بے ادبی ہوتی ہے، پیسے ریتے میں گر کر غائب ہوتے ہیں، مال کی اضاعت ہو رہی ہے، مگر نام تو ہو گیا کہ فلاں صاحب لنگر لٹا رہے ہیں، اب بہار عشرہ کے پھول کھلے، تاشے باجے بجتے چلے، طرح طرح کے کھیلوں کی دھوم، بازاری عورتوں کا ہر طرف ہجوم، شہوانی میلوں کی پوری رسوم، جشن یہ کچھ اور اس کے ساتھ خیال وہ کچھ کہ گویا یہ ساختہ تصویریں بعینہا حضرات شہداء رضوان اللہ

ع ہمارا رسالہ شفاء الوالہ فی صور الحبیب ومزارہ ونعالہ دیکھئے صلی اللہ تعالٰی علی الحبیب وآلہ وبارک وسلم ۱۲ منہ۔

Marfat.com

تعالٰی علیہم کے جنازے ہیں، کچھ نوچ اتار باقی توڑ تاڑ دفن کر دیتے۔ یہ ہر سال اضاعتِ مال کے جُرم و وبال جداگانہ رہے۔ اللہ تعالٰی صدقہ حضرات شہدائے کربلا علیہم الرضوان والثنار کا ہمارے بھائیوں کو نیکیوں کی توفیق بخشے اور بُری باتوں سے توبہ عطا فرمائے، آمین! اب کہ تعزیہ داری اس طریقہ نامرضیہ کا نام ہے قطعاً بدعت و ناجائز و حرام ہے، ہاں اگر اہلِ اسلام جائز طور پر حضرات شہدائے کرام علیہم الرضوان کی ارواحِ طیبہ کو ایصالِ ثواب کی سعادت پر اقتصار کرتے تو کس قدر خوب و محبوب تھا اور اگر نظرِ شوق و محبت میں نقل روضۂ انور کی حاجت تھی تو اُسی قدر جائز پر قناعت کرتے کہ صحیح نقل بغرض تبرک و زیارت اپنے مکانوں میں رکھتے اور اشاعتِ غم و تصنع الم و نوحہ زنی و ماتم کنی و دیگر امورِ شنیعہ و بدعاتِ قطعیہ سے بچتے اس قدر میں بھی کوئی حرج نہ تھا مگر اب اس نقل میں بھی اہلِ بدعت سے ایک مشابہت اور تعزیہ داری کی تہمت کا خدشہ اور آئندہ اپنی اولاد یا اہل اعتقاد کے لئے ابتلاء بدعات کا اندیشہ ہے، اور حدیث میں آیا ہے:

اتقوا مواضع التھم[1] (تہمت کے مواقع سے بچو۔ ت)

اور وارد ہُوا:

من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلا یقفن مواقف التھم[2]۔ جو شخص اللہ تعالٰی اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ ہرگز تہمت کے مواقع میں نہ ٹھہرے۔ (ت)

لہذا روضۂ اقدس حضور سیّد الشہداء رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ایسی تصویر بھی نہ بنائے بلکہ صرف کاغذ کے صحیح نقشے پر قناعت کرے اور اسے بقصد تبرک بے آمیزشِ منہیات اپنے پاس رکھے جس طرح حرمین محترمین سے کعبۂ معظمہ اور روضۂ عالیہ کے نقشے آتے ہیں یا دلائل الخیرات شریف میں قبور پُرنور کے نقشے لکھے ہیں والسلام علی من اتبع الھدٰی، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

سوال دوم

از امروہہ مرسلہ مولوی سید محمد شاہ صاحب میلاد خواں ۲۲ شعبان ۱۳۱۱ھ

کیا ارشاد ہے علمائے دین متین کا اس مسئلہ میں کہ مجالس میلاد شریف میں شہادت نامہ کا

---

[1] کشف الخفاء حدیث ۸۸ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۳۷
اتحاف السادۃ کتاب عجائب القلب بیان تفصیل مداخل الشیطان الی القلب دارالفکر بیروت ۷/ ۲۸۳
[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی کتاب الصلوٰۃ باب ادراک الفریضۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۴۹

Marfat.com

پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

شہادت نامے نثر یا نظم جو آج کل عوام میں رائج ہیں اکثر روایاتِ باطلہ و بے سروپا سے مملو اور اکاذیب موضوعہ پر مشتمل ہیں، ایسے بیان کا پڑھنا سُننا وہ شہادت ہو خواہ کچھ، اور مجلس میلاد مبارک میں ہو خواہ کہیں اور، مطلقاً حرام و ناجائز ہے خصوصاً جبکہ وُہ بیان ایسی خرافات کو متضمن ہو جن سے عوام کے عقائد میں تزلزل واقع ہو کہ پھر تو اور بھی زیادہ زہر قاتل ہے، ایسے ہی وجوہ پر نظر فرماکر امام حجۃ الاسلام محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی وغیرہ ائمہ کرام نے حکم فرمایا کہ شہادت نامہ پڑھنا حرام ہے۔ علامہ ابن حجر مکی قدس سرہ الملکی صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں:

قال الغزالی وغیرہ یحرم علی الواعظ وغیرہ روایۃ مقتل الحسن والحسین وحکایتہ الخ[1]

امام غزالی وغیرہ نے فرمایا کہ واعظ کے لیے حرام ہے کہ وہ شہادت حسنین کریمین اور اس کے بے سروپا واقعات لوگوں کو سنائے الخ (ت)

پھر فرمایا:

ماذکرہ من حرمۃ روایۃ قتل الحسین وما بعدہ لاینافی ما ذکرتہ فی ھذا الکتاب لان ھذا البیان الحق الذی یجب اعتقادہ من جلالۃ الصحابۃ وبراءتھم من کل نقص بخلاف مایفعلہ الوعاظ الجھلۃ فانھم یأتون بالاخبار الکاذبۃ والموضوعۃ ونحوھا ولایبیّنون المحامل والحق الذی یجب اعتقادہ[2] الخ۔

امام حسین کی شہادت اور اس کے بعد کے واقعات کی روایات کا حرام ہونا جو بیان کیا گیا وہ اس کے خلاف نہیں جو کچھ میں نے اس کتاب میں ذکر کیا کیونکہ یہ سچا بیان جو صحابہ کرام کی جلالتِ شان اور ہر نقص و کمزوری سے ان کی برارت پر مشتمل ہے اس پر اعتقاد رکھنا واجب ہے بخلاف اس کے جو جاہل واعظین بیان کرتے ہیں، وہ جھوٹی، بناوٹی اور خود ساختہ خبریں لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں اور ان کا محمل نہیں بیان کرتے حالانکہ حق پر عقیدہ رکھنا ضروری ہے الخ (ت)

---

[1] الصواعق المحرقۃ الخاتمۃ فی بیان اعتقاد اہل السنۃ مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۲۲۳

[2] " " " " " " " ص ۲۲۴

Marfat.com

یونہی جبکہ اُس سے مقصود غم پروری وتصنّع و حزن ہو تو یہ نیت بھی شرعاً نا محمود، شرع مطہر نے غم میں صبر وتسلیم اور غم موجود کو حتی المقدور دل سے دُور کرنے کا حکم دیا ہے نہ کہ غم معدوم بتکلف وزور لانا نہ کہ بتصنع وزور بنانا، نہ کہ اسے باعثِ قُرب وثواب ٹھہرانا، یہ سب بدعاتِ شنیعۂ روافض ہیں جن سے سُنّی کو احتراز لازم، حاشا للہ اس میں کوئی خوبی ہوتی تو حضور پُر نور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفاتِ اقدس کی غم پروری سب سے زیادہ اہم وضروری ہوتی، دیکھو حضور اقدس صلوات اللہ وسلامہٗ علیہ وعلیٰ آلہٖ کا ماہِ ولادت وماہِ وفات وہی ماہِ مبارک ربیع الاول شریف ہے پھر علمائے امت وحامیانِ سنّت نے اسے ماتم وفات نہ ٹھہرایا بلکہ موسم شادیِ ولادت اقدس بنایا، امام ممدوح کتاب موصوف میں فرماتے ہیں:

ایاہ ثم ایاہ ان یشغله (ای یوم عاشوراء) ببدع الرافضة و نحوهم من الندب والنیاحة والحزن اذلیس ذلك من اخلاق المؤمنین و الا لکان یوم وفاته صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم اولی بذلك واحریٰ الخ۔

بچے اور پرہیز کرے اس بات سے کہ کہیں یوم عاشورہ میں روافض اور ان جیسے لوگوں کی بدعات میں نہ مشغول ہوجائے جو رونا پیٹنا اور غم کرنا ہوتا ہے کیونکہ یہ امور مومنوں کے اخلاق سے نہیں ورنہ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا یوم وصال ان چیزوں کا زیادہ حق رکھتا ہے اھ (یعنی اگر رونے پیٹنے اور دُکھ غم کے مظاہروں کی گنجائش اور اجازت ہوتی تو سب سے زیادہ یہ چیزیں آپ کے یوم وصال پر عمل میں آتیں اور دیکھی جاتیں)۔ (ت)

عوام مجلس خواں اگرچہ بالفرض صرف روایات صحیحہ بروجہ صحیح پڑھیں بھی تاہم جو اُن کے حال سے آگاہ ہے خوب جانتا ہے کہ ذکرِ شہادت شریف پڑھنے سے اُن کا مطلب یہی بہ تصنع رونا بہ تکلف رُلانا اور اُس رونے رلانے سے رنگ جمانا ہے اس کی شناعت میں کیا شُبہہ ہے، ہاں اگر خاص بہ نیت ذکر شریف حضرات اہلبیت طہارت صلے اللہ تعالےٰ علیٰ سیدہم وعلیہم وبارک وسلم اُن کے فضائل جلیلہ ومناقب جمیلہ روایاتِ صحیحہ سے بروجہ صحیح بیان کرتے اور اس کے ضمن میں اُن کے فضل جلیل صبر جمیل کے اظہار کو ذکرِ شہادت بھی آجاتا اور غم پروری وماتم انگیزی کے انداز سے کامل احتراز ہوتا تو اس میں حرج نہ تھا مگر ہیہات اُن کے اطوار اُن کی عادات اس نیتِ خیر سے یکسر جُدا ہیں ذکر فضائل شریف مقصود ہوتا تو کیا اُن محبوبانِ خدا کی فضیلت صرف یہی شہادت تھی، بے شمار مناقبِ عظیم اللہ عزّ وجل نے اُنھیں عطا فرمائے

ل الصواعق المحرقۃ الباب الحادی عشر الفصل الاول مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۱۸۳

Marfat.com

انھیں چھوڑ کر اسی کو اختیار کرنا اور اُس میں طرح طرح سے بالفاظ رقت خیز و نوحہ نما و معانی حزن انگیز و غم افزا بیان کو وسعتیں دینا اُنھیں مقاصد فاسدہ کی خبریں دے رہا ہے، غرض عوام کے لئے اُس میں کوئی وجہ سالم نظر آنا سخت دشوار ہے پھر مجلس ملائک مآنس میلاد اقدس تو عظیم شادی و خوشی وعید اکبر کی مجلس ہیں اذکار غم و ماتم اُس کے مناسب نہیں، فقیر اُس میں ذکر وفات والا بھی جیسا کہ بعض عوام میں رائج ہے پسند نہیں کرتا حالانکہ حضور کی حیات بھی ہمارے لئے خیر اور حضور کی وفات بھی ہمارے لئے خیر، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اس تحریر کے بعد علامہ محدث سیدی محمد طاہر فتنی قدس سرہ الشریف کی تصریح نظرِ فقیر سے گزری اُنھوں نے بھی اس رائے فقیر کی موافقت فرمائی والحمد للہ رب العلمین، آخر کتاب مستطاب مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

شھر السرور والبھجة مظھر منبع الانوار والرحمة شھر ربیع الاول، فانه شھر امرنا باظھار الحبور فیه کل عام فلا نکدره باسم الوفاة فانه یشبه تجدید الماتم، وقد نصوا علی کراھیته کل عام فی سیدنا الحسین مع انه لیس له اصل فی امھات البلاد الاسلامیة، وقد تحاشوا عن اسمه فی اعراس الاولیاء فکیف فی سید الاصفیاء صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم[1]

یعنی ماہِ مبارک ربیع الاول خوشی و شادمانی کا مہینہ ہے اور سرچشمۂ انوار و رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانۂ ظہور ہے ہمیں حکم ہے کہ ہر سال اُس میں خوشی کریں، تو اسے وفات کے نام سے مکدر نہ کریں گے کہ یہ تجدید ماتم کے مشابہ ہے، اور بیشک علماء نے تصریح کی کہ ہر سال جو سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ماتم کیا جاتا ہے شرعاً مکروہ ہے اور خاص اسلامی شہروں میں اس کی کچھ بنیاد نہیں، اولیائے کرام کے عرسوں میں نام ماتم سے احتراز کرتے ہیں تو حضور پُر نور سید الاصفیاء صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے معاملہ میں اُسے کیونکر پسند کر سکتے ہیں۔ فالحمد للہ علی ما الھم، واللہ سبحٰنه وتعالیٰ اعلم۔

سوال سوم

از ریاست رامپور محلہ میانگاناں مرسلہ مولوی محمد یحییٰ صاحب محرم ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شہادت نامہ پڑھنا کیسا ہے، اور اس میں اور

---

[1] مجمع بحار الانوار خاتمۃ الکتاب دار الایمان المدینۃ المنورۃ ۵/ ۳۰۷

Marfat.com

تعزیہ داری میں فرقِ احکام کیا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ذکرِ شہادت شریف جبکہ روایاتِ موضوعہ وکلماتِ ممنوعہ ونیت نامشروعہ سے خالی ہو عین سعادت ہے عند ذکر الصّٰلحین تنزّل الرحمۃ[1] صالحین کے ذکر پر اللہ تعالٰی کی رحمت نازل ہوتی ہے (ت)

اس کی تفصیلِ جمیل فتاوٰی فقیر میں ہے۔ اور اس میں اور تعزیہ داری میں فرقِ احکام ایک مقدمہ کی تمہید چاہتا ہے،

فاقول و باللہ التوفیق (میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالٰی ہی کی مدد سے توفیق حاصل ہوتی ہے۔ ت) شَے کے لئے ایک حقیقت ہوتی ہے اور کچھ امور زوائد کہ لوازم یا عوارض ہوتے ہیں، احکامِ شرعیہ شَے پر بحسبِ وجود ہوتے ہیں مجرد اعتبار عقلی ناصالح وجود مطمحِ احکام شرع نہیں ہوتا کہ فقہ افعالِ مکلفین سے باحث ہے جو فعلیت میں آ نہیں سکتا موضوع سے خارج ہے تغائرِ اعتبار سے تغائرِ احکام وہیں ہوسکتا ہے جہاں وہ اعتبارات واقعیہ مفارقہ متعاقبہ ہوں کہ شَے کبھی ایک کے ساتھ پائی جائے کبھی دوسرے کے، تو ہر دو انحائے وجود کے اعتبار سے مختلف حکم دیا جاسکتا ہے اور ایسی جگہ مقصود ہے کہ نفس شَے کا حکم اُن بعض احکام شَے مع بعض الاعتبار سے جُدا ہو مگر زوائد کہ لوازم الوجود ہوں اُن کے حکم سے جُدا کوئی حکم حقیقت کے لئے نہ ہوگا کہ لازم سے انفکاک محال ہے جب لوازم میں یہ حال ہے تو ارکانِ حقیقت کہ سنخ ماہیت میں داخل ہوں اُن سے قطع نظر ناممکن، پھر ماہیت عرفیہ میں رکنیت تابع عرف ہے اور بعض اجزاء سے سنخ ماہیت کا تغیر اعتبار شَے نہیں بلکہ تغیر ماہیت عرفیہ ہے مثلاً نماز عرفِ شرع میں مجموع ارکان مخصوصہ بہیاتِ معلومہ کا نام ہے، اب اگر کوئی ان ارکان سے جُدا بلکہ تبدیل ہیأت ہی کے ساتھ ایک صورت کا نام نماز رکھے جو قعود سے شروع اور قیام پر ختم ہو اور اس میں رکوع پر سجود مقدم، تو یہ حقیقتِ نماز ہی تبدیل ہوگی نہ کہ حقیقت حاصل، اور اعتبار متبدل، جب یہ مقدمہ ممہد ہولیا فرقِ احکام ظاہر ہوگیا شہادت نامہ پڑھنے کی حقیقتِ عرفیہ صرف اس قدر کہ ذکرِ شہادت شریف حضرات ریحانینِ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم مسلمانوں کے آگے پڑھا جائے، معاذ اللہ روایات کا موضوع و باطل یا ذکر کا تنقیص شانِ صحابہ پر مشتمل ہونا ہرگز نہ داخلِ حقیقت ہے نہ لازم وجود، ولہذا جو لوگ روایاتِ صحیحہ معتبرہ نظیفہ مطہرہ

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین کتاب آداب العزلۃ الباب الثانی دار الفکر بیروت ۶/ ۳۵۰

Marfat.com

مثل سر الشہادتین وغیرہ پڑھتے ہیں اُسے بھی قطعاً شہادت ہی پڑھنا اور مجلس کو مجلس شہادت ہی کہتے ہیں تو معلوم ہوا کہ وہ امور نامشروعہ کہ عارض ہو گئے ہنوز عوارض ہی سمجھے جاتے ہیں اور عوارض قبیحہ سے نفس شئی مباح یا حسن قبیح نہیں ہو جاتی بلکہ وہ اپنی حد ذات میں اپنے حکم اصلی پر رہتی اور نہی عوارض قبیحہ کی طرف متوجہ ہوتی ہے جیسے ریشمیں کپڑے پہن کر نماز پڑھنا کہ نفس ذات نماز کو معاذ اللہ قبیح نہ کہیں گے بلکہ ان عوارض و زوائد کو تو شہادت ناموں میں ان عوارض کا لحوق بعینہٖ ایسا ہے جیسے آج کل بعض جہالِ ہندوستان نے مجلس میلاد مبارک میں روایاتِ موضوعہ و قصص بے سروپا بلکہ کلمات توہینِ ملائکہ و انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء پڑھنا اختیار کیا ہے، اس سے حقیقت مبدل نہ ہوئی، نہ عوارض نے دائرہ عروض سے آگے قدم رکھا جو مجالس طیبہ ظاہر ہوتی ہیں انھیں بھی قطعاً مجالس میلاد مبارک ہی کہا جاتا ہے اور ہرگز کسی کو یہ گمان نہیں ہوتا کہ یہ کوئی دوسری شئی ہے جو اُن مجالس سے حقیقت جُداگانہ رکھتی ہے بخلاف تعزیہ داری کہ اُس کا آغاز اگرچہ یوں ہی سُنا گیا ہے کہ سلطان تیمور نے ازانجا کہ ہر سال حاضری روضۂ مقدسۂ حضور سید الشہداء شہزادہ گلگوں قبا علیٰ جدہ الکریم علیہ الصلوٰۃ والثناء کو مخل امورِ سلطنت دیکھا تو بنظرِ شوق و تبرک تمثال روضۂ مبارک بنوائی اور اس قدر میں کوئی حرج شرعی نہ تھا مگر یہ امر حقیقتِ متعارفہ سے وجوداً و عدماً بالکل بے علاقہ ہے اگر کوئی شخص روضۂ انور مدینہ منورہ و کعبہ معظمہ کے نقشوں کی طرح کاغذ پر تمثال روضۂ حضرت سید الشہداء آئینہ میں لگا کر رکھے ہرگز نہ اُسے تعزیہ کہیں گے نہ اُس شخص کو تعزیہ دار، حالانکہ اُتنا امر قطعاً موجود ہے اور یہ ہر سال نئی نئی تراش و خراش کی کھپچی پنیاں، کسی میں براق، کسی میں پریاں، جو گلی کوچے گشت کرائی جاتی ہیں ہرگز تمثال روضۂ مبارک حضرت سید الشہداء نہیں کہ تمثال ہوتی تو ایک طرح کی نہ کہ صدہا مختلف، انھیں ضرور تعزیہ اور ان کے مرتکب کو تعزیہ دار کہا جاتا ہے تو بداہۃً ظاہر کہ حقیقت تعزیہ داری انھیں امورِ نامشروعہ کا نام ٹھہرا ہے نہ کہ نفس حقیقت عرفیہ وہی امر جائز ہو اور یہ نامشروعات امور زوائد و عوارض مفارقہ سمجھے جاتے ہوں، ولہذا فقیر نے اپنے فتاوے میں قدر مباح کو ذکر کر کے کہا کہ جہال بیخرد نے اس اصل جائز کو بالکل نیست و نابود کر کے الخ، اور آخر میں کہا اب کہ تعزیہ داری اس طریقۂ نامرضیہ کا نام ہے قطعاً بدعت و ناجائز و حرام ہے۔ یہ اُسی فرق جلیل و نفیس کی طرف اشارہ تھا جو اس مقدمہ ممہدہ میں گزرا۔

بالجملہ شہادت نامے کی حقیقت ہنوز وہی امرِ مباح و محمود ہے اور شنائع زوائد و عوارض اگر اُن سے خالی اور نسبت نامحمود سے پاک ہو ضرور مباح ہے اور تعزیہ داری کی حقیقت ہی یہ امورِ ناجائزہ

Marfat.com

ہیں "اس قدر جائز ہے" سے کوئی تعلق نہ رہا، نہ اس کے وجود سے موجود ہوتی ہے نہ اس کے عدم سے معدوم، تو یہ فی نفسہٖ ناجائز و حرام ہے۔ اس کی نظیر امم سابقہ میں آغازِ اصنام ہے، وَدّ وسواع ویغوث ویعوق ونسر صالحین تھے ان کے انتقال پر اُن کی یاد کے لئے اُن کی صورتیں تراشیں، بعد مرورِ زماں پچھلی نسلوں نے انھیں کو معبود سمجھ لیا تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ان بُتوں کی حالت اپنی انھیں ابتدائی حقیقت پر باقی تھی یہ شنائع زوائد عوارض خارجہ تھے، ولہٰذا شرائع الٰہیہ مطلقاً ان کے رَدّ و انکار پر نازل ہوئیں، بخاری وغیرہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

کانوا اسماء رجال صالحین من قوم نوح فلما ھلکوا اوحی الشیطٰن الیٰ قومھم ان انصبوا الیٰ مجالسیھم التی کانوا یجلسون انصابا و سمّوھا باسمائھم ففعلوا فلم تعبد حتی اذا ھلک اولئك ونسخ العلم عبدت[1]

وَد، سواع وغیرہ قومِ نوح علیہ السلام کے نیک لوگوں کے نام تھے جب وہ وفات پاگئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالا کہ ان کی مجلسوں میں جہاں وہ بیٹھا کرتے تھے ان کے مجسّمے بنا کر کھڑے کردو اور ان کے اسماء کا ذکر کرو (یعنی انھیں یاد کرو) چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا مگر وہ ان کی عبادت میں مشغول نہیں ہوئے تا آنکہ وہ لوگ دنیا سے رخصت ہوگئے اور علم مٹ گیا اور پچھلے لوگ یعنی بعد میں آنے والی نسل حقیقت سے نا آشنا ہوتے ہوئے ان کی پوجا کرنے لگی۔ (ت)

فاکہی عبداللہ بن عبید بن عمیر سے راوی:

قال اول ما حدثت الاصنام علی عھد نوح وکانت الابناء تبر الآباء فمات رجل منھم فجزع علیہ ابنہ فجعل لایصبر عنہ فاتخذ مثالا علٰی صورتہ فکلما اشتاق الیہ نظرہ ثم مات ففعل بہ کما فعل ثم تتابعوا

عبداللہ ابن عبید نے کہا سب سے پہلے بت پرستی کا ظہور زمانۂ نوح میں ہوا اور بیٹے اپنے آباء سے حسنِ سلوک کیا کرتے تھے، پھر ان میں سے کوئی شخص مرجاتا تو اس کا بیٹا اس کے لئے بیقرار اور بے چین ہوجاتا اور صبر نہ کرسکتا اور اپنی تسکین کے لئے اس کی مورتی بنا لیتا اور جب اصل کو دیکھنے کا شوق ہوتا تو اس شبیہ کو دیکھ کر

---

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورہ نوح ۷۱ باب وَدًّا ولا سواعًا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۳۲

Marfat.com

علیٰ ذٰلک فمات الآباء فقال الابناء ما اتخذ اٰباؤنا ھٰذہ الا انہا اٰلھتھم فعبدوھا[1]۔ دل کو تسلی دے لیتا اور جب وہ مرجاتا تو اس کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا جاتا، عرصہ دراز تک لگاتار اور مسلسل یہ کام ہوتا رہا، اور جب پہلے باپ دادا مرگئے تو آنے والی اولاد کہنے لگی کہ یہ تو ہمارے پہلے باپ دادوں کے معبود تھے پھر یہ ان کی عبادت کرنے لگے (پس اس طرح بت پرستی کا آغاز ہوا)۔ (ت)

یہ فرق نفیس خوب یاد رکھنے کا ہے کہ اسی سے غفلت کرکے وہابیہ اصل حقیقت پر حکم عوارض لگاتے اور تعزیہ دار تبدیل حقیقت کو اختلافِ عوارض ٹھہراتے اور دونوں سخت خطائے فاحش میں پڑجاتے ہیں وباللہ العصمۃ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم (اور اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق سے بچاؤ ممکن ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ بڑا عالم ہے۔ ت)

سوال چہارم

از دھام پور ضلع بجنور مرسلہ حافظ سید بنیاد علی صاحب ۸ محرم الحرام ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یوم عشرہ میں سبیل لگانا اور کھانا کھلانے اور لنگر لٹانے کے بارے میں دیوبند کے علماء ممانعت کرتے ہیں و نیز کتبِ شہادت کو بھی، جو امر صحیح ہو عند الشرع ارقام فرمائیے اور مجلسِ محرم میں ذکرِ شہادت اور مرثیہ سُننا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

پانی یا شربت کی سبیل لگانا جبکہ بہ نیت محمود اور خالصاً لوجہ اللہ ثواب رسانی ارواحِ طیبہ ائمہ اطہار مقصود ہو بلاشبہہ بہتر و مستحب و کارِ ثواب ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا کثرت ذنوبك فاسق الماء علی الماء تتناثر کما یتناثر الورق من الشجر[2] جب تیرے گناہ زیادہ ہوجائیں تو پانی پر پانی پلا گناہ جھڑجائیں گے جیسے آندھی میں پیڑ کے

---

[1] فتح الباری بحوالہ فاکہی عن عبید اللہ بن عبید سورۃ نوح مصطفی البابی مصر ۱۰/۲۹۵
الدر المنثور " " " " " " منشورات مکتبہ آیۃ اللہ قم ایران ۶/۲۶۹

فی الریح العاصف۔ رواہ الخطیب[1] عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

پیتے۔ (اس کو خطیب نے انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کیا۔ ت)

اسی طرح کھانا کھلانا لنگر بانٹنا بھی مندوب و باعثِ اجر ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ عزوجل یباھی ملٰئکتہ بالذین یطعمون الطعام من عبیدہ۔ رواہ ابوالشیخ فی الثواب[2] عن الحسن مرسلا۔

اللہ تعالٰی اپنے اُن بندوں سے جو لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں فرشتوں کے ساتھ مباہات فرماتا ہے کہ دیکھو یہ کیسا اچھا کام کررہے ہیں (اس کو ابوالشیخ نے ثواب میں حسن سے مرسلاً روایت کیا۔ ت)

مگر لنگر لٹانا جسے کہتے ہیں کہ لوگ چھتوں پر بیٹھ کر روٹیاں پھینکتے ہیں، کچھ ہاتھوں میں جاتی ہیں کچھ زمین پر گرتی ہیں، کچھ پاؤں کے نیچے ہیں، یہ منع ہے کہ اس میں رزقِ الٰہی کی بے تعظیمی ہے، بہت علماء نے تو روپوں پیسوں کا لٹانا جس طرح دُلھن دُولھا کی نچھاور میں معمول ہے منع فرمایا کہ روپے پیسے کو اللہ عزوجل نے خلق کی حاجت روائی کے لئے بنایا ہے تو اُسے پھینکنا نہ چاہئے، روٹی کا پھینکنا تو سخت بیہودہ ہے، بزازیہ کتاب الکراہیۃ، النوع الرابع فی الھدیۃ والمیراث میں ہے:

ھل یباح نثار الدراھم قیل لا وقیل لاباس بہ وعلی ھذا الدنانیر والفلوس وقد یستدل من کرہ بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم الدراھم والدنانیر خاتمان من خواتیم اللہ تعالٰی فمن ذھب بخاتم من خواتیم اللہ تعالٰی قضیت حاجتہ[3]۔

کیا دراہم لٹانا مباح ہے، بعض نے کہا مباح نہیں اور بعض نے کہا کوئی حرج نہیں ہے، اسی حکم میں دنانیر اور پیسے ہیں، ناپسند کہنے والوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کہ "دراھم و دنانیر اللہ تعالٰی کی مُہروں سے مُہریں ہیں تو جس نے کوئی مُہر پائی اس نے اللہ تعالٰی کی مُہر سے حاجت پائی" سے استدلال کیا۔ (ت)

---

[1] تاریخ بغداد ترجمہ ۳۴۴۶ اسحٰق بن محمد دارالکتاب العربی بیروت ۶/ ۴۰۳ و ۴۰۴

[2] الترغیب والترھیب بحوالہ ابی الشیخ فی الثواب الترغیب فی اطعام الطعام حدیث ۲۱ مصطفی البابی مصر ۲/ ۶۸

[3] فتاوٰی بزازیہ علٰی ہامش فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ النوع الرابع فی الھدیۃ والمیراث نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۳۶۴

Marfat.com

کتبِ شہادت جو آج کل رائج ہیں اکثر حکایاتِ موضوعہ و روایاتِ باطلہ پر مشتمل ہیں، یوں ہی مرثیے ایسی چیزوں کا پڑھنا سننا سب گناہ و حرام ہے۔ حدیث میں ہے:

نھی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم عن المراثی۔ رواہ ابوداؤد والحاکم عن عبداللّٰہ بن ابی اوفی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے مرثیوں سے منع فرمایا (اسے ابوداؤد اور حاکم نے عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا۔ ت)

ایسے ہی ذکرِ شہادت کو امام حجۃ الاسلام وغیرہ علمائے کرام منع فرماتے ہیں کما ذکرہ امام ابن حجر المکی فی الصواعق المحرقۃ (جیسا کہ امام ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں اسے روایت کیا ہے۔ ت) ہاں اگر صحیح روایات بیان کی جائیں اور کوئی کلمہ کسی نبی یا ملک یا اہلبیت یا صحابی کی توہین شان کا مبالغہ مدح وغیرہ میں مذکور نہ ہو نہ وہاں بَین یا نوحہ یا سینہ کوبی یا گریبان دری یا ماتم یا تصنّع یا تجدیدِ غم وغیرہ ممنوعاتِ شرعیہ نہ ہوں تو ذکر شریف فضائل و مناقب حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بلاشبہہ موجبِ ثواب و نزولِ رحمت ہے عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ[2] (صالحین کے ذکر پر رحمتِ الٰہیہ نازل ہوتی ہے۔ ت) ولہٰذا امام ابن حجر مکی بعد بیان مذکور کے فرماتے ہیں:

ماذکر من حرمۃ روایۃ قتل الحسین وما بعدہ لاینافی ماذکرتہ فی ھذا الکتاب لان ھذا البیان الحق الذی یجب اعتقادہ من جلالۃ الصحابۃ وبراءتھم من کل نقص، بخلاف مایفعلہ الوعاظ الجھلۃ، فانھم یأتون بالاخبار الکاذبۃ الموضوعۃ ونحوھا ولا یبینون

شہادت حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بیان کی حرمت اور اس کے بعد جو کچھ ذکر کیا وہ میری اس کتاب میں ذکر کردہ روایات کے منافی نہیں ہے کیونکہ یہ صحابہ کرام کی جلالت اور ہر نقص سے ان کی براءت پر مشتمل حق کا بیان ہے۔ بخلاف جاہل واعظین کے کہ وہ جھوٹ اور موضوع قسم کی خبریں سناتے ہیں اور صحیح محمل اور قابلِ اعتقاد

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب ماجاء فی الجنائز باب ماجاء فی البکاء علی المیت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۵
المستدرک للحاکم کتاب الجنائز البکاء علی المیت دارالفکر بیروت ۱/ ۳۸۳
[2] اتحاف السادۃ المتقین کتاب آداب العزلۃ الباب الثانی " ۶/ ۳۵۰

Marfat.com

الحامل والحق الذی یجب اعتقادہ[1] واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

کو بیان نہیں کرتے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم (ت)

سوال پنجم

از مفتی گنج ضلع پٹنہ ڈاک خانہ ایکنگر سرائے مرسلہ محمد نواب صاحب قادری و دیگر سکانِ مفتی گنج
۲۷ رمضان شریف ۱۳۱۸ھ

یہاں عشرۂ محرم میں مجلس مرثیہ خوانی کی ہوتی ہے، اور مرثیے صوفیہ کرام کے پڑھے جاتے ہیں اور سینہ کوبی و بین نہیں ہوتا اور میرِ مجلس سُنّی المذہب ہے، ایسی مجلس میں شرکت یا اس میں مرثیہ خوانی کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جو مجلس ذکر شریف حضرت سیدنا امام حسین و اہلبیت کرام رضی اللہ تعالٰے عنہم کی ہو جس میں روایاتِ صحیحہ معتبرہ سے اُن کے فضائل و مناقب و مدارج بیان کئے جائیں اور ماتم و تجدیدِ غم وغیرہ امور مخالفہ شرع سے یکسر پاک ہو فی نفسہٖ حسن و محمود ہے خواہ اس میں نثر پڑھیں یا نظم، اگرچہ وہ نظم بوجہ ایک مسدّس ہونے کے جس میں ذکر حضرت سید الشہداء ہے عرف حال میں بنام مرثیہ موسوم ہو کہ اب یہ وُہ مرثیہ نہیں جس کی نسبت ہے:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن المراثی[2] واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے مرثیوں سے منع فرمایا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰے اعلم (ت)

سوال ششم

از نواب گنج ۲۰ محرم الحرام ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِن صورتوں میں:

---

[1] الصواعق المحرقۃ الخاتمہ فی بیان اعتقاد اھل السنۃ مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۲۲۴

[2] المستدرک للحاکم کتاب الجنائز البکاء علی المیت دار الفکر بیروت ۱/ ۳۸۳
سنن ابن ماجہ ابواب ماجاء فی الجنائز باب ماجاء فی البکاء علی المیت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۵

Marfat.com

(۱) ایک شخص کہتا ہے کہ میں تعزیہ کا چڑھا ہُوا نہیں کھاتا ہوں حضرت امام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی نیاز کا کھاتا ہُوں۔

(۲) ایک شخص کہتا ہے تعزیہ پر کیا منحصر ہے چڑھونا کوئی ہو میں نہیں کھاتا ہوں نیاز کھاتا ہوں۔

(۳) ایک شخص کہتا ہے کہ عشرۂ محرم الحرام میں جو کچھ کھانے پینے وغیرہ میں ہوتا ہے دس روز تک تعزیہ کا چڑھا ہوتا ہے۔

(۴) ایک شخص کہتا ہے تعزیہ بُت ہے بہ سبب لگانے صورت کے۔

(۵) ایک شخص کہتا ہے کہ یہ صورت وہ ہے جو بُراق اور حُورِ جنّت میں ہیں۔

(۶) ایک شخص کہتا ہے کہ تعزیہ اور مسجد میں کچھ فرق نہیں بلکہ کہتا ہے کہ مسجد میں کیا ہے وہ اینٹ گارا ہی تو ہے جو وہاں سجدے کرتے ہو اور تعزیہ میں ابرق کا کاغذ وغیرہ ہیں۔

(۷) ایک شخص نے کہا کہ بھائی یہ باتیں شرع کی ہیں لکھ کر شرع کے سپرد کرو، آپس میں جھگڑا مت کرو۔

(۸) ایک شخص کہتا ہے کہ تم شرع نہیں سمجھتے۔

(۹) ایک شخص نے کہا کہ جس حالت میں تم شرع کو نہیں سمجھتے ہو تو میں تعزیہ کے چڑھونے کو حرام سمجھتا ہوں۔

الجواب

(۱) پہلا شخص اچھی بات کہتا ہے واقعی حضرت امام کے نام کی نیاز کھانی چاہئے اور تعزیہ کا چڑھا ہوا کھانا نہ چاہئے، اگر اُس کے قول کا یہ مطلب ہے کہ وُہ تعزیہ کا چڑھا ہوا اس نیّت سے نہیں کھاتا کہ وُہ تعزیہ کا چڑھا ہُوا ہے بلکہ اس نیت سے کھاتا ہے کہ وہ امام کی نیاز ہے تو یہ قول غلط اور بیہودہ ہے، تعزیہ پر چڑھانے سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز نہیں ہو جاتی، اور اگر نیاز دے کر چڑھائیں یا چڑھا کر نیاز دلائیں تو اس کے کھانے سے احتراز چاہئے اور وہ نیت کا تفرقہ اس کے مفسدہ کو دفع نہ کرے گا، مفسدہ اس میں ہے کہ اس کے کھانے سے جاہلوں کی نظر میں ایک امر ناجائز کی وقعت بڑھانی یا کم از کم اپنے آپ کو اس کے اعتقاد سے متہم کرنا ہے اور دونوں باتیں شنیع و مذموم ہیں لہٰذا اس کے کھانے پینے سے احتراز چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) دوسرے شخص کی بات میں ذرا زیادتی ہے اولیاء کرام کے مزارات پر جو شیرینی کھانا بہ نیت تصدق لے جاتے ہیں اُسے بھی بعض لوگ چڑھونا کہتے ہیں اس کے کھانے میں فقیر کو اصلاً حرج نہیں۔

(۳) تیسرے شخص نے نیاز اور تعزیہ کے چڑھاوے میں فرق نہ کیا یہ غلط ہے چڑھونا وہی ہے جو تعزیہ پر یا اس کے پاس لے جا کر سب کے سامنے نذرِ تعزیہ کی نیّت سے رکھا جائے باقی سب کھانے

Marfat.com

شربت وغیرہ کہ عشرۂ محرم میں بہ نیت ایصالِ ثواب ہوں وہ چڑھاوا نہیں ہو سکتے۔

(۴) مجسّم تصویر کو بُت کہتے ہیں اس معنیٰ پر وہ تصویریں کہ تعزیہ میں لگائی جاتی ہیں اور مجازاً کل کو بھی کہہ سکتے ہیں اور اگر بُت سے مراد معبود مطلق ہو تو یہ سخت زیادتی ہے انصاف یہ کوئی جاہل سا جاہل بھی تعزیہ کو معبود نہیں جانتا۔

(۵) اس شخص کا یہ محض افترا ہے کہاں حُور و براق اور کہاں یہ کاغذنی کی مُورتیں جس سے کہیں زیادہ خوبصورت کسگروں کے یہاں روز بنتی ہیں، اور اگر ہو بھی تو حُور و براق کی تصویریں بنانی کب حلال ہیں۔

(۶) یہ شخص صریح گمراہ و بدعقل و بدزبان ہے، مسجد کو کوئی سجدہ نہیں کرتا نہ اس کی حقیقت اینٹ گارا ہے بلکہ وُہ زمین کہ نماز و عبادتِ الٰہی بجالانے کے لئے تمام حقوق عباد سے جُدا کرکے اللہ عزوجل کے حکم سے اس کی طرف تقرّب کے واسطے خاص ملک الٰہی پر چھوڑی گئی اب وہ شعائر اللہ سے ہوگئی اور شعائر اللہ کی تعظیم کا حکم ہے قال اللہ تعالٰی:

ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب[1]۔ اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے (ت)

اس مجموعۂ بدعات کو اس سے کیا نسبت، مگر جہلِ مرکب سخت مرض ہے، والعیاذ باللہ۔

(۷) اس شخص نے اچھا کیا مسلمانوں کو یہی حکم ہے کہ جو بات نہ جانے خود اس پر کوئی حکم نہ لگائے بلکہ اہلِ شرع سے دریافت کرے، قال اللہ تعالٰی:

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون[2]۔ اے لوگو! علم والوں سے پُوچھو اگر تمھیں علم نہیں۔ (ت)

(۸) اس کے قول کا اگر یہی مطلب ہے کہ تم لوگ بے علم ہو آپس میں بحث نہ کرو اہلِ شرع سے پوچھو تو اچھا کیا، اور اگر یہ مراد ہے کہ تعزیہ شرعاً اچھی چیز ہے تم شرع نہیں سمجھتے تو یہ بہت بُرا کہا اور شرع پر افترا کیا اور اگر یہ مقصود ہو کہ شرع سے تو مذمت صاف ظاہر ہے مگر تم لوگ نہیں سمجھتے تو یہ بھی اچھا کیا۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۲
[2] " ۱۶/ ۴۳ و ۲۱/ ۷

Marfat.com

(۹) اس کا قول حد سے گزرا ہوا ہے تعزیہ کا چڑھاوا کھانا اُن وجوہ سے جو ہم نے ذکر کیں مکروہ و ناپسند ضرور ہے مگر حرام کہنا غلط ہے، فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

"اس بکری کو جو ہندو نے اپنے بُت کے نام پر مسلمان سے ذبح کرایا اور مسلمانوں نے اللہ عزوجل کی تکبیر کہہ کر ذبح کر دی تصریح فرمائی کہ حلال ہے ویکرہ للمسلم مسلمان کے لئے مکروہ ہے۔"[1]

جب وہاں صرف کراہت کا حکم ہے تو یہاں تحریم کیونکر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال ہفتم

از اترولی ضلع علی گڑھ محلہ مُغلاں مرسلہ اکرام عظیم صاحب ۱۸ رجمادی الاولیٰ ۱۳۲۱ھ

مجلس مرثیہ خوانی اہل شیعہ میں اہلسنت وجماعت کو شریک و شامل ہونا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

حرام ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من کثر سواد قوم فھو منھم[2] جس نے کسی قوم کا مجمع کثیر بنایا وہ ان میں کا ہے۔ (ت)

وہ بدزبان ناپاک لوگ اکثر تبرا بک جاتے ہیں اس طرح کہ جاہل سُننے والوں کو خبر بھی نہیں ہوتی اور متواتر سُنا گیا ہے کہ سُنّیوں کو جو شربت دیتے ہیں اس میں نجاست ملاتے ہیں اور کچھ نہ ہو تو اپنے یہاں کے ناپاک قلتین کا پانی ملاتے ہیں اور کچھ نہ ہو تو وہ روایات موضوعہ و کلماتِ شنیعہ و ماتم حرام سے خالی نہیں ہوتی اور یہ دیکھیں سُنیں گے، اور منع نہ کرسکیں گے ایسی جگہ جانا حرام ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[3] تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الذبائح الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۲۸۶

[2] المقاصد الحسنۃ حدیث ۱۱۷۰ دارالکتب العلمیۃ بیروت ص ۴۲۶

[3] القرآن الکریم ۶/۶۸

Marfat.com

سوال، ہشتم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ تعزیہ بنانا اور اس پر نذر نیاز کرنا عرائض بامید حاجت براری لٹکانا اور بہ نیت بدعتِ حسنہ اس کو داخلِ حسنات جاننا اور موافق شریعت ان امور کو اور جو کچھ اس سے پیدا اور یا متعلق ہوں کتنا گناہ ہے، اور زید اگر ان باتوں کو جو فی زمانہ متعلق تعزیہ داری والم داری کے ہیں موافق مذہب اہلسنّت کے تصوّر کرے تو وہ کس قسم کے مرتکب ہوا اور اُس پر شرع کی تعزیر کیا لازم آتی ہے اور ان امور کے ارتکاب سے وہ شرکِ خفی یا جلی میں مبتلا ہے یا نہیں، اور اس کی زوجہ اس کے نکاح سے باہر ہوئی یا نہیں، درصورتیکہ وہ امور متذکرہ بالا کو داخل عقیدت اہلسنّت وجماعت بنظرِ ثواب عمل میں لاتا ہو۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

افعالِ مذکورہ جس طرح عوامِ زمانہ میں رائج ہیں بدعت سیئہ وممنوع وناجائز ہیں انھیں داخل ثواب جاننا اور موافقِ شریعت مذہب اہلسنّت ماننا اس سے سخت تر وخطائے عقیدہ وجہلِ اشد ہے، شرعی تعزیر حاکم شرع سلطان کی رائے پر مفوض ہے باایں ہمہ وہ شرک وکفر ہرگز نہیں، نہ اس بناء پر عورت نکاح سے باہر ہو، عرائض یامید حاجت براری لٹکانا محض بہ نیت توسل ہے جو اس کا جہل ہے کہ امورِ ممنوعہ لائق توسل نہیں ہوتے باقی حاجت روا بالذات کوئی کلمہ گو حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بھی نہیں جانتا کہ معاذ اللہ تعالٰی شرک ہو، یہ وہابیہ کا جہل وضلال ہے، واللہ تعالٰی اعلم فقط

رسالہ

اعالی الافادۃ فی تعزیۃ الھند وبیان شھادۃ

ختم ہوا

Marfat.com

تشبّہ بالغیر

شعارِ کفّار وغیرہ

مسئلہ ۲۲۸: از پیلی بھیت محلہ محمد واصل مرسلہ مولوی محمد وصی احمد صاحب سُورتی ۲۴ صفر ۱۳۱۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ دھوتی لباس ہند ہے یا کہ خاص ہنود کا لباس ہے، ایک عالم صاحب کہتے ہیں کہ دھوتی لباسِ ہنود ہے اور بموجب من تشبہ بقوم فہو منہم[1] (جو کوئی کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے گا تو وہ انہی میں سے شمار ہوگا۔ ت) کے جو مسلمان دھوتی پہنے وُہ ہندو ہے اور نماز روزہ وغیرہ کوئی عمل صالح اُس کا مقبول نہیں مسلمانوں کو دھوتی پہننے والے کے ساتھ مناکحت و نشست برخاست کھانا پینا کھلانا پلانا صاحب سلامت سب منع ہے بلکہ دھوتی پہننے والا اسلام علیک کرے تو اس کے سلام کا جواب بھی نہ دے، پس دھوتی پہننے والے کے ساتھ وہی برتاؤ چاہئے جیسا کہ عالم صاحب کہتے ہیں یا کہ مسلمانوں کا سا، اس بارہ میں جو حکم شریعت ہو ارشاد فرمایا جائے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پایئے۔ ت)

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب لبس الشہرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۰۳

Marfat.com

الجواب

اقول وباللّٰہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق ہی سے کہتا ہوں۔ ت) اس جنس مسائل میں حق تحقیق وتحقیقِ حق یہ ہے کہ تشبہ دو۲ وجہ پر ہے: التزامی ولزومی۔ التزامی یہ کہ یہ شخص کسی قوم کے طرز ووضع خاص اسی قصد سے اختیار کرے کہ اُن کی سی صورت بنائے اُن سے مشابہت حاصل کرے حقیقۃً تشبہ اسی کا نام ہے فان معنی القصد والتکلف ملحوظ فیہ کما لایخفی (اس لئے کہ قصد اور تکلف کے مفہوم کا اس میں لحاظ رکھا گیا ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت)۔ اور لزومی یہ کہ اس کا قصد تو مشابہت کا نہیں مگر وہ وضع اس قوم کا شعار خاص ہو رہی ہے کہ خواہی نخواہی مشابہت پیدا ہوگی، التزامی میں قصد کی تین۳ صورتیں ہیں:

اوّل یہ کہ اُس قوم کو محبوب ومرضی جان کر اُن سے مشابہت پسند کرے یہ بات اگر مبتدع کے ساتھ ہو بدعت اور کفّار کے ساتھ معاذ اللہ کفر، حدیث من تشبہ بقوم فھو منھم[1] (جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے تو وہ انہی میں سے شمار ہوگا۔ ت) حقیقۃً صرف اسی صورت سے خاص ہے۔ غمز العیون والبصائر میں ہے:

اتفق مشائخنا ان من رأی امر الکفار حسنا فقد کفر حتّٰی قالوا فی رجل قال ترک الکلام عند اکل الطعام حسن من المجوس او ترک المضاجعۃ عندھم حال الحیض حسن فھو کافر[2]

ہمارے مشائخ کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ جو کوئی کافروں کے کسی کام کو اچھا سمجھے تو وہ بلاشبہہ کافر ہوجاتا ہے یہاں تک کہ انھوں نے فرمایا کہ جو کوئی کھانا کھاتے وقت باتیں نہ کرنے کو اور حالتِ حیض میں عورت کے پاس نہ لیٹنے کو مجوسیوں اور آتش پرستوں کی اچھی عادت کہے تو وہ کافر ہے۔ (ت)

دوم کسی غرض مقبول کی ضرورت سے اسے اختیار کرے وہاں اُس وضع کی شناعت اور اس غرض کی ضرورت کا موازنہ ہوگا اگر ضرورت غالب ہو تو بقدرِ ضرورت کا وقت ضرورت یہ تشبیہ کفر کیا معنی ممنوع بھی نہ ہوگا جس طرح صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مروی کہ بعض فتوحات میں منقول رومیوں کے لباس پہن کر بھیس بدل کر کام فرمایا اور اس ذریعہ سے کفار اشرار کی بھاری جماعتوں پر باذن اللہ غلبہ پایا اسی طرح سلطان مرحوم صلاح الدین یوسف انار اللہ تعالٰی برہانہ کے زمانے میں جبکہ تمام کفارِ یورپ

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب لبس الشہرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۳

[2] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب السیر باب الردہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۲۹۵

Marfat.com

نے سخت شورش مچائی تھی دو عالموں نے پادریوں کی وضع بنا کر دورہ کیا اور اُس آتشِ تعصب کو بجھا دیا۔

خلاصہ میں ہے:

لو شد الزنار علی وسطہ ودخل دار الحرب لتخلیص الاساری لایکفر ولو دخل لاجل التجارۃ یکفر ذکرہ القاضی الامام ابوجعفر الاستروشنی[1]

اگر کوئی شخص اپنی کمر میں زُنّار باندھے اور قیدیوں کو چھڑانے کے لئے دارِ حرب میں داخل ہو تو کافر نہیں ہوگا اور اگر اس مدت میں تجارت کرنے کے لئے جائے تو کافر ہو جائے گا۔ امام ابوجعفر استروشنی نے اس کو ذکر کیا ہے۔ (ت)

ملتقط میں ہے:

اذا شد الزنار او اخذ الغل اولبس قلنسوۃ المجوس جادا او ھازلا یکفر الا اذا فعل خدیعۃ فی الحرب[2]

جب کسی شخص نے زُنّار باندھا یا طوق لیا یا آتش پرستوں کی ٹوپی پہنی خواہ سنجیدگی کے ساتھ یا ہنسی مذاق کے طور پر تو کافر ہو گیا، مگر جنگ میں (دشمن کو مغالطے میں ڈالنے کے لئے) بطورِ تدبیر ایسا کرے تو کافر نہ ہوگا۔ (ت)

منح الروض میں ہے:

ان شد المسلم الزنار ودخل دار الحرب للتجارۃ کفر لانہ تلبس بلباس کفر من غیر ضرورۃ شدیدۃ ولافائدۃ مترتبۃ بخلاف من لبسہا لتخلیص الاساری علی ماتقدم[3]

اگر مسلمان زُنّار باندھ کر دار الکفر میں کاروبار کیلئے جائے تو کافر ہو جائے گا اس لئے کہ اس نے بغیر کسی شدید مجبوری کے اور بغیر کسی ترتب فائدہ کے لباسِ کفر پہنا (جو اس کے لئے روا نہ تھا) بخلاف اس شخص کے جس نے قیدیوں کو آزاد کرانے کے لئے لباسِ کفر (برائے حیلہ) استعمال کیا، جیسا کہ پہلے ذکر ہوا (ت)

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الفاظ الکفر الفصل الثانی الجنس السادس مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۸۷

[2] منح الروض الازہر بحوالہ الملتقط فصل فی الکفر صریحًا وکنایۃً مصطفی البابی مصر ص ۱۸۵

[3] منح الروض الازہر علی الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحًا وکنایۃً مصطفی البابی مصر ص ۱۸۵

Marfat.com

سوم نہ تو انھیں اچھا جانتا ہے نہ کوئی ضرورت شرعیہ اس پر حامل ہے بلکہ کسی نفع دنیوی کے لئے یا یونہیں بطور ہزل و استہزاء اس کا مرتکب ہوا تو حرام وممنوع ہونے میں شک نہیں اور اگر وہ وضع اُن کفار کا مذہبی دینی شعار ہے جیسے زنّار، قشقہ، چُٹیا، چلیپا، تو علماء نے اس صورت میں بھی حکم کفر دیا کما سمعت انفا (جیسا کہ تم نے ابھی سُنا۔ ت) اور فی الواقع صورت استہزاء میں حکم کفر ظاہر ہے کما لا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) اور لزومی میں بھی حکم ممانعت ہے جبکہ اکراہ وغیرہ مجبوریاں نہ ہوں جیسے انگریزی منڈا، انگریزی ٹوپی، جاکٹ، پتلون، اُلٹا پردہ، اگرچہ یہ چیزیں کفار کی مذہبی نہیں مگر آخر شعار ہیں تو اُن سے بچنا واجب اور ارتکاب گناہ۔ ولہٰذا علماء نے فساق کی وضع کے کپڑے موزے سے ممانعت فرمائی۔ فتاوٰی خانیہ میں ہے:

الاسکاف او الخیاط اذا استوجر علی خیاطة شئ من زی الفساق ویعطی لہ فی ذٰلک کثیر اجر لا یستحب لہ ان یعمل لانہ اعانة علی المعصیة۔[1]

موچی یا درزی فساق وفجار کی وضع کے مطابق معمول سے زیادہ اُجرت پر لباس تیار کرے تو اس کے لئے یہ کام مستحب نہیں اس لئے کہ یہ گناہ پر امداد واعانت ہے۔ (ت)

مگر اس کے تحقق کو اُس زمان ومکان میں اُن کا شعار خاص ہونا قطعاً ضرور جس سے وہ پہچانے جاتے ہوں اور اُن میں اور اُن کے غیر میں مشترک نہ ہو ورنہ لزوم کا کیا محل، ہاں وہ بات فی نفسہٖ شرعاً مذموم ہوئی تو اس وجہ سے ممنوع یا مکروہ رہے گی نہ کہ تشبہ کی رہ سے، امام قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں دربارۂ طیلسان کہ پوششِ یہودتھی فرماتے ہیں:

اما ما ذکرہ ابن القیم من قصة الیہود فقال الحافظ ابن حجر انما یصح الاستدلال بہ فی الوقت الذی تکون الطیالسة من شعارہم وقد ارتفع ذٰلک فی ہذہ الازمنة فصار داخلا فی عموم المباح وقد ذکرہ ابن عبد السلام رحمہ اللہ تعالٰی فی امثلة

رہا یہ کہ جو کچھ حافظ ابن قیم نے یہودیوں کا واقعہ بیان کیا ہے تو اس بارے میں حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ یہ استدلال اس وقت درست تھا جبکہ مذکورہ چادر اُن کا (مذہبی) شعار ہُوا کرتی تھی لیکن اِس دَور میں یہ چیز ختم ہورہی ہے لہٰذا اب یہ عموم مباح میں داخل ہے، چنانچہ علامہ ابن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بدعت مباح کی مثالوں

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ مطبع نولکشور لکھنؤ ۴/۷۸۰

Marfat.com

البدعۃ المباحۃ[1]۔ میں ذکر فرمایا ہے۔ (ت)

امام اجل فقیہ النفس فخر الملۃ والدین قاضی خاں پھر امام محمد محمد محمد ابن الحاج حلبی حلیہ شرح منیہ فصل مکروہات الصلوٰۃ پھر علامہ زین بن نجیم مصری بحر الرائق پھر علامہ محمد بن علی دمشقی درمختار میں فرماتے ہیں:

التشبہ باھل الکتاب لایکرہ فی کل شیئ فانا ناکل ونشرب کما یفعلون۔ ان الحرام التشبہ بھم فیما کان مذموما او فیما یقصد بہ التشبہ[2]۔

ہر چیز میں اہل کتاب سے مشابہت مکروہ نہیں جیسے کھانے پینے وغیرہ کے طور طریقے میں کوئی کراہت نہیں۔ ان سے تشبّہ ان کاموں میں حرام ہے جو مذموم یعنی بُرے ہیں یا جن میں مشابہت کا ارادہ کیا جائے۔ (ت)

علامہ علی قاری منح الروض میں فرماتے ہیں:

انا ممنوعون من التشبیہ بالکفرۃ واھل البدعۃ المنکرۃ فی شعارھم لامنھیون عن کل بدعۃ ولوکانت مباحۃ سواء کانت من افعال اھل السنۃ اومن افعال الکفر واھل البدعۃ فالمدار علی الشعار[3]۔

ہمیں کافروں اور منکر بدعات کے مرتکب لوگوں کے شعار کی مشابہت سے منع کیا گیا ہے ہاں اگر وُہ بدعت جو مباح کا درجہ رکھتی ہو اس سے نہیں روکا گیا خواہ وہ اہل سنت کے افعال ہوں یا کفار اور اہل بدعت کے۔ لہذا مدارِ کار شعار ہونے پر ہے۔ (ت)

فتاوٰی عالمگیری میں محیط سے ہے:

قال ھشام فی نوادرہ رأیت علی ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی نعلین محفوفین بمسامیر الحدید فقلت لہ اتری بھذا الحدید بأسا قال لا فقلت لہ ان سفین و

ہشام نے نوادر میں فرمایا میں نے امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی کو ایسے جُوتے پہنے ہوئے دیکھا جن کے چاروں طرف لوہے کی کیلیں لگی ہوئی تھیں، میں نے ان سے عرض کی کیا آپ اس لوہے سے کوئی حرج سمجھتے ہیں؟ تو فرمایا کہ نہیں، میں نے

---

[1] المواہب اللدنیۃ النوع الثانی اللباس لبس الطیلسان المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۵۰
[2] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۰
[3] منح الروض الازہر علی الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحًا مصطفٰی البابی مصر ص ۱۸۵

Marfat.com

ثور بن یزید کرھا ذٰلك لانه تشبه بالرھبان فقال ابویوسف رحمه الله تعالٰی کان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم یلبس النعال التی لھا شعور وانھا من لباس الرھبان[1] الخ

عرض کی لیکن سفیان اور ثور بن یزید تو انھیں پسند نہیں فرماتے کیونکہ ان میں عیسائی راہبوں سے مشابہت پائی جاتی ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایسے جُوتے پہنتے تھے جن کے بال ہوتے تھے حالانکہ یہ بھی عیسائی راہبوں کا لباس تھا الخ (ت)

اس تحقیق سے روشن ہوگیا کہ تشبّہ وہی ممنوع و مکروہ ہے جس میں فاعل کی نیت تشبّہ کی ہو یا وُہ شَے اُن بدمذہبوں کا شعار خاص یا فی نفسہٖ شرعًا کوئی حرج رکھتی ہو، بغیر ان صورتوں کے ہرگز کوئی وجہِ ممانعت نہیں۔ اب مسئلہ مسئولہ کی طرف، چلئے دھوتی باندھنے والے مسلمانوں کا یہ قصد تو ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ کافروں کی سی صورت بنائیں، نہ مدعی نے اس پر بنائے کلام کی بلکہ مطلقًا دھوتی باندھنے کو ان سخت شدید اختراعی احکام کا مورد قرار دیا نہ زنہار قلب پر حکم روا نہ بدگمانی جائز،

قال الله تعالٰی ولا تقف ما لیس لك به علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولٰئك کان عنه مسئولا[2]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اُن باتوں کے پیچھے نہ پڑو جن کا تمھیں کچھ علم نہیں۔ بے شک کان، آنکھ اور دل کے متعلق (بروزِ قیامت) پوچھا جائے گا۔ (ت)

اور فی نفسہٖ دھوتی کی حالت کو دیکھا جائے تو اس کی اپنی ذات میں کوئی حرج شرعی بھی نہیں بلکہ ساتر ماموربہ کے افراد سے ہے اصل سنّت ولباس پاک عرب یعنی تہبند سے صرف لٹکتا چھوڑنے اور پیچھے گھرس لینے کا فرق رکھتی ہے اس میں کسی امرِ شرعی کا خلاف نہیں تو دو۲ وجہ ممانعت تو قطعًا منتفی ہیں۔ رہا خاص شعارِ کفار ہونا، وہ بھی باطل۔ بنگالہ وغیرہ پورب کے عام شہروں میں تمام سکانِ ہند و مسلمان سب کا یہی لباس ہے۔ یونہیں سب اضلاعِ ہند کے دیہات میں ہندو مسلمین یہی وضع رکھتے ہیں۔ رہے وسطِ ہند کے شہری لوگ، اُن میں بھی فنائے شہر اور خود شہر کے اہلِ حرفہ وغیرہم جنھیں کم قوم کہا جاتا ہے بعض ہر وقت اور بعض اپنے کاموں ضرورتوں کی حالت میں دھوتی باندھتے ہیں۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۳۳

[2] القرآن الکریم ۱۷/۳۶

Marfat.com

ہاں یہاں کے معزز شہریوں میں اس کا رواج نہیں مگر اس کا حاصل اس قدر کہ اپنی تہذیب کے خلاف جانتے ہیں نہ یہ کہ جو باندھے اُسے فعل کفر کا مرتکب سمجھیں تو غایت یہ کہ اُن اضلاع کے شہری وجاہت دار آدمی کو گھر سے باہر اس کا باندھنا مکروہ ہوگا کہ بلاوجہ شرعی عرف وعادت قوم سے خروج بھی سبب شہرت و باعثِ کراہت ہے۔ علامہ قاضی عیاض مالکی، امام اجل ابوزکریا نووی شافعی شارحان صحیح مسلم پھر عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی حنفی شارح طریقۂ محمدیہ فرماتے ہیں:

خروجه عن العادة شهرة ومكروه[1]. عادت اور عرف کی خلاف ورزی مکروہ اور باعثِ شہرت ہے (ت)

اور اگر وہاں کے مسلمان اسے لباسِ کفار سمجھتے ہوں تو احتراز مؤکد ہے، حرج پیچھے گھر سنے میں ہے، ورنہ تہبند تو عین سنّت ہے۔ اس سے زائد کچھ لفاظیاں شخص مذکور نے کہیں محض بے اصل و باطل اور حلیہ صدق وصواب سے عاطل ہیں، بالفرض اگر دھوتی باندھنا مطلقاً ممنوع بھی ہوتا تاہم اس میں اُتنا وبال نہ تھا جو شرع مطہر پر دانستہ افترا کرنے میں۔

والعياذ بالله تعالى، نسئل الله هداية سبيل الرشاد والعصمة عن طريق الزيغ والفساد، اٰمين، والله سبحٰنه و تعالىٰ اعلم. اور اللہ تعالٰی کی پناہ، ہم اللہ تعالٰی سے راہِ راست کی رہنمائی چاہتے ہیں اور کجی اور فساد کی راہ سے اے اللہ! حفاظت چاہتے ہیں۔ یا اللہ میری دُعا قبول فرما۔ اللہ تعالٰی پاک و برتر بڑا عالم ہے (ت)

مسئلہ ۲۲۹: مسئولہ مولٰنا مولوی عبدالحمید صاحب از بنارس محلہ پرکنڈہ ۱۰ شعبان ۱۳۲۵ھ

زید کوٹ و کالر و نکٹائی پہنتا ہے اور پیشوری پائجامہ و ترکی ٹوپی و بُوٹ جُوتا پہنتا اور انگریزی فیشن کے بال رکھتا ہے۔ عمرو کہتا ہے کہ اس میں تشبہ بالنصارٰی ہے، اور زید کہتا ہے کہ ہرگز نہیں اس لئے کہ ادنٰی فرق تشبیہ کے لئے کافی ہے۔ ان دونوں میں کون حق پر ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

جو بات کفار یا بدمذہبان اشرار یا فساق فجار کا شعار ہو بغیر کسی حاجت صحیحہ شرعیہ کے

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل ومن اعظامہ الخ عبدالتواب اکیڈمی بوہڑگیٹ ملتان ۲/ ۴۴

Marfat.com

برغبت نفس اُس کا اختیار ممنوع و ناجائز و گناہ ہے اگرچہ وہ ایک ہی چیز ہو کہ اس سے اس وجہ خاص میں ضرور اُن سے تشبّہ ہوگا اسی قدر منع کو کافی ہے اگرچہ دیگر وجوہ سے تشبّہ نہ ہو، اس کی نظیر گلاب اور پیشاب ہیں۔ شیشہ بھرا ہوا گلاب اور اس میں ایک قطرہ پیشاب ہے تو وہ ناپاک و خراب ہے نہ کہ پورا شیشہ پیشاب ہو جبھی نجس و خراب ہو۔ ولہذا عموماً احادیث ارشاداتِ فقہ میں ہر ایسی چیز پر حکم حرمت و ممانعت دیا ہے نہ یہ کہ سر سے پاؤں تک من جمیع الوجوہ اُن سے تشبّہ ہو اُسی وقت منع ہو، یہ محض جہل یا عقل کا فساد ہے اور اگر دانستہ ہو تو شریعت مطہرہ سے کھلا عناد ہے، ابطال وہم کو یہاں صرف پچیس ۲۵ مسائل حدیث و فقہ سے سنائیں:

مسئلہ ۱: صحیح بخاری میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعن اللّٰہ المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشابہات من النساء بالرجال۔[1] اللہ کی لعنت اُن مردوں پر جو عورتوں سے تشبّہ کریں اور اُن عورتوں پر جو مردوں پر۔

یہ اصل کلی ہے اس کے فروع دیکھئے زنانِ عرب جو اوڑھنی اوڑھتیں حفاظت کے لئے سر پر پیچ دے لیتیں اس پر ارشاد ہوا کہ ایک پیچ دیں دو ۲ نہ ہوں کہ عمامہ سے مشابہت نہ ہو عورت کو مرد، مرد کو عورت سے تشبّہ حرام ہے، امام احمد و ابوداؤد و حاکم نے بسندِ حسن ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی:

ان النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم دخل علیھا وھی تختمر فقال لیۃ لالیتین۔[2] نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے ہاں تشریف لے گئے تو (کیا دیکھا) کہ وہ اوڑھنی اوڑھ رہی ہیں تو ارشاد فرمایا سر پہ صرف ایک پیچ دو دو ۲ پیچ نہ ہوں۔ (ت)

تیسیر شرح جامع صغیر میں ہے:

---

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس باب المتشبھین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۷۴

[2] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب کیف الاختمار آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۱۲

مسند احمد بن حنبل عن ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/۲۹۴، ۲۹۶

Marfat.com

حذرا من التشبہ بالمتعممین ۔[1] اس خطرہ سے کہ کہیں پگڑی باندھنے والے مردوں سے مشابہت نہ ہو جائے۔ (ت)

دیکھو تمام زنانہ لباس دفع تشبّہ کے لئے کافی نہ ہوا صرف دوپٹہ کے سر پر دو پیچ مورثِ تشبّہ ہوئے۔

مسئلہ ۲ : ایک عورت کندھے پر کمان لگائے گزری رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لعن اللہ المتشابہات من النساء بالرجال ۔ رواہ الطبرانی[2] فی الکبیر عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما والحدیث من دون القصۃ عند احمد و ابی داؤد والترمذی وابن ماجۃ بل قد تقدم عن البخاری و ایہام التیسیر انہم جمیعا رووا القصۃ لیس بالواقع ۔

اللہ تعالٰی نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں سے تشبّہ کریں (امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی سند سے اس حدیث کو روایت فرمایا۔ امام احمد (مسند احمد)، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ بلکہ امام بخاری سے پہلے گزر چکی، ان تمام محدثین نے بغیر قصہ ذکر کئے اس کو روایت فرمایا مگر مصنف التیسیر کا یہ وہم کرنا کہ سب نے قصہ مذکورہ سمیت اس کو روایت کیا ہے خلافِ واقع ہے (لہذا وہم درست نہیں۔ ت)

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما نے ام سعید بنت ام جمیل کو کمان لگائے مردانی چال چلتے دیکھا، فرمایا:

سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول لیس منا من تشبہ بالرجال من النساء ولا من تشبہ بالنساء من الرجال ، رواہ احمد[3] والطبرانی ۔

میں نے حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سُنا، وہ عورت ہم میں سے نہیں جو مردوں سے مشابہت اختیار کرے اور وہ مرد بھی ہم میں سے نہیں جو عورتوں سے تشبیہ اختیار کرے۔ امام احمد اور امام طبرانی نے اس کو روایت فرمایا۔ (ت)

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث لیۃ لالیتین — مکتبۃ الامام الشافعی ریاض — ۲/۳۲۵

[2] المعجم الکبیر للطبرانی — حدیث ۱۱۶۴۷ — المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت — ۱۱/۲۵۲

سنن ابن ماجہ کتاب النکاح باب فی المتشبھین — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ص ۳۸

[3] مسند احمد بن حنبل مسند عبداللہ بن عمرو — المکتب الاسلامی بیروت — ۲/۲۰۰

مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی کتاب الادب باب فی المتشبھین — دار الکتاب بیروت — ۸/۱۰۳

Marfat.com

مسئلہ ۳: عورتوں کو حکم فرمایا کہ ہاتھوں میں مہندی لگائیں کہ مردوں کے ہاتھ سے مشابہ نہ ہو۔ ابوداؤد ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی:

ان ھندۃ بنت عتبۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت یا نبی اللہ بایعنی قال لا ابایعك حتی تغیری کفیك کانھما کفا سبع[1]

عتبہ کی بیٹی ہندہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے عرض کی: اے اللہ تعالٰی کے مکرم نبی! مجھے بیعت فرمائیے۔ ارشاد فرمایا: میں تمھیں بیعت نہیں کرتا جب تو اپنی ہتھیلیوں میں (انھیں رنگین کرکے) تبدیلی نہ لائے، تیری ہتھیلیاں تو درندے کی ہتھیلیوں کی طرح ہیں (ت)

مرقاۃ میں ہے:

شبہ یدیھا حین لم تخضبھما بکفی سبع فی الکراھیۃ لانھا حینئذ شبیھۃ بالرجال[2]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ناپسندیدگی کی وجہ سے اسے غیر رنگین ہاتھوں کو جنگلی درندے سے تشبیہ دی کیونکہ اس حالت میں وہ مردوں سے مشابہ ہوگئی۔ (ت)

ایک حدیث میں ارشاد ہوا کہ زیادہ نہ ہو تو ناخن ہی رنگین رکھیں۔ احمد و ابوداؤد و نسائی بسند حسن ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی:

اومأت امرأۃ من وراء ستر بیدھا کتاب الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقبض النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یدہ فقال ما ادری اید رجل ام ید امرأۃ قالت بل ید امرأۃ قال لوکنت امرأۃ لغیرت اظفارك

ایک عورت نے پردے کے پیچھے سے اشارہ کیا کہ جس کے ہاتھ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ایک خط تھا، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، پھر ارشاد فرمایا مجھے معلوم نہیں کہ کیا یہ کسی مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا۔ اس نے عرض کی یہ مرد کا ہاتھ نہیں بلکہ عورت کا ہاتھ ہے۔ ارشاد فرمایا اگر تو عورت ہوتی تو ضرور اپنے ہاتھوں کی سادگی کو مہندی

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب فی الخضاب للنساء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۸

[2] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب اللباس باب الترجل تحت حدیث ۴۴۶۶ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۲۴۲

Marfat.com

بالحناء[1] لگاکر تبدیل کردیتی۔ (ت)

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں :

وگفتہ اند کہ وجہ کراہت وانکار تشبہ برجال ست وسابقا معلوم شد کہ زنان را تشبہ برجال مکروہ ست[2]

ائمہ کرام نے فرمایا حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کی ناپسندیدگی اور انکار کرنے کی وجہ مردوں سے مشابہت ہے۔ اور پہلے معلوم ہوگیا ہے کہ عورتوں کا مردوں سے مشابہت کرنا مکروہ ہے (یعنی ناپسندیدہ امر ہے)۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) بلکہ یہ تعلیل منصوص ہے کہ فرمایا : بے مہندی لگائے اپنا ہاتھ مرد کا سا رکھتی ہو۔

احمد فی مسندہ عن امرأۃ صلت القبلتین مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قالت دخل علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال اختضبی تترك احدٰکن الخضاب حتی تکون یدھا کید الرجل قالت فما ترکت الخضاب حتی لقیت اللہ تعالٰی وھی بنت ثمانین[3]

مسند امام احمد میں ایک ایسی خوش نصیب عورت سے روایت ہے کہ جس نے آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اقتدار میں دو قبلوں (کعبہ شریف اور بیت المقدس) کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی اس نے کہا کہ میں ایک دفعہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا : ہاتھوں کو خضاب سے رنگین کیجئے۔ تم میں سے ایک، ہاتھوں کو خضاب وغیرہ سے رنگنا چھوڑدیتی ہے یہاں تک کہ اس کے ہاتھ مردوں کے ہاتھوں کی طرح (سفید) ہوتے ہیں۔ پھر اس کے بعد انھوں نے ہاتھوں پر خضاب لگانا نہ چھوڑا حالانکہ اُن کی عمر اسی سال کی ہوگئی۔ (ت)

مسئلہ ۴ : جامع ترمذی میں سیدنا ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے :

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب فی الخضاب للنساء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۱۸
مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/۲۶۲

[2] اشعۃ اللمعات کتاب اللباس باب الترجل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۵۸۱

[3] مسند احمد بن حنبل عن امرأۃ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/۴۳۷

Marfat.com

نظفوا افنیتکو ولا تشبھوا بالیھود[1] اپنے پیش دروازہ زمینیں ستھری رکھو یہودیوں سے تشبّہ نہ کرو کہ جب سے اُن پر ذلت ومسکنت ڈالی گئی اُن کی زمینیں میلی کثیف رہتیں ہیں۔ یہاں محض ایک بیرونی شے پر جسے جسم ولباس سے بھی علاقہ نہیں تشبّہ فرمایا گیا۔

مسئلہ ۵ : سنن ابی داؤد میں ابن ابی ملیکہ سے ہے:

قیل لعائشۃ ان امرأۃ تلبس النعل فقالت لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الرجلۃ من النساء[2]۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے عرض کی گئی ایک عورت مردانہ جوتا پہنتی ہے، فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن عورتوں پر لعنت فرمائی جو مردانی وضع اختیار کریں۔

مرقاۃ میں ہے:

تلبس النعل ای التی تختص بالرجال[3]

تلبس النعل یعنی عورت وہ جوتا پہنتی جو مردوں سے خصوصیت رکھتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۶ : نماز میں کسی فعل وحالت میں اہلِ کتاب سے تشبّہ منع ہوا اور نماز مسلمین کا اپنے عامہ افعال وصفت وہیأت میں اُن کی نماز سے جُدا ہونا مانع تشبّہ نہ ہوا اسی لئے امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ ہدایہ میں ہے:

یکرہ ان یقوم فی الطاق لانہ یشبہ صنیع اھل الکتاب من حیث تخصیص الامام بالمکان[4]

امام کا مکمل طور پر محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے اس لئے کہ یہ کاروائی اہلِ کتاب سے مشابہت رکھتی ہے اس حیثیت سے کہ امام کی ایک جگہ (محراب) سے تخصیص کردی۔ (ت)

مسئلہ ۷ : اسی لئے امام کا سب مقتدیوں سے بلندی ممتاز پر ہونا مکروہ ہوا۔ ہدایہ میں ہے:

یکرہ ان یکون الامام وحدہ علی الدکان

تنہا امام کا کسی بلند ممتاز جگہ کھڑا ہونا مکروہ ہے

---

[1] جامع الترمذی ابواب الاستیذان والادب باب ماجاء فی النظافۃ امین کمپنی دہلی ۲/۱۰۳

[2] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لباس النساء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۱۰

[3] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب اللباس حدیث ۴۴۷۰ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/۲۴۶

[4] الہدایۃ کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۱۲۰

Marfat.com

لما قلنا[1] اور اسکی وجہ وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کر دی۔(ت)

بحرالرائق و ردالمحتار میں ہے:

علاوہ بانہ تشبہ باھل الکتاب فانھم یتخذون لامامھم دکانا[2]

فقہائے کرام نے اس کی علت یہ قرار دی کہ یہ رویہ اہلِ کتاب سے مشابہت رکھتا ہے کیونکہ وہ لوگ اپنے امام کے لئے (سب سے الگ) ایک نمایاں، ممتاز اور بلند چبوترہ متعین کرتے تھے (ت)

مسئلہ ۸: نماز میں قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک تو مفسد نماز ہے صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی نماز صحیح مانتے ہیں مگر مشابہتِ اہلِ کتاب کے باعث مکروہ جانتے ہیں۔ ہدایہ میں ہے:

اذا قرأ الامام من المصحف فسدت صلاتہ عند ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وقالا ھی تامۃ الا انہ یکرہ لانہ تشبہ بصنیع اھل الکتاب[3]

جب امام (بحالتِ نماز) قرآن مجید دیکھ کر تلاوت کرے تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک نماز فاسد ہوجائیگی (یعنی ٹوٹ جائیگی) لیکن ان کے دو نامور شاگردوں نے فرمایا نماز پوری ہوگئی مگر اس طرح کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ یہ طریقہ اہلِ کتاب کی کاروائی سے مشابہت رکھتا ہے (ت)

مسئلہ ۹: جہاں جاندار کی تصویر کھلی ہوئی بے اہانت رکھی ہو اگرچہ نمازی کے پس پشت، وہاں نماز بوجہ تشبہ مکروہ ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

علۃ حرمۃ التصویر المضاھاۃ لخلق اللہ تعالٰی وعلۃ کراھۃ الصلاۃ بھا التشبہ[4]

تصویر کے حرام ہونے کی علت (وجہ) اللہ تعالٰی کی تخلیق (بنائی ہوئی چیزوں) میں مشابہت اختیار کرنا ہے (جو شرکت کا وہم پیدا کرتا ہے) اور تصویر کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ ہے، پس اس کی علت تشبہ ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۰: یونہی جہتِ قبلہ میں اگر صلیب ہو نماز مکروہ ہے کہ نصارٰی سے تشبہ ہے۔ ردالمحتار

---

[1] الھدایۃ کتاب الصلٰوۃ باب ما یفسد الصلٰوۃ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۱۲۰

[2] ردالمحتار " " " الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۳۴

[3] الھدایۃ " " " " المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۱۱۶

[4] ردالمحتار " " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۳۵

Marfat.com

میں بعد عبارتِ مذکورہ یہ مسئلہ تصویر ہے۔

اقول والظاهر انه يلحق به الصليب وان لم يكن تمثال ذی روح لان فيه تشبها بالنصارٰی ويكره التشبه بهم فی المذموم وان لم يقصده[1] اھ اقول فی الصورة علة اخرٰی سوی التشبه و هو امتناع الملٰئکة من دخول بيت هی فيه غير مهانة و لم يثبت مثله فی الصليب فلا يتأتی الالحاق علی الاطلاق الا اذا کانت فی جهة القبلة و ح يلتحق بکانون فيه ضرام من جمر او نار۔ واللّٰه تعالٰی اعلم۔

اقول ظاہر یہ ہے کہ تصویر کے ساتھ صلیب کا الحاق کیا جائے جبکہ تصویر کسی جاندار کی نہ ہو، یعنی صلیب اور تصویر دونوں کا حکم ایک ہے۔ اس لئے کہ اس میں عیسائیوں سے مشابہت ہے۔ اور بُرے کاموں میں اُن سے مشابہت رکھنا مکروہ ہے اگرچہ غیر ارادی طور پر ہو اھ اقول (میں کہتا ہوں) یہاں تصویر میں "تشبّہ" کے علاوہ ایک اور علت (وجہ) بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ جس گھر میں بغیر تذلیل تصویر رکھی ہو وہاں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ اور یہ وجہ (علت) صلیب میں نہیں۔ لہذا تصویر کے ساتھ صلیب کا علی الاطلاق الحاق نہیں ہو سکتا، مگر یہ کہ صلیب جہت قبلہ میں ہو۔ پھر اس صورت میں اُس چولھے اور انگیٹھی سے اس کا الحاق کر دیا جائے گا کہ جس میں آگ کے شعلے بھڑک رہے ہوں۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱: مرد کو ہتھیلی یا تلوے بلکہ صرف ناخنوں ہی میں مہندی لگانی حرام ہے کہ عورتوں سے تشبّہ ہے۔ شرعۃ الاسلام و مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:

الحناء سنّة للنساء ويكره لغيرهن من الرجال الا ان يکون لعذر لانه تشبه بهن[2] اھ اقول والكراهة تحريمية للحديث السابق لعن اللّٰه المتشبهين من الرجال بالنساء

مہندی لگانی عورتوں کے لئے سنت ہے لیکن مردوں کے لئے مکروہ ہے مگر جبکہ کوئی عذر ہو (تو پھر اس کے استعمال کرنے کی گنجائش ہے) اس کی وجہ یہ ہے کہ مردوں کے مہندی استعمال کرنے میں عورتوں سے مشابہت ہوگی اھ۔ اقول (میں کہتا ہوں) کہ یہ کراہت تحریمی ہے

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۳۵

[2] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب اللباس حدیث ۴۴۲۸ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/۲۱۶

شرعۃ الاسلام فصل فی اللباس مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۳۰۲-۳۰۱

Marfat.com

فصح التحریم ثم الاطلاق شمل الاظفار اقول وفیہ نص الحدیث المار لوکنت امرأۃ لغیرت اظفارك بالحناء[۱] اماثانیا العذر فاقول ھذا اذا لم یقم شیئ مقامہ ولا صلح ترکیبہ مع شیئ ینفی لونہ واستعمل لاعلی وجہ تقع بہ الزینۃ۔

گزشتہ حدیث پاک کی وجہ سے کہ جس میں یہ آیا ہے کہ اللہ تعالٰی نے اُن مردوں پر لعنت فرمائی جو عورتوں سے مشابہت اختیار کریں، لہذا تحریم یعنی کراہت تحریمی صحیح ہوئی۔ اور اطلاق (الفاظِ حدیث) ناخنوں کو بھی شامل ہے۔ اقول (میں کہتا ہوں) اس میں بھی گزشتہ حدیث کی صراحت موجود ہے (حدیث: اگر تُو عورت ہوتی تو ضرور اپنے سفید ناخنوں کو مہندی لگاکر تبدیل کر دیتی) رہا عذر کا استثناء کرنا، تو اس کے متعلق میری صوابدید یہ ہے کہ (عذر اس وقت تسلیم کیا جائے گا کہ) جب مہندی کے قائم مقام کوئی دوسری چیز نہ ہو، نیز مہندی کسی ایسی دوسری چیز کے ساتھ مخلوط نہ ہو سکے جو اس کے رنگ کو زائل کر دے۔ اور مہندی استعمال میں بھی محض ضرورت کی بنا پر بطور دوا اور علاج ہو، زیب وزینت اور آرائش مقصود نہ ہو۔(ت)

مسئلہ ۱۲: عورت کو اپنے سر کے بال کترنا حرام ہے اور کترے تو ملعونہ کہ مردوں سے تشبّہ ہے۔

درمختار میں ہے:

قطعت شعر رأسھا اثمت ولعنت والمعنی المؤثر التشبہ بالرجال[۲]۔

کسی عورت نے سر کے بال کتر ڈالے تو وہ گنہگار ہوئی، نیز اللہ تعالٰی کی اس پر لعنت برسی۔ اور اس میں جو علّتِ مؤثرہ ہے وہ مردوں سے "تشبّہ" ہے۔(ت)

مسئلہ ۱۳: مرد کو اپنا وسط سر کھلوانا جسے پان بنوانا کہتے ہیں حلال ہے جبکہ اطراف کے بال باقی رکھے اور گوندھے نہیں ورنہ پیشانی یا قفا کے بال مونڈنا مجوس سے تشبّہ ہے اور گوندھنا بعض دیگر کفار سے۔ ذخیرہ وتاتارخانیہ وہندیہ وردالمحتار میں ہے:

لاباس للرجل ان یحلق وسط رأسہ ویرسل شعرہ من غیر ان یفتلہ وان فتلہ فذلك مکروہ لانہ یصیر مشابھا ببعض الکفرۃ

کوئی حرج نہیں کہ مرد اپنے سر کا درمیانی حصہ منڈوائے اور بقیہ بال بغیر گوندھے کھلے چھوڑ دے، اور اگر اس نے انھیں گوندھ ڈالا تو ایسا کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس صورت میں وہ بعض کافروں سے مشابہ

---

[۱] سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب فی الخضاب للنساء ۲/۲۱۶ و مسند امام احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا ۶/۲۶۲

[۲] درمختار کتاب الحظروالاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۰

Marfat.com

والمجوس فی دیارنا یرسلون الشعر من غیر فتل ولکن لایحلقون وسط الرأس بل یجزون الناصیة۔ ینابیع[1]

ہوجائے گا۔ اور ہمارے علاقائی آتش پرست بغیر گوندھے اپنے بال کھلے چھوڑتے ہیں لیکن وہ سر کی چوٹی کے بال نہیں مونڈھتے بلکہ پیشانی کے بال کتر ڈالتے ہیں۔ (ت)

عالمگیریہ میں ہے:

عن ابی حنیفة رضی اللہ تعالٰی عنه یکرہ ان یحلق قفاہ الاعند الحجامة۔[2]

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ گُدّی کے بال مونڈھنا مکروہ ہیں مگر جبکہ پچھنے لگوائے۔ (ت)

مسئلہ ۱۴: مرد کو ساڑھے چار ماشے سے کم وزن کی ایک انگوٹھی ایک نگ کی جائز ہے دو یا زیادہ نگ حرام کہ زیورِ زنان ہوگیا۔ جامع الرموز و ردالمحتار میں ہے:

انما یجوز التختم بالفضة لوعلی ہیأة خاتم الرجال امالولہ فصان او اکثر حرم۔[3]

چاندی کی انگوٹھی پہننا جائز ہے بشرطیکہ مردانہ انگوٹھیوں کی شکل و صورت پر ہو (نیز اس کا ایک نگینہ ہو) اگر دو یا زیادہ نگینے ہوں تو حرام ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۵: چاندی کی مردانی انگوٹھی عورت کو نہ چاہئے اور پہنے تو زعفران وغیرہ سے رنگ لے۔ شیخ محقق اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

زنان را تشبیہ برجال مکروہ است تا آنکہ انگشتری نقرہ زنان را مکروہ است و اگر بکنند باید کہ رنگ کنند بزعفران و مانند آں۔[4]

عورتوں کو مردوں سے مشابہت اختیار کرنی مکروہ ہے۔ اور اس کا لحاظ اس حد تک ہے کہ عورتوں کو چاندی کی انگوٹھی پہننی مکروہ ہے۔ اگر کبھی اتفاقاً پہننی پڑے تو اسے زعفران وغیرہ سے رنگ لے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۶۱
[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۷
[3] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۳۱
[4] اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ کتاب اللباس باب الترجل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۸۱

Marfat.com

مسئلہ ۱۶: مرد کو عورت کی طرح چرخہ کاتنا مکروہ ہے کہ زنانہ کام ہے تشبّہ ہوگا۔ درمختار میں ہے:

غزل الرجل علٰی ھیأۃ غزل المرأۃ یکرہ[1]۔ کسی مرد کا عورتوں کی طرح چرخے پر سُوت کاتنا مکروہ ہے(ت)

طحطاوی میں ہے:

لمافیہ من التشبہ وقد لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم المتشبھین والمتشابھات[2]۔ اس لئے کہ اس میں تشبُّہ ہے (اور وہ ممنوع ہے) اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورتوں سے مشابہت کرنے والے مردوں اور مردوں سے مشابہت کرنیوالی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے(ت)

مسئلہ ۱۷: بلا ضرورتِ صحیحہ عورت کو گھوڑے پر چڑھنا منع ہے کہ مردانہ کام ہے، حدیث میں اس پر لعنت آئی۔ ابن حبان اپنی صحیح میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا:

یکون فی اٰخر امتی نساء یرکبن علی سروج کاشباہ الرجال الحدیث وفی اٰخرہ العنوھن فانھن ملعونات[3]۔ میری اُمت کے آخر میں کچھ ایسی عورتیں ہوں گی جو مردوں کی طرح جانوروں پر سوار ہوں گی، الحدیث، اور اس کے آخر میں یہ الفاظ آئے ہیں، اُن عورتوں پر لعنت بھیجو کیونکہ وہ ملعون ہیں۔(ت)

اقول وکان ما اشتھر حدیثا بلفظ لعن اللہ الفروج علی السروج[4] ماخوذ من ھذا نقلا بالمعنی۔ **اقول** (میں کہتا ہوں کہ) گویا مشہور حدیث کے جو الفاظ ہیں وہ اسی حدیث مذکور سے نقل معنوی کے طور پر لئے گئے ہیں "اللہ تعالٰے ان فروج (شرمگاہوں) پر لعنت کرے جو زینوں (کاٹھیوں) پر سوار ہوں"۔(ت)

مسئلہ ۱۸: مرد سیدھے ہاتھ میں انگوٹھی نہ پہنے کہ رافضیوں کا شعار ہے۔ درمختار میں ہے:

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۳
[2] طحطاوی علی الدرالمختار " " المکتبۃ العربیہ کوئٹہ ۴/۲۱۱
[3] موارد الظمآن باب فیما یحرم علی النساء مما یصف البشرۃ حدیث ۱۴۵۴ المطبعۃ السلفیہ ص ۳۵۱
[4] اسرار المرفوعۃ حدیث ۷۱۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۱۸۵

Marfat.com

یجعله لبطن کفه فی یده الیسری و قیل الیمنی الا انه من شعار الروافض فیجب التحرز عنه قہستانی[1] وغیرہ اھ اقول والجواز فی نفسه لاینافی وجوب الاحتراز لغیرہ علی انه لم یعزہ للقہستانی وحدہ فلعله عن غیرہ فانہ فہم مافی ش ھذا وقال فی الدر بعدہ قلت ولعله کان وبان فتبصر[2] قال ش ای کان ذلک من شعارہم فی الزمن السابق ثم انقطع فلا ینہی عنه و فی غایة البیان قد سوی الفقیه ابو اللیث فی شرح الجامع الصغیر بین الیمین والیسار وھو الحق لانه قد اختلفت الروایات عن رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی ذلک وقول بعضهم انه فی الیمین من علامات

انگوٹھی اپنے بائیں ہاتھ میں اس طرح پہنے کہ اس کا نگینہ ہاتھ کی اندرونی سطح کی طرف ہو۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ دائیں ہاتھ میں پہنے۔ مگر یہ رویہ رافضیوں کا شعار (علامت) ہے۔ لہذا اس سے اجتناب ضروری ہے، قہستانی وغیرہ اھ اقول (میں کہتا ہوں کہ) کسی چیز کا بذاتہٖ جواز، احتراز لغیرہ کے وجوب کے منافی نہیں۔ (وضاحت: ایک چیز بالذات جائز ہے لیکن کسی اور چیز کی بناء پر قابلِ ترک ہے تو ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں، لہذا یہ نہ کہا جائے گا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک چیز جائز بھی ہو اور منع بھی ہو، اس لئے کہ یہاں جواز وعدمِ جواز کی جہات بدل گئیں لہذا تناقض نہ پایا جائیگا کیونکہ وجودِ تناقض کے لئے اتحادِ جہات ضروری ہے جیسا کہ کتبِ منطق میں مذکور ہے۔ یہاں غور کیجئے اصل کے اعتبار سے انگوٹھی دونوں ہاتھوں میں پہننی جائز ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں لیکن چونکہ روافض دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے ہیں لہذا ان کی مشابہت سے بچنے کے لئے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی نہ پہنے۔ لہذا اگر وہ اس معمول کو چھوڑ دیں تو پھر دائیں ہاتھ میں بھی پہن سکتا ہے۔ مترجم) اور اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ اس مسئلہ کا انتساب صرف علامہ قہستانی ہی کی طرف نہیں (جیسا کہ ظاہر ہے) لہذا یہ مسئلہ

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحة فصل فی اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۰
[2] " " " " " " " " " ۲/۲۴۰

Marfat.com

اھل البغی لیس بشیئ لان النقل الصحیح عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ینفی ذٰلک اھ وتمامہ فیہ اقول لیس فیہ زیادۃ علی ھذا بل ذکر روایتین بیانا لقولہ قد اختلف الروایات لکن فی المرقاۃ عن شرح السنۃ للامام البغوی تحت حدیث الصحیحین عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال اتخذ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خاتما من ذھب وجعلہ فی یدہ الیمنی ثم القاہ الحدیث ھذا الحدیث یشتمل علی امرین تبدل الامر فیہما من بعد، احدھما لبس خاتم الذھب وصار الحکم فیہ ای التحریم فی حق الرجال، وثانیہما لبس الخاتم فی الیمین وکان اٰخر الامرین من النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لبسہ فی الیسار اھ[۲] وانما یؤخذ بالاٰخر فالاٰخر من فعلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

قہستانی کے علاوہ دوسرے اہل علم سے بھی منقول ہے، لہٰذا اس کی شرح "ش" میں جو کچھ کہا گیا اس کا دفاع ہوگیا ہے۔ اور پھر اس کے بعد درمختار میں ہے اقول (میں (مصنف درمختار) کہتا ہوں) شاید یہ زمانہ سابقہ میں شعار روافض تھا لہٰذا اب ان کا شعار نہیں رہا (لہٰذا غور سے دیکھئے اور سوچئے) ش (شارح) نے فرمایا یعنی دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا گزشتہ زمانے میں رافضیوں کا شعار تھا اور اب وہ ختم ہوگیا ہے لہٰذا اب وجہ اشتباہ زائل ہوجانے کی بنا پر ممانعت نہیں رہی۔ اور غایۃ البیان میں ہے کہ فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح جامع صغیر میں دائیں اور بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کو یکساں طور پر جائز قرار دیا ہے، اور یہی حق ہے کیونکہ اس باب میں حضور اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم سے مختلف روایات مروی ہیں۔ اور بعض کا یہ کہنا کہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا باغیوں کی علامت ہے اپنے اندر کچھ حقیقت اور وزن نہیں رکھتا، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صحیح طور پر منقول ہونا اس کی نفی کرتا۔ عبارت مکمل ہوگئی۔ اور پوری تفصیل اس میں موجود۔ اقول (میں کہتا ہوں) اس میں اس سے زائد نہیں، بلکہ موصوف نے دو روایتیں اپنے قول (قد اختلف الروایات) کی وضاحت کے لئے ذکر فرمائیں۔ لیکن شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری میں امام بغوی کی شرح السنۃ کے حوالے سے بخاری اور مسلم کی حدیث جو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی سند سے مروی ہے اس کے ذیل میں

---

[۱] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۳۰

[۲] مرقاۃ المفاتیح کتاب اللباس باب الخاتم حدیث ۴۳۸۴ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/۱۶۷

Marfat.com

ارشاد فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سونے کی انگوٹھی بنوائی پھر اسے اپنے دائیں ہاتھ میں پہنا پھر اسے پھینک دیا (الحدیث)، اور یہ حدیث دو باتوں پر مشتمل ہے، پھر اس کے بعد دونوں میں امر تبدیل ہوگیا۔ ان دونوں میں سے ایک یہ ہے کہ سونے کی انگوٹھی پہنی، اس میں حکم کی تبدیلی اس طرح ہوئی کہ سونا مردوں کے حق میں حرام ہوگیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنی۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری امر (طرزِ عمل) (کتبِ روایات میں یہ آیا ہے) کہ آپ نے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنی اھ (اور اصول یہ ہے کہ) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آخری عمل کو لیا جاتا ہے (یعنی اس پر عمل کیا جاتا ہے) اور آپ کا آخری عمل یہی ہے کہ آپ نے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۹: بعض اعصار و امصار میں ایک ٹوپی لباسِ روافض تھی علمائے فرمایا اس کا پہننا گناہ ہے منح الروض میں ہے:

لبس تاج الرفضۃ مکروہ کراھۃ تحریم وان لم یکن کفرا بناء علی عدم تکفیرھم لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من تشبہ بقوم فھو منھم۔[1]

رافضیوں کی ٹوپی پہننا مکروہ تحریمی ہے اگرچہ کفر نہیں، اس وجہ سے کہ ان کی تکفیر مروی نہیں (اور کراہت کی وجہ یہ ہے کہ) حضور علیہ الصلوٰۃ نے ارشاد فرمایا جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ (درحقیقت) اُن ہی میں سے ہے (ت)

مسئلہ ۲۰: یہ تو مرد و عورت کا تشبّہ تھا یا گمراہ سے پھر معاذ اللہ اس کی خباثت کا شمار جس میں کفار سے تشبّہ ہو، ائمہ دین نے فرمایا بلاضرورت شرعیہ مجوس کی ٹوپی پہننی کفر ہے اگرچہ ہنسی سے پہنے اور اگر کوئی پہنے اور اس پر اعتراض ہو تو کہے دل مستقیم چاہئے کپڑا کسی وضع کا ہو وہ کافر ہو جائے گا کہ اس نے احکام شریعت کو رَد کیا۔ خزانۃ المفتین میں ہے:

اذا وضع قلنسوۃ مجوس علی راسہ الاصح انہ یکفر۔[2]

جب کوئی شخص اپنے سر پر آتش پرستوں کی ٹوپی رکھے تو زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ کافر ہو جائے گا۔ (ت)

ملتقط پھر منح الروض میں ہے:

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحا وکنایۃ مصطفی البابی مصر ص ۱۸۵
[2] خزانۃ المفتین فصل فی الالفاظ الکفر قلمی نسخہ ۱/ ۲۰۱

Marfat.com

لبس قلنسوة المجوس جادا او هازلا یکفر الا اذا فعل خدیعة فی الحرب[1]

آتش پرستوں کی ٹوپی پہنی خواہ سنجیدگی سے ایسا کیا خواہ ہنسی مذاق سے۔ دونوں صورتوں میں کافر ہوگیا مگر جبکہ جنگ میں کفار کو فریب دینے کیلئے ایسا کیا۔ (ت)

اسی میں فتاوٰی امام ظہیر الدین مرغینانی سے ہے:

من وضع قلنسوة المجوسی علی راسه فقیل له فقال ینبغی ان یکون القلب سویا کفر "قال" ای لانه ابطل حکم ظواھر الشریعة[2]

جس نے اپنے سر پر آتش پرستوں کی ٹوپی رکھی، پھر اس سے کہا گیا (تو نے ایسا کیوں کیا) تو اس نے کہا دل سیدھا ہونا چاہئے۔ تو وہ کافر ہوگیا فرمایا (یعنی اس کے کفر کی وجہ یہ ہے کہ) اس نے ظاہر شریعت کے حکم کو باطل قرار دیا اور اس کا رد کیا۔ (ت)

مسئلہ ۲۱: وضع کفار کی ٹوپی الگ رومال اس شکل پر بنا کر سر پر رکھنا بھی حرام ہے یہاں تک کہ بعض ائمہ نے اس صورت میں حکم کفر دیا۔ جامع الفصولین میں ہے:

جعل مندیله یشبه قلنسوة المجوسی ووضعه علی راسه کفر لا عند اکثرھم[3]

آتش پرستوں کی ٹوپی کے مشابہ رومال بنا کر اپنے سر پر رکھا تو ائمہ کرام کے نزدیک کافر ہوگیا لیکن اکثر ائمہ کرام کے نزدیک ایسا نہیں۔ (ت)

مسئلہ ۲۲ و ۲۳: ماتھے پر قشقہ تلک لگانا یا کندھے پر صلیب رکھنا کفر ہے،

وفی منح الروض لو وضع الغل علی کتفه فقد کفر اذا لم یکن مکرھا وفیه عن الملتقط اخذ الغل جادا او ھازلا یکفر الا اذا فعل خدیعة فی الحرب[4] اھ اقول و ھذا

منح الروض میں ہے اگر کسی نے اپنے کندھے پر زنجیر (صلیب) رکھی تو کافر ہوگیا بشرطیکہ مجبور نہ کیا گیا ہو، اور اسی (منح الروض) میں فتاوٰی ملتقط کے حوالے سے ہے۔ زنجیر خواہ سنجیدگی سے رکھی یا ہنسی مذاق سے، دونوں صورتوں میں کافر

---

[1] منح الروض الازہر شرح فقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحًا وکنایۃً مصطفی البابی مصر ص ۱۸۵

[2] " " " " " " " " " "

[3] جامع الفصولین الفصل الثامن فی مسائل کلمات الکفر اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۲

[4] منح الروض الازہر شرح فقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحًا وکنایۃً مصطفی البابی مصر ص ۱۸۵

[5] " " " " " " " " " "

Marfat.com

شئ لایعرف فی دیارنا ولفظ جامع الفصولین وضع صلیبا علی کتفہ کفر[1] اھ وھذا واضح فلعل ما فی المنح تصحیف۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ہوگیا مگر یہ کہ جنگ میں کفار کو مغالطہ دینے کیلئے ایسا کیا (تو گنجائش ہے) اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) (غل کے معنی زنجیر ہیں) اور یہ اس معنی میں ہمارے شہروں میں متعارف نہیں۔ اور جامع الفصولین کے الفاظ یہ ہیں کسی نے اپنے کندھے پر صلیب رکھی تو بلا شبہہ کافر ہوگیا اور یہ واضح ہے، لہذا منح الروض میں جو کچھ مذکور ہوا وہ کتابت کی غلطی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴: زنّار باندھنا کفر ہے۔ منح الروض میں ہے:

لو شد الزنار علی وسطہ فقد کفر ای اذا لم یکن مکرھا[2]۔

اگر کسی نے اپنی کمر پر زُنّار (علامتِ کفر کا دھاگہ) باندھا تو بیشک کافر ہوگیا بشرطیکہ اس پر زبردستی نہ کی گئی ہو۔ (ت)

اسی میں ملتقط سے ہے:

شد الزنار جادا او ھازلا یکفر الا اذا فعل خدیعۃ فی الحرب[3]۔

زنّار باندھا خواہ سنجیدگی سے ایسا کیا یا ہنسی مذاق سے، تو کافر ہوگیا مگر جبکہ جنگ میں دشمن کو دھوکے میں ڈالنے کے لئے ایسا کیا (تو کسی قدر گنجائش ہے)۔ (ت)

اسی میں محیط سے ہے:

ان شد المسلم الزنار و دخل دار حرب للتجارۃ کفر[4]۔

اگر کسی مسلمان نے زنّار گلے میں باندھا اور دارِ حرب (دارِ کفر) میں کاروبار کے لئے گیا تو کافر ہوگیا۔ (ت)

اسی طرح جامع الفصولین و خزانۃ المفتین میں ہے اشباہ والنظائر میں ہے:

عبادۃ الصنم کفر و کذا لو تزنر بزنار الیھود و النصارٰی دخل کنیستھم

بُت کی پرستش کفر ہے۔ اور اسی طرح حکم کفر ہے۔ اگر کسی نے یہودیوں یا عیسائیوں کا زنّار گلے میں باندھا

---

[1] جامع الفصولین الفصل الثامن فی مسائل کلمات الکفر اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۲

[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحًا و کنایۃً مصطفی البابی مصر ص ۱۸۵

[3] " " " " " " " " " "

[4] " " " " " " " " " "

Marfat.com

اولم یدخل[1] (تو اس حرکت سے کافر ہوجائے گا) خواہ ان کے گرجے میں جائے یا نہ جائے۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

یکفر بشد الزنار فی وسطہ الا اذا فعل ذٰلك خدیعۃ فی الحرب وطلیعۃ للمسلمین[2]۔ کمر میں زنار باندھنے سے کافر ہوجائے گا مگر جبکہ جنگ میں کفار کو مغالطہ اور دھوکا دینے کے لئے ایسا کرے یا لشکرِ اسلام سے کفار کے حالات معلوم کرنے کے لئے پہلے جائے (اور زنار باندھ لے)۔ (ت)

مسئلہ ۲۵: زُنار بھی نہیں کوئی رسّی کا ٹکڑا کمر سے باندھا کسی نے کہا یہ کیا ہے، کہا زُنار۔ کافر ہوجائے گا۔ خلاصہ وعالمگیریہ و بزازیہ وظہیریہ و جامع الفصولین و خزانۃ المفتین وغیرہ میں ہے:

امرأۃ شدت علی وسطھا حبلا وقالت ھذا زنار تکفر[3] کسی عورت نے اپنی کمر میں کوئی رسّی باندھی (تو اس سے پوچھا گیا یہ کیا ہے؟) اس نے جواب دیا یہ زنار ہے تو وہ کافرہ ہوجائے گی۔ (ت)

ظہیریہ و منح الروض میں ہے: وحرم الزوج[4] (اس عورت پر شوہر حرام ہوگیا یعنی وہ نکاح سے نکل گئی۔ ت)

یہاں تو خود اس چیز ہی میں مشابہت صوری میں کتنا فرق ہے مگر نام رکھنے سے کفر آیا تو جہاں صورت و نام سب موجود حکمِ تشبّہ کیونکر مفقود۔ بالجملہ ایک بات میں تشبّہ کو اور باتوں میں تشبّہ نہ ہونے سے مندفع جاننا ہرگز کام نہیں مگر مجنوں یا بددین کا، نہ کہ زید کا ادعا باطل، جس کا حاصل یہ کہ سو باتیں تشبّہ کی ہوں ایک نہ ہو تو تشبّہ نہ رہے گا ایسوں کی نگاہ میں شریعت مطہرہ کی تو جو قدر ہوتی ہے بدیہی ہے مگر انسانی عقل و تہذیب کو بھی رخصت کر دیا، کیا زید کے سے مسلک والا بشرطیکہ مجنون نہ ہو گوارا کرے گا کہ سر سے پاؤں تک زنانہ لباس انگیا، کُرتی، کلیوں دار پاجامے، ہاتھ پاؤں میں مہندی رچائے صرف ٹوپی سر پر رکھ لے تشبّہ نہ رہا کہ ادنیٰ فرق دفع تشبّہ کے لئے کافی ہے بلکہ ٹوپی کی بھی کیا حاجت ہے اُس زنانے کپڑے کے

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب السیر باب الردۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۲۹۵

[2] بحرالرائق کتاب السیر باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/۱۲۳

[3] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ الخلاصہ کتاب السیر الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۷۶

[4] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحًا وکنایۃً مصطفی البابی مصر ص ۱۸۵

Marfat.com

ساتھ زینت کا دوپٹہ بھی سر پر اوڑھئے اور چوٹی بھی گندھوائیے، منہ کی مونچھیں ہی دفعِ تشبّہ کو بس ہوں گی حالانکہ ہر عاقل ایسے شخص کو زنانہ جانے گا بلکہ اگر تمام لباس مردانہ ہو ہتھیار لگائے گھوڑے پر سوار ہو اور بات کرے ناک پر انگلی رکھ کر تو یقیناً تمام عقلا اُس پر ہنسیں گے اور اُسے زنانہ کہیں گے اس ایک ہی بات کے آگے وہ تمام لباس و سلاح و اسپ کام نہ دینگے، جیسے وضع کفار میں وہ جھوٹی تاویلیں سوجھیں کیا یہ حرکت کرنا بھی قبول کریگا کہ آخر کافر سے تشبّہ عورت سے تشبّہ پر خبث و شناعت میں ہزار درجہ فائق ہے۔ اللہ عزوجل مسلمانوں کو ہدایت فرمائے۔ آمین! واللہ تعالےٰ اعلم۔

Marfat.com

حُقّہ و پان

مسئلہ ۲۳۰ تا ۲۳۲ از مظفر نگر کھاتولی مسئولہ اختر میاں محرر بروز شنبہ تاریخ ۱۱ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کھاتولی میں ایک مولوی صاحب مقیم ہیں، حقہ[1] اور پان[2] دونوں استعمال کرتے ہیں اور دونوں کو جائز جانتے ہیں اور سر[3] پر پان کھلوانا جائز بتلاتے ہیں۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس کا حکم قرآن وحدیث سے مفصّل و مدلل تحریر فرمائیے گا۔

الجواب

(۱ و ۲) پان بلاشبہہ جائز ہے اور زمانہ حضرت شیخ العالم فریدالدین گنجشکر و حضرت سلطان المشائخ نظام الملّۃ والدّین علیہما الرضوان سے مسلمانوں میں بلانکیر رائج ہے۔ حقّہ کا دم لگانا جس طرح جُہّال وقتِ افطار کرتے ہیں جس سے حواس صحیح نہیں رہتے حرام ہے اور کثیف اور بدبو رکھا جائے تو مکروہِ تنزیہی، جیسے کچّا لہسن اور پیاز، ورنہ مباح خالص ہے۔

(۳) سر پر پان کھلوانا بھی جائز ہے جبکہ پیشانی کے بال باقی رکھے جائیں۔ ہندیہ میں ہے:
ولاباس للرجل ان یحلق وسط راسہ[1]۔ کوئی حرج نہیں کہ مرد اپنے سر کی چوٹی (سنٹر) مونڈ ڈالے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)
واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۷

Marfat.com

مسئلہ ۲۳۳: مسئولہ حافظ عبدالمجید صاحب از قصبہ تحصیل سوار خاص علاقہ ریاست رامپور بروز سہ شنبہ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شاہ مولانا عبدالحق صاحب اور اصحابِ کہف کا جو توشہ ہوتا ہے اس میں حقہ پینے والوں کو اگر شریک کرلیا جائے تو کیا قباحت لازم آئے گی اور حقہ پینا شرع شریف میں کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب

حُقّے تین قسم ہیں، ایک وہ جس طرح جُہّال رمضان شریف میں افطار کے وقت دم لگاتے ہیں جس سے آنکھیں چڑھ جاتی ہیں حواس متغیر ہو جاتے ہیں وہ حرام ہے، حدیث میں ہے:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن مسکر ومفتر[1] رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہر نشہ آور اور جسم میں سُستی پیدا کرنے والی چیز کے استعمال سے منع فرمایا ہے۔ (ت)

دوسرا وہ جسے بے احتیاط لوگ پیتے ہیں جن کے تازہ ہونے کا اہتمام نہ ہو اور تمبا کو کثیف و بدبُو ہو وہ مکروہِ تنزیہی وخلافِ اولٰی ہے جیسے کچا لہسن اور کچی پیاز۔ درمختار میں ہے:

الحاقا بالثوم والبصل[2] اس کو کچے لہسن اور پیاز کے ساتھ الحاق کیا گیا لہذا دونوں کا ایک حکم رکھا گیا (ت)

تیسرا وہ کہ اُسے بدبُو سے بچایا جائے اور کسی منکر شرعی پر مشتمل نہ ہو وہ مباح خالص ہے، قال اللہ تعالٰی:

خلق لکم ما فی الارض جمیعا[3] (وہی اللہ تعالٰی ہے کہ) جس نے تمہارے لئے وُہ سب کچھ پیدا فرمایا جو زمین میں موجود ہے (ت)

توشہ اصحاب کہف میں حقہ نہ پینے کی کوئی شرط نہیں البتہ توشہ حضرت شاہ عبدالحق ردولوی قدس سرہ العزیز میں یُونہی معمول ہے کہ حقہ پینے والے کو نہ دیا جائے اس میں کوئی حرج نہیں،

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الاشربہ باب ماجاء فی السکر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۶۳

[2] درمختار کتاب الاشربہ مطبع مجتبائی ۲/۲۶۱

[3] القرآن الکریم ۲/۲۹

Marfat.com

نہ اس سے حقہ پینے کی مطلقاً مذمت ثابت ہوتی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ایک صاحبزادی کے دفن میں فرمایا "اُن کی قبر میں وہی اترے جو آج کی رات اپنی عورت کے پاس نہ گیا ہو" اس سے اپنی عورت کے پاس جانے کی مذمت ثابت نہیں ہوتی، یہ مصالح خاصہ ہیں جن کے اسرار اہلِ باطن جانتے ہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳۴ از گونڈل علاقہ کاٹھیاواڑ عبدالستار بن اسمٰعیل رضوی بروز شنبہ ۱۷ رجب ۱۳۳۴ھ

تمباکو کا کھانا پان میں یا یوں ہی بلا پان کے جائز ہے یا نہیں؟ تمباکو خالص ہو یا خوردنی خوشبودار جو لکھنؤ میں بنتا ہے؟

الجواب

تمباکو اور حقّہ کا ایک حکم ہے جیسا وہ حرام ہے یہ بھی حرام، اور جیسا وہ جائز ہے یہ بھی جائز، بدبو ہے تو باکراہت ورنہ بلاکراہت۔ فقط ایک فرق ہے جو لوگ غیر خوشبودار تمباکو کھاتے ہیں اور اسے منہ میں دبا رکھنے کے عادی ہیں اُن کا مُنہ اس کی بدبو سے بس جاتا ہے کہ قریب سے بات کرنے میں دوسرے کو احساس ہوتا ہے اس طرح تمباکو کھانا جائز نہیں کہ یہ نماز بھی یوں ہی پڑھے گا اور ایسی حالت سے نماز مکروہ تحریمی ہے بخلاف حُقّے کے کہ اس میں کوئی جرم مُنہ میں باقی نہیں رہتا اور اس کا تغیر کلیوں سے فوراً زائل ہو جاتا ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۲۳۵ مسئولہ معرفت آدم جی سیٹھ اثم بیگ گونڈل کاٹھیاواڑ شنبہ یکم شعبان ۱۳۳۴ھ

حقہ، چروٹ، بیڑی کا پینا کیسا ہے؟

الجواب

چرٹ بوجہ نصاریٰ مکروہ ہے اور بیڑی میں حرج نہیں اور حقہ جیسا عام طور پر رائج ہے مباح اور ترک اولیٰ۔

مسئلہ ۲۳۶ از توپخانہ بازار کمپ مسئولہ محمد حسین ۱۶ جمادی الاولےٰ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسافر پانی پت کرنال سے آیا ہے وہ یہ کہتا ہے کہ حقہ پینا اور پان کھانا حرام ہے جو شخص حقہ پیئے گا اور پان کھائے گا اس کے مکان کا آٹا تک نہیں کھائیں گے جنھوں نے کھانا چھوڑ دیا وہی لوگ جماعت میں شریک ہوتے ہیں اور دوسروں کو نہیں ہونے دیتے وہ یہ کہتے ہیں علیحدہ اپنی نماز پڑھ لو، ظہر کے وقت جماعت تیار تھی میں نے وضو کر کے جماعت میں شامل ہونا چاہا مجھ کو منع کردیا اور یہ کہا کہ اپنی نماز علیحدہ پڑھ لو میں نے اپنی نماز علیحدہ پڑھ لی، عصر کا وقت ہوا جب بھی جماعت

Marfat.com

تیار تھی اس وقت بھی منع کر دیا گیا۔

الجواب

پان بیشک حلال ہے حضرت محبوب الٰہی نظام الحق والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ اُن سے پہلے اولیائے کرام نے اس کا استعمال فرمایا ہے، حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے اس کی مدح فرمائی اس میں ہونے کا جواز کتاب نصاب الاحتساب میں مصرح ہے، حقہ کا جواز غمز العیون وشرح ہدیہ ابن العماد وکتاب الصلح بین الاخوان و درمختار وطحطاوی وردالمحتار وغیرہ کتب معتمدہ میں مصرح ہے، حلال کو حرام کہنا اس شخص کی بڑی جرأت اور یہ کہ پان کھانے والا یا حقہ پینے والا جماعت میں شریک نہ ہو اس کا ظلم شدید بلکہ ضلال بعید ہے وہ اسے حکم شرع ٹھہرا کر شرع مطہر پر افتراء کرتا ہے اور اللہ پر افتراء کرنے والا عذاب شدید کا مستحق ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[1]

جو کچھ تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں، اس کے متعلق یہ نہ کہا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام، تاکہ تم اللہ تعالٰے کے ذمے جھوٹ لگاؤ، بے شک جو اللہ تعالٰے پر جھوٹ باندھتے ہیں یعنی اس کے ذمے جھوٹ لگاتے ہیں وہ کبھی کامیاب اور بامراد نہیں ہوسکتے۔(ت)

اس پر توبہ فرض ہے، اگر توبہ نہ کرے اور اپنے ان احوال وحرکات سے باز نہ آئے تو وہی اس کا مستحق ہے کہ مسلمان اسے مسجد میں نہ آنے دیں۔ درمختار میں ہے:

وکذا یمنع منہ کل موذ ولو بلسانہ[2]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اسی طرح ہر تکلیف دینے والے کو خواہ زبانی ہی ہو اُسے مسجد سے روک دینا چاہئے۔ واللہ تعالٰے اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳۷ تا ۲۴۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) حقہ جائز ہے یا نہیں؟ مولوی پاک بتلاتا ہے۔

(۲) تصویر کا رکھنا بنانا جائز ہے یا نہیں اور جائز کرنے والے پر کیا حکم ہے؟

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/۱۱۶

[2] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۴

Marfat.com

(۳) گانا سُننا جائز ہے یا نہیں؟ مزامیر باجے کے ساتھ یا شادی یا سُنّت (ختنہ) وغیرہ میں جائز ہے یا نہیں یعنی بچّہ کی سنّت وغیرہ میں؟

(۴) ایک مولوی پیش امام نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کھڑے کھڑے پیشاب کیا تھا اور جائز ہے۔

(۵) تعزیہ داری جائز ہے یا نہیں؟ اور ایک مولوی نے ان سب کو جائز کر دیا ہے۔

الجواب

(۱) حقہ جائز ہے مگر دَم لگانا جس سے حواس میں فرق آتا ہے حرام ہے، حقہ کا پانی شریعت کے نزدیک پاک ہے اسے ناپاک کہنے والا شرع پر افترا کرتا ہے۔

(۲) جاندار کی تصویر بنانا مطلقاً حرام ہے، جو اسے جائز کہے شریعت پر افترا کرتا ہے گمراہ ہے مستحق تعزیر و سزائے نار ہے اور رکھنا تین صورتوں میں جائز ہے، ایک یہ کہ چہرہ کاٹ دیا ہو یا بگاڑ دیا ہو۔ دوسرے یہ کہ اتنی چھوٹی ہو کہ زمین پر رکھ کر کھڑے ہو کر دیکھیں تو اعضاء کی تفصیل نظر نہ آئے۔ تیسرے یہ کہ خواری و ذلت کی جگہ پڑی ہو جیسے فرش پا انداز میں ورنہ رکھنا بھی حرام، ہاں غیر جاندار مثل درخت و مکان کی تصویر کھینچنا رکھنا سب جائز ہے۔

(۳) مزامیر حرام ہیں، بغیر باجے کے سادہ گانا سنّت وغیرہ کی شادی میں جائز ہے جبکہ نہ اندیشۂ فتنہ ہو نہ خفیف الحرکاتی۔

(۴) کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بدتہذیبی و بے ادبی و سنّتِ نصرانی و مکروہ و منع ہے، حضور اقدس نے ایک بار درد کے عذر سے ایسا کیا وہ بھی بڑے اہتمام کے ساتھ، اور صریح حدیث میں اسے منع فرمایا۔

(۵) تعزیہ داری ناجائز ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۲۴۲ از بیکانیر مارواڑ محلہ مہاوتان مرسلہ قاضی قمرالدین ۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پان کھانا سنّت ہے یا کیا؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

پان کھانا نہ سنت ہے نہ مستحب صرف مباح ہے، ہاں بعض عوارض خارجیہ کے باعث مستحب ہو سکتا ہے جیسے نہ کھانے میں میزبان کی دل شکنی ہو یا بوسۂ زوجہ کے لئے منہ کو خوشبودار کرنے کی نیت سے

Marfat.com

بلکہ واجب بھی جیسے ماں باپ حکم دے اور نہ ماننے میں اس کی ایذا ہو یونہی عارض کے سبب مکروہ بھی ہوسکتا ہے جیسے تلاوت قرآن مجید میں بلکہ حرام بھی جیسے نماز میں۔ واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ ۲۴۳ از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور نعمت شاہ خاکی بوڑاہ

پان، چُونا اور حقہ اور تمباکو اور سرتی کھانا کیسا ہے؟

الجواب

پان کھانا جائز ہے اور اُتنا چُونا بھی کہ ضرر نہ کرے اور اتنا تمباکو بھی کہ حواس پر اثر نہ آئے، یہاں سرتی تمباکو ہی کو کہتے ہیں۔ واللہ تعالٰے اعلم

Marfat.com

تصویر

مسئلہ ۲۴۴ از پیلی بھیت ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہر مسلمان کاریگر شبیہ شکر کی حلال جانور اور حرام جانور کی بناتے ہیں نیز شبیہ مسجد جامع دہلی کی بناتے ہیں۔ کس شبیہ کا بنانا جائز ہے اور کس تصویر کا کھانا جائز وناجائز ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

جاندار کی تصویر بنانا مطلقاً حرام ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اشد الناس عذابا یوم القیٰمۃ المصورون۔ اخرجه احمد[1] ومسلم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

سب سے زیادہ سخت عذاب روزِ قیامت ان پر ہوگا جو جاندار کی تصویر بناتے ہیں (امام احمد اور مسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰے عنہ سے اس کی تخریج فرمائی ہے۔ ت)

اور اس کی خرید وفروخت بھی جائز نہیں یہاں تک کہ علماء فرماتے ہیں، جو تصویر دار کپڑا بنائے بیچے اس کی

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۴۲۶
صحیح مسلم کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۰۱

Marfat.com

گواہی مردود ہے۔

فی الھندیۃ عن المحیط عن الاقضیۃ اذا کان الرجل یبیع الثیاب المصورۃ او ینسجھا لا تقبل شہادتہ[1]

فتاوٰی ہندیہ میں محیط عن الاقضیہ کے حوالے سے منقول ہے کہ جب کوئی شخص تصویروں والے کپڑے بنائے یا بیچے تو اس کی گواہی نامقبول ہے۔(ت)

اور حرام جانور کی تصویر میں ایک شنیع و بد نسبت ہے جو کھانے والے کی طرف ہوگی کہ اہل عرف تصویر کو اصلی ہی کے نام سے یاد کرتے ہیں تو مثلاً تصویر کا کتا کسی نے کھایا تو اُسے بھی کہا جائے گا کہ فلاں شخص نے کتا کھایا، آدمی کو جیسے بُرے کام سے بچنا ضرور ہے یُوہیں بُرے نام سے بھی بچنا چاہئے۔ غیر جاندار کی تصویر بنانی اگرچہ جائز ہے مگر دینی معظم چیز مثل مسجد جامع وغیرہ کی تصویروں میں اُنھیں توڑنا اور کھانا خلافِ ادب ہوگا اور وہی بُری نسبت بھی لازم آئے گی کہ فلاں شخص نے مسجد توڑی مسجد کو کھا لیا اور ان سب باتوں سے خالی ہو تو کفار کے تہوار اور ان کے بیہودہ رسم میں ایک طرح کی شرکت ہے جس سے شرعاً اجتناب کا حکم، بلکہ اگر معاذ اللہ یہ چیزیں خریدنا کھانا خاص بہ نیت دوالی منانے کے ہو تو حکم نہایت سخت ہے اور نرے کھانے پینے کی نیت سے ہو جب بھی ان ایام میں احتراز چاہئے ہاں دوالی سے پہلے یا ختم کے بعد ایسی چیزوں کی تصویر جو جاندار نہ ہوں نہ ان کے توڑنے یا کھانے سے کوئی مکروہ نسبت لازم آئے بنائیں بیچیں خریدیں کھائیں تو کچھ حرج نہیں۔

فی الدر المختار لو اھدی لمسلم و لم یرد تعظیم الیوم بل جری علی عادۃ الناس لا یکفر وینبغی ان یفعلہ قبلہ او بعدہ نفیا للشبھۃ و لو شری فیہ ما لم یشترہ قبلہ ان اراد تعظیمہ کفر و ان اراد الاکل والشرب والتنعیم لا یکفر زیلعی[2] اھ وفی رد المحتار عن

درمختار میں ہے اگر کسی مسلمان نے تحفہ و ہدیہ دیا (اگر کسی مسلمان کو ہدیہ دیا گیا) لیکن ہندو تہوار کی تعظیم کا ارادہ نہ کیا بلکہ لوگوں کی عادت کے مطابق ایسا ہوا تو کافر نہ ہوگا۔ لیکن مناسب یہ ہے کہ یہ کام تہوار سے پہلے یا بعد میں کرے تاکہ شُبہہ نہ ہونے پائے اور اگر اس نے ہندو تہوار والے دن کچھ خریدا جو پہلے نہیں خریدا تھا تو اگر اس نے تعظیم کا ارادہ کیا تو کافر ہوگیا، اور محض کھانے پینے اور عیش وعشرت کا ارادہ کیا تو کافر نہ ہوگا زیلعی اھ، فتاوٰی شامی میں

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشہادات الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۴۶۹

[2] درمختار مسائل شتّٰی مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۵۰

Marfat.com

جامع الفصولین الاولی للمسلمین ان لا یوافقوا ھم علی مثل ھذہ الاحوال لاظھار الفرح والسرور[۱] اھ ذکرہ فی حق دعوۃ اتخذھا مجوسی لحلق راس ولدہ قلت ولیس ذٰلک شیئا من رسوم مذھبھم الباطل فما کان کذٰلک کان اولی بالاجتناب واجدر والامر واضح لایتکر۔

جامع الفصولین کے حوالے سے منقول ہے کہ مسلمانوں کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ ان حالات میں خوشی اور سرور کا اظہار کرتے ہوئے غیر مسلموں کی موافقت ہرگز نہ کریں اھ، اس کو اس دعوت کے حق میں ذکر فرمایا جو کسی مجوسی نے اپنے بچّہ کے سر منڈوانے کے موقع پر کی ہو۔ میں کہتا ہوں کہ اُن کے باطل مذہب کی رسومات میں سے کوئی چیز نہ ہو، پھر بھی جو اس طرح کا کام ہو اس سے بھی بچنا زیادہ بہتر اور زیادہ مناسب ہے اور معاملہ واضح ہے جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ (ت)

یُوہیں ان ایام کے قبل یا بعد حلال جانور کی تصویر اگر خود نہ خریدی بلکہ دوسرے نے دی تو اس کے کھانے میں بھی مضائقہ نہیں،

فان البأس فی اتخاذہ واشترائہ فاذا عدما لم یبق الا اعدامہ وھو مطلوب لامھروب کما لایخفی واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کیونکہ حرج تصویر بنانے اور خریدنے میں ہے۔ جب یہ دونوں کام نہ ہوں تو صرف اعدام یعنی نہ ہونا باقی رہے گا اور وہی مطلوب ہے نہ کہ مھروب یعنی اس سے بھاگا جائے۔ جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے اور اس بڑی بزرگی والے کا علم زیادہ کامل اور پختہ ہے (ت)

مسئلہ ۲۲۵ از ملّا حسن پیشاوری ۲ ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ از جناب سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امتناع تصاویر مطلقہ بہ ثبوت رسیدہ است یا مقید یعنی کامل یا ناقص کہ عکسی و دستی مشہور ست

علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ جناب سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تصویروں کا مطلق ممنوع ہونا ثابت ہے یا نہیں؟ یا مقید تصویریں یعنی کامل یا ناقص، عکسی یا دستی ممنوع ہیں یا نہیں؟

---

[۱] ردالمحتار مسائل شتّٰی دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۸۱

Marfat.com

جا بجا دریں امر معارضہ و مباحثہ بوقوع رسیدہ بعضے می گویند کہ مطلق تصویر ممنوع ست و بعضے میگویند کہ تصویرے کہ مثل سایہ بر کاغذ یا بر دیوار کشیدہ شدہ باشد و دستی نباشد و سطح نیز ہموار باشد آں تصویر کشیدن و یا خود داشتن جائز ست و انچہ جسم می دارد و از ہیزم و آہن ساختہ باشد کہ سطح آں ہموار نباشد جائز نباشد و نگاہ داشتن آں نیز ممنوع غیر مشروع ست۔ بیّنوا توجروا۔

جگہ جگہ تصاویر سازی کے متعلق مقابلے، انکی نمائش اور مباحثوں تک نوبت پہنچ چکی ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بلا قید مطلق تصویر منع ہے جبکہ بعض کہتے ہیں کہ جو تصویر سایہ کی طرح کاغذ یا دیوار پر بنائی گئی ہو اور ہاتھ سے بنی ہوئی نہ ہو اور اسکی سطح بھی ہموار اور برابر ہو ایسی تصویر کھینچنا اور اپنے پاس رکھنا جائز ہے لیکن وہ تصویر جو جسم رکھتی ہو مٹی لکڑی یا لوہے سے بنائی گئی ہو اس کی سطح ہموار اور برابر نہ ہو وہ جائز نہیں پس اس کا محفوظ رکھنا ممنوع اور ناجائز ہے۔ بیان فرماؤ اجر پاؤ (ت)

الجواب

صورت گری مطلقاً حرام ست سایہ دار باشد یا بے سایہ دستی باشد یا عکسی در زمان برکت نشان سید الانس والجان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر دوگانہ تصویر مے ساختند ہم مجسم و ہم مسطح و در احادیث از مطلق صورتگری نہی اکید و بر صنعتِ او وعیدِ شدید بے تخصیص و تقیید ورود یافت پس جمیع اقسام او زیر منع در آمد تصویر بے سایہ را روا داشتن مذہب بعض روافض ست و لبس ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا وسادۂ با تصویر خرید سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ملاحظہ فرمود درونِ خانہ قدم مبارک نہ نہاد ام المومنین چوں اثر خشم و ملال در چہرہ با جمال محبوب ذی الجلال صلے اللہ تعالٰے علیہ

کسی جاندار کی تصویر بنانا بغیر کسی قید اور شرط کے حرام ہے خواہ سایہ دار ہو یا بے سایہ خواہ ہاتھ کی بنی ہوئی ہو یا محض عکس ہو۔ آقائے انس و جاں صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے زمانۂ بابرکت میں لوگ دونوں قسم کی تصاویر بنایا کرتے تھے جو مجسمات کی صورت میں یا محض عکس اور سایہ کی صورت میں ہوتی تھیں چنانچہ احادیث میں مطلق تصویر سازی پر نہی اور بغیر کسی تخصیص و تقیید کے سخت وعید وارد ہوئی ہے لہذا تصویر کی تمام اقسام ممانعت میں داخل ہیں، اور بے سایہ تصویر کو جائز قرار دینا صرف بعض روافض کا مذہب ہے چنانچہ ام المومنین سیدہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا ایک دفعہ تصویر دار تکیہ خرید لائیں اور سید الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

Marfat.com

وسلم می بیند برخود ہمچو بید می لرزد و عرضہ می دارد
یا رسول اللہ اتوب الی اللہ والی
رسولہ ماذا اذنبت
یا رسول اللہ من توبہ می کنم بسوئے خدا و
رسولِ خدا چہ گناہ کردم سرورِ عالم
صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرمود ان
اصحاب ھٰذہ الصور یعذبون
یوم القیٰمۃ و یقال لھم
احیوا ما خلقتم وقال ان
البیت الذی فیہ الصور
لا تدخلہ الملٰئکۃ ایں صورتگراں
روزِ قیامت عذاب کردہ شوند و ایشاں را
گفتہ شود کہ زندہ کنند انچہ آفریدہ اید و فرمود
خانہ کہ در وے تصویرست فرشتگان درود در
نیایند اخرجہ الشیخان[1] عنہا رضی اللہ
تعالٰی عنہا پیداست کہ انچہ بر وسادہ باشد
ہمیں تصویر منقوش و بے سایہ است نہ منحوت
ومجسّم، لاجرم علماء بتحریم مطلق تصریح فرمودہ اند
مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری در مرقات فرمود
قال اصحابنا وغیرھم من العلماء تصویر
صورۃ الحیوان حرام شدید التحریم
وھو من الکبائر لانہ متوعد علیہ

گھر میں تشریف لاتے ہی دیکھ لیا تو آگے جانے سے قدم مبارک روک لئے، ام المومنین نے ربِّ ذوالجلال کے محبوب مکرم کے چہرہ مقدس پر غصے اور ناراضگی کے اثرات دیکھے تو بید کے درخت کی طرح لرزنے اور کانپنے لگیں اور عرض کرنے لگیں اے اللہ کے رسول! میں اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں مجھ سے کونسی خطا ہوئی ہے؟ یا رسول اللہ میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع لاتی ہوں میں نے کون سا قصور کیا؟ سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یقیناً تصویر ساز قیامت کے دن عذاب دئے جائیں گے اور ان سے کہا جائیگا کہ اپنی بنائی ہوئی تصویروں میں جان (روح) ڈالو۔ اور ارشاد فرمایا کہ جس گھر میں تصویر ہو اس میں فرشتے نہیں آتے۔ بخاری ومسلم نے سیدہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے اس کو روایت کیا ہے ظاہر ہے کہ تکیہ پر جو تصویر تھی وہ عکسی اور نقاشی ہی ہوگی نہ کہ تراشیدہ مجسّمہ۔ بلاشبہ اہلِ علم نے بلاقید مطلق تصویر کے حرام ہونے کی صراحت فرمائی ہے، چنانچہ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ میں فرمایا ہمارے اصحاب اور دیگر علماء کرام نے فرمایا حیوانات کی تصویر بنانا شدید حرام ہے اور یہ کبیرہ گناہوں میں شامل ہے کیونکہ اس پر شدید وعید

---

[1] صحیح مسلم کتاب اللباس والزینۃ باب تحریم صورۃ الحیوان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۰۱
صحیح البخاری کتاب البیوع باب التجارۃ فیما یکرہ لبسہ للرجال والنساء " " " ۱/۲۸۳

Marfat.com

بهٰذا الوعید الشدید المذکور فی الاحادیث سواء صنعه فی ثوب او بساط او درهم او دینار او غیر ذٰلک[1] علامہ شامی در ردالمحتار فرماید فعل التصویر غیر جائز مطلقاً لانه مضاهاة لخلق اللّٰہ تعالیٰ[2] ہمدران از بحر الرائق ست صنعته حرام بکل حال لان فیه مضاهاة لخلق اللّٰہ تعالیٰ وسواء کان فی ثوب او بساط او درهم واناء وحائط وغیرها[3] وچوں علت تحریم مشابہت بخلق الٰہی ست تفاوت نمی کند کہ بخامہ کشند یا عکس را منطبع سازند زیراکہ علت ہمہ جا حاصل ست سیدِ عالم صلے اللّٰہ تعالےٰ علیہ وسلم فرمود اشد الناس عذابا یوم القیٰمة الذین یضاهون بخلق اللّٰہ تعالیٰ روزِ قیامت در سخت عذاب آناں باشند کہ مشابہت می کنند بآفرینش خداوند عز وجل

آئی ہے جو احادیث میں مذکور ہے خواہ کسی کپڑے پر تصویر بنائی جائے، کسی بچھونے پر بنائی جائے یا درہم و دینار اور سکے پر بنائی جائے یا ان کے علاوہ کسی بھی اور چیز پر تصویر کشی ناجائز، حرام اور شریعت کی خلاف ورزی کا ارتکاب ہے۔ علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں تصویر بنانا مطلقاً جائز نہیں اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق سے مشابہت ہے۔ اسی میں بحر الرائق سے نقل ہے کہ تصویر سازی ہر حال میں حرام ہے کیونکہ اس میں تخلیق الٰہی سے مشابہت ہے، خواہ یہ کام کپڑے پر ہو یا کسی اور چیز پر مثلاً بچھونا، درہم دینار، برتن، دیوار اور کاغذ وغیرہ۔ جب حرام ہونے کی علت اور وجہ بناوٹ الٰہی کے ساتھ مشابہت ہے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ قلم سے تصویر بنائی جائے یا عکسی چھاپ سے، کیونکہ یہ علت سب جگہ موجود ہے، سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب پانے والے وہ لوگ ہوں گے جو اللہ تعالےٰ کی تخلیق سے مشابہت کرتے تھے۔ قیامت کے دن سخت عذاب والے وہ لوگ ہونگے جو اللہ تعالیٰ کی صفتِ پیدائش (بناوٹ) سے

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب اللباس باب التصاویر مکتبہ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/۲۶۶
" " " " " باب من لم یدخل شیئا " ۲/۸۸۱
[2] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ ما یفسد الصلوٰۃ و ما یکرہ فیہا دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۳۶
[3] " " " " " " ۱/۴۳۵

Marfat.com

رواہ الائمۃ احمد والبخاری[1] ومسلم والنسائی عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا عبارات رد المحتار حالا گذشت وہم دانست علۃ حرمۃ التصویر المضاہاۃ لخلق اللہ تعالٰی وھی موجودۃ فی کل ماذکر[2] ایں حکم تصویر گری وصورت کشی ست اما تصویر پیش خود یا در خانہ نگاہداشتن ایں جا تفصیل ست تحریم ومنع او را بچند شرط مشروط کردہ اند کہ اگر ہمہ بہم آید نگاہداشتن ناروا باشد ورنہ جائز یکے آنکہ صورت جاندار بحالت جانداری باشد نہ چنانکہ بدیدن نفس صورت بیجان بودنش پیدا بود چنانکہ تصویر چہرہ بخلاف آنکہ دست یا پائے چشم یا بینی یا گوش ندارد کہ عدم اینہا موجب خروج از اعضائے ظاہریہ از سر نساختہ اند یا ساختہ را قطع یا محو نمودہ اند نگاہداشتنش روا باشد۔ دوم آنکہ تصویر در نہایت صغر و باریکی نباشد بحدیکہ اگر بر زمین نہادہ استادہ ببیند

مشابہت کرتے رہے۔ ائمہ کرام مثلاً حضرت امام احمد، بخاری، مسلم اور نسائی نے اس کو ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔ ابھی رد المحتار کی عبارات گزری ہیں اور اسی میں یہ بھی ہے کہ تصویر کے حرام ہونے کی علت تخلیقِ الٰہی سے مشابہت ہے، اور یہ علت تمام مذکورہ صورتوں میں موجود ہے۔ اور یہ حکم تصویر سازی اور تصویر کشی کے بارے میں ہے۔ تصویر اپنے سامنے اور روبرو رکھنے اور اپنے گھر میں محفوظ کرنے وغیرہ کے بارے میں کچھ تفصیل ہے۔ تصویر کے حرام ہونے کو اہلِ علم حضرات نے چند شرائط کے ساتھ مشروط کیا ہے اگر سب جمع ہوں تو پھر اس کا حفاظت سے رکھنا ناجائز ہے ورنہ جائز۔ (۱) زندہ چیز کی تصویر اسکی زندگی کی حالت میں ہو، نہ اس طرح کہ صرف صورت دیکھنے سے اس کا بے جان ہونا ظاہر ہو جائے جیسا کہ چہرہ کی تصویر بخلاف ہاتھ پاؤں، آنکھ ناک یا کان نہ رکھتی ہو کہ ان کا نہ ہونا اعضائے ظاہری سے نکلنے کا سبب ہے کہ سر کے ساتھ یہ نہیں بنائے گئے یا بنائے گئے مگر انھیں کاٹ دیا گیا ایسی تصویر کو بحفاظت رکھنا جائز ہے۔ (۲) دوسری شرط: تصویر انتہائی چھوٹی اور باریک نہ ہو۔ اگر زمین پر

---

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس باب ماوطی من التصاویر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۸۰
صحیح مسلم " " باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان الخ " " " ۲/۲۰۱
[2] رد المحتار کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۳۵

Marfat.com

تفصیل اعضایش پدیدار نشود، ہمچو صورت ساختن
حرام و داشتن جائز۔ سوم آنکہ صورت را خوار
نداشتہ باشد چنانکہ در فرش پا انداز یا در
بساط پامال یا بروئے خاک و امثال ذٰلک کہ
ایں چنیں داشتن منظور نیست فی الدر المختار
لایکرہ لوکانت تحت قدمیہ او محل
جلوسہ لانہا مہانۃ[1] اھ فی ردالمحتار
وکذا لوکانت علی بساط یوطأ او
مرفقۃ تیکاء علیہا کما فی البحر[2] اھ
وفی الدر اوکانت صغیرۃ لا تتبین
تفاصیل اعضائہا للناظر قائما و
ھی علی الارض ذکرہ الحلبی اومقطوعۃ
الراس او الوجہ او ممحوۃ عضو
لاتعیش بدونہ[3] اھ و تمام تفصیلہ
فی حواشیہ، واللہ تعالٰی اعلم۔

رکھی جائے تو کھڑی صورت میں دکھائی تو دے مگر اسکے
اعضاء کی تفصیل ظاہر نہ ہو۔ پس اس نوع کی تصویر
بنانا حرام ہے مگر اس کا رکھنا جائز ہے (۳) تیسری
شرط، تصویر کو ذلیل حالت میں نہ رکھا جائے کہ فرش
پر پاؤں میں پڑی ہو یا بچھونے (قالین وغیرہ) پر
پامال ہو یا سطح زمین پر پڑی ہو یا اس نوع کی دوسری
صورتیں ہوں کہ اس طرح رکھنا منظور نہ ہو۔ درمختار
میں ہے تصویر رکھنا ممنوع نہیں جبکہ قدموں کے
نیچے ہو یا بیٹھنے کی جگہ پر ہو کیونکہ اس صورت میں
اس کی تذلیل ہے، ردالمحتار میں ہے اسیطرح
اگر پامال شدہ بچھونے پر ہو یا مرفق (آرام گاہ)
پر ہو جس پر تکیہ لگایا جائے جیسا کہ بحرالرائق میں
ہے۔ درمختار میں ہے یا زمین پر ہو مگر اتنی
چھوٹی ہو کہ اس کے اعضاء کی تفصیل دیکھنے والے
پر واضح نہ ہو۔ ابراہیم حلبی نے اس کو ذکر کیا ہے یا
سر کٹا ہوا یا چہرہ یا ایسے اعضاء مٹے ہوئے ہوں کہ جن کے بغیر زندگی نہ ہو سکے۔ اس کی مکمل تفصیلات
اس کے حواشی میں ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴۶: ۷ شعبان المعظم ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی کپڑے پر تصویریں چھپی ہوئی ہوں اُس سے نماز پڑھنا
جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کو فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ تصویریں پرندوں کی ہوں۔ اور اگر
اسی کپڑے کا کوئی عدد تیار ہوگیا تو اس کا کیا کرنا چاہئے اور وہ تصویریں جس میں جاندار زندہ رہ سکتا ہے؟
بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

---

[1] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ و مایکرہ فیہا مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۲
[2] ردالمحتار 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/۴۳۵
[3] درمختار 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/۹۲

الجواب

کسی جاندار کی تصویر جس میں اُس کا چہرہ موجود ہو اور اتنی بڑی ہو کہ زمین پر رکھ کر کھڑے سے دیکھیں تو اعضا کی تفصیل ظاہر ہو، اس طرح کی تصویر جس کپڑے پر ہو اس کا پہننا، پہنانا یا بیچنا، خیرات کرنا سب ناجائز ہے اور اسے پہن کر نماز مکروہِ تحریمی ہے جس کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ ایسے کپڑے پر سے تصویر مٹادی جائے یا اُس کا سر یا چہرہ بالکل محو کر دیا جائے۔ اس کے بعد اس کا پہننا، پہنانا، بیچنا، خیرات کرنا، اس سے نماز، سب جائز ہو جائے گا۔ اگر وہ ایسے پکے رنگ کی ہو کہ مٹ نہ سکے دُھل نہ سکے تو ایسے ہی پکے رنگ کی سیاہی اُس کے سر یا چہرے پر اس طرح لگا دی جائے کہ تصویر کا اُتنا عضو محو ہو جائے صرف یہ نہ ہو کہ اُتنے عضو کا رنگ سیاہ معلوم ہو کہ یہ محو و منافیِ صورت نہ ہوگا۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۲۶۷ مرسلہ محمد صدیق بیگ صاحب مراد آباد از بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آج کل دُنیا میں عام رواج مصوری کا یہ ہے کہ بغیر قلم و روشنائی کے اور بغیر ہاتھ لگائے اس طرح پر تصویر بناتے ہیں کہ ایک بکس سامانِ مصوری کا ہوتا ہے جس کو انگریزی میں کیمرہ میں لگا کر جس شئی کی تصویر لینا مقصود ہو اس کو سامنے رکھتے ہیں شیشہ کے اثر سے کشش کے ساتھ تصویر معمولی شیشہ پر جو آتشی شیشہ یعنی لینس کے پاس لگا ہوتا ہے آجاتی ہے۔ اس کو انگریزی مصالحہ میں ڈال کر کاغذ پر لکھ کر خشک کرتے ہیں اس طرح سے تصویر بن جاتی ہے۔ شرع شریف میں اس کی بابت کیا حکم ہے یعنی ایسی تصویر کھینچنے والے، کھنچوانے والے، رکھنے والے، فروخت کرنے والے، خریدنے والے کس حد تک گنہگار ہو سکتے ہیں اور جس مکان میں تصویریں ہوں وہاں نماز جائز ہے یا نہیں؟ یا شرع کے موافق اس میں کوئی گناہ نہیں ہے؟ جواب باصواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب

شرع نے تصویر حرام فرمائی اور کسی طریقۂ ساخت کے ساتھ حکم کو مقید نہ فرمایا، نہ کسی خصوصیتِ طریقہ کو اُس میں دخل، نہ فوٹو بے اس کے عزم و فعل حرکات کے خود بخود بن سکے، دستی و عکسی میں صرف تخفیفِ عمل کا فرق ہے جیسے پیادہ اور ریل۔ جہاں جانا شرعاً حرام ہے پیادہ و ریل دونوں یکساں ہیں، وہ نہیں کہہ سکتا کہ اس میں مجھے پاؤں کو حرکت دینی نہ پڑی نہ منزل منزل ٹھہرتا گیا، بالجملہ تصویر عکسی و دستی کے بنانے رکھنے سب باتوں کے احکام قطعاً ایک ہیں اور فرق کی کوئی وجہ نہیں، عرف ہی کو دیکھے، کیا جو تصویر بنانی عرفاً توہین یا بے حیائی اور قانونی جرم ہے وہ عکسی بنا سکتا ہے اور وہی عذر کر سکتا ہے کہ بے قلم و روشنائی اور بے ہاتھ لگائے بنائی ہرگز نہیں، تو ظاہر ہوا کہ عکسی ہونے سے تصویر کے مقاصد میں کچھ فرق نہیں آتا بلکہ بسا اوقات کچھ زیادت ہی ہو جاتی ہے اور شئی اپنے مقاصد ہی کے لحاظ سے ممنوع یا مشروع ہوتی ہے،

Marfat.com

کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۴۸: مرسلہ سید عبدالرشید صاحب جواہرکن از بمبئی نیا قاضی محلہ چاند بلڈنگ ۱۰۴ پوسٹ ۹
۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ فوٹو نصف شکل کا بنوانا اور خود بنانا کس حد تک جائز ہے اور تمام قد کا سراپا عکس کیوں ناجائز ہے؟ حدیث وآیات سے جواب مرحمت فرمائیں، دونوں صورتوں کا نصف قد اور قد تمام کن کن شرعی دلائل سے جائز اور ناجائز قرار دیا جاتا ہے؟

الجواب

فوٹو ہو یا دستی تصویر پوری ہو یا نیم قد، بنانا، بنوانا سب حرام ہے نیز اس کا عزت سے رکھنا حرام اگرچہ نصف قد کی ہو کہ تصویر فقط چہرہ کا نام ہے، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اشد الناس عذابا یوم القیامۃ من قتل نبیا اوقتلہ نبی والمصورون۔[1]

قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب اُس پر ہے جس نے کسی نبی کو شہید کیا یا اُسے نبی نے قتل فرمایا اور تصویر والوں پر۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان الملٰئکۃ لاتدخل بیتا فیہ کلب ولاصورۃ۔[2]

رحمت کے فرشتے اُس گھر میں نہیں جاتے جس میں کُتّا یا تصویر ہو۔

امام اجل ابوجعفر طحاوی سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت فرماتے ہیں:

الصورۃ ھوالرأس۔[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

فقط چہرہ تصویر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴۹: مرسلہ محمد تقی مقام بکسر متصل اسٹیشن ریلوے بتوسط حاجی رحیم بخش ۳۰ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

تصویر کھینچنا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۴۹۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۰/۲۶۰
کنز العمال حدیث ۹۳۶۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/۳۵

[2] سنن ابن ماجہ کتاب اللباس باب الصور فی البیت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۸

[3] شرح معانی الآثار کتاب الکراہیۃ باب التصاویر فی الثوب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۶۶

Marfat.com

الجواب

جاندار کی تصویر کھینچنی حرام ہے۔ صحیح حدیث میں ارشاد ہوا:

اشد الناس عذابا یوم القیٰمة من قتل نبیا او قتلہ نبی والمصورون[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔

قیامت میں سب سے سخت تر عذاب اُس پر ہوگا جس نے کسی نبی کو شہید کیا یا جسے کسی نبی نے قتل کیا اور مصوّر۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۴۹۷ و ۱۰۵۱۵ المکتبة الفیصلیة بیروت ۱۰/۲۶۰، ۲۶۶
کنز العمال حدیث ۹۳۶۶ مؤسسة الرسالہ بیروت ۴/۳۵

Marfat.com

رسالہ

العطایا القدیر فی حکم التصویر

۱۳۳۱ھ

(تصویر کے حکم کے بارے میں قدرت والے کی عطائیں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلیٰ الہ وصحبہ

المکرمین عندہ ١

مسئلہ ۲۵۰: از احمد آباد محلہ جمالپور متصل مسجد کانچ مرسلہ مولوی عبدالرحیم صاحب ۲۹ صفر المظفر ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ان دنوں شہر احمد آباد میں کاپیاں فوٹوگراف کی قیمت ۲٠ ر کے بک رہی ہیں اور نمونہ اصل خدمت میں آپ کی مرسل ہے آپ اس کو ملاحظہ فرمائیں، یہ فوٹو حضرات پیر ابراہیم بغدادی عم فیضہ الصوری والمعنوی سجادہ نشین خانقاہ حضرت غوث اعظم حضرت پیرانِ پیر قدس سرہ العزیز کا ہے اس کو احمد آبادی وغیرہ تبرک کے طور پر رکھتے ہیں اس کا رکھنا مکانوں میں حرام ہے یا نہیں؟ اور جن مکانوں میں یہ فوٹو ہوگا ان میں رحمت کے فرشتے آئیں گے یا نہیں؟ اور اس فوٹو کے رکھنے سے برکت نازل ہوگی یا نہیں؟ اور برزخ شیخ جاننے کے لئے فوٹو شیخ کا سامنے رکھ کر اس کا برزخ جمانا شریعت و طریقت میں جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا بیانا شافیا توجروا اجرا وافیا (شفا بخش بیان فرماؤ اور اللہ تعالٰی کی بارگاہ سے پورا پورا اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

Marfat.com

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الخالق البارئ المصور الذی صورنا فاحسن صورنا وخلق وحده العالم فقیره و قطیره وقضی بالعذاب اشد هو العقاب علی الذین یضاهئون خلق الله فیخلقوا ذرة او لیخلقوا حبة او یخلقوا شعیرة والصلوٰة والسلام علی من اتی بمحق الاوثان و توحید الرحمٰن وحرم التصویر صغیرة و کبیرة و وجعله کبیرة وعلی اٰله وصحبه وابنه الاکرم الغوث الاعظم وسائر حزبه صلوٰة و سلاما تتوازیان عزه وتوقیره رب انی اعوذبك من همزات الشیطٰن و اعوذبك رب ان یحضرون۔

ہر قسم کی تعریف و توصیف اُس اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو (تخلیق کا) اندازہ کرنے والا، بنانے والا اور تصویر کشی کرنے والا کہ جس نے ہماری صورتیں بنائیں اور ہمیں حسین و جمیل صورتوں سے نوازا، اور اس نے تنہا ساری دنیا کو پیدا فرمایا خواہ تخمِ خرما کا گڑھا ہو یا اور کوئی معمولی چیز ہو، اور اس نے عذاب دینے کا بڑا سخت فیصلہ فرمایا کہ اُن لوگوں پر نزولِ عقاب ہے جو اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں اس سے مشابہت اختیار کرتے ہیں تو وہ کوئی ذرہ یا کوئی دانہ یا جَو پیدا کر دکھائیں، اور درود و سلام اُن پر ہو جو بتوں کو مٹانے اور وحدانیتِ رحمان کو بیان فرمانے کیلئے تشریف لائے اور اُنھوں نے چھوٹی بڑی تصویر کو حرام ٹھہرایا اور اِس کام کو کبیرہ گناہ قرار دیا، اور اُن کی آل اور ساتھیوں پر، اور ان کے مکرم شہزادے غوثِ اعظم (بڑے فریاد رس) پر، اور ان کے باقی تمام گروہ پر (ہدیہ درود و سلام ہو) ایسا شاندار درود و سلام کہ ان کی عزت و توقیر کے برابر اور مساوی ہو۔ اے میرے پروردگار! میں شیاطین کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں، میرے پروردگار! میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں (اور مجھے اپنے مکروفریب سے پریشان کریں)۔ (ت)

Marfat.com

اللہ عزوجل ابلیس کے مکر سے پناہ دے، دنیا میں بُت پرستی کی ابتداء یُوہیں ہوئی کہ صالحین کی محبت میں اُن کی تصویریں بنا کر گھروں اور مسجدوں میں تبرکًا رکھیں اور اُن سے لذت عبادت کی تائید سمجھی، شدہ شدہ وہی معبود ہوگئیں، صحیح بخاری و صحیح مسلم میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے آیۂ کریمہ:

وقالوا لاتذرن اٰلھتکم ولا تذرن ودا ولا سواعا ولا یغوث ویعوق ونسرا[1]

کافروں نے کہا ہرگز اپنے خداؤں کو نہ چھوڑو، اور وَدّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو کبھی نہ چھوڑو۔ (ت)

کی تفسیر میں ہے:

قال کانوا اسماء رجال صالحین من قوم نوح فلما ھلکوا اوحی الشیطان الی قومھم ان نصبوا الی مجالسھم التی کانوا یجلسون انصابا وسموھا باسمائھم ففعلوا فلم تعبد حتی اذا ھلک اولٰئک ونسخ العلم عبدت[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا یہ حضرت نوح (علیہ السلام) کی قوم کے نیک اور پارسا لوگوں کے نام ہیں، جب وہ وفات پاچکے تو شیطان نے بعد والوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا کہ جہاں یہ لوگ بیٹھتے تھے وہیں اُن مجالس میں انھیں نصب کر دو (یعنی قرینے سے انھیں کھڑا کردو) اور جو اُن کے نام (زندگی میں) تھے وہی نام رکھ دو، تو لوگوں نے (جہالت سے) ایسا ہی کیا۔ پھر کچھ عرصہ ان کی عبادت نہ ہوئی، یہاں تک کہ جب وہ تعظیم کرنے والے مرگئے اور علم مٹ گیا (اور ہر طرف جہالت پھیل گئی) تو پھر ان کی عبادت شروع ہوگئی۔ (ت)

عبد بن حمید اپنی تفسیر میں ابوجعفر بن المہلب سے راوی:

قال کان ود رجلا مسلما وکان محببا فی قومہ فلما مات عسکروا حول قبرہ فی ارض بابل وجزعوا علیہ فلما رای

ابوجعفر نے فرمایا: "وَد" ایک مسلمان شخص تھا جو اپنی قوم میں ایک پسندیدہ اور محبوب شخص تھا جب وہ مرگیا تو سرزمین بابل میں لوگ اسکی قبر کے آس پاس جمع ہوئے اور اس کی جدائی پر

---

[1] القرآن الکریم ۷۱/ ۲۳

[2] صحیح البخاری کتاب التفاسیر باب وَدًّا وسواعًا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۳۲

Marfat.com

ابلیس جزعهم علیه تشبه فی صورة انسان ثم قال اری جزعکم علی هذا فهل لکم ان اصور لکم مثله فیکون فی نادیکم فتذکرونه به قالوا نعم فصور لهم مثله فوضعوه فی نادیهم وجعلوا یذکرونه فلما رأی مالهم من ذکره قال هل لکم ان اجعل لکم فی منزل کل رجل منکم تمثالا مثله فیکون فی بیته فتذکرونه قالوا نعم فصور لکل اهل بیت تمثالا مثله فاقبلوا فجعلوا یذکرونه به قال وادرك ابنائهم فجعلوا یرون مایصنعون به وتناسلوا ودرس امر ذکرهم ایاه حتی اتخذوه الٰهایعبدونه من دون الله قال وکان اول ما عبد غیرالله فی الارض ود الصنم الذی سموه بود۔[1]

بیقرار ہوئے (اور صبر نہ کرسکے) جب شیطان نے اس کی جدائی میں لوگوں کو بیتاب پایا تو وہ انسانی صورت میں اُن کے پاس آیا اور کہنے لگا میں اس شخص کے مرنے پر تمھاری بیقراری دیکھ رہا ہوں کیا مناسب سمجھتے ہو کہ میں بالکل اُس جیسی تمہارے لئے اس کی تصویر بنادوں، پھر وہ تمھاری مجلس میں رہے پھر اس کی تصویر دیکھ کر تم اُسے یاد کرو۔ لوگوں نے کہا ہاں یہ تو اچھی تجویز ہے۔ پھر شیطان نے لوگوں کے لئے بالکل اُسی جیسی اس کی تصویر بنادی اور لوگوں نے اُسے اپنی مجالس میں سجا رکھا اور اس کی یاد کرنے لگے۔ پھر جب شیطان نے دیکھا کہ اس کے ذکر سے لوگوں کی جو حالت ہوتی ہے۔ پھر شیطان کہنے لگا کیا تم یہ مناسب کہتے ہو کہ میں تم میں سے ہر شخص کے لئے اس کے گھر میں اس کے بزرگ کا عکس تیار کرکے سجادوں تاکہ وہ اس کے گھر میں موجود ہو، اور تم سب لوگ (انفرادی اور اجتماعی طور پر) اس کا تذکرہ کرتے رہو۔ لوگ کہنے لگے ہاں یہ بالکل ٹھیک ہے۔ پھر اس نے سب گھر والوں کے لئے بالکل اُسی جیسا اس کا ایک ایک فوٹو تیار کردیا پھر لوگ اس کی طرف متوجہ ہوگئے اور اس کا فوٹو دیکھ کر اُسے یاد کرتے رہے۔ راوی نے کہا اور ان کی اولاد نے یہ دَور پالیا، پھر وہ دیکھتے رہے کہ جو کچھ ان کے بڑے کرتے رہے، اور پھر نسل آگے بڑھی (اور پھیلی) اور جب اس کے ذکر کا سلسلہ کچھ پُرانا ہوگیا یہاں تک کہ جہالت سے پچھلے اور آنیوالی نسلوں نے اسے خدا بنالیا کہ اللہ تعالےٰ کو چھوڑ کر اس کی عبادت کرنے لگے۔ (راوی نے کہا) سب سے پہلے زمین پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ جس کی عبادت کی گئی وہ یہی بُت ہے کہ جس کا نام لوگوں نے وَدّ رکھا ہے۔ (ت)

---

[1] الدرالمنثور بحوالہ عبدبن حمید تحت آیۃ ۷۱/۲۳ داراحیاء التراث العربی بیروت ۸/۲۹۴-۲۹۳

Marfat.com

نیز صحیحین بخاری ومسلم میں اُمّ المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے:

لما اشتکی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ذکر بعض نسائہ کنیسۃ یقال لہا ماریۃ وکانت ام سلمۃ وام حبیبۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما اتتا ارض الحبشۃ فذکرتا من حسنہا وتصاویر فیہا فرفع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رأسہ فقال اولٰئک اذا مات فیہم الرجل الصالح بنوا علی قبرہ مسجدا ثم صوروا فیہ تلک الصور اولٰئک شرار خلق اللہ عند اللہ۔[1]

جب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیمار ہوئے تو آپ کی بعض بیویوں نے ایک گرجے کا ذکر فرمایا کہ جس کو ماریہ کہا جاتا تھا چنانچہ سیدہ ام سلمہ اور ام حبیبہ رضی اللہ تعالٰی عنہما (اللہ تعالٰی ان دونوں سے راضی ہو) ملک حبشہ میں تشریف لے گئیں، پھر انھوں نے وہاں یہ گرجا دیکھا، دونوں نے اسکے حسن اور اس میں سجی تصویروں کا تذکرہ فرمایا، تو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک اٹھا کر فرمایا: جب ان لوگوں میں کوئی نیک اور صالح آدمی مرجاتا تو اس کی قبر پر مسجد تعمیر کرتے پھر ان تصویروں کو سجا کر اس میں رکھ دیتے وہی اللہ تعالٰی کی بدترین مخلوق ہیں۔ (ت)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے:

صوروا ای صور الصلحاء تذکیرا بہم وترغیبا فی العبادۃ لاجلہم ثم جاء من بعدہم فزین لہم الشیطٰن اعمالہم وقال لہم سلفکم یعبدون ھذہ الصور فوقعوا فی عبادۃ الاصنام۔[2]

(حدیث شریف میں ہے کہ) وہ نادان لوگ اچھے اور صالح لوگوں کی تصویریں بنا کر اپنی عبادت گاہوں میں سجا کر رکھ دیتے تاکہ ان کی یاد آتی رہے اور ان کے ذریعے عبادتِ الٰہی کی طرف رغبت پیدا ہو۔ پھر اُن کے بعد جب اور لوگ دنیا میں آئے تو شیطان نے پہلوں کے کارنامے اُن آنیوالے لوگوں کی نگاہوں میں آراستہ کرکے پیش کئے اور ان سے کہا کہ تمھارے اسلاف ان تصوروں کی پرستش کیا کرتے تھے، تو پھر یہ بھی ان کی عبادت میں مصروف ہوگئے۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب بناء المسجد علی القبر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۹
صحیح مسلم کتاب المساجد باب النہی عن بناء المسجد علی القبور قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۰۱
[2] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب اللباس باب التصاویر المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/۲۸۲

Marfat.com

رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتدخل الملٰئکة بیتا فیه کلب و
لاصورة[1] رواه الائمة احمد والستة
والطحاوی عن ابی طلحة[2] والبخاری و
الطحاوی عن ابن عمر[3] وعن ابن عباس
ومسلم وابوداؤد والنسائی والطحاوی[4] عن
ام المؤمنین میمونة، ومسلم وابن ماجة
والطحاوی عن ام المؤمنین الصدیقة و
احمد ومسلم والنسائی والطحاوی و
ابن حبان عن ابی ھریرة[5] والامام احمد و
الدارمی وسعید بن منصور
وابوداؤد والنسائی وابن ماجة
وابن خزیمة وابو یعلٰی
والطحاوی وابن حبان
والضیاء والشاشی وابو نعیم فی

رحمت کے فرشتے اس گھر میں نہیں آتے جس میں
کتا یا تصویر ہو (ائمہ محدثین مثلاً امام احمد، دوسرے
چھ ائمہ حدیث اور امام طحاوی نے حضرت ابوطلحہ سے
اس کو روایت فرمایا، نیز بخاری اور طحاوی نے
حضرت عبداللہ ابن عمر اور حضرت ابن عباس سے
اس کو روایت کیا۔ امام مسلم، ابوداود، سنن نسائی
اور طحاوی نے ام المؤمنین سیدہ میمونہ سے اور مسلم،
ابن ماجہ اور امام طحاوی نے ام المومنین سیدہ
عائشہ صدیقہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ مسند احمد،
مسلم، نسائی، طحاوی اور ابن حبان نے بحوالہ
حضرت ابوہریرہ اس کو روایت کیا ہے (اور اسی
طرح) امام احمد، دارمی، سعید بن منصور، ابوداود،
نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابویعلیٰ، طحاوی،
ابن حبان، الضیاء، الشاشی، اور ابونعیم نے

---

۱ مسند احمد بن حنبل عن ابی طلحہ ۴/۲۸ و صحیح البخاری کتاب بدء الخلق ۱/۴۵۸، ۴۶۸
صحیح مسلم کتاب اللباس ۲/۲۰۰ و سنن ابی داؤد کتاب اللباس ۲/۲۱۶
جامع الترمذی ابواب الادب ۲/۱۰۳ و سنن النسائی ص ۲۹۹
شرح معانی الآثار کتاب الکراہیۃ باب الصور تکون فی الثیاب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۰۰
۲ " " " عن ابن عباس " " " ۱ ۴۰۰
صحیح البخاری کتاب المغازی ۲/۵۷۰ و کتاب اللباس ۲/۸۸۱
۳ صحیح مسلم ۲/۱۹۹ و مسند احمد بن حنبل ۶/۳۳۰ و سنن ابی داوٗد ۲/۲۱۷
۴ صحیح مسلم ۲/۲۰۰ و ۲۰۱ و سنن ابن ماجہ ص ۲۱۸ و شرح معانی الآثار [illegible]
۵ " " ۲/۲۰۲ و سنن النسائی ۲/۳۰۱ و شرح معانی الآثار ۲/۳۰۴

Marfat.com

الحلیة عن امیر المؤمنین علی[1] و الامام مالک فی الموطا و الترمذی و الطحاوی عن ابی سعید الخدری[2]، و احمد و الطحاوی و الطبرانی فی الکبیر[3] عن اسامۃ بن زید و الطحاوی عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ تعالٰی عنہم وقد فصلنا ھا فی فتاوٰنا۔

حلیہ میں امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ نیز امام مالک نے "موطا" میں، ترمذی اور طحاوی نے "معجم کبیر" میں حضرت اسامہ بن زید سے اس کو روایت فرمایا۔ اور اسی طرح طحاوی نے حضرت ابو ایوب انصاری کے حوالہ سے اس کو روایت فرمایا، اللہ تعالٰی ان تمام بزرگوں سے راضی ہو۔ اور ہم نے ان سب باتوں کو اپنے فتاوٰی میں تفصیل سے بیان فرمایا ہے (ت)

اور اس میں کسی معظم دینی کی تصویر ہونا نہ عذر ہو سکتا ہے نہ اس وبالِ عظیم سے بچا سکتا ہے بلکہ معظم دینی کی تصویر زیادہ موجبِ وبال و نکال ہے کہ اس کی تعظیم کی جائے گی اور تصویر ذی روح کی تعظیم خاص بُت پرستی کی صورت اور گویا ملتِ اسلامی سے صریح مخالفت ہے۔ ابھی حدیث سُن چکے کہ وہ اولیا ہی کی تصویریں رکھتے تھے جس پر اُن کو بدترین خلق اللہ فرمایا۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر کون معظم دین ہوگا اور نبی بھی کون حضرت شیخ الانبیاء خلیل کبریا سیدنا ابراہیم علٰی ابنہ الکریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کہ ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد تمام جہان سے افضل و اعلٰی ہیں ان کی اور حضرت سیدنا اسمٰعیل ذبیح اللہ و حضرت بتول مریم علیہم الصلوٰۃ کی تصویریں دیوارِ کعبہ پر کفار نے منقش کی تھیں، جب مکہ معظمہ فتح ہوا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو پہلے بھیج کر وُہ سب محو کرادیں۔ جب کعبہ معظمہ میں تشریف فرما ہوئے بعض کے نشان کچھ باقی پائے پانی منگا کر بنفسِ نفیس انھیں دھویا اور بنانے والوں کو قاتل اللہ فرمایا اللہ انھیں قتل کرے،

ھذا معنی ما روی البخاری فی صحیحہ والامام

جو کچھ امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت فرمایا

---

[1] سنن ابی داؤد ۲/ ۲۱۶ و سنن النسائی ۲/ ۳۰۰ و شرح معانی الآثار ۲/ ۴۰۰
[2] جامع الترمذی ۲/ ۱۰۴ و مؤطا امام مالک ماجاء فی الصور والتماثیل ص ۷۲۶
[3] مسند احمد بن حنبل ۵/ ۲۰۳ و المعجم الکبیر حدیث ۳۸۷ ا/ ۱۶۲ و شرح معانی الآثار ۲/ ۴۰۰
[4] شرح معانی الآثار کتاب الکراہیۃ باب الصور تکون فی الثیاب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۰۰
صحیح البخاری کتاب المناسک ۱/ ۲۱۸ و کتاب الانبیاء ۱/ ۴۷۳ قدیمی کتب خانہ کراچی
سنن ابی داؤد کتاب المناسک ۱/ ۲۷۷ و مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس ۱/ ۳۳۵ و ۳۶۵

Marfat.com

الطحاوی عن ابن عباس و الامام احمد وابو داؤد عن جابر بن عبد اللہ وعمر بن شیبۃ والامام الطحاوی عن اسامۃ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنھم کما فصلناہ فی فتاوٰنا۔

اس کا مفہوم اور معنٰی یہی ہے، امام طحاوی نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے۔ امام احمد، ابوداؤد نے حضرت جابر بن عبداللہ کے حوالہ سے۔ اور عمر بن شیبہ اور امام طحاوی نے اسامہ بن زید سے اس کو روایت کیا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اسکو مفصل بیان کیا ہے (ت)

ہاں بادی النظر میں یہاں یہ شبہہ گزر سکتا ہے کہ صاحبزادہ موصوف کی یہ تصویر صرف سینے تک ہے اور انسان اتنے جسم سے زندہ نہیں رہتا۔ اور درمختار میں ہے کہ جب تصویر سے وہ عضو محو کر دیا جائے جس کے بغیر حیات نہ ہو تو وہ ممانعت سے مستثنٰی ہے۔

حیث قال (اوکانت صغیرۃ) لاتتبین تفاصیل اعضائہا للناظر قائما وھی علی الارض ذکرہ الحلبی (اومقطوعۃ الراس او الوجہ) اوممحوۃ عضو لاتعیش بدونہ (اولغیر ذی روح) لایکرہ[1]

چنانچہ فرمایا اگر تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ زمین پر رکھی ہو تو کھڑے ہو کر دیکھنے والے کو اس کے اعضا کی تفصیل معلوم نہ ہو سکے، چنانچہ حلبی نے اس کو بیان فرمایا یا اس کا سر یا چہرہ کاٹ دیا گیا ہو یا اس کے کسی ایسے اندام کو مٹا دیا گیا ہو کہ جس کے بغیر وہ زندہ نہ رہ سکے، یا کسی غیر جاندار کی تصویر ہو تو ان ساری صورتوں میں کراہت نہ ہوگی (ت)

اور بنانے کے بعد مٹا دینا اور سرے سے نہ ہونا دونوں کا ایک حکم ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

قولہ اومقطوعۃ الرأس ای سواء کان من الاصل اوکان لہا رأس ومحی[2] اقول و باللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق۔

مصنف کا قول کہ یا تصویر کا سر کاٹ دیا گیا، یعنی اصل سے اس کا سر نہ ہو، یا سر ہو لیکن اسے مٹا دیا گیا ہو۔ اقول (میں کہتا ہوں) اللہ تعالٰی کے کرم ہی سے توفیق حاصل ہوتی ہے اور اسی کی وجہ سے آدمی تحقیق کی چوٹی تک پہنچ سکتا ہے (ت)

یہاں یہ قول اس کا ہو سکتا ہے جس نے خدمت فقہ وحدیث نہ کی، نہ اُسے مقاصد شرع پر نظر ملی،

اولاً مقام تنقیح میں سرے سے یہ عبارت ہی محل نظر ہے فقیر نے جس قدر کتب فقہیہ متون وشروح

---

[1] درمختار کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۲

[2] ردالمحتار " " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۳۶

Marfat.com

وفتاوٰی حاضر ہیں سب کی طرف مراجعت کی، بیان حکم میں اس تعمیم میں درمختار کا سلف نہ پایا یہاں تک کہ مجرد درر کہ اکثر ماخذ کتاب ہیں ان میں بھی اس کا نشان نہیں، عامہ کتب مثل ہدایہ و وقایہ و نقایہ و کنز و وافی و غرر و اصلاح و ملتقی و منیہ و نور الایضاح و ہدایہ و شرح وقایہ و برجندی و تبیین و کافی و درر و ایضاح و مجمع الانہر و مراقی الفلاح و فتح القدیر و عنایہ و خانیہ و خزانۃ المفتین و ہندیہ حتی کہ خود جامع صغیر محرر مذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی میں صرف ذکر راس پر اقتصار فرمایا کہ اگر تصویر بے سر کی ہو یا اس کا سر کاٹ دیں تو کراہت نہیں، اور خلاصہ پھر اس کی تبعیت سے تنویر الابصار و حلیہ و بحر الرائق و جامع الرموز و غنیہ و صغیری و شرنبلالیہ و عبد الحلیم علی الدرر میں "وجہ" کا اضافہ کیا کہ چہرہ مٹا دینا بھی سر کاٹ دینے کی مثل ہے ذخیرۃ العقبٰی و شلبی علی الزیلعی و حسن عجیمی علی الدرر و سعدی افندی علی العنایہ و مسکین علی الکنز کہ سید ابو السعود ازہری نے بھی کہ درمختار سے کثیر الاخذ ہیں زیادت سے اصلاً تعرض نہ کیا **اقول** اور ذکر "وجہ" حقیقۃً زیادت نہیں کہ راس کا اطلاق اکثر چہرہ پر آتا ہے گردن جدا کر دینے کو سر کاٹنا ہی کہتے ہیں تو مقصود خلاصہ اس کا افادہ بھی ہے کہ محو بھی مثل قطع ہے اس کی عبارت یہ ہے:

ان کان مقطوع الراس لاباس بہ ولو محی وجہ الصورۃ فھو کقطع الراس[1]

اگر تصویر کا سر کاٹ دیا گیا تو پھر اس کے رکھنے میں کوئی حرج نہیں، اور تصویر کے چہرے کو مٹا دینا سر کاٹنے کی طرح ہے۔ (ت)

ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں۔ ت) دیگر اعضا وجہ و راس کے معنٰی میں نہیں اگرچہ مدار حیات ہونے میں مماثل ہوں کہ چہرہ ہی تصویر جاندار میں اصل ہے، ولہذا سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی نے اسی کا نام تصویر رکھا اور شک نہیں کہ فقط چہرہ کو تصویر کہتے اور بنانے والے بارہا اسی پر اقتصار کرتے ہیں ملوک نصارٰی کہ سکہ میں اپنی تصویر چاہتے ہیں اکثر فقط چہرہ تک رکھتے ہیں اور بیشک عامہ مقاصد تصویر چہرہ سے حاصل ہوتے ہیں وانما الشئ بمقاصدہ (یہی بات ہے کہ شے اپنے مقاصد پر مبنی ہوتی ہے۔ت) امام اجل ابوجعفر طحاوی حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال الصورۃ الراس فکل شئ لیس لہ راس فلیس بصورۃ[2]۔

فرمایا: تصویر "سر" کا نام ہے لہذا جس چیز کا سر نہ ہو وہ تصویر نہیں (ت)

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الصلوٰۃ الفصل الثانی الجنس فیما یکرہ فی الصلوٰۃ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۵۸

[2] شرح معانی الآثار کتاب الکراہیۃ باب الصورت تکون فی الثیاب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۰۳

Marfat.com

اور اسی طرف عبارتِ ہدایہ ناظر:

حیث قال اذا کان التمثال مقطوع الراس فلیس بتمثال[۱]

چنانچہ (صاحب ہدایہ نے) فرمایا کہ جب کسی مجسّمے کا سرکاٹ دیا گیا ہو تو پھر وہ مجسمہ نہ ہوگا۔ (ت)

بلکہ یہ جامع صغیر میں نصِ امام کبیر ہے:

محمد عن یعقوب عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم اذا کان راس الصورۃ مقطوعا فلیس بتمثال[۲]

امام محمد نے امام ابویوسف کے حوالہ سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت فرمائی کہ اگر تصویر کا سرکاٹ دیا گیا ہے تو پھر وہ بلاشبہہ تمثال (مورتی) نہیں (ت)

لاجرم امام نسفی نے وافی وکافی میں تصریح فرمائی کہ اگر تصویر کا سر مقطوع نہیں کراہت مدفوع نہیں

وھذا نصہ لوکان فوق راسہ فی السقف او بین یدیہ او بحذائہ صورۃ غیر مقطوع راسہا کرہ[۳]

امام نسفی کی تصریح یہ ہے "اگر تصویر کسی شخص کے سر کے اوپر چھت میں موجود ہو یا اس کے سامنے ہو یا اس کے مقابل ہو لیکن اس کا سر نہ کاٹا گیا ہو تو کراہت ہوگی (ت)

ظاہر ہے کہ نیم قد یا سینہ تک کی تصویر پر بھی صادق ہے کہ اس کا سر مقطوع نہیں تو حکمِ منع مدفوع نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

ثانیاً قولِ درمختار ہی لیجئے جس پر محشیوں نے تقریر اور خادمی نے حاشیہ درر میں تبعیت کی،

حیث قال مقطوعۃ الراس والمراد ممحوۃ عضو لاتعیش بدونہ کالوجہ[۴]

چنانچہ اس نے کہا تصویر کا سر کاٹ دیا گیا ہو۔ مراد یہ ہے کہ اس کے کسی ایسے اندام کو مٹا دیا گیا ہو کہ جس کے بغیر زندگی نہیں ہوسکتی جیسے چہرہ (ت)

بیانِ مسئلہ میں اگرچہ یہ تعمیم فقیر نے کہیں نہ پائی مگر ایک مسئلہ کی دلیل میں کلامِ فتح سے اس کی

---

[۱] الہدایۃ کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/ ۱۲۲

[۲] الجامع الصغیر " باب فی الامام این تستحب لہ ان یقوم مطبع یوسفی لکھنؤ ص ۱۱

[۳] کافی شرح وافی

[۴] حاشیۃ الدرر علی الغرر للخادمی کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ مطبعۃ عثمانیہ ص ۷۷

Marfat.com

طرف اشارہ سمجھا گیا،

اذ قال لو قطع یدیہا و رجلیہا لا ترتفع الکراھۃ لان الانسان قد تقطع اطرافہ وھو حی[1]

جبکہ فتح القدیر میں فرمایا اگر کسی نے تصویر (فوٹو) کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے تو کراہت مرفوع نہ ہوگی اس لئے کہ کبھی انسان کے اطراف یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ کاٹ دیے جاتے ہیں مگر اس کے باوجود وہ زندہ ہوتا ہے۔ (ت)

علامہ طحطاوی نے اس سے وہ تعمیم استنباط فرمائی حاشیہ مراقی الفلاح میں لکھا:

افاد بھذا التعلیل ان قطع الراس لیس بقید بل المراد جعلھا علی حالۃ لا تعیش معھا مطلقا۔[2]

اس تعلیل نے یہ فائدہ دیا کہ قطع الراس کا ذکر بطور قید نہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ تصویر کو ایسی حالت میں کر دینا کہ جس کی موجودگی میں وہ مطلقاً زندہ نہ رہ سکے۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) اس استنباط میں نظر ظاہر ہے،

فان حاصل کلام الفتح ان ھذا مکروہ لکونہ علی حالۃ یعاش معھا وکل ما کان کذا فھو مکروہ ولا یلزم منہ ان کل ما ھو مکروہ فھو کذا فان الموجبۃ الکلیۃ لا تنعکس کنفسھا ووجدت نظیرہ فی الھدایۃ اذ قال الطلاق علی ضربین صریح وکنایۃ فالصریح قولہ انت طالق ومطلقۃ و

فتح القدیر کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے اس لئے کہ شئی ایسی حالت پر ہے کہ جس کی موجودگی میں زندگی پائی جاسکتی ہے (مراد یہ کہ وہ حالت مانع حیات نہیں) اور ہر کام جو اس طرح ہو وہ مکروہ ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ ہر کام جو مکروہ ہے وہ اس طرح ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ موجبہ کلیہ کا عکس بنفسہا نہیں (یعنی موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ کلیہ نہیں) میں نے ہدایہ میں اس کی نظیر پائی ہے کیونکہ صاحب ہدایہ نے فرمایا کہ طلاق کی دو قسمیں ہیں: (۱) صریح، (۲) کنایہ۔ چنانچہ طلاق صریح کی مثال مثلاً یہ

---

[1] فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ فصل ویکرہ للمصلی الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۶۳

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوٰۃ فصل فی المکروہات نور محمد کارخانہ تجارت کتب ص۱۹۹

Marfat.com

طلقتك فهذا يقع به الطلاق الرجعي لان هذه الالفاظ تستعمل في الطلاق ولا تستعمل في غيره فكان صريحا وانه يعقب الرجعة بالنص ولا يفتقر الى النية لانه صريح فيه لغلبة الاستعمال اھ[1] **اقول** فمناط الصراحة هو غلبة الاستعمال كما افاد اخرا مما لم يستعمل في غير الطلاق كان اولى بالصراحة فيه فلذا اعلل الصراحة به في الالفاظ الثلثة وهو لايفيد ان يستعمل في غيره نادرا لايكون صريحا فيه وبالجملة وهو تعليل بما يتضمن العلة مع شئ زائد يفيده من باب اولى كذا ههنا مناط المنع هو الراس ولو وحده فاذا كان جميع مايحتاج اليه للحياة باقيا تضمن العلة شئ مع زائده افاد المنع

کہنا (اپنی منکوحہ کو مخاطب کرتے ہوئے) تو طلاق والی ہے (انتِ طالق)، تو طلاق ہو گئی ہے (انتِ مطلقۃ)، میں نے تجھے طلاق دے دی (طلقتك)، پس ان الفاظ سے طلاق رجعی واقع ہوگی۔ اس لئے کہ الفاظ مذکورہ صرف طلاق میں استعمال کئے جاتے ہیں لہذا کسی دوسرے مفہوم میں استعمال نہیں کئے جاتے (اس لئے یہ طلاق کے الفاظ صریحہ ہیں) لہذا ان میں سے کسی ایک کے وقوع کے بعد رجعت ہوگی، اور یہ محتاج نیت نہیں، اس لئے کہ یہ افادیتِ معنیٰ نہیں "صریح" ہیں، اور اس کی وجہ غلبۂ استعمال ہے اھ **اقول** (میں کہتا ہوں۔ ت) صراحت کا مدار غلبۂ استعمال ہے جیسا کہ آخر میں صاحبِ ہدایہ نے یہ افادہ پیش کیا، جو الفاظ بغیر طلاق نہ استعمال کئے جائیں وہ باب طلاق میں صریح ہونے کے زیادہ لائق ہیں، لہذا یہی وجہ ہے کہ مصنف نے الفاظ ثلاثہ مذکورہ میں صراحت بالطلاق ہونے کی تعلیل ذکر فرمائی ہے، یعنی الفاظ مذکورہ طلاقِ صریح کے الفاظ ہیں، اور علت غلبۂ استعمال ہے، اور یہ اس بات کیلئے مفید نہیں کہ اگر الفاظ مذکورہ بطور نادر غیر طلاق میں استعمال کئے جائیں تو پھر وہ مفہوم طلاق میں صریح نہ ہونگے (بلکہ اس کے باوجود وہ صریح طلاق کے الفاظ ہیں) (خلاصہ کلام) وہ ایک ایسی چیز

---

[1] الہدایۃ کتاب الطلاق باب ایقاع الطلاق المکتبۃ العربیۃ کراچی ۳۳۹/۲

Marfat.com

بالاولی فلا تدافع بین کلامی الھدایۃ اولا واٰخرا وقد کان افادھذا فی الفتح نفسہ اذقال ما غلب استعمالہ فی معنی بحیث یتبادر حقیقۃ او مجازا صریح فان لم یستعمل فی غیرہ فاولٰی بالصراحۃ فلذا رتب الصراحۃ فی ھذہ الالفاظ علی الاستعمال فی الطلاق دون غیرہ[1] اھ ثم زعم التدافع مع انہ قد اندفع بما قرر۔

کے ساتھ تعلیل ہے جو شئی زائد سمیت علت پر مشتمل ہے، جو بطریق اولٰی حکم کے لئے مفید ہے۔ پس یہاں بھی اسی طرح ہے کہ منع کا مدار رأس (سر) ہے اگرچہ اکیلا ہو، پھر جب تمام محتاج الیہ حیات باقی ہوں تو پھر علت شئی زائد پر مشتمل ہوگی، تو پھر اس سے ممانعت بطریق اولٰی کا فائدہ ہوگا، لہذا صاحبِ ہدایہ کے پہلے اور پچھلے کلام میں کوئی تدافع اور تناقض نہیں، فتح القدیر میں بالکل یہی افادہ پیش فرمایا، جس لفظ کا استعمال کسی معنٰی میں غالب اور زیادہ تر ہو کہ بطورِ حقیقت یا مجاز وہی معنٰی متبادر ہو تو پھر وہ لفظ اس معنٰی میں "صریح" ہے۔ اور اگر کسی دوسرے معنٰی میں بالکل استعمال نہ کیا جائے تو پھر وہ اولٰی بالصراحۃ ہوگا' لہذا یہی وجہ ہے کہ ان الفاظ میں صراحت اس بات پر مرتّب ہے کہ الفاظ مذکورہ صرف معنی طلاق میں مستعمل ہیں نہ کہ کسی دوسرے معنٰی میں اھ پھر اس نے تدافع سمجھا حالانکہ وہ اس کی تقریر (اور اثبات سے) دفع ہوگیا ہے۔ (ت)

وللہ الحمد اسی طرز پر ایک بحث میں اُن کے تلمیذ امام ابن امیر حاج کے کلام سے اشارہ نکل سکتا ہے اور ویسا ہی اس کا جواب ہے،

حیث یقول اما قطع الراس عن الجسد بخیط مع بقاء الراس علی حالہ فلاینفی

چنانچہ موصوف فرماتے ہیں اگر سر کو کسی دھاگے سے جدا اور قطع کیا جائے باوجودیکہ سر بدستور اپنے حال پر باقی رہے تو اس سے کراہت منفی

---

[1] فتح القدیر کتاب الطلاق باب ایقاع الطلاق مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳۵۱/۳

Marfat.com

الکراهة لان من الطیر ما هو
مطوق فلا یتحقق القطع
بذلك كذا ذكروه و هو قاصر
على الطير والظاهر ان الكراهة
لا تنتفی فی غیره من الحیوانات
بهذا الصنیع کما لا تنتفی فیه
فیحتاج الغیر الی توجیه
غیر هذا و لعل الاولی ان یقال
لان الحیوان الحی قد یجعل
على رقبته شئ ساتر لها
من خیط او غیره لغرض من
الاغراض فیکون هذا بمنزلته
فلا تزول به الکراهة ثم لم اقف على
انه لو فصل بین نصفه الاعلی
والاسفل بخیط حتی صار
کانه مقطوع شطرین هل
تزول الکراهة الظاهر انها
لا تزول کما فی الراس لنحو
ما ذکرنا انفا فی الراس و
لاسیما فی الادمی فان ذلك
یکون فیه بمنزلة شد
الوسط والله تعالی
اعلم اهـ[1] اقول والاتیان

نہ ہوگی کیونکہ کچھ پرندے مطوق (یعنی طوق کئے
ہوئے ہوتے ہیں) تو اس سے قطع نہیں پایا جاتا
چنانچہ ائمہ کرام نے اسی طرح ذکر فرمایا۔ اور یہ صرف
پرندے میں منحصر (بند) ہے۔ لیکن ظاہر یہ ہے
کہ کراہت باقی حیوانات میں بھی اس توجیہ
کے علاوہ کسی اور توجیہ کی ضرورت ہے، شاید
اولٰی یہ ہے کہ کہا جائے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے
کسی نہ کسی غرض کی وجہ سے۔ اکثر دھاگہ وغیرہ
کسی حیوان کی گردن پر رکھ دیا جاتا ہے جو اسکی
گردن کو ڈھانپ دیتا ہے۔ لہذا یہ اسکی
جگہ یعنی اس کے قائم مقام ہے، پس اس سے
کراہت زائل نہ ہوگی۔ پھر میں اس پر واقف
اور مطلع نہیں ہوا کہ اگر نصف اعلیٰ اور نصف
اسفل (یعنی اوپر اور نیچے کے حصہ میں) کسی
دھاگے سے فصل کر دیا جائے اور وہ اس طرح
ہو جائے کہ گویا دو حصوں میں قطع کر دیا گیا ہے، تو
کیا اس صورت میں کراہت زائل ہو جائیگی
یا نہیں؛ ظاہر یہ ہے کہ کراہت زائل نہ ہوگی،
جیسا کہ حالت راس (سر) میں کراہت زائل
نہ ہوگی بشرطیکہ راس میں اُس طریقہ کے مطابق
کارروائی کیجائے کہ جس کو راس میں ہم نے
بیان کیا ہے، خصوصًا انسان میں، کیونکہ اس میں
وہ کارروائی کمر بستگی کے قائم مقام ہے۔ واللہ

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

Marfat.com

بلفظ الظاهر فی الموضعین من شدة ورعه رحمه الله تعالٰی والا فالحکم مقطوع به فیهما ولا یتوهم احد ان لو ربط خیط فی عنق صورة انسان لابهیمة اوفی وسطها ذهب الحکم الشرعی وجاز اقتناؤها ثم لیس حاصله الا مثل ما فی الفتح ان کل ما لاینافی الحیاة لاینفی الکراهة و لا یلزم منه ان کل ما ینافی الحیاة ینفی الکراهة کما لا یخفی الا تری ان کل ما لاینافی الانسانیة لاینفی الحیوانیة اذ لو نفی الحیوانیة ینافی الانسانیة ولیس ان کلما ینافی الانسانیة ینفی الحیوانیة کالصهیل و النهیق والتوهب فان کل ذلك ینافی الانسانیة و لاینافی الحیوانیة۔

تعالٰی اعلم۔ اقول (میں کہتا ہوں) لفظ "ظاہر" دو جگہ ذکر کرنے سے مصنف علیہ الرحمۃ کی شدت ورع اور احتیاط ہے ورنہ دونوں میں حکم یقینی ہے۔ اور کوئی یہ وہم نہ کرے کہ اگر کسی انسانی تصویر کی گردن میں کوئی دھاگہ باندھا جائے یا اس کے وسط (درمیان) میں ایسا کیا جائے نہ کہ چوپایہ میں۔ پس اس صورت میں حکم شرعی ختم ہوجائیگا اور پھر اس کو محفوظ رکھنا جائز ہوگا۔ پھر اس کا حاصل بالکل وہی ہے جو فتح القدیر میں مذکور ہے۔ جو چیز حیات کے منافی نہ ہو تو وہ کراہت کی نفی نہیں کرتی، اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو چیز حیات کے منافی ہو وہ کراہت کی نفی کرتی ہے جیسا کہ یہ امر مخفی اور پوشیدہ نہیں، کیا تم دیکھتے نہیں کہ جو چیز انسانیت کے منافی نہیں وہ حیوانیت کی نفی نہیں کرتی کیونکہ اگر حیوانیت کی نفی ہو تو انسانیت کی نفی ہو جائے، اور ایسا نہیں کہ جو انسانیت کے منافی ہو اُس سے حیوانیت کی نفی ہو جائے جیسے صہیل (گھوڑے کا ہنہنانا) اور نہیق (گدھے کا ڈھیچوں ڈھیچوں کرنا) اور ترہب (راہب بننا) اس لئے کہ یہ سب کچھ انسانیت کے منافی ہے لیکن حیوانیت کے منافی نہیں۔ (ت)

عجب نہیں کہ مدقق علائی نے انھیں عباراتِ فتح و حلیہ کو دیکھ کر یہ تعمیم اضافہ فرمائی ہو حالانکہ وہ مفید تعمیم نہیں، ہاں کلامِ امام ابوجعفر طحاوی میں فقیر نے اس کی طرف اشارہ پایا،

حیث قال رحمه الله تعالٰی بعد ما احتج علی من قال بکراهة الصورة مطلقا و لو لغیر حیوان کشجر

چنانچہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان لوگوں کے خلاف استدلال پیش کرنے کے بعد فرمایا جنھوں نے یہ کہہ دیا کہ تصویر مطلقاً مکروہ ہے اگرچہ غیر حیوان ہی کی کیوں نہ ہو، مثلاً درخت وغیرہ

Marfat.com

مثلاً باحادیث فیھا الامر بقطع راس التماثیل مانصہ فلما ابیحت التماثیل بعد قطع راسھا الذی لو قطع من ذی الروح لم یبق، دل ذلک علی اباحۃ تصویر مالاروح لہ وعلی خروج مالاروح لمثلہ من الصور مما قد نھی عنہ فی الاٰثار التی ذکرنا فی ھذا الباب وقد روی عن عکرمۃ فی ھذا الباب ایضا ماحدثنا محمد بن النعمٰن (تذکر بسندہ) عن عکرمۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال الصورۃ الراس[1] الی اٰخر ما تقدم۔

کی تصویر۔ ان روایات کی وجہ سے کہ جن میں تماثیل (مجسمے) کے سر کاٹنے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ موصوف کی یہ نص ہے۔ جب قطع راس (سر الگ کردینا) کے بعد تماثیل کی اجازت دی گئی (اور اسے مباح قرار دیا گیا) لہذا اگر ذی روح کا سر کاٹ دیا جائے تو پھر وہ ذی روح کی صورت نہ رہے گی، اور یہ غیر ذی روح کی تصویر کے مباح ہونے کی دلیل ہے، اور جس میں روح نہ ہو وہ اس تصویر سے خارج ہے کہ جس سے اُن آثار میں منع کردیا گیا کہ جنھیں ہم نے اس باب میں ذکر کیا ہے، چنانچہ اس باب میں نیز حضرت عکرمہ سے وہ حدیث مروی ہے کہ جس کو ہم سے محمد بن نعمان نے بیان فرمایا، ہم اسے سند سے بحوالہ عکرمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کرتے ہیں، فرمایا: تصویر سر کا نام ہے۔ آخر تک وہی کلام ہے جو پہلے بیان ہوچکا۔ (ت)

کلام دُرر کے لئے یہ غایت ابدائے سند ہے **اقول** اگرچہ اُن کا آخر کلام اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے استناد بتا رہا ہے کہ تصویر نہ رہنا حکم منع سے خارج کرنے کا مدار ہے اور یہی چاہئے کہ شرع نے حکم منع تمثال ظاہر غیر مستہان پر فرمایا تو جب تک تمثال بلا اہانت ظاہر ہے منع باقی ہے، ہاں جب تمثال نہ رہے یا اہانت ہو منع نہ رہے گا کہ مناط منع منتفی ہوگیا قطع سر میں تمثال نہیں رہتی جیسا کہ حدیث ابوہریرہ و عبارتِ ہدایہ سے خود کلام امام اعظم سے گزرا بخلاف دیگر اعضا کہ جب تک چہرہ باقی تصویر باقی اگرچہ اور اعضا نہ ہوں، لہذا جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حدیث آئندہ اور محرر مذہب امام محمد نے جامع صغیر اور جملہ کتب مذکورہ مذہب متون و شروح و فتاوٰی میں صرف نفی راس پر اقتصار فرمایا، واللہ تعالٰی اعلم، بہرحال اگر اسی پر چلئے **فاقول** وباللہ التوفیق (اللہ تعالٰی کی توفیق ہی کے سہارے میں کہتا ہوں۔ ت) تصویر میں حیات

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الکراہیۃ باب الصور تکون فی الثیاب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۰۳

Marfat.com

آپ تو کسی حالت میں نہیں ہوتی نہ وہ کسی حال میں جملہ اعضائے مدارِ حیات کا استیعاب کرتی ہے عکسی میں تو ظاہر کہ اگر پورے قد کی بھی ہو تو صرف ایک طرف کی سطح بالا کا عکس لائے گی خول میں نصف جسم بھی ہوتا تو عادۃً حیات ناممکن ہوتی نہ کہ صرف نصف سطح اور بُت میں بھی اندرونی اعضا مثل دل وجگر وعروق نہیں ہوتے اور ڈاکٹری کی ایک تصویر خاص لیجے جس میں اندر باہر کے رگ پٹھے تک سب دکھائے جاتے ہیں تو رگوں میں خون کہاں سے آئے گا غرض تصویر کسی طرح استیعاب ما بہ الحیاۃ نہیں ہوسکتی فقط فرق حکایت وفہم ناظر کا ہے اگر اس کی حکایت محکی عنہ میں حیات کا پتا دے یعنی ناظر یہ سمجھے کہ گویا ذو التصویر زندہ کو دیکھ رہا ہے تو وہ تصویر ذی روح کی ہے اور اگر حکایت حیات نہ کرے ناظر اس کے ملاحظہ سے جانے کہ یہ حی کی صورت نہیں میّت و بے روح کی ہے تو وہ تصویر غیر ذی روح کی ہے۔ سُنن ابی داؤد و جامع ترمذی وسنن نسائی وصحیح ابن حبان وشرح معانی الآثار امام طحاوی ومستدرک حاکم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اتانی جبریل قال اتیتک البارحۃ فلم یمنعنی ان اکون دخلت الا انہ کان علی الباب تماثیل وکان فی البیت قرام ستر فیہ تماثیل وکان فی البیت کلب فمر براس التمثال الذی علی باب البیت فیقطع فیصیر کھیأۃ الشجرۃ ومر بالستر فلیقطع فلیجعل وسادتین منبوذتین توطان ومر بالکلب فلیخرج ففعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[1]

(حضرت ابوہریرہ نے) فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میری خدمت میں حضرت جبرائیل حاضر ہوئے اور فرمایا کہ میں گزشتہ رات آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا لیکن مجھے اندر داخل ہونے سے صرف اس چیز نے روکا کہ دروازے پر تصویریں تھیں اور گھر میں بھی باریک پردہ تھا کہ جس پر تصویریں موجود تھیں نیز گھر میں کتا تھا لہٰذا آپ اس تصویر کے متعلق فرمادیں کہ اس کا سر کاٹ دیا جائے تاکہ وہ درخت کی طرح ہوجائے، اور پردے کے بارے میں فرمادیں کہ اُسے ٹکڑے ٹکڑے کردیا جائے اور دو مسندیں بنائی جائیں جو زمین پر ڈالی اور پاؤں سے روندی جائیں، اور کُتّے کے بارے میں فرمادیجئے کہ اسے باہر نکال دیا جائے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب کچھ اس طرح کیا۔ (ت)

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی الصور آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۱۷
جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء ان الملائکۃ لاتدخل بیتا الخ امین کمپنی دہلی ۲/۱۰۴
شرح معانی الآثار کتاب الکراہۃ باب الصور تکون فی الثیاب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۰۲

Marfat.com

دیکھئے جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بھی عرض کی کہ ان تصویروں کے سر کاٹنے کا حکم فرمادیجئے جس سے ان کی ہیات درخت کے مثل ہوجائے حیوانی صورت نہ رہے اس کا صریح مفاد تو یہی ہے کہ بے قطع راس حکم منع نہ جائیگا کہ بغیر اس کے نہ پیڑ کی مثل ہوسکتی ہیں نہ صورت حیوانی سے خارج، اور اگر تنزلی کیجئے تو اُس قدر تو لازم کہ ایسا کردیجئے جس سے وہ ایک بے جان کی صورت معلوم ہو اس سے حالت بے روحی مفہوم ہو، و لہذا علامہ سید طحطاوی رحمہ اللہ تعالٰی نے اسی قولِ دُر کی شرح میں فرمایا :

قولہ لاتعیش بدونہ انما لاتکرہ الصلٰوۃ الیھا لانھا صورۃ میت وھو لایعبد[1] اھ اقول والاولٰی وھی لاتعبد لان المشرکین انما یعبدون المیت قال اللہ تعالٰی اموات غیر احیاء[2] نعم لایصورونھم صورۃ میت بل حی۔

مصنّف کا ارشاد کہ اس کے بغیر زندگی نہ ہو۔ پس ایسی تصویر کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنا مکروہ نہیں کیونکہ وہ مردے کی تصویر ہے جبکہ مردے کی عبادت نہیں کیجاتی اھ **اقول** میں کہتا ہوں کہ زیادہ بہتر یہ ہے کہ کہا جاتا کہ مُردے کی صورت کی عبادت نہیں کی جاتی، اس لئے کہ مشرک تو مُردوں کی عبادت کیا کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالٰے نے ارشاد فرمایا: "وہ مُردے ہیں جو زندہ نہیں" ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ مُردوں کی صورت پر اُن کی تصویریں نہیں بناتے بلکہ زندوں کی صورت پر ان کی تصویریں بناتے ہیں۔ (ت)

اور شک نہیں کہ عکسی تصویریں اگرچہ نیم قد یا سینہ تک بلکہ اگر صرف چہرہ کی ہوں ہرگز نہ مثلِ شجر ہوتی ہیں نہ مُردہ، ذوالصورۃ کی حکایت کرتی ہیں بلکہ یقیناً جیتے جاگتے کی صورت دکھاتی ہیں، اور ناظرین کا ذہن اُن سے حالت حیات ذوالصورۃ ہی کی طرف جاتا ہے کوئی نہیں سمجھتا کہ یہ مردہ کی صورت ہے اور مدار حکم اسی فہم پر تھا، نہ حیات و موت حقیقی پر جس سے تصویر کو بہرہ نہیں۔ آیا نہیں دیکھتے کہ سلاطین نصارٰی اپنی ایسی ہی ناقص تصویریں سکہ پر منقوش کراتے ہیں اگر اُس سے حالتِ موت مفہوم ہوتی تو کبھی نہ چاہتے کہ سکّہ میں اپنی مردہ کی صورت دکھائیں تو انصافاً یہ عبارتِ دُرمختار بھی ان تصویروں سے نفیِ ممانعت نہیں کرتی وہ اس تصویر کے لئے ہے جسے توڑ پھوڑ کر اس حالت پر کردیں کہ اس میں حالت حیات کی حکایت نہ رہے جو اُسے دیکھے میت بے روح کی صورت جانے **اقول** (میں کہتا ہوں۔ ت) اور اب عجب نہیں کہ چہرہ کے سوا دیگر اعضائے مدارِ حیات کے عدم اصلی و اعدام بنقض و ابطال میں معنی مقصود بحکایۃ الحیاۃ عرفاً مفہوم ہونے نہ ہونے سے بعض صوروں میں فرق پیدا ہو بخلاف چہرہ کہ سرے سے نہ بنایا یا

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۷۴
[2] القرآن الکریم ۱۶/۲۱

Marfat.com

بنا ہوا توڑ دیا بہر حال حکایت نہیں ہوتی کما لایخفی فلیتسأل و باللہ التوفیق (جیسا کہ یہ بات پوشیدہ نہیں، پھر پوچھنا چاہئے، اور اللہ تعالٰی کے فضل ہی سے توفیق حاصل ہوسکتی ہے۔ ت)

ثالثاً بتوفیق اللہ عزوجل وہ تحقیق بیان کریں جس سے اس مبحث کے تمام علل و احکام و اصول و فروع متجلی ہوں۔ تصویر ممنوع میں کراہت نماز و حکم ممانعت کی علت مشائخ کرام رحمہم اللہ تعالٰی نے مشابہت عبادت صنم بتائی، ہدایہ میں صراحۃً اسی میں حصر فرمایا:

حیث قال لا باس بان یصلی و بین یدیہ مصحف معلق او سیف معلق لانھما لایعبدان و باعتبارہ تثبت الکراھۃ[1]

چنانچہ فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ آدمی نماز پڑھے جبکہ اس کے سامنے مصحف شریف یا تلوار لٹکی ہوئی ہو اس لئے کہ ان دونوں کی عبادت نہیں کی جاتی، اور باعتبارِ عبادت کراہت ثابت ہوتی ہے۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

قولہ و باعتبارہ تثبت الکراھۃ قدم المعمول لقصد افادۃ الحصر[2]

مصنف کا یہ کہنا کہ عبادت کی وجہ سے کراہت ثابت ہوتی ہے اس میں معمول کو مقدم کیا گیا ہے تاکہ حصر کا فائدہ حاصل ہو (ت)

تبیین الحقائق میں ہے:

لا تعبد اذا کانت صغیرۃ بحیث لاتبدو للناظر والکراھۃ باعتبار العبادۃ فاذا لم یعبد مثلھا لایکرہ[3]

جب تصویر چھوٹی ہو کہ دیکھنے والے کے لئے واضح نہ ہو تو اس کی عبادت نہیں کی جاتی اور کراہت بلحاظ عبادت ہے، پھر جب اس قسم کی تصویر کی عبادت نہ کی گئی تو کراہت نہیں (ت)

اور مصلی کے کپڑوں پر تصویر ہونے کی ممانعت کو حامل صنم کی مشابہت سے تعلیل فرمایا جیسا کہ ہدایہ و کافی و تبیین میں ہے:

---

[1] الہدایۃ کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ و مایکرہ فیہا المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۱۲۲

[2] فتح القدیر 〃 فصل ویکرہ للمصلی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۶۱

[3] تبیین الحقائق 〃 باب مایفسد الصلٰوۃ و مایکرہ فیہا المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/۱۶۶

Marfat.com

واللفظ للهداية[1] لو لبس ثوبا فيه تصاوير يكرہ لانه يشبه حامل الصنم والصلٰوۃ جائزۃ فی جمیع ذٰلك لاستجماع شرائطها وتعاد علی وجه غیر مکروہ[1]

ہدایہ میں یہ الفاظ ہیں کہ اگر کسی نے ایسا کپڑا پہنا کہ جس میں تصویریں ہیں تو مکروہ ہے اس لئے کہ یہ حالت بت اٹھانے والے کے مشابہ ہے اور نماز ان تمام صورتوں میں جائز ہے، اس لئے کہ اس کی تمام شرائط موجود ہیں البتہ غیر مکروہ صورت پر نماز کو لوٹایا جائے۔ (ت)

اس حصر کے منافی نہیں کہ وقت عبادت حامل صنم سے مشابہت بھی عبادت صنم سے مشابہت ہے مگر انھیں کتب سے تعلیل مسائل میں دو علتیں اور مفہوم ہوتی ہیں، ایک یہ کہ جہاں تصویر ممنوع رکھی ہو ملائکہ اس مکان میں نہیں جاتے اور جس مکان میں ملائکہ رحمت نہ آئیں وہ ہر جگہ سے بدتر ہے، دوسرے تعظیم تصویر۔ ہدایہ میں ہے:

یکرہ ان یکون فوق راسه فی السقف او بین یدیه او بحذائه تصاویر او صورۃ معلقة لحدیث جبریل انا لا ندخل بیتا فیه کلب وصورۃ[2]

یہ مکروہ ہے کہ کسی انسان کے سر کے اوپر چھت میں تصویر لگی ہوئی ہو یا اس کے سامنے ہو یا اس کے مقابل تصویریں ہوں یا کوئی تصویر لٹکی ہوئی ہو، اور اس کراہت کی وجہ حدیث جبرائیل ہے کہ انھوں نے فرمایا: "ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے کہ جس میں کتا یا تصویر ہو۔ (ت)

کافی میں اتنا زائد کیا:

وبیت لا تدخل فیه الملٰئکة شر البیوت[3]

جس گھر میں فرشتے داخل نہ ہوں وہ بدترین گھر ہے۔ (ت)

امام زیلعی نے دونوں تعلیلوں کو جمع فرمایا:

حیث قال لقوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لا تدخل الملٰئکة بیتا فیه

چنانچہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے اس ارشاد کی وجہ سے فرمایا اور وہ یہ ہے کہ فرشتے ایسے

---

[1] الہدایۃ کتاب الصلٰوۃ باب ما یفسد الصلٰوۃ وما یکرہ فیہا المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۱۲۲
[2] " " " " " " " " ۱/۱۲۲
[3] کافی شرح وافی

کلب ولاصورۃ ولانہ یشبہ عبادتہا فیکرہ[1]

گھر میں داخل نہیں ہوتے کہ جس میں کتا یا تصویر ہو۔ اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں عبادتِ تصویر کی مشابہت ہے لہذا یہ مکروہ ہے۔ (ت)

نیز کتبِ ثلثہ میں ہے:

لوکانت الصورۃ علی وسادۃ ملقاۃ او بساط مفروش لایکرہ لانہا تداس وتوطأ بخلاف ما اذا کانت الوسادۃ منصوبۃ اوکانت علی السترۃ لانہ تعظیم لہا[2] اھ ھذا لفظ الہدایۃ ولفظ الکافی والتبیین اوکانت علی الستر[3] اعنی بدون التاء وھو اولی کما لایخفی۔

اگر کوئی تصویر پڑے ہوئے تکیے پر ہو یا بچھے ہوئے بچھونے پر ہو تو مکروہ نہیں اس لئے کہ اس صورت میں اسے پامال کیا جاتا ہے اور پاؤں میں رکھا جاتا ہے بخلاف اس صورت کے کہ جب تکیہ کھڑا کیا جائے یا پردے پر کوئی تصویر ہو (اس صورت میں کراہت ہوگی) اس لئے کہ تصویر کی تعظیم پائی گئی اھ یہ الفاظ ہدایہ کے ہیں، اور کافی اور تبیین کے یہ الفاظ ہیں یا کسی پردے پر تصویر کے نقوش ہوں۔ میری مراد یہ ہے کہ لفظ ستر کے آخر میں حرف "تا" نہیں ہونا چاہئے اور یہ زیادہ بہتر ہے، جیسا کہ مخفی نہیں۔ (ت)

محقق نے فتح القدیر میں صرف مکان میں تصویر ممنوع بروجہ اکرام رکھے ہونے کی کراہت کو نماز کی طرف ساری بتایا اگرچہ شبہہ عبادت نہ ہو،

حیث قال لوکانت الصورۃ خلفہ او تحت رجلیہ ففی شرح عتاب لاتکرہ الصلوۃ ولکن تکرہ کراھۃ جعل الصورۃ فی البیت للحدیث ان الملئکۃ لاتدخل بیتا فیہ کلب اوصورۃ الا

چنانچہ فتح القدیر نے فرمایا اگر تصویر پس پشت ہو یا اس کے دونوں پاؤں کے نیچے پڑی ہو تو شرح عتاب میں فرمایا کہ اس صورت میں نماز مکروہ نہ ہوگی لیکن تصویر کا گھر میں رکھنا مکروہ ہے اس حدیث کی بناء پر کہ "اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو" مگر

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الصلوۃ باب یفسد الصلوۃ ومایکرہ فیہا المطبعۃ الکبری بولاق مصر ۱/۱۶۶
[2] الہدایۃ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۱۲۲
[3] تبیین الحقائق 〃 〃 〃 〃 〃 〃 المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/۱۶۷

Marfat.com

ان هذا یقتضی کراهة کونها فی بساط مفروش وعدم الکراهة اذا کانت خلفه وصریح کلامهم فی الاول خلافه وقوله (ای صاحب الهدایة) اشدها کراهة ان تکون امام المصلی الی ان قال ثم خلفه یقتضی خلاف الثانی ایضا لکن قد یقال کراهة الصلٰوة ثبتت باعتبار التشبه بعبادة الوثن ولیسوا یستدبرونه ولا یوطونه فیها ففیما یفهم مما ذکرنا من الهدایة (ای من الکراهة اذا کانت خلف المصلی) نظر وقد یجاب بانه لا بعد فی ثبوتها فی الصلٰوة باعتبار المکان کما کرهت الصلٰوة فی الحمام علی احد التعلیلین وهو کونها ماوی الشیاطین فان قیل فلم لم یقل بالکراهة ان کانت تحت القدم وما ذکرت یفیده لانها فی البیت، وبه یعترض علی المصنف ایضا حیث یقول لا یکره کونها

اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ اگر تصویر کسی بچھے ہوئے بچھونے پر ہو تو کراہت ہوگی لیکن اس وقت کراہت نہ ہوگی جبکہ تصویر اس کے پیچھے ہو۔ اور درصورت اول ائمہ کرام کا صریح کلام اس کے خلاف ہے۔ اور صاحب ہدایہ کا ارشاد کہ شدید تر کراہت ہوگی، اگر کوئی تصویر نمازی کے آگے ہو۔ یہاں تک کہ فرمایا پھر اس سے کم درجہ کراہت ہوگی جبکہ تصویر اس کے پیچھے ہو۔ اور یہ صورت ثانیہ کے خلاف کا تقاضا کرتی ہے لیکن کبھی یہ بھی کہہ دیا جاتا ہے کہ نماز میں ثبوت کراہت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں عبادت صنم سے تشبہ ہے، حالانکہ کسی صنم کے پجاری دونوں صورتوں میں نہ تو اس سے پیٹھ پھیرتے ہیں نہ ہی اسے پامال کرتے ہیں لیکن جو کچھ ہم نے ہدایہ سے ذکر فرمایا اس سے تو یہی مفہوم ہوتا ہے کہ اگر تصویر نمازی کے پیچھے ہو تو بھی کراہت ہوگی۔ لہذا اس قول میں نظر اور اشکال ہے۔ لیکن کبھی یہ جواب دیا جاتا ہے کہ بحیثیت مکان کراہت نماز کے ثبوت میں کوئی بعد نہیں۔ جیسا کہ ایک تعلیل کے مطابق حمام میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اس لئے کہ وہ شیاطین کا ٹھکانا (اور مرکز) ہے۔ اگر کہا جائے کہ یہ کیوں نہ کہا گیا کہ اگر تصویر پاؤں میں پڑی ہو تو بھی کراہت ہوگی، حالانکہ جو کچھ بیان فرمایا گیا اس سے تو یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے، اس لئے کہ تصویر گھر میں موجود ہے، باوجودیکہ اس سے

Marfat.com

فی وسادۃ ملقاۃ فالجواب لایکرہ جعلہا فی المکان کذلک لیتعدی الی الصلوۃ وحدیث جبریل مخصوص بذلک[1] اھ ملخصا۔

مصنف علیہ الرحمۃ پر اعتراض کیا جاسکتا ہے، اس لئے کہ وہ فرمارہے ہیں کہ اگر پڑے ہوئے گدّے میں تصویر ہو تو کراہت نہ ہوگی، تو اس کا جواب یہ ہے کہ مکان میں بایں طور تصویر رکھنا مکروہ نہیں تاکہ نماز کی طرف تعدیہ ہو، اور حدیث جبریل اس سے مخصوص ہے اھ ملخصاً (ت)

اُن کے تلمیذ محقق ابن امیر الحاج نے حلیہ میں صرف امتناع ملٰئکہ کے علت ہونے کا استظہار اور تشبہ پر مدار سے انکار فرمایا، ہاں اُسے موجب زیادت کراہت بتایا،

وھذا نصہ فان قیل ان کانت العلۃ فی الکراھۃ کون المحل الذی تقع فیہ الصلوۃ لاتدخلہ الملٰئکۃ حینئذ لان شرالبقاع بقعۃ لاتدخلہ الملٰئکۃ فینبغی ان تکرہ الصلوۃ فی بیت فیہ الصورۃ سواء کانت مھانۃ اوغیر مھانۃ فان ظاھر نص الصحیحین عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتدخل الملٰئکۃ بیتا فیہ کلب ولاصورۃ یقتضی انہ لاتدخل الملٰئکۃ ھذا البیت ایضا (ای مافیہ الصورۃ مھانۃ) لان النکرۃ فی سیاق النفی عامۃ غایۃ الامر ان کراھۃ الصلوۃ فیما

چنانچہ محقق موصوف کی یہ تصریح ہے، اگر کہا جائے کہ کراہت کی علت گھر میں فرشتوں کا داخل نہ ہونا ہے تو جس گھر میں تصویر موجود ہو وہاں نماز مکروہ ہو وہ تصویر خواہ تذلیل کی صورت میں ہو ہو یا غیر تذلیل کی صورت میں ہو، کیونکہ بخاری اور مسلم کی ظاہر نص یہی چاہتی ہے کہ اس گھر میں بھی فرشتے داخل نہ ہونگے جس میں تصویر بصورتِ تذلیل ہی رکھی ہو کیونکہ نکرہ سیاق نفی میں عام ہوتا ہے اور نص جو حضور اکرم (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وصحبہ وسلم) سے مروی ہے وہ یہ ہے کہ اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے کہ جس میں کتا یا تصویر موجود ہو۔ (نکرہ سیاق نفی میں عام ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ حدیث پاک میں لفظ "بیتاً" نکرہ ہے جس کا معنی "کوئی گھر" ہے اور یہ "لاتدخلہ" جو جملہ منفیہ ہے اسکے تحت داخل ہے یعنی فرشتے

---

[1] فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ باب یفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۶۲

Marfat.com

اذا كانت الصورة فی موضع سجوده او امامه اوفوقه اشد وان كانت العلة فی الكراهة التشبه بعبادة الصورة فلا تكره اذا لم تكن امامه ولا فوق راسه لان التشبه لايظهر الا اذا كان علی احد هذين الوجهين فالجواب ان الذی يظهر ان العلة هی الامر الاول واما الباقی فعلاوة تفيد اشدية الكراهة غير ان عموم النص المذكور مخصوص باخراج ما تقدم اخراجه من الكراهة[1] اھ ملخصا۔

کسی ایسے گھر میں نہیں جاتے جہاں کسی بھی حالت میں تصویر موجود ہو۔ مترجم) انتہائی اچھّی ہے کہ نماز میں اس صورت میں شدید تر کراہت ہوگی جبکہ تصویر محلِ سجدہ میں ہو یا نمازی کے آگے یا اس کے اوپر ہو۔ اور اگر کراہت کی علت عبادت تصویر سے تشبہ ہو تو اگر تصویر نمازی کے آگے یا اس کے سر کے اوپر نہ ہو تو کراہت نہ ہوگی کیونکہ تشبہ صرف ان دو صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے ——

—— جواب یہ ہے کہ جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ علت صرف پہلا امر ہے، اور اس کے علاوہ جو کچھ باقی ہے وہ شدید تر کراہت کا فائدہ دیتا ہے۔ علاوہ یہ کہ نص مذکور کا عموم، مخصوص منہ البعض ہے کہ اس سے وہ کراہت خارج کر دی گئی کہ جس کے اخراج کا ذکر پہلے آگیا ہے اھ ملخصاً (ت)

اسی بنا پر صور صغار سے نفی کراہت کی دلیل کہ ہدایہ وکافی وتبیین وعامہ مشائخ کرام نے افادہ فرمائی اور اُن کے شیخ محقق علی الاطلاق نے اس پر تقریری اعتراض فرمادیا،

فقال اما عدم الكراهة اذا كانت الصورة صغيرة لاتظهر للناظر علی بعد فقالوا لانها لاتعبد والكراهة انما كانت باعتبار شبه العبادة[2] وقد عرفت ما فی هذا۔

محقق ابن ہمام نے فرمایا، رہی یہ بات کہ کراہت نہ ہوگی جبکہ تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ دیکھنے والے کیلئے دُور سے واضح اور نمایاں نہ ہو تو ائمہ فقہ نے عدمِ کراہت کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اس قدر چھوٹی تصویر کی عبادت نہیں کی جاتی، اور تحققِ کراہت باعتبار شبہ عبادت ہے، بلاشبہہ اس میں جو نقص ہے آپ اسے پہچان گئے (ت)۔

صاحبِ بحر نے بحر میں ان کی تبعیت کی بلکہ ان کے استظہار پر جزم کیا،

فقال انما لم تكره الصلوة فی بيت

مصنف بحرالرائق نے فرمایا، ایسے گھر میں نماز پڑھنی

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] " " "

Marfat.com

فیہ صورۃ مھانۃ مع عموم الحدیث ان الملئکۃ لاتدخلہ و ھو علۃ الکراھۃ لوجود مخصص (الی ان قال) الا ان تکون صغیرۃ لان الصغار جدا لاتعبد والکراھۃ انما کانت باعتبار شبہ العبادۃ کذا قالوا وقد عرفت مافیہ[1] اھ قال فی منحۃ الخالق مافیہ ای ان العلۃ لیست التشبہ بل عدم دخول الملئکۃ علیھم السلام[2] اھ

اقول کل کلامہ ھٰھنا ماخوذ عن الحلیۃ وان لم یعز الیھا و لم یقدم ما قدم ھو لنفی علیۃ التشبہ من لزوم ان لاتکرہ اذا لم تکن امامہ و لا فوقہ فلم یستقم لہ قولہ قد عرفت ما فیہ۔

مکروہ نہیں کہ جس میں تصویر کی تذلیل ہو باوجود عموم حدیث کہ تصویر والے گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے، اور ان کا غیر دخول کراہت کے لئے علت ہے باوجودیکہ اس کا مخصص موجود ہے، یہاں تک کہ فرمایا، مگر یہ کہ تصویر چھوٹی ہو، کیونکہ بلاشبہہ چھوٹی تصویروں کی عبادت نہیں ہوتی، اور کراہتہ باعتبار شبہہ عبادت ہے، ائمہ کرام نے یونہی ذکر فرمایا۔ اور تمھیں معلوم ہے جو کچھ اس میں کمزوری ہے اھ، منحۃ الخالق میں فرمایا جو کچھ اس میں ہے (مافیہ) یعنی علت محض تشبہ نہیں بلکہ ملائکہ کرام علیہم السلام کا وہاں عدمِ دخول ہے اھ

اقول (میں کہتا ہوں) یہاں اُن کا سارا کلام الحلیہ سے ماخوذ ہے اگرچہ اس کی طرف نسبت نہیں کی اور مقدم نہیں کیا (یعنی پہلے ذکر نہیں کیا) جو کچھ اس نے مقدم کیا تھا "علیۃ" تشبہ کی نفی کے لئے بوجہ اس لزوم کے کہ نماز مکروہ نہیں ہوتی جبکہ تصویر آگے اور اوپر نہ ہو۔ لہٰذا اس کا یہ کہنا کہ قد عرفت مافیہ ٹھیک اور مستقیم نہیں۔ (ت)

ثم المحقق الحلبی نے اثنائے کلام میں دو علت باقی اعنی تشبہ و تعظیم کی طرف بھی میل فرمایا یہاں تک کہ صورت تشبہ و شبہہ تعظیم کو موجب ٹھہرایا اور بحر نے بدستور اتباع کیا،

وھذا نص الحلیۃ بعد ما قدمنا عنھا وذکر الاحادیث المخصصۃ، قال نعم علی ھذا یقال ینبغی ان لاتکرہ الصلوۃ علی بساط فیہ صورۃ وان کانت فی

حلیہ کی یہ تصریح، اس کے بعد سے جو کچھ ہم اس کے حوالہ سے، پہلے بیان کر آئے ہیں، اور بعد ذکر فرمانے احادیث مخصصہ کے فرمایا چنانچہ اس نے کہا کہ ہاں اِس روش پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ پھر تو مناسب ہے کہ نماز ایسے بچھونے پر

---

[1] بحرالرائق کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیھا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۷، ۲۸
[2] منحۃ الخالق علی البحرالرائق " " " " " "

Marfat.com

موضع السجود لان ذٰلك ليس بمانع من دخول الملئكة كما افادته هذه النصوص[1]، فان قلت الكراهة فی هذه الصورة انما هی معللة بالتشبہ بعبادة الاصنام لاغیر قلت یمکن ان یقال وجود التشبه المذکور فی هذه الصورة ممنوع فان عباد التماثیل والصور لایسجدون علیها وانما ینصبونها ویتوجهون الیها بل الذی ینبغی ان یکرہ علی هذا اما اذا کانت الصورة امامه لافی موضع سجودہ اللّٰهم الا ان یقال انها اذا کانت امامه فی موضع سجودہ تکون فی الصلوٰة صورة الشبه بالعبادة لها فی حالة القیام والرکوع ثم فی حالة السجود علیها ان لم یوجد التشبه بعبادتها فهو لایعری عن نوع شبه بتعظیم الصور لان ذٰلك یشبه فی صورة الخضوع لها وتقبیلها ولاباس بهذا التوجیه وان لم یذکروہ۔

مکروہ نہ ہو کہ جس میں تصویر ہو اگرچہ وہ جائے سجدہ میں ہو کیونکہ یہ دخول ملائکہ سے مانع نہیں جیسا کہ ان نصوص نے افادہ بخشا۔ اگر کہا جائے کہ اس صورت میں کراہت معللہ کی علت صرف تشبہ عبادت اصنام ہے اور کچھ نہیں۔ میں کہتا ہوں ممکن ہے یہ کہا جائے کہ اس صورت میں "تشبہ" مذکور کا پایا جانا ممنوع (غیر مسلّم) ہے اس لئے کہ مورتیوں اور تصویروں کے پجاری اُن پر سجدہ نہیں کرتے بلکہ انہیں کھڑا کرکے ان کی طرف متوجہ رہتے ہیں بلکہ مناسب یہ ہے کہ اس صورت میں کراہت اس وقت ہو کہ جب تصویر اس کے آگے ہو نہ کہ اُس کے محل سجدہ میں ہو۔ اے اللہ! تیری ہی نصرت سے یہ کہا جائے کہ جب تصویر اس کے آگے اس کی جائے سجدہ میں ہو تو پھر نماز میں بحالتِ قیام اور رکوع تشبہ عبادت صورتاً پایا جائے گا، پھر تصویر پر سجدہ کرنے کی صورت میں اگرچہ تصویر کے لئے تشبہ عبادت نہ پایا جائے گا تاہم یہ حال اس سے خالی نہ ہوگا کہ اس میں تعظیم تصویر کا ایک نوع شبہ ہوگا۔ کیونکہ یہ صورت تصویر کے لئے عاجزی اور اسکی بوسہ زنی کے مشابہ ہوگی، اور اس توجیہ کے ذکر کرنے میں کچھ حرج نہیں اگرچہ ائمہ کرام نے اسے ذکر نہیں فرمایا۔ (ت)

علامہ شامی نے تشبہ و تعظیم دو علتیں رکھیں اور امتناعِ ملائکہ سے تعلیل کو نامناسب ٹھہرایا

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

Marfat.com

اولاً باتباع ہدایہ وغیرہا فرمایا:

علۃ کراھۃ الصلٰوۃ بھا التشبہ [1]

تصویر کے ساتھ نماز پڑھنے کی کراہت کی علت تشبہ عبادت ہے (ت)

پھر چند قول کے بعد لکھا:

قد ظھر من ھذا ان علۃ الکراھۃ فی المسائل کلھا اما التعظیم او التشبہ علی خلاف ما یاتی [2]

اس سے یہ ظاہر اور واضح ہوا کہ ان تمام مسائل میں کراہت کی علت دو چیزوں میں سے ایک چیز ہے (۱) تعظیم (۲) یا تشبہ عبادت۔ اس کے خلاف ہے جو کچھ آگے آئے گا۔ (ت)

پھر ایک صفحہ کے بعد کلام مذکور حلیہ و بحر تلخیص کرکے فرمایا:

اقول الذی یظھر من کلامھم ان العلۃ اما التعظیم او التشبہ کما قدمناہ والتعظیم اعم کما لوکانت عن یمینہ او یسارہ او موضع سجود فانہ لاتشبہ فیھا بل فیھا تعظیم وما کان فیہ تعظیم وتشبہ فھو اشد کراھۃ، وخبر جبریل علیہ الصلٰوۃ والسلام معلول بالتعظیم بدلیل الحدیث الاٰخر وغیرہ فعدم دخول الملٰئکۃ انما ھو حیث کانت الصورۃ معظمۃ وتعلیل کراھۃ الصلٰوۃ

میں کہتا ہوں جو کچھ اُن کے (ائمہ کرام کے) کلام سے ظاہر ہوتا ہے وُہ یہ ہے کہ کراہت کی علت تعظیم یا تشبہ ہے، جیسا کہ ہم نے اس کو پہلے بیان کردیا ہے، اور تعظیم زیادہ عام ہے جیسا کہ اگر تصویر اس کی دائیں یا بائیں طرف ہو یا اس کے محلِ سجدہ میں ہو (تو تعظیم پائی جائے گی) کیونکہ ان صورتوں میں تشبہ عبادت نہیں بلکہ ان میں صرف تعظیم ہے، لیکن جس صورت میں تعظیم اور تشبہ دونوں ہوں تو پھر اس میں شدید تر کراہت ہوگی، اور حضرت جبریل علیہ السلام کی خبر معلول بالتعظیم ہے اس کی دلیل دوسری حدیث وغیرہ ہے، اور فرشتوں کا داخل نہ ہونا وہاں ہے جہاں تصویر تعظیم سے رکھی ہو، اور نماز کے مکروہ ہونے کی تعلیل تعظیم کو

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۳۵

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/ ۴۳۵

Marfat.com

بالتعظیم اولٰی من التعلیل بعدم الدخول لان التعظیم قد یکون عارضا لان الصورۃ اذا کانت علی بساط مفروش تکون مھانۃ لاتمنع من الدخول ومع ھذا لو صلی علی ذٰلک البساط وسجد علیھا تکرہ لان فعلہ ذٰلک تعظیم لھا والظاھر ان الملٰئکۃ لاتمنع من الدخول بذٰلک الفعل العارض[1]

قرار دینا عدمِ دخول ملائکہ کو تعلیل قرار دینے سے کہیں بہتر ہے کیونکہ تعظیم کبھی عارضی ہوتی ہے مثلاً تصویر کسی بچھے ہوئے بچھونے پر تذلیل سے پڑی ہو تو پھر یہ دخولِ ملائکہ سے مانع نہ ہوگی۔ اس کے باوجود اگر اس بچھونے پر نماز پڑھے اور اس تصویر پر سجدہ کرے تو کراہت ہوگی، کیونکہ اس کا یہ فعل تصویر کی تعظیم ہے، اور ظاہر ہے کہ اس عارضی فعل کی وجہ سے فرشتے وہاں جانے سے نہیں رُکتے۔ (ت)

عجب یہ کہ علامہ قوام کاکی نے درایہ میں بعض صورتیں تعظیم وتشبہ دونوں منتفی مان کر کراہت ثابت مانی۔ درمختار میں ہے:

اختلف فی ما اذا کان التمثال خلفہ والاظھر الکراھۃ[2]

اس میں اختلاف کیا گیا جبکہ تصویر پیٹھ پیچھے ہو، زیادہ ظاہر یہ ہے کہ کراہت ہوگی الخ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لکنھا فیہ ایسر لانہ لاتعظیم فیہ ولاتشبہ معراج[3]

لیکن کراہت اس میں زیادہ آسان ہے کیونکہ اس میں نہ تو تعظیم ہے اور نہ تشبہ ہے، معراج (ت)

علامہ شامی نے اس نفی کی یہ توجیہ کی:

قلت وکان عدم التعظیم فی التی خلفہ وان کانت علی حائط او ستارۃ فی استدبارھا استھانۃ لھا فیعارض مافی تعلیقھا من التعظیم بخلاف ما علی بساط مفروش ولم یسجد علیھا فانھا مستھانۃ

میں کہتا ہوں اگر تصویر پیٹھ پیچھے ہو تو گویا اس کی کوئی تعظیم نہیں اگرچہ دیوار یا پردے پر ہو اس لئے کہ اُسے پیٹھ پیچھے رکھنے میں اس کی توہین و تذلیل ہے، اور تصویر لٹکانے میں جو اس کی تعظیم ہے وہ اس کے معارض ہے بخلاف اس صورت کے تصویر بچھائے گئے بچھونے پر ہو لیکن اس پر سجدہ نہ کرے پھر وہ توہر وجہ

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیھا داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۳۶

[2] درمختار " " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۲

[3] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیھا داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۳۵

Marfat.com

من کل وجہ[1]

ذلیل وخوار ہے۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں) اور عجب تر یہ کہ باوصف انتفائے وصفین اثبات کراہت کی یہ توجیہ فرماکر اس کے متصل ہی وہ لکھا کہ:

قد ظهر من هذا ان علة الكراهة في المسائل كلها التعظيم او التشبه وهل هو الا تفريع على النقض[2]

اس میں اختلاف کیا گیا جبکہ تصویر پیٹھ پیچھے ہو (کہ اس کا حکم کیا ہے) پس زیادہ ظاہر یہ ہے کہ کراہت ہوگی بیشک اس سے واضح ہوا کہ ان مسائل میں کراہت کی علت تعظیم یا تشبہ ہے، اور یہ تو نہیں مگر تفریع بر نقض۔ (ت)

یہ ہیں بظاہر سات رنگ کے اقوال، **وانا اقول** وباللہ التوفیق وبه الوصول الی ذری التحقیق (اور میں کہتا ہوں اللہ ہی کی طرف سے توفیق ہے اور اسی سے ہے تحقیق کی بلندیوں تک پہنچنا۔ ت) افادات مشائخ کرام کہ ہدایہ واتباع ہدایہ میں مذکور ہوئے ضرور حق وصحیح، اور ہر غبار سے پاک ونجیح ہیں بیشک سوا تشبہ کے کچھ علت نہیں، اور بیشک تعظیم علت ہے، اور بیشک امتناع ملائکہ علت ہے، متاخرین کے اختلافات وترددات کا منشا ان امور ثلثہ میں تفارق سمجھنا ہے حالانکہ اُن میں باہم تلازم ہے تشبہ عبادت بے تعظیم ناممکن ہونا تو بدیہی کہ عبادت غایت تعظیم ہے جہاں اصلاً کسی طرح شائبہ تعظیم نہ ہو وہاں شبہہ عبادت کیا معنی، ولہذا اگر بساط مفروش میں تصویر ہو اور وہ بساط جانماز نہ ہو نہ مصلّی تصویر پر سجدہ کرے تو ہمارے ائمہ کے اجماع سے اصلاً کراہت نہیں کہ اب کوئی وجہ تعظیم نہ پائی گئی تو تشبہ عبادت کہ یہی علت تھا متحقق نہ ہوا کما تقدم من الکتب الثلثة ومثله فی سائرھن (جیسا کہ تین کتابوں کے حوالے گزر چکے اور باقی کتابوں میں بھی اسی طرح ہے۔ ت) یونہی تعظیم تصویر تشبہ عبادت کو مستلزم کہ تعظیم دونوں کو جامع ہے جب اس کا درجہ اعلٰی عبادت ہے ادنٰی میں اُس سے مشابہت ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) یہ اس لئے کہ تصویر کو کوئی علاقہ رب عزوجل سے نہیں اور حقیقی مستحق ہر تعظیم وہی حقیقی جلیل عظیم عزجلالہ ہے معظمان دینی کی تعظیم اسی کی طرف نسبت وعلاقہ سے ہے وہ غایت عظمت میں ہے تو غایت تعظیم اعنی عبادت اُسی کے لائق، دوسرے کہ اُس سے منتسب ہیں اپنی اپنی نسبتوں کے قدر اُس کے حکم سے دیگر معظمات نازلہ کے مستحق، تو یہ تعظیمیں "اعطاء کل ذی حق حقہ" کے قبیل سے ہوئیں بلکہ حقیقۃً اُسی کی تعظیم ہیں، ولہذا حضور سید العالمین اعظم المعظمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان من اجلال اللہ اکرام ذی الشیبة

بوڑھے مسلمان اور سنّی عالم اور عادل بادشاہ کی

---

[1] و [2] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۳۵

Marfat.com

المسلم وحامل القرآن غیر الغالی فیہ والجافی عنہ واکرام السلطان المقسط رواہ ابوداؤد[1] بسند حسن عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

تعظیمیں اللہ ہی کی تعظیم ہیں (امام ابوداؤد نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت فرمایا ہے۔ ت)

مگر جس وجہ کو اُس عظیم حقیقی سے علاقہ نہیں وہ اصلاً لائق تعظیم نہیں اور اب جو اس کی ذرا بھی تعظیم کی جائے گی استقلال کی بُو دے گی کہ علاقہ تبعیت منتفی ہے لاجرم تشبہ عبادت سے مفر نہ ہوگا، ولہذا امام علام فخر الاسلام نے شرح جامع صغیر میں فرمایا:

امساك الصورة علی سبیل التعظیم ظاهرا مکروه لان ذلك یشبه عبادة الصنم اھ نقله عنه فی الحلیة[2]۔

برملا بطور تعظیم کسی تصویر کو اٹھانا مکروہ ہے کیونکہ اس میں عبادتِ صنم سے مشابہت ہے اھ "الحلیہ" میں اس کو اسی راوی (ابوموسٰی اشعری) سے نقل کیا ہے۔ (ت)

یوہیں امتناعِ ملائکہ اُسی گھر میں جانے سے ہوگا جہاں تصویر بر وجہ تعظیم رکھی ہو ورنہ ہرگز نہیں، حدیث مذکور ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی اس میں نصِ صریح ہے، امین الوحی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنے نہ حاضر ہونے کی وجہ یہ عرض کی کہ پردہ پر تصویریں منقوش تھیں اور اس کا علاج یہ گزارش کیا کہ اسے کاٹ کر دو مسندیں بنائی جائیں کہ زمین پر ڈالی اور پاؤں سے روندی جائیں، اگر اس کے بعد بھی امتناع باقی رہتا تو علاج کیا ہوا،

فانتفی قول العتابی فیما کانت تحت قدمیه انها تکره کراهة جعلها فی البیوت لاجل الحدیث وقد تقدم عن الفتح انه خلاف صریح کلامهم اقول بل خلاف صریح کلام

لہذا علامہ عتابی کا قول منفی اور زائل ہوگیا کہ اگر تصویر قدموں میں پڑی ہو تو پھر بھی کراہت ہوگی کہ وہ گھر میں موجود ہے، اور ایسا حدیث کی وجہ سے ہے، اور فتح القدیر کے حوالہ سے پہلے بیان ہوچکا کہ بات کلامِ ائمہ کرام کے بالکل صریح خلاف ہے اقول (میں کہتا ہوں)

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی تنزیل الناس منازلہم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۰۹
[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

Marfat.com

محرر المذہب محمد حیث قال فی مؤطاہ بعد ما روی حدیثا فی المعنی وبھذا ناخذ ماکان فیہ من تصاویر من بساط یبسط او فراش یفرش او وسادۃ فلا باس بذٰلک انما یکرہ من ذٰلک فی الستر وماینصب نصبا وھو قول ابی حنیفۃ والعامۃ من فقہائنا[1] اھ وقد روی الطبرانی فی الاوسط عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ رخص فیما کان یوطأ وکرہ ماکان منصوبا[2]۔

(یہی نہیں) بلکہ یہ محررِ مذہب (مذہب کو قلمبند کرنے والا) امام محمد کے کلام کے بھی صریح خلاف ہے جیسا کہ امام محمد نے اپنی مؤطا میں ارشاد فرمایا، بعد روایت کرنے حدیث کے اس معنی میں یہی وجہ ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ جس بچھائے ہوئے بچھونے پر تصویریں ہوں یا بچھائے گئے فرش یا تکیے میں ہوں تو اُن میں کچھ حرج نہیں، ہاں اگر پردے پر نقش ہوں یا کسی کھڑی کی ہوئی چیز میں ہو تو ضرور کراہت ہوگی۔ اور یہی امام ابوحنیفہ اور ہمارے عام فقہائے کرام کا ارشاد ہے اھ اور امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے نبی مکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرمائی کہ جو تصویر پامال اور ذلیل شدہ ہو آپ نے اس کی رخصت اور اجازت دی، اور جو اِستادہ اور بحالتِ قیام ہو اُسے ناپسند فرمایا۔ (ت)

ردالمحتار میں ٹھیک کہا کہ:

عدم دخول الملئکۃ انما ھو حیث کانت الصورۃ معظمۃ[3]۔

فرشتوں کا کسی گھر میں داخل نہ ہونا اُس وقت ہے جبکہ تصویر عظمت سے رکھی ہو۔ (ت)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:

قال الخطابی انما لاتدخل

علامہ خطابی نے فرمایا: فرشتے اُس گھر میں

---

[1] مؤطا الامام محمد باب التصاویر والجرس وما یکرہ منہا آفتاب عالم پریس لاہور ص ۳۸۲
[2] المعجم الاوسط حدیث ۵۶۹۹ مکتبۃ المعارف ریاض ۶/ ۳۲۹
[3] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۳۶

Marfat.com

الملئكة بيتا فيه كلب او صورة مما يحرم
اقتناؤه من الكلاب و الصور
واما ما ليس بحرام من كلب
الصيد والزرع و الماشية ومن
الصورة التى تمتهن فى البساط
والوسادة وغيرهما فلا يمنع
دخول الملئكة بيته، قال النووى
والاظهر انه عام فى كل
كلب وصورة وانهم يمتنعون
من الجميع لاطلاق
الاحاديث ولان الجرو الذى
كان فى بيت النبى صلى الله
تعالٰى عليه وسلم تحت
السرير كان له فيه عذر
ظاهر لانه لم يعلم به، ومع
هذا امتنع جبريل عليه
الصلوٰة والسلام من
دخول البيت وعلله بالجرو اھ [1]
ما نقله القارى مقرا
عليه **اقول** ما قاله
الامام النووى رحمه الله
تعالٰى ورحمنا به محتمل
فى الكلب على نزاع ظاهر

نہیں داخل ہوتے کہ جس میں ایسا کتّا یا ایسی تصویر
ہو اُن کتوں یا اُن تصویروں میں سے کہ جن کا محفوظ
رکھنا حرام ہے۔ لیکن جس کتے اور تصویر کا محفوظ
رکھنا حرام نہیں مثلاً شکاری کتا یا کھیتی باڑی اور
مال مویشی کی حفاظت کے لئے کتّا رکھنا، یا وہ
تصویر جو توہین و تذلیل کی صورت میں بچھونے اور
تکیے وغیرہ پر ہو (اور ایسی تصویر کا رکھنا حرام
نہیں) لہذا یہ فرشتوں کو گھر میں داخل ہونے سے
نہیں روکتی۔ امام نووی نے فرمایا: زیادہ ظاہر
یہ ہے کہ حکم مذکور عام ہے ہر کتّے اور ہر تصویر کو
شامل ہے لہذا فرشتے اُن سب وجہوں سے جانے
سے رک جاتے ہیں اس لئے کہ احادیث وارده میں
اطلاق ہے (یعنی ان میں کوئی قید مذکور نہیں)
اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جو بچۂ سگ
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کاشانۂ اقدس میں
تھا وہ تخت کے نیچے روپوش تھا اور اس میں
حضور پاک کے لئے ایک واضح عذر تھا کیونکہ آپ
کو اس کی پُوری تفصیل معلوم نہ تھی (اور اسکی وجہ
آپ کی توجہ بھی) پس اس کے باوجود حضرت
جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام گھر میں داخل ہونے
سے رُک گئے، اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ
گھر میں بچۂ سگ موجود ہے اھ جو حضرت ملا علی
قاری نے اقرار کرتے ہوئے نقل فرمائی **اقول**

[1] مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب اللباس تحت حدیث ۴۴۸۹ ۸/۲۶۵ و ۲۶۶

Marfat.com

فیما استدل له به وان تبعه
فیه الشیخ فی اشعة اللمعات
ورجع اخرا الی استثناء
کلب یحل اقتناؤه وذلک لانه
کم من فرق بین مارخصه
الشرع لحاجة وبین ماوقع
من غیر المرخص بدون
علم وما مثله الا کنجاسة
معفوة شرعا و اخری
کثیرة صلی معها من دون
علم بها ، اما ماذکر
فی الصورة فلا یصرح
حدیث جبریل المذکور،
وایضا اخرج البخاری
والامام احمد عن ام المؤمنین
انها کانت اتخذت علی سهوة ۱
لها سترا فیه تماثیل
فهتکه النبی صلی الله
تعالٰی علیه وسلم قالت
فاتخذت منه نمرقتین
فکانتا فی البیت نجلس
علیهما زاد احمد ولقد
رأیته متکئا علی احداهما

(میں کہتا ہوں) جو کچھ امام نووی نے ارشاد فرمایا
(اللہ تعالٰی ان پر رحمت برسائے اور ان کے
طفیل ہم پر بھی رحمت کا نزول فرمائے) کہتے میں
واضح نزاع کی وجہ سے اس کا احتمال ہے کہ جس
سے موصوف نے استدلال کیا ہے اگرچہ شیخ
محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی اس
مسئلہ میں ان کا ساتھ دیا ہے اور آخر میں اس
کتے کا استثناء فرمایا کہ جس کی حفاظت کرنا
شرعاً حلال اور جائز ہے، یہ اس لئے کہ بڑا
فرق ہے اس کے درمیان کہ جس کی کسی ضرورت
سے شریعت نے اجازت اور رخصت دی اور
اس کے درمیان کہ بغیر رخصت دیئے بغیر
علم واقع ہوا۔ اور اس کی مثال نہیں مگر اس
مقدارِ نجاست کی طرح جو شرعاً معاف ہے۔
اور دوسری مقدار عفو سے بہت زیادہ ہے
کہ بغیر علم اس کے ساتھ کسی شخص نے نماز
پڑھی۔ لیکن جو کچھ تصویر (صورة) کے بارے
میں ذکر کیا گیا ہے تو ذکر کردہ حدیث جبریل
اس کی کوئی تصریح نہیں کرتی، نیز بخاری اور
امام احمد نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ
کے حوالے سے اس کی تخریج فرمائی کہ مائی صاحبہ
نے طاق پر ایک پردہ لٹکایا جس میں نقشی تصویریں
تھیں، تو حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

۱ صحیح البخاری کتاب المظالم والقصاص باب هل تکسر الدنان التی فیها الخمر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۳۷

Marfat.com

وفیہا صورۃ[1] اھ وماکان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لیترك فی البیت شیئا یمنع دخول جبریل علیہ الصلٰوۃ والتسلیم بل فی حدیثہا رضی اللہ تعالٰی عنہا عند الطحاوی قالت اشتریت نمرقۃ فیہا تصاویر فلما دخل علیّ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رأہا تغیر ثم قال یا عائشۃ ما ھٰذہ فقلت نمرقۃ اشتریتہا لك تقعد علیہا قال انا لاندخل بیتا فیہ تصاویر[2]، فالحق ان الامتناع مختص بغیر المھانۃ، واللہ تعالٰی اعلم۔

نے اُسے پھاڑ ڈالا۔ مائی صاحبہ نے فرمایا: پھر میں نے اس کے دو چھوٹے تکیے بنا ڈالے، وہ گھر میں رکھے ہوتے، اور ہم اہل خانہ ان پر بیٹھتے (یعنی ان سے ٹیک لگا کر بیٹھتے) امام احمد نے اس پر اتنا اضافہ کیا، بلاشبہ میں نے حضور پاک کو دیکھا کہ آپ ان دونوں میں سے ایک پر ٹیک لگا کر تشریف فرما ہوتے جبکہ اس پر تصویر تھی اھ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی ہرگز یہ شان نہیں کہ گھر میں کوئی ایسی چیز چھوڑ دیتے جو حضرت جبریل علیہ الصلٰوۃ والسلام کو گھر میں داخل ہونے سے روک رکھتی، بلکہ امام طحاوی کے نزدیک مائی صاحبہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی روایت کچھ اس طرح ہے، فرمایا: میں نے ایک تکیہ خریدا جس میں نقشی تصویریں تھیں پھر جب حضور اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے اور اُسے دیکھا تو چہرہ اقدس کا رنگ تبدیل ہوگیا اور ارشاد فرمایا: (اے عائشہ!) یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کی ایک چھوٹا سا تکیہ ہے جو میں نے آپ کی خاطر خریدا ہے کہ اس سے آپ سہارا لگائیں گے، ارشاد فرمایا: ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے کہ جس میں تصویریں ہوں۔ حق یہ ہے کہ امتناع اُن تصویروں سے مختص ہے جو بغیر تذلیل و توہین باعزت طریقے سے رکھی ہوں۔ واللہ تعالٰے اعلم

توظاہر ہوا کہ تینوں علتیں متلازم ہیں اور تینوں سے تعلیل صحیح ہے اور ان میں سے ہر ایک میں حصر بھی کرسکتے ہیں، اور مغز تحقیق یہ ہے کہ اصل علت تعظیم ہے تعظیم ہی سے تشبہ پیدا ہوتا ہے اور تعظیم ہی سے ملائکہ رحمت نہیں آتے، ولہذا اہانت کی صورتیں جائز رکھی گئیں کہ فرش

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/۲۴۷

[2] شرح معانی الآثار کتاب الکراہیۃ باب الصور تکون فی الثیاب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۰۰

Marfat.com

میں ہوں جن پر بیٹھیں کھڑے ہوں، پاؤں رکھیں۔ یہ تقریر کلام مشائخ ہے وللہ الحمد۔

ثمّ اقول (پھر میں کہتا ہوں ۔ ت) جبکہ ہر تعظیم تشبہ عبادت صورت ہے اور ہر تشبہ عبادت ملائکہ کے لئے قطعاً موجب نفرت، تو عارض ولازم میں تفرقہ محض بے اصل، تعلیق ونصب میں بھی تعظیم اسی فعل سے عارض ہوئی نہ کہ نفس ذات صورت کو لازم تھی تو لباط مفروش میں جب تصاویر کو موضع سجود میں رکھ کر ان پر سجدہ کیا جائے گا بعینہ انھیں معلق ومنصوب کرنے کے مثل ہوگا اور اس وقت دخول ملئکہ کو منع کرے گا کہ ان کا امتناع بوجہ تعظیم تھا اور تعظیم پائی گئی،

فما استظهرہ الشامی غیر ظاهر فان فرق بان جعلها فی المفروش اهانة لها فتعارض تعظیم السجود علیها فذلك امر اٰخر غیر کون التعظیم عارضا وستعلم ما فیه بعون الله تعالٰی اما قول الحلیة ذٰلك لیس بمانع من دخول الملٰئکة[1] کما افادته هٰذه النصوص اقول لم تفد النصوص ان مجرد جعلها فی فراش اوو سادة یخرجها عن منع الملٰئکة بل قیدته بقوله منبوذتین توطان وللنسائی فی روایة یجعل بساطا یوطأ[2]

لہٰذا علامہ شامی نے جس کو ظاہر قرار دیا ہے وہ (درحقیقت) ظاہر نہیں۔ اور اگر یہ فرق کیا جائے کہ بچھے ہوئے فرش میں کسی تصویر کا ہونا (اور پیوستگی رکھنا) اس کی توہین وتذلیل ہے۔ اور اس پر سجدہ کرنے کی وجہ سے حصولِ تعظیم اس کے متعارض ومتصادم ہے تو یہ اور چیز ہے نہ یہ کہ تعظیم کا عارض ہونا ہے اور ابھی تمھیں اللہ تعالٰی کی مدد سے معلوم ہو جائے گا کہ جو کچھ اس میں کمزوری اور نقص ہے۔ لیکن صاحبِ حلیہ کا یہ کہنا کہ یہ دخولِ ملائکہ سے مانع نہیں جیسا کہ ان نصوص نے افادہ دیا۔ میں اس کے متعلق گزارش کرتا ہوں کہ نصوص سے یہ فائدہ حاصل نہیں ہوا کہ کسی تصویر کو فرش یا تکیے میں رکھنا اُسے امتناعِ ملائکہ سے نکال دیتا ہے بلکہ نصوص نے اس کو اِس قول سے مقید کیا ہے کہ وہ تصویریں پھینکی ہوئی پامال شدہ ہوں (تاکہ ان کی صحیح اہانت اور تذلیل ہو) اور امام نسائی

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
[2] سنن النسائی کتاب الزینۃ ذکر اشد الناس عذابا میر محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۳۰۱

Marfat.com

وللطبرانی فی الاوسط رخص فیما کان یوطأ[1] فمن جعلها فی بساط ثم علقه علی الجدار کالاستار اووضعه علی الراس حرم قطعا ومنع الملٰئکة من الدخول فکذا من جعلها فی بساط ثم سجد علیها وبالجملة القصد هو الامتهان ولم یحصل الا تری الی ما فی البحر عن المحیط اذا کانت علی الوسادة ان کانت قائمة یکرہ لانه تعظیم لها وان کانت مفروشة لایکرہ[2] اھ والی ما فی الحلیة من شرح الجامع الصغیر للامام النووی یکرہ ما یکون علی الوسائد الکبار (ای لانتصابه یکرها) وکذٰلک کل شیٔ نصیب فیصیر تعظیما له فاما اذا کان تحقیرا له فلا باس کالبساط المفروش والوسادة الملقاة لان فی ذٰلک استهانة بالصورة[3] اھ وقد تقدم معناہ عن الهدایة والکافی والتبیین۔

کی رائے میں تصویر کسی ایسے بچھونے میں ہو کہ اسے پامال کیا جائے۔ اور امام طبرانی کی "الاوسط" میں ہے۔ اس تصویر کی رخصت دی گئی جو پامال کیجائے لہٰذا جس نے تصویر کو کسی بچھونے میں رکھا، پھر پردوں کی طرح دیوار پر لٹکا دیا یا اسے سر پہ رکھ دیا تو یہ قطعی طور پر حرام ہے اور دخول ملائکہ سے مانع ہے۔ اور اسی طرح جس نے اسے فرش میں رکھا اور پھر اس پر سجدہ کیا۔ (خلاصۂ کلام) مقصود اس کی توہین و تذلیل ہے جو یہاں حاصل نہیں ہوا کیا تم نہیں دیکھتے کہ جو کچھ بحر الرائق میں بحوالہ محیط نقل کیا ہے۔ اگر کوئی تصویر کسی تکئے پر ہو اگر وہ کھڑا ہے تو کراہت ہوگی کیونکہ اس صورت میں تصویر کی تعظیم ہوگی، اور اگر وہ بچھا ہوا ہے تو پھر کراہتہ نہ ہوگی اھ (ارے) تم وہ نہیں دیکھتے جو کچھ حلیہ شرح جامع صغیر امام نووی میں مذکور ہے بڑے بڑے تکیوں میں جو نقشی تصویریں ہوں (ان کے استعمال میں) کراہت ہے اس لئے کہ ان کے اونچا کرنے سے تصویریں کھڑی رہتی ہیں، اور یہی حکم ہر کھڑی چیز کا ہے کیونکہ اس میں تصویر کی تعظیم ہے لیکن جب ان کی تحقیر اور ذلت ہو تو پھر کچھ حرج نہیں جیسے بچھے ہوئے فرش اور پاؤں میں پڑے ہوئے تکئے وغیرہ، کیونکہ اس میں تصویر کی توہین و تذلیل ہے

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۵۶۹۹ مکتبۃ المعارف ریاض ۶/۳۲۹

[2] البحر الرائق کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ ما یکرہ فیہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۷

[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

Marfat.com

(جو مقصدِ شریعت ہے) اھ اور اس کا مفہوم ہدایہ، کافی اور تبیین کے حوالے سے پہلے گزر چکا ہے (ت)

ثم **اقول** (پھر میں کہتا ہوں۔ ت) تصویر کہ مصلّی کے پس پشت ہو اسی حالت میں مکروہ ہے کہ منصوب یا معلق یا دیوار پر منقوش یا چسپاں یا آئینہ میں لگی ہو اور یہ قطعاً تعظیم ہے،

فانتفی قول المعراج لاتعظیم فیہ ولا تشبہ کما تقدم ولیت شعری اذا انتفیا فما الموجب للکراھۃ فان میل الی التمسک بامتناع الملئکۃ قلنا اذ لا تعظیم فلا امتناع۔

لہذا مصنفِ معراج الدرایہ کا قول منفی اور زائل ہوگیا کہ اس صورت میں تعظیم اور تشبہ دونوں نہیں، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، کاش میں (اس راز کو) سمجھ لیتا کہ جب تعظیم اور تشبّہ دونوں منتفی اور زائل ہیں تو پھر وجہِ کراہت کیا ہے۔ اگر امتناعِ ملئکہ کے استدلال کی طرف میلان کیا جائے تو ہم کہتے ہیں جب تعظیم نہیں تو امتناع کہاں ہے (ت)

ثمّ **اقول** شرعِ مطہر نے جس شے کی تعظیم حرام اور توہین واجب کی اُس سے اگر ایسا برتاؤ کیجئے جس میں ایک جہت سے توہین اور دوسری جہت سے تعظیم ہو وہ حرام و ناجائز ہی ہوگا اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ تعظیم و توہین متعارض ہوکر برابر ہوگئیں،

اذ لا یجتمع الحلال والحرام الا غلب الحرام واعتبر ھذا لمن یقبل الوثن ویضربہ بالنعل فھل یقال تکافأ التقبیل والضرب فیجوز کلا بل یحرم لانہ خلط عملا صالحا واٰخر سیئا۔

اس لئے کہ حلال اور حرام جمع نہیں ہوتے (مگر بربنائے احتیاط) حرام غالب ہوگا۔ اور اس کا اعتبار اُس شخص کے (متضاد کام سے) کیا جاسکتا ہے کہ وہ ایک طرف تو صنم کو چومتا چاٹتا ہے اور دوسری طرف دیکھئے تو اس کی حالت یہ ہے کہ وہ جوتوں سے اسے مارتا پیٹتا ہے تو پھر اس کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ بوسہ بازی اور مار پیٹ دونوں کام باہم برابر ہوگئے۔ لہذا یہ دونوں فعل جائز ہوگئے، ہرگز ایسا نہیں، بلکہ اس کا صنم کو بوسہ دینا حرام ہے، یہاں اسی صورت میں اس نے اچھے اور برے فعل کو باہم مخلوط کر دیا ہے۔ (ت)

ولہذا محرر المذھب امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی ورحمنا بہ (پس اس لئے مذہب کو قیدِ تحریر میں لانے والے حضرت امام محمد، اللہ تعالٰی ان پر رحم و کرم فرمائے اور ان کے صدقے ہم سب پر بھی رحمت برسائے۔ ت) نے کتاب الاصل میں سجادہ یعنی جانماز میں تصویر کا ہونا مطلقاً مکروہ ٹھہرایا اگرچہ تصویر پر سجدہ نہ ہو کہ جانماز معظم ہے تو اس میں تصویر ہونا تصویر کی تعظیم ہے اور یہ لحاظ نہ فرمایا کہ جانماز زمین پر بچھائی جاتی ہے اور زمین پر بچھانا تصویر کی توہین ہے اس پر پاؤں رکھا جائے گا اور

Marfat.com

یہ غایت توہین ہے تو وجہ وہی ہے کہ تعظیم مطلقاً مکروہ ہے اگرچہ اس کے ساتھ توہین بھی ہو جیسے معظمانِ دینی کی توہین مطلقاً حرام ہے اگرچہ اس کے ساتھ ہزار تعظیمیں بھی ہوں۔ ہدایہ میں ہے:

اطلق الکراھۃ فی الاصل لان المصلی معظم [1]

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاصل میں کراہت کو مطلق رکھا اس لئے کہ جانماز ایک قابلِ تعظیم چیز ہے۔ (ت)

عنایہ میں ہے:

معناہ ان البساط الذی اُعِدّ للصلٰوۃ معظم من بین سائر البسط فاذا کان فیہ صورۃ کان نوع تعظیم لھا و نحن امرنا باھانتھا فلاینبغی ان تکون فی المصلی مطلقا سجد علیھا اولم یسجد [2]

اس کا معنٰی ہے کہ جو فرش (اور قالین وغیرہ) نماز کے لئے تیار کئے گئے وہ دوسرے تمام فرشوں سے اعلٰی، عمدہ اور بڑے ہیں اور قابلِ تعظیم ہیں، پھر جب اُن پر کوئی تصویر ہو تو اسکی ایک گونہ تعظیم ہوگی حالانکہ ہمیں اس کی توہین و تذلیل کرنے کا حکم دیا گیا ہے لہذا علی الاطلاق موزوں اور مناسب نہیں کہ تصویر کسی جانماز میں موجود ہو خواہ کوئی اس پر سجدہ کرے یا سجدہ نہ کرے۔ (ت)

اسی طرح تبیین وغیرہ میں ہے۔

فانتفی ماوجہ بہ العلامۃ الشامی عدم التعظیم فیما اذاکانت خلفہ علی ستر اوحائط واستقر عرش التحقیق علی التلازم والعلل الثلاث وللہ الحمد۔

لہذا وہ کلام زائل اور منتفی ہوگیا کہ جس سے علامہ شامی نے عدمِ تعظیم کی توجیہ فرمائی تھی۔ اگر کوئی تصویر کسی پردے یا دیوار پر نمازی کے پسِ پشت ہو (تو کراہت نہ ہوگی) لہذا عرش تحقیق تینوں علتوں اور تلازم پر قرار پذیر ہوگیا، اور اللہ تعالٰی کے لئے ہی ہر نوع تعریف و توصیف ہے (ت)

ثم اقول وباللہ التوفیق (پھر میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) تشبّہ دو قسم ہے: ایک عام کہ مطلقاً تصویر ممنوع کو بروجہ تعظیم رکھنے سے حاصل ہوتا ہے کما تقدم

---

[1] الہدایۃ کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۱۲۲

[2] العنایۃ شرح الہدایۃ علی ہامش فتح القدیر " " " " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۶۳

Marfat.com

تحقیقه والتصریح به عن الامام فخر الاسلام (جیسا کہ اس کی تحقیق پہلے ہو چکی، اور امام فخر الاسلام کے حوالے سے اس کی تصریح آگئی۔ ت)، دوسرا اشتباہ خاص کہ اس کے علاوہ نفس نماز میں مصلی کے کسی فعل یا ہیأت سے ظاہر ہو مثلاً تصویر کو سامنے رکھ کر اس کی طرف افعالِ نماز بجا لانا یہ اشد و اخبث ہے یہ ضرور نفس تعظیم سے اخص ہے،

وعلیه یصدق قول الشامی ان التعظیم اعم[۱] وقول الحلیة ان لیس مدارا بل یوجب زیادة[۲]

اور اس پر علامہ شامی کا یہ ارشاد کہ تعظیم زیادہ عام ہے بلاشبہہ صادق آتا ہے، اور مصنف الحلیہ کا یہ کہنا کہ یہ "مدار" نہیں بلکہ موجب زیادت ہے۔ (ت)

جہاں یہ ہو نماز میں کراہت تحریم ہوگی ورنہ مکان میں اس کا بروجہ تعظیم رکھنا تو قطعاً ممنوع و گناہ ہے،

فی الحلیة والبحر ورد المحتار هذه الکراهة کراهة تحریم[۳] زاد فی البحر ینبغی ان یکون حراما لامکروها ان ثبت الاجماع او قطعیة الدلیل لتواتره[۴]

حلیہ، بحرالرائق اور فتاوٰی شامی میں ہے یہ کراہۃ کراہۃ تحریمی ہے۔ اور بحرالرائق میں یہ اضافہ فرمایا: مناسب ہے کہ یہ بجائے مکروہ ہونے کے حرام ہو، اگر اجماع اور دلیل کا قطعی ہونا ثابت ہوجائے اس کے تواتر کی وجہ سے۔ (ت)

۱ اور اس کے سبب نماز میں کراہت تنزیہی آجائے گی۔ عنایہ میں ہے:

لان تنزیه مکان الصلٰوة عما یمنع دخول الملٰئکة مستحب[۵]

اس لئے کہ جائے نماز کو ایسی چیز سے بچانا جو فرشتوں کے داخل ہونے سے مانع ہو مستحب ہے (ت)

حاشیۂ علامہ سعدی آفندی میں ہے:

---

[۱] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ و مایکرہ فیہا دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۳۶
[۲] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
[۳] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ و مایکرہ فیہا دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۳۵
[۴] بحرالرائق " " " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۷
[۵] العنایۃ شرح الہدایۃ علی ہامش فتح القدیر " " " " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۶۳

Marfat.com

فتکون الکراھۃ تنزیھیۃ[1] لہٰذا یہ کراہت، کراہتِ تنزیہی ہوگی (ت)

یہ ہے وہ کراہت جو محقق نے مکان سے نماز کی طرف ساری مانی، ہمارے اس بیان سے ظاہر ہُوا کہ مسئلہ تصاویر میں دربارۂ نماز جو لفظ کرہ کتب میں ارشاد ہوا اس سے مراد کراہت تحریمی و تنزیہی سے عام ہے،

وعلیہ یستقیم قول الشامی ظاھر کلام علمائنا ان ما لا یؤثر کراھۃ فی الصلٰوۃ لایکرہ ابقاؤہ وقد صرح فی الفتح وغیرہ بان الصورۃ الصغیرۃ لا تکرہ فی البیت اھ[2] والا فعلۃ کراھۃ التحریم فی الصلٰوۃ ھو التشبہ الخاص وفی الابقاء ھو التعظیم وقد اعترف انہ اعم من التشبہ وانتفاء الاخص لایوجب الانتفاء الاعم **اقول** وظھر لما قررنا ان السؤال الذی ذکرہ المحقق لم یکن وارداً من اصلہ فان المنتفی عند الاستدبار ھو التشبہ الخاص ولا تنحصر الکراھۃ فیہ و**اقول** ظھر ایضاً ان الجواب الذی ابداہ لیس مما ابداہ بل ھو مفاد کلام المشائخ

اور اس پر علامہ شامی کا قول ٹھیک صادق آتا ہے کہ ہمارے علمائے کرام کا ظاہر کلام یہ ہے کہ جو چیز نماز کے مکروہ ہونے میں مؤثر نہ ہو تو اس کا باقی رکھنا بھی مکروہ نہیں۔ اور فتح القدیر وغیرہ میں یہ تصریح فرمائی کہ گھر میں چھوٹی تصویر ہو تو کراہت نہ ہوگی اھ ورنہ نماز میں کراہت تحریمی کی علت تشبّہ خاص ہے، اور اس کے باقی رکھنے میں تعظیم ہے، علامہ موصوف نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ تشبّہ سے تعظیم زیادہ عام ہے اور (قاعدہ یہ ہے کہ) خاص کا انتفاع عام کے انتفاء کا موجب نہیں **اقول** (میں کہتا ہوں) جو کچھ ہم نے ثابت کیا اس سے یہ واضح ہوگیا کہ جس سوال کو محقق نے ذکر فرمایا وہ بالکل وارد نہیں، اس لئے کہ وقت استدبار تشبّہ خاص منتفی اور زائل ہے، اور کراہۃ اس میں منحصر نہیں و**اقول** (اور میں کہتا ہوں) اور یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ موصوف نے جس جواب کو ظاہر قرار دیا وہ ظاہر نہیں بلکہ وہ کلامِ مشائخ اور ان کی تعلیل امتناعِ ملائکہ

---

[1] حاشیہ سعدی چلپی علی العنایۃ کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا دار احیاء التراث ۱/۳۶۳

[2] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/۴۳۷

Marfat.com

وتعلیلھم بامتناع الملئکۃ و **اقول** ظھر ایضا ان السؤال الذی اورد المحقق الحلبی علی مسألۃ السجود علی التصویر لم یکن من الوارد ایضا لانہ ان انتفی فیہ فالتشبہ الخاص بل لا نسلم انتفاءہ ایضا فان السجود علی التصویر یشبہ عبادتہ قطعا کما نص علیہ فی الکافی ولفظہ السجود علیھا یشبہ عبادۃ الاوثان[1] والتبیین ونصہ السجود علیھا یشبہ عبادتھا فیکرہ[2] فانتفی ما ذکر العلامۃ الشامی ان لا تشبہ فیہ **اقول** وظھر ایضا ان الجواب الذی ابداہ فی الحلیۃ وظن انھم لم یذکروہ کلامھم محیط بہ کما علمت وللہ الحمد **اقول** و بتحقیقنا ھذا یحصل التوفیق فی مسألتین **الاولی** کراھۃ الصلاۃ حیث کانت الصورۃ خلف فمن اثبت وھم الاکثرون

سے حاصل ہے ——

——— **واقول** (اور میں کہتا ہوں) اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ تصویر پر سجدہ کرنے کے مسئلہ پر محقق حلبی نے جو سوال اٹھایا وہ اصلاً وارد نہیں کیونکہ اس میں اگر انتفاء بھی ہو تو تشبہ خاص کا انتفاء ہوگا بلکہ ہم اس کا انتفاء بھی تسلیم نہیں کرتے، کیونکہ تصویر پر سجدہ کرنا یقیناً اس کی عبادت کے مشابہ ہے جیسا کہ "الکافی" میں اس کی تصریح پائی گئی چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں: کسی تصویر پر سجدہ کرنا عبادتِ صنم کے مشابہ ہے۔ اور التبیین کی تصریح یہ ہے: تصویر پر سجدہ کرنا اس کی عبادت کے مشابہ ہے لہذا مکروہ ہے، لہذا علامہ کا یہ ذکر کرنا کہ اس میں کوئی تشبہ نہیں، بلاشبہ زائل ہو گیا۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ "الحلیہ" میں اس کے مصنف نے جس جواب کو ظاہر کیا ہے اور یہ گمان کیا کہ ائمہ کرام نے اسے ذکر نہیں فرمایا حالانکہ ان کا کلام اس جواب پر محیط ہے جیسا کہ آپ جانتے ہیں، اور اللہ تعالٰی کے لئے ہی تعریف و توصیف ہے۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) ہماری اس تحقیق سے دو مسئلوں کے درمیان موافقت (اور مطابقت) پیدا ہوگئی، پہلا مسئلہ جہاں تصویر پس پشت ہو تو بھی نماز مکروہ ہے۔ جن حضرات نے اس کو

---

[1] الکافی شرح الوافی

[2] تبیین الحقائق کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/۱۶۷

Marfat.com

وجعله فی التنویر الاظهر، اثبت
کراهة التنزیه ومن نفی وهو الذی
مشی علیه صدر الشریعة
فی شرح الوقایة وجزم به فی
متنه النقایة واعتمده فی الغایة
کما فی التبیین والدرر والامام
العتابی کما فی الفتح وتبعه
ابن کمال باشا فی الایضاح
نفی کراهة التحریم **والثانیة**
الصلٰوة علی سجادة فیها
تصاویر اذا لم یسجد علیها
نفی الامام محمد الکراهة فی
الجامع الصغیر، واثبتها فی الاصل
والکل صحیح بالتوزیع ای یکره
تنزیها لا تحریما والوجه فیهما وجود
التشبه العام دون الخاص وذلك
ظاهر فی الاولی اما الثانیة فلان
وضع التصویر فی المصلی تعظیم له
کما سمعت وکل تعظیم له تشبه
بعبادته کما علمت وکل صلٰوة کان معها
التلبس بهٰذا التشبه کرهت و
لا ینافیها وجود الاستهانة بوجه
اٰخر کما قدمنا فانتفی
ما ذکر ههنا فی الحلیة
حیث قال: قلت یلزم

ثابت کیا ہے وہ اکثریت رکھتے ہیں۔ اور "التنویر" میں
اس کو زیادہ ظاہر قرار دیا تو کراہت تنزیہی کا اثبات
فرمایا۔ اور جن لوگوں نے اس کی نفی فرمائی، چنانچہ
شرح وقایہ میں صدر الشریعت نے یہی روش
اختیار فرمائی اور متن "النقایہ" میں اس پر اظہارِ یقین
کیا، اور "الغایہ" میں اسی پر اعتماد کیا جیسا کہ تبیین
اور درر اور امام عتابی سے منقول ہے، جیسا کہ
فتح القدیر میں ہے، اور الایضاح میں ابن کمال پاشا
نے بھی اس کا ساتھ دیا تو کراہت تحریمی کی نفی کی۔
دوسرا مسئلہ ایسی جانماز پر نماز پڑھنا کہ جس میں
تصویریں ہوں جبکہ ان پر سجدہ نہ کرے تو اس صورت
میں حضرت امام محمد نے جامع صغیر میں کراہت کی
نفی فرمائی۔ لیکن کتاب الاصل میں کراہت کو ثابت
کیا ہے، اور یہ سب کچھ بلحاظ توزیع (تقسیم)
صحیح ہے یعنی مکروہ تنزیہی اور تحریمی پر اور دونوں
میں "وجہ" تشبہ عام کا پایا جانا ہے نہ کہ تشبہ خاص،
اور پہلی صورت میں ظاہر ہے لیکن دوسری صورت،
اس لئے کہ جانماز میں تصویر رکھنا بلاشبہ اسکی
تعظیم ہے جیسا کہ آپ سُن چکے، اور تعظیم میں اسکی
عبادت سے تشبہ ہے جیسا کہ تمہیں معلوم ہے،
اور ہر نماز کہ جس میں اس "تشبہ" سے تلبس ہو
تو وہ مکروہ ہے، اور کسی اور وجہ سے اس میں
توہین کا پایا جانا اس کے منافی (اور متصادم)
نہیں، جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے، لہذا
یہاں جو کچھ حلیہ میں ذکر کیا گیا وہ زائل اور ختم ہو گیا،

Marfat.com

علی ھذا ان یکون مافی الاصل موضوعاً فی المصلی لا غیر وما فی الجامع فیما عداہ وفیہ ما لا یخفی[1] اھ

اقول بل کلاھما فی المصلی ولا بعد فیہ التطبیق ما ذکرنا قال رحمہ اللہ تعالٰی والاحسن ان یقال ظاھر الکتابین التعارض فیما عدا موضع السجود فاما ان یکون ما فی الجامع من القید المذکور قیدا اتفاقیا واما ان یکون ما فی الاصل مقیدا بما فی الجامع[2] اھ ویزید ان التوفیق اما بارجاع ما فی الجامع الی ما فی الاصل من اطلاق الکراھۃ سواء کانت فی محل السجود او غیرہ والتقیید بکونھا فیہ وقع وفاقا او بارجاع ما فی الاصل الی ما فی الجامع بحمل المطلق علی المقید۔

چنانچہ مصنف حلیہ نے فرمایا میں کہتا ہوں اس طور پر لازم آتا ہے کہ جو کچھ اصل میں مذکور ہے وہ اس تصویر کے بارے میں ہو جو صرف جانماز میں رکھی ہوئی ہو، اور جو کچھ جامع صغیر میں مذکور ہے وہ اسکے علاوہ میں ہے اور اس میں جو کمزوری ہے وہ کسی پر پوشیدہ نہیں اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) بلکہ یہ دونوں جانماز کے متعلق ہیں، اور اس میں کوئی بُعد نہیں بلکہ اس میں وہ طریقہ تطبیق ہے جو ہم نے ذکر فرمایا، مصنف حلیہ رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا زیادہ اچھی بات یہ ہے کہ کہا جائے کہ بظاہر دونوں کتابوں میں محل سجود کے علاوہ تعارض ہے (اور دونوں میں مطابقت کی صورت یہ ہے کہ) یا یہ ہو کہ جامع صغیر میں جو قید مذکور ہے اس کو قید اتفاقی تسلیم کیا جائے یا جو کچھ اصل میں ہے وہ جامع صغیر کی عبارت سے مقید ہے اھ اور مزید موافقت کی صورت یہ ہے کہ جو کچھ جامع صغیر میں مذکور ہے اسے اصل کی طرف راجع کیا جائے یعنی کراہت سے مطلق کراہت مراد ہو خواہ تصویر محلِ سجدہ میں ہو یا محلِ سجدہ میں نہ ہو، اور جامع صغیر میں جو تقیید واقع ہوئی وہ قید اتفاقی تسلیم کیجائے یا جو کچھ اصل میں مذکور ہے وہ جامع صغیر کی طرف بایں طریقہ راجع ہے کہ یہاں مطلق مقید پر محمول ہے۔

---

[1] التعلیق المجلی لما فی منیۃ المصلی علی ہامش منیۃ المصلی بحوالہ الحلیہ مکروہات الصلوٰۃ مکتبہ قادریہ لاہور ص ۳۶۵

[2] " " " " " " " " " " " " " " " "

Marfat.com

اقول وکانہ عند ھذا التحریر لم یتیسر لہ مراجعۃ الجامع الصغیر فان عبارتہ لا تحتمل ما ذکر من الغاء القید وانما کان مساغہ لوکان منطوقہ کراھۃ الصلٰوۃ مقیدا بکون الصورۃ فی محل السجود فکان یفید عدم الکراھۃ فی غیرہ بطریق المفہوم فقال ان القید اتفاقی ولیس کذٰلک بل اصل منطوقہ ماینافی الاصل اعنی عدم الکراھۃ فاین المساغ لما ذکر وھذا نص الجامع لاباس ان یصلی علی بساط فیہ تصاویر ولا یسجد علی التصاویر[1] اھ قال رحمہ اللہ تعالٰی وھذا اولی (ای الثانی) لانہ لایظھر وجہ القول بکراھۃ الصلٰوۃ علی بساط کبیر فیہ صورۃ تحت قدم المصلی وھو لازم الاول بخلاف الثانی اھ[2] **اقول** قد افدناک

اقول (میں کہتا ہوں) یہ تحریر کرتے وقت محقق موصوف کو جامع صغیر کی طرف مراجعت کی توفیق حاصل نہیں ہوئی اس لئے اس کی عبارت قید مذکور کو لغو قرار دینے کا احتمال نہیں رکھتی، اور اس کے جواز کی صورت تب ہوسکتی کہ اس کا منطوق (عبارتِ ملفوظ) یہ ہوتا کہ نماز مکروہ ہوگی جبکہ تصویر محلِ سجدہ میں ہو۔ پھر اس سے یہ فائدہ حاصل ہوتا کہ اگر محلِ سجدہ میں تصویر نہ ہو تو کراہتہ نہ ہوگی۔ اور یہ فائدہ بلحاظ مفہوم حاصل ہوتا، اور کہا کہ قید اتفاقی ہے، حالانکہ اس طرح نہیں بلکہ اس کا اصل منطوق کتاب الاصل کے منافی ہے۔ میری مراد یہ ہے کہ وہ عدمِ کراہتہ ہے، تو جو کچھ علامہ موصوف نے ذکر کیا اس کا جواز کہاں ہے۔ (دیکھئے) جامع صغیر کی یہ تصریح ہے کوئی حرج نہیں اگر ایسے فرش پر نماز پڑھے کہ جس پر تصویریں ہوں جبکہ ان تصویروں پر سجدہ نہ کرے اھ، موصوف نے فرمایا (اللہ تعالٰی ان پر رحم فرمائے) یہ اَولٰی ہے (یعنی دوسری) وجہ کیونکہ اس قول کی وجہ ظاہر نہیں کہ بڑے فرش پر نماز مکروہ ہے کہ جس میں تصویر نمازی کے زیرِ قدم ہو، اور یہ اول کو لازم ہے بخلاف ثانی اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) بیشک ہم نے تمھیں

---

[1] الجامع الصغیر کتاب الصلٰوۃ باب فی الامام این یستحب بقوم الخ مطبع یوسفی لکھنؤ ص ۱۱

[2] التعلیق الجلی لما فی منیۃ المصلی علی ہامش منیۃ المصلی بحوالہ الحلیہ مکروہات الصلٰوۃ مکتبہ قادریہ لاہور ص ۳۶۵

Marfat.com

الوجه فتشكر، ثم لا وجه يظهر لتقييده بالكبير بعد فرض الصورة تحت القدم والله تعالٰی اعلم وتبعه البحر فی هذا البحث کله غیر انه قال اطلق الکراهة فی الاصل فیما اذا کان علی البساط المصلی علیه صورة لان الذی یصلی علیه معظم فوضع الصورة فیه تعظیم لها بخلاف البساط الذی لیس بمصلی اھ[1] فحمل البساط علی السجادة کما حملنا ثم تبع الحلیة فقال وتقدم عن الجامع الصغیر التقیید بموضع السجود فینبغی ان یحمل اطلاق الاصل علیه وانها اذا کانت تحت قدمیه لایکرہ اتفاقا اھ[2] اقول قوله وانها معطوف علی قوله ان یحمل داخل تحت ینبغی فهو بحث منه بناءً علی ما حمل علیه کلام الاصل وقد علمت ما فیه بل تکرہ فی المصلی مطلقا

اس وجہ کا فائدہ بخشا لہذا شکریہ ادا کیجئے، پھر لفظ "بساط" کو لفظ "کبیر" سے موصوف اور مقید کرنے کی کوئی ظاہر وجہ موجود نہیں جبکہ یہ فرض کرلیا کہ تصویر (نمازی کے) زیرِ قدم ہے واللہ تعالٰی اعلم، بحرالرائق نے اس پوری بحث میں اس کی متابعت کی ہے مگر یہ کہ فرمایا اصل میں کراہت کو مطلق رکھا اس حالت میں جبکہ بچھی ہوئی جانماز پر تصویر ہو کیونکہ جس فرش پر نماز پڑھی جائے وُہ قابلِ تعظیم ہے پھر اس میں کسی کا رکھنا اس تصویر کی بلاشبہہ تعظیم ہے لیکن وہ فرش ہو جانماز نہ ہو اھ (یہاں) موصوف نے فرش کو جانماز پر حمل کیا ہے جیسا کہ ہم نے حمل کیا ہے۔ پھر حلیہ کے اتباع میں فرمایا کہ جامع صغیر کا حوالہ پہلے آچکا کہ اس نے اُسے محلِ سجدہ سے مقید کیا ہے۔ لہذا مناسب یہ ہے کہ اصل کے اطلاق کو اس پر حمل کیا جائے، اور جب تصویر دونوں پاؤں کے نیچے ہو تو باتفاق کراہت نہیں اھ اقول (میں کہتا ہوں) اس کا یہ کہنا کہ "وانّھا" اس کے قول "ان یحمل" پر معطوف ہے اور "ینبغی" کے ذیل میں داخل ہے۔ اور یہ اس کی بحث ہے اس بناء پر کہ جس پر اُس نے کلامِ اصل کو حمل کیا ہے۔ اور تمھیں معلوم ہے جو کچھ اس میں

---

[1] و [2] بحرالرائق کتاب الصلوٰۃ باب یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۸

Marfat.com

وان كانت تحت القدم و
مافى السدر وغيره لا يكره
ولو كانت تحت قدميه او محل
جلوسه لانها مهانة[1] مخصوص
بغير السجادة بدليل الدليل
وقد نقلوا قاطبة عن الاصل
الاطلاق المرسل فى
المصلى وما عللوه به شامل
لكل صورة كما لا يخفى نعم
فى بساط غيره لا يكره
اذا صلى عليه ولم يسجد
عليها وان لم تكن
تحت قدميه بل ولو كانت
امامه لوجود الاهانة مطلقا
مع عدم التعظيم لوجه قال
فى الحلية نقلا من شرح الجامع
الصغير لفخر الاسلام لا يكره ان
يصلى دون وسادة عليها
تصاوير[2] اه **اقول** هو نص نفس
الجامع الصغير ثم المراد
بالوسادة الصغيرة دون كبيرة
تورث الصورة انتصابا كما

کمزوری ہے، بلکہ جانماز میں تصویر کا ہونا علی الاطلاق
مکروہ ہے اگرچہ تصویر زیرِ قدم ہو، اور جو کچھ دُر
وغیرہ میں ہے کہ یہ مکروہ نہیں اگرچہ تصویر دونوں
قدموں کے نیچے ہو یا اس کے بیٹھنے کی جگہ
میں ہو اس لئے کہ وہ بحالتِ توہین وتذلیل ہے
اور یہ بغیر جانماز مخصوص ہے دلیل وہی دلیل ہے۔
حالانکہ سب نے بالاتفاق کتاب الاصل سے
"اطلاق مرسل" نقل کیا ہے، اور انھوں نے
جو اس کی تعلیل ذکر فرمائی وہ ہر تصویر کو شامل ہے
جیسا کہ یہ پوشیدہ نہیں، ہاں کسی دوسرے
تصویر والے بچھونے پر نماز پڑھے اور تصویر پر سجدہ
نہ کرے تو کراہت نہ ہوگی اگرچہ تصویر اس کے
قدموں کے نیچے نہ ہو، بلکہ اگرچہ تصویر اس کے
آگے ہی ہو اس لئے کہ اس حالت میں مطلقاً
توہین پائی گئی باوجودیکہ تعظیم کسی وجہ سے بھی
نہیں۔ الحلیہ میں شرح جامع صغیر سے نقل
کرتے ہوئے فرمایا جانماز کے علاوہ کسی اور
فرش پر کہ جس میں تصویریں ہوں نماز پڑھے تو
کراہت نہیں اھ **اقول** (میں کہتا ہوں)
یہ خود جامع صغیر کی تصریح ہے۔ وسادہ یعنی
جانماز سے چھوٹی جانماز مراد ہے نہ کہ بڑی کہ
جس سے تصویر کا قیام پیدا ہوتا ہے، جیسا کہ

---

[1] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۲
[2] التعلیق المجلی لما فی منیۃ المصلی علی ہامش منیۃ المصلی مکروہات الصلوٰۃ مکتبہ قادریہ لاہور ص ۳۶۳

Marfat.com

تقدم، ثم لا یخفی علیك ان التوفیق الذی ذکرہ الفقیر اولٰی مما اختارہ ھذا المحقق لان فیہ اھمال احدھما فی بعض متناولاتہ وفیما ذکرت اعمال کلیھما فی کلہ فانظر الی کثرۃ الفوائد فی کلام المشائخ رحمھم اللہ تعالٰی وھکذا کلامھم اذا امعن فیہ النظر وساعد التوفیق فی اللطیف الخبیر عز جلالہ وللہ الحمد۔

پہلے گزرچکا، اور تم پر یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ جو موافقت فقیر (امام احمد رضا) نے پیش کی وہ اس سے بہتر ہے جو اس محقق نے اختیار کی کیونکہ اس میں دو میں سے ایک کے بعض مشمولات کو نظر انداز کردینا ہے، اور جو کچھ میں نے اس باب میں ذکر کیا اس میں یہ فوقیت وخوبی ہے کہ سب میں دونوں کو عمل دینا ہے۔ لہذا مشائخ رحمہم اللہ تعالٰی کے کلام میں کثیر فوائد کو ملاحظہ فرمائیے، اور ان کا کلام ایسا ہی ہوتا ہے جبکہ اس پر گہری نظر ڈالی جائے۔ اور توفیق دینے میں مددگار لطیف وخبیر ہے کہ جس کا جلال غالب اور زبردست ہے، اور اللہ تعالٰی کے لئے ہر تعریف وتوصیف ہے۔ (ت)

ثم **اقول** وبہ استعین (پھر میں کہتا ہوں اسی سے طلبِ مدد کرتے ہوئے۔ ت)

تنقیح علت اگرچہ بفضلہ تعالٰی بروجہ احسن ہوئی مگر ابھی ایک اور تنقیح عظیم باقی ہے جبکہ علتِ کراہت تشبہِ عبادت ہے خاص ہو یا عام، تو ضرور ہے کہ وہ تصویر جنس مایعبدہ المشرکون (تصویر اس جنس سے ہو کہ جس کی مشرکین عبادت کرتے ہیں۔ ت) سے ہو کہ جسے مشرکین پوجتے ہی نہیں وہ بُت کے حکم میں نہیں کہ اس کے بروجہ تعظیم رکھنے یا اس کی طرف نماز پڑھنے میں معاذ اللہ عبادتِ بُت سے تشبہ ہو، ولہذا جا بجا کراہت کو عبادت اور اس کے عدم کو عدم سے تعلیل فرماتے ہیں کہ یہ مشرک اس کی عبادت نہیں کرتے، لہذا کراہت نہیں، مثلاً:

(۱) اتنی چھوٹی تصویر کہ زمین پر رکھ کر دیکھو تو اعضا کی تفصیل نہ معلوم ہو مورثِ کراہت نہیں کہ اتنی چھوٹی کی عبادت مشرکین کی عادت نہیں۔ ہدایہ وکافی وتبیین میں ہے:

لوکانت الصورۃ صغیرۃ بحیث لاتبدو للناظر لایکرہ لان الصغار جدا لاتعبد۔[1]

اگر تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ دیکھنے والے کیلئے واضح نہ ہو تو مکروہ نہیں اس لئے کہ اتنی چھوٹی تصویروں کی پرستش نہیں ہوتی۔ (ت)

---

[1] الہدایۃ کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۱۲۲

Marfat.com

فتح القدیر میں ہے :

فلیس لها حکم الوثن فلا تکرہ فی البیت[1] — لہٰذا ایسی تصویر کے لئے حکمِ صنم نہیں لہٰذا اس کا گھر میں رکھنا مکروہ نہیں ۔ (ت)

اور اس بارے میں امیر المومنین فاروقِ اعظم وحضرت عبداللہ بن مسعود وحذیفہ بن الیمان ونعمٰن بن مقرن وعبداللہ بن عباس وابوہریرہ وابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہم صحابہ اور سیدنا دانیال علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آثار مروی ومذکور ہیں کما بیّنہا فی الحلیۃ (جیسا کہ انھیں حلیہ میں بیان فرمایا ۔ ت)

(۲) سر بریدہ یا چہرہ محوکردہ کہ اس کی بھی عبادت نہیں ہوتی، اور بھنویں اور آنکھیں مٹادینا کافی نہیں، نہ چاروں ہاتھ پاؤں کاٹ دینا نفی کراہت کرے ۔ تبیین وبحر میں ہے :

مقطوعۃ الراس لاتکرہ لانہا لا تعبد بدون الراس عادۃ ولا اعتبار بازالۃ الحاجبین اوالعینین لانہا تعبد بدونہما[2] — سر بریدہ تصویر رکھنا مکروہ نہیں اس لئے کہ بغیر سر عادتاً اس کی عبادت نہیں کی جاتی لیکن دونوں ابرو اور دونوں آنکھیں مٹادینے کا کچھ اعتبار نہیں، اس لئے کہ ان کے بغیر بھی اس کی عبادت کی جاتی ہے ۔ (ت)

ہدایہ میں فرمایا :

ممحوالراس لیس بتمثال لانہ لایعبد بدون الراس[3] — اگر سر محو کردیا جائے یعنی مٹادیا جائے تو وہ تصویر اور مورتی نہ رہے گی کیونکہ بغیر سر اس کی عبادت نہیں کی جاتی (ت)

عنایہ میں ہے :

انہ لایعبد بلاراس فکان کالجمادات[4] — اگر سر نہ ہو تو اس کی عبادت نہ ہوگی کیونکہ وہ محض بے جان چیزوں کی طرح ہے ۔ (ت)

---

[1] فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۶۳
[2] تبیین الحقائق " ۱/۱۶۶ و بحرالرائق کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ۱/۲۸
[3] الہدایہ " باب مایفسد الصلوٰۃ الخ المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۱۲۲
[4] العنایۃ شرح الہدایۃ علی ہامش فتح القدیر باب مایفسد الصلوٰۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۶۳

Marfat.com

خلاصہ و فتح و حلیہ و بحر میں ہے :

واللفظ لہ "لا اعتبار بقطع الیدین او الرجلین"[1] اھ وکذا ھو فی الخلاصۃ ثم الحلیۃ بحرف الترديد ولفظ المحقق لوقطع یدیہا و رجلیہا لاترفع الکراھۃ[2] اھ اعنی بحرف الجمع وھو المراد۔

بحرالرائق کے الفاظ یہ ہیں ، اگر دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کٹے ہوئے ہوں تو ان کا کچھ اعتبار نہیں اھ اور اسی طرح خلاصہ اور پھر حلیہ میں حرفِ تردید (لفظِ او) کے ساتھ ہے ۔ اور محقق کے الفاظ یہ ہیں ، اگر دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹ ڈالے تو کراہت ختم نہ ہوگی اھ میری مراد یہ ہے کہ (یہاں پر عبارت) حرفِ جمع (یعنی لفظ واؤ کے ساتھ) ہے اور یہی مراد ہے ۔ (ت)

غنیہ میں دونوں مسئلہ صغیرہ و مقطوعۃ الراس کی تعلیل میں لکھا :

لانہا لاتعبد فانتفی التشبہ الذی ھو سبب الکراھۃ[3]

اس لئے کہ (تصویر صغیر اور مقطوع الرأس) کی عبادت نہیں کی جاتی ، لہٰذا وہ شبہہ زائل ہوگیا جو کراہت کا سبب ہے ۔ (ت)

(۳) شمع یا چراغ یا قندیل یا لیمپ یا لالٹین یا فانوس نماز میں سامنے ہو تو کراہت نہیں کہ ان کی عبادت نہیں ہوتی اور بھڑکتی آگ اور دہکتے انگاروں کا تنور یا بھٹی یا چولھا یا انگیٹھی سامنے ہوں تو مکروہ کہ مجوس ان کو پوجتے ہیں ۔ عنایہ میں بعد عبارت مذکورہ آنفا ہے :

فصار کالصلوۃ الی شمع او سراج فی انہما لایعبدان ویکرہ لوکان بین یدیہ کانون فیہ جمر او نار موقدۃ[4]

پھر وہ شمع یا چراغ کی طرح ہے کہ ان کی طرف منہ کرکے نماز پڑھے کیونکہ ان کی عبادت نہیں کی جاتی (لہٰذا کراہت نہیں) لیکن نماز مکروہ ہے جبکہ نمازی کے سامنے ایسا چولھا رکھا ہو کہ جس میں بھڑکتی ہوئی آگ کے انگارے ہوں ۔ (ت)

---

[1] بحرالرائق کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۸

[2] فتح القدیر " " " " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۶۳

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل کراہیۃ الصلوٰۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۵۹

[4] العنایۃ بشرح الہدایۃ علی ہامش فتح القدیر باب مایفسد الصلوٰۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۶۳

Marfat.com

فتح زیر مسئلہ شمع ہے :

لانهم لایعبدونه بل الضرام جمرا اونارا[1]۔

اس لئے کہ مشرکین اس کی عبادت نہیں کرتے بلکہ بھڑکتے انگارے یا آگ کی ۔ (ت)

تبیین الحقائق و بحر الرائق میں ہے :

قال رحمه الله تعالٰی او شمع او سراج لانهما لایعبدان و الکراهة باعتبارها وانما یعبدها المجوس اذا کانت فی الکانون و فیها الجمر او فی التنور فلا یکره التوجه الیها علی غیر ذٰلك الوجه[2] اھ اقول البحر تبع التبیین فی قوله والکراهة باعتبارها فرجع الی الصواب۔

دونوں نے فرمایا (اللہ تعالٰی اُن پر رحم فرمائے) شمع یا چراغ کی طرف (بحالتِ نماز منہ کرنا مکروہ نہیں اس لئے کہ ان دونوں کی عبادت نہیں کیجاتی، اور کراہت عبادت کی وجہ سے ہوا کرتی ہے، اور آتش پرست آگ کی عبادت کرتے ہیں جبکہ چولھے اور تنور میں آگ کے انگارے ہوں، لہٰذا اسکی طرف رُخ کرنا بغیر اس وجہ کے ہو تو مکروہ نہیں اھ

اقول (میں کہتا ہوں) مصنفِ بحر رائق نے تبیین کے اِس قول "کراہت بلحاظ عبادت ہوتی ہے" میں اس کا اتباع کیا لہٰذا وہ راہِ صواب کی طرف لوٹ گیا ۔ (ت)

کافی میں ہے :

ان قطع الراس فلا باس به لانه لایعبد بلا راس ولهذا الوصلی الی تنور اوکانون فیه نار کره لانه یشبه عبادتها والی قندیل او شمع او سراج لا لعدم التشبه[3]۔

اگر تصویر کا سر کاٹ دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ بغیر سر تصویر کی عبادت نہیں کی جاتی، لہٰذا اگر ایسے چولھے یا تنور کی طرف نماز پڑھے کہ جس میں آگ ہو تو مکروہ ہے کیونکہ اسکی عبادت کے مشابہ ہے، اور اگر قندیل یا شمع یا چراغ کی طرف (منہ کرکے نماز پڑھے) تو کراہت نہیں اس لئے کہ اس میں کوئی تشبہ عبادت نہیں ۔ (ت)

---

[1] فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ فصل ویکرہ للمصلی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۶۴

[2] تبیین الحقائق کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ الخ المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/ ۱۶۷

بحر الرائق " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۲

[3] الکافی شرح الوافی

Marfat.com

محیط امام شمس الائمہ سرخسی پھر ہندیہ میں ہے :

من توجه فی صلٰوته الی تنور فیه نار تتوقد او کانون فیه نار یکره ولو توجه الی قندیل او الی سراج لم یکره[1]

جو شخص اپنی نماز میں ایسے تنور یا چولھے کی طرف منہ کرے کہ جس میں آگ بھڑک رہی ہو تو کراہۃ ہو گی، لیکن اگر قندیل یا چراغ کی طرف منہ کرے تو کراہت نہ ہو گی۔ (ت)

فتاوٰی امام اجل قاضی خاں میں ہے :

یکره ان یصلی وبین یدیه تنور او کانون فیه نار موقدة لانه یشبه عبادة النار وان کان بین یدیه سراج او قندیل لا یکره لان لایشبه عبادة النار[2]

یہ مکروہ ہے کہ آدمی (اس حالت میں نماز پڑھے) کہ اس کے آگے ایسا تنور یا چولھا ہو کہ جس میں آگ بھڑک رہی ہو، اس لئے کہ یہ صورتِ عبادت آگ کے مشابہ ہے۔ اور اگر اس کے سامنے چراغ یا قندیل ہو تو مکروہ نہیں کیونکہ یہ عبادت آگ کے مشابہ نہیں۔ (ت)

اسی طرح اس سے لایکرہ تک خزانۃ المفتین میں ہے۔

اقول هذه نصوص الائمة الاجلة فسقط ما فی القنیة ان المجوس یعبدون الجمر لا النار الموقدة[3] اھ وان تبعه فی الدر[4] والتمرتاشی[5] ثم السید ابو السعود الازهری ثم السید الطحطاوی فی حاشیة المراقی وایضا الدرر ولفظه لان المجوس لایعبدون اللهب بل الجمر[6] اھ ومثله فی مجمع الانهر واشار

اقول (میں کہتا ہوں) یہ جلیل القدر ائمہ کی تصریحات ہیں۔ لہذا قنیہ میں جو ہے وہ ساقط ہوگیا کیونکہ آتش پرست آگ کے انگاروں کی عبادت کرتے ہیں نہ کہ آگ کے شعلوں کی اھ مصنفِ درمختار، امام تمرتاشی، سید ابو مسعود ازہری، سید طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح اور مصنف الدرر ان سب بزرگوں نے اس کا اتباع کیا ہے، اور اسکے الفاظ یہ ہیں: مجوس آگ کے

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ محیط السرخسی کتاب الصلوٰۃ الباب السابع الفصل الثانی نورانی کتبخانہ پشاور ۱/۱۰۸

[2] فتاوٰی قاضیخان کتاب الصلوٰۃ باب الحدث فی الصلوٰۃ وما یکرہ فی الصلوٰۃ نولکشور لکھنؤ ۱/۵۷

[3] القنیۃ المنیۃ کتاب الکراہیۃ باب الکراہیۃ فی الوضوء وکیفیات الصلوٰۃ مطبوعہ کلکتہ ص ۱۴۹

[4] الدر المختار باب ما یفسد الصلوٰۃ ″ ″ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۳

[5] فتح المعین بحوالہ تمرتاشی ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۴۶

[6] الدرر الحکام شرح غرر الاحکام ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۰

Marfat.com

الیہ الشرنبلالی فی مراقیہ ثم الزاھدی نفسہ اظہر ضعفہ اذ قال بعدہ حتی قیل لا تکرہ الی النار الموقدۃ[1] اھ **اقول** ان کان صحیحا انھم لا یعبدونہا فما معنی تعبیرھذا القیل بقیل الا ان یقال ان الموقدۃ قلما تخلو عن جمر وفیہ نظر بل لا تشمل علیہ الا قرب الانتہاء ثم ربما تکون الموقدۃ من حشیش ونحوہ ولا جمر ثمہ واللہ تعالٰی اعلم۔

شعلوں کی عبادت نہیں کرتے بلکہ آگ کے انگاروں کی عبادت کیا کرتے ہیں اھ اور اسی طرح مجمع الانہر میں ہے، اور علامہ شرنبلالی نے بھی مراقی الفلاح میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے، پھر خود علامہ زاہدی نے اس کے ضعف کی طرف لفظ قیل کے ساتھ اس کی تعبیر فرمائی، چنانچہ اس کے بعد اُس نے کہا یہاں تک کہ یہ کہا گیا ہے کہ شعلہ زن آگ کی طرف (نماز میں منہ کرنا) مکروہ نہیں اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) اگر یہ بات صحیح ہے کہ آتش پرست نری آگ کی عبادت نہیں کرتے تو اس کی تعبیر لفظ قیل کے ساتھ کرنے کا کیا مطلب ہے، مگر یہ کہ کہا جائے کہ شعلہ زن آگ بہت کم انگاروں سے خالی ہوتی ہے، لیکن یہ موجبِ اشکال ہے۔ بلکہ انگاروں پر صرف آخر میں مشتمل ہوتی ہے (اور یہ بھی غور کرنا چاہیے کہ) بسا اوقات آگ گھاس اور اُس جیسی چیزوں سے جس میں بالکل (برائے نام بھی) انگارے نہیں ہوتے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۴) مصحف شریف

(۵) تلوار وغیرہ ہتھیار کا سامنے ہونا مکروہ نہیں کہ ان کی عبادت نہیں ہوتی،

کما فی الکتب الثلثۃ وعامۃ الکتب ولفظ الامام الزیلعی انھما لا یعبدان وباعتبارھا تثبت الکراھۃ وفی استقبال المصحف تعظیمہ وقد امرنا بہ[2]۔

جیسا کہ تینوں کتابوں اور عام کتابوں میں مذکور ہے اور امام زیلعی کے الفاظ یہ ہیں اُن دونوں کی (مصحف شریف اور تلوار کی) عبادت نہیں کی جاتی۔ اور کراہت باعتبار عبادت ثابت ہوتی ہے اور مصحف شریف کی طرف منہ کرنا اس میں اس کی تعظیم، اور ہمیں اس کی تعظیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (ت)

---

[1] القنیۃ المنیۃ کتاب الکراھیۃ باب الکراھیۃ فی الوضوء الخ مطبوعہ کلکتہ انڈیا ص ۱۴۹

[2] تبیین الحقائق کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ المطبعۃ الکبری بولاق مصر ۱/۱۶۷

Marfat.com

اقول (میں کہتا ہوں) یہ وہی فرق نفیس ہے کہ صدر کلام میں فقیر نے گزارش کیا،

ولفظ البحر اما المصحف فلان فی تقدیمه تعظیمه وتعظیمه عبادة والاستخفاف به کفر فانضمت هذه العبادة الی عبادة اخری فلاکراهة[1] اھ فاحفظه فانه ینفعك۔

بحر الرائق کے الفاظ یہ ہیں رہا مصحف تو اس کی تقدیم میں اس کی تعظیم ہے اور اسکی تعظیم بلاشبہ عبادت ہے اور اس کا استخفاف کفر ہے۔ پھر یہ عبادت ایک دوسری سے پیوستہ ہوگئی لہذا بالکل کراہت نہ رہی اھ پھر اس کو یاد رکھئے بلاشبہہ یہ آپ کو فائدہ دے گا۔ (ت)

(۶) تصویر صغیر پر قیاس فرماکر مستور سے بھی نفی کراہت کی کہ ظاہر نہ ہونے میں اس کے مثل ہے جیسے جیب یا بٹوے میں روپیہ یا بعض ترکی ٹوپیوں میں کہ نصارٰی کی بنائی ہوتی ہیں اندر کی جانب تصویر ہوتی ہے ان صورتوں میں نماز مکروہ نہیں مگر ناجائز تصویریں حفاظت سے رکھ چھوڑنا خود ہی منع ہے اگرچہ صندوق میں بند رکھے اور نہ کھولے اگرچہ وہاں نماز مکروہ نہ ہوگی۔ محیط وخلاصہ و حلیہ وبحر میں ہے:

رجل فی یده تصاویر وھو یؤم الناس لاتکرہ امامته لانها مستورة بالثیاب فصار کصورة فی نقش خاتم وھو غیر مستبین[2] اھ ولفظ الخلاصة اذا کانت فی یده (وفی نسخة علی یدیه) وھو یصلی لاباس به لانه مستور بثیابه وکذا لوکانت علی خاتمه[3] اھ عزا فی

کسی شخص کے بازو میں تصویریں ہیں اور لوگوں کی امامت کراتا ہے تو اس کی امامت مکروہ نہ ہوگی اس لئے کہ یہ تصویریں کپڑوں سے چھپی ہوئی ہیں۔ اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے انگوٹھی کے نقش میں تصویر ہو جبکہ وہ واضح نہ ہو اھ خلاصہ کے الفاظ یہ ہیں، اگر کسی کے بازو میں، اور ایک نسخہ میں ہے اس کے دونوں بازوؤں میں تصویر ہو اور وہ اس حالت میں نماز پڑھے تو کچھ حرج نہیں کیونکہ وہ کپڑوں سے ڈھانپی ہوئی ہیں۔ اور اسی طرح اگر انگوٹھی پر تصویر ہو اھ

---

[1] بحر الرائق کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۱

[2] بحر الرائق بحوالہ المحیط 〃 〃 〃 ۲/ ۲۷

[3] خلاصۃ الفتاوٰی 〃 الجنس فیما یکرہ فی الصلوٰۃ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۵۸

Marfat.com

الحلیة العبارة الاولی للمحیط والخلاصة معاوفرق فی البحر فاحسن وقال تحت قول المحیط وھو یفید ان المستبین فی الخاتم تکرہ الصلٰوة معہ[1] اھ **اقول** العادة ان الخاتم لایکون علیھا الاغیر مستبین بل لعل الخاتم لایحتمل الا ایاہ فقول المحیط و ھو غیر مستبین لبیان العلة الجامعة بین نقش الخاتم والمستور ، قال البحر ویفید انه لایکرہ ان یصلی و معه صرة اوکیس فیه دنانیر او دراھم فیھا صور صغار لاستتارھا[2] اھ واعترضه فی النھر بان عدم الکراھة فی الصغار غنی عن التعلیل بالاستتار بل مقتضاہ ثبوتھا اذا کانت منکشفة وسیأتی انھا لاتکرہ الصلٰوة لکن یکرہ کراھة تنزیه جعل الصورة فی البیت لخبران الملٰئکة لاتدخل بیتا

چنانچہ حلیہ میں پہلی عبارت کی محیط اور خلاصہ کی طرف نسبت کی، اور بحرالرائق میں بہت اچھے انداز سے فرق کیا ہے، اور محیط کے قول کے ذیل میں فرمایا اور اس سے یہ فائدہ برآمد ہوا کہ اگر انگوٹھی میں نقوش واضح ہوں تو اس کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ ہے اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) عادت کے مطابق انگوٹھی پر نقوش واضح نہیں ہوتے بلکہ شاید انگوٹھی غیر واضح نقوش کے علاوہ کوئی اور دوسرا احتمال ہی نہیں رکھتی، لہذا محیط کا یہ کہنا کہ انگوٹھی کے غیر واضح نقوش ہوا کرتے ہیں، ایسی علت کے بیان کیلئے ہے جو انگوٹھی کے نقش مستور کے لئے جامع ہے۔ صاحب بحرالرائق نے فرمایا: اس سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ اگر تھیلی یا بٹوہ میں درھم، دینار رکھے ہوں اور ان کے ساتھ نماز پڑھے جبکہ ان میں چھوٹی چھوٹی تصویریں ہوں تو کراہت نہ ہوگی اس لئے کہ وہ مستور ہیں اھ النہرالفائق میں اس پر اعتراض کیا کہ چھوٹی تصویروں میں بوجہ صغر عدم کراہت کیلئے کافی ہے لہذا تعلیل بالاستتار کی ضرورت نہیں بلکہ اس کا مقتضی ثبوت کراہت ہے جبکہ وہ کھلی ہوں۔ ابھی آئیگا کہ نماز مکروہ نہ ہوگی، لیکن گھر میں تصویر رکھنا مکروہ تنزیہی ہے اس حدیث کی بنا پر کہ "اس گھر میں فرشتے نہیں جاتے جس میں

---

[1] بحرالرائق کتاب الصلٰوة باب مایفسد الصلٰوة ومایکرہ فیہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۷
[2] " " " " " " " " " " ۲/۲۷

Marfat.com

فیہ کلب او صورۃ اھ نقلہ فی المنحۃ[1] مقرا علیہ **اقول** وھو کما قال وکان زیادۃ الصغار وقع وفاقا فان المعھود فی الدراھم والدنانیر ھی الصغار لکن فی قولہ لکن ما قد علمت ان الصغار لا تکرہ فی البیت ایضا کما مر تصریحہ عن الفتح، وقد تظافروا علی نقل اثار فیھما عن الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم وقدمنا عن الامام فخر الاسلام ان امساك الصورۃ علی سبیل التعظیم ظاھرا مکروہ الخ فقید بالظاھر فغیرہ لا یؤثر کراھۃ لا فی الصلوۃ ولا فی الامساك، قال البحر و یفیدانہ لو کان فوق الثوب الذی فیہ صورۃ ثوب ساتر لہ فانہ لا یکرہ ان یصلی فیہ لاستتارھا بالثوب الاخر واللہ سبحنہ اعلم اھ[2]

کتا یا تصویر ہو اھ منحۃ الخالق میں اس کا اقرار کرتے ہوئے اسے نقل فرمایا۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) اور وہ اسی طرح ہے جیسا کہ موصوف نے کہا ہے گویا چھوٹے پن کا اضافہ اتفاقیہ واقع ہوا کیونکہ درہم و دینار میں نقوش تصویر کا چھوٹا ہونا ایک امر معہود ہے لیکن اس کے قول "لکن یکرہ" میں آپ جانتے ہیں کہ چھوٹی تصویر گھر میں ہو تو کوئی کراہت نہیں۔ جیسا کہ اس کی تصریح فتح القدیر کے حوالہ سے پہلے گزر چکی۔ ائمہ کرام نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ایسے آثار نقل کرنے پر باہم اتفاق اور تعاون فرمایا اور ہم اس سے پہلے فخر الاسلام کے حوالے سے ذکر کر چکے ہیں کہ برملا کسی تصویر کو بطور تعظیم اٹھائے رکھنا مکروہ الخ موصوف نے اپنے کلام میں "الظاھر" کی قید لگائی، پس اس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ اگر تصویر ظاہر نہ ہو تو پھر کراہت میں اس کا کوئی اثر نہیں، نہ نماز میں اور نہ اُسے اٹھائے رکھنے میں، مصنف بحر الرائق نے فرمایا: اس سے یہ فائدہ برآمد ہوا کہ جس کپڑے میں کوئی تصویر ہو پھر اس کے اوپر کوئی دوسرا کپڑا ڈال کر اسے چھپا لیا جائے تو پھر ایسے کپڑے پر نماز پڑھنی مکروہ نہیں اس لئے کہ وہ دوسرے کپڑے

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الصلوۃ باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۷

[2] بحر الرائق کتاب الصلوۃ باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۷

Marfat.com

اقول ولا قرة عين فيه لمن يمسك التصاوير فی صندوقه لينظر فيها متی شاء فانها وان كانت مستورة ما دامت فی الصندوق لكنه يفتحه و يخرجها فتظهر فياتی التحريم والامساك لامر ممنوع ممنوع كمن امسك امرأة ليفجر بها فهو فی اثم الفجور حين لا يفجر لان الاعمال بالنيات' نسأل الله السلامة' بل لو امسكها ولم يقصد النظر فيها متی شاء كان فيه حفظ ما فيه الفساد فكان كامساك آلة اللهو لمن لا يضرب قال الامام الاجل قاضيخان فی فتاواه لو امسك شيئا من هذه المعازف والملاهی يكره و ياثم و ان كان لا يستعملها لان امساك هذه الاشياء للهو عادة[1]۔

سے چھپا لیا گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ پاک و منزّہ ہے، وہ سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں) اس میں کوئی آنکھوں کی ٹھنڈک نہیں اس آدمی کے لئے جو اپنے صندوق میں تصویریں بند کر رکھے اس مقصد کے لئے کہ جب چاہے صندوق کھول کر انھیں دیکھ لے، مذکورہ تصویریں اگرچہ صندوق میں بند ہونے کی وجہ سے مستور ہیں جب تک کہ صندوق میں ہیں لیکن جب وہ صندوق کو کھولے گا اور انھیں نکالے گا تو وہ سامنے آجائیں گی پھر حرمت پیدا ہوجائے گی کیونکہ کسی امر ممنوع کے لئے کسی چیز کو روکے رکھنا بھی ممنوع ہے، اس کی مثال اس آدمی جیسی ہے کہ جس نے کسی عورت کو اپنی نگرانی میں پابند کر رکھا تھا تاکہ موقع پر اس سے بدکاری کا ارتکاب کرے، پھر جس وقت تک وہ بدکاری نہ کرے گا اس وقت بھی بدکاری کرنے کے گناہ میں گرفتار ہوگا اس لئے کہ اعمال کا مدار انسانی ارادوں پر ہے، لہٰذا ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی کا سوال کرتے ہیں، بلکہ اگر اس نے اسے روک رکھا اور جب چاہے دیکھنے کا ارادہ بھی نہ کیا تو پھر بھی اس میں یہ خرابی ہے کہ اس نے اس صورت میں اسی چیز کی حفاظت کی جس میں فساد ہے، اور اسی طرح یہ ہے کہ جیسے کوئی آدمی گانا بجانا نہیں کرتا لیکن گانے کے آلات واسباب کو اپنے پاس روکے رکھتا ہے چنانچہ ہمارے ایک جلیل القدر امام فقیہ قاضی خاں نے اپنے فتاوٰی میں ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص گانے بجانے اور لہو میں سے کسی چیز کو اپنے پاس روکے رکھے مکروہ ہے اور وہ اسی طرح کرنے سے گنہگار ہوگا اگرچہ انھیں اپنے استعمال میں نہ لائے، کیونکہ اس قسم کے آلات واسباب کو

---

[1] فتاوٰی قاضیخان کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی التسبیح والتسلیم الخ نولکشور لکھنؤ ۴/۷۹۳

Marfat.com

روکے رکھنا عادتاً کھیل تماشے کے لئے ہی ہوتا ہے۔(ت)

(۷) چاند، سورج، ستاروں اور درختوں کی تصویریں نماز میں سامنے ہوں تو حرج نہیں کہ مشرکین نے اگرچہ ان اشیاء کو پُوجا مگر ان تصویروں کی عبادت نہیں کرتے، سومنات اگرچہ معبدِ قمر تھا، سوم بمعنے قمر ہے اور ناتھ بمعنے مالک، مگر اس میں بُت تھا جسے صورت روحانیت قمر قرار دیا تھا نہ شکل ہلالی یا قمری یا بدری کی تصویر، ردالمحتار میں درایہ شرح ہدایہ سے ہے:

فان قیل عبد الشمس والقمر والکواکب والشجرۃ الخضراء قلنا عبد عینہ لاتمثالہ[1] اھ **اقول** وبہ ظھر بطلان ما بحث القاری فی المرقاۃ اذ قال ما عبد من دون اللہ ولو کان من الجمادات کالشمس والقمر ینبغی ان یحرم تصویرہ[2] اھ وھو کما تری بحث غریب ساقط لادلیل علیہ ولا اثر لہ فی کلام الائمۃ بل مخالف لاطلاقات جمیع کتب المذھب متونا وشروحا وفتاوی واللہ الموفق ھذا، ثم قال العلامۃ الکاکی فعلی ھذا ینبغی ان یکرہ

اگر یہ کہا جائے سورج، چاند، ستارے اور سرسبز درختوں کی عبادت کی جاتی ہے (تو پھر ان کی تصویروں کا کیا حکم ہے) ہم اس کے جواب میں عرض کرتے ہیں کہ اشیاء مذکورہ کی عین ذات کی عبادت کی جاتی ہے نہ کہ ان کی تصویروں کی اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) اس سے اس قول کا باطل ہونا واضح ہوگیا کہ ملّا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں جس سے بحث کی چنانچہ موصوف نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی کے سوا جس کی عبادت کی جائے اگرچہ وہ بے جان چیزوں میں سے ہو جیسے سورج اور چاند وغیرہ، تو مناسب یہ ہے کہ اسکی تصویر حرام قرار دی جائے اھ یہ جو کچھ فرمایا جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں ایک بحث غریب ہے جو درجۂ اعتبار سے ساقط ہے کیونکہ اس امر پر کوئی دلیل نہیں، اور نیز ائمہ کرام کے کلام میں اس کی کوئی نشانی موجود نہیں بلکہ وہ ایک مخالف کلام ہے، ان تمام اطلاقات کے لئے جو مذہبی کتابوں میں متون،

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیھا داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۳۶

[2] مرقات المفاتیح شرح المشکوٰۃ المصابیح کتاب اللباس باب التصاویر الفصل الاول ۸/ ۲۷۳

Marfat.com

استقبال عین هذه الاشیاء
قال الشامی ای لانها عین
ماعبد بخلاف مالوصورها
واستقبل صورتها[1] اقول
تفریع عجیب و بحث غریب
فالمسافرون فی الفضاء
والبحر بما لا یجدون
ملجاء من استقبال الشمس
فی العصر والقمر فیها و
فی المغرب او فی العشاء
ولامحید لهم عن استقبال
الکواکب فی العشاء واین
یهرب المصلی فی الغیاض
والریاض عن استقبال
شجرة خضراء بل ربما
لایجد له سترة غیرها
فیلجأ الیها بحکم الشرع
وروی الامام احمد و
ابوداؤد وعن المقداد
بن الاسود رضی الله تعالیٰ
عنه قال ما رایت
رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه

شروح اور فتاویٰ کی صورت میں موجود ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہی اس کی توفیق بخشنے والا ہے، علامہ کاکی نے فرمایا کہ پھر تو اس بنا پر مناسب یہ ہے کہ ان تمام چیزوں کی بعینہٖ ذات کی طرف منہ کرنا مکروہ ہے، چنانچہ علامہ شامی نے فرمایا کہ تمام وہ چیزیں جن کی عبادت کی جاتی ہے ان کا عین ہیں بخلاف اس کے کہ ان کی تصویر بنائیں اور پھر اس تصویر کی طرف منہ کریں اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) یہ ایک عجیب تفریع اور نادر بحث ہے کہ مسافر کھلی فضا اور سمندر میں کوئی ٹھکانا نہیں پاتے، عصر کے وقت سورج کی طرف منہ کرنے سے اور چاند کی طرف منہ کرنے سے اور مغرب یا عشاء میں اور عشاء کے وقت ستاروں کی طرف منہ کرنے سے لوگ کہیں نہیں بھاگ سکتے۔ اور جنگلات اور باغات میں نمازی کہاں بھاگ کر جا سکتا ہے کیونکہ جنگلوں اور باغوں میں ہرے بھرے درختوں کی طرف منہ کرنے سے بلکہ بسا اوقات وہ ان کے بغیر کوئی سترہ ہی نہیں پاتا، پھر حکم شریعت کی بنا پر ان کی طرف پناہ لیتا ہے، امام احمد اور امام ابوداؤد نے مقداد بن اسود سے روایت کی (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو) موصوف نے فرمایا میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کسی

---

[1] ردالمحتار بحوالہ معراج الدرایہ کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ داراحیاء التراث العربی ۱/۴۳۶

Marfat.com

وسلم صلی الی عود ولا عمود ولا شجرة
الا جعله علی حاجبه الایسر
او الایمن ولا یصمد له صمدا[1] ثم
ان النبی صلی الله تعالٰی علیه
وسلم انما نهی عن الصلوٰة
حین تشرق الشمس وحین تستوی وحین
تتدلی للغروب ولم یقیده بکونها
قبالة المصلی بل اینما کانت و
لو وراء ظهره ولو فی غیم غلیظ و
علله بانها تکون اذ ذاك بین قرنی
الشیطٰن لا بانها عبدت من دون
الرحمٰن ولعل شدة بعدها و
القمر والنجوم تغنی عن
السترة فلابی داؤد عن ابن عباس
رضی الله تعالٰی عنهما قال
قال رسول الله صلی الله تعالٰی ۱
علیه وسلم اذا صلی احدکم
الی غیر السترة فانه یقطع
صلوٰته الحمار والخنزیر
والیهودی والمجوسی والمرأة
ویجزئ عنه اذا مروا
بین یدیه علی قذفة
بحجر[2] وللطحاوی یکفیك

لکڑی، کسی ستون اور کسی درخت کی طرف نماز پڑھتے ہوئے نہ دیکھا مگر آپ نے انھیں اپنے دائیں یا بائیں ابرو کی طرف رکھا اور بالکل ان کی طرف سیدھ نہ فرمائی، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں کو اس وقت نماز پڑھنے سے روکا جب سورج چڑھ رہا ہو یا دوپہر کے وقت وسطِ آسمان میں ٹھہر جائے یا غروب کے قریب ہو جائے، اور اس کو اس بات سے مقید نہ کیا کہ وہ نمازی کے سامنے اور اس کے مقابل ہو بلکہ جہاں بھی ہو اس کے لئے یہی حکم دیا اگرچہ وہ اسکے پس پشت ہو اور گھرے بادل میں چھپا ہوا ہو، اور اسکی تعلیل یہ بیان فرمائی کہ اوقاتِ مذکورہ میں سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہوتا ہے نہ یہ کہ اس وقت خدائے رحمان کے علاوہ اس کی پرستش کی جاتی ہے شاید اس کی وجہ زیادہ دور ہونا ہے، چاند اور ستارے نمازی کو سترہ سے بے نیاز کر دیتے ہیں (مطلب یہ کہ اُن کے آگے کسی آڑ کی ضرورت نہیں) چنانچہ ابو داؤد میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا، اگر تم میں سے کوئی شخص بغیر سترہ کے نماز پڑھے تو گدھا، سور، یہودی، آتش پرست اور عورت اس کی نماز کو قطع کر دیتے ہیں، اور جب وہ اس کے آگے سے گزریں تو اس کی طرف سے یہی کافی ہے کہ ایک پتھر پھینکے

[1] سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب اذا صلی الی ساریۃ او نحوها آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۰۰
[2] " " " " باب ما یقطع الصلوٰۃ " " " ۱/ ۱۰۲

Marfat.com

اذا کانوا منك قدر رمیة وفی صلٰوۃ الھندیة عن التتارخانیة ان کانت القبور وراء المصلی لایکرہ فانه ان کان بینه وبین القبر مقدار مالو کان فی الصلٰوۃ ویمر انسان لایکرہ فھٰھنا ایضا لایکرہ[2] اھ اما الشجر **فاقول** کونھم عبدوا نوعا او شخصا من الشجر لایلزم کراھة الاستقبال الا الی ذٰلك النوع او الشخص بخصوصه لا الی کل شجرۃ ولیس ذٰلك مثل التمثال فان الحکم متعلق بنفسه من دون نظر الٰی کونه صورۃ ما عبدوہ اولا کما سیاتیك تحقیقه ان شاء اللہ تعالٰی بخلاف الاعیان فلا یعتبر فیھا الجنس بل خصوص ما عبد علی وجه

کی مقدار دُور ہو (یعنی اگر اتنی مقدار دور سے گزریں تو کوئی حرج نہیں) اور امام طحاوی کی روایت میں ہے (اے نمازی!) تجھے یہی کافی ہے کہ گزرنے والا تجھ سے ایک تیر پھینکنے کی مقدار رہو۔ فتاوٰی عالمگیری بحث صلٰوۃ میں تاتارخانیہ کے حوالے سے منقول ہے اگر قبریں نمازی کے پس پشت ہوں تو کوئی کراہت نہیں بشرطیکہ نمازی اور قبر کے درمیان اتنی مقدار مسافت ہو کہ جتنی نماز میں نمازی کے آگے ہونی چاہیے کہ اگر کوئی آدمی اس کے آگے سے گزرے تو کراہت نہ ہو، تو یہاں بھی اس قدر مسافت ہو تو کراہت نہ ہوگی اھ رہا درختوں کا معاملہ **فاقول** (تو اس کے متعلق میں کہتا ہوں کہ) مشرکین کسی نوع یا کسی فرد معین درخت کی عبادت کرنے سے اس کی طرف منہ کرنے سے کراہت لازم آئے گی مگر یہ اس وقت ہوگا جبکہ اس نوع یا خصوصی فرد کی طرف منہ کرے اور یہ معاملہ ہر درخت کے ساتھ نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا معاملہ تصویر جیسا نہیں اس لئے کہ حکم اس کی ذات سے وابستہ ہے اس پر نظر کئے بغیر کہ یہ اس کی تصویر ہے کہ جس کی پہلے مشرکین نے عبادت کی یا نہیں جیسا کہ ان شاء اللہ تعالٰی عنقریب اس کی تحقیق تیرے پاس آجائیگی بخلاف اعیان (ذوات) کہ ان میں

---

[1] شرح معانی الآثار ″ باب المرور بین یدی المصلی الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۰۹

[2] فتاوٰی ہندیة ″ الباب السابع الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۰۷

Marfat.com

عبد الاترى الى ما امر من الفرق بين تنور فيه نار وبين شمع وسراج اولا ترى ان النبى صلى الله تعالى عليه وسلم كان يستتر فى صلوته براحلته ولم يمنعه عن ذلك كونها من جنس الحيوان الذى يعبده المشركون نوع البقر وعبدوا شخص عجل السامرى، اخرج الشيخان عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما ان النبى صلى الله تعالى عليه وسلم كان يعرض راحلته فيصلى اليها[1]، وفى الفتح ان استتر بظهر جالس كان سترة وكذا الدابة واختلفوا فى القائم[2] اھ وفيه وفى الهندية عن النهاية قالوا حيلة الراكب ان ينزل

جنس کا اعتبار نہیں کیا جاتا بلکہ اس میں جس کی عبادت کی جائے جس وجہ پر عبادت کی جائے اس خصوص کو پیشِ نظر رکھا جاتا ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے اس گزشتہ فرق کو جو ایسے تنور کہ جس میں آگ ہو اور شمع اور چراغ کے درمیان کیا گیا ہے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی نماز میں اپنی سواری (ناقہ) کو پردہ اور آڑ بناتے اور اس رویہ سے آپ کو یہ چیز نہ روکتی کہ ناقہ اس جنسی حیوان میں سے ہے کہ جس کی ایک قسم گائے کی مشرکین عبادت کرتے رہے اور سامری کے بنائے ہوئے فردِ معین بچھڑے کی پرستش کرتے رہے، چنانچہ بخاری اور مسلم نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے تخریج فرمائی کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام جب نماز پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو اپنی سواری (ناقہ) کو چوڑائی میں بٹھا دیتے پھر اس طرف منہ کرکے نماز پڑھتے۔ فتح القدیر میں ہے اگر کسی بیٹھے ہوئے شخص کی پیٹھ کو (نماز پڑھتے وقت) پردہ بنائے تو پھر اس کے لئے سُترہ کے قائم مقام ہے، اور کسی دوسرے جانور کا بھی یہی حکم ہے، اور کھڑے ہونے والے شخص میں ائمہ کرام نے اختلاف کیا ہے اھ اور اس میں اور فتاوٰی عالمگیری میں نہایہ کے

---

[1] صحیح البخاری کتاب الصلٰوۃ باب الصلٰوۃ الی الراحلۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷۲

[2] فتح القدیر " باب ما یفسد الصلٰوۃ وما یکرہ فیہا مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۵۴

Marfat.com

فیجعل الدابۃ بینہ وبین المصلی فتصیر ھی سترۃ فیہ[1] اھ فالذی تحرر بما تقرر کراھۃ استقبال خصوص حیوان اوشجر اخضر یعبدہ المشرکون ان نوعا فنوعا اوشخصا فذلک الشخص عینا دون غیرہ من نوعہ بشرط ان لایکون بینہ وبین المصلی اکثر ممایؤثم المار ھذا ما ظھر لی وارجو ان یکون صوابا ان شاء اللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم۔

حوالے سے ہے۔ ائمہ فقہ نے فرمایا (سفر میں سُترہ کے لئے تجویز و تدبیر یہ ہے کہ نمازی کے آگے سے گزرنے والا سوار ہے تو زمین پر اترے، پھر گزرنے والا اپنے اور نمازی کے درمیان اپنے جانور کو آڑ بنالے، پس یہی اُس کے لئے سُترہ کی حیثیت رکھتا ہے اھ اور جو کچھ اثبات کردہ حقیقت کے مطابق تحریر ہوا کہ مشرکین جن چیزوں کی عبادت کرتے ہیں بربنائے خصوص خواہ وہ حیوان ہو یا کوئی سرسبز و شاداب درخت ہو، نماز میں اس کی طرف منہ کرنا مکروہ ہے، اگر نوع ہو تو اُس نوع کا یہی حکم ہے۔ اگر شخص (یعنی فرد معین ہو تو) پھر عین (یعنی اس فرد معین کا یہی) حکم ہے۔ لہٰذا اس نوع میں سے کوئی دوسرا مراد نہ ہوگا۔ بشرطیکہ اس کے اور نمازی کے درمیان اتنی زیادہ مسافت نہ ہو کہ جس سے گزرنے والا گناہگار ہوتا ہے۔ اور یہ وہ تحقیق ہے جو مجھ پر ظاہر ہوئے۔ اور مجھے امید ہے کہ وہ ضرور مبنی برصواب ہوگی بشرطیکہ اللہ تعالٰی نے چاہا۔ اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

ان تمام مسائل سے واضح ہوا کہ تشبّہ کے لئے اُس شَے کا جنس مایعبدہ المشرکون سے ہونا ضرور ی ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) اب یہاں متعدد سوال پیدا ہوتے ہیں:

اوّل اعیان میں تو اس کے معنی ظاہر ہیں کہ خود وہی نوع یا شخص ہو جس کی عبادت مشرکین کرتے ہیں مگر تصویر میں ہرگز یہ معنی نہیں شمس و قمر کی تصویر نہ گھر میں رکھنا مکروہ نہ نماز میں سامنے ہوتے سے کراہت حالانکہ وہ معبودان باطل ہیں، اور ہر انسان و حیوان کی تصویر رکھنا بھی حرام، اور اس سے نماز بھی مکروہ، حالانکہ مشرکین ان سب کی عبادت نہیں کرتے، اس کا منشا کیا ہے، وہ جو گزرا کہ شمس و قمر کے عین کی عبادت ہوتی ہے نہ تصویر کی، یہاں بدرجہ اولٰی وارد ہے کہ ان کے نہ عین کی عبادت ہوتی ہے نہ تصویر کی۔ اگر کہئے وہ ذی روح نہیں یہ ذی روح ہیں، ہم کہیں گے یہی تو سوال ہے کہ جب مدار عبادت پر ہے تو معبود باطل تو غیر ذی روح کی تصویر کیوں نہ منع و وجہ کراہت ہوئی، اور ذی روح

---

[1] فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۵۴

Marfat.com

غیر معبود کی تصویر کیوں حرام و موجبِ کراہت ٹھہری۔

دوم سر بریدہ و چہرہ محو کردہ کو استثنا فرمایا کہ ان کی عبادت نہیں ہوتی، ظاہر ہے کہ یہ نفی نفیِ امکان نہیں کہ مشرکوں کی بدعقلی سے کسی چیز کی عبادت محال کیا مستبعد بھی نہیں جب وہ صرف لنگ اور جلہری کی پوجا کرتے ہیں تو اُن کے ساتھ باقی بدن بھی اگر ہوا اور سر نہ ہوا تو کون مانع ہے مگر مراد نفیِ عادت ہے کہ تن بے سر کی عبادت ان کی عادت نہیں۔ تبیین الحقائق و بحر الرائق سے گزرا:

لانہا لا تعبد بدون الراس عادۃ[1]

اس لئے کہ بطور عادت، بغیر سر، تصویر کی عبادت نہیں کی جاتی (ت)

اب واضح سوال ہے کہ تصویر کے چاروں ہاتھ پاؤں کاٹ دینے کے بعد جواز کیوں نہ ہوا کہ ایسے لوتھڑے کی عبادت بھی اُن کی عادت نہیں بلکہ بھنویں اور آنکھیں مٹا دینے پر بھی یہی سوال ہو سکتا ہے کہ اس حالت پر بھی عبادت کی عادت محلِ منع ہے، اگر کہئے بے سر و چہرہ حیات نہیں رہتی اور ان اعضائے کے بغیر ممکن ہے ہم کہیں گے تو مدار حیات پر ہوا نہ عادت عبادت پر، ہذا غلط حیات کو اس لئے لیا تھا کہ اصل مناط یعنی عادۃ معبود ہونا بے حیات منتفی ہے نہ اس لئے کہ حیات ہی اصل مناط ہے کہ وہ باقی ہو تو حکم ثابت رہے اگرچہ عادت عبادت معدوم ہو۔

سوم سر بریدہ و اطراف بریدہ میں تو موت و حیات سے فرق کر لیا چھوٹی تصویر اور اطراف بریدہ میں کیا فرق ہے، قابلیتِ حیات دونوں میں ہے اور عادۃً عبادت دونوں کی نہیں ہوتی بلکہ بڑی تصویر صرف مستور رہنے سے کیوں قابلِ استثنا ہو گئی، اتنا خارجی تغیر کہ صرف ایک ہیأت بدلی مفید ہوا اور یہ عظیم تغیر نفس جسم میں کہ چاروں ہاتھ پاؤں جڑ سے کاٹ دئے کام نہ آیا حالانکہ پردہ ڈالنا اعزاز کا بھی پہلو رکھ سکتا ہے اور دست و پا کاٹ دینا صریح اہانت ہے۔

چہارم کیا فرق ہے کہ زید یا مثلاً بکر کی تصویر گھر میں بے اہانت رکھنا حرام اور مانع ملٰئکۂ رحمۃ علیہم الصلوٰۃ والسلام، حالانکہ مشرکین نہ زید اور بکر کو پوجتے ہیں نہ اُن کی تصویروں کو، اور گائے کا گھر میں بے اہانت رکھنا جائز حالانکہ وہ خود ان کی معبودۂ باطلہ ہے اور باندھنا بغرض اہانت نہیں بلکہ حفظ ہے، اور بہت گائے بیل بے باندھے بھی رکھے جاتے ہیں، اگر کہئے گائے کا رکھنا

---

[1] تبیین الحقائق باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ١/١٦٦
بحر الرائق " " " " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ٢/٢٨

Marfat.com

دُودھ کے لئے ہے اور تصویر سے کوئی غرض صحیح نہیں، ہم کہیں گے غرض صحیح کے چار درجے ہیں ضرورت[1]، حاجت[2]، منفعت[3]، زینت[4]۔ گائے اگرچہ درجہ سوم میں ہے لوگ تصویر کو درجہ چہارم میں رکھتے ہیں تو بے غرض یہ بھی نہ ہوئی معہذا اور اغراض بھی تصویر میں ہوسکتی ہیں مثلاً معرکہ جہاد کی تصویر جس میں اللہ عزوجل نے مسلمانوں کو کافروں پر غلبہ عطا فرمایا ہو کہ اُس کے مشاہدہ سے مسلمانوں کی عزت کفار کی ذلت کا سماں نظر آئے گا نعمتِ الٰہی کی یاد ہوگی اُن بندگانِ خدا کی طرح دین کے لئے جانفشانی کا شوق پیدا ہوگا الٰی غیر ذٰلک من المصالح (اُن بیان کردہ فوائد کے علاوہ اور بھی بہت سے مصالح ہیں۔ ت) حالانکہ ان نیتوں سے بھی اس کا رکھنا حرام و ناجائز ہی ہے تو واجب ہوا کہ تصویر میں مایعبد کے وہ معنے لئے جائیں اور ایسا مناط تجویز کیا جائے جس سے یہ سب سوالات مرتفع ہوجائیں اور تمام مسائلِ منع و اجازت اس پر منطبق آئیں **فاقول** و باللہ التوفیق (پھر میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے ہی کہتا ہوں۔ ت) یہاں مناط منع نہ صورت کی عبادت ہونا ہے نہ ذوالصورۃ کی، نہ اس کی نوع نہ جنس قریب کی۔ نہ اس کا اس حالت پر ہونا کہ ذوالصورۃ اس حال پر ہو تو زندہ رہے ان میں سے کچھ کسی وجہ پر نہ وہ سوال مرتفع ہوں نہ فروع ملتئم بلکہ مناط تصویر کا معنی وثن میں ہونا ہے جیسا کہ محقق نے فتح میں اشارہ فرمایا:

حیث قال کما تقدم لیس لھا حکم الوثن فلا تکرہ فی البیت[1]

جیسا کہ پہلے گزر چکا (کہ اس حالت میں) تصویر کے لئے حکمِ صنم نہیں، لہذا اس کا گھر میں ہونا مکروہ نہیں۔ (ت)

ولہذا صورتِ حیوانیہ کی تخصیص ہوئی کہ غیر حیوان کی تصویر بت نہیں، بُت ایک صورتِ حیوانیہ مضاہاتِ خلق اللہ میں بنائی جاتی ہے تاکہ ذوالصورۃ کے لئے مرأت ملاحظہ ہو، اور شک نہیں کہ ہر حیوانی تصویر مجسم خواہ مسطح کپڑے پر ہو یا کاغذ پر دستی ہو یا عکسی اس معنی میں داخل ہے تو سب معنیٰ بُت میں ہیں اور بُت اللہ عزوجل کا مبغوض ہے تو جو کچھ اس کے معنی میں ہے اس کا بلا اہانت گھر میں رکھنا حرام اور موجبِ نفرتِ ملائکہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اسی قدر سے بحمداللہ تعالٰی سب سوال حل ہوگئے تصویر کو اب تصویر حیوانی نہیں کہ معنی بُت میں ہو اور تصویر ہر انسان وحیوان اگرچہ مشرکین اُن کی عبادت نہ کرتے ہوں معنی بت میں ہے تو مبغوض رب العزت ہے، سوال اول

---

[1] فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ و مایکرہ فیہا مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۶۳

Marfat.com

حل ہوا، تو زصورت حیوانی ہی نہیں اور گائے ہے مگر خود مخلوق رب العزت نہ کہ مضاہات خلق اللہ میں مرأت ملاحظہ ہونے کو بنائی ہوئی کہ مبغوض الٰہی ہو تو یہ بھی معنیٰ بت میں نہیں، سوال چہارم حل ہوا، پھر صورت حیوانی کہا جانا اور اس کے لئے مرآۃ ملاحظہ ہونا دونوں کا مدار چہرہ پر ہے، اگر چہرہ نہیں تو اسے صورتِ حیوانی نہ کہا جائے گا، اس پر ایک تو امین الوحی جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول گزرا کہ ان کے سر کاٹ دیجئے کہ ہیأتِ درخت پر ہو جائیں، دوسرے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد گزرا کہ صورت سر کا نام ہے جس کے سر نہیں وہ صورت نہیں، تیسرے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد گزرا کہ سر کاٹ دیا تو صورت نہ رہی، چوتھے اس پر اول دلیل ارشاد اقدس حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہے،

اذا قاتل احدکم اخاہ فلیجتنب الوجہ فان اللہ خلق اٰدم علٰی صورتہ۔ رواہ مسلم[1] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ حکی النووی فی شرحہ ثلثۃ اقوال امثلھا واعدلھا واصحھا واحملھا ان المراد اضافۃ تشریف واختصاص کقولہ تعالٰی ناقۃ اللہ وکما یقال فی الکعبۃ بیت اللہ ونظائرہ[2] اھ

تم میں سے جب کوئی شخص اپنے بھائی سے آمادۂ جنگ ہو تو اس کے چہرے کو بچائے کیونکہ اللہ تعالٰی نے حضرت آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔ امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت فرمایا۔ امام نووی نے اپنی شرح صحیح مسلم میں علٰی صورتہ کے متعلق تین اقوال کی حکایت فرمائی ان میں سب سے زیادہ عمدہ، زیادہ معتدل، زیادہ صحیح اور زیادہ قابل حمل والا قول یہ ہے کہ اس اضافت سے شرافت و اختصاص مراد ہے۔ اللہ تعالٰی کے اس ارشاد "ناقۃ اللہ" (اللہ تعالٰی کی اونٹنی) کی طرح، اور جیسا کہ کعبہ شریف کے بارے میں کہا جاتا ہے "بیت اللہ" (اللہ تعالٰی کا گھر)، اور اسی طرح اس کے باقی نظائر و امثال اھ (ت)

تکریمِ صورت کو صرف تعظیمِ وجہ پر مقصود فرمایا اور مرآۃ ملاحظہ ہونے کا وجوداً و عدماً اس پر دوران خود ظاہر چہرہ ہی سے معرفت ہوتی ہے چہرہ دیکھا اور باقی بدن کپڑوں سے چھپا ہے تو کہے گا میں اسے پہچانتا ہوں، اور چہرہ نہ دیکھا تو نہیں کہہ سکتا اگرچہ باقی بدن دیکھا ہو، ولہٰذا اگر عورت نے اپنا منہ کھول کر گواہوں کو دکھایا اور کہا میں لیلٰی بنت زید ہوں اور مجھ اقرار یا عقد کیا گواہوں کو اس پر گواہی دینا جائز ہے اور انھیں اس کی زندگی بھر گواہان شناخت کی اصلاً حاجت نہیں کہ منہ دیکھ کر انھیں خود شناخت ہوگئی وہ اسے دیکھ کر

---

[1] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب النہی عن ضرب الوجہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۲۷
[2] شرح صحیح مسلم للنووی مع صحیح مسلم باب النہی عن ضرب الوجہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۲۷

Marfat.com

بتا سکتے ہیں کہ یہی وہ عورت ہے جس نے ہمارے سامنے اقرار کیا اور اگر منہ کھول کر نہ دکھایا تو گواہان شناخت کے بعد بھی یہ گواہی نہیں دے سکتے کہ فلاں عورت نے یہ اقرار کیا بلکہ اتنا کہیں کہ ہمارے سامنے ایک عورت نے یہ اقرار کیا اور فلاں فلاں شہود نے ہم سے بیان کیا کہ یہ فلاں عورت ہے۔ عالمگیری میں ہے:

لوکشفت امرأۃ وجھھا وقالت انا فلانۃ بنت فلان لایحتاجون الی شھود المعرفۃ فان ماتت یحتاجون الی شاھدین یشھدان انھا کانت فلانۃ بنت فلان واذالم تسفر وجھھا وشھد شاھدان انھا فلانۃ بنت فلان لم یحل لھما ان یشھدا بذلك یعنی علی اقرار فلانۃ انما یجوز ان یشھدا ان امرأۃ اقرت بکذا وشھد عندنا شاھدان انھا فلانۃ بنت فلان ھکذا فی الملتقط[1]

اگر کسی عورت نے اپنے چہرے سے پردہ اٹھایا اور کہا میں فلاں دختر فلاں ہوں تو اس صورت میں لوگوں کو پوری زندگی شناخت کرانے کیلئے گواہوں کی ضرورت نہیں (اس لئے کہ چہرے سے پوری طرح شناخت اور تعارف حاصل ہوگیا) پھر اگر وہ مرجائے تو لوگوں کو اس بات کی ضرورت ہوگی کہ دو گواہ یہ گواہی دیں گے کہ فلاں، دختر فلاں ہے اور اگر اس نے اپنا چہرہ کھول کر نہ دکھایا تو پھر دو گواہ یہ گواہی دیں گے کہ وہ فلاں دختر فلاں ہے لیکن ان دو گواہوں کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ یہ گواہی دیں کہ وُہ فلاں عورت ہے کہ جس نے اقرار کیا تھا۔ ہاں البتہ یہ جائز ہے کہ وہ یونہی گواہی دیں کہ ایک عورت نے اقرار کیا ہے اور ہمارے پاس دُو گواہوں نے گواہی دی کہ وہ عورت فلاں دختر فلاں ہے، فتاوٰی ملتقط میں اسی طرح مذکور ہے۔ (ت)

اُسی میں فتاوٰی ظہیریہ سے ہے:

اختلف المشائخ فی جواز تحمل الشھادۃ علی المرأۃ اذا کانت متنقبۃ بعض مشائخنا قالوا لا یصح التحمل علیھا بدون رؤیۃ وجھھا وبعض مشائخنا توسعوا فی ھذہ وقالوا

مشائخ کرام نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے کہ جب عورت نقاب پوش ہو تو اس پر گواہی دینے کے جواز کی کیا صورت ہوگی، چنانچہ ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ چہرہ دیکھے بغیر عورت کے متعلق گواہی نہیں دی جاسکتی، لیکن ہمارے بعض مشائخ نے اس میں کچھ وسعت وگنجائش

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشہادات الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۴۵۳

Marfat.com

يصح عند التعريف وتعريف الواحد
كفى والمثنى احوط والى هذا مال
الشيخ الامام المعروف بخواهر زاده
والى القول الاول مال الشيخ الامام
شمس الاسلام الاوزجندى و الشيخ
الامام ظهير الدين وضرب من
المعقول يدل على هذا فانا اجمعنا
على انه يجوز النظر الى وجهها لتحمل
الشهادة[1] اھ قلت فقد اجمعوا على
حصول المعرفة برؤية الوجه حتى جاز
التحمل اجماعا وعلى عدمها بعدم معرفتها
لم يجز التحمل عند قوم اصلا و
احتيج لما التعريف عند اٰخرين
مقاصد۔

رکھی ہے، اور یہ فرمایا ہے کہ تعارف اور شہرت
کے وقت اس کے متعلق گواہی دینا صحیح ہے
اور صرف ایک آدمی کی پہچان کافی ہے اور دو
میں زیادہ احتیاط ہے۔ چنانچہ شیخ امام جو
خواہر زادہ کے لقب سے مشہور ہیں اسی طرف
مائل ہیں جبکہ شیخ امام شمس الاسلام اوزجندی اور
شیخ امام ظہیر الدین پہلے قول کی طرف مائل ہیں
چنانچہ معقول قسم اس پر دلالت کرتی ہے اس لئے
کہ ہم نے اتفاق کیا ہے کہ تحمل شہادت کے لئے
عورت کے چہرہ کی طرف دیکھنا جائز ہے اھ
میں کہتا ہوں ائمہ کرام نے اس بات پر اتفاق
کیا ہے کہ چہرہ دیکھنے سے شناخت اور معرفت
حاصل ہوتی ہے یہاں تک کہ (اس صورت
میں) تحمل شہادت بالاتفاق جائز ہے، اور
اگر رؤیت نہ ہو تو معرفت نہ ہوگی لہذا بعض لوگوں کے نزدیک (اس صورت میں) تحمل شہادت بالکل
جائز نہیں۔ لیکن کچھ دوسروں کے نزدیک مقاصد میں اس کے لئے شناخت کی ضرورت ہوتی ہے۔ (ت)

اہل تصویر ہی کو دیکھئے جو تصویر کسی کی یادگار کے لئے بنوائیں ہرگز بے چہرہ اس پر راضی نہ ہوں گے نہ اپنے
مقصود کو مفید جانیں گے اگرچہ باقی تمام بدن کی تصویر ہو اور بارہا نیم قد بلکہ صرف چہرہ پر قناعت کرتے اور
اسے اپنے مقصد کے لئے کافی سمجھتے ہیں جیسا کہ مصوّروں میں بکثرت دائر و سائر اور سکہ کی تصویروں سے
ظاہر، اور خود یہ تصویر جس سے سوال ہے اس پر شاہد کہ اس کا بنانا یادگاری کے لئے تھا اور نصف سینہ
تک قناعت کی تو بداہۃً ثابت ہوا کہ صرف چہرہ ہی وہ چیز ہے کہ تصویر کو معنی بت میں کرتا ہے اور صرف
چہرہ ہی اس معنی کے افادہ میں کافی ہوتا ہے تو یہاں جنس مایعبد سے مراد صرف معنی بت میں ہونا ہے
اگرچہ نہ خود وہ معبود مشرکین ہو نہ اس کا ذوالصورۃ تو وہ اس حالت پر ہو کہ مشرکین اپنی عبادت کیلئے

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الشہادات الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۵۲

Marfat.com

عادۃً لازم رکھتے ہیں کہ یہ سب زوائد ہیں اور یہاں غیر ملحوظ۔ یہاں صرف اُس قدر درکار ہے کہ تصویر کسی صورت حیوانیہ کے لئے مرآۃ ملاحظہ ہو اور اس کا مدار صرف چہرہ پر ہے تو قطعاً یہ سب تصویریں معنیٔ بت میں ہیں اور اُن کا مکان میں باعزاز رکھنا، نصب کرنا، چوکھٹوں میں رکھ کر دیوار پر لگانا یا پردے یا دیوار یا کسی اونچی رہنے والی شے پر اس کا منقوش کرنا اگرچہ نیم قد یا صرف چہرہ ہو یا دیوارگیروں پر انسان یا حیوان کے چہرے لگانا یا پانی کے نل کے منہ یا لاٹھی کی بالائی شام پر کسی حیوان کا چہرہ بنوانا یا ایسی کسی بنی ہوئی چیز کو رکھنا استعمال کرنا سب ناجائز وحرام و مانع دخول ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اُس مکان میں نماز یقیناً مکروہ، پھر اگر تشبّہ خاص بھی پایا جائے جیسے مصلّی کے سامنے ہونا تو نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ، کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ قدِ آدم آئینے جن میں اتنی بڑی بڑی آدمیوں اور جانوروں کی تصویریں ہوں دیوارِ قبلہ میں نصب کرکے اُن کی طرف نماز پڑھنے میں نہ عبادت صورت کی مشابہت ہے نہ شرع مطہر کی مخالفت، حاشا ہرگز کوئی نہیں کہہ سکتا، تو ثابت ہوا کہ صواب عامہ کتبِ ائمہ کے ساتھ ہے جن میں صرف قطع راس ومحو وجہ پر اکتفا فرمایا اور دیگر اعضاء کا اُن پر قیاس ہرگز نہ روایۃً منقول نہ درایۃً مقبول۔
لاجرم سر بریدہ میں ممانعت نہ ہوئی کہ معنیٔ بُت میں نہ رہی، اور دست وپا بریدہ ناجائز ہوئی کہ معنیٔ بت باقی، سوالِ دوم حل ہوا۔ اتنی چھوٹی تصویر کہ نظر میں متمیّز نہ ہو مرآۃ ملاحظہ نہیں کہ آپ ہی زیرِ ملاحظہ نہیں یونہی مستور کہ وہ بھی خود ملاحظہ سے مہجور، مرآۃ ملاحظہ ہونا تو اور دُور، اور معنیٔ بت کے حصول کو یہ بھی ضرور کہ مشرکین بُتوں کو اسی لئے بناتے ہیں کہ اُن کے آلہۂ مزعومۂ باطلہ کے مرآۃ ملاحظہ ہوں تو یہاں بھی وہ معنیٰ مفقود، سوالِ سوم حل ہوا۔

وللہ الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ کما یحب ربنا ویرضی وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولٰنا وآلہ وصحبہ ابدا، ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالیٰ ولی التوفیق وقد کان یختلج فی قلبی الکلام علیہ منذ زمان وکنت ارجو ان یفتح اللہ تعالیٰ بالحق فھذا

اللہ تعالیٰ کے لئے ہی بے حساب وشمار تعریف توصیف ہے پاکیزہ، ایسی میں برکت رکھی گئی جیسا کہ ہمارا پروردگار پسند فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہمارے آقا اور ہمارے مولا پر رحمت برسائے اور ان کی تمام آل اور ساتھیوں پر ہمیشہ ہمیشہ رحمت ہو، اور مناسب یہ ہے کہ تحقیق اسی طرح ہونی چاہئے، اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے کا مالک ہے۔ مدت سے میرے دل میں اس پر کلام کرنے کی بات کھٹک رہی تھی اور میں یہ بھی امید

Marfat.com

او ان یسرہ المولی سبحٰنہ و تعالٰی ولہ الحمد **اقول** وبہ انفصل و للہ الحمد خلاف ما نقلہ القہستانی عن المحیط فی اتخاذ الراس و نقلہ عنہ فی رد المحتار ولم یذکروا فیہ ترجیحا فثبت بحمد اللہ تعالٰی ترجیح المنع اقول ثم لایذھبن عنک وان المراد بالاتخاذ الاقتناء کما فی قول القہستانی بعدہ باسطر یکرہ اتخاذ الصور فی البیوت[۱] ثم قولہ بعدہ لایکرہ اتخاذھا[۲] ان صغرت اما اصطناعہ فلا یجوز بحال وان صرح علماؤنا بجواز اتخاذ الانف والسن والاصبع من فضۃ لمقطوعھا فان الفرق بین ما ذکروا وبین اتخاذ الراس مما لایخفی علی بلید فضلا عن عاقل، واللہ تعالٰی اعلم۔

کہ (اس معاملہ میں) اللہ تعالٰی مجھ پر حق کھول دیگا یہاں تک کہ یہ وقت آپہنچا کہ جس میں اللہ تعالٰی پاک اور برتر نے (اس عقدہ کو) مجھ پر آسان کردیا لہٰذا اسی کے لئے تعریف و ستائش ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) جبکہ اللہ تعالٰے کے لئے حمد و ستائش ہے اس سے وہ اختلاف الگ اور جُدا ہوگیا کہ جس کو علامہ قہستانی نے محیط کے حوالے سے سربنانے کے متعلق نقل کیا اور فتاوٰی شامی میں اس کو نقل فرمایا لیکن اس میں ائمہ کرام نے کوئی ترجیح ذکر نہیں۔ میں کہتا ہوں پھر آپ سے کہیں یہ بات رہ نہ جائے کہ یہاں اتخاذ سے اقتناء (حفاظت کرنا) مراد ہے جیسا کہ چند سطروں بعد علامہ قہستانی کا یہ قول موجود ہے "گھروں میں حفاظت سے تصویریں رکھنا منع ہیں"۔ لیکن اس کے کچھ بعد انھوں نے فرمایا کہ اگر تصویریں چھوٹی چھوٹی ہوں تو ان کا گھروں میں رکھنا مکروہ نہیں لیکن انکا بنانا کسی حال میں بھی جائز نہیں، اگرچہ ہمارے علماء کرام نے یہ تصریح فرمائی کہ چاندی کی ناک، دانت اور انگلی بنانا جائز ہے اور اس کی وجہ ان کا مقطوع ہونا ہے اس لئے کہ جو کچھ انھوں نے ذکر فرمایا اس کے اور سربنانے کے درمیان واضح فرق ہے جو کسی بے عقل سے بھی پوشیدہ نہیں چہ جائیکہ صاحبِ عقل سے مخفی رہ جائے، واللہ تعالٰے اعلم (ت)

رابعًا اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق ہی کے حوالے سے کہتا ہوں)

---

[۱] جامع الرموز کتاب الصلوٰۃ فصل ما یفسد الصلوٰۃ مکتبۃ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۱۹۶
[۲] " " " " " " " " ۱/ ۱۹۵

Marfat.com

ایک اور نکتہ بدیعہ ہے جس پر تنبہ لازم، یہاں چار صورتیں ہیں :

اوّل تصویر کی توہین مثلاً فرش پا انداز میں ہونا کہ اُس پر چلیں پاؤں رکھیں یہ جائز ہے اور مانع ملائکہ نہیں اگرچہ بنانا بنوانا ایسی تصویروں کا بھی حرام ہے کما فی الحلیۃ و البحر وغیرھما (جیسا کہ حلیہ، بحرالرائق اور ان دو کے علاوہ دوسری کتابوں میں مذکور ہے۔ ت)

دوم جس چیز میں تصویر ہوا سے بلا اہانت رکھنا مگر وہ ترک اہانت بوجہ تصویر نہ ہو بلکہ اور سبب سے جیسے روپے کو سنبھال کر رکھنا زمین پر پھینک نہ دینا کہ یہ بوجہ تصویر نہیں بلکہ بسبب مال، اگر سکّہ میں تصویر نہ ہوتی جب بھی وہ ایسی ہی احتیاط سے رکھا جاتا، یہ بحال ضرورت جائز ہے جس طرح روپے میں کہ تکریم تصویر مقصود نہیں اور بے تصویر کا یہاں چلنا نہیں اور اس پر سے تصویر مٹائیں تو چلے گا نہیں الضرورات تبیح المحظورات (ضرورتیں ممنوع کاموں کو مباح کر دیتی ہیں۔ ت) یونہی اسٹامپ کی تصویریں اور ڈاک کے ٹکٹ، اگر ان کی تصویریں ایسی چھوٹی نہ ہوں کہ زمین پر رکھ کر کھڑے ہو کر دیکھنے سے تفصیل اعضا ظاہر نہ ہو جیسے اشرفی مہر اس کے رکھنے کا ویسے ہی جواز ہے کہ اس کی تصویریں ایسی ہی چھوٹی ہیں اور بلاضرورت داخلِ کراہت کہ اگرچہ ترک اہانت دوسری وجہ سے ہے مگر لازم تو تصویر کی نسبت بھی آیا حالانکہ ہمیں اس کی اہانت کا حکم ہے، عنایہ سے گزرا :

نحن امرنا باھانتھا[1]

ہمیں تصویروں کی توہین و تذلیل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (ت)

تو ترکِ اہانت میں ترکِ حکم ہے اور ضرورت نہیں کہ حکم جواز لائے، چاقو وغیرہ پر جو تصویریں ہوتی ہیں اسی حکم میں داخل ہیں اگر بڑی ہوں تو انھیں مٹا دے یا کاغذ وغیرہ لگا دے ورنہ مکروہ ہے۔ یہ بھی اس وقت کہ رکھنے والے کو اُس شے سے کام ہو تصویر مقصود نہ ہو ورنہ صورتِ سوم میں داخل ہوگا۔

سوم ترک اہانت بوجہ تصویر ہی ہو مگر تصویر کی خاص تعظیم مقصود نہ ہو جیسے جُہّال زینت و آرائش کے خیال سے دیواروں پر تصویریں لگاتے ہیں یہ حرام ہے اور مانع ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کہ خود صورت ہی کا اکرام مقصود ہوا اگرچہ اسے معظّم و قابلِ احترام نہ مانا۔

چہارم صرف ترک اہانت نہ ہو بلکہ بالقصد تصویر کی عظمت و حرمت کرنا اسے معظّم دینی سمجھنا اسے تعظیماً بوسہ دینا، سر پر رکھنا، آنکھوں سے لگانا، اُس کے سامنے دست بستہ کھڑا ہونا، اس کے لئے جانے

---

[1] العنایۃ شرح الہدایۃ علی ہامش فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۶۲

Marfat.com

پر قیام کرنا، اُسے دیکھ کر سر جھکانا وغیر ذلک افعالِ تعظیم بجالانا یہ سب سے اخبث اور قطعاً یقیناً اجماعاً اشد حرام وسخت کبیرہ ملعونہ ہے اور صریح کھلی بُت پرستی سے ایک ہی قدم پیچھے ہے اسے کوئی مسلمان کسی حال میں حلال نہیں کہہ سکتا اگرچہ لاکھ مقطوع یا صغیر یا مستور ہو یہ قیدیں سب صورت سوم تک تھیں قصداً تعظیم تصویر ذی روح کی حرمت شدیدہ عظیمہ میں نہ کوئی تقیید ہے نہ کسی مسلمان کا خلاف متصور بلکہ قریب ہے کہ اسکی حرمتِ شدیدہ اس ملّتِ حنفیہ کے ضروریات سے ہو تو اس کا استحسان بلکہ صرف استحلال یعنی جائز جاننا ہی سخت امر عظیم کا خطرہ رکھتا ہے والعیاذ باللہ تعالٰی (اور اللہ تعالٰی کی پناہ۔ ت) صورت مذکورۂ سوال یہی صورت چہارم ہے کہ اُسے تبرک کے طور پر رکھنا اُس کے سبب نزول برکت جاننا اسے برزخ ٹھہرانا رب عزوجل تک وصول کا ذریعہ بنانا یہ سب وہی سخت اشد کبیرہ ہے اور عادۃً اس حالت میں اس کے ساتھ وہی افعالِ تعظیم بجالائیں گے جن کے حلال جاننے پر تجدیدِ اسلام مناسب ہے۔

نسأل اللہ السلامۃ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ہم اللہ تعالٰی سے (جان و ایمان کی سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔ گناہوں سے بچنے اور بھلائی کرنے کی کسی میں طاقت نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالٰی بڑی شان والا توفیق عطا فرمائے (ت)

ناواقف سمجھتے ہیں کہ حضور پُر نور سیدالاسیاد، امام الافراد، واہب المراد باذن الجواد، غوث الاقطاب والاوتاد، سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ (سادات کے سردار، افراد کے پیشوا، اللہ تعالٰی سخی کی اجازت سے مرادیں پوری کرنے والے، قطبوں کے فریادرس اور اوتاد کے فریادرس، ہمارے آقا، سب سے بڑے فریادرس، اللہ تعالٰی ان سے راضی ہو۔ ت) ان کی اس حرکت سے خوش ہونگے کہ ان کے صاحبزادہ کی ایسی تعظیم کی حالانکہ سب سے پہلے اس پر سخت ناراض ہونے والے سخت غضب فرمانے والے حضور اقدس ہونگے رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ اللہ تعالٰی ہدایت واستقامت بخشے، آمین!

واذ قد خرجت العجالۃ فی صورۃ رسالۃ وکان توصیفھا فی النصف الاول من شھر النور والسرور شھر ربیع الاول ۱۳۳۱ھ ناسب ان اسمیھا

اچانک جلدی میں کیا ہوا کام ایک رسالے کی صورت میں معرضِ وجود میں آگیا جبکہ اس کی ترتیب و تالیف نور و سرور کے مہینے کے نصف اول یعنی ماہِ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ میں ہوئی، لہذا مناسب معلوم ہوا کہ میں اس کا یہ نام رکھوں

Marfat.com

العطایا القدیر فی حکم التصویر ۱۳۰۱ھ وصلی الله تعالٰی علٰی سیّدنا ومولٰینا محمد واٰلہ وصحبہ وسلم واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

العطایا القدیر فی حکم التصویر (بے پایاں قوت وطاقت رکھنے والے پروردگار کے بے شمار عطیات ونوازشات سے تصویر کا حکم بیان کرنے کے بارے میں۔ ت) اور اللہ تعالٰی درود و سلام ہمارے آقا اور ہمارے مولا پر بھیجے جو کہ محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ان کی آل اور سب ساتھیوں پر اور اللہ تعالٰی پاک وبرتر سب سے زیادہ علم رکھتا ہے اور اس کا علم کہ جس کی شان بڑی ہے سب سے زیادہ کامل اور سب سے زیادہ پختہ ہے (ت)

رسالہ

العطایا القدیر فی حکم التصویر

ختم ہوا

Marfat.com

جانوروں کا پالنا، لڑانا اور اُن پر رحم وظلم

مسئلہ ۲۵۱: از بلگرام شریف ضلع ہردوئی محلہ میدان پورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم ۸ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پالنا طیور جیسے طوطا، طوطی، لال، مینا، پدی وخروس خانگی کا بغرض جی لگنے کے اور لڑوانا اُن کا علی الرسم کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب

لڑانا مطلقاً ناجائز و گناہ ہے کہ بے سبب ایذائے بےگناہ ہے حدیث صحیح میں:

نھی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن التحریش بین البھائم، رواہ[1] ابوداؤد والترمذی وحسّنہ وصححہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جانوروں کو (لڑائی پر) اکسانے اور آمادہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ابوداؤد اور ترمذی نے اسکو روایت کیا ہے اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے اس کی تحسین وتصحیح فرمائی۔ (ت)

اور جانورانِ خانگی مثل خروس و ماکیان و کبوتر اہلی وغیرہا کا پالنا بلاشبہ جائز ہے جبکہ انھیں

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی التحریش بین البہائم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۴۶
جامع الترمذی " " " " " امین کمپنی دہلی ۱/۲۰۴

Marfat.com

ایذا سے بچائے اور آب و دانہ کی کافی خبرگیری رکھے، خود حدیث میں مُرغ سپید پالنے کی ترغیب ہے،

البیھقی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الدیك یؤذن بالصلوۃ من اتخذ دیکا ابیض حفظ من ثلثۃ من شر کل شیطان و ساحر و کاھن[1] وفی الباب عن ابی زید الانصاری عند الحارث فی مسندہ وعن انس بن مالك عند ابی الشیخ فی العظمۃ وعن خالد بن معدان مرسلا عند البغوی فی المعجم وعن ام المؤمنین وعن انس عند الحارث وعن غیرھم رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔

امام بیہقی نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مرغ نماز کے لئے اذان دیتا ہے جس کسی نے سفید مُرغ پالا وہ تین آفتوں سے محفوظ ہوگیا (شیطان کے شر سے (۲) جادوگر کے شر سے (۳) کاہن کے شر سے۔ اس باب میں حضرت ابوزید انصاری سے روایت ہے جو حارث نے اپنی سند میں ذکر کی ہے۔ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے جو ابوالشیخ نے العظمۃ میں بیان فرمائی اور خالد بن معدان سے مرسلاً (یعنی سند کے ذکر کے بغیر) روایت ہے جو امام بغوی نے المعجم میں ذکر فرمائی۔

اور حارث اور دوسرے ائمہ کے نزدیک ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ (ت)

مگر خبرگیری کی یہ تاکید ہے کہ دن میں ستّر دفعہ پانی دکھائے کما ورد فی الحدیث (جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہُوا ہے۔ت) ورنہ پالنا اور بھُوکا پیاسا رکھنا سخت گناہ ہے،

فانہ ظلم والظلم علی الحیوان اشد من الظلم علی الذمی الاشد من الظلم علی مسلم کما نص علیہ فی الدر المختار[2] وقد قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفی بالمرء اثما ان یضیع من

کیونکہ یہ ظلم ہے اور کسی جانور پر ظلم کرنا ذمّی (کافر) پر ظلم کرنے سے زیادہ سخت ہے جو کہ مسلمان پر ظلم کرنے سے بھی زیادہ سخت ہے جیسا کہ درمختار میں اس کی تصریح فرمائی گئی ہے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انسان کے گناہ کے لئے یہی کافی ہے کہ جس کی روزی کا

---

[1] کنز العمال عن ابن عمر رضی اللہ عنہما حدیث ۳۵۲۷۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۳۳۴

[2] الدر المختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۹

Marfat.com

یقوت، رواہ الامام احمد[1] و ابو داؤد والنسائی والحاکم والبیہقی عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند صحیح۔

وہ ذمہ دار ہو اس کو ضائع کردے۔ امام احمد، ابوداؤد، نسائی، حاکم اور بیہقی نے صحتِ سند کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کی روایت فرمائی۔(ت)

رہا جانورانِ وحشی کا پالنا جیسے طوطی، مینا، لال، بلبل وغیرہا، عالمگیری میں قنیہ سے اس کی ممانعت نقل کی اگرچہ آب و دانہ میں تقصیر نہ کرے،

حیث قال حبس بلبلا فی قفص و علفھا لایجوز کذا فی القنیۃ[2]۔

جیسا کہ صاحبِ قنیہ نے کہا کہ کسی نے بلبل پنجرے میں قید کیا ہو وہ اگر اسے آب و دانہ دے تب بھی جائز نہیں۔ القنیہ میں اسی طرح مذکور ہے۔(ت)

مگر نص صریح حدیثِ صحیح و اقوالِ ائمہ نقد و تنقیح سے صاف جواب و اباحت مستفاد ہے جبکہ خبرگیری مذکور بروجہ کافی بجالائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قتل کرنا سانپ کا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب

قتل سانپ کا مستحب ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم کیا ہے یہاں تک کہ اس کے قتل کی حرم میں اور محرم کو بھی اجازت ہے اور جو خوف سے چھوڑ دے اُس کے لئے لفظ لیس منّی (وہ شخص مجھ سے نہیں یعنی میرے طریقے سے اسے کوئی تعلق نہیں۔ت) حدیث میں وارد،

فی صحیح البخاری قال عبد اللہ بینا نحن مع رسول اللہ تعالٰی علیہ

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ ہم ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ باب صلۃ الرحم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۳۸
مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۶۰ و ۱۹۴ و ۱۹۵

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثلاثون فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۸۱

[3] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی قتل الحیات آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۵۶

Marfat.com

وسلم فی غار اذ نزلت علیہ والمرسلٰت فالتلقیناھا من فیہ وان فاہ لرطب بھا وخرجت حیۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اقتلوھا قال فابتدرناھا فسبقتنا قال فقال وقیت شرکم کما وقیتم شرھا۔[1]

ساتھ غار میں تھے جبکہ آپ پر سورۂ مرسلٰت نازل ہوئی اور ہم نے اسی وقت آپ کے منہ مبارک سے اسے حاصل کیا جبکہ آپ کا مبارک دہن اس سے تروتازہ تھا، پھر اچانک وہاں ایک سانپ نکلا تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اسے مار ڈالو۔ ہم نے اس کے مارنے میں بڑی جلدی کی لیکن وہ ہم سبقت کرتے ہوئے بھاگ گیا۔ اس پر آپ نے یہ ارشاد فرمایا وہ تمہارے شر سے بچ گیا اور تم اس کے شر سے بچ گئے۔ (ت)

اور اسی کے مثل مسلم ونسائی نے روایت کیا:

وفی صحیح مسلم سأل رجل ابن عمر مایقتل الرجل من الدواب وھو محرم قال حدثنی احدی نسوۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ کان یامر بقتل الکلب العقور والفارۃ والعقرب والحدیا والغراب والحیۃ قال وفی الصلٰوۃ ایضا[2] وفی سنن النسائی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال خمس یقتلھن محرم الحیۃ و

صحیح مسلم شریف میں ہے کہ ایک آدمی حضرت عبداللہ ابن عمر سے پوچھ رہا تھا کہ جب کوئی آدمی حالتِ احرام میں ہو تو وہ کون کون سے جانور مار سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ امہات المومنین میں سے ایک بی بی صاحبہ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے بحالتِ احرام بعض جانوروں کو مار ڈالنے کا حکم فرمایا اور وہ بعض یہ ہیں: (۱) کاٹنے والا کتا (۲) چوہا (۳) بچھو (۴) چیل (۵) کوا (۶) سانپ۔ ان سب کو مار ڈالنے کا آپ حکم فرمایا کرتے تھے، اور فرمایا: نماز میں بھی ان کے بارے میں یہی حکم ہے۔ سُنن نسائی میں ہے کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام

---

[1] صحیح البخاری کتاب ابواب العمرہ باب مایقتل المحرم من الدواب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۴۷
" " بدأ الخلق باب خمس من الدواب " " " " " " ۱/۴۶۷
" کتاب التفسیر سورۃ ۷۷ " " " " " " ۲/۷۳۴-۷۳۵
[2] صحیح مسلم کتاب الحج باب مایندب للمحرم الخ " " " " " " ۱/۳۸۲

Marfat.com

والفارة والحدأة والغراب الابقع والکلب العقور[۱] وفی سنن ابی داؤد عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال خمس قتلھن حلال فی الحرم الحیۃ والعقرب والحداءۃ والفارۃ والکلب العقور[۲] وفی صحیح مسلم ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امر محرما بقتل حیۃ بمنٰی[۳] و فی سنن ابی داؤد عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال اقتلوا الحیات کلھن فمن خاف ثارھن فلیس منی[۴]

سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ پانچ جانور ایسے ہیں کہ انھیں محرم مار سکتا ہے: (۱) سانپ (۲) چوہا (۳) چیل (۴) سیاہ وسفید نشان والا کوا (۵) کاٹنے والا کتا۔ سنن ابوداؤد میں حضور اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے روایت ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ پانچ جانور ایسے ہیں کہ انھیں حدودِ حرم میں بھی مار ڈالنا حلال اور جائز ہے: (۱) سانپ (۲) بچھو (۳) چیل (۴) چوہا (۵) کاٹ کھانیوالا کتا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے محرم کو منٰی میں سانپ مار ڈالنے کا حکم فرمایا نیز سنن ابی داؤد میں حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمام سانپوں کو مار ڈالو پھر جو کوئی ان کے خون کے مطالبے سے خوف کھائے وہ مجھ سے نہیں۔ (ت)

لیکن قتل اُسی سانپ کا کہ سپید رنگ ہے اور سیدھا چلتا ہے یعنی چلنے میں بل نہیں کھاتا قبل انذار و تحذیر کے ممنوع ہے،

فی سنن ابی داؤد عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اقتلوا الحیات کلھا الا الجان الابیض الذی کانہ قضیب فضۃ[۵] وروی الزیلعی عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اقتلوا

سنن ابوداؤد میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت ہے کہ تمام قسم کے سانپ مار ڈالو مگر وہ سفید سانپ جو اس طرح نظر آئے کہ گویا وہ چاندی کی چھڑی ہے۔ امام زیلعی نے آنحضرت صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ

---

[۱] سنن النسائی کتاب الحج باب یقتل المحرم من الدواب نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۲۵
[۲] سنن ابی داؤد کتاب المناسک باب " " " " آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۵۴
[۳] صحیح مسلم کتاب قتل الحیات قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۳۵
[۴] سنن ابی داؤد کتاب الاداب باب فی قتل الحیات آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۵۶
[۵] " " " " " " " " ۲/۳۵۷

Marfat.com

ذا الطفيتين والابتر واياكم والحية البيضاء فانها من الجن[1] وفی الترمذی قال عبد الله بن المبارك انما يكره من قتل الحيات الحية التی تكون دقيقة كانها فضة و لا تلتوی فی مشيتها[2]۔

آپ نے فرمایا کہ جس سانپ کی پیٹھ پر دو سفید خط ہوں یا وہ چھوٹی دُم والا ہو اسے مار ڈالو لیکن سفید سانپ کو مارنے سے پرہیز کرو اس لئے کہ وہ جنّات میں سے ہے۔ جامع ترمذی میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مبارک نے فرمایا اس سانپ کو مار ڈالنا مکروہ یعنی ناپسندیدہ عمل ہے جو باریک ہوتا ہے جو دیکھنے میں چاندی کی طرح ہے اور اپنی چال میں بل کھاتے ہوئے نہیں چلتا۔ (ت)

اور اسی طرح وہ سانپ جو مدینہ کے گھروں میں رہتے ہیں بے انذار و تحذیر کے نہ قتل کئے جائیں مگر ذوالطفیتین کہ اس کی پیٹھ پر دو خط سپید ہوتے ہیں اور ابتر کہ ایک قسم ہے سانپ کی کبود رنگ کوتاہ دُم، اور ان دونوں قسم کے سانپوں کا خاصہ ہے کہ جس کی آنکھ پر ان کی نگاہ پڑ جائے اندھا ہو جائے، زنِ حاملہ اگر انھیں دیکھ لے حمل ساقط ہو کہ اس طرح کے سانپ اگر مدینہ کے گھروں میں بھی رہتے ہوں تو اُن کا مارنا بے انذار کے جائز ہے،

فی صحيح مسلم قال رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم ان بالمدينة نفرا من الجن قد اسلموا فمن رأی شيئا من هذه العوامر فليؤذنه ثلاثا فان بداله بعد فليقتله فانه شيطان[3] اھ (والعوامر هی التی تسكن البيوت تؤذی) وفی روايته ان لهذه البيوت عوامر فاذا رأيتم شيئا منها فحرجوا

صحیح مسلم میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ منورہ میں کچھ ایسے جنّات ہیں جو مسلمان ہو گئے ہیں لہذا جو کوئی گھروں میں ان میں سے کسی کو آباد دیکھے تو تین مرتبہ انھیں آگاہ کردے اگر اس کے بعد بھی ان میں سے کوئی دکھائی دے یعنی وہ غائب نہ ہو تو اسے مار ڈالا جائے اس لئے وہ شیطان ہے اھ عوامر وہ ہیں جو گھروں میں رہتے ہیں اور لوگوں کو ایذا پہنچاتے ہیں، اور اسی کی روایت میں ہے کہ ان گھروں میں کچھ رہنے والے

---

[1] الاشباہ والنظائر بحوالہ الزیلعی الفن الثالث ادارۃ القرآن کراچی ۲/۱۸۳
[2] جامع الترمذی ابواب الصید باب فی قتل الحیات امین کمپنی دہلی ۱/۱۶۹
[3] صحیح مسلم کتاب قتل الحیات وغیرہا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۳۵

Marfat.com

علیها ثلاثا فان ذهب والا فاقتلوه فانه کافر[1] وفی روایة ان بالمدینة جنا قد اسلموا فاذا رأیتم منهم شیئا فاذنوه ثلثة ایام فان بدالکم بعد ذلك فاقتلوه انما هو شیطان[2] وفی سنن ابوداؤد وقال القاضی عیاض۔

سانپ ہیں اگر تم ان میں سے یہاں کسی کو دیکھو تو اسے تین مرتبہ نکل جانے کا کہو اگر وہ چلا جائے تو فبہا ورنہ اسے مار ڈالو کیونکہ وہ کافر ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ مدینہ منورہ میں کچھ جن مسلمان ہوگئے ہیں اگر ان میں سے تم کسی کو گھروں میں دیکھو تو تین روز تک اسے متنبہ کرتے رہو لیکن اس کے بعد بھی وہ اگر دکھائی دے تو اسے مار ڈالو، اس لئے کہ وہ شیطان ہے۔ اور سنن ابی داؤد میں ہے اور قاضی عیاض نے فرمایا۔ (ت)

لیکن بعض علماء نے قتل اُن سانپوں کا کہ گھروں میں رہتے ہیں مطلقاً بے انذار کے ممنوع ٹھہرایا ہے اور منشاء اس کا اطلاق لفظ بیوت ہے بعض احادیث میں ہے:

فی صحیح مسلم کان ابن عمر یقتل الحیات کلھن حتی حدثنا ابولبابة بن عبدالمنذر البدری ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی عن قتل جنان البیوت فامسك[3] وفی روایة نھی عن قتل الجنان التی فی البیوت[4] انتھت، والجنان بجیم مکسورة ونون مفتوحة ھی الحیات جمع جان وھی الحیة الصغیرة وقیل

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر ہر قسم کے سانپوں کو مار ڈالتے تھے یہاں تک کہ ابو لبابہ بن عبدالمنذر بدری نے بیان فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے گھروں میں رہنے والوں سانپوں کو مار ڈالنے سے منع فرمایا ہے تو پھر وہ اپنے اس عمل سے باز آگئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے گھروں میں رہنے والے سانپوں کو مار ڈالنے سے منع فرمایا اھ، حدیث میں لفظ الجنان حرف جیم کے زیر اور نون کے زبر کے ساتھ متلفظ ہے جس کے معنی سانپ کے ہیں یہ لفظ جان کی جمع ہے اور جان چھوٹے سانپ کو

---

[1] و [2] صحیح مسلم کتاب قتل الحیات وغیرہا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۳۵
[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۲/۲۳۴
[4] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۲/۲۳۴

Marfat.com

الدقيقة الخفيفة وقيل الدقيقة البيضاء كذا قال النووی[1]، وفی روایة انه قد نهٰی عن ذوات البیوت[2]۔

کہتے ہیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ باریک اور ہلکا پھلکا سانپ، اور یہ بھی کہا گیا کہ باریک اور سفید سانپ۔ امام نووی نے اسی طرح فرمایا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے گھروں میں رہنے والے سانپوں کے مار ڈالنے سے ممانعت فرمائی (ت)

مگر یہ مذہب ضعیف غیر مختار ہے اور جواب اس کا یہ ہے کہ یہاں مراد بیوت سے بیوتِ مدینہ ہیں، نہ بیوت مطلقاً، اور احادیث مذکورہ جن میں اذن بیوت مقید ہے مفسرِ ان حدیثوں کے مفسّر ہیں۔

قال الامام النووی قال المازری لاتقتل حیات مدینة النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم الا بانذارها کما جاء فی هٰذه الاحادیث فاذا انذرها ولم تنصرف قتلها واما حیات غیر المدینة فی جمیع الارض والبیوت والدور فیندب قتلها من غیر انذار لعموم الاحادیث الصحیحة فی الامر بقتلها" وقال الامام النووی ایضاً قالوا فاخذ بهذه الاحادیث فی استحباب قتل الحیات مطلقا وخصت المدینة بالانذار للحدیث الوارد فیها وسببه ماصرح به فی الحدیث انه اسلم طائفة من الجن بها[3] اھ

امام نووی نے فرمایا کہ امام مازری نے فرمایا کہ مدینہ منورہ کے سانپوں کو بغیر متنبہ کرنے کے نہ مارا جائے، جیسا کہ ان احادیث میں آیا ہے، پھر جب انھیں تنبیہ کرے اور اس کے باوجود وہ غائب نہ ہوں تو پھر مار ڈالے۔ لیکن جو سانپ مدینہ طیبہ کے علاوہ باقی زمین، مکانات اور گھروں میں رہتے ہوں مستحب ہے کہ انھیں بغیر ڈرائے مار ڈالا جائے۔ ان صحیح احادیث کی بنا پر جو سانپوں کو مار ڈالنے کے بارے میں وارد ہوئی ہیں امام نووی نے بھی فرمایا کہ اہل علم نے علی الاطلاق فرمایا ہے کہ سانپوں کو مار ڈالنے کے استحباب میں ان احادیث کو لیا گیا ہے، البتہ مدینہ منورہ کے سانپوں کی انذار یعنی ڈراوے کے ساتھ تخصیص کی گئی ہے یہ اس حدیث کی بنا پر ہے جو مدینہ شریف کے بارے

---

[1] شرح مسلم للنووی مع صحیح مسلم کتاب قتل الحیات قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۳۵
[2] صحیح مسلم " " " " " " ۲/۲۳۴
[3] شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم " " " " " " ۲/۲۳۴

Marfat.com

میں وارد ہوئی، اور اس کا سبب وہ حدیث ہے کہ جس میں صراحت کی گئی کہ مدینہ طیبہ میں جنات کا ایک گروہ مسلمان ہوگیا ہے اھ۔ (ت)

اور طریقے انذار و تحذیر کے مختلف ہیں، ایک یہ کہ یُوں کہا جائے میں تم کو قسم دلاتا ہوں اُس عہد کی جو تم سے سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے لیا کہ ہمیں ایذا مت دو اور ہمارے سامنے ظاھر مت ہو۔

قال الامام النووی واما صفة الانذار فقال القاضی روی ابن حبیب عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ یقول انشدکن بالعھد الذی اخذ علیکم سلیمٰن ابن داؤد ان لاتؤذونا ولا تظھرن لنا۔[1]

امام نووی نے فرمایا کہ انذار کی کیفیت کے متعلق قاضی عیاض کا ارشاد ہے کہ ابن جبیب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت فرمائی کہ آپ فرماتے تھے کہ سانپوں کو ڈرانے والا یُوں کہے کہ میں تمھیں قسم دلاتا ہوں اس عہد کی جو تم سے سلیمان بن داؤد (علیہما السلام) نے لیا تھا کہ ہمیں تکلیف نہ دو اور نہ ہمارے سامنے آؤ۔ (ت)

دوسرے یہ کہ اس طرح کہا جائے ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں بوسیلۂ عہدِ نوح و عہدِ سلیمان ابن داؤد علیہم السلام کے کہ ہمیں ایذا مت دے،

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا ظھرت الحیۃ فی المسکن فقولوا لھا انا نسئلك بعھد نوح و بعھد سلیمان بن داؤد ان لاتؤذینا فان عادت فاقتلوھا رواہ ابوعیسٰی الترمذی ثم قال ھذا حدیث حسن غریب۔[2]

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب گھر میں کوئی سانپ دکھائی دے تو اس سے یُوں کہو کہ ہم تجھ سے عہدِ نوح اور عہدِ سلیمان بن داؤد کے طفیل یہ سوال کرتے ہیں کہ ہمیں ایذا نہ پہنچاؤ (اگر وہ یہ عہد نہ مانیں اور دوبارہ گھر میں ظاہر ہوں تو انھیں مار ڈالو) امام ابوعیسٰی ترمذی نے اس حدیث کو روایت کرکے فرمایا یہ حسن غریب ہے۔ (ت)

---

[1] شرح صحیح مسلم للنووی مع صحیح مسلم کتاب قتل الحیات قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۳۴

[2] جامع الترمذی ابواب الصید باب فی قتل الحیات امین کمپنی دہلی ۱/۱۷۹

Marfat.com

تیسرے یہ کہ میں تمھیں قسم دلاتا ہوں اُس عہد کی جو تم سے نوح علیہ السلام نے لیا میں تمھیں قسم دلاتا ہوں اُس عہد کی جو تم سے سلیمان علیہ السلام نے لیا کہ ایذا مت دو،

کما فی سنن ابی داؤد ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سئل عن حیات البیوت فقال اذا رأیتم منھن شیئا فی مساکنکم فقولوا انشدکن العھد الذی اخذ علیکن نوح انشدکن العھد الذی اخذ علیکن سلیمان ان لا تؤذوا فان عدن فاقتلوھن[1]

جیساکہ سنن ابی داؤد میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے گھروں میں رہنے والے سانپوں کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ جب تم لوگ اپنے گھروں میں سانپوں کی طرح کوئی چیز دیکھو تو ان سے یوں کہو کہ میں تمھیں اس عہد کی قسم دلاتا ہوں جو تم سے حضرت نوح نے لیا تھا میں تمھیں اس عہد کی قسم دلاتا ہوں جو تم سے حضرت سلیمان نے لیا تھا (ان دونوں پر سلام) کہ ہمیں ایذا مت دو۔ (ت)

چوتھے یہ کہ لوٹ جا خدا کے حکم سے۔

پانچویں یہ کہ مسلمان کی راہ چھوڑ دے۔

قال الطحاوی یقال لہا ارجعی باذن اللہ تعالٰی او خلی طریق المسلمین[2] اھ ملخصاً وغیر ذٰلک۔

امام طحاوی نے فرمایا کہ سانپ سے یوں کہا جائے کہ تو اللہ تعالٰی کے حکم سے واپس چلا جا، یا یوں کہا جائے کہ مسلمانوں کا راستہ چھوڑ دے، یا اس کے کچھ اور الفاظ کے ذریعے اُسے چلے جانے کو کہے اھ ملخصاً (ت)

بالجملہ قتل سانپ کا مستحب اور سپید اور ساکن بیوتِ مدینہ کا سوا ذوالطفیتین اور ابتر کے بے انذار و تحذیر کے ممنوع ہے مگر طحاوی کے نزدیک بے انذار میں بھی کچھ حرج نہیں اور انذار اولٰی ہے۔

فی الاشباہ والنظائر قال الطحاوی لاباس بان بقتل الکل لانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عاھد الجن ان لا یدخلوا بیوت امتہ ولا یظھروا انفسھم

الاشباہ والنظائر میں ہے کہ امام طحاوی نے فرمایا کہ ہر قسم کے سانپوں کو بغیر ڈرائے مار ڈالنے میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جنات سے عہد لیا تھا کہ میری اُمت کے گھروں میں نہ داخل ہونا اور نہ انکے

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الآداب باب فی قتل الحیات آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۵۶

[2] الاشباہ والنظائر بحوالہ الطحاوی الفن ثالث احکام الجان ادارۃ القرآن کراچی ۲/۱۸۳

Marfat.com

فاذا خالفوا فقد نقضوا عهدھم فلاحرمۃ لھم والاولٰی ھو الانذار والاحذار[1] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

سامنے ظاہر ہونا، جب وہ اس عہد کی مخالفت کریں تو گویا وہ عہد شکنی کے مرتکب ہوئے لہذا ان کی حرمت باقی نہ رہی ہاں البتہ انھیں ڈرانا اور ہوشیار کرنا زیادہ بہتر ہے اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۵۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بیل اور بکرے کو خصی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

بالاتفاق جائز ہے کہ اس میں منفعت ہے خصی کا گوشت بہتر ہوتا ہے اور خصی بیل محنت کی زیادہ برداشت کرتا ہے، اور تحقیق یہ ہے کہ اگر جانور کے خصی کرنے میں واقعی کوئی منفعت یا دفع مضرت مقصود ہو تو مطلقاً حلال ہے اگرچہ جانور غیر ماکول اللحم ہو مثلاً بلّی وغیرہ ورنہ حرام ہے، اسی اصل کی بناء پر ہمارے علماء گھوڑے کو خصی کرنا بھی جائز جانتے ہیں جبکہ مقصود دفع شرارت ہو اگرچہ بعض منع فرماتے ہیں:

لما فیہ من تقلیل اٰلۃ الجھاد اقول الموجود لایعدم والموھوم لایعتبر الا تری ان العزل یجوز عن الامۃ مطلقا وعن الحرۃ باذنھا بخلاف الاکل فان فیہ اعدام موجود۔

اس لئے کہ اس میں آلۂ جہاد کی تقلیل ہے، میں کہتا ہوں کہ موجود معدوم نہیں ہوتا اور موہوم کا اعتبار نہیں ہوتا کیا تم نہیں دیکھتے کہ لونڈی سے "عزل" علی الاطلاق جائز ہے جبکہ آزاد عورت سے اس کی اجازت پر موقوف ہے بخلاف کھانے کے کہ اس میں موجود کو معدوم کرنا ہے۔ (ت)

ہاں آدمی کا خصی کرنا بالاجماع مطلقاً حرام ہے۔ درمختار میں ہے:

وجاز خصاء البھائم حتی الھرۃ واما خصاء الاٰدمی فحرام قیل والفرس وقیدوہ بالمنفعۃ والاحرام[2]

چوپایوں کو خصی کرنا جائز ہے لیکن آدمی کو خصی کرنا حرام ہے اور کہا گیا کہ گھوڑے کو بھی۔ اور فقہائے کرام نے خصی کرنے میں فائدہ اور نفع کی قید لگائی ہے اور اگر یہ نہ ہو تو پھر حرام ہے۔ (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر بحوالہ الطحاوی الفن الثالث احکام الجان ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۵۸۴

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۶

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے :

قوله قيل والفرس ذكر شمس الائمة الحلوانی انه لا باس به عند اصحابنا و ذکر شیخ الاسلام انه حرام[1] ط، والله تعالٰی اعلم۔

مصنف کا قول "والفرس" شمس الائمہ حلوانی نے ذکر فرمایا کہ گھوڑے کو خصّی کرنے میں ہمارے اصحاب کے نزدیک کوئی حرج نہیں جبکہ شیخ الاسلام نے ذکر فرمایا کہ اسے خصی کرنا حرام ہے، ط۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۵۴ ۲۰ ربیع الآخر شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ سگ کا پالنا جائز ہے یا نہیں ؟ اور کبوتر پالنا بلا اڑانے کے، بٹیر بازی و مرغ بازی و شکرہ و باز پالنا اور اُن سے شکار پکڑوانا اور کھانا درست ہے یا نہیں ؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

شکرا و باز پالنا درست ہے، اور ان سے شکار کرانا اور اس کا کھانا بھی درست ہے

لقوله تعالٰی وما علمتم من الجوارح[2] الاٰیۃ۔

اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کی وجہ سے "اور جن زخمی کرنیوالے جانوروں کو تم نے شکار کرنیکا طریقہ سکھا رکھا ہے۔ (ت)

مگر یہ ضرور ہے کہ شکار غذا و دوا یا کسی نفع صحیح کی غرض سے ہو، محض تفریح و لہو و لعب نہ ہو، ورنہ حرام ہے، یہ گنہگار رہوگا اگرچہ اُن کا مارا ہوا جانور جبکہ وہ تعلیم پا گئے ہوں اور بسم اللہ کہہ کر چھوڑا ہو حلال ہوجائیگا

فان حرمة الارسال بنية لهو لا ينافی كونه ذكاة شرعية لكن سمی الله تعالٰی وضرب الغنم من قفاه حر الفعل

کسی شکاری جانور کو محض تفریح طبع کے طور پر شکار کرنے کے لئے چھوڑنے کی حُرمت اس کے شرعی طور پر ذبح ہونے کے منافی یا مخالف نہیں لیکن اللہ تعالٰی کا نام لے کر چھوڑے جیسے کسی شخص نے اللہ تعالٰی کا نام لے کر بکری کی گُدّی کی طرف سے

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۴۹

[2] القرآن الکریم ۵/۴

وحل الاکل۔

ضرب لگائی اگرچہ فعل حرام ہے مگر اس کا کھانا حلال ہے۔ (ت)

اور بٹیر بازی، مرغبازی اور اسی طرح ہر جانور کا لڑانا جیسے لوگ مینڈھے لڑاتے ہیں لعل لڑاتے ہیں یہاں تک کہ حرام جانوروں مثلاً ہاتھیوں ریچھوں کا لڑانا بھی سب مطلقاً حرام ہے کہ بلا وجہ بے زبانوں کو ایذا ہے، حدیث میں ہے:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن التحریش بین البھائم اخرجہ ابوداؤد والترمذی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما وقال الترمذی حسن صحیح۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جانوروں کے لڑانے سے منع فرمایا (امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے اس کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے روایت کیا اور امام ترمذی نے فرمایا: حدیث حسن صحیح ہے۔ ت)

کبوتر پالنا جبکہ خالی دل بہلانے کے لئے ہو اور کسی امر ناجائز کی طرف مودی نہ ہو جائز ہے اور اگر چھتوں پر چڑھ کر اڑائے کہ مسلمانوں کی عورات پر نگاہ پڑے یا اُن کے اُڑانے کو کنکریاں پھینکے جو کسی کا شیشہ توڑیں یا کسی کی آنکھ پھوڑیں یا کسی کا دم بڑھائے اور تماشا ہونے کے لئے دن بھر انھیں بھوکا اُڑائے جب اُترنا چاہیں نہ اُترنے دیں ایسا پالنا حرام ہے۔ درمختار میں ہے:

1 یکرہ امساك الحمامات ولو فی برجھا ان کان یضر بالناس بنظر او جلب والاحتیاط ان یتصدق بھا ثم یشتریھا او توھب لہ، مجتبی، فان کان یطیرھا فوق السطح مطلعا علی عورات المسلمین و یکسر زجاجات الناس برمیہ تلك الحمامات عزر و منع

کبوتروں کو روک رکھنا اگرچہ ان کے برجوں میں ہو مکروہ ہے اگر لوگوں کو نقصان پہنچا ہو دیکھنے یا پکڑنے کی وجہ سے، اور احتیاط یہ ہے کہ انھیں خیرات کردیا جائے پھر انھیں خریدے یا اسے ہبہ کئے جائیں، مجتبٰی، پھر اگر چھتوں پر چڑھ کر اڑانے کہ مسلمانوں کی پردہ دار خواتین پر نگاہ پڑے یا انھیں اڑانے کے لئے کنکر پھینکے جن سے لوگوں کے گھروں کی کھڑکیوں روشندانوں

---

[1] جامع الترمذی ابواب فضائل الجہاد باب ماجاء فی التحریش بین البہائم امین کمپنی دہلی ۱/ ۲۰۴
سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب " " " " آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۴۶

Marfat.com

اشد المنع فان لم يتنع ذبحها المحتسب وصرح فى الوهبانية بوجوب التعزير وذبح الحمامات ولم يقيده بما مر ولعله اعتمد عادتهم واما للاستيناس فمباح[1] اھ۔

کے شیشے ٹوٹنے کی نوبت آئے تو یہ سخت منع ہے اور اگر اس حرکت سے باز نہ آئے تو حاکمِ شہر انھیں ذبح کرا ڈالے۔ اور وہبانیہ میں تصریح ہے کہ اس صورت میں سزا دینا اور کبوتروں کو ذبح کر ڈالنا واجب ہے اور اس نے گزشتہ قید کا ذکر نہیں کیا شاید اس نے فقہائے کرام کی عادت پر اعتماد کیا ہے اور اگر کبوتر پروری صرف دل بہلانے اور انس کے لئے ہو تو مباح ہے اھ (ت)

صحیح بخاری وغیرہ میں عبداللہ بن عمر اور صحیح ابن حبان میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

دخلت امرأة النار فى هرة ربطتها فلم تطعمها ولم تدعها تاكل من خشاش الارض[2]۔

ایک عورت دوزخ میں گئی ایک بلی کے سبب کہ اُسے باندھ رکھا تھا، نہ اسے کھانا دیا نہ چھوڑا کہ زمین کے چُوہے وغیرہ کھالیتی۔

ابن حبان کی حدیث میں ہے :

فهى اذا اقبلت تنهشها قبلها واذا ادبرت تنهشها[3]۔

وہ بلی دوزخ میں اس عورت پر مسلط کی گئی ہے کہ اس کا آگا پیچھا دانتوں سے نوچ رہی ہے۔

ایک حدیث میں حکم ہے کہ جو جانور پالو دن میں ستّر بار اُسے دانہ پانی دکھاؤ نہ کہ گھنٹوں پہروں بھوکا پیاسا رکھو اور نیچے آنا چاہے تو آنے نہ دو۔

علماء فرماتے ہیں جانور پر ظلم کافر ذمی پر ظلم سے سخت تر ہے اور کافر ذمّی پر مسلمان پر ظلم سے اشد ہے کما فى الدر المختار وغيره[4] (جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ت) اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۹

[2] صحیح البخاری کتاب بدء الخلق باب خمس من الدواب فواسق الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۶۷

[3] الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان فصل فیما یتعلق بالدواب مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۸/۴۵۵

موارد الظمآن باب صلوٰۃ الکسوف حدیث ۵۹۵ و ۵۹۶ المطبعۃ السلفیہ ص ۱۵۷

[4] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۹

Marfat.com

فرماتے ہیں:

الظلم ظلمت یوم القیامۃ[1] ظلم ظلمتیں ہوگا قیامت کے دن۔

اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

ان لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین[2] سُن لو اللہ کی لعنت ہے ظلم کرنے والوں پر۔

کُتّا پالنا حرام ہے، جس گھر میں کُتّا ہو اس گھر میں رحمت کا فرشتہ نہیں آتا، روز اس شخص کی نیکیاں گھٹتی ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تدخل الملٰئکۃ بیتا فیہ کلب ولا صورۃ۔ رواہ احمد[3] والشیخان والترمذی والنسائی وابن ماجۃ عن ابی طلحۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

فرشتے نہیں آتے اُس گھر میں جس میں کُتّا یا تصویر ہو۔ (امام بخاری، مسلم، احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے اس کو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من اقتنی کلبا الّا کلب ماشیۃ او ضاریا نقص من عملہ کل یوم قیراطان۔ رواہ احمد[4] والشیخان والترمذی والنسائی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جو کُتّا پالے مگر گلّے کا کُتّا یا شکاری، روز اسکی نیکیوں سے دو قیراط کم ہوں (ان قیراطوں کی مقدار اللہ و رسول جانے جل جلالہ، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) (امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی سند کے ساتھ اسکو روایت کیا ہے۔ ت)

---

[1] صحیح البخاری ابواب المظالم والقصاص باب الظلم ظلمات یوم القیٰمۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۳۱

[2] القرآن الحکیم ۷/۴۴

[3] صحیح البخاری کتاب بدء الخلق ۱/۴۵۸ وکتاب المغازی ۲/۵۷۰ وصحیح مسلم کتاب اللباس ۲/۲۰۰ جامع الترمذی ابواب الادب ۲/۱۰۳ وسنن النسائی ابواب الصید ۲/۱۹۳

[4] صحیح البخاری کتاب الذبائح ۲/۸۲۴ و صحیح مسلم کتاب المساقات ۲/۲۱ جامع الترمذی ابواب الصید ۱/۱۸۰ و سنن النسائی ابواب الصید ۲/۱۹۴ مسند امام احمد بن حنبل عن ابن عمر ۲/۴، ۸، ۳۷، ۴۷، ۶۰

Marfat.com

توصرف دو قسم کے کُتّے اجازت میں رہے ایک شکاری جسے کھانے یا دوا وغیرہ منافع صحیحہ کے لئے شکار کی حاجت ہو، نہ شکار تفریح کہ وہ خود حرام ہے۔ دوسرا وہ کُتّا جو گلّے یا کھیتی یا گھر کی حفاظت کے لئے پالا جائے اور حفاظت کی سچّی حاجت ہو ورنہ اگر مکان میں کچھ نہیں کہ چور لیں یا مکان محفوظ جگہ ہے کہ چور کا اندیشہ نہیں، غرض جہاں یہ اپنے دل سے خوب جانتا ہو کہ حفاظت کا بہانہ ہے اصل میں کُتّے کا شوق ہے وہاں جائز نہیں، آخر آس پاس کے گھر والے بھی اپنی حفاظت ضروری سمجھتے ہیں اگر بے کُتّے کے حفاظت نہ ہوتی تو وہ بھی پالتے۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں حیلہ نہ نکالے کہ وہ دلوں کی بات جاننے والا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۵۵ ازبنگالہ ضلع جیسر ڈاکخانہ محمود پور موضع دھنوائی مرسلہ عزیز الرحمٰن ۲۰ جمادی الآخرہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں، جانوروں کا خصی کرانا جیسے بیل، بکرا، مرغ وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کس طرح پر؟ اور یہ طریقہ کہاں سے ہے اور کس نے جاری کیا؟

الجواب

جانوروں کے خصی کرنے سے اگر کوئی منفعت جائزہ مقصود ہو یا گوشت اچھا ہونا جیسا بیل، بکری وغیرہ میں مقصود ہوتا ہے یا شرارت دفع کرنا جیسا کہ گھوڑے وغیرہ میں قصد کیا جاتا ہے جب تو جائز ہے ورنہ حرام، صرف گھوڑے کے باب میں علماء ممانعت کی طرف گئے، مگر تحقیق یہ ہے کہ منفعت کے لئے ہو تو وہ بھی جائز ہے البتہ آدمی کو خصی کرنا مطلقاً حرام ہے۔ اور یہ طریقہ خصی کرنے کا مشہور ومعروف اور زمانۂ اسلام آنے سے پیشتر جاری ہے۔

فی الدر المختار جاز خصاء البهائم حتی الهرة واما خصاء الآدمی فحرام قیل والفرس وقیدوه بالمنفعة والا فحرام[1]۔ فی رد المحتار قوله قیل والفرس ذکر شمس الائمة الحلوانی

درمختار میں ہے کہ جانوروں کو خصی کرنا جائز ہے یہاں تک کہ بِلّے کو خصی کرنا بھی مباح اور جائز ہے، جہاں تک انسان کا تعلق ہے اسے خصی کرنے کی اجازت ہرگز نہیں، مرد کو خصی کرنا حرام ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ گھوڑے کو خصی کرنا حرام ہے، اور اس کے خصی کئے جانے کے جواز

---

[1] درمختار کتاب الحظروالاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۶

Marfat.com

انه لا باس به عند اصحابنا وذکر شیخ الاسلام انه حرام ط ، قوله وقیده ای جواز خصاء البهائم بالمنفعة وھی ارادة سمنہا او منعہا عن العض بخلاف بنی آدم فانه یراد به المعاصی فیحرم افادہ الاتقانی عن الطحاوی[1] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

کو علماء کرام نے اس کے فائدے کے ساتھ مشروط اور مقید کیا ہے ورنہ اس کو خصی کرنا حرام کہا ہے۔ فتاوٰی شامی میں مصنف کے قول قیل الفرس کے ذیل میں علامہ شامی نے فرمایا شمس الائمہ حلوانی نے ذکر کیا ہے کہ ہمارے اصحاب گھوڑے کو خصی کرنا جائز قرار دیتے ہیں البتہ شیخ الاسلام نے بیان فرمایا کہ یہ حرام ہے۔ مصنف کا قول قید وہ یعنی جانوروں کو خصی کرنے کا جواز کسی منفعت سے مقید ہے مثلاً جانور کو موٹا اور طاقتور بنانا یا یہ کہ وہ شوخی اور شرارت سے باز آجائے گا بخلاف بنی آدم کے کہ اس کے خصی ہونے یا کٹے جانے سے کئی قسم کے گناہ جنم لیں گے۔ علامہ اتقانی نے امام طحاوی کے حوالے سے یہ حکمت پیش کی ہے اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۵۶

۹ ربیع الاول شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کبوتر اڑانا اور پان اور مرغ بازی، بٹیر بازی، کنکیا بازی اور فروخت کرنا کنکیا اور ڈور اور مانجھا جائز ہے یا ناجائز؟ اور ان لوگوں سے سلام علیک کرنا اور سلام کا جواب دینا واجب ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

کبوتر پالنا جائز ہے جبکہ دوسروں کے کبوتر نہ پکڑے، اور کبوتر اُڑانا کہ گھنٹوں اُن کو اُترنے نہیں دیتے حرام ہے۔ اور مرغ یا بٹیر کا لڑانا حرام ہے۔ ان لوگوں سے ابتداء بسلام نہ کی جائے جواب دے سکتے ہیں، واجب نہیں۔ کنکیا اڑانے میں وقت، مال کا ضائع کرنا ہوتا ہے، یہ بھی گناہ ہے۔ اور گناہ کے آلات کنکیا ڈور بیچنا بھی منع ہے احتراز کریں تو ان سے بھی ابتداء بسلام نہ کی جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۷

اگر بلی یا کتا وغیرہ آدمیوں کی چیز کا نقصان کرتے ہوں یا کاٹ کھاتے ہوں تو اُن کا مار ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

کاٹتے ہوں تو درست ہے قتل اُن کا۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۴۹

Marfat.com

مسئلہ ۲۵۹، ۲۶۰ از شہر کہنہ ۱۲ رجب ۱۳۳۵ھ بارہ دری مسئولہ مصطفےٰ علی خاں

جناب مولوی صاحب بعد ادائے آداب کے گزارش یہ ہے کہ آپ کی خدمت میں آدمی بھیجتا ہوں مہربانی فرماکر سوالوں کا جواب عنایت فرما دیجئے:

(۱) کنکیا اگر آکر گھر پر گر جائے اور معلوم نہ ہو کہ کس کی ہے لے لینے سے گناہ تو نہیں ؟

(۲) کنکیا اُڑانا گناہ ہے یا نہیں ؟

(۳) بلی تکلیف دیتی ہو تو اس کو بستی میں چھڑوانا گناہ تو نہیں ہے ؟

الجواب

(۱) کنکیا لُوٹنا حرام' اور خود آکر گر جائے تو اُسے پھاڑ ڈالے، اور اگر معلوم نہ ہو کہ کس کی ہے تو ڈور کسی مسکین کو دے دے کہ وہ کسی جائز کام میں صَرف کرلے، اور خود مسکین ہو تو اپنے صرف میں لائے' پھر جب معلوم ہو کہ فلاں مسلم کی ہے اور وہ اس تصدق یا اس مسکین کے اپنے صرف پر راضی نہ ہو تو دینی آئے گی اور کنکیا کا معاوضہ بہر حال کچھ نہیں۔

(۲) کنکیا اڑانا منع ہے اور لڑانا گناہ۔

(۳) بلی اگر ایذا دیتی ہو تو اسے باہر چھوڑ دینے میں حرج نہیں اور تیز چُھری سے ذبح بھی کر سکتے ہیں مگر چھُڑوانا ایسی جگہ جائز نہیں جہاں سے وہ اپنے کسی رزق تک نہ پہنچ سکے فقط۔

مسئلہ ۲۶۱ از مقام گونڈل علاقہ کاٹھیاوار مرسلہ قاضی قاسم میاں ۱۱ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تواریخ حبیب الٰہ ص ۹۲ میں بحوالہ مشکوٰۃ شریف بروایت حضرت ابو سعید خُدری رضی اللہ تعالٰی عنہ نقل ہے کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک قصّہ نوجوان انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کو ارشاد فرمایا کہ مکانوں میں ایک قسم کے سانپ ہوتے ہیں کہ عوامر کہلاتے ہیں جب سانپ مکان میں نمودار ہو تو دیکھتے ہی نہ مار ڈالو کہ تین دن اسے کہہ دو کہ پھر نہ نکلیو، پھر اگر وہ دکھائی دے تو اسے مار ڈالو۔ دریافت طلب یہ ہے کہ اس طرح کہہ کر کیا سانپ کو چھوڑ دیا جائے یا مار ڈالنا چاہئے ؟ کیا جن بھی سانپ کی شکل میں نمودار ہوتے ہیں اور اُن کی کچھ نشانی بھی ہے یا نہیں ؟

الجواب

یہ حکم حدیث میں مدینہ طیبہ کے لئے تھا اور جگہ اس کی حاجت نہیں کما حققہ الامام الطحاوی فی شرح معانی الآثار (جیسا کہ امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

Marfat.com

مسئلہ ٢٦٢: از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ مولوی محمد افضل صاحب ١٦ صفر ١٣٣٨ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ بوزینہ را در خانہ خود پرورش کردن مکروہ ہست یا نہ؟

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ بندر کو اپنے گھر میں پالنا مکروہ اور ناپسندیدہ کام ہے یا نہیں؟ (ت)

الجواب

بلے زیراکہ او از فسقہ است واز وے جز ایذا نیاید واگر بارے مسخر خواہد چنانکہ قلندران می کنند ایں خود حرامست کمافی الدرالمختار، وھو تعالٰی اعلم۔

ہاں بیشک (اس کا پالنا مکروہ ہے) اس لئے کہ وہ فاسق جانوروں میں شمار ہے۔ پس اس سے سوائے ایذارسانی اور کچھ نہیں ہوتا، اگر کبھی تابع کیا جائے جیسا کہ قلندر لوگ (آزادمنش) کیا کرتے ہیں تو یہ بھی حرام ہے جیسا کہ درمختار میں مذکور ہے۔ وھو تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ٢٦٣: از فریدپور مرسلہ جناب جد الحسین صاحب مورخہ ٢٢ جمادی الآخرہ ١٣٣٨ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر گائے یا بھینس کا بچہ مرجائے اور اس بچہ کے چمڑے کو سکھا کر بصورت بچہ کے بنا کر اور گائے کے سامنے رکھا، دودھ دوہنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ٢٦٤: از میڑتا روڈ مارواڑ ریاست جودھپور مسئولہ عبدالقادر صاحب ٢٦ جمادی الاولٰی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین کہ چیونٹیوں کو دانہ ڈالنا جائز ہے یا ناجائز؟ تحریر فرمائیں، ایک شخص ایک مولوی کے پاس گیا اور کہا کہ میں تنگ دست ہوں، مولانا فرمانے لگے چیونٹیوں کو دانہ ڈالا کر۔ اس نے یہ فعل کیا، یہ ثواب ہے یہ نہیں؟

الجواب

جائز وکارِ ثواب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فی کل ذات کبد رطبۃ اجر رواہ الشیخان[1]۔ ہر جاندار کی خدمت کرنے میں اجر ہے، بخاری ومسلم

---

[1] صحیح البخاری کتاب المظالم باب الآبار علی الطریق قدیمی کتب خانہ کراچی ١/٣٣٣
صحیح مسلم کتاب السلام باب فضل سقی البہائم " " " ٢/٢٣٧

Marfat.com

عن ابی هریرة و احمد عن عبد الله بن عمرو وکابن ماجة عن سراقة بن مالك رضی الله تعالیٰ عنهم۔ والله تعالیٰ اعلم۔

میں حضرت ابوہریرہ سے اس کو روایت کیا، اور امام احمد نے عبداللہ بن عمرو سے اور ابن ماجہ نے سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے اسکو روایت کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

Marfat.com

نام رکھنے کا بیان

مسئلہ ۲۶۵ از کلکتہ دھرم تلا ۱۲۴ مرسلہ جناب محمد یونس صاحب ۸ رجب ۱۳۲۷ھ

علمائے دین سے سوال ہے کہ اس شخص کا کیا حال ہے، بکر نے اپنی اولاد کے نام تین زبانوں میں رکھ چھوڑے ہیں عربی انگریزی ہندی۔ ایک لڑکے کا مطیع الاسلام ہے، دوسرے کا پالس، لڑکی کا نام کنول دیوی۔ جو اس سے کہا جاتا ہے تو کہتا ہے کہ زبان کا فرق ہے مگر بُرے نہیں۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

یہ اس کا فعل شیطانی حرکت ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

یایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انہ لکم عدو مبین[1]

اے ایمان والو! اسلام میں مکمل طور پر داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ (ت)

طحطاوی علی الدر المختار و ابو السعود الازہری علی الکنز میں ہے:

قسم یختص بالکفار کجرجس

ناموں کی ایک قسم کفار سے مختص ہے جیسے جرجس،

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۰۸

Marfat.com

ویطرس ویوحنا فھذا لایجوز للمسلمین التسمی بہ لما فیہ من المشابھۃ۔[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

پطرس اور یوحنا وغیرہ لہٰذا اس نوع کے نام مسلمانوں کے لئے رکھنے جائز نہیں کیونکہ اس میں کفار سے مشابہت پائی جاتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۶۶ ازنینی تال کاشی پور ڈاکٹر اشتیاق علی بروز یکشنبہ ۱۰ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

بعض لوگ اپنے نام کے آگے صدیقی اور رضوی لکھا کرتے ہیں جیسے سعید اللہ صدیقی و اشتیاق علی رضوی، تو یہ لکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر لکھا جائے تو کچھ گناہ ہے؟ فقط۔

الجواب

اگر نسبت صحیح ہے جائز ورنہ حرام۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۷ مرسلہ محمد فیاض الرحمٰن صاحب روڑکی کیمپ ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے نام کے ساتھ اسرائیلی لکھتا ہے جس طرح اور لوگ قریشی صدیقی چشتی وغیرہ لکھتے ہیں کیا لفظ اسرائیلی ایک حنفی المذہب شخص کے لئے صرف نسبت ظاہر کرنے کو جائز ہوتا ہے؟ مناسب ہے کہ بنی اسرائیل کی کچھ تفصیل کر دی جائے کیونکہ اکثر لوگ زید پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ نسبت ایک حنفی المذہب کے لئے ناجائز ہے، جبکہ زید کچھ تھوڑی تفصیل یہ بیان کرتا ہے کہ حضرت یعقوب کا دوسرا اسم گرامی اسرائیل تھا جن کے خاندان میں ہم لوگ ہیں امید کہ حضور عالی تشریح اور تفصیل کے ساتھ جلد سے جلد بیان فرمائیں تاکہ اگر کوئی گناہ ہو تو فوراً اس نسبت کو ترک کر دیا جائے۔

الجواب

اسرائیل سیدنا یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام مبارک ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

کل الطعام کان حلا لبنی اسرائیل الا ما حرم اسرائیل علی نفسہ من قبل ان تنزل التورٰیۃ۔[2]

سب کھانے بنی اسرائیل کے لئے حلال تھے مگر وہ چیز جو اسرائیل (حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے نزولِ تورات سے پہلے اپنی ذات پر حرام ٹھہرالی (اونٹ کا گوشت اور دودھ وغیرہ)۔ (ت)

زید اگر نسباً بنی اسرائیل سے ہے تو اس کا اپنے آپ کو اسرائیلی کہنا بجا ہے اور اس کے ناجائز

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الجہاد فصل فی الجزیہ المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۲/ ۴۷۳

[2] القرآن الکریم ۳/ ۹۳

Marfat.com

ہونے کی کوئی وجہ نہیں البتہ اب یہ لفظ مسلمانوں میں اجنبی سا ہوگیا ہے لوگ اسرائیلی کو محمدی کے مقابل سمجھتے ہیں اور اجلہ اکابر کے کلام پاک میں یہ مقابلہ آیا ہے، حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا :

یااسرائیل قف واسمع کلام المحمدی[1] ٹھہر جائیے اے اسرائیلی ! ذرا محمدی نسبت رکھنے والے (یعنی ایک مسلمان محمدی) کا کلام سُن لیجئے (ت)

نسبت نسب و مذہب دونوں اعتبار سے ہوتی ہے اور یہاں بحسب نسب یہ نسبت بہت کم مسموع، لہذا عوام مسلمین اسے سُن کر چونکتے ہیں اور بلاضرورت ایسی بات پر اقدام شرع مطہر کو پسند نہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

بشروا و لا تنفروا[2] (لوگو!) خوشخبری سنایا کرو لہذا ایک دوسرے کو نفرت نہ دلایا کرو (ت)

دوسری حدیث میں ہے :

ایاك و ما یسوء الاذن[3] اس سے بچو جو کانوں کو بُری لگے (یعنی غیبت سے بچو)۔ (ت)

لہذا اپنے نام کے ساتھ یہ نسبت لکھنی نامناسب و قابل ترک ہے مگر گناہ و حرام اب بھی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۸: از امرتسر کٹرہ گربا سنگھ متصل مسجد کنجری والی دروازہ بھگتا نوالہ مرسلہ منشی نبی بخش ۲۳ شعبان ۱۳۳۵ھ

حامیِ سنت، ماحیِ بدعت، مجددِ زماں جناب مولانا صاحب بفضل اولینا دامت فیوضہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ بعد سلام مسنون الاسلام کے خداوند کریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آنجناب کا وجود مبارک واسطے گنہگاروں کی ہدایت کے اور اشرار و دشمنانِ دینِ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مکروفریب کو ملیامیٹ کرنے کے لئے پیدا کیا۔ دعا ہردم ہے کہ خداوندکریم تا زمانہ ابدالدہر آنجناب کو سلامت باکرامت رکھے۔ بعد ازاں خدمت بابرکت میں ملتمس ہوں کہ بندے کا نام نبی بخش ہے۔ چونکہ فرقہائے اشرارِ زمانہ خصوصًا گروہِ وہابیہ میں یہ مرض ہے کہ مسلمانوں سے بات بات کی مخالفت کرتے ہیں اگرچہ ان کا سراسر نقصان ہی ہوتا ہے۔ بندے کا نام تو پہلے ہی وہابیوں کے جلانے کے لئے کافی تھا لیکن بندے نے ان کو اور بھڑکانا چاہا یعنی اپنا نام بجائے نبی بخش کے عبدالنبی کر دیا۔ نام تبدیل کرنے سے پہلے بندے نے از حد

---

[1] بہجۃ الاسرار عن قول الرجل ای شیئ اعملہ مصطفی البابی مصر ص ۴۷

[2] صحیح البخاری کتاب العلم باب ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیہ یتخولہم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶

[3] مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث ابی الغادیۃ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۷۶

Marfat.com

غور کر لیا جتنا کہ ہوسکا کہ کہیں ان کی مخالفت میں اپنا نقصان نہ ہو یعنی کئی مسلمانوں کا نام عبد المحمد، عبد النبی، عبد الرسول لکھا ہوا دیکھا لیکن وہ سب مولوی عالم ہیں اور بندہ محض بے علم ہے، اور سب سے بڑھ کر قولہ تعالیٰ قل یا عبادی[1] پڑھ کر بے فکر ہو کر نام تبدیل کر دیا جو کہ ایک عرصہ تک لکھتا رہا لیکن جناب شاہ صاحب جو کہ بندے کے دینیات کے استاد ہیں کسی شخص نے ان کی خدمت میں ذکر کیا کہ منشی نبی بخش جو خط وہابیوں کو لکھتا ہے اس میں ان کو جلانے کے لئے اپنا نام عبد النبی لکھ دیتا ہے۔ پھر اس شخص نے بندے کو آکر کہا کہ جناب شاہ صاحب فرماتے تھے کہ نبی بخش از حد غلطی کرتا ہے کیونکہ خداوند کریم کا بندہ بننا تو آسان ہے لیکن جناب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بندہ ہو جانا از حد مشکل ہے بلکہ ایسا نام لکھنا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی کرنا ہے۔ اور انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ جناب حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب باوجود مجدد زماں ہونے کے اپنا اسم مبارک عبدہ المذنب عبد المصطفےٰ لکھا کرتے ہیں جب سے بندہ نے اس شخص سے یہ بات سنی اسی وقت سے عبد النبی نہیں لکھا کیونکہ جناب حضرت سید شاہ صاحب از حد فقیہ عالم فاضل تصوف میں کامل شریعت میں پکے ہیں بندے کو ان کا فرمان ماننے میں ذرا بھی عذر نہیں لیکن کہنے والا دوسرا شخص ہے شاید اس نے سمجھنے میں غلطی کھائی ہو اور بندے میں باعث رعب شاہی کے اتنی جرأت نہیں کہ جناب شاہ صاحب سے دریافت کر سکے لہٰذا خدمت بابرکت میں مؤدبانہ ملتمس ہوں کہ جناب براہِ بندہ نوازی ارشاد فرمادیں کہ بندہ اپنا نام عبد النبی لکھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور جو شخص پہلے اپنا نام عبد الرسول، عبد المحمد لکھتے ہیں وہ کیوں لکھتے ہیں؟ ایسے طور پر جواب تحریر فرمادیں کہ بندہ سمجھ سکے اور ہدایت پائے اور جو اپنا نام بندہ عبد النبی لکھ سکوں تو کس طرح لکھ سکتا ہوں، کوئی بغیر تبدل یا کوئی لفظ زیادہ کرنا پڑے گا یا نہیں؟ امید ہے آنجناب جلدی جواب ارسال فرمائیں گے، والسلام۔

الجواب

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اپنے آپ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مملوک جانے، تمام عالم ہی اُن کے رب عزوجل کی عطا سے ان کی مِلک ہے۔ شاہ عبد العزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں توریت مقدس سے نقل فرماتے ہیں کہ رب عزوجل حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نسبت فرماتا ہے:

ملک الارض و رقاب الامم[2] — احمد مالک ہیں تمام زمین اور مالک ہیں سب امتوں کی گردنوں کے۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/۵۳

[2] تحفہ اثنا عشریہ باب ششم در بحث نبوت الخ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۶۹

Marfat.com

شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا میں حدیث نقل کرتے ہیں امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام کو جمع فرما کر اُس مجمع کے سامنے خطبہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر شریف کرکے فرمایا:

كنت عبده وخادمه كالسيف المسلول بين يديه[1] | میں حضور کا عبد تھا بندہ تھا خادم تھا اور حضور کے سامنے تیغ برہنہ کی طرح تھا۔

امام طحاوی شرح معانی الآثار میں روایت فرماتے ہیں حضرت اعشٰی مازنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی:

يامالك الناس وديان العرب[2] | اے تمام آدمیوں کے مالک اور عرب کے جزاو سزا دینے والے۔

شفاء امام قاضی عیاض و مواہبِ لدنیہ امام احمد قسطلانی میں ہے حضرت سیدنا سہل بن عبداللہ تستری رضی اللہ تعالٰے عنہ فرماتے ہیں:

من لم ير نفسه فى ملك النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لم يذق حلاوة سنته[3] | جو اپنے آپ کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مملوک نہ جانے اُس نے اُن کی سنّت کا مزہ نہ چکھا۔

بالجملہ اس معنی پر تمام جہان اُن کی مِلک اُن کا بندہ اُن کا عبد ہے یوں اپنا لقب عبدالنبی، عبدالرسول، عبدالمصطفٰے رکھنا عین سعادت ہے، اور اس سے اسلام و کفر کا فرق روشن ہے کہ اللہ عزوجل کی عبدیت سے کسی کافر کو بھی استنکاف نہ ہوگا حتی کہ وہابیہ بھی بڑی خوشی سے اپنے آپ کو عبداللہ کہیں گے اگرچہ واقع میں شیخ نجدی کے بندے اور عبدالشیطان ہیں مگر مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا بندہ ہرگز اپنے آپ کو نہ بتائیں گے۔ عبدالنبی اور عبدالشیطان دونوں عبداللہ ہیں، وہ عبدالنبی ہیں جن کو فرمایا:

فادخلى فى عبادى وادخلى جنتى[4] | (اے نفسِ مطمئنہ) میرے بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنّت میں داخل ہو جا۔ (ت)

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب العلم خطبہ عمر بعد ما ولی علی الناس دارالفکر بیروت ۱/۱۲۶

[2] شرح معانی الآثار کتاب الکراہیۃ باب الشعر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۱۰

[3] المواہب اللدنیۃ المقصد السابع الرضی بما شرعہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۲۹۹ و ۳۰۰

[4] القرآن الکریم ۸۹/۲۹

Marfat.com

اور وہ عبدالشیطان ہیں جن کو فرمایا :

یٰحسرۃ علی العباد ما یأتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون[1]

ہائے افسوس (نافرمان) بندوں پر کہ ان کے پاس (خدا کا) کوئی رسول نہیں آتا مگر یہ اس کے ساتھ ہنسی و مذاق کرتے ہیں (ت)

مگر عبدالشیطان ہرگز عبدالنبی عبدالمصطفٰی نہیں ہوسکتا اور اسے معاذاللہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین سے کیا علاقہ، نقل کرنے والے نے ضرور غلط نقل کیا یا غلط سمجھا، ہاں عبد بمعنی بندۂ خاص یعنی مطیع و فرمانبردار ہونا ضرور دشوار ہے اور باین معنی عبداللہ و عبدالنبی ایک ہے کہ :

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ[2]

جو شخص رسول اللہ کی اطاعت کرتا ہے اس نے درحقیقت اللہ تعالٰی کی اطاعت کی۔ (ت)

اس معنی پر اپنے آپ کو اس وصف عظیم سے یاد کرنا ضرور تزکیۂ نفس و خودستائی ہے کہ بنص قرآن مجید حرام ہے، قال اللہ تعالٰی "لا تزکوا انفسکم[3]" (اللہ تعالٰی نے فرمایا: "اپنے نفوس کو پاکیزہ نہ بتاؤ۔ ت) جو لوگ اپنا لقب مطیع النبی، مطیع الرسول رکھیں جاہل بیخرد ہیں یا قرآن عظیم کے دانستہ مخالف۔ خود انھیں کا قول ان کی تکذیب کو بس ہے جو مطیع النبی و مطیع الرسول ہوگا ہرگز اپنے نفس کا تزکیہ نہ کرے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۹: از قادر گنج ضلع بیربھوم ملک بنگالہ مرسلہ سید ظہور الحسین حسینی قادری رزاقی

۲۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

عبدالمصطفٰی، عبدالرسول، عبدالنبی، غلام مصطفٰی، غلام رسول، غلام نبی، غلام محمد، غلام احمد، غلام پنجتن، عبدالعلی، عبدالحسین، غلام علی، غلام حسین، غلام دستگیر، غلام غوث، غلام محی الدین، غلام پیر، غلام مرشد، غلام مولٰی بخش، علی بخش، پیر بخش، نذر مصطفٰی، نذر پنجتن، نذر حسین، نذر علی، نذر محی الدین، نذر پیر خادم علی، خادم غوث، کنیز مصطفٰی، کنیز پنجتن، کنیز مرتضٰی، کنیز حسین، کنیز غوث، کنیز مرشد، کنیز فاطمہ وغیرہ اس طرح کا نام رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جائز ہے تو علمائے متقدمین و متاخرین میں اس طرح کا نام کس کس کا ہے اور اس کا جواز فقہ سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور اس کے جواز میں آپ کا کوئی رسالہ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کا کیا نام اور کس قیمت پر ملتا ہے؟

---

[1] القرآن الکریم ۳۶/ ۳۰

[2] القرآن الکریم ۴/ ۸۰

[3] ؍؍ ؍؍ ۵۳/ ۳۲

Marfat.com

الجواب

فقیر کے اس بارے میں تین رسالے ہیں جو میرے مجموعۂ فتاوٰی میں ہیں۔ ایک دربارۂ غلام مصطفٰی اور اس کا جواز دلائل سے ثابت کیا ہے۔ دوسرا دربارۂ عبدالمصطفٰی، اور اس میں یہ تحقیق کیا ہے کہ توصیفاً بلاشبہہ جائز۔ اور اجلّہ صحابہ سے ثابت کراہت کہ بعض متاخرین نے لکھی جانب تسمیہ راجع ہے۔ تیسرے میں اسمائے کثیرہ سے بحث ہے اور اس میں محمد بخش اور اس کے امثال کا جواز ثابت کیا ہے۔ یہ تینوں رسالے ابھی طبع نہ ہوئے۔ علّامہ عابد سندی مدنی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے طوالع الانوار میں اور حاشیۂ درمختار میں عبدالنبی وعبدالرسول کا جواز بہت احادیث سے ثابت کیا ہے۔ علامہ جمال بن عبداللہ بن عمر رحمۃ اللہ علیہ مفتی حنفیہ بمکہ مکرمہ کے فتاوٰی میں بھی اس کا جواز مصرح ہے کنیز و نذر و خادم کے ساتھ نام رکھنے میں بھی حرج نہیں، زمانۂ سلف میں رواج نہ ہونا مستلزم ممانعت نہیں دو دو تین تین ناموں پر مشتمل نام رکھنا جیسے محمد علی حسین، اس کا بھی رواج سلف کبھی نہ تھا سادے ایک لفظ کے نام ہوتے تھے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۰ تا ۲۷۲ از مراد آباد مرسلہ مولوی محمد عبدالباری صاحب ۷ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) اگر کوئی شخص کسی سُنّی حنفی رضائی قادری کو لہبڑا کہے جو تصغیر لہبی کی ہے وہابی کا ہے تو ایسے شخص کا شرع شریف کے موافق کیا حکم ہے حنفی رضائی مذکور درحقیقت ان الفاظ کا محل نہیں تو یہ لفظ اسے کہنے والے پر عائد ہونگے یا نہیں؟ اگر نہ ہوں گے تو کہاں جائیں گے؟

(۲) ایسا شخص جو ایسے بے جا الزام سُنّی رضائی پر لگائے اور اس کا اکل بھی حلال نہیں بلکہ کھُلا ہوا مشتبہ اور حرام ہے تو اُس کا قول فعل شرع کے احکام میں کہاں تک معتبر ہو سکتا ہے؟

(۳) یہی شخص کسی مسلمان سے بلا سخت کلامی و دشنام کے گفتگو نہیں کرتا اور کہتا ہے مسجد کے لوٹوں میں جو پانی بچتا ہے وُہ قطعی ناپاک ہے یہاں تک کہ اُس پانی کو دوسرے برتن وغیرہ میں ڈالو گے تو وہ برتن بھی نجس ہو جائے گا اور مسجد میں اس کے فرش یا بوریے پر کبھی نماز نہیں پڑھتا اپنے خاص کپڑے پر جس پر چند اور کپڑے ہیں نماز پڑھتا ہے اس قسم کے عادات نماز میں کہاں تک ناجائز ہیں؟

الجواب

(۱) سُنّی مسلمان کو لہبڑا کہنا فسق ہے۔ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

سباب المسلم فسوق[۱] مسلمان کو بلاوجہ شرعی بُرا کہنا فسق ہے۔

---

[۱] صحیح البخاری کتاب الایمان باب خوف المؤمن ان یحبط عملہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲

Marfat.com

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ومن لم یتب فاولٰئک ھم الظٰلمون[1]

مسلمانو! آپس میں ایک دوسرے کو برُے لقب سے یاد نہ کرو ایمان کے بعد فسق کیا ہی برُا نام ہے اور جو توبہ نہ کرے وہی لوگ ظالم ہیں۔

آیۂ کریمہ بتا رہی ہے کہ تم نے مثلاً سُنّی مسلمان کا لقب لہبڑا رکھا تو وہ تمھارے کہنے سے لہبڑا نہ ہوجائیگا مگر تمھارا نام بدل گیا مومن سے فاسق ہوگیا کتنی برُی تبدیلی ہے اور جو توبہ نہ کرے وہی ظالم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ایسا شخص اگر اکلِ حلال بھی کھاتا ہو جب بھی اس کا قول فعل شرع میں معتبر نہیں نہ کہ جبکہ اکلِ حلال کا بھی طرہ ہو۔ واللہ تعالےٰ اعلم

(۳) مسلمان سے سخت کلامی و دشنام کا حکم جوابِ اول میں گزرا مسجد کے لوٹوں کا پانی ناپاک بتانا باطل ہے اپنا مصلّٰی خاص بنظرِ احتیاط رکھنے میں حرج نہیں بلکہ درمختار میں اسے افضل بتایا، یہ جبکہ مسجد کی چٹائیوں کو اپنی وہم پرستی سے ناپاک نہ جانے اور عام مسلمانوں کو کہ اُن پر نماز پڑھتے ہیں خطا پر یا اپنے سے کم احتیاط و حقیر نہ سمجھے ورنہ وہی حقیر اور پنجۂ شیطان کا اسیر ہے۔ والعیاذ باللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۲۷۳

از بھاگلپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مولوی اشرفعلی کا مرید ہے، نام اس کا معزّ الدین، اس نے اپنا نام معیذ الدین کسی خط میں لکھا، اس پر ایک شخص نے سمجھایا کہ اس طرح پر لکھنے سے معنی بدل جاتا ہے اور نعوذ باللہ مسلمانوں کو ایسا نام نہیں رکھنا چاہئے کیونکہ اس وقت یہ معنی ہوتا ہے کہ دین سے پناہ مانگنے والا لیکن اس کمبخت نے نہ مانا اور یہ کہا کہ میں اپنے حضرت کے پاس برابر اسی املا سے خط لکھتا ہوں لیکن حضرت نے کبھی نہ منع فرمایا اور نہ کوئی برُائی اس میں بتائی۔ لہذا گزارش ہے کہ جو شخص اپنا نام معیذ الدین بالیا بعد العین و قبل الذال رکھے اور صحیح بتلائے تو اس کے واسطے شرعاً کیا حکم ہے؟ اور لغت و محاورہ سے اس کے کیا معنی ہیں؟ پس اس کو بصورت مسئلہ کے خدمتِ والا میں روانہ کرتا ہوں۔

الجواب

علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق دیوبندیوں کا نام بنام جن میں تھانوی کا بھی نام ہے کافر مرتد بتایا اور شفائے امام قاضی عیاض و بزازیہ و مجمع الانہر وغیرہ کے حوالے سے صراحۃً فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/۱۱

Marfat.com

من شك فی کفرہ و عذابہ فقد کفر[1]
جو کوئی ان کے کفر اور عذاب میں شک کرے تو وہ کافر ہے۔ (ت)

جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے نہ کہ وہ جو انھیں مسلمان جانیں، نہ کہ وہ جو انھیں پیر و مرشد جانیں، ایسوں کے اقوال و افعال سے کیا سوال۔ معیذ الدین کے یہ معنی ہیں "دین کو پناہ دینے والا" اور اپنا نام ایسا رکھنا سخت عظیم تزکیہ نفس و خودستائی ہے اور وہ حرام ہے۔

قال تعالٰی لا تزکوا انفسکم ھو اعلم بمن اتقی[2]
اللہ تعالٰی نے فرمایا: (لوگو!) اپنی جانوں کی پاکیزگی نہ بتایا کرو اس لئے کہ اللہ تعالٰی اچھی طرح جانتا ہے کہ کون پرہیزگار ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

العارف باللہ تعالٰی الشیخ سنان فی کتابہ تبیین المحارم اقام الطامۃ الکبرٰی علی المتسمین بمثل ذٰلک وانہ من التزکیۃ المنھی عنھا فی القراٰن و من الکذب[3] اھ واللہ تعالٰی اعلم
عارف باللہ حضرت شیخ سنان نے اپنی کتاب تبیین المحارم میں اس طرح کے نام رکھنے والوں کے خلاف حجت قاہرہ قائم کی (اور فرمایا) یہ ایسا تزکیہ اور جھوٹ ہے کہ قرآن مجید میں اس سے منع فرمایا گیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷۴: از لشکر گوالیار محلہ حیدر گنج مسئولہ حافظ نبی محمد ۱۳ محرم ۱۳۳۹ھ

حضور سے کسی وقت میں ایک فتوٰی طلب کیا تھا جواب آگیا مگر اس کے ساتھ ہی میرے نام پر اعتراض فرمایا تھا کہ یہ نام رکھنا حرام ہے، اور وجہ کوئی تحریر نہیں فرمائی تھی، ہمارے شہر کے مفتی مقبول حسین صاحب فرماتے ہیں کہ ناجائز نہیں ہے، اس واسطے گزارش ہے کہ آپ اس جملہ کو بالتفصیل تحریر فرمادیجئے گا اور اس کے ساتھ ہی اسی ذیل میں نام بھی خاکسار کا تحریر فرمادیجئے تاکہ اس کو گوٹ کرا کر عام لوگوں کو مطلع کیا جائے مگر میرے نام میں محمد یا احمد ضرور ہونا چاہئے چونکہ میرا نام بزرگوں نے نبی محمد رکھا ہے اور اسی نام سے پکارا جاتا ہوں مگر حضور نے فرمایا ہے کہ نام تمھارا ناجائز ہے شریعت کیوں اس نام کو ناجائز کر رہی ہے

---

[1] درمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶
[2] القرآن الکریم ۵۳/۳۲
[3] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۶۹

Marfat.com

اس کا سبب حضور خلاصہ تحریر فرمائیں اور نام بھی دوسرا تجویز فرمائیں حضور ہی جو نام تجویز فرمائیں گے وہی مشتہر ہوگا وہ یوں کیا جائے گا کہ نام میرا نبی محمد شریعت کے خلاف تھا سو اب فلاں نام تجویز ہوا ہے۔

الجواب

اسم مسمّٰی پر محمول ہوتا ہے یہ زید ہے اور وصف عنوان سے جو سمجھا جاتا ہے وہ بھی متضمن حمل ہے تو اس میں اپنے آپ کو نبی کہنا اور کہلوانا ہے اور یہ قطعاً حرام ہے، اور علم میں وضع جدید کا عذر بارد ہے وضع اول ضرور ملحوظ رہتی ہے ولہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بُرے نام اور تزکیہ کے نام تبدیل فرما دئے کیا کوئی گوارا کرے گا کہ اپنا نام یا اپنے بچے کا نام شیطان یا ولد الشیطان رکھے حالانکہ وضع جدید میں تو خاص یہ ذات مقصود ہے جب اپنے آپ کو شیطان کہنا گوارا نہیں کرتا نبی کہنا اور کہلوانا روا رکھتا ہے اور یہ خیال کہ نیت دعوٰی نبوت کی نہ تھی سچ ہے جبھی تو حرام ہوا نیت ہوتی تو کفر ہوتا۔ آپ اپنا نام نبیل احمد رکھئے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۷۵ از شہر ۲۸ جمادی الاولٰی ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آیا عبد النبی نام رکھنا جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب

اپنے آپ کو عبد النبی کہنا جائز ہے مگر نام عبد اللہ رکھا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۶-۲۷۷ مرسلہ مولوی عابد علی صاحب سیکرٹری ڈاک خانہ سیف اللہ گنج ضلع سلطان پور ۷ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

(۱) احمد بخش، محمد بخش، نبی بخش، رسول بخش، حسین بخش، پیر بخش، مدار بخش وغیرہ نام رکھنا از روئے احکامِ شریعت جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس میں شرک ہے یا کیا؟ اور اگر کوئی شخص ایسے ناموں کے رکھنے کو منع کرے اور نام رکھنے والا منع کرنے والے کو مشرک بتائے اور وہابی ٹھہرائے اور ناقابلِ امامت قرار دے اور بالفاظِ واضح یہ ثابت کرنا چاہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب تک نہ بخشیں گے خدائے پاک نہ بخشے گا اور اس کے ثابت کرنے کے لئے آیاتِ قرآنی غیر متعلق کا حوالہ دے تو ایسا شخص کسی خطاب کا مرتکب ہوا یا نہیں اور کس خطاب کا؟ اور یہ بھی مخفی نہ رہے کہ نام رکھنے والا اپنے کو عالم کہتا ہے اور مجمع عام میں ایسی تقریر کرتا ہے۔

(۲) جو شخص اپنا خطاب اپنی جسمانی وضع اپنا لباس اپنا ضروری دیگر اسباب مثل ہندوؤں کے رکھے اور نماز کا بھی پابند نہ ہو ایسا شخص عالم کہلائے گا یا مصداق من تشبہ بقوم فهو منهم[1]

۱؎ سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لبس الشهرة آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۰۳

Marfat.com

(جو کوئی کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے تو وہ اسی میں شمار ہے۔ ت) کا ہوگا۔ بیّنوا توجروا
(بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

(ا) یہ نام شرعاً درست ہیں، ان میں معاذ اللہ کسی طرح کوئی شرک نہیں، نہ شرع سے کہیں ممانعت ہے، بلکہ قرآن عظیم سے اس کا جواز ثابت ہے، حضرت جبریل امین علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت مریم سے کہا:

انما انا رسول ربك لاھب لك غلامًا زکیا۔[1] میں تو تمھارے رب کا بھیجا ہوا ہوں اس لئے کہ میں تم کو ایک ستھرا بیٹا دوں۔

قرآن عظیم سیدنا عیسٰی علیہ الصلوۃ والسلام کو جبریل بخش بتارہا ہے۔ پھر بخش معنی عطا کے لئے متعین نہیں بمعنی حصہ و بہرہ بھی کثیر الاستعمال ہے۔ معہذا علمائے دین تصریح فرماتے ہیں کہ اگر ملحد کہے انبت الربیع البقل (بہار نے سبزہ اگایا۔ ت) تو اس کے الحاد پر محمول ہے، اور اگر مسلم کہے تو یقیناً تجوز ہے اور اس کا اسلام ہی قرینہ بس ہے کما نص علیہ فی الفتاوٰی وغیرھا (جیسا کہ فتاوٰی اور اس کے علاوہ دوسری کتابوں میں اس کی صراحت کر دی گئی۔ ت) منع کرنے والا اگر بربنائے اصول وہابیت منع کرتا ہے تو اس پر الزام وہابیت بے جا نہیں، من یغفر الذنوب الا اللہ[2] (سوائے اللہ تعالٰی کے کون گناہ معاف کرنے والا ہے۔ ت) اپنا ایمان ہے، اور ولمن صبر وغفر فان ذٰلك لمن عزم الامور[3] (بے شک جس نے صبر اختیار کیا اور معاف کیا تو بیشک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔ ت) بھی ایمان ہے، وان تعفوا وتصفحوا وتغفروا فان اللہ غفور رحیم[4] (اور اگر تم معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو، تو اللہ تعالٰی بخشنے والا مہربان ہے۔ ت) بھی ایمان ہے، واذا ما غضبوا ھم یغفرون[5] (اور جب وہ غصہ میں ہو جائیں تو معاف کر دیتے ہیں۔ ت) بھی ایمان ہے، اس قسم کے استدلال خارجیوں کی ایجاد ہیں کہ امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم پر حکم کفر لگایا کہ انھوں نے غیر خدا کو حکم بنایا حالانکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے ان الحکم الا للہ[6] (اللہ تعالٰی کے سوا کسی کا

---

[1] القرآن الکریم ۱۹/ ۹
[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۳۵
[3] القرآن الکریم ۴۲/ ۴۳
[4] القرآن الکریم ۶۴/ ۱۴
[5] القرآن الکریم ۴۲/ ۳۷
[6] القرآن الکریم ۱۲/ ۴۰

Marfat.com

حکم نہیں۔ ت) اور نہ دیکھا کہ وہی رب عزوجل فرماتا ہے:

فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا[1]۔ تو پھر ایک پنچ مرد کے خاندان میں سے اور ایک پنچ عورت کے خاندان میں سے مقرر کرو۔ (ت)

یہ مضمون کہ جب تک رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ بخشیں گے اللہ عزوجل نہ بخشے گا۔ اس قائل سے پہلے حضرت شیخ سعدی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے:

ارحم الراحمین نہ بخشاید — بے رضائے تو یا رسول اللہ[2]

(سب سے زیادہ رحم وکرم فرمانے والا (اللہ تعالےٰ) نہ بخشے گا، یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) جب تک آپ کی مرضی نہ ہوگی۔ ت)

حقوق العباد میں کہا جاتا ہے کہ جب تک صاحبِ حق نہ بخشے اللہ عزوجل نہ بخشے گا، اس کے یہ معنی کسی کے وہم میں نہیں آسکتے کہ معاذ اللہ اس کی مغفرت پر رب العزت قادر نہیں یا مغفرتِ ذنوب میں کوئی اس کا شریک ہے، بندوں کا مالک بھی وہی ہے اور بندوں کے حقوق کا مالک بھی وہی ہے مگر صاحبِ حق کی دلداری کے لئے اُس کی مغفرت اُس کے بخشنے پر موقوف رکھی پھر وہ دلداری کہ اُسے اپنے حبیب صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی منظور ہے اُس کی مقدار کا جاننا کس کا مقدور ہے، صحیح بخاری میں ہے اُمّ المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے عرض کرتی ہیں ارٰی ربك یسارع فی ھواك[3] میں حضور کے رب کو دیکھتی ہوں کہ حضور کی خواہش میں شتابی فرماتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحمۃ للعٰلمین بناکر بھیجے گئے اور مومنین پر بالخصوص کمال مہربان ہیں رؤف رحیم ہیں ان کا مشقت میں پڑنا اُن پر گراں ہے ان کی بھلائیوں پر حریص ہیں جیسے کہ قرآن عظیم ناطق:

لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رءوف — بیشک تمہارے پاس تمہاری ہی جانوں میں سے (ایک عظیم الشان) رسول تشریف لائے کہ تمہارا مشقت میں پڑنا انھیں ناگوار گزرتا ہے، وہ تمہاری

---

[1] القرآن الکریم ۴/۳۵

[2]

[3] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ الاحزاب باب قولہ من ترجی من تشاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۰۶
" کتاب النکاح باب ھل للمرأۃ ان تھب نفسہا لاحد " " ۲/۷۶۶

Marfat.com

رحیم[1] (اصلاح کی) بہت چاہت اور حرص رکھتے ہیں
اور مسلمانوں پر بڑی شفقت اور رحم فرمانے والے ہیں (ت)
تمام عاصیوں کی شفاعت کے لئے تو وہ مقرر فرمائے گئے واستغفر لذنبک وللمؤمنین وللمؤمنات[2]
(اور اپنی شان کے خلاف امور کیلئے استغفار کیجئے (یعنی طلب بخشش کیجئے) اور مسلمان مردوں اور عورتوں کیلئے
بھی۔ ت) کیا وہ ان میں کسی کی بخشش نہ چاہیں گے، کیا مسلمان کا مشقت میں پڑنا اُن پر گراں نہ ہوگا، یہ
تو نص آیت کے خلاف ہے ضرور وہ کہ جس کا بخشنا حضور نہ چاہیں گے وہ ہوگا جو مسلمان نہیں، اور جو
مسلمان نہیں اللہ اُسے نہ بخشے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) خطاب ولباس ووضع واسباب میں کفار سے مشابہت ممنوع ہے اور عالم ہو کر ایسا کرے تو
اور سخت معیوب ہے مگر فھو منھم[3] (تو وہ انہی میں سے ہے۔ ت) اس کے لئے ہے جو کفار کے
دینی شعار میں بالقصد معاذ اللہ اس کی پسند کے طور پر کی جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۹/۱۲۸
[2] " " ۴۷/۱۹
[3] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب لبس الشہرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۰۳

Marfat.com

النور والضیاء فی احکام بعض الاسماء ۱۳۲۰ھ

(بعض ناموں کے احکام کے بارے میں اُجالا اور روشنی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۲۷۸: مسئولہ شیخ شوکت علی صاحب فاروقی ۶ رجمادی الاولیٰ ۱۳۲۰ھ

علمائے دین و مفتیانِ شرع متین دریں مسئلہ چہ مے فرمایند کہ بعض شخص اس طرح نام رکھتے ہیں علی جان، نبی جان، محمد جان، محمد نبی، احمد نبی، نبی احمد، محمد یٰسین، محمد طٰہٰ، غفور الدین، غلام علی، غلام حسین، غلام غوث، غلام جیلانی، ہدایت علی۔ پس اس طرح کے نام رکھنا جائز ہیں یا نہیں؟ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی نے اپنے فتاوٰی میں ہدایت علی نام رکھنا ناجائز بتایا ہے اس میں حق کیا ہے؟ بینوا توجروا

شوکت علی فاروقی عفی عنہ

الجواب

محمد نبی، احمد نبی، نبی احمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم پر بے شمار درودیں، یہ الفاظ کریمہ حضور ہی پر صادق اور حضور ہی کو زیبا ہیں، افضل صلوات اللہ واجل تسلیمات اللہ علیہ وعلٰی آلہ۔ دوسرے کے یہ نام رکھنا حرام ہیں کہ ان میں حقیقۃً ادعائے نبوت نہ ہونا مسلّم ورنہ خالص کفر ہوتا، مگر صورتِ ادعا ضرور ہے اور وہ بھی

Marfat.com

یقیناً حرام و محظور ہے۔

اور یہ زعم کہ اعلام میں معنیٰ اوّل ملحوظ نہیں ہوتے، نہ شرعاً مسلّم نہ عرفاً مقبول۔ معنیٰ اوّل مراد نہ ہونے میں شک نہیں مگر نظر سے محض ساقط ہونا بھی غلط ہے، احادیث صحیحہ کثیرہ سے ثابت کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے بکثرت اسماء جن کے معنیٰ اصلی کے لحاظ سے کوئی برائی تھی تبدیل فرمادیئے۔

جامع ترمذی میں اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے:

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یغیر الاسم القبیح[1] نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ بُرے نام کو بدل دیتے۔

سنن ابی داؤد میں ہے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے عاصی وعزیز وعتلہ وشیطان وحکم وغراب وحباب وشہاب نام تبدیل فرمادیئے، قال ترکت اسانیدھا للاختصار[2] (امام ابوداؤد نے فرمایا میں نے اختصار کے لئے ان کی سندیں چھوڑیں۔ ت)

اصرم کا نام بدل کر زرعہ رکھا رواہ عن اسامۃ بن اخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ[3] (اسے اسامہ بن اخدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اسے روایت کیا۔ ت)

عاصیہ کا نام جمیلہ رکھا رواہ مسلم عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما[4] (اسے مسلم نے ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت کیا۔ ت)

برہ کا نام زینب رکھا اور فرمایا:

لاتزکوا انفسکم اللہ اعلم باھل البر منکم۔ رواہ مسلم[5] عن زینب بنت ابی سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ اپنی جانوں کو آپ اچھا نہ بتاؤ خدا خوب جانتا ہے کہ تم میں نیکو کار کون ہے (اسے مسلم نے زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔ ت)

برہ کے معنیٰ تھے زن نیکوکار، اسے خودستائی بتاکر تبدیل فرمایا۔

---

[1] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی تغییر الاسماء امین کمپنی دہلی ۲/۱۰۷
[2] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی تغییر الاسم القبیح آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۲۱
[3] " " " " " ۲/۳۲۱
[4] صحیح مسلم " باب تغییر الاسم القبیح قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۰۸
[5] سنن ابی داؤد " باب فی تغییر الاسم القبیح آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۲۱

Marfat.com

اور ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم:

انکم تدعون یوم القیٰمۃ باسمائکم و اسماء اٰبائکم فاحسنوا اسماءکم۔[1] رواہ احمد و ابوداؤد عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند جید۔

بے شک تم روزِ قیامت اپنے اور اپنے والدوں کے نام سے پکارے جاؤ گے تو اپنے اچھے نام رکھو۔ (اسے احمد اور ابوداؤد نے ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسندِ جید روایت کیا۔ ت)

اگر اصلی معنی بالکل ساقط النظر ہیں تو فلاں نام اچھا فلاں بُرا ہونے کے کیا معنی اور تبدیل کی کیا وجہ، اور خود ستائی کہاں، مسمّی پر دلالت کرنے میں سب یکساں۔ معہذا انھیں لوگوں سے پُوچھ دیکھئے کیا اپنی اولاد کا نام شیطان ملعون، رافضی خبیث، خوک (سُور) وغیرہ رکھنا گوارا کریں گے؟ ہرگز نہیں، تو قطعاً معنی اصلی کی طرف لحاظ باقی ہے پھر کس مُنہ سے اپنے آپ اور اپنی اولاد کو نبی کہتے اور کہلواتے ہیں کیا کوئی مسلمان اپنا یا اپنے بیٹے کا رسول اللہ یا خاتم النبیین یا سیّد المرسلین نام رکھنا روا رکھے گا؟ حاشا وکلا پھر محمد نبی، احمد نبی، نبی احمد کیونکر روا ہوگیا، یہاں تک کہ بعض خدا ناترسوں کا نام نبی اللہ سُنا ہے، ولاحول ولا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم، کیا رسالت وختم نبوّت کا ادعا حرام ہے اور نری نبوت کا حلال، مسلمانوں کو لازم ہے کہ ایسے ناموں کو تبدیل کردیں ؎

ہیچ پسند د خرد جان فروز تاجِ شہی بر سر کفش دوز

(عقل، جان کو روشن ومنوّر کرنے والی اس بات کو کب گوارا کرتی ہے کہ شاہی تاج ایک معمولی کفش دوز (موچی) کے سر پر سجایا جائے۔ ت)

عجب نہیں کہ ایسی علیل تاویل ذلیل تخییل والے شدہ شدہ اللہ عزوجل یا الٰہ العالمین نام رکھنے لگیں کہ آخر علم میں اصلی معنی تو ملحوظ نہیں والعیاذ باللہ رب العالمین (اللہ تعالیٰ کی پناہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ ت) اور نہ بھی رکھیں تو اس نام کے رکھنے کا جواز تو انھیں خواہی نخواہی ماننا ہوگا، جو تقریر محمد نبی کے جواز میں گھڑیں گے بعینہٖ وہی اللہ عزوجل نام رکھنے کے جواز میں جاری ہوگی، اصلی معنی وہاں مراد نہیں تو یہاں بھی نہیں وہ بے لحاظ معنی تبرکاً کیوں نہ جائز ہوگا آخر نام الٰہی میں نام نبی سے زیادہ ہی برکت ہے ولاحول ولا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم (گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت بجز اللہ تعالیٰ بلند

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی تغیر الاسماء آفتاب عالم پریس لاہور ۳۲۰/۲
مسند احمد بن حنبل عن ابی الدرداء المکتب الاسلامی بیروت ۱۹۴/۵

Marfat.com

مرتبہ بزرگ شان کی توفیق کے کسی میں نہیں۔ ت) یونہی نبی جان نام رکھنا نامناسب ہے اگر جان ایک کلمہ جداگانہ بنظر محبت زیادہ کیا ہوا جانیں جیسا کہ غالب یہی ہے جب تو ظاہر کہ ظاہر ادعائے نبوت ہوا اور اگر ترکیب مقلوب سمجھیں یعنی جان نبیؐ تو یہ تزکیہ خودستائی میں بڑہ سے ہزار درجے زائد ہوا، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے اُسے پسند نہ فرمایا یہ کیونکر پسند ہو سکتا ہے یہاں تبدیل میں کچھ بہت حرج بھی نہیں ایک "ہ" بڑھانے میں گناہ سے بچ جائیے گا اور اچھا خاصہ جائز نام پائیے گا۔ محمد نبیہ، احمد نبیہ، نبیہ احمد، نبیہ جان کہا اور لکھا کیجئے، نبیہ بمعنی بیدار ہوشیار ہے۔ یونہی یٰسین و طٰہٰ نام رکھنا منع ہے کہ اسمائے الٰہیہ واسمائے مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم سے ایسے نام ہیں جن کے معنی معلوم نہیں، کیا عجب کہ ان کے وہ معنی ہوں جو غیر خدا اور رسول میں صادق نہ آسکیں تو ان سے احتراز لازم جس طرح نامعلوم المعنٰی رقیہ منتر جائز نہیں ہوتا کہ مبادا کسی شرک وضلال پر مشتمل ہو۔ امام ابوبکر ابن العربی کتاب احکام القرآن میں فرماتے ہیں:

روی اشھب عن مالك لایتسمی احد یٰسٓ لانہ اسم اللہ تعالٰی وھو کلام بدیع وذلك ان العبد یجوز لہ ان یسمی باسم الرب اذا کان فیہ معنی منہ کعالم وقادر وانما منع مالك من التسمیۃ بھذا الاسم لانہ الاسماء التی لایدری ما معناھا فربما کان ذلك معنی یتفرد بہ الرب تعالٰی فلا ینبغی ان یقدم علیہ من لایعرف لما فیہ من الخطر فاقتضی النظر المنع منہ[1]

اشہب نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ کوئی شخص بھی یٰسٓ نام نہ رکھے کہ یہ اللہ تعالٰی کا نام ہے اور یہ نادر کلام ہے، یہ اس لئے کہ بندے کے لئے جائز ہے کہ رب کے نام پر اپنا نام رکھے جبکہ اس میں وہ معنی پایا جائے جیسے عالم، قادر وغیرہ، اور امام مالک نے یہ نام رکھنے سے اس لئے منع فرمایا کہ یہ اُن اسمائے سے ہے جن کے معنی معلوم نہیں، ہوسکتا ہے اس کا وہ معنٰی ہو جو رب تعالٰی کے لئے خاص اور منفرد ہو، لہذا مناسب نہیں کہ یہ نام رکھا جائے جبکہ اس کے ممنوع معنٰی معلوم ہی نہ ہوں پس نظر اور احتیاط کا تقاضا یہی کہ نام رکھنے سے منع کیا جائے۔ (ت)

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی حنفی مصری نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں اسے نقل کرکے فرماتے ہیں: وھو کلام نفیس[2] (یہ ایک نفیس اور شاندار کلام ہے۔ ت)

---

[1] و [2] نسیم الریاض شرح الشفاء للقاضی عیاض، بحوالہ ابوبکر ابن العربی، فصل فی اسمائہ دار الفکر بیروت ۲/ ۳۹۰

Marfat.com

فقیر نے اس کے ہامش (حاشیہ) پر لکھا:

قد کان ظهر لی المنع عنه لعین هذا المعنی لکن نظر االی انه اسم النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم، ولا ندری معناه فلعل لہ معنی لا یصح فی غیرہ صلی الله تعالٰی علیه وسلم الخ ولعل هذا اولی مما تقدم لان کونه اسم النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم اظهر واشهر فلایکون له معنی یتفرد به الرب عزوجل، والله تعالٰی اعلم۔

بے شک مجھ پر اس معنی کی بعینہٖ ممانعت ظاہر ہوگئی ہے لیکن اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے یہ نام نہ رکھے جانے کے حق میں ہوں کہ یہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام مبارک ہے اور ہم اس کے معنی سے واقف نہیں، ہوسکتا ہے اس کا کوئی ایسا معنی ہو جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے خاص ہو اور آپ کے سوا کسی دوسرے کے لئے اس کا استعمال درست نہ ہو شاید یہ وجہ پہلی وجہ سے زیادہ مناسب ہے اس لئے اس لفظ کا حضور علیہ السلام کے لئے بطور مقدس نام کے ہونا زیادہ ظاہر اور مشہور ہے۔ لہٰذا اس کے لئے کوئی ایسا معنی نہیں کہ جس سے اللہ تعالٰے جلیل القدر منفرد ہو لیکن (اس راز کو) اللہ تعالٰے ہی سب سے بہتر طور پر جانتا ہے۔ (ت)

بعینہٖ یہی حال اسم طٰہٰ کا ہے والبیان البیان والدلیل الدلیل (بیان وہی سابقہ ہے اور دلیل بھی وہی مرقوم ہے۔ ت) لفظ پاک محمد ان میں شامل کردینا ممانعت کی تلافی نہ کرے گا کہ یٰسٓ و طٰہٰ اب بھی نامعلوم المعنی ہی رہے اگر وہ معنی مخصوص بذاتِ اقدس ہوئے تو محمد ملانا ایسا ہوگا کہ کسی کا نام رسول اللہ نہ رکھا محمد رسول اللہ رکھا، یہ کب حلال ہوسکتا ہے وھذا کله ظاهر جدًا (اور یہ تمام خوب ظاہر ہے۔ت) یُوں ہی غفور الدین بھی سخت قبیح وشنیع ہے، غفود کے معنی مٹانے والا، چھپانے والا۔ اللہ عزوجل غفورِ ذنوب ہے یعنی اپنی رحمت سے اپنے بندوں کے ذنوب مٹاتا عیوب چھپاتا ہے، تو غفور الدین کے معنے ہوئے دین کا مٹانے والا، یہ ایسا ہوا جیسے شیطان کا نام رکھنا جسے نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے تبدیل فرمادیا ہاں دین پوش تقیہ کوش یہ ایسا ہوا جیسے رافضی نام رکھنا۔

بہرحال شدید شناعت پر مشتمل ہے اس سے تو عاصیہ نام بہت ہلکا تھا جسے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے تغییر فرمادیا کہ معاصی کا عرفاً اطلاق اعمال تک ہے اور دین پوشی کی بلا ملت وعقائد پر، والعیاذ بالله رب العالمین (اللہ تعالٰے کی پناہ جو تمام جہانوں کا مالک اور پروردگار ہے۔ ت)

ؔ حاشیۃ امام احمد رضا خاں علی نسیم الریاض

Marfat.com

حدیث میں ہے :

الفال موکل بالمنطق[1] (فال بولنے کے حوالے کی گئی ۔ ت)

بعض بُرے ناموں کی تبدیل کا یہی منشا رتھا کما ارشد الیہ غیر ما حدیث (جیسا کہ بہت سی احادیث نے اس کی رہنمائی فرمائی ۔ ت) مولانا علی قاری مرقاۃ میں نقل فرماتے ہیں :

ان الاسماء تنزل من السماء[2] نام آسمان سے اُترتے ہیں ، یعنی غالباً اسم و مسمی میں کوئی مناسبت غیب سے ملحوظ ہوتی ہے ، اہلِ تجربہ نے کہا ہے : ع

مزن فالِ بد کاورد حالِ بد

(بُری فال مت نکالو اس لئے کہ وُہ بُرا حال لائے گی ۔ ت)

اللھم احفظنا وارحمنا (یا اللہ ! ہماری حفاظت فرما اور ہم پر رحم کر ۔ ت)

فقیر نے بچشمِ خود ایسے قبیح ناموں کا سخت بُرا اثر پڑتے دیکھا ہے بھلے چنگے سُنّی صورت کو آخر عمر میں دین پوش ناحق کوش ہوتے پایا ہے ۔

نسأل اللہ العفو والعافیۃ اللھم یا قوی یا قدیر یا رحمٰن یا رحیم یا عزیز یا غفور صل وسلم و بارك علٰی سیدنا و مولانا محمد و اٰلہ وصحبہ و ثبتنا علی دینك الحق الذی ارتضیتہ لانبیائك ورسلك و ملائکتك حتی نلقاك بہ وعافنا من البلاء و البلوی و الفتن ما ظھر منھا و ما بطن ، وصل وسلم و بارك علٰی سیدنا محمد و اٰلہ اجمعین

ہم اللہ تعالٰی سے عفو و عافیت کا سوال کرتے ہیں اے طاقت و زور والے ، اے بعید رحم فرمانے والے ، اے ہمیشہ رحم کرنے والے ، اے زبردست ذات (سب پر غالب) ، اے (گناہوں کی) پردہ پوشی کرنے والے) ، اور انھیں معاف فرمانے والے (مالک) ، ہمارے آقا و مولٰی حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم پر درود و سلام اور برکات نازل فرما اور ان کی آل اولاد اور ساتھیوں پر بھی ' اور ہمیں اپنے دینِ حق پر استوار رکھ جو دین تونے اپنے انبیائے کرام اور رسولانِ عظام اور ملائکہ کرام کے لئے پسند فرمایا تا آنکہ ہم اسی دین پر

---

[1] الاسرار المرفوعۃ حدیث ۶۳۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۱۶۵

[2] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الادب باب الاسامی تحت حدیث ۴۷۷۱ المکتبۃ الحبیبیۃ کوئٹہ ۸/۵۳۵

Marfat.com

وارحم عجزنا و فاقتنا بھم یا ارحم الراحمین امین و الصلوٰۃ والسلام علی الشفیع الکریم و اٰلہ وصحبہ و الحمدللہ رب العٰلمین ۔

قائم رہتے ہوئے تیرے ساتھ جا ملیں اور ہمیں ظاہر باطن (کھلے چھپے) فتنوں، مصیبتوں اور ابتلاؤں سے عافیت عطا فرما اور ہمارے آقا حضرت محمد کریم پر رحمت و برکت اور سلام نازل فرما، ان کی طفیل ہمارے عجز اور فاقہ میں ہماری حمایت اور مدد فرما اے سب سے بڑے رحم کرنے والے، آمین، درود و سلام ہو شفیع کریم کی ذات اقدس پر اور ان کی تمام آل اولاد اور ساتھیوں پر۔ تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے آمین ۔ (ت)

اور ایک سخت آفت یہ ہوتی ہے کہ ایسے قبیح نام والے اپنے نام کے ساتھ حسبِ رواج نام پاک محمد ملا کر لکھتے، کہتے اور اسی کی اوروں سے طمع رکھتے ہیں اگر کوئی خالی ان کا نام بے نام اقدس لکھے تو گویا اپنی حقارت جانتے اور آدھا نام لینا سمجھتے ہیں، حالانکہ ایسے بُرے معنے کے ساتھ اس نام پاک کا ملانا خود اس نام کریم کے ساتھ گستاخی ہے۔ یہ نکتہ ہمیشہ یاد رہے کہ ان امور کی طرف اسی کو التفات وتنبہ عطا فرماتے ہیں جسے ایمان وادب سے حصہ وافیہ بخشتے ہیں، وللہ الحمد، اسی بناء پر فقیر کبھی جائز نہیں رکھتا کہ کلب علی، کلب حسین، کلب حسن، غلام علی، غلام حسین، غلام حسن، نثار حسین، فدا حسین، قربان حسین، غلام جیلانی و امثال ذٰلک کے اسمائے کے ساتھ نام پاک ملا کر کہا جائے، اللّٰھم ارزقنا حسن الادب و نجنا من موجبات الغضب، اٰمین (اے اللہ! ہمیں حسنِ ادب سے نواز اور اسبابِ غضب سے بچا۔ آمین۔ ت)

۱ نظام الدین، محی الدین، تاج الدین اور اسی طرح وہ تمام نام جن میں مسمّٰی کا معظم فی الدین بلکہ معظم علی الدین ہونا نکلے جیسے شمس الدین، بدرالدین، نورالدین، فخرالدین، شمس الاسلام، بدرالاسلام وغیر ذٰلک، سب کو علماءِ اسلام نے سخت ناپسند رکھا اور مکروہ وممنوع رکھا، اکابرِ دین قدست اسرارہم کہ امثال اسلامی سے مشہور ہیں یہ ان کے نام نہیں القاب ہیں کہ ان مقاماتِ رفیعہ تک وصول کے بعد مسلمین نے توصیفًا انھیں ان لقبوں سے یاد کیا، جیسے شمس الائمہ حلوائی، فخرالاسلام بزدوی، تاج الشریعۃ، صدرالشریعۃ۔ یونہی محی الحق والدین حضور پر نور سیدنا غوث اعظم، معین الحق والدین حضرت خواجہ غریب نواز، وارث النبی سلطان الہند حسن سنجری، شہاب الحق والدین عمر سہروردی، بہاؤالحق والدین نقشبند، قطب الحق والدین بختیار کاکی، شیخ الاسلام فرید الحق والدین مسعود، نظام الحق والدین سلطان الاولیاء محبوبِ الٰہی، محمد نصیر الحق والدین چراغ دہلوی محمود وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین ونفعنا ببرکاتھم فی الدنیا والدین۔

حضور نور النور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا لقب پاک خود روحانیتِ اسلام نے رکھا جس کی

Marfat.com

روایت معروف ومشہور اور بہجۃ الاسرار شریف وغیرہ کتب ائمہ وعلماء میں مذکور، حق سبحانہ وتعالٰی فرماتا ہے فلاتزکوا انفسکم[1] (پس آپ اپنی جانوں کو ستھرا نہ بتاؤ۔ ت)۔ فصول عمادی میں ہے:

لایسمیہ بما فیہ تزکیۃ[2] کوئی اس نام کے ساتھ نام نہ رکھے جس میں تزکیہ کا اظہار ہو (ت)

ردالمحتار میں ہے:

یؤخذ من قولہ ولا بما فیہ تزکیۃ المنع عن نحو محی الدین وشمس الدین مع ما فیہ من الکذب والف بعض المالکیۃ فی المنع منہ مؤلفا وصرح بہ القرطبی فی شرح الاسماء الحسنٰی وانشد بعضھم فقال ؎

مصنف کے قول لا بما فیہ تزکیۃ سے معلوم ہوتا ہے ممانعت مثل محی الدین وشمس الدین نام رکھنے میں ہے، علاوہ اس کے اس میں جھوٹ بھی ہے، اور بعض مالکی علماء نے ایسے ناموں کے ممنوع ہونے میں ایک کتاب لکھی ہے اور قرطبی نے اس کی تصریح شرح اسماء حسنٰی میں کی ہے، اور بعض نے اس بارہ میں کچھ اشعار لکھے ہیں، پس کہا ہے:

اری الدین یستحیی من اللہ ان یری\
وھذا لہ فخر وذاك نصیر\
فقد کثرت فی الدین القاب عصبۃ\
ھم فی مراعی المنکرات حمیر\
وانی اجل الدین عن عزہ بھم\
واعلم ان الذنب فیہ کبیر

میں دیکھتا ہوں دین کو حیا کرتا ہے اللہ تعالٰی سے جو دکھایا جائے حالانکہ یہ اس کیلئے فخر ہے اور یہ اس کے لئے نصیر یعنی مددگار ہے، بتحقیق بہت ہوئے دین میں القاب اس کے مددگاروں کے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو برائیوں کی رعایت میں گدھے ہیں۔ اور تحقیق دین کی موت ان جیسے لوگوں نے ساتھ اس کی عزت میں کی ہے اور جان لے کہ اس میں ان کا بڑا گناہ ہے۔

ونقل عن الامام النووی انہ کان یکرہ من یلقبہ بمحی الدین ویقول لااجعل من دعانی بہ فی حل ومال الی ذلك العارف باللہ تعالٰی الشیخ سنان فی کتابہ

اور امام نووی سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ محی الدین کے ساتھ اپنے ملقب ہونے کو ناپسند فرماتے تھے اور فرماتے تھے جو شخص مجھے اس لقب سے پکارے گا میں اسے معاف نہیں کروں گا، اور اس کی طرف مائل ہوئے شیخ سنان عارف باللہ اپنی کتاب

---

[1] القرآن الکریم ۵۳/ ۳۲

[2] ردالمحتار بحوالہ فصول العمادی کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۶۸

Marfat.com

تبیین المحارم و اقام الطامۃ الکبریٰ علی المتسمین بمثل ذلک و انہ من التزکیۃ المنھی عنہا فی القرآن ومن الکذب قال و نظیرہ ما یقال للمدرسین بالترکی أفندی وسلطانم و نحوہ ثم قال فان قیل ھذہ مجازات صارت کالاعلام فخرجت عن التزکیۃ فالجواب ان ھذا یردہ مایشاھد من انہ اذا نودی باسمہ العلم وجد علی من ناداہ بہ فعلم ان التزکیۃ باقیۃ[1] الخ۔

تبیین المحارم میں اور اس طرح کے نام رکھنے والوں کے خلاف حجتِ قاہرہ قائم کی اور فرمایا کہ تحقیق یہ وہ تزکیہ ہے جس سے قرآن مجید میں منع کیا گیا ہے اور جھوٹ سے ہے اور کہا مثل اس کے وہ جو کہا جاتا ہے واسطے مدرسین کے ترکی میں آفندی وسلطانم، اور اس کی مثل پھر کہا ہے پس اگر کہا جائے یہ مجازات ہیں جو ناموں کی طرح ہو گئے ہیں پس تزکیہ سے نکل گئے تو جواب یہ ہے کہ ہمارا مشاہدہ اس بات کو رَد کرتا ہے کیونکہ اگر ان اشخاص کو ان کے اسماءِ اعلام سے پکارا جائے تو پکارنے والے پر لوگ غصہ کریں گے، پس معلوم ہوا کہ تزکیہ کے لئے باقی ہے الخ (ت)

سترّہ نام کہ سائل نے پوچھے ان میں سے یہ دس ناجائز وممنوع ہیں باقی سات میں حرج نہیں، علی جان، محمد جان کا جواز تو ظاہر کہ اصلی نام علی ومحمد ہے اور جان بنظر محبت زیادہ، اور حدیث سے ثابت کہ محبوبانِ خدا انبیاء واولیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کے اسمائے طیبہ پر نام رکھنا مستحب ہے جبکہ ان کے مخصوصات سے نہ ہو۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تسمّوا باسماء الانبیاء ۔ رواہ البخاری فی الادب المفرد[2] وابوداؤد والنسائی عن

انبیاء کے ناموں پر نام رکھو (امام بخاری نے ادب المفرد میں، امام ابوداؤد اور نسائی نے

---

[1] رد المحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۶۹-۲۶۸
[2] ادب المفرد باب احب الاسماء الی اللہ عزوجل حدیث ۸۱۳ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ص ۲۱۱
ابوداؤد کتاب الادب باب فی تغییر الاسماء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۲۰
سنن النسائی کتاب الخیل باب مایستحب من شیۃ الخیل نور محمد کارخانہ کراچی ۲/ ۱۲۲

Marfat.com

ابی وھب الجشمی ولہ تتمۃ والبخاری فی التاریخ[1] بلفظ سموا عن عبد اللہ بن جراد رضی اللہ تعالٰی عنہ ولہ تتمۃ اخری۔

ابووہب جشمی کے حوالے سے اسے روایت کیا اور اس کے لئے تتمہ ہے، نیز امام بخاری نے تاریخ میں سَمُّوا کے لفظ سے حضرت عبد اللہ بن جراد رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند کے ساتھ اسے روایت کیا اور اس کے لئے دوسرا تتمہ ہے۔ (ت)

اور محمد و احمد ناموں کے فضائل میں تو احادیث کثیرہ عظیمہ جلیلہ وارد ہیں:

حدیث (۱) صحیحین و مسند احمد و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ میں حضرت انس (۲) صحیحین و ابن ماجہ میں حضرت جابر (۳) معجم کبیر طبرانی میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی۔[2]

میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو۔

حدیث (۴) ابن عساکر و حافظ حسین بن احمد عبد اللہ بن بکیر حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

من ولد لہ مولود فسماہ محمد احبالی وتبرکا باسمی کان ھو ومولودہ فی الجنۃ۔[3]

جس کے لڑکا پیدا ہو اور وہ میری محبت اور میرے نام پاک سے تبرک کے لئے اس کا نام محمد رکھے وہ اور اس کا لڑکا دونوں بہشت میں جائیں۔

---

[1] التاریخ الکبیر للبخاری باب العین عبد اللہ بن جراد حدیث ۶۳ دار الباز مکۃ المکرمۃ ۵/۳۵

[2] صحیح البخاری کتاب الادب باب من سمّٰی باسماء الانبیاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۱۵

صحیح مسلم 〃 باب النہی عن التکنی بابی القاسم 〃 〃 ۲/۲۰۶

جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی کراہیۃ الجمع الخ امین کمپنی دہلی ۲/۱۰۷

سنن ابن ماجہ 〃 باب الجمع بین اسم النبی وکنیتہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۷۳

مسند احمد بن حنبل عن انس المکتب الاسلامی بیروت ۳/۱۷۰

المعجم الکبیر حدیث ۱۲۵۱۳ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/۸۳

کنز العمال بحوالہ طب عن ابن عباس حدیث ۴۵۲۱۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/۴۲۱

[3] کنز العمال بحوالہ الرافعی عن ابی امامہ 〃 ۴۵۲۲۳ 〃 〃 〃 ۱۶/۴۲۲

Marfat.com

امام خاتم الحفاظ جلال الملّۃ والدین سیوطی فرماتے ہیں :

هذا امثل حدیث ورد فی هذا الباب و اسناده حسن[1]

جس قدر حدیثیں اس باب میں آئیں یہ سب میں بہتر ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

ونازعه تلمیذه الشامی بما رده العلامة الزرقانی فراجعه۔

ان کے شامی شاگرد نے اس میں نزاع کیا کہ جس کو علامہ زرقانی نے رَدّ کیا تھا لہذا اس کی طرف رجوع کریں۔ (ت)

حدیث (۵) حافظ ابو طاہر سلفی و حافظ ابن بکیر حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :

روزِ قیامت دو شخص حضرت عزّت کے حضور کھڑے کئے جائیں گے حکم ہوگا انھیں جنت میں لے جاؤ، عرض کریں گے : الٰہی ! ہم کس عمل پر جنّت کے قابل ہوئے ہم نے تو کوئی کام جنت کا نہ کیا۔ رب عزّ وجل فرمائے گا :

ادخلا الجنة فانی اٰلیت علی نفسی ان لایدخل النار من اسمه احمد ولا محمد[2]

جنت میں جاؤ میں نے حلف فرمایا ہے کہ جس کا نام احمد یا محمد ہو دوزخ میں نہ جائے گا۔

یعنی جبکہ مومن ہو اور مومن عرف قرآن وحدیث وصحابہ میں اسی کو کہتے ہیں جو سُنّی صحیح العقیدہ ہو، کما نص علیه الائمة فی التوضیح وغیره (جیسا کہ توضیح وغیرہ میں ائمہ کرام نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ ت) ورنہ بدمذہبوں کے لئے تو حدیثیں یہ ارشاد فرماتی ہیں کہ وہ جہنم کے کُتّے ہیں ان کا کوئی عمل قبول نہیں، بدمذہب اگرچہ حجرِ اسود و مقامِ ابراہیم کے درمیان مظلوم قتل کیا جائے اور اپنے اس مارے جانے پر صابر و طالبِ ثواب رہے جب بھی اللہ عزّ وجل اس کی کسی بات پر نظر نہ فرمائے اور اسے جہنم میں ڈالے۔ یہ حدیثیں دارقطنی و ابن ماجہ و بیہقی و ابن الجوزی وغیرہم نے حضرت ابوامامہ و حذیفہ و انس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیں، اور فقیر نے اپنے فتاوٰی میں متعدد جگہ لکھیں، تو محمد بن عبدالوہاب

---

[1] رد المحتار بحوالہ السیوطی کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۶۸

[2] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۸۸۳۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵/۴۸۵

[3] کنز العمال بحوالہ قط فی الافراد حدیث ۱۱۲۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۲۲۳

العلل المتناہیۃ باب ذم الخوارج حدیث ۲۶۱ و ۲۶۲ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۱۶۳

Marfat.com

نجدی وغیرہ گمراہوں کے لئے ان حدیثوں میں اصلاً بشارت نہیں، نہ کہ سید احمد خان کی طرح کفار جن کا مسلک کفر قطعی کہ کافر پر تو جنّت کی ہوا تک یقیناً حرام ہے۔

حدیث (۶) ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں حضرت نبیط بن شریط رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

قال اللہ تعالٰی عزوجل وعزتی وجلالی لا اعذب احدا تسمی باسمك بالنار یا محمد[1]

رب عزوجل نے مجھ سے فرمایا اپنی عزت وجلال کی قسم جس کا نام تمہارے نام پر ہوگا اسے دوزخ کا عذاب نہ دُوں گا۔

حدیث (۷) حافظ ابن بکیر امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں **حدیث** (۸) دیلمی مسند الفردوس میں موقوفاً راوی کہ مولٰی علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں **حدیث** (۹) ابن عدی کامل اور ابوسعد نقاش بسند صحیح اپنے معجم شیوخ میں راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

ما اطعم طعام علی مائدۃ ولا جلس علیھا وفیھا اسمی الا قدسوا کل یوم مرتین[2]

جس دستر خوان پر لوگ بیٹھ کر کھانا کھائیں اور ان میں کوئی محمد یا احمد نام کا ہو وہ لوگ ہر روز دوبار مقدس کئے جائیں۔

حاصل یہ کہ جس گھر میں ان پاک ناموں کا کوئی شخص ہو دن میں دوبار اس مکان میں رحمتِ الٰہی کا نزول ہو۔ لہٰذا حدیثِ امیر المومنین کے لفظ یہ ہیں:

ما من مائدۃ وضعت فحضر علیھا من اسمہ احمد ومحمد الا قدس اللہ ذٰلك المنزل کل یوم مرتین[3]

کوئی دستر خوان بچھایا نہیں گیا کہ اس پر ایسا شخص تشریف لائے جس کا نام احمد اور محمد ہو (صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم) تو اللہ تعالٰی ہر روز دوبار اس گھر کو تقدس بخشتا ہے یعنی مقدس کرتا ہے (اور ہر روز دو بار وہاں اس کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ مترجم)۔ (ت)

---

[1] تذکرۃ الموضوعات لمحمد طاہر الفتنی باب فضل اسمہ واسم الانبیاء کتب خانہ مجیدیہ ملتان ص ۸۹

[2] الکامل لابن عدی ترجمہ احمد بن کنانہ شامی دار الفکر بیروت ۱/ ۱۷۲

[3] الفردوس بماثور الخطاب عن علی ابن ابی طالب حدیث ۶۱۳۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۴۳، ۴۴

Marfat.com

حدیث (۱۰) ابن سعد طبقات میں عثمان عمری مرسلاً راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ماضر احدکم لوکان فی بیتہ محمد و محمدان وثلثۃ[1] — تم میں کسی کا کیا نقصان ہے اگر اس کے گھر میں ایک محمد یا دو محمد یا تین محمد ہوں۔

ولہذا فقیر غفر اللہ تعالٰی نے اپنے سب بیٹوں بھتیجوں کا عقیقے میں صرف محمد نام رکھا پھر نام اقدس کے حفظ آداب اور باہم تمیز کے لئے عرف جُدا مقرر کئے بحمد اللہ تعالٰی فقیر کے پانچ محمد اب موجود ہیں سلمھم اللہ تعالٰی وعافاھم والٰی مدارج الکمال رقاھم (اللہ تعالٰی ان سب کو سلامت رکھے اور عافیت بخشے اور انھیں مدارجِ کمال تک پہنچائے۔ ت) اور پانچ سے زائد اپنی راہ گئے جعلھم اللہ لنا اجرا وذخرا وفرطا برحمتہ وبعزۃ اسم محمد عندہ اٰمین (اللہ تعالٰی اپنی رحمت کے صدقے اور اسم محمد کی اس عزت وتوقیر کے صدقے جو اس کی بارگاہ میں ہے ہمارے لئے اپنی رحمت اور ان کی ذات کو ذریعہ اجر، ذخیرہ اور پیشرو بنادے، آمین۔ ت)

حدیث (۱۱) ظرائفی وابن الجوزی امیر المومنین مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنٰی سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ماا جتمع قوم قط فی مشورۃ وفیھم رجل اسمہ محمد لم یدخلوہ فی مشورتھم الا لم یبارك لھم فیہ[2] — جب کوئی قوم کسی مشورے کے لئے جمع ہو اور ان میں کوئی شخص محمد نام کا ہو اور اسے اپنے مشورے میں شریک نہ کریں ان کے لئے اس مشورے میں برکت نہ رکھی جائے۔

حدیث (۱۲) طبرانی کبیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں،

من ولد لہ ثلثۃ فلم یسم احدھم محمدا فقد جھل[3] — جس کے تین بیٹے پیدا ہوں اور وہ ان میں کسی کا نام محمد نہ رکھے ضرور جاہل ہے۔

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن سعد عن عثمان العمری مرسلاً حدیث ۴۵۲۰۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۴۱۹
[2] العلل المتناہیۃ باب فضل اسمہ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۶۷ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۱۶۸
[3] المعجم الکبیر حدیث ۱۱۰۷۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/ ۷۱

Marfat.com

حدیث (۱۳) حاکم وخطیب تاریخ اور دیلمی مسند میں امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا سمیتم الولد محمدا فاکرموہ واوسعوا لہ فی المجلس ولا تقبحوا لہ وجہا[1]

جب لڑکے کا نام محمد رکھو تو اس کی عزت کرو اور مجلس میں اس کے لئے جگہ کشادہ، اور اسے برائی کی طرف نسبت نہ کرو اس پر برائی کی دعا نہ کرو۔

حدیث (۱۴) بزار مسند میں حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا سمیتم محمدا فلا تضربوہ ولا تحرموہ[2]

جب لڑکے کا نام محمد رکھو تو اسے نہ مارو نہ محروم رکھو۔

حدیث (۱۵) فتاوی امام شمس الدین سخاوی میں ہے ابوشعیب حرانی نے امام عطا (تابعی جلیل الشان استاذ امام الائمہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے روایت کی:

من اراد ان یکون حمل زوجتہ ذکرا فلیضع یدہ علی بطنہا ولیقل ان کان ذکرا فقد سمیتہ محمدا فانہ یکون ذکرا[3]

جو چاہے کہ اس کی عورت کے حمل میں لڑکا ہو اسے چاہئے اپنا ہاتھ عورت کے پیٹ پر رکھ کر کہے: اگر لڑکا ہے تو میں نے اس کا نام محمد رکھا۔ ان شاء اللہ العزیز لڑکا ہی ہوگا۔

سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ماکان فی اھل بیت اسم محمد الا کثرت برکتہ[4] ذکرہ المناوی فی شرح التیسیر تحت الحدیث العاشر والزرقانی فی شرح

جس گھر والوں میں کوئی محمد نام کا ہوتا ہے اس گھر کی برکت زیادہ ہوتی ہے (دسویں حدیث کے ذیل میں علامہ مناوی نے اس کو شرح تیسیر میں ذکر فرمایا اور اسی طرح علامہ زرقانی نے

---

[1] تاریخ بغداد ترجمہ محمد بن ابی اسمٰعیل العلوی ۱۰۸۲ دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۹۱

[2] کشف الاستار عن زوائد البزار باب کرامۃ اسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۱۹۸۸ بیروت ۲/ ۴۱۳

[3] فتاوی امام شمس الدین السخاوی

[4] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ما ضر احدکم الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۳۵۲

Marfat.com

المواھب۔ (شرح مواہب اللدنیہ میں ذکر کیا ہے۔ ت)

بہتر یہ ہے کہ صرف محمد یا احمد نام رکھے اس کے ساتھ جان وغیرہ اور کوئی لفظ نہ ملائے کہ فضائل تنہا انھیں اسمائے مبارکہ کے وارد ہوئے ہیں۔

غلام علی، غلام حسین، غلام غوث، غلام جیلانی اور ان کے امثال تمام نام جن میں اسمائے محبوبان خدا کی طرف اضافت لفظ غلام ہوں سب کا جواز بھی قطعاً بدیہی ہے۔ فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے اپنے فتاوٰی میں ان ناموں پر ایک فتوٰی قدرے مفصل لکھا اور قرآن وحدیث اور خود پیشوایان وہابیہ کے اقوال سے ان کا جواز ثابت کیا، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ویطوف علیھم غلمان لھم کانھم لؤلؤ مکنون[1]

ان کے غلام گشت کرتے ہونگے گویا وہ موتی ہیں محفوظ رکھے ہوئے۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایقولن احدکم عبدی کلکم عبید اللہ ولکن لیقل غلامی[2] ھذا مختصر۔ رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ہرگز تم میں اب کوئی اپنے مملوک کو یوں نہ کہے کہ میرا بندہ تم سب خدا کے بندہ ہو ہاں یوں کہے کہ میرا غلام۔ (اسے مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

وہابیہ کے شرک ہمیشہ ایسے ہی ہوتے ہیں کہ خود قرآن وحدیث میں بھرے ہوتے ہیں خدا ورسول تک ان شرک دوستوں کے حکم شرک سے محفوظ نہیں والعیاذ باللہ رب العالمین (خدا کی پناہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ ت)

مزہ یہ ہے کہ لفظ غلام کی اسمائے الٰہیہ جل وعلا کی طرف اضافت خود ممنوع ہے اللہ کا غلام نہ کہا جائے گا، غلام کے معنی حقیقی پسر ہیں، ولہذا عبید کو شفقۃً عربی میں غلام اردو میں چھوکرا کہتے ہیں، سیدی علامہ عارف باللہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں زیر حدیث فرماتے ہیں:

ولکن لیقل غلامی وجاریتی وفتائی

مگر وہ یوں کہے میرا غلام، میری باندی، میرا جوان،

---

[1] القرآن الکریم ۵۲/ ۲۴

[2] صحیح مسلم کتاب الالفاظ من الادب باب حکم اطلاق لفظۃ العبد الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۸

Marfat.com

وفتاتی مراعاۃ لجانب الادب فی حق اللہ تعالٰی لانہ یقال عبد اللہ وامۃ اللہ ولایقال غلام اللہ وجاریۃ اللہ ولا فتی اللہ ولا فتاۃ اللہ اھ[1] باختصار۔

میری لونڈی۔ اللہ تعالٰی کے معاملہ میں تقاضائے ادب کو ملحوظ رکھا جائے کیونکہ اس کی نسبت سے یوں کہا جاتا ہے اللہ تعالٰی کا بندہ، اللہ کی بندی۔ اور یہ نہیں کہا جاتا کہ اللہ تعالٰی کا غلام یا اللہ تعالٰی کی لونڈی اور فتی اور فتاۃ (جوان مرد، جوان عورت) کو بھی اللہ تعالٰی کے نام کے ساتھ منسوب نہیں کیا جاتا اھ باختصار (ت)

سبحان اللہ! یہ عجیب شرک ہے جو خود حضرت عزت کے لئے روا نہیں بلکہ اس کے غیر ہی کے لئے خاص ہے مگر ہے یہ کہ وہابیہ کے دین فاسد میں محبوبانِ خدا کا نام ذرا اعزاز وتکریم کی نگاہ سے آیا اور شرک نے منہ پھیلایا، پھر چاہے وہ بات خدا کے لئے خاص ہونا درکنار خدا کے لئے جائز بلکہ متصور ہی نہ ہو، آخر نہ دیکھا کہ ان کے پیشوا نے تقویۃ الایمان میں قبر پر شامیانہ کھڑا کرنا مورچھل جھلنا شرک بتادیا اور اسے صاف صاف ان باتوں میں جو خدا نے اپنی تعظیم کے لئے خاص کی ہیں گنا دیا یعنی اس کے معبود نے کہہ دیا ہے کہ میری ہی قبر پر شامیانہ کھڑا کرنا میری ہی تربت کو مورچھل جھلنا ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (اللہ تعالٰی بزرگ وبرتر شان والے کی توفیق کے بغیر گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت کسی میں نہیں۔ ت) آخر نہ سنا کہ ان کے طائفہ غیر مقلدان کے اب نئے پیشوا صدیق حسن خاں قنوجی بھوپالی آنجہانی اپنے رسالہ کلمۃ الحق میں لکھ گئے ؎

چو غلام آفتابم از آفتاب گویم[2]

(جب میں سورج کا غلام ہوں تو پھر سب کچھ سورج ہی کے حوالہ سے کہوں گا۔ ت)

خدا کی شان غلام محمد، غلام علی، غلام حسین، غلام غوث تو معاذ اللہ شرک وحرام اور غلام آفتاب ہونا یوں جائز وبے ملام، حالانکہ ترجمہ کیجئے تو جیسا فارسی میں غلام آفتاب ویسا ہی عربی میں مشرکین عرب کا نام عبدشمس، ہندی میں کفار کا نام سورج داس، زبانیں مختلف ہیں اور حاصل ایک، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت سوائے اللہ تعالٰی بزرگ وبرتر بڑی شان والے کی توفیق کے کسی میں نہیں۔ ت) ہدایت علی کا جواز بھی ویسا ہی ظاہر وباہر

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ النوع الثالث والعشرون الخطاء ضد الصواب المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ فیصل آباد ۲/ ۲۷۹

[2] رسالہ کلمۃ الحق لصدیق حسن خاں

Marfat.com

جس میں اصلاً عدمِ جواز کی بُو نہیں، وہابیہ خذلہم اللہ تعالٰی کہ محبوبانِ خدا کے نام سے جلتے ہیں آج تک ان کے کبراء نے بھی اس میں کلام نہ کیا البتہ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کے مجموعہ فتاویٰ جلد اول طبع اول صفحہ ۲۶۴ میں اس نام پر اعتراض دیکھا گیا اوّل کلام میں تو صرف خلافِ اولیٰ ٹھہرایا تھا آخر میں ناجائز و گناہ قرار دے دیا حالانکہ یہ محض غلط ہے۔ اس کا خلاصہ عبارت یہ ہے:

استفتاء

کسے نام خود ہدایت علی می داشت بایہام اسمائے شرکیہ تبدیل نمودہ ہدایت العلی نہاد شخصے بر آں معترض شد کہ لفظِ ہدایت مشترک ست بین معنیین اراءۃ الطریق و ایصال الی المطلوب و ہکذا لفظ علی بغیر الف و لام مشترک است بین اسمائے الٰہیہ و حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ۔ مجیب گفت دریں صورت تائیدِ اثبات مدعائے من ست چہ ہرگاہ لفظ ہدایت و علی مشترک شد بین معنیین پس چہار احتمال مے شوند یکے ازاں از ہدایت معنی اول و از علی اللہ عزوجل شانہ، دوم از ہدایت معنی ثانی از علی جل جلالہ، سوم از ہدایت معنی اول و از علی حضرت علی کرم اللہ وجہہ، چہارم از ہدایت معنی ثانی و از علی حضرت علی پس سہ احتمال اول خالی از ممانعت شرعیہ ہستند البتہ رابع خالی از ممنوعیت نیست چہ در جملہ اسمائے شرکیہ مفہوم مے شود پس ہر اسم کہ دائر شود بین اسمائے شرکیہ و عدمہ احتراز ازاں لابدی ست بلکہ واجب و اگر کسے بر اسم متنازع فیہ قیاس نمودہ بر عبداللہ شرک ثابت کند یا یا علی گفتن ممانعت نماید آیا قیاسِ او صحیح

ایک شخص کا نام ہدایت علی تھا اس نے اسے شرکیہ نام خیال کرتے ہوئے اسے ہدایت العلی سے بدل دیا پھر اس پر یہ اعتراض کیا گیا کہ لفظ ہُدایت' اِراءُ الطریق (راستہ دکھانا) اور ایصال الی المطلوب (مطلوب و مقصود تک پہنچا دینا ہے) ان دو معنوں میں مشترک ہے اسی طرح لفظ عَلیٰ بغیر الف لام اسمائے الٰہیہ سے بھی ہے اور حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نام بھی ہے یعنی خالق و مخلوق دونوں میں مشترک ہے۔ جواب دینے والے نے کہا کہ اس صورت میں میری سوچ کی تائید پائی جاتی ہے وہ اس طرح کہ جب لفظ ہدایت اور علی دو معنوں میں مشترک ہوا تو چار احتمال پیدا ہو گئے (۱) ہدایت سے پہلا معنی اور علی سے اللہ تعالٰی کی ذات مراد ہو۔ (۲) ہدایت سے دوسرا معنی اور علی سے اللہ تعالٰی مراد ہو (۳) ہدایت سے پہلا معنی اور علی سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ مراد ہوں (۴) ہدایت سے دوسرا معنی اور علی سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ مراد ہوں۔ پس تین اول الذکر احتمال شرعی

Marfat.com

ست یا نہ ؟ بیّنوا توجروا۔ ممانعت نہیں رکھتے، البتہ چوتھے احتمال میں ممانعت کا پہلو موجود ہے، پس تمام اسمائے شرکیہ سے یہی مفہوم ظاہر ہوتا ہے لہٰذا جونام اسمائے شرکیہ وغیر شرکیہ مشترکہ وغیر مشترکہ میں دائر ہوتا ہو اس سے پرہیز لازمی اور واجب ہے، اگر کوئی شخص اسم مختلف فیہ پر قیاس کرتے ہوئے یا علی کہنے کی ممانعت کرے تو اس کا قیاس درست متصور ہوگا یا نہ ؟ بیان فرماؤ تاکہ اجر وثواب پاؤ۔

الجواب

ھو المصوب لفظ علی کہ از اسمائے الٰہیہ ست الف لام برآں زائد میشود برائے تعظیم چنانکہ در الفضل و النعمان وغیرہ بر لفظ علی کہ از اسمائے مرتضٰی ست لام داخل نمی شود بنائً علیہ ہدایت العلی اولٰی ست از ہدایت علی، چہ در اولے اشتباہ اضافت ہدایت بسوئے علی مرتضٰی نیست، و در صورت ثانیہ بسبب اشتراک لفظ ہدایت بحسب استعمال و اشتراک لفظ علی اشتباہ امر ممنوع موجود و در اسامی از ہمچو اسم کہ ایہام مضموم غیر مشروع سازد احتراز لازم بہ ہمیں سبب علماء از تسمیہ بعبدالنبی وغیرہ منع ساختہ اند واما در عبداللہ وغیرہ پس ایہام امر غیر مشروع نیست وہمچنیں در یا علی ہرگاہ مقصود ندائے پروردگار باشد تنزاعی نیست۔

حررہ ابو الحسنات عبدالحیٔ[1]

وہی ٹھیک بتانے والا ہے، لفظِ علی جو کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہے اس کے ساتھ برائے تعظیم الف لام زائد ہوگا جیسے الفضل، النعمان وغیرہ اور لفظ علی جو بطور نام سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے استعمال ہوتا ہے اس کے ساتھ الف لام زائد نہیں ہوتا لہٰذا اس بناء پر نام ہدایت العلی بنسبت ہدایت علی کے زیادہ بہتر ہے اس لئے کہ اول الذکر میں ہدایت کی نسبت کا حضرت علی مرتضیٰ کے ساتھ اشتباہ نہیں پایا جاتا اور دوسری صورت میں بوجہ استعمال لفظ ہدایت کے اشتراک کے سبب ایہام (مغالطہ) پیدا ہوتا ہے اور لفظ علی میں اشتراک کی وجہ سے امر ممنوع کا اشتباہ موجود ہے، پس اس سے پرہیز ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ علمائے کرام عبدالنبی نام رکھنے سے منع کرتے ہیں لیکن عبداللہ وغیرہ میں ایہام غیر مشروع نہیں، اسی طرح یا علی میں اگر اللہ تعالےٰ کو ندا کرنا مقصود ہو تو کوئی نزاع نہیں کوئی اختلاف نہیں۔ ابو الحسنات عبدالحیٔ نے اسے تحریر کیا۔ (ت)

[1] مجموعہ فتاوٰی کتاب الحظر والاباحۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۲/ ۴۲۲و۱۴۱

Marfat.com

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) مگر یہ جواب سخت عجب عجاب ہے یتساوی ھزلا بل یساوی ھزلا (جواب مذکور خوش طبعی کے برابر ہے بلکہ ہنسی مذاق کے مساوی ہے۔ ت)
اولاً اس تمام کلام مختل النظام کا مبنی ہی سرے سے پا در ہوا ہے ممنوع ایہام ہے نہ کہ مجرد احتمالی ولوضعیفا بعیدا (اگرچہ ضعیف اور بعید ہو۔ ت) ایہام و احتمال میں زمین و آسمان کا فرق ہے، ایہام میں تبادر درکار ہے ذہن اس معنی ممنوع کی طرف سبقت کرے نہ یہ کہ شکوک محتملہ عقلیہ میں کوئی شق معنی ممنوع کی بھی نکل سکے تلخیص میں ہے:

الایھام ان یطلق لفظ لہ معنیان قریب وبعید ویراد بہ البعید[1]
ایہام یہ ہے کہ ایسا لفظ بولا جائے جو دو معانی رکھتا ہو ایک معنی قریب اور دوسرا معنی بعید ہو اور اس لفظ کو بول کر معنی بعید مراد لیا جائے (ت)

علامہ سید شریف قدس سرہ الشریف کتاب التعریفات میں فرماتے ہیں:

الایھام ویقال لہ التخییل ایضا وھو ان یذکر لفظا لہ معنیان قریب وغریب فاذا سمعہ الانسان سبق الی فھمہ القریب و مراد المتکلم الغریب واکثر المتشابھات من ھذا الجنس ومنہ قولہ تعالٰی و السمٰوٰت مطویات بیمینہ[2]
ایہام تخییل بھی کہلاتا ہے مراد یہ ہے کہ ایسا لفظ ذکر کیا جائے کہ اس کے دو معنے ہوں ایک قریب اور دوسرا غریب، جب کوئی بندہ اسے سُنے تو اس کا فہم معنی قریب کی طرف لپکے (یعنی وہی متبادر الی الفہم ہو) لیکن متکلم کی مراد معنی غریب ہو۔ زیادہ تر متشابہات اسی قسم سے ہوتے ہیں، اور اللہ تعالٰی کا ارشاد کہ "اس دن سب آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں طومار کی طرح لپٹے ہوں گے" اسی قسم سے ہے۔ (ت)

مجرد احتمال اگر موجب منع ہو تو عالم میں کم کوئی کلام منع وطعن سے خالی رہے گا زید آیا گیا اٹھا بیٹھا، عمرو نے کھایا پیا کہا سُنا۔ مجیب صاحب نے سوال دیکھا جواب لکھا وغیرہ وغیرہ سب افعال اختیاریہ کی اسناد دو معنی کو محتمل۔ ایک یہ کہ زید و عمرو و مجیب نے اپنی قدرت ذاتیہ مستقلہ تامہ سے یہ افعال کئے، دوسرے قدرت عطائیہ ناقصہ قاصرہ سے اول قطعاً شرک ہے لہذا ان اطلاقات

---

[1] تلخیص المفتاح الفن الثالث مکتبہ ضیائیہ راولپنڈی ص ۱۰۵ و ۱۰۶
[2] التعریفات لسید شریف علی الجرجانی باب الالف انتشارات ناصر خسرو طہران ایران ص ۱۸

Marfat.com

سے احتراز لازم ہو جائے گا اور یہ بداہۃً قطعاً اجماعاً باطل ہے۔ فاضل مجیب نے بھی عمر بھر اپنے محاورات روزانہ میں ایسے ایہاماتِ شرک برتے اور ان کی تصانیف میں ہزار در ہزار ایسے شرک بالا ایہام بھرے ہوں گے، جانے دیجئے نماز میں وتعالیٰ جدّک تو شاید آپ بھی پڑھتے ہوں، جد کے دوسرے مشہور و معروف بلکہ مشہور تر معنیٰ یہاں کیسے صریح شدید کفر ہیں، عجیب کہ اتنے بڑے کفر کا ایہام جان کر اسے حرام نہ مانا تو بات وہی ہے کہ ایہام میں تبادر وسبقت و اقربیت درکار ہے اور وہی ممنوع ہے نہ کہ مجرد احتمال، یہ فائدہ واجب الحفظ ہے کہ آج کل بہت جُہلا ایہام احتمال میں فرق نہ کرکے ورطۂ غلط میں پڑتے ہیں۔

ثانیاً ایسی ہی نکتہ تراشیاں ہیں تو صرف ہدایت علی پر کیوں الزام رکھئے مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کے نام پاک علی کو اس سے سخت تر تشنیع کہئے وہاں تو چار احتمالوں سے ایک میں آپ کو شرک نظر آیا تھا، یہاں برابر کا معاملہ نصفا نصف کا حصّہ ہے۔ علی کے دو معنی ہیں علو ذاتی کہ بالذات للذات متعالی عن الاضافات ہو (بلندی بالذات یعنی ذاتی بلندی بغیر کسی سبب اور واسطہ کے صرف اس ہستی پاک ہی کے لئے ہے جو تمام اضافتوں اور نسبتوں سے مبرا اور بلند ہے۔ ت) دوسرا اضافی کہ خلق کے لئے ہے، اول کا اثبات قطعاً شرک تو علی میں ایہام شرک ہدایت علی سے دُونا ٹھہرے گا ولایقول به جاھل فضلا عن فاضل (کوئی جاہل بھی یہ نہیں کہہ سکتا چہ جائیکہ کوئی فاضل یہ کہے۔ ت)

ثالثاً ایک علی ہی کیا جس قدر اسمائے مشترکہ فی اللفظ میں الخالق والمخلوق ہیں، جیسے رشید و حمید و جمیل و جلیل و کریم و علیم و حلیم و رحیم وغیرہا سب کا اطلاق عباد پر ویسا ہی ایہام شرک ہوگا جو ہدایت علی کے ایہام سے دوچند رہے گا حالانکہ خود حضرت عزت نے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں کسی کو ایک کسی کو دو۲ نام اپنے اسمائے حسنیٰ سے عطا فرمائے اور حضور پُرنور سیّد عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے طیبہ میں تو ساٹھ سے زیادہ آئے کما فصله العلماء فی المواھب[1] وغیرھا (جیسا کہ علمائے کرام نے مواہب لدنیہ وغیرہ میں مفصل بیان فرمادیا ہے۔ ت) خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے اپنا نام پاک حاشر بتایا، صحابہ کرام و تابعین و ائمہ دین میں کتنے اکابر کا نام مالک تھا ان کے ایہاموں کو کہئے درمختار وغیرہ معتمدات میں تصریح کی کہ ایسے نام جائز ہیں اور عباد کے حق میں دوسرے معنی مراد لئے جائیں گے نہ وہ جو حضرت حق کے لئے ہیں۔

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل اول المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۵ تا ۲۱

Marfat.com

جاز التسمیة بعلی و رشید وغیرھما من الاسماء المشترکة و یراد فی حقنا غیر ما یراد فی حق اللہ تعالیٰ۔[1]

علی، رشید اور ان کے علاوہ دیگر اسماء مشترکہ کے ساتھ کسی کا نام رکھنا جائز ہے لہذا ہمارے حق میں وہ معنی مراد لیا جائے گا جو اللہ تعالےٰ کے حق میں مراد نہیں لیا جاتا۔ (ت)

کیوں نہیں کہتے کہ ایسے نام بوجہ اشتراک ناجائز ہیں کہ دوسرے معنی شرک کا احتمال باقی ہے، ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم (گناہوں سے محفوظ رہنے اور نیکی کرنے کی طاقت کسی میں نہیں سوائے اللہ تعالےٰ بزرگ وعظیم ذات کی توفیق کے۔ ت)

رابعًا سائل نے اپنی جہالت سے صرف عبداللہ میں شرک سے سوال کیا تھا حضرت مجیب نے اپنی نبالت سے وغیرہ بھی بڑھا دیا کہ اپنے نام نامی کو ایہامِ شرک سے بچالیں مگر جناب کی دلیل سلامت ہے تو اس ایہام سے سلامت بخیر ہے۔ عبدالحیّ میں دو جزء ہیں اور دونوں کے دو دو معنی، ایک عبد مقابل الٰہ، دوم مقابل آقا۔

قال اللہ تعالیٰ وانکحوا الایامٰی منکم والصّٰلحین من عبادکم وامائکم۔[2]

اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا: لوگو! تم میں سے جو نکاح کے بغیر (یعنی غیر شادی شدہ) ہیں اور جو تمہارے صالح غلام اور لونڈیاں ہیں ان کے ساتھ نکاح کردو (ت)

دیکھو حق سبحانہ نے ہمارے غلاموں کو ہمارا عبد فرمایا، یوں ہی ایک حیّ اسم الٰہی کہ حیات ذاتیہ، ازلیہ، ابدیہ، واجبہ سے مشعر، اور دوسرا من و تو، زید وعمرو سب پر صادق، جس سے آیت کریمہ تخرج الحی من المیت[3] (اے اللہ تعالیٰ! تو مردے سے زندہ نکالتا ہے۔ ت) وغیرہا مظہر۔ اب اگر عبد بمعنی اول اور حیّ بمعنی دوم لیجئے قطعاً شرک ہے وہی چار صورتیں ہیں اور وہی ایک صورت پر شرک موجود، پھر عبدالحیّ ایہامِ شرک سے کیونکر محفوظ، اس سے بھی احتراز لازم تھا، بعینہٖ یہی تقریر حضرت بابرکت فاضل کامل صحیح العقیدہ سُنی مستقیم جناب مستطاب مولانا مولوی عبدالحلیم

---

[1] الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۲
[2] القرآن الکریم ۲۴/۳۲
[3] " ۳/۲۷

رحمۃ اللہ علیہ کے اسم میں جاری ہوگی ملاحظہ ہو کہ یہ تشقیق وتدقیق کہاں تک پہنچی نسأل اللہ سلامۃ (ہم اللہ تعالٰی سے سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔ت) فقیر کے نزدیک ظاہراً یہ پھڑکتی ہوئی برہان حضرت مجیب کو جناب سائل کے فیض سے پہنچی، سائل نے ذکر کی، مجیب نے بے غور کئے قبول کرلی ورنہ ان کا ذہن شاید ایسی دلیل ذلیل علیل کلیل کی طرف ہرگز نہ جاتا جس سے خود ان کا نامی بھی عادم الجواز ولازم الاحتراز قرار پاتا۔

خامسًا یا علی کو فرمایا جاتا ہے کہ جب مقصود ندائے معبود تو نزاع مفقود، جی کیا وجہ یہاں بھی صاف دوسرا احتمال موجود، اپنا قصد نہ ہونا ایہام واحتمال کا نافی کب ہوسکتا ہے، ایہام تو کہتے ہی وہاں ہیں جہاں وہ معنی موہم مراد متکلم نہ ہوں، تلخیص وتعریفات کی عبارتیں ابھی سُن چکے اور اگر قصد پر مدار واعتماد ہے تو ہدایت علی پر کیا ایراد ہے، وہاں کب معنی شرک مقصود ومراد ہے۔

سادسًا علی پر الف لام لانا کب ایسے عالمگیر شرک سے نجات دے گا علما پر لام نہ آتا سہی صفت پر تو قطعاً آسکتا ہے اور وہ یقیناً صفاتِ مشترکہ سے ہے تو احتمال اب بھی قائم اور احتراز لازم، بلکہ سراجیہ وتاتارخانیہ ومنح الغفار وغیرہا سے تو ظاہر کہ العلی باللام نام رکھنا بھی روا ہے ردالمحتار میں ہے:

فی التاترخانیۃ عن السراجیۃ التسمیۃ باسم یوجد فی کتاب اللہ تعالٰی کالعلی والکبیر والرشید والبدیع جائزۃ الخ ومثلہ فی المنح عنہا وظاھرہ الجواز ولو معرفا بال[1]

تتارخانیہ میں فتاوٰی سراجیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ ایسے نام رکھنا جو اللہ تعالٰی کی کتاب میں اللہ تعالٰی کی صفات کے طور پر پائے جاتے ہیں جیسے علیّ، کبیر، رشید اور بدیع وغیرہ جائز ہے الخ، اور اسی طرح منح الغفار میں سراجیہ سے نقل کیا گیا ہے پس بظاہر یہ جائز ہے اگرچہ وہ ال سے معرفہ ہو۔(ت)

سابعًا جب گفتگو احتمال پر چل رہی ہے تو معنیین ایصال الی المطلوب وارادت طریق میں تفرقہ باطل، ایصال وارادت دونوں دو معنی خلق وتسبب پر مشتمل بمعنی خلق دونوں مختص بحضرت احدیت ہیں، کیا ارادت بمعنی خلق رویت غیر سے ممکن ہے اور بمعنی تسبب دونوں غیر کے لئے حاصل ہیں، کیا انبیاء سے ایصال بمعنی سببیت فی الوصول نہیں ہوتا فطاح التفرقۃ وزاح الشقشقۃ (پس

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۶۸

Marfat.com

دونوں میں تفرقہ نابود ہوگیا اور تذبذب زائل ہوگیا۔ ت) ہاں یوں کہئے کہ ادھر علی مشترک ادھر ہدایت خلق وتسبب دونوں میں مستعمل، یوں چار احتمال ہوئے، مگر اب یہ مصیبت پیش آئے گی کہ جس طرح ہدایت بمعنی خلق غیر خدا کی طرف منسوب نہیں ہوسکتی بمعنی محض تسبب حضرت عزت جل جلالہ کی طرف نسبت نہیں پاسکتی ورنہ معاذ اللہ اصل خالق ومعطی دوسرا ٹھہرے گا اور اللہ عزوجل صرف سبب وواسطہ ووسیلہ، اس کا پایۂ شرک بھی اونچا جائے گا کہ وہاں تو تسویہ تھا یہاں اللہ سبحانہ پر تفضیل دینا قرار پائے گا، علی پر لام لاکر اول کا علاج کرلیا اس دوم کا کہ اس سے بھی سخت تر ہے علاج کدھر سے آئے گا اب ایک لام نیا گھڑ کر ہدایت پر داخل کیجئے کہ وہ معنی خلق میں متعین ہوجائے اور احتمال تسبب اٹھ کر ایہام شرک و بدتر از شرک راہ نہ پائے۔

ثامناً ایک ہدایت کیا جتنے افعال مشترکۃ الاطلاق ہیں سب میں اسی آفت کا سامنا ہوگا جیسے احسان وانعام، اذلال واکرام، تعلیم وافہام، تعذیب وایلام، عطاومنع، اضرار ونفع، قہروقتل، نصب وعزل وغیرہا کہ مخلوق کی طرف نسبت کیجئے تو معنی خلق موہم شرک اور خالق کی طرف تو معنی تسبب مشعر کفر۔

بہرحال مفر کدھر، اگر کہئے خالق عزوجل کی طرف نسبت ہی دلیل کافی ہے کہ معنی خلق مراد ہیں، ہم کہیں گے مخلوق کی جانب اضافت ہی برہان وافی ہے کہ معنی تسبب مقصود ہیں، ولہذا علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ امثال انبت الربیع البقل وحکم علی الدھر (بہار نے سبزہ اگایا اور دہر نے مجھ پہ حکم کیا۔ ت) میں قائل کا موحد ہونا ہی قرینہ شافی ہے کہ اسناد مجاز عقلی ہے اب بحمد اللہ اس ایہام کی بنیاد ہی نہ رہی۔

تاسعاً آپ نے (باآنکہ اسمائے الٰہیہ توقیفیہ ہیں اور خصوصاً آپ بہت جگہ صرف نہ وارد ہونے نہ منقول ہونے کو حجتِ ممانعت جانتے ہیں) حق سبحانہ کا نیا نام مُصوّب ایجاد فرمایا ہر جواب کی ابتداء ھوالمصوب (وہی درست راستہ بتانے والا ہے۔ ت) سے ہوتی ہے یہ کب احتمال شنیع سے خالی ہے، تصویب جس طرح ٹھیک بتانے کو کہتے ہیں یونہی سر جھکانے کو، اور مثلاً جو سر جھکائے بیٹھا ہو اسے مصوب، اور دونوں معنی حقیقی ہیں تو آپ کے طور پر اسی کلمے میں ایہام تجسیم ہے اور تجسیم کفر و ضلالِ عظیم ہے۔

عاشراً جب مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی طرف اضافت ہدایت کا اشتباہ امر ممنوع کا اشتباہ اور موجب لزوم احتراز ہے تو بالقصد اس جناب ہدایت مآب کی طرف اضافت ہدایت کس درجہ

Marfat.com

سخت ممنوع ومعترض الاحتراز ہوگی، یہاں مولیٰ علی کو ہادی کہنا حرام ہوگیا حالانکہ یہ احادیث صریحہ اجماع جمیع ائمہ اہلسنّت وجماعت کے خلاف ہے، شاید یہ عذر کیجئے کہ ہدایت بمعنی خلق کا اشتباہ موجب منع تھا اس معنی پر اضافت قصدیہ ضرور حرام بلکہ ضلال تام ہے، نہ بمعنی تسبب کہ جائز و معمول اہل اسلام ہے مگر یہ وہی عذر معمول ہے جس کا رَد گزر چکا، کیا جب مولیٰ علی کی طرف اضافت کا اصلاً قصد ہی نہ ہو اس وقت تو بوجہ اشتراکِ معنی مولیٰ علی کی جانب ہدایت بمعنی خلق کی اضافت کا اشتباہ ہوتا ہے اور جب بالقصد خود حضرت مولیٰ علی ہی کی طرف اضافت مراد ہو تو اب وہ اشتراک معنی جاتا رہتا اور اشتباہ راہ نہیں پاتا اگر مانع اشتباہ مخلوق کا اس معنی کے لئے صالح نہ ہونا ہے تو صورت عدم قصد میں کیوں مانع نہیں، اور اگر باوصف عدم صلوح اشتباہ قائم رہتا ہے تو صورت قصد میں کیوں واقع نہیں۔

حادی عشر نہ صرف امیر المومنین علی بلکہ انبیائے کرام ورسل عظام وخود حضور پُرنور سید الانام علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والتسلیم کسی کی طرف اضافتِ ہدایت اصلاً روا نہ رہے گی کہ بوجہ احتمال معنی دوم ایہام شرک ہے، اب مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہادی کہنا بھی حرام ہوگیا، اور یہ قرآن عظیم وصحاح احادیث واجماعِ اُمت بلکہ ضروریاتِ دین کے خلاف ہے۔

ثانی عشر خود جناب مجیب نے اپنے فتاوٰی جلد سوم ص ۸۶ میں اس لزوم احتراز کا رَدِ صریح فرما دیا اور ادعائے ایہام کا فیصلہ بول دیا۔ فرماتے ہیں:

سوال: عبدالنبی یا مانند آں نام نہادن درست است یا نہ؟

سوال: عبدالنبی یا اس جیسا نام رکھنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: اگر اعتقاد ایں معنی ست کہ ایں کس کہ عبدالنبی نام دارد بندہ نبی است عین شرک است واگر عبد بمعنی غلام مملوک ست آں ہم خلاف واقع است واگر مجازاً عبد بمعنی مطیع و منقاد گرفتہ شود مضائقہ ندارد ولیکن خلاف اولےٰ ست، روی مسلم عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه و اٰله و سلم قال لا یقولن احدکم عبدی و

جواب: اگر یہ اعتقاد ہو کہ عبدالنبی نام والا شخص نبی کا بندہ ہے تو یہ عین شرک ہے اور عبد بمعنی غلام مملوک مراد ہو تو یہ خلاف واقع ہے اور اگر مجازاً عبد بمعنی مطیع لیا ہو تو مضائقہ نہیں ہے، لیکن خلافِ اولیٰ ہے، امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص ہرگز عبدی (میرا عبد) اور اَمتی (میری باندی) نہ کہے

Marfat.com

اُمتی کلکم عباد اللہ وکل نساءکم اماء اللہ ولکن لیقل غلامی وجاریتی وفتائی وفتاتی انتہی[1]

تم سب مرد اللہ تعالٰی کے بندے اور تمھاری تمام عورتیں اللہ تعالٰی کی باندیاں ہیں، لیکن اگر کہتا ہو تو غلامی (میراغلام)، جاریتی (میری خادمہ) فتائی (میراغلام)، فتاتی (میری لونڈی) کہے انتہی (ت)

اقول قطع نظر اس سے کہ یہ جواب بھی بوجوہ مخدوش ہے **اولاً** عبد و بندہ میں سوائے اختلافِ زبان کے کوئی فرق نہیں ایک دوسرے کا پورا ترجمہ ہے، عبد و بندہ دونوں عربی و عجمی دونوں زبانوں میں الٰہ و خدا و مولٰی و آقا دونوں کے مقابل بولے جاتے ہیں تو عبد بمعنی بندہ کو مطلقاً عین شرک کہہ دینا ایسا ہی ہے کہ کوئی کہے کہ عین سے مراد عین ہے تو غلط ہے اور چشمہ مقصود ہو تو صحیح، حضرت مولوی قدس سرہ المعنوی مثنوی شریف میں حدیث شرائے بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ میں فرماتے ہیں جب صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انھیں خرید لیا اور بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم نے ہمیں شریک نہ کیا، اس پر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کیا؎

گفت ما دو بندگانِ کوئے تو کردمش آزاد ہم بر روئے تو[2]

(عرض کیا کہ ہم دونوں آپ کے کوچہ کے غلام ہیں، میں نے اس کو آپ کے رُخِ انور پر آزاد کردیا۔ ت)

لاجرم جو تفصیل عبد میں ہے وہی بندہ میں۔

ثانیاً عبد بمعنی بندہ و بمعنی مملوک میں یہ تفرقہ کہ اول شرک اور ثانی خلافِ واقع ہے محض بے اصل و ضائع ہے مملوک بھی ملک ذاتی حقیقی و ملک عطائی مجازی دونوں کو مشتمل، اور اول میں قطعاً شرک حاصل اور بندہ بھی مقابل خدا و خواجہ دونوں مستعمل، اور ثانی سے یقیناً شرک زائل۔

ثالثاً آپ نے تو عبد بمعنی ملوک کو خلاف واقع یعنی کذب ٹھہرا کر اس ارادے کو شرک سے اتار کر گناہ مانا مگر ائمہ دین و اولیائے معتمدین و علمائے مستندین قدس اللہ تعالٰی اسرارہم اجمعین اس اعتقاد کو مکمل ایمان مانتے اور اس سے خالی کو حلاوت ایمان سے بے بہرہ جانتے ہیں، حضرت امام اجل عارف باللہ سیدی سہل بن عبداللہ تستری رضی اللہ تعالٰی عنہ پھر امام اجل قاضی عیاض شفا شریف پھر امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں نقلاً و تذکیراً پھر علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض پھر علامہ محمد بن عبدالباقی

---

[1] مجموعہ فتاوٰی کتاب العقیقہ و ما یتعلق بہا وجہ نام عبدالنبی وغیرہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۸۴
[2] مثنوی المعنوی معاتبہ کردن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم با صدیق اکبر حامد اینڈ کمپنی لاہور دفتر ششم ص ۱۱

Marfat.com

زرقانی شرح مواہب میں شرحًا وتفسیرًا فرماتے ہیں:

من لم یر ولایۃ الرسول علیہ فی جمیع احوالہ ولم یر نفسہ فی ملکہ لایذوق حلاوۃ سنتہ[1]

جو ہر حال میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو اپنا والی اور اپنے آپ کو حضور کا مملوک نہ جانے وہ سنتِ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی حلاوت سے اصلًا خبردار نہ ہوگا۔

سابعًا مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں نقل فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ و تعالٰی زبور شریف میں فرماتا ہے:

یا احمد فاضیت الرحمۃ علٰی شفتیك من اجل ذلك ابارك علیك فتقلد السیف فان بھاءك وحمدك الغالب (الٰی قولہ) الامم یخرون تحتك کتاب حق جاء اللہ بہ من الیمن والتقدیس من جبل فاران وامتلأت الارض من تحمید احمد وتقدیسہ وملك الارض ورقاب الامم[2]

اے احمد! تیرے لبوں پر رحمت نے جوش مارا میں اسی لئے تجھے برکت دیتا ہوں تو اپنی تلوار حمائل کر کہ تیری چمک اور تیری تعریف ہی غالب ہے سب امتیں تیرے قدموں میں گریں گی، سچی کتاب لایا اللہ برکت و پاکی کے ساتھ مکّہ کے پہاڑ سے، بھر گئی زمین احمد کی حمد اور اس کی پاکی بولنے سے، احمد مالک ہوا ساری زمین اور تمام امتوں کی گردنوں کا، صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم۔

کیا زبور پاک کے ارشاد کو بھی معاذ اللہ خلافِ واقع کہا جائے گا۔

خامسًا امام احمد مسند میں بطریق ابی معشر البراء ثنی صدقۃ بن طیلسۃ ثنی معن بن ثعلبۃ المازنی والحی بعد ثنی الاعشی المازنی رضی اللہ تعالٰی عنہ، اور عبداللہ بن احمد زوائد المسند میں بطریق عوف بن کھمس بن الحسن عن صدقۃ وطیلسۃ الخ، اور امام ابوجعفر طحاوی شرح معانی الآثار میں بطریق ابی معشر المذکور نحو روایۃ احمد سندًا ومتنًا اور ابن خیثمۃ وابن شاھین بھذا الطریق وبغیرہ اور بغوی وابن السکن و ابن ابی عاصم بطریق الجنید بن امین بن ذروۃ بن نضلۃ بن بھصل الحرمازی عن ابیہ عن جدہ نضلۃ۔

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد السابع الرضی بما شرعہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۹۹ و ۳۰۰
شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ " " " الفصل الاول دار الکتب العلمیہ بیروت ۹/ ۱۲۸

[2] تحفہ اثناء عشریہ باب ششم در بحث نبوت الخ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۶۹

Marfat.com

حضرت اعشیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ یہ خدمت اقدس حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم میں اپنے بعض اقارب کی ایک فریاد لے کر حاضر ہوئے اور اپنی منظوم عرضی مسامع قدسیہ پر عرض کی جس کی ابتداء اس مصرع سے تھی، ع

یا مالک الناس و دیّان العرب[1]

(اے تمام آدمیوں کے مالک اور اے عرب کے جزاو سزا دینے والے)

حضرت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی فریاد سُن کر شکایت رفع فرمادی، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک شخص کا مالک کہنا آپ کے گمان میں معاذ اللہ کذب تھا تو تمام آدمیوں کا مالک بتانا یا مالک الناس کہہ کر حضور کو ندا کرنا معاذ اللہ سنکھوں مہا سنکھوں کذب کا مجموعہ ہوگا، حالانکہ یہ حدیث جلیل شہادت دے رہی ہے کہ صحابی نے حضور کو مالکِ تمام بشر کہا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم نے مقبول و مقرر رکھا۔

سادساً بات یہ ہے کہ آپ کے خیال شریف میں مالک و مملوک کے یہی معنیٰ تھے کہ زید عمرو کو تانبے کے کچھ ٹکوں یا چاندی کے چند ٹکڑوں پر خریدے جبھی تو محمد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مالکیت کو خلاف واقع فرمادیا حالانکہ یہ مالکیت سخت پوچ لچر محض بے وقعت، بے قدر ہے کہ جان درکنار گوشت پوست پر بھی پوری نہیں سچی کامل مالکیت وہ ہے کہ جان و جسم سب کو محیط اور جن و بشر سب کو شامل ہے یعنی اولےٰ بالتصرف ہونا کہ اس کے حضور کسی کو اپنی جان کا بھی اصلاً اختیار نہ ہو یہ مالکیت حقہ صادقہ محیطہ شاملہ تامہ کاملہ حضور پرنور مالک الناس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو بخلافتِ کبریٰ حضرت کبریا عزّ و علا تمام جہان پر حاصل ہے۔

قال اللہ تعالیٰ النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم[2] نبی زیادہ والی و مالک و مختار ہے، تمام اہل ایمان کا خود ان کی جانوں سے۔

وقال اللہ تبارك وتعالیٰ ماکان لمؤمن ولامؤمنة اذا قضی اللہ و رسوله امرا ان یکون لھم الخیرة من انفسھم ومن یعص اللہ و

(اللہ تبارک و تعالےٰ نے فرمایا) نہیں پہنچتا کسی مسلمان مرد نہ کسی مسلمان عورت کو جب حکم کردیں اللہ اور اس کے رسول کسی بات کا کہ انھیں کچھ اختیار رہے اپنی جانوں کا، اور جو حکم

[1] مسند احمد بن حنبل مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۰۱
شرح معانی الآثار کتاب الکراہیۃ باب الشعر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۱۰
[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۶

Marfat.com

رسوله فقد ضل ضلالاً مبینا[1] | نہ مانے اللہ و رسول کا تو وہ صریح گمراہ ہوا۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :

انا اولٰی بالمؤمنین من انفسھم، رواہ احمد والبخاری و مسلم[2] والنسائی وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

میں زیادہ والی و مالک و مختار ہوں تمام اہلِ ایمان کا خود ان کی جانوں سے (اسے بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اگر یہ معنٰی مالکیت جناب مجیب کے خیال میں ہوتے تو محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی مالکیت کو خلافِ واقع نہ جانتے اور خود اپنی جان اور سارے جہان کو محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم کی مِلک مانتے اور اس سے زائد مرتبہ حق حقائق ہے جس کے سننے کو گوش شنوا سمجھنے کو دل بینا درکار ہے۔

وما اوتیتم من العلم الا قلیلا[3] وفوق کل ذی علم علیم[4] وما یلقھا الا الذین صبروا والا ذو حظ عظیم[5]۔

تمھیں صرف تھوڑا سا علم دیا گیا ہے، ہر علم والے پر بڑے علم والا ہے، نہیں پاتے اس کو مگر جو لوگ صبر والے ہوں مگر عظیم حصّہ۔ (ت)

سابعًا حدیث صحیح مسلم محض بے محل مذکور ہوئی حدیث میں تعلیم تواضع ونفی تکبّر اور آقاؤں کو ارشاد ہے کہ اپنے غلاموں کو عبد نہ کہو نہ یہ غلام بھی اپنے کو اپنے مولٰی کا عبد یا دوسرے ان کو اُن کے عبید نہ کہیں، یہ ہے قرآن کہ ہمارے غلاموں کو ہمارا عبد فرما رہا ہے، آیت عنقریب گزری رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۳۶

[2] صحیح البخاری کتاب الکفالۃ ۱/ ۳۰۸ و کتاب الفرائض ۲/ ۹۷ قدیمی کتب خانہ کراچی

صحیح مسلم کتاب الجمعۃ فصل فی خطبۃ الجمعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۸۵

" " کتاب الفرائض " " " ۲/ ۳۶

سنن ابن ماجہ ابواب الصدقات باب من ترک دنیا الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۶

مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۳۵

[3] القرآن الکریم ۱۷/ ۸۵ [4] القرآن الکریم ۱۲/ ۷۶ [5] القرآن الکریم ۴۱/ ۳۵

Marfat.com

لیس علی المسلم فی عبدہ ولا فرسہ صدقۃ رواہ احمد[1] والستۃ عن ابی ھریرۃ۔

مسلمان پر اپنے عبد اور اپنے گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں (اسے احمد اور اصحاب ستہ نے ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

فقہ کا محاورہ عامہ وائمہ صدر اول سے آج تک مستمرہ ہے: اعتق عبدہ ودبر عبدہ (اس نے اپنے عبد کو آزاد، مدبر بنایا۔ ت)، خود مولوی مجیب صاحب اپنے رسالہ نفع المفتی مسائل متعلقہ جمعہ میں فرماتے ہیں: ان اذن المولی عبدہ لہا یتخیر[2] (اگر مولٰی اپنے عبد کو اجازت دے تو اسے اختیار رہا۔ ت) وہیں ہے: وللمولی منع عبدہ[3] (مولٰی کو اختیار ہے کہ عبد کو روک دے۔ ت)

عجب ہے کہ زید وعمرو بلکہ کسی کافر مشرک کے غلام کو اس کا عبد کہنے پر حدیث وارد نہ ہو اور محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم کے غلاموں کو ان کا عبد کہنے پر معترض ہو، اور سُنئے تو سہی امام ابوحذیفہ اسحٰق بن بشر فتوح الشام اور حسن بن بشران اپنی فوائد میں ابن شہاب زہری وغیرہ ائمہ تابعین سے راوی کہ امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں برسرِ منبر فرمایا:

قد کنت [illegible] رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ [illegible] ت عبدہ وخادمہ[4]

میں حضور پُرنور سیدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ میں تھا تو میں حضور کا عبد تھا حضور کا بندہ اور حضور کا خدمتی تھا۔

نیز ابن بشران امالی اور ابواحمد دہقان جزء حدیثی اور ابن عساکر تاریخ دمشق اور لالکائی کتاب السنہ میں افضل التابعین سیدنا سعید بن المسیّب بن حزن رضی اللہ تعالٰے عنہ سے راوی، جب امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالٰے عنہ خلیفہ ہوئے منبرِ اطہرِ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر کھڑے ہوکر خطبہ فرمایا حمد ودرود کے بعد فرمایا:

---

[1] صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۱۶
سنن ابی داوٗد کتاب الزکوٰۃ باب صدقۃ الرقیق آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۲۵
سنن ابن ماجہ کتاب الزکوٰۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۱
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۴۲

[2] و [3] نفع المفتی والسائل مسائل متعلقہ بالجمعۃ مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۰۵

[4] فتوح الشام لاسحٰق بن بشر

Marfat.com

ایھا الناس انی قد علمت انکم کنتم تونسون منی شدۃ و غلظۃ و ذٰلک انی کنت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وکنت عبدہ و خادمہ[1]

لوگو! میں جانتا ہوں کہ تم مجھ میں سختی و درشتی پاتے تھے اور اس کا سبب یہ ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور میں حضور کا بندہ اور حضور کا خدمت گزار تھا۔

اب تو ظاہر ہوا کہ حدیثِ مسلم کو اس محل سے اصلاً تعلق نہیں، ذرا وہابی صاحب بھی اتنا سُن رکھیں کہ یہ حدیث نفیس جس میں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے آپ کو عبد النبی، عبد الرسول، عبد المصطفٰی کہہ رہے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مجمعِ عام زیرِ منبر حاضر ہے، سب سُنتے اور قبول کر رہے ہیں۔

جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے بھی ازالۃ الخفاء میں ابوحذیفہ و کتاب مستطاب الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ میں استناداً ذکر کی اور مقرر رکھی، امیر المومنین کو بجرمِ ترویح تراویح معاذ اللہ گمراہ بدعتی لکھ دیا" یہاں عیاذاً باللہ مشرک کہہ دیجئے، اور آپ کے اصول مذہب نامذہب پر ضرور رکھنا پڑے گا مگر صاحبو! ذرا سوچ سمجھ کر کہ شاہ ولی اللہ صاحب کا دامن بھی اسی پتھر کے تلے دبا ہے ؏

یُوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر
اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، خیر، بات دُور پہنچی، لفظ عبد و بندہ کی تحقیقِ تام و تفصیلِ احکام فقیر کی کتاب مجیر معظم شرح اکسیر اعظم میں ملاحظہ ہو۔

یہاں یہ گزارش کرنی ہے کہ مولوی مجیب صاحب کے اس فتوٰی نے ادعائے ایہام کا کام تمام کر دیا، عبد النبی میں جناب کے نزدیک تین احتمال تھے: ایک شرک، ایک کذب، ایک صحیح، تو ناجائز احتمال جائز سے دُونے تھے، بااین ہمہ اس کا حکم صرف خلاف اولٰی فرمایا جو ممانعت و کراہت تحریمی درکنار کراہت تنزیہی کو بھی مستلزم نہیں، ہر مستحب کا خلاف ترکِ خلاف اَولٰی ہے مگر مطلقاً تنزیہی نہیں۔ ردالمحتار میں بحرالرائق سے ہے:

لایلزم من ترک المستحب ثبوت الکراھۃ اذ لابد لھا من دلیل خاص[2]

مستحب کو ترک کرنے پر کراہت لازم نہیں کیونکہ کراہت کے لئے دلیل چاہئے۔ (ت)

---

[1] مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر ترجمہ عمر بن الخطاب ۱۸۵ دارالفکر بیروت ۱۸/ ۳۱۴

[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۸۴

Marfat.com

اسی میں تحریر الاصول سے ہے :

خلاف اولٰی مالیس فیہ صیغۃ نھی کترک صلوٰۃ الضحٰی بخلاف مکروہ تنزیہا[1]	خلافِ اولٰی وہ ہے جس کے لئے نہی کا صیغہ استعمال نہ ہوا ہو جیسے چاشت کی نماز کا ترک ہے بخلاف مکروہ تنزیہہ کے ۔ (ت)

تو ہدایت علی جس میں چار احتمالوں سے صرف ایک باطل ہے، یعنی جائز احتمالات ناجائز سے تگنے ہیں یہ کس طرح خلاف اولٰی در کنار مکروہ تنزیہی سے بھی گزر کر لازم الاحتراز ہوگیا اربعہ کے حساب سے تو اسے خلافِ اولٰی کا نصف بھی نہ ہونا چاہیے تھا بلکہ صرف ۴/۳ یعنی مباح مساوی طرفین سے اگر سیر بھر دوری پر خلاف اولٰی کہا جائے تو ہدایت علی میں صرف ڈیڑھ پاؤ ہوگئی اس لئے ۳/۲ ، ۴/۱ مجہول پس ۴/۱ ، ۳/۲ ، ۸/۲ خیر یہ حساب تو ایک تطییب قلوب ناظرین تھا حق یہ ہے کہ ہدایت علی میں اصلاً کوئی وجہ کراہت تنزیہی کی بھی نہیں، لزوم احتراز تو بڑی چیز ہے، اور فی الواقع ہر ادنٰی عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ عبد النبی سے ہدایت علی کو نسبت ہی کیا ہے، جب وہ صرف خلافِ اولٰی ہے تو اسے خلاف اولٰی کہنا بھی محض بے جا ہے، کلام یہاں کثیر ہے اور جس قدر مذکور ہوا طالبِ حق کے لئے کافی ۔ واللہ یقول الحق و یھدی السبیل ، واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم ۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ

بمحمدن المصطفٰے النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱ھ

عبد المصطفٰے احمد رضا خاں

رسالہ

النور والضیاء فی احکام بعض الاسماء

ختم ہوا

---

[1] رد المحتار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۸۴

Marfat.com

خط وکتابت

بلا اجازت کسی کا خط روکنا، کھولنا اور پڑھنا وغیرہ

مسئلہ ۲۷۹ حافظ محمود حسین تلمیذ رشید احمد گنگوہی ۱۱ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

ایک لفافہ بند جس پر مکتوب الیہ کا نام اس طرح درج تھا زوجہ مولوی محمد فخر الدین و غلام محی الدین کے پاس پہنچے، ڈاکیہ نے لاکر حاجی رمضان خاں ملازم مولوی محمد فخر الدین کو دیا ——— حاجی موصوف مرد ناخواندہ ہے اُس لفافہ کو ہمشیرہ زاد مولوی محمد فخر الدین صاحب کے مکان پر لائے اور کہا کہ کس کے نام کا یہ خط ہے مولوی صاحب موصوف کے ہمشیرہ زاد نے جو اس پر لکھا تھا اُن سے کہہ دیا اور اُن کو واپس دے دیا دوسرے وقت حاجی موصوف دوبارہ اس خط کو مولوی صاحب موصوف کے ہمشیرہ زاد کے مکان پر لائے اور چند صاحب باہر مکان میں بیٹھے تھے اُس کا لفافہ پڑھوایا، چونکہ مولوی محمد فخر الدین صاحب کی زوجہ جو احد المکتوب الیہما تھیں وہ انتقال کرچکی تھیں اور دوسرا مکتوب الیہ یعنی غلام محی الدین کا نام جو ساتھ میں لکھا ہوا تھا وہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کون شخص ہے فی الجملہ مولوی صاحب کے دونوں ہمشیرہ زادے موجود تھے، ایک کی رائے ہوئی کہ خط کو واپس کردیا جائے دوسرے نے یہ خیال کرکے کہ کاتب کا جو نام اس پر لکھا ہوا تھا وہ ایسا تھا کہ اس کو تعلق زوجہ مولوی محمد فخر الدین صاحب یعنی اپنے ماموں صاحب کی زوجہ سے تھا اور اب ان کا انتقال ہوا اس خیال سے کہ یہ ٹکٹ چسپاں لفافہ واپس کرنے میں شاید ضائع ہوجائے اور کوئی امر قصد کاتب یا مکتوب الیہا ضروری ہوا ہو اس کو چاک کرکے سرسری نگاہ سے اس کی ابتداء کو دیکھا جس سے یہ معلوم ہوگیا کہ بیشک مولوی صاحب

Marfat.com

یعنی اپنے ماموں صاحب کی زوجہ کا ہی یہ خط ہے اور چونکہ وُہ امر جو ابتدائے سے معلوم ہوگیا اُس خط کے پڑھنے سے متعلق مکتوب الیہا کے تہائی سے معلوم ہُوا کہ اُن لڑکیوں کے پیام کی نسبت اس میں لکھا ہوا تھا اس لئے بدون پورا پڑھے ہوئے خط کے اس کو لفافہ میں رکھ کے چاک شدہ بدون بند کئے ہوئے حاجی رمضان خاں جو اس خط کو لائے تھے اُن کو دے دیا اور کہہ دیا کہ حافظ غفور الدین صاحب یعنی برادر مکتوب الیہا مرحومہ کو دے دیں پس صورتِ حال یہ ہے اس کی نسبت یہ سوال ہے کہ خواہرزادہ مولوی صاحب نے لفافہ کو چاک کرکے اس کو سرسری نگاہ سے دیکھ کے پھر اس کو جس شخص سے متعلق مضمون اُس کا نظر آیا واپس بھیج دیا، ایسا کرنے میں وہ عند الشرع گنہگار ہے یا موافق نیت اپنی کے عنداللہ و عندالشرع ماجور ہے اور زوج مکتوب الیہا کے ملک عرب میں ہیں وُہ یہاں موجود نہیں ہیں۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں شخص مذکور گنہگار و مستحقِ وعید ہے۔ حدیث میں ہے حضور پُرنور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من نظر فی کتاب اخیہ بغیر اذنہ فانما ینظر فی النار۔ رواہ ابوداؤد[1] فی سننہ والحاکم وصححہ وابن منیع فی مسندہ والقضاعی وغیرھم فی حدیث عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جو اپنے بھائی کا خط بے اس کی اجازت کے دیکھے وہ بلاشبہہ آگ دیکھ رہا ہے (امام ابوداؤد نے اس کو اپنی سنن میں روایت کیا اور محدث حاکم نے اس کی صحت تسلیم فرمائی اور ابنِ منیع نے اپنے مسند میں اور قضاعی وغیرہ نے حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالہ سے روایت کی۔ ت)

علماء فرماتے ہیں خط کاتب کی ملک ہے یہاں تک کہ اگر وُہ لکھے کہ اس پر جواب لکھ دے تو خود مکتوب الیہ کو اس میں تصرف جائز نہیں مالک کو واپس دینا لازم، واپس چاہے تو بحکم عرف مکتوب الیہ مالک ہوجائے گا۔ جوہرہ نیرہ و منح الغفار شرح تنویر الابصار و حاشیۂ طحطاویہ علی الدر المختار وغیرہا میں ہے:

رجل کتب الی اٰخر کتابا و ذکر فیہ اکتب الجواب علٰی ظھرہ، لزمہ ردہ ولیس لہ التصرف فیہ

ایک آدمی نے کسی دوسرے آدمی کو خط لکھا اور اس میں یہ ذکر کیا کہ اسی قرطاس سوال کی پشت پہ جواب لکھ دیں تو اس خط کا واپس کرنا لازم ہوجاتا ہے

[1] سنن ابی داؤد کتاب الصلٰوۃ باب الدعاء آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۰۹

Marfat.com

والاملکہ المکتوب الیہ عرفاً[1] اور اس میں کسی قسم کا تصرف کرنا جائز نہیں ہوتا، اور اگر یہ صورت نہ ہو تو عرف اور رواج کے مطابق مکتوب الیہ یعنی جس کی طرف خط لکھا گیا وہ اس کا مالک ہوگیا۔ (ت)

یہاں کہ خط مکتوب الیہ کے ہاتھ میں پہنچنے ہی نہ پایا بلاشبہہ ملک کاتب پر باقی رہا،

فان التملیك لایتم قبل القبض حتی لومات احدھما قبل التسلیم بطل کما نص علیہ فی الدر وغیرہ من الاسفار الغر[2] کیونکہ تملیک (کسی کو مالک بنانا) قبضہ کرنے سے پہلے تام (مکمل) نہیں ہوتی اس لئے کہ سپردگی سے پہلے دونوں میں سے کوئی ایک اگر انتقال کر جائے تو معاملہ باطل ہو جاتا ہے جیسا کہ درمختار وغیرہ بڑی کتب عربی میں اس کی تصریح فرمائی گئی ہے۔ (ت)

بے اُس کے اذن کے لفافہ چاک کرنا ملکِ غیر میں تصرف ناجائز ہوا کہ شرعاً حرام ہے، حدیث وفقہ کا حکم تو یہ ہے، باقی رہے اس کے بیہودہ عذرات جن کی بنا پر وہ نہ صرف اپنی براءت بلکہ الٹا ماجوری کا متمنی ہے بدتر از گناہ ہیں واپسی میں ضائع ہونے کا اندیشہ تھا تو یہ کاتب تھا مکتوب الیہ تھا کون تھا رکھنا واپس کرنا اس سے کیا متعلق تھا اس کے پاس لفافہ پڑھنے کو آیا تھا پڑھ کر لانے والے کو دے دیتا جو مطالبہ ہوتا اس کے ذمہ ہوتا اسے مداخلت بیجا کا کس نے حکم دیا تھا ایسی ہی خیر اندیشی مدنظر تھی تو خط محفوظ رہنے کی ہدایت کرکے کاتب کو اطلاع دی ہوتی وہ جو کہتا اس پر عمل کیا جاتا نہ یہ غصب وخیانت کہ ملک غیر چاک نامۂ غیر میں نظر بیباک یعنی زید نے ایک بکری عمرو کو ہدیۃً بھیجی عمرو مرچکا تھا لانے والا بکر کے پاس لایا یہاں جنگل میں شام ہوگئی واپس کرنے میں اندیشۂ تلف تھا بکر نے بکری براہ خیر اندیشی وہیں ذبح کرکے چکھ لی۔ یہ خیال کہ شاید کوئی امر ضروری مفید کاتب یا مکتوب الیہا ہو یہ خیال نہ کیا کہ شاید کوئی امر راز کا ہو جس پر اطلاع میں ان کی مضرت ہو پرائے مکان میں بے استیذان جانا شرع نے احتمالِ ضرر کے سبب حرام فرمایا اور احتمال نفع کی بنا پر اجازت نہ دی یہ خیالات سب مناقض شرع محض وسوسۂ شیطانی تھے کہ معصیت پر باعث ہوئے سرسری نگاہ سے دیکھنا بھی دیکھنا ہے آخر اس سے مضمون پر اطلاع پائی تو یہ کیا عذر ہوسکتا ہے، جیسے کسی کے دروازہ میں سے جھانکے اور کہے ہم نے بغور تو نہیں دیکھا۔ اسی بنا پر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس حالت میں اس کی آنکھیں پھوڑ دیں تو کچھ

---

[1] تکملہ ردالمحتار فصل فی مسائل متفرقۃ من الہبۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۵۱
حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الہبۃ فصل فی مسائل متفرقۃ المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۳/ ۴۰۹
[2] درمختار کتاب الہبۃ باب الرجوع فی الہبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۱

Marfat.com

التزام نہیں۔

فی الصحیحین عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اطلع فی بیت قوم بغیر اذنھم فقد حل لھم ان یفقأوا عینہ[1]

بخاری اور مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کسی نے لوگوں کے گھروں میں بغیر انکی اجازت کے جھانک کر دیکھا تو بے شک ان گھروالوں کیلئے حلال ہے کہ اس کی آنکھ نکال دیں۔ (ت)

بلکہ دوسری حدیث ہے حضور سیّد عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایما رجل کشف سترا فادخل بصرہ من قبل ان یؤذن فقد اتی حدا لا یحل لہ ان یأتیہ ولو ان رجلا فقأ عینہ لھدرت۔ رواہ الامام احمد فی مسندہٖ[2] عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو شخص کوئی پردہ کھول کر قبل اجازت نگاہ کرے وہ ایسی ممنوع بات کا مرتکب ہے جو اُسے جائز نہ تھی اور اگر کوئی اس کی آنکھ پھوڑ دے تو قصاص نہیں۔ (امام احمد نے اس کو اپنی مسند میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

انصاف سے دیکھئے تو لفافہ چاک کرکے خط پڑھنا بھی ایک قسم کا پردہ کھول کر نگاہ کرنا ہے اور فقط ابتدائی مضمون دیکھا پُورا نہ پڑھا یعنی دروازہ ہی میں سے جھانکا سارا مکان کب نظر پڑا اور طرفہ یہ کہ چاک شدہ بے بند کئے واپس کیا شاید اسے بھی دلیل نیک نیتی ٹھہرادیا جاتا کہ فریب ہوتا تو بند کردیا جاتا کیا بند کرنے میں گناہ تھا جو اس سے باز رہنا وجہِ برأت ہوا یعنی مکان غیر میں بے اجازت قفل توڑ کر جایئے اور نیک نیتی کا ثبوت یہ کہ ہم نے دروازہ کھُلا ہی چھوڑ دیا، طرّہ یہ کہ خط زید بنام عمرو بکر نے دیکھا اور خالد کو بھیج دیا گویا خود مالکِ خط تھا کہ جو چاہا کیا جب سارا خط نہ دیکھا تھا تو کیا معلوم شاید اُس میں کوئی مضمون خالد کے خلاف ہی ہوتا اس کا مطلع ہونا اُن مسلمانوں کے ضرر کا سبب ہوتا، غرض یہ

---

[1] صحیح البخاری کتاب الدیات باب من اطلع فی بیت قوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۰۲۰
صحیح مسلم کتاب الآداب باب تحریم النظر فی بیت غیرہ " " ۲/۲۱۲
[2] مسند امام احمد بن حنبل ترجمہ عن ابی ذر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/۱۸۱

Marfat.com

سب حرکات عقل و شرع دونوں کے خلاف تھیں ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (گناہوں سے کنارہ کش ہونے اور بھلائی کرنے کی قوت کسی میں موجود نہیں بجز اللہ تعالٰی عظمت وشان والے کی توفیق کے۔ اللہ تعالٰی پاک وبرتر اور بڑا عالم ہے۔ ت)

مسئلہ ۲۸۰ ۱۰ صفر ۱۳۲۱ھ

خالد کو اُس کے چچا نے ہدایت کی کہ باہمی نزاع کی بابت خط وکتابت مسدود رہنا قرین مصلحت ہے اب اگر ظنِ غالب کی بنا پر بکر اپنے بھتیجے خالد کے خطوط خود وصول کرکے اس کو نہ دے حالانکہ خالد تبری کرتا ہے کہ ہرگز میرے کسی خط میں اس ہدایت کا خلاف نہ کیا گیا مگر بکر کو بوجہ مرتبہ بادر ہونے کے سبب خالد کی یقین نہیں آیا تو کیا بکر کو اس بنا پر خالد کے خطوط روک رکھنے خود کھولنے یا دیر لگانے کا اختیار حاصل ہے اگر نہیں تو کیا ان وجوہ سے بکر معصیت کا مرتکب قرار پائے گا یا نہیں؟ نیز اگر ان میں بابت نزاع باہمی تذکرہ ہو تو کیا بکر کو امورِ متذکرۂ بالا کا اختیار حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب

بکر کو اصلاً اختیار نہیں، نہ خالد کے خطوط روکنے کا، نہ دیکھنے کا۔ اور وُہ ضرور گنہگار ہوگا، حدیث میں ارشاد ہوا کہ جو بلا اجازت دوسرے کا خط دیکھے وہ جہنم کی آگ دیکھتا ہے[1]۔ اور بدگمانی دوسرا گناہ ہے اور تجسس تیسرا گناہ۔ اور یہ سوال کہ اگر ان میں خلافِ ہدایت ہو تو امور مذکورہ کا اختیار ہے یا نہیں محض بے معنٰی ہے بے دیکھے کیونکر معلوم ہوگا کہ خلافِ ہدایت ہے، غرض یہ سب کارروائی خود خلافِ ہدایت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۱ از ملک گجرات ضلع احمد آباد شہر پیران پاٹن محلہ محمدی دارہ معرفت سید عبدالقادر صاحب رسیدہ اصغر احمد صاحب بنگالی پنجشنبہ ۱۶ شوال ۱۳۳۴ھ

حضرت شمس علماء الدین اسوۃ الحکماء المحققین اعنی مخدومنا ومکرمنا جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب حفظہم الواھب من النوائب۔ بعد الف الف سلام معروض اینکہ حضور والا کے ارشاد کے بعد جب مراجعت الی الکتب کیا فی الواقع جواب لسان وعلی الفور واجب ہے، اور علامہ مناوی نے تخییر بین اللفظ والمراسلۃ (زبانی جواب دینا اور بذریعہ خط جواب دونوں میں (مکتوب الیہ کو) اختیار ہے۔ ت) لکھا ہے مگر علامہ شامی نے اسی کا بعد ہی خط کا جواب دینے کو واجب لکھا ہے وھو لکن فی الجامع الصغیر للسیوطی "رد جواب الکتاب حق کرد السلام"[2] (لیکن امام سیوطی نے جامع صغیر میں فرمایا خط کا جواب دینا بالکل سلام کے زبانی جواب دینے کی طرح واجب ہے۔ ت) اگر اس میں

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب الدعاء آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۰۹

[2] الجامع الصغیر حدیث ۴۴۴۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۶۲

Marfat.com

کوئی خلاف ہو تو اصلاح فرماکر مرہونِ منت فرمائیں فقط۔

الجواب

مولانا المکرم ذی اللطف والکرم اکرم المولیٰ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ہمارے نزدیک جوابِ سلام علی الفور ہے تاخیر میں اثم ہوگا حتی قالوا لواخر الی آخر الکتاب کرہ (یہاں تک فرمایا کہ اگر اس نے جواب لکھنے تک سلام کے جواب میں تاخیر کی تو مکروہ ہے۔ ت) علامہ مناوی شافعی ہیں یوں ہی امام سیوطی، ولہذا عبارت مذکورہ کے بعد مناوی میں ہے:

وبہ قال جمع شافعیۃ منھم المتولی والنووی فی الاذکار زاد فی المجموع انہ یجب الرد فورا[1]

شافعیوں کے ایک گروہ نے یہی فرمایا ان میں سے متولی اور امام نووی ہیں، چنانچہ امام نووی نے الاذکار میں ذکر کیا اور المجموع میں یہ اضافہ کیا کہ سلام کا جواب دینا واجب ہے۔ (ت)

اور حدیث کی سند بشدت ضعیف ہے، اور اس کا رفع ثابت نہیں، ہاں جواب کتاب حتی الوسع ضرور دینا چاہیے ولو بعد حین (اگرچہ کچھ عرصہ کے بعد ہو۔ ت)، واللہ تعالےٰ اعلم۔

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث رد جواب الکتاب الخ مکتبۃ الامام شافعی ریاض ۲/ ۲۲

Marfat.com

سیاسیات

ممبری، ووٹ، الیکشن اور تنظیم سازی وغیرہ

مسئلہ ۲۸۲ مسئولہ محمد باقر خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر پنشنر رائے بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ میں جو اندز حد میونسپلٹی ہے ایک شخص احمد نامی زبان کچہری وزبان انگریزی سے بخوبی واقف ہے اور شریف خاندان اور قابلیت انتظامی میں ماہر اور معزز عہدوں پر ممتاز رہا ہے منجملہ دیگر مسلمان ممبروں کے ایک ممبر میونسپل ہے اور بحیثیت ممبری قوم کے کام بھی نہایت دیانت وامانت سے کر رہا ہے اب زمانہ ممبری احمد کا قریب الاختتام ہے لہذا احمد مذکور پھر امیدوار ممبری کا ہے لیکن اس کے مقابلے میں ایک شخص معمولی حیثیت کا جو محض اردو جانتا ہے عمر نامی امیدوار ممبری کھڑا ہوا ہے اس شخص کو انتظامی قابلیت میں کچھ مَس نہیں ہے اور نہ کبھی اس کو ایسا تجربہ ہوا ہے پس عمر نے اپنی کامیابی کی یہ تدبیر اس حیلہ سے سوچی ہے کہ اگر وہ ممبر منتخب ہوگیا تو مبلغ ڈیڑھ سو روپیہ واسطے کارِ خیر کے دے گا یعنی ایک آنہ فنڈ میں جو اس قصبہ میں ہے دے گا تاکہ سکریٹری ودیگر حصہ ممبران ایک آنہ فنڈ کی کامیابی میں کوشش بلیغ کریں بس ایسی صورت میں مسلمانوں کو احمد کی معاونت کرنی چاہئے جو نہایت بیدار مغزی اور دیانت سے ممبری کے کام بخوبی انجام دے رہا ہے یا عمر کی جو امور انتظامیہ کو انجام دینے کے قابل نہیں ہے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

Marfat.com

الجواب

ممبری کوئی شرعی بات نہیں مگر یہ ضرور ہے کہ اگر حالت وہ ہے جو سوال میں مذکور ہے تو احمد کے مقابل عمر کے لئے کوشش عقل ونقل سے دور ہے جب وُہ حسبِ بیان سائل ذی علم متدیّن نفع رسانِ مسلمین ہے تو اس پر ایسے عاری کی ترجیح صرف ڈیڑھ سو روپیہ کے لالچ سے جہل مبین ہے، حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استعمل رجلا علی عشرۃ وفیھم من ھو ارضی للہ منہ فقد خان اللہ ورسولہ وجماعۃ المسلمین[1] جس نے دس آدمیوں پر کسی کو افسر کیا اور ان میں وُہ ہے جو اللہ کو اس سے زیادہ پسند ہے تو اس نے اللہ ورسول اور مسلمانوں کی سب کی خیانت کی۔

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۳ از دھوراجی متصل ناریل مسجد مرسلہ احمد علی چامڑیا ۳ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں ملک کاٹھیاوار میں تعلیم کی حالت بہت خراب ہونے کی وجہ سے مختلف شہروں کے مسلمانوں نے مل کر ایک رائے ہوکر ہر شہر کا ایک ایک دو دو شخص منتخب کرکے ۹۵ ممبروں کی کمیٹی مقام راجکوٹ قائم کی ہے جس کا نام مسلم ایجوکیشنل ایسوسی ایشن رکھا ہے، جس میں سنت جماعت ممبر ۹۴ اور ایک خوجہ، اس ایجوکیشنل ایسوسی ایشن کی طرف سے ہر سال کسی ایک بڑے شہر میں جلسہ عام مسلمانوں کا منعقد ہوتا ہے جس میں ہر خاص وعام آسکتا ہے اور جس میں مسلمانوں کی ترقی کے ریزولیشن پاس ہوتے ہیں اور اسٹیٹ اور گورنمنٹ کے پاس سے حق مانگے جاتے ہیں اور ہر شہر میں مسلمانوں کی طرف سے جو مدرسے جاری ہیں اُن کے کورس ایک کرنے میں اور دینی اور دنیاوی تعلیم کی ترقی کرنے میں کوشش کی جاتی ہے فی الحال ایک انسپکٹر ایسوسی کی طرف سے مقرر ہے جو کہ ہر مدرسہ میں جاکر تعلیم کی جانچ کرتا ہے اور ایک بورڈنگ بھی اس سال مسلمانوں کے واسطے ایسوسی ایشن نے تیار کی ہے اور ایسوسی ایشن کا تعلق ہندوستان میں کسی اور شہر سے نہیں ہے ان کے سالانہ جلسے میں ہم اہلسنّت وجماعت شریک ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ اور ایسوسی ایشن کمیٹی کے ممبر بھی ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ ہمارے ائمہ دین شرح تفصیل کے ساتھ بیان فرماکر احقر کو مشرف فرمادیں۔

نوٹ: ہمارے یہاں خوجہ آغاخان یا خارجی یا سیدنا کو کہتے ہیں۔ بیّنوا توجروا۔

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب الاحکام دارالفکر بیروت ۴/ ۹۲
کتاب الضعفاء الکبیر للعقیلی ترجمہ ۲۹۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۴۸

Marfat.com

الجواب

خوجہ کو اسلامی جلسہ کا رُکن بنانا حرام اور مخالفتِ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یٰایها الذین اٰمنوا لاتتخذوا بطانة من دونكم لایالونكم خبالا ودوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواههم وما تخفی صدورهم اکبر قد بینا لکم الاٰیات ان کنتم تعقلون ھاانتم اولاء تحبونهم ولا یحبونكم وتؤمنون بالکتٰب کله واذا لقوکم قالوا اٰمنا واذا خلوا عضوا علیکم الانامل من الغیظ قل موتوا بغیظکم ان الله علیم بذات الصدور[1]

اے ایمان والو! غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ وہ تمہاری نقصان رسانی میں کمی نہ کرینگے وہ جی سے چاہتے ہیں کہ تم مشقت میں پڑو۔ بَیر ان کے مونھوں سے ظاہر ہو چکا اور وہ جو ان کے سینوں میں دبا ہے اور بھی بڑا ہے ہم نے تمہارے سامنے نشانیاں کھول دیں اگر تم میں عقل ہے ارے یہ جو تم ہو تم تو ان سے محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت نہیں کرتے حالانکہ پورے قرآن پر ایمان لائے اور جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو تم پر انگلیاں چباتے ہیں جلن سے، اے محبوب! تم ان سے فرمادو کہ مرجاؤ اپنی جلن میں، بیشک اللہ دلوں کی جانتا ہے۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الاسلام[2]

جس نے بدمذہب کی توقیر کی بیشک اس نے دینِ اسلام ڈھا دینے میں مدد دی۔

دوسری حدیث میں ہے:

من لقیه بالبشر فقد استخف بما انزل علی محمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم[3]

جو کسی بدمذہب سے بکشادہ پیشانی ملا بیشک اس نے حقیر سمجھا اس چیز کو جو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اتاری گئی۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۹-۱۱۸

[2] شعب الایمان حدیث ۹۴۶۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۷/ ۶۱

[3] مسند الشہاب باب من اعان صاحب بدعۃ الخ مطبوعہ بیروت ۱/ ۳۱۹

فتاویٰ حدیثیہ کانت سبابتہ صلے علیہ اطول من الوسطیٰ الخ المطبعۃ الجمالیہ مصر ص ۲۰۴

Marfat.com

فتاوی الحرمین میں یہ مضمون مفصل ہے جس پر علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق مُہریں کیں سُنی بھائیوں کو چاہیے کہ اپنے دین کی قدر کریں اور بدمذہب کو رکنیت سے فوراً جُدا کر دیں اللہ فرما چکا کہ وہ تمھاری بھلائی کبھی نہ چاہیں گے جہاں تک بن پڑے نقصان ہی پہنچائیں گے قرآن وحدیث کے مقابل یہ جاہلانہ خیال نہ کریں کہ ۹۹ سُنیوں میں ایک بدمذہبی کیا اثر کرے گی، دیکھو چورانوے۹۴ قطرے گلاب ہو اور ایک بُوند پیشاب ڈال دو سب پیشاب ہوجائے گا، اہل مجلس ان احکامِ شرعیہ کا اتباع کریں اور مجلس کو خالص اہلسنت کی کرلیں اور اگر اپنی بیجا ہٹ پر قائم رہیں تو شرعی احکام سن چکے کہ وہ دین اسلام کے ڈھا دینے پر مدد دیتے ہیں اور جو کچھ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اُترا اس کی تحقیر کرتے ہیں تو مسلمانوں پر لازم کہ انھیں اور اُن کی مجلس کو یک لخت چھوڑ دیں لیقترفوا ما ھم مقترفون[1] (چاہیے کہ وہی کمائیں جو کچھ وہ کمارہے ہیں۔ت) کبھی اس میں شریک نہ ہوں۔

قال اللہ تعالٰی واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[2]۔

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اگر تمھیں شیطان بھلاوے میں ڈال دے تو پھر یاد آنے پر ظالموں کے ساتھ مت بیٹھو۔(ت)

اور اصلاً اس کی مدد نہ کریں،

قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: (لوگو!) آپس میں گناہ اور زیادتی کے معاملات میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۸۴: حافظ شمس الدین بیسلپور محلہ درگا پرشاد ضلع پیلی بھیت ۲۵ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سلطان المعظم سلطنت روم خلیفۃ المسلمین ہیں یا نہیں؟ موجودہ حالت میں مسلمانوں میں اُن کی ہمدردی کرنا چاہیے یا نہیں؟ اگر اس وقت میں ہم کوئی ہمدردی نہ کریں تو گنہگار تو نہ ہوں گے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

سلاطین اسلام نہ صرف سلاطین اسلام کہ ہر جماعتِ اسلام نہ صرف جماعت کہ ہر فرد اسلام کی

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۱۳
[2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸
[3] القرآن الکریم ۵/ ۲

Marfat.com

خیر خواہی ہر مسلمان پر لازم ہے لحدیث الدین النصح لکل مسلم[1] (حدیث "دین ہر مسلمان کی خیر خواہی کا نام ہے" کے مطابق۔ ت) مگر ہر فرض بقدر قدرت ہے اور ہر تکلیف بشرط استطاعت کما نطق بہ الکلام العزیز (جیسا کہ اس مسئلہ کو کلام عزیز نے بیان فرمایا ہے۔ ت) نا مقدوربات پر ابھارنا جو موجب ضرر مسلمین ہو خیر خواہی مسلمین نہیں بدخواہی ہے مثلاً دریا میں طوفان ہے کچھ لوگ ڈوب رہے ہیں جو کنارے پر ہیں اور تیرنا نہیں جانتے انھیں مجبور کرنا کہ اُن کے بچانے کے لئے طوفان میں کُود پڑو اُن کا بچانا نہیں بلکہ ان کا ڈبونا ہے۔ مشرکوں کی یہ کھلی چال ہے جس سے وہ مسلمانوں کو تباہ کرنا چاہتے ہیں اور عقل کے اندھے بصیرت کے اندھے انھیں اپنا خیر خواہ سمجھ رہے ہیں حالانکہ قرآن کریم صاف فرما چکا کہ وہ تمھاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے اُن کی دلی تمنّا ہے کہ تم مصیبت میں پڑو دشمنی اُن کے مونھوں سے ظاہر ہو چکی ہے اور وہ جو اُن کے دلوں میں دبی ہے اور بڑی ہے ہم نے عاقلوں کے لئے نشانیاں صاف بیان فرما دیں[2]۔ مولٰی تعالٰی کے اتنے صاف ارشاد پر بھی آنکھیں نہیں کھلتیں اور بدخواہوں کو خیر خواہ مانے ہوئے ہیں، مولٰی عزوجل ہدایت دے۔ آمین! واللہ تعالٰی اعلم۔

نوٹ

جلد ۲۴ سیاسیات کے عنوان پر ختم ہوئی،
جلد ۲۵ ان شاء اللہ کتاب المداینات سے شروع ہوگی۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الایمان باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الدین النصیحۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳
صحیح مسلم " باب بیان الدین النصیحۃ " " " ۱/ ۵۵
[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸

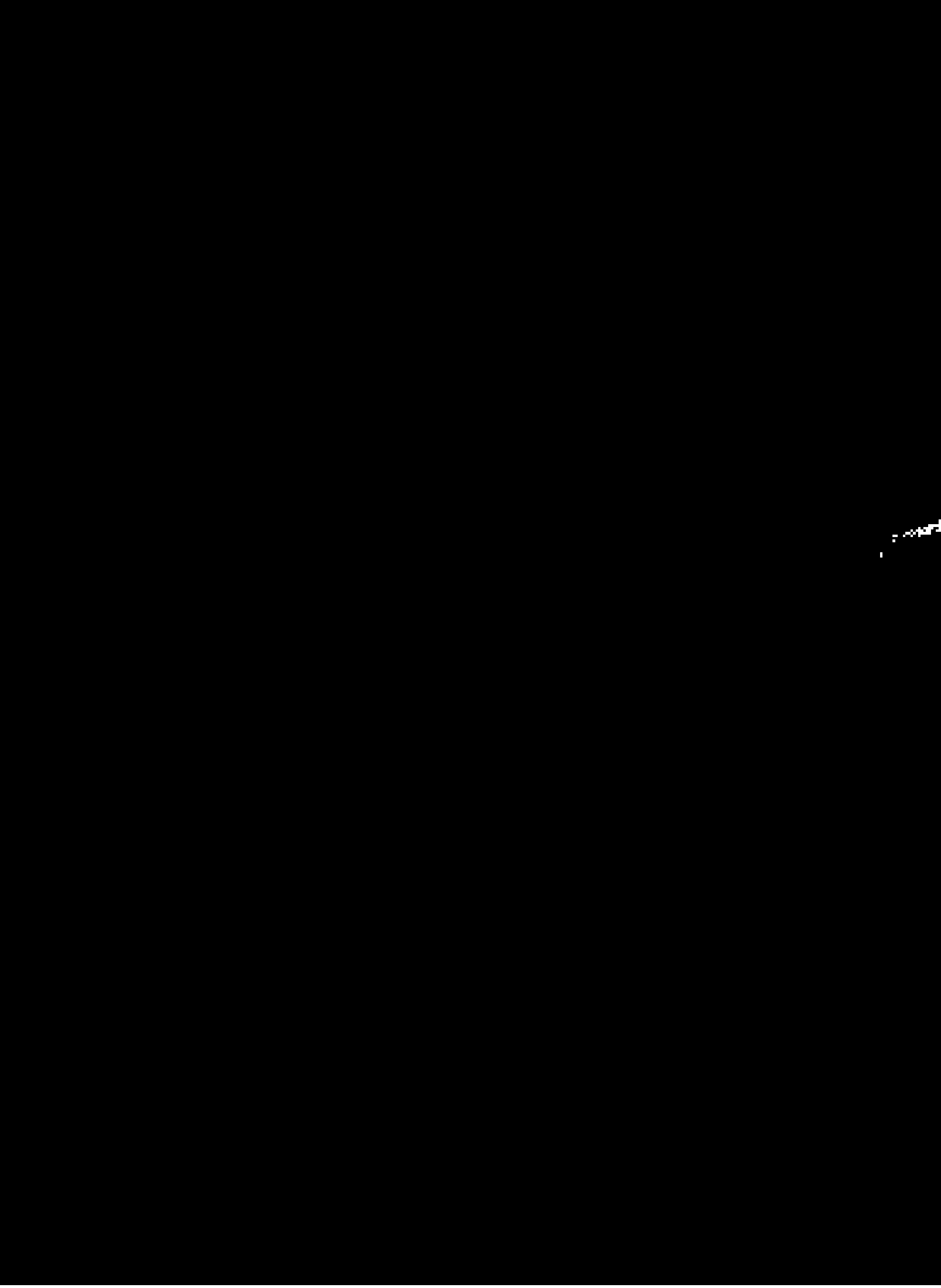

Marfat.com

فتاوی رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

(۲۵)

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۸

پاکستان (۵۴۰۰۰)

فتاویٰ رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۸
پاکستان (۵۴۰۰۰)

Marfat.com

مَن یُرِدِ اللہُ بِہٖ خَیرًا یُفَقِّہْہُ فِی الدِّین (حدیث)

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلوپیڈیا

جلد ۲۵

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز
۱۲۷۲ھ — ۱۳۴۰ھ
۱۸۵۶ء — ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن ۰ جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ، لاہور، پاکستان (۵۴۰۰۰)
فون ۷۶۲۵۷۴۲، ۷۶۵۷۳۱۴

Marfat.com

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

نام کتاب	فتاوٰی رضویہ جلد ۲۵
تصنیف	شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ
ترجمہ عربی و فارسی عبارات	حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
پیش لفظ	〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
ترتیب فہرست	〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
تخریج و تصحیح	مولانا نذیر احمد سعیدی، مولانا غلام حسن، مولانا محمد شہزاد ہاشمی
باہتمام و سرپرستی	حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صدر تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان
کتابت	محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)
پیسٹنگ	مولانا محمد منشا تابش قصوری صدر شعبہ فارسی جامعہ نظامیہ لاہور
صفحات	۶۵۸
اشاعت	رجب المرجب ۱۴۲۴ھ / ستمبر ۲۰۰۳ء
مطبع	
ناشر	رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
قیمت	

○

ملنے کے پتے

- رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

  ۰۳۰۰/۹۴۱۵۳۰۰   ۷۶۶۵۷۷۲
- مکتبۂ اہلسنت جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
- ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور
- شبیر برادرز، ۴۰ بی، اردو بازار، لاہور

Marfat.com

اجمالی فہرست

(۱) پیش لفظ ــــــ ۵
(۲) کتاب المداینات ــــــ ۵۳
(۳) کتاب الاشربہ ــــــ ۷۷
(۴) کتاب الرہن ــــــ ۲۱۷
(۵) باب القسم ــــــ ۳۰۳
(۶) کتاب الوصایا ــــــ ۳۰۵

فہرست رسائل

(۱) حقّۃ المرجان ــــــ ۷۹
(۲) الفقہ التسجیلی ــــــ ۱۰۷
(۳) الشرعیۃ البہیۃ ــــــ ۴۰۳

○

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ ! اعلیحضرت امام المسلمین مولنٰنا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خزائنِ علمیہ اور ذخائرِ فقہیہ کو جدید انداز میں عصر حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظرِ عام پر لانے کے لئے دار العلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری کے ساتھ مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے ۔ اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا کی متعدد تصانیف شائع کر چکا ہے جن میں بین الاقوامی معیار کے مطابق شائع ہونے والی مندرجہ ذیل عربی تصانیف خاص اہمیت کی حامل ہیں :

(۱) الدولة المكية بالمادة الغيبية

مع الفيوضات الملكية لمحب الدولة المكية

(۲) انباء الحي ان كلامه المصون تبيانا لكل شئ

مع التعليقات "حاسم المفتري على السيد البري"

(۳) كفل الفقيه الفاهم في احكام قرطاس الدراهم

(۴) صيقل الرين عن احكام مجاورة الحرمين

(۵) هادي الاضحية بالشاة الهندية

(۶) الصافية الموحية لحكم جلود الاضحية

Marfat.com

(۷) الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ

(۸) حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین (زیر طبع)

مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المعروف بہ فتاوٰی رضویہ کی تخریج وترجمہ کے ساتھ عمدہ وخوبصورت انداز میں اشاعت ہے۔ فتاوٰی مذکورہ کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ/ مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا اور بفضلہ تعالیٰ جل مجدہ وبعنایۃ رسولہ الکریم تقریباً چودہ ۱۴ سال کے مختصر عرصہ میں پچیسویں ۲۵ جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس سے قبل شائع ہونے والی چوبیس ۲۴ جلدوں کی تفصیل سنینِ اشاعت، کتب وابواب، مجموعی صفحات، تعدادِ سوالات وجوابات اور ان میں شامل رسائل کی تعداد کے اعتبار سے حسب ذیل ہے؛

جلد نمبر	عنوانات	جوابات اسئلہ	تعداد رسائل	سنین اشاعت	صفحات
۱	کتاب الطہارت	۲۲	۱۱	شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ — مارچ ۱۹۹۰ء	۸۳۸
۲	〃	۳۳	۷	ربیع الثانی ۱۴۱۲ — نومبر ۱۹۹۱	۷۱۰
۳	〃	۵۹	٦	شعبان المعظم ۱۴۱۲ — فروری ۱۹۹۲	۷۵٦
۴	〃	۱۲۵	۵	رجب المرجب ۱۴۱۳ — جنوری ۱۹۹۳	۷٦۰
۵	کتاب الصلٰوۃ	۱۴۰	٦	ربیع الاول ۱۴۱۴ — ستمبر ۱۹۹۴	٦۹۲
٦	〃	۴۵۷	۴	ربیع الاول ۱۴۱۵ — اگست ۱۹۹۴	۷۳٦
۷	〃	۲٦۹	۷	رجب المرجب ۱۴۱۵ — دسمبر ۱۹۹۴	۷۲۰
۸	〃	۳۳۷	٦	محرم الحرام ۱۴۱٦ — جون ۱۹۹۵	٦٦۴
۹	کتاب الجنائز	۲۷۳	۱۳	ذیقعدہ ۱۴۱٦ — اپریل ۱۹۹٦	۹۴٦
۱۰	کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج	۳۱٦	۱٦	ربیع الاول ۱۴۱۷ — اگست ۱۹۹٦	۸۳۲
۱۱	کتاب النکاح	۴۵۹	٦	محرم الحرام ۱۴۱۸ — مئی ۱۹۹۷	۷۳٦
۱۲	کتاب النکاح، کتاب الطلاق	۳۲۸	۳	رجب المرجب ۱۴۱۸ — نومبر ۱۹۹۷	٦۸۸
۱۳	کتاب الطلاق، کتاب الایمان، کتاب الحدود والتعزیر	۲۹۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۱۸ — مارچ ۱۹۹۸	٦۸۸
۱۴	کتاب السیر	۳۳۹	۷	جمادی الاخرٰی ۱۴۱۹ — ستمبر ۱۹۹۸	۷۱۲

Marfat.com

۱۵	کتاب السیر	۸۱	۱۵	محرم الحرام ۱۴۲۰ — اپریل ۱۹۹۹	۷۴۴
۱۶	کتاب الشرکۃ، کتاب الوقف	۴۳۲	۳	جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ — ستمبر ۱۹۹۹	۶۳۲
۱۷	کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الکفالہ	۱۵۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۲۰ — فروری ۲۰۰۰	۷۱۶
۱۸	کتاب الشہادۃ، کتاب القضا والدعاوی	۱۵۲	۲	ربیع الثانی ۱۴۲۱ — جولائی ۲۰۰۰	۷۴۰
۱۹	کتاب الوکالہ، کتاب الاقرار، کتاب الصلح، کتاب المضاربہ، کتاب الامانات، کتاب العاریہ، کتاب الھبہ، کتاب الاجارہ، کتاب الاکراہ، کتاب الحجر	۲۹۶	۳	ذیقعدہ ۱۴۲۰ — فروری ۲۰۰۱	۶۹۲
۲۰	کتاب الغصب، کتاب الشفعہ، کتاب القسمہ، کتاب المزارعہ، کتاب الصید والذبائح، کتاب الاضحیہ	۲۳۴	۳	صفر المظفر ۱۴۲۲ — مئی ۲۰۰۱	۶۳۲
۲۱	کتاب الحظر والاباحۃ	۲۹۱	۹	ربیع الاول ۱۴۲۳ — مئی ۲۰۰۲	۶۷۶
۲۲	″ ″ ″ ″	۲۴۱	۶	جمادی الاخریٰ ۱۴۲۳ — اگست ۲۰۰۲	۶۹۲
۲۳	″ ″ ″ ″	۴۰۹	۷	ذوالحجہ ۱۴۲۳ — فروری ۲۰۰۳	۷۶۸
۲۴	″ ″ ″ ″	۲۸۴	۹	″ ″ — ″ ″	۷۲۰

فتاویٰ رضویہ قدیم کی پہلی آٹھ جلدوں کے ابواب کی ترتیب وہی ہے جو معروف ومتداول کتبِ فقہ وفتاویٰ میں مذکور ہے۔ رضا فاؤنڈیشن کی طرف سے شائع ہونے والی بیس جلدوں میں اسی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے مگر فتاویٰ رضویہ قدیم کی بقیہ چار مطبوعہ جلدوں (جلد نہم، دہم، یازدہم، دوازدہم) کی ترتیب ابوابِ فقہ سے عدمِ مطابقت کی وجہ سے محلِ نظر ہے۔ چنانچہ ادارہ ہذا کے سرپرستِ اعلیٰ محسنِ اہلسنت مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا محمد عبدالقیوم ہزاروی صاحب زید مجدہٗ اور دیگر اکابر علماء ومشائخ سے استشارہ واستفسار کے بعد اراکینِ ادارہ نے فیصلہ کیا کہ بیسویں جلد کے بعد والی جلدوں میں فتاویٰ رضویہ کی قدیم جلدوں کے بجائے ابوابِ فقہ کی

Marfat.com

معروف ترتیب کو بنیاد بنایا جائے۔ عام طور پر فقہ و فتاوٰی کی کتب میں کتاب الاضحیہ کے بعد کتاب الحظر والاباحۃ کا عنوان ذکر کیا جاتا ہے اور ہمارے ادارے سے شائع شدہ بیسویں[۲۰] جلد کا اختتام چونکہ کتاب الاضحیہ پر ہوا لہٰذا اکیسویں[۲۱] جلد سے مسائل حظر و اباحت کی اشاعت کا آغاز کیا گیا۔
اس سلسلہ میں بحر العلوم حضرت مولانا مفتی محمد عبد المنان صاحب اعظمی دامت برکاتہم العالیہ کی تحقیقِ انیق کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے اس سے بھرپور استفادہ اور راہنمائی حاصل کر رہے ہیں۔

پچیسویں[۲۵] جلد

یہ جلد فتاوٰی رضویہ قدیم جلد یازدہم مطبوعہ المجدد احمد رضا اکیڈمی کراچی کے شروع سے آخر تک ۸۳ سوالوں کے جوابات اور مجموعی طور پر ۶۵۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس جلد کی عربی و فارسی عبارات کا ترجمہ راقم الحروف نے کیا ہے۔ اس سے قبل گیارھویں، بارھویں، تیرھویں، سولھویں، سترھویں، اٹھارھویں، انیسویں اور بیسویں جلد بھی راقم کے ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکی ہیں۔
پیشِ نظر جلد بنیادی طور پر مندرجہ ذیل عنوانات کے مباحثِ جلیلہ پر مشتمل ہے ؛

- کتاب المداینات
- کتاب الاشربہ
- کتاب الرہن
- باب القسم
- کتاب الوصایا

"تاہم متعدد ابواب فقہیہ وکلامیہ وغیرہ کے کثیر مسائل ضمناً زیرِ بحث آئے ہیں لہٰذا مسائل و رسائل کی مفصل فہرست کے علاوہ مسائل ضمنیہ کی الگ فہرست بھی قارئین کرام کی سہولت کے لئے تیار کر دی گئی ہے نیز اس جلد میں شامل مستقل ابواب سے متعلق مسائل اگر کہیں ایک دوسرے کے تحت ضمناً درج تھے تو ان کی فہرست ہم نے متعلقہ باب کی فہرست کے آخر میں بطور ضمیمہ ذکر کر دی ہے تاکہ ان مسائل کی تلاش میں دقت و ابہام پیدا نہ ہو۔ انتہائی وقیع اور گرانقدر تحقیقات و تدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل تین رسائل بھی اس جلد کی زینت ہیں ؛

Marfat.com

(۱) حقه المرجان لمهم حکم الدخان (۱۳۰۷ھ)

حقہ اور تمباکو نوشی کا حکم شرعی

(۲) الفقه التسجیلی فی عجین النارجیلی (۱۳۱۸ھ)

تاڑی سے خمر شدہ آٹے کا شرعی حکم

(۳) الشرعیة البهیة فی تحدید الوصیة (۱۳۱۷ھ)

وصیت کی جامع و مانع تعریف اور اس کی اقسام کا بیان

نوٹ: رسالہ "المنی والدرر لمن عمد منی آرڈر" فتاوی رضویہ قدیم جلد ہشتم (کتاب الاجارہ) اور جلد یازدہم (کتاب المداینات) دونوں میں شامل تھا۔ ہمارے خیال میں مقدم الذکر مقام ہی اس کے لئے انسب ہے، چنانچہ ہم نے اس کو فتاوی رضویہ جدید جلد ۱۹ (کتاب الاجارہ) میں شاملِ اشاعت کر دیا ہے لہذا اس جلد میں کتاب المداینات سے اس کو خارج کر دیا ہے۔

رجب المرجب ۱۴۲۴ھ

ستمبر ۲۰۰۳ء

حافظ محمد عبدالستار سعیدی

ناظمِ تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

Marfat.com

فہرست مضامین مفصّل

کتاب المداینات

ہندو سے قرض لیا پھر وہ مرگیا اور کوئی وارث بھی نہیں تو ادا کی کیا صورت ہوگی۔ ۵۳
کافر اصلاً اہلِ ثواب نہیں۔ ۵۴
سفر میں کسی یکہ والے کا کرایہ کسی وجہ سے دینے سے رہ گیا اور یکہ والے کا پتہ نہیں تو کیا کرے ۵۵
بیع وفا عین رہن ہے۔ ۵۶
رہن میں نفع کی شرط سود اور حرام ہے۔ ۵۷
رہن سے انتفاع کی ایک صورت۔ ۵۸
زوج کا ترکہ زوجہ کو اپنے مہر میں لے لینے کی اجازت ہے یا نہیں۔ ۵۹
اگر بعض لوگ مہر زوجہ کی معافی کا دعویٰ کریں اور زوجہ انکار کرے تو مہر میں وراثت جاری ہوگی یا نہیں۔ ۶۰
قرض روپیہ کو سالانہ دینے کا وعدہ کیا اور یہ کہ اگر سالانہ نہ دوں تو یکمشت لینے کا اختیار ہے ایسی صورت میں وعدہ خلافی پر یکمشت لے سکتا ہے۔ ۶۱
غیر مسلم کا قرضہ مسلمان پر تھا دونوں مرگئے اب اس مسلمان پر کچھ عذاب ہے یا نہیں۔ ۶۲
کافر حربی کے مال کے سبب مسلمان پر حق العبد لازم نہیں۔ ۶۲
کافر حربی کا مال دھوکا یا بدعہدی سے لینا گناہ ہے۔ ۶۲
جو کسی کا مال ادا کی نیت سے لے اللہ اس کو ادا کرے۔ ۶۳
ذمی کا مال مثل مسلمانوں کے سمجھا جاتا ہے۔ ۶۴

Marfat.com

ذمی کا حق مسلمانوں کے حق سے سخت تر ہے۔ ۶۴

قیامت کے دن مسلم سے معافی کی اُمید ہے ذمی سے نہیں۔ ۶۴

کفر کے سوا کسی گناہ کا عذاب ضروری الوقوع نہیں۔ ۶۶

اپنے حصہ کو مہر زوجہ میں دے دیا بعد مرنے کے دوسرے اشخاص نے درخواست کی کہ ہمارا بھی قرض ادا کیا جائے اور علاوہ اس حصہ مہر کے اور جائداد نہیں کیا حکم ہے۔ ۶۷

مدیون کے علاوہ دوسرے سے جبراً قرض وصول کرنے کا حکم۔ ۶۸

کشادگی کے باوجود ادائے قرض میں ٹال مٹول کرنا بے آبروئی کو حلال کر دیتا ہے۔ ۶۹

وعدہ جھوٹا کرنا حرام ہے۔ ۶۹

منافق کی تین نشانیاں۔ ۶۹

قرض ادا نہ کرنے والے کے القاب۔ ۶۹

تقریباً تین پیسہ قرض کے عوض سات سو نمازیں باجماعت جائیں گی۔ ۶۹

اللہ تعالیٰ حقوق العباد معاف نہیں کرتا جب تک بندے خود معاف نہ کریں۔ ۶۹

زید پر عمرو کا قرض تھا عمرو نے بکر سے کہ اس کے ذمہ زید کا قرض تھا لے لیا تو اس کا کیا حکم ہے۔ ۷۰

بیمہ کی ایک صورت اور اس کا حکم۔ ۷۰

مدیون اگر مرجائے تو اس کا مکان دائن اپنی ملک ظاہر کر کے بیچ سکتا ہے اور قیمت زائد ہے تو تصدق کرے۔ ۷۱

قرض وصول ہونے کے بعد دوبارہ غلط کارروائی کر کے مزید روپے لے لینا حرام و نجس ہے۔ ۷۲

کافر سے قرض لیا اور وہ مرگیا اس کا وارث بھی نہیں تو اس کا قرض کس طرح ادا ہو۔ ۷۲

دو شخصوں سے قرض لینے کی ایک صورت ۷۴

از خود مفصل شقوں پر فتویٰ بتا دینا کبھی خلافِ مصلحت ہوتا ہے۔ ۷۴

اگر زوجہ مرجائے تو اس کا بھائی صرف اپنے حصہ کے مہر کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ ۷۵

زوجہ یا مرنے کے بعد اس کے ورثہ کی مرضی سے قسط وار مہر ادا کیا جا سکتا ہے حاکم کو جبر کی اجازت نہیں۔ ۷۵

(ضمیمہ ص ۳۳ پر ملاحظہ فرمائیں)

کتاب الاشربہ

افیون سے متعلق احکام ۷۷

بدگمانی اور تہمت کی جگہوں سے بچنے کا حکم ۷۸

حقۃ المرجان لمہم حکم الدخان (حقہ کے جواز میں تحقیق انیق) ۷۹

جو حقہ کہ عام طور سے رائج ہے شرعاً مباح ہے۔ ۸۱

حقہ کی حرمت پر گھڑی ہوئی حدیث۔ ۸۲

جھوٹی حدیث بیان کرنے کا وبال۔ ۸۳

Marfat.com

مسئلہ حقہ اور مولانا عبدالعزیز محدثِ دہلوی ۸۴

مسئلہ حقہ اور مولوی عبدالحی لکھنوی۔ ۸۴

حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جب دو کاموں کا اختیار دیے جاتے تو جو آسان ہوتا اس کو اختیار فرماتے۔ ۸۷

چاروں مذہب کے ائمہ نے حقہ کی حلت کا فتویٰ دیا۔ ۸۷

اگر بو طبیعت کو ناپسند ہے تو مکروہِ طبعی ہے نہ کہ شرعی۔ ۸۸

اختلافی مسائل میں عموم بلویٰ باعثِ تخفیف و ترجیح ہے۔ ۸۹

مولوی عبدالحی لکھنوی کا رد۔ ۹۲

مکروہِ تنزیہی گناہ نہیں۔ ۹۲

شاہ عبدالعزیز کی طرف حرمتِ قلیان کی نسبت غلط ہے۔ ۹۲

حقہ جو نہیں پیتے اچھا کرتے ہیں جو پیتے ہیں برا نہیں۔ ۹۳

وہ حقہ جو حواس و دماغ میں فتور لائے ممنوع ہے۔ ۹۳

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر نشہ آور اور فتور پیدا کرنے والی چیز سے منع فرمایا ہے۔ ۹۴

تاڑی کے خمیر سے بنائے گئے بسکٹ کا شرعی حکم۔ ۹۸

جو چیز نشہ رکھتی ہو نہ صرف حرام بلکہ نجس ہے ۹۸

جن کی نسبت کچھ علم نہ ہو انھیں حرام نہیں کہہ سکتے۔ ۹۹

ہندوؤں کی بنائی مٹھائی کھانا حلال بچنا بہتر۔ ۹۹

تاڑی کا حکم۔ ۹۹

شراب حرام اور پیشاب کی طرح ناپاک ہے۔ ۱۰۱

حرمتِ شراب اور اس پر تہدید میں سات احادیثِ کریمہ۔ ۱۰۱

جو شراب نکالے اور اٹھائے اور پیئے اور بیچے اور خریدے سب پر لعنت ہے۔ ۱۰۱

جو شراب پیئے اللہ تعالےٰ اس سے ایمان کھینچ لیتا ہے۔ ۱۰۲

تین شخص جنت میں نہ جائیں گے۔ ۱۰۲

شرابی کا عذاب۔ ۱۰۲

جو ایک بوند شراب پیئے اس کی چالیس روز تک نماز قبول نہ ہو اور جنت اس پر حرام۔ ۱۰۳

خدا کے خوف سے شراب چھوڑنے والے کا ثواب۔ ۱۰۳

حقے کا دم لگانا کہ حواس خراب ہو حرام ہے۔ ۱۰۴

اگر بو رکھتا ہے خلافِ اولیٰ ہے۔ ۱۰۴

یہ خیال کہ حقہ پینے والے کو خواب میں حضور کی زیارت نہ ہوگی محض غلط اور دروغ ہے ۱۰۴

Marfat.com

درود شریف کے وقت حقہ نہ پیئے اگر پیا ہو تو مسواک کلی سے منہ صاف کر کے شروع کرے۔ ۱۰۴

افیونی ضرور فاسق و مستحق عذاب ہے۔ ۱۰۵

مخالفتِ شرع میں کسی کی ہمراہی خلافِ شرع ہے۔ ۱۰۵

افیونی کو کھانا کھلایا جا سکتا ہے مگر پیسہ نہ دیا جائے جبکہ معلوم ہو کہ افیون میں صرف کرے گا۔ ۱۰۵

شراب کا حرام ہونا کس پر موقوف ہے۔ ۱۰۶

اگر دوا سڑائی جائے اور اس میں نشہ لانے کا جوش نہ پیدا ہو تو شراب نہ ہوگی۔ ۱۰۶

الفقہ التسجیلی فی عجین النارجیلی۔ ۱۰۷

تاڑی سے خمیر شدہ آٹے کی روٹی کا حکم۔ ۱۰۷

ہر مسکر پانی کا قطرہ قطرہ حرام و نجاستِ غلیظہ ہے۔ ۱۰۸

سیندھی اور تاڑی قریب ہیں۔ ۱۱۴

اگر تاڑی سرکہ ہو جائے حلال وطیب ہے۔ ۱۱۴

اصل مذہب ۱۱۵

آکد الفاظ ترجیح علیہ الفتویٰ ہے۔ ۱۱۵

نبیذ کا حکم ۱۱۹

اللہ تعالیٰ جب لوگوں کی پسندیدہ کسی شئی کو حرام فرماتا ہے تو اس کی جگہ دوسری چیزوں کو حلال بھی فرماتا ہے۔ ۱۲۳

اس کی بحث کہ مسکر قلیل وکثیر کا حرمت وحد میں ایک حکم ہے یا مختلف۔ ۱۲۴

وفدِ عبد القیس کی آمد۔ ۱۴۴

زیادۃ احادیث ۱۴۷

نوح علیہ السلام اور شیطان کا منازعہ۔ ۱۵۰

اضافہ افاضہ ۱۵۹

ابحاثِ مفیدہ۔ ۱۵۹

پہلی بحث (الاوّل) ۱۵۹

حسن لغیرہ بھی احتجاج کے لئے کافی ہے۔ ۱۶۱

بارہ احادیث مذکورہ کی کچھ تفاصیل۔ ۱۶۱

المستور مقبول عندنا والجمہور۔ ۱۶۲

دوسری بحث (الثانی) ۱۶۸

الآثار فی الباب عن امیر المومنین قد تواترت۔ ۱۶۸

تیسری بحث (الثالث) ۱۷۰

حدیث ابن عباس پر امام ابو عبد الرحمٰن النسائی کی دو وجہ سے جرح اور مصنف علیہ الرحمۃ کی طرف سے اس کا جواب۔ ۱۷۰

پہلی وجہ (احدھما) ۱۷۲

دوسری وجہ (ثانیھما) ۱۷۵

چوتھی بحث (الرابع) ۱۸۱

پانچویں بحث (الخامس) ۱۹۱

اگلی شریعتوں میں شراب حرام نہ تھی مگر نشہ ہر شریعت میں حرام رہا ہے۔ ۲۰۴

حضرت مولیٰ علی اور سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہما

Marfat.com

کی طرف غلط اشیاء کا انتساب۔ ۲۰۴

اطاعتِ والدین جائز باتوں میں فرض ہے

ناجائز باتوں میں کسی کی اطاعت جائز نہیں ۲۰۴

بڑا بھائی بھی حقِ تعظیم رکھتا ہے مگر والدین کے برابر نہیں۔ ۲۰۵

مہوہ کی شراب کا حکم ۲۰۵

صحیح یہی ہے کہ دوا میں بھی شراب کا استعمال جائز نہیں۔ ۲۰۵

چار چیزوں میں کثیر مسکر حرام ہے۔ ۲۰۶

شراب کی حرمت کا منکر کافر ہے۔ ۲۰۷

بھنگ اور افیون کا حکم۔ ۲۰۷

نشہ گناہِ کبیرہ ہے۔ ۲۰۷

بھنگ اور افیون کا نشہ حرام مگر یہ نجس نہیں۔ ۲۰۷

حرام کرنا اور اس کی راہ سے دینا دونوں حرام ہے۔ ۲۰۸

حقہ کے پانی کا حکم ۲۰۹

انگریزی رقیق دوا کپڑے پر لگ جائے تو نماز نہ ہوگی۔ ۲۰۹

یہ خیال کہ روزِ قیامت حقہ پینے والے سے حضور روئے انور پھیر لیں گے، محض افترا ہے۔ ۲۱۰

تاڑی کے خمیر والی روٹی سے احتراز چاہیے۔ ۲۱۰

کھجور کا رس جب تک نشہ نہ لائے حلال ہے۔ ۲۱۰

آسپرٹ کا استعمال جائز ہے یا نہیں۔ ۲۱۱

تاڑی سے بنائی گئی پاؤ روٹی کا حکم۔ ۲۱۱

مشتبہ سے بچنا بہتر ہے نہ بچیں مواخذہ نہیں۔ ۲۱۱

تمباکو کھانا حقہ پینا جائز ہے۔ ۲۱۲

کھجور کا رس جو درخت کو چھیل کر نکالتے ہیں اس کا پینا کیسا ہے۔ ۲۱۳

تاڑ کا پھل جائز اور تاڑی پینا حرام۔ ۲۱۳

تاڑی جو حقیقۃً سرکہ ہو جائے جائز ہے۔ ۲۱۳

نشہ بذاتہٖ حرام ہے۔ ۲۱۳

خالص پانی بھی دورِ شراب کی طرح پینا منع ہے۔ ۲۱۳

افیون، چرس، بنگ کا استعمال بطورِ دوا۔ ۲۱۳

افیون معدے میں سوراخ کر دیتی ہے۔ ۲۱۳

ملعون ہے جو اللہ کا واسطہ دے کر مانگے۔ ۲۱۴

جو خدا کا واسطہ دینے پر کچھ دے تو ستر نیکیاں لکھی جائیں اور نہ دینے کا بھی اختیار ہے۔ ۲۱۴

اللہ کا واسطہ دے کر سوائے اُخروی دینی شئے کے کچھ نہ مانگا جائے۔ ۲۱۵

اس بارہ میں عبداللہ بن مبارک کا قول۔ ۲۱۵

Marfat.com

قوی تندرست پیشہ ور سائل کو ایک پیسہ نہ دے۔ ۲۱۵
حاجت پوری کرنے میں اپنے قریب کو مقدم رکھے۔ ۲۱۶
جو غلط مسئلہ بتائے وہ شیطان کا نائب ہے۔ ۲۱۶
علمائے دین کا ادب باپ سے زیادہ فرض ہے ۲۱۶
تین شخص ایسے ہیں جن کا حق منافق ہی ہلکا جانے گا ان میں سے ایک عالم دین ہے۔ ۲۱۶

کتاب الرہن

شئ مرہون کو مرتہن کسی طرح استعمال نہیں کرسکتا۔ ۲۱۷
قرض کے ذریعہ جو منفعت حاصل ہو جائے وہ سود ہے۔ ۲۱۸
رہن در رہن جائز نہیں۔ ۲۱۹
عقد رہن کی حکمت شرعیہ۔ ۲۱۹
شئے مرہون کا نہ پہننا جائز نہ اجارہ پر دینا اور نہ عاریۃً کسی کو دینا اور نہ اس میں سکونت کرنا۔ ۲۱۹
اگر بے اذن راہن تصرف کرے گا گنہگار ہوگا۔ ۲۱۹
اگر اذن راہن سے تصرف کرے تو جائز و نافذ ہے مگر وہ شئی رہن نہ رہے گی۔ ۲۲۰
مکان مرہون کو مرتہن سے کرایہ پر لینا مالک و غیر مالک کسی کو جائز نہیں۔ ۲۲۱
جان کر مرتہن سے رہن کا مکان کرایہ پر لینا کسی کو جائز نہیں اگر لے گا گنہگار ہوگا۔ ۲۲۲
اگر راہن شئی مرہون اپنی اجازت سے کسی کو دے تو اس کا کرایہ مالک یعنی راہن ہی لے گا نہ کہ مرتہن۔ ۲۲۲
بربنائے قرض کسی قسم کا نفع لینا مطلقاً سود ہے۔ ۲۲۳
قرض سے نفع غیر مشروط جائز ہے۔ ۲۲۳
اگر نفع لفظاً مشروط نہ ہو عرفاً مشروط و معہود ہے تو حکم مطلق حرمت و ممانعت ہے۔ ۲۲۳
رہن و اجارہ دونوں جمع نہیں ہوسکتے۔ ۲۲۶
مکان رہن رکھنے کی ایک نادر صورت اور اس پر شرعی حکم۔ ۲۲۷
زر خبیث کو اپنے صرف میں نہ لائے اس لئے کہ یہ مانع اجابت دعا ہے۔ ۲۲۷
مدت معینہ کے لئے رہن رکھنا۔ ۲۲۸
حق انفکاک رہن ورثۂ راہن کو ہے یا نہیں۔ ۲۳۴
راہن کے مرنے کے بعد اس کے وارث کو حق انفکاک رہن ہے۔ ۲۳۵
بیع الوفا مذہب معتمدین میں رہن ہے۔ ۲۳۷

Marfat.com

مرتہن جب بلا اذنِ راہن شے مرہون کو بیع کر دے وہ بیع اجازتِ راہن پر موقوف ہے ۲۳۷

زید کو شئی مرہون سے نفع اٹھانا بہ اجازتِ راہن جائز ہے یا نہیں۔ ۲۳۹

رہن کی زمین کو جوتنا اور اس سے نفع لینا حرام ہے۔ ۲۴۰

منافع وصول شدہ از رہن زرِ رہن میں محسوب ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ ۲۴۰

راہن کا مرتہن کو منافع بخش دینا غلط ہے ۲۴۲

معدوم کا ہبہ باطل ہے۔ ۲۴۳

دکان اس شرط پر لینا کہ جو کچھ اس پر خرچ ہو گا کروں گا منافع بھی لوں گا اور جب میرا روپیہ واپس ہو گا تو دکان مدتِ معینہ گزرنے پر چھوڑ دوں گا۔ ۲۴۴

عوام کو یہ حکم ہے کہ علمائے معتمدین کے فتویٰ پر عمل کریں نہ کہ ہر کس و ناکس کے۔ ۲۴۴

اگر جان کر کسی نام کے مولوی سے فتویٰ پوچھا اس نے غلط بتایا تو بتانے والے کے ساتھ یہ پوچھنے والا بھی گنہ گار ہے۔ ۲۴۴

رہن واجارہ دو مختلف عقد ہیں۔ ۲۴۶

رہن بے قبضہ تمام نہیں ہوتا۔ ۲۴۷

جو چیز کسی کے پاس رہن ہے اگر مالک اجارہ پر دے تو اجازت مرتہن پر موقوف ہے۔ ۲۴۷

راہن نے اگر مرتہن کو قبضہ نہ دلایا تو رہن ناقص ہے۔ ۲۴۸

قاضی کو نا تمام عقد کو جبراً تمام کرانے کا حق نہیں۔ ۲۴۷

شئے مرہون کو کرایہ پر اٹھانے سے رہن باطل ہو جاتا ہے۔ ۲۴۹

رہن اس شرط پر رکھا کہ اگر ایک ماہ تک فک نہ کراؤں تو اس کو بیع سمجھنا اور زرِ رہن کو زرِ ثمن۔ ۲۴۹

رہن کی مدت مقررہ گزر جانے پر بھی اگر راہن نے نہ چھوڑا تو مرتہن کو اس سے نفع جائز نہیں۔ ۲۵۳

راہن نے اپنا مکان رہن رکھا اور بدستور اس میں سکونت پذیر بھی ہے اور اسکے کرایہ دار بھی اپنی جگہ پر ہیں تو یہ رہن ہی تام نہیں ہوا۔ ۲۵۳

رہن دخلی سود ہے۔ ۲۵۳

شئی مرہون کا راہن کو کرایہ پر دینا بھی سود ہے۔ ۲۵۳

ہنود سے رہن دخلی لینا اور اس سے منافع حاصل کرنا جائز ہے مگر نیت یہ نہ ہو کہ اپنے قرض سے نفع لیتا ہے بلکہ اس کے مال پر اس کی رضا سے قبضہ کی نیت کرے۔ ۲۵۴

رہن زمین میں اگر یہ نیت کرے کہ دخیل کار سے اتنے دنوں کے لئے مل گئی ہے اور ہم نے مالک سے اجازت لے کر کاشت کی ہے

Marfat.com

تو اس کا نفع حلال ہے۔ ۲۵۴
ادھار خریدا اور اطمینان کے لئے زیور رہن کھا تو جائز ہے۔ ۲۵۶
مرتہن کو رہن سے کسی طرح کا نفع جائز نہیں۔ ۲۵۸
اجرت مجہول ہو تو اجارہ حرام ہے۔ ۲۵۹
اگر راہن مر جائے اور کوئی وارث بھی نہ ہو تو مرتہن اپنے دین کی مقدار لے کر باقی کو صدقہ کر دے۔ ۲۵۹
رہن چھڑانے کا حق وارثانِ راہنہ کو ہے۔ ۲۶۰
شرع مطہرہ میں تمادی سے حق نہیں جاتا۔ ۲۶۰
اجازتِ مستقلہ بھی حرام ہے جبکہ عرفاً انتقام مشروط ہوا۔ ۲۶۳
مفتی ندوہ مولوی عبداللہ ٹونکی کے ایک غلط فتویٰ کا رد۔ ۲۶۵
زید مدیون ہے اور دائن نے مقدمہ کر کے مطالبہ کی ڈگری کرالی ہے اور زید کا مال مرہون ہے تو ایسی شکل میں کیا کرے۔ ۲۶۶
شرعاً صرف رہن دخلی ہی معتبر ہے۔ ۲۶۷
اگر دین کا کچھ حصہ بھی باقی ہے تو مرتہن کو شئی مرہون روکنے کا حق ہے۔ ۲۶۹
مرتہن شئی مرہون کا خود محافظ ہے اس پر کسی طرح کی اجرت نہیں ہو پاتی۔ ۲۷۴
رہن دخلی کے جواز کی صحیح شکل۔ ۲۷۵
چرم قربانی کی رقم سے کنواں بنوا سکتے ہیں۔ ۲۷۵
قربانی کی کھال ہر نیک کام میں صرف ہو سکتی ہے۔ ۲۷۵
حدیث میں ہے جس نے قربانی کی کھال بیچ ڈالی اس کی قربانی ہی نہیں یعنی اپنے لئے۔ ۲۷۵
کاشتکار کھیت کا مالک نہیں ہوتا۔ ۲۷۶
رہن و اجارہ جمع نہیں ہو سکتے۔ ۲۷۶
مواضعات کا دخلی رہن جس کا آج کل رواج ہے محض حرام ہے۔ ۲۷۸
رہنِ بے قبضہ باطل اور اجارہ بے قبضہ غیر نافذ۔ ۲۸۲
شئے مرہون کو مرتہن یا راہن کسی کو اجارہ پر دے تو رہن باطل ہوتا ہے۔ ۲۸۲
دکان، مکان رہن سے پہلے سے متجانب زید (راہن) کرایہ پر ہیں اور اب تک کرایہ داروں کا قبضہ ہے تو رہن ناجائز و ناتمام۔ ۲۸۴
عوام اور آج کل کے قانون دان نرے تلفظ یا کاغذ کی تحریر کو قبضہ سمجھتے ہیں یہ غلط ہے۔ ۲۸۴
شئی واحد پر وقتِ واحد میں دو مختلف قبضے محال، اور محال کا اقرار واجب الابطال۔ ۲۸۶
شئے مرہون اجارہ پر دینے سے رہن سے نکل جاتی ہے۔ ۲۸۸
رہن کا لغوی معنیٰ ۲۹۲
امام اعظم کے نزدیک زیادۃ فی الدین

Marfat.com

ناجائز ہے۔ ۲۹۳

فتویٰ ہمیشہ قولِ امام پر مگر بضرورت۔ ۲۹۳

یہ قول کہ معاملات میں اکثر فتوی قولِ امام ابو یوسف پر ہوتا ہے غلط ہے۔ ۲۹۳

اجارہ باذنِ راہن ہو یا باذنِ مرتہن دونوں صورتوں میں باطل ہے۔ ۲۹۳

معدوم کا ہبہ باطل ہے۔ ۲۹۳

استفتا کچہری دیوانی ریاست رامپور کہ مرتہن کے قبضہ کے بعد اگر شئے مرہون غصب، عاریت یا اجارہ سے راہن کے پاس آگئی تو رہن باقی رہے گا اور مرتہن شئی واپس لے گا۔ ۲۹۴

کھیت رہن لینا جائز ہے یا نہیں۔ ۲۹۵

غیر مسلم سے بذریعہ رہن رقم حاصل کرنا جائز ہے ۲۹۵

کاشتکار بے اجازت زمیندار، زمین کو رہن نہیں رکھ سکتا۔ اور اگر با اجازت زمیندار ہے تو اجارہ ہے۔ ۲۹۶

مرتہن نے اگر سود لیا تو کیا راہن سے معاف کرا سکتا ہے یا نہیں۔ ۲۹۶

سود کا مال توبہ سے بھی حلال نہیں ہوتا جبتک کہ اس کو جس سے لیا ہے واپس نہ کرے یا فقراء کو نہ دے دے۔ ۲۹۷

زمینِ مرہون سے مرتہن کو نفع لینا حرام ہے۔ ۲۹۷

کاشتکار نے اگر زمیندار کی زمین رہن رکھدی تو یہ اجارہ ہے رہن نہیں۔ ۲۹۷

زمین علیٰ وجہ الرہن خریدنا رہن ہے اس سے نفع حرام اور بعد وصولِ دَین اس کو واپس کرنا لازم اگرچہ قرض مدتِ معینہ کے بعد ملے۔ ۲۹۸

بکر سے زید نے زمین اس شرط پر سو روپیہ دے کر لی کہ جب تک ادا نہ کرے وہ قبضہ زید میں رہے گی اور نفع اٹھائے گا اور سالانہ سو روپے میں سے مبلغ دو روپے کم ہوتا رہے گا۔ ۲۹۸

قرض کے لئے کوئی میعاد لازم نہیں ہو سکتی۔ ۲۹۸

مرتہن نے اگر واقعی عاریۃً بلا دباؤ رہن کا مکان لیا تو اس میں رہنا جائز، اور اگر کرایہ پر دے دیا تو اجازتِ راہن سے اجارہ ہو جائے گا، رہن باطل۔ ۲۹۹

ہنود سے زمین دخلی رہن میں لے کر زراعت کرنے میں حرج نہیں۔ ۲۹۹

جس سے رہن لیا اسی کو کرایہ پر دے دیا تو یہ ناجائز ہے۔ ۳۰۰

زمین کو کاشتکاری کی شروط کے ساتھ قرض میں لینا جائز نہیں (فارسی)۔ ۳۰۰

زید نے عمرو کے پاس زمین رہن رکھی عمرو نے مدتِ قرض ختم ہونے پر بغیر اجازت اس کو بیع کر دیا تو کیا زید کو بیع فسخ کرنے کا اختیار ہے۔ ۳۰۱

مرتہن نے اگر مکان کرایہ پر دیا تو سود، اور اگر اجازتِ راہن سے دیا تو رہن باطل

Marfat.com

اجارہ ثابت ، اور خود مرتہن کا اس میں رہنا بھی ناجائز ۔ ۳۰۲

(ضمیمہ ص ۳۴ پر ملاحظہ فرمائیں)

باب القسم

جھوٹی بات پر قرآن مجید کی قسم کھانا یا اٹھانا سخت عظیم گناہ ہے اور سچی بات پر بلا ضرورت نہ چاہیے۔ ۳۰۳

(ضمیمہ ص ۳۴ پر ملاحظہ فرمائیں)

کتاب الوصایا

اگر کسی نے اپنی حیات ہی میں اپنی بیٹی کو کچھ جائداد دے دی کہ اب بعد مرنے کے وہ وارث نہ ہوگی اس نے بھی اس کو منظور کر لیا تو اب وارث نہیں۔ ۳۰۵

دو شخص کے بارے میں تولیت کی وصیت نافذ ہے۔ ۳۰۶

وصیت میراث پر مقدم ہے۔ ۳۱۱

فالج اور دق کے مریض ایک سال بعد مرض الموت میں شمار نہیں کئے جاتے۔ ۳۱۶

مرض الموت کی تعریف ۳۱۷

فالج اور دق کا مریض اگر سال بھر کے اندر مرے تو اس کو مرض الموت شمار کریں گے۔

سال گزرنے کے بعد فالج مرض الموت نہیں رہتا۔ ۳۱۷

اگر اپنی ضروریات سے باہر آتا جاتا تھا تو مرض موت نہیں۔ ۳۱۷

بعض نے عدم خوف موت کی جو قید لگائی ہے اس کا مطلب۔ ۳۱۸

مرض الموت میں ورثہ کے نام مکان فروخت کرنا جائز نہیں۔ ۳۲۱

اگر ہندہ نے مرض موت میں شوہر کا مہر معاف کیا تو معاف نہ ہوگا۔ ۳۲۱

اگر کوئی وارث مرض موت میں کوئی وصیت کرے کہ میرا مال فلاں وارث کو ملے فلاں کو نہ ملے تو کیا حکم ہے۔ ۳۳۲

میراث کی ایک شکل۔ ۳۳۲

امانت میں وصیت۔ ۳۳۳

جوان بڑا بھائی اگر امین ہو تو چھوٹوں کے حق میں وصی کا درجہ رکھتا ہے۔ ۳۳۴

بڑے بھائی کو وصی کی جگہ قرار دینے میں اعلحضرت علیہ الرحمۃ کی نادر تحقیق۔ ۳۳۵

جو اپنے زمانے کو نہ پہچان کر اور لوگوں کے احوال کی رعایت نہ کر کے فتویٰ دے وہ جاہل ہے۔ ۳۳۹

اگر وارث کبیر نے صغیر کی پرورش یا شادی میں خرچ کیا تو ضروری اخراجات اس کے حصہ مال سے مجرا لے سکتا ہے۔ ۳۴۲

اگر بے اذن، بالغ بھائی بہن کی بڑے بھائی نے شادی کر دی اور اخراجات میں مشورہ واجازت نہ لی تو اس کو مجرا نہیں لے سکتا۔ ۳۴۴

دلہن کا جہیز مجرا کیا جائے گا یا نہیں ۳۴۵

Marfat.com

اس کی تفصیل۔ ۳۴۵

دلہن کا جہیز اگر مال مشترک سے ہے تو تعدی کے طور پر تلف کرنے میں ضمان لازم ہوگا۔ ۳۴۸

اگر بھائی نے بہن کو جہیز بطور ہبہ دیا تو وہ اس کی مستقل مالک ہے۔ اگر مال مشترک سے دیا تو دینے والے پر ضمان ہے۔ ۳۵۳

غیر منقسم زمین کا ہبہ باطل ہوجاتا ہے اور اس میں محض داخل خارج کاغذی کا اعتبار نہیں، اگر مرد و عورت دونوں کیلئے وصیت کی تو ہر ایک کو برابر ملے گا یا مرد کو دوگنا (فارسی) ۳۵۶

عورت نے کسی کو روپیہ دیا اور وصیت کی کہ ہر موسم میں میوہ لے کر میری فاتحہ دلا کر تقسیم کر دینا، تو کیا یوں ہی کرنا واجب ہے یا محض تصدق کافی ہے۔ ۳۵۹

اگر فاتحہ کی وصیت کا پیسہ اغنیاء کو کھلایا تو ناجائز اور خرچ کرنے والے پر تاوان ہے۔ ۳۶۲

دعوت کا کھانا بر سبیل اباحت ہوتا ہے بغیر اذنِ مالک اس میں تصرف جائز نہیں۔ ۳۶۲

مرض الموت کے لئے اختلالِ حواس ضروری نہیں۔ ۳۶۴

مرض الموت میں وصیت نافذ ہے یا نہیں۔ ۳۶۶

تجہیز و تکفین سے مصارفِ غسل و کفن و دفن بقدرِ سنت مراد ہیں فاتحہ وغیرہ کے خرچ شامل نہیں۔ ۳۶۸

مسئلۂ وراثت کی ایک شکل۔ ۳۶۸

زیور اگر عورت کو ہبہ نہ دیا تھا تو مالک شوہر ہے۔ ۳۶۸

وصیت ایک ثلث یعنی تہائی مال میں نافذ ہوگی۔ ۳۶۹

زید نے جو جائداد اپنی بیوی کو بحالتِ صحت بعوض دینِ مہر دی بیوی اس کی مالک ہوگئی۔ ۳۶۹

اگر کسی نے مرنے کے بعد کے لئے کسی شخص سے وعدۂ تبرع کیا تو اس کا حکم وصیت کا سا نہیں ہے۔ ۳۷۱

تہائی مال تک وصیت نافذ ہوتی ہے اس کو کوئی منع نہیں کر سکتا۔ ۳۷۲

مرنے والے نے وصیت کی تو ثلث تک اطلاع ورثہ وصی خرچ کر سکتا ہے۔ ۳۷۳

عورت کا نکاح ثانی کر لینا اس کے حقِ میراث کو نہیں روک سکتا۔ ۳۷۴

ایک صورت ترکہ کی تقسیم شرعی۔ ۳۷۴

وہ ولی جسے مالِ یتیم میں تصرف جائز ہے وہ تین ہیں، جو یتیموں کا مال کھاتے ہیں اپنے پیٹ میں آگ کھاتے ہیں۔ ۳۷۵

باپ کو بھی اختیار نہیں کہ اپنے نابالغ بچے کا مال بشرطِ عوض کسی کو دے۔ ۳۷۵

نابالغ یتیم کے مال سے کسی کو ہدیہ کرنا جائز نہیں۔ ۳۷۵

Marfat.com

تقسیم میراث کی بعض صورتیں ۔ ۳۷۸

اگر کوئی وارث مفقود الخبر ہو تو اس کا ترکہ
امانت رکھیں گے تا آنکہ اس کی عمر کے تمام
آدمی مرجائیں تو جج کے ذریعہ اس کی موت
کا حکم لگا کر اس کے وارثوں میں تقسیم کردیں ۔ ۳۷۹

جو بیٹی اپنے سامنے مرجائے اس کی اولاد کیلئے
اس طرح وصیت کرنا باطل ہے کہ جو شرعی حصہ
میری بیٹی کو پہنچے اس کی مالک اس کی اولاد ہے ۳۸۱

وصیت زوجہ کے لئے بے اجازت دیگر ورثہ
نافذ نہیں۔ ۳۸۱

اگر کسی نے بعوض دین مہر اپنی جائداد کو
بیوی کے ہاتھ بیع کر دیا تو بلاشبہہ
درست ہے۔ ۳۸۲

پسر کے لئے وصیت بشرطیکہ موجود نہ ہو
جائز ہے۔ ۳۸۳

معتوہ کی وصیت نافذ نہیں۔ ۳۸۴

اگر پسر نے باپ کا قرضہ ادا کر دیا تو تقسیم میراث
کے وقت اس کو وصول کر سکتا ہے۔ ۳۸۵

نابالغ کی شادی کے لئے بالغ بھائی نے
قرضہ لیا تو اس کا مطالبہ قرضہ لینے والے
ہی پر ہے ۔ ۳۸۶

جو حصہ مکان بکر نے اپنے پیسے سے خریدا
اس میں دوسروں کا کچھ حق نہیں۔ ۳۸۷

زوجہ نے اپنے مرتے وقت مہر معاف کیا تو
اس کی معافی وارثوں کی اجازت پر
موقوف ہے۔ ۳۸۷

اگر شوہر نے از خود زوجہ کی دوا میں اپنا
مال صرف کیا تو واپسی کا دعویٰ باطل ہے۔ ۳۸۸

وصیت کے بارے میں ایک سوال ۳۹۰

نقل وصیت نامہ ۳۹۱

باپ سے ملنے والے مشاہرہ کا مطالبہ بھائی
سے بے جا ہے۔ ۳۹۳

وارث کے لئے وصیت نہیں مگر جبکہ ورثہ
اس کو جائز رکھیں تو نافذ ہے۔ ۳۹۴

وصی جب اپنے مال سے وصیت نافذ کرے
تو اُسے حق رجوع ہے۔ ۳۹۵

وصی برادرانِ نابالغ کے خورد و نوش کے
مصارف مجرا پائے گا۔ ۳۹۶

البتہ برادران بالغ کے مصارف کو نہیں
لے سکتا جبکہ واپسی کی شرط نہ کر لی تھی۔ ۳۹۶

زیورِ زوجہ میں موصی کی وصیت اسی قدر
پر اثر انداز ہوگی جو اس کا حقِ شوہری ہے ۳۹۷

معدوم کے لئے وصیت و تملیک باطل
ہے۔ ۳۹۸

حمل کے لئے وصیت کی شرط۔ ۳۹۸

اگر وارثان فلاں کے لئے وصیت کی تو
ضروری ہے کہ وہ اسی موصی سے پہلے
مرجائے تا کہ وارثان فلاں کا لفظ صادق
آئے ورنہ نفاذ نہیں۔ ۴۰۰

Marfat.com

○ الشرعیۃ البہیۃ فی تحدید الوصیۃ۔	۴۰۳
آٹھ سوالات پر مشتمل استفتاء	۴۰۴
ورثہ کو وصیت پر عمل واجب ہے یا نہیں۔	۴۰۴
ملک کے غرباء کے لئے وصیت	۴۰۴
وصیت از قبیل معاملات ہے یا نہیں۔	۴۰۴
ایسی وصیت جس سے ورثہ کو مضرت ہو جائز ہے یا نہیں۔	۴۰۴
اگر وصی اولاً محض اپنے نفع کے کلام پر عمل کرے دوسرے کے نفع والا کام نہ کرے تو اس سے وصیت میں خلل ہوگا یا نہیں۔	۴۰۶
وصیت بالمنافع کا کیا حکم ہے۔	۴۰۶
نقل ترجمہ وصیت نامہ در زبان انگریزی	۴۰۶
جواب سوال اول	۴۰۷
وصیت فی نفسہٖ واجب نہیں۔	۴۰۷
ورثہ اگر ثلث مال میں نفاذ وصیت کو رد کریں ظالم ہیں۔	۴۰۸
جواب سوال دوم	۴۰۸
صحت وصیت کو خاص جزء معین کی تعیین ضروری نہیں۔	۴۰۸
اگر کسی خاص شہر کے فقراء کی وصیت کی تو ضروری نہیں کہ اسی شہر کے فقراء کو دے کسی فقیر کو دے سکتا ہے، ہاں افضل انھیں کو دینا ہے۔	۴۱۰
تجہیز و تکفین کے لئے اگر قدر مسنون سے زائد روپوں کی وصیت کی تو زائد میں باطل ہے۔	۴۱۱
جواب سوال سوم	۴۱۱
وصیت پر عمل فوراً جائداد متروکہ سے ہوگا نہ کہ آئندہ جائداد کے منافع سے۔	۴۱۱
جواب سوال چہارم	۴۱۶
عبادات و معاملات کی شرعی اصطلاحی تعریف۔	۴۱۶
مطلق وصیت نہ عبادات سے ہے نہ معاملات سے۔	۴۱۸
جواب سوال پنجم	۴۱۹
بیع پر وصیت کا قیاس درست نہیں	۴۱۹
بیع حمل ناجائز اور وصیت بالحمل جائز	۴۱۹
جواب سوال ششم	۴۲۲
وصیت اگر مکروہ ہے جب بھی نافذ ہوگی۔	۴۲۲
وصیت دو قسم ہے: تملیک و قربت۔	۴۲۲
الندب والکراہۃ متنافیان	۴۲۲
ہزار جگہ ہوتا ہے کہ شئی فی نفسہٖ قربت ہو اور اسے خارج سے کراہت عارض ہو۔	۴۲۲
انتفاء الاقسام باسرھا قاض بانتفاء المقسم رأساً۔	۴۲۲
قبہ سے اپنی قبر مزین کرانا نوع قربت سے نہیں۔	۴۲۲

Marfat.com

قبر کا نشان لگانا شرعاً محمود ہے۔ ۴۲۳
قبر کے گرد تعمیر برائے حفاظت جائز، برائے تزیین ممنوع اور اس کی وصیت باطل۔ ۴۲۴
اگر کسی نامشروع کی وصیت ہے تو اس پر عمل نہ کریں گے طریقۂ مشروع پر عمل ہوگا۔ ۴۲۵
گھر میں دفن کی وصیت باطل ہے۔ ۴۲۵
گھر میں دفن انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ ۴۲۵
فاسقوں کے لئے وصیت مکروہ ہے۔ ۴۲۵
کافر حربی کے لئے بھی وصیت باوجود ممنوع نافذ ہے۔ ۴۲۶
کبھی وصیت مکروہ غیر صحیح بھی ہوتی ہے۔ ۴۲۶
جواب سوال ہفتم ۴۳۰
اوصیا کا بعض وصایا میں تعمیل نہ کرنا نفاذ میں خلل نہیں ڈال سکتا۔ ۴۳۰
جواب سوال ہشتم ۴۳۱
وصی نابالغ کا محافظ ہے لہذا عدم ضرر کی صورت میں جائداد منقول فروخت کرسکتا ہے غیر منقول نہیں مگر چند صور استثناء میں۔ ۴۳۱
ہندوستانی ساکنِ مدینہ منورہ اگر وصیت کرے کہ اس کی جائداد کا ثلث مدینہ منورہ بھیجا جائے تو اس کے یہاں کے فقراء کو دے سکتے ہیں یا نہیں۔ ۴۳۳
یتیم خانہ میں دئے گئے کپڑے اگر بیکار ہوں تو اُن کو درست کرا کے استعمال کرانا یا اس کو فروخت کرکے مصرفِ یتامٰی میں لانا درست ہے۔ ۴۳۴
جو مصاحف وقفِ یتیم خانہ میں ضرورت سے زائد ہوں ان کو ہدیہ کرکے خرچ کرسکتے ہیں۔ ۴۳۴
یتیم خانہ کے چندہ سے یتیموں کا ختنہ اور یتیم بچیوں کی شادی میں معمولی طور پر خرچ کرسکتے ہیں۔ ۴۳۵
زید نے اپنا مکان زوجہ کے نام بیع کردیا پھر وہ مرگئی اور نابالغ بچے وارث ہوئے تو زید اس جائداد کو بیچ سکتا ہے یا نہیں۔ ۴۳۶
اولاد کے لئے وصیت سے متعلق سات امور پر مشتمل ایک وصیت نامہ کے بارے میں استفتاء۔ ۴۳۷
وصیت نامۂ مذکورہ سے متعلق علماءِ کرام سے گیارہ سوالات۔ ۴۴۰
مذکورہ بالا وصیت نامہ پر مصالحت سے متعلق سوال۔ ۴۴۱
نابالغوں خصوصاً یتیموں کا مال آگ ہے۔
باپ جو چیز اپنے نابالغ بچے کے لئے خریدے وہ باپ ہی کے قبضہ سے نابالغ کی ملک ہوجاتی ہے۔ ۴۴۳
اگر مہر باقی ہو تو جائداد سے اس کو ادا کیا جائے پھر تقسیمِ ورثہ ہو۔ ۴۴۵

Marfat.com

ہبہ مرض میں وصیت ہے اور وصیت مرضِ موت میں بے اجازتِ ورثہ نافذ نہیں۔ ۴۴۶

کفن دفن بقدرِ مسنون میں جو روپیہ صرف ہوا وہ تو ترکہ سے مجرا ہوگا باقی فاتحہ خیرات کے مصارف خرچ کرنے والے پر پڑیں گے۔ ۴۴۷

بالغ وارث جائز خرچ کی اجازت دے تو اس کے حصہ سے مجرا ہوں گے مگر نابالغ کا مال بہرحال محفوظ رہے گا نہ وہ اجازت دے نہ اس کی طرف سے دوسرا، اسکو پورا پورا حصہ ملے گا۔ ۴۴۷

جو زیور امانت رکھا گیا تھا وہ شہادت عادلہ پر موقوف ہے۔ ۴۴۸

نابالغوں کے تقسیم حصص میں کمی رکھنا حرام ہے ۴۴۸

نابالغوں کے حصے یکجا رہیں بالغوں کو اپنے حصے کا اختیار رہے۔ ۴۴۸

مرض الموت میں ہبہ کے احکام ۴۵۳

مرض الموت میں اپنی جائداد کسی ایک وارث کو ہبہ کی تو اس کا حکم کیا ہے، اس کی چند صورتیں۔ ۴۵۴

مرض الموت کی تعریف ۴۵۷

ہمارے بلاد میں بڑا بیٹا لائق ہونہار حکماً وصی ہوتا ہے۔ ۴۶۰

باپ کے ہوتے ہوئے بھائی بہن کا استحقاق نہیں۔ ۴۶۳

اگر زوجہ نے باپ کو وصیت کی تو باپ حقِ شوہر ادا کرکے بقیہ کو صدقہ و فدیہ میں خرچ کرسکتا ہے۔ ۴۶۳

بیوی مری صرف شوہر اور والدین کو چھوڑا تو اس کی تقسیم وراثت کی صورت۔ ۴۶۳

ارث ساقط کئے ساقط نہیں ہوتی۔ ۴۶۴

اگر یہ کہا کہ مجھ کو نہیں چاہئے دیکھیں صدقہ وغیرہ میں خرچ کردو تو اس سے اس کی وراثت ساقط نہیں ہوتی چاہے تو لے چاہے صرف کرنے کی اجازت دے۔ ۴۶۴

جو کسی مسلمان سے سختی دُور کرے اللہ تعالےٰ روزِ قیامت اس کی سختی دُور کرے۔ ۴۶۴

وارث جب بعد موت وصیت کو جائز کردے تو اب رجوع کا اختیار نہیں۔ ۴۶۵

تنہا عورت کا دعویٰ کہ متوفیہ نے یہ وصیت کی تھی حجت نہیں، بالغین ورثہ کو اختیار ہے اعتبار کریں یا نہ کریں۔ ۴۶۶

بھانجی و ماموں زاد بھائی یہ دونوں چچازاد بھائی کے ہوتے ہوئے وارث نہیں ہوسکتے۔ ۴۶۶

دینِ مہر یا دیگر دیون ترکہ ہی سے ادا کئے جائیں گے وارثوں پر ادائیگی واجب نہیں ازخود کریں بہتر ہے۔ ۴۶۷

اگر شوہر نے حیات میں مہر کی مقدار کا اقرار نہ کیا، نہ گواہان سے ثابت، تو صرف

Marfat.com

مثلِ مہر دیا جائے۔ ۴۶۷
والدین کی خدمت اور بچوں کی تربیت بھی عین کارِ دین و رضائے رب ہے۔ ۴۶۹
'ریاضت و مجاہدہ'، رضائے الٰہی میں نفس کے خلاف کام کرنے کا نام ہے۔ ۴۶۹
مشترک مال کی تقسیم وراثت کا طریقہ۔ ۴۶۹
بازار بھاؤ میں خریدنے کا مطلب ۴۶۹
باپ نابالغ کے مال کو خرچ کر سکتا ہے یا نہیں۔ ۴۷۱
نابالغ بچوں کے مال صرف کرنے کا ایک حیلۂ شرعیہ ۴۷۱
بغیر تقسیم وراثت کا مال ہبہ کرنے سے ہبہ نہ ہوگا۔ ۴۷۱
باپ اگر محتاج ہو تو بیٹے کا مال بغیر قیمت لے سکتا ہے اور غنی ہو تو بقیمت لے۔ ۴۷۲
اگر شوہر اقرار کرے کہ مہر باقی ہے اور اس میں زوجہ کو کچھ دے دیا تو ورثہ کو بعد میں اس کو واپس لینے کا حق نہیں اگرچہ یہ ثابت ہو جائے کہ عورت نے معاف کر دیا تھا۔ ۴۷۷
مرض الموت میں مریض کا کوئی چیز بیچنا بغیر اجازت دیگر ورثہ باطل ہے۔ ۴۷۷
تقسیمِ ترکہ کی ایک شکل۔ ۴۷۸
بیس برس گزرنے کے بعد بھی اقرار تسلیم ہوگا اور بے اقرار طالبین کا مدتِ مدید تک سکوت سقوطِ دعویٰ کا باعث ہے۔ ۴۷۹
وصی کو مطلق اختیارِ بیع نہیں۔ ۴۸۰
یہ کہنا کہ چچا حلف لے لیں تو میں مکان سے دستبردار ہوں مہمل و باطل ہے۔ ۴۸۴
یتیم نابالغ نے اگر اپنا پانی کنوئیں میں ڈال دیا تو پانی قابلِ استعمال رہا یا نہیں۔ اس کی تفصیل۔ ۴۸۸
نابالغ نے اپنے یا دوسرے کے لئے کنوئیں سے پانی بھرا تو اس سے بالغ کو وضو کرنا جائز ہوگا یا نہیں۔ ۴۸۸
نابالغ کی مِلک میں کسی کو تصرف کا اختیار نہیں۔ ۴۸۹
جو چیز نابالغ کی ملک ہو اس میں سوا فقیر والدین کوئی تصرف نہیں کر سکتا۔ ۴۸۹
وصیت کا نفاذ ثلث میں ہوگا اگرچہ متعدد ہوں۔ ۴۹۱
اگر سالانہ فاتحہ کی وصیت کی اور جلد ہی سب خرچ کر دیا تو بھی جائز ہے بلکہ یہی بہتر ہے۔ ۴۹۲
وارث بھائی مفقود الخبر ہو تو اس کا حصہ مالی کیا کرے۔ ۴۹۳
ایک مرحومہ نے وصیت کی کہ میری طرف سے کنواں بنوا دینا تو اگر ضرورت شدیدہ کی وجہ سے مسجد کا سائبان بنوا دیا تو کیا حکم ہے۔ ۴۹۵
مالِ مشترک سے بے اجازت جس قدر صرف کیا اس کا تاوان لازم ہے۔ ۴۹۷

Marfat.com

مالِ متروکہ سے ادائے دین تقسیم ترکہ سے مقدم ہے۔ ۴۹۸
اقرار کاذب دیانۃً باطل محض ہے۔ ۵۰۰
مجرد رجسٹری یا کوئی تحریر کوئی چیز نہیں جب تک گواہان سے ثابت نہ ہو۔ ۵۰۳
اگر بیٹے کو ہبہ کرکے قبضہ دلا دیا تو وہ مالک ہوگیا۔ ۵۰۳
کچہری چیف کورٹ ریاست بہاولپور کے جج کی طرف سے ارسال کردہ طویل استفتاء جو وصیت و وراثت سے متعلق ہے اور اس میں آٹھ مفتیوں کے فتوے مفتیوں کے نام حذف کردیئے گئے ہیں۔ ۵۰۳
نقل وصیت نامہ ۵۰۵
استفتاء ۵۰۶
سوال ۲ ۵۰۸
فتویٰ نمبر ۱ ۵۰۸
فتویٰ نمبر ۲ ۵۰۹
نقل فتویٰ مولوی صاحب براندا مولویان ۵۰۹
فتویٰ نمبر ۳ ۵۱۳
فتویٰ نمبر ۴ ۵۱۵
تردید منجانب علمائے ریاست بہاولپور ۵۱۵
فتویٰ نمبر ۵ ۵۲۲
فتویٰ نمبر ۶ ۵۲۶
فتویٰ نمبر ۷ ۵۳۱
فتویٰ نمبر ۸ ۵۳۹
جواب از مصنف علیہ الرحمۃ ۵۴۲
یہاں فتویٰ پر فیس نہیں لی جاتی۔ ۵۴۲
وصیت و وراثت سے متعلق آٹھ فتووں کا رد ۵۴۲
الافادات والتفریعات ۵۴۴
افادۂ اولیٰ ۵۴۴
وصایت مثل وکالت ہے۔ ۵۴۵
وکالت حیات میں ہوتی ہے وصایت بعد موت۔ ۵۴۵
وصایت کے معنی کسی کو اختیار دینا اور نافذ التصرف بنانا۔ ۵۴۵
جس طرح موہوب لہٗ واہب کا وکیل نہ ہوگا اسی طرح تملیک بلا عوض بعد الموت سے موصیٰ لہٗ وصی نہ ہوگا بلکہ مالک ہوگا۔ ۵۴۶
جو اپنے مال کا کسی کو مالک کرے تو اب مالک اول کی پابندی مالک ثانی پر کسی طرح نہیں۔ ۵۴۷
ہبہ مشروط نافذ ہے اور شرط باطل۔ ۵۴۷
اگر تملیک کے بعد کسی مصلحت کو شرط قرار دے تو تملیک تام ہوگی اور شرط معدوم۔ ۵۴۷
افادۂ ثانیہ ۵۴۸
پرائی ملک میں وصیت کا اختیار نہیں ۵۴۸
تفریعات ۵۴۹
فتویٰ ۶ کا رد ۵۴۹

Marfat.com

افادۂ ثالثہ ۵۵۲
وارث کے لئے وصیت بلاشبہہ جائز ہے جبکہ اور کوئی وارث نہ ہو۔ ۵۵۲
تفریعات ۵۵۳
فتویٰ ۵ کا رد ۵۵۳
افادۂ رابعہ ۵۵۳
وصیت جس طرح رقبۂ شئی کی صحیح ہے یونہی تنہا منفعت کی۔ ۵۵۳
تفریعات ۵۵۶
فتویٰ ۷ کا رد ۵۵۶
تملیک مضاف الیٰ ما بعد الموت اگر صحت میں ہو وصیت ہے۔ ۵۵۶
فتویٰ ۵ کا رد۔ ۵۵۶
فتویٰ ۱ کی عجیب تر تحریر ۵۵۷
افادۂ خامسہ جلیلہ مشتمل بر فوائد جزیلہ ۵۵۷
فائدہ نمبر ۱ ۵۵۷
ترکہ میں تجہیز و تکفین کے بعد مقدم دین ہے، پھر وصیت پھر میراث۔ ۵۵۷
تقسیم میراث ۵۵۸
فائدہ نمبر ۲ ۵۶۲
اگر کسی کے لئے رقبۂ شئی کی وصیت کی، پھر بعد میں دوسرے کے لئے اس کی منفعت کی تو پہلا صرف مالک ہوگا دوسرا منفعت لیگا ۵۶۲
فائدہ نمبر ۳ ۵۶۳
وصیت شئی سے منفعت لازم نہیں آتی مگر التزاماً مفید تملیک منفعت ہے لہٰذا اس کی جدا وصیت جائز۔ ۵۶۳
فائدہ نمبر ۴ ۵۶۴
وصیت منفعت بمنزلہ وصیت رقبہ ہے۔ ۵۶۴
فائدہ نمبر ۵ ۵۶۶
جس کے لئے وصیت رقبہ ہو اس کو وصیت منفعت کی حاجت نہیں۔ ۵۶۶
فائدہ نمبر ۶ ۵۶۶
وصیت میں مقصد موصی پر نظر لازم ہے۔ ۵۶۶
فائدہ نمبر ۷ ۵۶۷
دربارہ مہر، عورت کا قول قسم کے ساتھ مہرِ مثل تک معتبر ہے۔ ۵۶۷
فائدہ نمبر ۸ ۵۶۷
مہر بھی تمام دیون کی طرح ہے اور دین کا تعلق مالیت سے ہے جائداد سے نہیں۔ ۵۶۷
فائدہ نمبر ۹ ۵۶۸
وصیت جہتِ موصی سے تملیک ہے۔ ۵۶۸
فائدہ نمبر ۱۰ ۵۶۹
وصیت میں ثلث کے نفاذ کے لئے کل متروکہ سے بعد ادائے دین کا اعتبار ہے۔ ۵۶۹
فائدہ نمبر ۱۱ ۵۶۹
اقرار کے بعد کسی تفتیش کی حاجت نہیں۔ ۵۶۹
فائدہ نمبر ۱۲ ۵۷۰
وصیت وارث جب وصیت اجنبی سے مؤخر ہے تو اس کے مقابل مضمحل ہوگی۔ ۵۷۰

Marfat.com

اگر عورت اقرار کرے کہ زیور شوہر نے مہر
میں دے دیا تو مثل مہر تک زوجہ کا قول
مسلّم ہو گا۔ ۵۷۲

طے شدہ امور میں قاضی و مفتی کو حاجت نہیں
کہ انھیں زیرِ بحث لائے۔ ۵۷۳

تفریعات ۵۷۴

فتویٰ علما کا رد ۵۷۴

فتویٰ علما کی ایک عجیب و غریب غلطی۔ ۵۷۴

قرض و دَین میں عموم خصوص ہے۔ ۵۷۷

وارث کے لئے وصیت میراث سے
مؤخر ہے۔ ۵۷۷

افادۂ سادسہ ۵۷۷

وصیت ضرور مقید بشرط ہو سکتی ہے۔ ۵۷۷

جو جس شرط سے مقید ہے مقید رہے گا۔ ۵۷۸

جو مطلق ہے مطلق رہے گا۔ ۵۷۸

کسی کی طرف حرام کاری کی نسبت کرنے
پر تہدیدیں۔ ۵۷۸

تہمت لگانے والے کی سزا۔ ۵۷۹

عورت کہ نکاح ثانی نہ کیا ہو روزِ قیامت
اپنے شوہر کو ملے گی۔ ۵۷۹

دو شوہر والی عورت کو اختیار ہو گا کہ جس
کے ساتھ چاہے جائے، جبکہ کسی کے
نکاح میں نہ فوت ہوئی ہو بلکہ بیوہ ہو کر۔ ۵۷۹

افاداتِ سابعہ ۵۸۰

شاہ محمد خاں مذکور فی السوال کے لئے
کہیں نہیں لکھا ہے کہ وہ جمیع مال کا موصیٰ لہٗ
ہے، عاقل بالغ کا کلام مہما امکن، محمل صحیح
پر حمل کرنا واجب ہے۔ ۵۸۰

تفریعات ۵۸۱

شاہ محمد خاں کو جمیع مال کا مالک جب نہیں
قرار دیا تو زیور کا بقیہ اس کے حصہ میں
دینا ظلم ہو گا۔ ۵۸۱

افادۂ ثامنہ ۵۸۳

تفریعات ۵۸۴

افادۂ تاسعہ ۵۸۵

وصیت کا بے اجازت وارث ثلث سے زائد
میں نافذ ہونا ان ورثہ کے ساتھ ہے جن کے
حقوق میراث کے بعد کچھ نہ بچیں (مزید تفصیل) ۵۸۵

تفریعات ۵۸۵

زوجہ کا حق وراثتِ ربع سے زائد جائز
نہیں۔ ۵۸۶

افادۂ عاشرہ ۵۸۶

کسی تقسیم میں نہ حاکم کو یہ جبر پہنچتا ہے
نہ ایک حصہ دار کو کہ بے رضائے دیگر بجائے
عین قیمت لے۔ ۵۸۶

تراضی طرفین سے تبدیل عین جائز ہے۔ ۵۸۷

تفریعات ۵۸۸

ایک فریق کے رضامند ہونے سے عدالت
کو جائز نہیں کہ اسے قیمت دلا دے
جب تک دوسرا راضی نہ ہو جائے۔ ۵۸۸

Marfat.com

افادۂ حادیہ عشر ۵۸۹
اجنبی کہ نہ وارث نہ وصی اگر میت کی تجہیز و تکفین خود کرے تو اسے ترکہ سے لینے کا اختیار نہیں۔ ۵۸۹
اگر وارث سے واپسی کی شرط کر لی ہو پھر خرچ کیا ہو تو رجوع کا حق ہے جبکہ وارث کا امر بھی پایا جائے۔ ۵۸۹
غیر وارث و وصی کو کفن دینے کے مصارف واپس لینے نہ لینے کی متعدد صورتیں۔ ۵۸۹
مردہ کی تجہیز و تکفین سب پر مقدم ہے۔ ۵۹۱
زندگی میں تن کے کپڑے دائن کو نہیں دیئے جائیں گے۔ ۵۹۱
میت کو برہنہ رکھنا جائز نہیں کہ تعظیم مسلمان مردہ و زندہ یکساں ہے۔ ۵۹۲
دین تجہیز تمام دیون کے مثل ہے تو یہ بھی مرتبہ دیون میں ہوگا نہ کہ مرتبہ تجہیز میں۔ ۵۹۲
دین تجہیز دین مہر وغیرہ پر مقدم نہیں۔ ۵۹۳
اس مسئلے میں جد الممتار کی بحث کی تحقیق تام۔ ۵۹۴
تفریعات ۵۹۵
فتویٰ ۲۲ کے مفتی صاحب کا یہ وہم کہ اجنبی نے تجہیز کی، وارث کو اطلاع دی تو محض اطلاع رجوع کے لئے کافی ہے، یہ غلط ہے۔ ۵۹۵

افادۂ ثانیہ عشر[۱۲] مع فوائد غرر۔ ۵۹۵
فائدہ نمبر ۱۳ ۵۹۵
اصحاب فرائض سے جو بچے اس کے مصارف۔ ۵۹۵
بیت المال کا کوئی حصہ معین نہیں۔ ۵۹۶
فائدہ نمبر ۱۴ ۵۹۸
زیادت علی الثلث میں موصی لہ کا حق صرف وارث سے مؤخر ہے اور غیر وارث پر مقدم، ولہذا بیت المال پر مقدم ہے۔ ۵۹۸
ردّ علی الزوجین وراثۃً نہیں۔ ۶۰۰
اصحاب ردّ پر ردّ بجہت عصوبت ہے ۶۰۰
فائدہ نمبر ۱۵ ۶۰۱
مرد مرے اور ایک زوجہ ایک دختر چھوڑے تو مسئلہ آٹھ سے کرتے ہیں، ۶۰۱
ایک زوجہ کا سات دختر کا۔ ۶۰۱
فائدہ نمبر ۱۶ ۶۰۱
ایک مسئلہ بدیہیہ میں تشکیک۔ ۶۰۲
فائدہ نمبر ۱۷ ۶۰۲
فائدہ نمبر ۱۸ ۶۰۳
ردّ علی الزوجین فساد بیت المال کی وجہ سے ہے۔ ۶۰۳
ردّ علی الزوجین ضرورۃً ہے لہذا اگر بیت المال منتظم ہو تو اسی میں رکھا جائے گا۔ ۶۰۳

Marfat.com

فائدہ نمبر ۱۹ ۶۰۳
فسادِ بیت المال کی علت کے قائل شافعیہ
بھی ہیں۔ ۶۰۴
فائدہ نمبر ۲۰
ردّ علیٰ ذی السہم النسبی کی علت فساد
بیت المال بتانا افسد فسادات ہے۔ ۶۰۸
کوئی مرے اور صرف ایک لڑکی چھوڑے
تو کل مال اس کا ہے۔ ۶۰۸
اگر مرنے والے نے صرف باپ کو چھوڑا وہ
بھی کل کا وارث ہے۔ ۶۱۳
فائدہ نمبر ۲۱ ۶۱۳
شوہر جبکہ چچا کا بیٹا اور تنہا وارث ہو
کل مال پائے گا۔ ۶۱۳
وقائع عین، موردِ احتمال ہوتے ہیں۔ ۶۱۳
فائدہ نمبر ۲۲ ۶۱۴
فائدہ نمبر ۲۳ ۶۱۶
ردّ علی الزوجین کا ماننا دو طرح ہے۔ ۶۱۶
زوجین بہ نسبت نرے بیگانوں کے
اقرب ہیں۔ ۶۱۶
فائدہ نمبر ۲۴ ۶۱۷
درمختار میں ہے کہ زوجین پہ رد نہیں اور
اور جو رد علی الزوجین حضرت عثمان غنی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اس
میں کلام ہے۔ ۶۱۷
ان فی المذکر، قران فی الحکم کو
مستلزم نہیں۔ ۶۱۷
فائدہ نمبر ۲۵ ۶۱۷
فسادِ بیت المال کے باوجود اگر کسی نے
بیت المال میں رد کر دیا تو یہ جائز نہیں۔ ۶۱۹
فائدہ نمبر ۲۶ ۶۱۹
موصیٰ لہٗ بالزائد کے ہوتے ہوئے رد علی الزوجین
نہ ہوگا۔ ۶۲۰
مقرلہٗ موصیٰ لہٗ بالزید سے بالا و اقویٰ ہے ۶۲۱
فائدہ نمبر ۲۷ ۶۲۱
تفریعات ۶۲۲
موصیٰ لہٗ بالزائد کے ہوتے ہوئے رد علی الزوجین
خرقِ اجماع ہے۔ ۶۲۲
موصیٰ لہ بالزائد کا مرتبہ ہر غیر وارث سے
مقدم ہے۔ ۶۲۲
یہ غلط ہے کہ رد علی الفروض النسبیہ کی
علت فسادِ بیت المال ہے۔ ۶۲۵
تنبیہ ۶۲۵
جوابِ استفتائے چیف کورٹ بہاولپور ۶۲۶
وصیت سے متعلق بیان احکام ۶۲۶
جوابِ استفتائے جی خان پور ۶۲۷
حکم اخیر در بارۂ استفتائے مذکور ۶۲۸
ہندہ نے کنواں یا مسجد بنوانے کی وصیت کی تو اگر
مسجد کی زیادہ ضروری ہے وہی کرائے
ورنہ کنواں بنوائے اور رنگکاری و سفیدی
ضروری مرمت نہیں، لہٰذا اگر یہ مراد ہے

Marfat.com

توکنواں افضل ہے۔ ۶۳۰

ایک تفصیلی وصیت نامے سے متعلق احکام ۶۳۱

عاقدین میں کوئی ایک قبل تسلیم مرجائے تو عقد باطل ہے۔ ۶۳۲

موصی کو نزاعِ ورثہ میں کسی کو حکم بنانے کا اختیار نہیں۔ ۶۳۴

ایک شخص نے زیور عاریت لیا پھر دینے والا مرگیا اور ایک غیر معتمد سے معلوم ہوا کہ مرنے والا زیور پوتے کو دینے کی وصیت کرگیا ہے' تو اس صورت میں کیا حکم ہے۔ ۶۳۴

امین مرنے والے کے ورثہ کی موجودگی میں امانت کی رقم ازخود خیرات وغیرہ میں نہیں خرچ کرسکتا۔ ۶۳۶

ورثہ کا حق متعلق ہونے پر کسی کو اجازت نہیں کہ ترکہ کو خیرات کرے، اگر کیا تو تاوان دے۔ ۶۳۹

شادی میں دُلھن کو چڑھاوے کا حکم اس کی قوم کے رواج پر موقوف ہے۔ ۶۳۹

فلاں کو مل جائے' ودیعت اور ہبہ دونوں کو محتمل ہے۔ ۶۴۰

فقط نیت سے حکم نہیں ہوتا۔ ۶۴۲

یہ کہنا کہ یہ روپیہ زید کی لڑکی کے عقد کا ہے یہ حدِ وصیت میں نہیں آتا۔ ۶۴۲

کسی کا محض یہ کہنا کہ یہ چیز مجھے دی ہے' ثبوتِ ملکیت یا وصیت کے لئے کافی نہیں۔ ۶۴۲

مرضِ موت میں مال کا ہبہ یا دَین کا ابرا وصیت ہے' اور وصیت وارث کے لئے بے اجازت ورثہ دیگر باطل ہے۔ ۶۴۲

رؤف النساء نے وفات پائی دُو دختر ایک بھائی چھوڑا، کُل جائداد دختروں کے نام وصیت کی، تو اگر بھائی نے نافذ کردیا کُل جائداد دختروں کی ہوگئی۔ ۶۴۴

ماں کو اختیار نہیں کہ اپنے نابالغوں کا حصہ فروخت کرے۔ ۶۴۵

باپ بالغہ کی رقم اجازت سے صرف کرسکتا ہے ۶۴۶

نابالغہ کی رقم اپنے صرف میں بطور قرض لانے میں اختلاف ہے، احتیاط بچنا ہے۔ ۶۴۶

کفن دفن کے بقدر سنت کے بعد جو بچے اس کو حسبِ وصیت تہائی خرچ کیا جائے باقی ورثہ کو۔ ۶۴۷

اگر دو معین مسجدوں کو دینے کی وصیت کی ہے توان کو دیا جائے، اور جو مساکینِ حرمین وبغداد شریفہ کے لئے ہے اس کو یہاں کے بھی فقراء کو دے سکتے ہیں۔ ۶۴۸

موصی نے اگر مختلف مدات اور مختلف مقامات اور مختلف ایام میں خیرات کی وصیت کو ان کو مطلق صدقہ بھی کافی ہے، مگر اولے تعیین ہی کی تعمیل ہے۔ ۶۵۰

گواہی ہر معاملہ میں ثقہ معتبر لوگوں کی معتبر ہے۔ ۱

Marfat.com

مرض الموت میں مہر معاف کیا تو بے اجازت ورثہ معاف نہ ہوگا۔ ۶۵۱

مدعی کی حلف معتبر نہیں۔ ۶۵۲

بیٹے نے باپ کی وصیت کے مطابق ثلث نہ ادا کرکے کم دیا باقی موصیٰ لہٗ سے معاف کرالیا یہ جائز نہیں ۶۵۲

مرض موت میں کسی وارث سے بیع صحیح نہیں۔ ۶۵۳

شوہر کے مال میں بیوی کی وصیت بے اجازت باطل ہے۔ ۶۵۳

مریدنی نے کہا کہ مرنے کے بعد میرے کل مال کا حق مرشد کو ہے اور اس کا کوئی وارث شرعی نہیں تو یہ نافذ ہے۔ ۶۵۴

بازاری عورت کی وہ رقم زنا یا غنا کی اجرت سے اس کی ملک نہیں، فقراء کو دیں۔ ۶۵۴

عورت کا مہر ترکہ کو محیط تھا اور اس نے مکان اپنے مہر میں لے لیا تو یہ جائز ہے۔ ۶۵۴

نکاح فضولی ۶۵۵

غیر کفو سے نکاح جائز نہیں۔ ۶۵۵

دین مستغرق مانع ملک ورثہ نہیں۔ ۶۵۶

تقسیم ترکہ کی ایک شکل۔ ۶۵۷

۱

ضمیمہ مداینات

زید مدیون ہے اور دائن نے مقدمہ کرکے مطالبہ کی ڈگری کرالی ہے اور زید کا مال مرہون ہے تو ایسی شکل میں کیا کرے۔ ۲۶۶

اگر دین کا کچھ حصہ بھی باقی ہے تو مرتہن کو شئ مرہون روکنے کا حق ہے۔ ۲۶۹

امام اعظم کے نزدیک زیادۃ فی الدین ناجائز ہے۔ ۲۹۳

قرض کے لئے کوئی میعاد لازم نہیں ہوسکتی ۲۹۸

[illegible]ن کو کاشتکاری کی شروط کے ساتھ قرض میں لینا جائز نہیں۔ (فارسی) ۳۰۰

نابالغ کی شادی کے لئے بالغ بھائی نے قرضہ لیا تو اس کا مطالبہ قرضہ لینے والے ہی پر ہے۔ ۳۸۶

زندگی میں تن کے کپڑے دائن کو نہیں دیئے جائیں گے۔ ۵۹۱

دین تجہیز تمام دیون کے مثل ہے تو یہ بھی مرتبۂ دیون میں ہوگا نہ کہ مرتبۂ تجہیز میں۔ ۵۹۳

دین تجہیز دین مہر وغیرہ پر مقدم نہیں۔ ۵۹۳

Marfat.com

ضمیمہ رہن

رہن میں نفع کی شرط سود اور حرام ہے ۔ ۵۷
رہن سے انتفاع کی ایک صورت ۔ ۵۸

ضمیمہ قسم

مدعی کی حلف معتبر نہیں ۔ ۶۵۲
٭ ٭ ٭

Marfat.com

فہرست ضمنی مسائل

عقائد و کلام

کافر اصلاً اہلِ ثواب نہیں۔ 54
کفر کے سوا کسی گناہ کا عذاب ضروری الوقوع نہیں۔ 67
منافق کی تین نشانیاں 69
یہ خیال کہ حقہ پینے والے کو خواب میں حضور کی زیارت نہ ہوگی محض غلط اور دروغ ہے۔ 104
افیونی ضرور فاسق و مستحقِ عذاب ہے۔ 105
شراب کی حرمت کا منکر کافر ہے۔ 207

سیر

کافر حربی کا مال دھوکا یا بدعہدی سے لینا گناہ ہے۔ 62
ہنود سے رہن دخلی لینا اور اس سے منافع حاصل کرنا جائز ہے مگر نیت یہ نہ ہو کہ اپنے قرض سے نفع لیتا ہے بلکہ اس کے مال پر اس کی رضا سے قبضہ کی نیت کرے۔ 254

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دو کاموں کا اختیار دیئے جاتے تو جو آسان ہوتا اس کو اختیار فرماتے۔ 87

تصوف

ریاضت و مجاہدہ، رضائے الٰہی میں نفس کے خلاف کام کرنے کا نام ہے 469

فوائد اصولیہ

مخالفت شرع میں کسی کی ہمراہی خلافِ شرع ہے 105

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے جب لوگوں کی پسندیدہ کسی شئ کو حرام فرماتا ہے تو اس کی جگہ دوسری چیزوں کو حلال بھی فرماتا ہے۔ ۱۲۳

حسن لغیرہ بھی احتجاج کے لئے کافی ہے۔ ۱۶۱

المستور مقبول عندنا والجمہور۔ ۱۶۲

مشتبہ سے بچنا بہتر ہے نہ بچیں مواخذہ نہیں ۲۱۱

شئ واحد پر وقت واحد میں دو مختلف قبضے محال، اور محال کا اقرار واجب الابطال۔ ۲۸۶

بیع پر وصیت کا قیاس درست نہیں۔ ۴۱۹

الندب والکراہۃ متنافیان۔ ۴۲۲

ہزار جگہ ہوتا ہے کہ شئ فی نفسہٖ قربت ہو اور اسے خارج سے کراہت عارض ہو۔ ۴۲۲

انتفاء الاقسام باسرھا قاض بانتفاء المقسم راسًا۔ ۴۲۲

تملیک مضاف الی ما بعد الموت اگر صحت میں ہو وصیت ہے۔ ۵۵۶

وصیت شے سے منفعت لازم نہیں آتی مگر التزامًا مفید تملیک منفعت ہے لہٰذا اس کی جدا وصیت جائز۔ ۵۶۳

اقرار کے بعد کسی تفتیش کی حاجت نہیں۔ ۵۶۹

طے شدہ امور میں قاضی ومفتی کو حاجت نہیں کہ انھیں زیر بحث لائے۔ ۵۷۳

جو جس شرط سے مقید ہے مقید رہے گا۔ ۵۷۸

جو مطلق ہے مطلق رہے گا۔ ۵۷۸

عاقل بالغ کا کلام حتی الامکان محمل صحیح پر حمل کرنا واجب ہے۔ ۵۸۰

تراضی طرفین سے تبدیل عین جائز ہے۔ ۵۸۷

قران فی الذکر، قران فی الحکم کو مستلزم نہیں ۶۱۷

عاقدین میں کوئی ایک قبل تسلیم مر جائے تو عقد باطل ہے۔ ۶۳۲

موصی کو نزاع ورثہ میں کسی کو حکم بنانے کا اختیار نہیں۔ ۶۳۴

افتاء و رسم المفتی

از خود مفصل شقوں پر فتویٰ بتا دینا کبھی خلاف مصلحت ہوتا ہے۔ ۷۴

اختلاف مسائل میں عموم بلوٰی باعث تخفیف و ترجیح ہے۔ ۸۹

آکد الفاظ ترجیح علی الفتوٰی ہے۔ ۱۱۵

جو غلط مسئلہ بتائے وہ شیطان کا نائب ہے۔ ۲۱۶

اگر جان کر کسی نام کے مولوی سے فتوی پوچھا اس نے غلط بتایا تو بتانے والے کے ساتھ یہ پوچھنے والا بھی گنہ گار ہے۔ ۲۴۴

فتوٰی ہمیشہ قول امام پر مگر بضرورت۔ ۲۹۳

یہ قول کہ معاملات میں اکثر فتوٰی قول امام ابو یوسف پر ہوتا ہے غلط ہے۔ ۲۹۳

جو اپنے زمانے کو نہ پہچان کر اور لوگوں کے احوال کی رعایت نہ کرکے فتوٰی دے وہ جاہل ہے ۳۲۹

Marfat.com

فوائد فقہیہ

چاروں مذہب کے ائمہ نے حقہ کی حلت کا فتویٰ دیا۔ ۸۷
اگر بو طبیعت کو ناپسند ہے تو مکروہِ طبعی ہے نہ کہ شرعی۔ ۸۸
مکروہِ تنزیہی گناہ نہیں۔ ۹۲
تاڑی کے خمیر سے بنائے گئے بسکٹ کا شرعی حکم۔ ۹۸
جو چیز نشہ رکھتی ہو نہ صرف حرام بلکہ نجس بھی ہے۔ ۹۸
جن کی نسبت کچھ علم نہ ہو انھیں حرام نہیں کہہ سکتے۔ ۹۹
شراب کا حرام ہونا کس پر موقوف ہے۔ ۱۰۶
اگر وہ اسٹرائی جائے اور اس میں نشہ لانے کا جوش نہ پیدا ہو تو شراب نہ ہوگی۔ ۱۰۶
سیندھی اور تاڑی قریب ہیں۔ ۱۱۴
اگر تاڑی سرکہ ہو جائے حلال و طیب ہے۔ ۱۱۴
نبیذ کا حکم ۱۱۹
اس کی بحث کہ مسکر قلیل و کثیر کا حرمت و حد میں ایک حکم ہے یا مختلف۔ ۱۲۴
مہوہ کی شراب کا حکم۔ ۲۰۵
بھنگ اور افیون کا حکم۔ ۲۰۷
حقہ کے پانی کا حکم۔ ۲۰۹
نشہ بذاتہ حرام ہے۔ ۲۱۳
اگر اذنِ راہن سے تصرف کرے تو جائز و نافذ ہے مگر وہ شئ رہن نہ رہے گی۔ ۲۲۰
قرض سے نفع غیر مشروط جائز ہے۔ ۲۲۳
اگر نفع لفظاً مشروط نہ ہو عرفاً مشروط و معہود ہے تو حکم مطلق حرمت و ممانعت ہے ۲۲۳
رہن و اجارہ دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ ۲۲۶
رہن و اجارہ دو مختلف عقد ہیں۔ ۲۴۶
رہن بے قبضہ تمام نہیں ہوتا۔ ۲۴۷
شرع مطہر میں تمادی سے حق نہیں جاتا۔ ۲۶۰
شرعاً صرف رہن دخلی ہی معتبر ہے۔ ۲۶۷
رہن دخلی کے جواز کی صحیح شکل۔ ۲۷۵
رہن بے قبضہ باطل اور اجارہ بے قبضہ غیر نافذ۔ ۲۸۲
وصیت میراث پر مقدم ہے۔ ۳۱۱
فالج اور دق کے مریض ایک سال بعد مرض الموت میں شمار نہیں کئے جاتے۔ ۳۱۶
مرض الموت کی تعریف ۳۱۷
فالج اور دق کا مریض اگر سال بھر کے اندر مرے تو اس کو مرض الموت شمار کریں گے ۳۱۷
سال گزرنے کے بعد فالج مرض الموت نہیں رہتا۔ ۳۱۷
اگر اپنی ضروریات سے باہر آتا جاتا تھا تو مرض موت نہیں۔ ۳۱۷
بعض نے عدم خوف موت کی جو قید لگائی ہے اس کا مطلب۔ ۳۱۸

Marfat.com

مرض الموت کے لئے اختلالِ حواس ضروری نہیں۔ ۳۶۴
معتوہہ کی وصیت نافذ نہیں۔ ۳۸۴
وارث کے لئے وصیت نہیں مگر جبکہ ورثہ اس کو جائز رکھیں تو نافذ ہے۔ ۳۹۴
معدوم کے لئے وصیت وتملیک باطل ہے ۳۹۸
اگر وارثانِ فلاں کے لئے وصیت کی تو ضروری ہے کہ وہ اسی موصی سے پہلے مرجائے تاکہ وارثانِ فلاں کا لفظ صادق آئے ورنہ نفاذ نہیں۔ ۴۰۰
وصیت فی نفسہٖ واجب نہیں۔ ۴۰۷
صحت وصیت کو خاص جزءِ معین کی تعیین ضروری نہیں۔ ۴۰۸
عبادات ومعاملات کی شرعی اصطلاحی تعریف ۴۱۶
مطلق وصیت نہ عبادات سے ہے نہ معاملات سے۔ ۴۱۸
بیع حمل ناجائز اور وصیت بالحمل جائز۔ ۴۱۹
وصیت دو قسم ہے، تملیک وقربت۔ ۴۲۲
کبھی وصیت مکروہ غیر صحیح بھی ہوتی ہے۔ ۴۲۶
ہبہ مرض میں وصیت ہے اور وصیت مرضِ موت میں بے اجازتِ ورثہ نافذ نہیں ۴۴۶
مرض الموت کی تعریف ۴۵۷
ہمارے بلاد میں بڑا بیٹا لائق ہونہار عموماً وصی ہوتا ہے۔ ۴۶۰
وصایت مثلِ وکالت ہے۔ ۵۴۵
وکالت حیات میں ہوتی ہے وصایت بعد موت۔ ۵۴۵
وصایت کے معنی کسی کو اختیار دینا اور نافذ التصرف بنانا۔ ۵۴۵
جس طرح موہوب لہٗ واہب کا وکیل نہ ہوگا اسی طرح تملیک بلاعوض بعد الموت سے موصیٰ لہٗ وصی نہ ہوگا بلکہ مالک ہوگا۔ ۵۴۶
جو اپنے مال کا کسی کو مالک کرے تو اب مالک اول کی پابندی مالک ثانی پر کسی طرح نہیں۔ ۵۴۷
پرائی مِلک میں وصیت کا اختیار نہیں۔ ۵۴۸
وصیت جس طرح رقبۂ شئی کی صحیح ہے یونہی تنہا منفعت کی۔ ۵۵۳
ترکہ میں تجہیز وتکفین کے بعد مقدم دین ہے پھر وصیت پھر میراث۔ ۵۵۷
وصیت منفعت بمنزلہ وصیت رقبہ ہے۔ ۵۶۴
وصیت میں مقصد موصی پر نظر لازم ہے۔ ۵۶۶
مہر بھی تمام دیون کی طرح ہے اور دین کا تعلق مالیت سے ہے جائداد سے نہیں۔ ۵۶۷
وصیت جہتِ موصی سے تملیک ہے۔ ۵۶۸
وارث کے لئے وصیت میراث سے مؤخر ہے۔ ۵۷۷
وصیت ضرور مقید بشرط ہوسکتی ہے۔ ۵۷۷
وقائع عین، موردِ احتمال ہوتے ہیں۔ ۶۱۳

Marfat.com

فلاں کو مل جائے، ودیعت اور ہبہ دونوں کو محتمل ہے۔ ۶۴۰

فقط نیت سے حکم نہیں ہوتا۔ ۶۴۲

یہ کہنا کہ یہ روپیہ زید کی لڑکی کے عقد کا ہے یہ حدِ وصیت میں نہیں آتا۔ ۶۴۲

کسی کا محض یہ کہنا کہ یہ چیز مجھے دی ہے، ثبوتِ ملکیت یا وصیت کے لئے کافی نہیں ۶۴۲

مرضِ موت میں مال کا ہبہ یا دَین کا ابرا وصیت ہے اور وصیت وارث کے لئے بے اجازت ورثہ دیگر باطل ہے۔ ۶۴۲

فوائد حدیثیہ

حقہ کی حرمت پر گھڑی ہوئی حدیث۔ ۸۲

جھوٹی حدیث بیان کرنے کا وبال۔ ۸۳

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر نشہ آور اور فتور پیدا کرنے والی چیز سے منع فرمایا ہے۔ ۹۴

زیادۃ احادیث ۱۴۷

بارہ احادیث مذکورہ کی کچھ تفاصیل۔ ۱۶۱

حدیث ابن عباس پر امام ابو عبدالرحمٰن نسائی کی دو وجہ سے جرح اور مصنف علیہ الرحمۃ کی طرف سے اُس کا جواب۔ ۱۷۰

پہلی وجہ (احدھما) ۱۷۲

دوسری وجہ (ثانیھما) ۱۷۵

چوتھی بحث (الرابع) ۱۸۱

پانچویں بحث (الخامس) ۱۹۱

اسماء الرجال

عبدالملک بن نافع ۱۶۱

یحییٰ بن یمان ۱۶۲

الیسع ۱۶۲

عبدالرحمٰن بن لبشر ۱۶۳

ابن الفرات ۱۶۳

مسلم بن خالد ۱۶۴

شریک ۱۶۴

محمد بن خزیمہ ۱۶۷

رجال حدیث ابن عباس ۱۷۰

ابوبکر ۱۷۱

القواریری ۱۷۱

عبدالوارث ۱۷۱

ابن شبرمہ ۱۷۱

عبداللہ بن شداد ۱۷۱

فہد ۱۷۱

ابو نعیم ۱۷۱

مسعر ۱۷۱

ابو عون ۱۷۱

ابو سفیان الحمیدی ۱۷۲

ابو معٰویہ الکوفی ۱۷۳

ہشیم ۱۷۴

حجاج بن ارطاۃ ۱۸۲

Marfat.com

داؤد بن حصین ۱۹۲
ابواسحٰق سبیعی ۱۹۲
عمرو بن میمون ۱۹۲
ابوالاحوص سلام بن سلیم ۱۹۲
ابوبکرہ ۱۹۳
ابوداؤد ۱۹۳
زہیر ۱۹۳
روح بن الفرج ۱۹۳
عمرو بن خالد ۱۹۴
عمر بن حفص ۱۹۵
حفص بن غیاث ۱۹۵
ہمام النخعی ۱۹۵
حبیب بن ابی ثابت ۱۹۵
ابن ابی داؤد ۱۹۶
عبدالرحمٰن بن عثمان ۱۹۶
عبداللہ بن یزید ۱۹۸
سعد العبسی الکوفی ۲۰۰
سعد العدوی البصری ۲۰۰
زکریا ۲۰۲
یعلیٰ ۲۰۲

انجاس

شراب حرام اور پیشاب کی طرح ناپاک ہے۔ ۱۰۱
ہر مسکر پانی کا قطرہ قطرہ حرام ونجاست غلیظہ ہے ۱۰۸
اسپرٹ کا استعمال جائز ہے یا نہیں۔ ۲۱۱

وضو

نابالغ نے اپنے یا دوسرے کے لئے کنویں سے پانی بھرا تو اس سے بالغ کو وضو کرنا جائز ہوگا یا نہیں۔ ۴۸۸

نماز

انگریزی رقیق دوا کپڑے پر لگ جائے تو نماز نہ ہوگی۔ ۲۰۹

جنائز

تجہیز وتکفین سے مصارف غسل وکفن ودفن بقدر سنت مراد ہیں فاتحہ وغیرہ کے خرچ شامل نہیں۔ ۳۶۸
قبہ سے اپنی قبر مزین کرانا نوع قربت سے نہیں ۴۲۲
قبر کا نشان لگانا شرعاً محمود ہے۔ ۴۲۳
قبر کے گرد تعمیر برائے حفاظت جائز، برائے تزیین ممنوع، اور اس کی وصیت باطل۔ ۴۲۴
گھر میں دفن کی وصیت باطل ہے۔ ۴۲۵
گھر میں دفن انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ ۴۲۵
کفن دفن بقدر مسنون میں جو روپیہ صرف ہوا وہ ترکہ سے مجرا ہوگا باقی فاتحہ خیرات کے مصارف خرچ کرنے والے پر پڑینگے۔ ۴۴۷
اجنبی کہ نہ وارث نہ وصی اگر میت کی تجہیز وتکفین

Marfat.com

خود کرے تو اسے ترکہ سے لینے کا اختیار نہیں ۵۸۹

اگر وارث سے واپسی کی شرط کرلی ہو پھر خرچ کیا ہو تو رجوع کا حق ہے جبکہ وارث کا امر بھی پایا جائے۔ ۵۸۹

غیر وارث و وصی کو کفن دینے کے مصارف واپس لینے نہ لینے کی متعدد صورتیں۔ ۵۸۹

مردہ کی تجہیز و تکفین سب پر مقدم ہے۔ ۵۹۱

نکاح

عورت کہ نکاحِ ثانی نہ کیا ہو روزِ قیامت اپنے شوہر کو ملے گی۔ ۵۷۹

دو شوہر والی عورت کو اختیار ہوگا کہ جس کے ساتھ چاہے جائے، جبکہ کسی کے نکاح میں نہ فوت ہوئی ہو بلکہ بیوہ ہوکر۔ ۵۷۹

نکاح فضولی ۶۵۵

غیر کفو سے نکاح جائز نہیں۔ ۶۵۵

مہر

زوجہ یا مرنے کے بعد اس کے ورثہ کی مرضی سے قسط وار مہر ادا کیا جا سکتا ہے

حاکم کو جبر کی اجازت نہیں۔ ۷۵

اگر ہندہ نے مرضِ موت میں شوہر کا مہر معاف کیا تو معاف نہ ہوگا۔ ۳۳۱

زید نے جو جائداد اپنی بیوی کو بحالتِ صحت بعوضِ دینِ مہر دی بیوی اسکی مالک ہوگئی۔ ۳۶۹

زوجہ نے اپنے مرتے وقت مہر معاف کیا تو اس کی معافی وارثوں کی اجازت پہ موقوف ہے۔ ۳۸۷

اگر مہر باقی ہو تو جائداد سے اسکو ادا کیا جائے پھر تقسیم ورثہ ہو۔ ۴۴۵

اگر شوہر نے حیات میں مہر کی مقدار کا اقرار نہ کیا، نہ گواہان سے ثابت، تو صرف مثل مہر دیا جائے۔ ۴۶۷

اگر شوہر اقرار کرے کہ مہر باقی ہے اور اس میں زوجہ کو کچھ دے دیا تو ورثہ کو بعد میں اس کو واپس لینے کا حق نہیں اگرچہ یہ ثابت ہو جائے کہ عورت نے معاف کردیا تھا ۴۷۴

در بارہ مہر، عورت کا قول قسم کے ساتھ مہرِ مثل تک معتبر ہے۔ ۵۶۷

مرض الموت میں مہر معاف تو بے اجازتِ ورثہ معاف نہ ہوگا۔ ۶۵۱

عورت کا مہر ترکہ کو محیط تھا اور اس نے مکان اپنے مہر میں لے لیا تو یہ جائز ہے۔ ۶۵۴

ولایت

وہ ولی جسے مالِ یتیم میں تصرف جائز ہے وہ تین ہیں، جو یتیموں کا مال کھاتے ہیں اپنے پیٹ میں آگ کھاتے ہیں۔ ۳۷۵

باپ کو بھی اختیار نہیں کہ اپنے نابالغ بچے کا مال بشرطِ عوض کسی کو دے۔ ۳۷۵

Marfat.com

نابالغ یتیم کے مال سے کسی کو ہدیہ کرنا جائز نہیں۔ ۳۷۵

باپ نابالغ کے مال کو خرچ کرسکتا ہے یا نہیں۔ ۴۷۱

نابالغ کی ملک میں کسی کو تصرف کا اختیار نہیں ۴۸۹

جو چیز نابالغ کی ملک ہو اس میں سوا فقیر والدین کوئی تصرف نہیں کرسکتا۔ ۴۸۹

ماں کو اختیار نہیں کہ اپنے نابالغوں کا حصہ فروخت کرے۔ ۶۴۵

باپ بالغہ کی رقم اجازت سے صرف کرسکتا ہے۔ ۶۴۶

نابالغہ کی رقم اپنے صرف میں بطور قرض لانے میں اختلاف ہے، احتیاط بچنا ہے۔ ۶۴۶

نفقہ

باپ اگر محتاج ہو تو بیٹے کا مال بغیر قیمت لے سکتا ہے اور غنی ہو تو بقیمت لے۔ ۴۷۲

تعزیر

تہمت لگانے والے کی سزا۔ ۵۷۹

بیوع

بیع وفا عین رہن ہے۔ ۵۶

مدیون اگر مرجائے تو اس کا مکان دائن اپنی ملک ظاہر کرکے بیچ سکتا ہے اور قیمت زائد ہے تو تصدق کرے۔ ۷۱

بیع الوفا مذہب معتمدین میں رہن ہے۔ ۲۳۷

مرتہن جب بلا اذنِ راہن شئے مرہون کو بیع کردے وہ بیع اجازتِ راہن پر موقوف ہے ۲۳۷

ادھار خریدا اور اطمینان کے لیے زیور رہن رکھا تو جائز ہے۔ ۲۵۶

زید نے عمرو کے پاس زمین رہن رکھی عمرو نے مدتِ قرض ختم ہونے پر بغیر اجازت اسکو بیع کردیا تو کیا زید کو بیع فسخ کرنے کا اختیار ہے ۳۰۱

مرض الموت میں ورثہ کے نام مکان فروخت کرنا جائز نہیں۔ ۲۳۱

اگر کسی نے بعوض دینِ مہر اپنی جائداد کو بیوی کے ہاتھ بیع کردیا تو بلاشبہ درست ہے ۳۸۲

وصی نابالغ کا محافظ ہے لہذا عدم ضرر کی صورت میں جائداد منقول فروخت کرسکتا ہے غیر منقول نہیں مگر چند صور استثناء ہیں۔ ۴۳۱

زید نے اپنا مکان زوجہ کے نام بیع کردیا پھر وہ مرگئی اور نابالغ بچے وارث ہوئے تو زید اس جائداد کو بیچ سکتا ہے یا نہیں۔ ۴۳۶

بازار بھاؤ میں خریدنے کا مطلب۔ ۴۶۹

مرض الموت میں مریض کا کوئی چیز بیچنا بغیر اجازت دیگر ورثہ باطل ہے۔ ۴۷۷

وصی کو مطلق اختیارِ بیع نہیں۔ ۴۸۰

مرضِ موت میں کسی وارث سے بیع صحیح نہیں۔ ۶۵۳

Marfat.com

سُود

شئ مرہون کو مرتہن کسی طرح استعمال نہیں کر سکتا۔ ۲۱۷
قرض کے ذریعہ جو منفعت حاصل ہو جائے وُہ سُود ہے۔ ۲۱۷
بربنائے قرض کسی قسم کا نفع لینا مطلقاً سُود ہے۔ ۲۲۳
رہن کی زمین کو جوتنا اور اس سے نفع لینا حرام ہے۔ ۲۴۰
رہن دخلی سُود ہے۔ ۲۵۳
شئ مرہون کا راہن کو کرایہ پر دینا بھی سُود ہے۔ ۲۵۳
مرتہن نے اگر سُود لیا تو کیا راہن سے معاف کرا سکتا ہے یا نہیں۔ ۲۹۶
سُود کا مال توبہ سے بھی حلال نہیں ہوتا جب تک کہ اس کو جس سے لیا ہے واپس نہ کرے یا فقراء کو نہ دے دے۔ ۲۹۷

دعوٰی و قضا

اگر زوجہ مر جائے تو اس کا بھائی صرف اپنے حصہ کے مہر کا دعوٰی کر سکتا ہے۔ ۷۵
قاضی کو ناتمام عقد کو جبراً تمام کرانے کا حق نہیں۔ ۲۴۸
اگر شوہر نے از خود زوجہ کی دوا میں اپنا مال صرف کیا تو واپسی کا دعوٰی باطل ہے۔ ۳۸۸
تنہا عورت کا دعوٰی کہ متوفیہ نے یہ وصیت کی تھی حجت نہیں بالغین ورثہ کو اختیار ہے اعتبار کریں یا نہ کریں۔ ۴۶۶
ایک فریق کے رضامند ہونے سے عدالت کو جائز نہیں کہ اسے قیمت دلائے جب تک دوسرا راضی نہ ہو جائے۔ ۵۸۸

شہادت

گواہی ہر معاملہ میں ثقہ معتبر لوگوں کی معتبر ہے۔ ۶۵۱

اقرار

بتیس برس گزرنے کے بعد بھی اقرار تسلیم ہوگا اور بے اقرار طالبین کا مدت مدید تک سکوت سقوطِ دعوٰی کا باعث ہے۔ ۴۷۹
اقرار کاذب دیانۃً باطل محض ہے۔ ۵۰۰
اگر عورت اقرار کرے کہ زیور شوہر نے مہر میں دے دیا تو مثل مہر تک زوجہ کا قول مسلّم ہوگا۔ ۵۷۲

ھبہ

معدوم کا ہبہ باطل ہے۔ ۲۴۳، ۲۹۳
غیر منقسم زمین کا ہبہ باطل ہو جاتا ہے

Marfat.com

اور اس میں محض داخل خارج کاغذی کا اعتبار نہیں۔ ۴۵۶

مرض الموت میں ہبہ کے احکام۔ ۴۵۳

مرض الموت میں اپنی جائداد کسی ایک وارث کو ہبہ کی تو اس کا حکم کیا ہے۔ اس کی چند صورتیں۔ ۴۵۴

بغیر تقسیم وراثت کا مال ہبہ کرنے سے ہبہ نہ ہوگا۔ ۴۷۱

اگر بیٹے کو ہبہ کرکے قبضہ دلا دیا تو وہ مالک ہوگیا۔ ۵۰۳

ہبہ مشروط نافذ ہے اور شرط باطل۔ ۵۴۷

اگر تملیک کے بعد کسی مصلحت کو شرط قرار دے تو تملیک تام ہوگی اور شرط معدوم ۵۴۷

قربانی

حرم قربانی کی رقم سے کنواں بنوا سکتے ہیں۔ ۲۷۵

قربانی کی کھال ہر نیک کام میں صرف ہوسکتی ہے۔ ۲۷۵

حدیث میں ہے جس نے قربانی کی کھال بیچ ڈالی اس کی قربانی ہی نہیں یعنی اپنے لئے۔ ۲۷۵

اجارہ

سفر میں یکہ والے کا کرایہ کسی وجہ سے دینے سے رہ گیا اور یکہ والے کا پتہ نہیں تو کیا کرے۔ ۵۵

مکان مرہون کو مرتہن سے کرایہ پر لینا مالک و غیر مالک کسی کو جائز نہیں۔ ۲۲۱

جان کر مرتہن سے رہن کا مکان کرایہ پر لینا کسی کو جائز نہیں، اگر لے گا گنہگار ہوگا۔ ۲۲۲

اگر راہن شئی مرہون اپنی اجازت سے کسی کو دے تو اس کا کرایہ مالک یعنی راہن ہی لے گا نہ کہ مرتہن۔ ۲۲۲

جو چیز کسی کے پاس رہن ہے اگر مالک اجارہ پر دے تو اجازت مرتہن پر موقوف ہے۔ ۲۴۷

اجرت مجہول ہو تو اجارہ حرام ہے۔ ۲۵۹

مرتہن شئی مرہون کا خود محافظ ہے اس پر کسی طرح کی اجرت نہیں ہو پاتی۔ ۲۷۴

شئی مرہون اجارہ پر دینے سے رہن سے نکل جاتی ہے۔ ۲۸۸

کاشتکار بے اجازت زمیندار زمین کو رہن نہیں رکھ سکتا۔ اور اگر با اجازت زمیندار رہے تو اجارہ ہے۔ ۲۹۶

کاشتکار نے اگر زمیندار کی زمین رہن رکھ دی تو یہ اجارہ ہے رہن نہیں۔ ۲۹۷

بازاری عورت کی وہ رقم زنا یا غنا کی اجرت ہے اس کی ملک نہیں، فقراء کو دیں۔ ۶۵۴

Marfat.com

امانت

امانت میں وصیت۔ ۳۳۳

جوان بڑا بھائی اگر امین ہو تو چھوٹوں کے حق میں وصی کا درجہ رکھتا ہے۔ ۳۳۴

جو زیور امانت رکھا گیا تھا وہ شہادتِ عادلہ پر موقوف ہے۔ ۴۴۸

امین مرنے والے کے ورثہ کی موجودگی میں امانت کی رقم از خود خیرات وغیرہ میں خرچ نہیں کرسکتا۔ ۶۳۶

ضمان و تاوان

دلہن کا جہیز اگر مال مشترک سے ہے تو تعدی کے طور پر تلف کرنے میں ضمان لازم ہوگا۔ ۲۴۸

اگر بھائی نے بہن کو جہیز بطور ہبہ دیا تو وہ اس کی مستقل مالک ہے۔ اگر مال مشترک سے دیا تو دینے والے پر زمان ہے۔ ۳۵۳

اگر فاتحہ کی وصیت کا پیسہ اغنیاء کو کھلایا تو ناجائز اور خرچ کرنے والے پر تاوان ہے۔ ۳۶۲

مال مشترک سے بے اجازت جس قدر صرف کیا اس کا تاوان لازم ہے۔ ۴۹۷

ورثہ کا حق متعلق ہونے پر کسی کو اجازت نہیں نہ ترکہ کو خیرات کرے، اگر کیا تو تاوان دے۔ ۶۳۹

بیمہ

بیمہ کی ایک صورت اور اس کا حکم۔ ۷۰

قسمت

کسی تقسیم میں نہ حاکم کو یہ جبر پہنچتا ہے نہ ایک حصہ دار کو کہ بے رضائے دیگر بجائے عین قیمت لے۔ ۵۸۶

شرکت

جو حصہ مکان بکر نے اپنے پیسے سے خریدا اس میں دوسروں کا کچھ حق نہیں۔ ۳۸۷

عاریت

مرتہن نے اگر واقعی عاریۃً بلا دباؤ رہن کا مکان لیا تو اس میں رہنا جائز، اور اگر کرایہ پر دے دیا تو اجازتِ راہن سے اجارہ ہو جائے گا، رہن باطل۔ ۲۹۹

ایک شخص نے زیور عاریۃً لیا پھر دینے والا مرگیا اور ایک غیر معتمد سے معلوم ہوا کہ مرنے والا زیور پوتے کو دینے کی وصیت کر گیا ہے، تو اس صورت میں کیا حکم ہے ۶۳۴

مزارعت

کاشتکار کھیت کا مالک نہیں ہوتا۔ ۲۷۶

Marfat.com

ہنود سے زمین دخلی رہن میں لے کر زراعت کرنے میں حرج نہیں۔ ۲۹۹

فرائض و میراث

زوج کا ترکہ زوجہ کو اپنے مہر میں لے لینے کی اجازت ہے یا نہیں۔ ۵۹

اگر بعض لوگ مہر زوجہ کی معافی کا دعوٰی کریں اور زوجہ انکار کرے تو مہر میں وراثت جاری ہوگی یا نہیں۔ ۶۰

اپنے حصہ کو مہر زوجہ میں دے دیا بعد مرنے کے دوسرے اشخاص نے درخواست کی کہ ہمارا ابھی قرض ادا کیا جائے اور علاوہ اس حصہ مہر کے اور جائداد نہیں کیا حکم ہے ۶۷

میراث کی ایک شکل۔ ۳۲۲

اگر وارث کبیر نے صغیر کی پرورش یا شادی میں خرچ کیا تو ضروری اخراجات اس کے حصہ مال سے مجرا لے سکتا ہے۔ ۳۴۲

اگر بے اذن، بالغ بھائی بہن کی بڑے بھائی نے شادی کر دی اور اخراجات میں مشورہ و اجازت نہ لی تو اس کو مجرا نہیں لے سکتا۔ ۳۴۳

دلہن کا جہیز مجرا کیا جائے گا یا نہیں۔ ۳۴۵

مسئلہ وراثت کی ایک شکل۔ ۳۶۸

عورت کا نکاح ثانی کرلینا اس کے حق میراث کو نہیں روک سکتا۔ ۳۷۴

ایک صورت ترکہ کی تقسیم شرعی۔ ۳۷۴

تقسیم میراث کی بعض صورتیں۔ ۳۷۸

اگر پسر نے باپ کا قرضہ ادا کر دیا تو تقسیم میراث کے وقت اس کو وصول کر سکتا ہے۔ ۳۸۵

بالغ وارث جائز خرچ کی اجازت دے تو اس کے حصہ سے مجرا ہونگے مگر نابالغ کا مال بہر حال محفوظ رہے گا نہ وہ اجازت دے نہ اس کی طرف سے دوسرا، اس کو پورا پورا حصہ ملے گا۔ ۴۴۷

نابالغوں کے تقسیم حصص میں کمی رکھنا حرام ہے ۴۴۸

نابالغوں کے حصے یکجا رہیں بالغوں کو اپنے حصے کا اختیار ہے۔ ۴۴۸

باپ کے ہوتے ہوئے بھائی بہن کا استحقاق نہیں۔ ۴۶۳

بیوی مری صرف شوہر اور والدین کو چھوڑا تو اس کی تقسیم وراثت کی صورت۔ ۴۶۳

ارث ساقط کئے ساقط نہیں ہوتی۔ ۴۶۴

اگر یہ کہا کہ مجھ کو نہیں چاہئے دیکھیں صدقہ وغیرہ خرچ کر دو تو اس سے اس کی وراثت ساقط نہیں ہوتی چاہے تو لے چاہے صرف کرنے کی اجازت دے۔ ۴۶۴

بھانجی و ماموں زاد بھائی یہ دونوں چچا زاد بھائی کے ہوتے ہوئے وارث نہیں ہوسکتے ۴۶۶

دین مہر یا دیگر دیون ترکہ ہی سے ادا کئے جائینگے وارثوں پر ادائیگی واجب نہیں از خود کریں

Marfat.com

بہتر ہے۔ ۴۶۷
مشترک مال کی تقسیم وراثت کا طریقہ۔ ۴۶۹
تقسیم ترکہ کی ایک شکل۔ ۴۷۸
مال متروکہ سے ادائے دَین تقسیم ترکہ سے مقدم ہے۔ ۴۹۸
زوجہ کا حق وراثت ربع سے زائد جائز نہیں ۵۸۶
اصحاب فرائض سے جو بچے اس کے مصارف ۵۹۵
بیت المال کا کوئی حصہ معین نہیں۔ ۵۹۶
ردعلی الزوجین وراثۃً نہیں۔ ۶۰۰
اصحاب رد پر رد بجہت عصوبت ہے۔ ۶۰۰
مرد مرے اور ایک زوجہ ایک دختر چھوڑے تو مسئلہ آٹھ سے کرتے ہیں، ایک زوجہ کا سات دختر کا۔ ۶۰۱
ردعلی الزوجین فساد بیت المال کی وجہ سے ہے۔ ۶۰۲
ردعلی الزوجین ضرورۃً ہے لہذا اگر بیت المال منتظم ہو تو اسی میں رکھا جائے گا۔ ۶۰۳
فساد بیت المال کی علت کے قائل شافعیہ بھی ہیں۔ ۶۰۴
ردعلی ذی السہم النسبی کی علت فساد بیت المال بتانا افسد فسادات ہے۔ ۶۰۸
کوئی مرے اور صرف ایک لڑکی چھوڑے تو کل مال اسی کا ہے۔ ۶۰۸

اگر مرنے والے نے صرف باپ کو چھوڑا وہ بھی کل کا وارث ہے۔ ۶۱۳
شوہر جبکہ چچا کا بیٹا اور تنہا وارث ہو کل مال پائے گا۔ ۶۱۳
ردعلی الزوجین کا ماننا دو طرح ہے۔ ۶۱۶
زوجین بہ نسبت نرے بیگانوں کے اقرب ہیں۔ ۶۱۶
فساد بیت المال کے باوجود اگر کسی نے بیت المال میں رد کر دیا تو یہ جائز نہیں۔ ۶۱۹
موصی لہٗ بالزائد کے ہوتے ہوئے ردعلی الزوجین نہ ہوگا۔ ۶۲۰
مقرلہٗ، موصی لہٗ بالزائد سے بالا و اقوی ہے۔ ۶۲۱
موصی لہٗ بالزائد کے ہوتے ہوئے ردعلی الزوجین خرق اجماع ہے۔ ۶۲۲
موصی لہٗ بالزائد کا مرتبہ ہر غیر وارث سے مقدم ہے۔ ۶۲۲
یہ غلط ہے کہ ردعلی الفروض النسبیہ کی علت فساد بیت المال ہے۔ ۶۲۵
کفن دفن کے بقدر سنت کے بعد جو بچے اس کو حسب وصیت تہائی خرچ کیا جائے باقی ورثہ کو۔ ۶۴۷
دَین مستغرق مانع ملک ورثہ نہیں۔ ۶۵۶
تقسیم ترکہ کی ایک شکل۔ ۶۵۷

Marfat.com

مفقود الخبر

اگر کوئی وارث مفقود الخبر ہو تو اس کا ترکہ امانت رکھیں گے تا آنکہ اس کی عمر کے تمام آدمی مرجائیں تو پنچ کے ذریعہ اس کی موت کا حکم لگا کر اس کے وارثوں میں تقسیم کردیں۔ ۴۷۹

وارث بھائی مفقود الخبر ہو تو اس کا حصہ مال کیا کرے۔ ۴۹۳

منطق

قرض و دین میں عموم خصوص ہے۔ ۵۷۷

تاریخ و تذکرہ

شاہ عبد العزیز کی طرف حرمتِ قلیان کی نسبت غلط ہے۔ ۹۲

وفد عبد القیس کی آمد ۱۴۴

نوح علیہ السلام اور شیطان کا منازعہ۔ ۱۵۰

الآثار فی الباب عن امیر المومنین قد تواترت ۱۶۸

اگلی شریعتوں میں شراب حرام نہ تھی مگر نشہ ہر شریعت میں حرام رہا ہے۔ ۲۰۴

حضرت مولا علی اور سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کی طرف غلط اشیاء کا انتساب۔ ۲۰۴

عرف و رواج

شادی میں دلہن کو چڑھاوے کا حکم اسکی قوم کے رواج پر موقوف ہے۔ ۶۳۹

وعدہ

وعدہ جھوٹا کرنا حرام ہے۔ ۶۹

بھیک مانگنا

ملعون ہے جو اللہ کا واسطہ دے کر مانگے۔ ۲۱۴

جو خدا کا واسطہ دینے پر کچھ دے تو ستر نیکیاں لکھی جائیں، اور نہ دینے کا بھی اختیار رہے۔ ۲۱۴

اللہ کا واسطہ دے کر سوائے اُخروی دینی شے کے کچھ نہ مانگا جائے۔ ۲۱۵

اس بارہ میں عبد اللہ بن مبارک کا قول ۲۱۵

قوی تندرست پیشہ ور سائل کو ایک پیسہ نہ دے۔ ۲۱۵

فضائل و مناقب

علمائے دین کا ادب باپ سے زیادہ فرض ہے۔ ۲۱۶

تین شخص ایسے ہیں جن کا حق منافق ہی ہلکا جانے گا ان میں سے ایک عالم دین ہے۔ ۲۱۶

Marfat.com

ترغیب وترہیب

قرض ادا نہ کرنے والے کے القاب۔ ۶۹

تقریباً تین پیسہ قرض کے عوض سات سو نمازیں باجماعت جائیں گی۔ ۶۹

حرمتِ شراب اور اس پر تہدید میں سات احادیثِ کریمہ۔ ۱۰۱

جو شراب نکالے اور اٹھائے اور پیئے اور بیچے اور خریدے سب پر لعنت ہے۔ ۱۰۱

جو شراب پیئے اللہ تعالیٰ اس سے ایمان کھینچ لیتا ہے۔ ۱۰۲

تین شخص جنت میں نہ جائیں گے۔ ۱۰۲

شرابی کا عذاب۔ ۱۰۲

جو ایک بوند شراب پیئے اس کی چالیس روز تک نماز قبول نہ ہو اور جنت اس پر حرام۔ ۱۰۳

خدا کے خوف سے شراب چھوڑنے والے کا ثواب۔ ۱۰۳

نشہ گناہِ کبیرہ ہے۔ ۲۰۷

ورثہ اگر ثلث مال میں نفاذِ وصیت کو روکیں ظالم ہیں۔ ۴۰۸

جو کسی مسلمان سے سختی دور کرے اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اسکی سختی دور کرے۔ ۴۶۴

کسی کی طرف حرام کاری کی نسبت کرنے پر تہدیدیں۔ ۵۷۸

صلہ رحمی

حاجت پوری کرنے میں اپنے قریب کو مقدم رکھے۔ ۲۱۶

مرض وعلاج

افیون، چرس، بھنگ کا استعمال بطورِ دوا۔ ۲۱۳

افیون معدے میں سوراخ کر دیتی ہے۔ ۲۱۳

شرب وطعام

تاڑی کے خمیر والی روٹی سے احتراز چاہیئے۔ ۲۱۰

کھجور کا رس جب تک نشہ نہ لائے حلال ہے۔ ۲۱۰

تاڑی سے بنائی گئی پاؤ روٹی کا حکم۔ ۲۱۱

تمباکو کھانا، حقہ پینا جائز ہے۔ ۲۱۲

کھجور کا رس جو درخت کو چھیل کر نکالتے ہیں اس کا پینا کیسا ہے۔ ۲۱۳

تاڑ کا پھل جائز اور تاڑی پینا حرام۔ ۲۱۳

تاڑی جو حقیقۃً سرکہ ہوجائے جائز ہے۔ ۲۱۳

آداب

درود شریف کے وقت حقہ نہ پیئے اگر پیا ہو تو مسواک کلی سے منہ صاف کرکے شروع کرے۔ ۱۰۴

Marfat.com

حیل

نابالغ بچوں کے مال صرف کرنے کا ایک حیلہ شرعیہ۔ ۴۷۱

تنقید

مولوی عبدالحی لکھنوی کا رد۔ ۹۲
وصیت و وراثت سے متعلق آٹھ فتووں کا رد۔ ۵۴۲
فتویٰ عا کی عجیب تر تحریر۔ ۵۵۷
فتویٰ عا کی ایک عجیب وغریب غلطی۔ ۵۷۴

ردِّ بد مذہباں

مفتیِ ندوہ مولوی عبداللہ ٹونکی کے ایک غلط فتویٰ کا رد۔ ۲۶۵

حقوق العباد

غیر مسلم کا قرضہ مسلمان پر تھا دونوں مر گئے اب اس مسلمان پر کچھ عذاب ہے یا نہیں ۶۲
کافر حربی کے مال کے سبب مسلمان پر حق العبد لازم نہیں۔ ۶۲
ذمی کا مال مثل مسلمانوں کے سمجھا جاتا ہے ۶۴
ذمی کا حق مسلمانوں کے حق سے سخت تر ہے۔ ۶۴
قیامت کے دن مسلم سے معافی کی امید ہے ذمی سے نہیں۔ ۶۴
اللہ تعالیٰ حقوق العباد معاف نہیں کرتا جب تک بندے خود معاف نہ کریں۔ ۶۹
اطاعتِ والدین جائز باتوں میں فرض ہے ناجائز باتوں میں کسی کی اطاعت جائز نہیں ۲۰۴
بڑا بھائی بھی حقِ تعظیم رکھتا ہے مگر والدین کے برابر نہیں۔ ۲۰۵
والدین کی خدمت اور بچوں کی تربیت بھی عین کارِ دین و رضائے رب ہے۔ ۴۶۹
میت کو برہنہ رکھنا جائز نہیں کہ تعظیمِ مسلمان مردہ و زندہ یکساں ہے۔ ۵۹۲

حظر و اباحت

بدگمانی اور تہمت کی جگہوں سے بچنے کا حکم ۷۸
وہ حقہ جو حواس و دماغ میں فتور لائے ممنوع ہے۔ ۹۳
ہندوؤں کی بنائی مٹھائی کھانا حلال بچنا بہتر۔ ۹۹
حقے کا دم لگانا کہ حواس خراب ہو حرام ہے۔ ۱۰۴
اگر بو رکھتا ہے خلافِ اولیٰ ہے۔ ۱۰۴
افیونی کو کھانا کھلایا جا سکتا ہے مگر پیسہ نہ دیا جائے جبکہ معلوم ہو کہ افیون میں صرف کرے گا۔ ۱۰۵
صحیح یہی ہے کہ دوا میں بھی شراب کا استعمال جائز نہیں۔ ۲۰۵

Marfat.com

جامد چیزوں میں کثیر مسکر حرام ہے۔ ۲۰۶
بھنگ اور افیون کا نشہ حرام مگر یہ نجس نہیں ۲۰۷
حرام کرنا اور اس کی رائے دینا دونوں
حرام ہے۔ ۲۰۸
خالص پانی بھی دورِ شراب کی طرح پینا
منع ہے۔ ۲۱۳
زرِ خبیث کو اپنے صرف میں نہ لائے اس لئے
کہ یہ مانع اجابتِ دعا ہے۔ ۲۲۷
عوام کو یہ حکم ہے کہ علمائے معتمدین کے
فتویٰ پر عمل کریں نہ کہ ہر کس و ناکس کے۔ ۲۴۴
مواضعات کا دخلی رہن جس کا آجکل رواج
ہے محض حرام ہے۔ ۲۷۸
جھوٹی بات پر قرآن مجید کی قسم کھانا یا اٹھانا
سخت عظیم گناہ ہے اور سچی بات پر
بلا ضرورت نہ چاہیئے۔ ۳۰۳
دعوت کا کھانا بر سبیل اباحت ہوتا ہے
بغیر اذنِ مالک اس میں تصرف جائز
نہیں۔ ۳۶۲
یتیم خانہ میں دیئے گئے کپڑے اگر بیکار
ہوں تو اُن کو درست کرا کے استعمال کرانا
یا اُس کو فروخت کر کے مصرفِ یتامیٰ میں
لانا درست ہے۔ ۴۳۴
جو مصاحف وقف یتیم خانہ میں ضرورت
سے زائد ہوں ان کو ہدیہ کر کے خرچ
کر سکتے ہیں۔ ۴۳۴
یتیم خانہ کے چندہ سے یتیموں کے ختنہ اور یتیم
بچیوں کی شادی میں معمولی طور پر خرچ
کر سکتے ہیں۔ ۴۳۵

متفرقات

یہ خیال کہ روزِ قیامت حقہ پینے والے سے
حضور روئے انور پھیر لیں گے، محض افترا
ہے۔ ۲۱۰
دکان اس شرط پر لینا کہ جو کچھ اس پر خرچ
ہوگا کروں گا منافع بھی لوں گا اور جب
میرا روپیہ واپس ہوگا تو دکان مدتِ معینہ
گزرنے پر چھوڑ دوں گا۔ ۲۴۴
عوام اور آج کل کے قانون دان نرے تلفظ
یا کاغذ کی تحریر کو قبضہ سمجھتے ہیں یہ
غلط ہے۔ ۲۸۴
مجرد رجسٹری یا کوئی تحریر کوئی چیز نہیں
جب تک گواہان سے ثابت نہ ہو۔ ۵۰۳
درمختار میں ہے کہ زوجین پر رد نہیں
اور جو رد علی الزوجین حضرت عثمان غنی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے
اس میں کلام ہے۔ ۶۱۷

Marfat.com

کتاب المداینات

(مداینات کا بیان)

مسئلہ از اجین مکان میر خادم علی صاحب اسٹیٹ مرسلہ ملا حاجی یعقوب علی خاں ۲۱ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین عظّام شرع نبی اس مسئلہ میں کہ ہندو کفّار سے کسی اہلِ اسلام نے قرضہ لیا تھا اور قضاءً عنداللہ وہ قرضخواہ واصلِ جہنم ہوا اور اس کا کوئی ورثہ باقی نہیں تو اس کے قرضہ کے ادا کی کیا صورت ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

جو شخص مرجائے اور کوئی وارث نہ چھوڑے نہ کسی کے نام وصیت کی ہو تو اس کے مال کا مستحق بیت المال ہے اور بیت المال کے ایسے مال کے مستحق مذہب جمہور پر فقراء مساکین عاجزین ہیں کہ ان کے کھانے پینے، دوا دارو، کفن دفن میں صرف کیا جائے۔ درمختار میں ہے:

ورابعها الضوائع مثلا مالا یکون لہ اناس وارثونا[1]

اور ان میں چہارم ضوائع (گری پڑی اشیاء) ہیں مثلاً وہ شئی جس کا لوگوں میں سے کوئی وارث نہ ہو۔ (ت)

---

[1] الدرالمختار کتاب الزکوٰۃ باب العشر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۰

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے:

الضوائع ای اللقطات وقولہ مثل مالا ای مثل ترکۃ لاوارث لہا اصلاً اولہا وارث لایرد علیہ، فمصرفہ المشہور اللقیط الفقیر والفقراء الذین لا اولیاء لہم فیعطی منہ نفقتہم وادویتہم وکفنہم وعقل جنایتہم کما فی الزیلعی وغیرہ وحاصلہ ان مصرفہ العاجزون الفقراء[1] اھ ملتقطا۔

ضوائع یعنی لقطے (گری پڑی اشیاء) پس ماتن کا قول "مثل مالا" یعنی اس ترکہ کی مثل جس کا سرے سے کوئی وارث نہ ہو یا ایسا وارث ہو جس پر (بچا ہوا ترکہ) رَد نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ اس کا مشہور مصرف وہ لقیط ہے جو محتاج ہو اور وہ فقراء ہیں جن کے لئے کوئی ولی نہ ہوں، اس میں سے ان کو خرچہ، دوائیں، کفن کے اخراجات اور جنایات کی دیتیں دی جائیں گی جیسا کہ زیلعی وغیرہ میں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس کا مصرف عاجز فقراء ہیں اھ التقاطاً۔ (ت)

اور یہ حکم جیسا مال مسلم کے لئے ہے یونہی مالِ کافر کے لئے بھی، عالمگیری میں ہے:

من مات من اھل الذمۃ ولا وارث لہ فمالہ لبیت المال کذا فی الاختیار شرح المختار[2]

ذمّیوں میں سے کوئی مرگیا اور اس کا کوئی وارث نہیں تو اس کا مال بیت المال میں رکھا جائیگا۔ اختیار شرح مختار میں یونہی ہے۔ (ت)

پس ایسی صورت میں وہ مال فقراء کو دے دے نہ اس نیت سے کہ اس صدقہ کا ثواب اس کافر کو پہنچے کہ کافر اصلاً اہلِ ثواب نہیں بلکہ اس وجہ سے کہ خبیث مرگیا اور موت مزیلِ ملک ہے تو اب وہ اس مال کا مالک نہ رہا بلکہ حق بیت المال ہوا تو فقراء کو بذریعہ استحقاق مذکور دیا جاتا ہے۔ واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲ از بنارس محلہ پتر کنڈہ مرسلہ مولوی عبدالحمید صاحب ۲۵ رجب المرجب ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ابقاہم اللہ تعالٰی الٰی یوم الدین، اس میں کہ زید اکبرآباد سے چل کر شب کو تین بجے دہلی کے اسٹیشن پر اُترا اور وہاں سے تین آنے کرایہ کو ایک

---

[1] ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ باب العشر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۸

[2] الفتاوی الہندیۃ کتاب الفرائض الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۴۵۴

Marfat.com

گاڑی کے سرائے میں آیا اور وہاں آکر گاڑی بان کو کرایہ دینے کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا تو پیسے نہ تھے گاڑی بان سے کہا کہ صبح کو آن کرلے لینا، اس نے کہا اچھا، زید صبح کو دس بجے تک اسٹیشن پر گاڑی بان کا منتظر رہا وہ نہ آیا بعد دس بجے کے زید شہر میں اپنا کام کرنے کو چلا گیا اپنے سب کام سے فارغ ہو کر شام کی گاڑی میں سوار ہو کر اپنے گھر چلا آیا وہ گاڑی بان کا کرایہ اس کے ذمّے رہے گا تو اس کو زید کب کیسے ادا کرے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اسٹیشن پر جانے والی گاڑیاں اگر کوئی مانع قوی نہ ہو تو ہر گاڑی کہ آمد و رفت پر ضرور آتی جاتی ہیں۔ اگر زید اسٹیشن پر تلاش کرتا ملنا آسان تھا اب بھی خود یا بذریعہ کسی متدیّن معتمد کے تلاش کرائے اگر ملے دے دئے جائیں ورنہ جب یاس و ناامیدی ہو جائے اس کی طرف سے تصدق کر دے اگر پھر کبھی وہ ملے اور اس تصدق پر راضی نہ ہو اُسے اپنے پاس سے دے،

کماھو شان اللقطۃ و سائر الضوائع۔

جیسا کہ لقطہ اور دیگر گری پڑی اشیاء کا حال ہوتا ہے۔ (ت)

تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

(علیہ دیون و مظالم جھل اربابھا و) ایس (من علیہ ذالک (من معرفتھم فعلیہ التصدق بقدرھا من مالہ وان استغرقت جمیع مالہ) ھذا مذھب اصحابنا لا نعلم بینھم خلافا کمن فی یدہ عروض لم یعلم مستحقیھا اعتبارا للدیون بالاعیان (و) متی فعل ذلک (سقط عنہ المطالبۃ من اصحاب الدیون (فی العقبی) مجتبی[1]

اس پر قرضے اور مظالم ہیں جن کے مالکوں کا پتہ نہیں اور وہ مقروض ان مالکوں کی معرفت سے ناامید ہو چکا ہے تو اس پر ان قرضوں کے برابر اپنے مال سے صدقہ کرنا ضروری ہے اگرچہ اس کا سارا مال اس میں ختم ہو جائے، ہمارے ائمہ کا یہی مذہب ہے۔ ہمارے علم میں ان کا اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں۔ جیسے کسی شخص کے پاس ایسا سامان ہو جس کے مستحقین معلوم نہیں قرضوں کو اجناس پر قیاس کرتے ہوئے، اور جب اس نے ایسا کر دیا یعنی صدقہ کر دیا تو آخرت میں اصحاب دیون کی طرف سے اس پر سے مطالبہ ساقط ہو گیا۔ (ت)

[1] الدر المختار کتاب اللقطۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۶۶

Marfat.com

انھیں میں ہے :

(فان جاء مالکھا) بعد التصدق (خیر بین اجازۃ فعلہ ولو بعد ھلاکھا) ولہ ثوابھا (او تضمینہ)[1]۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

اگر صدقہ کردینے کے بعد مالک آگیا تو اس کو اختیار دیا جائے گا کہ چاہے تو صدقہ کرنے والے کے فعل کو جائز قرار دے اگرچہ اجازت لقطہ کی ہلاکت کے بعد ہو، اس کا ثواب مالک کو ملے گا اور اگر چاہے تو اس کو ضامن ٹھہرائے۔ (ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۳ از بنارس محلہ کندی گڈھ ٹولہ مسجد بی بی راجی شفاخانہ مرسلہ مولوی حکیم عبدالغفور صاحب ۵ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید صاحب علاقہ وجائداد اپنا ایک موضع جس میں گودام بیل اس کے متعلق مکانات وبنگلہ واصطبل وگاڑی خانہ وغیرہ تھے وقدرے اپنے دوسرے موضع سے بعوض چھ ہزار روپے کے بدست عمرو بیع میعادی مدت دس سال کی کرتا ہے اور خالد عم زادہ زید جس کا کاروبار سب زید سے علیحدہ ہے عمرو مشتری سے یہ شرط کرتا ہے کہ بیع میعادی کرلو سارا انتظام اُس موضع کا ہم بطور ٹھیکہ دار کے کریں گے فقط تم کو نفع دو سو پچاس روپے سالانہ دیا کریں گے اور ما بقی بعد ادائے مال گزاری سرکار ودیگر مصارف ہم لیں گے ہم اس کے ذمہ دار ہیں اور کسی امر سے تم کو تعلق نہ رہے گا ووقت انقضائے میعاد فوراً تمھارا روپیہ ادا کردیا جائے گا اور اندر میعاد تم اپنا روپیہ چاہو گے تو قبل چند ماہ ہم کو اطلاع دینا کہ ہم یعنی زید روپیہ واپس کردیں گے اور اگر اندر میعاد ہم کو روپیہ مہیا ہوجائے گا تو ہم دے کر اپنی جائداد واپس لیں گے اور کسی نوع کی مداخلت تم کو حاصل نہ رہے گی یہ قول خالد ٹھیکہ دار کا ہے اگر عمرو شرطِ مذکور کے ساتھ معاملہ کرلے تو جائز ہوگا یا نہیں؟ درصورت عدم جواز کے کس طور سے معاملہ مذکور تو جائز ہوسکتا ہے؟

الجواب

یہ صورت بیع وفا کی ہے اور بیع وفا مذہب محقق ومنقح میں عین رہن ہے۔

فی ردالمحتار قدمنا انفاعن جواھر الفتاوٰی انہ الصحیح قال فی الخیریۃ والذی علیہ الاکثر

ردالمحتار میں ہے ابھی ابھی ہم جواہر الفتاوٰی کے حوالے سے بیان کرچکے ہیں کہ یہ صحیح ہے۔ فتاوٰی خیریہ میں ہے اکثر علماء کا مؤقف یہ ہے کہ

---

[1] الدرالمختار کتاب اللقطۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۶۵

Marfat.com

انه رهن لا يفترق عن الرهن في حكم من الاحكام قال السيد امام قلت للامام ابي الحسن الماتريدي قد فشا هذا البيع بين الناس وفيه مفسدة عظيمة وفتواك انه رهن وانا ايضا على ذلك فالصواب ان تجمع الائمة ونتفق على هذا ونظهره بين الناس فقال المعتبر اليوم فتوانا وقد ظهر ذلك بين الناس فمن خالفنا فليبرز نفسه وليقم دليله[1] الخ۔

یہ رہن ہے اور کسی حکم میں یہ رہن سے مختلف نہیں ہے۔ سید امام نے فرمایا میں نے ابوالحسن ماتریدی سے کہا کہ یہ بیع لوگوں میں پھیل گئی ہے اور اس میں فسادِ عظیم ہے جبکہ آپ کا فتوٰی ہے کہ یہ رہن ہے اور میں بھی اسی پر قائم ہوں۔ چنانچہ درست بات یہ ہے کہ ہم ائمہ کو اس پر جمع کرکے متفق ہوں اور اس کو لوگوں میں ظاہر کریں، تو انھوں نے فرمایا کہ اس وقت ہمارا فتوٰی معتبر ہے اور وہی لوگوں میں ظاہر ہے تو جو ہماری مخالفت کرے وہ اپنا مؤقف ظاہر کرے اور اس پر دلیل قائم کرے الخ (ت)

اور رہن میں کسی طرح کے نفع کی شرط بلاشبہہ حرام اور خالص سُود ہے بلکہ ان دیار میں مرتہن کا مرہون سے انتفاع بلاشرط بھی حقیقۃً بحکم عرف انتفاع بالشرط ربائے محض ہے۔

قال الشامی قال ط قلت والغالب من احوال الناس انهم انما یریدون عند الدفع الانتفاع ولولاه لما اعطاه الدراهم وهذا بمنزلة الشرط لان المعروف کالمشروط وهو مما یعین المنع[2]

شامی نے کہا کہ ط نے فرمایا میں کہتا ہوں غالب حال لوگوں کا یہ ہے کہ وہ رہن سے نفع کا ارادہ رکھتے ہیں اگر یہ توقع نہ ہو تو قرض ہی نہ دیں اور یہ بمنزلہ شرط کے ہے کیونکہ معروف مشروط کے حکم میں ہوتا ہے۔ یہ بات عدمِ جواز کو متعین کرتی ہے۔ (ت)

بالجملہ جبکہ دیہات اس بیع بے معنی کے سبب ملک زید سے نہ نکلے تو عمرو کو اُن کی توفیر سے کسی جز کا استحقاق نہیں، نہ وہ ملکِ غیر کو اجارہ پر دے سکتا ہے، نہ رہن و اجارہ ہرگز جمع ہوسکتے ہیں، نہ یہ صورت اجارۂ دیہات کہ ان بلاد میں جاری جس کا حاصل اجارۂ توفیر و محاصل ہوتا ہے نہ اجارۂ زمین کہ وہ تو اجارۂ مزارعین زمین ہے، کسی طرح صورتِ جواز نہیں رکھتی ہے کما حققناہ بتوفیق اللہ تعالٰی۔

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع باب الصرف داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۴۶

[2] ردالمحتار کتاب الرہن " " " ۵/ ۳۱۱

Marfat.com

فی فتاوٰنا (جیساکہ اس کی تحقیق ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم اپنے فتاوٰی میں کرچکے ہیں۔ ت) غرض یہ حیلۂ باطلہ اصلاً بکار آمد نہیں، ہاں اس کی صورتوں میں ایک صورت یہ ہے کہ مثلاً زید چھ ہزار روپے عمرو سے دس سال کے وعدے پر لیا چاہتا ہے اور عمرو ڈھائی سو روپے سال نفع کا خواستگار رہے تو زید اپنی کوئی شے عمرو کے ہاتھ چھ ہزار روپے نقد کو بیچے اور عمرو روپے ادا کرکے شے مبیع پر قبضہ کرلے اس وقت تک کوئی ذکر و شرط درمیان نہ ہو اس بیع کو صرف زبانی طور پر بجالائیں بلکہ حقیقتاً بیع مقصود ہو۔ پھر عمرو وہی شے زید کے ہاتھ آٹھ ہزار پانسو روپے بوعدۂ دہ سال فروخت کرے، یہ زیادت کہ ایک بیع صحیح میں بتراضی طرفین ہوئی حلال و روا ہے۔ فتاوٰی امام اجل قاضی خان میں ہے:

رجل لہ علی رجل عشرۃ دراھم فاراد ان یجعلہا ثلثۃ عشر الی اجل قالوا یشتری من المدیون شیئا بتلک العشرۃ ویقبض المبیع ثم یبیع من المدیون بثلثۃ عشر الی سنۃ فیقع التحرز عن الحرام ومثل ھذا مروی عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ امر بذلک رجل طلب من رجل دراھم لیقرضہ بدہ دوازدہ فوضع المستقرض متاعا بین یدی المقرض فیقول للمقرض بعت منک ھذا المتاع بمائۃ درھم فیشتری المقرض ویدفع الیہ الدراھم ویاخذ المتاع ثم یقول المستقرض بعنی ھذا المتاع بمائۃ وعشرین فیبیعہ لیحصل للمستقرض مائۃ درھم ویعود الیہ متاعہ ویجب للمقرض علیہ مائۃ وعشرون درھما[1] الخ۔

ایک شخص کے دوسرے پر دس درہم قرض ہیں اور وہ چاہتا ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد وہ تیرہ درھم ہوجائیں تو علماء نے کہا کہ وہ مقروض سے انہی دس درھموں میں کوئی شے خریدے اور اس کو اپنے قبضہ میں لے کر پھر تیرہ درھم کے عوض ایک سال کے ادھار پر مدیون کے ہاتھ فروخت کردے تو اس طرح حرام سے اجتناب واقع ہوجائیگا اسی کی مثل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا: ایک شخص نے دوسرے سے دس درہم قرض مانگا اس شرط پر کہ وہ بارہ درھم واپس کرے گا تو قرض خواہ اپنی کوئی چیز قرض دہندہ کے سامنے رکھ کرکہے کہ میں نے یہ چیز سو درھم کے عوض تمہارے ہاتھ فروخت کی۔ قرض دہندہ اس کو خرید کر سو درھم ادا کردے اور وہ چیز اپنے قبضہ میں لے لے۔ پھر قرض خواہ کہے کہ یہ چیز تو میرے ہاتھ ایک سو بیس درھم میں فروخت کردے تاکہ قرضخواہ کو سو درھم بھی مل جائیں اور اس کا سامان بھی اس کے پاس لوٹ آئے اور قرض دہندہ کے لئے اس پر ایک سو بیس

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب البیع فصل فیما یکون فراراً عن الربٰو نولکشور لکھنؤ ۲/ ۴۰۶

Marfat.com

درہم واجب ہوجائیں الخ۔ (ت)

پھر اگر زید میعاد کے اندر زرِ اصل یعنی چھ ہزار روپے ادا کرے گا تو بحساب دوسو پچاس[۲۵۰] روپے سالانہ اُس وقت تک جتنا لازم ہوا ہوگا اسی قدر ادا کرنا ہوگا مثلاً پانچ برس میں روپے ادا کر دئے تو صرف ساڑھے بارہ سو زیادہ ہونگے اور دو برس میں تو فقط پانچ سو اور چھ مہینے میں تو صرف سوا سو وعلٰی ھذا القیاس، تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

قضی المدیون الدین المؤجل قبل الحلول اومات فحل بموتہ فاخذ من ترکتہ لایاخذ من المرابحۃ التی جرت بینھما الا بقدر مامضی من الایام وھو جواب المتاخرین قنیہ وبہ افتی المرحوم ابو السعود افندی مفتی الروم عللہ بالرفق للجانبین[1]

مدیون نے دین مؤجل کو میعاد سے پہلے ادا کردیا یا مدیون مرگیا جس کی بنا پر دین حالی ہوگیا (مؤجل نہ رہا) چنانچہ میّت مدیون کے ترکہ سے لے لیا گیا تو اب قرضخواہ وہ نفع نہ لے جو اس کے اور مدیون کے درمیان طے پایا تھا مگر بقدرِ ایامِ گزشتہ کے اور یہی جواب متاخرین کا ہے (قنیہ) اور مفتیِ روم ابوالسعود آفندی نے یہی فتوٰی دیا اور دونوں جانبوں کی رعایت کو اس کی علّت قرار دیا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ لایاخذ من الخ صورتہ اشتری شیئا بعشرۃ نقدا وباعہ لآخر بعشرین الٰی اجل ھو عشرۃ اشھر فاذا قضاہ بعد تمام خمسۃ اومات بعدھا یاخذ خمسۃ ویترك خمسۃ[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

ماتن کا قول لایاخذ من الخ اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی چیز دس درہم نقد کی خریدی اور دوسرے کے ہاتھ بیس درہم کے عوض دس مہینے کے ادھار پر فروخت کی۔ پھر مدیون نے اگر پانچ ماہ بعد ثمن ادا کردیا یا پانچ ماہ بعد وہ مرگیا تو صاحبِ دین پانچ درہم نفع لے اور پانچ درہم چھوڑ دے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۲ از گوالیار ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مثلاً ہندہ کا شوہر زید فوت ہوا اُس نے مال از قسم

---

[1] الدرالمختار مسائل شتّی قبیل کتاب الفرائض مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۵۱

[2] ردالمحتار " " " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۸۲

Marfat.com

زیور وکپڑے اور مکانات چھوڑے اور مہر ہندہ کا اُس جائداد متروکہ زید سے زائد ہے اور ہندہ نے اپنے دین مہر میں جو جائداد کہ شوہر ہندہ نے چھوڑی اور ہندہ کے قبضہ میں ہے تو بعد فوت ہوجانے اپنے شوہر کے جائداد مذکور کو ہندہ لے لے تو ہندہ کو لے لینا اس جائداد کا پہنچتا ہے یا نہیں ؛ دوسرے یہ کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ بعد فوت ہونے شوہر کے ہندہ نے وقت تیار ہونے جنازہ اپنے شوہر کے دین مہر اپنا جو ذمہ شوہر اپنے کے تھا وُہ معاف کردیا حالانکہ ہندہ معاف کرنے مہر سے انکار کرتی ہے تو آیا ہندہ کے مہر میں وراثت جاری ہوگی یا نہیں ؛ اور دوسرے وارث زید کا دعوٰی دین مہر میں چل سکتا ہے یا نہیں ؛ بیّنوا توجروا۔

الجواب

تقریر و بیانِ سائل سے ظاہر ہوا کہ جائداد اگرچہ پہلے سے قبضہ ہندہ میں ہے مگر زید نے اپنی حیات میں یہ مال وجائداد ہندہ کو اس کے مہر میں نہ دیا تھا بلکہ خود ہندہ نے بعد فوت شوہر ترکہ شوہر اپنے دین مہر میں لے لیا پس صورت مستفسرہ میں جبکہ حسب اظہار سائل تعداد زرِمہر قیمتِ ترکہ سے زائد ہے تو وارثوں کے لئے ترکہ میں اصلاً ملک ثابت نہ ہوئی۔ اشباہ والنظائر میں ہے :

الدین المستغرق للترکۃ یمنع ملک الوارث[1] — جو قرض تمام ترکہ کو محیط ہو وہ ملک وارث سے مانع ہوتا ہے۔ (ت)

ترکہ میں جس قدر زرِ نقد تھا ہندہ کا اسے اپنے مہر میں لے لینا صحیح و واجب ہوا اور اتنے روپے مہر سے ادا ہوگئے۔ عالمگیری میں ہے :

ان ترك المیّت صامتا مثل مھرھا کان لھا ان تاخذ مھرھا من الصامت لانھا ظفرت بجنس حقھا[2] — اگر میّت نے اپنی بیوی کے مہر کے برابر نقدی چھوڑی تو وہ اس میں سے اپنا مہر وصول کرسکتی ہے کیونکہ وُہ اپنے حق کی جنس کو وصول کرنے پر قادر ہوگئی ہے۔ (ت)

باقی مال نہ تو وارث بے ادائے بقیہ مہر اپنی میراث میں لے سکتے ہیں نہ ہندہ بے رضامندی دیگر ورثہ اپنے مہر میں لے سکتی ہے بلکہ اسے بیچ کر ہندہ کا باقی مہر اور اسی طرح اور دین بھی اگر ذمہ زید ہو ادا کیا جائے گا اور کوئی وارث کچھ نہ پائے گا خواہ دیگر ورثہ اپنے پاس سے مہر وغیرہ دین ادا کرکے جائداد

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی الملک ادارۃ القرآن کراچی ۲/۲۰۴
[2] الفتاوی الہندیۃ کتاب الوصایا الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۱۵۳

Marfat.com

بیع سے بچالیں۔ اشباہ میں ہے:

للوارث استخلاص الترکۃ بقضاء الدین ولو مستغرقا[1] — وارث کو حق پہنچتا ہے کہ وہ میت کا قرض ادا کرکے ترکہ کو بیع سے بچالے (ت)

یہ سب اس صورت میں ہے کہ لوگوں کا وہ بیان معافی مہر بہ ثبوت شرعی ثابت نہ ہو یعنی اگر دو مرد یا ایک مرد دو عورت مسلمان نمازی پرہیزگار جو نہ کسی گناہ کبیرہ میں مبتلا ہوں نہ کسی گناہِ صغیرہ میں اصرار رکھتے ہوں نہ کوئی فعل سفلہ میں آوارہ وضعی کا کرتے ہوں اور ان کی عقل و یاد قابلِ اعتماد ہو اور اس معاملہ میں اُن کا بیان گمان و تہمت طرفداری سے پاک ہو (کہ ان سب شرائط کی تفصیل کُتبِ فقہ میں مذکور ہے) ایسے گواہ شہادت شرعیہ دیں کہ اُن کے سامنے ہندہ نے مہر معاف کردیا تو معافی ثابت ہوجائے گی اور ہندہ دعوٰی مہر نہ کرسکے گی اور اگر گواہوں میں ان سات شرطوں میں سے ایک بھی کم ہے تو اُن کا بیان نامقبول اور دعوٰی ہندہ مسموع و نامعقول، پھر برتقدیر ثبوت معافی مہر ہندہ میں دیگر ورثہ کا کوئی دعوٰی نہیں یہ محض جہالت ہے معافی کے یہ معنٰی کہ وہ باوجود ذمہ زید پر تھا ساقط ہوگیا نہ یہ کہ کوئی مال زید کو ملا جس میں وارث حصہ دار ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵

۲۱ جمادی الآخرہ ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے یافتنی مبلغ نوّے ۹۰ روپے ذمہ بکر کے واجب الادا ہیں جس کا اقرار بکر نے زید سے کیا کہ مبلغ نوّے ۹۰ روپے عرصہ نو سال میں بحساب دس روپے سالانہ ادا کیا کروں گا روپیہ آخر سال فصل پر دیا کروں گا اگر کسی سال کا روپیہ وعدہ مندرجہ اقرارنامہ پر ادا نہ کروں تو کُل روپیہ یکمشت فوراً ادا کروں گا اور زید کو اختیار ہے کہ بشرط وعدہ خلافی ایک قسط کے، کُل روپے یکمشت مجھ سے لے لے۔ تو اب یہ امر دریافت طلب ہے کہ درصورت وعدہ خلافی ایک قسط کے کُل روپیہ یکمشت واجب الادا ہوا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب

صورت مسئولہ میں بلاشبہہ کُل روپیہ یکمشت واجب الادا ہوگیا۔ فتاوٰی خلاصہ، فتاوٰی بزازیہ و طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے:

لوقال کلما حل نجم ولم تؤد — اگر کہا کہ وقت مقررہ پر قسط ادا نہ کی گئی تو مال

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی الملک ادارۃ القرآن کراچی ۲/۲۰۵

Marfat.com

فالمال حال صح وصار حالاً[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔

حالی ہوجائے گا (مؤجل نہیں رہے گا) تو صحیح ہے اور مال حالی ہوجائے گا۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶: از اجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی صاحب ۱۱ محرم الحرام ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے ذوی الاحترام و مفتیان پابند شرع خیر الانام اس مسئلہ میں کہ ہری سنگھ چودھری کا قرضہ واجب الادا رحیم الدین پر ہے اور دونوں فوت ہوگئے اور کوئی وارث شرعی نہیں رکھتے کہ قرض ادا کیا جائے کیونکہ قرضہ غیر مسلم پر ہے تو بدلا ایک دوسرے کی نیکی پر موقوف ہے اعنی سوائے ایمان کے نیکی اس کے قرض خواہ کو دینا لائق اعتبار اور اگر معرا اعمال نیک ہے تو مدعا علیہ کی نیکی مدعی کو دینا لابد اور مدعا علیہ بری اور کافر مستحق نیکی نہیں کہ اہل اسلام ہو کہ اس کی بدی سوائے شرک و کفر اور نہیں اور شرک و کفر اہل اسلام پر عائد نہیں ہوتا اس صورت میں تصفیہ اہل اسلام اور اہل نار کس طور سے ہوگا، بیان فرمادیں بحوالہ الکتب۔

الجواب

اگر وہ کافر حربی ہے تو اس کے مال کے سبب مسلمان پر حق العبد لازم نہیں جس کا تصفیہ درکار فان اموالھم مباحۃ غیر معصومۃ (کیونکہ حربی کافروں کا مال مباح ہے معصوم نہیں۔ ت) ہاں بطور غدر و عہد شکنی لیا ہو گناہ و حق اللہ ہے جس پر مواخذہ یا عفو اللہ عزوجل کی مشیت میں ہے،

الاترٰی ان من دخل دارھم مستأمنا فاخذ غدرًا فاحرزہ بدارنا ملك ملکا خبیثا فالخبث للغدر والملك للاستیلاء علٰی مال مباح فالاحراز انما ھو شرط التملك لانتفاء العصمۃ ارأیت ان اغار مسلمون علٰی دار الحرب فغنموا اموالا فما توا قبل ان

کیا تُو نہیں دیکھتا کہ جو مسلمان امن لے کر حربیوں کے ملک میں گیا اور ان کا مال دھوکہ سے اپنے ملک میں سمیٹ لایا تو ملک خبیث کے ساتھ مالک ہوا خبث تو دھوکہ کی وجہ سے اور ملک اس لئے کہ مال مباح پر قابض ہوا ہے۔ لہٰذا اس مال کو قبضہ میں لے کر محفوظ کرنا مالک ہونے کے لئے شرط ہے عصمت کے منتفی ہونے کی وجہ سے بھلا دیکھو تو اگر مسلمان دار الحرب پر حملہ آور ہو کر مال غنیمت

---

[1] رد المحتار کتاب البیوع مایبطل بالشرط الفاسد الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۲۸

Marfat.com

یحرزوا ولم تصل الاموال الی من اخذت منہ اتکون الحربیون خصماء المسلمین فی ذٰلک عند اللہ کلا فعلم ان الاثم فی الغدر لحق الشرع لا لحق الکافر۔

پائیں اور اس کو جمع کرکے محفوظ مقام تک پہنچانے سے قبل ہی مرجائیں تو کیا اللہ تعالٰی کے ہاں اس مال کے بارے میں وہ حربی کفار مسلمانوں سے مخاصمہ کرینگے؟ ہرگز نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ دھوکہ کی صورت میں گناہ حقِ شرع کی وجہ سے ہے نہ کہ حق کافر کی وجہ سے۔ (ت)

اور وہ کافر ذمّی ہے تو اگر یہ قرض اس نے سچی نیت سے لیا اور اس کے ادا کا قصد رکھتا تھا اور قدرت نہ پائی کہ مرگیا تو مسلمان پر اس کے باعث عذاب نہ ہوگا کہ قرض لینا گناہ نہیں اور ادا پر قادر نہ ہونا اس کا فعل نہیں۔ اور اللہ عزّ وجل بے کسی گناہ کے عذاب نہیں فرماتا۔ رہا اس کا حق اُسے اللہ تعالٰی جس طرح چاہے راضی فرمادے گا اگرچہ اس پر کسی عذاب یا ہول کی تخفیف سے ہر کافر پر کفر و معاصی سب کے سبب عذاب ہے۔ قال تعالٰی:

ماسلککم فی سقر، قالوا لم نک من المصلین[1] الاٰیۃ۔

مسلمان کافروں سے کہیں گے تمہیں کس چیز نے جہنم میں پہنچایا تو وہ کہیں گے ہم نماز نہیں پڑھتے تھے (ت)

جزاء کفر تخلید فی النار والعذاب ہے اس میں تخفیف امکان شرعی نہیں رکھتی،

فان التخفیف فی التابید ابطال لہ رأسا وفیہ تبدیل القول وھو محال۔

ہمیشگی میں تخفیف اس کا ابطال ہے اور اس میں قولِ باری تعالٰی کی تبدیلی لازم آتی ہے جو کہ محال ہے۔ (ت)

باقی بالائی عذابوں ہولوں میں حسبِ ارادۂ الٰہیہ تخفیف سے کوئی مانع نہیں، اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اخذ اموال الناس یرید اداءھا ادی اللہ عنہ۔ رواہ احمد[2] والبخاری وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو لوگوں کا مال بارادۂ ادا لے اللہ تعالٰی اسکی طرف سے ادا فرمادے (اس کو امام احمد، بخاری اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۷۴/۴۳-۴۲
[2] صحیح البخاری کتاب فی الاستقراض باب من اخذ اموال الناس قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۲۱

Marfat.com

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

من ادان دینا ینوی قضاءہ اداہ اللہ عنہ یوم القیٰمۃ۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر[1] عن میمونۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا بسند صحیح۔

جو کوئی دین اپنے ذمہ کرے اور اس کی ادا کی نیت رکھتا ہے اللہ عزوجل روزِ قیامت اسکی طرف سے ادا فرمادے (اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت میمونہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے بسندِ صحیح روایت کیا۔ ت)

اور اگر بدنیتی اور ناجائز طریقے سے لیا تو ضرور گناہ وحق العبد ہے ذمی کا مال معصوم ہے اور وہ ان حقوق میں مثل مسلمانوں کے سمجھا جاتا ہے اس صورت میں علماء فرماتے ہیں کہ اس کا بدلہ عذاب ہی ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ ولہذا فرماتے ہیں کہ ذمی کا حق مسلمان کے حق سے سخت تر ہے۔ فتاوٰی خانیہ آخر کتاب الغصب میں ہے :

مسلم غصب من ذمی مالا او سرق منہ فانہ یعاقب بہ یوم القیٰمۃ لانہ اخذ مالا معصوما والذمی لا یرجی منہ العفو ویرجی ذٰلک من المسلم فکانت خصومۃ الذمی اشد وعند الخصومۃ لا یعطی ثواب طاعۃ المسلم الکافر لانہ لیس من اھل الثواب ولا وجہ ان یوضع علی المسلم وبال کفر الکافر فیبقی فی خصومتہ[2]۔

کسی مسلمان نے ذمی کا مال غصب کیا یا چوری کیا تو روزِ قیامت اس کو سزا دی جائے گی کیونکہ اس نے مالِ معصوم لیا حالانکہ ذمی سے معافی کی امید بھی نہیں کیونکہ وہ تو مسلمان سے متوقع ہے لہذا خصومت ذمی زیادہ شدید ہے۔ خصومت کے وقت مسلمان کی عبادت کا ثواب کافر کو نہیں دیا جائے گا کیونکہ وہ ثواب کا اہل نہیں، اور نہ ہی کفر کافر کا وبال مسلمان پر ڈال دینے کی کوئی وجہ ہے لہذا اس کی خصومت برقرار رہے گی۔ (ت)

جواہر الاخلاطی کتاب الاستحسان میں ہے :

لو غصب المسلم من ذمی او سرق منہ یعاقب المسلم و یخاصمہ

اگر مسلمان نے ذمی سے کچھ غصب کیا یا اس کی چوری کی تو مسلمان کو سزا دی جائے گی اور ذمی

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۴۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۳/ ۴۳۲
کنز العمال برمز طب عن میمونہ حدیث ۱۵۴۲۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۲۲۱
[2] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الغصب فصل فی براءۃ الغاصب الخ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۴۹۳

Marfat.com

الذمی یوم القیٰمۃ فظلامۃ الکافر اشد من ظلامۃ المسلم لان الکافر من اھل النار ابدا ویقع لہ التخفیف بالظلامات التی قبل الناس فلا یرجی منہ ان یترکھا و المسلم یرجی منہ العفو[1]

قیامت کے روز اس سے خصومت کرے گا لہٰذا کافر پر ظلم مسلمان پر ظلم سے سخت تر ہے کیونکہ کافر دائمی جہنمی ہے اور لوگوں کی اس پر جو زیادتیاں ہیں ان کے سبب سے اس کے عذاب میں تخفیف ہوگی لہٰذا اس سے یہ امید نہیں کہ وہ ان زیادتیوں کو معاف کرے گا، البتہ مسلمان سے معافی کی توقع کی جا سکتی ہے (ت)

طریقہ محمدیہ و حدیقہ ندیہ بیان آفات الرجل میں ہے:

الفقھاء قالوا ان العذاب یوم القیٰمۃ علی الانسان فی حق الحیوان متعین لانہ لا یمکن المسامحۃ ولا القصاص بالحسنات والسیئات وکذا الذمی اذا ظلمہ المسلم فان العذاب فیہ متعین ان لم یستحل منہ فی الدنیا قال الوالد رحمہ اللہ تعالٰی فی شرحہ علی شرح الدرر مسلم غصب او سرق مال ذمی یؤخذ بہ فی الاٰخرۃ وظلامۃ الکافر وخصومتہ اشد لانہ اما ان یحملہ ذنبہ بقدر حقہ او یاخذ من حسناتہ والکافر لا یاخذ من الحسنات ولا ذنب للدابۃ ولا توھل لاخذ الحسنات فیتعین العقاب[2] اھ باختصار۔

فقہاء نے فرمایا ہے حیوان پر ظلم کی وجہ سے قیامت کے روز انسان پر عذاب کا واقع ہونا متعین ہے کیونکہ اس میں معافی اور نیکیوں اور برائیوں سے بدلہ ممکن نہیں۔ ایسا ہی ذمّی جس پر مسلمان نے ظلم کیا ہو تو اس مسلمان پر عذاب متعین ہے جبکہ دنیا میں اس سے معاف نہ کرا لیا ہو۔ حضرت والد رحمہ اللہ تعالٰی نے شرح الدرر پر اپنی شرح میں فرمایا کسی مسلمان نے ذمّی کا مال غصب کیا یا چرایا تو اس پر آخرت میں مؤاخذہ ہوگا حالانکہ ذمی کا ظلم و خصومت سخت ترین ہے کیونکہ یا تو وہ اپنے گناہ اپنے حق کے مطابق مسلمان پر ڈالے یا اس کی نیکیاں لے حالانکہ کافر نہ تو مسلمان کی نیکیاں لے سکتا ہے اور نہ اس کے گناہ مسلمان پر ڈالے جا سکتے ہیں، چارپائے کا کوئی گناہ نہیں ہوتا اور نیکیوں کا وہ اہل ہی نہیں لہٰذا عذاب متعین ہوا اھ اختصار (ت)

---

[1] جواہر الاخلاطی فصل فیما یکرہ لبسہ وفیما لا یکرہ قلمی نسخہ ص ۲۴۸ - ۲۹۷

[2] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الصنف الثامن من الاصناف التسعۃ الخ المکتبۃ النوریۃ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۰۷

Marfat.com

شرح فقہ اکبر بحث توبہ میں ہے کہ :

اذا غصب مسلم من ذمی مالا او سرق منہ فانہ یعاقب بہ یوم القیٰمۃ لان الذمی لایرجی منہ العفو فکانت خصومۃ الذمی اشد[1]

جب کسی مسلمان نے ذمی کا مال غصب کیا یا چرایا تو اس کی وجہ سے اس کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا کیونکہ ذمی سے عفو کی توقع نہیں لہذا ذمی کی خصومت زیادہ سخت ہے۔ (ت)

مگر یہ اسی حالت میں ہے جبکہ بدلہ لینا ہی مشیتِ رب العزۃ عزّ جلالہٗ ہو ورنہ ممکن ہے کہ وہ کافر کے دل میں ڈالے کہ معاف کردے یا کسی تخفیف کے بدلے اس سے معاف کرادے،

فانہ اذا جاز التخفیف عنہ بظلمات لہ قبل الناس کما فی الجواھر فلیجز ایضا جزاء العفو تخلیصا للمسلم وقد قال الطحطاوی ثم الشامی عند قول الدر من الحظر قبیل مسائل المسابقۃ ظلم الذمی اشد من ظلم المسلم[2] ما نصہ لانہ یشدد الطلب علی ظالمہ لیکون معہ فی عذابہ ولا مانع من طرح سیئات غیر الکفر علی ظالمہ فیعذب بھا بدلہ ذکرہ بعضھم[3] اھ فکذا لا مانع من ان یقال لہ ان عفوت من المسلم طرحنا منک کذا وکذا من سیئاتک فیعفو۔

اس لئے کہ جب لوگوں کی ذمی پر زیادتیوں کی وجہ سے اس کے عذاب میں تخفیف جائز ہے جیسا کہ جواہر میں ہے تو یہ بھی جائز ہے کہ اللہ تعالٰی مسلمانوں کی خلاصی کے لئے ذمی کو معاف کرنے کا کچھ بدلہ دے کر اس کی خلاصی کرادے۔ طحطاوی نے کہا پھر شامی نے در کے حظر میں مسائل مسابقہ سے تھوڑا پہلے اس قول کہ "ظلمِ ذمی ظلمِ مسلمان سے اشد ہے" پر کہا یہ اس لئے ہے کہ ذمی اپنے اوپر ظلم کرنیوالے پر سخت مطالبہ کرے گا تاکہ وہ ظالم بھی اس کے ساتھ عذاب میں شریک ہو اور کفر کے سوائے ذمی کے گناہ ظالم پر ڈالنے میں کوئی مانع نہیں چنانچہ وہ ان کے بدلے عذاب میں مبتلا ہوگا۔ اس کو بعض علماء نے ذکر کیا ہے اھ

اسی طرح اس سے بھی کوئی مانع نہیں کہ ذمی کو کہا جائے اگر تو مسلمان کو معاف کردے تو تیرے یہ یہ

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر ومنہا بحث التوبۃ الخ مصطفی البابی مصر ص ۱۵۸-۵۹

[2] الدر المختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۹

[3] رد المحتار " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۵۶

حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار " " دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۲۰۱

Marfat.com

گناہ مٹا دیے جائیں تو وہ معاف کر دے۔ (ت)

بالجملہ یہ معنی ہرگز نہیں کہ ظلم ذمّی پر عذاب واجب وقطعی وضروری الوقوع ہے کہ یہ مذہب اہلسنت کے صریح خلاف ہے ہمارے نزدیک کفر کے سوا کسی گناہ کا عذاب ضروری الوقوع نہیں۔

قال تعالیٰ ویغفر مادون ذٰلک لمن یشاء[1] کما نبهت علیه فی هامش الحدیقة ههنا۔ واللّٰه سبحٰنه تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور وہ شرک کے سوا جس کے گناہ چاہے معاف فرما دے۔ جیسا کہ اس بات پر میں نے حدیقہ کے حاشیہ میں تنبیہ کی ہے۔ (ت) واللہ سبحٰنہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از بنارس محلہ جال ٹولہ مرسلہ ماسٹر بدر الدین ۴ رجب ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے مختلف لوگوں سے قرض لے کر اپنے نکاح کی تقریب میں خرچ کیا اور ایک ڈگری کو بھی جو عدالت دیوانی سے اس پر جاری ہوئی تھی بے باق کیا بعدہٗ اس نے اپنا حق وحصہ موروثی جائداد کا دو سو کا قرار دے کر اس زوجہ کے دین مہر میں جو ساڑھے پانسو کا تھا بیع کر کے رجسٹری کرا دیا بیعنامہ میں زید نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ اگر میری جائداد اور قرار پائے تو بقیہ مہر اس سے ادا کیا جائے، زید فوت ہو گیا اور اس کی کوئی دوسری جائداد نہیں ہے اس وقت تقسیم جائداد موروثی کے واسطے اور ان انواع واقسام کے نزاع کے واسطے جو درمیان فریقین ہیں جو پنچ مقرر ہوئے ہیں قرضہ دہندوں نے پنچوں کے یہاں درخواست کی ہے کہ متوفی کی جائداد سے دلایا جائے، زید نے بیوی اور ایک پسر نابالغ چھوڑا ہے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

اگر زید نے اپنی کل جائداد بحالتِ صحتِ نفس وثباتِ عقل اپنی زوجہ کے مہر میں بیع کر دی اور باقی قرضخواہوں کو کچھ نہ دیا تو اگرچہ زید پر بحال بدنیتی گناہ ہو مگر قرضخواہوں کو اس جائداد سے کہ اب مِلک زوجہ زید ہے اصلاً مطالبہ کا اختیار نہیں اُن کا مطالبہ آخرت پر رہا، ہاں اگر اس کے سوا اور جائداد یا مال زید کا ثابت ہو تو اس میں تو قرضخواہ حصہ رسد حقدار ہوں گے اور زید کا بیعنامہ میں لکھنا کہ اس سے بھی بقیہ مہر ادا کیا جائے مسموع نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۴/۴۸

Marfat.com

مسئلہ از شہر کہنہ ۲۸ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں، زید نے بکر کو روپیہ بوعدہ ادائے مال کسی قسم کے دیا، بکر نے بموجب وعدہ روپیہ کے عوض میں تھوڑا مال روپیہ سے ادا کیا اور کچھ روپیہ زید کا ذمہ بکر کے باقی رہا، بعدازاں بکر فرار ہوگیا یا فوت ہوگیا یا نادار ہوگیا، اب زید کو بکر کے عوض کا روپیہ خالد سے بلارضامندی خالد کے بوجہ کسی قسم کے دباؤ کے وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر نہ خالد نے بکر کی ضمانت مال مذکور کرلی تھی نہ اس کا مطالبہ اپنے اوپر اتار لیا تھا نہ خالد کو بکر کا مال وراثۃً پہنچا تو اس کو بکر کے مطالبہ میں ماخوذ کرنا محض ظلم وغصب ہے۔

قال اللہ تعالٰی لاتزر وازرۃ وزر اخرٰی[1] کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گی۔(ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹ مسئولہ جناب مرزا عبدالقادر بیگ صاحب بریلی محلہ نواباں ماہ ربیع الآخر ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک یا چند اشخاص کے زرِنقد کا قرضدار ہے جو اس کی آمدنی ہوتی ہے وہ اس کو بفراغت خرچ کر ڈالتا ہے اور زیادہ دستیاب ہونے پر عمارت بنوانے وتجارت کرنے پر تیار ہوجاتا ہے تقاضہ اور وعدہ ہونے پر بھی ادائیگی کی فکر نہیں کرتا ہے قرضہ بڑھانے کے خیال میں رہتا ہے، اس عمل پر چند مثالیں ان بزرگانِ بے نفس کی کہ جو اتفاقیہ جزوی قرضدار رہے ہوں یا کسی مجبوری سے قرضہ کی حالت میں اس دارفانی سے رحلت فرما ہوئے ہوں زید اپنی صفائی پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وعدہ کرلینا میرا کام تھا اور پُورا کرنا اللہ تعالٰی کا کام ہے۔ پس قرضہ کو بزرگانِ دین پر اور وعدہ پر قرضہ کی ادائیگی کی فکر نہ کرنے کو اللہ تعالٰی پر منسوب کرنا کیسا ہے؟ اور اگر اسی ٹال مٹول میں قرضخواہ وقرضدار دونوں فوت ہوگئے تو یومِ جزا اور روزِ حساب کیا؟ اور کیونکر اس کا معاملہ طے ہوگا؟ عنداللہ جواب تفصیل عطا فرمایا جائے۔

الجواب

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لی الواجد یحل عرضہ[2] ہاتھ پہنچتے ہوتے کا ادائے دین سے ٹال کرنا

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۱۵

[2] صحیح البخاری کتاب فی الاستقراض باب لصاحب الحق مقال الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۲۳

Marfat.com

ومطل الغنی ظلم[1] اس کی آبرو کو حلال کردیتا ہے یعنی اُسے بُرا کہنا اُس پر طعن و تشنیع کرنا جائز ہوجاتا ہے اور غنی کا دیر لگانا ظلم ہے۔

اشباہ والنظائر میں ہے:

خلف الوعد حرام[2] وعدہ جھوٹا کرنا حرام ہے۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اٰیۃ المنافق ثلث اذا احدث کذب واذا وعد اخلف واذا أؤتمن خان[3]، اوکما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فان الاحادیث فی المعنی کثیرۃ۔

منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرے، جھوٹ کہے اور جب وعدہ کرے خلاف کرے، اور جب اُس کے پاس امانت رکھی جائے خیانت کرے۔ (یا جیسا کہ آپ نے فرمایا اور اس معنی میں احادیث کثیر ہیں۔ت)

صورتِ مستفسرہ میں زید فاسق و فاجر، مرتکب کبائر، ظالم، کذّاب، مستحق عذاب ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا القاب اپنے لئے چاہتا ہے، اگر اس حالت میں مرگیا اور دین لوگوں کا اس پر باقی رہا اس کی نیکیاں اُن کے مطالبہ میں دی جائیں گی اور کیونکر دی جائیں گی تقریباً تین پیسہ دین کے عوض سات سو نمازیں باجماعت کما فی الدر المختار وغیرہ من معتمدات الاسفار والعیاذ باللہ العزیز الغفار (جیسا کہ درمختار وغیرہ معتمد کتب میں ہے۔ اللہ عزیز غفار کی پناہ۔ت) جب اس کے پاس نیکیاں نہ رہیں گی اُن کے گناہ اُن کے سر پر رکھے جائیں گے ویلقی فی النار اور آگ میں پھینک دیا جائے گا، یہ حکمِ عدل ہے، اور اللہ تعالٰے حقوق العباد معاف نہیں کرتا جب تک بندے خود معاف نہ کریں، اور سلف صالحین کے احوال طیبہ کو اپنے ان مظالم کی سند قرار دینا اور زیادہ وقاحت اور دینِ متین پر جرأت ہے، اُس پر فرض ہے کہ اپنے حال پر رحم کرے اور دَین سے پاک ہو موت کو دُور نہ جانے آگ کا عذاب سہا نہ جائے گا۔ اللہ تعالٰے توفیق دے۔ واللہ تعالٰے اعلم۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب فی الاستقراض باب مطل الغنی ظلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۲۳

[2] الاشباہ والنظائر کتاب الحظر والاباحۃ الفن الثانی ادارۃ القرآن کراچی ۲/۱۰۹

[3] صحیح البخاری کتاب الایمان باب علامۃ المنافق قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰

Marfat.com

مسئلہ ۱۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید پر عمرو کا قرضہ آتا ہے اور زید کا روپیہ بکر کے ذمہ ہے عمرو نے بطورِ خود و بلا حوالہ زید بکر سے وہ روپیہ کہ جو اس پر زید کا آتا تھا اپنے قرضہ میں جو زید پر تھا لے لیا اور بکر نے بلا حوالہ و بغیر اجازتِ زید عمرو کو وہ روپیہ دے دیا اب بکر زید کا روپیہ دیتے وقت وہ روپیہ کہ جو عمرو کو زید کے قرض میں بغیر اجازتِ زید دے چکا تھا وضع کرتا ہے اور زید اس کے مجرا دینے سے انکار کرتا ہے لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ بکر اُن روپیوں کے مجرا لینے کا مستحق ہے یا نہیں اور زید پر اُن کا مجرا دینا لازم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اس صورت میں بکر اُن روپوں کے مجرا لینے کا مستحق نہیں، نہ زید پر اُن کا مجرا دینا لازم۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱

۲۹ ربیع الاول شریف یوم دوشنبہ ۱۳۳۲ھ از کلکتہ ۵۴ کولوٹولہ اسٹریٹ

ایک خاص کمپنی جس کے مالک و مختار سب کے سب نصرانی المذہب ہیں اُن کا اعلان ہے کہ جو شخص تیس ۳۰ برس کی عمر سے پینتالیس ۴۵ سال کی عمر تک یعنی کامل پندرہ سال تک ہر سال چھہتر روپیہ آٹھ آنے کمپنی کو دیا کرے تو پندرہ برس کی مدت گزرنے کے بعد اس کو کمپنی ایک ہزار دے گی معاہدہ ہونے کے بعد مدتِ معینہ ختم ہونے سے پہلے مثلاً دو مہینے یا دو سال چار سال کے بعد وہ شخص مر گیا تو یہی کمپنی اس کے وارثوں کو پورے ایک ہزار روپیہ دے گی رقم معینہ مذکور شاالآ کی تعداد کامل پندرہ سال کی مجموعہ گیارہ ۱۱ سو سینتالیس روپیہ آٹھ آنے ہوتی ہے ایسی صورت میں روپیہ جمع کرنا اور کمپنی سے مذکورہ شرط کے ساتھ روپیہ وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

یہ صورت قمار کی ہے اور میعادِ عمر وہ رکھی ہے جس میں غالب حیات ہے۔ حدیث میں فرمایا:

اعمار امتی مابین الستین الی السبعین۔[1] میری اُمت کی عمریں ساٹھ اور ستر سال کے درمیان ہوں گی۔ (ت)

اور بحالِ حیات ظاہر ہے کہ ایک سو سینتالیس روپے آٹھ آنے کا نقصان ہے کافر کے ساتھ ایسا معاملہ

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب الزہد باب الامل والاجل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۲

Marfat.com

جس میں غالب پہلو اپنے نقصان کا ہو جائز نہیں کما نص علیہ فی فتح القدیر (جیسا کہ فتح القدیر میں اس پر نص کی گئی ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲ مرسلہ الف خاں مہتمم مدرسہ اسلامیہ سانگوور ریاست کوٹہ راجپوتانہ ۲۶ صفر ۱۳۳۵ھ

ایک مسلمان نے اپنا مکان ظاہر کرکے ایک مسلمان کے ہاتھ فروخت کر دیا گیا اور جب تحقیق کی گئی تو وہ مکان ایک ہندو جو مرگیا اس کا نکلا، فروشندہ نے دھوکہ سے بوجہ رہن ملک خود ظاہر کرکے بیع کردیا اور متوفی کی صلب سے کوئی اولاد نہیں ہے تو مشتری کا یہ عمل شریعت میں قابلِ مواخذہ تو نہیں ہے اور وہ اُس مکان کو ملک اپنی تصوّر کرے گا یا نہیں؟ یا روپیہ اپنا واپس لے سکتا ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب

فتوٰی اس پر ہے کہ اس زمانہ میں جنس غیر سے بھی دین وصول کرسکتے ہیں جبکہ وہ ہندو اس کا مدیون تھا اور مرگیا تو یہ اس مکان کو اپنے دین میں لاسکتا ہے اگر اس کی قیمت دین کے برابر یا دین سے کم ہے جب تو ظاہر ہے اُس نے جو مکان کو اپنا ظاہر کرکے بیع کیا بیع صحیح ہوئی مشتری مالک ہوگیا، ہاں اگر قیمت مکان دین سے زائد ہے تو بقدر قیمت اس کی ملک ہوسکتا ہے اپنا دین اُس سے وصول کرے اور جو زائد بچے فقراء پر تصدّق۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳ از نگریا سادات ڈاکخانہ میرگنج ضلع بریلی محمد تقی صاحب ۷ شوال ۱۳۳۵ھ

زید کے سَو روپے تمسکی سُود کے عمرو کے ذمّہ واجب الادا تھے عمرو نے قضا کی اس کے ورثا نے زمین مکفول کو ایک عرصہ تک زید کے قبضہ میں چھوڑ کر روپیہ ادا کر دیا لیکن تمسک بوجہ عزیز داری و یگانگت کے زید سے حاصل نہ کیا ورثائے عمرو نے اس جائداد کو بدست دیگر اشخاص بیع کر دیا زید نے اس بیع میں کچھ مزاحمت بوجہ اس کے کہ اُس کا مطالبہ وصول ہوچکا تھا نہیں کی مسمّاۃ ہندہ پھوپھی عمرو نے بھی سَو روپے زید سے تمسکی قرض لئے تھے۔

بکر شوہر مسمّاۃ ہندہ نے ازراہِ طمع نفسانی کہ بشمول چند کسان بہ تقرر حصص باہمی نوشتہ عمرو موسومہ زید کو براہِ چالاکی و فریب دہی خالہ زید سے حاصل کرکے نالش موسومہ عمرو منجانب زید دائر کی اور بعد حصول ڈگری تمام زرِ ڈگری حاصل کرنا چاہا جس سے زید بلاوجہ بے ایمان و دغاباز مشہور ہوکر زبان زدِ خلائق ہوا جب زید نے اپنے کو بلاوجہ متہم ہوتے دیکھا تو کل مطالبہ زرِ ڈگری خود وصول کرلیا اور فرضی اشخاص نالش مثل بکر وغیرہ کو کچھ نہیں دیا، زید نے مسمّاۃ ہندہ پر اپنے روپے کی نالش کی بکر شوہر

Marfat.com

مسماۃ ہندہ نے منجانب مسماۃ مذکورہ کچہری میں بذریعہ اظہار حلفی بیان کیا کہ تمسک کا لکھنا صحیح ہے مگر داد دست روپے کی نہیں ہوئی روپیہ ہم نے نہیں لیا ہے فرضی لکھ دیا ہے اس کا کاتب بکر شوہر مسماۃ ہندہ کا تھا چونکہ تاریخ فیصلہ التوا ہوگئی تھی سب عزیز و اقارب نے باہمی فیصلہ کی بابت کہا تو بکر نے صاف جواب دے دیا کہ جب تک اُس ڈگری موسومہ عمرو میں ہمارے حصہ کا روپیہ نہ دیں گے ہم اس روپے سے قطعی انکار کرینگے پھر ہم نے یہ روپیہ اس میں مجرا کر لیا چنانچہ ایسا ہی ہوا حسب شریعت یہ صورت اُس زر جائز متصوّر ہوگی یا نہیں یا ہندہ تا یوم النشور مواخذہ دار ادا کی رہے گی۔

الجواب

وہ کارروائی بکر وغیرہ نے وصول شدہ روپے دوبارہ زید سے حاصل کرنے کی کی حرام قطعی تھی اور اس کے بعد عمرو نے کہ وہ روپیہ خود وصول کریں حرام و خبیث ہوا وہ سب کے سب مستحق نار ہوئے۔

قال اللہ تعالٰی یایّھا الذین اٰمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[1] اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔ (ت)

اب یہ کارروائی جو بکر نے اپنی زوجہ کی طرف سے کی یہ بھی حرام در حرام ہے دائن کا دین مار لینا حرام اور اُس حرام و خبیث روپے میں جو زید سے حاصل کیے حصہ مانگنا حرام اس نجس کارروائی سے عمرو کا یہ روپیہ جو ہندہ پر ہے اگر مارا ہی گیا تو ہندہ حشر تک اُس سے بری الذمہ نہیں ہو سکتی۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی الید ما اخذت حتی تردھا[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہاتھ پر وہ چیز واجب ہے جو اس نے لی حتی کہ ادا کر دے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴ از لکھیم پور کھیری مرسلہ عباد اللہ خیاط ۲۵ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میری ماں نے مجھ سے فرمایا کہ تمہارے والد نے ایک بقال مشرک سے مبلغ بیس۲۰ روپے بوعدہ چوبیس روپے قرض لیا تھا جس کو عرصہ تخمیناً تیس۳۰ برس کا ہوگا، اس کے چند روز بعد کہ وہ اس قرض کو ادا نہیں کر پائے تھے اُن کا انتقال ہوگیا بقال مذکور سے والدہ نے کہا کہ میں محنت کرکے ادا کروں گی کیونکہ کوئی سرمایہ اس وقت موجود

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۹

[2] جامع الترمذی ابواب البیوع باب ان العاریۃ مؤداۃ امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۵۲

Marfat.com

نہ تھا بقال نے یہ کہا تھا کہ یہاں خود ہی چھوٹے چھوٹے بچے ہیں ان سے میں کیا لے لوں ہم سب بہن بھائی چھوٹے تھے میں شیر خوار تھا اب والدہ صاحبہ کے فرمانے پر مجھے خیال ہوا کہ میں بفضلہ تعالیٰ بطفیل نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت اس قابل ہوں کہ اُن کا قرض معلوم ہونے پر ادا کروں بدریافت معلوم ہوا کہ جس سے قرض لیا تھا وہ مرگیا اور اس کا لڑکا بھی مرگیا جس ضامن مسلمان کی معرفت لیا تھا اُن کا بھی انتقال ہوگیا یہ بھی نہیں معلوم کہ انھوں نے تو ادا نہیں کردیا والدہ کو اس کا بھی علم نہیں ہے ایک سال سے برابر دریافت، تلاش کی کہ اس کے وارث کا پتہ چل جائے تو ادا کروں اب تک کوئی وارث اس کا نہیں معلوم ہوا ایسی حالت میں شرع شریف سے کیا حکم ہے کہ میرے باپ پر قیامت میں اس قرض کا بار نہ رہے بقال سے ہمیشہ بلا سودی لین دین تھا سوا اس روپیہ کے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

جبکہ یہ قرض تھا آپ کے والد پر اصلاً بیس روپے واجب الادا تھے،

قال اللہ تعالیٰ یٰایہا الذین اٰمنوا اوفوا بالعقود[1] اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو وعدے پورے کرو (ت)

اور جبکہ پہلے کبھی اس سے سُود وغیرہ کوئی رقم ناجائز نہ لی تھی تو اس کے کُل یا بعض اس سے مجرا بھی نہیں ہوسکتے اس کا یہ کہنا کہ چھوٹے بچے ہیں ان سے کیا لوں آپ کے والد کو مطالبہ سے بری کرنا نہیں تھا ضامن اگر ادا کردیتا تو اس ضامن مسلم کا دین رہتا وہ اس سے آسان تھا یہاں وہ بھی معلوم نہیں لیکن جبکہ بنیا اور اُس کا بیٹا بھی مرگیا اور اس کے وارث کا پتہ نہیں یہ مال فقراء کے لئے ہوا آپ کسی مسلمان فقیر کو کہ مالکِ نصاب نہ ہو بیس روپے دے دیجئے نہ اس نیت سے کہ اس کافر کو ثواب پہنچے کہ یہ حرام بلکہ کفر ہے بلکہ اپنے والد پر سے مطالبہ اتارنے کی نیت کیجئے یہ فقیر غیر شخص ہونا ضروری نہیں بلکہ اگر آپ کی والدہ چھپن روپے کے مال کی مالک نہ ہوں تو انھیں کو اس نیت سے دے دیجئے کہ بیس روپے اُس بنئے کے جو والد پر قرض تھے اور وارث کوئی نہ رہا وہ قرض ادا کرتا ہوں بعونہٖ تعالیٰ وہ بری الذمہ ہوجائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۵/۱

Marfat.com

مسئلہ ۱۵ از رامپور بلاسپور دروازہ مرسلہ حضرت مولانا مولوی سید زادہ احمد میاں صاحب دامت برکاتہم ۵ شوال ۱۳۲۷ھ

بملاحظہ گرامی حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم، بعد ہدیہ سلام مسنون مُدّعا نگار ہوں، یہ خط میرے ملنے والے نے اس غرض سے بھیجا ہے کہ میں اس کے استفتاء کا جواب جو خط کے آخر میں ہے جناب کے دار الافتاء سے منگادوں بنظرِ سہولت میں بجنسہٖ وہ خط روانہ خدمت عالی کرکے مستدعی ہوں کہ جواب باصواب بحوالۂ کتاب مرحمت ہو میں بفضلہٖ تعالٰی خیریت سے ہوں اور امید ہے کہ حضرت کا مزاج بھی قرینِ صحت ہوگا۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے دو شخص بکر وخالد سے روپیہ قرض لیا عدمِ ادائیگی پر بکر قصاب نے زید پر نالش کی۔ زید نے سب روپیہ صرف بکر کو ادا کردیا خالد کہتا ہے کہ روپیہ زید سے دلوایا جائے کچہری کا حکم ہے کہ ڈگری زید پر ہو اور روپیہ خالد کو بکر سے دلایا جائے۔

الجواب

حضرت والا دامت برکاتہم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ سوال بہت مجمل ہے ۲ دو شخصوں سے قرض لینا تین طرح ہوتا ہے، سو روپے بکر نے الگ دیئے خالد نے الگ، سو بکر لایا سو خالد، وہ ملاکر دونوں نے زید کو دیئے، دو سو روپے خالد و بکر کے شرکتِ عقد کے تھے وہ انھوں نے اسے دیئے۔ اگر یہ نالش یکجائی ہے تو پہلی صورت نہ ہونا بتائے گی وہ جب بھی محتمل رہیں گی اور حکم جدا لینا ہے اور ہر شق پر حکم بتادینا خلافِ مصلحت، لہذا سائل کو تعیین صورت وتفصیل واقعہ کے ساتھ سوال کرنا چاہیے کہ بعونہٖ تعالٰی جواب دیا جائے۔

مسئلہ ۱۶ از مقام چالیس گاؤں خاندیس مرسلہ ابراہیم خاں سوداگر ۲ ذیلقعدہ ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میرے اوپر مہر کا دعوٰی میرے سالے منظر علی خاں نے کیا ہے اور میری بیوی دو برس کے قریب ہوا کہ فوت ہوچکی ہے اور دعوٰی مدعی میں تحریر کیا ہے کہ میری بہن نے مہر جو مبلغ پانچ سو روپے کا تھا فروخت کیا ہے اور مقدمہ زیر تجویز کچہری ہے آیا فروخت کرنا مہر کا جائز ہے یا نہیں؟ اور منظر علی خاں جو میرا سالہ ہے اس کو دعوٰی کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

Marfat.com

الجواب

مہر اور دیون کے مثل ایک دین ہے اور دین کی بیع غیر مدیون کے ہاتھ باطل ہے لہذا اس بنا پر مدعی کو دعوٰی کا اصلاً حق نہیں، ہاں اگر اسے اپنی بہن کے ترکہ سے حصہ پہنچتا ہو تو اپنے حصے کا دعوٰی کرے وُہ جدا بات ہے۔ اشباہ والنظائر میں ہے :

بیع الدین لایجوز ولو باعہ من المدیون او وھبہ جاز [1]

دین کی بیع ناجائز ہے، اگر مدیون پر بیچا یا ہبہ کردیا تو جائز ہے۔ (ت)

اسی طرح فتاوٰی بزازیہ وغیرہا میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷ از علی گڈھ محلہ بنی اسرائیل مرسلہ مولوی احسان علی صاحب مدرس ۱۸ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی بیوی ہندہ متوفیہ یا زندہ کا مہر ایک ساتھ ادا نہ کرسکے تو اس کو حاکمِ شرع بذریعہ قسط ادا کرنے کے لئے حکم کرسکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب

زندہ کے واجب الادا مہر کی قسط بندی اس کی مرضی سے ہوسکتی ہے اور مُردہ کے مہر کی قسط بندی اُس کے وارثوں کی مرضی پر ہے حاکم اس پر جبر نہیں کرسکتا فان الحق لہا اولہم لا للقاضی (کیونکہ حق بیوی یا وارثوں کا ہے نہ کہ قاضی کا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی الدین ادارۃ القرآن کراچی ۲/۲۱۳

Marfat.com

کتاب الاشربہ

(اشربہ کا بیان)

مسئلہ ۱۸: ماہ صیام عظام

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تھوڑی سی افیون مرض کی غرض سے کھانا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

بضرورت دوا قلیل المقدار افیون کہ اس قدر سے نشہ و سرور یا عقل و حواس میں تغیر و فتور اصلاً نہ پیدا ہو استعمال کرنا جائز ہے اور شوق کی راہ سے بطور مشغلہ کھانا جس طرح عام کھانے والے اپنے پیچھے لت لگا لیتے ہیں مطلقاً جائز نہیں اگرچہ نشہ نہ کرے اگرچہ بوجہ اپنی قلت کے اس قابل ہی نہ ہو۔ ردالمحتار میں ہے:

البنج والافیون استعمال الکثیر المسکر منہ حرام مطلقا واما القلیل فان کان للھو حرم وان للتداوی فلا[1] اھ ملتقطا۔

بھنگ اور افیون کا کثیر استعمال جو نشہ لائے مطلقاً حرام ہے اور اس میں قلیل اگر لہو کے لئے ہے تو حرام اور اگر علاج معالجہ کے لئے ہے تو حرام نہیں اھ التقاط (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الاشربہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۹۴

Marfat.com

کھانیوالے کی خاص نیت سے خدا کو خبر ہے بعض وا کا نرا بہانہ ہی کرتے ہیں انھیں مفتی کا فتوٰی نفع نہ دے گا واللہ یعلم المفسد من المصلح[1] (اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے ۔ ت) اور اس خبیث چیز کی بدخو ہے کہ چندروز میں گھر کرلیتی ہے اور پھر چھڑائے نہیں چھوٹتی اور بتدریج پاؤں پھیلاتی ہے یہاں تک کہ تھوڑی مدت میں آدمی کو خاصا افیونی کرلیتی ہے والعیاذ باللہ تعالٰی ، اطبا لکھتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے کھانے سے باطن کی جھلیوں میں سوراخ ہوجاتے ہیں اس کے سوا دوسری کسی بلا سے نہیں بھرتے ناچار عادت ڈالنی پڑتی ہے کما نقلہ العلامۃ الشامی[2] عن تذکرۃ داؤد الانطاکی (جیسا کہ علامہ شامی نے داؤد انطاکی کے تذکرہ سے اس کو نقل کیا ہے ۔ ت) حتی الامکان بچے اور اگر ایسی ہی ضرورت شدیدہ ہو تو خالی کھانے سے یہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ مرض کے مناسب کسی نسخہ میں اتنا جز شریک کرلیں کہ ایک دن کی قدر شربت میں بہت قلیل مقدار آئے جس پر نشہ وغیرہ کا گمان نہ ہو اس تقدیر پر اسکی صورت بھی اہلِ لہو کی مستعمل صورت سے جُدا ہوجائے گی اور موضع تہمت پر وقوف بھی نہ ہوگا ، حدیث نقل کرتے ہیں ؛

من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلا یقفن مواقف التھم[3] ۔	جو اللہ تعالٰی اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ ہرگز تہمت والی جگہوں پر وقوف نہیں رکھتا (ت)

حدیث میں ہے : ایاک ومایسوء الاذن[4] (اس چیز سے بچ جو کانوں کو گنہگار کرے ۔ ت) حدیث میں ہے : ایاک ومایعتذر منہ[5] (اس کام سے بچ جس سے معذرت کرنی پڑے ۔ ت) واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم ۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۰
[2] ردالمحتار کتاب الاشربہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۹۵
[3] مراقی الفلاح علی ہامش حاشیۃ الطحطاوی باب ادراک الفریضہ نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۲۴۹
حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب مایفسد الصوم ویوجب القضاء " " ص ۳۷۱
[4] مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابی الغادیۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۷۶
[5] المستدرک للحاکم کتاب الرقاق دارالفکر بیروت ۴/ ۳۲۶

Marfat.com

رسالہ

حُقّۃ المرجان لمہمّ حکم الدّخان

۱۳

(مرجان کی صندوقچی حقّہ کے ضروری حکم کے بیان میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

مسئلہ ۱۹ از بنگالہ طالب حق

چہ می فرمایند (کیا فرماتے ہیں) علمائے دین، حقہ پینا یا تمباکو کھانا کیسا ہے حرام یا مکروہ؟

Marfat.com

انی رایت فی الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین' واکتبه بعینه۔

الحدیث السابع والعشرون: اخبرنی سیدی الوالد قال کان رجل من اصحابنا لایمز التنباك ولکنه کان قد اهیاء القذرة لاضیافه فرای النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فی النوم او الیقظة لا ادری ای ذلك کان' مقبلا الیه ثم اعرض وخرج من ذلك المکان قال فشددت الیه و قلت یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیك وسلم ما ذنبی فقال فی بیتك القذرة و نحن نکرهها۔

الحدیث الثامن والعشرون: اخبرنی سیدی الوالد کان رجلان من الصالحین احدهما عالم عابد والاٰخر عابد لیس بعالم فرایا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فی ساعة واحدة کانه اذن للعابد ان یدخل فی مجلسه ولم یاذن للعالم فسال العابد

میں نے "الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین" میں دیکھا جس کو بعینہٖ لکھ رہا ہوں۔

ستائیسویں حدیث: میرے والد صاحب نے مجھے بتایا کہ ہمارے دوستوں میں سے ایک مرد خود تو تمباکو نوشی نہیں کرتا تھا لیکن مہمانوں کے لیے اس نے حقہ تیار کر رکھا تھا معلوم نہیں خواب میں یا بیداری میں اس نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کی دراں حالیکہ آپ اس کی طرف متوجہ تھے پھر آپ نے اس سے اعراض فرمایا، اس شخص نے کہا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تیزی سے اس مکان سے نکل گئے' میں تیزی سے آپ کی طرف گیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرا گناہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: تیرے گھر میں گندگی (حقہ) ہے جو ہمیں ناپسند ہے۔

اٹھائیسویں حدیث: میرے والد صاحب نے مجھے خبر دی کہ دو نیک مرد تھے جن میں سے ایک عالم وعابد اور دوسرا عابد تھا مگر عالم نہیں تھا اُن دونوں نے خواب میں بیک وقت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی تو آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے عابد کو اپنی مجلس میں داخل ہونے کی اجازت عنایت فرمائی جبکہ عالم کو اجازت نہ بخشی، چنانچہ عابد نے

Marfat.com

بعض القوم عن ذلك فقال
هو يمز التنباك والنبی صلی
الله تعالیٰ علیه وسلم یکرهه
فلما کان الغد دخل علی
العالم فوجده یبکی لما
رای اللیلة فاخبره عن
السبب فتاب عن ساعته
ثم رایا النبی صلی الله تعالیٰ
علیه وسلم من اللیلة
الاٰتیة علی صورة واحدة کانه
اذن للعالم وقربه
منهٗ۔ والسلام ثم السلام۔

بعض لوگوں سے اس کے بارے میں پوچھا
انھوں نے کہا کہ وہ تمباکو نوشی کرتا ہے اور نبی کریم
صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کو ناپسند فرماتے
ہیں۔ جب صبح ہوئی تو وہ عابد عالم کے پاس
گیا تو اسے رات والی خواب کی وجہ سے
روتے ہوئے پایا، چنانچہ عابد نے عالم کو
(حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ناراضگی
کے) سبب کی خبر دی تو عالم نے اسی وقت
تمباکو نوشی سے توبہ کرلی۔ پھر آئندہ رات
کو ان دونوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ
علیہ وآلہ وسلم کو ایک ہی صورت پر دیکھا
گویا کہ آپ نے عالم کو اپنی مجلس میں داخلہ
کی اجازت عطا فرمائی اور اسے اپنا
قرب بخشا۔ والسلام ثم السلام۔

١

الجواب

حق یہ ہے کہ معمولی حقہ جس طرح تمام دنیا کے عامۂ بلاد کے عوام وخواص یہاں تک کہ علمائے عظام حرمین محترمین زادہما اللہ شرفاً وتکریماً میں رائج ہے شرعاً مباح وجائز ہے جس کی ممانعت پر شرع مطہر سے اصلاً دلیل نہیں تو اسے ممنوع وناجائز کہنا یا[1] احوال قلیان سے بے خبری پر مبنی،

کما عرض للکثیر من المتکلمین علیه فی بدو ظهوره قبل اختباره و وضوح امره فقیل مسکر و قیل مضرٌّ و

جیسا کہ اس پر گفتگو کرنے والے بہت سے حضرات کو اس کے پرکھنے اور اس کی حقیقت واضح ہونے سے پہلے شبہ لاحق ہوا، چنانچہ کسی نے کہا یہ نشہ آور ہے، کسی نے کہا نقصان دہ

[1] الدر الثمین مع المسلسلات والنوادر — میر محمد کتب خانہ کراچی — ص ٦٢

Marfat.com

قیل مضر مطلقا کالسموم[۵] وقیل وقیل۔

ہے کسی نے کہا زہریلی چیز کی طرح مضر ہے، اسی طرح کسی نے کچھ اور کسی نے کچھ کہا۔ (ت)

یا[۲] بعض احوال عارضہ بعض فساق متناولین کی نظر پر مبنی،

کقول من قال انه مما یجتمع علیه الفساق کاجتماعهم علی المحرمات وقول اٰخر انه یصد عن ذکر الله وعن الصلوٰة۔

اس شخص کے قول کی طرح جس نے کہا کہ اس پر فاسق لوگ جمع ہوتے ہیں جیسے وہ محرمات پر جمع ہوتے ہیں، اور دوسری بات یہ کہی گئی کہ یہ اللہ تعالٰی کے ذکر اور نماز سے رکاوٹ بنتا ہے (ت)

یا[۳] بعض عوارض مخصوصہ بعض بلاد و بعض اوقات کے لحاظ سے ناشی جن کا حکم اُن کے غیر اعصار و امصار کو ہرگز شامل نہیں،

کمن احتج بالنهی السلطانی علی کلام فیه للعلامة النابلسی۔

جیسے وہ شخص جس نے نہی سلطانی کے ساتھ استدلال کیا حالانکہ علامہ نابلسی کا اس میں کلام ہے۔ (ت)

یا[۴] محض مفتریات کاذبہ و مخترعات ذاہبہ پر متفرع،

کتھوّر من تفوه ان کل دخان حرام وجعله حدیثا عن سید الانام علیه افضل الصلوٰة و اکمل السلام و کجرأة من قال اجمعوا علی

جیسے اس شخص کی جسارت جس نے کہا کہ ہر دھواں حرام ہے اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث گھڑی ہو اور جیسے اس شخص کی جرأت جس نے کہا اس کی حرمت پر اجماع ہے

---

[۵] والافلا دواء ولا غذاء بل ولا شیئ فی عالم الخلق من هذا القبیل متمحضا للنفع خالصا عن الضرر حتی الشهد الذی نطق القراٰن العزیز بان فیه شفاء للناس والبان البقر المنصوص فی الاحادیث انها شفاء ۱۲ منه۔

ورنہ تو کوئی دوا، غذا بلکہ کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو محض نافع ہو اور ضرر سے بالکل خالی ہو حتی کہ شہد جس کے متعلق قرآن ناطق ہے کہ اس میں لوگوں کے لئے شفاء ہے اور گائے کا دودھ جس پر حدیث کی نص ہے کہ یہ شفاء ہے ۱۲ منہ (ت)

Marfat.com

حرمته و الاجماع حجة۔ اور اجماع حجت ہے۔ (ت)

فقیر نے اس باب میں زیادہ بے باکی متقشفۂ افغانستان سے پائی کہ چند کتب فقہ پڑھ کر تقشف وتصلف کو حد سے بڑھاتے اور عامۂ امت مرحومہ کو ناحق فاسق وفاجر بتاتے ہیں اور جب اپنے دعویٰ باطل پر دلیل نہیں پاتے ناچار حدیثیں گھڑتے بناتے ہیں، میں نے ان کی بعض تصانیف میں ایک حدیث دیکھی کہ:

من شرب الدخان فکانما شرب دم الانبیاء۔ جس نے حقہ پیا گویا پیغمبروں کا خون پیا۔

اور دوسری حدیث یوں تراشی:

من شرب الدخان فکانما زنی بامہ فی الکعبۃ۔ جس نے حقہ پیا گویا اس نے کعبہ معظمہ میں اپنی ماں سے زنا کیا۔

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون (بیشک ہم اللہ تعالٰی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ت) جہل بھی کیا بدبلا ہے، خصوصًا مرکب کہ لادوا ہے۔ مسکین نے ایک مباح شرعی کے حرام کرنے کو دیدہ ودانستہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر بہتان اُٹھایا اور حدیث متواتر من کذب علیّ متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار[1] کا اصلًا دھیان نہ لایا، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے اپنا ٹھکانا جہنم بنالے۔

اللّٰھم تب علینا وعلیہ ان کان حیا واغفر لنا ولہ ان کان میتا۔ اے اللہ! ہماری توبہ قبول فرما اور اس کی بھی اگر وہ زندہ ہے، اور ہماری مغفرت فرما اور اس کی بھی مغفرت فرما اگر وہ مرچکا ہے۔ (ت)

یا[5] قواعدِ شرع میں بےغوری اور نظر وفکر کی بےطوری سے پیدا،

کزعم من زعم انہ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ ومنہ زعم ان فیہ استعمال اٰلۃ العذاب یعنی النار و ذٰلک حرام وھذا من البطلان جیسے اس شخص کا گمان جس نے کہا یہ بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت ہے۔ اور اسی سے یہ گمان کہ اس میں آلۂ عذاب یعنی آگ کا استعمال ہوتا ہے اور وہ حرام ہے۔ حالانکہ اس کا بطلان اوضح ترین ہے۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۱

[2] صحیح مسلم باب تغلیظ الکذب علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ” ” ” ۱/۷

Marfat.com

بابين مكان قاله المحدث[عہ] الدهلوى فيما نسب اليه باستعمال الماء المعذب به قوم نوح عليه الصلوٰة والسلام **قلت** وفى الترويح بالمراوح استعمال اٰلة عذاب عاد واما اصلاح العصرى اللكهنوى[عہ۲] بزيادة قيد على هيأة اهل العذاب **فاقول** لايجدى نفعا والا لم يجز الاغتسال بماء حار قال تعالٰى يصب من فوق رؤسهم الحميم[۱] وماذا يزعم الزاعم فى دخول الحمام، افيكون على هذا حراما منهيا عنه لذاته بل من الكبائر اما مطلقا على ما اختار هذا الفاضل من كون تعاطى المكروه تحريما من الكبائر او بعد الاعتياد على ما عليه الاعتماد من كونه فى نفسه من الصغائر و ذالك لان الحمام كما افاد العلامة المناوى فى التيسير اشبه شئ بجهنم النار من تحت والظلام من فوق

یہ ہی کہا محدث دہلوی (مولانا شاہ عبدالعزیز) علیہ الرحمہ نے جو ان کی طرف منسوب کہ اس میں اس پانی کا استعمال ہے جس کے ساتھ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم کو عذاب دیا گیا **قلت** (میں نے کہا) پنکھے کے ساتھ ہوا لینے میں اس آلہ کا استعمال ہے جس کے ساتھ قوم عاد کو عذاب دیا گیا۔ رہا معاصر لکھنوی (مولانا عبدالحی) کا اصلاح کے لئے یہ قید بڑھانا کہ وہ اہل عذاب کی ہیئت پر ہے **فاقول** (تو میں کہتا ہوں) کچھ مفید نہیں ورنہ لازم آئیگا کہ گرم پانی کے ساتھ غسل کرنا جائز نہ ہو، اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ ان (جہنمیوں) کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔ تو ایسا گمان کرنے والا حمام میں داخل ہونے سے متعلق کیا کہے گا، کیا یہ حرام، منہی عنہ لذاتہ بلکہ کبائر میں سے ہے یا تو مطلقاً جیسا کہ فاضل مذکور کا مختار ہے کہ مکروہ تحریمی کا ارتکاب کبائر میں سے ہے یا عادت بنا لینے سے جیسا کہ معتمد ہے کہ فی نفسہ یہ صغائر سے ہے، یہ اس لئے کہ حمام امام مناوی کی تیسیر میں ذکر کردہ افادہ کے مطابق جہنم کے مشابہ ترین ہے، اس کے نیچے آگ اور اوپر دھواں ہے، اس میں بے چینی

عہ المراد به مولانا الشاہ عبدالعزیز المحدث الدهلوى.
عہ۲ المراد به المولوى عبدالحى اللكنوى ۔

اس سے مراد مولانا الشاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ہیں۔ (ت)
اس سے مراد مولوی عبدالحی لکھنوی ہیں۔ (ت)

۱؎ القرآن الکریم ۲۲/ ۱۹

Marfat.com

وفیہ الغم والحبس والضیق ولهذا لما دخله سیدنا سلیمٰن نبی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام تذکربہ النار وعذاب الجبار اخرج العقیلی والطبرانی وابن عدی والبیہقی فی شعب الایمان عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ یرفعہ الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال اول من دخل الحمامات وصنعت لہ النورۃ سلیمٰن ابن داؤد فلما دخلہ وجد حرہ وغمہ فقال اوّہ من عذاب اللہ اوّہ قبل ان لایکون اوّہ[1] **قلت** وبهذا یرد حدیث التشبہ باھل النار و حدیث الملابسۃ بالنار کما لایخفی علی اولی الابصار۔

حبس اور تنگی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام حمام میں داخل ہوئے تو انھیں آگ اور عذابِ جبار یاد آگیا۔ عقیلی، طبرانی، ابن عدی اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کیا اس کو نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک مرفوع کرتے ہیں کہ سب سے پہلے جو حمام میں داخل ہوئے اور اس کے لئے چونا تیار کیا وہ سیدنا سلیمان بن داؤد علیہما السلام ہیں، جب وہ اس میں داخل ہوئے تو اس کی گرمی اور بے چینی کو پاکر فرمایا اللہ تعالٰی کے عذاب کا درد، یہ تو دردمند ہوتا ہے قبل اس کے دردمندی نہ ہو۔ **قلت** (میں کہتا ہوں کہ) اس کے ساتھ اہل نار سے مشابہت اور نار سے ملابست کی حدیث وارد ہے جیسا کہ اربابِ بصیرت پر پوشیدہ نہیں (ت)

ولہذا علمائے محققین واجلّہ معتمدین مذاہب اربعہ نے بعد تنقیح کار وامعانِ افکار اس کی اباحت کا حکم فرمایا وھو الحق الحقیق بالقبول (اور یہی حق ہے جو قبول کرنے کے لائق ہے۔ ت) علامہ سیدی احمد حموی غمز العیون والبصائر میں فرماتے ہیں:

یعلم منہ حل شرب الدخان[2] اس سے معلوم ہوا کہ حقہ پینا حلال ہے۔ (ت)

اس قاعدہ سے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے حقہ پینے کی حلت معلوم ہوئی۔ علامہ عبدالغنی

---

[1] الضعفاء الکبیر ترجمہ ۹۵ اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن الداؤدی دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۸۴ و ۸۵
شعب الایمان حدیث ۷۷۷۸ ۶/ ۱۶۰
[2] غمز عیون البصائر مع اشباہ والنظائر القاعدۃ الثالثۃ الفن الاول ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۹۸

Marfat.com

بن علامہ اسمٰعیل نابلسی قدس سرہما القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں :

من البدع العادیۃ استعمال التتن و القھوۃ الشائع ذکرھما فی ھذا الزمان بین الاسافل والاعیان والصواب انہ لاوجہ لحرمتھما ولا لکراھتھما فی الاستعمال[1] الخ۔

بدعات عادیہ سے ہے حقّہ اور کافی کا پینا جن کا چرچا آج کل عوام وخواص میں شائع ہے اور حق یہ ہے کہ ان کی حرمت کی کوئی وجہ ہے نہ کراہت کی۔

علامہ محقق علاء الدین دمشقی درمختار میں عبارت اشباہ نقل کرکے فرماتے ہیں :

قلت فیفھم منہ حکم التتن[2] شامی میں ہے : وھو الاباحۃ علی المختار[3]

یعنی اس سے تمباکو کا حکم مفہوم ہوتا ہے اور وہ اباحت ہے مذہب مختار میں۔

پھر فرمایا :

وقد کرھہ شیخنا العمادی فی ھدیتہ الحاقا لہ بالثوم والبصل بالاولی[4]

ہمارے استاد عبدالرحمٰن بن محمد عماد الدین دمشقی نے اپنی کتاب ہدیہ میں اسے لہسن و پیاز سے ملحق ٹھہرا کر مکروہ رکھا۔

علامہ سیدی ابوالسعود پھر علامہ سیدی احمد طحطاوی نے حاشیہ درمختار میں فرمایا :

لایخفی ان الکراھۃ تنزیھیۃ بدلیل الالحاق بالثوم والبصل والمکروہ تنزیھا یجامع الجواز[5]

پوشیدہ نہیں کہ یہ کراہت تنزیہی ہے جیسے لہسن اور پیاز کی، اور مکروہ تنزیہی جائز ہوتا ہے۔

علامہ حامد آفندی عمادی بن علی آفندی مفتی دمشق الشام فتاوٰی مغنی المستفتی عن سوال المفتی میں علامہ محی الدین احمد بن محی الدین حیدر کردی جزری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے نقل فرماتے ہیں :

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الدلیل علی قبح البدع والنھی عنھا المکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۱۴۲-۱۴۳

[2] الدرالمختار کتاب الاشربہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۶۱

[3] ردالمحتار ؍؍ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۹۶

[4] الدرالمختار مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۶۱

[5] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الاشربہ دارالمعرفۃ بیروت ۴/ ۲۲۶

Marfat.com

فی الافتاء بحله دفع الحرج عن المسلمین فان اکثرھم مبتلون بتناوله مع ان تحلیله ایسر من تحریمه وما خیر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم بین امرین الا اختار ایسرھما واما کونه بدعة فلا ضرر فانه بدعة فی التناول لا فی الدین فاثبات حرمته امر عسیر لا یکاد یوجد له نصیر[1]

حلتِ قلیان پر فتویٰ دینے میں مسلمانوں سے دفع حرج ہے کہ اکثر اہلِ اسلام اس کے پینے میں مبتلا ہیں معہذا اس کی تحلیل تحریم سے آسان تر ہے اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دو کاموں میں اختیار دیئے جاتے جو ان میں زیادہ آسان ہوتا اُسے اختیار فرماتے، رہا اُس کا بدعت ہونا کچھ باعثِ ضرر نہیں کہ یہ بدعت کھانے پینے میں ہے نہ کہ امورِ دین میں، تو اس کی حرمت ثابت کرنا ایک دشوار کام ہے جس کا کوئی معین و یاور ملتا نظر نہیں آتا۔

علامہ خاتمۃ المحققین سیدی امین الملۃ والدین محمد بن عابدین شامی قدس سرہ السامی ردالمحتار حاشیۂ درمختار میں فرماتے ہیں:

للعلامة الشیخ علی الاجھوری المالکی رسالة فی حله نقل فیها انه افتی بحله من یعتمد علیه من ائمة المذاهب الاربعة[2]

علامہ شیخ علی اجہوری مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حقہ کی حلت میں ایک رسالہ لکھا جس میں نقل فرمایا کہ چاروں مذہب کے ائمہ معتمدین نے اس کی حلت پر فتویٰ دیا۔

پھر فرماتے ہیں:

قلت والف فی حله ایضا سیدنا العارف عبد الغنی النابلسی رسالة سماها الصلح بین الاخوان فی اباحة شرب الدخان وتعرض له فی کثیر من تالیفه الحسان واقامة الطامة الکبریٰ

حلتِ قلیان میں ہمارے سردار عارف باللہ حضرت عبد الغنی نابلسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ایک رسالہ تالیف فرمایا جس کا "الصلح بین الاخوان فی اباحۃ شرب الدخان" نام رکھا اور اپنی بہت تالیفاتِ نفیسہ میں اس سے تعرض کیا اور حقہ کی حرمت یا کراہت ماننے والے پر

---

[1] العقود الدریۃ بحوالہ محی الدین الکردی الجزری، فی الرد علی من افتی بحرمۃ شرب الدخان، ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۳۶۶

[2] ردالمحتار کتاب الاشربہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۹۵

Marfat.com

على القائل بالحرمة او بالكراهة فانهما
حكمان شرعيان لابد لهما من دليل ولا دليل
على ذلك فانه لم يثبت اسكاره ولا تفتيره
ولا اضراره بل ثبت له منافع فهو
داخل تحت قاعدة الاصل فى الاشياء
الاباحة وان فرض اضراره للبعض
لايلزم منه تحريمه على كل احد
فان العسل يضر باصحاب الصفراء الغالبة
وربما امرضهم مع انه شفاء بالنص
القطعى وليس الاحتياط فى الافتراء
على الله تعالى باثبات الحرمة
او الكراهة اللذين لا بد لهما
من دليل بل فى القول بالاباحة التى هى
الاصل وقد توقف النبى صلى الله تعالى عليه
وسلم مع انه هو المشرع فى تحريم الخمر
ام الخبائث حتى نزل عليه النص القطعى فالذى
ينبغى للانسان اذا سئل عنه سواء
كان ممن يتعاطاه اولا كهذا
العبد الضعيف وجميع من فى بيته ان
يقول هو مباح لكن رائحته تستكرهها
الطباع فهو مكروه طبعا لا شرعا الى اخر
ما اطال به رحمه الله تعالى [1]

قیامت کبریٰ قائم فرمائی کہ وہ دونوں حکم شرعی ہیں
جن کے لئے دلیل درکار۔ اور یہاں دلیل معدوم
کہ نہ اس کا نشہ لانا ثابت ہوا نہ عقل میں فتور
ڈالنا نہ مضرت کرنا بلکہ اس کے منافع ثابت ہوئے
ہیں تو وہ اس قاعدہ کے نیچے داخل کہ اصل
اشیاء میں اباحت ہے' اور اگر فرض کیجئے کہ بعض
کو ضرر کرے تو اس سے سب پر حرمت ثابت
نہیں ہوتی، جن مزاجوں پر صفرا غالب ہوتا ہے
شہد انھیں نقصان کرتا ہے بلکہ بارہا بیمار کر دیتا ہے
باآنکہ وہ بنص قرآنی شفا ہے، اور یہ احتیاط کی
بات نہیں کہ حرمت یا کراہت ٹھہرا کر خدا پر افترا
کر دیجئے کہ ان کے لئے دلیل کی حاجت بلکہ احتیاط
مباح ماننے میں ہے کہ وہی اصل ہے، خود نبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ بنفس نفیس صاحب شرع
ہیں شراب جیسی ام الخبائث کی تحریم میں توقف
فرمایا جب تک کہ نص قطعی نہ اترا تو آدمی کو چاہیے
جب اس سے حقہ کے بارے میں سوال کیا جائے
تو اسے مباح ہی بتائے خواہ پیتا ہو یا نہ پیتا ہو
جیسے میں اور میرے گھر میں جس قدر لوگ ہیں (کہ ہم
میں کوئی نہیں پیتا مگر فتویٰ اباحت ہی پر دیتا ہوں)
ہاں اس کی بو طبیعت کو ناپسند ہے تو وہ مکروہ
طبعی ہے نہ کہ شرعی، اور ہنوز علامۂ مذکور کا کلام
طویل اس کی تحقیق میں باقی ہے۔

---

[1] رد المحتار — کتاب الاشربہ — دار احیاء التراث العربی بیروت — ۵/۲۹۶

Marfat.com

بالجملہ عند التحقیق اس مسئلہ میں سوا حکم اباحت کے کوئی راہ نہیں ہے خصوصًا ایسی حالت میں کہ عجمًا وعربًا وشرقًا وغربًا عام مومنین بلاد و بقاع تمام دُنیا کو اس سے ابتلا ہے تو عدم جواز کا حکم دینا عامہ اُمّتِ مرحومہ کو معاذ اللہ فاسق بنانا ہے جسے ملّتِ حنفیہ سمحہ سہلہ غرا بیضا ہرگز گوارا نہیں فرماتی، اسی طرف علّامہ جزری نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے:

فی الافتاء بحله دفع الحرج عن المسلمین [1]

اس کے حلال ہونے کا فتوٰی دینے میں مسلمانوں سے دفع حرج ہے (ت)

اور اسے علّامہ حامد عمادی پھر منقح علامہ محمد شامی آفندی نے برقرار رکھا:

اقول ولسنا نعنی بهذا ان عامة المسلمین اذا ابتلوا بحرام حل بل الامر ان عموم البلوٰی من موجبات التخفیف شرعا وما ضاق امر الا اتسع فاذا وقع ذٰلك فی مسئلة مختلف فیها ترجح جانب الیسر صونا للمسلمین عن العسر ولا یخفی علی خادم الفقه ان هذا کما هو جار فی باب الطهارة والنجاسة کذٰلك فی باب الاباحة والحرمة ولذا تراه من مسوغات الافتاء بقول غیر الامام الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنه کما فی مسئلة المخابرة وغیرها مع تنصیصهم بانه لا یعدل عن قوله الی قول غیرہ الا لضرورة بل هو

اقول (میں کہتا ہوں کہ) ہماری اس سے مراد یہ نہیں کہ عام مسلمان اگر کسی حرام میں مبتلا ہو جائیں تو وہ حلال ہو جاتا ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ عمومًا بلوٰی شرعی طور پر اسباب تخفیف میں سے ہے کوئی تنگی نہیں جس میں وسعت نہ پیدا ہو، جب یہ معاملہ ایک اختلافی مسئلہ میں واقع ہوا تو مسلمانوں کو تنگی سے بچانے کے لئے آسانی کی جانب کو ترجیح ہو گی۔ خادمِ فقہ پر پوشیدہ نہیں کہ جیسے یہ ضابطہ طہارت و نجاست میں جاری ہے ایسے ہی حرمت و اباحت میں بھی جاری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تو اس ضابطہ کو امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے غیر کے قول پر فتوٰی دینے کے مجوزات میں دیکھتا ہے جیسا کہ مسئلہ مخابرہ وغیرہ میں حالانکہ ائمہ کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ بلاضرورۃ امام اعظم علیہ الرحمۃ کے قول سے عدول نہیں کیا جائیگا بلکہ یہ ضابطہ

---

[1] العقود الدریۃ فی الرد علی من افتی بحرمۃ شرب الدخان ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۳۶۶

Marfat.com

من مجوزات المیل الی روایۃ النوادر علی خلاف ظاھر الروایۃ کما نصوا علیہ مع تصریحھم بان ما یخرج عن ظاھر الروایۃ فھو قول مرجوع عنہ وما رجع عنہ المجتھد لم یبق قولا لہ[1] وقد تشبث العلماء بھذا فی کثیر من مسائل الحلال والحرام ففی الطریقۃ وشرحھا الحدیقۃ فی زماننا ھذا لایمکن الاخذ بالقول الاحوط فی الفتوی الذی افتی بہ الائمۃ وھو ما اختارہ الفقیہ ابو اللیث انہ ان کان فی غالب الظن ان اکثر مال الرجل حلال جاز قبول ھدیتہ ومعاملتہ والا لا[2] اھ ملخصا، وفی رد المحتار من مسئلۃ بیع الثمار لا یخفی تحقق الضرورۃ فی زماننا، ولاسیما فی مثل دمشق الشام، و فی نزعھم عن عادتھم حرج، وما ضاق الامر الا اتسع ولا یخفی ان ھذا مسوغ للعدول عن ظاھر الروایۃ[3] اھ ملخصا، و فی مسئلۃ العلم فی الثوب

ظاہر الروایہ کے خلاف روایت نوادر کی طرف میلان کے لئے بھی مجوز ہے جیساکہ علماء نے نص فرمائی باوجودیکہ وہ تصریح فرما چکے ہیں کہ جو قول ظاہر الروایۃ سے خارج ہے وہ مرجوع عنہ ہے اور جس قول سے مجتہد رجوع کر لے وہ اسکا قول نہیں رہتا۔ علماء نے بہت سے مسائل حلال و حرام میں اس سے استدلال کیا ہے۔ طریقہ اور اس کی شرح حدیقہ میں ہے کہ ہمارے زمانے میں قول احوط کو لینا جس پر ائمہ کرام نے فتوی دیا ہے ممکن نہیں۔ اسی کو فقیہ ابو اللیث نے اختیار فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص کے اکثر مال کے حلال ہونے کا گمان غالب ہو تو اس کا ہدیہ قبول کرنا اور اس کے ساتھ معاملہ کرنا جائز ہے ورنہ نہیں اھ اختصار، اور رد المحتار میں پھلوں کی بیع کے مسئلہ میں ہے ہمارے زمانے میں اس کی ضرورت کا متحقق ہونا پوشیدہ نہیں خصوصاً شام کے شہر دمشق میں، اور ان کو عادت سے ہٹانے میں حرج ہے، اور کوئی تنگ معاملہ نہیں جس میں وسعت نہ آئے، مخفی نہیں کہ یہ بات ظاہر الروایہ سے عدول کی مجوز ہے اھ تلخیص۔ اور کپڑے پر نقش و نگار کے مسئلہ میں ہے

---

[1] بحر الرائق کتاب القضاء فصل یجوز تقلید من شاء من المجتہدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۲۷۰
[2] الحدیقۃ الندیۃ الباب الثالث الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۴۲۰
[3] رد المحتار کتاب البیوع فصل فیما یدخل فی البیع تبعاً دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۹

Marfat.com

ھو ارفق باھل ھذا الزمان لئلا یقعوا فی الفسق والعصیان[1] اھ وفیه من کتاب الحدود ومقتضی ھذا کله ان من زفت الیه زوجته لیلة عرسه ولم یکن یعرفھا لایحل له وطؤھا مالم تقل واحدۃ او اکثر انھا زوجتك وفیه حرج عظیم لانه یلزم منه تاثیم الامة[2] اھ ملخصا الی غیر ذلك من مسائل یکثر عدھا ویطول سردھا فاندفع ماعسی ان یوھم من قول الفاضل اللکنوی ان عموم البلوی انما یؤثر فی باب الطھارۃ والنجاسة لافی باب الحرمة والاباحة صرح به الجماعة[3] اھ۔

کہ اس میں اہل زمانہ کے لئے نرمی ہے تاکہ وہ فسق اور گناہ میں مبتلا نہ ہوں اھ، اور اسی کے کتاب الحدود میں ہے اور اس تمام کا مقتضٰی یہ ہے کہ اگر شبِ زفاف شوہر کے پاس اس کی بیوی بھیجی جائے تو اس وقت تک اس کے لئے وطی حلال نہیں جب تک وہ عورت ایک یا کئی بار اس کو کہہ نہ دے کہ وہ اس کی بیوی ہے حالانکہ اس میں حرج عظیم ہے کیونکہ اس سے امت کو گنہگار بنانا لازم آتا ہے اھ ملخص۔ اس کے علاوہ کئی مسائل جن کی تعداد کثیر اور ان کو بیان کرنے میں طوالت ہے۔ اس سے فاضل لکھنوی کے قول سے پیدا ہونے والا یہ وہم دُور ہوگیا کہ عموم بلوٰی صرف طہارت ونجاست میں مؤثر ہے نہ کہ حرمت واباحت میں۔ جماعتِ علماء نے اس کی تصریح فرمائی ہے اھ۔(ت)

ہاں بنظرِ بعض وجوہ اُسے تنزیہی کہہ سکتے ہیں جیسا کہ محقق علائی وعلامہ ابوالسعود وعلامہ طحطاوی وعلامہ شامی نے الحاقا بالثوم والبصل افادہ فرمایا۔

علٰی مراء فیه لبعض الفضلاء مع کلام فی ذلك المراء۔

اس میں بعض فضلاء کو شک ہے باوجودیکہ اس شک میں کلام ہے(ت)

علامہ شامی فرماتے ہیں،

الحاقه بما ذکر ھو الانصاف[4]

اس کا مذکور کے ساتھ الحاق کرنا ہی انصاف ہے۔(ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۵
[2] ″ کتاب الحدود باب الوطء الذی یوجب الحد الخ ″ ″ ″ ″ ۳/ ۱۱۵
[3] ترویح الجنان بتشریح حکم الدخان للکھنوی
[4] ردالمحتار کتاب الاشربہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۹۶

Marfat.com

اقول (میں کہتا ہوں) یہیں سے ظاہر کہ اس وجہ کو موجب کراہت تحریم جاننا،

کما جزم به الفاضل اللکنوی فی فتاواہ وتردد فیه فی رسالة واضطرب فیه کلام المحدث الدھلوی (ھو مولانا الشاہ عبد العزیز المحدث الدھلوی) فیما نسب الیه فاوھم اولًا انه یوجب کراھة التحریم وعاد اٰخرًا فقال التنزیه۔

جیسا کہ فاضل لکھنوی نے اپنے فتاوٰی میں اس پر جزم فرمایا، اور ایک رسالہ میں تردد فرمایا۔ اور اس مسئلہ میں (حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کی طرف منسوب کلام مضطرب ہے، پہلے انھوں نے وہم کیا کہ یہ مکروہِ تحریمی ہے پھر رجوع کرکے فرمایا کہ مکروہ تنزیہی ہے۔ (ت)

سراسر خلافِ تحقیق ہے **ثم اقول** (پھر میں کہتا ہوں۔ت) پھر کراہت تنزیہ کا حاصل صرف اس قدر کہ ترک اولٰی ہے نہ کہ فعل ناجائز ہو۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ یہ کراہت جامع جواز و اباحت ہے جانبِ ترک میں اس کا وہ رتبہ ہے جو جہتِ فعل میں مستحب کا کہ مستحب کیجئے تو بہتر نہ کیجئے تو گناہ نہیں، مکروہ تنزیہی نہ کیجئے تو بہتر کیجئے تو گناہ نہیں پس مکروہِ تنزیہی کو داخلِ دائرۂ اباحت مان کر گناہِ صغیرہ اور اعتیاد کو کبیرہ قرار دینا کما صدر عن الفاضل اللکنوی تبعه السید المشھدی ثم الکردی (جیسا کہ فاضل لکھنوی سے صادر ہوا پھر اس کی اتباع سید مشہدی پھر کردی نے کی۔ت) سخت لغزش وخطائے فاسد ہے یا رب مگر وہ گناہ کون سا جو شرعًا مباح ہو اور وہ مباح کیسا جو شرعًا گناہ ہو۔ فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اس خطائے شدید کے رَد میں ایک مستقل تحریر مسمّٰی بہ جمل مجلیه ان المکروہ تنزیھا لیس بمعصیه تحریر کی وباللہ التوفیق، **ثم اقول** (پھر میں کہتا ہوں۔ت) یوہیں ما نحن فیہ میں تین وجہ سے کراہت تنزیہہ ٹھہرا کر کراہت تحریم کی طرف مرتقی کردینا کما وقع فیما نسب الی المحدث الدھلوی (جیسا کہ محدّث دہلوی کی طرف منسوب تحریر میں واقع ہوا۔ت) محض نامقبول، قطع نظر اس سے کہ ان وجوہ سے اکثر محلِ نظر، شرع سے اصلًا اس پر دلیل نہیں کہ جو چیز تین وجہ سے مکروہ تنزیہی ہو مکروہ تحریمی ہے ومن ادعی فعلیه البیان (جو دعوٰی کرے بیانِ دلیل اُسی پر واجب ہے۔ت) خود محدّث دہلوی کے تلمیذ رشید مولانا رشید الدین خاں دہلوی مرحوم اپنے رسالہ عربیہ میں صاف لکھتے ہیں کہ علمائے محققین حُقّہ میں کراہت تنزیہی مانتے ہیں حیث قال (جہاں فرمایا۔ت):

اما المحققون القائلون بکراھته تنزیھا فھم ایضا تشبثوا بالروایات الفقھیة مثل ما قال صاحب الدر المختار[1] الخ۔

جو محققین کراہت تنزیہی کے قائل ہیں انھوں نے بھی فقہی روایات سے استدلال کیا ہے جیسا کہ صاحب درمختار نے کہا الخ

[1]

اور اسی میں تصریح ہے کہ مالت مشائخنا الیہا[1] اسی کراہت تنزیہہ کی طرف ہمارے اساتذہ نے میل کیا۔ اس رسالہ پر شاہ عبدالعزیز صاحب و شاہ رفیع الدین صاحب کی تقریظیں ہیں شاہ صاحب نے اسے:

تحریرانیق وتقریر رشیق وصحیح المبانی مستحکم المعانی وموافق روایات و مطابق درایات[2]

عمدہ تحریر، خوبصورت تقریر، صحیح عبارت والی، مستحکم معانی والی، روایات کے موافق اور درایات کے مطابق (ت)

بتایا، اور شاہ رفیع الدین صاحب نے؛

استحسنت غایۃ الاحسان ماتثر بانیہ من جواھر لآلیۃ فی مبانیہ و معانیہ[3]

انتہائی مستحسن ہیں موتیوں کے جواہر جو اس کے بانی نے اس کی عبارات اور معانی میں بکھیرے ہیں (ت)

فرمایا، تو ظاہراً دوسری تحریر کی نسبت غلط ہے یا اُس میں تحریفیں واقع ہوئیں اور اس پر دلیل یہ بھی ہے کہ اس تحریر کے اکثر جوابات مخدوش و مضمحل اور خلافِ تحقیق باتوں پر مشتمل ہیں اور نسبت بہمہ جہت صحیح ہی مانئے تو رسالۂ تلمیذ کی مدح وتقریظ مناقض ومعارض ہوگی وہ تحریر پایۂ اعتبار سے یوں بھی گر گئی۔ اور اس سے بھی قطع نظر کیجئے تو مقصود اتباعِ حق ہے نہ تقلیدِ اہلِ عصر و اتباعِ زید وعمرو، واللہ الہادی وولی الایادی۔

الحاصل معمولی حُقّہ کے حق میں تحقیقِ حق وحقِ تحقیق یہی ہے کہ وہ جائز و مباح اور غایت درجہ صرف مکروہ تنزیہی ہے یعنی جو نہیں پیتے اچھا کرتے ہیں اور جو پیتے ہیں بُرا نہیں کرتے۔

فان الاساءۃ فوق کراھۃ التنزیہ کما حققہ العلامۃ الشامی[4]

کیونکہ اساءۃ مکروہِ تنزیہی سے اوپر ہے جیسا کہ علامہ شامی نے اس کی تحقیق فرمائی (ت)

البتہ وہ حُقّہ جو بعض جُہّال بعض بلادِ ہند ماہ مبارک رمضان شریف میں وقتِ افطار پیتے اور دم لگاتے اور حواس و دماغ میں فتور لاتے اور دیدہ و دل کی عجیب حالت بناتے ہیں بیشک ممنوع و ناجائز و گناہ ہے اور وہ بھی معاذاللہ ماہِ مبارک میں۔ اللہ عزوجل ہدایت بخشے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ہر مفتر چیز سے نہی فرمائی اور اس حالت کے حالت تفتیر ہونے میں کچھ کلام نہیں۔

---

[1]

[2]

[3]

[4] ردالمحتار دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۱۸، ۳۰۱

Marfat.com

احمد و ابوداؤد بسند صحیح عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت نہٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن کل مسکر و مفتر[1]

امام احمد اور ابوداؤد نے بسندِ صحیح حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہر نشہ آور چیز اور سست کر دینے والی شئے سے منع فرمایا (ت)

اور ایک صورت ممانعت کی اوقات خاصہ کے لئے اور پیدا ہوگی رائحہ کریہہ کے ساتھ مسجد میں جانا جائز نہیں

لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اکل من ھذہ الشجرۃ الخبیثۃ فلا یقربن مصلانا فان الملٰئکۃ تتأذی مما یتأذی منہ بنو اٰدم[2]

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کے مطابق کہ جو اس درخت خبیثہ (یعنی تھوم) کو کھائے وہ ہماری مسجدوں میں نہ آئے کہ جس بات سے آدمیوں کو اذیت ہوتی ہے اس سے فرشتے بھی اذیت پاتے ہیں۔ (ت)

تو اگر حقہ سے منہ کی بُو متغیر ہو بے کُلّی کئے منہ صاف کئے مسجد میں جانے کی اجازت نہیں، اسی قدر سے خود حقہ پر حکم ممانعت نہیں جیسے کچا لہسن پیاز کھانا کہ بلاشبہہ حلال ہے اور اُسے کھا کر جب تک بُو زائل نہ ہو مسجد میں جانا ممنوع مگر جو حقہ ایسا کثیف و بے اہتمام ہو کہ معاذ اللہ تغیر باقی پیدا کرے کہ وقت جماعت تک کلی سے بھی بکلی زائل نہ ہو تو قرب جماعت میں اس کا پینا شرعاً ناجائز کہ اب وہ ترکِ جماعت و ترکِ سجدہ یا بدبو کے ساتھ دخولِ مسجد کا موجب ہوگا اور یہ دونوں ممنوع وناجائز ہیں اور ہر مباح فی نفسہ کہ امر ممنوع کی طرف مؤدی ہو ممنوع و ناروا ہے،

وقد حققنا المسألۃ مع نظائرھا فی کتاب الوقف من فتاوٰنا بما یتعین الرجوع الیہ و لایجوز التغافل عنہ۔

اس مسئلہ کی تحقیق اس کے نظائر سمیت کتاب الوقف میں ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس طور پر کر دی ہے کہ اس کی طرف رجوع متعین ہے اور اس سے غفلت ناجائز ہے۔ (ت)

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الاشربۃ باب ما جاء فی السکر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۶۳
مسند احمد بن حنبل عن ام سلمہ المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۳۰۹
[2] المعجم الصغیر باب الالف من اسمہ احمد دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۲۲

Marfat.com

یہیں سے تمباکو کھانے کا حکم واضح ہوگیا وہ فی نفسہٖ نباتات مباحہ سے ہے جس کی ممانعت اکل پر شرع مطہر ہرگز دال نہیں تو اُسے بعد وضوح حال حرام یا مکروہ تحریمی کہنا شرع پر جرأت و تہمت ہے ہاں غایت وہی تنزیہی کراہت ہے **اقول** بلکہ حُقّہ سے اشد کہ دُھواں منہ میں قائم نہیں رہتا تمباکوئے کشید نی اگر کثیف نہو اور حقہ جلد جلد تازہ کیا جائے ہر بار پانی بدلا جائے تو اِن سے تغیر رائحہ ہوتا ہی نہیں خصوصاً جبکہ تمباکو خوشبودار ہو اور بحالت متوسط پر بھی اس سے جو تغیر ہوتا ہے بہت سریع الزوال ہوتا ہے کلیوں سے فوراً جاتا رہتا ہے اور بے کلی بھی تھوڑی دیر میں ہوائیں اسے لیجاتی ہیں بخلاف تمباکوئے خوردنی کہ اس کا جرم مُنہ میں دبا رہتا ہے اور مکرر استعمال سے تمام دہن اس کی کیفیت کریہہ سے متکیف ہوتا اور اس کی بُو میں بس جاتا ہے تو اس کی کراہت تنزیہی حُقّہ سے زائد ہے اور اس میں ایک دقیقہ اور ہے تمباکو کھانے کا زیادہ رواج عورتوں میں ہے، اور شوہر اگر اس کا غیر عادی اور اس کی بُو سے متاذی ہو تو عورت کے لئے اس کا استعمال حدِ ممانعت تک پہنچے گا

لمافیہ من مناقضۃ ما قصد الشرع من الایتلاف و التحبب الی الازواج۔ کیونکہ اس میں میاں بیوی کے درمیان اس باہمی انس و محبت کی ممانعت ہے جو شرعاً مقصود و مطلوب ہے۔ (ت)

بلکہ عورت عادیہ نہ ہو اور اس کی بُو سے ایذا پائے تو شوہر کے لیے بھی اُس کی کراہت اشد ہو جائیگی کہ عورت کے حق میں شوہر کو ایذا دینا یا اُسے اپنے بعض بدن مثل زبان و دہن سے تمتع دشوار کر دینا اگرچہ سخت ناپسند شرع ہے مگر مرد کو بھی حکم عاشروھن بالمعروف[1] (ان سے اچھا برتاؤ کرو۔ ت) کی ہدایت، اور اُن کی ایذا سے ممانعت، اور اُن کی دلداری و دلجوئی کی طرف دعوت ہے۔ اور اگر کثافت و بے احتیاطی اس حد کو پہنچی کہ رائحہ کریہہ لازم دہن ہو جائے، کُلی وغیرہ سے نہ جائے، برابر والے کو ایذا پہنچائے، تو ایسے تمباکو کا استعمال بیشک ناجائز و ممنوع ہے کہ اب وہ خواہی نخواہی ترکِ جماعت و مسجد کا موجب ہوگا اور یہ حرام ہے معہذا ایسے تغیر کے ساتھ خود نماز پڑھنا، تلاوتِ قرآن کرنا سوئے ادب و گستاخی ہے والعیاذ باللہ تعالٰی ھذا ھو حق التحقیق، واللہ سبحٰنہ ولی التوفیق۔

اما ماذکر السائل من حدیثی الدر الثمین فاقول لامتمسک فیھما سائل نے درِ ثمین کے حوالے سے جو دو حدیثیں ذکر کی ہیں تو میں کہتا ہوں کہ ان میں ممانعت کے

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۹

Marfat.com

للقائل بالمنع معلوم ضرورة من الدين ان نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم وكذلك سائر اخوانه من الانبياء والمرسلين والملئكة المقربين صلوات الله تعالى وسلامه عليهم اجمعين كلهم طيبون نظيفون يحبون الطيب ويكرهون الروائح الكريهة ثم لم يورث هذا فى الثوم والبصل واخواتهما من المباحات حرمة ولا منعًا مع ما نطقت به الاحاديث الجليلة الصحيحة مسموعات الصحابة الكرام فى اليقظة مرويات الائمة الاعلام على جادة الحجية فى الشريعة من قوله صلى الله تعالى عليه وسلم من اكل الثوم والبصل والكراث فلا يقربن مسجدنا[1] وغير ذلك من الاحاديث فكيف بحكاية منام يحكيها بعض المتاخرين عن بعض من لم يسم وهذا سيدنا جابر بن عبد الله الانصاري رضى الله تعالى عنهما راويا ان النبى صلى الله تعالى عليه وسلم قال من اكل ثوما او بصلا فليعتزلنا اوقال فليعتزل مسجدنا و ليقعد فى بيته وان النبى صلى الله تعالى عليه وسلم اُتى بقدر فيه خضرات من بقول

قائل کے لئے کوئی دلیل معلوم نہیں ہوتی یہ بات ضروریاتِ دین سے معلوم ہوتی ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، یونہی دیگر انبیاء ومرسلین اور ملائکہ مقربین علیہم الصلوٰۃ والسلام تمام کے تمام صاف ستھرے ہیں، خوشبو کو پسند اور بدبو کو ناپسند کرتے ہیں۔ پھر محض بدبو کا پایا جانا تو تھوم اور پیاز وغیرہ مباح اشیاء میں بھی حرمت و ممانعت کو ثابت نہیں کرتا باوجودیکہ اس پر وہ عظیم الشان احادیث صحیحہ وارد ہیں جو صحابہ کرام نے بیداری کی حالت میں سنی ہیں اور ائمہ اعلام سے اس طریقے پر مروی ہیں جو شریعت میں حجت ہے، جیسے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد کہ جس نے تھوم، پیاز اور گندنا کھایا وہ ہرگز ہماری مسجد کے قریب نہ آئے، اس کے علاوہ دیگر احادیث مبارکہ۔ تو پھر نیند کی حالت کی حکایت سے کیسے حرمت ثابت ہوسکتی ہے جس کو بعض متاخرین نے بعض نامعلوم حضرات سے حکایت کیا۔ سیدنا حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس نے تھوم یا پیاز کھایا وہ ہم سے یا ہماری مسجد سے الگ رہے اور اپنے گھر میں بیٹھے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ہنڈیا

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساجد باب نہی من اکل ثوما او بصلا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۰۹

Marfat.com

فوجد لها ريحا فقال قربوها الى بعض اصحابه وقال كل فاني اناجي من لاتناجي رواه الشيخان[1] وهذا سيدنا ابو ايوب الانصاري رضي الله تعالى عنه قائلا كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اذا اتي بطعام اكل منه وبعث بفضله الي وانه بعث الي يوما بفضلة لم يأكل منها لان فيها ثوما فسألته حرام هو قال لا ولكني اكرهه من اجل ريحه قال فاني اكره ما كرهت رواه مسلم[2] فهذا شئ اخر غير المنع الشرعي وانما الكلام فيه، والله سبحنه وتعالى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم۔

پیش کی گئی جس میں مختلف قسم کی سبزیاں تھیں آپ نے ان کی بُو کو ناگوار پایا تو بعض اصحاب کے قریب کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا اسکو کھاؤ کیونکہ میں اس سے سرگوشی کرتا ہوں جس سے تم نہیں کرتے۔ اس کو بخاری ومسلم نے روایت کیا۔

سیدنا حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں کھانا لایا جاتا تو آپ اس میں سے تناول فرماتے اور جو بچ جاتا وہ میری طرف بھیج دیتے، ایک دن آپ نے میرے پاس سبزی بھیجی جس میں سے خود کچھ نہ کھایا کیونکہ اس میں تھوم تھا، میں نے آپ سے پوچھا کیا یہ حرام ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ حرام نہیں لیکن میں اس کو ناگوار بُو کی وجہ سے پسند نہیں کرتا۔ تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا جس کو آپ پسند نہیں کرتے میں بھی اس کو پسند نہیں کرتا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا۔ تو یہ ایک دوسری چیز ہے جو ممانعت شرعی کے علاوہ ہے حالانکہ کلام تو ممانعتِ شرعیہ میں ہے۔ اللہ تعالٰی پاک ہے اور سب سے بڑا

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاذان باب ماجاء فی الثوم النئ والبصل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۸

صحیح مسلم کتاب المساجد باب نہی من اکل ثوما او بصلا الخ " " " ۱/۲۰۹

[2] صحیح مسلم کتاب الاشربہ باب اباحۃ اکل الثوم الخ " " " ۲/۱۸۳

Marfat.com

عالم ہے اور اس شرف و بزرگی والے کا علم زیادہ تام اور زیادہ پختہ ہے۔ (ت)

کتبــــــــــــــــــــــہ

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

محمدی سنّی حنفی قادری
عبد المصطفٰی احمد رضا خاں

رسالہ

حقۃ المرجان لمہم حکم الدخان

ختم ہوا

مسئلہ ۲۰: از کلکتہ دھرم تلا ۱ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۵ جمادی الآخر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں کلکتہ میں نمکین بسکٹوں میں منشی تاڑی بغرض خمیر ملائی جاتی ہے شیرین میں نہیں مگر میدہ گوندھنے کے ظرف دونوں کے ایک ہی ہیں اور وہ تختہ جس پر بسکٹ بنائے جاتے ہیں وہ بھی ایک ہی ہوتا ہے نمکین بسکٹ کے سیر بھر آٹے میں پاؤ بھر تاڑی ملائی جاتی ہے نمکین کا کھانا جائز ہے یا نہیں اور شیریں کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

جو بہتی چیز نشہ رکھتی ہو مذہب صحیح میں اس کا قطرہ قطرہ نہ صرف حرام بلکہ نجس بھی ہے ھذا ھو قول محمد وھو الصحیح وعلیہ الفتوٰی (یہی امام محمد علیہ الرحمۃ کا قول ہے، یہی صحیح ہے اور اسی پر فتوٰی ہے۔ ت) پس صورت مستفسرہ میں نمکین بسکٹ مطلقاً حرام و نجس ہیں، اور شیریں میں تین صورتیں، اگر ثابت ہو کہ ان کے میدہ یا خمیر میں بھی اس نجاست کے اجزاء ضرور مخلوط ہوتے ہیں تو یہ بھی حرام و ناپاک، اور اگر تحقیق ہو کہ یہ محفوظ رہتے ہیں مثلاً انھیں التزام ہے کہ جب نمکین کے بعد شیریں بناتے ہیں تو دست و ظروف کو بقدر کافی دھو ڈالتے ہیں اس کے بعد شیریں کا میدہ گوندھتے بناتے ہیں اگرچہ اس دھونے سے ان کی نیت تطہیر کی نہ ہو بلکہ صرف اس خیال سے کہ ان میں نمکینی نہ آجائے یا اور کسی وجہ سے یہ دھونا ایسا واقع ہوتا ہے کہ نجاست کے اجزا دست و ظروف سے زائل ہوجاتے ہیں تو شیریں مطلقاً حلال و طیب، اور اگر مشکوک و محتمل ہو مثلاً ایک دن میں جس قدر یکے بعد دیگرے بنتے ہیں ان میں تو

Marfat.com

شست وشو نہیں ہوتی یا ہوتی ہے تو ناکافی و ناقابلِ تطہیر، مگر دوسرے دن جو بنانا شروع ہوتا ہے تو رات کے باسی برتن خوب دھوئے جاتے ہیں اور ہمیشہ پہلے نمکین بنانے کا التزام نہیں بلکہ کبھی نمکین کبھی شیرین سے ابتدا کرتے ہیں تو اس صورت میں شیرین کا معاملہ محتمل رہا، ممکن کہ بعد تطہیر پہلے ہی بنے ہوں، ممکن کہ پہلے نمکین بن کر یہ بلا تطہیر بنائے گئے اور ان میں اجزائے نجاست مل گئے ہوں، اس تقدیر پر جن خاص میٹھوں کی نسبت معلوم ہو کہ ان میں خلط نجاست واقع ہوا وہ حرام جن کی نسبت تحقیق ہو کہ ان میں نہ ہوا وہ طیّب حلال جن کی نسبت کچھ علم ہو انھیں حرام یا ناپاک نہیں کہہ سکتے،

فان الاصل هو الحل والطهارة فلا یعارضه الاحتمال ولیس للیقین بالشك زوال۔

بیشک اصل حل و طہارت ہے چنانچہ احتمال اس کا معارضہ نہیں کرسکتا اور نہ ہی یقین شک کے ساتھ زائل ہوسکتا ہے۔ (ت)

ان کا حکم ہندوؤں کی بنائی ہوئی مٹھائی، دودھ، دہی، ملائی وغیرہا اشیاء کا ہوگا کہ کھانا حلال اور بچنا بہتر، فتوٰی جواز اور تقوٰی احتراز۔ یہ سب اس تقدیر پر ہے کہ نمکین میں انھیں مسکر تاڑی ڈالنے کا التزام ہو خواہ یوں کہ بازار میں مسکر ہی ملتی ہے وہ وہیں سے لیتے ہیں یا یوں کہ جس غرض سے ڈالتے ہیں وہ مسکر ہی سے حاصل ہوتی ہے غیر مسکر کام نہیں دیتی، اور اگر یہ دونوں امر نہ ہوں بلکہ وہ کبھی مسکر کبھی غیر مسکر ہر قسم کی تاڑی ڈالا کرتے ہیں کوئی خاص التزام نہیں تو اب نمکین بسکٹوں پر مطلقاً حرمت کا حکم نہیں بلکہ ان کا حال وہ ہوگا جو صورت ثالثہ میں شیرین کا تھا کہ جس خاص کا حال معلوم حکم معلوم ورنہ کھانا روا بچنا اولٰی۔ تاڑی چند ساعت دھوپ کی حرارت پا کر جوش لاتی ہے اور مسکر ہو جاتی ہے یا جس گھڑی میں لی گئی اس میں پہلی تاڑی کا اثر ہو تو اپنی شدت لطافت کے سبب یوں بھی سکر لے آتی ہے ورنہ اگر کورا گھڑا وقت مغرب باندھیں اور وقت طلوع اتار کر اُسی وقت استعمال کریں تو اُس میں جوش نہیں آتا یہ اگر ثابت ہو تو اس وقت تک وہ حلال و طاہر ہوتی ہے جب جوش لائی ناپاک و حرام ہوئی، پھر کہا جاتا ہے کہ اُس کے بعد بھی اس کی یہ حالت دیرپا نہیں رہتی بلکہ کچھ مدت کے بعد ترش ہو کر سرکہ ہو جاتی ہے جس طرح تذکرہ طبیب داؤد انطاکی میں نارجیل کی نسبت ہے:

قد یفسد طلعه او جریده ویلقم کوزا فیسیل منه لبن، ویسمّی السیندی یبقی یوما علی الحلاوة والدسومة وله

کبھی اس کا گابھا یا ٹہنی فاسد ہو جاتے ہیں اور کوزے کا دہانہ بند ہو جاتا ہے تو اس سے دُودھ بہنے لگتا ہے جس کو سیندھی کہا جاتا ہے۔ اس کی حلاوت اور چکنائی ایک دن باقی رہتی ہے اس کے

Marfat.com

افعال اشد من الخمر و ھو خیر منہا ثم یکون خلا بالغا قاطعا[1]

افعال شراب سے زیادہ سخت ہوتے ہیں اور یہ اس سے بہتر ہے پھر یہ تند و تیز سرکہ بن جاتا ہے (ت)

مگر میر محمد مومن کے لفظ تحفہ میں یہ ہیں:

حلاوت او تا یک روز باقی ست بعد از یک روز مانند سرکہ ترش می شود[2]

اس کی حلاوت ایک دن باقی رہتی ہے پھر وہ ترش سرکہ بن جاتا ہے۔ (ت)

لیکن سرکہ ہو جانے اور مثل سرکہ ترش ہو جانے میں فرق ہے، غرض اگر ثابت ہو کہ تاڑی ایک وقت تک مسکر نہیں ہوتی یا ایک وقت کے بعد مسکر نہیں رہتی اور انھیں خاص مسکر ہی کے ڈالنے کا التزام نہیں بلکہ دونوں طرح کے استعمال کرتے ہیں جب تو حکم یہ ہے، اور اگر ثابت ہوا کہ اس مدت مقررہ کے بعد اس کے اجزا خواہی نخواہی سرکہ ہو جاتے ہیں اگرچہ آٹے میں مل کر تنور میں پک چکے ہوں تو اس مدت کے گزرنے پر بسکٹ مطلقاً حلال ہو جائیں گے،

لان الحرمۃ کانت لمجاور وقد تبدل عینہ قال فی الدر المختار لو عجن خبز بخمر صب خل فیہ حتی یذھب اثرہ فیطھر[3] فی رد المحتار لانقلاب ما فیہ من اجزاء الخمر خلا[4]

کیونکہ حرمت مجاور کی وجہ سے ہے اور اس کا عین بدل گیا ہے اور در مختار میں ہے اگر شراب میں آٹا گوندھ کر روٹی پکائی گئی حتی کہ شراب کا اثر جاتا رہا تو وہ پاک ہو جائے گی۔ رد المحتار میں ہے اس لئے کہ اس کی حقیقت بدل کر سرکہ بن گئی ہے۔ (ت)

اور اگر یہ امور ناثابت ہوں تو حکم وہی ہے کہ اول مذکور ہوا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ از گلگت چھاؤنی جونتال مرسلہ سید محمد یوسف علی صاحب ۱۰ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص شراب پیئے وہ کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

---

[1] تذکرۃ اولوا الالباب لداؤد انطاکی حرف النون ذکر نارجیل مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۲۴

[2] تحفۃ المؤمنین علٰی حاشیہ مخزن الادویۃ تحت لفظ نارجیل نولکشور کانپور ص ۵۵۳

[3] الدر المختار کتاب الطہارت باب الانجاس مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۵۶

[4] رد المحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۲۳

Marfat.com

الجواب

اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا وَالْمُسْلِمِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ (اے اللہ! ہمیں اور تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھ اپنی رحمت کے ساتھ اے بہترین رحم فرمانے والے۔ ت) شراب حرام اور پیشاب کی طرح ناپاک اور اس کا پینا سخت گناہِ کبیرہ اور پینے والا فاسق فاجر ناپاک بیباک مردود وملعون مستحق عذابِ شدید وعقابِ الیم ہے، والعیاذ باللہ رب العالمین، اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس پر سخت سخت وعیدیں ہولناک تہدیدیں فرمائیں، ہم یہاں صرف بعض پر اکتفا کرتے ہیں:

حدیث (۱): رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایشرب الخمر حین یشربها وھو مؤمن رواہ الشیخان[1] وغیرھما عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

شراب پیتے وقت شرابی کا ایمان ٹھیک نہیں رہتا (اس کو شیخین وغیرہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

حدیث (۲): (رسول اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:)

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الخمر عشرۃ عاصرھا ومعتصرھا وشاربھا وحاملھا والمحمولۃ الیہ وساقیھا وبائعھا واٰکل ثمنھا والمشتری لھا والمشتراۃ لہ رواہ الترمذی[2] وابن ماجۃ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ ورجالہ ثقات۔

یعنی جو شخص شراب کے لئے شیرہ نکالے اور جو نکلوائے اور جو پیئے اور جو اٹھا کر لائے اور جس کے پاس لائی جائے اور جو پلائے اور جو بیچے اور جو اس کے دام کھائے اور جو خریدے اور جس کے لئے خریدی جائے ان سب پر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے لعنت فرمائی (اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔ ت)

حدیث (۳) کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاشربہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۳۶
صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان نقصان الایمان بالمعاصی ،، ،، ۱/۵۵

[2] سنن ابن ماجہ ابواب الاشربہ باب لعنت الخمر الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۵۰
جامع الترمذی ابواب البیوع باب ماجاء فی بیع الخمر الخ امین کمپنی دہلی ۱/۱۵۵

Marfat.com

من زنی وشرب الخمر نزع الله منه الایمان کما یخلع الانسان القمیص من راسه۔ رواہ الحاکم[1] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جو زنا کرے یا شراب پیئے اللہ تعالیٰ اُس سے ایمان کھینچ لیتا ہے جیسے آدمی اپنے سر سے کُرتا کھینچ لے (اسے امام حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

حدیث (۴) کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لایدخلون الجنۃ مدمن الخمر وقاطع الرحم ومصدق بالسحر ومن مات مدمن الخمر سقاہ اللہ جل وعلا من نھر الغوطۃ، قیل وما نھر الغوطہ، قال نھر یجری من فروج المومسات یؤذی اھل النار ریح فروجھن۔ رواہ احمد[2] وابن حبان فی صحیحہ وابو یعلیٰ عن ابی موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

تین شخص جنت میں نہ جائیں گے: شرابی اور اپنے قریب رشتہ داروں سے بدسلوکی کرنیوالا اور جادو کی تصدیق کرنے والا۔ اور جو شرابی بے توبہ مرجائے اللہ تعالیٰ اسے وہ خون اور پیپ پلائے گا جو دوزخ میں فاحشہ عورتوں کی بُری جگہ سے اس قدر بہے گا کہ ایک نہر ہو جائے گا دوزخیوں کو ان کی فرج کی بدبو عذاب پر عذاب ہوگی وہ سخت بدبو گندی پیپ جو بدکار عورتوں کی فرج سے بہے گی اس شرابی کو پینی پڑے گی۔ (والعیاذ باللہ تعالیٰ) (اس کو امام احمد، ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے روایت کیا اور اس کی تصحیح کی۔ اور ابو یعلیٰ نے اس کو سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

مسلمان ذرا آنکھیں بند کرکے غور کرے کہ شراب چھوڑنا قبول ہے یا اس پیپ کے گھونٹ نگلنا والعیاذ باللہ رب العلمین۔

حدیث (۵): رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مدمن الخمران مات لقی اللہ

شرابی اگر بے توبہ مرے تو اللہ تعالیٰ کے حضور

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب الایمان اذا زنی العبد خرج منہ الایمان دار الفکر بیروت ۱/۲۲

[2] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/۳۹۹

المستدرک للحاکم کتاب الاشربہ ذکر ثلثۃ لا یدخلون الجنۃ دار الفکر بیروت ۴/۱۴۶

موارد الظمآن باب مدمن الخمر حدیث ۱۳۸۰ المطبعۃ السلفیہ ص ۳۳۵

Marfat.com

کعابد وثن۔ رواہ احمد[1] بسند صحیح عندنا وابن حبان فی صحیحہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اس طرح ہوگا جیسے کوئی بُت پُوجنے والا (اس کو امام احمد نے بسندِ صحیح روایت کیا اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اس کو سیّدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت فرمایا ہے۔ ت)

حدیث (۶): رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما من احد یشرب بہا فیقبل اللہ لہ صلوۃ اربعین لیلۃ و لا یموت وفی مثانتہ منہا شیئ الاحرمت بہا علیہ الجنّۃ فان مات فی اربعین لیلۃ مات میتۃ جاھلیۃ[2]

جو شخص شراب کی ایک بُوند پیئے چالیس روز تک اس کی کوئی نماز قبول نہ ہو، اور جو مرجائے اور اس کے پیٹ میں شراب کا ایک ذرّہ بھی ہو تو جنّت اس پر حرام کردی جائے گی، اور جو شراب پینے سے چالیس دن کے اندر مرے گا وہ زمانۂ کفر کی موت مرے گا۔ (ت)

والعیاذ باللہ تعالٰی۔

حدیث (۷) کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اقسم ربی بعزتہ لا یشرب عبد من عبیدی جرعۃ من خمر الاسقیتہ مکانہا من حمیم جہنم معذبا اومغفورا لہ، ولا یسقیہا صبیا صغیرا الاسقیتہ مکانہا من حمیم جہنم معذبا اومغفورا، ولا یدعہا عبد من عبیدی من مخافتی الاسقیتہا ایاہ من حظیرۃ

میرے رب نے اپنی عزّت کی قسم یاد فرمائی ہے کہ میرا جو بندہ ایک گھونٹ شراب کا پیئے گا میں اسے اس کے بدلے جہنم کا وہ کھولتا ہوا پانی پلاؤں گا اس کی بخشش تک، اور جو کسی چھوٹے کو پلائے گا جب بھی اس کی سزا میں وہ پانی پلاؤں گا اس کی بخشش تک، اور میرا جو بندہ میرے خوف سے شراب چھوڑے گا اسے اپنے پاک دربار میں پلاؤں گا (اس کو

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۷۲
موارد الظمآن باب مدمن الخمر حدیث ۱۳۷۹ المطبعۃ السلفیہ ص ۳۳۵

[2] المستدرک للحاکم کتاب الاشربہ ان اعظم الکبائر شرب الخ دار الفکر بیروت ۴/۱۴۷

Marfat.com

القدس۔ رواہ احمد[1] عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

امام احمد نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت فرمایا۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲ ازبریلی سائل منشی احمد علی محرر چونگی قلعہ بریلی ۱۱ صفر ۱۳۱۴ھ

علمائے دین نے حقہ کو حرام مطلق قرار دیا ہے یا مکروہ؟ کیا وہ شخص زیارت حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مشرف نہ ہوگا جو حقہ پیتا ہے اگرچہ درود شریف بکثرت پڑھتا ہو اور کیا اس کا تحفہ حضور قبول نہ فرمائیں گے؟

الجواب

دم لگانا جس سے ہوش وحواس میں فرق آجاتا ہے حرام ہے اور سادہ حقہ ہرگز حرام نہیں، نہ اس کا پینا کسی طرح کا گناہ ہے، ہاں اگر بو رکھتا ہے تو خلافِ اولٰی ہے جیسے کچی پیاز کھانا، اور یہ جاہلانہ خیالات کہ حقہ پینے والا زیارتِ اقدس حضور پُرنور رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے معاذ اللہ محروم ہے یا حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم معاذ اللہ اس کا تحفہ درود شریف قبول نہ فرمائیں گے، یہ سب دروغ بے فروغ اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افترا ہے، بہت بندگان خدا حقہ پینے والے خواب میں زیارتِ جمال جہاں آرائے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بارہا مشرف ہوئے اور حضور رؤف ورحیم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غایت کرم ومہربانی کے کلمات ارشاد فرمائے۔

قل لو انتم تملکون خزائن رحمۃ ربی اذا لامسکتم خشیۃ الانفاق وکان الانسان قتورا[2]

اے محبوب! فرمادیں اگر تم لوگ میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو انھیں بھی روک رکھتے اس ڈر سے کہ خرچ نہ ہوجائیں، اور آدمی بڑا کنجوس ہے۔ (ت)

؎ اگر بادشہ بر در پیر زن بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

(اگر بادشاہ بوڑھی عورت کے دروازے پر آئے تو اے سردار! تو مونچھیں مت اکھاڑ۔ ت)

ہاں وردِ درود مبارک کے وقت حقہ نہ پیے اور پی چکا ہو تو کُلّی مسواک سے منہ صاف کرکے وِرد شروع

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی امامہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/۲۵۷

[2] القرآن الکریم ۱۷/۱۰۰

Marfat.com

کرے۔ واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ ۲۳ از براہم پور ۲۱ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ افیون کھانی کیسی ہے؟ افیونی فاسق و مستحق عذاب ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ اس کی ہمراہی کریں اس کی مدد کریں وہ کیسے ہیں؟ افیونی کو کھانا کھلانا جائز ہے یا نہیں؟ اور کھانے کے علاوہ دام دیئے جائیں یا نہیں جبکہ اس کی عادت سے معلوم ہے کہ وہ ان اموال کو افیون میں صرف کرے گا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

افیونی ضرور فاسق و مستحق عذاب ہے، صحیح حدیث میں ہے:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن کل مسکر ومفتر۔ رواہ الامام احمد[1] وابوداؤد عن ام المؤمنین ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا بسند صحیح۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ہر چیز کہ نشہ لائے اور ہر چیز کہ عقل میں فتور ڈالے حرام فرمائی (اس کو امام احمد اور ابوداؤد نے ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے بسند صحیح روایت فرمایا ہے۔ ت)

اور مخالفتِ شرع میں کسی کی مدد کرنی ہمراہی لینی خود مخالفت شرع کرنی ہے۔ اللہ تعالٰے فرماتا ہے:

ولا تاخذکم بھما رأفۃ فی دین اللہ[2]

اور تمھیں ان پر ترس نہ آئے اللہ تعالٰے کے دین میں۔ (ت)

افیونی اگر بھوکا محتاج ہو تو اس کے بھوکے ہونے کی نیت سے کھانا دینے میں حرج نہیں بلکہ ثواب ہے کہ بھوکے کُتّے کا بھی پیٹ بھرنا باعثِ اجر ہے آدمی تو آدمی۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فی کل کبد حراء رطبۃ اجر[3]

ہر تر جگر والی شَے میں ثواب ہے۔ ت

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الاشربہ باب ماجاء فی السکر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۶۳
مسند احمد بن حنبل عن ام سلمہ المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۳۰۹

[2] القرآن الکریم ۲۴/ ۲

[3] صحیح البخاری ابواب المظالم والقصاص باب الآبار علی الطریق الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۳۳
مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۲۲

Marfat.com

اور کھانے کے علاوہ دام نہ دیئے جائیں جبکہ معلوم ہو کہ انھیں افیون میں صرف کرے گا۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1] اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴: ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ از شہر کہنہ مرسلہ سیّد عبدالواحد متھراوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شراب کا حرام ہونا اس کے نشہ کی وجہ سے ہے یا ادویہ کے سڑ کر تیار ہونے کی وجہ سے؟

الجواب

شراب کا شراب ہونا جوش آنے اور نشے لانے کی حالت پر موقوف ہے، دوائیں اگر سڑائی جائیں اور ان میں نشہ لانے کا جوش نہ پیدا ہو تو وہ شراب نہ ہوں گی جیسے بعض مصفّی عرقوں میں ادویہ کی تعفین کی جاتی ہے اور بغیر سڑائے صرف آنچ دینے یا دھوپ دکھانے یا گرم ہوا میں ٹھہرنے سے وہ جوش آجائے جیسے آب و نقوع انگور و خرما تر لور شکر آمیختہ اور تاڑی وغیرہ میں تو وہ شراب ہو جائے گی، پھر شراب ہو جائے تو اُس کی حُرمت اس قدر پینے پر موقوف نہ رہے گی جو نشہ لائے بلکہ وہ نجاست غلیظہ اور مطلقاً حرام ہے اگرچہ ایک بُوند، کما حققہ الائمۃ فی عامۃ الاسفار (جیسا کہ عام کتابوں میں ائمہ کرام نے اس کی تحقیق فرمائی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۵/۲

Marfat.com

رسالہ

الفقہ التسجیلی فی عجین النارجیلی ۱۳۱۸ھ

(فیصلہ کن دانائی تاڑی سے خمیر شدہ آٹے کے بارے میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۲۵: از رنگون گلی نمبر ۲۵ دواخانہ حکیم عبدالعزیز صاحب مرسلہ جناب مرزا عبدالقادر بیگ ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پہلے تھوڑے آٹے میں مسکر تاڑی کے نیچے کی تاڑی جسے روٹی گاد کہتے ہیں ملاکر خمیر کیا گیا پھر یہ آٹا خمیر شدہ پندرہ بیس سیر آٹے میں ملاکر خمیر کیا اور اس کی روٹی پکائی اس روٹی کی نسبت کیا حکم ہے؟ اور اگر فرض کیا جائے کہ اس گاد میں قوتِ سُکریہ باقی نہ رہی تھی تو اس خمیری روٹی کا کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

رنگون میں بخلاف مانڈلہ پاؤ روٹی و تنوری روٹی دونوں کا عام طور پر خمیر تاڑی سے کیا جاتا ہے اور ہزارہا مسلمان اُسی روٹی کو کھاتے ہیں، یہاں اور کلکتے میں عام ہے، یہاں دو عالم کہتے ہیں کہ اُس روٹی کی نسبت حکم حُرمت کا نہیں ہے مگر احتیاط کرنا اولیٰ ہے۔ میں نے جناب مولانا جلال الدین صاحب دہلوی مقیم مانڈلہ سے بذریعہ خط دریافت کرایا جواب آیا کہ جناب موصوف نے حکم حُرمت کا دیا، آج کل مولوی عبدالحمید صاحب واعظ پانی پتی یہاں تشریف رکھتے ہیں اُنھوں نے بھی کھانا ترک کردیا،

Marfat.com

اس کے جواب کی بہت ضرورت ہے امید ہے کہ آپ کے فیضِ تحریر سے صدہا مسلمان اس معصیت سے بچ جائیں گے۔ یہ بلا یہاں عام ہے جملہ قسم کی روٹیوں میں اس کا خمیر دیا جاتا ہے فقط۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ الذی حرم علینا فی الدنیا الخمور و وعدنا فی الجنۃ الشراب الطھور والصلٰوۃ والسلام علی من حمانا المنکرات وحرم علینا برحمتہ المسکرات وعلٰی اٰلہٖ و صحبہ الشاربین من کاس التکریم لا لغو فیھا و لا تاثیم افاض اللّٰہ علینا من فیضھم فنصیب فللارض من کاس الکرام نصیب۔

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان اور رحم فرمانے والا ہے، تمام تعریفیں اس معبود کیلئے ہیں جس نے دنیا میں ہم پر شرابیں حرام کی ہیں اور جنت میں ہمیں شرابِ طہور عطا فرمانے کا وعدہ کیا ہے اور درود وسلام ہو اس ذات پر جس نے ہمیں منکرات سے روکا اور اپنی رحمت سے نشہ آور اشیاء کو ہم پر حرام فرمایا اور آپ کے آل و اصحابؓ جو عزت کے پیالے سے پینے والے ہیں جس میں بیہودگی اور گنہگاری نہیں، اللہ تعالٰی ان کے فیض سے ہمیں بھی عطا فرمائے کہ ہم بھی اس کو پالیں، اور سخیوں کے جام سے زمین کے لئے حصّہ ہوتا ہے (ت)

قولِ منصور و مختار میں تاڑی وغیرہ ہر مسکر پانی کا قطرہ قطرہ مثلِ شراب حرام و ناروا ہے اور نہ صرف حرام بلکہ پیشاب کی طرح مطلقاً نجاستِ غلیظہ ہے یہی مذہب معتمد اور اسی پر فتوٰی ہے۔ تنویر الابصار میں ہے:

حرمھا محمد مطلقا و بہ یفتی[1]

امام محمد علیہ الرحمہ نے اس کو مطلقاً حرام قرار دیا اور اسی پر فتوٰی دیا جاتا ہے (ت)

درمختار میں ہے:

ذکرہ الزیلعی وغیرہ واختارہ شارح الوھبانیۃ[2]

اس کو زیلعی وغیرہ نے ذکر کیا اور شارح وہبانیہ نے اس کو اختیار فرمایا۔ (ت)

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الاشربہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۶۰

[2] درمختار " " " " ۲/۲۶۰

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے:

قوله وغيره كصاحب الملتقى والمواهب والكفاية والنهاية والمعراج وشرح المجمع وشرح درر البحار والقهستاني والعيني حيث قالوا الفتوى في زماننا بقول محمد لغلبة الفساد[1] الخ۔

اس کے قول وغیرہ سے مراد یہ حضرات ہیں جیسے صاحب ملتقی، صاحب مواہب، صاحب کفایہ، صاحب نہایہ، صاحب معراج، صاحب شرح المجمع، صاحب شرح درر البحار، قہستانی اور عینی، کیونکہ انھوں نے فرمایا کہ ہمارے زمانے میں غلبۂ فساد کے سبب فتوٰی امام محمد کے قول پر ہے الخ (ت)

غنیہ ذوی الاحکام میں ہے:

قال في البرهان والحقها محمد كلها بالخمر في المشهور عنه كالشافعي ومالك وبه يفتي[2]۔

برہان میں کہا کہ امام محمد نے ان تمام کو مشہور قول میں شراب کے ساتھ ملحق کیا ہے جیسا کہ امام شافعی و امام مالک کہتے ہیں، اور اسی پر فتوٰی دیا جاتا ہے۔(ت)

طحطاوی علی الدر میں ہے:

قال الحموي واعلم ان الاصح المختار في زماننا ان كل ما اسكر من الاشربة المذكورة بعمومها كثيره وقليله حرام وهو قول محمد لحديث كل مسكر حرام[3]۔

حموی نے کہا جان لو کہ ہمارے زمانے میں اصح و مختار یہ ہے کہ مذکورہ نشہ آور شرابوں میں سے علی العموم ہر ایک کا قلیل و کثیر حرام ہے اور یہی امام محمد کا قول ہے، اس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ ہر نشہ آور حرام ہے۔ (ت)

وجیز کردری میں ہے:

قال محمد رحمه الله قليله وكثيره حرام قالوا وبقول محمد ناخذ ومذهب محمد انه حرام نجس[4] الخ۔

امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا: اس کا قلیل و کثیر حرام ہے، علماء نے کہا ہم امام محمد کے قول سے اخذ کرتے ہیں اور امام محمد کا مذہب یہ ہے کہ یہ نجس ہے الخ (ت)

---

[1] ردالمحتار | کتاب الاشربہ | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۵/۲۹۳

[2] غنیہ ذوی الاحکام علی الدرر الحکام | کتاب الاشربہ | میر محمد کتب خانہ کراچی | ۲/۸۰

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار | " " | المکتبۃ العربیہ، کانسی روڈ، کوئٹہ | ۴/۲۲۵

[4] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش الفتاوی الہندیہ | " " | نورانی کتب خانہ پشاور | ۶/۲۶-۱۲۶

Marfat.com

خلاصہ میں نوازل فقیہ ابو اللیث سے ہے:

عند محمد حرام شربه قال الفقیه و به ناخذ۔[1]

امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کا پینا حرام ہے، فقیہ نے کہا ہم اسی کو لیتے ہیں۔ (ت)

فتاوٰی ہندیہ میں فتاوٰی ظہیریہ سے ہے:

ذکر محمد رحمه الله تعالٰی فی الکتب کل ما ھو حرام شربه اذا اصاب الثوب منه اکثر من قدر الدرھم یمنع جواز الصلوٰة قالوا وھکذا روی ھشام عن ابی یوسف وحکی عن الفضلی انه قال علٰی قول ابی حنیفة و ابی یوسف رحمھما الله تعالٰی یجب ان یکون نجسا نجاسة خفیفة والفتوی علی انه نجس نجاسة غلیظة اھ[2]

امام محمد علیہ الرحمہ نے کتاب میں فرمایا کہ جس شَی کا پینا حرام ہے اگر وہ مقدار درہم سے زائد کپڑے کو لگ جائے تو اس کپڑے میں نماز ممنوع ہوگی۔ علماء نے کہا کہ ہشام نے امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے یُونہی روایت کیا ہے۔ فضلی سے منقول ہے کہ انھوں نے کہا امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما کے قول پر ضروری ہے کہ وُہ کپڑا نجاستِ خفیفہ کے ساتھ نجس ہو، اور فتوٰی اس پر ہے کہ وہ نجاستِ غلیظہ کے ساتھ نجس ہے اھ۔ جان لو کہ امام محقق صاحبِ البحر نے بحر میں اس پر بحث کرتے ہوئے نجاستِ غلیظہ کو ترجیح دی اور اس کی بنیاد ایسے قاعدہ پر رکھی جس کو انھوں نے اوّلاً مقرر فرمایا، اور ان کے بھائی مدقق نے نہر میں ان کی مخالفت کی، استدلال کرتے ہوئے اس مسئلہ سے جو منیہ میں مذکور ہے کہ کسی شخص نے اس حال میں نماز پڑھی کہ اس کے کپڑوں میں شراب یا انگور کا شیرہ لگا ہوا تھا جو کثیر فاحش نہ تھا تو مذہب اصح میں اس کی نماز ہوگئی اھ در میں دونوں بھائیوں کا

اعلم ان المحقق صاحب البحر کان بحث فی البحر ترجیح التغلیظ بناء علی اصل مھده سابقا و نازعه اخوه المدقق فی النھر محتجا بما فی المنیة صلی وفی ثوبه دون الکثیر الفاحش من السکر او المنصف تجزیه فی الاصح اھ[3] و ذکر فی الدر خلاف الاخوین ولم یزد و قال العلامة

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الاشربہ المکتبۃ العربیہ کانسی روڈ کوئٹہ ۴/ ۲۰۵
[2] فتاوٰی ہندیۃ " " نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۴۱۲
[3] النہر الفائق کتاب الطہارۃ باب الانجاس قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۴۷

Marfat.com

ابراهیم الحلبی فی حواشی الدرر بعد
ذکر ما فی المنیة "هو نص فی التخفیف
فکان هو الحق لان فیه الرجوع الی
الفرع المنصوص فی المذهب و اما
ترجیح صاحب البحر فبحث منه[1] اهـ
و نقله العلامة الطحطاوی مقرا
علیه واستدرك علیه المحقق الشامی
بما فی شرح النقایة "انها غلیظة فی
ظاهر الروایة خفیفة علی قیاس قولهما اهـ
ثم قال "ینبغی ترجیح التغلیظ فی
الجمیع یدل علیه ما فی غرر الافکار
من کتاب الاشربة حیث قال و هذه
الاشربة عند محمد و موافقیه
کخمر بلا تفاوت فی الاحکام و بهذا
یفتی فی زماننا اهـ" قال فقوله بلا تفاوت
فی الاحکام یقتضی انها مغلظة فتدبر[2] اهـ
اقول عدم التفاوت و ان
سلم ففی الاشربة الثلثة
المحرمة بالاتفاق بین ائمتنا
وهی الباذق والسکر والنقیع
وفیها کلام الغرر اما سائر الاشربة
المسکرة المحرمة عند محمد مطلقا فالتفاوت

اختلاف ذکر کیا ہے اس پر اضافہ نہیں کیا ۔ علامہ
ابراہیم نے غنیہ کے مذکورہ مسئلہ کے ذکر کے بعد
حواشی درر میں فرمایا یہ تخفیف میں نص ہے اور یہی حق
ہے کیونکہ اس میں اس فرع کی طرف رجوع ہے جو
مذہب میں منصوص ہے ۔ رہی صاحب بحر کی ترجیح تو
وہ ان کی بحث ہے اھ علامہ طحطاوی نے اسکو برقرار
رکھتے ہوئے نقل فرمایا، علامہ شامی نے اس کی اصلاح
فرمائی اس کے ساتھ جو شرح نقایہ میں ہے کہ ظاہر الروایہ
میں یہ نجاست غلیظہ ہے اور شیخین کے قول کے قیاس
کے مطابق خفیفہ ہے اھ پھر فرمایا کہ ان سب میں ترجیح
نجاست غلیظہ کو ہونی چاہئے ۔ اس پر دلیل وہ ہے
جو غرر الافکار کی کتاب الاشربہ میں ہے ، جہاں فرمایا
کہ یہ تمام شرابیں امام محمد علیہ الرحمہ اور ان کی موافقت
کرنیوالوں کے نزدیک تمام احکام میں بلا تفریق خمر
کی طرح ہیں اور ہمارے زمانے میں فتوٰی اسی پر
دیا جاتا ہے اھ فرمایا کہ اس کا قول "بلا تفاوت"
تقاضا کرتا ہے کہ یہ نجاست غلیظہ ہے پس غور کر اھ
اقول (میں کہتا ہوں) عدم تفاوت اگر تسلیم
کرلیا جائے تو ان تین شرابوں جن کی حرمت پر ہمارے
ائمہ کرام متفق ہیں یعنی باذق، سکر اور نقیع میں غرر
کا کلام ہے، اور باقی وہ نشہ آور شرابیں جو امام محمد
علیہ الرحمہ کے نزدیک مطلق حرام ہیں ان میں تفاوت

---

[1] رد المحتار بحوالہ الحلبی کتاب الطہارۃ باب الانجاس داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۱۳
[2] " " " " " " " " " "

Marfat.com

فیما بیّن حیث لا یحد بشرب القلیل منھا بخلاف الخمر فلا یفید التغلیظ فی الجمیع والعجب من ھؤلاء الجلة غفلوا کلھم عن نص صریح فی المذھب مذیل باٰکد الفاظ الفتوی بل التغلیظ فی المنصف منصوص علیہ فی المتون کالوقایۃ والنقایۃ والاصلاح وغرر الاحکام والتنویر وغیرھا وبما نقلنا سقط ما فی النھر واستغنی عن بحث البحر وتبین ان الکل غلیظۃ علی المفتی بہ وللّٰہ الحمد۔

ظاہر ہے کیونکہ ان کے قلیل میں حد جاری نہیں ہوتی بخلاف خمر کے، لہذا یہ تمام میں حرمت غلیظہ کا فائدہ نہ دے گا۔ اور ان تمام بزرگوں پر حیرت ہے کہ وہ تمام اس نص سے غافل رہے جو مذہب میں صریح اور الفاظِ فتوٰی کو زیادہ مؤکد طور پر ظاہر کرنے والی ہے بلکہ منصّف کی حرمت غلیظہ پر تو متون میں نص وارد ہے جیسے وقایہ، نقایہ، اصلاح، غرر الاحکام اور تنویر وغیرہ۔ اور جو ہم نے نقل کیا اس سے وہ اعتراض ساقط ہوگیا جو نہر میں ہے اور بحر کی بحث سے بھی استغناء حاصل ہوگیا اور ظاہر ہوگیا کہ مفتٰی بہ قول کے مطابق سب میں نجاست غلیظہ ہے، اور اللہ تعالٰی ہی کے لئے حمد ہے۔ (ت)

اس مذہب پر جبکہ مسکر تاڑی کے اجزاء روٹی میں شریک ہوں تو وہ روٹی ضرور حرام وناپاک ہے اور اس کا بیچنا بھی حرام وناروا، اور اس کے دام بھی مالِ حرام، اور پہلے تھوڑے آٹے میں تاڑی ملا کر خمیر کرنا پھر یہ خمیر آردِ کثیر میں نفع نہ دے گا اگر آٹے میں پانی ڈال کر گوندھ جانے سے پہلے خمیر ملایا جب تو ظاہر ہے کہ اس ناپاک خمیر سے وہ سارا پانی ناپاک اور اس سے سب آٹا نجس ہوگیا، اور اگر گوندھ کر تیار ہو جانے کے بعد بھی خمیر دیا تو بھی یہ طریقہ ہرگز نہیں کہ آٹے میں ایک کنارے کو یا صرف بیچ میں خمیر رکھ دیا اور سب آٹا اس کی ہوا سے خمیر ہوگیا بلکہ ضرور وہ خمیر آٹے میں خوب ملاتے خلط کرتے ہیں کہ اس کے اجزاء تمام آرد میں مل جاتے ہیں یوں بھی حکم حرمت ہی رہا کسی حلال چیز میں حرام چیز کا اگرچہ پاک ہو ایسا خلط ہو جانا اُسے حرام کر دیتا ہے اور یہ تو حرام وناپاک دونوں تھا، درمختار میں ہے:

لو تفتت فیہ نحو ضفدع جاز الوضوء بہ لاشربہ لحرمۃ لحمہ[1]

اگرچہ پانی میں مینڈک جیسا جانور ریزہ ریزہ ہو جائیگا تو اس پانی کے ساتھ وضو تو جائز ہے مگر اس کو پینا جائز نہیں اس لئے کہ مینڈک کا گوشت حرام ہے۔ (ت)

---

[1] الدرالمختار کتاب الطہارۃ باب المیاہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵

Marfat.com

حلیہ میں ہے:

قال شیخنا وبه صرح فی التجنیس فقال یحرم شربه[1]

ہمارے شیخ نے فرمایا اور اسی کے ساتھ تجنیس میں بھی تصریح کی گئی ہے، فرمایا اس کو پینا حرام ہے (ت)

اور گا دمیں نشہ نہ ہونا بھی نفع نہ دے گا جبکہ عدم سکر اس وجہ سے ہو کہ اس میں ثقل زیادہ ہے، اجزائے رقیقہ کہ مورث تفریح و تہییج سکری ہوتے ہیں اتنے نہیں کہ ان کا اثر ظاہر ہو۔ اوپر معلوم ہو لیا کہ ہر مسکر پانی کا قطرہ قطرہ ذرہ ذرہ شراب کی طرح حرام اور پیشاب کی طرح نجس ہے اور گادان اجزا سے خالی نہیں ہوسکتی اور بالفرض خالی ہو تو ناپاک تو ضرور ہے کہ آخر اُسی پیشاب کا تلچھٹ ہے۔ ہدایہ میں ہے:

یکرہ شراب دردی الخمر والامتشاط به لان فیه اجزاء الخمر والانتفاع بالمحرم حرام ولایحد شاربه ان لم یسکر لان الغالب علیه الثفل فصار کما اذا غلب علیه الماء بالامتزاج اھ[2]

شراب کا تلچھٹ پینا اور اس کے ساتھ بالوں کو کنگھی کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں شراب کے اجزاء ہیں اور حرام سے انتفاع بھی حرام ہے، تلچھٹ پینے والے پر حد جاری نہیں کی جائے گی اگر وہ نشہ نہ دے، کیونکہ اس میں غالب میل کچیل ہوتی ہے تو وہ ایسا ہی ہو گیا جس میں پانی کی ملاوٹ غالب ہو جائے اھ (ت)

مگر امام الاطباء داؤد انطاکی نے تذکرہ میں تصریح کی کہ سیندھی یعنی وہ پانی کہ تاڑی کی طرح ناریل کے درخت سے لیا جاتا ہے صرف یکشبانہ روز مسکر رہتا ہے اس کے بعد سخت تند و تیز سرکہ ہو جاتا ہے

حیث ذکر فی ذکر النارجیل قد یفسد طلعه او جریدہ ویلقم کوزا فیسیل منه لبن ویسمی السیندی یبقی یوما علی الحلاوة والدسومة وله افعال اشد من الخمر وھو خیر منها ثم یکون خلا بالغا قاطعا[3]

کیونکہ انھوں نے نارجیل کے ذکر میں فرمایا کہ اس کا گابھا اور ٹہنی کبھی فاسد ہو جاتی ہے اور کوزا کا دھانا بند ہو جاتا ہے اس سے دودھ بہنے لگتا ہے جس کو سیندھی کہتے ہیں، وہ ایک دن تک اپنی حلاوت اور چکنائی پر برقرار رہتا ہے اور اسکے افعال شراب سے سخت تر ہیں اور وہ اس سے بہتر ہے پھر وہ تند و تیز سرکہ بن جاتا ہے۔ (ت)

---

[1] التعلیق المجلی بحوالہ حلیۃ المحلی فصل فی البئر مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۱۲۳

[2] الہدایۃ کتاب الاشربہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۹۷-۴۹۶

[3] تذکرہ اولوالالباب لداؤد انطاکی حرف النون ذکر نارجیل مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۲۰

Marfat.com

تاڑی اور سیندھی قریب قریب ہیں کہ تاڑی بھی نارجیل ہی کی ایک نوع ہے اگر ثابت ہو کہ یہ بھی ایک وقت معین شبانہ روز خواہ زائد کے بعد سرکہ ہو جاتی ہے اور گادیں قوتِ سُکریہ نہ رہنا اس بنا پر ہے تو اب اُس کی طہارت وحلّت میں شبہہ نہیں اور روٹی جو ایسی گادسے خمیر کی جائے یقیناً حلال وطیب اور اس کی بیع روا ہے، یونہی اگر پایہ ثبوت کو پہنچے کہ مدّتِ مقررہ پر اس کے اجزاء ضرور سرکہ ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ وُہ جُز بھی جو آٹے میں مل کر آگ پر پک چکے تو اس صورت میں اس مدّت کے مرور پر روٹی کی طہارت وحلّت وجوازِ بیع کا حکم ہو جائے گا اگرچہ ابتداءً اس میں مسکر اجزاء ملے ہوں کہ جب وہ اجزاء مسکر نہ رہے سرکہ ہو گئے طاہر وحلال ہو گئے اور روٹی کی حُرمت ونجاست جو اُنھیں کے باعث تھی زائل ہو گئی۔

درمختار میں ہے:

لوعجن خبز بخمر صب فیه خل حتی یذهب اثرہ فیطھر[1]

اگر شراب میں آٹا گوندھ کر روٹی پکائی گئی اور اس میں سرکہ ڈالا گیا جس سے شراب کا اثر جاتا رہا تو پاک ہو جائیگی۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لانقلاب مافیه من اجزاء الخمر خلا[2]

کیونکہ اس میں جو خمر کے اجزاء تھے وہ سرکہ کی طرف منقلب ہو گئے ہیں (ت)

اور اس کا ثبوت قابلِ قبول نہ ہو تو وہی حکمِ نجاست وحُرمت رہے گا

لان موجبها معلوم ودلیل المزیل معدوم والیقین لایزول بالشك۔

کیونکہ اس کا موجب معلوم اور دلیلِ مزیل معدوم ہے اور یقین کبھی شک کے ساتھ زائل نہیں ہوتا۔ (ت)

یہ سب بربنائے مذہب مفتیٰ بہ تھا اور اصل مذہب کہ شیخین مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہما کا قول ہے

اعنی طھارة المثلث العنبی والمطبوخ التمری والزبیبی وسائر الاشربة من غیر الکرم

میری مراد پاک ہونا اس انگوری شراب کا جس کا دو ثلث خشک ہو گیا ہو، کھجور اور زبیب کے نچوڑ کا جس کو پکایا گیا ہو اور انگور اور کھجور کے

---

[1] الدرالمختار کتاب الطہارۃ باب الانجاس مطبع مجتبائی دہلی ۱/۵۶

[2] ردالمحتار " " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۲۳

Marfat.com

والنخلة مطلقا وحلها كلها دون قدر الاسكار۔ | علاوہ تمام شرابوں کا پاک ہونا اور ان کا حلال ہونا جبکہ مقدارِ مسکر سے کم ہوں۔(ت)

حاشا یہ بھی قول ساقط و باطل نہیں بلکہ بہت باقوت ہے خود اصل مذہب یہی ہے اور یہی جمہور صحابہ کرام حتی کہ حضرات اصحابِ بدر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مروی ہے یہی قولِ امام اعظم ہے، عامہ متون یذہب مثل مختصر قدوری و ہدایہ و وقایہ و نقایہ و کنز و غرر و اصلاح وغیرہا میں اسی پر جزم و اقتصار کیا، اکابر ائمہ ترجیح و تصحیح مثل امام اجل ابوجعفر طحاوی و امام اجل ابوالحسن کرخی و امام شیخ الاسلام ابوبکر خواہرزادہ و امام اجل قاضی خاں و امام اجل صاحبِ ہدایہ رحمہم اللہ تعالٰی نے اسی کو راجح و مختار رکھا بلکہ خود امام محمد نے کتاب الآثار میں اسی پر فتوٰی دیا اسی کو بہ ناخذ (ہم اسی کو لیتے ہیں۔ت) فرمایا، علمائے مذہب نے بہت کتبِ معتمدہ میں اس کی تصحیح فرمائی یہاں تک کہ آکد الفاظ ترجیح علیہ الفتوٰی سے بھی تذییل آئی۔ خزانۃ المفتین میں ہے:

فی الھدایۃ والنہایۃ وفتاوٰی قاضی خان وظھیرالدین والخلاصۃ وفتاوی الکبرٰی وفتاوی اھل سمرقند والحمیدی الاصح ما علیہ ابوحنیفۃ و ابو یوسف رحمھما اللہ تعالٰی[1] | ہدایہ، نہایہ، فتاوٰی قاضیخان، فتاوٰی ظہیرالدین، خلاصہ، فتاوٰی کبرٰی، فتاوی اہل سمرقند اور حمیدی میں ہے کہ اصح وہ ہے جس پر امام ابوحنیفہ و امام ابویوسف رحمہما اللہ تعالٰی ہیں۔ (ت)

جامع الرموز میں ہے:

وھو الصحیح لان الخمر موعودۃ فی العقبٰی فینبغی ان یحل من جنسہ فی الدنیا انموذجا ترغیبا کما فی المضمرات ولئلا یلزم تفسیق الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم[2] | اور یہی صحیح ہے کیونکہ شراب آخرت میں موعود ہے لہذا ترغیب کے لئے اس کی جنس میں سے دنیا میں حلال ہونا چاہئے جیسا مضمرات میں ہے تاکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو فاسق قرار دینا لازم نہ آئے۔(ت)

ہندیہ میں فتاوٰی کبرٰی سے ہے:

العصیر اذا شمس حتی ذھب ثلثاہ یحل شربہ عند ابی حنیفۃ و | انگور کا جُوس جب دھوپ میں دو ثلث خشک ہوجائے توامام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف علیہما الرحمۃ کے

---

[1] خزانۃ المفتین کتاب الحدود فصل فی الشرب قلمی نسخہ ۱/۱۸۶

[2] جامع الرموز کتاب الاشربہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قابوس ایران ۴/۳۳۳

Marfat.com

ابی یوسف رحمہما اللہ تعالٰی وھو الصحیح۔[1]

نزدیک اس کا پینا حلال ہوتا ہے، اور یہی صحیح ہے۔ (ت)

درمنتقی میں ہے:

وصحح غیر واحد قولھما۔[2]

متعدد علمائے شیخین کے قول کو صحیح قرار دیا ہے (ت)

درمختار میں ہے:

لبن الرماك اذا اشتد لم یحل وصحح فی الھدایة حله۔[3]

گھوڑی کا دودھ جب جوش کھا کر گاڑھا ہوجائے تو حلال نہیں، ہدایہ میں اس کے حلال ہونے کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

به یفتی ای بتحریم کل الاشربة وکذا بوقوع الطلاق قال فی النھر وفی الفتح وبه یفتی لان السکر من کل شراب حرام وعندھما لا یقع بناء علی انه حلال وصححه فی الخانیة۔[4]

اسی کے ساتھ ہی فتوٰی دیا جائے گا یعنی تمام شرابوں کی حرمت کا اور اسی طرح طلاق کے واقع ہونے کا، نہر میں کہا ہے کہ فتح میں ہے اسی کے ساتھ فتوٰی دیا جائے گا کیونکہ نشہ ہر شراب سے حرام ہوتا ہے، اور شیخین کے نزدیک طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ یہ حلال ہے۔ خانیہ میں اسی کو صحیح قرار دیا ہے (ت)

شرح نقایہ برجندی میں ہے:

فی فتاوی قاضی خان ان المتخذ من غیر العنب والتمر مثل السکر والعسل والفانیذ والحنطة والشعیر والذرة وما اشبه ذلك اذا غلا واشتد وقذف بالزبد وطبخ

فتاوٰی قاضیخان میں ہے کہ انگور اور کھجور کے غیر یعنی شکر، شہد، مصری، گندم، جَو، جوار اور ان جیسی دیگر اشیاء سے بنائی ہوئی شرابیں جب جوش کھا کر گاڑھی ہوجائیں اور ان پر جھاگ آجائے

---

[1] الفتاوی الہندیۃ — کتاب الاشربۃ — الباب الاول — نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۴۱۲
[2] الدر المنتقی علی ہامش مجمع الانہر — کتاب الاشربۃ — داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۷۲
[3] الدر المختار — 〃 — مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۶۰
[4] ردالمحتار — 〃 — داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۹۳

Marfat.com

او فی طبخة یحل فی قول الشیخین واختلف فی قول محمد فقیل یحل شربه ما دون السکر وقیل لا یحل اصلا وعنه ایضا انه قال اکره ذٰلک وان لم یطبخ فعن الشیخین روایتان فی روایة لا یحل شربه کنقیع الزبیب غیر المطبوخ وفی روایة یحل شربه و ذکر فی الفتاوی المنصوریة ان الفتوی علی انه لا یشترط الطبخ لحلہ[1]

اور ان کو تھوڑا سا پکا لیا جائے تو شیخین کے نزدیک حلال ہیں اور امام محمد علیہ الرحمہ کے قول میں اختلاف ہے، بعض نے کہا جو نشہ والی مقدار سے کم ہو حلال ہیں اور بعض نے کہا کہ مطلقاً حلال ہیں۔ اور انھیں سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا میں اس کو مکروہ جانتا ہوں اور ان کو پکایا نہ جائے تو شیخین سے دو روایتیں ہیں ایک روایت میں اس کا پینا حلال نہیں ہے جیسا کہ زبیب کا وہ رس جس کو پکایا نہ گیا ہو، اور ایک روایت میں ہے کہ اس کا پینا حلال ہے۔ فتاوٰی منصوریہ میں مذکور ہے فتوٰی اس پر ہے کہ اس کے حلال ہونے کے لئے پکانا شرط نہیں۔ (ت)

فتح اللہ المعین میں ہے:

من ادلة حله ما قال فی الاختیار عن ابن ابی لیلٰی قال اشهد علی البدریین من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انهم یشربون النبیذ فی الجرار الخضر وقد نقل ذٰلک عن اکثر الصحابة ومشاهیرهم قولا وفعلا حتی قال ابو حنیفة انه مما یجب اعتقاد حله لئلا یؤدی الی تفسیق الصحابة رضی اللہ تعالٰی عنهم[2]

اس کے حلال ہونے کے دلائل میں سے ایک دلیل وہ ہے جو اختیار میں ابن ابی لیلٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بدری صحابہ کرام کے بارے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ سبز صراحیوں میں نبیذ پیتے تھے اور یہ بات اکثر مشاہیر صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے قولاً اور فعلاً منقول ہے یہاں تک کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا اس کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھنا واجب ہے تاکہ صحابہ کرام کو فسق کی طرف منسوب کرنا لازم نہ آئے۔

(ت)

---

[1] شرح النقایة للبرجندی کتاب الاشربہ نولکشور لکھنؤ ۲/۱۸۸
[2] فتح المعین " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۴۲۳

Marfat.com

خانیہ میں ہے :

لابی حنیفة وابی یوسف رحمهما الله تعالٰی ما روی ان رجلا اتی عمر رضی الله تعالٰی عنه بثلث قال عمر رضی الله تعالٰی عنه ما اشبه هذا بطلاء الابل کیف تصنعونه قال الرجل یطبخ العصیر حتی یذهب ثلثاه ویبقی ثلثه فصب عمر رضی الله تعالٰی عنه علیه الماء وشرب ثم ناول عبادة بن الصامت رضی الله تعالٰی عنه ثم قال عمر رضی الله تعالٰی عنه اذا رابکم شرابکم فاکسروه بالماء وعن عمر رضی الله تعالٰی اذا ذهب ثلثا العصیر ذهب حرامه وریح جنونه وروی عن ابراهیم النخعی رحمه الله تعالٰی ما یرویه الناس کل مسکر حرام خطاء لم یثبت انما الثابت کل سکر حرام وکذا ما یرویه الناس ما اسکر کثیره فقلیله حرام لیس بثابت و ابراهیم النخعی رحمه الله تعالٰی کان حبرا فی الحدیث[1]

امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما کی دلیل وہ روایت ہے کہ ایک شخص سید حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمت میں مثلث لے کر آیا آپ نے فرمایا یہ اونٹوں کے طلاء کے ساتھ بہت مشابہت رکھتا ہے تم اس کو کیسے بناتے ہو، اس نے کہا ہم انگور کے رس کو پکاتے ہیں یہاں تک کہ اس کا دو ثلث خشک ہوجاتا ہے اور ایک ثلث باقی رہ جاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس پر پانی ڈال کر پی لیا، پھر حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو دے دیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا جب تمھیں تمھاری شراب شک میں ڈالے تو پانی سے اس کی تیزی کو توڑ دو۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ جب انگور کے شیرہ کا دو ثلث پکانے سے خشک ہوجائے تو اس کی حرمت اور نشہ جاتا رہتا ہے، اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ لوگ جو یہ روایت کرتے ہیں کہ ہر مسکر (نشہ آور) حرام ہے، یہ غلط ہے اور ثابت نہیں ہے، البتہ ثابت یہ ہے کہ ہر سکر (نشہ) حرام ہے، اسی طرح لوگوں کا یہ روایت کرنا کہ جو مسکر ہے اس کا قلیل وکثیر حرام ہے ثابت نہیں حالانکہ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ حدیث متبحر عالم ہیں۔ (ت)

اسی میں ہے :

---

[1] فتاوٰی قاضیخان کتاب الاشربۃ فصل فی معرفۃ الاشربۃ نولکشور لکھنؤ ۴/۴۶۲

Marfat.com

لابی حنیفة وابی یوسف رحمهما الله تعالٰی الآثار التی وردت فی اباحة النبیذ الشدید قولا وفعلا ذکرها محمد رحمه الله تعالٰی فی الکتاب وعن ابی حنیفة رحمه الله تعالٰی انه قال من شرائط السنة والجماعة ان لا یحرم النبیذ الجرلان فی تحریمه تفسیق کبار الصحابة رضی الله تعالٰی عنهم، وعنه انه قال لا احرم النبیذ الشدید دیانة ولا اشربه مروءة، اجمع کبار الصحابة رضی الله تعالٰی عنهم علی اباحة النبیذ واحتاطوا فی شربه لاجل الاختلاف وکذا السلف بعدهم کانوا یشربون نبیذ الجر بحکم الضرورة لاستمراء الطعام[1]

امام ابوحنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالٰی کی دلیل وہ آثار ہیں جو قولاً اور فعلاً گاڑھی نبیذ کی اباحت پر وارد ہیں۔ اس کو امام محمد علیہ الرحمہ نے کتاب میں ذکر فرمایا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ گھڑوں میں بنائی ہوئی نبیذ کو حرام نہ قرار دینا سنّت وجماعت کی شرائط میں سے ہے کیونکہ اس کو حرام قرار دینے میں صحابہ کبار رضی اللہ تعالٰی عنہم کی طرف فسق کو منسوب کرنا لازم آتا ہے، اور انہی سے منقول ہے کہ میں گاڑھی نبیذ کو ازراہِ دیانت حرام قرار نہیں دیتا اور بطور مروّت اس کو نہیں پیتا۔ نبیذ کی اباحت پر صحابہ کبار رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اجماع ہے مگر وہ بسبب اختلاف کے اس کو پینے میں احتیاط کرتے تھے۔ اسی طرح ان کے بعد اسلاف کسی ضرورت کے تحت گھڑوں میں بنائی ہوئی نبیذ پیتے تھے مثلاً کھانا ہضم کرنے کے لئے۔ (ت)

خلاصہ میں ہے:

عن محمد بن مقاتل الرازی انه قال لو اعطیت الدنیا بحذافیرها ما شربت المسکر یعنی نبیذ التمر والزبیب ولو اعطیت الدنیا بحذافیرها ما افتیت بانه حرام[2]

محمد بن مقاتل رازی نے کہا اگر مجھے ساری دنیا دے دی جائے تو بھی میں مسکر یعنی کھجور اور زبیب کا نبیذ نہیں پیوں گا، اور اگر مجھے ساری دنیا دے دی جائے تو بھی اسکے حرام ہونے کا فتوٰی نہیں دوں گا۔ (ت)

غایۃ البیان علامہ اتقانی میں ہے:

واحتج ابوحنیفة وابویوسف فی قوله

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الاشربۃ فصل فی معرفۃ الاشربۃ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۶۷۶

[2] خلاصۃ الفتاوٰی " مکتبہ الحبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۲۰۵

Marfat.com

الاٰخر بقوله تعالٰی یاایھا الذین اٰمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطٰن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون ○ انما یرید الشیطٰن ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللّٰہ وعن الصلٰوۃ فھل انتم منتھون ○ وقد بین العلۃ فی تحریم الخمر وھی الصد عن ذکر اللّٰہ وعن الصلاۃ وایقاع العداوۃ وھذہ المعانی لاتحصل بشرب القلیل فلوخلینا وظاھر الآیۃ لکنا نقول بان القلیل من الخمر لایحرم ولکن ترکنا الظاھر فی القلیل من الخمر بالاجماع ولا اجماع فیما تنازعنا فیہ من الاشربۃ علی حرمۃ القلیل منھا مباحا علی علۃ ظاھر الآیۃ لانہ مما لایورث العداوۃ والبغضاء ولا الصد عن ذکر اللّٰہ وعن الصلٰوۃ [1]

تعالٰی علیہ نے اپنے دوسرے قول میں اللہ تعالٰی کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے کہ "اے ایمان والو بیشک خمر، جُوا، بُت اور پانسے نجس ہیں شیطانی عمل سے تو ان سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ، بیشک شیطان خمر اور جُوئے سے تمھارے درمیان بغض وعداوت ڈالنا چاہتا ہے اور تمھیں اللہ تعالٰی کے ذکر اور نماز سے روکتا ہے تو کیا تم باز آؤ گے"۔ تحقیق یہاں تحریم خمر کی جو علت بیان کی گئی وہ ذکر الٰہی اور نماز سے روکنا اور بغض و عداوت واقع کرنا ہے۔ اور یہ امور قلیل کے پینے سے حاصل نہیں ہوتے اگر ہم آیت کریمہ کو اس کے ظاہر پر چھوڑتے تو یوں کہتے کہ خمر میں سے قلیل حرام نہیں ہے لیکن ہم نے اجماع کے ساتھ آیت کریمہ کے ظاہر کو ترک کردیا ہے۔ اور جو شرابیں ہمارے درمیان متنازعہ ہیں ان کے قلیل کی حرمت پر اجماع واقع نہیں ہوا لہٰذا ان کا قلیل آیت کریمہ کے ظاہر کی وجہ سے مباح رہے گا کیونکہ وہ نہ تو بغض وعداوت کا موجب ہے اور نہ ہی ذکرِ خدا و نماز سے روکتا ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

قال شیخ الاسلام خواھرزادہ رحمہ اللّٰہ تعالٰی فی شرحہ ذکر ابن قتیبۃ فی کتاب الاشربۃ باسنادہ عن زید بن علی بن الحسین بن علی رضی اللّٰہ تعالٰی عنھم انہ شرب ھو واصحابہ نبیذا شدیدا فی ولیمۃ فقیل لہ یا ابن رسول اللّٰہ حدثنا

شیخ الاسلام خواہرزادہ نے اپنی شرح میں فرمایا کہ ابن قتیبہ نے کتاب الاشربہ میں اپنی سند کے ساتھ حضرت زید بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہم کے بارے میں ذکر کیا کہ انھوں نے اور انکے ساتھیوں نے ایک ولیمہ میں گاڑھی نبیذ پی تو ان سے کہا گیا اے ابنِ رسول! ہمیں نبیذ سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] غایۃ البیان

Marfat.com

بحدیث سمعته من آبائك عن رسول الله
صلی الله تعالی علیه وسلم فی النبیذ
فقال حدثنی ابی عن جدی علی بن ابیطالب
رضی الله تعالی عنهم عن النبی
صلی الله تعالی علیه وسلم انه
قال ینزل امتی علی منازل
بنی اسرائیل حذو القذة بالقذة
والنعل بالنعل ان الله تعالی ابتلی بنی
اسرائیل بنهر طالوت و احل لهم
منه الغرفة وحرم منه الری وان الله ابتلاکم
بهذه النبیذ واحل منه الری وحرم
منه السکر وحدیث ابن زیاد
الذی رویناه عن ابن عمر فی مسئلة
الخلیطین من ادل الدلائل وان
المراد ما رواه الخصم القدر المسکر
لا القلیل لان احد رواة الحدیث
الذی احتج به الخصم ابن عمر
فلو کان القلیل هو المراد لم یعمل
بخلاف ما رواه ولم یفسقه
ابن زیاد وکذلك قول ابن عباس
رضی الله تعالی عنهما حرمت
الخمر بعینها والسکر من
کل شراب دلیل علی ان
المراد من حدیث الخصم القدر
المسکر لا المسکر لان احد رواة

تعالیٰ علیہ وسلم کی وہ حدیث سنائیں جو آپ نے اپنے
آباؤ اجداد سے سُنی ہے تو انھوں نے فرمایا کہ مجھ
سے حدیث بیان کی میرے والد نے انھوں نے
میرے جد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انھوں
نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہ میری
امّت بنی اسرائیل کے طور طریقے اپنا کر یوں انکے
برابر ہو جائیگی جیسے تیر تیر کے اور جُوتا جُوتے کے برابر
ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کا امتحان
نہرِ طالوت کے ساتھ لیا کہ ان کے لئے چلّو بھر پانی
حلال اور سیر ہو کر پینا حرام کیا اور تمھارا امتحان
اللہ تعالیٰ نے اس نبیذ کے ساتھ لیا، اس کو سیر ہو کر
پینا حلال اور حدِ نشہ تک پینا حرام کیا ہے۔ حدیثِ
ابنِ زیاد جس کو ہم نے مسئلہ خلیطین میں حضرت
ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا وہ اس
کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اور مخالف نے
جو روایت کیا ہے اس سے مراد قدرِ مسکر ہے
نہ کہ قلیل کیونکہ مخالف نے جس حدیث سے استدلال
کیا ہے اس کے راویوں میں سے ایک سیدنا
ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اگر اس سے قلیل
مراد ہوتا وہ اپنی روایت کے خلاف نہ کرتے اور
نہ ہی ابنِ زیاد ان کی طرف فسق کو منسوب کرتے۔
اسی طرح ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول
کہ خمر تو بعینہٖ حرام ہے جبکہ باقی شرابوں سے نشہ آور
حرام ہے اس بات کی دلیل ہے کہ مخالف کی
روایت کردہ حدیث سے مراد قدرِ مسکر ہے نہ کہ قلیل

Marfat.com

ذٰلك الحديث ابن عباس رضى الله تعالٰى عنهما فيبعد فى العقول ان يروى ابن عباس حديثا ثم يقول بخلافه ، وقد اطنب الكرخى رحمه الله فى رواية الآثار عن الصحابة والتابعين بالاسانيد الصحاح فى مختصره فى تحليل النبيذ الشديد تركنا ذكرها مخافة التطويل و الحاصل ان الاكابر من اصحاب النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم واهل بدر كعمر وعلى وعبد الله بن مسعود و ابى مسعود رضى الله تعالٰى عنهم كانوا يحللون شرب النبيذ وكذا الشعبى وابراهيم النخعى وقال فى شرح الاقطع وقد سلك بعض الجهال فى هذه المسئلة طريقة قصد بها الشنيع و الفسوق عند العوام لما ضاق عليه طريق الحجة فقال روى عن النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم انه قال ليشربن ناس من امتى الخمر ويسمونها باسماء قال هذا القائل وهم اصحاب ابى حنيفة وهذا كلام جاهل بالاحكام والنقل والآثار ومتعصب قليل الورع لايبالى ما قال ثم يقال لهذا القائل مارميت بهذا القول اصحاب ابى حنيفة رضى الله تعالٰى عنه وانما السلف الصالح اردت

کیونکہ حدیث مذکور کے راویوں میں سے ایک سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما بھی ہیں اور یہ بات عقل سے بعید ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما ایک حدیث روایت فرمائیں پھر خود اس کے خلاف فرمائیں، گاڑھی نبیذ کے حلال ہونے سے متعلق صحابہ و تابعین کے آثار کو صحیح سند کے ساتھ روایت کرنے میں امام کرخی علیہ الرحمۃ نے اپنی مختصر میں بہت طوالت فرمائی ہم نے طوالت کے ڈر سے ان کے ذکر کو ترک کر دیا۔ خلاصہ یہ کہ اکابر اصحاب رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور اہل بدر جیسے حضرت عمر، علی، عبداللہ ابن مسعود اور ابو مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہم نبیذ کے پینے کو حلال قرار دیتے تھے اور یہی موقف ہے شعبی اور ابراہیم نخعی کا۔ شرح اقطع میں ہے ایک جاہل نے اس مسئلہ میں ایسا راستہ اختیار کیا جس سے اس کا مقصد لوگوں کے ہاں برائی اور فسق کو رائج کرنا ہے، جب اس کے لئے دلیل کا راستہ تنگ ہوگیا تو اس نے کہا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان ہے میری امت میں سے کچھ لوگ ضرور شراب پئیں گے اور اس کے مختلف نام رکھ لیں گے، وہ لوگ امام ابوحنیفہ کے اصحاب ہیں۔ یہ اس کا کلام ہے جو احکام، نقل اور آثار سے جاہل اور متعصب اور تقوٰی میں بہت گھٹیا ہے، اس کی پروا نہیں کرتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ پھر اس قائل کو کہا جائے کہ جو کچھ تُو نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی کے اصحاب کی طرف منسوب کیا ہے اس سے تیرا

Marfat.com

ولم يمكنك التصريح بذلك لان اصحاب
ابي حنيفة رضي الله تعالى عنه ما ابتدعوا
في ذلك قولا بل قالوا ما قاله اصحاب
رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
ووجوه التابعين وزهادهم وكيف يظن
بعمر وعلي وابن مسعود وابن عباس و
عمار بن ياسر وعلقمة بن الاسود
انهم شربوا الخمر غلطا في اسمها حتى
استدرك عليهم هذا القائل حقيقة
الاسم ويحسن الظن بنفسه ويسئ
الظن بسلفه ان هذه الجراءة في
الدين وقال شيخ الاسلام خواهر زاده
في شرحه روى ان رجلا سال ابراهيم
الحربي في مدينة السلام في جامع المنصور
بالجانب الغربي فقال لنا امام يشرب
النبيذ افأصلي خلفه فقال له ابراهيم
ارأيت لو ادركت علقمة والاسود اكنت تصلي
خلفهما قال نعم ولم يفهم السائل الجواب
فاعاد السوال فقال له ابراهيم
قد اجبتك والقياس مع ابي حنيفة
وابي يوسف رحمهما الله تعالى
لان الله تعالى لم يحرم
شيئا يقصده الناس من المحرمات
في الدنيا الا اباح ما يغني
عنه الا ترى انه لما حرم

ارادہ سلف صالحین ہیں جس کی تصریح کرنا تیرے لئے
ممکن نہیں کیونکہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
اصحاب نے یہ کوئی نئی بات نہیں کہی بلکہ وہی کچھ کہا ہے
جو رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے صحابہ اور
معزز و زاہد تابعین نے کہا ہے۔ اس کا کیا گمان
ہے حضرت عمر، علی، ابن مسعود، ابن عباس، عمار بن
یاسر اور علقمہ بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے
میں، کیا انھوں نے نام تبدیل کر کے شراب پی۔ حتی کہ
اس قائل نے ان پر حقیقی نام کے ساتھ اصلاح کی
اور اپنے بارے میں حسن ظن جبکہ اسلاف کے بارے
میں برا گمان کیا، بلاشبہہ یہ دین میں جسارت ہے۔
شیخ الاسلام خواہر زادہ نے اپنی شرح میں کہا مروی
ہے کہ ایک شخص نے مدینۃ الاسلام کی جامع منصور کی
جانب غربی میں ابراہیم حربی سے سوال کیا کہ ہمارا
امام نبیذ پیتا ہے کیا ہم اس کے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں؟
تو ابراہیم نے کہا تیرا کیا خیال ہے اگر تو علقمہ واسود
کو پالے تو کیا تو ان کے پیچھے نماز پڑھے گا؟ اس نے
کہا ہاں، حالانکہ وہ سائل ابراہیم حربی کے جواب کو
نہ سمجھ سکا چنانچہ اس نے دوبارہ وہی سوال کیا
تو ابراہیم نے فرمایا بیشک میں تجھے جواب دے چکا
ہوں۔ قیاس امام ابوحنیفہ و امام ابویوسف رحمۃ اللہ
تعالیٰ علیہما کا مؤید ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں
محرمات میں سے کوئی چیز حرام نہ فرمائی جس کا قصد
لوگ کرتے ہیں مگر اس میں سے اتنا کچھ مباح فرمایا
جس سے لوگوں کی حاجت پوری ہوتی ہو۔ کیا تو نے

Marfat.com

لحم الخنزیر والمیتة اباح انواعا من اللحوم تغنی عنها ولما حرم نکاح المحارم والجمع بین المحارم اباح من الاجنبیات کذٰلك ھٰھنا فالشراب المطرب شئ یقصدہ الناس فلما حرم منہ انواعا یجب ان یکون نوع منہ مباحا یغنی عنہ و یقوم مقامہ و ذٰلك فیما قالاہ فامامن حرم جمیع انواع الاشربة المطربة بحیث لایوجد من جنسہ مباح یکون ذٰلك خلاف الاصول و خلاف الاصول لا یجوز[1] اھ باختصار۔

دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب خنزیر و مردار کا گوشت حرام فرمایا تو کچھ اقسام گوشت کی حلال بھی فرما دیں جس سے لوگ اپنی حاجت پُوری کرتے ہیں، اور جب محرمات سے نکاح اور دو آپس میں محرم عورت کو نکاح میں جمع کرنا حرام کیا تو غیر محرم عورتوں کے ساتھ نکاح کو حلال فرمایا۔ اسی طرح یہاں شراب کے مسئلہ میں ہوگا کیونکہ فرحت بخش شراب بھی ایک شئی ہے جس کا لوگ قصد کرتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس کی کچھ انواع کو حرام کیا تو اس کی کوئی قسم حلال بھی ضرور ہوگی جس سے لوگ نفع اُٹھائیں اور وہ اس کے قائم مقام ہو جائے اور یہ بات شیخین کے قول میں حاصل ہوتی ہے، لیکن جنھوں نے شراب کی فرحت بخش تمام اقسام کو حرام قرار دیا کہ اس کی جنس میں سے کوئی نوع بھی مباح نہیں پائی جاتی تو یہ خلافِ اصول ہے اور خلافِ اصول جائز نہیں اھ باختصار (ت)

محررِ مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب المؤطا میں فرماتے ہیں:

اخبرنا مالك اخبرنا داؤد بن الحصین عن واقد بن عمرو بن سعد بن معاذ عن محمود بن لبید الانصاری عن عمر بن الخطاب حین قدم الشام شکی الیہ اھل الشام وباء الارض او ثقلھا قالوا لا یصلح لنا الا ھذا الشراب قال اشربوا العسل قالوا لایصلحنا العسل قال لہ رجل من اھل الارض ھل لك ان

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ ہمیں خبر دی کہ امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب شام تشریف لائے تو اہل شام نے اپنی سرزمین پر وبا اور گرانی کی شکایت کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں اس شراب کے علاوہ کوئی علاج موافق نہیں آتا۔ آپ نے فرمایا شہد پیو، انھوں نے کہا ہمیں شہد موافق نہیں آتا۔ اسی علاقے کے

---

[1] غایۃ البیان

Marfat.com

اجعل لك من هذا الشراب شيئا لا يسكر قال نعم فطبخوه حتى ذهب ثلثاه وبقي ثلثه فاتوا به الى عمر بن الخطاب فادخل اصبعه فيه ثم رفع يده فتبعه يتمطّط فقال هذا الطلاء مثل طلاء الابل فامرهم ان يشربوه فقال عبادة بن الصامت احللتها والله قال كلّا والله ما احللتها اللهمّ انّي لا احل لهم شيئا حرمته عليهم ولا احرم عليهم شيئا احللته لهم قال محمد (رحمة الله تعالیٰ علیه) وبهذا ناخذ لا باس بشرب الطلاء الذی قد ذهب ثلثاه وبقي ثلثه وهو لا يسكر فاما كل معتق يسكر فلا خير فيه[1]

ایک شخص نے کہا اے امیر المومنین کیا آپ رغبت رکھتے ہیں کہ میں آپ کے لئے ایسی شراب تیار کروں جو نشہ نہ دے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ ان لوگوں نے انگور کے شیرہ کو اس حد تک پکایا کہ دو تہائی خشک ہو کر ایک تہائی رہ گیا وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لائے۔ آپ نے اس میں انگلی داخل کر کے باہر نکالی تو وہ آپ کی انگلی کے ساتھ چمٹ گیا۔ آپ نے فرمایا یہ اونٹوں کی طلاء کی مثل طلاء ہے۔ آپ نے ان لوگوں کو فرمایا کہ اس کو پیو۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کیا بخدا آپ نے اس کو حلال قرار دے دیا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہرگز نہیں بخدا میں نے اس کو حلال نہیں کیا، اے اللہ! جو چیز تو نے ان پر حرام کی ہے میں اس کو ان پر حلال نہیں کرتا اور جو تو نے ان پر حلال کیا میں اس کو ان پر حرام نہیں کرتا۔ امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا: ہم اسی کے اخذ کرتے ہیں کہ ایسے طلاء کے پینے میں کوئی حرج نہیں جس کا دو تہائی خشک ہو کر ایک تہائی باقی رہا ہو اور وہ نشہ نہ دے۔ لیکن ہر پرانی نشہ آور شراب میں کوئی خیر نہیں۔ (ت)

نیز کتاب الآثار میں فرماتے ہیں:

---

[1] موطا امام محمد کتاب الحدود باب نبیذ الطلاء نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۱۶-۱۷

Marfat.com

اخبرنا ابوحنیفة عن سلیمان[1] الشیبانی عن ابن زیاد[2] انه افطر عند عبد الله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما فسقاه شرابا له

ہمیں امام ابوحنیفہ نے سلیمان شیبانی سے خبر دی انھوں نے ابن زیاد سے روایت کی کہ انھوں (ابن زیاد) نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس روزہ

---

[1] هو ابو اسحٰق سلیمٰن بن ابی سلیمٰن الکوفی من ثقات التابعین و رجال الستة ۱۲ منه

یہ ابو اسحاق سلیمان بن ابی سلیمان کوفی جو ثقہ تابعین اور صحاح ستہ کے راویوں میں سے ہیں ۱۲ منہ (ت)

[2] قال السید المرتضی الاشبه انه محمد بن زیاد احد شیوخ شعبة روی عن ابی هریرة حدیث الرجل جبار ذکره المنذری فی مختصر[1] السنن وهو من افراد ابن سیرین قلت هو ابن زیاد الجمحی ابو الحارث المدنی نزیل بعد البصرة ثقة ثبت من رجال الستة روی الدارقطنی فی السنن من طریق آدم بن ابی ایاس عن شعبة عن محمد بن زیاد عن ابی هریرة عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال الرجل جبار[2] هذا ما ابداه السید ظنا والمنصوص علیه انه عبد الله قال الامام البدر محمود فی البنایة بعد ذکر الحدیث ابن زیاد هو عبد الله ابن زیاد[3] اھ۔

سید مرتضیٰ نے کہا حق سے اشبہ ہے کہ یہ محمد بن زیاد شعبہ کے شیوخ میں سے ایک ہیں انھوں نے "الرجل جبار" والی حدیث کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے یہ بات امام منذری نے مختصر السنن میں ذکر کی اور یہ امام ابن سیرین کے ہم زمان ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ ابن زیاد جمحی ابوالحارث مدنی ہیں جو بعد میں بصرہ میں مقیم ہو گئے ثقہ ہیں صحاح ستہ کے راویوں میں سے ہیں دارقطنی نے سنن میں آدم بن ایاس کے طریق سے عن شعبہ عن محمد بن زیاد عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا آپ نے فرمایا "الرجل جبار" سید مرتضیٰ نے اپنے گمان کی بیان پر یہ بیان کیا ہے جبکہ منصوص یہ ہے کہ وہ عبد اللہ ہیں، امام بدر الدین محمود نے بنایہ میں ابن زیاد کی اس حدیث کے بعد کہا ابن زیاد سے مراد عبد اللہ بن زیاد ہے اھ (باقی اگلے صفحے پر)

---

[1] مختصر السنن [2] سنن الدارقطنی کتاب الحدود والدیات حدیث ۲۱۵ نشر السنۃ ملتان ۳/۱۵۴

[3] البنایۃ فی شرح الھدایۃ کتاب الاشربۃ المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۴/۳۳۸

Marfat.com

فکانہ اخذ فیہ فلما اصبح قال ماھذا الشراب ماکدت اھتدی الیٰ منزلی فقال عبداللّٰہ مازدناک علیٰ عجوۃ و زبیب، قال محمد و بہ ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ۔[1]

اخبرنا ابوحنیفۃ عن حماد قال کنت اتقی النبیذ فدخلت علیٰ ابراھیم وھو یطعم فطعمت معہ فاوتی قدحا من نبیذ فلما رأی ابطائی عنہ قال حدثنی علقمۃ عن عبداللّٰہ بن مسعود انہ کان ربما طعم عندہ ثم دعا بنبیذ لہ تنبذہ

افطار کیا تو آپ نے ابن زیاد کو اپنے ہاں سے شراب پلائی تو گویا کہ اس نے ابن زیاد میں کچھ اثر کیا جب صبح ہوئی تو ابن زیاد نے کہا یہ کیا شراب ہے یوں لگا کہ میں اپنے گھر کی طرف راہ نہ پاؤں گا۔ حضرت عبداللّٰہ ابن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ہم نے تو آپ کے لئے عجوہ اور زبیب پر کوئی شئی زیادہ نہیں کی۔ امام محمد نے فرمایا ہم اسی سے اخذ کرتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔ ہمیں امام ابوحنیفہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حماد سے خبر دی انھوں نے کہا کہ میں نبیذ سے پرہیز کرتا تھا میں ابراہیم کے پاس گیا وہ کھانا کھا رہے تھے میں نے بھی ان کے ساتھ کھانا کھایا پھر نبیذ کا ایک پیالہ لایا گیا جب ابراہیم نے مجھے اس سے پس و پیش کرتے ہوئے دیکھا تو کہا مجھے علقمہ نے عبداللّٰہ ابن مسعود رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بیان کی کہ میں بسا اوقات ان کے ہاں کھانا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

قلت یعنی ابا مریم الاسدی الکوفی من ثقات التابعین و رجال البخاری فی التہذیب ذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال فی تہذیبہ قال العجلی کوفی ثقۃ وقال الدارقطنی ثقۃ[2]

میں کہتا ہوں ابن زیاد یعنی ابومریم اسدی کوفی جو ثقہ تابعین اور بخاری کے راویوں میں شمار ہیں، تہذیب میں ہے کہ ابن حبان نے اسکو ثقہ لوگوں میں ذکر کیا ہے اور تہذیب والے نے فرمایا کہ عجلی نے کہا کہ وہ کوفی ثقہ میں شمار ہیں، دارقطنی نے کہا وہ ثقہ ہیں۔ (ت)

---

[1] کتاب الآثار لامام محمد باب الاشربۃ والانبذہ ادارۃ القرآن کراچی ص ۱۸۲

[2] تہذیب التہذیب ترجمہ عبداللّٰہ بن زیاد الکوفی ۳۷۹ دائرۃ المعارف النظامیہ ۵/۲۲۱

Marfat.com

سیرین ام ولد عبداللہ فشرب و سقانی[1]۔ اخبرنا ابوحنیفۃ قال حدثنا ابو اسحٰق السبیعی عن عمرو بن میمون الاودی عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ان للمسلمین جزورا لطعامھم وان العتق منھا لآل عمر، و انہ لایقطع ھٰذہ الابل فی بطوننا الا النبیذ الشدید۔ اخبرنا ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم ان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتی باعرابی قد سکر، فطلب لہ عذرا فلما اعیاہ (الاذھاب عقل) قال احبسوہ فاذا صحا فاجلدوہ ودعا بفضلۃ فضلت فی اداوتہ، فذاقھا فاذا نبیذ شدید ممتنع، فدعا بماء فکسرہ (وکان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یحب الشراب الشدید) فشرب وسقی جلساءہ ثم قال ھٰذا اکسروہ بالماء اذا غلبکم شیطانہ[2]۔ اخبرنا ابوحنیفۃ عن حماد عن

کھاتا، پھر انھوں نے نبیذ طلب فرمائی جوان کی ام ولد سیرین نے ان کے لئے تیار کی تھی جس کو ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود بھی پیا اور مجھے بھی پلائی۔ ہمیں امام ابوحنیفہ نے اپنی سند کے ساتھ خبر دی کہ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا عمدہ اونٹ مسلمانوں کے کھانے کے لئے ہیں اور ان میں سے پرانے حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے لئے ہیں، اور بیشک ان اونٹوں کو پیٹوں میں سوائے گاڑھی نبیذ کے کوئی شے ہضم نہیں کرتی۔ ہمیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی سند کے ساتھ خبر دی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک اعرابی لایا گیا جو نشے میں تھا آپ نے اس سے عذر پوچھا تو سوائے خرابی عقل کے اس کو عاجز پایا، آپ نے فرمایا اس کو روک رکھو جب ہوش میں آئے تو اس کو کوڑے لگاؤ۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے برتن میں بچی ہوئی شراب منگوائی اور اُسے چکھا تو وہ گاڑھا نبیذ تھا جو کہ ممتنع ہے۔ پھر آپ نے پانی منگوایا اور اس نبیذ کی تیزی کو توڑا (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گاڑھی شراب کو پسند فرماتے تھے) پھر اُسے پیا اور شرکاء مجلس کو پلایا۔ پھر فرمایا کہ جب اس شراب کا شیطان تم پر غالب آجائے تو پانی سے اسکی تیزی توڑ دیا کرو۔ ہمیں امام ابوحنیفہ نے حماد سے انھوں نے

---

[1] کتاب الآثار لامام محمد باب النبیذ الشدید ادارۃ القرآن کراچی ص ۱۸۳
[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۱۸۳، ۱۸۴

Marfat.com

ابراهيم انه كان يشرب الطلاء قد ذهب ثلثاه وبقي ثلثه و يجعل له منه نبيذ، فيتركه حتى اذا اشتد شربه ولم يرِ بذلك بأسا، قال محمد وهو قول ابي حنيفة - اخبرنا ابوحنيفة قال حدثنا الوليد بن سريع (مولى عمرو بن حريث) عن انس بن مالك رضي الله تعالىٰ عنه انه كان يشرب الطلاء على النصف قال محمد ولسنا نأخذ بهٰذا ولا ينبغي له ان يشرب من الطلاء الا ما ذهب ثلثاه وبقي ثلثه وهو قول ابي حنيفة[1] - اخبرنا ابوحنيفة عن حماد عن ابراهيم قال ما اسكره كثيره فقليله حرام خطاء من الناس، انما ارادوا السكر حرام من كل شراب[2]۔

ابراہیم سے خبر دی کہ وہ ایسا طلاء پیتے تھے جس کا دو تہائی خشک ہو کر ایک تہائی بچ گیا ہو اس سے ان کے لئے نبیذ بنائی جاتی تھی تو وہ اس کو چھوڑے رکھتے یہاں تک کہ جب وہ جوش کھا کر سخت ہو جاتی تو اس کو پی لیتے اور اس میں وہ کوئی حرج نہ دیکھتے۔ امام محمد نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ کا یہی قول ہے۔ ہمیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی انھوں نے فرمایا کہ ہمیں ولید بن سریع (مولیٰ عمرو بن حریث) نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حدیث بیان کی کہ وہ ایسا طلاء پیتے تھے جس کا نصف خشک ہو گیا ہوتا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم اس سے اخذ نہیں کرتے اور انھیں ایسا طلاء نہیں پینا چاہیے سوائے اس کے کہ اس کا دو تہائی خشک ہو کر ایک تہائی رہ جائے، اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہ کا۔ ہمیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حماد سے اور انھوں نے ابراہیم سے خبر دی کہ ابراہیم نے فرمایا کہ ہر وہ شراب جس کا کثیر نشہ آور ہو اس کا قلیل حرام ہے، یہ لوگوں کی خطا ہے بیشک اس سے مراد یہ ہے کہ ہر شراب سے نشہ حرام ہے۔ (ت)

امام طحاوی شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں:

حدثنا فهد ثنا ابونعيم قال ثنا مسعر بن كدام عن ابي عون الثقفي عن عبد الله بن شداد بن الهاد عن عبد الله بن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال حرمت الخمر

حضرت عبد اللہ بن شداد بن الہاد سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں ابن عباس نے فرمایا کہ خمر پر تو بعینہٖ حرمت واقع ہوئی اور اس کے ماسوا دیگر شرابوں کی نشہ آور مقدار

---

[1] کتاب الآثار لامام محمد باب نبیذ البطیخ والعصیر ادارۃ القرآن کراچی ص ۱۸۴

[2] کتاب الآثار لامام محمد باب الشرب فی الادعیۃ والظروف " " " ص ۱۸۵

Marfat.com

بعينها والسكر من كل شراب فاخبر ابن عباس ان الحرمة وقعت على الخمر بعينها وعلى السكر من سائر الاشربة سواها فثبت بذلك ان ما سوى الخمر التى حرمت مما يسكر كثيره قد ابيح شرب قليله الذى لا يسكر على ما كان عليه من الاباحة المتقدمة تحريم الخمر وان التحريم الحادث انما هو فى عين الخمر و السكر مما فى سواها من الاشربة فاحتمل ان تكون الخمر المحرمة هى عصير العنب خاصة واحتمل ان يكون كل ما خمر من عصير العنب وغيره فلما احتمل ذلك وكانت الاشياء قد تقدم تحليلها جملة ثم حدث تحريم فى بعضها لم يخرج شئ مما قد اجمع على تحليله الا باجماع ياتى على تحريمه ونحن نشهد على الله عزوجل انه حرم عصير العنب اذا احدثت فيه صفات الخمر ولا نشهد عليه انه حرم ما سوى ذلك اذا احدث فيه مثل هذه الصفة فالذى نشهد على الله تعالىٰ بتحريمه اياه هو الخمر الذى امنا بتاويلها من حيث قد امنا بتاويلها والذى لا نشهد على الله انه حرم

حرام ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ بیشک حرمت خمر پر تو لعینہٖ واقع ہوئی جبکہ باقی شرابوں کی اتنی مقدار حرام ہے جو نشہ آور ہو چنانچہ ثابت ہو گیا کہ خمر کے علاوہ جس کی زیادہ مقدار نشہ لائے وہ حرام ہے اور اس کی قلیل مقدار جو نشہ نہ لائے وہ حسبِ سابق مباح ہے جیسا کہ خمر کے حرام ہونے سے پہلے مباح تھی اور جو حرمت نئی نازل ہوئی وہ عینِ خمر اور دیگر شرابوں کے نشہ کے بارے میں ہے چنانچہ اس بات کا احتمال ہے کہ حرام شدہ خمر خاص کھجوروں کا رس ہے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ ہر وہ چیز جس سے خمر بنے وہ حرام ہے چاہے وہ انگور کا رس ہو یا کچھ اور، تو جب اس بات کا احتمال موجود ہے اور تمام اشیاء شروع میں حلال تھیں پھر بعد میں تحریم وارد ہوئی تو جس شئی کے حلال ہونے پر اجماع ہے وہ حلال ہونے سے اس وقت تک نہیں نکلے گی جب تک اس کے حرام ہونے پر اجماع واقع نہ ہو اور ہم اس بات پر گواہی دیتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے انگور کے رس کو حرام فرمایا جب اس میں خمر کی صفات پیدا ہو جائیں اور ہم یہ گواہی نہیں دیتے کہ انگور کے رس کے علاوہ جن اشیاء میں یہ صفت پیدا ہو جائے اُسے بھی اللہ تعالیٰ نے حرام کیا لہٰذا جس چیز کے حرام ہونے پر ہم گواہی دیتے ہیں وہ خمر ہے جس کے معنی پر ہم یقین رکھتے ہیں جیسا کہ اس کے نازل کئے جانے پر ہمارا ایمان ہے اور جس چیز کی حرمت پر ہم یہ گواہی نہیں دے سکتے

Marfat.com

هو الشراب الذی لیس بخمر فما کان من خمر فقلیله وکثیرہ حرام وما کان مما سوی ذٰلك من الاشربة فالسکر منه حرام وما سوی ذٰلك منه مباح هذا هو النظر عندنا وهو قول ابی حنیفة وابی یوسف ومحمد رحمهم الله تعالٰی غیر نقیع الزبیب والتمر خاصة فانهم کرهوا ولیس ذٰلك عندنا فی النظر کما قالوا، ولکن اصحابنا خالفوا ذٰلك للتاویل الذی تاولوا علیه حدیث ابی هریرة وانس الذین ذکرنا وشیئ رووہ عن سعید بن جبیر انه قال فی ذٰلك هی الخمر فاجتنبها۔[1]

کہ اس کو اللہ نے حرام کیا ہے وہ خمر کے علاوہ دوسری شرابیں ہیں، چنانچہ جو خمر ہے اس کا قلیل اور کثیر سب حرام ہے اور جو اس کے ماسوا دیگر شرابیں ہیں ان میں سے نشہ آور مقدار حرام ہے باقی مباح ہے ہمارے نزدیک یہی قیاس ہے اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد کا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم، جبکہ کشمش اور کھجور کے رس کو انھوں نے مکروہ قرار دیا اور ہمارے نزدیک قیاس میں ایسا نہیں جیسا کہ انھوں نے کہا (اس لئے کہ جو بات ہم متفق علیہ دیکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ رس چاہے کچا ہو یا پکا دونوں صورتوں میں برابر ہے اور پکانے سے وہ حلال نہیں ہوسکتا جبکہ وہ پکانے سے پہلے حلال نہیں تھا البتہ ایسا پکانا جو اس کو رس کی حد سے نکال دے اور وہ شہد کی تعریف میں داخل ہوجائے تو اب اس کا حکم وہی ہوگا جو شہد کا ہے۔ پس ہم دیکھتے ہیں کہ کشمش اور کھجور کا پکا ہوا رس بالاتفاق مباح ہے۔ اب قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ان دونوں میں بھی حکم ایسا ہی ہو لہٰذا کھجور اور انگور کا نبیذ اور پکا ہوا رس برابر ہوگئے جس طرح انگور کا کچا رس اور اس کا پکایا ہوا برابر ہے یہی قیاس ہے) لیکن ہمارے اصحاب نے اس میں اختلاف کیا اس تاویل کی بنیاد پر جو انھوں نے حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیثوں میں بیان کی جن کو ہم ذکر کرچکے اور اس حدیث کی بنیاد پر بھی جو انھوں نے حضرت سعید بن جُبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ انھوں نے اس کے بارے میں فرمایا کہ یہ خمر ہے لہٰذا اس سے بچو۔ (ت)

اُسی میں ہے:

حدثنا فهد (فذکر بسندہ) عن عمر رضی الله تعالٰی عنه انه

فہد نے اپنی سند کے ساتھ ہمیں حدیث بیان کی حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سفر میں تھے کہ

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الاشربۃ باب الخمر المحرمۃ ماھی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۵۷-۲۵۶

Marfat.com

كان في سفر فاتي بنبيذ فشرب منه فقطب ثم قال ان نبيذ الطائف له غرام فذكر شدة لا احفظها ثم دعا بماء فصب عليه ثم شرب - حدثنا ابوبكرة (بسنده) عن عمرو بن ميمون قال شهدت عمر حين طعن فجاء الطبيب فقال اى الشراب احب اليك قال النبيذ فاتي بنبيذ فشرب منه فخرج من احدى طعنتيه۔ حدثنا روح بن الفرج (بسنده) عن عمرو بن ميمون مثله وزاد ان عمر كان يقول انا نشرب من هذا النبيذ شرابا يقطع لحوم الابل في بطوننا من ان يؤذينا قال وشربت من نبيذه فكان اشد النبيذ[۱] قلت ورواه ابن ابي شيبة حدثنا ابو الاحوص عن ابي اسحق عن عمرو بن ميمون قال قال عمر انا لنشرب هذا

آپ کی خدمت میں نبیذ لائی گئی جسے آپ نے پیا پھر ماتھے پر شکن ڈالا اور فرمایا طائف کی نبیذ میں ہلاکت ہے اور اس کی شدت کا ذکر فرمایا جو مجھے یاد نہیں۔ اس کے بعد پانی منگوا کر اس پر ڈالا پھر نوش فرمایا۔ حضرت ابوبکرہ اپنی سند کے ساتھ عمرو بن میمون سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا میں اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا جب آپ کو نیزہ چبھو کر زخمی کر دیا گیا تھا آپ کے پاس طبیب آیا اور کہا کہ آپ کو کونسا مشروب زیادہ پسند ہے؟ آپ نے فرمایا نبیذ۔ چنانچہ نبیذ لائی گئی تو آپ نے اسکو پیا جو آپ کے دو زخموں میں سے ایک سے باہر نکل گئی۔ روح بن فرج نے اپنی سند کے ساتھ عمرو بن میمون سے اسی کی مثل روایت کی مگر اس میں یہ اضافہ کیا کہ حضرت عمرو بن میمون نے بتایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے ہم اس نبیذ سے ایسا مشروب پیتے ہیں جو ہمارے پیٹوں میں اونٹ کے گوشت کو نقصان دینے سے روکتا ہے۔ راوی کہتا ہے میں نے ان کے نبیذ سے پیا جو سخت ترین نبیذ تھا۔ میں کہتا ہوں اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہمیں ابوالاحوص نے حدیث بیان کی انھوں نے ابواسحاق سے انھوں نے عمرو بن میمون سے انھوں نے کہا کہ حضرت عمر

---

[۱] شرح معانی الآثار کتاب الاشربۃ باب مایحرم من النبیذ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۵۹

Marfat.com

الشراب الشديد لنقطع به لحوم الابل فی بطوننا ان تؤذينا فمن رابه من شرابه شئ فليمزجه بالماء، حدثنا وكيع ثنا اسمٰعيل بن ابی خالد عن قيس بن ابی حازم ثنی عتبة بن فرقد قال قدمت علی عمر فدعا بشرب من نبيذ قد كاد ان يصير خلا فقال اشرب فاخذته فشربته فما كدت ان اسيغه ثم اخذه فشربه ثم قال يا عتبة انا نشرب هذا النبيذ الشديد لنقطع به لحوم الابل فی بطوننا ان تؤذينا[1] قلت و اسمٰعيل هذا هو الامام الحافظ المتفق علی جلالته احمسی، كوفی، ثقة، ثبت، من رجال الستة وحفاظ التابعين وقيس من لا يجهل امام ثقة حافظ جليل مخضرم كوفی من رجال الستة و اكابر التابعين وعتبة بن فرقد رضی الله تعالیٰ عنه صحابی نزل الكوفة فالحديث صحيح علیٰ شرط الشيخين مسلسل بالكوفيين من لدن ابی بكر الیٰ اخر السند.

رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ بیشک ہم یہ سخت شراب اس لئے پیتے ہیں تاکہ یہ ہمارے پیٹوں میں اونٹوں کے گوشت کی اذیت کو ختم کرے جس شخص کو اس شخص کی شراب شک میں ڈالے تو وہ اس میں پانی ملالے۔

ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی اس نے کہا کہ ہمیں اسمٰعیل بن ابی خالد نے قیس بن ابی حازم سے حدیث بیان کی انھوں نے کہا کہ مجھے عتبہ بن فرقد نے بتایا کہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے نبیذ کا مشروب منگوایا جو سرکہ ہونے کے قریب تھا اور فرمایا پیو، میں نے اس کو لے کر پیا تو مجھے کچھ خوشگوار نہ لگا، پھر آپ نے اسکو لے کر پیا اور فرمایا اے عتبہ! ہم یہ سخت نبیذ اس لئے پیتے ہیں کہ یہ ہمارے پیٹوں میں اونٹوں کے گوشت کی ایذا رسانی کو ختم کرے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اسمٰعیل وہی ہیں جو امام حافظ ہیں ان کی بزرگی پر اتفاق ہے احمسی، کوفی، ثقہ، ثبت، صحاحِ ستہ کے رجال اور حفاظ تابعین میں سے ہیں۔ اور قیس مجہول نہیں وہ امام، ثقہ، حافظِ جلیل، مخضرم، کوفی، صحاحِ ستہ کے رجال اور اکابر تابعین میں سے ہیں۔

اور عتبہ بن فرقد رضی اللہ تعالےٰ عنہ صحابی ہیں جو کوفہ میں قیام پذیر ہوئے، پس حدیث شرط شیخین پر صحیح ہے جس کے راوی ابوبکر سے لے کر آخرِ سند تک مسلسل کوفی ہیں۔ ہمیں روح نے اپنی سند کے

---

[1] المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الاشربہ حدیث ۲۹۲۷ و ۲۹۲۸ الجزء الثامن مع الجزء السابع ص ۱۴۲، ۱۴۳

Marfat.com

حدثنا روح (بسنده) عن سعید بن ذی لعوۃ قال اتی عمر برجل سکران فجلدہ فقال انما شربت من شرابك فقال و ان کان - حدثنا فهد (بسنده) عن سعید بن ذی حُدّان او ابن ذی لعوۃ قال جاء رجل قد ظمئ الی خازن عمر فاستسقاه فلم یسقه فاتی بسطیحة لعمر فشرب منها فسکر فاتی به عمر فاعتذر الیه فقال انما شربت من سطیحتك فقال عمر انما اضربك علی السکر فضربه عمر[1]، **قلت** و رواه الدارقطنی فی سننه عن طریق سعید بن ذی لعوۃ ایضا ان اعرابیا شرب من اداوۃ عمر نبیذا فسکر به فضربه الحد[2] فقال الاعرابی انما شربته من اداوتك فقال عمر رضی الله تعالی عنه انما جلدناك بالسکر[3] و روی ابوبکر بن ابی شیبة

ساتھ حدیث بیان کی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک نشے والا شخص لایا گیا آپ نے اسے کوڑے لگائے اس نے کہا میں نے آپ کی شراب میں سے ہی پیا ہے تو آپ نے فرمایا اگرچہ ایسا ہو۔ ہمیں فہد نے اپنی سند کے ساتھ حدیث بیان کی کہ ایک شخص پیاسا تھا وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خازن کے پاس آیا اور پانی مانگا تو اس نے پانی نہ پلایا پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ایک مشکیزہ لایا گیا اس شخص نے اس میں سے پی لیا تو اُسے نشہ آگیا اس کو حضرت عمر فاروق کے پاس لایا گیا آپ نے اس سے عذر طلب کیا اس نے کہا کہ میں نے تو آپ کے مشکیزہ سے پیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نشہ کی وجہ سے تجھے کوڑے لگاؤں گا، پھر آپ نے اسے کوڑے لگائے۔ میں کہتا ہوں اس کو دارقطنی نے اپنی سُنن میں سعید بن ذی لعوۃ کے طریق سے بھی روایت کیا کہ بیشک ایک اعرابی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برتن سے نبیذ پیا تو اس کو نشہ ہوا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر حد جاری فرمائی، اعرابی نے کہا میں نے تو آپ کے برتن سے پیا ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم نے تجھے نشہ کی وجہ سے کوڑے لگائے ہیں۔

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الاشربہ باب ما یحرم من النبیذ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۵۹

[2] سنن الدارقطنی " " حدیث ۵، دار المحاسن للطباعة القاهرة الجزء الرابع ص ۲۶۰

[3] التعلیق المغنی علی سنن الدارقطنی بحوالہ العقیلی " " " " " " " " " "

Marfat.com

في مصنفه حدثنا علي بن مسهر عن الشيباني عن حسان بن مخارق قال بلغني ان عمر بن الخطاب رضي الله تعالٰى عنه ساير رجلا في سفر وكان صائما فلما افطر اهوى الى قربة لعمر معلقة فيها نبيذ فشرب منها فسكر فضربه عمر الحد فقال له انما شربت من قربتك فقال له عمر انما جلدناك لسكرك[1] **قلت** وهذا امثل طرقه وما يخشى في البلاغ من الانقطاع فلا يضر عندنا وعند الجمهور القابلين للمراسيل - وروى عبد الرزاق اخبرنا ابن جريج عن اسمعيل ان رجلا عب في شراب نبيذ لعمر بن الخطاب بطريق المدينة فسكر فتركه عمر (رضي الله تعالٰى عنه) حتى افاق فحده[2] فقال الطحاوي حدثنا

ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنّف میں روایت فرمایا کہ ہمیں علی بن مُسہر نے اپنی سند کے ساتھ حدیث بیان کی کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک شخص کے ساتھ سفر میں تھے اور وہ روزہ دار تھا جب اس نے اِفطار کیا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک مشکیزہ کی طرف مائل ہوا جو لٹکا ہُوا تھا اور اس میں نبیذ تھا اس نے پیا جس سے اسے نشہ ہو گیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر حد لگائی تو اس نے کہا میں نے تو آپ کے مشکیزہ سے پیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم نے تجھے تیرے نشے کی وجہ سے کوڑے لگائے۔ میں کہتا ہوں یہ اس حدیث کے طُرق میں سے عُمدہ ترین ہے اور اس میں جو انقطاع کا خدشہ ہے وہ ہمیں نقصان نہیں دیتا اور نہ جمہور کو جو مرسل حدیثوں کو قبول کرتے ہیں۔ عبدالرزاق نے روایت کیا کہ ہمیں ابن جریج نے اسمٰعیل سے خبر دی کہ ایک شخص نے مدینہ کے راستے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نبیذ کو ایک ہی سانس میں پیا تو اسے نشہ ہو گیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُسے کچھ دیر چھوڑے رکھا یہاں تک کہ اسے افاقہ ہوا پھر اسے حد ماری۔ امام طحاوی نے فرمایا کہ

---

[1] المصنّف لابن ابی شیبۃ کتاب الحدود النبیذ من رأی فیہ حدًا حدیث ۸۴۵۰ ادارۃ القرآن کراچی ۹/۵۴۴

[2] المصنف لعبدالرزاق کتاب الاشربۃ حدیث ۱۷۰۱۵ المجلس العلمی ۹/۲۲۴

Marfat.com

فهد (بسنده) عن ابن عمر قال اتی (یعنی امیرالمومنین) بنبیذ قد اخلف واشتد فشرب منه ثم قال ان هذا لشدید ثم امر بماء فصب علیه ثم شرب هو واصحابه، حدثنا محمد بن خزیمة (بسنده) عن ابن عمر (رضی الله تعالیٰ عنه) ان عمر انتبذ له فی مزادة فیها خمسة عشرا و ستة عشر فاتاه فذاقه فوجده حلوا فقال کانکم اقللتم عکره عــه۔ حدثنا ابن ابی داؤد

ہمیں فہد نے اپنی سند کے ساتھ ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے حدیث بیان کی کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں نبیذ لایا گیا جو متغیر اور سخت ہو چکا تھا آپ نے اس میں سے پیا پھر فرمایا بیشک یہ سخت ہے، پھر پانی لانے کا حکم دیا اور اس پر پانی ڈالا پھر آپ نے اور آپ کے اصحاب نے اس کو پی لیا۔ ہمیں محمد بن خزیمہ نے اپنی سند کے ساتھ حدیث بیان کی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے لئے ایک مشکیزے (توشہ دان) میں جو کہ پندرہ سولہ رطل کے برابر تھا نبیذ بنایا گیا آپ تشریف لائے اُسے چکھا اور میٹھا پایا تو فرمایا گویا کہ تم نے اس کا تلچھٹ کم کر دیا ہے۔ ہمیں ابن ابی داؤد

عــه عکر النبیذ العتیق اذا اضیف الی الجدید عجل اشتداده و هذا معنی ماروی النسائی فی سننه عن سعید بن المسیب انه کان یکره کل شئ ینبذ علی عکر وایضا عنه انه قال فی النبیذ خمرة دُردیه[1] ای جعله عکره مسکرا فکان امیرالمؤمنین انکر علیهم تقلیل العکر حتی بقی الی الآن حلوا ولم یشتد والله تعالیٰ اعلم قاله الفقیر المجیب غفر الله تعالیٰ منه ۱۲ منه

عــه "عکر النبیذ" پرانا نبیذ جو تازہ نبیذ کے ساتھ ملانے سے جلد تیزی حاصل کرتا ہے۔ نسائی کی اپنی سنن میں سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ وُہ پرانے نبیذ میں ملائے ہوئے ہر نبیذ کو ناپسند کرتے تھے نیز ان سے نبیذ کے متعلق یہ روایت کہ اس کو پرانے نبیذ نے نشہ آور بنا دیا، کا معنیٰ یہی ہے، گویا امیرالمومنین رضی اللہ عنہ نے قلیل پرانے نبیذ میں ملاوٹ کو ناپسند فرمایا کہ اس وجہ سے ابھی تک وہ میٹھا ہے اور شدید نہ ہوا۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔ یہ مجیب غفر اللہ تعالےٰ کا بیان ہے ۱۲ منہ۔ (ت)۔

---

[1] سنن النسائی ذکر ما یجوز شربہ من الانبذہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۳۲۵

Marfat.com

(يبلغه الى) عبد الرحمن بن عثمن
قال صحبت عمر بن الخطاب الى
مكة فاهدى له ركب من ثقيف
سطيحتين من نبيذ فشرب عمر احدهما
ولم يشرب الاخرى حتى اشتد ما فيه
فذهب عمر فشرب منه فوجده
قد اشتد فقال اكسروه
بالماء[1]، **قلت** ورواه
عبد الرزاق قال الطحاوي
فلما ثبت بما ذكرنا عن عمر اباحة
قليل النبيذ الشديد وقد سمع
رسول الله صلى الله تعالى عليه
وسلم يقول كل مسكر حرام
كان ما فعله دليلا ان
ما حرم رسول الله صلى الله
تعالى عليه وسلم من
النبيذ الشديد هو السكر منه
لا غير فاما ان يكون سمع
ذلك من النبي صلى الله تعالى
عليه وسلم قولا او راه رأيا فرأيه
عندنا حجة ولاسيما
اذا كان فعله المذكور بحضرة
اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم

نے حدیث بیان کی کہ عبد الرحمن بن عثمان نے کہا کہ میں نے مکہ مکرمہ کی طرف سفر کے دوران حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت اختیار کی قبیلہ بنی ثقیف کے ایک وفد نے آپ کی خدمت میں نبیذ کے دو مشکیزے بطور ہدیہ پیش کیے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان میں سے ایک پی لیا اور دوسرے کو نہیں پیا یہاں تک کہ اس میں شدت آگئی پھر جب آپ نے اس کو پیا تو اس کو شدید پایا اور فرمایا پانی سے اس کی تیزی کو توڑ دو۔

میں کہتا ہوں اس کو عبد الرزاق نے روایت کیا۔

امام طحاوی نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان واقعات مذکورہ سے جب نبیذ شدید کی قلیل مقدار کا مباح ہونا ثابت ہوگیا حالانکہ انھوں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر نشہ آور حرام ہے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فعل اس بات کی دلیل ہوگا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نبیذ شدید سے جو حرام فرمایا وہ نشہ آور مقدار ہے نہ کہ اس کا غیر چاہیے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہو یا ان کی اپنی یہ رائے ہو کیونکہ ہمارے نزدیک ان کی رائے حجت ہے خصوصاً جب کہ آپ کا یہ فعل مذکور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی موجودگی میں واقع

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الاشربۃ باب مایحرم من النبیذ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۵۹/۲

Marfat.com

فلم ينكره عليه منهم منكر فدل على متابعتهم اياه عليه وهذا عبد الله بن عمر وهو احد النفر الذين رووا عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كل مسكر حرام وقد روى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ما حدثنا ابو امية البغدادي ثنا ابو نعيم ثنا عبد السلام عن ليث عن عبد الملك بن اخى القعقاع بن شوذب عن ابن عمر قال شهدت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اتى بشراب فادناه الى فيه فقطب فرده فقال رجل يارسول الله احرام هو فرد الشراب ثم عاد بماء فصبه عليه ذكر مرتين اوثلثا ثم قال اذا اغتلمت هذه الاسقية عليكم فاكسروا متونها بالماء[1]، **قلت** ورواه النسائي في سننه بسندين بمعناه احدهما اخبرنا زياد بن ايوب ثنا هشيم اخبرنا العوام عن عبد الملك بن نافع

ہوا اور ان میں سے کسی نے انکار نہیں کیا تو اُن سب کا جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی متابعت کرنا اُن کے اس فعل کے صحیح ہونے کی دلیل ہے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی کہ ہر نشہ آور حرام ہے۔

انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وہ حدیث روایت کی جو ہمیں ابو امیہ بغدادی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کے پاس شراب لائی گئی آپ نے اس کو اپنے منہ کے قریب کیا پھر ماتھے پر شکن ڈالی اور اس کو رد فرما دیا، ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیک وسلم کیا یہ حرام ہے؟ تو حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر وہ شراب لوٹائی اور اس میں پانی ڈالا اس کا دو تین بار ذکر کیا پھر فرمایا جب یہ مشکیزے تم پر سخت ہو جائیں تو پانی کے ساتھ ان کی تیزی کو توڑ دیا کرو۔ میں کہتا ہوں اس کو امام نسائی نے اس کے معنیٰ کے ساتھ دو سندوں سے روایت فرمایا جن میں سے ایک یہ ہے کہ ہمیں زیاد بن ایوب نے خبر دی انھوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ہشیم نے انھوں نے کہا ہمیں عوام نے عبد الملک

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الاشربۃ باب مایحرم من النبیذ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۶۰ - ۳۵۹

Marfat.com

قال قال ابن عمر[1] والآخر اخبرنی
زیاد بن ایوب عن ابی معٰویة
ثنا ابواسحٰق الشیبانی عن
عبدالملک[2] الخ قال الطحاوی
حدثنا وهب بن عثمان البغدادی
ثنا ابوھمام ثنی یحیی بن
زکریا بن ابی زائدة عن اسمٰعیل بن
ابی خالد ثنا قرة العجلی ثنی عبدالملک
ابن اخی القعقاع عن ابن عمر مثله[3] **قلت**
بھذا السند رواہ ابن ابی شیبة فی مصنفه
فقال حدثنا وکیع عن اسمٰعیل بن
ابی خالد[4] الخ بنحوہ قال الطحاوی حدثنا
محمد بن عمرو بن یونس ثنی اسباط بن
محمد عن الشیبانی عن عبدالملک بن
نافع قال سألت ابن عمر فقلت ان
١ اھلنا ینبذون نبیذا فی سقاء لو انھکته
لاخذنی فقال ابن عمر انما البغی علی
من اراد البغی شھدت رسول اللہ
صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم
عند ھذا الرکن واتاہ رجل
بقدح من نبیذ ثم ذکر مثل حدیث
ابی امیة غیر انه

بن نافع سے خبر دی اُنھوں نے کہا کہ حضرت ابن عمر
رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا، اور دوسری سند یہ ہے
کہ مجھے زیاد بن ایوب نے ابومعاویہ سے خبر دی
انھوں نے کہا ہمیں ابواسحاق شیبانی نے
عبدالملک سے حدیث بیان کی الخ امام طحاوی نے
فرمایا ہمیں وہب بن عثمان بغدادی نے اپنی سند
کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے
اس کی مثل حدیث بیان کی۔ میں کہتا ہوں اسی
سند کے ساتھ اس کو ابن ابی شیبہ نے اپنے
مصنّف میں روایت فرمایا اور کہا ہمیں وکیع نے
اسمٰعیل بن ابی خالد سے بیان کی الخ۔ امام طحاوی نے
فرمایا ہمیں محمد بن عمرو بن یونس نے اپنی سند کے
ساتھ حدیث بیان کی کہ عبدالملک بن نافع نے کہا
میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے سوال کرتے
ہوئے کہا کہ ہمارے گھر والے مشکیزے میں نبیذ
بناتے ہیں اگر میں اس کو زیادہ پی لوں تو وہ میرے
اندر نشہ پیدا کرتی ہے۔ تو ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما
نے فرمایا گناہ اس پر ہے جو گناہ کا ارادہ کرے
میں اُس رکن کے پاس رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی
علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے
پاس ایک شخص نبیذ کا پیالہ لایا پھر ابن عمر نے
حدیث ابن اُمیّہ کی مثل ذکر فرمایا سوائے اس کے

[1] سنن النسائی کتاب الاشربة ذکر اخبار التی اعتل بھا من اباح الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۲۳۲
[2] سنن النسائی کتاب الاشربة ذکر الاخبار التی اعتل بھا من اباح الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۲۳۲
[3] شرح معانی الآثار " باب مایحرم من النبیذ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۶۰
[4] المصنف ابن ابی شیبہ کتاب الاشربہ حدیث ۴۲۹۲ ادارۃ القرآن کراچی ۸/۳۹

Marfat.com

قال فاكسروها بالماء ففی هذا اباحة قليل النبيذ الشديد و اولى الاشياء بنا اذكان قد روى عنه هذا عن النبی صلی الله تعالى عليه وسلم و روى عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم كل مسكر حرام ان نجعل كل واحد من القولين على معنى غير معنى الاخر فيكون قوله كل مسكر حرام على المقدار الذی يسكر والحديث الاخر على اباحة قليل النبيذ الشديد، اخبرنا فهد بن محمد بن سعيد ثنا يحيى بن اليمان عن سفين عن منصور عن خالد بن سعد عن ابی مسعود رضی الله تعالى عنه قال عطش النبی صلی الله تعالى عليه وسلم حول الكعبة فاستسقى فاتی بنبيذ من نبيذ السقاية فشمه فقطب فصب عليه من ماء زمزم ثم شرب فقال رجل احرام هو فقال لا[1] **قلت** و رواه النسائی بهذا السند نحوه فقال اخبرنا الحسن بن اسمعيل بن سليمٰن اخبرنا يحيى بن يمان[2] الخ

کہ فرمایا اس کی تیزی کو پانی کے ساتھ توڑ دو۔ اس حدیث میں تیز نبیذ کی قلیل مقدار کی اباحت ہے، جب ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرمائی تو انہی کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے کہ ہر نشہ آور حرام ہے تو ہمارے لئے اولیٰ یہ ہے کہ ہم ان دونوں حدیثوں میں سے ہر ایک کو دوسری کے مفہوم کے غیر پر محمول کریں، چنانچہ آپ کا یہ ارشاد کہ "ہر نشہ آور حرام ہے" اس مقدار پر محمول ہوگا جو نشہ دیتی ہے اور دوسری حدیث نبیذ شدید کی قلیل مقدار کے مباح ہونے پر محمول ہوگی۔

ہمیں فہد بن محمد نے اپنی سند کے ساتھ ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خبر دی انھوں نے کہا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کعبہ شریف کے پاس پیاس لگی تو آپ نے پانی مانگا چنانچہ آپ کی خدمت میں ایک مشکیزے سے نبیذ لائی گئی آپ نے سونگھا اور تیوری چڑھائی پھر اس پر زمزم کا پانی ڈالا پھر نوش فرمایا تو ایک شخص نے کہا کیا یہ حرام ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ **قلت** (میں کہتا ہوں) اس کو امام نسائی نے اسی سند کے ساتھ بیان فرمایا اور کہا کہ ہمیں حسن بن اسمٰعیل بن سلیمان نے خبر دی انھوں نے کہا کہ ہمیں یحیی بن یمان نے خبر دی الخ

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الاشربہ باب مایحرم من النبیذ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۶۰
[2] سنن النسائی " " ذکر الاخبار التی اعتل بہا من اباح الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۳۳۴

Marfat.com

ورواه الدارقطني حدثنا احمد بن عبد الله الوكيل ثنا علي بن حرب نا يحيى بن اليمان[1] الخ ورواه عبد الرزاق عن مجاهد مرسلا قال عمد النبي صلى الله تعالى عليه وسلم الى السقاية سقاية زمزم فشرب من النبيذ فشد وجهه ثم امر به فكسر بالماء ثم شربه فشد وجهه ثم امر به الثالثة فكسر بالماء ثم شربه[2]۔

قال الطحاوي حدثنا علي بن معبد ثنا يونس ثنا شريك عن ابن اسحق عن ابي بردة عن ابي موسى عن ابيه رضي الله تعالى عنه قال بعثني رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم انا ومعاذا الى اليمن فقلنا يا رسول الله ان بها شرابين يصنعان من البر والشعير احدهما يقال له المزر والآخر يقال له البتع فما نشرب فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم

اس کو دارقطنی نے روایت کیا اور کہا کہ ہمیں احمد بن عبد اللہ الوکیل نے حدیث بیان کی اور انھوں نے کہا کہ ہمیں علی بن حرب نے اور انھوں نے کہا کہ ہمیں یحییٰ بن یمان نے حدیث بیان کی الخ اور اس کو عبد الرزاق نے مجاہد سے مرسلاً روایت کیا انھوں نے کہا کہ نبی کریم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم زمزم کے مشکیزوں میں سے ایک مشکیزہ کی طرف متوجہ ہوئے آپ نے نبیذ نوش فرمایا پھر مشکیزے کا منہ مضبوطی سے باندھ دیا پھر آپ نے حکم دیا تو پانی کے ساتھ اس کی تیزی کو توڑا گیا پھر آپ نے اس کو نوش فرمایا اور مشکیزے کا منہ مضبوطی سے باندھ دیا، پھر تیسری مرتبہ حکم فرمایا اور اس کی تیزی کو پانی سے توڑا گیا پھر آپ نے نوش فرمایا۔

امام طحاوی نے فرمایا کہ ہمیں علی بن معبد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بیان کی انھوں نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اور معاذ بن جبل کو یمن کی طرف بھیجا ہم نے کہا یا رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم وہاں دو شرابیں ہیں جو گندم اور جَو سے بنائی جاتی ہیں ان میں سے ایک کو مزر اور دوسری کو بتع کہا جاتا ہے تو کیا ہم اسے پئیں؟ تو رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

---

[1] سنن الدارقطني کتاب الاشربہ حدیث ۸۵ دار المحاسن للطباعۃ القاہرہ ۴/۲۶۳

[2] المصنف لعبد الرزاق 〃 حدیث ۱۷۰۲۱ المجلس العلمی ۹/۲۲۶

Marfat.com

اشربا ولا تسكرا فدل ذالك ان ما ذكره ابوموسیٰ عن رسول الله صلى الله تعالیٰ علیه وسلم من قوله کل مسکر حرام انما هو علی المقدار الذی یسکر لا علی العین التی کثیرها یسکر وقد روینا حدیث ابی سلمة عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها فی جواب النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم للذی ساله عن البتع بقوله کل شراب اسکر فهو حرام فان جعلنا ذلك علی قلیل الشراب الذی یسکر کثیره ضاد جواب النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لمعاذ و ابی موسی الاشعری رضی الله تعالیٰ عنهما وان جعلناه علی تحریم السکر خاصة وافق حدیث ابی موسیٰ واولی الاشیاء بنا حمل الآثار علی الوجه الذی لا تضاد، حدثنا ابن مرزوق (بسنده) عن شماس قال قال عبد الله (یعنی ابن مسعود) رضی الله تعالیٰ عنه ان القوم یجلسون علی الشراب وهو یحل لهم فما یزالون حتی یحرم علیهم۔ حدثنا محمد بن خزیمة (بسنده)

"پیو اور نشہ میں مت آؤ" یہ حدیث دلیل ہے کہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو حدیث ذکر فرمائی کہ "ہر نشہ آور حرام ہے" وہ نشہ آور مقدار پر محمول ہے نہ کہ اس شئی کے عین پر جس کا کثیر نشہ آور ہے اور ہم حدیث ابی سلمہ بحوالہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کر چکے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس جواب کے بارے میں ہے جو بتع سے متعلق سوال کرنے والے شخص کو آپ نے دیا وہ یہ کہ "ہر شراب جو نشہ دے وہ حرام ہے" اگر اس حدیث کو ہم اس شراب کے قلیل پر محمول کریں جس کا کثیر نشہ دیتا ہے تو یہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس جواب کے خلاف ہے جو آپ نے حضرت معاذ اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیا۔ اور اگر اس کو ہم خاص نشہ کی حرمت پر محمول کریں تو یہ حدیث ابو موسیٰ کے موافق ہو جاتا ہے اور ہمارے لئے اولیٰ یہ ہے کہ ہم تمام آثار کو ایسے معنیٰ پر محمول کریں کہ ان میں باہمی تضاد نہ رہے۔ ہمیں ابن مرزوق نے اپنی سند کے ساتھ حدیث بیان کی کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ قوم شراب نوشی کے لئے بیٹھتی جب وہ ان کے لئے حلال تھا وہ ایسا کرتے رہے یہاں تک کہ وہ ان کے لئے حرام ہو گیا۔ ہمیں محمد بن خزیمہ نے اپنی سند کے

Marfat.com

عن علقمة بن قيس انه اكل مع
عبدالله بن مسعود خبزا ولحما
قال فاتينا بنبيذ شديد نبذته
سيرين فى جرة خضراء فشربوا
منه ، حدثنا ابن داؤد (بسنده)
عن علقمة قال سألت ابن مسعود
عن قول رسول الله صلى الله
تعالىٰ عليه وسلم فى السكر
قال الشربة الاخيرة - حدثنا
ابو بكرة ثنا ابو احمد الزبيرى ثنا
سفين عن على بن بذيمة عن قيس
بن حبتر قال سألت ابن عباس عن
الجر الاخضر والجر الاحمر
فقال ان اول من سأل النبى
صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن
ذلك وفد عبد القيس فقال لا تشربوا
لا فى الدباء ولا فى المزفت و
لا فى النقير واشربوا فى الاسقية
فقالوا يا رسول الله فان
اشتد فى الاسقية قال
صبوا عليه من الماء
وقال لهم فى الثالثة
اوالرابعة فاهريقوه - حدثنا محمد
بن خزيمة ثنا عبدالله بن رجاء ثنا اسرائيل
عن على بن بذيمة عن قيس بن حبتر

ساتھ حضرت علقمہ بن قیس سے حدیث بیان کی کہ
انھوں نے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ
کے ساتھ روٹی اور گوشت کھایا انھوں نے کہا
پھر ہمارے پاس تیز نبیذ لایا گیا جس کو سیرین نے
سبز گھڑے میں تیار کیا انھوں نے اسے پیا۔ ہمیں
ابی داوٗد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علقمہ
سے حدیث بیان کی انھوں نے کہا کہ میں نے
ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مُسکر کے بارے
میں رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے
قول سے متعلق سوال کیا تو انھوں نے کہا کہ وہ آخری
گھونٹ ہے۔ ہمیں ابوبکرہ نے اپنی سند کے ساتھ
قیس بن حبتر سے حدیث بیان کی انھوں نے کہا کہ
میں نے ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے سبز
اور سُرخ گھڑوں کے بارے میں سوال کیا تو انھوں
نے فرمایا سب سے پہلے اس بارے میں رسول اللہ
صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے وفد عبد القیس
نے سوال کیا تھا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے فرمایا: "دباء، مزفت اور نقیر میں مت پیو
اور مشکیزوں میں پیو" انھوں نے عرض کی
یا رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اگر مشکیزوں
میں وہ تیز ہو جائے تو آپ نے فرمایا "اس پر
پانی ڈال دو" اور آپ نے انھیں تیسری یا
چوتھی مرتبہ فرمایا کہ "اسے انڈیل دو" ہمیں محمد
بن خزیمہ نے اپنی سند کے ساتھ اسی کی مثل
حدیث بیان کی۔ **قلت** (میں کہتا ہوں) اسکو

Marfat.com

عن ابن عباس مثل ذٰلک[1] قلت و رواہ ابوداؤد[2] فی سننہ، حدثنا محمد بن بشار ثنا ابواحمد الی اخرہ سندا و متنا نحوہ و زاد ثم قال ان اللہ حرم علی او حرم الخمر والمیسر والکوبۃ قال وکل مسکر حرام قال سفیان فسالت علی بن بذیمۃ عن الکوبۃ قال الطبل، و رواہ عبد الرزاق عن ابی سعید قال کنا جلوسا عند النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال جاءکم وفد عبد القیس الحدیث بطولہ وفیہ فان رابکم فاکسروہ بالماء اھ[3] ولیس فیہ ما بعدہ، قال الطحاوی ففی ہذا الحدیث ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اباح لہم ان یشربوا من نبیذ الاسقیۃ وان اشتد فان قال قائل فان فی امرہ باہراقہ دلیلا علی نسخ الاباحۃ قیل لہم کیف یکون

ابوداؤد نے اپنی سنن میں روایت کیا کہ ہمیں محمد بن بشار نے ابواحمد سے حدیث بیان کی الخ جو کہ سند اور متن دونوں کے اعتبار سے اس کی مثل ہے اور اس میں یہ زائد ہے پھر فرمایا کہ بیشک اللہ نے مجھ پر حرام کیا یا یوں فرمایا کہ خمر، جوا اور کوبہ حرام کردئے گئے اور ہر نشہ آور حرام ہے۔ سفیان نے کہا کہ میں نے علی بن بذیمہ سے کوبہ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا کہ طبل (ڈھول)' اور اس کو عبد الرزاق نے ابوسعید سے روایت کیا ابوسعید نے کہا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے پاس وفد عبد القیس آیا ہے (طویل حدیث ذکر کی) اور اس حدیث میں ہے کہ اگر تمھیں وہ (نبیذ) شک میں ڈالے تو پانی سے اس کی تیزی کو توڑ دو الخ اور اس میں حدیث کا بعد والا حصہ نہیں ہے۔ امام طحاوی نے فرمایا کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے وفد عبد القیس کے لئے مشکیزوں کی نبیذ کو پینا مباح فرمایا اگرچہ اس میں تیزی آئے۔ اگر کوئی کہنے والا کہے نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اس کو انڈیلنے کا حکم دیا یہ اباحت کے نسخ کی دلیل ہے اس کو کہا جائے گا یہ کیسے

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الاشربہ باب ما یحرم من النبیذ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۶۰-۶۱
[2] سنن ابی داؤد " باب فی الاوعیۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۶۴
[3] المصنف لعبد الرزاق " حدیث ۱۶۹۳۰ المجلس العلمی ۹/ ۲۰۱-۲۰۲

Marfat.com

ذالك وقد روى عن ابن عباس من
كلامه بعد رسول الله صلى الله
تعالىٰ عليه وسلم حرمت الخمر لعينها
والسكر من كل شراب وقد ذكرنا
ذالك باسناده وكيف يجوز على
ابن عباس مع علمه وفضله ان
يكون قد روى عن النبي صلى الله تعالىٰ
عليه وسلم مايوجب تحريم النبيذ
الشديد ثم يقول حرمت الخمر لعينها
والسكر من كل شراب ولكن معنى
حديث قيس انه لم يأمنهم عليه
ان يشرعوا في شربه فيسكروا
فامرهم باهراقه ذالك وقد روى
في مثل ماهذا احدثنا محمد بن
خزيمة ثنا عثمن بن الهيثم بن الجهم
المؤذن ثنا عوف بن ابي جميلة ثني ابو القموص
زيد بن علي عن احد وفد عبد القيس او يكون
قيس بن النعمان فاني قد نسيت اسمه انهم
سألوه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن الاشربة
فقال لا تشربوا في الدباء ولا في النقير واشربوا
في السقاء الحلال الموكأ عليه عليها فان
اشتد منه فاكسروه بالماء فان
اعياكم فاهريقوه
حدثنا ربيع المؤذن ثنا
اسد بن موسىٰ ثنا مسلم بن خالد ثني زيد

ہوسکتا ہے حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کے اس ارشاد کے بعد ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ
عنہما کا یہ کلام مروی ہے کہ خمر لعینہٖ حرام کی گئی اور ہر شراب
میں سے نشہ کی مقدار حرام کی گئی، ہم اس حدیث کو
اس کے اسناد کے ساتھ ذکر کر چکے ہیں، اور ابن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے اپنے علم وفضل کے باوجود
یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سے وہ حدیث روایت کریں جو نبیذ شدید کی حرمت کو
ثابت کرے اور پھر یہ فرمائیں کہ خمر تو لعینہٖ حرام ہے جبکہ
باقی ہر شراب میں سے نشہ آور مقدار حرام ہے لیکن
حدیث قیس کا معنیٰ یہ ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کو یہ ڈر ہوا کہ وہ اس کو پی کر نشہ میں آئیں گے لہذا
اس کو انڈیل دینے کا انھیں حکم دیا' اور اسی کی مثل
مروی ہے اس حدیث میں جو ہمیں محمد بن خزیمہ نے اپنی
سند کے ساتھ وفد عبد القیس میں شریک ایک شخص
سے حدیث بیان کی یا وہ راوی قیس بن نعمان تھا، راوی
کہتا ہے مجھے اس کا نام بھول گیا ہے کہ وفدِ
عبد القیس نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
شرابوں کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ
کدو اور کھرچی ہوئی لکڑی میں مت پیو اور ایسے
مشکیزوں میں پیو جن کے منہ باندھے گئے ہوں اگر
اس نبیذ میں شدت آجائے تو پانی سے اس کی شدت
توڑو اگر وہ تمھیں عاجز کر دے تو پھر اسے انڈیل دو۔
ہمیں ربیع المؤذن نے اپنی سند کے ساتھ حضرت
ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے حدیث بیان کی

Marfat.com

بن اسلم عن سمیّ عن ابی صالح عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اذا دخل احدکم علی اخیه المسلم فاطعمه طعاما فلیاکل من طعامه ولایسأل عنه فان اسقاه شرابا فلیشرب منه ولایسأل عنه فان خشی منه فلیکسره بشیٔ ففی هذا الحدیث اباحة شرب النبیذ فان قال قائل انما اباحه بعد کسره بالماء و ذهاب شدته قیل له هذا کلام فاسد لانه لوکان فی حال شدته حراما لکان لایحل وان ذهبت شدته بصب الماء علیه الاتری ان خمرا لو صب فیها ماء حتی غلب الماء علیها ان ذالك حرام فلماکان قد ابیح فی هذا الحدیث الشراب الشدید اذا کسر بالماء ثبت بذلك انه قبل ان یکسر بالماء غیرحرام فثبت بما رویناه فی هذا الباب اباحة ما لا یکسر من النبیذ الشدید وهو قول ابی حنیفة وابی یوسف و محمد رحمهم الله تعالیٰ ؎

انھوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ایک اپنے مسلمان بھائی کے ہاں جائے تو وہ اس کو کھانا کھلائے اس کو چاہیئے کہ وُہ کھانا کھالے مگر اس سے کھانے کا سوال نہ کرے اور اگر وہ اس مشروب سے نشہ کا ڈر محسوس کرے تو پانی وغیرہ سے اس کی تیزی کو توڑ دے، اس حدیث میں نبیذ کی اباحت کا ثبوت ہے، اگر کوئی شخص کہے کہ پانی کے ساتھ اس کی سختی ختم کرنے کے بعد اُسے مباح قرار دیا گیا ہے جبکہ اسکی شدّت ختم ہوجاتی ہے تو اس کو کہا جائے گا کہ تیرا یہ کلام فاسد ہے اس لئے کہ اگر وہ شدّت کی حالت میں حرام ہو تو وہ حلال نہیں ہوسکتی اگرچہ پانی انڈیلنے کے ساتھ اس کی شدت ختم ہوجائے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر خمر میں اس قدر پانی ملایا جائے کہ وہ اس پر غالب آجائے تو وہ حرام ہی رہے گا، اس حدیث میں جب تیز شراب (نبیذ) کو مباح قرار دیا گیا ہے جب پانی کے ساتھ اس کی شدت ختم کر دی جائے، اس سے ثابت ہوگیا کہ پانی انڈیل کر تیزی ختم کرنے سے پہلے وہ حرام نہیں تھی لہذا جو کچھ ہم نے اس باب میں روایت کیا اس سے تیز نبیذ کا مباح ہونا ثابت ہوگیا جبکہ وہ نشہ نہ دے، اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا۔ (ت)

؎ شرح معانی الآثار کتاب الاشربہ باب ما یحرم من النبیذ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۹۲-۳۶۱

Marfat.com

زیادۃ احادیث (مزید حدیثیں): سنن نسائی شریف میں ہے:

اخبرنا سوید قال اخبرنا عبد اللہ عن السری بن یحیٰی ثنی ابو حفص امام لنا و وکان من اسنان الحسن عن ابی رافع ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی قال اذا خشیتم من نبیذ شدتہ فاکسروہ بالماء قال عبد اللہ بن قبل ان یشتد اخبرنا زکریا بن یحیٰی (بسندہ) عن سعید بن المسیب یقول تلقت ثقیف عمر بشراب فدعا بہ فلما قربہ الی فیہ کرھہ فدعا بہ فکسرہ بالماء فقال ھکذا فافعلوا[1] قلت و رواہ عبد الرزاق والبیہقی۔

امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ ابورافع سے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا جب تمھیں نبیذ کی تیزی کا ڈر ہو تو پانی سے اس کی تیزی کو توڑ دیا کرو۔ عبد اللہ نے فرمایا کہ تیزی آنے سے پہلے ایسا کرو۔ امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ سعید بن مسیب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت فرمایا کہ قبیلہ بنی ثقیف نے حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمت میں مشروب پیش کیا، آپ نے اس کو طلب فرمایا جب اپنے منہ کے قریب کیا تو وہ اچھا نہ لگا، پھر اس کو منگوایا اور پانی کے ساتھ اس کی تیزی کو کم کرکے فرمایا: ایسا ہی کیا کرو۔ میں کہتا ہوں اس کو عبد الرزاق اور بیہقی نے روایت کیا۔ (ت)

اُسی میں ہے:

عن ابن سیرین قال بعہ عصیرا ممن یتخذہ طلاء ولا یتخذہ خمرا[2] عن سوید بن غفلۃ قال کتب عمر بن الخطاب الی بعض عمالہ ان ارزق المسلمین من الطلاء ذھب ثلثاہ وبقی ثلثہ[3] و رواہ عبد الرزاق و ابونعیم

ابن سیرین نے کہا کہ انگور کا شیرہ اس کے ہاتھ بیچو جو اس سے طلاء بناتا ہے اس کے ہاتھ مت بیچو جو خمر بناتا ہے۔ سوید بن غفلہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے بعض عاملوں کو لکھا مسلمانوں کو ایسا طلاء پینے دیجئے جس کا دو ثلث جل کر خشک ہو جائے اور ایک تہائی رہ جائے۔ اس کو عبد الرزاق اور ابونعیم

---

[1] سنن النسائی کتاب الاشربہ ذکر اخبار التی اعتل بہا من اباح الخ نور محمد کارخانہ کراچی ۲/ ۳۳۳

[2] " " " الکراہۃ فی بیع العصیر " " " " " ۲/ ۳۳۴

[3] " " " ذکر ما یجوز شربہ من الطلاء ۲/ ۳۳۴

Marfat.com

فی الطب[1] عن ابی مجانة عن عامر بن عبداللہ انه قال قرأت کتاب عمر بن الخطاب الیٰ ابی موسیٰ اما بعد فانها قدمت علیّ عیر من الشام تحمل شرابا غلیظا اسود کطلاء الابل وانی سألتهم علیٰ کم یطبخونه فاخبرونی انهم یطبخونه علی الثلثین ذهب ثلثاه الاخبثان ثلث ببغیه وثلث بریحه فمر من قبلك یشربونه[1] **قلت** ومن هذا الطریق رواه سعید بن منصور فی سننه وفیه کتب عمر الیٰ عمار رضی اللہ تعالیٰ عنهما ثم روی النسائی عن عبد اللہ بن یزید الخطمی قال کتب الینا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنه اما بعد فاطبخوا شرابکم حتی یذهب منه نصیب الشیطان فان له اثنین ولکم واحد[2] **قلت** صححه الحافظ فی الفتح ورواه سعید بن منصور والبیهقی وسیأتی حدیث کتابه بطریقین اخرین

نے طب میں ابو مجانہ سے بحوالہ عامر بن عبداللہ روایت کیا کہ میں نے حضرت ابو عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا مکتوب گرامی بنام ابوموسیٰ اشعری پڑھا جس میں آپ نے لکھا کہ میرے پاس شام کا ایک قافلہ آیا جس کے پاس سیاہ رنگ کی گاڑھی شراب تھی جیسے اونٹوں کا طلاء ہوتا ہے، میں نے ان سے سوال کیا کہ تم اس کو کس قدر پکاتے ہو، تو انھوں نے بتایا وہ اس کے دو تہائی کو جلا دیتے ہیں جن میں خبث ہے ایک تہائی شر کا اور ایک تہائی بُو کا یعنی ایک تہائی باقی رہ جاتا ہے تو تم اپنی طرف سے لوگوں کو کہہ دو کہ اس کو پی لیا کریں ۔ میں کہتا ہوں اسی طریق سے اس کو سعید بن منصور نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے، اس میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو لکھا پھر امام نسائی نے اس کو عبداللہ بن یزید خطمی سے روایت کیا انھوں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو لکھا: اما بعد، اپنی شرابوں کو اس حد تک پکاؤ کہ ان سے شیطان کا حصہ جل جائے اور اس کے لئے دو حصے (دو تہائی) اور تمھارے لئے ایک حصہ ہے ۔ میں کہتا ہوں اسکو حافظ نے فتح میں صحیح قرار دیا اور اس کو سعید بن منصور اور بیہقی نے روایت کیا۔ عنقریب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط دو اور طریقوں سے بھی آرہا ہے۔

---

[1] سنن النسائی کتاب الاشربہ ذکر ما یجوز شربہ من الطلاء الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۳۳۴

[2] " " " " " " " " " " "

Marfat.com

ثم روى النسائی عن الشعبی قال کان علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یرزق الناس الطلاء یقع فیہ الذباب ولا یستطیع ان یخرج منہ عن داؤد سألت سعیدا ما الشراب الذی احلہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال الذی یطبخ حتی یذھب ثلثاہ ویبقی ثلثہ[1] قلت و رواہ ابن ابی شیبۃ قال حدثنا عبد الرحیم بن سلیمٰن عن داؤد بن ابی ھند قال سألت سعید بن المسیب فذکرہ، ثم روی النسائی عن سعید بن المسیّب ان ابا الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان یشرب ما ذھب ثلثاہ و بقی ثلثہ عن قیس بن ابی حازم عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ کان یشرب من الطلاء ذھب ثلثاہ وبقی ثلثۃ عن یعلی بن عطاء قال سمعت سعید بن المسیب وسألہ اعرابی عن شراب یطبخ علی النصف فقال

پھر اس کو امام نسائی نے شعبی سے روایت کیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ لوگوں کو طلاء پلاتے تھے اس میں اگر مکھی گر جائے تو نکل نہیں سکتی تھی (یعنی بہت گاڑھی ہوتی تھی)۔ داؤد نے کہا میں نے سعید سے سوال کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کون سی شراب کو حلال کیا تھا انھوں نے بتایا کہ جس کے دو تہائی جل کر خشک ہو جائیں اور ایک تہائی باقی رہ جائے۔ میں کہتا ہوں اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں عبدالرحیم بن سلیمان نے داؤد بن ابی ہند سے بیان کی انھوں نے کہا کہ میں نے سعید بن مسیّب سے سوال کیا پھر مذکورہ حدیث کو ذکر کیا پھر نسائی نے سعید بن مسیّب سے روایت کیا کہ ابوالدرداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ ایسا شراب پیتے تھے جس کا دو تہائی خشک ہو جاتا اور ایک تہائی باقی رہ جاتا۔ قیس بن ابی حازم نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ وہ ایسا طلاء پیتے تھے جس کا دو تہائی خشک ہو جاتا اور ایک تہائی باقی رہ جاتا۔ یعلیٰ بن عطاء نے کہا کہ میں نے سعید بن مسیب کو کہتے ہوئے سُنا جب ان سے ایک اعرابی نے ایسی شراب کے بارے میں سوال کیا جس کا نصف پکانے سے خشک ہو گیا انھوں نے جواب دیا

---

[1] سنن النسائی کتاب الاشربہ ذکر ما یجوز شربہ من الطلاء الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۳۳۴

Marfat.com

لا حتى يذهب ثلثاه ويبقى الثلث
عن يحيى بن سعيد عن سعيد
بن المسيب قال اذا طبخ الطلاء على
الثلث فلا باس به **عن** بشير
بن المهاجر قال سألت الحسن عما
يطبخ من العصير قال تطبخه
حتى يذهب الثلثان ويبقى الثلث
عن انس بن سيرين قال سمعت
انس بن مالك رضى الله تعالى
عنه يقول ان نوحا عليه الصلوٰة و
السلام نازعه الشيطان فى عود
الكرم فقال هذا لى وقال هذا لى
فاصطلح على ان لنوح ثلثها و
للشيطان ثلثيها **عن** عبد الملك
بن طفيل الجزرى قال كتب الينا
عمر بن عبد العزيز ان لاتشربوا
من الطلاء حتى يذهب ثلثاه ويبقى ثلثه
وكل مسكر حرام[1]

کہ یہ حلال نہیں یہاں تک کہ اس کا دو تہائی جل کر ایک
تہائی باقی رہ جائے۔ یحیٰی بن سعید نے سعید بن مسیب
سے روایت کی انھوں نے کہا کہ جب طلاء ایک ثلث
تک پکایا جائے تو اس کے پینے میں کوئی حرج نہیں۔
بشیر بن مہاجر نے کہا کہ میں نے حسن سے پکائے ہوئے
شیرہ کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے کہا تو
اس کو اس حد تک پکا کہ اس کا دو ثلث خشک ہوجائے
اور ایک ثلث باقی رہے۔ انس بن سیرین نے
کہا میں نے انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو
فرماتے ہوئے سنا کہ شیطان نے حضرت نوح علیہ السلام
سے انگور کے درخت کے بارے میں جھگڑا کیا شیطان
نے کہا یہ میرا ہے اور نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ
میرا ہے پھر اس بات پر صلح ہوئی اس کا ایک تہائی
نوح علیہ السلام کے لئے اور دو تہائی شیطان کیلئے۔
عبد الملک بن طفیل جزری نے کہا کہ ہماری طرف
عمر بن عبد العزیز نے لکھا تم طلاء مت پیو یہاں تک
کہ اس کا دو تہائی خشک ہوجائے اور ایک تہائی
باقی رہ جائے اور ہر نشہ آور حرام ہے۔ (ت)

مسند سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے:

ابوحنيفة عن ابی عون[ع] عن

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ابوعون سے انھوں نے

ع فی النسخة التی شرح علیها العلامة العلی القاری ابوحنیفة عن

ملا علی قاری نے جس نسخہ پر شرح لکھی ہے اس میں ابوحنیفہ عن ابی عون محمد الثقفی الحجازی ہے

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] سنن النسائی کتاب الاشربہ ذکر ما یجوز شربہ من الطلاء الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۳۲۴

Marfat.com

عبداللہ بن شداد عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال حرمت الخمر لعینہا قلیلہا وکثیرھا والسکر من کل شراب[1] وفی بعض روایات المسند ابوحنیفۃ عن ابی عون عن عبداللہ بن شداد عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رواہ الحارثی من طریق محمد بن بشر عن الامام وفی اخری ابوحنیفۃ عن عون بن ابی جُحَیفۃ عن ابن عباس

عبداللہ ابن شداد سے انھوں نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت کی آپ نے فرمایا خمر لعینہ حرام کی گئی چاہے قلیل ہو یا کثیر، باقی ہر شراب میں سے نشہ آور مقدار حرام ہے۔ مسند کی بعض روایات میں یوں ہے کہ امام ابوحنیفہ نے ابوعون سے انھوں نے عبداللہ ابن شداد سے اور انھوں نے نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے روایت کی اس کو حارثی نے بطریق محمد بن بشر امام صاحب سے روایت کیا۔ دوسری سند میں یوں ہے امام ابوحنیفہ نے عون بن ابی جُحَیفہ سے اور انھوں نے ابن عباس

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ابی عون محمد الثقفی الحجازی عن عبداللہ بن شداد عن ابن عباس قال القاری الظاھر انہ محمد بن ابی بکر بن عوف الثقفی الحجازی روی عن انس بن مالک وعنہ جماعۃ اھ[2] اقول الحدیث انما یعرف بابی عون محمد بن عبیداللہ الثقفی الکوفی وھو الصواب ولا أدری لفظ الحجازی افادہ الشارح او وقع من بعض النساخ ۱۲ منہ۔

اس پر ملا علی قاری نے فرمایا ظاہر یہ ہے کہ وہ محمد بن ابی بکر بن عوف الثقفی الحجازی جو انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں اور ان سے جماعت نے روایت کی ہے اھ، میں کہتا ہوں یہ حدیث ابی عون محمد بن عبیداللہ الثقفی الکوفی سے معروف ہے اور یہی درست ہے اور مجھے معلوم نہیں کہ حجازی کا لفظ شارح نے ذکر کیا ہے یا یہ کسی نقل کرنے سے واقع ہوا ہے ۱۲ منہ (ت)

[1] مسند الامام الاعظم کتاب الاطعمۃ والاشربۃ الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۰۲
[2] شرح مسند الامام الاعظم لملا علی القاری فائدہ حرمۃ خمر و کل مسکرات مکتبہ توحید و سنۃ پشاور ص ۲۵۶

Marfat.com

الابل فمر من قبلك فيتوسعوا به شرابهم[1] قلت وروى عبد الرزاق[عـه] حدثنا معمر بن عاصم عن الشعبي قال كتب عمر بن الخطاب الى عمار بن ياسر اما بعد فانها جاء تنا اشربة من قبل الشام كانها طلاء الابل قد طبخ حتى ذهب ثلثاه الذي فيه خبث الشيطان وريح جنونه وبقي ثلثه فاصطنعه وأمر من قبلك ان يصطنعوه[2] ورواه الخطيب في تلخيص المتشابه عن الشعبي عن حبان الاسدي قال اتانا كتاب عمر فذكره بلفظ ذهب شره وبقي خيره

طلاء کے مشابہ ہے تم اپنی طرف سے حکم دے دو کہ لوگ اپنی شرابوں میں گنجائش پیدا کریں۔ میں کہتا ہوں امام عبدالرزاق نے روایت کیا کہ ہمیں معمر نے عاصم سے اور انھوں نے شعبی سے حدیث بیان کی کہ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عمار بن یاسر کو خط لکھا اما بعد! بیشک ہمارے پاس شام کی طرف سے کچھ شرابیں آئی ہیں گویا کہ وہ اونٹوں کا طلاء ہیں جنھیں پکایا گیا یہاں تک کہ اس کا دو ثلث جل گیا جس میں خبثِ شیطان اور اس کے جنون کی بوتھی باقی ایک تہائی رہ گیا، اس کو بناؤ اور لوگوں کو بنانے کا اپنی طرف سے حکم دو، اور اس کو تلخیص المتشابہ میں خطیب نے شعبی سے اور انھوں نے حبان اسدی سے روایت کیا حبان نے کہا کہ ہمارے پاس حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا خط آیا اس میں حبان نے یہ لفظ ذکر ہے کہ اس کا شر

عـه هكذا عزاه لعبد الرزاق الامام البدر في البناية، والامام خاتم الحفاظ في الجامع الكبير ووقع في تعليقات مؤطا الامام محمد لبعض المعاصرين عزوه لابن ابي شيبة وكانه شبه عليه احد المصنفين بالأخر ١٢ منه.

عـه امام بدرالدین عینی نے بنایہ میں اور امام عسقلانی نے جامع الکبیر میں اس کو عبدالرزاق کی طرف منسوب کیا جبکہ موطا امام محمد کی تعلیقات میں ایک معاصر (علامہ عبدالحی لکھنوی) نے اسکو ابن ابی شیبہ کی طرف منسوب کیا، ہوسکتا ہے علامہ لکھنوی کو مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ میں اشتباہ ہوگیا ہو ۱۲ منہ (ت)

---

[1] جامع المسانید الباب الثلاثون فی الحدود المکتب الاسلامیہ سمندری فیصل آباد ۲/ ۱۹۱
[2] المصنف لعبد الرزاق کتاب الاشربۃ حدیث ۱۷۱۲۰ المجلس العلمی ۹/ ۲۵۵

Marfat.com

فاشربوه[1]، ابوحنیفة عن حماد عن ابراهیم انه قال فی الرجل یشرب النبیذ حتی یسکر قال القدح الاخیر الذی سکر منه هو الحرام[2]

زائل ہوگیا اور خیر باقی رہا لہٰذا تم اس کو پیو۔ امام ابوحنیفہ نے حماد سے انھوں نے ابراہیم سے روایت کیا انھوں نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو نبیذ پیتا یہاں تک کہ اسے نشہ آجاتا فرمایا آخری پیالہ جس سے نشہ ہوا وہ حرام ہے۔ (ت)

عقود الجواہر میں ہے:

فی مصنف ابن ابی شیبة حدثنا علی بن مُسهر عن سعید بن ابی عروبة عن قتادة عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه ان اباعبیدة و معاذ بن جبل و اباطلحة رضی اللہ تعالٰی عنهم کانوا یشربون من الطلاء ماذهب ثلثاه وبقی ثلثه[3] قلت ورواه ایضا ابو مسلم الکجی و سعید بن منصور فی سننه کما فی العمدة قال ابوبکر حدثنا وکیع عن الاعمش عن میمون (هو ابن مهران) عن ام الدرداء قالت کنت اطبخ لابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنه الطلاء ماذهب ثلثاه وبقی ثلثه[4] حدثنا ابن فضیل عن

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے ہمیں علی بن مُسہر نے سعید بن ابی عروبہ سے انھوں نے قتادہ سے اور انھوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث بیان کی حضرت انس نے فرمایا کہ ابوعبیدہ، معاذ بن جبل اور ابوطلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہم ایسا طلاء پیتے جس کا دو ثلث جل کر ایک ثلث باقی رہتا۔ میں کہتا ہوں کہ اس کو ابومسلم الکجی اور سعید بن منصور نے بھی اپنی سنن میں روایت کیا جیسا کہ عمدہ میں ہے۔ ابوبکر نے کہا ہمیں وکیع نے اعمش سے انھوں نے میمون سے جو کہ ابن مہران ہیں اور انھوں نے ام درداء سے حدیث بیان کی، ام درداء نے کہا کہ میں ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے طلاء پکاتی جس کا دو تہائی جل کر ایک تہائی باقی رہ جاتا۔ ہمیں ابن فضیل نے

---

[1] تلخیص المتشابہ حدیث ۱۰۵۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۵۱۵

[2] جامع المسانید الباب الثلاثون فی الحدود المکتبۃ الاسلامیہ سمندری ۲/ ۱۹۲

[3] المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الاشربۃ حدیث ۴۰۳۹ ادارۃ القرآن ۸/ ۱۶۰

[4] " " " " " ۴۰۴۱ " ۸/ ۱۶۱

Marfat.com

عطاء بن السائب عن ابی عبد الرحمٰن قال کان علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یرزقنا الطلاء فقلت لہ ما ھیأتہ قال ابو اسود یاخذہ احدنا باصبعہ[1]

عطا بن سائب سے انھوں نے عبدالرحمٰن سے حدیث بیان کی کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیں طلاء پلاتے، میں نے کہا اس کی ہیئت کیا ہوتی ؟ ابو اسود نے کہا کہ ہم میں سے کوئی ایک اس کو اپنی انگلی کے ساتھ لے سکتا تھا (یعنی وہ بہت گاڑھا ہوتا تھا)۔

حدثنا وکیع عن سعید بن اوس عن انس بن سیرین قال کان انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سقیم البطن فامرنی ان اطبخ لہ طلاء حتی ذھب ثلثاہ وبقی ثلثہ فکان یشرب منہ الشربۃ علی اثر الطعام[2]

ہمیں وکیع نے سعید بن اوس سے انھوں نے انس بن سیرین سے حدیث بیان کی کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیٹ کی بیماری میں مبتلا ہوئے تو مجھے حکم دیا کہ میں ان کیلئے طلاء پکاؤں یہاں تک کہ وہ دو تہائی جل کر ایک تہائی باقی رہ جاتا تو آپ اس میں سے کچھ کھانے کے بعد نوش فرماتے۔

حدثنا ابن نمیر ثنا اسمٰعیل عن مغیرۃ عن شریح ان خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان یشرب الطلاء بالشام[3]

ہمیں ابن نمیر نے حدیث بیان کی کہ ہمیں اسمٰعیل نے مغیرہ سے انھوں نے شریح سے حدیث بیان کی کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام میں طلاء پیا کرتے تھے۔(ت)

سُنن دارقطنی میں ہے :

حدثنا محمد بن احمد بن ھارون نا احمد بن عمر بن بشر نا جدی ابراھیم بن قرۃ نا القاسم بن بھرام ثنا عمرو بن دینار عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال مر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی

ہمیں محمد بن احمد بن ہارون نے اپنی سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ میں ایک قوم پر گزرے انھوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم ! ہمارے پاس بنائی ہوئی ایک

---

[1] المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الاشربۃ حدیث ۴۰۶۱ ادارۃ القرآن کراچی ۸/۱۶۶
[2] " " " " " ۴۰۴۶ " " ۸/۱۶۲
[3] " " " " " ۴۰۵۸ " " ۸/۱۶۵

Marfat.com

قوم بالمدینة قالوا یا رسول اللہ ان عندنا شرابا لنا افلا نسقیك منه قال بلٰی فاتی بعقب او قدح غلیظ فیه نبیذ فلما اخذہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وقربه الٰی فیه قطب قال فدعا الذی جاء به فقال خذہ فاھرقه فلما ان ذھب به قالوا یارسول اللہ ھذا شرابنا ان کان حراما لم نشربه فدعا به فاخذہ ثم دعا بماء فصبّه علیه ثم شرب وسقی وقال اذا کان ھٰکذا فاصنعوا به ھکذا[1]

شراب ہے کیا اس میں سے ہم آپ کو نہ پلائیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کیوں نہیں۔ آپ کی خدمت میں ایک پیالہ پیش کیا گیا جس میں تیز نبیذ تھی، جب آپ نے اس کو پکڑا اور منہ کے قریب کیا تو تیوری چڑھائی اور اس شخص کو بلایا جو لایا تھا، اور فرمایا اس کو لے جاؤ اور انڈیل دو۔ جب وہ شخص اس نبیذ کو لے کر چلا گیا لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ ہماری شراب اگر حرام ہے تو ہم اس کو نہ پئیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کو دوبارہ طلب فرمایا اسے پکڑا پھر پانی منگوا کر اس میں ڈالا پھر پیا اور پلایا اور فرمایا جب نبیذ ایسی ہو تو اسکے ساتھ اس طرح کیا کرو۔ (ت)

اسی میں ہے:

عن وکیع عن شریك عن فراس عن الشعبی ان رجلا شرب من اداوۃ علی بصفین فسکر فضربه الحد[2]

وکیع سے شریک سے فراس سے شعبی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے صفین میں حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے برتن سے شراب پی تو اسے نشہ ہوگیا آپ نے اس پر حد لگائی۔ (ت)

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

حدثنا عبدالرحیم بن سلیمٰن عن مجالد عن الشعبی عن علیّ نحوہ وقال فضربه ثمانین[3]

ہمیں عبدالرحیم بن سلیمان نے مجالد سے انھوں نے شعبی سے انھوں نے علی سے ایسے ہی حدیث بیان کی اور کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے اسّی کوڑے لگائے۔ (ت)

---

[1] نصب الرایۃ بحوالہ الدارقطنی کتاب الاشربۃ احادیث فی الباب الخ المکتبۃ الاسلامیہ ۴/ ۳۰۹
[2] سنن الدارقطنی کتاب الاشربۃ حدیث ۸۰ دار المحاسن للطباعۃ القاہرہ الجزء الرابع ص ۲۶۱
[3] المصنف ابن ابی شیبہ کتاب الحدود النبیذ من رأی فیہ حدًا حدیث ۸۴۵۵ ادارۃ القرآن کراچی ۹/ ۵۴۵

Marfat.com

کامل ابن عدی میں ہے:

حدثنا ابو العلاء الکوفی بمصر ثنا محمد بن الصباح الدولابی نا نصر بن المجدر قال کنت شاهدا حین ادخل شریك ومعه ابو امیة الذی رفع الی المهدی ان شریکا حدثه عن الاعمش عن سالم عن ثوبان رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال استقیموا لقریش ما استقاموا لکم فاذا زاغوا عن الحق فضعوا سیوفکم علی عواتقکم فقال المهدی لشریك حدثت بهذا قال لا قال ابو امیة علی المشی الی بیت الله تعالیٰ وکل مالی فی المساکین صدقة ان لم یکن حدثنی فقال شریك علی مثل الذی علیه ان کنت حدثته قال فکان المهدی رضی فقال ابو امیة یا امیر المؤمنین عندك ادهی العرب انما یعنی علیه مثل الذی علیه من الثیاب قل له فلیحلف مثل الذی حلفت فقال صدقت احلف کما حلفت فقال شریك قد حدثته

ہمیں ابو العلاء کوفی نے مصر میں حدیث بیان کی انھوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن صباح دولابی نے انھوں نے کہا کہ ہمیں نصر بن مجدر نے خبر دی کہ میں اس وقت حاضر تھا جب شریک کو داخل کیا گیا اس کے ساتھ ابو امیہ تھا جس نے مہدی کے پاس مقدمہ دائر کیا تھا کہ شریک نے اسے اعمش سے انھوں نے سالم سے انھوں نے ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بیان کی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قریش کے لئے سیدھے رہو جب تک وہ تمھارے لئے سیدھے رہیں جب وہ حق سے ٹیڑھے ہو جائیں تو تم اپنی تلواریں اپنے کندھوں پر رکھ لو۔ مہدی نے شریک سے کہا تو نے یہ حدیث بیان کی؟ اس نے کہا کہ نہیں، ابو امیہ نے کہا مجھ پر بیت اللہ شریف کی طرف جانا لازم ہے اور میرا سارا مال مسکینوں پر صدقہ ہے اگر اس نے مجھے یہ حدیث بیان نہ کی ہو۔ شریک نے کہا کہ مجھ پر اُسی کی مثل ہے جو اس پر ہے اگر میں نے اس کو یہ حدیث بیان کی ہو۔ راوی نے کہا گویا کہ مہدی شریک کی بات پر راضی ہو گیا۔ ابو امیہ نے کہا اے امیر المومنین! آپ کے پاس عرب کا سب سے بڑا چالاک شخص موجود ہے اس نے جو کہا ہے کہ مجھ پر اس کی مثل ہے جو اس پر ہے اس قول سے اس کی مراد کپڑے ہیں آپ اسے حکم دیں کہ وہ میری طرح قسم کھائے۔ مہدی نے کہا تو نے سچ کہا، اور مہدی

Marfat.com

فقال ویل علی شارب الخمر یعنی الاعمش وکان یشرب المصنف لو علمت موضع قبرہ لاحرقتہ قال شریك لم یکن یهودیا کان رجلا صالحا[1] الخ۔

نے شریک کو کہا تم قسم کھاؤ جیسا کہ ابوامیہ نے قسم کھائی، تو شریک نے یہ کہا کہ میں نے یہ حدیث بیان کی ہے، تو اس نے کہا شراب پینے والے یعنی اعمش پر ہلاکت ہو اور وہ ایسی شراب پیتا تھا جس کا نصف جل کر خشک ہو جاتا اگر مجھے اس کی قبر کی جگہ معلوم ہوتی تو میں اس کو جلا دیتا۔ شریک نے کہا وہ یہودی نہیں تھا وہ ایک نیک مرد تھا الخ۔ (ت)

صحیح بخاری شریف میں ہے:

رای عمر و ابوعبیدة و معاذ بن جبل شرب الطلاء علی الثلث و شرب البراء و ابوجحیفة رضی اللہ تعالٰی عنهما علی النصف[2] اھ۔

حضرت عمر، ابوعبیدہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہم ایسی طلاء کو حلال سمجھتے جس کا دو تہائی جل کر ایک تہائی رہ جائے جبکہ حضرت براء اور ابوجحیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہما وہ طلاء پیتے جس کا نصف جل کر خشک ہو گیا الخ

تقدمت اسانید الثلثة الاول ووصل الاخیرین ابن ابی شیبة کما فی العمدة۔

پہلی تینوں حدیثوں کی سندیں گزر چکیں اور آخری دونوں کو ابن ابی شیبہ نے موصول فرمایا جیسا کہ عمدہ میں ہے۔

اضافة افاضة: نزیدك عدة أبحاث تفیدك بعون اللہ تعالٰی:

اضافہ افاضہ: ہم تیرے لئے چند بحثوں کا اضافہ کرتے ہیں جو اللہ تعالٰی کی توفیق سے تجھے فائدہ دیں گی:

الاوّل تقدم تسعة احادیث من المرفوع و روی العقیلی من طریق عبدالرحمٰن بن بشر الغطفانی عن ابی اسحٰق عن الحارث عن علی کرم اللہ وجهه

پہلی بحث: نو مرفوع حدیثیں گزر چکی ہیں، اور عقیلی نے بطریق عبدالرحمٰن بن بشر غطفانی ابواسحٰق سے انہوں نے حارث سے انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ میں نے

---

[1] الکامل فی ضعفاء الرجال ابن عدی شریک بن عبداللہ بن الحارث بن شریک بن عبداللہ نخعی الخ دارالفکر للطباعۃ النشر ۴/ ۱۳۳۶

[2] صحیح البخاری کتاب الاشربۃ باب الباذق ومن نہی عن کل مسکر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۳۸

Marfat.com

قال سألت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم عن الاشربة عام حجة الوداع فقال حرم الله الخمر بعینها والسکر من کل شراب[1] واخرجه مطولا من طریق محمد بن الفرات الکوفی عن ابی اسحٰق السبیعی وفیه انه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اتی بقعب نبیذ فذاقه فقطب وردّه فقام الیه رجل من آل حاطب فقال یا رسول الله هذا شراب اهل مکة قال فصب علیه الماء حتی رغا ثم شرب فقال حرمت الخمر بعینها والسکر من کل شراب[2] (فتلك عشرة کاملة) و قد اخرج هذا الکلام من دون القصة اعنی حرمت الخمر بعینها الخ ابو القاسم الطبرانی فی معجمه الکبیر عن سعید بن المسیب عن ابن عباس عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وتقدم بوجهین مرسل و متصل من مسند الامام عن ابن شداد وعن ابن عباس عن النبی صلی الله علیه وسلم کانت اثنی عشر حدیثا

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حجۃ الوداع والے سال شرابوں کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے خمر کو بعینہٖ حرام فرمایا اور ہر شراب سے نشہ کو حرام فرمایا، اور عُقیلی نے طوالت کے ساتھ بطریق محمد بن فرات کوفی ابو اسحٰق سبیعی سے اس کی تخریج کی۔ اس میں یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں نبیذ کا ایک بڑا پیالہ لایا گیا آپ نے اسے چکھا تیوری چڑھائی اور اسے لوٹا دیا۔ آپ کی خدمت میں آل حاطب سے ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیک وسلم! یہ مکہ والوں کی شراب ہے۔ راوی نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر پانی انڈیلا یہاں تک کہ اس میں جھاگ آگئی پھر اُسے پی لیا اور فرمایا خمر بعینہٖ حرام ہے اور ہر شراب سے نشہ حرام ہے۔ یہ دس حدیثیں مکمل ہوگئیں۔ اس کلام کی قصہ مذکورہ "یعنی شراب بعینہٖ حرام ہے الخ" کے بغیر تخریج کی ابو القاسم طبرانی نے اپنی معجم کبیر میں سعید بن مسیب سے، انھوں نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے، اور مسند امام اعظم کے حوالے سے دو وجہیں یعنی "مرسل و متصل" ابن شداد اور ابن عباس سے گزر چکیں کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرمائی، تو اس طرح یہ بارہ حدیثیں ہوگئیں۔

---

[1] الضعفاء الکبیر ترجمہ عبد الرحمٰن بن بشر ۹۱۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۳۲۴

[2] " " ترجمہ محمد بن فرات الکوفی ۱۶۸۱ " " " ۴/۲۴-۱۲۳

Marfat.com

منها الصحيح و منها الحسن وجل بقيتها ليس فيها ما يسقطها عن درجة الاعتبار وحيز الانجبار والحسن ولو لغيره كاف للاحتجاج فكيف وقد وجد لذاته و نشير الى بعض تفاصيل ماهنا

حديث ابن عمر اعله النسائی بعبد الملك بن نافع قال ليس بالمشهور ولا يحتج بحديثه[1] **اقول** فلم يقل لا يكتب و قال فی التقريب[2] مجهول وكذا قاله ابو حاتم والبيهقی ، قال الامام البدر بعد نقل کلامهما **قلت** ذكره ابن حبان فی الثقات من التابعين[3] اھ **اقول** قد روى هذا الحديث عنه العوام عند النسائی ، و الليث عند الطحاوی و ابو اسحٰق الشيبانی عندهما ، و قرة العجلی عند الطحاوی ، و ابن ابی شيبة فارتفعت جهالة العين ولم يذكر بجرح قط

ان میں سے بعض صحیح اور بعض حسن ہیں، اور باقی متعدد وہ ہیں جن میں کوئی ایسی چیز نہیں پائی گئی جو ان کو درجۂ اعتبار سے ساقط کردے۔ اور حسن اگرچہ لغیرہٖ ہو استدلال کے لئے کافی ہوتی ہے، تو پھر کیا حال ہوگا جبکہ حسن لذاتہٖ پائی جائے! ہم ہم اس کی کچھ تفصیلات کی طرف اشارہ کرتے ہیں،

حدیث ابن عمر کی امام نسائی نے عبد الملک بن نافع کے سبب سے تعلیل فرمائی اور کہا کہ وہ مشہور نہیں اور اسکی حدیث سے حجت نہیں پکڑی جاتی **اقول** (میں کہتا ہوں کہ) امام نسائی نے یوں نہیں کہا کہ اس کی حدیث لکھی نہیں جاتی، تقریب میں ہے کہ وہ مجہول ہے، ابو حاتم اور بیہقی نے یوں ہی کہا۔ امام بدر نے ان دونوں کا کلام نقل کرنے کے بعد کہا **قلت** (میں کہتا ہوں کہ) ابن حبان نے اس کو ثقہ تابعین میں ذکر کیا ہے اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) یہ حدیث اس سے عوام نے روایت کی نزدیک امام نسائی کے، اور لیث نے روایت کی امام طحاوی کے نزدیک، اور ابو اسحٰق شیبانی نے روایت کی ان دونوں کے نزدیک، اور قرۃ العجلی نے روایت کی امام طحاوی اور ابن ابی شیبہ کے نزدیک، تو اس طرح جہالتِ عین مرتفع ہوگئی اور جرح بالکل ذکر نہ کی گئی، روایت

---

[1] سنن النسائی کتاب الاشربۃ ذکر الاخبار التی اعتل بها الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۳۳۲

[2] تقریب التہذیب حرف العین ترجمہ عبد الملک بن نافع ۴۲۳۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۶۲۱

[3] البنایۃ فی شرح الہدایۃ کتاب الاشربۃ المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۴/ ۳۴۴

Marfat.com

البتة فغايته ان كان مستورا لاسيما وهو من القرون المشهود لها بالخير التابعين والمستور مقبول عندنا والجمهور كما بيّناه في "الهاد الكاف في حكم الضعاف" فالحديث لا يستنزل ان شاء الله عن درجة الحسن۔ **حديث** ابي مسعود اعله بيحيىٰ بن يمان قال لا يحتج بحديثه لسوء حفظه وكثرة خطائه[1] **اقول** يحيىٰ من رجال مسلم والاربعة، قال الحافظ صدوق عابد يخطئ كثيرا وقد تغير[2] اھ وقد تابعه اليسع بن اسمٰعيل عن زيد بن الحباب عن سفيٰن قال ابن الجوزي واليسع ضعيف[3] **قلت** قال في الميزان ضعفه الدارقطني[4] اھ وهو كما ترى جرح مجرد **حديث** ابن عباس من طريق القاسم بن بهرام، قال ابن الجوزي تفرد به

اِس کی یہ ہے کہ وہ مستور ہے خصوصًا وہ اُن زمانوں میں ہے جن کے لئے خیر کی شہادت دی گئی یعنی تابعین سے، اور مستور ہمارے نزدیک اور جمہور کے نزدیک مقبول ہے، جیسا کہ ہم نے اس کو "الهاد الكاف في حكم الضعاف" میں بیان کیا۔ چنانچہ ان شاء اللہ العزیز یہ حدیث درجۂ حسن سے نہیں گرے گی۔ امام نسائی نے یحییٰ بن یمان کے سبب سے **حدیث** ابی مسعود کی تعلیل کرتے ہوئے کہا کہ حافظہ کی کمزوری اور کثرتِ خطاء کی وجہ سے یحییٰ کی حدیث سے حجت نہیں پکڑی جاتی، **اقول** (میں کہتا ہوں) یحییٰ بن یمان امام مسلم اور اصحابِ سُننِ اربعہ کے رجال میں سے ہے، حافظ نے کہا کہ وہ صدوق عابد ہے خطا زیادہ کرتا ہے اور وہ متغیر ہوا الخ اس کی متابعت کی یسع بن اسمٰعیل نے زید بن حباب کے حوالے سے جس نے سفیان سے نقل کیا، ابن جوزی نے کہا کہ یسع ضعیف ہے۔ **قلت** (میں کہتا ہوں) میزان میں کہا کہ دارقطنی نے اس کو ضعیف قرار دیا الخ اور وہ جیسا کہ تُو دیکھتا ہے کہ جرحِ مجرد ہے **حدیث** ابن عباس لطریق قاسم بن بہرام ہے، ابن جوزی نے کہا کہ وہ اس میں متفرد ہے، ابن حبان نے

---

[1] سنن النسائی کتاب الاشربة ذکر الاخبار التی اعتل بها الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۳۳۳
[2] تقریب التہذیب حرف الیاء ترجمہ ۷۷۰۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۳۱۹
[3] العلل المتناہیۃ کتاب الاشربۃ تحت حدیث ۱۱۲۲ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۲/۱۸۷
[4] میزان الاعتدال ترجمہ الیسع بن اسمٰعیل ۹۸۰۴ دار المعرفۃ بیروت ۴/۴۴۵

Marfat.com

قال ابن حبان لا یجوز الاحتجاج به بحال[1] اھ
قلت فانما منع الاحتجاج وھذا اوھاھن
فیما اعلم **حدیث** الحارث عن
علی اعله فجرحه بعبد الرحمٰن
بن بشر قال مجھول فی الروایة و
النسب وحدیثه غیر محفوظ و
انما یروی ھذا عن ابن عباس
من قوله[2] اھ وقال الذھبی
لا یعرف والخبر منکر[3] اھ اما
الطریق المطول فاوھن واوھی
فیه ابن الفرات کذبه احمد و ابوبکر
بن ابی شیبة وقال خ منکر الحدیث[4] ثم مدارہ
علی الحارث وفیه مالا یجھل **حدیث**
ابن عباس المذکور اخرا **اقول** لعل
المحفوظ موقوف ھکذا رواہ الحفاظ
عن ابن عباس قوله کما ستسمع
ان شاء اللہ تعالٰی نعم ان
ثبت الرفع بطریق جید فلک
ان تقول زیادة ثقة فتقبل و
یعضدہ مرسل عبد اللہ بن شداد الماز

کہا کہ کسی حال میں اس سے استدلال جائز نہیں اھ
قلت (میں کہتا ہوں) اس سے استدلال کو منع کیا گیا
اور میرے علم کے مطابق یہ کمزور علت ہے، وہ **حدیث** جو
حارث نے علی سے لی اس کی تعلیل کی گئی اور اس
پر جرح کی گئی، عبد الرحمٰن بن بشر کے سبب سے کہا کہ وہ
روایت و نسب میں مجہول ہے اور اس کی حدیث
غیر محفوظ ہے، اور یہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما
سے ان کا قول روایت کرتا ہے الخ اور کہا کہ یہ معروف
نہیں اور حدیث منکر ہے الخ رہا طریق طویل وہ انتہائی
کمزور اور ضعیف ہے اس میں ابن فرات ہے جس کو
امام احمد اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے جھوٹا کہا۔ خ نے
کہا کہ منکر الحدیث ہے، پھر اس کا مدار حارث پر ہے
اور اس میں وہ ہے جو مجہول نہیں۔ ابن عباس کی
دوسری مذکور **حدیث**، **اقول** (میں کہتا ہوں)
شاید محفوظ موقوف ہے، یونہی حفاظ نے ابن عباس
رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ان کا قول روایت کیا جیسا کہ
عنقریب ان شاء اللہ تو سنے گا، ہاں اگر اس کا
مرفوع ہونا بطریق جید ثابت ہو جائے تو یہ کہہ کہ ثقہ
راوی نے زائد بات کی ہے لہذا مقبول ہے، اور اس کی تائید
عبد اللہ بن شداد کی مرسل حدیث کرتی ہے۔

---

[1] العلل المتناہیہ کتاب الاشربہ تحت حدیث ۱۱۲۳ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۲/۱۸۶
[2] نصب الرایہ " تحت الحدیث التاسع المکتبة الاسلامیہ ۴/۳۰۶
[3] میزان الاعتدال ترجمہ عبد الرحمٰن بن بشر الغطفانی ۴۸۲۱ دار المعرفة بیروت ۲/۵۵۰
[4] تہذیب التہذیب ترجمہ محمد بن الفرات ۹۴۸ دائرة المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن ۹/۳۹۶

Marfat.com

حدیث زید الشہید لم اقف
علی اول سندہ فاللہ تعالٰی اعلم
اما زید عن آبائہ الکرام فمن اصح
الاسانید **حدیث** ابی ھریرۃ
اقول فیہ مسلم بن خالد
شیخ الامام الشافعی وثقہ ابن حبان
وابن معین وقال مرۃ ضعیف
وقال ابن عدی حسن الحدیث
وقال خ منکر الحدیث[1] وجملۃ القول
فیہ، کما فی التقریب فقیہ صدوق
کثیر الاوھام[2]، **قلت** والعامۃ
کالبخاری وابن المدینی و
ابی حاتم وابی داؤد والناجی
علی تضعیفہ ومع ذالک فلیس
ممن یسقط **حدیث** ابی موسٰی **اقول** فیہ
شریک ولا علیک من شریک الرجل
من رجال مسلم والاربعۃ والبخاری
فی التعالیق وقد وثقہ یحیٰی بن
معین قال النسائی لیس بہ بأس، وقال الذہبی
فی تذکرۃ الحفاظ کان شریک حسن الحدیث
اماما فقیھا ومحدثا مکثرا لیس فی الاتقان کحماد

حدیث زید شہید کی سند کے اول پر میں واقف
نہیں ہوا اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے لیکن زید کی
روایت اس کے آباء کرام سے صحیح ترین سندوں
میں سے ہے۔ **حدیث** ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ
اقول (میں کہتا ہوں) اس میں مسلم بن خالد
ہے جو امام شافعی علیہ الرحمہ کا شیخ ہے، ابن حبان
اور ابن معین نے اس کو ثقہ قرار دیا اور ایک مرتبہ
کہا کہ ضعیف ہے۔ ابن عدی نے کہا حسن الحدیث
ہے، خ نے کہا منکر الحدیث ہے، ان کے بارے
میں تمام قول ہیں جیسا کہ تقریب میں ہے کہ وہ فقیہ،
صدوق اور زیادہ وہم والا ہے۔ **قلت** (میں کہتا
ہوں) عام محدثین کرام جیسے بخاری، ابن المدینی،
ابوحاتم، ابوداؤد اور ناجی اس کو ضعیف قرار
دیتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ ساقط الاعتبار نہیں ہے۔
حدیث ابوموسٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ **اقول** (میں
کہتا ہوں) اس میں شریک ہے وہ امام مسلم،
اصحاب اربعہ اور تعالیق میں امام بخاری کے رجال
میں سے ہے۔ یحیٰی بن معین نے اس کو ثقہ قرار دیا
نسائی نے کہا اس میں کوئی خرابی نہیں۔ ذہبی نے
تذکرۃ الحفاظ میں کہا کہ شریک حسن الحدیث، امام،
فقیہ، محدث اور مالدار شخص تھا مگر اتقان میں حماد

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ مسلم بن خالد ۸۴۸۵ دار المعرفۃ بیروت ۴/۱۰۲
تہذیب التہذیب " " " ۲۲۸ " " ۱۰/۱۲۹
[2] تقریب التہذیب حرف المیم ترجمہ مسلم بن خالد ۶۶۲۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۱۸۸

Marfat.com

بن زيد [١] الخ وفی تهذيب التهذيب
قال العجلی کوفی ثقة وكان حسن الحديث،
قال عبدالرحمٰن وسألت ابی عن شريك
وابی الاحوص ايهما احب اليك قال
شريك وقد كان له اغاليط وقال ابن
عدی الغالب علی حديثه
الصحة ، وقال ابن سعد كان ثقة
مامونا كثير الحديث وكان يغلط،
وقال ابوداؤد ثقة يخطی عن الاعمش
وقال ابراهيم الحربی كان
ثقة وقال معوية بن صالح سألت
احمد بن حنبل عنه فقال كان عاقلا
صدوقا محدثا شديدا علی
اهل الريب والبدع [٢] الخ لاسيما
روايته هٰهنا عن ابی اسحٰق و
قد قال الامام احمد بن حنبل
شريك فی ابی اسحٰق اثبت من
زهير واسرائيل وزكريا قال وسمع
منه قديما [٣] وقال يحيیٰ بن معين
شريك فی ابی اسحٰق احب الينا من اسرائيل [٤] و
لا مجز فی السند سوی هذا غيران الفضيل

بن زید کی مثل نہیں تھا الخ۔ اور تہذیب التہذیب
میں ہے عجلی کوفی نے کہا کہ شریک ثقہ اور حسن الحدیث
ہے۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا
کہ شریک اور ابوالاحوص میں سے آپ کو زیادہ پسند
کون ہے تو انھوں نے کہا شریک، حالانکہ اسکی
کئی غلطیاں بھی ہیں۔ ابن عدی نے کہا اس کی حدیث
پر غالب صحت ہے۔ ابن سعد نے کہا کہ وہ ثقہ،
مامون اور کثیر الحدیث ہے حالانکہ وہ غلطی کرتا ہے۔
ابوداؤد نے کہا کہ وہ ثقہ ہے اور اعمش سے روایت
میں خطا کرتا ہے۔ ابراہیم حربی نے کہا ثقہ ہے۔
معاویہ بن صالح نے کہا میں نے امام احمد بن حنبل
علیہ الرحمۃ سے اس کے بارے میں پوچھا تو
انھوں نے فرمایا کہ وہ عاقل، صدوق، محدث
اور شک و بدعت والوں پر سخت ہے الخ خصوصًا
یہاں پر اس کی ابواسحاق سے روایت۔ اور
امام احمد بن حنبل نے فرمایا شریک ابواسحٰق کے بارے میں
اثبت ہے بنسبت زہیر، اسرائیل اور زکریا کے، حالانکہ
اس سے بہت پہلے سنا ہے یحییٰ بن معین نے
کہا کہ شریک ابواسحٰق کے بارے میں میرے نزدیک اسرائیل سے
زیادہ پسندیدہ ہے۔ اُس کو سوائے اِس کے
سند میں کوئی عاجز کرنے والا نہیں مگر فضیل

---

[١] تذکرۃ الحفاظ ترجمہ شریک بن عبداللہ ٢٣ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ١/ ٢١٤

[٢] تہذیب التہذیب ترجمہ شریک بن عبداللہ الکوفی ٥٧٠ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ٤/ ٣٣٥ تا ٣٣٧

[٣] " " " " " " " " " " " " " " " " ٤/ ٣٣٤

[٤] میزان الاعتدال " " " " ٣٦٩٧ دارالمعرفۃ بیروت ٢/ ٢٧١

Marfat.com

بن مرزوق يرويه عن ابى اسحٰق وفيه قال النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اشربا ولا تشربا مسكرا تابعه عبد الله بن رجاء عن اسرائيل عن ابى اسحٰق اوعن شريك عنه على اختلاف النسخ رواهما الطحاوى[1] و اخرجه البخارى فى المغازى من طريق سعيد بن ابى بردة عن ابيه عن ابى موسٰى وفيه قال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كل مسكر حرام[2] واحضره النسائى واخرج كذٰلك من طريق طلحة الايامى واخرى من جهة الشيبانى كليهما عن ابى بردة واخرج من طريق اسرائيل عن ابى اسحٰق عن ابى بردة وفيه قال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اشرب ولا تشرب مسكرا[3] ومن طريق ابى بكر بن ابى موسٰى عن ابيه وفيه قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لا تشرب مسكرا فانى

بن مرزوق نے اس کو ابو اسحٰق سے روایت کیا اور اس میں یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پیو اور نشہ کی حد تک مت پیو۔ اس کی متابعت کی عبداللہ بن رجاء نے انھوں نے اسرائیل سے انھوں نے ابو اسحٰق سے روایت کی یا شریک نے ابو اسحاق سے روایت کی بعض نسخوں میں اختلاف ہے۔ ان دونوں کو ان دونوں کو امام طحاوی نے روایت کیا۔ امام بخاری نے مغازی میں بطریق سعید بن ابو بُردہ تخریج کی، سعید نے ابو بُردہ سے اور انھوں نے ابو موسیٰ اشعری سے روایت کی اور اس میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نشہ آور حرام ہے۔ امام نسائی نے اس کو ذکر کیا اور اسی طرح بطریق طلحہ ایامی اور ایک دوسری روایت کی بطریق شیبانی تخریج کی، دونوں ہی ابو بردہ سے مروی ہیں، اور بطریق اسرائیل تخریج کی اسرائیل نے ابو اسحاق سے، اور اس نے ابو بردہ سے روایت کی، اس میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پی اور نشے کی حد تک مت پی، اور بطریق ابو بکر بن ابو موسیٰ بحوالہ ابو موسیٰ تخریج کی، اس میں یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نشہ کی حد تک مت پی اس لئے کہ میں نے

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الاشربۃ باب ما یحرم من النبیذ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ٢/٣٦٠
[2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب بعث ابی موسٰی ومعاذ الی الیمن الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ٢/٦٢٢
[3] سنن النسائی کتاب الاشربہ تحریم کل شراب اسکر نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ٢/٣٢٥

Marfat.com

حرمت کل مسکر[1] وقد علمت ان لاتنافی بین هذه وبین روایة اشربوا ولاتسکروا فان المسکر هو المسکر بالفعل کما ان القاتل هو القاتل بالفعل لامن یقدر علیه ویصح منه فاذن تتوافق الآثار ولا تتضاد کما سمعت من کلام الامام الطحاوی

حدیث القیسی **اقول** هذا حدیث حسن رجاله کلهم ثقات ـ قال فی المیزان اما محمد بن خزیمة شیخ الطحاوی فمشهور ثقة[2] اھ ونص فی التقریب فی بقیة الرجال انهم ثقات غیر ان قال فی عثمان المؤذن من رجال البخاری ثقة تغیر فصار تلقن[3] اھ وقد نص المحقق علی الاطلاق فی باب الشهید من الفتح ان الآخذ من المختلط اذا لم یعلم متی اخذ منه لم ینزل الحدیث عن الحسن[4]

حدیث قیس بن حبتر عن ابن عباس **اقول** حدیث حسن صحیح

ہر نشہ آور کو حرام کر دیا ہے۔ تحقیق تجھے معلوم ہوگیا کہ اس روایت میں اور دوسری روایت میں جس میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیو اور نشہ میں مت آؤ کوئی منافات نہیں، اس لئے کہ نشہ آور وہی ہے جو بالفعل نشہ آور ہو، جیسا کہ قاتل وہی ہے جو بالفعل قاتل ہو نہ کہ وہ جو قتل پر قادر ہو۔ تو اس طرح آثار میں باہم موافقت ہوگئی اور کوئی تضاد نہ رہا، جیسا کہ امام طحاوی کے کلام سے تُو نے سُنا۔ **حدیث** قیسی

اقول (میں کہتا ہوں) یہ حدیث حسن ہے، اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔ میزان میں کہا کہ محمد بن خزیمہ جو امام طحاوی کا شیخ ہے وہ مشہور اور ثقہ ہے الخ۔ تقریب میں باقی رجال کے بارے میں تصریح کی گئی کہ وہ ثقہ ہیں مگر عثمان المؤذن کے بارے میں کہا کہ وہ امام بخاری کے رجال میں ہے ثقہ ہے متغیر ہوگیا تھا اسے تلقین کی جاتی تھی الخ۔ محقق علی الاطلاق نے فتح کے باب الشہید میں تصریح کی کہ مختلط سے حدیث لینے والا اگر یہ نہ جانے کہ کب اُس سے حدیث لی تو وہ حدیث حسن کے درجہ سے نہیں گرتی۔ **حدیث** قیس بن حبتر بحوالہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما، **اقول** (میں کہتا ہوں) حدیث حسن صحیح ہے

---

[1] سنن النسائی کتاب الاشربۃ تفسیر البتع والمزر — نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۳۲۵

[2] میزان الاعتدال ترجمہ محمد بن خزیمہ ۷۴۸۶ — دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۵۳۷

[3] تقریب التہذیب ترجمہ عثمان بن الہیثم ۴۵۱۴ — دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۶۶۶

[4] فتح القدیر

Marfat.com

لا مغمز فيه اصلا رجاله كلهم ثقات اجلاء ۔ **حديث** ابن مسعود من اصح الاحاديث و اجلها مروی بسلسلة الذهب كما ترى ولله الحمد ۔

الثاني الآثار في الباب عن امير المؤمنين قد تواترت ولم تقدر الخصوم على ردها فعدلوا الى التاويل وادعاء الرجوع اما التاويل فاسند النسائي عن ابن المبارك ما تقدم من قوله من قبل ان يشتد واسند عن عتبة بن فرقد قال كان النبيذ الذي يشربه عمر بن الخطاب قد خلل[1] **اقول** من نظر الآثار التي اتت عن امير المومنين كالشمس تيقن ان لا مساغ لهذين التاويلين فيها اصلا وان لم تكن فيها جلائل تصريحات الاشتداد لكان حسبك ما في الموطا من قول عبادة رضي الله تعالى عنه احللتها والله[2] فاي مساغ كان لهذا لو كان لم يشتد او

اس میں کوئی عیب نہیں اس کے تمام رجال بلند مرتبہ ثقہ ہیں ۔ **حدیث** ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ صحیح ترین اور عظیم ترین احادیث میں سے ہے جو بطور سلسلۃ الذہب مروی ہے جیسا کہ تو دیکھتا ہے اور اللہ تعالٰی ہی کے لئے حمد ہے ۔

دوسری بحث : اس باب میں امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے تواتر کے ساتھ آثار منقول ہیں ۔ مخالفین اُن کے رَد پر قادر نہیں، لہذا انھوں نے تاویل کی طرف عدول کیا اور رجوع کا دعوٰی کیا ۔ رہی تاویل تو وہ یوں کہ امام نسائی نے ابن مبارک سے امیر المومنین کے اس قول مذکور کے بارے میں بیان کیا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ قبل اس کے کہ وہ سخت ہوجائے ۔ اور عتبہ بن فرقد سے بیان کیا کہ جو نبیذ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ پیتے تھے وہ سرکہ بنالی گئی ہوتی ۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) جس نے ان آثار میں نظر کی جو امیر المومنین سے سورج کی طرح واضح طور پر منقول ہیں وہ یقین کرلے گا کہ ان دونوں تاویلوں کی ان میں کوئی گنجائش نہیں اگرچہ اس میں نبیذ کی شدّت کے بارے میں عظیم تصریحات نہ بھی ہوتیں، تو مجھے عبادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مؤطا میں منقول وہ قول کفایت کرتا کہ انھوں نے امیر المومنین سے کہا کہ بخدا کیا آپ نے اس کو

---

[1] سنن النسائی کتاب الاشربۃ ذکر اخبار التی اعتل بہا الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۳۳۳

[2] مؤطا الامام مالک " باب ماجاء فی تحریم الخمر مہر محمد کتب خانہ کراچی ص ۶۹۵

Marfat.com

تخلل واما ادعاء الرجوع فقال النسائی مما یدل علی صحة هذا حدیث السائب فذکر ما اسند مالك عن ابن شهاب عن السائب بن یزید ان عمر بن الخطاب خرج علیهم فقال انی وجدت من فلان ریح شراب فزعم انه شراب الطلاء وانا سائل عما شرب فان کان مسکرا جلدته فجلده عمر بن الخطاب رضی الله تعالٰی عنه الحد تاما[1] اھ ورواه ایضا الشافعی وعبدالرزاق وابن وهب وابن جریر والطحاوی والبیهقی وتبعه الزرقانی فی شرح المؤطا فقال تحت حدیث محمود بن لبید المار عن المؤطا کان عمر اجتهد فی تلك المرة ثم رجع عنه فحد ابنه فی شرب الطلاء کما مر[2] اھ، **اقول** رحم الله ابا عبدالرحمن کان مذهب امیرالمؤمنین

حلال کر دیا، اگر وہ نبیذ سخت نہ ہوتی یا سرکہ بن چکی ہوتی تو اس قول کی کیا گنجائش بنتی۔ رہا رجوع کا دعوٰی تو امام نسائی نے کہا کہ اس کے صحیح ہونے کی دلیل حدیث سائب ہے، اس کے بعد پھر وہ حدیث ذکر فرمائی جس کو مالک نے ابن شہاب انھوں نے سائب بن یزید سے روایت کی کہ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور فرمایا کہ میں نے فلاں سے شراب کی بو پائی ہے اور گمان کیا کہ وہ شرابِ طلاء ہے میں اس سے اس شراب کے بارے میں پوچھوں گا اگر وہ نشہ آور ہوئی تو میں اس کو کوڑے لگاؤں گا۔ پھر حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس پر مکمل حد جاری فرمائی الخ، اور اس کو امام شافعی، عبدالرزاق، ابن وہب، ابن جریر، طحاوی اور بیہقی نے بھی روایت کیا، اور زرقانی نے شرح مؤطا میں اس کی پیروی کرتے ہوئے اس حدیثِ محمود بن لبید کے تحت فرمایا جو کہ مؤطا کے حوالے سے گزر گئی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس مرتبہ اس بارے میں اجتہاد فرمایا تھا پھر اس سے رجوع فرمالیا، چنانچہ طلاء کے پینے پر حد جاری فرمائی، جیسا کہ گزرا الخ۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) اللہ تعالٰی ابوعبدالرحمٰن پر رحم فرمائے۔ امیر المؤمنین

[1] سنن النسائی کتاب الاشربہ ذکر الاخبار التی اعتل بہا الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۳۳۱

[2] شرح الزرقانی علی مؤطا الامام مالک کتاب الاشربہ جامع تحریم الخمر تحت حدیث ۱۶۴۵ دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۱۷۴

Marfat.com

تحلیل القلیل والحد فی الکثیر اما سمعت الیٰ قوله فی جواب المعتذر انما شربته من قربتك انما جلدناك لسکرك فان جلد فی السکر فاین الدلیل علی حرمة القلیل و لیت شعری متی رجع وقد شربه فی طعنته التی انتقل فیها الی الفرادیس العلٰی کما تقدم من حدیث عمرو بن میمون۔

رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب یہ تھا کہ قلیل حلال ہے اور حد کثیر میں جاری فرمائی۔ کیا تو نے امیر المومنین کا وہ جواب نہیں سنا جو آپ نے اس شخص کو دیا جس نے یہ عذر پیش کیا تھا کہ میں نے آپ کے مشکیزے سے شراب پی ہے، جواب یہ تھا کہ ہم نے تجھے نشہ کی وجہ سے کوڑے لگائے ہیں، اگر کوڑے آپ نے نشہ کی وجہ سے لگائے ہیں تو اس میں قلیل کی حرمت پر دلیل کہاں سے آئی، کاش میرا علم حاضر ہو آپ نے رجوع کب فرمایا حالانکہ آپ نے اسے نیزے کے اس زخم کے موقع پر نوش فرمایا جس زخم میں آپ فردوس اعلیٰ کی طرف منتقل ہو گئے جیسا کہ حدیث عمرو بن میمون کے حوالہ سے گزر چکا۔

الثالث حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما حرمت الخمر بعینها والسکر من کل شراب، اخرجه النسائی فقال اخبرنا ابوبکر بن علی اخبرنا القواریری ثنا عبد الوارث قال سمعت ابن شبرمة یذکره عن عبد اللہ بن شداد بن الهاد عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهما قال حرمت الخمر قلیلها و کثیرها والسکر من کل شراب[1] وهو کما تری

تیسری بحث: حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کہ خمر لعینہٖ حرام کی گئی اور ہر شراب سے نشہ حرام ہے۔ امام نسائی نے اس کی تخریج کی، چنانچہ فرمایا ہمیں ابوبکر بن علی نے خبر دی انھوں نے کہا ہمیں قواریری نے خبر دی انھوں نے کہا ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی انھوں نے کہا کہ میں نے ابن شبرمہ کو عبد اللہ بن شداد بن الہاد سے بحوالہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما ذکر کرتے ہوئے سنا، ابن عباس نے کہا کہ خمر کا قلیل و کثیر حرام کر دیا گیا اور ہر شراب سے نشہ حرام ہے، اور وہ جیسا کہ تو دیکھتا ہے

---

[1] سنن النسائی کتاب الاشربۃ ذکر الاخبار التی اعتل بها الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۳۳۱

Marfat.com

سند نظيف نفيس، ابو بكر هو احمد بن علي بن سعيد ثقة حافظ، والقواريري عبيد الله بن عمر بن ميسرة ثقة ثبت من رجال الشيخين، وعبد الوارث هو ابن سعيد بن ذكوان ثقة ثبت من رجال الستة، وابن شبرمة ثقة فقيه من رجال مسلم، و عبد الله بن شداد ثقة فقيه جليل من رجال الستة ولد على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ومثله او انظف واجود ما قدمنا من سند الامام الطحاوي، فهد هو ابن سليمن بن يحيى ثقة، وابو نعيم هو الفضل بن دكين ثقة ثبت من رجال الستة من كبار شيوخ خ، بينه الحافظ ابو بكر بن ابي خيثمة اذا روى هذا الحديث في تاريخه فقال حدثنا ابو نعيم الفضل بن دكين ثنا مسعر عن ابي عون كما سياتي، ومسعر من لا يجهل ثقة ثبت فاضل فقيه من رجال الستة، وابو عون هو محمد بن عبيد الله الثقفي ثقة من رجال الستة الا ابن ماجة، وعبد الله عبد الله بيد ان ابا عبد الرحمن

صاف ستھری عمدہ سند ہے۔ ابو بکر احمد بن علی بن سعید ثقہ اور حافظ ہے۔ قواریری عبید اللہ بن عمر بن میسرہ ثقہ، ثبت اور شیخین کے رجال میں سے ہے۔ عبد الوارث ابن سعید بن ذکوان ثقہ، ثبت اور اصحاب صحاح ستہ کے رجال میں سے ہے۔ ابن شبرمہ عبد اللہ ابو شبرمہ ثقہ، فقیہ اور امام مسلم کے رجال میں سے ہے۔ عبد اللہ بن شداد ثقہ، فقیہ جلیل اور صحاح ستہ کے رجال میں سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں پیدا ہوا، اور اس کی مثل یا اس سے زیادہ نظیف اور زیادہ جید امام طحاوی کی وہ سند ہے جسے ہم پہلے ذکر کر آئے۔ فہد ابن سلیمان بن یحیی ثقہ ہے۔ ابو نعیم فضل بن دکین ثقہ، ثبت، صحاح ستہ کے رجال اور بڑے شیوخ میں سے ہے، "خ" اس کو حافظ ابو بکر بن خیثمہ نے بیان کیا جب انھوں نے اپنی تاریخ میں یہ حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں ابو نعیم فضل بن دکین نے حدیث بیان کی انھوں نے مسعر سے انھوں نے ابو عون سے، جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ مسعر وہ ہے جو مجہول نہیں ثقہ، ثبت، فاضل، فقیہ اور صحاح ستہ کے رجال میں سے ہے۔ ابو عون محمد بن عبید اللہ ثقفی ثقہ اور صحاح ستہ کے رجال میں سے ہے سوائے ابن ماجہ کے، اور عبد اللہ عبد اللہ ہے مگر جب ابو عبد الرحمن

Marfat.com

حاول ان یخدشه، فاتی بوجھین احدھما ان ابن شبرمۃ لم یسمعه عن عبداللہ بن شداد اخبرنا ابوبکر بن علی ثنا سریج بن یونس ثنا ھشیم عن ابن شبرمۃ قال حدثنی الثقۃ عن عبداللہ بن شداد عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما قال حرمت الخمر بعینھا قلیلھا وکثیرھا والسکر من کل شراب[1] اھ اقول الحمد للہ قد علم الثقۃ، اخرج البزار فی مسندہ حدثنا محمد بن حرب ثنا ابوسفین الحمیری ثنا ھُشَیم عن ابن شبرمۃ عن عمار الدُّھنی عن عبداللہ بن شداد عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما فذکرہ قال وقد رواہ عن ابوعون عن عبداللہ بن شداد و رواہ عن ابی عون مسعر و الثوری و شریک، لا نعلم رواہ عن ابن شبرمۃ عن عمار الدّھنی عن ابن شدّاد عن ابن عباس الا ھشیم ولا عن ھشیم الا ابوسفین ولم یکن

نے ارادہ کیا کہ اس پر عیب لگائے تو وہ دو وجہیں لایا جن میں سے ایک یہ ہے کہ ابن ابی شبرمہ نے اس کو عبداللہ بن شداد سے نہیں سُنا۔ ہمیں خبردی ابوبکر بن علی نے، انھوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی سریج بن یونس نے اور انھیں بیان کی ہُشیم نے ابن شبرمہ سے انھوں نے کہا کہ مجھے حدیث بیان کی ثقہ نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے انھوں نے فرمایا کہ خمر بعینہ یعنی قلیل وکثیر حرام کردی گئی اور ہر شراب سے نشہ حرام کیا گیا الخ اقول (میں کہتا ہوں) الحمد للہ معلوم ہوگیا کہ وہ ثقہ ہے۔ بزار نے اپنی مسند میں تخریج کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں محمد بن حرب نے حدیث بیان کی اور انھیں ابوسفیان حمیری نے انھیں ہُشیم نے ابن شبرمہ سے حدیث بیان کی اور ابن شبرمہ نے عمار الدہنی سے اس نے عبداللہ بن شدّاد سے اور اس نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی پھر اسی حدیث کو ذکر کیا اور کہا کہ اس کو روایت کیا ہے ابوعون نے عبداللہ بن شدّاد سے اور اس کو روایت کیا ابوعون سے مسعر، ثوری اور شریک نے اور معلوم نہیں کہ اس کو روایت کیا ہے ابن شبرمہ سے انھوں نے عمار دُہنی سے انھوں نے ابن شداد سے انھوں نے ابن عباس سے سوائے ہشیم کے اور نہ ہشیم سے سوائے ابوسفین کے۔ اور یہ

---

[1] سنن النسائی کتاب الاشربہ ذکر اخبار التی اعتل بہا الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۳۳۱

Marfat.com

هٰذا الحديث الا عند محمد بن حرب وكان
واسطيا ثقة اهـ[1] قلت و ابو سفيٰن
الحميري هو سعيد بن يحيٰى صدوق
وسط من رجال البخاري قال الحافظ
المنذري في الترغيب ثقة مشهور[2] اهـ و
قد قال الذهبي في الميزان في بيان
مجاهيل الاسم اعني تعيين من ابهم
اسمه عبدالله بن شبرمة عن الثقة
في الخمر جاء مبينا انه عمار الدُهني[3] اهـ
وعمار هو ابن معٰوية ابو معٰوية
الكوفي صدوق من رجال الستة
الا البخاري قال الذهبي وثقه
احمد وابن معين و ابو حاتم
والناس وما علمت احدا تكلم فيه
الا العقيلي فتعلق عليه بما سأله
ابو بكر بن عياش اسمعت عن
سعيد بن جبير قال لا قال
فاذهب[4] اهـ قلت و ناهيك توثيق
الائمة و انه شيخ
شعبة و السفيانين

حدیث نہیں مگر محمد بن حرب کے نزدیک، اور وہ واسطی
ہیں اور ثقہ ہیں اھ۔ قلت (میں کہتا ہوں)
ابوسفیان حمیری وہ سعید بن یحیٰی ہے جو صدوق وسط
اور بخاری کے رجال میں سے ہے۔ حافظ منذری
نے ترغیب میں کہا کہ وہ ثقہ مشہور ہے الخ۔ ذہبی
نے میزان میں ان لوگوں کے بیان میں جن کے نام
مجہول اور مبہم ہیں اس کی تعیین کرتے ہوئے کہا
کہ اس کا نام عبداللہ بن شبرمہ ہے اس نے خمر
کے معاملے میں ثقہ سے روایت کی وہاں اس بات
کو واضح کیا ہے کہ وہ عمار الدہنی ہے الخ عمار وہ
ابن معاویہ ابو معاویہ کوفی صدوق اور صحاح ستہ
کے رجال میں سے ہے سوائے بخاری کے۔
ذہبی نے کہا کہ اس کو احمد، ابن معین، ابو حاتم اور
کئی لوگوں نے ثقہ قرار دیا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ
کسی نے اس میں کلام کیا ہے سوائے عقیلی کے۔
چنانچہ عقیلی نے اس پر معلق کیا جو اس سے ابوبکر بن
عیاش نے پوچھا کہ کیا تو نے سعید بن جبیر سے سنا
اس نے کہا نہیں تو ابوبکر نے کہا کہ جا الخ قلت (میں
کہتا ہوں) تجھے یہ بات کافی ہے کہ جن ائمہ کرام نے
عمار کی توثیق کی ہے وہ شیخ شعبہ اور دو سفیان

---

[1] نصب الرایة بحوالہ البزار فی مسندہ کتاب الاشربة تحت الحدیث التاسع المکتبة الاسلامیہ ۴/۳۰۷
[2] الترغیب والترہیب
[3] میزان الاعتدال فصل فی المجاہیل الاسم ترجمہ عبداللہ ابن شبرمة ۱۰۹۲۷ دار المعرفة بیروت ۴/۶۰۳
[4] " " " " " " عمار بن معاویہ ۶۰۰۵ " " ۳/۱۷۰

Marfat.com

ولا عليك من دندنة العقيلي فقد اخذ يلين ذالك الجبل الشامخ على بن المديني الذى قال فيه البخاري ما استصغرت نفسه الاعنده وقد اورد الامام موسى الكاظم فى الضعفاء فحسبنا الله ولا حول ولا قوة الا بالله وبالجملة ان كان ابن شبرمة يرسله تارة ويبهم اخرى و يبين مرة فتبين العدل فكان ماذا ثم اخذ ابو عبد الرحمن يلين هذا بهشيم قال وهشيم بن بشير كان يدلس و ليس فى حديثه ذكر السماع من ابن شبرمة اقول هشيم ثقة ثبت من رجال الستة وقد ثبت سماعه هذا الحديث عن ابن ابى شبرمة اخرج ابوبكر بن ابى خيثمة قال حدثنا ايوب عن يزيد بن هارون عن قيس ثنا ابى ثنا هشيم اخبرنى ابن شبرمة عن عبد الله بن شداد عن ابن عباس قال حرمت الخمر بعينها قليلها وكثيرها و

ہیں اور تو مت توجہ دے عُقیلی کی بھنبھناہٹ کی طرف، وہ تو علی مُدینی جیسے بلند پہاڑ کو نرم اور کمزور قرار دیتا ہے جس کے بارے میں امام بخاری نے کہا کہ میں اپنے آپ کو چھوٹا نہیں سمجھتا مگر علی بن مُدینی کے پاس، اور اس نے امام موسیٰ کاظم کو ضعفاء میں وارد کیا، پس اللہ تعالیٰ ہی ہمیں کافی ہے اور اللہ تعالےٰ کی توفیق کے بغیر نہ کسی کو گناہ سے بچنے کی طاقت ہے نہ نیکی کرنے کی طاقت۔ خلاصہ یہ کہ ابن شبرمہ کبھی اس میں ارسال کرتا ہے کبھی اس کو مبہم بیان کرتا ہے اور کبھی اس کو ظاہر کرتا ہے۔ پس عدل ظاہر ہوگیا تو یہ کیا ہے، پھر ابوعبدالرحمٰن اس کو ہُشیم کے سبب سے نرم قرار دینے لگے، اور کہا کہ ہُشیم بن بشیر تدلیس کرتا تھا اور اس کی حدیث میں ابن شبرمہ سے سماع کا ذکر نہیں۔ اقول (میں کہتا ہوں) ہُشیم ثقہ، ثبت اور اصحاب ستہ کے رجال میں سے ہے اور اس کا اس حدیث کو سُننا ابن شبرمہ سے ثابت ہے۔ ابوبکر بن ابوخیثمہ نے تخریج کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں ایوب نے یزید بن ہارون سے انھوں نے قیس سے حدیث بیان کی، قیس نے کہا مجھے میرے باپ نے انھوں نے کہا مجھے ہُشیم نے انھوں نے کہا مجھے ابن شبرمہ نے عبداللہ بن شداد سے بحوالہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حدیث بیان کی، ابن عباس نے کہا کہ خمر بعینہٖ یعنی قلیل و کثیر حرام کردی گئی اور

Marfat.com

السکر من کل شراب[1]، وقد علمت من کلام البزار ان عامة الحفاظ انما رووه عن ابن شبرمة عن ابن شداد ولم يدخل بينهما رجلا الا هُشَيم حيث عنعن ووافق الجماعة حيث نص على سماع نفسه من ابن شبرمة وسماع ابن شبرمة من ابن شداد صحيح فاذن انما كان الاولى بالطرح كونه بواسطة انه لم يثبت بسند يثبت وثانيها ان خالفه ابو عون اخبرنا محمد بن عبد الله بن الحكم ثنا محمد (يعني غندر) ح واخبرنا الحسين بن منصور ثنا احمد بن حنبل ثنا محمد بن جعفر ثنا شعبه عن مِسعَر عن ابی عون عن عبد الله بن شداد عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال حرمت الخمر بعينها قليلها و کثيرها والمسکر من کل شراب لم يذکر ابن الحکم قليلها وکثيرها اخبرنا الحسين بن منصور ثنا احمد بن حنبل ثنا ابراهيم بن ابی العباس ثنا شريك عن عباس بن ذريح عن ابی عون

ہر شراب سے نشہ حرام کیا گیا، اور تحقیق بزار کے کلام سے تجھے معلوم ہو چکا کہ عام حفاظ نے اس کو روایت کیا۔ ابن شبرمہ سے اس نے ابن شداد سے ان دونوں کے درمیان سوائے ہُشیم کے کسی مرد کو داخل نہیں کیا۔ ہُشیم نے جہاں عنعنہ کے طور پر حدیث بیان کی اس میں انھوں نے جماعت کی موافقت کی کیونکہ انھوں نے اس بات پر نص کی کہ انکا ابن شبرمہ سے سماع اور ابن شبرمہ کا ابن شداد سے سماع صحیح ہے تو اس صورت میں اسکا ترک اولیٰ ہے کیونکہ سند ثابت سے اسکا ثبوت نہیں ہوا، اور دوسری وجہ یہ ابو عون نے اسکی مخالفت کی ہمیں خبر دی عبد اللہ بن حکم نے، اس نے کہا ہمیں حدیث بیان کی محمد یعنی غندر نے، اس نے کہا ہمیں خبر دی حسین بن منصور نے، اس نے کہا ہمیں امام احمد بن حنبل نے، انھوں نے کہا ہمیں محمد بن جعفر نے، انھوں نے کہا ہمیں شعبہ نے مِسعَر سے، اس نے ابو عون سے، اس نے عبد اللہ ابن شداد سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث بیان کی کہ خمر لعینہ یعنی قلیل وکثیر حرام کر دیا گیا اور ہر شراب سے نشہ آور مقدار حرام ہے۔ ابن حکم نے قلیل وکثیر کا ذکر نہیں کیا۔ ہمیں حسین بن منصور نے خبر دی اس نے کہا ہمیں امام احمد بن حنبل نے، اور انھیں ابراہیم ابن ابو العباس نے، انھیں ابن شریک نے حدیث بیان کی اور شریک نے عباس بن ذریح سے، اس نے ابو عون سے،

[1] حواشی مسند امام الاعظم بحوالہ ابی بکر بن ابی خثیمہ فی تاریخہ کتاب الاطعمۃ والاشربۃ نور محمد کارخانہ کراچی ص ۲۰۳
سنن النسائی ذکر اخبار التی اعتل بہا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی [illegible]

Marfat.com

عن عبد الله بن شداد عن ابن عباس قال حرمت الخمر قليلها وكثيرها وما اسكر من كل شراب قال ابوعبد الرحمٰن وهٰذا اولٰى بالصواب من حديث ابن شبرمة[1] اقول رحم الله هٰؤلاء المحدثين لوانا قبلنا رواية الامام العابد الفاضل شريك الذى كان يخطئ كثيرا وقد تغير ولم يحتج البخارى ولا مسلم فى شئ من الاصول و قال يحيٰى بن سعيد ضعيف جدا، وقال ابن المثنٰى ما رأيت يحيٰى ولا عبدالرحمٰن حدثا عن شريك شيئا[2] و قال عبد الجبار بن محمد قلت ليحيٰى بن سعيد زعموا ان شريكا انما خلط بآخره قال ما زال مخلطا و عن ابن المبارك قال ليس حديث شريك بشئ وقال الجوزجانى سيئ الحفظ مضطرب الحديث مائل وقال ابراهيم بن سعيد الجوهرى اخطأ شريك فى اربعمائة حديث وروى معاوية بن صالح عن ابى معين صدوق ثقة الا انه اذا خالف فغيره

اس نے عبداللہ بن شداد سے اور اس نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ خمر کا قلیل وکثیر حرام کر دیا گیا اور ہر شراب سے وہ مقدار حرام کر دی گئی جو نشہ دے۔ ابوعبدالرحمٰن نے کہا یہ ابن شبرمہ کی حدیث سے درست ہونے میں اولٰی ہے۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) اللہ تعالٰی ان محدثین کرام پر رحم فرمائے۔ اگر ہم امام عابد فاضل شریک کی روایت کا عیب تسلیم کر لیں جو کثرت سے خطا کرتے اور متغیر ہو گئے۔ امام بخاری اور امام مسلم کسی بھی اصول میں اس سے استدلال نہ کرتے۔ یحیٰی بن سعید نے کہا وہ بہت ضعیف ہے۔ ابن مثنٰی نے کہا میں نے نہیں دیکھا نہ عبدالرحمٰن نے شریک سے کوئی حدیث بیان کی۔ عبدالجبار بن محمد نے کہا کہ میں نے یحیٰی بن سعید کو کہا کہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ شریک نے آخر میں خلط ملط کیا ہے اس نے کہا کہ وہ ہمیشہ خلط ملط کرتا رہا۔ ابن مبارک نے کہا کہ حدیث شریک کوئی شئے نہیں۔ جوزجانی نے کہا کہ وہ کمزور حافظے والا، مضطرب حدیث والا اور کجرو تھا۔ ابراہیم بن سعید جوہری نے کہا کہ شریک نے چار سو حدیثوں میں خطا کی۔ معاویہ بن صالح نے ابومعین سے روایت کی کہ وہ صدوق اور ثقہ ہے مگر جب وہ کسی کی مخالفت کرے تو اس کا

---

[1] سنن النسائی کتاب الاشربۃ ذکر اخبار التی اعتل بہا الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۳۳۱
[2] میزان الاعتدال ترجمہ شریک بن عبداللہ ۳۶۹۷ دار المعرفۃ بیروت ۲/۲۷۰

Marfat.com

احب الینا منه وقال مرة ثقة الا انه یغلط ولا یتیقن وقال الدارقطنی لیس بالقوی فیما ینفرد به[1] وقال ابو احمد الحاکم لیس بالمتین[2] وکذلك قلت انت مرة یا ابا عبد الرحمن انه لیس بالقوی وقال الازدی کان صدوقا الا انه سیئ الحفظ کثیر الوهم مضطرب الحدیث کما فی تهذیب التهذیب[3] علی[عه] روایة ابن شبرمة ذاك الامام الشهیر الثقة الفقیه المحتج به فی صحیح مسلم وثقه احمد و ابو حاتم فضلا عن حدیث الامام الاجل الثقة الثبت مسعر لکانوا قاموا باشد الانکار ثم الرجل[عه] مدلس قال عبد الحق الاشبیلی کان یدلس وقال ابن القطان کان مشهورا بالتدلیس[4] وقد عنعن فما لکم تنقمون عنعنة هشیم ذاك الجبل الشامخ ثم تعودون تحتجون بعنعنة شریك واما شعبة فقد تفرد به من بین الجماعة ونقص

غیر مجھے اس کی بنسبت زیادہ پسند ہوتا ہے۔ مرة نے کہا کہ وہ ثقہ ہے مگر وہ غلطی کرتا ہے اور ثابت نہیں رہتا۔ دارقطنی نے کہا کہ شریک ان حدیثوں میں قوی نہیں جن میں وہ منفرد ہے۔ ابو احمد حاکم نے کہا کہ وہ متین نہیں۔ اور یوں ہی اے عبد الرحمٰن! ایک بار تو نے کہا کہ وہ قوی نہیں ہے۔ ازدی نے کہا کہ وہ صدوق تھا مگر وہ کمزور حافظے والا، کثیر الوہم اور مضطرب الحدیث تھا، جیسا کہ تہذیب التہذیب میں ابن شبرمہ کی روایت پر ہے کہ وہ مشہور امام، ثقہ، فقیہ اور مقتدیٰ ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ امام احمد نے اس کو ثقہ قرار دیا۔ ابو حاتم نے اسکو امام اجل ثقہ ثبت مسعر کی حدیث سے افضل قرار دیا تو لوگوں نے اس کا شدید انکار کیا۔ پھر وہ مدلس شخص ہے، عبد الحق اشبیلی نے کہا کہ وہ تدلیس کرتا تھا۔ ابن قطان نے کہا کہ وہ تدلیس میں مشہور تھا۔ تحقیق اس نے عنعنہ کے ساتھ روایت کی تحسین کیا ہے کہ تم ہشیم کے عنعنہ کو برا سمجھتے ہو جو کہ ایک بلند پہاڑ ہے پھر لوٹ کر شریک کے عنعنہ سے استدلال کرتے ہو مگر شعبہ اس کے ساتھ جماعت میں سے متفرد ہے۔ اس سلسلے میں

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ شریک بن عبداللہ ۳۶۹۷ دار المعرفۃ بیروت ۲/۲۷۰ و ۲۷۱

[2] تہذیب التہذیب " " " " ۵۷۷ دائرۃ المعارف النظامیہ ۴/۳۳۶

[3] " " " " " " " " " " " " ۴/۳۳۷

[4] " " " " " " " " " " " "

[عه] متعلق باقول رحمه الله هولاء المحدثین لو انا قدمنا

[عه] ای شریک

Marfat.com

عليك الامر في ذٰلك روى هٰذا الحديث عن ابن عباس سعيد[1] بن المسيب وعوف[2] بن ابي جحيفة وعكرمة[3] وعبد[4] الله بن شداد اما الاولان فروى عنهما الرفع الى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كما تقدم، و اما عكرمة وقال الطبري في تهذيب الآثار **حدثنا** محمد بن موسٰى ثنا عبد الله بن عيسٰى ثنا داؤد بن ابي هند عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال حرم الله الخمر بعينها و السكر من كل شراب[1]، واما ابن شداد فروى عنه ابو عون[1] وعمار[2] الدهني وابو شبرمة[3] على الوجوه التي علمت وعياش العامري عن ابي بكر بن ابي خثيمة قال حدثنا محمد بن الصباح البزار اخبرنا شريك عن عياش العامري عن عبد الله بن شداد عن ابن عباس قال حرمت الخمر لعينها والسكر من كل شراب وقال وعياش العامري هو عياش بن عمرو[2]، **قلت** ثقة من رجال مسلم و سليمٰن الشيباني وعنه شعبة عن ابن ابي خثيمة ايضا

تجھ پر معاملہ ناقص ہوگیا۔ اس حدیث کو ابن عباس سے سعید بن مسیّب، عون بن ابو جحیفہ، عکرمہ اور عبداللہ بن شداد نے روایت کیا۔ پہلے دونوں سے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک مرفوع ہونا مروی ہے جیساکہ گزر چکا۔ رہا عکرمہ، تو طبری نے تہذیب الآثار میں کہا کہ ہمیں محمد بن موسیٰ نے انھیں عبداللہ بن عیسےٰ نے انھیں داؤد بن ابی ہند نے عکرمہ سے بحوالہ ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما حدیث بیان کی، ابن عباس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے خمر کو بعینہٖ اور ہر شراب سے نشہ کو حرام فرمایا۔ رہا ابن شداد تو اس سے ابو عون، عمار دُہنی اور ابو شبرمہ نے ان وجوہ پر روایت کیا جو تُو جان چکا۔ عیاش عامری نے ابو بکر بن ابو خثیمہ سے روایت کی انھوں نے کہا کہ ہمیں محمد بن صباح البزار نے حدیث بیان کی انھوں نے کہا ہمیں شریک نے عیاش عامری سے خبر دی اور انھوں نے عبداللہ بن شداد سے اور اس نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ خمر بعینہٖ حرام کی گئی اور ہر شراب سے نشہ حرام ہے۔ اور عیاش عامری وہ عیاش بن عمر ہے۔ **قلت** (میں کہتا ہوں) وہ ثقہ ہے اور امام مسلم اور سلیمان شیبانی کے رجال میں سے ہے اور اسی سے شعبہ نے بھی ابن ابی خثیمہ کے نزدیک روایت کیا

لہ البنایۃ بحوالہ الطبرانی فی التہذیب کتاب الاشربہ — المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۴/۳۲۸

ٹہ حواشی مسند الامام الاعظم بحوالہ ابی بکر بن ابی خثیمہ فی تاریخہ — نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۰۲

Marfat.com

وبلغه الى ام المومنين ميمونة حيث قال حدثنا على الجعد اخبرنا شعبة عن سليمان الشيبانى عن عبدالله بن شداد عن عبدالله بن عباس عن خالته ميمونة بنت الحارث رضى الله تعالى عنهم ورواه عن ابى عون الامام الاعظم وسفين الثورى ومسعر بن كدام و عبدالله بن عياش وقد وقعت روايتهم جميعا فى مسند الامام وشريك و ابوسلمه عند البزار ورواه عن مسعر ابونعيم الفضل بن دكين عند الطحاوى وابن ابى خيثمة ومن طريقه القاسم بن اصبغ فقال حدثنا احمد بن زهير (يعنى ابابكر بن ابى خيثمه) ثنا ابونعيم الفضل بن دكين عن مسعر عن ابى عون عن عبدالله بن شداد عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما قال حرمت الخمر بعينها القليل منها والكثير والسكر من كل شراب[1]، قال البدر محمود عينى فى البناية قال ابن حزم صحيح قال

جس کو اس نے ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تک پہنچایا جہاں اس نے یہ کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی علی الجعد نے اس نے کہا کہ ہمیں خبر دی شعبہ نے سلیمان شیبانی سے اور اس نے عبداللہ بن شداد سے اس نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور انھوں نے اپنی خالہ سیدہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی اور اس کو ابوعون سے امام اعظم، سفیان ثوری، مسعر بن کدام اور عبداللہ بن عیاش نے روایت کیا ان سب کی روایت سید امام اعظم میں واقع ہے۔ اور بزار کے نزدیک اس کو شریک اور ابوسلمہ نے روایت کیا' طحاوی اور ابن ابی خیثمہ کے نزدیک اس کو مسعر سے ابونعیم فضل بن دکین نے روایت کیا اور اسی کے طریق سے قاسم بن اصبغ نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں احمد بن زہیر یعنی ابوبکر بن ابی خیثمہ نے حدیث بیان کی انھوں نے کہا ہمیں ابونعیم فضل بن دکین نے مسعر سے حدیث بیان کی اور مسعر نے ابوعون سے' اس نے عبداللہ ابن شداد سے، اور اس نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ ابن عباس نے فرمایا خمر بعینہٖ یعنی اس کا قلیل وکثیر اور ہر شراب سے نشہ حرام کر دیا گیا۔
بدرمحمود عینی نے بنایہ میں کہا کہ ابن حزم نے فرمایا کہ ابن حزم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اس نے

---

[1] البنایہ بحوالہ قاسم بن اصبغ کتاب الاشربۃ المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۴/ ۳۲۸

Marfat.com

وتابعه ابانُعَيم جعفر بن عون فرواه عن مسعر كذلك[1] الخ وكذا تابعه قال ابن حزم صحيح خلاد بن يحيىٰ عند ابي نعيم في الحليه وسفين الثوري وشعبة وسفين وابراهيم ابنا عيينة رفعه عن مسعر فقال عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كما في الحلية وبالجملة هؤلاء اربعة عن ابن عباس منهم ابن شداد وعنه خمسة منهم ابوعون وعنه ستة منهم، مسعر وعنه سبعة منهم شعبة لم يذكر احد منهم والمسكر بزيادة الميم الاشعبة قال ابونعيم تفرد شعبة بلفظه عن مسعر فيه فقال والمسكر من كل شراب[2] اھ فرواية الجماعة هي الاحق بالقبول ان فرض التنافي واين التنافي فان المسكر من كل شراب او ما اسكر من كل شراب يحتمل القدر المسكر من كل شراب احتمالا جليا واضحا فكيف يقضى بالمحتمل على المتعين

ابونعیم جعفر بن عون کی متابعت کی چنانچہ اس کو مسعر سے اسی طرح روایت کیا الخ ابن حزم نے کہا کہ صحیح ہے۔ خلاد بن یحییٰ نے ابونعیم کے نزدیک حلیہ میں اور سفیان ثوری، شعبہ، سفیان بن عیینہ اور ابراہیم بن عیینہ نے مسعر کے حوالے سے اس کو مرفوعاً روایت کیا مسعر نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے جیسا کہ حلیہ میں ہے۔ خلاصہ یہ ان چاروں نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا انھیں میں سے ابن شداد ہے جس سے پانچ حدیثیں مروی ہیں، انھیں میں سے ابوعون ہے جس سے چھ حدیثیں مروی ہیں، انھیں میں سے مسعر ہے جس سے سات حدیثیں مروی ہیں، انھیں میں سے شعبہ ہے سوائے شعبہ کے ان میں سے کسی نے بھی لفظِ مُسکر میم کی زیادتی کے ساتھ ذکر نہیں کیا۔ ابونعیم نے کہا کہ مسعر سے یہ روایت کرنے میں شعبہ متفرد ہے کیونکہ اس نے کہا کہ ہر شراب میں مُسکر حرام ہے الخ اگر ان میں تنافی فرض کی جائے تو شعبہ کی بنسبت جماعت کی روایت قبولیت کی زیادہ حقدار ہے اور ان میں تنافی کہاں ہے اس لئے کہ ہر شراب میں سے مُسکر یا ہر شراب میں سے وہ جو نشہ دے وہ ہر شراب میں سے مقدارِ مُسکر کا واضح احتمال رکھتی تو محتمل کے ساتھ متعین پر کیسے فیصلہ کیا جا سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ

---

[1] البنایہ بحوالہ قاسم بن اصبغ کتاب الاشربۃ المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۴/۳۲۸
[2] حلیۃ الاولیاء ترجمہ مسعر بن کدام ۳۸۹ دار الکتاب العربی بیروت ۷/۲۲۲

Marfat.com

وباللہ التوفیق وبہ ثبت وللہ الحمد ان اباعون لم یخالف شعبۃ عن مسعر سائر الجملۃ من مسعر وعن ابی عون وعن ابن شداد وعن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم، والعجب من الامام ابن الہمام کیف تبع النسائی علی ھذا الکلام وزعم ان لفظ السکر تصحیف وما التوفیق الا باللہ الخبیر اللطیف والحمد للہ رب العلمین۔

ہی کی طرف سے توفیق ہے اور اسی توفیق سے ہی ثابت قدمی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے حمد ہے۔ بیشک ابوعون نے ابو شبرمہ کی مخالفت نہیں کی البتہ شعبہ نے مسعر سے روایت کرتے ہوئے باقی تمام حضرات کی مخالفت کی جو انھوں نے مسعر سے کی اور مسعر نے ابوعون سے، اس نے ابن شداد سے، اور اس نے ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے روایت کی اور امام ابن الھمام پر تعجب ہے کہ انھوں نے اس کلام پر نسائی کی پیروی کیسے کرلی! اور یہ گمان کیا کہ لفظِ مُسکر غلط ہے اور نہیں ہے توفیق مگر اللہ تعالےٰ سے جو خبر رکھنے والا باریک بین ہے اور سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔

الرابع حدیث الطحاوی عن علقمۃ سألت ابن مسعود عن قول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی السکر قال الشربۃ الاخیرۃ[1] رواہ الدارقطنی فی سننہ عن عمار بن مطر ثنا جریر بن عبد الحمید عن الحجاج عن حماد عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبد اللہ فی قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کل مسکر حرام قال عبد اللہ ھی الشربۃ التی

چوتھی بحث: طحاوی کی سند علقمہ سے کہ میں نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے نشہ سے متعلق قول کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے کہا وہ آخری گھونٹ ہے۔ اس کو دارقطنی نے اپنی سُنن میں عمار بن مطر سے روایت کیا، عمار نے کہا ہمیں جریر بن عبد الحمید نے حجاج سے، اس نے حماد سے، اس نے ابراہیم سے اس نے علقمہ سے، اور اس نے عبد اللہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کے بارے میں حدیث بیان کی کہ ہر نشہ آور حرام ہے۔ عبد اللہ نے کہا کہ وہ آخری گھونٹ ہے جس نے تجھے

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الاشربۃ باب ما یحرم من النبیذ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۶۱

Marfat.com

اسکرتك ثم اسند عن عمار بن مطر ثنا شريك عن ابي حمزة عن ابراهيم قوله صلى الله تعالى عليه وسلم كل مسكر حرام قال هي الشربة التي اسكرتك قال هذا اصح من الذي قبله ولم يسنده غير الحجاج واختلف عنه وعمار بن مطر ضعيف وحجاج ضعيف وانما هو من قول ابراهيم النخعي ثم اخرج عن ابن المبارك انه ذكر عنده حديث ابن مسعود كل مسكر حرام هي الشربة التي تسكرك فقال هذا حديث باطل[1] اھ وتبعه المحقق في الفتح **اقول** سند الطحاوي حدثنا ابن ابي داؤد ثنا نعيم وغيره انا حجاج عن حماد[2] الخ وليس فيه عمار كما ترى والحجاج هو ابن ارطاة من رجال مسلم والاربعة وهو وان كان من شيوخ شعبة وشعبة من قد علم في شدة ورعه واحتياطه وقد كان يقول اكتبوا

نشہ دیا۔ پھر دارقطنی نے اس کا اسناد بیان کیا عمار بن مطر سے، اس نے شریک سے، اس نے ابو حمزہ سے، اس نے ابراہیم سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول کہ ہر نشہ آور حرام ہے، فرمایا وہ آخری گھونٹ ہے جس نے تجھے نشہ دیا۔ دارقطنی نے کہا یہ پہلی سند سے زیادہ صحیح ہے سوائے حجاج کے کسی نے اس کا اسناد بیان نہیں کیا اور اس سے روایت میں اختلاف ہے۔ عمار بن مطر ضعیف ہے، یہ ابراہیم نخعی کا قول ہے۔ پھر ابن المبارک سے اس کی تخریج کی کہ اس کے پاس حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ "ہر مسکر حرام ہے" سے مراد وہ گھونٹ ہے جس نے تجھے نشہ دیا، تو ابن المبارک نے کہا یہ حدیث باطل ہے اھ۔ اور اس کی پیروی کی محقق نے فتح میں۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) طحاوی کی سند یہ ہے کہ ہمیں ابن داؤد نے حدیث بیان کی انھوں نے کہا کہ ہمیں نعیم وغیرہ نے حدیث بیان کی، انھوں نے کہا ہمیں حجاج نے حماد سے خبر دی الخ اس میں جیسا کہ تُو نے دیکھا عمار نہیں ہے اور حجاج وہ ابن ارطاۃ ہے جو مسلم اور اصحاب سنن اربعہ کے رجال میں سے ہے۔ وہ اگرچہ شعبہ کے شیوخ میں سے ہے اور شعبہ کے تقویٰ واحتیاط میں سختی جانی ہوئی ہے کہا کرتے تھے حجاج بن ارطاۃ اور ابن اسحاق سے لکھ لیا کرو

---

[1] سنن الدارقطنی کتاب الاشربۃ وغیرہا حدیث ۲۳ و ۲۵ دار المحاسن للطباعۃ القاہرۃ ۴/ ۲۵۰ و ۲۵۱

[2] شرح معانی الآثار " " باب مایحرم من النبیذ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۶۱

Marfat.com

عن حجاج ابن ارطاة وابن اسحٰق فانهما حافظان[1] وقد اثنی علیه غیر واحد منهم الثوری وابو حاتم بید انه کثیر التدلیس قال الذهبی اکثر ما نقم علیه التدلیس[2] وقال ابو حاتم یدلس عن ضعفاء[3] فالحدیث وان لم یصح عن ابن مسعود رضی الله تعالٰی عنه کما قاله عبد الله لکنه قد صح عن ابراهیم کما قدمناه عن مسند الامام الاعظم عن حماد عنه فما کان ینبغی لابی عبد الرحمٰن ان یقول لیس کما یقول ابو عون لانفهم بتحریمهم اخر الشربة و تحلیلهم ما تقدمها اما ما تعلل به قائلا لا خلاف بین العلم ان المسکر بکلیته لا یحدث علی الشربة الأخر دون الاولی والثانیة بعدها

اقول ارایت اذا کان لا یسکر المسک والعنبر والزعفران واشباهها

کیونکہ وہ دونوں حافظ ہیں۔ نیز متعدد ائمہ نے اسکی تعریف کی جن میں ثوری اور ابو حاتم شامل ہیں سوائے اس کے کہ وہ تدلیس میں کثرت کرتا ہے۔ ذہبی نے کہا اکثر اس پر جس شئی میں ملامت کی جاتی ہے وہ تدلیس ہے۔ ابو حاتم نے کہا وہ تدلیس کرتا ہے اور ضعفاء میں سے ہے۔ تو یہ حدیث اگرچہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صحیح نہیں جیسا کہ عبد اللہ نے کہا مگر ابراہیم سے صحیح ہے جیسا کہ ہم مسند امام اعظم کے حوالے سے ذکر کر چکے ہیں کہ حماد نے ابراہیم سے روایت کی۔ لہذا ابو عبد الرحمٰن کو ایسا نہیں کہنا چاہئے تھا کہ ابن عون کا کہنا درست نہیں کیونکہ ان کا آخری گھونٹ کو حرام اور اس سے پہلے والے گھونٹ کو حلال قرار دینا ہمیں سمجھ نہیں آتا لیکن ابو عبد الرحمٰن کا وجہ بیان کرتے ہوئے یہ کہنا کہ مسکر کے آخری گھونٹ پر اثر انداز ہونا اور پہلے اور دوسرے پر نہ ہونا علمی اعتبار سے یہ فرق درست نہیں ہے

اقول (میں کہتا ہوں) تیرا کیا خیال ہے کہ کستوری، عنبر، زعفران اور ان جیسی دیگر اشیاء

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ حجاج بن ارطاۃ ۱۷۲۶ دار المعرفۃ بیروت ۱/۴۶۰

[2] " " " " " " " "

[3] تہذیب التہذیب " " " ۳۶۵ دائرۃ المعارف النظامیہ ۲/۱۹۷

Marfat.com

الا اذا بلغ عشر حبات مثلاً فاذا تناول رجل حبة فهل تناول الحرام فان قلت نعم فقد اعظمت القول وان قلت لا قلنا فان تناول اخرى حتى بلغ تسعا فلابد ان تقول فى الكل بالحل قلنا فاخبرنا اذا تناول العاشرة فسكر فان قلت الآن ايضا حل فقد اعظمت القول وان قلت حرم فقد قضيت على نفسك ولا شك ان السكر انما اتى للمجموع لكن الحرمة انما هى للاكلة الاخيرة دون الاولى والتى تليها اى تسع ومن عرف ان المعلول و هى الحرمة المعلولة بالسكر المعلول بالعشر انما يتحقق عند تحقق الجزء الاخير من اجزاء العلة عرف المرام ولم تذهب به الاوهام وبهذا التقرير ولله الحمد تبين انزهاق مالمع به الشوكانى فى نيل الاوطار ناقلا عن الطبرى ما نصه يقال لهم (اى لائمتنا رضى الله تعالى عنهم) اخبرونا عن الشربة التى يعقبها السكر اهى التى اسكرت

مثلاً اگر نشہ نہ دیں جب تک وہ دس رتی کے برابر نہ ہو جائیں۔ جب کسی شخص نے ان میں سے ایک رتی کے برابر کھایا تو کیا اس نے حرام کھایا، اگر تو کہے کہ ہاں تو تُو نے بہت بڑی بات کہہ دی اور اگر کہے کہ نہیں تو ہم کہیں گے کہ اگر دوسری رتی کھائی تو کیا حکم ہے یہاں تک کہ نو تک پہنچ جائے۔ تیرے لئے اس سے چھٹکارا نہیں کہ تو ان سب کے حلال ہونے کا قول کرے۔ پھر کہیں گے کہ بتاؤ اگر وہ دسویں رتی کھائے اور نشہ آجائے تو اب کیا حکم ہے۔ اگر تو کہے کہ اب بھی حلال ہے تو تم نے بہت بڑی بات کہہ دی۔ اور اگر کہے کہ حرام ہے تو خود اپنے خلاف تُو نے فیصلہ دے دیا۔ اس میں کوئی شک نہیں نشہ اس مجموعے سے آیا ہے لیکن حرمت آخری رتی کو کھانے پر ہے نہ کہ پہلی اور اس کے بعد والیوں پر جو کہ نو ہیں۔ جس نے یہ سمجھا کہ معلول جو کہ وہ حرمت ہے جس کی علت نشہ ہے وہ معلول پوری دس رتیاں ہیں مگر اس کا تحقق علت کی آخری جزء کے تحقق کے وقت ہوا تو اس نے مقصد کو پہچان لیا۔ اس کو وہم نہ بہکائے گا۔ الحمدللہ اس تقریر سے شوکانی کا نیل الاوطار میں حد سے تجاوز کرنا ظاہر ہو گیا درآں حالیکہ وہ طبری سے نقل کرنے والا ہے جس کی اس نے تصریح کی کہ ان (ہمارے ائمہ) کو کہا جائے گا کہ اس گھونٹ کے بارے میں بتاؤ جس کے بعد نشہ آیا ہے کہ کیا اس نے ماقبل والے گھونٹوں کے بغیر

Marfat.com

صاحبها دون ما تقدم من الشراب
ام اسكرت باجتماعها مع ما تقدم
واخذت كل شربة بحظها
من الاسكار فان قالوا انما احدث له السكر
الشربة الآخرة التي وجد خبل العقل عقبها
قيل لهم وهل هذه التي احدثت له ذالك الا
كبعض ما تقدم من الشربات قبلها في انها
لو انفردت دون ما قبلها كانت غير مسكرة
وحدها وانها انما اسكرت باجتماعها واجتماع
عملها فحدث عن جميعها السكر اه[1] فان التقرير
بحذافيره جار في الحبة العاشرة
من المسك ونظرائه والوهم انما نشأ من
عدم الفرق بين الجزء الاخير وبين سائر
العلل الناقصة المقدمة عليه وكذا استبان
بحمد الله انخساف ما زوق به الشوكاني تحت
حديث "كل شراب اسكر فهو حرام" بقوله
ان الشراب اسم جنس فيقتضي ان يرجع التحريم
الى الجنس كله كما يقال هذا الطعام مشبع،
الماء مُرْوٍ يريد به الجنس و
كل جزء منه يفعل ذلك
الفعل، فاللقمة تشبع العصفورة
وما هو اكبر منها يشبع
ما هو اكبر من العصفور

نشہ دیا یا ماقبل والے گھونٹوں کے ساتھ مجتمع ہو کر
نشہ دیا اور ہر گھونٹ کا نشہ دینے حصہ ہے ،
اگر وہ کہیں کہ اس کو نشہ آخری گھونٹ نے دیا ہے
جس کے بعد اس کی عقل میں خلل واقع ہوا تو ان کو
کہا جائے گا کہ یہ آخری پہلے والے گھونٹوں کی طرح
ہی ہے اس بات میں کہ اگر یہ ان سے منفرد ہوتا تو
اکیلے نشہ نہ دیتا۔ اس نے ماقبل والے گھونٹوں کے
ساتھ مجتمع ہو کر نشہ دیا ہے لہذا ثابت ہو گیا کہ
نشہ ان تمام گھونٹوں کے مجموعے سے پیدا ہوا ہے اھ
بیشک یہی تقریر تمام شقوں کے ساتھ کستوری اور
اس جیسی دیگر اشیاء میں جاری ہوتی ہے۔ وہم
صرف اس لئے پیدا ہوا کہ آخری جزء اور اس سے
پہلے والی باقی ناقص علتوں میں فرق نہیں کیا گیا۔
یونہی الحمد للہ حدیث "ہر شراب جو نشہ دے وہ
حرام ہے" کے تحت شوکانی کا یہ کلام بھی زنگ آلود
ہو گیا جس کو اس نے یوں منقش کیا کہ شراب
اسم جنس ہے جو اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ تحریم
تمام جنس کی طرف لوٹے جیسا کہ کہا جاتا ہے طعام
سیر کرنے والا ہے اور پانی سیراب کرنے والا ہے،
یہاں طعام اور پانی سے مراد جنس ہے اور جنس کی
ہر جزء جنس والا عمل کرتی ہے، چنانچہ طعام کا
ایک لقمہ چڑیا کا پیٹ بھر دیتا ہے اور اس سے
زیادہ مقدار چڑیا سے بڑے جانور کا پیٹ بھر دیتی

---

[1] نیل الاوطار کتاب الاشربۃ باب ما یتخذ منہ الخمر الخ مصطفی البابی مصر ٨/٢٠٢

Marfat.com

وكذلك جنس الماء يروي الحيوانات على هذا الحد فكذلك النبيذ[1] اقول نعم وقع التحريم على الجنس مقيدا بصفة الاسكار فاذا اسكر حرم والا لا وانما انشدك الله والانصاف اذا قيل لك انهاك عن كل طعام اشبع هل يفهم منه النهي عن الاكل مطلقا ولو لقمة او لقيمة اصغر ما تكون، ما هذه الامكابرة الا ترى ان الاجماع ماض على تحريم كل ضار كالسموم والطين وغير ذلك ثم لم ينطلق هذا الحكم الا الى قدر يضرك اياك لا ما يضر ولو ذبابا او نملة وقد اخرج احمد وابوداؤد عن ام سلمة رضي الله تعالى عنها قالت نهى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن كل مسكر ومفتر[2] ومعلوم ان من الادوية ما اذا اكثر منه اورث التفتير والتحذير ثم لم يرجع التحذير الا الى ذلك القدر الكثير ولو كان الامر كما زعمت لوجب القول بحرمة المسك و

ہے اسی طرح پانی کی جنس عمل کرتی ہے اور یہی حال نبیذ کا ہے۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) ہاں تحریم جنس پر واقع ہے درانحالیکہ وہ نشہ آور ہونے کی صفت سے مقید ہے۔ لہذا جب نشہ دے تو حرام ہے ورنہ نہیں۔ میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر انصاف کا مطالبہ کرتا ہوں کہ جب تجھے کہا جائے کہ میں تجھے ہر ایسے طعام سے منع کرتا ہوں جو سیر کر دے تو کیا اس سے مطلق طعام کی ممانعت سمجھی جائے گی اگرچہ ایک لقمہ کی مقدار یا اس سے بھی کمتر ہو؟ یہ تو محض انکار حق ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہر نقصان دہ چیز کی حرمت پر اجماع جاری ہے جیسے زہر اور کیچڑ وغیرہ، پھر یہ حکم نہیں جاری ہوتا مگر اتنی مقدار پر جو تجھے نقصان پہنچائے نہ مطلق نقصان پہنچانے والی شئی پر اگرچہ وہ مکھی یا چیونٹی کو نقصان پہنچائے۔ امام احمد و ابوداؤد نے ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے تخریج کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہر نشہ آور اور عقل میں خلل ڈالنے والی چیز سے منع فرمایا۔ یہ بات معلوم ہے کہ بعض دوائیوں کی زیادہ مقدار عقل میں خلل ڈالتی ہے جس سے پرہیز کرنا لازمی ہے۔ پھر یہ پرہیز اور ممانعت صرف اسی مقدار کثیر کی طرف لوٹتی ہے۔ اگر معاملہ ایسے ہوتا جیسے تُو نے گمان کیا ہے تو کستوری اور اس جیسی

---

[1] نیل الاوطار کتاب الاشربۃ باب ما یتخذ منہ الخمر الخ مصطفی البابی مصر ۸/۲۰۱

[2] سنن ابی داؤد کتاب الاشربۃ باب ماجاء فی السکر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۶۳

Marfat.com

امثاله مطلقا وكل ذلك خلاف
الاجماع هذا ثم اتفقت المراجعة
الى البناية فرايت الامام البدر
محمود رحمه الله تعالى اتى ههنا
بكلام حسن نقلا عن الامام
تاج الشريعة زاد فيه من النظائر فاحببت
ايراده قال روح روحه الحرام هو
المسكر واطلاقه على ما تقدم مجاز
وعلى القدح الاخير حقيقة وهو
مراد فلا يكون المجاز مرادا
وقد قال تاج الشريعة المسكر
ما يتصل به السكر بمنزلة المتخم
من الطعام وهو ما يتصل به من
التخمة فان تناول الطعام بقدر
ما يغذيه حلال وما يتخم
وهو الاكل فوق الشبع حرام
ثم المحرم منها وهو المتخم
وان كان لا يكون ذلك متخما
الا باعتبار ما تقدمه من الاكلات
وكذلك في الشراب وقد قال ابو يوسف
رحمه الله ذلك مثل دم في
ثوب ما دام قليلا فلا باس
بالصلوٰة فيه فاذا اكثر لم يحل
ومثل رجل ينفق على
نفسه واهله من كسبه

اشیاء کی مطلقاً حرمت کا قول کرنا واجب ہوتا
حالانکہ یہ سب خلافِ اجماع ہے۔ پھر بنایہ کی طرف
مراجعت کا اتفاق ہوا تو میں نے دیکھا کہ امام
بدر محمود رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں پر امام تاج الشریعۃ
سے نہایت عمدہ کلام نقل فرمایا جس میں کئی نظائر
کا اضافہ کیا۔ اس کلام کو یہاں ذکر کرنا مجھے پسند
ہے۔ اس نے کہا اس کی رُوح کشادہ ہو کہ
حرام وہ ہے جو نشہ آور ہے۔ اس سے پہلے والی
شراب پر حرام کا اطلاق مجازاً ہے جبکہ آخری
پیالہ پر اس کا اطلاق حقیقتاً ہے اور وہی مراد ہے
لہٰذا مجاز مراد نہیں ہوگا۔ اور تاج الشریعۃ نے
فرمایا کہ نشہ آور شراب جس کے ساتھ نشہ متصل ہے
وہ بدہضمی پیدا کرنے والے طعام کی طرح ہے اور
وہی طعام ہے جس کے ساتھ بدہضمی متصل ہے
اس لئے کہ بقدرِ غذا طعام کھانا حلال ہے۔
اور جو بدہضمی پیدا کرتا ہے وہ وہ ہے جو سیر ہو جانے
کے بعد کھایا جائے وہ حرام ہے۔ پھر اس میں سے
حرام وہی ہے جو بدہضمی پیدا کرنے والا ہے اگرچہ
پہلے والے لقموں کا اعتبار کئے بغیر وہ بدہضمی پیدا نہیں
کرتا، اور یہی حکم شراب میں ہوگا۔ امام ابو یوسف
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہ کپڑے میں لگے ہوئے
خون کی طرح ہے کہ جب تک وہ قلیل ہو اس
کپڑے میں نماز ادا کرنے میں کوئی خرابی نہیں اور جب
وہ زیادہ ہو جائے تو حلال نہیں۔ اور اس شخص کی
کی طرح ہے جو اپنی کمائی میں سے اپنی ذات اور

Marfat.com

فلا باس بذلك فاذا اسرف في النفقة لم يصلح له ذلك ولا ينبغي وكذلك النبيذ لا بأس ان يشربه على طعامه ولا خير في السكر منه لانه اسراف واظهر من ذلك ان الضمان يضاف الى واضع المنّ الاخير في السفينة وان لم يحصل الغرق بدون ما تقدم من الامناء وهذا لانه لا يوجد التلف حكما بما تقدم من الامناء وانما وجد ذلك بفعل فاعل مختار فاضيف الغرق لولى المن الاخير فكذا هنا اضيف السكر الى القدح الاخير الذى يحصل به السكر حقيقة لا ما تقدم من الاقداح[1] اھ ثم ان البيهقي في المعرفة اراد الرد على حديث الحجاج بوجه آخر فذكر ما رواه ابن المبارك عن الحسن بن عمرو الفقيمي عن فضيل بن عمرو عن ابراهيم قال كانوا يقولون اذا سكر لم يحل له ان يعود فيه ابدا[2]،

اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے جس میں کوئی حرج نہیں مگر جب وہ خرچ میں زیادتی کرے تو اس کے لئے یہ درست نہیں اور اُسے ایسا نہیں کرنا چاہیے ۔ اسی طرح کھانے کے اوپر نبیذ پینے میں کوئی حرج نہیں مگر اس سے نشہ میں کوئی بھلائی نہیں کیونکہ یہ اسراف ہے اور اس میں زیادہ ظاہر بات یہ ہے کہ ضمان اس شخص کی طرف منسوب ہوتا ہے جس نے کشتی میں آخری مَن رکھا اگرچہ اس سے پہلے رکھے جانے والے مَنوں کے بغیر کشتی کا غرق ہونا متحقق نہیں ہوا ۔ اور یہ اس لئے ہے کہ پہلے والے مَنوں سے حکمی طور پر تلف نہیں پایا گیا تو وہ فاعل مختار کے فعل سے پایا گیا لہذا غرق کی نسبت آخری مَن والے کی طرف کی جائے گی ۔ یوں ہی یہاں نشہ کی اضافت آخری پیالے کی طرف کی جائیگی جس سے حقیقتاً نشہ حاصل ہوا نہ کہ پہلے والے پیالوں کی طرف الخ ۔ پھر بیہقی نے المعرفہ میں حدیث حجاج پر ایک اور وجہ سے رد کرنا چاہا تو ذکر فرمایا جس کو ابن مبارک نے حسن بن عمرو فقیمی سے، اس نے فضیل بن عمرو سے اور اس نے ابراہیم سے روایت کیا ابراہیم نے کہا وہ کہتے تھے کہ جب کسی کو نشہ آجائے تو اس کے لئے حلال نہیں کہ وہ کبھی بھی اس نشہ والی نبیذ کی طرف عود کرے۔

---

[1] البناية في شرح الهداية كتاب الاشربة المكتبة الامدادية مكة المكرمة ٤/٣٤٣
[2] نصب الراية بحواله البيهقي في المعرفة كتاب الاشربة المكتبة الاسلامية ٤/٣٠٦

Marfat.com

قلت واسنده النسائی من طریق
ابن ابی زائدة عن الحسن بن
عمر بالسند قال کانوا یرون ان
من شرب شرابا فسکر منه لم یصلح
ان یعود فیه[1]، قال البیهقی فکیف
یکون عند ابراهیم قول ابن مسعود
هٰکذا (یعنی ما رواه الحجاج) ثم یخالفه
قال فدل علی بطلان ما رواه
الحجاج بن ارطاة[2]، **اقول** لا ننکر
ان حدیث الحجاج لایصلح الاحتجاج
لکن فی الرد بهذا الوجه خفاء
لایخفی فان القول وان لم یصح
عن عبدالله قد صح عن ابراهیم
فاذا لم یمنعه هٰذا عن قول
نفسه فکیف یمنع ان یکون ١
عنده عن عبدالله مثله اما ابوعبدالرحمٰن
فجعل هٰذا اخلافا عن ابراهیم
اذ قال[1] ذکر الاختلاف علی ابراهیم فی
النبیذ فروی هٰذا ثم قال
اخبرنا سوید اخبرنا عبدالله عن
ابی عوانة عن ابی مسکین قال سالت
ابراهیم قلت انا ناخذ
دُردی الخمر او الطلاء فننظفه

قلت (میں کہتا ہوں) امام نسائی نے اس کو بطریق ابن ابی زائدہ حسن بن عمر سے مسنداً بیان کیا کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ جس نے شراب پی اور اسکو نشہ آگیا اس کے لئے ایسی شراب کی طرف عود کرنا درست نہیں۔ بیہقی نے کہا کہ ابراہیم کے نزدیک ابنِ مسعود کا قول اس طرح کیسے ہوگیا یعنی جس کو حجاج نے روایت کیا پھر اس کی مخالفت کی اس نے کہا کہ اس کے بطلان پر دلیل وہ ہے جس کو حجاج بن ارطات نے روایت کیا۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) ہم اس بات کا انکار نہیں کرتے کہ حدیثِ حجاج قابلِ استدلال نہیں لیکن اُسے اس وجہ کے ساتھ رَد کرنے میں خفاء ہے جو کہ مخفی نہیں اس لئے کہ یہ قول اگرچہ عبداللہ سے صحیح نہیں مگر ابراہیم سے صحیح ہے کہ جب اس نے اپنا قول ہونے سے اس کا انکار نہیں کیا وہ کیسے انکار کرے گا، اس کے نزدیک عبداللہ سے اس کی مثل منقول ہے لیکن ابوعبدالرحمٰن نے اس کو ابراہیم کی نقل کے خلاف قرار دیا ہے انھوں نے اس کو ذکر الاختلاف علی ابراہیم فی النبیذ کے باب میں روایت کیا پھر کہا کہ ہمیں خبر دی سُوَید نے، اس نے کہا ہمیں خبر دی عبداللہ نے ابوعوانہ سے، اس نے ابومسکین سے کہ میں نے ابراہیم سے سوال کرتے ہوئے کہا کہ ہم خمر یا طلاء کا تلچھٹ لیتے ہیں پھر اس کو صاف کرتے

---

[1] سنن النسائی کتاب الاشربة ذکر الاختلاف علی ابراہیم فی النبیذ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۳۲۵
[2] نصب الرایة بحوالہ البیہقی کتاب الاشربة المکتبة الاسلامیہ ۴/۳۰۶

Marfat.com

ثم ننقع فيه الزبيب ثلثا ثم نصفيه ثم ندعه حتى يبلغ فنشربه قال يكره[1] اھ فزعم ان في هذين خلاف ما ثبت عن ابراهيم من تحليل القليل **اقول** ولا متمسك له في شيئ منهما فان معنى الاول على ماترى والله تعالى اعلم ان من استخفه الشيطان في شراب فلم يصبر على قليله حتى اكثر فاسكر لاينبغي له ان يعود فيه كيلا يستجره العدو اخرى فيكون معناه على وزان قول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لا يلدغ المؤمن من جحر مرتين[2] او يكون المعنى لا يعود الى ما اسكر فقد علمه بالتجربة وذلك ان من ظن في شراب انه لا يسكره منه ثلث كؤس مثلا فشرب فسكر لم يحل له

ہیں پھر تین دنوں تک اس میں کشمش بھگو دیتے ہیں پھر اس کو صاف کر کے رکھ چھوڑتے ہیں یہاں تک کہ وہ تیزی کی حد تک پہنچ جاتا ہے پھر اس کو پی لیتے ہیں تو ابراہیم نے کہا یہ مکروہ ہے الخ ابوعبدالرحمٰن نے گمان کیا ان دونوں میں اس کے خلاف ہے جو قلیل مقدار کے حلال ہونے سے متعلق ابراہیم سے ثابت ہے۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) ان دونوں روایتوں میں ابوعبدالرحمٰن کے لئے استدلال کی کوئی گنجائش نہیں، اس لئے کہ پہلی کا معنیٰ جیسا کہ ہم سمجھے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے یہ ہے کہ بیشک جس کی نظر میں شیطان نے شراب کو ہلکا کر دیا اس نے قلیل پر صبر نہیں کیا یہاں تک کہ زیادہ پی کر مست ہو گیا تو اس کو دوبارہ شراب کی طرف نہیں لوٹنا چاہئے تاکہ دشمن پھر اس کو نہ کھینچ لے۔ چنانچہ اس کا معنیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی طرح ہو گیا کہ مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا، یا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جس شراب کا نشہ آور ہونا اس کو تجربہ سے معلوم ہو گیا اس کی طرف عود نہ کرے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص کا گمان تھا اس شراب کے تین گلاس مجھے نشہ نہیں دیں گے اس نے تین گلاس پی لئے تو اس کو نشہ آ گیا اب ہمیشہ کیلئے اس کو

---

[1] سنن النسائی کتاب الاشربۃ ذکر الاختلاف علی ابراہیم نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۳۳۵
[2] کنز العمال عن ابی ہریرہ حدیث ۸۳۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۱۶۶

Marfat.com

العود الی الثالثۃ ابداً و اما الاثر الاٰخر فانما الکراھۃ فیہ لاجل دُردی الخمر والطلاء بالاشتراک یطلق علی معان بینہا العلامۃ الشرنبلالی فی غنیۃ ذوی الاحکام[1] منہا العصیر العنبی الذی ذھب اقل من ثلثیہ، وھو الباذق والذی ذھب نصفہ وھو المنصف والذی ذھب ثلثاہ وھو المثلث والذی ذھب ثلثہ وھو الباذق قال ویسمی بالطلاء کل ماطبخ من عصیر العنب مطلقا[1] والکل غیر المثلث حرام کثیرہ وقلیلہ نجس نجاسۃ غلیظۃ کالخمر عندنا وعند الجمہور خلافا للامام الشافعی و الاوزاعی وبعض الظاھریۃ والمعتزلۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

الخامس قال النسائی حدثنا عبید اللہ بن سعید عن ابی اسامۃ قال سمعت ابن المبارک یقول ماوجدت الرخصۃ فی المسکر عن احد صحیحا الاعن ابراھیم[2] **اقول** رحم اللہ الامام الجلیل و

تیسرے گلاس کی طرف عود حلال نہیں رہا۔ رہی دوسری اثر تو اس میں خمر و طلاء کے تلچھٹ کی وجہ سے جو حرمت ہے اور وہ بطور اشتراک کئی معنوں پر بولی جاتی ہے جنھیں علامہ شرنبلالی نے غنیۃ ذوی الاحکام میں بیان فرمایا ہے ان میں انگور کے جس شیرہ کا دو تہائی سے کم جل کر خشک ہو جائے اسکو باذق، جس کا نصف خشک ہو جائے اس کو منصف، جس کا دو تہائی خشک ہو جائے اس کو مثلث اور جس کا ایک تہائی خشک ہو جائے اسکو باذق کہا جاتا ہے۔ اور فرمایا کہ انگور کے جس شیرہ کو پکایا جائے اس کو مطلقاً طلاء کہتے ہیں الخ مثلث کے سوا تمام خمر کی طرح حرام اور انکا قلیل و کثیر نجاست غلیظہ کے ساتھ نجس ہے ہمارے نزدیک اور جمہور کے نزدیک بخلاف امام شافعی، اوزاعی، بعض ظاہریہ اور معتزلہ کے۔ اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔

پانچویں بحث: امام نسائی نے کہا ہمیں عبید اللہ بن سعید نے ابو اسامہ سے حدیث بیان کی کہ میں نے ابن مبارک کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے نشہ آور نبیذ کے بارے میں سوائے ابراہیم کے کسی سے رخصت صحیح نہیں پائی۔

اقول (میں کہتا ہوں) اللہ تعالٰی امام جلیل پر

---

[1] غنیۃ ذوی الاحکام حاشیۃ الدرر الحکام کتاب الاشربۃ میر محمد کتب خانہ کراچی ۲/۸۷

[2] سنن النسائی کتاب الاشربۃ ذکر الاختلاف علی ابراہیم فی النبیذ نور محمد کارخانہ کراچی ۲/۳۲۵

Marfat.com

نفعنا ببرکاتہ فی الدنیا والاٰخرۃ بلی قد صح عن امیر المؤمنین عمر وقد مر حدیث مالک عن داؤد بن الحصین من رجال الستۃ قال الحافظ ثقۃ الا فی عکرمۃ[1] عن واقد بن عمرو ثقۃ من رجال خ عن محمود بن لبید صحابی صغیر وفیہ قول عبادۃ احللتھا[2] واللہ و فیہ ادعی الزرقانی ان کان عمر اجتھد فی تلک المرۃ ثم رجع عنہ[3] کما تقدم حدیث ابی حنیفۃ عن ابی اسحٰق السبیعی ثقۃ من رجال الستۃ ولم یکن ابوحنیفۃ لیذھب الیہ بعد ما اختلط فیاخذ عنہ کما نص علیہ المحقق حیث اطلق و ذکرناہ فی منیر العین عن عمرو بن میمون مخضرم مشہور ثقۃ عابد نزل الکوفۃ من رجال الستۃ وبہ وبما تقدم من روایۃ ابن ابی شیبۃ عن ابی الاحوص عن ابی اسحٰق عن عمرو بن میمون ابو الاحوص

رحم فرمائے اور ہمیں دنیا وآخرت میں ان کی برکات سے نفع پہنچائے۔ کیوں نہیں تحقیق امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کی صحت ثابت ہے، اور حدیث مالک بروایت داؤد بن حصین گزر چکی جو کہ صحاح ستّہ کے رجال میں سے ہیں۔ حافظ نے کہا وہ ثقہ ہے مگر اس روایت میں جو عکرمہ نے واقد بن عمرو سے کی کہ وہ ثقہ اور "خ" کے رجال میں سے ہیں، محمود بن لبید صحابی صغیر سے روایت ہے اور اس میں حضرت عبادہ کا یہ قول مذکور ہے کیا آپ نے بخدا اس کو حلال کر دیا؟ اس میں زرقانی نے دعوٰی کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی نے اس موقع پر اجتہاد کیا پھر اس سے رجوع کر لیا جیسا کہ پہلے گزرا، حدیث ابی حنیفہ بروایت ابواسحٰق سبیعی وہ ثقہ اور صحاح ستہ کے رجال میں سے ہے، اسکے اختلاط کے بعد امام ابوحنیفہ اس کے پاس جا کر حدیث اخذ نہ کرتے جیسا کہ اس پر محقق علی الاطلاق نے نص فرمائی اور ہم نے اس کو منیر العین میں عمرو بن میمون مخضرم سے ذکر کیا ہے وہ مشہور ثقہ عابد ہے جو کہ کوفہ میں ٹھہرے صحاح ستّہ کے رجال میں سے ہیں۔ اس روایت سے اور ماقبل میں مذکور حدیث ابن ابی شیبہ سے جو انھوں نے اپنی سند کے ساتھ ابوالاحوص سلام بن سلیم ثقہ از رجال صحاح ستہ سے روایت کی ان دونوں

---

[1] تقریب التہذیب حرف الدال ترجمہ داؤد بن الحصین ۱۷۸۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۲۷۸

[2] مؤطا امام مالک کتاب الاشربۃ باب ما جاء فی تحریم الخمر میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۶۹۵

[3] شرح الزرقانی علی مؤطا الامام مالک کتاب الاشربۃ جامع تحریم الخمر حدیث ۱۶۴۵ دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۱۴۲

Marfat.com

هو سلام بن سليم ثقة المصيصي من
رجال الستة تأيد الحديثان المارّان
للطحاوي عن عمرو احدهما، حدثنا ابوبكرة
ثنا ابوداؤد ثنا زهير بن معوية عن ابي اسحٰق
عن عمرو بن ميمون[1]، والاخر، حدثنا
روح بن الفرج ثنا عمرو بن خالد
ثنا زهير ثنا ابو اسحٰق عن عمرو بن ميمون[2]
رجالهما جميعا ثقات اجلاء
ابوبكرة هو بكار بن قتيبة و
ابوداؤد هو الطيالسي ثقة حافظ
من رجال مسلم والاربعة اهل
الستة فقد كنى عنه خ في تفسير
المدثر حيث قال في سند حديث
مرفوع حدثني محمد بن بشار
ثنا عبد الرحمٰن بن مهدي وغيره
قال الاحد ثنا حرب بن شداد[3] الخ
غيره هو ابوداؤد كما بينه ابو نعيم
في مستخرجه وزهير
ثقة ثبت من رجال الستة
وروح بن الفرج شيخ
الطحاوي هو القطان المصري ثقة

گزشتہ حدیثوں کی تائید ہوگئی جو انھوں نے عمرو سے روایت کی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہمیں ابوبکرہ نے، ان کو ابوداؤد نے، ان کو زہیر بن معاویہ نے ابواسحٰق سے حدیث بیان کی اور ابواسحاق نے عمرو بن میمون سے روایت کی۔ دوسری حدیث یہ ہے کہ ہمیں روح بن الفرج نے، ان کو عمرو بن خالد نے، ان کو زہیر نے ابواسحاق سے حدیث بیان کی اور انھوں نے عمرو بن میمون سے روایت کی۔ ان دونوں حدیثوں کے تمام رجال جلیل القدر ثقہ ہیں۔ ابوبکرہ وہ بکار بن قتیبہ ہے۔ ابوداؤد طیالسی ثقہ، حافظ، مسلم وسنن اربعہ کے رجال میں سے ہیں اور اصحاب صحاح ستہ میں سے ہیں۔ خ نے سورۃ المدثر کی میں ان سے بطور کنایہ روایت کی ہے جہاں اس نے سند مرفوع میں کہا کہ مجھے حدیث بیان کی محمد بن بشار نے اس نے کہا ہمیں حدیث بیان کی عبدالرحمٰن بن مہدی اور اس نے غیر نے، انھوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی حرب بن شداد نے الخ اس کے غیر سے مراد ابوداؤد ہیں جیسا کہ ابونعیم نے اپنی مستخرج میں بیان کیا۔ زہیر ثقہ، ثبت اور صحاح ستہ کے رجال میں سے ہے۔ روح بن الفرج امام طحاوی کے شیخ ہیں وہ قطان مصری ثقہ

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الاشربۃ باب مایحرم من النبیذ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۵۹
[2] ″ ″ ″ ″ ″
[3] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ المدثر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۳۲

Marfat.com

وثقه فی تهذیب التهذیب[1] وعمرو بن خالد شیخ روح وتلمیذ زهیر هو الحرانی الخزاعی ثقة من رجال البخاری فبموافقة الامام ومتابعة سلام زال ماکان یختشی من سماع زهیر عن ابن اسحٰق اخیرا و حدیث ابی حنیفة عن حماد عن ابراهیم ان عمر اُتی[2] باعرابی صحیح علی اصولنا فان الجمهور علی قبول المراسیل ولاسیما مراسیل ابراهیم فقد قال الامام احمد مرسلات سعید بن المسیب اصح المرسلات و مرسلات ابراهیم النخعی لا بأس بها ذکره فی التدریب[3] وقد اخرج ابن عدی عن یحیٰی بن معین قال مراسیل ابراهیم صحیحة الا حدیث تاجر البحرین وحدیث القهقهة[4] قال فی نصب الرایة اما حدیث القهقهة فقد عرف واما حدیث تاجر البحرین فرواه ابن ابی شیبة فی مصنفه ثنا وکیع ثنا الاعمش عن ابراهیم

ہیں تہذیب التہذیب میں ان کی توثیق کی گئی ہے۔ عمرو بن خالد روح کے شیخ اور زہیر کے شاگرد ہیں وہ حرانی خزاعی، ثقہ اور بخاری کے رجال میں سے ہیں لہذا امام کی موافقت اور سلام کی متابعت کے سبب سے اس خدشہ کا ازالہ ہوگیا جو ابواسحٰق سے زہیر کے سماع سے متعلق کیا جا رہا تھا الخ۔

حدیث ابوحنیفہ جو انھوں نے حماد سے اور حماد نے ابراہیم سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس ایک اعرابی کو لایا گیا ہمارے اصول کے مطابق صحیح ہے اس لئے کہ جمہور کا موقف یہ ہے کہ مراسیل خصوصاً ابراہیم کی مراسیل مقبول ہیں۔ امام احمد نے فرمایا سعید بن مسیب کی مراسیل صحیح ترین مراسیل ہیں اور ابراہیم نخعی کی مراسیل میں کوئی حرج نہیں۔ یہ تدریب میں مذکور ہے۔ ابن عدی نے یحیٰی بن معین سے تخریج کی کہ ابراہیم کی مراسیل صحیح ہیں سوائے تاجر البحرین اور قہقہہ کی حدیث کے۔ نصب الرایہ میں کہا حدیث قہقہہ تو معروف ہے۔ رہی حدیث تاجر البحرین تو اس کو ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں یوں روایت کیا ہے کہ ہمیں وکیع نے اور ان کو اعمش نے ابراہیم سے حدیث بیان کی۔

---

[1] تہذیب التہذیب ترجمہ روح بن الفرج ۵۵ھ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۲۹۶/۳

[2] جامع المسانید الباب الثلاثون فی الحدود المکتبۃ الاسلامیہ سمندری ۱۱۲/۲

[3] تدریب الراوی النوع التاسع المرسل وبیان اطلاقہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۶۸/۱

[4] نصب الرایہ کتاب الطہارات فصل فی نواقض الوضوء المکتبۃ الاسلامیہ ۵۲/۱

Marfat.com

قال جاء رجل فقال یا رسول اللہ انی رجل تاجر اختلف الی البحرین فامرہ ان یصلی رکعتین یعنی القصر[1] اھ وکذا حدیث کتاب عمر المروی فی المسند بالسند وحدیث الطحاوی حدثنا فھد ثنا عمر بن حفص ثنا ابی ثنا الاعمش ثنی ابراھیم عن ھمام بن الحارث عن عمر انہ کان فی سفر[2] الحدیث، عمر بن حفص ثقۃ من رجال الشیخین وابوہ حفص بن غیاث ثقۃ[3] من رجال الستۃ وابراھیم ھو النخعی وھمام النخعی ثقۃ من رجال الستۃ وحدیثہ حدثنا فھد ثنا عمر بن حفص ثنا ابی عن الاعمش ثنی حبیب بن ابی ثابت عن نافع عن ابن عمر قال امر بنبیذ لہ[4]، الحدیث، رجالہ کلھم ثقات

ابراہیم نے کہا کہ ایک شخص نے حاضر ہوکر عرض کی یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں ایک تاجر شخص ہوں بار بار بحرین جاتا رہتا ہوں، تو آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ دو رکعتیں یعنی نماز قصر پڑھا کرے اھ یونہی حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے خط والی حدیث جو کہ مسند میں سند کے ساتھ مروی ہے۔ اور امام طحاوی کی حدیث کہ ہمیں فہد نے، اس کو عمر بن حفص نے، اس کو اس کے باپ نے، اس کو اعمش نے، اس کو ابراہیم نے ہمام بن حارث سے حدیث بیان کی، ہمام نے حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ وہ سفر میں تھے (الحدیث)۔ عمر بن حفص ثقہ اور شیخین کے رجال میں سے ہیں اور ان کا باپ حفص بن غیاث ثقہ اور صحاح ستہ کے رجال میں سے ہے۔ ابراہیم وہ نخعی ہیں۔ ہمام نخعی ثقہ اور صحاح ستہ کے رجال میں سے ہیں۔ اور اسکی حدیث یہ ہے کہ ہمیں فہد نے اور ان کو عمر بن حفص نے، ان کو ان کے باپ نے اعمش سے حدیث بیان کی، کہا مجھے حبیب بن ابی ثابت نے نافع سے اور انھوں نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ آپ نے اپنے لئے نبیذ کا حکم دیا (الحدیث)۔ اس حدیث کے تمام رجال ثقہ ہیں۔

[1] نصب الرایۃ کتاب الطہارات فصل فی نواقض الوضوء المکتبۃ الاسلامیہ ۱/۵۲

[2] شرح معانی الآثار کتاب الاشربۃ باب مایحرم من النبیذ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۵۹

[3] تقریب التہذیب ترجمہ عمر بن حفص ۴۸۹۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۷۱۴

[4] شرح معانی الآثار کتاب الاشربۃ باب مایحرم من النبیذ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۵۹

Marfat.com

حبیب ثقة امام جلیل من رجال الستة وقد سمع ابن عمر و ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهم قاله البخاری[1] **قلت** وهو من اقران نافع لیس بین موتهما الا سنة او سنتان فلو دلس لامکنه ان یقول عن ابن عمر لکن اوضح و بین فرحمه الله تعالیٰ ، وحدیثه حدثنا ابن ابی داؤد ثنا ابو صالح ثنی اللیث ثنا عقیل عن ابن شهاب اخبرنی معاذ بن عبد الرحمٰن بن عثمٰن اللیثی[ع] ان اباه عبد الرحمٰن بن عثمٰن قال صحبت عمر[2] الحدیث - ابن ابی داؤد هو ابراهیم ثقة صحح له الطحاوی فی رفع الیدین ، و عبد الرحمٰن بن عثمان صحابی ، والبقیة کلهم ثقات ۔

حبیب ثقہ، امام جلیل اور صحاح ستہ کے رجال میں سے ہے۔ اس نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث سنی ہے یہ امام بخاری نے کہا ہے۔ **قلت** (میں کہتا ہوں) وہ نافع کا ہمعصر ہے ان دونوں کی موت کے درمیان ایک یا دو سال کا فرق ہے اگر وہ تدلیس کرتا تو اس کے لئے ممکن تھا کہ وہ یوں کہتا عن ابن عمر، لیکن اس نے تدلیس نہیں کی بلکہ وضاحت فرمائی، اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔ امام طحاوی کی حدیث ہے کہ ہمیں ابوداؤد نے، انھیں ابوصالح نے، اس کو لیث نے، اس کو عقیل نے ابن شہاب سے حدیث بیان کی ابن شہاب نے کہا کہ مجھے معاذ بن عبدالرحمٰن بن عثمان لیثی نے خبر دی کہ اس کے باپ عبدالرحمٰن بن عثمان نے کہا میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی صحبت پائی (الحدیث)۔ ابن ابی داؤد وہ ابراہیم ہے جو کہ ثقہ ہے۔ امام طحاوی نے رفع یدین کے بارے میں اس کی حدیث کو صحیح قرار دیا۔ عبدالرحمٰن بن عثمان صحابی ہیں۔ اور باقی تمام راوی ثقہ ہیں،

ع وقع فی نسخة طبع اللیثی وانما هو التیمی کما فی الاصابة والتقریب ۱۲ منه

ع مطبوعہ نسخہ میں اللیثی ہے جبکہ یہ تیمی ہے جیسا کہ اصابہ اور تقریب میں ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] میزان الاعتدال بحوالہ البخاری ترجمہ حبیب ابن ابی ثابت ۱۹۹۰ دار المعرفۃ بیروت ۱/۴۵۱

[2] شرح معانی الآثار کتاب الاشربۃ باب مایحرم من النبیذ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۵۹

Marfat.com

مشہورون من رجال البخاری فان
الصحیح انہ خرج فی الصحیح لعبد اللہ
بن صالح ابی صالح کاتب اللیث
قالہ المنذری فی الترغیب والذہبی
فی المیزان[1] ۔ وحدیث النسائی
اخبرنا زکریا بن یحییٰ ثنا
عبد الاعلیٰ ثنا سفیٰن عن یحییٰ
بن سعید سمع سعید بن المسیب
یقول تلقت ثقیف[2] الخ زکریا ثقۃ
حافظ والبقیۃ ثقات مشاہیر
من رجال الستۃ وحدیثہ
اخبرنا محمد بن عبد الاعلیٰ
ثنا المعتمر سمعت منصورا
عن ابراہیم عن نباتہ
عن سوید بن غفلۃ[3] الخ
محمد ثقۃ[4]، نباتۃ[5] مقبول
والبقیۃ کلہم ثقات مشہورون
من رجال الستۃ وبالطریق
رواہ عبد الرزاق عن

اور بخاری کے رجال میں سے مشہور ہیں کیونکہ صحیح
یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں عبد اللہ بن
ابو صالح کاتب اللیث کے لئے اس کی تخریج کی، یہ
بات منذری نے ترغیب میں اور ذہبی نے میزان
میں کہی۔ اور نسائی کی حدیث ہے کہ ہمیں زکریا
بن یحییٰ نے خبر دی اس نے کہا ہمیں عبد الاعلیٰ نے،
اس نے کہا ہمیں سفیان نے یحییٰ بن سعید سے
حدیث بیان کی اس نے سعید بن مسیب کو کہتے ہوئے
سنا کہ بنی ثقیف کے لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کو ایک شراب پیش کی الخ۔ زکریا ثقہ اور
حافظ ہے، اور باقی تمام راوی ثقہ ہیں اور صحاح
ستہ کے رجال میں سے مشہور ہیں۔ امام نسائی کی
حدیث ہے کہ ہمیں محمد بن عبد الاعلیٰ نے خبر دی اس
نے کہا ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی کہ میں نے منصور
کو ابراہیم سے روایت کرتے ہوئے سنا، اس
نے نباتہ سے اور اس نے سوید بن غفلہ سے الخ۔
محمد ثقہ ہے، نباتہ مقبول ہے اور باقی تمام
راوی ثقہ ہیں اور صحاح ستہ کے رجال سے
مشہور ہیں۔ اور اسی طریق سے اسکو عبد الرزاق

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ عبد اللہ بن صالح ۴۳۸۳ دار المعرفۃ بیروت ۲/۴۴۰
[2] سنن النسائی کتاب الاشربۃ ذکر الاخبار التی اعتل بہا الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۳۳۳
[3] " " " ذکر ما یجوز شربہ من الطلاء " " " ۲/۳۳۴
[4] تقریب التہذیب ترجمہ محمد بن عبد الاعلیٰ ۶۰۸۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۱۰۲
[5] " " " نباتہ کوفی ۷۱۱۶ " " " ۲/۲۴۰

Marfat.com

منصور و **حدیثہ** اخبرنا سوید
اخبرنا عبد اللہ عن ہشام عن ابن
سیرین ان عبد اللہ بن یزید
الخطمی قال[1] الخ ھم کما تری
کلھم ائمۃ اجلاء ثقات
اثبات مشھورون من رجال
الستۃ غیر سوید بن نصر فمن
رجال الترمذی و النسائی
ثقۃ معروف راوی الامام
الجلیل عبد اللہ بن مبارک وھو
المراد بعبد اللہ وھشام ھو
الدستوائی وعبد اللہ بن یزید صحابی
وقد مر ان الحافظ صححہ فی الفتح و
حدیثہ اخبرنا محمد بن المثنی ثنا
ابن ابی عدی عن داؤد سالت سعید[2] الخ
ابن ابی عدی محمد بن ابراھیم و
داؤد ھو ابن ابی ھند وسعید ھو
ابن المسیب والسند کلہ ثقات من
رجال الستۃ الا داؤد فمن عدا
البخاری فھذہ اکثر من
عشرۃ احادیث صحاح
عن امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے منصور سے روایت کیا۔ امام نسائی کی
حدیث ہے ہمیں سوید نے خبر دی اس نے کہا
ہمیں عبداللہ نے ہشام سے اور اس نے ابن سیرین
سے ہمیں خبر دی کہ عبداللہ بن یزید خطمی نے کہا الخ
وہ تمام راوی جیسا کہ تو دیکھتا ہے جلیل القدر ائمہ،
ثقہ، ثبت اور صحاح ستہ کے رجال میں سے مشہور
ہیں سوائے سوید بن نصر کے وہ ترمذی اور نسائی کے
رجال میں سے ہے ثقہ ہے معروف ہے۔
راوی امام جلیل عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ تعالےٰ
علیہ ہیں اور عبداللہ سے وہی مراد ہے۔ ہشام
وہ دستوائی ہے۔ عبداللہ ابن یزید صحابی ہیں۔
ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ حافظ نے فتح میں اس کی
تصحیح کی۔ امام نسائی کی حدیث ہے کہ ہمیں محمد
بن مثنی اس نے کہا کہ ہمیں ابن ابی عدی نے حدیث
بیان کی داؤد سے اس نے کہا میں نے سعید
سے پوچھا الخ۔ ابن ابی عدی محمد بن ابراہیم ہے۔
داؤد وہ ابن ابی ہند ہیں۔ سعید وہ ابن مسیب
ہیں۔ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں اور صحاح ستہ
کے رجال میں سے ہیں سوائے داؤد کے کہ وہ
بخاری کے علاوہ باقیوں کے رجال میں سے ہیں۔
یہ دس سے زائد صحیح حدیثیں ہیں جو امیر المومنین
حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہیں۔

---

[1] سنن النسائی کتاب الاشربۃ ذکر ما یجوز شربہ من الطلاء نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۳۳۲

[2] "

Marfat.com

وكذا اصح عن ابن مسعود وعن ابنه عامر ابي عبيدة وعن علقمة وعن حماد فان ابي حنيفة عن حماد عن ابراهيم عن علقمة عن عبد الله ان لم يفق مالكا عن نافع عن ابن عمر فلا ينزل عنه ولا عن شئ مما قيل اصح الاسانيد عندنا و عند كل من نور الله بصيرته بنور الانصاف، وعن ابن عباس كما علمت مر تصحيحه عن ابن حزم وكذا عن عتبة بن فرقد السلمی وكذالك صحت الاثار وحسنت في الطلاء مثلثا او منصفا وغيره عن انس بن مالك حديثه الاول عن الوليد بن سريع الكوفي صدوق[1] والثاني عند النسائي قال اخبرنا اسحق بن ابراهيم ثنا وكيع ثنا سعد بن اوس عن انس بن سيرين[2] رجاله كلهم ثقات

اور اسی طرح ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان کے بیٹے عامر ابو عبیدہ، علقمہ اور حماد سے صحیح حدیث منقول ہے۔ بیشک یہ سند ابو حنیفہ نے حماد سے، اس نے ابراہیم سے، اس نے علقمہ سے اور اس نے عبد اللہ سے روایت کی اگر نہیں فوقیت رکھتی اس سند پر جو مالک نے نافع سے اور اس نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی تو اس سے کمتر بھی نہیں ہے، اور نہ اس شئ سے جس کے بارے میں کہا گیا کہ یہ تمام سندوں سے صحیح ترین ہے ہمارے نزدیک اور ہر شخص کے نزدیک جسے اللہ تعالیٰ نے نور انصاف کے ساتھ نورانی بصیرت عطا فرمائی، اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے جیساکہ تو جان چکا ابن حزم سے اس کی یہ تصحیح گزر چکی ہے۔ اور یونہی عتبہ بن فرقد سلمی سے، اسی طرح صحیح اور حسن آثار اس طلاء کے بارے میں وارد ہیں جو مثلث ہو (یعنی جس کا دو ثلث خشک ہوگیا) یا منصف ہو (جس کا نصف خشک ہوگیا) یا اس کے علاوہ۔ حضرت انس بن مالک سے ان کی پہلی حدیث ولید بن سریع کوفی سے مروی ہے جو صدوق ہے۔ اور دوسری نسائی سے، انھوں نے کہا کہ ہمیں اسحٰق بن ابراہیم نے خبر دی اس نے کہا ہمیں وکیع نے اس نے کہا ہمیں سعد بن اوس نے انس بن سیرین سے

---

[1] تقریب التہذیب ترجمہ الولید بن سریع ۷۴۵۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۸۵

[2] سنن النسائی کتاب الاشربۃ ذکر ما یجوز شربہ من الطلاء نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۳۳۴

Marfat.com

مشهورون من رجال الستة الاسعدا وسعد ان كان هو العبسى الكوفى كما يظن من رواية وكيع فثقة وثقه العجلى و يحيٰى و ابوحاتم و ذكره ابنا حبان و شاهين فى الثقات قال الحافظ لم يصب الأزدى فى تصعيفه[1] وان كان هو العدوى البصرى كما يفهم من تهذيب التهذيب[2] فصدوق لاينزل حديثه عن درجة الحسن وثقة ابن حبان وغيره والثالث عند ابن ابى شيبة عن وكيع بعين هذاالسند و عن ابن سيرين عند النسائى اخبرنا سويد اخبرنا عبدالله عن هارون بن ابراهيم عن ابن سيرين قال بعه[3] الخ هذا كما ترى سند صحيح هارون ثقة[4] و عن على امیرالمؤمنین کرم الله تعالى وجهه حديثه عند النسائى

حدیث بیان کی، اس کے تمام رجال ثقہ اور صحاح ستہ کے رجال میں سے مشہور ہیں سوائے سعد کے اور سعد اگر عبسی کوفی ہے جیسا کہ وکیع کی روایت سے گمان کیا جاتا ہے تو وہ ثقہ ہے۔ اس کو عجلی، یحیٰی اور ابوحاتم نے ثقہ قرار دیا ہے، اس کو ابن حبان اور شاہین نے ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے۔ حافظ نے کہا کہ اس کو ضعیف قرار دینے میں ازدی نے درست نہیں کیا، اور اگر وہ عدوی بصری ہے جیسا کہ تہذیب التہذیب میں سمجھا جاتا ہے تو وہ صدوق ہے اس کی حدیث درجۂ حسن سے ساقط نہیں ہوتی۔ ابن حبان وغیرہ نے اس کو ثقہ قرار دیا۔ اور تیسری حدیث ابن ابی شیبہ کے نزدیک وکیع سے بعینہٖ اسی سند کے ساتھ ہے اور ابن سیرین سے امام نسائی کے نزدیک یوں ہے کہ ہمیں خبر دی سُوَید نے اس نے کہا ہمیں خبر دی عبداللہ نے ہارون بن ابراہیم سے اور اس نے ابن سیرین سے انھوں نے کہا اس کو بیچ دو الخ یہ جیسا کہ تو دیکھتا ہے صحیح سند ہے، ہارون ثقہ ہے۔ اور امیرالمؤمنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ان کی حدیث امام نسائی کے نزدیک یوں ہے کہ ہمیں

---

[1] تقریب التہذیب ترجمہ سعد بن اوس ۲۲۳۹ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۳۴۳

[2] تہذیب التہذیب " " ۸۷۱ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۳/۴۶۶

[3] سنن النسائی کتاب الاشربۃ الکراہیۃ فی بیع العصیر نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۳۳۴

[4] تقریب التہذیب ترجمہ ہارون بن ابراہیم ۷۲۴۶ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/۲۵۷

Marfat.com

اخبرنا سوید اخبرنا عبد اللّٰہ عن جریر عن مغیرۃ عن الشعبی قال کان علی یرزق[1] الخ رجالہ کلھم ثقات وکلھم ما خلا سویدا من رجال الستۃ جریر ھو ابن عبد الحمید صاحب منصور و مغیرۃ ھو ابن مقسم کوفیان بنیان وشاھدہ ابن ابی شیبۃ بسند جید اما حدیث ضربہ الحد من سکر من اداوتہ فطریق الدارقطنی فیہ حسن، شریک من قد علمت وفراس من رجال الستۃ وثقہ احمد و یحیٰی والنسائی قال القطان ماانکرت من حدیثہ الاحدیث الاستبراء[2] و بہ یعتضد طریق ابی بکر فیہ مجالد تکلم فیہ الناس وقال الحافظ لیس بالقوی وقد خرج لہ مسلم والاربعۃ وعن ابی الدرداء وعن امہ حدیثہ عند النسائی **اخبرنا** زکریا بن یحیٰی

خبر دی سوید نے اس نے کہا ہمیں خبر دی عبد اللہ نے جلیل سے اس نے مغیرہ سے اس نے شعبی سے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ لوگوں کو شراب دیتے تھے الخ۔ اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔ سوید کے سوا تمام صحاح ستہ کے رجال میں سے ہیں۔ جریر وہ ابن عبد الحمید ہے جو کہ منصور کا صاحب ہے۔ مغیرہ وہ ابن مقسم ہیں، جریر و مغیرہ دونوں کوفی ہیں، اور اس حدیث کے شاہد ابن ابی شیبہ نے جید سند کے ساتھ ذکر کیا، لیکن وہ حدیث کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس شخص کو حد لگائی جس نے آپ کے مشکیزے سے نبیذ پی اور اس کو نشہ ہو گیا، وہ بطریق دارقطنی حسن ہے، شریک جس کے بارے میں تو جان چکا ہے۔ اور فراس صحاح ستہ کے رجال میں سے ہے اس کو امام احمد، یحیٰی اور نسائی نے ثقہ قرار دیا۔ قطان نے کہا میں نے اس کی حدیث کا انکار نہیں کیا سوائے حدیث استبراء کے۔ اور طریق ابوبکر کو اسی سے قوت ملی۔ اس میں مجالد ہے جس میں لوگوں نے کلام کیا۔ حافظ نے کہا وہ قوی نہیں ہے اس کے لئے امام مسلم نے اور اصحاب سنن اربعہ نے تخریج کی۔ ابو الدرداء اور ام درداء سے اس کی حدیث مروی ہے امام نسائی کے نزدیک حدیث اس طرح ہے کہ ہمیں زکریا بن یحیٰی نے خبر دی

---

[1] سنن النسائی کتاب الاشربۃ ذکر ما یجوز شربہ من الطلاء نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۳۲۴

[2] میزان الاعتدال ترجمہ فراس بن یحیٰی ۶۶۹۵ دار المعرفۃ بیروت ۳/۳۴۳

Marfat.com

ثنا عبد الاعلیٰ ثنا حماد بن سلمۃ عن داؤد عن سعید بن المسیب[1] ھذا اسناد صحیح نظیف[2] زکریا ھو خیاط السنۃ سکن دمشق[2]، و عبد الاعلیٰ ھو ابن مسھر ابومسھر الدمشقی، وحماد من لا یجھل، وداؤد ھو ابن ابی ھند کلھم ثقات جلۃ مشاھیر وحدیثھما عند ابی بکر والسند کما رأیت من اجل الاسانید میمون بن مھران ثقۃ فقیہ[3] وعن ابی موسی الاشعری رواہ النسائی بطریق سوید عن عبد اللہ عن ھُشَیم اخبرنا اسمٰعیل بن ابی خالد عن قیس بن ابی حازم عن ابی موسی[4] ھؤلاء کلھم من اکابر الائمۃ الثقات الاثبات کما لایخفی وعن سعید بن المسیب بالطریق[ع] عن سفین عن یعلی بن عطاء یعلی ثقۃ[5] من رجال مسلم و

اس نے کہا ہمیں عبد الاعلیٰ نے اس کو حماد بن سلمہ نے داؤد سے حدیث بیان کی اور اس نے سعید بن مسیب سے روایت کی۔ یہ سند صحیح اور ستھری ہے زکریا وہ خیاط السنۃ ہے جو دمشق میں سکونت پذیر ہوا۔ عبد الاعلیٰ وہ ابن مسہر ابومسہر دمشقی ہے۔ حماد یہ مجہول نہیں ہے۔ داؤد وہ ابن ابی ہند ہے۔ وہ تمام ثقہ، برگزیدہ اور مشہور ہیں۔ ابوبکر کے نزدیک ان کی حدیث اور سند جیسا کہ تُو نے دیکھا مضبوط ترین سند ہے۔ میمون بن مہران ثقہ اور فقیہ ہے۔ اور ابوموسیٰ اشعری سے مروی ہے اس کو نسائی نے بطریق سوید عبد اللہ سے اور اس نے ہُشیم سے روایت کیا۔ ہشیم نے کہا ہمیں اسمٰعیل بن ابی خالد نے قیس بن ابی حازم سے اور اس نے ابوموسیٰ اشعری سے خبر دی۔ یہ تمام اکابر ائمہ میں سے ہیں ثقہ اور ثبت ہیں جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ سعید بن مسیب سے اسی طریق سے سفیان سے مروی ہے سفیان نے یعلیٰ بن عطاء سے روایت کی۔ یعلیٰ ثقہ اور مسلم کے رجال میں سے ہے اس نے

ع: ای طریق سوید بن عبد اللہ ۱۲ منہ

---

[1] سنن النسائی کتاب الاشربۃ ذکر ما یجوز شربہ من الطلاء نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۳۳۴

[2] تقریب التہذیب ترجمہ زکریا بن یحیٰی ۲۰۳۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۳۱۴

[3] " " " میمون بن مہران ۷۰۷۵ " " " ۲/ ۲۳۴

[4] سنن النسائی کتاب الاشربۃ ذکر ما یجوز شربہ من الطلاء نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۳۳۴

[5] تقریب التہذیب ترجمہ یعلیٰ بن عطاء ۷۸۴۳ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۳۴۱

Marfat.com

قال اخبرنا احمد بن خالد عن معن ثنا معوية بن صالح عن يحيٰى بن سعيد[1]، احمد بغدادي ثقة معن القزاز ويحيى المدني كلاهما ثقة ثبت من رجال الستة، ومعوية صدوق من رجال الخمسة، وعن الحسن البصري بالطريق عن بشير بن المهاجر مختلف فيه وثقه ابن معين وغيره وقال النسائي ليس به بأس واخرج له مسلم والاربعة، وقال ابوحاتم لا يحتج به[2] **قلت** وقول احمد منكر الحديث ربما لا يكون للجرح كما بيناه في غير هٰذا الكتاب فاذن حديثه في عداد الحسن، وعن عمر بن عبد العزيز بالطريق عن عبد الملك بن طفيل الجزري مقبول[3]، وعن ابي عبيدة
۱ وعن معاذ بن جبل وقد علق عنهما البخاري جازما وعن ابي طلحة اسند عن ثلثتهم رضي الله تعالٰى عنهم ابوبكر وغيره والسند كله من جلة ثقات رجال الستة عن خالد بن الوليد۔

کہا ہمیں احمد بن خالد نے معن سے خبر دی اس نے کہا ہمیں معاویہ بن صالح نے یحیٰی بن سعید سے حدیث بیان کی، احمد بغدادی ثقہ ہے۔ معن القزاز اور یحیٰی مدنی دونوں ثقہ، ثبت اور صحاح ستہ کے رجال میں سے ہیں۔ معاویہ صدوق اور اصحاب خمسہ کے رجال میں سے ہے۔ حسن بصری سے اسی طرق کے ساتھ بشیر بن مہاجر سے مروی ہے جس میں اختلاف کیا گیا۔ ابن معین وغیرہ نے اسے ثقہ قرار دیا۔ نسائی نے کہا اس میں کوئی خرابی نہیں۔ مسلم اور اصحاب سنن اربعہ نے اس کے لئے تخریج کی۔ اور ابوحاتم نے کہا کہ وہ قابلِ استدلال نہیں۔ **قلت** (میں کہتا ہوں) امام احمد کا قول "منکر الحدیث" بسا اوقات جرح کے لئے نہیں ہوتا جیسا کہ ہم نے اس کتاب کے غیر میں بیان کیا ہے، چنانچہ اس کی حدیث کا شمار حسن میں ہوگا۔ اور عمر بن عبدالعزیز سے اسی طرق کے ساتھ عبدالملک بن طفیل جزری سے روایت ہے جو کہ مقبول ہے۔ ابوعبیدہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے امام بخاری نے بطورِ جزم تعلیق بیان کی اور ابوطلحہ سے۔ ابوبکر وغیرہ نے ان تینوں سے مسنداً حدیث بیان کی۔ تمام سند کے راوی برگزیدہ، ثقہ اور صحاح ستّہ کے رجال میں سے ہیں، اور خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ (ت)

(رسالہ الفقہ التسجیلی ختم ہوا)

---

[1] سنن النسائی کتاب الاشربۃ ذکر ما یجوز شربہ من الطلاء نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۳۲۴

[2] میزان الاعتدال ترجمہ بشیر بن المہاجر ۱۲۴۳ دار المعرفۃ بیروت ۱/۳۲۹-۳۰

[3] تقریب التہذیب ترجمہ عبدالملک بن الطفیل ۴۲۰۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۶۱۶

Marfat.com

مسئلہ ۲۶ تا ۲۸ از مسجد جامع مسئولہ حامد حسین خاں بن الطاف علی ۶ جمادی الآخرہ ۲۹ھ

جناب مولوی صاحب معظم و مکرم دام ظلکم! یہ چند امور حضور سے دریافت کئے جاتے ہیں:

(۱) اول یہ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پیشتر اور جو نبی گزرے ہیں اُن کے وقت میں شراب حلال تھی یا حرام؟

(۲) دوسرے یہ کہ ایک شخص نے بیان کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں شراب پی اور حالتِ نشہ میں نماز میں سورہ غلط پڑھی؟

(۳) اور تیسرے یہ بیان کیا کہ حضرت امیر حمزہ صاحب نے حالتِ نشہ میں ایک اونٹنی بلا ذبیحہ کا دل اور جگر کھایا۔

الجواب

(۱) اگلی شریعتوں میں بلکہ خود شریعتِ اسلام کی ابتداء میں شراب کی تحریم نہ تھی ہاں نشہ ہمیشہ ہر شریعت میں حرام رہا ہے۔

(۲ و ۳) امیر المومنین سیدنا مولانا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی نسبت امرِ مذکور کا بیان کرنے والا اگر اُس شانِ اقدس مرتضوی پر طعن چاہتا ہے تو خارجی ناصبی مردود جہنمی ہے ورنہ بلا ضرورتِ شرعیہ عوام کو پریشان کرنے والا سفیہ، احمق، بدعقل، بے ادب ہے۔ یہی حال سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی روایت کا ہے بلکہ اس میں قائل نے جھوٹ ملایا ہے اسے توبہ لازم ہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اطاعتِ والدین و برادران واجب ہے یا فرض؟ اور درصورتِ ارتکاب ان کے یہ گناہِ کبیرہ مثلاً زنا کرنا، چوری کرنا، داڑھی منڈانا یا کتروانا ترکِ اطاعت واجب ہے یا اب بھی اطاعت کرنا چاہئے؟ اور اگر بعد ارتکاب کے لڑکا اپنے باپ سے یا چھوٹا بھائی بڑے بھائی سے کہے کہ داڑھی منڈانا یا زنا کرنا یا چوری کرنا چھوڑ دو، اور اس کے جواب میں وہ کہے کہ یہ ضرور کروں گا۔ اس حالت میں اطاعت کرے یا نہیں؟ اور اگر وہ شخص توبہ سے انکار کرے تو کافر ہوا یا نہیں؟

الجواب

اطاعتِ والدین جائز باتوں میں فرض ہے اگرچہ وہ خود مرتکبِ کبیرہ ہوں اُن کے کبیرہ کا وبال ان پر ہے مگر اُس کے سبب یہ امورِ جائزہ میں اُن کی اطاعت سے باہر نہیں ہوسکتا، ہاں اگر وہ کسی ناجائز بات

Marfat.com

کا حکم کریں تو اس میں ان کی اطاعت جائز نہیں، لا طاعة لاحد فی معصیة اللہ تعالٰی[1] (اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں کسی بھی شخص کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔ ت)، ماں باپ اگر گناہ کرتے ہوں اُن سے بہ نرمی و ادب گزارش کرے اگر مان لیں بہتر ورنہ سختی نہیں کرسکتا بلکہ اُن کے لئے دُعا کرے، اور ان کا یہ جاہلانہ جواب دینا کہ یہ تو ضرور کروں گا یا توبہ سے انکار کرنا دوسرا سخت کبیرہ ہے مگر مطلقاً کُفر نہیں جب تک کہ حرام قطعی کو حلال جاننا یا حکم شرع کی توہین کے طور پر نہ ہو اس سے بھی جائز باتوں میں ان کی اطاعت کی جائے گی ہاں اگر معاذ اللہ یہ انکار بروجہ کفر ہو تو وہ مُرتد ہوجائیں گے، اور مُرتد کے لئے مسلمان پر کوئی حق نہیں۔ رہا بڑا بھائی وہ ان احکام میں ماں باپ کا ہمسر نہیں، ہاں اسے بھی حق تعظیم حاصل ہے اور بلا وجہ شرعی ایذا رسانی تو کسی مسلمان کی حلال نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳ بیجا پور گجرات ضلع بڑودہ شمالی کڑی پرانت مرسلہ حافظ فقیر محمد بن حافظ سلیمان میاں محلہ بھوڑواڑہ ۱۵ شعبان ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس زمانے میں جو شراب مہوہ سے بناتے ہیں اور عرق کی طرح کھینچتے جاتے ہیں اور اس کا نام شراب ہے اور تمام ملک میں مستعمل ہے پس ایک حکیم صاحب فقہ اور اہلِ علم ہے ان کی رائے ہے کہ تیزاب کی طرح نکالا جاتا ہے اگرچہ بسبب مُسکر کے حرام تو ہے لیکن دوا میں استعمال کرنا یا دوا کے واسطے پینا جائز ہے اور آٹھ قسم فقہ میں جو ہے اُس میں سے کسی قسم میں یہ شراب نہیں ہاں سُکر کرے جب حرام ہے دوا میں پینا تھوڑا پینا کسی بیماری میں حرام نہیں اور حد اس پر نہیں۔ یہ کہنا حکیم صاحب کا صحیح ہے یا غلط؟ اور اس پر ایک درمختار کا مسئلہ افیون بھی پیش کرتے ہیں:

الافیون حرام الا لصاحب التداوی وغیرہ۔ افیون (افیم) حرام ہے سوائے اس شخص کے جو بطورِ علاج استعمال کرے۔ (ت)

کی طرح اس کو بھی سمجھنا یا خمر کے موافق یہ شراب کیسے ہے اور حکم اس کا کیا ہے؟ بیّنوا توجروا اجرکم اللہ اجرًا وافیا۔

الجواب

صحیح یہ ہے کہ مائعاتِ مسکرہ یعنی جتنی چیزیں رقیق و سیال ہوکر نشہ لاتی ہیں خواہ وہ مہوہ سے بنائی جائیں یا گُڑ یا ناج یا لکڑی یا کسی بلا سے وہ سب شراب ہیں اُن کا ہر قطرہ حرام بھی اور پیشاب کی طرح نجس و ناپاک بھی اور اُن سے نشے میں شراب کی طرح حد بھی ہے اور صحیح یہ ہے کہ دوا میں بھی اُن کا استعمال حرام ہی ہے بخلاف ان چیزوں کے جو بغیر سیال ہونے کے نشہ رکھتی ہیں جیسے افیون، مُشک و زعفران وغیرہ

---

[1] مسند احمد بن حنبل، بقیہ ... [illegible]

Marfat.com

کہ یہ ناپاک نہیں اور بقدرِ سکر مطلقاً حرام ہیں یونہی بقصد لہو و فساد بھی مطلقاً حرام اگرچہ بقدرِ سکر نہ ہو، ورنہ مقدارِ قلیل لغرضِ صحیح مثلِ دوا وغیرہ بے تشبّہ فاسقین حلال ہے، تو درمختار کی اس عبارت کو مہوے کی شراب سے کوئی تعلق نہیں، درمختار میں ہے:

حرمہا محمد مطلقا قلیلہا وکثیرھا و بہ یفتی وھو نجس ایضا ولوسکر منہا المختار فی زماننا انہ یحد وبہ یفتی اما عند قصد التلھی فحرام اجماعا[1] اھ ملتقطا۔

امام محمد نے اس کو مطلقاً حرام قرار دیا ہے چاہے قلیل ہو یا کثیر، اور اسی پر فتویٰ ہے، اور وہ نجس بھی ہے، اگر اس سے نشہ آئے تو ہمارے زمانے میں مختار یہ ہے کہ اس پر حد جاری کی جائیگی اور اسی پر فتویٰ ہے، اور لہو و لعب کے ارادے سے پینا بالاجماع حرام ہے اھ ملتقطا (ت)

ردالمحتار میں ہے:

والحاصل انہ لایلزم من حرمۃ الکثیر المسکر حرمۃ قلیلہ ولا نجاستہ مطلقا الا فی المائعات لمعنی خاص بہا واما الجامدات فلایحرم منہا الا الکثیر المسکر ولا یلزم من حرمتہ نجاستہ[2] الخ۔

خلاصہ یہ ہے کہ کثیر نشہ آور کی حرمت سے اُس کے قلیل کی حرمت و نجاست لازم نہیں آتی سوائے مائعات کے اس معنیٰ کی وجہ سے جو ان کے ساتھ خاص ہے۔ لیکن جامد اشیاء میں سے صرف زیادہ مقدار جو کہ نشہ آور ہے وہی حرام ہے۔ اور اسکے حرام ہونے سے اسکا نجس ہونا لازم نہیں آتا الخ (ت)

درمختار میں ہے:

المحرم شرعا لایجوز الانتفاع بہ للتداوی[3]۔
واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

جو چیز شرعاً حرام ہے اس سے علاج معالجہ کیلئے نفع حاصل کرنا جائز نہیں۔ (ت)
واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۱

۴ صفر مظفر ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں، حُرمتِ بنگ مثلِ حرمتِ شراب کے ہے

---

[1] درمختار کتاب الاشربۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۶۰
[2] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۹۳
[3] درمختار کتاب البیوع باب المتفرقات مطبع مجتبائی دہلی ۲/۵۰

Marfat.com

یا اس سے کم ہے؛ اور پینے والا بنگ کا مرتکب کبیرہ ہے یا صغیرہ؛ اور مستحل اس کا کافر ہے یا مبتدع یا زندیق؛ اگر کوئی طبیب کسی شاربِ خمر کو بجائے شراب کے استعمالِ بنگ تجویز کرے اور اس طبیب کا منشا یہ ہو کہ استعمالِ بنگ سے پینا شراب کا چھوٹ جائے گا تو یہ حلال ہوگا یا حرام اور اس کا مجوز گنہگار ہوگا یا نہیں؛ اور نشہ بنگ کا اس مضمون حدیث میں کہ کل مسکر حرام[1] (ہر نشہ آور حرام ہے۔ت) و ایضاً ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام[2] (جس کا کثیر نشہ آور ہو اس کا قلیل بھی حرام ہے۔ت) داخل ہے یا نہیں؛ اگر کوئی شخص اس کے رنگ سے کپڑا رنگے اور اس کپڑے سے نماز پڑھے تو جائز ہوگا یا ناجائز؛ عبارتِ فتاوٰی بزازیہ سے تو ظاہراً اس کی نجاست معلوم ہوتی ہے جیسا کہ منقول ہے؛

قال محمد رحمۃ اللہ علیہ ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام وھو نجس ایضا قالوا وبقول محمد ناخذ[3] انتہی۔

امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا جس کا کثیر نشہ دے اس کا قلیل بھی حرام ہے اور وہ نجس بھی ہے۔ علماء نے کہا کہ ہم امام محمد کے قول سے اخذ کرتے ہیں انتہی (ت)

الجواب

خمر کی حرمت قطعیہ بلکہ ضروریاتِ دین سے ہے اس کے ایک قطرہ کی حرمت کا منکر قطعاً کافر ہے باقی مسکرات میں یہ حکم نہیں۔ ہاں بنگ وغیرہ کسی چیز سے نشہ کی حرمت کا منکر گمراہ و مخالفِ اجماع ہے شراب کی حرمت بعینہا ہے اور بنگ کی حرمت بعلتِ اسکار ہے نشہ بازی بنگ یا افیون کسی بلا سے ہو مطلقاً کبیرہ ہے، شراب کسی طرح کی ہو صرف حرام ہی نہیں بلکہ اس کی ایک ایک بوند نجس ناپاک ہے ھو الصحیح وعلیہ الفتوی (وہی صحیح ہے اور اسی پر فتوٰی ہے۔ت) اور بنگ و افیون وغیرہما اشیاء جن کی خشکی میں بھی نشہ ہے ان کا مسکر ہونا ان کے مائع و سیّال پانی کی مثل بہنے والی ہونے پر موقوف نہیں وہ نجس نہیں ان کا نشہ حرام ہے یہیں سے ظاہر ہوا کہ بنگ کے رنگ سے یا بنگ کپڑے میں

۱؎ صحیح البخاری کتاب الاحکام باب امر الوالی اذا وجہ امیرین الی موضع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۰۶۳
صحیح مسلم کتاب الاشربۃ باب النہی عن الانتباذ فی المزفت الخ " " ۲/۱۶۷
جامع الترمذی ابواب الاشربۃ باب ما جاء فی شارب الخمر امین کمپنی دہلی ۲/۸
۲؎ جامع الترمذی " " باب ما جاء ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام " " ۲/۹
۳؎ فتاوٰی بزازیۃ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الاشربۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۱۲۷

Marfat.com

بندھی ہو تو نماز جائز ہے وہ کل مسکر حرام میں داخل ہے فانھا عرفیۃ عامۃ ای مادام مسکرا (اس لئے کہ یہ عرفیہ عامہ ہے یعنی جب تک وہ نشہ آور ہے۔ ت) مگر ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام میں صرف مسکرات مائعہ مراد ہیں جن کا نشہ لانا اُن کے سیّال کرنے سے ہوتا ہے ورنہ مشک وعنبر وزعفران بھی مطلقاً حرام ونجس ہو جائیں کہ حد سے زیادہ ان کا کھانا بھی نشہ لاتا ہے یقیناً نشہ جبکہ مطلقاً اجماعاً حرام قطعی ہے شراب سے ہو خواہ بنگ وغیرہا کسی شئ خراب سے، تو شرابی کو بجائے شراب بنگ سے کی تجویز محض جہالت ہے اور ضرور معصیت ہے، حرام کا کرنا اور رائے دینا دونوں حرام ہیں، دوسرے کو ایک حرام سے بچانے کے لئے خود بھی حرام کا ارتکاب اور اُسے بھی دوسرے حرام میں ڈالنا کیا مقتضائے عقل و دیانت ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

یاایھا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لایضرکم من ضل اذا اھتدیتم[1]

اے ایمان والو! تم اپنی جانوں کی فکر کرو، جب تم ہدایت پر ہو تو کوئی گمراہ تمھیں نقصان نہ پہنچا سکے گا (ت)

ردالمحتار میں ہے:

والحاصل انہ لایلزم من حرمۃ الکثیر المسکر حرمۃ قلیلہ ولا نجاستہ مطلقاً الّا فی المائعات لمعنی خاص بھا اما الجامدات فلا یحرم منھا الا الکثیر المسکر ولا یلزم من حرمتہ نجاستہ[2] واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم۔

خلاصہ یہ ہے کہ کثیر نشہ آور کی حرمت سے اس کے قلیل کی حرمت ونجاست مطلقاً لازم نہیں آتی سوائے مائعات یعنی بہنے والی اشیاء کے، اس معنٰی کی وجہ سے جو ان کے ساتھ خاص ہے، رہیں جامدات یعنی ٹھوس اشیاء تو ان میں سے صرف کثیر نشہ آور مقدار ہی حرام ہے اور اس کی حرمت سے اسکی نجاست لازم نہیں آتی۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۲ المرسل عبدالحکیم از ملک بنگلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس بارہ میں کہ بعض جاہل بلکہ عالم یہ کہتے ہیں کہ

---

[1] القرآن الکریم ۵/۱۰۵

[2] ردالمحتار کتاب الاشربۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۹۳

Marfat.com

حقہ پینا مکروہ ہے اور اس کا پانی اگر کپڑے پر گر جائے تو کپڑا ناپاک ہو جائے گا۔

الجواب

حُقّے کے پانی کو ناپاک بتانا محض جہالت اور شریعتِ مطہرہ پر افترا ہے، اور حقہ جس طرح بعض جاہل افطارِ رمضان کے وقت پیتے ہیں جس سے کہ حواس میں خلل آتا ہے ضرور ناجائز اور گناہ ہے، اور تکیے وغیرہ کا حقہ جو مدتوں تازہ نہ ہوتا ہو اور کریہہ بدبو دے مکروہ ہے، اور عام حقہ جیسا کہ اہلِ تہذیب پیتے ہیں جس میں بدبو نہیں ہوتی وہ محض مباح ہے، وقد فصّلناہ فی فتاوانا (اس کی تفصیل ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کر دی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۳ از مارہرہ بنام شیخ امیر احمد ۱۲ جمادی الاولی ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ادویہ انگریزی استعمال ہوں یا نہ ہوں اور اگر ہوں تو وہ کون سی ہے جس کو بلا تکلف استعمال کر لیں، اور عام فتوٰی ان کا مطلوب ہے کُل ادویات کی نسبت قابلِ استعمال اور ناقابلِ استعمال، آیا کُل ادویہ ممنوع ہیں یا وہ صرف جن میں اثرِ شراب ہے خواہ پینے کی ہو خواہ مالش کی ہو، جواب جلد آئے تاکہ استعمال اور عطریات کا بھی معلوم ہو جائے کہ کُل عطر منع ہیں یا جس میں آمیزش شراب کی ہو بظاہر آمیزش شراب معلوم ہوتی ہو مگر اس میں خلط ہو اور ایسے عطریات کی مالش کئے جائیں یا سُونگھے جائیں؟ اس کی تفصیل بھی ہو جائے۔

الجواب

انگریزی رقیق دوائیں جو ٹنچر کہلاتی ہیں ان میں عموماً اسپرٹ پڑتی ہے اور اسپرٹ یقیناً شراب بلکہ شراب کی نہایت بدتر قسموں سے ہے وہ نجس ہے ان کا کھانا حرام، لگانا حرام، بدن یا کپڑے یا دونوں کی مجموع پر ملا کر اگر روپیہ بھر جگہ سے زیادہ میں ایسی شئی لگی ہوئی نماز نہ ہوگی ہاں خشک دوا جس میں کسی نجاست کی خلط کا حال معلوم نہ ہو لگانا جائز ہے اور اگر کسی حرام شئی کا اختلاط معلوم نہ ہو تو کھانے کی بھی اجازت ہے، اور افضل احتیاط ہے۔ انگریزی عطروں کا حال فقیر کو معلوم نہیں سوا اس کے کہ بہت بدبُو کریہہ الرائحہ ہوتی ہیں رقیق اشیاء میں ان کی قوت رکھنے کے لئے ڈاکٹری نسخوں میں اسپرٹ ہی کا مطلقاً استعمال ہے لہٰذا ان سے احتراز ہی چاہئے، اور اگر ثابت ہو جائے کہ ان میں اسپرٹ ہے تو ان کا نہ صرف لگانا بلکہ سُونگھنا بھی ناجائز ہے کہ شراب کے مول لینے والے اٹھانے والے پر بھی لعنت فرماتے ہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

Marfat.com

مسئلہ ۳۴ بتاریخ ۲۸ جمادی الاول ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں بروزِ قیامت حقہ پینے والے سے حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام رُوئے مبارک پھیر لیں گے اور درود شریف اس کا پڑھنا قبول نہ ہوگا' یہ بیان غلط ہے یا صحیح ؛ بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہ سب دروغ کاذب ہے اور شریعت مطہرہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر افترار، حقہ تو مباح ہے، اگر بفرضِ غلط حرام بھی ہوتا تو اتنا گناہ نہ ہوتا جس قدر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر افترار کرنا کبیرہ شدیدہ ہے جس کے بعد بس کفر ہی کا درجہ ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، واللہ تعالٰے اعلم۔

مسئلہ ۳۵ مسئولہ عبدالرحیم خاں صاحب از بہرام پور ضلع مرشد آباد بنگال ۲۱ صفر ۱۳۳۲ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سُنتے ہیں کہ تاڑی کے خمیر سے ڈبل روٹی پکائی جاتی ہے مسلمانوں کے لئے کھانا کیسا ہے ؟

(۲) اس ملک میں اکثر کھجوروں کا رس نکالتے ہیں اس رس کا گڑ بناتے ہیں اکثر کھیر بھی پکاتے ہیں اگر تازہ رس جو کہ شیریں ہوتا ہے اور لوگ پیتے بھی ہیں دُودھ یا کہ خمیر ملا کر تاڑی بناتے ہیں تاڑی کے پینے سے نشہ ہوتا ہے مسلمانوں کے لئے یہ کیسا ہے، از رُوئے شرع جواب فرمایئے۔ اللہ تعالٰے اجر عطا فرمائے گا۔

الجواب

(۱) اگر ثابت ہو تو اس سے احتراز چاہئے۔ واللہ تعالٰے اعلم

(۲) جب تک اُس میں نشہ نہیں حلال ہے اور اس کی کھیر اور گڑ بھی جائز ہیں اور نشہ لانے کے بعد حرام بھی ہیں اور پیشاب کی طرح نجس بھی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۶ مرسلہ عبدالرحیم ضلع ہوگلی دانمباڑ

اسپرٹ کا استعمال خوردنی اشیاء میں یا رنگ وغیرہ میں جائز ہے یا نہیں ؛ بہت سے لوگ اس کو شراب کہتے ہیں۔

الجواب

اسپرٹ واقعی شراب بلکہ سب شرابوں سے تیز و تند ہے حتّٰی کہ اپنی تیزی کے سبب سم ہوگی

Marfat.com

مذہبِ معتمد مفتیٰ بہ یہ ہے کہ ہر مائع مسکر کا ایک قطرہ بھی حرام اور نجس ہے لہذا اشیائے خوردنی نیز ادویہ میں اس کا استعمال مطلقاً حرام ہے انگریزی ٹنچروں میں عموماً اسپرٹ ہو تو کھانے پینے کے سوا رنگنے وغیرہ میں جہاں خود اس کا چھونا لگانا پڑے وُہ بھی ممنوع و ناجائز ہے صرف کپڑوں میں فقیر کے نزدیک عموم بلوی حکم طہارت ہے۔ اخذا باصل المذھب والتفصیل فی فتاوینا (اصل مذہب کا اعتبار کرتے ہوئے، اور تفصیل ہمارے فتاوٰی میں ہے۔ ت)۔

مسئلہ ۳۸ مرسلہ عبدالرحیم ضلع ہوگلی دانمباڑ

پاؤ روٹی جو ہندوستان میں اکثر جگہ تاڑی کے لگاؤ سے پکاتے ہیں اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ اور جو نہ معلوم ہو کہ یہ روٹی تاڑی سے بنی ہے اس کا کھانا کیسا ہے؟ اور جو تاڑی شامل ہو اس کو جان کر جو کھائے اس پر توبہ لازم ہے یا نہیں؟ اور وہ شخص حرام شیئ کا حلال سمجھنے والا ہُوا یا نہیں؟

الجواب

مسئلہ تحریم حلال کو تو یہاں کوئی تعلق نہیں جب تک نشہ کو حلال نہ جانے،

لانھا فی الحرمۃ القطعیۃ ولیست فی تلک المشروبات الا فی الخمر المسکر حرام قطعا اجماعا۔ اس لئے کہ یہ حُرمتِ قطعیہ میں ہے حالانکہ ان مشروبات میں حرمتِ قطعیہ نہیں سوائے نشہ آور خمر کے کہ وہ بالاجماع حرام قطعی ہے (ت)

اور جب یہ معلوم نہ ہو کہ یہاں روٹی میں تاڑی پڑتی ہے یا نہیں تو اس کا کھانا بھی حرام نہیں لان الاصل الاباحۃ ولایثبت حکم بالشك (کیونکہ اصل اباحت ہے اور شک کے ساتھ کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا۔ ت) ہاں اہلِ تقوٰی کو بچنا بہتر۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلّم فرماتے ہیں:

فمن اتقی الشبھات فقد استبرأ لدینہ وعرضہ[1] جو شبہات سے بچا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچا لیا۔ (ت)

اور نہ بچیں تو مواخذہ نہیں۔ اشباہ و درمختار میں ہے:

لیس زماننا زمان اتقاء الشبھات[2] ہمارا زمانہ شبہات سے بچنے کا زمانہ نہیں (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الایمان باب فضل من استبرأ لدینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۳
[2] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الحظر والاباحۃ ادارۃ القرآن کراچی ۲/۱۰۸

Marfat.com

اورجہاں تاڑی پڑنا معلوم ہو تو اس سے احتراز لازم ہے لان کل مائع مسکر نجس وحرام (کیونکہ ہر بہنے والی نشہ آور شئی حرام اور نجس ہے ۔ ت) مگر جب ثابت ہوا کہ اس میں وُہ تاڑی ملائی جاتی ہے جو نشہ کی حالت تک نہ پہنچی یا اس طرح ملائی جاتی ہے کہ نمک وغیرہ کی وجہ سے اس کا نشہ قطعاً زائل ہو جاتا ہے اس وقت جواز ہوگا اور نرا احتمال کہ شاید نشہ نہ رہا ہو کافی نہ ہوگا لان الیقین لایزول بالشك (کیونکہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا ۔ ت) اس صورت میں جو اسے کھائے اس پر توبہ لازم ہے اور ہاتھ اور منہ اور برتن پاک کرنا بھی جبکہ شیر یا شوربا میں کھائی گئی ہو ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۹: از ڈاک خانہ مہرگنج محلہ چرکھی ضلع بریسال ملک بنگالہ مرسلہ محمد حسین صاحب
۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

یک جماعت ظاہر شدہ اند تمباکو را حرام گویند وحقہ نوشیدہ را حرام زادہ گویند قول امام وصاحبان را اتباع نکنند۔

ایک جماعت ظاہر ہوئی جس کے لوگ تمباکو کو حرام اور حقہ پینے والے کو حرامزادہ کہتے ہیں۔ وہ لوگ امام صاحب اور صاحبین کی اتباع نہیں کرتے (ت)

الجواب

تمباکو خوردن وکشیدن وشمیدن ہمہ رواست کما حققناہ فی حقۃ المرجان، وقد قال فی غمز العیون منہ یعلم حل شرب الدخان[1] وآنکہ حرام زادہ گفت تعدی بر شرع کرد وظلم بر مسلمانان عجب ست کہ بمقتضائے حدیث حرام زادہ نباشد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایبغی علی الناس الا ولد بغی او من فیہ عرق منہ[2] وہر کہ اتباعِ ائمہ نکند بری از اتباع نتواں بود متبع شیطان ست

تمباکو کھانا، پینا اور سونگھنا سب جائز ہے جیسا کہ ہم نے رسالہ "حقۃ المرجان" میں اس کی تحقیق کی ہے۔ غمز العیون میں فرمایا کہ اس سے تمباکو نوشی کا حلال ہونا معلوم ہوا۔ اور جس نے حرامزادہ کہا اس نے شریعت پر زیادتی اور مسلمانوں پر ظلم کیا۔ عجب نہیں کہ وُہ خود حدیث کے تقاضے کے مطابق حرامزادہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کو زنا کار وہی قرار دیتا ہے جو ولدِ زنا ہو یا اس میں زنا کی کوئی رگ ہو اور جو ائمہ کرام

---

[1] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الثالثۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۹۸
[2] شعب الایمان حدیث ۶۶۷۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۲۸۶
کنز العمال بحوالہ طب عن ابی موسٰی حدیث ۳۰۴۵۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۱۹

Marfat.com

گو متبع ائمہ مباش۔ واللہ تعالےٰ اعلم

کی اتباع نہیں کرتا وہ اتباع سے بری نہیں ہوتا، وہ شیطان کی اتباع کرنیوالا ہوتا ہے اگرچہ ائمہ کی اتباع کرنیوالا نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۴۱، ۴۲ از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور نعمت بوڑھا ۹ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) کھجور کا رس جو اس کے درخت کو چھیل کر ہنٹنی کے پاس سے نکالتے ہیں اس کا پینا کیسا ہے؟

(۲) تاڑ کا پھل جس میں رس ہوتا ہے اس رس کو نکال کر تاڑی پیتے ہیں اور نشہ کی وجہ سے بدمست ہوجاتے ہیں لیکن پھل کھانے سے نہیں بدمست ہوجاتا پھل کا کھانا کیسا ہے؟

(۳) تاڑی جو نشہ کی چیز ہے اس کا سرکہ بنا کر کھانا کیسا ہے؟

الجواب

(۱) جب تک نشہ نہ لائے جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) پھل کھانا جائز ہے اور تاڑی پینا حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) جب حقیقۃً سرکہ ہوجائے جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۳ اختر حسین طالب علم مدرسہ منظر الاسلام بریلی ۳ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ سوائے شراب کے بھنگ، افیون، تاڑی، چرس کوئی شخص اتنی مقدار میں پئے کہ اس سے نشہ نہ آئے وہ شخص حرام کا مرتکب ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

نشہ بذاتہٖ حرام ہے، نشہ کی چیزیں پینا جس سے نشہ بازوں کی مشابہت ہو اگرچہ نشہ تک نہ پہنچے یہ بھی گناہ ہے یہاں تک کہ علمائے نے تصریح فرمائی ہے کہ خالص پانی دورِ شراب کی طرح پینا بھی حرام ہے ہاں اگر دوا کے لئے کسی مرکب میں افیون یا بھنگ یا چرس کا اتنا جز ڈالا جائے جس کا عقل پر اصلاً اثر نہ ہو حرج نہیں بلکہ افیون میں اس سے بھی بچنا چاہئے کہ اس خبیث کا اثر ہے کہ معدے میں سوراخ کردیتی ہے، جو افیون کے سوا کسی بلا سے نہیں بھرتے تو خواہی نخواہی بڑھانی پڑتی ہے۔ والعیاذ باللہ تعالےٰ۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۴ شہر کہنہ قاضی ٹولہ مرسلہ عبدالرحیم تاریخ ۲۱ ماہ شعبان ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک سائل کوچہ و بازار میں

Marfat.com

پھرتا ہے اور ہر ایک سے سوال کرتا ہے کہ مجھے اللہ کے واسطے روٹی یا کپڑا یا پیسہ دو۔ بعض دیتے ہیں اور اکثر نہیں دیتے۔ اوّل اکثروں کے واسطے جو نہیں دیتے ہیں کیا حکم ہے؟ و نیز ایک شخص کسی دوسرے شخص سے کہتا ہے کہ تُو اپنی بیٹی کا اللہ کے واسطے میرے ساتھ نکاح کردے، لیکن وہ نہیں کرتا، اس کے واسطے کیا حکم ہے؟ و نیز ایک شخص کسی صاحبِ ریاست و امارت سے کہتا ہے کہ ایک ہزار روپیہ مجھے اللہ کے واسطے دے دے مگر وہ نہیں دیتا اس کے واسطے کیا حکم ہے؟ بعض سائل ان الفاظ میں سوال کرتے ہیں کہ خدا اور رسول کے واسطے مجھے کچھ دو، یا کوئی شخص کسی سے کہہ بیٹھے کہ خدا اور رسول کے واسطے مجھے معاف کرو۔ ان پر ہر شخص کے واسطے از روئے شرع شریف کیا حکم ہے؟ بالتفصیل جواب عنایت ہو۔ یہ سوالات خالصًا لوجہ اللہ ہیں اس میں رُو رعایت کسی کی نہ پائی جائے، جو شرع شریف کا حکم ہو وہ بیان فرمائیے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ملعون من سأل بوجه الله و ملعون من سئل بوجه الله ثم منع سائله مالم یسأل ھجرا، رواہ الطبرانی[1] فی المعجم الکبیر عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنه بسند صحیح۔

ملعون ہے جو اللہ کا واسطہ دے کر کچھ مانگے اور ملعون ہے جس سے خدا کا واسطہ دے کر مانگا جائے پھر اس سائل کو نہ دے جبکہ اس نے کوئی بیجا سوال نہ کیا ہو (اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم:

من[2] سأل بالله فاعطی کتب له سبعون حسنة، رواہ البیھقی فی شعب[2] الایمان عن

جس سے خدا کا واسطہ دے کر کچھ مانگا جائے اور وہ دے دے تو اس کے لئے ستّر نیکیاں لکھی جائیں (اس کو بیہقی نے شعب الایمان

[1] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی کتاب الادعیۃ باب السوّال بوجہ اللہ الکریم دارالکتاب بیروت ۱۰/۱۵۴
الترغیب والترھیب ترھیب السائل ان یسأل بوجہ اللہ حدیث ۱ مصطفی البابی مصر ۱/۱۰۱
کنز العمال بحوالہ طب عن ابی موسٰی حدیث ۱۶۷۲۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۵۰۲
[2] " " ھب عن ابن عمر " ۱۶۰۷۶ " " ۶/۳۶۳

Marfat.com

ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند صحیح۔

میں صحیح سند کے ساتھ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

اور مروی کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من سألکم باللہ فاعطوہ وان شئتم فدعوہ۔ رواہ الامام الحکیم الترمذی فی النوادر عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[1]

یعنی جو تم سے خدا کا واسطہ دے کر مانگے اسے دو اور اگر نہ دینا چاہو تو اس کا بھی اختیار ہے (اس کو امام حکیم ترمذی نے نوادر میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لا یسئل بوجہ اللہ الا الجنۃ[2]۔ رواہ ابوداؤد والضیاء عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔

اللہ کے واسطے سے سوائے جنت کے کچھ نہ مانگا جائے (اس کو امام ابوداؤد اور ضیاء نے صحیح سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

علمائے کرام نے بعد توفیق و تطبیق احادیث یہ حکم منقح فرمایا کہ اللہ عزوجل کا واسطہ دے کر سوا اخروی دینی شَے کے کچھ نہ مانگا جائے اور مانگنے والا اگر خدا کا واسطہ دے کر مانگے اور دینے والے کا اس شَے کے دینے میں کوئی حرج دینی یا دنیوی نہ ہو تو مستحب و موکد دینا ہے ورنہ نہ دے بلکہ امام عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ جو خدا کا واسطہ دے کر مانگے مجھے یہ خوش آتا ہے کہ اُسے کچھ نہ دیا جائے یعنی تاکہ یہ عادت چھوڑ دے۔ اس تفصیل سے سب سوالات کا جواب واضح ہوگیا۔ جو خدا کا واسطہ دے کر بیٹی مانگے اور اس سے مناکحت کسی دینی یا دنیوی مصلحت کے خلاف ہے یا دوسرا اس سے بہتر ہے تو ہرگز نہ مانا جائے کہ دختر کے لئے صلاح و اصلح کا لحاظ اُس بیباک سے اہم و اعظم ہے اور روپیہ پیسہ دینے میں اپنی وسعت و حالت اور سائل کے کیفیت و حاجت پر نظر درکار ہے اگر یہ سائل قوی تندرست گدائی کا پیشہ ور جوگیوں کی طرح ہے تو ہرگز ایک پیسہ نہ دے کہ اسے سوال حرام ہے اور اسے دینا حرام پر اعانت کرنا ہے دینے والا گنہگار ہوگا اور اگر صاحبِ حاجت ہے اور

---

[1] کنز العمال بحوالہ الحکیم عن معاذ حدیث ۱۶۲۹۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۴۰۷

[2] سنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ باب کراہیۃ المسألۃ بوجہ اللہ تعالٰی آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۳۵

Marfat.com

جس سے مانگا اس کا عزیز و قریب بھی حاجتمند ہے اور اسکے پاس اتنا نہیں کہ دونوں کی مواسات کرے تو اقربا کی تقدیم لازم ہے ورنہ بقدرِ طاقت و وسعت ضرور دے اور رُوگردانی نہ کرے۔ یہ سوالات کا جواب تھا اور اتنی بات اور گزارش ہے کہ بے ادب سائل ہونا نہ چاہئے، سوال کیا جائے علمائے کرام سے کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین، اور آخر میں یہ ہدایت کی جائے کہ رُو رعایت کسی کی نہ پائی جائے، یہ کھلی دریدہ دہنی ہے علمائے دین و مفتیانِ شرع متین کو کسی کی رُو رعایت سے کیا تعلق جو احکام الٰہیہ ہیں بتاتے ہیں جو کسی کی رُو رعایت سے معاذ اللہ قصداً حکم غلط بتائیں وُہ علمائے دین کب ہُوئے نائبانِ شیطان ہوئے، عوام پر علمائے دین کا ادب باپ سے زیادہ فرض ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثة لایستخف بحقهم الا المنافق بین النفاق ذوالشیبة فی الاسلام و الامام المقسط ومعلم الخیر۔ رواه ابوالشیخ فی التوبیخ عن جابر و الطبرانی فی الکبیر[1] بسند حسن عن ابی امامة رضی اللہ تعالٰی عنهما۔

تین شخص ہیں جن کے حق کو ہلکا نہ جانے گا مگر منافق کھلا منافق از انجملہ ایک بوڑھا مسلمان، دوسرا عالم کہ مسلمان کو نیک بات بتائے، تیسرا بادشاہ مسلمان عادل۔ (اس کو ابوالشیخ نے توبیخ میں حضرت جابر سے اور طبرانی نے معجم کبیر میں سندِ حسن کے ساتھ ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

پہلے بھی ایک سوال میں یہ تنبیہ و توبیخ کے کلمات اس سائل نے لکھے تھے اس پر چشم پوشی کی گئی اب یہ دوسری بار ہے لہذا اطلاع دی گئی سائل کو اگر ان الفاظ کے لکھنے کی ضرورت ہے ہی تو شروع سوال میں کیا فرماتے ہیں علمائے دین مطلق نہ لکھا کرے جس سے توہینِ علماء پیدا ہو بلکہ خاص اس فقیر کا نام لکھ کر اخیر میں جیسے الفاظ چاہے لکھے واللہ الهادی ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم واللہ سبحٰنه و تعالٰی اعلم و علمه جل مجده اتم و احکم۔

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۷۸۱۹ المکتبة الفیصلیة بیروت ۸/ ۲۳۸
کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ والتوبیخ حدیث ۴۴۰۳۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۳۲

Marfat.com

کتاب الرھن

(رہن کا بیان)

مسئلہ ۴۵ ۲۲ صفر ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شئی مرہونہ کو اپنے استعمال میں لانا یا اُس میں سکونت کرنا کسی طور سے جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

کسی طرح جائز نہیں، حدیث میں ہے:

۱ کل قرض جر منفعۃ فھو ربوا[1]۔ اخرجہ الحارث عن سیدنا علی کرّم اللہ تعالٰی وجہہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

یعنی قرض کے ذریعہ سے جو منفعت حاصل کی جائے وُہ سود ہے۔ (اس کی تخریج حارث نے سیدنا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے کی اور حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ نے اس کو نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔ ت)

علامہ طحطاوی پھر علامہ شامی خود شرح درمختار میں فرماتے ہیں:

الغالب من احوال الناس انھم انما یریدون عند الدفع الانتفاع ولولاہ

لوگوں کا غالب حال یہ ہے کہ وہ مرہون شئی دیتے وقت نفع اٹھانے کا ارادہ رکھتے ہیں

---

[1] کنز العمال بحوالہ الحارث عن علی الباب الثانی حدیث ۱۵۵۱۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۲۳۸

Marfat.com

لما اعطاه الدراهم وهذا بمنزلة الشرط لان المعروف کالمشروط وهو مما یعین المنع[1] اھ اقول ولا شك ان هذا بعینه حال اهل الزمان یعرفه منهم کل من اختبر ومعلوم ان احکام الفقه انما تبنی علی الکثیر الشائع ولا تذکر حال شذت وندرت فیه الجواز کما نص علیه المحقق حیث اطلق فی فتح القدیر وغیره من العلماء الکرام فالحکم فی زماننا هو اطلاق المنع لایرتاب فیه من له المام بالعلم والکلام ههنا وان کان طویلا فجملة القول ما ذکرنا والله تعالٰی اعلم۔

اور اگر یہ نفع اٹھانا مطلوب نہ ہو تو وہ قرض کیلئے درہم ہی نہ دینگے، اور یہ بمنزلہ شرط کے ہوگیا اس لئے کہ جو چیز معروف ہو وہ مشروط کی طرح ہوتی ہے اور یہ بات ممانعت کو معین کرتی ہے انتہی، میں کہتا ہوں کہ بیشک بعینہٖ یہی حال ہمارے زمانہ والوں کا ہے جس کو ہر باخبر شخص جانتا ہے، اور یہ بات معلوم ہے کہ فقہی احکام کی بنیاد کثرت سے واقع ہونے والے مروج حال پر ہوتی ہے اور اس حال کا تذکرہ نہیں کیا جاتا جس میں جواز شاذ و نادر ہو۔ جیسا کہ اس پر محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اور دیگر علماء کرام نے نص فرمائی ہے۔ چنانچہ ہمارے زمانہ میں مرہون سے نفع حاصل کرنے کی مطلقاً ممانعت کا حکم ہے، اور اس میں علم سے کچھ بھی تعلق رکھنے والے شخص کو شک نہیں ہوگا۔ یہاں گفتگو اگرچہ طویل ہے مگر اجمالی بات وہی ہے جو ہم نے ذکر کردی۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۶: ۲۲ صفر ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان مثلاً سو روپیہ کو زید نے عمرو کے پاس رہن رکھا عمرو نے اس خیال سے کہ مجھ کو مکان مرہونہ میں سکونت ناجائز ہے بکر ہندو کے ہاتھ بعوض اُسی قدر زرِ رہن کے رہن کردیا اور اپنا اتنا ہی روپیہ بلاکسی نفع کے بکر سے لے لیا، اب اُس مکان میں عمرو کو بکر سے کرایہ پر لے کر سکونت اختیار کرنا جائز ہے یا نہیں اور معاملہ مذکورہ شرعاً درست ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

---

[1] ردالمحتار کتاب الرہن داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۳۱۱

الجواب

شرع مطہر نے عقدِ رہن صرف اس لئے مشروع فرمایا ہے کہ قرض دہندہ کو اپنے روپیہ کا اطمینان ہوجائے اور وصول نہ ہونے کا اندیشہ جاتا رہے اس کی مالیت سے ایک حق مرتہن کا متعلق ہوجاتا ہے اور عین شئی میں سوا حفظ وحبس کے کوئی استحقاق نہیں ہوتا مرہون کے رہن یا اجارہ کا اُسے اختیار نہیں کہ وہ شے اس کی مملوک نہیں صرف اس کے پاس محبوس ہے۔

فی الدر المختار له حبس رهنه لا الانتفاع به مطلقا لا باستخدامه ولا سکنی ولا لبس ولا اجارة ولا اعارة[1] الخ وفی رد المحتار عن التتارخانیة عن شرح الطحاوی لیس للمرتهن ان یرهن الرهن[2]

درمختار میں ہے مرتہن کو مرہون کے روک رکھنے کا اختیار ہے اس سے کسی قسم کا نفع اٹھانے کی اجازت نہیں، نہ اس سے خدمت لینے کی نہ سکونت کی، نہ پہننے کی، نہ اُجرت پر دینے کی اور نہ عاریت پر دینے کی الخ، ردالمحتار میں ہے تاتارخانیہ سے بحوالہ شرح الطحاوی منقول ہے کہ مرتہن کو یہ اختیار نہیں کہ وہ مرہون کو رہن پر دے دے۔ (ت)

یہاں تک کہ اگر بے اذن راہن ان تصرفات کا ارتکاب کرے گا گنہگار ہوگا اور غاصب ٹھہرے گا۔

کما نص علیه فی غایته ولذا لو هلك هلك بالقیمة بالغة ما بلغت لا بالدین، فی الدر المختار ضمن بایداعه واعارته واجارته واستخدامه وتعدیه کل قیمته[3] اھ وفی الهندیة عین الرهن امانة فی ید

جیسا کہ غایۃ البیان میں اس پر نص کی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ اگر مرہون ہلاک ہوجائے تو وہ قیمت کے بدلے میں ہلاک ہوجائے گا چاہے جتنی بھی قیمت ہوجائے نہ کہ قرض کے بدلے میں۔ درمختار میں ہے کہ مرتہن مرہون کی کل قیمت کا ضامن ہوگا جبکہ وہ مرہون کو ودیعت رکھے، عاریت پر دے، اجارہ پر دے، اس سے خدمت لے یا تعدی کرے الخ ہندیہ میں ہے

---

[1] الدر المختار کتاب الرہن مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۶۶

[2] ردالمحتار کتاب الرہن باب التصرف فی الرہن داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۳۲۹

[3] الدر المختار کتاب الرہن مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۶۷

Marfat.com

المرتهن بمنزلة الودیعة ففی کل موضع لوفعل المودع بالودیعة لایغرم فکذلك اذا فعل المرتهن ذلك بالرھن[1] اھ ملتقطا

کہ مرہون شئی بعینہٖ مرتہن کے ہاتھ میں امانت ہے جیساکہ ودیعت۔ چنانچہ جس جگہ ودیعت میں کچھ تصرف کرنے سے اس شخص پر تاوان لازم نہیں آتا جس کے پاس ودیعت رکھی گئی اسی طرح وہاں رہن میں جب مرتہن کوئی تصرف کرے تو اس پر بھی تاوان لازم نہیں آئے گا اھ (التقاط)۔ (ت)

اور اگر باذن راہن واقع ہوں تو یہ تصرفات اگرچہ جائز ونافذ ہوں گے مگر وہ رہن زائل ہوجائیگا اور مرتہن مذکور مرتہن نہ رہے گا،

فی الدرالمختار الاجارۃ والرھن من اجنبی اذا باشرھا احدھما باذن الاٰخر یخرج عن الرھن ثم لایعود الا بعقد مبتدألانھا عقود لازمۃ بخلاف العاریۃ[2] اھ ملخصا۔

درمختار میں ہے اجنبی شخص سے مرہون کا اجارہ یا عقد رہن جبکہ راہن اور مرہون میں سے کوئی ایک دوسرے کی اجازت سے اس کا مباشر ہو تو وہ رہن سے خارج ہوجاتا ہے پھر سوائے نئے عقد کے رہن کی طرف عود نہیں کرتا اس لئے کہ مذکورہ بالا عقود لازم ہیں بخلاف عاریت کے الخ ملخصا (ت)

بہرحال یہ حیلہ عمرو کو کچھ مفید نہیں کہ اگر زید کا اذن نہ تھا تو یہ عقود مالِ غیر میں تصرف بیجا و گناہ ہے نہ اس مکان میں رہنا جائز، اور اگر باذنِ زید واقع ہوئے یا بعد وقوع اس نے جائز کردیئے تو اجارہ صحیح اور مکان میں سکونت حلال بعد اجازت اور جو کرایہ ہو اس کا مالک زید مگر مکان رہن سے نکل گیا۔

فی شرح الطحاوی ثم التتارخانیۃ ثم الشامیۃ ان رھن باذن الراھن صح الثانی وبطل الاول[3] اھ، وفی الھندیۃ ان آجرالمرتھن

شرح طحاوی پھر تاتارخانیہ پھر شامیہ میں ہے اگر مرتہن نے راہن کی اجازت سے مرہون شئی کو کسی کے پاس رہن رکھا تو دوسرا رہن صحیح اور پہلا باطل ہوگیا الخ ہندیہ میں ہے کہ

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الرھن الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۴۶۵
[2] الدرالمختار " باب التصرف فی الرھن مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۷۴
[3] ردالمحتار بحوالہ التاتارخانیۃ عن شرح الطحاوی " داراحیاء التراث العربی ۵/۳۲۹

Marfat.com

من اجنبی بامر الراهن یخرج من الرھن وتکون الاجرۃ للراھن[1] الخ۔

اگر مرتہن نے راہن کے حکم پر مرہون شئی کسی کو اجارہ داری پر دی تو وہ رہن سے نکل جائیگی اور اُجرت راہن کے لئے ہوگی الخ (ت)

شقوق اس مسئلہ میں بکثرت ہیں،

لان رھن المرتھن اما ان یکون باذن الراھن اولا وعلی الثانی اما ان یجیز او یرد اولا ولا فھذہ اربعۃ وعلی کل منھا مثلھا فی الاجارۃ فتکون ستۃ عشر وان جعل الاولان من التشقیقین واحدا لاتحاد الحکم فان الاجازۃ اللاحقۃ کالوکالۃ السابقۃ کما فی الخیریۃ[2] فتبقی تسعۃ۔

کیونکہ مرتہن کا مرہون کو رہن رکھنا یا تو راہن کی اجازت سے ہوگا یا ایسا نہیں ہوگا، بصورت ثانی راہن اجازت دے گا یا رَد کردے گا یا نہ اجازت دے گا اور نہ ہی رد کرے گا تو اس طرح چار صورتیں ہوجائینگی پھر ان میں سے ہر ایک میں یوں ہی چار صورتیں اجارہ کی بنیں گی، چنانچہ مجموعی احتمالات سولہ ہوجائیں گے۔ اور اگر دونوں تشقیقوں کی پہلی صورت کو اتحادِ حکم کی وجہ سے ایک بنا دیا جائے کیونکہ اجازتِ لاحقہ، وکالت سابقہ کی طرح ہوتی ہے جیسا کہ خیریہ میں ہے، تو باقی نو صورتیں بچیں گی۔ (ت)

لیکن حاصلِ حکم اُسی قدر ہے کہ یا تو رہن معدوم یا یہ اجارہ بیجا اور سکونت ناجائز۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷

۲۲ صفر ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرتہن سے مکانِ مرہون کرایہ پر لینا مالک مرہون یا غیر مالک کو مُباح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مرتہن سے راہن کا شئی مرہون کو کرایہ پر لینا اصلاً وجہِ صحت نہیں رکھتا کہ مالک کا اپنی مِلک کو

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الرھن الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۴۶۴

[2] الفتاوی الخیریۃ کتاب الدعوٰی دارالمعرفۃ بیروت ۲/۵۶

Marfat.com

دوسرے سے کرایہ پر لینا محض بے معنیٰ ہے،

فی الهندیة آجرها من الراهن لا تصح الاجارة[1] ہندیہ میں ہے مرتہن نے مرہون شئی راہن کو اجرت پر دی تو اجارہ صحیح نہیں ہوگا۔ (ت)

اور اجنبی کو بھی مرتہن سے اجارہ پر لینا مباح نہیں کہ وہ غیر مالک ہے اور کرایہ پر دینے کا اصلاً اختیار نہیں رکھتا تو جس طرح مرتہن اس فعل سے گناہ گار ہوگا کہ اس نے ملکِ غیر میں تصرف بیجا کیا اس لئے کرایہ اُسے حلال نہ ہوگا بلکہ شرع حکم دے گی کہ خیرات کردے یا راہن کو دے دے اور یہی اولٰی ہے کما حققناہ فی تحریر مستقل (جیسا کہ ہم نے مستقل تحریر میں اسکی تحقیق کردی ہے۔ ت) اسی طرح یہ مستاجر بھی جبکہ جانتا ہو کہ مکان اس کی مِلک نہیں بلکہ اس کے پاس بطورِ رہن ہے اس سے کرایہ پر لے کر مبتلائے گناہ ہوگا کہ یہ غیر کے مکان میں بے اسکے اجازت کے رہا اور مرتہن کو گناہ پر معاون ہوا،

قال اللّٰہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[2]، ومن القواعد المقررۃ ان ما حرم اخذہ حرم اعطاؤہ[3]۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: "اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو" اور مسلّمہ قواعد میں سے ہے کہ جس چیز کا لینا حرام اس کا دینا بھی حرام ہوتا ہے۔ (ت)

ہاں اگر یہ اجارہ باذن راہن واقع ہو یا راہن بعد وقوع اجازت دے دے تو بے شک عقد جائز و نافذ اور رہنا حلال و مباح ہوجائے گا مگر اس تقدیر پر درحقیقت راہن سے اجارہ لینا ہوا نہ مُرتہن سے ولہذا بعد اجازت جو کرایہ آئے گا اس کا مالک راہن ہوگا اور اس صورت میں مکان مرہون رہن سے نکل جائے گا کما فی الهندیة وغیرھا (جیسا کہ ہندیہ وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۸: از جالندھر محلہ راستہ بھگواڑہ دروازہ مرسلہ میاں شمس الدین شعبان ۱۳۱۰ھ
گردی زمین و مکانات سے نفع اٹھانا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] الفتاوی الهندیة کتاب الرهن الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۴۶۴
[2] القرآن الکریم ۵/ ۲
[3] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الرابعۃ عشر ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۸۹

Marfat.com

الجواب

اس قسم کے مسائل میں قول منقح و محرر و اصل محقق و مقرر یہ ہے کہ بر بنائے قرض کسی قسم کا نفع لینا مطلقاً سود و حرام ہے، حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کل قرض جر منفعۃ فھو ربا۔ رواہ الحارث فی مسندہ[1] عن امیر المومنین المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو قرض کوئی نفع کھینچ کر لائے وہ سود ہے۔ اس کو حارث نے اپنی مسند میں حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اور اگر اس بنا سے جدا ویسی ہی باہمی سلوک کے طور پر کوئی نفع و انتفاع ہو تو وہ مدیون کی مرضی پر ہے اس کے خالص رضا و اذن سے ہو تو روا ورنہ حرام، اب یہ بات کہ یہ انتفاع بر بنائے قرض ہے یا بطور سلوک اس کے لئے معیار شرط و قرار داد ہے یعنی اگر قرض اس شرط پر دیا کہ نفع لیں گے تو وہ نفع بر بنائے قرض حرام ہوا، اور اگر قرض میں اس کا کچھ لحاظ نہ تھا پھر آپس کی رضامندی سے کوئی منفعت بطور احسان و مروّت حاصل ہوئی تو وہ بر بنائے حسنِ سلوک ہے نہ بر بنائے قرض تو مدار کار شرط پر ٹھہرا یعنی نفع مشروط سُود اور نفع غیر مشروط سود نہیں بلکہ باذنِ مالک مباح، پھر شرط کی دو صورتیں ہیں، نصاً یعنی بالتصریح قرار داد انتفاع ہو جائے، اور عُرفاً کہ زبان سے کچھ نہ کہیں مگر بحکم رسم و رواج قرار داد معلوم اور داد و ستد خود ہی ماخوذ و مفہوم ہو ان دونوں صورتوں میں وہ نفع حرام و سُود ہے،

فان المعهود کالمشروط لفظاً[2]

اس لئے کہ بے شک جو عرف کے اعتبار سے معہود ہو وہ ایسا ہی ہوتا ہے جیسے لفظوں میں مشروط ہو۔ (ت)

درمختار میں ہے:

قالوا اذا لم تکن المنفعۃ مشروطۃ ولا متعارفۃ

مشائخ نے کہا جو منفعت مشروط نہ ہو اور نہ ہی متعارف ہو تو اس میں کوئی

---

[1] کنز العمال بحوالہ الحارث عن علی حدیث ۱۵۵۱۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۲۳۸

[2] ردالمحتار کتاب البیوع فصل فیما یدخل فی البیع تبعاً الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۹

Marfat.com

فلا باس[1]۔ حرج نہیں ۔(ت)

فتح القدیر میں ہے:

فی الفتاوی الصغری وغیرہا ان کان النفع مشروطا فی القرض فھو حرام والقرض بھذا الشرط فاسد والا جاز الاتری انہ لو قضاہ احسن مما علیہ لایکرہ اذا لم یکن مشروطا وقالوا انما یحل ذلک عند عدم الشرط اذا لم یکن فیہ عرف ظاھر فان کان یعرف ان ذلک یفعل لذلک فلا[2] اھ ملخصا۔

فتاوٰی صغرٰی وغیرہ میں ہے کہ اگر قرض میں نفع کی شرط لگائی گئی تو نفع حرام، اور قرض اس شرط کے ساتھ فاسد ہوگا، اور اگر شرط نہیں لگائی گئی تو جائز ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ جس پر قرض ہے اگر وُہ قرض سے زیادہ بہتر واپس کرے تو یہ مکروہ نہ ہوگا بشرطیکہ اس کی شرط نہ لگائی گئی ہو۔ مشائخ نے کہا عدمِ شرط کی صورت میں یہ حلال تب ہوگا جب زیادہ واپس کرنے کا عرف ظاہر نہ ہو اور اگر یہ معروف ہے تو پھر ایسا کرنا جائز نہیں اھ اختصار (ت)

منح الغفار میں جواہر الفتاوٰی سے ہے:

اذا کان مشروطا صار قرضا فیہ منفعۃ فھو ربا والا فلا باس بہ[3]

جب شرط لگادی گئی تو یہ ایسا قرض ہوگیا جس میں نفع ہے لہذا وُہ سود ہوا اور اگر مشروط نہیں تو کوئی حرج نہیں۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

ما فی الجواھر یصلح للتوفیق وھو وجیہ وذکروا نظیرہ فیما لو اھدی المستقرض للمقرض

جو کچھ جواہر میں ہے وہ موافقت کی صلاحیت رکھتا ہے اور وہ وجیہ ہے۔ اس کی نظیر مشائخ نے ذکر کی کہ جب مقروض قرض دہندہ کو

---

[1] الدرالمختار کتاب الحوالہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۶۰
[2] فتح القدیر " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/۳۵۶
[3] ردالمحتار بحوالہ جواہر الفتاوٰی کتاب الرھن داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۳۱۰

Marfat.com

ان کانت بشرط کرہ و الا فلا[1]

ہدیہ دے تو اگر اس کی شرط لگائی گئی ہے تب تو مکروہ ہے ورنہ نہیں۔ (ت)

جب یہ اصل کلی معلوم ہولی حکم مسئلہ واضح ہوگیا کہ اگر مکان وغیرہ شئی مرہون سے مرتہن کا بذریعۂ سکونت وغیرہ نفع لینا مشروط ہوچکا ہے جیسا کہ دخلی رہن ناموں میں اس کی صاف تصریح ہوتی ہے جب تو اس کا صریح سُود حرام ہونا ظاہر، ورنہ غالب عرف و عادت رسم و رواج زمانہ صراحۃً حاکم ابنائے زمان اسی نفع کی غرض سے قرض دیتے ہیں اور لینے دینے والے سب بغیر ذکر اُسے قرار یافتہ سمجھتے ہیں، اگر مرتہن جانے کہ مجھے انتفاع نہ ملے گا ہرگز عقد نہ کرے اور راہن بوجہ قرض دبا ہُوا نہ ہو تو کبھی مجبوراً اجازت انتفاع نہ دے ولہذا مرتہن اس نفع و سود کو اپنا حق واجب جانتے ہیں اور راہن کو اس پر مجبور کرتے ہیں، تو یہ انتفاع اگرچہ لفظاً مشروط نہ ہو عرفاً بیشک مشروط و معہود ہے تو حکم مطلق حرمت و ممانعت ہے۔ علامہ احمد طحطاوی پھر علامہ محمد شامی قدس سرہما ایسا ہی حواشی دُر میں فرماتے ہیں:

الغالب من احوال الناس انھم انما یریدون عند الدفع الانتفاع ولولاہ لما اعطاہ الدراھم و ھذا بمنزلۃ الشرط لان المعروف کالمشروط وھو مما یعین المنع[2]

لوگوں کا غالب حال یہ ہے کہ رہن کے وقت وہ مرہون سے نفع اٹھانے کا ارادہ رکھتے ہیں، اگر نفع متوقع نہ ہو تو قرض پر درھم ہی نہ دیں گے، اور وہ بمنزلہ شرط کے ہے کیونکہ معروف کا حکم مشروط کے حکم کی مثل ہوتا ہے اور یہ ممانعت کو متعین کرتا ہے۔ (ت)

ہاں اگر مرتہن بے لحاظ انتفاع قرض دے اور صرف بغرض وثوق وصول جو تشریع رہن سے مقصود شارع ہے رہن لے اور عاقدین وقتِ عقد صراحۃً شرط کرلیں کہ مرتہن کسی طرح نفع اٹھانے کا مجاز نہ ہوگا،

وذٰلک لان ماصار معروفا لایصیر مرفوعا بالسکوت

یہ اس لئے ہے کہ جو چیز معروف ہوچکی ہو وہ چُپ رہنے سے مرفوع نہیں ہوجاتی

---

[1] ردالمحتار کتاب الرھن داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۳۱۱

[2] " " " " " " " ۵/ ۳۱۱

Marfat.com

فلایکفی عدم الشرط بل شرط العدم کے یفوق الصریح الدلالۃ۔ لہذا شرط نہ لگانا کافی نہیں بلکہ عدم نفع کی شرط ضروری ہوگی تاکہ صریح، دلالت پر فوقیت پاجائے (ت)

پھر راہن اپنی خوشی سے مرتہن کو انتفاع کی اجازت دے اور مرتہن صرف بربنائے اجازت نہ کہ اپنا استحقاق جان کر نفع اٹھائے اور حال یہ ہو کہ اگر راہن اُس وقت روک دے تو فوراً رُک جائے یعنی بعد اس شرطِ عدم انتفاع کے مالک نے برضائے خود مکانِ رہن میں رہنے کا اذن دیا یہ آکر بیٹھا ہی تھا کہ اس نے منع کیا تو معاً باز رہے اور اصلاً چُون وچرا نہ کرے تو ایسا انتفاع جب تک رضائے راہن رہے حلال ہوگا، مگر حاشا ہندوستان میں اس صورت کی صورت کہاں، اللہ عزوجل مسلمانوں کی اصلاح فرمائے، آمین! واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۹

۴ رجب ۱۳۱۲ھ

زید نے عمرو سے مبلغ دو ہزار روپیہ بلاسود قرض لے ایک موضع اپنا بطور رہن کے عمرو کے قبضہ میں دے دیا توفیر اس موضع کی تقریباً تین سو روپیہ ہے اس صورت میں بعوض حق المحنت تحصیل وصول زر وادائے سامان حاکم وقت ودیگر کاروبار متعلقہ موضع مذکور کے مبلغ دس روپیہ ماہوار کے حساب سے ایک سو بیس روپیہ سالانہ عمرو کو دینا چاہتا ہے، پس لینا اُجرتِ مذکور کا عمرو کو زید سے بحالت مسطورہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور زید کے کاموں کا انجام دینا اور توفیر وصول کرکے پہنچانا باخذ اجرت وحق المحنت درست ہے یا نہیں؟

الجواب

رہن واجارہ باہم دو عقد متنافی ہیں کہ شرعاً جمع نہیں ہوتے جو اُن میں بوصف نفاذ دوسرے پر وارد ہوگا اسے باطل کردے گا کما نص علیہ الکبار فی معتمدات الاسفار (جیسا کہ اس پر معتمد کتابوں میں علماء کبار نے نص فرمائی ہے۔ ت) تو رہن دیہات کا یہ طریقہ کہ زمین مزارعین پر کے اجارہ پر رہے اور گاؤں مرتہن کے پاس رہن ہو محض باطل وبے معنٰی ہے بلکہ یہ رہن اجازت مستاجرانِ زمین پر موقوف رہے گا اگر وہ باطل کردینگے رہن باطل ہوجائے گا اجازت دیں گے تو ان کا اجارہ باطل ہوکر ان کی طرف سے استعفا، قرار پائے گا پھر بعد استعفا جب رہن صحیح ہوا تو اب زمین اجارہ زراعت پر نہیں اُٹھ سکتی اگر راہن بے اجازت مرتہن زمین

Marfat.com

اٹھائے گا اجازت مرتہن پر موقوف رہے گی، اگر باطل کر دے گا اجارۂ زمین باطل ہو جائے گا رہن قائم رہے گا اجازت دے گا تو رہن باطل اجارۂ زمین صحیح ہو جائے گا، بہرحال رہن واجارہ دونوں جمع ہوں یہ ہرگز نہ ہوگا کل ذلك مصرح بہ فی الکتب الفقہیۃ (اس تمام کی تصریح فقہ کی کتابوں میں کر دی گئی ہے۔ ت) پس صورتِ مستفسرہ میں کہ زید نے اپنا گاؤں عمرو کے پاس رہن رکھا ظاہر ہے کہ مزارعین دِہ سے استعفا نہ لیا ہوگا کما ھو المعروف والمعہود فی ھذا العہود (جیسا کہ اس زمانے میں مشہور و معروف ہے۔ ت) تو شرعًا وہ رہن صحیح ہی نہ ہوا اور اگر بالفرض استعفا لے بھی تو اب کہ مزارعوں کے پاس اجارہ پر ہے ضرور ہے کہ یہ اجارہ بعد رہن یا راہن نے کیا اور مرتہن نے اُسے جائز رکھا کہ تحصیل زرِ اجارہ پر نوکر رکھنا چاہتا ہے یا مرتہن نے کیا اور راہن نے اسے جائز کر دیا کہ تحصیل زرِ اجارہ پر اسے نوکر رکھنا چاہتا ہے بہرحال گاؤں رہن سے نکل گیا اب نہ زید راہن نہ عمرو مرتہن، نوکری کا اختیار ہے قرضہ عمرو ذمۂ زید جدا رہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۵۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وفضلائے شرع متین اس بارے میں کہ ایک مکان پختہ زید کا اور بعد فوت زید کے وہ مکان بیع قبض ودخل دونوں لڑکوں زید کے رہا ایک طفلِ کلاں کا نام عمرو اور طفلِ خورد کا نام بکر بباعث تنگدستی کے بکر حصہ اپنا غیر شخص کے ہاتھ مبلغ چہار صد روپیہ کو فروخت کرتا تھا عمرو نے ظلم تعدی کرکے مبلغ تین سو روپیہ کو خرید کر لیا اس میں سے مبلغ ایک سو روپیہ نقد بکر کو دیئے اور بالعوض مبلغ صد روپیہ کے مکان سکونت اپنے کا عمرو نے پاس بکر کے رہن دخلی کر دیا بعدہٗ وہ مکان بکرایہ سہ روپیہ ماہواری کرایہ پر بکر نے دے دیا وہ کرایہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں بر تقدیر صحتِ بیع اگر بکر نے مکانِ مرہون باجازت عمرو کرایہ پر دیا تو رہن باطل ہوگیا اور زرکرایہ عمرو کو ملے گا بکر کا اس میں کچھ حق نہیں اور جو عمرو کی اجازت نہ تھی تو زرِ کرایہ بکر کا ہے مگر اس کے لئے وہ مال طیب نہیں زرِ خبیث کو اپنے صرف میں نہ لائے مانع اجابتِ دُعا ہوتا ہے کما فی الحدیث (جیسا کہ حدیث میں ہے۔ ت) بلکہ تصدق کر دے یا مالک کو دے دے کما فی غمز العیون للحموی عن البزازیۃ ونحوہ فی الہندیۃ عن فتاوٰی قاضی خان (جیسا کہ حموی کی غمز العیون میں بحوالہ بزازیہ منقول

Marfat.com

ہے اور اسی کی مثل ہندیہ میں فتاوٰی قاضی خان سے منقول ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۱: از ریاست رام پور

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی اندریں مسئلہ کہ ہندہ از زید نابالغ کہ دراں زمان ہشت سالہ بود قرضے گرفت و مکان خود بمیعاد دو ماہ نزد او گرو داشت و ہندہ بدستور دراں مکان ساکن بود پس ازاں زید آں مکان را بذریعہ مرتہنی بعمرو پسر ہندہ بحساب یازدہ روپیہ چہار آنہ ماہوار بکرایہ داد در کرایہ گرفتن لفظ عمرو ہم چنیں بودہ کہ مکان فلانی از زید بچندیں اجرت ماہانہ بکرایہ گرفتم و اقرار میکنم کہ تا انفکاک رہن اجرت ماہ بماہ دہم و یک اقرار نامہ نوشت کہ میان دو ماہ میعاد مندرجہ رہن نامہ موضع ملنی عوض مکان نزد مرتہن رہن خواہم کرد روپیہ کرایہ یکساں بمرتہن دہم لیکن عمرو دراں مکان یکروز ہم سکونت نورزید بمکانِ مملوک خود کہ ہمدراں محلہ واقع است ساکن ماند نہ آں مکان فارغ بود کہ ہندہ خود در و سکونت میداشت کہ ازیں بیازدہ ماہ فک رہن و تبدیلش بموضع ملنی رونمود زید تا چار و نیم سال از مطالبہ اجرت

کیا ارشاد ہے آپ کا اے علمائے کرام، اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے آٹھ سالہ نابالغ زید سے قرض لیا اور اپنا مکان دو ماہ کی مدت کے لئے اس کے پاس رہن رکھ دیا، اس کے باوجود ہندہ حسبِ سابق اس مکان میں مقیم رہی، پھر زید نے وہ مکان بحیثیت مرتہن لے کر ہندہ کے بیٹے عمرو کو گیارہ روپے چار آنے کے ماہانہ کرائے پر دے دیا، کرائے پر مکان لیتے ہوئے عمرو نے یہ الفاظ کہے کہ میں نے فلاں مکان زید سے اتنے ماہانہ کرائے پر لیا اور میں اقرار کرتا ہوں کہ رہن کے چھڑانے تک ہر ماہ کرایہ ادا کرتا رہوں گا، اور ایک اقرار نامہ لکھا کہ رہن نامہ میں مندرج دو ماہ کی مدت میں موضع ملنی مرتہن (زید) کے پاس مکان کے بدلے رہن رکھ دوں گا، اور کرائے کے روپے باقاعدگی سے ادا کرتا رہوں گا، لیکن عمرو نے ایک دن بھی اس مکان میں رہائش اختیار نہیں کی بلکہ اپنے مکان ہی میں رہا جو اسی محلے میں ہے۔ وہ مکان فارغ نہیں تھا کیونکہ خود ہندہ اس مکان میں رہائش پذیر تھی، گیارہ ماہ میں رہن کی واگزاری اور موضع ملنی کے ساتھ اس کی تبدیلی رونما ہوئی، زید ساڑھے چار

Marfat.com

مہر سکوت برلب نہاد بعد ایں قدر مدت مدید برائے اجرت یافتن استغاثہ کرد گواہانش بوقوع رہن و اجارہ شہادت دادہ بیان می کنند کہ مدعا علیہ پس از تصدیق اجارہ نامہ و سپردنش بمدعی قبضہ بر مکان کرد بہ متعلقان خویش در و سکونت ورزید بلکہ ہنوز قبضہ مدعا علیہ براں مکان آشکار است حالا از علمائے دین متین ایدھم اللہ بتوفیقہ استفسار میرود کہ درصورت مذکورہ حکم شرعی چیست و رہن و اجارہ مسطورہ صحیح است یا نہ و زر کرایہ کل یا بعض بر ذمہ عمرو واجب الادا ست یا چہ و گواہی مذبور صالح استناد و شایان اعتماد است یا خیر۔ بینوا توجروا۔

سال تک کرائے کے مطالبے سے خاموش رہا، اس طویل مدت کے بعد اس نے کرایہ وصول کرنے کے لئے دعوٰی کر دیا، اس کے گواہوں نے گواہی دی کہ عقد رہن بھی پایا گیا اور عقد اجارہ بھی پایا گیا، گواہوں نے یہ بھی بیان کیا کہ مدعا علیہ نے کرایہ نامہ کی تصدیق اور اسے مدعی کے سپرد کرنے کے بعد مکان پر قبضہ کیا اور اپنے متعلقین سمیت اس میں رہائش اختیار کر لی، بلکہ اب بھی مدعا علیہ کا قبضہ اس مکان پر ظاہر و باہر ہے۔ اب علماءِ دین متین سے دریافت کیا جاتا ہے اللہ تعالٰی اپنی توفیق سے انھیں تقویت عطا فرمائے کہ صورتِ مذکورہ میں شرعی حکم کیا ہے کیا رہن اور اجارہ مذکورہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور کرایہ پورا یا اس کا کچھ حصہ عمرو کے ذمہ واجب الادا ہے یا نہیں؟ اور مذکورہ گواہی قابلِ اعتماد ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

رہن مذکورہ ہرگز صحیح نیست و اگر نباشد در وجہ جز تقرر اجل تا ایں قدر ہم افساد را بسند است فی الاشباہ الاجل فی الرھن یفسدہ[1] ہم چنیں آں اجارہ نیز وجہ صحت ندارد کہ تقریر سوال سپید می گوید کہ مدت در پردہ جہالت ماند نفس ایجاب و قبول از ذکر اجل

رہن مذکور ہرگز صحیح نہیں ہے، اگر اس میں مدت کے معین کرنے کے علاوہ کچھ نہ ہوتا تو یہ بھی رہن کے فاسد کرنے کے لئے کافی تھا۔ الاشباہ میں ہے، رہن میں مدت کا مقرر کرنا اسے فاسد کر دیتا ہے، اسی طرح اس اجارہ (کرائے پر دینے) کے صحیح ہونے کی بھی کوئی صورت نہیں ہے، سوال کی عبارت سے

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثالث کتاب الرھن ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۱۱۴

Marfat.com

راست معزول وآں لفظ کہ تا فکاک رہن کرایہ ماہ بماہ دہم وعدہ الیست جداگانہ از سنخ قبول بیگانہ او اگر نہ آنچناں گیریم تا فکاک رہن خود امرلیست نامعین چہ دانی امروز مے شود یا در دہ سال ومعلوم ہست کہ جہالت مدت در اجارہ فساد آرد فی الدر المختار کل ما افسد البیع یفسدھا کجھالۃ مدۃ اھ[1] ملخصا پس درصورت مستفسرہ بحساب اجر مثل حدیث باید کرد یعنی یازدہ روپیہ چار آنہ کلاً یا بعضاً چیزے لازم نیاید بلے اگر اینجا سخن مے تواں گفت اجر مثل حدیث باید کرد یعنی آنچہ اجرت ہمچو خانہ در ہمچو جائے در ہمچو زمانے باشد بشرطیکہ بر زر مسمّی نیفزاید کما ھو حکم الاجارۃ الفاسدۃ اذا فسدت لا لجھالۃ المسمّی لیکن در اجارۂ فاسدہ اجر مثل ھم لازم نیاید الا بدو شرط یکے حقیقت انتفاع مستاجر بداں چیز مستاجر کہ قوۃ تمکن

واضح ہے کہ مدتِ اجارہ مجہول رہی، محض ایجاب قبول کا مدت کے ذکر سے کوئی نہیں ہے، اور یہ کہنا کہ ہر ماہ کرایہ دیتا رہوں گا صرف ایک وعدہ ہے جس کا قبول کرنے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، اور اگر اس پہلو کو نہ لیا جائے تو "رہن کی واگزاری تک" یہ خود غیر معین (اور مجہول ہے) کیا پتا آج ہوتا ہے یا دس سال میں' اور یہ تو معلوم ہی ہے کہ اجارہ میں مدت کا مجہول ہونا اسے فاسد کر دیتا ہے، درمختار میں ہے: جو چیز بیع کو فاسد کر دیتی ہے اجارہ کو بھی فاسد کر دے گی' جیسے مدت کی جہالت اھ تلخیص۔ لہذا جس صورت کے بارے میں سوال کیا گیا ہے اس میں بیان کردہ کرائے یعنی گیارہ روپے اور چار آنے کے حساب سے تمام کرایہ یا اس کا کچھ حصہ لازم نہیں آتا، ہاں اس جگہ اگر بات کی جا سکتی ہے تو "اجرِ مثل" کی بات کرنی چاہئے، یعنی ایسی جگہ اور ایسے وقت میں ایسے گھر کا جو کرایہ ہو سکتا ہے بشرطیکہ بیان کردہ کرائے سے زیادہ نہ ہو، جیسے کہ اجارۂ فاسدہ کا حکم ہے جبکہ وہ فاسد ہو لیکن بیان کردہ کرائے کی جہالت کی وجہ سے نہ ہو' لیکن فاسد اجارے میں اجرِ مثل بھی تب لازم آتا ہے جب دو شرطیں پائی جائیں: (۱) کرائے

---

[1] الدر المختار کتاب الاجارہ باب الاجارۃ الفاسدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۷۷

Marfat.com

انتفاع را اینجا برگ و بار نیست فی الاشباہ التمکن من الانتفاع یوجب الاجر الا فی مسائل الاولیٰ اذا کانت الاجارۃ فاسدۃ فلا یجب الا بحقیقۃ الانتفاع کما فی فصول العمادی[1] دوم وقوع تسلیم از جانب مواجر بروجہ اجارہ کما فی غمز العیون والبصائر عن البزازیۃ انما یجب الاجر فی الفاسد بحقیقۃ الاستیفاء اذا وجد التسلیم من جہۃ الاجارۃ[2] وفی الہندیۃ بعد ما وجب الاستیفاء حقیقۃ انما یجب الاجر اذا وجد التسلیم الی المستاجر من جہۃ المواجر[3] پس درصورتیکہ عمرو مستاجر دراں مکان یکروز ہم سکونت نورزید نہ آں مکان فارغ بود کہ خود ہندہ مالکہ در وسکونت میداشت دگر ہیچ مپرس کہ مواجرین رہن عقد تا چند سال تناسخ فکر کردند یا فکاک رہن و تبدیل

پر لینے والا کرائے کی چیز سے حقیقۃً نفع اٹھائے، کیونکہ نفع حاصل کرنے کی قوت کا اس جگہ کوئی اعتبار نہیں ہے۔ الاشباہ میں ہے: حقیقۃً نفع حاصل کرنے پر قادر ہونا کرائے کو واجب کرتا ہے مگر چند مسائل میں (۱) جب اجارہ فاسد ہو تو اجر صرف اس وقت واجب ہو گا جب حقیقۃً نفع حاصل کیا جائے گا جیسے فصول عمادی میں ہے۔ (۲) اجرت پر دینے والا بطور کرایہ کرایہ دار کے سپرد کر دے، جیسے کہ غمز العیون والبصائر میں بزازیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ اجارہ فاسدہ میں کرایہ صرف اس وقت واجب ہوتا ہے جب حقیقۃً بھرپور نفع حاصل کیا جائے اور بہ در کرایہ، کرایہ دار کو چیز سپرد کی جائے فتاوی ہندیہ (عالمگیری) میں ہے کہ جب حقیقۃً بھرپور نفع حاصل کرنا پایا جائے تو کرایہ صرف اس صورت میں واجب ہوگا جب کرایہ پر دینے والا کرائے کی چیز کو کرایہ دار کے سپرد کر دے گا۔ پس جس صورت میں کرائے دار عمرو نے اس مکان میں ایک دن بھی قیام نہیں کیا، نہ ہی وہ مکان خالی تھا، کیونکہ ہندہ جو اس مکان کی مالک تھی اس مکان میں رہائش پذیر تھی، یہ مت پوچھئے کہ رہن کو بطور کرایہ دینے والوں نے کتنے سال عقد کو فسخ

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الاجارات ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۵۰
[2] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر " "
[3] الفتاوی الہندیہ کتاب الاجارہ الباب الثانی " نورانی کتب خانہ کراچی " ۴/ ۴۱۴

Marfat.com

مرہون درچہ قدر مدت پدید آمد کائنا
ماکان وانچہ از اجرت بر ذمہ او لازم
نیست زیراکہ چوں حقیقت انتفاع
پر بہوائے عدم کشاید لزوم اجر نیز
عنان معاتش درگو تمکن ھزار باشد
وخود ازینجا چہ مے پرسی کہ جائے تمکن
ہم مفقود است زید را گو کہ از گریبان عمرو
دست کوتاہ دارد از شہادت شہدائے
زید ہم اینجا کارے نکشاید وآبے
بر روئے کار نیاید کہ از بیان
شان بر تقدیر استجماع شرائط
قبول ہمیں قدر بثبوت می پیوندد کہ
مدعاعلیہ بر آں مکان قبضہ آورد
باوابستگان خویش در وسکونت کرد
از کجا کہ مدعی نیز آں مکان را از سامان
خود تفریغ نمودہ بدست مدعا علیہ
سپرد وخود باتو گفتہ ایم کہ مجرد سکونت
بے تسلیم مواجر بر وجہ اجارہ
اینجا ثمرے ندارد می تواند کہ سکونت
عمرو بر سبیل ہماں انبساط معہود
کہ درمیان اصول وفروع بودہ باشد
کہ اولاد راچنانکہ دانی اگرچہ مساکین
جداگانہ باشد گاہے از سکونت
نزد والدین ھم مانع نیست نہ ازیں
بیاں گواہان مدت انتفاع رنگ

کرنے کی فکر کی ہوگی؟ یا رہن کو چھڑانے اور رہن
رکھی ہوئی چیز کو تبدیل کرنے پر کتنی مدت
صرف ہوئی ہوگی؟ بہرصورت عمرو کے ذمہ پر
کرایہ لازم نہیں ہے، اس لئے کہ جب
حقیقتِ انتفاع ہوائے عدم میں پر کھولتی
ہے تو کرائے کا لازم ہونا بھی اپنی لگام پھیر
لے گا (یعنی جب حقیقۃً نفع حاصل نہیں
کیا گیا تو کرایہ بھی لازم نہیں ہے ۱۲ مترجم)
اگرچہ نفع حاصل کرنے کی قوت ہزار مرتبہ ہو،
آپ اس جگہ کیا پوچھتے ہیں کہ یہاں تو نفع
حاصل کرنے کی قدرت بھی نہیں ہے، زید
کو کہیں کہ عمرو کا گریبان چھوڑ دے، زید
کے گواہوں کی گواہی سے بھی اس جگہ کوئی
کام نہیں بنتا اور پانی کار آمد ثابت نہیں
ہوتا، کیونکہ قبولیت کی شرطیں جمع ہونے
کی صورت میں بھی ان کے بیان سے صرف
یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ مدعا علیہ
نے اس مکان پر قبضہ کر لیا اور اپنے
متعلقین سمیت اس میں رہائش اختیار
کر لی، یہ بات کہاں سے ثابت ہوئی کہ مدعی
نے بھی وہ مکان اپنے سامان سے خالی کر کے
مدعا علیہ کے سپرد کر دیا۔ ہم اس سے پہلے
بیان کر چکے ہیں کہ محض رہائش کا اس جگہ
کوئی فائدہ نہیں ہے جب تک کہ مالک
بطور کرایہ کرائے دار کے سپرد نہ کرے

Marfat.com

ظہور یافت وقول ایشاں کہ بلکہ ہنوز
قبضۂ مدعا علیہ بر اں مکان آشکار
ست با چہ کار آید کہ قبضہ انتفاع
وتمکن انتفاع را شامل وایںجا
محض تمکن از ثمر عاطل کما
قد القینا علیک سخن گفتنی
ماند از اقرار نامہ کہ مدعا علیہ
بتحریرش پرداخت اگر نیک بنگری
ہمانا سراسر لغو ومہمل ست و
بر بیانش حکمے نمی رسد اینکہ مجرد
وعدہ وآں ہم بچیزے کہ شرعا
وجہ صحت ندارد ازچہ رو مواخذہ
ومدعی را مطالبہ روا باشد بالجملہ
ہرچند در اجارہ ملک غیر
بے رخصت شرع مطہر اگر پیش از
استیفائے منافع اجازتے از مالک
رونماید استحقاق اجرت مر عاقد
مؤاجر را می باشد شرع
فرمائش دہد کہ بصدقہ دہد یا بدامان
مالک نہ کما فی منیۃ المفتی
والخانیۃ والغمز والہندیۃ
وغیرہ اما درصورت مستفسرہ
بربنائے وجوہ مذکورہ گردن عمرو
از بار اجرت آں فرو می بینم فقیر
غفراللہ تعالیٰ لہٗ ایں مباحث را

ہوسکتا ہے کہ عمرو کی رہائش اسی معلوم بے تکلفی
پر مبنی ہو جو ماں باپ اور اولاد کے درمیان
ہوتی ہے، جیسے کہ آپ جانتے ہیں کہ مسکین
اولاد اگرچہ الگ رہتی ہو ان کے لئے گاہے بگاہے
والدین کے پاس رہنے سے کوئی چیز مانع
نہیں ہے، گواہوں کے اس بیان سے
نفع حاصل کرنے کی مدت بھی واضح نہیں ہوتی
اور ان کا یہ کہنا کہ "تاحال مدعا علیہ کا اس
مکان پر قبضہ ظاہر و باہر ہے" کس کام
آئے گا؟ کیونکہ قبضہ دونوں صورتوں کو شامل
ہے (۱) نفع حاصل کرنے اور (۲) نفع حاصل
کرنے کی قوت کو (یعنی بالفعل اور بالقوۃ نفع
حاصل کرنے کو شامل ہے) اور اس جگہ صرف
نفع حاصل کرنے کی قوت بے فائدہ ہے،
جیسے کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔
کہنے والی ایک بات رہ گئی اور وہ یہ کہ مدعا علیہ
نے جو اقرار نامہ تحریر کیا وہ بالکل لغو اور
مہمل ہے، اس کے بیان پر کوئی حکم نہیں
لگایا جا سکتا، اس نے صرف ایک وعدہ
کیا ہے اور وہ بھی ایسی چیز کا جو شرعاً صحیح
نہیں ہے، لہٰذا نہ تو مواخذہ ہو سکتا ہے
اور نہ ہی مدعی کا مطالبہ جائز ہے۔ مختصر
یہ کہ غیر کی ملکیت کو شریعت مطہرہ کی اجازت
کے بغیر کرائے پر دینے میں اگر منافع کے
حاصل کرنے سے پہلے مالک اجازت دے بھی دے

Marfat.com

در فتوٰی مفصلہ ہر چہ تمامتر رنگ ایضاح داد است ازانجا می باید گرفت کہ دریں رہ پالغز رفتار نہایت ضرر رساں وسخت و دشوار گزار یاراں پیشیں را کار چہ بلا دشوار افتادہ است کل حزب بما لدیھم فرحون[1] والعلم بالحق عند واھب العلوم عالم کل سر مکتوم وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا و مولانا محمد البدر و اٰلہ وصحبہ الاقمار والنجوم۔

کرائے کا مستحق وہ ہے جو کرائے کا عقد کرنے والا ہے، شریعت مبارکہ کا حکم ہے کہ یا تو صدقہ کردے یا پھر مالک کو واپس کردے جیسے کہ منیۃ المفتی، خانیہ، غمز العیون، عالمگیری وغیرہ میں ہے، جس صورت کے بارے میں سوال کیا گیا ہے اس میں وجوہ مذکورہ بالا کی بنا پر مجھے عمرو کی گردن کرائے کے بوجھ سے آزاد نظر آتی ہے۔ فقیر، اللہ تعالٰی اس کی مغفرت فرمائے، نے ان مباحث کو ایک تفصیلی فتوے میں پوری وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے اس کا مطالعہ کیا جائے، کیونکہ اس راستے میں لغزش کھانے والا پاؤں بہت نقصان دہ ہے اور یہ راستہ بہت مشکل اور دشوار ہے پہلے حضرات کو اس معاملے میں بڑی دشواری پیش آئی ہے، ہر گروہ اپنی رائے پر خوش ہے، حق کا علم اس کے پاس ہے جو علوم کا دینے والا اور ہر راز کا جاننے والا ہے۔ اللہ تعالٰی ہمارے آقا و مولا چودھویں کے چاند محمد مصطفٰی اور آپ کی آل اور صحابہ کرام ہدایت کے چاندوں اور ستاروں پر رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین! (ت)

مسئلہ ۵۲: از قصبہ پاڑہم ضلع مین پوری پرگنہ مصطفٰی آباد مسئولہ محمد صادق علی خاں صاحب ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وحامیان شرع متین حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس مسئلہ میں کہ مسماۃ زینب نے پانچ بسوہ زمینداری ایک موضع کی بقرار داد مبلغ ۱۳۱۹ سالعہ مالیانہ حق مالکانہ کے مسمّٰی خالد سے واسطے معاش اپنے کے تا مدت گیارہ سال رہن دخلی کی اور مرتہن یعنی خالد مذکور قابض شَے مرہون ہوا بعد چند سال مسماۃ زینب راہنہ فوت ہوئی تو بعد ازیں بحث مقدمہ اثبات وراثت مسماۃ مریم مدعیہ وارثہ راہنہ جس میں سوت راہنہ اور دوسرا مرتہن جائداد مرہونہ مدعا علیہما مجیب تھے از روئے شرع محمد علیہ الصلوات والتسلیم

---

[1] القرآن الکریم ۲۳/ ۵۳

Marfat.com

شئے مرہون جزءاً یعنی ۱۶ بسوانسہ ۱۳ کچوانسہ اور ایک ثلث کچوانسہ ملکیت حقیت راہنہ کی اور مدعیہ وارثہ کی ٹھہری اور جزءاً شئے مرہون یعنی ۴ بسوہ ۳ سوانسہ ۶ کچوانسہ اور دو ثلث کچوانسہ شئی مرہون مال غصب اور حقیت ملکیت شخص ثالث جو فریق مقدمہ مذکور نہ تھا قرار پائی، چنانچہ ۱۶ بسوانسہ ۳ کچوانسہ اور ایک ثلث کچوانسہ مدعیہ وارثہ راہنہ کو ملے اور بعد ازیں فک الرہن بھی ہوگئی اور ۴ بسوہ ۳ بسوانسہ ۶ کچوانسہ اور دو ثلث کچوانسہ یعنی بمقدار مال غصب معلق رہے چنانچہ آج تک وہ مال غصب بہ قبضہ رہن قائم مقام مرتہن ہے اور اب وارثہ راہنہ بھی مرچکی ہے مگر اس کی اولاد باقی ہے یعنی وارثہ راہنہ کی تو مسئلہ فرماؤ بقید نام و باب کتاب کے جس سے مسئلہ اخذ کرو کہ حق انفکاک رہن مذکورہ بالا کا وارثان وارثہ راہنہ کو ہے یا نہیں؟ اجر دے تم کو اللہ صاحب نیک اجر۔

الجواب

بلاشبہہ ہے۔ تقریر سوال و بیان سائل سے واضح کہ یہاں شخص ثالث نہ فریق مقدمہ تھا نہ راہنہ یا اس کے وارث اپنے غصب کے مقر، تو بالائی طور پر غاصب سمجھ لینا ان کے حق فک کو کیا زائل کرسکے جبکہ علماء تصریح فرماتے ہوں کہ راہن اگر اقرار بھی کردے کہ شئی مرہون دوسرے کی ملک ہے تاہم اسے یہی حکم دیں گے کہ فک رہن کراکر مالک کو واپس دے، درمختار باب التصرف فی الرہن میں ہے:

لورھن شیئا ثم اقر بالرھن لغیرہ لایصدق فی حق المرتھن ویؤمر بقضاء الدین وردہ الی المقر لہ[1]

اگر کوئی شئی رہن رکھی پھر راہن نے اقرار کیا کہ مرہون شئی کسی اور کی ملک ہے تو مرتہن کے حق میں راہن کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور راہن کو حکم دیا جائے گا قرض کی ادائیگی کا اور مرہون شئی مقر لہ کی طرف لوٹانے کا۔ (ت)

معہذا جب ملک غیر بے اذن غیر کوئی شخص راہن کو دے تو راہن غاصب اور مرتہن مثل غاصب الغاصب ہوتا ہے۔ ہدایہ باب الرھن الذی یوضع علی ید العدل میں ہے:

ان مات العبد المرھون فی ید المرتھن ثم استحقہ رجل

اگر مرہون غلام مرتہن کے قبضے میں مرگیا پھر کوئی اور شخص اس کا مستحق نکل آیا تو اس کو

---

[1] الدرالمختار کتاب الرھن باب التصرف فی الرھن الخ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۷۴

Marfat.com

فلہ الخیار ان شاء ضمن الراھن و ان شاء ضمن المرتھن لان کل واحد منھما متعد فی حقہ بالتسلیم او بالقبض[1]

اختیار ہوگا چاہے تو راہن کو ضامن ٹھہرائے اور چاہے تو مرتہن کو۔ کیونکہ دونوں میں سے ہر ایک مستحق کے حق میں تعدی کرنے والا ہے بسبب رہن کی سپردگی کے یا بسبب اس پر قبضہ کرنے کے۔ (ت)

غایۃ البیان علامہ اتقانی باب مذکور میں ہے:

ای متعد فی حق المستحق اما الراھن فبتسلیم الرھن الی المرتھن و اما المرتھن فبالقبض فصار الراھن کالغاصب والمرتھن کغاصب الغاصب[2]۔

یعنی مستحق کے حق میں تعدی کرنے والا ہے۔ راہن اس لئے کہ اس نے مرہون شئے مرتہن کے سپرد کی اور مرتہن اس لئے کہ اس نے مرہون پر قبضہ کیا لہذا راہن غاصب کی مثل اور مرتہن غاصب سے غصب کرنے والے کی مثل ہوگیا۔ (ت)

راہن جب کہ مالک سے غاصب اور مرتہن کا مدیون ہوا تو آخر اسے یہی حکم ہوگا کہ مرتہن کا دَین دے اور مالک کو اُس کی شیئ واپس کرے اور جب مرتہن اپنا دَین پا لیتا ہے تو اُسے کوئی حقِ حبس نہیں رہتا اور جس سے وہ چیز لی تھی یعنی راہن اگرچہ وہ حقیقۃً غاصب ہی ہو اُسے سپرد کردینے سے بری الذمہ ہوجاتا ہے۔ عالمگیری کتاب الغصب باب ثانی عشر میں ہے:

غاصب الغاصب یرد الی الغاصب الاول لیخرج عن العھدۃ[3]۔

غاصب سے غصب کرنے والا غاصب اول کی طرف مغصوب کو لوٹادے تاکہ ذمہ داری سے نکل جائے۔ (ت)

بالجملہ صورتِ مستفسرہ میں بعد ادائے دَین وارثانِ راہنہ کو شیئ مرہون واپس دینے میں مرتہن یا اس کے قائم مقام کوئی عذر نہیں ہوسکتا اب اگر حقیقۃً اُس میں شخص ثالث کا

---

[1] الہدایۃ کتاب الرہن باب الرہن الذی یوضع علی ید العدل مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۵۳۶

[2] غایۃ البیان " " " "

[3] الفتاوی الہندیۃ کتاب الغصب الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۱۴۹

Marfat.com

حصہ ہے تو ورثہ راہنہ پر فرض ہوگا کہ مستحق کو اس کا حق پہنچائیں ۔ یہ دوسری بحث ہے جس سے مرتہن کو تعلق نہیں ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۲ مسئولہ حاجی غلام حضرت ۵ رجب المرجب ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید کچھ زیور سونے کا عمرو کے پاس لے کر گیا کہ مجھے روپے کی ضرورت ہے زیور رکھ لو اور روپیہ دے دو میں روپیہ دے کر زیور اپنا لے لوں گا عمرو نے کہا اس وقت میرے پاس روپیہ نہیں زید نے کہا تم کسی اور سے یہ کام کرا دو عمرو وہ زیور بکر کے پاس لے گیا اور زید کا مقولہ بکر سے کہا بکر نے جواب دیا بیس روپے تولہ کے حساب سے اس زیور کے دام دیتا ہوں اور یک ماہ تک وعدہ پر واپسی کرتا ہوں یک ماہ تک اگر روپیہ نہ دیا تو میں واپس نہ کروں گا عمرو نے یہ شرط منظور کرکے روپیہ لے لیا ۔ زید کا روپیہ عمرو کے پاس قبل وعدہ کے جمع تھا زید نے اپنے زیور کا تقاضا عمرو سے کیا اور کرتا رہا، عمرو اپنے کاروبار میں مصروف تھا بکر سے تقاضا مابین وعدہ نہ کرسکا یہاں تک کہ وعدہ سے عرصہ زیادہ ہوگیا اب عمرو نے بکر سے زید کا وہ زیور طلب کیا اور روپیہ دینا چاہا تو بکر نے زیور واپس کرنے سے انکار کیا اور کہا میں نے بعد گزرنے وعدے کے زیور فروخت کردیا لیکن بدون اطلاع اور بلا اجازت زید و عمرو کے فروخت کیا اور وہ زیور اس قدر روپیہ سے جو زید کو دیا گیا تھا سوائی قیمت سے بھی
۱ زائد کا تھا پس صورتِ مسئولہ میں شرع شریف کا کیا حکم ہے آیا وہ بکر کو وہ زیور واپس کرنا لازم ہے یا نہیں ؟ اور اس کے نفع کا مالک اور نقصان کا متحمل زید یا عمرو یا بکر ؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے ۔ ت)

الجواب

یہ صورت بیع الوفا کی ہے اور بیع الوفا مذہب معتمدین محض رہن ہے اور مرتہن جب بلا اذن راہن شئی مرہون کو بیع کردے تو وہ بیع اجازتِ راہن پر موقوف رہتی ہے اگر شئی مبیع ہنوز موجود ہو اور اگر مشتری کے پاس ہلاک ہوجائے تو راہن کو اختیار ہوتا ہے کہ مرتہن یا مشتری جس سے چاہے اپنی چیز کا تاوان لے لے ۔ فتاوٰی خیریہ میں ہے :

سئل فی رجل باع رجلا اٰخر دارا بثمن معلوم الی اجل معلوم بیعا معادا

ایک شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے دوسرے شخص کے ہاتھ معین ثمنوں کے عوض مدت معلومہ تک کے لئے گھر بیچا ایسی بیع کے

Marfat.com

علیٰ انہ فی شھر کذا یحضر الثمن ویسترجع الدار ثم مضی الزمن المعین بینھما ولم یقدر البائع علی الثمن الابعد مدۃ والثمن دون قیمۃ الدار فھل للبائع دفع الثمن واسترجاع الدار اجاب یجبر المشتری علیٰ قبول الثمن من البائع ورد الدار علیہ، والذی علیہ الاکثر انہ رھن لایفترق عن الرھن فی حکم من الاحکام[1] اھ ملخصا۔

ساتھ جو لوٹائی جائے گی اس شرط پر کہ فلاں مہینے بائع ثمن حاضر کردے گا اور گھر واپس لے لے گا۔ پھر ان دونوں کے درمیان طے شدہ مدت گزر گئی درآنحالیکہ بائع ثمن حاضر کرنے پر قادر نہ ہوا مگر اس کے کچھ عرصہ بعد وہ دینے پر قادر ہوا جبکہ ثمن قیمت سے کم ہیں۔ تو کیا بائع کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ثمن دے کر گھر واپس لے۔ اس کا یہ جواب دیا گیا کہ مشتری کو بائع سے ثمن وصول کرنے اور گھر واپس لوٹانے پر مجبور کیا جائے گا۔ اکثر مشائخ اس موقف پر ہیں کہ یہ بیع رہن ہے کیونکہ اس میں اور رہن میں کسی بھی حکم میں فرق نہیں اھ تلخیص (ت)

جواہر الفتاوٰی پھر حاشیہ جامع الفصولین پھر ردالمحتار میں ہے:

حکمہ حکم الرھن وھو الصحیح[2]۔

اس کا حکم وہی ہے جو رہن کا حکم ہے اور وہی صحیح ہے۔ (ت)

اسی طرح جواہر الاخلاص میں ہے کما رأیتہ فیھا (جیسا کہ میں نے اس میں دیکھا ہے۔ ت) شرح الطحاوی پھر جامع الرموز پھر حاشیہ شامی میں ہے:

توقف علیٰ اجازۃ الراھن بیع المرتھن فان اجازہ جاز والافلا ولہ ان یبطلہ ویعیدہ رھنا ولو ھلک فی ید المشتری قبل الاجازۃ لم تجز الاجازۃ بعدہ و

مرتہن اگر مرہون کو بیچ دے تو یہ بیع راہن کی اجازت پر موقوف ہوگی۔ اگر راہن نے اجازت دے دی تو جائز ورنہ نہیں۔ راہن کو اختیار ہے کہ بیع کو باطل کرکے اُسے رہن کی طرف لوٹا دے

---

[1] الفتاوی الخیریۃ کتاب البیوع دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۲۵

[2] ردالمحتار بحوالہ جواہر الفتاوٰی ؍؍ باب الصرف داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۴۶

Marfat.com

للراھن ان یضمن ایھما شاء[1]

اگر مرہون مشتری کے قبضہ میں راہن کی اجازت سے قبل ہلاک ہوجائے تو اس کے بعد کی اجازت جائز نہیں اور راہن کو اختیار ہوگا کہ مرتہن اور مشتری میں سے جسے چاہے ضامن ٹھہرائے۔ (ت)

درمختار و ردالمحتار میں ہے:

ضمن بتعدیہ (کالبیع بلا اذن قھستانی) کل قیمتہ (ای بالغۃ مابلغت لانہ صار غاصبا اتقانی) فیسقط الدین بقدرہ[2] اھ مختصرا۔

مرتہن اپنی تعدی کی وجہ سے (جیساکہ بلا اجازت بیع، قہستانی) کل قیمت کا ضامن ہوگا (یعنی وہ قیمت جس قدر بھی ہو، اتقانی) لہذا اس کے برابر قرض ساقط ہوجائے اھ اختصار (ت)

پس صورت مستفسرہ میں بکر پر لازم ہے کہ زیور ہنوز نہیں بیچا تو فوراً اپنا دیا ہوا روپیہ لے کر کل زیور واپس کردے اور اس مہمل و باطل قرارداد کی آڑ نہ لے اور اگر بکر نے واقع میں بیع کردیا اور زیور ہنوز مشتری کے پاس موجود ہے تو زید کو اختیار ہے چاہے اس میں بیع کو جائز کردے اور زرِ ثمن تمام و کمال خود لے یا رد کردے اگر رد کردے تو مشتری پر فرض ہے کہ روپے واپس کرے، اور اگر زیور تلف ہوگیا یا اب اس کا پتا نہیں چلتا قابو سے باہر ہے تو زید اس کا پورا تاوان بکر سے لے سکتا ہے مثلاً اگر بکر نے سترّ روپے اسے دیئے اور زید کا بازار کے بھاؤ سے سو روپے کا نکلا تو بکر کے سترّ روپے ساقط و برابر ہوگئے زیادہ کے تیس[3] روپے زید کو دے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۴: از شہر کہنہ مرسلہ عبدالصمد صاحب ۸ ربیع الثانی ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو شئی مرہون سے نفع اٹھانا بہ اجازت راہن جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

مرہون سے انتفاع حرام محض ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

[1] ردالمحتار کتاب الرھن باب التصرف فی الرہن دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۳۲۷
[2] الدرالمختار " " مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۶۷
ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۳۱۳

Marfat.com

کل قرض جر منفعة فهو ربا[1] جو قرض منفعت کو کھینچ لائے وہ سود ہے (ت)

بہ اجازتِ راہن نفع اٹھانے کے یہ معنٰی تھے کہ قرض کے دباؤ سے نہ ہو اور اس کی اجازت ہی کا پابند رہے جب وہ خوشی سے کہہ دے انتفاع کرے اور جس وقت منع کردے فوراً باز رہے مثلاً اُس نے اپنی خوشی سے کہہ دیا کہ مکان میں رہو یہ آکر رہا اُسی وقت اُس نے کہہ دیا مجھے منظور نہیں تو فوراً نکل جائے کچھ عذر حیلہ درمیان میں نہ لائے یہاں یہاں ہرگز نہیں ہوتا بلکہ قطعاً دباؤ پر رہتے ہیں اور راہن دباؤ ہی کے باعث اجازت دیتا ہے اور وہ رجسٹری کے کاغذوں میں لکھی جاتی ہے کہ اس کے سبب انتفاع بالجبر کر سکیں اور اگر لاکھ کہے کہ نکل جاؤ ہرگز نہ نکلیں گے اور یہی جواب دیں گے کہ پہلے ہمارا قرض دے دو تو جائیں تو یہ صورت اجازت سے اصلاً متعلق نہیں بالاجماع حرام و ربا ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ ۵۵: از جائس رائے بریلی محلہ زیر مسجد مکان حاجی ابراہیم مرسلہ ولی اللہ صاحب ۲ ربیع الاول شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرہون شیئ سے فائدہ اٹھانا مثلاً زمین رہن رکھا اس کو جوتتا ہے اور اس میں زراعت بوتا ہے اور اس کے مینڈھ وغیرہ بندھواتا ہے اس کے نیچے اس کا منافع کھاتا ہے اور اس کو قیاس کرتا ہے بکری اور گھوڑے کے اُوپر جائز ہے اس کے منافع کھانا یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

مرتہن کو مرہون سے نفع اٹھانا حرام اور نرا سُود ہے،

کما افادہ العلامۃ الطحطاوی و العلامۃ الشامی فی حاشیتی الدر وحققناہ فی فتاوٰنا، واللہ تعالٰی اعلم۔

جیسا کہ علامہ طحطاوی اور علامہ شامی نے درمختار کے حاشیوں میں افادہ فرمایا ہے ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاوٰی میں کی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۶: از ریاست رامپور متصل کوتوالی مکان مرحوم مجددی مرسلہ مولوی احمد حسین صاحب ۱۸ جمادی الاولٰی ۱۳۲۱ھ

چند شخص نے ایک ملک مشترک اپنے چند شخصوں کے پاس بالاشتراک رہن کی زر رہن

[1] کنز العمال بحوالہ الحارث عن علی حدیث ۱۵۵۱۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۲۳۸

Marfat.com

لے لیا اور ملک پر مرتہنان کو قبضہ دے دیا رہن نامہ میں یہ لکھ دیا کہ ہم نے منافع ملک مرہون مرتہنان کو ہبہ معاف کر دیا اور بخش دیا۔ اکثر راہنان مر گئے اور بعض زندہ ہیں۔ مرتہنان نے بعد موت راہنان متوفی منافع ملکِ مرہون زائداز مقدارِ زرِ رہن حاصل کریں یہ ارشاد فرمایا جائے کہ منافع مذکورہ حق جائز وشرعی مرتہنان کا ہے یا نہیں؟ اور باوجود اس کے کہ مرتہنان نے منافع ملکِ مرہون بقدر مقدار زر رہن یا زائد از زر رہن خود کا وصول کرلیا پھر بھی وہ مستحق پانے زرِ رہن کے ہیں یا وارثانِ راہن زر رہن یا فقتی مرتہن کو منافع وصول شدہ میں مجرا ومحسوب کرسکتے ہیں اور بلا ادائے زر دیگر ملک کو چھڑا سکتے ہیں، ہبہ وبخشش زرِ منافع مذکورہ رہن نامہ عموماً اور بعد موت راہنان خصوصاً کیا اثر رکھتے ہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں زرِ منافع مرہون مرتہنوں کے حق میں ضرور حرام اور سُود ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کل قرض جر منفعة فهو ربا، اخرجه الحارث فی مسنده[1] عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجهه۔	جو قرض نفع کو کھینچ لائے وہ سود ہے۔ حارث نے اپنی مسند میں امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے اس کی تخریج کی (ت)

عقود الدریہ میں محیط سے ہے:

لیس للمرتهن ولا للراهن ان یزرع الارض ولا یؤاجرها لانه لیس لهما الانتفاع بالرهن[2]	راہن اور مرتہن کو یہ اختیار نہیں کہ وہ مرہون زمین میں کاشت کریں کیونکہ انھیں رہن سے نفع اٹھانا جائز نہیں۔ (ت)

اشباہ میں ہے:

یکرہ للمرتهن الانتفاع بالرهن باذن الراهن[3]	راہن کی اجازت سے مرتہن کو رہن سے انتفاع مکروہ ہے۔ (ت)

---

[1] کنز العمال بحوالہ الحارث عن علی حدیث ۱۵۵۱۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۲۳۸
[2] العقود الدریۃ کتاب الرہن ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۲۵۸
[3] الاشباہ والنظائر الفن الثالث کتاب الرھن ادارۃ القرآن کراچی ۲/۱۱۳

Marfat.com

تہذیب وجامع المضمرات میں ہے:

یکرہ للمرتہن ان ینتفع بالرھن وان اذن لہ الراھن[1]

مرتہن کو رہن سے انتفاع مکروہ ہے اگرچہ راہن اجازت دے دے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

قال المصنف وعلیہ یحمل ما عن محمد بن اسلم انہ لایحل للمرتہن ذٰلک ولو بالاذن لانہ ربا[2]

مصنف نے کہا اور اسی پر محمول ہے وہ جو محمد بن اسلم سے مروی ہے کہ مرتہن کو مرہون سے کچھ بھی نفع اٹھانا جائز نہیں اگرچہ راہن کے اذن سے ہو کیونکہ وہ سود ہے۔ (ت)

غمز العیون میں ہے:

فی الجامع لمجد الائمۃ عن عبداللہ بن محمد بن اسلم انہ لایحل لہ ان ینتفع بشیئ منہ وان اذن لہ الراھن لانہ اذن فی الربا لانہ یستوفی دینہ فتکون المنفعۃ ربا[3]

مجد الائمہ کی جامع میں عبداللہ بن محمد بن اسلم سے منقول ہے کہ مرتہن کو مرہون سے کچھ بھی نفع اٹھانا جائز نہیں اگرچہ راہن نے اس کی اجازت دی ہو کیونکہ یہ سُود کی اجازت ہے اس لئے کہ مرتہن اپنا قرض پورا وصول کرتا ہے تو منفعت سود ہوگی۔ (ت)

تحقیق یہ ہے کہ انتفاع مرتہن جب مشروط ہوجائے تو باہم اُس کی قرارداد عمل پر آئے تو بالاجماع حرام ہے اور جو امر عرف ظاہر سے معلوم ومعہود ہو وہ بلا ذکر بھی مثل مشروط ہے اور شک نہیں کہ اب انتفاع مرتہنان کی بلا غرور دائر و سائر و عالمگیر ہے تو رہن میں اگر اس کا ذکر بھی نہ آتا عرفاً مشروط قرار پاتا اور حرام ہوتا راہنوں کی اجازت قطعاً اسی عرف پر مبنی اور اُسی قرض کے دباؤ سے ناشئی ہے یہ نہ ہو تو ہرگز وُہ اجازت نہ دیں کہ ہماری جائداد کا منافع زید وعمرو لیں اور ہم نہ پاسکیں، مرتہنوں کا قرض دینا بھی اسی منافع پر ہے اور وہ ضرور

---

[1] الدرالمختار بحوالہ التہذیب کتاب الرھن فصل فی مسائل متفرقہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۷۷
[2] " " " " " " " " " "
[3] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الثالث کتاب الرھن ادارۃ القرآن کراچی ۲/۱۱۳

Marfat.com

راہنوں کو اس پر مجبور کرتے ولہذا دستاویز میں لکھا لیتے ہیں اور اگر بعد تحریر راہن انھیں انتفاع سے منع کریں کبھی باز نہ رہیں گے بلکہ تا اداتے زر رہن اپنا حق جانیں گے یہ نہ ہرگز راہنوں کی طرف سے بطور خود محض احساناً بے دباؤ اپنے ملک کی منفعت جب تک اپنا جی چاہے مباح کرنا ہے نہ مرتہنوں کی طرف سے نرے اجنبی طور پر بے کسی دعوٰی بے کسی داب کے صرف اجازت دہندہ کی خوشی پر جب تک وہ چاہے اس کی ملک سے نفع پاتا ہے بلکہ قطعاً وہی شرط و قرارداد لزومی اور وہ بالاجماع حرام وربا ہے، طحطاوی علی الدرالمختار و ردالمحتار میں ہے:

الغالب من احوال الناس انھم انمایریدون عند الدفع الانتفاع ولولاہ لما اعطاہ الدراھم وھذا بمنزلۃ الشرط لان المعروف کالمشروط وھو مما یعین المنع[1]، واللہ تعالٰی اعلم۔

لوگوں کا غالب حال یہ ہے کہ وہ مرہون شیئ دیتے وقت نفع حاصل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ورنہ قرض پر درہم نہ دیں گے اور یہ شرط کی طرح ہوگیا کیونکہ معروف مشروط کی مثل ہوتا ہے اور وہ ممانعت کو متعین کرتا ہے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

راہنوں کا منافع مرتہنوں کو ہبہ کر دینا محض لغو بے معنٰی ہے منافع کہ ہبہ کئے گئے اس وقت موجود نہ تھے اور معدوم کا ہبہ باطل ہے اور باطل کے لئے کوئی اثر نہیں۔ فتاوٰی خیریہ میں ہے:

وبھذا اعلم عدم صحۃ ھبۃ ما سیتحصل من محصول القریتین بالاولٰی لان الواھب نفسہ لم یقبضہ بعد فکیف یملکہ وھذا ظاھر[2]

اور اسی سے معلوم ہوگیا کہ دونوں قریوں سے اب جو آمدنی حاصل ہوگی اس کا ہبہ بدرجہ اولٰی صحیح نہیں کیونکہ ہبہ کرنیوالے نے ابھی خود اس پر قبضہ نہیں کیا تو کسی کو اس کا مالک کیسے بنا سکتا ہے اور یہ ظاہر ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الرھن دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۳۱۱

[2] الفتاوی الخیریۃ کتاب الہبۃ دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۱۱۱

Marfat.com

مسئلہ ۵۷ از شہر متصل کچی سرائے مرسلہ ابو تراب بوساطت محمد عبدالرشید صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ عرصہ تین سال کا ہوا کہ ایک دکان زید نے ماعہ ۱۲۵ روپیہ پر رہن دخلی بمیعاد پانچ سال حسب فتوی ایک مولوی صاحب کے لیا تھا (یعنی اس عرصہ میں جو کچھ اس کی مرمت میں صرف ہوا وہ میرا اور کچھ آمدنی اس مدت میں ہوگی وہ میری ہوگی جب روپیہ واپس کرو گے دکان چھوڑ دوں گا) اور تین سال تک اسی طرح کرتا رہا یعنی اس کی مرمت وغیرہ اپنے پاس سے کرکے منافع کو لیتا رہا اب وہی مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ حرام ہے اب آپ حضرات سے التجا ہے کہ مولوی صاحب کے ان قولوں میں کون صحیح ہے اگر وہ واقعی حرام ہے تو اس مدتِ تین سال میں جو کچھ روپیہ مولوی صاحب نے کھلایا اس کا گناہ کن پر ہوگا اور وہ روپیہ کس طرح پاک ہوسکتا ہے؟

الجواب

صورت مستفسرہ میں وہ مولوی صاحب ماخوذ و گنہگار ہیں کہ انھوں نے حرام عمداً کو حلال بتایا اور ایک مسلمان کو حرام کھانے میں مبتلا کیا اور یہ مسئلہ کوئی ایسا خفی نہ تھا کہ عالم پر مخفی رہتا، رہا زید اس کی دو حالتیں ہیں، وہ مولوی صاحب جس کے فتوی پر اس نے عمل کیا کوئی ایسا ہی نام کا مولوی تھا جب تو زید بھی ماخوذ گنہگار رہے، عوام کو یہ حکم ہے کہ علمائے معتمدین مفتیانِ مستندین کے فتوی پر عمل کریں نہ یہ کہ ہر کس و ناکس سے پوچھ کر، اور اگر وہ عالم معتمد تھا تو جب تک اس فعل کے حرام ہونے پر زید کو اطلاع نہ ہوئی اس کے لئے امید آسانی ہے کہ اس نے ایک عالمِ معتمد کے فتوی پر عمل کیا وہ اسی قدر کرسکتا تھا۔

لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا[1] اللہ تعالٰی کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۸ از شہر بریلی محلہ گندہ نالہ مرسلہ جناب سید حاجی ابوالحسن صاحب پارچہ فروش ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ

زید و عمرو نے ایک جائداد باہمی خریدی اور نفع نقصان اس کا برابر ٹھہرایا اسی جائداد کا ایک جز ایک اور شخص کے پاس رہن تھا مبلغ سلعہ روپے پر، تو اس کو کہا گیا کہ تو ہماری

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۸۶

Marfat.com

جائداد واگزاشت کردے اُس نے جواب دیا کہ میں مع سود روپیہ لوں گا زید نے ایک دستاویز اسی شخص کے نام ایک دوسرے شخص سے جس کا وہ مقروض تھا خریدی پھر چند مدت تک وہ دستاویز زید کے پاس رہی بعد کو اس سے کہا گیا کہ تو ہماری جائداد کا جز چھوڑ دے اس نے بخوف دستاویز خریدکردہ کے ۱۵ روپے پر چھوڑ دیا اب زید عمرو سے کہتا ہے کہ مجھے ماعہ ۱۲۵ روپے میرے حصے کے دے اب عمرو پر ازروئے شریعت ماعہ ۱۲۵ اسے دینا لازم ہے یا للعہ ۲۲۵ کہ نصف ملہ ہے بینوا توجروا۔

الجواب

بیانِ سائل سے معلوم ہوا کہ زید نے سو روپے دے کر فک رہن کرایا اور کاغذ میں مرتہن سے ڈھائی سو روپے پانا لکھ لیا اس صورت میں اُس کا سوا سو روپے مانگنا محض ناجائز ہے صرف پچاس ۵۰ روپے لے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۹ از ریاست رامپور محلہ گنج مرسلہ شیخ محمد نور ۳ صفر مظفر ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ زید نے ۲۴ اگست ۱۸۹۸ء کو ایک دستاویز بمضمون بیع نامہ بعوض مبلغ پانصد روپیہ بابت یکنزل دکان مملوکہ خود بنام عمرو تحریر کی ہے جس میں شرط مندرجہ ذیل تحریر ہے،

مضمون شرط

اگر میں بائع اندر مدت دس سال کے کل زرثمن یکمشت مشتری کو ادا کروں تو مبیعہ مذکورہ واپس لے لوں ورنہ بعد انقضائے میعاد مذکور کے اسی زرثمن میں یہی بیع قطعی تصور ہوگی لہذا بیعنامہ بالوفا لکھ دیا گیا کہ سند ہو۔

عمرو فوت ہوگیا زید نے دکان مذکور پر اپنا قبضہ کرکے دکاندار سے کرایہ دکان کا خود وصول کیا ورثائے عمرو نے اول زید پر عدالت میں دعوی دلا پانے دخلی کا باستحقاق رہن کیا عدالت سے ڈگری باستحقاق رہن دلاپانے دخلی کی ہوگئی مگر تاہنوز ورثائے عمرو نے دخلی حاصل نہیں کیا ہے اب ورثائے عمرو بنام زید دعوی کرتے ہیں کہ جس قدر کرایہ زید نے ایام قبضہ رہنے میں کرایہ دار سے وصول کیا ہے وہ ہم کو زید سے دلایا جائے، زید یہ عذر کرتا ہے کہ ورثائے عمرو شرعاً مجھ سے رقم زرکرایہ جو میں نے اپنی مملوکہ دکان سے وصول کیا ہے مجھ سے دلا پانے کے مستحق نہیں ہیں شرعاً کیا ہونا چاہیے؟ جواب بحوالہ کتب فقہ تحریر فرمائیے۔

Marfat.com

بینوا توجروا فقط سائل زید۔

الجواب

بیع بالوفا خالص رہن ہے رہن سے زیادہ کچھ اثر نہیں رکھتی۔

فی رد المحتار عن حاشیۃ جامع الفصولین عن جواھر الفتاوٰی ھٰذا البیع باطل وھو رھن وحکمہ حکم الرھن وھو الصحیح[1]

درمختار میں حاشیہ جامع الفصولین سے بحوالہ جواہر الفتاوٰی منقول ہے کہ یہ بیع باطل ہے اور وہ رہن ہے اس کا حکم رہن کے حکم کی طرح ہے اور وہی صحیح ہے۔ (ت)

خیریہ میں ہے:

والذی علیہ الاکثر انہ رھن لا یفترق عن الرھن فی حکم من الاحکام قال السید الامام قلت للامام الحسن الماتریدی قد فشا ھٰذا البیع بین الناس وفیہ مفسدۃ عظیمۃ وفتواك انہ رھن وانا ایضا علٰی ذٰلك فالصواب ان نجمع الائمۃ ونتفق علٰی ھٰذا ونظھرہ بین الناس فقال المعتبر الیوم فتوانا وقد ظھر ذٰلك بین الناس فمن خالفنا فیہ فلیبرز نفسہ ولیقم دلیلہ[2]

اور اکثر مشائخ اس موقف پر ہیں کہ بے شک وہ رہن ہے اور کسی حکم میں رہن سے مختلف نہیں ہے۔ سید امام نے کہا کہ میں نے امام الحسن ماتریدی سے کہا یہ بیع لوگوں میں پھیل چکی ہے اور اس میں فساد عظیم ہے۔ آپ کا فتوٰی یہ ہے جس کے ساتھ میں بھی متفق ہوں کہ یہ رہن ہے، درست بات یہ ہے کہ ہم ائمہ کرام اجماع کرلیں اور اس پر متفق ہو جائیں، اس فتوٰی کو لوگوں میں ظاہر کریں، تو انھوں نے فرمایا کہ آجکل ہمارا فتوٰی معتبر ہے اور وہ لوگوں میں ظاہر ہے۔ لہذا جو ہماری مخالفت کرے اس کو چاہئے کہ وہ خود کو ظاہر کرے اور اپنی دلیل قائم کرے۔ (ت)

اور شرع مطہرہ میں رہن واجارہ دو عقد متنافی ہیں کہ کسی حال جمع نہیں ہوسکتے جو چیز

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع باب الصرف داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۴۶

[2] الفتاوی الخیریۃ کتاب البیوع دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۲۶

Marfat.com

کسی کے اجارہ میں ہے اگر مالک اُسے رہن کرے گا یہ رہن اجازت مستاجر پر موقوف رہے گا اگر وہ جائز کردے اور اپنا قبضہ چھوڑ کر مرتہن کا قبضہ کرادے تو اجارہ جاتا رہے گا رہن پورا ہوجائیگا ورنہ رہن تمام نہ ہوگا اور اجارہ باقی رہے گا اور جو چیز کسی کے رہن ہے اگر مالک اسے اجارہ پر دے یہ اجارہ اجازتِ مرتہن پر موقوف رہے گا اگر وہ جائز کردے اور اپنا قبضہ مرتہنی چھوڑ کر قبضہ مستاجر کرادے تو رہن جاتا رہے گا اجارہ نافذ ہوجائے گا اور رد کردے تو اجارہ باطل ہوجائیگا اور رہن بدستور رہے گا، یہ جو عوام زمانہ میں رائج ہے کہ مکان یا دُکان کرایہ پر ہے وہ اجارہ قائم رکھ کر مالک اُسے رہن رکھ دیتا ہے اور روزِ رہن سے اس کرایہ کا مستحق مرتہن سمجھا جاتا ہے محض بیہودہ و بے معنیٰ و حرام ہے اور اصلاً کوئی عقد شرعی نہیں کہ اجارہ میں بھی قبضہ کی حاجت ہے، اذلا یمکن الانتفاع الایہ (اس لئے کہ اس کے بغیر نفع اٹھانا ممکن نہیں۔ ت) اور رہن تو بے قبضہ تمام ہی نہیں ہوتا۔ فقال اللہ تعالٰی فرھٰن مقبوضۃ[1] (تو رہن ہو قبضہ میں لیا ہوا۔ ت) اور شئی واحد وقتِ واحد میں دو مختلف جہت سے دو قبضوں میں نہیں ہوسکتی۔ فتاوٰی خیریہ میں ہے:

اذاکان البیت مقبوضا فی الرھن دون الاجارۃ اعتبر وکان المرتھن احق بمالیتہ من المستاجر، وان کان مقبوضا فی الاجارۃ دون الرھن کان المستاجر احق بہ من المرتھن، و ان اتصل بکل منھما قبض فالعبرۃ للاسبق تاریخا منھما مالم یجز صاحب القبض السابق العقد المتأخر لانفساخ السابق بالاجارۃ منہ للعقد اللاحق[2]

اگر مکان پر بطورِ رہن قبضہ ہو نہ کہ بطور اجارہ تو رہن معتبر ہوگا اور مرتہن اس کی مالیت کا بنسبت مستاجر کے زیادہ حقدار ہوگا، اور اگر قبضہ بطور اجارہ ہے نہ کہ بطور رہن تو متاجر اس کا زیادہ حقدار ہوگا بنسبت مرتہن کے، اور اگر اس کے ساتھ دونوں کا قبضہ متصل ہوگیا تو دونوں میں سے اس کا اعتبار ہوگا جو تاریخ میں مقدم ہے جب تک سابق قبضے والا بعد والے عقد کی اجازت نہ دے کیونکہ اس کی طرف سے بعد والے عقد کی اجازت سے پہلے والا عقد فسخ ہوجائے گا۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۸۳

[2] الفتاوی الخیریۃ کتاب الرہن دار المعرفۃ بیروت ۲/۹۳ - ۱۹۲

Marfat.com

بیان سائل سے معلوم ہوا کہ یہ دکان پہلے سے بنیے کے پاس کرایہ پر تھی، اور اب تک کرایہ پر ہے کرایہ دار نے کسی وقت مرتہن کے لئے خالی نہ کی نہ اپنا قبضہ چھوڑ کر عمرو کا قبضہ کرایا، اس صورت میں یہ رہن محض ناتمام و بے اثر و بے معنی ہے وارثانِ عمرو کو کوئی دعوی وخلیا بی کا نہ پہنچتا تھا حاکم کو ایسا بے اصل دعوٰی سُننا بھی نہ تھا نہ کہ ڈگری دیتا کہ قبضہ جو رہن میں شرط ہے کہ باذنِ راہن ہو، نہ یہ کہ قاضی جبراً قبضہ دلا دے عقد کہ ناتمام رہا قاضی کو اس کے تمام کرنے پر جبر کا کیا اختیار، عالمگیریہ میں ہے:

لایجوز الرھن الامقبوضا و شرط صحۃ القبض ان یأذن الراھن فان قبض بغیر اذن الراھن لم یجز قبضہ[1] اھ مختصرا۔

رہن جائز نہیں جب تک اس پر قبضہ نہ کیا جائے اور اس کے قبضہ کے صحیح ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ راہن اجازت دے۔ اگر راہن کی اجازت کے بغیر قبضہ کیا تو جائز نہیں ہوا اھ اختصاراً۔ (ت)

عقود الدریہ میں ہے:

ان ادعی المرتھن الرھن مع القبض یقبل برھانہ علیھما وان ادعی الرھن فقط لایقبل لان مجرد العقد لیس بلازم[2]۔

اگر مرتہن نے رہن کا قبضے سمیت دعوٰی کیا تو اس کے گواہ رہن اور قبضے پر قبول کرلئے جائیں گے۔ اور اگر فقط رہن کا دعوٰی کیا تو قبول نہیں کیا جائے گا کیونکہ محض عقد سے رہن لازم نہیں ہوتا۔ (ت)

اور جب خود عمرو کا کوئی حق اُس دُکان میں ثابت نہیں تو ورثاءِ عمرو کا کیا حق ثابت ہوسکتا ہے سائل کا کہنا کہ زید نے دکان مذکور پر اپنا قبضہ کرکے دکاندار سے کرایہ خود وصول کیا اُسی غلط فہمی پر مبنی ہے جو عوام میں پھیلی ہُوئی ہے کہ شئی مواجر کے رہن کو بھی باوصف بقائے اجارہ اپنے زعم میں رہن صحیح وتام سمجھتے ہیں ورنہ حقیقۃً قبضہ مستاجر کا ہے اور ملک زید کی ہے اور عمرو کی ہنوز نہ مرتہنی پوری ہوئی نہ اس کا کوئی قبضہ، بالجملہ شک نہیں کہ زرِ کرایہ کا مالک خاص زید ہے عمرو یا وارثانِ عمرو

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الرھن الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۴۳۲

[2] العقود الدریۃ " ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۲۵۹

Marfat.com

کا اس میں کچھ حق نہیں یہاں تک کہ اگر کوئی رہن صحیح و تام ہو اور مرتہن بلا اجازت راہن اسے کرایہ پر دے یا بے اجازت دے اور راہن جائز کردے تو اس صورت میں بھی کرایہ کا مالک خاص راہن ہوتا ہے اور کرایہ پر اٹھانے سے رہن باطل ہوجاتا ہے۔ عقود الدریہ میں ہے:

امرأة باعت دارها من رجل بيع وفاء منزلا منزلة الرهن ثم ان الرجل أجرها باذنها من بعلها باجرة معلومة قبضها الرجل ويزعم ان الاجرة له تكون الاجرة للراهنة ويبطل الرهن[1]

کسی عورت نے اپنا گھر کسی مرد کے ہاتھ بیع وفاء کے طور پر فروخت کیا درانحالیکہ اس کو بمنزلہ رہن کے کیا، پھر مشتری مرد نے وہی مکان اس عورت کے شوہر کو ایک معین اجرت کے عوض اجارہ پر دے دیا اور اجرت پر یہ گمان کرتے ہوئے قبضہ کیا کہ یہ اجرت اس کے لئے ہے تو یہ اجرت راہنہ کے لئے ہوگی اور رہن باطل ہوجائے گا۔ (ت)

عالمگیری میں ہے:

واجره احدهما بغیر اذنه ثم اجاز صاحبه صحت الاجارة وبطل الرهن وتكون الاجرة للراهن[2]

راہن اور مرہون میں سے کسی ایک نے دوسرے کی اجازت کے بغیر مرہون شئی اجارہ پر دے دی پھر دوسرے نے اسکو جائز قرار دے دیا تو اجارہ صحیح ہوگیا جبکہ رہن باطل ہوگیا اور اجرت راہن کے لئے ہوگی۔ (ت)

یہاں کہ رہن سرے سے خود ہی بے قبضہ و ناتمام ہے اور کرایہ دینے والا خود زید مالکِ دُکان ہے تو عمرو یا وارثانِ عمرو کا زرِ کرایہ میں کوئی حق ہونا محض بے معنیٰ ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ از کانپور محلہ پٹکاپور مطبع نظامی مرسلہ مولوی ابو سعید صاحب سوم صفر ۱۳۲۶ھ

زید نے اپنی جائداد رہن کرکے کچھ روپیہ عمرو سے قرض لیا، شرائط رہن یہ تھے: میعاد اس رہن کی صرف ایک مہینہ ہے اگر بعد میعاد فوراً فک نہ کرالوں تو یہی دستاویز

---

[1] العقود الدریۃ کتاب الرھن ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۲۵۴
[2] الفتاوی " الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۴۶۵

Marfat.com

رہن نامہ بجائے بیعنامہ اور یہی زر رہن بجائے زرِ ثمن مقرر ہوگا اور جائداد مرہونہ بیع شدہ سمجھی جائے گی اور اُسی وقت سے قبضہ جائداد مرہونہ پر مرتہن کا مالکانہ ہوجائے گا اور مرتہن مثل میرے اُن تمام حقوق کے مالک کامل مشتریانہ ہوجائیں گے جو مجھ کو جائداد مرہونہ میں اس وقت حاصل ہیں لہذا یہ چند کلمہ بطور دستاویز بیع بالوفاء کے لکھ دئیے۔ اس رہن کے پہلے سے ایک مکان میں خود راہن رہتا تھا باقی مکانات و دکانات میں کرایہ دار راہن کی طرف سے تھے بعد اس رہن کے راہن نے کرایہ داروں سے کہہ دیا کہ کرایہ عمرو مرتہن کو دیا کریں اور جس مکان میں خود راہن رہتا تھا اس کا کرایہ بھی ایک مدت تک راہن ادا کرتا رہا۔ اب حضرات علمائے کرام مدظلہم العالی سے بکمال ادب یہ سوال ہے:

(۱) صورت مذکورہ میں شرعاً جائدادِ مرہونہ بعد گزرنے ایک ماہ کے رہن رہی یا بیع ہوگئی؟

(۲) جو کرایہ جائداد مرہونہ کا کرایہ داروں اور نیز زید راہن سے عمرو مرتہن کو وصول ہوتا رہا وہ مِلکِ راہن تھا یا ملک مرتہن شرعاً اصل زر رہن میں محسوب ہوتا گیا یا نہیں؟

(۳) عمرو مرتہن کو اب اسی قدر اصل روپیہ رہن کا لینا حلال ہے جو بعد مجرائے کرایہ وصول شدہ کے باقی ہو یا کل زر رہن بدون وضع کرایہ وصول شدہ کے لینا حلال ہے۔

(۴) جس وقت زید راہن اس قدر روپیہ جو بعد وضع کرایہ وصول شدہ کے عمرو مرتہن کا اصل زرِ رہن باقی ہو ادا کرے تو عمرو مرتہن پر جائداد مرہونہ چھوڑ دینا واجب ہے یا نہیں؟

الجواب

وہ بیع بھی باطل محض اور وہ رہن بھی محض بے معنیٰ، اور مرتہن کے لئے وہ زر کرایہ کہ خود راہن یا اور کرایہ داروں سے لیتا رہا حرام محض، اور جبکہ دَین بھی روپے تھے اور کرایہ کہ لیا گیا وہ بھی روپے ہیں بسبب اتحاد جنس مقاصہ ہوگیا یعنی جس قدر زر کرایہ عمرو کو وصول ہوا دَین میں مجرا ہوگا اصل زر رہن میں اس مجرائی کے بعد جو باقی ہے اُسی قدر کا مطالبہ عمرو کو حلال ہے زیادہ حرام ہے اور جائداد ہنوز کامل مرہون ہوئی ہی نہیں چھوڑنا نہ چھوڑنا کچھ معنیٰ نہیں رکھتا، زید کو اختیار ہے کہ بے ادائے بقیہ زر دین اپنا قبضہ جائداد پر رکھے عمرو صرف اپنے بقیہ دَین کا مطالبہ کرسکے گا جائداد کے قبضہ پر جبر کا اُسے کوئی اختیار نہیں، بیع تو یوں باطل محض ہے کہ ایک شرط پر معلق کی گئی اور بیع قابلِ تعلیق نہیں۔ اشباہ میں ہے:

Marfat.com

تعلیق التملیکات بالشرط باطل کالبیع والشراء[1] | تملیک والے معاملات کو شرط کے ساتھ معلق کرنا باطل ہے جیسے بیع اور شراء۔ (ت)

اور رہن یوں بے معنیٰ ہے کہ وہ بے قبضہ تمام نہیں ہوتا۔

قال اللہ تعالیٰ فرھٰن مقبوضۃ[2] | اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو رہن ہو قبضہ میں لیا ہوا۔ (ت)

قدوری میں ہے:

الرھن یتم بالقبض۔[3] | رہن کی تکمیل قبضہ سے ہوتی ہے۔ (ت)

اور جب رہن ہنوز تام نہیں ہوا تو مرتہن کو تحصیلِ قبضہ پر جبر نہیں پہنچتا، نہ بے اذن راہن قبضہ کرسکتا ہے۔ عالمگیری میں ہے:

قال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فی کتاب الرھن لایجوز الرھن الا مقبوضا کذا فی المحیط و شرط صحۃ القبض ان یاذن الراھن فان قبض بغیر اذن الراھن لم یجز قبضہ[4] (مختصراً) | امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الرھن میں فرمایا قبضہ کے بغیر رہن جائز نہیں، محیط میں یوں ہے، اور قبضہ صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ راہن اجازت دے اگر راہن کی اجازت کے بغیر قبضہ کیا تو اس کا قبضہ جائز نہ ہوا، مختصراً۔ (ت)

راہن کو اختیار ہے کہ بے ادائے دین اپنا قبضہ رکھے۔ عنایہ میں ہے:

ان قبضہ المرتھن علٰی ھذا الوجہ تم العقد ولزم وان لم یقبضہ فالراھن بالخیار بین التسلیم | اگر مرتہن نے مرہون پر رہن کی بنا پر قبضہ کرلیا تو عقد تام اور لازم ہوگا ورنہ راہن کو سونپنے اور نہ سونپنے کا اختیار

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی الشرط ادارۃ القرآن کراچی ۲/۲۲۵
[2] القرآن الکریم ۲/۲۸۳
[3] القدوری کتاب الرہن مطبع مجیدی کانپور ص ۱۰۰
[4] الفتاوٰی الہندیۃ کتاب الرہن الفصل الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۴۳۳

Marfat.com

وعدمہ[1] ہوگا۔ (ت)

یہاں کہ تمام اشیائے مرہونہ یا قبضہ مستاجران میں تھیں یا قبضہ خود مالک مکان میں اور بعد رہن بھی مالک و مستاجران ہی کا قبضہ رہا تو مرتہن کا قبضہ متحقق نہ ہوا اور رہن بے اثر و بے معنیٰ رہا جو کچھ زر کرایہ عمرو نے وصول کیا محض ناحق تھا اور اصل دَین میں مجرا ہو کر صرف باقی زرِ اصل کا اس کو مطالبہ جائز رہا۔ عقود الدریہ میں ہے:

رھن زید دارہ عند عمرو بدین ثم اٰجر عمرو الدار من زید مدۃ معلومۃ باجرۃ معلومۃ قبضھا من زید فالاجرۃ باطلۃ فلیرجع زید بما دفع ان لم یکن من جنس الدین وان کان من جنسہ تقع المقاصۃ۔[2]

زید نے اپنا گھر قرض کے عوض عمرو کے پاس رہن رکھا پھر عمرو نے وہی گھر معین مدت کے لئے معین اجرت کے بدلے میں زید کو بطورِ اجارہ دے دیا اور زید سے اجرت وصول کر لی تو وہ اجرت باطل ہے۔ زید کو چاہئے کہ جو کچھ اس نے دیا وہ اس سے واپس لے اگر وہ رہن کی جنس سے نہیں ہے۔ اور اگر وہ دین کی جنس سے ہے تو وہ قرض میں مجرا ہوگا۔ (ت)

اور بالفرض اگر یہ خیال قابل تقسیم ہو سکے کہ زید کا کرایہ داروں اور عمرو کا سامنا کرا دینا اور ان سب کی اس پر تراضی گویا اس کی مفید ہوئی کہ آج سے عقد اجارہ کہ زید و مستاجران میں تھا بتراضی فریقین منتہی ہو کر عمرو و مستاجرین میں باذن زید عقد اجارہ منعقد ہوا اور اسی قدر کو قبضہ مرتہن فرض کر لیا جائے تو اب بھی ہماں آش در کاسہ (وہ سب کچھ کاسہ میں رہا۔ ت) کا مضمون ہوگا مرتہن جب باذنِ راہن شیئ مرہون کسی شخص ثالث کو بطورِ اجارہ دے رہن فوراً باطل ہو جاتا ہے اور اجرت کا مالک خاص راہن قرار پاتا ہے تو مرتہن نے جو کچھ لیا غصب تھا دَین سے مجرا ہو کر صرف باقی زر اصل کا اسے مطالبہ پہنچے گا اور رجا مدّاد اس کی رہن سے نکل گئی باقی لے کر چھوڑنا کیا معنیٰ۔ ہندیہ میں ہے:

لو اٰجر واحد منھما (ای من الراھن والمرتھن) باذن

اگر ان دونوں (راہن و مرتہن) میں سے کسی ایک نے دوسرے کی اجازت سے مرہون شیئ

---

[1] العنایۃ علی الہدایۃ علی ہامش فتح القدیر کتاب الرھن مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۹/ ۷۰

[2] العقود الدریۃ کتاب الرہن ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۲۵۴

Marfat.com

صاحبہ او بغیر اذنہ ثم اجاز صاحبہ صحت الاجارۃ و بطل الرھن فتکون الاجرۃ للراھن وکذلک لو استاجرہ المرتھن صحت الاجارۃ وبطل الرھن اذا جدد القبض للاجارۃ ھکذا فی شرح الطحاوی[1] واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم۔

اجرت پر دے دی یا دوسرے کی اجازت کے بغیر دی پھر دوسرے نے اس کی اجازت دے دی تو اجارہ صحیح ہوگیا جبکہ رہن باطل ہوگیا اور اجرت راہن کے لئے ہوگی۔ اور یونہی اگر مرتہن نے مرہون کو اجارہ پر لے لیا اجارہ صحیح اور رہن باطل ہوگیا جبکہ اجارہ کیلئے نیا قبضہ پایا گیا یونہی شرح الطحاوی میں ہے۔ اور اللہ سبحانہ و تعالٰی خوب جانتا ہے (ت)

مسئلہ ۱۶۱ از مقام قصبہ بلرام پور ضلع گونڈہ مرسلہ سید محمد تحمل حسین صاحب ڈاکٹر

مخدوم و مکرم بندہ حضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب بعد سلام علیک کے التماس ہے کہ میں نے ایک مکان رہن یا قبضہ لیا تین سو روپے پر اور یہ مکان اور دکان ایک ہندو کا ہے اور اُسی شخص نے پھر مجھ سے یہ مکان دکان تین روپے مہینے پر کرایہ پر لے لیا ہے میعاد دو سال کی ہے مگر شرطیہ بھی دستاویز مذکور میں ہے کہ اگر اندر دو سال کے مکان دکان نہ چھڑا سکے تو رہن نامہ بجائے بیعنامہ کے سمجھا جائے مجھ کو یہ علم نہ تھا کہ یہ فعل ناجائز ہے براہِ بندہ نوازی اس مسئلہ سے مطلع فرمائیے کہ جو کرایہ نامہ میں نے لکھا ہے وہ روپے لوں یا نہ لوں؛ جائز ہے لینا یا نہیں اور وہ روپیہ کسی غریب یا کسی حاجتمند کو دیا جاسکتا ہے یعنی کسی کام میں یہ روپیہ کرایہ کا صرف ہوسکتا ہے یا نہیں؛ اگر یہ روپیہ کسی کام میں آسکتا ہے تو خیر، اور اگر کسی کام میں نہیں آسکتا تو اتنے روپیہ کو کیا کیا جائے یا جس کے یہ روپیہ ملے اسی کو واپس کیا جائے؛ جواب صاف مرحمت ہو۔ ایک شخص مجھ سے کہتا ہے کہ اگر یہ روپیہ ناجائز ہے اور آپ اپنے صرف میں نہیں لاسکتے ہیں تو میں قرضدار ہوں جس کی ادا میرے امکان سے باہر ہے مجھ کو دے دیجئے کہ میں قرضہ ادا کروں۔

الجواب

سیّد صاحب سلّمہٗ فی الواقع رہن دخلی بھی سود ہے اور شیئ مرہون کا راہن کو کرایہ پر دینا اور اس سے کرایہ لینا بھی سود ہے اور سود لینا حرام مگر جب کہ وہ شخص ہندو ہے اگر اس نے کسی مسلمان سے سُود لیا ہو تو اس سے یہ رقم نہ بہ نیت سود بلکہ اس نیت سے کہ اس نے

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الرہن الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۴۶۵-۶۶

Marfat.com

جو ناجائز رقم لی تھی وہ اس مسلمان کی اُس پر شرع کی رُو سے آتی ہوئی وصول کرکے مستحق کو پہنچا تا ہوں لینا جائز ہے۔ اور اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگوں میں سود خواری سے نام مشہور ہوگا اور جس طرح بُرا کام بُرا ہے بُرا نام بھی پسندیدہ نہیں تو یہ جواز خالص بلاکراہت ہوتا یونہی یہ بھی کہ سود کی نیت نہ کی جاتی بلکہ ایک نامسلم غیر ذمی کا مال طریق جائز قانونی سے لے کر اس محتاج مدیون مسلمان کی مدد کرنے جو آپ سے استمداد کررہا ہے اور مساکین مسلمین کے صرف میں لاتے کوئی حرج نہ رکھنا غرض ان نیتوں کے ساتھ حرام نہیں بُرے نام کے سبب بچنا چاہئے فقط، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۲ تا ۶۳ از دھارو پور مرسلہ جناب فوجدار خاں صاحب ۱۴ صفر المظفر ۱۳۳۰ھ

علمائے دین واتباع شرع متین کیا فرماتے ہیں ان مسائل میں کہ:

(۱) کسی اہل ہنود کی حقیت اگرچہ رہن دخلی رکھی جائے اور اس کی مالگزاری سرکاری سال بسال بموجب بندوبست سرکاری سرکار کو ادا کی جائے تو اس کا منافع جو کچھ اراضی میں ہوگا وہ سود میں شمار کیا جائے گا یا نہیں یا کیا حکم ہے؟

(۲) اگر کسی اسامی دخیل کار کی اراضی موروثی چند سال معین کے لئے رہن رکھی جائے اور اس اراضی مرہونہ کا لگان زمین دار کو رہن دار سال بسال ادا کرے تو اس اراضی کے کاشت کرنے سے جو کچھ منافع ہوگا اس کے واسطے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) ہندو کی حقیت رہن دخلی لینا اور اس سے منافع حاصل کرنا کوئی حرج نہیں مگر شرط یہ ہے کہ اپنے قرض پر نفع لینے یا سود کی نیت نہ کرے بلکہ یہ کہ ہندو کی رضامندی سے اس کے مال پر قبضہ جائز ہے اور اس مباح سے نفع حاصل کیا جاتا ہے،

فانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرء مانوی[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

بے شک عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہوتا ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۲) دخیل کار زمین موروثی کا شرعاً مالک نہیں ہوتا اس پر قبضہ کے بعد اصل مالک یعنی زمین دار سے اس کے کاشت کی اجازت لے کر لگان زمین دار کو تا مدت رہن ادا کرتا رہے

---

[1] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲

Marfat.com

اُس کا منافع حلال طیّب ہے یہ خیال نہ کرے کہ دخیل کار کو ہم نے قرض دیا ہے اور اس کی ملک رہن رکھی ہے اور اپنے قرض کا نفع اس سے لیتے ہیں کہ یہ نیت غلط و باطل ہے اور قصد گناہ سے گناہگار ہوگا بلکہ یہی نیت کرے کہ زمین زمین دار کی ہے دخیل کار سے اتنے دنوں کے لئے مل گئی ہے اور ہم نے مالک سے اجازت لے کر کاشت کی ہے لہٰذا ہم کو اپنی کاشت کا نفع حلال ہے اس میں حکم یکساں ہے خواہ وہ دخیل کار مسلمان ہو یا ہندو،

لانہ رھن ملک غیرہ فالمالک ان لم یقع منہ اجازۃ الرھن واذن لھذا فی الزرع بالاجر المعھود فھذہ اجارۃ نافذۃ وقد کان الرھن موقوفا علی اجازتہ وکل موقوف طرأ علیہ بات بطل وان فرض انہ اجاز الرھن ولو دلالۃ فالرھن الی اجل فاسد والفاسد واجب الفسخ ویستبد بہ کل منھما فلما آجر من ھذا بطل الرھن لان الرھن والاجارۃ متنافیان لایجتمعان کما صرحوا بہ، واللہ تعالٰی اعلم۔

اس لئے کہ یہ ملکِ غیر کا رہن ہے، چنانچہ مالک نے اگر رہن کی اجازت نہ دی اور مرہون زمین میں معین اجرت کے بدلے کاشت کی اجازت دے دی تو یہ اجارہ نافذ ہوگا۔ اور تحقیق رہن اس کی اجازت پر موقوف تھا اور ہر موقوف جب اس پر قطعیت طاری ہو تو وہ باطل ہوجاتا ہے اور اگر فرض کرلیا جائے کہ اس نے رہن کی اجازت دی اگرچہ بطور دلالت ہو تو یہ ایک مدت تک رہن ہوا جو کہ فاسد ہے، اور فاسد کا فسخ واجب ہوتا ہے۔ عاقدین میں سے ہر ایک اس کو فسخ کرنے میں مستقل ہوتا ہے کہ جب مالک نے اس کو اجارہ پر دے دیا تو رہن باطل ہوگیا کیونکہ رہن اور اجارہ آپس میں متنافی ہیں جو جمع نہیں ہوسکتے جیسا کہ مشائخ نے اس کی تصریح فرمائی۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

قال فی ردالمحتار فی مسئلۃ من اعار لیرھن افتی فی الحامدیۃ فیما لو قید العاریۃ بمدۃ معلومۃ

ردالمحتار میں اس شخص کے بارے میں کہا جس نے کوئی شیئ بطور عاریت دی تاکہ آگے رہن رکھے۔ حامدیہ میں فتوٰی دیا ہے کہ اگر عاریت کو معین مدّت کے ساتھ مقید کیا ہے

Marfat.com

ومضت المدۃ بان للمعیر اخذھا من المستعیر قال وبہ افتی فی الخیریۃ والاسمٰعیلیۃ ومثلہ فی فتوٰی ابن نجیم قائلا ، ولیس لہ مطالبتہ بالرھن قبل مضی المدۃ فاذا مضت وامتنع من خلاصہ من المرتھن اجبر علیہ اھ[1]

اقول ولا یخالفہ ما فی الذخیرۃ استعار ہ لیرھنہ بدینہ فرھنہ بمائۃ الٰی سنۃ فللمعیر طلبہ منہ وان اعلمہ انہ یرھنہ الٰی سنۃ اھ لان الرھن ھنا فاسد لتاجیلہ کما مر وکلامنا فی تاجیل العاریۃ تأمل اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

اور وہ مدت گزر چکی ہے تو مُعیر اس کو مُستعیر سے لے سکتا ہے۔ فرمایا اسی کے ساتھ خیریہ اور اسمٰعیلیہ میں فتوٰی دیا ہے اور اسی کی مثل فتاوٰی ابن نجیم میں ہے کہ معیر کو مدت گزرنے سے پہلے رہن کے مطالبہ کا اختیار نہیں اور جب مدت گزر جائے اور وہ مرتہن سے عاریت والی شئی چھڑانے سے انکاری ہو تو اس پر جبر کیا جائے اھ میں کہتا ہوں یہ اس کے مخالف نہیں جو کچھ ذخیرہ میں ہے۔ مستعیر نے اس لئے عاریت پر لیا کہ وہ اس شئی کو اپنے قرض کے بدلے رہن رکھے گا چنانچہ اس نے اس شئی کو سَو روپے کے بدلے میں ایک سال تک کے لئے رہن رکھا تو معیر اس کا مطالبہ کر سکتا ہے اگرچہ مستعیر نے اسے بتادیا ہو کہ وہ سال تک رہن رکھے گا کیونکہ رہن یہاں مدت مقرر کرنے کی وجہ سے فاسد ہے جیسا کہ گزر گیا۔ اور ہمارا کلام عاریت کی مدت مقرر کرنے میں ہے غور کر اھ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔(ت)

مسئلہ ۶۴: از ملک کاٹھیاواڑ مسئولہ حاجی عیسٰی خان محمد ۸ جمادی الاولٰی ۱۳۲۰ھ

(نوٹ) ادھار خریدا اور اطمینان کے لئے پاس زیور رہن رکھا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے۔ پھر اگر زیور مرتہن کے پاس تلف ہو جائے تو اگر جنس کے بدلے رہن تھا مثلاً نوٹ روپوں کو خریدا اور چاندی کا زیور رہن رکھا یا اشرفیوں کو مول لیا اور سونے کا زیور گروی کیا جب تو اس کا وزن معتبر ہوگا، اور اگر خلاف جنس کے بدلے رہن تھا مگر نوٹ روپوں کو خریدا اور سونے کا زیور رہن رکھا یا اشرفیوں کو مول لیا اور چاندی کا زیور گرو کیا تو زیور کی قیمت معتبر ہوگی

---

[1] ردالمحتار کتاب الرہن باب التصرف فی الرہن داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۳۳۰-۳۳۱

Marfat.com

مثلاً نوٹ سَو روپے کو مول لیا اور چاندی کا زیور کہ وزن میں سَو روپے بھر اور قیمت میں دو سو روپے کا تھا رہن رکھا اور وہ جاتا رہا تو برابر ہو گئے کہ وزن یکساں تھا اور اگر پچاس روپے بھر کا زیور رہن کیا جو قیمت میں سَو روپے کا تھا اور تلف ہو گیا تو دَین میں سے صرف پچاس ساقط ہوئے کہ یہاں قیمت میں سَو روپے کا تھا رہن رکھا اور وہ ہلاک ہو گیا تو برابر ہو گئے دین ساقط ہو گیا کہ یہاں قیمت کا اعتبار ہے، درمختار میں ہے:

صح رهن الحجرين والمكيل والموزون فان رهن بخلاف جنسه هلك بقيمته وهوظاهر وان بجنسه هلك هلك بمثله وزنا اوكيلا لا قيمة ولاعبرة بالجودة عند المقابلة بالجنس ثم ان تساويا فظاهر وان الدين ازيد فالزائد فى ذمة الراهن وان الرهن ازيد فالزائد امانة، درر وصدر الشريعة[1] والله سبحٰنه وتعالٰى اعلم۔

اور صحیح ہے رہن رکھنا سونے، چاندی اور کیلی و وزنی چیزوں کا۔ اگر اس نے مذکورہ چیزوں کو ان کی جنس کے خلاف کے عوض رہن رکھا اور مرہون ہلاک ہو گیا وہ قیمت کے ساتھ ہلاک ہوا اور یہ ظاہر ہے۔ اور اگر مذکورہ چیزیں ان کی جنس کے مقابل رہن رکھیں اور مرہون ہلاک ہو گیا تو وہ اپنی مثل قرض کے مقابل ہلاک ہو گا باعتبار وزن یا کیل کے نہ کہ باعتبار قیمت کے۔ اور جنس کے ساتھ مقابلہ کے وقت مرہون کے کھرے ہونے کا کوئی اعتبار نہیں۔ پھر اگر قرض اور مرہون برابر ہیں تو ظاہر ہے، اور اگر قرض زائد ہے تو وہ زائد راھن کے ذمے ہو گا۔ اور اگر مرہون زائد ہے تو وہ زائد امانت ہو گا، درر و صدر الشریعۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶۵: حیدرآباد دکن محلہ قاضی پورہ دفتر قادری تفسیر مرسلہ جناب مولوی سید عبد الجبار صاحب ۱۰ شعبان ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بکر سے زید نے مکان رہن لیا اور اب زید اس مکان کے کرایہ سے یا خود رہ کر منتفع ہونا چاہتا ہے آیا درست و جائز ہے یا نہیں؟ زید کا بیان ہے کہ کچھ خفیف ترمیم یا آہک پاشی میں اپنی ذات سے کر لیتا ہوں اس صورت میں کیا انتفاع جائز ہو سکتا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] الدر المختار کتاب الرھن باب مایجوز ارتھانہ الخ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۷۰

Marfat.com

الجواب

مرتہن کو رہن سے کسی طرح کا انتفاع جائز نہیں نہ رہ کر نہ کرایہ پر، سب حرام اور سود ہے۔

حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کل قرض جر منفعة فھو ربٰو، رواہ الحارث فی مسندہ[1] عن امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ۔

جو قرض نفع کو کھینچ لائے وہ سُود ہے۔ اسکو حارث نے اپنی مسند میں امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے روایت کیا۔ (ت)

یہاں جو انتفاع ہوتا ہے معروف ومعہود ہے اور معروف مشروط اور مشروط بالاجماع حرام اور وہ یقیناً روپے کے دباؤ سے ہوتا ہے تو یہاں اذن راہن کی صورت متحقق نہیں اگرچہ حیلۂ باطلہ کے طور پر اس کا نام کرلیا ہے کہ انتفاع بالاذن کے یہ معنٰی ہیں کہ نہ اُس کی شرط ہو نہ اُس پر اصرار بلا شرط اگر راہن بطور خود مثلاً کسی وقت سکونت کی اجازت دے تو صرف اس کے اذن کی بنا پر رہنا چاہیے اور اس میں اپنے کو ہر وقت اُس کے اذن کا محتاج جانے یہاں تک کہ وہ اس وقت کہہ دے کہ باہر نکل جاؤ تو وہ فوراً بلا عذر چلا جائے یا اس نے اجازت دی اور نہ اسباب لایا ایک قدم دروازے کے اندر اور ایک باہر ہے کہ راہن نے کہہ دیا مجھے منظور نہیں تو فوراً قدم باہر نکال لے یہ صورت اذنِ راہن کی ہے مگر حاشا اس کا وجود کہاں بلکہ بالیقین بزور رہتے ہیں اور تاادائے دَین راہن ہرگز نہیں منع کرسکتا ہے اور منع کرے تو ہرگز نہیں مانتے۔ لاجرم حکم مطلقاً تحریم ہے۔ طحطاوی علی الدرالمختار پھر ردالمحتار میں ہے:

الغالب من احوال الناس انھم انما یریدون عند الدفع الانتفاع ولولاہ لما اعطاہ الدراھم وھذا بمنزلة الشرط لان المعروف کالمشروط وھو مما یعین المنع[2] انتھی۔

لوگوں کا غالب حال یہ ہے کہ وہ رہن دیتے وقت نفع حاصل کرنے کا ارادہ کرتے ہیں ورنہ وہ قرض کے لئے درہم ہی نہ دیں گے۔ اور یہ بمنزلہ شرط کے ہے کیونکہ معروف مشروط کی مثل ہوتا ہے اور وہ ممانعت کو متعین کرتا ہے انتہی (ت)

---

[1] کنز العمال بحوالہ الحارث عن علی حدیث ۱۵۵۱۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۲۳۸

[2] ردالمحتار کتاب الرھن دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۳۱۱

Marfat.com

آہک پاشی وغیرہ کا حیلہ مفید نہیں کہ اگر اسے اُجرت ٹھہرائیں تو اول تو رہن و اجارہ دو عقد متنافی ہیں جمع نہیں ہو سکتے اور رہن چھوڑ کر اجارہ مانیں تو اجرت مجہول ہے اور ایسا اجارہ حرام اور عاقدین گنہگار اور دونوں پر اس کا فسخ واجب، اور وہ نہ کریں تو حاکم پر لازم کہ جبراً فسخ کر دے دفعاً للمعصیۃ کما فی الدر المختار وغیرہ (معصیت سے بچتے ہوئے جیساکہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۶ از بھڑوچ مسئولہ محمد عبدالرشید خاں صاحب ۱۹ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کے پاس عمرو نے باغ و زمین گرو رکھا چند عرصہ میں عمرو مع آل اولاد مرگیا اب اس کے باغ و زمین کا واپس لینے والا کوئی نہ رہا وہ باغ و زمین زید ہی کے پاس ہے، اب اگر زید اس باغ و زمین کی آمدنی کے روپے سے خیرات و حج کرے تو از روئے شرع شریف درست ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر وہ باغ و زمین اس کے روپے سے جو اس نے راہن کو دیا تھا زیادہ قیمت کی ہوں جیساکہ اکثر اشیاءِ مرہونہ میں یہی ہوتا ہے تو یہ اس سب کا مالک نہیں ہو سکتا بقدر اپنے روپے کے لے سکتا ہے باقی فقرائے مسلمین کا حصہ ہے جبکہ فی الواقع مالک کا کوئی وارث نہ رہا ہو جس قدر اس کا حصہ ہے اس سے حج کر سکتا ہے اور تصدق سب کا ممکن ہے اپنے حصہ کا باختیار خود اور حصۂ فقراء اس طرح کہ وہ انھیں کا مال ہے اور اگر اس کی مالیت اس کے روپے سے کم یا برابر ہو تو اس سب کو اپنے دین میں سے لے سکتا ہے، ۱

علیٰ ما نقل الفتوٰی علیہ فی ردالمحتار ان فی زماننا اخذ حقہ من خلاف جنسہ[1] جیساکہ اس پر فتوٰی منقول ہے۔ ردالمحتار میں ہے کہ ہمارے زمانے میں اس کو خلافِ جنس سے اپنا حق وصول کرنے کا اختیار ہے۔ (ت)

اُس وقت اُس سے حج و تصدق کا جواز خود ظاہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

---

[1] ردالمحتار کتاب السرقہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۰۰
" کتاب الحجر ۵/ ۹۵ و کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع ۵/ ۲۷۱

Marfat.com

مسئلہ ۶۷ از قصبہ دوکانہ خاص پاڑھم ضلع مین پوری مرسلہ حکیم ظہور الدین صاحب ۱۷ ربیع الآخر ۱۳۱۰ھ

جناب فضیلت مآب فیض اکتساب دام اقبالکم، بعد سلام علیکم آنکہ مژدۂ صحتوری مزاج کا مدام دعاگو اور جواب باصواب کا آپ کے اسلامی معاملات شہرہ ویکتائے آفاق ہے منتظر مثل ماہیِ بے آب ہوں۔

یہ مسئلہ بذریعہ سوال مندرجہ صدر کے بجواب مندرجہ تحت کہ جس کے نقل منسلک ہذا ہے آنجناب نے عرصہ گزرا کہ حل فرمایا تھا تو ۴ بسوہ ۳ بسوانسہ ۹ کچوانسہ اور دو ثلث کچوانسہ مال غصب اس وقت معلق تھا کہ بعدہٗ جس کا دعوٰی ورثائے شخص کو ثالث نے باستحقاق مستحقہ مجوزہ عدالت بابت دخلیابی یا انفکاک الرہن وزیر عدالت کہ جو ۱۳ مئی ۱۸۹۱ء کو بعارض تمادی قانون انگریزی ڈسمس ہوا تو اب جو ورثاء راہنہ کو جو ۱۶ سوانسہ ۱۳ کچوانسہ اور ایک ثلث کچوانسہ اور منجملہ پانچ بسوہ رہن کردہ مذکورہ کی پاچکے ہیں اس ۴ بسوہ ۹ کچوانسہ اور دو ثلث کچوانسہ ملکیت مال معلق کو فک الرہن کرادیں تو اب بھی ہوسکتا ہے یا کہ بوجہ اس کے ورثائے شخص ثالث مستحقہ کا دعوٰی ڈسمس ہونے سے قائم مقام مرتہن شرعاً مالک اصل ہوگیا اور ورثہ راہنہ غاصبہ کو انفکاک الرہن کا کوئی حق باقی نہ رہا اور اگر شرعاً استحقاق ہے تو اب بصورت استحقاق ورثہ راہنہ فک الرہن کرادیں تو اصل مالک یہ بھی رہے گی یا کہ ورثائے شخص ثالث کو استحقاق پھر بھی ورثہ راہنہ پر پہنچانے کا رہے گا یا کہ کوئی حق ورثائے ثالث کا اب بوجہ اس کے اس کا دعوٰی ڈسمس ہوچکا ہے نہیں رہا امید کہ جیسی صورت شرعاً ہو بجواب مفصل صاف صاف بحوالۂ کتب بواسطے خدا و رسول جواباً ارقام فرماکر معزز وممتاز فرمائیں، والسلام

الجواب

اٹھارھواں سال ہے کہ ذی القعدہ ۱۳۱۲ھ میں یہ مسئلہ یہاں سے لکھا گیا وہی جواب اس کا اب بھی ہے جو جب تھا حق انفکاک وارثانِ راہنہ کو ہے اداے دین مرتہن راہنہ ہی کے ترکہ سے ہوگا جزء معلق کی نسبت اگر ثابت یا وارثان راہنہ کو معلوم ہے کہ وہ شخص ثالث کا ہے تو ان پر فرض ہے کہ بعد انفکاک وارثان ثالث کو پہنچادیں شرع مطہر میں تمادی سے حق نہیں جاتا، جوہرہ نیرہ کتاب الطلاق باب اللعان، پھر اشباہ والنظائر فن ثانی کتاب القضاء والشہادات والدعاوی میں ہے:

Marfat.com

الحق لایسقط بتقادم الزمان قذفا او قصاصا او لعانا او حقا لعبد[1]	حق زیادہ زمانہ گزر جانے کے سبب سے ساقط نہیں ہوتا چاہے قذف ہو یا قصاص ہو یا لعان ہو یا حق عبد ہو۔ (ت)

اور اگر نہ ان کو معلوم نہ کوئی ثبوت تو وہ جز بھی ملک راہنہ سمجھا جائے گا جو اس پر قابض تھی اور جس نے بدعوٰی مالکانہ اس کو رہن کیا لان القبض دلیل الملك (کیونکہ قبضہ ملکیت کی دلیل ہے۔ت) اس صورت میں وہ خود وارثان راہنہ کا ہے بہرحال وارثان مرتہن کا کسی طرح نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۸ از لکھنؤ نئی سڑک جوتا بازار نخاس مرسلہ حاجی قدرت اللہ خاں تاجر جفت پاپوش ۵ جمادی الاولٰی ۱۳۳۱ھ

استفسار مزید (یعنی نسبت مسئلہ آمدہ از کانپور ۳ صفر ۱۳۲۶ھ)

واقعات مندرجہ استفسار سابق میں لکھا ہے (بعد اس زمین کے راہن نے کرایہ داروں سے کہہ دیا کہ کرایہ عمرو مرتہن کو دیا کریں) اس کی نسبت عمرو مرتہن نے ظاہر کیا ہے کہ صحیح واقعہ اس طرح ہے کہ بربنائے شرط مندرجہ دستاویز ایک ماہ کے بعد راہن نے کرایہ داروں سے کہا کہ کرایہ عمرو مرتہن کو دیا کریں، اگر یہ صحیح واقعہ استفسار میں تحریر ہوتا تو فتوٰی یہ ہوتا کہ شرعاً بیع صحیح ہوگئی اور کرایہ وصول شدہ ملک مرتہن ہے۔ لہذا حضرات علمائے کرام مدظلہم العالی کی خدمتِ والا میں بکمال ادب گزارش ہے کہ عبارت استفسار منسلکہ (بعد اس رہن کے راہن نے کرایہ داروں سے کہہ دیا کہ کرایہ مرتہن کو دیا کریں) عبارت صحیح یہ ہے کہ (بربنائے شرط مندرجہ دستاویز ایک ماہ کے بعد کرایہ داروں سے راہن نے کہہ دیا کہ کرایہ مرتہن کو دیا کریں) پس اس تصحیح واقعہ و تبدیل عبارت کے بعد احکام مندرجہ فتوٰی میں کیا تبدیلی ہوگی، اور کیا اس صورت میں جائداد بیع ہوجائے گی اور کرایہ وصول شدہ ملکِ مرتہن ہوگا، بملاحظہ حالات مندرجہ استفسار سابق و تصحیح واقعہ مندرجہ استفسار مزید ہذا و فتوٰی منسلکہ جواب بحوالہ کتب عطا ہو۔

---

[1] الاشباہ والنظائر بحوالہ الجوہرۃ النیرہ، الفن الثانی کتاب القضاء والشہادات الخ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۳۵۳

Marfat.com

دينه كاملا فتبقى له المنفعة فيكون ربا وهذا امر عظيم[1]

اجازت دینا سود کی اجازت ہے کیونکہ وہ اپنا قرض مکمل وصول کرتا ہے تو اس کے لئے نفع باقی رہا جو کہ سود ہوگیا اور یہ امر عظیم ہے۔ (ت)

اس پر اعتراض ہوسکتا ہے کہ یہ فضل ربا نہیں بلکہ فضل مستحق بالعقد اور یہ جبکہ پیش از میعاد و وقت قرارداد ہے مستحق بالعقد نہیں اور پھر اسی تنبیہ کی ضرورت ہوتی کہ:

المعهود عرفا كالمشروط لفظا[2]

جو عرف میں معہود ہو وہ لفظوں میں مشروط کی مثل ہے۔ (ت)

غرض اس عبارت سابقہ میں متعدد اوہام اور اس کے دفع کی مؤنت تھی اب کہ سوال میں آپ کی تصریح ہوگئی کہ حسب قرارداد و بعد مرور میعاد اُسی شرط کی بنا پر راہن نے یہ اجازت دی سب مؤنتیں اٹھ گئیں اور خود ہی ظاہر ہوگیا کہ یہ اجازت اُسی شرط باطل پر مبنی تھی اور باطل پر جو کچھ مبنی ہو باطل ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مابال رجال يشترطون شروطا ليست فى كتاب الله ماكان من شرط ليس فى كتاب الله فهو باطل ان كان مائة شرط فقضاء الله احق وشرط الله اوثق۔ رواه الشيخان عن امّ المومنين رضى الله عنها۔[3]

ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں، جو شرط بھی کتاب اللہ میں نہ ہو وہ باطل ہے اگرچہ سو شرطیں ہوں پس اللہ کا فیصلہ زیادہ حق والا ہے اور اللہ کی شرط زیادہ مضبوط ہے۔ اس کو شیخین نے ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔ (ت)

تو اس تبدیل سے احکام فتوائے سابقہ میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی بلکہ اور ان کی تائید و توکید ہوگئی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] ردالمحتار بحوالہ عبداللہ ابن محمد بن اسلم السمرقندی کتاب الرہن داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۳۱۰
[2] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ السادسہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۳۱
[3] صحیح البخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الولاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۷۷
صحیح مسلم کتاب العتق باب بیان الولاء لمن اعتق " " " ۱/ ۴۹۴

Marfat.com

مسئلہ ۶۹ از مقام مذکور ۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ

حضرت اقدس مدظلہ العالی بعد عرض تسلیم بعد تعظیم گزارش ہے کہ قبل اس کے دو عریضے خدمتِ اقدس میں روانہ کئے ہیں مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی افسر مدرس مدرسہ ندوہ کی رائے یہ معلوم ہوئی کہ وہ منافع جائداد مرہونہ ملک مرتہن بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عالمگیری میں ایک جزئیہ موجود ہے اِلاّ أن یأذن الراھن (مگر یہ کہ راہن اجازت دے دے۔ ت) براہِ دستگیری عاجزان اس کے متعلق جو تحقیق صحیح حضور والا کی رائے میں ہو اس سے آگاہ فرما کے سرفرازی بخشی جائے بعید بندہ نوازی سے نہ ہوگا، زیادہ حدِ ادب۔ عریضہ قدرت اللہ خاں از لکھنؤ نئی سڑک چوتا بازار۔

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آج چوتھا روز ہے جوابِ فتویٰ حاضر کر چکا ہوں، غالباً اس کے وصول سے پہلے آپ نے یہ کارڈ لکھا۔ اُس فتویٰ میں اس وہم کے تین رد موجود ہیں:

(۱) یہاں رہن ہی نہیں محض قرض ہے اور قرض پر نفع سود اور سود کسی کی اجازت سے حلال نہیں ہوسکتا۔

(۲) اگر رہن بھی مانیے تو اجازت راہن جسے شرع اجازت مانتی ہے یہاں عنقا ہے ہرگز محض اپنی اجازت بروجہ احسان وتبرع کے طور پر نفع نہیں لیتے بلکہ دَین کے دباؤ سے جس پر اس مرتہن کا راہن کو دوبارہ کرایہ نوٹس دینا شاہد ہے احسان وغیرہ پر نوٹس نہیں ہوتا لاجرم اُسے اپنا حق سمجھا اور بالجبر حاصل کرنا چاہا پھر اجازت سے ہونا کیسا۔

(۳) ان سب سے قطع نظر ہو تو جب سائل نے تصریح کردی کہ یہ اجازت بعد انقضائے میعاد بربنائے قرارداد تھی تو قطعاً نفع کی شرط ہوگئی اور دَین پر جو نفع شرط کرلیا جائے بالاجماع ربا وحرام قطعی ہے اسے باجازت راہن لینا نہیں کہہ سکتے بلکہ معاہدہ فاسدہ محرمہ۔

ولاحول ولاقوۃ الاّ باللہ العلی العظیم وھو تعالیٰ اعلم۔ (بلندی وعظمت والے رب کی توفیق کے بغیر نہ تو بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ ت)

Marfat.com

مسئلہ از ریاست رامپور محلہ زینہ عنایت خاں مرسلہ حامد علی خاں صاحب ۸ جمادی الاخری ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین از روئے شرع مبین اندریں مسئلہ کہ زید بکر کا مقروض ہے بکر نے زید پر عدالت میں دعوٰی دائر کرکے عدالت سے اپنے وصول کرلینے قرضہ کی ڈگری حاصل کی ہے زید کو ایک جائداد متروکہ عمرو اپنے مورث اعلٰی سے منجملہ ۱۶ سہام کے ۶ سہام شرعاً پہنچی جائداد متروکہ عمرو اس کی حیات سے منجانب عمرو ایک شخص کے پاس رہن دخلی ہے اور کوئی جائداد زید کی سوائے سہام مذکورہ نہیں ہے جس سے وصول ڈگری ہوسکے اندریں صورت بکر حق وحصہ مرہونہ زید بہ تحفظ حق مرتہنی بکر عدالت سے نیلام کراکر زرڈگری اپنا وصول کرنے کا مختار ہے یا نہیں اگر شئے مرہونہ مذکورہ شرعاً بغیر انفکاک نیلام نہیں ہوسکتی اور کیا صورت ہوسکتی ہے کہ بکر اپنا زرڈگری زید سے وصول کرسکے بکر مجبوراً کل زررہن یا فقتنی مرتہن قابض عدالت میں داخل کرکے اور انفکاک کرکے حق وحصہ زید جائداد مذکورہ سے نیلام کرادے اور بصورت مذکورہ بکر زررہن ادا کردہ خود کو دے کر بکر حصہ داران شرکاء زید سے شرعاً وصول کرنے کا مختار ہوگا یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

بیانِ سائل سے معلوم ہوا کہ وہ جائداد گاؤں ہے اور اس کی زمین زمانہ عمرو سے مزارعوں کو اٹھی ہوئی ہے وہ اس پر بدستور قابض رہے اُن سے زمین نکالی نہ گئی اور اسی حالت پر وہ گاؤں ایک شخص کے پاس دخلی رکھ دیا اور واقعی یہاں پر یہی معمول ہے یوں ہی کرتے ہیں اجارہ مقدم ہوتا ہے رہن مؤخر بلاتخلیہ مزارعین ہرگز نہ زمین سے دست بردار ہوتے ہیں نہ اپنا عقد فسخ کرتے ہیں بلکہ اسی مقبوض فی اجارہ کو محض زبانی وکاغذی باتوں سے معاً مقبوض فی الرہن تصور کرلیا جاتا ہے حالانکہ شئی واحد پر وقتِ واحد میں دو قبضہ مختلف وارد نہیں ہوسکتے تو حقیقۃً رہن بے قبضہ و بے اثر رہتا ہے اگرچہ براہِ نادانی اسے زمین پر قبضہ ہونا سمجھیں اور رہن دخلی کہیں اعتبار حقائق کا ہے نہ مزعومات عوام کا، لہٰذا اس صورت میں اصل حکم شرعی یہ ہے رہن سرے سے جائز ہی نہیں، نہ مرتہن کو جائداد میں کوئی حق کہ اور قرضخواہوں پر مقدم ہو حاکم زید کو حکم دے کہ اپنے سہام بیچ کر ڈگری ادا کرے اگر وہ نہ مانے حاکم نیلام کردے اور حق مرتہنی کوئی نہیں جس کا تحفظ کیا جائے۔ فتاوٰی خیریہ میں ہے:

الواجب فی ذٰلك شرعا النظر فی — اس میں شرعی طور پر واجب یہ ہے کہ دونوں

Marfat.com

کلا العقدین (الرھن والاجارۃ) فان کان البیت مقبوضا فی الرھن دون الاجارۃ اعتبر وکان المرتھن احق بمالیتہ من المستاجر ومن سائر غرماء المیت وان کان مقبوضًا فی الاجارۃ دون الرھن کان المستاجر (ای الذی عجل الاجرۃ) احق من المرتھن ومن سائر الغرماء (حتی یستوفی الاجرۃ المعجلۃ اھ در) وان خلا العقدان عن القبض کان جمیع الغرماء اسوۃ فیہ یتقاسمونہ بقدر حقوقھم وان اتصل بکل منھما قبض فالعبرۃ للاسبق تاریخا منھما مالم یجز صاحب القبض العقد المتاخر لانفساخ السابق بالاجارۃ منہ للعقد اللاحق وکل ھذہ الاحکام صرح بھا علمائنا الاعلام[1] اھ مختصرا موضحا بزیادۃ ما بین الاھلۃ۔

عقدوں یعنی رہن واجارہ میں نظر کی جائے۔ اگر اس گھر پر قبضہ بطور رہن ہے نہ کہ بطور اجارہ تو وہ معتبر ہوگا اور مرتہن مرہون کی مالیت کا مستاجر اور میت کے دیگر قرضخواہوں سے بڑھ کر حقدار ہوگا، اور اگر قبضہ بطور اجارہ ہے نہ کہ بطور رہن تو کرایہ دار (جس نے پیشگی کرایہ ادا کر دیا ہے) مرتہن اور دیگر قرضخواہوں سے بڑھ کر مرہون کی مالیت کا حقدار ہوگا (یہاں تک کہ وہ پیشگی ادا کیا ہوا کرایہ پورا وصول کرلے اھ در) اور اگر دونوں عقد قبضہ سے خالی ہوں تو تمام قرضخواہ اس میں برابر ہونگے جو اپنے حقوق کے مطابق اس کو تقسیم کریں گے۔ اور اگر دونوں عقدوں میں سے ہر ایک کے ساتھ قبضہ متصل ہے تو جو قبضہ تاریخ میں مقدم ہے اس کا اعتبار کیا جائیگا جب تک سابق قبضہ والا بعد والے عقد کی اجازت نہ دے کیونکہ اس کی طرف بعد والے عقد کی اجازت کے باعث پہلا عقد فسخ ہو جائے گا۔ ان تمام احکام کی ہمارے علماء کبار نے ایسی تصریح فرمائی جو مختصر مگر چاند سے بڑھ کر واضح ہے۔ (ت)

اور اس کے سوا یہاں ایک اور نکتہ ہے رہن تو شرع میں نہیں ہوتا مگر دخلی، قال تعالٰی فرھٰن مقبوضۃ[2] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو رہن قبضہ میں کیا ہوا۔ ت)

---

[1] الفتاوی الخیریۃ کتاب الرھن دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۱۹۲ و ۱۹۳

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۳

Marfat.com

مگر عوام جسے رہن دخلی کہتے ہیں جس میں مرہون سے مرتہن کا انتفاع شرط ہوتا ہے جیسے مکان رہن میں اس کا رہنا یا دیہہ رہن کی توفیر لینا یہ قطعاً سود اور محض حرام اور مردود ہے کما حققناہ فی فتاونا (جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاوٰی میں کر دی۔ ت) حدیث میں ہے:

کل قرض جرّ منفعۃ فھو ربا[1] — جو قرض نفع کو کھینچ لائے وہ سود ہے (ت)

جواہر الفتاوٰی میں ہے:

اذا کان مشروطا صار قرضا فیہ منفعۃ فھو ربا[2] — جب شرط لگا دی گئی تو یہ ایسا قرض ہوگیا جس میں منفعت ہے اور وہ سود ہے (ت)

اور از آنجا کہ مزارعوں سے عقد کرنے والا راہن ہی ہوا،

لانہ العاقد والمنافع انما تتقوم بالعقد۔ — کیونکہ عقد کرنے والا راہن ہے اور منافع عقد کے ساتھ قائم ہوتے ہیں (ت)

تنویر میں ہے:

ما ھو بدل عن المنفعۃ کالکسب والاجرۃ یکون للراھن[3] — جو منفعت کا بدل ہے جیسے کسب و اجرت وہ راہن کا ہے۔ (ت)

تو راہن نے مرتہن نے اتنی توفیر پائی کہ اُس کے تمام و کمال دَین کے برابر یا زائد تھی اور دَین و توفیر ایک جنس ہوں مثلاً روپے قرض دئے تھے اور مزارعوں پر بھی لگان میں روپیہ ہی دیا ہے نہ بٹائی تو مرتہن نے اپنا دَین وصول پا لیا اور وہ چاہے یا نہ چاہے مقاصہ ہوگیا یعنی یہ توفیر کہ اس نے لی غصباً لی تو اس قدر راہن کا دَین مرتہن پر لازم ہوا اور جبکہ یہ اس مقدار کو پہنچ گیا تھا جتنا اس کا دَین راہن پر تھا دونوں کا معاوضہ ہوا اتنی توفیر کا تاوان مرتہن پر سے جاتا رہا اور مرتہن کا دَین راہن پر سے اتر گیا اور جائداد رہن سے نکل گئی اب اسے اس پر کوئی حق و مطالبہ باقی نہیں ہے ڈگری دار بلا مزاحمت اپنا حصہ زید سے وصول کرے، اشباہ والنظائر

---

[1] کنز العمال بحوالہ الحارث عن علی حدیث ۱۵۵۱۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۲۳۸

[2] ردالمحتار بحوالہ الجواہر الفتاوٰی کتاب الرہن داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۳۱۰

[3] الدرالمختار شرح تنویر الابصار فصل فی مسائل متفرقہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۷۷

Marfat.com

میں ہے:

أخر الدينين قضاء للاول[1]

دو قرضوں میں سے بعد والا پہلے کی ادائیگی ہوتا ہے۔(ت)

اُسی میں ہے:

للزوج عليها دين وطلبت النفقة لاتقع المقاصة بدين النفقة بلا رضاء الزوج بخلاف سائر الديون لان دين النفقة اضعف فصار كاختلاف الجنس فشابه ما اذا كان احد الحقين جيدا والاخر رديا لاتقع التقاص بلا تراض[2]

خاوند کا بیوی پر قرض ہے اور بیوی نے نفقہ کا مطالبہ کیا تو خاوند کی رضامندی کے بغیر قرض میں سے نفقہ کا مجرا نہیں ہوگا بخلاف دوسرے قرضوں کے کیونکہ نفقہ کا قرض ضعیف ہوتا ہے تو وہ اختلافِ جنس کی طرح ہو کر اس صورت کے مشابہ ہوگیا جس میں دو حقوں میں سے ایک جید اور دوسرا ردی ہوتا ہے، جس میں باہمی رضامندی کے بغیر دونوں کو ایک دوسرے کا بدلہ قرار نہیں دیا جاتا۔(ت)

اور اگر لگان روپے سے ہوا اور موت راہن تک مرتہن کی توفیر بقدر اپنے دین کے نہ ملی اگرچہ ایک ہی روپیہ کم ہو تو اس صورت میں اگرچہ جائداد راہن سے نہ نکلی اور اسے حق حبس حاصل ہے، درمختار میں ہے:

لايكلف من قضى بعض دينه تسليم بعض رهنه حتى يقبض البقية[3]

جس مرتہن کا بعض قرض ادا کر دیا گیا ہو اس کو بعض رہن راہن کے حوالے کرنے کا مکلف نہیں ٹھہرایا جائے گا جب تک وہ اپنا باقی قرض وصول نہ کرلے۔(ت)

ولہٰذا وہ صورت کہ صرف بقدر سہم زید ادائے دَین کرکے اتنے حصے کو فک کرالیں بے رضائے مرتہن ناممکن ہے اور بعد موت راہن جو توفیر مرتہن لیتا رہا اس سے مقاصہ نہ ہوگا کہ اب عاقد

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب المداینات ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۴۷

[2] " " " " " ۲/ ۴۹

[3] الدرالمختار کتاب الرھن مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۶۷

Marfat.com

خود مرتہن ہے تو بعد کی توفیر کا یہ خود ہی مالک ہوگا،

لما قدمنا ان المنافع فی الاجارۃ وتتقوم الابالعقد فلا یملکہا الا العاقد کائنا من کان۔

ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں کہ منافع کا قیام عقد کے ساتھ ہی ہوتا ہے لہذا سوائے عاقد کے چاہے وہ کوئی ہو مکان کا مالک نہیں ہوتا۔(ت)

اگرچہ بوجہ ربا ملک خبیث وحرام ہے اور اس پر فرض ہے کہ یہ توفیر مالکان جائداد کو دے اور یہی بہتر ہے یا تصدق کردے کما حققناہ فی فتاوینا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوی میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) مگر از انجا کہ ملک حرام ہے اور اولی یہی ہے کہ مالکوں کو دے تو مرتہن کے لئے خیر یہی ہے کہ بعد موت راہن بھی اگر توفیر بقدر دَین وصول ہوگئی جائداد سے دست بردار ہو۔ یونہی توفیر اگر روپیہ نہ تھی بلکہ بٹائی ہے تو اس کا غلہ بھی اگر موت راہن تک یا اُس کے بعد آج تک اتنا وصول ہوگیا کہ بازار کے بھاؤ سے اس کی قیمت دَین کے برابر ہو جب بھی اُس کے لئے بہتر یہی ہے کہ اپنا دَین وصول سمجھے اور جائداد چھوڑ دے بلکہ جتنا روپیہ یا غلہ دَین سے زائد آیا ہو مالکان جائداد کو واپس دے۔ عقود الدریہ میں ہے:

یرد ما قبض علی المالك وھو الاولٰی ثم سئل أیلزم المستحق للمالك ام للعاقد فقال للعاقد ولا یطیب لہ بل یردہ علی المالك[1]

مرتہن نے جو کچھ قبضہ میں لیا ہے وہ مالک کو لوٹادے وہی اولٰی ہے۔ پھر پوچھا گیا کہ مقررشدہ بدل مالک کے لئے لازم ہوگا یا عاقد کیلئے؟ فرمایا عاقد کیلئے مگر وہ اُس کیلئے اچھا نہیں بلکہ وہ مالک کو لوٹادے۔(ت)

وجیز کردری وغمز العیون میں ہے:

أجر المرتہن الرھن من اجنبی بلا اجازۃ الراھن فالغلۃ للمرتہن ویتصدق بہا کالغاصب اویردھا علی المالك[2]

مرتہن نے راہن کی اجازت کے بغیر مرہون کو اجارہ پر دے دیا تو آمدن مرتہن کے لئے ہوگی تو وہ غاصب کی طرح اس کو صدقہ کرے یا مالک کو لوٹادے۔(ت)

---

[1] العقود الدریۃ کتاب الاجارۃ ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۱۱۰

[2] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر کتاب الرہن ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۱۳- ۱۱۲

Marfat.com

خیریہ میں ہے:

والثانی افضل لخروجہ من الخلاف[1] | اختلاف سے نکلنے کے لئے دوسری صورت افضل ہے۔ (ت)

یہ سب اس صورت میں ہے کہ یہاں رہن تسلیم کرلیں ورنہ ہم ثابت کرچکے کہ سرے سے رہن جائز ہی نہیں بہرحال ان صورتوں میں مرتہن کو کوئی مزاحمت پہنچتی ہی نہیں اور اگر ابنائے زمانہ اسے نہ مانیں نہ مجوزین سے اس تجویز کی امید ہو کہ مدت سے نہ صرف کفار بلکہ دنیا بھر کے عامۂ حکام نے اپنے تراشیدہ قوانین باطلہ کے آگے شرع مطہر کے احکام حقہ عادلہ کو منسوخ سمجھ رکھا ہے تو بکر فقط اُتنا دَین کہ حصۂ زید پر ہے ادا کرکے اتنا استخلاص کرالے، اور اگر یہ ناممکن ہو جب تک کل دَین ادا نہ کیا جائے تو مرتہن کا سارا مطالبہ ادا کرکے جمیع جائداد رہن سے چھڑا کر اپنا دَین حصہ زید سے وصول کرے اور جو کچھ اس میں سے مرتہن کو دینا پڑے وہ تمام وکمال ورثائے عمرو سے وصول کرے کہ جو شخص دوسرے کا دَین بے اُس کے کہے بطور خود ادا کرے وہ اُس وقت متبرع ٹھہرتا ہے کہ اس کی ادا میں مضطر نہ ہو اور جسے بے اس کے چارہ کار نہ ہو وہ متبرع نہیں اور اُسے اصل مدیون سے وصول کرنے کا اختیار دیا جاتا ہے اور اپنے حق تک بے اس کے نہ پہنچ سکنے کی بھی صورت اضطرار ہے جیسا کہ یہاں ہے۔ درمختار میں ہے:

اشتری اثنان شیئا وغاب واحد منہما فللحاضر دفع کل ثمنہ ویجبر البائع علی قبول الکل ودفع الکل للحاضر ولہ قبضہ وحبسہ عن شریکہ اذا حضر حتی ینقد شریکہ الثمن[2]	دو شخصوں نے مل کر کوئی چیز خریدی پھر ان میں سے ایک غائب ہوگیا، تو جو حاضر ہے اس کیلئے جائز ہے کہ وہ کل ثمن ادا کرے اور بائع کو کل ثمن وصول کرنے اور کل مبیع حاضر مشتری کے حوالے کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ اور

حاضر مشتری کو حق حاصل ہے کہ وہ مبیع کو اپنے قبضہ میں لے کر دوسرے شریک سے روک رکھے یہاں تک کہ وہ شریک سے اس کے ثمن وصول کرلے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

---

[1] الفتاوی الخیریۃ کتاب الاجارۃ دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۱۲۵

[2] الدرالمختار کتاب البیوع باب المتفرقات مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۵۱

Marfat.com

قولہ غاب واحد منهما قید به لانه لوکان حاضرا یکون متبرعا بالاجماع لانه لایکون مضطرا فی ایفاء الکل اذ یمکنه ان یخاصمه الی القاضی فی ان ینقد حصته ولیقبض نصیبه فتح[1]

ماتن کا قول کہ "دونوں میں سے ایک غائب ہوجائے" یہ قید اس لئے لگائی کہ اگر وہ حاضر ہو تو کل ثمن ادا کرنے والا بالاتفاق متبرع ہوگا کیونکہ وہ کل ثمنوں کی ادائیگی پر مجبور نہیں۔ اس لئے کہ قاضی کے پاس مخاصمہ کرکے وہ اپنے حصے کے ثمن دے کر اپنے حصے کا مبیع حاصل کرسکتا ہے، فتح۔ (ت)

درمختار میں ہے:

رهن الاب من مال طفله شیئا بدین علی نفسه جاز ولو ادرك الابن و مات الاب لیس للابن اخذه قبل قضاء الدین ویرجع الابن فی مال الاب ان کان رهنه لنفسه لانه مضطر کمعیر الرهن[2]

باپ نے اپنے ذاتی قرض کے عوض اپنے بیٹے کی کوئی چیز رہن رکھ دی تو جائز ہے اگر بیٹا بالغ ہوگیا اور باپ مرگیا ہے تو قرض کی ادائیگی سے پہلے بیٹا مرہون کو لینے کا حقدار نہیں۔ وہ بیٹا باپ کے مال میں رجوع کرے گا اگر باپ نے وہ چیز اپنی ذات کے لئے رہن رکھی ہو کیونکہ بیٹا اس میں مجبور ہے جیسے رہن کو عاریت پر دینے والا۔ (ت)

ردالمحتار مسئلہ معیر میں ہے:

لانه یرید بذلك تخلیص ملکه فهو مضطر الیه[3]

کیونکہ اس عمل سے اس کا مقصد اپنی ملکیت کی خلاصی کرانا ہے چنانچہ وہ اس میں مجبور ہے۔ (ت)

اور شرعًا اگرچہ یہ مرتہن نہ ہو یا اس کا دَین بتمامہ توفیر سے ادا ہوگیا جس کے سبب

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع باب المتفرقات داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۱۷
[2] الدرالمختار کتاب الرھن مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۷۴
[3] ردالمحتار کتاب الرھن باب التصرف فی الرھن الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۳۳۱

Marfat.com

اُس کا مطالبہ شرعًا باطل ہو مگر قانونِ زمانہ کے اعتبار سے اسے بے اس کے دیئے اپنے حق تک وصول ناممکن ہے تو ادا میں مضطر ہوا اور رجوع کا اختیار ملا۔ غرض مدار کار اضطرار پر ہے نہ اس مطالبہ کے حق ہونے پر، درمختار میں ہے:

وکذا النوائب ولو بغیر حق کجبایات زماننا فانها فی المطالبة کالدیون بل فوقها حتی لو اخذت من الاکار فله الرجوع علی مالك الارض وعلیه الفتوٰی[1]۔

یونہی شاہی ٹیکسوں کی کفالت صحیح ہے اگرچہ وہ ناحق ہوں جیسے ہمارے زمانے میں مظالم سلطانیہ کیونکہ وہ مطالبہ میں قرضوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بر تر ہیں یہاں تک کہ اگر مزارع سے وہ مظالم وصول کئے گئے تو وہ زمین کے مالک کی طرف رجوع کر سکتا ہے اور اسی پر فتوٰی ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فی اٰخر اجارات القنیة برمز ظهیرالدین المرغینانی وغیره المستأجر اذا اخذ منه الجبایة الراتبة علی الدور والحوانیت یرجع علی الاٰجر وکذا الاکار فی الارض وعلیه الفتوٰی[2]۔ واللّٰه تعالٰی اعلم۔

قنیہ کی کتاب الاجارات کے آخر میں ہے ظہیر الدین مرغینانی وغیرہ نے ظاہر کیا ہے کہ اگر کرایہ دار سے مروّج ٹیکس جو کہ گھر اور دکانوں پر عائد ہے وصول کیا گیا تو وہ آجر کی طرف رجوع کرے گا۔ اور فتوٰی اسی پر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۷ مسئولہ ظہور الدین صاحب ۲۶ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) اگر ایک مسلمان کچھ زیور دوسرے مسلمان کے پاس لے کر گیا اور اس سے کچھ روپیہ قرض لیا اور زیور اپنا اس کے پاس روپیہ کی ضمانت میں رکھ دیا جس مسلمان کے پاس زیور رکھا گیا ہے وہ زیور کا حق حفاظت یا کرایہ حاصل کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر لے تو جائز ہوگا یا نہیں؟

---

[1] الدرالمختار کتاب الکفالۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۶۶

[2] ردالمحتار〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۸۲

Marfat.com

زیور جس کے پاس رکھا گیا وہ بندۂ خدا سُود سے بچنا چاہتا ہے اور اس طرح سے نفع حاصل کرنا چاہتا ہے۔

(۲) اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے پاس کچھ روپیہ لینے گیا اور اس روپیہ کی ضمانت میں ایک دستاویز لکھا جس میں کوئی جائداد منقولہ یا غیر منقولہ اس روپیہ کی ضمانت میں تحریر کی اب جس مسلمان نے کہ روپیہ دوسرے مسلمان کو دیا اور اس جائداد کی حفاظت کرنے کا روپیہ مانگتا ہے لہٰذا اس کو لینا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

مکرر یہ ہے کہ یہ سُنا ہے کہ حضور نے رہن دخلی کی کوئی ایسی صورت نکالی ہے جو جائز ہے امید کہ اس سے بھی مطلع فرمایا جاؤں گا۔

(۳) مکرر یہ کہ شرعی طور پر ایسی کون کون سی صورتیں پیدا ہو سکتی ہیں کہ جن سے مسلمان آپس میں ایک دوسرے سے یا غیر قوم سے روپیہ کا لین دین کر سکیں اور فائدہ بھی اٹھا سکیں، امید کہ ایک یا دو صورتیں تحریر فرما دی جائیں جو حسبِ تصریح فقہائے کرام ثابت یا حدیثِ نبوی میں واقع ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کا اجر دے گا، فقط۔

الجواب

(۱) زیور کہ روپیہ کی ضمانت میں دیا گیا اس کے معنی بعینہٖ رھن رکھنے کے ہیں اور رہن کی حفاظت ذمۂ مرتہن ہے کہ وہ اسی کے حق میں محبوس ہے اس پر اُجرت لینے کے کوئی معنیٰ نہیں اگر لے گا خالص سُود ہوگا، یہ نفع جائز نہیں ہو سکتا بلکہ قطعی حرام ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

(۲) جائداد ضمانت میں دینا یہاں دو طریقے پر رائج ہے، ایک یہ کہ جائداد مالک ہی کے پاس رہتی ہے اور وہ دائن کو لکھ دیتا ہے کہ یہ میں نے تیرے دین میں ملفول کی اسے کفالت یا استغراق کہتے ہیں یہ شرعاً محض باطل و مہمل ہے، نہ اس میں کسی حق حفاظت کا وہم ہو سکتا ہے کہ جائداد مرتہن کے قبضے میں دی نہیں جاتی۔ دوسری صورت رہن دخلی کی ہے وہ خود ہی حرام و سُود ہے۔ تیسری صورت جو شرعی ہے اور یہاں جاری نہیں وہ یہ کہ جائداد مرتہن کے قبضے میں دی جائے اور مرتہن صرف اُس پر قبضہ رکھے کسی طرح کا نفع اس سے حاصل نہ کرے، یہ صورت جائز اور یہی رہن شرعی ہے اور اس کی حفاظت کا وہی حکم ہے جو جوابِ اوّل میں گزرا کہ اُس پر کچھ لینا محض سُود اور حرام قطعی ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

(۳) رہن دخلی کے جواز کی یہاں کوئی شکل نہیں، نہ میں نے نکالی ہے نہ کوئی نکال سکتا ہے اُسکے

Marfat.com

جواز کی صرف یہ صورت ہے کہ زید نے عمرو کے پاس اپنا مکان رہن رکھا اور کوئی شرط اُس کی سکونت کی قرار نہ پائی، پھر زید نے محض اپنی خوشی سے صرف بطورِ احسان اُسے سکونت کی اجازت دی اور وہ اُس کی اجازت ہی کی بنا پر اس میں رہنا چاہتا ہے، نہ اُس پر اصرار کرے گا نہ قرض کا بار ڈالے گا یہاں تک کہ اگر اس نے اجازت دی اور یہ مکان میں رہنے کو آیا ایک پاؤں دروازے کے باہر اور ایک اندر ہے کہ اس نے کہا اب میں اجازت نہیں دیتا تو فوراً پاؤں باہر نکال لے ایسا رہنا ہو تو ممکن ہے مگر کیا یہاں ایسی صورت کا احتمال ہے، حاشا ہرگز نہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۷۵ مرسلہ محمد سبحان از موضع پوراکوٹھی ڈاکخانہ شمشیر نگر ضلع گیا

۱۶ صفر المظفر ۱۳۳۵ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہماری بستی میں مسلمانوں کی رائے ہے کہ شاہراہ بیچ بستی کے جو عام لوگ کو فائدہ پہنچ سکے ایک کنواں پختہ تیار کریں اور قیمت چرم قربانی کا اُس میں خرچ کریں کیونکہ اس بستی میں ایک شخص کو کسی کو لیاقت نہیں جو ایک آدمی کنواں بندھوا سکے پانی پینے کی از حد تکلیف ہے ایسی حالت میں قیمت چرم قربانی کنوئیں میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جواب سے سرفراز فرمایا جائے۔

(۲) ہم نے ایک بیگھہ کھیت گرویں مبلغ پچاس روپے اس شرط پر دے کر لیا کہ تا ادائے روپیہ ہم نے اُس کھیت کو آباد کیا اور اس کی مالگزاری لگان وغیرہ ہر سال ادا کرتے گئے اور پیداوار اُس کی اپنے مصرف میں لائے اس طور کا کھیت لینا جائز ہے یا نہیں؟ ۱

الجواب

(۱) قربانی کی کھال ہر نیک ثواب کے کام میں صرف ہو سکتی ہے حدیث میں ہے:

کلوا و ادخروا واتجروا[1] کھاؤ، ذخیرہ کرو اور کارِ ثواب میں خرچ کرو۔ (ت)

ہاں جس نے دام حاصل کرنے کے لئے بیچی ہو اس پر لازم ہے کہ وہ دام فقیروں ہی کو دے۔ حدیث میں ہے:

من باع جلد اضحیۃ جس نے اپنی قربانی کی کھال فروخت کی

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث نبیشۃ الہذلی المکتب الاسلامی بیروت ۵/۷۵-۷۶

Marfat.com

لا اضحیۃ لہ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔ اس کی قربانی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۲) کاشت کار کھیت کا مالک نہیں ہوتا، نہ اُسے بے اجازتِ زمین دار رہن کرنے کا اختیار، اور یہاں اگر زمیندار بھی اجازت دے گا تو نہ اس طرح کہ کھیت معطل ہے اور اس کی لگان نہ ملے بلکہ یونہی کہ کھیت تم جوتو اور لگان ادا کرو، یہ اجارہ ہوگا نہ کہ رہن۔ اس صورت میں اُس نے جو روپیہ اس کاشتکار کو دیا وہ اس کے ذمہ رہا اور کھیت کا مستاجر اس کی جگہ یہ ہوگیا اُسے کھیت سے کوئی تعلق نہ رہا، زمیندار کو اختیار ہے اس کے پاس رکھے خواہ اسے واپس دے، یہ جو کچھ جوتے بوئے اس کا ہے لگان زمین دار کا ہے اور اس کا قرض کاشتکار پر ہے، صورت شرعی تو اس میں یہ ہے، اور اگر یہ سمجھتے ہیں کہ کھیت اسی کاشتکار سابق کے اجارہ میں ہے ہمارے پاس رہن ہے اور زمیندار نے بھی اسے مستاجر بنایا بلکہ اس کو رکھا اور اُس نے اس کا قائم مقام ٹھہرا کر لگان لیا تو یہ صورت باطل ہے مرتہن کو رہن سے نفع لینا جائز نہیں تو امر ناجائز کا قصد کیا اور ناجائز کا قصد بھی گناہ ہے اگرچہ واقع کے خلاف ہو کہ یہ نہ رہن شرعی ہے نہ رہن و اجارہ جمع ہوسکتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۶: مرسلہ الف خاں صاحب مہتمم مدرسہ انجمن اسلامیہ سانگود ریاست کوٹہ راجپوتانہ
۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

ایک کاشتکار کی زمین ملکیت سرکاری اُس کا کھاتہ بند ہے اور وہ لگان اُس کا فی بیگہ دو روپیہ ماہوار بابت کاشتکار دیتا رہتا ہے یہی زمین اس نے رفع ہونے کی غرض سے مبلغ ایک صد روپے یا اس سے زیادہ کم میں کسی مسلمان کے رہن بالقبض کردی اب مرتہن نے اس کو کاشت کیا اور وہی سرکاری زمین کا جو سابق کاشتکار دیا کرتا تھا سرکار نے اس سے وصول کرلیا یا اس نے کسی قدر منافع پر دے کر شخص کو کاشت کرادی تو جو منافع زمین سرکاری سے مرتہن نے بحالت ادائگی کھاتہ معہودہ سرکاری حاصل کیا وہ زرِ رہن میں محسوب کریگا یا کیا؟

الجواب

رہن و اجارہ جمع نہیں ہوسکتے یہ زمین کہ اجارہ میں ہے رہن نہ ہوئی اور ظاہراً یہاں یہ بھی نہیں ہوتا ہے کہ گورنمنٹ اس کی جگہ اس کو مستاجر زمین سمجھے بلکہ مستاجر وہی رہتا ہے

---

[1] کنز العمال بحوالہ ک۔ حق عن ابی ہریرہ حدیث ۱۲۲۰۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۵/ ۹۴

Marfat.com

اور یہ مثل ذیلی اور اُس کا اُس زمین سے انتفاع نہیں مگر بربنائے قرض اور قرض کے ذریعہ سے جو نفع حاصل کیا جائے جائز نہیں۔ حدیث میں ہے:

کل قرض جر منفعۃ فھو ربا[1]۔ جو قرض نفع لائے وُہ سُود ہے۔ (ت)

لگان جو مرتہن نے گورنمنٹ کو ادا کی خود کاشت کی اور اس کے بدلے دی نہ کہ راہن کی طرف سے، تو اس کا جس طرح راہن سے مطالبہ کوئی وجہ نہیں رکھتا، ہاں اگر راہن کہے کہ میرے ذمّہ جو لگان ہے وہ ادا کیا کر اب وہ اس بنا پر ادا کرتا ہے تو اس کا مطالبہ راہن سے کرسکتا تھا اسی طرح جب کہ اس نے زمین میں کاشت کی تو جو پیداوار ہے اس کا وہی مالک ہے اگرچہ یہ انتفاع اس کو ناجائز تھا اس کے سبب زرِ رہن سے کچھ ساقط نہ ہوگا۔ واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ازموہن پور مسئولہ سالار بخش خیاط ۱۲ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) کھیت رہن ۶ بیگہ مبلغ ایک سو روپیہ میں رکھا گیا اور لگان اس کا ۶ روپیہ ہے اور کاشت خود کرتے ہیں تو جائز ہے یا نہیں؟

(۲) زمین داری ۲ البسبانسی رہن دخلی ۱۲ سو روپیہ میں اور لگان سرکاری ۳۵ روپیہ ہیں وہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) صورتِ مسئولہ میں اگر موروثی کھیت دخیلکار آسامی سے بالعوض ایک سو رُپے کے رہن رکھا ہے تو اس میں خود کاشت کرنا اُس وقت تک جائز نہیں کہ اصل مالک یعنی زمین دار سے اجازت حاصل کریں دخیلکار آسامی موروثی ہونے سے شرعًا مالک نہیں ہوتا، صورتِ جواز یہ ہے کہ اس پر قبضہ کے بعد اصل مالک یعنی زمین دار سے اُس کے کاشت کی اجازت لے کر لگان زمین دار کو تا مدتِ رہن ادا کرتا رہے اُس کا منافع حلال طیّب ہے یہ خیال نہ کرے کہ ہم نے دخیل کار کو قرض دیا ہے اور اس کی ملک رہن رکھی ہے اور اپنے قرض کا نفع اس سے

---

[1] کنز العمال بحوالہ الحارث عن علی حدیث ۱۵۵۱۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۲۳۸

Marfat.com

لیتے ہیں کہ یہ نیت غلط و باطل ہے اور قصد گناہ سے گناہگار ہوگا بلکہ یہی نیت کرے کہ زمین زمیندار کی ہے دخیل کار سے اتنے دنوں کے لئے مل گئی ہے اور ہم نے مالک سے اجازت لے کر کاشت کی ہے لہٰذا ہم کو اپنی کاشت کا نفع حلال ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) مواضعات کا دخلی رہن جیسا کہ آج کل رواج ہے قطعی حرام ہے، حدیث میں ارشاد فرمایا:

کل قرض جر منفعۃ فہو ربا[1] جو قرض کہ نفع لائے وہ سود ہے۔

مال مرہونہ سے کسی قسم کا نفع اٹھانا مرتہن کو جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۹ اودے پور میواڑ مرسلہ احمد خاں وکیل دربار مارواڑ متعینہ
مورخہ ۲ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

جناب عالی! عرض ہے کہ زمین داری ۱۲ بسوانسی رہن دخلی ۱۲ سو روپیہ میں اور لگان سرکاری ۳۵ روپیہ میں، وہ جائز ہے یا نہیں؟

مواضعات کا دخلی رہن جیسا کہ آج کل رواج ہے قطعی حرام ہے، حدیث میں ارشاد فرمایا:

کل قرض جر منفعۃ فہو ربا[1] جو قرض کہ نفع لائے وہ سود ہے۔

مال مرہونہ سے کسی قسم کا نفع اٹھانا مرتہن کو جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] کنز العمال بحوالہ الحارث عن علی حدیث ۱۵۵۱۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۲۳۸

Marfat.com

مسئلہ ۱۸۳ تا ۱۸۵: از ریاست رام پور مرسلہ منا بھائی ۲۰ صفر ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مبلغ ایک ہزار روپیہ پر چند قطعہ دکانات ومکانات اپنے جو بقبضہ کرایہ داران زید کی طرف سے تھیں بذریعہ رہن نامہ مصدقہ بکر کے پاس رہن کیں بعد ازاں اُس زرِ رہن پر مبلغ پانچسو روپے اور اضافہ کرکے دوسری دستاویز بحوالہ دستاویز سابقہ تصدیق کرادی دستاویز مذکور میں اقرار تسلیم قبضہ بکر نے تحریر کرالیا اور یہ بھی دستاویز میں تحریر کرالیا کہ جو منافع بذریعہ سکونت وغیرہ کرایہ داروں سے مرتہن وصول کرے وہ حق مرتہن ہے چنانچہ مبلغ چار ہزار نوسو پینتالیس روپے بکر نے بذریعہ زید کرایہ داران سے وصول پائے اور حسب مضمون دستاویز دکانات کو کرایہ پر قائم رکھ کر اس کرایہ کی منفعت بکر نے حاصل کی اس کے بعد پھر بکر نے عدالت میں نالش زرِ رہن بغرض نیلام جائداد مرہونہ دائر کی۔

زید مدعا علیہ کو یہ عذرات ہیں:

(۱) قبضہ مرتہن مرہونہ پر نہیں ہوا اس وجہ سے کہ مرہونہ پہلے سے بقبضہ کرایہ داران تھی جس کا مرتہن کو خود اقرار ہے اور رہن میں قبضہ واقعیہ وتسلیم خاص کی ضرورت ہے تصریحات فقہیہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ تسلیم وقبضہ کی تحریر کافی نہیں ہے۔ درمختار میں فاذا اسلمه وقبضه المرتهن[2] (جب راہن، مرہون سونپ دے اور مرتہن اس پر قبضہ کرلے۔ ت) یوں نہیں ہے کہ فاذا اکتب تسلیمه وقبض المرتهن (جب اس کی سپردگی کی تحریر ہوگئی اور مرتہن نے قبضہ کرلیا۔ ت)

(۲) دستاویز میں یہ الفاظ ہیں کہ جو منافع بذریعہ سکونت وکرایہ مرتہن حاصل کرے وہ حق مرتہن ہے یہ اذن راہن برائے اجارہ ہے چنانچہ منافع کرایہ مرتہن نے بذریعہ اجازت راہن کے حاصل کئے اور یہ صورت ہے اجارہ دینے کی مرتہن کا باذن راہن کے اور یہ امر

---

[1] کنز العمال بحوالہ الحارث عن علی حدیث ۱۵۵۱۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۲۳۸

[2] الدرالمختار کتاب الرہن مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۶۵

Marfat.com

مبطل رہن رہے یہ مانا کہ نئے دکانداروں کو بکر نے دکان نہ دی لیکن پرانے دکانداروں کو قائم رکھ کر منفعت با اجازت راہن حاصل کی۔

(۳) رہن میں زیادتی فی الدین حضرت امام الائمہ سیدی ابوحنیفہ الکوفی و حضرت امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی کے نزدیک جائز نہیں حالانکہ پہلے ایک ہزار روپے میں رہن ہونا اس کے بعد پانسو روپے اور لے کر ایک ہزار پانسو میں رہن ہونا خود بکر کو تسلیم ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی کا اس زیادتی فی الدین کو جائز کہنا حجت نہیں ہے کہ فتوی اختلاف کی صورت میں امام صاحب کے قول پر ہوتا ہے چہ جائیکہ ان کے ساتھ امام محمد بھی ہیں۔ درمختار میں ہے:

والاصح کما فی السراجیۃ وغیرھا انہ یفتی بقول الامام علی الاطلاق[1]

اصح یہ ہے کہ سراجیہ وغیرہ میں ہے کہ فتوی مطلقاً امام اعظم کے قول پر ہے۔ (ت)

(۴) بکر مرتہن نے جو زر کرایہ تعدادی چار ہزار نو سو بیناتالیس روپے آٹھ آنے کرایہ داروں سے بذریعہ زید وصول کیا ہے وہ حق راہن یعنی زید ہے چنانچہ

وان باذنہ فلمالک کما فی درمختار[2] وتکون الاجرۃ للراھن کما فی قاضی خاں[3]

اگر اس کی اجازت سے ہے تو اجرت مالک کے لئے ہے جیسا کہ درمختار میں ہے کہ اجرت راہن کے لئے ہوگی جیسا کہ فتاوی قاضی خاں میں ہے۔ (ت)

اس پر تین دلیلیں ہیں (بکر مدعی یہ کہتا ہے)

(۱) اقرار قبضہ جبکہ دستاویز میں تحریر ہے تو ضرورت کسی دیگر ثبوت کی نہیں کیونکہ مکانات مرہونہ کو راہن نے جب اپنے حقوق سے خالی کرکے مرتہن کے حوالے کردیا جس پر دستاویز شاہد ہے تو مرتہن کا قبضہ پورا ہوگیا۔

(۲) دستاویز کے یہ الفاظ کہ جو منافع بذریعہ سکونت و کرا مرتہن حاصل کرے وہ حق مرتہن ہے اور اس پر بذریعہ راہن مرتہن کا عملدرآمد بصورت اجارہ باذن راہن ہے اور اجارہ باذن راہن مبطل ہی نہیں تو بلکہ

---

[1] الدر المختار رسم المفتی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴
[2] الدر المختار کتاب الرھن فصل فی مسائل متفرقہ " " " ۲/۲۷۸
[3] فتاوٰی قاضی خاں " فصل فیما یجوز رہنہ وما لایجوز الخ نولکشور لکھنؤ ۴/۸۹۵

Marfat.com

دینا مرتہن کا باذن راہن مبطل ہوتا ہے یہاں اجارہ دینا مرتہن کا ثابت نہیں کیونکہ اس نے دکانات پر نئے دکانداروں کو نہیں بٹھایا۔

(۳) زیادتی فی الدین امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک جائز ہے اور معاملات میں اکثر فتوٰی انھیں کے قول پر ہوتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرعاً عذرات مندرجہ بالا بکر کے صحیح ہیں یا اقوال زید کے صحیح ہیں ہر سوال کا جواب بالتفصیل نمبروار بحوالہ کتب فقہ عنایت ہو۔ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب (کتاب سے بیان کرو اور روزِ حساب اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

عذراتِ زید صحیح و مسموع اور شبہاتِ بکر باطل و مدفوع ہیں۔

(۱) رہن اور یہ اجارہ تو دو عقد ہیں جن کا حکم قبضہ کا دست نگر، رہن بے قبضہ باطل اور اجارہ بے قبضہ نفاذ سے عاطل۔ بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

القبض شرط جواز الرھن لقولہ سبحنہ وتعالٰی فرھٰن مقبوضۃ وصف سبحنہ تعالی الرھن بکونہ مقبوضا فیقتضی ان یکون القبض فیہ شرطا ولانہ عقد تبرع للحال فلا یفید الحکم بنفسہ کسائر التبرعات[1]

جوازِ رہن کے لئے قبضہ شرط ہے اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ "تو رہن ہو قبضہ میں دیا ہوا" اللہ سبحانہ وتعالٰی نے رہن کو اس وصف کے ساتھ موصوف فرمایا کہ وہ مقبوض ہو یہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ رہن پر قبضہ شرط ہو اور اس لئے بھی رہن حال کے لئے عقدِ تبرع ہے تو باقی تبرعات کی طرح باعتبار اپنی ذات کے حکم کا فائدہ نہیں دیتا۔ (ت)

اسی میں شرائط نفاذ اجارہ میں ہے:

الحکم فی الاجارۃ المطلقۃ لا یثبت بنفس العقد عندنا لان العقد فی حق الحکم ینعقد علی حسب حدوث المنفعۃ فکان العقد فی حق الحکم مضافا

اجارہ مطلقہ میں ہمارے نزدیک نفسِ عقد سے حکم ثابت نہیں ہوتا کیونکہ حکم کے حق میں عقد اجارہ منفعت کے پیدا ہونے کے مطابق منعقد ہوتا ہے۔ چنانچہ حکم کے حق میں عقدِ منفعت کے پیدا ہونے کے وقت کی طرف منسوب ہوتا ہے،

---

[1] بدائع الصنائع کتاب الرھن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۱۳۰

Marfat.com

الی حین حدوث المنفعة فیثبت حکمه عند ذلك حتی لو انقضت المدة من غیر تسلیم المستأجر لا یستحق شیئًا من الاجر و لو مضی بعد العقد مدة ثم سلم فلا اجر له فیما مضی لعدم التسلیم فیه[1]

لہٰذا منفعت کے پیدا ہونے کے وقت حکم ثابت ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر مدتِ اجارہ گزر گئی اور آجر نے شئی مستاجر کے حوالے نہ کی تو اجرت میں سے کسی شئی کا حقدار نہ ہوگا۔ اور اگر عقد کے بعد کچھ مدت گزر گئی پھر آجر نے وہ شئی مستاجر کے حوالے کی گزری ہوئی مدت کی اجرت کا حقدار نہیں ہوگا کیونکہ اس میں سپردگی نہیں پائی گئی۔ (ت)

رہن قبضہ مرتہن چاہتا ہے کہ اس کا مقتضی حبس ہے اور حبس بے قبض ناممکن اور اجارہ قبضہ مستاجر چاہتا ہے کہ اس سے مقصود انتفاع ہے اور انتفاع بے قبض نامتصور اور شئی واحد کا وقتِ واحد میں دو مختلف قبضوں میں ہونا محال، ولہذا اگر راہن بہ اجازت مرتہن یا مرتہن باجازت راہن شئے مرہون شخص ثالث کے اجارہ میں دے یا راہن خود مرتہن کو اجارہ دے، تینوں صورتوں میں رہن باطل ہوجاتا ہے۔ بدائع میں ہے:

لیس له ان یؤاجره من اجنبی بغیر اذن المرتهن لان قیام ملك الحبس له یمنع الاجارة ولان الاجارة بعقد الانتفاع و هو لا یملك الانتفاع به بنفسه فکیف یملکه غیره و لو فعل وقف علی اجازته فان رده بطل و ان اجازه جازت الاجارة و بطل عقد الرهن لان الاجارة اذا جازت و انها عقد لازم لا یبقی الرهن

راہن کے لئے جائز نہیں کہ مرتہن کی اجازت کے بغیر مرہون شئی کسی اجنبی کو اجارہ پر دے دے کیونکہ مرتہن کا ملک حبس اجارہ سے مانع ہے اور اس لئے بھی کہ اجارہ کی بنیاد انتفاع پر ہے جبکہ راہن خود مرہون سے انتفاع کا مالک نہیں تو کسی غیر کو اس کا مالک کیسے بنا سکتا ہے اور اگر راہن نے ایسا کردیا تو یہ مرتہن کی اجازت پر موقوف ہوگا اگر مرتہن نے اسے رد کردیا تو باطل ہوجائے گا اور اگر اس نے اجازت دے دی تو اجارہ جائز جبکہ عقد رہن باطل ہوجائے گا کیونکہ اجارہ جب جائز ہوگیا اور وہ عقد لازم ہے

---

[1] بدائع الصنائع کتاب الاجارہ فصل و اما شرائط الرکن الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/ ۱۶۹

Marfat.com

ضرورۃ والاجرۃ للراهن لانها بدل منفعة مملوكة له وولاية قبض الاجرة له ايضا لانه هو العاقد وكذا ليس للمرتهن ان يؤجره من غير الراهن بغير اذنه لان الاجارة تمليك المنفعة والثابت له ملك الحبس لا ملك المنفعة فكيف يملكها من غيره فان فعل وقف على اجازة الراهن فان اجاز جاز وبطل الرهن لما ذكرنا وكانت الاجرة للراهن وولاية قبضها للمرتهن لان العاقد هو المرتهن ولا يعود رهنا اذا انقضت مدة الاجارة لان العقد قد بطل فلا يعود الا باستيناف ت[1]

تو رہن ضرورۃً باقی نہیں رہے گا اور اجرت راہن کی ہوگی اس لئے کہ وہ راہن کے مملوک کی منفعت کا بدل ہے۔ اور اجرت پر قبضہ کی ولایت بھی اسی کو حاصل ہے کیونکہ عقد کرنے والا وہی ہے اور اسی طرح مرتہن کے لئے جائز نہیں کہ وہ مرہون شئی راہن کے غیر کو اس کی اجازت کے بغیر اجارہ پر دے کیونکہ اجارہ منفعت کی تملیک ہے جبکہ مرتہن کے لئے ملک حبس ثابت ہے نہ کہ ملک منفعت تو وہ کسی غیر کو اس کا مالک کیسے بنا سکتا ہے۔ اگر مرتہن نے ایسا کر دیا تو وہ راہن کی اجازت پر موقوف ہوگا اگر اس نے اجازت دے دی تو اجارہ جائز اور رہن باطل ہو جائے گا اس دلیل کی وجہ سے جس کو ہم ذکر کر چکے ہیں اور اجرت راہن کے لئے ہوگی جبکہ اجرت پر قبضہ کی ولایت مرتہن کو حاصل ہوگی کیونکہ عقد کرنے والا وہی مرتہن ہے۔ اور وہ شئی رہن کی طرف عود نہیں کرے گی جبکہ اجارہ کی مدت ختم ہو چکی ہو کیونکہ عقد رہن باطل ہو چکا تو وہ عود نہیں کرے گا مگر یہ کہ نئے سرے سے عقد کیا جائے۔ (ت)

اسی میں ہے:

يخرج المرهون عن كونه مرهونا ويبطل عقد الرهن بالاجارة بان آجره الراهن من اجنبي باذن المرتهن او المرتهن

مرہون شئی مرہون ہونے سے نکل جائے گی اور عقد رہن اجارہ کے سبب باطل ہو جاتا ہے اس صورت میں کہ راہن نے وہ شئی مرتہن کی اجازت سے یا مرتہن نے راہن کی اجازت

---

[1] بدائع الصنائع کتاب الرہن فصل واما حکم الرہن الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۱۴۶

[2] " " " " " " ۶/ ۱۴۷

Marfat.com

باذن الراھن او استاجرہ المرتھن[1] سے کسی اجنبی کو اجارہ پر دے دی یا مرتہن خود اس کو اس اجرت پر لے لے۔ (ت)

یہاں کہ فریقین کو اقرار ہے کہ دکان و مکان رہن سے پہلے سے منجانب زید کرائے پر ہیں اور جب سے اب تک برابر قبضۂ کرایہ داران میں ہیں کبھی اُن سے خالی نہ کرائی گئیں، تو تخلیہ کہ شرط رہن تھا کبھی نہ ہوا اور رہن سرے سے ناجائز و ناتمام رہا[*] عوام عموماً اور آج کل کے قانون دان خصوصاً نرے زبانی یا کاغذ کے تلفظ کو قبضہ کہتے، اور سمجھتے ہیں نہ وہ تخلیہ کے معنٰی سے آگاہ ہیں نہ اس کی

ع مشی فی الھدایۃ والملتقی والتنویر وغیرھا علی ان القبض شرط اللزوم فلا یتم الرھن[2] الا بہ قال فی العنایۃ وھو اختیار شیخ الاسلام وھو مخالف لروایۃ العامۃ قال محمد لا یجوز الرھن الا مقبوضا ومثلہ فی کافی الحاکم الشھید ومختصر الطحاوی والکرخی[3] قال الکرخی انہ قول ابی حنیفۃ وابی یوسف ومحمد والحسن بن زیاد وصححہ فی الذخیرۃ قھستانی، والمجتبی درمختار والمحیط ھندیۃ وبہ جزم

ہدایہ، ملتقٰی اور تنویر وغیرہ میں یہ روش اختیار کی ہے کہ رہن میں مرہون پر قبضہ کرنا عقد کے لازم ہونے کے لئے شرط ہے۔ چنانچہ اسکے بغیر عقد تام نہیں ہوتا۔ عنایہ میں کہا اور وہی شیخ الاسلام کا مختار ہے اور وہ عام مشائخ کی روایت کے مخالف ہے۔ امام محمد نے فرمایا کہ مرہون پر قبضہ ہوئے بغیر رہن جائز نہیں ہوتا اور اسی کی مثل حاکم شہید کی کافی اور امام طحاوی کی مختصر اور امام کرخی کی مختصر میں ہے الخ کرخی نے کہا کہ یہ امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد اور حسن بن زیاد کا قول ہے، اس کو ذخیرہ میں صحیح قرار دیا (قہستانی) اور مجتبٰی میں اس کو صحیح قرار دیا (درمختار) اور محیط میں اس کو صحیح قرار دیا (ہندیہ)

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] بدائع الصنائع کتاب الرھن فصل اما بیان ما یخرج بہ المرہون الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۱۶۱

[2] الہدایہ کتاب الرہن مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۵۱۳

[3] العنایۃ علی ہامش فتح القدیر کتاب الرھن مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۹/۶۶

Marfat.com

حاجت جانتے ہیں زید اگر اپنا مکان جس میں اس کا مال اسباب رکھا ہوا ہے عمرو کو ہبہ کرے اور کنجی اُسے دے دے وہ کہیں گے قبضہ دے دیا حالانکہ ہرگز شرعًا قبضہ نہ ہوا کہ تخلیہ نہ ہوا۔ بدائع میں ہے:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فی البدائع کما تری وکذا ذکرہ فی الرھن من العقود الدریۃ انہ الصحیح القول وھدایۃ مع مشیہ علی انہ شرط اللزوم کلامہ فی الدلائل فی مسئلۃ لا یجوز رھن المشاع وغیرھا یدل علی انہ شرط الانعقاد فتدبرہ وراجع العنایۃ ونتائج الافکار وکذا التنویر مع اتباعہ للھدایۃ قال لایصح رھن المشاع[1] قال فی الدر الصحیح انہ فاسد[2] فتأمل وراجع ما علقنا علی رد المحتار ویستفاد من العنایۃ ان معنی شرط الجواز عند قائلیہ ان الرھن باطل ان لم یقبض فاخترناہ لما علمت لہ من القوۃ ١٢ منہ غفرلہ۔

اور اسی پر بدائع میں جزم کیا جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے اور یونہی عقود الدریہ کی کتاب الرھن میں ذکر کیا کہ بے شک وہ صحیح ہے۔ میں کہتا ہوں ہدایہ کی اس روش کے باوجود کہ قبضہ شرط لزوم ہے رھن مشاع وغیرہ کے عدم جواز پر دلائل کے ضمن میں صاحب ہدایہ کا کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قبضہ شرط انعقاد ہے لہٰذا اس میں غور کر، اور عنایہ اور نتائج الافکار کی طرف رجوع کر۔ یونہی تنویر میں ہدایہ کی اتباع کرتے ہوئے کہا کہ مشاع کا رھن صحیح نہیں۔ در میں کہا صحیح یہ ہے کہ وہ فاسد ہے الخ غور کر، اور ردالمحتار پر ہماری تعلیق کی طرف رجوع کر۔ عنایہ سے مستفاد ہے کہ شرط جواز کا معنی اس کے قائلین کے نزدیک یہ ہے کہ اگر رہن پر قبضہ نہیں ہوا تو رہن باطل ہے۔ چنانچہ ہم نے اسی کو اختیار کیا ہے جیسا کہ تو اس کی قوت کو جان چکا ہے ١٢ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] الدر المختار شرح تنویر الابصار کتاب الرھن باب ما یجوز ارتھانہ الخ مجتبائی دہلی ٢/ ٢٦٥

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

Marfat.com

وعلیٰ ھذا یخرج ما اذا وھب دارا فیھا متاع الواھب و سلّم الدار الیہ او سلّم الدار مع ما فیھا من المتاع فانہ لا یجوز لان الفراغ شرط صحۃ التسلیم و القبض ولم یوجد[1]

اور اسی سے اس صورت کا حکم ظاہر ہو جاتا ہے کہ جب کسی نے ایسا گھر ہبہ کیا جس میں واہب کا کچھ سامان موجود ہے اور اس نے وہ گھر موہوب لہ کے حوالے کر دیا یا اس نے وہ گھر اس میں پڑے ہوئے اپنے سامان سمیت موہوب لہ کے حوالے کر دیا تو یہ ہبہ جائز نہیں ہوگا کیونکہ موہوب کو خالی کرنا سپردگی اور قبضہ کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے اور وہ یہاں نہیں پائی گئی۔ (ت)

دستاویز میں کہ بکر کو قابض کر دینا مسطور، یقیناً اس سے یہی محاورۂ جہال منظور، تو بکر کا اس سے استدلال ہبار منثور، اور اگر فرض کیجئے کہ اسے شرطِ قبضہ ہی پر محمول رکھیں تو اب دو وجہ سے مردود ہے:

اوّلاً جب یقیناً معلوم کہ کرایہ داروں سے تخلیہ کر کے قبضہ کسی وقت نہ دلایا پہلے سے اب تک کرایہ داروں کا قبضہ مستمر ہے اور اوپر بیان ہو چکا کہ شے واحد پر وقتِ واحد میں دو مختلف قبضے محال تو یہ اقرار بالمحال ہوا اور اقرار بالمحال باطل و نامسموع ہے مثلاً بھائی اقرار کرے اور رجسٹری کرا دے کہ متروکۂ پدری اس میں اور اس کی بہن میں بذریعہ میراث پدر نصف نصف ہے یہ اقرار مردود ہے بہن اس سے استدلال نہیں کر سکتی کہ وہ شرعاً محال ہے لہذا ثلث سے زیادہ نہ پائے گی۔ یوں ہی یہاں باوصف استمرار قبضۂ مستاجران قبضۂ مرتہن شرعاً محال ہے لہذا اقرار واجب الابطال ہے۔ اشباہ والنظائر میں ہے:

الاقرار بشیئ محال باطل کما لو اقر لہ بارش یدہ التی قطعھا خمسمائۃ درھم و یداہ صحیحتان لم یلزمہ شیئ کما فی

محال شیئ کا اقرار باطل ہے جیسے کسی کے لئے پانچسو روپے دیت کا اقرار کیا اس کے ہاتھ کے بدلے میں جو مقر نے کاٹا ہے حالانکہ اسکے دونوں ہاتھ سلامت ہیں تو مقر پر کچھ بھی لازم

---

[1] بدائع الصنائع کتاب الہبہ فصل واما الشرائط ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۱۲۵

Marfat.com

التاتارخانية وعلى هذا افتيت ببطلان اقرار انسان بقدر من السهام لوارث وهو ان يد من الفريضة الشرعية لكونه محالا شرعا مثلا لو مات عن ابن وبنت فاقر الابن أن التركة بينهما نصفان بالسوية فالاقرار باطل لما ذكرنا[1]اھ وقيده السيد العلامة زيرك زاده في حاشيته على الاشباه كما رأيت فيها و نقله السيد العلامة الحموى في الغمز بلفظه قيل واقره بان يزيد في اقراره بالارث قال اذ يتصور ان يكون التركة بينهما نصفين بالوصية مع الاجازة اوغيرها من وجوه التمليك كما هو ظاهر[2]اھ اقول يمكن التنصيف بينهما بالارث ايضا كما اذا ماتت عن زوج و

نہیں جیسا کہ تتارخانیہ میں ہے۔ اسی بنیاد پر میں نے فتویٰ دیا ہے کہ کسی انسان کا کسی وارث کے لئے اس قدر سہام کا اقرار کرنا باطل ہے جو اس کے شرعی مقرر حصے سے زائد ہو کیونکہ یہ شرع کی رُو سے محال ہے مثلاً کوئی شخص ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑ کر فوت ہوا بیٹے نے اقرار کیا کہ ترکہ ان دونوں کے درمیان برابری کے طور پر نصف نصف ہے تو یہ اقرار اس دلیل کی وجہ سے باطل ہو گا جس کو ہم ذکر کر چکے ہیں الخ سید علامہ زیرک زادہ نے اشباہ پر اپنے حاشیہ میں اس کو مقید کیا جیسا کہ میں نے اس حاشیہ میں دیکھا اور سید علامہ حموی نے غمز میں لفظِ "قیل" کے ساتھ نقل کرکے اس کو برقرار رکھا مقید بایں صورت کیا کہ مُقِر اپنے اقرار میں میراث کا ذکر بڑھائے کیونکہ یہ بات متصور ہے کہ ترکہ ان دونوں بہن بھائیوں کے درمیان وصیت کے سبب سے نصف نصف ہو جائیگا وصیت کی اجازت کے ساتھ یا اس کے علاوہ دیگر وجوہِ تملیک کے ساتھ جیسا کہ ظاہر ہے الخ میں کہتا ہوں ان دونوں کے درمیان میراث کے اعتبار سے بھی ترکہ کا نصف نصف ہونا ممکن ہے جیسے کوئی خاتون فوت ہو گئی

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الاقرار ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۲۵

[2] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/ ۲۵

Marfat.com

بنت منه وابن من زوجها الاول ثم مات هذا الزوج ولم يرثه الا بنته فلا بد ان يزيد فی الاقرار بارثهما عن هذا المورث۔

جس کے ورثاء میں اس کا خاوند اور اسی خاوند سے ایک بیٹی اور اپنے پہلے خاوند سے ایک بیٹا ہے پھر یہ خاوند فوت ہوگیا جس کا وارث سوائے اس کی بیٹی کے اور کوئی نہیں لہذا مقر کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اقرار میں اسی مورث سے ان دونوں کے وارث بننے کی قید کا اضافہ کرے۔ (ت)

ثانیاً بالفرض زید قبضۂ بکر کا مقر ہے مگر بکر خود اپنے قبضہ سے منکر ہے اور تسلیم کرتا ہے کہ اب تک قبضۂ مستاجران مستمر ہے اور مقرلہ جب اقرار کی تکذیب کرے اقرار باطل ہو جاتا ہے۔ اشباہ میں ہے:

المقر له اذا کذب المقر بطل اقراره الخ واستثنٰی سبعة اشياء ليس هذا منها۔

مقرلہ جب مقر کو جھٹلا دے تو اس کا اقرار باطل ہو جائے گا الخ صاحب اشباہ نے سات چیزوں کا استثناء کیا ہے اور یہ ان میں سے نہیں ہے۔ (ت)

اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ بکر کا کہنا کہ حقوق سے خالی کرکے مرتہن کے حوالے کر دیا صریح غلط ہے۔

(۲) بلاشبہ جب باتفاق فریقین یقیناً ثابت کہ دکان و مکان پہلے سے کرایہ پر ہیں اور یہ کہ راہن و مرتہن دونوں اس اجارے اور اس کی بقا پر راضی مرتہن اب تک اس کرایہ سے متمتع ہوتا رہا تو بعد رہن اگر یہ اجارہ از جانب راہن ہے تو مرتہن کا اذن ہے اور از جانب مرتہن فرض کیجئے تو راہن کا اذن ہے، اور ہم بدائع ملک العلماء سے لکھ آئے کہ دونوں صورتوں میں رہن باطل ہے، نیز فتاوٰی امام قاضی خان و فتاوٰی عالمگیریہ وغیرہما میں ہے:

ان آجر المرتهن من اجنبی بامر الراهن يخرج من الرهن وتكون الاجرة للراهن وان آجره الراهن من اجنبی

مرتہن نے راہن کے حکم پر مرہون شیئ کسی اجنبی کو اجارہ پر دے دی وہ رہن سے نکل جائے گی اور اجرت راہن کے لئے ہوگی، اور اگر راہن مرتہن کے حکم سے اجنبی کو اجرت

لے الاشباہ والنظائر کتاب الاقرار الفن الثانی ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۱۹

بامرالمرتهن یخرج من الرهن والاجرللراهن [1]

پر دے دے تو وہ رہن سے نکل جائیگی اور اجرت راہن کے لئے ہوگی۔ (ت)

بحر کا کہنا ہے کہ اجارہ باذنِ راہن مبطلِ رہن نہیں ہوتا۔ اگر یہ مقصود کہ کسی شخص ثالث فضولی کا باذن راہن اجارہ میں دینا مبطلِ رہن نہیں جب تک مرتہن بھی اس پر راضی نہ ہو تو صحیح ہے مگر معاملہ دائرہ سے بے علاقہ، یہاں کسی فضولی نے اجارہ نہ دیا اور بالفرض ہو بھی تو راہن و مرتہن دونوں کی رضا موجود، بہرحال رہن باطل ہوگیا۔ خانیہ وہندیہ میں ہے:

ان آجرها اجنبی بغیر اذن الراهن والمرتهن ثم اجازا جمیعا کان الاجر للراهن ویخرج من الرهن [2]

اگر اجنبی شخص نے راہن و مرتہن کی اجازت کے بغیر مرہون شئی اجارہ پر دے دی پھر دونوں نے اکٹھی اجازت دے دی تو اجرت راہن کے لئے ہوگی اور وہ شئے رہن سے نکل جائے گی۔ (ت)

اور اگر یہ مقصود کہ مرتہن کا باذنِ راہن اجارہ دینا مبطلِ رہن نہیں تو صریح کذب اور تمام کتب کے خلاف ہے اور یہ عذر کہ یہاں اجارہ نیا مرتہن کا ثابت نہیں کہ اس نے نئے دکاندار کو نہ بٹھایا محض باطل و بے اثر ہے،

اوّلاً مرتہن کا اجارہ دینا ثابت نہ سہی راہن کا اجارہ دینا اور اس پر مرتہن کی رضا تو ثابت ہے یہ کیا بطلانِ رہن کو بس نہیں۔

ثانیاً عقد اجارہ وقتاً فوقتاً نیا ہوتا ہے کہ منفعت بتدریج پیدا ہوتی ہے اُسی تدریج سے اجارہ تجدید پاتا ہے۔ بدائع میں ہے:

الطاری فی باب الاجارۃ مقارن لان المعقود علیه المنفعة وانها تحدث شیئا فشیئا فکان کل جزء یحدث

اجارہ کے باب میں مقارنت طاری ہوتی ہے کیونکہ اس میں معقود علیہ منفعت ہوتی ہے اور وہ وقتاً فوقتاً بتدریج پیدا ہوتی رہتی ہے چنانچہ منفعت کی ہر جز جو پیدا ہوتی ہے وہ

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الرہن الباب الثامن فی تصرف الراہن الخ نورانی کتبخانہ پشاور ۵/ ۶۴-۴۶۵

[2] " " " " " " " " " " " " ۵/ ۴۶۵

Marfat.com

معقود علیہ مبتدأ[1]

نئے سرے سے معقود علیہ بنتی ہے (ت)

ہدایہ میں ہے:

الاجارة تنعقد ساعة فساعة حسب حدوث المنفعة۔[2]

اجارہ وقتاً فوقتاً منفعت کے پیدا ہونے کے مطابق منعقد ہوتا ہے۔ (ت)

تبیین الحقائق میں ہے:

(جواز العقد لیس باعتبار أن المعدوم جعل موجودا حکما وکیف یقال ذلك والموجود من المنفعة لا یقبل العقد لانه عرض لا یبقی زمانین فلا یتصور فیه التسلیم بحکم العقد والقدرة علی التسلیم شرط لجواز العقد وما لا یتصور فیه التسلیم لا یکون محلا للعقد بل باعتبار ان العین التی هی سبب وجود المنفعة اقیمت مقام المنفعة فی حق صحة الایجاب والقبول وفی حق وجوب التسلیم اذا العین هی التی یمکن تسلیمها دون العرض فانعقد فی حقها فی الحال فوجب علیه تسلیمها

اجارہ کے عقد کا جواز اس اعتبار سے نہیں کہ معدوم کو حکمی طور پر موجود بنا دیا گیا ہے اور یہ کیسے کہا جا سکتا ہے حالانکہ جو منفعت موجود ہو وہ عقد کو قبول نہیں کرتی اس لئے کہ وہ عرض ہے جو دو زمانوں میں باقی نہیں رہتی، لہٰذا اس میں عقد کے حکم سے سپردگی متصور نہیں جبکہ سپردگی پر قادر ہونا عقد کے لئے شرطِ جواز ہے، اور جس میں سپردگی متصور نہیں وہ عقد کا محل نہیں ہو سکتا بلکہ اجارہ کے عقد کا جواز اس اعتبار سے ہے کہ عینِ شَی جو کہ وجودِ منفعت کا سبب ہے اس کو ایجاب وقبول کی صحت اور سپردگی کے وجوب کے حق میں منفعت کے قائم مقام کر دیا گیا ہے اس لئے کہ اس عین ہی کی سپردگی ممکن ہے نہ کہ عرض کی، لہٰذا اس عین کے حق میں فی الحال عقد منعقد ہو جائیگا اور آجر پر اس کی سپردگی واجب ہوگی اور

---

[1] بدائع الصنائع کتاب الاجارة واما شرائطہا الرکن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/ ۱۸۷
[2] الہدایۃ " مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۲۹۱

Marfat.com

وصار العقد مضافا غير منعقد للحال فی حق المنفعة لأن اقصی ما یتصور العقد علی المنفعة ان یکون العقد مضافا الی وقت حدوثها فینعقد العقد فی کل جزء من المنفعة علی حسب وجودها شیئاً فشیئاً وهو معنیٰ قولنا ان عقد الاجارة فی حکم عقود متفرقة یتجدد انعقادها علیٰ حسب حدوث المنافع وانما قامت العین مقام المنفعة تصحیحا للعقد فی حق الانعقاد والتسلیم ضرورة عدم تصورهما فی المنفعة ولا ضرورة فی حق الملك فی البدل اذ ما ثبت للضرورة یثبت بقدرها فلا یظهر فی حق ملك البدل کما لا یظهر فی حق ملك المنفعة فیکون العقد مضافا الیٰ وقت حدوثها غیر منعقد للحال فی حقهما اھ[1] وانما سقناه لما فیه من الفوائد ولا یکفینا بعضه کما لا یخفیٰ۔

منفعت کے حق میں کہ عقد مضاف ہوگا فی الحال منعقد نہیں ہوگا کیونکہ منفعت پر عقد میں انتہائی تصوّر یہ ہے کہ عقد منفعت کے پیدا ہونے کے وقت کی طرف منسوب ہو۔ چنانچہ عقد منفعت کی ہر جز میں اس کے تدریجاً موجود ہونے کے مطابق منعقد ہوگا۔ اور یہی معنیٰ ہے ہمارے اس قول کا کہ "اجارہ کا عقد متفرق عقود کے حکم میں ہے جن کا انعقاد منافع کے پیدا ہونے کے مطابق متجدد ہوتا رہتا ہے۔ انعقاد اور سپردگی کے حق میں ان دونوں کا تصور معدوم ہے اور بدل کے اندر ملک کے حق میں کوئی مجبوری نہیں اس لئے کہ جس شے کا ثبوت ضرورت کی وجہ سے ہو اس کا ثبوت بقدرِ ضرورت ہوتا ہے، چنانچہ وہ ملک بدل کے حق میں ظاہر نہیں ہوگا جیسا کہ ملک منفعت کے حق میں ظاہر نہیں ہوتا، وہ عقد منفعت کے پیدا ہونے کے وقت کی طرف منسوب ہوگا اور ان دونوں کے حق میں فی الحال منعقد نہیں ہوگا الخ بے شک ہم نے اس عبارت کو ان فوائد کی وجہ سے ذکر کیا ہے جو اس میں موجود ہے ورنہ ہمیں اس میں سے بعض عبارت کافی ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ (ت)

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الاجارہ المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۵/ ۱۰۷

Marfat.com

تو بعد میں جو ساعت آئی اس میں نیا عقد اجارہ ہوا یہ اگر مرتہن کی طرف سے باذن راہن ہے تو بلاشبہہ مرتہن نے جدید اجارہ کیا اور اس کے لئے دکانداروں کو جدید ہونا کیا ضرور عقد نیا ہونا چاہئے وہ بے شک حاصل۔ کیا اگر مرتہن باذنِ راہن اسی مستاجر کو دے جسے پہلے راہن دے چکا تھا تو رہن باقی رہے گا دوسرے کو دے تو جاتا رہے گا اس کا قائل نہ ہوگا مگر سخت جاہل، مرتہن کے عقد اجارہ باذنِ راہن کو تمام کتابوں نے مبطلِ رہن رکھا ہے نہ کہ صرف بحال تبدیل مستاجر۔ رہن پر اجارۂ نافذہ کا ورود ہی اسے باطل کرتا ہے کہ دوام حق حبس جو شرط رہن ہے زائل ہوتا ہے۔ تعیین مستاجر کو اس میں کیا دخل۔ بدائع میں ہے:

الاجارۃ تبطل الرھن[1]

اجارہ رہن کو باطل کر دیتا ہے (ت)

اُسی میں ہے:

اخبر اللّٰہ سبحانہ وتعالٰی ان المرھون مقبوض فیقتضی کونہ مقبوضا مادام مرھونا[2]

اللہ سبحانہ وتعالٰی نے خبر دی ہے کہ مرہون مقبوض ہو۔ یہ خبر اس کے مقبوض ہونے کا تقاضا کرتی ہے جب تک وہ مرہون ہے (ت)

اسی میں ہے:

الرھن فی اللغۃ عبارۃ عن الحبس قال اللّٰہ تعالٰی عزّوجلّ کل امرئ بما کسب رھین ای حبیس فیقتضی ان یکون المرھون محبوسا مادام مرھونا ولو لم یثبت ملک الحبس علی الدوام لم یکن محبوسا علی الدوام فلم یکن مرھونا[3]

رہن لغت میں حبس کا نام ہے، اللہ تبارک وتعالٰی نے فرمایا: ہر شخص اپنے کئے میں مرہون یعنی محبوس ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ مرہون جب تک مرہون ہے محبوس ہو اور اگر ملکِ حبس دائمی طور پر ثابت نہ ہوئی تو وہ دائمی طور پر محبوس نہ ہوا، چنانچہ وہ مرہون نہ ہوا۔ (ت)

اسی سے گزرا:

---

[1] بدائع الصنائع کتاب الرھن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۱۴۷
[2] " " " فصل واما الشرائط الخ " " " ۶/۱۴۲
[3] " " " " واما حکم الرھن " " " ۶/۱۴۵

Marfat.com

الاجارۃ اذا جازت لایبقی الرھن ضرورۃ[1] اجارہ جب جائز ہوجائے تو ضروری ہے کہ وہ رہن باقی نہ رہے۔ (ت)

(۳) بے شک زیادت فی الدین ناجائز ہے، یہی مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے اور اسی پر متون و شروح، اور یہی من حیث الدلیل اقوٰی، کما یظھر بمراجعۃ البدائع والتبیین وغیرھما (جیسا کہ بدائع اور تبیین وغیرہ کی طرف رجوع کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ ت) اور بیشک فتوٰی ہمیشہ قولِ امام پر ہے مگر بضرورت، اس بارے میں ہمارا مبسوط رسالہ اجلی الاعلام بان الفتوٰی مطلقا علی قول الامام طبع ہوچکا ہے، بحر کا قول کہ معاملات میں اکثر فتوٰی قولِ امام ابویوسف پر ہوتا ہے غلط ہے یہ صرف مسائل متعلقۂ وقف و قضا میں کہا جاتا ہے اور وہ بھی کوئی ضابطہ نہیں کہ بے تصحیح صریح اُس سے خلاف قولِ امام و خلافِ متون و شروح تصحیح کرلیں مگر یہ بحث یہاں کوئی نتیجہ خیز نہیں، نہ اُس کی اصلاً حاجت، جبکہ ہم دلائل قاہرہ سے ثابت کر آئے کہ یہ رہن خود ہی باطل محض ہے، پھر بحث زیادت کی کیا گنجائش!

(۴) چار ہزار نوسو پینتالیس روپے آٹھ آنے کہ بکر کے کرایہ داروں سے وصول کئے وہ ضرور حق زید ہیں بکر کا ان میں کوئی حبہ نہیں کہ یہ اجارہ راہن باذن مرتہن ہے یا علی التنزل اجارہ مرتہن باذن راہن مگر ہم کتبِ معتمدہ بدائع امام ملک العلماء و فتاوٰی امام قاضی خان و فتاوٰی عالمگیریہ سے ثابت کر آئے کہ دونوں صورتوں میں اجر ملکِ راہن ہے فقط فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں کرایہ داروں سے کرایہ وصول کرنے کا حق بھی راہن ہی کو ہے، اور دوسری صورت میں مرتہن کو کہ وہی عاقد ہے وہی وصول کرے اور راہن کو دے دے خود اُس میں سے کچھ نہیں لے سکتا، لہٰذا بکر پر لازم ہے کہ اپنا قرض پندرہ سو مجرا کرکے تین ہزار چار سو پینتالیس روپے آٹھ آنے زید کو ادا کرے، دستاویز میں زید کا لکھنا کہ جو منافع مرتہن وصول کرے حقِ مرتہن ہے باطل و بے اثر ہے کہ تغییرِ حکمِ شرع ہے، اور اگر یہ تاویل کی جائے کہ اگرچہ واقع میں عندالشرع وہ حقِ زید ہے مگر زید کا یہ لکھنا اپنی طرف سے بکر کو اُن منافع کا ہبہ ہے جب بھی باطل ہے کہ منافع بوقتِ تحریر معدوم تھے اور معدوم کا ہبہ باطل۔ بدائع میں ہے:

---

[1] بدائع الصنائع کتاب الرھن فصل واما حکم الرھن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۱۴۶

Marfat.com

لاتجوز هبة مالیس بموجود وقت العقد بان وھب مایثمر نخله العام وماتلد اغنامه السنة ونحو ذلك بخلاف الوصیة والفرق ان الھبة تملیك للحال وتملیك المعدوم محال والوصیة تملیك مضاف الی مابعد الموت والاضافة لاتمنع جوازھا ولاسبیل لتصحیحه بالاضافة الی مابعد زمان الحدوث لان التملیك بالھبة ممالا یحتمل الاضافة الی الوقت فبطل[1] اھ، واللہ تعالٰی اعلم۔

جو شیئ عقد کے وقت موجود نہ ہو اس کا ہبہ جائز نہیں اس کی صورت یہ کہ کوئی شخص ان پھلوں کا ہبہ کرے جو اس سال اس کے درختوں پر لگیں گے یا اپنی بکریوں کے ان بچوں کا ہبہ کرے جو اس سال وہ جنیں گی۔ اور اسی کی مثل دوسری اشیاء، بخلاف وصیت کے، دونوں میں فرق یہ ہے کہ ہبہ کے لئے تملیک ہے اور معدوم کی تملیک محال ہے اور وصیت ایسی تملیک ہے جو موت کے مابعد کی طرف منسوب ہوتی ہے اور منسوب ہونا وصیت کے جواز کو منع نہیں کرتا، زمانہ حدوث کے مابعد کی طرف نسبت کرکے ہبہ کو صحیح قرار دینے کا راستہ نہیں کیونکہ ہبہ میں تملیک وقت کی طرف نسبت کا احتمال نہیں رکھتی لہٰذا وہ باطل ہے اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۸۴: از ریاست رامپور مرسلہ جناب مفتی عبدالقادر صاحب مفتی کچہری دیوانی ریاست ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

مرہونہ پر بعد عقد رہن مرتہن کا قبضہ شرعی ہوگیا، اس کے بعد بطور عاریت یا اجارہ یا غصب مرہونہ راہن کے قبضہ میں پہنچ گیا تو علمائے محققین سے سوال یہ ہے کہ مذکورہ صورتوں میں عقد رہن باطل ہوجائے گا یا وہ علٰی حالہ باقی رہے گا اور کیا مرتہن کو بربنائے رہن مذکور استرداد مرہونہ کا استحقاق شرعاً حاصل ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

فی الواقع صور مذکورہ میں عقد رہن باطل نہ ہوگا اور مرتہن کو استرداد مرہون کا حق رہے گا، عاریت وغصب میں تو ظاہر کہ منافی رہن نہیں عقد اجارہ البتہ منافی رہن رہے ولہذا اگر

---

[1] بدائع الصنائع کتاب الہبہ فصل واما الشرائط الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۱۱۹

Marfat.com

مرتہن باذنِ راہن یا راہن باذن مرتہن شخص ثالث کو یا راہن مرتہن کو اجارہ دے تو رہن باطل ہوجائے گا مگر یہاں کہ مرتہن نے راہن کو اجارہ دیا خود اجارہ ہی باطل ہوگا کہ مالک کو اُس کی ملک اجارہ دینا کیا معنیٰ، اور جب اجارہ باطل ہوا منافی رہن نہ پایا گیا اور عقد بحالہٖ باقی رہا والمسائل مصرح بہا فی البدائع وغیرہا (اور ان مسائل کی بدائع وغیرہ میں تصریح کردی گئی ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۵ از ہوڑہ محلہ کوکر بھوکا مکان مدار بخش گنیر مرسلہ جان محمد صاحب
۲۸ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کھیت رہن لینا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

کھیت کہ زمین دار کی ملک ہو وہ بے اُس کی اجازت کے رہن نہیں ہوسکتا اور اگر اس کی اجازت سے ہو یا یہ رہن رکھنے والا خود اُس زمین کا مالک ہے تو رہن صحیح ہوجائے گا مگر اس میں کھیتی کرنی ناجائز ہوگی۔ حدیث میں ہے:

کل قرض جر منفعۃ فھو ربا[1] جو قرض نفع کو کھینچ لائے وہ سُود ہے (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۶ از قصبہ نگرام ضلع لکھنؤ مرسلہ خضر محمد ۱۱ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس ملک میں عملداری غیر مسلم کی ہو اور ہر طرح سے انھیں استیلا ہو اور مسلمان باشندے مغلوب ہوں وہاں اگر کوئی غیر مسلم جائداد کسی مسلمان کے یہاں رکھے اور بخوشی خاطر جائداد کے منافع کو اُس مسلمان کے لئے حلال کردے تو بقول حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ یہ منافع مسلمان کے لئے سُود تو نہ ہوں گے ؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں سُود نہیں، ہاں یہ سُود کی نیت سے لے تو اپنی نیت پر گنہگار ہوگا۔
واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] کنز العمال بحوالہ الحارث عن علی حدیث ۱۵۵۱۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۲۳۸

Marfat.com

مسئلہ ۸۷ از شہر بریلی مدرسہ منظر اسلام مسئولہ مولوی رحیم بخش صاحب بنگالی
۱۶ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی زمین کو عمر کے پاس رہن رکھا مدت پانچ سال کی عمر اس زمین کو خرچ دے کر تصرف کر سکتے ہیں یا نہیں ؟

الجواب

کاشتکار بے اجازت زمیندار زمین کو رہن نہیں رکھ سکتا اور با اجازتِ زمیندار ہو تو وہ اجارے پر نہ رہے گی اجارہ رکھیں گے کہ خراج دے اور کاشت کرے تو رہن نہ رہے گا نہ زید کو زمین سے تعلق رہے گا عمر کاشتکار مستقل ہو جائے گا روپیہ زید پر قرض رہا وہ ادا کرے اور اس کے بعد زمین واپس لینے کا اسے اختیار نہ ہوگا ہاں اگر عمر خود چھوڑ دے چھوڑ دے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۸ ۲۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص کسی کے پاس کوئی چیز رہن رکھے اور وہ مرتہن اس چیز پر برابر سود لیتا رہے، اور فرض کرو کہ اس نے دو سو روپیہ کا سود لیا اب وہ شخص جس کی وہ چیز ہے رہن چھٹانا چاہتا ہے تو وہ مرتہن یہ کہتا ہے کہ دو سو روپیہ میں سے میں تم کو پانچ روپیہ واپس دیتا ہوں اس شرط پر کہ تم شریعت کی رُو سے جو سود کہ تم نے دیا ہے معاف کرو لیکن مالک چیز اس خوف سے کہ یہ پانچ روپیہ بھی ہاتھ سے جاتے ہیں معاف کرنے پر راضی ہو جائے تو یہ معافی جائز ہوگی یا ناجائز ؟ اگر ناجائز ہے تو اس کی کیا صورت ہوگی ؟ اور ایسی صورت میں مرتہن کو اپنے سود کا کتنا حصّہ دینا چاہئے ؟

الجواب

مرتہن پر فرض ہے کہ جتنا سود لیا ہے سب راہن کو واپس دے اور یہ اولٰی ہے یا فقرائے مسلمین پر تصدق کرے اس میں سے اپنے صرف میں ایک حبّہ لانا اسے حرام ہے اور اگر صرف کر چکا ہے اس کا معاوضہ راہن یا فقیروں کو دینا فرض ہے راہن کے معاف کئے سے معاف نہ ہوگا کہ یہ اس کا آتا ہوا نہیں جو اس کے چھوڑے سے چھوٹ جائے،

الا ترٰی انہ لا یجب علی الاٰخذ ردّہ الیہ انما حکموا علیہ

کیا تو نہیں دیکھتا کہ لینے والے پر واجب نہیں کہ وہ راہن کو واپس کرے۔ مشائخ نے

Marfat.com

بالاولویہ۔ اس کے اولٰی ہونے کا فیصلہ دیا ہے (ت)

بلکہ وہ اللہ واحد قہار کے غضب کا خبیث مال ہے کسی حال میں مرتہن کے لئے حلال نہیں ہو سکتا اگر توبہ بھی کرے گا تو مقبول نہیں جب تک وہ سارا لیا ہوا راہن یا فقرا کو نہ دے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۹ تا ۹۱ مرسلہ نیاز الدین احمد ۱۶ جمادی الاخرٰی ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان صورتوں میں کہ:

(۱) شئی مرہون میں تصرف جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ہمارے اطراف میں ایک قطعہ زمین اس طور پر لیتے ہیں کہ مثلاً صاحبِ زمین کو سو روپے اس عہد و پیمان و قول پر دیتے ہیں کہ صاحبِ زمین روپیہ ادا کر سکے تو زمین مرتہن کے قبضہ سے چھوٹ کر راہن کے قبضہ میں آجاتی ہے اس میں بات اتنی ہے کہ مرتہن زمین کا خراج ادا کرتے ہیں اور پیداوارِ زمین کو خود لیتے ہیں اور جس وقت وہ دیئے ہوئے روپے لے گا وہ سو روپے پورا پورا لے گا۔

(۳) یہ صورت بعینہٖ دوسری ہے مگر ذرا بیش و کم یہ ہے کہ دلیل اس طور پر لکھتے ہیں کہ اگر راہن مدتِ معہودہ میں روپیہ ادا نہ کرے تو زمین فروخت ہو کر مرتہن کے قبضہ میں ہمیشہ کے لئے آجاتی ہے۔

الجواب

مرتہن کو مرہون سے انتفاع حرام ہے۔ حدیث میں ہے:

کل قرض جر منفعۃ فھو ربا۔[۱] جو قرض نفع کو کھینچ لائے وہ سود ہے (ت)

زمین رہن رکھنے والا اگر خود مالکِ زمین ہے جیسے زمیندار معافیدار اگرچہ خراج گورنمنٹ بطور مالگزاری یا ابواب اس پر موجب تو یہ وہی صورت مرہون سے انتفاع کی ہے اور حرام ہے، اور اگر رہن رکھنے والا کاشتکار ہے اور خراج وہ لگان ہے کہ زمیندار کو دیا جاتا ہے تو اسے بے اجازت زمیندار نہ رہن رکھنے کا اختیار نہ اُسے رہن لینے کا۔ اب کہ رہن رکھ دی اور مرتہن نے زمیندار کو لگان دیا اور اُس نے قبول کیا یہ عقد اجارہ زمیندار و

---

[۱] کنز العمال بحوالہ الحارث عن علی حدیث ۱۵۵۱۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۲۳۸

Marfat.com

مرتہن میں ہوا رہن باطل ہوگیا اور پہلا کاشتکار زمین سے بے تعلق ہوگیا یہ مرتہن ہی کاشتکار ہوگیا زراعت اسے جائز ہے اور اس کا روپیہ پہلے کاشتکار پر قرض ہے جب وہ روپیہ دے اس پر زمین چھوڑنا لازم نہیں جب تک سال تمام پر زمین دار اس سے نہ چھڑائے اور دوسری صورت جس میں میعاد گزرنے پر زمین کا فروخت ہوجانا ہے اگر مالک زمین نے زمین رکھی تو رہی ہے اور یہ شرط مردود اور اگر کاشتکار نے رہن رکھی تو زمین فروخت ہوجانے کا بطلان اور بھی ظاہر اسے پرائی زمین بیع کر دینے کا کیا اختیار، غرض یہ سب جاہلانہ طریقے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۲

۱۶ رجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زمین علٰی وجہ الرہن خریدنا جائز ہے یا نہ؟

الجواب

علٰی وجہ الرہن خریدنا بعینہٖ رہن لینا ہے اس پر تمام احکام رہن کے ہوں گے، خریدار کو اس سے نفع اٹھانا حرام، دَین اگرچہ بعد میعاد ملے زمین واپس نہ دینا حرام۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۳

از شہر محلہ روہیلی ٹولہ متصل مسجد جہان خاں مسئولہ طالب علم بنگالی
۱۳ شوال ۱۳۳۸ھ

زید نے بکر سے ایک بیگہ زمین مبلغ ایک صد روپیہ دے کر لے لی اس شرط پر کہ جب تک روپیہ ادا نہیں کریں گے زمین ان کے قبضہ میں رہے گی اور نفع بھی اٹھائیں گے اور اصل روپے میں سے مبلغ عـ۲ ہر سال میں کم ہوتا جائے یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

یہ صورت رہن و اجارہ جمع کرنے کی ہے اور وہ جمع نہیں ہوسکتے رہن یوں باطل ہوا کہ دو روپے سال اُجرت منافع زمین رہن ٹھہرے، اجارہ یوں فاسد ہوا کہ مدت مجہول رہی کہ جب تک روپیہ ادا ہو، لہذا یہ شرعاً جائز نہیں گناہ ہے، اس کا فوراً فسخ کرنا دونوں پر واجب ہے زمین فوراً واپس کردے یا اس اجارۂ فاسدہ کو فسخ کرکے از سرِ نو صحیح اجارہ متعین مدت کرلے جس میں یہ شرط نہ ہو کہ تا ادائے قرض زمین پر قبضہ رہے گا، رہا اس کا قرض ہے اسے اختیار ہے کہ اب وصول کرے یا جب چاہے، قرض کے لئے

Marfat.com

کوئی میعاد لازم نہیں ہوسکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۴ اظہار الحق ساکن چندوسی محلہ کاغذی مکان شیخ عبدالحق صاحب

۱۰ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع مبین اس مسئلہ میں کہ زید ایک مکان کا مرتہن ہے اگر وہ اس مکان کو راہن سے عاریۃً لے کر اس میں سکونت اختیار کرے یا اسکو کرائے پر اٹھائے تو یہ فعل اس کا جائز ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتب تحریر فرمائیے۔

الجواب

بہ اجازت راہن عاریۃً رہے کہ جس وقت راہن منع کرے فوراً سکونت چھوڑ دے مقفل کرکے صرف قبضہ رہن رکھے جائز ہے اور کرایہ پر چلانا بے اجازت راہن ہو تو حرام ہے اور با اجازت ہو تو رہن جاتا رہا کرایہ کا مالک راہن ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۵ از میران پور کٹرہ ضلع شاہجہان پور مسئولہ محمد صدیق بیگ صاحب

۲۵ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی اہل ہنود سے زمین دخلی رکھ کر پانچ برس کے واسطے اس میں زراعت خود کرے یا اُن کو بونے پر کسی دوسرے کو دے دے کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ہنود سے اس عقد کے کرنے میں کوئی حرج نہیں لجواز العقود الفاسدۃ مع من لیس ذمّیا ولا مستامنا (کیونکہ فاسد عقود ایسے کافروں کے ساتھ جائز ہیں جو ذمّی اور مستامن نہ ہوں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۶ و ۹۷ از الٰہ آباد مسئولہ سید سبحٰن الحسن صاحب ۷ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک ٹمٹم گاڑی مبلغ ۲۰۰ روپیہ میں دخلی رہن رکھی راہن نے ہر قسم کی مالکانہ اجازت بخوشی دی راہن نے اس کو کرایہ مبلغ ۷ روپیہ ماہوار پر دے دیا یہ کرایہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) دوسری یہ کہ زید نے ایک گھوڑا اپنا اس میں لے کر ڈالا اور کرایہ پر اس شخص کو جس سے دخلی رہن رکھی ہے مبلغ سو روپیہ ماہوار دے دی۔ بیّنوا توجروا

Marfat.com

الجواب

(۱) یہ حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حدیث ہے:

کل قرض جر منفعة فھو ربا[1] جو قرض نفع کو کھینچ لائے وہ سود ہے (ت)

(۲) یہ بھی حرام ہے، مالک کو اس کی شے کرایہ پر دینا اور بھی بے معنی ہے، ہاں اگر رہن سے باز آئے اور اس کی گاڑی اسے واپس دے اور اپنا گھوڑا سات روپے مہینے کرایہ پر دے تو جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۸ از ضلع رنگپور ڈاک خانہ مہی پور موضع کلقند مدرسہ ملک بنگال

مسئولہ فضل علی صاحب ۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

چہ می فرمایند علمائے شرع متین ومفتیان دین مبین اندریں مسئلہ کہ شخصی چند بیگہ اراضی خود نزدکسے رہن داشتہ بعوضش یک صد روپیہ قرض گرفت ومرتہن بایں شرط کہ تامدت ایفائے زرمقروض از زمین مرہونہ باادائے خراج زمینداران بکاشتکاری خود خواہد داشت، قرض داد پس ایں چنیں قرض دادن جائز ست یانہ؟ بیّنوا توجروا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے شرع متین ومفتیان دین متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی چند بیگھہ زمین کسی شخص کے پاس رہن رکھی اور اس کے بدلے ایک سو روپیہ قرض لیا مرتہن نے اس شرط پر قرض دیا کہ مقروض سے قرض کی وصولی تک مرہون زمین کا خراج زمینداروں کو دینے کے عوض اس زمین میں کاشتکاری کرے گا تو کیا ایسا قرض دینا جائز ہے یا نہیں؟ بیان کرو اجر پاؤ گے (ت)

الجواب

قرض دادن رواست وآں شرط فاسد وبیجاست وآں رہن باطل وبے معنٰی ست در درمختارست کل ماکان مبادلة مال بمال یفسد بالشرط الفاسد کالبیع ومالا فلا

قرض دینا جائز ہے اور وہ شرط فاسد بے جا ہے اور رہن باطل وبے معنٰی ہے، درمختار میں ہے: جس عقد میں مال کا مبادلہ مال سے ہو وہ شرطِ فاسد کے ساتھ فاسد ہوجاتا ہے جیسا کہ بیع، اور جو عقد ایسا نہ ہو

---

[1] کنز العمال بحوالہ الحارث عن علی حدیث ۱۵۵۱۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۲۳۸

Marfat.com

کالقرض[1] راہن مالکِ زمین نبود و نہ از مالک برائے رہن استعارہ نمود کاشتکاری برائے او گزاشت و خراج زمیندار ہم بسرش داشت چوں زمیندار ایں معنی رضا داد و خراج ازیں مُقرِض گرفت ایں عقد اجارہ میان زمین دار و مقرض شد و راہن برکراں ماند و ذٰلک انّ الراھن والاجارۃ عقدان متنافیان لا یجتمعان، واللہ تعالٰی اعلم۔

وہ فاسد نہیں ہوتا جیسا کہ قرض۔ راہن زمین کا مالک نہیں تھا اور نہ اس نے مالک سے رہن کے لئے زمین عاریت پر لی، اس نے مرتہن کے لئے کاشتکاری چھوڑی اور زمیندار کا خراج بھی مرتہن کے سر پر رکھ دیا جب زمیندار نے اس پر رضامندی ظاہر کردی اور زمین کا خراج قرض دہندہ سے لے لیا تو یہ عقد اجارہ زمیندار اور قرض دہندہ کے درمیان ہوا اور راہن ایک طرف رہ گیا۔ اور یہ اس لئے کہ رہن و اجارہ دو متنافی عقد ہیں جو جمع نہیں ہوسکتے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۹۹ از رنگون سکی منٹولی تھریرٹ مکان ۲۱ کمرہ ۱۳ مسئولہ محمد ابراہیم خطیب ۲۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید نے اپنی جائداد عمرو کے پاس رہن رکھی عمرو نے زید کی موجودگی میں مدتِ رہن ختم ہونے سے پیشترہی کوٹ سے اجازت لے کر بے اطلاع اس کی جائداد مرہونہ کو بیع کردیا، اب زید اس بیع کو فسخ کرے گا یا نہیں؟ اور ثمن مبیع ادا کرکے اپنی جائداد واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

زید بے شک اس بیع کو فسخ کرسکتا ہے اور زرِ ثمن ادا کرنا اس کے ذمہ نہیں، زرِ ثمن کا مطالبہ مشتری اس مرتہن سے کرے گا زید کے ذمہ صرف زرِ رہن ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

توقف علی اجازۃ الراھن بیع المرتھن فان اجازہ جاز والا فلا ولہ ان

مرتہن کی بیع راہن کی اجازت پر موقوف ہوگی اگر اس نے اجازت دی تو جائز ورنہ جائز نہیں ہوگی راہن کو اختیار ہے کہ وہ بیع کو

---

[1] الدرالمختار کتاب البیوع باب المتفرقات ما یبطل بالشرط مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۵۳

Marfat.com

یبطلہ و یعیدہ رھنا[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔ باطل کردے اور اُسے رہن کی طرف لوٹادے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از آول ضلع رہتک مسئولہ محمد جمال مہتمم مدرسہ رونق الاسلام ۴ شوال ۱۳۴۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بیع رہن جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ جائز ہے اور اس کے لئے کتاب الرہن درمختار مطبع منشی نولکشور ص ۵۵۱ کی عبارت پیش کرتا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ مرہون شئی کا نفع باجازت راہن جائز ہے۔ کیا زید کی دلیل صحیح ہے؟ مگر قول ثانی درمختار کہ متقی کے لئے جائز نہیں یہ بھی سود ہے۔ زید کہتا ہے کہ اتقا نہایت مشکل ہے اور یہ متقی کے لئے ہے مگر عمرو کا جواب ہے کہ ہر مسلمان متقی ہے تو کیا عمرو کا جواب صحیح ہے اور کیا ہر مسلمان متقی ہے؟ اور تقویٰ او رفتویٰ میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

تحقیق اس مسئلہ میں یہ ہے کہ مرتہن کو رہن سے انتفاع جس طرح رائج ہے قطعًا مطلقًا اجماعًا حرام ہے اول تو وہ شرط سے ہوتا ہے رہن نامہ میں لکھا جاتا ہے اور پھر اذن بھی حقیقتًا اذن نہیں۔[ع]

مسئلہ ۱۰۱: مدرسہ منظر اسلام مرسلہ محمد احمد طالب علم بنگالی مورخہ ۲۴ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر سے ہزار روپیہ لیا اور اپنا مکان بکر کے پاس دخلی رہن چھوڑا یعنی جب تک زید وہ روپیہ نہ دے سکے اتنے روز بکر کو اختیار خاص ہے چاہے وہ خود اس مکان میں رہے بسے یا دوسرے شخص کے پاس کرایہ پر دے کر روپیہ لے، آیا اس صورت میں بکر کے لئے ملکیت ثابت ہے اور بکر کا مکان سے کرایہ وصول کرنا مطابق شرع شریف سُود ہے یا نہیں؟

الجواب

خود رہنا بھی حرام اور کرایہ لینا بھی سُود، اگر کرایہ پر دیا تو از آنجا کہ اجازتِ زید سے تھا کرایہ کا مالک زید ہوا اور اب مکان رہن سے نکل گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ع یہ فتویٰ ناتمام ہے۔ عبدالمبین نعمانی

[1] ردالمحتار کتاب الرھن باب التصرف فی الرھن دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۳۲۶

Marfat.com

باب القسم

(قسم کا بیان)

مسئلہ ۱۰۲ از محلہ بہاری پور بریلی مرسلہ ریاض الدین احمد ۲۹ رجب ۱۳۳۸ھ

کسی سچی بات کے لئے قرآن پاک کی قسم کھانا یا اس کا اٹھا لینا گناہ ہے یا نہیں؟ آپ کو تکلیف دینے کی اس وجہ سے ضرورت ہوئی کہ ایک شخص سے کہا گیا کہ اگر تو سچا ہے تو قرآن شریف کو اُٹھالے۔ اس کا اس نے یہ جواب دیا کہ میں سچائی میں ہوں لیکن میں قرآن شریف نہیں اُٹھا سکتا کیونکہ قرآن شریف اٹھانا ہر حالت میں گناہ ہے، دوسرا فریق کہتا ہے کہ سچا قرآن شریف اٹھانا گناہ نہیں ہے البتہ جھوٹا قرآن شریف اٹھانا گناہ ہے، مہربانی فرما کر مطلع فرمایئے کہ ان دونوں باتوں میں کون سی بات سچی ہے؟

الجواب

جھوٹی بات پر قرآن مجید کی قسم کھانا یا اٹھانا سخت عظیم گناہ کبیرہ ہے، اور سچی بات پر قرآن عظیم کی قسم کھانے میں حرج نہیں اور ضرورت ہو تو اُٹھا بھی سکتا ہے مگر یہ قسم بہت سخت کرنا ہے بلا ضرورت خاصہ نہ چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

Marfat.com

کتاب الوصایا

(وصیتوں کا بیان)

مسئلہ ۱۰۳ ازمارہرہ مطہرہ مرسلہ حضرت سیدنا سید ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ ۱۲۹۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بزرگانِ دین قدس اللہ تعالٰی اسرارہم العزیزہ سے ایک بزرگ نے اپنے آبائے کرام کے سجادہ نشین اور جائداد وقفیہ درگاہ وخانقاہ وقف کردہ
۱ امرائے اسلام کے متولی تھے بنام اپنے صاحبزادہ حامد اور اپنے نبیرہ احمد بن محمد کے لئے وصیت فرمائی یہ دونوں بعد میرے متولی تمام جائداد ومصارف درگاہ خانقاہ اور جملہ امور متعلقہ ریاست درگاہی و خانقاہی میں شریک مساوی رہیں اور میری جائداد مملوکہ سے احمد بن محمد نبیرہ میرا ثلث حصہ بموجب وصیت شرعیہ پائے اور اس وصیت کو ایک کاغذ پر تحریر فرمایا اور جناب ممدوح نے اپنی صاحبزادی کو اس قدر حصہ کہ بعد وفات انھیں پہنچا تصور کیا جاتا خواہ اس سے کم اپنی حیات میں اس شرط پر دے کر قبض ودخل کرا دیا کہ اب اُن کے لئے میراث میں حق نہ ہو اور یہ تخارج برضامندی اُن کی واقع ہوا اور صاحبزادی صاحبہ کی طرف سے حکام کے یہاں تصدیق اس مضمون کی گزرگئی کہ میں نے اپنا حصہ پالیا اب مجھے بعد انتقال حضرت مورث کچھ دعوٰی ترکہ میں نہ رہا جناب ممدوح نے یہ مضمون بھی اُسی وصیت نامہ میں ذکر فرمایا آیا اس صورت میں وہ وصیت کہ حضرت موصوف نے دربارۂ تولیت فرمائی اور وصیت ثلث مال مملوک نسبت احمد بن محمد شرعاً جائز ونافذ ہے یا نہیں اور یہ تخارج کہ حضرت ممدوح اور صاحبزادی صاحبہ میں واقع ہوا شرعاً معتبر ہے یا نہیں

Marfat.com

اگر نامعتبر ہو تو وصیت نامہ مذکورہ میں اس کا ذکر آجانا کل وصیت نامہ کو باطل کردے گا یا صرف اسی قدر نامعتبر اور باقی وصایائے مذکورہ صحیح اور مقبول رہیں گے اسی طرح اُس کاغذ میں یہ بھی ذکر فرمایا تھا کہ بعد میرے اگر اہلِ خانہ میری زندہ رہیں تو خبرگیری اُن کی حامد اور احمد بن محمد بقدر معتدبہ کرتے رہیں یہ امر اُن دونوں کے ذمہ ہے مگر بی بی صاحبہ مورث کے سامنے ہی گزر گئیں آیا یہ کلمات بھی کچھ منافی صحت وصایائے مذکورہ ہیں یا نہیں اور بی بی صاحبہ اگر بعد کو زندہ رہتیں تو عام اس سے کہ یہ فقرہ اُن کی رضا سے تحریر ہے یا بے رضا بہرتقدیر وہ اس تحریر کی بناء پر ترکہ سے محروم رہتیں یا نہیں اگر رہتیں تو دعوٰی اُن کا حامد پر تھا کہ بعد اخراج ثلث وصیت کل جائداد متروکہ پر وہی قابض ہوا یا احمد موصٰی لہٗ پر بھی کہ ثلث بحکم وصیت اس نے پایا بعد وصال حضرت ممدوح کے حامد اور احمد دونوں نے اس وصیت نامہ کو معتبر و مقبول رکھا اور باہم بطریق مصالحت یہ امر قرار پایا کہ جس طرح جائداد مملوکہ میں احمد بن محمد کے لئے ثلث ہے یونہی تولیت اوقاف بھی اثلاثاً رہے کہ دو ثلث میں حامد اور ایک میں احمد متولی اور متصرف ہوں آیا بر تقدیر و فرض بطلان کل وصیت نامہ مذکورہ یہ مصالحہ کہ باہم حامد اور احمد میں واقع ہوا معتبر ہے یا نہیں اور درصورت صحت وصیت نامہ اس صلحنامہ کا کیا حکم ہے اور اگر متولی دربارہ اوقاف دو امر کی وصیت کرے کہ ایک اُن میں سے مطابق تعامل قدیم ہے اور دوسرا مخالف تو اس مخالف کے بطلان سے کل وصیت باطل قرار پائے گی یا صرف یہی امر مخالف اور اگر متولی وقف کسی شخص کے نام تولیت کرے تو یہ وصیت اس کی مطلقاً معتبر رہے گی یا متولیان سابق کا تعامل یہاں بھی دیکھا جائے گا اور اگر اُن میں آج تک وصیت تولیت کا رواج نہ تھا تو متولی حال کی وصیت بسبب مخالفت تعامل باطل ہوجائے گی۔ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

دربارۂ تولیت اوقاف مذکورہ حامد اور احمد کے نام بزرگ ممدوح کی وصیت کہ دونوں شریک مساوی ہوں صحیح و نافذ ہے اور تولیت محل جریان ارث نہیں جس میں حق وارث کا لحاظ ہو کہ ثلث سے زائد میں وصیت بے اذن ورثاء نفاذ نہ پائے۔

فی الوجیز ان مات القیم وقد اوصی الی احد فوصی القیم بمنزلۃ القیم[1] وفی وقف العٰلمگیریۃ عن الحاوی

وجیز میں ہے اگر متولی مرجائے اور وہ کسی کے لئے وصیت کرے تو اس متولی کا وصی متولی کے حکم میں ہوتا ہے۔ عالمگیریہ کے باب الوقف میں حاوی

---

[1] فتاوٰی بزازیۃ علٰی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الوقف النوع الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۵۲-۲۵۱

Marfat.com

ان مات احد الوصیین واوصی الی جماعۃ لم ینفرد واحد بالتصرف ویجعل نصف الغلۃ فی ید الجماعۃ الذین قاموا مقام الوصی الھالک[1]

سے منقول ہے اگر دو وصیوں میں سے ایک مرگیا اور وہ ایک جماعت کے بارے میں وصیت کرگیا تو اکیلے تصرف میں مستقل نہ ہوگا، اور وقف غلہ میں سے نصف اس جماعت کے ہاتھ میں دیا جائیگا جو مرنے والے کے قائم مقام ہوئی۔ (ت)

پس دونوں صاحب شرعاً متولی اوقاف مذکورہ ہوئے اور ایسے ہوئے کہ ایک بے دوسرے کے تصرفات قوامت میں مستقل نہیں ہوسکتا۔

فقد صرحوا فی الوقف والوصایا ان القوامۃ والوصایۃ اذا کانت الی اثنین لم یجز ان ینفرد احدھما عن الاٰخر۔

تحقیق مشائخ نے وقف ووصایا کے بارے میں تصریح کی کہ تولیت اور وصیت جب دو شخصوں کے لئے ہو تو ان میں سے کسی ایک کا دوسرے سے منفرد ہونا جائز نہیں۔ (ت)

اور احمد بن محمد کے نام جائداد مملوک میں ثلث کی وصیت تو بدیہی الصحت والنفاذ ہے۔

فلقد قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ تعالٰی تصدق علیکم بثلث اموالکم فی اٰخر اعمارکم[2] او کما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

تحقیق نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بیشک اللہ تعالٰی نے تمھاری عمروں کے آخر میں تمھارے تہائی مال کے ساتھ تم پر صدقہ فرمایا یا جیسا آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا۔ (ت)

نہ احمد بن محمد باوجود حامد وارث نہ وصیت قدر ثلث سے متجاوز کہ کل یا مقدار زائد میں اجازت ورثاء کی احتیاج ہوتی۔

فی تنویر الابصار، ویجوز بالثلث للاجنبی وان لم یجز الوارث ذٰلک[3] الخ۔

تنویر الابصار میں ہے کہ اجنبی کے لئے ایک تہائی کی وصیت جائز ہے اگرچہ وارث اس کو جائز نہ رکھیں الخ۔ (ت)

---

[1] الفتاوی الھندیۃ کتاب الوقف الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۱۰

[2] مجمع الزوائد باب الوصیۃ بالثلث دار الکتاب العلمیۃ بیروت ۴/۲۱۲

[3] الدر المختار شرح تنویر الابصار کتاب الوصایا مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۱۷

Marfat.com

رہا مسئلہ تخارج بحالت مورث کہ بزرگ موصوف نے اپنی حیات میں صاحبزادی صاحبہ کو کچھ عطا فرما کر میراث سے علیحدہ کر دیا اور وُہ بھی راضی ہوگئیں کہ میں نے اپنا حصّہ پا لیا اور بعد انتقال مورث کے ترکہ میں میرا حق نہیں، اشباہ میں طبقات علامہ شیخ عبد القادر سے اس صورت کا جواز نقل کیا اور اسے علامہ ابو العباس ناطفی پھر جرجانی صاحبِ خزانہ پھر شیخ عبد القادر پھر فاضل زین الدین صاحبِ اشباہ پھر علامہ سید احمد حموی نے مقرر و مسلّم رکھا اور فقیہ ابو جعفر محمد بن یمانی نے اس پر فتوٰی دیا اور ایسا ہی فقیہ محدث ابو عمرو طبری اور اصحاب احمد بن ابی الحارث نے روایت کیا۔

كما قال العلامة زين قال الشيخ عبد القادر في الطبقات في باب الهمزة في احمد، قال الجرجاني في الخزانة، قال ابو العباس الناطفي رأيت بخط بعض مشائخنا رحمهم الله في رجل جعل لاحد بنيه دارا بنصيبه على ان لايكون له بعد موت الاب ميراث جاز وافتى به الفقيه ابو جعفر محمد بن اليماني احد اصحاب محمد بن شجاع البلخي وحكى ذلك اصحاب احمد بن ابي الحارث وابو عمرو الطبري انتهى[1] قال الفقير المجيب غفر الله تعالٰى له مستند ذلك الى خط بعض المشائخ وهذا وان لم يرد عليه ان الخط لايعمل به الا في بعض صور مستثناة كما في عامة الكتب وذلك لان خط المفتي من الصور المستثناة فقد قال العلامة الحموي في شرح احكام

جیسا کہ علامہ زین نے کہا شیخ عبد القادر نے طبقات کے باب الہمزہ میں احمد کے ذکر میں کہا، جرجانی نے خزانہ میں کہا، ابو العباس ناطفی نے کہا کہ میں نے بعض مشائخ رحمۃ اللہ علیہم کے خط سے اس شخص کے بارے میں دیکھا جس نے اپنا کوئی مکان اپنے ایک بیٹے کو حصہ کے طور پر دے دیا اس شرط پر کہ وُہ باپ کی موت کے بعد وارث نہیں بنے گا تو یہ جائز ہے، اسی کے ساتھ فتوٰی دیا فقیہ ابو جعفر محمد بن یمانی نے جو محمد بن شجاع بلخی کے اصحاب میں سے ہیں۔ اور اسی کی حکایت کی احمد بن ابو الحارث اور ابو عمرو طبری کے اصحاب نے، انتہٰی۔ فقیر مجیب غفر اللہ تعالٰی لہ کہتا ہے کہ اس کو بعض مشائخ کے خط کی طرف منسوب کرنے پر اگرچہ یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ خط بعض استثنائی صورتوں کے سوا قابلِ عمل نہیں ہوتا جیسا کہ عام کتابوں میں ہے کیونکہ مفتی کا خط انہی استثنائی صورتوں میں سے ہے۔ تحقیق علامہ حموی

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الفرائض ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۱۳۲

Marfat.com

الکتابۃ من غمز العیون والبصائر، یجوز الاعتماد
علی خط المفتی اخذا من قولھم
یجوز الاعتماد علی اشارتہ فالکتابۃ
اولی[1] انتھی، لکن فیہ جھالۃ
الا ان یقال ان المشائخ کلھم ممن
یستند بقولہ فلا تضر جھالتہ کما
یقال فی کثیر من المسائل
قال بعضھم یجوز وبعضھم لا وان
سلم فمعتمدنا تقریر تلک
الفحول التحاریر اما قول
العلامۃ الحموی فی شرح
مانحن فیہ "قولہ علی ان لایکون
لہ بعد موت الاب میراث جاز
ای صح اقول یتأمل فی وجہ
صحۃ ذلک فانہ خفی[2] انتھی فاقول
ھذا کما تری صریح فی القبول اذا
ذعن رحمہ اللہ ان لہ
وجھا صحیحا ولکنہ خفی
حری بالتامل ولولا ذلک لقال
ھذا مما لا وجہ لہ فلا یعول
علیہ، وھذا مما
لایخفی علی العارف باسالیب

نے شرحِ احکام الکتابۃ میں بحوالہ غمز العیون والبصائر
کہا مفتی کے خط پر اعتماد جائز ہے مشائخ کے اس قول
کا اعتبار کرتے ہوئے کہ مفتی کے اشارہ پر اعتماد جائز
ہے کیونکہ کتابت اشارہ سے اولیٰ ہوتی ہے انتہیٰ،
لیکن اس میں جہالت ہے مگر یہ کہ یوں کہا جائے
کہ تمام مشائخ وہ ہیں جن کے قول سے استناد
کیا جاتا ہے تو اب جہالت مضر نہ ہوگی جیسا کہ بہت
سے مسائل میں کہا جاتا ہے ان میں سے بعض نے
کہا کہ جائز ہے اور بعض نے کہا کہ نہیں جائز ہے،
اگر اس کو تسلیم کر بھی لیا جائے تو ہمارا معتمد ان
جید متبحر علماء کی تقریر ہے۔ رہا ہمارے زیر بحث
مسئلہ کی شرح میں علامہ حموی کا فرمان کہ مرنے والے
کا یہ کہنا کہ یہ اس شرط پر ہے کہ باپ کی موت کے
بعد اس بیٹے کے لئے کوئی میراث نہ ہوگی یہ جائز
اور صحیح ہے، تو میں کہتا ہوں اس کی وجہ صحت
میں تامل کرنا چاہئے کیونکہ یہ خفی ہے انتہیٰ۔ میں
کہتا ہوں جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے یہ قبول میں صریح
ہے کیونکہ علامہ حموی رحمۃ اللہ علیہ نے اذعان فرمایا
کہ اس کے لئے وجہ صحیح ہے لیکن وہ خفی ہے
جو تامل کے لائق ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت علامہ
یوں فرماتے کہ اس کے لئے کوئی وجہ نہیں لہذا اس پر
اعتماد نہ کیا جائے اور یہ بات کلام کے اسلوبوں کو

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثالث احکام الکتابۃ ادارۃ القرآن کراچی ۲/۱۹۸
[2] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الفرائض " " " ۲/۱۳۲

Marfat.com

الکلام۔ جاننے والے پر پوشیدہ نہیں۔ (ت)

پس اس روایت اور ائمہ کی تقریر و افتار وحکایت کی بناپر یہ تخارج بھی صحیح اور جائز واقع ہوا اور صاحبزادی صاحبہ کو بعد انتقال مورث کوئی دعوٰی نہیں پہنچتا اور اگر یہ روایت بوجہ قلت شہرت یا عدم ظہور علت پایۂ اعتبار سے ساقط مانی جائے تو ضرور یہ تخارج باطل قرار پائے گا مگر اس کے کاغذ وصیت میں مذکور ہونے سے وصایائے مذکور کیوں باطل ہونے لگیں ھذا باطل صریح (یہ واضح طور پر باطل ہے۔ت) علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اگر ایک شئ کی وارث اور اجنبی کے لئے بالمناصفہ وصیت کی وہ وصیت وارث کے حق میں باطل اور اجنبی کے نصف میں صحیح اور نافذ رہے گی۔

ففی تنویر الابصار[1] لاجنبی و وارثه او قاتله له نصف الوصیة وبطل وصیته للوارث والقاتل[1] انتھی و مثله فی عامة الکتب۔

تنویر الابصار میں ہے کہ اجنبی اور وارث یا اجنبی اور قاتل کے لئے وصیت کی تو اجنبی کو وصیت کا نصف ملے گا جبکہ وارث اور قاتل کے بارے میں اس کی وصیت باطل ہوگی انتہی، اور اسی کی مثل عام کتابوں میں ہے۔ (ت)

سبحان اللہ! جب عقد واحد و لفظ واحد میں شئ واحد کے دو شخصوں کے نام وصیت کی اور ایک کے لئے شرع نے اجازت نہ دی صرف اُسی کے حق میں باطل ہوئی اور اس بطلان نے نصف باقی تک سرایت نہ کی تو جہاں عقد متعدد و لفظ متعدد و معقود علیہ متعدد اور ایک عقد اُن میں سے باطل ہوا اُن دونوں کے ایک کاغذ میں ذکر کردینے سے کیونکر اس کا بطلان اُس تک ساری و نافذ ہوجائے گا ایسی بے اصل وجہ سے وصایائے مذکور کا ابطال کوئی عاقل تجویز نہیں کرسکتا اور یہیں سے ظاہر ہوگیا سوال اخیر کا جواب کہ اوقاف صحیحہ شرعیہ میں جب بوجہ جہالت شرط واقف معمول قدیم پر مستقر اعتبار رہے تو جو وصیت اس کے مطابق ہوگی جائز اور جو مخالف ہوگی باطل، اور باطل کا بطلان جائز تک سرایت نہ کرے گا کما اوضحنا مع انه کان واضحا (جیسا کہ ہم نے اس کی وضاحت کردی باوجودیکہ یہ واضح تھا۔ت) اور انھیں وجوہ سے وہ فقرہ کہ وصیت نامہ میں جناب بی بی صاحبہ کی نسبت تحریر ہوا صحت وصایائے سابقہ میں خلل انداز نہیں ہوسکتا اگرچہ اس کی تحریر بی بی صاحبہ کو بر تقدیر حیات بعد مورث ترکہ سے حاجب نہ تھی گو یہ تحریر اُن کی رضا سے واقع ہوئی،

---

[1] الدرالمختار شرح تنویر الابصار کتاب الوصایا مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۲۶

Marfat.com

فلان الارث سبب ضروری للملك حتی ان الوارث یرث ویملك سهمه ولو قال الف مرة انی ترکت حقی والمسئلة فی الاشباہ[1] وغیرها۔

اس لئے کہ وارث ہونا ملک کے لئے سببِ ضروری ہے یہاں تک کہ وارث اپنے حصے کا وارث و مالک بن جاتا ہے اگرچہ ہزار بار کہے کہ میں نے اپنا حق چھوڑ دیا ہے۔ اور یہ مسئلہ اشباہ وغیرہ میں مذکور ہے۔ (ت)

ہاں اگروہ زندہ رہتیں تو اُن کا دعوٰی حامد پر تھا جس نے بعد اخراج وصیت کل متروکہ پر قبضہ کیا کہ حق ورثہ صرف انھیں دوثلث میں تھا ثلث وصیت ان کے حق سے جدا ہے تو احمد بن محمد جس نے بحکم وصیت ثلث پایا برتقدیر حیات بی بی صاحبہ اور برتقدیر بطلان تخارج صاحبزادی صاحبہ دونوں کے دعوے سے بایں معنٰے بری ہے کہ ان کے ظہور حصص سے اُس کے ثلث میں کمی نہیں آسکتی بلکہ بحکم وصیت کُل جائداد سے ثلث کامل اُسے دینگے اور دوثلث باقی ماندہ ورثہ بحصص شرعیہ تقسیم کرلیں گے،

وذٰلك لان الوصیة مقدمة علی الارث ومعلوم انه لایزاحم شیئ شیئا الا اذا کانا فی مرتبة واحدة ولو سلمت مزاحمة المتاخر للمقدم لم یبق المتقدم مقدما ولا المتاخر متاخرا هذا خلف فثبت ان الموصی له ملك الثلث من دون المزاحم الا تری ان الوصیة لاتزاحم الدیون لتقدم الدیون علیها فکذٰلك المیراث لایزاحم الوصیة بعین ذٰلك الوجه وهذا ظاهر جدًا۔

اور یہ اس لئے کہ وصیت میراث پر مقدم ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ کوئی شَیَ دوسری شَیَ کی مزاحمت نہیں کرسکتی جب تک وہ دونوں ایک ہی مرتبہ میں نہ ہوں۔ اگر متاخر کی مقدم کے لئے مزاحمت تسلیم کرلی جائے تو مقدم مقدم نہ رہے گا اور متاخر متاخر نہ رہے گا۔ یہ خلافِ مفروض ہے۔ لہذا ثابت ہوگیا کہ جس کے حق میں وصیت کی گئی وہ بغیر کسی مزاحم کے تہائی مال کا مالک ہوگیا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ وصیت قرضوں کی مزاحمت نہیں کرتی کیونکہ قرضے اس پر مقدم ہیں۔ یُوں ہی بعینہٖ اسی وجہ سے میراث وصیت کی مزاحمت نہیں کرتی اور یہ خوب ظاہر ہے۔ (ت)

اب باقی رہا مسئلہ صلحنامہ پر کلام جب وصیت بزرگ موصوف در بارہ تولیت بھی صحیح قرار پائی اور حامد اور احمد دونوں نصف نصف جائداد کے قسیم ٹھہرے تو نظر فقہی اسے مقتضی ہے اگر احمد کے لئے تفویض عام اور نقل تولیت کا مطلقًا اختیار شرطِ واقف خواہ تعامل قدیم سے ثابت نہ ہو تو یہ صلحنامہ وجہ صحت نہیں رکھتا اور احمد اگرچہ لاکھ بار ثلث خواہ ربع خواہ سدس پر مصالحہ کرے شرع ہرگز قبول

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثالث احکام النقد ادارۃ القرآن کراچی ۱۶۰/۲

Marfat.com

نہ فرمائے گی، اور اسے نصف کامل کا متولی رکھے گی کہ احمد کی طرف سے یہ صلح اور نصف چھوڑ کر ثلث پر راضی ہونا درحقیقت تولیت سدس سے اپنے نفس کو عزل کرنا ہے اور متولی کو بے علم و اطلاع قاضی عزلِ نفس کا اختیار نہیں اور اگر ہزار بار عزل کرے گا معزول نہ ہو سکے گا وایں القاضی و این العلم (اور کہاں ہے قاضی اور کہاں ہے علم ۔ ت) بحرالرائق میں ہے:

اذا عزل نفسه عند القاضی فانه ینصب غیرہ ولا ینعزل بعزل نفسه ما لم یبلغه القاضی و بمثله فی اسفار اخر۔

جب متولی قاضی کے پاس خود کو معزول کرلے تو قاضی اس کی جگہ کسی اور کو مقرر کر دے گا ۔ اور جب تک متولی قاضی تک اطلاع نہ پہنچائے وہ خود کو معزول کر لینے سے معزول نہیں ہوگا، اور اسی کی مثل دوسری کتابوں میں مذکور ہے۔ (ت)

اگر بفرضِ باطل وتقدیرِ غلط وصیت نامہ کو مہمل وکان لم یکن ٹھہرایا جائے تاہم یہ اجازت شرع حامد اور احمد بن محمد سے جو متولی قرار پائے گا اُسے ترک تولیت بعض برمصالحہ صرف بشرائط مذکورہ جائز ٹھہرے گا و الّا لا بالجملہ وصیت نامہ صحیح ہو کما ھو الحق یا باطل کما فرض، بہرطور صحت صلحنامہ و ترک تولیت بعض اُسی تفویض عام اور اختیار تام کے ثبوت پر متوقف،

لما تقرر من ان النظار اذا لم یکونوا مرضی بمرض الموت فهم کمثل الوکلاء لیس لهم ان یعزلوا انفسهم الا بخیرة من الواقف او القاضی او ثبوت التفویض العام الیهم کما صرح به فی الدرالمختار و ردالمحتار وغیرهما من الاسفار وهذا کله واضح عند من له اجالة نظر فی کلمات القوم۔

بسبب اس کے جو ثابت ہو چکا ہے کہ متولی جب تک مرض الموت میں مبتلا نہ ہوں وہ وکیلوں کی طرح ہیں انھیں یہ اختیار نہیں کہ وہ خود کو معزول کرلیں جب تک واقف یا قاضی کی طرف سے انھیں ایسا کرنے کا اختیار نہ ہو یا جب تک انھیں تولیت کی تفویض عام نہ ہو۔ جیساکہ درمختار اور ردالمحتار وغیرہ ضخیم کتب میں اس کی تصریح کر دی گئی ہے۔ اور یہ تمام ہر اُس شخص پر روشن و واضح ہے جس کی نظر قوم کے کلام کے نتائج پر ہے۔ (ت)

لہ بحرالرائق کتاب الوقف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۴۴/۵
ردالمحتار بحوالہ بحرالرائق " داراحیاء التراث العربی بیروت ۴۱۲/۵

Marfat.com

اور متولی وقف کو وصیت تولیت کا مطلقاً اختیار ہے خواہ نظارتیں میں ایسی وصیت کا رواج ہو یا نہ ہو حتی کہ یکے بعد دیگرے ہزار متولی گزرے اور ان میں کسی نے تولیت کی وصیت نہ کی تاہم متولی حال کو اختیار وصیت حاصل ہے۔ فتح القدیر و بزازیہ و والوالجیہ و مجتبیٰ و سراجیہ و خانیہ و تاتارخانیہ و ذخیرہ برہانیہ و اشباہ النظائر و شروح حموی و بیری و درمختار و حواشی طحطاوی و شامی و عقود دریہ و فتاویٰ خیریہ و ہندیہ وغیر ذلک عامہ کتب میں اس مسئلہ کی تصریح اور اس سے بحث کرتے ہیں کوئی تحقیق تعامل کی قید نہیں لگاتا۔

والفتاوی الخیریۃ افصح بیانا واوضح تبیانا لذلک حیث قال بعد نقل المسئلۃ عن التتارخانیۃ والبزازیۃ وعزوہ الی کثیر من الکتب حتی قال فی الخانیۃ والظہیریۃ وغیرھما والعبارۃ للخانیۃ ولوان الواقف جعل رجلا متولیا و شرط انہ ان مات ھذا المتولی لیس لہ ان یوصی الی غیرہ جاز ھذا الشرط انتہی، والفقیہ یفھم من ھذہ العبارۃ الابلغیۃ فی اثبات الولایۃ لوصی الناظر المذکور اذا التنصیص علی جواز الشرط لدفع توھم یطرأ علیہ بعدم الجواز کما یدریہ من اکثر من معاشرۃ نفائس ابکار عباراتھم اذ مثل ذلک یقال فی مثل ھذہ المسائل التی کثر نقلھا ودورانھا بینھم حتی کانھا مقررۃ فی علم کل فقیہ فیستغنی عن ذکرھا بذکر مایتفرع علیھا ویتشعب منھا و ھذہ المسئلۃ کذلک

فتاویٰ خیریہ اس مسئلہ میں زیادہ فصیح بیان اور واضح تفصیل والا ہے، جہاں اس نے تاتارخانیہ اور بزازیہ سے مسئلہ نقل کرنے کے بعد کہا اور اس کو علمائے نے بہت سی کتابوں کی طرف منسوب کیا ہے یہاں تک کہ خانیہ اور ظہیریہ وغیرہ میں جبکہ عبارت خانیہ کی ہے کہ اگر واقف نے کسی شخص کو متولی بناتے ہوئے شرط لگائی کہ یہ متولی مرتے وقت غیر کے لئے ولایت کی وصیت نہیں کرسکتا تو یہ شرط جائز ہے، انتہیٰ۔ اور فقیہ اس عبارت سے متولی مذکور کے وصی کے لئے اثبات ولایت میں مبالغہ سمجھتا ہے اس لئے کہ جواز شرط پر نص کرنا اس وہم کے ازالہ کے لئے ہے جو اسکے عدم جواز پر طاری ہوتا ہے جیسا کہ عمدہ و نفیس عبارات علماء سے زیادہ ممارست رکھنے والا شخص اس کو جانتا ہے، اور یونہی کہا جاتا ہے اس قسم کے مسائل میں جو علماء کے درمیان بکثرت منقول اور دائر ہیں، یہاں تک کہ ہر فقیہ کے علم میں وہ اس طرح پختہ ہو گئے ہیں ان کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں رہتی جبکہ ان اصول کو ذکر کر دیا جائے جن سے یہ مسائل متفرع و مستنبط ہوتے ہیں، اور یہ مسئلہ بھی ایسا ہی ہے

Marfat.com

فان کتب المذهب طافحة بها[1] الخ۔ کیونکہ ان سے کتابیں بھری پڑی ہیں الخ۔ (ت)

تقریر علماء سے واضح کہ اگر شروط واقف اس کے ذکر سے عاری ہوں تاہم یہ اختیار قیم کو حاصل، پھر عدم تعامل کیا مضر ہو سکتا ہے،

لان التعامل لا یعتمد علیه الا لکونه مظن شرط الواقف کما صرح به فی الذخیرة والخیریة ورد المحتار وغیرها من الاسفار۔ اس لئے کہ تعامل پر اعتماد نہیں کیا جاتا مگر اس لئے کہ وہاں شرطِ واقف پائے جانے کا گمان ہوتا ہے جیسا کہ ذخیرہ، خیریہ اور ردالمحتار وغیرہ کتابوں میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔ (ت)

بلکہ کلماتِ علماء موضح کہ یہ اختیار دلالۃً مشروط ہے گو صراحۃً مذکور نہ ہو پھر تعامل وعدم تعامل کی کیا حاجت ہے

قال العلامة السید الطحطاوی فی حاشیة علی الدر المختار وجه الاستحسان ان الاول لما اوصی الیه فقد علم ان الوصی لا یعیش ابدا ولم یحب ان تکون اموره ضائعة فصار کانه اذن له بان یوصی الی غیره بطریق الدلالة وان لم یاذن له بالافصاح ولو کان اذن له بالافصاح جاز له ان یوصی الی غیره فکذلك اذا اذن له بالدلالة[2] الخ قلت ومعلوم ان المتولی کالوصی کما فی جامع الفصولین والاشباه وکذا بالعکس کما فی العقود الدریة والوقف والوصیة اخوان یستقیان من مورد واحد ویننزع مسائل احدهما

علامہ سید طحطاوی نے درمختار کے حاشیہ میں فرمایا استحسان کی وجہ یہ ہے کہ جب پہلے وصی نے دوسرے کو وصیت کی تو اسے یقین ہو گیا کہ وصی ہمیشہ زندہ نہیں رہے گا۔ اور اس نے اس بات کو پسند نہ کیا کہ وقف کے معاملات ضائع ہو جائیں تو گویا اس کی طرف سے بطورِ دلالت غیر کو وصی بنانے کی اجازت ہو گئی اگرچہ اس نے صراحۃً اس کی اجازت نہیں دی۔ اگر وہ صراحۃً اجازت دیتا تو اس کے لئے غیر کو وصی بنانا جائز ہوتا، پس یہی حکم بطورِ دلالت اجازت کی صورت میں بھی ہوگا الخ میں کہتا ہوں یہ بات معلوم ہے کہ متولی وصی کی مثل ہے جیسا کہ جامع الفصولین اور اشباہ میں ہے۔ اسی طرح اس کا عکس ہے جیسا کہ عقود الدریہ میں ہے۔ اور اسی طرح وقف اور وصیت ایک دوسرے کے مشابہ ہیں ایک ہی گھاٹ سے سیراب ہوتے ہیں اور ایک کے مسائل

---

[1] الفتاوی الخیریة کتاب الوقف دار المعرفة بیروت ۱/۲۰۲

[2] حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الوصایا باب الوصی المکتبة العربیة کانسی روڈ کوئٹہ ۴/۳۴۰

Marfat.com

من الاٰخر کما فی عدة مواضع من الخیریة والعقود الدریة فی تنقیح الفتاوی الحامدیة۔

دوسرے سے اخذ کئے جاتے ہیں جیسا کہ خیریہ اور عقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ کے متعدد مقامات پر مذکور ہے۔ (ت)

اور نظرِ دقیق حاکم کہ اس نفس وصیت کو مخالفت تعامل سمجھنا ہی محض باطل کہ منافات فعل اور کف میں ہے نہ فعل و ترک بمعنی عدم وقوع فعل میں، کما ھو المقرر فی اصولنا معشر اھل السنة و الجماعة (جیسا کہ ہمارے یعنی اہلِ سنّت وجماعت کے اصول میں مقرر ہے۔ت) یہاں تک کہ ہمارے ائمہ کالعلامة المحقق علی الاطلاق کمال الملة والدین محمد بن الھمام والفاضل الشیخ زین بن نجیم المصری وغیرھما (جیسا کہ علامہ محقق علی الاطلاق کمال الملۃ والدین محمد بن ہمام اور عظیم فاضل شیخ زین بن نجیم مصری اور ان دونوں کے علاوہ دیگر علماء۔ ت) تصریح فرماتے ہیں کہ ترک بمعنی مذکور زیر قدرت عبد داخل نہیں۔

وھذا نص الاشباہ فی البحث الاول فی حد النیة من القاعدة الثانیة بعد ذکر معناھا اللغوی وفی الشرع کما فی التلویح قصد الطاعة والتقرب الی اللہ تعالٰی فی ایجاد الفعل انتھی ولا یرد علیہ النیة فی التروك لانہ کما قدمناہ لایتقرب بھا الا اذا صار الترك کفا وھو فعل وھو المکلف بہ فی النھی لا الترك بمعنی العدم لانہ لیس داخلا تحت القدرة للعبد کما فی التحریر[1] انتھی۔

یہ نص ہے اشباہ کی جو مبحثِ اوّل میں نیت کی تعریف کے بارے میں ہے، قاعدہ ثانیہ میں نیت کا لغوی معنٰی بیان کرنے کے بعد مذکور ہے، اور اصطلاحِ شرع میں جیسا کہ تلویح میں ہے نیت کہتے ہیں ایجادِ فعل میں طاعت اور اللہ تعالٰی کا تقرب حاصل کرنے کا قصد کرنا، اور اس تعریف پر ترکِ فعل کی نیت کے ساتھ اعتراض وارد نہیں ہوتا کیونکہ جیسا کہ ہم پہلے بیان کرچکے کہ اس کے ساتھ تقرب حاصل نہیں کیا جاسکتا مگر اس وقت جب ترک بمعنٰی کف یعنی رکنا ہو اور وہ فعل ہے اور نہی میں بندے کو اسی کے ساتھ مکلّف بنایا جاتا ہے نہ کہ ترک بمعنٰی عدم اس لئے کہ وہ بندے کی قدرت میں داخل نہیں جیسا کہ تحریر میں ہے انتہٰی۔ (ت)

اور جب ایسا ہو تو اس میں اتباع غیر مقدور اور جہاں اتباع ناممکن مخالفت کا کیا محل۔

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدة الثانیہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۴۶

Marfat.com

قلت و بهذا لم يحرم علينا فعل كل مالم يفعله النبي صلى الله تعالٰى عليه وسلم ولا الاصحاب ولا التابعون اذ ليس كل ترك كفا و انما التاسي فی الكف فالمعيار هو العرض على قواعد الشرع فما حسنه فهو حسن وما قبحه فهو قبيح هكذا ينبغی التحقيق والله ولی التوفيق۔

میں کہتا ہوں اس سے ثابت ہوا کہ ہم پر ہر وہ فعل حرام نہیں جس کو نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، آپ کے صحابہ اور تابعین نے نہ کیا ہو کیونکہ ہر ترک کف نہیں اور بیشک اقتدار تو کف یعنی منع کرنے میں ہے۔ چنانچہ معیار قواعدِ شرع پر انحصار ہے جس چیز کو شرع نے حسن قرار دے دیا وہ حسن اور جس کو قبیح قرار دے دیا وہ قبیح ہے۔ ایسے ہی تحقیق چاہئے اور اللہ تعالٰی توفیق کا مالک ہے (ت)

ہاں اگر شرطِ واقف میں تصریح منع ہے کہ متولیوں کو اختیارِ وصیت نہیں تو بیشک اب وصیت روا نہ رہے گی

لان الصریح یفوق الدلالۃ[1] کما مرعن الخانیۃ والظہیریۃ وغیرھما قلت یعنی اذا کان الوقف صحیحا شرعیا بحسب مراعاۃ شروطہ، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وحکمہ عزشانہ احکم وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ وصحبہ وبارك وسلم۔

اس لئے کہ صریح دلالت سے برتر ہے جیسا کہ خانیہ، ظہیریہ وغیرہ سے گزر چکا۔ میں کہتا ہوں مراد اس سے یہ ہے کہ جب وقف شرعی طور پر صحیح ہو اس کی شرطوں کی رعایت کرنے کے اعتبار سے۔ اللہ پاک اور بلند و برتر خوب جانتا ہے اس کا علم اتم اور اس کا حکم مستحکم ہے۔ اللہ تعالٰی درود نازل فرمائے ہمارے سردار اور آقا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اور آپ کی آل اور اصحاب پر اور برکت و سلام نازل فرمائے (ت)

مسئلہ ۱۰۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فالج ایک سال کے بعد مرض الموت رہتا ہے یا نہیں اور بعض کتب میں جو عدم خوف موت کی قید ہے اس کے کیا معنی ہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جمہور ائمہ کے نزدیک فالج و دق و سل وغیرہا امراضِ مزمنہ جب ایک سال تک تطاول کریں مرض الموت نہیں رہتے اور ایسے مریض کے تمام تصرفات شرعاً مثل صحیح کے ہیں مختصراً امام مجتہد علامہ ابوجعفر طحاوی اور فتاوٰی امام قاضی خاں اور فتوی امام ابوالعباس شماس اور امام عبداللہ جرجانی اور امام شمس الائمہ حلوانی اور

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح باب المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۵۷

Marfat.com

فتاوی التمرتاشی اور جامع الفتاوی اور فصول عمادیہ اور درر علامہ خسرو اور مفتاح اور غمز العیون علامہ احمد حموی اور مجتبٰی زاہدی اور فتاوٰی خیریہ اور درمختار اور حاشیہ علامہ حلبی اور ردالمحتار علامہ شامی اور فتاوٰی حامدیہ اور عقود الدریہ اور فتاوٰی ہندیہ وغیرہا متون و شروح و فتاوٰی میں اس مسئلہ کی تصریح ہے یہاں تک کہ علامہ محمد بن عابدین افندی شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے متون و شروح کے اطلاق و عموم پر نظر فرما کر حاشیۂ درمختار میں تصریح کر دی کہ اگر فالج وغیرہ امراض مذکورہ ایک سال کے بعد صاحب فراش بھی کر دیں اور مریض چلنے پھرنے سے معذور مطلق ہو جائے جب بھی اسے مرضِ موت نہ کہا جائے گا کیونکہ ایک سال تک تطاول ہو گیا '

حیث قال قال فی المعراج وسئل صاحب المنظومۃ عن حد مرض الموت فقال اعتمادنا فی ذٰلك علی ان یقدر ان یذھب فی حوائج نفسہ خارج الدار اھ اقول والظاھر انہ مقید بغیر الامراض المزمنۃ التی طالت ولم یخف منہ الموت کالفالج ونحوہ وان صیرتہ ذا فراش ومنعتہ عن الذھاب فی حوائجہ فلا یخالف[1] ماجرٰی علیہ اصحاب المتون والشروح ھنا تامل انتھٰی ملخصا۔

جہاں فرمایا کہ معراج میں کہا ہے صاحبِ منظومہ سے مرض الموت کی حد کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس نے کہا ہمارا اعتماد اس مسئلہ میں اس بات پر ہے کہ مریض اپنی حاجات کے لئے گھر سے باہر نہ جاسکے الخ میں کہتا ہوں ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم دیر تک رہنے والی بیماریوں کے غیر کے ساتھ مقید ہے جو لمبی ہو جاتی ہیں اور ان میں موت کا خوف نہیں ہوتا جیسے فالج وغیرہ، اگرچہ وہ مریض کو صاحبِ فراش بنا دیں اور اسے حاجات کے لئے نکلنے سے روک دیں۔ یہ بات اس کے مخالف نہیں جس پر اصحابِ متون اور شارحین چلے۔ غور کرو انتہی تلخیص (ت)

اور وہ جو بعض کتب میں عدمِ خوفِ موت کی قید ہے بہت علماء مثل صاحبِ مفتاح و علامہ احمد حموی شارح اشباہ و علامہ ابراہیم حلبی و علامہ امین الملۃ والدین شامی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ یہ کوئی قید احترازی نہیں بلکہ بعد تطاول ان امراض کے حال کی شرح ہے یعنی جب سال گزر جاتا ہے تو ان امراض سے وہ خوف نہیں رہتا جسے شرع مرض الموت میں اعتبار کرتی ہے۔

قال فی المفتاح ان تطاول ذٰلك فلم یخف منہ الموت ھٰذہ الجملۃ

مفتاح میں کہا کہ اگر وہ بیماری لمبی ہو جائے تو اس سے موت کا خوف نہیں رہتا۔ یہ آخری جملہ جملہ شرطیہ کیلئے

---

[1] ردالمحتار کتاب الوصایا داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۲۳

Marfat.com

ای الاخیرۃ وقعت موضحۃ للجملۃ الشرطیۃ اھ[1] ونقلہ الائمۃ المذکورون واقرواعلیہ۔

وضاحت کرنے والا ہے اس کو ائمہ مذکورہ نے نقل فرمایا اور اس کو برقرار رکھا۔ (ت)

علامہ شامی فرماتے ہیں:

لیس قولہ ولم یخف منہ الموت تقییدا بل بیانا لحال ذٰلک المرض عند طولہ۔[2]

اس کا قول تو اس سے موت کا خوف نہ ہو یہ تقیید نہیں بلکہ بیماری کے لمبا ہوجانے کے وقت اس کے حال کا بیان ہے۔ (ت)

اور اسی طرح فتاوٰی عالمگیری میں تخصیص کی کہ فالج وغیرہ امراض جو اوّل اوّل شروع ہوتے ہیں تو اس وقت خوف ہلاک ہوتا ہے،

حیث قال والمقعد والمفلوج والاشل و المسلول اذا تطاول ذٰلک فصار بحال لایخاف منہ الموت فہو کالصحیح حتی تصح ہبتہ من جمیع المال واما فی اول ما اصابہ اذا مات من ذٰلک فی تلک الایام وقد صار صاحب فراش فہو مریض یخاف بہ الہلاک[3] انتہی ملخصا قولہ فصار بحال یخاف منہ الموت الفاء للتفریع یعنی ان التطاول یتضوع علیہ عدم الخوف بل اذا قید فی الاٰخر باول ما اصابہ۔

جہاں فرمایا کہ اقعاد، فالج، لنج اور تپ دق کے مریضوں کی بیماری جب لمبی ہوجائے اور وہ اس حال میں ہوجائیں کہ موت کا خوف نہ رہے تو وہ صحت مند کے حکم میں ہیں یہاں تک کہ ان کا تمام مال کو ہبہ کردینا صحیح ہے لیکن جب شروع میں یہ بیماریاں لاحق ہوں تو وہ اسی بیماری کی وجہ سے انہی دنوں میں مرجائے تحقیق وہ صاحبِ فراش ہوا ایسی بیماری میں مبتلا ہوکہ جس سے موت کا خوف ہوتا ہے انتہی تلخیص، اس کا قول کہ "وہ مریض اس حال میں ہوجائے کہ خوفِ موت نہ رہے" اس میں فصار پر فاء تفریع کے لئے ہے یعنی بیماری کے لمبے ہونے پر عدمِ خوف متفرع ہوتا ہے (ت)

اور اگر اسے قید جدید ہی قرار دیں جیسے بعض کا قول ہے تاہم نفس خوف موت بالاجماع کافی نہیں کیونکہ اسی قدر

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار بحوالہ الحموی کتاب الوصایا المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۴/ ۳۲۰

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍

[3] الفتاوٰی الہندیۃ کتاب الوصایا الباب الرابع فصل فی اعتبار حالۃ الوصیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۱۰۹

Marfat.com

سے تو کوئی مفلوج و مدقوق و مسلول کبھی خالی نہیں ہوتا اگرچہ سالہا سال گزر جائیں پھر اس قید کے لگانے سے کیا فائدہ ہوگا بلکہ اعلیٰ درجہ کا خوف و اندیشۂ شدید درکار ہے۔

فی ردالمحتار عن الکفایۃ ثم المراد من الخوف الغالب منہ لا نفس الخوف[1]

ردالمحتار میں کفایہ کے حوالے سے منقول ہے، پھر خوف سے مراد اس کا غلبہ ہے نہ کہ نفسِ خوف۔ (ت)

اور اس خوف کی امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی وغیرہ علمائے یوں تفسیر کی کہ جب ان امراض سے یہ نوبت پہنچے کہ اپنی حوائج کے لئے گھر سے باہر نہ نکل سکے تو اس وقت خوف موت کہا جائیگا۔

فی تنویر الابصار من غالب حالہ الہلاک بمرض اوغیرہ بان اضناہ مرض عجزبہ عن اقامۃ مصالحہ خارج البیت[2]

تنویرالابصار میں ہے کہ غالب حال اس کا ہلاکت ہو بیماری سے یا اس کے غیر سے اس طور پر کہ بیماری نے اس کو اسی قدر کمزور کر دیا ہو جس سے گھر کے باہر وہ اپنے معاملات وضروریات قائم رکھنے سے عاجز ہوگیا ہو۔ (ت)

درمختار میں ہے:

ھوالاصح کعجز الفقیہ عن الاتیان الی المسجد[3]

یہی زیادہ صحیح ہے جیسے فقیہ مسجد کی طرف آنے سے عاجز ہوجائے۔ (ت)

اور اس قید کے لگانے کے بعد بھی امام شامی فرماتے ہیں:

فان قلت ان مرض الموت ھوالذی یتصل بہ الموت فما فائدۃ تعریفہ بما ذکر قلت فائدتہ ان قد تطول سنۃ فاکثر کما یأتی فلا یسمی مرض الموت وان اتصل

اگر تُو کہے کہ مرض الموت تو وہ ہے جس کے ساتھ موت مقترن ہو۔ پھر موت کی یہ تعریف جو ذکر کی گئی اس کا کیا فائدہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ بیماری کبھی سال یا اس سے زائد عرصہ تک لمبی ہوجاتی ہے جیسا کہ آرہا ہے تو اس بیماری کو مرض الموت نہیں

---

[1] ردالمحتار — کتاب الوصایا — داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۲۳

[2] الدرالمختار شرح تنویرالابصار — کتاب الطلاق باب طلاق المریض — مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۴۵

[3] " " " " " " " " " "

Marfat.com

به الموت[1] (کہا جاتا اگرچہ اس کے ساتھ موت مقترن ہو جائے۔ ت)

اور اس خوف کی دو تمثیلیں درمختار میں یہ لکھیں کہ جہاز پر سوار تھا جہاز ٹوٹ گیا ایک تختہ پر بہتا رہ گیا یا شیر نے حملہ کیا اور اُسے اپنے منہ میں لے لیا تو جب تک اس کے منہ میں ہے وہ وقت اس خوف کا ہے۔

حیث قال اوبقی علی لوح من السفینة اوافترسه سبع وبقی فی فیه[2]۔

جہاں فرمایا کہ وہ کشتی کے ایک تختہ پر پڑا رہ گیا یا کسی درندے نے اس کو اپنے منہ میں لے لیا اور ابھی تک اسی حال میں باقی ہے۔ (ت)

بالجملہ مجرد خوف بالاجماع کافی نہیں بلکہ اس قسم کا خوف ہونا چاہئے جیسے گھڑی ساعت کا نقشہ کہتے ہیں وہ مرض مرض الموت گنا جائے گا اور یہ بات اُسی وقت ہے جب صاحبِ فراش ہو جائے یا گھر سے باہر نکلنے کی طاقت نہ رہی مثلاً عالم ہو تو مسجد تک نہ جا سکے، اسی طرح ردالمحتار میں اسمٰعیلیہ سے نقل کرتے ہیں۔

من به بعض مرض یشتکی منه وفی کثیر من الاوقات یخرج الی السوق ویقضی مصالحه لایکون به مریضا مرض الموت وتعتبر تبرعاته من کل ماله واذاباع لوارثه اووهبه لایتوقف علی اجازة باقی الورثة[3]۔

جس شخص کو کچھ بیماری ہے جس کی شکایت وہ کرتا ہے اور بسا اوقات وہ بازار کی طرف نکلتا ہے اور اپنے امور سرانجام دیتا ہے، اس سے وہ مرض الموت کا مریض نہیں ہوتا، چنانچہ اس کے تمام مال میں اس کے تبرعات معتبر ہوں گے۔ جب وہ کسی وارث سے بیع کرے یا اس کو کچھ ہبہ کرے تو یہ باقی وارثوں کی اجازت پر موقوف نہیں ہوگا (ت)

اور فتاوٰی خیریہ میں ہے؛

حیث کان بالوصف المذکور وھو انه ای المرض لایمنع الخروج لقضاء حوائجه فھبته لاحد اولادہ وبیعه لبقیتھم بالغبن مطلقا صحیح نافذ باجماع علمائنا

جب وہ وصف مذکور سے متصف ہے اور اس کا مرض اسے اپنی ضرورت کی ادائیگی سے نہیں روکتا تو اس کا اپنی اولاد میں سے کسی ایک کے لئے ہبہ کرنا اور باقیوں کیلئے بیع کرنا مطلقاً بالاجماع صحیح اور

---

[1] ردالمحتار کتاب الطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۲۰ و ۵۲۱

[2] الدر المختار کتاب الطلاق باب طلاق المریض مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۳۶

[3] ردالمحتار کتاب الاقرار باب اقرار المریض دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۶۱

Marfat.com

صرحوا به فی کل مرض یطول کالدق والسل والفالج[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

نافذ ہے۔ علمائے ہر طویل مرض کے بارے میں اس حکم کی تصریح فرمائی جیسے دِق، سِل اور فالج وغیرہ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شخص کو عارضہ فالج ہوا اور وہ عروض عارضہ کے ساڑھے تین برس بعد بیع یا ہبہ یا کوئی تصرف وارث یا غیر وارث کسی کے نام کرے تو وہ تصرف شرعًا جائز رہے گا یا نہیں اور مرض شرعًا مرض الموت قرار پائے گا یا غیر؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ہمارے ائمہ کرام نے فالج و دِق و سِل وغیرہا امراض مزمنہ کے مرض الموت ہونے کے لئے سال بھر کی حد مقرر فرمائی ہے اگر اس کے اندر موت ہو تو وہ مرض الموت قرار پاتے ہیں اور جب ایک سال سے تجاوز ہو جائے تو اس مریض کا حکم شرعًا بعینہٖ مثل صحیح و تندرست کے ٹھہرتا ہے اور جو کچھ تصرفات بیع خواہ ہبہ خواہ کچھ اور وارث خواہ غیر وارث کسی کے نام کرے مثل تصرفات صحیح کے صحیح و نافذ قرار پاتا ہے۔

فی الفتاوٰی للامام قاضی خان اذا تصرف بعد سنۃ فھو کالصحیح یجوز تصرفاتہ[2] انتہی، وفی الفتاوی العالمگیریۃ عن فتاوی التمرتاشی فسّر اصحابنا التطاول بالسنۃ فاذا بقی علی ھذہ العلۃ سنۃ فتصرفہ بعد سنۃ کتصرفہ حال صحتہ[3] وفی الطحاوی فی مختصرہ وفی العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ للعلامۃ

امام قاضی خان کے فتاوٰی میں ہے جب مریض نے ایک سال بعد تصرف کیا تو وہ صحیح کی مثل ہے اور اس کے تصرفات جائز ہیں انتہی۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں بحوالہ فتاوٰی تمرتاشی مذکور ہے ہمارے علماء نے طوالت مرض کی تفسیر ایک سال کے ساتھ کی ہے، اگر وہ اس بیماری پر ایک سال قائم رہا تو سال کے بعد اس کے تصرفات ایسے ہی ہوں گے جیسے تصرفات وہ حالت صحت میں کرتا تھا۔ طحاوی اس کی مختصر اور علامہ شامی علیہ الرحمۃ کی تصنیف العقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ میں ہے کہ

---

[1] الفتاوی الخیریۃ کتاب البیوع دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۲۸
[2] فتاوٰی قاضیخان کتاب الوصایا فصل فی مسائل مختلفۃ رجل الخ نولکشور لکھنؤ ۴/۸۴۰
[3] الفتاوی الہندیۃ کتاب الطلاق الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۶۳

Marfat.com

الشامی رحمه الله تعالیٰ فقدروا التطاول
بسنة فلو تصرف بعد سنة من
مرضه فهو كتصرفاته حال الصحة هكذا
كان شيخنا ابو عبد الله الجرجانی
يقول هذا لفظ الواقعات وبهذا اللفظ
اورده فی جامع الفتاوی عمادية[1] الخ۔
وفی الفتاوی الخيرية لنفع البرية
المصرح به فی غير ما كتاب من
كتب ابی حنيفة ان المقعد والمفلوج
والمسلول اذا اتصف كل داء منهم
بالطول فحكم تصرف كل واحد منهم
حكم تصرف الصحيح كما صرح به فی
الجامع الصغير فكان هو الصحيح فاذا
علمت ذلك علمت ان المدة المذكورة
فوق ما قدروه اضعافا فان اصحابنا
قدروا المرض يطول بعام والمدة
سبعة اعوام والاشهر الزوائد وقع
زائدها اليها مضافا لاسيما مع
كونه يخرج ويجئ فی حوائجه
ويقضی من ذلك بعض مصالحه
فاذا ثبت ذلك لدى الحاكم
الشرعی صح جميع ما صدر منه مع
زوجته واذا تعارضت بينة

طوالت مرض کی تفسیر ایک سال کے ساتھ کی گئی ہے
اگر اس نے سال کے بعد حالت مرض میں تصرف کیا
تو وہ اس کے حالت صحت میں کئے ہوئے تصرفات
کی مثل ہے۔ ہمارے شیخ ابو عبد اللہ جرجانی یونہی
فرماتے تھے' یہ لفظ واقعات کے ہیں' اور انہی لفظوں
کے ساتھ جامع الفتاویٰ عمادیہ میں وارد ہے الخ۔
فتاویٰ خیریہ میں ہے کہ مخلوق کے نفع کے لئے امام
ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کی متعدد کتب میں اس کی تصریح
کی گئی ہے کہ اپاہج، مفلوج اور سِل کا مریض
جب لمبی بیماری میں مبتلا ہو جائے تو ان میں سے
ہر ایک کا تصرف صحتمند شخص کے تصرف کی مثل ہوتا ہے
جیسا کہ اس کی تصریح جامع صغیر میں ہے گویا کہ
وہ صحت مند ہے۔ جب تُو نے یہ جان لیا تو سمجھ لیا
ہوگا کہ مدّت مذکورہ ہمارے اصحاب کی مقرر کردہ
مدّت سے کئی گنا زیادہ ہے کیونکہ ہمارے علماء نے
طوالت مرض کی مدّت ایک سال مقرر کی ہے
جبکہ مدت مذکورہ سات سال اور کچھ ماہ مزید
ہے، یہ زیادتی مدت مذکورہ سے کئی گنا ہے خصوصاً
جبکہ مریض گھر سے نکلتا اور اپنی ضروریات کے لئے
آتا جاتا ہے اور بعض ضروریات کو ادا کرتا ہے،
جب حاکم شرعی کے پاس یہ ثابت ہو گیا تو کچھ
معاملہ اس مریض کا اپنی بیوی کے ساتھ صادر ہوا
وہ صحیح ہو گیا۔ اگر صحت و مرض کے گواہوں میں

---

[1] العقود الدرية كتاب الاقرار باب اقرار المريض ارگ بازار قندھار افغانستان ٢/٦٦

Marfat.com

الصحة والمرض فالبينة الصادرة من
الزوجة بانه كان فی صحته مرجحة
لانها المدعية والورثة ينكرون و
البينة للمدعی لا للمنكر صرح به غير ما واحد
من علمائنا وحيث طال ما به و اتصف
بما فهمنا به نفذ جميع تصرفه مع
الزوجة باتفاق اهل المذهب وائمته
والنظر الی العمل بعبارة المكلف
اولی من اهدارها والحاقة بالحيوانات
وكلامه بجوارها والله اعلم ـ وفی
الدرر للعلامة خسرو هذه امراض
مزمنة فمن عرض له واحد منها
وتصرف بشئ من التبرعات
ثم مات قبل تمام سنة مشتملة
علی الفصول الاربعة كان المرض
١ مرض الموت فتعتبر تصرفاته من الثلث
وان مات بعد تمامها
لم يكن مرض الموت
لانه اذا سلم فی الفصول
التی كل منها مظنة الهلاك
صار المرض بمنزلة طبع
من طبائعه وخرج صاحبه
من احكام المرض حتی

تعارض ہو تو بیوی کی طرف سے صحت پر پیش کئے گئے
گواہوں کو ترجیح ہوگی کیونکہ بیوی مدعیہ اور ورثاء منکر
ہیں جبکہ گواہ مدعی کے ہوتے ہیں نہ کہ منکر کے۔ ہمارے
متعدد علمائے نے اس کی تصریح کی ہے۔ جب اس کی
بیماری طوالت اختیار کر گئی اور وہ سال سے بڑھ گئی
تو بیوی کے ساتھ اس کے تمام تصرفات نافذ
ہوگئے۔ اس پر تمام اہل مذہب اور ائمۂ مذہب
کا اتفاق ہے۔ مکلف کی عبارت قابلِ عمل بنانا
اس کو لغو قرار دے کر مکلف کو حیوانات اور اسکے
کلام کو جانوروں کی آواز کے ساتھ ملحق کرنے سے
اولیٰ ہے، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ علامہ
خسرو کی دُرر میں ہے یہ لمبی بیماریاں ہیں ان میں
اگر کسی کو کوئی لاحق ہو جائے اور وہ حالت مرض
میں تبرعات میں کچھ تصرف کرے پھر بیماری کو
چار موسموں پر مشتمل سال پورا ہونے سے پہلے
وہ مر جائے تو اس کی بیماری مرض الموت قرار
پائے گی اور ایک تہائی مال میں اسکے تصرفات
معتبر ہوں گے۔ اور اگر وہ بیماری کو سال پورا ہونے
کے بعد مرا تو اس کی یہ بیماری مرض الموت نہ ہوگی
اس لئے کہ جب وُہ چاروں موسموں میں سلامت
رہا حالانکہ ان میں سے ہر ایک میں ہلاکت کا گمان تھا
تو گویا یہ بیماری اس کے طبائع میں سے ہو گئی
چنانچہ اس بیماری والا مرض کے احکام سے

---

١ الفتاوی الخیریة كتاب الدعوی دار المعرفة بیروت ٢/ ٧٦ و ٧٧

Marfat.com

لایشتغل بالمداواۃ[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خارج ہوگیا یہاں تک کہ اس نے علاج کرانا بھی چھوڑ دیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر ایک شخص کو فالج ہو کہ ہاتھ پاؤں بالکل رہ جائیں اور زبان تکلم پر قادر نہ ہو پھر علاج سے دست و پا مطلقاً صحیح ہو جائیں اور زبان بھی تعبیر مطلب سے عاجز نہ ہو اپنی حوائج کے لئے اندر باہر آئے جائے چلے پھرے سفر کرے صرف زبان پر بقیہ مرض کے سبب گونہ ثقل تکلم باقی ہو اور حدوث مرض کو ساڑھے تین برس گزر چکے ہوں ایسی حالت میں وہ کوئی تصرف بیع یا ہبہ یا کچھ اور وارث خواہ غیر وارث کے نام کرے تو وہ تصرف شرعاً صحیح و نافذ قرار پائے گا یا نہیں اور ایک سال گزرنے کے بعد فالج مرض الموت رہتا ہے یا نہیں؟ اور بعض نے جو قید عدم خوف موت کی لگائی ہے اس کے کیا معنی ہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں وہ شخص بالاجماع شرعاً صحیح و تندرست ہے اور اس کے تمام تصرفات کیسے ہی ہوں اور کسی کے ساتھ ہوں مثل تصرفات صحیح مطلق صحیح نافذ کہ اوّل عامہ کتب میں سال گزرنے کے بعد فالج و دق و سل وغیرہ کو مرض موت قرار ہی نہ دیا اور سائل کہتا ہے کہ یہاں ساڑھے تین برس گزر چکے تھے

فی الفتاوی الامام قاضیخان اذا تصرف بعد سنة فهو کالصحیح یجوز تصرفاته[2] انتهی، وفی الفتاوی العالمگریة عن فتاوی التمرتاشی فسر اصحابنا التطاول بالسنة فاذا بقی علی هذه العلة سنة فتصرفه بعد سنة کتصرفه حال

فتاوی امام قاضی خان میں ہے کہ مریض جب سال بعد تصرف کرے تو وہ صحت مند کی طرح ہے اور اس کے تصرفات جائز ہیں، انتہی۔ فتاوی عالمگیریہ میں بحوالہ فتاوی تمرتاشی ہے ہمارے علماء نے طوالت مرض کی تفسیر ایک سال کے ساتھ کی ہے۔ جب مریض ایک سال تک بیماری پر قائم رہا تو سال کے بعد اسکے تصرفات اس کی حالتِ صحت میں کئے ہوئے تصرفات

---

[1] الدرر الحکام شرح غرر الاحکام کتاب الوصایا میر محمد کتب خانہ کراچی ۲/۴۳۲ (۴۳۱)

[2] فتاوی قاضیخان کتاب الوصایا فصل فی مسائل مختلفۃ الخ نولکشور لکھنؤ ۴/۸۴۰

Marfat.com

صحته[1]، وفی العقود الدریة فی تنقیح
الفتاوی الحامدیة معنی قوله طال
ذلك اراد به سنة وكذا صاحب السل
اذا اتی علیه سنة فهو بمنزلة الصحیح
هكذا ذكر عن ابی العباس الشماس
وكذا ذكر الطحاوی فی مختصره[2]
وفی العقود الدریة فی تنقیح الفتاوی
الحامدیة للعلامة الشامی رحمة الله
علیه فسر التطاول بسنة فلو تصرف
بعد سنة من مرضه فهو كتصرفاته
حال الصحة هكذا كان شیخنا
ابو عبد الله الجرجانی یقول هذا
لفظ الواقعات بهذا اللفظ اورده فی
جامع الفتاوی عمادیة[3] الخ، وفی
الفتاوی الخیریة لنفع البریة المصرح
به فی غیر ما كتاب من كتب الحنفیة ان
المقعد والمفلوج والمسلول اذا تقدم
كل داء منهم بالطول فحكم تصرف
كل واحد منهم حكم تصرف الصحیح
كما صرح به فی جامع الصغیر فكان هو
الصحیح فاذا علمت ذلك علمت ان

کی مثل ہیں۔ العقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ
میں ہے۔ اس کے قول "اس کی بیماری لمبی ہوگئی"
کا معنیٰ یہ ہے کہ اس کو سال ہوگیا۔ یونہی سل کی
بیماری والے کو جب حالتِ مرض میں سال گزر جائے
تو بمنزلہ صحتمند کے ہے، یوں ہی مذکور ہے ابوالعباس
الشماس سے اور اسی طرح امام طحاوی نے اپنی مختصر
میں اس کو ذکر فرمایا ہے۔ علامہ شامی کی تصنیف
العقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ میں ہے کہ
طوالت مرض کی تفسیر ایک سال کے ساتھ کی گئی ہے۔
لہٰذا اگر کوئی اپنی بیماری کے سال بعد تصرف کرے تو
حالتِ صحت میں تصرفات کی مثل ہوگا۔ یونہی ہمارے
شیخ ابوعبداللہ جرجانی کہا کرتے تھے۔ یہ لفظ واقعات
کے ہیں اور ان ہی لفظوں کے ساتھ جامع الفتاوی
عمادیہ میں وارد ہے الخ۔ فتاوی خیریہ میں ہے کہ
مخلوق کے نفع کے لئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ
علیہ کی متعدد کتب میں اس کی تصریح کی گئی ہے کہ
اپاہج، مفلوج اور سل کا مریض جب لمبی بیماری میں
مبتلا ہوجائے تو ان میں سے ہر ایک کا تصرف صحتمند
شخص کے تصرف کی مثل ہوتا ہے جیسا کہ اس کی
تصریح جامع صغیر میں ہے گویا کہ وہ صحتمند ہے۔ جب
تُو نے یہ جان لیا تو سمجھ لیا ہوگا کہ مدت مذکورہ

---

1 الفتاوی الہندیۃ کتاب الطلاق الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۴۶۳
2 العقود الدریۃ کتاب الاقرار باب اقرار المریض ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۶۶
3 " " " " " " " "

Marfat.com

المدة المذكورة فوق ما قدروه اضعافا فان اصحابنا قدروا المرض الذی یطول بعام والمدة سبعة اعوام والاشهر الزوائد وقع زائدها الیها مضافا لاسیما مع کونه یخرج ویجئ فی حوائجه ویقضی من ذلك بعض مصالحه فاذا ثبت ذلك لدی الحاکم الشرعی صح جمیع ما صدر منه مع زوجته واذا تعارضت بینة الصحة والمرض فالبینة الصادرة من الزوجة بانه کان فی صحة مرجحة لانها المدعیة والورثة ینکرون والبینة للمدعی لا للمنکر صرح به غیر ما واحد من علمائنا وحیث طال ما به واتصف بما فهنا به نفذ جمیع تصرفه مع زوجته باتفاق اهل المذهب وائمته والنظر الی العمل بعبارة المکلف اولی من اهدارها والحاقه بالحیوانات وکلامه بخوارها[1] والله اعلم. وفی الدرر للعلامة خسرو هذه امراض مزمنة فمن عرض له واحد منها وتصرف بشئ من التبرعات ثم

ہمارے اصحاب کی مقرر کردہ مدت سے کئی گنا زیادہ ہے کیونکہ ہمارے علمائنے طوالتِ مرض کی مدت ایک سال مقرر کی ہے جبکہ مدتِ مذکورہ سات سال اور کچھ ماہ مزید ہے، یہ زیادتی مدت مذکورہ سے کئی گنا ہے خصوصاً جبکہ مریض گھر سے نکلتا اور اپنی ضروریات کیلئے آتا جاتا ہے اور بعض ضروریات کو ادا کرتا ہے۔ جب حاکمِ شرعی کے پاس یہ ثابت ہوگیا تو کچھ معاملہ اس مریض کا اپنی بیوی کے ساتھ صادر ہوا وہ صحیح ہوگیا۔ اگر صحت ومرض کے گواہوں میں تعارض ہو تو بیوی کی طرف سے صحت پر پیش کئے گئے گواہوں کو ترجیح ہوگی کیونکہ بیوی مدعیہ اور ورثاء منکر ہیں، جبکہ گواہ مدعی کے ہوتے ہیں نہ کہ منکر کے۔ ہمارے متعدد علماء نے اس کی تصریح کی ہے، جب اسکی بیماری طوالت اختیار کرگئی اور وہ سال سے بڑھ گئی تو بیوی کے ساتھ اس کے تمام تصرفات نافذ ہوگئے۔ اس پر تمام اہلِ مذہب اور ائمۂ مذہب کا اتفاق ہے۔ مکلف کی عبارت قابلِ عمل بنانا اس کو لغو قرار دے کر مکلف کو حیوانات اور اس کے کلام کو جانوروں کی آواز کے ساتھ ملحق کرنے سے اولیٰ ہے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ اور علامہ خسرو کی درر میں ہے یہ لمبی بیماریاں ہیں ان میں سے اگر کوئی کسی کو لاحق ہوجائے اور وہ حالتِ مرض میں تبرعات میں

[1] الفتاوی الخیریة کتاب الدعوی دار المعرفة بیروت ۲/۷۶ و ۷۷

Marfat.com

مات قبل تمام سنة مشتملة علی الفصول الاربعة کان المرض مرض الموت فتعتبر تصرفاته من الثلث وان مات بعد تمامها لم یکن مرض الموت لانه اذا سلم فی الفصول وفی کل منها مظنة الھلاك صار المرض بمنزلة طبع من طبائعه وخرج صاحبه من احکام المرض حتی لایشتغل بالتداوی۔[1]

کچھ تصرف کرے پھر بیماری کو چار موسموں پر مشتمل سال پورا ہونے سے پہلے وہ مرجائے تو اس کی بیماری مرض الموت قرار پائے گی اور ایک تہائی سال میں اس کے تصرفات معتبر ہوں گے۔ اور اگر وہ بیماری کو سال پورا ہونے کے بعد مرا تو اس کی یہ بیماری مرض الموت نہ ہوگی، اس لئے کہ جب وہ چاروں موسموں میں سلامت رہا حالانکہ ان میں سے ہرایک میں ہلاکت کا گمان تھا تو گویا یہ بیماری اس کے طبائع میں سے ہوگئی چنانچہ اس بیماری والا مرض کے احکام سے خارج ہوگیا یہاں تک کہ اس نے علاج کرانا بھی چھوڑ دیا۔ (ت)

یہاں تک کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اطلاق متون وشروح پر نظر کرکے تصریح فرمادی کہ فالج وغیرہ کو بعد تطاول وازمان مرض موت نہ کہنا چاہئے اگرچہ صاحبِ فراش ہو اور چلنے پھرنے سے معذور کردیں۔

حیث قال فی المعراج وسئل صاحب المنظومة عن حد مرض الموت فقال اعتمادنا فی ذٰلك علی ان لا یقدر ان یذھب فی حوائج نفسه خارج الدار اھ اقول والظاھر انه مقید بغیر الامراض المزمنة التی طالت ولم یخف منھا کالفالج ونحوہ وان صیرته ذافراش ومنعته عن الذھاب فی حوائجه فلایخالف ماجری علیه اصحاب المتون والشرح ھنا تامل انتھی ملخصا۔[2]

جہاں معراج میں کہا کہ صاحبِ منظومہ سے سوال کیا گیا کہ مرض الموت کی حد کیا ہے، تو انھوں نے فرمایا اس مسئلہ میں ہمارا اعتماد اس پر ہے کہ مریض اپنے حوائج کے لئے گھر سے باہر جانے پر قادر نہ ہو الخ، میں کہتا ہوں ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم امراض طویلہ کے غیر کے ساتھ مقید ہے جن کی طوالت اس حد تک ہوجاتی ہے کہ موت کا خوف جاتا رہتا ہے جیسے فالج وغیرہ اگرچہ یہ مریض کو صاحب فراش بنادیں اور اسکو اپنے حوائج کے لئے گھر سے باہر جانے سے روک دیں لہٰذا یہ اس کے خلاف نہ ہوا جس پر اصحاب متون وشروح قائم ہیں، یہاں غور کرو۔ انتہی (تلخیص)۔ (ت)

---

[1] الدرر الحکام شرح غرر الاحکام کتاب الوصایا میر محمد کتب خانہ کراچی ۲/۴۳۱، ۴۳۲

[2] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۲۳

Marfat.com

اور بعض کتب میں کہ عدم خوف موت کی قید کرکے اکابر علماء ارشاد فرماتے ہیں یہ کوئی قید جداگانہ نہیں بلکہ مجرد ایضاح وبیان واقع ہے یعنی طول سنۃ کے بعد مریض کا یہ حال ہو جاتا ہے کہ وہ مرض طبعی ہو جاتا ہے اور خوف موت کا غلبہ نہیں رہتا ہے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

والظاھر ان قولہ کالفالج الخ تصویر للمرض اذا طال ولم یخف منہ الموت و لیس قولہ ولم یخف منہ الموت تقییدا بل بیانا لحال ذٰلک المرض عند طولہ ثم رأیت الحموی فی شرحہ قال ان تطاول ذٰلک فلم یخف منہ الموت ھٰذہ الجملۃ ای الاخیرۃ وقعت موضحۃ للجملۃ الشرطیۃ ونقلہ عن المفتاح انتھی[1]

ظاہر یہ ہے کہ اس کا قول کالفالج (مثل فالج کے) مرض کی صورت کا بیان ہے اس لئے کہ طوالت مرض کے سبب مریض کا حال یہ ہو جاتا ہے کہ اس پر موت کا خوف نہیں رہتا۔ اور اس کا قول کہ "اس کو موت کا خوف نہیں رہتا" تقیید نہیں بلکہ اس مرض کے لمبا ہو جانے کے وقت اس کے حال کا بیان ہے۔ پھر میں نے حموی کو دیکھا انھوں نے اس کی شرح میں یوں کہا کہ اگر بیماری لمبی ہو جائے تو موت کا خوف نہیں رہتا۔ یہ آخری جملہ جملہ شرطیہ کی وضاحت کے لئے واقع ہوا ہے۔ یہ مفتاح سے منقول ہے، انتہی۔ (ت)

حاشیہ طحطاوی میں ہے:

قولہ و لم یخف منہ الموت ھٰذہ الجملۃ وقعت موضحۃ للجملۃ الشرطیۃ حموی عن المفتاح[2]

اس کا قول کہ "اس سے موت کا خوف نہیں رہتا" یہ جملہ جملہ شرطیہ کی وضاحت کے لئے واقع ہوا ہے، اس کو حموی نے مفتاح سے نقل کیا ہے (ت)

آخر نہ دیکھا کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے سال گزرنے کے بعد فالج وغیرہ کو لم یخف منہ الموت (اس کو موت کا خوف نہیں رہتا۔ ت) کی مثال میں داخل فرمایا اگرچہ اس حد کو پہنچ گئے ہوں کہ چلنے پھرنے سے معذور اور صاحب فراش کردیں کما سبق نقلہ اٰنفا فافھم وتدبر (جیسا کہ اس کا منقول ہونا ابھی گزرا ہے۔ غور و تدبر کرو۔ ت) اور اس کی وجہ وہی ہے جو ہم ابھی درر علامہ خسرو سے نقل کر آئے۔ عالمگیریہ میں تصریح ہے کہ شروع مرض فالج میں خوف ہلاک ہوتا ہے اور بعد تطاول کے

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الوصایا المکتبۃ العربیہ، کوئٹہ ۴/۳۲۰
[2] " " " " " " " "

Marfat.com

وہ مریض مثل صحیح کے گنا جاتا ہے۔

حیث قال والمقعد والمفلوج والمسلول اذا تطاول ذٰلک فصار بحال لا یخاف منہ فھوکالصحیح حتی تصح ھبتہ من جمیع المال و اما فی اول ما اصابہ اذا مات عن ذٰلک فی تلک الایام وقد صار صاحب الفراش فھو مریض یخاف بہ الھلاک[1] انتہی ملخصًا۔

جہاں فرمایا اقعاد، فالج اور سل کے مریضوں کا مرض جب لمبا ہو جائے اور وہ اس حال میں پہنچ جائے اس سے موت کا خوف نہ رہے تو وہ صحتمند کی طرح ہو جاتا ہے یہاں تک کہ کل مال میں اس کا ہبہ صحیح ہوتا ہے لیکن شروع میں جب امراض ہوتے ہیں اگر انہی ایام میں مریض مرگیا درانحالیکہ وہ صاحبِ فراش تھا تو وہ ایسا مریض ہوتا ہے جس کو موت کا خوف عارض ہوتا ہے انتہی تلخیص (ت)

ثانیًا، اگر اسے قید جدید ہی قرار دیں جیسا کہ فاضل قہستانی کا گمان ہے تاہم مجرد خوف اندیشہ سے مرض الموت نہ ہو جائے گا کیونکہ اس قدر سے تو کوئی مفلوج و مدقوق و مسلول خالی کبھی نہیں ہوتے اگرچہ دس برس گزر جائیں بلکہ خوف غالب و اندیشہ شدید درکار ہے۔

فی ردالمحتار عن الکفایۃ ثم المراد من الخوف الغالب منہ لا نفس الخوف[2]۔

ردالمحتار میں بحوالہ کفایہ ہے۔ پھر خوف سے مراد اس کا غلبہ ہے نہ کہ نفس خوف۔ (ت)

اور اس خوف کو فاضل قہستانی نے یوں تفسیر کیا کہ اگر روز بروز حال اس کا بدتر اور مرض ترقی پذیر ہوتا جائے تو اسے مرض کہیں گے۔

حیث قال وان لم یکن واحد منھا بان لم یطل مدتہ بان مات قبل سنۃ او خیف موتہ بان یزداد یومًا فیومًا[3] انتہی۔

جہاں فرمایا اگر ان مریضوں میں سے کوئی اس حال میں نہ ہو کہ اس کی موت مؤخر ہوگئی ہو بایں طور کہ وہ سال گزرنے سے پہلے مرگیا ہو یا اس کو موت کا خوف لاحق ہو بایں طور دن بدن بیماری بڑھ رہی ہو۔ انتہی (ت)

بالجملہ اگر اطلاق و توجیہ جماہیر علماء کی طرف لحاظ کریں جب تو ساڑھے تین برس گزرنا ہی صحت و نفاذ تصرفات کے لئے بس ہے اور اگر رائے فاضل قہستانی پر عمل کیا جائے تو صورت مستفسرہ

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الوصایا الباب الرابع فصل فی اعتبار حالۃ الوصیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۱۰۹

[2] ردالمحتار 〃 دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۲۳

[3] جامع الرموز 〃 مکتبۃ الاسلامیۃ گنبد قاموس ایران ۴/ ۶۸۲

Marfat.com

میں جو معنی خوف موت کے علمائے قرار دئے ہیں ہرگز موجود نہ تھے کہ مرض پہلے سے بہت کم تھا اور اپنے حوائج کیلئے آنا جانا چلنا پھرنا سفر کرنا علاوہ۔

فی ردّ المحتار عن الاسمٰعیلیة من به بعض مرض یشتکی منه وفی کثیر من الاوقات یخرج الی السوق ویقضی مصالحه لایکون به مریضا مرض الموت وتعتبر تبرعاته من ماله واذا باع لوارثه اووهبه لایتوقف علی اجازة باقی الورثة[1] وفی العقود الدریة سئل فی مفلوج تطاول به فلجه قدر ثلث سنین فوهب فی هذه الحالة جمیع ماله من زید وارثه وسلمه ذلك ثم مات بعد عدة اشهر عنه لاغیر فهل الهبة صحیحة الجواب نعم والمفلوج الذی لا یزداد مرضه کل یوم فهو کالصحیح کما فی الخانیة[2] وفی الفتاوی الخیریة حیث کان بالوصف المذکور وهو انه ای المرض لایمنعه الخروج لقضاء حوائجه فهبته لاحد اولاده وبیعه لبقیتهم بالغبن مطلقا صحیح نافذ صرحوا به فی کل مرض یطول کالدق والسل والفالج[3] الخ۔

ردالمحتار میں اسمٰعیلیہ سے منقول ہے جو شخص کسی بیماری میں مبتلا ہو اور بازار کی طرف جاتا ہے اور اپنی حوائج کو پورا کرتا ہے تو وہ مرض الموت کا مریض نہیں ہے۔ اس کے مال میں تبرعات معتبر ہیں۔ جب وہ اپنے کسی وارث سے بیع کرے یا ہبہ کرے وہ باقی وارثوں کی اجازت پر موقوف نہیں ہوگا۔ عقود دریہ میں ہے ایسے مفلوج کے بارے میں سوال کیا گیا جس کا مرض فالج تین سال تک لمبا ہوگیا۔ اس نے اسی حالت میں اپنا تمام مال اپنے ایک وارث زید کو ہبہ کرکے اس کے حوالے کردیا۔ پھر اس کے چندماہ بعد وہ مرگیا تو کیا اس کا یہ ہبہ صحیح ہوگیا۔ جواب یہ ہے کہ ہاں، اور وہ مفلوج جس کا مرض ہر روز بڑھ نہ رہا ہو وہ صحتمند کی مثل ہے جیسا کہ خانیہ میں ہے۔ فتاوی خیریہ میں ہے جب وہ وصف مذکور پر ہے اور اس کا مرض ضروریات پورا کرنے کے لئے گھر سے نکلنے سے مانع نہیں تو اس کا اپنی اولاد میں سے ایک کے لئے ہبہ کرنا اور باقیوں کے لئے غبن کے ساتھ بیع کرنا مطلقاً صحیح اور نافذ ہے۔ علماء نے ہر طویل مرض کے بارے میں اس حکم کی تصریح کی ہے جیسے تپ دق، سِل اور فالج الخ۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الاقرار باب اقرار المریض داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۴۶۱

[2] العقود الدریة کتاب الوصایا ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۳۰۷

[3] الفتاوی الخیریة کتاب البیوع دارالمعرفة بیروت ۱/ ۲۲۸

Marfat.com

پس باتفاق روایات و باجماع ائمہ صورت مسئولہ میں وُہ مرض مرضِ موت نہ تھا اور وہ تصرفات بیع ہوں خواہ ہبہ خواہ کچھ اور وارث کے ساتھ ہوں خواہ غیر وارث کے ساتھ ہوں قطعاً مطلقاً صحیح و نافذ ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۷

۴۸۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنے مرض موت میں ایک مکان اور ایک دُکان کہ قریب سولہ سو ۱۶۰۰ روپیہ کی قیمت کی تھی چھ سو ۶۰۰ روپیہ کو اپنے شوہر و دختر کے ہاتھ بیع کی بعد پندرہ روز کے مرگئی، اس صورت میں یہ بیع جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں بیع صحیح نہیں کہ مرضِ موت میں کم قیمت کو باتفاق امام اعظم و صاحبین رحمہم اللہ ناجائز ہے اور وارث کے ہاتھ تو برابر قیمت کو بھی بے اجازت دیگر ورثہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک جائز نہیں۔

فی التلویح لو باع من احد الورثۃ عینا من اعیان الترکۃ بمثل القیمۃ فلا یجوز عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی انتہی ملخصًا۔[1]

تلویح میں ہے اگر کسی وارث کے ہاتھ ترکہ کی کوئی معین شَے اس کی برابر قیمت کے ساتھ بیچی تو امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک جائز نہیں انتہی، تلخیص۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنے مرضِ موت میں کل مہر اپنا شوہر کو بخش دیا صرف اس میں سے پانسو ۵۰۰ روپیہ پانچ دینار کی نسبت کہا کہ اس قدر میں معاف نہیں کرتی اس کے مالک بعد میرے میرے والدین ہیں پس ازاں ہندہ نے زوج و والدین و چار خواہر چھوڑ کر انتقال کیا اب مادر و پدرِ ہندہ معافیِ مہر اور شوہر اُن پانسو روپیہ پانچ دینار کے والدین کو دینے میں کلام کرتا ہے اس صورت میں ترکہ ہندہ کس حساب سے تقسیم ہوگا اور اس قدر مہر معاف اور مابقی کی وصیت کہ والدین کو کی تھی صحیح ہوئی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] التوضیح والتلویح مع الحاشیۃ التوشیح فصل فی الامور المعترضۃ علی الاھلیۃ سماویۃ الخ نورانی کتب خانہ پشاور ص ۶۶۳

Marfat.com

الجواب

صورتِ مسئولہ میں ہبۂ مہر شوہر کو کہ ہندہ سے اس کی مرض موت میں واقع ہوا تھا اور ورثہ باقین اس کی اجازت نہیں دیتے باطل ہو گیا اسی طرح ان پانسو روپیہ پانچ دینار کی وصیت کہ والدین کے لئے کی تھی اسی وجہ سے صحیح نہ رہی کما ھو مصرح فی کتب الفقہ (جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں اس کی تصریح کر دی گئی ہے) پس کل مہر ہندہ ذمۂ شوہر لازم اور اس کے ترکہ میں سب وارث مشترک بر تقدیر صدق مستفتی وعدم موانع ارث ووارث آخر وتقدیم مقدم کالدین والوصیۃ الصحیحۃ (جیسے قرض اور صحیح وصیت) کل مہر ہندہ اور جو کچھ اس کا ترکہ ہو چھ سہام پر منقسم ہو کر تین سہم زوج اور ایک مادر اور دو پدر کو ملیں گے اور خواہروں کو کچھ نہ پہنچے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص قریب موت کے ایک وارث کو منجملہ اور ورثہ کے زبانی وصیت کر جائے کہ فلاں وارث کو مال میرا ملے اور فلاں وارث کو نہ ملے، یہ وصیت درست ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر وصیّت مذکورہ کو ورثہ میّت سے کوئی عاقل بالغ روا نہیں رکھتا تو وہ وصیت اس وارث موصی لہ کے حصہ میں باطل محض ہو گئی اور اُن وارثوں میں کوئی مجنون یا نابالغ اجازت کو روا رکھتا ہے تو نامعتبر ہے اور جو سب وارث جائز رکھتے ہیں اور وہ سب عاقل بالغ ہیں تو وصیّت مذکورہ حق موصی لہ میں تمام وکمال وجائز و نافذ ہو جائے گی پس بعد ادائے دیون مقدمہ علی الوصایا اگر ذمۂ میّت ہوں کل یا بعض جس قدر کی نسبت وصیّت کی ہے اُس وارث موصی لہ کو دیا جائے گا اور جو اُن میں بعض جائز رکھتے اور بعض ناجائز تو جو جائز رکھتے ہیں بشرطیکہ وہ عاقل بالغ ہوں بقدر ان کے حصص کے وصیت نافذ ہو جائے گی اور بقدر حصوں اجازت نہ دینے والوں اور اطفال ومجانین کے اگرچہ وہ جائز بھی رکھیں باطل وکان لم یکن (گویا کہ ہوئی ہی نہیں۔ ت) تصور کی جائے گی اور میت کا یہ کہنا کہ فلاں وارث کو میرا مال نہ ملے محض لغو وعبث ہے توریث ورثہ بحکم شرع ہے کہ کسی کے ابطال سے اس کا بطلان ممکن نہیں۔ حتی کہ خود وارث کو اختیار نہیں کہ حقِ ارث سے دستبردار ہو کما صرح بہ العلماء قاطبۃ، واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم (جیسا کہ تمام علماء اس کی تصریح فرما چکے ہیں، اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے اور اس کا علم اتم اور مستحکم ہے۔ ت)

Marfat.com

مسئلہ ۱۱۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے کسی قدر روپیہ اپنے برادر حقیقی عمرو کے پاس کسی مقام سے حالت صحت خود مرض الموت میں بطور امانت بھیجا اور بذریعہ خطوط واسطے نگہداشت امانت کے اکثر تاکید کو دمِ واپسیں تک کام فرمایا اور دو ایک خط میں عمرو اور بکر برادر زادے اپنے کو یہ بھی لکھا کہ تم دونوں اس روپیہ کو آپس میں تقسیم کرلینا اور اُسی طرح حفظ امانت کی تاکید کی۔ اب زید نے انتقال کیا اور سوا عمرو کے کوئی وارث اُس کا نہیں پس عند الشرع زرِ امانت کس طرح تقسیم کیا جائے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں یہ وصیّت بکر و عمرو دونوں موصی لہما کے حق میں صحیح ہوگئی۔

فی الدر عن ابن الکمال والولوالجیۃ لواوصی لزوجتہ اوھی لہ ولم یکن ثمۃ وارث اٰخر تصح الوصیۃ[1] الخ۔

در میں کمال اور ولوالجیہ کے حوالہ سے منقول ہے اگر کسی نے اپنی بیوی کے لئے وصیت کی یا بیوی نے اپنے شوہر کیلئے اور کوئی دُوسرا وارث موجود نہیں تو وصیت صحیح ہے الخ (ت)

پس اگر نصف اس زرِ امانت کا کل متروکہ زید کے بعد ادا باقی رہا ہو ثلث سے زائد نہیں یا زائد ہے مگر عمرو اس زیادت کو حق بکر میں جائز رکھتا ہے تو وہ زرِ امانت عمرو و بکر میں بالمناصفہ تقسیم ہوجائے گا ورنہ اس روپیہ سے بقدر ثلث متروکہ مذکورہ کے بکر کو دیا جائے باقیماندہ سب عمرو کا ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۱

۲۵ ربیع الاول شریف ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے جائداد اور چند اولاد نابالغ اور ایک پسر جوان لائق نیک اطوار چھوڑا جس نے بعد پدر اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کو مثل اپنے بچّوں کے پرورش کیا اور ان کے مال کی نگہداشت اور ان کی غور و پرداخت میں بجان و دل مصروف رہا مگر زید نے اپنے بچّوں یا اُن کے مال کی نسبت کسی کو وصیّت نہ کی تھی اس صورت میں ہمارے بلاد میں ابن کبیر ان نابالغوں کے اموال میں دیانت و امانت کے ساتھ تصرفاتِ جائزہ و شرعیہ کا اختیار

---

[1] الدر المختار کتاب الوصایا مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۱۹

Marfat.com

رکھے گا اور مثل وصی ماذون و مختار سمجھا جائے گا یا نہیں، اگر نہیں تو اُن اولاد و جائداد کا اختیار کسے دیا جائیگا؟
بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

اقول متوکلا علی العلیم الخبیر الکریم الاکرم مستجیرا بذیل کرمہ عن زیغ البصر و زلۃ القدم۔

میں علیم وخبیر اور سب سے بڑھ کر رحم فرمانیوالے پر توکل کرتے ہوئے اور آنکھ کی کجی اور قدم کی لغزش سے اس کے دامنِ کرم کی پناہ مانگتے ہوئے کہتا ہوں۔ (ت)

ہمارے بلاد میں جبکہ یتیموں پر نہ باپ کا وصی ہو نہ حقیقی دادا نہ دادا کا وصی تو اُن کا حقیقی جوان بھائی اگر لائق و امین ہو مثل وصی سمجھا جائے گا، اور امانت و دیانت اور بچّوں پر رحمت وشفقت کے ساتھ جن تصرفات کا شرعًا وصی کو اختیار ہوتا ہے اسے بھی ہوگا اگرچہ صراحتًا باپ نے اس کو وصی نہ بنایا ہو کہ یہاں عرفًا و دلالۃً وصایت ثابت ہے ہمارے بلاد میں عادت فاشیہ جاری ہے کہ باپ کے بعد جوان بیٹے اموال و جائداد میں تصرف کرتے اور اپنے نابالغ بہن بھائیوں کی پرورش و خبرگیری میں رہتے ہیں لوگ اگر نابالغ بچّوں کے ساتھ کوئی جوان بیٹا بھی رکھتے ہوں تو بےغم ہوتے ہیں کہ ہمارے بعد ان کا خبرگیراں موجود ہے اور صرف نابالغ ہی بچے ہوں تو محزون و پریشان ہوتے ہیں کہ سرپرستی کون کریگا یہ عادت دائرہ سائرہ دلالۃً اذن تعہد و تصرف ہے والثابت عرفًا کالثابت شرطًا (جو عرف کے اعتبار سے ثابت ہو وہ ایسے ہی ہے جیسے شرع کے اعتبار سے ثابت ہو۔ ت) فتاوٰی امام قاضیخاں میں ہے:

لوان رجلا من اهل السکة تصرف فی مال المیت من البیع و الشراء ولم یکن له وارث ولا وصی الا ان هذا الرجل یعلم انه لو رفع الامر الی القاضی فان القاضی ینصبه وصیا فاخذ هذا الرجل المال ولم یرفع الامر الی القاضی وافسده حکی عن ابی نصر الدبوسی رحمه الله تعالٰی

گلی والوں میں سے کوئی شخص میّت کے مال میں تصرف کرتا ہے جبکہ اس میّت کا کوئی وارث اور وصی نہیں، مگر یہ شخص جانتا ہے کہ اگر معاملہ قاضی کے پاس لیجایا جائے تو قاضی اس شخص کو میّت کا وصی مقرر کردے گا، چنانچہ اس شخص نے میّت کا مال لے لیا اور معاملہ قاضی کے پاس نہ لے گیا اور مال کو خراب کردیا ابونصر دبوسی علیہ الرحمۃ سے منقول

marfat.com

Marfat.com

انہ کان یجوز تصرف ھذا الرجل[1] اھ اقول جواز تصرفہ من دون وصایتہ بناء علی علمہ ان لو رفع الی القاضی لنصبہ لیس الا اعتمادًا علی صلاحیۃ الاذن عند القاضی مع عدم تحقق الاذن اصلا فالاعتماد علی اذن نفس المورث الواقع المتحقق دلالۃ بحکم العادۃ الفاشیۃ المطردۃ و مقاصد الناس المعروفۃ المعہودۃ اولٰی واجدر۔

شخص کا تصرف جائز ہے اھ میں کہتا ہوں وصی ہو کے بغیر اس کے تصرف کا جواز اس بنیاد پر ہے کہ وہ جانتا ہے کہ اگر معاملہ قاضی کے پاس لیجایا جائے تو وہ اسکو متولی مقرر کردیگا یہ محض قاضی کے پاس صلاحیتِ اذن پر بھروسہ کرتے ہوئے ہے باوجودیکہ وہاں بالکل متحقق نہیں، تو پھر خود مورث کے اذن پر بھروسا کرنا جو کہ دلالۃً واقع و متحقق ہے، اس عادت کے حکم سے جو لوگوں میں جاری وساری ہے اور ان مقاصد کے حکم سے جو لوگوں میں مشہور و معروف میں اولٰی اور زیادہ لائق ہے (ت)

اور بلاشبہہ قطعاً معلوم کہ جو لوگ مال و اولاد صغار وکبار رکھتے ہیں عام حالت دیکھ کر خوب سمجھتے ہیں کہ یُوں ہی ہمارے بعد بھی ولدکبیر تعہد جائداد و پرورشِ اولاد میں ہمارا قائم مقام ہوگا بلکہ اس امر کی آرزو تمنا رکھتے ہیں اور یقیناً اس پر راضی ہوتے ہیں اگر اُن سے کہا جائے تمھارے بعد تمھاری جائداد اور چھوٹے چھوٹے بچے اُن کے شفیق و شفیق یعنی تمھارے بیٹے سے چھین کر ایک اجنبی کو سپرد کر دئے جائیں جسے نہ مال کا درد ہو نہ بچّوں پر ترس تو ہرگز ہرگز اس امر کو قبول نہ کریں گے تو عرفاً و دلالۃً اذن و تفویض متحقق اور
1 بیشک اگر نظر فقہی سے کام لیجئے تو اس وصایت معروفہ کو معتبر رکھنے کی شدید ضرورت ہے جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں اور اس کے ابطال میں مقاصد شرع کا بالکل خلاف بلکہ عکس مراد و قلب مقصود۔

وذٰلك لان عامۃ الناس فی بلادنا یموتون من دون تصریح بالایصاء ویخلفون اموالا وعقارا و اولادا صغارا لاجد لھم وربما تکون فیھم بنات قاصرات فلو لم تعتبر الوصایا المعہودۃ التی یعلم کل احد

اور یہ اس لئے ہے کہ ہمارے شہروں میں لوگ صراحتًا وصیت کئے بغیر فوت ہو جاتے ہیں جو اپنے پیچھے مال، جائداد اور چھوٹی نا سمجھ اولاد چھوڑ جاتے ہیں انکا دادا نہ ہو جن میں لبسا اوقات نابالغ بچیاں بھی ہوتی ہیں۔ اگر یہ معروف وصیت معتبر نہ ہو جس کے بارے میں ہر کوئی جانتا ہے جب

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الوصایا فصل فی تصرفات الوصی نولکشور لکھنؤ ۴/۸۵۴

Marfat.com

اذا رجع الی وجدانه الصحیح ان المورث کان راضیا علیھا وان لو سئل عنھا لافصح بھا لئلا تتلف الاموال والضیاع وضیاع الاولاد اذ لم یبق من یقوم بامرھم بحکم الشرع فاما ان یترك المال سائبة والاولاد ھملا فھذا الضیاع المردود واما ان ینزع الامر من ید الشقیق الشفیق ویفوض الی اجنبی سحیق فھذا ھو قلب المراد وعکس المقصود فوجب المصیر الی ما قلنا والتعویل علی دلالة الاذن کما عولنا واللہ الموفق۔

وہ اپنے صحیح وجدان کی طرف رجوع کرے کہ مرنے والا اس پر راضی تھا اور اگر اس سے سوال کیا جاتا تو وہ اس کی تصریح کر دیتا تو اموال و اسباب کا برباد ہونا اور اولاد کا ضائع ہونا لازم آئے گا کیونکہ کوئی ایسا شخص باقی نہ رہا جو بحکمِ شرع ان کے معاملات کا نگران ہو۔ اب یا تو اموال و اولاد کو بغیر نگران و متولی کے چھوڑ دیا جائے تو یہ اس کا ضائع کرنا ہے جو کہ مردود ہے پھر شفیق بھائی سے نگرانی واپس لے کر شکستہ دل اجنبی کو سونپ دی جائے تو مقصود و مراد کے برعکس ہوگیا، لہٰذا ہمارے قول کی طرف رجوع کرنا اور دلالتِ اذن پر اعتماد کرنا ضروری ہے جیسا کہ ہم نے اس پر اعتماد کیا ہے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق عطا فرمانیوالا ہے۔ (ت)

بلکہ غمز العیون والبصائر میں ہے:

روی ان جماعة من اصحاب محمد بن الحسن رضی اللہ تعالٰی عنہ حجوا فمات واحد فاخذوا ما کان معہ فباعوہ فلما وصلوا الی محمد سألھم فذکروا لہ ذٰلك فقال لو لم تفعلوا ذٰلك لم تکونوا فقھاء وقرأ واللہ یعلم المفسد من المصلح[1] اھ اقول فاذا ساغ تصرف احد من الرفقة

مروی ہے کہ امام محمد بن حسن علیہ الرحمہ کے اصحاب نے حج کیا اور ان میں سے ایک ساتھی مرگیا تو انھوں نے اس کا مال و متاع جو اس کے پاس تھا فروخت کر دیا۔ جب وہ امام محمد علیہ الرحمہ کے پاس پہنچے تو امام صاحب نے ان سے پوچھا انھوں نے یہ واقعہ آپ کو بتایا جس پر امام محمد نے فرمایا اگر تم ایسا نہ کرتے تو تم فقہاء نہ ہوتے اور امام محمد علیہ الرحمہ نے یہ آیت کریمہ پڑھی "اور اللہ تعالٰی فساد کرنیوالے کو سنوارنے والے سے" اھ۔

---

[1] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الغصب ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۹۹

Marfat.com

لعدم تیسر الرجوع الی القاضی فی الطریق فالاخ الماذون له دلالۃ مع انعدام القاضی الشرعی اصلا اولٰی۔ عـه

میں کہتا ہوں جب راستے میں قاضی کی طرف رجوع میسر نہ ہونے کی صورت میں ایک ہمسفر کو تصرف کی اجازت ہے تو بھائی جوکہ دلالۃً ماذون ہے اور قاضی شرع بھی بالکل معدوم ہے تو اس کو بطریق اولٰی تصرف کی اجازت ہوگی۔ (ت)

فتاوٰی کبرٰی پھر فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

اذا تصرف واحد من اهل السکۃ فی مال الیتیم من البیع والشراء ولا وصی للمیت وهو یعلم ان الامر لو رفع الی القاضی حتی ینصب وصیا وانه یاخذ المال

گلی والوں میں سے کسی نے یتیم کے مال میں بیع و شراء وغیرہ تصرف کیا جبکہ میّت کا کوئی وصی نہیں اور وہ محلّہ دار شخص جانتا ہے کہ اگر معاملہ قاضی کے پاس لیجایا جائے تو وہ متولی مقرر کردے گا، تو وہ اس کا مال لے اور خرچ

عـه لکن فی وصایا الانقروی ص ۴۱۸ مانصه وعن محمد فیمن مات عن ابنین صغیر وکبیر وترك الفا فانفق الکبیر علی الصغیر خمسمائۃ وهو لیس بوصی قال هو متطوع فی ذٰلك وان کان ترك طعاما او ثوبا فاطعمه والبسه الکبیر لا یضمن الکبیر استحسانا من وصایا البزازیۃ قبیل نوع فی تصرف المریض[1] اھ قلت الجواب ان هذا هو حکم الاصل وکلامنا فی الضرورۃ کما تری فافهم ۱۲ منه۔

عـه لیکن انقروی کے وصایا ص ۴۱۸ میں ہے جس کی عبارت یہ ہے: امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ ایک شخص دو بیٹے ایک بڑا اور ایک چھوٹا چھوڑ کر فوت ہوا اور ہزار ترکہ چھوڑا تو بڑے نے چھوٹے پر پانچ سو خرچ کردیا حالانکہ وہ وصی نہ تھا، تو امام محمد نے فرمایا یہ پانسو بڑے کی طرف سے تطوع شمار ہوگا اور اگر مرنیوالے نے غلّہ اور کپڑے ترکہ چھوڑا اور بڑے نے چھوٹے کو وہ غلّہ طعام میں اور کپڑے لباس میں دئیے تو بڑا ضامن نہ ہوگا یہ حکم استحسان ہے بحوالہ مریض کے تصرف کی نوع سے تھوڑا پہلے (بزازیہ کا بحث وصایا) الجواب: میں کہتا ہوں کہ یہ اصل حکم ہے جبکہ ہمارا کلام ضرورت میں ہے جیسا کہ دیکھ رہے ہو، سمجھو ۱۲ منہ (ت)

---

[1] الفتاوی الانقرویه کتاب الوصایا دارالاشاعۃ العربیۃ افغانستان ۲/ ۴۱۸

Marfat.com

ویفسدہ افتی القاضی الدبوسی بان تصرفہ جائز للضرورۃ قال قاضی خان وھذا استحسان وبہ یفتی[1]

کرے۔ قاضی دبوسی نے فتوٰی دیا ہے کہ بوجہ ضرورت اس کا تصرف جائز ہے۔ قاضی خاں نے کہا یہ استحسان ہے اور اسی پر فتوٰی دیا جاتا ہے (ت)

فصول عمادی پھر جامع الرموز پھر درمختار میں ہے:

لغیر الوصی التصرف لخوف متغلب وعلیہ الفتوی[2]

غلبۂ خوف کے وقت غیر وصی کے لئے تصرف جائز ہے اور اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

در ملتقی پھر ردالمحتار میں ہے:

انما لم یحصر التصرف فی الوصی اشارۃ الی جواز تصرف غیرہ کما اذا خاف من القاضی علی مالہ ای مال الصغیر فانہ یجوز لواحد من اھل السکۃ ان یتصرف فیہ ضرورۃ استحسانا وعلیہ الفتوی[3] اھ اقول فاذا جاز التصرف لواحد من الجیران لمکان الضرورۃ مع وجود القاضی من دون اذن مورث ولا قاضی اصلا فلان یجوز للشقیق الشفیق عند عدم القاضی الشرعی مع تحقق اذن المورث دلالۃ لکان احری واجدر واجدی واولٰی۔

تصرف کو وصی میں منحصر نہ کرنے میں اشارہ ہے کہ وصی کے غیر کا تصرف بھی جائز ہے جیسے قاضی کی طرف سے نابالغ یتیم کے مال پر خوف ہو تو گلی والوں میں سے کسی کو اس کے مال میں بوجہ ضرورت تصرف کرنا بطور استحسان جائز ہے۔ اور اسی پر فتوٰی ہے اھ میں کہتا ہوں جب بوجہ ضرورت مورث اور قاضی کی اجازت کے بغیر ایک پڑوسی کو تصرف کی اجازت ہے باوجودیکہ قاضی موجود ہے تو شفیق بھائی کے لئے قاضی کی عدم موجودگی میں تصرف کا جائز ہونا اولٰی وانسب ہے، جبکہ مورث کی طرف سے بطور دلالت اجازت بھی متحقق ہے۔ (ت)

غرض فقیر بحول القدیر جزم کرتا ہے کہ ایسی صورت میں ابن کبیر کی صحت تصرف وثبوت وصیانت بحکم دلالت میں کوئی محل شبہہ نہیں۔

واللہ یعلم المفسد من المصلح

اور اللہ تعالٰی جانتا ہے بگاڑنے والے کو سنوارنے

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الوصایا الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۱۵۵

[2] درمختار 〃 باب الوصی مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۳۸

[3] ردالمحتار 〃 〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۵۶

Marfat.com

ومن لم یعرف اھل زمانه ولم یراع فی الفتیا حال مکانه فھو جاھل مبطل فی قوله وبیانه وارجوان لو عرض کلامی ھذا علی الفقھاء الفحول نظروا الیه بعین الرضا وتلقوه بالتحسین والقبول، واللّٰہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

والے سے۔ جو اپنے اہل زمانہ کو نہ پہچانے اور فتوٰی میں اس کے مکان کو ملحوظ نہ رکھے وہ جاہل ہے اور اس کا قول وبیان باطل ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اگر میرا یہ کلام فقہاء کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ اس کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھیں گے اور تحسین وقبول کے ساتھ اس کا استقبال کریں گے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۲
۲۷ ربیع الاول ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک زوجہ اور ایک پسر بالغ اور ایک دختر بالغہ اور دو لڑکیاں نابالغہ چھوڑ کر فوت ہوا نابالغ بہنیں اپنے جوان بھائی بکر کی پرورش میں رہیں جب وہ بالغ ہوئیں تو بکر نے اُن کی شادیاں معمولی خرچ سے کر دیں اور جو بڑی بہن بکر کی تھی اس کی شادی زید نے خود اپنی زندگی میں کر دی تھی اس کی پرورش یا شادی کا خرچ بکر کے پاس نہ ہوں صرف دو بہنوں کا خرچ پرورش و شادی اپنے مال متروکہ ومشترکہ سے کیا، اس صورت میں یہ خرچ بکر کو ان دونوں چھوٹی بہنوں سے مجرا مل سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہاں تین چیزیں ہیں:

(۱) خرچ پرورش

(۲) شادی کے مصارف بالائی یعنی جہیز کے سوا جو اور خرچ ہوتے ہیں جیسے برات کا کھانا، خدمتیوں کا انعام، سمدھیانہ کے جوڑے، دولھا کی سلامی، سواریوں کا کرایہ، برات کے پان چھالیہ وغیرہ ذٰلک۔

(۳) دلہن کا جہیز۔

بتوفیق اللہ ہر ایک کا حکم علیحدہ سنئے۔

خرچ پرورش: بیشک بحکم دیانت بحالت عدم وصی وارثان کبیر کو وارثان صغیر کی پرورش کرنا اور اُن کے کھانے، پہننے وغیرہ ضروریات کی چیزیں اُن کے لئے خریدنا اور ان امور میں اُن کا مال بے اسراف تبذیر اُن پر اُٹھانا شرعاً جائز ہے جبکہ وہ بچے ان کے پاس ہوں اگرچہ یہ اُن پر وصایت وولایت مالیہ

Marfat.com

نہ رکھیں۔ تنویر الابصار و درمختار و ردالمحتار وغیرہا اسفار میں ہے:

جاز شراء مالابد للصغیر منه (کالنفقة والکسوة واستئجار الظئر منح) وبیعه ای بیع مالابد للصغیر منه لاخ وعم وام وملتقط هو فی حجرهم ای فی کنفهم والالا۔[1]

نابالغ کے لئے نفقہ اور لباس و ضروری اشیاء خریدنا، دُودھ پلانے والی کو اُجرت پر حاصل کرنا (منح) اسی طرح نابالغ کی خاطر ضروری اشیاء فروخت کرنا بھائی، چچا، ماں اور اس کو اُٹھانے والے کے لئے جائز ہے بشرطیکہ وہ نابالغ ان کی زیرپرورش اور زیرنگرانی ہو ورنہ نہیں۔ (ت)

علامہ شامی قولِ درمختار:

لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنه ولاولایته الافی مسائل[2]

غیر کے مال میں اس کی اجازت و ولایت کے بغیر تصرف کرنا سوائے چند مسائل کے ناجائز ہے (ت)

کی شرح میں بضمن مسائل استثناء ارشاد فرماتے ہیں:

کذالوانفق بعض اهل المحلة علی مسجد لامتولی له من غلته لحصیر ونحوه او انفق الورثة الکبار علی الصغار ولاوصی لهم فلاضمان فی کل دیانة اھ[3] ملخصا۔ اقول ولایخالفه بل ربما یؤیدہ مافی شهادة الاوصیاء عن الطحاوی عن الفصول حیث قال ورثة صغار وکبار وفی الترکة دین وعقار فهلك بعض المال وانفق الکبار البعض علی انفسهم وعلی الصغار فما هلك فهو

جیسا کہ بعض اہل محلّہ کا ایسی مسجد کے محاصل میں سے اس کی چٹائیوں وغیرہ پر خرچ کرنا جس مسجد کا کوئی متولی نہیں یا بڑے وارثوں کا ایسے چھوٹے وارثوں پر خرچ کرنا جس کا کوئی وصی نہیں۔ ان سب پر ازروئے دیانت کوئی ضمان نہیں اھ تلخیص۔ میں کہتا ہوں یہ بات امام کے اس قول کے مخالف نہیں بلکہ مؤید ہے جو انھوں نے فصول کے حوالے سے شہادتِ اوصیاء میں فرمایا کہ کسی کے ورثاء چھوٹے بھی ہیں اور بڑے بھی جبکہ ترکہ میں دین اور جائداد ہے۔ پھر کچھ مال ہلاک ہوگیا اور کچھ بڑوں نے چھوٹوں پر خرچ کیا۔ جو ہلاک ہوا وہ توسب پر ہے

[1] الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۹
ردالمحتار ″ ″ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۵۰
[2] الدرالمختار کتاب الغصب مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۰۷
[3] ردالمحتار ″ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۲۷

Marfat.com

علی کلهم وما انفقه الکبار ضمنوا حصة الصغار ان کانوا انفقوا بغیر امر القاضی اوالوصی وما انفقوه بامر احدهما حسب لهم الی نفقة مثلهم[1] اھ فان ھذا عند وجود الوصی وما مر فعند عدمه لاسیما فی بلادنا فافھم۔

اور جو بڑوں نے چھوٹوں پر خرچ کیا ہے اگر وہ قاضی یا وصی کی اجازت کے بغیر خرچ کیا ہے تو چھوٹوں کے حصہ کے ضامن ہوں گے اور اگر ان میں سے کسی کی اجازت سے خرچ کیا تو ان کے لئے مثلی نفقہ میں شمار کرلیا جائے گا اھ بیشک یہ اس صورت میں ہے کہ وصی موجود ہو اور جو پہلے گزرا وہ وصی کی عدم موجودگی کی صورت میں ہے خصوصاً ہمارے ملک میں۔ پس سمجھو (ت)

پس جو کچھ بکر نے اُن لڑکیوں کی پرورش میں صرف کیا اگر نفقۂ مثل کا دعوٰی کرے تو بیشک دیانۃً مجرا پائے گا۔

فانه کان ماذونا له فی ذٰلك من جهة الشرع فلا یکون ضمینا بل امینا مقبول القول مالم یدع ما یکذبه الظاھر الا ترٰی الٰی ما قدمنا عن الفصول حیث حکم بالاحتساب الٰی نفقة المثل عند وجود الاذن ممن له الاذن کالوصی والقاضی والشرع المطھر احق من له الاذن وقد وجد منه الاذن فی مسئلتنا وان لم یوجد من وصی او قاض لفقدانهما ھٰھنا رأسا وانت تعلم ان المفتی انما یفتی بالدیانة بل قد اثبتنا عرش التحقیق بتوفیق

کیونکہ وہ اس مسئلہ میں شریعت کی طرف سے ماذون تھا۔ لہٰذا وہ ضامن نہیں بلکہ امین ہوگا۔ اس کا قول قبول ہوگا جب تک وہ ایسا دعوٰی نہ کرے جس کو ظاہر جھٹلاتا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے جو ہم نے بحوالہ فصول ذکر کیا ہے۔ اس میں مثلی نفقہ کی حد تک شمار کرنے کا فیصلہ دیا گیا جبکہ مالک اذن یعنی وصی یا قاضی کی طرف سے اذن موجود ہو حالانکہ شرع مطہر مالک اذن ہونے کا زیادہ حقدار ہے تو ہمارے اس زیر بحث مسئلہ میں شرع کی طرف سے اذن پایا گیا ہے اگرچہ وصی یا قاضی کی طرف سے نہیں پایا گیا کیونکہ وہ دونوں یہاں بالکل مفقود ہیں۔ اور تو جانتا ہے کہ مفتی دیانت کے ساتھ فتوٰی دیتا ہے بلکہ ہم نے مولٰی سبحٰنہ وتعالٰی کی توفیق

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الوصایا فصل فی شہادۃ الاوصیاء المکتبۃ العربیہ کوئٹہ ۴/ ۳۴۵

Marfat.com

المولی سبحٰنہ وتعالٰی فی کتاب الوصایا من العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ ان الابن الکبیر فی امصارنا ھذہ فی اعصارنا ھذہ یقوم مقام وصی ابیہ علی الاولاد الصغار من دون حاجۃ الٰی تصریح بالوصایۃ لوجود الاذن والتفویض دلالۃً بحکم العرف الفاشی المطرد مع تحقق الضرورۃ الملجئۃ الٰی اعتبار تلک الدلالۃ، واللہ یعلم المفسد من المصلح ومن لم یعرف اھل زمانہ ولم یراع فی الفتیا حال مکانہ فھو جاھل مبطل فی قولہ وبیانہ، وقد بیّنا المسئلۃ بحول القدیر جل مجدہ بما یتعین المراجعۃ الیہ وحینئذ فالامر اظھر۔

سے فتاوٰی رضویہ کی کتاب الوصایا میں بلند پایہ تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ ہمارے شہروں میں ہمارے اس زمانے میں بڑا بیٹا نابالغ اولاد پر باپ کے وصی کے قائم مقام ہوتا ہے باوجودیکہ اس کے وصی ہونے کی تصریح نہیں ہوتی کیونکہ اس کے لئے اذن وتفویض بطور دلالت موجود ہوتی ہے اس عرف کے حکم سے جو جاری وساری ہے۔ علاوہ ازیں وہ ضرورت بھی متحقق ہے جو دلالت مذکورہ کا اعتبار کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ اور اللہ تعالٰی جانتا ہے بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے۔ جو اپنے اہل زمانہ کو نہیں پہچانتا اور فتوٰی میں اس کے مکان کو ملحوظ نہیں رکھتا وہ جاہل ہے اور اس کا قول وبیان باطل ہے، ہم نے اللہ تعالٰی قدرت والے کی عطا کردہ قوت سے مسئلہ کو اس قدر وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے کہ اس کی طرف رجوع کرنا متعین ہوگیا۔ اب معاملہ زیادہ ظاہر ہے۔ (ت)

اور نفقۂ مثل کے یہ معنی کہ اتنی مدت میں ایسے بچوں پر اتنے مال والوں میں متوسط صرف بے تنگی و اسراف کس قدر ہوتا ہے اُتنا مجرا پائے گا۔ عالمگیری میں ہے:

نفقۃ المثل ما یکون بین الاسراف و التقتیر کذا فی المحیط[1]

مثلی نفقہ وہ ہے جو فضول خرچی اور ضرورت سے کمی کرنے کے درمیان ہو۔ محیط میں یونہی ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ماینفق علی مثلھم فی تلک المدۃ[2]

جو خرچ کیا جاتا ہے ان کی مثل پر اس مدت میں (ت)

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الوصایا الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۱۵۵

[2] ردالمحتار ؍؍ فصل فی شہادۃ الاوصیاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۶۰

Marfat.com

مصارف شادی: عبارت سوال میں مذکور کہ دونوں قاصرہ وقت شادی جوان تھیں اور سائل نے بعد استفسار بذریعہ تحریر اظہار کیا کہ مصارفِ عروسی و جہیز عروس سب بکر نے محض اپنی رائے سے کئے والدہ کا انتقال دونوں قاصرہ کی شادی سے پہلے ہوا اور بہنیں اُن کی شادیوں میں عام بیگانوں کی طرح شریک ہوئیں، نہ اُن سے دربارۂ صرف کوئی استفسار ہوا تھا نہ اُن کا کوئی اذن تھا نہ اُن قاصرات سے کہا گیا کہ ہم یہ صرف تمہارے حصہ سے کرتے یا یہ جہیز تمہارے حصہ میں دیتے ہیں اور واقعی ہمارے بلاد میں مصارف شادی کنواریوں سے پُوچھ کر نہیں ہوتے نہ اُن سے اس امر میں کوئی اذن لیا جاتا ہے پس اگر بیان مذکور صحیح ہے تو جو کچھ مصارف بالائی جس قاصرہ کی شادی میں ہوئے وہ دلھن کے حصہ میں مجرا نہیں ہوسکتے۔

لانا وان قلنا بوصایۃ بکر دلالۃ کما اشرنا الیہ فقد انقطعت الولایۃ بالبلوغ۔

اس لئے اگرچہ ہم بطور دلالت بکر کے وصی ہونے کا قول کرچکے ہیں جیسا کہ ہم نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے مگر وہ ولایت بالغوں کے بلوغ سے منقطع ہوگئی۔ (ت)

ردالمحتار میں عنایہ سے ہے:

انھم (یعنی الورثۃ الکبار) اذا کانوا حضورا لیس للوصی التصرف فی الترکۃ اصلا الا اذا کان علی المیت دین[1] الخ۔

جب بڑے ورثاء حاضر ہوں تو وصی کو ترکہ میں تصرف کا بالکل اختیار نہیں مگر جب میت پر قرض ہو الخ۔ (ت)

تو ان مصارف میں جو کچھ بکر نے صرف کیا بہنوں کے ساتھ تبرع واحسان ہوا جسے کسی سے مجرا نہ پائیگا سب صرف اسی کے حصے پر پڑے گا خواہ ضماناً خواہ قصاصاً دوسرے ورثہ جنھوں نے نہ خود صرف کیا نہ صراحۃً اذن دیا یہ بری رہیں گے اگرچہ انھوں نے صرف ہوتے دیکھا وہ خاموش رہے ہوں اذلا ینسب الی ساکت قول (چُپ رہنے والے کی طرف قول کو منسوب نہیں کیا جاتا۔ ت)۔ اشباہ میں ہے:

لو رأی غیرہ یتلف مالہ فسکت لا یکون اذنا

اگر کسی نے غیر کو اپنا مال تلف کرتے دیکھا اور چُپ رہا تو یہ تلف کرنے کا

---

[1] ردالمحتار کتاب الوصایا باب الوصی داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۵۴

Marfat.com

باتلافہ۔[1]

اذن نہ ہوگا۔ (ت)

خصوصًا اگر اُن میں کوئی اس وقت نابالغہ ہو کہ نابالغ کا اذن بھی معتبر نہیں،

فانہ لیس من اھل التبرع ولا لاحد ان یتبرع من مالہ۔

اس لئے کہ وہ اہل تبرع میں سے نہیں ہے اور نہ ہی کسی کو یہ اختیار ہے کہ وہ اس کے مال میں تبرع کرے۔ (ت)

بزازیہ و بحرالرائق و ردالمحتار و تنویر الابصار و سراج وہاج وغیرہ میں ہے:

الھبة والقرض وما کان اتلافا للمال او تملیکا من غیر عوض فانہ لایجوز مالم یصرح بہ نصا[2] اھ اقول ھذا افادوہ فی شریکی العنان والمفاوضة مع ان کلامنھما وکیل عن صاحبہ و ماذون التصرف فی المال من جانبہ فکیف بالشریک شرکة العین فانہ اجنبی صرف عن حصة اخیہ لیس لہ التصرف فیہ کما نصوا علیہ۔

ہبہ اور قرض اور جس صورت میں مال کو تلف کرنا یا بغیر عوض کے مالک بنانا پایا جائے یہ جائز نہیں جب تک صراحتًا اس کی اجازت نہ دی گئی ہو اھ، میں کہتا ہوں یہ ممانعت شرکت عنان و معاوضہ میں ہے باوجودیکہ ان میں ہر ایک دوسرے کا وکیل ہوتا ہے اور ہر ایک کو دوسرے کی طرف سے تصرف کی اجازت ہوتی ہے تو پھر کیسا حکم ہوگا شرکت عین کے شریک کا کیونکہ وہ تو دوسرے بھائی کے حق میں محض اجنبی ہوتا ہے اور اسکو دوسرے کے حصہ میں تصرف کی اجازت نہیں ہوتی جیسا کہ علمائے نے اس پر نص کی ہے۔ (ت)

حاشیۂ طحطاویہ میں ہے:

التجھیز لایدخل فیہ الجمع والموائد فالفاعل لذلک ان کان من الورثة یحسب علیہ من نصیبہ ویکون متبرعًا وکذا ان کان اجنبیا[3] اھ ملخصا۔

لوگوں کا اجتماع اور ان کے کھانے کا اہتمام تجہیز میں داخل نہیں، ایسا کرنیوالا اگر وارثوں میں سے ہو تو یہ خرچ کرنا خود اس کے اپنے حصے میں سے شمار کیا جائیگا اور وہ اس خرچ میں متبرع ہوگا، اور ایسا ہی ہوگا اگر وہ اجنبی ہو الخ ملخصًا (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدة الثانیة عشر ادارة القرآن کراچی ۱/۱۸۵

[2] ردالمحتار کتاب الشرکة دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۴۵

[3] حاشیة الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الفرائض المکتبة العربیة کوئٹہ ۴/۳۶۷

Marfat.com

دُلہن کا جہیز: وہ اگر بکر نے بطور ہبہ نہ دیا بقصد مجرائی دیا تو ہبہ دینا کچھ اثر پیدا نہ کرے گا جبکہ باہم کسی قسم کی کوئی گفتگو نہ آئی کہ یہ اشیاء تیرے فلاں حصّہ کے معاوضہ میں دیتے ہیں اس کے بعد کل ترکہ یا ترکہ کی فلاں قسم میں تیرا حصہ نہ ہوگا نہ بالیقین یہ ہوا کہ اموال منقولہ کی ہر جنس جدا جدا جوڑ کر دُلہن کا حصہ نکال کر ہر چیز سے خاص جس قدر اس کے حصہ میں آیا بے کمی بیشی ایک ذرّہ کے اُس کے لئے جدا کر لیا اور وہی اس کے جہیز میں دیا ہو،

فضلا عن الاقتصار علی المثلیات والتحرز عن الاستبدادفی القیمیات۔

چہ جائیکہ مثلی اشیاء پر اقتصار ہونا اور قیمتی چیزوں میں تبدیلی کو ترجیح دینے سے بچنا۔(ت)

نہ اجناس مختلفہ میں قسمت جمع بے تراضی ممکن، یہاں تک کہ قاضی کو بھی اس کا اختیار نہیں کما نصوا علیہ فی الکتب جمیعا (جیسا کہ اس پر تمام کتابوں میں علمائے نے نص کی ہے۔ت) تو غایت درجہ اس قدر رہا کہ بکر نے دیتے وقت اپنے دل میں سمجھ لیا کہ یہ ہم علی الحساب دیتے ہیں جو کچھ جہیز کی لاگت ہے دُلہن کے حصّے میں مجرا لیں گے صرف اتنا سمجھ لینا کوئی عقد شرعی نہیں ہو سکتا قسمت نہ ہونا تو ظاہر لاجرم صلح و تخارج یوں نہیں کہ کل ترکہ یا اس کی قسم سے حصہ دُلہن کا ساقط نہ کیا گیا نہ دُلہن کے خیال میں ہوگا کہ اب فلاں قسم ترکہ میں میرا کوئی دعوی نہ رہا اگرچہ میرا حصہ مقدار جہیز سے زائد نکلے نہ ایسا امر بے تصریح رضامندی فقط ایک طرف کے خیال پر عقد ٹھہر سکتا ہے فان العقد ربط ولابد فی الربط من شیئین معھذا (اس لئے کہ عقد تو ربط کا نام ہے اور ربط کے لئے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ت) عند الحساب جہیز کی لاگت میں اختلاف پڑنا ممکن بلکہ مظنون تو قطع نزاع جس کے لئے صلح و تخارج کی وضع ہے حاصل نہ ہوا،

وما من شیئ خلا عن مقصودہ الا بطل و جھالۃ المصلح عنہ انما لاتمنع جواز الصلح اذا لم تفض الی المنازعۃ والامنعت۔

نہیں ہے کوئی جو مقصود سے خالی ہو مگر یہ کہ وہ باطل ہے اور جس شیئ پر صلح ہو رہی ہو اس کی جہالت صرف اس وقت جوازِ صلح سے مانع نہیں ہوتی جب اس سے کوئی جھگڑا پیدا نہ ہو ورنہ مانع ہوتی ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

الصلح شرعا عقد یرفع النزاع و یقطع الخصومۃ[1]

صلح شرع میں ایسے عقد کو کہتے ہیں جو جھگڑے کو رفع کرے اور خصومت کو ختم کرے۔(ت)

---

[1] الدرالمختار کتاب الصلح مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۴۱

Marfat.com

نہایہ میں ہے:

جہالۃ تفضی الی المنازعۃ تمنع جواز الصلح[1] اھ ملخصین۔

ایسی جہالت جو جھگڑے کا باعث ہو وہ جوازِ صلح سے رکاوٹ ہے اھ تلخیص (ت)

رہی بیع وہ اگر بتصریح ایجاب وقبول بھی ہوتی مثلاً بکر کہتا میں نے یہ جہیز بعوض ان اشیائے متروکہ کے جو بمقدار مالیت جہیز تیرے حصہ میں آئیں بیع کیا اور دلہن قبول کرتی تاہم فاسد رہتی کہ نہ جہیز کی لاگت بیان میں آئی نہ یہ معلوم کہ اس کی مالیت کی کتنی چیزیں اور کیا کیا اشیاء حصۂ عروس میں آئیں گی یہاں تک کہ اس قدر بھی نہ ہوا بلکہ کوئی تذکرہ درمیان نہ آیا صرف بکر نے ایک امر سمجھ کر جہیز سپرد کیا یہ بھی خبر نہیں کہ اس وقت قلبِ عروس میں کیا نیت تھی اسے کیونکر کوئی عقد شرعی قرار دے سکتے ہیں۔

ومعلوم انہ لیس من عقد یتم بالنیۃ بل لابد من شیئ یظھر القصد القلبی ویکون دلیلا علی الرضاء النفسی۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ کوئی عقد محض نیت سے تام نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے کسی ایسی چیز کا ہونا ناگزیر ہے جس سے دلی ارادہ ظاہر ہو اور وہ دلی طور پر رضامندی کی دلیل ہو۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

رکنہ الفعل الدال علی الرضا بتبادل الملکین من قول او فعل[2] اھ نعم المظھر قد یکون نصا وھو اللفظ المقرر للایجاب والقبول وقد یکون دلالۃ کالمساومۃ واخذ ثمن بعد بیان الثمن فی بیع التعاطی وحیث لاحاجۃ الی البیان للعرف العام کالخبز مثلا حیث یکون لہ

اس کا رکن ایسا فعل ہے جو دونوں ملکوں کے باہمی تبادلہ پر رضامندی کی دلیل ہو چاہے قول سے یا فعل سے اھ، ہاں اس کو ظاہر کرنے والی چیز کبھی نص ہوتی ہے جیسے وہ لفظ جو ایجاب و قبول کے لئے مقرر ہیں اور کبھی دلالت ہوتی ہے جیسے بھاؤ تاؤ طے کرنا اور دستی لین دین کی بیع میں ثمن بیان کرنے کے بعد اس کو لے لینا، اور جہاں عرف عام کی وجہ سے بیان کی حاجت نہ ہو مثلاً روٹی کی قیمت جب معلوم ہو اس میں

---

[1] الفتاوی الہندیۃ بحوالہ النہایۃ کتاب الصلح الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۲۳۱

[2] فتح القدیر کتاب البیوع مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۴۵۵

Marfat.com

قیمة معلومة لا تختلف ففتح البائع الدکان وجلوسه للبیع واعداده الخبز لذلك دلیل علی البیع واخذ المشتری علی الشراء اما ھٰھنا فان فرضت دلالة من بکر فلا دلالة اصلا من قبل العروس ولئن سلمت الرضا فالتعاطی ھٰھنا من احد الجانبین وھو وان جاز عند البعض وبه یفتی وھو ارجح التصحیحین فلا بد فیه عند مجیزه من بیان البدل والبدل ھٰھنا کما علمت مجھول فلم ینعقد البیع اجماعا۔

کوئی اختلاف نہ ہو تو بائع کا دُکان کھول کر بیع کیلئے بیٹھنا اور روٹی تیار کرنا بیع کی دلیل ہے اور مشتری کا اس کو لے لینا خریداری کی دلیل ہے۔ مگر یہاں زیرِ بحث مسئلہ میں اگر بکر کی طرف سے دلالت فرض کر بھی لی جائے تو دلہن کی طرف سے بالکل دلالت موجود نہیں۔ اگر اسکی رضامندی کو تسلیم کرلیا جائے تو یہاں تعاطی صرف ایک طرف سے ہے۔ وہ اگرچہ بعض کے نزدیک جائز ہے، اسی کے ساتھ فتوٰی دیا جاتا ہے اور دونوں تصحیحوں میں سے یہ زیادہ راجح ہے۔ لیکن اس کو جائز قرار دینے والے کے نزدیک بدل کا بیان ضروری ہے اور یہاں جیسے کہ تُو جانتا ہے بدل مجہول ہے لہذا بالاجماع بیع منعقد نہ ہوئی۔ (ت)

فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

۱ الشرط فی بیع التعاطی الاعطاء من الجانبین عند شمس الائمة الحلوانی کذا فی الکفایة وعلیه اکثر المشائخ وفی البزازیة ھو المختار کذا فی البحر الرائق والصحیح ان قبض احدھما کان لنص محمد رضی الله تعالٰی عنه علی ان بیع التعاطی یثبت بقبض احد البدلین وھذا ینتظم الثمن والمبیع کذا فی النھر الفائق وھذا القائل یشترط بیان الثمن لانعقاد ھذا البیع بتسلیم المبیع ھکذا حکی فتوی

شمس الائمہ حلوانی کے نزدیک بیع تعاطی میں شرط دونوں طرفوں سے دینا ہے، کفایہ میں یونہی ہے اور اسی پر اکثر مشائخ ہیں، بزازیہ میں ہے کہ یہی مختار ہے، ایسا ہی بحرالرائق میں ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ اگر ایک قبضہ کرے تو کافی ہے کیونکہ امام محمد علیہ الرحمہ نے نص فرمائی کہ بیع تعاطی دو میں سے ایک بدل پر قبضہ کرلینے سے ثابت ہوجاتی ہے۔ یہ ثمن اور مبیع دونوں کو شامل ہے جیسا کہ النہرالفائق میں ہے اور یہ قائل شرط قرار دیتا ہے اس بیع کے منعقد ہونے کے لئے ثمن کے بیان کرنے اور مبیع کے سونپنے کو۔

Marfat.com

الشیخ الامام ابی الفضل الکرمانی کذا فی المحیط۔ اور یونہی منقول ہے شیخ امام ابوالفضل کرمانی کا فتوٰی جیسا کہ محیط میں ہے۔ (ت)

پس واضح ہوا کہ جہیز دینے میں کسی عقد شرعی کی حقیقت تو حقیقت صورت بھی نہ تھی تو یہ دینا اصلاً کوئی اثر تبدل ملک پیدا نہ کرے گا بلکہ وہ مال جس کی ملک تھا بدستور اسی کی ملک پر رہے گا اب معرفت مالک درکار ہے جو چیزیں عین متروکہ تھیں مثلاً زیور، برتن، کپڑے وغیرہ کہ مورثوں نے چھوڑے بعینہٖ جہیز میں دے گئے وہ جیسے سب وارثوں میں پہلے مشترک تھیں اب بھی مشترک رہیں گی اور جو اشیاء بکر نے خرید کر دیں وہ سب مطلقاً ملک بکر کی تھیں اور اب بھی خاص اسی کے ملک پر ہونگی اگرچہ مال مشترک سے خریدی ہوں،

لماعلم من ان الشراء اذا وجد نفاذا علی الشاری نفذ۔ کیونکہ معلوم ہے کہ بیع جب نفاذ پائے تو مشتری پر نافذ ہو جاتی ہے (ت)

غایت یہ کہ مال مشترک سے خریدنے میں بکر باقی ورثہ کے حصص کا ذمہ دار رہے گا کما نقلنا فی مواضع من فتاوٰنا عن ردالمحتار (جیسا کہ ہم ردالمحتار کے حوالے سے اپنے فتاوٰی میں متعدد مقامات پر نقل کرچکے ہیں۔ ت) پھر اس قسم یعنی مملوکات بکر پر دُلہن کا قبضہ امانت ہوگا لحصولہ بتسلیط المالک (کیونکہ یہ مالک کے مسلط کرنے کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے۔ ت) پس جس چیز کو دُلہن نے استہلاک نہ کیا بغیر اُس کے فعل کے چوری وغیرہ سے ہلاک ہوگئی اُس کا تاوان دُلہن پر نہ آئے گا اور جو اُس کے فعل و تعدی سے تلف ہوئی اُس کی قیمت بکر کے لئے دُلہن کے ذمہ واجب ہوگی لان الامین ضمین اذا تعدی (کیونکہ امین جب زیادتی کرے تو وہ ضامن ہوتا ہے۔ ت) اور جو باقی ہو وہ بعینہٖ بکر کو واپس دے اور قسم اول یعنی عین متروکہ سے جو کچھ جہیز میں دیا گیا اس پر دُلہن کا ہاتھ دستِ ضمان ہوگا یعنی کسی طرح اسکے پاس ہلاک ہو جائے مطلقاً تاوان آئے گا،

وذلك لان بکرا قد تعدی علی حصص الشرکاء بتجہیز الاخت من مال مشترك وتسلیمہ الیہا جہازا لتلبس وتستعمل وبالتصرف تستقل وکل ید مترتبۃ علی ید ضمان ید ضمان۔ کیونکہ بکر نے شرکاء کے حصوں میں تعدی کی اس لئے کہ اس نے مال مشترک سے بہن کا جہیز بنا کر اسکے حوالے کر دیا کہ وہ اس کو پہنے، استعمال کرے اور تصرف میں مستقل ہو جائے۔ ہر قبضہ جو دستِ ضمان پر مرتب ہو وہ دستِ ضمان ہوتا ہے۔ (ت)

ل الفتاوی الہندیۃ کتاب البیوع الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۹

Marfat.com

پس باقی ورثا جنھوں نے اذن نہ دیا مختار رہیں گے کہ جو کچھ ہلاک ہوا چاہیں اپنے حصوں کا تاوان بکر سے لیں لانہ الغاصب (کیونکہ وُہ غاصب ہے۔ت) چاہیں دلہن سے لانہا کغاصبۃ الغاصب (کیونکہ وہ غاصب سے غصب کرنے والی ہے۔ت) فتاوٰی خیریہ میں ہے:

الید المترتبۃ علی ید الضمان ید ضمان فلرب البھیمۃ ان یضمن من شاء[1] الخ۔

جو قبضہ دست ضمان پر مرتب ہو وہ دست ضمان ہوتا ہے لہذا چارپائے کے مالک کو اختیار ہے کہ جس کو چاہے ضامن ٹھہرائے۔(ت)

اور وہ بکر یا دلہن جس سے ضمان لیں اُسے دوسرے پر دعوٰی نہیں پہنچتا،

امابکر فلانہ الغاصب وانما قبض العروس بتسلیطہ واما العروس فلانہا قبضت لنفسہا لالبکر۔

بکر پر تو اس لئے کہ وہ غاصب ہے اور دُلہن نے اس کے مسلط کرنے سے اس پر قبضہ کیا ہے۔رہی دلہن تو وہ اس لئے کہ اس نے اپنے لئے قبضہ کیا ہے بکر کے لئے نہیں۔(ت)

ردالمحتار میں بزازیہ سے ہے:

وھب الغاصب المغصوب او تصدق او اعار وھلک فی ایدیھم وضمنوا للمالک لایرجعون بما ضمنوا للمالک علی الغاصب لانھم کانوا عاملین فی القبض لانفسھم بخلاف المرتھن والمستاجر والمودع فانھم یرجعون بما ضمنوا علی الغاصب لانھم عملوا لہ[2] الخ۔

غاصب نے مغصوب چیز کسی کو ہبہ کر دی یا صدقہ کر دی یا عاریت پر دے دی، وہ چیز ان لوگوں کے ہاتھ میں ہلاک ہوگئی اور وہ اصل مالک کے ضامن ہو گئے تو اب یہ لوگ غاصب پر رجوع نہیں کرسکتے اس تاوان کے بارے میں جو انھوں نے مالک کو دیا کیونکہ وہ مغصوب پر قبضہ میں اپنے لئے عمل کرنے والے ہیں بخلاف مرتہن، مستاجر اور اس شخص کے جس کے پاس غاصب نے مغصوب چیز ودیعت رکھی۔ یہ لوگ اگر بصورت ہلاکت مالک کو تاوان ادا کریں تو اس کے لئے غاصب پر رجوع کرسکتے ہیں کیونکہ انھوں نے غاصب کے لئے عمل کیا۔(ت)

اور جو کچھ باقی ہوں وہ دلہن سے واپس لے کر فرائض الٰہیہ پر تقسیم ہو جائیں یہ سب احکام اُس صورت

---

[1] الفتاوی الخیریہ کتاب الغصب المعرفۃ بیروت ۲/۱۴۹
[2] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۲۶

Marfat.com

میں تھے کہ بکر نے جہیز بطور ہبہ نہ دیا ہو اور بیشک اس امر میں کہ ہبہ کی نیت تھی یا مجرائی کی؟ بکر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا،

لانہ الدافع فھوادری بجھۃ الدفع کما فی الاشباہ وجامع الفصولین و الفتاوی الخیریۃ وغیرما کتاب وقد نصوا علیہ فی مسائل کثیرۃ اقول ولیس فی تجھیز الاخوۃ الاخوات اذا کن ذوات مال شریکات فی ما بایدی الاخوۃ من الترکۃ عرف فاش یقضی بالھبۃ بخلاف الاٰباء والامھات فی بلادنا وکیف یکون الظاھر قصد التبرع مع بقاء الواجب بل الظاھر انھم یریدون الاحتساب علیھن من انصبائھن۔

کیونکہ وُہ دینے والا ہے لہذا وُہ دینے کی جہت کو زیادہ بہتر جانتا ہے جیسا کہ الاشباہ، جامع الفصولین اور فتاوٰی خیریہ وغیرہ کتابوں میں ہے اور علمائے اس پر متعدد مسائل میں نص فرمائی ہے۔ میں کہتا ہوں بھائی جب بہنوں کے لئے جہیز بنائیں جبکہ وہ بہنیں مالدار ہوں اور بھائیوں کے زیرِ قبضہ ترکہ میں شریک ہوں تو ایسا کوئی عرف ہمارے شہروں میں جاری وساری نہیں جو اس کو ہبہ قرار دے بخلاف ماں باپ کے۔ تو واجب کے باقی رہتے ہوئے اس کا قصد تبرع ہونا کیسے ظاہر ہوگا بلکہ ظاہر یہاں یہ ہے کہ بھائی اس کو بہنوں کے حصّوں میں سے شمار کرنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ (ت)

اسی طرح اگر بکر نے دل میں نیت ہبہ کی مگر دُلہن نے ہبہ جان کر قبضہ نہ کیا بلکہ مثلاً اپنے حصّہ کا معاوضہ یا حصّے میں مجرائی سمجھ کر لیا تو بھی بعینہ یہی احکام ہونگے کہ اس صورت میں دُلہن کی طرف سے قبول ہبہ نہ پایا گیا،

فان القبول فرع العلم وھی اذا لم تحسبہ ھبۃ کیف یتصور انھا قبلت الھبۃ۔

اس لئے کہ قبول فرع ہے علم کی۔ جب اس خاتون نے اس کو ہبہ سمجھا ہی نہیں تو اس کا ہبہ کو قبول کرنا کیسے متصور ہوگا (ت)

بحرالرائق میں ہے:

وکذا بقولہ اذنت الناس جمیعا فی ثمر نخلی من اخذ شیئا فھو لہ فبلغ الناس من اخذ شیئا

یونہی اس کا یہ کہنا کہ میں نے اپنے درختوں کے پھل کے بارے میں تمام لوگوں کو اجازت دے دی ہے تو لوگوں کو خبر پہنچ گئی جس نے جو کچھ لے لیا وہ اسی کا ہے ایسا ہی

Marfat.com

یملکہ کذا فی المنتقی وظاهره ان من اخذه ولم یبلغه مقالة الواهب لایکون له کما لا یخفی[1] اھ ، اقول ومثله ما فی الھندیة عن الخلاصة رجل سیّب دابته فاصلحها انسان ثم جاء صاحبها وارادأخذها واقر وقال قلت حین خلیت سبیلها من اخذ فھی له اوانکرفاقیمت علیه البینة او استحلف فنکل فھی للاٰخذ سواء کان حاضرا سمع ھذه المقالة اوغاب فبلغه الخبر[2] اھ ووجهه ظاهر فانه اذا علم بمقالة الواهب فیکون الاخذ علی جهة الاتهاب و یقوم القبض مقام القبول بخلاف ما اذا لم یعلم فانه لم یتحقق القبول قطعًا و ھو مدار ثبوت الملک للموھوب له قطعًا سواء جعل رکنا کما نص علیه فی التحفة والولوالجیة

منتقے میں ہے۔ اس سے ظاہر یہ ہے کہ جس شخص تک واھب کی یہ بات نہیں پہنچی اس نے جو کچھ لیا وہ اس کا مالک نہ ہوگا الخ ، میں کہتا ہوں اور اسکی مثل خلاصہ کے حوالے سے ہندیہ میں ہے کہ ایک شخص نے اپنے چارپائے کو چھوڑ دیا اور کسی انسان نے اس کو پکڑ کر سنبھال لیا پھر اس چارپائے کا مالک آیا جو اس کو لینا چاہتا تھا۔ اس نے اقرار کیا کہ میں نے اس کو چھوڑتے وقت کہا تھا کہ جو اس کو پکڑ لے یہ اُسی کا ہے یا اُس نے انکار کیا مگر گواہوں سے یہ ثابت ثابت ہوگئی یا اس کو قسم کھانے کا کہا گیا اور اس نے انکار کر دیا۔ ان تمام صورتوں میں وہ چارپایہ پکڑنے والے کا ہوگا چاہے وہ خود حاضر تھا اور اس نے مالک کی یہ بات سُنی تھی یا غائب تھا اور اس تک اس کی خبر پہنچی اھ۔ اس کی وجہ ظاہر ہے ، کیونکہ جب اسکو واھب کے اس قول کا علم ہوگیا تو اس کا لینا ہبہ کو لینے کے طور پر ہوا اور قبضہ کرنا قبول کے قائم مقام ہوگا بخلاف اس کے کہ جب اُسے واہب کے اس قول کا علم نہ ہوا ہو ، کیونکہ اس صورت میں قبول کرنا بالکل متحقق نہیں حالانکہ موہوب لہ کے لئے ملک کے ثبوت کا دارومدار قطعی طور پر قبول کرنے پر ہے۔ چاہے قبول کو رکن

---

[1] بحر الرائق کتاب الھبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/۲۸۴

[2] الفتاوی الھندیہ کتاب الھبہ الباب الثالث نورانی کتب خانہ کراچی ۴/۳۸۲

Marfat.com

والکافی والکفایۃ والتبیین و البحر ومجمع الانھر والدر المختار وابی السعود وغیرھا من کتب الکبار وھو ظاھر الھدایۃ وملتقی الابحر وغیرھما من الاسفار الغر اوشرطا کما نص علیہ فی المبسوط والمحیط والھندیۃ وغیرھا و افاد فی البدائع انہ الاستحسان وان الاول قول زفر علی کل فاتفق القولان علی انہ لاتملک فیھا بدون القبول وھو الذی نص علیہ فی الخانیۃ وغیرھا وقد حققنا المسئلۃ بتوفیق اللہ تعالٰی علٰی ھامش رد المحتار بمالا مزید علیہ۔

بنایا جائے جیسا کہ تحفہ، ولوالجیہ، کافی، کفایہ، تبیین، بحر، مجمع الانہر، درمختار اور ابوالسعود وغیرہ بڑی بڑی کتابوں میں اس پر نص کی گئی ہے۔ ہدایہ اور ملتقی الابحر وغیرہ عظیم کتابوں سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔ چاہے اس کو شرط بنایا جائے۔ جیسا کہ مبسوط، محیط اور ہندیہ وغیرہ میں اس پر نص ہے۔ بدائع میں افادہ کیا ہے کہ یہ استحسان ہے۔ اور پہلا قول امام زفر کا ہے۔ بہرصورت دونوں قول اس پر متفق ہیں کہ ہبہ میں قبول کے بغیر ملک ثابت نہیں ہوتا اور اسی پر خانیہ وغیرہ میں نص کی گئی ہے۔ ہم نے ردالمحتار کے حاشیہ میں اس مسئلہ کی تحقیق کی ہے جس پر اضافہ کی گنجائش نہیں (ت)

تو اس حالت میں بھی وہ اشیاء بدستور ملک اصل مالک پر آئیں گی خواہ بکر ہو یا سب شرکاء، اور احکام سابقہ عود کریں گے، ہاں اگر بکر کا ارادہ ہبہ قولاً یا فعلاً یا دلالۃً کسی طرح ظاہر ہوا جس کے سبب دُلہن نے اُسے ہبہ ہی سمجھ کر قبضہ کیا تو البتہ ایجاب وقبول دونوں متحقق ہو گئے۔

فان القبض بوجہ الاتھاب قبول وان ناقصا کما فی مشاع یقسم لاستواء الکل فی الدلالۃ علی الرضا کما لایخفٰی۔

کیونکہ بطور ہبہ قبضہ کرنا قبول ہے اگرچہ ناقص ہے جیسا کہ قابل تقسیم چیز کو بلاتقسیم ہبہ کرنے کی صورت میں ہوتا ہے کیونکہ بطور دلالت رضامندی میں وہ سب برابر ہیں، جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ (ت)

ولوالجیہ میں ہے:

القبض فی باب الھبۃ جار مجری الرکن فصار کالقبول۔[1]

ہبہ کے باب میں قبضہ کرنا رکن کے قائمقام ہے لہذا یہ قبول کی مثل ہوگیا۔ (ت)

پس جو اشیاء بکر نے خرید کر جہیز میں دیں اگرچہ مال مشترک سے خریدی ہوں دُلہن ان کی مالک

---

[1] ردالمحتار بحوالہ الولوالجیۃ کتاب الھبۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۵۰۸

Marfat.com

مستقل ہوگئی اور بکر پر اس مال مشترک میں اور ورثہ کے حصص کا تاوان آیا جن کے بے اذن یہ شرار واقع ہوا یہاں تک کہ خود اس دلہن کے حصے کا بھی جس نے جہیز پایا۔

فان البدل وان الیها وصل لکن الشراء نفذ علی بکر فوقع الملك له و تم الضمان ثم العطاء للعروس هبة علی حدة من مال نفسه فلا یرتفع به ضمان قسط العروس۔

کیونکہ بدل اگرچہ اس دُلھن تک پہنچ گیا لیکن شرار کا نفاذ بکر پر ہوا چنانچہ اس کے لئے ملک ثابت ہوگئی اور ضمان تام ہوگیا پھر اس کا دلھن کو دینا الگ ہبہ ہے جو بکر کے اپنے مال سے ہوا لہذا اس سے دلھن کے حصہ کا تاوان ساقط نہیں ہوگا۔ (ت)

اور جو کچھ عین ترکہ سے ہبہ کیں تو ہبہ باقی ورثہ کے حق میں نافذ نہ ہوا۔ اذ لا اذن منھم و لا ولایة علیھم (اس لئے کہ نہ تو ان کی طرف سے اجازت ہے اور نہ ہی ان پر ولایت ثابت ہے۔ ت) تو اُن کے حصے تو ہر حال دُلھن کے ہاتھ میں مضمون رہے اور ضمان کا وہی حکم کہ انھیں اختیار ہے چاہیں بکر پر ڈالیں یا دلھن پر جس پر ڈالیں دوسرے سے مجرا نہ پائے گا کما قد منا عن البزازیة (جیسا کہ بزازیہ کے حوالے سے ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں۔ ت) رہا بکر کا اپنا حصہ جہیز میں جو مال قابلِ تقسیم تھا یعنی اس کے حصے کیجئے تو وہی انتفاع اس سے مل سکے جو قبل از تقسیم ملتا تھا، جب تو بکر کے حصے میں بھی ہبہ صحیح نہ ہوا لانھا ھبة مشاع فیما یقسم (کیونکہ یہ قابلِ تقسیم چیز میں بلا تقسیم ہبہ ہے۔ ت) اس صورت میں مال مذکور بدستور شرکت جمیع ورثار پر رہے گا اور جو کچھ دلھن کے ہاتھ میں کسی طرح ہلاک ہوگا اس میں حصۂ بکر کا تاوان خاص دلھن پر پڑے گا۔ فتاوٰی خیریہ میں ہے:

لاتصح ھبة المشاع الذی یحتمل القسمة ولا تفید الملك فی ظاھر الروایة قال الزیلعی ولو سلمه شائعا لایملکه فیکون مضمونا علیه[1] الخ ملخصا و تمامه فیھا و فی رد المحتار۔

ایسی غیر منقسم چیز کا ہبہ صحیح نہیں جو تقسیم کا احتمال رکھتی ہو اور ظاہر الروایہ کے مطابق وہ مفید ملک نہ ہوگا۔ امام زیلعی نے کہا اگر غیر منقسم حالت میں اس کو سونپ دیا تو ملک ثابت نہ ہوگا چنانچہ اس پر ضمان آئے گا الخ تلخیص۔ اس کی مکمل بحث فتاوٰی خیریہ اور ردالمحتار میں ہے۔ (ت)

اسی طرح اگر مال ناقابلِ تقسیم ہو مگر دُلھن نہ جانے کہ اس میں بکر کا حصہ کس قدر ہے جب بھی ہبہ صحیح نہ ہوگا اور بعد ہلاک وہی حکم ہے کہ بکر کا تاوان دلھن پر آئے گا۔ بحرالرائق میں ہے:

---

[1] الفتاوی الخیریة کتاب الھبة دار المعرفة بیروت ۲/ ۱۱۲

Marfat.com

یشترط فی صحۃ ھبۃ المشاع الذی لایحتملھا ان یکون قدرا معلوما حتی لو وھب نصیبہ من عبد ولم یعلمہ بہ لم یجز[1]

ناقابلِ تقسیم چیز کے غیر منقسم طور پر ہبہ کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس کی مقدار معلوم ہو یہاں تک کہ اگر کوئی غلام میں اپنے حصہ کو ہبہ کردے حالانکہ اُسے اپنا حصہ معلوم نہیں تو یہ جائز نہیں (ت)

محیط امام سرخسی میں ہے:

واذا علم الموھوب لہ نصیب الواھب ینبغی ان تجوز عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی[1][2] نقلھما فی الفتاوی الھندیۃ۔

جب موہوب لہ کو واہب کے حصہ کا علم ہو تو امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک اس کو جائز ہونا چاہئے۔ ان دونوں کو فتاوٰی ہندیہ میں نقل کیا ہے۔ (ت)

جامع الفصولین میں فتاوٰی امام فضلی سے ہے:

اذا ھلک افتیت بالرجوع للواھب ھبۃ فاسدۃ لذی رحم محرم منہ اذ لفاسدۃ مضمونۃ علی ما مر[3]

اگر وہ ہلاک ہوجائے تو میں ذی رحم محرم کو ہبہ فاسدہ کرنیوالے کی طرف رجوع کا فتوٰی دوں گا کیونکہ ہبہ فاسدہ کی صورت میں ضمان آتا ہے جیسا کہ گزر گیا۔ (ت)

اور اگر دلہن کو معلوم تھا تو اس قدر میں ہبہ صحیح و نافذ و تام و لازم ہوگیا اور ان اشیاء میں دلہن اپنے اور بکر دونوں کے حصص کی مالک ہوگئی باقی ورثہ کے حصے بدستور دستِ عروس میں حکم ضمان پر ہیں جن کا حکم بارہا گزرا اور اول سے آخر تک سب صورتوں میں جو مشترک چیزیں دُلہن کے ہاتھ میں تلف ہوئیں ان میں دلہن اپنے حصے کا تاوان کسی سے نہیں لے سکتی کہ اُس کا مال اُسی کے ہاتھ میں ہلاک ہوا اور بکر نے اُس کے حصے پر کوئی تعدی نہ کی،

فانہ انما سلم الملک لید من ملک

کیونکہ اس نے تو ایسے کے ہاتھ میں دے دیا جو

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الھبۃ الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۳۷۸
بحرالرائق کتاب الہبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/۲۸۶
[2] الفتاوی الہندیۃ بحوالہ المحیط السرخسی کتاب الہبہ الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۳۷۸
[3] جامع الفصولین الفصل الثلاثون فی التصرفات الفاسدۃ الخ اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۵۷

Marfat.com

فما هلك فی یدها فعلیها هلك، هذا کله من اوله الیٰ اٰخره مما افیض علی قلب الفقیر من فیض القدیر واخذته تفقها من کلمات العلماء اعظم الله اجورهم یوم الجزاء فما اصبت فمن الله تعالیٰ وله الحمد علیه وما اخطأت فمن قصوری نفسی وانا اتوب الیه اتقن هذه اتقانا کبیرا فان المسائل مما تمس الیه الحاجة کثیرا فاغتنم هذا التفصیل الجمیل والحمد لله علی فیضه الجلیل ، والله سبحٰنه وتعالیٰ اعلم۔

اس کا مالک ہوگیا۔ اب جو دلہن کے ہاتھ میں ہلاک ہوا تو اُسی کے ضمان پر ہلاک ہوا۔ یہ سب کچھ رب قدیر کے فیض سے فقیر کے دل میں ڈالا گیا۔ میں نے اس کو بطور تفقہ علماء کرام کے اقوال سے اخذ کیا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ان کو عظیم اجر عطا فرمائے۔ جو کچھ میں نے درست کہا اس پر اللہ تعالیٰ ہی کے لئے حمد ہے اور جو میں نے غلطی کی تو وہ میرا اپنا قصور ہے۔ میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ وہ اس کو بہت مضبوط بنائے۔ اس لئے کہ ان مسائل کی ضرورت زیادہ واقع ہوتی ہے، اس خوبصورت تفصیل کو غنیمت سمجھو۔ اور اللہ تعالیٰ کے فیض جلیل پر تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۳ از شہر کہنہ ۷ ربیع الثانی ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس صورت میں کہ مجید اللہ خاں ولد کالے خاں ساکن شہر کہنہ نے اپنی جائداد موروثی دین مہر میں زوجہ کو دی یعنی مسماۃ امیر بیگم کو بعدہ مجید اللہ خاں مذکور کا انتقال ہوگیا بعدازاں جائداد مرقومہ بالا کا داخل مسماۃ "امیر بیگم" کے نام بذریعہ گواہان کے ہوا یہ شخص گواہ تھے عنایت اللہ خاں صاحب ولد کالے خاں صاحب، دیگر گواہ شفیع علی خاں صاحب ولد کالے خاں صاحب، مجید اللہ خاں مرقومہ بالا کی ایک لڑکی تھی امیر بیگم، والدہ دختر نے اس کی شادی کردی، چند عرصہ کے بعد نصف جائداد جو بذریعہ مہر کے شوہر اپنے سے پہنچی تھی دختر مذکورہ کو دے دی اور اُس کا داخل خارج بھی کرادیا بگواہی عنایت اللہ خاں صاحب وشفیع علی خاں صاحب اور بٹی بانٹ اس وجہ سے نہیں ہوسکا کہ اُس زمین میں جگہ جگہ غار تھے، دوسرے یہ کہ والدہ اور دختر میں اتفاق بھی بہت تھا حتی کہ تاحیات دختر سے جدا نہیں ہوئی، بعدہ مسماۃ امیر بیگم کی حیات میں دختر جس کے نام نصف جائداد کی تھی فوت ہوگئی مگر مسماۃ امیر بیگم نے وہ جائداد واپس نہیں لی اُس پر قابض اور دخیل داماد رہا اور ہے اور جس وقت امیر بیگم کی علالت تھی اس وقت میں داماد مذکور سے وصیت کی کہ برخوردار من میری

Marfat.com

تیمار داری کرو اور بعد انتقال کے جو کچھ خرچ ہو اور جو کچھ تیمار داری میں خرچ ہو وہ روپیہ نصف جائداد باقیماندہ جو میرے نام ہے اس سے وصول کیجیو ورنہ میں حشر میں دامنگیر ہونگی اور جو جائداد میں نے اپنی دختر کے نام کی تھی وہ تم کو بخوشی بخشی چونکہ تم نے میری خدمت مثل فرزند بطن کے کی ہے اور کرتے ہو وصیت کے بعد مسماۃ امیر بیگم کا انتقال ہوگیا داماد مذکور نے قرض دام کرکے تجہیز و تکفین کی اور خرچ تیمار داری کیا اب مسماۃ امیر بیگم کو انتقال کئے ہوئے عرصہ چند ہوا اور مسماۃ امیر بیگم کے وارث یہ ہیں دو بھائی چچا زاد اور دو شوہر کی ہمشیریں حیات ہیں، یہ جائداد جس کا ذکر ہے کس طرح پر تقسیم ہوگی اور قرضہ جو داماد مذکور نے خرچ تیمار داری میں اور تجہیز و تکفین میں کیا کس طرح وصول کرے۔ بیّنوا توجروا

الجواب

صورت مسئولہ میں وہ ہبہ کہ امیر بیگم نے بنام اپنی دختر کے کیا بوجہ مشاع وغیر منقسم ہونے زمین کے محض باطل ہوگیا۔ تتمۃ الفتاوٰی پھر مشتمل الاحکام پھر فتاوٰی خیریہ میں ہے:

هبة المشاع باطلة وهو الصحيح[1] غیر منقسم کا ہبہ باطل ہے اور یہی صحیح ہے (ت)

اور داخل خارج کہ ایک عقد باطل پر مبنی ہوا خود باطل و بے اثر، اسی طرح اُس کا موہوب مذکور کی نسبت اپنے داماد سے کہنا میں نے تجھ کو بخوشی بخشی کہ وہ بھی ہبہ ہے اور بوجہ شیوع باطل۔

فی الشامی عن الطحطاوی عن المکی عن الامام قاضی خاں وغیرہ هبة المريض هبة حقيقة وان كانت وصية حكما[2]۔ شامی میں بحوالہ طحطاوی، بحوالہ مکی، بحوالہ امام قاضیخان وغیرہ ہے کہ مریض کا ہبہ درحقیقت ہبہ ہے اگرچہ حکما وصیت ہے۔ (ت)

پس وہ زمین تمام و کمال ملک و ترکۂ امیر بیگم ہے جس میں وارثان دختر یا خواہران شوہر کا اصلاً کچھ حق نہیں صرف امیر بیگم کے دونوں چچا زاد بھائی بر تقدیر عدم موانع ارث و انعدام وارث دیگر اس کے مستحق ہیں کہ بعد ادائے دین و وصیت آپس میں نصف نصف کرلیں داماد مورثہ نے جو کچھ اس پر اس کی بیماری و تیمار داری میں اُٹھایا وہ امیر بیگم پر اُس کا قرض ہے کہ ترکۂ امیر بیگم سے لے سکتا ہے فانه لما انفق بامرها وقد افصحت بالرجوع لم يكن متبرعا (کیونکہ جب

---

[1] الفتاوی الخیریۃ کتاب الہبۃ دار المعرفۃ بیروت ۲/۱۱۳
[2] ردالمحتار کتاب الوصایا باب العتق فی المرض دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۳۵

Marfat.com

اس نے مرحومہ کے امر سے خرچ کیا اور اس نے رجوع کی تصریح کی تو یہ متبرع نہ ہوا۔ ت) اسی طرح جو کچھ کفن و دفن بطریق سنت میں صرف کیا ہو وہ بھی اس کا دین ہے بشرطیکہ امیر بیگم کے حال کے مناسب عرف و عادت کے لحاظ سے جس قیمت کا کفن دینا چاہئے تھا اُس سے بیش قیمت نہ دیا ہو ورنہ قیمت کفن اصلاً مجرا نہ پائے گا۔ تنویر الابصار و درمختار و ردالمحتار میں ہے:

لو زاد الوصی علی کفن مثلہ فی العدد ضمن الزیادۃ ای الا اذا اوصی بھا وکانت تخرج من الثلث وفی القیمۃ وقع الشراء لہ (لانہ متعد فی الزیادۃ وھی غیر متمیزۃ فیکون متبرعا بتکفین المیت بہ رحمتی)[1]۔

اگر وصی نے میت کے مثلی کفن میں زیادتی کی باعتبار تعداد کے تو زائد کا ضامن ہوگا (مگر جب اس کو اس کی وصیت کی گئی ہو اور وہ مال کے ایک تہائی سے پوری ہوسکتی ہو) اور اگر باعتبار قیمت کے زیادتی کی تو یہ خریداری وصی کے لئے واقع ہوگی (کیونکہ اس نے قیمت کی زیادتی میں تعدی کی اور وہ زیادتی ممتاز نہیں لہذا وہ میّت کے لئے کفن کی خریداری میں متبرع ہوگا۔ رحمتی)۔ (ت)

اسی طرح جو کچھ کفن دفن کے سوا فاتحہ، درود و سوم، چہلم عورتوں کے جمع ہونے، اُن کے پان چھالیہ کھانے پینے وغیرہ معمولی باتوں میں صرف ہوا اُس کا بھی ایک حبہ مجرا نہ ملے گا لوجوہ کثیرۃ وحسبك (متعدد وجوہات کی وجہ سے اور تجھے اتنا ہی کافی ہے کہ۔ ت) قول امیر بیگم "بعد انتقال کے جو کچھ خرچ ہو" وصیۃ مھملۃ باطلۃ لانفاذ لھا اصلا (وصیت مہمل و باطل ہے جس کا بالکل نفاذ نہیں۔ ت)

علامہ سائحانی مسئلہ تنویر الابصار وغیرہ اوصی بان یتخذ الطعام بعد موتہ للناس ثلثۃ ایام فالوصیۃ باطلۃ[2] (کسی نے وصیت کی کہ اس کے مرنے کے بعد تین دن لوگوں کے لئے کھانا تیار کیا جائے تو یہ وصیت باطل ہے۔ ت) کی تعلیل میں لکھتے ہیں:

انھا وصیۃ للناس وھم لایحصون کما لو قال اوصیت للمسلمین ولیس فی اللفظ ما یدل علی الحاجۃ فوقعت تملیکا من مجھول

کیونکہ یہ وصیت لوگوں کے لئے ہے جن کا شمار نہیں ہوسکتا جیسا کہ اگر وہ کہے کہ میں نے مسلمانوں کے لئے وصیت کی ہے درانحالیکہ لفظوں میں ایسی کوئی چیز نہیں جو حاجت پر دلالت کرے تو یہ مجہول

---

[1] الدرالمختار شرح تنویر الابصار کتاب الوصایا باب الوصی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۳۷
ردالمحتار کتاب الوصایا باب الوصی دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۵۴

[2] الدرالمختار کتاب الوصایا مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۲۲

Marfat.com

فلم تصح[1] اھ ش ۔
کی تملیک واقع ہوئی ہو لہٰذا صحیح نہیں اھ ۔ (ت)

پھر جس قدر دین اس کا ذمہ امیر بیگم ثابت ہوا اُسی کے لائق زمین کا ٹکڑا بیع کرا اپنا دین وصول کرسکتی ہے یا وارثان امیر بیگم اپنے پاس سے اس کا دین ادا کرکے ترکہ خالص کرلیں ۔ ردالمحتار کے باب الوصی میں ہے :

اذا کان علی المیّت دین او اوصی بوصیۃ ولم تقض الورثۃ الدیون ولم ینفذوا الوصیۃ من مالھم فانہ یبیع الترکۃ کلھا ان کان الدین محیطا وبمقدار الدین ان لم یحط ولہ بیع مازاد علی الدین ایضا عند ابی حنیفۃ خلافا لھما قال فی ادب الاوصیاء وبقولھما یفتی کذا فی الحافظیۃ والقنیۃ وسائر الکتب[2] اھ ملخصا ، واﷲ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم ۔

جب میّت پر قرض ہو یا اس نے کوئی وصیت کی ہو اور ورثاء نے اس کا قرض اپنے مال سے ادا نہ کیا اور نہ ہی اس کی وصیت کو نافذ کیا تو وصی تمام ترکہ کو بیچ سکتا ہے اگر قرض اس کو محیط ہو اور قرض ترکہ کو محیط نہ ہو تو قرض کے برابر ترکہ میں سے بیچ سکتا ہے ۔ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک قرض سے زائد ترکہ کو بھی بیچ سکتا ہے بخلاف صاحبین کے ۔ ادب الاوصیاء میں کہا کہ فتوٰی صاحبین کے قول پر دیا جائے گا ۔ ایسا ہی حافظیہ، قنیہ اور دیگر کتابوں میں ہے اور اسی کی مثل بزازیہ میں ہے اھ تلخیص (ت) واﷲ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۴ از وطن مرسلہ نواب مولوی سلطان احمد خان صاحب ۲ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

چہ می فرمایند علماء رحمہم اﷲ تعالٰی در وصیت مطلقہ موصی لہم مرد و زن باشند تقسیم بر ایشان مساوی شود یا للذکر ضعف الانثی ۔

کیا فرماتے ہیں علماء کرام رحمۃ اﷲ تعالٰی علیہم وصیت مطلقہ کے بارے میں جو مردوں اور عورتوں کیلئے کی گئی ، تو کیا ان سب پر برابر تقسیم ہوگی یا مذکر کیلئے مؤنث سے دگنا ہوگا ؟

الجواب

چوں صراحۃً واشارۃً ہیچ گونہ تفصیل وتفضیل
جب صراحۃً اور اشارۃً کسی قسم کی تفصیل موجود نہیں

---

[1] ردالمحتار بحوالہ الساتحانی کتاب الوصایا دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۲۶
[2] ردالمحتار کتاب الوصایا باب الوصی " " " ۵/ ۴۵۴

Marfat.com

احد النوعین علی الآخر مستفاد نباشد بهر هر همه علی السویه بخش کنند لعدم الفضل بعدم الفصل پس اگر مثلاً برائے اولاد زید وصیت کند پسران و دختران همه برابر باشند واگر برائے ورثهٔ زید پس للذکر مثل حظ الانثیین زیراکه تعبیر بلفظ ورثه دلیل است بر آنکه حیثیت وراثت او ملحوظ داشته پس هم بحساب وراثت خواهند یافت وتمامه فی ردالمحتار من الوصیة للاقارب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اور نہ ہی ایک نوع کی دوسری نوع پر کوئی فضیلت سمجھی جارہی ہے، لہذا ہر ایک کو برابر برابر حصہ دیں گے کیونکہ فرق نہ ہونے کی وجہ سے کسی کو کسی پر فضیلت نہیں ہوگی۔ لہذا مثال کے طور پر اگر زید کی اولاد کے لئے وصیت کرے اس میں بیٹے اور بیٹیاں سب برابر ہونگے، اور اگر زید کے ورثاء کے لئے وصیت کرے اس صورت میں مذکر کا حصہ دو مؤنثوں کے حصہ کے برابر ہوگا اس لئے کہ لفظ ورثاء کے ساتھ تعبیر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس نے وراثت کی حیثیت کو ملحوظ رکھا ہے۔ چنانچہ وہ وراثت کے حساب سے حصہ پائیں گے۔ پوری تفصیل ردالمحتار کے باب الوصیت للاقارب میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۵: از میرٹھ بازار لال کرتی مرسلہ جناب مولوی محمد عبدالسمیع صاحب ۶ رمضان مبارک ۱۳۱۰ھ

بخدمت شریف مخدوم و مکرم محقق و مدقق جناب مولانا محمد احمد رضا خاں صاحب ادام اللہ فیوضہ و برکاتہ و ضاعف اجورہ و حسناتہ، بعد اتحاف ہدیہ سلام مرفوع برائے خورشید انجلائے باد، اس مسئلہ میں آپ کی رائے دریافت کی جاتی ہے کہ ایک عورت نے وصیت کی تھی کہ ایک شخص کو کہ یہ سو پچاس روپیہ میرا ہے اس کا یہ بندوبست کیجیو کہ جب کوئی موسم کا میوہ چلا کرے میری فاتحہ اس پر دلا کر تقسیم کردیا کرو۔ وصی نے ایسا ہی کیا، لیکن ایسا بھی کیا کہ اُس مال مذکور سے کوئی کتاب دینی غریب طالب علم کو دلوادی، اور یہ بھی کیا کہ دہم و چہلم کی تواریخ معینہ میں مساکین کو کھانا کھلادیا فاتحہ دلا کر۔ اور ایک دو خرچ ایسے کئے کہ اس عورت کے مرنے کی خبر سُن کر جو دو ایک جگہ سے آدمی آئے تھے اور اس عورت کا کوئی ولی نہ تھا تو ان کی مہمانی نہ ان کی مہمانی میں بھی روپیہ مذکورہ سے کچھ صرف ہوا، اب یہ سب اخراجات بقیاس قاعدہ نذر کا اُس میں تعیین زمان و مکان و مال و انفاق کی قید پر نظر رکھنا واجب نہیں ہے جائز ہوئی یا نہیں۔ وصی نے ان سب کو مصرف خیر سمجھ کر صرف کردیا کہ مقصود فاتحہ میوہ جات سے ایصالِ ثواب ہے ایصال ثواب ہوگیا اب

---

[1] ردالمحتار کتاب الوصایا باب الوصیۃ للاقارب دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۳۸

Marfat.com

جو دس بیس روپیہ باقی ہے اُس کا ارادہ ہے کہ مدرسہ میں دے دوں، اب آپ اپنی رائے سے مطلع فرمائیں میرا رجحان تو جواز کی طرف ہوتا ہے۔

الجواب

رائے سامی قرینِ صواب ہے اس لفظ میں کہ تقسیم کر دیا کیجو نہ کسی قوم محصورین کے لئے وصیت ہے نہ لفظ منبئ حاجت تو ظاہر بطلان وصیت،

كما هو مقتضى الضابطة المعروفة فی الوصايا قال فی الدر المختار والاصل ان الوصية متى وقعت باسم ينبئ عن الحاجة كايتام بنی فلان تصح وان لم يحصوا على ما مر لوقوعها لله تعالٰى وهو معلوم وان كان لا ينبئ عن الحاجة فان احصوا صحت ويجعل تمليكا والا بطلت وتمامه فی الاختيار[1]

جیسا کہ وصیتوں کے بارے ہیں معروف ضابطہ کا تقاضا ہے، درمختار میں فرمایا ضابطہ یہ ہے کہ وصیت جب ایسے اسم کے ساتھ واقع ہو جو حاجت کی خبر دے جیسا کہ فلاں قبیلے کے یتیموں کے لئے، تو یہ وصیت صحیح ہوگی اگرچہ جن کے بارے میں وصیت کی گئی وہ غیر منحصر ہوں، جیسا کہ گزر چکا، کیونکہ یہ وصیت اللہ تعالٰی کے لئے واقع ہوئی، اور یہ معلوم ہے، اگر وصیت ایسے اسم کے ساتھ واقع ہو جو حاجت کی خبر نہ دیتا ہو تو اس صورت میں جن کے لئے وصیت کی گئی اگر وہ منحصر ہیں تو وصیت صحیح ہوگی اور اس وصیت کو تملیک قرار دیا جائے گا اور اگر وہ منحصر نہیں تو وصیت باطل ہوگی۔ اسکی پوری تفصیل اختیار میں ہے۔ (ت)

مگر اس کا کہنا "میری فاتحہ دلاکر" یہ بتا رہا ہے کہ تقسیم مساکین پر مقصود تو لفظ میں اشعار بحاجت و قربت موجود گویا یوں کہا کہ ہر موسم میں اس کا میوہ خرید کر لوجہ اللہ مساکین پر تقسیم کر دیا کرو یہ قطعاً وصیت صحیحہ جائزہ ہے۔

كذا هذا فی الهندية عن الخانية مريض قال بالفارسية صد درهم از من بخشش كنيد قال الشيخ الامام ابو بكر محمد بن الفضل رحمه الله تعالٰى هی

یوں ہی ہندیہ میں بحوالہ خانیہ منقول ہے کہ ایک مریض نے فارسی زبان میں کہا "میری طرف سے سَو درہم بخشش کردو"۔ شیخ امام ابوبکر محمد بن فضل علیہ الرحمہ نے کہا یہ وصیت باطل ہے

---

[1] الدرالمختار کتاب الوصایا باب الوصیۃ للاقارب الخ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۳۰

Marfat.com

باطلة لان هذا للاغنياء والفقراء جميعا ولو قال صد درہم از من رواں کنید قال کانت الوصیة جائزة لان هذا اللفظ یراد به القربة[1]

کیونکہ یہ اغنیاء اور فقراء سب کے لئے ہے۔ اور اگر کہا "میری طرف سے سو درہم رواں کردو" تو امام ابوبکر نے کہا کہ وصیت جائز ہے کیونکہ اس لفظ سے قربت مراد ہوتی ہے۔ (ت)

اور مذہب صحیح اور مفتٰی بہ میں موصی جس چیز کی مساکین کے لئے وصیت کرے وصی کو اختیار ہے کہ وہ نہ دے اس کی قیمت تصدق کردے و بالعکس یعنی روپے خیرات کرنے کی وصیت ہو تو چیز خرید کر صدقہ کرسکتا ہے۔

فیہا عنہا رجل اوصی بان یتصدق عنه بالف درہم فتصدقوا عنه بالحنطة او علی العکس قال ابن مقاتل یجوز ذلك وقال الفقیه ابواللیث وبه ناخذ ولو اوصی بان یباع هذا العبد ویتصدق بثمنه علی المساکین جاز لهم ان یتصدقوا بنفس العبد ولو قال اشتر عشرة اثواب وتصدق بها فاشتری الوصی عشرة اثواب له ان یبیعها ویتصدق بثمنها[2] اھ ملخصًا۔

ہندیہ میں خانیہ ہی کے حوالے سے ہے ایک شخص نے وصیت کی کہ اس کی طرف سے ہزار درہم صدقہ کئے جائیں تو انھوں نے اس کی طرف سے گندم صدقہ کردی یا معاملہ اس کے برعکس ہوا۔ ابن مقاتل نے کہا یہ جائز ہے۔ فقیہ ابواللیث نے کہا ہم اسی سے اخذ کرتے ہیں۔ اور اگر وصیت کی کہ اس کا یہ غلام بیچ دیا جائے اور اس کی قیمت صدقہ کردی جائے۔ تو ان کے لئے جائز ہے کہ وہ خود غلام کو صدقہ کردیں۔ اور اگر کہا دس کپڑے خریدو اور ان کو صدقہ کردو۔ پھر وصی نے دس کپڑے خرید لئے تو اُسے اختیار ہے کہ وہ ان کپڑوں کو بیچ دے اور ان کی قیمت صدقہ کردے الخ تلخیص۔ (ت)

یونہی اُس کے کلام سے اس صدقہ کا چند موسم بدفعات ادا کرنا نکلتا ہے اس کا اتباع بھی ضرور نہیں وصی کو اختیار ہے کہ ایک وقت میں سب روپیہ تصدق کردے۔

فیہا عنہا لو قال اوصیت

ہندیہ میں خانیہ سے ہی منقول ہے، اگر کہا

---

[1] الفتاوی الہندیہ کتاب الوصایا الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۹۵
[2] " " " " الباب الثامن " " " ۶/ ۱۳۴

Marfat.com

بان یتصدق من ثلثی کل سنۃ مائۃ درہم فالوصی یتصدق بجمیع الثلث فی السنۃ الاولٰی ولایوزع علی السنۃ اھ[1] وفیھا عن الخلاصۃ عن النوازل لو اوصی بان یتصدق فی عشرۃ ایام فتصدق فی یوم جاز[2]

"میں نے وصیت کردی کہ میرے ترکہ کے ثلث میں سے ہر سال سَو درہم صدقہ کیے جائیں" تو اس صورت میں وصی پہلے ہی سال پورے ثلث کو صدقہ کردے اور اس کو سالوں پر تقسیم نہ کرے اھ، ہندیہ میں بحوالہ خلاصہ نوازل سے منقول ہے اگر وصیت کی کہ دس دنوں میں صدقہ کیا جائے، اور وصی نے ایک دن میں صدقہ کر دیا تو جائز ہے۔ (ت)

پس وصی نے جو کتاب اُس مال سے خرید کر کے مسکین کو دی یا مساکین کو کھانا کھلایا سب جائز و بجا واقع ہوا، یُونہی اب جو روپیہ باقی ہے جائز کہ مدرسہ کے طلبۂ مساکین کو نقد یا کپڑا یا کھانا یا کتابیں خرید کر دے دے خواہ امداد طلبۂ مساکین کو جو تنخواہ مقرر ہوا اس میں صرف کر دے غرض جس قدر وجوہ تصدق ہیں سب کا اختیار رکھتا ہے رہا وہ کھانا کہ اہلِ تعزیت کو کھلایا اگر وہ محل تصدق تھے اور انھیں بطورِ تصدق کھلایا جائز ہوا، اور اگر اغنیاء تھے ناجائز، اور اس قدر روپے کا تاوان ذمۂ وصی لازم، مگر یہ کہ اُسے دھوکا ہوا اور اپنے نزدیک محلِ صدقہ جان کر تصدق کیا ہو،

فیھا عن التاتارخانیۃ سئل عن رجل اوصی بثلث مالہ للفقراء فاعطی الوصی الاغنیاء وھو لایعلم قال محمد رحمہ اللہ تعالٰی لایجزیہ والوصی للفقراء ضامن فی قولھم جمیعا[3]

ہندیہ میں تاتارخانیہ سے منقول ہے، اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے فقیروں کیلئے اپنے تہائی مال کی وصیت کی اور وصی نے لاعلمی میں اغنیاء کو دے دیا، امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ یہ کفایت نہیں کرے گا۔ اور تمام ائمہ کے قول کے مطابق وصی فقیروں کے لئے ضامن ہوگا۔ (ت)

اسی طرح اگر کھانا بطور تملیک نہ تھا بلکہ جس طرح دعوت میں بر سبیل اباحت کھلایا جاتا ہے کہ

---

[1] الفتاوی الھندیۃ کتاب الوصایا الباب الثامن مسائل شتی نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۱۳۵
[2] " " " " " " ۶/۱۳۴
[3] " " " " " " ۶/۱۳۵

Marfat.com

کھانے والوں کو طعام کا مالک نہیں کیا جاتا ہے بلکہ مِلک مالک پر اس کے اذن سے تصرف کرتے ہیں، تو بھی ناجائز اور تاوان لازم ہوگا،

فانہ انما کان مامورا بالتصدق ولا تصدق الا بالتملیک ولا تملیک فی الاباحۃ وکل ذٰلک ظاہر^عہ^ عند من لہ المام بالفقۃ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

اس لئے کہ اس کو تو فقط صدقہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور صدقہ تملیک کے بغیر نہیں ہوتا۔ اور اباحت میں کوئی تملیک نہیں۔ یہ سب کچھ اس شخص کے لئے ظاہر ہے جس کو فقہ کے ساتھ کچھ بھی تعلق ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے بحالت شدّت مرض میں کہ امیدِ حیات قطع ہوچکی تھی اور طاقتِ حس وحرکت بالکل نہ تھی مگر ہوش وحواس باقی تھے ایک دستاویز ہبہ نامہ اپنی دختر کے نام اس طور پر لکھی کہ اُس میں ایک دکان خاص اپنی مملوکہ اور ایک مکان کہ واقع میں مملوکِ دختر ہی تھا شامل اور اسی حالت میں ایک حویلی اپنی ماں کو بقدر سہام شرعی اُس کے لائق ہوگی ہبہ لکھ دی اور زرِ ثمن معاف کردیا اور اپنے خرچ دفن کے لئے تیس روپیہ اپنی بیٹی کے سپرد کردئے اور وصیت کردی کہ یہ روپے میری تجہیز وتکفین میں خرچ کرنا اگر زیادہ ضرورت ہو تو میرے زیور سے کوئی چیز بیع کرڈالنا اور ایک دکان جو میرے مال سے باقی ہے اس میں سے ڈھائی سو روپے جو مجھ پر قرض ہیں ادا کرنا اور کچھ مسجد وغیرہ میں خرچ کرنا اور میرے بھائیوں کو دینا اس وقت کسی شخص نے کہا تمھارے بھائی مسکین ہیں اور حاجتمند ہیں ان کا حق پورا ادا کرنا خرچ مسجد وغیرہ سے اولٰی ہے تو کہا جو شریعت سے ہو اور بہتر ہو بعدہ ہندہ نے ایک دختر اور تین برادرِ حقیقی اور ماں چھوڑ کر انتقال کیا اس صورت میں اشیائے منقولہ وغیر منقولہ کس طرح تقسیم ہونگی اور ہر ایک کو کتنا کتنا پہنچے گا اور وہ دستاویز جائز یا ناجائز اور بھائیوں کا حق پورا دیا جائیگا یا نہ اور خرچ تجہیز وتکفین میں کیا داخل ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

سائل مظہر کہ ہندہ نے اُسی حالت میں دو ایک روز بعد وفات پائی تو صورت مستفسرہ میں وہ

عہ ھٰھنا سقط ولعلہ عند صح ۱۲
اختر رضا خاں ازہری غفرلہ

Marfat.com

مرض بلاشبہہ مرض الموت تھا،

فی الدر المختار قیل مرض الموت ان لا یخرج لحوائج نفسہ وعلیہ اعتمد فی التجرید بزازیۃ والمختار انہ ما کان الغالب منہ الموت وان لم یکن صاحب فراش قہستانی عن ہبۃ الذخیرۃ۔[1]

درمختار میں ہے کہا گیا ہے کہ مرض الموت یہ ہے کہ مریض اپنی حاجتوں کے لئے گھر سے نہ نکل سکے، اسی پر اعتماد کیا ہے تجرید میں (بزازیہ)، اور مختار یہ ہے کہ اس کے سبب سے غالب موت ہو اگرچہ وہ صاحب فراش نہ ہو۔ اور یہ بات قہستانی نے ذخیرہ کے باب الھبہ سے نقل کی۔ (ت)

اگرچہ ہوش وحواس بالکل صحیح ہوں کہ اختلال کچھ مرض الموت کے لئے شرط نہیں،

والالم تکن تبرعاتہ نافذۃ فی الثلث موقوفۃ فی الزائد مثلا بل بطلت عن اٰخرھا کما لا یخفی۔

ورنہ یوں نہ ہوگا کہ اس کے تبرعات ایک تہائی میں نافذ ہوں اور اس سے زائد میں موقوف ہوں، بلکہ یہ وصیت سرے سے ہی باطل ہوگی جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ (ت)

پس ہندہ نے جو مال اپنا اپنی دختر کو ہبہ کیا بشرطیکہ اپنی زندگی میں دختر کا قبضہ کاملہ کرا دیا ہو اور جو کچھ اپنی ماں کے ہاتھ بیچا اور وہ زرثمن کہ ماں کو معاف کیا اور دکان باقیماندہ سے بعد ادائے قرض جو بھائیوں کو کچھ دینا کہا چاروں تصرف اجازت باقی ورثہ پر موقوف ہیں ہبہ بنام دختر میں مادر و برادران کی اجازت درکار ہے اور بیع وہبۂ ثمن بنام مادر میں دختر و برادران اور بھائیوں کو کچھ دینے کے باب میں مادر و دختر کی اجازت چاہئے جس تصرف کو باقی سب ورثہ جائز رکھیں گے بشرطیکہ وہ عاقل بالغ ہوں پورا نافذ ہو جائے گا جیسے باقی ورثہ سے کوئی اجازت نہ دے بالکل باطل ہو جائے گا اور جسے بعض اجازت دیں بعض نہ دیں تو صرف اجازت دہندہ عاقل بالغ کے حصہ میں نفاذ پائے گا باقی کے حصہ میں باطل و بے اثر ہوگا تو جس چیز میں باقی سب ورثہ کی اجازت معتبر شرعیہ ہوگئی وہ تمام وکمال اسی کو ملے گی جس کے نام ہندہ نے کر دی دوسرے ورثہ اس میں سے اصلاً حصہ نہ پائیں گے اور کسی کی اجازت نہ ہوئی تو وہ کل ترکہ میں شامل کی جائے گی اور بعض کی ہوئی اور بعض کی نہ ہوئی تو اجازت نہ دینے والے اس میں سے حصہ پائیں گے اور دینے والوں کا حصہ اسے جس کے نام وہ چیز کی گئی تھی

---

[1] الدرالمختار کتاب الوصایا مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۲۰

اور بھائیوں کے نام وصیت میں کچھ دینا ہے جس کی مقدار ہندہ نے معین نہ کی تو اُن کی تعین مقدار مادر و دختر کے متعلق ہوگی اگر دونوں اس وصیت کو جائز رکھیں تو دونوں سے کہا جائے گا بنام وصیت جو چاہو بھائیوں کو دے دو ترکہ میں ان کا حصہ شرعیہ الگ رہا اور اگر ایک اجازت دے اور دوسری ناجائز رکھے تو اُس دوسری کے حصہ پر اس وصیت کا کچھ اثر نہ ہوگا اجازت دینے والی سے کہا جائیگا تو اپنے حصہ سے جو مناسب سمجھے بنام وصیت انھیں دے، اور ان سب صورتوں میں اجازت وہ معتبر ہوگی جو بعد موتِ ہندہ واقع ہوئی مثلاً حیاتِ ہندہ میں کسی تصرف کو کوئی وارث تسلیم کرچکا تھا اس کی موت کے بعد اب جائز نہیں رکھتا تو وہ اجازت نہ دینا ہی ٹھہرے گا مگر بعد موت اجازت دے کر پھرنے کا کسی کو اختیار نہیں مثلاً موتِ ہندہ پر کسی وارث نے اُن میں سے کسی تصرف کی اجازت دے دی تو اس کی طرف سے اجازت ہوگئی اور اس کے حق میں نافذ ہوچکا اب اس سے رجوع نہیں کرسکتا۔ رہی مسجد وغیرہ کے لئے وصیت جبکہ ہندہ نے اسے قائم نہ رکھا بلکہ کہہ دیا جو شریعت میں بہتر ہو تو حکمِ شرع یہ ہے کہ تہائی مال سے کم کی وصیت اگرچہ مستحب ہے مگر جب ورثہ محتاج ہوں اور انھیں اس کے متروکہ سے ہر ایک کو اتنا نہ پہنچتا ہو جو اُسے غنی کردے تو وصیت کا ترک ہی اولیٰ ہے اور غنی ہونے کی مقدار یہ ہے کہ ہر وارث محتاج کو کم سے کم چار ہزار درہم کے قدر مال پہنچے جو یہاں کے روپے سے گیارہ سو بیس[۱۱۲۰] روپے ہوتے ہیں پس اگر ہندہ کا مال جو شرعاً بعد لحاظ مسائل مذکورہ بالا اُس کا ترکہ قرار پائے بعد ادائے دین وافراج وصیت دس ہزار اسّی روپے کی مالیت کا رہے تو وصیت بنام مسجد وغیرہ نافذ کی جائے گی اور اس کے مقدار کا بیان پانچوں وارثوں کے متعلق ہوگا جو اُن کا جی چاہے دے دیں جب اتنی مالیت قابل تقسیم ورثہ رہے تو ہر بھائی کو گیارہ سو بیس کا پہنچے گا جو اسے غنی کردے گا اور ایسی حالت میں وصیت افضل ہے اور اگر اتنی مالیت نہ بچے تو وصیت بنام مسجد وغیرہ منسوخ ہوگئی کہ اس صورت میں افضل ترک وصیت ہے اور تجہیز و تکفین سے مصارفِ غسل و کفن و دفن بقدر سنّت مراد ہیں فاتحہ درود کے خرچ اس میں شامل نہیں،

فی الدر المختار اعتاقه ومحاباته وهبته و وقفه وضمانه كل ذلك حكمه كحكم وصية اھ[۱]

درمختار میں ہے مریض کا آزاد کرنا، بیع میں سہولت برتنا، ہبہ کرنا، وقف کرنا اور اس کا ضامن ہونا ان میں سے ہر ایک کا حکم وصیت کے حکم کی طرح ہے اھ

---

[۱] الدر المختار کتاب الوصایا باب العتق فی المرض مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۲۰

Marfat.com

فی رد المحتار قولہ ھبتہ اھ اذا اتصل بہ القبض قبل موتہ اما اذا مات ولم یقبض فتبطل الوصیۃ لان ھبۃ المریض ھبۃ حقیقۃ وان کانت وصیۃ حکما کما صرح بہ قاضیخان وغیرہ عن المکی[1] اھ۔ وفی الدر لالوارثہ الا باجازۃ ورثتہ وھم کبار عقلاء فلم تجز اجازۃ صغیر ومجنون ولو اجاز البعض ورد البعض جاز علی المجیز بقدر حصتہ[2] اھ وفیہ وقف بیع المریض لوارثہ علی اجازۃ الباقی[3] وفی رد المحتار ولو بمثل القیمۃ وان مات منہ ولم تجز الورثۃ بطل فتح[4] اھ، وفی الدر و لا تعتبر اجازتہم حال حیاتہ اصلا بل بعد وفاتہ[5] اھ

ردالمحتار میں ہے کہ ماتن کا قول "اس کا ہبہ کرنا" اس کا مطلب یہ ہے کہ موت سے پہلے اس پر قبضہ ہوجائے، لیکن اگر وہ مرگیا اور قبضہ نہ کیا تو وصیت باطل ہوجائے گی کیونکہ مریض کا ہبہ درحقیقت ہبہ ہے اگرچہ حکماً وصیت ہے جیساکہ قاضیخان وغیرہ نے مکی کے حوالے سے اس کی تصریح کی الخ۔ درمختار میں ہے کسی وارث کے لئے وصیت جائز نہیں سوائے دوسرے وارثوں کی اجازت کے اس حال میں کہ وہ بالغ اور عاقل ہوں، لہذا نابالغ اور مجنون کی اجازت جائز نہیں۔ اگر بعض وارثوں نے اجازت دی اور بعض نے رَد کردیا اجازت دینے والے پر اس کے حصہ کے برابر جائز ہے اھ اسی میں ہے کہ مریض کی بیع کسی وارث کے لئے باقی وارثوں کی اجازت پر موقوف ہوگی، ردالمحتار میں ہے اگرچہ مثلی قیمت کے ساتھ ہو، اگر وہ مرگیا اور وارثوں نے اجازت نہیں دی تو وہ بیع باطل ہوگی، فتح اھ۔ درمختار میں ہے کہ اس کی زندگی میں وارثوں کی اجازت بالکل معتبر نہیں بلکہ اس کی وفات کے بعد اھ

---

[1] ردالمحتار کتاب الوصایا باب العتق فی المرض داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۳۵
[2] الدرالمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۱۹
[3] " کتاب البیوع فصل فی الفضولی " " " ۲/۳۲
[4] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۳۹
[5] الدرالمختار کتاب الوصایا مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۱۷

Marfat.com

وفیہ اذا اوصی بالزیادۃ علی الثلث
او لقاتلہ او لوارثہ فاجازتھا
الورثۃ حیث لایکون لھم المنع
بعد الاجازۃ بل یجبروا علی
التسلیم لما تقرر ان المجاز
لہ یتملکہ من قبل الموصی
عندنا وعند الشافعی من قبل
المجیز اھ[1] وفیہ و بجزء او سھم
من مالہ فالبیان الی
الورثۃ یقال لھم اعطوہ
ماشئتم اھ فی رد المحتار
مثلہ الحظ و الشقص و
النصیب و البعض جوھرۃ[2] اھ
وفی الدر ندبت
باقل منہ ولو عند غنی
١ ورثتہ او استغنائھم
بحصتھم کما ندب ترکھا
بلا غنی او استغناء لانہ
ح صلۃ و صدقۃ[3] اھ
فی رد المحتار صیرورتھم
اغنیاء بان یرث کل منھم

اسی میں ہے کہ جب ایک تہائی سے زائد کی وصیت کی یا اپنے قاتل کے لئے وصیت کی یا اپنے کسی وارث کے لئے وصیت کی اور دوسرے وارثوں نے اسکی اجازت دے دی، تو اب ان وارثوں کو اجازت دینے کے بعد روکنے کا اختیار نہیں، بلکہ اس کو سونپنے پر وہ مجبور کئے جائیں گے کیونکہ یہ بات ثابت ہو چکی کہ جس کے لئے اجازت دی گئی ہمارے نزدیک وہ وصیت کرنے والے کی طرف سے مالک بنتا ہے اور امام شافعی کے نزدیک اجازت دینے والے کی طرف سے اھ، اور اسی میں ہے کہ اپنے مال کی ایک جزء یا ایک حصہ کی وصیت کی تو اس کا بیان وارثوں کے سپرد ہوگا ان کو کہا جائے گا کہ جو حصہ چاہو اس کو دے دو اھ۔ ردالمحتار میں ہے اسی کی مثل حکم ہوگا اگر مرنیوالے نے اپنے مال میں کسی حظ، شقص، نصیب یا بعض کی وصیت کی، جوھرہ الخ۔ درمختار میں ہے ایک تہائی مال سے کمتر میں وصیت کرنا مستحب ہے اگرچہ وہ وصیت وارثوں کی مالداری کے ساتھ ہو یا میراث کے حصوں کی وجہ سے ان کو استغناء حاصل ہو رہا ہو جیسا کہ وارثوں کے مالدار نہ ہونے اور میراث کے حصوں کے سبب

---

[1] الدر المختار کتاب الوصایا باب الوصیۃ بثلث المال مجتبائی دہلی ۲/ ۲۷ - ۳۲۶
[2] " " " " " " ۲/ ۳۲۴
[3] ردالمحتار " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۲۹
[4] الدر المختار کتاب الوصایا مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۱۸

Marfat.com

اربعة آلاف درهم علی ماروی عن الامام او یرث عشرۃ آلاف درهم علی ماروی عن الفضلی القهستانی عن الظهیریۃ و اقتصر الاتقانی علی الاول[1] اھ وفی الدر وللموصی الرجوع عنها بقول صریح او فعل[2] الخ وفی الطحطاوی علی الدر التجهیز لایدخل السبح والصمدیۃ والجمع والموائد لان ذٰلك لیس من الامور اللازمۃ[3] الخ۔

مستغنی نہ ہونے کی صورت میں وصیت کو ترک کرنا مستحب ہے کیونکہ اس صورت میں ترکِ وصیت صلہ رحمی اور صدقہ ہے اھ۔ ردالمحتار میں ہے ان کے غنی ہونے کی صورت یہ ہوگی کہ ہر ایک ان میں سے چار ہزار درہم کا وارث بنے جیسا کہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ سے منقول ہے، یا دس ہزار درہم کا وارث بنے جیسا کہ امام فضلی قہستانی سے بحوالہ ظہیریہ منقول ہے، اتقانی نے قول اول پر اقتصار کیا اھ۔ درمختار میں ہے کہ موصی کو وصیت سے رجوع کا اختیار ہے چاہے صریح قول کے ساتھ رجوع کرے یا فعل کے ساتھ الخ۔ درمختار کے حاشیہ طحطاوی میں ہے کہ دعا و درود، ختم قل و چہلم، لوگوں کا اجتماع اور کھانے کا اہتمام وغیرہ تجہیز میں داخل نہیں کیونکہ یہ امورِ لازمہ میں سے نہیں الخ۔ (ت)

ان سب مسائل مذکورہ کے بعد جو متروکہ ہندہ ٹھہرے بعد خرچ تجہیز و تکفین و ادائے دین و اجرائے وصیت برتقدیر عدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین اٹھارہ سہام پر منقسم ہو کر تین سہم مادر اور نو دختر اور دو دو ہر برادر کو ملیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ مری اس نے اپنی حیات میں وصیت کی کہ میرا جو کچھ ہے وہ سب راہِ خدا یعنی تعمیرِ مسجد وغیرہ میں خرچ کیا جائے۔ اب ازروئے شرع کے جو حکم ہو وہ کیا جائے اور اس کے وارثوں میں ایک زوج اور دو دختر اور ماں باپ اور ایک برادر اور ایک ہمشیر اس نے چھوڑی اور زیور ساختہ زوج کا وہ زوج کے پاس ہے کس کا حق قرار پائے گا۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

سائل مظہر کہ ان وارثوں میں دونوں لڑکیاں نابالغہ ہیں اور زیور کہ زوج نے بنایا صرف پہننے کو

---

[1] ردالمحتار کتاب الوصایا دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۱۸

[2] الدرالمختار کتاب الوصایا مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۱۹

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الفرائض المکتبۃ العربیہ کوئٹہ ۴/ ۳۶۷

Marfat.com

دیا تھا عورت کو ہبہ نہ کیا تھا نہ وہاں تملیک کا عرف ہے، بلکہ یونہی پہننے کو بنا دیتے ہیں۔ پس صورتِ مستفسرہ میں اگر سب بیان واقعی ہیں تو زیور ساختہ زوج ملکِ زوج ہے اس میں ورثۂ زوجہ کا کچھ حق نہیں اور متروکہ عورت سے اگر اس پر کوئی دین ہو ادا کیا جائے اس کے بعد جو باقی بچے اس کا ایک ثلث تعمیر مسجد وغیرہ میں حسبِ وصیت صرف کر دیں اگرچہ ورثہ راضی نہ ہوں دو ثلث کہ باقی رہے اس کی تقسیم بر تقدیر عدمِ موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین پندرہ سہام میں سے زوج کے تین[۳] ماں باپ کے دو دو[۲]، ہر دختر کے چار چار[۴] اور برادر وخواہر کا کچھ نہیں پھر ایک ثلث میں وصیت نافذ کرنے کے بعد دو ثلث باقی ماندہ سے دونوں بیٹوں کا حصہ تو ضرور رہے دیا جائے گا کہ بوجہ نابالغی ان کے حق میں وصیت کسی طرح عمل نہیں کر سکتی باقی تینوں وارثوں میں جو شخص وصیت کی اجازت نہ دے اس کا حصہ اسے دیا جائے گا اور جو جائز رکھے اس کا حصہ بھی وصیت کے مطابق صرف کر دیا جائیگا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۸

۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمّی محبوب علی نے اپنی حالت صحت و نفاذ تصرفات میں اپنی جائداد مملوکہ مقبوضہ اپنی زوجہ ہندہ کے نام بعوض اُس کے دین مہر کے منتقل کر دی بعدہ محبوب علی کا انتقال ہوا، اب ہندہ نے ایسی حالت میں کہ اُسے مرضِ فالج ہو چکا تھا جسے ایک سال سے زائد گزرا اور اب کوئی حالت اس کی ترقی روزانہ اور اس سے غلبہ خوف ہلاک کی نہ تھی بلکہ مزمن ہو چکا تھا وہ جائداد اپنے شوہر کے بھانجے کو اُس کے حسنِ خدمت کے صلہ میں ہبہ کی اور شرعی اور نیز قانونی تکمیل کر دی ہندہ ہنوز زندہ ہے، اب زید کہ محبوب علی کے چچا کی اولاد میں اور اس کا عصبہ ہے اس ہبہ پر فرض ہونا اُس جائداد میں اپنا حصہ بتاتا ہے اس صورت میں اُس کا یہ دعویٰ مسموع اور ہبہ مذکورہ باطل و مرفوع ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں ہبۂ مذکورہ تام وکامل اور دعویٰ زید نامسموع و باطل، محبوب علی نے جو جائداد اپنی صحت میں اپنی زوجہ کو بعوض دین مہر دے دی محبوب علی و ورثۂ محبوب علی کو اس سے کچھ تعلق نہ رہا، ہندہ اس کی مالک مستقل ہوگئی مالک کو اختیار ہے کہ اپنی صحت میں اپنا مال جسے چاہے دے دے کسی کو اس پر اعتراض نہیں پہنچتا، زید اگرچہ بذریعۂ وراثت محبوب علی مدعی ہے تو وراثت محبوب علی کو مالِ ہندہ سے کیا علاقہ، اور اگر وہ ہندہ کا بھی وارث شرعی اور اس بنا پر مدعی ہے تاہم حیاتِ مورث میں دعویٰ وراثت کیا معنیٰ، ہاں اگر کوئی شخص مرضِ موت میں اپنا مال کسی کو ہبہ کرے

Marfat.com

تو وُہ ہبہ بمنزلہ وصیت ہوتا ہے جس کا اثر یہ کہ بعد موت واہب اُس کے ورثہ کو ثلث کو کل متروکہ واہب کے لحاظ سے اگر ہبہ میں کچھ زیادت ہوئی ہو تو صرف اس مقدار زائد میں اختیار اعتراض ہے زندگی واہب میں یہ اعتراض بھی نہیں پہنچتا کہ ابھی اُس مرض کا مرض ہونا ہی معلوم نہیں، کیا معلوم کہ شفا ہو جائے تو مرضِ موت نہ رہے کہ مرضِ موت تو وہ مرضِ مہلک ہے جس میں موت واقع ہو جائے معہذا حیاتِ مورث میں اس کے ثلث مال کی تعیین بھی ناممکن جس سے خیال کرسکیں کہ یہ ہبہ اُس حد کے اندر یا اس سے زائد ہے، کیا معلوم کہ جو مال اب ہے اس سے زائد اسے کسی وجہ سے اور حاصل ہو جائے کہ جسے اس وقت ثلث سے زائد تصور کرتے ہیں ثلث سے کم رہ جائے، پھر ہندہ کا مرض مذکور کو مرضِ موت کی اصل جنس ہی سے خارج کہ جو مرض مزمن ہو جائے وہ مرضِ موت نہیں رہتا اگرچہ اس میں موت واقع ہو۔ بالجملہ دعوٰی زید اصلاً کسی طرح کوئی وجہِ صحت نہیں رکھتا۔ درمختار کتاب الاقرار میں ہے:

تصرفات المریض نافذۃ وانما تنقض بعد الموت[1]

مریض کے تصرفات نافذ ہوتے ہیں البتہ موت کے بعد وہ ختم ہو جاتے ہیں (ت)

ہدایہ میں ہے:

لا معتبر باجازتھم فی حال حیاتہ لانھا قبل ثبوت الحق اذ الحق یثبت عند الموت[2]

موصی کی زندگی میں وارثوں کی اجازت معتبر نہیں کیونکہ یہ ثبوتِ حق سے قبل ہوئی اس لئے کہ وارثوں کا حق تو موت کے وقت ثابت ہوتا ہے (ت)

عالمگیری میں ہے:

یعتبر کونہ وارثا او غیر وارث وقت الموت لا وقت الوصیۃ[3]

وارث ہونے یا نہ ہونے کا اعتبار موت کے وقت ہوتا ہے نہ کہ وصیت کے وقت۔ (ت)

درمختار میں ہے:

ھبۃ مقعد و فالج و مسلول من کل مالہ ان طالت مدتہ سنۃ ولم یخف

مقعد، مفلوج اور سِل کے مریض کا ہبہ کل مال میں نافذ ہوتا ہے جبکہ بیماری سال تک لمبی ہوگئی اور

---

[1] الدر المختار کتاب الاقرار باب اقرار المریض مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۳۷
[2] الہدایۃ کتاب الوصایا مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۶۵۱
[3] الفتاوی الہندیۃ " نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۹۰

Marfat.com

موته منه لانها امراض مزمنة[1] اھ ملخصًا

موت کا خوف اس بیماری سے نہ رہا ہو کیونکہ یہ طبی بیماریاں ہیں اھ تلخیص (ت)

ردالمحتار میں ہے:

المراد من الخوف الغالب منه لا نفس الخوف کفایة[2]

خوف سے مراد خوف کا غالب ہونا ہے نہ کہ نفسِ خوف، کفایہ۔ (ت)

اُسی میں ہے:

المانع من التصرف مرض الموت وھو مایکون سببا للموت غالبا وانما یکون کذلك اذا کان بحیث یزداد حالا فحالا الی ان یکون اٰخرہ الموت[3] واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

تصرف سے مانع مرض الموت ہے اور وہ غالبًا موت کا سبب ہوتی ہے۔ اور بیشک ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ بیماری دن بدن بڑھتی جاتی ہے یہانتک کہ اس کی انتہاء موت پر ہوتی ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۹: ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ مرسلہ جمیل احمد صاحب پیلی بھیت محلہ پکریا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی جائداد سے بقیدِ حیات اپنے عمرو کے واسطے اور بعد انتقال عمرو کی زوجہ کے واسطے مبلغ دو روپیہ مشاہرہ مقرر کیا تھا بقضائے الٰہی زید اور عمرو نے انتقال کیا اور زوجۂ عمرو متوفی موجود ہے اس حالت میں زوجۂ مذکورہ اس مشاہرہ مقررہ کی جو زید نے یعنی بقید حیات مقرر کیا تھا شرعًا ورثاء زید سے مستحق پانے کی ہے یا نہیں؟

الجواب

سائل مظہر کہ بعد انتقال سے مراد بعد انتقال عمرو ہے تو یہ وصیت نہ ہوئی فان الوصیة انما تکون مضافة الی ما بعد الموت (کیونکہ وصیت تو موت کے مابعد کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ت) بلکہ صرف اپنی زندگی تک ایک تبرع کا وعدہ تھا ولا جبر علی تبرع ولا علی وفاء وعد (تبرع اور وعدہ پورا کرنے پر جبر نہیں ہوتا۔ت) اور سائل مظہر کہ زید نے اپنی حیات تک وعدہ وفا بھی کیا انتقال عمرو

---

[1] الدر المختار	کتاب الوصایا	نورانی کتب خانہ پشاور	۲/۳۲۰
[2] ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۵/۴۲۳
[3] "	"	" "	۵/۴۲۳

Marfat.com

سے پیشتر ہوا، غرض صورتِ مذکورہ میں خواہ وفائے وعدہ ہوا یا نہ ہوا زوجۂ عمرو اس مشاہرہ کا مطالبہ نہ ورثائے زید سے کرسکتی ہے نہ ترکۂ زید سے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۰ مسئولہ نواب محمد میاں خاں صاحب ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک موضع کی نسبت وصیت کی کہ میرے باپ کے اور میرے وقت سے جو جو جس جس کا مقرر ہے وہ اس کی توفیر سے ادا ہوتا رہے، خالد نے موضع مذکور کا ٹھیکہ لیا اور تین برس تک حقوق مستحقین کو نگاہ رکھا اب اس نے بالکل بند کرلیا شرعاً خالد کا زندہ زید کو ایسا اختیار حاصل ہے یا نہیں؟ اور وصیت مذکورۃ الصدر شرعاً درست ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

وصیت جبکہ ثلث کل متروکۂ موصی بعد ادائے دین سے زائد نہ ہو تو واجب النفاذ ہے وارث بھی اُسے بند نہیں کرسکتے نہ کہ کارندہ یا ٹھیکیدار تو کل موضع مذکور اگر ثلث متروکۂ زید سے زائد نہیں تو یہ وصیت بتمامہا ہمیشہ نافذ رہے گی۔

فی التنویر تجوز بالثلث للاجنبی وان لم یجز الوارث ذٰلک اھ[1] ۔ واللہ تعالٰی اعلم

تنویر میں ہے اجنبی کے لئے ایک تہائی میں وصیت جائز ہے اگرچہ وارث اس کی اجازت نہ دے اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۱ از لکھنؤ محمود نگر اصح المطابع مرسلہ مولوی محمد عبد العلی صاحب مدراسی ۱۸ صفر ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے کچھ روپے اور بعض چیزیں اپنی بہن کو دے کر یہ کہا کہ اسے اپنے پاس رکھو یا تو وقتاً فوقتاً ہم لے لیا کریں گے یا اگر ہمارا انتقال ہوگیا تو تم اس کو ہمارے نام پر صدقہ کردینا ہم کو تم سے امید ہے کہ تم ہمارے بعد صدقہ کردو گی بخلاف باپ کے کہ ان سے امید نہیں اس کے بعد وہ شخص کچھ دن پیچھے مرگیا اب وارث اُس کی بی بی اور اُس کا باپ ہے تو آیا بہن حسبِ وصیت بھائی کے ان روپوں اور چیزوں کو بلا اطلاع ورثہ صدقہ کردے یا ورثہ کے حوالے کردے خواہ وہ صدقہ کریں یا نہ کریں مگر امید صدقہ کی نہیں پائی جاتی۔ بیّنوا توجروا۔

---

[1] الدرالمختار شرح تنویر الابصار کتاب الوصایا مطبع مجتبائی دہلی ۳۱۷/۲

Marfat.com

الجواب

اگر وہ مال کل متروکہ شخص مذکور بعد ادائے مہر و دیگر دیون کے ثلث سے زائد نہیں تو وصیت بلا اجازت ورثہ نافذہ ہے بہن کہ وصیہ ہے بلا اطلاع ورثہ صدقہ کر سکتی ہے اور اگر زائد ہے تو صرف قدر ثلث تصدق کر سکتی ہے زیادہ میں حاجت اجازت ورثہ ہے اگر اجازت نہ دیں قدر زائد انھیں واپس دے اور اگر مہر یا اور کوئی دین تمام ترکہ کو محیط ہے تو وصیت اصلاً نافذ نہیں سب مال دین میں دیا جائے گا مثلاً مورث نے تین سو روپے کا مال وصیہ کے پاس رکھوایا اور سات سو روپے کا اور متروکہ ہے اور اس پر مہر وغیرہ کوئی دین نہیں تو ظاہر ہے کہ تین سو روپے ہزار روپے کے ثلث سے کم ہیں یا اس صورت میں مثلاً سو روپے کا مہر وغیرہ دین ہے تو ہزار میں سے دین کے سو نکل کر نوسو (۹۰۰) رہے یہ تین سو روپے ان کے ثلث سے زائد نہیں ان دونوں صورتوں میں پورا تین سو (۳۰۰) کا مال بہن تصدق کر دے اور اگر مہر وغیرہ دیون کی مقدار چار سو (۴۰۰) روپے ہے تو بعد ادائے دیون چھ سو (۶۰۰) بچیں گے تین سو (۳۰۰) میں اس کے ثلث سے سو (۱۰۰) روپے زائد ہیں لہذا دو سو (۲۰۰) تصدق کرے اور سو (۱۰۰) کا تصدق اجازت ورثہ پر موقوف ہے اور اگر ہزار روپے یا اس سے زائد مقدار مہر و دیون ہے تو کچھ تصدق نہ کرے سب ان کی ادا میں صرف کیا جائے۔

والاحکام کلها واضحة جلیة معلومة متداولة فی عامة الکتب الفقهیة۔ واللّٰه سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

اور احکام تمام کے تمام واضح، روشن، معلوم اور فقہ کی عام کتابوں میں موجود ہیں۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۲ ۲۲ صفر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے پاس ماصہ روپے بکر کے جمع ہیں اور بکر مرگیا اور اس کی وارث ایک بی بی ہے کہ اس نے اب دوسرا نکاح کرلیا ہے اور ایک بھائی حقیقی اور دو بھائی چچا زاد ہیں تو ہر ایک کو اس میں سے کس قدر حصہ ملنا چاہئے اور سوائے اس کے ارادہ بکر کا حج کا تھا اور حج اس پر فرض بھی تھا لیکن مرتے وقت کوئی وصیت اس روپے کی بابت نہیں کی تھی سو اس صورت میں زید اگر چاہے تو اس کی طرف سے حج بھی کرا سکتا ہے یا نہیں فقط مکرر یہ کہ مرتے وقت بکر کے حواس بھی درست نہیں تھے۔ بینوا توجروا

الجواب

زید کو اس روپے میں کسی تصرف کا اختیار نہیں کہ وہ امانت دار تھا اب اس امانت کے مالک وارثانِ بکر ہوئے زید پر واجب ہے کہ سب روپے انھیں واپس دے۔

Marfat.com

قال اللہ تعالیٰ ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الیٰ اھلھا[1] (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) بیشک اللہ عزوجل حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کو پہنچادو۔

روپے اور جو کچھ ترکۂ بکر ہو بر تقدیر عدم موانعات ارث و انحصار ورثہ فی المذکورین و تقدیم دین و مہر وصیت چار سہم پر منقسم ہو کر ایک سہم اس کی زوجہ اور تین حقیقی بھائی کو پہنچیں گے چچا زاد بھائیوں کا کچھ حق نہیں، نکاح ثانی کرلینا عورت کے مہر یا میراث کو ساقط نہیں کرتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے وقت فوت گواہوں کے رُوبرو کہا کہ میرا کچھ قرض میری بہنوں پر آتا ہے وہ میں نے بعوض اُن کے حصے کے اپنے ترکہ میں معاف کیا اب وارث میری صرف دو دختر ہیں، بعدہٗ چاروں وارث اپنے چھوڑ کر فوت ہوا، اس صورت میں ترکہ اس کا کس طرح منقسم ہوگا؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

تخارج وغیرہ کوئی عقد نسبت ترکہ کہ حیاتِ مورث میں ہو صحیح نہیں تو یہ قول زید کا کأن لم یکن (نہ ہونے کے برابر ہے۔ ت) اب اگر خواہریں اس کی اس بات پر راضی ہوجائیں کہ بدلہ[2] قرضہ کے ترکہ سے دست بردار ہوں تو سب ترکۂ زید بالمناصفہ اس کے دختروں کو پہنچے گا اور خواہروں کو کچھ نہ ملے گا اور اگر نہ راضی ہوں تو کل ترکہ مع اس قرضہ کے جو خواہروں پر ہے بر تقدیر صدق مستفتی و عدم موانع ارث و تقدیم امور کا داء الدین و اجراء الوصیہ و انحصار ورثہ فی المذکورین چھ سہام پر منقسم ہو کر دو دو سہم دختروں اور ایک ایک خواہروں کو ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر یتامٰی کے اولیاء و اوصیاء اُن کے مال سے قدرے شیرینی وغیرہ کوئی چیز ہدیۃً کسی کو بھیجیں تو اُسے لینا جائز یا ناجائز؟ اور اگر بغرض تالیف قلوب و محابت یا بجہت قرابت رحمی اس شرط پر لے کہ اتنا ہی یا اس سے زیادہ معاوضہ کروں گا تو کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۵۸

[2] لعل الصواب قرضہ کے بدلہ ۱۲ ازہری غفرلہ

Marfat.com

الجواب

وُہ ولی جسے مال یتیم میں تصرف جائز ہوتین ہیں، باپ کا وصی، دادا اور دادا کا وصی۔ ان کے سوا اور اقارب اگرچہ مادر و برادر و عم و خواہر ہوں انھیں راسا تصرف فی المال کا اختیار نہیں۔

فی الدر المختار ولیہ احد اربعۃ الاب ثم وصیہ ثم الجد ثم وصیہ[1] اھ ملخصًا۔

درمختار میں ہے اس کا ولی چار میں سے کوئی ایک ہوگا باپ پھر اس کا وصی۔ دادا پھر اس کا وصی اھ تلخیص۔ (ت)

اب رہے اولیائے ثلثہ انھیں بھی یہ مجال نہیں کہ مالِ یتیم کسی کو بخش دیں یا ہدیۃً دیں یا کسی طرح کا تبرع اس سے عمل میں لائیں، نہ مہدی الیہ یا موہوب لہ کو اس کا لینا جائز، اگرچہ ہزار قرابت رحمی رکھتا یا تالیف و محابت کا قصد کرتا ہو۔

قال تبارك و تعالٰی ان الذین یاکلون اموال الیتامٰی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا و سیصلون سعیرا[2]۔

(اللہ تبارک و تعالٰی نے فرمایا) جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں یونہی ہے کہ اپنے پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں اور جلد پیٹھیں گے دہکتی آگ میں (ت)

اور شرط عوض بھی کچھ نافع نہیں کہ ہبہ بشرط العوض اگرچہ انجام میں بیع ہو جاتی ہے مگر ابتداءً ہبہ ہے اور وہ یہاں محض ناجائز، یہاں تک کہ ہمارے امام کے نزدیک باپ کو بھی اختیار نہیں کہ اپنے نابالغ بچّہ کا مال بشرط عوض کسی کو دے۔

فی الدر المختار من الہبۃ عن الخانیۃ لایجوز ان یھب شیئا من مال طفلہ ولو بعوض لانھا تبرع[3] وفیہ ایضا لایخفی ان ماھو تبرع ابتداء ضار فلا یصح باذن ولی الصغیر کقرض[4] اھ۔

درمختار کے باب الہبہ میں خانیہ سے منقول ہے کہ باپ کو یہ جائز نہیں کہ اپنے نابالغ لڑکے کے مال سے کچھ ہبہ کرے اگرچہ اس پر کچھ بھی لے کیونکہ یہ تبرع ہے۔ اسی میں یہ بھی ہے پوشیدہ نہ رہے کہ جو ابتداء کے اعتبار سے تبرع ہو وہ مضر ہے چنانچہ ولی صغیر کی اجازت سے صحیح نہیں ہوسکتا جیسے قرض اھ (ت)

---

[1] الدر المختار — کتاب الہبہ — مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۰

[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۰

[3] الدر المختار — کتاب الہبہ — مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۰

[4] ؍؍ — کتاب الماذون — ؍؍ ۲/ ۲۰۳

Marfat.com

البتہ اگر وصی یتیم مالِ یتیم کو ان لفظوں سے ہدیہ کر دے کہ میں نے یہ چیز تجھے بعوض اتنے مال کے ہدیہ دی اور اس مال کی تعیین وتبیین کر دے اور مہدی لہ قبول کرے اور وہ یعنی جسے ہدیہ دیا گیا نہ میت کا وارث ہو نہ اس وصی کا ایسا قریب کہ اس کی گواہی اس کے لئے جائز نہ ہو یعنی اصول وفروع ماں باپ دادا دادی نانا نانی بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی، تو یہ صورت جائز ہے بشرطیکہ اس میں غبن فاحش نہ ہو کہ ہبہ بالعوض ابتداءً وانتہاءً ہر طرح بیع ہے اور بیع وصی بشرائط مذکورہ روا۔

فی الدر المختار الھبۃ بشرط العوض المعین فھی ھبۃ ابتداء وبیع انتھاء وھذا اذا قال وھبتك علی ان تعوضنی کذا امالو قال وھبتك بکذا فھو بیع ابتداء وانتھاء وقید العوض بکونہ معینا لانہ لوکان مجھول بطل اشتراطہ فیکون ھبۃ ابتداء وانتھاء[1] اھ ملخصًا وفی تنویر الابصار صح بیعہ وشراءہ من اجنبی بما یتغابن الناس[2] اھ فی رد المحتار قولہ من اجنبی ای عن المیت وعن الموصی فلوباع ممن لاتقبل شھادتہ او من وارث المیت لایجوز[3]۔

درمختار میں ہے جو ہبہ عوض معین کی شرط کے ساتھ مشروط ہو وہ ابتداء کے اعتبار سے ہبہ اور انتہاءً کے اعتبار سے بیع ہے، یہ اس صورت میں ہے جب واہب یوں کہے میں نے تجھے ہبہ کیا اس شرط پر کہ فلاں چیز مجھے عوض میں دے لیکن اگر یوں کہے کہ میں نے تجھے فلاں چیز کے مقابلے میں ہبہ کیا کہ یہ ابتداء وانتہاء دونوں کے اعتبار سے بیع ہے اور عوض کے ساتھ معین ہونے کی قید اس لئے لگائی کہ اگر وہ مجہول ہو تو شرط لگانا باطل ہوگا چنانچہ یہ ابتداء وانتہاء دونوں کے اعتبار سے ہبہ ہوگا اھ تلخیص۔ تنویر الابصار میں ہے اس کی بیع وشراء اجنبی کے ہاتھ اتنے غبن کے ساتھ صحیح ہے جتنا لوگوں میں چلتا ہے اھ، ردالمحتار میں ماتن کے قول "من اجنبی" کے تحت مذکور ہے یعنی وہ میت اور وصی سے اجنبی ہو۔ اگر ایسے کے ہاتھ بیچا جس کی شہادت وصی کے حق میں مقبول نہیں یا میت کے وارث کے ہاتھ بیچا تو جائز نہیں (ت)

---

[1] الدر المختار کتاب الھبہ باب الرجوع فی الھبہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۶۴

[2] " کتاب الوصایا باب الوصی " " " ۲/۳۳۷

[3] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۵۳

Marfat.com

مسئلہ ۱۲۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیخ محمد یوسف کی حیات میں اس کی زوجہ نے انتقال کیا ایک پسر اور ایک دختر وارث چھوڑے، مہر اس کا ذمہ محمد یوسف کے رہا، محمد یوسف نے نکاح ثانی کیا طرفداران زوجۂ ثانیہ نے محمد یوسف کے مرض موت میں سب مال و اسباب اُس کا بنام زوجۂ ثانیہ محمد یوسف کے لکھوا کر رجسٹری کرا دی وہ عورت اب اس پر قابض ہے، اس صورت میں شرعاً وہ تحریر محمد یوسف کی بنام زوجۂ ثانیہ جائز ہے یا نہیں اور مہر زوجۂ اولیٰ کا ترکہ محمد یوسف سے جس پر زوجۂ ثانیہ قابض ہے ادا کیا جائے گا یا نہیں اور اس کے پسر و دختر کو بھی اُس میں سے کچھ ملے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

وہ عقد کہ محمد یوسف سے اُس کے مرضِ موت میں صادر ہوا اگر ہبہ نہیں تو بدون اجازت اور وارثوں کے صحیح نہیں کہ ہبہ مرض موت کا مثل وصیت کے ہے اور وصیت وارث کے لئے وقت وجود دیگر ورثہ کے بلا اجازت اوروں کے نافذ نہیں،

فی فتاوی قاضیخان لان ھبۃ المریض وصیۃ والوصیۃ للوارث باطل[1]

فتاوٰی قاضی خان میں ہے مریض کا ہبہ کرنا وصیّت ہے اور وارث کے لئے وصیت باطل ہے۔ (ت)

اور اگر بیع ہے تو یا کم قیمت کو ہے پس وارث سے بغیر اجازت اور ورثہ کے اتفاقاً یا قیمت مساوی کو ہے تو مذہب امامِ اعظم میں خلافاً للصاحبین جائز نہیں بہر تقدیر جب یہ عقد ناجائز ٹھہرا تو اول مہر زوجۂ اولیٰ اور اسی طرح ثانیہ کا، اگر ثابت ہو تو ترکہ سے علی السویہ اگر برابر ہوں ورنہ رسدی ادا کیا جائیگا مابقی بر تقدیر عدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین و تقدیم باقی امور مقدمہ علی المیراث کاجراء الوصیۃ واداء الدین چوبیس سہام پر منقسم ہو کر تین سہام زوجۂ ثانیہ کو اور چودہ پسر اور سات دختر کو پہنچیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۶ (سوال دستیاب نہ ہوا)

الجواب

صورتِ مسئولہ میں اگر محب اللہ کا اپنی بھانجی کے لئے یہ الفاظ کہنا اور وصیت کرنا ثابت ہو تو درصورت عدم اجازت ورثہ بر تقدیر صدق استفتاء و عدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین بعد

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الاقرار فصل فی اقرار المریض نولکشور لکھنؤ ۳/۶۲۴

Marfat.com

ادائے قرض و مہر زوجہ اگر ذمہ محب اللہ ہوں جو مال باقی بچے گا اس کا تہائی جگا کو ملے گا اور دو تہائی باقی چار سہام پر منقسم ہو کر ایک سہم انجوبہ اور تین چھدا کو پہنچیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنی جائداد سے ایک حقیت کی بنام اپنی نواسی سلمٰی بنت لیلٰی اور ایک حقیت اور پانچ روپیہ ماہوار ملا کرنے کی اپنے پانچ بھتیجوں کے نام وصیت کی، اور ایک بیٹی لیلٰی اور پھر پانچ بھتیجے حقیقی اور ایک بھتیجی علاتی اور بھاوج اور بھتیجیاں اور ایک بھائی کہ پہلے سے مفقود الخبر ہے وارث چھوڑ کر انتقال کیا، اس صورت میں ترکہ اُس کا شرعاً کس طرح منقسم ہوگا اور برادر مفقود کے لئے اگر کچھ حصہ امانت رکھا جائے گا تو وہ حصہ اس کی بی بی بیٹی کے قبضہ میں دے دیں گے یا کیا؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں اوّل ہندہ پر جو دین ہو ادا کیا جائے بعدہٗ جو باقی بچے اس کے تین حصے مساوی کئے جائیں کہ ایک حصہ میں دونوں جائداد موصٰی بہا جن کی وصیت بنام سلمٰی دختر لیلٰی و بنام برادرزادگان ہوئی ہے داخل ہوں اور اس حصہ کا نام مثلاً ثلث وصیت رکھیں دو ثلث باقیماندہ سے بالفعل ایک ثلث لیلٰی کو دے دیا جائے اس کا نام "ثلث وراثت" فرض کیجئے، تیسرا حصہ کہ باقی رہا اسے "ثلث موقوف" سے نامزد ٹھہرائیے، اب ثلث وصیت ہے کہ حسبِ اظہار زبانی سائل ان وصایا کے لئے کافی بلکہ زائد ہے جس قدر جائداد کی وصیت بنام سلمٰی بنت لیلٰی کی ہے بالفعل اس کا نصف سلمٰی کو دیا جائے باقی کل جائداد تا ظہور حیات مفقود کسی ایسے امین دیانتدار کے ہاتھ میں امانت رہے جس سے کسی طرح اس میں تصرف بے جا اور ایک پیسہ ناحق لینے کا گمان نہ ہو۔

قال العلامۃ البدر العینی رحمۃ اللہ علیہ فی البنایۃ ویوضع علی ید عدل الی ان یظھر المستحق[1]

علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا بنایہ میں ہے کہ مستحق کے ظاہر ہونے تک اُس کو کسی عادل کے قبضہ میں رکھ دیا جائے گا۔ (ت)

اب اس امین کے ہاتھ میں ثلث موقوف تو تمام و کمال ہے اور ثلث وصیت سے نصف وصیت سلمٰی نکال کر باقیماندہ اُس کی امانت میں ہے اس باقیماندہ کی جائداد تین نوع پر ہے،

---

[1] البنایۃ فی شرح الہدایۃ کتاب المفقود المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۲/۹۵۱

Marfat.com

ایک[1] تو وصیتِ سلمٰی کا نصف ثانی، اسے حصہ نمبر اول کہئے۔
دوسری[2] جائداد وصیت شدہ بنام برادر زادگان، اسے حصہ نمبر دوم ٹھہرائیے۔
تیسرے[3] پارہ حال تعین وصیت ہے، اسے حصہ نمبر سوم قرار دیجئے۔
تو امانت امین میں چار قسم کی جائداد ہوئی، تینوں حصے یہ اور ایک ثلث موقوف بالاشتراک، اب یہ امین فصل بفصل ان چاروں قسم کی جائداد کا حساب دخل و خرج جدا جدا تفصیل وار لکھتا رہے اور ہر حصہ کا خرچ و مالگزاری اُسی کی آمدنی سے نکالے جو پس انداز ہو اسے تفریق سے جمع کرتا رہے یہاں تک کہ مفقود کا حال ظاہر ہو یا شرع اُس کے حق میں کچھ حکم فرمائے اور ظہور حال مفقود کی نسبت دو صورتیں ہیں؛
ایک[1] یہ کہ اس کی زندگی بعد موت ہندہ کے ثابت ہو اگرچہ اس کے بعد ایک آن جی کر انتقال کر گیا یا اب تک زندہ ہو۔
دوسرا[2] یہ کہ ہندہ سے ایک آن پہلے سے اُس کی وفات تحقیق ہو اس قدر زمانہ تک اُس کا کچھ حال مرنے جینے کا نہ کھلے کہ اس کے شہر وطن میں اس کے ہمعمروں سے کوئی زندہ نہ رہے اس وقت ایک شخص کو پنچ قرار دے کر مقدمہ اس کے حضور پیش کریں اور وہ بوجہ مرور مدت مذکور اُس کی موت کا حکم کر دے (پچھلی صورت میں) تو کچھ وقت نہیں ثلث وصیت کا حصہ نمبر اول اور آج تک جو اس حصہ کے واصلات ہوں سب سلمٰی کو دے کر اس کی وصیت پوری کر دی جائے، اور بھتیجے اس صورت میں بحکم وصیت کچھ نہ پائیں گے کہ جب مفقود کا انتقال ہندہ سے پہلے ٹھہرا تو یہ وارث ہوئے اور وارث کے لئے وصیت بے اجازت دیگر ورثہ باطل، پس بعد ادائے دین و اخراج وصیت سلمٰی جس قدر متروکہ ہندہ باقی رہے مع ثلث وراثت و ثلث موقوف و واصلات حصہ ۲ و حصہ ۳ و واصلات ثلث موقوف سب بر تقدیر عدم موانع ارث و انحصار ورثہ فی المذکورین دس سہم پر منقسم ہو کر پانچ سہم لیلٰی اور ایک ایک ہر برادر زادہ حقیقی کو دیا جائے (اور پہلی صورت پر) یعنی جبکہ بعد ہندہ مفقود کا زندہ رہنا ثابت ہو اس تقدیر پر ثلث موقوف مع اس کے واصلات کے مفقود یا اس کے ورثہ کو دے دیا جائے اور ثلث وراثت تو لیلٰی نے پہلے ہی پا لیا تھا باقی رہا ثلث وصیت اس میں سے حصہ نمبر دوم مع واصلات اور بھتیجوں کو دے دیا جائے اور حصہ ۱ و ۳ بدستور امین کے ہاتھ میں رہیں اور اُن کی واصلات جمع شدہ سے روز موت ہندہ سے آج تک حساب پانچ روپیہ ماہواری کا لگا کر جو روپیہ حساب سے نکلے بھتیجوں کو دیا جائے اور زر واصلات سے جو باقی بچے دستِ امین میں رہے اور ہمیشہ ان دونوں حصص کی توفیر سے پانچ روپیہ ماہوار بھتیجوں کو دیا کرے اگر کمی پڑے تو واصلات باقیماندہ سے پورا کرے اور بچ رہے تو اپنے پاس امانت رکھے

Marfat.com

یہاں تک کہ پانچوں اپنی اپنی اجل کو پہنچ کر انتقال کر جائیں اور ان میں سے جو گزرتا جائے اس کا حصہ ماہوار اس کے وارثوں کو نہ ملے بلکہ وہ پورا پانچ روپیہ مشاہرہ باقیماندہ بھتیجوں میں بٹتا رہے یہاں تک کہ اگر ان میں سے ایک بھی باقی رہے تو وہی پانچ روپیہ بالاستیعاب پاتا رہے جب ان میں سے کوئی باقی نہ رہے تو حصہ ۱ جو وصیت سلمٰی میں سے دست امین میں امانت تھا اور اس کے واصلات سے کچھ بچا ہو تو وہ بھی سلمٰی کو دے کہ اس کی وصیت پوری کر دی جائے اور حصہ ۳ مع اس کی واصلات کے اگر کچھ باقی ہو سلمٰی و مفقود میں نصف نصف منقسم ہو جائے اس وقت امین کا ہاتھ خالی اور ہر ایک اپنے اپنے حق کو پورا پہنچ جائے گا اور بھاوج بھتیجیاں علاتی بھتیجا ہر صورت میں محروم رہیں گے نہ وہ حصہ جو مفقود کے لئے امانت رکھا گیا ہے اس کو عورت یا دختر اپنے قبضہ میں کر سکتی ہے بلکہ جس طرح ہم نے تفصیل کی اسی طرح امین کے ہاتھ میں رہے گا، یہ ہے حکم شرع کا اور شرع ہی کے لئے حکم ہے

والوجه في ذلك ان التركة اذا انتظرت مفقود الا يعطى منها احد من المستحقين ورثة كانوا اوموصى لهم الا اقل نصيبه المتيقن به على كل من حالتي حياة المفقود ومماته وامر العصبات اعني بهم ابناء اخيها دائر بين ان يكون المفقود حيا فيحجبهم وليستحقوا منه ما اوصى لهم به وان يكون ميتا فيرثوا فلا تنفذ لهم الوصية من دون اجازة الورثة الباقين فوصيتهم ووراثتهم كلاهما مشكوك فيها بالمرة فلا يعطوا بالفعل شيئا ولا تسمع دعوى الملك الا بتفسير

اس کی وجہ یہ ہے کہ ترکہ جب مفقود کا منتظر ہو تو اس میں سے وارثوں اور جن کے لئے وصیت کی گئی ہے کو کچھ نہیں دیا جائے گا مگر وہ جو میت کی دو حالتوں یعنی حالت حیات اور حالت ممات میں سے جس حالت میں کمتر ملتا ہے کیونکہ یہ یقینی ہے۔ اور عصبات یعنی بھتیجوں کا معاملہ دو حالتوں کے درمیان دائر ہے۔ ایک یہ کہ مفقود زندہ ہو اور ان کے لئے حاجب بنے۔ اس صورت میں ان کو وہ شئی ملے گی جس کی انکے حق میں وصیت کی گئی ہے اور دوسری یہ کہ مفقود مردہ ہو تو اس صورت میں وہ وارث بنیں گے اور دیگر وارثوں کی اجازت کے بغیر ان کے لئے وصیت نافذ نہ ہوگی چنانچہ ان کی وصیت و میراث دونوں یکبارگی مشکوک ہیں لہذا انھیں بالفعل کچھ نہیں دیا جائے گا۔ اور ان کا دعوی ملک مسموع نہ ہوگا جب تک وہ سبب ملک کی

Marfat.com

السبب والتفسیر غیر ممکن فتعین التاخیر۔

تفسیر نہ بیان کریں اور تفسیر ممکن نہیں لہذا تاخیر متعین ہوگئی۔ (ت)

مسئلہ ۱۲۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے انتقال کیا اور دو دختر اور ایک ہمشیرہ حقیقی چھوڑی، اور نیز بحالتِ صحت و ثباتِ عقل یہ وصیت کی کہ میری جو دختر کلاں میرے سامنے مرگئی ہے اور اس سے ایک پسر اور ایک دختر باقی ہے میری جائداد سے جو حصہ شرعی کہ میری بڑی بیٹی کو پہنچے اُس جائداد کے مالک اُس مرحومہ کے بچے ہیں اگر اس وصیت میں فرق ہوگا تو بروزِ حشر دامن گیر ہوں گا۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں اگر الفاظِ وصیت یہی تھے تو وہ باطل و بے اثر ہے کہ وصیت اس حصۂ شرعی کی نسبت ہے جو ترکہ موصی سے دخترِ کلاں کو پہنچے اور صورتِ واقعہ میں دخترِ کلاں کو شرعاً کچھ نہیں پہنچتا تو وصیت اصلاً کسی شَے سے متعلق نہ ہوئی اور موصی لہا کا کوئی استحقاق نہ ہوا۔

اوصی بعین او بنوع من مالہ کثلث غنمہ فہلك قبل موتہ بطلت الوصیۃ ولا یتعلق حق الموصی لہ بشیئ کما فی العالمگیریۃ[۱] وغیرھا العدم مایتعلق بہ فکیف اذا لم یوجد اصلا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اپنے مال میں سے کسی عین یا نوع کی وصیت کی جیسے بکریوں کے ایک تہائی کے بارے میں وصیت کی، پھر وہ عین یا نوع موصی کی موت سے پہلے ہلاک ہوگئی تو وصیت باطل ہوجائے گی اور اس کے ساتھ وصیت کا حق متعلق نہ ہوگا جیسا کہ عالمگیریہ وغیرہ میں ہے کیونکہ وہ شَے معدوم ہوگئی جس کے ساتھ وصیت متعلق ہوتی پھر کیسے باطل نہ ہوگی اس صورت میں جبکہ سرے سے وہ شَے پائی ہی نہیں گئی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۹

(سوال دستیاب نہ ہوا)

الجواب

وصیتِ زوجہ کے لئے بے اجازت دیگر ورثہ نافذ نہیں البتہ اگر دین مہر واجب الادا ہے تو وہ تقسیم ترکہ سے مقدم ہوگا پس بر تقدیر عدم موانع ارث و وارث آخر چالیس سہام پر منقسم ہوکر

---

[۱] الفتاوی الہندیۃ کتاب الوصایا الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۱۰۶

Marfat.com

پانچ سہم وکالت بیگم اور چودہ چودہ کریم الدین ونصیر الدین اور سات فضیلت بیگم کو ملیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سنو نے اپنی جائداد اپنی زوجہ اگھانی کے ہاتھ بعوض دین مہر کے بیع کی، پھر اگھانی ورثہ حسب تفصیل ذیل چھوڑ کر فوت ہوئی، اب سنو نے اپنی موت کے دو ایک روز پیشتر بحالت علالت ایسی کیفیت میں کہ صاحب فراش ہوگیا تھا اور طاقت نشست و برخاست نہ رہی تھی اپنی بیٹی معصومہ کے ہاتھ بیع کی اور مرگیا اور باقی ورثہ بیع ثانی کی اجازت نہیں دیتے، اس صورت میں وہ انتقال سنو کا کہ اُس نے اپنی زوجہ کے ہاتھ کیا شرعاً صحیح ونافذ ہے یا نہیں؟ اور اس انتقال ثانی کا کیا حکم ہے؟ اور ترکہ اگھانی کا اس کے ورثہ پر کس طرح منقسم ہوگا؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

سنو نے کہ اپنی جائداد بعوض دین مہر اپنی زوجہ کے ہاتھ بیع کی اس کی صحت میں شبہہ نہیں، بعد اس انتقال کے اس جائداد کی مالک اگھانی قرار پائے گی اور وہ اسی کا ترکہ ٹھہرے گا، پھر اس کی وفات کے بعد سنو نے جو اپنا حصہ اپنی بیٹی کے ہاتھ مرض موت میں بیع کیا اور باقی وارث اسے روا نہیں رکھتے تو وہ بیع باطل محض ہوگئی اور وہ حصہ بھی حسب فرائض کل ورثہ پر منقسم ہوجائے گا۔

فی الخانیۃ ومن الموقوف اذا باع المریض فی مرض الموت من وارثہ عینا من اعیان مالہ ان صح جاز بیعہ وان مات من ذٰلک المرض ولم یجز الورثۃ بطل البیع[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

خانیہ میں ہے اگر مریض نے مرض الموت میں اپنے کسی وارث کے ہاتھ اپنے مال میں سے کوئی عین شئی فروخت کی تو بیع موقوف رہے گی۔ اگر وہ صحت مند ہوگیا تو بیع جائز ہوجائیگی۔ اور اگر اسی بیماری میں مرگیا اور باقی وارثوں نے اجازت نہ دی تو بیع باطل ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب البیع فصل فی الب[illegible] قوف نولکشور لکھنؤ ۱/۳۵۳

Marfat.com

مسئلہ ۱۳۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیخ نذر علی کے تین زوجہ اور تین پسر اور تین دختر۔ زوجہ اولیٰ سے ایک پسر ذوالفقار علی اور زوجۂ ثانیہ سے دو پسر اور دو دختر۔ اور زوجۂ ثالثہ سے ایک دختر۔ ذوالفقار علی نے روبرو شیخ نذر علی کے انتقال کیا۔ ایک زوجہ اور ایک پسر محمد باقر وارث چھوڑے شیخ نذر علی نے اپنی حیات میں روبرو دیگر ورثہ کے محمد باقر پسر ذوالفقار علی کو کہ عندالشرع محجوب تھا عوض دین مہر اپنی زوجہ یعنی والدہ ذوالفقار علی کے جو ترکہ کہ شیخ ذوالفقار علی کو بواجب شرع بعد شیخ نذر علی کے ملتا وہ بنام نہاد محمد باقر کر دیا اور جملہ ورثا نے قبول کر لیا حیات شیخ نذر علی میں زوجہ اولیٰ و ثانیہ نے بھی رحلت کی اور بعد انتقال شیخ نذر علی کے ایک زوجہ کے دو پسر تین دختر ایک محمد باقر پسر ذوالفقار علی وارث رہے۔

الجواب

پسر کے وصیت بشرطیکہ پسر موجود نہ ہو جائز ہے کہ یہ تقدیر و اندازہ ہے نہ وصیت بمال غیر لان حق الابن ما ثبت قبل ابیہ فی ترکۃ ابیہ (اس لئے کہ باپ سے پہلے مرجانے والے بیٹے کا باپ کے ترکہ میں کوئی حق نہیں ہوتا۔ ت) ہدایہ میں ہے:

اذا اوصی بنصیب ابنہ فالوصیۃ باطلۃ ولو اوصی بمثل نصیب ابنہ جاز لان الاول وصیۃ بمال الغیر لان نصیب الابن ما یصیبہ بعد الموت والثانی وصیۃ بمثل نصیب الابن ومثل الشیئ غیرہ وان کان یتقدر بہ فیجوز اھ[1] قلت وقیدہ الشراح بما اذا کان الابن موجودا قالوا وان لم یکن

اگر اپنے بیٹے کے حصے کی وصیت کی تو وصیت باطل ہے۔ اور اگر بیٹے کے حصہ کے مثل کی وصیت کی تو جائز ہے۔ کیونکہ پہلی صورت میں مال غیر کی وصیت ہے کیونکہ بیٹے کا حصہ وہ ہے جو اس کو باپ کی موت کے بعد حاصل ہوگا۔ اور دوسری صورت میں بیٹے کے حصہ کی مثل کی وصیت ہے اور شیئ کی مثل شیئ کا غیر ہوتی ہے اگرچہ شیئ کے ساتھ اس کا اندازہ کیا جاتا ہے چنانچہ یہ جائز ہوئی میں کہتا ہوں شارحین نے اس کے ساتھ قید لگائی ہے کہ جب بیٹا موجود ہو۔ انھوں نے کہا کہ

---

[1] الہدایۃ کتاب الوصایا باب الوصیۃ بثلث المال مطبع یوسفی لکھنؤ م/۵۹-۶۵۸

Marfat.com

موجودا صحت الوصیۃ[1] وبھذا التفصیل اتی فی الدرالمختار[2] معزیا للعنایۃ حاشیۃ الھدایۃ والجوھرۃ وشرح التکملۃ۔

اگر بیٹا موجود نہ ہو تو وصیت صحیح ہوگی۔ اور یہی تفصیل درمختار میں لائی گئی جس کو ہدایہ کے حاشیہ عنایہ، جوہرہ اور شرح التکملہ کی طرف منسوب کیا گیا۔ (ت)

پس بلاشبہہ یہ تصرف صحیح اور بوجہ قبول محمد باقر نافذ ہوکر سہام موصی لہا بعد محمد باقر کے اس کے ورثہ شرعی کی طرف منتقل ہوگئے امام النساء اُن سے اپنے حصہ کی مالک ہوئی اب کہ بوجہ کبرسن و پیرانہ سال اُس کے عقل میں قصور اور حواس میں فتور اس درجہ ہوگیا کہ نجاست و طہارت میں تمیز نہیں کرتی اور قلتِ فہم و اختلاطِ کلام و فسادِ تدبیر اُسے لازم، تو وہ معتوہہ ہے اور کل تصرفاتِ قولیہ سے محجورہ۔

قال الفاضل المحقق محمد بن علی بن محمد علاؤالدین الدمشقی الحصکفی فی الدر المختار فی تفسیر الحجر ھو منع من نفاذ تصرف قولی و سببہ صغر وجنون یعم القوی والضعیف کما فی المعتوہ[3] اھ ملتقطا، قال شیخہ العلامۃ خیر الملۃ والدین الرملی فی فتاواہ ان کان قلیل الفھم مختلطا فاسد التدبیر لکن لا یضرب ولایشتم فھو المعتوہ[4] و مثلہ فی العالمگیریۃ وغیرہ۔

فاضل محقق محمد بن علی بن محمد علاءُ الدین دمشقی حصکفی نے حجر کی تفسیر کرتے ہوئے درمختار میں میں فرمایا کہ وہ تصرفِ قولی کو نفاذ سے روکنا ہے اور اس کا سبب نابالغ ہونا اور مجنون ہونا ہے عام ازیں کہ جنون قوی ہو یا ضعیف جیسا کہ معتوہ میں ہوتا ہے الخ التقاط، ان کے شیخ علامہ خیرالدین رملی نے اپنے فتاوٰی میں فرمایا کہ اگر وہ تھوڑی سمجھ والا گفتگو میں خلط ملط کرنے والا اور فاسد تدبیر والا ہے لیکن وہ کسی کو مارتا نہیں اور نہ ہی گالیاں دیتا ہے تو وہ معتوہ ہے۔ اور اسی کی مثل عالمگیریہ وغیرہ میں ہے۔ (ت)

پس ایسی حالت میں اگر اُس نے کسی کے آمادہ کرنے خواہ اپنی خواہش سے وصیت کی تو ہرگز نافذ نہ قرار پائے گی اور توریث ترکہ امام النساء حسب بیان مجیب اول ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم و حکمہ احکم۔

---

[1] البنایۃ فی شرح الہدایۃ کتاب الوصایا باب الوصیت بثلث المال المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۴/ ۵۹۹
[2] الدرالمختار کتاب الوصایا مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۲۳
[3] " کتاب الحجر " " " ۲/ ۱۹۸
[4] الفتاوی الہندیۃ " الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۵۴

Marfat.com

مسئلہ ۱۳۲ از نجیب آباد ضلع بجنور محلہ رمپورہ مرسلہ شیخ عبدالمجید صاحب سب سروییر ۱۴ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین نسبت مسائل ذیل کے، زید کی منکوحہ اولٰی متوفی سے ایک پسر بکر بالغ اور منکوحہ ثانی موجودہ سے دو پسر عمر و سعد نابالغ بعد وفات زید باقی ہیں، زید پر جو قرض تھا بکر نے ادا کیا اور نیز واسطے خرچ شادی و خورد ونوش نابالغان کے اپنے نام یا بشمول نام مادر قرض لے کر صرف کیا اس قرض سے کچھ ادا ہوا کچھ باقی ہے، اب عمر و سعد بھی بالغ ہیں اور در باب تقسیم جائداد و ادائے قرضہ سابق وحال تنازع ہے، لہذا علمائے شریعت مطلع فرمائیں کہ مکانات موروثی کس طرح تقسیم ہوں اور قرضہ سابق وحال حسب سہام کل شرکاء پر چاہیے یا قرضہ سابق وحال میں کچھ تفریق ہے اور جو مکان بکر نے اپنے روپے سے خریدا اس میں دوسرے برادران کو حصہ پہنچتا ہے یا نہیں؟ اور منکوحہ اولٰی جو زید کے حیات میں فوت ہوگئی اس نے اپنی وفات کے وقت زید کو مہر معاف کردیا تھا اور منکوحہ ثانیہ نے کہ اب زندہ ہے وقت وفات زید مہر معاف کردیا اور ہماری برادری میں مہروں کا یہی دستور ہے یہ بھی واضح ہو کہ بعد وفات زید کھانا جملہ شرکاء کا یکجا رہا۔ جب نابالغ بالغ ہوئے علیحدہ ہوگیا۔ بینوا توجروا

الجواب

قرض مورث کہ بکر پسر بالغ نے ادا کیا تمام وکمال ترکہ مورث سے مجرا پائے گا جبکہ وقت ادا تصریح نہ کردی ہو کہ مجرا نہ لوں گا۔

فی فتاوٰی قاضیخان والعالمگیریۃ وغیرھما بعض الورثۃ اذا قضی دین المیت کان لہ الرجوع فی مال المیت والترکۃ[1] انتہی مختصرًا۔ وفی جامع الفصولین والاشباہ وغیرھما لواستغرقھا دین لایملکھا بارث الا اذا ابرأ المیت غریمہ او اداہ وارثہ بشرط التبرع وقت الاداء اما لواداہ من مال نفسہ مطلقا

فتاوٰی قاضی خان اور عالمگیریہ وغیرہ میں ہے کسی وارث نے میّت کا قرض ادا کیا تو اسے میت کے مال اور ترکہ کی طرف رجوع کا حق حاصل ہے انتہی۔ جامع الفصولین اور اشباہ وغیرہ میں ہے اگر دین ترکہ کو محیط ہے تو وارث میراث کے ساتھ اس ترکہ کا مالک نہیں بنے گا، مگر یہ کہ قرض خواہ میّت کو بری کردے یا میّت کے وارث نے ادائیگی کے وقت بشرطِ تبرع قرض ادا کیا ہو لیکن اگر اس نے مطلقًا اپنے مال سے قرض ادا کیا ہو

---

[1] الفتاوی الہندیۃ بحوالہ فتاوٰی قاضیخاں کتاب الوصایا الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۱۵۵

Marfat.com

بلا شرط تبرع او رجوع یجب لہ دین علی المیت فتصیر الترکۃ مشغولۃ بدینہ فلا یملکہا[1]

نہ اس میں تبرع کی شرط ہو اور نہ ترکۂ میت کی طرف رجوع کی تو میت پر اس کا دین ثابت ہو جائیگا تو ترکہ قرض ادا کرنے والے وارث کے دین کے ساتھ مشغول ہوگا لہٰذا وہ اس کا مالک نہیں بنے گا۔ (ت)

جو روپیہ بکر یا زوجۂ زید نے قرض لے کر شادیِ نابالغان میں صرف کیا اُس کا مطالبہ صرف اس قرض لینے والے پر ہے نابالغوں کے ساتھ اُس کا احسان سمجھا جائے گا اسی طرح جو کچھ قرض لے کر خورد و نوشِ نابالغان میں اٹھایا وہ بھی ان سے مجرا نہ ملے گا جبکہ یہ قرض لینے والا مورث کی جانب سے ان نابالغوں کا وصی نہ تھا یعنی زید اسے کہہ نہ مرا تھا کہ جا مَیں ادیا نابالغ اولاد تیری سپردگی میں دیتا ہُوں یا ان کی غور و پرداخت تیرے متعلق ہے یا اس کے مثل اور الفاظ جو دلیل وصایت ہوں۔

فی رد المحتار عن الحاوی المختار للفتوی مافی وصایا المحیط بروایۃ ابن سماعۃ عن محمد مات عن ابنین صغیر و کبیر و الف درھم فانفق علی الصغیر خمسمائۃ نفقۃ مثلہ فھو متطوع اذا لم یکن وصیا[2] الخ وفی لقطۃ الدر المختار ھو متبرع لقصور ولایتہ[3] اھ وثمہ فی رد المحتار عن البحر لان الامر متردد بین الحسبۃ والرجوع فلا یکون دینا بالشك[4] اھ۔

ردالمحتار میں حاوی سے منقول ہے۔ فتوٰی کے لئے مختار وُہ ہے جو محیط کے کتاب الوصایا میں بروایت ابن سماعہ امام محمد سے منقول ہے کہ کوئی شخص دو بیٹے ایک نابالغ اور ایک بالغ اور ایک بالغ چھوڑ کر فوت ہوا اور ہزار درہم ترکہ میں چھوڑے پھر بڑے نے چھوٹے پر مثلی نفقہ کے ساتھ پانچسو درہم خرچ کئے تو وہ اپنی طرف سے بطور احسان خرچ کرنے والا ہوگا جبکہ وُہ وصی نہ ہو الخ درمختار کے باب لقطہ میں ہے وہ احسان کرنے والا ہے بسبب اس کی ولایت کے قاصر ہونے کے الخ یہاں ردالمحتار میں بحر سے منقول ہے کہ یہ معاملہ اجر و ثواب اور رجوع کے درمیان دائر ہے۔ چنانچہ یہ

---

[1] جامع الفصولین الفصل الثامن والعشرون اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۳۲

[2] ردالمحتار کتاب الوصایا فصل فی شہادۃ الاوصیاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۵۸

[3] الدرالمختار کتاب اللقطۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۶۶

[4] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۲۲

Marfat.com

بسبب شک کے دین نہیں ہوسکا۔(ت)

جو مکان بکر نے اپنے روپے سے اپنے نام خریدا اُس میں سے دوسرے کا کچھ حق نہیں، مہر کہ زوجہ اولی نے اپنے مرتے وقت شوہر کو بخشا اس کی معافی بکر وغیرہ دیگر وارثان زوجہ اولی کی اجازت پر موقوف ہے اگر انھوں نے جائز نہ رکھا تو معاف نہ ہوا اور اس کا مطالبہ ترکہ زید سے ہوسکتا ہے۔

فی العالمگیریۃ مریضۃ وھبت صداقھا من زوجھا فان کانت مریضۃ مرض الموت لایصح الا باجازۃ الورثۃ۔[1]

عالمگیریہ میں ہے ایک مریض عورت نے اپنا مہر خاوند کو ہبہ کردیا پس اگر وہ مرض الموت کے ساتھ مریض ہے تو وہ ہبہ دیگر وارثوں کی اجازت کے بغیر صحیح نہیں ہوسکا۔(ت)

ہاں زوجہ ثانیہ نے کہ وقتِ وفات زید اپنا مہر معاف کیا وہ معاف ہوگیا پس صورتِ مستفسرہ میں ترکہ زید سے قرضہ بکر (جو بابت ادائے قرضہ سابقہ اس کے لئے ترکہ پر لازم ہوا) اور زوجہ اولی کے مہر سے بعد اسقاط چہارم کہ خود حصہ زید ہوا کل یا بعض (جس قدر بوجہ عدم اجازت وارثان زوجہ ذمہ زید لازم رہا) اور اسی طرح اور دیون جو زید پر ہوں ادا کرکے ثلث باقی سے اس کی وصیتیں اگر کی ہوں) نافذ کرکے جو بچے بر تقدیر عدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین چوبیس ۲۴ سہام پر تقسیم کریں تین سہم زوجہ ثانیہ اور سات سات ہر پسر کو دیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۳: از بیجناتھ پاڑہ رائے پور ممالک متوسطہ مرسلہ شیخ اکبر حسین صاحب متولی مسجد و دبیر مجلس انجمن نعمانیہ ۶ جمادی الاولٰی ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فیض النساء بیگم سوتیلی ماں نے خدیجہ بی بی کا نکاح حسام الدین داروغہ جنگل کے ساتھ کیا، والدین خدیجہ مرچکے تھے، فیض النساء بیگم بعض اموال اپنے خدیجہ بی بی کے پاس عاریت بتاتی ہے، حسام الدین کہتا ہے کہ خدیجہ بی بی بہت دنوں بیمار رہی اسکی بیماری میں میرا ذاتی روپیہ بہت سا خرچ ہوا متوفیہ کا لڑکا متوفیہ کے مرتے وقت زندہ تھا ماں کی جائداد کا لڑکا مالک ہوا اور بعد مرنے لڑکے کے میں باپ اس کا وارث ہوا متوفیہ کی سوتیلی ماں کا کوئی حق نہیں، لہذا مفتیانِ شرع متین سے سوال ہے کہ حسب فہرست صرفہ حسام الدین نے وقت بیماری وغیرہ میں جو صرفہ کیا وہ حسام الدین پانے کا حقدار ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الہبۃ الباب الحادی عشر فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۴۰۳

Marfat.com

الجواب

اگر خدیجہ بی کے کوئی اور وارث نہ تھا نہ اس پر اس بیان شوہر کے سوا کسی اور کا ایسا دین ہے جو اس سے ملا کر مقدار ترکہ سے بڑھ جائے نہ اس کے پسر متوفی پر کسی کا اتنا دین آتا ہے کہ ترکۂ خدیجہ بی سے دین شوہر وغیرہ ادا کر کے باقی سے جو حصہ پسر کو پہنچے اس کی مقدار سے زائد ہو جب تو یہ شوہر کا دعویٰ محض بے معنی ہے کہ خدیجہ بی کے پاس کا اگر کچھ مال حسب بیان فیض النساء بیگم ملک فیض النساء بیگم ہونا ثابت ہو تو اس میں سے خرچ دولائے خدیجہ بی پلنے کے کوئی معنی نہیں وہ تو فیض النساء بیگم کو واپس دیا جائے گا اور جب خدیجہ کا سوائے پسر و شوہر اور اس پسر کا سوائے پدر کوئی وارث نہ رہا تو جو مال خدیجہ بی کا ٹھہرے اُس کا وارث صرف حسام الدین ہے، دوسرے کسی دائن کا اگر خدیجہ بی پر کچھ آتا ہو تو جس حالت میں ترکہ اسکے دین کو گھٹا سکے نہ نہ کرنا بڑھا سکے اسی طرح جبکہ ترکۂ خدیجہ بی سے دَین شوہر وغیرہ ادا کر کے بھی جو بچتا ہے اس میں سے حصۂ پسر دَین پسر کو کافی ہے تو شوہر کا ترکہ پر دَین کا دعویٰ نہ اپنے استحقاق کو بڑھا سکے نہ نہ کرنا گھٹا سکے، بہرحال دعویٰ و عدمِ دعویٰ ہر صورت میں اس کا استحقاق ایک ہی مقدار پر رہتا ہے خواہ اس پر دَین ثابت کر کے قرض میں لے لے یا بے ثابت کئے میراث میں لے ایسا فضول دعویٰ قابلِ سماعت نہیں ہوتا ہاں اگر خدیجہ بی کے بعد اُس کا کوئی وارث بھی رہا (کہ نظر بتقریر سوال وہ اس کی نانی ہی ہو سکتی ہے)، تو دعویٰ شوہر نافع ہے تاکہ میراث سے پہلے یہ بذریعۂ دَین بعض یا کل متروکہ لے، یونہی اگر دوسرے دائن کا دَین ایسا ہے کہ اس کے دعویٰ سے مل کر مقدار ترکہ سے زائد ہو جائے گا تو نافع ہے کہ ترکہ دونوں دَین پر حصہ رسد بٹ جائے، اسی طرح اگر پسر متوفی پر ویسا دین ہو تو نافع ہے کہ اوّل شوہر کا دَین ترکۂ خدیجہ بی سے ادا کیا جائے گا، اگر کچھ نہ بچے گا دائنِ پسر کچھ نہ پائے گا اور بچے گا تو باقی سے جس قدر حصۂ پسر ہے وہ اُس میں سے لینے کا مستحق ہوگا اور بے دعویٰ زائد میں سے پاتا وھذا کلہ ظاھر بادنیٰ حساب (یہ تمام ادنیٰ حساب کے ساتھ ظاہر ہے۔ ت) ان صورتوں میں دعویٰ شوہر البتہ قابلِ سماعت ہے، اب حکمِ مسئلہ یہ کہ اگر حسام الدین نے بطورِ خود اپنی زوجہ کے دوا دارو میں اپنا مال صرف کیا تو دعویٰ باطل ہے اور واپسی کا مستحق نہیں۔

فان من انفق فی امر غیرہ لغیر امرہ غیر مضطر الیہ فلا یرجع علیہ اذ لم یکن نافذ لتصرف فیما لدیہ کما ابانت عنہ فروع جمۃ

جب کوئی غیر کے معاملے میں اس کی اجازت کے بغیر خرچ کرے اور وہ اس خرچ کرنے میں مجبور نہ ہو تو اسے رجوع کا حق نہیں اس لئے کہ جو کچھ اس کے پاس ہے اس میں اس کا تصرف

Marfat.com

مصرح بہا فی کلمات الائمة ۔

نافذ نہیں ہے جیساکہ اس سے بیشتر فروع ظاہر ہیں جن کی ائمہ کرام کے اقوال میں تصریح کی گئی ہے (ت)

بلکہ اگر خدیجہ بی بی نے درخواست بھی کی کہ میرا علاج کرو اور اس کے سوا کوئی شرط رجوع و واپسی درمیان نہ آئی نہ وہاں عرفِ عام سے ثابت ہو کہ ایسی صورت میں شوہر جو کچھ معالجۂ زوجہ میں اٹھائے اُس سے واپس پائے تو بھی حسام الدین کو دعوٰی نہیں پہنچتا لعدم مایوجبہا من نص اوعرف (کسی نص یا عُرف کے نہ پائے جانے کی وجہ سے جو اس کو واجب کرے ۔ ت) ہمارے بلاد کا تو عرف یہ ہے کہ شوہر جو اپنی بی بی کے علاج میں صرف کرتا ہے وہ یا عورت کسی کے خیال میں واپسی کا وہم بھی نہیں گزرتا ہاں اگر خدیجہ بی بی سے صراحۃً واپسی کی شرط ہوگئی تھی یا وہاں کے عرف عام کی رُو سے استحقاق واپسی ثابت ہے تو ضرور اختیار واپسی ہوگا فان المعہود عرفا کالمشروط لفظا (کیونکہ جو باعتبار عرف کے معہود ہو وہ ایسے ہی ہے جیسے باعتبار لفظ کے اس کی شرط لگائی گئی ہو ۔ ت) درمختار میں ہے:

لارجوع ولو بامرہ الا اذا قال عوض عنی علی انی ضامن لعدم وجوب التعویض بخلاف قضاء الدین (و) الاصل ان (کل مایطالب بہ الانسان بالحبس والملازمة یکون الامر بادائہ مثبتا للرجوع من غیر اشتراط الضمان ومالا فلا) الا اذا شرط الضمان ظہیریة[1] الخ قلت وانت تعلم ان الدواء مما لایجب اصلا فضلا عن ان یکون لہ مطالب من جہة العبد فضلا عن ان یکون طلبہ بحبس او ملازمة فلا رجوع فیہ من دون شرط شیئ من ھذہ الاصول ۔

اس میں رجوع نہیں اگرچہ اس کے امر سے خرچ کرے مگر یہ کہ جب کہے تو میری طرف سے بدلہ دے اس شرط پر کہ میں ضامن ہوں کیونکہ تعویض واجب نہیں بخلاف قرض کی ادائیگی کے ۔ اور ضابطہ یہ ہے کہ جس چیز کا انسان سے حبس و ملازمہ کے ساتھ مطالبہ کیا جاتا ہے اس کی ادائیگی کا امر رجوع کو ثابت کرنے والا ہے ضمان کی شرط لگائے بغیر، اور اگر ایسا نہ ہو تو رجوع ثابت نہ ہوگا جب تک ضمان کی شرط نہ لگائے، ظہیریۃ الخ۔ میں کہتا ہوں تُو جانتا ہے کہ دوا ان چیزوں میں سے جو بالکل واجب نہیں چہ جائیکہ بندے کی طرف سے اس کا کوئی مطالبہ کرنے والا ہو اور چہ جائیکہ اُس کا مطالبہ حبس و ملازمہ کے ساتھ ہو، لہٰذا اس میں کسی اصول کی شرط کئے بغیر رجوع کا حق نہ ہوگا۔ (ت)

---

[1] الدرالمختار کتاب الہبۃ باب الرجوع فی الہبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۶۲

Marfat.com

عقود الدریہ میں ہے:

ماجری بہ العرف فی الرجوع علی الأمر یرجع[1] اھ اقول ھذہ مسئلۃ اضطربت فیھا اقوال العلماء اصلًا وفرعًا فاصلوا اصولا لا تنضبط وفرعوا فروعا لا تلتئم واراد العلامۃ الشامی تحریرھا فی العقود فلم یتھیأ لہ الا الاقتصار علی بعض فروع نقلت مع طرح جمیع الاصول التی اصلت وللعبد الضعیف ھھنا کلام ذکرتہ فیما علقت علیھا وھذا الذی اخترتہ ھنا واضح جلی لاخفاء بہ ان شاء اللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جس چیز کا آمر پر رجوع کرنے میں عرف جاری ہو وہاں رجوع کرے گا اھ۔ میں کہتا ہوں اس مسئلہ میں علماء کرام کے اقوال اصول وفروع کے اعتبار سے مضطرب ہیں۔ انھوں نے کچھ ایسے اصول بنائے جو منضبط نہیں اور کچھ ایسے فروع ذکر کئے جو مجتمع ومربوط نہیں۔ علامہ شامی علیہ الرحمہ نے عقود میں ان کو تحریر کرنے کا ارادہ فرمایا تو ان کو میسر نہ ہوا سوائے بعض فروع پر اقتصار کرنے کے جو نقل کئے گئے باوجودیکہ انھوں نے وہ اصول چھوڑ دئے جو وضع کئے گئے ہیں۔ اور اس عبد ضعیف کا یہاں کچھ کلام ہے جس کو میں نے شامی پر اپنی تعلیقات میں ذکر کیا ہے۔ اور وہ جس کو میں نے یہاں اختیار کیا وہ بالکل واضح وروشن ہے اس میں ان شاء اللہ تعالٰی کوئی پوشیدگی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۴: از ریاست مرسلہ ۲۸ محرم الحرام ۱۲۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ۱۲۰۸ ہجری میں انتقال کیا اور اپنے چاروں بیٹے محمد زکریا، محمد یحیٰی، محمد عیسٰی، محمد موسٰی بالغ ونابالغ اور بیٹی بالغہ اور حافظ محمد عظیم صاحب خسر
۳۸ سال، ۲۰ سال، ۱۸ سال، ۱۲ سال
کے سامنے یہ وصیت کی اس وصیت کو سب ورثاء نے تسلیم کیا اور اس پر عملدرآمد کیا اب یحیٰی وعیسٰی اپنا بقیہ ورثہ تقسیم کراتے ہیں اور بڑا بھائی مصرف خورد ونوش وپارچہ وخرچ شادی یحیٰی وعیسٰی جو اس نے اپنے پاس سے زید کے انتقال کے بعد سے ان پر کیا ہے طلب کرتا ہے یحیٰی وعیسٰی یہ عذر کرتے ہیں کہ جو کچھ آپ نے ہم پر صرف کیا تبرعًا واحسانًا تھا یہ ہم سے مجرا نہ ہونا چاہئے ونیز بوقت وصیت ہم نابالغ تھے اور قطع نظر اس ۱۳۰۲ھ میں جو تحریر فیما بین برادران ہوئی جس میں محمد یحیٰی نے

---

[1] العقود الدریۃ کتاب الکفالۃ ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/ ۳۰۳

Marfat.com

آمدنی کا حساب سمجھ کر ۴ روپے ماہوار اپنے حصے کے لئے منظور کئے ہیں اور اب تک لیتے ہیں اور وصیت پر عملدرآمد ہوا تو تم میں کسی نے انکار نہیں کیا بلکہ تسلیم و قبول تحریری موجود ہے چنانچہ نقل وصیت نامہ نقل تحریر دیگر حسب ذیل ہے زید کی جائداد جو الور میں ہے وہ اب تک غیر منقسم اور ایک ہی مکان میں سب ورثا رہتے ہیں اور اس کی تقسیم بھی چاہتے ہیں زکریا تقسیم پر راضی ہے مگر کہتا ہے کہ جو لاگت بعد انتقال زید میں نے اپنے پاس سے اس پر لگائی ہے مجھ کو ملنی چاہئے یحیی و عیسے کہتے ہیں کہ تم نے بلا وجہ پہلی عمارت کو ڈھایا اور نئی عمارت بنائی ہم اس کے ڈھانے کا نقصان تم سے لیں گے نئی عمارت بنانے کا تم کو بلا رضامندی ہمارے اختیار نہ تھا، زکریا جواب دیتا ہے کہ بوجہ بوسیدگی تم سب کے سامنے ہنگام شادی محمد عیسے جس میں اب تک وہی رہتا ہے ایک ضلع خام تھا از سر نو پختہ میں نے اپنے ذاتی روپیہ سے بنایا اور اور ضلع اپنے واسطے پختہ بنایا اس وقت تم میں سے کسی نے انکار نہیں کیا اور اب تک تم ہم سب وہیں رہتے ہیں، از روئے شرع شریف ان سب امور کا جواب مرحمت ہو۔ بیّنوا توجروا۔

نقل وصیّت نامہ

والد ماجد حکیم غلام نجم الدین مرحوم نے اپنے انتقال سے تخمیناً اٹھائیس۲۸ روز پہلے روبروئے جناب ماموں حافظ محمد عظیم صاحب و برادران عزیز محمد یحیی، محمد عیسٰی و محمد موسٰی کہ مجھ کو جو وصیت فرمائی میں اس وقت مضمون وصیت روبروئے جناب ماموں صاحب موصوف و برادران عزیز مذکور کے بیان کرتا ہوں اگر میرے بیان میں کچھ خلاف ہے تو اصلاح فرمادیں اور اگر میرا بیان صحیح ہے تو اس کاغذ کو تصدیق کریں فقط۔ میرے والد نے مجھ محمد زکریا سے یہ فرمایا کہ میں نے تمھاری اور تمھاری ہمشیرہ کی شادی کر دی تم دو کے فرض سے میں ادا ہوا محمد یحیی و محمد عیسے و محمد موسٰی کی شادی باقی ہیں دہلی کی محلسرا اور دیوان خانہ فروخت کر کے ان کی شادی کر دینا اور تمھاری والدہ کا جو زیور ہے وہ ان تینوں کے چڑھاوے میں چڑھا دینا۔ باقی مکانات دہلی کے اور ظروف اور پارچہ وغیرہ جو ہے اس کو بموجب شرع شریف کے تم پانچوں بہن بھائی تقسیم کر لینا فقط۔

مبلغ دو صد روپیہ دو شخصوں کو دے کر ایک کو میرے واسطے اور دوسرے کو اپنی والدہ کے واسطے حج پر بھیجنا باقی مکانات اور چاہ و اراضی و باغ و تنخواہ جو الور میں ہے۔ اس کا تو مختار ہے اگر محمد یحیی و عیسٰی و موسٰی تیری تابعداری کریں تو تم فرزندوں کی طرح اُن کی پرورش کرتے رہنا اگر تیری تابعداری نہ کریں تو اپنا سر کھائیں فقط ۲۳ ستمبر ۱۸۷۹ء مطابق پنجم شوال ۱۲۹۶ھ ہجری

Marfat.com

بقلم بندہ امراؤ علی۔

یہ نوشتہ میرے سامنے لکھا گیا درست ہے۔ العبد محمد موسیٰ العبد محمد یحییٰ العبد محمد عیسیٰ
العبد خدیجہ خانم بقلم محمد عظیم العبد محمد عظیم گواہ نوشتہ محمد عبدالرحمٰن علی

جو کچھ مجھ محمد زکریا نے بموجب وصیت والد ماجد کے تعمیل کی اور کرتا رہوں گا وہ مراتب اس صفحے پر درج ہیں اور آپ صاحب اس سے رضا مند ہیں تو اس پر اپنے اپنے دستخط کریں۔ فقط مرقوم
۲۳ ستمبر ۱۸۷۹ء مطابق پنجم شوال ۱۲۹۶ھ

والدہ ماجدہ کا زیور برادران عزیز محمد یحییٰ و محمد عیسیٰ و محمد موسیٰ کو میں نے تقسیم کر دیا اور ظروف و پارچہ مجھ محمد زکریا و محمد یحییٰ و محمد عیسیٰ و محمد موسیٰ و ہمشیرہ عزیزہ نے حسب وصیت والد مغفور باہم تقسیم کر لیا اور محلسرا اور دیوان خانہ کو تو میں نے فروخت نہیں کیا بلکہ اپنے پاس سے عزیز محمد یحییٰ و محمد عیسیٰ کی تو میں نے شادی کر دی اور محمد موسیٰ کا حج ہو گیا اور باقی مکانات واقعہ دہلی بھی حسب وصیت تقسیم کئے جائیں ان شاء اللہ تعالیٰ اور باقی مکانات و تہوار و چاہ و اراضی و باغ و تنخواہ الور کی جو بلا شرکت غیرے حسب وصیت والد ماجد میرے قبضے میں ہے مگر حویلی میں جس طرح ہم سب بھائی رہتے ہیں، اسی طرح میں اور میری اولاد اور وہ اور انکی اولاد بدستور رہیں اور کھانے پینے کو جو خدا مجھ کو دے جس طرح آج تک محمد عیسیٰ و محمد موسےٰ کھاتے پیتے رہے ہیں اسی طرح کھلاتا پلاتا رہوں گا، اور محمد یحییٰ کو دو روپیہ اور محمد عیسیٰ کو ہے اور محمد موسیٰ کو ۱۲ ر ماہوار دیتا رہوں گا، مبلغ دو صد روپیہ جناب ماموں حافظ محمد عظیم صاحب کی معرفت دو شخصوں کو دے کر حج کو بھیج دئے
فقط مرقوم صدر بقلم امراؤ علی

یہ نوشتہ میرے سامنے لکھا گیا درست ہے۔ العبد محمد عیسیٰ العبد محمد یحییٰ عفی عنہ العبد محمد موسیٰ عفی عنہ
العبد خدیجہ خانم بقلم محمد عظیم العبد محمد عظیم گواہ شد محمد عبدالرحمٰن نقل تحریر

سابق میں ۲۳ ستمبر ۱۸۷۹ء مطابق پنجم شوال ۱۲۹۶ھ کو جو وصیت نامہ والد مرحوم کا رو برو جناب ماموں صاحب حاجی حافظ محمد عظیم مرحوم کے تحریر ہوا تھا اس وقت عزیز محمد یحییٰ کو دو روپیہ ماہوار دینا تجویز ہوا تھا چنانچہ آج تک دیا گیا، اب پھر عزیز مذکور نے کہا کہ میرا گزارہ اس میں نہیں ہوتا کچھ زیادہ مقرر ہو جائے۔ اس واسطے مجھ زکریا نے اراضی بارانی و چاہ جال والا و چاہ تاج خاں والا کی آمدنی بوقوف عزیز محمد یحییٰ دو سو ساٹھ روپیہ ۲۶۰ مشخص کراکر عزیز مذکور کا حصہ للعہ ماہوار کا قرار پایا مگر عزیز مذکور نے چار روپیہ چار آنے ماہوار اس میں سے لینے منظور کئے لبشرطا اس کے کہ مجھ سے چاہات کی مرمت وغیرہ کا مصارف نہ لیا جائے۔ مجھ محمد زکریا کو یہ بھی منظور ہے کہ میں للعہ ماہوار جب تک اراضی عطیہ سرکار ہمارے قبضے میں ہے

Marfat.com

خواہ آمدنی میں کمی ہو یا بیشی عزیز محمد یحییٰ کو اپنی زیست بھر دیتا رہوں گا اور بعد میرے آمدنی یہ دو چاہات مذکورہ واراضی بارانی وباغ یعنی جملہ آمدنی ان مواضعات کی وجملہ مصارف شکست ریخت مرمت وغیرہ متعلقہ اُن کے ہمگی دس حصّوں مفصلہ ذیل پر تقسیم ہو جائے اور جو حصہ دار مر جائے تو اس کے حصہ دار اسکے وارث یعنی فرزند یا دختر یا زوجہ کو ملتا رہے اور جو حصّے دار بلا وارث فوت ہو اُس کا حصہ سب پر تقسیم ہو جائے، تفصیل حصص یہ ہے: محمد زکریا، محمد یحییٰ، محمد عیسیٰ، محمد موسیٰ، ہمشیرہ عزیزہ، پھوپھی صاحبہ ان میں سے دو دو حصے چاروں بھائی لیتے رہیں اور ایک ایک حصہ ہمشیرہ عزیزہ اور پھوپھی صاحبہ لیتی رہیں فقط۔

بقلم احقر العباد امداد علی مرقومہ ہشتم جمادی الاولیٰ ۱۳۰۲ھ مطابق ۱۳ فروری ۱۸۸۶ء

العبد	العبد	العبد	العبد	گواہ شد
محمد زکریا	بندہ محمد یحییٰ عفی عنہ	محمد عیسیٰ عفی عنہ	محمد موسیٰ عفی عنہ	محمد فضل حق عفی عنہ

الجواب

اوّل: تنخواہ پر بھائیوں کا دعویٰ محض باطل و بیجا ہے کہ وہ اجرت ہے اور اجرت میں غیر اجیر کا حق نہیں، عقد اجارہ جو اُن کے باپ سے تھا موتِ پدر پر ختم ہوگیا،

فان الاجارة لامعنی لبقائها بعد هلاك الاجیر۔ کیونکہ اجیر کے فوت ہوجانے کے بعد اجارہ کے باقی رہنے کا کوئی معنیٰ نہیں ہے (ت)

اب کہ برادر سے عقدِ جدید ہوا اس میں کیا حق، تو ایک ہو سکتا ہے بلکہ اگر اس تنخواہ کو بطور منصب ہی فرض کیجئے تو بتصریحِ علماء منصب و پنشن بھی موروث نہیں بعد فوت منصبدار، رئیس جس کا نام مقرر کر دے وہی مستحق ہے باقی ورثہ کا کچھ حق نہیں۔ فتح القدیر و ردالمحتار میں ہے:

العطاء صلة فلا یورث ویسقط بالموت[1] عطیہ ایک صلہ ہے وراثت نہیں ہے اور موت سے پہلے یہ صلہ ختم ہو جاتا ہے (ت)

دوم: محمد زکریا نے جو کچھ محمد یحییٰ و محمد عیسیٰ کی شادیوں میں اپنے پاس سے صرف کیا اگر یہ صرف بعد بلوغ محمد موسیٰ تھا جبکہ وُہ بھی اجازتِ وصیت شامل ہو لیا تو تمام کمال ترکہ سے مجرا پائے گا کہ زکریا وصی تھا اور یہ مورث کی وصیت جسے بقیہ ورثہ نے نافذ رکھا اور بوجہ بلوغ اُن سب کی تنفیذ شرعاً معتبر تھی تو وصیت

---

[1] ردالمحتار کتاب الجہاد فصل فی الجزیۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۲۸۲

Marfat.com

کا وارثوں کے لئے ہونا مضر نہیں،

لقوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم الا لاوصیة لوارث الا ان یجیزها الورثة۔[1]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ وارث کے لئے وصیت نہیں مگر اس صورت میں کہ باقی وارث اسے جائز قرار دیں (ت)

اور وصیت میں جبکہ اُس کی تنفیذ کسی شئ کو بیچنے کے ساتھ مذکور ہو تو وصی پر اس کا اتباع لازم نہیں اُسے روا ہے کہ وہ شئ نہ بیچے اور دوسرے مال سے وصیت نافذ کرے۔ آداب الاوصیاء میں ہے:

فی المحیط والظهیریة والخلاصة اوصی بان یکفنه من ثمن هذا العین قال ابو القاسم للوصی ان یکفنه من ثمن عین اٰخر ولایبیع تلك العین و تلك العین تکون للورثة وان وجد لما اوصی ببیعه مشتریا ولایضمن الوصی۔[2]

محیط، ظہیریہ اور خلاصہ میں ہے کسی نے وصیت کی کہ فلاں معین چیز کے ثمن سے اس کو کفن دیا جائے ابو القاسم نے فرمایا وصی کو اختیار ہے کہ کسی دوسری چیز کے ثمن سے کفن دے اور اس معین چیز کو فروخت نہ کرے اور یہ معین چیز سب ورثاء کی مشترکہ قرار پائے گی اگرچہ جس چیز کو فروخت کرنے کی وصیت تھی اس کا کوئی خریدار بھی موجود ہو، ایسی صورت میں وصی ضامن نہ ہوگا۔ (ت)

اُسی میں ہے:

فی الخاصی اوصی بان یتصدق منه کذا وکذا وقرا من الحنطة وعین لثمن تلك الحنطة نوعا من امواله کثمن داره فجعل الوصی من غیر ذٰلك المال قال

خاصی میں ہے کسی نے وصیت کی کہ اس کی طرف سے اتنی اتنی مقدار گندم کی صدقہ کی جائے اور اُس گندم کی قیمت کے لئے اس نے اپنے اموال میں سے کوئی نوع متعین کر دی جیسے اپنے گھر کی قیمت، وصی نے کسی اور مال سے صدقہ

---

[1] الدر المختار کتاب الوصایا مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۱۹
کنز العمال بحوالہ ق عن عمرو بن خارجہ حدیث ۴۶۰۷۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۶۱۶
[2] آداب الاوصیاء علی ہامش جامع الفصولین فصل فی تنفیذ الوصیۃ اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۳-۳۱۲

Marfat.com

جاز لہ ذلک الا ان یکون فیما عینہ دلیل علی التعیین کان یکون ما عینہ معروفا بالطیب وسائرہ بالخبث فیخص الطیب بالوصیۃ فلا یشتری من المال الخبیث[1]

کردیا تو جائز ہے مگر اس صورت میں کہ جو کچھ موصی نے متعین کیا اس میں تعیین پر دلیل موجود ہے مثلاً جس شیئ کو اس نے معین کیا وہ پاکیزگی کے ساتھ معروف ہے اور دیگر اشیاء خبث کے ساتھ معروف ہیں تو اس صورت میں پاکیزہ شیئ کو وصیت کے ساتھ خاص کیا جائے گا اور وصی خبیث مال سے خریداری نہیں کرے گا۔ (ت)

اور قطع نظر اس سے کہ وصی جب اپنے مال سے وصیت نافذ کرے تو قول مفتٰی بہ پر اسے مطلقاً حقِ رجوع وواپسی ہے یہاں کہ وصیت عباد کے لئے تھی اور وصی وارث ہے باتفاق علماء اُسے حقِ رجوع حاصل ہوا، خانیہ وہندیہ وغیرہما میں ہے:

وصی انفذ الوصیۃ من مال نفسہ قالوا ان کان ھذا الوصی وارثا یرجع فی ترکۃ المیّت والا فلا یرجع وفیہ ان کانت الوصیۃ للعباد یرجع لان لہا مطالبا من جہۃ العباد وکان کقضاء الدین وان کانت الوصیۃ للہ تعالٰی لایرجع و قیل لہ ان یرجع فی الترکۃ علی کل حال وعلیہ الفتوٰی[2]

وصی نے اپنے مال میں سے وصیت نافذ کردی، علماء نے کہا اگر یہ وصی وارث ہے تو ترکہ میت میں رجوع کرے گا ورنہ نہیں، اور اسی میں ہے اگر وہ وصیت بندوں کے لئے ہے تو رجوع کریگا اس لئے کہ اس وصیت کے لئے بندوں کی جہت سے کوئی مطالبہ کرنے والا ہے تو یہ دین کی ادائیگی کی طرح ہوگئی، اور اگر وصیت اللہ تعالٰی کے لئے ہے تو رجوع نہیں کرے گا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وہ ہر حال میں ترکہ میّت میں رجوع کرے گا۔ فتوٰی اسی پر ہے۔ (ت)

اور اگر قبل بلوغ محمد موسٰی ہوا تو حصہ محمد موسٰی اس صَرف سے بری رہے گا کہ نابالغ کی اجازت کوئی چیز نہیں، نہ اس کی طرف سے کوئی ولی یا وصی خواہ کوئی شخص اسے تصرف کی اجازت دے سکتا ہے

---

[1] آداب الاوصیاء فصل فی تنفیذ الوصیۃ اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۴

[2] الفتاوی الہندیۃ کتاب الوصایا الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۹/ ۱۵۴

Marfat.com

لکونہ ضررًا محضًا (اس کے محض نقصان ہونے کی وجہ سے۔ت) اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ اس صورت میں بعد بلوغ محمد موسیٰ کا اس تصرف گزشتہ پر راضی ہونا یا اُسے جائز کرنا بھی بکار آمد نہ ہوگا۔

لکونہ وقع ولامجیز وکل تصرف کذا فھو باطل کما فی الدر وغیرہ والاجازۃ انما تلحق الموقوف لا الباطل کما بینہ فی الفتح وغیرہ۔

بسبب اس کے کہ یہ واقع ہوا دراں حالیکہ کوئی اس کی اجازت دینے والا نہیں۔ اور ہر وہ تصرف جو ایسا ہو وہ باطل ہوتا ہے جیسا کہ درر وغیرہ میں ہے۔ اور اجازت فقط موقوف کو لاحق ہوتی ہے نہ کہ باطل کو، جیسا کہ اس کو فتح وغیرہ نے بیان کیا ہے۔ (ت)

سوم: خورد ونوش برادران میں جو کچھ محمد زکریا نے اپنے پاس سے صرف کیا اس میں سے محمد موسیٰ نابالغ کے مصارف زمانۂ نابالغی کے مجرا پائے گا،

فی الخانیۃ والھندیۃ بعد العبارۃ المذکورۃ وکذا الوصی اذا اشتری کسوۃ للصغار او اشتری ماینفق علیھم من مال نفسہ فانہ لایکون متطوعا[1]۔

خانیہ اور ہندیہ میں مذکورہ بالا عبارت کے بعد ہے اور یونہی وصی نے جب اپنے مال سے نابالغ کیلئے لباس خریدا یا وہ شیئ خریدی جو اس پر خرچ کریگا تو وہ احسان کرنے والا نہ ہوگا۔ (ت)

اور بالغوں پر جو صرف کیا اگر بطور خود بے انکے امر تھا نہ شرط رجوع کرلی تھی جیسا کہ عبارت سوال سے ظاہر ہے تو محمد زکریا کا تبرع واحسان تھا جس کا معاوضہ اُن سے نہیں لے سکتا،

لعدم الولایۃ علیہ بالبلوغ ولم یکن مضطرا فیما فعل ولا امروہ ولا شرط الرجوع ففیم یرجع وھذا ظاھر جدا عند من خدم نفائس کلامھم۔

کیونکہ بلوغ کی وجہ سے وصی کو اس پر ولایت نہیں رہی وہ اس فعل میں مجبور ہے، نہ انھوں نے وصی کو حکم دیا اور نہ رجوع کی شرط کی گئی تو وہ کس چیز میں رجوع کرے گا، یہ خوب ظاہر ہے اس شخص کے نزدیک جس نے فقہاء کے عمدہ کلام کی خدمت کی۔ (ت)

خانیہ میں ہے:

لوقال انفق من مالك علی عیالی او فی بناء داری یرجع بما انفق[2]

اگر کہا تُو اپنے مال میں سے میری اہل وعیال یا میرے گھر کی تعمیر پر خرچ کر تو اس نے جو کچھ

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الوصایا الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۱۵۵
[2] فتاوی قاضی خاں کتاب الکفالہ فصل فی الکفالۃ بالمال نولکشور لکھنؤ ۴/ ۵۸۷

Marfat.com

وکذا لو قال اقض دینی یرجع علی کل حال[1] — خرچ کیا وہ اس کے بارے میں رجوع کرے گا۔

ولو قضی نائبۃ غیرہ بامرہ رجع علیہ وان لم یشترط الرجوع ھو الصحیح[2] — اسی طرح اگر کہا تو میرا قرض ادا کر دے تو وہ ہر حال میں رجوع کرے گا۔ اور اگر کسی کی حاجت اس کے امر پر پوری کر دی تو وہ رجوع کرے گا اگرچہ رجوع کی شرط نہ لگائی گئی ہو، یہی صحیح ہے۔ (ت)

فصول عمادیہ و فتاوٰی حامدیہ میں ہے:

من قضی دین غیرہ بغیر امرہ لایکون لہ حق الرجوع علیہ[3] — جس نے دوسرے کا قرض اس کے حکم کے بغیر ادا کر دیا اس کو رجوع کا حق نہیں (ت)

اُنھیں میں ہے:

المتبرع لایرجع علی غیرہ کما لو قضی دین غیرہ بغیر امرہ[4] — احسان کرنے والا غیر پر رجوع نہیں کرتا جیسا کہ کوئی کسی کا قرض اس کے حکم کے بغیر ادا کر دے (ت)

چہارم: زیورِ زوجہ میں موصی کی وصیت اُسی قدر اثر ڈال سکتی تھی جس قدر اُس زیور سے موصی کا حصّہ شوہری ہونا باقی حصص کہ ملک اولاد تھے اُن کی نسبت اس کی وصیت محض بے معنی ہے اذ لاتصرف لابن آدم فیما لایملك (اس لئے کہ ابنِ آدم کو ایسی چیز میں تصرف کا حق نہیں جس کا وہ مالک نہ ہو۔ ت) تو یحیٰی و عیسٰی و موسٰی کو وہ کل زیور دے دینا اگرچہ باجازت جملہ ورثہ ہو خود انھیں ورثہ کے حصص میں اصلاً مؤثر نہ ہوگا کہ غایت درجہ اُن کی یہ اجازت اجازت تملیک بلامعاوضہ ہوگی کہ عین ہبہ ہے اور ہبہ مشاع باطل اور باطل کی اجازت مہمل۔ ہدایہ میں ہے:

من اوصی من مال رجل لاٰخر بالف بعینہ فاجاز صاحب المال بعد موت الموصی فان دفعہ فھو جائز ولہ ان یمنع لان ھذا تبرع بمال الغیر فیتوقف علی اجازتہ واذا اجاز یکون تبرعا منہ ایضا فلہ — جس نے کسی شخص کے لئے غیر کے مال سے ایک ہزار معین درہموں کی وصیت کر دی اور موصی کی موت کے بعد اُس غیر یعنی مالک مال نے اس کی اجازت دے دی پھر اگر اُس نے وہ مال اسکے سپرد کر دیا جس کے لئے وصیّت کی گئی ہے تو جائز ہے اور مالک کو اختیار ہے کہ وہ مال کو روک لے

---

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب الکفالۃ فصل فی الکفالۃ بالمال نولکشور لکھنؤ ۳/ ۵۸۹

[2] فتاوٰی ہندیۃ " الباب الثانی الفصل الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۲۶۹

[3] و [4] العقود الدریۃ بحوالہ عمادیہ کتاب الکفالۃ ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/ ۳۰۳

Marfat.com

ان یمتنع من التسلیم[1] کیونکہ غیر کے مال سے تبرع ہے تو یہ اُس غیر کی اجازت پر موقوف ہوگا اور جب اس نے اجازت دے دی تو یہ اس کی طرف سے بھی تبرع و احسان ہوگا لہذا اسے اختیار رہو گا کہ وہ سپردگی سے انکار کر دے (ت)

غایۃ البیان میں ہے:

لان العقد الموقوف اذا لحقہ الاجازۃ صار مضافا الی المجیز فاذا اضیف الیہ صار ذٰلک ھبۃ منہ والھبۃ لاتتم الا بالتسلیم[2] کیونکہ موقوف عقد کو جب اجازت لاحق ہوتی ہے تو وہ اجازت دینے والے کی طرف منسوب ہوجاتا ہے، جب اس کی طرف منسوب ہوگیا تو یہ اسی کی طرف سے ہبہ ہوا اور ہبہ سپردگی کے بغیر تام نہیں ہوتا (ت)

تو محمد زکریا کا خود اپنا حصہ اس کی ملک سے نکلا نہ خدیجہ بیگم کا حصہ اس کی ملک سے، اگر زیور باقی ہے تو حصۂ شوہری موصی چھوڑ کر سب ورثہ اپنے اپنے حصے اُس سے لے سکتے ہیں، اور اگر یحیٰی وعیسیٰ وموسیٰ نے ہلاک کر دیا تو باقیوں کے حصص کے تاوان دین رہا موصی کا حصۂ شوہری کہ وہی محل نفاذ وصیت تھا نظر کی جائے کہ چڑھاوا جو دُولھا کی طرف سے دُلھن کو جاتا ہے وہاں عرف شائع میں دلھن کی ملک سمجھا جاتا ہے یا ملک پر دُولھا ہی کے رہتا ہے اور دُلھن کو پہننے کے لئے دیا جاتا ہے، اگر دُلھن کی ملک سمجھا جاتا ہے تو اس حصے میں بھی وصیت باطل ہُوئی کہ اب یہ وصیت حقیقۃً دُلھنوں کے لئے تھی اور دُلھنیں وقت موتِ موصی تک معدوم تھیں کہ دُلھن ہونا بعد نکاح صادق ہوتا ہے اور نکاح موت موصی سے ایک مدت کے بعد ہوئے اور معدوم کے لئے وصیت باطل ہے کہ وہ تملیک ہے اور معدوم صالح تملیک نہیں، ولہذا حمل کے لئے وصیت میں شرط ہے کہ اُس کا باپ زندہ ہے تو چھ مہینے کے اندر پیدا ہو اور مرگیا یا طلاق بائن دے دی اور عورت عدت میں ہے تو دو برس کے اندر پیدا ہوا کہ اس وقت اس کا وجود ہویدا ہوا۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

ھی تملیک مضاف الی مابعد الموت بطریق التبرع وشرائطھا کون الموصی اھلا للتملیک والموصی لہ حیا وقتھا تحقیقا وہ تملیک ہے جو بطور تبرع موت کے مابعد کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ اور اسی کی شرائط میں سے ہے کہ موصی تملیک کی اہلیت رکھتا ہو اور جس کے لئے وصیت کی گئی ہے وہ بوقتِ

---

[1] الہدایۃ کتاب الوصایا باب الوصیۃ بثلث المال مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۶۶۶

[2] غایۃ البیان

Marfat.com

او تقدیرا لشمل الحمل وصحت للحمل ان ولد لاقل من ستة اشھر لو تزوج الحامل حیا او لو میتا وھی معتدة حین الوصیة فلاقل من سنتین بدلیل ثبوت نسبہ اختیار وجوھرۃ[1] اھ ملتقطا۔

وصیت حقیقتاً یا تقدیراً زندہ ہو تاکہ یہ حمل کو بھی شامل ہے، حمل میں وصیت تب صحیح ہوگی وہ چھ ماہ سے کم مدت میں پیدا ہو جائے جبکہ حاملہ کا شوہر زندہ ہو اور اگر وہ مردہ ہے اور حاملہ عورت بوقتِ وصیت معتدہ ہے تو اس صورت میں حمل کے لئے وصیت تب صحیح ہوگی جب دو سال سے کم مدت میں پیدا ہو اور اس پر دلیل اس مدت میں اس کے نسب کا ثابت ہونا ہے، اختیار و جوہرہ اھ التقاط۔

ردالمحتار میں ہے:

قولہ وقتھا اقول فی التاتارخانیة الموصی لہ اذا کان معینا من اھل الاستحقاق یعتبر صحة الایجاب یوم اوصی ومتی کان غیر معین یعتبر صحة الایجاب یوم موت الموصی فلو اوصی بالثلث لبنی فلان ولم یسمھم ولم یشر الیھم فھی للموجودین عند موت الموصی وان سماھم او اشار الیھم فالوصیة لھم حتی لو ماتوا بطلت الوصیة لان الموصی لہ معین فتعتبر صحة الایجاب یوم الوصیة[2]، قولہ لاقل من ستة اشھر، اذ لو

ماتن کا قول "بوقتِ وصیت" میں کہتا ہوں تاتارخانیہ میں ہے جس کے لئے وصیت کی گئی ہے اگر وہ مستحقین میں سے متعین ہے تو صحتِ ایجاب کا اعتبار وصیت کے دن سے کیا جائے گا اور جب وہ غیر متعین ہے تو صحتِ ایجاب کا اعتبار موصی کی موت کے دن سے کیا جائیگا، اگر فلاں کے بیٹوں کے لئے ایک تہائی کی وصیت کی اور ان کا نام نہیں لیا نہ ہی ان کی طرف اشارہ کیا تو یہ وصیت صرف ان کے لئے ہوگی جو موصی کی موت کے وقت موجود ہوں گے۔ اور اگر ان کا نام لیا یا ان کی طرف اشارہ کیا تو وصیت خاص انہی کے لئے ہوگی۔ اگر وہ مرگئے تو وصیت باطل ہو جائیگی کیونکہ جس کے لئے وصیت کی گئی وہ متعین ہے۔ لہذا صحت ایجاب کا اعتبار وصیت والے دن سے ہوگا۔ ماتن نے کہا کہ چھ ماہ سے کم مدت میں حمل پیدا ہو۔ یہ اس لئے

---

[1] در مختار شرح تنویر الابصار — کتاب الوصایا — مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۱۷ و ۳۱۸

[2] ردالمحتار — " — داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۵ و ۱۶

Marfat.com

ولد لستۃ اشھر اولاکثر احتمل وجودہ وعدمہ فلا تصح افادہ الاتقانی قولہ ولو میتا مثل الموت الطلاق البائن[1]

ہے کہ اگر پورے چھ ماہ پر یا اس سے زائد مدت میں پیدا ہوا تو بوقتِ وصیت اس کا وجود و عدم دونوں محتمل ہوئے، لہٰذا وصیت صحیح نہ ہوئی۔ ماتن کا قول کہ اگر وہ مردہ ہو، طلاق بائن بھی موت کی طرح ہے (ت)

ہندیہ میں ہے:

شرطہا کون الموصی اھلا للتملیک و الموصی لہ اھلا للتملك[2]

وصیت کے لئے شرط یہ ہے کہ موصی تملیک کا اہل ہو اور جس کے لئے وصیت کی گئی ہے وہ مالک بننے کا اہل ہو۔ (ت)

ولہٰذا صحت وصیت کے لئے شرط ہے کہ یا تو اہل حاجت کے لئے واقع ہو جیسے بنی فلاں کے یتیموں یا بیواؤں کے لئے کہ اس تقدیر پر وصیت حضرت حق عزوجل کے لئے واقع ہوگی اور وہ معلوم ہے ورنہ وہ لوگ معدود و قابل شمار ہوں جیسے زید کے بیٹے کہ انھیں تملیک صحیح ہوسکے اور دونوں صورتیں نہ ہوں مثلاً سیدوں یا شیخوں کے لئے تو وصیت باطل ہے، درمختار میں ہے:

الاصل ان الوصیۃ متی وقعت باسم ینبئ عن الحاجۃ کایتام بنی فلان تصح و ان لم یحصوا علی ما مر لوقوعہا ﷲ تعالٰی و ھو معلوم وان کان لاینبئ عن الحاجۃ فان احصوا صحت ویجعل تملیکا و الا بطلت[3]

اگر وصیت ایسے اسم کے ساتھ واقع ہو جو حاجت کی خبر دے جیسے فلاں قبیلے کے یتیموں کے لئے تو وصیت صحیح ہوگی اگر وہ قابل شمار نہ ہوں جیسا کہ گزر چکا ہے کیونکہ یہ وصیت اللہ تعالٰی کے لئے واقع ہوئی ہے اور وہ معلوم ہے اور اگر ایسے اسم کے ساتھ واقع نہ ہو جو حاجت کی خبر دیتا ہے لہٰذا اس صورت میں جن کے لئے وصیت کی گئی ہے اگر وہ قابل شمار ہیں تب تو وصیت صحیح ہوگی اور اس کو تملیک قرار دیا جائے گا ورنہ وصیت باطل ہوگی۔ (ت)

ولہٰذا اگر وارثان فلاں کے لئے وصیت کی اور فلاں ابھی زندہ ہے تو صحت وصیت کے لئے

---

[1] ردالمحتار کتاب الوصایا داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۱۸

[2] الفتاوی الہندیۃ ” الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۹۰

[3] الدرالمختار ” باب الوصیۃ للاقارب وغیرہا مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۳۰

Marfat.com

ضروری ہے کہ وہ اس موصی سے پہلے مرجائے تاکہ وارثانِ فلاں کا لفظ صادق آئے ورنہ وصیت باطل ہوجائے گی، ایسی جگہ ذاتِ شخص کا وجود کافی نہیں بلکہ ذات مع اس وصف کے وجود ہونا درکار جس وصف کے لحاظ سے وصیت واقع ہوئی ہے۔

فی الدر المختار شرط صحتہا فی الوصیۃ لورثۃ فلان وما فی معناہا کعقب فلان موت الموصی لورثتہ اولعقبہ قبل موت الموصی لان الورثۃ والعقب انما یکون بعد الموت فلومات الموصی قبل موت الموصی لورثتہ او عقبہ بطلت الوصیۃ لورثتہ او عقبہ لان الاسم لایتناولہم الا بعد الموت[1] اھ مختصرًا، وفی ردالمحتار قولہ لان الاسم لایتناولہم فکانت وصیۃ لمعدوم[2]۔

درمختار میں ہے فلاں کے وارثوں یا اس کے ہم معنیٰ یعنی فلاں کے پسماندگان کے لئے وصیت کی تو اس وصیت کے صحیح ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ جس کے وارثوں اور پسماندگان کے لئے وصیت کی گئی ہے وہ موصی سے پہلے مرے کیونکہ اس کے مرنے کے بعد ہی وہ لوگ اس کے وارث یا پسماندگان بنیں گے۔ اور اگر موصی اُس سے پہلے مرگیا اور جس کے وارثوں اور پسماندگان کیلئے وصیت کی گئی ہے وہ ابھی زندہ ہے تو اس کے وارثوں یا پسماندگان کے لئے وصیت باطل ہوجائے گی کیونکہ ان پر لفظ ورثاء اور پس ماندگان کا اطلاق تو اس کے مرنے کے بعد ہوگا اھ اختصار۔ ردالمحتار میں ہے اسکا قول کیونکہ لفظ ورثاء اور پس ماندگان کا ان پر اطلاق نہیں ہوتا، لہذا یہ معدوم کے لئے وصیت ہوئی۔ (ت)

اور اگر بحکم عرف چڑھاوا دُولھا ہی کی ملک ہوتا ہے۔ [یہ جواب نامکمل دستیاب ہوا]

---

[1] الدرالمختار کتاب الوصایا باب الوصیۃ للاقارب وغیرہا مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۲۹ و ۳۳۰

[2] ردالمحتار " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۴۰

Marfat.com

رسالہ

الشرعة البهية فی تحدید الوصیة

۱۳۱۷ھ

(کشادہ راستہ وصیّت کی جامع ومانع تعریف کے بیان میں)

مسئلہ ۱۳۵ از رنگون مکان نمبر ۸۵ و ۸۶ گلی نمبر ۳۱ مرسلہ شیخ عبدالعزیز سرکار ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۱۷ھ

علمائے دین رحمہم اللہ تعالٰی رحمةً واسعةً فی الدنیا والآخرة اس میں کیا فرماتے ہیں کہ زید کے دو وطن تھے ایک قدیم اور دوسرا جدید، اور دو ہی بیویاں، ایک وطن قدیم میں شادی کرائی ہوئی دوسری وطن جدید یعنی شہر رنگون میں بطریق شادی مطابق شرع محمدی نکاح میں لائی ہوئی، زید نے بفضلہ تعالٰی رنگون میں بہت کچھ کمایا پھر یہیں کی کمائی سے وطن قدیم اور رنگون دونوں جگہ میں جائداد معتدبہ پیدا کی لیکن وطن قدیم تخمیناً پانچہزار روپیہ سالانہ آمدنی کی کل جائداد کو بحیلہ اپنے وطن قدیم کی ایک مسجد پر وقف کرنے کے جو کہ دس بارہ روپیہ ماہواری کے خرچ کی حاجت نہیں رکھتی وطن قدیم کی بی بی کی اولاد پر روک دیا اور وقف نامہ میں لکھ دیا کہ متولی اس وقف کے یہی لوگ رہیں جو کچھ مصارف مسجد سے بچے اپنے کام میں لائیں۔ رنگون کی بیوی کے بطن کی اولاد کو اس میں سے ایک حبہ نہیں دیا اور رنگونی جائداد میں سے وطن قدیم والی اولاد کو حصہ بھی دیا اور اس جائداد کے نفع سے کئی ہزار روپیہ لوگوں کو دینے کی اور پچاس روپیہ ماہواری اُس مسجد وطن قدیم پر خرچ کرنے کی وصیت بھی کی چنانچہ یہ امر نقل وصیت نامہ مرسل مع استفتاء سے بخوبی واضح ہوگا، پس چونکہ زید کی یہ وصیت رنگونی ورثہ کی مضرت یعنی حق تلفی اور وطن قدیم کے ورثہ کی منفعت کے لئے ہے، لہذا چند باتیں عرض کرتا ہوں،

Marfat.com

اوّل : علی مافی کتب الفقہ، موصی کو تو وصیت کرنا مستحب ہے لیکن ورثہ پر اس کا ادا کرنا واجب ہے کہ اگر نہ کریں گے تو ماخوذ ہوں گے یا کیا ؟

دوم : زید کی یہ وصیت بکیفیت وعبارت کذا ئیتین (اعنی مجموعہ ترکہ کے نفع سے نہ اس کے کسی جزو معین کے نفع سے اور بایں عبارت کہ اس قدر روپیہ میری تجہیز وتکفین کے لئے رکھیں اور اتنا روپیہ میرے ملک کے لئے غربا کے لئے رکھیں) شرعاً صحیح ہے یا نہیں ؟

سوم : زید کے قول (اور میں خصوصاً اپنے پسران مذکور کو اس طرح فرمان وصیت کرتا ہوں کہ بعد میرے مرنے کے کاروبار کارخانہ لکڑی جاری رکھیں اور منافع کاروبار مذکور وکرایہ مکانات واراضی سے تمام سرکاری ومیونسپال کے خزانہ وغیرہ ادا کیا کریں اور مبلغ ایک ہزار روپیہ برائے میری تجہیز وتکفین کے جمع رکھیں الی قولہ اور ماہ بماہ مبلغ ۵ روپیہ موضع سالولا میرا پاڑہ کی مسجد کے اخراجات کے لئے دیا کریں) کا خلاصہ مضمون یہ ہے یا نہیں کہ لکڑی کی تجارت کے نفع اور مکانات واراضی کے کرایہ سے سوا مبالغ ٹکس میونسپال وخزانہ سرکاری کے باقیماندہ مبالغ سے اتنا یوں کریں اور اتنا یوں کریں اعنی زید کا یہ قول متضمن استثنائے مبالغ معلومہ کو ہے یا نہیں ؟

چہارم : وصیت ازقبیل معاملات ہے یا نہیں ؟

پنجم : برتقدیر زید کے قول مذکور کے متضمن استثنائے مبالغ معلومہ اور وصیت کے ازقبیل معاملات ہونے کے جیسے کہ بقول معتبر :

لایجوز ان یبیع ثمرۃ ویستثنی منہا ارطالا معلومۃ[1] — یہ جائز نہیں کہ وہ پھل فروخت کرے اور اس میں سے کچھ معین رطل مستثنیٰ کرلے۔ (ت)

بیع ثمرہ باستثنائے ارطال معلومہ بوجہ احتمال عدم وجود ماسوائے ارطال مستثناۃ کے جائز نہیں ایسے ہی اس کے قیاس پر بجامع تملیک وصیت دراہم باستثنائے دراہم معلومہ بوجہ مذکور نا جائز ہوگی یا نہیں ؟ اور یہ امر ظاہر ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ سوا ٹکس میونسپال وخزانہ سرکاری کے مکانات واراضی وتجارات سے وصول نہیں ہوتا بلکہ کبھی اس میں بھی کمی ہوجاتی ہے۔

ششم : زید کی یہ وصیت متضمن مضرت ہے اور بعض شارحین مشکوٰۃ شریف حدیث مرفوع ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے :

---

[1] الہدایۃ کتاب البیوع فصل فی دخول بناء الدار فی البیع مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۳۲

Marfat.com

المخرج فی مسند الامام احمد وجامع الترمذی وسنن ابی داؤد وابن ماجة ان الرجل لیعمل والمراۃ بطاعة اللہ ستین سنة ثم یحضرھما الموت فیضاران فی الوصیة فتجب لھما النار ثم قرء ابو ھریرۃ من بعد وصیة یوصی بھا او دین غیر مضار الآیة۔[1]

جس کی تخریج مسند امام احمد، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ اور سنن ابی داؤد میں کی گئی ہے کہ بیشک کوئی مرد اور عورت ساٹھ سال تک اللہ تعالٰی کی طاعت وعبادت میں مصروفِ عمل رہتے ہیں، پھر انھیں موت آتی ہے تو وہ وصیت میں نقصان پہنچاتے ہیں چنانچہ ان کے لئے جہنم واجب ہوجاتی ہے، پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ آیت کریمہ پڑھی: "میت کی وصیت یا قرض نکالنے کے بعد درانحالیکہ اس وصیت میں وہ نقصان پہنچانے والا نہ ہو۔ (ت)

کی شرح میں ایسی وصیت کو مکروہ لکھتے ہیں اور صاحبِ درمختار کے قول لانھا حینئذ وصیة بالمکروہ[2] (اس لئے کہ اب یہ وصیت ہے مکروہ کے ساتھ۔ ت) (جو کہ صاحبِ تنویر الابصار کے قول اوصی بان یطین قبرہ او یضرب علیه قبة فھی باطلة[3] (اگر کسی کو وصیت کی کہ وہ اس کی قبر کی لپائی کرے یا اس پر گنبد بنائے تو یہ وصیت باطل ہے۔ ت) کے تحت ہے) وصیت مع الکراہت کا بطلان ثابت ہے علامہ شامی صاحبِ دُر کے قول مذکور کے تحت لکھتے ہیں:

مقتضاہ انه یشترط لصحة الوصیة عدم الکراھة وقدم اول الوصایا انھا اربعة اقسام وانھا مکروھة لاھل فسوق ومقتضی ماھنا بطلانھا اللّٰھم الا ان یفرق[4] الخ۔

اس کا تقاضا یہ ہے کہ وصیت کے صحیح ہونے کیلئے عدمِ کراہت شرط ہے جبکہ کتاب الوصایا کے شروع میں کہا گیا ہے کہ وصیت کی چار قسمیں ہیں اور یہ کہ فاسقوں کے لئے وصیت مکروہ ہے اور جو کچھ یہاں ہے اس کا تقاضا اس وصیت کے بطلان کا ہے، اے اللہ! مگر یہ کہ فرق کیا جائے الخ (ت)

پس اس وصیت کے بطلان کی یہ تقریر صحیح ہے یا نہیں، بر تقدیر ثانی علامہ شامی نے جو تقریر

---

[1] جامع الترمذی ابواب الوصایا باب ما جاء فی الوصیة بالثلث امین کمپنی دہلی ۲/ ۳۳
سنن ابی داؤد کتاب الوصایا باب فی کراھیة الاقرار فی الوصیة آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۴۰
[2] الدرالمختار " باب الوصیة للاقارب وغیرہا مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۳۰
[3] " " " " " " ۲/ ۳۳۰
[4] ردالمحتار " " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۴۱

Marfat.com

وصیت مکروہہ لاہل فسوق کی صحت کی اللھم سے آخر تک کی ہے اس کے صحیح ہونے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے۔

ہفتم: موصی کے وطن قدیم والی اولاد نے صرف اپنے فائدہ کی وصیتوں پر عمل کیا اور اس کی ان دو وصیتوں پر عمل نہیں کیا:

(۱) اور میری وصیت ان کو (یعنی وصیان مذکور) کرتا ہوں کہ جو کچھ جملگی و ہمگی میری یافتنی و مطالبات موجودہ اور مطالبات و یافتنی آئندہ کی بابت کرایہ مکانات یا اراضی بنام میرے وصول کریں۔

(۲) اور میں خصوصاً اپنے پسران مذکور کو اس طرح فرمان اور وصیت کرتا ہوں کہ بعد میرے مرنے کے کاروبار کارخانہ لکڑی جاری رکھیں پس موصی کی چند وصایا میں سے بعض پر عمل نہ کرنے اور بعض پر کرنے سے کل وصایا میں کچھ خلل آئے گا یا نہیں۔

ہشتم: موصی کی وصیت (اور میں نیز میرے وصیان مذکور کو اختیار دیتا ہوں کر میرے جمیع نابالغ ورثہ کے امین اور حامی ہو رہیں الیٰ قولہ مطابق شرع محمدی تقسیم کر دیں) کی رُو سے وصیوں پر ورثہ صغار کے کل سہام کو بعینہ رکھنا لازم ہوگا ان میں بلاوجہ کسی وجہ سے تصرف بیع وغیرہ کرنے کے مجاز ہوں گے ان سب باتوں کا جواب مفصل و مدلل مرحمت فرمائیں اور اجر اللہ سے پائیں عرض ضرور ہے۔

رنگون کے چند علماء کو وصیت کے بارے میں حکم بنایا گیا تھا اُنھوں نے اس کی صحت کا حکم دیا اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ یہ وصیت بالمنافع ہے اور وصیت بالمنافع جائز لہٰذا یہ بھی جائز ہے۔ اب براجازت انھیں علماء کے آپ حضرات سے اس کی اپیل کی گئی ہے خوب غور فرما کر جواب باصواب سے ممنون فرمائیں۔

نقل ترجمہ وصیّت نامہ از زبان انگریزی

میکہ شیخ حاجی محمد بھولو سرکار لائق ساکن ۲۱ گلی شہر رنگون مالک مکانات وکارخانہ ہائے ظاہر کرتا ہوں کہ جو کچھ تحریرات سابق اس کے منجانب میری ہو سب کی سب کو خرید و منسوخ کر کے یہ میری وصیت صحیح کے کرتا ہوں اور بحالت صحت ذات نفس اور ثبات عقل اظہار کرتا ہوں کہ بایں وصیت نامہ میں اپنے داماد میاں رحیم بخش اور فرزندان خود شیخ میاں عبدالعزیز لائق اور شیخ میاں عبدالغنی لائق الحال ساکنان شہر رنگون مذکور الفوق کو اور شیخ میاں عبدالواحد لائق الحال ساکن موضع سالمولا میرا پارہ ضلع بردوان اور ملا مقصد صاحب تاجر لکڑی الحال شہر رنگون کو اپنی وصیان و اسّق[ع] بنایا ہوں اور میری یہ وصیت اُن کو کرتا ہوں کہ جو کچھ جملگی و ہمگی

ع کذا فی الاصل ۱۲ ازہری غفرلہ

Marfat.com

میری یافتنی و مطالبات موجودہ اور مطالبات و یافتنی آئندہ کے بابت کرایہ مکانات یا سکینات یا اراضی بنام میرے وصول کریں اور میں خصوصًا اپنے پسران مذکور کو اس طرح فرمان اور وصیت کرتا ہوں کہ میرے بعد میری موت کے کاروبار کارخانہ لکڑی جاری رکھیں اور منافع کاروبار مذکور و کرایہ مکانات و اراضی سے تمام سرکاری و میونسپال کے خزانہ وغیرہ ادا کیا کریں اور مبلغ ایک ہزار روپیہ برائے میری تجہیز و تکفین جمع رکھیں اور مبلغ پانسو روپیہ میرے وطن میں غرباء کے خیرات کے لئے رکھیں اور میرے داماد مذکور میاں رحیم بخش کو مبلغ دو ہزار روپیہ دیں اور میرے برادر زادہ شیخ حاجی محمد اسحاق لائق کو مبلغ دو سو روپیہ دیں اور مبلغ ایک سو روپیہ بنو بی بی زوجہ برادر مرحوم خود کو دیں اور نساران بی بی زوجہ برادر مرحوم خود کو مبلغ ایک سو روپیہ دیں اور دھنو بی بی کو مبلغ ایک سو روپیہ دیں اور ماہ بماہ مبلغ پچاس روپیہ موضع ست مولا میرا پاڑہ کی مسجد کے اخراجات کے لئے دیا کریں اور میں نیز اپنے وصیان مذکور کو ایک یا جملہ مکانات جو کہ قسم خود میں معروف یعنی پانچواں درجہ لاٹ نمبر ۲۱ و ۲۲ بلاک ایچ اے پر واقع ہیں اگر ان کا فروخت کرنا مناسب سمجھیں اور اس زر فروختگی سے کچھ مال غیر منقولہ میرے ورثہ کی منفعت کے لئے خرید کریں اور میں نیز میرے وصیان مذکور کو اختیار دیتا ہوں کہ میرے جمیع نابالغ ورثہ کے امین اور حامی ہو رہیں اور آپ کے حقوق کو جو میری جائداد میں ہیں محافظت کریں تاوقتیکہ ورثہ نابالغ مذکور اپنے سن بلوغ کو پہنچیں اور جب ہر ایک اپنے سن بلوغت کو پہنچ جائیں اُن کے حقوق جو میری جائداد میں ہیں مطابق شرع محمدی کے تقسیم کر دیں اور میں اپنی وصیان مذکور کو نیز اختیار دیتا ہوں کہ بایں امر کہ میرے وطن میں ہر ماہ محتاجوں اور مسکینوں کو اس قدر خیرات دیا کریں کہ جو صاحبان موصوف کی نظر میں مناسب آئیں۔ لہذا ان چند کلمات کو بطور سند لکھ دیا ہوں کہ عند الحاجت کام آئے۔

رنگون مورخہ ۱۵ ماہ مئی ۱۸۹۴ء دستخط حاجی محمد بھولو سرکار بزبان بنگلہ

ایں وصیت نامہ دستخط شدہ و اعلان نمودہ و اظہار کردہ شدہ بحضرات شاہدین مرقوم الذیل:

منشی مراد بخش۔ شیخ محمد اسحٰق۔ لعل محمد و شیخ سخاوت حسین

نقل مطابق اصل نمودہ شد معین الدین غفرلہ

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب (اے اللہ حق اور درستگی کی ہدایت عطا فرما)

جواب سوال اول: وصیت نافذہ شرعیہ اگرچہ فی نفسہٖ واجبہ نہ ہوا اپنے حد نفاذ تک کہ ثلث مال باقی بعد اداء الدین سے محدود ہے واجب التسلیم ہے جس طرح وقف کہ واقف پر اس کی انشاء واجب نہیں اور بعد انشا ملازم و واجب العمل ہے بلکہ نفس وقف در کنار شرائط واقف مثل نص شارع

Marfat.com

واجب الاتباع ہیں کما نصوا علیہ بشرائطہ (جس طرح فقہائے شرائط سے متعلق نص فرمائی ہے۔ ت) ورثہ اگر وصیت کو روکیں رد کریں گنہگار ہوں گے اور دوسرے کے حق پر ظالم وستمگار، قرآن عظیم نے ورثہ کا حق وصیت سے مؤخر رکھا ہے:

من بعد وصیۃ توصون بہا اودین[1]۔ جو وصیت تم کرجاؤ اور قرض نکالنے کے بعد۔ (ت)

یہی آیت ثبوتِ ایجاب میں بس ہے کہ ورثہ کو ان کا حق پہنچنا ضرورۃً فرض ہے اور وہ بنصِ قرآن تقدیم وصیت پر محوّل،

ومالایتأتی الواجب الابہ وجب ان یحکم بایجابہ۔ جس کے بغیر واجب حاصل نہ ہو تو اس کے ایجاب کا حکم واجب ہے۔ (ت)

بالجملہ اس کی تسلیم اور اس میں ترک مزاحمت ورثہ پر قطعاً واجب ہے اگرچہ تنفیذ وادا ذمہ وصی ہو یہی حال جملہ تبرعات مالیہ کا ہے کہ مالک پر واجب نہیں اور بعد وقوع وتمامی دوسرا ان میں مزاحمت نہیں کرسکتا، لاجرم علماء نے ایجاب کو نفس حقیقت وصیت میں داخل مانا اس کی تعریف ہی یوں کی:

"الوصیۃ ما اوجبہا الموصی فی مالہ بعد موتہ اومرضہ الذی مات فیہ" کما فی نتائج[2] الافکار عن النہایۃ عن الایضاح۔ وصیت وہ ہے جس کا ایجاب موصی اپنے مال میں کرے، موت کے بعد یا اس بیماری میں جس میں وہ مرا۔ جیسا کہ نتائج الافکار میں نہایہ سے بحوالہ ایضاح منقول ہے۔ (ت)

یا یُوں ہے:

ایجاب بعد الموت کما فی الوقایۃ والنقایۃ[3] قلت وسیأتیک غایۃ التحقیق فانتظر۔ وہ ایجاب ہے موت کے بعد، جیسا کہ وقایہ اور نقایہ میں ہے۔ میں کہتا ہوں اس کی انتہائی تحقیق عنقریب آرہی ہے۔ انتظار کر۔ (ت)

جواب سوال دوم: صحت وصیت کو کسی خاص جزء معین کی تعیین ضروری نہیں خواہ وصیت

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۱

[2] نتائج الافکار (وھو تکملۃ فتح القدیر) بحوالہ النہایۃ کتاب الوصایا مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۹/ ۳۴۱

[3] النقایۃ مختصر الوقایۃ کتاب الوصایا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۹۳

Marfat.com

بالمنافع ہو مثل غلہ و کرایہ خواہ بالاجزا مثل ثلث و ربع خواہ بدراہم و سکہ مثل ہزار و پانصد وصد روپیہ

کما تواترت به المسائل و سیأتیك ان الجهالة لا تمنع الوصية حتى لو اوصى بجزء مجهول من ماله و لم يبين مقدار نفسه فضلا عن تعيين ما يقع فيه صح و يكون البيان الى الورثة يقال لهم اعطوه ما شئتم وهذا كله واضح عند من له ادنى المام بالعلم.

جیساکہ اس کے ساتھ مسائل تواتر سے وارد ہیں عنقریب تیرے سامنے آرہا ہے کہ جہالت وصیت سے مانع نہیں یہاں تک کہ اگر کسی نے اپنے مال میں سے مجہول جزء کی وصیت کی خود اس کی مقدار ہی بیان نہیں کی چہ جائیکہ اس کی تعیین کرنا جس میں وصیت واقع ہے تو یہ وصیت صحیح ہے اور اس کا بیان وارثوں کے ذمہ ہوگا۔ انھیں کہا جائے گا کہ جو تم چاہو اس کو دے دو۔ یہ تمام واضح ہے ہر اس شخص کے لئے جس کو علم کے ساتھ معمولی سا تعلق ہے (ت)

یوں ہی پانسو روپیہ غربائے وطن پر خیرات کی وصیت بھی بدیہی الصحۃ محاورۂ ہندی میں غرباء فقراء کو کہتے ہیں اور فقراء شہر فلاں کے لئے وصیت جائز اگرچہ مذہب مفتی بہ میں انھیں فقراء کی تخصیص لازم نہیں ہر جگہ کے فقیروں کو دے سکتے ہیں ہاں افضل انھیں کو دینا ہے،

فی الدرالمختار فی المجتبیٰ اوصى بثلث ماله للكعبة جاز و يصرف لفقراء الكعبة لاغير و كذا للمسجد و للقدس و فی الوصية لفقراء الكوفة جاز لغيرهم[1]

درمختار میں بحوالہ مجتبیٰ ہے کسی نے کعبہ شریف کیلئے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو یہ وصیت جائز ہے اور مال صرف کعبہ شریف کے فقیروں پر خرچ کیا جائے گا کسی اور پر نہیں۔ یہی حکم مسجد اور بیت المقدس کے لئے وصیت کا ہے، اور فقراء کوفہ کے لئے وصیت کی صورت میں ان کے غیر پر خرچ کرنا بھی جائز ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال فی الخلاصة الافضل ان يصرف اليهم و ان اعطى غيرهم جاز وهذا قول ابی يوسف و به يفتى و قال محمد

خلاصہ میں کہا ہے کہ افضل فقراء کوفہ پر ہی خرچ کرنا ہے، اگر ان کے غیر کو دے دیا تب بھی جائز ہے۔ یہ امام ابو یوسف کا قول ہے۔ اور اسی پر فتوٰی دیا جاتا ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ

---

[1] الدرالمختار کتاب الوصایا مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۲۱-۲۲

Marfat.com

لا یجوز[1]

نے فرمایا کہ یہ جائز نہیں ہے۔ (ت)

اور اگر وہاں غریب اپنے معنی اصلی یعنی مسافر ہی کے لئے بولا جاتا ہے تو مسافروں کے لئے بھی وصیت صحیح ہے کہ یہ لفظ بھی حاجتمندی سے خبر دیتا ہے۔

قال اللہ تعالٰی انما الصدقٰت للفقراء و المسٰکین الی قولہ تعالٰی وابن السبیل[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: صدقات فقیروں کے لئے اور مسکینوں کے لئے ہیں، اللہ تعالٰی کے قول ابن السبیل یعنی مسافر تک۔ (ت)

اور وصیت جب غیر محصور لوگوں کے لئے ہے تو اس کا مناط صحت یہی دلالت حاجت ہے۔

فی الدر المختار الاصل ان الوصیۃ متی وقعت باسم ینبئ عن الحاجۃ کالیتامٰی بنی خلان تصح وان لم یحصوا علی مامر لوقوعہا اللہ تعالٰی وھو معلوم و ان کان لاینبئ عن الحاجۃ فان احصوا صحت و یجعل تملیکا والابطلت[3]

درمختار میں ہے وصیت میں اصل یہ ہے کہ جب وہ ایسے اسم کے ساتھ واقع ہو جو حاجت کی خبر دیتا ہے جیسے فلاں قبیلے کے یتیموں کے لئے تو وصیت صحیح ہوگی، اگرچہ اس قبیلے کے یتیم قابلِ شمار نہ ہوں، جیسا کہ گزر چکا، کیونکہ یہ وصیت اللہ تعالٰی کے لئے واقع ہوئی اور وہ معلوم ہے اور اگر وصیت ایسے اسم کے ساتھ واقع نہ ہو تو پھر جن کے لئے وصیت کی گئی اگر وہ قابلِ شمار ہیں تو وصیت صحیح ہے اور اسکو تملیک قرار دیا جائے گا اور اگر وہ قابلِ شمار نہیں تو وصیت باطل ہے۔ (ت)

ہاں مستحق یہاں بھی فقرائے مسافرین ہونگے نہ اغنیاء۔

فی وجیز الامام الکردری نوع من الفصل الثانی من کتاب الوصایا اوصی لاھل السجون او الیتامٰی او الارامل او ابناء السبیل او الغارمین او الزمنٰی یعطی فقراء ھم لا اغنیاء ھم[4] اھ

امام کردری کی وجیز میں کتاب الوصایا، فصل ثانی کی ایک نوع میں ہے کسی شخص نے قیدیوں یا یتیموں یا بیواؤں یا مسافروں یا مقروضوں یا اپاہجوں کے لئے وصیت کی تو ان کے فقراء کو دیا جائے گا نہ کہ ان کے مالداروں کو الخ، اور اسی کی مثل کافی

---

[1] رد المحتار کتاب الوصایا دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۲۶/۵

[2] القرآن الکریم ۹/ ۶۰ [3] الدر المختار کتاب الوصایا مجتبائی دہلی ۳۲۰/۲

[4] الفتاوی البزازیۃ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ " نورانی کتب خانہ پشاور ۴۳۸/۶

Marfat.com

ومثلہ فی سادس وصایا الھندیۃ عن الکافی۔ | ہندیہ کے وصایا کی فصل سادس میں کافی کے حوالہ سے ہے۔ (ت)

رہی تجہیز و تکفین کے لئے وصیت وہ صرف حدِ مسنون و کفن متوسط تک مقبول ہے اس سے زیادہ میں باطل و نامعمول مثلاً سو روپیہ میں تجہیز بقدر سنّت و کفن میانہ ہوسکتی تھی اور اس کے لئے ہزار روپے کی وصیت کی تو ۹۰۰ روپیہ میں وصیت باطل ہے۔ فتاوٰی انقرویہ میں ہے:

لواوصی الرجل بان یکفن ھو بعشرۃ الاف فانہ یکفن بکفن الوسط من غیر سرف ولا تقتیر قاضی خان فیما تجوز وصیتہ من کتاب الوصایا وفی المنیۃ الوصیۃ بالاسراف فی الکفن باطلۃ[1]۔

اگر کسی شخص نے وصیت کی کہ اسے دس ہزار درہم کا کفن پہنایا جائے گا جس میں نہ تو فضول خرچی ہوگی اور نہ کمی کی جائے گی۔ یہ بات قاضی خاں کی کتاب الوصایا باب "فیما تجوز وصیتہ" میں مذکور ہے اور منیہ میں ہے کہ کفن میں اسراف کی وصیت باطل ہے۔ (ت)

جواب سوال سوم: زید کا یہ قول ان کاموں کے شمار میں ہے جو اس نے اپنے اوصیاء کو سپرد کئے جس طرح ایک کام یہ بتایا کہ جملگی میری یافتنی و مطالبات موجودہ و آئندہ وصول کریں۔ یونہی ایک کام یہ تفویض کیا کہ کارخانہ جاری رکھیں اور منافع سے خزانہ وغیرہ ادا کیا کریں اسے استثناء قرار دینے سے مستثنٰی و مستثنٰی منہ میں ایک جملہ اجنبیہ مستقلہ بے گانہ فاصل ہونا لازم آئے گا کہ اس کے متصل یہ لفظ ہیں "ہزار روپے برائے تجہیز و تکفین جمع رکھیں" اس سے ہرگز وہ روپیہ مراد نہیں ہوسکتا جو بعد موت موصی کارخانہ جاری رہ کر اس کے منافع سے آئندہ وصول ہونا متوقع سمجھا جائے کہ حاجت تجہیز و تکفین بعد موت فوری ہے نہ کہ بعد بقاء کارخانہ منافع مشکوکہ آئندہ پر محمول وھذا ظاھر جدًا (اور یہ خوب ظاہر ہے۔ ت) معہذا اس عبارت میں کہ "ہزار روپے تجہیز کو رکھیں اور پانسو غرباء کو خیرات کے لئے اور فلاں کو دو ہزار دینا اور فلاں کو دو سو اور فلانہ و فلانہ کو سَو سَو روپے دیں" اس تخصیص پر کوئی دلیل نہیں کہ یہ روپے منافع آئندہ سے دئے جائیں، ومالادلیل علیہ لامصیر الیہ (اور جس پہ دلیل نہ ہو اس کی طرف رجوع نہیں ہوتا۔ ت)، لاجرم جملہ اولٰی وہی ایک کام کی سپردگی ہے اور جمل مابعد میں وصیت تکفین سے یہاں تک کوئی جملہ وصیت بالمنافع نہیں بلکہ وصیت بدراہم مرسلہ ہیں جس کا اصلی حکم یہ ہوتا ہے کہ اگر

---

[1] الفتاوی الانقرویۃ کتاب الوصایا دار الاشاعۃ العربیۃ کوئٹہ پاکستان ۲/۴۰۶

Marfat.com

اتنے روپے بوجہ عدم تجاوز حد شرعی وصیت کے مجموع وصایا کے لئے ثلث باقی بعد ادار الدین سے تمام و کمال قابل نفاذ تو اگر فی الحال ترکہ میں موجود ہیں سب ابھی دے دئے جائیں ورنہ ان کے لائق حصہ جائداد بیچ کر ادا ہوں،

فی ردالمحتار عن المنح عن السراج، اذا اوصی بدراھم مرسلۃ ثم مات تعطی للموصی لہ لو حاضرۃ والا تباع الترکۃ و یعطی منھا تلك الدراھم[1]

ردالمحتار میں منح سے بحوالہ سراج منقول ہے کہ جب کسی نے مطلق درھموں کی وصیت کی پھر مرگیا تو وہ درھم اس شخص کو دئے جائیں گے جس کے لئے وصیت کی گئی ہے، اگر درھم حاضر ہیں ورنہ ترکہ بیچ کر اس میں سے وہ درہم دئے جائیں گے (ت)

مگر یہاں وصیت ثلث درکنار جمیع مال کے دوچند سے بھی متجاوز ہے کہ تنہا مسجد کے لئے ماہوار کی وصیت کل مال کی وصیت تو وہی ہوگئی باقی تین ہزار روپے کی وصایائے مذکورہ معینہ علاوہ رہیں،

فی الھندیۃ اوصی بان ینفق علی فلان خمسۃ کل شھر ما عاش وعلی فلان وفلان عشرۃ کل شھر ما عاشا واجازت الورثۃ یقسم المال بین الموصی لہ بخمسۃ والموصی لھما بعشرۃ نصفین فیوقف نصف المال علی صاحب الخمسۃ والنصف علی صاحبی العشرۃ لان الموصی لہ بالخمسۃ موصی لہ بجمیع المال وصیۃ واحدۃ و الموصی لھما بجمیع المال وصیۃ واحدۃ فکانہ اوصی لھذا بجمیع المال ولھما بجمیع المال فیقسم المال بینھم نصفین عند الکل وان لم تجز الورثۃ یقسم الثلث نصفین عند الکل کذا فی المحیط اھ مختصرا[2]

ہندیہ میں ہے کسی شخص نے وصیت کی کہ فلاں شخص پر جب تک وہ زندہ رہے پانچ درہم ماہانہ خرچ کئے جائیں اور فلاں اور فلاں شخص پر جب تک وہ دونوں زندہ رہیں دس درہم ماہانہ خرچ کئے جائیں اور وارثوں نے اس کی اجازت دے دی تو مال اس شخص کے درمیان جس کے لئے پانچ درہم کی وصیت کی گئی اور ان دونوں کے درمیان جن کے لئے دس درہموں کی وصیت کی گئی نصف نصف تقسیم کیا جائے گا، چنانچہ نصف مال پانچ درہم والے کے لئے اور نصف دس درہم والوں کیلئے موقوف رکھا جائے گا، اس لئے کہ جس کے لئے پانچ درہم ماہانہ کی وصیت کی گئی اس کے لئے تمام مال کے ساتھ ایک وصیت کی گئی اور جن دو کیلئے دس درہم ماہانہ کی وصیت کی گئی ان کے لئے بھی تمام مال کے ساتھ ایک وصیت کی گئی گویا کہ موصی نے اس کیلئے تمام

[1] ردالمحتار کتاب الوصایا باب الوصیۃ بثلث المال داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۳۱

[2] الفتاوی الہندیۃ " الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۱۲۹

Marfat.com

مال کی وصیت کی اور ان دونوں کے لئے بھی تمام مال کی وصیت کی۔ لہذا تمام ائمہ کے نزدیک اُن کے درمیان مال نصف نصف تقسیم ہوگا۔ اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو تمام ائمہ کے نزدیک تہائی مال ان کے درمیان نصف نصف تقسیم کیا جائیگا۔ محیط میں یونہی ہے اھ (اختصار) (ت)

تین ہزار اس لئے کہ تجہیز وتکفین تو حاجات اصلیہ سے ہے اور دین بھی مقدم تو ان کے بعد مال کے مرتبے میں یہی تین ہزار ہے۔

فی العقود الدریۃ سئلت عن رجل وصی بالف یخرج منہ تجہیزہ وتکفینہ وما بقی منہ یعمل مبرات ووصی بخمسمائۃ لزید وبمثلہا لعمارۃ مسجد کذا وبمثلہا لعمارۃ مسجد کذا ثم بعد ذلک وله مملوک قیمتہ خمسمائۃ اعتقہ منجزا فی مرض موتہ ووصی لہ بالف و ١
خمسمائۃ وخمسین وبلغ ثلث ترکتہ ثلثۃ الاف وثلث مائۃ وبلغت نفقۃ تجہیزہ ثلثمائۃ فکیف تقسم فاجبت کلفۃ التجہیز الشرعی من اصل المال فکانہ استثناہا من الالف فیکون الباقی من الالف لعمل المبرات سبعمائۃ وتصیر جملۃ الوصیۃ اربعۃ الاف ومائتین وخمسین وتضاق الثلث

العقود الدریہ میں ہے مجھ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے ہزار درہم کی وصیت کی ان میں سے اس کی تجہیز وتکفین کا خرچ نکالا جائے اور باقی نیک کاموں پر خرچ کیا جائے۔ اور زید کے لئے پانچسو درہم اور فلاں مسجد کی تعمیر کے لئے پانچسو درہم اور فلاں مسجد کی تعمیر کے لئے بھی پانچسو درہم کی وصیت کی۔ اور اس کا ایک غلام تھا اس کی قیمت بھی پانچسو درہم تھی جس کو اس نے اپنی مرض موت میں بطور تنجیز آزاد کردیا اور اس کے لئے ایک ہزار پانچسو پچاس درہم کی وصیت کی۔ اور اس کے ترکہ کا تہائی حصہ تین ہزار تین سو تک پہنچا اور اس کی تجہیز وتکفین کا خرچ تین سو تک پہنچا تو اب اس کی وصیت کیسے تقسیم کی جائے؟ میں نے اس کا جواب دیا شرعی تجہیز وتکفین کا خرچ اصل مال سے ہوگا گویا اس نے ہزار میں سے اس کو مستثنیٰ کیا ہے تو اس طرح نیک کاموں پر خرچ کرنے کے لئے ہزار میں سے سات سو درہم باقی بچے۔ اور اس کی وصیت کا مجموعہ چار ہزار دو سو پچاس ہوا جو ترکہ کے تہائی حصہ میں سے نہیں نکل سکتا۔ چنانچہ وصیت صرف مال

Marfat.com

عنہا فینفذ الثلث فقط[1] الخ۔

کے تہائی حصہ میں نافذ کی جائیگی فقط (ت)

پھر سب میں پچھلی وصیت ہے کہ وصیان مذکور ہر ماہ محتاجوں کو اس قدر خیرات دیا کریں جو نظر میں مناسب آئے دوبارہ کل مال کی وصیت ہے کہ اس کی تعیین مقدار میں اگرچہ اوصیاء کو اختیار دیا ہے اور یہ اختیار صحیح اور ایسی وصیت جائز ہے۔

کمااذا اوصی بجزء او سہم من مالہ فالبیان الی الورثۃ یقال لھم اعطوہ ماشئتم کما فی الدر[2] المختار وعامۃ الاسفار وفی رد المحتار عن التبیین لانہ مجھول یتناول القلیل والکثیر والوصیۃ لاتمتنع بالجھالۃ والورثۃ قائمون مقام الموصی فکان الیھم بیانہ[3] اھ قلت فالوصی المفوض الیہ بنص الموصی اولٰی بذٰلك کمالایخفی۔

جیسے کسی شخص نے اپنے مال میں سے ایک جزء یا ایک سہم کی وصیت کی تو اس کا بیان وارثوں کے ذمے ہوگا انھیں کہا جائے گا کہ جو کچھ تم چاہو اس کو دے دو جیسا کہ درمختار اور عام کتابوں میں ہے۔ ردالمحتار میں تبیین کے حوالے سے منقول ہے کیونکہ وہ مجہول ہے قلیل وکثیر دونوں کو شامل ہے اور وصیت بسبب جہالت کے ممنوع نہیں ہوتی اور وارث موصی کے قائم مقام ہوتے ہیں لہذا اس کا بیان انھیں کو سونپا جائے گا الخ میں کہتا ہوں کہ وہ وصی اس کا زیادہ حقدار ہے جس کے سپرد معاملہ موصی کی نص سے ہوا ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں (ت)

مگر یہ کوئی مقدار تجویز کریں آخر کچھ نہ کچھ ماہوار کی وصیت ہوگی اور وہ بلا تفرقہ کثیر وقلیل مطلقاً جمیع مال کی وصیت ہے،

کما علمت آنفا عن العٰلمگیریۃ وفیھا ایضا عن المبسوط لو اوصی بان ینفق علیہ خمسۃ دراھم کل شھر من مالہ فانہ یحبس جمیع الثلث لینفق علیہ منہ کل

جیسا کہ عالمگیریہ کے حوالہ سے ابھی ابھی تو جان چکا ہے، اسی میں بحوالہ مبسوط ہے کہ اگر کسی نے وصیت کی کہ اس کے مال میں سے فلاں پر پانچ درہم ماہانہ خرچ کئے جائیں تو اس کے ترکہ کا ایک تہائی حصہ پورا روک لیا جائیگا تاکہ اس میں سے موصی

---

[1] العقود الدریۃ تنقیح الفتاوی الحامدیہ کتاب الوصایا ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۳۱۱

[2] الدرالمختار کتاب الوصایا باب الوصیۃ بثلث المال مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۲۴

[3] ردالمحتار " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۲۹

Marfat.com

شهر خمسة كما اوجبه الموصى و
يستوى ان امر بان ينفق عليه فى
كل شهر منه درهما او عشرة
دراهم[1] اه والسر فيه ان الوصية بشئ
للفقراء كل شهر مؤبدة لا نهاية الى
آخر الدهر والغلال بمعرض
الزوال ومعتور التبدل بالتكثر
والتقلل فلا يدرى متى تفنى ومتى تحصل
ومتى تقل والى ما تصل فوجب
ابقاء جميع الثلث مصونا لها قال
فى الهندية متصلا بما مر قبله
اوصى بعشرين درهما من غلته
كل سنة لرجل فاغل
سنة قليلا و سنة كثيرا فله
ثلث الغلة كل سنة
يحبس وينفق عليه كل
سنة من ذلك عشرون
درهما ما عاش هكذا
اوجبه الموصى وربما لا تحصل
الغلة فى بعض السنين
فلهذا يحبس ثلث
الغلة على حقه[2] اه
قلت واطلقوه فشمل

کی وصیت کے مطابق ہر مہینے پانچ درہم خرچ
کئے جائیں، اور اس میں حکم برابر ہوگا اگر وہ ایک
درہم یا دس درہم ماہانہ خرچ کرنے کا حکم دے الخ
اس میں راز یہ ہے کہ فقیروں کے لئے ماہانہ کچھ خرچ
کرنے کی وصیت دائمی ہوتی ہے اور آخر تک اسکی
انتہا نہیں ہوتی جبکہ محاصل معرض زوال میں ہوتے
ہیں اور ان میں زیادتی اور کمی کے ساتھ تغیر و تبدل
ہوتا رہتا ہے معلوم نہیں کب تک ختم ہو جائیں اور
کب حاصل ہوں اور کب ختم ہو جائیں اور وہ کب
کہاں تک پہنچے۔ لہذا پورے تہائی کو وصیت کیلئے
محفوظ رکھنا واجب ہے۔ ہندیہ میں مذکورہ بالا عبارت
سے ماقبل قریب ہی کہا ہے کہ کسی شخص نے کسی
دوسرے شخص کے لئے اپنی جائداد کی پیداوار
میں سے بیس درہم سالانہ کی وصیت کی اور چونکہ
پیداوار کسی سال تھوڑی اور کسی سال زیادہ ہوتی
ہے لہذا اس کے لئے ہر سال پیداوار کا تہائی حصہ
روک رکھا جائے گا اور سالانہ اس پر جس کیلئے وصیت
کی گئی ہے بیس درہم خرچ کئے جاتے رہیں گے
جب تک وہ زندہ ہے۔ اسی طرح موصی نے ایجاب
کیا ہے۔ اور بسا اوقات بعض سالوں میں پیداوار
حاصل نہیں ہوتی اسی لئے اس شخص کے حق میں جس
کے لئے وصیت کی گئی پیداوار کا تہائی حصہ
روک رکھا جاتا ہے الخ میں کہتا ہوں انھوں نے

---

[1] و [2] الفتاوى الهندية كتاب الوصايا الباب السابع فى الوصية نورانى كتب خانہ پشاور ۶/۱۲۸

Marfat.com

ما اغل مما کثر او قل مع ان الوصیۃ محدودۃ بسنین معدودۃ قد ماعسی ان یعیش الموصی لہ فکیف بجھۃ لا انقطاع لھا۔

اس کو مطلق رکھا کہ یہ شامل ہے جب تک پیداوار حاصل ہوتی رہے گی چاہے وہ پیداوار کثیر ہو یا قلیل باوجودیکہ وصیت چند معدود سالوں کی حد تک محدود ہے یعنی جب تک وہ شخص زندہ رہے گا جس کے لئے وصیت کی گئی ہے تو پھر یہ وصیت ایسی جہت سے کیسے ہوئی جس کے لئے انقطاع نہیں۔ (ت)

تو حاصل یہ ٹھہرا کہ زید نے اپنے کل مال کی وصیت اُس مسجد کے لئے کی اور نیز کل کی وصیت فقرا کو ماہوار کے لئے اور ان کے علاوہ پانسو روپے مطلقاً فقرا یا خاص فقرا، مسافرین کو اور دینے کہے اور ڈھائی ہزار ان اشخاص معلومین کو وصیۃً دیئے جملہ اموال وصایا دوبار جمیع مال اور تین ہزار روپے ہوئے پُر ظاہر کہ کل مال بھی ان وصایا کے نصف کی بھی گنجائش نہیں رکھتا تو اب اس کے دریافت کی حاجت ہوگی کہ ان میں کون کون وصیت کس کس حد پر نفاذ پائے گی کتنا کتنا ہر وصیت میں دیا جائے گا کون سی وصیت بوجہ ارجحیت تقدیم پائے گی کونسی مرجوح ٹھہر کر تاخیر کردی جائیگی اس کا حساب صحیح بتانے کے لئے یہ جاننا ضرور کہ کل مال بعد تجہیز و تکفین مسنون و ادائے دیون کی مقدار کس قدر ہے میت نے ترکہ میں زر نقد کتنا چھوڑا جائداد منقولہ و غیر منقولہ متروکہ خالصہ یعنی بعد تجہیز و تکفین و قضائے دیون کی قیمت بازار کے بھاؤ سے کیا ہے وارثوں میں بالغ کتنے ہیں ان میں کون کون کس کس وصیت کو کس حد تک جائز رکھتا کون کون اجازت نہیں دیتا ہے ان امور سے سوال میں کچھ مذکور نہیں نہ سائل نے اس بحث سے استفسار کیا لہذا ہم بھی مطوی و ملتوی رکھیں اگر دریافت منظور ہو امور مسطورہ بتفصیل تام بتا کر سوال کیا جاسکتا ہے۔

جواب سوال چہارم: تقسیم عبادات و معاملات میں عبادات سے مطلقاً حقوق اللہ مراد ہوتے ہیں خواہ عبادات محضہ ہوں جیسے ارکان اربعہ یا قربات محضہ جیسے عتق و وقف حتی کہ نکاح بھی خواہ عبادت یا قربت مع معنی عقوبت جیسے کفارات اور معاملات حقوق العباد ہیں مثل بیع و اجارہ و ہبہ و اعارہ وغیرہ اور یہاں نظر مقصود اصل کی طرف ہے اصل مقصود تقرب الی اللہ ہے تو عبادت ہے یا مصالح عباد تو معاملہ

فاجتماعھما کما فی النکاح لا یقدح فی التقسیم وقد تکفل ببیان کل ذٰلک فی ردالمحتار صدر

ان دونوں کا اجتماع جیسا کہ نکاح میں ہے تقسیم میں مانع نہیں، تحقیق اس تمام کے بیان کی ردالمحتار میں کتاب البیوع کے آغاز پر کفالت

Marfat.com

کتاب البیوع ۔ کی گئی ہے (ت)

پھر وصیت دو قسم ہے، ایک تملیک مثلاً زید یا عمرو یا ابنائے فلاں وغیرہم معین ومحصور اشخاص کے لئے یہ صورت اغنیاء و فقراء سب کے لئے ہوسکتی ہے، صورت اولٰی معاملات سے ہے مثل ہبہ اور ثانیہ عبادات سے مثل صدقہ، دوسری قربت بلا تملیک مثل وصیت بوقف وعتق و دیگر اعمال پھر وصیت برائے ارباب حاجت غیر محصورین بوجہ عدم انحصار تملیک نہیں ہوسکتی یہ صرف قربت و از قبیل عبادات ہے ۔

یرشدك الٰی ھذا ما قدمنا عن الدر من الاصل فی الوصیۃ الخ وفی الھندیۃ عن المحیط عن فتاوی الامام ابی اللیث فیما لواوصی بثلث مالہ لاعمال البر ان کل مالیس فیہ تملیك فھو من اعمال البر حتی یجوز صرفہ الی عمارۃ المسجد و سراجہ دون تزیینہ[1] الخ و مسائل الباب اکثر من ان تحصی۔ اقول وبہ ظھر ان ما ذکر فی عامۃ الکتب فی حد الوصیۃ انھا تملیك مضاف الی ما بعد الموت علی وجہ التبرع فھو تحدید لہ باعتبار احد نوعیہ والحد الجامع ما قدمنا عن النتائج عن النھایۃ عن

اس کی طرف تیری راہنمائی کرتی ہے وہ بات جو در کے حوالے سے ہم پہلے بیان کرچکے ہیں یعنی وصیت میں اصل یہ ہے الخ اور ہندیہ میں بحوالہ فتاوٰی امام ابواللیث محیط سے منقول ہے اس صورت کے بارے میں کہ اگر کسی نے نیک کاموں کے لئے اپنے مال کے تہائی کی وصیت کی یہ کہ جس میں تملیک نہ ہو وہ نیک کاموں میں سے ہے یہاں تک کہ اسے مسجد کی تعمیر اور چراغ کے لئے خرچ کرنا جائز ہے نہ کہ اس کی زیب و زینت کے لئے الخ اس باب کے مسائل شمار سے زائد ہیں ۔ میں کہتا ہوں اور اس سے ظاہر ہوگیا وہ جو عام کتابوں میں وصیت کی حد یعنی تعریف کے بارے میں مذکور ہے کہ بے شک وصیت ایسی تملیک ہے جو موت کے مابعد کی طرف بطور تبرع منسوب ہوتی ہے، یہ وصیت کی تعریف اس کی دونوں نوعوں میں سے ایک کے اعتبار سے ہوئی اور جامع تعریف وہ ہے جسے ہم نتائج سے

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الوصایا الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۹۷

Marfat.com

الایضاح، والاولٰی ما اسلفنا عن الوقایۃ والنقایۃ لعدم تقییدہ بالمال فیعم ما اذا اوصی بان یدفن فی مقبرۃ کذا بثوب فلان الزاھد فقد قال فی الخلاصۃ و البزازیۃ والشرنبلالیۃ وردالمحتار وغیرھا یراعی شرائطہ ان لم یلزم مؤنۃ الحمل فی الترکۃ اھ[1] قلت والمراد بالموت ما یعم الحکمی وھو مرض الموت والاولی التصریح بہ لکن ھذا لابد من تخصیصہ بالمال فان الایجابات الغیر المالیۃ کامرہ اجیرہ او ابنہ ان اسقنی او اخدمنی لا تعد وصیۃ وان کانت فی مرض الموت بخلاف المضاف الی ما بعدہ کما لایخفی فاذن احق ما یقال فی حدھا ایجاب مضاف الی ما بعد الموت او الی منجز فی مرض الموت فاحفظہ۔ واللہ التوفیق۔

بحوالہ نہایہ بحوالہ ایضاح پہلے نقل کرچکے ہیں۔ اور اولٰی تعریف وہ ہے جسے ہم بحوالہ وقایہ ونقایہ پہلے ذکر کرچکے کیونکہ اس میں مال کی قید نہیں لگائی گئی، لہذا وہ شامل ہوگئی اس صورت کو کہ جب کسی نے وصیت کی کہ اس کو فلاں قبرستان میں فلاں زاہد کے کپڑوں میں دفن کیا جائے۔ خلاصہ، بزازیہ، شرنبلالیہ اور ردالمحتار وغیرہ میں کہا ہے وصیت کی شرائط کا لحاظ کیا جائے گا اگر ترکہ میں باربرداری کا خرچہ لازم نہ آئے الخ۔ میں کہتا ہوں موت سے مراد وہ ہے جو موتِ حکمی کو شامل ہے اور وہ مرض الموت ہے، اور اس کی تصریح کرنا اولٰی ہے، لیکن اس میں مال کی تخصیص ضروری ہے اس لئے کہ ایجاباتِ غیرمالیہ جیسے کسی شخص کا اپنے اجیر یا بیٹے کو حکم دینا کہ مجھے پانی لاکر پلاؤ یا میری خدمت کرو۔ ان کا شمار وصیت میں نہیں ہوتا اگرچہ یہ مرض الموت میں ہوں بخلاف اس کے کہ وہ موت کے مابعد کی طرف منسوب ہو، جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ تو اس صورت میں وصیت کی تعریف یوں کرنا اولٰی وانسب ہے کہ وہ ایسا ایجاب ہے جو موت کے مابعد کی طرف منسوب ہو یا اس کی طرف منسوب ہو جس کی تنجیز مرض الموت میں کی گئی ہے۔ اس کو محفوظ کرلے۔ اور اللہ ہی کی طرف سے توفیق حاصل ہوتی ہے۔ (ت)

بالجملہ مطلق وصیت نہ عبادات سے ہے نہ معاملات سے بلکہ دونوں میں داخل دونوں کو شامل۔

---

[1] الفتاوی البزازیۃ علٰی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الوصایا نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۴۴۰

Marfat.com

جواب سوال پنجم: وجہ مذکور سے وصیت پر کوئی اثر عدمِ جواز کا نہیں پڑ سکتا اُس وجہ کی نہ بنا صحیح ہے نہ مبنی درست، نہ وصیت کا بیع پر قیاس مقبول۔

اوّلاً جواب سوال سوم میں معلوم ہولیا کہ یہاں سرے سے استثنار ہی نہیں۔

ثانیاً ہو بھی تو قول صحیح ومعتمد ظاہر الروایۃ یہی ہے کہ ارطال معلومہ کا استثنار بیع میں بھی روا۔ ہدایہ میں بعد عبارت مذکورۂ سوال ہے:

لان الباقی بعد الاستثناء مجھول قال رضی اللہ تعالٰی عنہ قالوا ھذا روایۃ الحسن وھو قول الطحاوی اما علی ظاھر الروایۃ ینبغی ان یجوز لان الاصل ان ما یجوز ایراد العقد علیہ بانفرادہ یجوز استثناءہ من العقد وبیع قفیز من صبرۃ جائز فکذا استثناءہ بخلاف استثناء الحمل واطراف الحیوان لانہ لا یجوز بیعہ فکذا استثناءہ[1] اھ باختصار۔

کیونکہ استثنار کے بعد باقی مجہول ہے مصنف رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا علمار نے کہا ہے کہ یہ روایت امام حسن کی ہے اور وہی طحاوی کا قول ہے لیکن ظاہر الروایۃ پر اس کو جائز ہونا چاہیے اس لئے کہ ضابطہ یہ ہے جس شئ پر بطورِ انفراد عقد کا وارد ہونا جائز ہو عقد سے اس کا استثنا بھی جائز ہوتا ہے۔ ڈھیر میں سے ایک بوری کی بیع جائز ہے تو اسی طرح اس کا استثنار بھی جائز ہوگا بخلاف حمل اور جانور کے اجزار کے کیونکہ ان کی بیع جائز نہیں، اسی طرح ان کا استثنا بھی جائز نہیں اھ (اختصار) (ت)

تنویر الابصار میں ہے:

ماجاز ایراد العقد علیہ بانفرادہ صح استثناؤہ منہ فصح استثناء ارطال معلومۃ من بیع ثمر نخلۃ۔[2]

جس پر بطور انفراد عقد کا وارد کرنا جائز ہے اس کا استثنار بھی عقد سے جائز ہے۔ چنانچہ درخت کے پھل کی بیع سے معین رطلوں کا استثنا صحیح ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

---

[1] الہدایۃ کتاب البیوع مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۲۳و۲۴

[2] الدر المختار شرح تنویر الابصار " فصل فی مایدخل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹

Marfat.com

لصحۃ ایراد العقد علیہا ولو الثمر علی رؤس النخل علی الظاہر[1]

کیونکہ اس پر عقد کو وارد کرنا صحیح ہے اگرچہ ظاہر روایت کے مطابق جو پھل درختوں کے اوپر ہو۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ (علی الظاہر) متعلق بقولہ فصح ومقابل ظاہر الروایۃ الحسن عن الامام انہ لایجوز واختارہ الطحاوی والقدوری لان الباقی بعد الاستثناء مجہول[2]

ماتن کا قول "علی الظاہر" اس کے قول "فصح" سے متعلق ہے اور ظاہر الروایت کے مقابلے میں حسن کا قول ہے جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ یہ استثناء جائز نہیں ہے۔ اسی کو اختیار کیا ہے امام طحاوی اور قدوری نے، کیونکہ استثناء کے بعد جو بچتا ہے وہ مجہول ہے۔(ت)

ثالثاً بیع میں عدم جواز ہی معتمد سہی تو اُس کا دائرہ بہت تنگ ہے اور وصیت کا باب نہایت وسیع۔ ابھی سُن چکے کہ بیع حمل ناجائز ہے اور وصیت بالحمل قطعاً روا۔

فی الدر صحت للحمل وبہ کقولہ اوصیت بحمل جاریتی او دابتی ہذہ لفلان[3]

دُر میں ہے کہ حمل کے لئے وصیت اور حمل کے ساتھ وصیت صحیح ہے جیسے موصی کا یوں کہنا کہ میں نے اپنی اس لونڈی یا اس جانور کے حمل کی فلاں شخص کے لئے وصیت کی۔(ت)

بیع شروطِ فاسدہ سے فاسد ہوجاتی ہے اور وصیّت پر ان کا کچھ اثر نہیں، ولہذا بیع کنیز بے استثناء حمل روا نہیں اور وصیت سے صحیح۔

فی الہدایۃ اشتری جاریۃ الاحملہا فالبیع فاسد لانہ بمنزلۃ اطراف الحیوان لاتصالہ بہ خلقۃ وبیع الاصل یتناولہا فالاستثناء

ہدایہ میں ہے کسی شخص نے لونڈی خریدی مگر اس کا حمل نہ خریدا تو بیع فاسد ہے کیونکہ حمل حیوان کے اعضاء کی مثل ہے اس لئے کہ حمل خلقی طور پر حیوان کے ساتھ متصل ہے اور اصل کی بیع اس کو

---

[1] الدرالمختار کتاب البیوع فصل فی مایدخل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹
[2] ردالمحتار " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۴۱
[3] الدرالمختار کتاب الوصایا مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۱۸

Marfat.com

یکون علی خلاف الموجب فیصیر شرطا فاسدا والبیع یبطل بہ و الھبۃ والصدقۃ والنکاح لاتبطل بل یبطل الاستثناء وکذا الوصیۃ لاتبطل لکن یصح الاستثناء لان الوصیۃ اخت المیراث والمیراث یجری فیما فی البطن[1] اھ ملخصًا۔

شامل ہے، تو یہ استثناء موجب کے خلاف ہونے کی وجہ سے شرطِ فاسد ہوا اور بیع شرطِ فاسد کے ساتھ باطل ہوجاتی ہے۔ ہبہ، صدقہ اور نکاح باطل نہیں ہوتے بلکہ استثناء باطل ہوجاتا ہے۔ یونہی وصیت باطل نہیں ہوتی لیکن اس میں استثناء صحیح ہوتا ہے اس لئے کہ وصیت میراث کی بہن ہے اور میراث اس میں جاری ہوجاتی ہے جو پیٹ میں ہے اھ (تلخیص)(ت)

جہالت بیع میں مفسد ہے اور وصیت کو مضر نہیں کما قدمنا عن الشامی عن الزیلعی (جیسا کہ ہم شامی سے بحوالہ زیلعی پہلے ذکر کرچکے ہیں۔ ت) اور بیع میں استثنائے ارطال معلومہ سے روایت فساد کی علت یہی جہالت تھی کما سمعت عن الھدایۃ وردالمحتار ومثلہ فی الفتح وغیرہ (جیسا کہ تو ہدایہ اور ردالمحتار سے سُن چکا ہے، اور اسی کی مثل فتح وغیرہ میں ہے۔ ت) تو وصیت کا اس پر قیاس کھلا مع الفارق ہے۔

سابعًا علت منع یہی سہی کہ شاید اتنے ہی رطل پیدا ہوں تو یہ بھی وصیت میں اصلاً خلل انداز نہیں،

کما اسلفنا عن الھندیۃ عن المحیط من قولہ وربما لاتحصل الغلۃ فی بعض السنین[2]۔

جیسا کہ ہم ہندیہ سے بحوالہ محیط اس کا یہ قول ذکر کرچکے ہیں کہ بسا اوقات بعض سالوں میں پیداوار حاصل نہیں ہوتی۔(ت)

خامسًا وقت محاصل وغلّہ قُری وبساتین وغیرہا کی صحت وصیت میں شبہہ نہیں کتبِ فقہ میں اس کے لئے باب جداگانہ موضوع اور شک نہیں کہ ان اشیاء پر جو محصول جانب سلطنت سے معین ہوتا ہے وہ عرفًا معلوم الاداو معہود الاستثناء ہے والمعھود عرفًا کالمشروط لفظًا (جو عرف کے اعتبار سے معہود ہو وہ اس کی مثل ہوتا ہے جو لفظ کے اعتبار سے مشروط ہو۔ ت) تو جو استثناء بے ذکر کئے خود ہی مذکور ہے اس کی تصریح کیا مفسد ہوسکتی ہے وھذا اظاھر جدًا (اور یہ خوب ظاہر ہے۔ ت)۔

---

[1] الہدایۃ کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۶۳

[2] الفتاوی الہندیۃ کتاب الوصایا الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۱۲۸

Marfat.com

جواب سوال ششم: بطلان وصیت کے لئے تقریر مذکور اصلاً صحیح نہیں، اوپر گزرا کہ وصیت دو قسم ہے: تملیک و قربت۔ وانا اقول وباللہ التوفیق (اور میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ ہی کی ہے۔ت) کراہت منافی تملیک ہرگز نہیں ہوسکتی،

الا ترى ان البيوع الفاسدة محرمة وتفيد الملك فاذا جامع الملك الحرمة فما بالك بالكراهة۔

کیا تُو نہیں دیکھتا کہ بیوعِ فاسدہ حرام ہیں اور مِلک کا فائدہ دیتی ہیں۔ جب مِلک حرمت کے ساتھ جمع ہوگیا تو کراہت کے ساتھ جمع ہونے میں تیرا کیا خیال ہے۔ (ت)

اور منافی قربت بھی صرف اس صورت میں ہے کہ شیئ فی نفسہ مکروہ ہو اور یہ جبھی ہوگا کہ وہ اصلاً نوع قربت سے نہ ہو،

فان الندب والكراهة متنافيان لا يسوغ اجتماعهما من جهة واحدة۔

کیونکہ ندب اور کراہت آپس میں متنافی ہیں لہذا ایک ہی جہت سے ان کا اجتماع جائز نہیں (ت)

بخلاف کراہت عارضی کہ زنہار منافی قربت نہیں ہزار جگہ ہوتا ہے کہ شیئ فی نفسہ قربت ہو اور اسے خارج سے کراہت عارض جیسے آستین چڑھائے ہوئے نماز پڑھنا، علماء نے کراہت ومعصیت سے بطلان وصیت پر صرف دو صورت خاصہ میں استثناء کیا ہے جہاں تملیک نہیں اور فعل فی نفسہٖ مکروہ ہے،

حاصلِ استدلال یہ کہ یہاں تملیک نہ ہونا تو ظاہر اور اس ظہور ہی کے باعث یہ مقدمہ مطوی فرماجاتے ہیں، رہی قربت وہ یوں نہیں ہوسکتی کہ فعل خود مکروہ ہے اور ایسا مکروہ قربت نہیں ہوسکتا تو دونوں نوع وصیت منتفی ہوئیں اور بطلان لازم آیا،

فان انتفاء الاقسام باسرها قاض بانتفاء المقسم راسا۔

تمام اقسام کا منتفی ہونا مقسم کے منتفی ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔ (ت)

بخلاف دو صورت باقی اعنی صورت تملیک وصورت قربت ذاتی وکراہت عارضی کہ ان میں ہرگز کراہت سے بطلان پر حجت نہیں پلتے بلکہ صراحۃً صحت وصیت ارشاد فرماتے ہیں تینوں صورتوں کے شواہد لیجئے:

صورت اولٰی کی دو مثالیں یہی ضرب قبہ وتطیین قبر ہیں یعنی جب بہ نیت تزیین ہو کہ اپنی قبر کو مزین کرانا فی نفسہ نوعِ قربت سے نہیں بخلاف اس صورت کے کہ بقائے نشان مقصود ہو کہ یہ فعل شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے معہود۔

Marfat.com

كما فعل بقبر عثمٰن بن مظعون رضى الله تعالٰى عنه ووضع حجرا ليتعرف بها قبره ويدفن اليه من مات من اهله صلى الله تعالٰى عليه وسلم كما اخرجه ابوداؤد[1] فى سننه بسند جيد۔

جیساکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالٰی عنہ کی قبر پر پتھر نصب فرمایا تاکہ اس پتھر کے سبب قبر کی پہچان رہے اور حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے خاندان مبارک سے وصال فرمانے والے افراد کو اس قبر کے قریب دفن کیا جائے، جیساکہ امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں جید سند کے ساتھ اسکی تخریج کی ہے (ت)

اس سے نفع وانتفاع میت زائرین حاصل یہ مقصد محمود ہے اور ہر مقصد محمود قربات میں معدود۔

درمختار میں زیر عبارت مذکورہ سوال ہے:

قد منا فى الكراهية انه لا يكره تطيين القبور فى المختار[2] الخ زاد فيها وفى الجنائز عن السراجية لاباس بالكتابة ان احتيج اليها حتى لا يذهب الاثر ولا يمتهن[3]

ہم باب الکراہیۃ میں ذکر کرچکے ہیں کہ قول مختار میں قبروں کی لپائی مکروہ نہیں الخ اسی کے باب الجنائز میں بحوالہ سراجیہ یہ اضافہ کیا کہ قبر پر لکھنے کی اگر ضرورت ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں تاکہ اس کا نشان نہ مٹے اور اس کی توہین نہ کی جائے۔ (ت)

خانیہ میں ہے:

اوصى بعمارة قبره للتزيين فهى باطلة[4]

زینت کے لئے قبر پر عمارت کی وصیت کی تو یہ وصیت باطل ہے۔ (ت)

ہندیہ میں محیط سے ہے:

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الجنائز باب فی جمع الموتٰی فی قبر والقبر یعلم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۰۱

[2] الدرالمختار کتاب الوصایا باب الوصیۃ للاقارب وغیرہم مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۳۰

[3] الدرالمختار باب صلٰوۃ الجنازۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶-۱۲۵

الفتاوی السراجیۃ کتاب الجنائز باب الدفن مطبع نولکشور لکھنؤ ۲۴

[4] فتاوٰی قاضیخاں کتاب الوصایا فصل فی مایکون وصیۃ "" "" "" ۴/ ۸۳۶

Marfat.com

اذا اوصی بان یطین قبرہ او یوضع علی قبرہ قبۃ فالوصیۃ باطلۃ الا ان یکون فی موضع یحتاج الی التطیین بخوف سبع او نحوہ سئل ابوالقاسم عن من دفع الی ابنتہ خمسین درھما فی مرضہ وقال ان مت فاعمری قبری وخمسۃ دراھم لك واشتری بالباقی حنطۃ وتصدق بھا قال الخمسۃ لھا لاتجوز وینظر الی القبر الذی امر بعمارتہ فان کان یحتاج الی العمارۃ للتحصین لا للزینۃ عمرت بقدر ذلك والباقی تتصدق بہ علی الفقراء وان کان امر بعمارۃ فضلت علی الحاجۃ الذی لابد منھا فوصیۃ باطلۃ۔[1]

کسی نے وصیت کی کہ اس کی قبر کی لپائی کی جائے اور اس پر گنبد بنایا جائے تو وصیت باطل ہوگی۔ مگر یہ کہ وہ ایسی جگہ ہو جہاں اس کی ضرورت ہے تو مکروہ نہیں ۔مثلاً وہاں کسی درندے وغیرہ کا خوف ہو۔ ابوالقاسم سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے اپنی بیٹی کو بیماری کی حالت میں پچاس درہم دے کر کہا اگر میں مرجاؤں تو میری قبر تعمیر کرانا اور پانچ درھم تیرے ہیں باقی سے گندم خرید کر اسے صدقہ کر دینا۔ ابوالقاسم نے کہا کہ بیٹی کے لئے پانچ درہموں کی وصیت جائز نہیں ۔اور قبر کو دیکھا جائے گا اگر وہاں قبر کی حفاظت کے لئے عمارت کی محتاجی ہے تو بقدر حاجت وہ تعمیر کرائے لیکن زینت کے لئے جائز نہیں اور جو باقی بچے وہ فقراء پر صدقہ کردے ۔ اگر موصی نے قدر حاجت سے زائد عمارت کا حکم دیا تو اس کی وصیت باطل ہوگی۔ (ت)

بزازیہ میں ہے:

عمارۃ القبر ان لتحصین یجوز وان لتزیین فالوصیۃ ایضا باطلۃ ویصرف الکل الی الفقراء۔[2]

قبر کی عمارت اگر حفاظت کے لئے ہے تو وصیت جائز ہے اور اگر زیبائش کے لئے ہے تو ناجائز و باطل ہے۔ لہذا وہ سب مال فقراء پر خرچ کیا جائے گا۔ (ت)

مثال سوم وصیت کی کہ اُسے ٹاٹ کا کفن دیں اور گلے میں طوق پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر دفن کریں یہ امر نامشروع کی وصیت ہے مقبول نہ ہوگی اور بطور مشروع دفن کریں گے۔

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الوصایا الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۹۶

[2] فتاوی البزازیۃ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الوصایا نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۴۳۹

Marfat.com

فی الھندیۃ عن المحیط اذا اوصی ان یدفن فی مسح کان اشتراہ و یغل و یقید رجلہ فھذہ وصیۃ بما لیس بمشروع فبطلت ویکفن بکفن مثلہ و یدفن کما یدفن سائر الناس۔[1]

ہندیہ میں بحوالہ محیط منقول ہے جب کسی نے وصیت کی کہ اُسے ٹاٹ میں کفن دیا جائے جو اس نے خریدا ہے اور اس کو طوق پہنایا جائے اور اس کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالی جائیں، تو چونکہ یہ شرعی طور پر ناجائز کام کی وصیت ہے لہذا باطل ہوگی، اس کو کفن مثلی دیا جائے گا اور دیگر لوگوں کی طرح دفن کیا جائے گا۔ (ت)

مثال چہارم وصیت کی کہ مجھے میرے گھر میں دفن کریں باطل ہے کہ یہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص اور اُمت کے حق میں نامشروع ہے، خلاصہ و بزازیہ و تاتارخانیہ و ہندیہ وغیرہ میں ہے:

واللفظ للثالثۃ اوصی بان یدفن فی دارہ فوصیتہ باطلۃ الا ان یوصی ان یجعل دارہ مقبرۃ للمسلمین۔[2]

لفظ تیسری کتاب یعنی تاتارخانیہ کے ہیں۔ اگر کسی نے وصیت کی اس کو اپنے گھر میں دفن کیا جائے تو وہ وصیت باطل ہوگی سوائے اس کے وہ یوں کرے کہ اس کے گھر کو مسلمانوں کے لئے قبرستان بنادیا جائے۔ (ت)

صورت ثانیہ یعنی وصیت تملیک باوصف کراہت صحیح ہے اس کی ایک سند وہی ہے جو سوال میں بحوالہ شامی مسطور کہ فساق کے لئے وصیت مکروہ ہے اور باوجود کراہت صحیح سند دوم وجیز امام کردری میں ہے:

الثانی معصیۃ مطلقا کالوصیۃ للنائحۃ والمغنی ان لم یکن یحصون لا یصح وان لقوم باعیانھم صح۔[3]

دوسری مطلقاً گناہ ہے جیسے نوحہ کرنیوالی عورت اور گویّے کے لئے وصیت۔ اگر وہ قابل شمار نہ ہوئے تو صحیح نہیں اور معین قوم کے لئے ہے تو صحیح ہے۔ (ت)

تبیین الحقائق پھر ردالمحتار میں ہے:

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الوصایا الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۹۶-۹۵
[2] " " " " " " ۶/ ۹۵
[3] الفتاوی البزازیۃ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الوصایا " " ۶/ ۴۳۶

Marfat.com

الوصیة انما صحت باعتبار التملیك لھم۔[۱]

یہ وصیت تو محض ان کے لئے تملیک کے اعتبار سے صحیح ہے۔ (ت)

یہ کیسے نصوص صریحہ ہیں کہ وصایائے تملیک اگرچہ معصیت ہوں صحیحہ ہیں۔ سند سوم کافر حربی کے لئے وصیت باوصف ممانعت صحیح و نافذ ہے۔

مطلقا علی ما اختارہ الائمة الجلة طاھر بن عبدالرشید البخاری و الامام السغناقی اول شراح الھدایة والامام النسفی صاحب الکنز والوافی والامام حافظ الدین البزازی اوبشرط الاستیمان علی ما مشی علیه فی الغرر والدرر والتنویر والدر وجعله فی الخانیة اجماعا وفی المقام تحقیق انیق اتینا به فیما علقنا علی ردالمحتار لولا غرابة المقام لاسعفنا به۔

بغیر کسی شرط کے جیساکہ بزرگ ائمہ کرام یعنی طاہر بن عبدالرشید بخاری، ہدایہ کے شارح اول امام سغناقی، کنز و وافی کے مصنف امام نسفی اور امام حافظ الدین بزازی نے اختیار کیا، یا مستامن ہونے کی شرط کے ساتھ جیساکہ غرر درر، تنویر اور در میں اسکو اپنایا ہے اور خانیہ میں اس کو اجماع قرار دیا ہے۔ اس مقام پر نہایت عمدہ تحقیق ہے جس کو ہم نے ردالمحتار پر اپنی تعلیق میں ذکر کیا ہے۔ اگر مقام کی اجنبیت نہ ہوتی تو ہم اس کو یہاں ذکر کرتے۔ (ت)

خلاصہ و نہایہ و کافی و وجیز میں ہے:

واللفظ للاول الوصیة لاھل الحرب باطلة وفی السیر الکبیر ما یدل علی الجواز والتوفیق بینھما انه لاینبغی ان یفعل ولو فعل یثبت الملك۔[۲]

اور لفظ پہلی کتاب کے ہیں کہ اہل حرب کے لئے وصیت باطل ہے اور سیر کبیر کی عبارت جواز پر دلالت کرتی ہے۔ ان دونوں کے درمیان تطبیق یوں ہوگی کہ اہل حرب کے لئے وصیت نہ کرنی چاہئے لیکن اگر کردے تو ملک ثابت ہوجائیگا۔ (ت)

صورت ثالثہ یعنی وصیت قربت صحیح ہے اگرچہ نظر بخارج کراہت ہو اس کے دلائل وہ تمام مسائل ہیں جن میں قربت کے لئے ثلث سے زائد وصیت کو صحیح مانا اور ورثہ اجازت دیں تو پوری مقدار

---

[۱] تبیین الحقائق کتاب الوصایا باب وصیة الذمی المطبعة الکبری بولاق مصر ۶/۲۰۵
[۲] خلاصة الفتاوی " جنس آخر فی الفاظ الوصیة مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/۴۳۰

Marfat.com

میں نافذ جانا، بظاہر کہ ہنگام قیام ورثہ مثلاً کل مال کی وصیت ممنوع ہے وہی بعض شراح مشکوٰۃ اعنی علامہ ابن فرشتہ اُسی حدیث کے نیچے اُسی قول میں فرماتے ہیں:

فیضاران الوصیۃ ای یوصلان الضرر الی الوارث بسبب الوصیۃ للاجنبی باکثر من الثلث الخ۔[1]

وہ دونوں وصیت میں ضرر پہنچائیں یعنی اجنبی کے حق میں تہائی سے زائد کی وصیت کرکے وارث کو نقصان پہنچائیں الخ (ت)

جلالین میں زیر آیت ہے:

(اواثما) بان تعمد ذٰلک بالزیادۃ علی الثلث او تخصیص غنی مثلاً۔[2]

(یا گناہ کیا) بایں صورت کہ تہائی سے زائد کا قصد کیا یا غنی کو وصیت کے ساتھ مختص کیا (ت)

مگر ازانجا کہ فعل فی نفسہ قربت اور منع بوجہ عارضی یعنی تعلق حق ورثہ ہے باطل نہ ہوئی ورنہ اجازت ورثہ سے بھی نافذ نہ ہوسکتی۔

فان الباطل لاوجود لہ والمعدوم لاینفذ بالتنفیذ۔

کیونکہ باطل کا کوئی وجود نہیں ہوتا اور معدوم کسی کے نافذ کرنے سے نافذ نہیں ہوتا (ت)

میں این و آن سے استدلال کرتا ہوں قرآن عظیم دلیل اکبر ہے کہ وصیت باوصف ظلم و معصیت صحیح و معتبر ہے۔

قال اللہ عزوجل فمن خاف من موص جنفا او اثما فاصلح بینھم فلا اثم علیہ ان اللہ غفور رحیم۔[3]

(اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا) جو کسی کی وصیت میں ظلم یا گناہ پر اطلاع پائے پس وُرثا اور موصی لہم میں صلح کرادے تو اس پر گناہ نہیں بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (ت)

وصیت بحال کراہت اگر باطل ہوتی تو باطل پر صلح کے کیا معنٰی تھے اور وہ موصی لہم کیوں قرار پاتے۔ معالم میں ہے:

قال الاٰخرون انہ اراد بہ انہ

دوسروں نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ جب

---

[1] مرقاۃ المفاتیح بحوالہ ابن الملک باب الوصایا الفصل الثانی تحت حدیث ۳۰۷۵ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۶/ ۲۵۷

[2] تفسیر جلالین تحت آیۃ ۲/ ۱۸۲ اصح المطابع الدہلی النصف الاول ص ۲۶

[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۲

Marfat.com

اذا اخطأ المیّت فی وصیتہ او جار معتمدا فلاحرج علی ولیہ او وصیہ او والی امور المسلمین ان یصلح بعد موتہ بین ورثتہ و بین الموصی لھم و یرد الوصیۃ الی العدل و الحق[1]

میّت نے وصیت میں خطا کی یا جان بوجھ کر ظلم کیا تو ولی یا وصی یا مسلمانوں کے امور کے والی کے لئے کوئی حرج نہیں کہ وہ موصی کی موت کے بعد اس کے وارثوں اور وصیت والوں کے درمیان صلح کرا دیں اور وصیت کو عدل وحق کی طرف لوٹا دیں۔ (ت)

ثم اقول و باللہ التوفیق (پھر میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) سر اس میں یہ ہے کہ شرع مطہر کسی حرکت لغو بے معنی کو مشروع و مقرر نہیں فرماتی تمام عقود و افعال و معاملات کی صحت فائدے پر اعتماد رکھتی ہے فائدہ خواہ دوسرے کا ہو اگرچہ محض دنیوی خواہ اپنا اگرچہ صرف اخروی اور جو عبث محض ہے ہرگز صحیح نہیں ولہذا ایک روپیہ اُسی کے مثل و ہمسر دوسرے روپے کے بدلے بیچنا یا مکان کے مساوی شرکائے مشاع کا اپنا حصہ دوسرے کے حصہ سے بدلنا یا کسی کی سکونت کو سکونت کے عوض اجارہ میں دینا صحیح نہ ہوا۔ درمختار میں ہے:

خرج بمفید مالا یفید فلا یصح بیع درھم بدرھم استویا وزنا وصفۃ ولا مقایضۃ احد الشریکین حصۃ دارہ بحصۃ الاخر (صیرفیہ) و لا اجارۃ السکنی بالسکنی اشباہ[2]

مفید کی قید سے غیر مفید نکل گئی چنانچہ وزن و صفت میں برابر ایک درہم کی دوسرے درہم کے بدلے بیع صحیح نہیں، اور نہ ہی ایک مکان کے دو برابر شریکوں میں سے ایک کا دوسرے سے اپنے حصے کا تبادلہ صحیح ہے (صیرفیہ)، اور سکونت کے بدلے سکونت کو اجارہ پر دینا صحیح نہیں (اشباہ)۔ (ت)

خصوصًا وہ عقود جو برخلاف قیاس بنظر حاجات ناس مشروع ہوئے وہ تو حاجت پر ہی اعتماد کیا چاہیں، ولہذا ناقابل سواری بچھڑے کا سواری کے لئے اجارہ جائز نہ ہوا کہ قیاس جواز اصل اجارہ کا نافی اور داعی جواز یعنی حاجت بوجہ عدم قابلیت یہاں منتفی۔

فی الفتح من باب العنین لم یجز استئجار الجحش للحمل

فتح کے باب العنین میں ہے سواری کی صلاحیت نہ رکھنے والے بچھیرے کو سواری اور بار برداری

---

[1] معالم التنزیل علی ہامش تفسیر الخازن تحت آیۃ ۲/۱۸۲ مصطفی البابی مصر ۱/۱۵۰

[2] الدر المختار کتاب البیوع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲

Marfat.com

والس کو ب[1] کے لئے کرائے پر لینا جائز نہیں (ت)

وصیت بھی انھیں عقود مجوزہ للحاجہ سے ہے۔

فی الھدایۃ القیاس یابی جوازھا لانہ تملیک مضاف الی حال زوال مالکیتہ ولو اضیف الی حال قیامھا بان قیل ملکتك غدا کان باطلا فھذا اولی الا انا استحسناہ لحاجۃ الناس الیھا[2] الخ۔

ہدایہ میں ہے قیاس تو اس کے جواز سے مانع ہے کیونکہ وصیت ایسی تملیک ہے جو موصی کی مالکیت کے حالِ زوال کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ اگر اس کی نسبت اس حالت کی طرف کی جائے جب مالکیت قائم ہوتی ہے یعنی یوں کہا جائے میں نے تجھے آئندہ کل اسی کا مالک کر دیا تو یہ باطل ہوگی۔ چنانچہ بطلانِ مالکیت والی حالت میں اس کا بطلان بدرجۂ اولٰی ہوگا مگر ہم نے بطور استحسان اس کو جائز قرار دیا کیونکہ لوگوں کو اس کی حاجت ہے الخ (ت)

تو بے فائدہ محض اس کی تشریع معقول نہیں حالت تملیک وافعال قربت میں حصول فائدہ ظاہر اور معصیت عارضہ غایت یہ کہ مثل بیع وقت اذان جمعہ یا نماز عصر وقت زردی فرض کر دے منافی صحت نہیں ہوسکتی بخلاف اس صورت کے کہ نہ تملیک نہ سرے سے قربت، ایسی ہی جگہ کہا جائے گا کہ وصیت امر مکروہ و نامشروع کی ہے، لہذا صحیح نہیں کہ موجب صحت یعنی حاجت معدوم ہے معہذا ہم اوپر واضح کر آئے کہ وصیت ایجاب ہے اور ایجاب لحق وغیرہ ہو جیسے تملیک میں یا لحق نفسہ جیسے قربات میں جہاں کوئی نفع نہیں ایجاب کیوں ہونے لگا۔

فی الھندیۃ عن المحیط لو اوصی بان یباع عبدہ ولم یسم المشتری لایجوز الا ان یقول وتصدقوا بثمنہ او یقول بیعوہ نسیئۃ و یحط الی الثلث عن المشتری[3] الخ وفیھا عن المبسوط اوصی بعبدہ ان یباع ولم یزد علی

ہندیہ میں محیط سے منقول ہے اگر کسی نے وصیت کی کہ اس کا غلام بیچ دیا جائے اور خریدار کو متعین نہیں کیا تو جائز نہیں مگر یہ کہ یوں کہے کہ اسکی قیمت کو صدقہ کردو یا کہے کہ اس کو ادھار پر بیچ دو اور مشتری سے تہائی تک قیمت کم کردے الخ اور اسی میں بحوالہ مبسوط ہے کسی نے اپنے غلام کے

---

[1] فتح القدیر باب العنین مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۱۳۵

[2] الہدایۃ کتاب الوصایا مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۶۵۰

[3] الفتاوی الہندیۃ کتاب الوصایا الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۹۶

Marfat.com

ذٰلك واوصی بان یباع بقیمته فھو باطل لانه لیس فی ھذہ الوصیة معنی القربة لیجب تنفیذھا لحق الموصی لہ[1]

بارے میں وصیت کی کہ اُسے بیچ دیا جائے اور اس سے زائد کچھ نہ کہا یا وصیت کی کہ غلام کو اسکی قیمت کے ساتھ بیچ دیا جائے تو یہ باطل ہے اس لئے کہ اس وصیت میں قربت کا معنی موجود نہیں تاکہ موصی کے حق کے لئے اس کو نافذ کرنا واجب ہوتا۔ (ت)

بحمد اللہ اس تحقیق انیق نے کوئی دقیقہ تدقیق فروگزاشت نہ کیا۔ علامہ شامی کا کلام مذکور بھی بطرف خفی اسی تقریر منیر کی طرف مشیر۔

حیث قال اللھم الا ان یفرق بان الوصیة اما صلة او قربة ولیست ھذہ واحدة منھما فبطلت بخلاف الوصیة لفاسق فانھا صلة لھا مطالب من العباد فصحت وان لم تکن قربة کالوصیة لغنی لانھا مباحة ولیست قربة الخ[2]

جہاں شامی نے کہا اے اللہ! مگر یہ کہ یوں فرق کیا جائے کہ بیشک وصیت یا تو صلہ ہوتی ہے یا قربت حالانکہ یہ ان دونوں میں سے نہیں ہے چنانچہ باطل ہوجائے گی بخلاف اس وصیت کے جو فاسق کے لئے ہو اس لئے کہ وہ صلہ ہے اور بندوں میں سے کوئی اس کا مطالبہ کرنے والا موجود ہے چنانچہ وہ صحیح ہوگی اگرچہ وُہ قربت نہیں جیسے غنی کے لئے وصیت، کیونکہ وُہ مباح ہے اور قربت نہیں ہے الخ (ت)۔

اب ما نحن فیہ کو دیکھئے تو اس میں وصایائے تملیک ہیں یا وصایائے قربت کوئی وصیت ایسی نہیں جو فی نفسہٖ ان دونوں سے خالی ہو تو وجہ مذکور سے اس کے بطلان پر استدلال باطل وعاطل ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق (ایسے ہی تحقیق چاہیے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے۔ ت)

جواب سوال ہفتم: اوصیاء کا بعض وصایا بجا نہ لانا وصیت میں کیا خلل ڈال سکتا ہے۔ تنفیذ وصیت حق موصی لہ یا صرف حق موصی ہے اور وہ ان کے گناہ سے بری۔

قال اللہ تعالٰی فمن بدله بعد ما سمعه فانما اثمه علی الذین

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: تو جو وصیت کو سن سنا کر بدل دے اس کا گناہ انھیں بدلنے

---

[1] الفتاوی الہندیة کتاب الوصایا الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۱۱۳

[2] ردالمحتار " باب الوصیة للاقارب وغیرہم داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۴۱

Marfat.com

یبدلونہ ان اللّٰہ سمیع علیم[1] والوں پر ہے بے شک اللہ سنتا جانتا ہے (ت)

جواب سوال ہشتم: ہاں بعد تجہیز و تکفین و ادائے دیون و انفاذ وصایا جو سہام ورثہ نابالغین کو پہنچیں گے وصی بلاوجہ شرعی ان کی بیع و تبدیل اور کسی فعل مخالف حفظ کا مجاز نہیں کہ وصی محافظ ہے نہ متلف ولہذا ان کی جائداد منقولہ کو بیچ سکتا ہے کہ اس کی بیع از قبیل حفظ ہے جبکہ یتیم کا اس میں ضرر نہ ہو اور غیر منقولہ کو ہرگز نہیں بیچ سکتا مگر چند صور استثناء میں۔

فی الھندیۃ للوصی ان یبیع کل شیئ الترکۃ من المتاع والعروض والعقار اذا کانت الورثۃ صغارا اما بیع ما سوی العقار فلان ماسوی العقار یحتاج الی الحفظ و عسی ان یکون حفظ الثمن ایسر وبیع العقار ایضا فی جواب الکتاب، قال شمس الائمۃ الحلوانی رحمہ اللّٰہ ما قال فی الکتاب قول السلف کذا فی فتاوی قاضی خان، وجواب المتاخرین انہ انما یجوز بیع عقار الصغیر اذا کان علی المیت دین لا وفاء لہ الا من ثمن العقار او یکون للصغیر حاجۃ الی ثمن العقار او یرغب المشتری فی شرائہ بضعف القیمۃ وعلیہ الفتوی کذا فی الکافی[2] اھ وفی الدر

ہندیہ میں ہے وصی کو اختیار ہے کہ وہ ترکہ کی ہر شیئ کو فروخت کرے چاہے وہ اسباب و سامان کے قبیلہ سے ہو یا غیر منقول جائداد جبکہ ورثاء نابالغ ہوں۔ غیر منقولہ جائداد کے ماسوا کی بیع تو اس لئے جائز ہے کہ اس کی حفاظت کی خاطر اس کی ضرورت ہے۔ ممکن ہے کہ ثمنوں کی حفاظت زیادہ آسان ہو اور کتاب کے حکم کے مطابق غیر منقول جائداد کی بیع بھی جائز ہے۔ شمس الائمہ حلوانی علیہ الرحمہ نے کہا کہ کتاب میں جو کہا ہے وہ اسلاف کا قول ہے یونہی فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور متاخرین نے اس کا حکم یہ بیان کیا ہے کہ نابالغ کی غیر منقول جائداد کو فروخت کرنا صرف اس صورت میں جائز ہے جب میت پر اس قدر قرض ہو کہ وہ اس جائداد کی قیمت کے بغیر پورا نہیں ہوتا یا نابالغ کو اس جائداد کی قیمت کی محتاجی ہو یا خریدار اس جائداد کو دگنی قیمت پر خریدنے کی رغبت رکھتا ہے، فتوٰی اسی پر ہے جیسا کہ کافی میں ہے الخ، در میں ہے

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۱

[2] الفتاوی الہندیۃ کتاب الوصایا الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۱۴۴

Marfat.com

جاز بیعه عقار صغیر من اجنبی لامن نفسه بضعف قیمته او لنفقة الصغیر اودین المیت او وصیة مرسلة لانفاذ لها الامنه او لکونه غلاته لا تزید علی مؤنته او خوف خرابه او نقصانه او کونه فی ید متغلب درر و اشباه ملخصا قلت وھذا الوالبائع وصیا لامن قبل ام او اخ فانھما لا یملکان بیع العقار مطلقا[1] الخ وفی الشامیة عن الرملی عن الخانیة فی مسئلة بیع المنقول لنسیئة ان کان یتضرر به الیتیم بان کان الاجل فاحشا لایجوز[2] ھ واللہ تعالٰی اعلم۔

نابالغ کی غیر منقول جائداد کو اجنبی کے ہاتھ دگنی قیمت پر بیچنا جائز ہے وصی خود نہیں خرید سکتا۔ یونہی نابالغ کے نفقہ یا میت کے قرض کی ادائیگی یا ایسی وصیت مطلقہ کے نفاذ کیلئے بیچنا جائز ہے جس وصیت کا نفاذ اس جائیداد کو بیچے بغیر نہیں ہوسکتا یا اس جائیداد کی پیداوار اس کے اخراجات سے زیادہ نہیں یا اس جائداد کے خراب ہونے یا ناقص ہونے یا کسی جابر کے قبضہ میں چلے جانے کا خوف ہو تو بھی بیع جائز ہے' درر واشباہ (تلخیص) اور یہ تب ہے کہ بائع ماں کی طرف سے یا بھائی کی طرف سے وصی نہ ہو، کیونکہ یہ دونوں غیر منقول جائداد کو بیچنے کا مطلقاً اختیار نہیں رکھتے الخ اور شامیہ میں بحوالہ خانیہ رملی سے منقول ہے کہ منقول جائداد کی ادھار پر بیع اگر یتیم کے لئے نقصان دہ ہو بایں صورت کہ ادھار کی مدت بہت زیادہ ہو تو جائز نہیں الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

رسالہ

الشرعة البھیّة فی تحدید الوصیّة

۱۳۱۷

ختم ہوا

---

[1] الدر المختار کتاب الوصایا باب الوصی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۳۷

[2] رد المحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۵۳

Marfat.com

مسئلہ ۱۳۶ ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۱۹ھ مرسلہ حافظ محمود حسین صاحب تلمیذ و مرید گنگوہی صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مہاجرہ ہندی مدنی نے کہ اُس کی جائداد ہندوستان میں واقع ہے اس طرح وصیت کی تھی کہ میری جائداد کا منافع ایک ثلث یہاں مدینہ منورہ علٰی صاحبہا افضل التسلیم والتحیہ بھیجدیا جایا کرے، اور صورت یہ ہے کہ ہندوستان میں اس کے بعض اقارب قریبہ بلکہ ذی رحم محرم حاجتمند ومفلس موجود ہیں کہ اس درجہ قریب رشتہ دار مدینہ منورہ میں موصیہ کے نہیں ہیں، پس اس صورت میں اگر اس کی وصیت کا روپیہ یہاں ہندوستان میں اس کے اقربائے قریبہ حاجتمند ومفلس کو دیا جائے تو وصیت ادا ہوگی یا نہیں؟ اور کیا افضل ہے مدینہ منورہ بھیجنا یا یہاں قریب ذی رحم حاجتمند ومفلس کو دینا۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جہاں کے فقراء کو دیں گے وصیت ادا ہوجائے گی کچھ خاص مدینہ منورہ ہی بھیجنا ضروری نہیں ہر جگہ کے فقراء کو دینا جائز ہے۔ خلاصہ پھر شرنبلالیہ پھر درمختار میں ہے:

لو اوصی لفقراء بلخ فاعطی غیرھم جاز عند ابی یوسف وعلیہ الفتوٰی[1]۔

اگر کسی نے وصیت کی بلخ کے فقیروں کے لئے۔ اور وصی نے ان کے غیر کو دے دیا تو امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

شرح القدوری للزاہدی میں ہے:

فی الوصیۃ لفقراء الکوفۃ جاز لغیرھم[2]۔

کوفہ کے فقیروں کے لئے وصیت کی صورت میں ان کے غیر کو دینا جائز ہے (ت)

قاضی خان پھر ہندیہ میں ہے:

رجل اوصی بان یتصدق بشیئ من مالہ علی فقراء الحاج ھل یجوز ان یتصدق علی غیرھم من الفقراء قال الشیخ الامام ابو نصر رحمہ اللہ

کسی شخص نے وصیت کی کہ اس کے مال میں سے کچھ حاجی فقراء پر صدقہ کیا جائے تو کیا انکے غیر پر صدقہ کرنا جائز ہے؟ شیخ امام ابو نصر علیہ الرحمہ نے کہا کہ جائز ہے کیونکہ امام ابو یوسف

---

[1] الدرالمختار کتاب الوصایا باب الوصیۃ بثلث المال مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۲۵

[2] الدرالمختار بحوالہ المجتبٰی کتاب الوصایا " " " ۲/ ۳۲۲

Marfat.com

تعالیٰ یجوز ذلک لما روی عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ فی رجل اوصی بان یتصدق علی فقراء مکۃ قال یجوز ان یتصدق علی غیرھم من الفقراء[1]

علیہ الرحمہ سے اس شخص کے بارے میں منقول ہے جس نے فقراءِ مکہ پر صدقہ کرنے کی وصیت کی، امام ابویوسف نے فرمایا کہ ان کے علاوہ دوسرے فقراء پر صدقہ کرنا جائز ہے۔ (ت)

ہاں افضل یہی ہے کہ مدینہ منورہ بھیجیں اتباعاللوصیۃ وخروجا عن الخلاف (وصیت کی اتباع کیلئے اور اختلاف سے نکلنے کے لئے۔ ت) ردالمحتار میں ہے:

قال فی الخلاصۃ الافضل ان یصرف الیھم وان اعطی غیرھم جاز وھذا قول ابی یوسف وبہ یفتی وقال محمد لایجوز اھ قلت والاول موافق لقولھم فی النذر بالغاء تعیین الزمان والمکان والدرھم والفقیر[2]۔ واللہ تعالیٰ اعلم[ع]

خلاصہ میں کہا افضل یہی ہے کہ انہی پر خرچ کیا جائے اور اگر ان کے غیر کو دے دیا تو جائز ہے، یہی امام ابویوسف علیہ الرحمہ کا قول ہے اور اسی کے ساتھ فتوی دیا جاتا ہے۔ امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جائز نہیں الخ۔ میں کہتا ہوں پہلا قول مشائخ کے اس قول کے موافق ہے جو نذر میں زمان، مکان، درہم اور فقیر کی تعیین کو لغو قرار دینے سے متعلق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۷ ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ھ از انجمن اسلامیہ بریلی

چند سوال متعلقہ انتظام یتیم خانہ مسلمانان پیش کئے جاتے ہیں بموجب شرع شریف جواب مرحمت ہوں خدا اس کا اجر عطا فرمائے:

پہلا سوال: بعض لوگ میت وغیرہ کے استعمالی کپڑے ایسے بھیج دیتے ہیں جو ایتام کے جسم پر درست نہیں آتے یا ان کے استعمال کے لائق نہیں ہوتے، پس نادرست کو بعد قطع برید درست کرا کے ایتام کے استعمال میں لانا اور ناقابل استعمال کو فروخت کرکے یتیموں کی پرورش میں صرف کرنا کیسا ہے؟

دوسرا سوال: بعض لوگ کلام مجید جدید وغیر مستعمل متعدد اور بعض میت کے تلاوت کا یتیم خانے

[ع] الجواب: اُس عورت کی وصیت پر عمل واجب ہے اور وہ ثلث مدینہ منورہ ہی بھیجنا ضروری ہے گو ہندستان کے فقراء اس جگہ کے فقراء سے زیادہ ضرورت مند ہوں۔ بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

[1] فتاوٰی قاضیخان کتاب الوصایا فصل فی مسائل مختلفہ مطبع نولکشور لکھنؤ ۴/۸۴۳

[2] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۲۶

Marfat.com

میں عطا کرتے ہیں اور ان سب کی تعداد یتیموں کی تعداد سے زیادہ ہوجاتی ہے دینے والے بعض یہ کہہ دیتے ہیں کہ اگر ضرورت سے زیادہ ہوں ہدیہ کرکے قیمت پرورش ایتام میں صرف کی جائے مگر بعض بدون کسی بیان کے بھیج دیتے ہیں پس قسم آخر کو درحالیکہ ضرورت سے زیادہ ہوں ہدیہ کرکے قیمت کو ایتام کے مصارف میں لاسکتے ہیں اور نیز یہی قسم کسی غیر ایتام کو تلاوت کے واسطے دے سکتے ہیں یا نہیں ؟

تیسرا سوال : یتیم خانہ میں بعض لوگ میّت کے استعمال کا پلنگ نواڑ وغیرہ کا جو یتیموں کی معمولی چارپائیوں سے بہت زیادہ قیمتی اور عمدہ ہوتا ہے بدون کسی بیان کے بھیج دیتے ہیں اگر وہ بعض ایتام کے کام میں لایا جائے تو دوسروں کی دلشکنی ہوتی ہے لہٰذا اس کو فروخت کرکے قیمت دیگر مصارف ایتام میں دی جائے یا قیمت سے معمولی چارپائیاں یتیموں کے واسطے بنوادی جائیں تو کیسا ہے ؟

چوتھا سوال : جو چندہ کہ یتیموں کے مصارف کے لئے آتا ہے اُسی سے یتیم لڑکوں کی رسمِ ختنہ اور یتیمات کی رسمِ نکاح کی جاتی ہے پس نکاح میں جو براتی دُولھا کی طرف سے آتے ہیں ان کو کھانا کھلانا زرِ مذکورہ سے کیسا ہے ؟

الجواب

مصحف شریف کپڑے، پلنگ وغیرہ جو کچھ لوگ یتیموں کو بھیجتے ہیں ظاہر ہے کہ اُس سے مقصود تصدق ہوتا ہے اور تصدق تملیک ہے۔

1 وهبة المشاع فیما لایقسم صحیحة وقبض من یعولهم یکفی عن قبضهم کما نصوا علیه وجماعة المسلمین حیث لاولایة ولاقضاة من الاسلام کالقضاة فی النظر للایتام وامثال ذلك من المهام کما صرحوا به فی غیر ما مقام۔

ناقابلِ تقسیم شیئ کا غیر منقسم طور پر ہبہ صحیح ہے، اور یتیموں کے کفیلوں کا قبضہ ان کی طرف سے کافی ہے جیسا کہ اس پر مشائخ نے نص فرمائی، جہاں یتیموں کے ولی اور قاضیِ اسلام موجود نہ ہوں تو وہاں یتیموں کی دیکھ بھال اور اس قسم کے دیگر اہم امور کے لئے مسلمانوں کی جماعت قاضیوں کے قائم مقام ہوتی ہے جیسا کہ مشائخ نے متعدد مقامات پر اس کی تصریح فرمائی۔ (ت)

تو جماعت مسلمین کو کہ اس کام پر معین ہیں روا ہے کہ کپڑے قطع برید کرکے مصارف یتامٰی میں لائیں یا ناقابل استعمال ملبوس اور پلنگ اور حاجت سے زائد مصاحف شریفہ ہدیہ و بیع کرکے زرِ ثمن کارِ یتامٰی میں خرچ کریں مگر مالِ یتیماں دوسرے کو عاریةً نہیں دے سکتے اگرچہ تلاوت کیلئے قرآن مجید فانه تبرع ولا ولایة فی التبرع (کیونکہ یہ تبرع ہے اور تبرع میں ولایت نہیں ہوتی۔ ت)

Marfat.com

زرِ چندہ سے یتیموں کا ختنہ کر سکتے ہیں اور براتیوں کو معمولی کھانا دینا بھی جائز بشرطیکہ اسراف نہ ہو صرف بقدرِ کفایت ہو۔

فی ردالمحتار عن القنیۃ لا یضمن ما انفق فی المصاھرات بین الیتیم والیتیمۃ وغیرھما فی خلع الخاطب او الخطیبۃ وفی الضیافات المعتادۃ والھدایا المعھودۃ وفی اتخاذ ضیافۃ لختنتہ للاقارب والجیران مالم یسرف فیہ[1] اھ مختصرا۔ واللہ اعلم۔

ردالمحتار میں بحوالہ قنیہ منقول ہے یتیم لڑکے اور یتیم لڑکی وغیرہ کی شادی کے موقع پر دولھا اور دلھن کے جوڑوں، عادت کے مطابق دعوتوں، عرف کے مطابق تحائف اور ختنہ کے موقع پر عزیز اقارب اور پڑوسیوں کی دعوت میں جو کچھ خرچ کیا جائے اس پر تاوان لازم نہیں آتا جب تک اس میں فضول خرچی نہ کی جائے اھ مختصرًا (ت)

مسئلہ ۱۳۸ ۲۷ جمادی الاولٰی ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنا مکان و دکان اپنی زوجہ کے نام بیع کر دیا تھا زوجہ نے انتقال کیا۔ زید کے تین بچے نابالغ اپنی ماں کے وارث ہیں۔ اب زید کے پاس کچھ نہیں کہ اُس سے اپنا اور ان نابالغوں کا کھانا پینا چلے۔ زید نیک چلن ہے مال برباد کرنے والا نہیں وہ نیک نیتی سے چاہتا ہے کہ اپنا اور اپنے نابالغ بچوں کا حصہ بیچ کر تجارت کرے جس سے اُن سب کا رزق پیدا ہو۔ اس صورت میں زید ان حصّوں کے بیچنے کا اختیار رکھتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

فی الواقع صورتِ مستفسرہ میں اگر زید نیک چلن ہے اولاد کا مال برباد کرنے کا اُس پر اندیشہ نہیں اور بیع مناسب اور معقول قیمت کو ہو تو اُسے اُن حصوں کے بیچنے کا اختیار ہے، عقود الدریہ میں فصول عمادی سے ہے:

الحاصل ان بیع الاب عقار الصغیر بمثل القیمۃ یجوز اذا کان محمودا اومستورا واذا کان مفسدا

خلاصہ یہ کہ باپ کا نابالغ کی غیر منقولہ جائداد کو مثلی قیمت کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے جبکہ وہ نیک چلن یا پوشیدہ حال والا ہو، اور اگر

---

[1] ردالمحتار کتاب الوصایا فصل فی شہادۃ الاوصیاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۶۳

Marfat.com

الایجوز الا بضعف القیمۃ [1] و اللہ تعالٰی اعلم۔ وہ بدچلن اور فسادی ہے تو پھر سوائے دگنی قیمت کے اسے فروخت کرنا جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۹ (ا) ۳۰ جمادی الاولٰی ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حاجی محمد کفایت اللہ کی دو زوجہ، زوجہ اولٰی نجم النساء کے بطن سے حافظ عبدالحق، احسان الحق دو پسر اور عجائب النساء، لطیف النساء، حبیب النساء، جمیل النساء چار دختر سب بالغ اور زوجہ ثانیہ حمید النساء عرف ننھی کے بطن سے فضل حق، ضیاء الحق، ریاض الحق تین پسر اور احمدی بیگم ایک دختر سب نابالغ، اور ننھی کی ایک دختر بالغہ کریم النساء ہے جسے دیگر ورثہ نطفہ حاجی کفایت اللہ سے نہیں بتاتے بلکہ ربیبہ کہتے ہیں حمید النساء حیاتِ شوہر میں انتقال کرگئی حاجی کفایت اللہ نے اپنے مرض الموت میں بشمول نجم النساء ایک وصیت نامہ سات امر پر مشتمل لکھا۔ اول ظاہر کیا ہے کہ جائداد مندرجہ وصیت نامہ ہر دو کاتبان کی ہے ابتداء کام نقدی و جائداد کاتبہ نمبر ۲ سے شروع ہوا اور اضافہ و ترقی ہوتی رہی اور وہ جز حصہ مشتمی زوجیت و دین مہر کاتبہ کا جائداد مصرحہ تحت میں شامل ہے جائداد و نقدی ایسی مخلوطہ ہے جس کو علیحدہ دکھانا بلاضرورت ہے خاص کر جب ہر دو کاتبان کا منشا دلی یہ ہے کہ جائداد مصرحہ تحت تمام اولاد مصرحہ ذیل پر حسب شرع شریف بلااستثنا کسی جز کے تقسیم ہوجائے اور کسی اولاد کے ساتھ کوئی خاص رعایت نہ دکھائی جائے تو ایسی حالت میں جائداد تمام اولاد پر حسب شرع شریف تقسیم مطابق وصیت نامہ ہذا ہوگی۔ کاتب نمبر ا نے تیاری تحریر وصیت نامہ ہذا کی کی تھی کاتبہ نمبر ۲ نے بھی کاتب نمبر ا سے خواہش کی کہ کاتب نمبر ا کی جائداد عین کاتبہ نمبر ۲ کی جائداد کی ہے تمام اولاد پر بذریعہ وصیت نامہ ہذا منتقل ہو ہر دو کاتبان نے اپنی خوشی سے وصیت نامہ ہذا تمام اولاد مندرجہ تحت کے نام تحریر کیا کہ جائداد بحیثیت موجودہ بعد ہمارے ہم لوگوں کی اولاد کے قبضہ میں رہے اور ہماری اولاد کو پوری واقفیت ہوجائے کہ کون جز جائداد کا اُن کی ملکیت میں رہے گا۔

دوم: حاجی کفایت اللہ نے کچھ دیہات و دکان و مکان اپنی تندرستی میں احسان الحق و فضل الحق و کریمن کے نام کردیئے تھے اس وصیت میں وہ بھی شامل کئے اور لکھا وصیت نامہ کی یہ بھی ضرورت ہوئی کہ اکثر جائداد فرضی بعض اولاد کے نام تھی اس کی بابت احتمال تھا کہ کوئی تحریر نہ ہو تو وہ اولاد تنہا اپنی

---

[1] العقود الدریۃ کتاب الوصایا باب الوصی ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۳۲۳

Marfat.com

ملکیت سمجھے۔

سوم: تحریر کیا جاتا ہے کہ کاتب نمبرا کی زوجہ ثانی حمید النساء کا مہر ایک سو پندرہ روپے کا تھا وہ ان کی حیات میں ادا کر دیا گیا۔

چہارم: نابالغان مذکورین پر ولایت کا یہ انتظام لکھا ولی جائداد حافظ عبد الحق و احسان الحق نابالغان کے رہیں گے ولی ذات نابالغان اللہ جلائی والدہ کاتب و صاحب النساء ہمشیرہ کاتب رہیں گی انکی سرپرستی و نگرانی و حفاظت میں ان کے ساتھ نابالغ رہیں گے ولی جائداد آمدنی نابالغان سے لنٹہ روپیہ ماہوار سپرد ہر دو ولی ذات بنام پرورش نابالغان کرے گا عقد و تعلیم حسب رائے ہر دو ولی ذات ہو گی۔

پنجم: کچھ جائداد حاجی کفایت اللہ نے مصارف خیر کے لئے بحال تندرستی پہلے وقف کی تھی اس کی تفصیل بھی اسی وصیت نامہ میں بغرض یادگار درج کی اور ایک بنگلہ نمبری ۱۶۷ قیمتی دس ہزار روپے جدید وقف اس وصیت نامہ میں کیا ہے مقدار ثلث متروکہ سے بدرجہا کم ہے اور یہ سب اوقاف تمام ورثہ کو تسلیم ہیں۔

ششم: تمام اولاد مذکورین گیارہ اشخاص کے نام جدا جدا بتفصیل جائداد غیر منقولہ لکھی ان میں کریم النساء کا نام بھی ہر جگہ بزمرۂ اولاد لکھا اور اس کے لئے بھی دیگر دختروں کے برابر حصہ جداگانہ مشخص کیا اگرچہ مکان اور ایک دکان کہ اول سے اس کے نام تھی وہ بھی شامل حصہ کی جس طرح ایک موضع کہ احسان الحق اور ایک موضع ایک مکان کہ فضل حق کے نام اول سے تھے ان کے حصص میں داخل کئے اور لکھا کہ ہم لوگوں نے اپنی تمام اولاد کو یکجا کر کے وصیت نامہ ہذا لکھا اور جو جائداد اولاد کے نام درج ہے ان کی رضا سے تحریر ہوئی کوئی کمی بیشی جائداد میں نہیں نیز لکھا جس جائداد کے محاذ میں جس وارث اولاد کا نام ہے وہ اس جائداد کا مالک ہوگا۔ عنوان فہرست تقسیم میں لکھا جو جائداد غیر منقولہ اولاد کے قبضے میں آئے گی وہ ہر اولاد کے نام کے مقابل درج کی جاتی ہے جس کو تمام اولاد بالغ و ولی نابالغان نے بقدر حصہ شرعی حساب لگا کر قبول و منظور کیا ہے۔

ہفتم: حاجی کفایت اللہ نے اپنی والدہ اللہ جلائی کو جائداد سے کچھ نہ دیا مگر آخر میں اتنا لکھا ہے کہ کاتب نمبرا عرصہ سے لعہ ماہواری اپنی والدہ اور ان کی دختر صاحب النساء کے اخراجات کے واسطے دیتا رہا ہے میری خواہش تمام اولاد ذکور و اناث سے ہے کہ مثل میرے مبلغان مذکورہ اپنی جائداد کی آمدنی سے ذکور دو ہر حصہ اناث اکہرا جملہ سے ر کے رقم والدہ و صاحب النساء کو تا ان کی حیات

Marfat.com

دیتے رہیں۔ ۹ر دسمبر ۲ء کو یہ وصیت نامہ تحریر ہوا اور ۱۳ر دسمبر ۲ء کو حاجی کفایت اللہ موصی نے وفات پائی رجسٹری اس کی بعد موت موصی ۱۸ر دسمبر کو معرفت حافظ عبدالحق پسر کلاں کے ہوئی بعد فوت موصی والدۂ موصی اللہ جلائی اپنے حصۂ شرعی سدس کی طالب ہوئی نجم النساء اور اس کی اولاد بطنی نے باستناد وصیت نامہ حصہ دینے سے انکار کیا ، ۲۷ر مئی ۳ء کو اللہ جلائی نے نجم النساء و جملہ اولاد یازدہ گانہ کو مدعا علیہ بنا کر نالش دائر کی اور عرضی دعوت میں نسبت وصیت نامہ لکھا دستاویز مظہرہ مدعا علیہم کا مدعیہ کو کوئی علم نہیں تاریخ مظہرہ مدعیٰ علیہم کے قبل اور بعد حاجی کفایت اللہ میں قابلیت اظہار ارادہ اور تحریر اور سمجھنے مضمون کی نہ تھی نجم النساء نے اپنے بیان تحریری میں لکھا کہ حاجی کفایت اللہ بہت کم مایہ شخص تھے مدعا علیہا کے سرمایہ سے حاجی کفایت اللہ نے تجارتیں کر کے نفع کثیر حاصل کیا اور جائداد خریدکیں واقعی مالک جائداد کی مدعا علیہا ہے ، مدعا علیہا نے حسب خواہش شوہر و بنظر رفع نزاع باہم ورثاء بلا لحاظ ملکیت جائداد خود اور دین مہر یافتنی اپنا برضامندی جملہ ورثاء مدعا علیہا اور شوہر مدعا علیہا نے وصیت نامہ تحریر کیا جملہ ورثاء اور نیز کریم النساء نے وصیّت نامہ تسلیم کر کے موافق حصص مندرجہ وصیت نامہ اپنا اپنا قبضہ جائداد پر کیا اور کاغذات مال میں اپنا نام درج کرا لیا بیان مدعیہ کا بابت نادرستی حواس حاجی کفایت اللہ کے محض غلط ہے جبکہ مشورہ بابت تحریر وصیت نامہ کے ہوا تھا اس وقت بھی مدعیہ نے کہا میرے واسطے کچھ جائداد نہ چاہئے عہ ماہوار مجھ کو کافی ہے اب مدعیہ کو استحقاق دعویٰ جائداد کا نہیں درحالیکہ تمام جائداد سرمایہ مدعا علیہا سے کفایت اللہ نے پیدا کی تو واقعی جملہ مالک جائداد مدعا علیہا ہے کفایت اللہ کا اس میں کچھ حق نہیں اگر جائداد میں کوئی جزو متروکہ حاجی کفایت اللہ قرار پائے اور وصیت نامہ ناجائز ٹھہرے تو بلا ادائے مبلغ ہزار دین مہر یافتنی ذمگی حاجی کفایت اللہ شرعاً وراثت جاری نہیں ہوسکتی ہنوز تنقیح نہ ہوئی تھی کہ جملہ تیرہ ۱۳ اشخاص فریقین بالغوں کی طرف سے اصالۃً اور نابالغوں کی جانب سے ولایۃً اقرار نامہ ثالثی ۱۳ر اگست ۳ء کو تحریر ہوا جس میں لکھا گیا کہ ہم مقران کے تنازع بابت تقسیم ترکہ حاجی کفایت اللہ کے ہے ہم سب کی خواہش ہے کہ ثالثان جائداد منقولہ و غیر منقولہ مفصلہ ذیل ترکہ حاجی کفایت اللہ کی تقسیم حسب احکام شرع شریف باہم مقران کر دیں۔ زرِ ادائی مفصلہ ذیل جو ذمہ حاجی کفایت اللہ مرحوم واجب الادا ہے اس کو منجملہ مقران کے صرف حافظ عبدالحق ادا کرینگے۔

سید عبدالستار	صراف کانپور	جیون لال
سار	ماعہ	معہ

Marfat.com

علاوہ اس کے اور کوئی دادنی نہیں۔ ثالثان جو فیصلہ جوازی یا ناجوازی وصیت نامہ مناسب سمجھیں کریں
ثالثی میں نجم النساء کی درخواست بایں مضمون گزری کہ درواقع مالک جائداد کی مدعاعلیہا ہے اگر کوئی جز
جائداد متروکہ حاجی کفایت اللہ قرار پائے اور وصیت نامہ ناجائز ہو تو بلاادائے دین مہر یا فتنی مدعاعلیہا
وراثت جاری نہیں ہو سکتی بہ نسبت عذرات مذکورہ تنقیح قائم کی جائے۔ ثالثوں میں اس پر اختلاف ہوا
ہردو کی رائے میں یہ درخواست ناقابل سماعت ہوئی کہ مہر نجم النساء کی بحث امور مفوضہ سے نہیں
ایک کی رائے اس کے خلاف ہے کہ اقرار نامہ میں تقسیم حسب احکام شرع شریف کی درخواست
نہیں اور تقدیم مہر حکم شرع شریف ہے، اب حضرات علمائے کرام سے امور ذیل کا استفسار ہے:

(۱) کیا وصیت نامہ مذکورہ کلاً یا جزءً قابل نفاذ ہے؟

(۲) اگر وصیت نامہ باطل قرار پائے تو جائداد حسب بیان نجم النساء مملوکہ نجم النساء ٹھہرے گی
حالانکہ اس کے نام کوئی جزی جائداد نہ تھی یا تمام وکمال ترکۂ حاجی کفایت اللہ ہو کر تقسیم
ہوگی۔

(۳) کیا نسبت نادرستی حواس حاجی کفایت اللہ اللہ جلائی کا دعوی قابل سماعت ہے؟

(۴) جائداد میں کہ حالت تندرستی حاجی کفایت اللہ سے احسان الحق وفضل حق وکریمن کے نام تھیں
وہ انھیں کی ٹھہرے گی یا حسب بیان وصیت نامہ ان کے نام فرضی قرار پاکر شامل تقسیم ہونگی؟

(۵) کیا حمید النساء کا مہر مادے ہونا اور یہ کہ وہ حیات حمید النساء میں ادا کر دیا گیا حسب تصریح
وصیت نامہ مانا جائے گا۔

(۶) کیا کریم النساء دختر کفایت اللہ قرار پائے گی یا حسب بیان نجم النساء وغیرہ ربیبہ۔

(۷) کیا نجم النساء کی درخواست مذکورہ قابل سماعت ہے ثالثی میں اس کی نسبت کوئی تنقیح قائم
کی جائے؟

(۸) کیا نابالغوں پر ولایت ذات و مال حسب بیان وصیت نامہ رہے گی یا کس طرح؟

(۹) کیا اللہ جلائی کا دعوی نسبت ششم حصہ شرعی صحیح ہے یا ماہوار کے سوا اس کا
استحقاق نہیں؟

(۱۰) زیور طلائی ونقرئی مندرجہ نمبر ۱۳ فہرست اقرار نامہ جسے لکھا ہے کہ بنگال بینک کانپور میں
مورث نے امانت رکھا ہے، مگر بموجب مشہور حالت کے وہ زیور متروکہ حمید النساء ہے کس کا
قرار پائے گا اور تقسیم مال میں شامل ہوگا یا بحق نابالغان اولاد حمید النساء محفوظ رہے گا۔

Marfat.com

(۱۱) زر مجتمع شملہ بینک مذکور نمبر ۴۴ فہرست اقرار نامہ کی نسبت بینک مذکور کے بھیجے حساب سے معلوم ہوا ہے کہ ۱۱ دسمبر ۱۹۰۲ء کو فوت حاجی کفایت اللہ سے دو روز پہلے اس میں سے بارہ ہزار پانسو بارہ روپے حافظ عبدالحق کی معرفت آئے ۔ حافظ عبدالحق نے رُوبروئے ثالثان لانا اُس روپے کا مانا اور کہا میں نے اپنے باپ کو لاکر دے دیا مگر اس روپے کا ذکر نہ وصیت نامہ میں ہے نہ کوئی وارث اسے قبول کرتا ہے نہ موصی کا کسی کو دینا ظاہر ہوتا ہے اور نہ اس وقت کی حالت موصی کی اس قدر زرکثیر و تصرف کرنے کے معلوم ہوتی ہے یہ رقم کس حساب میں درج ہوگی ۔ بینوا توجروا
کاغذات نقول وصیت نامہ وعرضی دعویٰ و بیان تحریری نجم النساء و اقرار نامہ و درخواست نجم النساء بغرض ملاحظہ حاضر ہیں ۔

مسئلہ ۱۳۹ (ب) ۳ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مقدمہ مذکورۂ ترکہ حاجی کفایت اللہ میں چند جلسے ثالثان کے قائم ہوئے لیکن بجائے اس کے کوئی امر متنازعہ کا تصفیہ عمل میں آئے تنازعوں کی بحثوں نے روز بروز ترقی پکڑ لی جس کے دیکھنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مقدمہ پنچایت سے طے نہ ہوگا اور عدالت کے جھگڑوں میں یہ سب جائداد برباد اور تلف ہوجائے گی اور فریقین تباہ ہوں خاص کر نابالغین بے زبان اور بے قصور باوجود بروئے ترکہ صاحب جائداد ہونے کے خرچہ معینہ ان کا نہیں ملتا خرچہ کی وجہ سے سخت تکلیفیں اٹھا رہے ہیں نہ کوئی تعلیم کا ان کی انتظام ہے اگر اب بھی کوئی انتظام ان کی جائداد کے تحفظ کا نہ ہوا اور یہ جھگڑے طے نہ ہوئے تو یہ مظلوم خالی ہاتھ رہ جائیں گے ۔ ان وجوہات پر غور کرکے بعض فریق مقدمہ نے سبقت کی اس امر میں کہ فیما بین کہ مصالحت سے بعض سے چھٹا کر یا بعض کو دلا کر امور متنازعہ کا قلع قمع کرکے آئندہ جھگڑوں کا باب مسدود کرنے کا قصد کیا ، چونکہ بالغین مختار ہیں اپنے اپنے حقوق چھوڑنے کے اور کمی وبیشی لینی دینے کی چونکہ ایسی صورت میں کمی بیشی آنے سے جس کی بعض حصص میں کمی واقع ہوتی رہی اس کا اثر نابالغوں پر ہی پڑتا رہا جس کا اثر ہر شریک مقدمہ کے حق میں موجب وبال ہے ، اور عنداللہ ماخوذی ہے ، لیکن انجام کار کی مصلحتوں پر غور کرنے سے ظاہر حال دلالت کرتا ہے کہ اگر مجوزین بلالحاظ اپنے منافع ذاتی اور اغراض نفسانی کے محض بغرض دفع فساد و رفع نزاع باہمی مسلمانوں کے اور نیز بے جا ضائع ہونے مسلمانوں کے مال کے بالخصوص تحفظ جائداد نابالغان کے تصفیہ باہمی میں کوشش کریں اور آئندہ جھگڑے پیدا ہونے والوں کو بچانے کی غرض سے جو جو نقصان بظاہر حال نابالغوں کے حصہ جائداد میں واقع ہوتے ہیں حسب ذیل ہیں ،

Marfat.com

(۱) یہ کہ جائداد پیلی بھیت کے دکانات و مکانات جو از روئے قیمت کے باعتبار زمانہ زیادہ اور آمدنی کم ہے لیکن مدعیہ کو اپنی سکونت پیلی بھیت کی وجہ سے نافع ہے اور اُس کی خواہش کے موافق دی گئی۔

(۲) مہر مسماۃ نجم النسار زوجہ مورث کا باوجود اقرارنامہ اور وصیت نامہ میں درج نہ ہونے کے دلایا گیا۔

(۳) خرچہ نالشات ہر دو فریق کا از روئے بیان حلفی ہر فریق کہ جس قدر بیان کریں جملہ جائداد سے اول منہا ہو مابقی جائداد از روئے حصص شرعی تقسیم کی جائیگی اور تقرر قیمت اور حصص اُس قاعدہ سے قرار پایا ہے جیسا کہ اس سے کچھ زمانہ قبل سب شرکار کے آپس کی رضامندی سے ایک فہرست تیار کی تھی اور اس وقت بسبب نہ طے پانے بعض نزاع کے ملتوی ہوگیا تھا نفاذ اس کا۔

(۴) جو جائداد از قسم دھات و دکان و مکان بنام محض ورثار مسمیان احسان الحق و کریم النسار بالغان و فضل حق نابالغ مورث نے اپنی حالت صحت میں نامزد کر دیا تھا اور ان کی تحریرات بھی باضابطہ اُن کے ناموں سے ہو چکی تھی مگر وصیت نامہ اور نیز اقرارنامہ ثالثی میں انکے مالکوں نے اور فضل حق نابالغ کی طرف سے بولایت شیخ عبدالعزیز کے جن کی ولایت بعض ورثار کی جانب سے قرار دی گئی ہے بشمول جملہ جائداد کی جملہ ورثار پر تقسیم کر دینا قبول و منظور کیا ہے۔

(۵) زر مجتمع شملہ بینک جو نمبری ۴۴ اقرارنامہ کے تحت میں بلا تعداد لکھے بھی اور حساب بینک مذکور کے آنے سے تعدادی بارہ ہزار پانسو بارہ روپیہ حافظ عبدالحق کا لانا دو روز قبل وفات مورث کے معلوم ہوا لیکن حافظ عبدالحق اُس مجرا دینے سے انکار کرتے ہیں اس بنار پر کہ بوقت دستخط کرنے اقرارنامہ ثالثی کے اس میں سے بعض وارث احسان الحق وغیرہ کو کوئی جز دلانے کے بعد مابقی کا مطالبہ نہ کرنا بعض ورثائے بوعدہ زبانی یا کسی خاص تحریری رقعہ کے ذریعہ سے قبول و منظور کر لیا ہے آیا اس رقعہ کا بار حق نابالغان بھی پڑے بخیال مصلحت مرقومہ بالا کے تو کیا حکم رکھتا ہے۔

(۶) بمد ۳۱ اقرارنامہ کے زیور طلائی و نقرئی بنگال بینک میں امانت رکھانا لکھا ہے اور بموجب بیانات مشہورہ کے نابالغان کی والدہ متوفی حمیدن کا زیور واسطے نابالغوں کے بینک میں رکھایا تھا اس کی

Marfat.com

تقسیم بھی لشمول جملہ ترکہ ہوگی یا حق نابالغان امانت رہے گا۔

(۷) علاوہ مدّات مرقومہ صدر کے اور کسی قسم کا بھی نزاع کا تصفیہ بغرض دفع نزاع کیا جائے جس میں نابالغان کا کسی قسم کا نقصان متصور ہوا ور نیز ہر شش دفعات مذکورہ بالا کے بموجب کرنا بغرض دفع نزاع اور تحفّظ اموال کے قاعدہ شرعیہ کے خلاف ہوگا یا موافق اور نیز اس میں سعی کرنے والے ماجور ہوں گے یا گنہگار؟ بیان فرمایئے ثواب پایئے۔

الجواب

نابالغوں خصوصًا یتیموں کا مال آگ ہے انھیں نقصان دینے والا سخت کبیرۂ شدید کا مرتکب ہے اُن کا مال یا اُن کے مال میں سے ایک ذرہ دیدہ و دانستہ خود غصب کرنے والا اگرچہ کسی فیصلہ کے زور سے ہو یا دوسرے کو دے دینے یا دلا دینے والا یا اُن کی ادنیٰ حق تلفی پر راضی ہونے والا سب شدید عذابِ جہنم کے مستحق ہیں۔ حق سبحانہٗ و تعالیٰ قرآن عظیم میں فرماتا ہے؛

ان الذین یاکلون اموال الیتٰمی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا و سیصلون سعیرا [۱]

بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھائیں وہ اپنے پیٹ میں نری آگ بھرتے ہیں اور عنقریب بھڑکتے دوزخ میں غرق ہوں گے۔

کاغذاتِ مقدمہ ملاحظہ ہوئے امورِ ذیل معلوم رہیں؛

۱ اوّلًا جو جائدادیں احسان الحق و کریم النساء کے نام صحت مورث میں ہو چکی تھیں وہ اب ضرور اُن کی نہ رہیں بلکہ ترکۂ حاجی کفایت اللہ ہیں کہ وصیت نامہ میں ان کا نام فرضی ہونا لکھا اور انھوں نے تسلیم کیا اور اقرار نامہ میں صراحۃً اُن کا ترکۂ حاجی کفایت اللہ ہونا مان لیا۔ فضل حق اگر بالغ ہوتا اور اسی طرح قبول کرتا اس کا بھی یہی حال ہوتا مگر وہ نابالغ ہے اور کوئی ولی کوئی وصی کوئی حاکم نابالغ کے مال میں اس کا نام فرضی ہونا مان لینے کا اختیار نہیں رکھتا وصیت نامہ میں حاجی کفایت اللہ کا لکھوانا اصلًا قابلِ التفات نہیں، کیا کوئی شخص کوئی جائداد ہبہ یا بیع کر کے مدعی ہو کہ یہ انتقال فرضی تھا تو صرف اس کے کہنے سے مان لیا جائے گا ہرگز نہیں۔ اور یہ شبہہ کہ روپیہ حاجی کفایت اللہ کا تھا اس نے خرید کر اپنے پسر نابالغ کے نام جائداد کی جب تک چاہا دی اب نہیں دیتا محض مہمل و بے معنی ہے اگر اس کا ثبوت مان بھی لیا کہ روپیہ درحقیقت حاجی متوفی کا تھا نابالغ کو اس کی ماں یا اور کسی سے

---

[۱] القرآن الکریم ۴/۱۰

Marfat.com

پہنچا تھا تو اس سے جائداد مذکور بھی متوفی کا ہونا کیونکر لازم آیا۔ فتاوٰی خیریہ میں ہے:

لا یلزم من الشراء من مال الاب ان یکون المبیع للاب[1]

باپ کے مال سے خریداری سے لازم نہیں آتا کہ مبیع باپ کے لئے ہو۔ (ت)

باپ جو چیز اپنے نابالغ بچّے کے نام خریدے وہ اس کے لئے ہبہ ہوتی ہے اور باپ ہی کے قبضہ سے نابالغ کی ملک ہوجاتی ہے۔

ردالمحتار جلد ۴ ص ۴۷۷:

الاب اشتری لہا فی صغرہا او بعد ماکبرت وسلم الیہا وذٰلک فی صحۃ فلا سبیل للورثۃ علیہ ویکون للبنت خاصۃ[2] اھ منح۔

باپ نے اپنی بچّی کے لئے اس کی صغرسنی میں یا اس کے بالغ ہونے کے بعد کچھ خریدا اور اس کے سپرد کردیا اور یہ کام اس نے اپنی صحت کے زمانے میں کیا تو دیگر وارثوں کا اس پر کوئی حق نہیں وہ بیٹی کے لئے خاص ہوگا اھ منح (ت)

عقود الدریہ ج ۲ ص ۲۸۰ و ۲۸۱:

ذکر فی الذخیرۃ والتجنیس، امرأۃ اشترت ضیعۃ لولدھا الصغیر من مالہا وقع الشراء للام لانہا لاتملک الشراء للولد وتکون الضیعۃ للولد لان الام تصیر واھبۃ والام تملک ذٰلک ویقع قبضا عنہ، احکام الصغار من البیوع[3]

ذخیرہ اور تجنیس میں مذکور ہے کسی عورت نے نابالغ بیٹے کے لئے اپنے مال سے جائداد خریدی تو وہ خریداری ماں کے لئے واقع ہوگی کیونکہ وہ اولاد کے لئے خریداری کی مالک نہیں اور جائداد بیٹے کے لئے ہوگی کیونکہ ماں ہبہ کرنے والی ہوگئی اور وہ اس کی مالک ہے اور جائداد پر قبضہ بیٹے کی طرف سے واقع ہوگا، احکام الصغار من البیوع۔ (ت)

تو موضع ومکان جو متوفی نے فضل حق نابالغ کے نام خریدا اگرچہ روپیہ متوفی ہی کا تھا فضل حق کی

---

[1] الفتاوی الخیریۃ کتاب البیوع دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۱۹
[2] ردالمحتار کتاب العاریۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۵۰۶
[3] العقود الدریۃ کتاب الوصایا باب الوصی ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۳۳۷

Marfat.com

ملک ہوگیا اب اس کا نام فرضی بتانا اس ہبہ سے رجوع کرنا ہے اور اولاد کو ہبہ کر کے رجوع باطل محض و ناممسوع۔ درمختار جلد ۴ ص ۷۹۱ :

لو وهب لذی رحم محرم منه نسبا ولو ذمیا او مستامنا لا یرجع۔[1]

اگر کسی نے اپنے نسبی ذی رحم کو ہبہ کیا اگرچہ وہ ذمی یا مستامن ہو تو اب رجوع نہیں کرسکتا۔ (ت)

درمختار جلد ۴ ص ۷۹۲ :

لو کانا ای العبد و مولاہ ذا رحم محرم من الواهب فلا رجوع اتفاقا۔[2]

اگر وہ دونوں یعنی غلام اور اس کا مالک واہب کے ذی رحم محرم ہوں تو بالاتفاق رجوع نہیں ہوسکتا۔ (ت)

پس فرض ہے کہ جو موضع و مکان فضل حق کے نام تھے وہ خاص اس کے سمجھے جائیں اور اس تقسیم سے جدا رہیں اور وہ باقی تمام متروکہ کفایت اللہ میں برابر کا حصہ دیا جائے۔

ثانیاً نجم النساء اقرار نامہ میں صراحۃً مان چکی ہے کہ اُن تین رقوم مصرحہ اقرار نامہ کے سوا اور کوئی دادنی ذمہ حاجی کفایت اللہ نہیں تو اُس کا دعوی مہر ساقط ہوگیا بالغین اختیار رکھتے ہیں کہ باوصف سقوط دعوی بھی اُس کا بار اپنے سر لیں مگر کسی نابالغ پر اس کا بار ڈالنا اپنے سر عذاب الٰہی کا وبال لینا ہے۔

ثالثاً اس سوال میں سائل نے مہر حمید النساء والدۂ نابالغان کا ذکر نہ کیا۔ سوال اول میں اس کا تذکرہ تھا اور ملاحظہ وصیت نامہ سے ظاہر ہوا کہ حاجی کفایت اللہ نے اس کا مہر مائۃ؎ کا ظاہر کیا اور یہ کہ وہ ان کی حیات میں ادا کر دیا گیا۔ مگر کبھی مدیون کا قول خفت مقدار دین یا اُس کے ادا کر دینے کے بارے میں مقبول نہیں ہوسکتا اگر گواہان عادل شرعی سے حمید النساء کا مہر ادا ہوجانا ثابت ہے فبہا ورنہ لازم کہ مہر مثل تک حمید النساء کا مہر قائم اور اس میں سے چہارم حصۂ شوہر اور ایک حصۂ کریم النساء بالغہ (جبکہ وصیت نامہ کو تسلیم کرچکی ہو) ساقط کر کے باقی اولاد نابالغان حمید النساء کے حصے ان نابالغوں کو دے جائیں۔

---

[1] الدر المختار کتاب الہبہ باب الرجوع فی الہبہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۶۳

[2] " " " " " " " " "

Marfat.com

سابعًا زرِ شملہ بنک کی نسبت اگر گواہان عادل شرعی سے ثابت ہو کہ یہ روپیہ بنک سے لانے کیلئے حاجی کفایت اللہ نے حافظ عبدالحق کو مامور کیا تھا جب تو حافظ عبدالحق کا بیان کہ میں نے اپنے والد کو لا کر دے دیا حلف کے ساتھ قبول کر لیا جائے گا کہ اب وہ وکیل ہوا اور وکیل امین ہے اور امین کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہے ورنہ اُس میں سے بھی حصہ نابالغان ہرگز نہیں چھوٹ سکتا بعد اس تحریر کے دوسرے جلسے میں حافظ عبدالحق نے اقرار کیا کہ وہ روپیہ شملہ بنک سے لایا اپنے نام سے بنک میں جمع کر دیا تو وہ اُس روپے کا متغلب ہوا بقیہ ورثہ کا حصہ اس کے ذمے عائد ہے بالغوں کو چھوڑ دینے کا اختیار ہے، یتیموں کا حق کوئی نہیں چھوڑ سکتا، اس کا بیان کہ ساڑھے تین ہزار والد نے اُس کا قرضہ ادا کرنے کو اُسے دے ہرگز مقبول نہیں بلکہ بالفرض اگر گواہان شرعی سے ثابت بھی ہو جائے کہ حاجی کفایت اللہ نے اپنے مرض مذکور میں اتنے ہزار حافظ عبدالحق کو دے دے کہ اپنا قرضہ ادا کر لو جب بھی نابالغوں کا حصہ اور نیز ان بالغوں کا جو اس دینے کو جائز نہ رکھیں دینا آئے گا کہ ہبہ مرض میں وصیت ہے اور وارث کے لئے وصیت بے اجازتِ ورثہ نافذ نہیں ہو سکتی وارث موصی لہ جو کچھ قبل موت موصی تصرف میں لا چکا ہے بعد موت موصی جو ورثہ اجازت نہ دیں اُن کا حصہ واپس دینا پڑتا ہے، درمختار جلد پنجم ص ۶۶۷:

اعتاقه ومحاباته وهبته ووقفه وضمانه كل ذلك حكمه كحكم وصية[1]

مرض الموت کے مریض کا آزاد کرنا، کم قیمت پر بیچنا، ہبہ کرنا، وقف اور ضمان سب کا حکم وصیت کے حکم کی مثل ہے۔ (ت)

ایضاً ص ۶۴۴:

لالوارثه الا باجازة ورثته لقوله عليه الصلوٰة والسلام لاوصية لوارث الا ان يجيزها الورثة[2]

وارث کے لئے وصیت نہیں سوائے دیگر وارثوں کی اجازت کے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ وارث کیلئے وصیت نہیں مگر یہ کہ دیگر ورثاء اس کی اجازت دے دیں۔ (ت)

عالمگیری جلد چہارم ص ۱۴۱:

مريض وهب غلاما لامرأته فقبضته

مریض نے اپنی بیوی کو غلام ہبہ کر دیا بیوی نے اس پر

---

[1] الدرالمختار کتاب الوصایا باب العتق فی المرض مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۲۷

[2] الدرالمختار کتاب الوصایا " " " ۲/۳۱۹

Marfat.com

واعتقه ثم مات المریض فالعتق نافذ وتتضمن القیمة کذا فی خزانة المفتین[1]

قبضہ کیا اور آزاد کردیا۔ پھر مریض مرگیا تو عتق نافذ ہوگا اور بیوی اس کی قیمت کی ضامن ہوگی۔ یوں ہی خزانۃ المفتین میں ہے۔ (ت)

درمختار جلد ۴ ص ۱۲۷:

اقر فی مرض موته لوارثه یؤمر فی الحال بتسلیمه الی الوارث فاذا مات یرده، بزازیة، وفی القنیة تصرفات المریض نافذة وانما تنقض بعد الموت[2]

مریض نے اپنی مرض الموت میں کسی وارث کے لئے کچھ اقرار کیا تو اُسی وقت وہ شئ وارث کے سپرد کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ پھر جب مریض مرگیا تو وارث وہ شئ واپس لوٹائے گا (بزازیہ) اور قنیہ میں ہے کہ مریض کے تصرفات نافذ ہوتے ہیں البتہ اس کے مرنے کے بعد ٹوٹ جاتے ہیں۔ (ت)

کفن دفن بقدر مسنون میں جو روپیہ صرف کیا وہ ضرور مجرا ہوگا باقی فاتحہ درود خیرات سوم وغیرہ کے مصارف صرف اس صرف کرنے والے پر پڑیں گے اجازت نہ دینے والے ورثہ پر نہ آئیں گے خصوصاً یتیم بچے کہ اُن کے حصے مطلقاً محفوظ ہیں نہ اُن کی طرف سے کوئی اجازت دے سکتا ہے۔ طحطاوی حاشیہ درمختار جلد چہارم:

التجهیز لایدخل فیه السبح والصمدیة والجمع والموائد لان ذٰلك لیس من الامور اللازمة فالفاعل لذٰلك ان کان من الورثة یحسب علیه من نصیبه ویکون متبرعا وکذا لوکان اجنبیا[3]

تجہیز میں فاتحہ، درود وخیرات، لوگوں کو جمع کرنا اور کھانے کا اہتمام وغیرہ داخل نہیں ہیں کیونکہ یہ ضروری امور میں سے نہیں ہیں لہذا یہ امور بجالانے والا اگر وارثوں میں سے ہے تو اس کے حصہ سے مجرا ہوگا اور اس میں احسان کرنیوالا ہوگا۔ ایسا ہی حکم اجنبی کا بھی ہے (ت)

تو صرف بقیہ چھ ہزار سے حصہ نابالغان دینا کافی نہیں بلکہ کفن دفن بقدر سنت میں جو دس بیس روپے صرف ہوں مجرا کرکے باقی پورے بارہ ہزار پانسو بارہ ہیں کامل حصص نابالغان دیا جانا لازم ہے

---

[1] الفتاوی الهندیة کتاب الهبة الباب العاشر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۴۰۲
[2] الدر المختار کتاب الاقرار باب اقرار المریض مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۳۷
[3] حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الفرائض المکتبة العربیة کوئٹہ ۴/۳۶۷

Marfat.com

شیخ حبیب اللہ کا مطالبہ جانے اور حافظ عبدالحق، وعدہ کرنے اور خط لکھنے والے جانیں اور حافظ عبدالحق، یتیموں پر ان باتوں کا کچھ اثر نہیں پڑ سکتا۔ احسان الحق کو اگر ہزار پہنچے ہیں وہ اس کے حصے میں مجرا ہوں گے، شیخ حبیب اللہ کا مطالبہ ترکہ پر نہیں۔

خامسًا زیور امانت بنگال بنک کا معاملہ شہادت عادلہ پر ہے اگر ثابت ہو کہ وہ ملک حمید النسار تھا تو اس میں نابالغوں کے حصّے بحق نابالغان محفوظ رکھے جائیں گے اور اگر ملک حاجی کفایت اللہ ثابت ہو تو سب ورثہ پر تقسیم ہوگا۔

سادسًا خرچہ نالشات بقدر ضروری ومعمولی جو کچھ نابالغوں کی طرف سے اُن کے کسی ولی یا وصی شرعی نے بلا اسراف اٹھایا ہے وہ ضرور نابالغوں پر پڑے گا اس سے زائد ایک پیسہ ان پر ڈالنا حرام ہے نابالغین مختار ہیں کہ آپس میں اپنے حقوق کا جس طرح چاہیں فیصلہ کرلیں۔

سابعًا تشخیص قیمت جائداد وتعیین حصص وغیرہ کسی امر میں کوئی نقصان نابالغوں کی طرف رکھنا محض حرام قطعی ہے اور اللہ واحد قہار اُن کی طرف سے حساب لینے والا ہے اصل احکام شرعیہ یہ ہیں بااینہمہ اگر ولی نابالغان اور ان کے حقیقی خیر خواہ اہل ایمان یقینی قطعی طور پر بلا شک وشبہہ وبلا مکر وحیلہ جانیں کہ یہ تصفیہ ہی نابالغوں کے حق میں خیر ہے اور اس میں جو نقصان اُن بیکس مظلوموں کو پہنچتا ہے وہ اس نقصان عظیم سے ہلکا ہے جو بحال عدم تصفیہ یقینًا انھیں پہنچنے والا ہے تو شریعت مطہرہ کا قاعدہ ہے کہ:

من ابتلی ببلیتین اختار اھونھما[1] جو شخص دو بلاؤں میں مبتلا ہو ان میں سے ہلکی کو اختیار کرے۔

ایسی صورت محض مجبوری وضرورت میں جو نابالغوں کی اصلاح چاہے گا اور وہ ایسا ہوگا جیسا آکلہ پیدا ہونے پر ہاتھ یا پاؤں کاٹ دینا کہ یہ معاملہ بالغ ونابالغ سب کے ساتھ روا ہے کہ فساد عظیم کا فساد قلیل سے دفع ہے۔

واللہ یعلم المفسد من المصلح[2] اللہ خوب جانتا ہے کہ کون مفسد ہے اور کون اصلاح چاہتا ہے۔

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الخامسۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۲۳

[2] القرآن الکریم ۲/۲۲۰

Marfat.com

ادب الاوصیاء جلد ۲ ص ۲۰۸ :

ذکر فی الخانیۃ والخلاصۃ والعمادیۃ والحافظیۃ انہ لایجوز ان یصالح الوصی باقل من الحق ان کان الخصم مقرا بہ ومقضیا علیہ او للوصی بینۃ عادلۃ علیہ والاجاز لانہ فی الاول متلف لبعض الحق فلا یجوز وفی الثانی محصل للبعض بقدر الامکان وفیہ من النظر مالایخفی فیجوز[1]

خانیہ، خلاصہ، عمادیہ اور حافظیہ میں مذکور ہے وصی کے لئے جائز نہیں کہ وہ حق سے کمتر پر صلح کرے جبکہ خصم اقراری ہو اور اس پر فیصلہ ہوچکا ہو یا موصی کے پاس عادل گواہ موجود ہوں ورنہ جائز ہے کیونکہ پہلی صورت میں وصی بعض حق کو برباد کرنے والا ہے لہذا جائز نہیں، اور دوسری صورت میں وہ مقدور بھر بعض کو حاصل کرنیوالا ہے اور اس میں نگرانی موجود ہے، جیسا کہ پوشیدہ نہیں، لہذا جائز ہے۔ (ت)

اسی میں ہے ص ۲۰۹ :

فیہ تحصیل بعض الحق للیتیم فی حال توی کلہ فلا شك فی خیریتہ[2]

اس یتیم کے بعض حق کو حاصل کرنا ہے جبکہ تمام ہلاک ہورہا ہے تو اس کے خیر ہونے میں کوئی شک نہیں (ت)

اسی میں ہے ص ۲۸۷ :

ذکر فی النوازل والخانیۃ سلطان نزل دار الوصی فقیل لہ ان لم تعط السلطان شیئا استولی علی الدار والعقار فاعطی لہ شیئا من العقار قال ابو القاسم یجوز مصانعتہ[3]

نوازل اور خانیہ میں مذکور ہے کوئی بادشاہ وصی کے گھر میں وارد ہوا اور وصی کو کہا گیا کہ اگر تُو نے بادشاہ کو کچھ نہ دیا تو وہ مکان اور جائداد پر قبضہ کرلے گا چنانچہ وصی نے اس کو کچھ جائداد دی۔ ابو القاسم نے فرمایا وصی کا یوں نرمی کرنا جائز ہے۔ (ت)

احکام الصغار جلد دوم ص ۷۳ و ۷۴ :

---

[1] آداب الاوصیاء علی ہامش جامع الفصولین فصل فی الصلح اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۰۸
[2] " " " " " " " " ۲/ ۲۰۹
[3] " " " " فصل فی الضمان " " ۲/ ۲۸۷

هو قول ابن سلمة وهو استحسان وعن الفقيه ابي الليث عن ابي يوسف رحمه الله انه كان يجيز للاوصياء المصانعة في اموال اليتامى واختيار ابن سلمة موافق لقول ابي يوسف و به يفتى واليه اشار في كتاب الله تعالى (اما السفينة فكانت لمسٰكين يعملون في البحر فاردت ان اعيبها) اجاز العيب في مال اليتيم مخافة اخذ المتغلب ذكره قاضي خان في وصايا فتاويه، و فيها ايضا وصي انفق على باب القاضي من مال اليتيم فاعطى على وجه الاجارة لا يضمن، قال محمد بن الفضل رحمه الله لا يضمن مقدار اجر المثل والغبن اليسير وما اعطى على الرشوة كان ضامنا وفيها رجل مات واوصى الى امرأته وترك ورثة صغارا فنزل سلطان جائر دارهم فقيل لها ان لم تعطه شيئا استولى على الدار والعقار فاعطته شيئا من العقار قالوا

وہ ہی قول ابن سلمہ کا ہے اور وہ استحسان ہے۔ فقیہ ابو اللیث سے بحوالہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ منقول ہے کہ وہ یتیموں کے مال میں نرمی اختیار کرنے کی وصیوں کو اجازت دیتے تھے۔ ابن سلمہ کا مختار امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے قول سے موافقت رکھتا ہے اور اسی کے ساتھ فتویٰ دیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اسی کی طرف اشارہ ہے "وہ جو کشتی تھی وہ کچھ محتاجوں کی تھی کہ دریا میں کام کرتے تھے تو میں نے چاہا کہ اس کو عیب دار کر دوں" اس میں کسی جابر کے قبضہ کے ڈر سے یتیم کے مال کو عیب دار کرنے کی اجازت ہے۔ اس کو قاضی خان نے اپنے فتاویٰ کی کتاب الوصایا میں ذکر کیا ہے۔ اسی میں یہ بھی ہے کہ وصی نے قاضی کی کچہری میں یتیم کا مال خرچ کیا۔ اگر بطور اجارہ دیا ہے تو ضامن نہیں ہوگا۔ محمد بن فضل علیہ الرحمہ نے کہا کہ مثلی اجرت اور غبن یسیر کی حد تک ضامن نہیں ہوگا۔ لیکن اگر اس نے یتیم کا مال بطور رشوت دیا ہے تو ضامن ہوگا۔ اسی میں ہے کہ ایک مرد فوت ہوا اور اس نے اپنی بیوی کو وصی مقرر کیا اور چھوٹے ورثاء بھی چھوڑے، پھر کوئی جابر بادشاہ ان کے گھر میں اترا اور اس عورت کو کہا گیا کہ اگر تو نے بادشاہ کو کچھ نہ دیا تو وہ پورے گھر اور جائداد پر جبراً قبضہ کر لے گا۔ چنانچہ عورت نے جائیداد میں سے کچھ بادشاہ کو دے دیا تو مشائخ نے

Marfat.com

یجوز مصانعتها[1] | کہا کہ اس کی یہ نرمی جائز ہے۔ (ت)

یہ اُسی حالت میں ہے جبکہ نہ ماننے میں اس سے عظیم تر نقصان پہنچنے کا یقین ہو فقط موہوم ضرر کے لئے موجود ضرر مان لینا حلال نہیں۔ پھر بھی فرض قطعی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو عرق ریزی کی جائے کہ یہ ظلم اُن بیکسوں پر سے دفع ہو یا جتنا کم ہوسکے کم ہو۔ پھر بھی یہ جواز صرف ادھر سے رہے گا وہ ظالمین جو اس طرح دبا کر یتیموں کا حق لیں گے اُن کے لئے وہ خالص آتش جہنم ہے وہ سخت عذاب الٰہی کے لئے مستعد رہیں۔ والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

جواب سوال ششم: کریم النساء کا جبکہ کسی اور شخص کی دختر ہونا معروف ومشہور وثابت نہیں اور وہ اپنے آپ کو دختر حاجی کفایت اللہ کہتی ہے اور اس کی عمر اس کی قابلیت رکھتی ہے تو ایسی حالت میں قطع نظر تمام تحریرات وخطوط کفایت اللہ کے صرف یہ وصیت نامہ جسے یہ لوگ جو کریم النساء کے نسب پر معترض ہیں تسلیم کررہے ہیں دلیل کافی وحجت وافی تھا جس کے بعد معترضین کا اعتراض ہرگز مسموع نہ ہوتا اور وہ ضرور دختر حاجی کفایت اللہ قرار پاتی کہ وصیت نامہ میں جابجا اولادٔ اپنی اولادٔ ہماری اولاد لکھ کر انھیں کے نام کی فہرست میں کریم النساء کو بھی مثل دیگر دختران داخل کیا اور سب کو حصہ شرعی بلاکم وبیش پہنچنا لکھا۔ درمختار میں ہے:

وان اقر لغلام مجھول النسب فی مولدہ فی بلد ھو فیھا وھما فی السن بحیث یولد مثلہ لمثلہ انہ ابنہ وصدقہ الغلام لو ممیزا والا لم یحتج لتصدیقہ کما مر حینئذ ثبت نسبہ ولو المقر مریضا واذا ثبت شارک الغلام الورثۃ[2]	اگر کسی نابالغ لڑکے کے بارے میں جس کا نسب معلوم نہیں اس کے وطن میں یا اُس شہر میں جس میں وہ وارد ہے یہ اقرار کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے درانحالیکہ دونوں کی عمر ایسی ہے کہ اس جیسا اس کا بیٹا ہوسکتا ہے اور لڑکے نے اس کی تصدیق کردی جبکہ لڑکا باتمیز ہو ورنہ اس کی تصدیق کی ضرورت نہیں جیسا کہ گزر چکا ہے، چنانچہ صورت مذکورہ میں اس کا نسب ثابت ہوجائے گا اگرچہ اقرار کرنے والا مریض ہو جب نسب ثابت ہوگیا تو وہ لڑکا باقی وارثوں کا شریک ہوگا۔ (ت)

---

[1] جامع احکام الصغار علی ہامش جامع الفصولین فی مسائل الوصایا اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۳-۲۴۲
[2] الدرالمختار کتاب الاقرار باب اقرار المریض مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۳۷

Marfat.com

نہ کہ خود سب معترضین وغیر معترضین اقرار نامہ میں بالاتفاق اُسے بنت حاجی کفایت لکھ چکے تو اب اس کے دختر کفایت اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں وہ مثل دیگر دختران نہ بذریعہ وصیت بلکہ بوجہ وراثت حصہ پائے گی۔

جواب سوال ہشتم: وصیت نامہ جہاں تک نابالغوں یا اُن وارثوں کے حقوق پر جو اُسے جائز نہیں رکھتے اثر رساں ہے مردود و باطل ہے جو بالغ وارث اسے مان رہے ہیں صرف ان کے باہمی حقوق پر اس کا اثر مقبول ہو سکتا ہے۔ درمختار میں ہے:

لم تجز اجازۃ صغیر ومجنون ولو اجاز البعض ورد البعض جاز علی المجیز بقدر حصتہ[1]

نابالغ اور مجنون کی اجازت جائز نہیں۔ اگر بعض وارثوں نے اجازت دی اور بعض نے انکار کیا تو اجازت دینے والے پر اس کے حصہ کی مقدار میں جائز ہے۔ (ت)

وصیت نامہ میں ماں کو حصہ مادری اصلاً نہ دیا اور وہ اس پر راضی نہیں نابالغ کا موضع ومکان اسم فرضی ٹھہرا کر تقسیم میں شامل کر لیا اور یوں اسی کے مال سے اس کا حصہ پورا کیا اور یہ محض ظلم ہے نابالغوں کے مال کا مہر ایک خفیف مقدار بتا کر وہ بھی ادا ہو جانا لکھا یہ ہرگز بے بیّنہ عادلہ مقبول نہیں لہذا تقسیم وصیت نامہ واجب الرد ہے بلکہ فضل حق کا موضع ومکان خالصاً اُسی کو دے۔ حمید النساء کا مہر ادا ہو جانا گواہان عادل شرعی سے ثابت نہ ہو تو مہر مثل تک ادا کرے پھر جو کچھ متروکہ حاجی کفایت اللہ منقول وغیر منقول ہے سب سے اس کی ماں کو چھٹا اور نجم النساء کو آٹھواں دیگر باقی سب بیٹوں اور مع کریم النساء سب دختروں پر للذکر مثل حظ الانثیین[2] (مذکر کا حصہ دو مؤنثوں کے حصے کے برابر ہے۔ ت) از سر نو تقسیم کریں نابالغوں کے حصے بلا تقسیم یکجا رہیں بالغوں کے حصے کا انھیں اختیار رہے جس طرح چاہیں باہم تصفیہ کر لیں۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۰: از پٹنہ محلہ لودی کٹرہ مرسلہ جناب قاضی عبد الوحید صاحب ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مرض الموت میں جو چیز ہبہ کی جائے اس پر احکام ہبہ کے ہوں گے یا وصیت کے؟

---

[1] الدر المختار کتاب الوصایا مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۱۹

[2] القرآن الکریم ۴/۱۱

Marfat.com

الجواب

ہبہ اگرچہ مرض الموت میں ہو حقیقۃً ہبہ ہے تمام شرائط ہبہ درکار ہوں گی بلا قبضہ تمام نہ ہوگا مشاع ناجائز ہوگا واہب اگر قبل قبضہ کاملہ موہوب لہ انتقال کرجائے ہبہ باطل ہوجائے گا غرض وہ بہمہ وجوہ ہبہ ہے اور اسی کے احکام رکھتا ہے مرض الموت میں ہونے کا صرف اتنا اثر ہے کہ وارث کے لئے مطلقاً اور اجنبی کے واسطے ثلث باقی بعد ادائے دیون سے زیادہ میں بے اجازت دیگر ورثہ نافذ نہ ہوگا اجازت وارث عاقل بالغ نافذ التصرف کی بعد وفات مورث درکار ہے اس کی حیات میں اجازت دینی نہ دینی بیکار ہے۔ پس اگر مورث مثلاً اپنے پسر کو اپنے مرض الموت میں کوئی شئی ہبہ کرے اور قبضہ بھی پورا کرا دے اور اس کے انتقال کے بعد دیگر ورثہ اسے نہ مانیں وہ یکسر باطل ہوجائے گا اور بعض مانیں اور بعض نہ مانیں تو اس نہ ماننے والے کے حصے کے لائق باطل قرار پائے گا۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

هبته و وقفه و ضمانه كوصية فيعتبر من الثلث[1]

مریض کا ہبہ، وقف اور ضمان اس کی وصیت کی مثل ہے، لہذا ایک تہائی میں سے معتبر ہوں گے۔ (ت)

ردالمحتار علی الدرالمختار میں ہے:

قوله وهبته اى اذا اتصل بها القبض قبل موته اما اذا مات و لم يقبض فتبطل الوصية لان هبة المريض هبة حقيقة وان كانت وصية حكما كما صرح به قاضيخان وغيره اھ طحطاوى عن المكى قوله حكمه كحكم وصية اى من حيث الاعتبار من الثلث لاحقيقة الوصية لان الوصية ايجاب بعد الموت وهذه

ماتن کا قول "اور اس کا ہبہ" اس سے مراد یہ ہے کہ واہب کی موت سے پہلے قبضہ اسکے ساتھ مقترن ہوجائے لیکن اگر وہ مرگیا اور اس پر قبضہ نہ ہوا تو وصیت باطل ہوجائے گی اس لئے کہ مریض کا ہبہ درحقیقت ہبہ ہی ہے اگرچہ باعتبار حکم کے وصیت ہے، جیسا کہ قاضیخاں وغیرہ نے اس کی تصریح فرمائی اھ طحطاوی میں بحوالہ مکی منقول ہے کہ ماتن کا قول "اس کا حکم وصیت کے حکم کی مثل ہے" یعنی

---

[1] الدرالمختار شرح تنویر الابصار کتاب الوصایا باب العتق فی المرض مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۲۷

Marfat.com

التصرفات منجزۃ فی الحال زیلعی[1] | ایک تہائی سے اعتبار کرنے کی حیثیت سے نہ کہ حقیقتِ وصیت کے اعتبار سے اس لئے کہ وصیت ایسے ایجاب کو کہتے ہیں جو موصی کی موت کے بعد ثابت ہوتا ہے جبکہ یہ تصرفات فی الحال نافذ ہیں، زیلعی۔ (ت)

درمختار میں ہے:

لالوارثہ الا باجازۃ ورثتہ وھم کبار عقلاء فلو تجز اجازۃ صغیر ومجنون ولو اجاز البعض ورد البعض جاز علی المجیز بقدر حصتہ[2] | وارث کے لئے وصیت نہیں سوائے اس کے کہ دیگر ورثاء اسکی اجازت دیں دراں حالیکہ وہ ورثاء عاقل وبالغ ہوں چنانچہ نابالغ اور مجنون کی اجازت جائز نہیں، اگر بعض نے اجازت دی اور بعض نے رد کر دیا تو اجازت دینے والے پر بقدر اس کے حصہ کے جائز ہوگی۔ (ت)

تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

انما یصح قبولھا بعد موتہ لان اوان ثبوت حکمھا بعد الموت فبطل قبولھا وردھا قبلہ[3] واللہ تعالٰی اعلم۔ | وصیت کو قبول کرنا موصی کی موت کے بعد ہی صحیح ہوتا ہے کیونکہ وصیت کے حکم کے ثبوت کا وقت موصی کی موت کے بعد ہے لہذا اس کی موت سے پہلے وصیت کو قبول کرنا اور رد کرنا باطل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع اس مسئلہ میں کہ اگر واہب مرض الموت میں اپنی جُز یا کل املاک کو کسی ایک وارث کی بلا رضا مندی دیگر ورثائے کے ہبہ کر دے تو یہ صحیح ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہ ہبہ حقیقۃً ہبہ اور حکماً وصیت ہے، اگر واہب نے اپنی حیات میں موہوب لہ کو قابض نہ کر دیا یا شیئ قابلِ تقسیم مشاع ومشترک تھی اور بلاتقسیم قبضہ کرا دیا اور مر گیا جب تو ہبہ محض باطل ہو گیا کہ اجازت ورثہ سے بھی نافذ نہیں ہو سکتا۔ درمختار موانع الرجوع میں ہے:

---

[1] ردالمحتار کتاب الوصایا باب العتق فی المرض داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۳۵

[2] الدرالمختار " " " مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۱۹

[3] الدرالمختار " " " " " " " " "

Marfat.com

الیم موت احد العاقدین بعد التسلیم فلوقبلہ بطل[1]

میم سے مراد یہ ہے کہ سپردگی کے بعد واہب اور موہوب لہ میں سے کسی ایک کا مرجانا، اگر سپردگی سے پہلے مرگیا تو عقدِ ہبہ باطل ہوگیا۔ (ت)

اور اگر حیاتِ واہب میں باذنِ واہب قبضہ کاملہ یا شئی غیر قابل تقسیم پر مشاعًا قبضہ ہولیا تو اب اس ہبہ کا نفاذ موت واہب کے بعد اجازت صحیحہ باقی ورثہ پر موقوف ہے صحت اجازت کے لئے اجازت دہندہ کا عاقل بالغ ہونا ضرور ہے اگر باقی وارث سب عاقل بالغ ہیں اور سب نے بعد موت مورث اس ہبہ کو جائز رکھا تمام و کمال نافذ ہوجائے گا اور اگر بعض نے اجازت دی اور بعض نے نہ مانا یا بعض اجازت دہندہ نابالغ یا مجنون تھے تو صرف اسی عاقل بالغ مجیز کے حصے کے قدر نفاذ پائیگا باقی نافذ نہ ہوگا اور یہ شیوع کہ بعض ورثہ کی عدم اجازت سے پیدا ہوا باقی میں نفاذ ہبہ کو منع نہ کرے گا کہ شیوع وہ مبطل ہبہ ہے جو ابتدا سے ہو نہ شیوع طاری کہ بعد کو لاحق ہو۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

قال (ای محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ) فی الاصل ولا تجوز ہبۃ المریض ولا صدقتہ الا مقبوضۃ فاذا قبضت جازت من الثلث واذا مات الواھب قبل التسلیم بطلت یجب ان یعلم بان ہبۃ المریض ہبۃ عقد اولیست بوصیۃ واعتبارھا من الثلث ما کانت لانہا وصیۃ معنی لان حق الورثۃ یتعلق بمال المریض و قد تبرع بالہبۃ فیلزم تبرعہ بقدر ما جعل الشرع لہ وھو الثلث واذا کان ھذا التصرف ہبۃ عقدا شرط لہ سائر شرائط الہبۃ ومن جملۃ شرائطہا

امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اصل میں کہا کہ مریض کا ہبہ اور صدقہ جائز نہیں مگر اس وقت جبکہ اس پر قبضہ کرلیا گیا ہو پس اگر اس پر قبضہ ہوگیا تو ایک تہائی میں جائز ہوگا، اور اگر واہب سپردگی سے پہلے مرجائے تو ہبہ باطل ہوجائے گا۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ مریض کا ہبہ عقد کے اعتبار سے ہبہ ہے وصیت نہیں ہے۔ اور اس کا ایک تہائی سے اعتبار کرنا اس وجہ سے نہیں کہ وہ باعتبار معنی کے وصیت ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ وارثوں کا حق مریض کے مال کے ساتھ وابستہ ہوگیا ہے اور مریض نے ہبہ کے ساتھ تبرع کیا ہے تو اس کا تبرع صرف اسی حد تک لازم ہوگا جو شرع نے اس کے لئے مقرر کی ہے

---

[1] الدر المختار کتاب الہبہ باب الرجوع فی الہبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۶۱

Marfat.com

قبض الموھوب لہ قبل موت الواھب کذا فی المحیط۔[1]

اور وہ تہائی مال ہے، جب یہ تصرف عقد کے اعتبار سے ہبہ قرار پایا تو اس کے لئے ہبہ کی تمام شرطوں کا پایا جانا شرط ہوگا اور ہبہ کی شرطوں میں سے ایک یہ ہے کہ واہب کی موت سے پہلے وہ شخص اس پر قبضہ کرلے جس کے لئے ہبہ کیا گیا ہے، محیط میں یونہی ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

لا تجوز الوصیۃ للوارث عندنا الا ان یجیزھا الورثۃ ولا تعتبر اجازتھم فی حیاۃ الموصی حتی کان لھم الرجوع بعد ذٰلک کذا فی فتاوی قاضی خان و لا یمنع الشیوع صحۃ الاجازۃ، ولو اجاز البعض ورد البعض یجوز علی المجیز بقدر حصتہ و بطل فی حق غیرہ کذا فی الکافی، والاجازۃ انما یجوز اذا اجازہ وھو عاقل بالغ صحیح کذا فی خزانۃ المفتین[2] اھ مختصرًا

ہمارے نزدیک وارث کے لئے وصیت جائز نہیں سوائے اس کے کہ دیگر ورثاء اس کی اجازت دے دیں اور ان کی اجازت موصی کی زندگی میں معتبر نہیں ہوگی یہاں تک کہ وہ اجازت کے بعد رجوع کر سکتے ہیں۔ یونہی فتاوٰی قاضیخان میں ہے۔ اور غیر منقسم ہونا اجازت کے صحیح ہونے سے مانع نہیں ہوتا، اگر بعض وارثوں نے اجازت دے دی اور بعض نے رَد کردیا تو اجازت دینے والے پر اس کے حصہ کے مطابق جائز ہوگی اور اس کے غیر کے حق میں باطل ہوگی، کافی میں یونہی ہے۔ اجازت اسی وقت ہوگی جب اجازت دینے والا عاقل بالغ صحت مند ہو، خزانۃ المفتین میں یونہی ہے اھ (اختصار)۔ (ت)

درمختار میں ہے:

المانع عن تمام القبض شیوع مقارن للعقد لا طاری[3]

قبضہ کی تمامیت سے مانع وہ شیوع ہے جو عقد کے ساتھ مقترن ہو نہ کہ وہ جو اس پر طاری ہو۔ (ت)

---

[1] الفتاوی الھندیۃ کتاب الھبۃ الباب العاشر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۴۰۰
[2] " " کتاب الوصایا الباب الاول " " ۶/ ۹۰ و ۹۱
[3] الدرالمختار کتاب الھبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۰

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے:

قوله لاطاری اقول منه ملو وهب دارا فی مرضه ولیس له سواها ثم مات و لم یجز الورثة الهبة بقیت الهبة فی ثلثها وتبطل فی الثلثین کما صرح به فی الخانیة[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

ماتن کا قول کہ اس پر طاری نہ ہو" میں کہتا ہوں اگر کسی نے مرض الموت میں اپنا مکان ہبہ کر دیا اور سوائے اس مکان کے اس کی ملکیت میں کچھ نہیں، پھر وہ مرگیا اور وارثوں نے ہبہ کی اجازت نہ دی تو ہبہ اس کے ایک تہائی میں باقی رہے گا جبکہ دو تہائی میں باطل ہو جائے گا، جیسا کہ خانیہ میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مرض الموت کی کیا تعریف ہے اور کس کس مرض پر اس کا اطلاق ہوتا ہے اور کب تک اس کی مدت مقرر ہے کہ قبل اس کے مرض الموت نہ کہا جاسکے۔

الجواب

شرعاً کسی مرض کے مرض الموت ہونے کے لئے دو باتیں درکار ہیں کہ وہ دونوں جمع ہوں تو مرض الموت ہے اور ان میں ایک بھی کم ہو تو نہیں۔

(۱) اس مرض میں خوف ہلاک و اندیشۂ موت قوت وغلبہ کے ساتھ ہو اگر اصلاً خوفِ موت نہیں یا ہے تو ضعیف و مغلوب ہے تو مرض موت نہیں اگرچہ اتفاقاً موت واقع ہو جائے۔

(۲) اس غلبۂ خوف کی حالت میں اُس کے ساتھ موت متصل ہو اگرچہ اُس مرض سے نہ مرے موت کا سبب کوئی اور ہو جائے مثلاً زید کو ہیضہ یا طاعون ہوا اور ابھی اسے انحطاط کافی نہ ہوا تھا خوف ہلاک غالب تھا کہ سانپ نے کاٹا مرگیا یا کسی نے قتل کر دیا تو اس مرض میں جو تصرفات کئے وہ مرض الموت میں تھے اگرچہ موت اس مرض سے نہ ہوئی اور اگر انحطاط کافی ہو گیا تھا کہ غلبۂ خوف ہلاک جاتا رہا اور اب اتفاقاً اُسی مرض خواہ دوسرے سبب سے مرگیا تو وہ تصرفات مرض کے نہ تھے اگرچہ حالِ اشتداد ہی میں کئے ہوں کہ انحطاط مرض و زوالِ خوف نے اُسے مرض الموت نہ رکھا یوں ہی اگر بحالِ انحطاط و عدمِ خوف تصرفات کئے اور اُن کے بعد پھر اشتداد ہو کر خوف غالب اور ہلاک واقع ہوا تو یہ تصرفات

---

[1] ردالمحتار کتاب الہبہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۵۱۱

Marfat.com

حالت مرض کے نہ ہوں گے کہ بحال غلبہ خوف نہ تھے اگرچہ اُن سے قبل و بعد غلبہ تھا۔ ردالمحتار میں ہے:

فی نور العین قال ابو اللیث کونہ صاحب فراش لیس بشرط لکونہ مریضا مرض الموت بل العبرۃ للغلبۃ والغالب من ھذا المرض فھو مرض الموت وان کان یخرج من البیت وبہ کان یفتی الصدر الشھید ثم نقل عن صاحب المحیط انہ ذکر محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ فی الاصل مسائل تدل ان الشرط خوف الھلاک غالبا لاکونہ صاحب فراش[1] اھ۔

نورالعین میں ہے ابواللیث نے کہا کہ مریض کا صاحبِ فراش ہونا اس کے مرض الموت کے مریض ہونے کے لئے شرط نہیں بلکہ اعتبار غلبہ کا ہے، اور اس بیماری سے غالب گمان موت کا ہو تو وہ مرض الموت ہوگی اگرچہ وہ گھر سے نکلتا ہو، اور اسی کے ساتھ صدر الشہید فتوٰی دیتے تھے۔ پھر صاحبِ محیط سے منقول ہے کہ بیشک امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اصل میں کچھ ایسے مسائل ذکر فرمائے ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں اس بیماری میں ہلاکت کے خوف کا غالب ہونا شرط ہے نہ کہ مریض کا صاحبِ فراش ہونا اھ (ت)

تبیین الحقائق میں ہے:

ان صار صاحب فراش بعد التطاول فھو کمرض حادث حتی تعتبر تصرفاتہ من الثلث[2] اھ۔

اگر وہ بیماری کے لمبا ہونے کے بعد صاحبِ فراش ہوا تو وہ نو پید بیماری کی مثل ہے یہاں تک کہ تہائی مال میں اس کے تصرفات معتبر ہوں گے اھ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

حاصلہ انہ ان صار قدیما بان تطاول سنۃ ولم یحصل فیہ ازدیاد فھو صحیح اما لو مات حالۃ الازدیاد الواقع قبل التطاول او بعدہ فھو مریض[3]

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر بیماری پرانی ہوگئی بایں صورت کہ سال کو محیط ہوگئی اور اس میں بیماری کی شدت حاصل نہیں ہوئی تو وہ صحت مند ہوگا لیکن اگر وہ بیماری کی شدت کی حالت میں مرگیا چاہے وہ شدت بیماری کی طوالت سے پہلے واقع ہوئی یا اسکے بعد تو وہ مریض قرار پائے گا۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الطلاق باب طلاق المریض داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۲۰

[2] ردالمحتار بحوالہ الزیلعی کتاب الوصایا ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۵/ ۴۲۳

[3] ردالمحتار کتاب الطلاق باب طلاق المریض ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/ ۵۲۱

Marfat.com

درمختار میں ہے:

مات فیہ بذٰلک السبب اوبغیرہ کان یقتل المریض اویموت لجھۃ اخری۔ ؎۱

وہ اس بیماری میں مرا اسی بیماری کے سبب سے یاکسی اور سبب سے مثلاً اس مریض کو قتل کردیا یا وہ کسی اور وجہ سے مرجائے (ت)

مسئلہ ۱۴۳: از شہر کہنہ محلہ سہسوانی ٹولہ ۱۰ صفر ۱۳۲۲ھ ازمکان سید فرزند علی مرحوم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس باب میں کہ مسمّی زید نے بعد فوت ہونے کے ایک منکوحہ اور دو۲ لڑکے اور دو۲ دختر چھوڑے، مسمّی بکر پسر زید نے بعد فوت ہونے زید کے کل اخراجات خانگی اور پرورش نابالغان کا اپنے ذمہ لیا حتی کہ بکر نے بذریعہ معاش نوکری کی پرورش حتی الوسعت کی بعدہٗ اس کے ایک لڑکی جو حدسن بلوغ تک پہنچی اس کا نکاح بقانون شرع متین کے کردیا اور مسمی بکر بوجہ نکاح کرنے دختر زید کے مقروض ہوگیا تاہنوز قرضہ ادا نہیں ہوا اب ایک لڑکا زید کا جو نابالغ تھا سنِ بلوغ پہنچ کر آمادہ اس بات پر ہے کہ جو چیز زید کی ہے اس کا مالک میں ہوں اور بکر سے کہا کہ تو نے اپنا حصہ فروخت کرکے اس پر صرف نہیں کیا اب تیرا کچھ نہ رہا زید نے فوت ہونے کے بعد اپنی ملکیت میں ایک منزل حویلی پختہ اور تین درخت املی اور ایک درخت جامن کا اور ایک نیب کا اور املی بردنے ؎۱ علاوہ حویلی پختہ کے اور ایک قطعہ باغ تخمیناً دو بیگھہ کا چھوڑا، مسمی بکر پسر زید چند مدت بیکار رہا اور دو۲ درخت املی اور ایک درخت جامن برائے خورد ونوش نابالغان کے فروخت کرکے خوب سرے ؎۲ کی اور قطعہ باغ کو فروخت کرکے نکاح دختر زید فوت شدہ کے صرف کیا اب ایک درخت املی اور ایک درخت نیب کا اور املی بردنے ؎۳ اور ایک منزل حویلی پختہ کل املی بردنے اور حویلی کے تخمیناً ؎۴ دو بیگھہ ہوا اب شیئ موجودہ میں زید کا بموجب حصص رشد شرعی کے کس طرح حصہ ہونا چاہیے۔ تعداد اولادِ زید چار اولاد، دو لڑکے دو دختر، بیوہ منکوحہ ایک، ایک دختر نکاح شدہ شامل ہے فقط۔

الجواب

بیان سائل سے واضح ہوا کہ دو۲ درخت املی کا اور ایک جامن کا بیچ کر دونوں بھائیوں اور

؎۱ و؎۲ و؎۳ و؎۴ کذا فی الاصل ۱۲ ازہری غفرلہ

؎۱ الدرالمختار کتاب الطلاق باب طلاق المریض مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۳۶

Marfat.com

نابالغہ بہن اور ماں کے خورد و نوش میں صرف ہوئے خواہر کتخدا اس صرف سے علیحدہ تھی اور باغ بیچ کر صرف اُس خواہر کتخدا کی شادی میں صرف ہوا اور اس سے بھی کام نہ چل سکتا کہ وہ صرف اسی روپیہ کو بکا اس میں سے اُس کا جہازؔ اور معمولی ضروری مصارف نہ ہو سکتے تھے اس کے لئے بکر نے قرض لیا اور قرض میں اس سے مجرا لینے کی نیت نہیں اور نکاح میں ضرورت خرچ سے زیادہ نہ اٹھایا اور زید نے اپنے انتقال سے تھوڑی دیر پہلے اپنی زوجہ ان بچّوں کی ماں سے کہا تم فکر نہ کرو بکر ایسا نہیں کہ تمھیں تکلیف پہنچنے دے اسے میں چھوڑے جاتا ہوں یہ تم کو کسی وقت دغا نہ دے گا اگر یہ یہاں ثابت ہو جب تو ظاہر ہے کہ زید نے اپنے بڑے بیٹے بکر کو اپنی اولاد و جائداد پر وصی کر دیا اور ان سے ان تمام تصرفات کا جو وصی کے لئے ثابت ہوتے ہیں اختیار ملا اور اگر یہ ثابت نہ بھی ہو جب بھی ہمارے بلاد میں ایسی صورت میں بڑا بیٹا لائق ہونہار حکماً وصی ہوتا ہے۔

هذا هو الثابت دلالةً والثابت دلالة كالثابت لفظاً وقد حققناه بتوفيق الله تعالٰی فی فتاوٰنا بما لا مزید علیه۔

یہ وہ ہے جو بطورِ دلالت ثابت ہے اور جو بطور دلالت ثابت ہو اس کی مثل ہے جو صراحتاً لفظاً کے ساتھ ثابت ہو۔ اس کی تحقیق اللہ تعالٰی کی توفیق سے ہم نے اپنے فتاوٰی میں کر دی ہے جس پر اضافہ کی گنجائش نہیں۔ (ت)

فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

لو ان رجلا من اهل السكة تصرف فی مال المیت فی البیع والشراء ولم یكن له وارث ولا وصی الا ان هذا الرجل یعلم انه لو رفع الامر الی القاضی ینصبه وصیا فاخذ هذا الرجل المال ولم یرفع الامر الی القاضی وافسده حكی عن ابی نصر الدبوسی رحمه الله تعالٰی انه كان یجوز تصرف هذا الرجل[1]

اگر اہل محلہ میں سے کسی شخص نے میت کے مال میں بیع و شراء وغیرہ کا تصرف کیا جبکہ اس میت کا نہ تو کوئی وارث ہے اور نہ ہی وصی، لیکن وہ شخص جانتا ہے کہ اگر معاملہ قاضی کے پاس لے جائے تو قاضی اس کو وصی مقرر کر دے گا اس شخص نے میت کا مال لے لیا اور قاضی کے پاس معاملہ نہ لے گیا اور اس مال کو برباد کر دیا۔ امام ابو نصر دبوسی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ وہ اس شخص کے تصرف کو جائز قرار دیتے تھے (ت)

ع یعنی جہیز ۱۲ ازہری غفرلہ

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الوصایا فصل فی تصرفات الوصی فی مال الیتیم نولکشور لکھنؤ ۴/۸۵۴

Marfat.com

فتاوی کبری وفتاوی عالمگیریہ میں ہے :

افتی القاضی الدبوسی بان تصرفہ جائز للضرورۃ قال قاضی خان وھذا استحسان وبہ یفتی[1]

قاضی الدبوسی نے فتوٰی دیا کہ اس کا تصرف ضرورت کے لئے جائز ہے۔ امام قاضی خان نے کہا یہ استحسان ہے اور اسی کے ساتھ فتوٰی دیا جائے گا۔ (ت)

پس بعض کہ بکر نے کیں جائز ہوئیں، درختوں کا روپیہ جن جن کے صرف میں آیا انھیں پر پڑے گا، کتخدا لڑکی اس سے جدا رہے گی اور باغ کا روپیہ تنہا اُسی لڑکی پر پڑے گا، اگر یہ اس کے تمام حصے کے برابر تھا تو اس نے اپنا تمام پورا حصہ پایا اور اگر کم تھا تو جتنا باقی اتنا پائے گی اور اگر زیادہ تھا تو جس قدر زائد گیا وہ بکر کے اپنے حصے پر پڑے گا یا ماں کی اجازت تھی تو وہ بھی اس کے تاوان میں شریک ہوکر باقی ورثہ بری رہیں گے کل جائداد زید جس قدر اس نے وقت انتقال چھوڑی تھی بعد ادائے مہر و دیگر دیون وانفاذ وصایا اڑتالیس حصے ہوکر چھ سہم بیوہ زید کے ہوں اور چودہ چودہ[عہ] ہر ہر پسر اور سات سات ہر دختر کے اور ان میں سے وہ اشیاء جو بکر کتخدا کے صرف میں الگ اس کے حصے مجرا ہوں اور جو اوروں کے صرف میں آئیں اُن کے حصے سے مجرا ہوں جو باقی رہیں ان میں جس جس کا جس قدر باقی رہا اُس حساب سے تقسیم ہوجائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں :

(۱) یہ کہ مسماۃ ہندہ لاولد فوت ہوئی اور شوہر و والد و والدہ و ہمشیرہ اور چار بھائی حسب ذیل وارث چھوڑے :

شوہر	والد	والدہ	ہمشیرہ	بھائی	بھائی	بھائی	بھائی
خالد	زید	کبرٰی	صغرٰی	بکر	حامد	محمود	مسعود

(۲) یہ کہ ہندہ مرحومہ نے دو روز قبل از فوت اپنی حالت مرض الموت میں اپنے والد زید سے وصیت کی کہ میں نے کچھ روپیہ بہ نیت حج چھوڑا تھا مگر مجھ کو موقع بسبب نہ دستیاب ہونے محرم ہمراہ سفر کے میسر نہیں ہوا اور دوسروں کے ذریعہ سے حج کرانے میں بسبب کمیابی امانت دار کے

عہ کذا فی الاصل وہو نکر رکما تری ۱۲ ازہری غفرلہ

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الوصایا الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۱۵۵

Marfat.com

مجھ کو اطمینان حاصل نہیں لہٰذا وہ روپیہ حامد اور محمود کے پاس جمع ہے اور جو کچھ زیور میرا میرے گھر میں ہے اس جملہ مالیت میں ہے حقِ وراثت میرے شوہر کا ادا کیا جائے اس وجہ سے کہ ان کو حاجت رہتی ہے بعد اس کے جو کچھ زرِ مالیت باقی رہے اس کو میرے والد زید اپنی رائے کے موافق تعمیر چاہ وغیرہ خیرات و صدقات میں صرف کر دے اس واسطے کہ مرحومہ کے گمان میں باقی ورثاء کا حق لینا خیال میں نہ تھا اور یہ بھی وصیّت کی کہ نو ۹ روزہ رمضان کے فوت شدہ کی میرے ذمہ قضا ہے اس کا فدیہ بھی دیا جائے اس کے بعد اس کے والد زید نے سوال کیا کہ کچھ نمازوں کی بھی قضا ہمارے ذمّہ ہے جواب دیا کہ میں نے ہمیشہ نماز ادا کی ہے لیکن مجھ کو یاد نہیں شاید ابتدائے عمر میں کوئی نمازیں قضا ہوئی ہوں، پس اس وصیّت کے بعد مرحومہ نے قضا کی۔

(۳) یہ کہ بروز قضا قبل از دفن اس کے والد زید نے چند دیگر اشخاص معززین کی موجودگی میں شوہر خالد و بعض ورثاء ذکور کو بلا کر اس وصیت کا اظہار کر کے یہ ظاہر کیا کہ میری رائے میں قبل صدقات نافلہ کے تحقیق کر کے اس کے ذمّہ نمازوں کی فوت اگر کچھ ثابت ہو تو ہمراہ فدیہ صوم کے فدیہ نمازوں کا بھی ادا کیا جائے، چنانچہ اسی بناء پر اس کی سسرال کی بوڑھی مستورات سے دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ ہمارے یہاں غیر بلوغت کی حالت میں بیاہ کر آئی تھی اور نمازیں ادا کرتی تھی مگر ہم یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ حسبِ رواج جیسا کہ نئی عروسوں کو حیا دامنگیر ہوتی ہے ایسی حالت میں شاید کوئی نمازیں قضا ہوئی ہوں اس بناء پر بعض حاضرینِ جلسہ نے تین ماہ اور بعض نے چھ ماہ کی قضا نمازوں کے فدیہ ادا کرنے کا تخمینہ کیا ازاں بعد وارثان موجودہ مرحومہ بالا سے دریافت کیا گیا کہ تم اپنا حقِ وراثت لیتے ہو اس کے جواب میں شوہر خالد نے بے ساختہ کہا کہ مجھ کو نہیں چاہیے ہے اس کے ذمہ کے حقوق اور فدیہ وغیرہ ادا کرو اور اس کے صدقات میں صرف کرو اگر اس میں کسی قدر بھی دس پانچ روپیہ کی باقی رہے تو اور مجھ سے لے لو چونکہ وقت میں گنجائش نہ تھی اُس کی تکفین کی عجلت تھی بایں وجہ دوسرے وقت پر اس تعمیل کو ملتوی رکھا گیا قبل از دفن صرف نو ۹ روزے کا فدیہ ادا کر دیا گیا۔

(۴) یہ کہ ایسی حالت میں کیا احتیاطی نمازوں کا فدیہ ادا کیا جائے گا اور اگر فدیہ احتیاطی نمازوں کا ادا کیا جائے گا تو کس قدر زمانہ کی نمازوں کا ادا کیا جائے گا یا مالیت مرقوم الصدر نقدات میں زیورات شامل کرنے سے جو مقدار سفرِ حج کو کافی ہو سکتا ہے ادائے حج اس کے ذمہ فرض متصور ہو گا تو کیا قضائے حج دوسرے شخص کو بھیج کر واجب ہو گی اور کیا دیگر صدقاتِ نافلہ

Marfat.com

پر مقدم متصور ہوگا یا بموجب وصیت متوفیہ کے صرف متروکہ کا دیگر صدقات نافلہ میں کرنا لازم ہوگا۔

(۵) یہ کہ زید مرحوم کا والدان صورتوں مرقومہ بالا میں کس طرح اپنے ذمہ کے حقوق وصیت کو ادا کر کے گلوخلاصی حاصل کرے، بیان فرمایئے ثواب پایئے۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں ہندہ کے صرف تین وارث شرعی ہیں: شوہر، ماں، باپ۔ باپ کے ہوتے بہن بھائیوں کا کوئی استحقاق نہیں، ترکہ میں حق شوہر نصف ہے، اس کے اخراج کے بعد جمیع نصف باقی کی نسبت اس کی وصیت ہے کہ حسب رائے پدر تعمیر چاہ وغیرہ خیرات میں صرف کیا جائے باپ اس وصیت کو نافذ کر چکا اور زبانی اظہار سائل سے معلوم ہوا کہ ماں ہنوز ساکت ہے نہ اس نے انکار کیا نہ اجازت دی پس اگر ماں بھی اجازت دے دے تو نصف متروکہ شوہر کو دیں اور نصف حسب رائے پدر امور مذکورہ میں صرف ہو تعمیر چاہ جس کا اس نے خاص نام لیا کی جائے اور باقی صدقات وخیرات میں صرف کیا جائے ان صدقات میں پدر کو روا ہے کہ ہندہ کی نمازوں کے فدیہ کی نیت کرلے کہ یہ نیت نہ مانع صدقہ ہے نہ مخالف وصیت۔ یہ اندازہ کہ اس کے ذمہ کتنی نمازوں کا فدیہ ہوگا یہاں نہیں ہوسکتا اُس کے اعزہ ہی اس کا حال جانتے ہوں گے، جب اس پر کسی نماز کی قضا لازم رہتی معلوم نہیں اور وہ ہمیشہ سے پابند نماز تھی تو فدیۂ نماز لازم نہیں اور شبہہ کے لئے احتیاط کرے تو بعد تعمیر چاہ جو کچھ دے سب میں فدیۂ نماز کی نیت سے کوئی مانع نہیں اگر واقع میں کوئی نماز قضا تھی امید ہے کہ اس کا فدیہ ہوجائے ورنہ صدقہ بہرحال ہے، مگر حج میں اسے صرف نہ کرے کہ وہ صراحۃً حج کرانے سے انکار کر چکی کہ مجھے کسی پر اطمینان نہیں ——— اور لفظ خیرات ہمارے عرف میں حجِ بدل پر صادق نہیں، اور اگر ماں بھی اجازت نہ دے تو کُل ترکہ کے اٹھارہ حصے کر کے نو حصے شوہر کو دیئے جائیں اور ایک حصہ ماں کو، باقی آٹھ حصے وصیت مذکورہ میں صرف کر دیں

وذلك لان الوصية وان كانت تقدم على الارث لكنها انما لاحقت ھٰھنا النصف الباقی بعد اخراج نصیب الزوج فھی ھذا تنفذ بقدر ثلث کل المال لعدم الدین من دون حاجة الی اجازة الوالدین فاذا اخرج النصف و الثلث بقی السدس فثلثه

اور یہ اس لئے ہے کہ وصیت اگرچہ میراث سے مقدم ہوتی ہے مگر یہاں وہ شوہر کا حصہ نکالنے کے بعد باقی بچنے والے نصف کو لاحق ہوئی چنانچہ اسی نصفِ باقی میں کل مال کے ثلث کے برابر وصیت نافذ کی جائے گی کیونکہ قرض میت پر نہیں ہے اور والدین سے اجازت کی ضرورت نہیں، جب کل مال میں سے نصف اور ایک تہائی نکل گیا باقی کل مال کا چھٹا حصہ

Marfat.com

فللام وهو الجزء الواحد من ثمانية عشر جزء وثلثاه فی الوصیة بحکم التنفیذ من الاب۔

بچا چنانچہ اس چھٹے حصے کا تہائی ماں کو دیا جائیگا جوکہ کل مال کے اٹھارہ حصوں میں سے ایک ہے اور اس چھٹے حصے کے باقی دوثلث وصیت میں دے دیئے جائیں گے اس لئے کہ باپ کی طرف سے وصیت کو نافذ کرنے کا حکم ہوچکا ہے (ت)

یہ نصف کہ شوہر کو پہنچا اس کی نسبت اگرچہ وہ کہہ چکا ہے کہ مجھ کو نہیں چاہئے اس کے ذمہ کے حقوق و فدیہ و صدقات میں صرف کرو مگر ارث ساقط کئے ساقط نہیں ہوتی لانہ جبری کما فی الاشباہ وغیرہ (اس لئے کہ میراث جبری ہے (اختیاری نہیں) جیسا کہ اشباہ وغیرہ میں ہے۔ت) اور اس نصف کی نسبت وصیت نہ تھی کہ اس کا یہ قول وصیت کی اجازت قرار پائے اور اس کو اختیار نہ رہے، لاجرم وہ مختار ہے اگر حصہ لینا چاہے تو لے سکتا ہے اور اگر ہندہ کے لئے صرف کردینا چاہئے تو یہ بھی کرسکتا ہے اور اس پر وہ پابندی نہیں جو وصیت ہندہ میں تھی، اور اس قدر میں شک نہیں کہ اجازت دے کر اپنے قول سے پھر جانے میں اگرچہ حکماً اس پر جبر نہیں لانہ متبرع ولاجبر علی متبرع (کیونکہ وہ متبرع ہے اور متبرع پر جبر نہیں ہوتا۔ ت) مگر قول سے پھر جانا شرعاً بھی مذموم ہے تو وہ اگر ثابت قدمی چاہے تو مناسب یہ ہے کہ اس نصف سے ہندہ کی جانب سے حج بدل کرادے کہ یہ فرض اس پر رہ گیا ہے حق صحبت اسی کو چاہتا ہے کہ اس دین شدید سے اس کی گلوخلاصی کرادے اور اگر اس کا نصف حج کے لئے کافی نہ ہوتا ہو اور ماں نے ہنوز اجازت وصیت نہ دی اور دینا چاہتی ہے تو مناسب یہ ہے کہ وہ بھی وصیت کی اجازت نہ دے بلکہ اپنا حصہ کہ کل مال کا اٹھارھواں ہے اسی نصف شوہر میں شامل کردے پھر بھی کچھ کمی رہے تو حسب وعدہ شوہر اپنے پاس سے دس پانچ اور ملادے باقی باپ پورا کردے غرض جس طرح ممکن ہو اس کی طرف سے حج بدل میں سعی جمیل بجالائیں کہ یہ اس پر سے سختی کا ٹالنا ہوگا، اور جو کسی مسلمان پر سے سختی دور کرے گا اللہ تعالٰی روزِ قیامت اس پر سے سختیاں دُور فرمائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من فرج عن مسلم کربۃ فرج اللہ عنہ کربات یوم القیمۃ[1] واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

جس نے کسی مسلمان سے ایک سختی کو دُور کیا قیامت کے دن اللہ تعالٰی اس سے کئی سختیوں کو دور فرمائے گا۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم (ت)

[1] صحیح البخاری ابواب المظالم والقصاص باب لایظلم المسلم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۳۰

Marfat.com

مسئلہ ۱۴۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر وارثان مذکور حاضرین جلسہ مرقومہ استفسار نمبر اول مندرجہ سوال سوم جو اپنا حق وراثت لینے سے انکار کر چکے ہیں اور اس کو ادائے فدیات و صدقات کرنے کی اجازت دے چکے ہیں اگر وہ اپنے قول سے رجوع کر کے اپنا حق وراثت لینے کی خواہش کریں تو ایسی شکل میں کیا وہ اپنا حق وراثت پانے کے مستحق ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

جواب سوال اول میں معلوم ہو لیا کہ بہن بھائیوں کا اس میں کوئی حق نہیں اور باپ اپنی اجازت سے نہیں پھر سکتا کہ وہ وصیت کی اجازت تھی اور وارث جب بعد موت مورث وصیت کو جائز کر دے اس سے پھر رجوع کرنے اور اپنا حق وراثت مانگنے کا اختیار نہیں رکھتا شوہر رجوع کر سکتا ہے کہ اس کے حق کے متعلق وصیت نہ تھی وہ اجازت اس کی اپنی خوشی سے تھی جس پر قائم رہے تو محبوب و مندوب ہے ورنہ جبر نہیں۔ واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسلمان نے دنیائے ناپائیدار سے رحلت کی اور پندرہ اشرفی قیمتی دو سو پچیس روپے کی صندوقچی میں سے بعد مردن کے برآمد ہوئیں اور اس کے برادر حقیقی نے اپنے پاس رکھیں کہ متوفی کے سالے کی بی بی نے ظاہر کیا کہ متوفی نے اس روپیہ کے بارہ میں مجھ سے وصیت کی ہے کہ دفع مذکورہ میرے فوت کے بعد حسب تفصیل ذیل خرچ کر دینا کہ مبلغ دس روپیہ ہر نوچندی جمعرات کو دس جمعرات تک بقدر ۱۰۰ سو روپیہ کے فاتحہ میں میری صرف کر دینا بالقصہ مبلغ ایک سو پچیس کہ کسی مرد مسلمانوں کو دے کر واسطے حج بدل کے بھیج دینا یہ رقم برآمد شدہ مجھ کو دے دو چنانچہ حوالے بی بی موصوفہ کے وہ روپیہ کر دیے گئے اب سوائے بی بی موصوفہ کے وصیت کا کوئی گواہ مرد یا عورت نہیں ہے دوسری ایک بات قابل ظاہر کرنے کی اور ہے ایک وصیت نامہ جو کہ متوفی نے اپنی حیات میں مع ساڑھے سات روپیہ کے بنام اراکین برادری کے تحریر کیا ہے اس میں بھی کچھ ذکر بی بی صاحبہ کی وصیت کا نہیں ہے اب وہ رقم مذکورہ بی بی صاحبہ موصوفہ کو حوالہ ورثہ کر دینا جائز ہے یا نہیں اور ورثاء اس رقم کو لے سکتے ہیں یا نہیں؟ کیا حکم شرع شریف کا ہے، خلاصہ دعوی ورثہ متوفی بی بی صاحبہ موصوفہ غیر کفو ناخواندہ ہیں جدی نہیں ہیں، تنہا عورت کا بیان قابل یقین ہے یا نہیں، بی بی صاحبہ بیوہ ہیں ورثاء سے کوئی تعلق نہیں، وصیت نامہ میں کوئی ذکر وصیت بی بی صاحبہ کا نہیں ہے۔

Marfat.com

الجواب

تنہا عورت کا بیان حجت نہیں ورثا۔ بالغین کو اختیار ہے اگر چاہیں اس کی بات پر اعتبار کر کے خواہ اس احتیاط سے کہ شاید میت نے یہ وصیت بھی کی اسے جائز و جاری کر دیں اور چاہیں نہ مانیں اور مان سکتے ہوں تو ماننا بہتر ہے اس لئے کہ وہ عورت کوئی اپنے نفع کی بات نہیں کہتی۔ عورت کو اگر خوب تحقیق صحیح یاد ہے کہ اس نے وصیت مذکورہ کی ہے اور وہ مورث کے ثلث ترکہ بعد ادائے دین سے کم ہو تو اسے ضرور ہے کہ وہ وصیت میں حسب وصیت اسے لگا دے وارثوں کو با اختیار خود ہرگز واپس نہ دے مگر وارثوں کو اختیار ہے کہ اگر اس وصیت کا سوا بیان عورت کے کوئی ثبوت نہیں تو تسلیم نہ کریں اور جبراً وہ روپیہ کہ اب خود ان کی ملک ہو گیا عورت سے لے لیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۷ غلام علی ساکن بریلی علاقہ ترائی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ ایک شخص فوت ہو گیا اور اس کے وارثوں میں ایک حقیقی بھانجی ہے جس کو مرتے وقت اس نے ۸ اگاؤ مادہ اور تین جاموس مادہ دینے کی وصیت کی ان کے سوا اس کے باقی مال متروکہ کا جو دعوی کرتے ہیں اور اپنے آپ کو وارث قرار دیتے ہیں وہ یہ لوگ ہیں: ماموں زاد بھائی، چچا زاد بھائی، چچا زاد بہن۔ ان لوگوں میں کون کون وارث جائز اور مستحق ترکہ پانے کا اور کس کس کا کتنا کتنا حصہ ہے اور کس طرح تقسیم ہونا چاہئے از روئے علم فرائض کے؟ بینوا توجروا

الجواب

اس صورت میں صرف اس کے چار چچا زاد بھائی وارث ہیں باقی کوئی وارث نہیں ہے یہ اٹھائیس گائیں، پانچ بھینسیں اگر بعد ادائے دین اس کے تہائی ترکہ کی مقدار تک یا اس سے کم ہوں تو یہ دونوں وصیتیں تمام وکمال پوری کر دی جائیں مثلاً ان ۳۳ جانوروں کی قیمت اگر تین سو روپیہ کی ہو اور متوفی پر کچھ دین آتا ہو تو اسے ادا کر کے جو باقی بچا وہ نو سو روپیہ یا زیادہ کا ہے مع ان جاروں کے جب تو یہ سب جانور جس طرح اس نے وصیت کی ہے اس کے بھانجی اور پھوپھی زاد دونوں کی وصیت سے حصہ رسد کم کر لیں باقی وصیت بے اجازت چچا زاد بھائیوں کے نافذ نہ ہو گی یہ عام حکم ہے اور خاص طور پر اس کا حساب چاہیں تو اتنی باتیں بنانے پر ہو سکتا ہے:

(۱) زید کا کل مال جانور، زمین، مکان، زر نقد، گھر کا اسباب وغیرہ کتنی مالیت کا ہے۔

(۲) زید پر کوئی قرض یا کسی کا دین یا عورت کا مہر آتا تھا یا نہیں، اگر آتا تھا تو کس قدر۔

Marfat.com

(۳) ان سب جانوروں میں ہر ایک کی قیمت کتنی ہے۔
(۴) چاروں چچازاد بھائی اس وصیت کو پورا کرنے پر راضی ہیں یا سب ناراض ہیں یا کون کون راضی ہے کون کون ناراض۔
(۵) جو راضی ہیں وہ دونوں شخصوں کے لئے وصیت کامل پر راضی ہیں یا فقط ایک کے لئے، اگر فقط ایک کے لئے راضی ہیں تو بھانجی کے واسطے یا پھوپھی زاد بھائی کے لئے، ان باتوں کا ٹھیک ٹھیک معلوم ہونے پر صحیح حساب بتایا جا سکتا ہے۔ واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ ۱۴۸ از پرانا شہر محلہ فراشی ٹولہ مسئولہ جناب کفایت اللہ صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید سے بکر نے ایک دفعہ چھ سو چھیانوے روپیہ دستگرداں قرض لئے زید نے بارہا تقاضا کیا بکر نے اقرار دینے کا کیا زید نے اپنے انتقال سے پیشتر ایک وصیت نامہ لکھا وصیت نامہ میں وہ روپیہ اپنی زوجہ کے دین مہر میں لکھا کہ بکر سے روپیہ وصول ہو کر میری زوجہ کو دے دو، جب بکر بھی فوت ہو گیا وصیت نامہ مصدقہ حکام مدینہ طیبہ موجود ہے یہ مہر کا روپیہ شرعاً بکر کے وارثوں کے ذمہ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

بکر نے اگر کچھ ترکہ چھوڑا تو یہ روپیہ اور اگر ذمہ بکر کچھ اور قرض ودین ہو تو وہ بھی اس ترکہ پر لازم ہے اور اس میں سے کل (بحال تنگی متروکہ وزیادت دیون) حصہ رسد ادا کیا جانا واجب ہے اگر بکر نے کچھ ترکہ نہ چھوڑا تو وارثانِ بکر پر کچھ مطالبہ نہیں۔ یوں ہی اگر ترکہ چھوڑا تو جتنا وصول ہو سکے وصول ہو باقی کا مطالبہ بکر پر آخرت کے لئے رہا وارثوں پر مواخذہ نہیں۔ پھر یہ جو وصیت زید نے اپنی زوجہ کے لئے کی اگر گواہوں سے ثابت ہو کہ اس کا مہر اتنا یا اس سے زائد ہے یا زید نے اپنی تندرستی میں اس مقدار یا زائد کا اقرار مہر کیا ہو یا یہ مقدار خواہ اس سے زائد عورت کا مہر مثل ہو یا یہ بھی نہیں تو بقیہ ورثہ زید عاقل بالغ اس زیادت پر راضی ہوں تو یہ رقم پوری زوجہ زید کو اس کے مہر میں دی جائے گی اور اگر نہ گواہوں سے ثابت کہ مہر اس قدر یا اس سے زائد بندھا ہے اور یہ رقم عورت کے مہر مثل سے زائد ہے اور بقیہ ورثہ زید اس پر راضی نہیں تو عورت کو صرف مہر مثل تک دیا جائے گا زیادہ حسب فرائض زوجہ زید ودیگر وارثانِ زید پر تقسیم ہو گا۔ واللہ تعالٰے اعلم

Marfat.com

مسئلہ ۱۴۹ از جواہر پور ڈاک خانہ شیر گڈھ ضلع بریلی مرسلہ خانصاحب دلاور حسین قاسمی قادری برکاتی ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ

قبلۂ ایمانیاں وکعبۂ روحانیاں وجان ایمان بخش ایں بیجان مقبول بارگاہ صمدیت مولانا ومرشدنا اعلیحضرت ادام اللہ تعالٰی برکاتہم وافضالہم، بعد بجا آوری مراسم سرافگندگی وآداب دست بستہ کے گزارش خدمت کفش برداران حضور میں یہ ہے جوکہ ترکۂ متوفیہ کنیزک حضور میں اس کے دو نابالغ لڑکے حضور کے غلام زادہ اور ایک پدر اور ایک شوہر ہیں اور متاع ترک مختلف طور پر ہے زیور و پارچہائے پوشیدنی وبرتن واثاث البیت اس کی تقسیم میں نہایت تفکر ہے اس میں سے قریب چارسو روپے کے زیور فروخت ہوگیا جس کا روپیہ موجود ہے اور پانسو روپے کے قدر اور اسباب و زیور باقی ہے جس کا فروخت ہونا نہیں معلوم اور ہو تو عرصہ میں ہیں اور کم قیمت پر اب چونکہ نابالغ شریک ہیں اس کی فروخت میں بھی خوف ہے پھر اس کی حفاظت اپنی طبیعت قطعی اس بار کو نہیں اٹھاتی دنیا کے مال ومتاع اور فرزندان حتی کہ مادر و پدر سے بھی دلچسپی نہیں اگر اطاعت والدین اور تعلیم فرزندان فرض نہ ہوتی تو کسی طرح یہ بار پسند نہ ہوتا حضور ہی کے قدموں پر یہ زندگانی مستعار بسر کی جاتی اور اس امر کی حضور سے التجا ہے کہ ایسا نصیب ہو، یہ امر یقینی ہے کہ حضور کسی وقت اپنے سگ دورافتادہ کو توجہ باطنی سے فراموش نہ فرماتے ہونگے اگر حضور کا تصرف باطنی معاذ اللہ ایک دم کو جدا ہوجائے تو یہ اندوہگیں طالب طلب حضور از حضور مسلمان نہ رہے اور جان سے بیکار ہوجائے اس مال میں سے اپنا حصہ لینے کا قصد بیت اللہ شریف کے قصد سے ہے اور کوئی سبیل بظاہر نہیں معلوم ہوتی ورنہ لڑکوں اور پدر کے نام باآسانی تقسیم ہوجاتا اگر ایسے ممکن ہو کہ بقیہ اسباب تخمینے سے تقسیم کرلیا جائے اور روپیہ حساب سے پدر کا حصہ پدر کو دے دیا جائے اور لڑکوں کا حصہ مع زر نقد کے خرید لیا جائے اور یہ ان کے حصے کے روپے بطور قرض میرے پاس رہیں جب وہ بالغ ہوں تو ادا کردئے جائیں اس وقت مجھ کو ان کے تصرف کا اختیار حاصل ہوجائے تو اس میں بہت آسانی ہوجائے کیونکہ بہت چیزیں ایسی ہیں کہ فروخت بھی نہیں ہوسکتیں مثل پارچہائے پوشیدنی زنانہ اور ان کا بیچنا بھی معیوب معلوم ہوتا ہے جبکہ یہ احقر غلامان اس پر شریعت کی رو سے قابض ہوجائے گا تو اختیار خدا کی راہ میں دے دینے کا ہوجائیگا ورنہ وہ رکھے رکھے بیکار ہوجائیں گے یا اپنے میں مشغول کریں گے جس سے طبیعت عاری ہے جیسا ارشاد ہو تعمیل کی جائے، اور کیا یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے باپ اس میں سے کچھ لے لیں اور بقیہ کو معاف کردیں یا بلا تقسیم کچھ نقد لے کر میرے ہاتھ فروخت کردیں جیسا کہ حضور نے فرمایا تھا کہ اپنی خوشی سے اس کے

Marfat.com

عوض ایک رومال لےلیں تو بھی عہدہ برآئی ہوسکتی ہے اور ایسی حالت میں یہ رومال دے کر راضی ہونے میں لفظ معافی کی ضرورت ہوگی یا یہ رومال صرف اس کی قیمت ہو جائے گا۔

تکلیف دہی کی معافی فرمائیں اور اپنی محبت عطا۔ عریضہ ادب سگ بارگاہ دلاور حسین

الجواب

۴۸۶
۹۲

بملاحظہ محبِ خدا غلامِ بارگاہِ مصطفےٰ جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جوان صالح سعید مفلح خاں صاحب محمد دلاور حسین خاں صاحب قادری برکاتی حفظہ اللہ تعالےٰ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ آپ کو اپنی اور اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کاملہ میں ابدالآباد تک سرشار رکھے اور اپنی مرضیات کی توفیق دے۔ والدین کی خدمت بچوں کی تربیت یہ بھی عین کارِ دین ورضائے رب العالمین ہے۔ ریاضت ومجاہدہ نام کاہے کا ہے اسی کا کہ رضائے الٰہی میں اپنی خواہش کے خلاف کرنا۔ خدمت والدین وتربیت اولاد رضائے رب العزت ہے اور اب کہ آپ کی طبیعت ان تعلقات سے بھاگتی ہے رضائے الٰہی کے لئے اس کا خلاف کیجئے یہی ریاضت ہوگی تعلقات سے نفرت وہ محمود ہوتی ہے جس میں حقوق شرعیہ تلف نہ ہوں ورنہ وہ بے تعلقی نفس کا دھوکا ہوتا ہے کہ اپنی تن آسانی کے لئے شرعی تکالیف سے بچنا چاہتا ہے اور اسے دنیا سے جُدائی کے پیرایہ میں آدمی پر ظاہر کرتا ہے۔ فقیر دُعا کرتا ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کو اپنا کرلے اور ہمیشہ اپنے پسندیدہ کاموں کی توفیق بخشے اور آپ کے طفیل میں اس نالائق ننگِ خلائق کی بھی اصلاح قلب واعمال وتحسین احوال افعال وتحصیل مرادات وآمال فرمائے اعدائے دین پر مظفر ومنصور رکھے خاتمہ ایمان وسنت پر کرے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلی آلہ واصحابہ وابنہ واحزابہ اجمعین آمین والحمد للہ رب العٰلمین۔

مشترک مال تقسیم کرکے نابالغوں کا حصہ جدا کرنے کا اُن کے باپ کو مطلقاً اختیار رہتا ہے اور ایسی تقسیم تو وصی کو بھی روا ہے کہ وارثان بالغین حاضرین کا حصہ جُدا کرکے اُن کو دے دے اور نابالغوں کے حصے بلاتقسیم الگ کرلے تو آپ کو بدرجۂ اولیٰ جائز ہے کہ بچوں کے نانا کے ساتھ تقسیم کرکے بچوں کا حصہ جدا کرلیجئے نیز باپ کو جبکہ فاسق وفاسد نہ ہو جائز ہے کہ ان کے ایسے اموال بازار کے بھاؤ پر خود خریدلے بازار کے بھاؤ میں چیز کی اصل لاگت نہیں دیکھی جاتی بلکہ یہ اس حالت موجودہ پر

Marfat.com

بازار میں بیچیں تو کیا دام اٹھیں گے - پہننے کے کپڑوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ نیا تازہ جوڑا ابھی وقت بازار میں بیچئے تو ہرگز آدھے دام بھی نہیں لگتے نہ کہ استعمالی پہنے ہوئے نہ کہ ایسا مال جس کا بکنا دشوار اور رکھے رکھے بیکار ہو جائے گا اندیشہ اسے خرید لینے میں تو بچوں کا سراسر نفع ہے نیز اس کو روا ہے کہ بچوں کا مال قرضوں خرید لے یعنی قیمت فی الحال نہ دی جائے گی بلکہ اتنے دنوں کے وعدہ پر مگر روپیہ بیع نہیں ہو سکتا ہاں باپ اپنی حاجتمندی کی حالت میں اس میں سے بقدر ضرورت خرچ کر سکتا ہے اور اُن کا روپیہ خود بطور قرض لے لینے کا بھی باپ کو اختیار ہے یا نہیں اس میں علماء مختلف ہیں بہت کتابیں جواز کی طرف ہیں باپ اگر دین دار متدین خدا ترس ہو تو اس کے لئے جواز پر فتوی دینے میں کچھ باک نہیں آپ بفضلہ تعالےٰ ان صفات کے جامع ہیں پھر جو کچھ اُن کے مال سے قرض لیجئے یا قرضوں ایک میعاد معین پر خریدیئے اس کا کاغذ لکھ دینا چاہیئے کہ کسی وقت بچوں کو ضرر نہ پہنچے اور اس سب سے بہتر اور خالص بے دغدغہ یہ صورت ہے اگر ممکن ہو کہ اس ترکہ میں نابالغوں کا جتنا حصہ ہے مثلاً اگر سب ترکہ نو سو ۹۰۰ روپے کی مالیت کا ہے تو بچوں کا حصہ سوا پانسو روپے ہوا اس کے عوض اتنے یا اس سے کچھ خفیف زیادہ مالیت کی اپنی جائداد زمین یا مکان یا دکان یا گاؤں میں سے بچوں کے نام بیع کر دیجئے اور کاغذ لکھ دیجئے کہ باپ برابر قیمت کو بھی اپنا مال بچوں کے ہاتھ بیچ سکتا ہے یوں ترکہ میں جس قدر ان کا حصہ اور زیور و اسباب میں ہے سب آپ کا ہو جائے گا جو چاہیئے کیجئے پھر وہ جائداد کہ جو بچوں کے نام آپ بیچیں گے اس کی حفظ و نگہداشت و غور پرداخت و تحصیل و تصرف کا اختیار بھی بچوں کے بالغ ہونے تک آپ ہی کو ہوگا، اور اگر آپ کے پاس اور مال نہ ہو تو اس کی آمدنی سے آپ بقدر کفایت اپنے کھانے پہننے کا بھی صرف کر سکیں گے جس میں بچوں کا ضرر نہ ہوگا اور اگر آپ خود اس کے کام اہتمام سے بچنا چاہیں تو یہ بھی روا ہوگا کہ کسی ہوشیار کارگزار دیندار دیانتدار کو کارکن بنائیں یوں ہی ہر طرح سبکدوشی ہو سکتی ہے۔ رہا نانا کا حصہ، وہ اگر یونہی آپ کو معاف کر دیں تو معاف نہ ہوگا یا قبل تقسیم آپ کو ہبہ کر دیں تو جائز نہ ہوگا بلکہ تقسیم کر کے اُن کو سپرد کر دیجئے پھر وہ چاہیں تو آپ کو ہبہ کر دیں یا بلا تقسیم اپنا حصہ آپ کے ہاتھ بیچ کر زرِ ثمن معاف کر دیں اور اس صورت میں ضرور ہوگا کہ زرِ ثمن اتنا ٹھہرے جس کا وزن اُس قدر چاندی کے چھٹے حصہ سے زائد ہو جو ترکہ کے نقد و زیور وغیرہ میں ہے کہ یہی چھٹا حصہ مرحومہ کے باپ کا ہے یا یوں کریں کہ اپنا حصہ مثلاً ایک کتاب کے عوض آپ کے ہاتھ بیع کر دیں وہ کتاب ہی اس کا معاوضہ ہو جائے گی اور پھر معافی کی کوئی حاجت نہ رہے گی اگرچہ کتاب چار ہی ورق کی ہو یونہی اُن کے تمام حصے کے عوض

Marfat.com

ایک رومال دے کر بھی بیع ہوسکتی ہے فقط باہمی رضا درکار ہے۔ ہندیہ میں محیط سے ہے:

لوکان الوصی قسم بین الورثۃ وعزل نصیب کل انسان فھذا علی خمسۃ اوجہ الاول ان تکون الورثۃ صغارا کلھم لیس فیھم کبیر وفی ھذا الوجہ لاتجوز قسمتہ اصلا وھذا بخلاف الاب اذا قسم مال اولادہ الصغار ولیس فیھم کبار فانہ یجوز (ثم قال) الرابع اذا کانوا صغارا وکبارا فعزل نصیب الکبار وھم حضور فدفعہ الیھم وعزل نصیب الصغار جملۃ ولم یفرز نصیب کل واحد من الصغار جاز۔[1]

اگر وصی نے وارثوں میں میراث تقسیم کی اور ہر وارث کا حصہ الگ کردیا تو اس میں پانچ صورتیں ہیں پہلی صورت یہ ہے کہ تمام وارث نابالغ ہوں ان میں سے کوئی بھی بالغ نہ ہو۔ ایسی صورت میں اس کی تقسیم بالکل جائز نہیں بخلاف باپ کے کہ اگر وہ اپنی نابالغ اولاد کا مال تقسیم کردے جن میں کوئی بالغ نہ ہو تو جائز ہے (پھر فرمایا) چوتھی صورت یہ ہے کہ وارثوں میں بالغ بھی ہوں اور نابالغ بھی ہوں پھر اس نے بالغوں کا حصہ الگ کرکے ان کو دے دیا جبکہ تمام بالغ ورثاء حاضر ہیں اور نابالغوں میں سے ہر ایک کا حصہ الگ الگ نہ کیا تو جائز ہے۔ (ت)

تنویر الابصار میں ہے:

بیع الاب مال صغیر من نفسہ جائز بمثل القیمۃ وبما یتغابن فیہ۔[2]

باپ اگر نابالغ کے مال کی بیع اپنی ذات سے کرے تو مثلی قیمت کے ساتھ اور معمولی غبن کے ساتھ جائز ہے۔ (ت)

ولوالجیہ وجامع الفصولین وادب الاوصیاء میں ہے:

للاب شراء مال طفلہ بیسیر الغبن لا بفاحشۃ۔[3]

باپ کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے نابالغ بیٹے کا مال تھوڑے سے غبن کے ساتھ خرید لے نہ کہ زیادہ غبن کے ساتھ۔ (ت)

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الوصایا الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۱۴۳
[2] الدرالمختار شرح تنویر الابصار " باب الوصی مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۳۷
[3] آداب الاوصیاء علی ہامش جامع الفصولین فصل فی الاباق اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۱۳۲

Marfat.com

نیز ادب الاوصیاء فصل الضمان میں ہے:

فی ھبۃ فتاوی القاضی ظھیر الدین لوکان الاب فی فلاۃ ولہ مال فاحتاج الی طعام ولدہ باکلہ بقیمتہ لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الاب احق بمال ولدہ اذا احتاج الیہ بالمعروف و المعروف ان یتناولہ مجانا فقیرا و بالقیمۃ غنیا[1]

فتاوٰی قاضی ظہیر الدین کے باب الہبہ میں ہے اگر باپ بیابان میں ہو اور اس کا کوئی مال بھی ہے پھر وہ اپنی اولاد کے طعام کی طرف محتاج ہوا تو وہ قیمت کے ساتھ اس کو کھا سکتا ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ باپ اگر اولاد کے مال کا محتاج ہو تو وہ معروف طریقے سے اس کو لینے کا زیادہ حقدار ہے اور معروف طریقہ یہ ہے کہ اگر باپ فقیر ہے تو وہ اس کو مفت میں لے لے اور اگر غنی ہے تو قیمت کے ساتھ لے لے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

وفی العدۃ اجمعوا علی انہ لیس للوصی قضاء دینہ من مال الصبی و فی الصغری وللاب ذٰلک لانہ بمنزلۃ بیع مال الصبی من نفسہ ویملکہ الاب بمثل القیمۃ بخلاف الوصی حیث یلزم فی بیعہ الخیریۃ[2]

عدہ میں ہے مشائخ کا اس بات پر اجماع ہے کہ وصی نابالغ بچّے کے مال سے اپنا قرض ادا کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔ اور صغرٰی میں ہے کہ باپ کو ایسا کرنے کا اختیار ہے اس لئے کہ یہ نابالغ کے مال کو اپنی ذات پر بیچنے کے قائم مقام ہے اور باپ مثلی قیمت کے ساتھ ایسا کرنے کا اختیار رکھتا ہے بخلاف وصی کے کیونکہ باپ کے اس کو بیچنے سے خیر ہونا لازم ہے۔ (ت)

اسی طرح فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے نیز ادب الاوصیاء فصل القرض میں ہے:

لواستقرض الوصی من مال الصبی یضمن وعند محمد لا یضمن کالاب[3]

اگر وصی نے نابالغ کے مال سے قرض لیا تو وہ ضامن ہوگا، اور امام محمد کے نزدیک ضامن نہیں ہوگا جیسا کہ باپ ضامن نہیں ہوتا (ت)

---

[1] آداب الاوصیاء علی ہامش جامع الفصولین فصل فی الضمان اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۸۳

[2] " " " " " " " " ۲/ ۲۹۰

[3] " " " " فصل فی القرض " " " ۲/ ۱۶۷

Marfat.com

خلاصہ میں ہے:

لیس للوصی اقراض مال الصبی ولا استقراضہ وعن محمد لہ الاستقراض کالاب[1] اھ اقول وظاھر قولہ کالاب الاتفاق علی ان للاب الاستقراض غیر ان محمداً ربما استشھد بخلافیۃ علی اخری تنبیھا علی منازع الاقوال۔

وصی کے لئے مالِ صغیر کو قرض پر دینا اور اس کو قرض پر لینا جائز نہیں۔ اور امام محمد کے نزدیک اس کو قرض پر لینا جائز ہے جیسا کہ باپ کے لئے جائز ہے اھ میں کہتا ہوں کہ اس کا قول "کالاب" (مثل باپ کے) ظاہراً اس پر دلالت کرتا ہے کہ باپ کے لئے مالِ صغیر کو قرض پر لینے کے جواز پر اتفاق ہے سوائے اس کے کہ امام محمد علیہ الرحمہ دوسری صورت کے اختلافی ہونے پر استشہاد کرتے ہیں اقوال کے مختلف ہونے پر تنبیہ کرنے کے لئے۔ (ت)

ادب الاوصیاء میں عبارتِ مذکورہ کے بعد ہے:

وفی قضاء الجامع اخذ الاب مال صغیرہ قرضا جائز وفی الخلاصۃ انہ ذکر فی رھن الاصل ان الاب یضمن کالوصی[2]

جامع کے باب القضاء میں ہے باپ کا مالِ صغیر کو بطورِ قرض لینا جائز ہے۔ خلاصہ میں ہے کہ اصل کے باب الرہن میں امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا: بیشک باپ وصی کی طرح ضامن ہوگا (ت)

اسی کی فصل الاباق میں شرح مختصر الطحاوی للامام الاسبیجابی سے ہے:

للاب ان یدفعہ (ای مال الصغیر) الی غیرہ مضاربۃ او بضاعۃ وان یضارب ویبضع بنفسہ، وان یودع مالہ عند انسان وان یعیر لاحد استحسانا لا قیاسا و ان یرھن مالہ بدین نفسہ فلو ھلک الرھن یضمن

باپ کو اختیار ہے کہ وہ مالِ صغیر کسی غیر کو بطور مضاربت و بضاعت دے دے، اور خود بھی اس کو بطور مضاربت و بضاعت لے سکتا ہے اور یہ بھی اسے اختیار ہے کہ وہ مال صغیر کسی کے پاس ودیعت رکھے یا کسی کو بطورِ عاریت دے دے یہ بطور استحسان ہے نہ کہ بطورِ قیاس۔ اور یہ کہ وہ مالِ صغیر کو اپنے قرض کے بدلے میں رہن

---

[1] آداب الاوصیاء علی ہامش جامع الفصولین بحوالہ الخلاصہ فصل فی الاباق اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۲۱-۱۲۰
[2] " " " " " " " فصل فی القرض " ۲/۱۶۴

Marfat.com

قدر ما یصیر مؤدیا منه دینه ومثله فی ھذا کله الوصی[1] (ملخصا)

رکھے پھر اگر وہ رہن ہلاک ہوگیا تو یہ اس کا ضامن بنے گا، اور ان سب صورتوں میں وصی باپ کی مثل ہے (ملخصاً)۔(ت)

اسی میں ہے:

فی الخلاصۃ ورھن القوانسی ومختارات النوازل لوباع الوصی مال الصبی اوالاب من غریم نفسہ تقع المقاصۃ بینھما ویضمن الصبی الثمن عند الطرفین ولایقع عند ابی یوسف وکذا الحکم فی بیع الاب[2]

خلاصہ، رہن القوانسی اور مختارات النوازل میں ہے اگر وصی یا باپ نے مال صغیر کو اپنے قرض خواہ کے ہاتھ بیچ دیا تو ثمن اس قرض کا بدل واقع ہوگا، اور وہ وصی یا باپ صغیر کے لئے ثمن کے ضامن ہوں گے۔ یہ طرفین کے نزدیک ہے۔ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک وہ بدل واقع نہیں ہوگا، یہی حکم باپ کی بیع کی صورت میں ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

فی فتاوی الدیناری الوصی اذا باع مال الیتیم باجل جاز ومثلہ الاب وفی الخلاصۃ والمنیۃ للوصی البیع بالنسیئۃ ان لم یخف تلفہ بالجحود والانکار ولا المنع عند حصول الاجل وانقضائہ ولم یکن الاجل بعیدا فاحشا ذکرہ فی کل من الولوالجیۃ والخانیۃ[3] اقول وبما مر

فتاوی دیناری میں ہے کہ وصی اگر مال یتیم کو ایک مدت تک ادھار پر بیچ دے تو جائز ہے اور باپ بھی اسی کی مثل ہے۔ خلاصہ اور منیہ میں ہے وصی کو ادھار پر بیع کرنا جائز ہے اگر یہ خوف نہ ہو کہ مال بسبب انکار کے ضائع ہوجائے گا اور نہ یہ ڈر ہو کہ مدت گزر جانے کے باوجود مشتری ثمن نہیں دے گا اور نہ ہی وہ مدت بہت زیادہ لمبی ہوگی۔ یہ تمام ولوالجیہ اور خانیہ سے منقول ہے اھ میں کہتا ہوں

[1] آداب الاوصیاء علی ہامش جامع الفصولین فصل فی الاباق اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۴۰
[2] " " " " " " " " ۲/ ۱۴۳
[3] " " " " " " " " ۲/ ۱۴۴

Marfat.com

من فرع المقاصة، ومن نص الاسبیجابی ان الوصی فیہ کالاب یعکر علی دعوی الاجماع المار عن العدۃ ویقدح فیھا ایضا ما فی غمز العیون اٰخر الفرائض عن فوائد صاحب المحیط اذا استقرض (ای الوصی) مال الیتیم ھل یصح فی قول الامام لا یملک وقد اختلف المشائخ فقال بعضھم ان کان الوصی ملیا یملک والا فلا والاصح انہ لا یملک[1] اھ وفی قرض ادب الاوصیاء وفی نوادر ھشام سمعت محمدا یقول لیس للوصی ان یستقرض مال الیتیم عند ابی حنیفۃ واما انا فلا اری بہ باسا ان فعل ذٰلک ولہ وفاء بما استقرض ومثلہ فی المنتقی والعتابیۃ والخانیۃ[2] الخ وتمامہ فیہ نعم الاظھر احوط ھو المنع کیف وھو مذھب الامام اقول

ماقبل میں مذکور بدل واقع ہونے والی فرع سے اور اسبیجابی کی اس نص سے کہ "وصی مثل باپ کے ہے" وہ دعوئ اجماع گدلا ہو جاتا ہے جو بحوالہ عدہ گزرا ہے، اور اس کو وہ بات بھی مجروح کرتی ہے جو غمز العیون کے باب الفرائض کے آخر میں صاحبِ محیط کے فوائد سے منقول ہے کہ وصی اگر مالِ یتیم کو قرض پر لے تو کیا وہ امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق صحیح ہوگا اس میں مشائخ کا اختلاف ہُوا ان میں سے بعض نے کہا اگر وصی مالدار ہے تو اس کو ایسا کرنے کا اختیار ہے ورنہ نہیں، اور اصح یہ ہے کہ اس کو ایسا کرنے کا اختیار نہیں اھ آدابُ الاوصیاء کے باب القرض اور نوادرِ ہشام میں ہے میں نے امام محمد علیہ الرحمہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک وصی کو مال یتیم قرض پر لینے کا اختیار نہیں لیکن میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا، اگر اس نے ایسا کیا اور اس کے پاس اس قرض کو ادا کرنے کے لئے مال موجود ہو تو حرج نہیں اور اسی کی مثل منتقی، عتابیہ اور خانیہ میں ہے الخ اور اس کی مکمل بحث آدابُ الاوصیاء میں ہے، ہاں زیادہ ظاہر اور زیادہ محتاط منع ہی ہے، کیسے نہ ہو جبکہ وہ امام ابوحنیفہ

---

[1] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الفرائض ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۱۳۱

[2] آداب الاوصیاء علی ہامش جامع الفصولین فصل فی الفرائض اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۷۲-۷۳

Marfat.com

ولك ان تجيب عن فرع الرهن بانه ليس تملكا ولا اهلاكا فلا يقاس عليه الاستقراض ولا اداء دين نفسه من مال الصبي اما لزوم الضمان في الرهن فحكم الهلاك العارض و في صورة المقاصة ايضا انما صدر منه البيع وهو سائغ له والمقاصة وقعت لان الحقوق ترجع اليه وكم من شئ يثبت ضمنا و لا يثبت قصدا ۔ والله تعالٰی اعلم ۔

علیہ الرحمہ کا مذہب ہے ۔ میں کہتا ہوں تو رہن والی فرع کا جواب یوں دے سکتا ہے کہ وہ نہ تو تملک ہے اور نہ ہلاک کرنا ، لہٰذا اس پر قرض لینے اور مالِ صغیر سے اپنا قرض ادا کرنے کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ رہا رہن میں ضمان کا لازم ہونا تو وہ ہلاکِ عارض کا حکم ہے اور بدل واقع ہونے والی صورت میں بھی بیع تو اس سے اس حال میں صادر ہوئی کہ وہ اس کے لئے جائز تھی اور ثمن کا قرض کے لئے بدل واقع ہونا اس لئے ہے کہ حقوق بائع کی طرف لوٹتے ہیں اور بہت سی اشیاء ضمناً ثابت ہوتی ہیں اور قصداً ثابت نہیں ہوتیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

نیز ادب الاوصیاء فصل اباق میں ہے :

في المنتقى يجوز للوصي شراء مال اليتيم لنفسه وبيعه مال نفسه من اليتيم فاذا رفع ذلك الى القاضي ان رأى خيرا ابرمه والزمه والا فسخه و نقضه قال ومثله بيع الاب وشراؤه حيث يكون للقاضي فسخه ان لم يكن خيرا لليتيم يعني الابن لكن عدم الخيرية في الاب كونه ناقصا عن ثمن المثل نقصانا لا يتغابن فيه الناس[1] ۔ والله تعالٰی اعلم

منتقی میں ہے وصی کے لئے جائز ہے کہ وہ مالِ یتیم کو اپنے لئے خریدے یا اپنا مال یتیم پر بیچے پھر جب یہ معاملہ قاضی کے پاس پہنچے تو اگر وہ اس میں بھلائی دیکھے تو اس کو پکا اور لازم کردے ورنہ اس کو فسخ کردے، اور اسی کی مثل باپ کی خرید وفروخت ہے ، اگر وہ یتیم بیٹے کے حق میں خیر نہ ہو تو قاضی اس کو فسخ کرنے کا اختیار رکھتا ہے لیکن باپ کی صورت میں خیر کا نہ ہونا تب ہوگا کہ جب وہ خرید وفروخت ثمنِ مثلی سے اس قدر کم ہو جس قدر کمی کا غبن لوگوں میں رائج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] آداب الاوصیاء علی ہامش جامع الفصولین فصل فی الاباق اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۱۳۵

Marfat.com

مسئلہ ۱۵۰ ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ زید نے ایک مکان بحالت مرض الموت بی بی کے کہنے سے بی بی کے نام بعوض دو سو روپے مہر کے منتقل کر دیا حالانکہ قبل اس کے بی بی نے مہر معاف کر دیا تھا اور بی بی نے اس غرض سے مکان منتقل کرایا تھا کہ قرضہ سے بچ جائے — زید اس تحریر کے تیسرے روز مرگیا اور ایک لڑکا ایک لڑکی اور بی بی چھوڑے، اول بی بی نے سوا سو روپے میں رہن رکھا اور اب فروخت کرتی ہے اور لڑکا لڑکی بدستور قابض و دخیل ہیں، ایسی صورت میں کس قدر حصہ پا سکتے ہیں اور یہ انتقال زید کا کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

انتقال کی یہ غرض اگر ثابت بھی ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ انتقال فرضی ہو اور جب زید اقرار کر رہا ہے کہ اس پر زوجہ کا مہر باقی ہے اور اس کے عوض میں یہ جائداد دیتا ہے تو اس کے وارثوں کا دعوٰی کہ عورت پہلے اپنا مہر معاف کر چکی تھی مسموع نہیں۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

۱ رجل اقر لامرأته بمهر الف درهم فی مرض موته ومات ثم اقامت الورثة البينة ان المرأة وهبت مهرها من زوجها فی حياة الزوج لا تقبل والمهر لازم باقرارہ وکذا فی الخلاصة۔[1]

کسی شخص نے مرض الموت میں اپنی بیوی کے لئے ایک ہزار درہم مہر کا اقرار کیا اور وہ مرگیا۔ پھر اس بات پر گواہ قائم ہوگئے کہ عورت نے شوہر کی زندگی میں اپنا مہر شوہر کو ہبہ کر دیا تھا تو یہ گواہ قبول نہیں کئے جائیں گے اور شوہر کے اقرار کی وجہ سے مہر لازم ہوگا۔ خلاصہ میں یونہی ہے (ت)

مگر جبکہ مہر روپے تھے ان کے عوض مکان دینا بیع ہے اور زید کو مرض الموت تھا اور عورت اسکی وارث ہے اور وارث کے ہاتھ مریض کا کوئی چیز بیچنا اگرچہ برابر قیمت کو ہو بے اجازت دیگر ورثہ کے باطل ہے۔ عالمگیریہ میں ہے:

اذا باع المريض فی مرض الموت من وارثه

مریض نے مرض الموت میں اپنے وارث کا ہاتھ

---

[1] الفتاوٰی الہندیۃ کتاب الاقرار الباب السادس نورانی کتب خانہ کراچی ۴/۱۷۶

Marfat.com

عینا من اعیان مالہ ان صح جاز بیعہ وان مات من ذٰلك المرض ولم تجز الورثۃ بطل البیع[1]

اپنے مال سے کوئی خاص شئی فروخت کی، پھر اگر وہ مریض صحت مند ہوگیا تو اس کی بیع جائز ہوگی اور اگر وہ کسی بیماری سے مرگیا اور وارثوں نے بیع کی اجازت نہ دی تو بیع باطل ہوجائیگی (ت)

پس اگر دیگر ورثہ اس انتقال کو جائز نہیں رکھتے تو یہ بیع باطل ہوگئی مکان بدستور متروکہ زید ہوا البتہ دو سو روپے مہر کے دینے رہے بعد ادائے مہر و دیگر دیون مکان و دیگر متروکہ زید حسب شرائط فرائض چوبیس[24] سہام ہوکر تین سہم زوجہ چودہ پسر سات دختر کو ملیں، تنہا عورت کو اس کی بیع کا اختیار نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۱: مرسلہ حافظ محمد ایاز از قصبہ نجیب آباد ۲۸ جمادی الآخرہ ۱۳۲۹ھ

بکر نے اپنے ترکہ میں دو لڑکے زید، عمرو اور ایک مکان مسکونی چھوڑا۔ چند مدت کے بعد بڑے بھائی زید کا انتقال ہوگیا اُس کی بیوی اور ایک لڑکا رہ گیا، اس متوفی کی جانب سے ایک شخص شریک اور مختار کل کاروبار تھا۔ بکر کے دوسرے لڑکے عمرو نے نصف حصّہ مکان اپنے بھائی متوفی زید کا منجانب پسر نابالغ متوفی معرفت مختار متوفی پچاس روپے کو بیع خرید کر بیعنامہ مختار سے لکھا لیا کہ جس پر مختار نے پسر متوفی کے دستخط اپنے ہاتھ سے کردیئے اور ایک دستخط اپنے خود کر دیئے لیکن رجسٹری نہیں ہوئی اور گواہان حاشیہ بھی سب فوت ہو چکے بعد تحریر وغیرہ کے ایک مکان یا زمین جو زیر دیوار مکان مبیع مذکور کے بھی اُسی پچاس روپے سے جو اوپر دے چکے تھے پسر متوفی و بیوہ متوفی مذکور کو بکر کے چھوٹے لڑکے عمرو نے خرید دی اور اس کا بیعنامہ پسر متوفی یعنی اپنے برادر زادہ کے نام تحریر کرادیا جس کی عمر ۳، ۴ برس کی تھی پس اُس وقت بیوہ متوفی زید اپنے پسر نابالغ کو لے کر اُس مکان میں چلی گئی جو اُن کو خرید دیا تھا، اب وہ مکان متروک بکر بالکل سارا اس کے چھوٹے لڑکے عمرو کے پاس رہا مکان متروک بکر کچھ پختہ و کچھ خام تھا عمرو نے اپنی لاگت سے اُس خام کو بھی پختہ کرلیا قریب ماصـ روپے کے اُس میں صرف ہوئے اور عرصہ ۳۲ برس سے برابر اس عمرو کی اس میں سکونت و دخل ہے اب عرصہ دو تین برس کے عمرو کے برادر زادہ نے اس مکان ترکہ بکر میں اپنے باپ متوفی زید کا نصف حصہ طلب کیا ہے اور اس برادر زادہ کی عمر اس وقت قریب ۳۸ برس کی ہے جب سے بالغ ہوا تھا جب سے کوئی جھگڑا نہیں کیا تھا اب

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب البیوع الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۱۵۴

Marfat.com

کرتا ہے اور برادر زادہ یہ بیان کرتا ہے کہ وہ پچاس روپے جس سے مجھ کو مکان چچا عمرو نے خرید کر دیا تھا وہ میں نے ۷ برس ہوئے کہ واپس چچا صاحب کو دے دیئے ہیں اور چچا یہ کہتے ہیں کہ ہم نے واپس نہ لئے تھے اور اس امر کا طرفین سے کوئی گواہ دیدہ موجود نہیں ہے شنیدہ معتبر نہیں۔ اب یہ معاملہ پنچایت میں پیش ہے، اب دریافت طلب یہ امر ہیں:

(۱) جو بیعنامہ مختار نے نابالغ کی طرف سے کر دیا وہ بیع درست ہوتی یا نہیں؟

(۲) اگر بیع درست نہ ہوئی تو نصف حصہ چچا و نصف حصہ برادر زادہ کا ہوگا یا نہیں؟

(۳) جو چچا نے بعد خرید لینے مکان متروکہ کے ماسوا کی تعمیر اپنی لاگت سے کی وہ اس کو ملنا چاہئے یا نہیں؟

(۴) ۳۲ برس سے جو چچا صاحب نے اس مکان متروک میں خالصاً سکونت کی ان کا کرایہ نصف کا حقدار برادر زادہ ہے یا نہیں؟

(۵) جو برادر زادہ بیان کرتا ہے کہ میں نے چچا کو پچاس روپیہ واپس دے دیئے ہیں اگر چچا حلف اٹھالیں تو میں مکان سے دست بردار ہوتا ہوں ورنہ میں حلف اٹھاتا ہوں اس صورت میں کس کا حلف معتبر ہے اور کس کو حلف دلایا جائے؟

(۶) اگر بیعنامہ مذکورہ جائز تسلیم ہو اور برادر زادہ نے پچاس روپے کا حلف کیا ہو تو اس کو پچاس روپے ہی دلائے جائیں گے یا کیا ہوگا کیونکہ جب مکان کی بیع جائز ہو چکی ہو؟

(۷) اگر مکان کی بیع ناجائز ہے تو بعد حلف برادر زادہ کے نصف حصہ مکان برادر زادہ کا قرار پائیگا یا نہیں اور بابت لاگت اور کرایہ مکان کیا عمل درآمد ہوگا؟

مسائل متذکرہ بالا میں نہایت جھگڑے اور فساد واقع ہیں لہذا موافق شرع شریف ارشاد فرمادیجئے اجر عظیم وثواب دارین ہوگا۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب (اے اللہ! حق اور درستگی کی ہدایت عطا فرما۔ ت)

مکان ۴۳ برس سے عمرو کے قبض وتصرف میں ہے اور پسر زید کو بالغ ہوئے بھی بیس برس سے زیادہ زمانہ گزرا اور وہ اتنی مدت مدید تک ساکت رہا یہ اگرچہ اسے مستلزم ہوتا کہ اب پسر زید کا دعوٰی نہ سنا جاتا مگر جبکہ عمرو تسلیم کرتا ہے کہ واقعی یہ نصف مکان پسر زید کی ملک کا اقرار اور اس سے اپنی طرف انتقال ملک کا دعوٰی ہوا اور کوئی دعوٰی بے دلیل مقبول نہیں اور ہر مقر اپنے اقرار پر

Marfat.com

ماخوذ ہے اور بعد اقرار کوئی تمادی مخل نہیں ہوتی، اگر سو برس کے بعد کوئی اقرار کرے کہ یہ شَے فلاں کی ملک ہے تو وہ اقرار اس مقر پر حجت ہوگا اور سو برس گزرجانا کچھ خلل نہ ڈالے گا۔ علامہ خیر الدین رملی استاد صاحبِ درمختار رحمہما اللہ تعالٰی کے فتاوٰی خیریہ میں ہے :

دعوی تلقی الملك من المورث اقرار بالملك له ودعوی الانتقال منه الیه فیحتاج المدعی علیه الی بینة وصار المدعی علیه مدعیا وکل مدع محتاج الی بینة ینور بها دعواه ولاینفعه وضع الید المدة المذکورة مع الاقرار المذکور ولیس من باب ترك الدعوٰی بل من باب المواخذة بالاقرار من اقر بشیئ لغیرہ اخذ باقرارہ ولو کان فی یدہ احقابا کثیرة لاتعد وھذا مما لایتوقف فیه[1]

مورث سے ملک حاصل کرنے کا دعوٰی مورث کی ملکیت کا اقرار اور اس سے ملکیت کے مقر کی طرف منتقل ہونے کا دعوٰی ہے، چنانچہ مدعا علیہ گواہ لانے کا محتاج ہوگا اور مدعا علیہ مدعی بن جائے گا اور ہر مدعی ایسی گواہی کا محتاج ہوتا ہے جس کے ساتھ اس کا دعوٰی روشن ہو۔ اقرارِ مذکور کے ہوتے ہوئے مدتِ مذکورہ تک اس کا قبضہ اُسے کچھ نفع نہیں دے گا۔ یہ ترکِ دعوٰی کے باب سے نہیں بلکہ اقرار کے سبب مؤاخذہ کے باب سے ہے۔ جس شخص نے غیر کے لئے کسی شَے کا اقرار کیا اس کے اقرار کے سبب سے وُہ شَے اس سے لی جائیگی اگرچہ وہ بے شمار اس کے قبضے میں رہی ہو اور یہ ایسا مسئلہ ہے جس پر توقف نہیں کیا جاتا۔ (ت)

ذریعہ انتقال جو عمرو نے بتایا کہ مختار ید رسے بیعنامہ کرالیا محض باطل و بے اثر ہے اول تو زید کی زندگی میں اس کا مختار ہونا زید کے بعد اس کی اولاد پر وصی ہونا نہیں زید کے مرتے ہی وکالت ختم ہوگئی۔

تنویر الابصار و درمختار میں ہے :

ینعزل الوکیل بموت احدھما[2]

دونوں میں سے کسی ایک کی موت کے سبب سے وکیل معزول ہوجاتا ہے۔ (ت)

اور اگر ثابت بھی ہو کہ یہ مختار وصی بھی تھا تو اگر یہ پچاس روپے اس نصف مکان کی واقعی قیمت کے

---

[1] الفتاوی الخیریۃ کتاب الدعوٰی دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۸۰ و ۸۱

[2] الدرالمختار شرح تنویر الابصار باب عزل الوکیل مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۱۳

Marfat.com

پورے دونے یا دونے سے بھی زائد نہ تھے جیسا کہ یہی ظاہر ہے تو صورت مذکورہ میں اسے بیع مکان کا اختیار اصلاً نہ تھا وصی نابالغ کی جائداد غیر منقولہ دو چند قیمت سے کم کو تو صرف معدود صورت ضرورت میں بیچ سکتا ہے میت پر کوئی دین ایسا ہو کہ بغیر اس کے بیچے ادا نہ ہو سکے گا یا اُس نے کچھ روپوں کی ایسی وصیت کی کہ اسے بیچ ہی کر پوری ہو سکے گی یا مکان گرا جاتا خراب ہوا جاتا ہے اور مرمت کے لئے کچھ پاس نہیں یا کسی ظالم نے دبا لیا ہے کہ نہ بیچے تو مفت ہاتھ سے جائے یا نابالغ کے کھانے پینے کو اس کے سوا کچھ نہیں وہ جائداد یا کرایہ و محصول کی چیز ہے اور اس کی آمدنی اسی کو لگ جاتی ہے۔ درمختار میں ہے :

وجاز بیعه عقار صغیر بضعف قیمته اولنفقة الصغیر او دین المیت او وصیة مرسلة لا نفاذ لها الا منه او لکونه غلاته لا تزید علی مؤنته او خوف خرابه او نقصانه او کونه فی ید متغلب، درر و اشباہ[۱] ملخصًا

وصی کے لئے جائز ہے کہ وہ نابالغ کی غیر منقولہ جائداد کو دگنی قیمت پر یا صغیر کے نفقہ کے لئے یا میّت کے قرض کی ادائیگی کے لئے یا اسکی ایسی وصیتِ مطلقہ کے نفاذ کے لئے بیچ دے جس وصیت کا نفاذ اس جائداد کو بیچے بغیر نہیں ہو سکتا نیز اس جائداد کی پیداوار اس پر خرچ سے زائد ہو یا اس جائداد کے ویران ہونے یا ناقص ہونے یا کسی جابر کے ہاتھ لگ جانے کا ڈر ہو تو بھی اس کو بیچ سکتا ہے، درر واشباہ (ملخصًا ت)

ظاہر ہے کہ یہاں اُن صورتوں میں سے کچھ نہ تھا ان بلاد میں نہ ہرگز یہ امید ہے کہ نصف مکان جس میں پختہ عمارت بھی ہے صرف پچیس روپے یا اس سے بھی کم ہو تو نظر بظاہر ہوا کہ عمرو نے اپنا نفع خیال کیا اپنے لئے مکان خالص کر لینا چاہا اور جو قیمت اپنی خواہش کے موافق چاہی اُس پر ایک اجنبی سے جسے یتیم کا کیا درد ہو نا فیصلہ کرا لیا اور اس کے عوض دوسرا مکان یتیم کو خرید دیا غرض صورِ مذکورہ میں مختار کو اس بیع کا کچھ اختیار نہ تھا تو یہ بیع فضولی ہوئی اور وقتِ عقد اس کا کوئی اجازت دینے والا نہ تھا کہ اُن چند عذروں کے سوا جب خود وصی کو اختیار بیع نہیں تو غیر وصی بدرجۂ اولیٰ کہ فضولی جو ایسا عقد کرے جس کا نافذ کرنا اس وقت کسی کا منصب نہ ہو وہ عقد محض باطل ہوتا ہے۔ درمختار باب الفضولی میں ہے :

کل تصرف صدر منه وله مجیز

ہر تصرف جو فضولی سے صادر ہو دراں حالیکہ

---

[۱] الدر المختار کتاب الوصایا باب الوصی مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۳۷

Marfat.com

حال وقوعہ انعقد موقوفا ومالا مجیز لہ حالۃ العقد لاینعقد اصلا[1] بوقت عقد اس کی اجازت دینے والا کوئی موجود ہو تو وہ عقد اس کی اجازت پر موقوف ہوجائے گا اور جس کی اجازت دینے والا بوقتِ عقد کوئی نہ ہو وہ بالکل منعقد نہیں ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں جامع الفصولین سے ہے:

وطلق او وھب مالہ او تصدق بہ او باع مالہ محاباۃ فاحشۃ او شری شیئا باکثر من قیمتہ فاحشا او عقد عقدا لوفعلہ ولیہ فی صباہ لم یجز علیہ فھذہ کلھا باطلۃ وان اجازھا الصبی بعد بلوغہ لم تجز لانہ لامجیز لہا وقت العقد[2] نابالغ نے اگر طلاق دی یا اپنا مال ہبہ کیا یا اُسے صدقہ کیا یا اپنا مال بہت زیادہ کم قیمت پر فروخت کیا یا کوئی شئی اس کی اصل قیمت سے بہت زیادہ قیمت کے بدلے خریدی یا کوئی ایسا عقد کیا کہ اگر اس کا ولی اس کی صغرسنی میں وہ عقد کرتا تو جائز نہ ہوتا۔ یہ تمام عقود باطل ہیں۔ اور اگر نابالغ نے بالغ ہونے کے بعد ان کی اجازت دے دی تو وُہ جائز نہیں ہوں گے اس لئے کہ وُہ وقت عقد ان کی اجازت دینے والا کوئی نہیں تھا۔ (ت)

فتاوٰی خیریہ میں ہے:

یتیم باع جدہ عقارہ بغیر مسوغ صرح فی التتارخانیۃ عن المنتقی انہ باطل[3] یتیم کے دادا نے یتیم کی غیر منقولہ جائداد بلاجواز بیع دی، تاتارخانیہ میں منتقی سے اس بات پر تصریح منقول ہے کہ یہ بیع باطل ہے (ت)

اور جب وُہ بیع باطل ہوئی تو پچاس روپے جو قیمت کے قرار دیئے تھے وہ بھی ملک عمرو سے نہ نکلے کیلا یجتمع البدلان فی ملک واحد (تاکہ ملک واحد میں دونوں بدل جمع نہ ہوں۔ ت) اگر عمرو نے یہ روپے پسر زید کو نہ دیئے تھے جب تو ظاہر کہ اس کی ملک اس کے پاس تھی اور اگر دے دیئے تھے اور پھر دوسرا مکان خریدنے کے لئے اس سے لے کر بائع مکان دوم کو دیئے تھے تو جس وقت پسر زید سے واپس لئے عمرو کے روپے عمرو کو پہنچ گئے اور پسرِ زید پر اُن کا مطالبہ نہ رہا۔ درمختار میں ہے:

---

[1] الدر المختار کتاب البیوع فصل فی الفضولی مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۱
[2] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۳۶
[3] الفتاوی الخیریۃ کتاب الوصایا دارالمعرفۃ بیروت ۲/۲۱۷

Marfat.com

والاصل ان المستحق بجهة اذا وصل الی المستحق بجهة اخری اعتبر واصلا بجهة مستحقه ان وصل الیہ من المستحق علیہ والا فلا وتمامہ فی جامع الفصولین[1]

ضابطہ یہ ہے کہ کسی شئ میں ایک جہت سے استحقاق ثابت ہوا اور وہ کسی دوسری جہت سے مستحق تک پہنچ گئی تو اس میں اسی جہت مستحقہ سے موصول ہونے کا اعتبار کیا جاتا ہے بشرطیکہ وہ شئ مستحق تک اس شخص کی طرف سے پہنچی ہو جس پر استحقاق ثابت ہوا ورنہ یہ حکم نہیں ہوگا۔ اس کی مکمل بحث جامع الفصولین میں ہے (ت)

پھر جبکہ عمرو نے بھتیجے کو دوسرا مکان خرید دیا اور اس کی قیمت اس روپے سے ادا کی جو عمرو ہی کی ملک تھا تو یہ مکان عمرو کی طرف سے اس کو ہبہ ہوا قیمت کا مطالبہ پسر زید سے نہ ہوگا ——— احکام الصغار پھر عقود دریہ میں ذخیرہ وتجنیس سے ہے:

امرأۃ اشترت ضیعۃ لولدھا الصغیر من مالھا وقع الشراء للام لانھا لاتملک الشراء للولد وتکون الضیعۃ للولد لان الام تصیر واھبۃ[2]

ایک عورت نے اپنے مال سے اپنی نابالغ اولاد کے لئے جائداد خریدی تو وہ خریداری ماں کے لئے واقع ہوگی کیونکہ وہ اولاد کے لئے خریداری کی مالک نہیں اور وہ جائداد اولاد کے لئے ہوگی کیونکہ ماں ہبہ کرنے والی ہوئی۔ (ت)

پسر زید جو پچاس روپے عمرو کو واپس کرنے کا دعوٰی کرتا ہے جب تک شہادت شرعیہ سے ثبوت نہ ہو مقبول نہیں، ہاں اگر گواہان عادل سے ثابت ہوجائے یا پسر زید حاکم کے یہاں گواہ نہ دے اور عمرو سے حلف مانگے اس پر عمرو حلف سے انکار کردے تو یہ پچاس روپے عمرو پر ثابت ہوجائیں گے اور از انجا کہ پسر زید نے اس گمان سے دیئے کہ یہ حق عمرو ہیں ان کی واپسی شرعًا مجھ پر لازم ہے حالانکہ واقع میں ایسا نہ تھا تو یہ روپے بھی عمرو پسر زید کو واپس دے گا۔ خیریہ پھر حامدیہ میں ہے:

فی شرح النظم الوھبانی لشیخ الاسلام عبد البر ان من دفع شیئا لیس بواجب فلہ استردادہ الا اذا دفعہ علٰی وجہ الھبۃ واستھلکہ

شیخ الاسلام عبدالبر کی تصنیف شرح النظم الوہبانی میں ہے اگر کوئی کسی کو ایسی شئ دے جس کا دینا اس پر واجب نہیں تو وہ اس شئ کو واپس لے سکتا ہے مگر اس وقت نہیں لے سکتا جب

---

[1] الدر المختار کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۸

[2] العقود الدریۃ کتاب الوصایا باب الوصی ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۳۳۰

Marfat.com

القابض اھ وقد صرحوا بان من ظن ان علیه دینا فبان خلافه یرجع بما ادی ولو کان قد استهلکه یرجع ببدله۔[1]

اس نے وہ شیئ بطور ہبہ دی اور اس پر قبضہ کرنے والے نے اسے ہلاک کر دیا الخ تحقیق مشائخ نے تصریح فرمائی کہ کسی کو گمان ہوا کہ اس پر کسی کا قرض ہے پھر اس کے خلاف ظاہر ہوا تو جو کچھ اس نے ادا کیا اس میں رجوع کرسکتا ہے، اور اگر اسکو وصول کرنے والے نے ہلاک کر دیا ہو تو اس کے بدل کے ساتھ رجوع کرے گا۔ (ت)

ان روپوں کے دعوٰی میں حلف چچا پر ہے پسر زید کا حلف معتبر نہیں، اور اگر چچا حلف کرے تو یہ روپے اس پر لازم نہ آئیں گے مکان پر اس کا اثر نہ ہوگا پسر زید کا کہنا کہ چچا حلف کرلیں تو میں مکان سے دستبردار ہوتا ہوں مہمل و باطل ہے کہ دستبرداری اُن اشیاء سے نہیں جن کو کسی شرط پر معلق کرسکیں۔ ردالمحتار میں ہے:

علل فی الخلاصة لعدم صحة تعلیق الرجعة بالشرط بانه انما یحتمل التعلیق بالشرط مایجوز ان یحلف به ولا یحلف بالرجعة اھ معنی انه لایقال ان فعلت کذا فعلیّ ان ارجع زوجتی کما یقال فعلیّ حج او عمرة اوغیرهما مما یحلف به۔[2]

رجوع کو کسی شرط کے ساتھ معلق کرنے کی عدم صحت کے بارے میں خلاصہ میں یہ تعلیل بیان کی کہ شرط کے ساتھ معلق کرنے کا احتمال وہ چیز رکھتی ہے جس پر حلف جائز ہو جبکہ رجوع کا حلف جائز نہیں اھ معنٰی یہ ہے کہ یُوں نہیں کہا جائے گا اگر میں نے ایسا کیا تو مجھ پر لازم ہے کہ میں اپنی بیوی سے رجوع کروں جیسا کہ یُوں کہا جاسکتا ہے کہ اگر میں ایسا کروں تو مجھ پر حج یا عمرہ وغیرہ لازم ہوگا یعنی ایسی چیز کا ذکر کیا جس کے ساتھ حلف جائز ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

وعزل الوکیل (ای لایصح تعلیقه) بان قال عزلتك علی ان تهدی الیّ شیئا او ان قدم فلان لانه لیس مما یحلف به فلا یجوز

اور وکیل کو معزول کرنے کی تعلیق صحیح نہیں، اس کی صورت یہ ہے کہ یُوں کہے کہ اگر تُو مجھے کوئی شیئ ہدیہ دے یا اگر فلاں شخص آئے تو میں نے تجھے معزول کیا اس لئے کہ یہ چیزیں ایسی نہیں

---

[1] العقود الدریة کتاب الوقف الباب الثالث ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/ ۲۲۶

[2] ردالمحتار کتاب البیوع ما یبطل بالشرط الفاسد ولایصح تعلیقه به داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۲۵

Marfat.com

تعلیقہ بالشرط عینی[1] | جن کے ساتھ حلف جائز ہو لہٰذا ان کو کسی شرط کے ساتھ معلق کرنا جائز نہیں ہوگا۔ (ت)

پھر جب نصف مکان پسرِ زید کا ٹھہرا اور اس میں عمرو نے اپنے روپے سے عمارت جدید بنائی مکان تقسیم کیا جائے جتنی عمارتِ عمرو حصۂ پسرِ زید میں آئے عمرو پر لازم ہے کہ اپنی عمارت اس کے حصے سے اکھیڑ کر خالی کردے اور اگر اس میں زمین پسرِ زید کو نقصان کثیر پہنچے تو پسرِ زید کو اختیار ہوگا کہ وہ عمارت خود لے لے اور اُس کی اتنی قیمت عمرو کو دے دے جو اکھیڑے ہوئے عملہ کی ہوتی ہے اور اس میں سے اس کے اکھیڑنے کی اجرت مجرا کرلے مثلاً یہ عمارت حالتِ موجودہ پر نرخ رائج سے ساٹھ روپے کی ہوتی ہے اور اکھیڑ لی جائے تو ٹوٹا ہوا عملہ تیس۳۰ روپے کا رہ جائے اور دو۲ روپے اس کے اکھڑوانے کی مزدوری میں صرف ہوئے تو پسرِ زید اٹھائیس روپے عمرو کو دے اور عمارت اپنی ملک کرلے۔ تنویر الابصار میں ہے:

من بنی او غرس فی ارض غیرہ بغیر اذنہ امر بالقلع والرد وللمالک ان یضمن لہ قیمۃ بناء او شجر امر بقلعہ ان نقصت الارض بہ[2] | کسی شخص نے دوسرے کی زمین میں اس کی اجازت کے بغیر بنا دی یا درخت لگادئے تو اس کو درخت اکھاڑنے اور زمین واپس کرنے کا حکم دیا جائے گا، اور زمین کے مالک کو اختیار ہے کہ وہ اس عمارت یا درخت جس کو اکھاڑنے کا حکم دیا گیا ہے کی قیمت کا ضمان دے دے اگر اکھاڑنے سے زمین کو نقصان ہوتا ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

وھی اقل من قیمتہ مقلوعا مقدار اجرۃ القلع فان کانت قیمۃ الارض مائۃ و قیمۃ الشجر المقلوع عشرۃ واجرۃ القلع درھم بقیت تسعۃ دراھم فالارض مع ھذا الشجر | اور اس قیمت میں اکھاڑی ہوئی عمارت یا درخت کی قیمت سے اکھاڑنے کی اُجرت کے برابر کمی کی جائے گی چنانچہ اگر زمین کی قیمت سو درہم ہو اور اکھڑے ہوئے درخت کی قیمت دس درہم ہو جبکہ اکھاڑنے کی اجرت ایک درہم ہو تو اس

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع مایبطل بالشرط الفاسد الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۲۶

[2] الدرالمختار شرح تنویر الابصار کتاب الغصب مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۰۷

Marfat.com

تقوم بمائة وتسعة دراھم فیضمن المالك التسع، منح[1]۔

ایک درہم کو نکال کے درخت کی قیمت نو درہم بچی لہذا اس درخت کی قیمت سمیت ایک سو نو درہم میں پڑی تو مالک نو درہم ضمان دے گا، منح۔ (ت)

اور جبکہ نصف مکان بدستور پسرِ زید کی ملک ٹھہرا اور وہ اس وقت یتیم تھا تو جس دن کہ کل مکان پر عمرو نے قبضہ کیا اس وقت سے پسرِ زید کے بالغ ہونے تک جتنی مدت گزری کہ زیادہ سے زیادہ گیارہ برس اور کم سے کم آٹھ برس ہوگی اس مدت میں ملک زید کا کرایہ مثل عمرو کے ذمہ واجب الادا ہے جب تک عمرو نے عمارت جدید نہ بنائی تھی اس حیثیت موجودہ پر نرخ عام سے جو اُس مکان کا کرایہ ہوتا ہے کا نصف دینا آئے گا اور جس نے عمارت جدید بنائی اگر عمارت قدیم بھی قائم رکھی تو اتنا ہی واجب رہے گا جو قبل عمارت جدید کے تھا اور اگر عمارت قدیم منہدم کردی تو جو کچھ اس میں قابلِ تاوان تھا اس کا تاوان عمرو پر آئے گا اور اس کے بعد سے جو خالی زمین کا کرایہ مثل ہو زمانِ بلوغ تک وہ واجب آئے گا کہ یہ مال یتیم کا تھا اور مالِ یتیم پر قبضہ کرنے سے بلاعقد اجارہ اجرت مطلق لازم آتی ہے اگرچہ تصرف کرنے والا یتیم کا شریک ہو خواہ بدعوٰی خریداری وغیرہ تصرف کرے۔ درمختار میں ہے:

منافع الغصب استوفاھا او عطلھا لاتضمن الا فی ثلث فیجب اجر المثل ان یکون المغصوب وقفا او مال الیتیم فعلی المعتمد تجب الاجرۃ علی الشریك وبہ افتی ابن نجیم او معد اللاستغلال الا فی المعد اذا سکن بتاویل ملك کبیت سکنہ احد الشرکاء او عقد کبیت الرھن سکنہ المرتھن

غصب کے منافع پر ضمان نہیں چاہے غاصب نے ان منافع کو حاصل کیا ہو یا انھیں معطل رکھا ہو سوائے تین صورتوں کے کہ ان میں غصب کے منافع پر مثلی اُجرت واجب ہوتی ہے وہ یہ ہیں کہ مغصوب وقف ہو یا مغصوب یتیم کا مال ہو تو معتمد مذہب کی بنیاد پر شریک پر اجرت واجب ہوگی اور اسی کے ساتھ فتوٰی دیا ابنِ نجیم نے، یا وہ مغصوب کرایہ حاصل کرنے کے لئے تیار کیا گیا ہو سوائے اس مغصوب کے جسے کرایہ حاصل کرنے کے لئے تیار کیا گیا ہو مگر غاصب اس میں ملک کی تاویل کے ساتھ

[1] ردالمحتار کتاب الغصب داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۲۴

Marfat.com

سکنه المرتهن ثم بان للغیر معدا للاجارۃ فلا شیئ علیہ[1] اھ ملتقطا۔

سکونت پذیر ہوا ہو جیسے وہ گھر جس میں اس کے شرکاء میں سے کوئی ایک سکونت اختیار کرے یا عقد کی تاویل کے ساتھ اس میں رہائش پذیر ہو جیسے رہن کا مکان جس میں مرتہن نے سکونت اختیار کی پھر ظاہر ہوا کہ وُہ مکان کسی غیر شخص کا ہے جو اجارہ کے لئے بنایا گیا ہے تو اس پر کچھ بھی ضمان نہیں ہوگا اھ (التقاط)۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ الا فی المعد افاد ان الاستثناء من قولہ او معدا فقط وان الوقف ومال الیتیم یجب فیہ الاجر علی کل حال ولذا قدم الشارح انہ لو شری دارا وسکنہا فظہرت وقفا اولصغیر لزمہ الاجر صیانۃ لہما وقدمنا انہ المختار مع انہ سکنہا بتاویل ملک اوعقد فاحفظہ فقد یخفی علی کثیر[2]۔

ماتن کے قول "الا فی المعد" (مگر یہ اس کو بنایا گیا ہو) نے اس بات کا فائدہ دیا ہے کہ استثناء فقط ماتن کے قول "معدا" سے ہے، اور یہ کہ بے شک وقف اور مال یتیم کسی صورت میں ہو بہرحال اجرت واجب ہوگی، اسی واسطے شارح پہلے بیان کرچکے ہیں کہ کسی نے کوئی گھر خریدا اس میں سکونت اختیار کی پھر ظاہر ہوا کہ وہ وقف ہے یا کسی نابالغ کا ہے تو اس پر اجرت لازم ہوگی ان دونوں کی حفاظت کے لئے۔ اور ہم نے پہلے بیان کیا کہ بیشک یہی مختار ہے حالانکہ وہ ملک یا عقد کی تاویل کے ساتھ اس گھر میں سکونت پذیر ہوا۔ اس کو یاد کرلے۔ تحقیق یہ بہت سے افراد پر مخفی ہے۔(ت)

اسی میں ہے:

لزمہ اجر المثل قال الحموی ھو مبنی علی تصحیح المحیط و ھو الذی ینبغی اعتمادہ وقال الشیخ شرف الدین

اسے مثلی اجرت لازم ہے۔ حموی نے کہا کہ وہ محیط کی تصحیح پر مبنی ہے اور وہ وہی ہے جس پر اعتماد چاہئے۔ شیخ شرف الدین نے کہا وہی

---

[1] الدرالمختار کتاب الغصب مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۰۸-۲۰۹

[2] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۳۲

Marfat.com

هوالمختار کما فی التجنيس والمزيد قلت وهو ما اعتمده فی وقف البحر ومشی عليه الشارح وافتی به فی الخيرية وغيرها فليحفظ[1]

مختار ہے، جیسا کہ تجنیس اور مزید میں ہے۔ میں کہتا ہوں اسی پر بحر کے باب الوقف میں اعتماد کیا ہے اور اسی پر شارح علیہ الرحمۃ چلے ہیں اور اسی کے ساتھ خیریہ وغیرہ میں فتوٰی دیا گیا ہے اسے یاد رکھنا چاہئے۔ (ت)

اُسی کے آخر کتاب الشرکۃ میں ہے:

ولوکان وقفا او مال يتيم يلزمه اجرة شريكه علی ما اختاره المختارون وهو المعتمد[2]

اگر وہ وقف یا مالِ یتیم ہے تو اس کے شریک کی اجرت لازم ہے جیسا کہ اس کو اختیار کیا ہے اختیار کرنے والوں نے۔ اور وہی معتمد ہے (ت)

یہ سب اس کا نتیجہ ہے کہ یتیم کے مال میں بے احتیاطی برتی۔ ہاں اگر گواہان عادل سے ثابت ہوجائے کہ مختار زید نے عمرو کے ہاتھ پسرِ زید کا حصہ بیع کیا اور وہ مختار زید کا وصی تھا اور اس وقت یہ نصف مکان مع اس وقت کی عمارت کے پچیس۲۵ روپے یا اس سے بھی کم قیمت کا تھا تو البتہ عمرو اس دعوٰی سے بری ہوجائے گا پھر اس صورت بعید از قیاس میں کہ بیع مذکور جائز ٹھہرے پچاس روپے واپس دینے پر جس کا دعوٰی پسرِ زید کرتا ہے اس سے حلف نہ لیا جائے گا بلکہ وہی حکم ہے کہ پسرِ زید اس واپسی کے گواہ دے اور نہ دے سکے تو عمرو کا حلف چاہے تو عمرو سے حلف لیں اگر حلف کرلے پسرِ زید کا دعوٰی واپسی باطل ہو اور عمرو حلف سے انکار کردے تو پچاس روپے پسرِ زید کو دے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۲ تا ۱۵۳ مسئولہ بنگالی ۲۶ رجب ۱۳۲۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک یتیم نے کنویں میں سے پانی اپنے واسطے یا دوسرے شخص کے واسطے بھرا اور اس پانی کو یتیم نے بجبر یا اپنی خوشی سے پھر کنویں میں ڈال دیا ان دونوں صورتوں میں اس کنویں کا پانی قابلِ استعمال رہا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(۲) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک نابالغ نے کنویں سے پانی اپنے یا کسی

---

[1] ردالمحتار کتاب الغصب داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۱۸
[2] ردالمحتار کتاب الشرکۃ فصل فی الشرکۃ الفاسدۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۵۷

Marfat.com

دوسرے شخص کے واسطے بھرا اس پانی سے بالغ شخص کو وضو کرنا پینا وغیرہ جائز ہوگا یا نہیں؟
اور ہر شَی نابالغ کی خریدی ہوئی یا لائی ہوئی کا شخص بالغ کو استعمال جائز ہوگا یا نہیں؟
اور وہ نابالغ خود اپنی اولاد ہو یا غیر، سب کا ایک حکم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) نابالغ جس پانی کا مالک ہو خواہ یوں کہ اس نے اپنے یا کسی کے لئے کنویں سے بھرا اور کنویں کی حد سے باہر نکال لیا یا اس کے پاس برتن میں اپنی ملک پانی اس کنویں سے جدا تھا اور وُہ خود اس نے بخوشی یا بجبر کنویں میں ڈال دیا یا کسی اور نے اس کی اجازت سے خواہ بے اجازت کنویں میں اُلٹ دیا غرض کسی طرح نابالغ کی ملک پانی کنویں میں مل گیا تو اب جب تک اس میں وہ پانی رہے گا اس بچہ کے سوا کوئی کسی طرح اس کا پانی استعمال نہیں کرسکتا، اُس میں بچّہ کی ملک ملی ہوئی ہے اس کے ہبہ یا مباح کردینے کا کسی کو اختیار نہیں، نہ اس کی بیع ممکن کہ بیع میں تسلیم پر قدرت شرط ہے اور اس پر قبضہ دلانا ممکن نہیں۔ اشباہ میں ہے:

ملأ الصبی کوزا من حوض ثم صبه فیه لم یحل لاحد ان یشرب منه[1]

نابالغ بچّے نے حوض سے کوزہ بھرا پھر اسی میں انڈیل دیا تو کسی کے لئے حلال نہیں کہ اس سے پانی پیئے۔ (ت)

اس کا چارہ کار یہ ہے کہ جتنا پانی اس نے کنویں میں ڈالا اُتنا یا اس سے زائد بھر کر اُس نابالغ کو دے دیا جائے یا وہ خود بھر لے اس کے بعد باقی پانی مباح ہوجائے گا کما حققناہ علی هامش الغنیة (جیسا کہ غنیہ کے حاشیے میں ہم نے اس کی تحقیق کردی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) کنویں کی مَن سے جب پانی باہر نکلتا ہے بھرنے والے کی ملک ہوجاتا ہے، نابالغ کی مِلک میں کسی کو تصرف کا اختیار نہیں، ہاں ماں باپ فقیر ہوں بقدر حاجت تصرف کرسکتے ہیں، یہ کلیہ ہے جو چیز نابالغ کی ملک ہو خواہ خریدی ہوئی یا کسی طرح کی لائی ہوئی اس میں فقیر والدین کے سوا کوئی تصرف نہیں کرسکتا اور اس کی ملک نہ ہو تو مالک کی اجازت سے تصرف ہوسکتا ہے۔

فی غمز العیون عن شرح المجمع

غمز العیون میں بحوالہ ذخیرہ شرح المجمع سے

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثالث ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۱۵۰

Marfat.com

عن الذخیرۃ اذا جاء صبی بالکوز من ماء مباح لایحل لابویہ ان یشربا منہ اذا کانا غنیین لان الماء صار مملوکا لہ ولا یحل لھما الا کل من مالہ بغیر حاجۃ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

منقول ہے اگر بچہ مباح پانی سے کوزہ بھر لائے تو اس بچّے کے مالدار ماں باپ کے لئے حلال نہیں کہ وہ اس کوزے سے پانی پئیں کیونکہ وہ پانی اس بچے کی ملکیت ہوگیا اور ماں باپ کو حاجت کے بغیر بچّے کا مال کھانا حلال نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۴ از شہر کہنہ قاضی ٹولہ مرسلہ قاضی محمد عیوض صاحب ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ لاولد نے بحالتِ مرض سَو روپے زید کے پاس امانۃً جمع کئے اور وصیت کی کہ تندرست ہوگئی تو یہ روپیہ لے کر حج کو جاؤں گی اور اگر مرگئی تو تم کو اختیار ہے کہ کسی کارِ خیر میں صرف کر دینا اس میں سے میرے کسی رشتہ دار کو ایک حبہ نہ دیا جائے، دوبارہ اس ماہ کے بعد سَو روپے اور زید کے پاس جمع کئے اور وصیت کی کہ یہ رقم دوبارہ جمع شدہ بعد میرے مرنے کے تجہیز و تکفین اور ایک سال تک میری فاتحہ درود میں خرچ ہوں اور رقم سابق جس کی وصیت کر چکی ہوں اس کارِ خیر میں اٹھائی جائے اب وصیت سے ایک ماہ بعد مسماۃ کا انتقال ہوگیا للعہ اس کی تجہیز و تکفین فاتحہ میں صرف ہوئے جس کو ابھی سال نہ ہوا ما عہ باقی ہیں اور پہلی رقم بجنسہٖ موجود ہے کل ما عہ باقی ہیں ہندہ کی ایک ہمشیرہ حقیقی دوسری بھتیجی جس کا باپ بیس سال سے مفقود الخبر ہے اور ایک ہندہ کے شوہر ثانی کی لڑکی ہے وہ ہندہ کی دختر نہیں اب کس طرح تقسیم ہو؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ہندہ کی بہن کے بیان سے واضح ہُوا کہ ہندہ نے ان روپوں کے سوا اتنی چیزیں اور چھوڑیں چوڑیاں (صہ)، توڑا (صہ)، بالی پتے (صہ)، کڑے (عہ)، پانچ برتن وزنی تخمیناً سوسیر، ان میں چوڑیاں اپنی موت سے آٹھ دن پہلے اپنے جیٹھ کی نواسی کو دے دیں اور توڑے اور بالی پتوں کی بھی اسی کے لئے وصیت کی، کڑوں اور برتنوں میں کوئی وصیت نہ کی، اس کی تجہیز و تکفین میں بیس روپے اُٹھے اور چالیس روپے کے کھانے پکوا کر صرفِ مساکین کردیئے، ہندہ کا بھائی جس وقت مفقود ہوا اس کی عمر چالیس سال تھی اور ہندہ پر کوئی قرض نہیں بر تقدیر صدق جملہ بیانات مذکور بیس روپے کہ

---

[1] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الثالث ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۵۰

Marfat.com

تجہیز وتکفین میں صرف ہوئے وہ تو حاجتِ اصلیہ میں اُٹھے شاملِ وصایا نہیں، وصیت گویا ان روپوں میں ایک سَو اسّی کی ہے اور پندرہ کی اس نواسی کے لئے کل وصیت ایک سو پچانوے کی ہے اور جملہ متروکہ دوسَو آٹھ روپے، اس کی تہائی انہتّر روپے پانچ آنے چار پائی، یہاں تک بے اجازت ورثہ نافذ ہوگی اور ثلث جب وصایا پر تنگی کرے تو اس کا قاعدہ یہ ہے کہ جو وصیت ثلث کو مجموع وصایا سے ہے اُسی نسبت سے ہر وصیت نفاذ پائے گی مثلاً ثلث اگر مجموع وصایا کا نصف ہے تو ہر وصیت اپنے نصف میں نافذ ہوگی اور تہائی تو تہائی، وعلیٰ ہذا القیاس۔ غایۃ البیان میں شرح الطحاوی للامام الاسیجابی سے ہے:

الوجہ فی ذٰلك ان تجمع الوصایا کلھا و ینظر الیھا و الی الثلث و الیٰ نقصانہ من الوصایا فان کان النقصان مثل نصف الوصایا ینقص من کل وصیۃ نصفھا وان کان النقصان مثل ثلثھا ینقص من کل وصیۃ ثلثھا نحو ما اذا بلغت الوصایا الف درھم لاحدھم مائۃ وللاٰخر مائتان وللاٰخر ثلثمائۃ وللاٰخر اربعمائۃ وثلث مالہ خمسمائۃ فالنقصان من خمسمائۃ الی مبلغ الوصایا مثل نصفھا خمسمائۃ فینقص من کل وصیۃ نصفھا لصاحب المائۃ خمسون و لصاحب المئتین مائۃ وعلیٰ

اس میں توجیہ یہ ہے تمام وصیتوں کو جمع کرکے ان وصیتوں اور میّت کے مال کی ایک تہائی کو دیکھا جائے گا کہ وہ تہائی مال وصیتوں کے مجموعے سے کتنا کم ہے اگر وہ کمی وصیتوں کے نصف کے برابر ہے تو ہر وصیت سے اس کا نصف کم کردیا جائے گا، اور اگر کمی وصیتوں کے مجموعے کی تہائی کے برابر ہے تو ہر وصیت میں سے اس وصیت کا تیسرا حصہ کم کردیا جائیگا جیسے کسی شخص نے مجموعی طور پر ہزار درہموں کی وصیت کی یعنی ایک شخص کے لئے سو درہم، دوسرے کے لئے دوسو درہم، ایک اور شخص کے لئے تین سو درہم، اور مزید ایک شخص کیلئے چار سو درہم کی وصیت کی جبکہ اس کے مال کا تہائی حصہ پانچ سو درہم ہے، تو اس طرح وصیتوں کے مجموعے سے کمی نصف کے برابر ہوئی یعنی پانچ سو درہم کم ہیں چنانچہ ہر وصیت میں سے نصف کم کردیا جائے گا یعنی سو کی وصیت والے کو پچاس اور دوسو والے کو سو درہم دیں گے اور اسی پر دیگر کو قیاس

Marfat.com

هذا القیاس[1] -

کرلو - (ت)

اقول (میں کہتا ہوں - ت) یا یوں کریں کہ ہر وصیت کو جو نسبت مجموعۂ وصایا سے ہے ہر ایک کے لئے اتنا ہی حصہ ثلث سے دیں جو وصیت مجموع وصایا کی نصف ہو اس کے لئے ثلث کا نصف دیں، اور جو ربع ہو اس کے لئے ربع، وقس علیہ، دونوں طریقوں کا حاصل ایک ہے اگر ثلث کا حصہ دریافت کرنا ہو کہ اس میں سے فلاں وصیت کو کیا ملے گا تو یہ طریقہ کہ فقیر نے ذکر کیا عمل میں لائیں، اور اگر وصیت کسی عین مثلاً گہنے یا برتن یا مکان وغیرہ کی ہے اور معلوم کرنا چاہیں کہ اس عین کا کتنا حصہ دیا جائے گا تو وہ پہلا طریقہ بہتر ہیں مثلاً پہلے طریقہ پر جو نسبت لعہ/۵ کو مالعہ یا دو سو آٹھ کو پانچ سو پچاسی بلکہ سولہ کو پینتالیس سے ہے اسی نسبت پر ہر وصیت دی جائے گی یعنی ہر وصیت سے ۱۶/۴۵ نافذ کریں گے، چوڑیاں اور توڑا اور بالی پتے ہر ایک سے اتنا ہی حصہ جیٹھ کی نواسی کا ہے اور ہر ایک سے ۲۹/۴۵ وارثوں کا، اگر ان تینوں چیزوں کی قیمت ۶۵ ہے تو ان میں سے وصیت کا حصہ پانچ روپیہ پانچ آنے چار پائی ہوگی، اور دوسرے طریقہ پر جبکہ ان کی قیمت ۶۵ ہے اور مجموع وصایا ۱۹۵ تو یہ وصیت اس مجموع کا تیرھواں حصہ ہوئی تو ثلث یعنی لعہ/۵ ۴ پائی کا تیرھواں حصہ اس کا نصیب ہوگا جس کے وہی ۵/ ۴ پائی ہوئے

یوں ہی دونوں حسابوں پر کار خیر کے لئے سو روپوں کی وصیت تھی اس کا حصہ پینتیس روپے پونے نو آنے ایک صحیح دو تہائی پائی ۱ ۲/۳ پائی آئے گا اور فاتحہ کی وصیت اسی روپے میں رہی تھی اس کا حصہ اٹھائیس روپے سات آنے ایک صحیح ایک تہائی پائی ۱ ۱/۳ پائی۔ فاتحہ میں اس کے حصہ سے زائد اٹھا دیئے مگر فاتحہ بھی جبکہ صرف مساکین پر صرف کی گئی کار خیر ہے اور مجموعہ ان دونوں وصیتوں کے حصول کا جو کار خیر فاتحہ کے لئے تھیں چونسٹھ ۶۴ روپے ہوئے ان میں سے چوالیس ۴۴ اٹھ گئے اور اس نے سال بھر میں اٹھانے کو کہا تھا وہ سال سے پہلے ہی اٹھا دئے اس میں بھی کچھ حرج نہ ہوا بلکہ جلدی ہی بہتر تھی،

فی الهندیة عن الخانیة عن الجامع اذا اوصی بثلث ماله للمساکین یتصدق منه	ہندیہ میں بحوالہ جامع خانیہ سے منقول ہے اگر کسی نے اپنا تہائی مال مسکینوں کو دینے کی وصیت کی اس طور پر کہ ہر سال اسکے تہائی مال

---

[1] غایۃ البیان

Marfat.com

کل سنۃ ثمانیۃ دراھم او قال اوصیت بان یتصدق من ثلثی کل سنۃ مائۃ درھم فالوصی یتصدق بجمیع الثلث فی السنۃ الاولٰی ولا یوزع علی السنۃ[1]

سے ان پر اٹھارہ درہم صدقہ کیے جائیں یا یوں کہا میں نے اس بات کی وصیت کی ہے کہ میرے مال کے تہائی حصہ سے ہر سال سو درہم صدقہ کئے جائیں یا یوں کہا میں نے اس بات کی وصیت کی ہے کہ میرے مال کے تہائی حصہ سے ہر سال سو درہم صدقہ کیے جائیں، تو اس صورت میں وصی پورے تہائی مال کو پہلے ہی سال صدقہ کر دے اور اس کو سالوں پر تقسیم نہ کرے۔ (ت)

تو اب فقط بیس۲۰ روپے کار خیر میں اور خرچ کر دیں اور اُتنا حصہ جوڑیوں، توڑے، بالی پتوں کا یعنی ہر ایک میں سے ۱۶/۴۵ اس وصیت کا حصہ ہوا باقی ان تین گہنوں میں ہر ایک کا ۲۹/۴۵ اور کپڑے اور برتن پورے اور ایک سو سولہ روپے۔ یہ سب حق ورثہ رہے، بھتیجی یا شوہر ثانی کی لڑکی تو اصلاً وارث نہیں صرف بہن وارث ہے اور وہ مفقود الخبر بھائی، لہٰذا وہ جسے ہندہ نے امین و وصی کیا تھا بیس۲۰ روپے کار خیر میں خرچ کر دے، بہن اور جیٹھ کی نواسی تقسیم چاہیں تو ان تینوں گہنوں کے ۱۶/۴۵ جیٹھ کی نواسی کو دے دے اور ان کے ۲۹/۴۵ اور کپڑے اور برتن اور ۱۱۶ روپے سب میں سے ایک تہائی بہن کو دے دے اور ہر ایک کی دو تہائی بھائی کے لئے اٹھا رکھے یہاں تک کہ اس مفقود کی عمر سے ستّر برس گزر جائیں،
۱ اگر یہ صحیح ہے کہ چالیس برس کی عمر میں مفقود ہوا تھا اور مفقود ہوئے بیس۲۰ برس گزرے تو دس۱۰ برس اور انتظار کریں اگر اس دس برس میں وہ زندہ ظاہر ہو تو یہ دو تہائی اسے دے دیں، اور اگر معلوم ہو کہ وہ ہندہ کے بعد مر گیا تو یہ دو تہائی اس کی بیٹی وغیرہ اس کے ورثہ کو دے دیں جو مفقود کی موت کے وقت اس کے وارث تھے، اگر یہی بہن بیٹی اس کے وارث تھے تو ان دو تہائی کا نصف مفقود کی بیٹی کو دیں اور نصف بہن کو، اور اگر معلوم ہو کہ وہ ہندہ سے پہلے مر گیا یا اس کی عمر سے ستّر برس گزر جائیں اور اس کی موت حیات کا کچھ حال نہ معلوم ہو تو یہ دو تہائی بھی ہندہ کی بہن ہی کو دے دیں۔ ادب الاوصیاء میں ہے:

ذکر فی الذخیرۃ والخانیۃ والخلاصۃ والحافظیۃ ان قسمۃ الاب و وصیہ ولو بمراتب جائزۃ علی

ذخیرہ، خانیہ، خلاصہ اور حافظیہ میں مذکور ہے کہ باپ اور وصی کی تقسیم نابالغ پر ہر شئی میں جائز ہے اگرچہ کئی مرحلوں میں ہو جب تک کہ

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الوصایا الباب الثامن نورانی کتب خانہ کراچی ۶/ ۱۳۵

Marfat.com

الصبی فی کل شئ مالم یکن بفاحش الغبن وکذا قسمۃ الجد الصحیح ووصیہ عند عدم الاب ووصیہ وکذا تجوز قسمۃ ھؤلاء علی الکبیر الغائب فی غیر العقار وکذا قسمۃ وصی نحو الام من العم وابنہ والاخ وابنہ ان کانت (ای القسمۃ) فی عروض ترکۃ الموصی ولم یکن ھناک من ھو اقوی منہ من الاوصیاء[1] اھ باختصار۔

غبنِ فاحش کے ساتھ نہ ہو یونہی جدِ صحیح اور اس کے وصی کی تقسیم جبکہ باپ اور اس کا وصی نہ ہوں۔ اسی طرح مذکورہ بالا حضرات کی تقسیم بالغ غائب پر اس کی منقولہ جائیداد میں جائز ہے یونہی ماں کے وصی کی تقسیم اس حصہ میں جو نابالغ کو ماں کی طرف سے ملا۔ یہی حکم چچا، اس کے بیٹے، بھائی اور اس کے بیٹے کے وصی کی تقسیم کا ہوگا جب کہ وہ تقسیم ترکۂ موصی کے سامان میں جاری ہو اور وہاں ان سے اقوی کوئی وصی موجود نہ ہو اھ (اختصار)۔ (ت)

اسی میں خانیہ سے ہے:

ان کانوا (ای الورثۃ) کبارا کلھم وبعضھم غائب فقاسم الوصی مع الحاضرین برضاھم وامسک انصباء الغائبین جازت قسمتہ[2]۔

اگر وہ وارث بالغ ہوں تمام یا بعض غائب ہوں اور وصی حاضرین کی رضامندی سے ان میں میراث تقسیم کردے اور جو غائب ہیں ان کے حصے روک لے تو یہ تقسیم جائز ہوگی۔ (ت)

اسی میں ہے:

فی جامع الصغیر اذا قاسم (ای الوصی) للموصی لہ بالثلث فان کانت الورثۃ صغارا کلھم او غائبین فقاسمہ واعطاہ الثلث وامسک الثلثین للورثۃ جاز مقاسمتہ وان کان

جامع الصغیر میں ہے کہ جب وصی اس شخص کے لیے ثلث مال کا مقاسمہ کرلے جس کے لیے وصیت کی گئی پھر اگر تمام ورثاء نابالغ ہیں یا تمام غائب ہیں تو اس نے مقاسمہ کرکے تہائی مال وصیت والے کو دے دیا اور دو تہائی وارثوں کے لیے روک لیا تو اس کا مقاسمہ جائز ہے

---

[1] آداب الاوصیاء علی ہامش جامع الفصولین فصل فی القسمۃ اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۵۲-۲۵۱
[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/ ۲۵۳

Marfat.com

بعضهم صغارا او غائبا تجوز مقاسمة الوصی فیما سوی عقار الغائبین اما لوقاسم للورثة علی الموصی لہ بان کان الموصی لہ ھو الغائب و امسک لہ الثلث لم تجز مقاسمتہ و مثلہ فی الولوالجیة واستدل بان الوصی قائم مقام الموصی والورثة خلف عن الموصی فکان الوصی قائما مقام الورثة فتصح مقاسمتہ للموصی لہ عن الورثة والموصی لہ لیس بخلف عن الموصی فلا یقوم الوصی مقامہ فلا تجوز مقاسمتہ للورثة عن الموصی لہ وھذا معنی ما فی الجامع الصغیر والھدایة والسراجیة والخلاصة والمنیة والغنیة والبنیة وغیرھا اھ مختصرا۔[1]

اور اگر ان میں سے بعض نابالغ یا غائب ہیں تو وصی کا مقاسمہ غائب وارثوں کی غیر منقول جائداد کے ماسوا میں جائز ہوگا، اور اگر اس نے وارثوں کے لئے وصیت والے شخص پر مقاسمہ کیا بایں صورت کہ وہ وصیت والا شخص غائب تھا اور وصی نے اس کے لئے تہائی مال روک لیا تو اس کا مقاسمہ جائز نہیں، اور اسی کی مثل ولوالجیہ میں ہے، اور استدلال یوں کیا گیا ہے کہ وصی موصی کے قائم مقام ہے اور ورثاء موصی کے پسماندگان ہیں تو گویا وصی وارثوں کے قائم مقام ہوگیا لہذا وصیت والے شخص کے لئے اس کا وارثوں سے مقاسمہ کرنا صحیح ہے، اور وصیت والا شخص موصی کا جانشین نہیں لہذا وصی اس کے قائم مقام نہیں ہوگا تو وصیت والے شخص سے وارثوں کے لئے اس کا مقاسمہ جائز نہیں ہوگا، اور یہی معنی ہے اس کا جو کچھ جامع صغیر، ہدایہ، سراجیہ، خلاصہ، منیہ، غنیہ اور بنیہ وغیرہ میں ہے الخ (اختصارًا)۔ (ت)

مسئلہ ۱۵۵: از جائس ضلع رائے بریلی محلہ غوریانہ خورد مرسلہ عبدالحمید صاحب معرفت حافظ علی بخش صاحب ساکن بریلی محلہ بہاری پور ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مرحومہ نے اپنے دم واپسیں اپنے زیورات کے بارہ میں یہ وصیت کی کہ اس کو فروخت کرکے میرے نام کا ایک چاہ بنوادیا جائے کہ جس میں مجھ کو ثواب ملے لیکن یہاں جامع مسجد میں جب کثرت نمازیوں کی ہوتی ہے تو صحن مسجد میں بھی دو ایک صفیں نمازیوں کی ہوجایا کرتی ہیں ایام گرما میں بوجہ تمازت آفتاب زمین بھی نہایت گرم رہتی ہے اور اوپر کی دھوپ اور بھی ان نمازیوں کے لئے جو صحن میں ہوتے ہیں

[1] آداب الاوصیاء علی ہامش جامع الفصولین فصل فی القسمۃ اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۵۷-۲۵۶

Marfat.com

باعثِ تکلیف ہوتی ہے پس ایسی صورت میں اگر مرحومہ کی وصیت کو نہ خیال کیا جائے اور بجائے تعمیر چاہ کے صحنِ مسجد میں ایک سائبان ٹین کا تعمیر کرایا جائے کہ جس سے نمازیوں کو آرام ملے تو وصیتِ مرحومہ کی وجہ سے کسی قسم کا نقص شریعت کی رُو سے تو نہیں ہے کیونکہ مرحومہ کی وصیت چاہ کے بارے میں ہوئی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

وصیت میں ایسی تبدیلی جائز نہیں،

لان حفرة البئر قربة مقصودة فلا تغیر کما حققناه فی ما علی رد المحتار علقناه۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اس لئے کہ کنواں کھودنا قربتِ مقصودہ ہے لہٰذا اسے غیر سے بدلا نہ جائیگا جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق ردالمحتار پر اپنی تعلیق میں کردی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۶ از پیلی بھیت مرسلہ مولوی عبدالرب صاحب ساکن درتیس برہ
۱۶ شعبان المعظم ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی کل جائداد اپنے بیٹے عمرو کے نام ہبہ کردی اور قبضہ تام کرادیا بعد کو عمرو کا انتقال ہوگیا اور عمرو نے دو لڑکے نابالغ اور ایک لڑکی نابالغہ اور ایک زوجہ اور والدین چھوڑے، ان میں سے ہر ایک کو موافق فرائض کے حصص پہنچے اور کاغذات مال میں عملدرآمد ہوگیا، اس کے بعد لڑکی کا بھی انتقال ہوگیا اس نے ایک دادا اور دادی اور ایک دختر اور شوہر چھوڑے ان کو اس کی جائداد سے حصص شرعی پہنچے اور کاغذات مال میں تکمیل ہوگئی لیکن چونکہ اس گھر میں ذکور میں سے عاقل و بالغ کوئی سوائے زید کے نہ رہا لہٰذا زید ہی سب کی طرف سے کل حصص کا کارکن و منتظم رہا بالغان کی طرف سے باجازت اور نابالغان کی طرف سے بولایت اور کسی کا حساب و روپیہ اپنی حیات بھر علیحدہ نہ کیا اور نہ کسی کی آمدنی اس کے قبضہ میں دی بلکہ اپنی اور سب کی آمدنی مخلوطاً اپنے ہی پاس رکھی اور جہاں چاہا محض اپنی رائے سے اس مشترک آمدنی سے صرف کرتا رہا یعنی سب شرکاء کے ضروری اخراجات علاوہ خیرات و میرات مثل بنا ء مسجد و چاہ و پل اور جائداد خرید کر وقف کرنا اور روپیہ غرباء عرب و عجم کو تقسیم کرنا اور حج کے واسطے ضرورت سے زائد ہمراہ لے جانا اور اپنے دوست و احباب و رعایا کو قرض اتنا دینا جس کی امید وصول نہیں اور ان امور میں سے کچھ نہ کسی شریک بالغ یا نابالغ کی اجازت سے تھا اور نہ ان میں کوئی راضی تھا بلکہ نابالغوں

Marfat.com

نے بعد بلوغ اور بالغان نے جب یہ حالت دیکھی تو ان کو شاق گزرا مگر چونکہ زید سب کا بزرگ اور ذی رعب شخص تھا اس واسطے کوئی اس سے تاحینِ حیات نہ اپنا حساب اور نہ اپنی آمدنی طلب کر سکا اور نہ اپنا حصہ اس کے قبضہ سے نکال کر خود قابض ہو سکا البتہ زید نے اوّل حصہ جائداد کا جو ترکہ پسر سے اس کو پہنچا تھا ہر دو نبیرگان کے نام بیع کر کے امین باز زرِ ثمن یہ الفاظ تحریر کرائے کہ کل زرِ ثمن ہم نے بوجہ محبت قلبی مشترکان کو بخش دیا اور دوسری حصہ جائداد کا جو ترکہ دخترِ پسر سے پہنچا تھا دونوں نبیروں کے نام بیعنامہ لکھا اور اس میں یہ لکھا کہ زرِ ثمن تمام و کمال وصول پایا زید نے اس کے بعد اس مشترکہ آمدنی سے اپنے نام سے خرید کی اور زید کا ایک مکان بھی ذاتی تھا اس نے اس جائداد اور مکان کا بیعنامہ بھی نبیرگانِ مذکور کے نام کر دیا اور اس میں بھی کل زرِ ثمن کی وصولیابی تحریر کر دی مگر یہ دونوں وصولیابیاں فرضی تھیں اور اس سے بھی زرِ ثمن کا معاف کرنا مقصود تھا پہلے اور دوسرے بیعنامہ کے وقت ایک نبیرہ بالغ اور دوسرا نابالغ تھا اور تیسرے بیعنامے کے وقت دونوں بالغ تھے، ان بیعناموں میں کسی سے قبل زبانی کوئی بیع نہ ہوئی تھی نہ کسی طرف سے کوئی ایجاب یا قبول ہوا سوائے اس کے کہ زید نے تحریر بیعنامہ سے پہلے اپنے مکان پر نبیروں سے کہا ہم چراغِ سحری ہیں ہم چاہتے ہیں کہ اپنی جائداد تم دونوں کے نام نصف نصف کر دیں کہ ہمارے بعد جھگڑا نہ ہو۔ نبیروں نے کہا بہت اچھا۔ اس کے بعد شہر جا کر انھوں نے یہ بیعنامے تحریر کرا دیئے اور اس کی تکمیل کو نبیروں نے قبول رکھا اور جس قدر زرِ ثمن بیعناموں میں لکھا گیا کسی وقت وہ اس مال کی قدر نہ تھا جو زید اول مصارف بالائی میں بلا رضا و اجازت ۱
نبیرگان صرف کرتا رہا وہ مال زرِ ثمن سے ہمیشہ زائد تھا، اب زید کا انتقال ہو گیا اس نے آمدنی مشترکہ سے کچھ زرِ نقد اور اثاث البیت چھوڑا اور کچھ اپنا ذاتی روپیہ چھوڑا اور اشخاص مذکورین مشارکین الحصص میں سے یہ یہ ورثاء چھوڑے، دو نبیرگان، ایک زوجہ علاوہ ازیں ایک زوجہ مع دختر اپنی چھوڑی کہ مذکورین سابق سے نہ تھی، اب امر دریافت طلب یہ ہے کہ اس جائداد کا زید منتظم و کارکن تھا اور زید نے بلا رضا مندی مالکان تصرفات مذکورہ بالا کئے وہ زید پر قرضہ ہو گا یا نہیں ؟ درصورت قرضہ قرار پانے جو زرِ نقد ملکِ زید تھا وہ قرضہ میں دیا جائے گا یا ترکہ تقسیم ہو گا اور جو جائداد زید نے اپنے نبیرگان کے نام بیعنامہ بصور مختلفہ مذکورہ بالا بیع کی وہ یا زرِ ثمن معاف شدہ قرضہ میں مجرا ہو گا یا نہیں ؟ اور مشترکہ روپیہ اور اثاث البیت کس طرح تقسیم ہو گا ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں مال مشترک سے جس قدر روپیہ زید نے خیرات و مبرات مذکورہ میں

Marfat.com

صرف کیا اس میں سے حصہ نابالغان کا تاوان اس پر لازم ہونا توظاہر ہے لانہ لایملك التبرع بمالهم (اس لئے کہ وہ نابالغوں کے مال میں تصرف کا مالک نہیں۔ ت) یونہی قرض مذکور کہ وہ بھی تبرع ہے۔ ادب الاوصیاء میں عمدہ و ولوالجیہ وقنیہ وخلاصہ سے ہے:

لایقرض الاب ولاوصیه مال الیتیم[1] باپ اور وصی یتیم کے مال کو قرض پر نہیں دے سکتے۔ (ت)

یُوں ہی جبکہ بالغوں کی بھی رضا واجازت نہ تھی تو اُن کا بھی تاوان زید پر عائد اگرچہ انھوں نے زید کو صرف کرتے دیکھا اور اس کے رعب سے کچھ نہ کہہ سکے۔ اشباہ میں ہے:

لورأی غیرہ یتلف مالہ فسکت لایکون اذنا باتلافه[2] اگر کوئی شخص کسی کو اپنا مال برباد کرتے دیکھ کر چُپ رہا تو یہ اس کی طرف سے برباد کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ (ت)

ظاہر ہے کہ زرنقد یا جو ترکہ زید نے چھوڑا اس سے ادائے دیون تقسیم ترکہ پر مقدم ہے اور یہ تاوان بھی زید پر دَین ہیں تو جب تک ادا نہ ہولیں ورثائے زید کو ترکہ نہ پہنچے گا جائداد کہ زید نے اپنے نام خریدی اسی کی ملک ہوئی اگرچہ اس کی قیمت زرِمشترک سے ادا کی اس سے شرکاء کا جائداد خریدکردہ میں حصہ نہیں ہوجاتا ہاں زرثمن کہ مال مشترک سے دیا ہے ہرشریک کا اس میں جتنا حصہ تھا اُتنے کا تاوان زید پر آیا کہ یہ بھی اگلے تاوانوں میں شامل ہوگا۔ ردالمحتار میں ہے:

مااشتراہ احدھم لنفسه یکون له ولیضمن حصة شرکائه من ثمنه اذا دفعه من المال المشترك[3] شرکاء میں سے اگر کسی نے کوئی چیز اپنی ذات کے لئے خریدی تو وہ اُسی کی ہوگی اور وہ ثمن میں سے دیگر شرکاء کے حصّوں کا ضامن ہوگا جبکہ اُس نے ادائیگی مالِ مشترک سے کی ہو (ت)

توظاہر ہوا کہ تینوں بیعنامے صحیح ہوئے ہرایک میں زید نے اپنی ہی ملک نبیران کے نام بیع کی اور نبیرے اُن سب مبیعوں کے مالک ہوگئے۔

---

[1] آداب الاوصیاء علٰی ہامش جامع الفصولین فصل فی القرض اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۷۴

[2] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الثانیۃ عشر ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۸۵

[3] ردالمحتار کتاب الشرکۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۳۸

Marfat.com

والبیعان الاولان وان لزم فیہما تفریق الصفقۃ لان احد المبیع منہما کان صغیرا ثم البیع فی حقہ بمجرد الایجاب والاٰخر بالغا تاخر فی حقہ الی قبولہ لکنہ لیس تفریقا علی البائع بل منہ فلا یضر لانہ انما کان یمنع لحقہ فاذا رضی بہ فلاحرج کمن باع صبرۃ طعام کل قفیز بدرہم جاز البیع فی قفیز واحد وللمشتری الخیار لتفرق الصفقۃ علیہ کما فی الہدایۃ[1] لا للبائع وان تفرقت علیہ ایضا لان التفرق جاء منہ فیکون راضیا بہ کما فی البنایۃ[2]

پہلی دونوں بیعوں میں اگرچہ تفریق صفقہ لازم ہے کیونکہ جن دو لڑکوں کے نام بیع کی گئی ان میں سے ایک نابالغ ہے، پھر اُس نابالغ کے حق میں بیع فقط ایجاب سے ہوئی اور دوسرا چونکہ بالغ ہے لہذا اس کے حق میں بیع اس کے قبول کرنے پر موقوف ہوگئی لیکن صفقہ میں یہ تفریق بائع پر لازم نہیں آئی بلکہ اس کی طرف سے لازم آئی چنانچہ یہ نقصان دہ نہیں۔ اس لئے کہ ممانعت تو اس کے حق کی وجہ سے تھی جب وہ اس پر راضی ہے تو کوئی حرج نہیں، جیسے کسی نے گندم کا ڈھیر بیچا کہ ہر بوری ایک درہم کی ہے تو یہ بیع ایک بوری میں جائز ہوگئی اور چونکہ مشتری پر صفقہ کا متفرق ہونا لازم آیا ہے لہذا اس کو اختیار ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے بائع کو اختیار نہیں ملے گا اگرچہ اس پر بھی صفقہ کا متفرق ہونا لازم آیا ہے کیونکہ یہ متفرق ہونا اس کی طرف سے لازم آیا ہے تو اس طرح وہ اس پر راضی ہوا، جیسا کہ بنایہ میں ہے۔ (ت)

تو یہ جائدادیں اُس تاوان کی زیر پا نہیں ہوسکتیں۔ رہے ان کے زرثمن پچھلے دونوں بیعنامے جن میں زرثمن کا فرضی وصول لکھ دیا ان کا مطالبہ نبیروں پر سے ساقط نہ ہوا اگرچہ اس سے مقصود یہی ہو کہ زرثمن مشتریوں کو معاف ہوجائے کہ شرع میں دربارۂ عقود و معاملات معانی الفاظ پر نظر ہے، نہ مقاصد و اغراض پر، ورنہ حیل شرعیہ یکسر باطل ہوجائیں وقد حققناہ فی کاسر السفیہ الواہم (اور اس کی تحقیق ہم نے رسالہ کاسر السفیہ الواہم میں کردی ہے۔ ت) یہاں لفظ اقرار وصول ہے اور وہ نہ ہبہ ہے نہ ابرا بلکہ ایک غلط خبر تو مجرد

---

[1] الہدایۃ کتاب البیوع مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۲۷
[2] البنایۃ فی شرح الہدایۃ " المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۳/ ۲۱

Marfat.com

نیت سے دَین ساقط نہ ہوجائے گا اقرار کاذب و دیانۃً تو باطل و محض بے اثر ہے اور قضاءً بھی جبکہ اس کا راضی ہونا ثابت ہو جیسا کہ یہاں ہے کہ خود نبیروں کو اس کے فرضی ہونے کا اقرار ہے بلکہ یہاں جبکہ زید پر نبیروں کا مطالبہ تاوان حقیقۃً موجود تھا تو اقرار وصول کو فرضی ٹھہرانے کی بھی کوئی وجہ نہیں کہ اپنا مطالبہ ثمن اُن کے مطالبہ تاوان کی مجرائی سے وصول پانا مراد ہوسکتا ہے اور معنی صحیح و صادق بنتے ہوئے اقرار غلط و کاذب پر محمول نہ کرینگے ہاں پہلا بیعنامہ جس میں ہبہ ثمن لکھا ہے یہ ہبہ نبیرۂ نابالغ کے لئے صحیح ہوگیا اور بالغ کے حق میں صحیح نہیں کہ باپ یا دادا جب اپنے نابالغ بچہ کے نام بیع کریں تو بیچا کہتے ہی بیع تمام ہوجاتی ہے اور یہی ایک لفظ ایجاب قبول دونوں قرار پاتا ہے۔ درمختار میں ہے:

وینعقد ایضا بلفظ واحد کما فی بیع القاضی والوصی والاب من طفلہ و شرائہ منہ فانہ لوفور شفقتہ جعلت عبارتہ کعبارتین[1]

اس کا انعقاد ایک ہی لفظ کے ساتھ بھی ہوجاتا ہے جیسا کہ قاضی اور وصی کی بیع۔ اور باپ کی بیع و شراء اپنے نابالغ بیٹے کے لئے، اس لئے کہ کمال شفقت کی وجہ سے اس کی عبارت دو عبارتوں کی طرح بنادی گئی ہے۔ (ت)

ادب الاوصیاء میں ہے:

فی شرح الطحاوی الجد الصحیح کالاب فی ذلک یعنی عند عدمہ[2]

شرح طحاوی میں ہے کہ اس مسئلہ میں جد صحیح بھی باپ کی طرح ہے یعنی باپ کی عدم موجودگی میں۔ (ت)

اور شک نہیں کہ بیعناموں میں پہلے شیئ کی بیع کرنا لکھا جاتا ہے اس کے بعد ثمن ہبہ کرنا تو یہ ہبہ حق نابالغ میں بعد تمامی بیع واقع ہوا اور صحیح ہوگیا تو اس بیعنامہ کے نصف ثمن کو جو نبیرۂ نابالغ کے لئے ہبہ ہوا اس نابالغ کے آتے ہوئے تاوانوں میں مجرا نہ کریں گے کہ ہبہ تملیک بلاعوض ہے اور مجرا ہونا معاوضہ تو خلاف تصریح زید اسے معاوضہ نہیں کہہ سکتے۔ عالمگیری میں ہے:

من علیہ الدین اذا وھب مالا

جس شخص پر قرض ہو اگر وہ کچھ مال قرض کے

---

[1] الدرالمختار کتاب البیوع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۵

[2] آداب الاوصیاء علی ہامش جامع الفصولین فصل فی الاباق اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۱۳۲

Marfat.com

من رب الدین یملکہ رب الدین بالھبۃ لابالدین کذا فی المحیط[1]۔

مالک کو بطور ہبہ دے دے تو وہ بطور ہبہ اس کا مالک بن جائے گا نہ کہ بطور قرض کی وصولی کے۔ محیط میں یونہی ہے۔(ت)

مگر نصف ثمن کہ دوسرے نبیرۂ نابالغ کو ہبہ کیا یہ ہبہ باطل ہوا کہ حسبِ تفریح مسائل یہاں کوئی بیع پہلے نہ ہوئی تھی یہی بیعنامہ ایجاب بیع تھا اور اس میں ہبۂ ثمن لکھا گیا اور حق بالغ میں نفس ایجاب سے بیع تمام نہ ہوئی اور ثمن واجب نہیں ہوتا جب تک بیع کے دونوں رکن ایجاب و قبول متحقق نہ ہولیں تو یہ ہبہ اس وقت ہوا کہ ابھی ثمن اس نبیرۂ بالغ پر واجب ہی نہ ہوا تھا اور ہبہ قبل وجوب باطل ہے۔ فتاوی امام قاضی خاں میں ہے:

لوقال بعتك ھذا الشیئ بعشرۃ دراھم ووھبت لك العشرۃ ثم قبل المشتری البیع جاز البیع ولا یبرء المشتری عن الثمن لان الثمن لایجب الابعد قبول البیع فاذا ابرأ عن الثمن قبل القبول کان ابرأ قبل السبب فلا یصح[2]۔

اگر کسی شخص نے کہا یہ شیئ میں نے تیرے ہاتھ دس درہم کے عوض فروخت کردی اور دس درہم تجھے ہبہ کر دئے پھر مشتری نے قبول کرلیا تو بیع جائز ہوگئی اور مشتری ثمنوں سے بری نہ ہوگا کیونکہ ثمن قبولِ بیع کے بعد واجب ہوتے ہیں تو جب اُس نے قبول سے پہلے ثمنوں سے مشتری کو بری قرار دے دیا تو یہ بری کرنا سبب سے پہلے ہوا لہذا صحیح نہیں ہوگا۔(ت)

مشترک روپے اور اثاث البیت سے اس زوجہ اور نبیران کے ذاتی حصے الگ کرلئے جائیں گے جو اس میں شریک تھے اور جب کوئی ذریعہ تمیز نہ ہو تو زید اور یہ تینوں اُس زر و اثاث میں بحصہ مساوی شریک مانے جائیں گے،

کما ھو حکم شرکۃ الملك المنصوص علیہ فی الخیریۃ و رد المحتار وغیرھما۔

جیسا کہ شرکت ملک کا حکم ہے جس پر فتاوٰی خیریہ اور ردالمحتار وغیرہ میں اس پر نص کی گئی ہے۔(ت)

(تو حاصل یہ ٹھہرا کہ) زوجہ اور دونوں نبیرے کہ اس جائداد میں شریک تھے جن کا کارکن زید تھا

---

[1] الفتاوی الہندیہ کتاب الہبہ الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۳۸۵

[2] فتاوی قاضی خاں کتاب البیوع فصل فی احکام البیع نولکشور لکھنؤ ۲/۳۴۹

Marfat.com

اُن تینوں کی آمدنیاں حساب کی جائیں پھر ہر ایک کا خرچ اس سے مجرا کیا جائے باقی کہ زید نے مصارف مذکورہ خیرات و مبرات و قرض مُردہ و خریداری جائداد بنام خود میں صرف کر دیا اس حصہ میں حصہ رسد زوجہ اور ہر نبیرہ کا تاوان زید پر آیا، اب زوجہ کا یہ تاوان تو پورا واجب الادا ہے اور دونوں نبیروں کے تاوانوں سے ہر دو بیعنامہ اخیر کے زرثمن مجرا دیئے جائیں اور نبیرہ کہ وقت بیع اول بالغ تھا اس کے تاوان سے بیعنامہ اول کا نصف زرثمن بھی ساقط کیا جائے جو جو باقی رہے وہ ان دونوں کا تاوان ہے، اب زید پر دونوں زوجہ سے جس جس کا جتنا مہر واجب الادا ہو اور ان کے سوا اگر کوئی اور دَین زید پر آتا ہو وہ سب ان تینوں تاوانوں کے ساتھ ملا کر یہ مجموع دیون ترکۂ زید سے حصہ رسد ادا کئے جائیں خواہ وہ اس کا ذاتی روپیہ ہو یا اس زر و اثاث البیت مشترک کا حصہ اگر ان کے ادا سے کچھ نہ بچے کوئی وارث ورا ثۃً کچھ نہ پائے ورنہ باقی حسب شرائط فرائض سولہ سہام ہو کر ایک ایک سہم ہر زوجہ اور آٹھ سہم دختر اور تین تین ہر نبیرہ کو ملیں گے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۷ از نجیب آباد ضلع بجنور محلہ مجید گنج مرسلہ محمد حسین ولد مولی بخش ۲۰ شوال ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنے بھائی اور بہنوں کی جائداد بطریقہ جائزہ خرید کر اپنی زوجہ کے نام لکھا دی اب اس شخص کے دو بیٹے ہیں (ایک بیٹی بھی تھی جس کا انتقال ہوگیا اور اب اس کی جانب سے کوئی دعویدار نہیں مگر اس کا شوہر ہے آیا وہ شرعاً حقدار ہے یا نہیں) شخص مذکور نے اپنے انتقال سے پیشتر اپنے حصہ کی جائداد اور نیز نئی خرید کردہ جائداد جو بی بی کے نام لکھ دی تھی اپنے دونوں بیٹوں میں کسی طرح تقسیم نہ کی اب اس شخص کی بی بی نے ایک کاغذ بنوا کر باقی جائداد بھی بعوض مہر اپنے نام کرالی اور مشہور کر دیا کہ یہ کاغذ میرے خاوند کے سامنے کا لکھا ہوا ہے مگر یہ بات محلہ میں مشہور ہے کہ یہ کاغذ جعلسازی سے تیار کیا گیا ہے اور بات بھی یہی ہے اس شخص کے بڑے بیٹے نے اپنے والد کے حین حیات اس وجہ سے تنگ آکر کہ ساس بہو میں اکثر لڑائی رہتی ہے اپنا مکان تبدیل کر لیا تھا اب والد کے انتقال پر جب وُہ بالکل مختار ہوگئیں تو محلہ کی مستورات اور چھوٹے بیٹے کی لگائی بجھائی سے ان کی رنجش اور بڑھ گئی اور مرنے سے ۱½ ماہ پیشتر تمام جائداد اُسی چھوٹے بیٹے کے نام ہبہ کرا دی، ہبہ سے چند روز پیشتر بڑے بیٹے نے تمام اہل برادری کو اپنی والدہ کے سامنے جمع کیا اور اپنی خطا ہوئی ہو اور رجب نہ ہوئی ہو جب معاف کرائی اور انھوں نے معاف کی پھر بھی پندرہ بیس روز بعد انھوں نے تمام جائداد کا ہبہ نامہ چھوٹے بیٹے کے نام کر دیا میں نے دیوانی میں اپنے بھائی پر اپنے حصے کی نالش کی ہے آیا میں اس جائداد میں حقدار ہوں یا نہیں؟

Marfat.com

الجواب

مجرد تحریر اگرچہ رجسٹری شدہ ہو کوئی چیز نہیں جب تک گواہانِ شرعی سے ثابت نہ ہو پس اگر دو گواہ عادل موجود ہوں کہ شخص مذکور نے اپنی صحت میں وہ جائداد بعوض مہر بنام زوجہ کردی تو دیگر ورثہ کا اس میں کچھ حق نہ رہا عورت نے کہ اپنے چھوٹے بیٹے کو ہبہ کردی اگر قبضہ تامہ اپنی حیات میں دلا دیا تو چھوٹا بیٹا اس کا مالک مستقل ہوگیا ہاں اگر قبضہ کاملہ نہ دلایا اور عورت کا انتقال ہوگیا تو ہبہ باطل ہوگیا اور اب وہ جائداد متروکہ زن قرار پاکر اس کے وارثوں میں تقسیم ہوگی جس میں سے بڑا بیٹا بھی اپنا حصہ شرعی پائے گا اور اگر گواہانِ شرعی سے مہر میں دینے کا ثبوت نہیں تو اب یہ دیکھا جائے گا کہ مہر کچھ باقی تھا یا سب معاف یا ادا ہوگیا تھا اگر کچھ باقی نہ تھا یا جتنا باقی تھا وہ اس جائداد کی قیمت سے جو شوہر کے نام تھی کم تھا تو عورت کو کوئی استحقاق نہ تھا کہ وہ سب جائداد بعوض مہر اپنے نام کرلیتی اور اب جو اس نے اس جائداد کا چھوٹے بیٹے کے نام ہبہ کیا محض باطل ہوا اگرچہ قبضہ دلا دیا ہو لانھا ھبۃ مشاع وھی باطلۃ حتی لا تملک بالقبض فی الصحیح۔ اس لئے کہ وہ غیر مقسوم کا ہبہ ہے اور وہ باطل ہے یہاں تک اس میں قبضہ سے بھی ملک ثابت نہیں ہوتا، یہ صحیح قول کے مطابق ہے (ت)

اس تقدیر پر بعد ادائے مہر وغیرہ دیون و نفاذ وصایا جو وارثان شخص مذکور رہوں اُن پر حسب فرائض تقسیم ہوگی، دختر اگر باپ کے بعد زندہ رہی ہو تو وہ بھی حصہ پائے گی اور اگر پہلے مرگئی تو اس کا کچھ حق نہیں اس کے شوہر کا دعوٰی باطل ہے ہاں اگر مہر کل یا جتنا باقی تھا اس جائداد کی قیمت کے برابر یا زائد تھا تو ایک فتوٰی اقطع کی بناء پر عورت اسے اپنے مہر میں لے سکتی تھی اور اب کہ وہ مالکہ ہوگئی اس کا حکم وہی پہلی صورت کا ہوگیا کہ چھوٹے بیٹے کے نام اس کا ہبہ صحیح ہوگیا اگر قبضہ دلا دیا اور باقی وارثوں کا کچھ حق نہ رہا اور قبضہ کاملہ نہ ہوا تو جائداد متروکہ زن ٹھہر کر وارثانِ زن پر تقسیم ہوگی جن میں بڑا بیٹا بھی ہے اور اس صورت میں پسر کلاں خواہ کسی وارث کو اس پر دعوٰی بیکار ہے مگر یہ کہ مہر اپنے پاس سے ادا کردے تو حسب اصل مذہب جائداد سے اپنا حصہ لے سکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۸ از کچہری چیف کورٹ ریاست بہاولپور مرسلہ محمد دین صاحب جج

۲۳ رمضان المبارک ۱۳۳۲ھ

(۱) آج یہ مسل پیش ہوئے فتاوائے مصدرہ میں جو سوال زیر بحث اکثر طے ہوچکے ہیں

Marfat.com

اُن کے اس حکم درمیانی میں تفصیل کے ساتھ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، ذیل میں اُن سوالات کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں:

(۱) ابھی تک اطمینان کی ضرورت ہے موصی اگر دو شخصوں کے حق میں وصیت کرے جن میں سے کچھ مال وارث کے نام اور دوسرا کچھ مال ایک شخص اجنبی کے نام جیسا کہ اس مقدمہ کی صورت ہے تو کیا ایسی وصیتیں جائز اور قابل نفاذ ہیں؟ اگر سوال اول کا جواب جواز وصایا متعددہ ہو تو پھر یہ دیکھنا ہے کہ پہلے کون سی وصیت کو نافذ کرنا چاہیے، آیا اس وصیت کو جو ایک وارث کے حق میں کی گئی یا اس وصیت کو جو ایک اجنبی شخص کے حق میں کی گئی ہے؟ اجنبی شخص کے حق میں چونکہ وصیت زائد علی ثلث المال ہے اس لئے وارث کے اعتراض پر اس وصیت کا نفاذ ثلث المال تک محدود کرنا پڑے گا یا کس طرح ایسی صورت میں اگر بحق الوارث ناقابل نفاذ قرار دی جائے یا اس کا نفاذ نفاذ وصیت بحق وارث سے مقدم قرار دیا جائے تو ثلث المال میں جمیع مال موصی کا ثلث؟ نفاذ وصیت کے لئے شمار کیا جائے گا یا زیورات کو جن کی نسبت متوفی نے شاہ محمد کے نام کوئی وصیت نہیں کی علیحدہ رکھ کر باقی ماندہ کے ثلث پر وصیت نافذ ہوگی؟ دونوں صورتوں میں جو جائز قرار دی جائے اس کی سند ہونی چاہیے بعد نفاذ وصایا اور ادائے فرض ورثاء کے جو مال باقی ترکہ متوفی کا بچ رہے اس کی تقسیم میں علماء میں بحث اور اختلاف ہے اس کا اقتباس یہ ہے:

(۱) باقیماندہ مال اس اصول پر کہ نفاذ وصیت لزائد علی ثلث المال (ایک تہائی سے زائد مال کی۔ ت) کا اب کوئی مزاحم نہیں رہا اب موصی لہ بزائد علی ثلث المال کو ملنا چاہیے۔

(۲) باقیماندہ مال کا اب چونکہ کوئی حقدار نہیں رہا اور زوجہ موجود ہے اس لئے ردعلی الزوجین کے فتوٰی کے مطابق زوجہ کو دیا جائے۔

(۳) باقیماندہ کی تقسیم بعد ادائے فرائض و دیون و فرائض وصایا کی جو ترتیب ہو سکتی ہے وہ حسب ذیل مستحق بالترتیب ہوں گے:

ذوی الفرائض، عصبات، رد ذوی الارحام، مقرلہ، موصی لہ بمازاد علی الثلث، رد علی الزوجین، بیت المال۔

اس ترتیب کی رُو سے بمازاد علی الثلث کو دیا جائے۔

——— فقرہ بالا کی صورت ۲ و ۳ میں علماء کا

Marfat.com

اختلاف تقدم و تاخر رد علی الزوجین اور موصی لہ بکل المال کے ہے اور اس حقوق کے متعلق بحث بھی فتاوی میں بہ تفصیل درج ہے ایک جزئی سند اس قسم کی زیر بحث ہے جس میں علماء متاخرین نے بیت المال کو بوجہ فساد و عدم وجود بیت المال کے رد علی الزوجین سے متاخر کر دیا ہے اور موصی لہ بکل المال کو رد علی الزوجین پر مقدم رکھنے کے متعلق کوئی سند صریح اور جزئی ظاہر نہیں کی گئی صرف مندرجہ ذیل استشہاد میں کی گئی جن کو دوسرے علماء اُسی متاخرین اور متقدمین کی بحث میں لاکر رد علی الزوجین سے مؤخر خیال کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں فتاوی۔

یہ سوالات ہیں جو ابھی تک تصفیہ طلب ہیں، نقول فتاوی علمائے ملسلکہ مسل معہ نقل استفتاء و نقل وصیت نامہ خدمت میں مولوی صاحب مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی مرسل ہوں اور التماس کی جائے کہ ان تمام فتاوی کو ملاحظہ فرمائیں اور ان سوالات حل طلب کے متعلق اپنی رائے کا معہ استناد جواب تحریر فرما کر بہت جلد مرحمت فرمائیں مبلغ عہ بذریعہ منی آرڈر مولوی صاحب کی خدمت میں بھجوا دیئے جائیں، اور یہ بھی التماس ہو کہ علاوہ امور مستفسرہ کے اگر کوئی اور امر بھی قابل اصدار فتوی معلوم ہو تو اطلاع بخشیں، ملاحظہ فتاوی سے اختلاف علماء کے تمام جزئیات اور صورتیں واضح ہوں گی، ہر ایک فتوی پر علیحدہ علیحدہ نمبر دیئے گئے ہیں مقدمہ چونکہ عرصہ سے دائر ہے اس لئے نتیجہ کے بھجوانے کے لئے استدعا کی جاتی ہے کہ بہت جلدی عدالت ہذا میں بھجوایا جائے۔ تحریر ۱۷ر اگست ۱۳۱۲ھ

(مسماۃ عالمون بنام شاہ محمد دعوی جائداد بروئے وراثت)

نقل وصیت نامہ ادا

میکہ واحد بخش ولد دین محمد ذات شیخ نو مسلم پیشہ نان بائی عمر تخمیناً للعہ سال حال مقیم خانپور ریاست بہاولپور کا ہوں بحمعی حواس خمسہ و ہوش عقل بلا اجبار و اکراہ احدیکہ اقرار کرتا ہوں اور لکھ دیتا ہوں اس بات پر کہ مظہر بعارضہ بیماری تپ دق کے بیمار ہے اور یہ بیماری ایک ایسی بیماری ہے کہ اس سے نجات قسمت اور خداداد زندگی پر شفایابی حاصل ہوتی ہے اور اب مجھ کو ایسے نازک وقت پر اپنی جائداد منقولہ وغیر منقولہ کا انتظام بھی کرنا ضرور ہے تاکہ پسماندگان میرے میں کوئی تکرار مدار برپا نہ ہو پس اب میں اس طرح پر اپنا انتظام کرتا ہوں کہ چونکہ میرا کوئی فرزند نرینہ یا مدینہ نہیں ہے صرف ایک عورت نوجوان ہے جس پر یہ بھروسا کم ہے کہ بعد موتیدگی میرے کے وہ میرے حق میں رہے اور یہ ضرور ہے کہ میری جائداد بعد میرے تباہ و خراب ہو جائے اس کا یہ انتظام ہے کہ زیورات ذیل کنٹھالہ طلائی ۸ یا پانچ لڑی قیمتی یا ۲۰ عہ کڑیاں نقرہ ایک جوڑا قیمتی یک صد روپیہ چندن ہار ایک قیمتی مبلغ صہ تولہ طلائی ایک عدد قیمتی صہ

Marfat.com

عطردان ایک قیمتی مبلغ سے بازوبند نقرہ ایک جوڑہ قیمتی سے کنگن نقرہ دانوال ایک جوڑہ قیمتی مبلغ عہ کل جملہ مبلغ ساعہ کے زیورات مندرجہ بالا اپنی زوجہ مسماۃ عالم خاتون کو ملے گا ان زیورات سے کسی کا تعلق اور واسطہ نہ ہوگا میری زوجہ مسماۃ عالم خاتون مذکورہ بالا کے ہیں اور ماسوائے اس کے میری جائداد غیر منقولہ از قسم مکانات رہائش بمقام نوشہرہ ہیں اور وہ پیدا کردہ مظہر کے ہیں ان کا انتظام اس طور پر رہے گا کہ وہ مکانات زیر حفاظت شاہ محمد خاں ولد مسکر خاں ذات نانبوچی سکنہ خان پور کے اور مالک بھی یہی رہے گا اگر مظہر کی عورت مظہر کے حق میں رہ کر گزارہ کرے تو اس کو فقط حق آسائش کا حاصل رہے گا وہ یعنی تا حق مظہر آباد رہے گی رہن اور بیع مسماۃ عالم خاتون زوجہ ام کو اختیار ہرگز نہ ہوگا اور اگر وہ کسی دوسری جگہ اپنا عقد نکاح کرا دے یا جدید خاوند کرے تو اس کے ساتھ اس کا کوئی تعلق اور واسطہ نہ ہوگا مالک اور قابض شاہ محمد خاں مذکور رہے اور اس کو اختیار رہے کہ اس کو فروخت کرے یا رہن کرے بعد فروخت یا رہن زر رہن یا زر بیع میری تجہیز و تکفین اور میری ارواح پر بخش دیگا یعنی غرضکہ مالک شاہ محمد خاں مکانات وغیرہ کا ہے اور علاوہ اس کے اسباب خانہ داری از قسم برتن گلی دمسی وکٹ وغیرہ دیگچہ ہا مسی و تھالی کلاں مسی و کٹورہ کٹ و چارپائی ہائے وغیرہ جملہ سامان خانہ داری کا مالک بھی شاہ محمد خاں رہے گا بموقع محفل امامین شہیدین شریفین شاہ محمد خاں جملہ برتن ہائے میں سے گلیم دری کلاں وغیرہ لے جائے اور استعمال کرے سب کچھ شاہ محمد خاں کے اختیار میں ہوگا زوجہ ام مسماۃ عالم خاتون کو ضرورت استعمال کے لئے دیئے جائیں گے بشرطیکہ وہ فروخت یا بیع روپوش نہ کرے ورنہ کلہم اشیاء مندرجہ بالا کا مالک شاہ محمد خاں ہے جس نے میری خدمت گزاری اور وفاداری از حد کی ہے بعد انتقال میری بھی تجہیز و تکفین کا انتظام کرے گا اور میری منزلت آخر کو پورا انجام دے گا۔ یہ جملہ شرائط بعد میرے قابل تعمیل ہوں گی جب تک میں حیات موجود ہوں کسی کا تعلق نہیں بعد میں بموجب بالا تقسیم ہونگے اور قابل عمل ہوں گی لہذا ایں چند حروف بطور وصیت نامہ لکھ دیتا ہوں کہ سند رہے اور وقت حاجت کے کام آئے۔

المرقوم ۲۲ صفر ۱۳۳۱ھ مطابق ۲۳ فروری ۱۹۱۱ء

استفتاء

مسمی واحد بخش مرگیا ہے صرف ایک بیوی مسماۃ عالمون چھوڑ گیا ہے دیگر کوئی اس کا وارث نہیں مرنے سے قریباً ایک دو ماہ یا پندرہ یوم وہ چارپائی بند ہوگیا اس کو تپ دق کی بیماری تھی اسی بیماری میں وہ فوت ہوا، ہوش اس کو آخر تک رہی، مرنے سے ایک ہفتہ پہلے اس کے معالج نے یہ کہہ دیا تھا کہ وہ اب نہ بچے گا اور اس

Marfat.com

لئے اس کا علاج کرنا بھی چھوڑ دیا تھا مرنے سے قریب تین چار یوم پہلے ۲۳ فروری ۱۱ ۱۳ھ کو واحد بخش مذکور نے ایک وصیت تحریری تکمیل کی اس وصیت کی ایک نقل شامل ہذا کی جاتی ہے یہ شاہ محمد موصی کا نہ رشتہ دار نہ ہم قوم ہے متوفی ایک نو مسلم تھا جو اپنے آپ کو وصیت میں شیخ نو مسلم پیشہ نان بائی لکھا ہے اسی شاہ محمد کے گھر میں وہ مرا جس نے اس کی تجہیز و تکفین وغیرہ کی، اب دعوی جائداد متوفی کا باہم اس شاہ محمد کے اور عالم خاتون بیوہ موصی کے ہے موخر الذکر مدعیہ ہے وہ مانتی ہے کہ شاہ محمد مدعا علیہ نے پاس اس کو زیورات قیمتی سماعے (جس کا ذکر وصیت میں ہے) بعد وفات موصی دے دیئے ہیں لیکن وہ کہتی ہے کہ شاہ محمد مدعا علیہ کے پاس دیگر زیورات واثاث البیت ظروف وغیرہ مالیت ماعے اور دو منزل مکانات قیمت آٹھ سو روپے از ترکہ شوہر ش مذکور موجود ہیں وہ بھی شرعاً تنہا مدعیہ کو ملنا چاہئے مدعا علیہ کا کوئی حق نہیں وصیت کی تکمیل اور جوازی دونوں کو وہ تسلیم نہیں کرتی جو زیورات قیمتی سماعے ورثہ مدعیہ کو ملے ہیں ان کی نسبت وہ یہ کہتی ہے کہ مجھ کو حق مہر میں شوہر دے گیا ہے شاہ محمد مدعا علیہ کو وصیت کی تعمیل پر اقرار ہے وہ کہتا ہے کہ وصیت جائز ہے اور یہ کہ مدعیہ حرام کاری کرتی ہے اس لئے بروئے وصیت مکانات میں نشست کی بھی حقدار نہیں رہی اور یہ کہ وصیت کو مدعیہ نے وصیت اور نیز بعد وفات شوہر خود قبول کیا تھا سوال یہ ہیں:

(۱) کیا بروئے شرع شریف یہ وصیت مرض الموت میں ہوئی اور اگر ہوئی تو اس سے جوازی وصیت پر کیا اثر پڑتا ہے؟

(۲) چونکہ شاہ محمد مدعا علیہ بالکل اجنبی ہے اور وصیت اس کے حق میں ہے ایسی وصیت مدعیہ کے اعتراض پر کس حد تک جائز رہ سکتی ہے یعنی جائداد متوفی میں مدعیہ کو کیا حصہ ملنا چاہئے؟

(۳) جو خاص زیورات قیمتی سماعے بروئے وصیت مدعیہ کو دلائے گئے ہیں کیا ان میں سے مدعا علیہ کو کوئی حصہ بروئے وصیت مل سکتا ہے یا یہ کہ ان زیورات کو چھوڑ کر باقی جائداد میں ہر دو فریق کو وہ حصص ملیں گے جو بروئے سوال ع۲ ان کے پائے جائیں۔

(۴) جو اخراجات تجہیز و تکفین مدعا علیہ نے کئے ہوں مدعا علیہ کو علاوہ ملیں گے یا کہ اس کے اپنے حصے پر چارج ہوں گے یعنی یا یہ کہ مدعا علیہ کے حصہ پر ان کا بار ہو گا؟

(۵) مکان میں جو بصورت حق متوفی میں رہنے کے مدعیہ کو حق رہائش دیا گیا ہے کیا وہ شرعاً جائز ہے اور اثر پذیر ہے جبکہ مدعیہ کے اعتراض پر اس کو بروئے سوال ع۲ ایک حصہ مکان تملیک قطعی دے دیا جائے۔

Marfat.com

(۶) حق متوفی میں رہنے کی شرط پر مدعیہ کے ظروف وغیرہ کا بھی دیا جانا درج وصیت ہے کیا یہ جائز ہے اور بلحاظ سوال ۲ اثر پذیر ہو سکتا ہے؟

(۷) جو حصہ جائداد متوفی میں ہر دو فریق کا سوال ۲ قرار پائے وہ مکانات میں اور جائداد منقولہ میں جدا جدا دیا جا سکتا ہے یا کہ بالکل جائداد منقولہ غیر منقولہ کی قیمت مقرر کر کے صرف نقدی رقم بموجب حصہ کے مدعیہ کو دلائی جا سکتی ہے۔ ۱۷ جنوری

سوال ۲: زید اس طرح وصیت کر کے مر گیا ہے کہ بعد مرنے میرے کے میری جائداد منقولہ وغیر منقولہ کا مالک عمرو ہے میری تجہیز و تکفین بھی کرے گا اور للہ میری ارواح کو بھی دے گا بعد وفات زید کے عمرو نے وصیت مذکورہ کو قبول کر کے ایفاء امورات میں لگ گیا متوفی کا وارث بجز ایک زوجہ اور کوئی نہیں ہے اب زوجہ متوفی کہتی ہے کہ یہ تمام مال متروکہ شوہر خود صرف میرا ہی حق ہے میں دوسرے شخص کو دینا نہیں چاہتی، پس شرع شریف میں یہ وصیت جائز ہے یا کسی طرح اور، زوجہ کا حق مال متروکہ میں کیا ہے اور وصیت کا حصہ کیا ہے؟ بینوا توجروا

نقل جواب ۱

مندرجہ سوال حالات میں مسمی واحد بخش کی متروکہ جائداد میں سے پہلے اس کی تجہیز و تکفین شرعی کا جس میں رواجی صدقات وخیرات شامل نہیں ہیں خرچ ادا کرنے کے بعد اس کی بیوہ مسماۃ عالم خاتون کا حق مہر جس قدر عدالت کی رائے میں ثابت ہو ادا کریں گے اس حق مہر ادا کرنے کے بعد جس قدر جائداد منقولہ یا غیر منقولہ باقی بچے اس کے تین حصے کر کے دو حصہ مسمات عالم خاتون بیوہ واحد بخش کو اور ایک حصہ شاہ محمد خاں کو دیں گے۔ اس مختصر جواب کے بعد عدالت کے سوالات کا نمبروار جواب دیا جاتا ہے:

(۱) یہ وصیت مرض الموت میں ہوئی اور شرعاً جائز ہے۔

(۲) عالم خاتون مدعیہ کے اعتراض کرنے پر جائداد متروکہ کے جبکہ اس میں سے واحد بخش کی شرعی تجہیز و تکفین کا خرچ اور عالم خاتون کے حق مہر کی رقم نکالی جا چکی باقی کے تیسرے حصہ میں جائز ہوگی اس سے زائد میں جائز نہیں ہوگی اس لئے اس باقیماندہ جائداد میں سے دو حصے عالم خاتون کو اور ایک حصہ شاہ محمد خاں کو دینگے۔

(۳) زیورات قیمتی سماۃ عسے کی بابت اگر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ زیورات عالم خاتون کے حق مہر کے عوض میں دے گئے ہیں تو پھر ان میں شاہ محمد خاں کا کچھ بھی حق نہیں ہے لیکن اگر ان تمام زیورات کے

Marfat.com

تیسرے حصہ میں اور دوسری صورت میں باقی ماندہ زیورات کے تیسرے حصے میں شاہ محمد خاں کا حق ہوگا اور دونوں صورتوں میں باقی دو حصے عالم خاتون کے حق ہوں گے۔

(۴) تجہیز و تکفین کا خرچ پہلے ہی سے نکال لیا جائے گا اس کا بار کسی فریق کے حصے پر نہیں پڑیگا۔

(۵) مسماۃ عالم خاتون کو رہائش کا حق شرعاً حاصل نہیں ہے اس بات میں واحد بخش کی وصیت لغو اور بے اثر رہے گی۔

(۶) ظروف وغیرہ کی تقسیم کی بھی یہی صورت ہوگی کہ ان کے تیسرے حصے میں شاہ محمد خاں کا حق ہے اور دو حصے مسمات عالم خاتون کا حق ہے لیکن یہ مناسب ہوگا کہ تمام ظروف شاہ محمد خاں کو دے دیئے جائیں اور عالم خاتون کا حق جو ان ظروف میں ہے وہ واحد بخش کی جائداد غیر منقولہ سے پورا کر دیا جائے۔

(۷) فریقین یعنی عالم خاتون اور شاہ محمد خاں کا اصل حق تو موجودہ جائداد متروکہ واحد بخش ہی میں ہے لیکن اگر کوئی فریق اپنے حصے کے بدلے اس کی قیمت لینے پر رضامند ہو جائے تو عدالت کو لازم ہوگا کہ اس فریق کو قیمت دے دے لیکن کسی فریق کو خواہ وہ عالم خاتون ہو یا شاہ محمد خاں اس کے حصے کی قیمت لینے پر مجبور کرنا شرعاً عدالت کے اختیار سے باہر ہے۔

نوٹ: متوفی کی اولاد نہ ہونے کی صورت میں بعد ادا کرنے خرچ تجہیز و تکفین اور ادا کرنے حق مہر یا ایسی ہی اور قرضوں کے جس قدر باقی بچے اس باقیماندہ ترکہ کے تیسرے حصہ میں سے وصیت ادا کرنے کے بعد جو باقی بچے اس میں سے چہارم حصہ بیوہ کا حق ہوتا ہے۔ لیکن اگر متوفی کا کوئی بھی قریبی یا بعیدی رشتہ دار موجود نہ ہو جیسا کہ موجودہ سوال کی صورت میں ہے تو بعد ادائے خرچہ تجہیز و تکفین اور ادائے حق مہر و دیگر قرضوں اور ادائے حصۂ وصیت کے جس قدر باقی بچے وہ سب بیوہ کا حق ہوتا ہے جیسا کہ کتاب درمختار و ردالمحتار وغیرہ میں صاف لکھا ہوا ہے ہذا واللہ اعلم بالصواب۔

نقل جواب ۲

(نقل فتویٰ مولوی صاحب برانڈ امولویان)

ھوالملھم بالحق والصواب (یہ حق اور درستگی کے ساتھ الہام کیا گیا۔ ت)

شرعاً یہ وصیت صحیح اور نافذ ہے کیونکہ وصیت کنندہ عاقل بالغ ہے اور زوجہ کا حق مال متروکہ متوفی سے سدس ہے اور باقی عمر موصی لہ کا ہے اور للہ اسباب خیر میں بھی صرف کرے مثلاً تعمیر مسجد کی کرادے یا پل تیار کرا دے یا طلبائے علم دین اسلام کو دے، روایات کتب معتبرہ اس پر دال صریح الدلالۃ

Marfat.com

اور زواضح البیان ہے۔

شواھد:

فی فتاوی النوازل اوصی لرجل بکل مالہ و مات و لم یترك وارثا الا امرأتہ فان لم تجز فلھا السدس والباقی للموصی لہ لان لہ الثلث بلا اجازۃ فیبقی الثلثان فلھا ربعھما وھو سدس الکل درمختار[1] قولہ فلھا ربعھما لان الارث بعد الوصیۃ ففرضھا ربع الثلثین الباقیین شامی[2] ــــــ کذلك لو مات الرجل عن امرأتہ واوصی بمالہ کلہ لاجنبی ولم تجز المرأۃ فللمرأۃ السدس وخمسۃ اسداسہ للموصی لہ لان الثلث صار مستحقا بالوصیۃ بقیت الشرکۃ فی ثلثی المال

دلائل:

فتاوی نوازل میں ہے ایک شخص نے اپنے تمام مال کی کسی مرد کے لئے وصیت کی اور مرگیا درانحالیکہ سوائے ایک بیوی کے اس نے کوئی وارث نہیں چھوڑا، پھر اگر بیوی نے اجازت نہ دی تو اس بیوی کو کل مال کا چھٹا حصہ اور باقی اس شخص کو ملے گا جس کے لئے وصیت کی گئی اس لئے کہ وصیت والے مرد کو ایک تہائی تو بلا اجازت ملے گا باقی دو تہائی بچا تو بس بیوی کو دو تہائی میں سے چوتھا حصہ ملے گا اور وہ کل مال کا چھٹا حصہ بنتا ہے (درمختار)۔ ماتن کا قول کہ "بیوی کو دو تہائی کا چوتھا حصہ ملے گا" وہ اس لئے ہے کہ میراث وصیت کے بعد ہوتی ہے چنانچہ بیوی کا فرضی حصہ باقی بچنے والے دو تہائی میں سے چوتھا ہوگا (شامی)۔ اسی طرح اگر کوئی شخص ایک بیوی چھوڑکر مرا اور تمام مال کی وصیت کسی اجنبی کے لئے کرگیا اور عورت نے وصیت کی اجازت نہیں دی تو اس صورت میں عورت کو کل مال کا چھٹا ($\frac{1}{6}$) ملے گا، اور باقی پانچ حصے ($\frac{5}{6}$) وصیت والے شخص کو ملیں گے اس لئے کہ وہ شخص وصیت کے سبب سے ایک تہائی مال کا مستحق ہوگیا اور دو تہائی

---

[1] الدر المختار — کتاب الوصایا — مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۱۹

[2] رد المحتار — ؍؍ — داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۲۰

Marfat.com

فللمرأة ربع ذلك والباقي للموصى له لان الوصية مقدمة على بيت المال فتاوى عالمگیری۔[1]

وكذلك في الفتاوى الخلاصة، اوصى بثلث ماله لله تعالى فهي باطلة وقال محمد رحمه الله تصرف لوجوه البر درمختار۔[2]

قوله وقال محمد رحمه الله تصرف لوجوه البر قدمنا عن الظهيرية انه المفتى به اى لانه وان كان كل شئ لله تعالى لكن المراد التصدق لوجهه تعالى تصحيحا لكلامه بقرينة الحال شامی۔[3]

ولو اوصى بالثلث في وجوه الخير يصرف الى القنطرة او بناء المسجد او طلبة العلم كذا في تاتارخانية فتاوى عالمگیری[4]،

وهكذا في فتاوى خلاصة، ولا من صبي غير مميز اصلا ولو في وجوه الخير خلافا للشافعي

مال میں شرکت باقی رہی، چنانچہ عورت کو اسی کا چوتھا حصہ ملے گا اور باقی وصیت والے شخص کو ملے گا کیونکہ وصیت بیت المال پر مقدم ہے (فتاویٰ عالمگیری)۔ اسی طرح فتاویٰ خلاصہ میں ہے اگر کسی نے اپنے تہائی مال کی اللہ تعالیٰ کے لئے وصیت کی تو وہ باطل ہے۔ امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اس کو نیکی کے کاموں میں خرچ کیا جائے گا (درمختار)۔ ماتن کا قول کہ "امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا "اسے نیکی کے کاموں میں خرچ کیا جائے گا" ہم بحوالہ ظہیریہ پہلے ذکر کرچکے ہیں کہ بیشک فتویٰ اسی پر ہے اس لئے کہ اگرچہ ہر شئ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے لیکن اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے صدقہ کرنا ہے تاکہ قرینۂ حالیہ کی وجہ سے موصی کا کلام صحیح قرار دیا جاسکے (شامی)۔ اور اگر نیکی کے کاموں میں تہائی مال کی وصیت کی تو وہ مال پل، مسجد کی تعمیر اور طالبعلموں پر خرچ کیا جائے گا، یونہی تاتارخانیہ میں ہے (فتاویٰ عالمگیری)۔ ایسا ہی فتاویٰ خلاصہ میں ہے اور نابالغ تمیز نہ رکھنے والے بچّے کی وصیت بالکل نافذ نہیں ہوتی اگرچہ نیکی کے کاموں کے لئے ہو بخلاف امام شافعی

---

[1] الفتاوى الهندية کتاب الوصايا الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۱۰۵

[2] الدر المختار 〃 مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۲۲

[3] رد المحتار 〃 دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۲۶

[4] الفتاوى الهندية 〃 الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۹۷

Marfat.com

وکذا لا تصح من ممیز الا فی تجھیزہ[1] امر دفنه وعلیه تحمل اجازة عمر رضی الله عنه لوصیة یافع رضی الله عنه یعنی المراھق درمختار[1] علی حسب اظهار السائل۔ والله تعالٰی اعلم۔

علیہ الرحمہ کے۔ اسی طرح تمیز رکھنے والے نابالغ کی وصیت بھی صحیح نہیں مگر تجہیز و تدفین میں اسکی وصیت صحیح ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قریب البلوغ لڑکے کی وصیت کو جائز قرار دینا اسی تجہیز و تدفین پر محمول ہے (درمختار)۔ یہ حکم سائل کے اظہار کے مطابق ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

بحقیقۃ الحال وصدق المقال (ہمہ) مستفتی نے بعد تکمیل استفتار ہذا کے بیان کیا کہ متوفی نے چند زیورات معدودہ مشخصہ معہودہ کی بابت اپنی زوجہ کے واسطے بھی وصیت کرگیا تھا یعنی کہہ گیا تھا کہ بعد وفات میری کے ان زیورات مذکورات کی مالک میری زوجہ ہے، پس اس کا جواب شرعًا یہ ہے کہ جس چیز کی نسبت متوفی نے اپنی زوجہ کے واسطے وصیت کی ہے وہ چیز سالم متوفی کی زوجہ کی حقیت ہے جو بذریعہ وصیت کے اپنے خاوند سے لے سکتی ہے،

والشاھد فیه لواوصی لزوجته او ھی له ولم یکن ثمة وارث اٰخر تصح الوصیة ابن کمال درمختار[2]، ھذا ما عندی ولعل عند غیری ابلغ من ھذا۔

اس پر دلیل یہ ہے کہ اگر مرد نے اپنی بیوی کے لئے یا بیوی نے اپنے شوہر کے لئے وصیت کی درانحالیکہ وہاں کوئی اور وارث نہیں تو وصیت صحیح ہے، ابن کمال (درمختار)، یہ وہ ہے جو میرے پاس ہے ہوسکتا ہے میرے غیر کے پاس اس سے بڑھ کر موجود ہو۔ (ت)

استفتاء: ما قولکم رحمکم الله (تمہارا کیا ارشاد ہے؟ اللہ تعالٰی تم پر رحم فرمائے۔ ت)

اندریں صورت ایک شخص مسمی واحد بخش جو عرصہ سے مریض تھا اپنے مرض الموت میں مرنے سے دو دن پہلے بدیں مضمون وصیت کی کہ چونکہ میں بیمار ہوں اور حیاتِ ناپائیدار پر اعتبار نہیں ازاں بعد میں وصیت کرتا ہوں کہ فلاں فلاں زیورات قیمتی سماۃ عسہ میرے مرنے کے بعد میری زوجہ مسماۃ عالم خاتون کو بعوض حق المہر دیئے جائیں اور ماسوائے اس کے کل جائداد میری کا مالک مسمی شاہ محمد خاں ہوگا،

---

[1] الدرالمختار کتاب الوصایا مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۱۹
[2] الدرالمختار " " ۲/۳۱۹

Marfat.com

بعد کرنے اس وصیّت کے فوت ہوگیا اور واضح رہے کہ واحد بخش متوفی وصیت کنندہ کا بغیر عالم خاتون کے جو اس کی زوجہ ہے اور کوئی وارث نہیں شاہ محمد موصی لہ ایک اجنبی آدمی ہے، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ شرعاً ایسی وصیت کو کیا حکم ملتا ہے، بوقت موجودگی وارث دیگر اجنبی کے واسطے وصیت جائز ہے یا نہ؟ اگر جائز ہے تو جمیع مال سے یا ثلث میں عورت کو شرعاً اس کے متروکہ سے کچھ حصہ ملے گا یا نہ؟ اور اگر ملے گا تو کیا؟ بیّنوا توجروا۔

نقل جواب[۳] وباللہ التوفیق

شرعاً بوقت موجودگی ورثہ وصیت بجمیع مال نافذ نہیں ہوسکتی ثلث سے جاری ہوگی ثلث یعنی مال متروکہ سے تیسرے حصہ سے زیادہ وصیّت کرنا ناجائز ہے جن جن زیورات کے بارہ میں مسمی واحد بخش متوفی بعوض حق المہر مساۃ عالم خاتون زوجہ خود کے دینے کی وصیت کر گیا ہے وہ اس کا فرض تھا اور اس کا ادا کرنا اس کو فرض تھا،

ویبدأ من ترکۃ المیت بتجہیزہ ثم دینہ۔ کنز الدقائق[۱]

ترکۂ میت میں سے ابتداء اس کی تجہیز و تکفین سے کی جائے گی پھر اس کا قرض ادا کیا جائے گا (کنز الدقائق)۔ (ت)

اس کے ماسوا باقیماندہ اشیاء منقولہ و غیر منقولہ متروکۂ واحد بخش متوفی موصی میں سے ثلث یعنی تیسرا حصہ شاہ محمد موصی لہ کو شرعاً دیا جائے گا'

ولا تصح بما زاد علی الثلث ۱۲ کنز الدقائق[۲]

تہائی مال سے زائد پر وصیت صحیح نہیں، (کنز الدقائق) (ت)

ولا تجوز بما زاد علی الثلث لانہ حق الورثۃ ۱۲ ہدایہ[۳]

تہائی مال سے زائد پر وصیت جائز نہیں کیونکہ وہ وارثوں کا حق ہے ۱۲ (ہدایہ) (ت)

وتجوز بالثلث للاجنبی عند عدم المانع وان لم یجز الوارث ذلک لا الزیادۃ

اجنبی کے لئے تہائی مال کی وصیت جائز ہے جبکہ کوئی مانع موجود نہ ہو اگرچہ وارث اس کی اجازت نہ دے۔ تہائی سے زائد کی وصیت

---

[۱] کنز الدقائق | کتاب الفرائض | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ص ۴۳۳

[۲] " | کتاب الوصایا | " | " ۴۱۴

[۳] الہدایۃ | " | مطبع یوسفی لکھنؤ | ۴/۶۵۱

Marfat.com

عليه ۱۲ الدر المختار[1]۔

جائز نہیں ۱۲ الدر المختار۔ (ت)

اور باقی اس کی زوجہ مسماۃ عالم خاتون کو دیا جائے گا کیونکہ ربع اس کو بالفریضہ ملتا ہے،

فللزوجات حالتان الربع بلا ولد والثمن مع الولد ۱۲ الدر المختار[2]۔

بیویوں کی دو حالتیں ہیں، اگر مرنے والے شوہر کی اولاد نہ ہو تو بیویوں کو کل مال کا چوتھا حصہ اور اولاد ہو تو آٹھواں حصہ ملتا ہے ۱۲ درمختار (ت)

والربع للزوجات اذا لم یکن ولد و ولد ابن ۱۲ جوهره نیره[3]۔

اور بیویوں کو چوتھا حصہ ملے گا اگر مرنے والے شوہر کی اولاد نہ ہو ۱۲ جوہرہ نیرہ (ت)

اور باقی بھی مسماۃ عالم خاتون کو بالرد ملتا ہے یعنی بوقت نہ ہونے دیگر ورثہ کے اس پر یعنی زوجہ پر رد کیا جائے گا،

قلت وفی الاشباه انه یرد علیهما فی زماننا لفساد بیت المال وقدمناه فی الولاء، الدر المختار[4]۔

میں کہتا ہوں کہ اشباہ میں ہے کہ ہمارے زمانے میں بیت المال کے فاسد ہوجانے کی وجہ سے زوجین پر میراث کو رد کیا جائے گا۔ اس کا ذکر ہم کتاب الولاء میں کر آئے، درمختار۔ (ت)

قوله وفی الاشباه قال فی القنیة و یفتی بالرد علی الزوجین فی زماننا لفساد بیت المال و فی الزیلعی عن النهایة ما فضل عن فرض احد الزوجین یرد علیه وكذا البنت والابن من الرضاع یصرف الیهما

اور اس کا قول کہ "اشباہ میں ہے" قنیہ میں فرمایا ہمارے زمانے میں بیت المال کے فاسد ہوجانے کی وجہ سے زوجین پر رد کا فتوٰی دیا جائیگا اور زیلعی میں نہایہ سے منقول ہے کہ زوجین میں سے کسی ایک کے فرضی حصہ کی وصولی کے بعد جو کچھ بچ جائے وہ اسی پر لوٹا دیا جائے گا۔ اسی طرح رضاعی بیٹے اور بیٹی کی طرف میراث کو

---

[1] الدر المختار کتاب الوصایا مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۱۴
[2] " کتاب الفرائض " ۲/۳۵۵
[3] الجوہرة النیرة " مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۴۰۹
[4] الدر المختار باب العول " مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۶۱

Marfat.com

وقال فی المستصفیٰ والفتوی الیوم بالرد علی الزوجین وھو قول المتأخرین من علمائنا وقال الحدادی الفتوی الیوم بالرد علی الزوجین وقال المحقق احمد بن یحیٰی ابن سعد التفتازانی افتی کثیر من المشائخ بالرد علیھما اذا لم یکن من الاقارب سواھما لفساد الامام۔ رد المحتار شرح الدر المختار[1]

لوٹا جائے گا، اور مستصفیٰ میں کہا آج کے دور میں فتوٰی زوجین پر رَد کرنے کے ساتھ ہے۔ یہی قول ہمارے متاخر علماء کا ہے۔ حدادی نے کہا کہ آج کل فتوٰی زوجین پر رَد کرنے کے ساتھ ہے۔ احمد بن یحیٰی بن سعد تفتازانی نے کہا بہت سارے مشائخ نے زوجین پر رَد کا فتوٰی دیا جبکہ ان کے علاوہ عزیز و اقارب میں سے کوئی موجود نہ ہو کیونکہ حکمران بگڑ چکے ہیں، ردالمحتار شرح الدر المختار (ت)

عبارت کتب معتبرہ مرقومۃ الفوق سے ظاہر ہے کہ جمیع مال سے ایک ثلث مسمّی شاہ محمد خاں موصی لہ لے گا اور دو ثلث مسماۃ عالم خاتون زوجۂ متوفی کو ملیں گے۔ واللہ اعلم بالصواب عندہ ام الکتاب۔ ۲۰ رجب المرجب ۱۳۲۹ھ۔ (مفتی مولوی محمد مجید صاحب لاہوری نے تحریر فرمایا ہے)

مگر ائمہ متاخرین یہ فرماتے ہیں کہ بچا ہوا ترکہ جس طرح پہلی قسم کے حصے داران پر بحصہ رسدی رَد ہوسکتا ہے اسی طرح دوسری قسم کے حصہ داران پر بھی رَد ہوسکتا ہے اگر متوفی کا کوئی رشتہ دار موجود نہ ہو تو جو کچھ بچا ہوا ترکہ ہو وہ احد الزوجین کو دے دیں گے یعنی موصی لہ بکل المال کو نہ دیں گے انتہٰی خلاصہ دو ورق کا یہ دو سطریں ہیں

نقل جواب ۴

(تردید منجانب علمائے ریاست بہاولپور)

ہمارے ہاں بھی مسلّم اور ما علیہ العمل یہی قول متاخرون کا ہے جو الیوم یرد علی الزوجین (آجکل زوجین پر رد۔ ت) پر فتوٰی ہے اور سیدنا امیرالمومنین عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث اور ان سے بیان وجہ رد علی الزوجین کا اگرچہ درمختار میں اس کا ما علیہ اور شامی میں اس سے جواب نقلا عن روح الشروح کمال الوضوح (روح الشروح سے کامل وضاحت کے ساتھ نقل کرتے ہوئے۔ ت) کے مُبیَّن ہے تاہم مع قطع النظر ان دونوں امروں کے ہم کو بالرأس والعین منظور ہے مگر تاسف اس کم توجہی مفتی صاحب پر ہے کہ رد علی الزوجین کا محل الوقوع اور موقعہ ملحوظ نہ کرنا اور بلا تامل اس کے موصی بجمیع المال سے مقدم رکھنا خلاف عقل اور نقل ہے اور سراسر تحکم و تعسف اور دعوٰی بلا دلیل ہے فقہاء نے رد علی الزوجین کی علت مدار ا یہ بیان فرمائی ہے

---

[1] ردالمحتار کتاب الفرائض باب العول دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۵۰۲

Marfat.com

کہ لفساد بیت المال (بیت المال کے فاسد ہونے کی وجہ سے۔ت) چنانچہ مفتی صاحب نے بھی خود تحریر کیا ہے اور یہ تو ایک دفعہ بھی نہیں لکھا کہ لفساد الوصیۃ لجمیع المال (کل مال کی وصیت کے فاسد ہونے کی وجہ سے۔ت) اس سے صاف ظاہر ہے کہ رد علی الزوجین جو بنا بر علی مذہب المتاخرین قول مفتیٰ بہ ہے اس کا درجہ صرف بیت المال سے مقدم ہے چنانچہ بنات المعتق و ذوی ارحامہ والبنت والابن من الرضاع (معتق کی بیٹیوں، اس کے ذوی الارحام، اس کی رضاعی بیٹی اور اس کے رضاعی بیٹے۔ت) کو بیت المال سے تقدیم ہے،

کما حققہ الشامی[1] رحمہ اللہ تحت قولہ فی الاشباہ نقل عن معراج الدرایۃ۔

جیسا کہ اس کی تحقیق علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے مصنف کے قول فی الاشباہ کے تحت معراج الدرایہ سے نقل فرمائی ہے۔(ت)

نہ یہ کہ رد علی الزوجین کو مستحقین پر تقدیم ہے بلکہ رد علی ذوی الفروض النسبیہ و ذوی الارحام موصی لہ بکل المال (نسبی ذوالفروض پر رد، ذوی الارحام اور وہ جس کے حق میں تمام مال کی وصیت کی گئی۔ت) جو اہل استحقاق ہے یہ سارے فریق رد علی الزوجین سے مقدم ہیں اب جزئی صریح اس امر کی کہ؛

الموصی لہ بجمیع المال مقدم علی الرد علی الزوجین۔

جس کے لئے کل مال کی وصیت کی گئی وہ زوجین پر رَد سے مقدم ہے۔(ت)

ہدیۂ ناظرین ہے۔

وفی السراجی ثم الموصی لہ بجمیع المال ثم بیت المال[2] ان لم یکن احد المذکورین فالمال کلہ للموصی لہ لان منعہ عن زیادۃ الثلث کان للمضرۃ بالورثۃ وقد انتفی بہا

سراجی میں ہے پھر وہ جس کے لئے کل مال کی وصیت کی گئی پھر بیت المال، اگر ان میں سے کوئی موجود نہ ہو جن کا ذکر کیا گیا ہے تو سارا مال اس شخص کو دیں گے جس کے لئے کل مال کی وصیت کی گئی، اس لئے کہ اس کے لئے تہائی مال سے زائد کی ممانعت وارثوں کے

---

[1] ردالمحتار کتاب الفرائض باب العول داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۵۰۲
[2] السراجی فی المیراث خطبۃ الکتاب مکتبہ ضیائیہ راولپنڈی ص ۵ و ۶

Marfat.com

وان کان احد الزوجین فالباقی لہ وان کان وارث غیرھما فللموصی لہ الثلث ۱۲ شیخ الاسلام[1] ضیاء السراج السراجی

وفی المستصفٰی والفتوی الیوم علی الرد علی الزوجین عند عدم المستحق لعدم بیت المال ۱۲ شامی[2] تحت قولہ وفی الاشباہ والفتوی الیوم بالرد علیھما اذا لم یکن للباقی مستحق لان الظلمۃ لایصرفون مال بیت المال الی مصرفہ مستصفٰی[3]۔

ضرر کی وجہ سے تھی اور وہ یہاں منتفی ہے۔ اور اگر زوجین میں سے کوئی ہے تو باقی اس کو دیں گے۔ اور اگر ان دونوں کے علاوہ کوئی وارث ہے تو پھر جس کے حق میں کل مال کی وصیت ہے اس کو ایک تہائی دینگے ۱۲ شیخ الاسلام ضیاء السراج السراجی ۔ مستصفٰی میں ہے آج کل فتوٰی زوجین پر لوٹانے کے ساتھ ہے جبکہ کوئی اور مستحق موجود نہ ہو بیت المال کے نہ ہونے کی وجہ سے ۱۲ شامی تحت قولہ وفی الاشباہ ۔ اور فتوٰی آجکل زوجین پر لٹانے کا ہے جبکہ باقی کا کوئی اور مستحق موجود نہ ہو اس لئے کہ ظالم حکمران بیت المال کے مال کو اس کے مصرف میں خرچ نہیں کرتے (مستصفٰی) ۔ (ت)

جو نقل مستصفٰی کا مفتی صاحب نے شامی سے تحت قولہ وفی الاشباہ لکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ تمام قول کو اوّل سے آخر تک نہیں دیکھا اگر دیکھتے اور غور کرتے تو عند عدم المستحق کی قید ضرور ساتھ لگاتے جو اُس قول میں درج ہے اور ہر جگہ رَد ہے صرف نا تمام جزئی نقل کرکے خوش ہو رہے ہیں نقل میں ماقبل اور مابعد کے لحاظ چاہیئے تاکہ نقل صحیح اور تمام ہو نہ کہ ناقص اور غلط، ہاں اگر دیدہ و دانستہ دیکھ کر نہیں لکھا تو سفسطہ اور مکابرہ ہے ۔

ویستوضح لک معنی المستحق و یاتیک تحقیقہ عنقریب ان شاء اللہ تعالٰی ۔

اور تیرے لئے مستحق کے معنی کی وضاحت کرتے اور اس کی تحقیق آرہی ہے عنقریب ان شاء اللہ تعالٰی ۔ (ت)

اب توجہ فرمائیے کہ یہ فریق ایک دوسرے کے عدیل اور ردیف ہیں سوائے بیت المال کے

---

[1] ضیاء السراج حاشیۃ السراجی خطبۃ الکتاب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴
[2] رد المحتار کتاب الفرائض باب العول داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۵۰۲
[3] " " " " " " " ۵/۵۰۲

Marfat.com

سارے فریق ردعلی الزوج سے مقدم ہیں۔

ثم ردعلی ذوی الفروض النسبیة بقدر حقوقهم ثم ذوی الارحام ثم بعدهم مولی الموالاة کما مر فی کتاب الولاء وله الباقی بعد فرض احد الزوجین ثم المقرله بنسب علی غیرہ لم یثبت فلو ثبت حقیقة وزاحم الورثة ثم بعدهم الموصی له بما زاد علی الثلث ولو بالکل ثم یوضع فی بیت المال ۱۲ درمختار[1]۔

پھر نسبی ذوی الفروض پر ان کے حقوق کے مطابق رد کرنا پھر ذوی الارحام پھر ان کے بعد مولی الموالاۃ۔ جیساکہ کتاب الولاء میں گزرا۔ اور اس کو زوجین میں سے ایک کا فرضی حصہ نکالنے کے بعد جو باقی بچے گا وہ ملے گا پھر وہ شخص جس کے لئے کسی غیر پر نسب کا اقرار کیا گیا ہو اور نسب ثابت نہ ہوا اور اگر حقیقۃً اس کا نسب ثابت ہوگیا تو وہ وارثوں میں شریک ہوجائے گا۔ پھر ان کے بعد وہ شخص جس کے لئے تہائی سے زائد کی وصیت کی گئی ہو اگرچہ کل مال کی ہو پھر بیت المال میں رکھا جائے گا۔ (درمختار)۔ (ت)

قوله ثم ذوی الارحام ای یبدأ بهم عند عدم ذوی الفروض النسبیة والعصبات فیاخذون کل المال او ما بقی عن احد الزوجین لعدم الرد علیهما ۱۲ شامی[2]

ماتن کا قول "پھر ذوی الارحام" اس کا مطلب یہ ہے کہ ذوی الارحام سے ابتداء ہوگی جبکہ نسبی ذوی الفروض اور عصبات نہ ہوں تو وہ ذوی الارحام کل مال لیں گے یا وہ مال لیں گے جو زوجین میں سے ایک کے فرضی حصہ وصول کرنے کے بعد باقی رہ جائے کیونکہ زوجین پر رد نہیں ہوتا ۱۲ شامی (ت)

قوله وله الباقی ای ان لم یوجد احد ممن تقدم فله کل المال الا ان وجد احد الزوجین

ماتن کا قول کہ "اس کے لئے باقی ہے" یعنی اگر ماقبل میں مذکور افراد میں سے کوئی موجود نہ ہو تو کل مال اسی کا ہے مگر جب زوجین میں سے

---

[1] درمختار | کتاب الفرائض | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/ ۵۴-۳۵۳
[2] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۵/ ۴۸۷

Marfat.com

فله الباقی عن فرضه ۱۲ شامی[1]۔

قوله ثم المقر له بنسب علی غیره فیعطی کل المال الا اذا کان احد الزوجین فیعطی ما فضل بعد فرضه ۱۲ شامی[2]۔

قوله لم یثبت ای یکون هذا الاقرار وصیة معنیً ولذا اصح رجوعه عنه ولا ینتقل الی فرع المقر له ولا اصله ۱۲ شامی[3]۔

(قوله ثم بعدهم) ای اذا عدم من تقدم ذکره یبدأ بمن اوصی له بجمیع المال فیکمل له وصیته لان منعه عما زاد علی الثلث کان لاجل الورثة فان لم یوجد احد منهم فله عندنا ما عین له کملا سید ولا یخفی ان المراد انه

کوئی موجود ہو تو اس کے فرضی حصہ کے بعد باقی بچے گا وہ اس کو ملے گا ۱۲ شامی (ت)

ماتن کا قول کہ "پھر وہ جس کے لئے غیر پر نسب کا اقرار کیا گیا ہے" یعنی اس کو کل مال دیا جائیگا مگر جب زوجین میں سے کوئی ایک موجود ہو تو اس کے فرض حصہ کے بعد جو باقی بچا وہ اس کو ملے گا ۱۲ شامی (ت)

ماتن کا قول کہ "نسب ثابت نہیں ہوا" یعنی یہ اقرار باعتبار معنیً کے وصیت ہے اسی لئے اُس سے رجوع کرنا صحیح ہے اور یہ اقرار نہ تو مقرلہ کی فرع کی طرف منتقل ہوگا اور نہ ہی اس کی اصل کی طرف ۱۲ شامی (ت)

ماتن کا قول "پھر ان کے بعد" یعنی مقدم الذکر تمام مفقود ہوں تو ابتداء اس شخص سے کی جائے گی جس کے لئے تمام مال کی وصیت کی گئی ہے اور اس کے لئے وصیت کی تکمیل ہو گی کیونکہ تہائی مال سے زائد کی وصیت وارثوں کی وجہ سے ممنوع تھی، جب ورثاء میں سے کوئی ایک بھی موجود نہیں تو ہمارے نزدیک وہ تمام وصیت والے کو دیں گے جس کا تعین موصی نے اس کے لئے کیا ہے (سید) اور

---

[1] ردالمحتار کتاب الفرائض داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۸۷

[2] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

[3] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۵/۴۸۸

Marfat.com

یاخذ الزائد بطریق الاستحقاق بلا توقف علی اجازۃ فلا یرد ان اخذ الزائد لایشترط فیہ عدم الورثۃ اذلو اجازوا جاز ۱۲ شامی۔

پوشیدہ نہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ تہائی مال سے زائد بطور استحقاق لے گا، کسی کی اجازت پر موقوف نہیں ہوگا، چنانچہ یہ اعتراض وارد نہ ہوگا کہ زائد کے لینے کے لئے وارثوں کا معدوم ہونا شرط نہیں کیونکہ اگر وہ اجازت دیں تو زائد کا لینا جائز ہوتا ہے ۱۲ شامی (ت)

اس عبارت لایخفی (پوشیدہ نہیں ۔ ت) سے مخفی نہیں ہے بلکہ صاف ظاہر ہے کہ موصی لہ بکل المال مستحق ہے اور وہ رد علی الزوجین پر مقدم ہے ھذا ما وعدناہ من قبل والحمد للہ علی الوفاء (یہ وُہ ہے جس کا وعدہ ہم نے ماقبل میں کیا تھا اس کے پورا کرنے پر تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں ۔ ت) اور قولہ لم یثبت (اس کا قول کہ ثابت نہیں ۔ ت) کی تحقیق علامہ شامی رحمہ اللہ سے کھل گیا کہ جب اقرار مذکور کو معنًی وصیت قرار دیا گیا اور مقرلہ مذکور جمیع مال کا مستحق بنا بعد اخراج اصل فرض احد الزوجین سے تو یہ شان وصیت کا ہے پس اس میں کوئی شک نہ رہا کہ وصیت بجمیع المال کو تقدیم ہے رد علی الزوجین پر۔ الاٰن حصحص الحق (اب حق واضح ہوگیا ۔ ت)

قولہ ثم یوضع فی بیت المال ای ان لم یوجد موصی لہ بالزائد یوضع کل الترکۃ فی بیت المال او الباقی ان وجد موصی لہ بما دون الکل ۱۲ شامی[2]

ماتن کا قول "پھر بیت المال میں رکھا جائے گا" یعنی جب ایسا شخص نہ پایا جائے جس کے لئے تہائی سے زائد کی وصیت کی گئی ہے تو اس صورت میں کل مال اور تہائی سے زائد اور کُل سے کم وصیت والے شخص کے ہونے ہوئے باقی مال بیت المال میں رکھا جائے گا ۱۲ شامی (ت)

باقی رہا یہ امر کہ آیا رد علی الزوجین اور ادخال الترکۃ فی بیت المال میں سے کون مقدم ہے سو متقدمین کے نزدیک بیت المال مقدم ہے کیونکہ اس نیک عصر میں بیت المال صلاحیت میں تھے اور مصرفون مستحقون میں خرچ ہوتے تھے اور متاخرون کے نزدیک بسبب فساد بیت المال کے

---

[1] ردالمحتار کتاب الفرائض باب العول داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۸۸

[2] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۵/۴۸۸

ردعلی الزوجین مقدم ہے بیت المال پر اور الیوم فی زماننا ھذا مفتی بہ (اور آج کے ہمارے زمانے میں اسی پر فتوٰی دیا جاتا ہے۔ ت) یہ قول ہے اور ہمارا مسلک بھی یہی ہے اور عمل ہمارا بھی اسی پر ہے۔

وفی القنیۃ ویفتی بالرد علی الزوجین فی زماننا لفساد بیت المال ۱۲ شامی[1] | قنیہ میں ہے ہمارے زمانے میں بیت المال کے فاسد ہونے کی وجہ سے زوجین پر رد کا فتوٰی دیا جائیگا ۱۲ شامی (ت)

صاف ظاہر ہے کہ ردعلی الزوجین مقابل اور مربوط بیت المال سے ہے نہ کہ وصیت بکل المال سے وھدایۃ الانصاف من اللہ الہادی (اور انصاف کی ہدایت ہدایت دینے والے اللہ تعالٰی کی طرف سے ہے۔ ت) بڑے تعجب کی بات ہے کہ اتنے دراز عرصہ تک علمائے لاہور نے اپنے دعوی الرد علی الزوجین مقدم علی الوصیۃ لجمیع المال (زوجین پر رَد اس شخص پر مقدم ہے جس کے لئے کل مال کی وصیت کی گئی۔ ت) کی ضعیف جزئی بھی ثابت نہ کی صرف نکمی تطویل سے اوراق لکھ لکھ کر تضیع اوقات عزیزہ کی فرمائی صرف ردعلیہما کے مسئلہ معروفہ کو لکھ کر بھیجا جن کا انکار بھی کسی کو نہ تھا سو وہ مسئلہ الیا بے موقعہ فرمایا جس کی تردید سے کتب مملوو مشحون ہیں علمایان ریاست نے اپنے دعوی الوصیۃ بکل المال مقدم علی الزوجین (تمام مال کی وصیت مقدم ہے زوجین پر رد کرنے سے۔ ت) پر، پہلے ابتدائے مسئلہ میں اور اب اس تردید کے ضمن میں کیا صاف صاف واضح جزئیات اظہر من الشمس ہدیۂ ناظرین کئے ہیں انصاف فرمایا جائے۔

۱

تذییل ۱ ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ جن مفتی صاحبان لاہور نے پہلے استفتار بھیجا تھا اب ہماری تردید پہلے کو ملاحظہ فرما کر وہ صاحبان موصوفہ تو بنظر الانصاف خیر الاوصاف لب بسکوت ہو رہے ہیں اب اس دوسری مرتبہ مولوی مفتی محمد مجید صاحب کو اشتعال آیا تو انھوں نے قلم اٹھایا اب یقین ہے کہ اس جواب کو ملاحظہ فرما کر وہ بھی تسلیم فرمائیں گے اور تحسین کا تحفہ ہم داعیان بالخیر کی طرف ارزانی فرمائیں گے خداوند کریم کرے کہ ان کا شعلہ اس پانی سے مطفی ہو اور بجھ جائے،

ورجاء القبول والثواب من اللہ تعالٰی وھو اعلم واحکم بالصواب۔ | قبول و ثواب کی امید تعالٰی سے ہے درستگی کو خوب جاننے والا اور مضبوط و بہتر حکم والا ہے۔ (ت)

محررہ بتاریخ ۱۶ راگست ۱۲ء

---

[1] ردالمحتار کتاب الفرائض باب العول داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۵۰۲

Marfat.com

نقل جواب ۵: متوفی کے اقرار نامہ میں یہ الفاظ ہیں مالک اور قابض شاہ محمد خاں مذکور ہے یعنی غرضکہ مالک شاہ محمد خاں مکانات وغیرہ کا ہے یہ جملہ شرائط میرے قابل قبول ہوں گے جب تک میں حیات میں موجود ہوں کسی کا تعلق نہیں بعد میں بموجب بالا تقسیم ہوں گی، ان لفظوں سے تملیک بعد الموت جس کو وصیت کہتے ہیں ثابت نہیں ہوئی تو شرعاً اس کا کیا نام ہے بیان کیجئے۔

سوالاتِ عدالت

(۱) کیا بروئے شرع شریف یہ وصیت مرض الموت میں ہوئی، اور اگر ہوئی تو اُس سے جوازی پر کیا اثر پڑتا ہے؟

(۲) چونکہ شاہ محمد مدعا علیہ بالکل اجنبی ہے اور وصیت مدعیہ اس کے حق میں ہے ایسی وصیت مدعیہ کے اعتراض پر کس حد تک جائز رہ سکتی ہے یعنی جائداد مدعیہ کو کیا حصہ ملنا چاہئے اور مدعا علیہ کو کیا حصہ ملنا چاہئے؟

(۳) جو خاص زیورات قیمتی سماعے ۵ بروئے وصیت مدعیہ کو دلائے گئے ہیں اُس میں سے مدعا علیہ کو کوئی حصہ بروئے وصیت مل سکتا ہے یا کہ ان زیورات کو حصہ بنا کر باقی جائداد میں ہر دو فریق کو وہ حصص ملیں گے جو بروئے سوال ۲ اس کے پائے جائیں۔

(۴) اخراجاتِ تجہیز و تکفین مدعا علیہ نے کئے ہوں وہ مدعا علیہ کو علاوہ ملیں گے یا کہ اس کے اپنے حصہ میں چارج ہوں گے یا کہ مدعا علیہ کے حصہ پر ان کا بار ہوگا؟

(۵) مکان میں جو بصورت حق متوفی میں رہنے کے مدعیہ کو حقِ رہائش دیا گیا وہ شرعاً جائز ہے اور اثر پذیر ہے جبکہ مدعیہ کے اعتراض پر اس کو بروئے سوال ۲ ایک حصہ مکان تملیک قطعی دیدیا جائے؟

(۶) حق متوفی میں رہنے کی شرط پر مدعیہ کو کسی ظروف وغیرہ کا بھی دیا جانا درج وصیت ہے کیا یہ جائز ہے اور بلحاظ سوال ۳ اثر پذیر ہو سکتا ہے؟

(۷) جو حصہ جائداد متوفی میں ہر دو فریق کا بروئے سوال ۲ قرار پائے وہ مکانات میں اور جائداد منقولہ ۲ وغیرہ منقولہ کی قیمت مقرر کر کے صرف نقدی رقم بموجب حصہ کے مدعیہ کو دلائی جا سکتی ہیں۔

جوابِ شرع شریف

شرعاً یہ وصیت مرض الموت میں ہوئی اور اس سے جوازی وصیت پر یہ اثر پیدا ہوا کہ حق الارث

Marfat.com

شرعی مدعیہ کے ماسوائے مدعا علیہ کو ملے جو موصی لہ ہے جیسا کہ جواب سوال ۲ میں ہر ایک کا حق ظاہر کیا جائے گا مدعیہ نے اس وصیت پر اعتراض کیا اس پر شرعاً جائداد متوفی میں سے مدعیہ وارث شرعیہ کو ۱/۴ حصہ ملنا چاہیے مدعیہ وارث شرعی ہے اس کے حق میں وصیت نہ سمجھی جائے اس لئے کہ وارث شرعی کے واسطے وصیت ناجائز ہے بلکہ یہ زیورات حق مہر کے عوض سمجھے جائیں جیسا کہ خود مدعیہ کا قول ہے اور خود عبارت وصیت نامہ کا متحمل قوی یہ ہے اور حق مہر دین ہوتا ہے اس لئے وصیت اور وارث دونوں سے مقدم ہے مدعا علیہ موصی لہ کا تعلق ان زیورات کے ساتھ نہ سمجھا جائے ماسوائے زیورات کے کل جائداد میں ہر فریق کو اپنا اپنا حصہ ملے گا جیسا کہ بالا تشریح ہو چکی ہے اخراجات تجہیز و تکفین کا بار حصہ مدعا علیہ پر جو اس نے اپنے اختیار سے اپنے مال سے خرچ کیا ہے صرف خرچ کرنے دفن میت کا چھ سات روپیہ تک آخر دس روپیہ تک اس کا بار فریقین پر ہے اس قدر سے زیادہ خرچ کا بار خرچ کرنے والے پر ہے بعد وفات متوفی کے مدعیہ کا حق سوائے چہارم مابقی من الدین والوصیۃ کے کوئی حق رہائش مکان و نان نفقہ وغیرہ کا نہیں ہے صورت متنازعہ میں مال متوفی منقولہ وغیر منقولہ سے اگر مدعیہ کو ۱/۴ حصہ تقسیم کر کے بطور تملیک قطعی دے دیا جائے تو حق سے اس کے پورے ہو چکے اس میں کوئی اثر نہیں ہے۔

شرعاً ظروف وغیرہ کا بھی بلحاظ سوال ۲ ۱/۴ حصہ مدعیہ کو تقسیم کر کے دے دیا جائے فوت ہونے متوفی کے بعد مال متروکہ متوفی کا علی حسب حصص شرعی جبراً تملیک ورثاء باقیماندہ کے ہو جاتا ہے بعد فوتیدگی صرف تقسیم کرنے متروکہ کے حاجت ہوتی ہے اس صورت میں مدعیہ کو اختیار ہے اگر چاہے ہر حصہ سے ۱/۴ حصہ بجنسہٖ لے سکتی ہے اگر باختیار خود اپنے حصہ ۱/۴ فریق ثانی سے لے لے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

الآن نکتب الروایات الفقہیۃ عن المعتبرات الحنفیۃ وفی فتاوی النوازل اوصی لرجل بکل مالہ ومات ولم یترک وارثا الا امرأتہ فان لم تجز فلہا السدس والباقی للموصی لہ لان لہ الثلث بلا اجازۃ فبقی الثلثان فلہا ربعہما وہو سدس الکل درمختار

اب ہم احناف کی معتبر کتابوں سے فقہی روایات تحریر کرتے ہیں۔ فتاویٰ نوازل میں ہے کوئی شخص کل مال کی وصیت کسی مرد کے لئے کر کے مر گیا اور سوائے بیوی کے کوئی وارث نہیں چھوڑا اگر بیوی نے اس وصیت کی اجازت نہ دی تو اس کو کل مال کا چھٹا حصہ ملے گا اور باقی موصی لہ کو ملے گا کیونکہ وہ ثلث کا بغیر اجازت حقدار ہے باقی دو ثلث بچے جن میں سے بیوی چوتھائی کی حقدار ہے جبکہ یہ چوتھائی کل کا چھٹا حصہ ہے، درمختار

Marfat.com

وعلى هذا اذا ترك زوجة لاوارث له غيرها واوصى لرجل بجميع ماله كان لها سدس وللموصى له خمسة اسداس لانها لاتستحق من الميراث شيئا حتى يخرج الثلث للوصية فاذا اخرج الثلث استحقت ربع الباقي ومابقي بعد ذلك يكون للموصى له بالجميع واصله من اثني عشر للموصى له اربعة وهو الثلث يبقى الثلثان ثمانية للزوجة ربعها اثنان يبقى ستة تعود للموصى له فيكون له عشرة من اثني عشر وذلك خمسة اسداسها جوهرة النيرة[1] شرح قدوري وهكذا في فتاوى الهندية ورد المحتار والدر المختار وهذه الكتب من معتبرات الحنفية وان لم تجز و اوصى لها ايضا اولا فقد اوضحه في الجوهرة فراجعها رد المحتار في قوله لا الزيادة عليه[2] الخ۔

اسی بنا پر اگر کسی نے بیوی کے علاوہ کوئی وارث نہ چھوڑا اور کسی مرد کے لئے کل مال کی وصیت کر گیا تو بیوی کو کل مال کا چھٹا ($\frac{1}{6}$) حصہ اور وصیت والے مرد کو باقی پانچ چھٹے ($\frac{5}{6}$) ملیں گے اس لئے کہ جب تک کل مال سے تہائی حصہ بطور وصیت نہ نکال لیا جائے اس وقت تک بیوی میراث میں سے کسی شئی کی مستحق نہیں اور جب تہائی حصہ نکال لیا گیا تو باقی کے چوتھائی کی مستحق ہوگی، پھر جو باقی بچ گیا وہ کل مال کی وصیت والے شخص کو ملے گا، اس کی اصل بارہ سے ہے یعنی کل مال کے بارہ حصے بنائے جائیں گے جن سے ایک تہائی یعنی چار حصے بطور وصیت وصیت والے شخص کو ملیں گے باقی دو تہائی یعنی دو حصے بیوی کو ملیں گے پھر جو چھ باقی بچ گئے وہ وصیت والے شخص کی طرف لوٹ جائیں گے تو اس طرح وصیت والے شخص کو بارہ میں سے دس حصے مل گئے جو کہ چھ میں سے پانچ ($\frac{5}{6}$) ہوئے (جوہرہ نیرہ شرح قدوری) ایسا ہی فتاوٰی ہندیہ، ردالمحتار اور درمختار میں ہے جو کہ فقہ حنفی کی معتبر کتابیں ہیں، اور اگر بیوی نے اجازت نہ دی جبکہ اس نے پہلے اس کے لئے بھی وصیت کی تھی اس کی وضاحت جوہرہ میں ہے اسی کی طرف رجوع کرنا چاہئے، یہ بات شامی میں ماتن کے قول "لا الزیادۃ علیہ" کے تحت مذکور ہے الخ (ت)

اور صاحبان انجمن مستشار العلماء لاہور نے جو اس صورت موجودہ میں $\frac{1}{3}$ حصہ یعنی سوم حصہ مدعا علیہ کا بتایا جو موصی لہ تھا اور $\frac{2}{3}$ حصہ یعنی دو ثلث حصہ مدعیہ کا بتایا یہ اثر بے غوری اور کمال بے توجہی

---

[1] الجوہرۃ النیرۃ کتاب الوصایا مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۳۹۰

[2] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۱۷

Marfat.com

صاحبان کا ہے اور محض رائے اپنی لکھ دی اور اس بارہ میں روایت ندارد دراصل مسئلہ شرعی اس طور پر نہیں ہے بلکہ مسئلہ شرعی اس طور پر ہے جو مولوی صاحبان خانپور نے لکھا ہے یعنی ¼ حصہ مدعیہ وارثہ کا ہے اور ¾ حصہ مدعا علیہ موصی لہ کا ہے اور اسی مطلب پر روایات کتب معتبرہ مذہب حنفیہ ناطقہ ہیں اور میرا بھی اتفاق ان صاحبان سے ہے اور وجہ غلطی صاحبان انجمن کی یہ ہے کہ انھوں نے یہ قول دیکھا ہے کہ فی زماننا مذھب متاخرین کی ایک صورت خاص ہے اور صورت متنازعہ مغایر اس کے ہے یعنی صورت خاص یہ ہے کہ متوفی کے حقداروں میں سے صرف ایک زوجہ اس کی موجود ہے اور ماسوائے اس کے کوئی حقدار نہ ہوئے اور صورت متنازعہ میں زوجہ کے سوائے دوسرا حقدار بھی موجود ہے جو موصی لہ بجمیع المال ہے تو اس صورت خاص میں ¼ یعنی چہارم حصہ ارثی یعنی سہ ربع باقی ماندہ زوجہ کو بالرد ملنا چاہیے کیونکہ اگر سہ ربع باقیماندہ اس کو نہ دیئے جائیں تو مذہب متقدمین کے مطابق بیت المال کے سوائے دوسری جگہ نہیں ہے سو بسبب فاسد ہونے بیت المال کے فتویٰ متاخرین کا یہ ہے کہ یہ سہ ربع باقیماندہ بھی زوجہ متوفی پر رد کئے جائیں کہ وہ وارث شرعی ہے اور بیت المال سے فائق ہے اور یہ فتویٰ متاخرین کا عند الکل مسلم ہے اگرچہ آج تک اس کا رد عمل نہیں ہوا، الّا ما نحن فیہ میں جاری نہیں ہوسکتا،

1 کما مر وقال المحقق احمد بن یحیٰی بن سعد التفتازانی افتی کثیر من المشائخ بالرد علیھما اذا لم یکن من الاقارب سواھما لفساد الامام وظلم الحکام فی ھذہ الایام اھ وفی المستصفی والفتوی الیوم علی الرد علی الزوجین عند عدم المستحق لعدم بیت المال اذ الظلمۃ لایصرفونہ الی مصرفہ اھ اقول ولم نسمع ایضا فی زماننا من افتی بشیئ من ذلك ولعلہ لمخالفتہ للمتون فلیتأمل[1] رد المحتار فی قولہ وفی الاشباہ الخ

جیسا کہ گزر چکا ہے محقق احمد بن یحیٰی بن سعد تفتازانی نے کہا کہ اکثر مشائخ نے زوجین پر رد کا فتویٰ دیا ہے جبکہ ان کے علاوہ دیگر اقارب معدوم ہوں کیونکہ ہمارے زمانے میں پیشوا خراب اور حکام ظالم ہوچکے وہ بیت المال کو صحیح مصرف میں خرچ نہیں کرتے اھ اقول (میں کہتا ہوں) ہم نے یہ بھی نہیں سنا کہ ہمارے زمانے میں کسی نے ایسا فتویٰ دیا ہے شاید اس کے مخالف متون ہونے کی وجہ سے۔ تو اس میں تأمل چاہیے۔ یہ بات ردالمحتار کے کتاب الفرائض، بیان الرد باب العول میں ماتن کے قول "وفی الاشباہ الخ" کے تحت

---

[1] ردالمحتار کتاب الفرائض باب العول دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۵۰۲

Marfat.com

فی کتاب الفرائض فی بیان الرد فی باب العول قال علمائنا رحمھم اللّٰہ تعالٰی تتعلق بترکۃ المیت حقوق اربعۃ مرتبۃ الاول یبدأ بتکفینہ و تجہیزہ بلا تبذیر ولا تقتیر ثم تقضی دیونہ من جمیع ما بقی من مالہ ثم تنفذ وصایاہ من ثلث مابقی بعد الدین ثم یقسم الباقی بین ورثتہ بالکتاب والسنۃ واجماع الامۃ سراجی[1] ـــــ ولا لوارثہ و قاتلہ مباشرۃ لا تسببا کما مر الا باجازۃ ورثتہ لقولہ علیہ السلام ولا وصیۃ لوارث الا ان یجیزھا الورثۃ یعنی عند وجود وارث اٰخر کما یفیدہ اٰخر الحدیث و سنحققہ ۱۲ درمختار[2]

مذکور ہے۔ ہمارے علماء رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم نے فرمایا کہ میت کے ترکہ کے ساتھ بالترتیب چار حقوق وابستہ ہوتے ہیں سب سے پہلے میت کے مال سے زیادتی یا کمی کئے بغیر تجہیز و تکفین کا اہتمام کیا جائیگا پھر باقی بچے ہوئے تمام مال سے میت کے قرضے ادا کئے جائیں گے۔ پھر قرض کی ادائیگی سے بچ جانے والے مال کے تہائی سے اس کی وصیت نافذ کی جائے گی۔ پھر جو باقی بچ گیا ہے کتاب اللہ، سنت اور اجماع کے مطابق وارثوں میں تقسیم کیا جائیگا (سراجی)۔ وارث اور قاتل بالمباشرۃ نہ کہ بالسبب کے لئے وصیت جائز نہیں مگر یہ کہ دیگر ورثاء اس کی اجازت دے دیں جیساکہ گزرچکا، نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ وارث کے لئے وصیت نہیں مگر یہ کہ دوسرے ورثاء اس کی اجازت دے دیں یعنی جب کوئی دوسرا وارث موجود ہو جیساکہ حدیث کا آخر اس کا فائدہ دیتا ہے۔ ہم عنقریب اس کی تحقیق کریں گے (درمختار)۔ (ت)

نقل جواب ۶

یہ فقہ کا مسلم الثبوت ہے کہ مصارف تجہیز و تکفین شرعی اور ادائے قرض کے بعد جس قدر جائداد منقولہ غیر منقولہ باقی بچے اس کے تیسرے حصہ میں وصیت جاری اور نافذ ہوسکتی ہے اور اگر متوفی نے تیسرے حصے سے زیادہ کی وصیت کی تھی تو اس زائد علی الثلث پر نافذ ہونا وارثوں کی اجازت پر موقوف رہتا ہے یعنی اگر وہ نفاذ کی اجازت دیں تو نافذ ہوگی ورنہ نافذ نہ ہوگی، کتاب ہدایہ میں ہے:

ولا تجوز بما زاد علی الثلث الا تہائی مال سے زائد کی وصیت جائز نہیں مگر

---

[1] السراجی مقدمۃ الکتاب مکتبہ ضیائیہ راولپنڈی ص ۳ و ۴
[2] الدر المختار کتاب الوصایا ۳۱۹/۲

Marfat.com

ان یجیزها الورثة بعد موته وهم کبار لان الامتناع لحقهم وهم اسقطوه [1]

یہ کہ دیگر ورثاء موصی کی موت کے بعد اسکی اجازت دے دیں اور وہ ورثاء بالغ ہوں کیونکہ ممانعت ان کے حق کی وجہ سے ہے اور انھوں نے اپنا حق ساقط کر دیا ہے۔ (ت)

چونکہ مسئلہ زیر کتب زیر بحث میں متوفی واحد بخش کی بیوہ موجود ہے جو اس کی وارث ہے اس لئے جس قدر وصیت ترکہ کے ⅓ حصہ سے زیادہ ہے بغیر اجازت عالم خاتون بیوہ متوفی کے نافذ نہیں ہوسکتی ادائے وصیت کے بعد جس قدر جائداد بچے اس میں سے ¼ حصہ یعنی چہارم حصہ کی جو اصلی ترکہ کا ⅙ یعنی چھٹا حصہ ہوتا ہے، عالم خاتون بیوہ واحد بخش کا حق ہے کتاب سراجی میں ہے:

یبدأ بتکفینہ وتجہیزہ بلا تبذیر ولا تقتیر ثم تقضی دیونہ من جمیع مابقی من مالہ ثم تنفذ وصایا من ثلث مابقی بعد الدین ثم یقسم الباقی بین ورثتہ بالکتاب والسنۃ واجماع الامۃ [2]

ابتداء میت کی تجہیز وتکفین سے کی جائے گی نہ تو اس میں فضول خرچی اور نہ ہی ضرورت سے کمی کی جائے گی، پھر جو باقی بچا اس تمام سے میت کے قرضے ادا کئے جائیں گے۔ پھر قرض کی ادائیگی کے بعد بچ جانے والے مال کی تہائی سے میت کی وصیتیں نافذ کی جائیں گی، پھر جو باقی بچا اسے کتاب وسنت اور اجماع کے مطابق وارثوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ (ت)

نیز کتاب مذکور میں ہے:

للزوجات حالتان الربع للواحدۃ فصاعدۃ عند عدم الولد او ولد الابن وان سفل [3]

بیویوں کی دو حالتیں ہیں، اگر مرحوم خاوند کی اولاد یا اس بیٹے کی اولاد نیچے تک کوئی نہ ہو تو ان کو کل مال کا چوتھائی حصہ ملتا ہے چاہے ایک بیوی ہو یا متعدد۔ (ت)

جب ترکہ میں سے ⅓ حصہ یعنی تیسرے حصہ من حیث الوصیۃ اور ⅙ یعنی چھٹا حصہ عالم خاتون

---

[1] الہدایہ | کتاب الوصایا | مطبع یوسفی لکھنؤ | ۶۵۱/۴
[2] السراجی | مقدمۃ الکتاب | مکتبہ ضیائیہ راولپنڈی | ۳ و ۴
[3] " " | فصل فی النساء | " " " | ص ۱۱

Marfat.com

کے من حیث الارث دے دیا گیا تو اب واحد بخش کے ترکہ میں سے ½ یعنی آدھا ترکہ باقی رہ جاتا ہے اب سوال یہ ہے کہ باقی ترکہ کس کو دیا جائے، شاہ محمد کو یا عالم خاتون کو؟

یہ مسلم الثبوت مسئلہ ہے کہ اگر حصہ داروں کو جس میں کوئی عصبہ نہ ہو ان کے مقرری حصّہ دینے کے بعد ترکہ میں سے کچھ بچ جائے تو وہ بھی حصہ داران پر بحصہ رسدی رد کر دیا جائے لیکن حصّہ دار دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک وہ حصہ دار جو متوفی کے برادری کے ہیں مثلاً متوفی کی دختر، اس کی ماں، اس کی ہمشیرہ وغیرہ۔ دوسرے وہ حصہ دار ہیں کہ جن سے صرف نکاح کا تعلق ہے یعنی وہ متوفی کا شوہر ہے اگر متوفی عورت ہو یا وہ متوفی کی بیوہ ہو اگر متوفی مرد ہو ائمہ متقدمین کا یہ مذہب ہے کہ وہ بچا ہوا ترکہ پہلے ہی قسم کے حصہ داران پر رد کیا جائے گا اور دوسرے قسم کے حصہ داران پر یعنی شوہر یا بیوہ پر اس کا رد نہیں ہوگا اور درصورتیکہ صرف دوسرے ہی قسم کے حصہ دار ہوں گے اور بچا ہوا ترکہ بہ ترتیب ان کو دے دیا جائیگا جو رد کے درجہ کے بعد والے ہیں مثلاً ذوی الارحام کو اور ذوی الارحام بھی نہ ہوں تو مولی الموالات اور مولی الموالات بھی نہ ہوں تو مقر لہ النسب بر غیر کو مقر لہ النسب بر غیر بھی نہ ہوں تو موصی لہ بالزائد علی الثلث کو، موصی لہ بالزائد علی الثلث بھی نہ ہو یا اسے دے کر بھی کچھ بچ رہے تو بیت المال کو دیں گے، علمائے علاقہ بہاولپور نے بزازیہ میں جو نقل فرمائے ہیں وہ اس مذہب متقدمین کے موافق ہیں مگر ائمہ متاخرین یہ فرماتے ہیں کہ بچا ہوا ترکہ جس طرح پہلے قسم کے حصہ داران پر بحصہ رسدی رد ہو سکتا ہے اسی طرح دوسرے قسم کے حصہ داران پر بھی رد ہو سکتا ہے اور اگر متوفی کا کوئی رشتہ دار موجود نہ ہو تو جو کچھ بچا ہوا ترکہ ہو وہ احد الزوجین یعنی شوہر کو درصورتیکہ متوفی عورت ہو یا عورت کو درصورتیکہ متوفی مرد ہو دے دیں گے۔ یہی قول حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے منقول ہے اور اسی قول متاخرین پر فتوی دیا گیا ہے، پس اس مفتیٰ بہ قول کے موافق واحد بخش متوفی کے ترکہ میں ہے جو ½ یعنی آدھی جائداد عالم خاتون کو بحیثیت رد کے ملے گی اور ¼ اس کو بحیثیت میراث کے پہلے ہی مل چکی ہے تو ظاہر ہے کہ عالم خاتون کو اس کے شوہر کے ترکہ میں سے ¾ یا ½ مل جائے گی اور شاہ محمد موصی لہ صرف وصیت کی حیثیت سے ¼ حقدار رہے گا،

اب ہم وہ روایتیں نقل کئے دیتے ہیں جن سے متاخرین کے رد علی الزوجین کا قائل ہونا ہوا اور پھر اس کا مفتی بہ ہونا ثابت ہو۔ کتاب درمختار میں ہے؛

فان فضل عنها ای عن الفروض والحال انہ لا عصبۃ ثمۃ یرد

اگر میت کا ترکہ فروض سے بچ جائے درانحالیکہ کوئی عصبہ موجود نہ ہو تو وہ بچا ہوا مال پھر

Marfat.com

ذٰلك الفاضل عليهم بقدر سهامهم اجماعاً لفساد بيت المال الاعلى الزوجين فلا يرد عليهما وقال عثمان رضی اللّٰه عنه يرد عليهما ايضا قاله المصنف وغيره قلت وجزم فی الاختيار بان هذا وهم من الراوی فراجعه قلت وفی الاشباه انه يرد عليهما فی زماننا لفساد بيت المال[1]

ذوی الفروض پر ان کے حصوں کے مطابق لوٹا دیا جائے گا کیونکہ بیت المال میں فساد آچکا ہے، مگر زوجین پر رَد نہیں کیا جائے گا۔ عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ زوجین پر بھی رد کیا جائیگا۔ مصنف وغیرہ نے یونہی کہا ہے، میں کہتا ہوں اختیار میں یقین کیا ہے کہ یہ راوی کا وہم ہے تو اس کی طرف رجوع کر۔ میں کہتا ہوں اشباہ میں ہے کہ ہمارے زمانے میں بیت المال کے فاسد ہو جانے کی وجہ سے زوجین پر رد کیا جائے گا۔ (ت)

کتاب ردالمحتار میں ہے:

قوله وفی الاشباه الخ قال فی القنية ويفتی بالرد علی الزوجين فی زماننا لفساد بيت المال وفی الزيلعی عن النهاية ما فضل عن فرض احد الزوجين يرد عليه وكذا البنت والابن من الرضاع يصرف اليهما وقال فی المستصفی والفتوی اليوم بالرد علی الزوجين وهو قول المتاخرين من علمائنا وقال الحدادی الفتوی اليوم بالرد علی الزوجين وقال المحقق احمد بن يحيیٰ بن سعد التفتازانی افتی

مصنف کا قول "الاشباہ میں ہے" قنیہ میں کہا کہ ہمارے زمانے میں بیت المال کے فساد کی وجہ سے زوجین پر رَد کا فتوٰی دیا جاتا ہے۔ زیلعی میں نہایہ سے منقول ہے کہ زوجین میں ایک کے فرضی حصہ قبول کرنے کے بعد جو بچ جائے وہ اسی پر رَد کر دیا جائیگا۔ یونہی رضاعی بیٹی اور رضاعی بیٹے کی طرف رَد کیا جائے گا۔ مستصفٰی میں کہا کہ آج کے دَور میں زوجین پر رد کا فتوٰی ہے اور یہ ہی ہمارے متاخرین علماء کا قول ہے۔ حدادی نے کہا آج کے دور میں زوجین پر رَد کا فتوٰی ہے۔ محقق احمد بن یحییٰ بن سعد تفتازانی نے کہا کہ بہت سے مشائخ نے

---

[1] الدرالمختار کتاب الفرائض باب العول مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۶۱

Marfat.com

كثير من المشائخ بالرد عليهما اذا لم يكن من الاقارب سواهما[1]

زوجین پر رد کا فتویٰ دیا ہے جبکہ ان کے علاوہ دیگر اقارب معدوم ہوں۔ (ت)

مندرجہ بالا روایتوں سے رد علی الزوجین کا مذہب متاخرین نیز اسی کا مفتیٰ بہ ہونا بوضاحت ثابت ہوگیا اور اب معلوم ہوگیا کہ علماء علاقہ بہاولپور کی منقولہ روایتیں متقدمین کے مذہب کے موافق ہیں مگر مفتیٰ بہ متاخرین کا قول ہے اراکین مستشار العلماء کو معلوم تھا کہ عام اور مشہور قول عدم الرد علی الزوجین کے موافق عالم خاتون کو صرف ۱/۴ حصہ مل سکتا ہے لیکن کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ ایک عام اور مشہور قول کے واسطے قول بالرد علی الزوجین کو جس پر فتویٰ بھی دیا گیا ہے چھوڑ دیں اور خاص کر جبکہ وہ بالکل معقول بھی ہو کیونکہ بعض صورتوں میں جبکہ تمام حصے داروں کے مقرری حصے دینے سے متوفی کا ترکہ قاصر ہو جس کو علم الفرائض کی اصطلاح میں عول کہتے ہیں تو سب حصے داروں کے حصوں میں سے رسدی طور پر کم کرلیتے ہیں اور اس میں زوجین کو مستثنیٰ کرتے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ جب متوفی کے ترکہ میں سے کچھ بچ جائے تو اس بچے ہوئے کے دینے سے زوجین کو مستثنیٰ کردیں اور ان کو کچھ بھی نہ دیں خاصکر جبکہ متوفی کا کوئی رشتہ دار بھی موجود نہ ہو غرض قول بالرد علی الزوجین کو جو معقول بھی ہے اور مفتیٰ بہ بھی ہے جیسا کہ مندرجہ بالا روایتوں سے ثابت ہوتا ہے چھوڑ دینا اور قول بعدم الرد علی الزوجین پر عمل کرنا خصوصاً جبکہ متوفی کا کوئی رشتہ دار موجود نہ ہو روایت اور درایت دونوں کے برخلاف ہے۔

نوٹ: وصیت نامہ پر غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ واحد بخش متوفی نے شاہ محمد خاں کے حق میں کچھ بھی وصیت نہیں کی ہے بلکہ اس کو صرف اپنا کارپرداز اور وصی مقرر کیا ہے چنانچہ وہ اسی وصیت نامہ میں لکھتا ہے کہ بعد فروخت یا کہ رہن زررہن یا زربیع میرے تجہیز وتکفین اور میری ارواح پر بخش دے گا اب اگر وصیت بحق شاہ محمد ہوگی تو واحد بخش کا یہ کہنا کہ بعد فروخت یا رہن زررہن یا زربیع میری تجہیز وتکفین اور میری ارواح پر بخش دے گا بے معنی ہوجاتا ہے کیونکہ اگر شاہ محمد خاں موصی ہوتا تو وہ وصیت کا خود مالک ہوتا اور جو چاہتا وہ کرتا اس لئے شاہ محمد خاں کو بحیثیت وصیت کے تیسرا حصہ جائداد کا ملے گا وہ اس لئے ملے گا کہ وہ بحق واحد بخش کردے یا نہ اس لئے کہ وہ خود اس کا مالک بن جائے ھذا واللہ اعلم بالصواب۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الفرائض باب العول دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۵۰۲

Marfat.com

نقل جواب ۷

حامدًا ومصلیًا میں نے کاغذ مندرجہ مسل مقدمہ استفتا، عدالت وصیت نامہ فتوٰی علمائے لاہور، فتوٰی علمائے ریاست دیکھے جواب استفتا چند مقدمات کی تمہید پر موقوف ہے جو مسلم فقہ میں مبین ومبرہن ہے۔

تمہید، میّت کے ترکہ میں سے سب سے مقدم جمیع مال سے خرچ تجہیز وتکفین ہے اس کے بعد مابقی میں سے ادائے دیون اُس کے بعد مابقی میں سے تنفیذ وصیت بالثلث اس کے بعد مابقی کی تقسیم علی فرائض اللہ، وصیت زائد علی الثلث اس وقت ناجائز ہے جبکہ متضمن ابطال حق ورثہ ہو، اور اگر ورثہ مال متروکہ کے متعلق نہ ہو مثلاً کوئی وارث موجود نہ ہو یا وارث موجود ہو اور ابطال حق نہ ہو، یا ورثہ اپنے اضرار اور ابطالِ حق کو قبول کرلیں تو وہ وصیت زائد علی الثلث جائز و نافذ ہوگی۔

قال فی الجوھرۃ لان الامتناع لحقھم فیجوز باجازتھم[1] وقال العلامۃ ابوالسعود فلولم یکن وارث ولو حکما صحت الوصیۃ بالکل لان المانع من الصحۃ تعلق حق الوارث[2]، وقال فی فتح القدیر فالوصیۃ بالزیادۃ علی الثلث تتضمن ابطال حقھم و ذٰلک لایجوز من غیر اجازتھم[3]

جوہرہ میں کہا اس لئے کہ ممانعت وارثوں کے حق کی وجہ سے ہے لہذا ان کی اجازت سے جائز ہوجائے گی۔ علامہ ابوالسعود نے کہا اگر کوئی وارث موجود نہ ہو ——— اگرچہ حکمی طور پر تو کل مال کے ساتھ وصیت صحیح ہوگی کیونکہ صحیح ہونے سے رکاوٹ تو حق وارث کا اس سے متعلق ہونا ہے۔ فتح القدیر میں کہا تہائی سے زائد کی وصیت وارثوں کے حقوق کے ابطال کو متضمن ہے اور وہ ان کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے۔ (ت)

اگر زائد علی الثلث اجنبی کو وصیت کی اور صرف احدالزوجین وارث موجود ہے اور اس نے اس وصیت کو قبول نہ کیا تو اس کا اثر صرف اسی قدر رہوگا کہ اول ثلث بطور وصیت نکال کر باقیماندہ

---

[1] الجوہرۃ النیرۃ ۔ کتاب الوصایا ۔ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/ ۳۸۹
[2] فتح المعین ۔ " ۔ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۵۲۸
[3] نتائج الافکار (تکملہ فتح القدیر) " ۔ المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ سکھر ۹/ ۳۴۶

Marfat.com

تمام مال میں سے ربع یا نصف حصہ احد الزوجین نکالا جائے گا اور مابقی بعد احد الزوجین کل یا جز موصی لہ کو بقدر وصیت دیا جائے گا اور بعد ازاں اگر کچھ باقی رہے گا تو بیت المال میں داخل کیا جائے گا تو وصیت بثلث المال اس مال کی وصیت سے مقدم ہے جو مال ثلث کے بعد باقی رہا ہے اور اس کی بھی یہی وصیت کی گئی ہے زوجین کے لئے عدم جواز وصیت کا بھی مشروط بایں شرط ہے کہ کوئی دوسرا وارث موجود ہو۔ اور اگر دوسرا کوئی وارث موجود نہ ہو تو احد الزوجین کی وصیت للآخر صحیح و نافذ ہے، حاصل یہ کہ زوجین کی وصیت سے مانع مزاحمت حق ورثہ ہے اگر یہ نہ ہو تو پھر کوئی مانع نہیں خواہ وہ وصیت بالرقبہ ہو یا بالمنفعت۔

قال فی رد المحتار والاتصح کما لو اوصی احد الزوجین للاخر و لا وارث غیرہ[1]

ردالمحتار میں کہا ور نہ صحیح ہے جیسا کہ خاوند بیوی میں سے کوئی ایک دوسرے کے لئے وصیت کرے اور اس کے علاوہ کوئی اور وارث موجود نہ ہو۔ (ت)

رد علی الزوجین کا حق بیت المال سے اضعف ہے لفساد بیت المال۔ اشباہ میں ہے:

انہ یرد علیھما فی زماننا لفساد بیت المال[2]

ہمارے زمانے میں بیت المال کے فاسد ہو جانے کی وجہ سے زوجین پر رد کیا جائیگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال فی القنیۃ ویفتی بالرد علی الزوجین فی زماننا لفساد بیت المال[3]

قنیہ میں کہا کہ ہمارے زمانے میں بیت المال کے فساد کی وجہ سے زوجین پر رد کا فتوٰی دیا جائیگا۔ (ت)

پس اگر بیت منتظم ہے تو مستحقین سے باقیماندہ مال بیت المال میں داخل کیا جائے گا، اور اگر بیت المال نہیں ہے یا ہے اور منتظم نہیں ہے اور اندیشہ ہے کہ وکیل بیت المال سے اس مال کو بیت المال میں داخل نہ کرے اور اپنے اور اپنے خدام کے صرف میں لائے تو اس صورت میں ضرورۃً زوجین پر حسب فتوٰی متاخرین رد کیا جائیگا اور بعد تمہید مقدمہ مذکورہ اس استفتاء کا صحیح جواب

---

[1] ردالمحتار کتاب الوصایا داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۱۶

[2] الدرالمختار بحوالہ الاشباہ کتاب الفرائض باب العول مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۶۱

[3] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۵۰۲

Marfat.com

یہ ہے کہ واحد بخش متوفی کے جمیع مال متروکہ میں سے سب سے اول اس کی تجہیز و تکفین کا خرچ نکالا جائیگا جس میں رواجی صدقات و خیرات داخل نہیں بشرطیکہ مدعا علیہ نے یہ خرچ اپنے ذاتی مال میں سے بلا اجازت مدعیہ کو نہ کیا ہو، اور اگر ایسا کیا ہو تو تبرع ہو کر اس کا بار اس کی ذات پر رہے گا، نہ مدعیہ پر، بعد ازاں اگر متوفی نے مدعیہ کو دین مہر میں زیورات کی وصیت کی ہے چنانچہ اس کا اعتراف ہے اور مدعا علیہ نے بھی زیورات اس کو تسلیم کر کے قبول کر لیا ہے تو زیورات اس کو دین مہر میں دیئے جائیں گے اور اگر بالفرض دین مہر میں نہیں دیئے بلکہ محض وصیت کی تو اس صورت میں باقیماندہ تمام مال میں سے دین مہر زوجہ ادا کیا جائے گا بعد ازاں وصیت جاری کی جائے گی صورت موجودہ میں واحد بخش نے تین وصیتیں کی ہیں جو اس کے تمام مال کو مستغرق ہیں ایک وصیت زوجہ کو کی ہے جو صرف زیورات کے متعلق ہے خواہ یہ وصیت محضہ ہو یا وصیت ادا دین مہر کے لئے ہو جیسا کہ زوجہ کا اقرار ہے اور دوسری وصیت زوجہ کو ہے جو مکان کے سکنی اور ظروف کے استعمال کے متعلق ہے اور تیسری وصیت باقی ماندہ تمام مال کی شاہ محمد خاں کو کی ہے جس کو مدعیہ نے قبول نہیں کیا ہے اور وہ وصیت ثلث مال سے زائد کی ہے پس صورت موجودہ میں بعد خرچ تجہیز و تکفین و ادائے دین مہر اس طرح نفاذ وصیت کیا جائے گا کہ اگر دین مہر تمام زیور سے حسب اقرار زوجہ ادا ہوا ہے تو زیور چھوڑ کر باقیماندہ خواہ مکانات ہیں یا ظروف وغیرہ ایک ثلث یعنی $\frac{4}{12}$ اول شاہ محمد کو دیا جائے گا اور باقیماندہ میں سے چوتھائی حصہ $\frac{2}{8}$ جو زوجہ کا ہے یعنی سدس کل $\frac{2}{12}$ اس کو دیا جائے گا پھر باقیماندہ $\frac{6}{12}$ بھی بعدم المزاحم شاہ محمد کو دیا جائے گا اور تصحیح سہامات کی بارہ سے ہوگی تمام جائداد منقولہ اور غیر منقولہ علاوہ زیورات بارہ سہام ہو کر، اول چار سہام بحکم وصیت بالثلث شاہ محمد کو دیئے جائیں گے بعد ازاں باقی ماندہ آٹھ سہام میں سے دو سہام جو ربع ما بقی ہے اور سدس کل ہے عالم خاتون زوجہ کو دیئے جائیں گے، بعد ازاں چھ سہام باقیماندہ بحکم وصیت زائد علی الثلث لعدم المزاحم شاہ محمد کو دیئے جائیں گے، پس شاہ محمد کو اس مال میں سے $\frac{10}{12}$ سہام ملیں گے اور عالم خاتون زوجہ کو اس مال میں سے جس کی وصیت شاہ محمد کو کی ہے $\frac{2}{12}$ سہام دیئے جائیں گے۔ روایات ذیل ملاحظہ ہوں:

قال العلامۃ السعود فی فتح المعین ولو اوصت بکل مالھا لزوجھا کان الکل لہ نصفہ بطریق الارث ونصفہ بطریق الوصیۃ قھستانی عن قاضیخان وکذا یستحق الزوج الکل اذا

علامہ ابو السعود نے فتح المعین میں فرمایا اگر عورت نے اپنے شوہر کے لئے کل مال کی وصیت کی تو تمام مال شوہر کا ہوگا نصف بطور میراث اور نصف بطور وصیت۔ قہستانی میں بحوالہ قاضیخان منقول ہے یونہی خاوند کل مال کا مستحق ہوگا جبکہ

Marfat.com

اوصت لہ بالنصف ثم قال و انما
قیدوا بالزوجین لان غیرھما
لا یحتاج للوصیۃ لانہ یرث الکل
برد اورحم[1]، قال العلامۃ
ابن عابدین فی ردالمحتار
فاذا اوصی بما زاد علی الثلث
ولم یکن الاوارث یرد علیہ
واجازھا فالبقیۃ لہ و ان
اجاز من لا یرد علیہ ففرضہ
فی البقیۃ و باقیھا
لبیت المال فلو اوصی
بثلثی مالہ واجازت
الزوجۃ فلھا ربع
الثلث واحد من اثنی
عشر مخرج الثلثین
وربع الباقی و لبیت المال
ثلثۃ ولزید ثمانیہ
وان لم تجز و اوصی لھا
ایضا اولا فقد اوضحہ
فی الجوھرۃ فراجعھا[2]
قال فی الجوھرۃ فی
شرحہ و لا یجوز ما زاد

عورت نے اس کے لئے نصف مال کی وصیت
کی ہو، پھر کہا کہ مشائخ نے زوجین کے ساتھ قید
لگائی ہے کیونکہ ان دونوں کے علاوہ جو ورثاء ہیں
انھیں وصیت کی محتاجی نہیں اس لئے وہ رد یا
رشتہ داری کی وجہ سے کل کے وارث بن جاتے
ہیں۔ علامہ ابن عابدین نے ردالمحتار میں کہا
اگر تہائی سے زائد کی وصیت کی اور اس کا صرف
ایک ایسا وارث موجود ہے جس پر رد کیا جاتا ہے
اور اس نے وصیت کی اجازت دے دی تو
باقی مال اس کا ہے۔ اور اگر ایسے وارث نے
اجازت دی جس پر رد نہیں کیا جاتا تو اس کا
فرضی حصہ باقی سے نکال کر جو بچ گیا وہ بیت المال
میں رکھا جائے گا۔ اگر کسی نے دو تہائی مال کی
وصیت کی اور اس کی بیوی نے اجازت دیدی
تو بیوی کو ایک تہائی کا چوتھا حصہ ملے گا جو کہ
بارہ میں سے ایک بنتا ہے اور بارہ مخرج ہے
دو تہائی اور باقی کی چوتھائی کا۔ چنانچہ بارہ میں سے
بیت المال کے لئے تین اور زید جس کے لئے
وصیت کی گئی تھی کے لئے آٹھ حصے ہوں گے۔
اور اگر بیوی نے اجازت نہ دی حالانکہ یہ پہلے
اس کے لئے بھی وصیت کر چکا ہے تو اس کو
جوہرہ میں خوب واضح کیا ہے اسی کی طرف رجوع کرو،

---

[1] فتح المعین — کتاب الوصایا — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۴/۲۹ - ۵۲۸
[2] ردالمحتار — ″ — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۵/۴۱۷

Marfat.com

علی الثلث یعنی اذا کان هناك وارث یجوز ان یستحق جمیع المیراث اما اذا کان لا یستحق جمیع المال کالزوج و الزوجة فانه یجوز ان یوصی بما زاد علی ذٰلك و لا یمنع من ذٰلك استحقاقهما ما یرثا نه لانهما یستحقان سهما من المیراث لا یزاد علیه بحال فما زاد علی ذٰلك فهو مال المریض لاحق فیه لاحد فجاز ان یوصی به و علی هذا قال محمد رحمه الله اذا ترکت المرأة زوجا و لم تترك وارثا غیره واوصت لاجنبی بنصف مالها فالوصیة جائزة و یکون للزوج ثلث المال و للموصی له النصف و بقی السدس لبیت المال وانما کان للزوج الثلث لانه لا یستحق المیراث الا بعد اخراج الوصیة فیحتاج الی ان یخرج الثلث اولا للموصی له لانه یستحقه بکل حال فیبقی الثلثان یستحق الزوج نصفه میراثا یبقی الثلث، السدس للموصی له تکملة للنصف و یبقی السدس

جوہرہ میں اس کی شرح میں کہا تہائی مال سے زائد کی وصیت جائز نہیں اگر وہاں کوئی ایسا وارث موجود ہو جو کل مال کا وارث بن سکتا ہے لیکن جو کل مال کا مستحق نہیں بن سکتا جیسے خاوند اور بیوی تو وہ تہائی مال سے زائد کی وصیت کر سکتا ہے۔ اور زوجین جس حصہ میراث کے مستحق ہیں وہ اس سے مانع نہیں کیونکہ وہ میراث کے ایک خاص حصہ کے وارث ہوتے ہیں اس پر کسی حال میں اضافہ نہیں ہوتا، جو اس سے زائد ہے وہ مریض کا مال ہے اس میں کسی کا حق نہیں لہذا جائز ہے کہ وہ اس کی وصیت کر جائے۔ امام محمد علیہ الرحمۃ نے فرمایا اگر کوئی عورت خاوند کے علاوہ کوئی وارث نہ چھوڑے اور کسی اجنبی شخص کے لئے نصف مال کی وصیت کر جائے تو وصیت جائز ہو گی۔ اس صورت میں شوہر کو ایک تہائی اور وصیت والے شخص کو نصف ملے گا۔ باقی رہا چھٹا حصہ وہ بیت المال کا ہے۔ اور شوہر کے لئے کل کا تہائی حصہ اس لئے ملے گا کہ شوہر وصیت کا مال نکالنے کے بعد ہی میراث کا مستحق ہو گا۔ چنانچہ پہلے وصیت والے شخص کے لئے کل مال سے تہائی حصہ بطور وصیت نکالنے کی ضرورت ہے کیونکہ وہ شخص ہر حال میں اس کا مستحق ہے باقی دو تہائی مال بچا تو شوہر اس دو تہائی میں سے نصف یعنی ایک تہائی کا بطور میراث مستحق ہو گا۔ باقی ایک ثلث بچ گیا اس میں سے

Marfat.com

لايستحق له فيكون لبيت المال وكذا اذا اوصت بذلك لزوجها كان المال كله له نصفه ميراثا ونصفه وصية لانه لا يستحق الوصية قبل الميراث بخلاف الاجنبي لان الزوج وارث وانما جازت له الوصية لانه لا وارث لها تقف صحة الوصية على اجازته وعلى ذلك اذا تركت زوجة لا وارث له غيرها واوصى لرجل بجميع ماله كان لها السدس وللموصى له خمسة اسداس لانها لا تستحق من الميراث شيئا حتى يخرج الثلث للوصية فاذا اخرج الثلث استحقت ربع الباقي وما بقي بعد ذلك يكون للموصى له بالجميع واصله من اثنى عشر للموصى له اربعة وهو الثلث يبقى الثلثان ثمانية للزوجة ربعها اثنان يبقى ستة تعود للموصى له فيكون له عشرة

وصیت والے شخص کو چھٹا حصہ دیں گے تاکہ کل کا نصف مکمل ہو جائے اور ایک چھٹا حصہ باقی بچا جس کا کوئی مستحق نہیں لہٰذا وہ بیت المال کا ہے یونہی اگر اس عورت نے شوہر کے لئے نصف مال کی وصیت کی تو تمام مال شوہر کا ہو جائے گا نصف بطورِ میراث اور نصف بطورِ وصیت، کیونکہ شوہر میراث سے پہلے وصیت کا مستحق نہیں ہوتا بخلاف اجنبی کے اس لئے کہ شوہر وارث ہے۔ بیشک شوہر کے لئے یہ وصیت جائز ہے کیونکہ کوئی ایسا وارث موجود نہیں جس کی اجازت پر وصیت کا صحیح ہونا موقوف ہو۔ اور اسی کی بنیاد پر اگر کسی کا بیوی کے سوا کوئی وارث نہ ہو اور وہ اجنبی شخص کے لئے اپنے کل مال کی وصیت کر جائے تو بیوی کو چھٹا حصہ ($\frac{1}{6}$) ملے اور جس کیلئے وصیت کی گئی اس کو پانچ حصے ($\frac{5}{6}$) ملیں گے کیونکہ بیوی میراث میں سے کسی شئی کی اس وقت تک مستحق نہیں ہوگی جب تک وصیت کیلئے ایک تہائی مال ترکہ سے نکال نہ لیا جائے جب ایک تہائی مال نکل گیا تو بیوی باقی (جو کہ دو تہائی ہے) کے چوتھے حصے کی مستحق ہوگی، پھر بیوی کے حصہ کے بعد جو بچ گیا وہ اس شخص کو دے دیا جائے گا جس کے لئے کل مال کی وصیت کی گئی ہے، اس میں کل مال کے بارہ ۱۲ حصے بنائے جائیں گے جن میں سے وصیت والے کو ایک تہائی یعنی چار حصے دیں گے باقی دو تہائی یعنی آٹھ حصے بچے جن کا

Marfat.com

من اثنی عشر و ذٰلک خمسۃ اسداسھا۔[1] چوتھائی یعنی دو حصے بیوی کے ہیں باقی چھ حصے وصیت والے شخص کی طرف لوٹ جائیں تو اس طرح اس کے کل حصے بارہ ۱۲ میں سے دس ۱۰ ہو جائیں گے جو کہ چھ میں پانچ (۵/۶) بنتے ہیں۔ (ت)

بعدازاں سوالاتِ عدالت کا نمبروار جواب بتفصیل ہے یہ وصیت مرض الموت میں ہوئی ہے اور موافق اس تفصیل کے جو مجمل جواب میں گزر چکی ہے شرعاً صحیح و نافذ ہے وصیت بحق شاہ محمد زائد علی الثلث ہے عالم خاتون زوجہ نے اگر اس کو قبول نہیں کیا تو اس کا نفاذ حسب ذیل تقسیم ہو کر ہوگا۔ زیورات اگر متوفی نے مہر میں دیئے ہوں تو زیورات پر وصیت کا بار ہوگا بلکہ تمام زیورات اس کو ملیں گے ورنہ زیورات میں سے مدعیہ کو ۲/۳ سہام مدعا علیہ کو ۱/۳ سہام اور دیگر جائداد و مکانات و ظروف وغیرہ میں سے مدعیہ ۲/۱۲ اور مدعا علیہ کو ۱۰/۱۲ سہام ملیں گے کیونکہ اول ثلث اس کا بطور وصیت مدعا علیہ کو ملے گا پھر ربع باقی ماندہ ۲/۸ یعنی سدس کل ۲/۱۲ مدعیہ کو ملے گا بعدازاں باقیماندہ یعنی نصف ۶/۱۲ مدعا علیہ کو ملے گا جو زیورات قیمتی سماعی۵ بروئے وصیت مدعیہ کو دیئے گئے ہیں اگر وہ مہر میں دیئے گئے ہیں تو ان میں مدعا علیہ کا بروئے وصیت کچھ حق نہیں ہے اور اگر محض بطورِ وصیت دیئے گئے ہیں تو ان میں مدعا علیہ کا بروئے وصیت بالثلث حق ثلث ہوگا اور اس صورت میں تمام زیورات میں ۱/۳ سہام مدعا علیہ کو اور ۲/۳ مدعیہ کو ملیں گے لیکن اس شق ثانی پر نفاذ وصیت سے بیشتر مدعیہ کا مہر کل مال سے ادا کیا جائے گا اگر مدعا علیہ نے تجہیز و تکفین متوفی کی اپنے مال سے بلا اطلاع و بلا اجازت مدعیہ کی ہے چونکہ یہ صرف تبرع ہے لہذا اس خرچ کا بار صرف مدعا علیہ کے مال پر ہے اور مدعیہ پر اس کا مطلق بار نہ ہوگا اور اگر باجازت مدعیہ اپنے مال سے تجہیز و تکفین کی ہے یا متوفی کے ترکہ میں سے تو اس کا بار متوفی کے تمام ترکہ پر ہوگا جو ہر دو مدعا علیہ اور مدعیہ کے متعلق ہوگا۔ حق سکنی مکانات اور حق استعمال ظروف وغیرہ کے جو موصی نے عالم خاتون زوجہ کو وصیت کی ہے اس وصیت کے بارے ثلث مال جو بطور وصیت شاہ محمد کو اول ملے گا بری رہے گا البتہ علاوہ ثلث مال کے جو شاہ محمد کو بعد اخراج ثلث ملے گا اس میں مدعیہ کو تا نکاح ثانی حسب وصیت حاصل رہے گا کیونکہ زوجہ کی وصیت اجنبی کی وصیت بالثلث کے مزاحم نہیں ہو سکتی ہاں زائد علی الثلث کے مساوی ہے لہذا زائد علی الثلث یعنی ۶/۱۲ میں اس کا نفاذ اس طرح ہوگا کہ رقبہ کی وصیت شاہ محمد کے لئے اور منفعت کی وصیت مدعیہ کے لئے قرار دی جائے گی جو حصہ مدعیہ کا اور مدعا علیہ کا جائداد منقولہ یا غیر منقولہ میں ہے اُس کے متعلق ہر ایک فریق کو اختیار ہے کہ وہ فریق ثانی سے بشرطیکہ

[1] الجوہرۃ النیرۃ کتاب الوصایا مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/ ۹۰-۳۸۹

Marfat.com

وہ رضامند بھی ہو قیمت لے ورنہ حسب سہامات مذکور تقسیم کرالے شرعاً قیمت لینے کے متعلق کسی فریق پر جبر نہیں ہوسکتا۔

الحاصل تعین حصص مدعیہ و مدعی کے متعلق جواب علمائے ریاست صحیح ہے اور مستشار العلماء لاہور صحیح نہیں ہے زیورات کے متعلق شرعی بایں تفصیل ہے کہ متوفی نے زیورات مذکورہ اگر مدعیہ کو مرض الموت سے پہلے تملیکاً دے دیئے ہیں اور وصیت نامہ کی تحریر اس کا بیان ہے تو وہ زیورات متوفی کے ترکہ سے خارج ہیں اُن پر کوئی بار حتی کہ تجہیز و تکفین اور وصیت کا بھی نہیں ہوگا اور اگر مرض موت میں وصیت کی ہے تو اگر بعوض دین مہر ہو تو البتہ اس صورت میں تجہیز و تکفین کے بارے حسب حصہ زیورات مستثنیٰ نہ ہوں گے بشرطیکہ مدعا علیہ نے بلا اجازت مدعیہ اپنے مال سے خرچ نہ کیا ہو لیکن وصیت بالثلث کے بارے مستثنیٰ ہوں گے یعنی بعد خرچ تجہیز و تکفین باقیماندہ مال سے تمام زیورات مدعیہ کو ملیں گے' اور اگر بعوض دین مہر نہ ہو تو بعد تجہیز و تکفین اول دین مہر ادا کیا جائیگا، بعد ازاں بحکم وصیت بالثلث زیورات میں سے بھی $\frac{1}{3}$ یعنی $\frac{1}{3}$ ثلث مدعا علیہ کو ملے گا باقیماندہ $\frac{2}{3}$ حصہ زیورات مدعیہ کو ملیں گے، پس حکم عدم جواز وصیت صحیح نہیں اور نیز حکم بعدم جواز وصیت بالمنفعت بھی صحیح نہیں بلکہ اس کا نفاذ علاوہ ثلث کے ہوگا، صورت موجودہ میں علماء انجمن مستشار العلماء کا دعویٰ بطلان وصیت اور جواز رد علی الزوجین کے متعلق صحیح نہیں ہے کیونکہ رد علی الزوجین کا تعلق اس صورت کے ساتھ جس جگہ حقوق متقدمہ سے باقیماندہ کو بیت المال کے لئے قرار دیا ہے اور جس صورت میں حقوق تمام ترکہ کو مستغرق ہوں اور بیت المال تک نوبت نہ پہنچے جیسا کہ وہاں بیت المال کے لئے کچھ نہیں باقی رہا تو رد علی الزوجین کا حکم ہرگز نہیں ہوسکتا کیونکہ بحکم مقدمہ خامسہ رد علی الزوجین کے جواز کا حکم ہرگز نہیں ہوسکتا۔ بیت المال کے فساد کے ساتھ مشروط ہے اگر بیت المال منتظم موجود ہو تو رد علی الزوجین نہیں ہوسکتا لہذا حکم رد علی الزوجین حکم تفویض بیت المال سے بھی مؤخر ہوا صورت موجودہ میں' اور فرض زوجہ تمام باقیماندہ ترکہ کو مستغرق ہیں باقی ماندہ ترکہ کا کوئی فرد ان حقوق متقدمہ کے بعد باقی نہیں رہتا، پس نہ تفویض بیت المال کا حکم ہوسکتا ہے نہ رد علی الزوجین کا۔ پس یہ بحث اس جگہ نہایت تعجب انگیز ہے، چنانچہ اس کی تشریح اور تردید اپنی تحریر مندرجہ مسل کافی طور پر کر دی ہے اپنی دوسری تحریر میں ایک نوٹ لکھتے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ واحد بخش نے شاہ محمد کو حفاظت جائداد کی وصیت کی ہے' نہ تملیک کی' لہذا وہ وصی ہے نہ موصی لہ چونکہ اس کی تردید علمائے ریاست نے کافی طور پر فرمائی ہے لہذا ہم کو اس کے متعلق کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے فقط واللہ اعلم وعلمہ

Marfat.com

اتم و احکم۔

نقل جواب ۸

میں نے حضرات علمائے کرام کے فتاوٰی معہ کاغذات متعلقہ مسل مقدمہ کو غور سے پڑھا اور بار بار بغرض تنقیح امر متنازعہ فیہ حوالہ جات کتب فقہ میں تدبر کیا چنانچہ حسب ذیل فیصلہ پر آگاہ ہوا، بتوفیقہ تعالٰی اس میں تو کلام نہیں کہ رد علی الزوجین میں فقہائے متاخرین کا اختلاف ہے یعنی فقہائے متقدمین قطعًا رد علی الزوجین کے قائل نہیں ہیں اور فقہائے متاخرین رد مذکور کے قائل ہیں نیز اس میں کلام نہیں کہ فتوٰی متاخرین کے قول پر ہے چنانچہ صاحب ردالمحتار فرماتے ہیں:

قال فی القنیۃ ویفتی بالرد علی الزوجین فی زماننا لفساد بیت المال وفی الزیلعی عن النہایۃ ما فضل عن فرض احد الزوجین یرد علیہ وکذا البنت والابن من الرضاع یصرف الیہما وقال فی المستصفی والفتوی الیوم بالرد علی الزوجین وقال المحقق احمد بن یحیٰی بن سعد التفتازانی افتی کثیر من المشائخ بالرد علیہما اذا لم یکن من الاقارب سواھما لفساد الامام وظلم الحکام فی ھذہ الایام[1] الٰی اٰخرہ۔

قنیہ میں کہا کہ ہمارے زمانے میں بیت المال کے فساد کی وجہ سے زوجین پر رد کا فتوٰی دیا جائیگا' زیلعی میں نہایہ سے منقول ہے کہ زوجین میں سے کسی ایک کے فرضی حصہ کو وصول کرنے کے بعد جو کچھ بچ جائے وہ اسی پر رد کر دیا جائیگا' یوں ہی رضاعی بیٹی اور رضاعی بیٹے کی طرف لوٹایا جائے گا' مستصفٰی میں کہا آج کے زمانے میں فتوٰی زوجین پر رد کرنے کے ساتھ ہے' محقق احمد بن یحیٰی بن سعد تفتازانی نے کہا بہت سے مشائخ نے فتوٰی دیا ہے کہ زوجین پر رد کیا جائے گا جبکہ اُن کے علاوہ اقارب میں سے کوئی موجود نہ ہو، کیونکہ ان دنوں میں پیشوا خراب اور حکام ظالم ہو چکے ہیں الخ۔ (ت)

اب بحث طلب بات رہ جاتی ہے کہ فقہائے متاخرین جن کے قول پر فتوٰی ہے ذوی الارحام مولی الموالات مُقرلہ بالنسب علی الغیر موصی لہ بجمیع المال ان چاروں کے نہ ہونے کی صورت میں رد مذکور کے قائل ہیں، صاحبِ درمختار کی عبارت مندرجہ ذیل سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ متاخرین رد علی ذوی الفروض النسبیہ ہی کے درجہ میں اور انھیں کے ساتھ رد علی احد الزوجین کے

---

[1] ردالمحتار کتاب الفرائض باب العول داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۵۰۲

Marfat.com

قائل ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

والرد ضده (ای ضد العول) کما مر وحینئذ فان فضل عنها ای عن الفروض والحال انه لاعصبة ثمة یرد الفاضل علیهم بقدر سهامهم اجماعا لفساد بیت المال الاعلی الزوجین فلایرد علیهما وقال عثمان رضی الله عنه یرد علیهما ایضا قاله المصنف وغیره قلت وجزم فی الاختیار بان هذا وهم من الراوی فراجعه قلت وفی الاشباه انه یرد علیهما فی زماننا لفساد بیت المال وقدمناه فی الولاء[1]

رد ضد ہے عول کی، جیسا کہ گزرا، تو اب جب فروض سے کچھ بچ جائے درانحالیکہ کوئی عصبہ وہاں موجود نہ ہو تو وہ بچا ہوا مال بالاتفاق ذوی الفروض پر ان کے حصوں کے مطابق رد کیا جائیگا سوائے زوجین کے، حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ زوجین پر بھی رد کیا جائے گا، ایسا ہی مصنف وغیرہ نے کہا ہے۔ میں کہتا ہوں اختیار میں جزم کیا ہے کہ یہ راوی کا وہم ہے تو تم اسی کی طرف رجوع کرو۔ میں کہتا ہوں اشباہ میں ہے ہمارے زمانے میں بیت المال کے فساد کی وجہ سے زوجین پر رد کیا جائے گا۔ اس کا ذکر پہلے ہم کتاب الولاء میں کر آئے ہیں (ت)

اگر فقہائے متاخرین کے نزدیک رد علی الزوجین کا درجہ موصی لہ بجمیع المال کے بعد ہوتا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ اور مصنف صاحب اشباہ کے اختلاف کو یہاں یعنی رد علی ذوی الفروض النسبیہ کے ساتھ ملا کر بیان کی کیا ضرورت تھی حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول پر جو دلیل کتاب روح الشروح سے منقول ہے اس سے یہی صاف ظاہر ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ رد علی الزوجین اور رد علی ذوی الفروض النسبیہ ایک ہی درجہ رکھتے ہیں کیونکہ اس میں رد کو عول پر قیاس کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ عول میں ذوی الفروض النسبیہ اور احد الزوجین برابر ہیں تو پھر رد میں بھی ان کو برابر ہونا چاہئے متاخرین کی طرف سے رد علی الزوجین کی دلیل میں فساد بیت المال بیان کیا جاتا ہے اس سے یہ شبہہ ہوتا ہے کہ جب ترکہ کے بیت المال میں جانے کا موقعہ ہو تو اس کے فاسد ہو جانے کے باعث رد علی الزوجین ہونا چاہئے اور جب بیت المال میں جانے کا موقعہ موصی لہ بجمیع المال کے بعد ہے تو رد علی الزوجین بھی موصی لہ بجمیع المال کے بعد

---

[1] الدرالمختار کتاب الفرائض باب العول مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۶۱

Marfat.com

ہونا چاہیے لیکن درمختار کی عبارت مسطورہ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں رد علی ذوی الفروض النسبیہ کی دلیل سے ہی فساد بیت المال ہی کو پیش کیا ہے تو چاہئے کہ رد علی ذوی الفروض النسبیہ بھی موصی لہ بجمیع المال کے بعد ہی ہو اور اس کا تو کوئی قائل بھی نہیں ہے۔ حاشیہ ضیاء السراج وغیرہ سے جو جزئیات علماء نے نقل کئے ہیں وہ سب متقدمین کے مذہب پر مبنی ہیں جو زیادہ تر مروج اور مشہور ہے، اسی لئے ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

اقول ولم نسمع ایضا فی زماننا من افتی بشیئ من ذٰلك ولعله لمخالفته للمتون فلیتأمل لکن لا یخفی ان المتون موضوعة لنقل ما هو المذهب وهذه المسئلة مما افتی بها المتاخرون علی خلاف اصل المذهب[1]

میں کہتا ہوں ہم نے اپنے زمانے میں سنا بھی نہیں کہ کسی نے ایسا فتوٰی دیا ہو شاید متون سے اس کے مخالف ہونے کی وجہ سے۔ پس تامل چاہیے، لیکن پوشیدہ نہیں کہ متون نقلِ مذہب کے لئے وضع کئے گئے ہیں، اور یہ مسئلہ ان مسائل میں سے ہے جن میں متاخرین نے اصلِ مذہب کے خلاف فتوٰی دیا ہے۔ (ت)

بہرکیف اگر کسی صاحب کو کوئی ایسی صریح روایت مل جائے کہ فقہائے متاخرین موصی لہ بجمیع المال کے نہ ہونے کی صورت میں رد علی الزوجین کے قائل ہیں تو خاکسار اور دیگر اراکین مستشار العلماء کو اپنی رائے بدل دینے میں کوئی عذر نہیں ہوسکتا لیکن حضرات مفتیان نے ابھی تک اس امر کو پایہ ثبوت تک نہیں پہنچایا یا وہ روایات و جزئیات جن سے معلوم ہوتا ہے کہ موصی لہ بجمیع المال کے ہوتے ہوئے رد علی الزوجین نہیں ہوگا وہ تمامہا فقہائے متقدمین کے قول پر مبنی نہیں ہے اور اس قول کے موافق اگر موصی لہ بجمیع المال موجود نہ ہو تو بھی رد علی الزوجین نہیں ہوسکتا مجھے کسی ایسی روایت کا علم نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ موصی لہ بجمیع المال موجود نہ ہو تو رد علی الزوجین ہوگا ورنہ نہیں، اور میرے خیال میں یہ کسی کا بھی مذہب نہیں، بہرصورت جزئیات مندرجہ فتاوٰی متعلقہ مسئلہ ہذا جن سے موصی لہ بجمیع المال کو رد علی الزوجین پر مقدم رکھا گیا ہے وہ مذہب متقدمین پر مبنی ہیں نہ متاخرین پر جو مفتی بہ مذہب ہے اور اگر یہ امر قطعاً ثابت ہو جائے کہ وہ مذہب متاخرین پر مبنی ہیں تو حضرات علماء ریاست کا فتوٰی صحیح ہے مگر بنظر امعان صاف معلوم ہوتا ہے

---

[1] ردالمحتار کتاب الفرائض باب العول داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۵۰۲

Marfat.com

کہ اس امر کو کسی مفتی نے صاف نہیں کیا لہذا خاکسار کا فیصلہ اس مسئلہ میں وہی ہے جس کو انجمن مستشار العلماء لاہور نے اپنے فتوٰی میں لکھ دیا ہے اور جس کے ساتھ یہی متفق ہیں اس مسئلہ میں اس سے زیادہ بحث فضول ہے اور فیصلہ عدالت کے لئے کافی ہے فقط واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع و المآب۔ فقط

الجواب

(جواب امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمد للہ رب العٰلمین وبہ نستعین ثم برسولہ نستعین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وبارک علیہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ اجمعین۔

تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہے جو کل جہانوں کا پروردگار ہے اور اسی سے پھر اس کے رسول سے ہم مدد چاہتے ہیں اللہ تعالٰی اپنے رسول پر درود، سلام اور برکتیں فرمائے اور آپ کی تمام آل واصحاب پر۔ (ت)

الحمد للہ یہاں فتوٰی پر فیس نہیں لی جاتی ان اجری الا علی رب العٰلمین[1] (میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔ ت) منی آرڈر واپس کر دیا، سوالات اور ان کے متعلق آٹھ فتوے ملاحظہ ہوئے، مفتیوں کے نام نہ لکھنا عجب نہ تھا ایک کے فتوٰی میں دوسرے کا جو ذکر تھا وہ لکھ کر محو کر دیا گیا یا بیاض چھوڑی ہے یہاں اس سے کوئی بحث نہیں بعونہٖ عزوجل تحقیق حق سے کام ہے مگر اتنی گزارش مناسب ہے بحمدہٖ تعالٰی یہاں مسائل میں نہ کسی دوست کی رعایت ہے، ہمارے رب عزوعلا نے فرمایا:

یاایھا الذین اٰمنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولو علٰی انفسکم[2]

اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ اللہ کے لئے گواہی دیتے ہوئے چاہے اس میں تمہارا اپنا نقصان ہو۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/۱۰۹ [2] القرآن الکریم ۴/۱۳۵

Marfat.com

نفسی مخالف سے ضد اور نفسانیت۔ کیا ہمارے مولیٰ تبارک و تعالیٰ نے نہ فرمایا:

لا یجرمنکم شنان قوم علی ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی[1] اور تم کو کسی قوم کی عداوت اس پر نہ ابھارے کہ انصاف نہ کرو، انصاف کرو وہ پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے۔ (ت)

مولیٰ سبحانہ، و تعالیٰ کی عنایت پھر مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اعانت سے امید واثق ہے کہ لایخافون لومۃ لائم سے بہرۂ وافی عطا فرمایا ہے، وللہ الحمد، اسی بنا پر بہت افسوس کے ساتھ گزارش کہ آٹھوں فتووں میں اصلاً ایک بھی صحیح نہیں اکثر سراپا غلط ہیں اور بعض مشتمل بر اغلاط۔ اب ہم بتوفیق اللہ تعالیٰ اوّلاً کچھ مسائل کا افادہ کریں اور ہر افادہ پر جو فوائد متفرع ہوئے اس کے ساتھ لکھیں جن سے وضوحِ احکام کے ضمن میں یہ بھی واضح ہو کہ ان فتووں نے کہاں کہاں کیا غلطیاں کیں اور ان کے علاوہ کیا کیا ضروری باتیں اُن کی نظر سے رہ گئیں۔ مفتی صاحبوں نے انصاف فرمایا تو یہ امر باعثِ ناراضی نہ ہوگا بلکہ وجہِ شکر کہ مقصود بیانِ حق و اظہارِ احکام ہے نہ کہ کسی کے طعن و الزام، اور یہ امر قدیم سے معمول علمائے اسلام۔

ثانیاً پانچوں سوالات حال کے جواب دیں۔

ثالثاً ساتوں سوالات سابق کے جواب لکھیں جو اُن مفتیوں سے کئے گئے اور جواب غلط و ناقص ہے، یہ اس لئے کہ محکمہ قضا نے جن امور کی نسبت تحریر فرمادیا ہے کہ فتاوی مصدرہ میں جو سوال زیر بحث آکر طے ہوچکے ہیں ان کے ذکر کی ضرورت نہیں ان میں بھی اظہارِ حق ہو کہ قابلِ اطمینان بات صاف نہ ہوئی تھی اس کا حق ہمیں خود ہی تھا اور اس تحریر دار القضا کے بعد بدرجۂ اولیٰ کہ علاوہ امورِ مستفسرہ کے اگر کوئی اور امر بھی قابلِ اصدارِ فتویٰ معلوم ہو تو اطلاع بخشیں۔

رابعاً حکم اخیر لکھیں کہ اس مقدمہ میں دار القضا کو کیا کرنا چاہئے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب (اور میری توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ میں نے اسی پر بھروسا کیا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵/۸   [2] القرآن الکریم ۵/۵۴

Marfat.com

الافادات والتفریعات
(افادے اور تفریعیں)

افادۂ اُولٰی

شاہ محمد خاں مکانات واثاث البیت کا ضرور موصٰی لہ ہے آغاز وصیت نامہ میں ہے وہ مکانات زیرِ حفاظت شاہ محمد خاں کے رہیں گے اور مالک بھی یہی رہے گا اگر صرف "زیرِ حفاظت" کہتا شاہ محمد خاں وصی ہوتا مگر اس فقرہ نے کہ مالک بھی رہے گا ظاہر کردیا کہ مقصود وصیت ہے نہ کہ وصایت۔ پھر کہا مالک وقابض شاہ محمد خاں مذکور ہے، پھر کہا غرضکہ مالک شاہ محمد خاں مکانات وغیرہ کا ہے اس "وغیرہ" کی یوں تشریح کی ہے علاوہ اس کے اسباب خانہ داری از قسم برتن وغیرہ جملہ سامان خانہ داری کا مالک بھی شاہ محمد خاں رہے گا۔ پھر کہا کل اشیاء مندرجہ بالا کا مالک شاہ محمد خاں ہے۔ غرض جا بجا تملیک کی تصریح کی اور پُر ظاہر کہ یہ تملیک بلا معاوضہ بروجہ تبرع واحسان ہے اور آخر میں کہا یہ جملہ شرائط بعد میرے قابلِ تعمیل ہونگے جب تک میں حیات ہوں کسی کا تعلق نہیں بعد میں بموجب بالا تقسیم ہونگے، صاف واضح کردیا کہ یہ تملیک مضاف الیہ مابعد الموت ہے تو قطعاً وصیت ہوئی۔ امام اکمل الدین بابرتی عنایہ میں فرماتے ہیں:

الوصیۃ فی الشریعۃ تملیک مضاف الی مابعد الموت بطریق التبرع[1]

وصیت شریعت میں ایسی تملیک کو کہتے ہیں جو بطور تبرع موت کے مابعد کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ (ت)

ہاں وصیت نامہ میں مالک وقابض شاہ محمد خاں مذکور ہے کے بعد یہ لکھا ہے کہ اس کو اختیار ہے کہ اس کو فروخت کرے یا رہن کرے بعد فروخت یا رہن زرِ رہن یا زرِ بیع میری تجہیز وتکفین اور میری ارواح پر بخش دے گا اسے منافی تملیک سمجھنا صریح غلط ہے وہ خود اس کے متصل ہی کہتا ہے یعنی غرضکہ مالک شاہ محمد خاں مکانات وغیرہ کا ہے خود اسی کلام کی تفسیر تملیک سے کررہا ہے تو اسے تملیک سے جدا کرنا توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ (قول کی ایسی توجیہ کرنا جس پر قائل

---

[1] العنایۃ علی ہامش فتح القدیر کتاب الوصایا باب صفۃ الوصایا الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۹/۳۴۲

Marfat.com

راضی نہ ہو۔ ت) ہے اور جب مالک شاہ محمد خاں ہوا تو جملہ مذکورہ کسی طرح وصایت یعنی اُسے وصی بنانے کا مفید نہیں ہوسکتا کہ وصی وہ ہے جسے موصی مال موصی میں تصرف کا اختیار دے نہ وہ جسے ایک مال کا مالک کرکے پھر اس سے درخواست کرے کہ وہ اپنا مال بیچ کر اس کے کام میں خرچ کردے یہ سوال ہوا نہ کہ ایصا ظاہر ہے کہ وصایت مثل وکالت دوسرے کو اپنی جگہ قائم کرنا ہے بلکہ وصایت عین وکالت ہے فرق اس قدر کہ وکالت حیات میں ہوتی ہے اور وصایت بعد موت۔ خانیہ پھر ردالمحتار میں ہے:

انت وکیلی بعد موتی یکون وصیا انت وصیی فی حیاتی یکون وکیلا لان کلا منہما اقامۃ للغیر مقام نفسہ فینعقد کل منہما بعبارۃ الآخر[1]

تُو میرے مرنے کے بعد میرا وکیل ہے تو وہ وصی بن جائے گا۔ اور تو میری زندگی میں میرا وصی ہے تو اس سے وہ وکیل بن جائے گا کیونکہ ان دونوں میں ہر ایک کسی غیر کو اپنا قائمقام بنانا ہے لہذا ان میں سے ہر ایک دوسرے کی عبارت کے ساتھ منعقد ہوجائے گا۔ (ت)

مال اگر اپنی ملک پر رکھ کر اُس سے کسی تصرف کے لئے کہتا تو ضرور اسے اپنی جگہ قائم کرنا ہوتا اور جب مال اس کی ملک کرچکا تو اب موصی کا اس میں کیا مقام رہا جس پر اسے قائم کرتا ہے ولوجہ اجلی وصایت باب ولایات واطلاقات سے ہے یعنی دوسرے کو اختیار دینا اُسے نافذ التصرف بنانا' ولوالجیہ پھر ادب الاوصیاء میں ہے:

الیصاء المیت نقل الولایۃ الی الوصی[2]

میّت کا وصیّت کرنا اپنی ولایت کو وصی کی طرف منتقل کرنا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ان فی الوکالۃ والاذن للعبد اطلاقا عما کانا ممنوعین عنہ من التصرف فی مال المؤکل والمولٰی[3]

اس لئے کہ وکالت اور اپنے غلام کو اذن دینے میں اس چیز کی اجازت دینا ہے جس سے پہلے اس کے لئے ممانعت تھی یعنی مؤکل اور مولا کے مال میں تصرف کرنا۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الوصایا باب الوصی داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۴۷

[2] آداب الاوصیاء علی ہامش جامع الفصولین فصل فی الایصاء اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۶

[3] ردالمحتار کتاب البیوع ما یبطل بالشرط الفاسد الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۲۳-۲۲۲

Marfat.com

توضرور ہے کہ اس کے اختیار دینے سے اُسے اختیار ملے اور جس مال کا آدمی خود مالک ہو گیا اس کا اختیار خود اس کی مالکیت اُسے دے گی اگرچہ شئی کی مالکیت دوسرے کے دیئے سے ہو جیسے ہبہ کہ موہوب لہ بعد ملک جو اس میں تصرفات کریگا اپنے اختیار ذاتی سے کریگا نہ کہ واہب کی نیابت سے اگرچہ موہوب لہ پر ملک واہب کے دیئے سے ملی توجس طرح تملیک عین بلاعوض فی الحیاۃ یعنی ہبہ سے حصول اختیارات کے باعث موہوب لہ واہب کا وکیل نہ ہو جائے گا یوں ہی تملیک عین بلاعوض بعد الممات یعنی وصیت مال سے حصول اختیارات کے سبب موصی لہ موصی کا وصی نہیں ہو سکتا۔ وھذا ظاھر جدا (اور یہ خوب ظاہر ہے۔ ت)۔

وبوجہ اخصر یہ تملیک ہے اور کوئی اطلاق تملیک نہیں تو یہ اطلاق نہیں اور ہر وصایت اطلاق ہے تو یہ وصایت نہیں وھو المطلوب قیاس ثانی کا صغری پہلے کا نتیجہ ہے اور کبری کا ثبوت ردالمحتار سے گزرا اور قیاس اول کا صغری بدیہی ہے اور کبری کا ثبوت اس عبارت درمختار سے ہے:

کل ماکان من التملیکات او التقییدات یبطل تعلیقہ بالشروط والاصح لکن فی اسقاطات والتزامات یحلف بھما یصح مطلقا وفی اطلاقات وولایات وتحریضات بالملائم بزازیۃ[1]

جو کچھ تملیکات وتقییدات میں سے ہے وہ اسکی تعلیق شرط کے ساتھ باطل ہے ورنہ صحیح ہے، لیکن اسقاطات والتزامات جن پر قسم کھائی جاتی ہے ان میں شرط کے ساتھ تعلیق مطلقاً صحیح ہے جبکہ اطلاقات، ولایات اور ترغیبات میں بشرطِ مناسب جائز ہے، بزازیہ۔ (ت)

تنبیہ: قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ اگر مُملِّک بالکسر کہ تملیک بلاعوض کے ساتھ مُملَّک بالفتح کی کسی مصلحت میں خرچ یا استعمال کرنا ذکر کرے تو اُسے مشورہ ٹھہراتے ہیں مُملَّک پر اس کی پابندی ضرور نہیں ہوتی کہ جب وہ مالک ہو گیا اُسے اختیار ہے جہاں چاہے اُٹھائے مثلاً یہ کپڑا میں نے تجھے دیا کہ تو اسے پہنے یا یہ مکان تجھے ہبہ کیا کہ تو اس میں سکونت کرے۔ تنویر الابصار میں ہے:

تصح بایجاب کوھبت ونحلت واطعمتک ھذا الطعام وداری لک ھبۃ تسکنھا[2]

یہ ایجاب سے صحیح ہو جاتا ہے جیسے کہا کہ میں نے ہبہ کیا، میں نے بخوشی بخشا، میں نے یہ طعام تجھے دے دیا اور میرا گھر تیرے لئے ہبہ ہے کہ تو اس میں رہائش رکھے۔ (ت)

---

[1] الدرالمختار کتاب بیوع مایبطل بالشرط الفاسد الخ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۵۳

[2] الدرالمختار شرح تنویر الابصار کتاب الہبۃ " " " ۲/ ۱۵۸-۵۹

Marfat.com

درمختار میں ہے :

لان قوله تسکنها مشورة فقد اشار علیه فی ملکه بان یسکنه فان شاء قبل مشورة وان شاء لم یقبل[1]

کیونکہ اس کا قول کہ "تُو اس میں رہائش رکھے" ایک مشورہ ہے جو واہب نے موہوب لہ کی ملکیت میں دیا اگر چاہے تو مشورہ قبول کرے ورنہ نہ کرے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

کقوله هذا الطعام لك تاکله او هذا الثوب لك تلبسه ، بحر[2]۔

جیسے واہب کا قول کہ یہ کھانا تیرے لئے ہے کہ تو اس کو کھائے یا یہ کپڑا تیرے لئے ہے کہ تُو اس کو پہنے ، بحر۔ (ت)

اور اگر خود اپنی یا اس چیز یا صالح استحقاق شخص ثالث کی کوئی مصلحت ذکر کرے تو اسے شرطِ فاسد قرار دے کر تملیک کو صحیح اور شرط کو باطل کرتے ہیں ، مثلاً یہ غلام میں نے تجھے ہبہ کیا اس شرط پر کہ مہینہ بھر میری یا زید کی خدمت کرے ، یا اس شرط پر کہ تُو اسے آزاد کر دے ۔ درمختار میں ہے :

حکمها انها لا تبطل بالشروط الفاسدة فهبة عبد علی ان یعتقه تصح وتبطل الشرط[3]۔

ہبہ کا حکم یہ ہے کہ وہ شروط فاسدہ سے باطل نہیں ہوتا ، چنانچہ غلام کا ہبہ اس شرط پر کہ موہوب لہ اس کو آزاد کر دے صحیح ہے اور شرط باطل ہو جائے گی ۔ (ت)

نہ یہ کہ جب اپنی مصلحت ذکر کرے تو سرے سے تملیک ہی اڑا دیں اور اسی ذکرِ مصلحت کو اس کے بطلان کا قرینہ ٹھہرا دیں ۔ یُوں ہوتا تو یہ کہنا کہ میں نے زید کو اس غلام کا مالک کیا اس شرط پر کہ مہینہ بھر بعد مجھے واپس کر دے ہبہ نہ ہوتا عاریت قرار پاتا حالانکہ یہ باجماعِ ائمہ حنفیہ باطل ہے ۔ عالمگیریہ میں ہے :

---

[1] الدرالمختار | کتاب الہبہ | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/۱۵۹
[2] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۴/۵۰۹
[3] الدرالمختار | " | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/۱۵۸

Marfat.com

قال اصحابنا جمیعا رحمھم اللہ تعالٰی اذاوھب ھبۃ وشرط فیھا شرطا فاسدا فالھبۃ جائزۃ والشرط باطل کمن وھب لرجل أمۃ فاشترط علیہ ان یردھا علیہ بعد شھر کذا فی السراج الوھاج[1]

ہمارے تمام اصحاب رحمہم اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ جب کسی نے ہبہ کیا اور اس میں کوئی فاسد شرط لگادی تو ہبہ جائز اور شرط باطل ہے۔ جیسے کسی نے لونڈی اس شرط پر ہبہ کی کہ ایک ماہ بعد موہوب لہ وہ لونڈی واہب کو لوٹا دے گا، سراج وہاج میں یوں ہی ہے۔ (ت)

افادۂ ثانیہ

جس طرح الفاظ مذکورہ سے شاہ محمد خاں کو وصی سمجھنا باطل ہے یوں ہی ان مکانوں کی وصیت تجہیز وتکفین وایصالِ ثواب کے لئے ٹھہرانا حلیۂ صواب سے عاری وعاطل ہے وہ تو مکانات کو شاہ محمد خاں کی ملک کرچکا اور اختیار بیع ورہن کا ملک پر متفرع ہونا بدیہی۔ وہ یہ نہیں کہتا کہ شاہ محمد پر لازم ہے کہ ان کو بیع یا رہن کرکے روپیہ میری تجہیز وتکفین فاتحہ میں اٹھادے بلکہ یہ کہتا ہے کہ شاہ محمد انکا مالک ہے اسے بیع ورہن کا اختیار ہے ہاں اگر بیع یا رہن کرے تو اس صورت میں کہتا ہے کہ روپیہ میری ارواح پر بخش دے گا۔ اس جملہ کو اگر اس کے ظاہر پر رکھیں تو خبر ہے جس کا حاصل شاہ محمد خاں اور موصی کی دوستی کا بیان ہے کہ مجھے اس سے یہ امید ہے ولہذا میں اسی کو اپنے مال کا مالک کرنا چاہتا ہوں جس طرح آخر میں کہا کہ کل اشیائے مندرجۂ بالا کا مالک شاہ محمد خاں ہے جس نے میری خدمت ازحد کی ہے بعد انتقال میری تجہیز وتکفین کا انتظام کرے گا اور میری منزلت اخیر کو پورا انجام دے گا اور اگر خبر بمعنی امر لیں تو حاصل یہ ہوگا کہ شاہ محمد خاں اگر بیع یا رہن کرے تو روپیہ میری ارواح پر بخشدے' یہ ایصال ثواب کی وصیت نہیں ہوسکتا بعد اس کے کہ مکانات ملک موصی لہ کرچکا پرائی ملک میں اسے وصیت کا کیا اختیار رہا' وصیت ایجاب ہے اور ملک غیر میں اس کے کہے سے کوئی بات واجب نہیں ہوسکتی مالک کو اختیار ہے کہ مانے یا نہ مانے' ایضاح پھر نہایہ شرح ہدایہ پھر نتائج الافکار میں ہے:

الوصیۃ ما اوجبھا الموصی فی مالہ بعد موتہ اومرضہ

وصیت وہ ہے کہ موصی اپنے مال میں اس کا ایجاب کرے اس کی موت کے بعد یا ایسی

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الہبۃ الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۳۹۶

Marfat.com

الذی مات فیہ[1] | بیماری میں جس کے اندر وہ مرا۔(ت)

تفریعات

(۱) فتوٰی ۶ کا ادعا کہ وصیت نامہ پر غور سے معلوم ہوتا ہے کہ متوفی نے شاہ محمد کے حق میں کچھ بھی وصیت نہ کی بلکہ صرف اپنا وصی مقرر کیا ہے، محض باطل ہے۔

(۲) فتوٰی ۶ کا اس ادعا پر جملہ مذکورہ میری ارواح پر بخش دے گا سے استدلال کہ وصیت بحق شاہ محمد متوفی ہوتی تو یہ کہنا بے معنی ہوجاتا خود بے معنی اور صحیح و باطل کا قلب کردینا ہے جیسا کہ تنبیہ میں واضح ہوا۔ اس نے مطلقاً کہا ہے کہ مالک محمد شاہ خاں مذکور ہے اور اس کے بعد وہ الفاظ کہ بعد فروخت یا رہن الخ جملہ مستقلہ ہیں کہ اُس جملہ کی قید و شرط نہیں ہوسکتے۔ بحرالرائق متفرقات البیوع جلد ۶ میں ہے:

فی بیوع الذخیرۃ اشتری حطبا فی قریۃ شراء صحیحا وقال موصولا بالشراء من غیر شرط فی الشراء احملہ الی منزلی لایفسد العقد لان ھذا لیس بشرط فی البیع بل ھو کلام مبتدأ بعد تمام البیع فلایوجب فسادہ اھ فعلی ھذا لو استاجر قریۃ او ارضا للزراعۃ ثم قال بعد تمامہا ان الحرث علی المستأجر لاتفسد لانہ لم یکن شرطا فیہا وانما یکون شرطا لوقال علی ان الحرث علیہ فلیحفظ ھذا فانہ یخرج علیہ کثیر من المسائل[2]

بیوع ذخیرہ میں ہے کسی نے ایک قریہ میں ایندھن خریدا صحیح خریداری کے ساتھ۔ پھر اس سے متصل بلا شرط کہا اس کو میرے گھر تک لے چلو تو عقد فاسد نہ ہوگا کیونکہ یہ بیع میں شرط نہیں بلکہ بیع مکمل ہوجانے کے بعد نیا کلام ہے جو موجب فساد نہیں اھ اسی پر مبنی ہے یہ مسئلہ کہ کسی نے زراعت کے لئے دیہات یا زمین کرایہ پر لی پھر بیع کے مکمل ہونے کے بعد کہا کہ کاشت کرنا کرایہ دار کے ذمہ ہوگا تو اجارہ فاسد نہ ہوگا، کیونکہ یہ اجارہ میں شرط نہیں وہ تو تب ہوتی کہ یوں کہتا اس شرط پر کہ کاشتکاری کرایہ دار کے ذمہ ہوگی، اس کو محفوظ کرلینا چاہئے کیونکہ اس سے بہت سے مسائل کی تخریج ہوسکتی ہے۔(ت)

اور اگر بالفرض غلط اس کے معنی یہ قرار دے لیجئے کہ شاہ محمد کی تملیک کو اس شرط سے مشروط

---

[1] نتائج الافکار (تکملہ فتح القدیر) کتاب الوصایا مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۹/ ۳۴۱

[2] بحرالرائق کتاب البیوع باب المتفرقات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۱۸۸

Marfat.com

کرتا ہے یعنی میں نے شاہ محمد خاں کو وصیۃً ان مکانات کا مالک کیا اس شرط پر کہ اگر وہ بیع یا رہن کرے تو روپیہ میری فاتحہ میں اٹھائے، تو اولاً ہم ثابت کر چکے کہ تملیک بلاعوض میں ایسی شرط باجماع ائمہ حنفیہ باطل ہوگی۔

ثانیاً ہم پوچھتے ہیں اس صورت میں بعد موت موصی کے مکانات ملک موصی سے خارج ہوگئے ملک موصی لہ میں داخل ہوئے یا نہیں، اگر کہتے ہو ہاں تو مقصود حاصل کہ مالک پر اس کی ملک میں جبر کیا معنی، اور اگر کہتے ہو نہیں تو کیوں، حالانکہ موصی نے وصیت کی اور موصی لہ قبول کر چکا اور وصیت بعد قبول ناقل ملک ہے۔ اشباہ میں ہے:

الموصی لہ یملك الموصی بہ بالقبول[1] جس کے لئے وصیت کی گئی وہ وصیت والی چیز کو قبول کرنے سے اس کا مالک ہوجاتا ہے (ت)

اور یہ کہنا محض نادانی ہوگا کہ وصیت تو مشروط تھی جب تک شرط نہ پائی جائے گی، یہ شرط فی الوصیۃ بالشرط اور تعلیق الوصیۃ بالشرط میں فرق نہ کرنے سے ناشئ ہوگا یہاں اگر ہے تو اول ہے نہ ثانی کہ سرے سے مبطل وصیت ہے کہ وصیت تملیک ہے اور تملیکات تعلیق بالخطر قبول نہیں کرتیں، درمختار میں ہے:

کل ماکان من التملیکات او التقییدات یبطل تعلیقہ بالشرط[2] جو کچھ تملیکات یا تقییدات میں سے ہے اُس کو شرط کے ساتھ معلق کرنا باطل ہے (ت)

معہذا وہ کیا شرط تھی کہ نہ پائی گئی آیا روپیہ صرف فاتحہ کرنا نہ ہوا تو یہ تو بحال بیع و رہن شرط تھا بیع و رہن خود ہی نہ پائے گئے، رہا بیع و رہن کرنا تو یہ شرط ہی نہ کئے گئے تھے شرط لازم کی جاتی ہے اور بیع و رہن کا اس نے اختیار بتایا ہے نہ کہ ایجاب۔

(۳) فتوٰی ۲ کا قول کہ اس لئے شاہ محمد خاں کو بحیثیت وصیت تیسرا حصہ جائداد کا ملے گا اس لئے کہ بحق واحد بخش خیرات کردے نہ اس لئے کہ وہ خود اس کا مالک بن جائے، بنائے فاسد علی الفاسد ہے بلکہ بلاشبہہ وہ وصیت بحق شاہ محمد ہے اس لئے کہ وہ خود اس کا مالک کرچکا

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی الملک ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۲۰۳
[2] الدرالمختار کتاب البیوع مایبطل بالشرط الفاسد الخ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۵۲

Marfat.com

موصی نے جابجا جس کی صریح تصریح کی مگر فتوٰی کہتا ہے کہ موصی خود اپنی مراد نہ سمجھا مراد یہ ہے جو ہم کہتے ہیں۔

(۴) بفرض باطل ایسا ہوتا بھی تو یہ الفاظ کہ میری ارواح کو بخش دے گا موصی نے صرف مکانات کی نسبت لکھے ہیں باقی وصیت کی نسبت نہیں فتوٰی ۶ کا تو مطلقاً سب جائداد پر یہی حکم لگا دینا اور پورا ثلث خیرات کے لئے ٹھہرا دینا صریح ظلم یا عدم فہم ہے نسأل اللہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت مانگتے ہیں۔ ت)

(۵) یہی خطا فتوٰی ۲ کو آڑے آئی کہ لکھا زوجہ کا حق متروکہ متوفی سے سدس ہے باقی موصی لہ کا ہے اور لِلّٰہ اسباب خیر میں صرف کرے جب باقی موصی لہ کا ہو چکا پھر وجوہ خیر میں صرف کرنے کا اس پر ایجاب کیا معنی، اگر وہ کرے گا تبرع ہو گا اور تبرع پر جبر نہیں ما علی المحسنین من سبیل[1] (احسان کرنے والوں پر کوئی راہ نہیں۔ ت)

(۶) بلکہ فتوٰی ۲ کی غلطی فتوٰی ۶ سے بڑھ کر ہے اس نے تو شاہ محمد کے لئے وصیت مانی ہی نہ تھی تو اسے گنجائش ملی کہ خیرات کے لئے وصیت ٹھہرا دے اگرچہ یہ سرتاپا غلط تھا اس نے اس سے عجیب تر راہ اختیار کی کہ تمام باقی بعد فرض الزوجہ کی وصیت شاہ محمد کے لئے مانی پھر اُسی پر خیرات کا حکم لگا دیا یعنی شیئ واحد کی وصیت عمرو کے لئے بھی ہے اور بعینہٖ اسی شیئ کی وصیت اللہ عزوجل کے لئے بھی ہے حالانکہ یہ بداہۃً محال ہے۔

(۷) فتوٰی ۲ نے اس مطلب پر عبارات یہ نقل کیں:

(۱) اوصی بثلث مالہ للہ تعالٰی[2]۔	اللہ تعالٰی کے لئے اس نے اپنے تہائی مال کی وصیت کی (ت)
(۲) لو اوصی بالثلث وجوہ الخیر[3]۔	اگر اس نے نیکی کے کاموں کے لئے تہائی مال کی وصیت کی (ت)
(۳) لا تصح من ممیز الا فی تجہیزہ[4]۔	باتمیز صغیر کی وصیت صحیح نہیں مگر صرف اسکی تجہیز میں۔ (ت)

اور نہ دیکھا کہ جب میں باقی کی وصیت عمرو کے لئے مان چکا تو ان عبارات کا کیا محل رہا۔ نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۹۱ [2] ردالمحتار کتاب الوصایا ۲/ ۳۲۲

[3] الفتاوی الہندیۃ الباب الثانی ۶/ ۹۷ [4] الدرالمختار ؍؍ ؍؍ ۲/ ۳۱۹

Marfat.com

افادۂ ثالثہ

عالم خاتون بھی ضرور موصی لہا ہے مکانات و اثاث البیت کے باب میں اس کیلئے وصیت المنفعۃ ہونا تو بدیہی اور نظر بسیاق و سباق وصیت نامہ اس زیور کی بھی اُس کے لئے وصیت ہے ابتداء وصیت نامہ میں ہے مجھ کو اپنی جائداد منقولہ وغیر منقولہ کا انتظام ضروری ہے کہ پس ماندگان میں تکرار نہ ہو اس کا انتظام یہ ہے کہ زیورات ذیل زوجہ کو ملے گا الخ پھر مکانات و اثاث البیت کے وصیت بنام شاہ محمد خاں کی جس کا حاصل یہ تقسیم ہوئی کہ وہ زیور عالم خاتون کے اور مکانات و اثاث البیت شاہ محمد خاں کے۔ آخر میں لکھا یہ جملہ شرائط بعد میرے قابل تعمیل ہونگے جب تک میں حیات ہوں کسی کا تعلق نہیں بعد میں بموجب بالا تقسیم ہونگے صاف واضح ہو گیا کہ دونوں کے لئے تملیک بعد الموت کر رہا ہے تو اس کا زیور مذکور کی نسبت کہنا میری زوجہ کے ہیں ایسا ہی ہے جیسا مکانات کو کہا مالک شاہ محمد خاں ہے اور وارث کے لئے وصیت بلاشبہہ جائز ہے جبکہ اور کوئی وارث نہ ہو، ردالمحتار بیان شرائط وصیت میں ہے:

وکونہ غیر وارث ای ان کان ثمۃ وارث اٰخر والا تصح کما لو اوصی احد الزوجین للاٰخر ولا وارث غیرہ[1]

اور اس کا غیر وارث ہونا، یعنی جب وہاں کوئی اور وارث ہو ورنہ صحیح ہے، جیسا کہ زوجین میں ایک دوسرے کے لئے وصیت کرے اور اسکے علاوہ کوئی اور وارث نہ ہو (ت)

درمختار میں ہے:

لا لوارثہ الا باجازۃ ورثتہ اولم یکن لہ وارث سواہ کما فی الخانیۃ حتی لو اوصی لزوجتہ اوھی لہ ولم یکن ثمۃ وارث اٰخر تصح الوصیۃ ابن کمال[2]

وارث کے لئے وصیت جائز نہیں مگر اس وقت دیگر ورثاء اجازت دے دیں یا کوئی اور وارث موجود ہی نہ ہو جیسا کہ خانیہ میں ہے، یہاں تک اگر خاوند نے بیوی کے لئے یا بیوی نے خاوند کے لئے وصیت کی اور وہاں کوئی دوسرا وارث موجود نہیں تو وصیت صحیح ہوگی، ابن کمال۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الوصایا دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۱۶

[2] الدرالمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۱۹

Marfat.com

تفریعات

(۸) فتوی ۵ کا قول مدعیہ وارث شرعی ہے اس کے حق میں وصیت نہ سمجھی جائے اس لئے کہ وارث کے واسطے وصیت جائز نہیں ہے۔ مسئلہ وارث واحد کے حکم سے غفلت ہے۔

(۹) طرفہ یہ کہ خود فتوی ۵ نے سند میں عبارت درمختار لا لوارثہ الخ (وارث کے لئے جائز نہیں۔ت) نقل کی جس کے آخر میں موجود یعنی عند وجود وارث اٰخر (دوسرے وارث کی موجودگی میں۔ت)

(۱۰) زیور بعد موت عوض مہر میں دیئے جانے کو لکھنا بھی وصیت ہوا لکونہ ایجابا بعد الموت (موت کے بعد ایجاب ہونے کی بنا پر) تو فتویٰ ۵ کا کہنا کہ بلکہ یہ زیورات حق مہر کے عوض سمجھے جائیں اور اسے منافی وصیت جاننا عجیب ہے۔

(۱۱) استفتاء مرتبہ ڈسٹرکٹ جج خانپور کے سوال میں آتا ہے کہ جو زیورات مدعیہ کو ملے ہیں ان کی نسبت وہ کہتی ہے کہ مجھ کو حق مہر میں شوہر دے گیا ان سے بھی ہرگز مفہوم نہ ہوا کہ یہ دیا جانا صحت میں تملیک فی الحال تھا جب وہ لکھ گیا کہ میرے بعد یہ زیور میری زوجہ کے ہیں تو ضرور وصیت ہی ہوئی اگرچہ بعوض مہر دینا مراد ہو اور اس صورت میں عورت کا کہنا کہ مجھ کو حق مہر میں شوہر دے گیا بلاشبہہ صادق ہے تو فتویٰ ۵ کا قول کہ بلکہ زیورات مہر کے عوض سمجھے جائیں جیسا کہ خود مدعیہ کا قول ہے محض نامفید مقصود ہے۔

(۱۲) ہم واضح کر چکے ہیں کہ وصیت نامہ کا صریح مفاد تملیک بعد الموت ہے وہ نص کر چکا کہ جب تک میں حیات ہوں کسی کا تعلق نہیں بعد میں تقسیم ہوں گے تو فتویٰ ۵ کا قول کہ خود عبارت وصیت نامہ کا محمل قوی یہ ہے عجیب ہے۔

افادۂ رابعہ

وصیت جس طرح رقبۂ شیئ کی صحیح ہے یوں ہی تنہا منفعت کی، یونہی یہ بھی کہ ایک کے لئے رقبہ کی وصیت کرے دوسرے کے لئے منفعت کی پہلی صورت میں متروکہ ملک ورثہ ہوگا اور اس کی

۱؎ الدرالمختار کتاب الوصایا مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۱۹

Marfat.com

منفعت ملک موصی لہ اور دوسری صورت میں پہلا موصی لہ رقبہ شئی کا مالک ہوگا۔ اور دوسرا اسکی منفعت کا۔ بہرحال وہ شئی بغرض انتفاع موصی لہ بالمنفعت کے قبضہ میں رہے گی ورثہ یا موصی لہ بالرقبہ کو اس کی بیع کا اختیار نہ ہوگا جب تک موصی لہ بالمنفعۃ کو اُس سے انتفاع کا حق باقی رہے مثلاً سال بھر کے لئے وصیت منافع کی تو سال بھر تک اور موصی لہ کی زندگی تک تو اس کی حیات تک۔ ہدایہ میں ہے:

تجوز الوصیة بخدمة عبده و سکنی داره سنین معلومة و تجوز بذلك ابداً فان خرجت رقبة العبد من الثلث یسلم الیه لیخدمه وان کان لا مال له غیره خدم الورثة یومین والموصی له یوما بخلاف الوصیة بسکنی الدار اذا کانت لا تخرج من الثلث حیث تقسم عین الدار اثلاثا للانتفاع لانه یمکن القسمة بالاجزاء وهو اعدل للتسویة بینهما زمانا و ذاتا ولو اقتسموا الدار مهایاة تجوز ایضا لان الحق لهم، و لیس للورثة ان یبیعوا ما فی ایدیهم من ثلثی الدار لان حق الموصی له ثابت فی سکنی جمیع الدار وله حق المزاحمة فیما فی ایدیهم اذا خرب ما فی

اپنے غلام کی خدمت اور اپنے گھر کی سکونت کی وصیت معین سالوں کے لئے جائز ہے اور دائمی وصیت بھی جائز ہے، پھر اگر غلام کی گردن یعنی اس کی قیمت موصی کے تہائی مال سے نکل سکتی ہے تو غلام موصی لہ کو سونپ دیا جائے گا تاکہ اسکی خدمت کرے، اور اگر موصی کا سوائے اس غلام کے کوئی اور مال نہیں تو وہ غلام دو دن وارثوں کی اور ایک دن موصیٰ لہٗ کی خدمت کریگا بخلاف گھر کی سکونت سے متعلق وصیت کے کہ اگر گھر تہائی مال سے نہیں نکل سکتا تو اس سے نفع اٹھانے کے لئے تہائیوں کے اعتبار سے خود گھر کو تقسیم کرلیا جائے گا کیونکہ گھر کے اجزاء کی تقسیم ممکن ہے اور یہ تقسیم زمان و ذات کے اعتبار سے زیادہ عدل پر مبنی ہے، اور اگر انھوں نے باریوں کے اعتبار سے تقسیم کرلیا تب بھی جائز ہے کیونکہ یہ ان کا اپنا حق ہے، وارثوں کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اپنے زیر قبضہ دو تہائی گھر کو فروخت کریں کیونکہ موصیٰ لہ کے لئے تمام گھر میں سکونت کا حق ثابت ہے، جب موصیٰ لہٗ کے زیر قبضہ تہائی حصہ خراب ہوجائے تو اس کو وارثوں

Marfat.com

يده والبيع يتضمن ابطال ذلك فمنعوا عنه[1] (ملخصًا)

کے زیرِ قبضہ دو تہائی مکان میں مزاحمت کا حق ہے جبکہ بیع اس حق کے ابطال کو متضمن ہے لہذا وارثوں کو اس سے روکا جائے گا۔ ملخصا (ت)

اسی میں ہے:

ولو اوصی لہ بخدمۃ عبدہ و لاٰخر برقبتہ وھو یخرج من الثلث فالرقبۃ لصاحب الرقبۃ و الخدمۃ علیھا لصاحب الخدمۃ لانہ اوجب لکل منھا شیئا معلوما ثم لما صحت الوصیۃ لصاحب الخدمۃ فلو لم یوص فی الرقبۃ بشیئ لصارت الرقبۃ میراثا للورثۃ مع کون الخدمۃ للموصی لہ فکذا اذا اوصی بالرقبۃ لانسان اٰخر اذ الوصیۃ اخت المیراث من حیث ان الملك یثبت فیھما بعد الموت[2] (ملخصًا)

اگر ایک شخص کے لئے غلام کی خدمت اور دوسرے کے لئے اس کے رقبہ کی وصیت کی درآنحالیکہ وہ تہائی مال سے نکل سکتا ہے تو رقبہ صاحبِ رقبہ کے لئے جبکہ اس پر خدمت صاحبِ خدمت کے لئے ہوگی کیونکہ موصی نے ہر ایک کیلئے وصیت میں کچھ معین شیئ ثابت کر دی پھر جب صاحبِ خدمت کے لئے وصیت صحیح ہوجائے اور رقبہ میں وہ کسی کے لئے وصیت نہ کرے تو رقبہ وارثوں کی میراث ہوگا باوجودیکہ خدمت موصٰی لہٗ کے لئے ہوگی۔ اور یہی حکم ہوگا اگر اس نے رقبہ کی وصیت کسی دوسرے انسان کیلئے کردی کیونکہ وصیت میراث کی بہن ہے اس حیثیت سے کہ ان دونوں میں ملک موت کے بعد ثابت ہوتی ہے۔ ملخصاً (ت)

اسی طرح اور کتبِ جلیلہ میں ہے اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ اگر دو یا دس مکانوں کے سکنٰی کی زید کے لئے وصیت کی تو اگرچہ وہ اُن میں سے ایک ہی میں سکونت کرے گا جس کا اُسے اختیار ہوگا کہ اُن میں سے جس مکان میں چاہے رہے مگر وہ سب مکان اس کے حق کے لئے مدتِ حق تک محبوس رہیں گے ورثہ یا موصی لہ بالرقبہ کو اُن کی بیع کا اختیار نہ ہوگا کہ اُس کا حق ہر مکان میں

---

[1] الہدایۃ کتاب الوصایا باب الوصیۃ بالسکنٰی الخ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۶۸۰-۶۷۹
[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۴/۶۸۲

Marfat.com

ثابت ہے اور ہر مکان کی نسبت محتمل ہے وہی باقی رہے اور سب کسی آفت سے منہدم ہوجائیں تو اگر اُن میں بعض کو مالکان رقبہ بیچ سکیں تو موصی لہ بالمنفعۃ کا حق ضائع ہونے کا احتمال ہے۔

وانظر الی قول الھدایۃ حق المزاحمۃ فیما فی ایدیھم[1] وثم لم تثبت لہ الوصیۃ الا فی الثلث فکیف وقد اوصی لہ بکل۔

ہدایہ کے قول پر نظر کرو کہ موصی لہٗ کو وارثوں کے زیرِ قبضہ گھر میں مزاحمت کا حق ہے اور پھر نہیں ثابت ہوئی اس کے لئے وصیت مگر تہائی مال میں تو کیسا حال ہوگا جبکہ اس نے کل مال کی وصیت کر دی ہے۔ (ت)

اور اس کے لئے ہرگز شرط نہیں کہ وہ اپنی ملک میں کوئی شَے ایسی نہ رکھتا ہو جس سے یہ منفعت حاصل کرسکے جو اپنا ذاتی مکان رکھتا ہو اس کے لئے وصیت یا سکنٰی کی ممانعت نہیں نہ یہ امر مانع نفاذ وصیت ہو، وھذا ظاھر جدًا (اور یہ خوب ظاہر ہے۔ ت)۔

تفریعات

(۱۳) یہیں سے ظاہر کہ فتوٰی، کہ اس احتمال کی کہ متوفی نے زیورات مذکورہ اگر مدعیہ کو مرض الموت سے پہلے تملیکًا دے دیئے ہیں اور وصیت نامہ کی تحریر اُس کا بیان ہے تو وہ زیورات متوفی کے ترکہ سے خارج ہیں یہاں کوئی گنجائش نہیں۔

(۱۴) تملیک مضاف الی ما بعد الموت اگرچہ حالتِ صحت میں ہو وصیت ہے کہ فتوٰی ، کا یہاں مطلق تملیک کہنا اور شق مقابل کو اگر مرض الموت میں وصیت کی ہے مرض سے مقید کرنا ضیق بیان ہے، ہدایہ میں فرمایا:

کل ما اوجبہ بعد الموت فھو من الثلث وان اوجبہ فی حال صحتہ اعتبارا بحال الاضافۃ دون حال العقد[2]

ہر وہ تملیک جس کا ایجاب موت کے بعد کیا ہو تو وہ تہائی مال میں نافذ ہوگی اگرچہ اس کا ایجاب حالتِ صحت میں کیا ہو حالتِ اضافت کا اعتبار کرتے ہوئے نہ کہ حالِ عقد کا۔ (ت)

(۱۵) فتوٰی ۵ کا قول بعد وفات متوفی کے مدعیہ کا کوئی حق رہائش مکان و نان نفقہ وغیرہ کا

---

[1] الہدایۃ کتاب الوصایا باب الوصیۃ بالسکنٰی والخدمۃ الخ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۶۸۰

[2] " " باب العتق فی مرض الموت " " " " ۴/۶۶۹

Marfat.com

نہیں ۔ نہ فقط وصیت نامہ بلکہ سوال سائل کو بھی نہ سمجھنے پر مبنی ہے سائل نے یہ نہ پوچھا تھا کہ جس طرح حیات میں زوجہ کا نفقہ وسکنٰی شوہر پر ہے آیا بعد وفات شوہر بھی یہ حق باقی رہتے ہیں جس کا جواب نفی میں دیا جائے وہ تو اس حق سکنٰی کو پوچھتا ہے جس کی اس کے لئے موصی نے وصیت کی ہے اس کا انکار کرنا اور اپنی طرف سے اس میں نان نفقہ دلا دینا کیا معنی رکھتا ہے۔

(۱۶) یوں ہی مستفتی نے وصیت مذکورہ دربارۂ ظروف کو دریافت کیا تھا کہ زوجہ کے لئے جائز اور اپنا حصہ پانے کے بعد بھی نافذ ہے یا نہیں فتوٰی ۵ نے وصیت نامہ وسوال سائل ومسئلہ وصیت بالمنفعۃ سب سے ذہول فرما کر لکھ دیا کہ اس میں کوئی اثر نہیں۔

(۱۷) اس سے عجیب تر فتوٰی ۱ کا قول ہے کہ عالم خاتون کو رہائش کا حق حاصل نہیں اس باب میں واحد بخش کی وصیت لغو بے اثر رہے گی، فتوٰی ۵ نے تو وصیت سے ذہول کیا حیات کے نفقہ وسکنٰی کے مثل کسی حق بعد الوفاۃ سے استفسار سمجھا مگر فتوٰی اولٰی نے صراحۃً وصیت مان کر محض بلاوجہ شرعی اُسے لغو بے اثر کر دیا یہ عجیب منطق ہے کیا شرعًا وصیت بالسکنٰی باطل ہے یا خاص زوجہ تنہا وارثہ کے لئے باطل ہے اور جب کچھ نہیں تو اسے لغو کہنا ہی لغو نہیں صریح باطل ہے۔

(۱۸) سوال ۶ کو فتوٰی ۱ بھی مثل فتوٰی ۵ نہ سمجھا کہ استفسار اُس وصیت کے جواز سے ہے جس کا جواب اثبات میں دینا واجب تھا یہاں بھی اپنی اُسی منطق کی بنا پر وصیت کو لغو ٹھہرا لیا ہے۔ فنسأل اللّٰہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔ ت)

افادہ خامسہ جلیلہ مشتمل بر فوائد جزیلہ

فائدہ اصل یہ ہے کہ ترکہ میں تجہیز[۱] وتکفین کے بعد سب سے مقدم[۲] دین ہے پھر اجنبی[۳] کے لئے ثلث تک وصیت پھر[۴] وارث کی میراث پھر[۵] وارث منفرد کے لئے وصیت اور اجنبی کے لئے[۶] ثلث سے زائد کی وصیت ہے یہ دونوں مرتبہ واحدہ میں ہیں ثلثہ پیشیں کی تقدیم اور باہم ترتیب معروف ومشہور ہے اور میراث کا وصیۃ للوارث اور مافوق الثلث وصیۃ للاجنبی پر تقدم ہے اگر وہ وارث کل مال بذریعہ ارث پا سکتا ہے تو ثلث وصیت کے بعد کل میراث ہی ٹھہرے گا اس کی وصیت اپنے نفاذ کا محل ہی پائے گی یونہی اجنبی کی وصیت قدر زائد علی الثلث میں معطل رہ جائے گی یعنی جبکہ وارث اجازت نہ دے ورنہ وصیت ثلث کے مثل ارث مجیز پر تقدم پائیگی اور اگر بذریعہ میراث صرف بعض کا مستحق ہے اور وہ نہیں مگر زوجین کہ ربع یا نصف سے زائد کے مستحق نہیں تو ثلث وصایا کے بعد

Marfat.com

باقی کا ربع یا نصف انھیں ارثاً پہنچے گا پھر جو بچا اُس میں اُن کی وصیت اور اجنبی کی زیادہ از ثلث وصیت حصہ رسد نفاذ پائیگی اگرچہ انکے خواہ اجنبی خواہ ہرایک کے لئے کل مال کی وصیت ہو بالجملہ وصیت زائد للاجنبی حصہ میراث میں نافذ نہ ہوگی اور وصیت للوارث نہ اس میں نافذ ہو نہ ثلث اجنبی میں اس مراعات ترجیح پر ہرایک کی وصیت ملحوظ رہے گی یہ ہے ان دونوں کی باہم تساوی اور میراث کا ان پر تقدم ۔ مثلاً میت نے صرف ایک زوجہ وارث چھوڑی اور کل مال کی وصیت اس کے لئے جدا کی اور زید کے لئے جدا کہ ہرایک موصی لہ بجمیع المال ہوا اس صورت میں ترکہ بارہ سہم ہوکر پانچ سہم زوجہ کو ملیں گے اور سات زید کو ۔ اس لئے کہ اولاً زید کو ثلث دیا کہ میراث پر مقدم ہے ۴ ہوکر، باقی ۸ کا ربع یعنی ۲ زوجہ نے ارثاً لئے ۶ بچے زید کی وصیت کل مال یعنی پورے ۱۲ سہام کی تھی وہ حصہ میراث $\frac{۲}{۱۲}$ میں نافذ نہیں $\frac{۱۰}{۱۲}$ بچے جن میں سے $\frac{۴}{۱۲}$ پا چکا ہے باقی $\frac{۶}{۱۲}$ رہے اور زوجہ کی وصیت بھی پورے ۱۲ سہام کی تھی وہ نہ اس $\frac{۴}{۱۲}$ میں جاری ہوسکتی ہے جو زید نے ابتداءً پائے نہ اُن $\frac{۲}{۱۲}$ میں جو خود زوجہ نے ارثاً لئے تو اس کی وصیت بھی $\frac{۶}{۱۲}$ رہی دونوں برابر ہوئے تو ۶ باقی اُن میں نصف نصف ہوکر زوجہ کے ۵ زید کے ۷ ہوئے، قس علیہ۔

اقول ولعل السر فی تقدیم ارث الوارث علی الوصیة له ان الارث جبری فبمجرد ما مات المورث او فی اٰخر جزء من اجزاء حیاته علی القولین فیه لمشائخ بلخ والعراق انتقل الملك فی قدر المیراث الی الوارث غیر متوقف علی شیئ بخلاف الوصیة فانها تتوقف علی قبوله فنفاذها یعقب القبول وقبوله یعقب الموت والارث یقارن الموت او یتقدمه فتاخرت ضرورة اما الوصیة للاجنبی فالمال باق فیها الی الثلث علی ملك الموصی نظرا له من الشارع کما نصوا

میں کہتا ہوں شاید وارث کی میراث کو اس کے حق میں وصیت سے مقدم کرنے میں راز یہ ہے کہ میراث جبری ہے، محض مورث کی موت یا اس کی زندگی کے آخری جز میں جیسا کہ مشائخ بلخ وعراق کے قول ہیں بقدر میراث ملک وارث کی طرف منتقل ہوجاتی ہے بخلاف وصیت کے کہ وہ قبول پر موقوف رہتی ہے چنانچہ وصیت کا نفاذ قبول اور قبول موت کے بعد ہوتا ہے جبکہ میراث موت کے ساتھ مقترن یا اس سے مقدم ہوتی ہے تو وصیت میراث سے بداہۃً مؤخر ہوئی ۔ رہی اجنبی کے لئے وصیت تو اس میں مال ایک تہائی تک شارع کی طرف موصی کی ملک پر باقی رہتا ہے جیسا کہ اس پر مشائخ نے

Marfat.com

علیہ واشار الیہ فی الھدایۃ فلا یجری فیہ الارث مالم یرد الموصی لہ فاذا قبل فقد تقدم وملکہ من دون ان یلحقہ ملك الوارث۔

نص کی ہے اور اسی کی طرف ہدایہ نے اشارہ فرمایا ہے تو اس میں اس وقت تک میراث جاری نہیں ہوگی جب تک موصی لہ اس کو رد نہ کردے اگر وہ اس وصیت کو قبول کرلے تو اس کی ملکیت مقدم ہوگی بغیر اس کے اس کے ساتھ کسی وارث کا حق ملحق ہو۔ (ت)

درمختار کتاب الاقرار میں ہے:

لولم یکن وارث اٰخر واوصی لزوجتہ اوھی لہ صحت الوصیۃ واما غیرھما فیرث الکل فرضا وردا فلا یحتاج لوصیۃ شرنبلالیۃ۔[1]

اگر کوئی اور وارث موجود نہ ہو خاوند بیوی کیلئے یا بیوی خاوند کے لئے وصیت کرے تو یہ وصیت صحیح ہوگی، لیکن جو ان دونوں کا غیر ہے وہ بطور فرض یا بطور رد کل مال کا وارث ہوجائیگا لہذا وہ وصیت کا محتاج نہیں، شرنبلالیہ (ت)

اُسی کے وصایا میں ہے:

وانما قیدوا بالزوجین لان غیرھما لایحتاج الی الوصیۃ لانہ یرث الکل برد اورحم۔[2]

زوجین کی قید مشائخ نے اس لئے لگائی کہ ان کا غیر وصیت کا محتاج نہیں ہوتا کیونکہ وہ بطور رُد یا بطور رشتہ داری کل مال کا وارث بن جاتا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ترك امرأۃ واوصی لھا بالنصف ولاجنبی بالنصف یعطی للاجنبی اولا الثلث وللمرأۃ ربع الباقی ارثا

کسی شخص نے بیوی چھوڑ دی اور اس کے لئے اپنے نصف مال کی وصیت کی جبکہ نصف مال کی وصیت کسی اجنبی کے لئے کی تو پہلے اجنبی کو

---

[1] الدرالمختار کتاب الاقرار باب اقرار المریض مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۳۶

[2] ″ کتاب الوصایا ″ ″ ″ ″ ۲/ ۳۱۹

Marfat.com

والباقی یقسم بینھما علٰی قدر حقوقھما تاتارخانیۃ[1]

تہائی مال دیں گے پھر باقی سے چوتھا حصہ بیوی کو میراث دیا جائے گا اور جو باقی بچا وہ ان دونوں میں ان کے حقوق کے مطابق تقسیم کیا جائیگا، تاتارخانیہ۔ (ت)

فتاوٰی خانیہ و فتاوٰی ہندیہ میں ہے:

اذا مات الرجل وترک امرأۃ ولیس لہ وارث غیرھا واوصی للاجنبی بجمیع مالہ ولامرأتہ بجمیع مالہ یاخذ الاجنبی ثلث المال بلامنازعۃ وللمرأۃ ربع مابقی وھو السدس بحکم المیراث ویبقی نصف المال یکون بینھا وبین الاجنبی نصفین[2]

اگر کوئی مرد مرا اور ایک بیوی چھوڑی جس کے علاوہ کوئی اور وارث موجود نہیں، اور اس نے ایک اجنبی شخص کے لئے کل مال کی وصیت کی اور بیوی کے لئے بھی کل مال کی وصیت کی تو اجنبی شخص تہائی مال بغیر کسی منازعت کے لے گا پھر باقی میں سے چوتھا حصہ بیوی کو بطور میراث جو کل کا چھٹا حصہ بنتا ہے، باقی کل نصف بچ گیا جو بیوی اور اجنبی پر برابر برابر تقسیم ہوگا۔ (ت)

امام اجل نسفی کافی شرح وافی کتاب الوصایا باب المتفرقات میں زوجہ موصی لہا کی نسبت فرماتے ہیں:

ماکان مستحقالھا بحکم الارث لاتستحقہ بحکم الوصیۃ۔[3]

جس حصہ کی مستحق وہ بطور میراث ہے اس کی مستحق بطور وصیت نہیں ہوگی۔ (ت)

اُس کے ایک ورق بعد زوج موصی لہ کی نسبت فرمایا:

حق الزوج کان فی النصف ایضا بالوصیۃ ولکن بطل فی السدس لانہ اخذ الثلث بحکم الارث شائعا فخرج السدس عن محل

خاوند کا حق نصف میں بھی بطور وصیت تھا لیکن وہ چھٹے حصے میں باطل ہوگیا کیونکہ وہ ایک تہائی بطور میراث مشترکہ مال میں سے لے چکا ہے لہٰذا وہ چھٹا حصہ وصیت کے محل سے نکل گیا تو

---

[1] ردالمحتار کتاب الوصایا داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۲۰-۴۲۱

[2] الفتاوی الہندیۃ کتاب الوصایا الباب السادس نورانی کتب خانہ کراچی ۶/ ۱۱۷

[3] الکافی شرح الوافی " باب المتفرقات

Marfat.com

الوصية فبطلت وصيته فی ذلك ضربا و استحقاقا عند الكل فبقی حقه فی الثلث[1]

اس میں سب کے نزدیک ضرب و استحقاق کے اعتبار سے وصیت باطل ہو گئی لہذا اس کا حق تہائی میں باقی رہا۔ (ت)

نیز اسی میں عبارتِ اولیٰ کے بعد فرمایا:

ان اوصی لکل واحد من الزوجة والاجنبی بکل ماله له سبعة و لها خمسة لان الوصية للاجنبی یقدم علی الارث فیعطی له الثلث من ستة ولها ربع ما بقی بحکم الارث بقی ثلاثة بینهما نصفان عند ابی حنیفة رحمه الله فحق الاجنبی کان فی کل المال و قد استوفی سهمین فلا یضرب بذلك ولا یضرب ایضا بما اخذت بحکم الارث و ذٰلك سهم فانما یضرب بثلاثة والمرأة لا تضرب بالثلث الذی اخذ الاجنبی اولا لان الوصية للاجنبی بقدر الثلث وصية قوية فتبطل وصيتها بذلك القدر فلا تضرب المرأة بذٰلك ولا بالسهم الذی اخذت ارثا و انما یضرب بثلاثة فاستویا

اگر بیوی اور اجنبی میں سے ہر ایک کے لئے اپنے کل مال کی وصیت کی تو اجنبی کے لئے سات اور بیوی کے لئے پانچ حصے ہونگے کیونکہ اجنبی کے لئے وصیت میراث سے مقدم ہوتی ہے، چنانچہ اس کو چھ میں سے ایک تہائی دیا جائیگا پھر بیوی کو باقی کا چوتھائی بطور میراث ملے گا باقی تین بچے جوان دونوں کے درمیان امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک نصف نصف ہونگے کیونکہ اجنبی کا حق کل مال میں تھا جبکہ وہ دو حصے وصول کرچکا ہے تو اب ان کو وہ شامل نہیں کریگا اور اس کو بھی شامل نہیں کیا جائے گا جو بیوی بطور میراث لے چکی جو کہ ایک حصہ ہے چنانچہ وہ فقط تین حصوں میں شریک ہوگا اور عورت اس تہائی میں شریک نہ ہوگی جو اجنبی پہلے لے چکا ہے کیونکہ وصیت تہائی مال تک اجنبی شخص کیلئے مضبوط وصیت ہے لہذا عورت کی وصیت اتنی مقدار میں باطل ہوجائے گی چنانچہ عورت نہ تو اس حصہ میں شراکت کرے گی اور نہ اُس حصہ میں جس کو بطور میراث حاصل کرچکی شراکت

---

[1] الکافی شرح الوافی   کتاب الوصایا   باب المتفرقات

Marfat.com

فی الضرب فی الثلاثۃ الباقیۃ فتخرج المسئلۃ من اثنی عشر[1]

صرف تین حصوں میں رہ گئی لہذا ان تین باقی حصوں میں وہ دونوں برابر کے شریک ہیں اس لئے مسئلہ بارہ (۱۲) سے بنے گا۔ (ت)

فائدہ ۲: جب ایک شخص کے لئے وصیت رقبہ اور اس کے بعد متصلاً خواہ برسوں کے فصل سے وصیت منفعت کی جائے تو موصی لہ اول صرف مالک رقبہ ہوتا ہے اور اسی قدر میں اُس کے لئے وصیت مستفاد ہوتی ہے منفعت میں اس کا کوئی حق نہیں ہوتا مثلاً مکان کی وصیت زید کے لئے اور اس کے دس برس بعد سکونت مکان مذکور کی وصیت عمرو کے لئے کردی تو زید صرف رقبہ مکان پائے گا سکونت تاحیات عمرو یا جب تک کے لئے موصی نے کہا صرف حق عمرو رہے گی اور یہ ٹھہریگا کہ زید کے لئے خالی رقبہ مکان کی وصیت تھی۔ ہدایہ میں فرمایا:

اسم الرقبۃ لایتناول الخدمۃ وانما یستخدمہ الموصی لہ بحکم ان المنفعۃ حصلت علی ملکہ فاذا اوجب الخدمۃ لغیرہ لایبقی للموصی لہ فیہ حق[2]

رقبہ کا اسم خدمت کو شامل نہیں۔ موصی لہ، تو اس سے خدمت اس وجہ سے لینا ہے کہ منفعت اس کی ملکیت پر حاصل ہے، پس جب خدمت اُس نے کسی اور کے لئے ثابت کردی تو اب موصی لہ کے لئے اس میں کوئی حق نہ رہا۔ (ت)

اسی طرح کافی میں فرمایا اور اتنا اور بڑھایا:

وکذا اسم الدار لایتناول السکنی واسم النخیل لایتناول الثمرۃ[3]

اسی دار کا اسم سکونت کو اور درختوں کا اسم پھل کو شامل نہیں ہوتا۔ (ت)

عنایہ میں فرمایا:

وصیۃ الرقبۃ والخدمۃ فان الموصول والمفصول فیھما فی الحکم سواء[4]

خدمت و رقبہ کی وصیت چاہے اکٹھے ہو یا الگ الگ ہو وہ حکم میں برابر ہے (ت)

---

[1] الکافی شرح الوافی کتاب الوصایا باب المتفرقات

[2] الہدایۃ کتاب الوصایا باب الوصیۃ بالسکنی الخ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۶۸۳

[3] الکافی شرح الوافی

[4] العنایۃ علی ہامش فتح القدیر کتاب الوصایا باب السکنی الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۹/۴۱۳

Marfat.com

فائدہ ۳: وصیتِ شیئ اگرچہ وضعاً تملیکِ منفعتِ شئے نہیں مگر التزاماً ضرور مفید تملیکِ منفعت شئے ہے ولہذا اگر پہلے عمرو کے لئے وصیتِ منفعت کی اس کے بعد شیئ کی وصیت زید کے لئے کی اگر دونوں وصیتیں متصلاً کیں جب تو منفعت والے منفعت اور رقبہ والے کو رقبہ کہ ایسا کلام متصل دلیلِ توزیع وتقسیم ہوتا ہے ولہذا اگر کہا کہ یہ انگشتری زید کو دینا اور اس کا نگ عمرو کو یا یہ مکان زید کو دیں اور اس کا عملہ عمرو کو تو بالاتفاق صاحبین زید کے لئے خالی انگشتری بے نگ اور زمین بلا عمارت ہوگی اور عملہ اور نگ تنہا عمرو کا حالانکہ انگشتری نگ کو بھی شامل تھی اور مکان میں عملہ بھی داخل تھا، کافی میں ہے:

ان اوصی بھذہ الامۃ لفلان وبحملھا لاخر او بھذہ الدار لفلان و ببنائھا لاخر او بھذا الخاتم لفلان و بفصہ لاٰخر فان وصل فلکل واحد ما اوصی (الی قولہ) لان ذٰلک بمنزلۃ دلیل التخصیص والاستثناء فیتبین بہ انہ اوجب لصاحب الخاتم الحلقۃ خاصۃ دون الفص الا تری انہ لو اوصی بالجاریۃ واستثنی حملا صح الاستثناء[1]

اگر یوں وصیت کی لونڈی فلاں کے لئے اور اسکا حمل فلاں کے لئے یا یہ مکان فلاں کے لئے اور اس کی عمارت فلاں کے لئے یا یہ انگوٹھی فلاں کے لئے اور اس کا نگینہ فلاں کے لئے ہے اگر یہ وصیتیں متصلاً کیں تو ہر ایک کو وہی ملیگا جس کی وصیت اس کے لئے کی ہے (اپنے اس قول تک) اس لئے کہ تخصیص و استثناء کی دلیل ہے۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ موصی نے انگوٹھی والے کے لئے حلقہ خاص کیا ہے بغیر نگینے کے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر لونڈی کی وصیت کی اور حمل کو مستثنیٰ کردیا تو استثناء صحیح ہے (ت)

اور اگر وصیت رقبہ وصیت منفعت کے بعد کلام مفصول میں کی اور اس میں منفعت کا نام نہ بھی لیا جب بھی مالک رقبہ زید ہوگا اور منفعت عمرو و زید میں نصف نصف ہوجائے گی۔ بدائع امام ملک العلماء مسعود پھر عالمگیریہ میں ہے:

لو ابتدأ بالتبع فی ھذہ المسائل ثم بالاصل بان اوصی بخدمۃ

اگر ان مسائل میں ابتداء تابع سے کی پھر اصل کی وصیت کی مثلاً پہلے خدمت کی وصیت کسی

---

[1] الکافی شرح الوافی

Marfat.com

العبد لانسان ثم بالعبد لاٰخر او اوصی بسکنی ھذہ الدار لانسان ثم بالدار لاٰخر او بالثمرۃ لانسان ثم بالشجرۃ لاٰخر فان ذکر موصولا فلکل واحد منھما ما سمی لہ بہ وان ذکر مفصولا فالاصل للموصی لہ بالاصل والتبع بینھما نصفان[1]

شخص کے لئے کی پھر خود غلام کی وصیت کسی دوسرے کے لئے کر دی یا سکونت کی وصیت کسی کے لئے کرے پھر اُسی گھر کی وصیت کسی دوسرے کیلئے کر دی یا پھل کی وصیت کسی کے لئے کرے پھر درخت کی وصیت کسی دوسرے کے لئے کر دی اگر وصیتوں کا ذکر متصلاً کیا ہے تب تو ہر ایک کو وہی ملے گا جس کا اس نے نام لیا اور اگر دونوں وصیتوں کے ذکر میں فاصلہ کیا تو پھر جس کے لئے اصل کی وصیت ہے اس کو اصل ملے گا اور تابع ان دونوں میں نصف نصف تقسیم ہوگا۔ (ت)

تو اگر وصیت رقبہ اصلاً مفید تملیک منفعت نہ ہوتی تو بحال فصل تنصیف منفعت کی وجہ نہ تھی ہاں وصیت رقبہ کے بعد دوسرے کے لئے وصیت منفعت اول کے لئے استحقاق منفعت کے لئے مانع ہوکر اس کے لئے تملیک مجرد رقبہ رہ جاتی ہے اور جب مانع نہ ہوگا دونوں ثابت ہوں گی یہ وضعاً اور وہ التزاماً، کافی میں عبارت مذکورہ آنفا کے بعد فرمایا:

وانما تستحق ھذہ الاشیاء بملك الاصل اذا لم یوجد المانع وھنا وجد المانع وھو الوصیۃ للثانی[2]

ان تمام اشیاء میں ملکِ اصل کا استحقاق تب ہوگا جب کوئی مانع نہ ہو اور یہاں مانع موجود ہے اور وہ ہے دوسرے کے لئے وصیت۔ (ت)

فائدہ ۴: وصیت منفعت بمنزلہ وصیت رقبہ ہے جس شیئ کی منفعت کسی کیلئے وصیۃً قرار دی گویا اُسے خود وہ شیئ اس کی حیات یا ایک زمانہ معین تک وصیۃً دی اور اگر ایک شیئ کا رقبہ زید اور منفعت عمرو کے لئے رکھی تو گویا اس شیئ کی دونوں کے لئے وصیت کی زید کے لئے مطلق اور عمرو کے لئے وقت محدود انتفاع تک ولہذا صاحبِ منفعت حساب ثلث و ضرب حصص میں صاحب رقبہ کا ہمسر ہوتا ہے اور تنگی ثلث کے وقت اس کا مزاحم ہوکر اس کی وصیت کم

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الوصایا الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۱۲۵

[2] الکافی شرح الوافی

Marfat.com

گھٹاتا ہے جب اس کی مدت ختم ہوجاتی ہے صاحبِ رقبہ اُس وقت اپنی وصیت کی تکمیل پاتا ہے کافی میں فرمایا:

الوصیة بالخدمة مالم یستوف الموصی له کمال حقه بمنزلة الوصیة بالرقبة۔[1]

جب تک خدمت کا موصیٰ لہٗ اپنا حق پورا وصول نہیں کرلیتا اس وقت تک وہ بمنزلہ رقبہ کی وصیت کے ہے۔ (ت)

فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

لوکان له ثلثة اعبد فاوصی برقبة احدهم لرجل وقیمته ثلثمائة وبخدمة الثانی لاٰخر وقیمته خمسمائة وقیمة الثالث الف جاز لکل واحد ثلثة ارباع وصیته یعطی لصاحب الرقبة ثلثة ارباعها ویخدم لصاحب الخدمة ثلثة ایام وللورثة یوما لان الوصایا جاوزت الثلث لان ثلث المال ستمائة والوصایا کانت ثمانمائة وکان ثلث المال ثلثة ارباع الوصایا کذا فی محیط السرخسی، واذا مات صاحب الخدمة استکمل صاحب الرقبة عبده کله

اگر کسی شخص کے تین غلام ہیں، اس نے ایک غلام کے رقبہ کی ایک شخص کے لئے وصیت کی جس کی قیمت تین سو درہم ہے، اور دوسرے غلام کی خدمت کی وصیت کسی اور شخص کیلئے کی جس کی قیمت پانچ سو درہم ہے جبکہ تیسرے غلام کی قیمت ایک ہزار درہم ہے تو دونوں میں سے ہر ایک کے لئے تین چوتھائی (۳/۴) وصیت جائز ہوگی چنانچہ پہلے موصیٰ لہٗ کو اس کی وصیت کے غلام کا تین چوتھائی ملے گا اور صاحبِ خدمت کی وصیت کا غلام تین روز اس کی اور ایک روز وارثوں کی خدمت کرے گا کیونکہ وصیتیں تہائی مال سے بڑھ گئیں، تہائی مال تو فقط چھ سو درہم ہے جبکہ وصیتیں آٹھ سو درہم ہوچکی ہیں تو اس طرح کل مال کا تہائی حصہ وصیتوں کا تین چوتھائی (۳/۴) ہوگیا۔ محیط میں یوں ہی ہے۔ اگر صاحبِ خدمت مرگیا تو صاحبِ رقبہ اپنا وصیت کا غلام پورا لے لے گا۔ اسی طرح اگر وہ غلام مرجائے جو

---

[1] الکافی شرح الوافی

Marfat.com

وکذٰلک ان مات العبد الذی کان یخدم و لوکانت قیمۃ العبید سواء کان لصاحب الخدمۃ نصف خدمۃ العبد ولصاحب الرقبۃ نصف رقبۃ الاٰخر کذا فی المبسوط[1]

خدمت کرتا ہے تب بھی یہی حکم ہوگا۔ اگر غلاموں کی قیمت برابر ہو تو صاحبِ خدمت کے لئے نصف خدمت اور صاحبِ رقبہ کے لئے نصف رقبہ ہوگا۔ مبسوط میں یوں ہی ہے۔ (ت)

فائدہ ۵ : یہیں سے ظاہر ہوا کہ جس کے لئے وصیت رقبہ ہوا سے وصیت منفعت کی حاجت نہیں کہ وہ بحکم ملک مختار انتفاع ہوگا اس کے ساتھ مطلقاً یا کسی وقت خاص میں اختیار انتفاع کا ذکر اسی لازم کا اظہار ہوگا نہ کہ اُس کے لئے وصیت بالمنفعۃ جو بوجہ عدم حاجت لغو بے اثر ہے جس طرح تنہا وارث غیر زوجین کے لئے وصیت کما تقدم عن الدرالمختار و عن غنیۃ ذوی الاحکام (جیسا کہ درمختار اور غنیہ ذوی الاحکام کے حوالے سے گزر چکا ہے۔ ت)

فائدہ ۶ : وصیت میں مقصدِ موصی پر نظر لازم ہے۔ ہدایہ و کافی میں دربارۂ موصی لہ بخدمۃ العبد ہے :

لیس للموصی لہ ان یخرج العبد من الکوفۃ الا ان یکون الموصی لہ واھلہ فی غیر الکوفۃ فیخرجہ الی اھلہ للخدمۃ ھنالک اذا کان یخرج من الثلث لان الوصیۃ انما تنفذ علی ما یعرف من مقصود الموصی فاذا کانوا فی مصرہ فمقصودہ ان یمکنہ من خدمتہ فیہ بدون ان یلزمہ مشقۃ السفر واذا کانوا فی غیرہ فمقصودہ ان یحمل العبد الی اھلہ لیخدمھم[2]

موصی لہ کو یہ اختیار نہیں کہ وہ غلام کو کوفہ سے نکالے ہاں اگر موصی لہٗ اور اس کے اہل خانہ غیر کوفہ میں رہتے ہیں تو غلام کو نکال کر لے جاسکتا ہے کیونکہ وصیت اس مقصود پر نافذ ہوتی ہے جو موصی سے معلوم ہو۔ اگر موصی لہ اور اس کے اہل خانہ موصی کے شہر میں رہتے ہیں تو اب موصی لہ کا مقصود یہ ہے کہ وہ سفر کی مشقت کے لزوم کے بغیر اس کی خدمت کرسکے اور اگر وہ اُس شہر کے غیر میں رہتے ہیں تو اب مقصود یہ ہوگا کہ موصی لہ اس غلام کو وہاں اپنے اہل خانہ کے پاس لے جائے تاکہ یہ ان کی خدمت کرسکے۔ (ت)

---

[1] الفتاوٰی الہندیۃ کتاب الوصایا الباب السابع نورانی کتب خانہ کراچی ۶/۱۲۶

[2] الہدایۃ " باب الوصیۃ بالسکنٰی والخدمۃ الخ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۶۸۱-۶۸۲

Marfat.com

فائدہ ۷: دربارۂ مہر مہرِ مثل تک عورت کا قول مع الیمین بلا بینہ معتبر ہے جبکہ زوجیت معروف ومعلوم ہو فتاوٰی خانیہ میں قبیل فصل رجوع عن الوصیۃ ہے۔

ان ادعت المرأۃ مقدار مہر مثلہا یدفع الیہا اذا کان النکاح ظاہرا معروفا ویکون النکاح شاہدا لہا[1]	اگر عورت نے مہر مثل کا دعوٰی کیا تو اس کو دیا جائیگا جبکہ نکاح ظاہر و معروف ہو اور نکاح ہی اس کا شاہد ہوگا۔ (ت)

اسی کے باب الوصی پھر ہندیہ میں ہے:

ان کان النکاح معروفا کان القول قول المرأۃ الٰی مہر مثلہا یدفع ذٰلک الیہا[2]	اگر نکاح معروف ہو تو عورت کا قول مہر مثل کی حد تک مقبول ہوگا اور وہ اس کو دیا جائے گا۔ (ت)

فائدہ ۸: مہر بھی مثل سائر دیون ہے اور دین کا تعلق مالیت سے ہے نہ عین سے ولہذا ورثہ کو اختیار رہتا ہے کہ دائن کا دین اپنے پاس سے دے کر ترکہ اپنے لئے بچالیں اگرچہ دین مستغرق ہو جس کے سبب ورثہ کے لئے ترکہ میں اصلاً ملک ثابت نہیں ہوتی۔ جامع الفصولین و اشباہ میں ہے:

لو استغرقہا دین لا یملکہا بالارث الا اذا ابرأ المیت غریمہ او اداہ وارثہ الخ[3]	اگر قرض پورے ترکہ کو محیط ہو تو میراث کے طور پر کوئی اس کا مالک نہیں بنے گا سوائے اس قرض خواہ میت کو بری کردے یا کوئی وارث اس کو ادا کردے الخ (ت)

اشباہ میں اس کے بعد فرمایا:

وللوارث استخلاص الترکۃ بقضاء الدین لو مستغرقا[4]	وارث کو اختیار ہے کہ قرض ادا کرکے ترکہ کو واگزار کرالے جبکہ قرض پورے ترکہ پر حاوی ہو۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الوصایا فصل فی مسائل مختلفہ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۸۴۶
[2] " " باب الوصی فصل فی تصرفات الوصی الخ ۴/ ۸۵۹
[3] الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی الملک ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۲۰۴
[4] " " " " ۲/ ۲۰۵

Marfat.com

فائدہ ۹: وصیت جہت موصی سے تملیک ہے تو اس کے بتائے سے تجاوز نہیں کرسکتی وصیت اگر حصہ شائعہ مثل نصف مال یا ثلث متروکہ کی ہو تو ضرور ترکہ باقیہ بعد ادائے الدین کے ہر جز میں شائع ہوگی مگر اعیانِ معینہ کی وصیت صرف انھیں اعیان پر مقتصر رہے گی ان کے غیر سے ایک حبہ نہ پاسکے گا یہاں تک کہ اگر وہ اعیان ثلث مال یا اس سے بھی کم ہوں اور تمام وکمال بحکم وصیت اسے ملتے ہوں اور ان میں سے کسی منازعت کے سبب کچھ کم ہوجائے تو اس کی وصیت اُسی کم میں نفاذ پائے گی باقی ترکہ سے اس کی تکمیل نہ کی جائے گی کہ یہ ایجاب بلا موجب ہے اور وہ محض باطل ولہذا اگر ترکہ پندرہ سو روپے نقد اور تین سو روپے کا اسباب یا زمین وغیرہ ہو اور اس تمام اسباب وزمین کی وصیت زید کے لئے کی اور اپنے مال کے $\frac{1}{6}$ کی وصیت عمرو کے لئے تو مجموع ترکہ اٹھارہ سو ہوا اور مجموع وصایا چھ سو کہ اس کا ثلث ہے اور ثلث تک وصیت بلا اجازت نافذ ہے تو چاہئے تھا کہ دونوں موصی لہ کی وصیت پوری نافذ کرتے اسباب وزمین زید کو دے دیتے اور تین سو روپے کہ سدس مال ہے عمرو کو مگر ایسا نہ کرینگے بلکہ عمرو کو دو سو پچاس ۲۵۰ روپے نقد دیں گے اور پچیس کی قدر زمین واسباب اور باقی صرف پونے تین سو روپے کا اسباب زید پائے گا زر نقد سے اس کی وصیت پوری نہ کرینگے کہ زرنقد میں اس کا کوئی حق نہ تھا اس تقسیم کی وجہ یہی ہے کہ عمرو کے لئے سدس مال کی وصیت ترکہ کے ہر جز نقد وجنس وجائداد ہر شئی کے $\frac{1}{6}$ کی وصیت ہے تو اسے پندرہ سو نقد کا بھی سدس چاہئے اور اسباب وزمین کا بھی سدس۔ سدس نقد میں اس کا کوئی منازع نہیں وہ ماعہ ۱۵۰ اسے دے دئے ہیں سدس جائداد میں زید اُس کا منازع ہے وہ کہے گا کہ تمام وکمال بحکم وصیت میرا ہے عمرو کہے گا اس میں سے بھی $\frac{1}{6}$ میرا ہے تو اس مال کا $\frac{5}{6}$ زید کے لئے بلا نزاع ہے اور $\frac{1}{6}$ میں زید وعمرو متنازع ہیں تو بحکم انصاف وہ ان میں نصفا نصف ہو کر اسباب وزمین کا $\frac{1}{12}$ عمرو پائے گا اور $\frac{11}{12}$ زید اور اس کے سوا زید کو نقد سے کچھ نہ ملے گا۔

ردالمحتار میں ہے:

لو اوصی لرجل بسیف قیمتہ مثل سدس مالہ ولاخر بسدس مالہ ومالہ سوی السیف خمسمائۃ فللثانی سدسہا وللاول خمسہ

اگر کوئی کسی کے لئے اپنی تلوار کی وصیت کرے جس کی قیمت اس کے کل مال کے چھٹے حصے کے برابر ہے اور دوسرے شخص کے لئے اپنے کل مال کے چھٹے حصے کی وصیت کی جبکہ تلوار کے علاوہ موصی کا مال پانچسو درہم ہے۔ اس

Marfat.com

اسداس السیف وسدس السیف بینھما لان منازعتھما فی سدس السیف فقط فینصف بینھما۔[1]

صورت میں دوسرا شخص پانچ سو درہم میں سے چھٹا حصّہ پائے گا اور پہلا شخص تلوار کی قیمت کے چھ حصوں میں سے پانچ ($\frac{5}{6}$) حصے لے گا جبکہ تلوار کا چھٹا حصہ ان کے درمیان تقسیم ہوگا کیونکہ دونوں کی منازعت فقط اسی چھٹے حصے میں ہے لہٰذا ان کے درمیان نصف نصف ہوگا۔ (ت)

فائدہ ۱۰: وصیت اجنبی کہ ثلث تک نافذ ہے اس کے حساب ثلث کے لئے کل متروکہ بعد الدین ملحوظ ہوگا وہ چیزیں بھی جن کی اس کے لئے وصیت ہے اور وُہ بھی جن کی اس کے لئے وصیت نہیں مگر اُس کا حق اُن اشیاء سے ہرگز متجاوز نہ ہوگا جن کی وصیت اُس کے لئے ہے جیسا ابھی مسئلہ مذکورہ میں گزرا بالجملہ وصیت کا ثلث تک نفاذ وصیت معینہ کو وصیت شائعہ نہ کردے گا اس کا اثر صرف اس قدر ہوگا کہ باقی بعد دین جس قدر مال ہے جس کی وصیت کی ہے اور جس کی نہیں سب کا ثلث لے کر دیکھیں گے کہ جن اعیان مخصوصہ کی وصیت اس کے لئے کی ہے ان کی مالیت اس ثلث کی مقدار سے کم ہے یا برابر یا زائد، دو صورت اولیٰ میں وہ تمام اعیان موصی لہ کو دے دیئے جائیں گے اور صورت ثالثہ میں ان میں سے صرف اتنا حصہ پائے گا جو ثلث کل باقی بعد ادار الدین کی مقدار تک ہے نہ یہ کہ جس چیز کی اس کے لئے وصیت نہ کی اُس کا بھی ثلث محض بلا استحقاق اس کو دے دیا جائے یہ سخت جہالت فاحشہ ہے کتبِ مذہب کے صدہا نصوص اس کے اوپر ناطق اور یہی مسئلہ کہ ابھی ردالمحتار سے گزرا، کافی اور ادنیٰ خادمِ فقہ پر یہ امر خود بدیہیات واضحہ سے ہے کما لا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت)۔

فائدہ ۱۱: اقرار کے بعد کسی تفتیش کی حاجت نہیں، نہ حقوق العباد میں بلا دعویٰ قاضی کو اختیار حکم نہ اُسے ایسی بات کی تکذیب پہنچتی ہے جس میں کوئی معارض ہو کہ وہ قطع خصومت کیلئے مقرر ہوا ہے نہ کہ انشاءِ خصومت کے واسطے۔ ہدایہ میں فرمایا: الاقرار موجب بنفسہ[2] (اقرار خود موجب و مثبت ہے۔ ت) تنویر میں ہے:

القضاء فصل الخصومات وقطع

قضاء تو جھگڑوں کا فیصلہ کرنا اور تنازعات کو

---

[1] ردالمحتار کتاب الوصایا باب الوصیۃ بثلث المال داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۲۸

[2] الہدایۃ کتاب الدعوٰی مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۲۰۱

Marfat.com

المنازعات[1] ختم کرنا ہے (ت)

درمختار میں ہے:

بعد دعوی صحیحۃ من خصم علی خصم حاضر والاکان افتاء[2]

ایک خصم کے دوسرے حاضر خصم پر صحیح دعوٰی کے بعد ورنہ یہ افتاء ہوگا (ت)

ردالمحتار میں فواکہ بدایہ سے ہے:

اتفق ائمۃ الحنفیۃ والشافعیۃ علی انہ تشترط لصحۃ الحکم واعتبارہ فی حقوق العباد الدعوی الصحیحۃ[3]۔

اس پر ائمہ حنفیہ شافعیہ کا اتفاق ہے قضاء کے صحیح ہونے اور حقوق العباد میں اس کے معتبر ہونے کے لئے صحیح دعوٰی کا ہونا شرط ہے (ت)

فائدہ ۱۲: زوجہ کے لئے یہاں دو وصیتیں ہیں۔

وصیت منفعت کہ مکانوں میں رہے ظروف استعمال کرے یہ وصیت انھیں اعیان میں ہے جن کی وصیت شاہ محمد اجنبی کے لئے ہے تو ثلث کل مال بعد دارالدین کے جتنا حصہ مکانات واسباب کا آئے اس میں نافذ نہ ہوگی کہ وصیت اجنبی وصیت وارث سے مقدم ہے کما فی الفائدۃ الاولٰی (جیسا کہ پہلے فائدہ میں ہے۔ ت) اور یہاں اگر یہ وہم گزرتا کہ وصیت رقبہ کر کے اس کیلئے وصیت منفعت کردینے سے اول کے لئے صرف رقبہ کی وصیت رہ جاتی ہے منفعت میں اُس کا کچھ حق نہیں رہتا کما فی الفائدۃ الثانیۃ (جیسا کہ دوسرے فائدہ میں ہے۔ ت) وصیت اجنبی کہ مقدم ہے اپنے محل نفاذ میں مقدم ہوگی نہ کہ اس شے میں جس کی اُس کے لئے وصیت ہی نہیں یعنی منفعت کہ اس میں اجنبی کے لئے وصیت معدوم ہے معدوم کی تقدیم کیا معنی؟ تو اس کا جواب ہماری تقریر سابق سے واضح کہ وصیت منفعت بھی بمنزلہ وصیت رقبہ ہے ثابت ہو تو اس کی مزاحم ہوتی ہے کما فی الفائدۃ الرابعۃ (جیسا کہ چوتھے فائدہ میں ہے۔ ت) اور منفعت میں اس کا حق نہ رہنا اسی بناء پر ہوتا ہے کہ یہ مانع آتی ہے کما فی الفائدۃ الثالثۃ (جیسا کہ تیسرے فائدہ میں ہے۔ ت) اور وصیت وارث جب وصیتِ اجنبی سے مؤخر ہے تو اس کے مقابل مضمحل ہوگی اور اس کے رقبہ میں کالعدم نہ کہ اس کی مانع ومزاحم پھر بقدر ثلث نفاذ وصیت اجنبی کے بعد مرتبہ ارث کا

---

[1] الدرالمختار شرح تنویر الابصار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۷۱

[2] الدرالمختار " فصل فی الحبس " ۲/ ۸۰

[3] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۹۸

Marfat.com

ہے کما فی الفائدۃ الاولیٰ (جیساکہ پہلے فائدہ میں ہے۔ ت) اور جو کچھ از ثا ملک زوجہ ہوگا اس میں اسے وصیت منفعت کی حاجت بھی نہیں ان دونوں کے بعد جو حصہ مکانات واسباب کا بچا اس میں زوجہ کی وصیت نفاذ پائے گی اور اس میں سے موقع محفل حضرات طیبات امامین شہیدین رضی اللہ تعالٰی عنہما کہ جس قدر ظروف کی شاہ محمد کو حاجت ہوگی اس وقت خاص پر اُتنے ظروف زوجہ کو استعمال کے لئے نہ دیئے جائیں گے موصی نے اس وقت شاہ محمد کے لئے اُن کا استعمال لکھا ہے یہ اگرچہ شاہ محمد کے لئے وصیت بالمنفعۃ نہیں کما فی الفائدۃ الخامسۃ (جیساکہ پانچویں فائدہ میں ہے۔ ت) مگر وصیت زوجہ سے اتنے وقت اخراج کے لئے کافی ہے،

لما تقدم عن الہدایۃ والکافی انہ انما لم یکن للموصی لہ بالعین حق فی المنفعۃ مع ملکہ للرقبۃ للایصاء بہا لغیرہ وتجرید الرقبۃ فی الوصیۃ لہ فلم یثبت لہ فوق ما اثبت الموصی اما ھنا فقد اثبت لہ الانتفاع فی الوقت الخاص فکان معزولا عما
١ اوصی بہ لغیرہ وکان کأن یقول اوصیت لہا بالمنفعۃ الاوقت کذا ولو اقتصر علی ھذا لم یکن للزوجۃ الانتفاع فی الوقت المستثنی وکان ذٰلک للاجنبی الموصی لہ بحکم الملک فاذا صرح بکونہ لہ فیہ فبالاولیٰ۔

اس دلیل کے ساتھ جو ہدایہ و کافی کے حوالہ سے گزر چکا کہ عین کے موصی لہٗ کے لئے رقبہ میں ملکیت کے باوجود منفعت میں کوئی حق نہیں، اس لئے وصیت میں اس کے لئے رقبہ کی تخصیص اور منفعت کی وصیت کسی اور کے لئے کی گئی ہے لہذا موصی کے مقصود سے زائد اس کے لئے کچھ ثابت نہ ہوگا لیکن یہاں تو اس کے لئے خاص وقت میں انتفاع کا اثبات ہے، تو جس چیز کی وصیت اس کے غیر کے لئے ہے اس میں وہ معزول ہوگا۔ گویا موصی یوں کہے میں نے عورت کے لئے نفع اٹھانے کی جو وصیت کی سوائے فلاں وقت کے' اگر اسی پر اقتصار کرتا تو بھی بیوی کو مستثنیٰ وقت میں انتفاع کا حق نہ ہوتا اور یہ اجنبی شخص کیلئے بطور ملک ثابت ہوتا جب اس نے اس کی تصریح کردی تو بدرجہ اولٰی یہ حکم ہوگا۔ (ت)

اور پُر ظاہر کہ اُس کے بعد زوجہ کے لئے وصیت استعمال سے یہ مقصود موصی نہیں کہ محفل امامین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے وقت استعمال شاہ محمد کو منع کردے یا اس وقت کی ضروری اشیائے سے

Marfat.com

صرف نصف حاجت روائی شاہ محمد کے لئے رکھے نصف زوجہ کو دے بلکہ مقصود یہی ہے کہ اس وقت خاص جن اشیاء کی حاجت ہو شاہ محمد استعمال کرے باقی اوقات میں زوجہ اپنے صرف میں رکھے اور مقاصد موصی پر نظر لازم ہے کما فی الفائدۃ السادسۃ (جیسا کہ چھٹے فائدہ میں ہے۔ ت)

وصیت زیور، جس کی نسبت اگرچہ وصیت نامہ میں کوئی تصریح معاوضہ نہیں مگر زوجہ کہتی ہے کہ میرے مہر میں دیئے ہیں اور اُس کا یہ کہنا دعوٰی نہیں بلکہ اقرار ہے مہر مثل تک اُس کا قول بلا بینہ معتبر تھا کما فی الفائدۃ السابعۃ (جیسا کہ ساتویں فائدہ میں ہے۔ ت) اور وصیت نامہ میں زیور کی خالص وصیت اس کے نام لکھی ہے یہاں نہ کوئی دوسرا وارث ہے کہ زوجہ کا معارض ہو اس سے کہے کہ تیرا حق دین میں ہے نہ عین میں کما فی الفائدۃ الثامنۃ (جیسا کہ آٹھویں فائدہ میں ہے۔ ت) یا کہے تیرے لئے وصیت بے میری اجازت کے باطل ہے۔ نہ زیور کے کسی جز کی شاہ محمد کے لئے وصیت ہے نہ اُس کی وصیت کہ ثلث کل مال کی مقدار تک حق تقدم رکھتی ہے اُسے اس زیور کے کسی ذرہ کی مستحق بنا سکتی ہے کما فی الفائدۃ التاسعۃ (جیسا کہ نویں فائدہ میں ہے۔ ت) اگرچہ وصیت محضہ للزوجہ ہو جب بھی اجنبی کے لئے صرف حساب ثلث میں ملحوظ ہوگا نہ کہ اس کا کوئی جبہ اُسے ملے کما فی الفائدۃ العاشرۃ (جیسا کہ دسویں فائدہ میں ہے۔ ت) نہ کل زیور زوجہ کے لئے بعوض مہر ماننا شاہ محمد کے حساب ثلث پر کوئی اثر ڈال سکتا ہے۔ اگر زیور مہر مثل سے کم یا برابر ہے جب تو ظاہر کہ مہر مثل کی مقدار تک زوجہ کا قول مسلم اور وہ شاہ محمد کی وصیت پر مقدم اور اگر بالفرض مہر مثل سے زائد ہو جب بھی یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ سب زیور بعوض مہر حق زوجہ ماننے میں شاہ محمد کا حصہ ثلث مکانات واسباب میں کم ہو جائے گا فرض کیجئے کہ زیور ۳۲۲ روپے کا ہے اور مہر مثل ۲۰۲ کا اور مکانات واسباب جن کی وصیت شاہ محمد کے لئے ہے ۱۲۰۰ کے تو اگر کل زیور بحق مہر زوجہ کے لئے مانا جائے تو وہ ثلث جس میں وصیت اجنبی جاری ہوگی صرف مکانات و اسباب کا ثلث رہا جبکہ اُس کے سوا اور کوئی متروکہ نہ ہو شاہ محمد ان میں سے صرف ۴۰۰ کے قدر بحکم وصیت مقدم پائے گا اور اگر فقط مہر مثل تک زوجہ کو مہر میں دیں تو بعد ادائے مہر متروکہ ۱۳۲۰ بچے گا ۱۲۰۰ کے مکانات اسباب اور ۱۲۰ کا باقی زیور جس کا ثلث ۴۴۰ تو مکانات واسباب سے ۴۴۰ روپے کے قدر شاہ محمد کے حق مقدم میں بڑھ جائیں گے یہ وہم اس وقت ہو سکتا ہے کہ بحال کمی مہر مثل کل زیور زوجہ کو مرتبہ مہر مثل تک تقدم ہے اور زیادہ ان مہر مثل بعوض مہر مثل ہونا محاباۃ ہے اور وہ زوجہ کے لئے وصیت ہے اور زوجہ کے لئے وصیت خود اس کی میراث سے بھی موخر ہے

Marfat.com

کما فی الفائدۃ الاولیٰ (جیسا پہلے فائدہ میں ہے۔ ت) تو وصیت اجنبی سے در درجہ مؤخر ہے جب تک وصیت مقدمۂ اجنبی ادا نہ ہولے زیور زائداز مہر مثل ضرور متروکہ ہی ٹھہر کر حساب ثلث میں محفوظ رہے گا اور شاہ محمد کو مکانات و اسباب کے حصۂ مقدمہ میں کچھ نقصان نہ پہنچے گا بہر حال اُس کے اس قول سے کسی کا کچھ ضرر نہیں تو اُس میں اُس کا کوئی مخاصم نہیں پھر قاضی کس وجہ سے اُس کی تکذیب کرسکتا ہے کمافی الفائدۃ الحادیۃ عشرۃ (جیسا کہ گیارھویں فائدہ میں ہے۔ ت) زوجہ اگر اس بیان میں سچی ہے فبہا اور اگر اس نے غلط کہا تو یہ اسی کے حق میں مضر ہوا اسے صاف اختیار تھا کہ مہر کا دعویٰ جدا کرتی جس میں مہر مثل تک اُس کا قول معتبر رہتا اور یہ زیور بحکم وصیت جدا لیتی کہ اس میں اس کا معارض نہ تھا مگر اس نے ایسا نہ کیا بلکہ اس زیور ہی کو اپنے مہر میں دیا جانا بتایا تو یہ اس کا اپنے ہی حق میں اضرار ہوا، و لہذا نہ دعوی بلکہ اقرار ہوا اور بعد اقرار حاجت تفتیش کیا معنی کمافی الفائدۃ المذکورۃ (جیسا کہ مذکورہ بالا فائدہ میں ہے۔ ت) اور سب پر علاوہ یہ کہ ادھر زوجہ نے یہی زیور اپنے مہر کے عوض بتائے ان سے جدا کوئی دعوی مہر نہ رکھا ادھر شاہ محمد نے وہ تمام وکمال زیور اُس کے تسلیم کرکے اُسے سپرد کردیئے اب خواہ اُن سب کو اس کا وہ حق مہر مانا جو وصیت شاہ محمد پر مقدم رہتا یا بعض کو حق مہر بعض کو اور اس کے لئے وصیت یا کل کو وصیت جو وصیت شاہ محمد سے مؤخر رہتی مگر جب یہ اُسے نافذ کرچکا اپنے حق کو ساقط کردیا جیسے وارث کہ زائد از ثلث میں وصیت اُس کے حق ارث سے مؤخر ہے مگر وہ اجازت دے دے تو وہ مؤخر ہی مقدم ہوجاتی اور اس قدر میں اجازت دہندہ کا حق ارث ساقط ہوجاتا ہے یہاں تک کہ اگر وصیت کل مال کی تھی اور سب ورثہ عاقلین بالغین نے اجازت دے دی کل مال موصی لہٗ کا ہوجائے گا اور کوئی وارث کچھ نہ پائیگا تو عالم خاتون کا مہر اور کل زیور اس کی ملک ہونا اور شاہ محمد کا ضرباً یا استحقاقاً اُس سے کچھ متعلق ہونا یہ سب مسائل طے شدہ اور فریقین کے متفق علیہ ہیں جن میں انھیں کوئی نزاع نہیں اور وہ ان کے خالص حقوق تھے جن کے ابقاء اسقاط کا انھیں اختیار مطلق تھا تو اب قاضی مفتی کسی کو اصلاً حق نہیں کہ اُن طے شدہ امور کو زیر بحث لائے اُن کے لئے کوئی تفتیش اپنی طرف سے قائم کرے فریقین میں ایک کو دوسرے پر اس بارے میں کوئی دعویٰ نہیں یہ خود مدعی بنے اور اس متفق علیہ کو نزاعی قرار دے کمافی الفائدۃ المذکورۃ ایضا (جیسا کہ یہ بھی فائدہ مذکورہ میں ہے۔ ت)

Marfat.com

تفریعات

(۱۹) فتوی ا کا قول بعد اس کے عالم خاتون کا مہر جس قدر عدالت کی رائے میں ثابت ہو ادا کرینگے نافہمی ہے۔

(۲۰) فتوی ا کا کہنا ہے اگر ثابت ہو جائے کہ یہ زیور مہر کے عوض دیئے گئے اقرار میں تفتیش ہے۔

(۲۱) فتوی ا کی اس پر تفریع کہ تو ان میں شاہ محمد خاں کا کچھ حق نہیں مفہوم غلط ہے شاہ محمد خاں کا زیور میں کسی طرح کچھ حق نہیں اگرچہ مہر کے عوض دیا جانا ثابت نہ بھی ہو۔

(۲۲) فتوی ا نے اس مفہوم باطل ہی پر قناعت نہ کی بلکہ آگے اس ظلم صریح کی تصریح کر دی کہ لیکن اگر ان زیورات کا مہر میں دیا جانا ثابت نہ ہو تو زیورات کے تیسرے حصہ میں شاہ محمد خاں کا حق ہوگا اور دو حصے عالم خاتون کے، انا للہ وانا الیہ راجعون (بیشک ہم اللہ تعالٰی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ت) شاہ محمد خاں وارث نہیں زیور کی اس کے لئے وصیت نہیں، وصیت نہ ہونا درکنار موصی نے صراحۃً زیور کو اس کی وصیت سے جدا کر دیا کہ بعد ذکر زیور کہا ماسوا اس کے میری جائداد الخ مگر یہ فتوٰی کہتا ہے کہ موصی کے دینے نہ دینے سے کیا ہوتا ہے ہم جو دیتے ہیں ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (بلندی و عظمت والے اللہ تعالٰی کی توفیق کے بغیر نہ لڑائی سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی۔ ت)

(۲۳) فتوٰی ، نے اور کمال کیا زوجہ کا وہ قول اقرار مان کر پھر اگر مگر کو دخل دیا کہ اگر دین مہر تمام زیور سے حسبِ اقرار زوجہ ادا ہوا ہے تو زیور چھوڑ کر ایک ثلث شاہ محمد کو دیا جائے گا۔

(۲۴) فتوٰی ، نے اور بھی قدم عشق پیشتر بہتر کی ٹھہرائی یعنی زوجہ کا قول اقرار بھی ٹھہرایا اور شاہ محمد کی تسلیم بھی مانی پھر بھی فریقین کی متفق علیہ بات بات طے شدہ نہ جانی کہ سب سے اول تجہیز وتکفین کا خرچ ادا کیا جائے گا بعد ازاں اگر متوفی ذمے مدعیہ کو دین مہر میں زیورات کی وصیت کی ہے (چنانچہ اس کا اعتراف ہے اور مدعا علیہ نے بھی زیورات اس کو تسلیم کرکے قبول کرلیا ہے) تو زیورات اس کو دین مہر میں دیئے جائیں گے۔

(۲۵) فتوٰی ، ان دونوں کی تصریحوں خود اپنے اقراروں اعترافوں کے ساتھ ایک فرض غلط کی راہ نکالی ہے اگر بالفرض دین مہر میں نہیں دیئے بلکہ محض وصیت کی تو باقی تمام مال میں سے مہر زوجہ

Marfat.com

ادا کیا جائے گا یہ فرض بے معنی کس لئے اور فتویٰ متعلقہ دار القضاء میں اس کا کیا محل۔

(۲۶) فتویٰ ۲ نے اس تفریع میں ڈگری بلا دعویٰ بھی فتویٰ اول کی طرح دی اور آگے چل کر کہا مدعیہ کا مہر کل مال سے ادا کیا جائے گا زوجہ تو کہہ رہی ہے کہ مجھے یہ زیور مہر میں دیا فتویٰ کہتا ہے نہیں نہیں تمام مال میں سے تجھے مہر ملے گا اگرچہ کل مال کو مستغرق ہو اور موصی لہ کے لئے کچھ نہ بچے۔

(۲۷) فتویٰ ۲ کو منظور نہیں کہ یہاں کسی غلطی میں فتویٰ اول سے پیچھے رہے بلا وصیت استحقاق اجنبی میں بھی اس کا ساتھ دیا کہ زیورات اگر مہر میں دیئے تو زیورات پر وصیت کا بار نہ ہوگا ورنہ زیورات میں سے مدعیہ کو $\frac{2}{3}$ مدعا علیہ کو $\frac{1}{3}$۔

(۲۸) بلکہ فتویٰ ۲ کا یہاں بھی قدم پیشتر ہے اس نے صاف مانا کہ زیوروں کی وصیت شاہ محمد خاں کے لئے نہیں پھر بھی اُسے تہائی کا حصہ دار کر دیا۔ زیور کا یہ حکم لکھ کر آگے کہا اور دیگر جائداد مکانات ظروف وغیرہ سے مدعیہ $\frac{2}{12}$ مدعا علیہ $\frac{10}{12}$ کیونکہ اول ثلث اس کا بطور وصیت مدعا علیہ کو ملے گا پھر ربع باقیماندہ یعنی سدس کل مدعیہ کو ملے گا بعد ازاں باقیماندہ مدعا علیہ کو، اگر یہ فتویٰ زیور کی بھی اس کیلئے وصیت مانتا تو یہی حکم اس پر بھی کرتا نہ کہ شاہ محمد کو زیور کا تو $\frac{1}{3}$ اور باقی اموال کے $\frac{5}{6}$۔

(۲۹) فتویٰ ۲ نے اس باطل صریح پر استدلال کی بھی جرأت کی یوں بھی اسے فتویٰ ۱ پر فوقیت رہی کہ اس کے آگے زیوروں کو کہا اگر محض بطور وصیت دیئے گئے ہیں تو ان میں مدعا علیہ کا بربنائے وصیت بالثلث حق ثلث ہوگا، پھر کہا اگر بعوض دین مہر نہ ہو تو بحکم وصیت بالثلث زیورات میں بھی $\frac{1}{3}$ مدعا علیہ کو ملے گا $\frac{2}{3}$ زیورات مدعیہ کو۔ اس کا منشا وہی غلط شدید وبعید ہے کہ ثلث کل مال کے لحاظ سے وصیت کی تنفیذ وصیت معینہ کو وصیت شائعہ کر دی ہے جس کا ردِ بلیغ فائدہ نہم و دہم میں گزرا۔ سبحٰن اللہ۔ ۱
حساب کے لئے ثلث ہر شیٔ کا لحاظ کیا ہوا کہ ثلث ہر شیٔ میں اس کی ملک ہی پیدا ہو گئی اگرچہ اُس شیٔ کا اُسے اصلاً استحقاق نہیں، نہ اُس کے لئے وصیت، بلکہ اس کی وصیت سے جدا ہونے کی صاف تصریح، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (بلندی وعظمت والے اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر نہ بُرائی سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی۔ ت)

(۳۰) فتویٰ ۱ نے یہاں ایک اور غلطی کی اگر زیور بعوض مہر دیا جانا ثابت نہ ہونے کی حالت میں اسکے نزدیک ان کا ثلث شاہ محمد کو ملنا تھا تو مطلقاً یہ کہتا کہ اگر زیور مہر کے عوض دیئے گئے تو ان میں شاہ محمد خاں کا کچھ حق نہیں غلط بر غلط ہے اگر زیور مقدار مہر سے زائد ہوئے تو قدر زیادت میں زوجہ کے لئے وصیت بالمحاباۃ ہوئی اور وہ اجنبی کے حق ثلث کو باطل نہیں کرتی بلکہ خود اس کے حضور مضمحل ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

(۳۱) فتوی ، نے بھی یہاں غلطی میں اس کا ساتھ دینے کی منت مانی ہے اس نے بھی جا بجا وہی تصریحات کیں بلکہ صاف تر کہا کہ زیورات اگر متوفی نے مہر میں دیئے ہوں تو زیورات پر وصیت کا بار نہ ہوگا تمام زیورات اس کو ملیں گے ورنہ مدعا علیہ کو ۱/۳ ، پھر کہا اگر وہ مہر میں دیئے گئے ہیں تو ان میں مدعا علیہ کا بروئے وصیت کچھ حق نہیں اور محض بطور وصیت دیئے گئے تو مدعا علیہ کا ثلث ۔ پھر کہا وصیت اگر بعوض مہر ہو تو زیورات وصیت بالثلث کے بارے مستثنیٰ ہوں گے گویا ان صاحبوں کے نزدیک کوئی مال بعوض دین دینے کی وصیت کرنا خود اس مال کو دین کر دیتا ہے کہ اس کا ادا کرنا مطلقاً وصیت سے مقدم ہوجاتا ہے اگرچہ ایک روپیہ دین کے عوض ہزار روپیہ کا مال دینے کی وصیت کی ہو ۔

(۳۲) فتوی ، نے یہاں بھی قدم پیشتر کی آن نہ چھوڑی یہ ٹھہری کہ بعوض مہر کے وصیت ہونا تمام و کمال زیوروں کو دَین کے مرتبہ میں کر دے گا کہ اُن کا ادا کرنا وصیت للاجنبی سے مقدم ہوگا اور بعوض مہر دیئے جانے کا ثبوت نہیں مگر بیان زوجہ تو اب اس ادعا سے اپنا نفع اور موصی لہ کا ضرر چاہتی ہے کہ وہ وصیت جو وصیت نامہ میں بلا معاوضہ لکھی ہے جو وصیت اجنبی سے مؤخر رہتی بمعاوضہ بتا کر وصیت اجنبی سے مقدم کئے لیتی ہے تو اب اس کا قول تو صرف اقرار بلکہ صاف دعوٰی ہوا اور اگر مدعی محض اپنے زبانی دعوٰی پر ڈگری نہیں پا سکتا تو یہ کہنا کہ اگر دین مہر تمام زیور سے حسبِ اقرار زوجہ ادا ہوا ہے تو زیور چھوڑ کر باقیماندہ ایک ثلث شاہ محمد کو دیا جائیگا عجب در عجب ہے ۔

(۳۳) اگر فتوی ، وہ بھاری غلطی کہ ایک صورت میں کہ بلا وصیت و بلا استحقاق شاہ محمد کو زیوروں میں تہائی کا حصہ دار کر دیا نہ بھی کرتا جب بھی اُس کا مطلقاً یہ کہنا کہ اگر وصیت بعوض مہر ہو تو زیورات وصیت بالثلث کے بارے مستثنیٰ ہونگے یعنی بعد خرچ تجہیز و تکفین باقیماندہ مال سے تمام زیورات مدعیہ کو ملیں گے صحیح نہ تھا کہ اگر زیور مہر سے زائد ہیں تو قدر زیادت میں وصیت بالثلث کے بارے مستثنیٰ نہیں ہو سکتے ثلث میں وہ بھی محسوب ہوتے اگرچہ اُن میں سے شاہ محمد خاں کو کچھ نہ دیا جاتا انھیں مطلق مستثنیٰ اشاہ محمد کی تسلیم نے کر دیا نہ کہ وصیت بعوض مہر ہونے نے ۔

(۳۴) یونہی فتوی ۵ کا قول کہ یہ زیورات حق مہر کے عوض سمجھے جائیں جیسا کہ خود مدعیہ کا قول ہے اور خود عبارت وصیت نامہ کی محمل قوی ہے اور مہر دین ہے اس لئے وصیت اور ارث دونوں سے مقدم ہے وہی طرفہ منطق ہے محمل وصیت نامہ کا حال تو اوپر گزرا اور بالفرض اس کی عبارت محتمل ہو تو محض قوتِ احتمال غایت درجہ ظاہر ہے اور ظاہر حجت استحقاق نہیں ہو سکتا ، ہدایہ وغیرہ تمام کتب معتلہ میں تصریح ہے کہ ،

Marfat.com

الظاھر یصلح حجۃ للدفع لا للاستحقاق[1] ظاہر حجت دفاع ہے حجت استحقاق نہیں (ت)
اب نہ رہا مگر خود مدعیہ کا قول اُسے اپنے حق میں حجت مان لینا نرالا قانون ہے زیور اگر مہر سے زائد ہیں تو وہ سب کیونکر دین سمجھ کر وصیت وارث دونوں سے مقدم کر دیئے جائیں۔

(۳۵) فتوٰی ۳ نے اور بھی دو دن کی لی کہ جن زیورات کے بارے میں متوفی بعوض مہر زوجہ کے دینے کی وصیت کر گیا ہے وہ اس کا قرض تھا اس کا ادا کرنا اس کو فرض تھا قرض و فرض کا قافیہ ملا لیا اگرچہ مہر شرعاً قرض نہیں ہوتا قرض و دین میں عموم و خصوص ہے خیر یہ بات کہ بعوض مہر دینے کی وصیت کر گیا ہے وصیت نامہ میں تو کہیں نہیں عورت کا بیان ہے اور ہو بھی تو بحال کمی مہر محاباۃ ہے نہ قرض ہے نہ فرض۔

(۳۶) فتوٰی ۷ نے یہاں ایک اور غلطی کی کہ زوجین کی وصیت سے مانع مزاحمت حق ورثہ ہے اگر یہ نہ ہو تو پھر کوئی مانع نہیں خواہ وہ وصیت بالرقبہ ہو یا بالمنفعہ"، وہ حصہ اور یہ سب کلی دونوں غلط ہیں اجنبی کی وصیت بالثلث بھی اُس کی مانع اور اس سے مقدم ہے۔

(۳۷) فتوٰی ۷ کو خود اپنا کہا یاد نہ رہا، آگے چل کر کہا حق سکنٰی مکانات و حق استعمال ظروف وغیرہ کی جو زوجہ کو وصیت کی ہے اس کے بارے ثلث مال جو شاہ محمد کو اول ملے گا بری رہے گا کیونکہ زوجہ کے لئے وصیت اجنبی کی وصیت بالثلث کے مزاحم نہیں ہو سکتی۔ اب یہ وصیت للزوجہ کا بے مزاحمت حق ورثہ اور مزاحم قوی و مرجح کدھر سے نکل آیا یہ صاف تناقض ہے۔

(۳۸) یونہی فتوٰی ۲ کا قول کہ جس چیز کی زوجہ کے واسطے وصیت کی ہے وہ سالم زوجہ کی حقیت ہے جو بذریعہ وصیت لے سکتی ہے اس سے ذہول ہے کہ وارث کے لئے وصیت میراث سے مؤخر ہے تو بعد اجرائے میراث جو باقی بچے اُتنی چیز بذریعہ وصیت لے سکے گی نہ کہ سالم۔ تسأل اللہ السلامۃ۔

افادۂ سادسہ

وصیت ضرور مقید بشرط ہو سکتی ہے اور وہ زبان موصی پر ہے ایک شخص کے لئے متعدد وصایا میں اگر ایک وصیت کو کسی شرط سے مقید کر دے دوسری کو نہ کرے یا ایک کو ایک شرط سے مقید کرے

---

[1] الہدایۃ کتاب ادب القاضی باب التحکیم مسائل شتی مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۱۴۷

Marfat.com

دوسری کو دوسری سے تو جس طرح اس نے کہا ہے اُسی پر عمل واجب ہوگا، جو جس شرط سے مقید ہے اسی سے مقید رہے گی نہ کہ دوسری کی قید سے، اور جو مطلق ہے مطلق رہے گی نہ کہ از پیش خود اُسے بھی مقید کرلیا جائے المطلق یجری علی اطلاقہ (مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہتا ہے۔ت) قاعدۂ اجماعیہ ہے، اور القران فی الذکر لایستلزم القران فی الحکم (ذکر میں اقتران حکم میں اقتران کو مستلزم نہیں۔ت) ضابطۂ وفاقیۂ جمع محققین ہے اور المطلق لایحمل علی المقید فی حادثتین (دو حادثوں میں مطلق کو مقید پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔ت) قاعدۂ مطردۂ حنفیہ ہے موصی نے زوجہ کے لئے صرف وصیت سکونت کو اس شرط سے مقید کیا کہ مظہر کی عورت مظہر کے عقد میں رہ کر گزارہ کرے تو اُس کو فقط حق آسائش کا حاصل رہے گا یعنی تاحق مظہر آباد رہے گی، وصیت ظروف میں یہ شرط نہ لگائی تو صرف وصیت سکونت مکانات اس قید سے مقید ہوگی یعنی جب تک نکاح ثانی نہ کرے اُسے حق سکونت رہے گا اور اگر نکاح کرلے گی یہ حق جاتا رہے گا مگر وصیت ظروف مطلق رہے گی استعمال ظروف کا اُسے اختیار رہے گا اگرچہ نکاح ثانی کرلے۔

وھٰھنا فی تقیید الوصیۃ بعدم التزوج دقیقۃ انیقۃ نبھنا علیھا فیما علقنا علی رد المحتار من متفرقات البیوع۔

اور یہاں وصیت کو شادی نہ کرنے کی قید سے مقید کرنے میں انتہائی نفیس باریک نکتہ ہے جس پر ہم نے رد المحتار باب متفرقات البیوع پر اپنی تعلیق میں خبردار کیا ہے۔ (ت)

رہا شاہ محمد خاں کا ادعا کہ مدعیہ (معاذ اللہ) حرام کاری کرتی ہے اس لئے بروئے وصیت مکانات میں نشست کی بھی حقدار نہ رہی اوّل تو ایسی ناپاک بات ہے جس کی نسبت رب عزوجل کا ارشاد ہے:

یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مؤمنین[1]

اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ پھر ایسا نہ کہنا اگر ایمان رکھتے ہو۔

اور جس کی نسبت ہم کو ہدایت فرماتا ہے کہ اُسے سنتے ہی فوراً کہیں: سبحٰنک ھذا بھتان عظیم[2] پاکی ہے تجھے یہ بڑا بہتان ہے اور جس کی نسبت حکم فرماتا ہے کہ اگر وہ چار گواہ نہ لائیں

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۷

[2] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۶

Marfat.com

(چاروں مرد ثقہ عادل جنھوں نے نہ کوئی گناہِ کبیرہ کیا ہو نہ کسی گناہِ صغیرہ کے عادی ہوں نہ کوئی حرکت خلافِ مروت اُن سے صادر ہوئی ہو اور چاروں یکزبان گواہی دیں کہ ہم نے اس عورت کو اپنی آنکھوں سے زنا کرتے دیکھا اور اس طرح دیکھا جیسے سرمہ دانی میں سلائی) ایسے چار گواہ نہ لاسکیں، فاولٰئک عند اللہ ھم الکٰذبون[1] تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔ پھر ان کی سزا بیان فرماتا ہے:

فاجلدوھم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لھم شھادۃ ابدا[2] ان کو اسّی کوڑے مارو اور کبھی ان کی گواہی نہ مانو۔

کیا شاہ محمد خاں اپنے اس اتہام پر ایسے چار گواہ پیش کرسکتا ہے اور جب نہیں لاسکتا تو وہی عند اللہ جھوٹا ہے اور اسّی کوڑوں کا مستحق ہے، اور اگر بفرض باطل وہ سچا بھی ہوتا جب بھی اس کا کہنا کہ اب وہ نشست کی بھی حقدار نہ رہی غلط تھا موصی نے حقِ سکونت کو عورت کی پارسائی سے مشروط نہ کیا بلکہ اس شرط سے کہ وہ نکاحِ ثانی نہ خود کرے نہ دوسرے کی وکالت و وساطت سے، وہ خود اپنی شرط کا مفہوم بتاتا ہے کہ اگر وہ کسی دوسری جگہ اپنا عقد نکاح کرائے یا جدید خاوند کرے تو اس کے ساتھ اس کا کوئی تعلق اور واسطہ نہ ہوگا عورت کہ نکاح ثانی نہ کرے روزِ قیامت اپنے شوہر کو ملے گی جبکہ دونوں نے ایمان پر وفات پائی ہو۔

اللھم ارزقنا الوفاۃ علی الایمان بجاہ حبیبک الکریم یا رحمٰن علیہ وعلٰی اٰلہ افضل و اکمل التسلیمات ما بقیت الجنان۔ اے اللہ اے مہربان! ہمیں اپنے حبیب کریم کے صدقے ایمان پر وفات نصیب فرما، اپنے حبیب کریم اور ان کی آل پر افضل و اکمل درود و سلام نازل فرماتا رہ جب تک جنتیں باقی ہیں (ت)۔

اور اگر دوسرا شوہر کرے تو اگر اس کے نکاح میں مرجائے اُس دوسرے کو بشرطِ ایمان ملے گی، کما فی حدیث۔ اور اگر اُس سے بھی بیوہ ہوگئی غرض کسی شوہر کے نکاح میں نہ مری تو اسے روزِ قیامت اختیار دیا جائے گا کہ اُن شوہروں میں جسے چاہے پسند کرلے وہ اسے پسند کرے گی جو اس کے ساتھ زیادہ نیک سلوک سے معاشرت کرتا تھا،

کما فی حدیث اٰخر والتطبیق بینھما جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے ان دونوں حدیثوں

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۳ [2] القرآن الکریم ۲۴/ ۴

Marfat.com

ما ذکرنا کما بیناہ فی فتاوٰنا۔ | میں تطبیق وہ ہے جیسا ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا۔ (ت)

بہرحال نکاح ثانی سے عورت یا تو شوہر اول کے لئے رہتی ہی نہیں یا اس کے لئے اس کا رہنا مشکوک ہو جاتا ہے بخلاف بدکاری کہ وہ اُسے حق شوہر سے باہر نہیں کرتی حق کا ابطال حق اقوٰی سے ہوتا ہے نہ کہ ناحق و باطل طغوی سے جیسے بحال حیات اس کے باعث نہ نکاح میں فرق آئے نہ شوہر کو اس سے جدائی لازم ہو۔ درمختار میں ہے:

لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ [1] | بدکار عورت کو طلاق دینا خاوند پر واجب نہیں۔ (ت)

(۳۹) فتوٰی ۷ کا وصیت سکنٰی و وصیت ظروف وغیرہا دونوں کو قید عدم نکاح ثانی سے مقید کرنا کہ حق سکنٰی و حق استعمال ظروف وغیرہ مدعیہ کو تا نکاح ثانی حاصل رہے گا صحیح نہیں۔

افادۂ سابعہ

وصیت نامہ کے کسی لفظ کا مفاد نہیں کہ شاہ محمد خاں موصی لہ بجمیع المال ہو زیوروں کو جدا کرکے بھی اُس کے لفظ یہ ہیں ماسوا اس کے میری جائداد غیر منقولہ از قسم مکانات ہیں وہ پیدا کردہ مظہر کے ہیں وہ زیر حفاظت شاہ محمد خاں رہیں گے اور مالک بھی یہی رہے گا۔ یہاں سے صرف مکانات کی وصیت ہوئی آگے کہا علاوہ اس کے اسباب خانہ داری از قسم برتن و چارپائی وغیرہ جملہ سامان خانہ داری کا مالک بھی شاہ محمد خاں رہے گا۔ اس سے اثاث البیت کی وصیت ہوئی خاتمہ پر اس نے انھیں اشیائے معینہ میں وصیت کا انحصار کر دیا کہ کل اشیائے مندرجہ بالا کا مالک شاہ محمد خاں ہے تو مندرجہ بالا مکانات و اثاث البیت کے سوا اگر کچھ ترکہ ہو وہ زیر وصیت نہ آیا اور استفتائے مرتبۂ حجی خانپور سے واضح کہ زوجہ دعوٰی کرتی ہے کہ مدعا علیہ کے پاس دیگر زیورات از ترکۂ شوہرش موجود ہیں توجب تک اس دعوٰی کا بطلان ثابت نہ ہو شاہ محمد خاں موصی لہ بجمیع المال کیونکر ٹھہر سکتا ہے۔ ہاں موصی نے ذکر مکانات و اختیار فروخت و رہن مکانات کے بعد یہ لفظ بھی لکھا کہ غرضکہ مالک شاہ محمد خاں مکانات وغیرہ کا ہے۔ یہ وغیرہ اسی اختیار بیع و رہن پر محمول ہے کہ اس نے اس کے متصل ہی بلا فصل یہ لفظ لکھے اور علاوہ اس کے اسباب خانہ داری الخ

---

[1] الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۴

Marfat.com

اگر وغیرہ سے کل متروکہ جمیع مملوکہ مراد ہوتا تو اس کے علاوہ کہنا باطل ہو جائے گا اور کلام عاقل بالغ کا مہما امکن محمل صحیح پر حمل کرنا واجب۔ معہذا اگرچہ یہ محمل متعین نہ ہو تو احد الاحتمالین بلکہ انصافاً اقوی الاحتمالین ہے تو مکانات و اثاث البیت کے غیر میں وصیت ثابت نہ ہوئی اور یہاں عدمِ ثبوت ثبوتِ عدم ہے۔

اذا لوصیۃ ایجاب یحدثہ الموصی فلا وجوب بلا ایجاب فلا ثبوت لوجوب بلا ثبوت ایجاب والوجوب فی القضاء مرهون بالثبوت فاذ لا ثبوت لا وجوب وهو المطلوب۔

کیونکہ وصیت ایک ایسا ایجاب ہے جس کو موصی صادر کرتا ہے، تو ایجاب کے بغیر وجوب نہیں ہوتا، چنانچہ ایجاب کے ثبوت کے بغیر وجوب کا ثبوت نہیں ہوتا اور قضاء میں وجوب محتاج ہے ثبوت کا۔ جب ثبوت نہیں تو وجوب نہیں، وہی مطلوب ہے۔ (ت)

تفریعات

(۴۰) فتویٰ ۱ کا قول مہر کے بعد جس قدر جائداد بچے تین حصے کرکے ایک حصہ شاہ محمد خاں کو دیں۔

(۴۱) فتویٰ ۵ کا قول شرعاً جائداد متوفی میں سے مدعیہ کو ۱/۶ ملنا چاہیے اور مدعا علیہ کو ۵/۶ پھر اس کا قول ماسوی زیورات کے کل جائداد میں ہر فریق کو اپنا اپنا حصہ ملے گا جیسا کہ بالا تشریح ہو چکی ہے پھر اس کی تصریح کہ صورت متنازعہ میں زوجہ کے ساتھ دوسرا حقدار بھی موجود ہے جو موصی لہ بجمیع المال ہے۔

(۴۲) فتویٰ ۶ کا قول جب ترکہ میں سے ۱/۳ من حیث الوصیۃ اور ۱/۶ عالم خاتون کو من حیث الارث دے دیا گیا تو آدھا ترکہ باقی رہتا ہے۔

(۴۳) یونہی فتویٰ ۷ کا قول کہ اگر دین مہر تمام زیور سے حسب اقرار زوجہ ادا ہوا ہے تو زیور چھوڑ کر باقیماندہ خواہ مکانات ہیں یا ظروف وغیرہ ۲/۱۲ اس کو دیا جائے گا ۶/۱۲ شاہ محمد کو نیز اس کی تصریح کہ تین وصیتیں کی ہیں جو اس کے تمام مال کو مستغرق ہیں نیز اس کی صاف تر تصریح کہ تیسری وصیت باقیماندہ تمام مال کی شاہ محمد خاں کو کی ہے، یہ سب بے ثبوت محض و بلا افادہ وصیت نامہ صرف اپنی طرف سے شاہ محمد کو موصی لہ بجمیع المال یا بجمیع ماسوی علی المہر ٹھہرا لینا ہے اور اگر دعوی زوجہ ثابت ہو جائے کہ ان کے سوا اور زیور بھی متروکہ موصی شاہ محمد کے پاس موجود ہیں تو صریح حق تلفی

Marfat.com

اور دوبار ظلم ہوگا کہ مستحق کو نہ دینا اور نامستحق کو دینا شاہ محمد کیونکہ بلاوصیت کل جائداد باقیماندہ کو $\frac{5}{6}$ لے لے گا۔

(۴۴) فتوٰی ۵ نے اس مطلب پر عبارت درمختار و جوہرہ پیش کیں اول میں صراحۃً تھا:

اوصی لرجل بکل مالہ فلھا السدس والباقی للموصی لہ[1] | خاوند نے کسی مرد کے لئے پورے مال کی وصیت کی تو بیوی کو کل مال چھٹا حصہ ($\frac{1}{6}$) اور اور باقی موصی لہٗ کو ملے گا۔(ت)

دوم (جوہرہ) میں تھا:

اوصی لرجل بجمیع مالہ کان لھا السدس وللموصی لہ خمسۃ اسداس[2]۔ | اگر خاوند نے اجنبی مرد کے لئے اپنے تمام مال کی وصیت کی تو اس کی بیوی کو کل مال کا چھٹا حصہ ($\frac{1}{6}$) ملے گا اور موصی لہٗ کو چھ میں سے پانچ ($\frac{5}{6}$) حصے ملیں گے۔(ت)

حکم وہ نقل کرنا جو اجنبی کے لئے وصیت بجمیع المال کی حالت میں ہو اور اسے وہاں منطبق کردینا جہاں اس کا ہرگز ثبوت نہیں۔

(۴۵) یونہی فتوٰی ۶ نے بھی اس پر یہی عبارت جوہرہ نقل کی یعنی حدِ اوسط کا اشتراک ثابت نہیں اور تعدیہ ہوگیا۔

(۴۶) فتوٰی ۲ نے بھی یہی حکم لکھا کہ زوجہ کا حق سدس ہے باقی موصی لہ کا مگر اس پر اس حکم میں اعتراض نہیں کہ سوال جو اس کے یہاں پیش ہوا اس میں سائل ہی نے ایک غلط عبارت موصی کی طرف سے لکھ دی تھی کہ بعد میرے میری جائداد منقولہ غیر منقولہ کا مالک عمرو ہے اس کا مفاد فرد وصیت بجمیع المال ہے اگرچہ وصیت نامہ میں اس کا کہیں نشان نہیں تو مجیب سے جیسا سوال ہوا ویسا جواب دیا مگر اب فتوٰی ۲ کا یہ اطلاق حکم کہ جس چیز کی زوجہ کے واسطے وصیت کی وہ سالم زوجہ کی ہے بذریعہ وصیت لے سکتی ہے صریح غلط ہے اُس کے سامنے سائل کا یہ بیان ہوا ہے کہ چند زیورات کی بابت اپنی زوجہ کے واسطے بھی وصیت کرگیا یعنی کہہ گیا کہ بعد میرے اُن زیورات کی مالک میری زوجہ ہے اس بیان پر وہ جواب باطل ہے زوجہ کے لئے وصیت وارث کیلئے ہے

---

[1] الدرالمختار | کتاب الوصایا | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/۳۱۹
[2] الجوہرۃ النیرہ | " | مکتبہ امدادیہ ملتان | ۲/۳۹۰

Marfat.com

اور وارث کی وصیت اجنبی کی وصیت سے دو درجہ مؤخر ہے باقی کلام مباحث سابقہ سے واضح۔

افادۂ ثامنہ

یونہی استفتائے مرتبہ جی خانپور سے واضح کہ شاہ محمد خاں دعوٰی کرتا ہے کہ وصیت کو مدعیہ نے بوقتِ وصیت اور نیز بعد وفات شوہر خود قبول کیا تھا، یہ دعوٰی بہت واجب اللحاظ ہے اگر اس کا ثبوت ہوجائے تو پھر زوجہ مکانات واثاث البیت سے بحقِ میراث کچھ بھی نہ پائے گی اور بعد قبول اس کا اعتراض ہرگز نہ مسموع ہوگا اور اس کا دعوٰی بوجہ تناقض مدفوع ہوگا، ہدایہ میں فرمایا:

لاتجوز بما زاد علی الثلث الا ان یجیزھا الورثۃ بعد موتہ ولامعتبر باجازتھم حال حیاتہ لانھا قبل ثبوت الحق اذ الحق یثبت عند الموت فکان لھم ان یردوہ بعد وفاتہ بخلاف ما بعد الموت لانہ بعد ثبوت الحق فلیس لھم ان یرجعوا عنہ لان الساقط متلاش۔[1]

تہائی سے زائد کی وصیت جائز نہیں سوائے اس کے دیگر ورثاء موصی کی موت کے بعد اس کی اجازت دے دیں، اس کی زندگی میں اجازت معتبر نہیں کہ وہ ثبوتِ حق سے قبل ہوئی کیونکہ حق تو موصی کی موت کے وقت ثابت ہوگا لہٰذا انھیں موصی کی موت کے بعد رد کرنے کا اختیار ہے بخلاف موت کے بعد کی اجازت کے کیونکہ وہ ثبوتِ حق کے بعد ہوئی لہٰذا اس سے رجوع نہیں کرسکتے اس لئے کہ جو ساقط ہوجائے وہ لاشئ ہوجاتا ہے۔ (ت)

البتہ منفعت کی وصیت کہ ثلث کے بعد میں نافذ ہوگی نافذ رہے گی اور یہ خود اسی دعوٰی موصی لہٗ سے ظاہر کہ وصیت کو مدعیہ نے بعد وفات شوہر قبول کیا وصیت میں وصیتِ منفعت کی تصریح ہے تو اس کا قبول اس کا قبول ہے نہ کہ اس سے عدول۔ قبول کا حاصل یہ کہ موصی جو کرگیا منظور ہے اور وہ یہ کرگیا کہ مکانات و اثاث البیت کا مالک شاہ محمد کو اور منفعت کا اختیار زوجہ کو۔

وھذا ظاھر جدا نعم ما ابطلہ الشرع وھو وصیتھا الی حق الثلث

اور یہ خوب ظاہر ہے ہاں جس کو شرع نے باطل کیا ہے وہ تہائی کے حق تک اس کی وصیت

---

[1] الہدایۃ کتاب الوصایا مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۶۵۱

Marfat.com

فلیس الیہا قبولہ کما لا یخفی۔ | ہے جسے قبول کرنے کا اختیار اس کے پاس نہیں جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ (ت)

تفریعات

اسس امر مہم کے لحاظ سے سب فتووں نے ذہول کیا جن کے سامنے استفتائے جمی خانپور پیش ہوا۔

(۴۷) فتوی ۱ کا قول مہر کے بعد جس قدر بچے دو حصے عالم خاتون کو دیں۔

(۴۸) فتوی ۵ کا قول مدعیہ نے وصیت پر اعتراض کیا اس پر مدعیہ کو $\frac{1}{4}$ ملنا چاہئے۔

(۴۹) فتوی ۶ باقی سے $\frac{1}{4}$ عالم خاتون کا حق ہے سب محل تفصیل میں یکطرفی حکم ہے۔

(۵۰) فتوی ۵ نے اعتراض مدعیہ کے ساتھ استناد کیا اور لحاظ نہ کیا کہ اگر بعد موت، شوہر قبول کر چکی تو اب اعتراض کا اُسے کیا حق رہا۔

(۵۱) یونہی فتوی ۱ نے کہا کہ مدعیہ کے اعتراض پر تیسرے حصہ کے زائد میں جائز نہ ہوگی کیا اگر اعتراض بعد القبول ہو یہ دونوں فتوے تو وصیت بالمنفعت کے بھی قائل نہیں انھیں تو یہ کہنا لازم تھا کہ اگر زوجہ قبول کر چکی تو دامن جھاڑ کر اُٹھ کھڑی ہو اُس کے لئے میراث و وصیت کچھ نہیں نہ کہ مطلقاً اسے پورے دو ثلث دے دیں۔

(۵۲) فتوی ۵ نے خود ہی درمختار سے عبارت نقل کی؛

ان لم تجز فلہا السدس[1] | اگر بیوی نے اجازت نہ دی تو اس کو کل مال کا چھٹا حصہ ملے گا۔ (ت)

اور حکم میں یہ قید بھلا دی۔

(۵۳) فتوی ۶ نے آپ ہی کہا تھا کہ اگر وہ اجازت دے دیں نافذ ہوگی پھر کس طرح مطلقاً حکم مذکور لگا دیا۔

(۵۴) فتوی ۷ نے خود ہی کہا کہ اگر ورثہ اپنے اضرار کو قبول کرلیں تو وہ وصیت زائد علی الثلث جائز و نافذ ہوگی پھر مطلقاً یہ حکم کس لئے کہ دو سہام جو ربع مابقی ہے عالم خاتون کو۔

(۵۵) ہاں فتوی ۷ نے یہ علاج کیا کہ وصیت باقی تمام مال کی شاہ محمد کو کی ہے جس کو مدعیہ نے

---

[1] الدر المختار کتاب الوصایا مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۱۹

Marfat.com

قبول نہ کیا۔ یہ جزوی حکم کس بنا پر حالانکہ سوال میں دونوں پہلو تھے۔

افادۂ تاسعہ

اگر زوجہ کا قبول ثابت نہ ہو تو وصیت کا بے اجازت وارث ثلث سے زائد میں نافذ نہ ہونا اُن ورثہ کے ساتھ ہے جن کے حقوق میراث کے بعد کچھ نہ بچے زوجین کہ کسی حال میں اُن کا حق ارث ربع یا نصف سے زائد نہیں، وصیت میں ثلث پر زیادت جہاں تک ان کے حق کے معارض نہیں یعنی زوجہ کے ساتھ ثلث کے علاوہ نصف مال اور زوج کے ساتھ ثلث کے علاوہ دوسرے ثلث میں اس کا نفاذ ان کی اجازت و رضا پر موقوف نہیں، ہاں ارث پر حق تقدم صرف ثلث تک ہے جس کا بیان اوپر گزرا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ثلث سے زیادہ موصی لہ بالزائد کو بے ان کی اجازت کے ملتے ہی نہیں یہ محض باطل ہے نوازل امام فقیہ ابواللیث پھر فتاوی حامدیہ، جوہرہ نیرہ پھر عقود الدریہ وغیرہا میں ہے:

الوصیۃ بما زاد علی الثلث غیر جائزۃ اذا کان ھناك وارث یجوز ان یستحق جمیع المال اما اذا کان لایستحق جمیع المیراث کالزوج والزوجۃ فانہ یجوز ان یوصی بما زاد علی الثلث[1]

تہائی مال سے زائد کی وصیت ناجائز ہے جبکہ کوئی ایسا وارث موجود ہو جو تمام مال کا مستحق بن سکتا ہے لیکن اگر وہ وارث تمام مال کا مستحق نہ بن سکتا ہو جیسے خاوند اور بیوی، تو دو تہائی سے زائد کی وصیت کرنا جائز ہوگا۔ (ت)

تفریعات

(۵۶) فتوٰی ۱ کا وصیت شاہ محمد کے لئے کہنا کہ مدعیہ کے اعتراض کرنے پر تیسرے حصہ میں جائز ہوگی زائد میں جائز نہ ہوگی اس لئے دو حصے عالم خاتون کو دینگے۔

(۵۷) یونہی فتوٰی ۲ کا قول کہ بوقت موجودگی ورثہ وصیت ثلث سے جاری ہوگی ثلث سے زیادہ ناجائز ہے۔

(۵۸) اسی طرح فتوٰی ۶ کا ادعا ہے کہ مسئلہ زیر بحث میں متوفی کی بیوہ موجود ہے جو اس کی وارث ہے اس لئے جس قدر وصیت ترکہ کے $\frac{1}{3}$ سے زیادہ ہے بدون اجازت عالم خاتون کے نافذ نہیں

---

[1] العقود الدریۃ کتاب الوصایا ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۳۰۹

Marfat.com

ہوسکتی سب باطل اور مسئلہ لاتجوز بمازاد علی الثلث الاان یجیزھا الورثۃ[۱] (تہائی مال سے زائد کی وصیت ورثاء کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہوتی۔ ت) میں ورثہ سے مراد علماء کی نافہمی پر مبنی ہے۔

(۵۹) فتوٰی ۲ نے اور ترقی کی کہ صریح مخالف عبارت اپنی سند ٹھہرائی عبارت ہدایہ:

لاتجوز بمازاد علی الثلث لانہ حق الورثۃ[۲] تہائی مال سے زائد کی وصیت اس لئے جائز نہیں کہ وہ وارثوں کا حق ہے (ت)

صاف ارشاد فرمارہی تھی کہ یہ عدم جواز معارضہ حق وراثت کے سبب ہے زوجہ کا حق وراثت ربع سے زیادہ کہاں ہے کہ باقی نصف مال میں معارضہ کرے۔

(۶۰) یہی خوش فہمی فتوٰی ۶ نے دکھائی عبارت ہدایہ یہ سنائی،

لاتجوز بمازاد علی الثلث الاان یجیزھا الورثۃ لان الامتناع لحقھم[۳] تہائی مال سے زائد کی وصیت جائز نہیں سوائے اس کے ورثاء اجازت دے دیں کیونکہ ممانعت ان کے حق کی وجہ سے ہے۔ (ت)

اور جملہ تعلیل کو نہ دیکھا کہ صراحۃً اس کے خلاف ہے مگر یہ اغلاط ان فتاوائے سہ گانہ کی اس شدید غلط فہمی پر مبنی ہیں جس کا کشف افادہ آخر میں آتا ہے ان شاء اللہ تعالٰی۔

افادۂ عاشرہ

کسی تقسیم میں نہ حاکم کو یہ جبر پہنچتا ہے نہ ایک حصہ دار کو روا ہے کہ بے رضائے دیگر بجائے عین قیمت لے مگر بمجبوری محض جہاں بے اس کے مساوات ناممکن ہو نہ زنہار حاکم کو یہ اختیار کہ بے رضائے فریقین مختلف الجنس اشیاء میں ایک کا حصہ کہ اس جنس میں ہو دوسرے کو دے دے اور اس کے بدلے دوسری جنس دوسرے کے حصے سے اسے دلائے۔ درمختار میں ہے:

اعلم ان الدراھم لاتدخل فی یہ جان لے کہ درہم زمین اور گھر کی تقسیم میں داخل

---

[۱] الہدایۃ کتاب الوصایا مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۶۵۱
[۲] الہدایۃ " " "
[۳] الہدایۃ " " "

Marfat.com

القسمة لعقار او منقول الا برضاهم فلو كان ارض و بناء او منقول قسم بالقيمة عند الثاني وعند الثالث يرد من العرصة بمقابلة البناء فان بقي فضل و لا يمكن التسوية رد الفضل دراهم للضرورة و استحسنه في الاختيار[1]

نہیں ہوتے مگر اُس وقت جب شرکاء اس پر راضی ہوں۔ چنانچہ اگر زمین، عمارت یا مال منقول ہو تو اس کی تقسیم امام ابویوسف کے نزدیک قیمت کے اعتبار سے ہوگی، اور امام محمد کے نزدیک زمین کو عمارت کے مقابل پھیر دیا جائے گا، پھر اگر کچھ عمارت زائد بچ جائے زمین دے کر دونوں میں برابری ممکن نہ ہو تو مجبوراً اس زیادتی کے برابر درہم پھیرے جائیں گے۔ اختیار میں اس کو مستحسن قرار دیا ہے۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

لاتدخل في القسمة الدراهم والدنانير الا بتراضيهم لانه لا شركة في الدراهم والقسمة من حقوق الاشتراك لانه يفوت به التعديل في القسمة، واذا كان ارض و بناء فعن ابي يوسف انه يقسم على اعتبار القيمة لانه لا يمكن اعتبار المعادلة الا بالتقويم[2]

شرکاء کی باہمی رضامندی کے بغیر دراہم و دنانیر تقسیم میں داخل نہیں ہوتے کیونکہ دراہم میں کوئی شراکت نہیں اور تقسیم حقوقِ اشتراک میں سے ہے، اس لئے بھی کہ اس سے تقسیم برابری فوت ہوجاتی ہے۔ اور جب زمین مع عمارت ہو تو امام ابویوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک قیمت کے اعتبار سے تقسیم ہوگی کیونکہ اس کے بغیر برابری کا اعتبار ممکن نہیں (ت)

اور روایت مذکورہ امام محمد کے بیان میں فرمایا:

اذا بقي فضل ولا يمكن تحقيق التسوية بان لا تفي الوصية بقيمة البناء حينئذ يرد للفضل دراهم لان الضرورة في هذا القدر

جب عمارت میں کچھ زیادتی باقی رہی اور زمین کی قیمت لگا کر بھی وصیت میں مساوات ممکن نہیں تو اب وہ زیادتی بامرِ مجبوری دراہم سے لوٹائی جائے گی کیونکہ مجبوری فقط اتنی ہی مقدار

---

[1] الدر المختار کتاب القسمۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۲۰
[2] الہدایۃ " فصل فی کیفیۃ القسمۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۱۴

Marfat.com

فلا یترك الاصل الا بھا وھذا یوافق روایۃ الاصل[1]

میں ہے لہٰذا سوائے اس کے اصل کو نہیں چھوڑا جائے گا۔ اور یہ مبسوط کی روایت کے موافق ہے (ت)

اُسی میں ہے:

لا یقسم الجنسین بعضھما فی بعض لانہ لا اختلاط بین الجنسین فلا یقع القسمۃ تمییزا بل تقع معاوضۃ وسبیلھا التراضی دون جبرالقاضی[2]

دو جنسوں کی تقسیم میں بعض کو دوسری بعض میں داخل نہیں کیا جائے گا کیونکہ دو جنسوں میں اختلاط نہیں ہوتا تو اس طرح تقسیم تمیز کے لئے نہیں بلکہ معاوضہ کے لئے واقع ہوگی اور اس کی صورت صرف باہمی رضامندی ہے نہ کہ جبرِ قاضی۔ (ت)

تفریعات

(۶۱) فتوٰی ۱ کا قول کہ اگر کوئی فریق اپنے حصے کے بدلے اس کی قیمت پر رضامند ہوجائے تو عدالت کو لازم ہوگا کہ اس فریق کو قیمت دے دے لیکن کسی فریق کو اس کے حصے کی قیمت لینے پر مجبور کرنا عدالت کے اختیار سے باہر ہے ناقص و قاصر ہے ایک فریق کے رضامند ہونے سے عدالت کو لازم در کنار جائز بھی نہیں کہ اسے قیمت دلادے جب تک دوسرا فریق بھی قیمت دینے پر راضی نہ ہو اسے قیمت لینے پر مجبور کرنا اختیار سے باہر ہے تو اسے قیمت دینے پر مجبور کرنا کب اختیار میں داخل ہے۔

(۶۲) فتوٰی ۵ نے اس سے بھی زیادہ بے تکان کہا کہ مدعیہ کو اختیار ہے اگر چاہے تو ہر جز سے $\frac{1}{6}$ حصہ بجنسہٖ لے سکتی ہے اگر باختیار خود قیمت اپنے حصے کی فریق ثانی سے لے لے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

(۶۳) طرفہ تر فتوٰی ۱ کا یہ قول ہے کہ ظروف وغیرہ کی تقسیم کی بھی یہی صورت ہوگی کہ تیسرے حصہ میں شاہ محمد کا حق اور دو حصے مسماۃ کا حق ہیں لیکن یہ مناسب ہوگا کہ تمام ظروف شاہ محمد خاں کو دے دیئے جائیں اور عالم خاتون کا حق جو اُن ظروف میں ہے وہ جائداد غیر منقولہ سے پورا

[1] الہدایۃ کتاب القسمۃ فصل فی کیفیۃ القسمۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۱۵-۴۱۴
[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۴/ ۴۱۲

Marfat.com

کردیا جائے۔ اب یہاں ایک فریق کی رضا بھی شرط نہ رہی خود ہی حاکم کو مشورہ دیا جارہا ہے کہ یوں کردو۔ لطف یہ کہ یہاں اس سے سوال بھی نہ تھا سوال یہ تھا کہ ظروف وغیرہ کا دیا جانا بھی درج وصیت ہے کیا یہ جائز ہے، اس کا جواب یہ ہوتا ہے جو پیش نظر ہے، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

افادۂ حادیہ عشر

اجنبی کہ نہ وارث ہو نہ وصی اگر میت کی تجہیز و تکفین بطور خود کرے تو اُسے ترکہ میں رجوع کا اختیار نہیں وہ اس کا تبرع ٹھہرے گا جب تک وارث کے اذن و اجازت سے نہ ہو اور وارث کی اجازت بھی کافی نہیں جب تک اُس کا امر نہ ہو اور تحقیقاً اُس کا امر بھی کافی نہیں جب تک واپسی کی شرط نہ کرلی ہو مثلاً زید نے وارث سے کہا میں اس کی تجہیز و تکفین کئے دیتا ہوں جو خرچ ہوگا ترکہ سے لے لوں گا وارث نے سکوت کیا زید نے اس کہنے پر لوگوں کو گواہ کرلیا اور اپنے مال سے تجہیز و تکفین کی ایک حبہ واپس نہ پائے گا کہ یہ بلا اذن وارث تھی یا زید نے وارث سے کہا میت میرا دوست یا میرا معظم تھا میں چاہتا ہوں کہ اس کی تجہیز و تکفین میں خود کروں اس نے کہا اچھا یا وارث ہی نے اس سے کہا کہ اگر تم اُس کی تجہیز و تکفین کا ثواب لینا چاہو تو تمھیں اجازت ہے اس نے کہا منظور، دونوں صورتوں میں وارث کی اجازت ہوئی اور اختیار رجوع نہیں کہ بے امر وارث ہے، یا وارث نے کہا میت تمھارا دوست تھا یا تمھارا پیر یا استاذ تھا تم پر بھی اس کا حق ہے اسکی تجہیز و تکفین تمھیں اپنے مال سے کرو، اس نے کہا بسروچشم، اس میں وارث کا بھی امر ہوا اور رجوع نہیں کہ اس کی شرط نہ کی گئی، ہاں وارث نے کہا تم اس کی تجہیز و تکفین کردو جو خرچ ہوگا ترکہ سے تمھیں دے دیا جائے گا تو اب بلاشبہہ اختیار رجوع ہے۔ عیون پھر تاتارخانیہ پھر نہج النجاۃ پھر تنقیح الحامدیہ میں ہے:

اذا کفن الوارث المیّت من مال نفسہ یرجع والاجنبی لا یرجع[1]۔

اگر وارث نے میت کو اپنے مال سے کفن پہنایا تو رجوع کرسکتا ہے اور اجنبی ایسا کرے تو رجوع نہیں کرسکتا۔ (ت)

---

[1] العقود الدریۃ کتاب الوصایا باب الوصی ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۳۲۷

Marfat.com

ردالمحتار متفرقات البیوع مسئلہ تکفین میں ہے :

لوکفن المیت غیر الوارث من مال نفسہ لیرجع فی ترکتہ بغیر امر الوارث فلیس لہ الرجوع اشھد علی الوارث اولم یشھد ولوکفن الوصی من مال نفسہ لیرجع کان لہ الرجوع[1]

اگر غیر وارث نے میّت کو وارث کے حکم کے بغیر اپنے مال سے کفن پہنایا تاکہ وہ ترکہ میں رجوع کرے تو اس کو رجوع کا اختیار نہیں ہوگا چاہے وارث کو گواہ بنایا ہو یا نہیں اور اگر وصی نے اپنے مال سے کفن پہنایا تاکہ وہ ترکہ میں رجوع کرے تو اس کو رجوع کا اختیار رہوگا۔ (ت)

مجمع الفتاوٰی پھر نور العین پھر تنقیح مغنی المستفتی میں ہے :

امر احد الورثۃ انسانا بان یکفن المیت فکفن ان امرہ لیرجع علیہ یرجع کما فی انفق فی بناء داری و ھو اختیار شمس الاسلام و ذکر السرخسی ان لہ ان یرجع بمنزلۃ امر القاضی[2] اھ قلت والتعلیل دلیل التعویل ثم التقدیم دلیل التقدیم ثم الاختیار من الفاظ الفتوی۔

اگر وارثوں میں سے ایک نے کسی شخص کو کہا کہ وُہ میّت کو کفن پہنا دے اور اس نے پہنا دیا اب اگر وارث نے اس کو رجوع کا کہا تو رجوع کر سکے گا، جیسا کہ کوئی کسی کو کہے تو میرے گھر کی عمارت میں خرچ کر۔ وہی شمس الاسلام کا اختیار ہے، اور امام سرخسی نے ذکر فرمایا کہ اس کو بمنزلہ امر قاضی رجوع کا اختیار ہے اھ میں کہتا ہوں کہ تعلیل دلیلِ تعویل ہے، پھر تقدیم دلیلِ تقدیم ہے پھر اختیار فتوٰی کے الفاظ میں سے۔ (ت)

یہاں شرط رجوع درکنار امر زوجہ برکنار اجازت زوجہ کا بھی ثبوت نہیں بلکہ ظاہر یہی ہے کہ شاہ محمد نے بطور خود یہ تجہیز و تکفین کی موصی نے اُسی کے گھر میں وفات پائی اُس کا اس کا یارانہ تھا اور اس نے اس پر احسان کیا کہ اپنے دونوں مکان اور جملہ اسباب خانہ داری اپنی زوجہ سے چھڑا کر اس کو وصیت کر گیا اور اس نے وصیت نامہ میں دو جگہ اس سے اپنی تجہیز و تکفین درخواست کی تھی اور سوال فتوائے دوم جس کی طرز ادا بتا رہی ہے کہ وہ شاہ محمد کا مرتب کرایا ہوا ہے

---

[1] العقود الدریۃ کتاب الوصایا باب الوصی ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۳۲۷

[2] ؍؍ ؍؍ بحوالہ مجمع الفتاوٰی کتاب الکفالۃ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۳۰۲-۳۰۳

Marfat.com

اُس میں یہ لفظ ہیں زید وصیت کرگیا کہ بعد میرے میری جائداد منقولہ غیر منقولہ کا مالک عمرو ہے میری تجہیز وتکفین بھی کرے گا اور للہ میری ارواح بھی دے گا بعد وفاتِ زید عمرو نے وصیت مذکورہ کو قبول کرکے ایفائے امورات ایصا میں لگ گیا، جس سے صاف واضح کہ یہ تجہیز وتکفین بربنائے درخواست وصیت نامہ تھی نہ بربنائے امرِ عالم خاتون، تو کوئی امر ایسا ثابت نہیں جس سے یہ خرچ اُسے واپس دلایا جائے بلکہ اس کے خلاف کا ثبوت ظاہر ہے تو حکم واپسی نہیں ہوسکتا ثم اقول یہاں ایک دقیقہ اور ہے تجہیز وتکفین ضرور جمیع حقوق متعلقہ بہ ترکہ پر مقدم ہے،

اما المتعلق بعین کالمرھون والمبیع المحبوس بالثمن ودار مستأجرۃ قدم اجرتہا وعین جعلہا مھرا والمقبوض بالبیع الفاسد فانہ اذا مات الراھن اوالمشتری اوالاٰجر اوالزوج اوالبائع فی ھذہ الصور علی الولاء قدم حق المرتھن اوالبائع اوالمستاجر اوالمرأۃ اوالمشتری علی تجھیز المیت فانما ذلک لتعلقھا بالمال قبل صیرورتہ ترکۃ کما فی فی الدرالمختار ورد المحتار[۱]

لیکن وہ حق جو عین سے متعلق ہے جیسے رہن رکھی ہُوئی چیز، وہ مبیع جو ثمن کے بدلے روکا گیا ہے، وہ اجارہ کا مکان جس کا کرایہ پیشگی ادا کیا گیا ہے، وہ عین شئی جس کو مہر بنایا گیا ہے اور وہ شئی جس پر بیع فاسد کے ذریعے قبضہ کیا گیا۔ ان صورتوں میں اگر راہن، مشتری، آجر، خاوند یا بائع اسی حال پر مرگیا تو مذکورہ حقوق یعنی مرتہن، بائع، مستاجر، بیوی یا مشتری کا حق تجہیزِ میت پر مقدم ہوگا یہ اس لئے ہے کہ یہ حقوق مال کے ترکہ ہونے سے پہلے ہی اس سے متعلق ہوگئے ہیں، جیسا کہ درمختار اور ردالمحتار میں ہے۔ (ت)

مگر یہ تقدیم تجہیز وتکفین کو ہے نہ اُس دَین کو کہ بسبب تجہیز وتکفین عائد ہو وہ اگر ہے تو مثل سائر دیون ایک دین ہے نہ ترکہ اور جملہ دیون پر مقدم اولاً تمام علمائے یبدأ بتجھیزہ (اس کی تجہیز سے ابتدار کی جائے گی۔ ت) فرمایا ہے کہیں یبدأ بدین تجھیزہ (اس کی تجہیز کے قرض سے ابتدار کی جائے گی۔ ت) بھی آیا ہے۔

ثانیاً علماء نے اسے لباس حیات پر قیاس فرمایا ہے کہ زندگی میں تن کے کپڑے دائن کو

---

[۱] الدرالمختار کتاب الفرائض مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۵۲
ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۸۲-۴۸۳

Marfat.com

نہ دیئے جائیں گے یا کپڑوں کی حاجت ہے تو اس قدر دین میں نہ دیں گے، شریفیہ میں فرمایا:

انما کان قضاء الدین مؤخرا عن الکفن لانہ لباسہ بعد وفاتہ فیعتبر بلباسہ فی حیاتہ الاتری انہ یقدم علی دینہ اذلایباع ما علی المدیون من ثیابہ مع قدرتہ علی الکسب[1] (ملخصًا)

بیشک قرض کی ادائیگی کفن سے مؤخر اس لئے ہے کہ کفن مرنے کے بعد میت کا لباس ہے، لہذا اس کو اس کی زندگی کے لباس پر قیاس کیا جائیگا کیا نہیں دیکھتے ہو کہ زندگی میں لباس قرض پر مقدم ہوتا ہے، اس لئے کسب کی قدرت رکھنے والے مدیون کے کپڑے فروخت نہیں کئے جاتے۔ (ملخصًا)۔ (ت)

اور پُرظاہر کہ زید کے مدیون نے اگر عمرو سے قرض لے کر کپڑے بنائے تو عمرو کو زید پر کوئی ترجیح نہ ہوگی دونوں دَین یکساں ہوں گے دَین پر تقدم لباس کو تھی نہ کہ دَینِ لباس کو شرع میں اس کی کہیں اصل نہیں تو واجب کہ دَینِ تکفین بھی دیگر دیون پر اصلاً مقدم نہ ہو بلکہ کفن دہندہ اسوہ غرباء ہو۔ درمنتقی پھر ردالمحتار میں ہے:

الاصل ان کل حق یقدم فی الحیاۃ یقدم فی الوفاۃ اھ[2] ویضم منہ علی العرف الفقھی ان مالا یقدم فی الحیاۃ لایقدم فی الوفاۃ۔

اصل یہ ہے کہ جو حق زندگی میں مقدم ہوتا ہے وہ موت میں بھی مقدم ہوتا ہے اھ اور عرف فقہ میں اس کے ساتھ یہ ضابطہ ملایا جاتا ہے کہ جو زندگی میں مقدم نہ ہو وہ وفات میں بھی مقدم نہیں ہوتا۔ (ت)

ثالثاً علماء اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ میت کو برہنہ رکھنا جائز نہیں کہ تعظیم مسلمان مردہ و زندہ کی یکساں ہے۔ تبیین الحقائق میں فرمایا:

المرء یقدم نفسہ فی حیاتہ فیما یحتاج الیہ من النفقۃ والسکنی والکسوۃ علی اصحاب الدیون فکذا

انسان اپنی ذات کو زندگی میں اپنی ضروری حاجات یعنی نفقہ، سکونت اور لباس میں قرضخواہوں پر مقدم رکھتا ہے اسی طرح وفات

---

[1] الشریفیۃ شرح السراجیۃ خطبۃ الکتاب مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۵

[2] ردالمحتار کتاب الفرائض دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۸۴

Marfat.com

بعد وفاته یقدم تجهیزه وھو محترم حیا ومیتا فلا یجوز کشف عورته و فی الاثر لعظام المیت من الحرمۃ ما لعظام الحی[1] (ملخصًا)

کے بعد اس کی تجہیز وتکفین کو مقدم رکھا جائے گا انسان زندہ ومردہ دونوں حالتوں میں محترم ہے لہذا اس کو برہنہ کرنا جائز نہیں، حدیث میں ہے میت کی ہڈیوں کا احترام وہی ہے جو زندہ کی ہڈیوں کا ہے۔ ملخصًا (ت)

اور پُر ظاہر کہ یہ علت نفسِ تجہیز میں ہے نہ دَین تجہیز میں۔

رابعًا علماء فرماتے ہیں یہاں دو چیزیں ہیں، حق للمیت اور وہ تجہیز ہے، اور حق علی المیت اور وہ دَین ہے، اور اول ثانی پر مقدم ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی الرحیق المختوم شرح قلائد المنظوم میں فرماتے ہیں:

اعلم ان الحقوق المتعلقۃ بالترکۃ ھنا خمسۃ بالاستقراء لان الحق اما للمیت او علیہ اولا والاول التجہیز والثانی الدین الخ[2]

توجان لے کہ بیشک میت کے ترکہ سے متعلق حقوق بطورِ استقراء پانچ ہیں اس لئے کہ حق یا تو میت کے لئے ہوگا یا اس پر ہوگا یا ایسا نہیں ہوگا بصورتِ اول تجہیز ہے اور بصورتِ ثانی قرض الخ (ت)

ظاہر ہے کہ دَین تجہیز مثل سائر دیون حق علی المیت ہے نہ کہ حق للمیت، تو مرتبہ دیون ہی میں ہوگا نہ مرتبہ تجہیز میں۔

خامسًا جس طرح یہ دَین حاجت ستر کے لئے تھا اور بہت دیون بھی آدمی اپنے کھانے پینے پہننے رہنے وغیرہا حاجات اصلیہ کے اپنی حیات میں لیتا ہے تو شئی اپنے مثل پر کیسے مقدم ہوسکتی ہے، یوں ہی مہرِ مثل بھی وہ دَین کہ حاجت اصلیہ کے سبب لازم آتا ہے۔ ھدایہ باب اقرار المریض میں ہے:

النکاح من الحوائج الاصلیۃ وھو بمھر المثل[3]

نکاح حاجاتِ اصلیہ میں سے ہے اور وہ مہرِ مثل کے ساتھ ہوتا ہے۔ (ت)

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الفرائض المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ بولاق مصر ۶/ ۲۳۰-۲۲۹

[2] الرحیق المختوم شرح قلائد المنظوم (رسائل ابن عابدین) سہیل اکیڈمی لاہور ۲/ ۱۹۳

[3] الہدایۃ کتاب الاقرار باب اقرار المریض مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۲۴۰

Marfat.com

تو دین تجہیز اُس پر مقدم ہونے کے کوئی معنی نہیں فقیر نے جد الممتار میں اس مسئلہ کا استظہار کیا تھا اور اب یہ اس کی تحقیق تام ہے وباللہ التوفیق عبارت اُس کی یہ ہے:

ونصوا علیٰ ان الوصی او الوارث اذا کفن من مال نفسه کفن المثل یرجع فی الترکة ویظهر لی انه یکون المکفن حینئذ اسوة للغرباء لا تقدیم لحقه علیٰ حقوقهم وان کان دینه لاجل التکفین فان تقدیم التجهیز کان لحاجة المیت اعتبارا بحالة الحیاة وقد اندفعت حاجته ولم یبق الا اداء الدین فیکون کمثل سائر الدیون الاتری ان المدیون ان کان محتاجا الی اللباس یقدم علی اداء الدیون وان البسه رجل من مال نفسه شارطا علیه الرجوع کان کاحد الدائنین وایضا ربما یستدین الرجل فی حیاته لاکله وشربه و مالابد منه فالذی اداه لهذا کیف یتأخر عن الذی اداه لمثل الحاجة بعد الموت، والله تعالیٰ اعلم اھ[1]

مشائخ نے اس پر نص فرمائی کہ وصی یا وارث جب اپنے مال میں سے میت کو مثلی کفن پہنا دے تو وہ ترکہ میں رجوع کرے گا۔ میرے لئے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اس صورت میں وہ کفن دینے والا باقی غرباء کے مساوی ہوگا دوسروں کے حق پر اس کا حق مقدم نہ ہوگا اگرچہ اُس کا یہ قرض تکفین کی وجہ سے ہے کیونکہ تجہیز کو مقدم کرنا میت کی حاجت کے لئے اس کی زندگی کی حالت پر قیاس کرتے ہوئے۔ اور تحقیق وہ حاجت پوری ہوچکی اور نہ باقی رہا مگر قرض کا ادا کرنا تو وہ مثل باقی قرضوں کے ہوگیا۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ مقروض جب لباس کا محتاج ہو تو وہ قرض کی ادائیگی پر لباس کو مقدم رکھتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص اپنے مال سے اس کو لباس پہنا دے اس شرط کے ساتھ کہ وہ اس پر رجوع کرے گا تو وہ دیگر قرضخواہوں میں سے ایک ہوجائے گا نیز بسا اوقات کوئی شخص اپنی زندگی میں کھانے پینے اور دیگر ضروری اشیاء کے لئے قرض لیتا ہے، تو جس شخص نے ان ضروریات کے لئے قرض دیا وہ اس شخص سے کیسے متاخر ہوگا جس نے موت کے بعد ایسی ہی حاجت کے لئے اس کو قرض دیا، اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

---

[1] جد الممتار علی رد المحتار

Marfat.com

تو اگر شاہ محمد بامر زوجہ بشرط رجوع تجہیز و تکفین کرتا جب بھی غایت درجہ میں دَین مرتبہ دَین میں رہتا نہ کہ مرتبہ تجہیز و تکفین میں ہو کر مہر وغیرہ دیون پر مقدم ہو جاتا کہ یہ محض بلا وجہ بلکہ بے معنی ہے ومن ادعی فعلیہ البیان و لا یستطیع الیٰ ان یؤب القارظان۔ جو دعوی کرے دلیل بیان کرنا اس کے ذمہ ہے اور وہ دلیل نہیں لا سکے گا یہاں تک کہ سلم کے پتے چننے والے واپس آئیں (ت)

تفریعات

(۶۴، ۶۵) فتوی ۱ کا قول تجہیز و تکفین کا خرچ پہلے ہی سے نکال لیا جائے گا اس کا بار کسی فریق کے حصے پر نہ پڑے گا۔

(۶۶، ۶۷) فتوی ۵ کا قول خرچ دفن کرنے کا چھ سات روپے تک آخر دس روپے تک اس کا بار فریقین پر ہے۔

(۶۸، ۶۹) فتوی ۷ کا قول جمیع متروکہ میں سے سب سے اول تجہیز کا خرچ نکال لیا جائے گا نیز اس کا قول وصیت اگر بعوض دین مہر ہو تو تجہیز و تکفین کے بارے حسب حصہ زیورات مستثنٰی نہ ہوں گے الخ سب دو دو وجہ سے غلط ہیں اولاً بلا ثبوت موجب رجوع بلکہ بعد ظہور مانع رجوع حکم رجوع دینا، ثانیاً اسے مرتبہ تجہیز و تکفین میں رکھنا۔

(۷۰) فتوی ۷ کا قول اگر مدعا علیہ نے تجہیز و تکفین اپنے مال سے بلا اطلاع و بلا اجازت مدعیہ کی ہے اس کا بار صرف مدعا علیہ کے مال پر ہوگا اور باجازت مدعیہ اپنے مال سے کی ہے یا متوفی کے ترکہ سے تو اس کا بار متوفی کے تمام ترکہ پر ہوگا بھی صحیح نہیں فقط اجازت مدعیہ رجوع کے لئے کافی نہیں طرفہ یہ کہ شق اول میں بلا اطلاع کا لفظ بڑھا دیا جو اس کا موہم کہ صرف باطلاع وارث ہونا ہی رجوع کو بس ہے۔

افادہ ثانیہ عشر جامع فوائد غرر

فائدہ ۱۳۸: ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اصل مذہب یہ ہے کہ اصحاب فرائض میں کہ زوجین پر رد نہیں اُن کے فرض سے جو بچے اور کوئی عصبہ نسبی و سببی نہ ہو تو باقیماندہ ذوی الارحام کو دیں گے وہ نہ ہوں تو مولی الموالاۃ کو، وہ نہ ہو تو مقرلہ بالنسب علی الغیر کو، وہ نہ ہو تو موصی لہ بالزائد

Marfat.com

کو، وہ نہ ہو یا اُسے دے کر بھی بچے تو وہ باقی فقرا مسلمین کا حق ہے مسلمانوں کے بیت المال میں رکھیں مثل تمام اموال ضائعہ کے جن کا کوئی مالک وارث نہ ہو ان تمام مراتب اور ان کی ترتیب میں ائمہ و علمائے حنفیہ کرام متقدمین و متاخرین کسی کو اصلاً خلاف نہیں جمیع کتب سلف و خلف میں آج تک برابر اسی طرح لکھتے اور اسی پر عمل کرتے فتوے دیتے آئے اور جبکہ ترتیب مراتب کے یہ معنی ہیں کہ محل استحقاق رتبہ متقدمہ میں رتبہ متاخرہ کو نہ دیا جائے گا بلکہ وہ اس وقت پائے گا کہ رتبہ متقدمہ موجود نہ ہو جیسے جمیع صور میں یا اس کے حق کے بعد بھی کچھ باقی بچے جیسے اصحاب فرائض و عصبات یا احد الزوجین و مراتب نازلہ یا موصی لہ بالزائد دون الکل و بیت المال میں اور بیت المال کا کوئی حصہ معین نہیں کہ اس کے بعد کچھ بچے نہ زمان برکت نشان سلف میں اس کے عدم کی صورت تھی لہذا ائمہ متقدمہ نے اسے آخر المراتب رکھا زمانہ متاخرین میں جبکہ بیت المال فاسد ہوا اور فاسد مثل معدوم ہے تو اب بیت المال آخر المراتب نہ رہا اور صورت یہ پیدا ہوئی کہ ذوی الارحام نہ ہوں تو مولی الموالاۃ کو، وہ نہ ہو تو مقرلہ کو، وہ نہ ہو تو موصی لہ بالزائد کو، وہ نہ ہو تو بیت المال کو، اور وہ بھی نہ ہو جیسے زمانہ متاخرہ میں تو اب کس کو۔

اس کے لئے ائمہ متاخرین نے نواں[9] مرتبہ رد علی الزوجین نکالا اور زوجین بھی نہ ہوں تو بنات[10] معتق کو، وہ بھی نہ ہوں تو معتق کے ذوی[11] الارحام کو، وہ بھی نہ ہوں تو میت کے اولاد رضاعی کو، کوئی عاقل نہ کہے گا کہ ان مراتب اربعہ کے احداث سے علماء متاخرین اُس ترتیب مجمع علیہ مراتب سابقہ کو توڑنا چاہتے ہیں حاشا اُس پر تو ہمارے تمام علماء کا قطعی اجماع بلا نزاع ہے بلکہ از انجا کہ مرتبہ اخیرہ اب مرتبہ اخیرہ نہ رہا اس کے بعد اور مراتب بڑھاتے ہیں تو یہ چاروں مراتب جدیدہ بالیقین بیت المال منتظم سے مؤخر ہیں اور بیت المال منتظم موصی لہ بالزائد سے مؤخر ہے تو قطعاً یقیناً یہ چاروں مراتب موصی لہ بالزائد سے بدرجہا مؤخر ہیں، علمائے جس طرح رد علی الزوجین کا مرتبہ نکالا یہ تینوں مراتب بنات معتق و ذوی الارحام معتق و اولاد رضاعی بھی نکالے۔ نہایہ پھر تبیین الحقائق پھر اشباہ والنظائر پھر منح الغفار پھر درمختار کتاب الولاء میں ہے:

واللفظ لہ لومات المعتق ولم یترک الا ابنۃ معتقہ فلا شیء لہا ویوضع مالہ فی بیت المال ھذا ظاھر الروایۃ وذکر الزیلعی معزیا للنھایۃ ان

اور لفظ درمختار کے ہیں کہ اگر مُعتق مر گیا اور سوائے مُعتق کی بیٹی کے اس کے پسماندگان میں کوئی نہیں تو اس کو کچھ نہیں ملے گا، اور معتق کا مال بیت المال میں رکھ دیا جائیگا یہ ظاہر الروایۃ ہے اور زیلعی نے نہایہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے

Marfat.com

بنت المعتق ترث فی زماننا لفساد بیت المال وکذا ما فضل عن فرض احد الزوجین یرد علیہ وکذا المال یکون للابن او البنت رضاعا کذا فی فرائض الاشباہ واقرہ المصنف وغیرہ۔[1]

ذکر کیا کہ معتق کی بیٹی ہمارے زمانے میں بیت المال کے فساد کی وجہ سے وارث ہوگی یونہی زوجین میں کسی ایک کے فرضی حصہ قبول کرنے کے بعد جو بچ جائے وہ اسی پر رَد کردیا جائے گا۔ اور اسی طرح ترکہ کا مال رضاعی بیٹے یا بیٹی کو ملے گا۔ الاشباہ کی کتاب الفرائض میں یونہی ہے، اور مصنّف وغیرہ نے اس کو برقرار رکھا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ومثلہ فی الذخیرۃ قال وھکذا کان یفتی الامام ابوبکر البرزنجری والقاضی الامام صدر الاسلام لانھا اقرب الی المیت من بیت المال فکان الصرف الیھا اولٰی اذلو کانت ذکرا تستحق المال، قولہ ترث فی زماننا عبارۃ الزیلعی یدفع المال الیھا لابطریق الارث بل لانھا اقرب الناس الی المیت ح، قولہ وکذا ما فضل الخ عزاہ فی الذخیرۃ الٰی فرائض الامام عبدالواحد الشھید، قولہ للابن او البنت رضاعا عزاہ فی الذخیرۃ الٰی محمد رحمہ اللہ تعالٰی۔[2]

اسی کی مثل ذخیرہ میں فرمایا، اور ایسے ہی فتوٰی دیتے تھے امام ابوبکر البرزنجری اور قاضی امام صدر الاسلام۔ کیونکہ معتق کی بیٹی بیت المال کی بنسبت میّت کے زیادہ قریب ہے۔ چنانچہ مال کو اس کی طرف پھیرنا اولٰی ہے، کیونکہ اگر وُہ مذکر ہوتی تو مال کی مستحق ہوتی۔ ماتن کا قول "وہ ہمارے زمانے میں وارث بنے گی"۔ زیلعی کی عبارت ہے اس کو مال بطورِ میراث نہیں دیا جائے گا بلکہ اس لئے دیا جائے گا کہ وہ لوگوں میں سے میت کے قریب ترین ہے ح۔ ماتن کا قول "اور یونہی جو بچ جائے الخ" اس کو ذخیرہ میں فرائض امام عبدالواحد شہید کی طرف منسوب کیا ہے۔ ماتن کا قول "رضاعی بیٹا یا بیٹی" اس کو ذخیرہ میں امام محمد علیہ الرحمہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ (ت)

---

[1] الدرالمختار کتاب الولاء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۹۴

[2] ردالمحتار 〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۷۶

Marfat.com

الرحیق المختوم میں ہے :

بنت المعتق فلاشیئ لہا فی ظاہر الروایۃ وافتی بعضھم بدفعہ لہا لکن لا بطریق الارث بل لکونہا اقرب الناس الیہ بل ولذوی ارحامہ بل وللولد رضاعا کما یرد علی الزوجین فی زماننا کما فی القنیۃ والزیلعی عن النہایۃ والاشباہ اقرہ فی المنح وسکب الانہر[1]

ظاہر الروایہ میں معتق کی بیٹی کے لئے کچھ نہیں، اور بعض مشائخ نے اس کو دینے کا فتوٰی دیا ہے لیکن بطورِ میراث نہیں بلکہ اس لئے کہ وہ لوگوں میں سے میّت کے زیادہ قریب ہے بلکہ معتق کے ذوی الارحام بلکہ اس کی رضاعی اولاد کو دینے کا بھی فتوٰی دیا ہے جیسا کہ ہمارے زمانے میں زوجین پر رَد کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ قنیہ، زیلعی بحوالہ نہایہ، اور الاشباہ میں ہے اسی کو برقرار رکھا ہے منح اور سکب الانہر نے۔ (ت)

کیا کوئی عاقل وہم کرسکتا ہے کہ یہ مراتب موصی لہ بالزائد پر مقدم ہیں زید اگر اپنے کل مال کی وصیت عمرو کے لئے کرجائے اور کوئی وارث نہ رکھتا ہو ایک لڑکی ہو جس نے اس کی زوجہ کا دُودھ کہ اس سے تھا پیا ہے تو زید کی وصیت نافذ نہ کرینگے اور ثلث سے زائد اُس دودھ کی لڑکی کو دے دینگے یہ بلاشبہہ باطل ومردود وخلافِ اجماع ہے یہ سب مراتب جدیدہ اس امر میں یکساں ہیں کہ سبب مرتبۂ اخیرہ کے بعد رکھے گئے ہیں۔

فائدہ ۱۴۷: اقول زیادت علی الثلث میں موصی لہ کا حق صرف وارث سے مؤخر ہے اور غیر وارث پر مقدم، ولہذا بیت المال پر مقدم ہے کہ بیت المال ہمارے نزدیک وارث نہیں۔ علامہ سیّد شریف شرح سراجیہ پھر علامہ شیخی زادہ مجمع الانہر پھر علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں :

اذا عدم من تقدم ذکرہ یبدأ بمن اوصی لہ بجمیع المال فتکمل لہ وصیتہ لان منعہ عما زاد علی الثلث کان لاجل

جب وہ معدوم ہوجائیں جن کا پہلے ذکر ہوا تو پھر اس سے ابتداء کی جائے گی جس کے لئے میّت نے کل مال کی وصیت کی۔ چنانچہ اسکی وصیت پُوری کردی جائے گی اس لئے کہ

---

[1] الرحیق المختوم شرح قلائد المنظوم (رسائل ابن عابدین) سہیل اکیڈمی لاہور ۲/۲۱۶

Marfat.com

الورثة فاذا لم یوجد منهم احد فله عندنا ما عین له کملا وانما اخر ذٰلك عن المقر له بناء علی ان له نوع قرابة بخلاف الموصی له [1]

تہائی مال سے زائد کی وصیت کا ممنوع ہونا وارثوں کی وجہ سے تھا جب ان میں سے کوئی موجود نہیں تو ہمارے نزدیک موصیٰ لہ کو مکمل طور پر وہ دے دینگے جس کی تعیین اس کے لئے موصی نے کی ہے۔ موصیٰ لہ اس شخص سے مؤخر اس لئے ہے جس کے لئے میّت نے نسب کا اقرار کیا ہے کہ اقرار والے کو ایک قسم کی میّت سے قرابت حاصل ہے بخلاف موصیٰ لہ کے۔ (ت)

اور ان مراتب اربعہ جدیدہ کو دیا جانا بطور وارث نہیں تو واجب کہ موصی لہ بالزائد رد علی الزوجین و باقی مراتب ثلثہ پر مقدم ہو۔ امام فخر الدین زیلعی تبیین میں فرماتے ہیں:

لو مات المعتق ولم یترك الا ابنة المعتق فلا شیئ لبنت المعتق فی ظاهر الروایة اصحابنا ویوضع ماله فی بیت المال وبعض مشائخنا کانوا یفتون بدفع المال الیها لا بطریق الارث بل لانها اقرب الناس الی المیت فکانت اولٰی من بیت المال الاتری انها لو کانت ذکرا کانت تستحقه ولیس فی زماننا بیت المال ولو دفع الی السلطان او الی القاضی لا یصرفه الی المستحق ظاهرا وعلی هذا ما فضل عن فرض احد الزوجین یرد علیه لانه اقرب

اگر مُعتَق مرگیا اور معتِق کی بیٹی کے علاوہ کسی کو نہ چھوڑا تو ظاہر الروایہ میں ہمارے اصحاب کے نزدیک معتِق کی بیٹی کو کوئی شئی نہیں ملے گی اور سارا مال بیت المال میں رکھ دیا جائیگا ہمارے بعض مشائخ معتِق کی بیٹی کو مال دینے کا فتویٰ دیتے تھے مگر بطورِ میراث نہیں بلکہ اس لئے کہ وہ لوگوں میں سے میت کے قریب ترین ہے لہذا وہ بیت المال کی بنسبت اولیٰ ہے۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ اگر وہ مذکر ہوتی تو مال کی مستحق ہوتی۔ اور ہمارے زمانے میں بیت المال نہیں ہے اور اگر وہ مال بادشاہ یا قاضی کو دیا جائے تو بظاہر مستحق پر خرچ نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ میاں بیوی میں سے کسی کے فرضی حصہ وصول کرنے کے بعد جو بچ جائے وہ اسی

---

[1] رد المحتار کتاب الفرائض دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۸۸
مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر " " " ۲/۷۴۸
الشریفیۃ شرح السراجیۃ مقدمۃ الکتاب مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۱۱

Marfat.com

الناس الیه ولا یوضع فی بیت المال وکذا الابن والبنت من الرضاع یصرف الیهما اذا لم یکن هناك اقرب منهما ذکر هذه المسائل فی النهایة۔[1]

پر رد کیا جاتا ہے کیونکہ وہ لوگوں میں سے میت کے قریب ترین ہے اور وہ بچا ہوا مال بیت المال میں نہ رکھا جائے گا، اسی طرح رضاعی بیٹے اور بیٹی کی طرف مال کو لوٹایا جائیگا اگر وہاں ان سے بڑھ کر کوئی قریبی موجود نہ ہو یہ مسائل نہایہ میں مذکور ہیں۔ (ت)

یہ کلام فہیم کے لئے نص صریح ہے کہ رَدعلی الزوجین وراثۃً نہیں بلکہ اسی طرح ہے جیسے مفاسد بیت المال فاسد سے بچنے کو رضاعی اولاد کو دیا جاتا ہے نیز اس پر دلیل انھیں امام جلیل کا ارشاد ہے کہ اصحاب رد پر رد بجہت عصوبت ہے۔

حیث قال الاخذ بطریق الرد لیس بفرض انما ھو بطریق العصوبة۔[2]

جہاں فرمایا بطور رَد لینا یہ فرض کے طور پر نہیں بلکہ عصبہ کے طور پر ہے۔ (ت)

اور ظاہر ہے کہ زوجیت عصوبت نہیں، نیز انھیں کا ارشاد ہے:

الرد علی ذوی السهام اولٰی من ذوی الارحام لانهم اقرب الا الزوجین فانهما لا قرابة لهما مع المیت۔[3]

ذوی الفروض پر رَد کرنا ذوی الارحام سے اولٰی ہے کیونکہ وہ میّت سے زیادہ قرب رکھتے ہیں سوائے زوجین کے اس لئے کہ ان دونوں کی میّت سے کوئی قرابت نہیں۔ (ت)

نیز امام اجل نسفی کا شرح وافی میں ارشاد:

الرد باعتبار الرحم حتی لا یرد علی الزوجین لعدم الرحم۔[4]

رد قرابت کے اعتبار سے ہے یہاں تک کہ زوجین پر قرابت کے نہ ہونے کی وجہ سے رد نہیں کیا جاتا۔ (ت)

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الولاء المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۵/۱۷۸
[2] ؍؍ ؍؍ کتاب الفرائض ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۶/۲۴۷
[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۶/۲۴۲
[4] الکافی شرح الوافی

Marfat.com

لاجرم رحیق المختوم میں تصریح فرمائی :

ان الرد انما یستحق بالرحم والزوجات لیسا بذوی رحم فلذا استثناهما و قیل یرد علیهما لفساد بیت المال و قد منا فی عصبة العتق ان ذٰلك لا بطریق الارث[1] (ملخصًا)

بیشک رَد کا استحقاق قرابت کی وجہ سے ہے زوجین چونکہ قرابت نہیں رکھتے اس لئے وہ دونوں مستثنیٰ ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ بیت المال کے فاسد ہونے کی وجہ سے زوجین پر رَد کیا جائے گا اور ہم معتِق کے عصبہ میں بیان کرچکے ہیں کہ وہ بطورِ میراث نہیں۔ ملخصًا (ت)

تو زوجین کہ باہم اجنبی ہوں اور کوئی رشتہ نہ رکھتے ہوں اُن پر رد بجہت ارث نہیں ہوسکتا اور اسے ارث ٹھہرانا کتاب اللہ پر زیادت ہے تو وہ نہیں مگر اُسی وجہ مذکور اولاد رضاعی پدر و موصی لہٗ کا مانع نہ تھا مگر حق ارث تو رد علی الزوجین اس کا مانع نہیں ہوسکتا بلکہ اس سے مؤخر رہنا واجب، وھو المقصود والحمد للہ الودود۔

فائدہ ۱۵ : اقول رد علی الزوجین اگر مرتبۂ رَد میں فرض کیا جائے تو رد کی چار صورتوں سے جن پر متقدمین متاخرین سب کی کتب اجماع کئے ہوئے ہیں دو منسوخ ہوجائیں کہ اب ذوی الفروض میں من لایرد علیہ کوئی نہ رہا مرد مرے اور ایک زوجہ ایک دختر چھوڑے تو جمیع کتب متقدمین و متاخرین حنفیہ میں مسئلہ آٹھ سے کرتے ہیں ایک زوجہ کا کہ صرف اس کا فرض ہے اور سات دختر کے چار فرضًا اور تین رَدًّا ، ہم بہت شکرگزار ہوں گے اگر کسی متاخر سے متاخر حنفی معتمد مثلاً علامہ طحطاوی یا علامہ شامی وغیرہما کسی کے کلام میں دکھا دیں کہ صورت مذکورہ میں زوجہ و دختر کو نصف نصف دلایا ہو۔ اگر کہئے زوجین پر رد ہے تو مگر ذوی الفروض النسبیہ پر رَد سے مؤخر ہے یعنی وُہ ہوں تو انھیں پر رَد ہوگا نہ ان پر، تو اسی کی سند کسی معتمد اگلے پچھلے کے کلام سے دکھائیے جب مذہب منسوب با امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ لیا گیا اور عول پر قیاس کیا گیا اور اسی زعم پر عدمِ رَد کے خلاف روایت و درایت بتایا گیا تو وجہ تفرقہ کیا۔

فائدہ ۱۶ : اقول نہ سہی اگر رد علی الزوجین کو متاخرین نے مرتبۂ رَد میں رکھا ہے تو آخر کسی متاخر نے ذوی الارحام پر مقدم کیا ہوگا کہ باجماع حنفیہ رَد ان پر مقدم ہے اسی کی تصریح

---

[1] الرحیق المختوم شرح قلائد المنظوم (رسائل ابن عابدین) باب الرد سہیل اکیڈمی لاہور ۲/ ۲۳۰

Marfat.com

کسی متاخر سے متاخر حنفی معتمد کے کلام میں دکھا دیجئے کہ آدمی مرے اور زوجہ یا زوج اور حقیقی نواسا نواسی بھتیجی بھانجا بھانجی چھوڑے تو سارا مال زوج یا زوجہ کو ملے گا نواسا کچھ نہ پائے گا اور کیونکر دکھا سکتے ہیں کہ وہ اجماع حنفیہ کے خلاف ہے۔ امام نسفی کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں:

اجمعوا علی ان ذوی الارحام لایحجبون بالزوج والزوجة ای یرثون معهما فیعطی للزوج او للزوجة نصیبه ثم یقسم الباقی بین ذوی الارحام کما لو انفردوا مثاله زوج و بنت بنت و خالة وبنت عم فللزوج النصف و الباقی لبنت البنت[1]

مشائخ کا اس پر اجماع ہے کہ ذوی الارحام خاوند اور بیوی کی وجہ سے محروم نہیں ہوتے یعنی ان دونوں کی موجودگی میں وارث بنتے ہیں چنانچہ خاوند یا بیوی کو فرضی حصہ دے کر باقی ذوی الارحام میں تقسیم کردیا جائے گا جیسا کہ ان کے منفرد ہونے کی صورت میں کیا جاتا، اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی عورت فوت ہوئی اور اس نے یہ ورثاء چھوڑے خاوند، نواسی، خالہ اور چچا کی بیٹی تو اس صورت میں نصف خاوند کو ملے گا باقی نواسی کو ملے گا۔ (ت)

اس مسئلہ بدیہیہ میں تشکیک کرنے والے اگر اپنے ہی کارنامے یاد کریں تو غالباً ایسا بے معنی فتوٰی کبھی نہ دیا ہوگا بلکہ ہمیشہ فرض احد الزوجین دلا کر باقی نواسے وغیرہ کو پہنچایا ہوگا۔

فائدہ ۱۷: اقول اگلی کارروائیاں یاد دلانے کی کیا حاجت، اور ممکن کہ بہتوں کو کبھی مسئلہ ذوی الارحام کا اتفاق ہی نہ ہوا ہو، اب حال کے یہی فتاوٰی نہ دیکھے جو کہ مقدمہ میں پیش نظر ہیں، فتوٰی اولٰی میں ہے اگر متوفی کا کوئی بھی قریبی یا بعیدی رشتہ دار موجود نہ ہو تو بعد ادائے حصہ وصیت جس قدر بچے سب بیوہ کا حق ہوتا ہے جیسا کہ درمختار و ردالمحتار وغیرہ میں صاف لکھا ہے۔ فتوٰی سوم میں ہے بوقت نہ ہونے دیگر ورثہ کے زوجہ پر رد کیا جائے گا۔ فتوٰی ششم میں ہے اگر متوفی کا کوئی رشتہ دار موجود نہ ہو تو بچا ہوا ترکہ احد الزوجین کو دے دینگے۔ فتوٰی سوم و ششم و ہشتم نے اس پر عبارت بھی نقل کی ہے:

الرد علیهما اذا لم یکن من الاقارب سواهما[2]

زوجین پر رد اس صورت میں ہوگا جب ان کے ماسوا اقارب میں سے کوئی موجود نہ ہو۔ (ت)

[1] الکافی شرح الوافی

[2] ردالمحتار کتاب الفرائض باب العول دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۵۰۲

Marfat.com

مگر نسی ماقد مت ید اہ کا کیا علاج ۔

فائدہ ۱۸: تمام کتب شاہد ہیں کہ اس فتویٰ متاخرین کی علت فساد بیت المال ہے کہ عبارات سابقہ سے واضح اور خود ان خلافی فتووں نے نادانستہ اُسے بار بار نقل کیا۔ فتوی سوم و ششم و ہفتم سب میں بحوالہ ردالمحتار قنیہ سے ہے:

یفتی بالرد علی الزوجین فی زماننا لفساد بیت المال[1]	بیت المال کے فاسد ہونے کی وجہ سے ہمارے زمانے میں زوجین پر رَد کا فتوٰی دیا جائیگا۔ (ت)

نیز اُن میں بحوالہ شامی محقق علامہ تفتازانی سے ہے:

افتی کثیر من المشائخ بالرد علیھما اذا لم یکن من الاقارب سواھما لفساد الامام[2]	بہت سارے مشائخ نے زوجین پر رَد کا فتویٰ دیا ہے جبکہ ان کے علاوہ اقارب میں سے کوئی موجود نہ ہو کیونکہ پیشوا بگڑ چکے ہیں۔ (ت)

نیز اُن سب میں بحوالہ درمختار اشباہ سے ہے:

یرد علیھما فی زماننا لفساد بیت المال[3]	بیت المال کے فاسد ہونے کی وجہ سے ہمارے زمانے میں زوجین پر رَد کیا جائیگا۔ (ت)

اللہ عزّوجل عافیت بخشے ہر تھوڑی عقل والا بھی ان عبارات کو بنگاہِ اوّلین دیکھتے ہی فوراً سمجھ لیتا کہ زوجین پر رَد اس عارض کے سبب ضرورۃً مانا ہے اگر یہ عارض نہ ہو یعنی بیت المال منتظم ہو تو باقیماندہ اسی میں رکھا جائے گا اور زوجین پر رَد نہ کیا جائے گا تو رَد علی الزوجین موصی لہ بالزائد سے دو مرتبہ مؤخر ہوا نہ کہ زبردستی اُس پر مقدم کر دیا جائے ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم نسأل اللہ العفو والعافیۃ (بلندی اور عظمت والے معبود کی توفیق کے بغیر نہ کسی کو گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ نیکی کرنے کی قوت، ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔ ت)

فائدہ ۱۹: اقول شافعیہ رحمہم اللہ تعالٰی کے نزدیک بیت المال وارث ہے ولہذا وہ بحالت عدم عصبہ اصحابِ فرائض نسبیہ پر بھی رَد نہیں کرتے بعد کے مراتب ذوی الارحام ومولی الموالاۃ

---

[1] ردالمحتار کتاب الفرائض باب العول داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۵۰۲

[2] " " " " " "

[3] الدرالمختار " " مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۶۱

Marfat.com

ومقرلہ وموصی لہ، بالزائد کا کیا ذکر ہے تو اُن کے نزدیک مستحقین صرف چار ہیں' اصحابِ فرائض پھر عصبات نسبیہ پھر سببیہ پھر بیت المال بس۔ کافی میں ہے:

ما فضل عن فرض ذوی الفروض ولا مستحق له یرد علی ذوی الفروض بقدر حقوقهم الا علی الزوجین عندنا وهو قول عامة الصحابة رضوان الله تعالٰی علیهم، وقال زید الفاضل لبیت المال ولا یرد علیهم وبه قال مالك والشافعی رحمهم الله تعالٰی وقیل مسألة الرد مبنیة علی مسألة ذوی الارحام اذ الرد باعتبار الرحم حتی لا یرد علی الزوجین لعدم الرحم وعند مالك والشافعی رحمهما الله تعالٰی لم یستحق ذووا الارحام شیئا ومصب المال بیت المال فکذا الفاضل عن فرض ذوی الفروض مصبه بیت المال[1] اھ اقول وعندی الاظهر عکسه ای تبنی مسألة ذوی الارحام علی مسألة الرد فان قرابة ذوی السهام اقوی فلما تعارض عندهما بیت المال و

ذوی الفروض سے جو کچھ بچ جائے اور اس کا کوئی مستحق نہ ہو تو ہمارے نزدیک زوجین کے علاوہ ذوی الفروض پر ان کے حقوق کے برابر رد کیا جائیگا یہی قول عام صحابہ کرام کا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ جو بچ گیا وہ بیت المال کا ہے ذوی الفروض پر رد نہیں کیا جائے گا، اور یہی فرمایا امام شافعی اور امام مالک رحمہ اللہ تعالٰی علیہما نے۔ اور کہا گیا ہے کہ رد کا مسئلہ ذوی الارحام کے مسئلہ پر مبنی ہے کیونکہ رد قرابت و رشتہ داری کے اعتبار سے ہوتا ہے یہاں تک کہ رشتہ داری نہ ہونے کی وجہ سے زوجین پر رد نہیں کیا جاتا امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ تعالٰی کے نزدیک ذوی الارحام کسی شئی کے مستحق نہیں اور مال رکھنے کی جگہ بیت المال ہے، یونہی جو ذوی الفروض کے فرضی حصوں سے بچ گیا اس کو رکھنے کی جگہ بھی بیت المال ہے اھ میں کہتا ہوں میرے نزدیک زیادہ ظاہر اس کا عکس ہے یعنی ذوی الارحام کا مسئلہ رد کے مسئلہ پر مبنی ہے کیونکہ ذوی الفروض کی قرابت زیادہ قوی ہے تو جب وہ امام

---

[1] الکافی شرح الوافی

Marfat.com

قد م علی الرد علیهم لم تعارضه قرابة ذی الرحم بالاولٰی وکانه رحمه اللّٰه تعالٰی لذا عبرہ بقیل۔

شافعی اور امام مالک کے نزدیک بیت المال کے معارض ہے تو بیت المال ذوی الفروض پر رَد سے مقدم ہوگیا، ذوی الارحام کی قرابت بدرجۂ اولٰی مزاحم نہیں ہو گی گویا مصنّف علیہ الرحمہ نے اسی واسطے اسے قِیل سے تعبیر فرمایا ہے۔ (ت)

کتاب الانوار امام یوسف اردبیلی شافعی میں ہے:

اسباب التوریث القرابة والنکاح والولاء والاسلام[1] اھ فالقرابة لذی سھم والعصبة النسبیین والنکاح لذی السھم السببی والولاء للعصبة السببیة والاسلام لاھل بیت المال۔

وارث بننے کے اسباب قرابت، نکاح، ولاء اور اسلام ہیں پس قرابت تو نسبی ذوی الفروض اور نسبی عصبہ کے لئے ہے اور نکاح سببی ذوی الفروض کے لئے ہے اور ولاء سببی عصبہ کے لئے ہے اور اسلام بیت المال والوں کیلئے ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

قلنا لایرد علی اصحاب الفروض ولا یورث ذووالارحام[2]

ہم کہتے ہیں کہ ذوی الفروض پر رد نہیں کیا جائیگا اور نہ ذوی الارحام کو وارث بنایا جائیگا (ت)

مگر فساد بیت المال کے وقت وہ بھی رد علی اصحاب الفروض النسبیہ اور اُن کے بعد توریث ذوی الارحام کے قائل ہوئے ہیں اور اس کی علت وہی فساد بیت المال بناتے ہیں سید علی السراجی میں ہے:

عند الشافعیة ان بیت المال ان کان منتظما یقدم علی ذوی الارحام والرد و ان لم ینتظم یرد اولا علی ذوی الفروض النسبیة بنسبة فرائضھم ثم یصرف

شافعیہ کے نزدیک بیت المال اگر منتظم ہو تو وہ ذوی الارحام اور رَد پر مقدم ہوتا ہے اور اگر وہ منتظم نہ ہو تو پھر اوّلاً نسبی ذوی الفروض پر ان کے فرضی حصّوں کے مطابق رَد کیا جائیگا پھر ذوی الارحام کی طرف پھیرا جائیگا ان کے

---

[1] الانوار لاعمال الابرار کتاب الفرائض مطبعۃ الجمالیہ مصر ۲/۲
[2] " " " " " " " ۲/۳

Marfat.com

الی ذوی الارحام ولا میراث عندھم اصلا لمولی الموالاۃ ولا للمقر لہ بالنسب علی الغیر و لا للموصی لہ یجمع المال[1]

نزدیک مولٰی موالاۃ اور نسب کے اقرار والے شخص اور کل مال کے موصٰی لہٗ کے لئے کوئی میراث نہیں۔ (ت)

تبیین میں ہے:

ان کثیرا من اصحاب الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ منھم ابن سریج خالفوہ وذھبوا الٰی توریث ذوی الارحام وھو اختیار فقہائھم للفتوی فی زماننا لفساد بیت المال وصرفہ فی غیر المصارف[2]

امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بہت سارے اصحاب جن میں ابن سُریج بھی ہیں نے اسکی مخالفت کی اور وہ ذوی الارحام کو وارث بنانے کی طرف گئے ہیں اور یہی ہمارے زمانے میں فتوٰی کے لئے ان کے فقہاء کا مختار ہے۔ بیت المال کے فاسد ہونے کی وجہ سے اور مصارف کے غیر میں اس کے خرچ ہونے کی وجہ سے۔ (ت)

انوارِ شافعیہ میں ہے:

ان لم ینتظم ای بیت المال فالصحیح المرجح المفتی بہ انہ یرد الفاضل منھم علیھم ویورث ذووالارحام ان فقد وا[3]

اگر بیت المال منتظم نہ ہو تو صحیح راجح مفتٰی بہ قول یہ ہے کہ ذوی الفروض سے بچا ہوا انھیں پر رَد کیا جائے گا اور اگر وہ مفقود ہوں تو ذوی الارحام کو وارث بنایا جائے گا۔ (ت)

توفساد بیت المال کے وقت مسئلہ رَد میں ہمارا اُن کا اتفاق ہوگیا ہم تو رَد مانتے ہی تھے اور اب بوجہ فساد وہ بھی ماننے لگے یہ معنٰی ہیں عبارت درمختار:

ان فضل عن الفروض ولا عصبۃ یرد الفاضل علیھم اجماعا الفساد

اگر ذوی الفروض سے کچھ بچ جائے اور کوئی عصبہ موجود نہ ہو تو بچا ہوا بالاجماع ذوی الفروض

---

[1] الشریفیۃ شرح السراجیۃ مقدمۃ الکتاب مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۱۱

[2] تبیین الحقائق کتاب الفرائض بولاق مصر ۲۴۲/۶

[3] الانوار الاعمال الابرار " مطبعۃ الجمالیۃ مصر ۲/۲

Marfat.com

بیت المال الاعلی الزوجین[1]

پر لوٹا دیا جائیگا بوجہ بیت المال کے فاسد ہونے کے سوائے زوجین کے۔ (ت)

تو فساد بیت المال علت اتفاق ہے نہ کہ ہمارے نزدیک ذی سہم نسبی پر رَد کی علت جسے ادنیٰ طالب علم بھی نہ کہے گا پھر علت ہے تو صرف اتفاق شافعیہ کی ورنہ مالکیہ سے منقول کہ بحال فساد بھی رد نہیں کرتے۔ لاجرم ردالمحتار میں ہے:

قولہ لفساد بیت المال علۃ لقولہ اجماعا ولا یظھر لان المشھور من مذھب مالك انہ لبیت المال و ان لم یکن منتظما[2]

مصنّف کا قول "بوجہ فساد بیت المال" علت ہے اس کے قول اجماعًا کی اور یہ ظاہر نہیں کیونکہ امام مالک کے مذہب سے مشہور ہے کہ ذوالفروض کے فرضی حصوں سے بچا ہوا مال بیت المال کا ہے اگرچہ بیت المال منتظم نہ ہو۔ (ت)

طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے:

قولہ اجماعا لفساد بیت المال ھذہ العلۃ غیر ظاھرۃ بالنظر للقول بالرد عندنا فان الرد عندنا مقدم علی بیت المال وان کان منتظما وان کان علۃ لقولہ اجماعا لایظھر ایضا لان القول بالرد حینئذ قول لبعض الشافعیۃ والمشھور من مذھب المالکیۃ انہ لبیت المال وان لم یکن منتظما[3]

ماتن کا قول "بالاجماع بوجہ فساد بیت المال" یہ علت ہمارے نزدیک رَد کے قول کی طرف نظر کرتے ہوئے ظاہر نہیں کیونکہ ہمارے نزدیک رد بیت المال پر مقدم ہے اگرچہ بیت المال منتظم ہو اور اگر یہ ماتن کے قول اجماعًا کی علت ہو تو بھی ظاہر نہیں کیونکہ اس صورت میں رد کا قول بعض شافعیہ کا قول ہے، اور مالکیہ کے مذہب سے مشہور یہ ہے کہ وہ بیت المال کے لئے ہے اگرچہ بیت المال منتظم نہ ہو۔ (ت)

---

[1] الدرالمختار کتاب الفرائض باب العول مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۶۱

[2] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۵۰۲

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار " " المکتبۃ العربیہ کوئٹہ ۴/۳۹۴

Marfat.com

فائدہ ۲۰: اقول ذی سہم نسبی پر رَد کی علت ہمارے نزدیک فساد بیت المال ٹھہرانا افسد فاسدات ہے، **اوّلا** ہمارے ائمہ کے نزدیک وُہ کوئی امر عارضی نہیں کہ بضرورت مانا گیا بلکہ عصوبت کے بعد حق راجح قوی مستقل ہے کہ قرابت ذوی الارحام پر بھی مقدم ہے نہ کہ دیگر مراتب نازلہ۔ ہمارے علماء نے اُسے آیت واحادیث وارشاداتِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ثابت فرمایا ہے نہ کہ فساد بیت المال کی ناچاری سے۔ تبیین الحقائق میں ہے:

لناقوله تبارك وتعالٰى واولوا الارحام بعضهم اولٰى ببعض فی کتاب الله وهوالمیراث فیکون اولٰی من بیت المال ومن الزوجین الا فیما ثبت لهما بالنص وکان ینبغی ان یکون ذلك لجمیع ذوی الارحام لاستوائهم فی هذا الاسم الا ان اصحاب الفرائض قدموا علٰی غیرهم من ذوی الارحام لقوة قرابتهم الاترٰی انهم یقدمون فی الارث فکانوا احق به ومن حیث السنة ماروی ان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم دخل علٰی سعد یعوده فقال یارسول الله صلی الله علیك وسلم ان لی مالا ولایرثنی الا ابنتی الحدیث ولم ینکر علیه رسول الله صلی الله علیه وسلم حصر المیراث علٰی ابنته

ہماری دلیل اللہ تبارک وتعالٰی کا یہ ارشاد ہے "اور رشتہ والے اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں الآیۃ"۔ اور وہ میراث ہے چنانچہ ان پر رد بیت المال سے اولٰی ہوگا اور زوجین سے بھی اولٰی ہوگا سوائے اس کے جو زوجین کے لئے نص سے ثابت ہے اور چاہئے کہ بچے ہوئے کا رَد تمام رشتہ داروں کے لئے برابر ہو کیونکہ اس نام میں سب برابر ہیں مگر اصحابِ فرائض باقی رشتہ داروں پر اپنی قرابت کی قوت کی وجہ سے مقدم ہیں۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ وہ میراث میں مقدم ہیں تو وہ رَد کے بھی زیادہ حقدار ہونگے اور یہ حکم سنت سے بھی ثابت ہے۔ مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضرت سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے تو انھوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیک وسلم میرا کچھ مال ہے اور سوائے میری ایک بیٹی کے میرا کوئی وارث نہیں (الحدیث) انھوں نے اپنی بیٹی پر میراث کو منحصر کیا اور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔ اگر

Marfat.com

ولولا ان الحکم کذلک لانکر علیہ ولم یقرہ علی الخطا لاسیما فی موضع الحاجۃ الی البیان وکذا روی ان امرأۃ اتت الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقالت یارسول اللہ انی تصدقت علی امی بجاریۃ فماتت امی وبقیت الجاریۃ فقال وجب اجرك ورجعت الیك فی المیراث جعل الجاریۃ راجعۃ الیھا بحکم المیراث وھذا ھو الرد[1]

حکم ایسا نہ ہوتا تو آپ ضرور انکار فرماتے اور انھیں خطا پر برقرار نہ رہنے دیتے خصوصًا جبکہ بیان کی ضرورت ہو۔ یونہی مروی ہے کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور کہا یارسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیک وسلم میں نے اپنی ماں پر ایک لونڈی صدقہ کی اب میری ماں فوت ہوگئی اور وہ لونڈی باقی رہ گئی تو آپ نے فرمایا تیرا اجر ثابت ہوچکا اور وہ لونڈی میراث میں تیری طرف لوٹ آئی۔ تو آپ نے بطورِ میراث وہ لونڈی اس کی طرف لوٹائی، اور یہی رَد ہے۔ (ت)

اقول پہلی حدیث صحیح بخاری کی ہے اور دوسری حدیث عبدالرزاق نے مصنّف اور سعید بن منصور نے سنن اور ابن جریر نے تہذیب الآثار میں اور بریدہ بن الحصیب الاسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے اور اس کے لفظ یہ ہیں:

فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لك اجرك وردھا علیك المیراث[2]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تیرے لئے تیرا اجر ثابت ہے اور وہ لونڈی میراث نے تیری طرف لوٹادی۔ (ت)

یہ لفظ مذکور تبیین سے ادل علی المقصود ہیں کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت)

علامہ سید شریف نے آیت کریمہ سے استدلال کرکے حدیث اول سے اور زیادہ نفیس وجہ سے استدلال کیا اور بعض اور احادیث جلیلہ زائد کیں فرماتے ہیں:

وایضا لما دخل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی سعد بن ابی وقاص یعودہ

جب نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کی

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الفرائض المطبعۃ الکبری الامیریۃ بولاق مصر ۶/ ۲۴۷
[2] کنز العمال برمز عب، ص وابن جریر فی التہذیب حدیث ۳۰۷۰۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۸۳

Marfat.com

قال سعد اما انه لا یرثنی الا ابنة لی فاوصی بجمیع مالی قال لا قال فاوصی بنصفه قال لا الحدیث الی ان قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الثلث خیر والثلث کثیر فقد ظہر ان سعدا اعتقد ان البنت ترث جمیع المال ولم ینکر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومنعه عن الوصیة بما زاد علی الثلث مع انه لا وارث له الا ابنة واحدة فدل ذٰلک علی صحة القول بالرد اذ لو لم تستحق الزیادة علی النصف بالرد تجوز له الوصیة بالنصف وفی حدیث عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده انه صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورث الملاعنة ای جمیع المال عن ولدھما ولا یکون ذٰلک الا بطریق الرد وفی حدیث واثلة بن الاسقع انه صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال تحرز المرأة میراث لقیطها وعتیقها

عیادت کرنے تشریف لائے تو حضرت سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا سوائے ایک بیٹی کے میرا کوئی وارث نہیں کیا میں اپنے تمام مال کی وصیت کردوں؟ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں۔ انھوں نے عرض کی: نصف کی وصیت کردوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں (الحدیث) یہاں تک کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تہائی بہتر ہے اور تہائی بہت ہے۔ اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ کا اعتقاد تھا کہ بیٹی تمام مال کی وارث بن سکتی ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انکار نہیں فرمایا اور آپ نے تہائی مال سے زائد کی وصیت سے انھیں منع فرمایا باوجودیکہ سوائے ایک بیٹی کے ان کا کوئی وارث نہیں تھا تو یہ دلیل ہے اس بات پر کہ رد کا قول صحیح ہے کیونکہ اگر وہ بیٹی بذریعہ رد نصف سے زائد کی مستحق نہ ہوتی تو اُن کے لئے نصف کی وصیت جائز ہوتی۔ عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اُن کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعان والی عورت کو اپنی ولد کے تمام مال کا وارث بنایا۔ اور یہ بذریعہ رد ہی ہوسکتا ہے۔ اور واثلہ بن اسقع کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت اپنے لقیط یعنی جو بچہ اسے گمشدہ ملا ہے اور اپنے آزاد شدہ

Marfat.com

والابن الذی لوعنت بہ۔[1] غلام یا لونڈی اور اپنے اس بیٹے جس کے سبب اس عورت کے ساتھ لعان کیا گیا کی میراث کو سمیٹ لیتی ہے۔ (ت)

ثانیًا سراجیہ و تبیین و عامہ کتبِ حنفیہ میں ہے:

ھو قول عامۃ الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم و بہ اخذ اصحابنا۔[2]

عام صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا وہی قول ہے اور ہمارے اصحاب نے اسی سے اخذ کیا ہے۔ (ت)

اقول امام سفیان ثوری کتاب الفرائض و عبدالرزاق مصنف اور سعید بن منصور سُنن میں عامر شعبی سے راوی:

قال کان علی کرم اللہ تعالٰی وجھہ یرد علٰی کل ذی سھم سھمہ الا الزوج والمرأۃ۔[3]

حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا ہر ذی فرض پر اس کا حصہ رَد کیا جائے گا سوائے شوہر اور بیوی کے۔ (ت)

سعید بن منصور و بیہقی انھیں سے راوی:

ان علیا رضی اللہ تعالٰی عنہ قال فی ابن الملاعنۃ ترك اخاہ وامہ لامہ الثلث ولاخیہ السدس ومابقی فھو رد علیھما بحساب ما ورثا۔[4]

بیشک حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے لعان والی عورت کے ایسے بیٹے کے بارے میں فرمایا جو ایک بھائی اور ماں چھوڑ کر مرگیا کہ اس کی ماں کا حصہ کل مال سے تہائی ہے جبکہ بھائی کا حصہ چھٹا ہے اور جو باقی بچا وہ ان دونوں پر ان کے میراث والے حصہ کے حساب کے مطابق رَد ہوگا۔ (ت)

امام اجل طحاوی سوید بن غفلہ سے راوی:

ان رجلا مات وترك ابنۃ

ایک مرد فوت ہوا جس کے پسماندگان میں ایک بیٹی

---

[1] الشریفیۃ شرح السراجیۃ باب الرد مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۵۷

[2] تبیین الحقائق کتاب الفرائض المطبعۃ الکبری الامیریۃ بولاق مصر ۶/۲۴۷

[3] المصنف لعبدالرزاق ؍؍ حدیث ۱۹۱۲۸ المجلس العلمی بیروت ۱۰/۲۸۶

[4] السنن الکبری ؍؍ باب میراث ولد الملاعنۃ دار صادر بیروت ۶/۲۵۸

Marfat.com

وامرأة ومولاه قال سوید انی جالس عند علی کرّم الله تعالیٰ وجهه اذجاءته مثل هذه القصة فاعطی ابنته النصف وامرأته الثمن ثم رد مابقی علیٰ ابنته ولم یعط المولی شیئا[1]

ایک بیوی اور ایک اس کا آزاد کیا ہوا غلام ہے، حضرت سوید نے کہا کہ میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپ کے پاس ایک خاتون ایسا ہی قصہ لے کر آئی تو آپ نے مرنے والے شخص کی بیٹی کو نصف اور اس کی بیوی کو آٹھواں حصہ دیا، پھر جو بچ گیا وہ اس کی بیٹی پر رَد فرمادیا اور اس کے آزاد شدہ غلام کو کچھ نہیں دیا۔ (ت)

بیہقی نے اسے مختصراً روایت کیا:

کان علی رضی الله تعالیٰ عنه یعطی الابنة النصف والمرأة الثمن ویرد مابقی علی الابنة[2]

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرنے والے کی بیٹی کو کل مال کا نصف اور بیوی کو کل مال کا آٹھواں حصہ دیتے تھے اور باقی کو بیٹی پر رد فرمادیتے تھے۔ (ت)

سعید بن منصور نے امام شعبی سے روایت کی:

انه قیل له ان ابا عبیدة ورث اختا المال کله فقال الشعبی من هو خیر من ابی عبیدة قد فعل ذٰلك کان عبدالله بن مسعود یفعل ذٰلك[3]

حضرت ابوعبیدہ کے بارے میں امام شعبی کو کہا گیا کہ اُنھوں نے بہن کو کل مال کا وارث بنایا ہے تو امام شعبی نے فرمایا کہ جو ابوعبیدہ سے بہتر ہے اس نے ایسا کیا ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسا کرتے تھے (ت)

سُنن بیہقی میں ہے:

عن جریر عن المغیرة عن اصحابه فی قول زید بن ثابت وعلی بن ابی طالب

جریر نے مغیرہ سے انھوں نے آپ کے اصحاب سے حضرت زید بن ثابت، حضرت علی بن ابی طالب

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الفرائض باب مواریث ذوی الارحام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۷۱
[2] السنن الکبرٰی " باب المیراث بالولاء دارصادر بیروت ۶/۲۴۲
[3] کنزالعمال برمز ص حدیث ۳۰۵۶۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۴۶

Marfat.com

وعبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم اذا ترك المتوفی اباہ ولم یترك احدا غیرہ فلہ المال[1]

اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے اس قول کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جب مرنے والا باپ کو چھوڑ جائے اور اس کے علاوہ کوئی وارث نہ چھوڑے تو تمام مال باپ کا ہوگا۔ (ت)

عبدالرزاق نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی:

انہ قضی فی ام و اخ من ام لاخیہ السدس وما بقی لامہ[2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ماں اور اخیافی بھائی کے بارے میں فیصلہ فرمایا کہ بھائی کو چھٹا حصہ اور باقی سب ماں کو ملے گا (ت)

کیا امیر المومنین مولیٰ علی وسیدنا عبداللہ بن مسعود وعامہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عہد کرامت عہد میں بھی بیت المال فاسد تھا۔

ثالثاً احادیث صحاح وحسان سے گزرا کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اصحاب فرائض پر رد فرمایا معاذ اللہ کیا زمانہ اقدس میں بھی انتظام بیت المال نہ تھا ایسے مسئلہ جلیلہ کو کہ عہد رسالت وزمانہ صحابہ سے ثابت ومستمر ہے آخر زمانہ کے فساد پر مبنی کرنا کس درجہ نادانی اور دانستہ ہو تو کیسی سخت بے ادبی ہے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

فائدہ ۲۱: امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے رد علی الزوجین ثابت نہیں وقائع عین مورد ہرگونہ احتمال ہوتے ہیں شوہر جبکہ چچا کا بیٹا اور تنہا وارث ہو کل مال پائے گا نصف فرضاً نصف عصوبۃً اسے رد سے کیا علاقہ۔ درمختار میں ہے:

قال عثمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ یرد علیہما ایضا قالہ المصنف وغیرہ قلت وجزم فی الاختیار بان ھذا وھم من الراوی[3]

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا زوجین پر بھی رد کیا جائیگا۔ مصنف وغیرہ نے ایسا ہی کہا ہے۔ میں کہتا ہوں اختیار میں اس پر جزم کیا ہے کہ یہ راوی کا وہم ہے۔ (ت)

---

[1] السنن الکبریٰ کتاب الفرائض باب ترتیب العصبۃ دار صادر بیروت ۶/۲۳۸
[2] المصنف لعبدالرزاق " باب الخالۃ والعمۃ الخ حدیث ۱۹۱۱۷ المجلس العلمی بیروت ۱۰/۲۸۴
[3] الدرالمختار " باب العول مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۶۱

Marfat.com

رحیق المختوم میں ہے:

بل الذی صح عنہ الرد علی الزوج فقط وتاویلہ ان کان ابن عم فاعطاہ الباقی بالعصوبۃ[1]

بلکہ ان سے جو مرتبہ صحت کو پہنچا ہے وہ فقط خاوند پر رد ہے جس کی تاویل یہ ہے کہ وہ خاوند اپنی بیوی کا چچا زاد تھا، چنانچہ آپ نے باقی اس کو بطور عصبہ عطا فرمایا۔ (ت)

بلکہ امام ابراہیم نخعی سے منقول کہ صحابہ کرام میں کوئی بھی رد علی الزوجین کا قائل نہ تھا طحطاوی میں عجم زادہ علی الشریفیہ سے ہے:

نقل عن ابراھیم النخعی انہ لم یکن احد من اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول انہ یرد علی الزوجین[2] اھ اما قولہ خبر المثبت اولٰی فاقول الشان اولاً فی الثبوت روایۃ واین الثبوت وثانیاً درایۃ لما علمت من تاویلہ۔

ابراہیم نخعی سے منقول ہے کہ اصحاب رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں سے کوئی ایک بھی نہیں کہتا تھا کہ زوجین پر رَد کیا جائے گا اھ لیکن اس کا قول کہ خبر مثبت اولٰی ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ اولاً ثبوت میں روایت ہے، اور کہاں ہے ثبوت۔ ثانیاً درایت ہے جس کی تاویل تُو جان چکا ہے۔ (ت)

اور بالفرض امیر المومنین سے منقول ہے تو یہ کہ زوجین پر بھی رد فرماتے ہیں یہ اصلاً کہیں نہیں کہ اور کوئی رشتہ دار متوفی نہ ہو تو اُس وقت رد علی الزوجین کرتے ہیں امیر المومنین کی طرف اس کی نسبت باطل و فریب محض ہے۔

فائدہ ۲۲۸: عول پر قیاس سے ہمارے علمائے کرام جواب شافی دے چکے۔ تبیین الحقائق میں ہے:

ادخال النقص علی الزوجین بالعول مما یوافق الدلیل النافی لارثھما لان ارثھما ثبت بالنص علی خلاف القیاس واخذ الزیادۃ مما یخالف

زوجین پر عول کی وجہ سے کمی کا آنا اس دلیل کے موافق ہے جو زوجین کی میراث کے منافی ہے۔ کیونکہ ان کا وارث بننا خلافِ قیاس نص سے ثابت ہے اور زوجین کا زائد کو لینا اُس

---

[1] الرحیق المختوم شرح قلائد المنظوم (رسائل ابن عابدین) باب الرد سہیل اکیڈمی لاہور ۲/ ۲۲۰

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الفرائض باب العول المکتبۃ العربیہ کوئٹہ ۴/ ۳۹۴

Marfat.com

النافی لارثهما فلا یمکن اثباته بالقیاس لان ماثبت علی خلاف القیاس یقتصر علیہ[1]

دلیل کے مخالف ہے جو زوجین کی میراث کے منافی ہے۔ چنانچہ اس کو قیاس سے ثابت کرنا ممکن نہیں کیونکہ جو خلافِ قیاس ثابت ہو وہ اپنے مورد پر منحصر رہتا ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

الرد علی ذوی السهام اولی من ذوی الارحام لانهم اقرب الا الزوجین فانهما لاقرابة لهما مع المیت وارثهما نظیر الدین فان صاحب الدین لایرد علیه مافضل بعد قضاء الدین فکذا لایرد علیهما مافضل من فرضهما[2] اھ اقول ای واذا ضاق المال عن الدیون دخل النقص علی کل دائن بحساب دینه فکذا الزوجان ینقصان ولایزادان۔

ذوی الفروض پر رد ذوی الارحام سے اولٰی ہے کیونکہ وہ میّت سے زیادہ قرابت رکھتے ہیں سوائے زوجین کے، کیونکہ ان کی میّت کے ساتھ کوئی قرابت نہیں ہوتی۔ اور ان کا وارث بننا قرض کی طرح ہے، تو جس طرح قرض کی ادائیگی سے بچا ہوا مال صاحبِ قرض پر رد نہیں کیا جاتا اسی طرح زوجین کے فرضی حصوں سے بچا ہوا مال ان پر رد نہیں کیا جائے گا اھ میں کہتا ہوں جب ترکہ کا مال قرضوں سے کم ہو جائے تو ہر صاحبِ قرض پر اس کے قرض کے حساب سے کمی واقع ہوتی ہے اسی طرح زوجین کے حصے کم تو ہو جاتے ہیں مگر زائد نہیں ہوتے۔ (ت)

روح الشروح پھر طحطاوی پھر شامی میں ہے:

میراث الزوجین علی خلاف القیاس لان وصلتهما بالنکاح وقد انقطعت بالموت وماثبت علی خلاف القیاس نصا یقتصر علی مورد النص ولانص فی الزیادة علی فرضهما

زوجین کی میراث خلافِ قیاس ہے کیونکہ ان دونوں کا اتصال نکاح کی وجہ سے ہے جو موت کے سبب سے ختم ہو چکا ہے۔ اور جو کچھ خلافِ قیاس نص سے ثابت ہو وہ موردِ نص میں منحصر رہتا ہے اور زوجین کے فرضی حصوں سے زائد

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الفرائض المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۶/۲۴۷
[2] " " " " " " ۶/۲۴۲

Marfat.com

ولما کان ادخال النقص فی نصیبہما میلا للقیاس النافی لارثہما قیل بہ ولم یقل بالرد لعدم الدلیل فظہر الفرق وحصحص الحق[1]

کے بارے میں کوئی نص نہیں۔ جب زوجین کے حصول میں کمی کا واقع ہونا اُس قیاس کی طرف مائل ہے جو ان کی میراث کے منافی ہے تو اس کا قول کر دیا گیا اور رَد کا قول نہیں کیا گیا کیونکہ اس پر دلیل معدوم ہے لہذا فرق ظاہر اور حق خوب واضح ہوگیا (ت)

فائدہ ۲۳: اقول ردعلی الزوجین کا ماننا دو طرح ہے، ایک یہ کہ اُسے حق اصلی مستقل ردعلی اصحاب السہام النسبیہ مانا جائے، دوسرے یہ کہ اُس کا کوئی حق خاص نہیں مال ضائع بلا مستحق ہے اور ایسے مال کا ٹھکانا بیت المال مگر وہ اب فاسد و نا منتظم ہے لہذا بیجا مصارف میں صرف ہونے سے یہی بہتر ہے کہ زوجین کو دے دیا جائے کہ میّت سے بہ نسبت نرے بیگانوں کے اقرب ہیں، اول کی علت عول پر قیاس ہے کہ جب وقت تنگی انھیں اُن کے حق سے کم ملتا ہے تو وقت بیشی انھیں بھی اور ذوی الفروض کی طرح زائد ملنا چاہیے کہ الغنم بالغرم نقصان اُٹھائیں تو نفع بھی پائیں، اور دوم کی علت فساد بیت المال ہے، یہ دونوں علتیں باہم متضاد ہیں جن کا اجتماع محال ہے، پہلی کا مقتضی اُن کا استحقاق ہے اور دوسری کا مقتضی عدمِ استحقاق کہ اصل موضع بیت المال مانا اور اس کے فساد کے سبب ایک طرف پھیرا اور بیت المال اُسی مال کا محل ہے جس کا کوئی خاص مستحق نہ ہو تو ان دونوں کو جمع کرنا جمع بین الضدین ہے، ہمارے علماء نے کہ امیر المومنین ذی النورین رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اُس روایت کو ثابت نہ مانا یا قول عام صحابۂ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کو اس پر مرجح جانا اور قیاس علی العول کو بے محل بتایا ردعلی الزوجین نہ مانا انھیں ان کا مستحق نہ جانا بیت المال تک جمیع مراتب کو اس پر مرجح رکھا ہاں جب بیت المال میں فساد آیا بضرورت اخیر درجہ انھیں اور ایک درجہ بنت معتق و ذوی الارحام معتق و اولاد رضاعی کو دلایا اگر ہمارے علماء روایت مذکورہ کو امیر المومنین سے ثابت مان کر اس مسئلہ میں برخلاف عامہ صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اُن کی تقلید فرماتے یہ قیاس علی العول کو صحیح و ماخوذ ٹھہراتے تو فساد بیت المال سے ہرگز تعلیل نہ کرتے نہ ذوالارحام سے لے کر موصی لہ بالزائد تک تمام مراتب نازلہ عن الرد کو اس پر تقدیم دیتے کہ اب وہ وہ بالاستقلال مثل فرض باقی کے بھی مستحق ٹھہراتے تو مثل فرض اس حق میں بھی تمام نازلات عن الرد

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی کتاب الفرائض باب العول المکتبۃ العربیہ کوئٹہ ۴/ ۳۹۴

Marfat.com

پر مقدم رہتے،

وھذا کلہ واضح جدا عند من الم بالفقہ الماما ونظر بالانصاف ماقدمنا او القی السمع وھو شھید۔

یہ سب کچھ اُس شخص کے نزدیک خوب واضح ہے جس کو فقہ سے کچھ تعلق ہے اور وہ ماقبل میں مذکور ہمارے بیان کو انصاف کی نظر سے دیکھے یا کان لگائے اس حال میں کہ متوجہ ہو۔ (ت)

فائدہ ۲۴: اقول درمختار میں اوّل اپنے ائمہ کا مذہب بیان فرمایا کہ زوجین پر رد نہیں پھر یہ کہ امیر المومنین سے رَدمنقول ہوا، پھر یہ کہ امیر المومنین سے اس کے ثبوت میں کلام ہے، پھر یہ کہ فساد بیت المال کے باعث ہمارے زمانہ میں اُن پر رَد کر دینگے، اس سے صاف معلوم ہوا کہ ہمارے علماء رد علی ذوی الفروض النسبیہ کے درجہ میں اور اُن کے ساتھ رد علی الزوجین کے ہر گز قائل نہیں کہ وہ درجہ استحقاق کا ہے اور یہ درجہ اُس مال کا ہے کہ ضائع و بلا مستحق ہو کما علمت ماقدمنا (جیسا کہ تو جان چکا ہے اُس بیان سے جس کو ہم پہلے ذکر کر چکے۔ ت) مستحق و نامستحق کو ایک درجہ میں ٹھہرا دینا کیسا باطل فاحش ہے نیز عبارت درمختار سے صاف معلوم ہوا کہ ہمارے علماء رَد علی الزوجین کو سب میں اخیر مرتبے یعنی بیت المال منتظم سے بھی پیچھے رکھتے ہیں کہ بحال فساد انھیں دیتے ہیں، روشن ہوا کہ فساد نہ ہو تو انھیں نہ دیا جائے گا بلکہ بیت المال ہی میں رکھا جائے گا عبارتِ درمختار میں یہ دو قاہر دلیلیں نہ ہوتیں جب بھی ہمارے علماء کا اجماع ہے کہ القران فی الذکر لایستلزم القران فی الحکم (ذکر میں اقتران کو حکم میں اقتران لازم نہیں۔ ت) تمام کتب میں اسے تعلیلات فاسدہ سے ٹھہرایا ہے نہ کہ ان روشن براہین کے ہوتے ہوئے یہاں ذکر کرنے سے یہ گمان فاسد لیجانا کہ علماء رَد علی الزوجین کو رد علی ذوی الفروض النسبیہ ہی کے درجے میں اور اسی کے ساتھ مانتے ہیں ورنہ یہاں بیان نہ آتا یہ اوّلاً سخت جہل شدید ہے کہ ادنٰی طالبعلم سے بھی بعید ہے۔ ثانیاً اب معنی عبارتِ درمختار یہ ہوں گے کہ از انجا کہ بیت المال فاسد ہو گیا لہٰذا علمائے نے رد علی الزوجین اصلی مرتبہ رَد میں رکھ دیا اور ذوی الارحام و من تحتہم سب پر مقدم کر دیا یعنی فاسد تو ہو گا بیت المال اور مارے جائینگے ذوی الارحام و مولی الموالاۃ و مقرلہٗ و موصی لہٗ بالجمیع سب کے سب گناہ ہو گا ایک سے اور پکڑے جائیں گے پانچ، یہ کون سی شریعت ہے، بفضلہ تعالٰی درمختار تو ایسے جنون سے منزہ ہے زیادہ کیا گزارش ہو۔

فائدہ ۲۵: اقول بفضلہ تعالٰی یہ مسئلہ ہم نے ایسے طور سے بیان کیا جس میں کسی

Marfat.com

عاقل کو اصلاً جائے ریب نہ رہے ایسے دلائل قاہرہ کے بعد زیادہ تر تصریح کی حاجت نہیں ہوتی اور اگر اب بھی ہوس باقی ہو تو حاشیۂ درمختار میں سید علامہ طحطاوی کا قول ادنیٰ ذی فہم کو کافی و وافی۔ فرماتے ہیں:

الذخیرۃ ان الفاضل من سہام الزوجین لایوضع فی بیت المال بل یدفع الیہما لانہما اقرب الی المیت من جہۃ السبب من غیرہما وکذا الابن والبنت من الرضاع انتہی روح الشروح وفی حاشیۃ المولیٰ عجم زادہ عن الخانیۃ ذکر الامام عبدالواحد الشہید فی فرائضہ ان الفاضل عن سہام الزوج والزوجۃ لایوضع فی بیت المال بل یدفع الیہما لانہما اقرب الناس الی المیت من جہۃ السبب فکان الدفع الیہما اولیٰ من غیرہما انتہی وقولہ لایوضع فی بیت المال کقول الذخیرۃ السابق یدل علی ان الدفع الیہما متعین لان الدافع مخیر بین الدفع الیہما والی بیت المال کما توہمہ اٰخر العبارۃ بل ربما یکون المراد انہما اولیٰ من نحو الجیران لما جری بینہما من الزوجیۃ[1] (ملخصاً)

ذخیرہ میں ہے زوجین کے فرضی حصوں سے بچ جانے والا مال بیت المال میں نہیں رکھا جائیگا بلکہ زوجین کو دے دیا جائے گا کیونکہ وہ بنسبت غیر کے، سبب کی جہت سے میت کے ساتھ زیادہ قرب رکھتے ہیں۔ یہی حکم رضاعی بیٹے اور رضاعی بیٹی کا ہے انتہی روح الشروح۔ مولیٰ عجم زادہ کے حاشیہ میں خانیہ سے منقول ہے، امام عبدالواحد شہید نے اپنے فرائض میں ذکر کیا کہ خاوند اور بیوی کے فرضی حصوں سے بچا ہوا مال بیت المال میں نہیں رکھا جائے گا بلکہ ان ہی کو دے دیا جائے گا کیونکہ وہ سبب کی جہت سے میت کے ساتھ زیادہ قرب رکھتے ہیں بنسبت غیر کے، لہذا ان کو دینا غیر کو دینے سے اولیٰ ہے انتہی۔ امام عبدالواحد کا قول مثل ذخیرہ کے قول کے کہ "بیت المال میں نہیں رکھا جائیگا" اس بات کی دلیل ہے کہ زوجین کو دینا متعین ہے۔ ایسا نہیں کہ انھیں دینے یا بیت المال میں رکھنے کا اختیار ہے جیسا کہ عبارت کے آخر سے وہم ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات مراد یہ ہوتی ہے کہ زوجین پڑوسیوں کی بنسبت اولیٰ ہیں کیونکہ ان میں زوجیت کا تعلق جاری ہوا ہے۔ (ملخصاً)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الفرائض المکتبۃ العربیہ کوئٹہ ۴/۳۷۲

Marfat.com

زوجین کو دینا اوروں کو دینے سے اولیٰ بتانے سے جو یہ احتمال پیدا ہوا کہ اگر زوجین کو نہ دیں اور بیت المال فاسد میں دے دیں جب بھی جائز ہو اگرچہ خلافِ اولیٰ ہو کہ اُن کو دینا صرف اولیٰ ہی تھا اس کے رفع کو اسی عبارت امام عبدالواحد شہید کا سباق اور نص ذخیرہ پیش کیا کہ نہیں بلکہ انھیں کو دیا جائے بیت المال فاسد میں رکھنے کی اجازت نہیں اب اولویت کے لئے مفضل علیہ تلاش کرنے کی ضرورت ہوئی تو ہمسائے بتائے اوّلاً اگر زوجین پر ردّ مرتبۂ رد میں ہوتا تو خاص مراتب مستحقین میں چار موجود تھے خصوصاً ذوی الارحام، تو انھیں سے اولویت کیوں نہ بتائی جاتی خارج المراتب سے ہمسایوں کو لانے کے لئے کیا معنی تھے۔ ثانیاً زوجین کے ہوتے ہوئے ہمسایوں کو دینے کا اگر جواز نہ ہوتا تو تفضیل اولویت کو بیت المال سے پھیر کر ہمسایوں پر رکھنا ہوتا کہ یہاں بھی وہی ایہام رہا تو واجب کہ زوجین کے ہوتے جائز ہو کہ ان پر رد نہ کریں اور ہمسایوں کو دے دیں اگرچہ زوجین پر ردّ اولٰی ہے اور بداہۃً معلوم کہ ہمسائے میراث میں مستحق نہیں تو اگر زوجین مستحق رد ہوتے جیران کو دینا حلال نہ ہوتا لیکن حلال ہے تو زوجین مستحقِ رَد نہیں اور موصی لہ قطعاً مستحق ہے اور مستحق کی نامستحق پر تقدیم بدیہی۔

فائدہ ۲۶۸: اس سے بھی سیری نہ ہو تو مستصفی پھر معراج الدرایہ پھر علامہ شامی کا ارشاد:

الفتوی الیوم علی الرد علی الزوجین عند عدم المستحق لعدم بیت المال اذ الظلمۃ لا یصرفونہ الی مصرفہ[1]	آج کے زمانے میں فتوٰی اس پر ہے کہ زوجین پر رد کیا جائے گا کیونکہ بیت المال کے نہ ہونے کی وجہ سے مستحق معدوم ہے اس لئے کہ ظالم حکمران بیت المال کو اس کے مصرف پر خرچ نہیں کرتے۔ (ت)

صریح جزئیہ ہے زوجین پر رد اس وقت بتاتے ہیں جب کوئی مستحق نہ ہو اور شک نہیں کہ موصی لہ بالزائد مستحقین سے ہے اگر اس میں بھی شک ہو تو یہی علامہ شامی موصی لہ بالزائد کی نسبت فرماتے ہیں:

ان المراد انہ یاخذ الزائد بطریق	مراد یہ ہے کہ وہ بطور استحقاق زائد مال

---

[1] ردالمحتار کتاب الفرائض باب العول دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۵۰۲

Marfat.com

الاستحقاق[1]

کو لے گا۔ (ت)

توصاف روشن ہوا کہ موصی لہ بالزائد کے ہوتے رد علی الزوجین نہ ہوگا۔ فتوٰی ہ نے کہ یہ عبارت

درمختار:

ثم مولی الموالاۃ ولہ الباقی بعد فرض احد الزوجین[2]

پھر مولی الموالاۃ اور وہ زوجین کے فرضی حصے سے بچ جانے والا مال لے گا۔ (ت)

اور یہ عبارات شامی پیش کیں کہ ذوی الارحام کو فرمایا:

یاخذون کل المال اوما بقی عن احد الزوجین لعدم الرد علیھما[3]

وہ کُل مال لیں گے یا زوجین کے فرضی حصوں سے بچ جانے والا مال لیں گے کیونکہ ان پر رد نہیں ہوتا۔ (ت)

مولی الموالاۃ کو فرمایا:

ان وجد احد الزوجین فلہ الباقی عن فرضہ[4]

اگر زوجین میں سے کوئی ایک موجود ہو تو اُس کے فرضی حصہ سے جو باقی بچا وہ مولی الموالاۃ کو ملیگا۔ (ت)

مقرلہ کو فرمایا:

اذا کان احد الزوجین فیعطی ما فضل بعد فرضہ[5]

اگر زوجین میں سے کوئی ایک موجود ہے تو اس کو فرضی حصہ دے کر جو بچ گیا وہ مقرلہ کو دیا جائیگا۔ (ت)

یہ البتہ کافی نہ تھیں اور مخالف کو ان پر صریح گنجائش تھی کہ یہ قول ائمہ متقدمین پر ہے جو زوجین پر رَد نہیں مانتے الاتری الی قولہ لعدم الرد علیھما (کیا تُو اس کے قول کو نہیں دیکھتا کہ زوجین پر رَد نہیں۔ ت)

اسی طرح مقرلہ کی نسبت یہ ارشادِ علامہ شامی پیش کیا:

---

[1] ردالمحتار	کتاب الفرائض	باب العول	داراحیاء التراث العربی بیروت	۵/۴۸۸
[2] الدرالمختار	؍؍		مطبع مجتبائی دہلی	۲/۳۵۳
[3] ردالمحتار	؍؍		دار احیاء التراث العربی بیروت	۵/۴۸۶
[4]	؍؍	؍؍	؍؍	؍؍
[5]	؍؍	؍؍	؍؍	؍؍

Marfat.com

یکون ھذا الاقرار وصیۃ معنی[1] یہ اقرار معنیً کے اعتبار سے وصیت ہوگا۔ (ت)

اور اس سے استنباط کیا کہ وصیت بالزائد رد علی الزوجین پر مقدم ہے اس کا بھی اوّلاً وہی جواب تھا، واقول ثانیاً یہ اقرار اگرچہ قضاءً معنی وصیت میں ہوا اس لئے کہ اس کا نسب ثابت نہ ہوا اور نہ درجہ نسب میں جاکر مزاحم ورثہ ہوتا کما فی الدرالمختار (جیسا کہ درمختار میں ہے۔ ت) مگر وصیت اجنبی محض سے ضرور اقوی ہے کہ دیانۃً احتمال صدق مقر رکھتا ہے ولہذا اُسے ایک نوعِ قرابت گنتے ہیں۔ سید علی السراجیہ و مجمع الانہر و درمختار و فتح المعین وغیرہا میں ہے:

وانما اخر ذٰلك عن المقرله بناء علی ان له نوع قرابت بخلاف الموصی له[2] تہائی سے زائد مال کے موصی لہٗ کو مقرلہٗ سے مؤخر اس لئے کیا کہ مقرلہٗ کو ایک قسم کی قرابت حاصل ہے بخلاف موصی لہٗ کے۔ (ت)

لاجرم وہ باجماعِ حنفیہ موصی لہٗ بالزائد سے اقوی اور اس پر مرجح و بالا ہے تو رد علی الزوجین پر اس کی تقدیم تقدیم وصیت بالزائد کو مستلزم نہیں لیکن کلامِ مذکور مستصفے کسی طرح اُس تاویل کو قبول نہیں کرتا کہ یہ مذہب متقدمین کے موافق ہے یہاں تو خاص مسلکِ متاخرین ہی بیان فرمایا ہے ہیں تو قطعاً واضح ہوا کہ متاخرین اگرچہ رد علی الزوجین کے قائل ہوئے مگر جبکہ موصی لہٗ بالزائد بھی نہ ہو ورنہ عدم رد علی الزوجین پر حنفیہ کرام کا اجماع ہے اسانید پیش کر دیئے فتوٰی ۲۸ میں صرف ایک ہی سند مستصفٰی مصفٰی و مستصفٰی ہے۔

فائدہ ۲۷: اقول اگر اس سے بھی تسکین نہ ہو تو حاشیہ درمختار میں علامہ سید طحطاوی کا ارشاد لیجئے، عبارتِ مذکورہ درمختار یرد علیھم اجماعا لفساد بیت المال[3] (بیت المال کے فاسد ہونے کی وجہ سے بالاجماع ان پر رَد کیا جائے گا۔ ت) پر فرماتے ہیں:

محل ھذا التعلیل القول بالرد علی الزوجین وبنات المعتق وارحامه فانه اذا لم یکن من مراتب المستحقین اس تعلیل کا محل زوجین، معتق کی بیٹیوں اور اس کے ذوی الارحام پر رد کا قول ہے کیونکہ جب مستحقین کے مراتب میں سے کوئی نہیں رہا سوائے بیت المال

---

[1] ردالمحتار کتاب الفرائض داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۸۹

[2] الشریفیۃ شرح السراجیۃ مقدمۃ الکتاب مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۱۱

[3] الدرالمختار کتاب الفرائض باب العول مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۶۱

Marfat.com

الا بیت المال فان ھٰؤلاء یقدمون علیہ لھذہ العلۃ [1] کہ تو یہ مذکورہ لوگ بیت المال پر مقدم ہوں گے۔ (ت)

کیسی صریح تصریح ہے کہ اصحاب فرائض بلکہ تجہیز و تکفین سے بیت المال تک جتنے مراتب بیان کئے گئے ان میں سے بیت المال کے سوا کوئی مرتبہ موجود نہ ہو تو اس وقت متاخرین کے نزدیک زوجین پر رَد کرتے ہیں موصی لہ بالزائد کا بھی اُن مراتب میں ہونا ایسی بات نہیں جس میں کوئی آنکھوں والا شبہہ کر سکے، تو صاف روشن ہوا کہ موصٰی لہ بالزائد بھی اگر نہ ہوگا تو سب سے اخیر درجہ زوجین پر رد کرینگے، اب اتنا باقی رہ گیا کہ کتاب میں صاف نام لے کر لکھا ہوتا کہ شاہ محمد کی وصیت زائدہ عالم خاتون پر رَد سے مقدم ہے ایسا جزئیہ البتہ نہیں مل سکتا نسأل اللہ السلامۃ (ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔ ت)

تفریعات

(۷۱ تا ۷۴) فتوی ۱، ۳، ۶، ۸ کا موصی لہ بالزائد کے ہوتے زوجہ پر رد کرنا اجماع جمیع ائمہ کا خرق اور محض ایجاد بندہ ہے ما انزل اللہ بھا من سلطٰن [2] (اللہ تعالیٰ نے اس پر کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ ت) اتنے امر میں یہ چاروں فتوے مشترک ہیں۔

(۷۵ تا ۷۸) موصٰی لہٗ بالزائد کا مرتبہ ہر غیر وارث سے مقدم ہے اور زوجین ما ورائے ربع و نصف میں وارث نہیں کما فی الفائدۃ الرابعۃ عشر (جیسا کہ چودھویں فائدہ میں ہے۔ ت) ان چاروں نے عکس کیا۔

(۷۹ تا ۸۲) چاروں نے تصریحات کتب معتمدہ کا صریح خلاف کیا کما فی الفوائد الثلثۃ الاخیرۃ (جیسا کہ آخری تین فوائد میں ہے۔ ت)

(۸۳ تا ۸۶) چاروں نے رد علی الزوجین کو سب وارثوں سے مؤخر اور موصی لہ بالزائد پر مقدم کیا کما فی الفائدۃ السابعۃ عشر (جیسا کہ سترھویں فائدہ میں ہے۔ ت) یہ ترتیب نوساختہ متقدمین متاخرین تمام عالم میں کسی کے مسلک پر منطبق نہیں۔

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الفرائض باب العول مطبع مجتبائی دہلی ۴/۳۹۴

[2] القرآن الکریم ۱۲/۴۰

Marfat.com

(۸۷ تا ۸۹) فتویٰ ا نے اسی ترتیب ایجادی کا حوالہ درمختار اور ردالمحتار وغیرہ پر رکھا، عبارت فائدہ ۱۷ میں گزری اور توضیح مراد عنقریب آتی ہے یہ اُن تینوں پر افترا ہے اس ترتیب کا نشان نہ درمختار میں ہے نہ ردالمحتار میں نہ وغیرہ میں۔

(۹۰ تا ۹۲) فتویٰ ا کا قول مذکور بعد ادائے حصہ وصیت جس قدر بچے سب بیوہ کا حق ہوتا ہے جیسا کہ درمختار و ردالمحتار وغیرہ میں صاف لکھا ہے۔ اقول حصہ وصیت سے مراد وصیت بالغۃً ما بلغت ہے یا صرف ثلث مال تک اول علی مراد اور خود اپنے فتویٰ کا رد ہے واقعی ثلث یا نصف یا اس سے بھی زائد جتنی وصیت موصی لہ کی ہے وہ ثلث تک ترجیحاً نافذ ہوگی پھر زوجہ اپنا فرض پائے گی پھر باقی وصیت تمام وکمال نافذ کریں گے اس کے بعد بھی اگر کچھ بچے اور کوئی مستحق نہ ہو تو یہ باقیماندہ زوجہ پر رَد کریں گے یہاں کہ شاہ محمد کے لئے وصیت قدر ثلث سے بہت زائد تھی صرف مقدار ثلث پر محدود کر کے دو تہائی زوجہ کو دلا دینا باطل محض ہوا اور برتقدیر ثانی اگر مراد وہ صورت ہے کہ وصیت ہی ثلث سے زائد نہ ہو جب بھی صحیح اور خود اپنے فتویٰ کا رد بلیغ ہے واقعی تہائی سے زیادہ وصیت ہی نہ کی ہو تو جتنی وصیت ہے موصی لہ کو پھر احد الزوجین کا حصہ مقررہ اُس کو دے کر باقی کا جب کوئی مستحق نہیں احد الزوجین پر رد کر دینگے مگر یہاں تو وصیت ثلث سے زائد تھی وہ زوجہ پر کیونکر رَد ہوئی، اور اگر مراد عام ہے کہ اگرچہ وصیت ثلث سے زائد یا جمیع مال کی ہو صرف ثلث وصیت دیں گے باقی سب زوجہ کو پہنچائیں گے ربع فرضاً و باقی رداً اور بے شک یہی مراد مفتی ہے تو یہ قطعاً باطل محض اور درمختار و ردالمحتار اور وغیرہ تینوں پر افترا ہے کسی کتاب معتمد میں ہرگز صاف نہیں لکھا کہ وصیت زائد علی الثلث اور زوجہ ہو تو وصیت صرف ثلث تک نافذ کر کے باقی سب زوجہ کو دیں گے۔

(۹۳ تا ۱۰۱) فتویٰ ۳ و فتویٰ ۶ و فتویٰ ۸ ہر ایک نے تین عبارتیں نقل کیں جو صریح اس کا رَد تھیں اور نادانستہ انھیں اپنی سند بنایا کما فی الفائدۃ الثانیۃ عشر (جیسا کہ بارھویں فائدہ میں ہے۔ ت)

(۱۰۲، ۱۰۳) فتویٰ ۶، ۸ نے رد علی الزوجین کو مرتبہ رد میں مان کر رد کی چار صورت مجمع علیہا سے جن میں خلاف کی بُو اصلاً کسی کتاب متقدم یا متاخر میں نہیں دو صورتیں صاف کر دیں کما فی الفائدۃ الخامسۃ عشر (جیسا کہ پندرھویں فائدہ میں ہے۔ ت) فتویٰ ۸ میں تو اس کی تصریح ہے اور فتویٰ ۶ نے قیاس علی العول پر بڑا زور دیا، اور اس سے مرتبہ رد میں رکھنا صاف لازم

Marfat.com

کما فی الفائدۃ الثالثۃ والعشرین (جیساکہ تئیسویں فائدہ میں ہے۔ ت)۔

(۱۰۴ ، ۱۰۵) فتوٰی ۶ ، ۸ پر لازم کہ زوج وزوجہ کے ساتھ تمام ذوی الارحام کو ہمیشہ محروم کریں اور یہ اجماعِ حنفیہ کے خلاف ہے کما فی الفائدۃ السادسۃ عشر (جیساکہ سولھویں فائدہ میں ہے۔ ت)

(۱۰۶ ، ۱۰۷) بااینہمہ فتوٰی ۶ ، ۸ کا ماننا کہ متوفی کے اقارب سے کوئی بھی موجود ہو تو زوجین پر رد نہ کریں گے صریح تناقض ہے کما فی الفائدۃ السابعۃ عشر (جیساکہ سترھویں فائدہ میں ہے۔ ت)

(۱۰۸) فتوٰی ۶ کا برخلاف مذہب وبرخلاف عامہ صحابہ کرام روایت منسوبہ امیر المومنین ذی النورین رضی اللہ تعالٰی علیہ وعنہم سے استناد مخدوش ہے کما فی الفائدۃ الحادیۃ والعشرین (جیساکہ اکیسویں فائدہ میں ہے۔ ت)

(۱۰۹ ، ۱۱۰) فتوٰی ۶ کا برخلاف مذہب قیاس علی العول پر اعتماد محض مردود ائمہ مذہب کے روشن جوابوں سے آنکھیں بند کرکے خود حکم مذہب کو بے وجہ اور اس پر عمل کو روایت ودرایت دونوں کے برخلاف کہنا سخت ودریدہ دہنی وجسارت مطرود۔ کما فی الفائدۃ الثانیۃ والعشرین (جیساکہ بائیسویں فائدہ میں ہے۔ ت)

(۱۱۱) فتوٰی ۶ کا قول کہ اگر متوفی کا کوئی رشتہ دار موجود نہ ہو تو بچا ہوا ترکہ احد الزوجین کو دینگے یہی قول حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول ہے امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ پر افتراء کی حد کو پہنچتا ہے امیر المومنین سے اس قید کے ساتھ ہرگز یہ کہیں منقول نہیں۔ کما فی الفائدۃ الحادیۃ والعشرین (جیساکہ اکیسویں فائدہ میں ہے۔ ت)۔

(۱۱۲) فتوٰی ۸ کا قول کہ درمختار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں رد علی الفروض النسبیہ کی دلیل میں بھی فساد بیت المال ہی کو پیش کیا ہے محض نافہمی ہے۔ کما فی الفائدۃ التاسعۃ عشر (جیساکہ انیسویں فائدہ میں ہے۔ ت)۔

(۱۱۳) فتوٰی ۸ کا زعم مذکور کہ ذو الفرض النسبیہ پر رد کی علت ہمارے مذہب میں بھی فساد بیت المال ہے محض باطل وخیال محال ہے کما فی الفائدۃ العشرین والثالثۃ والعشرین (جیساکہ بیسویں اور تئیسویں فائدہ میں ہے۔ ت)

(۱۱۴ ، ۱۱۵) فتوٰی ۸ کا قول کہ درمختار کی عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ متاخرین رد ہی کے

Marfat.com

درجہ میں ردعلی الزوجین کے قائل ہیں جہل بعید بھی ہے اور ظلم شدید بھی۔ کما فی الفائدۃ الرابعۃ والعشرین (جیسا کہ چوبیسویں فائدہ میں ہے۔ت)۔

(۱۱۶) فتوٰی ۸ کا قول مجھے کسی ایسی روایت کا علم نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ موصی لہ بجمیع المال موجود نہ ہو تو ردعلی الزوجین ہوگا ورنہ نہیں اور میرے خیال میں یہ کسی کا مذہب نہیں اپنی سخت ناواقفی کا اظہار اور کمال نادانی کا اقرار ہے جو اس کے خیال میں کسی کا مذہب نہیں قطعاً وہی مسلک متاخرین ہے اور جو اس کے خیال میں مختار متاخرین ہے قطعاً کسی حنفی کا مسلک نہیں کما ظہر وزھر اظھر وازھر من الشمس والقمر (جیسا کہ ظاہر و روشن ہوا اور سورج و چاند سے بڑھ کر ظاہر اور روشن ہوا ہے۔ت)۔

(۱۱۷ تا ۱۲۱) فتوٰی ۸ نے جو پانچ عباراتِ درمختار و ردالمحتار پیش کیں سب بے محل و ناکافی تھیں کما فی الفائدۃ السادسۃ والعشرین (جیسا کہ چھبیسویں فائدہ میں ہے۔ت)

(۱۲۲) فتوٰی ۸ کی عبارت اخیرہ سے استنباط ہرگز صحیح نہیں کما فیھا۔

(۱۲۳) فتوٰی ۸ کا قول سیدنا امیرالمومنین ذی النورین کی حدیث اور ان سے بیان وجہ ردعلی الزوجین کا اگرچہ درمختار میں اس کا ماعلیہ اور شامی میں جواب مبین ہے تاہم قطع النظر ان دونوں امروں کے ہم کو بالراس والعین منظور ہے مگر ردعلی الزوجین کا موقع ملحوظ نہ کرنا اور موصی لہ بجمیع المال سے مقدم رکھنا خلافِ عقل و نقل ہے جب اسے مذہبِ امیرالمومنین مان لیا اور اسے اور عول پر قیاس کو بالراس والعین منظور کر لیا تو اب ردعلی الزوجین آپ ہی مرتبہ رد میں آگیا اور اُسے مان کر اُسے موصٰی لہ بالزائد سے مؤخر ٹھہرانا ہی خلافِ عقل و نقل ہے کما فی الفائدۃ الثالثۃ والعشرین (جیسا کہ تیئسویں فائدہ میں ہے۔ت)۔

(۱۲۴) فتوٰی ۸ کا قول ہمارے فقہائے نے رَدعلی الزوجین کی علّت مراداً یہ بیان فرمائی ہے لفساد بیت المال وہ قول اور قیاس عول تسلیم کر کے اس کے جواب میں یہ تعلیل پیش کرنا خلط مبحث و جمع بین الضدین ہے کما فیھا۔

تنبیہ: اگرچہ فتوٰی ۸ نے بھی جابجا موصی لہ بجمیع المال سے بحث کی اور اسی کا نام لیا جس سے ظاہر کہ شاہ محمد کا موصی لہ بالجمیع ہونا اُسے بھی مسلّم حالانکہ اس کا ثبوت نہیں کما تقدم (جیسے کہ پیچھے گزرا۔ت) مگر از انجا کہ فتوٰی ۸ مقدمہ دائرہ کا بیان احکام نہیں

Marfat.com

کرتا وہ صرف ایک بحث تقدیم و تاخیر رد علی الزوجین پر تقریر ہے جس پر شاہ محمد کے موصی لہ بجمیع یا بالزائد دون الکل ہونے سے کچھ اثر نہیں پڑتا اور ممکن کہ وہ اس نے مشایعۃً للخصوم لکھا ہو لہذا یہ اس کے اغلاط میں معدود نہ ہوا۔

الحمدُ للہ تحقیق اپنے ذروۂ علیا کو پہنچی اور تمام مسائل متعلقہ کا انکشاف منتہیٰ کو۔ اب بتوفیقہ تعالےٰ جوابِ سوالات کی طرف توجہ کریں اور صرف بیانِ حکم پر قناعت اکثر حکم کی دلیل و سند افادات میں واضح ہو چکی، وللہ الحمد۔

جواب استفتائے چیف کورٹ بہاولپور

(ا) اجنبی کے نام وصیت ثلث متروکہ بعد اداء دین تک مطلقاً نافذ ہے اگرچہ ورثہ اجازت نہ دیں اور زائد علی الثلث میں بے اجازت ورثہ نافذ نہیں اگر وارث احد الزوجین کے سوا ہو اور اگر صرف احد الزوجین وارث ہو تو ثلث تک وصیت اجنبی تقدیماً نافذ ہو گی پھر باقی کا ربع یا نصف زوجہ یا زوج کو دے کر مابقی میں بقیہ وصیت اجنبی نافذ کریں گے اگرچہ زوجہ یا زوج اجازت نہ دے، رہی وصیت وارث وہ بے اجازت ورثہ مطلقاً نافذ نہیں اور اگر تنہا وہی وارث ہو تو اس کے لئے وصیت صحیح ہے، پھر اگر اس کے ساتھ کسی اجنبی کے لئے وصیت بھی نہیں تو وارث اگر غیر زوج و زوجہ ہے تو کل مال بحکم میراث لے لے گا اُسے وصیت کی حاجت نہیں، اور اگر زوج یا زوجہ ہے تو پہلے اپنا فرض لے کر باقی میں اس کی وصیت عمل کرے گی اب بھی کچھ بچا تو اسی کو بحکم رد ملے گا۔ اور اگر کسی اجنبی کے لئے بھی وصیت ہے تو اگر اس نے وصیت وارث کو قبول کر لیا حق تقدم کہ وصیت اجنبی کو ملتا ساقط ہو گیا ورنہ اجنبی کی وصیت ثلث مال تک اول نافذ کر کے باقی سے وارث کو میراث دیں گے اگر وہ وارث غیر احد الزوجین ہے کل باقی ارثاً لے لے گا اور خود اس کے لئے جو وصیت تھی نفاذ کا محل نہ پائے گی اور اگر احد الزوجین ہے تو اس باقی سے اس کا فرض ربع یا نصف دے کر اُس کے بعد جو بچے اس میں اس کی وصیت اور اگر اجنبی کی وصیت ہنوز ناتمام رہی تھی تو اس کے ساتھ بھی دونوں حسبِ حصص نافذ ہوں گی ان سے کچھ نہ بچا تو ظاہر ورنہ جو باقی رہا احد الزوجین کو بحکم رد دے دیں گے۔

(ب) اس کا جواب سوال اول میں آ گیا۔

(ج) اس کے بھی فقرۂ اول کا جواب ہو گیا اور دوم کا جواب کہ بعد ادائے دین جس قدر

Marfat.com

بھی باقی بچے خواہ اس کی وصیت اجنبی کے لئے کی یا نہ کی اس سب کا ثلث نفاذ وصیت اجنبی میں لحاظ کیا جائے گا وصیت نافذ انھیں اشیاء میں ہوگی جن کی وصیت اس کے لئے کی ہے ان کے ماورا اور کسی شئے سے کچھ نہ پائے گا ہاں وصیت حصہ شائعہ مثل ربع مال وغیرہ کی ہے تو جملہ متروکہ بعد ادائے دین میں بقدر وصیت حصہ دار ہوگا۔

(۵) وصیت اجنبی بما زاد علی الثلث رد علی الزوجین پر شرعًا باجماع ائمہ حنفیہ مقدم ہے اقوال اقتباس شدہ میں جو خلل و زلل ہیں اوپر واضح ہو چکے۔

(۶) اس کا مفصل جواب شافی و وافی افادۂ ثانیہ عشرہ میں گزرا اور نصوص صریح سے ثابت کر دیا کہ متاخرین کے نزدیک بھی رد علی الزوجین کا مرتبہ وصیت زائدہ سے دو درجے موخر ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

جواب استفتائے جج حنا پور

(۱) ہاں یہ وصیت مرض الموت میں ہوئی اور اس سے جواز وصیت پر کوئی اثر خلاف نہیں پڑتا۔

(۲) اگر ثابت ہو کہ مدعیہ بعد وفات شوہر وصیت شاہ محمد کو قبول کر چکی تھی جیسا کہ شاہ محمد کا دعوٰی ہے تو اب اعتراض مدعیہ محض نامسموع اور شاہ محمد کے لئے وصیت اپنی اخیر حد تک جائز و نافذ ورنہ اعتراض کا اتنا اثر ہوگا کہ ثلث کل مال بعد اداء الدین کی حد تک صرف مکانات واثاث البیت میں وصیت شاہ محمد نافذ کر کے باقی کل مال مکان و اسباب وغیرہ سب کا ربع زوجہ کو دیں گے پھر صرف باقی مکانات واثاث البیت شاہ محمد کو بحکم وصیت ملیں گے باقی جو کچھ بچا سب زوجہ کا ہوگا وصیۃً خواہ ردًا۔

(۳) اُن زیوروں سے مدعا علیہ کو کسی حال کوئی ذرہ نہیں مل سکتا وہ تمام و کمال عالم خاتون کے ہیں انھیں چھوڑ کر باقی تمام مال کے لحاظ سے جواب نمبر ۲ کا حکم جاری کریں گے مگر مکانات واثاث البیت کے سوا کوئی اور زیور متروکہ بھی شاہ محمد کے پاس ہے جیسا کہ دعوی زوجہ ہے تو اس میں سے شاہ محمد کو حصہ نہ دینگے اس کا حصہ صرف مکانات واثاث البیت میں ہوگا۔

(۴) اخراجات تجہیز و تکفین کا بار ترکہ خواہ عالم خاتون کے حصے پر ہونے کا یہاں کچھ ثبوت نہیں بلکہ صورت روداد سے ظاہر کہ وہ صرف ایک تبرع تھا کہ شاہ محمد نے اپنے محسن کے ساتھ اسکی درخواست پر کیا۔

Marfat.com

(۵) ہاں وہ وصیت شرعاً جائز و مؤثر ہے اور اُسے ایک حصہ مکان بحکم جواب نمبر دوم وراثۃً ملنا اس کے نفاذ کا کچھ مانع نہیں۔ پس اگر مدعیہ اعتراض سے پہلے وصیت مدعا علیہ کو قبول کر چکی تھی تو جملہ مکانات و اثاث البیت کا مالک شاہ محمد خاں ہے اور دو ثلث مکانات میں حق آسائش عالم خاتون کو تا وقتیکہ وُہ نکاح ثانی نہ کرے اور اگر مدعیہ نے اس کی وصیت کو نہ مانا تھا تو ثلث کل مال کے حد تک مکانات و اثاث البیت کا حصہ شاہ محمد کو ایک ربع عالم خاتون کو ملے گا ان دونوں حصص کے بعد جو حصہ مکانات بچا اس میں وقت مذکور تک عالم خاتون کو حقِ سکونت بحکم وصیت ہوگا۔

(۶) ہاں ظروف میں بھی وصیت استعمال زوجہ کے لئے جائز ہوئی اگرچہ بروئے جواب نمبر ۲ کچھ حصہ ظروف کی وہ مالک مستقل ہو جائے اور حق متوفی میں رہنے کی شرط اس وصیت میں نہ تھی یہ وصیت تاحیات زوجہ نافذ رہے گی اگرچہ وہ نکاح ثانی کرلے اور اُس کا نفاذ اُسی طور پر ہوگا کہ بحال قبول وصیت دو ثلث کل ظروف ورنہ بعد اخراج وصیت تاحدِ ثلث مال و اخراج حصہ ربع باقی میں نافذ ہوگی اور بہر حال خاص موقع محفل امامین شہیدین کہ جس قدر ظروف کہ شاہ محمد کو ضرورت ہو اُتنے اس وقت خاص میں اس وصیتِ زوجہ سے مستثنیٰ ہوں گے۔

(۷) جو حصہ جس مال میں جس کا ہے اس کے عین سے اُس کو دیا جائے گا قیمت لینا دینا صرف رضامندی ہر دو فریق پر منحصر ہے اس میں حاکم کو کسی چیز کا اختیار نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حکم اخیر

(۱) سماعت کہ وُہ زیور تمام و کمال عالم خاتون کے ہیں شاہ محمد خاں کا اس میں کچھ حق نہیں اور ازانجا کہ وہ اُن میں ملک عالم خاتون تسلیم کرکے عالم خاتون کو تسلیم کر چکا اب وہ نفاذ وصیت شاہ محمد خاں کے لئے ثلث مال میں محسوب بھی نہ ہوں گے۔

(۲) وہی زیور حسبِ اقرار زوجہ مہر زوجہ میں ہیں اس سے زائد کسی تفتیش کی حاکم کو حاجت نہ بلا دعویٰ قضا کی اجازت۔

(۳) خرچ تجہیز و تکفین شاہ محمد خاں نے تبرعاً کیا لہذا ترکہ اس بارے سے بھی بری ہوا اب نہ رہی مگر عالم خاتون کے میراث اور مکانات اثاث البیت میں مدعی و مدعا علیہ دونوں کی وصیت مدعیہ کا دعویٰ کہ شاہ محمد کے پاس ترکہ کے اور زیور بھی ہیں شاہ محمد کا دعویٰ کہ مدعیہ بعد وفاتِ شوہر اُس کی وصیت کو قبول کر چکی ہے، اب چار صورتیں ہیں:

Marfat.com

اول : دونوں دعوے ثابت ہوں مثلاً شاہ محمد نے اور زیوروں کا اقرار کرلیا یا عالم خاتون نے اُسے گواہوں سے ثابت کر دیا یا شاہ محمد پر قسم رکھی اور وہ قسم کھانے سے انکار کر گیا یونہی عالم خاتون نے قبول وصیت بعد وفات شوہر کا اقرار کرلیا یا شاہ محمد نے اُسے گواہوں سے ثابت کر دیا یا عالم خاتون پر قسم رکھی اور وہ قسم کھانے سے انکار کر گئی۔

دوم : دونوں بے ثبوت رہیں۔

سوم : عالم خاتون کا دعوٰی ثابت ہو اور شاہ محمد خاں کا پایۂ ثبوت کو نہ پہنچے۔

چہارم : اس کا عکس۔

صورتِ اُولٰی میں جملہ مکانات و اثاث البیت کا مالک شاہ محمد خاں ہے اور ان کے دو ثلث سے انتفاع کا حق عالم خاتون کو ہے مکانات سے تا نکاح ثانی اور اثاث البیت سے مطلقاً اگرچہ نکاح ثانی کرلے صرف ظروف بقدر ضرورت محفل امامین رضی اللہ تعالٰی عنہما اُس وقت خاص میں مستثنٰی ہیں بہرحال اثاث البیت سے کوئی چیز مطلقاً جب تک عالم خاتون زندہ ہے اور دو ثلث مکانات سے جب تک وہ نکاح نہیں کرتی شاہ محمد خاں بیع نہیں سکتا، رہا وُہ دوسرا زیور کہ شاہ محمد کے پاس ہے اس کی تنہا مالک عالم خاتون ہے ربع فرضاً باقی رداً۔

صورتِ ثانیہ میں مکانات و اثاث البیت کا ایک سدس عالم خاتون کا اور پانچ سدس شاہ محمد خاں کے ہیں اور نصف مکانات و اثاث البیت سے حسب تفصیل مذکور صورت اولٰی عالم خاتون کو حق انتفاع ہے اور اُسی تفصیل سے اس نصف کے بیع کا شاہ محمد خاں کو اختیار نہیں۔

صورتِ ثالثہ میں مکانات و اثاث البیت اور وہ زیور دوم سب کی قیمت لگا کر اُس کے ثلث کے حد تک شاہ محمد کو مکانات و اثاث البیت سے دیا جائے باقی مکانات و اثاث البیت اور کل زیور دوم ان سب کا ربع عالم خاتون وراثۃً پائے اس کے بعد مکانات و اثاث البیت میں حصہ رہا اس کے رقبہ کا مالک شاہ محمد خاں اور بتفصیل سابق اس کی منفعت کی مالک عالم خاتون اور تین ربع باقیماندہ زیور دوم عالم خاتون کو بحکم رد۔

صورت رابعہ کا حکم مثل صورت اولٰی ہے سوائے حکم زیور دوم کہ وہ اس صورت میں موجود نہیں۔

تنبیہ : ظاہر مراد یہ کہ متوفی کے ذمہ اور کوئی دین نہیں اسی بنا پر یہ تمام تفاصیل ہیں اور اگر اور بھی دین ہو تو اب یہ تحقیق بھی لازم ہوگی کہ وہ پہلے زیور کہ سماعت کا بتایا گیا عالم خاتون کے

Marfat.com

مقدار حصہ سے زائد ہے یا نہیں اس تقدیر پر تقسیم میں بہت تبدیل راہ پائے گا اگر یہ صورت ظاہر ہو تو اس دَین کی تعداد اور مہر مثل کی مقدار اس کے متعلق تمام امور کی تحقیق کے بعد صورت موجودہ بتا کر سوال کرنا چاہیے۔

وباللہ التوفیق واللہ تعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد وٰالہٖ وصحبہٖ اجمعین وبارک وسلم اٰمین والحمد للہ رب العٰلمین۔

توفیق اللہ تعالٰی ہی کی طرف سے ہے۔ اور اللہ تعالٰی ہمارے سردار و مالک محمد مصطفٰی اور آپ کے تمام آل و اصحاب پر درود، سلام اور برکت نازل فرمائے، آمین۔ اور تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۵۹ از شہر علیگڈھ محلہ مدار دروازہ مرسلہ عمر احمد سوداگر پارچہ بنارسی ۴ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ

ہندہ کے نہ ماں باپ بھائی بہن نہ اور کوئی رشتہ دار ہے جو سوائے زید کے وارث ہو، ہندہ کے پاس ذاتی اُس کا اسباب پندرہ بیس روپیہ کا تھا اور دو تین سو روپیہ کا اسباب زید کا دیا ہوا ہے جو زید کے پاس ہے، زید سے ہندہ نے اپنے مال کی بابت کچھ نہ کہا، زید نے ہندہ سے کہا کہ تم منت مانو کہ اچھے ہونے پر میں کنواں بنواؤں گی اگر تم مرجاؤ گی تو میں کنواں اور مرمت مسجد کرادوں گا تمھارے مال میں سے ایک حبہ نہ لوں گا میں جو دے چکا وہ تمھارا ہے میں وہ ان شاء اللہ خیرات کردوں گا بلکہ اپنے پاس سے اور جو مجھ کو میسر ہوگا لگادوں گا، ہندہ نے اور شخصوں سے کہا کاش میں مرجاؤں تو میرا کل مال بیچ کر مسجد یا کنواں بنادینا کہ مجھ کو ہمیشہ ثواب ملتا رہے، زید سے اس وجہ سے نہ کہا کہ زید خود کہا کرتا تھا کہ میں تمھارا مال خیرات کردوں گا، پس اس صورت میں زید وہ مال بیچ کر کنواں اور یا مرمت مسجد کراسکتا ہے یا نہیں کیونکہ سوائے زید کے اس کا کوئی وارث نہیں ہے، کنواں بنوادینے کا زیادہ ثواب ہے یا مرمتِ مسجد کا؟ مُردہ کو کس سے زیادہ ثواب ملے گا؟ اور کس سے اُسے زیادہ نفع ہوگا؟ کیا حکمِ شریعت ہے؟

الجواب

جو مال ہندہ کا تھا وہ تو تھا ہی جو زید نے بنواکر دیا اس کی بھی ہندہ مالک ہوگئی، بعد وفاتِ ہندہ اس کے نصف کا زید وراثۃً مالک ہوا اگر اس کی وصیت کو قائم رکھتا ہے اور یہی

Marfat.com

اُسے چاہیئے کہ وہ وعدہ کرچکا ہے وعدہ خلافی نہ چاہیئے جب تو وہ کل مال حسبِ وصیت صرف کر دے ورنہ نصف صرف کرنا ضرور ہوگا مسجد کی اصل عمارت اگر اپنی بقا کے لئے محتاج مرمت ہے تو وہ ہی کنویں سے افضل ہے اور اگر مرمت گچکاری اور سفیدی سے مراد ہے تو کنواں اس سے افضل ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ١٦٠ از کاٹھیاواڑ دھوراجی محلہ سپاہی گران مرسلہ حاجی عیسٰی خان محمد صاحب

٢٩ ذیقعدہ ١٣٣٢ھ

یہ وصیت نامہ قابلِ عمل ہے یا نہیں؟ اگر قابلِ عمل نہیں ہے تو یہ لوگ جن کو فیصلہ کرنے کے واسطے کرگیا ہے کیا کرنا چاہیئے اگر اس وصیت نامہ پر عمل نہ کرا دیں تو مقدمہ کورٹ کو جائیگا اگر حقدار کمی بیشی پر باہم راضی ہوجائیں تو عمل کرایا جائے موصی کو مرے ہوئے چھ سات برس کا عرصہ ہوگیا اس درمیان میں خورد و نوش اور ایک لڑکی کی شادی اُسی مال سے ہوئی ——

اس کی کیا صورت ہے اور وہ لڑکی بالغہ ہے شریعت کے مطابق تقسیم پر حصہ زوجہ کو کم ملتا ہے اور وصیت کے مطابق ٹھیک ملتا ہے وہ وصیت پر راضی ہے اس صورت میں اس کو زیادہ دے کر باقی حصہ سب شریعت کے مطابق ہوں تو یہ جائز ہے جن کو موصی وصیت کرگیا اور حکم مقرر کرگیا ہے عدمِ جواز کی صورت میں اُن کو کیا کرنا چاہیئے، کنارہ کشی یا حکم کرنا؟ علاتی بھائی کے مال سے حصہ ترکہ مثل حقیقی کے ہے یا کم و بیش؟

الجواب

ملاحظہ وصیت نامہ سے ظاہر کہ حاجی محمد نور محمد نے اپنی زوجہ آئی حور اور دو دختر آمنہ و حلیمہ اور برادرزادے چھوڑ کر انتقال کیا اور اپنے مال میں ایک طویل وصیت کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ چار چار ہزار چار چار سو روپے دونوں دختروں کو دیئے جائیں فرزند عائشہ کے نام جو رقم کمپنی میں جمع ہے اُس کی لڑکی حلیمہ کو دی جائے میری جائداد منقولہ و غیر منقولہ زوجہ کو دی جائے جب اس کا انتقال ہوجائے اُس کے بعد ہزار ہزار روپے لڑکیوں کو اور دیئے جائیں اور بقیہ ملکیت بھتیجوں پر برابر تقسیم کردی جائے اور میری رُوح کو ثواب پہنچانے کی غرض سے ہزار روپیہ مدرسہ کو دیا جائے بعد انتقال زوجہ یہ تین ہزار وضع کر کے باقی کل بھتیجوں کو دینے کے لئے مختاروں کو حکم کرتا ہوں چھ شخصوں بلکہ سات یعنی زوجہ کو بھی اپنا وصی کیا کہ لکھا کہ مختاروں یعنی اوصیائے مذکورین کو آئی حور کی زندگی میں اس کی صلاح کے موافق عمل کرنا چاہیئے نیز لکھا میری زوجہ کے مشورہ سے

Marfat.com

صرف کریں۔

اب یہاں تین قسم کی وصیتیں ہیں :

اوّل : حلیمہ بنت عائشہ کے نام اس کا حکم یہ ہے کہ عائشہ حاجی محمد کی بیٹی کہ اس کے سامنے انتقال کر گئی جیسا کہ عبارت وصیت نامہ سے مفہوم ہوتا ہے جو رقم کمپنی میں اس کے نام سے جمع ہے اگر وہ رقم عائشہ کی ذاتی تھی جب تو بعد وفات عائشہ حاجی محمد اس میں سے صرف اپنے حصہ پدری کا مالک ہوا اگر عائشہ نے وارث یہی دختر حلیمہ اور باپ چھوڑے تو بعد عائشہ نصف رقم حاجی محمد کی ہوئی اور اگر عائشہ کے اور وارث بھی رہے مثل شوہر وغیرہ تو حساب فرائض سے جو حصہ حاجی محمد کا نکلے بہر حال یہ وصیت کہ حاجی محمد نے حلیمہ بنت عائشہ کے لئے کی وہ صرف اُسی حصّہ پر نافذ ہوگی جو اس روپے میں حاجی محمد کا ہوا اور اگر وہ رقم عائشہ کی ذاتی نہ تھی بلکہ حاجی محمد نے اپنے مال سے اُس کے نام جمع کی تھی تو اس میں ۲ صورتیں ہیں اس وقت اگر عائشہ نابالغہ تھی تو کل رقم عائشہ کی ہوگئی،

فان الجمع باسمها تملیک ھذا عرفا وھبۃ الاب للصغیر تتم بمجرد الایجاب۔

بلاشبہ اس کے نام سے جمع کرنا عرف کے اعتبار سے تملیک ہے، اور نابالغ کے لئے اس کے باپ کا ہبہ فقط ایجاب سے تام ہوجاتا ہے۔ (ت)

یونہی اگر بالغہ تھی اور جمع کرنے سے پہلے حاجی محمد نے عائشہ کو وہ رقم دے کر قبضہ کرا کر اس کے بعد جمع کی جب بھی کل رقم عائشہ کی ہوئی ان صورتوں کا بھی وہی حکم ہوگا جو عائشہ کے ذاتی مال ہونے میں تھا اور اگر عائشہ اُس وقت بالغہ تھی اور اُسے بے قبضہ دلائے یہ رقم اس کے نام جمع کر دی اور تا وفاتِ عائشہ باذنِ پدر اُس کے قبضہ میں نہ آئی تو ہبہ باطل ہوگیا،

لان موت احد العاقدین قبل التسلیم یبطلھا کما فی الدر[1] وغیرہ۔

کیونکہ سپردگی سے پہلے عاقدین میں سے کسی ایک کی موت ہبہ کو باطل کر دیتی ہے جیسا کہ درر وغیرہ میں ہے۔ (ت)

اس صورت میں وُہ کل رقم مِلک حاجی محمد ہے اور وہ سب حلیمہ بنت عائشہ کے لئے وصیت ہے۔

---

[1] الدر المختار کتاب الہبۃ باب الرجوع فی الہبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۶۱

Marfat.com

دوم: ہزار روپے مدرسہ کے لئے، یہ وصیت اگرچہ اس نے انتقال زوجہ کے بعد رکھی مگر وصیت قابلِ اضافت بزمانۂ آئندہ ہے لانہا لاتکون الا مضافۃ لما بعد الموت (کیونکہ وصیت نہیں ہوتی مگر اس حال میں کہ وہ موت کے بعد کی طرف منسوب ہو۔ ت) درمختار میں ہے:

ما تصح اضافتہ الی الزمان المستقبل الایصاء والوصیۃ[1]	جس کی نسبت آئندہ زمانے کی طرف صحیح ہوتی ہے وہ ایصاء ووصیت ہے۔ (ت)

تو اس کا نفاذ بعد انتقال زوجہ ہی ہوگا۔ یہ دونوں وصیتیں یعنی جو رقم بنام عائشہ جمع ہے کل یا اس میں سے جو حصہ حاجی محمد ہو اور ہزار روپے مدرسہ کے یہ مجموع اگر حاجی محمد کے ثلث مال سے زائد نہیں تمام وکمال بے اجازت ورثہ نافذ ہوں گے ورنہ تا حد ثلث، اور اگر ان کا مجموعہ ثلث مال سے بھی بڑھتا ہو تو ثلث مال حاجی محمد ان دونوں وصیتوں پر حصہ رسد تقسیم ہوگا۔

سوم: باقی وصیتیں دونوں دختروں اور زوجہ کے نام ابتداءً اور بعد موت زوجہ دونوں دختروں اور بھتیجوں کے لئے، یہ سب وصیتیں وارث کے لئے ہیں اور وارث کے لئے وصیت بے اجازت دیگر ورثہ اصلاً مقبول نہیں۔

کما فی الکتب قاطبۃ وفی الحدیث ان اللہ اعطی کل ذی حق حقہ[2] لاوصیۃ لوارث الا ان یجیزھا الورثۃ[3]	جیسا کہ تمام کتابوں میں ہے۔ حدیث میں ہے کہ بیشک اللہ تعالٰی نے ہر حقدار کو اس کا حق عطا فرمادیا، خبردار وارث کے حق میں وصیت نہیں مگر یہ کہ دیگر ورثاء اس کی اجازت دے دیں۔ (ت)

پس اگر ورثہ اس وصیت پر راضی نہ ہوں تو ثلث متروکہ میں حلیمہ بنت عائشہ اور مدرسہ کی وصیتیں حسب تفصیل بالا نافذ کرکے جو مقدار حلیمہ بنت عائشہ کے لئے وصیت ٹھہرے اسے دے دیں اور جو حصہ مدرسہ کا ثابت ہو یعنی مجموع ہر دو وصیت مدرسہ وحلیمہ بنت عائشہ ثلث مال سے زائد نہ ہونے کی حالت میں پورے ہزار روپے ورنہ بحساب حصہ رسد جتنا روپیہ مدرسہ کا ٹھہرے اس کے لئے محفوظ رکھیں کہ اس کا نفاذ بعد انتقال زوجہ ہوگا بقیہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ

---

[1] الدرالمختار کتاب البیوع باب المتفرقات مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۵۴

[2] سنن ابی داؤد کتاب الوصایا ۲/ ۴۰ و جامع الترمذی ابواب الوصایا ۲/ ۳۳
سنن ابن ماجہ ابواب الوصایا ص ۱۹۹ و سنن النسائی کتاب الوصایا ۲/ ۱۲۹

[3] سنن الدارقطنی کتاب الفرائض حدیث ۴۰۸۱ دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۳۲۷

Marfat.com

سب حسب فرائض تقسیم کر دیں یوں کہ اس میں آٹھواں حصہ زوجہ کا اور دو ثلث آمنہ وحلیمہ بنت موصی کے باقی بھتیجوں کا۔ اگر اس پر نا راضی ہو تو مختاروں کو خلاف حکم شرع کرنے کا کوئی اختیار نہیں۔ مقدمہ کورٹ کو جائے خواہ کچھ ہو، بحال عدم اجازت دیگر ورثہ مختاروں کو یہ بھی جائز نہیں کہ زوجہ کو اس کے حق شرعی سے زیادہ دیا تو باقیوں پر مطابق شرعی تقسیم کریں بلکہ جب ایک وارث کو اس کے حق شرعی سے زائد دے کر باقی حصے مطابق شرعی تقسیم کب ہوئی کہ شریعت سے ان کا زائد تھا اور دیا کم۔ مختاران مذکورین وصی ہیں حکم نہیں نہ بے رضائے فریقین کوئی حکم بن سکتا ہے اگرچہ موصی اُسے حکم بناتا کہ موصی کو نزاع ورثہ فیصل کرنے کے لئے کسی کو حکم بنانے کا اختیار نہیں۔

اذ لیس لہ علیھم ولایۃ الحکم لاسیما بعد الموت فکیف یولی علیھم غیرہ للحکم۔ کیونکہ موصی کو خود ان پر حکم کی ولایت حاصل نہیں خصوصاً موت کے بعد، تو وہ کسی دوسرے کو ان پر حکم کا ولی کیسے بنا سکتا ہے۔ (ت)

لہٰذا اگر ورثہ راضی نہ ہوں مختاروں کو کنارہ کشی لازم ہے اپنی طرف سے کچھ حکم نہیں کر سکتے ہاں ورثہ سب عاقل بالغ ہوں اور آپس میں جیسی کمی بیشی پر چاہیں راضی ہو جائیں تو وہ اس کا اختیار رکھتے ہیں اس کے مطابق عمل کرایا جائے لان الحق لھم ولا حجر علیھم من الشرع (کیونکہ حق ان کا ہے اور اُن پر شرع کی طرف سے کوئی پابندی نہیں۔ ت)

مسئلہ ۱۶۱: از شہر بریلی مرسلہ اہلیہ کلاں حکیم اکرام الدین صاحب مرحوم معرفت عبداللہ ملازم محلہ کٹرہ بروز شنبہ بتاریخ ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

حضرت مولوی صاحب قبلہ مدظلہ العالی بعد سلام مسنون کے یہ عرض ہے کہ جناب والا سے مجھے ایک سوال کا جواب حاصل کرنا مقصود ہے یہ کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کو کسی ضرورت کے پورا کرنے کو بطریق قرض کچھ زیور دیا اور یہ کہا کہ یہ زیور رہن کرکے اپنا کام انجام دے لو بعد کو واگزاشت کرا کے دے دینا کچھ عرصہ کے بعد یعنی واگزاشت زیور سے قبل دائن یعنی مالکِ زیور کا انتقال ہو گیا مدیون کو ایک ثالث شخص کی زبانی یہ دریافت ہوا ہے کہ دائن نے قبل انتقال کے یہ وصیت کی ہے کہ اگر میرا انتقال ہو جائے تو زیور واگزاشت کرنے کے بعد یہ زیور مجھ دائن کے بیٹے کو نہ دیا جائے بلکہ میرے پوتے کو دیا جائے۔ اطلاعاً یہ بھی عرض ہے کہ دائن کی وصیت بیان کرنے والے ایک معمولی شخص ہیں کچھ مقدس یا ابرار برگزیدہ شخص نہیں پھر بھی ممکن ہے کہ دائن نے بعالم بدحواسی وہ وصیت کر دی ہو مریض کے مرض کی شدت میں یا مرنے سے کچھ وقت پہلے

Marfat.com

جو اس درست نہیں رہتے ہیں اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے، یہ بھی اطلاع کرنے کی ضرورت ہے کہ دائن کا پسر جو ہے وہ شراب خوار نہیں ہے قمار باز نہیں ہے کسی طرح کی بدچلنی یا آوارگی کی بھی بالکل شہرت نہیں ہے بجائے اس کے بہت غریب اور تنگدست آدمی ہے، مرحوم کا پوتا جو ہے وہ بعمر پانزدہ سالہ ہے اور سعادت مند نیک چلن نہیں ہے اس کی آوارگی سے یہ ضرور اندیشہ ہے کہ اگر یہ زیور دائن کے پوتے کو دیا جائے گا تو ضرور ضائع کردے گا، زیور قیمتی کم وبیش پانچسو روپے کا ہے، اس ہفتہ میں زیور واگزاشت ہوگیا ہے اب یہ زیور دائن کے پسر کو دینا چاہئے یا کہ پوتے کو، جواب مناسب مع دستخط ومہر مرحمت فرمایا جائے، فقط۔

الجواب

جس نے زیور عاریت لیا تھا اُسے چاہئے مالکِ زیور کے سب وارثوں کو جمع کرکے اُن کے سپرد کردے، اور اگر صرف ایک بیٹا ہی اس کا وارث ہے تو اُسی کو دے دے وہ وصیت اس شخص سے تعلق نہیں رکھتی، نہ یہ اُسے بطور خود نافذ کرنے کا کچھ اختیار رکھتا ہے خصوصًا اس حالت میں کہ وُہ ابھی پایۂ ثبوت کو بھی نہ پہنچی، ایک شخص اور وہ بھی ثقہ نہیں وہ وصیت اگر مالک نے واقع میں کی ہے تو جسے کی ہے تو ایسا کرنا وہ وصی ہوا اس کے ذمہ اس کی فکر ہے ورنہ اگر صرف اس بیان پر وصیت تسلیم کرلیں اور سب عاقل بالغ ہوں ثلث مال میں نافذ کریں اور اگر نہ مانیں تو اسے گواہان شرعی سے ثبوت دینا ہوگا بے ثبوت نافذ نہ کی جائیگی یہ وصیت اگر خود ہی عاریةً[عہ] لینے والے کو کی ہے تو اس کے لئے یہی حکم ہے۔ وھو تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۲ از ضلع نینی تال موضع درو اشفاق حسین خاں روز شنبہ بتاریخ ۱۲ رجب ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذا میں کہ مورث عثمان خاں مرحوم نے ایک رقم بخیال مصرف خیر ایک عزیز امین صاحب کے امانت رکھدی تھی جس کو بارہ برس گزر گئے ہنوز آدھی رقم موجود ہے اُسی زمانہ میں عثمان خاں مرحوم کے مرنے کے بعد ہی ایک لڑکے اور دو بیٹی مرنے سے کام خراب ہوگیا اب ایک نورچشمی اندھی اور دو پوتی اور ایک بہو زندہ موجود ہیں پردہ نشین اندھی لاوارث بیٹی وبہو خواہش ظاہر کرتی ہیں کہ ہمارے باپ کی خیراتی رقم امانت شدہ سے ہمارے اور ہمارے دوسرے بچّوں نابالغ کے خیرات میں ہے مزورش معلوم ہوجائے تو دوسروں کی خیرات

عہ اصل میں ایسا ہی ہے۔ ازہری غفرلہٗ

Marfat.com

اور دونوں کی امداد سے بکفایت اب امین صاحب جو اغلب تحریری حصہ مسائل نے بوجہ پیری و میراث مسائل اپنے جملہ کاروبار سعادت مندی چوہدری وغیرہ کے تفویض فرما کر امید کرلی ہے کہ کل امین صاحب کے نیک کاموں بمصرف خیر کی رقم سے ضروریات تعمیر مسجدوں و بیاہ شادیوں میں محتاجوں کو حسب ضرورت تقسیم کردی جایا کرے گی لہذا اس رقم صدقات خیرات میں سے اعلیٰ کی بیٹی پردہ نشین اپنی اور اپنی بھتیجیوں کی تعلیم و خورد و نوش کے واسطے بمد خیرات خیرات مانگتی ہیں امین صاحب اس معاملہ رقم مصرف خیر کو علماء کی رائے پر چھوڑتے ہیں پس بمقابلہ امانت والی و وقت زر مستحق طالبعلم پر خرچ و صرف ہونے کے برخلاف ان بچوں کے تربیت و تعلیم قرآن حقیقی بالڈھی لاوارث جن کا نان پردہ نشینی کی صرف طعام و نیوہ بیوہ باعصمت کی خورد و نوش و صرف بطریقہ خیرات میں رقم خرچ و واپس دے دینے سے امین صاحب محمد و مواخذہ گیر خدا و رسول کے نہیں ہو سکتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

عثمان خاں نے اگر وہ رقم امین صاحب کے پاس خیرات کرنے کے لئے امانت رکھی اور اس کے ساتھ کوئی لفظ وصیت کا نہ تھا کہ بعد میرے جو مال بچے وہ بھی بطور خیرات ہو تو جب تو عثمان خاں کے مرتے ہی وہ مد باطل ہو گئی اور باقیماندہ جس قدر رقم تھی وارثان عثمان خاں کی ملک ہو گئی امین کو جائز نہیں کہ کوئی پیسہ ان کی اجازت کے بغیر خیرات کرے اور لازم ہے کہ باقی تمام رقم وارثان عثمان کو واپس دے اور اگر الفاظ وصیت تھے تو ان لفظوں کی تفصیل اور یہ کہ باقیماندہ رقم املاک عثمان خاں بعد ادائے دین کے قدر ثلث سے زائد ہے یا نہیں زائد ہے تو کس قدر اور بعد عثمان خاں امین نے اس میں سے کچھ خرچ کیا یا نہیں کیا تو کس قدر اور باجازت یا بلا اجازت۔ ان سب باتوں کی تفصیل اور یہ بھی کہ عثمان خاں پر کوئی دین تھا یا نہیں اور تھا تو کس قدر۔ ان سب باتوں کی تفصیل معلوم ہونے پر جواب دیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۳ از نینی تال موضع وڑا کھانہ کھا یکشنبہ ۲۴ رجب ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اٹھارہ سو روپیہ عمرو کے پاس جمع کرکے اپنے حقیقی بھتیجے اور حقیقی داماد سے کہا کہ جس وقت دو ہزار روپیہ ہو جائیں گے تو اس وقت رقم مذکورہ سے کوئی جائداد خرید کے وقف کردوں گا اس پر داماد نے بخیال ذوما شی سے کہا کہ اس رقم موجودہ سے آج ہی کسی مدرسہ اسلامیہ کی امداد فرمائیے کہ آپ کے بعد یہ رقم خرچ ہو جائے گی تب زید نے جواب دیا کہ رقم ہنوز پوری نہیں ہے پھر زید نے بیٹے سے کہا کہ چونکہ

Marfat.com

اس وقت خواندگی میں ہے بشرط نیک چلنی وسعادتمندی کے رقم مذکور کو اُس کے سپرد کر دوں گا تاکہ بعد موت میری کے فی سبیل اللہ آمدنی اُس روپیہ کی خرچ کرتا رہے اور اصل روپیہ قائم رکھے درصورت بدچلنی کے جائداد خرید کر کے خانہ کعبہ کے نام کر دوں گا۔ ہنوز مشروط مختلف خیالات اور تنہا کی ہوئی وصیت اور تعداد رقم دو ہزار روپے پورے نہ کر سکے تھے کہ زید صاحب کا انتقال ہوگیا اور تعدادی انیس سو پچیس روپے کی رقم کار خیر کے سوا دوسرے جائداد ملک نو سو روپے کے خرید شدہ ذاتی اور متروکہ خوشدامن زید وسالی لاولد وزوجہ منکوحہ خود قیمتی صد سو روپیہ کے مالک بن کر اپنی حیات میں ثبات عقل کے ساتھ مبلغ پندرہ سو روپیہ کے کل جائداد ملک سنہ برخورداران بالغ ونابالغ کے نام بسبب بخل وبیم حق رسی مرد ونورچشمان شادی شدہ کے تحریر رجسٹری کرادی تحریر شدہ جائداد اور رجسٹری کے ڈھائی تین اندازاً زیادہ سے زیادہ چار سال کے بعد سب سے بڑا لڑکا میرا اُس کے شرعی حصہ سے جو متروکہ تھا پھر دوبارہ ہمشیریں کو جبریہ محروم رکھا گیا، اب زید کی حقیقی بیٹی نابینا نمازی عمر پچپن سالہ اور سالی کا لڑکا عمر پینتالیس برس اور لڑکی سالی کی عمر پچاس برس بحلف نائب رسول اللہ کے سامنے شہادت دینے کو تیار ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ چشم دید گفتگو وزوجہ ہندہ زمانہ علالت ونیز علالت سے قبل بصورت رضامندی وبصورت مناقشہ ماں باپ زندہ ومُردہ عورت یگانہ وغیرہ وعزیزہ سے روبرو مرے یا مرے باپ کے سامنے یا ہمارے یا ہمارے خالو پھوپا کے بالمشافہ لینے زید کے روبرو ہمیشہ ہمیشہ یہ دریافت ہوتا رہے کہ رقم عدم معافی قرض دین مہر کے جو تعدادی پانچہزار روپیہ پچاس اشرفی محمد شاہی بتلاتے ہیں دوسرا قرضہ زرِ نقد کسی دوسرے شخص کا زید پر نہ تھا جن کے بالعوض زید نے اپنی زندگی میں بامید دائمی چراغ روشن خیالی سے انفیاط حقوق نورچشمان کر کے صرف مرد فرزندوں کو کل اپنی جائداد ملک معافی پرمشل ذات خود مالک اصلی بنا دیا تھا اور خود سرپرست اور ولی بن کر آمدنی ملک فرزندان اپنے قبضہ میں اور آمدنی پیشہ ملازمت سے مبلغ دو ہزار روپے کی رقم پوری نہ کر سکتے تھے کہ فوت ہو گئے حضور کے فتویٰ کے جواب میں پرسش دین کے جواب میں حلفاً دریافت حال کر کے واقعات اصلی لکھے گئے لیکن زید صاحب نے اپنی زندگی یا بیماری میں کوئی خاص مجمع جمع کر کے یا کسی بالغ بیٹا بیٹی کے مشورہ سے یا دیگر شہادت معتبر ورثاء یا عزیز ورثاء کی موجودگی میں حالات مذکورہ وتذکرہ وصیت میں اپنی اصلی اصل رائے ظاہر مصرف خیر نہیں کی ہاں صرف عمر صاحب سے زید نے چند مزید روپے کے جمع کرنے کے ہنگامہ[ع] تذکرہ کر دیا تھا کہ اس مال جمع کو کارِ خیر میں خرچ کر دینا عمر صاحب نے

ع اصل میں ایسا ہی ہے۔ ازہری غفرلہٗ

Marfat.com

اس زید کے قول کو بطور وصیت تصور کرکے دو ثلث روپیہ وارثان زید کو اور ایک ثلث روپیہ سے کچھ روپیہ صرف ہوا۔ اجازت وارثان مذکورہ وہ ایک کام میں مثل جدید مسجد بنانے میں اور مسجد صاحب کی لڑکی کے مصارف جہیز میں اور چاہ و بنانے میں خرچ کردیا، اب یہ فعل عمر صاحب کا جائز ہے یا نہیں، اور وصیت اس قسم کی درست ہے یا نہیں، البقیہ روپیہ ثلث کا بعد عرصہ بارہ برس کے بھی نیک نیک کاموں میں خرچ کرنے سے بچا ہوا اب قریب تین سو پچیس روپیہ کے عمر صاحب کے پاس موجود ہے، اس روپیہ کو پانے کے واسطے مودعی اصلی زید کی بیٹی ہندہ اور دو پوتے بعمر ایک سال و ہفت سالہ بذریعہ حضرت خیر سے اپنے مثل محتاجی کے واسطے خیرات مانگتی ہے جس کی وجہ پریشانی کے سبب موجودہ عدالت کے خرچ و صرف ہوا بجائے جھگڑہ عدالت سے ہوا ہیں۔ مجموعہ اصلی رقم ثلث مبلغ چھ سو چھیاسی کے اب تین سو پچیس باقی ہیں۔ حسب اقرار زید کی توضیح یا نہیں، زید کے فرزند خالد کی بیوہ اور اولاد حقیقی تین بچے ہفت سالہ و ایک سالہ دوسرا بچہ، دوسرا زید کا فرزند بکر لاوارث مرا زوجہ سے دین شرعی وصول کیا۔ صرف اتنے ہی حقدار موجود ہیں، اس زمانہ میں جبکہ زید کا روپیہ تقسیم ورثا پر ہونا چاہئے تھا تو حسب کے فرزند خالد و بکر ولد زید بھی زندہ تھے۔ روپیہ ثلث بھی بعض موصوف حسب زبانی پر تقسیم ہوکر باقی رہا اب دو چار سال چلے فوت ہوگئے۔

الجواب

یہ سوال متعدد بار آیا اور ہر بار مختلف اور خود اس بار کے سب کے مشورہ سے لکھا جاتا بیان کیا اس ایک ہی پرچہ میں اختلاف ہے۔ اور لفظ یہ ہیں کہ خرچ کردوں گا اور آخر میں کو خرچ کرنا سائل نے وقت استفسار بیان کیا کہ یہ صرف عمرو مدعی وصیت کا بیان ہے اور وہ بھی اتنا ہی بیان کرتا ہے کہ یہ کہا تھا کہ خرچ کردینا، اس سے زائد لفظ اضافت معتبرہ فی ہذا المقال[1] در صورت واقع اگر یہ ہے تو وہ وصیت نہ ہوئی وہ تمام و کمال روپیہ بعد مرگ زید وارثان زید کی ملک ہوا ان میں سے جس عاقل بالغ نے عمرو کے ان تصرفات کو اپنی طرف سے جائز رکھا ہو تو اپنا اور اگر عمرو کے بیان سے دھوکا کھا کر وصیت سمجھ کر اجازت دی ہو تو تو وہ اجازت بھی معتبرہ نہیں کہ غلط گمان کی بنا پر ہے ولا عبرۃ بالظن[2]۔

---

[1] اصل میں ایسا ہی ہے۔ ازہری غفرلہ

[2] کذا فی الاصل ولعل الصواب فی الایصاء۔ ازہری غفرلہ

Marfat.com

البین خطاؤہ[1] (جس کی خطا ظاہر ہو اس میں ظن کا اعتبار نہیں۔ ت) اور جو عاقل و بالغ نہ تھا اس کی اجازت تو کسی طرح معتبر نہیں، صرف اُس پہلی صورت کے سوا یعنی جس عاقل بالغ نے زبر بنائے وصیت بلکہ ازطرف خود اجازت دی ہو اُس کے حصہ کے سوا باقی تمام ورثاء کے حصص اس رُپے سے کہ عمرو نے مساجد وغیرہ میں صرف کیا اُن کا تاوان دینا عمرو پر فرض ہے اور بقیہ جو تین سو چھبیس رہ گیا ہے لازم ہے کہ وارثان کو دے ورنہ حق العباد میں گرفتار رہے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۴ مسئولہ شیخ محمد انعام الٰہی صاحب سوداگر لیمپ صدر بازار میرٹھ ۵ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ نے اپنی بیماری میں اپنا جملہ زرنقد و زیور و اسباب وغیرہ جو ذاتی تھا اور بوقتِ شادی دیا گیا تھا وہ اور جو شوہر زید کے یہاں سے شادی میں چڑھایا گیا تھا جس کو زید نے دین مہر میں نہیں دیا اور نہ ہبہ کیا وہ کل کا کل اپنے برادر حقیقی وغیرہ کو وصیت کرکے فوت ہوگئی، اب عندالشرع شوہر اپنے مال کا جو بطریق رسم و رواج کے چڑھایا گیا تھا جس کو اُس نے ہبہ نہیں کیا تھا مالک ہے یا نہیں؟ اور زوجہ کے مال میں سے شوہر کا حصہ ہے یا نہیں؟ اور مسماۃ متوفیہ لاولد کی وصیت کل مال میں اپنے شوہر کے جاری ہوسکتی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان کیجئے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

چڑھاوے کا حکم اُس قوم کی رسم و رواج پر موقوف ہے اگر اُن میں عرف یہ ہے کہ عاریۃً چڑھاتے ہیں اور زوجہ کی ملک نہیں کرتے تو وہ چڑھاوے کی مالک نہیں اور اس میں اس کی وصیت باطل ہے مگر یہ کہ شوہر نے صراحۃً تملیک کردی ہو کہ میں نے تجھے اس کا مالک کردیا یا تجھے ہبہ کردیا اور اگر وہاں عرف یہ ہو کہ بطور تملیک ہی چڑھاتے ہیں تو زوجہ بعد قبضہ مالک ہوگئی اور اس میں اسی کا اختیار ہے مگر یہ کہ شوہر نے صراحۃً نفی تملیک کرکے چڑھایا ہو کہ میں تجھے اس کا مالک نہیں کرتا ملک میری ہی رہے گا۔ لاولد زوجہ کے ترکہ میں شوہر کا نصف ہے مگر دَین و وصیت کے بعد وصیت تہائی مال میں بے اجازت ورثہ نافذ ہوگی مگر عورت کا باپ یا دادا اس کے بعد رہا تو بھائی کے حق میں وصیت جائز ہے ورنہ بے اجازت ورثہ اصلاً جائز نہیں کہ وُہ خود وارث ہے اور وارث کے لئے وصیت بے اجازت دیگر ورثہ نافذ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ السابعۃ عشرۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۹۳

Marfat.com

مسئلہ ۱۶۶: مرسلہ مستجاب خاں صاحب از دیوانی ضلع گورکھپور ۵ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید حج کو جاتے وقت حاجی علی جان والوں کے پاس سے سات سو روپیہ کی ہنڈوی لکھوا لے گیا اور اُن کی بہی میں یہ الفاظ لکھا گیا کہ اگر میں یہ روپیہ ہنڈوی کے ذریعہ سے مکہ شریف میں نہ لے سکا تو مسماۃ قمر النساء بیگم کو جو میری حقیقی بھاوج ہے بمعرفت مولوی محمد سعید کو جو حضرت دہلی میں روپیہ مل جائے اور زبانی بھی مولوی محمد سعید صاحب سے اور دو تین شخصوں سے کہہ گیا کہ میں نے فلاں صاحب کے یہاں سے سات سو روپیہ کی ہنڈوی لکھوائی ہے اور بہی میں مذکورہ بالا بیان لکھوا دیا ہے۔ اس کے بعد وہ جب حج کو گیا تو اثنائے راہ میں زید فوت ہوگیا چونکہ متوفی کنوارا و لاولد تھا اور حقیقی بھتیجا بھی نہیں چھوڑا تھا اس لئے زید کے متروکہ مال کے اُس کے چچازاد بھتیجے عصبہ ہونے کی وجہ سے سرکاری سرٹیفکیٹ حاصل کرکے قابض و مالک ہوگئے۔ جائداد متروکہ حسب ذیل ہے:

(۱) مکانات مالیتی تقریباً دو ہزار روپیہ

(۲) دو ہزار روپیہ نقد جو بنک میں جمع تھے۔

(۳) پانچسو روپے جو ڈاکخانہ میں جمع تھے۔

میزان کل چار ہزار پانچسو روپے۔

مبلغ سات سو روپیہ جو زید کی بھاوج کے لئے حاجی علی جان والوں کے یہاں سے بہی کی تحریر کے مطابق وصول کئے تھے اُن کا بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ یہ ہمارا ہی حق ہے۔ اب سوال صرف یہ ہے کہ آیا عند الشرع وہ عصبات مذکورہ ان سات سو روپے کے مستحق ہیں یا بہی کی تحریر اور زبانی دو تین شہادتوں کے بموجب مسماۃ مذکورہ قمر النساء بیگم اس کی مالک و حقدار ہے کیونکہ ہنڈوی کی رقم مذکورہ متروکات کی نسبت ایک تہائی سے کم ہے۔ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے)۔

الجواب

زید کا وہ لکھوانا کہ نہ مرض الموت میں تھا نہ اس میں اپنے بعد کا ذکر ہنڈوی کے ذریعہ سے مکہ شریف میں نہ لے سکا متعلق موت میں متعین نہیں لہذا کسی طرح وصیت کی صورت نہیں آسکتا فلاں کو مل جائے ہبہ و ودیعت دونوں کو محتمل اور ودیعت اقل تو وہی متعین معہذا اور اگر ہبہ صریح ہوتا جب بھی قبضہ قمر النساء بیگم بعد موت واہب ہوا تو موت قبل قبضہ سے ہبہ باطل ہوگیا فی الدر المختار من موانع الرجوع درمختار موانع الرجوع میں ہے کہ میم سے مراد

Marfat.com

والہبۃ موت احد العاقدین بعد التسلیم فلو قبلہ بطل[1]

واہب اور موہوب لہٗ میں سے ایک کی موت ہے سپردگی کے بعد، اور اگر سپردگی سے قبل موت واقع ہوئی تو ہبہ باطل ہو جائے گا۔ (ت)

بہرحال اس سات سو میں ثمرالنساء بیگم کا کوئی حق نہیں واجب ہے کہ ورثہ کو واپس دے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۶ مسئولہ ہادی حسین صاحب بریلی محلہ ذخیرہ ۱۴ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے بعزم حج بیت اللہ شریف اپنی حقیت ملک کو فروخت کیا اور اپنا سکونتی مکان زید (اپنے ہمشیر زادہ) کی لڑکیوں کے نام نصف نصف باضابطہ لکھ دیا اور قبل روانگی اپنی حقیت کی قیمت میں سے مبلغ پچاس روپیہ اس نیت سے کہ زید مذکور کی کنواری دختر کے نکاح میں کام آئیں گے زوجہ عمرو کے پاس بطور امانت چھوڑے اور یہ کہا کہ میں آئی یا نہ آئی یہ روپیہ زید کی کنواری لڑکی کے عقد کے صرف کا ہے اس کی خبر زید کو نہ کرنا اگر کسی نوع سے اس روپیہ کی خبر اس کو ہو بھی جائے تو اس کو ہرگز نہ دیا جائے۔ علاوہ ازیں چھ عدد بالیاں طلائی زید مذکور کی بڑی دختر کے پاس ہندہ نے چھوڑیں جس کا علم پورے طور پر نہیں کہ کس غرض سے چھوڑیں، آیا اس کو ہبہ کر دیں یا کیا کریں، کوئی کہتا ہے کہ زید کی دونوں لڑکیوں کی ہیں، کوئی کہتا ہے کہ ہندہ اپنی موت حیات اور فاتحہ درود کے واسطے چھوڑ گئی ہے، زید کی بڑی لڑکی کہتی ہے کہ مجھے دے ڈالی ہیں میں مالک ہوں، غرض اس کے بعد ہندہ ہمراہ زید مذکور معہ اس کی کنواری دختر کے مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً چلی گئی بعد حج مدینہ طیبہ جا کر ہندہ نے قضا کی اور زید مع اپنی کنواری دختر کے واپس وطن آیا ہندہ نے اپنی وفات کے بعد دو چچیرے بھائی چھوڑے جن میں سے ایک بھائی کا انتقال ہو گیا اور اس نے دو پسر اور ایک دختر منکوحہ اپنے وارث چھوڑے، زید مذکور کی دختر کا عقد اس کے نانا دادی کے صرف سے ہو گیا کیونکہ عجلت کی وجہ سے زوجہ عمرو سے ہندہ متوفیہ کے امانتی روپیہ کا بروقت نکاح زید کی لڑکی کے بندوبست نہ ہو سکا جو اس دم کام آتا۔ اب زوجہ عمرو سے ہندہ متوفیہ کے روپیہ کی ہر طرف سے مانگ ہے زید کہتا ہے کہ ہندہ کا روپیہ مجھے دینا اس معنی کر کہ ہندہ نے اس کو طفولیت سے پالا

---

[1] الدرالمختار کتاب الہبۃ باب الرجوع فی الہبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۶۱

Marfat.com

اور پرورش کیا ہے اور زید کی لڑکی مذکورہ کہتی ہے کہ اب مجھے ملنا چاہئے اس لئے کہ میری شادی کے واسطے ہندہ چھوڑ گئی تھی۔ اور ہندہ کے چچیرے بھائی متوفی کے وارث کہتے ہیں کہ ہم ہندہ متوفیہ کے متروکہ پانے کے بذریعہ اپنے پدر متوفی کے مستحق ہیں اگر ہندہ متوفیہ کا روپیہ پایا جائے تو ہم کو دیا جائے۔ صورت مسطورہ میں ہندہ متوفیہ کا روپیہ کس کو ملنا چاہئے اور بالیاں مذکورہ بالا کا کیا کرنا چاہئے؟ فقط۔ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دیجئے۔ ت)

الجواب

فقط نیت سے کچھ نہیں اور یہ الفاظ کہ میں آئندہ دوں گی یہ روپیہ زید کی چھوٹی لڑکی کے عقد کے صرف کا ہے یہ بھی حد وصیت میں نہیں آتے صرف اسی قصد و نیت کا اظہار کرتے ہیں۔ بالیاں کہ وہ زید کی بڑی لڑکی کے پاس چھوڑ گئی صرف اس کے کہنے سے کہ مجھے دے دی تھیں ثابت نہیں ہوسکتیں جب تک گواہان شرعی سے ثبوت نہ ہوگا لہذا وہ پچاس روپیہ اور بالیاں سب متروکہ ہندہ ہیں حسب شرائط فرائض اس کے چچیرے بھائی موجود اور دوسرے بھائی کی اولاد ذکور کو ہر ایک کو بقدر اس کے حصے کے دیے جائیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۶: مسئولہ حاجی محمد نور اللہ از محلہ قاضی ٹولہ بریلی ۲۴ شوال ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرض الموت میں ابراء دین یا ہبہ مال زوجہ کو مرض الموت میں یا انتقال کے چند روز قبل معاف کردینا مہر کا درست و نافذ ہے یا نہیں؟ دیوبندی و تھانوی وغیرہم کہتے ہیں کہ اس کا بھی نفاذ ثلث سے ہوگا۔ بینوا توجروا

الجواب

مرض موت میں ابراء یا ہبہ مال کا ہو یا دین کا وصیت ہے، اور وصیت وارث کے لئے بے اجازت دیگر ورثہ باطل ہے، اور شوہر وارث ہے۔ درمختار باب اقرار المریض میں ہے:

ابراؤه (ای المریض) مدیونه وهو مدیون غیر جائز ان کان اجنبیا وان وارثا فلا یجوز مطلقا سواء کان المریض مدیونا اولا[1]۔

مریض کا اپنے مقروض کو قرض سے بری کرنا جبکہ خود مریض مقروض ہو ناجائز ہے یعنی اگر مقروض اجنبی ہو اور اگر وہ مقروض اس مریض کا وارث ہو تو مطلقاً ناجائز ہے چاہے مریض مقروض ہو یا نہ ہو۔ (ت)

---

[1] الدرالمختار کتاب الاقرار باب اقرار المریض مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۶/۲

Marfat.com

ہاں اگر شوہر وقت موت زن وارث نہ رہے مثلاً عورت کو طلاق دے دی پھر وہ مرگئی تو اب یہ ابراء و ہبہ ثلث سے نافذ ہوگا وارث ہونے نہ ہونے میں وقت موت مورث کا اعتبار ہے۔ درمختار کتاب الوصایا میں ہے:

یعتبر کونہ وارثا او غیر وارث وقت الموت لاوقت الوصیۃ علی عکس اقرار المریض للوارث[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

کسی کے وارث یا غیر وارث ہونے کا اعتبار مورث کی موت کے وقت ہوگا نہ کہ وصیت کے وقت۔ یہ حکم وارث کے لئے مریض کے اقرار کے برعکس ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۶۸ از اسلام نگر ضلع بدایوں مرسلہ محمد نوشہ علی صاحب سب اسسٹنٹ سرجن شفاخانہ ۸ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

ہندہ نے اپنی جائداد فروخت کرکے زرِ ثمن اپنی بھانجی کے پاس بطور امانت رکھا اور بارہا اس نے یہ وصیت اپنے دیگر رشتہ داروں سے کی کہ میری خورد ونوش اور مصارفِ تجہیز وتکفین کے بعد جس قدر روپیہ باقی رہے اس کو حسبِ منشا تجویز علمائے دین کسی خیراتی مصرف میں لگادیا جائے اگر میری وصیت پر عمل نہیں کیا گیا تو حشر میں اس کے خلاف کرنے والوں کے دامنگیر ہوں گی ہندہ مذکورہ کا یہی روپیہ ذریعہ اوقات بسری تھا چنانچہ اسی وجہ سے وہ کسی خیراتی کام میں نہ لگا سکی ہندہ کی حالت حیات میں اس کے کچھ رشتہ دار اور ورثاء میں سے کسی سے اس کو کچھ امداد نہ ملی اب ہندہ فوت ہوئی اس کے ورثاء میں سے دو بھائی اور ایک بیوہ بہن اور ایک بیوہ بھاوج موجود ہیں بھائی دونوں مرفع حال ہیں بہن بیوہ کی خبرگیری اس کا داماد کرتا ہے بیوہ بھاوج کا ایک سوتیلا لڑکا ہے جو بہت کم مدد کرتا ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ بحالت مذکورہ بالا وصیت پر کہاں تک عمل ہوگا یا کُل ترکہ یا جزو ترکہ خیرات کر دیا جائے گا، اور اس کا صرف کرنے کا مجاز کون ہوگا، آیا امین یا ورثاء اور صحیح مصرف اس کا کیا ہے، اگر ورثاء میں سے کسی کو حق پہنچا تو ان کے حصص شرعی کیا ہونگے؟

الجواب

اس کے مال میں سے اگر اس پر کچھ قرض ہو ادا کرکے باقی کی تہائی میں یہ وصیت نافذ ہوگی باقی دو تہائی بہن بھائی کا حق ہے، دو حصّے بھائیوں کے اور ایک بہن کا، اور ثلث وہاں کے علماء

---

[1] الدرالمختار کتاب الوصایا مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۱۸

Marfat.com

اہلسنت کی صوابدید سے کسی مصرفِ خیر میں صرف کیا جائے اور یہ صرف اسی کے ہاتھ سے ہوگا جس کو یہ وصیت کی تھی کہ ایسا کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از درگاہ مخدوم صاحب قدس سرہ العزیز ڈاکخانہ سنبلی ضلع میرٹھ

مرسلہ سید فراست حسین صاحب یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ فخر النساء نے وفات پائی اور وارث ذیل چھوڑے۔

مسماۃ فخر النساء ناکتخدا مُردہ

خالو	خالہ	جدہ صحیحہ نانی	عم الاب	ابن عم الاب	اخت حقیقی
سید واجد علی	صدیقۃ النساء	والدۂ سید واجد علی	سید محمد ذکی	سید فراست حسین	شمس النساء

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں کون شخص وارث حقدار ہے اور اس کا کس قدر حصہ ہے، اور کون محجوب الارث ہے نیز یہ امر واضح رہے کہ مسماۃ فخر النساء کے قبضہ میں وہ جائداد ہے کہ اس کو اس کے والد ریاست حسین نے پہلے اپنی زوجہ رؤف النساء یعنی مادر فخر النساء کو دَین مہر میں دے دی۔ پھر مسماۃ رؤف النساء نے اپنے مرضِ موت میں بذریعہ وصیت نامہ کے سید واجد علی کو ولی بنا کر اپنی ہر دو دختر مسماۃ فخر النساء و قمر النساء کو دے دی۔ سید واجد علی ماموں مسماۃ قمر النساء نے کچہری بندوبست میں بدرخواست و برضامندی اپنی بنام دختران فخر النساء و قمر النساء کے داخل خارج کرا دیا۔

الجواب

اگر رؤف النساء کے یہی وارث تھے دو دختر اور ایک بھائی اور رؤف النساء نے دختروں کے نام وصیت کی تو وہ کل جائداد اسی بنا پر رہا اور ورثہ نے اس وصیت کو جائز و نافذ کیا دونوں دختروں کی ملک ہو گئی سید واجد علی کا اس میں کچھ حق نہ رہا۔ حدیث میں ہے:

لا وصیۃ للوارث الا ان یجیزھا الورثۃ۔[1] وارث کے لئے وصیت نہیں مگر یہ کہ دیگر ورثاء اس کی اجازت دے دیں۔ (ت)

اب کہ فخر النساء نے انتقال کیا نصف جائداد کہ اس کا حق ہے اور اس کے علاوہ اور جو متروکہ فخر النساء ہو حسب شرائط فرائض چھ سہام پر تقسیم ہو کر ایک سہم نانی اور تین سہم قمر النساء اور

[1] سنن الدارقطنی کتاب الفرائض حدیث ۱۰۰۳ دار المعرفۃ بیروت ۴/۳۳۴

Marfat.com

سید محمد ذکی کو ملیں گے سید فراست حسین بوجہ بُعد درجہ اور سید واجد علی و صدیقۃ النساء بوجہ ذوی الارحام ہونے کے محروم ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۷۰ از رائے پور گول بازار سی پی مرسلہ محمد اسمٰعیل بیگ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی بیوی ہندہ سے زید کے ایک لڑکا بکر تھا، بکر کی دو بیبیاں شکورن و غفورن تھیں، شکورن سے دو لڑکے اور غفورن سے ایک لڑکا بکر کے تھا، بکر اپنے والد زید کی زندگی ہی میں انتقال کرگیا، لڑکے تینوں نابالغ تھے، اسی عرصہ میں زید کا انتقال بھی ہوگیا، شکورن نے اپنے دونوں لڑکوں کا حصہ جو بکر کے والد زید کے ترکہ سے انھیں پہنچتا تھا چونکہ دونوں لڑکے نابالغ تھے اس لئے بہ حیثیت ولی جائز، غفورن نے اپنی ملکوں کو فروخت کردیا، پس دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا یہ بیع جائز ہے یا کیا؟ اور شکورن اپنے دونوں نابالغ لڑکوں کی طرف سے از روئے شرع شریف ولی قرار پاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب

ماں کو اصلاً اختیار نہیں ہے کہ وہ نابالغوں کا حصہ بیع کرے، نہ مال کی ولایت ماں کو ہوتی ہے،

ولیہ فی المال ابوہ ثم وصیہ ثم جدہ ثم وصیہ ثم قاضٍ[1] کما فی الدر المختار وغیرہ۔

نابالغ کے مال میں اس کا ولی اُس کا باپ ہے، پھر باپ کا وصی، پھر نابالغ کا دادا، پھر دادا کا وصی، پھر قاضی۔ جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۷۱ از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ مولوی عبدالغنی صاحب بنگالی ۱۹ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر باپ اپنی نابالغ لڑکی کا مہر قبل شادی کے زوج یا والی زوج سے ادا کرے اور اُس مہر کو لڑکی کی شادی میں صرف کرے خواہ اپنے پاس سے صرف کرسکتا ہے یا نہیں اس خیال سے کہ جب لڑکی بالغ ہوگی تو لڑکی سے معاف کرا لونگا یا ادا کردوں گا تو جائز ہوگا یا نہیں اور اگر لڑکی بالغ ہو اور لڑکی کے اذن سے صرف کرے تو کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)۔

---

[1] الدرالمختار کتاب الوکالۃ ۲/ ۱۰۹، کتاب المأذون ۲/ ۲۰۳ مطبع مجتبائی دہلی

Marfat.com

الجواب

بالغہ کی اجازت سے صرف کر سکتا ہے اور نابالغ کی شادی میں بقدر معروف خرچ کر سکتا ہے اور اپنے صرف میں بطور قرض اٹھا لینے کے جواز میں اختلاف ہے احتیاط یہی ہے اگر صرف کر لے گا عوض دے گا یا لڑکی بالغہ ہو کر معاف کر دے تو بھی صحیح ہے۔ آداب الاوصیاء میں ہے:

فی العمادیۃ لو استقرض الوصی مال الصبی یضمن، وعن محمد لا یضمن کالاب، وفی قضاء الجامع اخذ الاب مال صغیرہ قرضا جاز، وفی الخلاصۃ انہ ذکر فی رہن الاصل ان الاب یضمن کالوصی، وفی الخانیۃ لیس للوصی قضاء دینہ بمال الیتیم وللاب ان یقضی بہ، وذکر شمس الائمۃ السرخسی عدم الجواز للاب ایضا، واللہ تعالٰی اعلم۔

عمادیہ میں ہے اگر وصی نے نابالغ بچے کے مال سے قرض لیا تو اس کا تاوان دے گا۔ اور امام محمد علیہ الرحمۃ کے نزدیک وصی باپ کی طرح تاوان نہیں دے گا۔ قضاء الجامع میں ہے باپ کا بطور قرض اپنے نابالغ بیٹے کا مال لینا جائز ہے۔ خلاصہ میں ہے کہ جیسا کہ کتاب الرہن میں مذکور ہے بے شک باپ وصی کی طرح تاوان دے گا۔ اور خانیہ میں ہے کہ وصی کو یہ اختیار نہیں کہ یتیم کے مال سے اپنا قرض ادا کرے اور باپ کو ادا کرنے کا اختیار ہے۔ شمس الائمہ سرخسی نے باپ کے لئے بھی عدم جواز کو ذکر کیا ہے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۴۲: از موضع ڈانکی ڈاکخانہ گلٹی ضلع بریلی مسئولہ عنایت اللہ صاحب

۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ بیوہ لاولد نے کچھ روپیہ ایک شخص کے پاس جمع کیا اور کہا کہ اس روپیہ کو تجارت میں لگاؤ اور اس کا منافع نصف مجھ کو دینا اور نصف تم اپنی محنت میں لینا اور بعد میرے مرنے کے اس روپیہ میں سے میری تجہیز و تکفین کرنا باقی جو بچے وہ خیر خیرات فاتحہ وغیرہ میں صرف کر دینا۔ اس کے دو برس بعد مسماۃ ہندہ کا انتقال ہوا چونکہ ورثہ میں اولاد تو ہے نہیں شوہر کا انتقال پہلے ہو چکا صرف ایک بھائی حقیقی متوفیہ کا اور

لہ آداب الاوصیاء علی ہامش جامع الفصولین فصل فی القرض اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۳۴-۱۳۳

Marfat.com

دو بہنوں کی اولاد بھانجی بھانجے ہیں۔ اب گزارش یہ ہے کہ روپیہ جمع شدہ جو بعد گور و کفن باقی بچا ہے وہ بموجب کہنے مسماۃ متوفی کے صرف کیا جائے یا وہ روپیہ اور گھر کا مال اسباب ورثا۔ موجودہ بھائی بھانجوں پر تقسیم کر دیا جائے، اور تقسیم کیا جائے تو ہر ایک کا کیا حصہ ہوگا؟

الجواب

کفن دفن بقدر سنت کے بعد جو بچا اُس کا تہائی خیرات کیا جائے اور زیادہ کی اجازت بھائی سے لی جائے اگر نہ دے یا اجازت دینے کے قابل نہ ہو مثلاً نابالغ ہو تو دو تہائی بھائی کو دیا جائے بھانجی بھانجوں کا کچھ حق نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۳ از آگرہ محلہ قردلپاڑہ مکان ۱۷۹۵   ۱۵ جمادی الآخر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی حیات میں منجملہ اپنے زرنقد و اثاث البیت کے کچھ زرنقد اپنے حقیقی بھائی خالد کے نام جمع کیا جس محکمہ میں وہ ملازم تھا اور جیسا کہ اُس محکمہ کا قاعدہ تھا کہ تمہارے فوت ہوجانے کے بعد یہ روپیہ کس کو دیا جائے ہر سال اُس محکمہ کے قواعد کے مطابق ہمیشہ تصدیق کرتا رہا جس کے نام یہ روپیہ میں نے جمع کر دیا ہے اُسی کو یہ روپیہ ملے تخمیناً دس سال بعد زید کا انتقال ہوگیا۔ زید نے ایک زوجہ سعیدہ اور دو نابالغ لڑکے رشید و عزیز چھوڑے نیز چار بھائی حقیقی مع خالد چھوڑے رشید چند روز بعد مرگیا جو اثاث البیت اور زرنقد بقدر ۶ ہزار کے و زیور وغیرہ پر زوجہ تنہا قابض ہوگئی وہ روپیہ جو زید نے خالد کے نام جمع کیا تھا اس کا مالک وہ حقیقی بھائی خالد ہے یا زوجہ یا لڑکا؟

الجواب

زید کے کل متروکہ سے اول دین مہر اور دیگر دیون اگر اس کے ذمہ ہوں ادا کئے جائیں اگر کچھ باقی نہ رہے تو نہ خالد کچھ پائے گا نہ کوئی وارث۔ اور اگر بعد ادائے مہر و دیون کچھ باقی بچے تو اس کی تہائی میں یہ وصیت جو اس نے خالد کے نام کی ہے بلا رضائے دیگر ورثہ نافذ ہوگی، اور اسی طرح اور وصیت اگر اس نے کسی کے نام کی وہ بھی اسی ثلث میں شریک ہوگا۔ بعد ادائے دیون جو باقی بچے اس کے ثلث سے یہ روپیہ جو بنام خالد اس نے جمع کیا ہے زائد نہیں تو تمام و کمال زر جمع شدہ خالد کو دیا جائے گا جبکہ اور وصیت اس کے معارض نہ ہو ورنہ حصہ رسد بانٹ دیں گے، اور اگر یہ روپیہ اس کو کافی نہیں تو ادائے مہر و دیون کے بعد جتنی تہائی ہو اتنی میں وصیتیں نافذ ہوں گی زیادہ پر ورثہ راضی نہ ہوں تو وہ نہ دلائی جائے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم

Marfat.com

مسئلہ از بمبئی پوسٹ ۱۶ باہم مرسلہ حبیب المجید صاحب بلوی ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی جائداد کے کرایہ کی آمدنی میں یہ وصیت کی کہ کچھ رقم معین مکہ شریف و مدینہ شریف و بغداد شریف کے سادات کو دی جائے اور باقی رقم میں چند ایام متبرکہ میں طعام پکا کر مساکین کو کھلایا جائے اور کچھ رقم معین دو مسجدوں میں دی جائے مگر بعد فوت زید کے اس جائداد کے متولیان یہ کرتے ہیں کہ بجائے سادات کے غریبوں کی مستورات سے اس رقم کو واسطے شادی کر دینے ان لڑکیوں کے جن کے والدین غریب ہیں دیتے ہیں اور دیگر رقم معین کو دو مسجدوں میں دیتے ہیں اور باقی رقم معینہ میں چند ایام متبرکہ میں طعام پکا کر تھوڑا مساکین میں اور تھوڑا ذی ثروت لوگوں کو کھلاتے ہیں۔ زید کی وصیت کے بموجب کیا جائے وہ درست ہے یا جو متولیان کرتے ہیں وہ درست ہے؟ جو کار خیر ہو وہ جاری ہو موافق حکم شریعت جواب عنایت ہو۔

الجواب

جو رقم اس نے دونوں مسجدوں کے لئے معین کی ہے وہ انہیں کو دی جائے گی، جو رقم اس نے مساکین کے کھانے کے لئے معین کی ہے اس میں سے اہل ثروت کو دینا درست نہیں، اور جو رقم سادات حرمین طیبین و بغداد مقدس کے لئے معین کی ہے اگر انہیں بلاد طیبہ کے سادات مساکین کو دی جائے تو بہتر ہے ورنہ یہاں کے مساکین پر بھی صرف ہو سکتی ہے تعیین بلاد کا اتباع ضروری نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از قصبہ اوری ضلع قلابہ علاقہ کوکن احاطہ بمبئی مرسلہ ابراہیم صاحب موٹی

۱۲ رمضان ۱۳۳۸ھ

۲۴۲۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی حیات میں تین ہزار چھ سو تیس روپے کی وصیت حسب ذیل طریقہ پر کی:

(۱) اپنی زوجہ کی فاتحہ خوانی پر سالانہ تین سو روپے خرچ کرنا۔

(۲) خود کی فاتحہ پر سالانہ تین سو روپیہ۔

(۳) قرآن شریف کے پڑھنے والوں کو ایک سو تیس روپے سالانہ دیا جانا۔

(۴) ماہ محرم میں مولود شریف پڑھوانا اور بارھویں محرم کو کھانا کھلانے پر خرچ کرنا، سالانہ پانچ سو روپیہ۔

Marfat.com

(۵) گیارھویں شریف کے مہینے میں مولود شریف پڑھوانا اور کھانا کھلانے پر خرچ کرنا سالانہ پانچسو روپے۔
(۶) رمضان میں روٹی پاؤ وغیرہ مسجد میں بھیجنے پر خرچ کرنا سالانہ ایک سو پچیس روپے۔
(۷) حاجیوں کو برائے بیت اللہ شریف دینا فی حاجی ۵ پانچ حاجیوں کو جس پر سالانہ خرچ ایک سو پچاس۔
(۸) مار سالانہ مکہ مکرمہ بھیجنا۔
(۹) مار روپے سالانہ مدینہ طیبہ۔
(۱۰) بغداد مقدس کو سالانہ فا۔
(۱۱) حضرت پیر بابا ملنگ صاحب کی درگاہ پر جو پہاڑ ہے پچاس روپیہ سالانہ۔
(۱۲) مہایم شریف سالانہ ۵۔
(۱۳) میلاد شریف صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نیاز اور کھانا کھلانے پر خرچ کرنا سالانہ ایک ہزار روپیہ۔

اوپر لکھی ہوئی رقمیں جس جس مہینے میں خرچ کرنے کی ہیں یہ اسی میں خرچ ہو سکتی ہیں یا بعد بھی جائز ہیں یا ناجائز؟ اور جو رقم میلاد النبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے کھانے کی ہے اگر اس میں سے کچھ رقم بچا لی جائے اور کسی اچھے کاموں میں صرف کی جائے مثلاً مساکین و یتیم و بیوہ اور علمائے دین وغیرہا کو تو جائز ہے یا نہیں؟ اور دوسری جو چھوٹی چھوٹی رقمیں ہیں مثلاً قرآن عظیم پڑھنے والوں کی اس میں اگر بڑی رقموں سے لے کر خرچ کر دیں تو جائز ہے یا کیا؟ وصیت کرنے والے نے جس وقت وصیت کی اس وقت حالت اور تھی اور موجودہ حالت اور ہے یعنی اس وقت قحط سالی اور ہر ایک شئی گراں، اگر موجودہ حالت کو مدنظر رکھ کر غرباء وغیرہا کو بجائے کھانا کھلانے کے اگر نقد روپیہ دیا جائے تو جائز ہے یا کیا؟

الجواب

صورت مستفسرہ میں اصل حکم یہ ہے کہ سالانہ تین ہزار چھ سو تیس ۳۶۳۰ روپے امور خیر و سبیل اللہ میں صرف ہو جانا لازم ہے وہ خاص صورتیں کہ زید نے مقرر کیں اُن کی تعیین لازم نہیں اُن مہینوں میں ہو یا اُن کے غیر میں کھانا کھلانا ہو یا مساکین کو نقد دینا، کچھ رقم بچا کر ہو یا کل، انھیں مقامات کو بھیجیں یا یہاں۔ ہم نے جد الممتار تعلیقات رد المحتار کتاب الصوم میں اس بیان کو مبسوط لکھا ہے وہیں سے چند حوالوں کا التقاط کافی ہے۔

Marfat.com

في وصايا الهندية أوصى أن يباع هذا العبد ويتصدق بثمنه على المساكين جاز لهم أن يتصدقوا بنفس العبد، ولو قال اشتر عشرة أثواب وتصدق بها فاشترى الوصي عشرة أثواب له أن يبيعها ويتصدق بثمنها، وعن محمد لو أوصى بصدقة ألف درهم بعينها فتصدق الوصي مكانها من مال الميت جاز. رجل أوصى بأن يتصدق بشيء من ماله على فقراء الحاج هل يجوز أن يتصدق على غيرهم من الفقراء قال الشيخ الإمام أبو نصر يجوز ذلك كما روي عن أبي يوسف في رجل أوصى أن يتصدق على فقراء مكة قال يجوز أن يتصدق على غيرهم من الفقراء وعليه الفتوى، وفي النوازل لو أوصى أن يتصدق في عشرة أيام فتصدق في يوم جاز، كذا في الخلاصة[1] و يأتي أكثر هذه المسائل متنا وشرحا وحاشية في الأيمان والوصايا.

ہندیہ کے کتاب الوصایا میں ہے کہ کسی شخص نے وصیت کی کہ اس کا یہ غلام بیچ کر اس کے ثمن مسکینوں پر صدقہ کئے جائیں تو وصیوں کے لئے جائز ہے کہ وہ خود غلام کو صدقہ کر دیں۔ اور اگر کہا کہ دس کپڑے خرید کر ان کو صدقہ کرو۔ پھر وصی نے دس کپڑے خرید لئے تو اسے اختیار ہے کہ وہ کپڑے بیچ دے اور ان کے ثمنوں کو صدقہ کر دے۔ امام محمد علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ اگر کسی نے ہزار معین درہم صدقہ کرنے کی وصیت کی وصی نے ان کی بجائے میت کے مال میں سے صدقہ کر دئے تو جائز ہے۔ ایک شخص نے اپنے مال میں سے حاجی فقراء پر کچھ صدقہ کرنے کی وصیت کی تو ان کے علاوہ دیگر فقراء پر صدقہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ شیخ امام ابو نصر نے فرمایا یہ جائز ہے جیسا کہ امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ سے اس شخص کے بارے میں منقول ہے جس نے فقراء مکہ پر صدقہ کرنے کی وصیت کی۔ امام ابو یوسف نے فرمایا کہ ان کے علاوہ دیگر فقراء پر صدقہ کرنا بھی جائز ہے۔ اور اسی پر فتوٰی ہے۔ نوازل میں ہے اگر کسی نے دس دن صدقہ کرنے کی وصیت کی اور وصی نے ایک ہی دن میں صدقہ کر دیا تو جائز ہے۔ خلاصہ میں یونہی ہے۔ ان میں سے اکثر مسائل متن، شرح اور حاشیہ کے اعتبار سے کتاب الایمان اور کتاب الوصایا میں آتے ہیں۔ (ت)

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الوصایا الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۱۳۲

Marfat.com

مگر حق یہ ہے کہ نظر بحال زمانہ تعیین و تحدید نہ ہونے کی حالت میں دستبرد بعض متولیان سے بچنا دشوار ہے اور جواز مخالفت جواز موافقت کا نافی نہیں اور اُن نیاز مندیوں کا اظہار جو موصی نے ان وصایا میں ذکر شریف و مزارات طیبہ سے مرعی رکھا اور اس کا مرعی رہنا ہی انسب، میلاد مقدس کے عوض اور کسی کارِ خیر میں صرف کردیں تو مسلمانوں کو ذکر شریف کا نفع کب پہنچا، اس کے بعد زوجہ کے قبور پر تلاوت قرآن عظیم سے جو نزولِ رحمت اور اُن امتیوں کے لئے انس و طمانیت ہو وہ بغیر اس کے کیونکر ہوگا تو مناسب یہی ہے کہ جن طرق کی اس نے وصیت کی وہی جاری رہیں، ہاں ان سے اہم مصرف کی ضرورت ہو تو بنگرانی ارباب دین و دیانت ان میں سے بچا کر اس میں سے صرف کریں اور انھیں بھی بقدر ملیسر جاری رکھیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۶، ۱۷۷ از علی گڈھ محلہ بنی اسرائیل مرسلہ مولوی احسان علی صاحب مدرس ۱۸ شوال ۱۳۳۸ھ

(۱) زید کا بیان ہے کہ میری بیوی ہندہ نے مرض الموت میں چار روز قبل مہر معاف کردیا ہے، اور گواہ میں چار شخص یعنی ایک اپنی حقیقی ماں اور ایک حقیقی بہن اور ایک اجنبی مرد اور ایک اجنبی عورت پیش کرتا ہوں۔ مہر معاف ہوا یا نہیں؟ اور گواہی ایسے معاملہ میں کیسے لوگوں کی معتبر ہے؟

(۲) زید باحلف بیان کرتا ہے کہ میری بیوی نے مہر معاف کردیا ہے، عند الشرع اس کا قول صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) گواہی ہر معاملہ میں ثقہ معتمد لوگوں کی معتبر ہے، ماں باپ کی گواہی اولاد کے حق میں معتبر نہیں۔ مرض موت میں ہبہ حکم وصیت میں ہے اور زوج وارث ہے اور وارث کے لئے وصیت بے اجازت باقی ورثہ باطل ہے

لاوصیۃ لوارث الا ان یجیزھا الورثۃ[1] خبردار! وارث کے لئے وصیت نہیں مگر یہ کہ دیگر ورثاء اس کی اجازت دے دیں۔ (ت)

تو اگر شہادت کافیہ سے ثابت ہو جائے جب بھی بے اجازت دیگر ورثہ جائز نہیں، واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] سنن الدارقطنی کتاب الفرائض حدیث ۴۰۸۱ دار المعرفۃ بیروت ۳۳/۴

Marfat.com

(۲) اصلاً معتبر نہیں:

البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر[۱] گواہ مدعی پر اور قسم منکر پر ہوتی ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۷: نعمت علی خاں بوڑھا از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور
۹ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

اگر باپ نے بیٹے سے وصیت کی کہ اتنا روپیہ یا اتنی زمین یا کوئی سامان فلاں کو دینا، بیٹے نے نصف یا تہائی یا چوتھائی وصیت ادا کیا تو قیامت کے دن جوابدہ ہوگا یا نہیں؟ اگر بیٹے نے موصی لہ سے کچھ دے کر بقیہ معاف کرالیا تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر وہ وصیت بعد ادائے دین مال متروکہ کی تہائی سے زائد نہ تھی تو کل کا ادا کرنا اس پر لازم ہے اور زائد ہے تو تہائی تک کا ادا کرنا ضروری ہے اس سے اگر کچھ کمی کرے گا ماخوذ ہوگا اور معافی دین کی ہوتی ہے۔

مسئلہ ۱۶۸: از شہر محمد شاہ آباد مسئولہ مسیت خاں یکم صفر المظفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسماۃ ہندہ بعمر ۲۰ سال بعارضہ چند روز بوجہ تپ کہنہ کے مبتلا رہ کر فوت ہوئی اس نے اپنے وارث ایک شوہر اور ایک بھائی اور ایک بہن حقیقی اور ایک برادرزادہ اور ایک بھتیجی جن کا باپ بموجودگی متوفیہ کے فوت ہوگیا ہے وارث چھوڑے، شوہر نے متروکہ متوفیہ طلب کیا تو متوفیہ کی بہن اور بھائی کہتے ہیں کہ متوفیہ کی یہ وصیت ہے کہ تمام مال و اسباب از قسم زیور و زر نقد یعنی جملہ اشیاء البیت کو خود تقسیم کرلینا شوہر کو نہ دینا، کیا ان کا یہ کہنا مثلاً ان کا شوہر متوفیہ کو وراثت سے محروم کرتا ہے اگر نہیں کرتا ہے تو کس قدر شوہر اپنا حصہ بموجب شرع شریف کے پانے کا مستحق ہے اور زیور اثاث البیت متروکہ متوفیہ کہ جہیز ہے وہ فراہم کردہ شوہر کا ہے اور جو متروکہ متوفیہ کے والد سے ملا تھا وہ متوفیہ نے اپنے بھائی کے ہاتھ جمع کردیا اور یہ وصیت کردی کہ اس روپیہ سے میری تجہیز و تکفین کرنا۔

برادر حقیقی، ہمشیرہ حقیقی، بھتیجا جس کا باپ بموجودگی متوفیہ فوت ہوگیا، بھتیجی جن کا باپ

---

[۱] کنز العمال حدیث ۱۵۲۸۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۱۸۷

Marfat.com

بموجودگی متوفیہ فوت ہوگیا۔

الجواب

سائل نے بیان کیا ہے کہ متوفیہ نے اپنی موت سے چار مہینے پیشتر بھائی کے ہاتھ بیع کی وہ اُس وقت بھی بعارضہ دق مبتلا تھی اور حالت خطرناک تھی، اگر یہ بیان صحیح ہے تو وہ بیع معتبر نہیں،

لان البیع من وارث فی مرض الموت لا یصح عند الامام وان کان بمثل القیمۃ۔

اس لئے کہ مرض الموت میں وارث کے ہاتھ بیع امام اعظم کے نزدیک جائز نہیں اگرچہ مثلی قیمت کے ساتھ ہو۔ (ت)

زیور و اثاث البیت جو شوہر نے بنا دیا تھا اگر عورت کو مالک نہ کر دیا تھا تو اس کا مالک شوہر ہی ہے اس میں وراثت جاری نہ ہوگی اور اگر مالک کرکے قبضہ دے دیا تھا عورت کا ہے جس طرح وہ جہیز کہ باپ کے گھر سے لائی' ان اشیاء کی نسبت بہن اور بھائی کے لئے عورت کی جو وصیت بتائی جاتی ہے بے اجازتِ شوہر باطل ہے'

لحدیث صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ اعطی کل ذی حق حقہ لا وصیۃ لوارث الا ان یجیزھا الورثۃ[1]

نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کی وجہ سے کہ بیشک اللہ تعالٰے نے ہر حقدار کو اس کا حق عطا فرما دیا ہے' خبردار! وارث کے لئے وصیت نہیں مگر یہ کہ دیگر ورثاء اس کی اجازت دے دیں۔ (ت)

ان احکام کے لحاظ سے جو ترکہ متوفاۃ کا ٹھہرے مع مہر اگر ذمۂ شوہر ہو حسب شرائط فرائض چھ حصے ہوکر تین حصے شوہر اور دو سہم برادر اور ایک بہن کو ملے گا بھتیجے بھتیجی کا کچھ حق نہیں۔ واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ ۱۸۰ از بریلی صدر بازار مسئولہ عبدالغفور خاں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بازاری عورت نے ایک بزرگ کے ہاتھ پر اپنے پیشہ سے توبہ کی اور سلسلۂ بیعت میں داخل ہوئی اور مرنے تک اُس پر قائم رہی اور

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الوصایا ۲/۴۰ و جامع الترمذی ابواب الوصایا ۲/۳۳
سنن ابن ماجہ ابواب الوصایا ص۱۹۹ و سنن النسائی کتاب الوصایا ۲/۱۲۹

Marfat.com

نیک چلنی کی زندگی بسر کی بیماری کی حالت میں اُس نے یہ وصیت کی کہ اگر میں اسی بیماری میں جاں بحق ہوں تو میری کل جائداد منقولہ اور غیر منقولہ اور کل زر نقد میرے مرشد کا حق ہے دوسرا کوئی وارث اُس کا نہیں وہ جس طور پر چاہیں صرف کریں۔ اب مسماۃ کا انتقال ہو گیا اُس کی جائداد مکان و زر نقد از روئے شرع اسلام کس کو پہنچتا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

سائل سے معلوم ہوا کہ اس کا کوئی وارث نہیں صرف اس کی ایک مال متی جاتی ہے کہ کا قرض ہے اس صورت میں جو مال متروکہ اس کا معروف ہو وہ تمام و کمال اس کا ہے جس کے لئے اُس نے وصیت کی یہ مال وہ ہوگا جو اس نے وجہ حلال سے حاصل کیا ہو اگرچہ زر حرام سے خریدا مگر اس پر عقد و نقد جمع نہ ہوئے یعنی یہ نہ ہوا کہ زر حرام دکھا کر کہا اس کے بدلے دے دیا اور پھر وہی دیا اور جو مال عین حرام اس کے پاس ہے جیسے خود زنا یا غنا کی اجرت میں اُسے ملا وہ اس کی ملک نہیں اس میں وصیت جاری نہ ہوگی وہ فقراء پر تقسیم کیا جائے اور جس کی خریداری میں عقد و نقد زر حرام پر جمع ہوگئے ہوں وہ بھی خبیثہ ہے لینا نہ چاہیے فقراء کو دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۱: از مسکرام پور ضلع سورت مسئولہ نور محمد غلام رسول ۲۹ صفر ۱۳۳۴ھ

نور محمد مذکور نے اپنی حیات میں مکان رہن رکھا کچھ مدت بعد مرحوم لڑکے مذکور اور ایک حاملہ عورت کو چھوڑ کر گزر گیا بعدہ لڑکی پیدا ہوئی مذکورہ عورت نے اس مکان کو اپنے خاوند کے اجناس میں اسباب کو بیچ کر مکان چھڑایا بعدہ مذکورہ عورت نے اس مکان کو بیچ ڈالا لڑکے اور لڑکی کی پرورش اس کے ماموں نے کی بعد میں عورت بھی اور لڑکا بھی گزر گیا فقط صغیرہ لڑکی مذکور مرحوم کی حال عاقلہ بالغہ ہوئی ہے اور اپنے والد کی میراث طلب کرتی ہے۔ سوال اتنا ہے کہ ماں کو بچوں کی پرورش کا حق تھا نہ کہ صغیرہ کا ورثہ بیچ ڈالنے کا یہ خلاصہ کل شرعاً بموجب درست ہے۔

الجواب

اگر عورت کا مہر ترکہ کو محیط تھا اور اس نے وہ مکان اپنے مہر میں لے لیا اگر اور کوئی سبیل اس کے ادا کی نہ تھی تو وہ بیع جائز ہے ورنہ ورثہ کا دعویٰ اس پر پہنچتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۲: از علی گڑھ مسئولہ جناب آل احمد خلف سید صفدر علی صاحب پیشکار چونگی

۲۲ جمادی الاولیٰ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے مجمع میں یہ کہا کہ تم گواہ رہو میں نے

Marfat.com

فلاں عورت غائب کا اس مرد حاضر سے نکاح کر دیا اور یہ شخص نکاح کرنے والا اس عورت کا شرعی ولی نہیں ہے اور پھر اس عورت کو اس طرح نکاح کر دینے کی خبر پہنچی اُس عورت نے اس کو قبول منظور کر لیا تو کیا یہ نکاح جائز و مکمل ہو جائے گا اور اگر مہر کی تعداد بیان نہیں کی گئی کہ کس قدر مہر واجب ہوگا؟ بیّنوا توجروا

الجواب

اگر اُس مرد حاضر نے اُسی وقت قبول کر لیا تھا تو یہ نکاح نکاحِ فضولی ہوا بشرطیکہ یہ مرد حاضر اُس عورت کا کفو ہو یعنی نسب، مذہب، چال چلن، پیشے کسی بات میں ایسا کم نہ ہو کہ اس سے اس عورت کا نکاح عورت کے اولیاء کے لئے باعثِ ننگ و عار ہو، یا عورت کوئی ولی رکھتی ہی نہ ہو، ان صورتوں میں جبکہ عورت نے خبر پاکر اُس نکاح کو قبول کر لیا نافذ و تام ہو گیا۔ درمختار میں ہے:

الفضولی کل تصرف صدر منہ کتزویج اوطلاق ولہ مجیز حال وقوعہ انعقد موقوفا[1]

فضولی سے جو تصرف صادر ہو جیسے کسی کی شادی کرنا یا طلاق دینا اور اس کے وقوع کے وقت کوئی اس کی اجازت دینے والا موجود ہو تو اس کا انعقاد موقوف ہو جاتا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای علی اجازۃ من یملک ذلک العقد[2]

یعنی اس شخص کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے جو اس عقد کا مالک ہے (ت)

ہاں اگر جس سے نکاح ہوا کفو بمعنی مذکور نہ تھا اور عورت کا کوئی ولی زندہ تھا اور اس نے پیش از نکاح شخص مذکور کو غیر کفو جان کر صراحۃً اس نکاح کی اجازت نہ دی تھی تو یہ نکاح سرے سے باطل ہوا عورت کی اجازت سے جائز نہیں ہو سکتا۔ درمختار میں ہے:

یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

غیر کفو میں اسکے بالکل عدمِ جواز کا فتوٰی دیا جاتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] الدرالمختار کتاب البیوع فصل فی الفضولی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۱

[2] ردالمحتار " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۳۵

[3] الدرالمختار کتاب النکاح باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۱

Marfat.com

مسئلہ [illegible]: از بزم حنفیہ خواجگان منزل لاہور مسئولہ محمد عبدالحمید صاحب قادری رضوی
۲۴ جمادی الاولیٰ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نامی قمر الدین عرصہ ۲ یوم سے فوت ہوگیا ہے حسب ذیل ورثاء موجود ہیں اس کا ترکہ کس طرح تقسیم ہونا چاہئے، بینوا توجروا۔ مذہب حنفیہ

قمر الدین

زوجہ اخ اخ اخت اخت اخ الاب

(۱) زوجہ میت کی اس کی تمام پسماندہ جائداد پر قبضہ کئے بیٹھی ہے۔
(۲) میت نے کسی قسم کی کوئی جائداد کے متعلق وصیت نہیں کی ہے۔
(۳) اخ کہ مرحوم بھائی کے مکان میں ہی رہائش پذیر اور اس کے تمام کاروبار میں اس کا معاون و مددگار رہا ہے حضرت سلامت اس مسئلہ کو لاہور کے کسی مفتی نے ہاتھ نہیں لگایا۔ لہذا بزم حنفیہ لاہور کے معرفت حضرت قبلہ مدظلہ العالی کے دارالافتاء میں بجنسہ و جماعت میں بھیجا جاتا ہے صورت مذکورہ مفصل ہے لہذا جواب باصواب سے جلدی ممنون فرمایا جائے۔

الجواب

زوجہ کا مہر جتنا واجب الادا ہے اگر کل متروکہ شوہر کے برابر یا اس سے زائد ہے تو اس کا کل متروکہ پر قبضہ کرنا ایک دعوی صحیح کی بناء پر ہے جب دین جائداد کو مستغرق ہو تو جب تک ادا نہ کرلے اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔

قال تعالٰی من بعد وصیۃ توصون بہا اودین[1] اللہ تعالٰی نے فرمایا اس وصیت کے بعد جو تم کر جاتے ہو یا قرض کی ادائیگی کے بعد۔ (ت)

ہاں وارثوں کو یہ حق ہے کہ اگر جائداد دینے پر راضی نہ ہوں مہر اپنے پاس سے ادا کردیں اس وقت عورت کو لازم ہوگا کہ جائداد چھوڑ دے اور صرف اپنا حصہ شرعی لے اور اگر اس کے لئے کوئی مہر واجب الادا نہ رہا یا جتنا ہے وہ قدر متروکہ سے کم ہے تو کل جائداد پر اس کا قبضہ کرنا ظلم ہے کہ دین غیر مستغرق مانع ملک ورثہ نہیں، جامع الفصولین و اشباہ و تنویر

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۲

Marfat.com

وغیرہما میں ہے :

لو استغرقها دین لا یملکها بارث الا اذا ابرأ المیت غریمه او اداه وارثه بشرط التبرع وقت الاداء اما لو اداه من مال نفسه مطلقا بشرط التبرع او الرجوع یجب له دین علی المیت فتصیر مشغولة بدین فلا یملکها۔[1]

اگر قرض میت کے ترکہ کو محیط ہو تو کوئی اس ترکہ کا بطور میراث مالک نہیں بنتا مگر یہ کہ جب قرضخواہ میت کو قرض سے بری کردے یا میت کا کوئی وارث ادائیگی کے وقت تبرع کی شرط کے ساتھ اس قرض کو ادا کردے، ہاں اگر کوئی اپنے مال سے اس قرض کو ادا کردے بغیر تبرع یا رجوع کی شرط کے، تو اس کے لئے میت پر قرض ثابت ہوجائے گا تو اس طرح ترکہ قرض میں مشغول ہوجائے گا۔ چنانچہ وارث اس کا مالک نہیں بنے گا۔ (ت)

نیز اشباہ میں ہے :

للوارث استخلاص الترکة بقضاء الدین ولو مستغرقا۔[2]

وارث کو اختیار ہے کہ وہ قرض ادا کرکے ترکہ کو چھڑالے اگرچہ قرض ترکہ کو محیط ہو (ت)

خلاصہ میں ہے :

المرأة تاخذ مهرها من الترکة من غیر رضی الورثة ان کانت الترکة دراهم او دنانیر وان کانت الترکة شیئا یحتاج الی البیع فتبیع ماکان یصلح وتستوفی صداقها ان کانت الوصیة من جهة زوجها اولم تکن۔[3]

عورت اپنا مہر وارثوں کی رضامندی کے بغیر ترکہ میں سے لے سکتی ہے اگر ترکہ درہموں یا دیناروں کی صورت میں ہو۔ اور اگر ترکہ ایسی شَے ہے جس کو بیچنے کی ضرورت ہے تو وہ اس چیز کو بیچ لے جس میں بیع کی صلاحیت ہے اور اپنا مہر پورا وصول کرلے، شوہر کی طرف سے اس کی وصیت ہو یا نہ ہو۔ (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی الملک ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۲۰۴

[2] " " " " " " " ۲/ ۲۰۵

[3] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الوصایا الفصل السابع مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۲۴۱

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے:

قال الحموی فی شرح الکنز نقلا عن العلامۃ المقدسی عن جدہ الاشقر عن شرح القدوری للاخصب ان عدم جواز الاخذ من خلاف الجنس کان فی زمانھم لمطا وعتھم فی الحقوق والفتوی الیوم علی جواز الاخذ عند القدرۃ من ای مال کان[1]

حموی نے کنز کی شرح میں علامہ مقدسی سے نقل کیا انھوں نے اپنے دادا اشقر سے انھوں نے اخصب کی شرح قدوری کے حوالے سے ذکر کیا کہ خلاف جنس سے اپنا حق لینے کا عدم جواز متقدمین کے زمانہ میں تھا کیونکہ وہ حقوق میں شریعت کی اطاعت کرتے تھے، اور آج کے دور میں فتوٰی اس پر ہے کہ جس مال سے بھی حق وصول کرنے پر قادر ہو اس کا لینا جائز ہے۔ انتہٰی

بہرحال جس صورت میں یہ ترکہ ورثہ کو پہنچے حسب شرائط فرائض ۸ سہام کئے جائیں، دو زوجہ کو اور دو دو ہر بھائی اور ایک ایک ہر بہن کو، اور دانغ لاب یا اخ لاب یعنی جیسا ہو یا سوتیلا بھائی وہ کچھ نہ پائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

نوٹ

جلد ۲۳ کتاب المداینات سے شروع ہو کر کتاب الوصایا کے عنوان پر ختم ہوئی، جلد ۲۴ ان شاء اللہ کتاب الفرائض سے شروع ہوگی۔

[1] ردالمحتار کتاب الحجر دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۹۴

Marfat.com

إنباء الحي أن كلامه المصون تبيان لكل شيء

(١٣٢٦ الهجرة النبوية)

مع تعليقاتها

حسام المفتري على السيد البري

لإمام أهل السنة الشيخ أحمد رضا خان القادري الحنفي البريلوي قدس سره

مؤسسة رضا

الجامعة النظامية الرضوية - لاهور - باكستان

Marfat.com

الدولة المكية بالمادة الغيبية

(١٣٢٣ هجرية)

للشيخ الإمام أحمد رضا خان

[illegible]

[illegible]

الفيوضات الملكية لمحب الدولة المكية

(١٣٢٦ الهجرية)

ويليه

[illegible]

[illegible]

مؤسسة رضا

[illegible]

Marfat.com

Marfat.com

فتاوی رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

[illegible]

٢٦

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور

پاکستان (٢٠٠٥ء)

فتاوٰی رضویّہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور
پاکستان (۵۴۰۰۰)

Marfat.com

جزاہ اللہ عنا بخیر السنۃ والدین

العطایا النبویۃ
فی
الفتاوی الرضویۃ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلوپیڈیا

جلد ۲۶

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ — ۱۳۴۰ھ

۱۸۵۶ء — ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن ۔ جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ، لاہور پاکستان (۵۴۰۰۰)

فون ۷۶۲۵۷۷۲ ۷۶۵۷۳۱۲

Marfat.com

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

نام کتاب ——— فتاویٰ رضویہ جلد ۲۶

تصنیف ——— اعلیٰحضرت شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

فیضانِ کرامت ——— مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سرپرستی ——— مولانا صاحبزادہ محمد عبد المصطفیٰ ہزاروی ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور و شیخوپورہ

اہتمام ——— مولانا صاحبزادہ قاری نصیر احمد ہزاروی ناظم شعبہ نشر و اشاعت

ترجمہ عربی و فارسی عبارات ——— حافظ محمد عبد الستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

پیش لفظ ——— " " " " " " " " " " " "

تبویب جدید و ترتیب فہرست ——— " " " " " " " " " " "

تخریج و تصحیح ——— مولانا نذیر احمد سعیدی، مولانا غلام حسن، مولانا محمد شہزاد ہاشمی

کتابت ——— محمد شریف گل، کڑیانوالہ کلاں (گوجرانوالہ)

پیسٹنگ ——— مولانا محمد منشا تابش قصوری صدر مدرس و انچارج شعبہ فارسی جامعہ نظامیہ لاہور

صفحات ——— ۶۱۶

اشاعت ——— محرم الحرام ۱۴۲۵ھ / مارچ ۲۰۰۴ء

ناشر ——— رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

مطبع ———

قیمت ———

○

ملنے کے پتے:

○ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

۰۳۰۰۲/۹۴۱۵۳۰۰ ۷۶۶۵۷۷۲

○ مکتبہ اہلسنت، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

○ ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

○ شبیر برادرز، ۴۰ بی، اردو بازار، لاہور

Marfat.com

اجمالی فہرست

پیش لفظ ———— ۵
کتاب الفرائض ———— ۵۵
تاریخ و تذکرہ و حکایاتِ صالحین ———— ۳۹۵
فوائدِ تفسیریہ و علومِ قرآن ———— ۴۵۳
محافل و مجالس ———— ۴۹۵
تصوّف و طریقت و آدابِ بیعت و پیری مریدی ———— ۵۵۵
اوراد و وظائف و عملیات ———— ۶۰۵

فہرست رسائل

○ المقصد النافع ———— ۱۵۳
○ طیب الامعان ———— ۱۸۹
○ تجلیة السلم ———— ۲۱۳
○ نطق الهلال ———— ۴۰۵
○ جمع القرآن ———— ۴۳۹
○ الصمصام ———— ۴۶۷
○ اقامة القيامة ———— ۴۹۵
○ کشف حقائق ———— ۵۹۵

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ ! اعلیحضرت امام المسلمین مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے خزائن علمیہ اور ذخائرِ فقہیہ کو جدید انداز میں عصرِ حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظرِ عام پر لانے کے لئے دار العلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری کے ساتھ مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے، اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا کی متعدد تصانیف شائع کرچکا ہے جن میں بین الاقوامی معیار کے مطابق شائع ہونے والی مندرجہ ذیل عربی تصانیف خاص اہمیت کی حامل ہیں :

(۱) الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ (۱۳۲۳ھ)

مع الفیوضات الملکیۃ لمحب الدولۃ المکیۃ (۱۳۲۶ھ)

(۲) انباء الحی ان کلامہ المصون تبیانا لکل شئ (۱۳۲۶ھ)

مع التعلیقات حاسم المفتری علی السید البری (۱۳۲۸ھ)

(۳) کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم (۱۳۲۴ھ)

(۴) صیقل الرین عن احکام مجاورۃ الحرمین (۱۳۰۵ھ)

(۵) ھادی الاضحیۃ بالشاۃ الھندیۃ (۱۳۱۴ھ)

(۶) الصافیۃ الموحیۃ لحکم جلود الاضحیۃ (۱۳۰۷ھ)

Marfat.com

(۷) الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ (۱۳۲۴ھ)

مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المعروف بہ فتاوی رضویہ کی تخریج و ترجمہ کے ساتھ عمدہ و خوبصورت انداز میں اشاعت ہے۔ فتاوی مذکورہ کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ / مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا اور بفضلہ تعالیٰ جل مجدہٗ و بعنایت رسولہ الکریم تقریباً چودہ سال کے مختصر عرصہ میں چھبیسویں (۲۶) جلد آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اس سے قبل شائع ہونے والی پچیس (۲۵) جلدوں کے مشمولات کی تفصیل سنین اشاعت، کتب و ابواب، مجموعی صفحات، تعداد سوالات و جوابات، و ان میں شامل رسائل کی تعداد کے اعتبار سے حسب ذیل ہے:

نمبر جلد	عنوانات	استفتاء جوابات	رسائل تعداد	سنین اشاعت	صفحات
۱	کتاب الطہارت	۲۲	۱۱	شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ — مارچ ۱۹۹۰ء	۸۳۸
۲	〃	۳۳	۷	ربیع الثانی ۱۴۱۲ — نومبر ۱۹۹۱	۷۱۰
۳	〃	۵۹	۶	شعبان المعظم ۱۴۱۲ — فروری ۱۹۹۲	۷۵۶
۴	〃	۱۳۵	۵	رجب المرجب ۱۴۱۳ — جنوری ۱۹۹۳	۷۶۰
۵	کتاب الصلوٰۃ	۱۴۰	۶	ربیع الاول ۱۴۱۴ — ستمبر ۱۹۹۳	۶۹۲
۶	〃	۴۵۷	۴	ربیع الاول ۱۴۱۵ — اگست ۱۹۹۴	۷۳۶
۷	〃	۲۶۹	۷	رجب المرجب ۱۴۱۵ — دسمبر ۱۹۹۴	۷۲۰
۸	〃	۳۳۷	۶	محرم الحرام ۱۴۱۶ — جون ۱۹۹۵	۶۶۴
۹	کتاب الجنائز	۲۷۳	۱۳	ذوالقعدہ ۱۴۱۶ — اپریل ۱۹۹۶	۹۴۶
۱۰	کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج	۳۱۶	۱۶	ربیع الاول ۱۴۱۷ — اگست ۱۹۹۶	۸۳۲
۱۱	کتاب النکاح	۴۵۹	۶	محرم الحرام ۱۴۱۸ — مئی ۱۹۹۷	۷۳۶
۱۲	کتاب النکاح، کتاب الطلاق	۳۲۸	۳	رجب المرجب ۱۴۱۸ — نومبر ۱۹۹۷	۶۸۸
۱۳	کتاب الطلاق، کتاب الایمان، کتاب الحدود والتعزیر	۲۹۳	۲	ذوالقعدہ ۱۴۱۸ — مارچ ۱۹۹۸	۶۸۸
۱۴	کتاب السیر	۳۳۹	۷	جمادی الاخریٰ ۱۴۱۹ — ستمبر ۱۹۹۸	۷۱۲
۱۵	〃	۸۱	۱۵	محرم الحرام ۱۴۲۰ — اپریل ۱۹۹۹	۷۴۴

Marfat.com

۱۶	کتاب الشرکۃ، کتاب الوقف	۴۳۲	۳	جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰	۱۹۹۹	۶۴۲
۱۷	کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الکفالہ	۱۵۴	۲	ذیقعدہ ۱۴۲۰	فروری ۲۰۰۰	۷۱۶
۱۸	کتاب الشہادۃ، کتاب القضاء والدعاوی	۱۵۲	۲	ربیع الثانی ۱۴۲۱	جولائی ۲۰۰۰	۷۴۰
۱۹	کتاب الوکالہ، کتاب الاقرار، کتاب الصلح، کتاب المضاربہ، کتاب الامانات، کتاب العاریہ، کتاب الہبہ، کتاب الاجارہ، کتاب الاکراہ، کتاب الحجر	۲۹۶	۳	ذیقعدہ ۱۴۲۰	فروری ۲۰۰۱	۶۹۲
۲۰	کتاب الغصب، کتاب الشفعہ، کتاب القسمہ، کتاب المزارعہ، کتاب الصید والذبائح، کتاب الاضحیہ	۲۳۴	۳	صفر المظفر ۱۴۲۲	مئی ۲۰۰۱	۶۳۲
۲۱	کتاب الحظر والاباحۃ	۱۹۱	۹	ربیع الاول ۱۴۲۳	مئی ۲۰۰۲	۶۷۶
۲۲	〃 〃 〃	۲۴۱	۶	جمادی الاخریٰ ۱۴۲۳	اگست ۲۰۰۲	۶۹۲
۲۳	〃 〃 〃	۴۰۹	۷	ذوالحجہ ۱۴۲۳	فروری ۲۰۰۳	۷۶۸
۲۴	〃 〃 〃	۲۸۴	۹	ذوالحجہ ۱۴۲۳	فروری ۲۰۰۳	۷۲۰
۲۵	کتاب المداینات، کتاب الاشربہ، کتاب الرہن، باب القسم، کتاب الوصایا	۱۸۳	۳	رجب المرجب ۱۴۲۴	ستمبر ۲۰۰۳	۶۵۸

فتاویٰ رضویہ قدیم کی پہلی آٹھ جلدوں کے ابواب کی ترتیب وہی ہے جو معروف و متداول کُتبِ فقہ و فتاویٰ میں مذکور ہے۔ رضا فاؤنڈیشن کی طرف سے شائع ہونے والی بیس جلدوں میں اسی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے مگر فتاویٰ رضویہ قدیم کی بقیہ چار مطبوعہ جلدوں (جلد نہم، دہم، یازدہم، دوازدہم) کی ترتیب ابوابِ فقہ سے عدمِ مسابقت کی وجہ سے محلِ نظر ہے۔ چنانچہ ادارہ ہذا کے سرپرستِ اعلیٰ محسنِ اہلسنت مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ و دیگر اکابر علماء و مشائخ سے استشارہ و استفسار کے بعد ارا کینِ ادارہ نے فیصلہ کیا کہ بیسویں جلد کے بعد والی جلدوں میں فتاویٰ رضویہ کی قدیم جلدوں کے

Marfat.com

بجائے ابواب فقہ کی معروف ترتیب کو بنیاد بنایا جائے نیز اس سلسلہ میں بحر العلوم حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب اعظمی دامت برکاتہم العالیہ کی گرانقدر تحقیق انیق کو بھی ہم نے پیش نظر رکھا اور اس سے بھرپور راہنمائی حاصل کی۔

عام طور پر فقہ و فتاوی کی کتب میں کتاب الاضحیہ کے بعد کتاب الحظر والاباحۃ کا عنوان ذکر کیا جاتا ہے اور ہمارے ادارے سے شائع شدہ بیسویں جلد کا اختتام چونکہ کتاب الاضحیہ پر ہوا تھا لہذا اکیسویں جلد سے مسائل حظر واباحۃ کی اشاعت کا آغاز کیا گیا۔ کتاب الحظر والاباحۃ (جو چار جلدوں ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴ پر مشتمل ہے) کی تکمیل کے بعد ابواب مداینات، اشربہ، رہن، قسم اور وصایا پر مشتمل پچیسویں جلد بھی منصۂ شہود پر آچکی ہے۔ اب ابواب فقہیہ میں سے صرف کتاب الفرائض باقی تھی جس کو پیش نظر جلد میں شامل کر دیا گیا ہے۔ باقی رہے مسائل کلامیہ و دیگر متفرق عنوانات پر مشتمل مباحث و فتاوائے اعلیحضرت جو فتاوی رضویہ قدیم کی جلد نہم و دوازدہم میں غیر مبوب و غیر مرتب طور پر مندرج ہیں ان کی ترتیب و تبویب اگرچہ آسان کام نہ تھا مگر رب العالمین عزوجل کی توفیق، رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین کی نظر عنایت، اعلیحضرت اور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہما کے روحانی تصرف و کرامت سے راقم حقیر نے یہ گھاٹی بھی عبور کرلی اور کتاب الحظر والاباحۃ کی طرح ان بکھرے ہوئے موتیوں کو ابواب کی لڑی میں پرو کر مرتبط و منضبط کر دیا ہے وللہ الحمد۔

اس سلسلہ میں ہم نے مندرجہ ذیل امور کو بطور خاص ملحوظ رکھا:

(ا) ان تمام مسائل کلامیہ و متفرقہ کو کتاب الشتی کا مرکزی عنوان دے کر مختلف ابواب پر تقسیم کر دیا ہے۔

(ب) تبویب میں سوال و استفتاء کا اعتبار کیا گیا ہے۔

(ج) ایک ہی استفتاء میں مختلف ابواب سے متعلق سوالات مذکور ہونے کی صورت میں ہر مسئلہ کو مستفتی کے نام سمیت متعلقہ ابواب کے تحت داخل کر دیا ہے۔

(د) مذکورہ بالا دونوں جلدوں (نہم و دوازدہم قدیم) میں شامل رسائل کو ان کے عنوانات کے مطابق متعلقہ ابواب کے تحت داخل کر دیا ہے۔

(ھ) رسائل کی ابتداء و انتہاء کو ممتاز کیا ہے۔

(و) کتاب الشتی کے ابواب سے متعلق اعلیحضرت کے بعض رسائل جو فتاوی رضویہ قدیم میں شامل نہ ہو سکے تھے ان کو بھی موزوں و مناسب جگہ پر شامل کر دیا ہے۔

(ز) تبویب جدید کے بعد موجودہ ترتیب چونکہ سابق ترتیب سے بالکل مختلف ہو گئی ہے لہذا مسائل کی مکمل فہرست موجودہ ابواب کے مطابق نئے سرے سے مرتب کرنا پڑی۔

(ح) کتاب الشتی میں داخل تمام رسائل کے مندرجات کی مکمل و مفصل فہرستیں مرتب کی گئی ہیں۔

Marfat.com

چھبیسویں جلد

یہ جلد ۳۲۵ سوالوں کے جوابات اور مجموعی طور پر ۶۱۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس جلد کی عربی و فارسی عبارات کا ترجمہ راقم الحروف نے کیا ہے۔ اس سے قبل گیارھویں، بارھویں، تیرھویں، سولھویں، سترھویں، اٹھارھویں، انیسویں، بیسویں اور پچیسویں جلد بھی راقم کے ترجمہ کے ساتھ شائع ہوچکی ہیں۔

پیشِ نظر جلد بنیادی طور پر کتاب الفرائض اور کتاب الشتی (حصہ اوّل) کے چند ابواب یعنی تاریخ و تذکرہ، فوائد تفسیریہ و علوم قرآن، محافل و مجالس، تصوف و طریقت اور اوراد و وظائف کے مباحثِ جلیلہ پر مشتمل ہے۔

تاہم متعدد دیگر عنوانات سے متعلق کثیر مسائل ضمناً زیرِ بحث آئے ہیں لہذا مذکورہ بالا بنیادی عنوانات کے تحت مندرج مسائل و رسائل کی مفصل فہرست کے علاوہ مسائل ضمنیہ کی الگ فہرست بھی قارئین کرام کی سہولت کے لئے تیار کردی گئی ہے، نیز اس جلد میں شامل مستقل ابواب سے متعلق مسائل اگر کہیں ایک دوسرے کے تحت ضمناً درج تھے تو ان کی فہرست ہم نے متعلقہ ابواب کی فہرست کے آخر میں بطور ضمیمہ ذکر کردی ہے تاکہ ان مسائل کی تلاش میں دقت و ابہام پیدا نہ ہو۔ انتہائی وقیع اور گرانقدر تحقیقات و تدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل آٹھ رسائل بھی اس جلد کی زینت ہیں؛

(۱) المقصد النافع فی عصوبۃ الصنف الرابع (۱۳۱۵ھ)

عصبہ بنفسہٖ کی قسم چہارم یعنی فروع جدمیت کے بارے میں آٹھ سوالات پر مشتمل استفتاء کا مفصل و مدلل جواب۔

(۲) طیب الامعان فی تعدد الجہات والابدان (۱۳۱۷ھ)

وراثت میں تعدد جہات و ابدان کے معتبر ہونے کا روشن بیان۔

(۳) تجلیۃ السلم فی مسائل من نصف العلم (۱۳۲۱ھ)

بعض مسائل فرائض میں کچھ علماء معاصرین کی غلط فہمیوں کا ازالہ

(۴) نطق الہلال بارخ ولاد الحبیب والوصال (۱۳۱۷ھ)

حبیبِ خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ اور وصال اقدس کی صحیح تاریخ باعتبار قمری ماہ و سال۔

(۵) جمع القرآن وبم عزوہ لعثمان (۱۳۲۲ھ)

جمع قرآن کی تاریخ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف اس کو منسوب کرنے کا سبب۔

Marfat.com

(٦) الصمصام علیٰ مشکک فی اٰیۃ علوم الارحام (۱۳۱۵ھ)

علومِ ارحام سے متعلق آیاتِ کریمہ کی تفسیر اور ڈاکٹروں کے ادعاء اور پادریوں کا رَدّ۔

(۷) اقامۃ القیامۃ علیٰ طاعن القیام لنبی تہامۃ (۱۲۹۸ھ)

محفل میلاد میں بوقت ذکرِ ولادت طیبہ قیام تعظیمی کا ثبوت اور اس کے منکرین کا رَدِّ بلیغ۔

(۸) کشفِ حقائق واسرارِ دقائق (۱۳۰۸ھ)

تصوف سے متعلق چند اشعار کی توضیح وتشریح۔

ضروری بات

گو مفتیٔ اعظم علیہ الرحمۃ کے وصالِ پُر ملال سے جامعہ نظامیہ رضویہ کو ناقابلِ برداشت صدمہ سے دوچار ہونا پڑا، مگر یہ اس سراپا کرامت وجودِ باجود کا فیضان ہے کہ ان کے فرزندِ ارجمند حضرت مولانا علامہ مفتی محمد عبد المصطفیٰ ہزاروی مدظلہٗ جو علومِ دینیہ وعصریہ کے مستند فاضل اور حضرت مفتیٔ اعظم کی علمی وتجرباتی وسعتِ فراست کے وارث وامین ہیں، نہایت صبر واستقامت کا مظاہرہ فرماتے ہوئے تمام شعبہ جات کی ترویج وترقی کے لئے شب وروز ایک کئے ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ موصوف نے جامعہ کے طلباء کی تعداد میں خاصا اضافہ ہونے کے باعث متعدد تجربہ کار مدرسین مقرر کئے ہیں اور فتاوٰی رضویہ جدید کی اشاعت وطباعت میں بھی بدستور مفتیٔ اعظم علیہ الرحمۃ کے نقوشِ جمیلہ پر گامزن ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حسبِ معمول سالانہ دو جلدوں کی اشاعت باقاعدگی سے ہو رہی ہے۔ بس آپ حضرات سے درخواست ہے کہ دعاؤں سے نوازتے رہیے تاکہ حضرت مفتیٔ اعظم علیہ الرحمۃ کے مشن کو ان کے جسمانی وروحانی نائبین بحسن وخوبی ترقی سے ہمکنار کرنے میں اپنا کردار سرانجام دیتے رہیں، فقط۔

○

حافظ محمد عبد الستار سعیدی

ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ

لاہور، شیخوپورہ (پاکستان)

۱۰ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

۲ مارچ ۲۰۰۴ء

Marfat.com

فہرست مضامین مفصّل

کتاب الفرائض

متبنّٰی وارث نہیں ہے۔ ۵۵
مصارف تجہیز وتکفین ترکہ سے کب وضع ہوگا۔ ۵۶
مہر ترکہ تقسیم کرنے سے پہلے دیا جائے۔ ۵۸
غیر منکوحہ اور اس کی اولاد ترکہ نہیں پائینگی۔ ۵۹
قبل تقسیم ترکہ بعض ورثہ مرجائیں تو ان کو کان لم یکن کرنے کی صورت۔ ۶۶
زید مرگیا جس کے وارثوں میں دو زوجہ، ایک دختر اور ایک بھائی موجود ہے، زوجۂ اولٰی کا مہر سوالاکھ اور زوجۂ ثانیہ کا مہر دس ہزار روپے ہے جائداد کیسے تقسیم ہوگی۔ ۶۹
تقسیم جائداد سے قبل کچھ وارثوں کے فوت ہونے کی ایک صورت کے بارے میں سوال۔ ۷۰
جہیز خاص عورت کا ہے۔ ۷۲
شیعہ ضروریاتِ دین کے منکر ہیں ان سے نکاح جائز نہیں اور وہ اہلسنت کا ترکہ نہیں پائیں گے۔ ۷۳
معافی کی زمین کا حکم (فارسی سوال وجواب) ۷۴
شوہر کے ذمے بیوی کا مہر واجب الادا ہے بیوی مرگئی تو وہ وارث ہوگا۔ ۷۷
رافضیہ زوجہ شرعیہ نہیں ہے اور ترکہ کی مستحق نہیں۔ ۷۸
کوئی وارث دیگر ورثاء کی اجازت کے بغیر ترکہ کو خرچ کرڈالے تو اس پر تاوان لازم ہوگا۔ ۸۲
ایک شخص فوت ہوا جس کے وارثوں میں پھوپھی زاد بھائی کی بیوہ، دو بیٹے اور ایک

Marfat.com

بیٹی ہے ترکہ کیسے تقسیم ہوگا۔ ۸۲

ولدالزنا، زانی کا وارث نہیں ہوتا۔ ۸۴

متبنّٰی یا سوتیلا بیٹا شرعاً ترکہ میں کوئی استحقاق پیدا نہیں کرتا۔ ۸۴

عاق کرنا کوئی شرعی چیز نہیں والدین کو اس کا حق نہیں۔ ۸۵

عاق کرنے سے ترکہ سے محروم نہ ہوگا۔ ۸۵

ایک عورت دو ماموں اور ایک پھوپھی زاد بھائی کا بیٹا چھوڑ کر مرگئی تو ماموں وارث بنیں گے جبکہ مذکور بھتیجا محروم رہے گا۔ ۸۶

زید نے وارثوں میں ماں، ایک بہن اور پڑدادے کے چچا کا ایک پڑپوتا چھوڑا ہے ترکہ کیسے تقسیم ہوگا۔ ۸۷

شریعت مطہرہ کے نزدیک اثباتِ نسب میں نہایت احتیاط منظور رہے۔ ۹۰

نانا کی بھاوج ہونا شرعاً ذریعۂ توریث نہیں۔ ۹۲

ہبہ کب تام اور کب باطل ہوتا ہے۔ ۹۲

ناتمام ہبہ کی صورت میں موت واہب کے بعد اشیاءِ موہوبہ وارثانِ واہب کو پہنچیں گی۔ ۹۲

متبنّٰی کرنا شرعاً کوئی چیز نہیں۔ ۹۲

اگر قرض ترکہ پر محیط ہو تو ادائیگی قرض سے قبل کوئی وارث اس وراثت سے کچھ نہیں لے سکتا۔ ۹۳

ترکہ تاج محمد اس کے ورثہ احیاء پر چار لاکھ تین ہزار دوسو سہام ہو کر تقسیم ہوتا ہے تو اس کی ایک سو ساٹھ گز متروکہ زمین میں سے ہر وارث مذکور کو کس قدر ملے گا۔ ۹۴

زید نے اپنے دونوں بیٹوں کی شادی کر کے جائداد کو دونوں بہوؤں پر تقسیم نصف نصف کر کے بیع کردی بعد کو چھوٹے بیٹے کی بیوی نے انتقال کیا تو کیا صورت ہوگی۔ ۹۴

ادائیگی مہر ترکہ کی تقسیم پر مقدم ہے۔ ۹۶

زید ایک حقیقی بھائی اور بیوی چھوڑ کر مرگیا پھر ایک ماہ بعد بیوی فوت ہوئی جس کے تین بھائی ہیں ترکہ زید کیسے تقسیم ہوگا۔ ۹۶

بے وجہ شرعی کسی وارث کو میراث سے محروم کرنا جائز نہیں۔ ۹۸

مفقود الخبر دوسرے کے حق میں مثلِ میّت ہے ترکہ نہ پائے گا۔ ۹۹

ایک شخص نے یکے بعد دیگرے تین شادیاں کیں جن کا مہر سینسٹھ سینسٹھ ہزار تھا دو مرگئی ہیں تیسری زندہ ہے مہر ورثاء کو کتنا کتنا ملے گا۔ ۱۰۲

ہندہ فوت ہوئی شوہر اور کافر ماموں زاد بھائی کی دو مسلمان بیٹیاں زندہ ہیں تقسیم ترکہ کی کیا صورت ہوگی۔ ۱۰۳

شوہر مادر کے بیٹے جو نہ اپنے باپ کے نطفہ سے ہوں اور نہ ہی اپنی ماں کے پیٹ سے ہوں وارث نہیں بنتے۔ ۱۰۴

ایک مسئلہ غریبہ جس کو اغرب مسائل کہا جا سکتا ہے۔ ۱۰۶

Marfat.com

غیرمیت سے جو حمل ہوتا ہے وہ صرف تین صورتوں میں وارث ہوسکتا ہے۔ ۱۰۹

زن فاحشہ اگر ولد الزنا ہو تو اس کا ترکہ مادری اقرباء کو ملے گا ورنہ مثل تمام لوگوں کے درمیان تقسیم ہوگا۔ ۱۱۱

اولاد زناء صرف مادری رشتوں سے وارث و مورث ہوتی ہے۔ ۱۱۱

دو سوال پر مشتمل استفتاء۔ ۱۱۲

سوال اول ۱۱۲

ارث جبری ہے کہ موت مورث پر ہر وارث خواہ مخواہ اپنے حصۂ شرعی کا وارث ہوتا ہے ۱۱۳

سوال دوم ۱۱۵

چڑھاوے کے زیورات کا حکم ۱۱۵

زید نے ایک دکان اپنے روپے سے خرید کر اپنے نبیرہ کے نام کردی اور بولایت اس کے باپ کے دکان پر قبضہ کرادیا، اب انتقال زید کے بعد وہ دکان حسب فرائض ورثاء زید میں تقسیم ہوگی یا صرف نبیرہ کو ملے گی۔ ۱۱۸

جو جائداد دادی سے ایک پوتے کو بطور وصیت ملی اس میں پوتے کے دیگر برادران شامل نہیں۔ ۱۱۹

جب تک مہر اور دیگر دیون ادا نہ ہو جائیں ترکہ کی تقسیم نہ کی جائے۔ ۱۱۹

مہر تقسیم ترکہ پر مقدم ہوتا ہے۔ ۱۱۹

حیات خاتون ایک بیٹی اور شوہر چھوڑ کر فوت ہوئی پھر شوہر بھی کچھ ورثاء چھوڑ کر مرگیا تو تقسیم ترکہ کی کیا صورت ہوگی۔ ۱۲۰

درصورت احاطۂ دین ورثہ کے لئے ترکہ میں ملک ثابت نہیں ہوتی، نہ بے فراغ ذمہ باہم تقسیم کرسکیں۔ ۱۲۲

بے رضا ارباب دیون وارثوں کو بیع ترکہ کا اختیار نہیں جبکہ دین ترکہ کو مستغرق ہو۔ ۱۲۳

میت کی تجہیز و تکفین یا دین کی ادائیگی بعض ورثاء نے اپنے مال سے کی تو انھیں میت کے مال سے لینے کا حق ہے۔ ۱۲۵

کوئی وارث اگر میت کا دین مہر اپنے مال سے ادا کردے تو کس صورت میں ترکہ سے وصول کرسکتا ہے۔ ۱۲۵

بے اجازت مدیون ترکہ میں تصرف کا حق نہیں۔ ۱۲۷

چار قطعہ باغ زید نے اپنی ماں کی حیات میں اس کی رضامندی سے غرس کئے تھے اب ماں کی وفات کے بعد ان باغوں میں زید کی بہنوں کا بھی کچھ حق ہوگا یا نہیں۔ ۱۲۸

فاتحہ وغیرہ کا صرفہ ترکہ سے وضع نہ ہوگا۔ ۱۳۰

حق میراث حکم شرع ہے کسی کے ساقط کرنے سے ساقط نہیں ہوتا۔ ۱۳۳

زید پر کئی لوگوں کا قرض ہے اس نے ایک دائن کے پاس اپنی بیوی کا کچھ زیور رہن رکھا اس کے بعد مندرجہ ذیل دستہ دار

Marfat.com

چھوڑ کر فوت ہوگیا، ایک بیوی، ماں،
پانچ بیٹیاں، ایک بھائی اور دو بہنیں۔ اسکا
ترکہ کیسے تقسیم ہوگا۔ ۱۳۳
بازاری عورت کو صرف تعلق فاجرانہ کی بناء
پر منکوحہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ۱۳۵
جو اولاد بے نکاح پیدا ہو اس کا نسب
صرف ماں سے ثابت ہوگا اور وہ صرف
ماں کی جہت سے وارث بنتے ہیں۔ ۱۳۵
غیر وارث کو وارث بنانا کسی کے اختیار
میں نہیں۔ ۱۳۶
توریث رب العالمین کے حکم سے ہے،
نہ زید و عمرو کی زبان میں۔ ۱۳۷
مشترکہ جائداد میں صرف ایک وارث کی
وصیت نافذ نہیں ہوتی۔ ۱۳۸
علاتی بھائیوں کو محروم کرنے کے لئے اپنی
جائداد کو ماموں زاد بھائی کے نام کر دینا
گناہ ہے۔ ۱۴۱
ہندہ ایک چچا زاد بھائی، ایک ماموں زاد
بھائی اور ایک ماموں زاد بہن چھوڑ کر
فوت ہوگئی اس کی جائداد کو کیسے تقسیم
کیا جائے گا۔ ۱۴۲
ایک شخص فوت ہوگیا وارثوں میں زوجہ،
ایک نابالغ بیٹا، ایک نابالغ بیٹی اور
ایک حقیقی بھائی چھوڑے ہیں، اس کا ترکہ
کیسے تقسیم ہوگا اور بچوں کا حق ولایت

کس کو پہنچتا ہے۔ ۱۴۳
ماں باپ کی خدمت اور بہن بھائیوں کی پرورش
و شادی میں جو کچھ خرچ کیا وہ والدین کے
ترکہ سے نہیں لے سکتا، البتہ
باپ کے قرض کی ادائیگی اور تجہیز و تکفین
پر جو خرچ کیا وہ لے سکتا ہے۔ ۱۴۴
ایک شخص کے ذمہ دو بیویوں کا مہر واجب الادا
ہے جبکہ اس کا ترکہ صرف ایک کے مہر کے
برابر ہے تو کیا حکم ہے۔ ۱۴۴
ایک عورت اپنے والدین، ایک بیٹا، ایک
بیٹی اور شوہر چھوڑ کر فوت ہوئی اس کا دس ہزار
روپے مہر شوہر کے ذمے واجب الادا ہے جبکہ
شوہر کے پاس صرف پانچ ہزار کی ملکیت ہے
تقسیم کیسے ہوگی۔ ۱۴۶
زنا کی تہمت لگانا حرام، جس پر اسی کوڑے
لگانے کا حکم ہے اور وہ مردود الشہادۃ ہے ۱۴۷
حمل کی اکثر مدت دو سال ہے۔ ۱۴۷
عورت لاولد فوت ہوئی جس کا مہر شوہر پر
قرض ہے تو کیا شوہر اس واجب الادا مہر
میں سے نصف حصہ پا سکتا ہے۔ ۱۴۷
زید نے انتقال کیا، دو لڑکے اول بیوی کے
اور ایک لڑکی دوسری بیوی کی چھوڑی، پہلی
بیوی زید کی موجودگی میں فوت ہوگئی تھی جس کا

Marfat.com

مہر بذمہ شوہر تھا، اب لڑکے اپنی ماں کا مہر
طلب کرتے ہیں اس میں حکم شرعی کیا ہے۔ ۱۴۹
حقیقی بھائی کو محروم کرنے کے لئے اپنی جائداد
بھتیجوں کے نام کر دینے والے شخص پر شرعاً
کیا مواخذہ ہے۔ ۱۵۰

○ رسالہ المقصد النافع فی عصوبۃ
الصنف الرابع (۱۳۱۵ھ) ۱۵۲

(عصبہ بنفسہ کی قسم چہارم یعنی فروع جدمیت
کے بارے میں آٹھ سوالات پر مشتمل استفتاء) ۱۵۳
سوال اول: عصبات کی اقسام اربعہ خصوصاً
قسم چہارم میں جو الفاظ (او عالیہا) مشروع
ہیں ان کا ماخذ کیا ہے۔ ۱۵۴
سوال دوم: عصبات نسبی کا غیر موجود ہونا
حسب شرح صدر ناممکن ہے یا نہیں۔ ۱۵۴
سوال سوم: عصبات نسبی کا غیر اگر موجود ہونا
ناممکن ہے تو مسائل متعلقہ عصبات سببی وغیرہ
جو بصورت نہ ہونے عصبات نسبی کے مشروع
ہیں کس صورت میں کار آمد ہوں گے۔ ۱۵۴
سوال چہارم: شرع شریف میں کہیں ایسا
حکم ہے کہ غیر حاضرین حصہ داران کو اطلاع
نہ دی جائے یا جو لوگ بوجہ لاعلمی وفات مورث
یا لاعلمی مسائل شرعی کے دعویدار نہ ہوں وہ اپنے
حقوق واجبی سے محروم رہیں ان کی تلاش
نہ کی جائے۔ ۱۵۴
سوال پنجم: ایسا ہو سکتا ہے کہ عرب سے
کوئی شخص آئے اور آپ کو سید محی اولاد علی
وبنی فاطمہ ثابت کر کے ہند میں کسی اولادِ علی
بنی فاطمہ کا ترکہ اس کے ذوی الفروض سے
تقسیم کرالے یا ہند کا کوئی سید عرب میں
جا کر کسی سید متوفی کا ترکہ پائے قاضیان عرب
بصورت ثابت کر دینے نسب کے اس کو
دلادیں گے۔ ۱۵۴
سوال ششم: عہد صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ
علیہم اجمعین یا تابعین یا تبع تابعین میں کبھی ایسے
عصبات بعیدہ کو بمقابلہ ذوی الفروض کے
حصہ دلایا گیا ہے کہ نہیں، اگر دلایا گیا تو کس
کتاب سے ثابت ہے۔ ۱۵۴
سوال ہفتم: اس استفتاء کے مفتیان
صاحبان کے علم میں کبھی ایسے عصبات بعیدہ
محی پر دادا کے بھائی کی اولاد یا سر دادا کی
عم کی اولاد یا اُن سے بھی عالی کسی جد کی اولاد
کو بحالت موجودگی ذوی الفروض نسبی کے حصہ
ملا ہے کہ نہیں اگر ملا ہے کب کس خاندان میں۔ ۱۵۵
سوال ہشتم: اگر کسی قصبہ یا شہر میں
رواج یہ ہے کہ بصورت عدم موجودگی عصبات
قسم اول و دوم وسوم کے منجملہ قسم چہارم
جد کی اولاد تک بمقابلہ ذوی الفروض کے
حصہ دیا جاتا ہے اب الجد یا جد الجد یا اس
سے بھی عالی کسی جد اولاد کو حصہ نہیں دیا جاتا
بلکہ ذوی الفروض پر رد ہو جاتا ہے تو یہ رواج

Marfat.com

قابل عمل در آمد و لائق لحاظ ہے کہ نہیں ۔ ١٥٥
جواب سوال اول، جو ایک آیۂ کریمہ اور چھ
احادیث پر مشتمل ہے ۔ ١٥٥
جواب سوال دوم، جو آٹھ صورتوں پر مشتمل ہے ١٥٨
سوال سوم چونکہ خود مندفع ہوگیا لہٰذا حاجت
جواب نہیں ۔ ١٥٩
تنبیہ (صورت نادرہ) ١٥٩
سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے لئے اب تک کوئی عصبہ نسبی نہیں ۔ ١٥٩
جواب سوال چہارم ١٦١
جواب سوال پنجم ١٦٢
مجرد کسی کے زبانی ادعا پر کہ میں فلاں کا نسیب
ہوں توریث نہیں ہوسکتی اس کے لئے ثبوت
شرعی چاہیے ۔ ١٦٢
استحقاق وراثت خصوصیت صرف نسب ہونے
پر متعلق نہیں بلکہ شرع میں اس کے لئے ترتیب ہے ١٦٢
جواب سوال ششم ١٦٣
جواب سوال ہفتم ١٦٣
جواب سوال ہشتم ١٦٦
مہر جبکہ کل یا بعض ذمہ شوہر ہو اور عورت
بے ابراء و معافی معتبر شرعی مرجائے تو وہ
مثل دیگر دیون و اموال ترکہ زن ہوتا ہے ۔ ١٦٧
ایک شخص کی بیوی فوت ہوگئی ۔ اس کے بعد
ایک لڑکا اور لڑکی جو اس شوہر سے تھی وہ
بھی فوت ہوگئے، اب مرحوم کے باپ کی
جائداد و متروکہ ہے جو اس کے بھائی اور ماں کے
قبضہ میں ہے اس کے شوہر کو حصہ مل سکتا ہے
یا نہیں، اگر مل سکتا ہے تو کس حساب سے ۔
اور اگر اس نے مہر معاف نہ کیا ہو تو اس کے
ماں اور بھائی اس کے شوہر سے زر مہر پانے
کے مستحق ہیں یا نہیں ۔ ١٦٧
عورت کی تجہیز و تکفین شوہر کے ذمہ ہے ۔ ١٦٩
شادی کا خرچ مانگنا محض بے جا ہے ۔ ١٧٠
محمدی بیگم نے مندرجہ ذیل ورثاء چھوڑے ہیں
ایک بہن کی دو بیٹیاں، دوسری بہن کے دو بیٹے
اور ایک بیٹی، جبکہ بھائی کی ایک بیٹی ۔ تو ترکہ
کیسے تقسیم کیا جائے ۔ ١٧٠
ایک عورت فوت ہوئی اور سوائے زوج ابنتہ
اخت الزوج اور ابن عم الزوج کے کوئی وارث
نہیں چھوڑا اس کا ترکہ کس کو دیا جائے گا ۔ ١٧١
داماد محرم و مانند پسر کے ہوتا ہے ۔ ١٧١
نہ جدا ہو جانے سے حق ساقط ہوسکتا ہے
نہ قبضہ چھوڑ دینے سے ۔ ١٧٢
ہندہ فوت ہوئی جس کے ورثاء یہ ہیں ایک حقیقی
بہن، ایک بھانجا، دو حقیقی بھائی، ایک
علاتی بھائی اور شوہر ۔ تقسیم ترکہ کیسے ہوگا ۔ ١٧٢
عصبات و ذوی الارحام کی ہر نوع میں قرب
درجہ مطلقاً موجب ترجیح ہے ۔ ١٧٣
زندگی میں اولاد پر تقسیم کی جائے تو بیٹا بیٹی کو
برابر دیا جائے ۔ ١٧٤

Marfat.com

منکوحۂ غیر سے لاعلمی میں نکاح ہوا تو فاسد ہے اور اولاد ترکہ پائے گی۔ ۱۷۷

زید کے تین بیٹوں میں سے ایک کو کسی لاولد شخص نے اپنا متبنیٰ بنالیا ہے، کیا یہ اپنے باپ کا بھی وارث بنے گا یا نہیں۔ ۱۷۸

زید نے تین بیویاں لیلیٰ، سلمیٰ، سعاد، ایک ماموں زاد بھائی عمرو، ایک خالہ زاد بہن جمیلہ اور ایک پھوپھی زاد بہن حسینہ چھوڑ کر انتقال کیا، اس کی زوجہ سلمیٰ عمرو کی اور دوسری زوجہ سعاد جمیلہ کی حقیقی بہن ہے۔ اس صورت میں ترکۂ زید کس طرح منقسم ہوگا۔ ۱۷۹

لفظ آق اور عاق کا معنی۔ ۱۸۰

کوئی کاغذ بے شہادت شرعیہ قابل تقسیم نہیں ہوتا اور نہ وہ منسوب الیہ کا لکھا قرار پاسکتا ہے۔ ۱۸۱

ہندہ کا ترکہ کیسے تقسیم ہوگا جبکہ اس نے مندرجہ ذیل وارث چھوڑے ہیں: ایک چچا زاد بہن کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں۔ دوسری چچا زاد بہن کی دو بیٹیاں، پھوپھی زاد بہن کا ایک بیٹا، ماموں زاد بہن کی ایک بیٹی اور دو بیٹے۔ ۱۸۲

شوہر کے بہن و بھائی کی اولاد وارث نہیں بنتی۔ ۱۸۳

مناسخہ کی ایک صورت۔ ۱۸۴

○ رسالہ طیب الامعان فی تعدد الجہات والابدان (۱۳۱۶ھ) ۱۸۹

(وراثت میں تعدد جہات وابدان کے معتبر ہونے کا روشن بیان)

ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے کہ متعدد قرابتوں والا اپنی ہر قرابت کی رُو سے حصہ پائیگا۔ ۱۹۰

تعدد جہات میں امام ابویوسف علیہ الرحمۃ اور امام محمد علیہ الرحمۃ کا نقطۂ نظر۔ ۱۹۰

مصنف علیہ الرحمۃ کی اعتبار تعدد جہات فی الاصول کے بارے میں تحقیق۔ ۱۹۱

تعدد جہات تعدد اشخاص کا موجب ہے اگرچہ حکماً ہو۔ ۱۹۱

کسی فرع میں تعدد جہات اس کے بدن میں تکثر کو ثابت نہیں کرتا۔ ۱۹۲

تقسیم مسئلہ۔ ۲۰۳

لاوارث کا ترکہ۔ ۲۰۸

جہیز اور چڑھاوے کا حکم۔ ۲۰۹

قبل خلوت طلاق ہونا باعث سقوط نصف مہر ہوتا ہے۔ ۲۱۰

موت اگرچہ قبل خلوت ہو کل مہر کو لازم کردیتی ہے۔ ۲۱۰

سوتیلے بہن بھائیوں کی توریث سے متعلق سوال اور اس کا جواب۔ ۲۱۰

Marfat.com

○ رسالہ تجلیۃ المسلم فی مسائل
من نصف العلم (۱۳۲۱ھ)
(بعض مسائل فرائض میں کچھ علماء معاصرین کی
غلط فہمیوں کا ازالہ) ۲۱۳
فصل اول ۲۱۳
مولوی عبدالحی لکھنوی صاحب کی مسئلہ تخارج میں سخت لغزش ۲۱۴
زیادت الفضلاح کے لیے مسئلہ کی تین صورتیں۔ ۲۱۶
سراجی و شریفیہ سے مسئلہ کی صریح تصریح۔ ۲۱۸
فصل دوم ۲۲۱
اخوات عینیہ وعلاتیہ کو بنات الابن اور اس
سے سفلیات کے ساتھ عصبہ مع غیرہ بنانے
کی صورت اور اس میں پائے جانے والے
وہم کا ازالہ۔ ۲۲۱
شرح بسیط کا بیان صریح لغزش ہے۔ ۲۲۳
بنت الابن ضرور بنت ابن الابن وغیرہ جملہ سفلیات
کو متناول ہے، تصریح وان سفلت محض ایضاح
وتاکید عموم ہے۔ ۲۲۴
عدم ذکر ہرگز ذکر عدم نہیں ہوسکتا۔ ۲۲۴
مسئلہ کا کلیہ ۲۲۴
اخوات کے پانچ حال ۲۲۶
کسی مسئلے میں دوبار ثلثین جمع نہیں ہوسکتے۔ ۲۲۶
تین ان اصول میں سے ہے جن میں کبھی عول نہیں آتا ۲۲۶
کن مخارج سات ہیں جن میں چار میں عول نہیں ہوتا
کن مخارج میں عول ہوتا ہے اور کن میں
نہیں ہوتا۔ ۲۲۸
خاص جزئیہ شمول کی تصریحات۔ ۲۲۹
فصل سوم ۲۳۱
وارث سے اس کے حصۂ میراث کے بابت جو
صلح حیات مورث میں کی جائے تحقیق یہ ہے
کہ باطل و بے اثر ہے، اس سے وارث کا
حق ارث اصلاً زائل نہیں ہوتا، ہاں اگر
بعد موت مورث اس صلح پر رضامندی دے
تو اب صحیح ہوجائے گی۔ ۲۳۲
مصنف علیہ الرحمہ کی تحقیق کہ مسئلہ مذکورہ میں
روایات تین طرح کی ہیں۔ ۲۳۲
فصل چہارم ۲۳۹
سوائے مادر حقیقی دیگر زوجات اب اور سوائے
جدۂ حقیقیہ دیگر زوجات جد میراث پاتی ہیں
یا نہیں۔ ۲۳۹
درمختار اور فرائض شریفی وغیرہا میں جدہ کے
آگے "فصاعدا" اور "اواکثر" سے کیا
مراد ہے۔ ۲۳۹
تقسیم کی مثالوں میں دو تین ام تین چار پیہاں تک
کہ بندرہ جدات کس بنا پر درج ہیں۔ ۲۳۹
آدمی کی ام و جدہ وہی ہیں جن کے بطن کی طرف
یہ منتسب ہو وہ اس کی اصل اور یہ ان کی
فرع ہو، باقی زوجات اب و جد ام و جدہ نہیں
تو ان کے لیے میراث سے کوئی حصہ نہیں۔ ۲۳۹
تعدد ام و اب کی صورت بحالت تنازع۔ ۲۴۰
جدات صحیحہ امیہ و ابویہ کا شمار پہچاننے کا طریقہ۔ ۲۴۲

Marfat.com

نقشہ امیات۔ ۲۴۳
نقشہ ابویات۔ ۲۴۳
نقشہ جدات ثابتہ ابویات و امیہ درجہ پنجم۔ ۲۴۳
نقشہ پانزدہ جدۂ صحیحہ یکے امیہ و چہاردہ ابویہ
بطریق اخصر کہ در درجہ چہارم حاصل میشوند۔ ۲۴۴
فصل پنجم۔ ۲۴۵
ایک شخص فوت ہوا جس نے ایک بیوی،
تین بیٹیاں، تین پوتیاں اور بھائی کے دو پوتے
چھوڑے ہیں، تقسیم ترکہ کیسے ہونا چاہیے۔ ۲۴۵
صورت مذکورہ میں پوتیاں بیٹیوں کی وجہ سے
محجوب ہوں گی۔ ۲۴۶
دلائل — پہلی دلیل ۲۴۶
پوتیوں کو صرف پوتا پڑپوتا ہی عصبہ بنا سکتا ہے ۲۴۶
دوسری دلیل ۲۴۸
تعصیب میں میت کے پوتے اور پوتیاں بالاجماع
اس کے بیٹوں اور بیٹیوں کے تحت داخل ہیں۔ ۲۴۸
تیسری دلیل۔ ۲۴۸
علماء جب عصبہ بغیرہ کو ذکر کرتے ہیں تو پوتی کو
پوتے کی تعصیب کے ساتھ مقید کرتے ہیں۔ ۲۴۸
چوتھی دلیل ۲۴۹
بیٹے، پوتے، عینی بھائی اور علاتی بھائی کے
علاوہ کسی کو قوت تعصیب نہیں ہے۔ ۲۴۹
پانچویں دلیل ۲۵۰
علامہ انقروی نے کتاب "حل المشکلات"
۹۶۴ھ میں تصنیف فرمائی۔ ۲۵۱

چھٹی دلیل ۲۵۲
ساتویں دلیل ۲۵۲
جس شئے کا وجود مستلزم عدم ہو وہ محال
ہوتی ہے۔ ۲۵۲
عصبات میں اصل مطرد یہ ہے کہ میت کی جزء
میت کے باپ کی جزء پر مقدم ہوتی ہے۔ ۲۵۲
آٹھویں دلیل ۲۵۲
تعصیب محاذیہ دو صلبیہ کے وجود کے ساتھ
مختص نہیں ہے۔ ۲۵۳
نویں دلیل ۲۵۴
صورت عول میں کوئی عصبہ نہیں ہوتا۔ ۲۵۵
دسویں دلیل ۲۵۵
فصل ششم ۲۵۹
حق ارث تقادم زمان کے ساتھ ساقط
ہوجاتا ہے یا نہیں۔ ۲۵۹
تحقیق مصنف کہ یہاں دو مقام ہیں۔ ۲۶۱
مقام اول ۲۶۱
مقام دوم ۲۶۲
ایک شخص حسب ذیل ورثاء چھوڑ کر فوت ہوا:
ایک بیوی، ماں، ایک حقیقی بہن، ایک
علاتی بہن، ایک اخیافی بھائی اور ایک
چچازاد بھائی، جبکہ اس نے تمام مال کی وصیت
چچازاد بھائی کے لئے کر دی ہے، اب اسکی
وصیت کے بارے میں کیا حکم ہے اور تقسیم
ترکہ کی کیا صورت ہوگی۔ ۲۷۱

Marfat.com

وصیت ایک تہائی میں ہوتی ہے۔ ٢٧٢
کس وارث کے لئے وصیت ممنوع اور کس
کے لئے جائز ہے۔ ٢٧٣
محجوب کے لئے وصیت بالاجماع روا ہے۔ ٢٧٣
عصبہ کی تعریف ٢٧٤
جب تک دادا پردادا کی اولاد میں کوئی مرد موجود
ہو بھتیجیاں وارث نہیں بن سکتیں۔ ٢٧٥
عقائد روافض حد کفر تک نہ پہنچیں تو ان کی
میراث کا حکم۔ ٢٧٦
مرتد کے زمانہ اسلام کا کمایا ہوا مال اس کے
مسلمان وارثوں کا ہے اور حالت ردت کا
فقراء مسلمین کے لئے۔ ٢٧٦
مہر اور تمام دیون تقسیم ترکہ پر مقدم ہیں۔ ٢٧٧
شوہر کا جو قرضہ عورت نے بطور خود اپنا زیور بیچ کر
ادا کیا وہ شوہر کے ترکہ سے لے سکتی ہے۔ ٢٧٧
زید کا انتقال ہوا اس نے ایک زوجہ،
چار بھانجیاں اور چار چچا زاد بہنیں چھوڑی
ہیں، ترکہ کیسے تقسیم ہوگا۔ ٢٧٧
بیوی اپنے شوہر مقروض کے ترکہ سے اپنا آٹھواں
حصہ الگ کر کے دیون صرف دیگر وارثوں کے
سہام پر ڈالے تو یہ محض باطل ہے۔ ٢٧٨
وراثت مفقود سے متعلق ایک سوال کا جواب۔
گواہوں کے بغیر نکاح صحیح نہیں۔ ٢٨١
نکاح فاسد و باطل کی صورت میں عورت
وارث نہیں بنتی۔ ٢٨٢

بغیر نکاح کے جاری سے پیدا ہونے والا لڑکا
وارث نہیں بنتا۔ ٢٨٣
ایک مجمل سوال کا جواب۔ ٢٨٥
بیٹے کی موجودگی میں پوتے کو کچھ نہیں ملے گا۔ ٢٨٦
زید حاملہ بیوی اور دو بھائی چھوڑ کر فوت ہو گیا
تقسیم ترکہ کی کیا صورت ہوگی۔ ٢٨٧
اگر کوئی وارث فاتحہ، سوم، چہلم اور قبر پکی
کرانے میں کچھ خرچ کرے تو دیگر ورثاء اسکے
ذمہ دار نہ ہوں گے۔ ٢٨٨
عورت نے وقت وفات ایک زوج، ایک
پسر، ایک دختر وارث چھوڑے۔ پسر نے
بہ نظر ثواب یا بغرض نام آوری خود بصرف مبلغ
دو ہزار سات سو بلا مشورت دیگر ورثاء
تجہیز و تکفین و فاتحہ و چہلم وغیرہ مورث کا کیا ورثاء
کس قدر ادائے اصرافات کے ذمہ دار ہو سکتے
ہیں۔ ٢٨٨
صرف تجہیز و تکفین و فاتحہ و سوم و چہلم و عرس
وغیرہ شرعاً کس قدر تبلیغ وراثت پر مقدم
رکھا گیا ہے۔ ٢٨٨
شرعاً زمانہ حال میں اہل اللہ کے تجہیز و تکفین و
فاتحہ و عرس وغیرہ کے لئے کس قدر روپیہ
کافی ہو سکتا ہے۔ ٢٨٨
شرعاً لباس قیمتی اہل اللہ کا مریدان و معتقدان
کو تبرکاً و مساکین کو ثواباً ایک بلا استرضا دیگر
ورثاء تقسیم کر سکتا ہے۔ ٢٨٩

Marfat.com

شرعاً صاحب سجادہ کس کو کہتے ہیں، اور دیگر
ورثاء پر سجادہ نشین مذکور کیا کیا حق فائق
رکھتا ہے۔ ۲۸۹

شرعاً عرس سالانہ مورث و نذر و نیاز شہدائے
کربلا و عرسِ بزرگان جن کو مورث نے اپنی حیات
میں جاری رکھا تھا بعد وفات مورث کے ورثاء
بھی اس کے اجراء رکھنے پر مجبور رہو سکتے ہیں
یا نہیں۔ ۲۸۹

شرعاً خانقاہ کس کو کہتے ہیں۔ ۲۸۹

جس مکان میں اہل اللہ قیام پذیر ہوں یا جس
مکان میں لوگ مرید ہوا کرتے ہوں یا جس مکان
میں اہل اللہ ذکرِ الٰہی کیا کرتے ہوں یا تعلیم
ذکرِ الٰہی ہوتی ہو یا عرس یا جلسۂ سماع ہوتا ہو
یا اس مکان میں پائخانہ یا باورچی خانہ خانقاہ
ہو یا آئندگان عرس اس میں قیام کرتے ہوں
وہ ترکہ مورث ہے یا نہیں اور قابلِ تقسیم
ہے یا نہیں۔ ۲۹۰

جس مکان کے گوشۂ صحن میں قبورِ اہل اللہ
یا قبور مورث واقع ہوں وہ مکان مع صحن
بعد مستثنیٰ کرنے اراضی قبور کے شرعاً قابلِ تقسیم
ہے یا نہیں۔ ۲۹۰

جس مکان میں مورث کی ہمیشہ نشست گاہ
رہی ہو اور اس نے اس کی اصلاح و مرمت
اپنے اصراف سے کی ہو اور بلا شرکتِ غیرے
اپنا قبضہ خالص اپنی حیات تک رکھا ہے
بلکہ اپنی ضرورت میں اس مکان کو مکفول کر کے
قبضہ بھی مورث نے لیا ہے وہ مکان بعد وفات
مورث بوجہ اصراف کثیر تعمیرات مقبرہ وغیرہ
تقسیم باہم شرکاء سے محفوظ رہ سکتا ہے یا
نہیں، اور ایسا مکان وقف قرار دیا جا سکتا
ہے یا نہیں۔ ۲۹۰

فرش و شیشہ آلات و دیگر اسباب منقولہ جو
عرس میں اہل اللہ کے کار آمد ہوتا ہے
قابلِ تبلیغ وراثت ہے یا نہیں۔ ۲۹۰

جس مکان کو متعلق خانقاہ مہمان خانہ یا
لنگر خانہ موسوم کیا جائے یا جس مکان میں سجادہ
نشین رہتے چلے آئے ہوں یا جس مکان میں
مہمان عرس کے شریک ہونے والے یا تعلیم
ذکرِ الٰہی پانے والے قیام پذیر ہوا کرتے ہوں
وہ مکان شرعاً قابلِ تقسیم ہے یا نہیں۔ ۲۹۱

اگر کسی مکان کو خانقاہ کے نام سے موسوم
کیا ہو تو وہ شرعاً اس بناء پر وقف ہو سکتا
ہے یا نہیں۔ ۲۹۱

قرآن و حدیث جس سے استخراج فتاویٰ کا
ہوتا ہے اس میں کوئی تفصیل ایسی پائی جاتی
ہے کہ احکامِ طریقت اور احکامِ شریعت میں
اختلاف یا کچھ تفاوت ہو۔ ۲۹۱

ورثاء کی ناقابلیت ان کو کسی ترکہ مورث سے
محروم رکھ سکتی ہے ۲۹۱

کیا عورت بوجہ ناقابلیت کے فطرتی کسی

Marfat.com

ترکۂ مورث سے محروم رہ سکتی ہے۔ ۲۹۲

ایک شخص نے خالص بیوی کے روپے سے اپنے لئے مکان خریدا اور پچاس روپے اس نے قرض لئے پھر بیوہ، دو بیٹیاں، ایک ہمشیرہ اور پانچ بھتیجے چھوڑ کر فوت ہوگیا، اب اس کے قرض کی ادائیگی اور تقسیمِ ترکہ کی کیا صورت ہوگی۔ ۲۹۲

دین جب ترکہ سے زائد ہو تو دائنوں کو حصۂ رسد دیا جاتا ہے۔ ۲۹۲

فاسق و بدمذہب وارث کو ترکہ سے محروم کرنا بہتر و افضل ہے۔ ۲۹۵

فسق اعتقادی فسق عملی سے اشد ہے۔ ۲۹۵

بعض ورثاء کو وراثت سے محروم کرنے والے کیلئے حدیث میں وعید شدید۔ ۲۹۶

تقسیمِ ترکہ سے پہلے بعض وارثوں کا اس میں تجارت وغیرہ تصرف کرنے سے متعلق سوال۔ ۲۹۶

آفتاب بیگم فوت ہوئی اس کے وارثوں میں ایک چچا زاد بہن کا پوتا، ایک علاتی خالہ اور چار اخیافی بھتیجے ہیں جن کا باپ فوت ہوچکا ہے اس کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا۔ ۲۹۸

وصی اور وارث اپنے مال سے تجہیز و تکفین کرے تو معاوضہ پائے گا۔ ۲۹۹

تداخل سے متعلق ایک سوال کا جواب۔ ۳۰۱

مصنف علیہ الرحمہ کے فتوٰی میں مذکور قول مبارک "بل التحقیق ان لیس ھناك الا قسمان" سے متعلق مولانا ظفر الدین کا استفسار اور

مصنف علیہ الرحمہ کا پانچ تحقیقی وجوہات پر مشتمل جواب۔ ۳۰۴

وجہ اول (اولاً) ۳۰۶

محققین کے نزدیک واحد عدد نہیں ہے۔ ۳۰۶

مصنف علیہ الرحمہ کی طرف سے دلیل قاطع۔ ۳۰۶

عدد کم ہے۔ ۳۰۶

کم ایسا عرض ہے جو لذاتہ تقسیم کو قبول کرتا ہے۔ ۳۰۶

الواحد یستحیل ان یفرض فیہ شئ دون شئ والا لتعدد فلم یکن واحدا۔ ۳۰۶

انما التحلیل الی ما منہ الترکیب۔ ۳۰۶

الوحدۃ یستحیل ان تصیر وحدتین۔ ۳۰۷

الواحد وحدۃ والاثنان وحدتان وھٰکذا۔ ۳۰۷

لا یعقل للوحدۃ بعض اصلًا۔ ۳۰۷

کسور کے معنی کی تحقیق۔ ۳۰۷

وجہ دوم (ثانیاً) ۳۰۷

صفر حاشیۂ عدد نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ محض سلب ہے۔ ۳۰۷

صفر خلو مرتبہ کا نام ہے۔ ۳۰۷

وجہ سوم (ثالثاً) ۳۰۸

جمع الصفر مع عدد کا معنی۔ ۳۰۸

وجہ چہارم (رابعاً) ۳۰۸

عددیت صفر بداہت عقل سے باطل ہے۔ ۳۰۹

عدد شئ ہے اور صفر لاشئ ہے۔ ۳۰۹

Marfat.com

وجہ پنجم (خامسًا) ۳۰۹

الصفر لا یعدہ الا الصفر والصفر لا یعد الا الصفر۔ ۳۰۹

فاتحہ کا صرف ترکہ سے اصلاً مجرانہ ہوگا۔ ۳۱۱

عورت کا کفن دفن شوہر پر واجب ہے۔ ۳۱۲

زید نے عمر کے پاس انتقال کیا عمر ہی زید کا کھاتا یا اس کو کھلاتا رہا۔ اب زید کا مال اس کے وارثوں کو ملے گا یا عمر کو۔ ۳۱۲

خاندان طوائف میں نکاح کرنے سے حقِ میراث زائل ہوجاتا ہے یا شرع شریف کے مطابق حق ملتا ہے۔ ۳۱۲

بے نکاحی اولاد صرف اپنی ماں اور مادری رشتہ والوں کا حصہ پاتی ہے۔ ۳۱۲

لڑکیوں کو حصہ نہ دینا حرام ہے۔ ۳۱۴

جو شخص رسمِ ہنود پر راضی ہو اور حکمِ شریعت سے راضی نہ ہو وہ تجدیدِ اسلام کرے۔ ۳۱۴

اولاد کے عاق ہونے کا مطلب۔ ۳۱۵

باپ کے عاق کردینے سے اولاد نہ تو اولاد ہونے سے خارج ہوتی ہے اور نہ ہی میراث سے محروم ہوتی ہے۔ ۳۱۵

غیر کفو میں نکاح کب باطل ہوتا ہے۔ ۳۱۵

ایک کثیر الشقوق والمباحث مسئلہ کا جواب۔ ۳۱۶

جو صرف اولاد دختری رکھتا ہو اس کے اجداد کی اولاد ذکور میں جو مرد کتنے ہی فاصلہ پر جا کے ملتا ہو وہ اس کا عصبہ ہے۔ ۳۱۷

عصبہ کا حق اہلِ فرائض کے برابر نہیں ہوتا بلکہ متاخر ہے۔ ۳۱۷

طائفہ گنگوہیہ کی نسبت علمائے حرمین شریفین کا فتویٰ۔ ۳۱۷

مرتد کسی کا وارث نہیں ہو سکتا۔ ۳۱۸

جو شخص مرتد کی حالت پر آگاہ ہو کر اس کو قابلِ امامت سمجھے گا اس کی نماز تو درکنار ایمان بھی نہ رہے گا۔ ۳۱۸

فتویٰ قولِ امام پر دیا جائے۔ ۳۱۸

چند اصولِ افتاء ورسم المفتی۔ ۳۱۸

کسی وارث کے کالعدم کرنے کی مثالیں۔ ۳۱۸

پہلی مثال۔ ۳۲۰

دوسری مثال۔ ۳۲۰

تیسری مثال۔ ۳۲۰

چوتھی مثال۔ ۳۲۰

پانچویں مثال۔ ۳۲۱

تشحیذ اذہان فرائض داناں کے لئے ایک صورتِ بدیعہ۔ ۳۲۳

کیا تصحیح اخیر مناسخہ کبھی پھر قابلِ اختصار ہوجاتی ہے، اگر ہوجاتی ہے تو وہاں خلاصہ عمل کہ مناسخہ کے آخر میں لکھا جاتا ہے کس طرح تحریر کیا جائے۔ ۳۲۴

کافر کافر کا وارث ہے۔ ۳۲۶

ایک مسئلہ جو اکثر علماءِ زماں کی سمجھ میں سہل آنے کا نہیں۔ ۳۲۸

Marfat.com

جو جلدی کرتا ہے خطا میں پڑتا ہے (حدیث) ۳۲۸

ترکۂ سسر میں بموجودگی دیگر ورثاء بلاواسطہ براہِ مستقیم داماد کا کیا حق ہے۔ ۳۳۱

متبنٰی کرنا اور وارث بنانا اسلام میں جائز ہے یا نہیں۔ ۳۳۱

وارث بنانے کی دو صورتیں ہیں: ایک حقیقۃً، دوسری حکماً۔ ۳۳۲

ایک خاتون نے اپنے بھتیجے کو متبنّٰی بناکر پرورش کی جو اپنے آپ کو خاتون کے شوہر یعنی اپنے پھوپھا کا خلف کہلاتا ہے، تو وہ کس کا پسر متصور ہوگا اور میراث وغیرہ میں اس کی کیا صورت ہوگی۔ ۳۳۲

خَلف کا معنیٰ جانشین ہے، اور بیٹے کو بھی کہتے ہیں۔ ۳۳۴

اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو اپنا باپ کہے تو وہ شخص اس کا اصلی باپ سمجھا جائے گا یا نہیں۔ ۳۳۴

ہندہ نے انتقال کیا اور ایک زوج جو اس کا ابن الخال بھی ہے، ایک بنت العمہ اور ایک بنت الخال کو چھوڑا۔ ازروئے فقہ حنفی کے اس کا ترکہ کیسے تقسیم ہوگا۔ ۳۳۷

جہیز میں عام عرف یہ ہے کہ عورت اس کی مالک ہوتی ہے۔ ۳۳۸

جو چیز تاحینِ حیات کسی کی مِلک کر کے اس کے قبضہ میں دے دی گئی وہ اس کا مستقل مالک ہوجاتا ہے اس کی واپسی بعد موت حرام ہے۔ ۳۳۸

جہیز میراث ہے۔ ۳۴۰

لڑکا سات برس اور لڑکی نو برس کی عمر تک نانی کے پاس رہے گی پھر باپ لے لے گا۔ ۳۴۰

دنیوی فائدے کے لئے اپنے آپ کو برخلاف احکام قرآن مجید ہندو دھرم شاستر کا پابند بنانا اپنے کفر کا اقرار ہے جس پر تجدیدِ اسلام و تجدیدِ نکاح کا حکم ہے۔ ۳۴۱

زید نے انتقال کیا اور ایک زوجہ، حقیقی دادی کا ایک بھائی، حقیقی دادا کا ایک نواسہ اور والد کے دو پھوپھیرے بھائی چھوڑے ہیں، اس کا ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے گا۔ ۳۴۲

باپ کے مال میں بیٹوں کا حق بنصِ قطعی قرآن ہے، جسے کوئی رد نہیں کرسکتا۔ ۳۴۳

وراثت میں نہ نیت وارادہ مورث کو دخل ہے نہ بعض ورثاء کے عمل کو۔ ۳۴۳

مہر میراث ہے اور میراث میں افضل وغیر افضل نہیں دیکھے جاتے۔ ۳۴۴

میراث جبری ہے جو کسی کے ساقط کرنے سے ساقط نہیں ہوتی۔ ۳۴۴

زوجۂ مقتول کو محض شبہہ میں بلاشہادت عینی کے عدالت سے سزا ہوئی تو کیا ترکۂ مقتول میں حصۂ شرعی اور مہر پانے کی مستحق ہے۔ ۳۴۴

بعدِ مقتول جو لڑکا پیدا ہوا وہ ترکۂ مقتول سے حصہ پانے کا مستحق ہے یا نہیں۔ ۳۴۴

شوہر نے بیوی کے گوروکفن، فاتحہ وخیرات کے مصارف دیگر وارثوں کی اجازت سے

Marfat.com

بنیت ادا، دین مہر ادا کرے تو اس کی شرعاً کیا صورت ہوگی۔ ۳۴۵

جو مسلمان سنی المذہب ورثہ کا لین دین ہندو مذہب کے مطابق کرے اس کا شرعاً کیا حکم ہے۔ ۳۴۶

پھوپھی کا ترکہ دو بھتیجوں کو برابر ملا جس میں سے ایک بھتیجے نے پھوپھی کی بیماری اور تجہیز و تکفین کا خرچ برسی تک اپنے پاس سے کیا دوسرے بھتیجے کو نصف ادا کرنا واجب ہے یا نہیں۔ ۳۴۷

ایک ایسے سوال کا جواب جس میں رشتے بہت بعید الفاظ مجمل محتمل سے لکھے گئے ہیں۔ ۳۴۸

عاق ہونا نہ ہونا اولاد کے فعل پر ہے۔ ۳۴۹

عوام کے خیال میں عاق کرنے کا جو مفہوم ہے وہ محض باطل ہے۔ ۳۴۹

موانع خمسہ ارث۔ ۳۴۹

ایک شخص متوفی کی جائداد کسی کے پاس رہن ہے اس کا کوئی اصلی وارث نہیں ہے تو کاروائی بیع کی کس کے ساتھ ہوگی۔ ۳۵۰

دو بیویوں کے زوج کی میراث سے متعلق پانچ سوالات پر مشتمل استفتاء۔ ۳۵۰

جو لوگ بیٹیوں اور بہنوں کو ترکہ نہیں دیتے گنہگار ہیں، اور یہ کہنا کہ اُن کا کوئی حق نہیں صریح کفر ہے۔ ۳۵۲

وراثت شرعیہ کا منکر خارج از اسلام ہے وہ نہ مسجد کا متولی ہو سکتا ہے نہ اوقاف مسلمین کا۔ ۳۵۴

مہر معاف کرنے سے معاف ہو جاتا ہے۔ ۳۵۵

ترکہ معاف کرنے سے معاف نہیں ہو سکتا۔ ۳۵۵

بیٹے یا چچا کی موجودگی میں ماموں کو میراث سے کوئی حصہ نہیں ملتا۔ ۳۵۵

غریب کی اعانت کا بیشک حکم ہے مگر اپنے مال سے نہ کہ پرائے مال سے۔ ۳۵۵

مہر معجل کی ادائیگی پیش از رخصت ضروری ہے ورنہ جب عورت طلب کرے۔ ۳۵۶

بے ثبوت شرعی طلاق ہرگز نہیں مانی جا سکتی عورت ضرور مستحق میراث ہے۔ ۳۵۶

مسائل ذوی الارحام میں فتویٰ کس کے قول پر ہے۔ ۳۵۶

ایک شخص کا انتقال ہوا جس نے ایک دادی، ایک نانی، باپ اور بہن چھوڑے ہیں تقسیم ترکہ کیسے ہوگا۔ ۳۵۶

خالہ زاد بہن بھائی کے ہوتے ہوئے پردادا کے پوتے کا نواسہ محروم رہتا ہے کیونکہ درجے میں وہ اولادِ خالہ سے بعید ہے۔ ۳۶۰

عورت کے اسباب جہیزی میں میراث سے متعلق سوال۔ ۳۶۰

مسلمان اور کافر کے درمیان توریث کا حکم شرعی۔ ۳۶۱

مسلمان ہونے سے ملک زائل نہیں ہوتی۔ ۳۶۱

اسلام قاطع ملک نہیں۔ ۳۶۱

عاق کر دینا شرع میں کوئی اصل نہیں رکھتا اور نہ ہی اس سے میراث ساقط ہوتی ہے۔ ۳۶۲

Marfat.com

فاسق کو میراث سے محروم کر دینے کی اجازت ہے ۔ ۲۶۲

تقسیم جائداد کا جواب بے تفصیل کامل ورثاء و ترتیب اموات نہیں ہو سکتا۔ ۲۶۳

فاسق اور بدچلن بیٹے کو میراث سے محروم کرنے کا طریقہ۔ ۲۶۴

مرض الموت سے ہبہ کر کے قبضہ دلا دیا تو دوسرے وارثوں کا اس میں کوئی حق نہیں۔ ۲۶۴

مہر کی مالک عورت ہے۔ ۲۶۵

دین غیر مدیون کے ہاتھ بیع نہیں ہو سکتا۔ ۲۶۵

وارثوں کی اجازت کے بغیر ترکہ کا مال مسجد میں لگانا جائز نہیں۔ ۲۶۶

عورتوں کو میراث سے محروم کرنا حرام قطعی، اتباع ہنود اور شریعت مطہرہ سے منہ پھیرنا ہے ۔ ۲۶۶

ایک سوال کا جواب جو زائد باتوں سے بہت مفصل اور ضروری باتوں سے نہایت مجمل ہے ۔ ۲۶۷

شریعت مطہرہ نے پدر و وصی پدر کے بعد نابالغ کے مال کا ولی اس کے دادا کو بنایا ہے ۔ ۲۶۸

ماں ولی مال نہیں ہو سکتی ۔ ۲۶۸

قبضہ سے قبل واہب یا موہوب لہ فوت ہو جائے تو ہبہ باطل ہو جاتا ہے ۔ ۲۶۹

بیع بوجہ جہالت ثمن باطل ہوتی ہے ۔ ۲۶۹

فاسد بیع میں قبضہ سے قبل مشتری مالک نہیں ہوتا ۲۶۹

نابالغہ کا بھائی بالغ موجود ہو تو ماں کو ولایت نکاح حاصل نہ ہوگی۔ ۲۷۰

احوال ام سے متعلق سراجی کی ایک عبارت کا مطلب ۔ ۲۷۰

بیوہ کا کل جائداد پر قبضہ کرنا اور وارثوں کو نہ دینا ظلم ہے ۔ ۲۷۱

روافض کے احکام مرتدوں جیسے ہیں ۔ ۲۷۱

اختلاف دین مانع ارث ہے ۔ ۲۷۱

ایک شخص سنی المذہب کا انتقال ہوا اس نے دو بہنیں سنی المذہب اور ایک بہن شیعی المذہب چھوڑی، اس صورت میں شرعاً تقسیم ترکہ کس صورت میں ہوگا۔ ۲۷۱

زید نے تین لڑکے اور چھ لڑکیاں چھوڑ کر انتقال کیا لڑکے مشترکہ مال میں تجارت کرتے رہے اور کچھ نفع بھی حاصل کیا اب لڑکیاں حصہ مانگتی ہیں تو اس کی کیا صورت ہوگی ۔ ۲۷۲

مال غصب پر حاصل کئے جانے والے نفع کا شرعی حکم۔ ۲۷۳

زید نے زوجہ کو دیئے گئے زیور کا مالک نہیں بنایا اور نہ ہی عرف و رواج سے مالک ہونا مفہوم ہوتا ہے تو زید ہی اس کا مالک ہے ۔ ۲۷۴

نابالغہ لڑکی کا ولی اس کا باپ ہے نہ کہ نانا نانی ۔ ۲۷۴

ذوی الارحام کی صنف رابع کی اولاد کے قاعدۂ تحریمی سے متعلق سراج الفقہاء مولانا سراج احمد خانپوری علیہ الرحمہ کا استفتاء مرسلہ جناب احمد بخش چشتی سجادہ نشین چشتیاں شریف بہاولپور۔ ۲۷۴

Marfat.com

مکتوب بنام صدر الشریعۃ مولانا امجد علی صاحب علیہ الرحمہ۔ ٣٧٨
محققانہ جواب از اعلیحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ۔ ٣٧٨
یہاں دو مسئلے ہیں: اول بحالتِ اختلاف بھی ولدالوارث کو ترجیح ہے یا نہیں۔ دوم اگر ہے تو قوت قرابت بھی مرجح ہے یا نہیں۔ ٣٧٨
کتاب "حل المشکلات" مصنفہ ٩٦۴ھ کے مصنف مولانا فاضل شجاع بن نور اللہ القروی ہیں۔ ٣٧٩
مختصر الفرائض ١٢١١ھ اور زبدۃ الفرائض کے مصنفوں کا نام۔ ٣٧٩
چند ضروری تنبیہات۔ ٣٨١
پہلی تنبیہ (اولاً) ٣٨١
ہدایہ میں کتاب الفرائض نہیں ہے حالانکہ اس کے ماخذ ثانی مختصر القدوری میں فرائض ہے۔ ٣٨١
دوسری تنبیہ (ثانیاً) ٣٨١
وہ شروحِ ہدایہ جن میں فرائض نہیں۔ ٣٨١
تیسری تنبیہ (ثالثاً) ٣٨٢
کنز کی ایک عبارت پر بحث۔ ٣٨٢
چوتھی تنبیہ (رابعاً) ٣٨٣
پانچویں تنبیہ (خامساً) ٣٨٣
بعد استواء درجہ تقدم ولد الوارث کا حکم عام ہے۔ ٣٨٣
چھٹی تنبیہ (سادساً) ٣٨٣
متون وہ مختصرات ہیں کہ ائمہ حفظِ مذہب کے لئے لکھتے ہیں۔ ٣٨٤
سراجیہ، منیہ اور اشباہ کا مرتبہ۔ ٣٨٤
ساتویں تنبیہ (سابعاً) ٣٨٤
امام سرخسی نے مبسوط میں تمام کتب ظاہر الروایہ کو جمع فرمایا ہے۔ ٣٨٥
مبسوط شریف کا نص ملخص۔ ٣٩٣
اولاد صنف رابع کا قانون صحیح و معتمد۔ ٣٩٤

تاریخ وتذکرہ وحکایاتِ صالحین

جس نے کسی کو سرکار سے زیادہ علم والا بتایا اس نے سرکار کو گالی دی۔ ٣٩٥
ذریتِ شیطان کے بارے میں چند اقوال۔ ٣٩٦
شبِ معراج نماز پنجگانہ کی فرضیت احادیثِ متواترہ سے ثابت ہے۔ ٣٩٦
ہاروت و ماروت کے واقعہ کی حقیقت۔ ٣٩٧
سیدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی روحِ اقدس نے شبِ معراج براق پر سوار ہونے کے وقت حضور کو کاندھا دیا یا نہیں، اس امر کا بیان۔ ٣٩٨
قرآن پر اعراب کس نے لگائے۔ ٣٩٩
حسین بن منصور حلاج کے انا الحق کہنے کا واقعہ۔ ۴٠٠
کیا الیاس و خضر علیہما السلام نبی ہیں۔ ۴٠١
حائکہ اور جوتا سینے کا پیشہ کن اولیاء نے اپنایا۔ ۴٠٢

Marfat.com

حضرت الیاس وخضر علیہما السلام دونوں ہر
سال حج کے لئے تشریف لے جاتے ہیں،
آبِ زم زم پیتے ہیں اور وہی سال بھر تک کیلئے
کفایت کرتا ہے۔ ۴۰۱
شہادتِ امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے
منکر کا حکم۔ ۴۰۳
○ رسالہ نطق الہلال بارخ ولاد
الحبیب والوصال (۱۳۱۷ھ)
(حضور کی ولادت مبارکہ اور وصال اقدس
کی صحیح تاریخ باعتبار قمری ماہ وسال) ۴۰۵
فصل اوّل ۴۰۵
مسئلہ اولیٰ: استقرارِ نطفہ زکیہ سید عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کس ماہ وتاریخ میں ہوا۔ ۴۰۵
مسئلہ ثانیہ: دن کیا تھا۔ ۴۰۶
مسئلہ ثالثہ: مدتِ حمل شریف کس قدر تھی۔ ۴۰۷
مسئلہ رابعہ: ولادتِ شریفہ کا دن کیا تھا۔ ۴۰۸
مسئلہ خامسہ: ولادت شریف کا مہینہ
کون سا تھا۔ ۴۰۸
زمانۂ جاہلیت میں مہینوں کی تعیین کس طرح
ہوتی تھی۔ ۴۰۹
حضور کی تاریخِ ولادت مشہور وراجح قول کے
مطابق ۱۲ ربیع الاول شریف ہے۔ ۴۱۱
مسئلہ سادسہ، ۱۲ ربیع الاول کو تاریخ و
سنہ عیسوی کیا تھی۔ ۴۱۴
فصل دوم ۴۱۴
وصال اقدس ربیع الاول میں بروز دوشنبہ ہوا۔ ۴۱۵
حجۃ الوداع بالاتفاق جمعہ کو ہوا۔ ۴۱۸
حرمین طیبین میں رؤیت ہلال کے اختلاف
کی کیفیت۔ ۴۲۱
متواتر ۲۹ کے تین اور تیس کے چار مہینوں سے
زیادہ نہیں ہوتے۔ ۴۲۳
دلیل اول ۴۲۴
دلیل دوم ۴۲۴
علمِ توقیت وہیئت سے اس بات کی تحقیق کہ
وصال اقدس ۱۲ ربیع الاول بروز دوشنبہ
مطابق ۸ جون ۶۳۲ عیسوی کو ہوا۔ ۴۲۶
کچھ کتابوں میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی تاریخِ ولادت ۹ ربیع الاول درج ہے
کیا یہ صحیح ہے، اور کیا عیدِ میلاد ۹ ربیع الاول
کو کی جائے۔ ۴۲۷
مشہور عند الجمہور ۱۲ ربیع الاول اور علم زیجات
وہیأت کے حساب سے ۸ ربیع الاول تاریخِ
ولادت ہے، ۹ ربیع الاول کسی حساب سے
صحیح نہیں۔ ۴۲۷
أستنِ حنانہ کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی گئی اور
دفن کرنا ایک روایت میں آیا ہے۔ ۴۲۸
حضور علیہ السلام کی دجال کے ساتھ ملاقات
اور حضرت عمر کے دجال کو تلوار مارنے کا واقعہ
جھوٹ اور افترا ہے۔ ۴۲۹
طبرانی، صاحبِ عقد الفرید اور صاحب خلل ایام

Marfat.com

کے بارے میں سوال کا جواب۔ ۴۲۹

بارہ اماموں کے بارے میں سوال۔ ۴۳۰

حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سلام پہنچایا۔ ۴۳۰

امامت سے کیا مراد ہے۔ ۴۳۰

صحاح میں صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایات بہت کم ہیں۔ ۴۳۱

رحمتِ الٰہی نے حصے تقسیم فرما دیئے ہیں کسی کو خدمتِ الفاظ، کسی کو خدمتِ معانی، کسی کو تحصیلِ مقاصد اور کسی کو ایصال الی المطلوب۔ ۴۳۱

امام احمد امام شافعی کے شاگرد ہیں۔ ۴۳۱

امام شافعی امام اعظم کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ ۴۳۱

حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مزارات کہاں ہیں۔ ۴۳۲

حضرت سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسمائے گرامی۔ ۴۳۲

سرکار غوث پاک کے امام احمد کو خواب میں دیکھنے والی روایت صحیح نہیں۔ ۴۳۳

سیدا احمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صلبی اولاد نہیں تھی۔ ۴۳۳

کیا سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بارے میں تمام روایات ضعیف ہیں۔ ۴۳۴

شاہ مدار کے خلفائے کے بارے تمام باتیں بے سروپا ہیں۔ ۴۳۴

سورۂ فاتحہ کا نزول کسی خاص واقعہ کے لئے نہیں۔ ۴۳۵

آیات انما اموالکم و اولادکم فتنۃ اور یایھا الذین اٰمنوا لا تلھکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ سے خطاب عام ہے خاص اشخاص مراد نہیں ہیں۔ ۴۳۵

خضر علیہ السلام مالک بری ہیں یا بحری۔ ۴۳۶

ادریس علیہ السلام آسمان پر ہیں۔ ۴۳۶

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں ایک غلط روایت۔ ۴۳۶

ایک روایت کے بارے میں سوال جو بعض کتبِ تصوف میں ہے۔ ۴۳۷

سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقیناً قطعاً اجل ساداتِ کرام سے ہیں۔ ۴۳۷

روافضِ زمانہ کفار مرتدین ہیں۔ ۴۳۸

رافضیوں کے یہاں معیارِ سیادت رفض ہے وہ سنی کو سید نہیں مانتے۔ ۴۳۸

○ رسالہ جمع القرآن وبم عزوہ لعثمان (۱۳۲۲ھ) ۴۳۹

(جمع قرآن کی تاریخ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اس کو منسوب کرنے کا سبب) ۴۳۹

قرآن عظیم کی جمع و ترتیبِ آیات و تکمیل و تفصیلِ سور

Marfat.com

زمانۂ اقدس حضور پُرنور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بامرِ الٰہی حسب بیان جبرائیل واقع ہوئی۔ ۴۴۹
قرآن مجید صحابہ کے سینوں، کاغذوں، پتھروں اور ہڈیوں وغیرہ پر تھا سارا قرآن مجموع نہ تھا۔ ۴۴۰
جنگ یمامہ اور تدوینِ قرآن مجید۔ ۴۴۰
فاروق اعظم کی تحریک پر صدیق اکبر نے زید بن ثابت کو جمعِ قرآن کا حکم دیا رضی اللہ تعالےٰ عنہم۔ ۴۴۰
قرآنی صحیفے کس کس کے پاس رہے۔ ۴۴۰
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانۂ اقدس میں ہر قوم عرب کو اپنے طرز و لہجہ میں قرات کی اجازت تھی۔ ۴۴۱
امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضرت علی مرتضیٰ و دیگر اعیان صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے مشورہ سے تمام لوگوں کو خالص لغتِ قریش کے مطابق پڑھنے کا پابند کر دیا۔ ۴۴۱
عثمان غنی نے صحائف کی نقلیں تیار کرا کے مختلف شہروں میں بھیج دیں۔ ۴۴۱
صحائفِ صدیقی خلافتِ امیر معاویہ تک محفوظ تھے پھر مروان نے لے کر چاک کر دیئے۔ ۴۴۱
حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو صحائفِ صدیقی کی نقلیں کرا کے بلادِ اسلام میں بھیجنے کی وجہ سے "جامع قرآن" کہا جاتا ہے ورنہ حقیقۃً جامع قرآن خود اللہ رب العزۃ اور بنظرِ ظاہر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، اور ایک جگہ اجتماع کے لحاظ سے سب میں پہلے جامع القرآن صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، تائید میں روایات۔ ۴۴۲
اس سوال کا جواب کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جامع قرآن مجید کس رُو سے کہتے ہیں۔ ۴۵۰
آیاتِ قرآنیہ اسی ترتیب جمیل پر مسلمانوں کے ہاتھ میں ہیں جس ترتیب سے لوحِ محفوظ میں تھیں۔ ۴۵۰
قرآن مجید تئیس ۲۳ برس میں اُترا۔ ۴۵۰
سورتوں اور آیتوں کی ترتیب خود رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بتا دیا کرتے تھے۔ ۴۵۰
وہابیہ کا یہ شبہہ جس پر آدھی وہابیت کا دار و مدار ہے کہ جو فعل رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ کیا دوسرا کیا ان سے زیادہ مصالح دین جانتا ہے کہ اُسے کرے گا باجماعِ صحابہ مردود قرار پایا۔ ۴۵۲
جمعِ قرآن کے سلسلے میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین کام کئے جس کی وجہ سے آپ کو "جامع القرآن" کہا جاتا ہے۔ ۴۵۲

قواعدِ تفسیریہ وعلومِ قرآن

ایک آیت کا شانِ نزول۔ ۴۵۳
حدیثِ ثعلبہ صحیح ہے یا حسن یا ضعیف یا موضوع۔ ۴۵۳
ثعلبہ بن حاطب غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے اور ثعلبہ بن ابی حاطب عہدِ عثمانی میں مرا۔ ۴۵۴
حاشا اللہ نور و ظلمت کیونکر جمع ہو سکتے ہیں۔ ۴۵۴

Marfat.com

ثعلبہ بن حاطب اور ثعلبہ بن ابی حاطب کے درمیان ایمان و نفاق کا فرق ہے۔	۴۵۷
شاہ عبد القادر صاحب کے ترجمہ میں بعض ناپسندیدہ الفاظ کی نشاندہی۔	۴۵۷
شیخ سعدی شیرازی کے ترجمۂ قرآن کی خوبی۔	۴۵۸
عالین کے معنیٰ کی تشریح۔	۴۵۹
ایک آیت میں شیطان کی صفت "عالین" سے ہونا بیان کی گئی ہے اس کی تشریح منیب۔	۴۵۹
بعد ولادتِ حضرت عیسٰی علیہ السلام حضرت مریم بنت عمران باکرہ تھیں یا نہیں۔	۴۶۰
قرآن مجید میں ناسخ آیتیں کتنی ہیں اور منسوخ کتنی۔	۴۶۰
آنحضرت اور حضرت عیسٰی علیہما الصلوٰۃ والسلام کے درمیان کوئی اور رسول تھے یا نہیں۔	۴۶۰
حضرت سیدہ مریم جنت میں سرکار کے نکاح اقدس سے مشرف ہوں گی۔	۴۶۰
حضرت عیسٰی و حضور علیہما السلام کے درمیان کوئی نبی مبعوث نہیں ہوئے۔	۴۶۲
اولی الامر سے مراد علماءِ دین ہیں۔	۴۶۳
یزید پلید علیہ ما یستحقہ اولی الامر میں سے نہیں۔	۴۶۳
اس حدیث کا مطلب کہ "جس نے امام وقت کو نہ پہچانا اس کی موت جاہلیت پر ہوگی۔	۴۶۴
"دین" عربی زبان میں دس معنیٰ پر مشتمل ہے۔	۴۶۴

رسالہ الصمصام علیٰ مشکک فی اٰیۃ علوم الارحام (۱۳۱۵ھ)

(اس شخص کی گردن پر کاٹنے والی تلوار جس کو ان آیتوں کے بارے میں شک ہے جن کا تعلق علمِ ارحام سے ہے)	۴۶۷
آیاتِ ارحام کی تفسیر و تشریح۔	۴۶۸
کسی آلہ کے ذریعہ پیٹ میں موجود بچّہ کے بارے میں یہ جان لینا کہ یہ مذکر ہے یا مؤنث،	
آیاتِ ارحام کے قطعاً منافی نہیں۔	۴۷۰
علمِ باری اور ان جدید آلات کے ذریعے حاصل علوم کے درمیان فرق چند وجوہ پر ہے۔	۴۷۱
اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبوں کو بے شمار علوم عطا فرمائے۔	۴۷۲
آلہ کے ذریعے بچّے کے مذکر و مؤنث ہونے کی کچھ نشانیاں معلوم ہو جاتی ہیں۔	۴۷۵
خالق کے مقابل مخلوق کے علم کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔	۴۷۷
ایک مثال کے ذریعہ وضاحت۔	۴۷۸
نصاریٰ کے عقائد فاسدہ کی تفصیل۔	۴۸۱
لوط علیہ السلام و داؤد علیہ السلام کی شانِ اقدس میں صریح گستاخی۔	۴۸۳
آیت کریمہ "لا یموت فیہا ولا یحییٰ" میں ارتفاعِ نقیضین کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔	۴۸۸
"فلما اخذتہم الرجفۃ" میں رجفہ کی معنوی تحقیق۔	۴۸۹

Marfat.com

ایک تفسیری قول کے حوالہ کے بارے میں سوال کا جواب۔ ۴۸۹
پاروں پر تقسیم امیر المومنین عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ کی، نہ کسی صحابی نے نہ کسی تابعی نے، معلوم نہیں اس کی ابتدا کس نے کی، یہ بہت حادث ہے۔ ۴۹۲
قرآن مجید پر اعراب کب لگائے گئے۔ ۴۹۳
تفسیر قادری کے بارے میں ایک سوال کا جواب۔ ۴۹۳

محافل و مجالس

(میلاد و گیارھویں شریف وغیرہ)

رسالہ اقامۃ القیامۃ علیٰ طاعن القیام لنبی تہامہ (۱۲۹۹ھ)
(محفل میلاد میں بوقتِ ذکرِ ولادت قیامِ تعظیمی کا ثبوت اور منکرین کا ردِّ بلیغ) ۴۹۵
دو مقام واجب الاعلام۔ ۴۹۷
مقامِ اول۔ ۴۹۷
قرآن کریم سمجھنے کے لئے دو مبارک قانون۔ ۴۹۸
قانون اول۔ ۴۹۸
قانون دوم۔ ۴۹۸
حوادث غیر متناہی ہیں۔ ۵۰۰
ہر زمانہ میں ایک گروہ سوادِ اعظم حق پر رہے گا۔ ۵۰۰
زمانہ کے اعتبار سے کتبِ دینیہ کی ترتیب و تصنیف۔ ۵۰۲
حوادثِ زمانہ کے اعتبار سے نو پید مسائل میں اس زمانے کے مستند علماء کی سند کافی ہے۔ ۵۰۲
اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام کا آغاز ۷۸۱ھ میں ہوا۔ ۵۰۳
وہابیہ کے منہ سے قرآن وحدیث کا نام محض برائے تسکینِ عوام ہے۔ ۵۰۴
غیر مقلدین اہلِ ہوا ہیں۔ ۵۰۴
وہابیہ کے نزدیک ائمہ، صحابہ، انبیاء بلکہ خود خدا بھی مشرک ہے۔ معاذاللہ۔ ۵۰۴
ذکرِ ولادت کے وقت قیام صدہا سال سے بلادِ اسلام بلکہ حرمین طیبین میں معتبر و مقبول ہے۔ ۵۰۴
امام سبکی اور کثیر علماء نے بوقتِ ذکرِ ولادت مدح سرکار قیام فرمایا۔ ۵۰۵
غیر مقلد وہابیہ بھی امام سبکی کو بالاجماع امامِ جلیل مانتے ہیں۔ ۵۰۶
فاضلِ اجل جعفر علوی مدنی کے نزدیک قیام مستحب ہے اور اُمت کا اجماع گمراہی پر نہیں ہوسکتا۔ ۵۰۷
شبِ ولادت خوشی منانا اور میلاد شریف پڑھنا حاضرین کو کھانا کھلانا یہ سب تعظیمِ رسول سے ہے۔ ۵۰۹
ذکرِ ولادت کے وقت رُوحِ اقدس حضور جلوہ فرما ہوتی ہے۔ ۵۱۱

Marfat.com

یہ قیام ائمہ کے درمیان متوارث چلا آیا ہے۔ ۵۱۲

احیاء العلوم سے قیام کا ثبوت۔ ۵۱۴

بدعت کی اقسام کا بیان۔ ۵۱۵

مجلس وقیام کا منکر بدعتی ہے۔ ۵۱۶

حدیث پاک کہ "جس چیز کو مسلمان نیک جانیں وہ نیک ہے۔ ۵۱۶

میلاد وقیام سے متعلق استحباب کا فتویٰ جس پر تیس علماء کی مہریں ہیں۔ ۵۱۶

علمائے حرمین کے متعدد فتاویٰ۔ ۵۱۶

بیس ممالک کے علماء کے فتاویٰ۔ ۵۲۱

سوادِ اعظم کی پیروی کرنا حدیث شریف سے ثابت ہے۔ ۵۲۲

ذکرِ رسول کی تعظیم مثلِ تعظیمِ رسول ہے۔ ۵۲۳

لطیفہ نظیفہ۔ ۵۲۳

خود وہابیہ کے عمدۃ المحدثین بھی قیام کو مستحب قرار دے چکے۔ ۵۲۴

مقامِ دوم۔ ۵۲۵

چند اجمالی نکتے۔ ۵۲۵

پہلا نکتہ۔ ۵۲۵

اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ ۵۲۵

حرمت وکراہت کے لئے دلیل درکار ہے۔ ۵۲۶

دوسرا نکتہ۔ ۵۲۸

عموم واطلاق سے استدلال صحابہ سے لے کر آج تک شائع ہے۔ ۵۲۸

جس بات کو شرع نے محمود فرمایا وہ ہمیشہ محمود رہے گی جب تک کسی صورتِ خاصہ کی ممانعت خاص شرع سے نہ آجائے۔ ۵۲۸

مطلق ذکرِ الٰہی کی خوبی قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ ۵۲۸

ہر ہر خصوصیت کا ثبوت شرع سے ضروری نہیں۔ ۵۲۸

پاخانہ میں بیٹھ کر زبان سے یادِ الٰہی کرنا ممنوع ہے۔ ۵۲۸

ورفعنا لك ذكرك کی تفسیر۔ ۵۳۰

محمد مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی یاد بعینہٖ خدا کی یاد ہے۔ ۵۳۰

ولادت اقدس صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام نعمتوں کی اصل ہے۔ ۵۳۰

نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر مسلمان کا ایمان ہے۔ ۵۳۰

بوجہ اطلاق آیاتِ تعظیم رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جس طریقے سے کی جائے حسن ومحمود رہے گی۔ ۵۳۱

حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو سجدہ کرنا ممنوع ہے۔ ۵۳۱

ذبح کے وقت تکبیر کی بجائے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام لینا ممنوع ہے۔ ۵۳۱

تنبیہ۔ ۵۳۱

تابعین وتبع تابعین تو درکنار خود قرآن مجید سے مجلس وقیام کی خوبی ثابت ہے۔ ۵۳۱

Marfat.com

تیسرا نکتہ۔ ۵۳۱
چوتھا نکتہ۔ ۵۳۲
شرعاً و عقلاً کسی طرح زمانے کو احکام شرع یا کسی فعل کی تحسین و تقبیح پر قابو نہیں۔ ۵۳۲
کسی چیز کا نو پید ہونا موجبِ کراہت نہیں۔ ۵۳۲
بہتیری بدعتیں مستحب بلکہ واجب ہوتی ہیں۔ ۵۳۲
امام غزالی فرماتے ہیں کہ ہر بدعت بُری نہیں۔ ۵۳۲
اقسامِ بدعت۔ ۵۳۳
پانچواں نکتہ۔ ۵۳۴
خیر القرون قرنی سے ہرگز ہر بدعت کا گمراہی ہونا ثابت نہیں۔ ۵۳۴
علماءِ دین کسی وقت میں مصدر و مظہرِ شر نہیں ہوتے۔ ۵۳۵
چھٹا نکتہ۔ ۵۳۵
کسی زمانے کی تعریف اور اس کے مابعد کا احادیث میں مذکور رہنا اس کو مستلزم نہیں کہ اس زمانے کے محدثات خیر ٹھہریں۔ ۵۳۶
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور معنیِ حدیث "خیر القرون قرنی"۔ ۵۳۶
قرن کا معنیٰ۔ ۵۳۶
ساتواں نکتہ۔ ۵۳۷
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت کا ایک گروہ ہمیشہ خدا کے حکم پر قائم رہے گا۔ ۵۳۸
آٹھواں نکتہ۔ ۵۳۹
صحابہ کے اقوال اس بات پر خود شاہد ہیں کہ ہمارے زمانے میں ہونا خیر ہونے کی دلیل نہیں۔ ۵۳۹
نواں نکتہ۔ ۵۴۰
بات فی نفسہٖ اچھی ہونی چاہئے خواہ پیشوائے دین نے نہ کی ہو۔ ۵۴۰
جمعِ قرآن کا قصہ۔ ۵۴۰
دسواں نکتہ۔ ۵۴۲
گیارھواں نکتہ۔ ۵۴۳
فعل جواز پر دلالت کرتا ہے لیکن عدمِ فعل ہرگز ممانعت پر دال نہیں۔ ۵۴۳
بارھواں نکتہ۔ ۵۴۴
تیرھواں نکتہ۔ ۵۴۵
چودھواں نکتہ۔ ۵۴۵
جس بات کو حضور کی تعظیم میں زیادہ دخل ہو وہ بہتر ہے۔ ۵۴۶
چند مثالیں ان امور کی جو در بارۂ تعظیم و آداب حادث ہوئے۔ ۵۴۶
مثال اول ۵۴۷
مثال دوم ۵۴۸
امام مالک مدینے میں سواری پر سوار نہ ہوتے۔ ۵۴۸
مثال سوم ۵۴۸
مثال چہارم ۵۴۸
مثال پنجم ۵۴۸
مثال ششم ۵۴۹
مثال ہفتم ۵۴۹
تصدیقات علماء کرام: مولانا ارشاد حسین

Marfat.com

صاحب رامپوری۔ ٥٥٠
مولانا عبد القادر صاحب محب رسول بدایونی ٥٥١
مولانا عبد المقتدر صاحب ٥٥١
مولانا سلامت اللہ صاحب رامپوری و
دیگر علماء۔ ٥٥٢
قیام مولود شریف ہاتھ باندھ کر ہونا بہتر ہے
جیسے حاضری روضۂ انور کے وقت حکم ہے۔ ٥٥٢
قیام مولود کب مستحب، کب سنت اور کب
واجب ہے۔ ٥٥٣
آج کل جو میلاد مروّج ہے مع زیب و زینت و
اہتمام، اس کے متعلق حکم شرعی۔ ٥٥٣

تصوف و طریقت و آداب بیعت و پیری و مریدی

عشق میں اہل ہدایت کے مقام۔ ٥٥٥
مقام اول (ادنیٰ) ٥٥٦
مقام جوشش عشق و رشک۔ ٥٥٦
مقام دوم (اوسط) ٥٥٦
مقام فنائے ارادہ در محبوب ٥٥٦
مقام سوم (اعلیٰ) ٥٥٦
مقام فناء فی المحبوب۔ ٥٥٦
مدار صاحب کا سلسلۂ بیعت جاری نہیں،
محض تبرک کے لئے اکابر میں جاری ہوا۔ ٥٥٧
سلسلہ قادریہ افضل السلاسل ہے۔ ٥٥٧
مرید و طالب میں فرق۔ ٥٥٨
شاہ بدیع الدین مدار صاحب اکابر اولیاء میں
سے ہیں۔ ٥٥٩
سیدنا غوث اعظم امام مہدی کے ظہور تک
غوث الاغواث ہیں اور تمام اولیاء کی گردن
پر آپ کا قدم ہے۔ ٥٥٩
شاہ ولی اللہ صاحب کی کتاب سے استدلال
کہ خداوند قدوس پیر کی شکل میں متشکل ہوتا ہے
غلط فہمی ہے۔ ٥٦٢
پیر کا حق کیا ہے۔ ٥٦٢
کیا شیخ اپنی زوجہ کو بیعت کر سکتا ہے۔ ٥٦٣
کرامت اور فیض میں فرق۔ ٥٦٤
بیعت غائبانہ ہو سکتی ہے۔ ٥٦٥
حضرت سیدنا غوث اعظم سید الاولیاء ہیں،
حضرت شاہ مدار کو ان سے افضل کہنا جہالت ہے۔ ٥٦٦
بیعت کے لئے لازم ہے کہ پیر چار شرطوں کا
جامع ہو۔ ٥٦٦
بیعت جبراً نہیں ہوتی والدین کی اجازت کے
بغیر ہو سکتی ہے۔ ٥٦٧
اگر پیر جامع شرائط نہیں تو اس کو چھوڑ کر دوسرے
کی بیعت جائز ہے۔ ٥٦٨
بیعت بذریعہ خط و کتابت بھی جائز ہے ٥٦٨
اصل ارادت فعل قلب ہے۔ ٥٦٨
خاندان اقدس قادری تمام خاندانوں سے
افضل ہے۔ ٥٦٨
سیدنا غوث اعظم قطب ارشاد ہیں۔ ٥٦٨
جو پتہ یا درخت بوجہ غفلت تسبیح گر جائے یا جانور

Marfat.com

ذبح کردیا جاتا ہے تو پھر بعد از سزائے غفلت اس کا تسبیح میں مشغول ہونا ثابت ہے یا نہیں۔ ۵۶۹
مرید ہونا سنت ہے۔ ۵۷۰
مرید ہونے کا فائدہ اور اس کی ضرورت۔ ۵۷۰
جس کا پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہے۔ ۵۷۰
ایک پیر کے بارے میں سوال جو خرقۂ فقر و اجازت کے بغیر لوگوں کو بیعت کرنے لگا۔ ۵۷۰
رسم پیری و مریدی کے لئے چند شرائط ہیں۔ ۵۷۱
پیر کامل میسر نہ ہو تو طالب خدا کو درود شریف کی کثرت کرنی چاہیے۔ ۵۷۴
اگر کوئی مسلمان طریقۂ معرفت میں کسی کا مرید نہ ہو تو کیا حشر میں اس کا پیر شیطان ہوگا۔ ۵۷۴
من لا شیخ لہ فشیخہ الشیطٰن کا مصداق کون لوگ ہیں۔ ۵۷۵
شیخ جامع شرائط کے ہاتھ پر بیعت سنت متوارثہ مسلمین ہے۔ ۵۷۵
اپنے پیر کے وصال کے بعد دوسرے کا مرید ہونا جائز ہے۔ ۵۷۵
پیر کو چار شرائط کا جامع ہونا ضروری ہے۔ ۵۷۵
سید ہونا پیر کے لئے لازمی نہیں۔ ۵۷۶
کوئی شخص سلسلہ قادریہ میں مرید ہونے کے بعد سلسلہ نقشبندیہ میں مرید ہوسکتا ہے یا نہیں۔ ۵۷۶
بلا ضرورتِ شرعیہ شیخ تبدیل کرنا جائز نہیں۔ ۵۷۷

مکتوباتِ امام ربانی کا ذکرِ خیر۔ ۵۷۷
پیر سُنی صحیح العقیدہ عالم کی طرف رجوع نہ ہونا شیطانی وسوسہ ہے۔ ۵۷۷
پیرا مریدی کی ایک رسم کے بارے میں سوال۔ ۵۷۷
مدار صاحب اور اُن کے دو خلیفوں احسن اور رحمن جتی کے بارے میں سوال۔ ۵۷۸
ایک دن کا بچہ بھی اپنے ولی کی اجازت سے مرید ہوسکتا ہے۔ ۵۷۸
جو شخص کسی شیخ جامع شرائط کے ہاتھ پر بیعت ہوچکا ہو تو دوسروں کے ہاتھ پر بیعت نہ چاہیے۔ ۵۷۹
جو مرید دو پیروں کے درمیان مشترک ہو وہ کامیاب نہیں ہوتا۔ ۵۷۹
دوسرے جامع شرائط پیر سے طلبِ فیض میں حرج نہیں۔ ۵۷۹
شیخ ثانی کا طالب ہونا جائز ہے مگر اپنی ارادت شیخ اوّل سے ہی رکھے۔ ۵۸۰
خلفاء راشدین کی بیعت ہر خلافت کے وقت ہونے کی وجہ۔ ۵۸۰
حقوقِ پیر۔ ۵۸۱
پیر کے بارے میں شیخ عطار کے اشعار۔ ۵۸۳
جامع شرائط پیر کے ہاتھ پر بیعت کے لئے والدین یا شوہر کی اجازت ضروری نہیں۔ ۵۸۴
جہل سے طلب اولیٰ ہے مگر پیر صحیح سے انحراف

Marfat.com

جائز نہیں۔ ۵۸۴
اگر کوئی مرشد دُور ہو تو بذریعہ قاصد یا بذریعہ خط بیعت ہوسکتی ہے۔ ۵۸۵
کلمہ طیبہ مکمل یا اس کی جزء دوم کا ورد کیا جائے تو ساتھ درود بھی پڑھا جائے۔ ۵۸۵
کلمہ طیبہ کی جزء اول گرم اور جزء ثانی ٹھنڈی ہے۔ ۵۸۵
ایک غیر منقوط درود شریف۔ ۵۸۵
زید مروّج پیری مریدی کو سنّت نہیں مانتا اور سنّت ماننے والے اپنے استاذ کے پیچھے نماز بھی نہیں پڑھتا اور مخالفت کرتا ہے، زید کے بارے میں حکمِ شرعی کیا ہے۔ ۵۸۵
بیعت سنّتِ محبوبہ ہے اس پر دلائل۔ ۵۸۶
بیعت کو خاص جہاد سمجھنا جہالت ہے۔ ۵۸۶
تارکِ جماعت فاسق و مردود الشہادت ہوتا ہے۔ ۵۸۷
پیر کے لئے شرائطِ اربعہ۔ ۵۸۸
چار شرطوں میں سے ایک بھی جس میں کم ہو اس کے ہاتھ پر بیعت جائز نہیں۔ ۵۸۸
دیوث فاسق معلن ہے۔ ۵۸۸
مناقبِ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ۔ ۵۸۸
عورت بغیر اجازتِ شوہر مرید ہوسکتی ہے۔ ۵۸۹
حضور اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا طریقہ بیعت ہاتھ پہ ہاتھ رکھنا ہے نہ کہ پیالہ پلانا۔ ۵۸۹
کسی کے اصرار پر مرید ہوا کیا یہ شرعًا مرید ہوا یا نہیں۔ ۵۹۰
شجرہ خوانی کو دامِ تزویر کہنا محض باطل ہے۔ ۵۹۰
بہارستانِ مولانا جامی کی ایک عبارت کا جواب۔ ۵۹۰
اگر اسناد نہ ہوتا تو جس کو جو دل چاہتا دین میں کہہ دیتا۔ ۵۹۱
شجرہ خوانی کے فوائد۔ ۵۹۱
جسے کسی پیر سے اجازت نہ ملی ہو اس کے ہاتھ پر بیعت کرنا جائز نہیں۔ ۵۹۲
ابوالحسن جوسقی علیہ الرحمۃ کے مرید کا واقعہ کہ وہ شیطانی شعبدہ کو شبِ قدر سمجھ بیٹھا۔ ۵۹۳
جامع شرائط بیعت پیر کے وصال کے بعد اس کا مرید دوسرے کی بیعت نہ کرے تاہم فیض لے سکتا ہے۔ ۵۹۴

○ رسالہ کشف حقائق واسرار دقائق (۱۳۰۸ھ)

(تصوف سے متعلق چند اشعار کی تشریح وتوضیح) ۵۹۵
شعرِ اول ۵۹۶
اللہ تعالٰے رحیم بھی ہے اور قہار بھی، رحمت شانِ جمال ہے اور قہر شانِ جلال۔ ۵۹۶
اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل۔ ۵۹۶
اللہ تعالٰی کی شانِ جمال و شانِ جلال کی مثالیں۔ ۵۹۷
غوث پاک کا ایک مرید آپ کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے پگھل گیا۔ ۵۹۷
شعرِ دوم۔ ۵۹۸

Marfat.com

نورِ آفتاب کی مثال سے مسئلہ کی توضیح ۔ ۵۹۸
شعرِ سوم ۵۹۹
قلب و رُوح کی معرفت بے معرفتِ الٰہی
نہیں ہوتی ۔ ۵۹۹
مَن عرف نفسہ عرف ربہ ۔ ۵۹۹
عالَم دو ہیں : عالَمِ امر و عالَمِ خلق ۔ ۶۰۰
شعرِ چہارم ۶۰۰
نورِ احدیت کے پرتو سے نورِ محمدی بنا اور اس کے
پرتو سے سارا عالَم ظاہر ہوا ۔ ۶۰۰
زمین و آسمان اور عناصرِ اربعہ کی تخلیق کے مراحل ۔ ۶۰۰
پانی مادہ تمام مخلوقات کا ہے ۔ ۶۰۰
موت کا معنیٰ ۔ ۶۰۱
شعرِ پنجم ۶۰۱
روحِ علوی و روحِ سفلی کا مطلب ۔ ۶۰۱
انسان میں صفت ملکوتی و صفت بہیمی و صفت
شیطانی سب جمع ہیں ۔ ۶۰۱
بندۂ مومن اللہ تعالیٰ کو بعض ملائکہ سے زیادہ
پیارا ہوتا ہے ۔ ۶۰۲
شعرِ ششم ۶۰۲
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی کو دنیا
میں دیدارِ الٰہی کیوں نہیں ہوسکتا ۔ ۶۰۲
شعرِ ہفتم ۶۰۲
رب کو کہاں تلاش کیا جائے ۔ ۶۰۲
شعرِ ہشتم ۶۰۲
تمام عالَم نورِ محمدی سے پیدا ہوا تو اصل ہر چیز کی
آپ کا نور ہے پس مرتبہ ایجاد میں وہی وہ ہیں ۔ ۶۰۳
مرتبہ وجود میں صرف حق عزوجل ہے ۔ ۶۰۳
وحدتِ وجود کا معنیٰ ۔ ۶۰۳
شعرِ نہم ۶۰۴
شعر میں علم کے نکتہ سے مراد ذاتِ پاک باری تعالیٰ
ہے کہ ہرگز اس کی کنہ نہ فہم تصور میں آسکے
نہ بیان و کلام میں سما سکے ۔ ۶۰۴

اوراد و وظائف و عملیات

جانبِ مغرب السلام علیک یا خواجہ عبدالکریم،
جانبِ مشرق السلام علیک یا خواجہ عبدالرحیم،
جانبِ شمال السلام علیک یا خواجہ عبدالرشید،
اور جانبِ جنوب السلام علیک یا خواجہ عبدالجلیل
کہنا کیسا ہے ۔ ۶۰۵
جہاتِ اربعہ کے اوتادِ اربعہ ۔ ۶۰۵
ہر غوث کا نام عبداللہ اور اس کے دونوں
وزیروں کا نام عبدالملک اور عبدالرب ہے ۔ ۶۰۶
نسیان کا مجرب علاج ۔
حاضرات جن سے جنوں کو بلانا اور ان سے
صحبت و ملاقات مقصود ہونا محمود نہیں
کم از کم ضرر جو جن کی ملاقات سے ہوتا ہے یہ
ہے کہ آدمی متکبر ہوجاتا ہے ۔ ۶۰۶
سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام یوحانذ ہے
اجازت نامہ اوراد و وظائف و اعمال ۔ ۶۰۷
کن مقاصد کے لئے تعویذات و نقوش جائز

Marfat.com

- اورکن کے لئے حرام وممنوع ہیں۔ ٦٠٧
- ظالم کی اعانت حرام ہے۔ ٦٠٧
- سورۂ واقعہ کی زکوٰۃ کے بارے میں ایک شخص کی درخواست پر مصنف نے اس کو اجازت دی اور اس کی لغزشوں پر اس کی اصلاح فرمائی۔ ٦٠٨
- کسی عمل کا ثواب مولیٰ تعالیٰ کی نذر کرنا جہالت ہے۔ ٦٠٩
- نبی یا ولی کو ثواب بخشنا کہنا بے ادبی ہے۔ ٦٠٩
- بخشنا بڑے کی طرف سے چھوٹے کو ہوتا ہے ٦٠٩
- سورۂ یٰسٓ میں اللہ تعالیٰ کے ایک اسم مقدس کے بارے میں سوال کا جواب۔ ٦٠٩
- کچھ ادعیہ کے پڑھنے کے ثواب کے بارے میں سوال کا جواب۔ ٦١٠
- نورنامہ کی روایات بے اصل ہیں۔ ٦١٠
- اشرفعلی تھانوی کے بیان کردہ ایک عمل اور اسکی کفری عبارت سے متعلق سوال۔ ٦١٠
- دفعِ غضب کے لئے وظیفہ۔ ٦١٢
- سب گھروالوں میں اتفاق کے لئے عمل۔ ٦١٢
- کسی کی یادداشت کمزور ہوجائے تو کیا کرے۔ ٦١٢

ضمیمہ تاریخ و تذکرہ

- سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے اب تک کوئی عصبہ نسبی نہیں۔ ١٥٩
- کتاب "حل المشکلات" مصنفہ ٩٦٤ھ کے مصنف مولانا فاضل شجاع بن نوراللہ الفروی ہیں۔ ٣٧٩
- مختصر الفرائض ١٢٤١ھ اور زبدۃ الفرائض کے مصنفوں کا نام۔ ٣٧٩
- ثعلبہ بن حاطب غزوۂ احد میں شہید ہوئے، اور ثعلبہ بن ابی حاطب عہدِ عثمانی میں مرا۔ ٤٥٤
- بعد ولادتِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم بنت عمران باکرہ تھیں یا نہیں۔ ٤٦٠
- آنحضرت اور حضرت عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے درمیان کوئی اور رسول تھے یا نہیں۔ ٤٦٠
- یزید پلید علیہ ما یستحقہ اولی الامر میں سے نہیں۔ ٤٦٣
- اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام کا آغاز ٧٨١ھ میں ہوا۔ ٥٠٣
- امام سبکی اور کثیر علماء نے بوقتِ ذکرِ ولادت و مدحِ سرکار قیام فرمایا۔ ٥٠٥
- جمعِ قرآن کا قصہ۔ ٥٤٠
- مدار صاحب کا سلسلہ بیعت جاری نہیں محض تبرک کے لئے اکابر میں جاری ہوا۔ ٥٥٧
- مکتوباتِ امامِ ربانی کا ذکرِ خیر۔ ٥٧٧
- مدار صاحب اور ان کے دو خلیفوں احسن اور جمن جتی کے بارے میں سوال۔ ٥٧٨
- ابوالحسن جوسقی علیہ الرحمۃ کے مرید کا واقعہ کہ وہ شیطانی شعبدہ کو شبِ قدر سمجھ بیٹھا۔ ٥٩٣
- غوث پاک کا ایک مرید آپ کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے پگھل گیا۔ ٥٩٧
- جہاتِ اربعہ کے اوتادِ اربعہ۔ ٦٠٥

Marfat.com

ہر غوث کا نام عبداللہ اور اس کے دونوں وزیروں کا نام عبدالملک اور عبدالرب ہے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام یوحانذ ہے۔

ضمیمہ تصوّف و طریقت

شرعاً صاحبِ سجادہ کس کو کہتے ہیں، اور دیگر ورثا پر سجادہ نشین مذکور کیا کیا حق فائق رکھتا ہے۔

شرعاً عرس سالانہ مورث و نذر و نیازِ شہدائے کربلا و عرسِ بزرگان جن کو مورث نے اپنی حیات میں جاری رکھا تھا بعد وفات مورث کے ورثا بھی اس کے اجراء رکھنے پر مجبور ہو سکتے ہیں یا نہیں۔

شرعاً خانقاہ کس کو کہتے ہیں۔

ایک روایت کے بارے میں سوال جو بعض کتبِ تصوف میں ہے۔

ضمیمہ فوائدِ تفسیریہ

قرآن پر اعراب کس نے لگائے۔

سورۂ فاتحہ کا نزول کسی خاص واقعہ کے لئے نہیں۔

آیات انما اموالکم واولادکم فتنۃ اور یایھا الذین اٰمنوا لا تلھکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ سے خطاب عام ہے خاص اشخاص مراد نہیں ہیں۔

قرآن عظیم کی جمع و ترتیب و تکمیل و تفصیل سُوَر
۶۰۵ زمانۂ اقدس حضور پُرنور صلے اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم بامرِ الٰہی حسبِ بیانِ جبرائیل واقع ہوئی۔ ۴۳۹

۶۰۶ قرآن مجید صحابہ کے سینوں۔ کاغذوں۔ پتھروں
اور ہڈیوں وغیرہ پر تھا سارا قرآن مجموع نہ تھا۔ ۴۴۰

فاروق اعظم کی تحریک پر صدیق اکبر نے
زید بن ثابت کو جمعِ قرآن کا حکم دیا رضی اللہ عنہم ۴۴۰

۲۸۹ قرآنی صحیفے کس کس کے پاس رہے۔ ۴۴۰

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانۂ اقدس
میں ہر قوم عرب کو اپنے طرز و لہجہ میں قرارت
کی اجازت تھی۔ ۴۴۱

اس سوال کا جواب کہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ
۲۸۹ تعالےٰ عنہ کو جامع قرآن مجید کس رُو سے کہتے ہیں ۴۵۰

۲۸۹ آیاتِ قرآنیہ اسی ترتیبِ جمیل پر مسلمانوں کے
ہاتھ میں ہیں جس ترتیب سے لوحِ محفوظ میں تھیں ۴۵۰

۴۳۰ قرآن مجید تئیس ۲۳ برس میں اُترا۔ ۴۵۰

سورتوں اور آیتوں کی ترتیب خود رسول اللہ
صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بتادیا کرتے تھے۔ ۴۵۰

۳۹۹ جمع قرآن کے سلسلے میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ
تعالےٰ عنہ نے تین کام کئے جس کی وجہ سے
۴۲۵ آپ کو "جامع القرآن" کہا جاتا ہے۔ ۴۵۲

قرآن مجید سمجھنے کے لئے دو مبارک قانون۔ ۴۹۸

ورفعنا لک ذکرک کی تفسیر۔ ۵۲۰

سورۃ یٰسٓ میں اللہ تعالےٰ کے ایک اسم مقدس
۴۲۵ کے بارے میں سوال کا جواب۔ ۶۰۹

Marfat.com

فہرست ضمنی مسائل

نماز

شبِ معراج نمازِ پنجگانہ کی فرضیت احادیثِ متواترہ سے ثابت ہے۔ ۳۹۶

جنائز

مصارف تجہیز و تکفین ترکہ سے کب وضع ہونگے۔ ۵۶

میت کی تجہیز و تکفین یا دین کی ادائگی بعض ورثاء نے اپنے مال سے کی تو انھیں میت کے مال سے لینے کا حق ہے۔ ۱۲۵

عورت کی تجہیز و تکفین شوہر کے ذمّہ ہے۔ ۱۶۹

اگر کوئی وارث فاتحہ، سوم، چہلم اور قبر پکّی کرانے میں کچھ خرچ کرے تو دیگر ورثاء اسکے ذمہ دار نہ ہونگے ۲۸۸

صرف تجہیز و تکفین و فاتحہ و سوم و چہلم و عرس وغیرہ شرعاً کس قدر تبلیغ وراثت پر مقدم رکھا گیا ہے۔ ۲۸۸

شرعاً زمانہ حال میں اہل اللہ کے تجہیز و تکفین و فاتحہ و عرس وغیرہ کے لئے کس قدر روپیہ کافی ہوسکتا ہے۔ ۲۸۸

وصی اور وارث اپنے مال سے تجہیز و تکفین کرے تو معاوضہ پائے گا۔ ۲۹۶

شوہر نے بیوی کے گور و کفن، فاتحہ و خیرات کے مصارف دیگر وارثوں کی اجازت سے بنیّت ادائے دین مہر ادا کئے تو اس کی شرعاً کیا صورت ہوگی۔ ۳۴۵

نکاح و طلاق

رافضیہ زوجہ شرعیہ نہیں ہے اور ترکہ کی مستحق نہیں۔ ۴۸

Marfat.com

بازاری عورت کو صرف تعلقِ فاجرانہ کی بناء پر منکوحہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ۱۲۵
منکوحۂ غیر سے لاعلمی میں نکاح ہوا تو فاسد ہے۔ ۱۲۶
قبلِ خلوت طلاق ہونا باعثِ سقوط نصف مہر ہوتا ہے۔ ۲۱۰
وراثتِ مفقود سے متعلق ایک سوال کا جواب۔ ۲۷۹
گواہوں کے بغیر نکاح صحیح نہیں۔ ۲۸۱
نکاح فاسد و باطل کی صورت میں عورت وارث نہیں بنتی۔ ۲۸۲
غیر کفو میں نکاح کب باطل ہوتا ہے۔ ۳۱۵
بے ثبوت شرعی طلاق ہرگز نہیں مانی جا سکتی۔ ۳۵۶

محرمات

داماد محرم و مانند پسر کے ہوتا ہے۔ ۱۷۱

مہر

مہر ترکہ تقسیم کرنے سے پہلے دیا جائے۔ ۵۸
ادائیگی مہر ترکہ کی تقسیم پر مقدم ہے۔ ۹۶
مہر تقسیم ترکہ پر مقدم ہوتا ہے۔ ۱۱۹
ایک شخص کے ذمہ دو بیویوں کا مہر واجب الادا ہے جبکہ اس کا ترکہ صرف ایک کے مہر کے برابر ہے تو کیا حکم ہے۔ ۱۴۲
عورت لاولد فوت ہوئی جس کا مہر شوہر پر قرض ہے تو کیا شوہر اس واجب الادا مہر میں سے نصف حصہ پا سکتا ہے۔ ۱۴۷
زید نے انتقال کیا دو لڑکے اولی بیوی کے اور ایک لڑکی دوسری بیوی کی چھوڑی، پہلی بیوی زید کی موجودگی میں فوت ہوگئی جس کا مہر بذمہ شوہر تھا، اب لڑکے اپنی ماں کا مہر طلب کرتے ہیں اس میں حکم شرعی کیا ہے۔ ۱۴۹
مہر جبکہ کل یا بعض ذمۂ شوہر ہو اور عورت بے ابراء و معافی معتبر شرعی مر جائے تو وہ مثل دیگر دیون و اموال ترکۂ زن ہوتا ہے۔ ۱۶۷
موت اگرچہ قبل خلوت ہو کل مہر کو لازم کر دیتی ہے ۲۱۰
مہر میراث ہے۔ ۳۴۰
مہر معاف کرنے سے معاف ہو جاتا ہے۔ ۳۵۵
مہر معجل کی ادائیگی پیش از رخصت ضروری ہے ورنہ جب عورت طلب کرے۔ ۳۵۶
مہر کی مالک عورت ہے۔ ۳۶۵

جہیز

جہیز خاص عورت کا ہے۔ ۶۲
جہیز اور چڑھاوے کا حکم۔ ۲۰۹
جہیز میں عام عرف یہ ہے کہ عورت اس کی مالک ہوتی ہے۔ ۳۴۸
عورت کے اسباب جہیزی میں میراث سے متعلق سوال۔ ۳۶۰

حمل

حمل کی اکثر مدت دو سال ہے۔ ۱۴۷

Marfat.com

نسب

شریعتِ مطہرہ کے نزدیک اثباتِ نسب میں نہایت احتیاط منظور رہے۔ ۹۰

جو اولاد بے نکاح پیدا ہو اس کا نسب صرف ماں سے ثابت ہوگا اور وہ صرف ماں کی جہت سے وارث بنتے ہیں۔ ۱۳۵

مجرد کسی کے زبانی ادعا پر کہ میں فلاں کا نسیب ہوں توریث نہیں ہوسکتی اس کے لئے ثبوتِ شرعی چاہیے۔ ۱۶۲

بغیر نکاح کے چھاری سے پیدا ہونے والا لڑکا وارث نہیں بنتا۔ ۲۸۳

ایک خاتون نے اپنے بھتیجے کو متبنّٰی بنا کر پرورش کی جو اپنے آپ کو خاتون کے شوہر یعنی اپنے پھوپھا کا خلف کہلاتا ہے، تو وہ کس کا پسر متصور ہوگا اور میراث وغیرہ میں اس کی کیا صورت ہوگی۔ ۳۳۲

اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو اپنا باپ کہے تو وہ شخص اس کا اصلی باپ سمجھا جائے گا یا نہیں۔ ۳۳۴

بعد مقتول جو لڑکا پیدا ہوا وہ ترکۂ مقتول سے حصہ یابی کا مستحق ہے یا نہیں۔ ۳۴۴

حضانت

لڑکا سات برس اور لڑکی نو برس کی عمر تک نانی کے پاس رہے گی پھر باپ لے لے گا۔ ۳۴۰

ولایت

ایک شخص فوت ہوگیا، وارثوں میں زوجہ، ایک نابالغ بیٹا، ایک نابالغ بیٹی اور ایک حقیقی بھائی چھوڑے ہیں اس کا ترکہ کیسے تقسیم ہوگا اور بچوں کا حقِ ولایت کس کو پہنچتا ہے۔ ۱۴۳

شریعتِ مطہرہ نے پدر و وصیِ پدر کے بعد نابالغ کے مال کا ولی اسکے دادا کو بنایا ہے ۳۶۸

ماں ولی مال نہیں ہوسکتی۔ ۳۶۸

نابالغہ کا بھائی بالغ موجود ہو تو ماں کو ولایتِ نکاح حاصل نہ ہوگی۔ ۳۷۰

نابالغہ لڑکی کا ولی اس کا باپ ہے نہ کہ نانا نانی۔ ۳۷۴

فوائد فقہیہ

متبنّٰی وارث نہیں ہے۔ ۵۵

ولد الزنا، زانی کا وارث نہیں ہوتا۔ ۸۴

متبنّٰی یا سوتیلا بیٹا شرعاً ترکہ میں کوئی استحقاق پیدا نہیں کرتا۔ ۸۴

عاق کرنا کوئی شرعی چیز نہیں والدین کو اس کا حق نہیں۔ ۸۵

عاق کرنے سے ترکہ سے محروم نہ ہوگا۔ ۸۵

Marfat.com

متبنیٰ کرنا شرعاً کوئی چیز نہیں۔ ۹۲

مفقود الخبر دوسرے کے حق میں مثل میت ہے ترکہ نہ پائے گا۔ ۹۹

ایک مسئلہ غریبہ جس کو اغرب مسائل کہا جا سکتا ہے' ۱۰۶

ارث جبری ہے کہ موتِ مورث پر ہر وارث خواہ مخواہ اپنے حصہ شرعی کا وارث ہوتا ہے۔ ۱۱۳

کوئی کاغذ بے شہادتِ شرعیہ قابلِ تسلیم نہیں نہ تو اور نہ وہ منسوب الیہ کا لکھا قرار پا سکتا ہے۔ ۱۸۱

ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے کہ متعدد قرابتوں والا اپنی ہر قرابت کی رُو سے حصہ پائے گا۔ ۱۹۰

تعددِ جہات میں امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ اور امام محمد علیہ الرحمۃ کا نقطۂ نظر۔ ۱۹۰

تعددِ جہات تعددِ اشخاص کا موجب ہے اگرچہ حکماً ہو۔ ۱۹۱

کسی فرع میں تعددِ جہات اس کے بدن میں تکثر کو ثابت نہیں کرتا۔ ۱۹۲

اخوات کے پانچ حال ۲۲۶

کسی مسئلے میں دو بار ثلثین جمع نہیں ہو سکتے۔ ۲۲۶

تین ان اصول میں سے ہے جن میں کبھی عول نہیں ہوتا۔ ۲۲۶

درمختار اور فرائض شریفی وغیرہا میں جدہ کے آگے "فصاعداً" اور "او اکثر" سے کیا مراد ہے ۲۳۹

جداتِ صحیحہ اُمیہ و ابویہ کا شمار پہچاننے کا طریقہ ۲۴۲

علماء جب عصبہ بغیرہ کو ذکر کرتے ہیں تو پوتی کو پوتے کی تعصیب کے ساتھ مقید کرتے ہیں۔ ۲۴۸

حقِ ارث تقادمِ زمان کے ساتھ ساقط ہو جاتا ہے یا نہیں۔ ۲۵۹

تحقیقِ مصنف کہ یہاں دو مقام ہیں۔ ۲۶۱

عصبہ کی تعریف ۲۷۴

قرآن و حدیث جس سے استخراج فتاویٰ کا ہوتا ہے اس میں کوئی تفصیل ایسی پائی جاتی ہے کہ احکامِ طریقت اور احکامِ شریعت میں اختلاف یا کچھ تفاوت ہو۔ ۲۹۱

اولاد کے عاق ہونے کا مطلب ۳۱۵

باپ کے عاق کر دینے سے اولاد نہ تو اولاد ہونے سے خارج ہوتی ہے اور نہ ہی میراث سے محروم ہوتی ہے۔ ۳۱۵

ایک کثیر الشقوق والمباحث مسئلہ کا جواب۔ ۳۱۶

تشحیذ اذہان فرائض داناں کے لئے ایک صورتِ بدیعہ۔ ۳۲۳

ایک مسئلہ جو اکثر علماء زماں کی سمجھ میں سہل آنے کا نہیں۔ ۳۲۸

ایک ایسے سوال کا جواب جس میں رشتے بہت بعید الفاظ مجمل محتمل سے لکھے گئے ہیں۔ ۳۴۸

عاق ہونا نہ ہونا اولاد کے فعل پر ہے۔ ۳۴۹

عوام کے خیال میں عاق کرنے کا جو مفہوم ہے وہ محض باطل ہے۔ ۳۴۹

ترکہ معاف کرنے سے معاف نہیں ہو سکتا۔ ۳۵۵

فاسق اور بدچلن بیٹے کو میراث سے محروم کرنے کا طریقہ۔ ۳۶۴

Marfat.com

قیام مولود کب مستحب، کب سنت اور کب واجب ہے۔ ۵۵۳
کسی عمل کا ثواب مولیٰ تعالیٰ کی نذر کرنا جہالت ہے ۶۰۹
نبی یا ولی کو ثواب بخشنا کہنا بے ادبی ہے۔ ۶۰۹
بخشنا بڑے کی طرف سے چھوٹے کو ہوتا ہے۔ ۶۰۹

ضمان و تاوان

کوئی وارث دیگر ورثاء کی اجازت کے بغیر ترکہ کو خرچ کر ڈالے تو اس پر تاوان لازم ہوگا۔ ۸۲

ہبہ

ہبہ کب تام اور کب باطل ہوتا ہے۔ ۹۲
ناتمام ہبہ کی صورت میں موتِ واہب کے بعد اشیائے موہوبہ وارثانِ واہب کو پہنچیں گی۔ ۹۲
چڑھاوے کے زیورات کا حکم۔ ۱۱۵
زید نے ایک دُکان اپنے روپے سے خرید کر اپنے نبیرہ کے نام کر دی اور بولایت اس کے باپ کے دُکان پر قبضہ کرا دیا، اب انتقالِ زید کے بعد وُہ دکان حسبِ فرائض ورثاءِ زید میں تقسیم ہوگی یا صرف نبیرہ کو ملے گی۔ ۱۱۸
علاتی بھائیوں کو محروم کرنے کے لئے اپنی جائداد کو ماموں زاد بھائی کے نام کر دینا گناہ ہے۔ ۱۴۱
زندگی میں اولاد پر تقسیم کی جائے تو بیٹا بیٹی کو برابر دیا جائے۔ ۱۷۶
جو چیز تاحینِ حیات کسی کی مِلک کر کے اس کے قبضہ میں دے دی گئی وہ اس کا مستقل مالک ہو جاتا ہے اس کی واپسی بعد موت حرام ہے۔ ۳۳۸
مرض الموت سے ہبہ کر کے قبضہ دِلا دیا تو دوسرے وارثوں کا اس میں کوئی حق نہیں۔ ۳۶۴
قبضہ سے قبل واہب یا موہوب لہ فوت ہو جائے تو ہبہ باطل ہو جاتا ہے۔ ۳۶۹
زید نے زوجہ کو دیئے گئے زیور کا مالک نہیں بنایا اور نہ ہی عُرف و رواج سے مالک ہونا مفہوم ہوتا ہے تو زید ہی اس کا مالک ہے ۳۷۴

قرض

اگر قرض ترکہ پر محیط ہو تو ادائیگی قرض سے قبل کوئی وارث اس وراثت سے کچھ نہیں لے سکتا۔ ۹۳
جب تک مہر اور دیگر دیون ادا نہ ہو جائیں ترکہ کی تقسیم نہ کی جائے۔ ۱۱۹
بے رضا ارباب دیون وارثوں کو بیع ترکہ کا اختیار نہیں جبکہ دین ترکہ کو مستغرق ہو۔ ۱۲۳
کوئی وارث اگر میت کا دینِ مہر اپنے مال سے ادا کر دے تو کس صورت میں ترکہ سے وصول کر سکتا ہے۔ ۱۲۵

Marfat.com

ایک شخص نے خالص بیوی کے روپے سے اپنے لئے مکان خریدا اور پچاس روپے اس نے قرض لئے پھر بیوہ، دو بیٹیاں، ایک ہمشیرہ اور پانچ بھتیجے چھوڑ کر فوت ہو گیا، اب اس کے قرض کی ادائیگی اور تقسیم ترکہ کی کیا صورت ہو گی۔ ۲۹۲

دین جب ترکہ سے زائد ہو تو دائنوں کو حصہ رسد دیا جاتا ہے۔ ۲۹۲

حظر و اباحت

بے وجہ شرعی کسی وارث کو میراث سے محروم کرنا جائز نہیں۔ ۹۸

بے اجازت مدیون ترکہ میں تصرف کا حق نہیں۔ ۱۲۷

شادی کا خرچ مانگنا محض بے جا ہے۔ ۱۷۰

شرعاً لباس قیمتی اہل اللہ کا مریدان و معتقدان کو تبرکاً و مساکین کو ثواباً ایک بلا استرضا دیگر ورثا تقسیم کر سکتا ہے۔ ۲۸۹

لڑکیوں کو حصہ نہ دینا حرام ہے۔ ۳۱۴

فاسق کو میراث سے محروم کر دینے کی اجازت ہے ۳۶۲

پاخانہ میں بیٹھ کر زبان سے یادِ الٰہی کرنا ممنوع ہے ۴۲۸

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سجدہ کرنا ممنوع ہے۔ ۵۳۱

ذبح کے وقت تکبیر کی بجائے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام لینا ممنوع ہے۔ ۵۳۱

اگر پیر جامع شرائط نہیں تو اس کو چھوڑ کر دوسرے کی بیعت جائز ہے۔ ۵۶۸

بیعت بذریعہ خط و کتابت بھی جائز ہے۔ ۵۶۸

اپنے پیر کے وصال کے بعد دوسرے کا مرید ہونا جائز ہے۔ ۵۷۵

بلا ضرورتِ شرعیہ شیخ تبدیل کرنا جائز نہیں۔ ۵۷۷

ظالم کی اعانت حرام ہے۔ ۶۰۷

وصایا

جو جائداد دادی سے ایک پوتے کو بطور وصیت ملی اس میں پوتے کے دیگر برادران شامل نہیں۔ ۱۱۹

مشترکہ جائداد میں صرف ایک وارث کی وصیت نافذ نہیں ہوتی۔ ۱۳۷

ایک شخص حسب ذیل ورثا چھوڑ کر فوت ہوا: ایک بیوی، ماں، ایک حقیقی بہن، ایک علاتی بہن، ایک اخیافی بھائی اور ایک چچازاد بھائی، جبکہ اس نے تمام مال کی وصیت چچازاد بھائی کے لئے کر دی ہے اب اس کی وصیت کے بارے میں کیا حکم ہے اور تقسیم ترکہ کی کیا صورت ہو گی۔ ۲۷۱

وصیت ایک تہائی میں ہوتی ہے۔ ۲۷۲

کس وارث کے لئے وصیت ممنوع اور کس کے لئے جائز ہے۔ ۲۷۳

محجوب کے لئے وصیت بالاجماع روا ہے۔ ۲۷۳

Marfat.com

فوائدِ اصولیہ

حقِ میراث حکمِ شرع ہے کسی کے ساقط کرنے سے ساقط نہیں ہوتا۔ ۱۳۳
غیر وارث کو وارث بنانا کسی کے اختیار میں نہیں۔ ۱۳۶
نہ جدا ہو جانے سے حق ساقط ہو سکتا ہے نہ قبضہ چھوڑ دینے سے۔ ۱۷۲
عدمِ ذکر ہرگز ذکرِ عدم نہیں ہو سکتا۔ ۲۲۲
مسئلہ کا کلیہ ۲۲۴
جس شے کا وجود مستلزمِ عدم ہو وہ محال ہوتی ہے ۲۵۲
عصبات میں اصل مطرد یہ ہے کہ میت کی جزء میت کے باپ کی جزء پر مقدم ہوتی ہے۔ ۲۵۲
فسقِ اعتقادی فسقِ عملی سے اشد ہے۔ ۲۹۵
انما التحلیل الی ما منه الترکیب ۳۰۶
الوحدة یستحیل ان تصیر وحدتین ۳۰۷
الواحد وحدة والاثنان وحدتان ۳۰۷
باپ کے مال میں بیٹوں کا حق بنصِ قطعی قرآن ہے جسے کوئی رد نہیں کر سکتا۔ ۳۴۳
وراثت میں نہ نیت و ارادہ مورث کو دخل ہے نہ بعض ورثاء کے عمل کو۔ ۳۴۳
میراث جبری ہے جو کسی کے ساقط کرنے سے ساقط نہیں ہوتی۔ ۳۴۴
حاشا للہ نور و ظلمت کیونکر جمع ہو سکتے ہیں۔ ۳۵۴
اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ ۵۲۵
حرمت و کراہت کے لئے دلیل درکار ہے۔ ۵۲۶
عموم و اطلاق سے استدلال صحابہ سے لے کر آج تک شائع ہے۔ ۵۲۸
جس بات کو شرع نے محمود فرمایا وہ ہمیشہ محمود رہے گی جب تک کسی صورتِ خاصہ کی ممانعت خاص شرع سے نہ آجائے۔ ۵۲۸
ہر ہر خصوصیت کا ثبوت شرع سے ضروری نہیں ۵۲۸
شرعاً و عقلاً کسی طرح زمانے کو احکامِ شرع یا کسی فعل کی تحسین و تقبیح پر قابو نہیں۔ ۵۳۲
کسی چیز کا نو پیدا ہونا موجبِ کراہت نہیں۔ ۵۳۲
بہتیری بدعتیں مستحب بلکہ واجب ہوتی ہیں۔ ۵۳۲
امام غزالی فرماتے ہیں کہ ہر بدعت بری نہیں۔ ۵۳۲
خیر القرون قرنی سے ہرگز ہر بدعت کا گمراہی ہونا ثابت نہیں۔ ۵۳۴
کسی زمانے کی تعریف اور اس کے ما بعد کا احادیث میں مذکور ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ اس زمانے کے محدثات خیر ٹھہریں۔ ۵۳۵
بات فی نفسہ اچھی ہونی چاہئے خواہ پیشوائے دین نے نہ کی ہو۔ ۵۴۰
فعل جواز پر دلالت کرتا ہے لیکن عدمِ فعل ہرگز ممانعت پر دال نہیں۔ ۵۴۳
جس بات کو حضور کی تعظیم میں زیادہ دخل ہو وہ بہتر ہے۔ ۵۴۶
اگر اسناد نہ ہوتا تو جس کو جو دل چاہتا دین میں کہہ دیتا۔ ۵۹۱

Marfat.com

لُغت

لفظ آق اور عاق کا معنیٰ۔ ۱۸۰

خلف کا معنیٰ جانشین ہے، اور بیٹے کو بھی کہتے ہیں۔ ۲۳۴

عالین کے معنیٰ کی تشریح۔ ۴۵۹

"دون" عربی زبان میں دس معنیٰ پر مشتمل ہے۔ ۴۶۴

"فلما اخذ تہم الرجفة" میں رجفہ کی معنوی تحقیق ۴۸۹

قرن کا معنیٰ ۵۳۶

موت کا معنیٰ ۶۰۱

حدود و تعزیر

زنا کی تہمت لگانا حرام، جس پر اسّی کوڑے لگانے کا حکم ہے اور وہ مردود الشہادۃ ہے۔ ۱۴۷

تارکِ جماعت فاسق و مردود الشہادۃ ہوتا ہے ۵۸۷

ترغیب و ترہیب

حقیقی بھائی کو محروم کرنے کے لئے اپنی جائداد بھتیجوں کے نام کر دینے والے شخص پر شرعاً کیا مواخذہ ہے۔ ۱۵۰

فاسق و بدمذہب وارث کو ترکہ سے محروم کرنا بہتر و افضل ہے۔ ۲۹۵

بعض ورثاء کو وراثت سے محروم کرنے والے کے لئے حدیث میں وعیدِ شدید۔ ۲۹۶

جو لوگ بیٹیوں اور بہنوں کو ترکہ نہیں دیتے گنہگار

ہیں، اور یہ کہنا کہ اُن کا کوئی حق نہیں صریح کفر ہے ۳۵۳

افتاء و رسم المفتی

مولوی عبدالحی لکھنوی صاحب کی مسئلہ تخارج میں سخت لغزش۔ ۲۱۴

زیادتِ ایضاح کے لئے مسئلہ کی تین صورتیں۔ ۲۱۶

شرح بسیط کا بیان صریح لغزش ہے۔ ۲۲۲

بنت الابن ضرور بنت ابن الابن وغیرہ جملہ سفلیات کو متناول ہے تصریح وان سفلت محض ایضاح و تاکید عموم ہے۔ ۲۲۲

فتویٰ قولِ امام پر دیا جائے۔ ۳۱۸

چند اصولِ افتاء و رسم المفتی۔

مسائل ذوی الارحام میں فتویٰ کس کے قول پر ہے ۳۵۶

تقسیم جائداد کا جواب بے تفصیل کامل ورثاء و ترتیب اموات نہیں ہو سکتا۔ ۳۶۳

ہدایہ میں کتاب الفرائض نہیں ہے حالانکہ اس کے ماخذ ثانی مختصر القدوری میں فرائض ہے۔ ۳۸۱

وہ شروحِ ہدایہ جن میں فرائض نہیں۔ ۳۸۱

متون وہ مختصرات ہیں کہ ائمہ حفظِ مذہب کے لئے لکھتے ہیں۔ ۳۸۴

سراجیہ، منیہ اور اشباہ کا مرتبہ۔ ۳۸۴

امام سرخسی نے مبسوط میں تمام کتب ظاہر الروایہ کو جمع فرمایا ہے۔ ۳۸۵

اولاد صنف رابع کا قانون صحیح و معتمد۔ ۳۹۴

میلاد و قیام سے متعلق استحباب کا فتویٰ جس پہ

Marfat.com

تیس علماء کی مہریں ہیں۔ ۵۱۶

علمائے حرمین کے متعدد فتاویٰ۔ ۵۱۶

بیس ممالک کے علماء کے فتاویٰ۔ ۵۲۱

صلح

وارث سے اس کے حصہ میراث کے بابت جو صلح حیات مورث میں کی جائے تحقیق یہ ہے کہ باطل و بے اثر ہے، اس سے وارث کا حق ارث اصلاً زائل نہیں ہوتا، ہاں اگر بعد موت مورث اس صلح پر رضامندی رہے تو اب صحیح ہوجائے گی۔ ۲۳۲

قسمت

جس مکان کے گوشۂ صحن میں قبور اہل اللہ یا قبور مورث واقع ہوں وہ مکان مع صحن بعد مستثنیٰ کرنے اراضی قبور کے شرعاً قابل تقسیم ہے یا نہیں۔ ۲۹۰

جس مکان کو متعلق خانقاہ مہمان خانہ یا لنگر خانہ موسوم کیا جائے یا جس مکان میں سجادہ نشین رہتے چلے آئے ہوں یا جس مکان میں مہمان عرس کے شریک ہونے والے یا تعلیم ذکر الٰہی پانے والے قیام پذیر ہوا کرتے ہوں وہ مکان شرعاً قابل تقسیم ہے یا نہیں۔ ۲۹۱

وقف

جس مکان میں مورث کی ہمیشہ نشست گاہ رہی ہو اور اس نے اس کی اصلاح و مرمت اپنے اصراف سے کی ہو اور بلا شرکت غیرے اپنا قبضہ خالص اپنی حیات تک رکھا ہے بلکہ اپنی ضرورت میں اس مکان کو مکفول کر کے قبضہ بھی مورث نے لے لیا ہے وہ مکان بعد وفات مورث بوجہ اصراف کثیر تعمیرات مقبرہ وغیرہ تقسیم باہم شرکاء سے محفوظ رہ سکتا ہے یا نہیں، اور ایسا مکان وقف قرار دیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ ۲۹۰

اگر کسی مکان کو خانقاہ کے نام سے موسوم کیا ہو تو وہ شرعاً اس بنا پر وقف ہوسکتا ہے یا نہیں۔ ۲۹۱

احکام مسجد

وارثوں کی اجازت کے بغیر ترکہ کا مال مسجد میں لگانا جائز نہیں۔ ۳۶۶

تحقیق و تنقید

مصنف علیہ الرحمۃ کے فتویٰ میں مذکور قول مبارک "بل التحقیق ان لیس هناك الا قسمان" سے متعلق مولانا ظفر الدین کا استفسار، مصنف علیہ الرحمۃ کا پانچ تحقیقی وجوہات پر

Marfat.com

مشتمل جواب۔ ۲۰۴

فلسفہ و ریاضی

محققین کے نزدیک واحد عدد نہیں ہے۔ ۳۰۶
مصنف علیہ الرحمہ کی طرف سے دلیلِ قاطع۔
عدد کم ہے۔ ۳۰۶
کم ایسا عرض ہے جو لذاتہٖ تقسیم کو قبول کرتا ہے۔ ۳۰۶
الواحد یستحیل ان یفرض فیہ شئ دون شئ والا لتعدد فلم یکن واحدا۔ ۳۰۶
لا یعقل للوحدۃ بعض اصلاً۔ ۳۰۷
کسور کے معنی کی تحقیق۔ ۳۰۷
صفر حاشیۂ عدد نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ محض سلب ہے۔ ۳۰۷
صفر خلو مرتبہ کا نام ہے۔ ۳۰۷
جمع الصفر مع عدد کا معنی۔ ۳۰۸
عددیت صفر بداہت عقل سے باطل ہے۔ ۳۰۹
عدد شئے ہے اور صفر لاشئ ہے۔ ۳۰۹
الصفر لا یعدہ الا الصفر والصفر لا یعد الا الصفر۔ ۳۰۹
زمین و آسمان اور عناصرِ اربعہ کی تخلیق کے مراحل۔ ۶۰۰

عقائد و کلام و سیر

شیعہ ضروریاتِ دین کے منکر ہیں ان سے نکاح جائز نہیں اور وہ اہلسنت کا ترکہ نہیں پائیں گے۔ ۷۳
عقائدِ روافض حدِ کفر تک نہ پہنچیں تو ان کی میراث کا حکم۔ ۲۷۶
مرتد کے زمانۂ اسلام کا کمایا ہُوا مال اس کے مسلمان وارثوں کا ہے اور حالت ردت کا فقراء مسلمان کے لئے۔ ۲۷۶
جو شخص رسمِ ہنود پر راضی ہو اور حکمِ شریعت سے راضی نہ ہو وہ تجدیدِ اسلام کرے۔ ۳۱۴
مرتد کسی کا وارث نہیں ہوسکتا۔ ۳۱۸
جو شخص مرتد کی حالت پر آگاہ ہو کر اس کو قابلِ امامت سمجھے گا اس کی نماز تو درکنار ایمان بھی نہ رہے گا۔ ۳۱۸
دنیوی فائدے کے لئے اپنے آپ کو برخلاف احکام قرآن مجید ہندو دھرم شاستر کا پابند بنانا اپنے کفر کا اقرار ہے جس پر تجدیدِ اسلام و تجدیدِ نکاح کا حکم ہے۔ ۳۴۱
جو مسلمان سُنّی المذہب ورثہ کا لین دین ہندو مذہب کے مطابق کرے اس کا شرعاً کیا حکم ہے۔ ۳۴۶
وراثتِ شرعیہ کا منکر خارج از اسلام ہے وہ نہ مسجد کا متولی ہوسکتا ہے نہ اوقافِ مسلمین کا۔ ۳۵۴

Marfat.com

مسلمان اور کافر کے درمیان توریث کا حکم شرعی ۳۶۱
مسلمان ہونے سے ملک زائل نہیں ہوتی۔ ۳۶۱
اسلام قاطع ملک نہیں۔ ۳۶۱
روافض کے احکام مرتدوں جیسے ہیں۔ ۳۷۱
جس نے کسی کو سرکار سے زیادہ علم والا بتایا اس نے سرکار کو گالی دی۔ ۳۹۵
کیا الیاس وخضر علیہما السلام نبی ہیں۔ ۴۰۱
امامت سے کیا مراد ہے۔ ۴۳۰
روافض زمانہ کفار و مرتدین ہیں۔ ۴۳۸
رافضیوں کے یہاں معیار سعادت رفض ہے۔ ۴۳۸
وہ سنی کو سید نہیں مانتے۔ ۴۳۸
خالق کے مقابل مخلوق کے علم کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔ ۴۷۷
نصاریٰ کے عقائد فاسدہ کی تفصیل۔ ۴۸۱
لوط علیہ السلام و داؤد علیہ السلام کی شان اقدس میں صریح گستاخی۔ ۴۸۳
حوادث غیر متناہی ہیں۔ ۵۰۰
ہر زمانہ میں ایک گروہ سواد اعظم حق پر رہے گا۔ ۵۰۰
شب ولادت خوشی منانا اور میلاد شریف پڑھنا، حاضرین کو کھانا کھلانا یہ سب تعظیم رسول سے ہے۔ ۵۰۹
بدعت کی اقسام کا بیان۔ ۵۱۵ و ۵۲۳
مجلس وقیام کا منکر بدعتی ہے۔ ۵۱۶
ذکر رسول کی تعظیم مثل تعظیم رسول ہے۔ ۵۲۳
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر مسلمان کا ایمان ہے۔ ۵۳۰
بوجہ اطلاق آیات تعظیم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس طریقے سے کی جائے حسن ومحمود رہے گی۔ ۵۳۱
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کا ایک گروہ ہمیشہ خدا کے حکم پر قائم رہے گا۔ ۵۳۸
اللہ تعالیٰ رحیم بھی ہے اور قہار بھی، رحمت شان جمال ہے اور قہر شان جلال۔ ۵۹۶
اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل۔ ۵۹۶
من عرف نفسه عرف ربه۔ ۵۹۹
عالم دو ہیں؛ عالم امر و عالم خلق۔ ۶۰۰
نور احدیت کے پرتو سے نور محمدی بنا اور اس کے پرتو سے سارا عالم ظاہر ہوا۔ ۶۰۰
پانی مادہ تمام مخلوقات کا ہے۔ ۶۰۰
بندۂ مومن اللہ تعالیٰ کو بعض ملائکہ سے زیادہ پیارا ہوتا ہے۔ ۶۰۲
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی کو دنیا میں دیدار الٰہی کیوں نہیں ہو سکتا۔ ۶۰۲
مرتبہ وجود میں صرف حق عزّ وجل ہے۔ ۶۰۳
وحدت وجود کا معنیٰ۔ ۶۰۳

ردِّ بد مذہباں

طائفہ گنگوہیہ کی نسبت علمائے حرمین شریفین کا فتویٰ۔ ۳۱۷

Marfat.com

وہابیہ کا یہ شبہہ جس پر آدھی وہابیت کا دارومدار ہے کہ جو فعل رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ کیا دوسرا کیا ان سے زیادہ مصالح دین جانتا ہے کہ اُسے کرے گا باجماعِ صحابہ مردود قرار پایا۔ ۴۵۲

وہابیہ کے منہ سے قرآن وحدیث کا نام محض برائے تسکینِ عوام ہے۔ ۵۰۴

غیر مقلدین اہلِ ہوا ہیں۔ ۵۰۴

وہابیہ کے نزدیک ائمہ، صحابہ، انبیاء بلکہ خود خدا بھی مشرک ہے، معاذ اللہ۔ ۵۰۴

رہن

ایک شخص متوفی کی جائداد کسی کے پاس رہن ہے اس کا کوئی اصلی وارث نہیں ہے تو کاروائی بیع کی کس کے ساتھ ہوگی۔ ۳۵۰

صدقہ وخیرات

غریب کی اعانت کا بیشک حکم ہے مگر اپنے مال سے، نہ کہ پرائے مال سے۔ ۳۵۵

بیوع

دَین غیر مدیون کے ہاتھ بیع نہیں ہوسکتا۔ ۳۶۵

بیع بوجہ جہالت ثمن باطل ہوتی ہے۔ ۳۶۹

فاسد بیع میں قبضہ سے قبل مشتری مالک نہیں ہوتا ۳۶۹

شرح کلامِ علماء

اقوال ام سے متعلق سراجی کی ایک عبارت کا مطلب۔ ۳۷۰

کنز کی ایک عبارت پر بحث۔ ۳۸۲

بہارستانِ مولانا جامی کی ایک عبارت کا جواب۔ ۵۹۰

غصب

بیوہ کا کُل جائداد پر قبضہ کرنا اور وارثوں کو نہ دینا ظلم ہے۔ ۳۷۱

مالِ غصب پر حاصل کئے جانے والے نفع کا شرعی حکم۔ ۳۷۳

رؤیتِ ہلال

حرمین طیبین میں رؤیت ہلال کے اختلاف کی کیفیت۔ ۴۲۱

متواتر ۲۹ کے تین اور تیس کے چار مہینوں سے زیادہ نہیں ہوتے۔ ۴۲۳

توقیت وہیئت وفلکیات

علمِ توقیت وہیئت سے اس بات کی تحقیق کہ وصالِ اقدس ۱۳ ربیع الاول بروز دوشنبہ مطابق ۸ جون ۶۳۲ عیسوی کو ہوا۔ ۴۲۶

مشہور عند الجمہور ۱۲ ربیع الاول اور علم زیجات

Marfat.com

ہیئت کے حساب سے ۸ ربیع الاول تاریخ ولادت ہے، ۹ ربیع الاول کسی حساب سے صحیح نہیں۔ ۴۲۷

نورِ آفتاب کی مثال سے مسئلہ کی توضیح۔ ۵۹۸

فوائد حدیثیہ

جو جلدی کرتا ہے خطا میں پڑتا ہے (حدیث) ۴۲۸

صحاح میں صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایات بہت کم ہیں۔ ۴۳۱

حدیثِ ثعلبہ صحیح ہے یا حسن یا ضعیف یا موضوع۔ ۴۵۳

اس حدیث کا مطلب کہ "جس نے امامِ وقت کو نہ پہچانا اس کی موت جاہلیت پر ہوگی۔ ۴۹۴

حدیث پاک کہ "جس چیز کو مسلمان نیک جانیں وہ نیک ہے۔" ۵۱۶

سوادِ اعظم کی پیروی کرنا حدیث شریف سے ثابت ہے۔ ۵۲۲

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور معنیٰ حدیث "خیر القرون قرنی"۔ ۵۳۶

اسماء الرجال

ثعلبہ بن حاطب اور ثعلبہ بن ابی حاطب کے درمیان ایمان و نفاق کا فرق ہے۔ ۴۵۷

فضائل ومناقب

اولی الامر سے مراد علماءِ دین ہیں۔ ۴۶۳

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبوں کو بے شمار علوم عطا فرمائے۔ ۴۷۲

غیر مقلد وہابیہ بھی امام سبکی بالاجماع امامِ جلیل مانتے ہیں۔ ۵۰۶

مطلق ذکرِ الٰہی کی خوبی قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ ۵۲۸

علماءِ دین کسی وقت میں مصدر و مظہرِ شر نہیں ہوتے۔ ۵۳۵

چند مثالیں ان امور کی جو دربارۂ تعظیم و آداب حادث ہوئے۔ ۵۴۶

امام مالک مدینے میں سواری پر سوار نہ ہوتے۔ ۵۴۸

سلسلہ قادریہ افضل السلاسل ہے۔ ۵۵۷

شاہ بدر الدین مدار صاحب اکابر اولیاء سے ہیں۔ ۵۵۹

سیدنا غوثِ اعظم امام مہدی کے ظہور تک غوث الاغواث ہیں اور تمام اولیاء کی گردن پر آپ کا قدم ہے۔ ۵۵۹

حضرت سیدنا غوثِ اعظم سید الاولیا ہیں، حضرت شاہ مدار کو ان سے افضل کہنا جہالت ہے۔ ۵۶۶

خاندان اقدس قادری تمام خاندانوں سے افضل ہے۔ ۵۶۸

Marfat.com

سیدنا غوثِ اعظم قطب ارشاد ہیں۔ ۵۶۸

مناقبِ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ ۵۸۸

طب

آلہ کے ذریعے بچے کے مذکر و مؤنث ہونے
کی کچھ نشانیاں معلوم ہوجاتی ہیں۔ ۴۷۵

علم، علماء، تعلیم

زمانہ کے اعتبار سے کتبِ دینیہ کی ترتیبِ
تصنیف۔ ۵۰۲

حوادثِ زمانہ کے اعتبار سے نو پید
مسائل میں اس زمانے کے مستند علماء کی
سند کافی ہے۔ ۵۰۲

فضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت سیدہ مریم جنت میں سرکار کے نکاح
اقدس سے مشرف ہوں گی۔ ۴۶۰

محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی یاد
بعینہٖ خدا کی یاد ہے۔ ۵۲۰

ولادتِ اقدس صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالےٰ
علیہ وسلم تمام نعمتوں کی اصل ہے۔ ۵۳۰

تمام عالم نور محمدی سے پیدا ہوا تو اصل ہر چیز کی
آپ کا نور ہے پس مرتبۂ ایجاد میں وہی وہ ہیں۔ ۶۰۳

Marfat.com

کتاب الفرائض

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ یکم ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ ایک عورت قوم طوائف سے تھی جس نے عمرو سے نکاح کیا، ہندہ کی نائکہ کے اور بھی چند رنڈیاں مختلف البطن تھیں جو اپنا پیشہ کسب اسب تک کرتی ہیں ہندہ نے جس کا کوئی وارث نہ تھا شوہر کے بھتیجے کو متبنیٰ کیا اور اپنی حیات میں اپنے کل متروکہ کی بابت جو اُسے ترکہ شوہرہی سے پہنچا تھا زید کے لئے وصیت کی کہ میرے بعد کل ترکہ کا مالک زید ہو، اب بعد انتقال ہندہ اس کی نائکہ کی دوسری رنڈی لیلیٰ بدعوٰی خواہری ترکہ چاہتی ہے اس صورت میں شرعاً حق لیلیٰ کا ہے یا زید کا؟ بیّنوا توجروا (بیان کرو اجر پاؤ گے۔ت)

الجواب

شوہر کا بھتیجا یہ اپنا متبنیٰ شرعاً وارث نہیں، پس اگر گواہان عادل سے جنھیں شرع قبول کرے وصیت ثابت ہوجائے تو شک نہیں کہ زید ہر طرح موصی لہ ہوگیا خواہ لیلیٰ ہندہ کی بہن ہو یا نہ ہو فرق یہ ہوگا کہ لیلیٰ و ہندہ ایک ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئیں تو وہ اخیافی بہن ٹھہر کر چھٹے حصے کی فرضاً اور نصف کی رداً مستحق ہوگی فان الرد مقدم عندنا علی الموصی لہ بجمیع المال (کیونکہ ہمارے نزدیک رد اس شخص پر مقدم ہے جس کے لئے کل مال کی وصیت کی گئی ہے۔ت)

Marfat.com

صرف ایک ثلث باقی بعد ادائے دین میں وصیت نافذ ہوگی دو ثلث باقیماندہ لیلیٰ کو ملیں گے۔ فرضاً و ردًا اور اگر ثابت ہوگا کہ لیلیٰ ہندہ کی بہن نہیں بلکہ صرف اس وجہ سے انھیں بہنیں کہا جاتا کہ دونوں ایک ڈیرے کی رنڈیاں تھیں تو وصیت کل مال میں جاری ہوگی اور بعد ادائے دین اگر ذمہ ہندہ ہو کل متروکہ زید کو ملے گا مگر اس امر کا لحاظ واجب ہے کہ نسب کے ثبوت میں صرف شہرت کافی ہے کما فی الخلاصۃ والخانیۃ والھدایۃ والھندیۃ والدر وغیرھا (جیسا کہ خلاصہ، خانیہ، ہدایہ، ہندیہ اور درر وغیرہ میں ہے۔ ت) پس اگر مشہور ہو کہ یہ دونوں عورتیں ایک ماں کے پیٹ سے ہیں اگرچہ اولادِ زنا ہی ہوں تو بیشک وہ بہنیں ٹھہریں گی اور لیلیٰ وارثہ ہوگی کما فی الدر المختار وغیرہ (جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲ — ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نے مرتے وقت زیور اپنے بھائی کے سپرد کیا اور یہ کہا یہ زیور میری بہو متوفی کا ہے، اس تفصیل سے کہ کچھ اس کے والدین کا دیا ہوا ہے اور کچھ میرا دیا ہوا ہے اور اوّل بہو کا انتقال ہوا تو اس کی تجہیز و تکفین میں نے کی اور بعد کو اسکے خاوند کا انتقال ہُوا تو اس کی بھی تجہیز و تکفین میں نے کی اور وہ دونوں لاولد مرے ہیں اور بالعوض اس کے مال دونوں کے مرنے میں اس مال کی تعداد سے زیادہ روپیہ خرچ ہوگیا ہے اور اس مال میں کسی کا دعوٰی نہیں ہے تم بعد میرے کل مال کے میرے خیرات کر دینا اب بہو کے والدین کہتے ہیں کہ ہماری دختر کا مال ہے ہم وارث ہیں اور خاوند کے وارث کہتے ہیں کہ ہمارے بھائی اور بھاوج کا مال ہے ہم وارث ہیں، عورت کے والدین کہتے ہیں کہ ہماری دختر کا مہر بھی چاہیئے، خاوند کے وارث کہتے ہیں کہ ہمارے بھائی نے کہا کہ مہر مجھ کو میری زوجہ نے بخش دیا ہے۔ اب بموجب شرع شریف کے وہ مال خیرات کیا جائے یا وارثان کو دیا جائے اور کس کس وارث کو کس تعداد سے دیا جائے؟

الجواب

اگر عورت نے اپنی بہو کی تجہیز و تکفین اپنے پاس سے بطورِ خود کی تو اس کا معاوضہ پانے کی اصلاً مستحق نہیں،

فی العقود الدریۃ عن التتارخانیۃ عن العیون اذا کفن الوارث المیّت

عقود الدریہ میں تاتارخانیہ سے بحوالہ عیون منقول ہے کہ جب اپنے مال سے میت کو کفن پہنائے

Marfat.com

من مال نفسہ یرجع والاجنبی لایرجع[1] اھ وفیھا عن نھج النجاۃ لوکفن المیت غیرالوارث من مال نفسہ لیرجع فی ترکتہ بغیرامرالوارث فلیس لہ الرجوع اشھد علی الوارث اولم یشھد[2]

تو وہ ترکہ میں رجوع کرسکتا ہے اور اجنبی ایسا کرے تو رجوع نہیں کرسکتا اھ اور اسی میں نہج النجاۃ سے منقول ہے اگر غیروارث اپنے مال سے وارث کی اجازت کے بغیر اس نیت سے میت کو کفن پہنائے کہ وہ میت کے ترکہ میں رجوع کرے گا تو اس کو رجوع کا حق نہیں چاہے وارث کی موجودگی میں ایسا کرے یا غیرموجودگی میں۔ (ت)

اس تقدیر پر نصف زیور خاص ہوکے ماں باپ کا ہے جس کی نسبت عورت کی وصیّت محض مہمل، اور اگر شوہر متوفاۃ یعنی اپنے پسر خواہ ہوکے مادر یا پدر غرض اس کے کسی وارث کے اذن سے تجہیز وتکفین کی تو جس قدر صرف کفن دفن میں صَرف ہوا بشرطیکہ اس میں قدر سنّت یعنی پانچ کپڑوں اور کفن مثل سے زیادتی نہ کی ہو اس قدر کی قیمت ہوکے ترکہ سے لے سکتی ہے

فی العقود اما الاجنبی فلا رجوع لہ مطلقا الا فی اذن لہ الوارث[3]

عقود میں ہے لیکن اجنبی کو مطلقاً رجوع کا حق نہیں سوائے اس کے کہ وارث نے اسکی اجازت دی ہو۔ (ت)

باقی کا نصف اس کے ماں باپ کا حق ہے، رہا دونوں صورتوں پر باقیماندہ آدھا وہ نصیبۂ شوہر تھا، اب تجہیز وتکفین پسر میں بھی نظر کریں گے اگر قدر سنّت یا کفن مثل سے زیادت کی ہے مثلاً تین کپڑوں کی جگہ چار کپڑے دیئے یا جیسے کپڑے وہ عید کو پہنتا تھا ان سے بہتر کفن دیا تو یہاں بھی ترکۂ پسری سے اس کا مطالبہ نہ کرسکیں گے بلکہ یہ ٹھہرے گا کہ وہ ایک سلوک تھا جو اس نے بطور خود کیا

فی العقود عن الانقروی عن مجمع الفتاوٰی ان کفنہ باکثر من کفن المثل لایرجع لان احد الورثۃ لایملکہ وھل لہ ان یرجع فی الترکۃ بقدر کفن المثل

عقود میں انقروی سے بحوالہ مجمع الفتاوٰی منقول ہے اگر وارث نے میّت کو کفنِ مثلی سے زائد پہنایا تو رجوع نہیں کرے گا کیونکہ کوئی ایک وارث ایسا نہیں کرسکتا، کیا صورتِ مذکورہ میں اس کو ترکہ میں کفن مثلی کی حد تک رجوع کا

[1، 2، 3] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ کتاب الوصایا باب الوصی ارگ بازار قندھار ۲/ ۳۲۷

Marfat.com

قالوا لایرجع لان اختیارہ ذلک دلیل التبرع[1] اھ قلت مثلہ فی الخانیۃ مقتصرا معللا وبہ حکم فی الخلاصۃ والبزازیۃ والملتقط وان قالوا فیما بعد انہ ان قیل یرجع بقدر الکفن المثل فلہ وجہ کما ھو لفظ الاولین اولا یبعد کما ھو لفظ الاخیر فان ذلک لیس بروایۃ ولا فیہ دلالۃ علی الحکم بہ او الاختیار کما لا یخفی۔

حق ہے؛ مشائخ نے کہا کہ اُسے حق نہیں کیونکہ کفن مثلی سے زائد کو اختیار کرنا تبرع کی دلیل ہے اھ میں کہتا ہوں اسی کی مثل خانیہ میں ہے اقتصار کرتے ہوئے اور علت بیان کرتے ہوئے، اسی کے ساتھ حکم لگایا گیا ہے خلاصہ، بزازیہ اور ملتقط میں اگرچہ اس کے بعد مشائخ نے فرمایا کہ اگر مثلی کفن کے برابر رجوع کرنے کا قول کیا جائے تو اس کی بھی وجہ ہے جیسا کہ پہلی دونوں کتابوں کی عبارت ہے یا یہ کہ ایسا کرنا بعید نہیں جیسا کہ آخری کتاب کی عبارت ہے کیونکہ یہ کوئی روایت نہیں اور نہ ہی اس میں مذکور کے ساتھ حکم لگانے یا اسے اختیار کرنے پر دلالت ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ (ت)

اسی طرح کفن دفن کے علاوہ سوئم، چہلم، فاتحہ، درود وغیرہا کے مصارف کہیں مجرا نہیں ملتے،

فی الحاشیۃ الطحطاویۃ علی الدرالمختار التجہیز لایدخل فیہ السبح والصمدیۃ والجمع والموائد لان ذلک لیس من الامور اللازمۃ فالفاعل لذلک ان کان من الورثۃ یحسب علیہ من نصیبہ ویکون متبرعا وکذا ان کان اجنبیا[2]

درمختار پر حاشیہ طحطاویہ میں ہے کہ میّت کی تجہیز میں دعا و درود، لوگوں کو جمع کرنا اور کھانے کا اہتمام کرنا داخل نہیں کیونکہ یہ لازمی امور میں سے نہیں ہیں لہٰذا ایسا کرنے والا اگر وارثوں میں سے ہے تو اس کے حصے میں شمار کیا جائے گا اور وہ متبرع ہوگا۔ اور یہی حکم ہوگا اگر ایسا کرنے والا اجنبی ہو۔ (ت)

ہاں اگر تجہیز و تکفین بسر مطابق سنّت کی اور اس میں کفن مثل پر زیادت نہ کی تو بیشک ترکہ پری

---

[1] العقود الدریۃ فی تنقیح الحامدیۃ کتاب الوصایا باب الوصی ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۳۲۷

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الفرائض المکتبۃ العربیہ کانسی روڈ کوئٹہ ۴/ ۳۶۷

Marfat.com

میں اس قدر کا استحقاق سب وارثان سے پیشتر رکھتی ہے لانہ دین والدین مقدم علی الارث (کیونکہ وہ قرض ہے اور قرض میراث پر مقدم ہے ۔ ت) اور یہاں کسی وارث پسر کا اذن بھی درکار نہیں کہ عورت خود اپنے پسر کی وارث تھی ۔

فی العقود عن حاوی الزاہدی احد الورثۃ انفق فی تجہیز المیت من الترکۃ بغیر اذن الباقین یحسب من مال المیت و لا یکون متبرعا۔[1]

عقود میں حاوی الزاہدی سے منقول ہے اگر کسی ایک وارث نے باقی وارثوں کی اجازت کے بغیر میت کے ترکہ میں سے اس کی تجہیز پر خرچ کیا تو وہ میت کے ترکہ سے شمار کیا جائیگا اور وہ خرچ کرنیوالا متبرع نہیں ہوگا۔(ت)

مگر صرف اس کا کہنا کہ میں نے اپنے پاس سے پسر کا کفن دفن کیا حجت نہیں دیگر ورثہ بھی مانیں یا گواہان شرعی سے ثبوت ہو تو اس وقت یہ ٹھہرے گا کہ پسر پر اس قدر اس کی ماں کا دَین ہے ۔ یونہی وارثان مرد کا یہ کہنا کہ ہمارے بھائی نے کہا تھا زوجہ نے مجھے مہر بخش دیا محض نامسموع ہے اگر وہ سچ بھی کہتے ہیں تو مدیون کا اپنی زبان سے دعوی عفو کیونکر حجت ہو سکتا ہے بلکہ گواہ درکار ہیں کہ زوجہ نے مہر بخش دیا تھا اگر بخشش ثابت ہو جائے تو اس نصف سے جو نصیبۂ مرد قرار پایا تھا پہلے اس کی ماں کا دَین جو بشرائط مذکورہ (یعنی ثبوت باقرار ورثہ یا شہادت گواہان و عدم تجاوز بر قدر مسنون و کفن مثل) قابل ادا ہو ادا کر کے باقی وارثان مرد پر (جن میں اس کی ماں بھی داخل ہے) حسب فرائض منقسم ہو جائے اور اگر معافی ثابت نہ ہو تو یہ دیکھنا ہے کہ زوجہ کا نصف مہر جس کا مطالبہ شوہر پر باقی رہا اور ماں کا دَین بابت تجہیز و تکفین جو بشرط مذکور قابل ادا ثابت ہو (اور اسی طرح اور قرض بھی اگر ذمۂ مرد ہوں) سب مل کر مقدار کل ترکۂ مرد سے (خواہ یہ نصف حصۂ زیور ہو جو اسے ترکۂ زوجہ سے ملا یا اپنا اور مال ہو اس مجموع سے) زیادہ ہے یا برابر یا کم اگر برابر یا زائد ہو تو ماں یا بھائی کوئی وارث بحیثیت وراثت کچھ نہ پائے گا بلکہ اس حصۂ زیور اور دیگر ترکہ مرد سے سب دائنوں کا حق حصۂ رسد ادا کیا جائے گا اور اگر مجموعہ دیون مجموعہ ترکہ پسر سے کم ہے تو بعد ادائے دیون (و انفاذ وصایائے پسر اگر کی ہوں) جو بچے گا وہ وارثانِ مرد پر مع اس کی ماں کے تقسیم ہو جائے گا ۔ اب ان صورتوں میں جو کچھ اس

---

[1] العقود الدریۃ کتاب الوصایا باب الوصی ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۳۲۷

کردی گئی ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ اگر عددین متوافقین کا مخرج جزء وفق بارہ ہو تو ان میں نسبت توافق بجزء من اثنی عشر (بارہ میں سے ایک جزء کے ساتھ۔ت) کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر قبل تقسیم ترکہ ایک یا دو یا زائد ورثہ انتقال کریں اور ان کے وارث باعیانہم وہی ورثہ میت اول ہوں اور ان کی موت سے تقسیم متغیر نہ ہو تو ان ورثہ اموات کو بین سے خارج اور کأن لم یکن (گویا کہ وہ تھا ہی نہیں۔ت) کردینا اولٰی ہے یا ان بطون کی اقامت اور ہر ایک کی علیحدہ تصحیح۔ بیّنوا توجروا (بیان کرو اجر پاؤ گے۔ت)

الجواب

واللہ الموفق والصواب (اللہ تعالٰی ہی سچائی اور درستگی کی توفیق دینے والا ہے۔ت)

صورت مستفسرہ میں جیسے کہ تعبیر بکسر منطق اور ان عددین کو متوافقین بنصف السدس یا بسدس النصف کہنا جائز ویسے ہی تعبیر بالجزء اور انھیں متوافقین بجزء من اثنی عشر کہنا بھی روا اور فرائضیوں میں شائع وذائع۔

فی السراجیہ ففی الاثنین بالنصف وفی الثلثۃ بالثلث وفی الاربعۃ بالربع ھکذا الی العشرۃ وفی ماوراء العشرۃ یتوافقان بجزء منہ اعنی فی احد عشر بجزء من احد عشر وفی خمسۃ عشر بجزء من خمسۃ عشر[1] وفی شرحھا الشریفیۃ وبالجملۃ یمکن فیما وراء العشرۃ باسرھا ان یعبر فی التواقق بالاجزاء المضافۃ الی المخرج کجزء من احد عشر وجزء من اثنی عشر

سراجیہ میں ہے کہ دو میں آدھے کا توافق، تین میں تہائی کا اور چار میں چوتھائی کا، اور یونہی دس تک یعنی دس میں دسویں کا توافق ہوگا۔ اور دس سے اوپر جو عدد ہے اس میں توافق اس کی ایک جزء کا ہوگا مثلاً گیارہ میں گیارہ کی ایک جزء کا اور پندرہ میں پندرہ کی ایک جزء کا۔ اس کی شرح شریفیہ میں ہے خلاصہ یہ کہ دس سے اوپر والے تمام عددوں کے توافق میں تعبیر ان اجزاء کے ساتھ ہوگی جو مخرج کی طرف منسوب ہوتے ہیں جیسے گیارہ میں سے

---

[1] السراجی فی المیراث فصل فی معرفۃ التماثل والتداخل الخ مکتبہ ضیائیہ راولپنڈی ص ۲۳ و ۲۴

Marfat.com

وجزء من ثلثة عشر و یمکن فی بعضها ان یعبر بالکسور المنطقة المرکبة وللتنبیه علی ذلك خلط الشیخ المنطق بالاصم حیث ذکر احد عشر وخمسة معاً[1] وفی حاشیتها للقاضی عبد النبی الاحمد نگری رحمه الله تعالیٰ فان قیل لم قال المص وفیما وراء العشرة یتوافقان بجزء مع انه یمکن التعبیر فی البعض بغیر لفظ الجزء قلت غرض المص رحمه الله تعالیٰ ان توافق العددین فیما وراء العشرة بجزء حکم کلی دون التعبیر بلفظ اخر فافهم[2] وفی ردالمحتار (تنبیه) اذا توافقا فی عدد مرکب وهو ما یتألف من ضرب عدد فی عدد کخمسة عشر مع خمسة واربعین فان شئت قلت هما متوافقان بجزء

ایک جزء بارہ میں سے ایک جزء۔ اور تیرہ[13] میں سے ایک جزء۔ اور ان میں سے بعض میں کسور منطقہ مرکبہ کے ساتھ تعبیر ممکن ہے۔ اسی پر تنبیہ کرنے کے لئے شیخ (صاحب سراجیہ) نے منطق (جس کسر کو لفظِ جزئیت وغیر جزئیت سے تعبیر کیا جا سکتا ہو) اور اصم (جس کسر کو فقط لفظِ جزئیت کے ساتھ تعبیر کیا جا سکتا ہو) کو ملا کر ذکر فرمایا کیونکہ اس نے گیارہ اور پندرہ کو اکٹھا ذکر کیا۔ اس پر قاضی عبد الغنی احمد نگری علیہ الرحمہ کے حاشیہ میں ہے۔ اگر کہا جائے کہ کہ مصنف علیہ الرحمہ نے یہ کیوں کہا کہ دس[10] سے اوپر والے اعداد میں توافق ان کی ایک جزء کے ساتھ ہوتا ہے جبکہ بعض میں بغیر لفظ جزء کے تعبیر ممکن ہے تو میں کہوں گا کہ مصنف علیہ الرحمہ کی غرض یہ ہے کہ دس[10] سے اوپر والے اعداد میں جزء کے ساتھ توافق ایک حکم کلی ہے بخلاف کسی دوسرے لفظ کے ساتھ تعبیر کے۔ پس سمجھ۔

ردالمحتار میں ہے (تنبیہ) جب دو عدد کسی عدد مرکب میں باہم متفق ہو جائیں جو کہ ایک عدد کی دوسرے میں ضرب سے مؤلف ہوتا ہے جیسے پندرہ[15] پینتالیس[45] کے ساتھ۔ پس اگر تو چاہے تو یوں کہے کہ ان دونوں میں توافق پندرہ[15] کی ایک

---

[1] الشریفیة شرح السراجیة فصل فی معرفة التماثل والتداخل الخ مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص61

[2] حاشیة شرح الشریفیة

Marfat.com

من خمسة عشر وان شئت نسبت الواحد اليه بكسرين يضاف احدهما الى الأخر فتقول بينهما موافقة ثلث خمس اوخمس ثلث فيعبر عنه بالجزء وبالكسور المنطقة المضافة بخلاف غير المركب فانه لا يعبر عنه الا بالجزء[1] وفى الفتاوى العالمگيرية ان كان الجزء المفنى للعددين اكثر من عشرة فانظر فان كان المفنى فردا اولا وهو الذى ليس له جزء صحيح اى لا يتركب من ضرب عدد فى عدد كأحد عشر فقل الموافقة بينهما بجزء من احد عشر لانه لا يمكن التعبير عنه صحيحا بشئ أخر وان كان العدد المفنى زوجا كالثمانية عشرا وفردا مركبا وهو الذى له جزءان صحيحان او اكثر كخمسة عشر، فان شئت ان نقول كما قلت فى الفرد الاول

ایک جزء کے ساتھ ہے اور اگر تو چاہے تو واحد کی پندرہ کی طرف ایسی دو کسروں کے ساتھ نسبت کرے جن میں سے ایک دوسرے کی طرف مضاف ہوتی ہے، اور تو یوں کہے ان دونوں کے درمیان موافقت پانچویں کے تہائی کے ساتھ ہے یا تہائی کے پانچویں کے ساتھ۔ چنانچہ اس کو جزء کے ساتھ اور کسورِ منطقہ جو کہ ایک دوسرے کی طرف مضاف ہوتی ہیں کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے بخلاف غیر مرکب کے کہ اس کو سوائے جزء کے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔

اور فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے اگر دو عددوں کو فنا کرنے والا عدد دس سے زائد ہو تو پھر نظر کر اگر وہ عدد فردِ مفرد ہو، اور فردِ مفرد وہ ہے جس کی کوئی جزء صحیح نہ ہو یعنی وہ ایک عدد کی دوسرے میں ضرب سے مرکب نہ ہو جیسے گیارہ، تو اب کہے کہ ان دونوں میں موافقت گیارھویں جزء کی ہے اس لئے کہ کسی دوسری شئی کے ساتھ اس کی صحیح تعبیر ممکن نہیں، اور اگر دو عددوں کو فنا کرنے والا عدد زوج ہو جیسے اٹھارہ یا فردِ مرکب ہو، اور فردِ مرکب وہ ہوتا ہے جس کی دو یا دو سے زائد جزئیں صحیح ہوں جیسے پندرہ ۱۵، تو اس صورت میں اگر تو چاہے تو ایسے ہی کہے جیسا کہ تو نے

---

[1] ردالمحتار کتاب الفرائض باب المخارج دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۵۱۶

Marfat.com

هو موافق بجزء من خمسة عشر و بجزء من ثمانية عشر وان شئت ان تنسب الواحد اليه بكسرين يضاف احدهما الى الأخر فتقول فى خمسة عشر بينهما موافقة بثلث الخمس وفى ثمانية عشر بثلث السدس وقس عليه نظائره[1] وفى مختصر الفرائض فان اتفقا فى الاثنين فهما متوافقان بالنصف وفى الثلثة بالثلث وهكذا فى العشرة بالعشر وان توافقا فى احد عشر او اكثر منه يعبر بالجزء مثلا فى احد عشر بجزء من احد عشر وفى اثنى عشر بجزء من اثنى عشر وهكذا الخ[2] وفى زبدة الفرائض مولانا عماد الدين البكنى رحمة الله تعالٰى عليه واگر در دوازده متفق شوند توافق بجزء من اثنى عشر گويند يعنى توافق بحصه دوازدهم چنانچه بست وچهار وسى وشش

فردِ مفرد میں کہا کہ اس میں توافق پندرھویں جزء کا ہے یا اٹھارھویں جزء کا۔ اگر چاہے تو واحد کو اس کی طرف ایسی دو کسروں سے منسوب کرے جن میں سے ایک دوسرے کی طرف مضاف ہوتی ہے، چنانچہ تو پندرہ میں یوں کہے کہ یہ پانچویں کے تہائی میں موافق ہے اور اٹھارہ میں یوں کہے کہ یہ چھٹے کے تہائی میں موافق ہے اور اسی پر دیگر نظائر کو قیاس کرلے۔ مختصر الفرائض میں ہے کہ اگر دو عدد، دو میں متفق ہوجائیں تو ان میں آدھے کا توافق ہے اور تین میں متفق ہوں تو تہائی کا توافق ہے یونہی دس تک کہ اس میں دسویں کا توافق ہے۔ اور اگر وہ دونوں گیارہ یا اس سے زائد میں متفق ہوں تو اس کو لفظ جزء کے ساتھ تعبیر کیا جائے گا مثلاً گیارہ میں گیارھویں جزء اور بارہ میں بارھویں جزء، اور اسی طرح آخر تک۔ اور مولانا عماد الدین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی تصنیف زبدۃ الفرائض میں ہے کہ اگر دو عدد بارہ میں متفق ہوں تو کہیں گے کہ ان میں توافق بارہ کی ایک جزء میں ہے یعنی توافق بارھویں حصہ میں ہے چنانچہ چوبیس اور

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الفرائض الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۴۶۷
[2] مختصر الفرائض

Marfat.com

وعلیٰ ھذا القیاس در جمیع مراتب[1]
وفی زبدۃ الفرائض مولانا عبد الباسط القنوجی
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ درما فوق العشرۃ بجزء
وے کہ مضاف بسوئے عاد باشد تعبیر کنند
پس در احد عشر بجزء وے از احد عشر و اثنی عشر
بجزء وے از اثنی عشر وھکذا تا غیر نہایت[2]۔

چھتیس کی صورت میں توافق چوبیسویں اور چھتیسویں میں ہوگا اور اسی پر قیاس
ہوگا تمام مراتب میں۔ اور مولانا عبد الباسط
قنوجی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف زبدۃ الفرائض
میں ہے کہ دس سے زائد عددوں میں اس عدد
کی ایسی جزء کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں جو جزء
عددِ مفنی کی طرف مضاف ہوتی ہے چنانچہ گیارہ
میں اس کی گیارھویں جزء اور بارہ میں اس کی
بارھویں جزء، اسی تک غیر نہایت تک۔ (ت)

اور جب انتقال بعض ورثہ قبل از تقسیم کیفیت مذکورہ سے ہو تو اکفیس خارج من البین
وکان لم یکن کرنا ھی اولیٰ ہے نہ اقامت بطون و افراز تصحیحات۔

فی الفرائض الشریفیۃ (لوصار بعض الانصباء میراثا قبل القسمۃ) فنقول ان کانت ورثۃ المیت الثانی من عداہ من ورثۃ المیت الاول ولم یقع فی القسمۃ تغییر فانہ یقسم المال حینئذ قسمۃ واحدۃ اذ لا فائدۃ فی تکرارھا کما اذا ترک بنین و بنات من امرأۃ واحدۃ ثم مات احدی البنات ولا وارث لھا سوی تلک الاخوۃ و الاخوات لاب وام فانہ یقسم مجموع الترکۃ بین الباقین للذکر مثل حظ الانثیین قسمۃ واحدۃ کما کانت تقسم بین الجمیع

فرائض شریفیہ میں ہے (اگر بعض حصے تقسیم سے پہلے میراث ہو جائیں) تو ہم کہتے ہیں کہ اگر میتِ ثانی کے ورثاء سوائے میت ثانی کے وہی ہیں جو میت اول کے ورثاء ہیں اور تقسیم میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی تو اس صورت میں مال کو ایک ہی تقسیم کے ساتھ بانٹ دیا جائے گا کیونکہ تقسیم کی تکرار کا کوئی فائدہ نہیں۔ جیسے کسی شخص نے ایک ہی بیوی سے کچھ بیٹے اور کچھ بیٹیاں چھوڑی ہوں پھر ایک بیٹی مر گئی جس کا ان حقیقی بہن بھائیوں کے سوا کوئی وارث نہیں تو اس صورت میں تمام ترکہ باقی بیٹوں اور بیٹیوں میں ایک ہی تقسیم کے ساتھ للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق اسی طرح تقسیم کریں گے جیسا کہ ان تمام بیٹوں اور بیٹیوں میں تقسیم ہوتا تھا

[1] و [2] زبدۃ الفرائض

Marfat.com

كذلك فكان الميت الثانى لم يكن فى البين[1] وفى الدر المختار (مات بعض الورثة قبل القسمة للتركة صححت المسئلة الاولى) واعطيت سهام كل وارث (ثم الثانية) الا اذا اتحد كأن مات عن عشرة بنين ثم مات احدهم عنهم[2] وفى الفتاوى الهندية ان كانت ورثة الميت الثانى هم ورثة الميت الاول ولا تغير فى القسمة تقسم قسمة واحدة لانه لا فائدة فى تكرار القسمة[3] فى مستخلص الحقائق شرح كنز الدقائق (ان مات البعض قبل القسمة فصحح مسئلة الميت الاول واعطى سهام كل وارث ثم صحح مسئلة الميت الثانى) هذا اذا كانت ورثة يرثون خلاف ما يرثون من الميت الاول اما اذا كانوا يرثونه بعينهم فلا حاجة الى التصحيحين كما لو مات عن عشرة ابناء ثم مات احد البنين ولم يترك وارثا سواهم كذا فى الزاهدى

گویا کہ میت ثانی درمیان میں تھا ہی نہیں۔ درمختار میں ہے ترکہ کی تقسیم سے پہلے وارثوں میں سے کوئی مرگیا تو پہلے مسئلہ کی تصحیح کرکے ہر وارث کے حصے دئے جائیں گے پھر دوسرے مسئلہ کی تصحیح کی جائے گی سوائے اس کے کہ دونوں مسئلے متحد ہوں، جیسے کوئی شخص دس بیٹے چھوڑکر مرگیا پھر ان میں سے ایک باقی نو بھائی چھوڑکر مرگیا۔ فتاوی ہندیہ میں ہے اگر میت ثانی کے ورثا وہی ہوں جو میت اول کے ورثا رہیں اور تقسیم میں کوئی تبدیلی نہ آتی ہو تو ایک ہی تقسیم کی جائے گی کیونکہ تقسیم کی تکرار میں کوئی فائدہ نہیں۔ مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق میں ہے اگر وارثوں میں سے کوئی ترکہ کی تقسیم سے پہلے مرگیا تو پہلے میت اول کے مسئلہ کی تصحیح کرکے ہر وارث کو حصے دئے جائینگے پھر مسئلہ ثانی کے مسئلہ کی تصحیح کیجائیگی یہ اسوقت ہوگا جب میت ثانی کے ورثا میت اول کے ورثا سے مختلف ہوں۔ لیکن اگر میت ثانی کے ورثا بعینہ میت اول کے ورثا ہوں تو پھر دو تصحیحوں کی کوئی ضرورت نہیں جیسے کوئی شخص دس بیٹے چھوڑکر فوت ہوا پھر بیٹوں میں سے ایک مرگیا اور اس نے سوائے اپنے مذکورہ نو بھائیوں کے کوئی وارث نہیں چھوڑا۔ یونہی زاہدی اور زبدہ باسطیہ

---

[1] الشریفیہ شرح السراجیہ باب المناسخۃ مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۹۱

[2] الدر المختار کتاب الفرائض فصل فی المناسخۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۶۶

[3] الفتاوی الہندیۃ ״ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۴۷۰

Marfat.com

وفی الزبدۃ البا سطیۃ[1] بدانکہ اگر ورثہ میت ثانی عین ورثہ میت اول باشند ونیز قسمت تغیر نیابد بجہت آنکہ از یک جنس بودند پس بنا بر اختصار میت ثانی را کالعدم شمار کردہ بر تصحیح واحد اکتفا نمایند وفی مختصر الفرائض اعلم ان ورثۃ المیت الثانی ان کانوا ھم الوارثین للمیت الاول سوی المیت الثانی ولا یتغیر التقسیم بموتہ تقسم الترکۃ علی الورثۃ الباقیۃ تقسیما واحدا ویجعل المیت الثانی کأن لم یکن فی البین مثلاً ترک اربعۃ ابناء و ثلاث بنات کلھم من زوجۃ واحدۃ ثم مات ابن واحد قبل القسمۃ وترک ثلثۃ اخوۃ وثلث اخوات لاب وام ثم ماتت اخت وترکت ثلثۃ اخوۃ واختین کانت المسئلۃ من الثمانیۃ لکل من الابناء الثلثۃ اثنان ولکل من البنتین واحد ویجعل الابن والبنت کأن لم یکونا فی البین[2] انتھت معھذا مطمح نظر علمائے

میں ہے: تو جان لے کہ اگر میت ثانی کے ورثار میت اول کے ورثار کا عین ہوں اور تقسیم میں بھی کوئی تبدیلی نہ آتی ہو اس لحاظ سے کہ وہ ایک ہی جنس سے تعلق رکھتے ہوں تو اختصار کی بنیاد پر میت ثانی کو کالعدم شمار کرتے ہوئے ایک ہی تصحیح پر اکتفار کرتے ہیں۔ مختصر الفرائض میں ہے؛ تو جان لے کہ میت ثانی کے ورثار اگر وہی ہوں جو میت اول کے وارث بنتے ہیں سوائے میت ثانی کے اور میت ثانی کی موت کی وجہ تقسیم میں کوئی تبدیلی نہ آتی ہو تو اس صورت میں ترکہ کو ایک ہی تقسیم کے ساتھ باقی وارثوں پر تقسیم کیا جائے گا اور میت ثانی کو درمیان سے کالعدم قرار دے دیا جائیگا مثلاً کوئی شخص چار بیٹے اور تین بیٹیاں چھوڑ کر مر گیا جو کہ تمام ایک ہی بیوی سے ہیں پھر تقسیم سے پہلے ایک بیٹا مر گیا جس نے تین حقیقی بھائی اور تین بہنیں چھوڑی ہیں پھر ایک بہن مر گئی جس نے تین بھائی اور دو بہنیں چھوڑی ہیں تو مسئلہ آٹھ سے بنے گا تین بیٹوں میں سے ہر ایک کو دو دو حصے ملیں گے اور دو بیٹیوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک حصہ ملے گا۔ اور مر جانے والے بیٹے اور بیٹی کو ایسا سمجھا جائے گا گویا کہ وہ درمیان میں تھے ہی نہیں انتھت، اسکے باوجود ہمیشہ علمار فرائض کا مطمح نظر سہام کو کم کرنا اور حساب کو

---

[1] مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق

[2] مختصر الفرائض

Marfat.com

فرائض دوامًا تقلیل سہام وتسہیل حساب کما لیس بخاف علٰی من لہ ادنٰی مرور فی رقاق ھذا الفن۔ آسان کرنا ہوتا ہے جیسا کہ اس شخص پر مخفی نہیں جس کا اس فن کی گلیوں میں تھوڑا سا گزر ہوا ہے۔ (ت)

ولہذا درصورت تعدد عاد اکثر الاعداد کا اعتبار فرماتے ہیں تا جزء وفق اقل ہو اور حساب اہون و اسہل اور اصول ثلثہ تصحیح سے کہ بین السہام والرؤس مقرر ہیں نسبت تداخل کو محض روماً للاختصار خارج اور اگر سہام رؤس پر تقسیم ہو جائیں تو تماثل ورنہ توافق کی طرف راجع کرتے ہیں ونظائر ذٰلک کثیرۃ وفی اسفار الفن مسطورۃ (اس کی نظیریں بہت ہیں جو اس فن کی بڑی بڑی کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں۔ ت) اور یہ ظاہر کہ ورثہ مذکورین کو کاٴن لم یکن (گویا کہ وہ نہیں تھا۔ ت) کرنے میں اختصار قسمت اور خفت مؤنت اور حساب کی ہے اور اسی مقصود فن سے کمال مناسبت، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم وحکمہ احکم۔

مسئلہ ۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مرا اور وارثوں میں اپنی دو زوجہ اور زوجۂ اولٰے کا مہر سوا لاکھ روپیہ کا اور ایک دختر بھی ہے اور زوجۂ ثانی لاولد اور مہر اس کا دس ہزار روپیہ تک ہے، اور ایک بھائی، کتنے سہام پر جائداد تقسیم ہوگی؟ بیّنوا توجروا

الجواب

سائل مظہر کہ جائداد بقدر عسہ کے ہے اور حکم شرع میں ادائے مہر و دیگر دیون تقسیم ترکہ پر مقدم اس صورت میں کہ مقدار دونوں مہروں کی حیثیت جائداد سے زائد ہے، کسی وارث کو جائداد میں استحقاق مالکانہ نہیں، لہذا کل جائداد متروکہ سے جو بعد تجہیز و تکفین کے باقی رہا دونوں زوجہ کے مہر اور ان کے سوا اگر کوئی اور دین ہو تو ان کے ساتھ وہ بھی سب بطور حصہ رسد ادا کر دیئے جائیں اور کسی وارث کو کچھ نہ ملے گا مگر یہ کہ مہر معاف ہو جائے یا کوئی وارث جائداد کے خالص کر لینے کو اپنے پاس سے ادا کر دے تو بعد ادائے دین و اجرائے وصیت جو بچے گا سولہ سہام پر منقسم ہو کر ایک سہم ہر زوجہ اور آٹھ سہم دختر اور چھ برادر

Marfat.com

کو ملیں گے ۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ

۸ ربیع الثانی ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک جائداد کے مالک زید و عمرو و بکر سہ برادران حقیقی تھے، اول زید فوت ہوا، خالد و عمدہ والدین چھوڑے۔ پھر عمدہ نے عمرو و بکر پسر ہندہ سعیدہ دختر خالد شوہر چھوڑے پھر خالد نے وارثان مذکورہ سے انتقال کیا پھر عمرو نے زوجہ خدیجہ چھوڑ کر لاولد وفات پائی پھر ہندہ شوہر عبداللہ پسر حامد محمود دختر فاطمہ چھوڑ کر مرگئی، ترکہ کیونکر منقسم ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

برتقدیر صدق مستفتی و عدم موانع ارث و انحصار ورثہ فی المذکورین وصحت ترتیب اموات وتقدیم ما یقدم کالمہر والدین والوصیۃ ایک ثلث جائداد کہ حصۂ زید ہے نوسو ننانوے سہام پر منقسم ہوکر ورثہ احیاء پر جس حساب سے بٹ جائے ۔

المبلغ ۹۶۰

فاطمہ	محمود	حامد	عبداللہ	خدیجہ	سعیدہ	بکر
۳۳	۶۶	۶۶	۵۵	۸۰	۲۲۰	۴۴۰

وذلك لان التصحیح یبلغ الفین وثمانمائۃ وثمانین وکأن ینقسم ھٰکذا۔

اور یہ اس لئے ہے کہ تصحیح دو ہزار آٹھ سو اسی تک پہنچتی ہے گویا اس طرح تقسیم ہوتی ہے۔ (ت)

فاطمہ	محمود	حامد	عبداللہ	خدیجہ	سعیدہ	بکر
۹۹	۱۹۸	۱۹۸	۱۶۵	۲۴۰	۶۶۰	۱۳۲۰

کما یظھر بالتخریج فوجدنا فی السھام کلھا موافقۃ بالثلث فرددنا المسئلۃ للاختصار الی ماتری۔

جیسا کہ تخریج سے ظاہر ہوتا ہے، پس ہم نے تمام حصوں میں تہائی کا توافق پایا تو ہم نے مسئلہ کو اختصار کے لئے تہائی کی طرف لوٹا دیا جیسا کہ تُو دیکھ رہا ہے۔ (ت)

اور ثلث دوم کہ حصۂ عمرو ہے تین سو بیس سہام پر انقسام پاکر یوں ہر وارث کو ملے ۔

Marfat.com

المبلغ ۳۲۰

بکر	سعیدہ	خدیجہ	عبداللہ	حامد	محمود	فاطمہ
۸۰	۱۲۰	۶۰	۱۵	۱۸	۱۸	۹

کما یظھر بالمناسخۃ (جیسا کہ مناسخہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ ت)

اور ثلث سوم خاص بکر کا ہے اور اگر ساری جائداد ملاکر دفعۃً تقسیم کرلینا چاہیں تو بہت اختصار ہوجائے گا کل جائداد کے ایک سو چوالیس حصے کرکے اس طرح تقسیم کریں ہر ایک اپنے تمام حقوق کو پہنچ جائے گا،

المبلغ ۱۴۴

بکر	سعیدہ	خدیجہ	عبداللہ	حامد	محمود	فاطمہ
۸۸	۲۰	۱۶	۵	۶	۶	۳

یہ اختصار قابل امتحان طلبہ ہے کہ کیونکر ان سہام میں بکر کا ثلث الگ ہوکر دونوں ترکے پورے پورے تقسیم ہوگئے من دون ان یمکن فرض باطل کجعل المورث الاعلی واحدا او یستعان بقاعدۃ فوق التقسیم المفرد علی ضوابطھا المقررۃ عند الحساب (بغیر اس کے کہ کسی باطل کو فرض کیا جائے مثلاً صورتِ اعلیٰ کو ایک قرار دیا جائے یا تقسیم مفرد کے اوپر والے قاعدے سے ان ضوابط کے مطابق مدد لی جائے جو حساب میں طے شدہ ہیں۔ ت) مگر یہ جبھی ممکن کہ وقت تقسیم تینوں بھائی جائداد میں بحصہ مساوی شریک ہوں عام ازیں کہ اوّل ہی سے برابر تھے اور زید و عمرو کے ترکہ پر دین وصیت کچھ نہ تھا یا تھا اور اس جائداد کے غیر سے ادا کردیا گیا یا اوّل سے مختلف تھے اور دیون و وصایائے زید و عمرو اس ترکہ سے ادا ہوکر اب تینوں حصے برابر آگئے اور اگر وقتِ تقسیم کمی بیشی ہے خواہ ابتداءً سے تھی یا اب بوجہ ادائے دَین و وصیت ہوگئی تو تقسیم کی وہی پہلی صورت رہے گی کہ ہر ایک کا جُدا بٹے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید لڑکا بعمر ڈھائی برس اور زوجہ اور والدہ اپنی اور برادر حقیقی چھوڑ کر فوت ہوگیا بعدہٗ بلا اجازت زوجہ زید کے چچا زید متوفی نے مال متروکہ زید و نیز مال جہیزی زوجہ زید کا پسر زید کے نام قائم کرکے تا بلوغ پسر مذکور سپرد برادر حقیقی زید کے کردیا وقت سپردگی مال مذکور کے نانا لڑکے اور نیز اہل برادری نے سپردگی مال میں رضامندی ظاہر کی

Marfat.com

پس اس صورت میں جو رضامندی اور اجازت زوجۂ زید سے نہیں لی گئی مال لڑکے کے نام قائم کرنا اور برادر حقیقی زید کے سپرد کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ اور مال زید کے سہام پر تقسیم ہوگا ؟ بیّنوا توجروا (بیان کیجئے اجر پاؤ گے۔ ت)

الجواب

مال جہیز تو خاص مِلک زوجۂ زید ہے نہ وہ زید کا ترکہ نہ زید کے کسی وارث کا اس میں کوئی حق۔ ردالمحتار میں ہے:

كل احد يعلم ان الجهاز ملك المرأة لاحق لاحد فيه[1]

ہر ایک جانتا ہے کہ جہیز عورت کی ملک ہوتا ہے اس میں کسی کا کوئی حق نہیں ہوتا۔ (ت)

اور متروکۂ زید بر تقدیر عدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین وتقدیم امور مقدمہ علی المیراث مثل ادائے مہر و دیگر دیون وتنفیذ وصایا، چوبیس[۲۴] سہام پر منقسم ہو کر تین[۳] سہم زوجہ اور چار والدہ اور سترہ[۱۷] پسر کو ملیں گے تو متروکۂ زید میں بھی چوبیس سہام سے سترہ کا استحقاق پسر کو تھا کل ترکۂ زید بنام پسر زید کر دینا ظلم وجہالت ہے اور اس کے ساتھ زوجۂ زید کا جہیز بھی ملا دینا اور ظلم بر ظلم اور نانا یا اہل برادری کی رضامندی کوئی چیز نہیں کہ وہ غیر مالک ہیں۔

قال الله تعالٰى يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ (ت)

پس کل مال لڑکے کے نام قائم کرنا اور برادر زید کی سپردگی میں دینا سب بیہودہ و باطل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹ ۵ ماہ صفر ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مذہب اہل سنّت پر فوت ہوا اور اس نے ایک دختر سُنّی زوجہ اولٰی متوفیہ کے بطن سے اور ایک زوجہ مدخولہ نومسلم شیعہ اور ایک برادر خالہ زاد کہ زید کا بہنوئی ہے اور دو بھانجی حقیقی مذہب سُنّی اور ایک بھائی چچا زاد شیعہ اور ایک نواسہ شیعہ اور داماد شیعہ یعنی باپ اس نواسہ کا کہ جس کی ماں حیات میں زید متوفی کی مرگئی تھی وارث چھوڑے جائداد مقبوضہ مملوکہ زید متوفی جمیع ورثہ پر از روئے فرائض کس طرح

---

[1] ردالمحتار باب النفقہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۵۳

[2] القرآن الکریم ۴/ ۲۹

Marfat.com

تقسیم ہونا چاہئے اور کون کون ذی حق جائداد مذکور میں ہو سکتا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

تحریرات مجتہد لکھنؤ وتجربہ خواص وعوام شیعہ سے ثابت کہ اس زمانے کے شیعہ ضروریات دین کے منکر ہیں تو ہرگز نہ اُن سے مناکحت جائز، نہ وہ نکاح شرعًا نکاح، نہ وہ اہلسنت کا ترکہ پا سکیں، نہ اہل سنّت کو ان کا مورث کہہ سکیں۔ عالمگیری میں ہے:

یجب اکفار الروافض فی قولھم برجعۃ الاموات الی الدنیا وبقولھم فی خروج امام باطن (الٰی ان قال) وھٰؤلاء القوم خارجون عن ملۃ الاسلام واحکامھم احکام المرتدین کذا فی الظھیریۃ۔[1]

رافضیوں کو کافر قرار دینا واجب ہے ان کے اس قول کی وجہ سے کہ مُردے دنیا کی طرف لوٹ آتے ہیں اور ان کے اس قول کی وجہ سے کہ امام باطن کا ظہور ہونا ہے (یہاں تک کہ کہا) اور یہ قوم ملتِ اسلام سے خارج ہے اور ان کے احکام مرتدوں جیسے ہیں۔ یونہی ظہیریہ میں ہے (ت)

اسی میں ہے:

اختلاف الدین ایضا یمنع الارث۔[2]

دین کا اختلاف بھی میراث سے مانع ہے (ت)

پس کل ترکہ زید بر تقدیر صدق مستفتی وعدم موانع ارث وعدم وارث اُخر وتقدیم ما یقدم کالدین والوصیۃ صرف اس کی دختر سنیہ کو ملے گا۔ اور یہ مدخولہ اور چچازاد بھائی کہ شیعہ ہیں کچھ نہ پائیں گے نہ خالہ زاد بھائی بھانجوں نواسے داماد کا کوئی حق ہے ہاں اگر یہ مدخولہ یا چچازاد بھائی دونوں کسی ضروریِ دین کا انکار نہ کرتے ہوں تو بشرائط مذکورہ ترکہ آٹھ سہم پر منقسم ہوگا ایک زوجہ اور چار دختر اور تین ابن العم کو ملیں گے اور صرف ابن العم منکر نہ ہو تو دو حصہ ہوکر دختر وابن العم کو نصفا نصف پہنچے گا زوجہ کچھ نہ پائے گی، اور صرف زوجہ منکر نہ ہو تو آٹھ پر تقسیم ہوکر ایک سہم زوجہ اور سات دختر کو پہنچیں گے ابن العم محروم رہے گا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب السیر الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۶۴

[2] " " کتاب الفرائض الباب الخامس " " ۶/۴۵۴

Marfat.com

مسئلہ ۱۰ از اوجین علاقہ گوالیار مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ محمد یعقوب علی خان ۲۰ صفر ۱۳۰۸ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ زید با برادر خرد حقیقی شریک حال بودہ مکان و زیور و نقد و ظروف و اشیائے خانہ داری تعدادی تخمیناً پانزدہ صد روپیہ ہر دو بشرکت بزور بازوئے خود فراہم کردند و در خورد و نوش معیشت ہیچ امتیازے نداشتند و علاوہ اموال مذکورہ صد بیگھہ زمین از سرکار خاص بنام زید معاف شد الا درستی آبادی زمین مزبورہ و تیاری چاہ بزر مشترک شد و آمدنی سالیانہ بشرکت صرف می نور حالا زید زوجہ ثانیہ لاولد ——— زوجہ ثالثہ و یک پسر و سہ دختر از بطن زوجہ اولےٰ کہ پیش از زید مردہ بود و شادی اینہا زید بحیات خودش کردہ و سہ پسر از بطن زوجہ ثالثہ کہ ہر سہ بحیات زید ناکتخدا ماندند و ہمیں یک برادر وارث گزاشتہ وفات یافت پس ترکہ زید چسان انقسام یابد و زمینے کہ تنہا بنام زید معاف ست دران برادر دیگر را ہم حصہ است یا خیر و در اولاد زوجہ اولیٰ و ثالثہ بوجہ کتخدا شدن بحیات زید از صرف زید و ناکتخدا ماندن فرقے در ارث خواہد بود یا نے۔ بینوا توجروا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اپنے چھوٹے حقیقی بھائی کے ساتھ تھا اور دونوں نے شراکت میں اپنے زور بازو سے مکان، زیور، نقدی، برتن اور خانہ داری کی دیگر اشیاء جن کی مالیت تقریباً پندرہ سو (۱۵۰۰) روپے ہے جمع کیں اور کھانے پینے میں وہ دونوں آپس میں کوئی فرق نہیں رکھتے، اموالِ مذکورہ کے علاوہ سو بیگھہ زمین حکومت نے خاص زید کے نام الاٹ کی مگر مذکورہ زمین کی آبادی اور کنوئیں کی تیاری مشترکہ مال سے ہوئی اور اس کی سالانہ آمدنی مشترکہ طور پر صرف ہوتی رہی، اب زید مر گیا اور اس نے اپنی دوسری بیوی بے اولاد چھوڑی اور پہلی بیوی جو زید سے پہلے مرگئی سے ایک بیٹا اور تین بیٹیاں چھوڑیں جن کی شادی زید نے اپنی زندگی میں کردی اور تیسری بیوی چھوڑی جس سے زید کے تین بیٹے ہیں جو زید کی زندگی میں کنوارے رہے اور ایک یہ بھائی چھوڑا ہے، تو اب زید کا ترکہ کیسے تقسیم ہوگا اور جو زمین تنہا زید کے نام پر الاٹ ہوئی اس میں دوسرے بھائی کا بھی حصہ ہے یا نہیں؟ اور اس کی پہلی اور تیسری بیویوں کی اولاد میں اس وجہ سے کوئی فرق ہوگا یا نہیں کہ پہلی بیوی کی اولاد زید کی زندگی میں زید کے خرچ سے شادی شدہ ہوئی جبکہ تیسری بیوی کی اولاد کنواری رہی۔ بیان کرو اجر دئے جاؤ گے (ت)

Marfat.com

الجواب

زمینے کہ تنہا بنام زید معاف شد خاص
ملک اوست برادر دیگر را دران استحقاقے
نیست فان الاقطاع انما یکون
لمن اقطع لہ کما ان الموہوب
لایملکہ الا من وھب لہ
و در آبادی وتیاری چاہ صرف
زر مشترک مستلزم ملک برادر در عین
زمین نیست کما لا یخفی اما
آنچہ بحالت اتحاد و یکجائی بزور
بازوئے خود پیدا کردند اگر ہر دو بکسب
واحد بروجہ شرکت اشتغال میداشتند
گو یکے عمل بیش می کرد و دیگرے کم یا
آنچہ بر مکاسب جداگانہ خود ہا
می اندوختند خلط می کردند و یک جا
صرف می نمودند کہ در ملک ہر دو تفاوت
معلوم نیست پس ہمہ آنچہ بہم حاصل
کردہ اند نصفاً نصف علی السویہ ملک ہر دو
برادر باشد فی الفتاوی الخیریۃ
سئل فی اخوین سعیہما واحد
وعائلتہما واحدۃ حصلا بسعیہما
اموالا من مواشی
وغیرہا فہل جمیع
ما حصلاہ بسعیہما وکسبہما
مشترک بینہما تجب

جو زمین تنہا زید کے نام الاٹ ہوئی وہ خاص اسی
کی ملکیت ہے۔ دوسرے بھائی کا اس میں
کوئی حق نہیں، اس لئے کہ زمین کے قطعات
اسی کے لئے ہوتے ہیں جس کے لئے الاٹ
کئے جائیں۔ جیسا کہ موہوب کا مالک سوائے
اس کے کوئی نہیں ہوتا جس کے لئے ہبہ کیا گیا
اور زمین کی آبادی اور کنویں کی تیاری میں
مشترکہ مال کا خرچ ہونا عین زمین میں بھائی
کی ملکیت کا مقتضی نہیں جیسا کہ پوشیدہ نہیں،
لیکن جو کچھ انھوں نے اتحاد و اتفاق کی حالت
میں اپنے زورِ بازو کے ساتھ کمایا اگر دونوں
ایک ہی کسب میں بطور شرکت مشغولیت رکھتے
تھے اگرچہ ایک کام زیادہ کرتا ہو اور دوسرا کم
یا وہ الگ الگ کسب کر کے جو کچھ جمع کرتے
اس کو اکٹھا کر لیتے اور اکٹھا خرچ کرتے
اس طور پر کہ دونوں کی ملکیت میں کوئی فرق
معلوم نہیں ہوتا۔ پس جو کچھ انھوں نے حاصل
کیا ہے وہ ان دونوں بھائیوں میں مساوی طور
پر نصف نصف ہوگا۔ فتاویٰ خیریہ میں ہے
دو بھائیوں کے بارے میں سوال کیا گیا جن کا
کاروبار ایک ہے اور ان دونوں کا کنبہ بھی
ایک ہے ان دونوں نے اپنی محنت سے
مویشی وغیرہ کی صورت میں کچھ مال جمع کیا، تو
کیا جو کچھ انھوں نے اپنی محنت اور کسب سے

Marfat.com

قسمته بینهما مناصفة
ام لا اجاب نعم[1] اھ ملخصا
فی رد المحتار یؤخذ من
ھذا ما افتی به فی
الخیریة فی زوج امرأة
وابنها اجتمعا فی دار
واحدة واخذ کل
منهما یکتسب علی حدة
ویجمعان کسبهما ولا یعلم
التفاوت ولا التساوی و
لا التمییز فاجاب بانه بینهما
سویة وکذلك لو اجتمع
اخوة یعملون فی
ترکة ابیهم ونما المال
فهو بینهم سویة ولو اختلفوا
فی العمل والرای[2] اھ وناکتخدا
ماندن بعض اولاد بحیات مورث موجب
زیادت حصہ ایشان برکتخدایان نیست
فان الارث انما یکون بعد الموت او عنده
علی اختلاف العلماء لا قبله
بالاجماع فما وصل الی بعضهم
من قبل علی جهة تبرع

حاصل کیا وہ ان دونوں کے درمیان مشترک ہے
اس کی تقسیم ان دونوں کے درمیان نصف نصف
واجب ہوگی یا نہیں؟ جواب دیا کہ ہاں اھ تلخیص۔
ردالمحتار میں ہے اس سے اخذ کیا جائے گا وہ
جو خیریہ میں ایک عورت کے شوہر اور ان کے
بیٹے کے بارے میں فتوٰی دیا ہے جو دونوں ایک
گھر میں اکٹھے رہتے ہیں ہر ایک ان میں سے
الگ کمائی کرتا ہے پھر وہ دونوں اپنی کمائی یکجا
کر لیتے ہیں اور اس میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا
اور نہ ہی اس میں برابری اور کمی بیشی کا پتہ چلتا ہے
تو جواب دیا کہ وہ ان دونوں کے درمیان برابر
ہوگا۔ اسی طرح کچھ بھائی اکٹھے ہو کر اپنے باپ
کے ترکہ میں کام کرتے ہیں اور مال بڑھ جاتا ہے
تو وہ ان کے درمیان برابر برابر ہوگا اگرچہ وہ
عمل اور رائے میں مختلف ہوں، اور بعض اولاد
کا باپ کی زندگی میں کنوارہ رہ جانا اس بات کا
سبب نہیں بنتا کہ ان کا حصہ شادی شدگان پر
زیادہ ہو جائے کیونکہ میراث موت کے بعد
یا موت کے وقت ثابت ہوتی ہے جیسا کہ
علماء کے مختلف قول ہیں۔ موت سے پہلے میراث
بالاجماع ثابت نہیں ہوتی۔ اور جو کچھ بعض اولاد
کو مورث کی طرف سے موت سے قبل بطور تبرع موصول ہوا

---

[1] الفتاوی الخیریة — کتاب الشرکة — دار المعرفة بیروت ۱/ ۱۱۲
[2] ردالمحتار — فصل فی الشرکة الفاسدة — دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۴۹

Marfat.com

من الموروث لا یمکن ان یحسب من الارث وسببه هی الوصلة المعلومة وهم فیها سواء پس دریں صورت کل زمین معافی ونیمہ ایں اموال کہ در آنہا شرکت ہر دو برادر ست بر تقدیر عدم موانع ارث و انحصار ورثہ فی المذکورین و تقدیم امور مقدمہ علی المیراث مثل ادائے مہر ہر سہ زوجہ و دیگر دیون وانفاذ وصایا بر یک صد و ہفتاد وشش سہام انقسام یافتہ یازدہ سہم بہر زن موجودہ وبست وہشت بہر پسر و چاردہ بہر دختر رسد و برادر را در ترکۂ زید حظے نیست واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم بالصواب۔

اس کو میراث میں سے شمار کرنا ممکن نہیں اور اس کا سبب وہی ملاپ اور تعلق ہے جو معلوم ہے اور وہ سارے اس میں برابر ہیں، چنانچہ اس صورت میں الاٹ شدہ تمام زمین اور دونوں بھائیوں کے درمیان مشترکہ اموال میں سے نصف اس تقدیر پر کہ میراث کے موانع میں سے کوئی موجود نہ ہو اور زید کے ورثاء صرف یہی مذکورہ افراد ہوں اور جن امور کو میراث سے مقدم کرنا لازم ہے مثلاً تینوں بیویوں کا مہر، دیگر قرضوں کی ادائیگی اور وصیتوں کے نفاذ کے بعد جو مال بچے اس کے ایک سو چھہتر حصے کرکے گیارہ گیارہ حصے ہر موجودہ بیوی کو اٹھائیس ۲۸ حصے ہر بیٹے کو اور چودہ ۱۴ حصے ہر بیٹی کو پہنچیں گے بھائی کے لئے زید کے ترکہ میں کوئی حصہ نہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالٰی درستگی کو خوب جانتا ہے (ت)

مسئلہ ۱۱ ۸ ربیع الاول ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ مہر مسماۃ ریاست النساء مرحومہ کا ذمہ احمد شاہ خاں شوہر کے واجب الادا ہے اور ترکۂ مسماۃ سے نصف حصہ اس کے شوہر کا ہے مہر بتعداد پانچہزار (۵۰۰۰) روپیہ ہے اور ترکہ بمقدار قلیل مسماۃ کی والدہ اور بھائی دعویدار مہر ہیں۔ اس صورت میں ترکہ اس کے شوہر کو ملے گا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

بیشک ملے گا،

فان الدین المحیط علی المیت تمنع تقسیم الترکة بین الورثة لا دین

اس لئے کہ ترکہ کا احاطہ کرنے والا قرض اگر میّت پر ہو تو وہ ورثاء میں ترکہ کی تقسیم سے مانع ہوتا اور اگر میّت کا قرض دوسروں پر ہو

Marfat.com

المیت ۔ تو وہ مانع نہیں ہوتا۔ (ت)

وہ ترکہ سے اپنا حصّہ لے اور باقی وارث اس سے نصف مہر لیں اگر نہ دے دعوٰی کرلیں فان الدین قد حل بالموت (کیونکہ موت کے سبب سے قرض کی ادائیگی کا وقت آپہنچا ہے۔ت) یہ خیال کہ اس پر مہر کثیر ہے اور جائداد قلیل اگر ترکہ سے حصہ دے دیا جائے گا شاید کسی بے نام منتقل کر دے اور مہر مارا جائے ہرگز اسے ترکہ ملنے سے مانع نہ ہوگا نہ یہ روکنا کچھ مفید کہ وہ بلاتقسیم بھی بیع کر سکتا ہے جو قطعاً نافذ ہوگی کہ یہ حجر بالدین امام کے نزدیک مطلقاً اور بے حکم قاضی اجماعاً جائز نہیں۔ ہندیہ میں محیط سے ہے:

ثم لاخلاف عندھما ان الحجر بسبب الدین لایثبت الا بقضاء القاضی[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

پھر صاحبین کے نزدیک اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ قرض کی وجہ سے پابندی قضاءِ قاضی کے بغیر ثابت نہیں ہوتی۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۲ ۲۸ ربیع الاول شریف ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ایک مرد مذہب اہلسنت وجماعت نے عورت مذہب شیعہ تبرائی سے حسب طریقہ رفاض صیغہ پڑھایا اور اپنی زوجیت میں لایا وہ عورت زوجۂ شرعی ہوسکتی ہے یا نہیں اور ترکہ اس مرد کی مستحق ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان کیجئے اجر پاؤ گے۔ت)

الجواب

وہ ہرگز زوجۂ شرعیہ نہیں، نہ اصلاً ترکہ کی مستحق۔ رافضی تبرائی ہمارے فقہاءِ کرام اصحابِ فتاوٰی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کے نزدیک مطلقاً کافر ہے، عامہ کتبِ فتاوٰی میں اس مسئلہ کی جابجا تصریح ہے اور فقہائے ممدوحین کے نزدیک ان کا کفر بوجوہ کثیرہ ثابت:

اوّلاً خود یہی تبرائے ملعون والعیاذ باللہ تعالٰی فقہاءِ کرام فرماتے ہیں حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کی شان میں ان کلماتِ ملعون کا بکنے والا کافر ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں فتاوٰی خلاصہ سے ہے:

---

[1] الفتاوٰی الہندیۃ کتاب الحجر الباب الثانی الفصل الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۵۵

Marfat.com

الرافضی اذا کان یسب الشیخین و یلعنھما والعیاذ باللہ فھو کافر[1]

رافضی جب شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو گالی دے اور ان پر لعنت بھیجے العیاذ باللہ، تو وہ کافر ہوگا۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے: امام ابوزید دبوسی و امام ابولیث سمرقندی و امام ابوعبداللہ حاکم شہید وغیرہم ائمہ کبار نے رافضی تبرائی کے مطلقاً کافر ہونے کی تصریح فرمائی اور اسی پر اشباہ والنظائر و تنویرالابصار و منح الغفار و درمختار وغیرہا کتب معتمدہ میں جزم کیا۔ درمختار میں ہے:

فی البحرعن الجوھرۃ معزیا للشھید من سب الشیخین اوطعن فیھما کفر ولاتقبل توبتہ وبہ اخذ الدبوسی وابواللیث وھوالمختار للفتوی انتھی وجزم بہ فی الاشباہ واقرہ المصنف الخ[2]

بحر میں بحوالہ جوہرہ شہید کی طرف منسوب ہے کہ جس نے شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو گالی دی یا ان پر طعن کیا تو وہ کافر ہوگیا اور اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی اسی سے دبوسی اور ابواللیث نے اخذ کیا اور وہی فتوٰی کے لئے مختار ہے انتہی۔ اشباہ میں اسی پر جزم کیا ہے اور مصنف علیہ الرحمہ نے اس کو مسلّم رکھا ہے الخ۔ (ت)

ثانیاً حضرت افضل الاولیاء المحمدیین امیرالمومنین امام المتقین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی امامت برحق سے انکار کرنا، فقہائے کرام فرماتے ہیں: صحیح مذہب پر اس کا منکر کافر ہے۔ فتاوٰی ظہیریہ پھر طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح حدیقہ ندیہ میں ہے:

من انکر امامۃ ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ ای خلافتہ بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی الامۃ فھوکافر فی القول الصحیح لاجماع الامۃ علٰی ذٰلک من غیر خلاف احد یعتد بہ[3]

جس نے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی امامت یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد امت پر آپ کی خلافت کا انکار کیا تو صحیح قول میں وہ کافر ہے، کیونکہ اس پر اجماعِ امت ہے اور کسی قابلِ اعتبار شخص نے اس سے اختلاف نہیں کیا۔ (ت)

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب السیر الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۶۴
[2] الدرالمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۷
[3] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الباب الثانی الفصل الاول نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۳۲۱

Marfat.com

اسی طرح فتاوٰی عالمگیری میں ہے: الصحیح انہ کافر[1] (صحیح یہ ہے کہ وہ کافر ہے۔ت)

ثالثاً حضرت امیر المومنین امام العادلین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خلافتِ برحق سے منکر ہونا، فقہائے کرام فرماتے ہیں: اصح مذہب پر یہ بھی کفر ہے۔ ظہیریہ و عالمگیریہ و سیرتِ احمدیہ وغیرہا میں ہے:

کذٰلک من انکر خلافۃ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ فی اصح الاقوال[2]۔

اسی طرح جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خلافت کا منکر ہے اصح قول میں وہ کافر ہے۔ (ت)

فتاوٰی خلاصہ و فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہے:

ان انکر خلافۃ الصدیق او عمر فھو کافر[3]۔

اگر کسی نے صدیق اکبر یا حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی خلافت کا انکار کیا تو وہ کافر ہے (ت)

اور کتبِ فقہ کا تتبع کیجئے تو ان کے سوا اور وجوہ کفر بھی روافض تبرائی میں پیدا ہوں گی اور حق یہ ہے کہ ہمارے زمانے کے یہ رافضی قطعاً یقیناً بالاجماع کافر مرتد ہیں کہ ان کا منکرِ ضروریاتِ دین ہونا تحریرات مطبوعہ مجتہد لکھنؤ وغیرہ سے ثابت۔

وقد فصلنا ذٰلک فی بعض فتاوٰنا ولن تجد احدا منھم الا وھو یقول بنقصان القراٰن العظیم الموجود بایدی المسلمین الیوم عن القدر المنزل علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقد افصح بذٰلک کبارھم وصغارھم وعلماؤھم وجھالھم تحریرا

ہم نے اپنے بعض فتووں میں اس کی تفصیل بیان کردی ہے۔ ان میں سے ہرگز تجھے کوئی ایسا نہ ملے گا کہ جو اس بات کا قائل نہ ہو کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں جو موجودہ قرآن مجید ہے وہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر نازل شدہ قرآن مجید سے کم ہے۔ اس بات کی تصریح ان کے بڑوں، چھوٹوں، عالموں اور جاہلوں نے تحریر و تقریر میں کی ہے۔ اسی

---

[1] الفتاوی الھندیۃ کتاب السیر الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۶۴

[2] " " " " " "

[3] فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴

Marfat.com

وتقریرا وکذٰلك بتفضیل سیدنا علیؓ المرتضیٰ وسائر الائمۃ الاطہار کرم اللہ تعالیٰ وجوھھم علی جمیع الانبیاء السابقین صلوات اللہ وسلامہ علیھم اجمعین فلا یجوز لمسلم ان یرتاب فی کفر ھٰؤلاء الانجاس الارجاس والعیاذ باللہ تعالیٰ من شر کل وسواس خناس۔

طرح وہ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور باقی ائمہ اطہار کی تمام سابقہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات پر افضلیت کے قائل ہیں لہذا کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ ان پلید و غلیظ لوگوں کے کفر میں شک کرے، ہر چھپ کر پھسلانے والے وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے اللہ تعالےٰ کی پناہ۔ (ت)

پس بلاشبہہ رافضیہ ہرگز اہلسنت کی زوجہ شرعیہ نہیں ہوسکتی اور ان سے مناکحت محض باطل اور اولاد اولادِ زنا اور وہ ہرگز ترکہ اہلسنت کا استحقاق نہیں رکھتی۔ عالمگیری میں ہے:

اختلاف الدین یمنع الارث[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔

دین کا مختلف ہونا میراث سے مانع ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۳: ۱۹ جمادی الآخرہ ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سید حسین علی نے نوکری سے روپیہ پیدا کیا اور اپنے مکان پر جمع کرکے بھیجا اس کی زوجہ معصومہ نے بعد انتقال میر حسین علی کے اس روپے سے اپنے نابالغ بیٹے میر فضل علی کے نام جائداد خرید دی میر علی حسین نے یہی زوجہ و پسر اور دو دختر مستین بسم اللہ وارث چھوڑے پھر فضل علی نے یہی وارث اور حیدر علی چچا پھر بسم اللہ نے شوہر علی جان اور یہی ورثہ پھر معصومہ نے دختر مستین وارث چھوڑ کر انتقال کیا اس صورت میں وہ جائداد میر حسین علی کی قرار پائے گی یا فضل علی کی؟ اور ہر وارث کو کس قدر پہنچے گا؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں مالکِ جائداد فضل علی ہے۔ عقود الدریۃ میں ہے:

ذکر فی الذخیرۃ والتجنیس امرأۃ اشترت ضیعۃ لولدھا الصغیر

ذخیرہ اور تجنیس میں ہے ایک عورت نے اپنے مال سے اپنے نابالغ بیٹے کے لئے جائداد خریدی

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الفرائض الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۴۵۴

Marfat.com

من مالها وقع الشراء للام لانها لا تملك الشراء للولد وتكون الضيعة للولد لان الام تصير واهبة والام تملك ذلك ويقع قبضا عنه احکام الصغار من البیوع[1]

تو خریداری ماں کی طرف سے واقع ہوگی کیونکہ وہ نابالغ اولاد کے لئے خریداری کی مالک نہیں اور جائداد بیٹے کے لئے ہوگی کیونکہ ماں ہبہ کرنے والی ہوگئی اور اس کی وہ مالک ہے اور ماں کا مبیع پر قبضہ بیٹے کی طرف سے واقع ہوگا (احکام الصغار، کتاب البیوع)۔ (ت)

پس جائداد مذکورہ بر تقدیر عدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین وصحت ترتیب اموات وتقدیم امور مقدمہ علی المیراث کاداء الدین واجراء الوصیۃ چوبیس[۲۴] سہام پر منقسم ہوکر اس حساب سے ورثہ فضل علی کو دی جائے گی۔

مستین	حیدر علی	علی جان
۱۷	۴	۳

البتہ جبکہ وہ روپیہ جس کے عوض یہ جائداد خریدی گئی ملک میر حسین علی تھا اور اس میں تمام وارثان میر حسین علی کا حق تھا جسے معصومہ نے بے اجازت دیگر ورثہ خرچ کر ڈالا تو باقی وارثوں کے حصص کا تاوان معصومہ پر آیا کہ وہ اس کے متروکہ سے (خواہ اسی جائداد فضل علی کا حصہ ہو یا اس کے سوا اور کوئی چیز ہو) وصول کرنے کا استحقاق رکھتے ہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

ما اشتراه احدهم لنفسه یکون له ویضمن حصۃ شرکائه من ثمنه اذا دفعه من المال المشترك[2]۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

شرکاء میں سے ایک نے جو کچھ اپنی ذات کیلئے خریدا وہ اُسی کا ہوگا اور اُس کے ثمن میں دیگر شرکاء کے حصہ کا تاوان دے گا اگر اس نے مشترکہ مال سے ثمن ادا کیا ہو۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۴ از ریاست رامپور مرسلہ جناب سید مظہر حسن صاحب خادم جبہ مقدسہ ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ غلام حسین خاں لاولد مرا اور اس نے نکاح

[1] العقود الدریۃ کتاب الوصایا باب الوصی ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۳۳۷
[2] ردالمحتار کتاب الشرکۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۳۸

Marfat.com

بھی نہ کیا تھا اس کا وارث سوا خیراتی خاں اس کے پھوپھی زادہ بھائی کے اور کوئی نہ تھا مگر خیراتی خاں اُس کے سامنے مرگیا۔ خیراتی خاں نے اپنی زوجہ سے کہ اس کے سامنے مرچکی تھی ایک دختر چھجی اور زوجہ ثانیہ سے کہ زندہ ہے دو پسر بندہ حسن و محبّ حسین چھوڑے، اس صورت میں یہ وارثان خیراتی خاں غلام حسین خاں کے وارث ہوں گے یا نہیں؟ اگر ہوں گے تو کس کس کو کتنا کتنا پہنچے گا؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

برتقدیر صدق مستفتی وعدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین وصحت ترتیب اموات وتقدیم امور مقدمہ علی المیراث کاداء الدین واجراء الوصیۃ، ترکہ غلام حسین خاں کا پانچ سہام پر منقسم ہو کر دو دو سہم بندہ حسن و محبّ حسین اور ایک سہم چھجی کو ملے گا اور زوجۂ خیراتی خاں کچھ نہ پائیگی عالمگیریہ میں ہے:

ان اجتمعوا وکان حیز قرابتھم متحدا فالاقوی اولی، ثم ولد الوارث اولٰی، وان استوت قرابتھم فللذکر مثل حظ الانثیین، فان ترك ابن عمۃ وابنۃ عمۃ فالمال بینھما للذکر مثل حظ الانثیین، والکلام فی اولاد ھٰؤلاء بمنزلۃ الکلام فی اٰبائھم عند انعدام الاصول اھ ملتقطا واللہ تعالٰی اعلم۔[1]

اگر ذوی الارحام کی صنف رابع کے چند رشتہ دار جمع ہوں اور ان کی قرابت متحد ہو تو ان میں سے جو اقوٰی ہوگا وُہ اولٰی ہوگا۔ پھر وارث کی اولاد اولٰی ہوگی، اور اگر ان کی قرابت برابر ہے تو مذکر کے لئے مؤنث سے دُگنا ہوگا۔ اگر ایک پھوپھی کا بیٹا اور ایک پھوپھی کی بیٹی چھوڑ کر مرگیا تو ترکہ کا مال ان کے درمیان یوں تقسیم ہوگا کہ مذکر کو مؤنث سے دُگنا ملے گا، ان کی اولاد میں کلام ایسے ہی ہے جیسا اُن کے آباء میں ہے جبکہ اصول معدوم ہوں اھ التقاط۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۵: از ٹونک دروازہ کلاں مرسلہ احمد حسن خاں محرر تھانہ جھندوا پرگنہ سرونج ریاست ٹونک ۱۰ رجب ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی لوہار خاں نے ایک عورت مسلمان کی تھی

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الفرائض الباب العاشر الصنف الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۴۶۳ تا ۴۶۴

Marfat.com

اس سے تین لڑکے بوہار خاں کے پیدا ہوئے مگر نکاح نہ کیا تھا اب بوہار خاں کے ترکہ میں یہ لڑکے وارث ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر فی الواقع ثبوت شرعی سے ثابت ہو کہ بوہار خاں اس عورت کو بے نکاح تصرف میں لایا اور یہ لڑکے معاذاللہ محض زنا سے پیدا ہوئے غرض حالت وہ ہو کہ شرع ان کا نسب بوہار خاں سے اصلاً نہ ثابت کرے تو بیشک ترکۂ بوہار خاں میں ان کا کوئی حق نہیں۔ درمختار میں ہے:

یرث ولد الزنا واللعان بجھۃ الام فقط لما قدمناہ فی العصبات انہ لااب لھما[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

زنا اور لعان کی صورت میں اولاد فقط ماں کی طرف سے وارث ہوگی جیسا کہ ہم عصبات میں ذکر کرچکے ہیں کہ ان دونوں کا کوئی باپ نہیں ہوتا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۶ ۲۴ رجب ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جب زید پیدا ہوا اس کی خالہ نے اپنی بہن سے اسے لے کر اپنا بیٹا کر کے پالا اور بعد انتقالِ ہمشیرہ یہ عورت پدرِ زید کے نکاح میں آئی اس صورت میں کچھ ترکہ اسے ملے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر مراد سائل کی یہ ہے کہ اس صورت میں زید کو اپنی اس خالہ کے ترکہ سے بوجہ متبنٰی یا سوتیلے بیٹے ہونے کے کچھ پہنچے گا یا نہیں، تو جواب یہ ہے کہ کچھ نہیں کہ متبنٰی یا سوتیلا بیٹا ہونا شرعاً ترکہ میں کوئی استحقاق نہیں پیدا کرتا۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ اس صورت میں زید اپنی حقیقی والدہ یا والد کے ترکہ سے حصہ پائیگا یا نہیں، تو جواب یہ ہے کہ بیشک پائے گا کسی کا اسے اپنا بیٹا بنالینا اپنے حقیقی والدین کے بیٹے ہونے سے خارج نہیں کرتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷ از مارہرہ شریفہ باغ پختہ مرسلہ مولوی نبی بخش صاحب ۲۰ شوال المکرم ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنے فرزند سے

---

[1] الدرالمختار کتاب الفرائض فصل فی الغرقٰی والحرقٰی الخ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۶۵

Marfat.com

جو کہ عورت منکوحہ سے ہے بسبب اس کے اعمال زبون (یعنی فرزند اپنے باپ کی عزت کا خواہاں نہیں ہے اور سخن نازیبا باپ کو کہتا ہے اور قصد کرتا ہے کہ اگر موقع ہو تو باپ کو مار ڈالوں) کے سخت ناخوش ہے اور چاہتا ہے کہ اس کو عاق کر دے اور اپنی جائداد کو دو اور لڑکوں کو جو عورت غیر منکوحہ سے ہیں دے دے تو اس شخص کا اپنے فرزند کے ان افعال پر عاق کرنا اور اپنی جائداد کو غیر منکوحہ کے لڑکوں کو دینا کیسا ہے اور عاق ہونے کے واسطے کون سے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

بے علموں کے ذہن میں یہ ہے کہ جس طرح عورت کا علاقۂ زوجیت قطع کرنے کے لئے شرع مطہر نے طلاق رکھی ہے کہ اس کا اختیار بدست شوہر ہے اور اس کے لئے کچھ الفاظ ہیں کہ جب شوہر سے صادر ہوں طلاق واقع ہو یوں ہی اولاد کا علاقۂ ولدیت قطع کرنے کے لئے عاق کرنا بھی کوئی شرعی چیز ہے جس کا اختیار بدست والدین ہے اور اس کے لئے بھی کچھ الفاظ مقرر ہیں کہ والدین ان کا استعمال کریں تو اولاد عاق ہو کر ترکہ سے محروم ہو جائے۔ مگر یہ محض تراشیدہ خیال ہیں جس کی اصل شرع مطہر میں اصلاً نہیں، نہ علاقۂ ولدیت وہ چیز ہے کہ کسی کے قطع کئے منقطع ہو سکے، مگر معاذ اللہ بحالتِ ارتداد والعیاذ باللہ تعالٰی۔ شرع میں عقوق ناحق نافرمانیٔ والدین کو کہتے ہیں کہ یہ کارِ اولاد ہے جو شخص اپنے ماں باپ کا حکم بے عذرِ شرعی نہ مانے گا یا معاذ اللہ انھیں آزار پہنچائیگا وہی عاق ہے اگرچہ والدین اُسے عاق نہ کریں بلکہ اپنی فرطِ محبت سے دل میں ناراض بھی نہ ہوں مگر کوئی شخص عاق ہونے کے سبب ترکہ سے محروم نہیں ہو سکتا اور جو فرمانبرداریٔ والدین میں مصروف رہے اور وہ بے وجہ اس سے ناراض رہیں یا بحکم لا طاعة لاحد فی معصیة اللہ تعالٰی[1] (اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں کسی کی بات نہیں مانی جائے گی۔ ت) کسی مخالفِ شرع بات میں ان کا کہا نہ مانے اور وہ اس سبب سے ناخوش ہوں تو ہرگز عاق نہیں۔ اور اگر کوئی شخص لاکھ بار اپنے فرمانبردار خواہ نافرمان بیٹے کو کہے کہ میں نے تجھے عاق کیا یا اپنے ترکہ سے محروم کر دیا تو نہ اس کا یہ کہنا کوئی نیا اثر پیدا کر سکتا ہے نہ وہ بدیں وجہ ترکہ سے محروم ہو سکے۔ یہ شخص اگر اپنی جائداد اپنے بیٹے کو محروم کرنے کے لئے ان بے نکاحی عورت کے لڑکوں کو دے دے گا تو دنیا میں یہ کاروائی اس کی اگرچہ چل جائے مگر عند اللہ ماخوذ ہوگا۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ

---

[1] کنز العمال برمز ق۔ د۔ ن عن علی حدیث ۱۴۸۷۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۶۷

Marfat.com

وسلم فرماتے ہیں :

من فر من میراث وارثه قطع الله میراثه من الجنة ۔ رواہ ابن ماجه[1] عن انس رضی الله تعالیٰ عنه ۔ والله تعالیٰ اعلم۔

جو اپنے وارث کی میراث سے بھاگے اللہ تعالیٰ اس کی میراث جنت سے قطع کر دے (اس کو ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۸ از صاحب گنج گیا مکان سید محمد ابو صالح خان بہادر رئیس کٹرہ مرسلہ شیخ وزارت حسین خاں
۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نے انتقال کیا اور دو ماموں ایک بھتیجا یعنی پھوپھی زادہ بھائی کا لڑکا جس کا باپ اس عورت کے سامنے مر چکا تھا اور ایک پھوپھی زادہ بہن کو چھوڑا، اس صورت میں ترکہ اس کا کس کس کو کس کس قدر ملے گا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بر تقدیر عدم موانع ارث و وارث آخر و تقدیم ما یقدم کالدین والوصیۃ کل ترکہ دونوں ماموں نصفاً نصف پائیں گے۔ پھپی کی اولاد کو کچھ نہیں ملے گا۔ علامہ ابو عبداللہ محمد غزی تنویر میں ذوی الارحام کے احکام عامہ میں فرماتے ہیں :

یحجب اقربھم الابعد[2] اھ ، والله تعالیٰ اعلم۔

ان میں سے جو اقرب ہے وہ دور والے کیلئے حاجب (رکاوٹ) بن جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۹ از بدایوں مرسلہ مولانا مولوی عبدالرسول محب احمد سلمہ اللہ تعالیٰ
۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۰ھ

مولانا المجد زاد مجدکم باداے مایجب مستسعد بودہ شرف انداز معروضات ام

ہمارے مولانا بزرگوار آپ کی بزرگی میں اضافہ ہو آدابِ واجبہ کی ادائیگی کے ساتھ سعادتمندی

---

[1] سنن ابن ماجہ کتاب الوصایا باب الحیف فی الوصیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹۸
[2] الدر المختار شرح تنویر الابصار کتاب الفرائض باب توریث ذوی الارحام مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۶۳

Marfat.com

استفتاء بدست حاملِ ابلاغ والا خدمت ست ۔

حاصل کرنے کے بعد آپ کی خدمت میں عرض پیش کرنے سے مشرف ہو رہا ہوں کہ حامل ہذا کے ہاتھ خدمتِ اقدس میں استفتاء ارسال ہے جس کی صورت اس طرح ہے :

صورت ھکذا — اصل المسئلة — زید

ابن ابن ابن عم جد الاب	خواہر	مادر
۱	۳	۲

قال فی الدر ثم العصبات بانفسهم اربعة اصناف جزء المیت ثم اصله ثم جزء ابیه ثم جزء جده[1] الخ۔ قال العلامة الشامی قوله ثم جزء جده اراد بالجد ما یشمل اب الاب ومن فوقه[2] الی اٰخرها واللہ اعلم

الساطر الوارد محب احمد عبد الرسول عفی عنه فریق مخالف را دریں مسئلہ مخالفتے است میگوید کہ مراد از جزء جدہ فقط عمِ اب و عمِ جد است نہ آنہا کہ فوق اینہا اند و نزد شامی علیہ الرحمۃ از من فوقہ صرف ہمیں دو اہل قرابت مراد اند

در میں کہا پھر عصبہ بنفسہ کی چار قسمیں ہیں: میت کی جزء، پھر میت کی اصل، پھر میت کے باپ کی جزء، پھر میت کے دادا کی جزء الخ۔ علامہ شامی نے کہا کہ مصنف کے قول "پھر میت کے دادا کی جزء" میں دادا سے مراد وہ ہے جو باپ کے باپ اور اس سے اوپر والے کو شامل ہو الخ اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ راقم السطور محب احمد عبد الرسول اس کی مغفرت ہو جائے۔ مخالف فریق اس مسئلہ کی مخالفت رکھتے ہوئے کہتا ہے کہ دادا کی جزء سے مراد فقط باپ کا چچا اور دادا کا چچا ہے نہ کہ اس سے اوپر والے۔ اور شامی علیہ الرحمہ کے نزدیک بھی اوپر والوں سے مراد یہی دو اہل قرابت ہیں

---

[1] الدر المختار کتاب الفرائض فصل فی العصبات مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۵۶

[2] رد المحتار " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۹۳

Marfat.com

چنانکہ از مثال پُر ظاہر ست بوالیسی حامل جواب مطلوب و السلام یکے از خدم افقر البرایا عبدالرسول محب احمد عفی عنہ۔

جیساکہ مثال سے خوب ظاہر ہے حامل ہذا کے ہاتھ جواب مطلوب ہے۔ آپ کا مخلص خادم مخلوق میں سب سے زیادہ محتاج عبدالرسول محب احمد اسکی مغفرت ہو جائے۔ (ت)

الجواب

مولانا المکرم اکرمکم الاکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ جواب جناب حق وصواب ست فی الواقع درصورت مستفسرہ بکر عصبۂ زید و مستحق باقی و در قول در جزء جد داخل است کہ در فرائض بلکہ ہمہ ابواب فقہ از جد ہمیں پدرِ پدر یا جد قریب پدر مراد نباشد بلکہ از نسب پدر جملہ ذکور کہ در نسبت بالمیشان زن نیاید بذلك عرفوہ قاطبۃ وھوالمراد حیث اطلق سراجیہ در ہمیں بیان تقسیم عصبات فرمود ثم الجد ای اب الاب وان علا[1] خود در ہمیں عبارت درمختار است ثم الجد الصحیح وھو اب الاب وان علا[2] در شریفیہ است ھوالذی لاتدخل فی نسبتہ الی المیت ام

مولانا مکرم رب کریم آپ کو اکرام بخشے، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، جناب کا جواب حق اور درست ہے۔ فی الواقع صورت مسئولہ میں بکر زید کا عصبہ اور بچے ہوئے مال کا مستحق ہے اور در کے قول "میت کے دادا کی جزء" میں داخل ہے کیونکہ فرائض بلکہ فقہ کے تمام ابواب میں دادا سے فقط باپ کا باپ یا باپ کا جد قریب ہی مراد نہیں ہوتا بلکہ باپ کے نسب کے تمام مذکر جن کی میت کی طرف نسبت میں کوئی عورت واسطہ نہ آتی ہو۔ تمام نے دادا کی یہی تعریف کی ہے اور جب اس کا اطلاق کیا جائے تو یہی مراد ہوتا ہے۔ صاحب سراجیہ نے تقسیم عصبات کے اسی بیان میں فرمایا پھر جد یعنی باپ کا باپ اگرچہ اوپر تک ہو۔ خود درمختار کی اسی عبارت میں ہے پھر جد صحیح اور وہ باپ کا باپ ہے اگرچہ اوپر تک ہو۔ شریفیہ میں جد صحیح وہ ہے جس کی میت کی طرف نسبت میں ماں داخل نہ ہو جیسے

---

[1] السراجی فی المیراث باب العصبات مکتبہ ضیائیہ راولپنڈی ص ۲۲
[2] الدرالمختار کتاب الفرائض فصل فی العصبات مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۵۶

Marfat.com

کاب الاب وان علا[1] در زبدۃ الفرائض ست یعنی اب الاب ہرچند بالا رود، مسئلہ واضح ست و شک درآن از ہیچ ذی علم معقول نے تاہم نص جزئیہ خاصہ بشنوید در زبدہ است عصبہ بنفسہ چار قسم است (الیٰ قولہ) چہارم جزء جدمیت مانند عم اعیانی و علاتی و ابنائے ایشاں ہرچند بالا و پایان روند ہمدرا نست بعدازاں جزء جدمیّت یعنی اعمام او و بعد ازاں ابناء ایشاں ہرچند پایاں روند بعد ازاں جزء جدابِ میت یعنی اعمام ابِ او بعدازاں ابنائے ایشاں ہرچند پایان روند بعدازاں اعمام جدمیت و ابناء ایشاں ہرچند بالا و پایان روند تا غیر نہایت۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

باپ کا باپ اگرچہ اوپر تک ہو۔ زبدۃ الفرائض میں ہے یعنی باپ کا باپ جہاں تک اوپر چلا جائے مسئلہ واضح ہے اس میں کسی علم والے کی طرف سے شک کا تصور نہیں ہوسکتا تاہم خاص جزئیہ کی نص سماعت فرمائیں، زبدہ میں ہے عصبہ بنفسہ چار قسم پر ہے (اس کے اس قول تک) چوتھی قسم میّت کے دادا کی جزء ہے جیسے اعیانی اور علاتی چچے جہاں تک اوپر چلے جائیں اور ان کے بیٹے جہاں تک نیچے چلے جائیں اُسی قسم میں داخل ہیں۔ اس کے بعد میت کے باپ کے دادا کی جزء یعنی باپ کے چچے اُس کے بعد اُن کے بیٹے جہاں تک نیچے چلے جائیں، اس کے بعد میت کے دادا کے چچے پھر ان کے بیٹے جہاں تک اوپر یا نیچے چلے جائیں غیر نہایت تک۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲ از داجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ محمد یعقوب علی خاں
آخر شعبان ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے شرعیہ و مفتیان طریقہ نبویہ اس مسئلہ میں کہ مسمی حافظ فتح محمد صاحب کے تین فرزند حمید الدین اور رحیم الدین اور نور الدین، ان تینوں برادران حقیقی کی اولاد سے کوئی ورثہ شرعیہ باقی نہیں مگر زوجہ رحیم الدین فقط باقی ہے لیکن نور الدین کی عورت مطلقہ کے نطفہ زنا سے ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی اور اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا، لڑکی تو بحین حیات نور الدین فوت ہوئی اور زوجہ مطلقہ باقی ہے، اب وہ لڑکا جو نطفہ زنا دختر سے نور الدین کے پیدا ہوا زوجہ رحیم الدین سے حصہ چاہتا ہے تو فرزند نا زادہا از روئے شرعی حقدار حصہ ہے یا محروم؟ اور زوجہ رحیم الدین

---

[1] الشریفیہ شرح السراجیہ باب معرفۃ الفروض ومستحقیہا مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۱۹

Marfat.com

مرحوم نے اپنے برادر زادہ کو اس حصہ اپنے کا ترکۂ شوہری سے حسب القاعدہ شرعیہ پایا تھا مالک و متبنا و مختار کر کے ہبہ نامہ نمودہ قاضی صاحب لکھ کر قبضہ کروا کے چند روز کے بعد منتقل سوئے جنان ہوئی تو اس جائداد و ہبہ شدہ حصہ ترکہ شوہری سے بنام برادر زادہ زوجہ رحیم الدین و زوجہ حمید الدین موسومہ عظیم خاں خلف محبوب خانصاحب سے وہ لڑکا زنا زادہ حصہ چاہتا ہے۔ درست یا ممنوع اور خط تملیک اور وہ ہبہ نامہ جو زوجہ رحیم الدین اور حمید الدین نے جائداد منقولہ وغیر منقولہ اور مقبوضہ وغیر مقبوضہ حصہ یافتہ کیا تھا جائز ہے یا منسوخ؟ اس مسئلہ میں جو حکم بالتحقیق ہو بیان فرمائیں بحوالۃ الکتاب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین۔

الجواب

شرع مطہر کو اثباتِ نسب میں نہایت احتیاط منظور، جہاں ادنیٰ گنجائش پائی ہے نسب ثابت فرمائی ہے اور حتی الامکان ہرگز ولد الزنا نہیں ٹھہراتی۔ صدہا صورتیں نکلیں گی کہ عوام اپنی بے علمی سے بچہ کو ولد الزنا سمجھیں اور شرعاً وہ ثابت النسل ہو مثلاً یہی مطلقہ کی صورت ہے اگر عورت کو طلاق رجعی دے اور اس نے ہنوز انقضائے عدت کا اقرار نہ کیا تو اگرچہ طلاق سے بیس برس بعد بچہ پیدا ہو شوہر کا ہی قرار پائے گا یونہی اگر طلاق بائن یا مغلظ تھی اور ہنوز دو برس نہ گزرے کہ بچہ ہو گیا یا دو برس کے بعد ہوا اور شوہر نے اقرار کیا کہ یہ میرا بچہ ہے تو بھی اس ہی کا ٹھہرے گا۔ یوں ہی بہت صورتیں ہیں جن میں زعمِ جہال مخالفِ شرع مطہر ہے۔ درمختار میں ہے:

یثبت نسب ولد معتدۃ الرجعی وان ولدت لاکثر من سنتین ولو لعشرین سنۃ فاکثر لاحتمال امتداد طھرھا وعلوقھا فی العدۃ مالم تقر بمضی العدۃ والمدۃ تحتملہ کما یثبت بلا دعوۃ احتیاطا فی مبتوتۃ جاءت بہ لاقل منھما من وقت الطلاق لجواز

طلاقِ رجعی کی عدت گزارنے والی عورت کے بچے کا نسب ثابت ہوگا اگرچہ وہ دو سال سے زائد عرصہ میں بچہ جنے، چاہے بیس سال یا اس سے زیادہ گزر جائیں کیونکہ طہر کے دراز ہونے اور عدت کے دوران حمل ٹھہرنے کا احتمال موجود ہے جب تک عورت نے عدت کے گزر جانے کا اقرار نہ کیا ہو اور وہ مدت بھی عدت کے گزر جانے کا احتمال رکھتی ہو جیسا کہ بغیر دعوٰی کے احتیاطاً بائنہ طلاق والی کے بچے کا نسب ثابت ہوتا ہے جبکہ وہ طلاق کے وقت سے

Marfat.com

وجود ہ وقتہ ولم تقر بمضیہا وان لتمامہما لایثبت النسب وقیل یثبت، وزعم فی الجوھرۃ انہ الصواب الابدعوتہ لانہ التزمہ[1] الخ ملخصًا۔

دو سال سے کم مدت میں بچہ جنے کیونکہ بوقتِ طلاق حمل کے موجود ہونے کا امکان ہے اور عورت نے عدت کے گزرنے کا اقرار نہیں کیا اور اگر وہ پورے دو سال پر بچہ جنے تو نسب ثابت نہیں ہوگا اور کہا گیا ہے کہ ثابت ہو جائے گا، جوھرہ میں گمان کیا کہ یہی درست ہے مگر جب شوہر دعوٰی کرے تو نسب ثابت ہو جائے گا کیونکہ شوہر نے اس کا التزام اپنے اوپر کرلیا الخ ملخصا۔ (ت)

پس اگر زنِ مطلّقہ نورالدین کی وُہ لڑکی جسے سائل نطفہ زنا سے بتاتا ہے کسی ایسی صورت پر پیدا ہوئی تھی جس میں شرعًا وہ دخترِ نورالدین قرار پائی اگرچہ جہال دخترِ زنا کہیں تو بیشک اس دختر کا بچہ اگرچہ وہ اس کے بطن سے معاذ اللہ بذریعہ زنا ہی پیدا ہوا ہو نورالدین کا نواسا اور اس کے ذوی الارحام سے ہے کہ اگر نورالدین کا کوئی وارث اہل فرض وعصبات سے نہ تھا تو وہ مستحقِ ترکہ نورالدین ہے اور اگر نورالدین اپنے کسی بھائی سے پہلے مرا تو ان بھائیوں میں جو سب سے پیچھے مرا ہو کہ نہ اس کا کوئی عصبہ ہو نہ سوائے زوجہ کے کوئی ذی فرض تو اس کا ترکہ اس لڑکے کو پہنچے گا کہ یہ اس کے بھائی کا نواسا ہے، ولدالزنا کا نسب اگرچہ باپ سے نہیں ہوتا شرعًا اس کا کوئی باپ ہی نہیں وللعاھر الحجر[2] (اور زانی کے لئے پتھر۔ ت) مگر ماں سے یقینًا ثابت اور اس کی طرف سے ضرور وارث ہوتا ہے اور نانا یا نانا کے بھائی کی قرابت قرابتِ مادری ہے تو اس ذریعہ سے اس کی وراثت میں شک نہیں۔

فی الھندیۃ ولدالزنا لااب لہ فترثہ قرابۃ امہ ویرثھم[3] اھ ملخصا۔

ہندیہ میں ہے کہ ولدالزنا کا کوئی باپ نہیں ہوتا چنانچہ اس کی ماں کے قرابتدار اس کے وارث بنیں گے اور وہ انکا وارث بنے گا اھ تلخیص (ت)

ہاں اگر مطلّقہ نورالدین کی دختر کا نسب شرعًا نورالدین سے نہ ٹھہرے تو اس کا یہ بیٹا

---

[1] الدرالمختار کتاب الطلاق فصل فی ثبوت النسب مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۱
[2] الصحیح البخاری کتاب الفرائض باب الولد للفراش قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۹۹
[3] الفتاوی الہندیۃ کتاب الفرائض الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۴۵۲

Marfat.com

نور الدین کا کوئی نہیں، اگرچہ یہ پسر ولد الحلال ہے کہ دخترِ زنا شرعاً در بارۂ میراث دختر نہیں تو وہ لڑکی خود ہی نور الدین کی بیٹی نہ تھی اس کا بیٹا نواسا کیونکر ہو سکتا ہے، پھر جس حال پر ہم اسے وارث کہہ آئے اس تقدیر پر بھی زوجہ رحیم الدین کے مال میں اس کا کوئی حق نہیں کہ نانا کی بھاوج ہونا شرعاً ذریعۂ توریث نہیں خصوصاً جو مال کہ وہ اپنے بھتیجے کو ہبہ شرعیہ کرکے قابض کرا چکی اس سے اسے بھی کچھ تعلق نہ رہا وہ خاص اس موہوب لہٗ کا مال ہو چکا اس میں اس شخص کا دعوٰی اور بھی بے جا ہے اور ہبہ جس قدر اشیائے منقسمہ جُداگانہ بلا شرکت وشیوع تھا اور واہبہ نے موہوب لہٗ کو اس پر قبضہ کاملہ دلا دیا اس قدر میں تام وکامل ہو گیا اور جن اشیائے موہوب لہٗ کو قبضہ کاملہ نہ دلایا خواہ یوں کہ سرے سے قبضہ ہی نہ ہوا یا ہوا تو شئی موہوب جدا ومنقسم ہو کر قبضہ میں نہ آئی اس قدر میں باطل ہو گیا۔ درمختار میں ہے:

المیم موت احد العاقدین بعد التسلیم فلو قبلہ بطل[1]۔

میم سے مراد سپردگی کے بعد واہب یا موہوب لہٗ میں سے کسی ایک کا مرجانا ہے اور سپردگی سے پہلے مرگیا تو ہبہ باطل ہوگا۔ (ت)

اس صورت میں یہ اشیاء جن کا ہبہ ناتمام رہا بعد موت واہبہ وارثانِ واہبہ کو وراثۃً پہنچے گی، رہا متبنی کرنا وہ شرعاً کوئی چیز نہیں،

قال اللہ تعالٰی ان امھٰتھم الا الّٰئی ولدنھم[2]۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ ان کی مائیں نہیں مگر وہ جنھوں نے ان کو جنا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیخ محمد علی نے زوجہ رحمو ابن غلام محمد دو بنت بجو، منیرن اور ایک مکان خام جس میں دو سو گز زمین تھی چھوڑ کر انتقال کیا پھر بجو مادرِ رحمو اور شوہر و پسر و دختر چھوڑ کر فوت ہوئی پھر رحمو نے پسر غلام محمد دختر منیرن چھوڑ کر وفات پائی غلام محمد نے بعد پدر اس مکان خام کا ایک حصہ کچے گمے اور ایک حصہ بیرونی پختہ اینٹ سے بصرف خویش

---

[1] الدرالمختار کتاب الہبۃ باب الرجوع فی الہبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۱

[2] القرآن الکریم ۵۸/ ۲

Marfat.com

تعمیر کیا اور تین سو ساٹھ ٣٦٠ روپے اپنے اوپر قرضہ اور صرف اسی مکان کا حصہ متروکہ اور زوجہ تیاری بی بی ٢ دو پسر علی محمد، ولی محمد، دختر آبادی بیگم چھوڑ کر رحلت کی۔ علی محمد، ولی محمد نے باپ کی تجہیز و تکفین کی اور کل قرضہ ادا کیا۔ اس صورت میں حصۂ غلام محمد کس قدر ہوا اور وارثان آبادی بیگم ترکۂ غلام محمد سے اپنی موروثہ کا حصہ علی محمد و ولی محمد سے بے ادائے قرضہ پانے کے مستحق ہیں یا اب ترکہ علی محمد کہ صرف یہی حصہ ہے اور اس کی مقدار دین مذکور سے بہت کم ہے علی محمد و ولی محمد کا مدیون ہو گیا کہ جب تک یہ دین ادا نہ ہو کوئی وارث حصہ پانے کا مستحق نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

برتقدیر صدق مستفتی وعدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین وصحت ترتیب اموات و تقدیم ما یقدم کالمہر والوصیۃ ترکہ شیخ محمد علی سے حصہ غلام محمد $\frac{157}{288}$ ہے کما یظہر بالتخریج ورد الکسر الی اقل المخارج (جیسا کہ تخریج اور کسر کو اقل مخرج کی طرف لوٹانے سے ظاہر ہے۔ ت) یعنی اگر اس جائداد کے ٢٨٨ دو سو اٹھاسی حصے کئے جائیں تو ان میں سے ایک سو ستاون ١٥٧ غلام محمد کے ہوں گے باقی وارثان منیرن و شوہر و اولاد بجو کے، اور جب کہ حسب بیان سائل ترکہ غلام محمد صرف یہی ہے اور وہ مقدار دین سے بہت کم، تو جب تک دین ادا نہ کر لیا جائے کوئی وارث غلام محمد بذریعہ وراثت اس سے کچھ نہیں پا سکتا۔ جائداد جیسے پہلے اور شخص کے دین میں مستغرق تھی اب علی محمد و ولی محمد کا دین اس پر محیط ہے جبکہ انھوں نے صراحۃً یہ نہ کہہ دیا ہو کہ ہم یہ قرضہ محض بطور تبرع و احسان ادا کرتے ہیں ترکہ پدری سے واپس نہ لیں گے۔ اشباہ میں ہے:

والدین المستغرق للترکۃ یمنع ملک الوارث، فی جامع الفصولین لو استغرقھا دین لا یملکھا بارث الا اذا ابرأہ المیت غریمہ او اداہ وارثہ بشرط التبرع وقت الاداء، اما لو اداہ من مال نفسہ مطلقا یجب لہ دین علی المیت فتصیر مشغولۃ بدین

جو قرض ترکہ کو محیط ہو وہ وارث کی ملکیت سے مانع ہے۔ جامع الفصولین میں ہے اگر قرض ترکہ کا احاطہ کر لے تو بطور میراث اس ترکہ کا کوئی مالک نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ جب قرض خواہ میت کو بری کر دے یا اس میت کا کوئی وارث وہ قرض ادا کرے اس طور پر کہ وہ ادائیگی کے وقت تبرع کی شرط کرے۔ اور اگر اس نے اپنے مال سے قرض ادا کیا مطلقاً بغیر شرط تبرع و رجوع کے تو اس وارث

Marfat.com

فلا یملکہا اھ ملخصًا، واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

کا قرض میت پر ثابت ہوگا۔ چنانچہ وہ ترکہ قرض میں مشغول ہوگا لہذا وارث اس کا مالک نہیں بنے گا اھ ملخصا، واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲ — ۶ ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ترکہ تاج محمد کا اس کے ورثۂ احیاء پر چار لاکھ تین ہزار دو سو سہام ہوکر یوں منقسم ہوا:

ظہورن ننھی بنت کلن زوجۂ جمو اعجبہ بھجو سعد اللہ جیا چھٹن برادر زادہ عمہ

۲۳۰۴۰ ۳۰۷۲۰ ۲۸۸۰۰ ۵۷۶۰ ۱۱۷۱۶۸ ۱۱۷۱۶۸ (۸۰۶۴) ۱۶۲۰۰

ننھے برادر چھٹن	تلن	زوجۂ ننھو	منا	چھٹن برادر بندا	مستین
۱۶۲۰۰	۱۶۲۰۰	۲۰۲۵	۱۴۱۷۵	۵۱۲۰	۲۵۶۰

پس ایک سو ساٹھ گز زمین متروکۂ مورث سے ہر وارث مذکور کو کس کس قدر پہنچے گا؟ بینوا توجروا (بیان کیجئے اجر پایئے۔ ت)

الجواب

ظہورن ننھی بنت کلن زوجۂ جمو اعجبہ بھجو سعد اللہ جیا چھٹن برادر زادہ عمہ

لعہ ۹ ز، عـ ۱۲ گز، لہ ۱۱ گز، درعان، للعہ ۴۶ گز، للعہ ۴۶ گز ے گز، ے ۶ گز

۲ ۲/۷ گرہ، ۳ ۱/۲۱ گرہ، ۶ ۶/۷ گرہ، ۴ ۴/۷ گرہ، ۷ ۹۷/۱۰۵ گرہ، ۷ ۹۷/۱۰۵، ۳ ۱/۵ گرہ، ۶ ۶/۷ گرہ

ننھے برادر چھٹن	تلن	زوجۂ ننھو	منا	چھٹن برادر بندا	مستین
ے ۶ گز	ے گز	۱۲ ۶/۷ گرہ	ہ گز	درعان	درعہ
۶ ۶/۷ گرہ	۶ ۶/۷ گرہ	۰	۱۰ گرہ	۳۲/۹۳ گرہ	۱۶/۹۳ گرہ

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کے ۲ لڑکے عمرو بکر ہیں جس میں سے عمر بڑا لڑکا اور بکر چھوٹا لڑکا ہے۔ زید نے دونوں لڑکوں کی شادی کراکر

لہ الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی الملک ادارۃ القرآن کراچی ۲/۲۰۴

Marfat.com

اپنی جائداد کو نصف نصف دونوں بہوؤں پر یعنی زوجۂ بکر و زوجۂ عمر پر تقسیم کر کے بیع کر دی بعد کو بکر کی زوجہ نے انتقال کیا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر مدعی اب تک وہاں موجود نہ تھا یا بوجہ نابالغی وغیرہ معذور تھا یا بکر کو اقرار ہو کہ یہ جائداد بذریعہ میراث زوجہ اس نے پائی ہے تو ان صورتوں میں دعوی مدعی قابل سماعت ہے ورنہ نہیں کمافصله العلماء فی کتبهم مثل الفتاوی الخیریة والعقود الدریة وغیرهما۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جیسا کہ علماء نے اپنی کتابوں میں اسکی تفصیل بیان کی ہے۔ مثلاً فتاوٰی خیریہ اور عقود الدریۃ وغیرہ۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے (ت)

مسئلہ ۲۴ — ۳۰ صفر ۱۳۱۱ھ

مسئلہ — مشرف — ترکہ خالص زمین ۱۱ گرہ

ابن	ابن	ابن	بنت	بنت	بنت
عبدالجلیل	عبدالخلیل	اسمٰعیل	عباسی جان	نوابی جان	چھوٹی جان
ع درعہ ۱۳ ۱/۹ گرہ	ع درعہ ۱۳ ۱/۹ گرہ	ع درعہ ۱۳ ۱/۹ گرہ	صہ درعہ ۶ ۵/۹ گرہ	صہ درعہ ۶ ۵/۹ گرہ	صہ درعہ ۶ ۵/۹ گرہ

مسئلہ — چھوٹی جان — مف صہ درعہ ۶ ۵/۹ گرہ

زوج غلام محی الدین خاں	ابن امین الدین خاں	ابن امام الدین خاں	بنت
۱ درعہ ۵ ۲۳/۳۶ گرہ	۱ درعہ ۹ ۲۹/۳۰ گرہ	۱ درعہ ۹ ۲۹/۳۰ گرہ	۱۲ ۵۹/۶۰ گرہ

مسئلہ — اسمٰعیل — مف ع ۱۳ ۱/۹ گرہ

زوجہ	ابن	بنت
۱ درعہ ۵ ۲۳/۳۶ گرہ	ے درعہ ۴ ۵۳/۵۴ گرہ	ے درعہ ۲ ۵۳/۱۰۸

واللہ تعالٰی اعلم

Marfat.com

مسئلہ ۲۵

علمائے دین و مفتیانِ شرع متین کیا فرماتے ہیں اس بارے میں کہ مسمی زید فوت ہوا ایک زوجہ اور چند اولاد بیٹا و بیٹی متوفی کے وارث ہیں، زوجہ چاہتی ہے کہ ترکہ متوفی کا بعوض دین مہر کے کہ ادا نہیں ہوا ہے مجھ کو ملنا چاہئے۔ دین مہر کثیر ترکہ قلیل، دین مہر کو کافی نہیں ہوسکتا ہے۔ دیگر ورثار کہتے ہیں کہ بموجب فرائض کے ترکہ میں سے وراثتاً سب کو حصہ ملنا چاہئے، اب اول ادائے دین مہر ہونا چاہئے یا ترکہ وارث کل ورثار پر تقسیم ہوئے۔

الجواب

ادائے مہر تقسیم ترکہ پر مقدم ہے جب تک مہر ادا یا معاف نہ ہولے کوئی وارث کچھ نہیں پاسکتا جبکہ اس کی مقدار ترکہ سے زائد ہے۔

قال تعالٰی من بعد وصیۃ توصون بھا او دین [1] — اللہ تعالٰی نے فرمایا: اس وصیت کے بعد جو تم کرجاؤ اور قرض کے بعد۔ (ت)

مگر عین جائداد کا مہر میں دیا جانا ضروری نہیں ورثہ کو اختیار ہے کہ مہر اپنے پاس سے ادا کریں اور جائداد تقسیم ترکہ کے لئے بچالیں یا جائداد بیچ کر ادائے مہر میں صرف کی جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶ صفر المظفر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بلا وصیت انتقال کیا اور چھوڑی جائداد منقولہ مکسوبہ و متفرقہ خود از قسم زر نقد و زیور طلائی وغیرہا اور اثاث البیت خانگی، ایک مکان مع حصہ اراضی موروثی اور وارثان شرعی زید کے حسب ذیل، یک برادر حقیقی بکر حیات، یک زوجہ ہندہ جو تخمیناً یک ماہ بعد زید کے مرگئی اور اپنا مہر شرعی روبروشاہدین شوہر زید کو معاف کردیا تھا اور خورد و نوش یکجائی ہندہ کے بعد وفات شوہر کے بہمراہی بکر مکان مذکور میں تھی چنانچہ تجہیز و تکفین و رسومات موتہ زید و نیز ہندہ کی زید کے روپے سے ہوئی۔ بعد وفات کے مسمیان خالد و محمود، حامد، احمد برادران ہندہ متوفیہ زر نقد مع زیور مذکورہ بالا جس پر کہ زید بحیات خود باختیار تصرف مثل رہن و بیع وغیرہ وقتاً فوقتاً مالکانہ متصرف تھا اس کو برادران ہندہ باخفائے ورثائے زید مکان موروثی سے لے گئے، لہٰذا اب تنازع بابت

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۲

Marfat.com

متروکہ زید کے درمیان ورثاء زید یعنی بکر و خالد و حامد و محمود و احمد کے ہے، پس صورت مذکورہ بالا تقسیم متروکہ کے کس طور پر ہونا چاہیے اور تجہیز و تکفین و سوئم وغیرہا زید کی بکر نے زید کے روپے سے اور ہندہ کی تجہیز و تکفین وغیرہ برادران ہندہ نے زید کے روپے سے کی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جو زیور ملک زید تھا (یعنی نہ جہیز ہندہ کا تھا نہ زید نے ہندہ کو تملیک کر دیا تھا اگرچہ پہننے کو دیا ہو) وہ متروکہ زید ہے خاص ورثاء اس کے مستحق نہیں۔ برادرِ زید نے تجہیز و تکفین زید بقدر سنّت میں جو خرچ کیا وہ مجرا پائے گا کہ اسے نکال کر باقی ترکہ وارثانِ زید پر تقسیم ہوگا، اور جو کچھ صدقہ خیرات روزِ وفات و وقتِ دفن و سوم وغیرہا میں اٹھایا وہ خاص برادر زید کے حصہ پر پڑے گا باقی ورثہ کو اس سے سروکار نہیں۔ پس بر تقدیر صدق مستفتی و عدم موانع ارث و انحصار ورثہ فی المذکورین وصحت ترتیب اموات خرچ تجہیز و تکفین زید بقدر سنّت اور نیز اگر کوئی دین ذمہ زید ہو وہ ادا کرکے جو باقی بچے مع اس روپے کے جو برادر زید و برادران ہندہ نے خرچ فاتحہ و صدقہ وغیرہا میں اٹھایا سب کے سولہ سہام کریں ان میں سے چار سہم کامل خواہر زید کو دیں اور آٹھ سہم میں خرچ فاتحہ و صدقات زید شامل کرکے برادر زید کو دیں یعنی جو کچھ برادر زید نے فاتحہ میں اٹھایا وہ اسے وصول پایا ہوا تصور کریں باقی چار سہام میں کل خرچ تجہیز و تکفین ہندہ بقدر سنّت و خرچ فاتحہ ہندہ کہ برادران ہندہ نے کیا سب شامل کرکے برادرانِ ہندہ کو دیں یعنی موت ہندہ کا کل خرچ انھیں چار سہام پر ڈالیں پھر اس میں سے خرچ مسنون ترکہ ہندہ پر پڑے گا اور خرچ زائد صرف ان برادران کے حصہ پر جنھوں نے اٹھایا اور سب نے اٹھایا تو سب پر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۷ از شہر کہنہ ۹ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کے بیٹے نے انتقال کیا پوتا اور بھتیجے موجود ہیں، بھتیجے اس پر زور ڈالتے ہیں کہ اپنا مال ہمیں لکھ دے اس لئے کہ ہمیں تیرے وارث ہیں پوتا محجوب الارث ہو چکا ہے اس صورت میں پوتے کو محروم کرکے بھتیجوں کو لکھ دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور ان کی درخواست قابلِ سماعت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

Marfat.com

الجواب

ان کی یہ درخواست مہمل و ناقابلِ سماعت ہے، اول تو حیاتِ مالک میں اس کے مال کا کوئی وارث نہیں اور بعد موت کب معلوم کون زندہ ہوگا کون مردہ، اور اگر عورت کے بعد پوتا اور بھتیجے سب باقی رہے تو پوتا ہی وارث ہوگا۔ بھتیجے اس کے ہوتے کچھ نہ پائیں گے تو محجوب الارث خود بھتیجے ہوں گے نہ کہ پوتا۔ پوتا اپنے دادی دادا کا خود وارث ہے نہ بواسطہ پدر کہ ان کے پہلے مرجانے سے یہ محجوب الارث ہوجائے، یہ سب جہالت کی باتیں ہیں۔ عورت کو ہرگز جائز نہیں کہ پوتے کو محروم کرنے کے لئے اپنا مال بھتیجوں کو لکھ دے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من فرّ من میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ یوم القیٰمۃ، والعیاذ باللہ تعالیٰ، رواہ ابن ماجۃ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ واللہ سبحٰنہ و تعالیٰ اعلم۔

جو اپنے وارث کی میراث سے بھاگے اللہ تعالےٰ روزِ قیامت اس کی میراث جنت سے قطع فرمادے۔ (اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ اس کو ابن ماجہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۸ از لکھنؤ محلہ محمود نگر مطبع مصطفائی مرسلہ مولوی ابوالخیر محمد جان صاحب
۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

علمائے دین رحمہم اللہ تعالےٰ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ مثلاً زید کے تین لڑکوں اور دو لڑکیوں میں سے ایک لڑکا بحیاتِ والدین بالکل مفقود الخبر ہوگیا چھبیس تیس برس سے اس کا کہیں پتا نہیں، اس درمیان میں پہلے اس کے والد نے پھر اس کی والدہ نے انتقال کیا اب زید متوفی کے لڑکے اپنے والدین متوفیین کے متروکہ کو حسبِ ہدایت شرع شریف تقسیم کرنا چاہتے بلکہ ماں کے متروکہ کو کیونکہ جائداد ماں کے نام ہے لیکن اس مفقود الخبر لڑکے کی زوجہ جو ہنوز زندہ ہے عذر کرتی ہے کہ میرے زوج مفقود الخبر کا بھی حصہ لگاؤ اور چونکہ وہ نہیں ہے لہٰذا حصہ وہ مجھے دو، پس استفسار کیا جاتا ہے کہ ابن مفقود الخبر کی زوجہ عند الشرع زوج

ؔ سنن ابن ماجہ کتاب الوصایا باب الحیف فی الوصیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۱۹۸

Marfat.com

مفقود کا حصہ پاسکتی ہے یا نہیں؟ اگر پا سکتی ہے تو کس قدر؟ اور لڑکیوں کا حصہ کیا ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

وہ لڑکا کہ حیاتِ مادر میں مفقود الخبر ہوگیا ترکۂ مادر میں مثلِ میت ہے۔

فی التنویر میت فی حق غیرہ فلا یرث من غیرہ[۱]

تنویر میں ہے مفقود الخبر غیر کے حق میں مُردہ ہوتا ہے لہذا وہ غیر کا وارث نہیں بنے گا۔(ت)

توجب تک بعد وفاتِ مادر اس کا زندہ رہنا شرعاً ثابت نہ ہوجائے اس کی زوجہ وغیرہ مدعیان ارث مفقود کو ترکۂ مادری سے اس کے حصہ کا مطالبہ ہرگز نہیں پہنچتا کہ بے اس ثبوت کے شرعاً خود اسے ترکۂ مذکورہ سے کچھ نہ ملے گا اس کے ورثہ کو بذریعۂ توریث بالواسطہ پہنچنا کیا معنی، بلکہ وُہ ترکہ بر تقدیر عدم موانع ارث و وارث آخر و تقدم مقدم کالدین و الوصیۃ، چوبیس ۲۴ سہام پر منقسم کریں ہر پسر موجود کو چھ ۶ ہر دختر کو تین ۳ دے کر چھ ۶ موقوف رکھیں یہاں تک کہ عمر مفقود سے ستّر سال کامل گزر جائیں یعنی وہ مدت منقضی ہو کہ اگر زندہ ہوتا تو ستّر برس کا ہوجاتا مثلاً وقت فقدان بست ۲۰ سالہ تھا اور مفقود ہوئے تیس ۳۰ برس ہوئے تو بیس ۲۰ برس اور انتظار کریں یا پینتیس ۳۵ سال کی عمر میں گُما اب پچیس ۲۵ گزرے تو دس ۱۰ برس۔

هذا احسن ما یصار الیه ویعول علیه فانه المؤید بالحدیث و شاهد حال الزمان للحدیث ان المرمی ههنا هو حصول الظن لیس الا فانه لاسبیل الی الیقین فتقدیر رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم خیر من تقدیر غیرہ و قد نص العلماء کشارحی المنیة العلامة المحقق محمد بن

اور یہ بہترین قول ہے جس کی طرف رجوع کیا جائے اور اس پر بھروسا کیا جائے کیونکہ حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے اور حالِ زمانہ حدیث کا شاہد ہے کیونکہ یہاں عمر کی حد مقرر کرنا محض گمان غالب کی بنیاد پر ہے کیونکہ یہاں یقین کی کوئی صورت نہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اندازہ مقرر فرمانا غیر کے اندازے سے بہتر ہے۔ اور علماء نے نص فرمائی ہے جیسا کہ منیہ کے دو ۲ شارحین علامہ محقق محمد بن امیر الحاج نے

---

[۱] الدرالمختار شرح تنویر الابصار کتاب المفقود مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۶۹

Marfat.com

امیرالحاج فی الحلبۃ والعلامۃ ابراھیم الحلبی فی الغنیۃ وغیرھما فی غیرھما انہ لایعدل عن درایۃ ماوافقتھا روایۃ[1] لاسیما وھوالارفق بالناس والاوفق بالزمان فقد تقاصرت الاعمار وتعجلت المنون وحسبنا اللہ ونعم الوکیل فلذا اعولنا علیہ فی جمیع فتاوٰنا وباللہ التوفیق اخرج الترمذی عن ابی ھریرۃ وابویعلی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنھما قالا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعمار امتی ما بین الستین الی السبعین واقلھم من یجوز ذٰلک[2] سندہ حسن کمانص علیہ الحافظ فی فتح الباری،

حلیہ میں اور علامہ ابراہیم حلبی نے غنیہ میں، اوران دونوں کے علاوہ دیگر علماء نے دیگر کتابوں میں تصریح فرمائی کہ اس درایت سے عدول نہیں کیا جائے گا جس کی موافقت روایت کرے خصوصاً جبکہ اس میں لوگوں کیلئے زیادہ نرمی اور زمانے کے ساتھ زیادہ موافقت موجود ہو۔ تحقیق عمریں کم ہوگئیں اور موتیں جلدی واقع ہونے لگیں۔ اللہ تعالٰی ہمیں کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ اسی لئے ہم نے اپنے تمام فتاوٰی میں اسی پر اعتماد کیا۔ اور توفیق اللہ تعالٰی ہی کی ہے۔ ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور ابویعلی نے انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے تخریج کی، ان دونوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کی عمریں ساٹھ اور ستر سال کے درمیان ہونگی بہت کم ان میں سے ایسے ہونگے جو اس سے آگے بڑھیں۔ اس کی سند حسن ہے جیسا کہ فتح الباری میں حافظ نے اس پر نص کی ہے۔ (ت)

امام محقق علی الاطلاق مالک ازمۃ الترجیح والفتیا فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

عندی الاحسن سبعون لقولہ علیہ الصلٰوۃ والسلام اعمار امتی ما بین الستین الی

میرے نزدیک سب سے بہتر ستر سال والا قول ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے کہ میری اُمت کی عمریں

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فرائض الصلٰوۃ الثامن تعدیل الارکان سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۹۵

[2] جامع الترمذی ابواب الدعوات باب منہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۹۴
کنز العمال برمز ت عن ابی ہریرہ حدیث ۴۲۶۹۷ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۶۷۷

Marfat.com

السبعین فکانت المنتھی غالبًا[1] ساٹھ سے ستّر سال تک کے درمیان ہوں گی۔ چنانچہ غالباً ستّر پر زندگی کی انتہا ہوتی ہے۔ (ت)

جواہر اخلاطی میں ہے: انه احوط واقیس[2] (بے شک وہ زیادہ احتیاط والا اور زیادہ قرینِ قیاس ہے۔ ت) اسی میں ہے: وعلیه الفتوٰی[3] (اور اسی پر فتوٰی ہے۔ ت)

اس مدت میں اگر ظاہر ہو کہ مفقود زندہ ہے یا بعد موتِ مادر زندہ تھا اگرچہ ایک آن بعد مر گیا تو یہ چھ سہام بحالت حیات خود اسے ورنہ بحسب احکامِ فرائض اس کی زوجہ وغیرہ ان کے ورثہ کو کہ اسکی موت کے وقت زندہ تھے اگرچہ اب مرچکے ہوں دے دیئے جائیں اور اگر ثابت ہو کہ مفقود پیش از مادر مر گیا تھا یا مدتِ مذکورہ گزر جائے اور کچھ ثبوت نہ ہو یہاں تک کہ روزِ فقدان سے اس کی موت کا حکم کر دیا جائے تو ان سہام میں اس کے ورثہ کا کچھ حق نہیں بلکہ انھیں چار اولاد موجود کو دیئے جائیں ہر پسر کو دو ہر دختر کو ایک۔

فی التنویر یوقف قسطه فان ظهر حیا فله ذٰلك وبعده یحکم بموته فی مال غیره من حین فقد فیرد الموقوف له الٰی من یرث مورثه عند موته[4] اھ ملخصًا۔

تنویر میں ہے مفقود الخبر کا حصہ موقوف رکھیں گے اگر وہ زندہ ظاہر ہو گیا تو یہ حصہ اس کا ہے، اس کے بعد (یعنی اس کے ہم عمروں کے مرنے کے بعد) اس کے گم ہونے کے وقت سے غیر کے مال میں اس کی موت کا حکم دیا جائے گا چنانچہ جو کچھ اس کے لئے موقوف رکھا گیا تھا وہ ان کی طرف لوٹا دیں گے جو اس کے مورث کی موت کے وقت وارث بننے تھے اھ ملخصًا (ت)

یہ چھ سہام تا انفصالِ احکام اس کے پاس امانةً رہیں گے جس کے قبضہ میں متروکہ مذکورہ اس وقت یعنی بعد موت مورثہ ہے خواہ وہ کوئی پسر موجود ہو یا دختر یا زن پسر یا کوئی اجنبی

---

[1] فتح القدیر کتاب المفقود المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ سکھر ۵/۳۷۴

[2] جواہر اخلاطی مسائل المفقود قلمی نسخہ ص ۱۲۰

[3] " " "

[4] الدر المختار شرح تنویر الابصار کتاب المفقود مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۶۹

Marfat.com

جس میں حفظ و اصلاح ضروری کے سوا کسی تصرف مالکانہ کا اسے اصلاً اختیار نہ ہوگا جب تک اس سے کوئی خیانت ظاہر نہ ہو ورنہ اس کے قبضہ سے نکال کر کسی عادل ثقہ امین متقی خداترس کو سپرد کریں گے، فتح میں ہے:

رجل مات عن ابنتین وابن مفقود وابن ابن والمال فی ید اجنبی لاینزع من ید الاجنبی الا اذا ظہرت خیانتہ فیوخذ منہ ویوضع علٰی ید عدل ولوکان فی ید البنتین لایحول المال من موضعہ ولوکان فی ید ولد المفقود یوقف فی ید من کان فی یدہٖ[1] اھ ملتقطاً۔

کوئی شخص دو بیٹیاں ایک مفقود بیٹا اور ایک پوتا چھوڑ کر مرگیا جبکہ اس کا مال کسی اجنبی کے قبضہ میں ہے تو وہ مال اجنبی کے ہاتھ سے واپس نہیں لیا جائے گا مگر اس وقت جب اس کی خیانت ظاہر ہوجائے اس صورت میں اس سے مال لے کر کسی عادل کے قبضہ میں دے دیا جائے گا، اور اگر مال دونوں بیٹیوں کے قبضہ میں ہے تو وہ مال اپنی جگہ سے نہیں ہٹایا جائے گا، اور اگر وہ مفقود کی اولاد کے قبضہ میں ہے تو مفقود کا حصہ اسی کے ہاتھ میں موقوف رکھا جائے گا جس کے ہاتھ میں وہ ہے اھ ملتقطاً (ت)

فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالٰی لہ امین نہ کریں گے اس پر مگر جو مالِ غیر کو نارِ سوزاں جانتا ہو اور قبول نہ کرے گا اسے مگر فاسق افسق یا غافل احمق یا عادل مرفق قلیل ماھم ہیہات ہیہات کہاں علم اور کہاں عدالت، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ط واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۹ ازتھانہ کچھا علاقہ خام ۲۳ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ غلام غوث نے اپنی پہلی بیوی کے مرنے کے بعد دوسری شادی کی، پھر دوسری کے انتقال ہوجانے کے بعد تیسری شادی کی، پہلی کا حقیقی بھائی اور دوسری کی ایک لڑکی جو اس کے ساتھ آئی تھی اور تیسری مع اپنے لڑکے کے جو ہمراہ آیا تھا زندہ ہے، تینوں عورتوں کا مہر پینسٹھ پینسٹھ روپیہ کا بندھا تھا اب شرع شریف کے نزدیک کتنا مہر کس کس وارث کو پہنچے گا؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] فتح القدیر کتاب المفقود المکتبۃ النوریۃ الرضویہ سکھر ۵/۲۷۵-۲۷۴

Marfat.com

الجواب

صورت مستفسرہ میں پہلی بیوی لاولد کے بھائی یا اس کے سوا اور جو وارث ہو انھیں ترکۂ غلام غوث سے مہر کے تئیس ۲۳ روپے آٹھ آنے دیئے جائیں اور دوسری کی بیٹی وغیرہ ورثہ کو اس کے مہر کے اڑتالیس ۴۸ روپے بارہ ۱۲ آنے، اور تیسری کہ زندہ ہے اسے اس کے مہر کے پورے پینسٹھ (۶۵) روپے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۰ از میرٹھ چھتہ شیخاں مرسلہ حافظ محمد اکبر صاحب ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۱۲ھ

زید مع اپنے کل خاندان کے کافر ہے، ہندہ زید کی بیٹی اور جہندہ زید کی بیوی، بعد مرنے زید کے دونوں مسلمان ہوگئیں۔ ہندہ رنڈی بن کر کسب کرانے لگی اپنی ذاتی جائداد پیدا کی اور نکاح کر لیا اب وہ مرگئی اور سوائے خاوند کے کوئی وارث نہیں، ہندہ کے ماموں زاد بھائی کی جو اس وقت تک کافر ہے ۲ دو بیٹیاں مسلمان ہوگئیں ان کا باپ یعنی ہندہ کا ماموں زاد بھائی کافر ہے کیا یہ دونوں وارث شرعی ہندہ کے ترکہ کی ہوسکتی ہیں؟ اور ان کا باپ حاجب ہے اور مانع اختلاف دینین کا اس پر اثر ہے اور یہ دونوں ذوی الارحام ہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

ہندہ کی ماں اگر اس سے پہلے مرگئی بعد اس کے صرف شوہر اور یہ دو عورتیں اس کے ماموں زاد بھائی کی بیٹیاں رہیں اس کا کوئی رشتہ دار مسلمان کہ درجہ وراثت میں ان کے ہمسر یا ان سے مقدم ہو، نہیں، تو متروکۂ ہندہ بعد ادائے دیون و وصایا چار سہام پر منقسم ہو کر دو سہم شوہر اور ایک ایک ان دونوں عورتوں کو ملے گا اور ان کے کافر باپ کا زندہ ہونا انھیں محروم نہ کرسکے کہ کافر ترکۂ مسلم میں مردہ ہے اور مردہ نہ خود وارث ہو نہ دوسرے وارث کو محروم کرسکے۔ شریفیہ میں ہے:

المحروم عن المیراث بالکلیۃ لایحجب عندنا غیرہ اصلا لاحجب حرمان ولا حجب نقصان ھو قول عامۃ الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم روی ان امرأۃ مسلمۃ ترکت زوجا مسلما

جو شخص کلی طور پر میراث سے محروم ہو ہمارے نزدیک وہ کسی غیر کے لئے بالکل حاجب نہیں بنتا، نہ حجبِ حرمان کے ساتھ اور نہ ہی حجبِ نقصان کے ساتھ۔ عام صحابہ کرام کا یہی قول ہے رضی اللہ تعالٰی عنھم۔ مروی ہے کہ ایک مسلمان عورت نے مسلمان خاوند اور

Marfat.com

واخوین من امہا مسلمین و ابنا کافرا فقضی فیہا علی وزید بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہما بان للزوج النصف ولاخویہا الثلث و ما بقی فھو للعصبۃ اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

دو مسلمان اخیافی بھائی اور ایک کافر بیٹا چھوڑا۔ تو اس کے بارے میں حضرت علی مرتضٰی اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فیصلہ دیا کہ اس کے خاوند کیلئے نصف اور دونوں بھائیوں کے لئے ایک تہائی ہے اور جو باقی بچا وہ عصبہ کے لئے ہے اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳ ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، ایک عورت اور بیٹی اس کی مسلمان ہوئی اور ایک میں سے اس نے نکاح کرلیا اور اپنی بیٹی کا بھی نکاح کردیا۔ اور جس مرے مال لیا تھا اس کی پہلی بی بی سے اولاد ہے اور اس نومسلم عورت اور شوہر ثانی سے کوئی اولاد نہ ہوئی بجز اس لڑکی کے اور کوئی اولاد نہیں، ماں باپ فوت ہوگئے، اب یہ عورت جو رہی اس کا خاوند مرا، موافق شرع شریف کے اس کے خاوند کا جو کچھ کہ ترکہ تھا تقسیم ہوگیا، اب یہ عورت مری، اس کی کوئی اولاد نہیں دو بھائی اس کے ہیں ماں میں شریک نہیں ماں باپ الگ ہیں، اب اس عورت کا ترکہ کس طرح تقسیم ہو؟ بیان کرو اللہ تعالٰی اجر دے گا۔

الجواب

شوہر مادر کے بیٹے جو نہ اپنے باپ کے نطفے نہ اپنی ماں کے پیٹ سے ہوں وارث نہیں، پس اگر عورت مذکورہ کا کوئی وارث شرعی مسلمان موجود نہیں نہ اس نے کسی کے لئے اپنے مال کی وصیت کردی تو اس کا کل مال بعد ادائے دَین (اگر اس کے ذمہ ہو) محتاج بیکس مسلمانوں کو دے دیا جائے یا ان دوا دارو کفن میں صرف کیا جائے اگر یہ پسران شوہر مادر بیکس محتاج ہیں تو انھیں بھی دیں یا انھیں کو دے دیں، غرض یہ محتاج ہوں تو بوجہ محتاجی مستحق ہوسکتے ہیں نہ بوجہ وراثت۔

درمختار میں ہے:

ترکۃ بلا وارث مصرفہا لقیط فقیر و فقیر بلا ولی

وہ ایسا ترکہ ہے جس کا کوئی وارث نہیں، اس کا مصرف وہ گرا پڑا بچا ہے جس کو

ے الشریفیۃ شرح السراجیۃ باب الحجب مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۵۰

Marfat.com

اھ ملخصا۔[1]

کسی فقیر نے اٹھالیا یا ایسا فقیر ہے جس کا کوئی ولی نہیں اھ ملخصا (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ وفقیر بلا ولی ای لیس لہ من تجب نفقتہ علیہ قال فی البحر لیعطی منہ نفقتہم وادویتہم ویکفن بہ موتاھم ویعقل بہ جنایتہم[2] اھ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مصنف کا قول کہ "ایسا فقیر جس کا ولی نہیں" اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی ایسا شخص موجود نہیں جس پر اس فقیر کا نفقہ واجب ہو۔ بحر میں فرمایا کہ اس مال میں سے فقراء کا نفقہ، دوائیاں، ان کے مردوں کا کفن اور ان کی جنایتوں کی دیت دی جائے گی اھ، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۲: از کلکتہ مدرسہ عالیہ مرسلہ مولوی سید عبدالرؤف صاحب طالبعلم ساکن ڈھاکہ عشرہ شعبان المعظم ۱۳۱۴ھ

چہ می فرمایند علمائے دین متین اندرینکہ شخصے را ہنگام تقسیم زوجہ وے اموال خود را بحین حیات خود درمیان ورثہ کہ ورائے او چہار پسر و یک دختر بودند ہیچ اعتراض نکردہ و اظہار انکار بر عدم شمار او درمیان ورثہ نانمودہ باہتمام خود حصہ یک پسر را کہ بر تقدیر عدم شمار او درمیان ورثہ دو بہرہ از نہ سہام می شدی بر زوجہ پسر کلاں وے در عوض کابین نوشتہ داد و باختیار خود رجسٹری نمود بعد از وفات زن بوقت اخذ پسران دیگر بہرہائے خود را دعوٰی نماید ومیگوید کہ ربع از اموال متروکہ زن

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی بیوی نے اپنی زندگی میں شوہر کے سوا دیگر ورثاء میں جو کہ چار بیٹے اور ایک بیٹی ہیں اپنا مال تقسیم کردیا، اور شوہر نے تقسیم کے وقت کوئی اعتراض نہیں کیا اور وارثوں میں اسے شمار نہ کئے جانے پر انکار ظاہر نہیں کیا بلکہ ورثاء کے درمیان اس کا شمار نہ ہونے کی صورت میں ہر ایک بیٹے کو نو میں سے جو ۲ حصے ملتے ہیں ان کو بڑے بیٹے کی بیوی کے مہر کے عوض تحریر کرتے ہوئے اپنے

---

[1] الدرالمختار کتاب الجہاد فصل فی الجزیۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۴

[2] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۸۲

Marfat.com

بمن میرسد پس اگر ربع از ما بقی بعد از اخذ زوجہ پسر بکیہ دو بہرہ از نہ برضائے او یافتہ گرفتہ آید حیف علی الارث پسران دیگر لازم آید کہ زن در حین حیات خود بریں راضی ناشدہ زوج را اجمالاً چیزے از اموال خود دادہ راضی بر عدم اخذ ترکہ وے نمودہ بود تا حیف علی الارث در حقوق فرزندان دیگر کہ وراے پسر کلاں او بودند لازم نیاید بینوا توجروا۔

اختیار سے رجسٹری کرانے کا اہتمام کیا۔ اب بیوی کی وفات کے بعد دوسرے بیٹوں کے اپنا حصہ لینے کے وقت خاوند دعوٰی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ بیوی کے متروکہ مال میں سے چوتھا حصہ مجھے ملتا ہے۔ چنانچہ خاوند کی رضامندی سے بڑے بیٹے کی بیوی کے نو میں سے دو[2] حصے وصول کرنے کے بعد باقی میں سے خاوند کو اگر چوتھا حصہ دیا جائے تو دوسرے بیٹوں کی میراث پر ظلم لازم آتا ہے کیونکہ عورت نے اپنی زندگی میں اس صورتِ حال پہ راضی نہ ہوتے ہوئے شوہر کو اپنے مال میں سے کوئی چیز دے کر ترکہ میں سے کچھ نہ لینے پر اس کو راضی کیا تاکہ دوسرے بیٹوں کے حقوق میں میراث پر ظلم لازم نہ آئے جو کہ اس کے بڑے بیٹے کے علاوہ ہیں۔ بیان کرو اجر دیئے جاؤ گے۔ (ت)

الجواب

اگرچہ مسئلہ پس غریبہ کہ از اغرب مسائل توان گفت بعض علماء صورتے آوردہ اند تا بصورت تخارج بحیات مورث کما ذکرہ فی الاشباہ عن طبقات الشیخ عبد القادر عن خزانۃ الجرجانی عن ابی العباس الناطفی عن بعض مشائخہ وفی جامع الرموز عن الناطفی ثم اعقبہ عن الجواہر بما ہو اوفق واقرب وفی جامع الفصولین عن جامع الفتاوٰی حکی قولین کما فی ردالمحتار

اگرچہ مسئلہ بہت انوکھا ہے کہ اس کو سب سے انوکھا مسئلہ کہا جا سکتا ہے بعض علماء نے اس کو مُورِث کی زندگی میں تخارج کی صورت قرار دیا ہے جیسا کہ اشباہ میں طبقات شیخ عبد القادر سے بحوالہ خزانۃ الجرجانی نقل کیا ہے، اور جرجانی نے ابو العباس ناطفی سے اس کے بعض مشائخ کے حوالے سے ذکر کیا، اور جامع الرموز میں ناطفی سے نقل کیا پھر اس کے بعد جواہر کے حوالے سے ذکر کیا جو کہ اوفق واقرب ہے۔ اور جامع الفصولین میں جامع الفتاوٰی کے حوالے سے منقول ہے کہ انھوں نے دو[2] قول نقل کئے جیسا کہ ردالمحتار

Marfat.com

قلت و رأیت فی جامع الفصولین قدم قبلہ عن السیر الکبیر للامام محمد ماھو الموافق للاصول والموافق للمعقول والمنقول کما اشرنا الی کل ذٰلک فیما علقنا علی رد المحتار اما آں نیز بایں طور ست کہ مورث ہر یکے از ورثہ اما لے دہد بر آں شرط کہ پس از مرگ بہرہ از میراثش نباشد اینجا بعد استفسار حالے ظاہر شد کہ زن شوہر خود را چیزے ندادہ است بلکہ مالے بنام پسر پنجمین او کہ از ہمخوابہ پیشین بودہ ہمراہ پسران خودش تعیین نمود و شوہر ہمبریں معنی راضی با سقاط حقش از میراث شد پس ایں نماند جز وعدہ بترک ارث و وعدہ مجردہ جز قضار النشرد فی الظھیریۃ والخانیۃ والھندیۃ لایلزمہ الوفا بالمواعید[1] وفی الذخیرۃ والھندیۃ ھذا وعد منہ ولا یلزمہ بذٰلک شیئ[2] خاصہ در امر میراث کہ ہم باختیار وارث نیست بلکہ بناچار رسد فی الاشباہ

میں ہے میں کہتا ہوں میں نے جامع الفصولین میں دیکھا کہ انھوں نے اس سے ماقبل امام محمد کی سیر کبیر سے وہ قول نقل فرمایا جو اصول کے موافق اور معقول و منقول کے مناسب ہے جیسا کہ ہم نے ردالمحتار پر اپنی تعلیق میں اس تمام کی طرف اشارہ کیا ہے لیکن وہ بھی اس طور پر ہے کہ مورث وارثوں میں سے ہر ایک کو اس شرط پر کچھ مال دے کہ اس کے مرنے کے بعد میراث میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوگا جبکہ اس جگہ تفتیش کے بعد یہ حالت ظاہر ہوئی کہ عورت نے اپنے شوہر کو کوئی چیز نہیں دی بلکہ کچھ مال اپنے پانچویں بیٹے کے لئے جو کہ پہلے خاوند سے ہے اپنے دوسرے بیٹوں کے ساتھ مختص کیا۔ اور شوہر اس صورت پر میراث میں سے اپنا حق ساقط کرنے پر راضی ہوا، چنانچہ یہ میراث چھوڑنے کے وعدہ کے سوا کچھ نہیں اور محض وعدہ سوائے قاضی کی قضا کے کسی شئی کے لائق نہیں۔ ظہیریہ، خانیہ اور ہندیہ میں ہے کہ وعدوں کی وفا اس پر لازم نہیں۔ ذخیرہ اور ہندیہ میں ہے یہ اس کی طرف سے وعدہ ہوا جس سے اس پر کچھ لازم نہیں آتا خصوصاً میراث کے معاملے میں جو وارث کے اختیار سے نہیں بلکہ جبری طور پر اُسے پہنچتی ہے۔

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الاجارہ الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۴۲۷

[2] " "

من القول فی الملک لا یدخل
فی ملک الانسان شیئ بغیر
اختیارہ الا الارث اتفاقا و
کذا الوصیۃ فی مسألۃ[1] الخ
خاصہ بجائے آں وعدہ پیش از ثبوت ارث
ہم درحیات مورث صورت بست و پیداست
کہ سقوط پیش از ثبوت معنی ندارد الا تری
ان المرأۃ لو اسقطت حقہا
من القسم کان لہا الرجوع
قال فی غمز العیون
انما جاز لہا الرجوع
لان حقہا لم یکن
ثابتا بعد فیکون مجرد
وعد فلا یلزم کالمعیر[2] الخ
و لہذا اگر مورث برائے وارثے وصیتے کرد
و دیگران بحیاتش رضا دادند ایں اجازت
بجوے نیرزد و ایشاں را پس از مرگ
مورث رجوع میرسد فی الدر المختار
لا تعتبر اجازتہم حال
حیاتہ اصلا بل بعد
وفاتہ[3] فی رد المحتار
لانہا قبل ثبوت الحق

اشباہ کے اندر ملکیت کے قول میں ہے کہ
انسان کی ملکیت میں اس کے اختیار کے بغیر
کوئی شیئ داخل نہیں ہوتی مگر میراث بالاتفاق
اس کی ملکیت میں داخل ہوتی ہے اور اسی طرح
وصیت ایک مسئلہ میں الخ خاص طور پر اس
حال میں کہ وہ وعدہ بھی میراث کے ثبوت سے
پہلے مورث کی زندگی میں رونما ہوا۔ پس ظاہر
ہے کہ کسی چیز کے ثبوت سے پہلے اس کا ساقط
ہونا کچھ معنی نہیں رکھتا۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ عورت
اگر اپنی باری کا حق ساقط کر دے تو اسے رجوع
کا حق ہوتا ہے۔ غمز العیون میں کہا کہ اس کو
رجوع کا حق اس لئے ہوتا ہے کہ اس کا حق
ابھی تک ثابت نہیں ہوا تو یہ محض ایک وعدہ
ہوگا جو لازم نہیں ہوتا جیسا کہ عاریت پر دینے
والا الخ اور یہی وجہ ہے کہ اگر مورث نے کسی
وارث کے لئے وصیت کی اور دوسروں نے
اس کی زندگی میں رضامندی ظاہر کر دی تو یہ
اجازت وجوب کے لائق نہیں اور ان وارثوں
کو مورث کے مرنے کے بعد رجوع کا حق حاصل
ہے۔ درمختار میں ہے مورث کی زندگی میں وارثوں
کی اجازت بالکل معتبر نہیں بلکہ اس کی وفات
کے بعد معتبر ہے۔ ردالمحتار میں ہے اس لئے

۱؎ الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی الملک ادارۃ القرآن کراچی ۲/۲۰۲
۲؎ غمز عیون البصائر الفن الثالث احکام النقد وما یتعین فیہ الخ ادارۃ القرآن کراچی ۲/۱۶۲
۳؎ الدر المختار کتاب الوصایا مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۱۷

Marfat.com

لھم لان ثبوتہ عند الموت فکان لھم ان یردوہ بعد وفاتہ بخلاف الاجازۃ بعد الموت لانہ بعد ثبوت الحق وتمامہ فی المنح[1] پس دعوئ شوہر بجائے خود ست آنچہ ہنگام مرگ زن در ملک زن بودہ ربع او بشرط عدم موانع ارث وتقدیم ماتقدم کالدین والوصیۃ بشوہرش می رسد وہیچ حیف در میراث لازم نیست کہ آنچہ پسر کلاں پیش از موت مورثہ یافت اگر مالکہ بروجہ صحیح شرعی تملیک او کردہ بود آں مقدار از ارث خود بیروں رفت کہ ارث متعلق نہ شود جز بترکہ وترکہ نیست جز آنکہ ہنگام موت مورث در ملک اوست۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کہ وہ اجازت ان کا حق ثابت ہونے سے پہلے واقع ہوئی ہے کیونکہ ان کا حق موت کے وقت ثابت ہوتا ہے تو ان کے لئے جائز ہے کہ وہ مورث کی وفات کے بعد اس کو رد کردیں بخلاف مورث کی موت کے بعد ہونیوالی اجازت کے کیونکہ وہ حق کے ثبوت اور اس کی تمامیت کے بعد واقع ہوئی ہے (المنح)، چنانچہ شوہر کا دعوٰی برمحل ہے، جوکچھ بوقت موت عورت کی ملکیت میں تھا اس کا چوتھا حصہ شوہر کو ملے گا بشرطیکہ میراث سے روکنے والی کوئی چیز نہ پائی جائے اور جو چیزیں میراث سے مقدم ہیں انھیں مقدم کردیا گیا ہو جیسے قرض اور وصیت۔ اور میراث میں کوئی ظلم لازم نہیں آتا کیونکہ عورت کی موت سے پہلے جوکچھ اس کے بڑے بیٹے نے پایا اگر مالکہ نے شرعی طریقے پر اس کو مالک بنادیا تھا تو اتنی مقدار خود میراث سے خارج ہوگئی کیونکہ میراث کا تعلق ترکہ کے ماسوا کے ساتھ نہیں ہوتا اور ترکہ سوائے اس شیئ کے نہیں جو مورث کی موت کے وقت اس کی ملکیت میں ہو۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۳۳ از اٹنگہ مرسلہ حامد حسین خاں ۱۰ شوال ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے ماں اور تین حقیقی چچا وارث چھوڑے اور اس کی ماں کے انتقالِ ہندہ سے سال بھر بعد ایک لڑکا پیدا ہوا، پس ترکہ ہندہ کا کس طرح منقسم ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

غیر میّت سے جو حمل ہو وہ صرف تین صورتوں میں وارث ہوسکتا ہے، یا تو وقت موت میّت

---

[1] ردالمحتار کتاب الوصایا دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۱۷

Marfat.com

سے ٹھیک چھ مہینے پر یا چھ مہینے کے اندر پیدا ہو یا اس کی ماں موت یا طلاق کی عدت میں ہو اور اس کے پیدا ہونے تک عدت گزر جانے کا اقرار نہ کرے یا باقی وارث اقرار کرتے ہوں کہ یہ بچہ وقت موت میت اپنی ماں کے پیٹ میں تھا۔ سائل مظہر کہ یہاں یہ صورتیں نہ تھیں کہ لڑکا موت ہندہ سے سال بھر بعد پیدا ہوا اور اس کا باپ زندہ رہا اور ماں کو طلاق بھی نہ ہوئی کہ عدت میں ہوتی اور دیگر ورثہ کو تسلیم بھی نہیں کہ یہ وقت موت ہندہ اپنی ماں کے حمل میں تھا۔ پس صورتِ مستفسرہ میں برتقدیر صدق مستفتی وعدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین وتقدیم امور مقدمہ علی المیراث کالدین والوصیۃ ترکہ ہندہ کا نو سہام پر منقسم ہو کر تین سہم اس کی ماں اور دو دو ہر حقیقی چچا کو ملیں گے۔

فی ردّ المحتار وان کان (ای الحمل) من غیرہ فانما یرث لو ولد لستۃ اشہر او اقل والا فلا الا اذا کانت معتدۃ ولم تقر بانقضائھا او اقر الورثۃ بوجودہ کما یعلم من سکب الانہر مع شرح ابن کمال وحاشیۃ یعقوب[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم

ردّالمحتار میں ہے اگر حمل میت کے غیر کا ہے تو وہ اس صورت میں وارث بنے گا اگر وہ پورے چھ ماہ کی مدت میں یا اس سے کم تر مدت میں پیدا ہو، ورنہ نہیں بنے گا سوائے اس کے کہ اس کی ماں معتدہ ہو اور اس نے عدت گزرجانے کا اقرار نہ کیا ہو یا وارث اقرار کریں کہ یہ مورث کی موت کے وقت موجود تھا جیسا کہ سکب الانہر مع شرح ابن کمال اور حاشیۂ یعقوب سے معلوم ہوتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۴ از پیلی بھیت ۵ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور فضلائے شرع مبین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک شادی ہندہ سے کی اور بسبب ناچاقی طرفین کے ہندہ اپنے باپ کے یہاں چلی آئی اور بعد کو اسی زید نے ایک شادی ایک طوائف سے کی، بعدہٗ زید فوت ہوگیا، اور بعد فوت ہونے زید کے طوائف بھی فوت ہوگئی اور اس طوائف نے اپنی کچھ ملکیت چھوڑی، تو اس ملکیت کا مالک کون ہوگا جبکہ طوائف لاولد ہے آیا زید کا بھائی بہن یا ہندہ یا کون ہوگا؟

---

[1] ردالمحتار کتاب الفرائض فصل فی الغرقی والحرقی داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۵۱۱

Marfat.com

الجواب

زنِ فاحشہ اگر ولد الزنا ہو تو اس کا ترکہ اس کے مادری اقربا مثل مادر و مادر مادر و برادر و خواہر مادری یا خالہ ماموں وغیرہم کو ملے گا اور اگر ولد الزنا نہ تھی تو اس کا ترکہ مثل تمام لوگوں کے اقربائے پدری و مادری سب کو حسبِ فرائض پہنچے گا اور اگر اس کا کوئی وارث اصلاً نہ ہو گا تو فقرائے مسلمین پر تقسیم کر دیا جائے گا کما ھو حکم سائر الضوائع (جیسا کہ تمام لاوارث چیزوں کا حکم ہے) بہر حال زید کے بہن بھائی یا ہندہ کا اس میں کوئی حق نہیں مگر جب کہ ثابت ہو کہ اس کا کوئی وارث شرعی نہیں اور ترکہ فقراء کو دینا ٹھہرے تو ان میں جو فقیر ہو بحکم فقر مثل اور فقراء کے پا سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۵ از مارہرہ مطہرہ مرسلہ حضرت میاں صاحب قبلہ دام ظلہم العالی
۱۳ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ترکہ حرامیوں کا کیسے تقسیم ہو، باپ کی سمت تو مفقود محض ہو گئی ماں کی سمت کو پہنچے گا یا اس کو بھی نہیں، مثلاً ایک عورت کی دو بیٹیاں ہیں اور دونوں حرام سے، تو بعد فوت ایک اخت کے دوسری اخت وارثہ ہو گی یا نہیں، اور اگر ایک اخت عقد کر کے پردہ نشین ہو گئی دوسری بدستور بے پردہ اور پیشہ کسب کا رکھتی ہے تو اس اختِ تائبہ کا ترکہ اس غیر تائبہ کو ملے گا یا نہیں؟ اور اگر ملتا ہو اور یہ تائبہ اس خیال سے کہ میرا ترکہ فاحشہ کو نہ ملے کہ اس کے فسق و فجور میں مدد پہنچے گی اپنا مال امورِ خیر میں صرف کر دے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اولادِ زنا صرف مادری رشتوں سے وارث و مورث ہوتی ہے مثلاً صورتِ مسئولہ میں ایک بہن دوسری کا ترکہ اُختِ مادری ہو کر پائے گی نہ اخت عینیہ اگرچہ دونوں ایک ہی شخص کے نطفہ سے ہوں۔ درمختار میں ہے:

یرث ولد الزنا واللعان بجھۃ الام فقط لما قدمناہ فی العصبات انہ لا اب لہما[1]

زنا اور لعان کی اولاد فقط ماں کی جہت سے وارث بنتی ہے جیسا کہ ہم عصبات میں ذکر کر چکے ہیں کہ ان دونوں کا کوئی باپ نہیں ہوتا۔ت

[1] الدر المختار کتاب الفرائض فصل فی الغرقیٰ والحرقیٰ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۶۵

Marfat.com

اور جس طرح اُختِ تائبہ غیر تائبہ کی وارث ہوتی یونہی غیر تائبہ تائبہ کی وارث ہوگی کہ زانیہ ہونا موانع میراث سے نہیں، ہاں بخیال مذکور تائبہ کا اپنے مال کو وجوہ خیر میں صَرف کردینا اور فاحشہ کیلئے میراث نہ چھوڑنا بتصریح علماء جائز بلکہ یہی افضل و بہتر ہے۔ خلاصہ میں ہے:

لوکان ولدہ فاسقا فاراد ان یصرف الی وجوہ الخیرہ و یحرمہ من المیراث ھذا خیر من ترکہ[1]

اگر کسی شخص کی اولاد فاسق ہو اور وہ شخص چاہے کہ اپنا مال نیکی کے کاموں میں خرچ کرے اور فاسق اولاد کو میراث سے محروم کردے تو یہ فاسق اولاد کے لئے مال چھوڑنے سے بہتر ہے۔ (ت)

بزازیہ میں ہے:

ان اراد ان یصرف مالہ الی الخیر وابنہ فاسق فالصرف الی الخیر افضل من ترکہ لہ لانہ اعانۃ علی المعصیۃ[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر کسی نے ارادہ کیا کہ وہ اپنا مال نیک کام میں خرچ کرے اس حال میں کہ اس کا بیٹا فاسق ہو۔ اس بیٹے کے لئے مال چھوڑنے سے نیک کام میں خرچ کرنا افضل ہے کیونکہ اس کے لئے مال چھوڑنا گناہ پر مدد کرنا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۳۷: از لکھنؤ محمود نگر اصح المطابع مرسلہ مولوی محمد عبدالعلی صاحب مدراسی ۱۷ صفر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسائل مصرحۂ ذیل میں:

سوال اوّل

شاہ محمد عیسٰی و شاہ محمد یعقوب و شاہ محمد فصاحت ہر ۳ برادران حقیقی ایک جائداد مشترک پر قابض و دخیل تھے، شاہ محمد عیسٰی نے انتقال کیا، ۲ لڑکے تین لڑکیاں چھوڑیں، لڑکے نے ۲ لڑکیوں کا نکاح مختلف جگہوں پر کردیا، وہ دونوں چند روز کے بعد مرگئیں۔ اب تقسیم ترکہ کے

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الھبۃ الفصل الاول الجنس الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۴۰۰
[2] فتاوٰی بزازیۃ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الھبۃ الجنس الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۲۳۷

Marfat.com

وقت ترکہ میں وہ حصہ جائداد بھی شامل کیا جائے جو لڑکیوں کے باپ کی جائداد متروکہ مشترکہ میں سے ہوتا یا نہیں، اور واضح رہے کہ وہ جائداد اوّلاً شاہ محمد عیسٰی، شاہ محمد فصاحت میں مشترک تھی۔ پھر بعد انتقال شاہ محمد عیسٰی کے ان کے لڑکے اور شاہ محمد یعقوب و شاہ محمد فصاحت میں مشترک رہی اور آج تک بدستور مشترک ہے صرف نام تینوں آدمیوں کا کاغذات سرکاری میں داخل ہے لیکن تحصیل وصول انتظام وغیرہ سب ایک جا بالاشتراک ہوتا ہے آپس میں بقدر حصہ کے لوگ تقسیم کر لیتے ہیں۔ لڑکیوں نے اپنی حیات میں اپنا حصہ بھی نہیں مانگا اور نہ دینے کا عرف ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس جائداد میں جو مشترک در مشترک ہے (یعنی پہلا اشتراک ابن شاہ محمد عیسٰی و شاہ محمد یعقوب و شاہ محمد فصاحت میں اور دوسرا اشتراک شاہ محمد عیسٰی کے لڑکے اور لڑکیوں میں) ان لڑکیوں کے شوہروں کا کچھ حق ہوتا ہے کہ نہیں؟ تفصیل سے حوالۂ قلم فرمائیے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ارث جبری ہے کہ موت مورث پر ہر وارث خواہ مخواہ اپنے حصۂ شرعی کا مالک ہوتا ہے مانگے خواہ نہ مانگے، لے یا نہ لے، دینے کا عرف ہو یا نہ ہو، اگرچہ کتنی ہی مدت ترک کو گزر جائے، کتنے ہی اشتراک در اشتراک کی نوبت آئے اصلاً کوئی بات میراث ثابت کو ساقط نہ کرے گی، نہ کوئی عرف فرائض اللہ کو تغیر کر سکتا ہے، یہاں تک کہ نہ مانگنا درکنار اگر وارث صراحۃً کہہ دے کہ میں نے اپنا حصہ چھوڑ دیا جب بھی اس کی ملک زائل نہ ہوگی تو شاہ محمد عیسٰی کے ترکہ میں بشرط عدم مانع ارث و وارث آخر و تقدیم دین و وصیت، ہر دختر سات سہام سے ایک سہم کی مالک ہوئی اور ہر دختر کے متروکہ سے بشرائط مذکورہ اگر لاولد تھی شوہر نصف ورنہ ربع کا جس کے ثبوت میں دو آیۂ قرآنیہ:

یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین[1]

اللہ تعالٰی تمھیں حکم دیتا ہے تمھاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے۔ (ت)

وقولہ تعالٰی ولکم نصف ما ترك

اور اس کا فرمان ہے اور تمھاری بیبیاں جو

---

[1] القرآن الکریم ۴/۱۱

Marfat.com

ان ازواجکم ان لم یکن لھن ولد فان کان لھن ولد فلکم الربع مما ترکن من بعد وصیۃ یوصین بھا او دین[1] کافی ہیں۔

چھوڑ جائیں اس میں سے تمھیں آدھا ہے اگر انکی اولاد نہ ہو، پھر اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے ترکہ میں سے چوتھائی ہے جو وصیت وہ کر گئیں اور دین نکال کر۔ (ت)

اشباہ میں ہے:

لایدخل فی ملك الانسان شیئ بغیر اختیارہ الا الارث اتفاقا[2] الخ۔

انسان کی ملکیت میں اس کے اختیار کے بغیر کوئی شئی داخل نہیں ہوتی مگر میراث بالاتفاق داخل ہوتی ہے الخ (ت)

اسی میں ہے:

لوقال الوارث ترکت حقی لم یبطل حقہ اذ الملك لایبطل بالترك[3]

اگر وارث نے کہا کہ میں نے اپنا حق چھوڑ دیا ہے تو اس کا حق باطل نہیں ہوگا کیونکہ ملک چھوڑ دینے سے باطل نہیں ہوتا۔ (ت)

غمز العیون میں ہے:

لومات عن ابنین فقال احدھما ترکت نصیبی من المیراث لم یبطل لانہ لازم لایترك بالترك بل ان کان عینا فلابد من التملیك وان کان دینا فلابد من الابراء[4]

اگر کوئی شخص دو بیٹے چھوڑ کر مرگیا ان میں سے ایک نے کہا کہ میں نے میراث میں سے اپنا حصہ چھوڑ دیا تو اس کا حصہ باطل نہیں ہوگا، کیونکہ وہ حصہ لازم ہے جو چھوڑ دینے سے متروک نہیں ہوتا بلکہ اگر وہ عین ہو تو اس کے لئے تملیک ضروری ہے، اور اگر دین ہو تو اس سے برا ءت کرنا ضروری ہے الخ (ت)

اشباہ میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۲

[2] الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی الملک ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۲۰۲

[3] 〃 〃 〃 احکام النقد 〃 ۲/ ۱۶۰

[4] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر 〃 〃 〃 〃 ۲/ ۱۶۰

Marfat.com

الحق لا یسقط بتقادم الزمان[1] — زیادہ زمانے کے گزر جانے کی وجہ سے حق ساقط نہیں ہوتا۔ (ت)

اسی میں ظہیریہ سے ہے:

التعامل بخلاف النص لا یعتبر[2] — نص کے خلاف لوگوں کا تعامل معتبر نہیں ہوتا۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔ — واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

سوال دوم

احمدی بی بی نے انتقال کیا ماں اور شوہر اور ایک بھائی اور دو بہنوں کو چھوڑا، چونکہ تقسیم ترکہ کا رواج نہ تھا اور نہ کسی نے اپنے حصہ کا اس وقت مطالبہ کیا اس وجہ سے احمدی بی بی کے زیورات اور برتن وغیرہ اسباب جہیز میں سے (جو کل شوہر کے قبضہ میں تھے) شوہر نے بہت کچھ اپنی دوسری منکوحہ کو پہنا کر سسرال سے میکے رخصت کر دیا اور برتن میں سے بھی کچھ اپنے عزیز کو بوقت ضرورت دے دیا اور خود یعنی وہ شوہر بھی تھوڑے دنوں کے بعد انتقال کر گیا، اب یہاں چند باتیں دریافت طلب ہیں:

ایک یہ کہ احمدی بی بی کے ترکہ میں سے شوہر کا کتنا ہونا تھا؟

دوسرے جو زیور وغیرہ کہ شوہر نے اپنی پہلی بیوی مسماۃ احمدی کے ترکہ مشترکہ میں سے بلا اجازت دیگر ورثہ کے دوسری منکوحہ کو پہنا دیا وہ اس کا یعنی دوسری منکوحہ کا ہوا یا شوہر کے مرنے کے بعد پھر شوہر کی طرف عود کر آئیگا اور شوہر ہی کی ملک سمجھا جائے گا؟

تیسرے یہ کہ اب احمدی بی بی کے باقی ورثہ یعنی ماں باپ بھائی وغیرہ اپنا حصہ لینے پر مستعد ہوئے ہیں تو اب ان ورثہ کا حق ان زیورات اور برتن وغیرہ میں بھی ہوتا ہے یا نہیں جو شوہر متوفی نے اپنی دوسری منکوحہ کو بلا اجازت پہنا دیئے تھے اور عزیز کو دے دیئے تھے اگر ہوتا ہے تو یہ حق اب کس طرح لیا جائے، آیا ان زیورات اور برتنوں کو دوسری منکوحہ اور عزیز سے واپس لے کر ہر شخص بقدر حصے کے تقسیم کرے یا ان زیورات وغیرہ دے دی ہوئی چیزوں سے دستبردار ہو کر شوہر متوفی کے علاقہ سے بقدر اپنے حصہ کے نقد روپیہ وصول کریں۔

---

[1] الاشباہ والنظائر — الفن الثانی کتاب القضاء — ادارۃ القرآن کراچی — ۱/۳۵۳

[2] " " — الفن الاول القاعدۃ السادسۃ — " " — ۱/۱۲۸

Marfat.com

چوتھے اس کی تصریح فرمائیے کہ شوہر اپنی حینِ حیات میں جو زیورات اور کپڑے کہ اپنی زوجہ کو پہنا دیئے یا پہننے کو دے دیئے تو وہ زوجہ کا ہوجاتا ہے یا نہیں یعنی اگر شوہر مر جائے تو وہ زیورات اور کپڑے زوجہ سے واپس لے کر شاملِ ترکہ کریں گے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

بحالتِ صحت واختصاص وراثت وتقدیمِ دین ووصیت ترکہ احدی بی بی بارہ[۱۲] سہم پر تقسیم ہوکر دو[۲] سہم مادر، چھ[۶] شوہر، دو[۲] برادر، ایک ایک ہر خواہر کا ہوا۔ شوہر جو زیور اپنی عورت کو پہنائے اگر صراحۃً دلالۃً لفظاً عرفاً کسی طرح ثابت ہو کہ اس سے مقصود زوجہ کو مالک کر دینا ہے تو عورت بعد قبضہ مالک ہوجاتی ہے ورنہ نہیں۔ یہی حال ثیاب ورائے نفقہ کے سوا ان بھاری گرانبہا جوڑوں کا ہے جو شادی براتوں میں آنے جانے کے لئے پہنتے ہیں عورت کا صرف پہننا برتنا دلیل مِلک نہیں کہ زن وشوہر اپنے اپنے باہمی انبساط کے باعث ایک دوسرے کے مِلک سے تمتع کیا ہی کرتے ہیں۔ بحرالرائق و عقود الدریہ میں ہے:

لایکون استمتاعھا بمشریہ ورضاہ بذٰلك دلیلا علی انہ ملکھا ذٰلك کما تفھمہ النساء والعوام وقد افتیت بذٰلك مرارا[۱]

عورت کا شوہر کی خواہش اور رضامندی سے زیور وغیرہ سے نفع اٹھانا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ عورت کی مِلک ہے جیسا کہ عورتیں اور عوام سمجھتے ہیں حالانکہ میں کئی بار یہ فتوٰی دے چکا ہوں۔ (ت)

پس وہ زیور کہ شوہرِ احدی بی بی نے اپنی زوجہ ثانیہ کو پہنایا اور وہ برتن کہ عزیزہ کو دیئے اگر ان میں دلیلِ ہبہ وتملیک ثابت نہ ہو جب تو ظاہر ہے کہ وہ زوجہ ثانیہ وعزیزہ مذکورہ سے واپس لے کر وارثانِ شوہر ولبقیہ ورثہ احدی بی بی پر نصفا نصف منقسم ہوں گے۔ ہر چیز کا نصف کہ حقِ شوہر تھا زوجہ ثانیہ و دیگر ورثہ شوہر کو حسبِ فرائض پہنچے گا اور نصف باقی انھیں چھ سہام مذکورہ ہر مادر و برادر وخواہران احدی بی بی کو اور اگر ثابت ہو کہ شوہر نے یہ زیور، برتن زوجہ وعزیزہ کو ہبہ کر دیئے تھے تاہم وہ ہبہ ہر شیئ کے نصف میں کہ مملوک بقیہ ورثہ احدی بی بی تھا بوجہ ناراضیِ مالکان باطل و

---

[۱] العقود الدریۃ کتاب الدعوٰی لایکون استمتاع المرأۃ بما اشتراہ زوجہا الخ ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۳۵

بے اثر ہو اوہ ہر چیز کا نصف زوجہ وعزیزہ سے بٹوا سکتے ہیں، باوصف بقائے عین متروکہ خواہی نخواہی اخذ قیمت پر مجبور نہ کئے جائیں گے کہ ہر عدد کا نصف ان موہوب لہما کے ہاتھ میں بطور غصب تھا اور مغصوب جب تک بعینہٖ قائم ہو حکم اس کا رد عین ہے نہ کہ ایجاب ضمان۔

قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم علی الید ما اخذت حتی تؤدی[1] رواه احمد والاربعة والحاکم عن سمرة بن جندب رضی الله تعالٰی عنه بسند حسن۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاتھ پر لازم ہے جو کچھ اس نے لیا یہاں تک کہ وہ اس کو ادا کردے۔ اس کو امام احمد بن حنبل اور اصحابِ سننِ اربعہ اور امام حاکم نے سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (ت)

ہاں نصف دیگر کہ حقِ شوہر تھا بوجہ ہبہ شوہر و قبضۂ موہوب لہما و ازانجا کہ زیور برتن دونوں ایسی چیز ہیں جن کا ایک ایک عدد جداگانہ قابلِ تبعیض نہیں،

ولا یضر الشیوع فیما یضره التبعیض لکونه مما لا یحتمل القسمة ولذا جاز هبة درهم صحیح من رجلین علی الصحیح کما فی الخانیة[2] وغیرها وقال فی الحادی والثلثین من جامع الفصولین الشائع ینقسم علی قسمین شائع یحتمل القسمة کنصف الدار ونصف البیت الکبیر وشائع لا یحتملها کنصف قن ورحی وحمام وثوب وبیت صغیر فالفاصل بینهما

غیر منقسم ہونا اس چیز میں نقصان دہ نہیں جس میں تقسیم نقصان دہ ہے اس وجہ سے کہ وہ ان چیزوں میں سے ہے جو تقسیم کا احتمال نہیں رکھتیں اسی لئے دو شخصوں کو ایک درہم کا ہبہ صحیح قول کے مطابق درست ہے جیسا کہ خانیہ وغیرہ میں ہے۔ اور جامع الفصولین کی اکتیسویں فصل میں کہا کہ غیر منقسم جو تقسیم ہوتا ہے وہ دو قسم پر ہے (۱) وہ غیر منقسم جو تقسیم کا احتمال رکھتا ہے جیسے گھر کا نصف اور بڑے مکان کا نصف (۲) وہ غیر منقسم جو تقسیم کا احتمال نہیں رکھتا جیسے غلام، چکّی، حمام، کپڑے اور

---

[1] جامع الترمذی ۲/ ۱۵۲ وسنن ابی داؤد ۲/ ۱۴۵ وسنن ابن ماجہ ص ۱۷۵ ومسند احمد بن حنبل ۵/ ۸

[2] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الھبۃ فصل فی ھبۃ المشاع نولکشور لکھنؤ ۴/ ۶۹۹

Marfat.com

حرف واحد وھوان القاضی لو اجبراحد الشریکین علی القسمۃ بطلب الاٰخرفھومن القسم الاول ولو لم یجبرفھومن الثانی اذ الجبر آیۃ القبول[1] اھ وفی القسمۃ الھندیۃ الاوانی المتخذۃ من اصل واحد کالاجانۃ والقمقمۃ والطست المتخذۃ من صفرملحقۃ بمختلفۃ الجنس فلایقسمھا القاضی جبرا کذا فی العنایۃ ویقسم تبرالفضۃ والذھب وما اشبہ ذٰلک ممالیس بمصوغ[2] الخ۔

چھوٹے مکان کا نصف۔ ان دونوں قسموں کے درمیان فرق ایک لفظ کے ساتھ ہے اور وہ یہ کہ اگر قاضی نے دو شریکوں میں سے ایک کو دوسرے کے مطالبے کی وجہ سے تقسیم پر مجبور کیا تو وُہ پہلی قسم سے ہے' اور اگر مجبور نہیں کیا تو وہ دوسری قسم سے ہے کیونکہ جبر قبول کرنے کی نشانی ہے الخ ہندیہ کی کتاب القسمۃ میں ہے کہ ایک ہی مادہ سے بنائے جانے والے برتن جیسے ٹب، دیگچہ اور تھال جو کہ پیتل سے بنائے گئے ہوں وہ ان چیزوں کے ساتھ ملحق ہوتے ہیں جن کی جنسیں مختلف ہوں، چنانچہ قاضی ان کو جبرًا تقسیم نہیں کرے گا۔ عنایہ میں یونہی ہے اور سونے چاندی کے ٹکڑوں اور جو ان کے مشابہ ہے جسے پگھلایا نہ گیا ہو کو قاضی جبرًا تقسیم کریگا الخ (ت)

وہ برتن اور زیور زوجۂ ثانیہ وعزیز مذکور کی مِلک ہوگیا جن سے اب واپسی ممکن نہیں لمکان الزوجیۃ وموت الواھب وکلاھما یمنع الرجوع (زوجیت کی موجودگی اور واہب کی موت کے سبب سے اور وہ دونوں رجوع سے مانع ہیں۔ ت) اس بیان سے تمام مراتب مسئولہ کا جواب واضح ہوگیا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی حیات میں بحالت نفاذ تصرفات ایک دکان اپنے نبیرہ کے نام اپنے روپے سے خرید کردی اور اسے بولایت اس کے باپ کے اُس دکان پر قبضہ کرادیا اب زید نے انتقال کیا، اس صورت میں وُہ دکان حسب فرائض ورثہ زید پر منقسم ہوجائے گی یا صرف نبیرہ کو ملے گی؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] جامع الفصولین الفصل الحادی والثلاثون اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۸۲

[2] الفتاوی الہندیۃ کتاب القسمۃ الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۲۰۹

Marfat.com

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں جب کہ زید نے وہ دکان اسی کے نام خریدی اور بولایت اس کے پدر کے اسے قابض کر دیا تو وہ نبیرہ اس کا مالک ہو گیا اور وہ دکان متروکہ زید نہ قرار پائیگی کہ حسبِ فرائض اس کے ورثہ پر تقسیم ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی وارث چھوڑ کر انتقال کیا اور ہندہ نے اپنے پوتوں میں سے ایک پوتے کو جسے اپنا متبنیٰ کیا تھا نسبت اپنی جائداد کے وصیت کیا بعد انتقال ہندہ اس کے ورثہ مذکورین اور نبیرہ موصی لہ میں پنچایت ہوئی سرپنچ و پنچان مقبولہ فریقین نے فیصلہ کر دیا کہ تین بسوہ جائداد ہندہ سے بابت وصیت نافذہ فی الثلث نبیرہ موصی لہ کو دیئے اور باقی مال ورثہ پر تقسیم کر دیا۔ اب پسر ہندہ نے انتقال کیا اس کے اور بیٹے اپنے بھائی پر دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ تین بسوہ حسبِ فرائض ہم پر منقسم ہو جائیں، اس صورت میں حکمِ شرع کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں وہ تین بسوہ کہ نبیرہ موصی لہ نے بابت وصیت حسب فیصلہ پنچایت پائے ان کا مالک صرف یہی موصی لہ ہے۔ اس کے اور بھائیوں کا اس میں کچھ حق دعویٰ نہیں، نہ وہ حسبِ فرائض ان پر تقسیم ہو سکیں کہ یہ متروکہ ان کے باپ کا نہیں بلکہ اسے مال جدہ سے ازروئے وصیت پہنچے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ غلام محمد فوت ہوا اس نے ایک زوجہ اور ایک پسر اور سہ دختران وارث اپنے چھوڑے، ذی مہر قابض جائداد ہے ترکہ مورث کا تقسیم نہیں ہونے دیتی اور کہتی ہے پانچ ہزار روپیہ دین مہر میرے کا بموجب وصیت مورث کے ادا کر دو، بعد ادا کرنے دین مہر کے جائداد تقسیم کر لو۔ اس صورت میں ترکہ مورث کا بدوں ادائے دین مہر کے تقسیم ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ادائے دیون تقسیم ترکہ پر مقدم ہے پس جب تک مہر اور دیگر دیون بھی اگر ہوں ادا نہ ہولیں

Marfat.com

تقسیم نہ کرنا چاہیے مگر ہاں تعین مقدار پنج ہزار روپیہ میں تفصیل ہے اگر یہ مقدار سوا اقرار مورث کے دوسرے طریقہ سے بھی ثابت ہے یا مورث کا وہ مرض جس میں اس نے انتقال کیا مرض موت یعنی ایسا مرض نہ تھا جس میں غالب ہلاک ہوتا یا اس کے سبب سے وہ صاحب فراش یا کارہائے بیرون خانہ سے عاجز ہو گیا ہو یا ورثہ نے بعد اقرار حیات مورث میں خواہ اس کے بعد تصدیق اس مقدار کے کئے تھے گو اب مجیز نہ ہوں یا یہ مقدار مہر مثل زوجہ سے زائد نہیں تو ان سب صورتوں میں پورے پانچ ہزار دینا لازم ہیں ورنہ بقدر مہر مثل دلایا جائے گا اور قدر زائد میں اقرار مورث کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

فی الھندیۃ اقر فی مرض موتہ بدین من مھر لامرأۃ یصدق الٰی تمام مھر مثلھا وتحاص غرماء الصحۃ کذا فی خزانۃ المفتین ولو اقر لھا بزیادۃ علی مھر مثلھا فالزیادۃ باطلۃ کذا فی المبسوط[1]

ہندیہ میں ہے کسی شخص نے مرض الموت میں اپنی بیوی کے لئے دین مہر کا اقرار کیا تو تمام مہر مثل تک اُس کے اقرار کی تصدیق کی جائے گی اور وہ بیوی صحت کے قرضخواہوں میں شامل ہو جائے گی۔ خزانۃ المفتین میں یونہی ہے۔ اور اگر بیوی کیلئے مہر مثل سے زائد کا اقرار کیا تو زیادتی باطل ہے، مبسوط میں یونہی ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۴۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ فوت ہوئی زید پسر عائشہ دختر خالد زوج وارث چھوڑے۔ زیور و اسباب متروکہ ہندہ، خالد اپنے تصرف میں لایا بعدہٗ خالد بھی فوت ہوا۔ فاطمہ زوجہ اور زید و عائشہ پسر و دختر وارث چھوڑے۔ مہر ہندہ کا ذمہ خالد ہے آیا زید و عائشہ کو ترکہ خالد سے مطالبہ اس زیور و اسباب کا پہنچ سکتا ہے یا نہیں؟ اور مہر ہندہ تقسیم ترکہ پر مقدم ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

برتقدیر صدق مستفتی زید و عائشہ کو مطالبہ اپنے سہام شرعیہ کا اس زیور و اسباب کے متروکہ خالد سے پہنچتا ہے اور ان سہام اور نیز مہر ہندہ اور مہر فاطمہ بھی اگر ہو تقسیم ترکہ پر مقدم ہے۔

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الاقرار الباب السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۷۶

Marfat.com

مسئلہ ۴۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حیات خاتون ایک دختر سارہ اور ایک شوہر امیر الدین وارث اپنے چھوڑ کر فوت ہوئی بعدہٗ شوہر کا زوجہ فتح خاتون اور مریم اور تین پسر علاء الدین بطن فتح خاتون سے اور حمید الدین، بشیر الدین بطن مریم سے اور تین دختر سارہ بطن حیات خاتون اور سکینہ و ہندہ بطن مریم سے وارث اپنے چھوڑ کر مرگیا اور امیر الدین نے اپنی حیات میں بحالت نفاذ تصرفات ایک حصہ اپنی جائداد کا فتح خاتون اور علاء الدین کو دے کر الگ کر دیا تھا اس صورت میں امیر الدین کو متروکہ حیات خاتون سے کیا ملے گا اور وہ ورثہ امیر الدین پر کیونکر تقسیم ہوگا اور فتح خاتون و علاء الدین بھی ترکہ امیر الدین سے حصہ پائیں گے یا بسبب اس کے کہ وہ بقدر اپنے حصص کے حیات مورث میں لے کر جدا ہوگئے تھے اب نہ پائیں گے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں برتقدیر صدق مستفتی الخ متروکہ حیات خاتون سے چہارم امیر الدین کو ملے گا اور وہ مثل اس کے اور متروکات کے بشرط عدم موانع ارث و وارث آخر و تقدیم دیون و مہور زنان و وصایا ۱۴۴ سہام پر منقسم ہوکر ۹، ۹ سہام فتح خاتون و مریم اور ۲۸، ۲۸ علاء الدین و حمید الدین و بشیر الدین اور ۱۴، ۱۴ سارہ و سکینہ و ہندہ کو ملیں گے اور امیر الدین کے فتح خاتون و علاء الدین کو ایک پارہ جائداد دے کر الگ کر دینا مانع ارث نہیں مگر ہاں اگر یہ دینا بطریق تصالح و تخارج تھا یعنی امیر الدین نے وہ جائداد ان دونوں کو اس شرط سے دی تھی کہ یہ میں تمہارے اس حصہ میں دیتا ہوں جو تمہیں بعد میرے پہنچے اب تمہیں میرے بعد میری جائداد میں استحقاق میراث نہیں اور انھوں نے اس معنی کو قبول کرلیا اور اس پر راضی ہوگئے تو اب انھیں دعوٰی نہیں پہنچتا کہ وہ اپنا حصہ برضائے خود پہلے ہی لے چکے صرح بذلك الشيخ العلامة عبد القادر في الطبقات (شیخ علامہ عبد القادر نے طبقات میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید فوت ہوا اور جائداد پر قبضہ چھوڑا اور دین مہر لہجہ ہار روپیہ چھوڑا کچھ جائداد وصی وارثوں نے اپنے قبضہ میں لے لی بقیہ جائداد مسماۃ نے یعنی زوجہ متوفی نے بہ مجبوری بہ خوف کمی قیمت تصفیۂ دین مہر فروخت کرکے قرضۂ شوہر ادا کیا اور آپ کچھ لیا۔ اب ورثہ دعوٰی کرتے ہیں پس بلا ادائے مہر اور قرضہ یہ دعوٰی صحیح ہے یا نہیں؟ اور

Marfat.com

شرعاً ایسی بیع درست ہے یا نہیں؟ اور دعویٰ تقسیم بلاتصفیہ مہر ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

تقریرِ سوال سے ظاہر کہ دین ترکہ کو محیط تھا اور درصورت احاطہ دین ورثہ کے لئے ترکہ میں ملک ثابت نہیں ہوتی نہ بے فراغ ذمہ بادایا ابراء باہم تقسیم کرسکیں۔

فی الاشباہ والنظائر الدین المستغرق للترکۃ یمنع ملک الوارث قال فی جامع الفصولین من الفصل الثامن و العشرین لو استغرقہا الدین لا یملکہا بارث الا اذا ابرأ المیت غریمہ او اداہ وارثہ بشرط التبرع وقت الاداء الخ[1]

الاشباہ والنظائر میں ہے جو قرض ترکہ کا احاطہ کرنے والا ہو وہ ملک وارث سے مانع ہے۔ جامع الفصولین کی اٹھائیسویں فصل میں ہے اگر قرض ترکہ کا احاطہ کرے تو بطور میراث کوئی اس کا مالک نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ قرضخواہ میت کو بری الذمہ قرار دے دے یا کوئی وارث ادائیگی کے وقت تبرع کی شرط کرتے ہوئے اس کو ادا کردے الخ (ت)

پس زوجہ زید نے کہ جائداد متروکہ بیع کر زید کو بار دیون سے سبکدوش کیا اور ان قرضخواہوں میں ایک خود وہ بھی جس نے آپ کچھ نہ لیا اور باقی دائنوں نے جنھیں اختیار نقض بیع حاصل تھا ثمن مبیعہ سے اپنا اپنا قرض لیا اور بیع پر کچھ اعتراض نہ کیا تو اب ورثہ زید کہ بغرض تقسیم وتصرف بیجا بے قصد استخلاص ترکہ باداے مہر و دیگر دیون دعوٰی کرتے ہیں یہ دعوٰی ان کا محض نامقبول اور شرعاً قابل سماعت سے معزول۔

فی فتاوی الفاضل العلامۃ خیر الدین الرملی رحمۃ اللہ علیہ سُئل فی رجل مات وعلیہ دین فباع بعض ورثتہ شیئا من عقارہ فی وفاء دینہ ھل لبقیۃ ورثتہ نقضہ

فاضل علامہ خیر الدین رملی علیہ الرحمہ کے فتاوٰی میں ہے کہ اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس پر قرض تھا اور وہ مرگیا تو اس کے بعض وارثوں نے اس کا قرض ادا کرنے کیلئے میت کی جائداد کا کچھ حصہ فروخت کردیا، کیا باقی وارثوں

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی الملک ادارۃ القرآن کراچی ۲/۲۰۴

Marfat.com

امر لا اجاب ان لم تکن الترکۃ مستغرقۃ بالدین لاینفذ بیعہ الا فی حصتہ فلبقیۃ الورثۃ نقضہ فی حصصھم و ان کانت مستغرقۃ بہ لاینفذ بیعہ فی حصتہ اذا کان بغیر اذن الغرماء او بغیر اذن القاضی فللغرماء نقضہ والحال ھذہ واللہ اعلم اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

کو یہ بیع توڑنے کا حق ہے یا نہیں؟ آپ نے جواب دیا اگر قرض نے ترکہ کا احاطہ نہیں کیا ہوا تو بیع فقط فروخت کرنیوالے کے حصہ میں نافذ ہوگی باقی وارثوں کو اپنے حصوں میں بیع کے توڑنے کا حق ہوگا اور اگر قرض نے ترکہ کا احاطہ کیا ہوا ہے تو خود بائع کے حصہ میں بھی بیع نافذ نہ ہوگی جبکہ وہ بیع قرضخواہوں اور قاضی کی اجازت کے بغیر ہو اور قرضخواہوں کو حق پہنچتا ہے کہ وہ بیع کو توڑ دیں۔ یہاں صورتِ حال ایسی ہی ہے اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۴ (مسئلہ مذکور نہیں غالباً یُوں ہونا چاہیے، کوئی شخص فوت ہوا جس کا قرض ترکہ کو محیط ہے۔ ایک بیٹا زید اور دو بیٹیاں کُبرٰی اور صُغرٰی اس کی وارث ہیں، قرض کی ادائیگی کے لئے زید اور صُغرٰی جائداد بیچنا چاہتے ہیں جبکہ کُبرٰی اس سے منع کرتی ہے، کیا وہ قرض کی ادائیگی کے لئے ترکہ کی جائداد فروخت کر سکتے ہیں، اور کیا کُبرٰی کو منع کا حق ہے؟)

الجواب

زید و صُغرٰی کو بے رضائے اربابِ دیون بیع ترکہ کا اختیار نہیں اور اگر بیع کرینگے تو نافذ نہ ہوگی کہ دین ترکہ کو مستغرق ہے۔

فی الاشباہ ولاینفذ بیع الوارث الترکۃ المستغرقۃ بالدین و انما یبیعہ القاضی[2] قال الحموی قولہ ولاینفذ بیع الوارث الخ یعنی ان بیعہ موقوف

الاشباہ میں ہے: وارث کا ایسے ترکہ کی بیع کرنا نافذ نہ ہوگا جو قرض میں گھرا ہوا ہے، فقط قاضی اس کی بیع کر سکتا ہے۔ حموی نے فرمایا کہ صاحبِ اشباہ کے قول "وارث کی بیع نافذ نہ ہوگی" سے مراد یہ ہے کہ اس کی بیع

---

[1] الفتاوی الخیریۃ کتاب البیوع دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۲۳ و ۲۲۴
[2] الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی الملک ادارۃ القرآن کراچی ۲/۲۰۵

Marfat.com

علٰی رضاء الغرماء قال فی البزازیۃ فی السابع من کتاب الوصایا لایملك الوارث بیع الترکۃ المستغرقۃ بالدین المحیط الا برضاء الغرماء[1] اھ

قرضخواہوں کی اجازت پر موقوف ہوگی۔ بزازیہ کتاب الوصایا کی ساتویں فصل میں ہے وارث قرضخواہوں کی اجازت کے بغیر ایسے ترکہ کی بیع کا مالک نہیں جو قرض سے گھرا ہوا ہو اھ (ت)

اور کبرٰی اگر اپنے مال سے ادائے دین چاہے تو زید و صغرٰی کو اگرچہ غرما بیع پر راضی ہوں بلکہ خود حاکم کو بیچنے سے روک سکتی ہے ورنہ مجرد منع اس کا کچھ بکار آمد نہ ہوگا کہ ورثہ کو بوجہ استغراق دین کوئی استحقاق ملکیت اس ترکہ میں نہیں۔

قال الحموی قولہ وانما یبیع القاضی اقول ینبغی ان یکون البیع بحضرۃ الورثۃ لما لھم من حق امساکھا و قضاء الدین من مالھم[2] اھ ملخصا، و فی الاشباہ والدین المستغرق للترکۃ یمنع ملك الوارث[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

حموی نے کہا صاحب الاشباہ کا قول کہ "فقط قاضی اس کو بیع سکتا ہے" میں کہتا ہوں کہ بیع وارثوں کی موجودگی میں ہونی چاہیے کیونکہ انھیں حق حاصل ہے کہ وہ ترکہ کے مال کو روک لیں اور میّت کا قرض اپنے مال سے ادا کردیں اھ تلخیص۔ اور الاشباہ میں ہے جو قرض ترکہ کو محیط ہو وہ وارث کی ملک سے مانع ہے، اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۴۵ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک زوجہ اور چند اولاد اور متروکہ میں جائداد چھوڑ کر انتقال کیا اس کا کفن و دفن اس کے مال سے کیا گیا اور اس کی عورت نے اس کی فاتحہ و درود و سوم و چہلم وغیرہ میں بہت روپیہ اس کے مال سے اٹھایا اب وہ دعوٰی کرتی ہے کہ میں نے ان امور میں تین سو روپے اپنے مال سے اٹھائے میں ان کے پانے کی مستحق ہوں۔ اس صورت میں یہ دعوٰی اس کا مسموع ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

---

[1] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی الملک ادارۃ القرآن کراچی ۲/۲۰۵
[2] " " " " " " " " ۲/۲۰۵
[3] الاشباہ والنظائر " " " " " ۲/۲۰۴

Marfat.com

الجواب

دعوٰی اس کا باطل ہے اور امورِ مذکورہ اگرچہ اس نے اپنے روپے سے کئے ہوں تبرع و احسان قرار پائیں گے اور اُن کا صرف اس کے ترکہ سے واپس نہ ملے گا اور مالِ میت سے اٹھایا تو اسی قدر اس کے حصّہ سے مجرا ہوجائے گا۔

فی الطحطاوی التجہیز لایدخل فیہ السبح والصمدیۃ والجمع والموائد لان ذٰلک لیس من الامور اللازمۃ فالفاعل لذٰلک ان کان من الورثۃ یحسب علیہ من نصیبہ ویکون متبرعا وکذا ان کان اجنبیا[1] اھ۔

طحطاوی میں ہے فاتحہ و درود، لوگوں کا اجتماع اور ان کے لئے کھانے کا اہتمام کرنا تجہیز میں داخل نہیں کیونکہ یہ چیزیں لازمی امور میں سے نہیں، یہ کام کرنیوالا اگر وارثوں میں سے ہے تو اسکے حصہ میں سے شمار ہوگا اور وہ تبرع و احسان کرنے والا قرار پائیگا، اور یونہی اگر ایسا کرنے والا اجنبی ہوا ھ۔ (ت)

ہاں اگر کفن و دفن بطریق سنّت اس نے اپنے مال خاص سے کیا ہو تو بیشک بقدر قیمت کفن و خرچ قبر ترکہ سے واپس لے سکتی ہے۔

فی الخانیۃ من باب الوصی بعض الورثۃ اذا قضی دین المیت او کفن المیت من مال نفسہ لایکون متطوعا وکان لہ الرجوع فی مال المیت والترکۃ[2] اھ ملخصا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

خانیہ کے باب الوصی میں ہے اگر کوئی وارث میّت کا قرض اپنے مال سے ادا کردے یا میّت کو اپنے مال سے کفن پہنادے تو وہ اس میں تبرع و احسان کرنے والا قرار نہیں پائے گا بلکہ وہ مالِ میّت اور ترکہ میں رجوع کرسکتا ہے اھ ملخصا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید فوت ہوا اور اس نے زوجہ ہندہ کو بالعوض دین مہر کے اپنی جائداد پر قابض کرادیا بعدہٗ منجملہ وارثان ایک وارث عمرو نے کل دین مہر زوجہ اپنے پاس سے ادا کرکے جائداد کو اس کے قبضہ سے مستخلص کرایا۔ اب سب وارثان اور زوجہ اپنے حصہ شرعی کے خواستگار ہیں اس صورت میں زوجہ اور جملہ وارثان کو

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الفرائض المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۴/ ۳۶۷

[2] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الوصایا باب الوصی فصل فی تصرفات الوصی نولکشور لکھنؤ ۴/ ۸۵۴

Marfat.com

بقدر حصّہ رسدی دین مہر کے عمرو کو دینا چاہیئے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

سائل مظہر کہ یہ قبضہ زوجہ کا بذریعہ ہبہ بالعوض نہ تھا بلکہ جائداد دین مہر میں صرف مکفول تھی پس صورت مستفسرہ میں اگر عمرو نے دین مہر زوجہ اس شرط پر ادا کیا تھا کہ یہ میں اپنے پاس سے بطریق تبرع دیتا ہوں اور ترکہ میت سے واپس نہ لوں گا تو ذمہ میت دین سے بری ہوا اور عمرو اس کا مطالبہ ترکہ میت خواہ ورثہ باقین سے نہیں کر سکتا اور جو یہ شرط نہ لگائی تھی تو اس قدر دین عمرو کا ذمہ میت عائد رہا تا وقتیکہ اس ترکہ مشترکہ سے ادا نہ کر دیا جائے تقسیم نہ ہونے پائیگی مگر یہ باقی ورثہ دین عمرو کو حصہ رسد اپنے پاس سے اپنے مال خاص سے ادا کریں اگرچہ یہ امران پر لازم نہیں کہ مدیون عمرو میت ہے" نہ ورثہ یا دین مذکور ترکہ سے کم ہے اور اس جائداد کے سوا جس کی تقسیم مطلوب ہے اور مال بھی متوفی نے چھوڑا ہو جو ادائے دین مسطور کے لئے کفایت کرے تو اس صورت میں بھی اس قدر جائداد کی تقسیم جائز ہو گی اور دین عمرو مال باقی غیر مقسوم سے ادا کیا جائے گا۔

فی الاشباہ عن جامع الفصولین من الفصل الثامن والعشرین لو استغرقها دین لا یملکها بارث الا اذا ابرأ المیت غریمه او اداه وارثه بشرط التبرع وقت الاداء اما لو اداه من مال نفسه مطلقا بشرط التبرع او الرجوع یجب له دین علی المیت فتصیر مشغولة بدینه[1] الخ وفیه بعد سطور للوارث استخلاص الترکة بقضاء الدین ولو مستغرقا[2] اھ وفی العقود الدریة عن الفصول العمادیة عن قسمة

اشباہ میں جامع الفصولین کی اٹھائیسویں فصل سے منقول ہے اگر قرض ترکہ کا احاطہ کر لے تو بطور میراث اس کا کوئی وارث نہیں ہو گا جبکہ قرضخواہ میت کو قرض سے بری کر دے یا کوئی وارث ادائیگی کے وقت تبرع کی شرط کرتے ہوئے اس قرض کو ادا کر دے لیکن جب وارث نے تبرع اور رجوع کی شرط کئے بغیر مطلقاً اپنے مال سے قرض ادا کیا تو میت پر اس وارث کا قرض واجب ہو جائیگا۔ اسی طرح وہ ترکہ وارث کے قرض میں مشغول ہو جائیگا الخ اور اسی میں چند سطروں کے بعد ہے وارث کے لئے جائز ہے کہ وہ قرض ادا کر کے ترکہ کو واگزار کرا لے اگرچہ وہ قرض ترکہ کو محیط ہو الخ۔ عقود الدریہ میں فصول العمادیہ

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی الملک ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۲۰۵-۲۰۴
[2] " " " " " " ۲/ ۲۰۵

Marfat.com

الهدایۃ ان القسمۃ مؤخرۃ عن قضاء الدین لحق المیت الا اذا بقی من الترکۃ مایفی بالدین فاذا قسمت جاز اھ ملتقطا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہدایہ کی کتاب القسمۃ سے بحوالہ قسمۃ الہدایۃ منقول ہے کہ حق میت کی وجہ سے میراث کی تقسیم قرض کی ادائیگی سے مؤخر ہوگی مگر جبکہ تقسیم کے بعد ترکہ میں سے اتنا مال باقی بچتا ہو جو قرض کی ادائیگی کے لئے کافی ہے تو ایسی صورت میں اگر ترکہ تقسیم کر دیا گیا تو جائز ہے اھ التقاط۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید فوت ہوا اور ترکہ اس کا عوض دین مہر زوجہ ہندہ مکفول تھا، عمرو وارث نے نالش انفکاک رہن کر کے باد ائے ایک سو تریسٹھ روپیہ دین مہر کے دائر کر کے ڈگری حاصل کی اور کل دین مہر زوجہ ہندہ کو بلا تبرع ادا کر دیا، بعدہٗ ہندہ نے اپنا حصہ بدست مسماۃ حسینی دختر اپنی کے بیع کر دیا، اب حسینی بلا ادائے دین کے ترکہ مورث تقسیم کر دینا چاہتی ہے، اس صورت میں بلا ادائے دین مہر رسدی کے حسینی حصہ اپنی ماں کا تقسیم کرا سکتی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان کیجئے اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

جبکہ عمرو نے اپنے زر خاص سے دین مہر ہندہ بلا تبرع ادا کیا تو وہ ترکہ جس طرح پہلے دین ہندہ کے لئے محبوس تھا اب دین عمرو کے لئے محبوس ہوگیا،

ذکر ذٰلک فی الحموی ان الوارث لولم یشترط التبرع لم تخلص الترکۃ من الدین لانہ صار محبوسا من حق الوارث[2]

اس کو حموی میں ذکر کیا ہے کہ اگر وارث تبرع کی شرط نہ کرے تو ترکہ قرض سے واگزار نہیں ہوگا کیونکہ وہ وارث کے حق میں محبوس ہو جائے گا۔ (ت)

حتی کہ جب تک دین عمرو متروکہ زید سے ادا نہ کیا جائے یا ورثہ اپنے مال خاص سے بطریق تبرع قضا نہ کر دیں اس ترکہ میں کوئی تصرف ورثہ کا مثل بیع و ہبہ وغیرہما کے بلا اجازت عمرو مذہب راجح پر نافذ نہیں ہو سکتا۔

---

[1] العقود الدریۃ کتاب القسمۃ ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۹۶-۱۹۵

[2] غمز عیون البصائر

Marfat.com

فی الطحطاویۃ حکم الترکۃ قبل قضاء الدین کحکم المرھون بدین علی المیت فلا تنفذ تصرفات الورثۃ فیھا ھذا اذا کانت الترکۃ اقل من الدین او مساویۃ لہ واما اذا کان فیھا زیادۃ علیہ ففی نفوذ تصرفات الورثۃ وجھان احدھما النفوذ الی ان یبقی قدر الدین واظھرھما عدم النفوذ علی قیاس المرھون[1] اھ

طحطاویہ میں ہے قرض کی ادائیگی سے پہلے ترکہ کا حکم میت پر قرض کے بدلے رہن رکھی ہوئی شئے کے حکم کی مثل ہے۔ چنانچہ اگر ترکہ قرض سے کم ہو یا اس کے برابر ہو تو ترکہ میں وارثوں کے تصرفات نافذ نہیں ہونگے۔ لیکن اگر ترکہ میں قرض سے زیادتی موجود ہو تو وارثوں کے تصرفات نافذ ہونے میں دو وجہیں ہیں، ان میں سے ایک یہ کہ تصرفات نافذ ہوں گے جب تک ترکہ بقدرِ قرض باقی رہے اور ان میں سے زیادہ ظاہر وجہ مرہون پر قیاس کرتے ہوئے تصرفات کا عدم نفاذ ہے اھ (ت)

پس اگر عمرو نے بیع ہندہ کو اجازت نہ دی تو حسینی کو اختیار ہے چاہے اس وقت صبر کرے کہ ترکہ دین سے فارغ ہو جائے یا حاکم شرع کی طرف رجوع کرکے بیع فسخ کرا لے کما ھو حکم المرھون المصرح بہ فی المتون (جیسا کہ مرہون کا حکم ہے جس کی تصریح متون میں کر دی گئی ہے۔ ت) رہی تقسیمِ ترکہ پس اگر اس ترکہ کے سوا زید متوفی کا اور کوئی مال ایسا ہے جو ادائے دین کے لئے وفا کرے یا ورثہ اس جائداد سے بقدر کفایت دین جدا کر دیں تو باقی ماندہ کو باہم حسب فرائض تقسیم کر سکتے ہیں ورنہ جب تک ترکہ دین سے فارغ نہ ہو جائے خواہ بایں طور کہ اسی جائداد سے دیا جائے یا ورثہ اپنے پاس سے تبرعاً دیں یا عمرو دین معاف کر دے، بے اس کے تقسیم ترکہ سے ممنوع رہیں گے کما فی القسمۃ الھندیۃ وغیرھا من کتب الفقہ (جیسا کہ ہندیہ وغیرہ کتبِ فقہ کی کتاب القسمۃ میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ایک گاؤں مادر زید زمین داری تھا وہ ایک پسر تین دختر چھوڑ کر فوت ہوئی۔ ایک دختر نے اپنا حصہ زید کو دے دیا باقی دختران کو زید نے دو حصہ بموجب شرع شریف گاؤں میں دے دیئے، اس گاؤں میں چار قطعہ باغ زید نے اپنی ماں کی حیات میں اس کے رضامندی سے غرس کئے تھے۔ اب بعد فوت مادر ان باغوں میں بہنوں کا بھی کچھ حق

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الفرائض المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۴/ ۳۶۷

Marfat.com

ہے یا وہ فقط غارس کے لئے ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر زید نے تعین کی تھی کہ یہ باغ میں اپنے واسطے لگاتا ہوں یا اس کی والدہ نے اس سے کہا تھا کہ تو اپنے لئے باغ لگالے تو درختوں کا مالک زید ہی ہے نہ دیگر ورثہ۔ اور اگر نہ اس نے اپنے لئے تعین کی نہ مورثہ کے کلام میں خاص اس کے لئے اجازت تھی بلکہ صرف باغ لگانے کی رضامندی ظاہر کی تو وہ باغ بھی مادرِ زید کی مِلک ٹھہر کر اس کے سب وارثوں پر حسبِ فرائض منقسم ہوجائیں گے۔

فی شتی الدر المختار عمر دار زوجتہ بمالہ باذنہا فالعمارۃ لہا والنفقۃ دین علیہا لصحۃ امرہا ولو عمر لنفسہ فالعمارۃ لہ[1] اھ ملتقطاً۔ قال الشامی فلو باذنہا تکون عاریۃ[2] اھ وفی وقف الاشباہ کل من بنی فی ارض غیرہ بامرہ فالبناء لمالکہا[3] قال الحموی قیل ھذا اذا اطلق او عینہ للمالک فلو عینہ لنفسہ فہو لہ ویکون مستعیرا للارض الخ، وذیلہ بقولہ

درمختار کے مسائل شتّٰی میں ہے مرد نے بیوی کی اجازت سے اس کا مکان اپنے مال سے تعمیر کیا تو وہ عمارت بیوی کی ہوگی اور خرچہ اس بیوی پر قرض ہوگا کیونکہ بیوی کا امر صحیح ہے اور اگر مرد نے اپنے لئے تعمیر کرائی تو وہ عمارت مرد کی ہوگی اھ التقاط۔ شامی نے کہا اگر عورت کی اجازت سے تعمیر کرائی تو وہ عاریت ہوگی اھ الاشباہ کی کتاب الوقف میں ہے جس شخص نے غیر کی زمین میں اس کے حکم کے ساتھ عمارت بنائی تو وہ عمارت زمین کے مالک کی ہوگی۔ حموی نے کہا: کہا گیا ہے کہ یہ اس وقت ہے جب عمارت بنانے والا تعیین نہ کرے یا مالک کے لئے تعیین کرے۔ چنانچہ اگر اس نے اپنی ذات کے لئے تعیین کی تو عمارت اس کی ہوگی اور وہ

---

[1] الدر المختار	مسائل شتّٰی	مطبع مجتبائی دہلی	۲/۳۴۸
[2] رد المحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۵/۴۷۶
[3] الاشباہ والنظائر	کتاب الوقف	ادارۃ القرآن کراچی	۱/۳۰۲

Marfat.com

فاغتنمه[۱] اھ، وفی متفرقات غصب الھندیۃ اذا غزلت المرأۃ قطن زوجھا فان اذن لھا بالغزل وقال اغزلیہ لنفسك کان الغزل لھا ولو قال اغزلیہ ولم یذکر شیئا کان الغزل للزوج[۲] اھ بالالتقاط۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

زمین کو عاریت پر لینے والا قرار پائے گا الخ اور اس کے آخر میں یہ قول لکھا کہ تو اس کو غنیمت جان اھ۔ ہندیہ میں کتاب الغصب کے متفرقات میں ہے ایک عورت نے اپنے شوہر کی رُوئی سے سُوت کاتا، اگر شوہر نے اس کو کاتنے کی اجازت دی اور کہا کہ تُو اس کو اپنے لئے کات لے (صاحبِ ہندیہ نے کہا) تو وہ سُوت عورت کا ہوگا، اور اگر کہا کہ تُو اس کو کات لے، اس کے علاوہ کچھ ذکر نہیں کیا تو سُوت شوہر کا ہوگا اھ التقاط۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹ ۴ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک زوجہ اور چار پسر دو نابالغ اور ایک دختر بالغہ چھوڑ کر انتقال کیا اور کچھ روپیہ زید کا لوگوں پر قرض اور کچھ نقد تھا اس میں نقد سے تین سو روپے والدہ و دو برادران بالغ کی رضامندی سے دختر کی شادی اور کچھ روپے زید کی فاتحہ و درود میں صرف ہوئے اور دوسرے برادران بالغ نے بطورِ خود تجارت کی اور اس کے نفع کا قدرے روپیہ بھی فاتحہ زید میں اٹھایا۔ اس صورت میں ترکہ زید مکان و قرض و نقد کیونکر تقسیم ہوگا اور صرف شادی و فاتحہ کس کس پر پڑے گا اور کل مصارف شادی یہ ورثہ اس دختر سے مجرا لے سکتے ہیں یا نہیں؟ اور نفع تجارت کا صرف انھیں دو برادران کو استحقاق ہے یا کل وارث اس میں بھی شریک ہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

برتقدیر صدق مستفتی وعدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین وتقدیم امور مقدمہ علی المیراث کاداء المہر واجراء الوصیۃ، کُل متروکہ زید مکان وقرض ونقد بہتر ۷۲ سہام پر منقسم ہوکر نو سہام اس کی زوجہ اور چودہ چودہ ہر پسر اور سات دختر کو ملیں گے اور صرف فاتحہ کا خواہ ترکہ میں سے ہوا ہو یا جدا مال سے جس جس نے کیا انھیں کے ذمہ پڑے گا اور جس کی اجازت

---

[۱] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر کتاب الوقف ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۳۰۲

[۲] الفتاوی الہندیۃ کتاب الغصب الباب الرابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۵۲-۱۵۲

Marfat.com

نہ تھی وہ اس سے بری رہے گا والمسئلۃ فی الفرائض من الحاشیۃ الطحطاویۃ علی الدر المختار (یہ مسئلہ درمختار پر حاشیہ طحطاویہ کے فرائض میں سے ہے۔ ت) علی الخصوص دونوں نابالغ کہ ان کے ذمہ تو ہرگز نہیں ہوسکتا اگرچہ انھوں نے اجازت بھی دے دی ہو وھذا ظاھر جدا (اور یہ خوب ظاہر ہے۔ ت) اور بعینہٖ یہی حال صرف شادی کا ہے جس نے صرف کیا فقط وہی اس کا متحمل ہوگا اجازت نہ دینے والوں یا نابالغوں کو اس سے کچھ تعلق نہیں وہ اپنا حصہ متروکہ پدری سے پورا پورا پائیں گے اور صرف شادی کا مطالبہ صرف دختر سے نہیں ہوسکتا مگر یہ کہ اس سے ٹھہرالیا ہو کہ ہم یہ سارا صرف تیرے حساب میں مجرا لیں گے،

وذلک لان ما کانوا مضطرین فی ذٰلک وما سبیلہ ھذا ففاعلہ متبرع الا ان یشرط الرجوع کما اذا کفن الاجنبی المیت اوقضی دین غیرہ بلا اذنہ والمسئلتان فی الدر المختار[1] والعقود الدریۃ۔

یہ اس لئے ہے کہ وہ اس میں مجبور نہیں تھے اور نہ اس کی یہ سبیل ہے لہٰذا ایسا کرنے والا متبرع قرار پائے گا سوائے اس کے کہ اس نے رجوع کی شرط کی ہو جیسا کہ کوئی اجنبی میّت کو کفن پہنائے یا کسی کی اجازت کے بغیر اس کا قرض ادا کردے۔ یہ دونوں مسئلے درمختار اور عقود الدریہ میں مذکور ہیں (ت)

اور مال ترکہ سے تجارت کہ دو بالغین برادروں نے بطورِ خود کی اس کے نفع کا صرف انھیں دونوں کو استحقاق ہے اور کوئی وارث اس میں شریک نہیں مگر ہاں اس قدر ضرور ہے کہ جو نفع حاصل ہوا وہ بقدر ان کے حصوں کے ان کے لئے طیب ہے باقی خبیث۔ انھیں چاہئے کہ اس قدر باقی ورثہ کو بحساب ان کے حصوں کو دے دیں یا خیرات کردیں اپنے صرف میں نہ لائیں۔ مثلاً فرض کیجئے کہ عہ روپیہ نفع میں حاصل ہوئے تو اس میں للعہ تو ان کے لئے پاک ہیں کہ بھائی کو معہ اور عہ ناپاک ان عہ کو یا تصدق کردیں یا ان میں سے للعہ دونوں برادران نابالغ کو دے دیں اور عہ ہمشیرہ کو اور للعہ والدہ کو، اور یہی صورت بہتر ہے۔

فی العقود الدریۃ نقل المؤلف عن الفتاوی الرحیمیۃ سئل عن مال

العقود الدریہ میں ہے مؤلف نے فتاوی الرحیمیہ سے نقل کیا ہے ایسے مال کے بارے میں سوال

---

[1] الدر المختار کتاب الوصایا فصل فی شہادۃ الاوصیاء مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۳۹
العقود الدریۃ " باب الوصی ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۳۲۶

Marfat.com

مشترك بين ايتام وامهم استربحه الوصی للايتام هل تستحق الام ربح نصيبها اولا اجاب لا تستحق الام شيئا مما استربحه الوصی بوجه شرعی لغيرها كاحد الشريكين اذا استربح من مال مشترك لنفسه فقط ويكون ربح نصيبها كسبا خبيثا ومثله سبيله التصدق على الفقراء اھ اقول ايضا ويظهر من هذا ومما قبله حكم ما لوكان المباشر للعمل والسعی بعض الورثة بلاوصاية اووكالة من الباقين[1] انتهى ما فی العقود قلت واما ما ذكرنا من ان الاولى الدفع لاصحاب الحصص فلما تقرر فی كلمات العلماء ان كان خبيثا مثل هذا فسبيله التصدق وان رد على المالك فهذا اولى والطيب له لكونه ربح ملكه والله تعالٰی اعلم وعلمه اتم وحكمه احكم۔

کیا گیا جو کچھ یتیموں اور ان کی ماں کے درمیان مشترک ہے۔ وصی نے یتیموں کے لئے اس پر کچھ نفع حاصل کیا تو کیا ماں اپنے حصہ کے نفع کی مستحق ہو گی یا نہیں؟ امام نے جواب دیا جو نفع وصی نے اس طور پر حاصل کیا کہ خریداری مال کے غیر کے لئے کی اس میں سے ماں کسی شئی کی مستحق نہیں ہو گی، جیسے دو شریکوں میں سے کوئی ایک اگر مال مشترک میں سے فقط اپنی ذات کے لئے نفع حاصل کرے۔ البتہ ماں کے حصّہ کا نفع ان کے لئے خبیث ہو گا جس کا شرعی راستہ یہ ہے کہ فقراء پر صدقہ کر دیا جائے اھ میں کہتا ہوں اس سے اور اس کے ماقبل سے اُس صورت کا حکم بھی ظاہر ہو گیا کہ اگر مشترکہ مال میں کام اور محنت کرنیوالے بعض وارث ہوں بغیر باقی وارثوں کی وصایت و وکالت کے، العقود الدریہ کی عبارت ختم ہوئی۔ میں کہتا ہوں یہ جو ہم نے ذکر کیا ہے کہ حصوں کے مالکوں کو نفع دے دینا اولٰی ہے اس کی دلیل وہ ہے جو علماء کرام کی عبارات میں ہے کہ اس جیسا مال خبیث ہے چنانچہ اس کا شرعی راستہ فقراء پر صدقہ کرنا ہے اور اگر مالک کو لوٹا دے تو یہ اس کے لئے اولٰی اور طیب ہے کیونکہ یہ اس کی ملک کا نفع ہے، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم وحکمہ احکم۔ (ت)

---

[1] العقود الدریۃ کتاب الشرکۃ لاتستحق الام مما استربحہ الوصی ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/ ۹۴

Marfat.com

مسئلہ ۵ (مسئلہ مذکور نہیں غالباً یوں ہونا چاہیئے خورشید حسن خاں ایک بیٹا امداد حسن خاں اور ۲ دو بیٹیاں وجیہ النساء اور تنز بیگم چھوڑ کر انتقال کر گیا امداد حسن خاں اپنے حصہ سے دستبردار ہو گیا اب تقسیم ترکہ کیسے ہو گا؟)

الجواب

حق میراث حکم شرع ہے کہ رب العالمین تبارک وتعالیٰ نے مقرر فرمایا کسی کے ساقط کرنے سے ساقط نہیں ہو سکتا۔

قال علماؤنا کما فی الاشباہ وغیرہ الارث جبری لایسقط بالاسقاط۔

ہمارے علماء نے فرمایا جیساکہ اشباہ وغیرہ میں ہے کہ حق میراث جبری ہے کسی کے ساقط کرنے سے ساقط نہیں ہوتا۔ (ت)

اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ بیٹا مثلاً اپنے باپ کا اس لئے وارث ہوتا ہے کہ یہ اس کا بیٹا ہے تو جس طرح یہ اپنے بیٹے ہونے کو نہیں مٹا سکتا یونہی اپنے حق میراث کو نہیں ساقط کر سکتا، پس امداد حسن خاں کا ترکہ متوفی سے دستبردار ہونا ہرگز معتبر نہیں اور وہ اس وجہ سے زنہار کالعدم نہیں ہو سکتا اگر لاکھ بار دست برداری کرلے شرع تسلیم نہ فرمائے گی اور اسے اس کے حصہ کا مالک ٹھہرائے گی ہاں اگر اسے لینا منظور نہیں تو یوں کرے کہ لے کر اپنی بہن خواہ بھاوج خواہ جسے چاہے ہبہ کامل کردے اور جو مال قابل تقسیم ہو اسے منقسم کر کے قبضہ دلادے اس وقت البتہ اس کا حق منتقل ہو جائے گا ورنہ مجرد دست برداری کچھ بکار آمد نہیں پس کل ترکہ خورشید حسن خاں منقولہ وغیر منقولہ برتقدیر صدق مستفتی وعدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین وتقدیم امور مقدمہ علی المیراث کادار المہر واجراء الوصیۃ چار سہام پر منقسم ہو کر ایک وجیہ النساء اور دو امداد حسن خاں اور ایک تنز بیگم کو ملے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ کا کچھ زیور کہ وہ اپنے جہیز میں لائی تھی باجازت اس کے خاص اپنے قرض کے عوض دائن کے پاس رہن رکھا اور اسکے سوا اور قرضہ بھی زید پر تھا اور ایک زوجہ زید کی اس کے سامنے مرگئی بعدہٗ زید نے زوجہ ثانیہ اور ماں اور تین بیٹیاں ایک بطن زوجہ اولٰی اور دو بطن ثانیہ سے اور ایک بھائی اور ۲ دو بہنیں وارث چھوڑ کر انتقال کیا زوجہ ثانیہ نے بعد وفات زید زیور مرہون اپنا بالعوض اس قرضہ کے جس میں زیور رہین تھا مرتہن کو دے دیا اور اس قدر روپیہ ترکہ شوہر سے لینا چاہتی ہے۔ اس صورت

Marfat.com

میں وہ روپیہ زوجہ ثانیہ کو دلایا جائے گا یا نہیں؟ اور تقسیم ترکہ کس حساب سے ہوگی اور زوجہ اولیٰ کہ زید سے پہلے مرگئی مستحق حصّہ پانے کی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں اگر ورثۂ میّت نابالغین ہوں تو اس کا وصی اور وصی نہ ہو تو حاکم کوئی وصی نصب کرے کہ وہ شئی مرہون کو بیع کرکے دینِ مرتہن ادا کرے درمختار صـ۶۲۳، اور جو کبار ہوں تو وہ خود چھڑالیں " صـ "، اگر ترکہ دینِ مرتہن ومہر زوجات ودیگر دیون کو وفا نہ کرے تو پہلے دینِ مرتہن ادا کیا جائے بعدہٗ اگر باقی بچے تو دیگر دیون حصہ رسد اگر سب دین صحت یا دین مرض ہوں ورنہ دین صحت مقدم ہوگا " فرائض - بعدہٗ اگر کچھ باقی ہے تو اس کے ثلث سے اور ورثہ زیادہ کی اجازت دیں تو زیادہ سے وصایا اس کے اگر ہوں تو نافذ کی جائیں پھر مابقی برتقدیر صدق مستفتی وعدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین ترکہ زید متوفی کا دوسو اٹھاسی سہام پر منقسم ہوکر ۳۶ سہام زوجہ اور ۸۴ ماں پائیں گی اور ۶۴/۶۴ ہر سہ دختران کو ملیں گے اور ۶ بھائی اور ۳/۳ دونوں بہنیں پائیں گی - واللہ تعالیٰ اعلم

صورتِ مستفسرہ میں جب وہ زیور خاص ملک زوجۂ ثانیہ تھا اور زید نے اس کی اجازت سے پہلے قرض کے عوض رہن رکھا اور اس کے بعد وفات زوجہ نے وہ قرضہ ادا کر دیا تو بلاشبہہ اس قدر روپیہ ترکۂ زید سے واپس پائے گی،

فی تنویر الابصار ولو افتکہ المعیر اجبر المرتھن علی القبول ثم یرجع المعیر علی الراھن بما ادی[1] اھ

تنویر الابصار میں ہے اگر عاریت پر دینے والا رہن کو چھڑائے تو مرتہن کو قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا، پھر عاریت پر دینے والے نے جو کچھ ادا کیا ہے وہ راہن سے اس کا رجوع کر سکتا ہے اھ (ت)

اسی طرح وہ قرضہ دوسروں کا جو ذمۂ زید ہے اور دونوں زوجہ کا مہر اگر باقی ہو الخ۔

مسئلہ ۵۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بازاری عورت کے بلا نکاح ایک لڑکا زید اور تین لڑکیاں لیلیٰ، سلمیٰ، عذرا پیدا ہوئیں وہ عورت مرگئی اور اس کا بیٹا زید ایک بیٹا عمرو چھوڑ مرا اور لیلیٰ سلمیٰ نے نکاح کرلئے اب لیلیٰ نے بھی سلمیٰ، عذرا دو بہنیں اور عمرو بھتیجا اور ایک شوہر چھوڑ کر انتقال کیا۔ اس صورت میں ترکہ لیلیٰ کا کیونکر منقسم ہوگا اور عذرا کہ

---

[1] الدر المختار شرح تنویر الابصار کتاب الرہن باب التصرف فی الرہن الخ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۷۵

Marfat.com

ہنوز اسی پیشہ پر ہے مستحقِ ارث ہوگی یا نہیں ؟

الجواب

بازاری عورت جو اپنے پیشہ پر رہے اور ایک شخص کے ساتھ بطور زنان منکوحہ پابند ہو کر خانہ نشینی اختیار نہ کرے اسے صرف تعلق فاجرانہ کے سبب منکوحہ نہیں ٹھہرا سکتے تاوقتیکہ حجت شرعیہ سے ثبوتِ نکاح نہ ہو اور جو اولاد بے نکاح پیدا ہو اس کا نسب صرف ماں سے ثابت ہوتا ہے نہ باپ سے اگرچہ اس کے نطفے سے ہونا متعین ہو اور وہ اس خیال سے اس کی طرف نسبت بھی کئے جائیں۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الولد للفراش وللعاھر الحجر[1]۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا بچّہ صاحبِ فراش کا ہے اور زانی کیلئے پتھر ہیں۔(ت)

تو وہ چاروں صرف ماں کے جانب سے بہن بھائی ہوئے اور اسی جہت سے وراثت پا سکتے ہیں۔

فی الدرالمختار یرث ولد الزنی واللعان بجھۃ الام وحدہ لما قدمنا فی العصبات انہ لااب لھما[2]۔

درمختار میں ہے زنا اور لعان کا بچّہ فقط ماں کی جہت سے وارث بنتا ہے، جیسا کہ ہم عصبات میں ذکر کرچکے ہیں کہ ان دونوں کا کوئی باپ نہیں ہوتا۔(ت)

اور عذرا کا پیشۂ فسق وفجور میں ہونا مانع ارث نہیں کہ وہ گناہ ہے نہ کفر۔ پس صورت مستفسرہ میں بر تقدیر صدق مستفتی وعدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین وتقدیم ما تقدم کالدین والوصیۃ ترکہ لیلٰی کا چار سہام پر منقسم ہو کر دو سہام بکر اور ایک ایک سلمٰی وعذرا کو ملے گا،

وذلک لانھما شریکتا ثلث وللزوج النصف بقی السدس یرد علیھما فتعود من ستۃ الی اربعۃ۔

اور یہ اس لئے ہے کہ وہ دونوں ایک تہائی میں شریک ہیں اور خاوند کے لئے ترکہ کا نصف ہوگا باقی چھٹا حصہ بچا جسے ان دونوں (سلمٰی وعذرا) پر رد کیا جائیگا تو مسئلہ چھ سے چار کی طرف عود کریگا۔(ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب البیوع ۱/۲۷۶ وکتاب الفرائض ۲/۱۰۰۱ وباب للعاھر الحجر ۲/۱۰۰۷ وکتاب الاحکام ۲/۱۰۶۵

[2] الدرالمختار کتاب الفرائض فصل فی الغرقی والحرقی مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۶۵

Marfat.com

اور عمرو کہ لیلیٰ کا بھتیجا ہے بہنوں کے ہوتے کچھ نہ پائے گا فانہ ابن اخ لام فکان من ذوی الارحام کما فی تنویر الابصار وغیرھا (کیونکہ وہ اخیافی بھائی کا بیٹا ہے لہٰذا ذوی الارحام میں سے ہوگا، جیسا کہ تنویر الابصار وغیرہ میں ہے۔ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۳ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میر محسن نے ایک مکان زنانہ اور ایک نشستگاہ مردانی اور اس کے متصل ایک قطعۂ زمین افتادہ چھوڑ کر انتقال کیا بعد ان کے سوا میر انفع علی پسر اور میر جمال علی و حسن شاہ پسران میر اقنع علی برادر حقیقی میر انفع علی جو اپنے والد میر محسن کے سامنے قضا کر چکے تھے اور کوئی باقی نہ رہا جبکہ دونوں نبیرے اپنے چچا کے سامنے محروم تھے مگر میر انفع علی نے براہِ محبت ان کا محروم نہ کرنا چاہا اور ایک اقرار نامہ اس مضمون کا لکھ دیا کہ میں اپنے دونوں بھتیجوں کو بھی وارث کرنا چاہتا ہوں، یہ کل جائداد ان دونوں اور میرے پسر میر عون علی کی ہے۔ مکان زنانہ اپنے سامنے تین حصہ پر جدا جدا تقسیم کرکے ایک مکان پر میر جمال علی اور ایک پر میر حسن شاہ اور ایک پر اپنے پسر میر عون علی کو قابض کردیا مگر مکان نشست منقسم نہ ہوا اور اس میں میر انفع علی وغیرہ یہ چاروں بیٹھا اٹھا کرتے تھے۔ اسی طرح وہ زمین افتادہ بھی منقسم نہ ہوئی مگر میر انفع علی نے تحریر کل جائداد کے نسبت کی تھی جس میں وہ زمین و نشستگاہ بھی داخل تھی۔ اب بعد انتقال میر جمال علی، میر حسن رضا و میر مولائی دو پسر اور بعد انتقال میر حسن شاہ، میر عابد علی و میر باقر علی دو پسر اور زبیدۃ النساء دختر وارث ہوئے، اور میر انفع علی کا سوا میر عون علی کے کوئی وارث نہ تھا جس کے انتقال کے بعد صرف میر فیض علی پسر اس کے وارث ہوئے، میر فیض علی نے اپنا کل حق حقوق میر حسن رضا و میر مولائی کے ہاتھ بیع کردیا۔ اب ان بائع و مشتریان نے بھی وفات پائی۔ میر عابد علی و میر باقر علی پسران میر جمال علی دعوٰی کرتے ہیں کہ میر فیض علی سوا مکان اندرونی موسوم بنام میر عون علی کے مکان نشستگاہ و زمین افتادہ میں کچھ حق نہ تھا۔ لہٰذا وہ اس بیع میں داخل نہیں ہوسکتا۔ آیا یہ دعوٰی ان کا شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟ اور زبیدۃ النساء کو متروکہ میر جمال علی سے کچھ پہنچتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جب کہ بعد انتقال میر محسن کے شرعاً میر انفع علی کے سوا ان کا کوئی وارث نہ تھا اور میر جمال علی و میر حسن شاہ اُن کے سامنے محجوب الارث تھے تو غیر وارث کو وارث کرنا کسی کے اختیار میں نہیں تنہا میر انفع علی اس کل جائداد کے مالک ہوئے اور ان کی یہ خواہش کہ میں اپنے ان

Marfat.com

دونوں بھتیجوں کو بھی وارث کیا چاہتا ہوں زبانی ہو خواہ تحریری ہرگز شرعاً قابلِ قبول نہیں ہو سکتی کہ توریث ربّ العالمین جل جلالہٗ کے حکم سے ہے نہ زید و عمرو کے زبان میں۔ غایت یہ کہ اگر الفاظ اس اقرارنامہ کے صالح ہبہ ہوں یا زبانی میر انفع علی سے الفاظِ ہبہ صادر ہوئے ہوں تو یہ تینوں بھائی یعنی میر عون علی و میر جمال و میر حسن شاہ اس کل جائداد کے موہوب لہٗ قرار پائیں گے مگر مکان اندرونی جسے میر انفع علی نے اپنی زندگی میں جدا جدا تین حصہ پر تقسیم کر کے ہر شخص کو ایک مکان علیحدہ پر قابض کرا یا تو وہاں تو ہبہ واقعی صحیح و نافذ و تام ہے اور وہ تینوں حصے ان تینوں کا شرعاً مملوک ہو گئے لیکن مکان بیرونی و زمین افتادہ میں کہ اگرچہ ہزار بار ہبہ زبانی خواہ تحریری مانا جائے شرعاً مورث ملک نہیں ہو سکتا کہ تا وقتِ انتقال میر انفع علی کے وہ دونوں غیر منقسم تھے اور میر انفع علی نے اپنا تعلق و تصرف و نشست و برخاست حسبِ دستورِ قدیم بھی نہ اٹھا دیا تھا لیس تا دمِ انتقال میر انفع علی کے موہوب لہم کا قبضہ نہ پایا گیا اور ایسا ہبہ بعد انتقالِ واہب باطل ہو جاتا ہے کما فی الدر المختار (جیسا کہ درمختار میں ہے۔ ت)۔

اب کہ ہبہ باطل قرار پایا تو اس مکان بیرونی و زمین افتادہ کا شرعاً کوئی مالک سوا میر عون علی کے نہ ہوا اور میر جمال علی و میر حسن شاہ کا ہرگز ان میں کچھ حق نہ تھا بعد انتقال میر عون علی کے میر فیض علی ان دونوں قطعوں اور ایک مکان اندرونی کے بلا شرکتِ غیرے مالک ہوئے اور یہ سب مکانات بذریعہ بیع میر حسن رضا اور میر مولائی کی طرف بالمناصب منتقل کئے گئے میر عابد علی و میر باقر علی کا حق شرعی سوا اس دو ثلث مکان اندرونی کے جو میر انفع علی اپنی حیات میں ان کے مورث میر جمال علی کو دے کر قابض کرا دیا تھا ہرگز نہیں، اور اس میں بھی بر تقدیر صدق مستفتی و عدم موانع ارث و انحصار ورثہ فی المذکورین و تقدیم امور مقدمہ کالدین والوصیۃ پانچواں حصہ ان کی بہن زبیدۃ النساء کا ہے، یہ ہے حکم شرعی، اور اس کے خلاف جو کچھ ہو باطل محض۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۴ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیخ رحم علی و شیخ سعادت و شیخ احمد تین بھائی تھے، انھوں نے اپنے روپے سے ایک جائداد پیدا کی، ان تینوں کی زندگی تک مشترک رہے اور خورد و نوش سب کا یکجا تھا، پس ازاں شیخ رحم علی کا انتقال ہوا اور ان کے اولیاء زوجہ اور بچن پسر اور بجو، نجو، بلاقن تین دختر وارث چھوڑے ان میں سے بجو نے ماں اولیا اور شوہر محب اللہ اور ابن سعد اللہ اور بنت عمدہ پھر نجو نے ماں اولیا۔ اور دو پسر وزیر حسیت اللہ اور دو دختر امیرن، فقیرن پھر اولیا نے بچن و بلاقن پسر و دختر چھوڑ کر انتقال کیا۔ بعد وفات

Marfat.com

شیخ رحم علی کے وہ جائداد مشترکہ وغیر منقسمہ سعادت احمد کے پاس رہی اور سعادت نے زوجہ عظیمہ اور چار ابن عبداللہ جمن ، نھنے ، مہدی حسین ، چار بنت ورثہ چھوڑ کر وفات پائی اور جائداد سب شیخ احمد کے ہاتھ میں رہی کہ قادر بخش و ممن دو پسران کے وارث رہے ان میں پہلے ممن دو بیبیاں بلاقن و بندہ جو قادر بخش سے کچھ روپیہ لے کر ترکہ سے برضائے خود علیحدہ ہوگئیں چھوڑ کر انتقال کیا پھر قادر بخش نے کہ بعد مرنے اپنے باپ اور بھائی کے تمام جائداد پر قابض تھا دو زوجہ مجو، بنی، اور ایک دختر نیازن اور پانچ بھائی چچا زاد بچن، عباداللہ، جمن ، نھنے ، مہدی حسین ورثہ چھوڑ کر وفات پائی اور اپنے مرض موت میں کل مال کے نسبت اپنی دختر و زوجین کے لئے وصیت کرگیا کہ مالک اس جائداد کے بعد میرے وہ ہیں اور پانچوں بھائی اس کے یہ وصیت گوارہ نہیں کرتے ، اس صورت میں وہ متروکہ کس حساب سے منقسم ہوگا ؟ اور یہ وصیت قادر بخش کی صحیح و نافذ رہے گی یا نہیں ؟ بینوا توجروا (بیان فرمایئے اجر دیئے جاؤ گے ۔ ت)

الجواب

صورت مسئولہ میں مالک اس جائداد کے رحم علی و سعادت و احمد تینوں کے ورثہ ہیں صرف قادر بخش مالک تھا کہ اسے کل جائداد کے وصیت کرنے کا اختیار رہتا اور ایک حصہ ایک جائداد کا اسکے پاس رہنے سے حق دیگر ورثا کا باطل نہیں ہوتا رہا حصہ اس کا اس میں وصیت نافذ ہو جاتی اگر پانچوں چچا زاد بھائی اس کی اجازت دیتے اب کہ وہ اسے گوارہ نہیں کرتے تو وہ بھی غیر نافذ ہوئی ، پس کل جائداد کے بوجہ اس کے کہ اصل مورثان اعلیٰ تا حیات خود اس میں شریک رہے اور ایک دوسرے کے مال میں باہم تمیز نہ تھی اور خورد و نوش سب کا یکجا تھا برابر تین حصے کئے جائیں گے اور ہر مورث کا حصہ اس کے وارث پر بر تقدیر صدق مستفتی و عدم موانع ارث و انحصار ورثہ فی المذکورین وصحت ترتیب اموات و تقدیم امور مقدمہ چوں ادائے مہور زوجات و قضائے دیون اس طریق سے منقسم ہوجائے گا :

تقسیم ترکہ رحم علی

مسئلہ ۴۰ مضروبہ ۳۶ (۱۴۴۰)

رحم علی

زوجہ اولیاء	ابن بچن	بنت بلاقن	بنت بجو	بنت نجو
۵/۱۸۰	۱۴/۵۰۴	۷/۲۵۲	۷/۲۵۲	۷/۲۵۲

Marfat.com

مسئلہ ۳۶	بجو	بینہما تباین	مص ۱/۷
ام اولیا	زوجہ محب اللہ	ابن سعد اللہ	بنت عمدہ
۶/۴۲	۶/۶۳	۱۴/۹۸	۷/۴۹

مسئلہ ۳۶	نجو	فاستقامت		مص ۲۵۲
ام اولیا	ابن مسیت	ابن وزیر	بنت امیرن	بنت فقیرن
۶/۴۲	۱۰/۷۰	۱۰/۷۰	۵/۳۵	۵/۳۵

مسئلہ ۳	اولیا	فاستقامت	مص ۲۶۴
ابن بچن	بنت بلاقن		
۲/۱۷۶	۱/۸۸		

المبلغ ۱۴۴۰

الاحیاء

بچن	بلاقن	محب اللہ	سعد اللہ	عمدہ	مسیت	وزیر	امیرن	فقیرن
۶۸۰	۳۴۰	۶۳	۹۸	۴۹	۷۰	۷۰	۳۵	۳۵

تقسیم ترکۂ سعادت

مسئلہ ۹۶ سعادت

زوجہ عظیمن	ابن عباد اللہ	ابن جمن	ابن ننھے	ابن مہدی حسین	بنت	بنت	بنت	بنت
۱۲	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۷	۷	۷	۷

Marfat.com

تقسیم ترکہ شیخ احمد

سوا اس مال کے جو اس کے پسر قادر بخش نے بلاقن و بندہ ہر دو زوجہ ممن کو دے کر بتراضی اس کو ترکہ سے خارج کر دیا اس طور پر :

مسئلہ مضروبہ ۸۰ ۸۰ — شیخ احمد

ابن ممن — ابن قادر بخش

(۱)

کان لم یکن لانہ لم یرثہ الا الاخ والزوجان ثم ان الزوجین قد تصالحتا علیٰ شئ معلوم وتخارجتا من الترکۃ فلم یکن الباقی الا اخاہ قادر بخش۔

گویا کہ وہ تھا ہی نہیں چنانچہ سوائے بھائی اور دو بیویوں کے اس کا کوئی وارث نہ ہوا پھر بیویاں بھی کسی معین شئی پر مصالحت کر کے ترکہ سے دست بردار ہو گئیں اور سوائے اس کے بھائی قادر بخش کے کوئی باقی نہ رہا۔ (ت)

مسئلہ ۸۰ — قادر بخش — مف ۱

زوجہ بجو	زوجہ بنی	بنت نیازن	ابن العم بچن	ابن العم عباداللہ	ابن العم جمن
۵	۵	۴۰	۶	۶	۶

ابن العم ننھے	ابن العم مہدی حسین
۶	۶

المبلغ ۸۰

الاحیاء

بجو	بنی	نیازن	بچن	عباداللہ	جمن	ننھے	مہدی حسین
۵	۵	۴۰	۶	۶	۶	۶	۶

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ — اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور اس کا علم

Marfat.com

اتم و حکمہ احکم۔ کامل اور اس کا حکم مضبوط ہے۔ (ت)

مسئلہ ۵۵ از ڈونگرگڑھ ضلع رائے پور سنٹرل پروونسس مسئولہ شیخ حسن الدین احمد خاں صاحب ۱۱ شعبان ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں ایک صاحب محمد عبدالکریم خاں ڈاکٹر نہایت عابد متقی لاولد ہیں جائداد بہت ہے، خاص ان کی ذاتی پیدا کی ہوئی ہے موروثی نہیں اپنے والد کی جائداد میں سے ایک حبہ نہ لیا کل جائداد پران کے علاتی بھائی قابض ہوگئے، ڈاکٹر صاحب کے کوئی بھائی بہن حقیقی نہیں ان کی خواہش ہے کہ کل جائداد اپنے ماموں زاد بھائی کے نام کرکے مکہ معظمہ چلا جاؤں مگر یہاں کے دیوان جو اہل اسلام ہیں فرماتے ہیں کہ اس تحریر سے کچھ نہ ہوگا اس کے حقدار علاتی بھائی بھی ہونگے لہٰذا ڈاکٹر صاحب فتوٰی چاہتے ہیں۔ بیّنوا توجروا

الجواب

اگر بذریعہ بیع صحیح یا ہبہ مع القبض اپنی تمام جائداد اپنے بھائی ماموں زاد کو دے دینگے وہ مالک مستقل ہوجائے گا علاتی بھائیوں کا کوئی استحقاق نہ ہوگا مگر یہ فعل اگر بلا وجہ شرعی برادران علاتی کو اپنے ترکہ سے محروم کرنے کی غرض سے ہوگا تو گناہ ہوگا، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من فرمن میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ یوم القیامۃ۔[1]

جو اپنے وارث کی میراث سے بھاگے اللہ تعالٰی روزِ قیامت اس کی میراث جنّت سے قطع فرما دے گا۔

ہاں اگر وہ لوگ فسّاق فجّار ہوں کہ جائداد کو معاصی الٰہی میں صرف کریں گے اور ماموں زاد بھائی ایسا نہیں تو جائز بلکہ بہتر ہے۔

فی وجیز الامام الکردری ان اراد ان یصرف مالہ الی الخیر وابنہ فاسق فالصرف الی الخیر افضل من ترکہ لانہ اعانۃ علی المعصیۃ۔[2]

امام کردری کی وجیز میں ہے اگر کوئی شخص چاہتا ہے کہ وہ اپنا مال نیکی کے کام میں خرچ کرے درانحالیکہ اس کا بیٹا فاسق ہے تو اس بیٹے کے لئے مال چھوڑ جانے سے نیکی کے کام میں خرچ کردینا افضل ہے کیونکہ اس کے لئے مال چھوڑنا گناہ پر مدد ہے۔ (ت)

[1] سنن ابن ماجہ کتاب الوصایا باب الحیف فی الوصیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹۸

[2] فتاوٰی بزازیۃ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الہبۃ الجنس الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۲۳۷

Marfat.com

یونہی اگر اپنے مال کا ثلث ماموں زاد بھائی کو لکھ دیں تو کسی حال میں کچھ مضائقہ نہیں، ترکۂ پدری سے جو حصہ ان کا تھا یہ اگر نقل صحیح شرعی مثل بیع یا بعد تقسیم ہبہ مع القبض کے ذریعہ سے برادران علاتی کو نہیں دے دیا ہے تو وہ بدستور ان کی مِلک پر باقی ہے مطالبہ نہ کرنے یا یونہی چھوڑ دینے سے ان کی ملک سے خارج نہ ہُوا دو ثلث جو برادران علاتی کے لئے باقی چھوڑیں ان میں وہ حصّہ بھی محسوب کر سکتے ہیں مثلاً اُن کا وُہ حصہ جو ان کے قبضہ میں ہے اگر دو ہزار کا ہے اور اس کے علاوہ جائیداد پیدا کردہ ہزار روپے کی ہے تو یہ کل جائداد جدید ماموں زاد بھائی کو دے سکتے ہیں کہ دو ثلث ان کے پاس خود موجود ہے اور یہ نئی جائداد چار ہزار کی ہے تو اس میں سے نصف ماموں زاد بھائی کو دے دیں کہ نصف یہ اور وہ حصّہ مل کر دو ثلث ہو جائیں وعلٰی ھٰذا القیاس ، واللہ سبحانہٗ وتعالٰی اعلم (اور اسی پر قیاس ہوگا ، اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ خوب جانتا ہے۔ ت)

مسئلہ ۵۶ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ فوت ہوئی اور تین شخص قرابتی اس کے باقی رہے جس میں ایک حقیقی چچا زاد بہن اور ایک بھائی ماموں زاد اور ایک بہن ماموں زاد ہے، پس ان تینوں میں ترکہ کس طرح پر تقسیم ہوگا؟ بیّنوا توجروا

الجواب

بر تقدیر عدم موانع ارث ووارث دیگر و تقدیم دین ووصیت ترکہ ہندہ کا نو۹ سہام پر منقسم ہو کر چھ سہم چچا زاد بہن اور دو۲ ماموں زاد بھائی اور ایک ماموں زاد بہن کو ملے گا۔

فی الشریفیۃ ان استووا فی القرب ولکن اختلف قرابتھم بان کان بعضھم من جانب الاب وبعضھم من جانب الام فلا اعتبار ھٰھنا لقوۃ القرابۃ ولا لولد العصبۃ فی ظاھر الروایۃ فبنت العم لیست اولٰی من بنت الخال لعدم اعتبار کون بنت العم ولد العصبۃ لکن الثلثین لمن یدلی بقرابۃ الاب

شریفیہ میں ہے اگر وہ قرابت میں برابر ہوں لیکن جہتِ قرابت میں مختلف ہوں جیسے بعض باپ کی جہت سے اور بعض ماں کی جہت سے ہوں تو یہاں ظاہر الروایۃ کے مطابق قوتِ قرابت اور عصبہ کی اولاد ہونے کا کوئی اعتبار نہیں چنانچہ چچا کی بیٹی خالہ کی بیٹی سے اولٰی نہیں ہوگی کیونکہ یہاں اس بات کا اعتبار نہیں کہ چچا کی بیٹی عصبہ ہے لیکن جو باپ کی قرابت کے واسطے سے میت کی طرف منسوب ہو

Marfat.com

والثلث لمن یدلی بقرابۃ الام[1] اھ مختصرًا۔

اس کے لئے دو تہائی اور جو ماں کی قرابت کے واسطے سے میّت کی طرف منسوب ہو اس کے لئے ایک تہائی ہوگا اھ مختصرًا (ت)

مسئلہ ۵۷ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی ننھے فوت ہوا ایک زوجہ ایک بیٹا ایک بیٹی ایک بھائی حقیقی وارث چھوڑے، ننھے کی بی بی مہر معاف کرچکی ہے اور اپنا نکاح ثانی کیا چاہتی ہے اور بچوں کو کہ ابھی نابالغ ہیں چھوڑے دیتی ہے، پس ترکہ ننھے کا ان وارثوں کو کس قدر پہنچے گا اور حقِ ولایت بچوں کا کس کو پہنچتا ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب

بیانِ سائل سے واضح ہوا کہ لڑکا آٹھ برس کا اور لڑکی چار برس کی ہے اور ننھے کا بھائی جوان ہے اور ان بچوں کی نانی بیوہ زندہ ہے اور عورت ایسے شخص سے نکاح کیا چاہتی ہے جو ان بچوں کا محرم نہیں، پس صورت مستفسرہ میں لڑکا تو ابھی سے اپنے چچا کے پاس رہے گا ——— اور لڑکی اپنی ماں کے پاس نو برس کی عمر تک رہے گی اگر وہ عورت ایسے شخص سے نکاح نہ کرے اور اگر نکاح کرے گی تو لڑکی اتنی عمر تک اپنی نانی کے پاس رہے گی اس کے بعد چچا کی سپردگی میں دی جائے گی اور ترکہ ننھے کا برتقدیر عدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین وتقدیم مہر ودیگر دیون ووصایا چوبیس[۲۴] سہام پر منقسم ہوکر تین[۳] سہم زوجہ اور چودہ[۱۴] سہم پسر اور سات دختر کو ملیں گے اور بھائی کچھ نہ پائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۸ ۱۳ ربیع الآخر ۱۳۱۲ھ مرسلہ بولاقی خاں بریلی

جناب مولوی صاحب سلامت، بعد آداب گزارش ہے کہ ایک ہمشیرہ اور تین ہم بھائی ہیں، جناب والد صاحب نے ایک عرصہ سے سب کام چھوڑ دیا تھا جو مجھ کو میسر آتا تھا حاضر لاتا تھا ایک ہمشیرہ میری نابالغ تھی اس کو میں نے اپنی محنت سے پرورش کرکے شادی کردی اور دونوں بھائی چھوٹے ان کو بھی پرورش کیا اور بھائیوں کی بھی شادی کردی، اب جو جائداد والد کے وقت کی ہے وہ طلب کرتے ہیں، واجب ہے یا نہیں؟ اور بعد گزرنے والد کے اور

---

[1] الشریفیۃ شرح السراجیۃ باب ذوی الارحام فصل فی اولادھم مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۱۲۰-۱۱۹

Marfat.com

والدہ کے دونوں کو میں نے دفن کیا اور کوئی پیسہ ان کا خرچ نہیں ہوا اور قریب دوسو روپے کے والد پر قرض تھے وہ بھی میں نے دیئے اور بھائی اور بہن خود تسلیم کرتے ہیں، لہذا آپ کو تکلیف دیتا ہوں کہ شرعاً کس کو حق پہنچتا ہے؟

الجواب

سائل نے بیان کیا کہ اس کے باپ نے ماں سے پہلے انتقال کیا ماں نے مہر معاف کر دیا تھا دونوں کے وارث یہی تین بیٹے اور ایک بیٹی رہے۔ اس صورت میں سائل نے جو کچھ اپنے ماں باپ کی خدمت میں صرف کیا وہ کسی سے نہ پائے گا جو اپنے بہن بھائیوں کی پرورش و شادی میں اٹھایا وہ کسی سے نہ ملے گا ہاں جو کچھ باپ کا قرضہ ادا کرنے اور بقدر سنت باپ کے کفن دفن میں اٹھایا وہ باپ کے مال پر اس کا قرض ہے پہلے یہ قرضہ اور جو قرضہ اس کے باپ کے ذمہ ہو ادا کر کے باقی تہائی سے اگر باپ نے کچھ وصیت کسی کے لئے کی ہو نافذ کر کے باقی کے آٹھ حصے کریں ایک حصہ ماں اور دو دو ہر بیٹے اور ایک بیٹی کو، اب یہ ایک حصہ جو اُن کی ماں کو پہنچا سائل بیان کرتا ہے کہ اس کے سوا ماں کا کچھ اور ترکہ نہیں اس میں سے جو کچھ سائل نے ماں کے کفن دفن بقدر مسنون میں اٹھایا وہ اور جو قرضہ اُس کی ماں پر تھا ادا کریں اگر کچھ نہ بچے تو ماں کے اس حصہ میں سے دوسرے وارثوں کو کچھ نہ ملے اور اگر کچھ باقی رہے تو اس کی تہائی سے ماں کی وصیت اگر اس نے کی ہو ادا کر کے باقی کے سات حصے کریں ہر بیٹے کو دو بیٹی کو ایک۔ واللہ اعلم فقط

مسئلہ ۵۹ از بیجناتھ بازار رائے پور ملک متوسط مرسلہ شیخ اکبر حسین صاحب متولی مسجد و دیر انجمن نعمانیہ ۷ جمادی الاول ۱۳۱۴ھ

فیض النساء بیگم کے شوہر یعقوب علی مرحوم کی جائداد وقت مرنے کے اس قدر تھی جو فیض النساء بیگم کے مہر کو اکتفاء کرتی اس لئے فیض النساء بیگم کل جائداد پر بعوض اپنے دین مہر کے قابض ہوئی، فرمائیے کہ یعقوب علی مرحوم کی پہلی بیوی کی اولاد کو اپنی ماں متوفیہ کے مہر میں اس جائداد سے بحصہ رسدی حق مل سکتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

جبکہ دوسری عورت کا بھی کچھ مہر ذمہ شوہر باقی ہے تو تنہا ایک عورت کل ترکہ سے اپنا ہی دین پانے کی مستحق ہو سکتی ہے اگرچہ تنہا اسی کا مہر مقدار ترکہ سے زائد ہو بلکہ دونوں عورتوں کا بقدر واجب الادا مہر اور ان کے سوا اور جو دین ذمہ مورث ہوں سب حصہ رسد متروکہ سے ادا

Marfat.com

کئے جائیں گے، نہ عورت بطورِ خود اپنے مہر کے بدلے جائداد پر قابض ہوسکتی ہے بلکہ جائداد بیچ کر مہر ادا کیا جائے گا فان حقھا فی المالیۃ لا فی العین (کیونکہ عورت کا حق مالیت میں ہے نہ کہ عین میں۔ ت) عالمگیریہ میں ہے:

میت اوصی الی امرأتہ وترک مالا وللمرأۃ علیہ مھرھا ان ترک المیت صامتا مثل مھرھا کان لھا ان تاخذ مھرھا من الصامت لانھا ظفرت بجنس حقھا وان لم یترک المیت صامتا کان لھا ان تبیع ماکان اصلح للبیع وتستوفی صداقھا من الثمن[1] اھ قلت والتقیید بالاصلح حیث لم یکن الدین محیطا ولا یبیع کل شیئ کما لا یخفی۔

میّت نے اپنی بیوی کے لئے وصیت کی اور کچھ مال چھوڑا، عورت کا اس کے ذمے مہر ہے، اگر میّت نے عورت کے مہر کی مثل نقدی چھوڑی ہے تو عورت اس نقدی سے اپنا مہر وصول کرسکتی ہے کیونکہ وہ اپنے حق کی جنس کو پانے پر کامیاب ہوگئی ہے، اور اگر میت نے کوئی نقدی نہیں چھوڑی تو عورت کے لئے جائز ہے کہ وہ خاوند کے ترکہ میں سے جو چیز قابلِ بیع ہے اس کو بیچ کر ثمن میں سے اپنا مہر وصول کرے اھ، میں کہتا ہوں قابلِ بیع ہونے کی قید وہاں ہوگی جہاں قرض ترکہ کو محیط نہ ہو اور اس کی ہر شئی نہیں بیچی جائے گی جیسا کہ مخفی نہیں۔ (ت)

۱ وارثان زوجہ اولٰی اپنی ماں کے مہر سے مقدار واجب الادا ر کا دعوٰی فیض النساء بیگم پر کرسکتے ہیں،

لانھا وارثۃ فتصلح خصما للغرماء من ھٰذہ الجھۃ وان لم تصلح من جھۃ انھا دائنۃ وذٰلک بناء علی ما اختارہ الفقیہ ان الوارث خصم الغریم وان کانت الترکۃ

کیونکہ بیوی وارث ہے اس لئے وہ اس جہت سے قرضخواہوں کے لئے خصم بن سکتی ہے اگرچہ وہ قرضخواہ ہونے کی حیثیت سے خصومت کی صلاحیت نہیں رکھتی، اور یہ مبنی ہے اس قول پر جس کو فقیہ نے اختیار کیا کہ وارث قرضخواہ کا خصم بن سکتا ہے اگرچہ ترکہ قرض میں

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الوصایا الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۱۵۳

Marfat.com

مستغرقۃ بالدین نعم لاحلف علیہ کما فی وصی الهندیۃ[1] عن المحیط۔ | گھرا ہوا ہو۔ ہاں اس صورت میں اس پر قسم نہیں آتی۔ جیسا کہ ہندیہ کے باب الوصی میں محیط سے منقول ہے۔ (ت)

مگر یہ اُس حالت میں ہے کہ وارثانِ زن متوفاۃ پر کوئی امرِ مسقط مدعی یا مانع دعوٰی ثابت نہ ہو ورنہ دعوٰی نامسموع ہوگا کما لا یخفی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (جیسا کہ پوشیدہ نہیں، اور اللہ سبحانہ، وتعالٰی خُوب جانتا ہے۔ ت)

مسئلہ ۶۰ زید کی بیٹی کا خالد کے ساتھ نکاح ہوا، دس ہزار مہر معین ہوا، زید کی بیٹی مرگئی، ایک لڑکا اور ایک لڑکی اور والدین اور شوہر اس کا باقی رہا، خالد کے پاس پانچ ہزار کی ملکیت ہے، درصورت غیر دعویدار ہونے اولاد اور شوہر کے والدین کو حصہ کس قدر ملکیتِ موجودہ سے ملنا چاہئے یا بقدر مہر؟ بیّنوا توجروا

الجواب

صورۃ مستفسرہ میں چہارم مہر کا شوہر کے ذمّہ سے ساقط ہوگیا باقی اگر تمام وکمال اسے حصول نہ ہو تو جتنا وصول ہو ہر وارث اس میں سے بقدر سہم فرائض کے لے سکتا ہے نہ یہ کہ بعض ورثہ اپنا کل مطالبہ لے لیں، سائل مظہر ہے کہ اولاد دونوں نابالغ ہیں اس صورت میں اس کا دعوٰی نہ کرنا کب کیا مسقط حق ہوسکتا ہے البتہ اگر کوئی وارث بالغ دَین میں سے بقدر اپنے سہم کے معاف کردے تو باقی ورثہ اپنا اپنا مطالبہ لے سکتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۱ ۴ شعبان ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، زید مرا زوجہ اپنی کو ۳ ماہ کے حمل میں چھوڑا، بعد انتقال زید کے چھ ماہ کے بعد لڑکا پیدا ہوا، عمرو ازراہِ بدنیتی وخوف اس کے کہ لڑکا زید متوفی کی جائداد کا مستحق ہو اس کی حق تلفی کے واسطے لڑکے کو ولدالحرام بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بعد انتقال زید کے لڑکا سوا برس کے بعد پیدا ہوا، اولاً تو لڑکا صحیح طور پر بعد انتقال زید کے چھ ماہ کے بعد پیدا ہوا، اور بالفرض عمرو کا قول تصدیق کیا جائے کہ لڑکا سوا برس کے بعد پیدا ہوا تو بموجب شرع شریف کے لڑکا حلالی ہے یا ولدالحرام؟ اور زید متوفی کے نطفے سے ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

---

[1] الفتاوی الهندیۃ کتاب الاوصایا الباب التاسع فی الوصی نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۱۵۴

Marfat.com

الجواب

عمرو جھوٹا ہے، ایسی تہمت پر قرآن عظیم نے اسّی کوڑوں کا حکم دیا ہے اور گواہی ہمیشہ کو مردود۔ سوا برس تو تھوڑا ہے دو برس تک بھی پیدا ہوتا تو بلاشبہہ زید کا قرار پاتا، یہ لڑکا شرعًا ضرور زید کا اور اس کا وارث شرعی ہے، ہاں اگر عورت بعد موت شوہر قبل ولادتِ پسر اقرار کرچکی ہوتی کہ میری عدت گزر گئی، اور اس اقرار سے چھ ماہ یا زائد کے بعد بچہ پیدا ہوتا تو شوہر متوفی کا قرار نہ پاتا ورنہ صرف اس بنا پر کہ موت کے سوا برس بعد پیدا ہوا اولاد الحرام کہنا محض ظلم و باطل ہے۔ درمختار میں ہے:

یثبت نسب ولد معتدۃ الموت لاقل منھما (ای من سنتین) من وقت الموت الخ۔[1]

موت کی عدت گزارنے والی خاتون اگر شوہر کی موت کے وقت سے دو سال سے کم مدت میں بچہ جنے تو اس کا نسب ثابت ہوگا۔ (ت)

شریفیہ میں ہے:

ان کان الحمل من المیت بان خلف امرأۃ حاملا فجاءت بالولد لتمام اکثر مدۃ الحمل ای سنتین او اقل ولم تکن اقرت بانقضاء العدۃ یرث ذٰلک الولد من المیت واقاربہ[2] ملتقطا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر حمل میت کا ہے جس کی صورت یہ ہے کہ میت نے حاملہ بیوی چھوڑی ہو اور وہ اکثر مدتِ حمل یعنی دو سال کے پورا ہونے پر یا اس سے کم مدت میں بچہ جنے جبکہ عورت نے عدت کے گزر جانے کا اقرار نہ کیا ہو تو یہ بچہ میت اور اس کے قرابتداروں کا وارث بنے گا ملتقطا، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۶۲: از شہر بنارس محلہ کندی گڈ ٹولہ مسجد بازار مرسلہ حافظ ولی محمد صاحب ۲۱ شوال ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ زوجۂ زید کچھ اپنے ورثائے شرعی اور زید اپنے خاوند کو چھوڑ کر مرگئی اور مہر جو زید کے ذمہ واجب الادا ہے وصول نہیں پایا اور کوئی اولاد اس نے نہیں چھوڑی، اس صورت میں زید مہر میں سے بھی جو اس کے ذمہ واجب الادا ہے نصف حصہ پا سکتا ہے جیسا کہ ہندہ کے کل متروکہ سے پا سکتا ہے یا نہیں، شبہہ یہ ہوتا ہے

[1] الدرالمختار کتاب الطلاق فصل فی ثبوت النسب مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۱

[2] الشریفیۃ شرح السراجیۃ باب ذوی الارحام فصل فی الحمل مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص۱۳۲

Marfat.com

کہ قیاساً تو مہر میں سے بھی نصف حصّہ زید کو پانا چاہیئے ہے مگر مہر کو شارع اسلام نے بغرض احترام بضع رکھا ہے اور غایت اُس کی عزت و احترام زوجہ ہے اور بحالت نصف حصہ پالینے زید کے مہر میں سے بھی یہ غایت فی الجملہ ناقص ہو جائے گی، ہر صورت کے جزئی بھی باحوالہ کتب تحریر فرمائی جائے اور جواب سے جلد سرفرازی بخشی جائے فقط۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں ضرور نصف مہر ذمّہ زید سے ساقط ہوا نہ بمعنی عدم وجوب رأساً کہ مہر بعد تأکد بالموت بایں معنی قابلیت سقوط نہیں رکھتا اور غایت مذکورہ میں اگر کچھ نقص آتا تو اسی صورت سے، بلکہ بمعنی تملک بخلافت و وراثت زوجہ لقوله تعالیٰ ولكم نصف ما ترك ازواجكم ان لم يكن لهن ولد[1] (اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے " اور تمھاری بیبیاں جو چھوڑ جائیں ان میں سے تمھیں آدھا ہے اگر ان کی اولاد نہ ہو۔ ت) اور شک نہیں کہ مہر بھی متروکۂ زوجہ میں داخل ہے، اور یہ معنی اس غایت کے منافی نہیں بلکہ مؤکد و مقرر ہیں کہ کل مہر زوجہ کا قرار پایا جب تو اس میں سے نصف اس نے وراثۃً پایا اور اگر مطلقاً انتفائے ملک زوجہ ولو مالاً منافی غرض مذکور ہو تو ہبہ وابرا بھی ناجائز ہوں مگر وہ یونہی جائز ہیں کہ ملک زوجہ پر متفرع ہیں تو اس کے مقرر ہیں نہ دافع اگرچہ رافع ہوں بلکہ اگر رفع بھی خلافِ غایت ہو تو اس سے چارہ کہاں کہ موت قطعاً نافی ملک ہے، اگر کہئے کہ ملک ورثہ بوجہ خلافت قائم مقام ملکِ زوجہ ہے تو گویا وہ ببقائے نائب باقی ہے تو ملک زوج بھی اس نصف میں وراثۃً ہی ہوئی یہاں بھی وہی گویا حاصل اور شبہہ زائل۔ قنیہ میں ہے:

قال استاذنا رحمه الله تعالىٰ سئلت عمن ماتت عن زوج و بنتين واخ لاب وام ولا مال لها سوى مهر على زوجها مائة دينار ثم مات الزوج و لم يترك الاخمسين دينارا

ہمارے استاذ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا مجھ سے اس عورت کے بارے میں پوچھا گیا جو خاوند اور دو بیٹیاں اور ایک حقیقی بھائی چھوڑ کر انتقال کر گئی اور اس کا کوئی مال نہیں سوائے اس کے کہ سو دینار اس کے مہر کے خاوند کے ذمے ہیں، پھر خاوند مر گیا اور سوائے

---

[1] القرآن الکریم ۴/۱۲

Marfat.com

فقلت یقسم بین البنتین والاخ اتساعا بقدر سہامھم لانہ ذکر فی کتاب العین والدین اذاکان علی بعض الورثۃ دین من جنس عین الترکۃ یحسب ماعلیہ من الدین کانہ عین ویترک حصتہ علیہ ویترک العین لانصباء غیرہ من الورثۃ فحسبنا علی الزوج من المھر خمسۃ وعشرین دینارا کانہ عین وبقی الخمسون دینارا فی نصیب البنتین والاخ فتکون بینھم علی سہامھم من اصل المسألۃ[1]، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

پچاس دینار کے کچھ نہیں چھوڑا، تو میں نے کہا کہ ترکہ کے نو حصے بناکر دو بیٹیوں اور بھائی کے درمیان ان کے سہام کے مطابق تقسیم کیا جائے گا اس لئے کہ کتاب العین والدین میں مذکور ہے جب کسی وارث پر عینِ ترکہ کی جنس سے کچھ قرض ہو تو اس قرض کو اس کے حصہ میں شمار کریں گے گویا کہ وہ عین ہے، اور اس کا حصہ اس قرض پر چھوڑ دیں گے اور عین کو اس وارث کے علاوہ دیگر ورثاء کے حصوں کیلئے چھوڑ دیا جائے گا۔ چنانچہ ہم نے شوہر پر مہر میں سے پچیس دینار شمار کئے گویا کہ وہ عین ہیں۔ اور باقی پچاس دینار دو بیٹیوں اور بھائی کے حصہ میں بچ گئے تو وہ ان کے درمیان اصل مسئلہ میں سے ان کے سہام کے مطابق ہوں گے۔

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۶۳ ۹ ذیلقعدہ ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے انتقال کیا اور دو لڑکے اول بیوی کے چھوڑے، اور ایک لڑکی دوسری بیوی سے چھوڑی، اور بیوی دوسری زندہ ہے اور پہلی بیوی نے انتقال کیا شوہر کے روبرو، اور مہر اس کا ذمہ شوہر کے چاہیے، اب لڑکے اس کے مہر اپنی ماں کا طلب کرتے ہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

سائل مظہر کہ پہلی زوجہ کا مہر پچیس ہزار ہے اور دوسری کا تین سو ساٹھ ۳۶۰ تھا جس میں سے ڈیڑھ سو زید نے خودہی ادا کر دیئے تھے، اب دو سو دس باقی ہیں اور جائداد دونوں مہروں کو

---

[1] القنیۃ المنیۃ لتتمیم الغنیۃ کتاب الفرائض مطبوعہ کلکتہ بھارت ص ۳۹۴

Marfat.com

کافی نہیں۔ صورتِ مستفسرہ میں دونوں مہر اور اسی طرح اور جو دین ذمۂ زید ہو حصۂ رسد ادا کریں، پہلی بی بی اس سبب سے کہ اس کا نکاح پہلے ہوا پہلے پانے کی (کہ جب تک اس کا مہر ادا نہ ہولے زوجۂ ثانیہ کا بقیہ مہر یا اور کسی دائن کا دین ثابت ادا نہ کیا جائے) ہرگز مستحق نہیں بلکہ وہ سب ایک ساتھ ادا کئے جائیں گے اور جبکہ جائداد اور رہنیں کافی نہیں دونوں مہروں اور ہر دین ثابت کو حصۂ رسد ادا کیا جائے گا اور جب کچھ نہ بچے ورثہ کچھ بذریعہ وراثت نہ پائیں گے۔

قال اللہ تعالٰی من بعد وصیۃ توصون بھا او دین[1]۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

اللہ تعالٰی نے فرمایا "اس وصیت کے بعد جو تم کر جاؤ اور قرض کے بعد"۔ (ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۴ از شہر کہنہ ۶ شعبان ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی جائداد کثیر اپنے محروم الارث بھتیجوں کو لکھ دی اور اپنے حقیقی بھائی وارث کے لئے ایک خفیف شئی رکھی اس سے اس کی نیت بھائی کی حق تلفی تھی کہ اسے میرے بعد نہ پہنچے، اس صورت میں اس پر کچھ مواخذہ عند اللہ ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جبکہ وارث آوارہ و بدوضع نہ ہو جس سے مظنون ہو کہ مال جو اس کے لئے رہے گا معاصی الہیہ میں اُڑائے گا تو اُسے محروم کرنے کی نیت سے کوئی کارروائی کرنی عند اللہ قابلِ مواخذہ ہے، حدیث میں ہے:

من فر من میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ یوم القیامۃ[2]۔ رواہ ابن ماجۃ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو اپنے وارث کے میراث پانے سے بھاگے اللہ تعالٰی روزِ قیامت اس کی میراث جنت سے قطع فرمادے گا (اسے ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۲

[2] سنن ابن ماجہ کتاب الوصایا باب الحیف فی الوصیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹۸

Marfat.com

اور کوئی خفیف شَے باقی رکھنا کافی نہ ہوگا جبکہ نیت اس فساد کی ہو۔

فانما الاعمال بالنیات و انما لکل امری مانوی[1] بے شک اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی۔ (ت)

مگر نیت کا ثبوت چاہئے ورنہ صدیق اکبر و امام حسن مجتبٰی و ام المومنین صدیقہ وغیرہم ائمہ دین رضی اللہ تعالٰی عنہم نے بارہا اپنے کل مال تصدق فرما دیئے ہیں اپنے کھانے پہننے کو بھی کچھ نہ چھوڑا۔ کما صحت بذلک الاحادیث (جیسا کہ اس پر صحیح احادیث وارد ہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] صحیح البخاری باب کیف کان بدؤ الوحی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲

Marfat.com

رسالہ

المقصد النافع فی عصوبۃ الصنف الرابع

۱۳۱۵ھ

(چوتھی قسم کے عصبہ ہونے میں نفع دینے والا مقصد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۶۵ تا ۶۷ از اٹاوہ متصل کچہری منصفی مکان مولوی حبیب علی صاحب مرسلہ مولوی وصی علی ۵ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عصبات کی جو چار قسم مقرر ہیں، فروع میت، اصول میت، فروع اب میت، فروع جد میت۔ منجملہ ان کی قسم اول و دوم وسوم میں کوئی بحث نہیں مگر قسم چہارم یعنی فروع جد میت کا سلسلہ ایسا وسیع ہے کہ حق رسی اسکی دشوار بلکہ غیر ممکن معلوم ہوتی ہے کیونکہ کوئی مسلمان ایسا نہ ہوگا جس کا عصبہ نسبی قسم چہارم یعنی دادا کی اولاد یا پردادا کی اولاد یا سردادا کی اولاد یا ان سے بھی عالی کسی جد کی اولاد موجود نہ ہو اگر دیہہ یا قصبہ مسکونہ میت میں نہ ہوگا تو دوسرے دیہہ یا قصبہ میں یا دوسرے شہر یا ملک میں ہوگا مثلاً ہند میں نہ ہوگا تو عرب یا عجم میں ہوگا تمامی ربع مسکون میں کہیں نہ کہیں ضرور موجود ہوگا، پس درصورت عدم موجودگی عصبات قسم اول و دوم وسوم کے ایسے عصبات کو تلاش کرنا

Marfat.com

اور ان کا حصہ ان کو پہنچانا غیر ممکن ہے اور ظاہراً شرع شریف میں کوئی ایسا حکم بھی پایا نہیں جاتا کہ میت کے ورثاء حاضرین میت کے ترکہ کو باخود تقسیم کرلیں حقداران غیر حاضرین کو اطلاع بھی نہ دیں یا جو لوگ بوجہ لاعلمی وفات مورث یا بوجہ لاعلمی مسائل شرعی کے دعویدار نہ ہوں نے انکے حقوق ضائع کر دیئے جائیں بلکہ مفقود کے واسطے جبکہ یہ حکم ہے کہ حصہ اس کا نوّے ۹۰ برس کی عمر تک امانت رہے تو ایسے حصہ دار کیونکہ محروم کئے جا سکتے ہیں' علاوہ اس کے دیگر حقداران جو بصورت نہ ہونے عصبات نسبی کے مستحق ہیں مثلاً مولی العتاق ذوی الفروض مستحق پانے حصّہ کے بطور رد کے ذوی الارحام مولی الموالات مقرلہ النسب موصی لہ مستحق رد وغیرہ ان کے حقوق قائم ہونے کی کوئی صورت ہی نہیں معلوم ہوتی کیونکہ جب عصبہ نسبی کا غیر موجود ہونا حسب تشریح صدر غیر ممکن ہے توحقداران مابعد کے حقوق قائم ہونا بھی غیر ممکن ہے پس ایسے حقداران کے متعلق جو مسائل ہیں وہ محض بیکار ہو جاتے ہیں حالانکہ شریعت کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے جو مورد اعتراض کسی قسم کا ہو سکے لہذا دریافت طلب امور مصرحہ ذیل ہیں:

اوّلاً عصبات کی جو اقسام قرار دی گئی ہیں خصوصاً قسم چہارم جو الفاظ "ادعالیھا (یا اس سے اوپر - ت) مشروع ہیں ان کا ماخذ کیا ہے یعنی کس آیۃ قرآن شریف یا کس حدیث شریف سے ماخوذ ہے یا اور کس ماخذ سے۔

ثانیاً عصبات نسبی کا غیر موجود ہونا حسب شرح صدر ناممکن ہے کہ نہیں۔

ثالثاً عصباتِ نسبی کا غیر اگر موجود ہونا ناممکن ہے تو مسائل متعلقہ عصبات سببی وغیرہ جو بصورت نہ ہونے عصبات نسبی کے مشروع ہیں کس صورت میں کار آمد ہو سکتے ہیں۔

رابعاً شرع شریف میں کہیں ایسا حکم ہے کہ غیر حاضرین حصہ داران کو اطلاع نہ دی جائے یا جو لوگ بوجہ لاعلمی وفات مورث یا لاعلمی مسائل شرعی کے دعویدار نہ ہوں وہ اپنے حقوق واجبی سے محروم رہیں ان کی تلاش نہ کی جائے۔

خامساً ایسا ہو سکتا ہے کہ عرب سے کوئی شخص آئے اور آپ کو سید مثلاً اولاد علی و بنی فاطمہ ثابت کرکے ہند میں کسی اولاد علی بنی فاطمہ کا ترکہ اس کے ذوی الفروض سے تقسیم کرالے یا ہند کا کوئی سیّد عرب میں جاکر کسی سید متوفی کا ترکہ پائے قاضیانِ عرب بصورت ثابت کردینے نسب کے اس کو دلا دیں گے۔

سادساً عہدِ صحابہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین یا تابعین یا تبع تابعین میں کبھی ایسے

Marfat.com

عصبات بعیدہ کو بمقابلہ ذوی الفروض کے حصہ دلایا گیا ہے کہ نہیں، اگر دلایا گیا تو کس کتاب سے ثابت ہے۔

سابعاً اس استفتا کے مفتیان صاحبان کے علم میں کبھی ایسے عصبات بعیدہ مثلاً پردادا کے بھائی کی اولاد یا پردادا کے عم کی اولاد یا ان سے بھی عالی کسی جد کی اولاد کو بحالت موجودگی ذوی الفروض نسبی کے حصہ ملا ہے کہ نہیں، اگر ملا ہے تو کب کس خاندان میں۔

ثامناً اگر کسی قصبہ یا شہر میں رواج یہ ہے کہ بصورت عدم موجودگی عصبات قسم اول و دوم و سوم کے منجملہ قسم چہارم جد کی اولاد تک بمقابلہ ذوی الفروض کے حصہ دیا جاتا ہے اَب الجد یا جدّ الجد یا اس سے بھی عالی کسی جد کی اولاد کو حصہ نہیں دیا جاتا بلکہ ذوی الفروض پر رَد ہو جاتا ہے تو یہ رواج قابلِ عملدرآمد و لائق لحاظ ہے کہ نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دیئے جاؤ گے)

الجواب

جواب سوال اوّل

ماخذ اس کا کلام اللہ عزوجل و سنتِ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے۔ قال اللہ تبارک و تعالٰی:

واولوا الارحام بعضھم اولٰی ببعض فی کتٰب اللہ ان اللہ بکل شیئ علیم[1]۔

اور رشتہ والے ایک سے دوسرے زیادہ نزدیک ہیں اللہ کی کتاب میں۔ بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے (ت)

حدیث اوّل[2]: عبد بن حمید و ابن جریر اپنی تفسیر میں قتادہ سے راوی:

ان ابا بکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ قال فی خطبتہ الا ان الاٰیۃ التی ختم بہا سورۃ الانفال انزلہا فی اولی الارحام بعضھم اولٰی ببعض فی کتاب اللہ

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: خبردار وہ آیت جس پر سورۂ انفال ختم کی گئی اللہ تبارک و تعالٰی نے اس کو رشتہ والوں کے بارے میں نازل فرمایا کہ "ان میں سے بعض بعض سے اولٰی ہیں

---

[1] القرآن الکریم ۸/۷۵

Marfat.com

ماجرت به الرحم من العصبة، هذا مختصر۔[1]

اللہ تعالٰی کی کتاب میں" یعنی ہر وہ عصبہ جس میں نسبی رشتہ جاری ہو۔ یہ مختصر ہے۔ (ت)

حدیث دوم[2]: احمد و بخاری و مسلم و ترمذی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الحقوا الفرائض باھلھا فما بقی فھو لاولی رجل ذکر۔[2]

فرائض ذوی الفروض کو دو، اور جو بچ جائے وہ قریب ترین مرد کے لئے۔ (ت)

حدیث سوم[3]: صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مامن مؤمن الا وانا اولٰی به فی الدنیا والاخرة اقرءوا ان شئتم النبی اولٰی بالمؤمنین من انفسھم فایما مؤمن مات وترك مالا فلیرثه عصبته من کانوا ومن ترك دینا او ضیاعا فلیأتنی فانا مولاہ، والحدیث عند الشیخین[3] واحمد والنسائی وابن ماجة وغیرھم عنه نحوہ۔

کوئی مومن نہیں مگر یہ کہ میں دنیا و آخرت میں اس کا ولی ہوں، اگر تم چاہو تو آیت پڑھ لو "یہ نبی (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے"۔ پس جو کوئی مومن مرگیا اور اس نے کوئی مال چھوڑا تو وہ اس کے قریبی وارثوں اور عصبہ کے لئے ہے جو بھی وہ ہوں، اور جس نے قرض یا کمزور اولاد چھوڑی ہو تو وہ میرے پاس آئے میں اس کا مولٰی ہوں۔ اور یہ حدیث شیخین، امام احمد اور نسائی وغیرہ کے نزدیک ثابت ہے (ت)

---

[1] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ یستفتونك قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ المطبعۃ المیمنۃ مصر ۶/ ۲۴
الدرالمنثور بحوالہ عبد بن حمید وغیرہ " " " " " مکتبہ آیۃ اللہ العظمٰی قم ایران ۲/ ۲۵۱

[2] صحیح البخاری کتاب الفرائض باب میراث الولد من ابیه وامه قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۹۷
صحیح مسلم کتاب الفرائض ۲/ ۳۴ و جامع الترمذی ۲/ ۳۱ و مسند احمد بن حنبل ۱/ ۳۲۵

[3] صحیح البخاری کتاب فی الاستقراض الخ باب الصلوۃ علی من ترک دینا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۲۳
" " کتاب التفسیر سورۃ الاحزاب " " ۲/ ۷۰۵

Marfat.com

حدیث چہارم[4]: احمد و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ و بیہقی بسند صحیح بطریق عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما احرز الولد او الوالد فھو لعصبتہ من کان[1]

جو ولاء اولاد یا والد حاصل کرے وہ اُسکے عصبہ کے لئے ہے چاہے وہ کوئی ہو۔ (ت)

حدیث پنجم[5]: عبدالرزاق اپنی مصنف میں حضرت ابراہیم نخعی سے راوی، امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

کل نسب توصل علیہ فی الاسلام فھو وارث موروث[2]

ہر نسب جو اسلام میں ملتا ہو وہ وارث و موروث ہے۔ (ت)

حدیث ششم[6]: سُنن بیہقی میں ہے:

عن جریر عن المغیرۃ عن اصحابہ قال کان علی رضی اللہ تعالٰی عنہ اصحابہ اذا لم یجدوا ذا سھم اعطوا القرابۃ وما قرب او بعد اذا کان رحما فلہ المال اذا لم یوجد غیرہ[3]، ھذا مختصر۔

حضرت جریر نے حضرت مغیرہ یعنی ان کے اصحاب سے روایت کی، مغیرہ نے کہا حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ اور ان کے اصحاب جب کوئی ذی سہم نہ پاتے تو وہ ترکہ رشتہ داروں کو دے دیتے وہ قریب والا ہو یا بعید والا جبکہ رشتہ دار ہو تو سب مال اسی کا ہے جب اس کا غیر موجود نہ ہو۔ یہ مختصر ہے۔ (ت)

آیہ کریمہ نے رشتہ داروں کو مطلق رکھا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے تصریح فرمادی کہ آیت میں ہر عصبہ نسبی داخل۔ سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حدیث سوم و چہارم میں صاف تعمیم فرمائی کہ عصبہ وارث ہے کوئی ہو حدیث پنجم میں فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا

---

[1] سُنن ابی داؤد کتاب الفرائض باب فی الولاء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۴۸
سُنن ابن ماجہ " " باب میراث الولاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۰

[2] المصنف لعبدالرزاق " باب الحمیل حدیث ۱۹۱۸۰ المجلس العلمی بیروت ۱۰/ ۳۰۱

[3] السنن الکبرٰی للبیہقی " باب من قال بتوریث ذوی الارحام دار صادر بیروت ۶/ ۲۱۷

Marfat.com

اسلام میں نسب جہاں جاکر ملے موجب وراثت ہے، حدیث ششم میں مولا علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد کہ رشتہ دار پاس کا ہو یا دُور کا جب اور نہ ہو تو سب مال اُسی کا ہے۔ ان ارشادات نے تو تمام قریب و بعید کے عصبات نسبی کو دائرۂ توریث میں داخل فرمایا اور حدیث دوم میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد اقدس نے کہ جو اہلِ فرائض سے بچے وہ قریب تر مرد کے لئے ہے ترتیب الاقرب فالاقرب کا حکم بتایا لاجرم بلحاظ قرب اتصال یہ اقسام اربعہ منتظم ہوئیں۔

جواب سوال دوم

ہرگز ناممکن نہیں بلکہ بارہا واقع ہوا اور خود زمانۂ رسالت میں ہوا، اور اب واقع ہے اور عادۃً واقع ہوتا رہے گا۔

اولاً فرض کیجئے مجوس و ہنود و نصارٰی یہود وغیرہم کفار کی اقوام سے ایک شخص مسلمان ہُوا اور اس کے باقی رشتہ دار اپنے کفر پر ہیں ان میں ان کا عصبۂ نسبی کون ہے کوئی نہیں۔

قال اللہ تعالٰی انہ لیس من اھلك انہ عمل غیر صالح[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: "وہ تیرے گھر والوں میں نہیں بے شک اس کے کام بڑے نالائق ہیں۔ (ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایرث المسلم الکافر ولا الکافر المسلم، رواہ الشیخان[2] عن اسامۃ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا اور نہ ہی کافر مسلمان کا۔ اس کو شیخین نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/۴۶

[2] صحیح البخاری کتاب الفرائض باب لایرث المسلم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۰۰۱

صحیح مسلم ؍؍ باب قدر الطریق الخ ؍؍ ؍؍ ۲/۳۴

Marfat.com

ثانیاً ایک کافرہ حاملہ مسلمان ہوئی اور ایامِ اسلام میں بچہ پیدا ہوا یا اس کے چھوٹے بچے جو زمانۂ کفر ہی میں پیدا ہوئے تھے بحکم الولد یتبع خیر الابوین دیناً[1] (بچہ والدین میں سے بہتر دین رکھنے والے کے تابع ہوتا ہے۔ ت) مسلمان قرار پائے ان بچوں کا کوئی قریب نسبی اُن کا عصبہ نہیں۔

ثالثاً رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

للعاھر الحجر[2] زانی کے لئے پتھر (ت)

تو ولد الزنا کا نہ کوئی باپ نہ کوئی عصبہ نسبی، لہذا ایک عورت کے دو بچے کہ زنا سے ہوں اگرچہ ایک مرد سے ہوں باہم ولد الام کی میراث پاتے ہیں نہ بنی الاعیان کی کما فی الدر المختار وغیرہ من الاسفار (جیسا کہ درمختار وغیرہ ضخیم کتابوں میں ہے۔ ت)۔

رابعاً زن و شو نے لعان کیا بچہ بے عصبۂ نسبی رہ گیا لانہ ایضا لااب لہ کما فی الدر ایضا (کیونکہ اس کا بھی کوئی باپ نہیں جیسا کہ درمختار میں ہے۔ ت)

خامساً دار الحرب سے کچھ کفار مقید ہو کر آئے امیر المومنین نے غانمین پر تقسیم فرمادیئے یہ سب کنیز و غلام مسلمان ہوگئے آپس میں نہایت قریب کے رشتہ دار ہیں اور سب مسلم مگر سب مملوک، اب ان میں ایک آزاد ہوا، باقی اس کے عصبۂ نسبی نہیں کہ رق مانع ارث ہے۔

سادساً ایک بچہ سڑک پر پڑا ہوا ملا پرورش کیا گیا اس کا عصبۂ نسبی کسے کہا جائے اسی طرح اور بعض صور بھی ممکن، ان میں بعض صورتیں علم عدم کی ہیں جیسے ولد زنا و لعان، بعض عدم علم کی جیسے لقیط، اور مقصود اس سے بھی حاصل کہ توریث بے علم ناممکن، لاجرم رد وغیرہ مدارج تحتانیہ کی طرف رجوع ہوگی، ہمارے زمانے میں زوجین پر بھی رد ہوتا ہے کما نصوا علیہ (جیسا کہ مشائخ نے اس پر نص فرمائی ہے۔ ت)۔ اب **سوال سوم** خود مندفع ہوگیا اور حاجتِ جواب نہیں۔

تنبیہ: ان امور کے سوا ایک صورت نادرہ اور ہے کہ وہ بھی ایک بار واقع ہوئی اور ممکن تو بے شمار بار ہے یعنی بچے کا بن باپ کے پیدا ہونا۔ سیدنا عیسٰی کلمۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے

---

[1] الدر المختار کتاب النکاح باب نکاح الکافر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۰

[2] صحیح البخاری کتاب الفرائض باب الولد للفراش الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۹۹

Marfat.com

اب تک کوئی عصبہ نسبی نہیں یہاں تک کہ بعد نزول اُن کے اولاد ذکور پیدا ہوں۔ اب رہا زمانۂ رسالت میں وقوع، اس کے لئے حدیثیں سُنئے:

حدیث ہفتم: سنن ابی داؤد و جامع ترمذی میں اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے:

ان مولی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مات و ترك شیئا ولم یدع ولدا ولا حمیما فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعطوا میراثه رجلا من اهل قریته [1]

نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ایک آزاد شدہ غلام فوت ہُوا اس نے کچھ مال چھوڑا اور اولاد نہیں چھوڑی، نہ کوئی اور قرابت دار چھوڑا، تو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی میراث اس کے قریہ والے کسی مرد کو دے دو۔ (ت)

حدیث ہشتم: مسند الفردوس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما سے مروی:

ان وردان مولی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقع من عذق نخلة فمات فاتی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بمیراثه فقال انظروا له ذا قرابة قالوا ماله ذو قرابة قال فانظروا همشهریا له فاعطوه میراثه یعنی بلدیا له [2]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا وردان نامی ایک آزاد شدہ غلام کھجور کے ایک درخت سے گر گیا اور فوت ہوگیا اس کی میراث رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائی گئی تو آپ نے فرمایا کہ اس کا کوئی قرابتدار دیکھو، صحابہ نے عرض کی اس کا کوئی قرابتدار نہیں۔ تو آپ نے فرمایا اس کا کوئی ہم وطن یعنی اس کے شہر کا کوئی شخص دیکھو تو اس کی میراث اسے دے دو۔ (ت)

ان دونوں حدیثوں کا حاصل یہ کہ حضور اقدس صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ایک غلام آزاد شدہ نے انتقال فرمایا ان کے نہ اولاد تھی نہ کوئی قرابتدار، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الفرائض باب فی میراث ذوی الارحام آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۴۶

[2] کنز العمال بحوالہ الدیلمی عن ابن عباس حدیث ۳۰۶۶۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۴۱

Marfat.com

نے ان کا ترکہ ان کے ایک ہم وطن کو عطا فرما دیا۔ علماء فرماتے ہیں یہ عطا فرمانا بطور تصدق تھا نہ کہ بطور توریث، اور خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بذریعہ ولائے عتاقہ وارث نہ ہوئے کہ انبیاء کرام نہ کسی کے وارث ہوں نہ کوئی ان کا وارثِ مال ہو علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

جواب سوال چہارم

شرع مطہر میں کہیں ایسا حکم نہیں، نہ ترکِ دعویٰ، اگرچہ باوصف علم وفات مورث و علم مسائل شرعیہ بالقصد بلکہ بالتصریح ہو موجبِ حرمان۔ اشباہ میں ہے:

لو قال الوارث ترکت حقی لم یبطل حقہ[1]

اگر وارث نے کہا میں نے اپنا حق چھوڑ دیا ہے تو اس کا حق باطل نہیں ہوگا۔ (ت)

غمز العیون میں ہے:

لو مات عن ابنین فقال احدھما ترکت نصیبی من المیراث لم یبطل لانہ لازم لا یترک بالترک[2]

اگر کوئی شخص دو بیٹے چھوڑ کر مرگیا ان میں سے ایک نے کہا میں نے میراث سے اپنا حصہ چھوڑ دیا تو اس کا حصہ باطل نہیں ہوگا کیونکہ اس کا حصہ لازم ہے جو چھوڑنے سے متروک نہیں ہوتا (ت)

بلکہ شرع مطہر میں حکم ہے کہ اگر کچھ لوگ قاضی کے پاس حاضر آئیں اور کسی جائداد غیر منقولہ کی نسبت ظاہر کریں کہ ان کے فلاں مورث سے ترکہ میں انھیں پہنچی اور اس کی تقسیم چاہیں تو قاضی صرف ان کے بیان پر اُس کی تقسیم نہ کرے جب تک بینہ سے ثابت نہ کریں کہ مورث مرگیا اور اتنے وارث چھوڑے۔

فی الدر المختار عقار یدعون انہ میراث عن زید لا یقسم حتی یبرھنوا علی موتہ

درمختار میں ہے کہ کچھ لوگ کسی غیر منقولہ جائداد کے بارے میں یہ دعویٰ کریں کہ وہ زید کی میراث ہے تو قاضی اس کی تقسیم نہ کرے

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثالث احکام النقد ادارۃ القرآن کراچی ۲/۱۶۰

[2] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر " " " " ۲/۱۶۰

وعدد ورثته[1] جب تک وہ زید کی موت اور اس کے وارثوں کی تعداد پر گواہ قائم نہ کریں۔ (ت)

اور مال منقول کو اگرچہ تقسیم کردے گا مگر کاغذ قسمت میں لکھ دے گا کہ یہ صرف ان کے بیان پر تقسیم کیا گیا۔

فی الھندیۃ یذکر القاضی فی صك القسمۃ باقرارھم[2] ہندیہ میں ہے کہ قاضی ان کا اقرار کاغذ قسمت میں ذکر کردے گا۔ (ت)

اس سوال کا جواب تو یہ ہے مگر اس کو ما نحن فیہ یعنی توریث عصبہ بعیدہ قسم چہارم پر ورود نہیں کما ستعرفہ ان شاء اللہ تعالٰی (جیسا کہ عنقریب تو جان لے گا اگر اللہ تعالٰی نے چاہا۔ ت)

جواب سوال پنجم

اولاً مجرد کسی کے زبانی ادعا پر کہ میں فلاں کا نسیب ہوں توریث نہیں ہوسکتی اس کے لئے ثبوت شرعی چاہئے۔

ثانیاً استحقاق ارث عصوبت صرف نسیب ہونے پر مبنی نہیں بلکہ شرع میں اس کے لئے ترتیب ہے جب تک ثابت نہ ہو کہ اس ترتیب کی رُو سے یہی مستحق یا یہ بھی مستحق ہے ترکہ نہیں دیا جاسکتا یہاں عدم علم حکم میں مثل علم عدم کے ہے ولہذا چند شخص ایک معرکہ میں مقتول یا ایک واقعہ میں غریق یا حریق ہوں اور ان کی موت کا تقدم تاخر نہ معلوم ہو تو نہ باپ بیٹے کا ترکہ پائے گا نہ بیٹا باپ کا، ہر ایک کے ورثہ احیاء وارث ہوں گے وبس۔ جب کسی سید کا انتقال ہو تو جہاں تک اس کا سلسلہ نسب معلوم ہے اس کے آباء وآباء آباء الاقرب فالاقرب کی اولاد ذکور الاقرب فالاقرب تلاش کریں گے جو اقرب ثابت ہوگا اسے عصبہ ٹھہرائیں گے اگرچہ بیس پشت پر اس سے ملتا ہو اور سلسلہ معلومہ کی اولاد ذکور سے کوئی معلوم نہیں تو تمام یہاں کے سادات کرام کو عصبہ ٹھہرانا محال کہ ان میں یقیناً بعض بعض سے اقرب ہیں اور ایک معین کو جزافاً عصبہ اقرب کہہ دینا محال کہ ترجیح بلا مرجح ہے وحکم بلا دلیل ہے اور جب کسی کی عصوبت ثابت نہیں کسی کا استحقاق ثابت نہیں تو اُن میں کوئی شخص کیونکر ترکہ بٹا سکتا ہے یا قاضی اسے دلا سکتا ہے۔ علامہ

---

[1] الدر المختار کتاب القسمۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۱۹

[2] الفتاوی الہندیۃ " " الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۲۱۰

Marfat.com

سید شریف قدس سرہ الشریف شریفیہ میں فرماتے ہیں:

لنا ان سبب استحقاق کل منھما میراث صاحبہ غیر معلوم یقینا و لما لم یتیقن بالسبب لم یثبت الاستحقاق اذ لا یتصور ثبوتہ بالشک[1]

ہمارے نزدیک ان دونوں میں سے ہر ایک کے استحقاق کا سبب اس کے ساتھی کی میراث ہے جو کہ یقینی طور پر معلوم نہیں، جب سبب یقینی نہ ہوا تو استحقاق ثابت نہیں ہوگا کیونکہ اس کا ثبوت شک کے ساتھ متصور نہیں (ت)

جواب سوال ششم

اس مبحث میں بمقابلہ ذوی الفروض کی قید زائد و ضائع ہے کلام ایسی عصوبت بعیدہ کے ترکہ پانے میں ہے وہ زمانہ صحابہ کرام بلکہ زمانہ اقدس سید انام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام میں واقع ہوا۔

حدیث نہم ۹: عبدالرزاق اپنی مصنف میں اور ابن جریر و بیہقی ضحاک بن قیس سے راوی:

انہ کان طاعون بالشام فکانت القبیلۃ تموت باسرھا حتی ترثھا القبیلۃ الاخری[2] الحدیث۔

یعنی زمانہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ملک شام میں طاعون واقع ہوا کہ سارا قبیلہ مر جاتا یہاں تک کہ دوسرا قبیلہ اس کا وارث ہوتا۔

حدیث دہم ۱۰: ابوبکر بن ابی شیبہ اپنی مصنف اور امام ابوداؤد سنن میں حضرت بریدہ بن الحصیب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال اتی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رجل فقال ان عندی میراث رجل من الازد ولست اجد ازدیا ادفعہ

یعنی ایک صاحب نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی میرے پاس ایک ازدی یعنی قبیلہ بنی ازد سے ایک شخص کا ترکہ ہے اور

---

[1] الشریفیۃ شرح السراجیۃ فصل فی الغرقی والہدمی مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۱۴۳
[2] المصنف لعبدالرزاق کتاب الفرائض باب ذوالسہام حدیث ۱۹۱۳۶ المجلس العلمی بیروت ۱۰/ ۲۸۸

Marfat.com

الیہ قال فاذھب فالتمس ازدیا حولا قال فاتاہ بعد الحول فقال یارسول اللہ لم اجد ازدیا ادفعہ الیہ قال فانطلق فانظر اول خزاعی تلقاہ فادفعہ الیہ فلما ولی قال علی الرجل فلما جاءہ قال انظر کبر خزاعۃ فادفعہ الیہ[1] ولفظ ابن ابی شیبۃ قال فاذھب فادفعہ الی اکبر خزاعۃ[2]

مجھے کوئی ازدی نہیں ملتا جسے دُوں، فرمایا سال بھر تک کوئی ازدی تلاش کرو، ایک سال کے بعد حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ! میں نے کوئی ازدی نہیں پایا۔ فرمایا تو بنی خزاعہ میں جو شخص سب سے زیادہ جداعلیٰ سے قریب ہو اُسے دے دے۔ جب وہ لوٹا تو فرمایا اُسے میرے پاس بلا لاؤ۔ جب وہ حاضرِ خدمت ہوا تو فرمایا جو خزاعہ میں سب سے عمر رسیدہ ہو اُسے دے دینا۔ ابن ابی شیبہ کے لفظ یہ ہیں آپ نے فرمایا جا اور خزاعہ کے سب سے عمر رسیدہ شخص کو دے دے۔

بنی ازد بنی خزاعہ کی ایک شاخ ہے، جب میّت کے قبیلہ اقرب کا کوئی نہ ملا تو ترکہ نے قبیلہ اعلیٰ کی طرف رجوع کی، اب کون بتا سکتا ہے کہ یہ میّت اس اکبر خزاعی سے کہ اس کا عصبہ ٹھہرا کس قدر پشتہا پشت کے فصل پر جا کر ملتا ہوگا۔ اس حدیث سے وہ تلاش کرنے کا حکم بھی معلوم ہوگیا جس کا سوال چہارم میں استفسار تھا۔

جواب سوال ہفتم

ان حدیثوں کے بعد اگرچہ نہ اس سوال کا محل نہ اس کے جواب کی حاجت، مگر استفسار پر کہا جاتا ہے کہ ہاں بارہا فقیر کے یہاں سے ایسی عصوباتِ بعیدہ کو ترکہ دلایا گیا ہے کئی کئی روز سائلوں نے کہا اس کا کوئی عصبہ نہ رہا کوئی نہ تھا کوئی نہیں اور ان پر بار بار تحقیق و تفتیش کی تاکید کی گئی اور بالآخر پتا لگا کر لائے کہ پردادا یا پرداداکے باپ کی اولاد کا فلاں مرد فلاں جگہ باقی ہے، فقیر نے پندرہ سولہ سال سے تقسیم ترکہ کے مسائل اپنے اصحاب و احباب کے متعلق

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الفرائض باب میراث ذوی الارحام آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۴۶

[2] المصنف لابن ابی شیبہ ؍؍ حدیث ۱۱۶۳۹ ادارۃ القرآن کراچی ۱۱/۴۱۴

Marfat.com

کر دیے ہیں اور نادراً جو خود لکھنا ہوتا ہے اپنے مجموعہ فتاوٰی میں ان کی نقل نہیں رکھتا مگر جب کسی فائدہ نفیسہ پر مشتمل ہو لہٰذا ان سب وقائع کا پتا نہیں دے سکتا ہاں ابھی اسی شعبان میں اسی شہر کا ایک مسئلہ لکھا گیا جس میں قاضی زادوں کے خاندان سے ایک عورت کے پردادا کا پرپوتا اس کا وارث ہوا۔ ثواب الخیر بنت رعایت علی بن قاضی رحمت علی بن قاضی مولوی شیخ الاسلام کا ترکہ فرزند علی بن محمد علی بن قاضی بدر الاسلام بن قاضی مولوی شیخ الاسلام کو ملا۔ فرائض نویسان زمانہ دریافت نہیں کرتے سائلوں جاہلوں کے بتانے پر قناعت کرتے ہیں وہ کیا جانیں کس کس کو ترکہ پہنچتا ہے، لاجرم بلاوجہ حق تلفیاں ہوتی ہیں اگر تفتیش کامل کی عادت ہوتی تو آج ایسی توریثیں اچنبھا نہ معلوم ہوتیں۔ سچ ہے جو وارد ہوا حدیث میں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی:

تعلموا الفرائض وعلموہ الناس فانہ نصف العلم وانہ ینسی وھو اول ما ینزع من امتی [1] رواہ ابن ماجة والحاکم عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ کہ وہ نصف علم ہے اور وہ بھولا جاتا ہے اور پہلا علم ہے جو میری امت سے نکل جائے گا (اس کو ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

ع۵ بعدہٗ ۹ صفر ۱۳۱۹ھ کو اسی بریلی کے مسلمان حلوائیوں کا ایک مناسخہ آیا جس میں احمد بخش نامی ایک شخص کا ترکہ کہ اس کی زوجہ وہمشیرہ سے بچا بلاقی و انعام اللہ نے پایا کہ احمد بخش کے پردادا کے چچا کے پوتے کے پوتے ہیں ان کا سلسلہ نسب یوں ہے یہاں ذی فرض نسبی بھی موجود ہے پھر احمد بخش کی پھوپھی سراجن مری وہی دو عصبے اس کے بھی وارث ہوئے وہ اس کے دادا کے چچا کے پرپوتے کے بیٹے ہیں، یہ بحمد اللہ اس تحقیق کا نتیجہ ہے جو بیان کی جاتی ہے۔

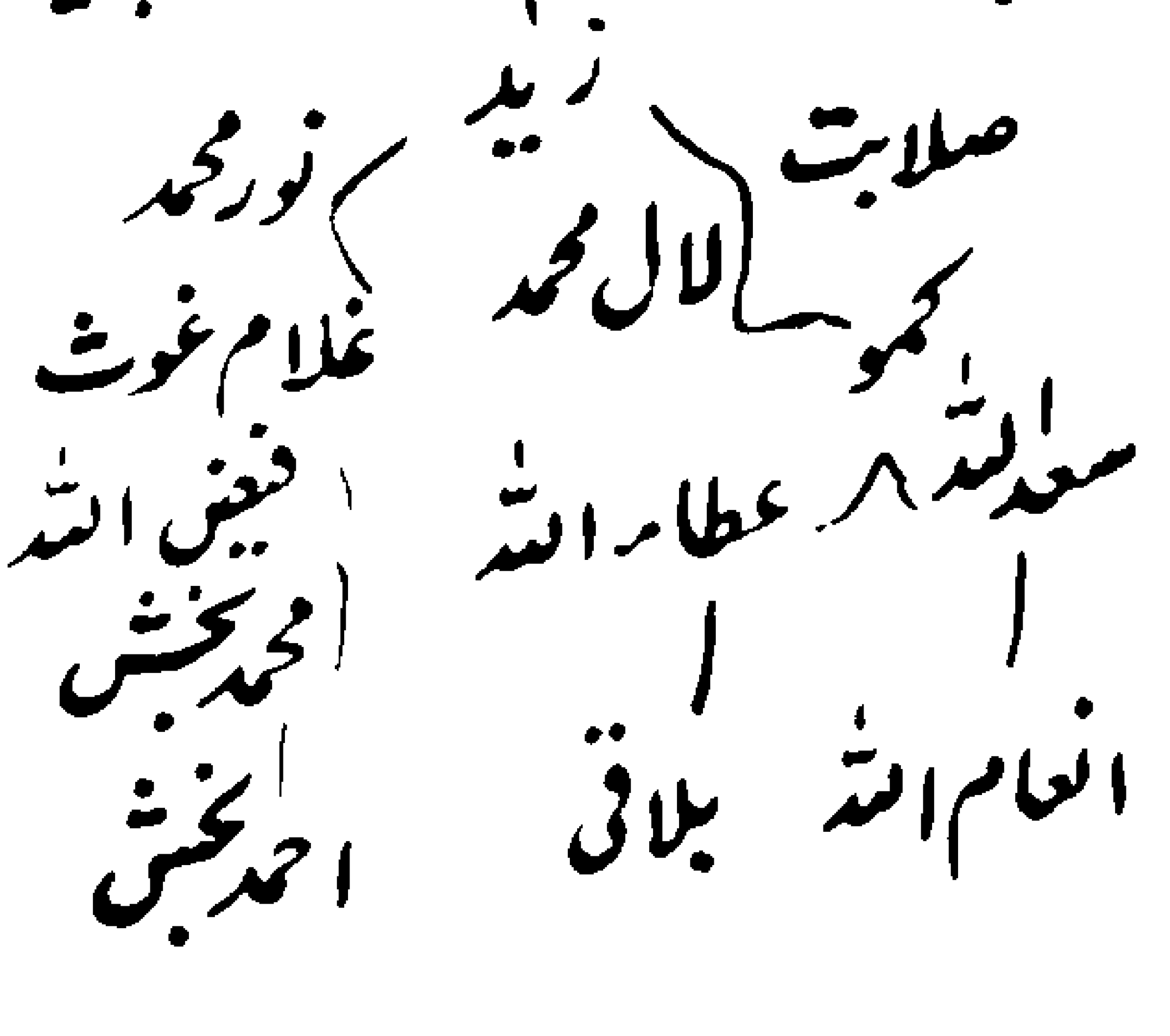

[1] سنن ابن ماجہ ابواب الفرائض باب الحث علی تعلیم الفرائض ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹۹
المستدرک للحاکم کتاب الفرائض دار الفکر بیروت ۴/۳۳۲

Marfat.com

جواب سوال ہشتم

یہ رواج باطل ومردود و نامعتبر ہے کہ صراحۃً مخالف شرع مطہر ہے کوئی رواج نص کے خلاف معتبر نہیں ہوسکتا ورنہ ربا و زنا و شراب و رباب کا رواج اس سے بدرجہا زائد ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو فرمائیں:

فلاولی رجل ذکر[1] کہ وہ قریب ترین مرد کے لئے ہے (ت)

جو فرائض مقدرہ دلاکر باقی بچے وہ اس مرد کا ہے جو بہ نسبت دیگر اقارب کے میت سے قریب تر ہے، ایسے مرد کے ہوتے ہوئے جوڑ دیا جائے گا صراحۃً حق تلفی وظلم ابعد اور الیسار د خود واجب الرد ہوگا، یہ رواج نہ صرف حدیث بلکہ اجماعِ اُمت کے خلاف ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:

قال النووی رحمہ اللہ تعالٰی قد اجمعوا علی ان ما بقی بعد الفرائض فھو للعصبات یقدم الاقرب فالاقرب[2]۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

امام نووی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا کہ مشائخ کا اس پر اجماع ہے جو اصحاب الفرائض کے بعد باقی بچے وہ عصبوں کے لئے ہے، جو سب سے زیادہ قریبی ہے اس کو مقدم کیا جائے گا پھر اس کے بعد والا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

مسئلہ ۷۳ از دیگرہ شریف ضلع ہردوئی مرسلہ حضرت سید محمد زاہد صاحب ۱۸ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خالد کی زوجۂ اولٰی سے ایک پسر اور ایک دختر ہے، بعد فوت زوجۂ اولٰی خالد نے عقد ثانی کیا اس سے بھی اولاد ہے اب خالد نے اولاد زوجۂ اولٰی کو مکان سے نکال دیا اور جملہ حقوق سے محروم کیا اور ذمہ خالد کے مہر زوجۂ اولٰی کا واجب الادا ہے۔ پس اس صورت میں اولاد زوجۂ اولٰی مستحق پانے مہر وغیرہ

---

[1] صحیح البخاری کتاب الفرائض باب میراث الولد من ابیہ وامہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۹۷
صحیح مسلم " " " " " " ۲/ ۳۴
[2] مرقاۃ المفاتیح کتاب البیوع باب الفرائض حدیث ۳۰۴۲ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۶/ ۲۳۰

Marfat.com

مادر متوفیہ اپنی کے خالد سے ازروئے شرع شریف ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مہر جبکہ کُل یا بعض ذمۂ شوہر واجب الادا ہو اور عورت بے ابرا و معافی معتبر شرعی مرجائے تو وہ مثل دیگر دیون و اموال متروکہ زن ہوتا ہے اگر شوہر بعد کو زندہ رہے تو وہ خود بھی اُس سے اپنا حصّہ شرعی حسب شرائط مقررہ علم فرائض پاتا ہے جبکہ عورت کا ترکہ قابل تقسیم ورثہ ہو یعنی عورت پر کوئی دین ایسا نہ ہو جو اس کے تمام متروکہ نقد و دین وجائداد کو محیط و مستغرق ہو ورنہ شوہر خواہ کوئی وارث بذریعہ وراثت مہر خواہ دیگر متروکہ سے کچھ پانے کے مستحق نہ ہونگے سب ادائے دین مورثہ میں صرف کیا جائے گا لقولہ تعالیٰ من بعد وصیة یوصین بہا او دین[1] (اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے "اس وصیت کے بعد جو وہ کر گئیں اور قرض کے بعد"۔ ت) پس صورت مستفسرہ میں زوجۂ اولیٰ پر اگر ایسا دَین تھا تو کُل مہر جس قدر ذمۂ خالد واجب الادا ہے اس سے وصول کرکے زن متوفاۃ کے قرضخواہوں کو دیں اور اگر ایسا نہیں تو جس قدر دَین غیر محیط عورت پر ہو اس کے کُل متروکہ مہر وغیرہ سے ادا کرکے باقی کے ثلث میں اس کی وصیت اگر اُس نے کی ہو نافذ کرکے باقی کا ایک ربع خالد پر سے ساقط کریں کہ یہ خود اس کا حصہ ہوا اور تین ربع دیگر وارثانِ زن کو دیں خواہ یہی پسر و دختر ہوں یا ان کے ساتھ اور بھی مثل مادر و پدر زن یا اس کے جد صحیح وجدہ صحیحہ علیٰ قضیة الفرائض اللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۷۴ از بھیڑی متصل مسجد لب سڑک مرسلہ مولوی مقیم الدین صاحب مصنف اسلام کھنڈ ۱۳ صفر ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی بی بی فوت ہوئی اور اس کے بعد ایک لڑکا اور ایک لڑکی جو اس سے تھے وہ بھی فوت ہوگئے۔ اب متوفیہ کے باپ کی جائداد متروکہ میں سے جو اس کے بھائی اور ماں کے قبضہ میں ہے متوفیہ کے شوہر کو ازروئے شرع شریف حصّہ مل سکتا ہے یا نہیں ؟ اگر مل سکتا ہے تو کس حساب سے ؟ اور متوفیہ کے ماں اور بھائی اس کے شوہر سے اگر اس نے معاف نہ کیا ہو زرِ مہر پانے کے مستحق ہیں یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ہندہ یعنی زن متوفاۃ کا بھائی اس کے مہر وغیرہ متروکہ سے کسی شئی کا مستحق نہیں اور لیلیٰ یعنی

---

[1] القرآن الکریم ۴/۱۲

Marfat.com

مادرِ ہندہ ضرور اپنا حصّہ مہر شوہرِ ہندہ سے پانے کی مستحق ہے یونہی زید یعنی شوہرِ ہندہ اپنا حصہ ہندہ کے اس ترکہ سے جو اس نے متروکہ پدری سے پایا مادر و برادرِ ہندہ سے لینے کا استحقاق رکھتا ہے۔ باقی رہا یہ کہ لیلیٰ کا مہر اور زید کا اُس ترکہ میں کتنا حق ہے؟ اس کی تعیین تفصیل ورثۂ ہندہ پر موقوف تھی سائل نے کچھ نہ بتایا کہ عمرو وسلمٰی یعنی پسر و دخترِ ہندہ کی شادیاں ہوئی تھیں یا نہیں، اُن کے بعد عمرو کی زوجہ یا سلمٰی کا شوہر یا کسی کی کچھ اولاد رہی یا نہیں، اگر رہی تو از قسم اناث تھی یا کیا، بر تقدیرِ اول ایک دختر تھی یا متعدد، پھر ان وارثانِ عمرو وسلمٰی میں اگر تھے کسی ایسے کا انتقال ہوا یا نہیں جس کی موت سے لیلیٰ کا حصہ بڑھے، ہوا تو کتنوں کا، کس ترتیب سے، کیا کیا وارث چھوڑے۔ ان صور کے اختلاف سے زید و لیلیٰ کے استحقاق میں یہ اختلاف پڑے گا کہ اُن میں ہر ایک ترکۂ عمرو وسلمٰی سے کبھی سدس پائے گا کبھی کم کبھی زائد، اور بعض صورتوں میں زید کے لئے پانچ سدس ہوں گے لہذا تعیین نہیں کیا جا سکتی کہ زید و لیلیٰ ترکہ و مہرِ ہندہ سے کس کس قدر کے مستحق ہوئے۔ اجمالاً اتنا کہہ سکتے ہیں کہ ہندہ کو جو کچھ ترکۂ پدری سے ملا زیور و مہر وغیرہا اور جو کچھ اس کا ذاتی تھا بر تقدیرِ عدمِ موانعِ ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین و تقدیمِ دَین و وصیت چھتیس ٣٦ سہام ہو کر نو ٩ سہم زید اور چھ ٦ لیلیٰ اور چودہ ١٤ عمرو اور سات ٧ سلمٰی کو ملیں گے، اور جو کچھ عمرو وسلمٰی کو ملا وہ ان کے ورثہ پر تقسیم ہو گا جن میں زید و لیلیٰ بھی ضرور مستحق یا صرف یہی دونوں مستحق ہوں گے، بہرحال وہ چہارم کہ زید نے ترکۂ ہندہ سے پایا اور جو جو حصّہ اُسے ترکۂ عمرو وسلمٰی سے ملا اس کے مجموع کا مطالبہ وُہ اس ترکۂ ہندہ سے کر سکتا ہے جو قبضۂ مادر و برادرِ ہندہ میں ہے اور وہ چھٹا حصہ کہ لیلیٰ نے مہرِ ہندہ سے پایا اور جو کچھ اسے حصہ عمرو وسلمٰی سے پہنچا منجملہ مہر اس مجموع کا مطالبہ لیلیٰ زید سے کر سکتی ہے اگر صورت یہ ہو کہ عمرو وسلمٰی نے سوا زید و لیلیٰ کے کوئی وارث نہ چھوڑا ہو تو کل متروکۂ ہندہ مہر وغیرہ سب بہتّر ٧٢ سہام ہو کر انیس ١٩ سہم لیلیٰ اور ترپن ٥٣ زید کو ملیں گے اس صورت میں زید مادر و برادرِ ہندہ سے منجملہ حصہ ہندہ از ترکہ پدری ٥٣/٧٢ لینے کا مستحق ہے اور لیلیٰ منجملہ مہر زید سے ١٩/٧٢، کما لا یخفی علی من یعرف التخریج (جیسا کہ اس شخص پر مخفی نہیں جو تخریج کی پہچان رکھتا ہے۔ ت)

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ٧٥ ٢٥ رجب ١٣٠٩ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے تین ٣ پسر دو ٢ دختر ایک زوجہ تھی زوجہ نے انتقال کیا عمرو پسر کلاں نے کہ ماں اُسی کے ساتھ رہتی تھی بے اذن زید بطور خود اپنی والدہ کی تجہیز و تکفین

Marfat.com

کی جب زید کا وقت انتقال قریب آیا اس نے تیس روپیہ قرض لے کر اپنے منجھلے پسر بکر کو کہ زید اس کے ساتھ رہتا تھا دیئے کہ کفن و دفن میں اٹھا! اب تقسیم جائداد زید پر منازعت ہے۔ عمرو کہتا ہے والد نے تیس روپے اپنی تجہیز کے لئے بکر کو دیئے تھے میں نے والدہ کی تجہیز و تکفین کی اس کے تیس روپیہ میں ترکہ والدہ سے لوں گا خالد پسر خورد کہتا ہے والد نے اور بھائیوں کی شادی خود کی میری شادی نہ ہوئی اس کا صرف علاوہ حصہ شرعیہ کے ترکہ والد سے مجھ کو ملے، اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے اور پسر کلاں و خورد کے یہ دونوں دعوے قابلِ سماعت ہیں یا نہیں؟ بیّنوا و توجروا (بیان فرمایئے اور اجر پایئے۔ ت)

الجواب

دونوں دعوی باطل و ناقابلِ سماعت ہیں عورت کی تجہیز و تکفین اگرچہ مذہب مفتی بہ میں مطلقاً ذمۂ شوہر لازم ہے تو بکر نے اپنے باپ کا واجب ادا کیا مگر جب کہ یہ فعل اس کا بطور خود بے اذن پدر تھا تو وہ اس کی طرف سے تبرع یعنی احسان اور ایک نیک سلوک ٹھہرے گا جس کا معاوضہ پانے کا وہ ماں یا باپ کسی کے ترکہ سے استحقاق نہیں رکھتا۔ تنویر الابصار میں ہے:

اختلف فی الزوج والفتوٰی علی وجوب کفنھا علیہ وان ترکت مالا۔[1]

زوج کے بارے میں اختلاف کیا گیا اور فتوی اس پر ہے کہ بیوی کا کفن خاوند پر واجب ہے اگرچہ بیوی نے مال چھوڑا ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لوکفنہ الحاضر من مالہ لیرجع علی الغائب منھم بحصتہ فلا رجوع لہ ان انفق بلا اذن القاضی حاوی الزاھدی واستنبط منہ الخیر الرملی انہ لوکفن الزوجۃ غیرہ وجھا بلا اذنہ

اگرچہ حاضر نے میت کو اپنے مال سے اس نیت سے کفن پہنایا کہ غائب وارثوں پر اُس کے حصہ کا رجوع کریگا تو اس کو رجوع کا حق نہیں ہوگا اگر اس نے قاضی کی اجازت کے بغیر کفن پر خرچ کیا ہو۔ یہ حاوی الزاہدی میں ہے۔ اسی سے علامہ خیر الدین رملی نے استنباط کیا کہ اگر بیوی کو خاوند کے غیر نے خاوند اور قاضی کی اجازت کے

---

[1] الدرالمختار شرح تنویر الابصار کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ الجنازۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۱

Marfat.com

ولا اذن القاضی فھو متبرع[1]

بغیر کفن پہنایا تو وہ اس میں احسان کرنے والا قرار پائے گا۔ (ت)

اسی طرح شادی کا صرف مانگنا محض بے معنی ہے جس کی شرع مطہر میں کچھ اصل نہیں مصارفِ شادی زید پر دَین نہ تھے کہ اس کے ترکہ سے لئے جائیں کما لایخفٰی علٰی احد ممن لہ مساس بالعلم (جیسا کہ علم سے مس رکھنے والے کسی شخص پر پوشیدہ نہیں۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۷۶ ۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محمدی بیگم فوت ہوئی، ایک بہن کی دو دختر زینب و سکینہ، اور دوسری بہن کے دو پسر ایک دختر خالد، ولید، ہندہ، اور بھائی کی ایک دختر ہاجرہ وارث چھوڑے۔ یہ سب بہن بھائی حقیقی تھے تو ترکہ محمدی بیگم کا ان پر کس طور سے تقسیم ہوگا؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

برتقدیر صدق مستفتی و عدم موانع ارث و وارث آخر و تقدیم دَین و وصیت ترکہ محمدی بیگم کا انچاس ۴۹ سہام پر منقسم ہوکر چودہ ۱۴ سہم ہاجرہ ۵ اور پانچ پانچ زینب و سکینہ و ہندہ اور دس دس خالد و ولید کو ملیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم

صورۃ القسمۃ ھکذا (تقسیم کی صورت اس طرح ہے۔ت)

مسئلہ ۷ × ۷ = ۴۹ محمدی بیگم

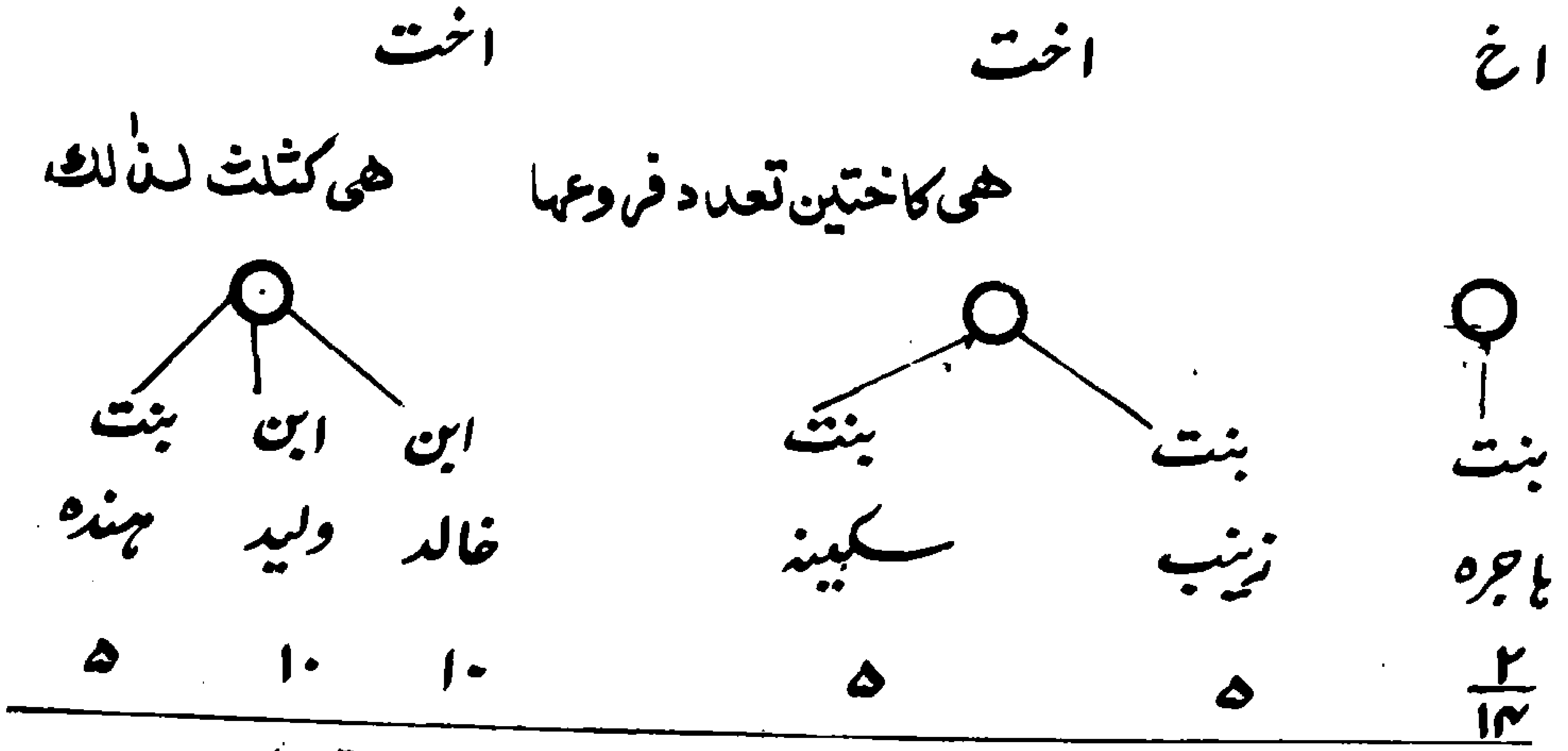

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ الجنائز داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۸۰ و ۵۸۱

Marfat.com

مسئلہ از ملک بنگالہ ضلع بردوان ڈاکخانہ گدا موضع کدمیہ مرسلہ محمد مسلم صاحب ۲۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت فوت ہوئی اس نے کوئی وارث نہ چھوڑا سوائے زوج البنت واخت الزوج وابن عم الزوج کے، آیا انھیں کو ملے گا بطور وراثت یا بطور استحقاق بیت المال؟ اس زمانہ میں بیت المال نہیں ایسا مال مہتمم مدرسہ کو دیا جائے کہ وہ حوائج مدرسہ میں خرچ کرے، جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

جبکہ میّت کا کوئی وارث شرعی موصی لہ بجمیع المال تک نہ ہو تو جو کچھ اس کی تجہیز و تکفین و ادائے دیون سے بچے فقرائے بیکس و بے قدرت عاجزین مسلمین کو دیا جائے۔ ان تین شخصوں میں اگر کوئی اس طرح کا ہو تو اُسے دیں، اور اگر داماد فقیر عاجز ہو تو وہ مستحق تر ہے اسے دینا انسب ہے کہ وہ سب سے زیادہ عورت کا قریب ہے، داماد محرم و مانندِ پسر ہوتا ہے۔ اس مال کا مہتمم مدرسہ کو ایسے خرچ مدرسہ کے لئے دینا جو مصرفِ مذکور سے جُدا ہو عامۂ کتب کے خلاف ہے۔ درمختار میں ہے:

بیوت المال اربعۃ (الٰی قولہ) ورابعھا الضوائع "مثل ما لا یکون لہ اناس وارثونا" ثم قال ورابعھا فمصرفہ جھات تساوی النفع فیھا المسلمونا[1]۔ قال فی ردالمحتار لکنہ مخالف لما فی الھدایۃ والزیلعی فان الذی فی الھدایۃ وعامۃ الکتب ان الذی یصرف فی مصالح المسلمین ھو الثالث اما الرابع فمصرفہ اللقیط الفقیر والفقراء الذین لا اولیاء لھم کما فی الزیلعی وغیرہ عامۃ

بیت المال کی اقسام چار ہیں (ماتن کے اس قول تک کہ) ان میں چوتھی قسم گری پڑی اشیاء ہیں جیسے وہ مال جس کا سرے سے کوئی وارث نہ ہو۔ پھر کہا اس کا مصرف وہ جہتیں ہیں جن کے نفع میں تمام مسلمان برابر ہوں، ردالمحتار میں کہا لیکن یہ اس کے مخالف ہے جو کچھ ہدایہ اور زیلعی میں ہے، کیونکہ ہدایہ و عام کتابوں میں ہے کہ جو کچھ مسلمانوں کی مصلحتوں پر خرچ کیا جاتا ہے وہ تیسری قسم ہے۔ چوتھی قسم کا مصرف تو وہ لقیط ہے جو محتاج ہو اور وہ فقراء ہیں جن کا کوئی ولی نہیں ہوتا جیسا کہ زیلعی وغیرہ عام کتابوں میں

[1] الدرالمختار کتاب الزکوٰۃ باب العشر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۰

Marfat.com

الکتب[1] اھ مختصرا وتمام تحقیقہ البازغ فیما علقناعلیہ ۔ واللہ سبحنہ و تعالٰی اعلم۔

ہے اھ اختصار، اور اس کی مکمل روشن تحقیق ردالمحتار پر ہماری تعلیق میں ہے۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۷۸ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع اس مسئلہ میں کہ بکر نے انتقال کیا اور اپنی ملکیت سے دو مکان زنانے اور ایک مردانہ اور ایک کھپریل بقیمت مبلغ ۳۰ عہ اور ایک درخت نیب بقیمت مبلغ آٹھ روپے کا چھوڑا۔ زید اور عمرو مکانات مذکور پر بتقسیم مساوی کہ ایک مکان خاص زید کا اور ایک خاص عمرو کا' اور نشست گاہ اور کھپریل اور درخت نیب پر مشترک قابض ہوئے، زید نے خاص اپنا کہ جس میں صرف دو کوٹھے تھے فروخت کردیا بعد چند روز کے فوت ہوگیا' اولاد زید کی عرصہ تیس ۳۰ برس تک مکانات مشترکہ اور درخت نیب وکھپریل پر قابض رہے اور سکونت بھی مکان خاص عمرو میں اپنے چچا کے پاس رہے، قضاءً عمرو اور اولادِ زید میں نااتفاقی ہوئی، اولادِ زید نے جدا ہوکر دوسری جگہ سکونت اختیار کی بعد چند روز کے عمرو بھی فوت ہوگیا تب اولادِ عمرو نے وہ سب مکانات اور درخت نیب تین حصہ مساوی پر آپس میں تقسیم کرلیا، اولادِ زید کو کچھ آیا بوجہ جدا ہوجانے اور قبضہ چھوڑ دینے کے اولادِ زید کا حق نہ رہا۔

الجواب

نہ جُدا ہوجانے سے حق ساقط ہوسکتا ہے نہ قبضہ چھوڑ دینے سے نشست گاہ اور کھپریل اور درخت میں نصف اولادِ زید کا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۹ ۱۱ ذی الحجہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ ہندہ فوت ہوئی اور زینب اخت علٰی اور زید پسر ہمشیرہ اور عمرو پسر برادر حقیقی اور خالد برادر علاتی اور شوہر وارث چھوڑے، پس تقسیم ترکہ کس طرح ہوگی؟ بیّنوا توجروا

الجواب

برتقدیر صدق مستفتی وعدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین وتقدیم امور

---

[1] ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ باب العشر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۸

Marfat.com

مقدمہ علی المیراث کالدین والوصیۃ ترکہ ہندہ کا دو سہام پر منقسم ہو کر ایک سہم شوہر اور ایک حقیقی خواہر کو ملے گا باقی کوئی کچھ نہ پائے گا، بھانجا تو ذوی الارحام سے ہے اور بھتیجا بھائی کے ہوتے محروم بھائی عصبہ تھا اہل فرائض یعنی شوہر و خواہر سے جو بچتا لیتا مگر ان سے کچھ باقی بچا ہی نہیں لہذا کچھ نہ پہنچا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از الٰہ آباد کچہری دیوانی مرسلہ شیخ رضی الدین صاحب وکیل ۴ محرم ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین فرقہ سنت و جماعت بیچ اس مسئلہ کے کہ شیخ معین الدین نے انتقال کیا اور مسماۃ مینا بی بی ایک زوجہ لاولد اور مسماۃ عائشہ بی بی ایک خالہ علاتی یعنی نانا کی دختر دوسری ماں سے جو متوفی کی حقیقی نانی نہ تھی اور مسماۃ مصری بی بی ایک خالہ عینی کے تین پسر اور ایک دختر اور مسماۃ برکت النساء بی بی دختر عم حقیقی متوفی کو چھوڑا اور بعد فوت شیخ معین الدین مذکور کے مسماۃ برکت النساء بی بی بھی تین۳ پسر و تین۳ دختر چھوڑ کر فوت ہو گئی پس ایسی صورت میں املاک متروکہ شیخ معین الدین متوفی از روئے شرع شریف حنفی کے کس کس کو کس کس قدر پہنچے گا و ملے گا؛ فتوٰی بحوالہ عبارت کتاب کے ارقام و مرحمت فرمایا جائے۔ بیّنوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں بر تقدیر عدم موانع ارث و وارث آخر و تقدیم مہر و دیون و وصایا ترکہ شیخ معین الدین کا چار سہام پر منقسم ہو کر ایک سہم زوجہ اور تین سہم عائشہ کو ملیں گے اور مصری کی اولاد یا برکت النساء کے لئے کچھ نہیں۔ شرعاً ذوی الارحام کے ہر صنف بلکہ عصبات کی بھی ہر نوع میں یہ حکم عام ہے کہ قرب درجہ مطلقاً موجب ترجیح ہے ایک صنف کے ذوی الارحام یا ایک نوع کے عصبات میں جسے میّت تک انتساب میں وسائط کم ہوں گے وہ کثیر الوسائط پر ہمیشہ مقدم رہے گا اگرچہ دوسرا قوت قرابت یا ولدیت عصبہ رکھتا ہو مثلاً برادر علاتی ابن الاخ عینی سے مقدم ہے اور بنت خالہ ابن ابن العم پر مرجح ہے وھکذا شریفیہ میں ہے:

اولٰھم بالمیراث اقربھم الی المیت من ای جھۃ کان ای سواء کان الاقرب من جھۃ الاب اومن غیر جھتہ فاولاد العمۃ اولٰی من اولاد

ان میں سے میراث کا زیادہ حقدار وہ ہوگا جو میت کے زیادہ قریب ہو چاہے کسی بھی جہت سے ہو یعنی برابر ہے کہ وہ زیادہ قریب باپ کی جانب سے ہو یا ماں کی جانب سے۔ چنانچہ پھوپھی کی اولاد، خالہ کی اولاد کی اولاد سے

Marfat.com

اولاد الخالۃ و بالعکس لوجود الاقربیۃ مع اختلاف الجہۃ اھ[1] مختصرًا۔

اولٰی ہوگی اور یوں ہی اس کے برعکس کیونکہ جہت مختلف ہونے کے باوجود اقربیت پائی گئی اھ مختصرًا (ت)

درمختار میں ہے:

یقدم الاقرب فی کل صنف[2]

ہر صنف میں زیادہ قُرب رکھنے والے کو مقدم کیا جائے گا۔ (ت)

اور شک نہیں کہ خالہ بنت العم سے اقرب ہے، خالہ کے معنی ہیں خواہر[1] مادر[2] میت اور بنت العم کے معنی دختر[1] برادر[2] پدر[3] میت و لہذا بنت العم ابن الخالہ یا بنت الخالہ پر مقدم نہیں ہوتی دونوں ایک درجے میں رکھی جاتی ہیں۔ حل المشکلات علامہ القروی میں ہے:

من مات وترك بنت عم لابوین و ابن خال لاب او لام فالمال بین الفریقین اثلاثا ثلثا المال للبنت لانھا من جانب الاب و ثلثہ للابن لانہ من جانب الام[3]

جو شخص حقیقی چچا کی بیٹی اور علاتی یا اخیافی ماموں کا بیٹا چھوڑ کر فوت ہوا تو اس کا مال دونوں فریقوں میں تہائیوں کے اعتبار سے تقسیم ہوگا، دو تہائی بیٹی کو ملیں گے کیونکہ وہ باپ کی جانب سے ہے اور ایک تہائی بیٹے کو ملے گا کیونکہ وہ ماں کی جانب سے ہے۔ (ت)

اور جب بنت العم اولادِ خالہ سے مساوی الدرجہ ہوئی تو خالہ سے بالبداہۃ نیچے درجے میں ہوئی اور جب بنت العم نے بوجہ ولدیت عصبہ اولادِ خالہ پر ترجیح نہ پائی کہ حیز قرابت مختلف ہے تو خالہ کے ہوتے ہوئے اس کی ولدیت عصبہ بدرجۂ اولٰی ساقط الاعتبار ٹھہری۔ سراجیہ و شریفیہ میں ہے:

ان استووا فی القرب ولکن اختلف حیز قرابتھم بان کان بعضھم

اگر وُہ قرب میں برابر ہوں لیکن جہت قرابت میں مختلف ہوں مثلاً ان میں سے بعض باپ

---

[1] الشریفیۃ شرح السراجیۃ کتاب الفرائض باب ذوی الارحام مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۱۱۷

[2] الدرالمختار " باب توریث ذوی الارحام مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۶۴

[3] حل المشکلات

Marfat.com

من جانب الاب وبعضهم من جانب الام فلا اعتبار ههنا لقوة القرابة ولا لولد العصبة فی ظاهر الروایة فبنت العم لاب وام لیست اولٰی من بنت الخالة لعدم اعتبار کون بنت العم ولد العصبة اھ[1] باختصار۔

کی جانب سے اور بعض ماں کی جانب سے ہوں تو یہاں قرابت کی قوت اور عصبہ کی اولاد ہونے کا ظاہر الروایہ کے مطابق کوئی اعتبار نہیں ہوگا، لہذا حقیقی چچا کی بیٹی خالہ کی بیٹی سے اولٰی نہیں ہوگی کیونکہ یہاں چچا کی بیٹی کا اولادِ عصبہ ہونا معتبر نہیں ہے اھ اختصار (ت)

بالجملہ خالہ اگر علاتیہ صنف رابع میں ہے اور بنت العم حکماً اولاد صنف رابع کے مثل ہے حاشیہ علامہ طحطاوی علی الدر المختار میں ہے:

حکم بنات الاعمام حکم اولاد الصنف الرابع[2]

چچوں کی بیٹیوں کا حکم صنفِ چہارم کی اولاد کے حکم کی طرح ہے۔ (ت)

اور صنف رابع اولاد صنف رابع پر بالاجماع مقدم ومرجح ہے کما لا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۱

۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۱۷ھ — مرسلہ محمد عبدالصبور

جناب مولوی صاحب قبلہ فیض رسان دام ظلہم، بعد تسلیم کے عرض خدمت فیض درجت میں یہ ہے کہ ایک شخص کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے اور ایک نواسے کو بیٹا بنایا ہے اب وہ شخص اپنی حیات میں اپنا مال واسباب تقسیم کرنا چاہتا ہے اور یہ دریافت کرتا ہے کہ نواسے کو مثل بیٹے کے جو اسباب وغیرہ تقسیم کرکے دُوں تو اس کا مواخذہ میرے ذمّے تو نہ ہوگا کہ بیٹی کے مقابلے میں نواسے کو بھی مثل بیٹے کے حصّہ دیا ہے اس کا فتوٰی صحیح طور پر مہر لگا کر مرحمت فرمائیے گا تاکہ اس پر عمل کیا جائے۔

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مہر وغیرہ دَین جو کچھ ادا کرکے جو باقی بچے تین حصے برابر کردیجئے، ایک پسر، ایک دختر، ایک نواسے کو، اس میں کوئی مواخذہ یا کسی کی حق تلفی نہ ہوگی، زندگی میں

---

[1] الشریفیۃ شرح السراجیۃ کتاب الفرائض باب ذوی الارحام مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۱۱۹

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار " باب توریث ذوی الارحام مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۴۰۱

Marfat.com

جو اولاد پر تقسیم کی جائے اس میں بیٹا، بیٹی دونوں برابر رکھے جاتے ہیں اکہرے دوہرے کا تفاوت بعد موت ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۲ از فیروزپور مرسلہ مولوی غلام صدیق نائب مدرس مدرسہ شاہی ضلع بریلی
۲۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ہندہ کو قابلِ نکاح سمجھ کر اپنے نکاح میں لایا اور ہمبستر ہوا یہاں تک کہ ہندہ کو حمل رہا اس کے بعد زید پر واضح ہوا کہ ہندہ نے دھوکا دیا وہ عمرو کی منکوحہ ہے زید نے اسے اپنے یہاں سے نکال دیا ہندہ نے اپنے شوہر عمرو کو کچھ دے کر طلاق لی اور بعد تین مہینے گزرنے کے پھر زید کے پاس آئی زید نے اب اسے رکھ لیا اور حمل مذکور سے لڑکا بھی پیدا ہو لیا تھا مگر اب بعد طلاق اس سے نکاح نہ کیا اس پر لوگ انگشت نما ہوئے زید نے پھر عورت کو نکال دیا اس نے تیسرے شخص سے نکاح کر لیا اب زید کا انتقال ہوا ایک یہی لڑکا جو یقیناً زید کے نطفہ سے ہے اور چار لڑکیاں اور ایک بھائی ایک بھتیجا ایک چچازاد بہن وارث چھوڑے، اس صورت میں ترکہ زید کا کس طرح منقسم ہوگا اور یہ لڑکا اس کا وارث ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں یہ لڑکا شرعاً زید کا بیٹا اور اس کا وارث ہے منکوحۂ غیر سے نکاح جبکہ ناکح کو اس کا نکاحِ غیر میں ہونا معلوم نہ ہو نکاح باطل نہیں بلکہ فاسد ہے۔

فی ردالمحتار عن البحر عن المجتبٰی اما نکاح منکوحۃ الغیر ومعتدتہ فالدخول فیہ لایوجب العدۃ ان علم انہا للغیر لانہ لم یقل احد بجوازہ فلم ینعقد اصلا قال فی البحر فعلی ھذا یفرق بین فاسدہ وباطلہ فی العدۃ ولھذا یجب الحد مع العلم

ردالمحتار میں بحر سے بحوالہ مجتبٰی منقول ہے غیر کی منکوحہ یا غیر کی معتدہ سے نکاح ہوا تو اس میں دخول عدت کو واجب نہیں کرتا اگر ناکح جانتا ہو کہ یہ غیر کی منکوحہ یا معتدہ ہے کیونکہ اس کے جائز ہونے کا قول کسی نے بھی نہیں کیا، چنانچہ یہ نکاح بالکل منعقد نہیں ہوتا۔ بحر میں کہا اسی بنیاد پر عدت کے بارے میں نکاحِ فاسد اور نکاحِ باطل کے درمیان فرق کیا جاتا ہے۔ اسی لئے حرمت کا علم ہونے کے

Marfat.com

بالحرمة لانہ زنا کما فی القنیۃ وغیرھا[1]

باوجود ایسا کرنے والے پر حد واجب ہوتی ہے کیونکہ یہ زنا ہے جیسا کہ قنیہ وغیرہ میں ہے (ت)

اور ایسی صورت میں مذہب مفتی بہ پر حتی الامکان بچہ اسی ناکح ثانی بنکاح فاسد کا قرار پاتا ہے نہ شوہر اول صاحب نکاح صحیح کا۔

فی الدر المختار غاب عن امرأتہ فتزوجت بآخر وولدت اولادا ثم جاء الزوج الاول فالاولاد للثانی علی المذھب الذی رجع الیہ الامام وعلیہ الفتوی کما فی الخانیۃ والجوھرۃ والکافی وغیرھا وفی حاشیۃ شرح المنار لابن الحنبلی وعلیہ الفتوی ان احتملہ الحال[2] فی رد المحتار قولہ غاب عن امرأتہ شامل لما اذا بلغھا موتہ او طلاقہ فاعتدت وتزوجت ثم بان خلافہ ولما اذا ادعت ذلک ثم بان خلافہ ح[3] اھ وفیہ حکم الدخول فی النکاح الموقوف کالدخول فی

درمختار میں ہے کوئی شخص بیوی کو چھوڑ کر غائب ہوگیا اس نے دوسرے شخص سے شادی کرکے اولاد جنی، پھر پہلا خاوند آگیا تو اس مذہب کے مطابق جس کی طرف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی نے رجوع فرمایا اولاد دوسرے خاوند کی ہوگی، اور اسی پر فتوٰی ہے۔ جیسا کہ خانیہ، جوہرہ اور کافی وغیرہ میں ہے۔ ابن الحنبلی کی شرح منار کے حاشیہ میں ہے اور اس پر فتوٰی ہے اگر حال اس کا احتمال رکھتا ہو، ردالمحتار میں ہے ماتن کا قول کہ "وہ بیوی چھوڑ کر غائب ہوگیا" یہ اس صورت کو شامل ہے جب بیوی کو خاوند کی موت یا اس کے طلاق دینے کی خبر پہنچی ہو تو اس نے عدت گزار کر شادی کرلی پھر اس کے خلاف ظاہر ہوا، اور اس صورت کو بھی شامل ہے کہ جب اس عورت نے اس کا دعوٰی کیا ہو پھر اُس کے خلاف ظاہر ہوا ہو (ح) الخ۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الطلاق باب العدۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۰۷

[2] الدرالمختار 〃 فصل فی ثبوت النسب مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۳

[3] ردالمحتار 〃 〃 〃 〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۳۱

Marfat.com

الفاسد فیسقط الحد و یثبت النسب و یجب الاقل من المسمّی و من مهر المثل[1] الخ۔

اور اسی میں نکاحِ موقوف میں دخول کا حکم نکاحِ فاسد میں دخول کے حکم کی طرح ہے، چنانچہ اس سے حد ساقط ہوگی، نسب نامہ ثابت ہوگا اور مقررہ مہر اور مہر مثل میں سے جو اقل ہوگا وہ واجب ہوگا الخ (ت)

اور جب شرعًا اُس کا نسب زید سے ثابت، اور وہ زید کا بیٹا ہے، تو وارث ہونے میں شبہہ کیا ہے حیث لا مانع من الارث (اس لئے کہ میراث سے کوئی مانع موجود نہیں۔ ت) پس بر تقدیرِ عدم وارث آخر و تقدیم دین و وصیت ترکۂ زید چھ سہام پر منقسم ہوکر دو سہم یہ لڑکا اور ایک ایک سہم ہر ایک بیٹی پائے گی اور بھائی بھتیجا بہن کوئی کچھ نہ پائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۳ از ریاست عثمان پور ضلع بارہ بنکی مرسلہ شیخ محمد عنایت حسین صاحب ۳۰ رمضان ۱۳۱۷ھ

چہ می فرمایند علمائے دین اطہر و مفتیان شرع مطہر اندریں مسئلہ کہ مسمی زید سہ پسر دارد بکر، عمرو، خالد۔ خالد را شخصے لاولد بہ تبنیت گرفت و قائم مقام جائز خود نمود، دریں صورت خالد از متروکہ پدری شرعی حصہ ہم خواہد یافت یا محروم الارث خواہد شد فقط۔

کیا فرماتے ہیں دینِ اطہر کے علماء اور شرعِ مطہر کے مفتی حضرات اس مسئلہ میں کہ زید نامی شخص کے تین بیٹے ہیں: بکر، عمرو اور خالد۔ خالد کو ایک بے اولاد شخص نے اپنا بیٹا بنالیا اور اس کو اپنی اولاد کے قائم مقام کر لیا۔ اس صورت میں خالد اپنے باپ کے ترکہ سے بھی شرعی حصّہ پائے گا یا اس کی میراث سے محروم ہوگا فقط؟

الجواب

پسر خواندہ نہ چنیں کس را پسر می شود نہ خود بے علاقہ از پدر ان الحقائق لا تغیّر، شرعًا وارث پدر

منہ بولا بیٹا نہ ایسے شخص کا بیٹا ہوتا ہے اور نہ ہی اپنے باپ سے بے تعلق ہوتا ہے کیونکہ حقیقتوں میں تغیّر نہیں ہوتا۔ شرعی طور

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح باب المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۵۰

Marfat.com

ست نہ اینکس دیگر۔ خواستہ اش حسب
خواستہ است کہ وصیت کرد بدست متبنی
آمدہ باشد این وراثت نیست الا لاوصیۃ
لوارث[1] قال اللہ تعالیٰ و ما
جعل ادعیاء کم ابناء کم[2]
الیٰ قولہ تعالیٰ ادعوھم
لاٰبائھم ھو اقسط
عند اللہ الاٰیۃ[3]، و قال
اللہ تعالیٰ یوصیکم
اللہ فی اولادکم للذکر
مثل حظ الانثیین[4]
نیست خاصہ تبنی کسے از
موانع ارث ارث پسر از پدر
وھذا اظھر من ان یظھر
واللہ تعالیٰ اعلم۔

پر وہ اپنے باپ کا وارث ہے نہ کہ اس
دوسرے شخص کا جس نے اس کو منہ بولا بیٹا
بنایا ہے۔ اگر دوسرا شخص چاہے تو
منہ بولے بیٹے کے حق میں وصیت کر دے
تاکہ اس کا مال اس کے منہ بولے بیٹے کے
ہاتھ میں آجائے۔ اور یہ وراثت نہ ہوگی خبردار
وارث کے لئے وصیت نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ نے
نے فرمایا: "اور اللہ تعالیٰ نے تمھارے لےپالکوں
کو تمھارا بیٹا نہیں بنایا" (اللہ تعالیٰ کے اس
ارشاد تک) "انھیں ان کے باپ ہی کا کہہ کر
پکارو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ ٹھیک ہے" الآیۃ،
اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اللہ تمھیں حکم دیتا ہے
تمھاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ
دو بیٹیوں کے برابر ہے"۔ اور کسی کا منہ بولا
بیٹا بن جانا اس کے لئے باپ کی میراث سے
مانع نہیں ہوتا۔ اور یہ بات سب سے زیادہ
ظاہر ہے، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے (ت)

مسئلہ ۴۲ ۵ شوال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے تین زوجہ لیلیٰ، سلمیٰ، سعاد اور ایک ماموں زاد بھائی عمرو اور ایک خالہ زاد بہن جمیلہ اور ایک پھپھی زاد بہن حسینہ چھوڑ کر انتقال کیا

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب الوصایا باب لاوصیۃ لوارث ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹۹
[2] القرآن الکریم ۳۳/۴
[3] " " ۳۳/۵
[4] " " ۴/۱۱

Marfat.com

اور اس کی زوجہ سلمٰی عمرو کی حقیقی بہن ہے اور دوسری زوجہ سعاد جمیلہ کی حقیقی بہن ہے، اس صورت میں ترکہ زید کا کس طرح تقسیم ہوگا؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

برتقدیر صدق مستفتی و عدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین وتقدیم مہر ہر سہ[٣] زوجہ و دیگر دیون ووصایا ترکہ زید بہتّر[٧٢] سہم ہو کر اس حساب[عـہ] سے منقسم ہوگا:

مسئلہ ۴ × ۶ — ۲۴ × ۳ — ۷۲

زوجہ	زوجہ وھی بنت خالہ		زوجہ وھی بنت خالہ		ابن الخال	بنت الخالہ	بنت العمۃ
لیلیٰ	سلمیٰ		سعاد				
	فرضا	رحما	فرضا	رحما	عمرو	جمیلہ	حسینہ
٦	٦	٤	٦	٣	٨	٣	٣٦
	١٠		٩				

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۵ ازبشارت گنج بریلی ٦ شوال ١٣١٧ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لفظ عاق بالعین و آق بالالف کے کیا معنی ہیں؟ ایک کاغذ میں زید کے جانب سے زید کے بیٹے کا عاق ہونا لکھا ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں کہ اس کو زید نے لکھا بھی ہے یا نہیں، وہ کاغذ زید کے مرنے کے سَو سوا سو[١٢٥] برس بعد ایک شخص پیش کرتا ہے، آیا وہ قابلِ تسلیم ہے یا نہیں؟ اور زید کا لڑکا اس کاغذ کے رُو سے عاق ہوگا یا نہیں؟ درصورت عاق ہونے کے بھی آیا ترکہ سے محروم ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

'آق' ترکی میں سپید کو کہتے ہیں، اور 'عاق' عربی میں وہ اولاد کہ ماں یا باپ کو آزار پہنچائے

عـہ اس لئے کہ چار سے ایک تینوں زوجہ پر منکسر ہے اور باقی تین سے دو قرابت پدری اور ایک قرابت مادری کو پہنچا اس میں دو خال اور دو خالہ ہیں یا ایک ایک خال و خالہ ہوں تو بوجہ تعدد اولاد بجائے دو خال و دو خالہ ہیں بہرحال یہ ایک چھ پر منقسم ہوگا اس پر منکسر ہے تین اور چھ جن پر انکسار ہوا متداخل ہیں اور چھ عدد اکبر ہے تو اسی کی ضرب چار میں دی گئی اب قرابت مادری کو چھ پہنچے جن میں سے چار اولادِ خال کے لئے ہیں اور وہ ایک ابن ایک بنت ہے چار تین پر منکسر ہوئے ۲۴ میں پھر ۳ کی ضرب سے بہتّر[٧٢] ہوئے ۱۲ منہ۔

Marfat.com

ناحق ناراض کرے۔ کوئی کاغذ بے شہادتِ شرعیہ قابلِ تسلیم نہیں ہوتا، نہ وہ منسوب الیہ کا لکھا قرار پا سکتا ہے۔ ہدایہ میں ہے:

الخط یشبہ الخط فلا یعتبر[1] — خط، خط کے مشابہ ہوتا ہے لہذا اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

لا یعمل بالخط[2] — خط پر عمل نہیں کیا جاتا۔ (ت)

فتاوٰی قاضی خاں میں ہے:

القاضی انما یقضی بالحجۃ والحجۃ ھی البینۃ او الاقرار اما الصك فلا یصلح حجۃ لان الخط یشبہ الخط[3] — قاضی فقط حجت کے ساتھ فیصلہ کرے، اور حجت (دلیل) گواہ ہیں یا اقرار۔ رہی تحریر تو وہ حجت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی کیونکہ خط، خط کے مشابہ ہوتا ہے۔ (ت)

تو پسرِ زید اُس کاغذِ بے ثبوت کے ذریعہ سے ہرگز عاق نہیں ٹھہر سکتا اور جو شخص فی الواقع عاق ہو تو اس کا اثر امورِ آخرت میں ہے کہ اگر اللہ عزوجل والدین کو راضی کرکے اس کا گناہ معاف نہ فرمائے تو اس کی سزا جہنم ہے، والعیاذ باللہ، مگر میراث پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑتا، نہ والدین کا لکھ دینا کہ ہماری اولاد میں فلاں شخص عاق ہے ہمارا ترکہ اُسے نہ پہنچے اصلاً وجہ محرومی ہو سکتا ہے کہ اولاد کا حقِ میراث قرآن عظیم نے مقرر فرمایا ہے۔

قال اللہ تعالٰی یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین[4] — اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ تعالٰی تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے۔ (ت)

والدین خواہ تمام جہان میں کسی کا لکھا اللہ عزوجل کے لکھے پر غالب نہیں آسکتا ولہذا تمام

---

[1] الہدایۃ کتاب الزکوٰۃ باب فیمن یمر علی العاشر المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۱۷۷

[2] الدر المختار کتاب القضاء باب کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۸۳

[3] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الوقف فصل فی دعوی الوقف نولکشور لکھنؤ ۴/۷۴۲

[4] القرآن الکریم ۴/۱۱

Marfat.com

کتب فرائض وفقہ میں کسی نے اسے موانع ارث سے نہ گنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۶ از شہر کہنہ ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ ہندہ فوت ہوئی اُس نے اپنے حقیقی چچا کی ایک دختر کے تین پسر اور تین دختر اور دوسرے حقیقی چچا کی دختر کے دو دختر اور حقیقی پھپی کے دختر کا ایک پسر اور حقیقی ماموں کے دختر کے دو پسر ایک دختر اور اپنے شوہر کے حقیقی بھائی کی دختر اور شوہر کے حقیقی بہن کے دختر کے ایک دختر تین پسر چھوڑے۔ اس صورت میں ترکہ ہندہ کا کس کو پہنچے گا اور کے سہام پر منقسم ہوگا۔ بیّنوا توجروا

الجواب

برتقدیر صدق مستفتی و عدم موانع ارث و انحصار ورثہ فی المذکورین وتقدیم دیون و وصایا ترکہ ہندہ کا دو ہزار آٹھ سو پانچ (۲۸۰۵) سہام پر منقسم ہوکر چچا زاد بہن کے ہر پسر کو تین سو بیس (۳۲۰) اور دونوں چچا زاد بہنوں کی ہر دختر کو ایک سو ساٹھ (۱۶۰) اور پھپی زاد بہن کے پسر کو ایک سو دس (۱۱۰) اور ماموں زاد بہن کے ہر پسر کو تین سو چوہتر (۳۷۴) اور اس کی دختر کو ایک سو ستاسی (۱۸۷) ملیں گے اور شوہر کے بھائی بہن کی اولاد کچھ نہ پائے گی۔

وصورۃ المسألۃ ھکذا (مسئلہ کی صورت اس طرح ہے۔ ت)

مسئلہ ۳ × ۸۵ ل ۲۵۵ × ۱۱ ل ۲۸۰۵

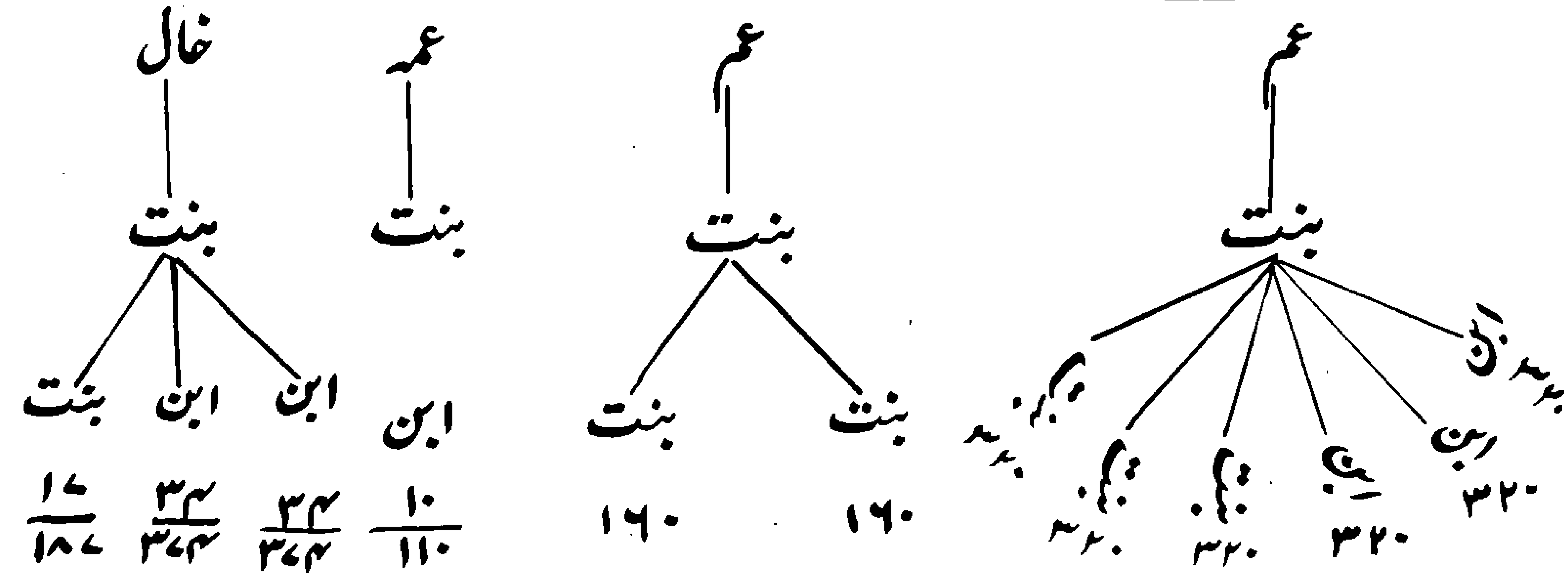

و ذلك لان اصل المسألة من ثلثة اثنان منها لقرابة الاب و واحد لقرابة الام ثم ما اصاب

یہ اس لئے ہے کہ مسئلہ تین سے بنے گا جس میں سے دو حصے باپ کی قرابت اور ایک حصہ ماں کی قرابت کے لئے ہوگا، پھر جو باپ

Marfat.com

قرابة الاب يقسم على اول بطن اختلف
ذكورة وانوثة وهو البطن الاول و
يعتبر في الاصول ابدان الفروع
فالعم الاول ستة اعمام والثاني
عمان والعمة واحدة فهم كسبع
عشرة عمات بينهن و بين
سهمهن اعني اثنين مباينة
وما اصاب قرابة الام و
هو الواحد ينقسم علٰى خمسة
وبينهما ايضا مباينة
فقررنا الرأسين اعني
١٧ و ٥ علٰى حالهما و بينهما
ايضا تبائن فضربنا احدهما
في الآخر كانت ٨٥ ضربناه
في المسئلة بلغت ٢٥٥
منها ٨٥ لفريق الام
منقسم اخماسا ١٧ لبنت
و ٣٤ لكل ابن و مثلاه
اعني ١٧٠ لفريق الاب
منقسما على سبعة عشر
فسهم منها اعني
١٠ للعمة اي لابنها و
هي طائفة الانثٰى عن
هذا الفريق وجمعنا
بالطائفة الذكور منه و

کے قرابت داروں کو ملا وہ اُس پہلے بطن پر
تقسیم ہوگا جو مذکر و مؤنث میں مختلف ہے اور
وہ پہلا بطن ہے، چونکہ یہاں اصول میں فروع
کے ابدان کا اعتبار کیا جاتا ہے لہذا پہلا چچا
(گویا کہ) چھ اور دوسرا چچا (گویا کہ) دو چچے
ہو گئے جبکہ پھوپھی بھی ایک ہے تو اس طرح
یہ سترہ ۱۷ پھوپھیوں کے برابر ہو گئے (کیونکہ ایک چچا
دو پھوپھیوں کے برابر ہوتا ہے) ان سترہ
اور ان کے حصوں یعنی دو میں تباین کی نسبت ہے،
جو ماں کی قرابت کو ملا وہ پانچ پر منقسم ہوگا جبکہ
پانچ اور ان کے حصے یعنی ایک میں بھی تباین کی
نسبت ہے۔ چنانچہ ہم نے دونوں کے رؤس
یعنی ۱۷ اور ۵ کو ان کے حال پر برقرار رکھا
اور ان دونوں میں بھی تباین کی نسبت ہے۔
پھر ہم نے ایک کو دوسرے میں ضرب دی تو
حاصلِ ضرب ۸۵ ہوا جسے اصل مسئلہ (یعنی
تین) میں ضرب دینے سے ۲۵۵ حاصل ہوا
اُس میں سے ۸۵ ماں کی قرابت والے فریق
کو ملیں گے جو پانچ پر منقسم ہوں گے۔ ۱۷ بیٹی کو
اور ۳۴ ہر ایک بیٹے کو دیئے جائیں گے۔ اور
۸۵ کا دوگنا یعنی ۱۷۰ باپ کی قرابت والے
فریق کو ملیں گے جو ۱۷ پر تقسیم ہوں گے۔ ایک
سترھواں حصہ یعنی ۱۰ پھوپھی یعنی اُس کے بیٹے
(نواسے) کے لئے یہ اس فریق کا گروہِ مؤنث
ہے اس کو ہم نے گروہِ مذکر کے حصوں جو کہ

Marfat.com

ھو ۱۶۰ ونظرنا تحتھم فلم یکن فی البطن الثانی اختلاف بذکورۃ وانوثۃ انما کان فی البطن الثالث الحی فیہ ثلثۃ ابناء وخمس بنات فی قوۃ احدی عشرۃ بنات و ۱۶۰ لاتستقیم علیھن بل تباین فضربنا ۱۱ فی المبلغ صحت من ۲۸۰۵ منھا لطائفۃ الذکور من فریق الاب لکل بنت ۱۶۰ و لکل ابن ۳۲۰۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

۱۶۰ ہیں کے ساتھ جمع کیا اور گروہِ مذکر کے نیچے نظر کی تو دوسرے بطن میں مذکر و مؤنث کے اعتبار سے کوئی اختلاف نہیں بلکہ اختلاف تیسرے بطن میں ہے جس میں تین بیٹے اور چار بیٹیاں زندہ ہیں اور وہ تمام گیارہ بیٹیوں کی قوت میں ہیں جبکہ ان کے حصے جو کہ ۱۶۰ ہیں ان پر برابر تقسیم نہیں ہو سکتے بلکہ ان میں تباین کی نسبت ہے لہذا ہم نے ۱۱ کو مسئلہ ۱۶۰ کے مجموعے یعنی ۲۵۵ میں ضرب دی تو ۲۸۰۵ حاصل ضرب ہوا جس سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی۔ اس میں سے باپ والے فریق کے گروہِ مذکر کے لئے ۱۷۶۰ حصے ہیں۔ ہر بیٹی کو ۱۶۰ اور ہر بیٹے کو ۳۲۰ ملیں گے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۸۷ ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے ۲ پسر تھے عمرو و بکر، اور ۲ دختر ہندہ و سعاد، بعد انتقال زید کے بکر کی دختر کی پوتی لیلٰی باقی ہے اور سعاد کا پرپوتا خالد ہے اور عمرو کے ایک پسر ایک دختر تھی دخترِ عمرو کا پوتا ولید ہے اور پسرِ عمرو کی ۲ بیٹیاں تھیں، ایک کا بیٹا سعید، دوسری کی بیٹی جمیلہ زندہ ہے، اور ہندہ کے ۲ پسر تھے ایک پسر کا پوتا حمید ہے اور دوسرے پسر کے ایک بیٹا تھا جس کی دختر حسینہ اور ایک بیٹی تھی جس کا پسر رشید ہے۔ اس صورت میں زید کا ترکہ ان آٹھوں وارثوں پر کیونکر تقسیم ہوگا؟ بیّنوا توجروا (بیان کیجئے اجر دئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

برتقدیر صدق مستفتی وعدم موانع ارث و انحصار ورثہ فی المذکورین وتقدیم دیون و وصایا ترکہ زید کا نو سو پچیس ۹۲۵ سہام پر منقسم ہو کر اس حساب سے تقسیم پائے گا:

Marfat.com

مسئلہ ۳ ک ۹۴۵   زید

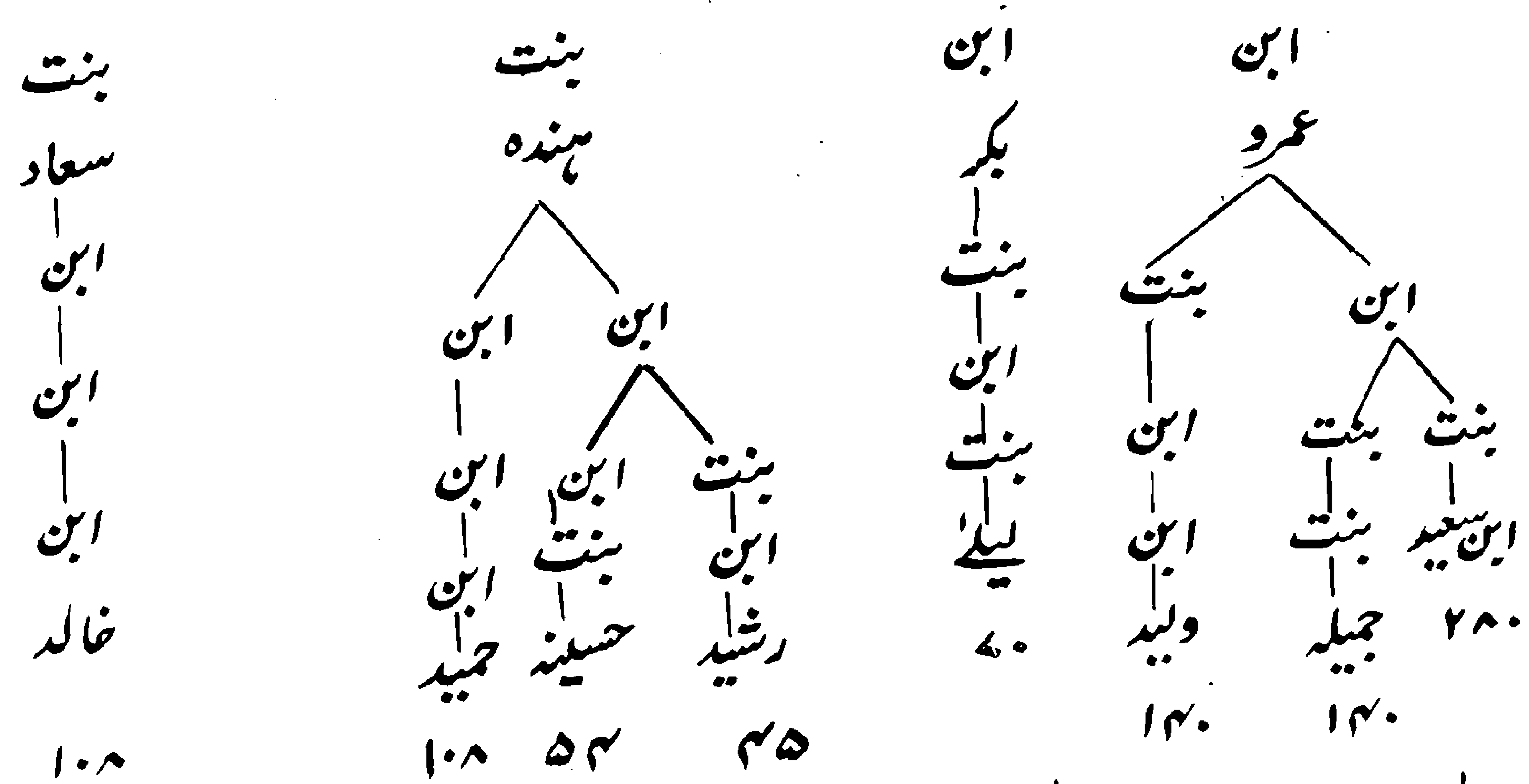

و ذلك لان القسمة على اول بطن اختلف بالذكورة والانوثة وهو ههنا البطن الاول و يعتبر عدد الفروع في الاصول ففيه ابن بابنين وابن آخر و بنت ببنتين و بنت اخرى فاذ تساوى عدد الطائفتين فلطائفة الذكور ضعف بالطائفة الاناث فكانت المسئلة من ثلثة اثنان لطائفة البنين و واحد لطائفة البنات ثم في طائفة البنين في البطن الثاني ابن كابنين و بنتان فينقسم مالهما اعني ۲ على ستة

اور یہ اس لئے ہے کہ تقسیم اُس پہلے بطن پر ہوگی جس میں مذکر و مؤنث کے اعتبار سے اختلاف ہوا اور وہ یہاں پر بطنِ اول ہے اور اصول میں فروع کی تعداد کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس میں ایک بیٹا جو کہ دو بیٹوں کے حکم میں ہوگیا اور ایک دُوسرا بیٹا ہے۔ اسی طرح ایک بیٹی جو کہ دُو کے حکم میں ہوگئی اور ایک دوسری بیٹی ہے، جب دونوں فریقوں کی تعداد برابر ہے تو مذکر فریق کے لئے مؤنث فریق سے دوگنا ہوگا۔ لہذا مسئلہ تین سے ہوکر دو بیٹوں کے فریق اور ایک بیٹیوں کے فریق کو ملے گا۔ پھر بیٹوں کے گروہ کے بطنِ ثانی میں ایک بیٹا جو دو کے حکم میں ہے اور دُو بیٹیاں ہیں لہذا جو اُن کو ملا یعنی دُو حصے وہ چھ پر منقسم ہونگے۔

Marfat.com

فيحتاج الى ضرب المسئلة فى ثلثة
تصح من تسعة لطائفة البنين
منها ستة ومن هذه الستة
فى البطن الثانى اثنان للبنتين
واربعة للابن الكائن كابنين
فنجعلهما طائفتين ثم لا اختلاف
تحت احد منهما فى البطن
الثالث وفى الرابع تحت كل ابن
وبنت فينقسم ما لكل من هاتين
الطائفتين اعنى اربعة واثنين على ثلثة
فلاجل التباين يحتاج اخرى الى ضرب
المبلغ فى ثلثة وتصح على طائفة بنى زيد
من سبعة وعشرين لسعيد ثمانية ولجميلة
اربعة وكذا لوليد ولليلى اثنان جئنا الى
طائفة بناته لها واحد من اصل المسئلة
ولا اختلاف فى البطن الثانى بل فى الثالث
بنت وثلثة ابناء فينقسم على سبعة
و يحتاج الى ضرب اصل المسئلة اعنى
ثلثة فى سبعة تصح من احد وعشرين
ههنا لطائفة بنات زيد سبعة
تستقيم على البطن الثالث ثم
يجعل البطن الثالث طائفتين
فالواحد الذى اصاب البنت يعطى ابنها
رشيد ويجمع بالطائفة الابناء وهى
ستة وتحتهم بنت وابنان فهم

تو اس طرح اصل مسئلہ کو تین میں ضرب دینے
کی ضرورت پڑے گی تو اس طرح مسئلہ نو
(۹) سے بن جائے گا۔ بیٹوں کے فریق کو اس
میں چھ حصے ملیں گے پھر ان چھ میں سے بطن ثانی میں
دو حصے دو بیٹیوں کو اور چار بیٹے کو ملیں گے جو دو بیٹوں
کے قائمقام ہے چنانچہ ہم ان کے دو گروہ بنائیں گے پھر ان
دونوں فریقوں کے تحت تیسرے بطن میں کوئی اختلاف نہیں اور چوتھے
بطن میں ہر ایک کے تحت ایک بیٹا اور ایک
بیٹی ہے۔ لہذا ان دونوں فریقوں کے حصوں
یعنی چار اور دو کو تین پر تقسیم کیا جائے گا۔ اور
تباین کی وجہ سے ایک بار پھر مسئلہ کے عدد کو
تین میں ضرب دینی پڑے گی۔ اس طرح زید کے
بیٹوں کا مسئلہ ۲۷ سے صحیح ہوگا۔ سعید کو
آٹھ، جمیلہ کو چار، یونہی ولید کو چار اور لیلیٰ کو
دو حصے ملیں گے۔ اب ہم زید کی بیٹیوں کی طرف
آتے ہیں جن کا اصل مسئلہ سے ایک حصہ
ہے۔ ان کے بطن ثانی میں کوئی اختلاف نہیں
بلکہ تیسرے بطن میں ایک بیٹی اور تین بیٹے ہیں۔
چنانچہ ان کا حصہ سات پر منقسم ہوگا اور تباین
کی وجہ سے اصل مسئلہ یعنی تین کو سات میں
ضرب دینی پڑے گی۔ اس طرح حاصل ضرب
اکیس ہو جائیگا زید کی بیٹیوں کے گروہ کو یہاں پر سات حصے
ملیں گے جو انکے تیسرے بطن پر برابر تقسیم ہو جائینگے پھر تیسرے بطن
کے دو فریق بنائے جائیں گے۔ جو ایک حصہ
بیٹی کو ملا ہے وہ اس کے بیٹے رشید کو دیا جائیگا

Marfat.com

لخمسة ولا تستقيم عليه الستة فيضرب اصل المسئلة فی خمسة تكن من مائة وخمسة (١٠٥) منها لطائفة بنات زيد خمسة و ثلثون (٣٥) منقسمة فی البطن الثالث علی سبعة للبنت اعنی لابنها رشيد خمسة و لطائفة الذكور ثلثون تنقسم علی خمسة للبنت وهی حسينة ستة و لكل ابن اثنی عشر فاذا كان تصحيح المسئلة علی طائفة ابناء زيد من ٢٧ وعلی طائفة بناته من ١٠٥ و بينهما توافق بالثلث ضربنا احدهما فی ثلث الاخر صار تسعمائة و خمسة و اربعين و ذلك مبلغ التصحيح ولمعرفة السهام اضرب ماكان لاولاد الابناء من التصحيح الاول ٢٧ فی وفق تصحيح الثانی ١٠٥ وهو ٣٥ و ماكان لاولاد البنات من التصحيح الثانی فی وفق التصحيح الاول وهو يحصل ما ذكرنا وان شئت عملت من الراس تمرنا فقلت التصحيح من ٩٤٥ لطائفة ابناء زيد منها ستمائة و ثلثون (٦٣٠)

اور اس کو بیٹوں والے فریق کے حصوں جو کہ چھ (٦) ہیں کے ساتھ ملایا جائے گا اور ان کے تحت ایک بیٹی اور دو (٢) بیٹے ہیں تو وہ پانچ رؤس ہوئے جن پر چھ برابر تقسیم نہیں ہو سکتا، لہذا اصل مسئلہ یعنی اکیس (٢١) کو پانچ میں ضرب دی جائے گی تو اس طرح ایک سو پانچ (١٠٥) ہو جائیں گے جن میں پینتیس (٣٥) زید کی بیٹیوں کے فریق کے لئے ہیں جو کہ تیسرے بطن میں سات پر منقسم ہونگے۔ بیٹی یعنی اسکے بیٹے رشید کو پانچ حصے ملیں گے اور گروہ مذکرین کو تیس (٣٠) جو پھر پانچ پر تقسیم ہو کر بیٹی یعنی حسینہ کو چھ اور ہر بیٹے کو بارہ (١٢) حصے ملیں گے۔
جب زید کے بیٹوں کے فریق پر مسئلہ کی تصحیح ستائیس (٢٧) اور بیٹیوں کے فریق پر ایک سو پانچ (١٠٥) سے ہوئی اور ان دونوں تصحیحوں میں تہائی کا توافق ہے لہذا ہم نے ایک کو دوسرے کی تہائی میں ضرب دی تو مجموعی طور پر مسئلہ کی تصحیح نو سو پینتالیس (٩٤٥) سے ہوئی۔ وارثوں کے حصوں کی پہچان کے لئے جو کچھ بیٹوں کی اولاد کو تصحیح اول یعنی ستائیس (٢٧) میں سے ملا ہے اس کو تصحیح ثانی یعنی ١٠٥ کے وفق یعنی ٣٥ میں ضرب دے اور بیٹیوں کی اولاد کو جو کچھ تصحیح ثانی یعنی ١٠٥ میں سے ملا ہے اس کو تصحیح اول یعنی ٢٧ کے وفق یعنی ٩ میں ضرب دے تو وہی حاصل ہو گا جو ہم نے ذکر کیا ہے۔ اگر تو نئے سرے سے عمل کرنے کا تکلف کرنا چاہے تو یوں کہے گا

Marfat.com

ينقسم في البطن الثاني على ستة سدساه
اعني مائتين وعشرة (٢١٠) للبنتين واربعة
اسداسه اعني اربعمائة وعشرين (٤٢٠)
للابن الكائن كابنين ثم
ما للبنتين منقسم في البطن
الرابع على ثلثة ثلثاه اعني
مائة واربعين (١٤٠) لوليد
وثلثه اعني سبعين لليلى
وكذلك ما للابنين ينقسم
فيه اثلاثا ثلثاه اعني
مائتين وثمانين (٢٨٠) لسعيد وثلثه
اى مائة واربعين (١٤٠) لجميلة ولطائفة
بنات زيد منها ثلثمائة وخمسة (٣١٥)
عشر منقسمة في البطن الثالث
اسباعا سبعها اعني خمسة و
اربعين (٤٥) للبنت اى لابنها رشيد
والباقي مائتان وسبعون (٢٧٠)
لطائفة الذكور مقسومة في البطن
الرابع اخماسا خمسه اربعة وخمسون (٥٤)
لحسينة وخمساه مائة وثمانية (١٠٨) لحميد
ومثله لخالد وقد فرغ التقسيم اتقن
هذا الطريق الانيق . والله سبحانه و
تعالى اعلم .

کہ مسئلہ کی تصحیح ۹۴۵ سے ہوئی۔ زید کے
بیٹوں کے گروہ کے لئے اس میں سے ۶۳۰ حصے
ہیں جو بطن ثانی میں چھ پر منقسم ہوئے۔
اُن میں دو چھٹے حصے (۲/۶) یعنی ۲۱۰
دو بیٹیوں کے لئے اور چار چھٹے حصے
(۴/۶) یعنی ۴۲۰ اس بیٹے کے لئے
ہیں جو دو بیٹوں کے حکم میں ہے۔
پھر جو دو بیٹیوں کے حصے ہیں وہ
چوتھے بطن میں تین پر منقسم ہو گئے جس
میں سے دو تہائی یعنی ۱۴۰ ولید کو
اور ایک تہائی یعنی ۷۰ لیلیٰ کو ملے۔ اسی
طرح جو بیٹوں کے حصے ہیں وہ تین پر تقسیم ہوئے
جن میں سے دو تہائی یعنی ۲۸۰ سعید کو
اور ایک تہائی یعنی ۱۴۰ جمیلہ کو دئے گئے۔
زید کی بیٹیوں کے گروہ کے لئے ۳۱۵ حصے
ہوئے جو تیسرے بطن میں سات پر منقسم
ہو گئے۔ اُن میں سے ایک ساتواں (۱/۷)
یعنی ۴۵ بیٹی یعنی اس کے بیٹے رشید کو
ملے اور باقی ۲۷۰ مذکر گروہ کے لئے ہیں
جو چوتھے بطن میں پانچ پر تقسیم ہوئے۔ ایک
پانچواں حصہ (۱/۵) یعنی ۵۴ حسینہ کو اور دو پانچویں
حصے (۲/۵) یعنی ۱۰۸ حمید کو اور اسی کی مثل یعنی
۱۰۸ خالد کو دیئے تقسیم مکمل ہو گئی ہے۔ اس
پسندیدہ طریقے کو مضبوطی سے اختیار کرو۔ واللہ
تعالیٰ اعلم (ت)

Marfat.com

رسالہ

طیب الامعان فی تعدد الجہات والابدان

(جہتوں اور بدنوں کے تعدد کے بارے میں انتہائی گہرائی میں بہترین نظر کرنا)

مسئلہ ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے دو بھائی تھے عمرو و بکر اور دو بہنیں ہندہ و عمرہ، عمرو کے دختر لیلٰی کے ایک پسر خالد ہوا اور عمرو کے پسر ولید کے ایک دختر سلمٰی ہوئی خالد و سلمٰی سے ایک دختر سعاد اور ایک پسر سعید پیدا ہوئے بکر کی پوتی جمیلہ بنت حمید بن بکر کا نکاح رشید بن فرید بن ہندہ خواہر زید سے ہوا جن کی ایک دختر حسینہ ہے۔ رشید کا دوسرا نکاح اس کے چچا مجید بن ہندہ کی دختر حسن آراء سے ہوا ان دونوں کے ایک دختر گلچہرہ پیدا ہوئی، حسن آراء نے انتقالِ رشید کے بعد اپنی پھپی محبوبہ بنت ہندہ کے پسر محبوب بن مطلوب بن عمرہ خواہر زید سے نکاح کیا جس سے ایک پسر گلفام پیدا ہوا، محبوبہ و مطلوب کی ایک دختر حبیبہ تھی جس کی دختر شہناز ہے اب زید نے انتقال کیا اور صرف ایک زوجہ حسن آراء اور یہی سعاد و سعید و حسینہ و گلچہرہ و گلفام و شہناز اس کے وارث ہوئے۔ اس صورت میں ترکہ زید کا شرعًا کس طرح منقسم ہوگا؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر و ثواب دیئے جاؤ گے۔ ت)

Marfat.com

الجواب

تصویرِ صورتِ سوال اور بر تقدیر اجتماع شرائط معلومہ توریث تقسیم مال اس حال و منوال پر ہے :

مسئلہ ۴ × ۳ × ۳ ت ۱۲ ت ۴۰۳۲ زید

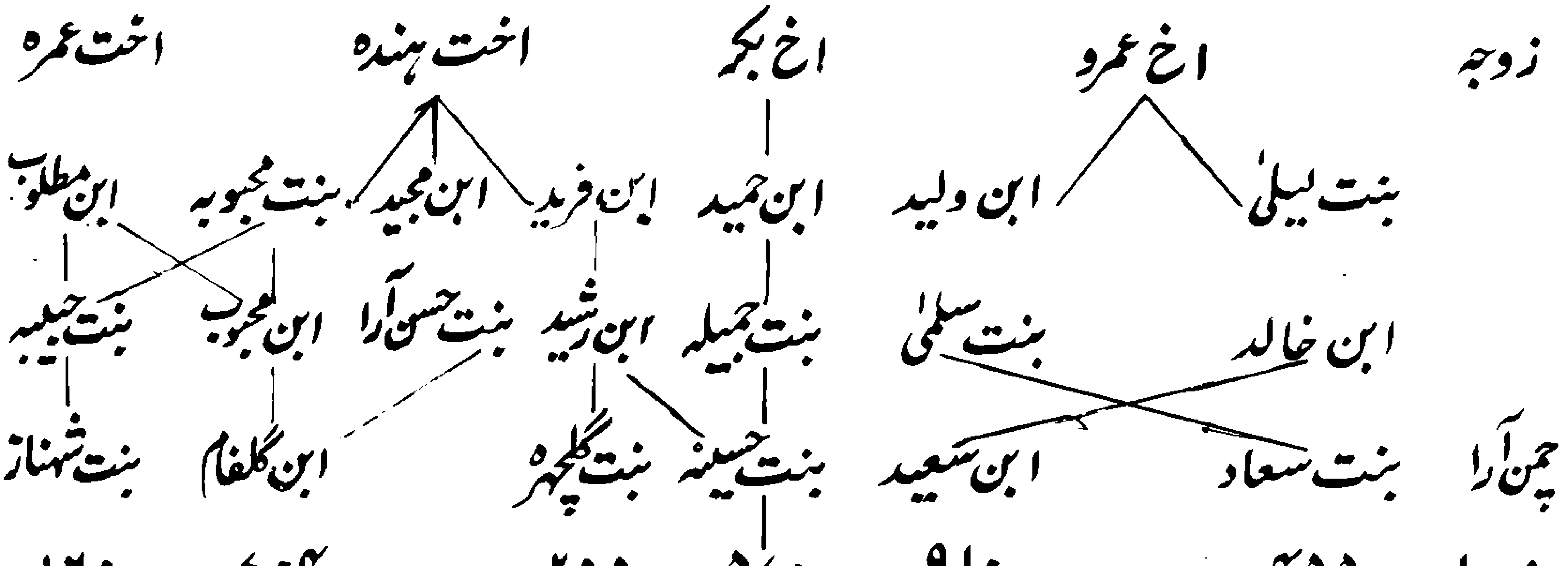

اب اول یہ سمجھنا چاہئے کہ ان میں پانچ ورثہ کو زید سے دو دو رشتے ہیں اور گلفام کو تین۔ سعاد بنت ابن بنت الاخ بھی ہے اور بنت بنت ابن الاخ بھی یعنی بھتیجی کی پوتی اور بھتیجے کی نواسی ۔ یونہی سعید بھی یہی دو رشتے رکھتا اور بھتیجی کا پوتا بھتیجے کا نواسا ہے ۔ حسینہ بنت بنت ابن الاخ اور بنت ابن ابن الاخت ہے یعنی بھتیجے کی نواسی اور بھانجے کی پوتی ۔ گلچہرہ بنت ابن ابن الاخت اور بنت بنت ابن الاخت ہے یعنی ایک بھانجے کی پوتی دوسرے کی نواسی ۔ شہناز بنت بنت بنت الاخت اور بنت بنت ابن الاخت ہے یعنی ایک بھانجی اور ایک بھانجے دونوں کی نواسی ۔ گلفام ابن بنت ابن الاخت اور ابن ابن بنت الاخت اور ابن ابن ابن الاخت ہے یعنی ایک بھانجے اور ایک بھانجی دونوں کا پوتا اور ایک بھانجے کا نواسا ۔ اور ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے کہ متعدد قرابتوں والا اپنی ہر قرابت کی رُو سے حصہ پائے گا مگر امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالےٰ تعدد جہات کا خود فروع یعنی بطن زندہ میں اعتبار فرماتے ہیں تو ان کے نزدیک گویا گلفام تین وارث ہے اور باقی دو۲ دو۲ ، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالےٰ تعدد جہات فروع کو اُن کے اصول میں ملحوظ فرماتے ہیں اس کی صورتیں دو ہیں ایک یہ کہ فرع متعدد الجہات اصول متعددہ کی فرع ہو جیسے حسینہ کہ اس کے دو۲ رشتے بکر و ہندہ دو۲ اصول مختلفہ سے ہیں یا شہناز کہ ہندہ و عمرہ دونوں کی طرف سے قرابت دار ہے جب تو

Marfat.com

اصول میں اعتبارِ جہات یُوں حاصل کہ جب وُہ ہر اصل اس فرع کے لحاظ سے تقسیم میں ملحوظ رہی ہر جہت قرابت لحاظ میں آگئی اور ہر جہت کا حصہ اس وارث نے جمع کر لیا کتب متداولہ جو اس وقت فقیر کے پیشِ نظر ہیں ان میں اعتبار تعدد جہات فی الاصول کی زیادہ تشریح نہیں اور مثال جس نے دی اسی صورتِ خاصہ کی دی۔ صورتِ دوم یہ کہ اس فرع کو ایک ہی اصل کے ذریعہ سے میّت کے ساتھ دو رشتے ہوں جیسے سعاد و سعید کہ ان کے دونوں علاقے بذریعہ شخص واحد اعنی عمرو کے ہیں۔ یونہی گلچہرہ و گلفام کو بذریعۂ ہندہ اگرچہ گلفام کو ایک رشتہ اصل دیگر عمرہ کی طرف سے بھی ہے اس صورت کی تصریح مثال اس وقت نظر میں نہیں۔

وانا **اقول** و باللہ التوفیق (اور میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) مانحن فیہ میں اعتبار تعدد جہات فی الاصول کا مطلب یہ ہے کہ ایسی فرع کی اصل کو اصولِ متعددہ بعدد جہات حاصلہ بذریعۂ فرع مذکور سمجھا جائے، مثلاً صورتِ مذکورہ میں عمرو بلحاظ سعاد کہ ذات جہتین ہے دو بھائی ہے نیز بلحاظ سعید بھی ایسا ہی ہے تو لحاظ جہات لحاظ ابدان کا اجتماع عمرو کو چار بھائی کر دے گا اور ہندہ بلحاظ جہات گلچہرہ دو بہن ہے اور اسی طرح بلحاظ جہات گلفام اور بلحاظ بدن حسینہ و شہناز ایک ایک بہن تو وہ مجموع چھ بہن ہے اور عمرہ میں صرف تعددِ ابدان گلفام و شہناز ہے تعددِ جہات نہیں کہ یہ دونوں اگرچہ جہاتِ عدیدہ رکھتے ہیں مگر نہ بذریعہ تنہا عمرہ تو وہ صرف دو بہن ہے اور بکر جس کی فرع میں نہ تعددِ بدن ہے نہ اسی کے ذریعے سے تعددِ جہت تنہا ایک بھائی ہے تو بطنِ اوّل میں زوجہ اور پانچ بھائی اور آٹھ بہنیں ہیں۔

والدلیل علیہ علیٰ ما یظھر للعبد الضعیف واللہ سبحانہٗ و تعالیٰ اعلم ان تعدد الجھات یوجب تعدد الاشخاص و لو حکماً الاتری ان ابا یوسف لما اعتبر تعدد الجھات فی الفروع جعل کل فرع ذی جھتین کفرعین کما نصوا علیہ قاطبۃ وکذٰلک محمد رحمہ اللہ تعالیٰ

اور اس پر دلیل جیسا کہ اس عبدِ ضعیف پر ظاہر ہوئی اور اللہ سبحٰنہٗ و تعالیٰ خوب جانتا ہے، یہ ہے کہ جہتوں کا متعدد ہونا اشخاص کے تعدّد کو ثابت کرتا ہے اگرچہ حکمی طور پر ہو۔ کیا تُو نہیں دیکھتا کہ امام ابویوسف علیہ الرحمہ نے جب فروع میں جہتوں کے متعدد ہونے کا اعتبار کیا تو ہر دو جہتوں والی فرع کو دو فرعوں کی طرح بنایا جیسا کہ اس پر تمام مشائخ نے نص فرمائی ہے۔ یُوں ہی

Marfat.com

ينقسم فى البطن الثانى على ستة سدساه اعنى مائتين وعشرة (۲۱۰) للبنتين واربعة اسداسه اعنى اربعمائة وعشرين (۴۲۰) للابن الكائن كابنين ثم ما للبنتين منقسم فى البطن الرابع على ثلثة ثلثاه اعنى مائة واربعين (۱۴۰) لوليد وثلثه اعنى سبعين لليلى وكذلك ما للابنين ينقسم فيه اثلاثا ثلثاه اعنى مائتين وثمانين (۲۸۰) لسعيد وثلثه اى مائة واربعين (۱۴۰) لجميلة ولطائفة بنات زيد منها ثلثمائة وخمسة عشر (۳۱۵) منقسمة فى البطن الثالث اسباعا سبعها اعنى خمسة و اربعين (۴۵) للبنت اى لابنها رشيد والباقى مائتان وسبعون (۲۷۰) لطائفة الذكور مقسومة فى البطن الرابع اخماسا خمسه اربعة وخمسون (۵۴) لحسينة وخمساه مائة وثمانية (۱۰۸) لحميد ومثله لخالد وقد فرغ التقسيم اتقن هذا الطريق الانيق. والله سبحانه و تعالى اعلم.

کہ مسئلہ کی تصحیح ۹۴۵ سے ہوئی۔ زید کے بیٹوں کے گروہ کے لئے اس میں سے ۶۳۰ حصے ہیں جو بطن ثانی میں چھ پر منقسم ہوئے۔ ان میں دو چھٹے حصے ($\frac{2}{6}$) یعنی ۲۱۰ دو بیٹیوں کے لئے اور چار چھٹے حصے ($\frac{4}{6}$) یعنی ۴۲۰ اس بیٹے کے لئے ہیں جو دو بیٹوں کے حکم میں ہے۔ پھر جو دو بیٹیوں کے حصے ہیں وہ چوتھے بطن میں تین پر منقسم ہو گئے جس میں سے دو تہائی یعنی ۱۴۰ ولید کو اور ایک تہائی یعنی ۷۰ لیلےٰ کو ملے۔ اسی طرح جو بیٹوں کے حصے ہیں وہ تین پر تقسیم ہوئے جن میں سے دو تہائی یعنی ۲۸۰ سعید کو اور ایک تہائی یعنی ۱۴۰ جمیلہ کو دئے گئے۔ زید کی بیٹیوں کے گروہ کے لئے ۳۱۵ حصے ہوئے جو تیسرے بطن میں سات پر منقسم ہو گئے۔ ان میں سے ایک ساتواں ($\frac{1}{7}$) یعنی ۴۵ بیٹی یعنی اس کے بیٹے رشید کو ملے اور باقی ۲۷۰ مذکر گروہ کے لئے ہیں جو چوتھے بطن میں پانچ پر تقسیم ہوئے۔ ایک پانچواں حصہ ($\frac{1}{5}$) یعنی ۵۴ حسینہ کو اور دو پانچویں حصے ($\frac{2}{5}$) یعنی ۱۰۸ حمید کو اور اسی کی مثل یعنی ۱۰۸ خالد کو دیئے۔ تقسیم مکمل ہو گئی ہے۔ اس پسندیدہ طریقے کو مضبوطی سے اختیار کر۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

Marfat.com

في القسمة فلا يظهر اعتبار تعدد الجهة فيه الا باعتباره اصولاً متعددة و يوضح لك هذا ما اقول لكن ابن ابن ابن بنت هو ابن بنت بنت تلك البنت ايضاً ومعه ابن بنت بنت ابن هكذا:

تقسیم میں لیا جائے تو اس میں جہت کا تعدد ظاہر نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ اس ایک اصل میں متعدد اصول کا اعتبار کرلیا جائے، اور تیرے لئے اس مسئلہ کو واضح کردے گا وہ قول جو میں کہتا ہوں وہ یہ کہ کسی شخص نے ایک بیٹی کے پوتے کا بیٹا چھوڑا اور وہ اسی بیٹی کی نواسی کا بیٹا بھی ہے۔ اور اس کے ساتھ ایک بیٹے کی نواسی کا بیٹا بھی چھوڑا ہے۔ مسئلہ کی صورت اس طرح ہے:

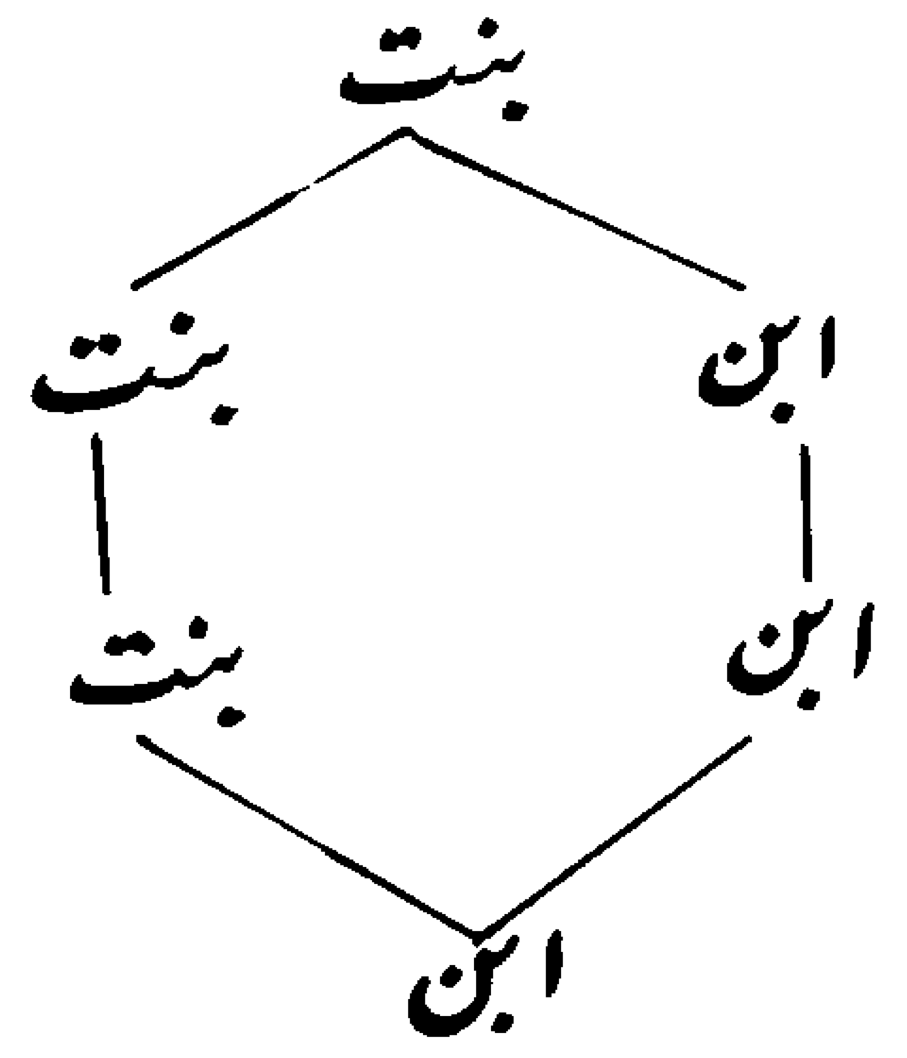

فلولم نجعل البنت لتعدد الجهة في فرعها بنتين

اگر ہم بیٹی کو اُس کی فرع میں تعددِ جہت کے پائے جانے کی وجہ سے دو بیٹیاں بنائیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ما تحتهم فلا فائدة في التفريق بالتقسيم ثم جمع ذلك المتفرق كما لا يخفى ١٢ منه۔

اس لئے ہے کہ جو کچھ ان کو ملے گا وہ جمع کرکے ان کے نیچے والوں پر تقسیم کیا جائیگا لہذا اُس کو تقسیم کے ذریعے متفرق کرکے پھر اس متفرق کو جمع کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ جیسا کہ پوشیدہ نہیں ۱۲ منہ (ت)

Marfat.com

الجواب

تصویرِ صورتِ سوال اور بر تقدیر اجتماعِ شرائطِ معلومہ توریث تقسیم مال اس حال ومنوال پر ہے:

مسئلہ ۴×۳ ۱۲ تـ ۴۰۳۲ زید

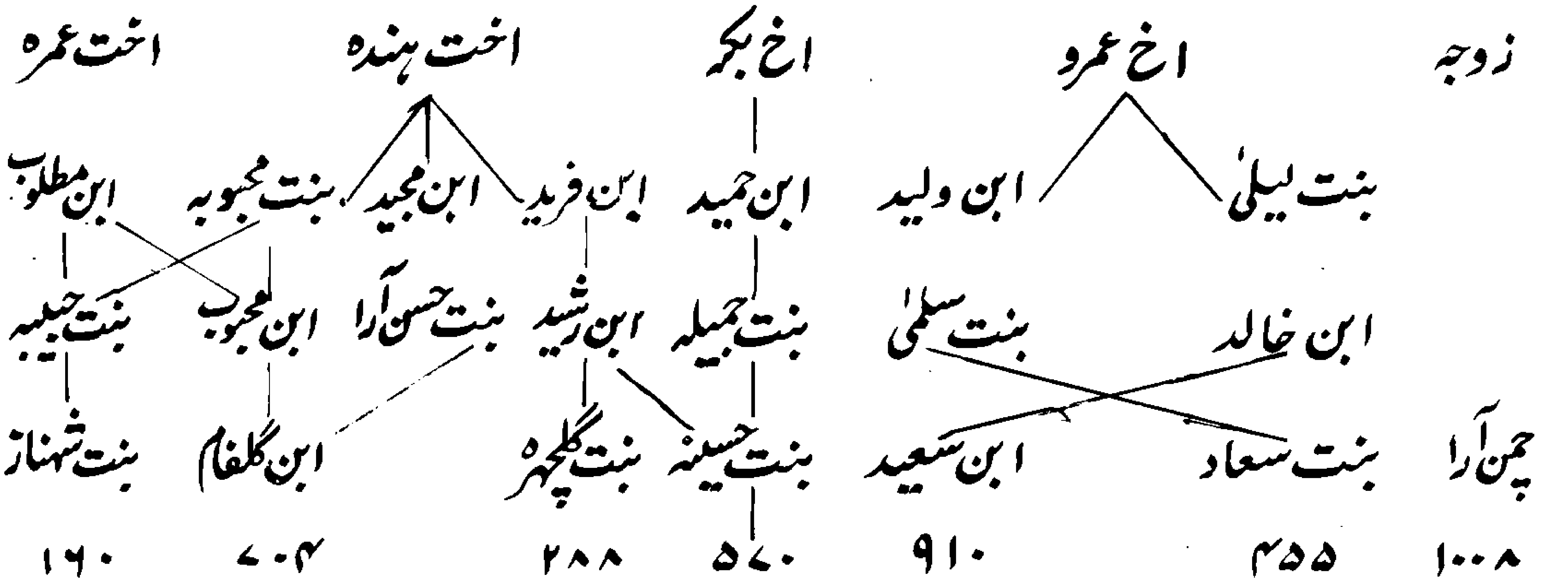

اب اول یہ سمجھنا چاہیئے کہ ان میں پانچ ورثہ کو زید سے دو دو رشتے ہیں اور گلفام کو تین۔ سعاد بنت ابن بنت الاخ بھی ہے اور بنت بنت ابن الاخ بھی یعنی بھتیجی کی پوتی اور بھتیجے کی نواسی۔ یونہی سعید بھی یہی دو رشتے رکھتا اور بھتیجی کا پوتا بھتیجے کا نواسا ہے۔ حسینہ بنت بنت ابن الاخ اور بنت ابن ابن الاخت ہے یعنی بھتیجے کی نواسی اور بھانجے کی پوتی۔ گلچہرہ بنت ابن ابن الاخت اور بنت بنت ابن الاخت ہے یعنی ایک بھانجے کی پوتی دوسرے کی نواسی۔ شہناز بنت بنت بنت الاخت اور بنت بنت ابن الاخت ہے یعنی ایک بھانجی اور ایک بھانجے دونوں کی نواسی۔ گلفام ابن بنت ابن الاخت اور ابن ابن بنت الاخت اور ابن ابن ابن الاخت ہے یعنی ایک بھانجے اور ایک بھانجی دونوں کا پوتا اور ایک بھانجے کا نواسا۔ اور ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے کہ متعدد قرابتوں والا اپنی ہر قرابت کی رُو سے حصہ پائے گا مگر امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی تعدد جہات کا خود فروع یعنی بطن زندہ میں اعتبار فرماتے ہیں تو ان کے نزدیک گویا گلفام تین وارث ہے اور باقی دو دو، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی تعدد جہات فروع کو اُن کے اصول میں ملحوظ فرماتے ہیں اس کی صورتیں دو ہیں ایک یہ کہ فرع متعدد الجہات اصول متعددہ کی فرع ہو جیسے حسینہ کہ اس کے دو رشتے بکر و ہندہ دو اصول مختلفہ سے ہیں یا شہناز کہ ہندہ و عمرہ دونوں کی طرف سے قرابت دار ہے جب

Marfat.com

حینئذٍ من اثنین لان الابن یساوی
البنتین فیکون المال بین الفرعین
نصفین و ما ھو الا لکون فرع
البنت ذا قرابتین والالاصاب ھو
واحدًا وفرع الابن اثنین و ھذا
بعون اللہ تعالیٰ ولوجھہ الحمد
دلیل قاطع ویوضح ایضًا
ما اقول لیعلم اولاً ان
ذا جھتین مساوٍ لاثنین ذوی جھۃ
مثلا ابن ابن ابن بنت
و ابن بنت بنت بنت اخر
واخر یجمع النسبین فھذا
یساوی الاولین ھکذا :

مسئلہ دوؔ سے بنے گا، کیونکہ بیٹا دو بیٹیوں کے برابر ہوتا ہے، لہٰذا مال دوؔ فرعوں کے درمیان نصف نصف ہوگا۔ اور یہ فقط اس لئے ہے کہ بیٹی کی فرع دوؔ قرابتوں والی ہے ورنہ اُسے ایک اور بیٹے کی فرع کو دوؔ ملتے ہیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے اس حال میں کہ حمد اُسی کی ذات کے لئے ہے قطعی دلیل ہے نیز اسکو واضح کرتا ہے وُہ قول جو میں کہتا ہوں، اولاً جاننا چاہیئے کہ دوؔ جہتوں والا الگ الگ جہتیں رکھنے والے دوؔ کے برابر ہوتا ہے مثلاً ایک بیٹی کے پوتے کا بیٹا ہو اور ایک دوسری بیٹی کی نواسی کا بیٹا ہو اور ان دونوں کے ساتھ ایک اور بیٹا موجود ہو جو ان دونوں نسبوں کا جامع ہو تو یہ پہلے دونوں بیٹوں کے برابر ہوگا مسئلہ کی صورت اس طرح ہے:

مسئلہ ۶

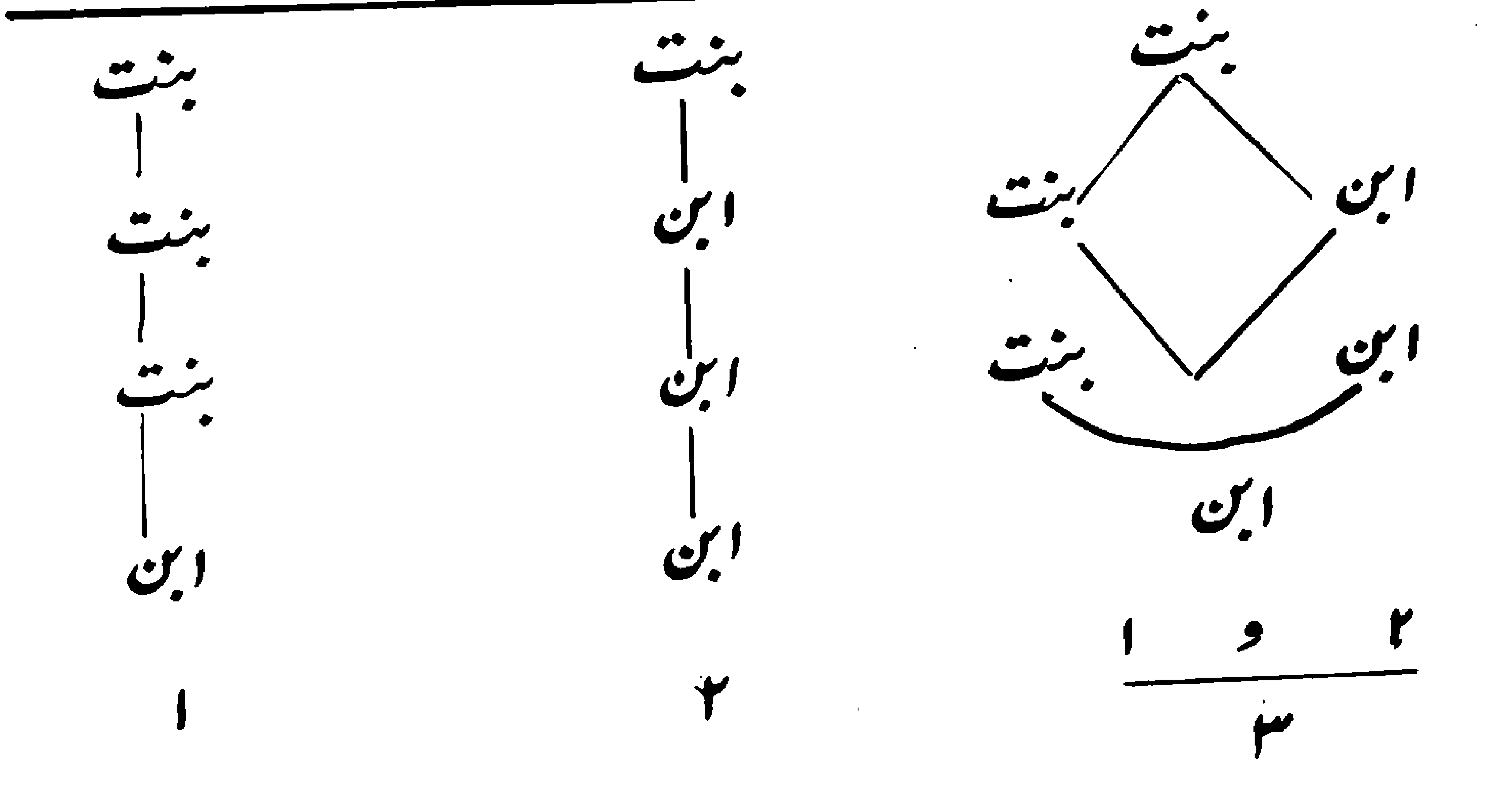

قسمنا علی البطن الثانی لانہ اوّل

ہم نے دوسرے بطن پر تقسیم کی کیونکہ وہی پہلا

Marfat.com

لما اعتبر تعدد الجهات في
الجدات جعل الجدة جدتين
وجدات، كما في
السراجية وغيرها عامة الكتب
وبالجملة لا معنى لتعدد الجهة
الا بتعدد الشخص ولو في اللحاظ
فمحمد اذا اعتبره ههنا في
الاصول فان كانوا متعددين
فقد حصل التعدد حقيقة
باخذهم منفردين في
القسمة ثم ايصال ما وصل
اليهم جميعًا الى الفرع الواحد
المنتهي بهم كما ذكرنا اما اذا
كان الاصل واحداً وقد اخذ عـه

امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جب جدّات
(دادیوں) میں جہتوں کے متعدّد ہونیکا اعتبار
کیا تو ایک دادی کو دو یا کئی دادیوں کے برابر
بنایا، جیساکہ سراجیہ وغیرہ عام کتابوں میں ہے۔
خلاصہ یہ کہ اشخاص کے تعدّد کے بغیر جہت
کے متعدد ہونے کا کوئی معنیٰ نہیں اگرچہ
تعدّدِ اشخاص اعتباری ہو۔ چنانچہ امام محمد
علیہ الرحمۃ نے جب یہاں پر اصول میں تعدد
کا اعتبار کیا تو اگر اصول متعدد ہوں تو حقیقۃً
تعدّد حاصل ہوگا اس طور پر کہ ان کو تقسیم
میں الگ الگ لیا جائیگا۔ پھر جو کچھ ان سب
کو ملے گا وہ اس ایک فرع تک پہنچایا جائیگا
جس پر اصول کی انتہا ہوتی ہے جیساکہ ہم نے
ذکر کیا۔ لیکن اگر اصل ایک ہو اور اسکو

عـه احتراز عما اذا وقع في بطن
متفق بالذكورة والانوثة فانه
لا يقسم على من فيه اصلا سواء
كان لفرعه جهة او جهات
كما لا يلاحظ من فيه بدنا
سواء كان في فرعه بدن او ابدان
وليس هذا لان الجهات او
الابدان لا تعتبر ههنا بل لان
ما يصيبهم يجمع جميعا ويقسم على

عـه اُس صورت سے احتراز ہے کہ جب وہ
ایسے بطن میں واقع ہو جو مذکر ومؤنث کے
اعتبار سے متفق ہے کیونکہ وہ اس پر تقسیم
نہیں کیا جاتا جس میں ایک اصل ہے چاہے
اس کی فرع کی ایک جہت ہو یا متعدد جہتیں
ہوں جیساکہ نہیں لحاظ کیا جاتا اس کا جس میں
ایک بدن ہو چاہے اس کی فرع میں ایک
بدن ہو یا متعدد۔ یہ اس لئے نہیں کہ یہاں
جہتوں اور بدنوں کا اعتبار نہیں کیا جاتا بلکہ
(باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

مسئلہ ۲ × ۳ = ۶

بنت	بنت	ابن
ابن	بنت	بنت
ابن	بنت	ولد
ابن	ابن	ولد
۲	۱	$\frac{1}{3}$

وانما عبرنا فیهما بالولد لیعم الذکر والانثیٰ فان الحکم لا یختلف المسئلة من اثنین لان ابنا کبنتین فنصیب الابن لفرع الاخیر ونصیب طائفة البنات یقسم فی البطن الثانی اثلاثا فتضرب المسئلة فی ثلثة و تصح من ستة ثلثة منها لفرع الابن واثنان لابن الکائن فی البطن الثانی من طائفة البنات و واحد للبنت التی فیه ثم ینتقلان الی فرعیهما فیکون مالفرعی البنتین مساویا لما کان لفرع الابن و بعد تمهید هٰذا نقول اذا اجتمعوا اعنی صاحبی الجهتین وجامعهما من جانب البنات

ہم نے ان دونوں بطنوں میں اولاد کے ساتھ اس لئے تعبیر کی تاکہ یہ مذکر و مؤنث دونوں کو عام ہوجائے اس لئے کہ دونوں صورتوں میں حکم مختلف نہیں ہوتا۔ مسئلہ ۲ سے بنے گا کیونکہ ایک بیٹا دو بیٹیوں کی مثل ہے چنانچہ بیٹے کا حصہ اس کی آخری فرع کو ملے گا جبکہ بیٹیوں کے فریق کا حصہ تین حصے بناتے ہوئے دوسرے بطن میں تقسیم ہوگا۔ اصلِ مسئلہ یعنی دو کو تین میں ضرب دی جائے گی تو اس طرح چھ سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی جس میں سے تین بیٹے کی فرع کو ملیں گے اور دو اس بیٹے کو ملیں گے جو بیٹیوں کے فریق کے دوسرے بطن میں ہے جبکہ ایک بیٹی کو ملے گا جو اس بطن میں ہے پھر ان دونوں کے حصے ان کی فرعوں کی طرف منتقل ہوں گے۔ چنانچہ جو کچھ دونوں بیٹیوں کی فرعوں کو ملا وہ بیٹے کی فرع کو ملنے والے حصوں کے برابر ہے۔ اس تمہید کے بعد ہم کہتے کہ یہ اُس وقت ہے جب دو الگ الگ جہتوں والے اور ان دونوں جہتوں کا جامع بیٹیوں کی جانب سے جمع ہوئے ہیں

Marfat.com

لكانت المسئلة من ثلثة ثلثاها لفرع الابن وثلثها لفرع البنت لانك اذا قسمت المال على البطن الاول لاختلافه ذكورة وانوثة اثلاثا اصاب فرع الابن اثنان نصيب ابيها وكان للبنت العليا واحد وتحتها في البطنين وان كان اختلاف ذكورة وانوثة لكن لاحاجة الى اعتبارة والضرب في المسئلة لانكسارة لان كل ما يصيب طائفة الذكر والانثى تحتها انما يحوزه فرعها لاخير فيكون له واحد ولصاحبه اثنان ولو لم يكن الاول ذا قرابتين كأن كان ابن ابن ابن بنت فقط او ابن بنت بنت بنت فحسب لكان التقسيم ايضًا هكذا له واحد ولصاحبه اثنان فلم يصل اليه من تعدد جهات قرابته الاماكان يصل لذي قرابة واحدة هف بخلاف ما اذا جعلنا البنت بنتين فان المسئلة تكون

تو مسئلہ تین ۳ سے بنے گا۔ اس میں سے دو تہائی بیٹے کی فرع کے لئے جبکہ ایک تہائی بیٹی کی فرع کے لئے ہوگا اس لئے کہ جب تُو نے مال کو تین حصے بناتے ہوئے پہلے بطن پر تقسیم کیا کیونکہ وہ مذکر و مؤنث کے اعتبار سے مختلف ہے تو بیٹے کی فرع کو دو حصے ملے جو اس کے باپ کا حصہ ہے اور سب سے اوپر والی بیٹی کو ایک حصہ ملا اور اس کے نیچے دو۲ بطنوں میں اگرچہ مذکر و مؤنث کے اعتبار سے اختلاف ہے لیکن اس اختلاف کا اعتبار کرنے اور کسر کی وجہ سے مسئلہ میں ضرب دینے کی کوئی ضرورت نہیں اس لئے کہ جو کچھ مذکر فریق اور مؤنث کو ملا اُسے اس فریق کی آخری فرع سمیٹ لے گی۔ چنانچہ مؤنث کی فرع کو ایک اور اس کے صاحب (مقابل) کو دو۲ ملیں گے۔ اور اگر پہلا وارث دو۲ قرابتوں والا نہ ہو جیسا کہ وہ فقط بیٹی کے پوتے کا بیٹا ہو یا فقط بیٹی کی نواسی کا بیٹا ہو، تو اس صورت میں بھی تقسیم ویسی ہی ہوگی جیسی پہلے ہوئی یعنی بیٹی کی فرع کو ایک اور اس کے مقابل کو دو۲ حصے ملیں گے۔ چنانچہ اس کو قرابت کی متعدد جہتوں سے بھی اُتنا ہی حصہ موصول ہوا جتنا ایک قرابت والے کو ملتا ہے۔ یہ خلاف مفروض ہے بخلاف اس کے کہ جب ہم بیٹی کو دو۲ بیٹیاں فرض کرلیں تو اس صورت میں

Marfat.com

و بہا تصح لفرع الابن منہا ثلٰثة ولطائفة البنات ستّة تنقسم فى البطن الثانى اثلاثا للبنتين اثنان منتقلان الٰى فرعیہما لعدم الاختلاف وللابنين اربعة منتقلة كذلك الٰى فرعیہما فیصیب الابن الجامع ثلٰثة اثنان من ابیہ و واحد من امہ ولصاحبى القرابتین اثنان و واحد مجموعہما ثلٰثة وللفرع الابن ایضا ثلٰثة كما كان حكم المقدمتين المذكورتين بخلاف ما اذا لم يعتبر الاصل اصلين فانہ يزيد حينئذ سهم الابنى على السهمين الباقيين هٰكذا :

ان تین پر تقسیم نہیں ہو سکتے۔ لہذا مسئلہ کو تین میں ضرب دی جائے گی تو حاصل ضرب نو (۹) ہوگا، اور اسی سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی بیٹے کی فرع کے لئے نو میں سے تین جبکہ بیٹیوں کے فریق کے لئے چھ حصے ہونگے جو دوسرے بطن میں تین پر تقسیم ہوجائیں گی، جن میں سے دو۲ حصے دونوں بیٹیوں کے لئے ہوں گے جو عدم اختلاف کے سبب سے ان دونوں کی فرعوں کی طرف منتقل ہوجائیں گے۔ اور چار حصے دونوں بیٹوں کے لئے ہوں گے جو کہ اسی طرح ان کی فرعوں کی طرف منتقل ہوجائیں گے۔ لہذا دونوں جہتوں کے جامع بیٹے کو تین حصے ملیں گے دو۲ باپ کی طرف سے اور ایک ماں کی طرف سے۔ اور دو۲ الگ الگ قرابتوں والوں کے لئے۔ دو۲ اور ایک یعنی مجموعی طور پر تین حصے بنے۔ اور بیٹے کی فرع کے لئے بھی تین حصے ہونگے جیسا کہ دونوں مذکورہ مقدموں کا حکم ہے بخلاف اس کے کہ جب اصل کو دو۲ اصلیں فرض نہ کیا جائے کیونکہ اس صورت میں بیٹے کی فرع کا حصہ باقی دو بیٹوں کے حصوں سے زائد ہوجائے گا۔ صورت مسئلہ یوں ہوگی :

(اگلا صفحہ ملاحظہ ہو)

Marfat.com

بطن وقع فیہ الاختلاف و فیہ ابنان و بنتان فالمسئلۃ من ستۃ اربعۃ لطائفۃ الذکور واثنان لطائفۃ الاناث ثم لاخلف تحت شئ من الطائفتین فی بطن مافیصیب الابن الاول من ابیہ اثنین وکذلک الابن الثانی و الابن الاول من امہ واحد و کذلک الابن الثالث فیکون للاول ثلثۃ مثل مالمجموع الباقیین وھکذا کان ینبغی لانہ جامع لقرابتہما جمیعا و لیعلم ثانیا ان ھاتین الجھتین المذکورتین مثلاً فی جانب البنات مجموعہما مساوٍ لجھۃ واحدۃ فی جانب الابن اذا لم یکن صاحبہا وارثا ولا ولد وارث کولد ولد بنت ابن ھکذا :

بطن ہے جس میں مذکر و مؤنث کے اعتبار سے اختلاف واقع ہوا۔ اس بطن میں دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں، چنانچہ مسئلہ چھ سے بنے گا جس میں سے چار مذکر فریق اور دو مؤنث فریق کے لئے ہوں گے پھر ان دونوں فریقوں کے نیچے کسی بطن میں مذکر و مؤنث کے اعتبار سے کوئی اختلاف نہیں، لہذا پہلے بیٹے کو اس کے باپ کی طرف سے دو حصے ملیں گے یونہی دوسرے بیٹے کو بھی (اس کے باپ کی طرف سے دو حصے ملیں گے) اور پہلے بیٹے کو بھی اس کی ماں کی طرف سے ایک حصہ ملے گا یونہی تیسرے بیٹے کو بھی (اس کی ماں کی طرف سے ایک حصہ ملے گا) تو اس طرح پہلے بیٹے کو تین حصے ملے جو باقی دونوں بیٹوں کے مجموعی حصوں کے برابر ہیں، اور یونہی ہونا چاہیے کیونکہ وہ ان دونوں کی قرابتوں کا جامع ہے۔ اور ثانیاً جاننا چاہیے کہ یہ دونوں مذکورہ جہتیں جو مثال کے طور پر بیٹیوں کی جانب میں ہیں اُن کا مجموعہ اس ایک جہت کے برابر ہے جو بیٹے کی جانب میں ہے جبکہ اس کا صاحب نہ تو وارث ہو اور نہ ہی وارث کی اولاد ہو، جیسے پوتی کی اولاد کی اولاد۔ صورت مسئلہ یوں ہوگی :

Marfat.com

مسئلہ ۳

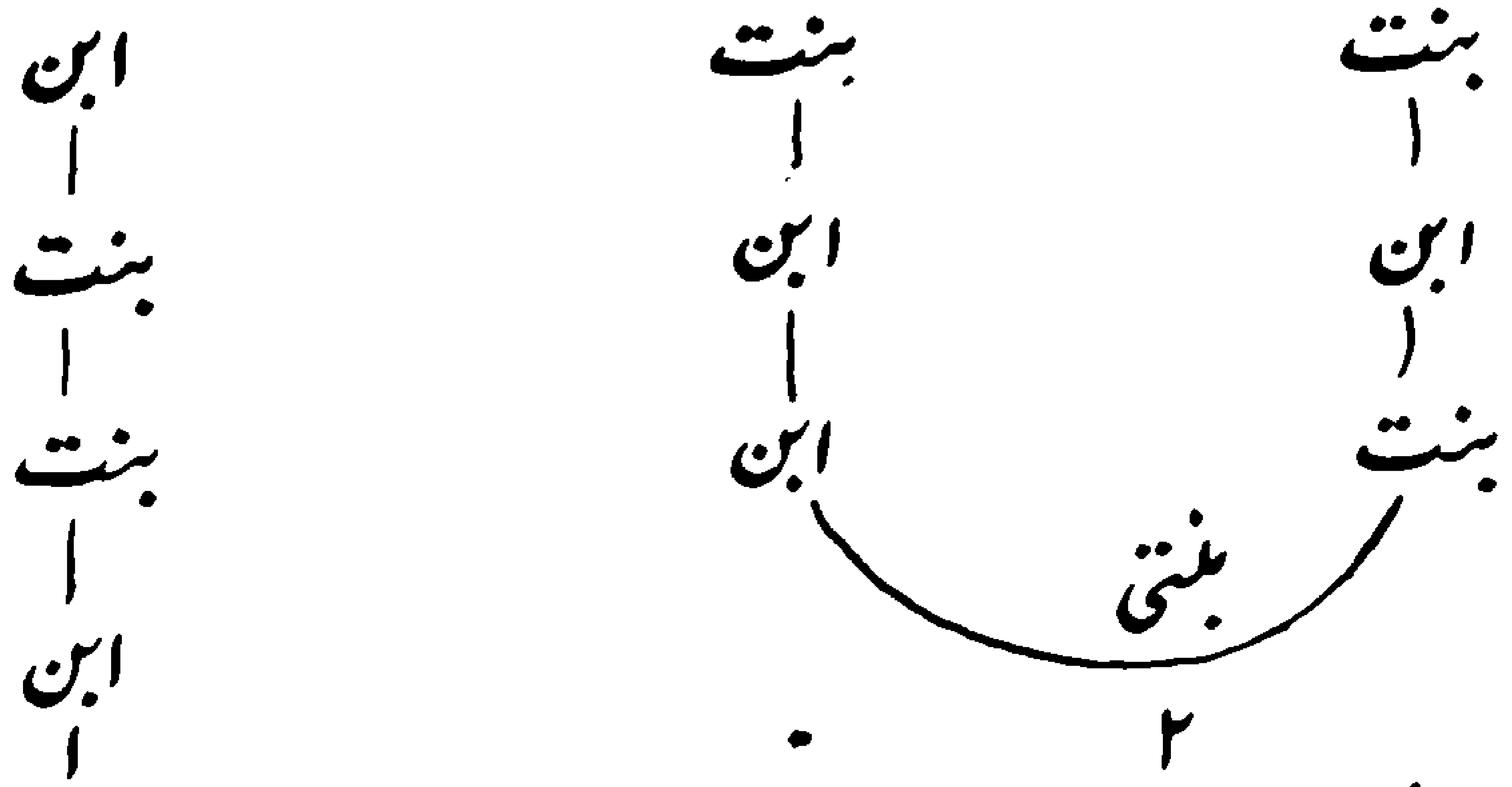

المسئلة من ثلثة لان كل
بنت فى البطن الاول كبنتين
اى كابن فكانهم ثلثة
بنين و منها تصح واحد
لفرع الابن واثنان للبنتين
والتقسيم فى البطن الثالث
وان كان على ثلثة لان
فيه بنتا كابن و ابنا
كابنين لا استقامة على ثلثة
لاثنين لكن لما كان الانقسام
فى البطن الاخير على بنتين
فحسب يصل كلا منهما
ثلث من قبل الاب وثلث من
قبل الام فكان لكل واحدة
كملا ولا حاجة الى الضرب فجعل
بنتين فى الاصول كاربع بنات انما
الى من جهة ان تعدد الجهة فى
الفروع اورث التعدد فى

مسئلہ تین ۳ سے بنے گا کیونکہ پہلے بطن میں
ہر بیٹی دو ۲ بیٹیوں یعنی ایک بیٹے کے برابر ہے
گویا کہ وہ تین بیٹے ہو گئے اور تین سے ہی
مسئلہ کی تصحیح ہو گی۔ ایک حصہ بیٹے کی فرع
کو جبکہ دو ۲ حصے دونوں بیٹیوں کو ملیں گے۔ اور
تیسرے بطن میں اگرچہ تقسیم تین ۳ پر ہوتی ہے
کیونکہ اس میں ایک بیٹی بیٹے کی مثل ہے
اور ایک بیٹا دو ۲ بیٹیوں کی مثل ہے۔ اور
دو کا تین پر تقسیم ہونا بالکسر درست نہیں،
لیکن جبکہ آخری بطن میں فقط دو ۲ ہی بیٹیوں پر
تقسیم ہوتی ہے اُن دونوں کو ایک تہائی
باپ کی طرف سے اور ایک تہائی ماں کی طرف
سے موصول ہوگا۔ تو ہر ایک کیلئے مکمل ثلث
ہوگا۔ اور ضرب کی ضرورت پیش نہیں آئیگی،
لہذا اصول میں دو ۲ بیٹیوں کو چار بیٹیوں کی طرح
بنانا فقط اس اعتبار سے ہے کہ فروع
میں جہت کا تعدد اصول میں تعدد کو ثابت
کرتا ہے۔ اور یہ محض فروع کے ابدان کے

Marfat.com

وفرع كذا فى من جهة الابناء بحكم المقدمتين المذكورتين ان يكون المال بينهم اثلاثا ثلثه للصاحبين واخر للجامع واخر للابن لتساويهم جميعًا كما عرفت وهذا انما يتأتى اذا اعتبر اصل الفرع الجامع اصلين هكذا :

اور اگر یہی صورت بیٹوں کی جانب سے متحقق ہو تو بھی مذکورہ بالا دو مقدموں کی بنیاد پر حکم یہی ہوگا کہ مال ان کے درمیان تین حصوں کے طور پر منقسم ہوگا، ایک تہائی دو الگ الگ جہتوں والوں کے لئے اور ایک تہائی دونوں کے جامع کے لئے اور ایک تہائی بیٹے کی فرع کے لئے، کیونکہ وہ سب آپس میں مساوی ہیں۔ جیسا کہ تو پہچان چکا ہے۔ اور یہ اُسی وقت ہوگا جب دونوں جہتوں کی جامع فرع کی اصل کو دو اصلیں فرض کیا جائے۔ صورتِ مسئلہ یوں ہوگی :

مسئلہ ۳ × ۳ = ۹

بنت	بنت	بنت	ابن
ابن بنت	ابن	بنت	بنت
ابن بنت	ابن	بنت	ولد
ابن	ابن	ابن	ولد
۲ و ۱			۱/۳
۳	۲	۱	۳

اعتبرنا البنت الاولى بنتين فكان فى البطن الاول ابن واربع بنات كابنين وعلى الاختصار ثلثة ابناء فالمسئلة من ثلثة واحد منها لفرع الابن واثنان لطائفة البنات وتحتهن فى البطن الثانى ابنان وبنتان اى كثلثة ابناء ولا يستقيم اثنان عليهم فتضرب المسئلة فى ثلثة تكن من تسعة

ہم نے پہلی بیٹی کو دو بیٹیاں فرض کیا تو اس طرح پہلے بطن میں ایک بیٹا اور چار بیٹیاں ہوگئیں جو کہ دو بیٹوں کے برابر ہے۔ بطور اختصار یہ کہ تین بیٹے ہوگئے۔ چنانچہ مسئلہ تین سے بنے گا جن میں سے ایک بیٹے کی فرع کیلئے اور دو بیٹیوں کے فریق کے لئے ہوں گے۔ اور اُن بیٹیوں کے نیچے دوسرے بطن میں دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں یعنی تین بیٹے ہوگئے۔ اور دو

Marfat.com

تعددت الاصول وھو المقصود
ھٰذا ماظھر للعبد الفقیر بعون
الملک القدیر عزجلالہ وارجوا
ان یکون صوابا ان شاء اللہ تعالیٰ
فعلیک بہ فلعلک لا تجدہ فی غیر
ھٰذہ السطور، واللہ تعالیٰ اعلم
بحقائق الامور۔

قدرت والے بادشاہ جس کی بزرگی غالب ہے
کی مدد کے محتاج بندے کے لئے ظاہر ہوا،
اور میں امید کرتا ہوں کہ اِن شاء اللہ
تعالیٰ یہ درست ہوگا، لہٰذا
تجھ پر لازم ہے کہ تُو اس کو حاصل کر
شاید تُو اسکو ان سطور کے غیر میں نہ پائے۔ اور
اللہ تعالیٰ امور کی حقیقتوں کو خوب جانتا ہے۔ (ت)

اب تقسیم مسئلہ کی طرف چلئے، اصل مسئلہ بوجہ زوجہ چار سے ہے اس کا فرض دے کر تین بچے جس کے مستحق پانچ بھائی اور آٹھ بہنیں برابر چار بھائیوں کے، گویا نو بھائی ہیں تین نو کو تین ۳ بار فنا کرتا ہے، لہٰذا مسئلے میں تین ۳ کی ضرب ہوکر بارہ ۱۲ ہوئے جس سے تین ۳ زوجہ کے اور پانچ طائفہ مردان اور چار طائفہ زنان کے۔ اب طائفہ مردان کے نیچے بطن دوم میں لیلیٰ دو ۲ بنت ہے اور ولید دو ۲ ابن اور حمید ایک۔ مجموع تین ۳ ابن دو ۲ بنت، گویا چار ۴ ابن ہیں، بوجہ تباین مسئلے میں چار کی ضرب ہوکر اڑتالیس ۴۸ ہوئے، بارہ ۱۲ چمن آرا کے اور بیس ۲۰ طائفہ مردان اور سولہ ۱۶ طائفہ زنان کے۔ یہ بیس ۲۰ یوں تقسیم ہوئے کہ لیلیٰ کو پانچ اور طائفہ ذکور اعنی ولید وحمید کے پندرہ ۱۵، یہ طائفے پھر جدا جدا کر دیئے، طائفہ ذکور کے بعد بطن ثالث میں اختلاف نہیں، رابع میں ایک ابن سعید اور دو ۲ بنت سعاد وحسینہ، گویا چار بنت ہیں۔ پندرہ ۱۵ ان پر مستقیم نہیں، اور لیلیٰ کو بھی سعاد وسعید ابن وبنت ہیں، اور پانچ تین پر مستقیم نہیں لہٰذا بوجہ تباین

مسئلہ ۴ × ۳ ۱۲ × ۴ ۴۸ × ۱۲ ۵۷۶

زوجہ	طائفہ مردان	طائفہ زنان
۱	۵	۴
۳	۲۰	۱۶
۱۲	۲۴۰	۱۹۲
۱۴۴		

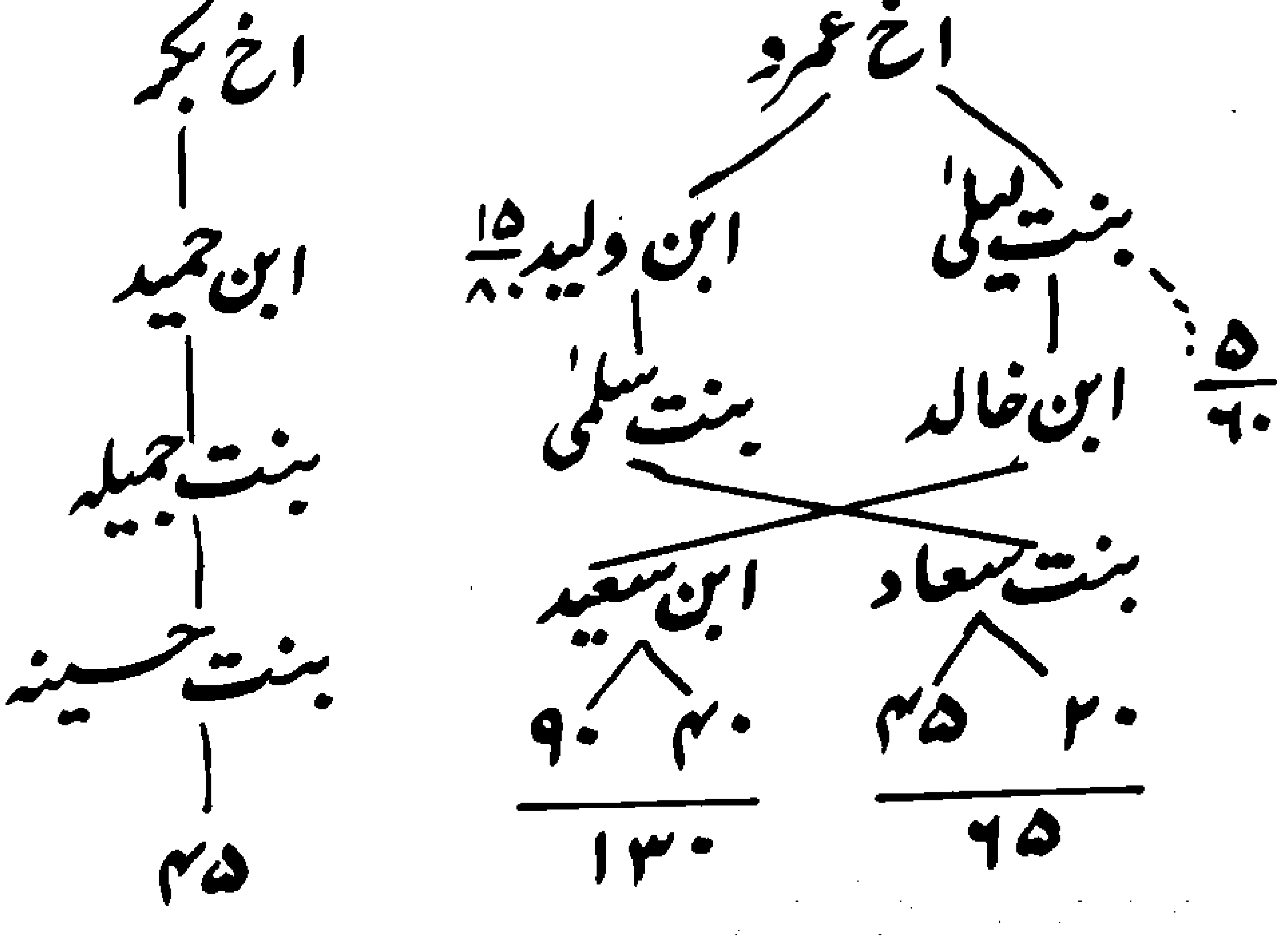

Marfat.com

مسئلہ ۵ × ۲ = ۱۰

بنت	بنت	بنت	ابن
ابن بنت	ابن	بنت	بنت
ابن بنت	ابن	بنت	ولد
ابن	ابن	ابن	ولد
۲ و ۱			۲
۳	۲	۱	۴

والبیان ظاهر ههنا فظهر ان
اعتبار تعدد الجهات فی
الاصول انما یکون بحصول التعدد
فی الذوات فان کان
حقیقة فذلك کما فی الامثلة
التی ذکروها فی الکتب
والا وجب اعتباره حکما وعد
اصل اصلین فی القسمة
ویظهر هذا لمن تأمل فیما
صوروه ایضا من کون
الجهة من اصلین کما اذا
ترك بنتی بنت ابن
بنت هما ایضا بنتا ابن
ابن بنت اخری وابن
بنت بنت ابن بهذه
الصورة :

اور بیان ظاہر ہے ، یہ خلاف مفروض ہے۔
پس ظاہر ہو گیا کہ اصول میں تعددِ جہات
کا اعتبار ذوات میں تعدد کے اصول سے
ہی ہوتا ہے۔ اگر وہ تعدد حقیقتاً ہو تو فبہا
جیسا کہ ان مثالوں میں ہے جن کو مشائخ نے
کتابوں میں ذکر فرمایا ورنہ حکمی طور پر تعدد کا
اعتبار کرنا اور تقسیم میں ایک اصل کو دو
اصلیں شمار کرنا ضروری ہوگا۔ اور یہ اس
شخص کے لئے بھی ظاہر ہو جاتا ہے جو
مشائخ کی بیان کردہ اِس صورت میں غور
کرے جو انھوں نے دو اصلوں سے حاصل
ہونے والی جہت کے بارے میں بیان
کی ہے۔ جیسے کسی شخص نے ایک بیٹی کی پوتی
کی دو بیٹیاں چھوڑی ہیں اور وہی دونوں
میّت کی دوسری بیٹی کے پوتے کی بھی
بیٹیاں ہیں۔ اور ان کے علاوہ ایک
بیٹے کی نواسی کا بیٹا چھوڑا ہے۔
صورتِ مسئلہ یوں ہوگی :

Marfat.com

نئے طائفہ اناث حسن آرا و حبیبہ کے چوبیس[۲۴]، اب یہ طائفے بھی جدا کر دیئے طائفہ ذکور کے نیچے ایک ابن دو[۲] بنت ہیں، تو گلفام نے چوبیس[۲۴]، حسینہ و گلچہرہ نے بارہ[۱۲] بارہ[۱۲] پائے، اور طائفہ اناث کے نیچے بھی ایک ابن دو[۲] بنت ہیں، تو گلفام کو بارہ[۱۲]، گلچہرہ و شہناز کو چھ[۶] چھ[۶] ملے۔ یہ تصحیح باعتبار طائفہ اناث ہوئی، تصحیحین میں توافق لبدس السدس یا ربع التسع یعنی بجزء من ستۃ وثلثین[۳۶] جزء ہے، اول کا وفق سولہ[۱۶] ہے اور ثانی کا سات، تو ان میں جس کو دوسرے کی وفق سے ضرب دی مبلغ تصحیح چار ہزار بتیس[۴۰۳۲] ہوئے، تصحیح اول میں جس نے جو پایا تھا اسے سات میں ضرب دی اور تصحیح ثانی کے سہام کو سولہ[۱۶] میں،

سعاد	سعید	حسینہ	حسینہ	گلچہرہ	گلفام	شہناز
۶۵	۱۳۰	۴۵	۱۲	۱۸	۴۴	۱۰
۴۵۵	۹۱۰	۳۱۵	۱۹۲	۲۸۸	۷۰۴	۱۶۰

تو حسینہ کے مجموع پانسو سات (۵۰۷) ہیں اور چمن آرا کے ہر طرح ایک ہزار آٹھ[۱۰۰۸]، اور یہی وہ تقسیم ہے کہ مذکور ہوئی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۹

۲۷ جمادی الآخرہ ۱۳۱۸ھ

مسئلہ ۳۶ × ۱۶ (۵۷۶)   محمد یار

زوجہ	ابن	ابن	ابن	ابن	بنت	بنت	ابن	بنت	بنت
حافظ جان	نیاز علی	محمد علی	کلن	محمد حسین	احمدی	بی جان	امیر علی	بنی جان	جبن
کان لم یکونا		۶	۱۵ / ۲۴۰	۱۰	۵	کان لم یکونوا			

توضیحش آنکہ اولاً حافظ جان مرد و ہمیں ابناء وبنات ورثہ گزاشت باز نیاز علی گزشت وبقیہ اخوۃ واخوات وارث داشت پس ایں ہر دو کان لم یکن شدند و مسئلہ بہ ۱۲ تقسیم یافت چار پسر را

اس کی وضاحت یہ ہے کہ پہلے حافظ جان مرا اور یہی بیٹے اور بیٹیاں ورثاء چھوڑے، پھر نیاز علی فوت ہوا اور باقی بہن بھائی وارث چھوڑے، پس یہ دونوں کالعدم ہو گئے۔ اور مسئلہ نے بارہ[۱۲] کے عدد سے تقسیم

Marfat.com

الاصول وليس هذا من قبل ابدان الفروع فحسب فانما هما ثنتنات لاغير كما ان الاصل بنتان لاغير فالتربيع لم يأت الا لاجل الجهات **فان قلت** لما كانت الفرعان فرعى كل من اصلين كانتا كاربعة فروع كانها بنتان من قبل الاب و بنتان من قبل الام فلم تتعدد الاصول الا بتعدد الفروع **قلت** تعدد الجهات فى فرع لايورث تكثر فى بدنه فزيد لا يصير زيدين لكونه ابن ابيه وابن امه فالتربيع فى الفرعين ما جاء الا بتعدد الجهات وجعلتموه مستلزما لتربيع الاصلين فكان ذلك قولاً منكم بقولنا من حيث لا تشعرون وبالجملة اذا صدقت المقدمان القائلتان كلما تعددت الجهات تعددت الفروع وكلما تعددت الفروع تعددت الاصول كما اعترفتم وجب صدق النتيجة القائلة كلما تعدد الجهات

اعتبار سے نہیں کیونکہ ابدان تو فقط دو ہیں جیساکہ اصل میں فقط دو بیٹیاں ہیں تو انھیں چار بتانا فقط تعددِ جہات کی وجہ سے ہے۔ اگر تُو کہے کہ جب دونوں فرعیں دو اصلوں میں سے ہر ایک کی فرعیں ہیں تو کل فرعیں چار ہوگئیں گویا کہ دو بیٹیاں باپ کی جانب سے اور دو ماں کی جانب سے ہیں۔ تو اس طرح اصول بغیر تعددِ فروع کے متعدّد نہیں ہوئے۔ میں کہوں گا فرع میں جہتوں کا متعدد ہونا بدن میں کثرت کو ثابت نہیں کرتا۔ چنانچہ زید اس وجہ سے دو زید نہیں بن جاتا کہ وُہ اپنے باپ کا بھی بیٹا ہے اور اپنی ماں کا بھی، لہٰذا دو فرعوں کا چار بن جانا نہیں ہوا مگر تعددِ جہات کی وجہ سے۔ اور تم اس کو دو اصلوں کے چار ہونے کے لئے مستلزم قرار دے چکے ہو تو غیر شعوری طور پر تم نے وہی بات کہہ دی جو ہمارا قول ہے۔ خلاصہ یہ کہ جب مذکورہ بالا دونوں مقدمے سچے ہوں اور یُوں کہا جائے کہ جب جہات متعدد ہوں تو فروع متعدد ہوتی ہیں اور جب فروع متعدد ہوں تو اصول متعدد ہوتے ہیں جیسا کہ تم اعتراف کر چکے ہو۔ تو نتیجے کا سچا ہونا واجب ہے۔ اور یُوں کہا جائے گا کہ جب جہات متعدد ہوں تو اصول متعدد ہوں گے۔ اور یہی ہمارا مقصود ہے۔ یہ وہ ہے جو

Marfat.com

مسئلہ — محمد علی — عف ۶

زوجہ	ابن	ابن
محبوبن	وزیر علی	احمد علی
کان لم یکونا		$\frac{1}{6}$
		۹۶

زیرا کہ محبوبن را ہمین دو پسر وارث شدند باز وزیر علی را ہمین یک برادر۔

اس لئے کہ محبوبن کے یہی ۲ دو بیٹے وارث ہوئے پھر وزیر علی کا یہی ایک بھائی وارث ہوا (ت)

مسئلہ ا — احمدی — مف ۵

زوج	ابن	بنت محمدی
کان لم یکونا		$\frac{1}{5}$
		۸۰

لمثل ما مرفی محمد علی

مسئلہ ۳۲ — محمد حسین توافق بالنصف — مف ۱۰

زوجہ ثانیہ آسودہ	ابن من الثانیۃ	بنت من الاولیٰ	بنت من الاولیٰ
	علی حسین	بنی	بتولن
۲۰/۴			
	۷۰/۱۴	۳۵/۷	۳۵/۷

مسئلہ ۴۰ — کلن — فاستقامت — مص ۲۴۰

زوجہ موزنگا	ابن واحد یار	ابن حامد یار	بنت بسم اللہ
۴۰/۵	۸۴/۱۴	۸۴/۱۴	۴۲/۷

المبلغ ۵۷۶

الاحیاء

احمد علی	آسودہ	علی حسین	بنی	بتولن	موزنگا	واحد یار	حامد یار	بسم اللہ	محمدی
۹۶	۲۰	۷۰	۳۵	۳۵	۳۰	۸۴	۸۴	۴۲	۸۰

آسودہ کہ بعد انتقال محمد حسین حسب بیان سائل محمد حسین کا زرنقد و اثاث البیت اپنے حصے سے زائد لے کر مع اپنے دو سالہ بچے علی حسین کے چلی گئی اور بارہ ۱۲ سال سے

Marfat.com

سہام ورؤس فریقین دونوں رؤس اعنی چار اور تین بعینہ معتبر ہوئے اور یہ بھی متباین ہیں تو باہم ضرب دے کر اصل مسئلہ میں بارہ [۱۲] کی ضرب سے پانسو چھہتر (۵۷۶) ہوئے، چمن آرا کے ایک سو چوالیس (۱۴۴) طائفہ زنان کے ایک سو بانوے (۱۹۲)، طائفہ مردان کے دو سو چالیس (۲۴۰) جن میں سے لیلیٰ کو ساٹھ [۶۰] پہنچے کہ سعید کو چالیس [۴۰]، سعاد کو بیس [۲۰] ہو کر بٹ گئے اور ولید وحمید کے ایک سو اسی [۱۸۰] پوتے بٹے کہ سعید کو نوے [۹۰] اور سعاد وحسینہ کو پینتالیس [۴۵] پینتالیس [۴۵]۔ بالجملہ سعید کے مجموع ایک سو تیس [۱۳۰] ہوئے اور سعاد کے پینسٹھ [۶۵] اور حسینہ کے پینتالیس [۴۵]، یہ تصحیح طائفہ مردان کا مقتضی ہے، اب طائفہ زنان لیجئے اصل مسئلے سے اس طائفہ کے چار رکھے اس کے بطن ثانی میں تین ابن ایک بنت ہے، ہر ایک مثل دو [۲] کے، گویا سات ابن ہیں، تو مسئلہ چوراسی [۸۴] سے ہوا۔ طائفہ زنان کے اٹھائیس [۲۸] ان میں چار [۴] محبوبہ کے ہیں بطن ثالث میں اس کے ابن و بنت محبوب وحبیبہ یعنی تین پر مستقیم نہیں۔ اور چوبیس [۲۴] طائفہ ذکور فرید ومجید ومطلوب کے ہیں، بطن ثالث میں فرید کا ابن رشید

مسئلہ ۴ × ۳ / ۱۲ × ۷ / ۸۴ × ۳ / ۲۵۲

طائفہ زنان	طائفہ مردان	زوجہ
۴	۵	۱
۲۸	۳۵	۳
۸۴	۱۰۵	۲۱
		۶۳

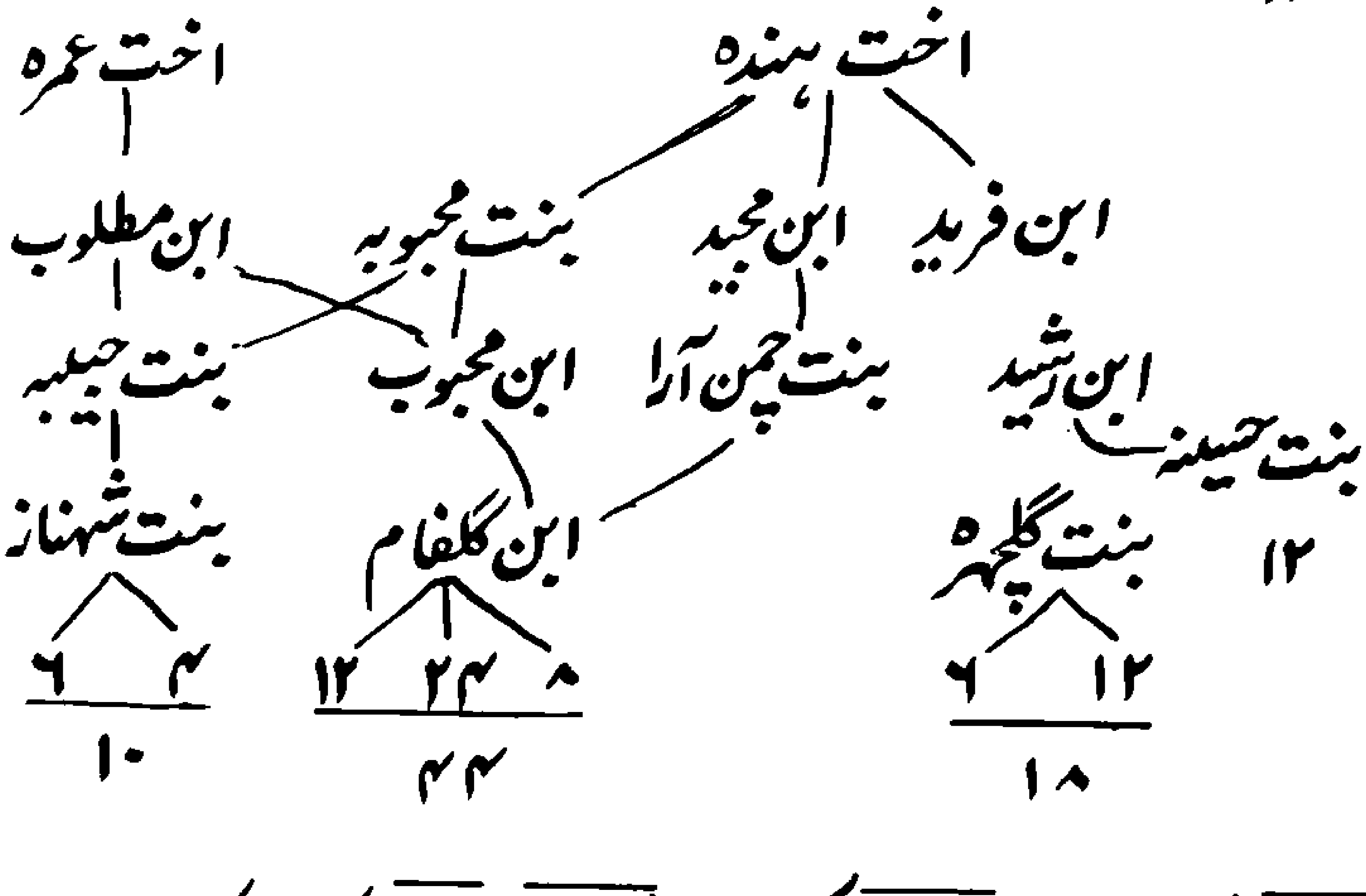

دو [۲] ابن ہے، اور مجید کی بنت حسن آرا دو [۲] بنت، اور مطلوب کی اولاد محبوب وحبیبہ ایک ایک ابن و بنت، تو مجموع تین [۳] ابن تین [۳] بنت، یعنی نو [۹] بنت ہیں۔ چوبیس [۲۴] اور نو [۹] میں توافق بالثلث ہے تو رؤس طائفہ انثیٰ اعنی محبوبہ بھی تین ہوئے، اور رؤس طائفہ ذکور بھی باعتبار وفق تین [۳] ہی رہے انھیں تماثل ہے صرف تین [۳] کی ضرب ہو کر مسئلہ دو سو باون [۲۵۲] سے ہوا جس سے طائفہ علیائے اناث کے چوراسی [۸۴] ان سے بطن ثانی میں محبوبہ کے بارہ [۱۲] کہ محبوب کو آٹھ [۸]، حبیبہ کو چار [۴] ہو کر بٹے اور وہ آٹھ [۸] گلفام اور یہ چار [۴] شہناز کو پہنچ گئے اور طائفہ ذکور کے بہتر [۷۲] کہ بطن ثالث میں رشید و حسن آرا محبوب وحبیبہ پر اثلاثا بٹے یعنی اس تازہ طائفہ ذکور رشید ومحبوب کے اڑتالیس [۴۸] اور

Marfat.com

جانا چاہئے یا متوفیہ کے شوہر کا لڑکا وارث ہونا چاہئے؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

صورت مستفسرہ میں متوفیہ کا کل متروکہ خواہ اس کا ذاتی مال ہو خواہ شوہر کا دیا ہوا بعد ادائے دیون وانفاذ وصایا تمام وکمال فقرائے مسلمین کا حق ہے جو کسب سے عاجز ہوں اور ان کا کوئی کفالت کرنے والا نہ ہو۔

فی ردالمحتار ترکۃ لا وارث لھا مصرفہ اللقیط الفقیر والفقراء الذین لا اولیاء لھم فیعطی منہ نفقتھم و ادویتھم وکفنھم وعقل جنایتھم کما فی الزیلعی وغیرہ وحاصلہ ان مصرفہ العاجزون الفقراء[1] اھ ملتقطا۔

ردالمحتار میں ہے کہ ایسا ترکہ جس کا کوئی وارث نہ ہو اس کا مصرف وہ لقیط ہے جو محتاج ہو اور وہ فقراء ہیں جن کے لئے کوئی ولی نہ ہوں۔ اس میں سے ان کو خرچہ، دوائیں، کفن کے اخراجات اور جنایات کی دیتیں دی جائیں گی جیسا کہ زیلعی وغیرہ میں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس کا مصرف عاجز فقراء ہیں اھ التقاط (ت)

شوہر کا بیٹا اگر فقیر عاجز ہے تو وہ بھی اور فقرائے عاجزین کے مثل مستحق ہے ورنہ اس کا اصلاً استحقاق نہیں، نہ متوفیہ کے ذاتی مال میں نہ شوہر کے دیئے ہوئے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۱ ۳ شعبان المعظم ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ مسمی حسین بخش کی دختر کا نکاح ہوا اور اس نے اپنے شوہر کے یہاں کل ایک گھنٹہ قیام کیا اور بعدہ اپنے والد کے یہاں چلی آئی اور ۲ ماہ ۱۲ یوم تک بعد نکاح کے زندہ رہی اور اس درمیان میں اپنے شوہر کے یہاں نہ گئی اور اپنے والدین کے یہاں مرگئی اس کے پاس زیور والدین کا تھا اور کچھ زیور اس کے شوہر نے چڑھایا تھا اب اس کا شوہر کل زیور کا دعوٰی کرتا ہے اور اس کی تجہیز و تکفین اس کے والدین نے کی اس صورت میں از روئے شرع شریف اس کا شوہر زیور پانے کا مستحق ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ باب العشر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۸

Marfat.com

ہشت و ہر چہار دختر را چہار باز امیر علی بعدہٗ محمد علی مُرد و باقی دو برادر و خواہران گزاشت باز حبن باز بنی جان مردند و ہمیں اخوین و اخوات ورثہ گزاشتند پس چار سہم کہ بایں سہ می رسید در دو برادر اعنی کلن و محمد حسین و دو خواہر اعنی احمدی و بی جان منحصر گردید و ایں چہار کسان را بجائے شش ۶ دہ۱۰ رسید و حاصل مسئلہ باں گرائید کہ از ترکہ یک سدس بہ محمد علی و لبقیہ پنج اسداس بریں چہار اشخاص للذکر مثل حظ الانثیین بر شش سہم منقسم۔ اول عدد یکہ سدس او برآوردہ باقی را بر ۶ قسمت توانیم سی و شش ست از ہمین مسئلہ کردیم ۶ بہ محمد علی رسید و بہر یک از کلن و محمد حسین دہ۱۰ و بہر یک از احمدی و بی جان پنج فاما بعد اینہا بی جان مردہ و ہمین کلن برادرش وارث گزاشتہ پس او را نیز برآوردیم و سہم کلن پانزدہ۱۵ کردیم فائدۂ ایں تصرفات عجیبہ تخفیف عظیمی ست کہ در تقسیم مسئلہ راہ یافت چنانکہ بر سالک طریق معہود بموازنۂ ایں طرز محمود روشن شود۔

پائی، چاروں بیٹوں کو آٹھ حصے اور چاروں بیٹیوں کو چار حصے ملے۔ پھر امیر علی اور اس کے بعد محمد علی فوت ہوا باقی دو بھائی اور بہنیں چھوڑیں۔ پھر حبن اور پھر بنی جان مر گئے اور وہی دو۲ بھائی اور بہنیں ورثا میں چھوڑے۔ چنانچہ وہ چار حصے جو ان تینوں کو پہنچتے ہیں وہ دو۲ بھائیوں یعنی کلن اور محمد حسین اور دو بہنوں یعنی احمدی اور بی جان میں منحصر ہو گئے۔ اور ان چار۴ شخصوں کو بجائے چھ کے دس حصے ملے۔ مسئلہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ ترکہ میں سے ایک سُدس یعنی چھٹا حصہ ($\frac{1}{6}$) محمد علی کو ملا اور باقی پانچ چھٹے حصے ($\frac{5}{6}$) چار شخصوں پر اس طرح تقسیم ہونے ہیں کہ مذکر کا حصہ دو۲ مؤنثوں کے برابر ہو تو اس طرح یہ حصے چھ۶ پر منقسم ہوں گے اور وہ پہلا عدد جس کا چھٹا حصہ نکال کر باقی کو چھ۶ پر تقسیم کریں وہ چھتیس۳۶ ہے۔ لہذا ہم نے چھتیس۳۶ سے مسئلہ بنا دیا، اس میں سے چھ۶ محمد علی کو اور کلن اور محمد حسین میں سے ہر ایک کو دس۱۰ دس۱۰ اور احمدی اور بی جان میں سے ہر ایک کو پانچ پانچ حصے دیئے۔ لیکن ان کے بعد بی جان فوت ہوئی اور وہی کلن اپنا بھائی وارث چھوڑا چنانچہ ہم نے بی جان کو تقسیم سے نکال دیا اور کلن کے حصے پندرہ۱۵ کر دیئے۔ ان عجیب تصرفات کا فائدہ اس مشقت میں کافی حد تک تخفیف کرنا ہے جو مسئلہ کی تقسیم میں راہ پاتی ہے جیسا کہ معروف طریقہ پر چلنے والے شخص پر اس پسندیدہ طرز کے ساتھ موازنہ کرنے سے روشن ہو جاتا ہے۔ (ت)

Marfat.com

اس نے ایک بھائی اخیافی اور ایک بہن حقیقی اور ایک بیٹا اور ایک بیٹی حقیقی چھوڑی، ہنوز ورثہ تقسیم نہیں ہوا تھا کہ ان میں سے ایک لڑکے کریم بخش نے انتقال کیا اس نے اپنے وارثوں میں سے ایک زوجہ مسماۃ آمنہ اور بہن حقیقی اور ایک دادی اور پانچ چچے اخیافی اور ایک پھوپھی اخیافی چھوڑے۔ از روئے شرع شریف کے کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

عبارت سائل سے ظاہر یہ ہے کہ اس کے نزدیک اخیافی سوتیلی کو کہتے ہیں یعنی جسے باپ کی طرف سے علاقہ ہو اور ماں کی طرف سے جدا، و لہذا اس نے اخیافی والدہ کو لکھا یعنی سوتیلی ماں۔ اگر بہن بھائی اخیافی میں بھی یہی مراد ہے یعنی وہ لسین کے سوتیلے بہن بھائی ہیں کہ باپ ایک اور ماں جُدا، تو اس صورت میں محمد لسین کا ترکہ بر تقدیر عدم موانع ارث و وارث آخر و تقدیم دین و وصیت تینتیس سہام پر منقسم ہو کر بیس سہام مریم اور پانچ آمنہ اور ایک لسین کے ہر سوتیلے بھائی کو ملے گا۔ صورتِ مناسخہ یہ ہے مگر اخیافی حقیقۃً ان بھائی بہن کو کہتے ہیں جو ماں میں شریک ہوں اور باپ جُدا۔ اگر یہ چھ شخص محمد لسین کے ایسے ہی بہن بھائی تھے تو ترکہ بشرائط مذکور صرف چھ سہام پر منقسم ہو کر پانچ سہم مریم اور ایک آمنہ کو ملے گا۔ محمد لسین کے ان بہن بھائیوں کا کچھ استحقاق نہیں لانھم من ذوی الارحام والرد مقدم علیھم (اس لئے کہ وہ ذوی الارحام ہیں اور رد ان پر مقدم ہے۔ ت) ۱
واللہ تعالٰی اعلم۔

Marfat.com

مفقود الخبر ہے علی حسین کے ستّر سہام اس کی ستّر سال عمر ہونے تک امانت رہیں اگر وہ زندہ معلوم ہو اسے دیئے جائیں یا مرگیا ہو تو اس کے ورثہ کو پہنچائے جائیں، اور اگر اس مدت تک پتا نہ چلے تو اس وقت جو اس کے وارث شرعی ہوں وہ پائیں آسودہ جو کچھ اپنے حصص سے زائد لے گئی اگر اس کا مہر واجب الادا تھا اور وہ مال کہ لے گئی مقدار مہر واجب الادا سے زائد نہ تھا تو اُس کا حصّہ بھی بدستور اس کی ستّر سال عمر ہونے تک امانت رہے، اور اگر زائد تھا تو اس کا الزام علی حسین نابالغ پر نہیں صرف آسودہ کے حصّے سے بنی و بتولن اپنے حصے کا نقصان وصول کرسکتی ہیں۔

وھو مسئلۃ الظفر بخلاف جنس الحق المفتی بہ الآن علی جواز الاخذ[1] واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

اور وہ مسئلہ ہے اپنے حق کی جنس کے غیر کو وصول کرنے پر کامیابی حاصل کرنے کا۔ آج کے دور میں اس کو لینے کے جواز پر فتوٰی ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۹۰ از صوبہ پنجاب علاقہ گوالیار مرسلہ مولوی مبارک حسین صاحب ۲۵ رجب ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک بیوہ عورت نے وفات پائی اور اس نے جو ترکہ چھوڑا اس میں کچھ تو اس کا ذاتی ہی مال ہے اور کچھ ایسا ہے جو اس کے شوہر نے اپنی حیات میں اسے دے دیا تھا متوفیہ کا کوئی رشتہ دار قریب وبعید نہیں ہے نہ ذوی الفروض میں نہ عصبات میں نہ ذوی الارحام میں، غرضیکہ کسی قسم کا کوئی رشتہ دار نہیں ہے، متوفیہ کے شوہر کا ایک لڑکا پہلی عورت سے ہے اور وہ متوفیہ کے ترکہ کا دعوٰی کرتا ہے آیا ترکہ ذاتی متوفیہ اور اس کے شوہر کا دیا ہوا اس لڑکے کو ملنا چاہیے یا نہیں؛ اور اگر ملنا چاہیے تو متوفیہ کا ذاتی وشوہری دونوں یا ایک، اور اگر نہ ملنا چاہیے تو وہ ترکہ کس کو ملنا چاہیے؟ عملداری ہنود ہونے کی وجہ سے بیت المال بھی نہیں ہے جو اس میں جائے بصیغۂ لاوارثی سرکار میں

---

[1] ردالمحتار کتاب السرقۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۰۰
" کتاب الحجر " " " " " ۵/ ۹۵

Marfat.com

رسالہ

تجلیۃ السلم فی مسائل من نصف العلم

۱۳۲۱ھ

(صلح کو روشن کرنا نصف العلم کے کچھ مسائل میں)

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ الذی ادخلنا فی السلم، وعاملنا بالمن والعفو والحلم، ۱
وعلمنا من العلم ومن نصف العلم، والصلوۃ والسلام علی الجواد الکریم الفائض علی عبیدہ من علم الفرائض، وعلٰی اٰلہ وصحبہ واحبابہ وارثی علمہ واٰدابہ۔ اٰمین!

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا ہے، تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے اسلام میں داخل فرمایا اور ہمارے ساتھ احسان، درگزر اور نرمی کا معاملہ فرمایا۔ اور ہمیں علم اور نصفِ علم (علمِ فرائض) سکھایا۔ اور درود و سلام ہو اس ذات پر جو سخی، کرم فرمانے والا، اپنے غلاموں پر علمِ میراث کا فیضان فرمانیوالا ہے اور آپ کی آل واصحاب اور دوستوں پر جو آپ کے علم اور آداب کے وارث ہیں۔ الٰہی! قبول فرما۔ (ت)

اما بعد، یہ بعض مسائل فرائض ہیں جو فقیر کے سامنے پیش ہوئے اور ابنائے زمان نے ان کی فہم میں اغلاط کئے مقصود ازالہ اوہام و اغلاط وارائت سواء الصراط ہے وباللہ التوفیق۔

Marfat.com

الجواب

زیور، برتن، کپڑے وغیرہ جو کچھ ماں باپ نے دختر کو دیا تھا وہ سب مِلکِ دختر ہے اس میں سے بعد ادائے دَین اگر ذمۂ دختر ہو نیز اجرائے وصیت اگر دختر نے کی ہو ہر چیز کا نصف شوہر کا حصہ ہے اور نصف ماں باپ کا، اور جو زیور شوہر نے چڑھایا تھا اس میں ان لوگوں کے رسم و رواج کو دیکھنا لازم ہے اگر وہ چڑھاوا صرف اس نیت سے دیتے ہیں کہ دُلہن پہنے مگر دُلہن کی مِلک نہیں کر دیتے بلکہ اپنی ہی مِلک رکھتے ہیں جب تو چڑھاوا شوہر یا شوہر کے ماں باپ کا ہے جس نے چڑھایا ہو، اور اگر دُلہن ہی کو اس کا مالک کر دیتے ہیں تو وہ بھی مثل جہیز ترکۂ دختر ہے اسی حساب نصفا نصف پر تقسیم ہوگا۔ اور جس طرح شوہر آدھے ترکہ کا مستحق ہے یونہی دختر کے والدین شوہر سے آدھا مہر لینے کے مستحق ہیں۔ سائل نے جو بیان کیا کہ عورت صرف گھنٹا بھر کیلئے دن میں مکانِ شوہر پر گئی تھی اسی دن اس کے بھائی کی شادی تھی جس میں بلالی گئی ایک مکانِ تنہا میں زن و شوہر نہ رہنے پائے تو اس صورت میں بھی آدھا مہر کامل ہی والدین کو شوہر سے ملے گا کہ قبلِ خلوت طلاق ہونا سقوطِ نصف مہر ہوتا ہے۔ موت اگرچہ قبلِ خلوت ہو کل مہر کو لازم کر دیتی ہے۔

فی الدر یتأکد عند وطئ او خلوۃ صحت من الزوج او موت احدھما[1] الخ۔

دُر میں ہے کہ مہر وطی کے وقت یا شوہر کی طرف سے خلوتِ صحیحہ کے وقت یا زوجین میں سے کسی ایک کی موت کے وقت لازم ہو جاتا ہے الخ۔ (ت)

تو بعد موت کل مہر لازم شدہ سے نصف حصۂ زوج ہوا اور نصف والدین کو پہنچے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۲ از کانپور بانس منڈی مرسلہ محمد علیم الدین صاحب محرم الحرام ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ محمد یٰسین نے انتقال کیا اپنے وارثوں سے ایک ابن کریم بخش و بنت مریم و زوجہ عمرہ و والدہ اخیافی و پانچ بھائی اور ایک بہن اخیافی چھوڑی ہنوز ورثہ تقسیم نہیں ہوا تھا کہ اس میں سے زوجہ عمرہ نے انتقال کیا

---

[1] الدرالمختار کتاب النکاح باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۷

Marfat.com

اعلم بالصواب ۔ کتبہ ابوالحسنات محمد عبدالحیّ عفا عنہ القوی۔

ایک حقیقی بہن اور ایک بھتیجے کو دیا جائے گا باقی ورثاء محروم ہوں گے۔ اور اللہ تعالےٰ درستگی کو خوب جانتا ہے۔ اس کو محمد عبدالحیّ نے لکھا ہے قوّت والا رب اس سے درگزر فرمائے (ت)

جواب کی پوری عبارت عرض کی ہے یہ صورت بعینہٖ وہی صورت واقعہ ہے، حضرت نے اگرچہ حکم زبانی فوراً ارشاد فرمایا تھا مگر کتاب کا حوالہ مولوی عبدالحیّ صاحب نے بھی نہیں دیا ہے لہٰذا امیدوار ہوں کہ اس مسئلہ کی مفصل حقیقت نہایت عام فہم ارشاد ہو ظلکم ممدود باد بندہ محمد احسان الحق عفی عنہ۔

۱۴ محرم شریف ۱۳۲۱ھ

الجواب

مکرمی اکرمکم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ حق وہی ہے جو فقیر نے عرض کیا تھا، مولوی صاحب سے سخت لغزش واقع ہوئی ہے اس صورت کو فقہ میں تخارج کہتے ہیں کہ ورثہ باہم بتراضی صلح کرلیں کہ فلاں وارث اپنے حصہ کے عوض فلاں شئے لے کر جُدا ہوجائے۔ اس کا حاصل یہ نہیں ہوسکتا کہ گویا وہ وارث کہ جدا ہوگیا سرے سے معدوم تھا کہ بقیہ ترکہ کی تقسیم اس طرح ہو جو اس کے عدم کی حالت میں ہوتی اس نے تو ترکہ سے حصہ پایا ہے تو معدوم کیونکر قرار پاسکتا ہے کہیں معدوم وقت موت المورث کو بھی ترکہ پہنچا ہے، بلکہ اس کا حاصل یہ ہے کہ ترکہ میں جتنے سہام کل ورثہ کے لئے تھے ان میں سے اس وارث نے اپنے سہام پالئے اب باقی میں باقی وارثوں کے سہام رہ گئے تو واجب ہے کہ وہ باقی ان بقیہ کے[ع] (اتنے اتنے) سہام ہی پر تقسیم ہو۔ جس جس قدر انھیں اصل مسئلہ سے پہنچتے تھے یہاں کے مورث نے ایک زوجہ ایک بہن ایک بھتیجا چھوڑا مسئلہ چار سے ہوا ایک زوجہ دو بہن ایک بھتیجے کا، زوجہ ترکہ سے اتنا مال لے کر جُدا ہوگئی تو چار میں سے اس کا ایک ادا ہولیا باقی تین رہے جن میں دو بہن کے ہیں اور ایک بھتیجے کا' تولازم ہے کہ باقی مال یونہی تقسیم ہو، بہن کو دو' بھتیجے کو ایک' نہ کہ دونوں کو نصفا نصف کہ اس تقدیر پر بہن کا حصہ نصف، باقی بعد فرض الزوجہ ہوجائے گا یعنی زوجہ کا حصہ نکال کر جو بچا اس کا آدھا حالانکہ نص قطعی قرآن عظیم سے بہن کا سہم نصف کل متروکہ تھا۔

[ع] اصل میں ایسا ہی ہے شاید یہاں کچھ چھوٹ گیا ہے اور غالباً عبارت یوں ہے : اس قدر سہام ہی پر یا اتنے سہام ہی ہے، لہٰذا قوسین میں بنادیا ہے۔ ازہری غفرلہٗ

Marfat.com

جنھیں ہر عاقل ادنیٰ نظر سے سمجھ سکتا ہے۔ فقیر نے جو حکم گزارش کیا اس میں ہر صورت پر یہ میزانِ عدل اپنی پوری استقامت پر رہے گی، صورت اولیٰ میں جبکہ زوجہ کا حق چھ ہزار تھے اور وہ تین ہزار پر راضی ہوگئی تو باقی تین ہزار فاطمہ بیگم و اسد علی کو ان کے حصص کے قدر پہنچنے واجب ہیں فاطمہ بیگم کا حصہ بارہ ہزار اور اسد علی کا چھ ہزار تھا یعنی فاطمہ بیگم کا اس سے دونا، اور اسی حساب سے زیور و مکان و اثاث البیت میں ان دونوں نے اپنا حصہ زوجہ کے لئے چھوڑا ہے۔ فاطمہ بیگم کے دو حصے اس سے ملے اور اسد علی کا ایک تو ضرور ہے کہ معاوضہ کے تین ہزار سے بھی فاطمہ بیگم کو دو ہزار ملیں اور اسد علی کو ہزار کہ ان کے اصل حصوں سے مل کر فاطمہ بیگم کے چودہ ہزار اور اسد علی کے سات ہزار ہو جائیں۔ صورت ثانیہ میں زوجہ نے چھ ہزار اپنے حق سے زائد پائے۔ بہن بھتیجا دونوں اس زیادت پر راضی ہیں تو ہر ایک کے حصہ سے حصہ رسد یہ زیادت نکالنی لازم۔ بہن کے بارہ ہزار سے چار ہزار نکالیں، اور بھتیجے کے چھ ہزار سے دو ہزار۔ اب بقیہ بارہ ہزار میں بہن کے آٹھ ہزار، بھتیجے کے چار ہزار رہے۔ اور وہی نسبت دو اور ایک کی آگئی۔ صورتِ ثالثہ تو خود ایسی ظاہر ہے کہ حاجتِ اظہار نہیں، عورت کو چھ ہی ہزار پہنچتے ہیں جو اس کا حق تھے، تو بہن بھتیجے کسی کے حق میں ایک حبہ کم نہ ہونا چاہئے نہ زائد، لیکن وہ طریقہ کہ مولوی صاحب نے اختیار کیا اس پر کسی صورت میں ہرگز عدل کا نام و نشان نہ رہے گا۔ پہلی صورت میں عورت کے تین ہزار نکل کر اکیس ہزار فاطمہ بیگم و اسد علی پر نصفاً نصف سے دونوں کو ساڑھے دس دس ہزار پہنچے اور چار سخت شناعتیں لازم آئیں؛

(۱) تین ہزار کہ حق زوجہ سے چھوٹے تھے دونوں کو ملنے چاہئے تھے بہن کو ان سے ایک حبہ نہ پہنچا۔

(۲) اگر نہ پہنچا تھا تو اس کا اپنا اصل حصہ کہ بارہ ہزار تھے وہ تو ملتا ڈیڑھ ہزار اس میں سے بھی کتر گئے، یہ کس قصور کا جرمانہ تھا۔

(۳) بھتیجا تنہا اس زیادت کا مستحق نہ تھا حالانکہ صرف اس نے پائی۔

(۴) بالفرض اسی کو ملتی تو عورت نے صرف تین ہی ہزار تو چھوڑے تھے بھتیجے کے اصل حصے چھ ہزار میں مل کر نو ہزار ہوتے یہ پندرہ سو اور کس کے گھر سے آئے۔

دوسری صورت میں عورت کو اس کے حق سے چھ ہزار زیادہ پہنچ کر بقیہ بارہ ہزار بالمناصفہ بٹے اور ویسی ہی شناعتیں پیش آئیں۔ بہن بھتیجا دونوں اپنے نقص حصص پر راضی ہوئے تھے مگر

Marfat.com

فصـــــل اوّل

مسئلہ ۹۳ ۱۴ محرم الحرام ۱۳۲۱ھ

اعلحضرت مجدّد مائۃ الحاضرہ دام ظلکم العالی، وقتِ قدم بوسی خادم نے مسئلہ پوچھا تھا کہ قمر علی نے زوجہ لطیفن بیگم اور حقیقی بہن فاطمہ بیگم اور حقیقی بھتیجا اسد علی اور مکان و زیور و اثاث البیت مجموع تین ہزار روپے کا اور اکیس ہزار کے نوٹ چھوڑ کر انتقال کیا، زوجہ نے مہر معاف کر دیا تھا اور وہ برضائے فاطمہ بیگم و اسد علی اپنے حصہ ترکہ کے عوض مکان و زیور و اثاث البیت پر قابض رہیں اور باہم وارثان میں اقرار نامہ لکھا گیا کہ فاطمہ بیگم و اسد علی کا ان اشیائیں اور لطیفن بیگم کا زرِ نقد مذکور میں کوئی حصہ باقی نہ رہا، اب وہ نوٹ فاطمہ بیگم و اسد علی میں کس حساب سے تقسیم ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ چودہ ۱۴ ہزار کے نوٹ فاطمہ بیگم اور سات ہزار کے نوٹ اسد علی کو ملیں۔ چنانچہ خادم نے اسی کے مطابق تقسیم کرا دیئے، دوسرے روز اسد علی آئے اور کہا میرا حق زیادہ چاہیے مجھے اس میں ساڑھے تین ہزار روپے کا نقصان ہے اور فتاوٰی مولوی عبدالحی صاحب جلد اول مطبع علوی ص ۱۰۱ کی عبارت پیش کی کہ اس کی رُو سے روپیہ مجھ میں اور فاطمہ بیگم میں نصفا نصف تقسیم ہونا چاہیے، اس کا خلاصہ عبارت ملاحظۂ اقدس کے لئے حاضر کرتا ہوں:

چہ می فرمایند علمائے دین اندریں صورت کہ زید انتقال کرد و ورثہ گزاشت یکے ہمشیرہ عینیہ مسمّٰی بہ رابعہ و سہ برادر زادیان مسمّی فاطمہ و زینب و کلثوم و یک برادر زادہ حقیقی مسمے بکر و یک زوجہ مسمّاۃ خدیجہ کہ جملہ ورثہ مذکورہ صلبی او را حصہ ہشتم داد و راضی کردہ اند پس بقیۂ متروکہ زید کہ چگونہ تقسیم باید ھو المصوب بعد تقدیم ما تقدم علی الارث و رفع موانع بقیۂ ترکۂ زید تقسیم بدو سہم شدہ یک سہم ازاں بہمشیرہ حقیقی و یک سہم بہ برادر زادہ خواہد شد باقی ورثہ محجوب خواہند شد۔ واللہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید نے یہ ورثاء چھوڑ کر انتقال کیا، ایک حقیقی بہن جس کا نام رابعہ ہے، تین بھتیجیاں جن کے نام فاطمہ، زینب اور ام کلثوم ہیں، ایک حقیقی بھائی جس کا نام بکر ہے اور ایک بیوی جس کا نام خدیجہ ہے۔ تمام مذکورہ بالا نسبی وارثوں نے بیوی کو آٹھواں حصہ دے کر راضی کر دیا ہے۔ زید کا بقیہ ترکہ کیسے تقسیم ہونا چاہیے؟ ھو المصوب۔ جو چیزیں میراث پر مقدم ہیں ان کی تقدیم اور رکاوٹوں کے رفع کے بعد زید کا بقیہ ترکہ دو حصوں پر منقسم ہوگا۔ اس میں سے

Marfat.com

مع وجود الزوج من ستة وهي
مستقيمة على الورثة للزوج[1] ثلثة
وللام السهمان[2] وللعم سهم[3]
(فصالح الزوج) من نصيبه الذى
هو النصف (على ما فى ذمته للزوجة من
المهر وخرج من البين فيقسم باقى
التركة) وهو ما عدا المهر
(بين الام والعم اثلاثا بقدر
سهامهما من التصحيح
(وحينئذ يكون سهمان)
من الباقى للام وسهم
واحد للعم كما كان[4] كذلك
فى سهامهما من التصحيح فانقلت
هلاّ جعلت الزوج بعد المصالحة و
اخذه المهر وخروجه من البين
بمنزلة المعدوم واىّ فائدة فى
جعله داخلا فى تصحيح المسئلة مع انه
لا ياخذ شيئا وراء ما اخذه
قلت فائدته انا لو جعلناه كان
لم يكن وجعلنا التركة ماوراء

بنے گا جو کہ ورثاء پر برابر تقسیم ہو جائے گا،
خاوند کو تین، ماں کو دو اور چچا کو ایک حصہ
ملے گا۔ چونکہ شوہر اپنے ذمہ مہر کے بدلے
میں ترکہ میں سے اپنا حصہ جو کہ نصف ہے
چھوڑنے پر صلح کر کے وارثوں کے درمیان سے
خارج ہو گیا لہذا باقی ترکہ جو کہ مہر کے علاوہ
ہے ماں اور چچا کے درمیان تصحیح میں سے
ان کے حصوں کے مطابق تین پر تقسیم ہو گا۔
اور اس صورت میں مہر کو نکال کر باقی ترکہ
میں سے دو حصے ماں کو اور ایک حصہ
چچا کو ملے گا۔ جیسا کہ یہی حال تصحیح سے
حاصل شدہ اُن دونوں کے حصوں میں تھا۔
اگر تُو کہے کہ صلح کے بعد اور شوہر کے مہر کو
لے لینے اور وارثوں کے درمیان سے نکل
جانے کے بعد تم نے شوہر کو بمنزلہ معدوم کے
کیوں قرار نہیں دیا اس کو مسئلہ کی تصحیح میں
داخل کرنے کا کیا فائدہ ہے باوجودیکہ وہ اس
کے ماسوا کچھ نہیں لیتا جو کچھ وہ لے چکا ہے؟
میں کہوں گا اس کا فائدہ یہ ہے اگر ہم
اس کو کالعدم قرار دیتے اور مہر کے ماسوا کو

---

[1] فى النسخة التى بايدينا وللزوج منها سهام ثلثة۔
[2] السهمان كذا فى نسختنا۔
[3] وللعم اليك قوموسهم كذا عندنا۔
[4] كما كان الحال كذلك كذا بنسختنا۔

Marfat.com

قال اللہ تعالیٰ ان امرؤ ھلک لیس لہ ولد ولہ اخت فلھا نصف ما ترک[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر کسی مرد کا انتقال ہو جو بے اولاد ہے اور اس کی ایک بہن ہو تو ترکہ میں اس کی بہن کا آدھا ہے۔ (ت)

لاجرم یہ سراسر غلط اور حسب تصریح علمائے کرام خلاف اجماع ہے، زیادہ ایضاح چاہیے باآنکہ مسئلہ خود آفتاب کی طرح واضح ہے۔ تو یوں سمجھئے کہ یہاں تین صورتیں ہیں:

اوّل یہ کہ وہ مال ترکہ جو ایک وارث لے کر جدا ہُوا اس کے اصل استحقاق سے کم ہو جیسا یہاں واقع ہوا کہ زوجہ کا حصہ چہارم تھا اور وُہ آٹھویں پر راضی ہوگئی۔

دوم اس کے حق سے زیادہ ہو، مثلاً صورت مذکورہ میں مکان و زیور واثاث البیت ۱۲ ہزار کے ہوتے اور بارہ ہزار کے نوٹ تو زوجہ کو بجائے ربع نصف مال پہنچتا۔

سوم اس کے حق کے برابر ہو، مثلاً مکان وغیرہ چھ ہزار کے ہوتے اور اٹھارہ ہزار کے نوٹ۔

صورت ثالثہ میں واجب ہے کہ بقیہ ورثہ کو مال اسی حساب سے پہنچے گا جو عدم تخارج کی حالت میں پہنچتا۔ تخارج کا اثر صرف اس قدر ہوگا جو اعیان کے تقسیم کا ہوتا ہے کہ ہر ایک اپنا کامل حصہ بے کم وبیش پاتا ہے حصے کہ ہر شئی میں مشاع تھے فقط جدا ہو جاتے ہیں۔

صورت اولےٰ میں جبکہ باقی جمیع ورثہ کے ساتھ اس وارث نے مصالحہ کیا اور وُہ مال جس میں ہر ایک کا حق تھا تنہا خود لیا اور اپنے حصہ سے کم پر راضی ہوا تو جو کچھ اس کے حصے کا باقی رہا واجب ہے کہ ان سب وارثوں کو پہنچے نہ کہ صرف ایک اس زیادت کا مالک ہو جائے دوسرا محروم کیا جائے کہ یہ محض ظلم و ناانصافی ہوگا اور پہنچنا بھی ضرور ہے کہ حصہ رسد ہو یعنی ہر ایک کو اُس حساب سے بڑھے جو اصل ترکہ میں اس کا حق تھا کہ وہ شئی جو وارث مذکور لے کر جُدا ہو گیا ہے اس میں ہر ایک کا حصہ اسی حساب سے تھا۔

صورت ثانیہ میں سب بقیہ ورثا اس وارث کو زیادہ دینے پر راضی ہوئے ہیں تو واجب ہے کہ وہ زیادت ہر ایک کے حق سے حصہ رسد لی جائے نہ یہ کہ سارا بار ایک وارث پر ڈال دیں حالانکہ ان میں سب کے حصّے تھے اور سب راضی ہُوئے تھے۔ یہ باتیں سب ایسی ہی بدیہی ہیں

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۷۶

Marfat.com

ایضا لا توافق ما سلکہ المجیب اللکنوی فھو خلاف الاجماع قطعًا و باللہ العظمۃ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

بھی اُس طریقے کے موافق نہیں جس پر مجیب لکھنوی چلے ہیں تو وہ قطعی طور پر خلافِ اجماع ہوا۔ اور اللہ تعالٰی ہی سے عظمت حاصل ہوتی ہے اور اللہ سبحانہ وتعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

فصـــــل دوم

مسئلہ ۹۴ از ریاست رامپور مرسلہ مولوی وحید اللہ صاحب نائب پیشکار کچہری دیوانی ۲۵ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ

حضرت مطاع ومحترم مدظلہم العالی تحیہ تسلیم بالوف تکریم مشکلات کا حل آنحضرت کی ذات مجمع الکمالات کے ساتھ مخصوص ہے۔ ناچار گزارش کیا جاتا ہے سراجی وغیرہا تمام کتابہائے فرائض وفقہ (جہاں تک حقیر نے دیکھیں) میں اخوات عینیہ وعلاتیہ کو بنات اور فقط بنات الابن کے ساتھ میں عصبہ مع الغیر لکھا ہے وان سفل سے سفلیات کو داخل نہیں کیا گیا ہے جیسا اور مواقع مثلاً تفصیلِ اَبٌ میں ہے وابنۃ الابن کے بعد وان سفلت کو بھی شامل کرلیا اس سے خیال ہوتا ہے سفلیات کی معیت عصوبت اخوات کی علّت نہیں ہے چنانچہ شارح بسیط رحمہ اللہ کا یہ قول ہے [1]:

اقتصر علٰی بنات الابن ولم یقل وان سفلن وکذا فی غیرہ من کتب الفرائض فدل ذٰلک علٰی ان السفالۃ غیر معتبرۃ فی صیرورتھن عصبۃ انتہٰی۔

مصنف نے پوتیوں پر اکتفاء فرمایا اور یوں نہیں کہا اگرچہ نیچے تک ہوں۔ اور ایسا ہی علم فرائض کی دیگر کتابوں میں ہے۔ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ (پڑپوتیاں وغیرہ یعنی) جو بھی پوتیوں کے نیچے ہوں وہ بہنوں کو عصبہ بنانے میں معتبر نہیں ہیں۔ انتہٰی۔ (ت)

اس خیال کی تائید کرتا ہے اطمینان کی غرض سے حضرت سے رجوع کیا جاتا ہے کہ اس کو صحیح خیال کرکے سوالات میں اس پر عملدر آمد کیا جائے یا کیا؟ امید ہے کہ آنحضرت کے عالمتاب

---

[1] ؎

پورا نزلہ بہن پر گرا۔ کامل چھ ہزار اسی کے سہم سے اڑ گئے اور بھتیجے نے اپنا پورا حصہ چھ ہزار پالیا۔ زیور مکان وغیرہا متاع میں بہن کے بھی دو حصے تھے اور نوٹوں میں عورت کا حق تھا بہن نے متاع میں اپنا حصہ چھوڑا اور نوٹوں میں معاوضہ ایک حبہ بنایا اس کا حصہ مفت کا تھا الی غیر ذٰلك مما یخاف ولا یخاف الا الانصاف (وغیرہ ذالک جس کا ڈر ہے اور ڈر نہیں مگر انصاف کا۔ ت)

تیسری صورت سب سے روشن تر ہے کسی وارث نے اپنے حصے سے کچھ نہ چھوڑا، عورت کو جو چھ ہزار چاہئیں تھے بے کم وبیش اتنے ہی ملے اب وہ کون سا جرم ہے جس کے سبب فاطمہ بیگم کا حق ایک چہارم کا اڑ گیا اور وہ کون سی خدمت ہے جس کے صلہ میں اسد علی نے اپنے حق سے ڈیوڑھا پالیا۔ اگر نوٹ ومتاع کی تبدیلی نہ کرتے تو فاطمہ بیگم بارہ ہزار پاتی اور اسد علی ولطیفن چھ چھ ہزار، صرف اس تبدیلی نے وہ کایا پلٹ کی کہ لطیفن کے چھ ہزار نکل کر فاطمہ کے بارہ ہزار سے نو ہزار رہ گئے اور اسد علی کے چھ ہزار سے نو ہزار ہو گئے۔ اس واضح روشن بدیہی بیان کے بعد کسی عبارت کی بھی حاجت نہ تھی مگر زیادت اطمینان عوام کے لئے ایسی کتاب کی صریح تصریح حاضر جو علم فرائض کی سب سے پہلی تعلیم کافی ووافی ومکمل اور ہر مدرسے کے مبتدی طلبہ میں بھی مشہور ومعروف ومتداول ہے یعنی متن امام سراج الدین وشرح علامہ سید شریف قدس سرھما اللطیف فرماتے ہیں:

(من صالح من الورثۃ علی شیئ معلوم من الترکۃ فاطرح سھامہ من التصحیح) ای صحح المسئلۃ مع وجود المصالح بین الورثۃ ثم اطرح سھامہ من التصحیح (ثم اقسم باقی الترکۃ) ای ما بقی منھا بعد ما اخذہ المصالح (علی سھام الباقین) من التصحیح (کزوج وام وعم) فالمسئلۃ

جس وارث نے ترکہ سے کوئی معین شئی لے کر دیگر ورثائے سے مصالحت کر لی تو اس کا حصہ تصحیح میں سے نکال دو یعنی اس کو وارثوں کے درمیان موجود تصور کرکے مسئلہ کی تصحیح کردو اور پھر تصحیح میں سے اس کے حصے نکال دو۔ پھر صلح کرنے والے نے جب معین شئی لے لی تو تصحیح میں سے جو باقی بچا اس کو دیگر ورثاء کے حصوں پر تقسیم کر دو جیسے کوئی خاتون اپنا شوھر، ماں اور چچا چھوڑ کر فوت ہو گئی تو مسئلہ خاوند کی موجودگی میں چھ سے

Marfat.com

اُسی میں ہے :

السدس للام عند وجود الولد او ولد الابن وللاب مع الولد او ولد الابن ولبنت الابن وان تعددت مع الواحدۃ من بنات الصلب[1] (ملتقطاً)

اولاد یا بیٹے کی اولاد کی موجودگی میں ماں کے لئے چھٹا حصّہ ہوگا، اور باپ کے لئے چھٹا حصہ ہوگا جبکہ میّت کی اولاد یا اس کے بیٹے کی اولاد موجود ہو، اور حقیقی بیٹی کی موجودگی میں پوتی کیلئے چھٹا حصہ ہوگا اگرچہ پوتیاں متعدد ہوجائیں (ت)

تنویر الابصار میں ہے :

للاب والجد السدس مع ولد او ولد ابن[2]

میت کے باپ اور اس کے دادا کو چھٹا حصہ ملے گا جبکہ میت کی اپنی یا اس کے بیٹے کی اولاد موجود ہو۔ (ت)

درمختار میں ہے :

والتعصیب مع البنت او بنت[عه] الابن[3]

میت کی بیٹی یا پوتی کی موجودگی میں بہن کو عصبہ بنانا۔ (ت)

اسی میں ہے :

1 ممن فرضہ النصف وھو خمسۃ البنت وبنت الابن والاخت لابوین والاخت لأب والزوج[4]

جن کا فرضی حصّہ ترکہ کا نصف ہوتا ہے اور وہ پانچ ہیں بیٹی، پوتی، حقیقی بہن، علاتی بہن اور خاوند۔ (ت)

سراجیہ میں ہے :

بنات الابن کبنات الصلب و

پوتیاں حقیقی بیٹوں کی طرح ہیں اور ان کے

عه ھذا الضم ملتقطا ملخصا ۱۲ ازہری غفرلہ

[1] ملتقی الابحر کتاب الفرائض مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۲/۳۴۵ و ۳۴۶

[2] الدر المختار شرح تنویر الابصار " مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۵۵

[3] " " " ۲/۳۵۵

[4] " " " ۲/۳۵۶

Marfat.com

المهر لا نقلب فرض الام من ثلث اصل المال الى ثلث ما بقى اذ حينئذ يقسم الباقى بينهما اثلاثا فيكون للام سهم وللعم سهمان وهو خلاف الاجماع اذ حقها ثلث الاصل واذا ادخلنا الزوج فى اصل المسئلة كان للام سهمان من الستة وللعم سهم واحد فيقسم الباقى بينهما على هذا الطريق فتكون مستوفية حقها من الميراث اھ[1] والله تعالى اعلم واعلم ان ههنا طريقة اخرى اخذ بها بعض المشائخ رحمهم الله تعالى لا تعلق لها عندى بما نحن فيه وان فرض فانما يكون عليها فى الصورة المسئول عنها لفاطمة ثلثة عشر الفا ومائة وخمسة وعشرون وللاسد على سبعة الاف وثمان مائة وخمسة وسبعون لم نختره الان العمل والفتيا بالراجح لاسيما المذهب وانت تعلم ان هذه

ترکہ بناتے تو ماں کا فرضی حصہ اصل مال کی تہائی سے باقی مال (مہر نکالنے کے بعد) کی تہائی کی طرف منتقل ہو جاتا، کیونکہ اس صورت میں باقی مال ان دونوں (ماں اور چچا) کے درمیان تین حصوں میں تقسیم ہوتا جس میں سے ماں کو ایک حصہ اور چچا کو دو حصے ملتے اور وہ اجماع کے خلاف ہے اس لئے کہ ماں کا حق اصل ترکہ کا ایک تہائی ہے۔ اور جب ہم نے شوہر کو اس مسئلہ میں داخل رکھا تو ماں کیلئے چھ میں سے دو جبکہ چچا کے لئے ایک حصہ ہوا۔ چنانچہ مہر نکالنے کے بعد باقی بچ جانیوالا مال اِن دونوں کے درمیان اسی طریقے پر منقسم ہوگا، تو اس طرح ماں میراث میں سے اپنا پورا حق وصول کرے گی اھ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے، تو جان لے کہ یہاں ایک اور طریقہ ہے جس کو بعض مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے اختیار کیا میرے نزدیک زیرِ بحث مسئلہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اگر ہم اس کو فرض کرلیں تو اس تقدیر پر صورتِ مسئولہ میں فاطمہ کے لئے تیرہ ہزار ایک سو پچیس اور اسد علی کے لئے سات ہزار آٹھ سو پچھتر حصے ہوں گے۔ ہم نے اس کو اختیار نہیں کیا کیونکہ عمل اور فتویٰ قولِ راجح پر ہوتا ہے خصوصاً جبکہ وہ مذہب ہو۔ اور تو جانتا ہے کہ یہ طریقہ

---

[1] الشریفیۃ شرح السراجیۃ فصل فی التخارج مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۷۳-۷۴

Marfat.com

وللزوج النصف ومع الولد او ولد الابن وان سفل الربع وللزوجة الربع ومع الولد او ولد الابن وان سفل الثمن[1]

ماں کے لئے چھٹا ہوتا ہے خاوند کے لئے ترکہ کا نصف ہوتا ہے، اور میت کی اولاد یا بیٹے کی اولاد اگرچہ نیچے تک ہو کی موجودگی میں چوتھا حصہ ہوتا ہے۔ اور بیوی کیلئے ترکہ کا چوتھا حصہ ہوتا ہے جبکہ میت کی اولاد یا اس کے بیٹے کی اولاد اگرچہ نیچے تک ہو کی موجودگی میں بیوی کو آٹھواں حصہ ملتا ہے۔ (ت)

ملتقی میں ہے:

اقربھم جزء المیت وھو الابن وابنہ وان سفل[2]

اُن میں سے قریب ترین میت کی جزء ہے، اور وہ میت کا بیٹا یا اس کا پوتا ہے اگرچہ نیچے تک ہو۔ (ت)

اسی میں ہے:

وتحجب الاخوۃ بالابن وابنہ وان سفل[3]

میت کے بھائی محروم ہوتے ہیں جبکہ اس کا بیٹا یا پوتا موجود ہو اگرچہ نیچے تک ہوں۔ (ت)

تنویر میں ہے:

یقدم الاقرب فالاقرب منھم کالابن ثم ابنہ وان سفل[4]

اُن میں سے جو میت کا سب سے زیادہ قریبی ہے، اس کو مقدم کیا جائے گا پھر اس کے بعد والا جیسا کہ میت کا بیٹا پھر بیٹے کا بیٹا اگرچہ نیچے تک چلے جائیں۔ (ت)

تو ظاہر ہوا کہ علماء کے نزدیک سفول کا ذکر و عدم ذکر یکساں ہے تو اگر کہیں سفلیات کا حکم عالیہ کے خلاف ہوتا فقط عدم ذکر سفول پر قناعت نہ فرماتے بلکہ واجب تھا کہ نفی سفلیات[1] بالتصریح

---

[1] کنز الدقائق کتاب الفرائض ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴۳۳ و ۴۳۴

[2] ملتقی الابحر کتاب الفرائض فصل فی العصبات مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲/۳۴۶

[3] 〃 فصل فی الحجب 〃 〃 ۲/۳۴۸

[4] الدرالمختار شرح تنویر الابصار فصل فی العصبات مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۵۶

Marfat.com

آفتابِ فیض سے یہ حقیر ذرہ بھی بہرہ یاب ہوگا۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمایئے اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

مولانا المکرم اکرم اللہ تعالٰی بعد اہدائے ہدیہ تحفہ سنیہ سنیہ ملتمس عصوبت اخوات کیلئے معیت بنت ابن الابن و بنت ابن ابن الابن وان سفلن قطعاً کافی ہے۔ اور شرح لبیط کا بیان صریح لغزش بنت الابن حقیقۃً لغۃً یا عرفاً شائعاً بنت ضرور ابن الابن وغیرہا جملہ سفلیات کو متناول ہے تصریح وان سفلت محض ایضاح و تاکید عموم ہے، نہ ادخال مالم یدخل، تو عدمِ ذکر ہرگز ذکرِ عدم نہیں ہوسکتا ولہذا صدہا جگہ علماء نے وہاں کہ عموم یقیناً ہے لفظ سفول ذکر نہ فرمایا۔ کنز الدقائق میں ہے:

للاب السدس مع الولد او ولد الابن[1]	اولاد یا بیٹے کی اولاد کی موجودگی میں باپ کے لئے چھٹا حصہ ہوتا ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

ولد الابن کولدہ عند عدمہ[2]	میّت کے بیٹے کی اولاد بیٹے کی عدم موجودگی میں خود میّت کی اپنی اولاد کی طرح ہے۔ (ت)

ملتقی الابحر میں ہے:

ومن النساء سبع الام والجدۃ والبنت وبنت الابن والاخت[3] الخ۔	اور عورتوں میں سے سات ہیں ماں، جدّہ، بیٹی، پوتی اور بہن الخ (ت)

اُسی میں ہے:

النصف للبنت ولبنت الابن عند عدمہا[4]	ترکہ کا نصف بیٹی کے لئے ہے اور بیٹی کی عدم موجودگی میں پوتی کے لئے (ت)

---

[1] کنز الدقائق کتاب الفرائض ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴۴۳
[2] " " " " " ۴۴۴
[3] ملتقی الابحر " " مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲/ ۳۴۵
[4] " " " " " "

Marfat.com

کبھی عول نہیں ہوتا۔ سراجیہ میں ہے :

اعلم ان مجموع المخارج سبعة اربعة منها لا تعول وهي الاثنان والثلثة والاربعة والثمانية۔[1]

تو جان لے کہ کل مخارج سات ہیں، ان میں سے چار ہیں جن میں عول نہیں ہوتا اور وہ یہ ہیں دو، تین، چار اور آٹھ۔ (ت)

شریفیہ ومنح الغفار ورد المحتار وغیرہ میں ہے :

لا تعول اصلا لان الفروض المتعلقة بهذه المخارج الاربعة اما ان يفي المال بها او يبقى منه شئ زائد عليها۔[2]

ان میں عول بالکل نہیں ہوتا کیونکہ ان چار مخرجوں سے جو فرضی حصے تعلق رکھتے ہیں یا تو ترکہ کا مال ان پر پورا ہو جاتا ہے یا اُن حصوں سے کچھ مال زائد بچ جاتا ہے۔ (ت)

یہ بھی تصریح ہے کہ دو ثلثین جمع نہیں ہو سکتے، نیز شریفیہ وغیرہا میں ہے :

فلا عول في الثلثة لان الخارج منها اما ثلث وما بقي كام واخ لاب وام واما ثلثان وما بقي كبنتين واخ لاب وام واما ثلث وثلثان كاختين لام واختين لاب وام۔[3]

تین میں عول نہیں ہوتا کیونکہ اس سے جو حصے نکلتے ہیں وہ یا تو ایک تہائی اور باقی بچ رہنے والا ہے، جیسے میت کی ماں اور حقیقی بھائی کی صورت میں ہوتا ہے یا دو تہائی اور باقی بچ جانے والا ہے، جیسے میت کی دو بیٹیوں اور حقیقی بھائی کی صورت میں ہوتا ہے یا ایک تہائی اور دو تہائی ہیں جیسا کہ میت کی دو اخیافی بہنوں اور دو حقیقی بہنوں کی صورت میں ہوتا ہے۔ (ت)

اس حصر میں اور بھی واضح کر دیا کہ اختین کو بنتین ابن الابن کے ثلثین کے ساتھ ثلثین دینا محض باطل ہے۔ شرح الکنز للامام الزیلعی میں ہے :

جملة المخارج سبعة وانما تعول

کل مخارج سات ہیں ان میں سے عول فقط

---

[1] السراجی فی المیراث باب العول مکتبہ ضیائیہ راولپنڈی ص ۳۱

[2] الشریفیۃ شرح السراجیۃ 〃 مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۵۶

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

Marfat.com

لھن احوال ستٌّ۔[1] | چھ حال ہیں۔ (ت)

شریفیہ میں ہے:

اربع من النسوة فرضھن النصف والثلثان الاولی البنت والثانیة بنت الابن فان حالھا کحال البنت عند عدمھا[2] (ملخصًا) | عورتوں میں سے چار جن کا فرضی حصہ نصف اور دو تہائی ہوتا ہے۔ اُن میں سے پہلی بیٹی اور دوسری پوتی ہے، کیونکہ بیٹی کی عدم موجودگی میں پوتی کا حال بیٹی کے حال جیسا ہوتا ہے (ت)

بلکہ کئی جگہ صرف ذکر بنت پر اقتصار فرمایا حالانکہ بنات الابن وان سفلن قطعاً سب اسی حکم میں داخل۔ تنویر میں ہے:

یصیر عصبة بغیرہ البنات بالابن و بنات الابن بابن الابن والاخوات باخیھن ومع غیرہ الاخوات مع البنات[3] | بیٹیاں بیٹے کے ساتھ، پوتیاں پوتے کے ساتھ اور بہنیں اپنے بھائیوں کے ساتھ عصبہ بغیرہ ہوجاتی ہیں جبکہ بہنیں بیٹیوں کی موجودگی میں عصبہ مع غیرہ ہوجاتی ہیں۔ (ت)

اسی مسئلہ کا کلیہ ارشاد ہوا ہے:

اجعلوا الاخوات مع البنات عصبة[4] | بیٹیوں کی موجودگی میں بہنوں کو عصبہ بناؤ۔ (ت)

اور یہ بھی نہیں کہ ان حضرات کو ترک ذکر سفول کا التزام ہو جس سے اُن کی عادت پر حمل کرکے سفول مفہوم ہو، نہیں بلکہ انھیں کتب میں جابجا سفول مذکور۔ کنز میں ہے:

للام الثلث ومع الولد او ولد الابن وان سفل السدس | ماں کے لئے ایک تہائی ہوتا ہے اور اولاد یا بیٹے کی اولاد اگرچہ نیچے تک ہو کی موجودگی میں

---

[1] السراجی فی المیراث فصل فی النساء مکتبہ ضیائیہ راولپنڈی ص ۱۲

[2] الشریفیہ شرح السراجیہ باب العصبات مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۴۰

[3] الدرالمختار شرح تنویر الابصار کتاب الفرائض فصل فی العصبات مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۵۷

[4] الشریفیہ شرح السراجیہ فصل فی النساء مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۲۷

Marfat.com

تو واجب ہوا کہ صورت مذکورہ میں حالت چہارم ہی مانی جائے اور سفلیات کے ساتھ بھی بہن کو عصوبت دی جائے، شرح بسیط میں ایسی تصریحات جلیلہ سے ذہول اور اس نامفید بلکہ مخالف بات سے تمسک موجب تعجب ہے۔

ولکن لکل جواد کبوۃ ولکل صارم نبوۃ ولکل عالم ھفوۃ نسأل اللّٰہ العفو والعافیۃ۔

لیکن ہر تیز رفتار گھوڑے کے لئے ٹھوکر ہے اور ہر تلوار کبھی اُچٹ جاتی ہے اور ہر عالم سے کبھی لغزش ہوجاتی ہے۔ ہم اللہ تعالٰی سے درگزر اور سلامتی کا سوال کرتے ہیں (ت)

فقیر نے بہ طریق استدلال اس غرض سے لیا کہ کلمات علمائے کرام سے اخذ مسائل کا انداز معلوم ہو ورنہ بحمد اللہ تعالٰی خاص اس جزئیہ شمول کی تصریحات فقیر کے پاس موجود ہیں۔

الرحیق المختوم شرح قلائد المنظوم میں ہے:

(والاخت) ولومتعددۃ (مع بنت الصلب واحدۃ ایضا فاکثر (و) کذا مع (بنت الابن) وان سفلت کذلک وکذا مع بنت وبنت ابن (ذات اعتصاب مع غیر)[1]

اور بہن اگرچہ متعدد ہوں صلبی بیٹی کے ساتھ چاہے ایک ہو یا ایک سے زائد۔ یونہی پوتی کے ساتھ اگرچہ نیچے تک چلی جائیں۔ چاہے ایک ہو یا اس سے زائد عصبہ مع غیرہ بن جاتی ہے۔ (ت)

مختصر الفرائض میں اخوات لاب کے احوال میں ہے:

یصرن عصبۃ مع البنات او بنات[عـہ] الابن وان سفلن ان لم توجد الاخوات لاب وام[2]

علاتی بہنیں بیٹیوں یا پوتیوں اگرچہ نیچے تک ہوں کی موجودگی میں عصبہ بن جاتی ہیں بشرطیکہ بہنیں موجود نہ ہوں۔ (ت)

زبدۃ الفرائض میں ہے:

عصبہ مع غیرھا دو زنان اندیکے

عصبہ مع غیرہ دو عورتیں ہوتی ہیں ایک

عـہ لعل الصواب اوبنات الابن صح ۱۲ ازہری غفرلہ بل ھو المتعین کما یظہر فیما معنی وما یاتی

[1] الرحیق المختوم شرح قلائد المنظوم رسالہ ابن رسائل ابن عابدین باب العصبات سہیل اکیڈمی لاہور ۲/۲۱۵

[2] مختصر الفرائض

بتاتے تاکہ عرف عام شائع سے خلاف مراد پر محمول نہ ہو تو شرح بسیط کا تمسک صراحۃً بالمخالف ہے اور خود شرع مطہر میں اس کی کہاں نظیر ہے کہ یہاں سفلیات قوی کا حکم عالیات کے خلاف رکھا ہو بلکہ ہمیشہ جس طرح بنات نہ ہوں تو بنات الابن ان کی جگہ ہیں اور بنات ابن الابن کی جگہ۔ یوں ہی بنات الابن نہ ہوں تو بنات الابن کی جگہ ہیں اور بنات ابن ابن الابن بنات ابن الابن کی جگہ۔ وھلمّ جرا ایسا واضح مسئلہ اسی قابل تھا کہ علماء اسے اعتماد فہم سامع پر چھوڑ جاتے مگر جزاھم اللہ احسن جزاء انھوں نے اسے بھی مہمل نہ چھوڑا اور عامہ کتب معتمدہ متداولہ متون و شرح فتاوٰی مثل سراجیہ[1] و شریفیہ[2] و تبیین[3] الحقائق و تکملۃ[4] البحر للطوری و در[5] مختار و ملتقی[6] الابحر و مجمع[7] الانہر و خزانۃ[8] المفتین و فتاوٰی[9] عالمگیریہ و قلائد[10] المنظوم وغیرہا میں صاف صاف بلا خلاف حکم مذکور عصوبت اخوات مع بنات الابن کا سفلیات کو شمول بھی بتادیا، اب ناظر متعجب ہوگا کہ یہ کیونکر۔ ہاں یہ فقیر سے سنئے۔ زید نے دو[2] بنت ابن الابن اور دو[2] اخت چھوڑ کر انتقال کیا بنتین ابن الابن کے لئے تو یہاں یقیناً ثلثین ہے جس میں کسی ادنٰی طالب علم کو بھی محل ریب نہیں، اور اخوت کے پانچ حال ہیں، ایک[1] کو نصف، زائد[2] کو ثلثان، بھائی[3] کے ساتھ للذکر مثل حظ الانثیین[1] (مذکر کے لئے دو[2] مونثوں کے حصہ کی مثل ہوتا ہے۔ ت)، بنات[4] کے ساتھ عصوبت ابن واب و ان سفل وعلا کے ساتھ سقوط۔ پہلی اور تیسری اور پانچویں حالت تو صورت مذکورہ میں بداہۃً نہیں اب اگر چوتھی نہ مانو تو دوسری متعین ہوگی اور اختین بھی ثلثین کی مستحق ہوں گی۔ یہ اوّلاً خود باطل ہے، علماء تصریح فرماتے ہیں کہ کسی مسئلے میں دو[2] بار ثلثین جمع نہیں ہوسکتے۔ مجمع الانہر میں ہے:

لایتصور فی مسئلۃ فقط اجتماع ثلثین وثلثین او ثلث وثلث وثلثین[2]۔

کسی مسئلہ میں یہ بالکل متصور نہیں کہ اس میں دو تہائی اور دو تہائی (دوبار) یا ایک تہائی اور ایک تہائی اور دو تہائی جمع ہوجائیں (ت)

ثانیاً اس تقدیر پر اصل مسئلہ تین[3] سے ہوکر بوجہ اجتماع دو ثلثین چار کی طرف عول کرنا واجب ہوگا حالانکہ کتبِ مذہب میں قاطبۃً تصریح ہے کہ تین[3] ان اصول میں ہے جن میں

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۱

[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کتاب الفرائض فصل فی العول داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۷۶۱

Marfat.com

وان سفلت مع غیرھا من اصحاب الفرائض[1] — اگرچہ نیچے تک چلی جائے جبکہ وہ دیگر ذوی الفروض کے ساتھ جمع ہو۔ (ت)

اسی طرح اورابواب کی نسبت بھی فرمادیا اب ان بابوں میں جہاں مثلاً بنت الابن ہو خواہی نخواہی بحکم تعلیمات سابقہ بنت الابن وان سفلت مراد ہے۔ اسی باب دوازدہم میں ہے:

من مات وترك بنت ابن واختا لابوین فالمسئلة من اثنین لان فیھا نصفا ومابقی فالنصف لبنت الابن والباقی للاخت بالعصوبة[2] — کوئی شخص ایک پوتی اور ایک عینی بہن چھوڑکر فوت ہوگیا تو مسئلہ دو سے بنے گا کیونکہ اس مسئلہ میں نصف اور بقیہ ہے۔ چنانچہ نصف پوتی کو اور بقیہ بہن کو بطورِ عصبہ ملے گا۔

غرض حکم مسئلہ واضح ہے وللہ الحمد واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔ — اور اللہ ہی کے لئے تمام تعریفیں ہیں اور اللہ سبحانہٗ وتعالٰی خوب جانتا ہے (ت)

فصل سوم

مسئلہ ۹۵ از احمد آباد گجرات محلہ چکلہ کالوپور متصل پل گلیان مدرسہ طبیہ
مرسلہ مولوی عبدالرحیم صاحب ۵ رمضان المبارکہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے ایک چچازاد بھائی کے سوا کوئی وارث شرعی نہیں اور دو بھتیجے چچازاد بھائی کے بیٹے ہیں زید نے اپنے مرض الموت میں بھائی کو ایک سو چالیس روپیہ دے کر اپنے متروکہ سے اس کا حقِ میراث معاف کرالیا بھائی نے معاف کردیا زید نے اس صلح کے بعد چھ سو باسٹھ روپے کے پانچ مکان خرید کر بنام مدرسہ عربیہ دینیہ وقف کئے اور جو مال باقی رہا اس میں یہ وصیت کی کہ اس سے اولاً حج کرایا جائے اور حج سے جو بچے اس کا مکان خرید کر وقف کردیا جائے بعدہٗ زید نے انتقال کیا، اس صورت میں یہ وقف ووصیت نافذ ہوئے یا نہیں؟ اور صلح جو وارث سے مورث اپنی حیات میں کرلے شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟ اگر صلح مذکور معتبر ٹھہرے تو میراث میں بدیں جہت کہ بھائی کا حق بوجہ صلح ساقط ہوگیا اب بھتیجوں کا حق ثابت ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

[1] و [2] حل المشکلات

Marfat.com

منہا الستۃ واثنا عشرۃ و اربعۃ وعشرون والاربعۃ الاخری لاتعول[1]

چھ[6]، بارہ[12] اور چوبیس[24] میں ہوتا ہے اور دیگر چار[4] میں عول نہیں ہوتا۔ (ت)

بعینہٖ اسی طرح تکملہ طوری میں ہے۔ درمختار میں ہے:

المخارج سبعۃ اربعۃ لاتعول الاثنان والثلثۃ والاربعۃ والثمانیۃ۔[2]

مخارج سات ہیں جن میں سے چار میں عول نہیں ہوتا یعنی دو، تین، چار اور آٹھ۔ (ت)

متن علامہ ابراہیم حلبی میں ہے:

اربعۃ مخارج لاتعول الاثنان والثلثۃ الخ۔[3]

مخارج میں سے چار میں عول نہیں ہوتا یعنی دو اور تین الخ (ت)

خزانۃ المفتین میں پھر ہندیہ میں ہے:

اعلم ان اصول المسائل سبعۃ اثنان وثلثۃ واربعۃ وستۃ وثمانیۃ و اثناعشر واربعۃ وعشرون فاربعۃ منہا لاتعول الاثنان والثلثۃ والاربعۃ والثمانیۃ الخ۔[4]

تُو جان لے کہ مسئلوں کے اصول سات ہیں جو کہ یہ ہیں دو[2]، تین[3]، چار[4]، چھ[6]، آٹھ[8]، بارہ[12] اور چوبیس[24]۔ ان میں سے چار یعنی دو، تین، چار اور آٹھ میں عول نہیں ہوتا الخ (ت)

منظومہ علامہ ابن عبدالرزاق میں ہے:

وسبعۃ مخارج الاصول اربعۃ لیست بذات عول، اثنان والثلثۃ التالیۃ واربع ضعفہا الثمانیۃ۔[5]

اصول کے مخارج سات ہیں جن میں سے چار عول والے نہیں ہیں یعنی دو اور اسکے ساتھ تین اور چار اور اس کا دوگنا آٹھ۔ (ت)

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الفرائض المطبعۃ الکبری الامیریۃ بولاق مصر ۶/ ۲۴۴

[2] الدرالمختار " " باب العول مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۶۱

[3] ملتقی الابحر " " مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۲/ ۳۴۹

[4] فتاوٰی خزانۃ المفتین " " باب العول قلمی نسخہ غیر مطبوعہ ۲/ ۲۵۳

[5]

Marfat.com

على ان لايكون له بعد موت
الاب ميراث قيل جاز و به افتى
بعضهم و قيل لا اهـ[1] ، وقال فى
فرائض الاشباه والنظائر قال
الشيخ عبد القادر فى
الطبقات فى باب الهمزة فى
احمد قال الجرجانى فى
الخزانة قال ابو العباس الناطفى
رأيت بخط بعض مشائخنا
رحمهم الله تعالى فى رجل
جعل لاحد ابنيه دارا بنصيبه
على ان لايكون بعد موت
الاب ميراث جاز وافتى به
الفقيه ابو جعفر محمد بن اليمانى
احد اصحاب محمد بن الشجاع
البلخى وحكى ذلك اصحاب احمد
بن ابى الحارث وابو عمرو الطبرى[2]
انتهى اهـ ـ قال فى غمز العيون
يتامل فى وجه صحة ذلك فانه خفى اهـ[3]
والثالث الجواز اذا رضى به
الوارث بعد ما ورث

میں سے ایک کو اسکے حصے کا گھر اس شرط پر دیا
کہ باپ کی موت کے بعد اس کے لئے میراث
نہیں ہوگی ۔ ایک قول میں کہا گیا ہے کہ یہ جائز
ہے ۔ اور اسی پر بعض مشائخ نے فتویٰ دیا ہے۔
اور ایک قول میں ہے کہ جائز نہیں ہے الخ۔
الاشباہ والنظائر کی کتاب الفرائض میں کہا
کہ شیخ عبدالقادر نے طبقات کے باب الھمز
فی احمد میں فرمایا ، جرجانی نے خزانہ میں کہا کہ
ابوالعباس ناطفی نے فرمایا میں نے اپنے بعض
مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ کی وہ تحریر دیکھی جو اس
شخص کے بارے میں ہے جس نے دو بیٹوں میں
سے ایک کو اس کے حصے کا مکان اس شرط پر
دیا کہ باپ کی موت کے بعد اس کے لئے میراث
نہیں ہوگی تو یہ جائز ہے ۔ اسی پر فقیہ ابوجعفر محمد
بن الیمانی نے فتویٰ دیا جو کہ محمد بن شجاع بلخی کے
شاگردوں میں سے ایک ہیں ۔ احمد بن ابو حارث
اور ابو عمر و طبری کے شاگردوں نے اس کو نقل
کیا ہے انتہی ۔ غمز العیون میں کہا اس کی صحت
کی وجہ میں غور کرنا چاہیے کیونکہ یہ پوشیدہ ہے الخ
اور تیسری قسم یہ ہے کہ صلح اس صورت میں
جائز ہوگی جب وارث بننے کے بعد مذکورہ بالا

---

[1] جامع الفصولين كتاب الوصية الفصل الرابع والثلاثون اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۲۶۰
[2] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الفرائض ادارۃ القرآن کراچی ۲/۱۳۲
[3] غمز عیون البصائر مع الاشباہ " " " " " ۲/۱۳۲

Marfat.com

اخت اعیانی میت کہ با بنت یا بنت ابن او ہر چند پایان رود عصبہ میگردد۔ دوم اخت علاتی میت کہ باہمیں بنتین مسطورتین عصبہ می شود[1]

میت کی عینی بہن جبکہ میت کی بیٹی یا پوتی کے ساتھ ہو اگرچہ پوتیاں نیچے تک ہوں۔ دوسری میت کی علاتی بہن ہیں جو میت کی بیٹی اور پوتی کے ساتھ ہو اگرچہ وہ پوتیاں نیچے تک چلی جائیں۔ (ت)

اسی میں اخت عینیہ کے احوال میں ہے:

چہارم عصبہ مع البنات الصلبیات و مع بنات الابن ہرچند پایاں روند۔[2]

عینی بہنوں کا چوتھا حال یہ ہے کہ وہ صلبی بیٹیوں اور پوتیوں اگرچہ نیچے تک ہوں کی موجودگی میں عصبہ ہوتی ہیں (ت)

اسی میں اخت علاتیہ کے حالات میں ہے:

پنجم عصبہ مع البنات الصلبیات و مع بنات الابن ہرچند پایاں روند وقتے کہ عینی نباشد۔[3]

علاتی بہنوں کا پانچواں حال یہ ہے کہ وہ صلبی بیٹیوں اور پوتیوں اگرچہ نیچے تک ہوں کی موجودگی میں عصبہ ہوتی ہیں بشرطیکہ عینی بہن موجود نہ ہو (ت)

علامہ ابن نور اللہ القروی نے حل المشکلات میں خوب طریقہ اختیار فرمایا کہ کہیں و ان سفلت و ان نزلن (اگرچہ نیچے تک چلی جائیں۔ ت) نہ کہیں اور ہر جگہ بے کہے مذکور ہو یعنی ابتدا میں اپنی کتاب سے مسئلہ نکالنے کا طریق ارشاد فرمایا کہ جس مسئلہ میں فلاں وارث ہو اسے فلاں باب میں دیکھو مسائل بنات الابن کے لئے فرمایا:

ان کان فیھا بنت ابن المیت وان سفلت مع غیرھا من اصحاب الفرائض فھی فی الباب الثانی عشر۔[4]

اگر کسی مسئلہ میں میت کی پوتی اگرچہ نیچے تک ہو دیگر ذوی الفروض کے ساتھ جمع ہو تو وہ مسئلہ بارھویں باب میں مذکور ہوگا۔ (ت)

پھر ختم مقدمہ کے بعد فہرسِ ابواب دی اس میں بھی فرمایا:

الباب الثانی عشر منھا فی بنت الابن

بارھواں باب میت کی پوتی کے بارے میں ہے

---

[1] و [2] و [3] زبدۃ الفرائض
[4] حل المشکلات

Marfat.com

المشائخ معما فی الخط من شبهة
تنزله عن مرتبة الاشارة
فضلا من العبارة فعندی فیما
ذکر الحموی فی الغمز من
احکام الکتابة یجوز الاعتماد
علی خط المفتی اخذا من
قولهم یجوز الاعتماد علی
اشارته فالکتابة اولی[1] اھ
نظر فی الاخذ وان قلنا بجواز
الاخذ به عند حصول الامن و
سکون القلب ولذا اجمعوا علی
جواز النقل من الکتب المعتمدة
المعروفة المتداولة کما افاده
فی الفتح فمع قطع النظر من کل
ذلك لم یکن له بجنب نص
محمد فی ظاهر الروایة
قیام علی ساق مع ما فیه
من عدم التئامه بقواعد
المذهب علی الاطلاق نعم ما ذکر
فی الجواهر محمل حسن وبه
یدنو من التحقیق ویزول
القلق ویحصل التوفیق
بید ان الواجب عندی

جیسا کہ تُو نے جان لیا باوجودیکہ خط میں شبہہ
ہوتا ہے تو یہ اشارہ کے مرتبہ سے بھی گر جائیگا
چہ جائیکہ عبارت (کے برابر ہو)۔ چنانچہ
میرے نزدیک اُس میں جس کو امام حموی نے
احکامِ کتابت سے غمز میں ذکر کیا ہے کہ مفتی
کے خط پر اعتماد جائز ہے۔ مشائخ کے اس
قول سے اخذ کرتے ہوئے کہ مفتی کے اشارے
پر اعتماد جائز ہے تو کتابت پر بدرجۂ اولیٰ جائز
ہوگا الخ اس اخذ میں نظر ہے، اگرچہ ہم
حصولِ امن اور میلانِ قلبی کے وقت اس کے
ساتھ اخذ کے جواز کے قائل ہیں، یہی وجہ ہے
کہ مشہور و مروّج اور قابلِ اعتماد کتابوں سے
نقل کے جواز پر مشائخ نے اجماع کیا ہے
جیسا کہ فتح میں اس کا افادہ فرمایا ہے اس
تمام سے قطع نظر کرتے ہوئے یہ قول ظاہر الروایہ
میں مذکور امام محمد علیہ الرحمۃ کی نص کے مقابل
اپنی پنڈلی پر قائم نہیں ہو سکتا۔ اس کے
باوجود اس میں علی الاطلاق مذہب کے قواعد
کے ساتھ مطابقت بھی نہیں ہے۔ ہاں جو
جواہر میں مذکور ہے وہ ایک اچھا محمل ہے،
اور اسی کے ساتھ یہ تحقیق کے قریب ہو جاتا
ہے اور اضطراب زائل ہو جاتا ہے اور مطابقت
و موافقت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس کے

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثالث احکام الکتابۃ ادارۃ القرآن کراچی ۲/۱۹۸

Marfat.com

الجواب

وارث سے اس کے حصّہ میراث کے بابت جو صلح حیاتِ مورث میں کی جائے تحقیق یہ ہے کہ باطل و بے اثر ہے اس سے وارث کا حقِ ارث اصلاً زائل نہیں ہوتا۔ ہاں اگر بعد موت مورث اس صلح پر رضامندی رہے تو اب صحیح ہو جائے گی۔

اقول وباللہ التوفیق تفصیل المقام ان الروایات فی ھٰذہ المسئلۃ توجد علٰی ثلثۃ انحاء الاول البطلان وھو واضح البرھان غنی عن البیان فان الارث لاثبوت لہ فی حیاتہ فکان اعتیاضا عن معدوم وھو باطل وبھذا ھو نص محرر المذھب رضی اللہ تعالٰی عنہ قال فی جامع الفصولین ذکر "م" رحمہ اللہ تعالٰی فی سک (ای محمد رحمہ اللہ تعالٰی فی السیر الکبیر الذی ھو من کتب الاصول الستۃ) ان المریض لواعطی من اعیان مالہ بعض ورثتہ لیکون لہ بحقہ من المیراث بطل[1] اھ الثانی الجواز ولا یظھر لہ وجہ قال فیہ عقیبہ برمز جف لجامع الفتاوٰی جعل لاحد ابنیہ دارا بنصیبہ

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) اور توفیق اللہ تعالٰی کی طرف سے ہے۔ اس مقام کی تفصیل یہ ہے کہ اس مسئلہ میں تین قسم کی روایات پائی جاتی ہیں، پہلی قسم یہ کہ یہ صلح باطل ہے۔ اس کی دلیل واضح ہے جو بیان سے بے نیاز ہے کیونکہ میراث کا ثبوت مورِث کی زندگی میں نہیں ہوتا تو یہ معدوم کا بدل طلب کرنا ہوا اور وہ باطل ہے۔ اور اسی پر محررِ مذہب حضرت امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے نص فرمائی جامع الفصولین میں ہے کہ "م" رحمہ اللہ تعالٰی نے سک میں ذکر فرمایا (یعنی امام محمد علیہ الرحمۃ نے سیرِ کبیر میں ذکر فرمایا جو کہ چھ کتب اصول میں سے ہے) کہ کسی مریض نے اگر اپنے عین مال میں سے کسی وارث کو اس لئے کچھ دیا کہ وہ میراث میں سے اس کا حق بن جائے تو یہ باطل ہے الخ دوسری قسم صلح کے جواز کی ہے، اور اس کی کوئی وجہ ظاہر نہیں۔ جامع الفصولین میں مذکورہ عبارت کے بعد جامع الفتاوٰی کی رمز یعنی جف کے ساتھ کہا کسی شخص نے اپنے دو بیٹوں

---

[1] جامع الفصولین الفصل الرابع والثلاثون کتاب الوصیۃ اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۲۶۰

Marfat.com

اگر وہ صحیح ہوتا جو مریض نے کیا ہے تو البتہ کہا جاتا کہ جو کچھ مریض نے کیا ہے وہ صحیح ہے۔ اور حق حاصل ہو گیا ہے نہ یہ کہ وہ باطل ہو گیا ہے۔ یہ وہ ہے جو میرے پاس ہے اور حق کا علم میرے رب کے پاس ہے۔ (ت) والعلم بالحق عند ربی ۔

یہ نفس مسئلہ صلح وارث بحیات مورث کی تحقیق تھی جس سے سائل نے علی وجہ الاطلاق سوال کیا۔ رہی یہ صورتِ خاصہ کہ یہاں واقع ہوئی اسے مسئلہ صلح و تخارج سے علاقہ ہی نہیں یہاں صلح ایک سو چالیس روپے پر واقع ہوئی اور ترکہ میں روپے زائد تھے اور روپے کے حق سے کم روپوں پر تخارج قطعاً باطل ہے اگرچہ بعد موت مورث ہو۔

فی الدر المختار فی اخراجہ عن نقدین وغیرھما باحد النقدین لایصلح الا ان یکون ما اعطی لہ اکثر من حصتہ من ذٰلک الجنس تحرزا عن الربا[1]۔

درمختار میں ہے نقدین (سونے چاندی) میں سے کسی ایک کے بدلے میں کسی وارث کو نقدین وغیرہ سے خارج کرنا صحیح نہیں مگر اُس وقت کہ جو کچھ اُس وارث کو دیا گیا ہے وہ اُسی جنس میں سے اس کے استحقاقی حصے سے زائد ہو تاکہ سُود سے بچاؤ ہو جائے (ت)

تو یہ تخارج ہوتا تو یقیناً باطل ہوتا مگر یہاں دُوسرا وارث کوئی ہے ہی نہیں، نہ کوئی موصٰی لہ تھا جس سے مبادلہ ٹھہرے تو یہاں صلح و تخارج و مبادلہ کو دخل ہی نہیں اس کا حاصل صرف اتنا ہے کہ "میراث سے میں نے اتنے روپے لے لئے باقی ترکہ سے مجھے تعلق نہیں"۔ یہ نہ کوئی عقدِ شرعی ہے نہ ایک مہمل وعدہ سے زائد کچھ معنے رکھتا ہے تمام ترکہ میں بدستور اس کا حق باقی ہے تصرفات مذکورہ زید بے اس کی اجازت کے ثلث سے زائد میں نافذ نہیں ہو سکتے بلکہ اُن میں جو وصایا تھیں ان کی اجازت تو بحالِ حیاتِ موصی مفید ہی نہیں اگرچہ وارث نے صراحۃً اُس وقت کہہ دیا ہو کہ میں نے ان وصیتوں کو نافذ کیا جائز رکھا نہ اُسے اُن تصرفات زید کی اجازت معتبرہ ٹھہرا سکتے ہیں جو اس گفتگو کے بعد زید سے واقع ہوئے کہ ان میں جو وصایا تھیں ان کی اجازت کا تو حیاتِ موصی میں کوئی محل ہی نہیں۔

فی الدر المختار لاتعتبر اجازتھم درمختار میں ہے کہ وارثوں کی اجازت موصی کی

---

[1] الدر المختار کتاب الصلح فصل فی التخارج مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۴۵

Marfat.com

قال فی جامع الرموز اعلم ان
الناطفی ذکر عن بعض اشیاخہ
ان المریض اذا عین الواحد
من الورثة شیئا کالدار علی
ان لا یکون لہ فی سائر الترکة حق
یجوز وقیل ھذا اذا رضی ذلک
الوارث بہ بعد موتہ فحینئذ یکون
تعیین المیت کتعیین باقی
الورثة معہ کما فی الجواھر[1] اھ
ونقلہ فی اوائل وصایا
رد المحتار وزاد ان حکی
القولین فی جامع الفصولین
فقال قیل جاز وبہ افتی
بعضھم وقیل لا انتھی[2] اھ۔
ولم یجنح لحکایة ما قدمہ
فی جامع الفصولین عن
السیر الکبیر مع انہ کان ھو
العمدة فی الباب فان
ما ذکر من الجواز
افتاء البعض لو لم
یکن مستندہ کما
علمت الی[1] خط بعض

وارث اس صلح پر رضامندی ظاہر کردے،
جامع الرموز میں کہا تو جان لے امام ناطفی
نے اپنے بعض مشائخ سے ذکر کیا کہ مریض جب
کسی ایک وارث کے لئے کوئی شے معین
کردے مثلاً گھر اس شرط پر کہ باقی ترکہ میں
اس کا کوئی حق نہیں ہوگا تو جائز ہے۔ اور
کہا گیا ہے کہ یہ اس وقت جائز ہوگا جب
مریض کے مرنے کے بعد وہ وارث اس پر
رضامندی ظاہر کرے تو اس صورت میں میت
کا معین کرنا ایسے ہی ہے جیسے اس کے ساتھ
باقی وارثوں نے تعیین کی ہو۔ جیسا کہ جواھر
میں ہے الخ۔ اس کو ردالمحتار کے وصایا
کے شروع میں نقل کیا اور یہ زائد کیا کہ ان
دونوں قولوں کو جامع الفصولین میں نقل کیا ہے
اور کہا ہے کہ ایک قول میں کہا گیا ہے کہ یہ
جائز ہے اور اسی پر بعض مشائخ نے فتوٰی
دیا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ جائز نہیں
ہے الخ اور ما قبل جامع الفصولین میں بحوالہ
سیر کبیر ذکر کردہ حکایات کی طرف میلان
نہیں کیا حالانکہ اس باب میں وہ عمدہ ہے
کیونکہ جواز اور بعض مشائخ کے فتوٰی کا ذکر
اگر بعض مشائخ کے خط کی طرف منسوب نہ ہو

---

[1] جامع الرموز کتاب الوصایا مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۴/۶۷۹
[2] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۲۰

Marfat.com

وقد نصوا علی ان وارث المجروح اذا عفا عن الجارح یصح و لا یملك المطالبۃ بعد موت المجروح اھ[1]۔

اور مشائخ نے اس بات پر نص فرمائی کہ زخمی کا وارث جب زخمی کرنے والے کو معاف کردے تو معافی صحیح ہوگی اور وارث زخمی کی موت کے بعد مطالبے کا مالک نہیں ہوگا اھ (ت)

اور یہیں سے واضح ہوا کہ صورت کچھ واقع ہوئی ہو بھتیجوں کو اصلاً کوئی حق نہیں پہنچتا کہ اگر وارث یعنی بھائی نے اس وقف کو بحال حیاتِ مورث خواہ بعد وفاتِ مورث اور وصایا کو خاص بعد وفات جائز کیا، جب تو ایک سو چالیس ۱۴۰ روپے کے سوا باقی مال حسبِ تصرفاتِ مورث وقف و وصیت میں آگیا اور اگر ناجائز کیا تو ثلث وقف و وصیت کے لئے رہا دو ثلث بھائی کا حق ہوا بھتیجے کسی مال میں حصہ نہیں پاسکتے، وھذا ظاھر جدًا، واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم (اور یہ خوب ظاہر ہے، اور اللہ سبحانہ وتعالٰی خوب جانتا ہے۔ ت)

فصل چہارم

مسئلہ ۹۶ از لشکر گوالیار ڈاکخانہ دربار مرسلہ مولوی نورالدین احمد صاحب ۲۶ شوال ۱۳۱۴ھ

مخدوم و مطاع نیازمندان دام مجدکم پس از اظہارِ نیاز گزارش کہ ان دنوں بوجہ ضرورت ملازمان ریاست و امداد وکلا ایک رسالہ ترتیب دیا گیا ہے جس میں فرائض و وصیت ہبہ، وقف، نکاح، مہر اور طلاق وغیرہا کا بیان ہے اور وہ رسالہ چھپ رہا ہے۔ ایک شبہہ یہ پیدا ہوا ہے کہ آیا سوائے مادرِ حقیقی دیگر زوجاتِ اَب اور سوائے جدہ حقیقی دیگر زوجاتِ جد میراث پاتی ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں پاتیں تو در مختار اور فرائض شریفی وغیرہا میں جدّہ کے آگے فصاعداً اور او اکثر سے کیا مراد ہے؟ اور تصحیح کی مثالوں میں دو تین ام اور ۳، ۴، ۶ یہاں تک کہ پندرہ جدّات کس بنا پر درج ہیں؟ بالتفصیل اس کا جواب مطلوب ہے بمجرد ملاحظہ نیاز نامہ مرحمت ہو۔ نورالدین احمد عفی عنہ

الجواب

مولانا المکرم السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ آدمی کی ام وجدہ وہی ہیں جن کے بطن کی طرف یہ منتسب ہو وہ اس کی اصل یہ ان کی فرع ہو باقی زوجات اب و جد ام و

---

[1] ردالمحتار کتاب الوصایا داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۱۷

Marfat.com

رضی الورثة جمیعا بعد موت المورث لا رضی المصالح وحدہ فان التخارج مبادلة بینهم فلابد من رضاهم جمیعا لاسیما اذا کان الذی عُیّن له ازید من حقه وکانه لحظ الی ان التعیین لواحد علی ان لایکون له فی سائر الترکة شئ انما یکون غالبًا باقل من حقه اومایساویه ولیس فیه مایقتضی عدم رضی سائر الورثة فاقتصر علی ذکر اشتراط رضاہ وحدہ والله تعالی اعلم، فان قلت لم لایجوز ان یحمل کلام محمد محرر المذهب رحمه الله تعالی علی بطلان الحق قلت کلا فان الارث جبری لا یسقط باسقاط وکیف یسوغ ابطال ما اثبته الله تعالی فی کتابه والتخارج مبادلة لا اسقاط والمبادلة تقرر الحق وتثبته لا تبطله فلو صح ما فعل المریض لقیل صح ما فعل و الحق حصل لا ان بطل هذا عندی

علاوہ میرے نزدیک مورث کے مرنے کے بعد تمام وارثوں کی رضامندی ضروری ہے نہ کہ تنہا صلح کرنیوالے کی رضامندی۔ کیونکہ تخارج وارثوں کے درمیان باہمی تبادلہ ہے لہذا ان سب کی رضامندی ضروری ہے خصوصًا اس صورت میں جب مذکورہ بالا وارث کے لئے اس کے حق سے زائد کی تعیین کر دی گئی ہو۔ گویا اس بات کو ملحوظ رکھا گیا ہے کہ کسی ایک وارث کے لئے تعیین اس شرط پر ہوگی کہ ترکہ میں سے اس کے لئے کچھ نہیں ہوگا۔ غالبًا یہ تعیین اس کے حق سے کم تر میں یا اُس کے حق کے مساوی میں ہی ہوتی ہے' حالانکہ اس میں کوئی ایسی چیز نہیں جو باقی ورثار کی عدم رضا کا تقاضا کرتی ہو۔ چنانچہ اکیلے اس وارث کی رضامندی کے شرط ہونے کے ذکر پر اکتفار کیا گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ اگر تو کہے کہ محررِ مذہب امام محمد رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے کلام کو بُطلانِ حق پر محمول کرنا کیوں جائز نہیں؟ تو میں کہوں گا ہرگز نہیں کیونکہ وارث بننا جبری امر ہے جو ساقط کرنے سے ساقط نہیں ہوتا۔ تو جس چیز کو اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب میں ثابت فرمایا اس کو باطل کرنا کیسے جائز ہوگا' اور تخارُج باہمی تبادلہ ہے نہ کہ کسی حق کو ساقط کرنا۔ اور باہمی تبادلہ حق کو ثابت کرتا ہے نہ کہ اسکو باطل کرتا ہے۔

Marfat.com

وزفر والحسن بن زیاد رحمہم اللہ تعالٰی وعن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ فی روایۃ یثبت من الخمسۃ لا من الزیادۃ الخ[1]
اقول فافاد ان التحدید المذکور فی الغمز مبتن علی روایۃ نادرۃ والمذہب الاطلاق۔

اور حسن بن زیاد رحمہم اللہ تعالٰی کے قول میں سب سے نسب ثابت ہوگا۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے ایک روایت میں منقول ہے کہ پانچ تک سے نسب ثابت ہوگا زیادہ سے نہیں اھ میں کہتا ہوں اس قول نے یہ فائدہ دیا کہ غمز میں مذکور حدبندی نادر روایت پر مبنی ہے جبکہ مذہب مطلق ہے (ت)

ہندیہ کتاب الدعوٰی میں محیط امام شمس الائمہ سرخسی سے ہے:

قال ابوحنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ رجلان خارجان اقام کل واحد (منہما) البینۃ انہ ابنہ ولد علی فراشہ من امرأتہ ہذہ جعل ابن الرجلین والمرأتین الخ[2]۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ دو غیر قابض مردوں میں سے ہر ایک نے اس بات پر گواہ قائم کئے کہ یہ میرا بیٹا ہے میرے فراش پر میری اس بیوی سے پیدا ہوا ہے تو اس کو اُن دونوں مردوں اور دونوں عورتوں کا بیٹا قرار دے دیا جائے گا الخ (ت)

اور جدّہ واقعی متعددہ ہوتی ہیں کہ آدمی کی جدّہ ہر وہ عورت ہے جو اس کی اصل کی اصل ہو، اصل دو ہیں اَب و اُم، اور ان میں ہر ایک کے لئے دو اصلیں ہیں، تو یہ پہلا درجہ اصل الاصول کا ہے جس میں چار اصلیں پائی گئیں دو مرد اور دو عورتیں، یہ دونوں عورتیں جدہ ہیں ایک امیہ یعنی ماں کی طرف سے کہ ام الام یعنی نانی ہے اور دوسری ابویہ باپ کی طرف سے کہ ام الاب یعنی دادی ہے یہ دونوں جدہ صحیحہ ہیں۔ پھر چاروں اصلوں میں ہر ایک کے لئے دو اصلیں ہیں تو دوسرے درجہ میں آٹھ اصول ہوں گے چار مرد چار عورتیں، یہ چاروں عورات جدہ ہیں، دو امیہ ام اب الام، ام ام الام۔ اور دو ابویہ ام اب الاب، ام الاب ابویہ دونوں صحیحہ ہیں۔ اور امیہ کی پہلی فاسدہ دوسری صحیحہ۔ یونہی ہر درجہ میں جدّات کا عدد دُونا ہوتا جائے گا۔ تیسرے درجہ میں آٹھ، چوتھے

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الدعوٰی فصل فیما یتعلق بالنکاح الخ نولکشور لکھنؤ ۳/۴۹۶
[2] الفتاوٰی الہندیۃ " الباب الرابع عشر الفصل الخامس الخ نورانی کتب خانہ کراچی ۴/۱۲۵

Marfat.com

حال حیاته اصلا بل بعد وفاته[1] اھ فی رد المحتار ای لانها قبل ثبوت الحق لھم لان ثبوته عند الموت فکان لھم ان یردوہ بعد وفاته بخلاف الاجازۃ بعد الموت لانه بعد ثبوت الحق وتمامه فی المنح[2]

زندگی میں بالکل معتبر نہیں بلکہ اس کی وفات کے بعد معتبر ہوتی ہے الخ۔ ردالمحتار میں ہے اس لئے کہ وہ اجازت وارثوں کے حق کے ثبوت سے قبل ہے کیونکہ ان کے حق کا ثبوت موصی کی موت کے وقت ہوتا ہے لہذا وہ موصی کی وفات کے بعد اس اجازت کو رَد کرسکتے ہیں بخلاف اس اجازت کے جو موصی کی موت کے بعد ہوئی کیونکہ وہ ثبوتِ حق کے بعد ہے۔ اس کی پوری بحث منح کے اندر ہے۔ (ت)

البتہ وہ وقف کہ اس نے اپنے مرض میں فی الحال کردیا اگر وارث سے حیاتِ مورث ہی میں اس کی اجازت پائی گئی جب بھی نافذ و تام ہوگیا کہ بعد موتِ مورث اب وارث اسے رد نہیں کرسکتا۔

فی رد المحتار من البزازیة تعتبر الاجازۃ بعد الموت لاقبله ھذا فی الوصیة اما فی التصرفات المفیدۃ لاحکامها کالاعتاق وغیرہ اذا صدر فی مرض الموت واجازہ الوارث قبل الموت لاروایة فیه عن اصحابنا قال الامام علاءُ الدین السمرقندی اعتق المریض عبدہ ورضی به الورثة قبل الموت لایسعی العبد فی شئ

ردّالمحتار میں بزازیہ سے منقول ہے کہ موت کے بعد کی اجازت معتبر ہے نہ کہ پہلے کی۔ یہ وصیّت کے بارے میں ہے۔ رہے وہ تصرفات جو اپنے حکم کا فائدہ دیتے ہیں جیسے آزاد کرنا وغیرہ، جب یہ مرض الموت میں صادر ہوں اور موت سے پہلے وارث اجازت دے دے تو ہمارے اصحاب سے اس بارے میں کوئی روایت موجود نہیں۔ امام علاءُ الدین سمرقندی نے کہا کہ کسی مریض نے اپنا غلام آزاد کردیا اور موت سے پہلے وارثوں نے اس پر رضامندی ظاہر کردی تو وہ غلام کسی شئی میں سعی نہیں کریگا

---

[1] الدرالمختار کتاب الوصایا مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۱۷
[2] ردالمحتار 〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۱۷

Marfat.com

نقشہ اُمیات

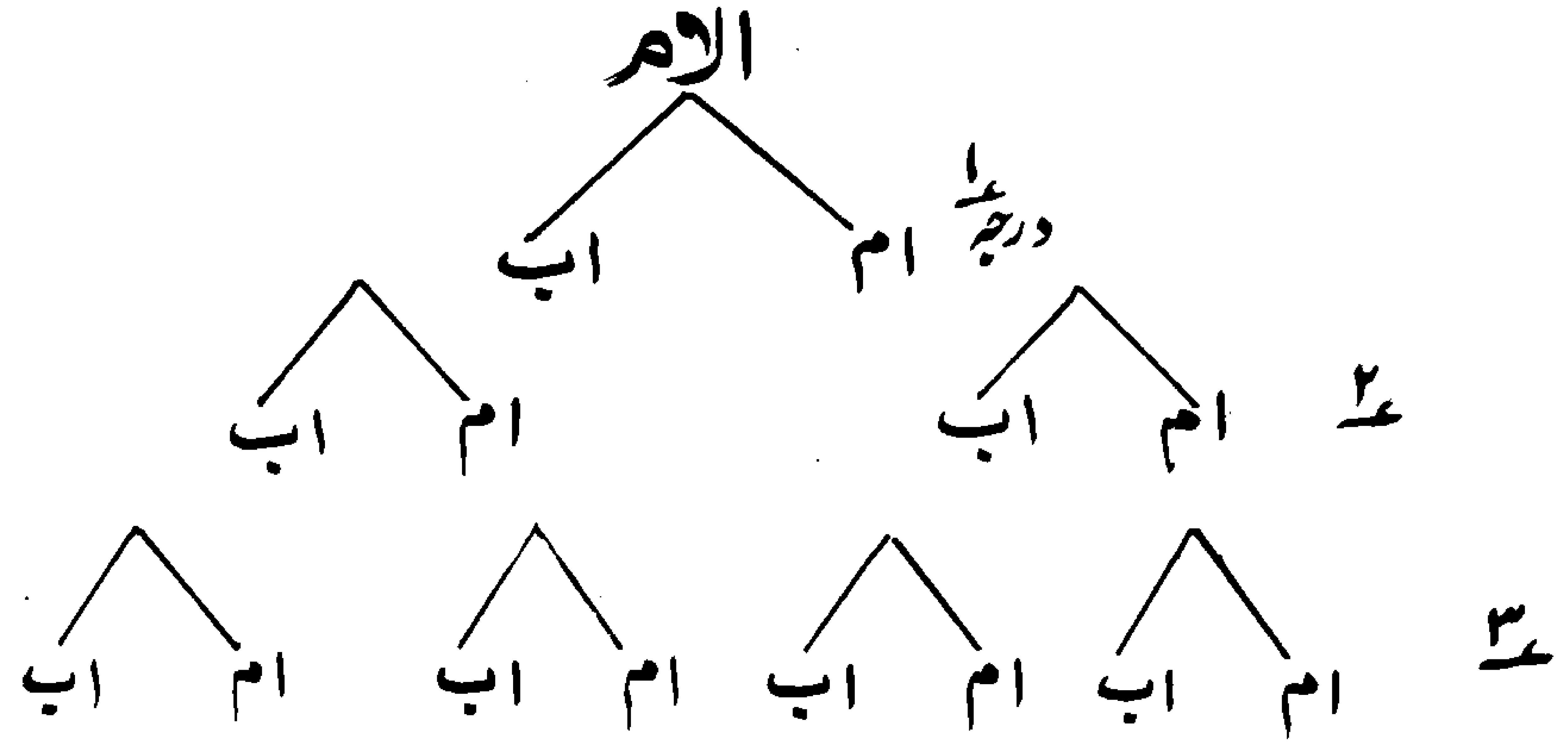

نقشہ ابویات

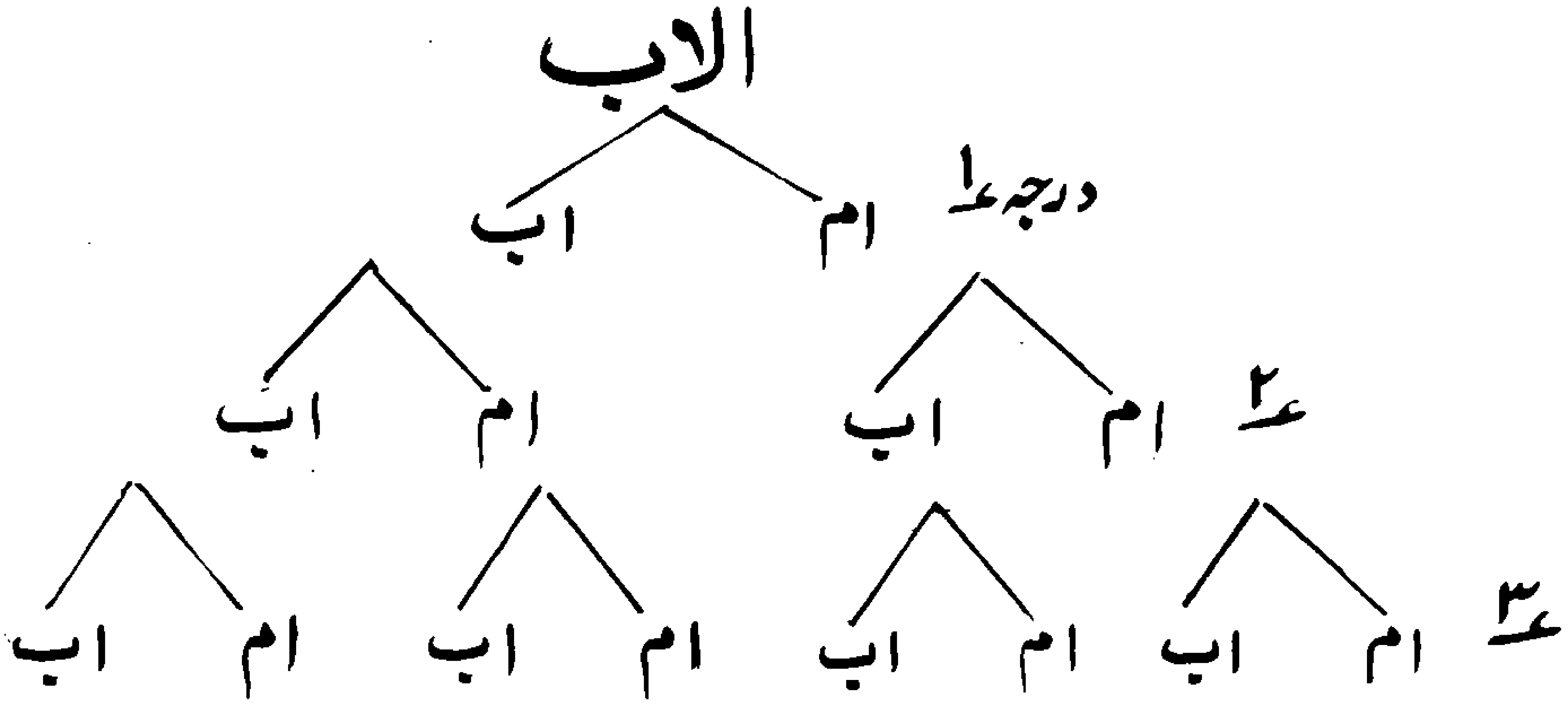

نقشہ جدّات ثابتہ ابویات و اُمیہ درجہ پنجم

۱	ام	اب	اب	اب	اب	اب
۲	ام	ام	اب	اب	اب	اب
۳	ام	ام	ام	اب	اب	اب
۴	ام	ام	ام	ام	اب	اب
۵	ام	ام	ام	ام	ام	اب
۶	ام	ام	ام	ام	ام	ام

Marfat.com

جدّ نہیں، نہ ان کے لئے میراث سے کوئی حصہ، تصحیح کی مثالوں میں دو تین ام عامہ کتب میں ایکدوسرے کی طرف مضاف مراد ہیں کہ دوسرے تیسرے درجہ کی جدۂ اُمیہ ہوتیں یعنی ام الام نانی یا ام ام الام نانی کی ماں، نہ یہ کہ میت کی اپنی دو تین ماں۔ ہاں علمائے کرام نے تعدد ام واب کی صورت بحالتِ تنازع قائم فرمائی ہے مثلاً چند عورتیں ایک بچّہ کی نسبت مدعی ہوں ہر ایک کہے یہ میرا بیٹا ہے میرے بطن سے پیدا ہوا ہے اور اس کا حال معلوم نہ ہو، اور وہ سب مدعیات اپنے اپنے دعوے پر شہادات شرعیہ قائم کر دیں اور کسی کو دوسری پر کوئی ترجیح نہ ہو تو قاضی مجبوراً ان سب کی طرف اسے منتسب کر دے گا، اور جب وہ مرے اور یہ عورتیں باقی رہیں تو بحکم تنازع وعدمِ ترجیح سب ایک سدس یا ثلث میں کہ سہم مادر ہے شریک ہوجائیں گی۔ اسی طرح ایک شخص کے چند پدر اور ان کے تعدّد کی ایک صورت ولدِ جاریہ مشترکہ کی ہے جبکہ سب شرکاء دعوٰی کریں۔

غمز العیون کتاب الاقرار میں ہے:

لایستحیل شرعا ان یکون للواحد ابوان او ثلثة الٰی خمسة کما فی الجاریة المشترکة اذا ادعاہ الشرکاء بل قد یثبت نسب الواحد الحر الاصیل من الطرفین کما فی اللقیط اذا ادعاہ رجلان حران کل واحد منہما من امرأة حرة کما فی التتارخانیة[1]

شرعی طور پر یہ محال نہیں کہ ایک شخص کے دو یا تین بلکہ پانچ تک باپ ہوں جیسا کہ مشترکہ لونڈی میں جبکہ شرکاء اس کا دعوٰی کریں، بلکہ کبھی ایک اصلی حُر کا نسب دونوں طرفوں سے ثابت ہوتا ہے جیسا کہ گرے پڑے بچے کے بارے میں جب دو آزاد مرد دعوٰی کریں اور ان دونوں میں سے ہر ایک کسی آزاد عورت سے اس کی ولادت کا مدعی ہو، جیسا کہ تتارخانیہ میں ہے۔ (ت)

خانیہ کتاب الدعوٰی فصل فیما یتعلق بالنکاح میں ہے:

جاریة بین رجلین او ثلثة او اکثر ولدت ولدا فادعوہ جمیعا ثبت النسب من الکل فی قول ابی حنیفة

ایک لونڈی نے بچہ جنا جو کہ دو یا تین یا اس سے زیادہ مردوں کی مملوکہ تھی اُن سب نے اس بچے کا دعوٰی کیا تو امام ابوحنیفہ، امام زفر

---

[1] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الاقرار ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۲۵

Marfat.com

اختیار شرح مختار سے طریق اول نقل فرمایا و للہ الحمد واللہ تعالیٰ اعلم۔

فصل پنجم

مسئلہ ۹۷ ازکلکتہ مولوی امداد علی لین ۱ مرسلہ مولوی عبدالعزیز صاحب بنگالی منتہی طالب علم مدرسہ عالیہ کلکتہ ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۴ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ اندریں کہ شخصے بحضور یک زوجہ وسہ بنت وسہ بنت الابن و دو ابن ابن الاخ اموال گزاشتہ پیک اجل را لبیک گفت پس ترکہ اش درمیان ورثہ مذکورین چگونہ منقسم خواہد شد بینوا توجروا

اے علماء کرام اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے اس شخص کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے جس نے ایک بیوی، تین بیٹیوں، تین پوتیوں اور بھائی کے دو پوتوں کی موجودگی میں مال چھوڑ کر موت کے پیغام کو لبیک کہا۔ پس اس کا ترکہ مذکورہ وارثوں کے درمیان کس طرح تقسیم ہوگا؟ بیان کرو اجر پاؤ گے (ت)

مسئلہ ۲۴ تصحیح ۵۰۴

زید

زوجہ	بنت	بنت	بنت	بنت الابن	بنت الابن	بنت الابن	ابن ابن الاخ	ابن ابن الاخ
۶۳	۱۱۲	۱۱۲	۱۱۲	۱۵	۱۵	۱۵	۳۰	۳۰

۱ جناب من! حدادب، پس از سلام سنت خیر الانام عرض بخدام بر تر مقام میگزارم کہ برصورت مرقوم بالا دریں صوبہ بنگلہ اختلافات شتّی رو دادہ کہ بنت الابن یا ابن ابن الاخ عصبہ تواند شد یا چہ؟ از دلائل ردالمحتار وشریفیہ معلوم شد کہ بنات الابن چنانچہ با برادر عینی خود عصبہ شوند ہمبران نسق با ابن عم خود ہم عصبہ شوند وایشاں ہم بنی عم ایں زمان اند پس مستحق باقی مال زید تواند شد

میری سرکار! بے حد ادب، اور تمام مخلوق سے بہتر شخصیت کی سنّت کے مطابق بارگاہِ عالی میں سلام عرض کرنے کے بعد گزارش کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا صورت میں صوبہ بنگال میں متعدد اختلاف رونما ہو چکے ہیں کہ میّت کی پوتی یا میت کے بھائی کا پوتا عصبہ ہو سکتے ہیں یا کیا صورت ہے؟ رِدّ المحتار اور شریفیہ کے دلائل سے معلوم ہوا کہ پوتیاں اپنے عینی بھائی کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہیں، اسی طرح اپنے چچا کے بیٹے کے ساتھ بھی عصبہ ہو جاتی ہیں۔ وہ بھی اس وقت

Marfat.com

میں سولہ۱۶، پانچویں میں بتیس۳۲ وعلیٰ ھٰذا القیاس تضاعیف بیوت شطرنج کی طرح یہاں تک کہ بیسویں درجہ میں دس لاکھ اڑتالیس ہزار پانچ سو چھہتر جدہ ایک درجہ کی ہونگی نصف اُمیہ نصف ابویہ، اور ان میں صحیحہ کا شمار پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ اُمیات میں تو کسی درجہ میں ایک سے زائد جدہ صحیحہ نہ ہوگی کہ جدہ امیہ وہی صحیحہ ہے جس تک میت کے سلسلے میں سوا ام کے اب اصلاً نہ واقع ہوا اور ابویات ہر درجہ میں بشمار اس درجہ کے صحیحہ ہونگی باقی ساقطہ مثلاً پانچویں درجہ میں پانچ ابویہ ثابتہ ہیں گیارہ فاسدہ، اور دسویں میں دس صحیحہ پانچ سو دو ساقطہ وعلیٰ ھٰذا القیاس کہ جدہ ابویہ میں جب تک جانب نزول صرف لفظ اَب اور جانب صعود صرف لفظ ام ہے جدہ صحیحہ ہے اور جہاں دو۲ اُم کے بیچ میں لفظِ اَب آیا وہیں فاسدہ ہو جائے گی پس جس قدر درجوں کی جداتِ صحیحہ لینی ہوں اتنی ہی بار لفظ اَب برابر برابر لکھا جائے اور اس کے اوپر اُم لکھ دیجئے یہ سطر اوّل ہوئی جس کے شروع میں لفظ ام باقی اب ہے۔ سطر دوم میں اُم کے قریب جو پہلا اَب ہے اسے بھی اُم سے بدل دیجئے کہ دو۲ ام ہوں اور باقی اَب اسی طرح سطر سوم میں تین ام، چار میں چار یہاں تک کہ اخیر میں سب اُم ہو جائیں۔ یہ سب جدات صحیحات ہونگی یا اخیر کی امیہ اور اوپر کی سب ابویہ اور طریق اس کا احضر ہونا ظاہر ہے کہ طریق اول میں جتنی جدہ بتانی ہوں بقدر ان کے مجذور کے لفظ اب وام لکھنے ہونگے اور یہاں ان کی ضعف سے بھی ایک کم مثلاً سو جدہ دکھانے کو اس طریق میں دس ہزار لفظ درکار ہونگے اور اس میں صرف ایک سو ننانوے۱۹۹ احضر یہ ہے کہ جتنے درجہ کی جدہ لینی ہوں اتنی ہی بار زیر وبالا لفظ اَب اور اسی قدر ان کے محاذی لفظ اُم لکھ کر اخیر میں دونوں کے وسط پر اُم لکھ دیجئے آباء واُمہات کو دو خط مستقیم عمودی سے ملا دیجئے اور اُم اخیرہ سے اس کے قریب کے اَب واُم دونوں اور باقی ہر اُم سے اس کے ایک درجہ اوپر کے اب تک خطوط محرفہ کھینچ دیجئے خط عمودی امہات مع ام اخیرہ جدیہ امیہ کو بنالے گا اور باقی خطوط ابویات صحیحہ کو یہ سب بیانات ان چار نقشوں سے کالعیان ہو جائیں گے دو۲ نقشہ اول میں جہاں لفظ اُم بخط نسخ ہے وہ جدہ صحیحہ ہے باقی ساقطہ۔

(اگلا صفحہ ملاحظہ ہو)

Marfat.com

صلبیات باشند چیزے نیابند مطلقاً مگر
صورت واحدہ کہ بالیشاں یا فروتر
ازیں شان مردے از اولاد پسرِ میت
باشد۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبیداللہ غزی تمرتاشی
در تنویر الابصار متن الدر المختار فرمود
اذا استکمل البنات فرضھن سقط
بنات الابن الا بتعصیب
ابن ابن مواناہ او سافلہ[1]
علامہ ابراھیم حلبی در ملتقی الابحر
کہ از متون معتمدہ فی المذھب
ست فرماید اذا استکمل بنات
الصلب الثلثین سقط بنات
الابن الا ان یکون بحذائھن
او اسفل منھن ابن ابن
فیعصب من بحذائہ
ومن فوقہ من لیست
بذات سھم و تسقط من
دونہ[2] علامہ محمد بن حسین بن
علی طوری در تکملہ بحر الرائق فرماید
ان کان للمیت
ابنتان فلا شیئ
لبنت الابن الا ان یکون

درجے میں ہو۔ پس جب دو یا دو سے زائد میت
کی صلبی بیٹیاں موجود ہوں تو پوتیاں بالکل کچھ
نہیں پاتیں سوائے ایک صورت کے کہ انکے
ساتھ یا ان کے نیچے کے درجے میں میت کے
بیٹے کی اولاد سے کوئی مرد موجود ہو۔ علامہ
ابوعبداللہ محمد بن عبیداللہ غزی تمرتاشی نے
درمختار کے متن تنویر الابصار میں فرمایا جب
بیٹیاں اپنا فرضی حصہ مکمل طور پہ لے لیں تو
پوتیاں ساقط ہوجاتی ہیں سوائے اس کے
کہ ان کے برابر یا اُن سے نیچے کے درجے کا
کوئی پوتا انھیں عصبہ بنا دے۔ علامہ ابراہیم
حلبی ملتقی الابحر جو کہ مذہب کے قابل اعتماد متون
میں سے ہے میں فرماتے ہیں جب صلبی بیٹیاں
دو تہائی مال مکمل طور پر لے لیں تو پوتیاں ساقط
ہوجاتی ہیں سوائے اس کے کہ ان کے برابر یا
ان کے نیچے کے درجے میں کوئی پوتا موجود ہو تو
وہ پوتا اپنے برابر والیوں کو اور اپنے سے اوپر والیوں کو جو کہ ذی فرض
نہ ہوں عصبہ بنا دیتا ہے اور اس پوتے سے نیچے
کے درجے والیاں ساقط ہوجاتی ہیں۔ علامہ
محمد بن حسین بن علی طوری بحر الرائق کے تکملہ میں
فرماتے ہیں اگر میّت کی دو بیٹیاں ہوں تو پوتیوں
کے لئے کچھ نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ ان پوتیوں

---

[1] الدر المختار شرح تنویر الابصار کتاب الفرائض فصل فی العصبات مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۵۹
[2] ملتقی الابحر " فصل فی الحجب مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲/ ۳۴۸

Marfat.com

نقشہ پانزدہ[۱۵] جدّہ صحیحہ یکے امیہ و چاردہ[۱۴] ابویہ بطریق اخصر کہ در درجہ چہاردہم حاصل میشوند

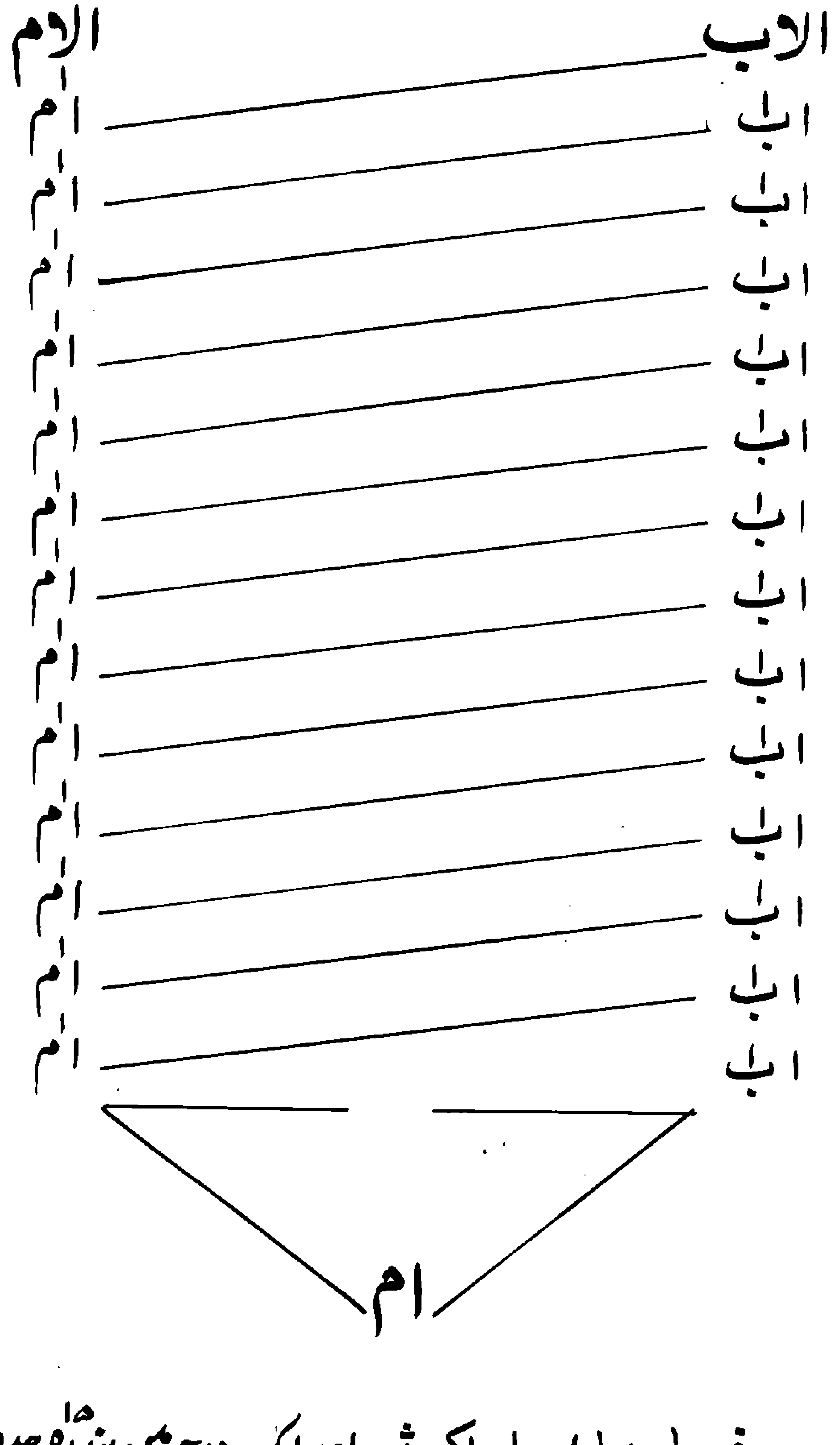

اس تقریر سے فصاعدا اور او اکثر اور ایک درجہ میں پندرہ[۱۵] جدہ صحیحہ سب کے معنی منکشف ہو گئے، اور ظاہر ہوا کہ کچھ پندرہ پر حصر نہیں جس قدر چاہیں حاصل کر سکتے ہیں مثلاً پچیس جدّہ صحیحہ ہمیں درجہ بست وچہارم میں ملیں گی، اس درجہ کی کُل جدّات ایک کروڑ سڑسٹھ لاکھ ستتر ہزار دو سو سولہ (۱۶۷۷۷۲۱۶) میں سب ساقط مگر پچیس[۲۵] ایک اُمیہ اور چوبیس[۲۴] ابویہ کہ صحیحہ ہیں، یہ تمام بیانِ منیر فقیر حقیر نے عین وقتِ تحریر میں اپنے ذہن سے استخراج کیا پھر دیکھا تو ہندیہ میں

Marfat.com

بذکر یوازیها وهی اربعة البنت بالابن و بنت الابن بابن الابن والاخت لاب وام باخیها والاخت لاب باخیها[1]
در متنِ تنویر و شرحِ او درمختار ست تصیر عصبة بغیره البنات بالابن وبنات الابن بابن الابن وان سفلوا[2] - امام حسین بن محمد سمعانی در خزانة المفتین فرماید الثانی وهو العصبة بغیره و وهو اربع من النساء یصرن عصبة باخوتهن فالبنات یصرن عصبة بالابن وبنات الابن بابن الابن والاخوات لاب وام باخیهن والاخوات لاب باخیهن[3]

رابعًا غیر ابن و ابن الابن وان سفل واخ عینی یا علاتی هیچ ذکر را قوت تعصیب نیست تا آنکه ابن الاخ یا عم و ابن العم هم خواهر عینیه خودش را عصبه نتوان نمود - علامه محمد بن علی دمشقی در همیں درمختار فرمود

مذکر کے ساتھ عصبہ بن جاتی ہے - اور وہ چار عورتیں ہیں (۱) بیٹی بیٹے کے ساتھ (۲) پوتی پوتے کے ساتھ (۳) حقیقی بہن اپنے بھائی کے ساتھ (۴) علاتی بہن اپنے بھائی کے ساتھ - متنِ تنویر اور اس کی شرح درمختار میں ہے: بیٹیاں بیٹے کے ساتھ اور پوتیاں پوتے کے ساتھ اگرچہ وہ نیچے تک ہوں عصبہ بغیرہٖ بن جاتی ہیں - امام حسین بن محمد سمعانی خزانۃ المفتین میں فرماتے ہیں: عصبہ کی دوسری قسم عصبہ بغیرہٖ ہے، وہ چار عورتیں ہیں جو اپنے بھائیوں کے ساتھ عصبہ بن جاتی ہیں، چنانچہ بیٹیاں بیٹے کے ساتھ، پوتیاں پوتے کے ساتھ، حقیقی بہنیں اپنے بھائی کے ساتھ، اور علاتی بہنیں اپنے بھائی کے ساتھ عصبہ بن جاتی ہیں۔

چوتھی دلیل: بیٹے، پوتے اگرچہ نیچے تک ہوں، حقیقی بھائی یا علاتی بھائی کے سوا کوئی مذکر کسی کو عصبہ بنانے کی طاقت نہیں رکھتا یہاں تک کہ بھتیجا یا چچا یا چچا کا بیٹا بھی خود اپنی حقیقی بہنوں کو عصبہ نہیں بنا سکتے۔
علامہ محمد بن علی دمشقی نے اسی درمختار میں فرمایا

---

[1] الفتاویٰ الہندیہ کتاب الفرائض الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۴۵۱
[2] الدرالمختار شرح تنویر الابصار 〃 فصل فی العصبات مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۵۷
[3] خزانۃ المفتین 〃 قلمی نسخہ ۲/۲۵۲

Marfat.com

یا نہ بر ہر دو تقدیر از کتب معتبرہ استدلال نمودہ وجواب شافیش عنایت فرمودہ رہین منت فرمایند بفحوائے آیہ کریمہ وتعاونوا علی البر والتقوی، ولا تکتموا الحق زیادہ والسلام مع التعظیم والاکرام عرض پرداز فدوی محمد عبدالعزیز عفی ساکن حال کلکتہ - ۹ جمادی الاولی ۱۳۱۴ھ۔

چچا کے بیٹے ہیں، پس وہ زید کے باقی مال کے مستحق ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ دونوں صورتوں میں معتبر کتابوں سے دلیل لاتے ہوئے تسلی بخش جواب عنایت فرما کر احسان مند فرمائیں اس آیت کریمہ کے تقاضے کی وجہ سے" اور نیکی کے کاموں اور تقوی پر ایک دوسرے سے تعاون کرو" اور" حق کو مت چھپاؤ" تعظیم و تکریم کے ساتھ مزید سلام۔ درخواست گزار فدوی محمد عبدالعزیز اس سے درگزر فرمایا جائے ساکن حال کلکتہ - ۹ جمادی الاولی ۱۳۱۴ھ (ت)

الجواب

مکرما السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ در صورت مستفسرہ تصحیح از یک صد وچہل وچار ست وبنات الابن محجوبات بہ بنات وتقسیم چناں۔

مکرما السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پوچھی گئی صورت میں مسئلہ کی تصحیح ایک سو چوالیس (۱۴۴) سے ہوگی۔ پوتیاں بیٹیوں کی موجودگی میں محروم ہونگی۔ اور تقسیم اس طرح ہوگی:

مسئلہ ۲۴ تصحیح ۱۴۴

مد — زید

زوجہ	بنت	بنت	بنت	ابن ابن الاخ	ابن ابن الاخ	بنت الابن
۱۸	۳۲	۳۲	۳۲	۱۵	۱۵	م

بنت الابن	بنت الابن
م	م

اگر دلائل بکار ست فاقول وباللہ التوفیق:

اوّلاً بنات الابن را عصبہ نتواں کرد مگر ابن الابن وان سفل پس چوں با دو یا بیش

اگر دلائل درکار ہیں تو میں کہتا ہوں اور اللہ تعالٰی کی طرف سے ہی توفیق حاصل ہوتی ہے:

پہلی دلیل: پوتیوں کو سوائے پوتے کے کوئی عصبہ نہیں بنا سکتا اگرچہ وہ پوتا ان سے نچلے

Marfat.com

او را عصبه کند واجب شد که ابن الاخ
که بالاتر از وست بنت الابن را از
میراث افگند اگرچه در انجب
صلبیه هیچ نبود که سقوط سفلیات بغلام
عالی عام و مطلق ست از
درمختار شنیدی و یسقط من
دونه و خود در مسئله تشبیب
که لا شیٔ للسفلیات گفته
اند فرض مسئله بے صلبیات ست و
خود پیدا است که چون کار تعصیب کشد
اقرب حاجب البعد بود حالانکه
این معنی مخالف اجماع است
جب بنات الابن ہمیں به ابن ودو
صلبیه نوشته اند نه بابن الاخ وعلامه
۱ النقروی در حل المشکلات
که خود او تاریخ تالیفش قد
حل المشکلات [۹۶۴] فرموده
است می نگارد اذا مات
رجل و ترک ابن اخ
و زوجة و بنت ابن
فالمسئلة من ثمانیة
لان فیها ثمنا و نصفا
وما بقی فالثمن
للزوجة والنصف
لبنت الابن و ما بقی

محاذی (برابر درجے میں) ہے اسکو عصبہ
بنادے تو ضروری ہوگا کہ بھائی کا بیٹا جو
پوتے سے اوپر درجے میں ہے پوتی کو میراث
سے خارج کر دے اگرچہ وہاں کوئی صلبی
بیٹی موجود نہ ہو کیونکہ نچلے درجے والیوں کا
اوپر کے درجے والے لڑکے کی وجہ سے
ساقط ہوجانا عام اور مطلق ہے۔ درمختار
سے تو سن چکا ہے کہ لڑکا اپنے سے نچلے درجے
والی کو ساقط کر دیتا ہے۔ خود مسئلہ تشبیب
جس کو فرض ہی صلبی بیٹیوں سے خالی کیا گیا
ہے میں کہا گیا ہے کہ نچلے درجے والیوں کو
کچھ نہیں ملے گا۔ یہ خود ظاہر ہے کہ جہاں
عصبہ بنانے کی کاروائی ہوتی ہے وہاں قریب
والا دور والے کے لئے حاجب ہوتا ہے
حالانکہ یہ معنی اجماع کے خلاف ہے۔ پوتیوں
کا میراث سے محروم ہونا بیٹے اور دو صلبی
بیٹیوں کی وجہ سے ہی مشائخ نے تحریر فرمایا ہے
نہ کہ بھتیجے کی وجہ سے۔ علامہ انقروی حل المشکلات
میں لکھتے ہیں جس کی تاریخ تالیف خود انھوں نے
قد حل المشکلات (تحقیق مشکلیں حل
ہوگئیں) فرمائی ہے۔ جب کوئی مرد فوت ہو
اور اس نے ایک بھتیجا، ایک بیوی اور ایک
پوتی چھوڑی ہو تو مسئلہ آٹھ سے بنے گا کیونکہ
اس مسئلہ میں آٹھواں حصہ، نصف اور بقیہ
ہے چنانچہ آٹھواں حصہ بیوی کو، نصف پوتی کو

Marfat.com

فی درجتها او اسفل منها
ابن ابن فتصیر عصبة
له[1] پیداست که ابن ابن الاخ ابن
الابن نیست پس از صورت استثناء
خارج باشد۔

ثانیاً نص ہمیں در تعصیب بنات
به ابناء و اخوات به اخوة آمده است
و بس بنات و ابنائے ابن در بنات
و ابنائے میت داخل اند بالاجماع پس
تعصیب بنات ابن به ابنائے اخ بے دلیل
شرعی ست ۔ علامہ شیخی زاده رومی در
مجمع الانہر فرماید ان النص
الوارد فی صیرورة الاناث بالذکور
عصبة انما هو فی موضعین
البنات بالبنین والاخوات
بالاخوة[2]

ثالثاً علماء جائیکه عصبات بغیرهن
راشمارند بنت الابن را بقید تعصیب
ابن الابن آرند در ہندیہ از حاوی القدسی
آورد عصبة بغیره وهی
کل انثی تصیر عصبة

کے درجے میں یا ان سے نیچے کے درجے میں
کوئی پوتا ہو تو وہ پوتیاں اس پوتے کی وجہ سے
عصبہ بن جائیں گی ۔ ظاہر ہے کہ میت کے
بھائی کا پوتا میت کا پوتا نہیں ہے لہذا
وہ استثناء والی صورت سے خارج ہوگا ۔

دوسری دلیل: نص تو فقط بیٹوں کے سبب
سے بیٹیوں کے اور بھائیوں کے سبب سے
بہنوں کے عصبہ بننے کے بارے میں آئی ہے
میت کے پوتے اور پوتیاں اس کے بیٹوں اور
بیٹیوں میں بالاجماع داخل ہیں ۔ چنانچہ میت
کی بھتیجیوں کا اس کے بھتیجوں کے سبب سے
عصبہ بننا دلیل شرعی کے بغیر ہے ۔ علامہ
شیخی زادہ رومی مجمع الانہر میں فرماتے ہیں
مذکر کے سبب سے مؤنث کے عصبہ ہو جانے
کے بارے میں نص دو جگہوں میں وارد ہے
(۱) بیٹیاں بیٹوں کے ساتھ (۲) بہنیں
بھائیوں کے ساتھ ۔

تیسری دلیل: علماء کرام نے جس جگہ
عصبہ بغیرہ کو شمار کیا ہے پوتی کے ساتھ
یہ قید لائے ہیں کہ پوتا اس کو عصبہ بنائے ۔
ہندیہ میں حاوی القدسی سے نقل کیا ہے
عصبہ بغیرہ ہر وہ مؤنث ہے جو اپنے برابر کے

---

[1] تکملہ بحر الرائق کتاب الفرائض ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸/۴۹۴
[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر " فصل فی العصبات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۷۵۴

Marfat.com

دو صلبیہ نیست بلکہ با یک صلبیہ و بے صلبیہ
نیز حکم ہمیں ست فی رد المحتار
للبنات ستة احوال ثلثة
تتحقق فی بنات الصلب
و بنات الابن وھی النصف
للواحدة والثلثان للاکثر
واذا کان معھن ذکر
عصبھن[1]۔ در سراجیہ و شریفیہ
فرماید العصبة بغیرہ اربع
من النسوة البنت و بنت
الابن والاخت لاب و
ام والاخت لاب یصرن عصبة
باخوتھن[2] اھ مختصرا۔ پس بر تقدیر
تعصیب لازم آید کہ در مسئلہ زوج و
بنت و بنت الابن و ابن ابن الاخ ١
مسئلہ از دوازدہ باشد سہ بشوہر
و شش بدختر و سہ باقی در عصبتین للذکر
مثل حظ الانثیین کما ھو مصرح
بہ فی جمیع الکتب فی مسئلة
تعصیب بنت الابن بغلام
معھا او اسفل منھا۔
پس بنت الابن را یک باشد و

پوتیوں کو عصبہ بنانا دو صلبی بیٹیوں کے موجود
ہونے کے ساتھ مختص نہیں بلکہ ایک صلبی بیٹی
ہو یا کوئی صلبی بیٹی نہ ہو تب بھی حکم یہی ہے۔
ردالمحتار میں ہے: بیٹیوں کے چھ حال ہیں
جن میں سے تین صلبی بیٹیوں اور پوتیوں میں متحقق
ہوتے ہیں اور وہ یہ ہیں اکیلی ہو تو نصف،
ایک سے زائد ہوں تو دو تہائی، اور اگر ان
کے ساتھ کوئی مذکر ہو تو وہ ان کو عصبہ
بنائے گا۔ سراجیہ اور شریفیہ میں فرماتے ہیں:
عصبہ بغیرہ چار عورتیں ہیں: بیٹی، پوتی،
عینی بہن اور علاتی بہن۔ یہ اپنے بھائیوں
کے ساتھ عصبہ بن جاتی ہیں اھ اختصار۔
پس عصبہ بنانے کی تقدیر پر لازم آتا ہے
کہ خاوند، بیٹی، پوتی اور بھائی کا پوتا
چھوڑنے کی صورت میں مسئلہ بارہ (١٢) سے ہو،
جس میں سے تین خاوند کو، چھ بیٹی کو اور باقی
تین دو عصبوں میں اس طرح تقسیم ہوں کہ
مذکر کا حصہ دو مؤنثوں کے حصے کے برابر
ہو، جیسا کہ برابر والے لڑکے یا نچلے درجے
والے لڑکے کی وجہ سے پوتیوں
کے عصبہ بن جانے والے مسئلہ میں تمام
کتابوں میں اس کی تصریح کر دی گئی ہے چنانچہ

---

[1] ردالمحتار کتاب الفرائض دار احیاء التراث العربی بیروت ٥/٤٩٢
[2] الشریفیة شرح السراجیة باب العصبات مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ٤٠

Marfat.com

قال فی السراجیۃ ؎

ولیس ابن الاخ بالمعصب
من مثلہ اوفوقہ فی النسب

بخلاف ابن الابن وان سفل فانہ یعصب من مثلہ اوفوقہ ممن لم تکن ذات سہم ویسقط من دونہ[1]

امام سمعانی درخزانۃ المفتین متصل بہ عبارت مذکورہ بالا فرماید والباقی العصبات ینفرد بالمیراث ذکورھم دون اخواتھم وھم اربعۃ ایضا العم وابن العم وابن الاخ وابن المعتق[2]

خامسًا اگر مراد بوقوع غلام بمحاذات بنات یا بالا یا فرود وقوع او درہمیں سلسلہ نسب ست کہ نوعیت انتساب متبدل نگردد کما ھوالحق المبین بجزم و یقین پس آنگاہ ابناء اخ را خود مساغی نیست کہ ایں جا سخن درجزء میت ست واو جزء پدر میت واگر مراد اعم گیرند تا ابن ابن الاخ کہ بمحاذات درجہ بنت الابن ست

کہ سراجیہ میں کہا ہے:

بھتیجا عصبہ بنانے والا نہیں ہے۔ نہ اپنی مثل کو نہ اس کو جو نسب میں اس سے اوپر ہے۔ بخلاف پوتے کے اگرچہ وہ نیچے تک ہو وہ اپنی مثل اور اپنے سے اوپر والیوں کو عصبہ بنا دیتا ہے جبکہ وہ ذی فرض نہ ہوں۔ اور اس سے نیچے والیاں ساقط ہوجاتی ہیں۔ امام سمعانی خزانۃ المفتین میں عبارتِ مذکورہ کے متصل فرماتے ہیں: باقی عصبات وہ ہیں جن کے مذکر تنہا میراث پاتے ہیں ان کی بہنیں میراث نہیں پاتیں، وہ بھی چار ہیں: (۱) چچا (۲) چچا کا بیٹا (۳) بھتیجا (۴) آزاد کرنے والے کا بیٹا۔

پانچویں دلیل: اگر بیٹیوں کے برابر یا اوپر کے درجے میں یا نیچے کے درجے میں لڑکے کے واقع ہونے سے مراد اُسی سلسلۂ نسب میں اس کا واقع ہونا ہے کہ انتساب کی نوعیت میں تبدیلی نہ آئے جیسا کہ یہی حق ہے، اور جزم ویقین کے ساتھ ظاہر ہے، تو اس صورت میں بھتیجوں کی یہاں کوئی گنجائش نہیں کیونکہ گفتگو یہاں میت کی جزء میں ہے جبکہ بھتیجا میت کے باپ کی جزء ہے۔ اور اگر اُس سے مراد عام لی جائے تاکہ بھائی کا پوتا جو میت کی پوتی کے

---

[1] الدرالمختار کتاب الفرائض فصل فی العصبات مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۵۹
[2] خزانۃ المفتین کتاب الفرائض قلمی نسخہ ۲/۲۵۲

Marfat.com

ابن ابن ابن ابن ابن الاخ ازدوازده [12]
شده لبسی وشش تصحیح پذیرد نه [9]
بشوهر وشش [6] بمادر و هیجده [18] بدختر و
دو [2] با بن پسر برادر و یک [1] بدختر
پسر و اگر جائے او خود برادر آید مسئله
بسیزده [13] عول کند و برادر عینی تهی دست
رود ، اذلاشئ بعصبة مع
العول ، اگر زاعمے زعم فرماید که
اخ نیز تعصیب بنت الابن نماید خود
نصوص صریحه اسقاط اعلی لسفلی را
خلاف کرده باشد۔

عاشرًا اگر ازیں ہمہ قطع نظر را کار
فرمایم تا بر تقدیر تعمیم غلام بایں ابنائے
اعمام دلیلے کہ بر مسئلہ آوردہ اند زنہار
منطبق نباید وسخن بہ تناقض وتہافت
گراید کلام سید قدس سرہ شنیدن
دارد کہ می فرماید ان بنات
الابن اذا کان بحذائهن
غلام سواء کان اخاهن
او ابن عمهن فانه یعصبهن
کما ان الابن الصلبی
یعصب البنات الصلبیة و
ذلك لان الذکر من اولاد
الابن یعصب الاناث اللاتی

مسئلہ بارہ [12] سے بنے گا جس کی تصحیح چھتیس [36]
سے ہوگی۔ نو حصے خاوند کو، چھ ماں کو،
اٹھارہ بیٹی کو اور دو [2] بھائی کے پوتے کو اور
ایک پوتی کو ملے گا۔ اور اگر بھائی کے پوتے
کی جگہ خود بھائی آتا تو مسئلہ تیرہ کی طرف
عول کرتا اور حقیقی بھائی خالی ہاتھ جاتا،
اس لئے کہ عول کے ہوتے ہوئے کچھ
نہیں ملتا۔ اگر کوئی گمان کرنے والا یہ گمان
کرے کہ بھائی بھی پوتی کو عصبہ بناتا ہے
تو وہ خود اُن صریح نصوص کی خلاف ورزی
کرنے والا ہوگا جن میں اوپر والے وارث
کے نیچے والے کو ساقط کرنے کا بیان ہے۔

دسویں دلیل: اگر اس تمام سے قطع نظر
کارروائی کریں تو غلام (لڑکے) کو عام مان کر
چچا کے بیٹوں کو اس میں شامل کرنے کی صورت
میں وہ دلیل جسے انھوں نے ذکر کیا ہے
وہ مسئلہ پر منطبق نہیں ہوگی اور کلام ٹکراؤ اور
کمزوری کی طرف مائل ہو جائے گا۔ سید
قدس سرہٗ کا کلام سننے کے لائق ہے، فرماتے
ہیں کہ پوتیوں کے برابر جب کوئی لڑکا ہو
چاہے وہ اُن کا بھائی ہو یا ان کے چچا کا
بیٹا ہو تو وہ انھیں عصبہ بنا دیتا ہے جیسا
کہ صلبی بیٹا صلبی بیٹیوں کو عصبہ بنا دیتا ہے
اور یہ اس لئے ہے کہ میت کے بیٹے کی اولاد
میں سے جو مذکر ہو وہ میت کی صلبی اولاد

Marfat.com

لابن الاخ[1] الخ و فیہ مسائل
اخری من ھذا النوع۔

سادساً اگر ابن الاخ حاجب بود
اخ کہ اقرب از وست اولےٰ باوست
وایں ہم باطل ست باجماع وفی حل
المشکلات اذا مات رجل و ترک
اخا و بنت ابن فالمسئلۃ من
اثنین لان فیھا نصفا و ما بقی
فالنصف لبنت الابن وما بقی
للاخ[2]

سابعاً ایں تعصیب اگر بودے نبودے
وشئی چوں وجود او مستلزم عدم او
باشد محال بود بیان ملازمت آنکہ
درعصبات اصل مطرد آنست
کہ جزء میت مقدم بر جزء پدر
اوست پس ابن ابن الاخ اگر بنت
الابن را عصبہ نمودی بنت الابن او را
محجوب فرمودے وچوں محجوب میشد تعصیب
کہ میکرد ، فھذا الشئ لو کان
لم یکن وای محال
ابعد منہ۔

ثامناً تعصیب محاذیہ مختص بوجود

اور بقیہ بھتیجے کو ملے گا الخ حل المشکلات میں
اس نوعیت کے دیگر مسائل بھی ہیں۔

چھٹی دلیل : اگر بھتیجا حاجب ہوتا ہے
تو بھائی جو کہ بھتیجے سے اقرب ہے وہ بدرجۂ
اولیٰ حاجب بنے گا۔ اور یہ بھی بالاجماع باطل
ہے۔ حل المشکلات میں ہے جب کوئی مرد
ایک بھائی اور ایک پوتی چھوڑ کر فوت ہوجائے
تو مسئلہ دو سے بنے گا کیونکہ اس مسئلہ
میں نصف اور بقیہ ہے چنانچہ نصف پوتی کو
اور بقیہ بھائی کو ملے گا۔

ساتویں دلیل : یہ عصبہ بنانا اگرچہ موجود
ہوتا تو معدوم ہوتا۔ اور جس شئی کا وجود اس
کے عدم کو چاہیے وہ شئی محال ہوتی ہے۔
ملازمہ کا بیان یہ ہے عصبوں کے اندر یہ قاعدہ
کلیہ جاری ہے کہ میت کی جزء اس کے باپ
کی جزء پر مقدم ہوتی ہے۔ لہذا بھائی کا پوتا
اگر میت کی پوتی کو عصبہ بناتا تو وہ پوتی اس کو
میراث سے محروم کردیتی۔ اور جب وہ خود
محروم ہوجاتا تو عصبہ کیونکر بناتا؟ یہ ایک ایسی
شئی ہے کہ اگر موجود ہو تو معدوم ہوگی۔ اور
اس سے بڑھ کر کون سا محال ہوگا؟

آٹھویں دلیل : کسی پوتے کا اپنی برابر والی

---

[1] حل المشکلات
[2] 〃 〃 〃

Marfat.com

این کلام از سرتاپا شاہد عدل است
کہ مراد بغلام ہمان ذکرے از اولاد
ابن ست کلام در ہمان ست و دلیل ہم
بران و خلاف ابن مسعود ھم دراں
ورنہ ہیچکس قائل نیست کہ ابن ابن
الاخ حاجب بنات ابن است و
ھم در نفس سخن تصریح ست کہ ابن عم
مر بنت عم خودش را تعصیب نتواں
کرد ۔ لاجرم مراد بہ تعمیم سواء
کان اخاھن او ابن
عمھن ہمیں قدر ست کہ
خواہ آں پسر پسر ہموں پسر باشد
کہ ایں دختر دختر اوست یا پسر پسر
دیگر کہ عم ایں دختر بود نہ از بنی اعمام
ایں زنان باشد معصب ایشاں بود
اگرچہ از سلسلۂ جزئیت میت
بیرون بود ھذا مما لا یقول
بہ احد ، بایں تقدیر
بحمد اللہ حکم مسئلہ نیز نقش بکرسی
نشست وھم بوضوح پیوست
کہ کلام درمختار و شریفیہ صراحۃً
رادغم زاعم ست نہ آنکہ
بوفاقش حاکم ست باز اگر
بایں ہمہ ہا متسلی نشوند تا تصریح
از عالم تنقیح بشنوند ، علامہ

بیٹیاں ان کے بیٹے کے ساتھ مل کر عصبہ نہیں
بنیں گی ۔ یہ کلام سر سے لے کر پاؤں تک عادل
گواہ ہے کہ غلام (لڑکے) سے مراد وہی مذکر
ہے جو میت کے بیٹے کی اولاد میں سے ہو ۔ گفتگو
اُسی میں ہے، دلیل بھی اسی پر ہے اور ابن مسعود
رضی اللہ تعالٰی عنہ کا اختلاف بھی اسی میں ہے،
ورنہ کوئی شخص اس بات کا قائل نہیں کہ بھائی
کا پوتا میّت کی پوتیوں کے لئے حاجب ہوتا
ہے نیز نفسِ کلام میں تصریح موجود ہے کہ چچا
کا بیٹا اپنے چچا کی بیٹی کو عصبہ نہیں بنا سکتا تو
یقیناً اس تعمیم سے کہ چاہے وہ اُن پوتیوں کا
بھائی ہو یا ان کے چچا کا بیٹا، مراد اسی قدر ہے
کہ خواہ وہ اُسی بیٹے کے بیٹے کا بیٹا ہو جس کی
یہ بیٹی ہے یا کسی دوسرے بیٹے کا بیٹا ہو جو
اسی بیٹی کا چچا ہو ۔ یہ مراد نہیں کہ اِن عورتوں
کے چچا کے بیٹے ان کو عصبہ بنانے والے
ہوتے ہیں اگرچہ وہ میّت کی جزء کے سلسلہ سے
باہر ہوں ۔ یہ وہ بات ہے جس کا کوئی بھی قائل
نہیں ۔ اس تقدیر پر اللہ تعالٰی کی حمد و ثناء کے
ساتھ مسئلہ کا حکم بھی کرسی پر منقش ہو گیا نیز
خوب وضاحت کے ساتھ راسخ ہو گیا کہ درمختار
اور شریفیہ کا کلام گمان کرنے والے کے گمان
کے صراحۃً خلاف ہے نہ کہ اس کی موافقت
کا حکم کرنے والا ہے ۔ پھر اگر اس تمام کے
باوجود اُن کی تسلی نہ ہوتی کہ وہ کسی عالم کی واضح

Marfat.com

ابن ابن الاخ بلکہ ابن ابن ابن ابن الاخ ہرچہ فروتر رونده را دو لیکن دریں مسئلہ اگر بجائے او اخ عینی گیرند امر منعکس میشود بنت الابن را دو باشد و برادر حقیقی را یک۔ فی حل المشکلات اذا ماتت امرأة وترکت اخا و زوجا و بنت صلب و بنت ابن فالمسئلة من اثنی عشر لان فیها سدسا و ربعا و نصفا وما بقی فالسدس لبنت الابن و الربع للزوج والنصف لبنت الصلب وما بقی للاخ[1] پس استحقاق اخ کمتر از استحقاق ابن ابن ابن ابن خودش اگرچہ بصد درجہ پایاں تر از وست ایں خود شبیہ بالمحال ست۔

تاسعًا بلکہ لازم آید کہ اخ عینی محروم باشد و اینکہ بصد واسطہ دورتر از وست ارث یابد مسئلہ زوج و ام و بنت و بنت الابن و

پوتی کو ایک حصہ ملے گا اور بھائی کے پوتے کو ـــــــ بلکہ بھائی کے پوتے کے پوتے کو جہاں تک نیچے چلا جائے دو۲ حصے ملیں گے۔ لیکن اس مسئلہ میں بھائی کے پوتے کے بجائے اگر حقیقی بھائی کو فرض کریں تو معاملہ اُلٹ جاتا ہے۔ اس صورت میں پوتی کو دو۲ اور حقیقی بھائی کو ایک حصہ ملتا ہے۔
حل المشکلات میں ہے جب کوئی عورت فوت ہوئی اور اس نے ایک بھائی، خاوند، ایک صلبی بیٹی اور ایک پوتی چھوڑی تو مسئلہ بارہ۱۲ سے بنے گا۔ کیونکہ اس مسئلہ میں ایک چھٹا حصہ، ایک چوتھا حصہ، نصف اور بقیہ ہے۔ چنانچہ چھٹا حصہ پوتی کے لئے چوتھا حصہ خاوند کے لئے، نصف صلبی بیٹی کے لئے اور بقیہ بھائی کے لئے ہوگا۔ تو اس طرح بھائی کا استحقاق اپنے پوتے کے پوتے کے استحقاق سے کمتر ہوگا اگرچہ بھائی کے پوتے کا پوتا بھائی سے سو۱۰۰ درجے نیچے ہو۔ یہ خود محال کے مشابہ ہے۔

نویں دلیل: بلکہ لازم آتا ہے کہ حقیقی بھائی محروم ہو جائے اور جو اس سے سو درجے دور ہے وہ میراث پائے۔ خاوند، ماں، بیٹی، پوتی اور بھائی کے پوتے کے پوتے کا

---

[1] حل المشکلات

نخص الحمد کلہ والصلٰوۃ والسلام علٰی صاحب الملۃ محمد و الہ وصحبہ والجلۃ آمین ، واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم ۔

اور ہم اپنے رب کے لئے ہی تمام تعریفوں کو مختص کرتے ہیں ، درود و سلام ہو صاحبِ ملت پر جن کا نام نامی اسمِ گرامی محمد ہے اور آپ کی آل پر اور صحابہ پر اور سب پر ، آمین ! واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم (ت)

فصل ششم

مسئلہ ۹۸ از کلکتہ تال کمیدان باغ نمبر ۱۴ مسجد مانک دفتری مرسلہ محمد عبدالکریم صاحب ۳ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

پس از پیشکشی قدمبوسی و ناصیہ فرسائی دست بستہ معروض میدارد کہ از روئے کرم فرمائی و مرحمت گستری دریں مسئلہ مرسلہ بہ تحقیق خود حکم فرمایند اگر حکم موافق مسطور دست دہد از روئے فیض رسانی بر جملہ جہاں بر قرطاس مرقوم و دستخط نمودہ فیض المرام بخشند مسئلہ اینست کہ چہ مے فرمایند علمائے دین رحمکم اللہ تعالٰے اندریں مسئلہ کہ حقِ ارث بتقادم زمان ساقط شود یا نہ ؟ بیّنوا توجروا ۔

قدموں کو چومنے اور ان پر پیشانی رکھنے کی پیشکش کے بعد دست بستہ گزارش ہے کہ کرم اور مہربانی فرماتے ہوئے اس ارسال کردہ مسئلہ میں اپنی تحقیق کے مطابق فیصلہ صادر فرمائیں اگر جناب والا کا فیصلہ اس تحریر کے موافق ہو تو تمام جہان پر فیض رسانی کی رُو سے تحریر کردہ کاغذ پر دستخط کرکے حاجت برآری فرمائیں ۔ مسئلہ یہ ہے ، کیا فرماتے ہیں اے علماءِ دین اللہ تعالٰے آپ پر رحم فرمائے اس مسئلہ میں کہ زیادہ عرصہ گزرجانے سے میراث کا حق ساقط ہوجاتا ہے یا نہیں ؟ بیان کرو اجر دئے جاؤ گے ۔ (ت)

الجواب : حق ارث بتقادم زمان ساقط نمی شود کما فی الدر المختار ، لوامر السلطان بعدم سماع الدعوی بعد خمس عشرۃ

الجواب : میراث کا حق زیادہ عرصہ گزرجانے سے ساقط نہیں ہوتا جیسا کہ درمختار میں ہے ، اگر بادشاہ پندرہ سال کا عرصہ گزرجانے کے بعد قاضی کو دعوٰی کی

Marfat.com

فی درجتہ اذا لم یکن للمیت ولد صلبی بالاتفاق فی استحقاق جمیع المال فکذا یعصبہا فی استحقاق الباقی من الثلثین مع الصلبیتین والیہ ذہب عامۃ الصحابۃ وعلیہ جمہور العلماء وقال ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا یعصبہن بل الباقی کلہ لابن الابن ولا شئ لبناتہ، اذ الانثی انما تصیر عصبۃ بالذکر اذا کانت ذات فرض عند الانفراد عنہ کالبنات والاخوات واما اذا لم تکن کذلک فلا تصیر بہ عصبۃ کبنات الاخوۃ والاعمام مع بنیہم واجیب بان بنت الابن صاحبۃ فرض عند الانفراد عن ابن الابن لکنہا محجوبۃ بالصلبیتین ہٰہنا الا تری انہا تاخذ النصف عند عدم الصلبیات بخلاف بنات الاخ والعم اذ لا فرض لہا عند انفرادہا عن ابنہما فلا تصیر عصبۃ بہٖ[1]

نہ ہونے کی صورت میں اپنے درجے کی لڑکیوں کو تمام مال کے استحقاق میں بالاتفاق عصبہ بنا دیتا ہے اور یونہی دو صلبی بیٹیوں کی موجودگی میں دو تہائی سے بچ جانے والے مال کے استحقاق میں انھیں عصبہ بنا دیتا ہے۔ عام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اسی طرف گئے ہیں، اور جمہور علماء کا بھی یہی موقف ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وہ پوتیوں کو عصبہ نہیں بناتا بلکہ باقی تمام مال پوتے کے لئے ہوگا پوتیوں کو کچھ نہیں ملیگا۔ کیونکہ مذکر کے ساتھ مل کر مونث اسی صورت میں عصبہ بنتی ہے جب وہ اس مذکر سے الگ ہوکر ذی فرض ہوتی ہو جیسے بیٹیاں اور بہنیں۔ اور اگر وہ اس طرح نہ ہو تو مذکر کے ساتھ مل کر عصبہ نہیں بنتی جیسے بھائیوں اور چچوں کی بیٹیاں اُن کے بیٹوں کے ساتھ۔ اور اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ پوتی پوتے سے الگ ہوکر ذی فرض ہوتی ہے لیکن یہاں پر وہ دو صلبی بیٹیوں کی وجہ سے محروم ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ صلبی بیٹیوں کی عدم موجودگی میں پوتی نصف مال لیتی ہے بخلاف بھائی اور چچا کی بیٹیوں کے کہ اُن کے لئے ان دونوں کے بیٹوں سے الگ ہوکر کوئی فرضی حصہ نہیں ہوتا لہٰذا بھائی اور چچا کی

---

[1] الشریفیۃ شرح السراجیۃ فصل فی النساء مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۲۲ و ۲۳

Marfat.com

سماع الدعوی بعد هذه المدة ان یسمعها بنفسه او یامر بسماعها کی لا یضیع حق المدعی والظاهر ان هذا حیث لم یظهر عن المدعی امارة التزویر[1]۔ مخفی مباد کہ روایات فقہیہ کہ در باب عدمِ سماع دعوٰی بعد از مرور پانزدہ سال یا سی سال یا سی و سہ سال یا سی و شش سال وارد مخصوص بصورتے ست کہ دعوی متضمن بر علامت تزویر یا حیلہ باشد چنانچہ از عبارات ردالمحتار وغیرہ مفہوم می شود وھذا حکم الکتاب واللہ تعالٰی اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

قاضیوں کو دعوٰی کی سماعت سے منع کیا ہے خود اس پر واجب ہے کہ وہ بذاتِ خود دعوٰی کی سماعت کرے یا اس کی سماعت کا حکم دے تاکہ مدعی کا حق ضائع نہ ہو۔ ظاہر یہی ہے کہ یہ حکم اُس صورت میں ہے جب مدعی کی طرف سے دھوکہ بازی کی کوئی علامت ظاہر نہ ہو۔ پوشیدہ نہ رہے کہ پندرہ ۱۵ سال، تیس ۳۰ سال، تینتیس ۳۳ سال یا چھتیس ۳۶ سال گزرنے کے بعد دعوٰی کی سماعت نہ کرنے سے متعلق فقہی روایات اس صورت کے ساتھ مخصوص ہیں کہ دعوی دھوکہ دہی اور حیلہ سازی کی علامات کو متضمن ہو جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ کی عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ کتاب کا حکم ہے، اللہ تعالٰے خوب جانتا ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر آنا ہے (ت)

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب ایں جا دو مقام ست یکے نفس الامر و ابانت حکمش ہمان ست کہ ہیچ حق ثابت نامقید بوقتے خاص ارث باشد خواہ غیر او مطلقاً اجماعاً بتقادم زمان زنہار ساقط نشود چنانکہ در جوہرہ و اشباہ وغیرہما

اے اللہ حق اور درستگی کی ہدایت عطا فرما، اس جگہ دو ۲ مقام ہیں، مقام اول نفس الامر، اس کے حکم کی وضاحت یہ ہے کہ کوئی ثابت حق جو کسی خاص وقت کے ساتھ مقید نہ ہو چاہے میراث ہو یا کوئی اور مطلقاً بالاتفاق زیادہ عرصہ کے گزرنے سے ہرگز ساقط نہیں ہوتا، جیسا کہ جوہرہ اور اشباہ

---

[1] ردالمحتار کتاب القضاء فصل فی الحبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۴۳

Marfat.com

شامی قدس سرہ السامی در عقود الدریہ فرماید سئل فی امرأۃ ماتت عن بنتین وابن اخ شقیق وعن بنتی ابن و خلفت ترکۃ کیف تقسم الجواب للبنتین الثلثان والباقی لابن الاخ الشقیق وابن الاخ لا یعصب اختہ ولا من ھی اعلی منہ او اسفل فضلا عن کونہ یعصب بنتی الابن ھ

ولیس ابن الاخ بالمعصب
من مثلہ او فوقہ فی النسب

نعم ابن الابن یعصب بنت الابن الٰی اھ ملخصا[1] مسئلہ بکمال وضوحش از ایضاح بے نیاز بود ایں مابہ اطناب چہ شایست اما چہ تواں کرد کہ بعد عروض وہم ازالہ اش ناگزیر مے بایست ولما بلغنا الی الدلیل الخامس وقفنا علی نزلۃ ھٰھنا صدرت من قلم العلامۃ حامد آفندی فاکد ذلک عزمنا علی الاکثار۔ لینجلی الحق انجلاء الاھلۃ اذا امیط عنھا کل غیم وعلۃ وبرتبنا

تصریح صاف طور پر سن لیں۔ علامہ شامی قدس سرہ السامی عقود الدریہ میں فرماتے ہیں۔ اُس عورت کے بارے میں سوال کیا گیا جو دو بیٹیاں، حقیقی بھائی کا ایک بیٹا اور دو پوتیاں چھوڑ کر فوت ہوئی اس نے کچھ ترکہ چھوڑا وہ کیسے تقسیم کیا جائے گا؛ جواب: بیٹیوں کو دو تہائی ملے گا اور باقی حقیقی بھائی کے بیٹے کو ملے گا۔ بھائی کا بیٹا اپنی بہن کو عصبہ نہیں بناتا اور نہ ہی اپنے سے اوپر کے درجے والی کو یا نچلے درجے والی کو چہ جائیکہ وہ میت کی پوتیوں کو عصبہ بنائے۔ اور بھتیجا عصبہ بنانے والا نہیں ہے۔ نسب میں اپنی مثل کو اور نہ اپنے سے اوپر والی کو۔ ہاں پوتا پوتی کو عصبہ بناتا ہے الخ تلخیص۔ مسئلہ کامل طور پر واضح ہونے کی وجہ سے وضاحت کرنے سے مستغنی تھا۔ اس طویل بحث کی کیا ضرورت تھی، مگر کیا کیا جا سکتا ہے کہ وہم کے عارض ہونے کے بعد اس کا ازالہ ضرور ہونا چاہیے۔ جب ہم پانچویں دلیل تک پہنچے تو ہم اس لغزش پر آگاہ ہوئے جو یہاں پر علامہ حامد آفندی کے قلم سے سرزد ہوئی۔ تو اس نے ہمارے عزم کو مزید وضاحت کرنے پر مضبوط کیا تاکہ حق اس طرح ہو جائے جس طرح بادل اور گرد و غبار کے دُور کیے جانے کے بعد چاند روشن ہوتے ہیں۔

---

[1] العقود الدریۃ کتاب الفرائض ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۳۴۷

Marfat.com

ہمہ در و یکساں و متوافق و عند التحقیق متقید نیست بہیچ مدتے ممدود و عدتے معدود صورتش آنست کہ مثلاً زید را دارے ست کہ شراءً یا ارثاً یا بہیچ وجہ از وجوہ تملک نزد اوست و او زمانے در و تصرفات مالکانہ مے کرد و عمرو عاقل و بالغ ہمدراں شہر ساکن و بر آں تصرفات آگاہ بود و موانع ارجاع دعوے یکسر مفقود حالا خود او یا وارث او بر می خیزد و نزاع مے انگیزد و گردن دعوٰی بر می فرازد کہ ایں خانہ (خانۂ) ازاں منست زینہار نشنوند گو دعوی از جہت ارث باشد زیرا کہ سکوت تا مدتے صالحہ باوصف انعدام موانع و وجود مقتضا اعنی اطلاع بر تصرفات مالکانۂ زید قرینۂ واضحہ است برانکہ دار دار زید ست و دعوی عمرو از راہ کید لاجرم آں سکوت را در رنگ اقرار او بملک زید فرا گرفتہ مانع دعوٰی دانند آنچنانکہ اگر صراحۃً معترف شدے کہ دار ازاں زید ست و باز بے توفیق معقول و قابل قبول بدعوی برخاستے تناقض گریبانش گرفتے و دعوی پیش نہ رفتے کذا ھذا و پیداست کہ در ایں باب

متون، شروح اور فتاوے اس پر شاہد ہیں۔ میراث اور غیر میراث اس حکم میں برابر ہیں۔ تحقیق کی رُو سے یہ حکم کسی لمبی مدت اور خاص عرصے کے ساتھ مقید مشروط نہیں ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ زید کا ایک گھر ہے جو اس نے خریدا یا میراث میں پایا یا ملکیت کی وجوہ میں سے کسی اور وجہ سے اس کے پاس ہے، وہ اس میں ایک عرصے تک مالکانہ تصرفات کرتا رہا۔ عمرو جو کہ عاقل و بالغ اور اُسی شہر میں رہائش پذیر تھا زید کے تصرفات پر آگاہ تھا۔ دعوی کرنے میں کوئی رکاوٹ بالکل موجود نہ تھی (اس کے باوجود وہ چپ رہا) اب عمرو خود یا اس کا کوئی وارث اُٹھ کر جھگڑا پیدا کرتا ہے اور گردن دعوٰی بلند کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ گھر میرا ہے تو یہ دعوٰی ہرگز قابلِ سماعت نہیں اگرچہ میراث کی جہت سے دعوٰی ہو اس لئے کہ دعوی کی صلاحیت رکھنے والی مدت میں چپ رہنا جبکہ دعوٰی میں کوئی رکاوٹ موجود نہ تھی اور دعوی کا مقتضٰی بھی موجود تھا یعنی زید کے مالکانہ تصرفات سے آگاہی، یہ واضح قرینہ ہے کہ گھر زید کا ہے اور عمرو کا دعوٰی بطور مکر ہے۔ یقیناً اسکی خاموشی کو زید کی ملکیت کا اقرار قرار دیتے ہوئے مشائخ کرام دعوٰی سے مانع سمجھتے ہیں، جس طرح کہ اگر وہ صراحۃً اقرار کرتا کہ یہ گھر زید کا ہے پھر کسی معقول اور قابلِ قبول توجیہ کے بغیر اس

Marfat.com

سنة فسمعها لم ینفذ قلت فلا تسمع الآن بعدها الا بامر الا فی الوقف والارث ووجود عذر شرعی وبه افتی المفتی ابوالسعود فلیحفظ[1] وفی ردالمحتار قال السید الحموی فی حاشیة الاشباه ان السلاطین الآن یامرون قضاتهم فی جمیع ولایاتهم ان لایسمعوا دعوی بعد مضی خمس عشرة سنة سوی الوقف والارث اھ[2] وکما فی ردالمحتار عن الحامدیة انه کتب علی ثلثة اسئلة انه تسمع دعوی الارث ولا یمنعها طول المدة[3] وفی ردالمحتار عن الاشباه وغیرها ان الحق لا یسقط بتقادم الزمان اھ ولذا قال فی الاشباه ایضا ویجب علیه سماعها اھ ای یجب علی السلطان الذی نهی قضاته عن

سماعت نہ کرنے کا حکم دے۔ پھر قاضی اس کی سماعت کرے تو وہ نافذ نہ ہوگا۔ میں کہتا ہوں اب بادشاہ کی طرف سے ممانعت کے بعد اُس کے حکم کے بغیر سماعت نہیں کیجائے گی سوائے وقف، میراث اور کسی عذر شرعی کے پانے کے۔ مفتی ابوالسعود نے یہی فتوٰی دیا ہے اُس کو یاد رکھنا چاہیئے۔ ردالمحتار میں ہے سید حموی نے الاشباہ کے حاشیہ میں کہا کہ اب بادشاہ اپنی تمام ولایتوں میں پندرہ سال گزر جانے کے بعد وقف اور میراث کے علاوہ دعوٰی کی سماعت کرنے سے قاضیوں کو روک دیتے ہیں اھ جیسا کہ ردالمحتار میں حامدیہ سے منقول ہے، انھوں نے تین مسئلوں کے جواب میں لکھا کہ میراث کے دعوٰی کی سماعت کی جائے گی اور مدت کا دراز ہونا اس سے مانع نہیں ہوگا۔ ردالمحتار میں اشباہ وغیرہ سے منقول ہے کہ زیادہ عرصہ گزر جانے کی وجہ سے حق ساقط نہیں ہوتا اھ۔ اسی لئے اشباہ میں بھی کہا ہے کہ اس پر دعوٰی کی سماعت واجب ہے اھ یعنی جس بادشاہ نے پندرہ سال کا عرصہ گزرنے کے بعد اپنے

---

[1] الدر المختار کتاب القضاء فصل فی الحبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۸۱
[2] ردالمحتار ″ ″ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۴۲
[3] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۴/ ۳۴۳

Marfat.com

وقف وارث و مالِ یتیم و غائب و غیر
ذلک ہمہ یا بعض یا مطلقاً عدمِ استثناء از
ہمیں جہت داشتہ است سلطان ہر زمان
آنکہ مطلق داشت علماء مطلق گزاشتند
و آنکہ استثنا کرد استثناء فرمودند
کہ اینجا کار بر زبان شہریار ست و
بس و ازیں بیان بوضوح پیوست کہ دریں
وادی نیز ارث و غیر او ہمہ
متساوی الاقدام ست تا آنکہ اگر سلطانے
قضاۃ خود را بعد یک سال مثلاً
خاص از سماع دعوی ارث منع فرماید
بالخصوص ہمیں دعوی ارث نامسموع باشد
وغیر او مسموع والعکس بالعکس ایں
ست دریں مقام تحقیق انیق و باللہ التوفیق
سخن دریں باب در کتاب القضاء
والدعاوی از فتاویٰ خودم قدرے دراز راندہ
ام اینجا بر تلخیص عبارا تے چند قناعت ورزیدن
بہ از راہ اسہاب و اطناب گزیدن در فتاویٰ
علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبید اللہ غزی
تمرتاشی مصنف تنویر الابصار ست
سئل عن رجل لہ بیت فی دار یسکنہ مدۃ
تزید علی ثلث سنوات ولہ جار بجانبہ
والرجل المذکور یتصرف فی البیت المذبور بناء
وعمارۃ مع اطلاع جارہ علی تصرفہ فی المدۃ
المذکورۃ فہل اذا ادعی البیت بعد

خاص ہو جاتی ہے، لہذا اگر بادشاہ
اسلام اللہ تعالیٰ اس کی نصرت کو
غالب کرے اپنے قاضیوں کو ایک
خاص مدت جیسے پندرہ سال
یا پندرہ مہینے یا بالفرض دو تین
دن کے بعد دعوی کی سماعت
سے منع کر دے تو قاضی صاحبان
اس مدت کے بعد ان دعووں
کے حق میں معزول ہو جاتے
ہیں اور ان کی طرف سے دعویٰ کی
سماعت نامقبول ہوتی ہے
اس مسئلہ میں میراث، وقف، مالِ یتیم اور
مالِ غائب وغیرہ میں کُل یا بعض کے استثناء
یا مطلقاً عدمِ استثناء کا اختلاف اسی وجہ
سے ہے کہ ہر دَور کے بادشاہ نے جس کو
مطلق رکھا علماء نے بھی اس کو مطلق رکھا اور
بادشاہ نے جسے مستثنیٰ کر دیا علماء نے بھی اسے
مستثنیٰ کر دیا کیونکہ یہاں کارروائی فقط بادشاہ
کی زبان پر ہے۔ اس بیان سے خوب وضاحت
ہو گئی کہ اس وادی میں میراث اور غیر میراث
برابر ہیں یہاں تک کہ اگر بادشاہ مثال کے
طور پر ایک سال کے بعد اپنے قاضیوں کو
خاص دعویٰ میراث کی سماعت سے منع
کر دے تو خاص اُسی دعویٰ میراث کی
ممانعت ہو گی اس کے علاوہ دیگر دعووں کی

Marfat.com

منصوص شد وخود در ثبوت او آیات و
احادیث وعقیدۂ اجماعیہ مجازات
یوم الدین بر مظالم وتبعات بندہ است
اگر عند اللہ بمرورِ دُہور حق ساقط
شدے روزِ جزا جریان مجازات
ومطالبۂ تبعات ومبادلۂ حسنات
ووضع سیأت بمیان نیامدے
کہ بندہ را بر بندہ حقے نماندہ
گو از روئے تعدی حدودِ الٰہیہ
ظالم مطالب بحقوق الٰہیہ باشد
ھذا باطل اجماعاً
بلکہ عند اللہ ہرچند ظالم بر ظلم
متمادی رود ظالم تر شود نہ آنکہ
تمادی ایام ظلم برخیزد و
حق بناحق آمیزد۔

دوم سماع دعویٰ بدار القضاء۔
اینجا نیز نفس مرور زمان فی حدود
ذاتہ اصلاً جمع باثبات منع نیرزد
نہ در ارث و نہ در غیر آں کائناً
ما کان بلکہ منع از دو جہت خیزد
یکے سد باب تزویر و قطع اطماع
فاسدہ ایں حکم حکم اجتہادی
فقہائے کرام وائمۂ اعلام ست
ومتون وشروح و فتاوائے
بد مذہب باو ناطق وارث وغیرارث

وغیرہ میں منصوص ہے۔ اس کے ثبوت کے لئے خود
قرآنی آیات، احادیث اور یہ اجماعی عقیدہ
کافی ہے کہ قیامت کے دن حقوق العباد سے
متعلق ظلم اور زیادتیوں کا بدلہ دلوایا جائے گا'
اگر مدتوں کے گزرنے سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک
حق ساقط ہو جاتا تو قیامت کے دن بدلہ دلوانے
اور حقوق العباد کے مطالبے نیکیوں کے بدلے اور گناہوں کے
مٹانے کا قانون جاری نہ ہوتا کیونکہ کسی بندے کا دوسرے پر کوئی
حق نہ رہتا اگرچہ حدودِ الٰہیہ میں تعدی کرنے
سے حقوق اللہ کے بارے میں ظالم سے
مؤاخذہ ہوتا، اور یہ بھی بالاتفاق باطل ہے،
بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ظالم جتنا عرصہ ظلم پر
قائم رہتا ہے زیادہ ظالم ہوتا جاتا ہے،
ایسا نہیں ہے کہ زیادہ دنوں کا گزرنا ظلم کو
اٹھا دے اور حق کو ناحق کے ساتھ ملا دے۔

مقام دوم قاضی کی کچہری میں دعویٰ کی
سماعت۔ اس میں بھی محض زیادہ زمانے کا
گزرنا اپنی ذات کے اعتبار سے بالکل اس
لائق نہیں کہ سماعِ دعویٰ کی ممانعت کا باعث
بنے، چاہے میراث کا دعویٰ ہو یا اس کے
علاوہ کسی بھی شئی کا۔ بلکہ ممانعت دو وجہوں
سے پیدا ہوتی ہے، وجہ اول دھوکہ دہی
کا دروازہ بند کرنا اور فاسد لالچوں کا خاتمہ
کرنا۔ یہ حکم فقہائے کرام اور مشہور ائمہ عظام
کا اجتہادی حکم ہے۔ جیسا کہ مذہب کے

Marfat.com

سماع الدعوی. قال صاحب
المنظومة اتفق اساتیذنا
علی انہ لاتسمع دعواہ
ویجعل سکوتہ رضا
للبیع قطعا للتزویر
والاطماع والحیل و
التلبیس وجعل الحضور و
ترك المنازعة اقرارا
بانہ ملك البائع[1]
ہمدران ست سئل فیما
اذا ادعی زید علی عمرو
محدودا انہ ملکہ
ورثہ عن والدہ
فاجابہ المدعی علیہ
انی اشتریتہ من
والدك وعمك وانی
ذو ید علیہ من
مدة تزید علی
اربعین سنة وانت
مقیم معی فی بلدة
ساکت من غیر عذر
یمنعك عن الدعوی
ھل یکون ذلك

فتاوٰی میں ہے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے بائع کے زیر قبضہ زمین میں سے چھ ہاتھ زمین خرید کر اس کو تعمیر کیا اور اس میں تصرف کیا، پھر بعد ازاں ایک شخص نے تعمیر کرنے والے شخص مذکور پر دعوٰی کر دیا کہ اس فروخت شدہ زمین میں ساڑھے تین قیراط میرے ہیں جو مجھے ماں کی میراث سے ملے ہیں، حالانکہ اس کی ماں عمارت بنانے اور انتفاعِ مذکور کے تصرف کو دیکھتی رہی۔ کیا اس کو ایسا کرنے کا حق ہے یا نہیں؟ تو آپ نے جواب دیا اس کا دعوٰی نہیں سُنا جائے گا کیونکہ ہمارے علماء نے اپنے متون، شروح اور فتاوٰی میں نص فرمائی ہے کہ خصم کے مطلع ہوتے ہوئے بیع میں مشتری کا تصرف اگرچہ وہ اجنبی ہو جیسے عمارت بنانا، درخت لگانا اور کھیتی باڑی کرنا اس کے دعوٰی کی سماعت سے مانع ہوتا ہے۔ صاحبِ منظومہ نے کہا ہمارے اساتذہ اس پر متفق ہیں کہ اس کا دعوٰی نہیں سنا جائیگا اور دھوکہ دہی، لالچ، حیلے اور فریب کے خاتمہ کے لئے اس کی خاموشی کو بیع کے ساتھ رضامندی قرار دیا جائے گا۔ اس کی بوقتِ بیع وہاں موجودگی اور منازعت کے ترک کرنے کو

[1] الفتاوٰی الخیریۃ کتاب الدعوٰی دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۸۷ و ۸۸

Marfat.com

ادعائے ارث وغیرہ ارث ہمہ یکسان
ست اللّٰھم مگر آنجا کہ زید معتر
باشد بآنکہ دار ملک مورث عمرو بودہ است
ومن ازو شرائٗ یا ہبۃً گرفتہ ام
آنگاہ امر دعوٰی باژگونہ گردد زید مدعی شود
وعمرو مدعا علیہ وتصرفات زید تا زمانے
مدید سودش نکند کہ دعوٰی را بینہ باید نہ مجرد
تصرفات ۔ کما لا یخفی علی
اھل التصرف ۔ دوم نہی سلطانِ
اسلام ، این ست آنچہ در ارث
وغیر ارث متخالف شود وکار بر تحدید
مدت از پیشگاہِ سلطنت قرار گیرد
بے نظر بعد در تصرف و اطلاع
مدعی وعدم موانع وظہور تزویر وغیر
ذلک ، سر این کار آنست کہ ولایت
قضاۃ مستفاد از جہت سلطان و
قضا بزمان ومکان واشخاص واشیاء
ہرچہ سلطان مولّی بآں تخصیص فرماید
تخصیص پذیرد پس اگر سلطانِ اسلام
اعز اللہ نصرہ قضاۃ خود را بعد
مدتے معیّنہ مثلاً پانزدہ سال یا ماہ یا
فرضا دو سہ روز از سماع دعوی
نہی کند قاضیان بعد آں زمان در حق
آن دعاوی معزول باشند سماع
نامقبول دریں اختلاف استثنائے

گھر پر دعوٰی کے لئے اُٹھ کھڑا ہوتا تو ٹکراؤ اس
کا گریبان پکڑ لیتا اور اس کے دعوٰی میں پیشرفت
نہ ہوتی اور یہ بھی ایسے ہی ہے ۔ ظاہر ہے کہ
اس باب میں میراث اور غیر میراث کا دعوٰی
سب برابر ہیں۔ اے اللہ ! مگر اُس صورت
میں کہ زید اس بات کا اقرار کرتا ہو کہ یہ گھر
عمرو کے مورث کی ملکیت میں تھا میں نے اس
سے خرید لیا یا بطور ہبہ حاصل کیا ہے تو اس
وقت دعوٰی کا معاملہ الٹ ہو جائے گا کہ زید
مدعی اور عمرو مدعا علیہ بن جائے گا ، اور
عرصہ دراز تک زید کا اس میں تصرفات کرنا
اس کو فائدہ نہیں دے گا۔ کیونکہ دعوٰی کیلئے
گواہ درکار ہیں نہ کہ محض تصرفات ۔ جیسا کہ
اہل تصرف پر پوشیدہ نہیں ہے ——
وجہ دوم بادشاہِ اسلام کا منع کرنا ۔ یہ
ہے وہ صورت جس میں میراث اور غیر میراث
مختلف ہوتے ہیں۔ اس میں کاروائی مدت
کی حد بندی پر سلطنت کی طرف سے قرار پاتی
ہے ۔ اس میں تصرف کا صادر ہونا، مدعی کا
آگاہ ہونا ، رکاوٹوں کا موجود نہ ہونا اور
دھوکہ دہی کا ظاہر ہونا وغیرہ امور ملحوظ نہیں
ہوتے۔ اس کاروائی کا راز یہ ہے کہ قاضیوں
کی ولایت بادشاہ کی طرف سے حاصل شدہ
ہے اور قضاء زمانے ، مکان ، اشخاص اور
دیگر جن اشیائ کے ساتھ بادشاہ خاص کر دے

Marfat.com

تو وہ اپنے اقرار کے سبب سے پکڑا جائے گا اگرچہ وہ شیئ سالہا سال سے اس کے قبضہ میں ہو۔ اس مسئلہ میں توقف نہیں کیا جائے گا۔ (ت)

درعقود الدریة فی تنقیح الفتاوی الحامدیة

ست رجل تصرف زماناً فی ارض ورجل اٰخر رأی الارض والتصرف ولم یدع ومات علی ذلک لم تسمع بعد ذلک دعوی ولدہ[1] اھ ولم یقیدوہ بمدۃ کما تری لان ما یمنع صحۃ دعوی المورث یمنع صحۃ دعوی الوارث ثم البیع غیر قید بل مجرد الاطلاع علی التصرف مانع من الدعوی ولیس مبنیا علی المنع السلطانی 1
بل ھو حکم اجتہادی نص علیہ الفقہاء[2] کما رأیت ملتقطاً

ہمدرانست سئل فی رجل یرید الدعوی علی زید بمیراث امہ المتوفاۃ من اکثر من خمس عشرۃ سنۃ وزید یجحد ومضت ھذہ المدۃ من بلوغہ

عقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ میں ہے کہ ایک شخص نے کچھ عرصہ تک ایک زمین میں تصرف کیا اور ایک دوسرا شخص اس کو زمین میں تصرف کرتے ہوئے دیکھتا رہا اور دعوٰی نہیں کیا اور اسی حالت میں وہ فوت ہوگیا تو اب اس کی اولاد کا دعوٰی نہیں سنا جائے گا اھ مشائخ نے اس حکم کو کسی مدت کے ساتھ مقید نہیں کیا جیسا کہ تُو دیکھ رہا ہے۔ اور جو شیئ مورث کے دعوٰی کی صحت سے مانع ہو وہ وارث کے دعوٰی کی صحت سے بھی مانع ہوتی ہے۔ پھر بیع کی کوئی قید نہیں بلکہ محض تصرف پر مطلع ہونا دعوی سے مانع ہے اور یہ حکم بادشاہ کی طرف سے ممانعت پر مبنی نہیں ہے بلکہ یہ اجتہادی حکم ہے جس پر فقہائے نص فرمائی ہے جیسا کہ میں نے دیکھا ہے ملتقطاً۔ اسی میں ہے کہ ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو زید پر اپنی ماں کی میراث کا دعوٰی کرنا چاہتا ہے جس کو فوت ہوئے پندرہ سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے جبکہ زید اس سے انکار کرتا ہے۔ یہ عرصہ اس شخص کے عاقل بالغ ہونے کے

---

[1] العقود الدریة کتاب الدعوٰی ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۳
[2] " " " " ۲/ ۴

Marfat.com

ماذکر تسمع دعواه ام لا۔
اجاب لاتسمع دعواه
علی ما علیه الفتوی[۱]۔
در فتاوی علامہ خیر الدین رملی استاذ
صاحبِ در مختار است سئل
فی رجل اشتری من
اخر ستة اذرع من ارض
بید البائع وبنی بها
بناء وتصرف فیه ثم بعده
ادعی رجل علی البانی
المذکور ان له ثلثة
قراریط ونصف قیراط فی
المبیع المذکور ارثا عن
امه والحال ان امه
تنظر یتصرف بالبناء والانتفاع
المذکورین هل له
ذلك ام لا۔ اجاب لاتسمع
دعواه لان علمائنا نصوا
فی متونهم وشروحهم
وفتاواهم ان تصرف
المشتری فی المبیع مع
اطلاع الخصم ولوکان
اجنبیا بنحو البناء والغرس
والزرع یمنعه من

سماعت ہوسکے گی اور اگر بادشاہ اس کے برعکس حکم دے تو مسئلہ کی صورت بھی برعکس ہوجائے گی۔ اس مقام پر یہ نفیس تحقیق ہے اور توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ اس مسئلے سے متعلق میں نے اپنے فتاوی کی کتاب القضاء اور کتاب الدعاوی میں قدرے تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ اور یہاں پر بطور خلاصہ چند عبارتوں پر قناعت اختیار کرنا طوالت کا راستہ اپنانے سے بہتر ہے۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی مصنفِ تنویر الابصار کے فتاوی میں ہے کہ ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس کے پاس کسی گھر کا ایک کمرہ ہے جس میں رہتے ہوئے اس کو تین سال سے زائد عرصہ ہوچکا ہے۔ اس گھر کی ایک جانب شخص مذکور کا ایک پڑوسی رہتا ہے اور شخصِ مذکور اس کمرے میں جس کا ذکر گزر چکا ہے عمارت و تعمیر وغیرہ کا تصرف تین سالہ مدت میں کرتا رہا جس پر اس کا پڑوسی آگاہ تھا۔ کیا مدت مذکورہ کے بعد اگر وہ پڑوسی اس کمرے پر دعویٰ کرے تو اس کا دعویٰ سنا جائے گا یا نہیں؟ آپ نے جواب دیا مفتیٰ بہ قول کے مطابق اس کا دعویٰ نہیں سنا جائے گا۔
صاحبِ در مختار کے استاد علامہ خیر الدین رملی کے

[۱] العقود الدریة بحوالہ فتاوی الامام الغزی کتاب الدعویٰ ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۴

Marfat.com

آفندی فقد اضطرب کلامهم کما تری فی مسألة الارث والظاهر انه تارة ورد امر مع استثنائها وتارة بدونه[1] اھ ملخصًا۔

فتاوٰی سے نقل کیا ہے، ان کے کلام میں جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے میراث کے بارے میں اضطراب پایا گیا ہے بظاہر کبھی تو اس کے استثناء کے ساتھ امر وارد ہوا اور کبھی بغیر استثناء کے۔ اھ ملخصًا (ت)

دررد المحتار است لیس لھذا (یعنی منع الدعوی للسکوت مع الاطلاع علی التصرفات) مدة محدودة واما عدم سماع الدعوی بعد مضی خمس عشرة سنة اذا ترکت بلا عذر فذاك فی غیر ھٰذه الصورة[2]۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

ردالمحتار میں ہے کہ اس کے لئے (یعنی تصرفات پر مطلع ہو کر چپ رہنے کی وجہ سے دعوٰی کی ممانعت کے لئے) کوئی مدت متعین نہیں ہے۔ رہا پندرہ سال کے گزر جانے کے بعد دعوٰی کی سماعت نہ ہونے کا معاملہ جبکہ بغیر عذر کے اس کو چھوڑا ہو تو وہ اس صورت کے علاوہ میں ہے۔ اللہ سبحٰنہ وتعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۹۹: از شہر چاٹگام موضع نیا پارہ مرسلہ مولوی قدرت اللہ صاحب آخر ربیع الاول ۱۳۲۱ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ شخصے وفات یافت یک زوجہ ووالدہ ویک خواہر حقیقی ویک اُخت علاتی ویک برادر اخیافی ویک ابن العم گزاشت وجمیع مال وصیت برائے ابن العم کردہ بود، پس حکم وصیت چیست وتقسیم ترکہ چسان۔ بینوا توجروا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص فوت ہوا اور وارثوں میں ایک بیوی، ماں، ایک حقیقی بہن، ایک علاتی بہن، ایک اخیافی بھائی اور ایک چچا کا بیٹا چھوڑا ہے جبکہ اس نے تمام مال کی وصیت چچا کے بیٹے کیلئے کر دی تھی، اس وصیت کا حکم کیا ہے اور ترکہ کی رقم تقسیم کیسے ہوگی؟ بیان کرو اجر پاؤ گے۔ (ت)

---

[1] العقود الدریة کتاب الدعوٰی ارگ بازار قندھار افغانستان ۵/۲

[2] ردالمحتار کتاب الوقف فصل فیما یتعلق بوقف الاولاد داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۴۴۶

Marfat.com

من باب الاقرار بالتلقی من مورثه اجاب نعم دعوی تلقی الملک من المورث اقرار بالملک له ودعوی الانتقال منه الیه فیحتاج المدعی علیه الی بینة وصار المدعی علیه مدعیا وکل مدع یحتاج الی بینة ینور بها دعواه ولاینفعه وضع الید المدة المذکورة مع الاقرار المذکور ولیس من باب ترک الدعوی بل من باب المواخذة بالاقرار ومن اقر بشیء لغیره اخذ باقراره ولو کان فی یده احقابا کثیرة لاتعد وهذا مما لا یتوقف فیه[1]۔

اس بات کا اقرار قرار دیا جائے گا کہ وہ بائع کی ملک ہے۔ اسی میں ہے اس صورت کے بارے میں سوال کیا گیا جب زید نے عمرو پر ایک احاطہ سے متعلق دعوٰی کیا کہ یہ اُس کا ہے جو اسے اپنے والد سے بطور میراث ملا ہے۔ مدعی علیہ (عمرو) نے جواب دیا کہ میں نے یہ احاطہ تمہارے والد اور چچا سے خریدا تھا اور چالیس سال سے زائد عرصہ ہوا کہ میں اس پر قابض ہوں جبکہ تم میرے ساتھ اسی شہر میں رہائش پذیر ہونے کے باوجود اب تک دعوٰی سے خاموش رہے ہو حالانکہ کوئی عذر موجود نہ تھا جو تجھے دعوٰی سے روکتا۔ کیا یہ عمرو کی طرف سے اس احاطہ کو زید کے مورثوں (باپ اور چچے) سے حاصل کرنے کا اقرار ہوگا؟ تو آپ نے جواب دیا کہ ہاں مورث سے مِلک حاصل کرنے کا دعوٰی، مورث کی ملکیت کا اقرار اور اس سے مقر کی طرف ملکیت کے منتقل ہونے کا دعوٰی ہے۔ چنانچہ مدعی علیہ گواہ پیش کرنے کا محتاج ہوگا۔ اس صورت میں مدعی علیہ مدعی بن جائیگا اور ہر مدعی ایسے گواہ پیش کرنے کا محتاج ہوتا ہے جس سے اس کا دعوی ثابت ہو۔ مذکورہ بالا اقرار کے ہوتے ہوئے مدت مذکورہ تک عمرو کا قابض رہنا اس کو کچھ نفع نہ دے گا۔ یہ ترکِ دعوٰی کے باب سے نہیں بلکہ اقرار کی وجہ سے مواخذہ کے باب سے ہے۔ جو شخص دوسرے کے لئے کسی شئ کے بارے میں اقرار کرلے

---

[1] فتاوی الخیریة کتاب الدعوٰی دار المعرفة بیروت ۲/۸۰ و ۸۱

Marfat.com

نمایند آنگاہ حصہ رسد از سہام مجیزان کم کنند۔ ابن العم اینجا اگرچہ اہل میراث ست و وارث را وصیّت بے اجازت دیگر ورثہ روا نبود فاما از انجا کہ اہل فرض چیزے برائے عصبہ نگزاشتند بلکہ مال برایشان نیز تنگ آمد کہ حاجت بعول افتاد ابن العم وارث بالفعل نماند وصیّت کہ ممنوع ست برائے وارث بالفعل ست نہ برائے ہر آنکہ مجرد اہلیت ارث دارد کما یرشد الیہ صدر الحدیث ان اللہ اعطی کل ذی حق حقہ الا لا وصیۃ لوارث الا ان یشاء الورثۃ[1] آیا نہ بینی کہ وصیت برائے محجوب بالاجماع رواست حالانکہ محجوب نیز از اہلیت و استحقاق ارث برکران نیست ہمیں تقدم دیگرے برو او را محجوب نمودہ است وفی تبیین الحقائق و رد المحتار وغیرہما است اوصی لاخیہ وھو وارث ثم ولد لہ ابن صحت الوصیۃ للاخ الخ[2]۔

چچا کے بیٹے کو دے دیں گے اور اگر بعض وارثوں کی ایک تہائی سے زائد کی اجازت تمام وصیت کے لئے نہیں مثلاً وہ دو تہائی تک وصیت کو نافذ کریں تو اس صورت میں اتنی مقدار تک اجازت دینے والوں کے حصوں میں کمی کیجائیگی۔ چچا کا بیٹا یہاں پر اگرچہ وارث بننے کی اہلیت رکھتا ہے اور وارث کے لئے وصیّت دیگر وارثوں کی اجازت کے بغیر جائز نہیں مگر یہاں چونکہ ذوی الفروض نے عصبہ کے لئے کوئی شئی نہیں چھوڑی بلکہ خود ان پر مال کے سہام تنگ پڑگئے جس کی وجہ سے عول کی ضرورت پیش آئی لہٰذا چچا کا بیٹا بالفعل وارث نہ رہا اور وصیت کی ممانعت اس کے لئے ہے جو بالفعل وارث ہو نہ کہ محض وارث بننے کی اہلیت رکھتا ہو، جیساکہ اس حدیث کا ابتدائی حصہ تیری رہنمائی کرتا ہے کہ "بیشک اللہ تعالٰی نے ہر حقدار کو اس کا حق عطا فرما دیا۔ خبردار کسی وارث کے لئے کوئی وصیت نہیں مگر یہ کہ دیگر ورثاء کی مرضی سے ہو"۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ محجوب کیلئے بالاجماع وصیت جائز ہے حالانکہ وہ بھی وارث بننے کی اہلیت و استحقاق سے خالی نہیں ہے بلکہ محض کسی دوسرے وارث کے اس پر مقدم ہونے کی وجہ سے یہ میراث سے محروم ہوگیا ہے۔ تبیین الحقائق اور رد المحتار

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب الوصایا باب لا وصیۃ لوارث ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹۹
کنز العمال حدیث ۴۶۰۶۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۱۵
[2] رد المحتار کتاب الوصایا دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۱۶

Marfat.com

رشيد او لم يدع بذلك ولا منعه
مانع شرعي وهما مقيمان
في بلدة واحدة فهل تكون
دعواه بذلك غير مسموعة للمنع
السلطاني - الجواب نعم
والقضاء يجوز تخصيصه وتقييده
بالزمان والمكان واستثناء
بعض الخصومات كما في
الخلاصة ، اشباه ، وفيها
الحق لا يسقط بتقادم الزمان
كذا في الجوهرة قال الحموى
السلاطين الآن يامرون قضاتهم
ان لا يسمعوا دعوى بعد مضى
خمس عشرة سنة سوى الوقف
والارث ، ومقتضى ما افتى به
الخير الرملي ان الارث
غير مستثنى ، وقد كتب احمد
آفندى المهمندارى على ثلثة
اسئلة بانه تسمع دعوى الارث
ولا يمنعها طول المدة وكتب
على سؤال اٰخر انها لا تسمع وصرح العلائى
قبيل باب التحكيم باستثناء الوقف
والارث ونقل المنلا على عن فتاوى على
اٰفندى مفتى الروم عدم سماعها ، ونقل
مثله السائحانى عن فتاوى عبد الله

بعد گزرا ہے اور اس نے دعویٰ نہیں کیا حالانکہ
کسی شرعی مانع نے اس کو دعویٰ سے نہیں
روکا اور وہ دونوں ایک ہی شہر میں رہائش پذیر
ہیں ۔ کیا بادشاہ کی طرف سے ممانعت کی
وجہ سے اس کا یہ دعویٰ نہیں سُنا جائیگا ؟
جواب : ہاں ، اور قضاء کو کسی خاص
زمان ومکان کے ساتھ مختص اور مقید کرنا
اور بعض تنازعات کو اس سے مستثنیٰ کر دینا
جائز ہے جیسا کہ خلاصہ میں ہے (اشباہ)۔
اسی میں ہے کہ زیادہ زمانہ کے گزرنے سے
حق ساقط نہیں ہوتا جیسا کہ جوہرہ میں ہے۔
امام حموی نے کہا کہ اب بادشاہ اپنے قاضیوں
کو حکم دیتے ہیں کہ وہ پندرہ سال کا عرصہ گزر
جانے کے بعد کسی دعویٰ کی سماعت نہ کریں سوائے
میراث اور وقف کے ، اور خیر الدین رملی کے فتوے
کا تقاضا یہ ہے کہ میراث مستثنیٰ نہیں ہے۔ احمد
آفندی مہمنداری نے تین سوالوں پر لکھا کہ میراث کے
دعویٰ کی سماعت کیجائیگی اور طوالت مدت اس سے مانع نہ ہوگی جبکہ ایک
اور سوال پر تحریر فرمایا کہ میراث کے دعوے کی
سماعت نہیں کی جائے گی ۔ علائی نے باب
التحکیم سے تھوڑا سا پہلے وقف اور میراث
کے مستثنیٰ ہونے کی تصریح فرمائی ہے منلا علی
نے مفتی روم علی آفندی کے فتاویٰ سے
اس کا قابل سماعت نہ ہونا نقل کیا ہے ۔
اسی کی مثل سائحانی نے عبد اللہ آفندی کے

Marfat.com

مسئلہ ۱۰۰ ازلکھنؤ محلہ باغ قاضی مکان داروغہ منشی مظفر علی مرسلہ حکیم محمد ابراہیم صاحب بریلوی ثم اللکنوی رجب ۱۳۲۱ھ

بعد آرزوئے قدمبوسی معروض خدمت یہاں دربارہ ترکہ جھگڑا ہے، فرنگی محل کے علماء نے ترکہ زوجہ اور ہمشیر اور چچازاد بھائی کے لڑکوں میں تقسیم کیا ہے اور سگی بھتیجی اور چچازاد بھائی کی لڑکیوں کو محجوب کیا ہے مقصود صرف اس قدر ہے کہ ان بھتیجیوں کو کسی وجہ سے ترکہ پہنچتا ہے جبکہ متوفی کے رُوبرو ان کے والد فوت ہوچکے ہیں فقط۔

الجواب

فی الواقع جب تک دادا پردادا کی اولاد میں کوئی مرد باقی ہے اگرچہ کتنے ہی دور کے رشتے کا ہو اس کے سامنے سگی بھتیجیاں کچھ نہیں پاسکتیں، حدیث صحیح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الحقوا الفرائض باھلھا فما بقی فلاولی رجل ذکر۔ رواہ الائمۃ احمد[1] والبخاری ومسلم والترمذی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اصحابِ فرائض کو ان کے مقررہ حصے دو جو باقی بچے وہ قریبی مرد کے لئے ہے۔ اس کو امام احمد، امام بخاری، امام مسلم اور ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے (ت)

مسئلہ ۱۰۱ از شہر کہنہ ۲۵ صفر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ ایک باپ اور دو ماں سے تین بیٹے ہیں، پہلی بیوی سے سید محرم علی اور دوسری بیوی سے سید وزیر علی سید منیر علی پیدا ہوئے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ سید محرم علی صحبتِ شیعہ میں شیعہ ہوگئے اب ان کا انتقال ہوا موافق وصیت کے تجہیز وتکفین ان کی شیعوں نے کی اسباب ان کا مالیت تخمیناً عہ کا ہے یہ اسباب بموجب شرع شریف سید وزیر علی ومنیر علی اور ہمشیران پانے کے مستحق ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الفرائض باب میراث الولد من ابیہ وامہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۹۷
صحیح مسلم " ۲/ ۳۴ و جامع الترمذی ابواب الفرائض ۲/ ۳۱
مسند احمد بن حنبل ۱/ ۳۲۵

Marfat.com

الجواب

برتقدیر عدم مانع ارث و وارث آخر بعد ادائے مہر زوجہ وغیرہ ہرچہ دین ذمۂ متوفی باشد از باقی ماندہ یک ثلث بے اجازت ورثہ و بیشتر ازاں بشرط اجازت وارثان بالغین نافذ التصرف بابن العم وصیۃً دہند و دو ثلث مابقی یا کمتر ازاں ہرچہ ماند بر پانزدہ بخش قسمت کردہ سہ سہم بزوجہ و دو بوالدہ و شش بخواہر عینیہ و دو باخت علاتیہ و دو ببرادر اخیافی رسانند این درصورتیست کہ ہمہ ورثہ اصحاب بالغین زیادت بر ثلث تا حدِ معین کم از کل مال روا داشتہ باشند۔ و اگر ہیچ وارث اجازت نداد آنگاہ بعد ادائے دیون بیش از ثلث بابن العم ندہند و دو ثلث باقی تمام وکمال برہمہ حساب بورثہ بخشش نمایند و اگر ہمہ اجازت وصیت در جمیع مال دادند پس بعد اخراج دیون ہرچہ ماند جملہ بابن العم رسانند و اگر بعض اجازت تمام وصیت دادند و بعض نے یا بعض نابالغ باشند آنگاہ حصۂ اجازت دہندگان ہم بابن العم دہند و اگر اجازت بعض در زیادہ بر ثلث بہر تمام وصیت نبود مثلاً در دو ثلث تنفیذ

میراث سے کسی مانع اور مذکورہ وارثوں کے علاوہ کسی وارث کے موجود نہ ہونے کی صورت میں بیوی کا مہر وغیرہ جو بھی قرض متوفی کے ذمہ ہے اس کی ادائیگی کے بعد ترکہ کا ایک تہائی وارثوں کی اجازت کے بغیر اور اس سے زیادہ بالغ ورثاء جن کا تصرف نافذ ہوتا ہے کی اجازت سے چچا کے بیٹے کو بطور وصیت دیں گے جبکہ باقی دو تہائی یا اس سے کمتر جتنا بھی بچا ہے اس کو پندرہ[15] حصوں پر تقسیم کرکے تین حصے بیوی کو، دو ماں کو، چھ حقیقی بہن کو، دو علاتی بہن کو اور دو اخیافی بھائی کو دیں گے' یہ اس صورت میں ہے کہ تمام عاقل بالغ وارثوں نے ایک تہائی سے زائد کل مال سے کم معین حد تک کو جائز قرار دیا ہو۔ اگر کسی وارث نے اجازت نہ دی تو قرضوں کی ادائیگی کے بعد ایک تہائی سے زائد چچا کے بیٹے کو نہیں دیں گے اور باقی دو تہائی مکمل طور پر تمام وارثوں پر ان کے حصوں کے حساب سے تقسیم کریں گے' اگر تمام وارثوں نے کل مال میں وصیت کی اجازت دے دی تو قرضوں کی ادائیگی کے بعد جو کچھ باقی بچا وہ سارا چچا کے بیٹے کو دیں گے' اگر بعض وارثوں نے تمام وصیت کی اجازت دی اور بعض نے نہ دی یا بعض ورثاء نابالغ ہوں تو اجازت دینے والوں کا حصہ بھی

Marfat.com

دعوٰی اگر عورت تین سال یا کچھ زائد تک نہ کرے وہ ساقط ہوگا یا نہیں ؟

الجواب

مہر ویسا ہی دین ہے جیسا کہ دیون ۔ اور مہر او رتمام دیون تقسیم ترکہ پر مقدم ہیں جب تک مہر وغیرہ سب دیون ادا نہ ہولیں وارثوں پر تقسیم نہ ہوگی۔ مہر اور دیگر دیون کو جب کہ جائداد کافی نہ ہوگی تو مع مہر سب حصہ رسد ادا ہوں گے ۔ مہر کا دعوٰی تین برس تک عائد نہ کرنے سے مہر شرعاً ہرگز ساقط نہیں ہوتا یہ محض جھوٹ ہے ۔ شوہر کا جو قرضہ عورت نے بطور خود اپنا زیور بیچ کر ادا کیا ہے وُہ اب عورت کا دین ترکہ پر ہوگیا مہر کے ساتھ اس کا بھی حصہ اس کے لئے لگایا جائے گا اگر اس نے باقی وارثوں سے ترکہ میں واپس لینے کی شرط نہ کر لی ہو ہاں اگر عدم واپسی کی شرط کرلے کہ میں اپنی طرف سے ادا کرتی ہوں اور واپس نہ لوں گی تو البتہ اس قدر کی واپسی کا استحقاق نہ ہوگا، جامع الفصولین میں ہے :

ونوا استغرقھا دین لا یملکھا بارث الا اذا ابرأ المیت غریمہ او اداہ وارثہ بشرط التبرع وقت الاداء اما لوادی من مال نفسہ مطلقا بلا شرط تبرع او رجوع یجب لہ دین علی المیت فتصیر الترکۃ مشغولۃ بدینہٖ[1] ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر قرض ترکہ کا احاطہ کرلے تو کوئی وارث بطور میراث اس کا مالک نہیں ہوگا سوائے اسکے کہ قرضخواہ میت کو قرض سے بری قرار دے دے یا کوئی وارث اپنے مال سے میت کا قرض ادا کردے اور ادائیگی کے وقت تبرع کی شرط لگادے لیکن اگر وارث نے مطلقاً یعنی تبرع یا رجوع کی شرط کے بغیر اپنے مال سے قرض ادا کردیا تو میت پر اس وارث کا قرض لازم ہوجائے گا اور ترکہ اس کے قرض میں مشغول ہوجائے گا۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۳: از بیرم نگر ڈاک خانہ شیر گڑھ ضلع بریلی مرسلہ غلام صدیق صاحب مدرس ۱۰ شوال ۱۳۲۲ھ

زید کا انتقال ہوا، اس نے ایک زوجہ، چار بھانجیاں اور چار چچا زاد بہنیں

[1] جامع الفصولین الفصل الثامن والعشرون اسلامی کتب خانہ پشاور ۲/ ۳۲

Marfat.com

وغیرہ میں ہے کہ کسی شخص نے اپنے بھائی کے لئے وصیت کی درانحالیکہ وہ وارث تھا پھر میت کا بیٹا پیدا ہوگیا تو بھائی کے لئے وصیت صحیح ہوگئی الخ۔ (ت)

در شریفیہ فرمود الاخوۃ مع الاب لایجعلون کالموتی وان کانوا لایرثون معہ لان اھلیۃ الارث ثابتۃ لھم وانما لم یرثوا فی ھذہ الحالۃ لفقدان الشرط وھو عدم الاب[1]

شریفیہ میں فرمایا کہ باپ کی موجودگی میں میت کے بھائیوں کو مُردوں کی طرح نہیں بنایا جائے گا اگرچہ باپ کے ہوتے ہوئے وہ وارث نہیں بنتے کیونکہ ان کے لئے وارث بننے کی اہلیت ثابت ہے مگر اس حالت میں وہ اس لئے وارث نہیں بنتے کہ ان کے وارث بننے کی شرط مفقود ہے یعنی باپ کی عدم موجودگی۔ (ت)

بلکہ حجب عصبہ بجہت آں کہ اصحاب فرائض ہیچ نگزاشتند و دخل در اخراج او از زمرۂ ورثہ است بہ نسبت حجب وارث اقرب زیرا کہ آنجا فقد شرط است وانیجا فقدان محل کہ عصبہ رامحلِ وراثت نیست مگر مالیکہ از ذوی الفرائض باقی ماند، در سراجیہ فرمود العصبۃ کل من یاخذ من الترکۃ ما ابقتہ اصحاب الفرائض الخ[2] ھٰذا ماعندی والعلم بالحق عند ربی، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

بلکہ عصبہ کا محجوب ہونا اس وجہ سے ہے کہ اصحابِ فرائض نے اس کے لئے کچھ نہیں چھوڑا۔ اس کا دخل عصبہ کو وارثوں کے زمرہ سے خارج کرنے میں زیادہ ہے بنسبت وارث اقرب کے وارث ابعد کو محجوب کرنے کے، کیونکہ وارث اقرب کے سبب سے ابعد کے محجوب ہونے میں شرط مفقود ہے جبکہ صورتِ مذکورہ میں عصبہ کے محجوب ہونے میں محل مفقود ہے۔ اس لئے کہ عصبہ کے لئے وراثت کا محل نہیں سوائے اس مال کے جو اصحابِ فرائض سے باقی بچ جائے۔ سراجیہ میں فرمایا کہ عصبہ اُس شخص کو کہتے ہیں جو اصحابِ فرائض سے بچا ہُوا ترکہ لے لے الخ، یہ وہ ہے جو میرے پاس تھا اور حق کا علم میرے رب کے پاس ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

---

[1] الشریفیۃ شرح السراجیۃ باب الحجب مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۵۰

[2] السراجی فی المیراث مقدمۃ الکتاب مکتبہ ضیائیہ راولپنڈی ص ۴ و ۵

Marfat.com

یہ محض باطل تغییرِ حکمِ شرع ہے۔

قال تعالیٰ فلھن الثمن مما ترکتم بعد وصیۃ توصون بھا اودین[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان (بیویوں) کے لئے آٹھواں حصہ ہے اس وصیت کو نکالنے کے بعد جو تم کر جاؤ اور قرض کی ادائیگی کے بعد۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۵ از قصبہ چاندپور ضلع بجنور متصل تھانہ مرسلہ مولوی حکیم سید مشتاق حسین صاحب

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ شرع متین وعلمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنے ترکہ میں کچھ جائداد موروثی چھوڑی تھی اور نو (۹) وارث چھوڑے تھے تین۳ فرزند چھ۶ دختران، اور ہر کوئی اپنے حصے کا شرعاً مالک قرار دیا گیا مگر قبضہ اور تصرف فرزندوں کا رہا اور ہنوز ہے لیکن منجملہ دختران کے ایک دختر کے دو۲ فرزندوں میں سے ایک فرزند جو عرصہ دس۱۰ سال سے مفقود الخبر ہے اس کی زوجہ نے فی الحال انتقال کیا اس عورت کے حصہ کا جو اپنے خاوند مفقود الخبر کے حصہ کی مالک متصور تھی اب کون قرار دیا جائے اور کس کا نام کتاب میں درج ہو، آیا مفقود الخبر کا بھائی ہوگا یا اس عورت کا بھائی ہوگا یا حقیقت عود کرکے حصہ داران مذکوران تین فرزندان کو جواب تک مالک وقابض ہیں پہنچیں گے؟ بینوا توجروا فقط۔

الجواب

سائل نے کچھ نہ بتایا کہ یہ مفقود الخبر اپنی ماں کے انتقال سے پہلے مفقود ہوا تھا یا بعد، اگر زندگیِ مادر میں مفقود الخبر ہوچکا تھا تو ہنوز اس کا استحقاق حصۂ مادر میں ثابت نہیں، جتنے ورثۂ مادر بحالِ موت وحیاتِ مفقود الخبر ہر حال میں جس قدر یقینی پائیں گے اتنا ان کو دے کر باقی موقوف رکھا جائے گا یہاں تک کہ مفقود الخبر کی موت وحیات کا حال معلوم ہو یا اس کی عمر سے ستّر سال گزر جائیں اور کچھ حال نہ کھلے پس اگر وہ زندہ ثابت ہو تو حصہ خود اس کا ہے اس کی زوجہ وغیرہ کے لئے وراثت نہیں اور اس مدت تک کچھ حال نہ ظاہر ہو یا ثابت ہو کہ وہ اپنی ماں سے پہلے مرچکا تھا تو خود اس کے لئے وراثت نہیں اس کی زوجہ وغیرہ کے لئے وراثت کیسے ثابت ہوگی، اور اگر ثابت ہو کہ ماں کے بعد مرا تو اگر موتِ زوجہ بھی اس کی موت سے پہلے ہے زوجہ کے لئے

---

[1] القرآن الکریم ۴/۱۲

Marfat.com

الجواب

بیانِ سائل سے واضح ہوا کہ سیّد محرم علی کے عقائد مثل عقائد اکثر روافض زمانہ حد کفر تک پہنچنا معلوم نہیں، نہ کبھی اُن سے کوئی بات ایسی سنی۔ اور سیّد وزیر علی وسید منیر علی اور دونوں سیدانیاں غنی نہیں۔ پس صورت مذکورہ میں وہ مال انھیں چاروں بہن بھائیوں کو چھ حصے کرکے دیا جائے کہ دو۲ حصے ہر بھائی اور ایک ایک ہر بہن کو کہ اگر محرم علی کے عقائد کفر تک نہ پہنچے ہوں جب تو ظاہر ہے کہ یہ بہن بھائی وارث ہیں اور اگر پہنچ گئے ہوں تو اس میں سے جتنا مال محرم علی کے زمانۂ اسلام کا کمایا ہوا ہو اس کے بھی وارث یہی بہن بھائی ہیں،

فان کسب المرتد فی الاسلام لورثتہ المسلمین کما نص علیہ فی الدر[1] وغیرھا عامۃ الکتب۔

مرتد نے جو حالتِ اسلام میں کمایا وہ اس کے مسلمان وارثوں کے لئے ہے جیسا کہ در وغیرہ عام کتابوں میں اس پر نص کی گئی ہے (ت)

اور جتنا مال زمانۂ کفر کا کمایا ہوا ہو وہ حق فقرائے مسلمین ہے اور یہ بہن بھائی بھی فقراء ہیں اغنیاء نہیں، تو ہر حال میں انھیں اس مال کا استحقاق ہے،

وفی قسمتہ علیھم اثلاثا خروج عن العھدۃ بیقین کما عرفت۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

ان پر مال تین حصے بناکر تقسیم کرنے میں یقینی طور پر ذمہ داری سے فراغت ہے جیسا کہ تو جان چکا ہے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے (ت)

مسئلہ ۱۰۲ از شہر بریلی محلہ کہنہ منشی شرافت علی بتاریخ ۲۷ جمادی الاول ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید قرضدار تھا اور اسی عرصہ میں فوت ہوگیا تو فرمائیے کہ اس کا ترکہ قرضداروں کو ملنا چاہئے یا کہ بی بی کا مہر ملنا چاہئے یا عزیزوں کو ملنا چاہئے اور بعد وفات اپنے شوہر کے بی بی نے کچھ قرضہ اپنا زیور فروخت کرکے قرضداروں کو دیا تھا مگر وارثوں نے قرض ادا کرتے وقت کچھ نہیں کہا تھا، تو فرمائیے کہ وقت تقسیم ترکہ کے پہلے قرضداروں کو ملنا چاہئے یا کہ مہر بی بی کا ملنا چاہئے یا اور وارثوں کو، اور ترکہ اس قدر نہیں ہے جو کہ سب کو کافی ہوسکے اور مہر بی بی کا بھی ویسا ہی قرضہ ہے جیسا کہ دوسرے قرضداروں کا یا نہیں، اور مہر کا

---

[1] الدرالمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۹

Marfat.com

الجواب

اگر جس وقت زید نے ہندہ سے ایجاب وقبول کیا تھا ۲ دو مرد مسلمان یا ایک مرد ۲ دو عورتیں مسلمان وہاں موجود تھے اور ان کا ایجاب وقبول سُن رہے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ نکاح ہو رہا ہے جب تو نکاح ہو گیا ہندہ اور اُس کا لڑکا دونوں ترکۂ زید میں اپنے اپنے حصّے کے مستحق ہیں کچھ اس کی ضرورت نہیں کہ خاص کر کے ۲ دو شخصوں کو گواہی کے ساتھ نامزد کیا جائے جبھی تو نکاح ہو اور اگر واقع میں اس وقت زید و ہندہ تنہا تھے یا فقط ایک مرد یا صرف چند عورتیں یا کچھ غیر مسلمان کفار موجود تھے اور زید و ہندہ نے ایجاب وقبول کر لیا تو نکاح نہ ہوا ہندہ ترکہ کی مستحق نہیں مگر بیٹا حصّہ پائے گا

لان النکاح بغیر شہود فاسد لا باطل والصواب التفرقة بین فاسد النکاح و باطله کما تشهد به فروع جمة وما شاع علی السنة من ان النکاح لا ینعقد الا بشهود فالمراد الصحة بقول الدر یجب مهر المثل فی نکاح فاسد هو الذی فقد شرطا من شرائط الصحة کشهود[1] الخ وفی رد المحتار عن النهر[2] ان النکاح له فی قولهم فرق فسخ طلاق وهذا الدر یحکیها تباین الدار مع نقصان مهر کذا فساد عقد وفقد الکفؤ ینعیها الی قوله وتلك الفسخ یحصیها[3]

کیونکہ گواہوں کے بغیر نکاح فاسد ہے باطل نہیں اور صحیح یہ ہے کہ فاسد اور باطل نکاح میں فرق کیا جائے گا جیسا کہ تمام فروع اس پر گواہ ہیں، اور عام لوگوں کی زبانوں پر جو مشہور ہو گیا ہے کہ گواہوں کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا اس سے مراد نکاح کا صحیح ہونا ہے۔ در کے قول کے مطابق کہ نکاحِ فاسد میں مہرِ مثل واجب ہوتا ہے، اور نکاحِ فاسد وہ ہے جس میں صحتِ نکاح کی کوئی شرط مفقود ہو، جیسے گواہوں کی موجودگی الخ ردالمحتار میں نہر سے منقول ہے کہ مشائخ کے قول میں نکاح کی جدائیاں کئی قسم پر ہیں فسخ اور طلاق۔ اور موتی جیسی یہ نظم ان کو بیان کرتی ہے۔ پہلی جدائی اختلافِ دار، دوسری مہر کی کمی کے ساتھ نکاح کرنا، اسی طرح تیسری عقد کا فاسد ہونا

---

[1] الدر المختار — کتاب النکاح — باب المهر — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۲۰۱

[2] ردالمحتار — " — باب الولی — دار احیاء التراث العربی بیروت — ۲/۳۰۸

[3] الدر المختار — " — " — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۹۳

Marfat.com

چھوڑیں۔ ترکہ کیسے تقسیم ہوگا؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پاؤ گے۔ ت)

الجواب

مسئلہ ۱۶

زوجہ ۔ ابن الاخت ۔ ابن الاخت ۔ ابن الاخت ۔ بنت العم۔ بنت العم.
۴ ۳ ۳ ۳ م م
بنت العم بنت العم
م م

برتقدیر عدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین وتقدیم مہر و دیگر دیون و وصایا ترکہ زید کا سولہ[16] سہام ہوکر چار سہم زوجہ اور تین تین ہر بھانجی کو ملیں گے اور چچا زاد بہنیں کچھ نہ پائیں گی من الصنف الثالث جزء ابوی تیسری قسم سے میت کے والدین کی جزء المیت مقدم علی الصنف الرابع چوتھی قسم سے اس کے دادا کی جزء جزء جدیہ۔ پر مقدم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۴ ازلاہور مرسلہ مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی ۲۴ شعبان ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا انتقال ہوا اور اس کی ایک منکوحہ ہے اور منکوحہ سے جو فوت ہوگئی ہے ایک لڑکا ہے۔ یہ ایسی صورت ہے کہ متوفی کی منکوحہ کو آٹھواں حصہ متوفی کے متروکہ مال سے پہنچے اس شخص متوفی پر دَین بھی ہے کہ متوفی کے اس متروکہ سے دلوایا جاسکتا ہے۔ پس اگر منکوحہ مذکورہ اپنے آٹھویں حصہ کو دین کے ادا سے بچالے اور یہ چاہے کہ اولاد متوفی کے دَین کے بار کے متکفل ہوں اور میرا حصہ خالص رہے، پس ایسی صورت میں حکم شرعی کیا ہے؟ قاضیِ شرع دَین کا حساب اس آٹھویں میں بخوبی دے گا یا اس پر جبر نہیں کرسکتا؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

عورت کا مہر اگر باقی ہے تو وہ بھی مثل سائر دیون ایک دَین ہے اس کے ذریعہ سے حصہ رسد ثمن سدس نصف ثلث کم زائد جو کچھ پڑے اپنے لئے بچاسکتی ہے مگر یہ خواہش کہ ترکہ سے اپنا ثمن حق زوجیت بذریعہ وراثت جدا کرے اور دیون صرف ورثہ کے سہام پر ڈالے

Marfat.com

به النسب ولذا تكون بالفاسد فراشا لا بالباطل[1] رحمتی۔

اس میں وطی کرنا زنا ہے جس سے نسب ثابت نہیں ہوتا بخلاف نکاحِ فاسد کے۔ کیونکہ وہ وطی ہے شبہہ کے ساتھ جس سے نسب ثابت ہوجاتا ہے۔ اسی لئے عورت نکاحِ فاسد کے ساتھ فراش ہوجاتی ہے نہ کہ نکاحِ باطل کے ساتھ، رحمتی۔ (ت)

ہاں عورت اپنا مہر بہرحال پائے گی لحصول الوطء کما تقدم، واللہ تعالٰی اعلم (وطی کے حاصل ہوجانے کی وجہ سے، جیسا کہ گزر چکا ہے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ ت)

مسئلہ ۱۰۷: ہدایت علی شہر کہنہ بریلی ۱۴ ذی قعدہ ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے انتقال کیا اور اس کے ۲ دو لڑکیاں تھیں، ایک لڑکی جو زید کی حینِ حیات میں فوت ہوگئی اس کا ایک لڑکا فی الحال موجود ہے اور ایک لڑکی اور تین چچا زاد بھائی عمر، بکر، خالد بعد فوت ہونے اپنے وارث چھوڑے، عمر بڑے چچا کا لڑکا اپنی شریف خاندانی منکوحہ ماں سے ہے اور دوسرے چچا کا لڑکا ایک چمارن غیر منکوحہ عورت سے ہے جس کا ختنہ بھی نہیں ہوا ہے، اور تیسرے چچا کا لڑکا ایک رنڈی سے ہے جس کے نکاح کی تصدیق نہیں، اس صورت میں ترکہ کی تقسیم کیا ہے؟ بینوا توجروا

مکرر یہ ہے کہ زید مذکور کی تین ۳ بہنیں تھیں اور دس لبسوہ اراضی زید کو اور اس کی تینوں بہنوں کو موروثی باپ کے ترکے سے ملی تھی۔ ایک بہن زید کی لاولد فوت ہوگئی اور ۲ دو بہنیں وہ بھی زید کے سامنے فوت ہوگئیں مگر ان ۲ دو کے اولاد ہے ایک بہن کے ایک لڑکا، دوسری کے تین پسر اور ایک دختر، تو اب زید کے ان بھانجی بھانجوں کو ترکہ زید کا جو کہ اراضی تعدادی دس لبسوہ ہے اور زید حینِ حیات میں اپنے بہنوں کے اس جائداد مذکور پر مالک اور قابض رہا اور بعد فوت اپنی تینوں بہنوں کے اس جائداد مذکور پر مالک اور قابض رہا کسی طرح تقسیم ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

سائل نے ظاہر کیا کہ چماری کا نکاح نہ ہوا تھا، نہ یہ لڑکا زید کے چچا کا تھا بلکہ چماری کے ساتھ آیا اور اس رنڈی کو پردہ نہ کرایا تھا بلکہ اخیر تک ویسی ہی بے پردہ پھرتی رہی اور اسکے

---

[1] ردالمحتار باب ثبوت النسب داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۳۳

Marfat.com

وراثت نہیں جو حصہ اسے ماں سے پہنچا اسی کے بھائی وغیرہ ان وارثوں کا ہے جو موتِ مفقود کے بعد زندہ تھے' اور اگر معلوم ہو کہ زوجہ سے پہلے مرا تو زوجہ بھی وارثہ ہے اور مفقود کے بھائی بھی وارث ہیں' جو حصہ حصۂ مفقود میں زوجہ کو پہنچے اس کا وارث زوجہ کا بھائی ہے یا اور جو وارثِ زوجہ ہو، دیگر وارثانِ مفقود کا اس میں حق نہیں، اور اگر وہ شخص اپنی ماں کی موت کے بعد مفقود الخبر ہوا تو متروکۂ مادر میں اس کا حصہ ثابت ہو لیا اب وہ حصہ تقسیم نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اس کی موت وحیات ظاہر ہو یا اس کی پیدائش سے ستر برس گزر جائیں، اگر ستر سال گزریں اور کچھ حالِ موت وحیاتِ مفقود معلوم نہ ہو تو زوجۂ مفقود اور نیز وہ تمام اشخاص جو اس ستر سال گزرنے سے پہلے مر چکے ہوں گے کچھ نہ پائیں گے، اس ستر سال گزرنے کے وقت جو وارثانِ شرعی مفقود کے لئے ہوں وہی مستحق ہوں گے، اور اگر عمر کے ستر سال گزرنے سے پہلے ظاہر ہو جائے کہ مفقود زندہ ہے تو مال اس کا ہے زوجہ وغیرہا کوئی وارث نہیں، اور اگر ظاہر ہو کہ موتِ زوجہ کے بعد مرا تو زوجہ وارث نہیں مفقود کے بھائی وغیرہ جو ورثہ موت مفقود پر رہے ہوں وہ پائیں گے، اور اگر ظاہر ہو کہ زوجہ سے پہلے مرا تو جو حصہ زوجہ کو پہنچے اس کے وارث زوجہ کے بھائی وغیرہ ہیں نہ کہ دیگر وارثانِ مفقود۔ اگر مفقود اپنی ماں کے بعد مفقود ہوا تو اس کے حصہ میں اسی کی مالکیت مندرج رہے گی یہاں تک کہ حال کھلے یا ستر سال گزریں اور حسبِ تفصیلِ بالا ورثہ کی طرف انتقال ہو' اور اگر موتِ مادر سے پہلے مفقود ہو تو جس قدر موقوف رکھا جائے گا اس میں ہنوز کسی کا نام درج نہیں ہو سکتا بلکہ حصہ موقوفہ از ترکہ فلاں بانتظارِ فلاں مفقود تا مدت فلاں لکھا جائے اور یہ مدت اس کی عمر کا حساب کر کے درج ہو مثلاً چالیس سال کی عمر میں مفقود ہوا اور دس سال مفقودی کو گزر چکے ہیں تو ستر سال ہونے تک صرف بیس ہی باقی ہیں بانتظار فلاں تا مدت بیست سال ازیں تاریخ حاضر اور پچاس سال کی عمر میں مفقود ہوا تو بجائے بیست سال دہ سال لکھیں وعلیٰ ہذا القیاس۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۶ شہر بریلی محلہ بھوڑ ون نوازی میاں ۱۵ شعبان یوم جمعہ ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ساتھ تعین مہر بدون گواہوں کے ایجاب قبول کر لیا۔ اور زید کا ہندہ کو حمل رہ گیا اور زید مر گیا، اب ہندہ دادخواہ ہے ترکۂ زید سے اپنے اور اپنے لڑکے کے حصہ کی۔ وارثانِ زید کہتے ہیں کہ تیرا حصہ نہیں چاہیے ہم تجھ کو نہیں دیں گے۔ بیّنوا توجروا۔

Marfat.com

الجواب

یہ سوال مجمل ہے معلوم نہیں کہ بکر کے بعد زید یا عمرو یا حامد کوئی زندہ تھا یا نہیں، نہ معلوم کہ عابدہ کا شوہر محمود عابدہ سے پہلے مرا یا بعد، اگر بعد کو مرا تو اس کے ماں یا باپ یا دوسری زوجہ اور اولاد سوائے ولید تھی یا نہیں۔ بہرحال حکم یہ ہے کہ عمرو حامد کی وصایائے مذکورہ باطل و بے اثر ہیں، وہ تغییر حکم شرع جس پر کسی کو قدرت نہیں، پس صورت مذکورہ میں حسب شرائط فرائض ایک بھائی زید کا جو کچھ متروکہ ہے تمام و کمال وارثان سعیدہ کو پہنچے گا سعیدہ کا جو کوئی وارث وقت موت سعیدہ موجود تھا اس تمام حصہ کا مالک ہے،

لان مال زید وصل لابنه حامد ومنه لعرسه سعیدة وبنته هندة ومن هندة لامها سعیدة لان ذوی الارحام لا ارث لهم مع اصحاب الفرائض فجمعت سعیدة کل مال زید۔

اس لئے کہ جو کچھ زید کا ہے وہ اس کے بیٹے حامد کو ملا پھر حامد سے اس کی بیوی سعیدہ اور بیٹی ہندہ کو ملا پھر ہندہ سے اس کی ماں سعیدہ کو ملا کیونکہ اصحاب فرائض کی موجودگی میں ذوی الارحام وارث نہیں بنتے تو اس طرح جو کچھ زید کا تھا وہ تمام سعیدہ کو پہنچ گیا (ت)

رہا دوسرے بھائی بکر کا حصہ، اس میں ۲ صورتیں ہیں، ایک یہ کہ انتقال بکر کے وقت زید یا عمرو یا حامد کوئی زندہ تھا اس تقدیر پر حصہ بکر سے دو تہائی وارثان سعیدہ کا ہے

لانه یصیر اثلاثا بین بنته و العصبة فما کان للعصبة یصل سعیدة کما قدمنا وما کان لزاهدة تصیر لابنها حامد ومنه الی سعیدة۔

اس لئے کہ وہ بکر کی بیٹی اور اس کے عصبہ کے درمیان تین حصوں میں منقسم ہوگا پھر جو عصبہ کے لئے ہے وہ سعیدہ کو پہنچے گا جیسا کہ ہم ذکر کرچکے ہیں اور جو کچھ زاہدہ کے لئے ہے وہ اس کے بیٹے حامد کو ملے گا اور اس سے سعیدہ کو پہنچے گا۔ (ت)

دوسرے یہ کہ ان میں سے کوئی وقت انتقال بکر زندہ نہ تھا اس صورت میں حصہ بکر کا نصف وارثان سعیدہ کا ہے،

لانه ینتصف بین بنتیه فما کان لزاهدة یصل

کیونکہ وہ اس کی دونوں بیٹیوں کے درمیان نصف نصف ہوگا پھر جو کچھ زاہدہ کو ملا وہ سعیدہ

Marfat.com

قال فی رد المحتار بعد ما بدل الشطر الاول الیٰ ما ذکرنا لتصحیح الوزن، قولہ فساد عقد کان تزوج بغیر شہود[1] اھ فھذا ایضا نص انہ اذا نکح بغیر شہود تکون الفرقۃ فیہ فسخا و معلوم ان لا فسخ الا بانعقاد ثم المرأۃ لاترث بالنکاح الفاسد بل الولد فی الدرالمختار یستحق الارث بنکاح صحیح فلا توارث بفاسد و لاباطل اجماعا[2] قال الشامی قولہ بفاسد ھو ما فقد شرط صحتہ کشھود ولاباطل کالمتعۃ اھ[3] وفیہ آخر باب ثبوت النسب انہ نکاح باطل فالوطء فیہ زنا لایثبت بہ النسب بخلاف الفاسد فانہ وطء بشبھۃ فیثبت

اور چوتھی کفو کا مفقود ہونا عورت کو موت کی خبر سناتا ہے اس قول تک کہ ان سب جدائیوں کو فسخ جمع کرتا ہے۔ ردالمحتار میں قسمِ اول کو جہاں تک ہم نے بیان کیا وزن کی تصحیح کے لئے کچھ تبدیل کرنے کے بعد فرمایا کہ ماتن کا قول "فسادِ عقد" جیسے کسی نے گواہوں کے بغیر نکاح کیا ہو اھ۔ تو یہ بھی اس پر نص ہے کہ اگر گواہوں کے بغیر نکاح کیا تو جدائی بطورِ فسخ ہوگی اور یہ بات معلوم ہے کہ فسخ بغیر انعقاد کے نہیں ہوتا پھر نکاحِ فاسد کے ساتھ عورت وارث نہیں ہوتی بلکہ اولاد وارث ہوتی ہے۔ درمختار میں ہے کہ میراث کا استحقاق نکاحِ صحیح کے ساتھ ہوتا ہے نکاحِ فاسد اور نکاحِ باطل کے ساتھ بالاتفاق میراث جاری نہیں ہوتی۔ شامی نے کہا کہ ماتن کے قول "نکاحِ فاسد میں میراث جاری نہیں ہوتی" میں نکاحِ فاسد سے مراد وُہ نکاح ہے جس میں کوئی شرطِ صحت مفقود ہو جیسے گواہوں کا موجود ہونا اور "نہ نکاحِ باطل میں میراث جاری ہوتی ہے" نکاحِ باطل کی مثال جیسے نکاحِ متعہ اھ اور اسی میں بابِ ثبوتِ نسب کے آخر میں ہے کہ نکاحِ متعہ باطل ہے اور

۱؎ ردالمحتار کتاب النکاح باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۰۸
۲؎ الدرالمختار کتاب الفرائض مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۵۲
۳؎ ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۸۶

Marfat.com

ہندہ اس کی دختر سعیدہ بھی فوت ہوگئی بعد چاریوم کے اور ہندہ کے دونوں فرزند اس کی حیات میں اسکی روبرو مرچکے تھے جن کی زوجہ حمیدہ اور فہمیدہ ہیں یعنی ان کے شوہر اور فہمیدہ کے بطن سے کلثوم ہے اور فہمیدہ حاملہ بھی اپنے شوہر سے ہے جو اپنی ماں کے رُوبرو فوت ہوئی تو ایسی صورت میں جمیلہ اور کلثوم دونوں وراثت ہندہ پائیں گی یا صرف جمیلہ دختر ہندہ اور حمل فہمیدہ قابل ہندہ ہوگا یا نہیں ؟

الجواب

برتقدیر عدم موانع ارث و وارث آخر وصحت ترتیب اموات وتقدیم ما تقدم اگر موت ہندہ کو چھ مہینے ابھی نہ گزرے یا گزر گئے ہیں تو جمیلہ کو تسلیم ہے کہ فہمیدہ اپنے شوہر سے حاملہ ہے تو ہندہ کا ترکہ اٹھارہ سہام پر تقسیم کر کے نو سہم فی الحال جمیلہ کو دے دیں اور باقی نو سہم موقوف رکھیں اگر فہمیدہ کے لڑکا پیدا ہو توان میں سے سات سہم اسے اور دو کلثوم کو دیں اور اگر لڑکی ہو یا کچھ نہ ہو تو وہ نو سہم بھی جمیلہ کو دے دیں کلثوم وغیرہ کو کچھ نہ دیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۱ از محلہ بیچ ناتھ پاڑا مرزا عادل بیگ شہر رائے پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ مرقومۃ الذیل میں کہ زید کا انتقال ہوا اس کے بعد اس کی بیوی اور دو بھائی ہیں عورت حاملہ ہے ۔ پس عندالشرع تقسیم مال کیسے ہوگا ؟

زید

زوجہ	اخ	اخ

الجواب

عورت کے حمل تک انتظار ہو تو بہتر ہے ورنہ ترکہ خالصہ (یعنی ادائے دیون ومہر ووصایا کے بعد جو بچے) اس کے بعد سولہ حصہ کر کے دو حصے عورت کو بالفعل دے دیں باقی کسی کو کچھ نہ ملے یہاں تک کہ وضع حمل ہو اگر لڑکا پیدا ہو باقی چودہ ۱۴ حصے سب اس لڑکے کو دے دئے جائیں اور بھائیوں کو کچھ نہ ملے اور اگر لڑکی پیدا ہو تو باقی چودہ ۱۴ میں سے آٹھ حصے اس دختر کو دیں اور تین تین دونوں بھائیوں کو اور اگر بچہ زندہ پیدا نہ ہو یا موت مورث کو دو سال کامل گزر جائیں اور کچھ پیدا نہ ہو تو باقی چودہ ۱۴ میں سے دو حصہ زوجہ کو اور دے دئے جائیں اور چھ چھ دونوں بھائیوں کو ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ ۱۱۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہائے ذیل میں کہ سائل بحوالہ کتب فقہ حنفی جواب چاہتا ہے بیّنوا توجروا ۔

Marfat.com

نکاح کا کوئی ثبوت نہیں اگر یہ بیان واقعی ہیں تو زید کا ترکہ حسب شرائط معلومہ دو حصے ہوں کہ نصف دختر موجودہ زید اور نصف بڑے چچا کے لڑکے کو ملے گا جو منکوحہ سے ہے اور باقی دونوں لڑکے اور بھانجے اور بھانجیاں سب محروم ہیں ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۸ از قصبہ شاہ آباد ضلع ہردوئی ڈیوڑھی کلاں ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین زادھم اللہ شرفا کہ زید اور بکر دو بھائی حقیقی تھے، زید کا لڑکا عمرو اور عمرو کا لڑکا حامد اور حامد کی لڑکی ہندہ یہ لاولد فوت ہوئے زید کے لڑکے عمرو نے حامد کو بایں شرط اس مضمون کی وصیت تحریر کی "ہماری موروثی جائداد خاندان دیگر و نسل وغیرہ میں منتقل نہ ہوگی" بعد فوت عمرو کے حامد قابض جائداد ہوئے حامد نے بھی ایک وصیت سعیدہ یعنی زوجہ خود و نیز دختر ہندہ کو حسب شرائط تحریر کی "یعنی زوجہ منکوحہ سعیدہ اپنی حیات تک منتظم و منصرم رہے گی، بعد وفات اس کے ہندہ نسلاً بعد نسلٍ مالک و وارث کل جائداد کی ہوگی" چونکہ ہندہ بموجودگی مسمّاۃ سعیدہ اپنی والدہ کے فوت ہوتی اور بعد چند سال کے سعیدہ بھی فوت ہوگئی جو کہ خاندان غیر سے تھی اور بکر کے ۲ دختر یعنی زاہدہ اور عابدہ۔ زاہدہ منسوب چچا زاد بھائی عمرو کو کہ جس کا لڑکا حامد اور حامد کی ہندہ جو لاولد فوت ہوئی بلکہ شاخ بھی ختم ہوگئی باقی رہی عابدہ جو منسوب ہوئی محمود کو جن سے ہوئے خالد اور ان سے ہوئے ولید حی القائم، پس بموجب شرع شریف حنفی المذہب کے تقسیم حصص کیا ہے اور وارث جائز کون ہے جبکہ عصبہ و ذوی الفروض کوئی نہیں ہے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پاؤ گے ۔ ت)

شجرہ مندرجہ ذیل ہے :

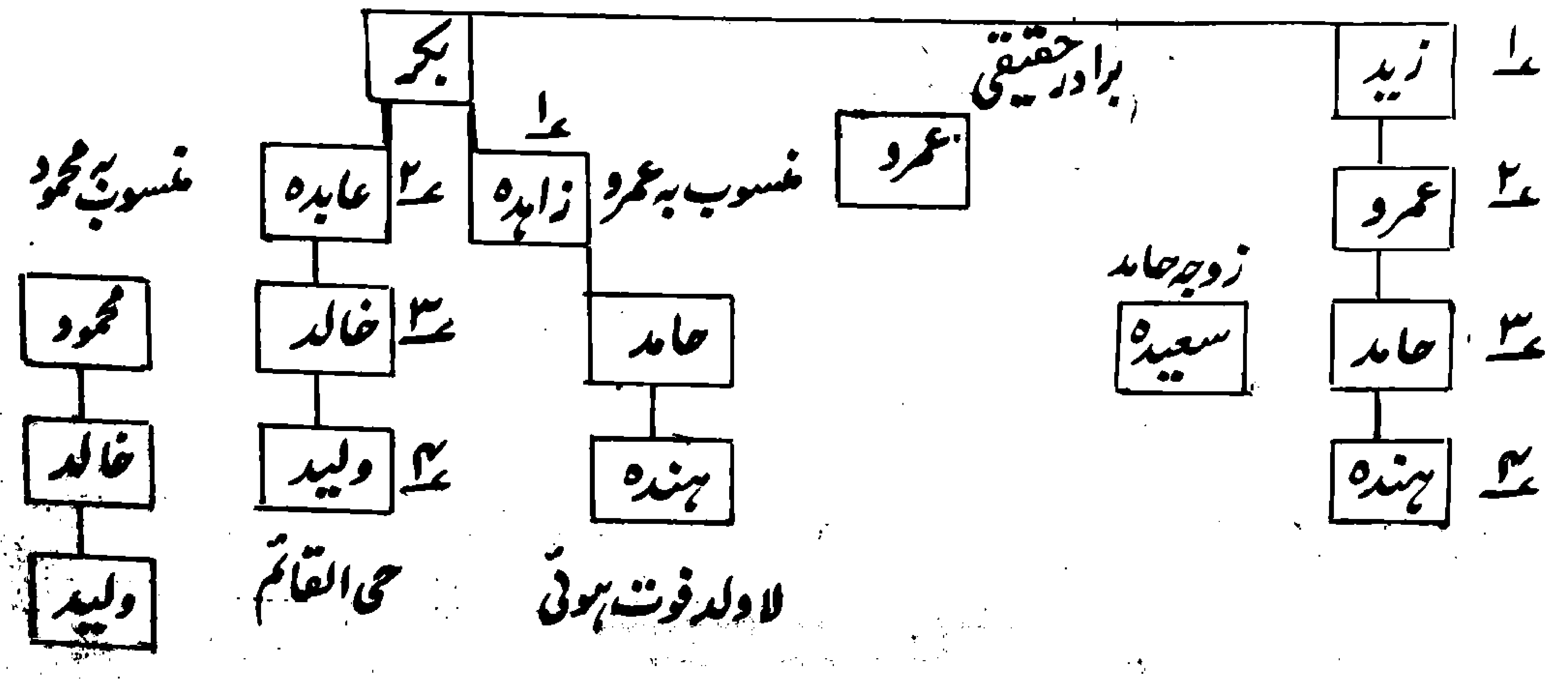

Marfat.com

شرع سے کوئی مطالبہ نہیں ۔ واللہ تعالےٰ اعلم

(۴) شرعاً لباس قیمتی اہل اللہ کا مریدان و معتقدان کو تبرکاً و مساکین کو ثواباً ایک وارث بلا استرضا دیگر ورثا تقسیم کر سکتا ہے ؟

الجواب

قیمتی ہو یا کم قیمت، بلا وصیت مورث و بلا رضائے دیگر ورثاء نہیں دے سکتا، جو کچھ دے گا وہ خاص دینے والے کے حصہ میں محسوب ہوگا۔ واللہ تعالےٰ اعلم

(۵) شرعاً صاحب سجادہ کس کو کہتے ہیں اور دیگر ورثاء پر سجادہ نشین مذکور کیا کیا حق فائق رکھتا ہے ؟

الجواب

سجادہ نشین وہ صاحب ہدایت ہے کہ پہلے صاحب ہدایت کی وصیت یا مسلمانان ذی رائے کی تجویز سے اس کا جانشین بغرض ہدایت ہوا ہو در بارہ وراثت اس کو کسی وارث پر کوئی حق فائق نہیں یہ محض بے اصل ہے ۔ واللہ تعالےٰ اعلم ۔

(۶) شرعاً عرس سالانہ مورث و نذر و نیاز شہدائے کربلا و عرس بزرگان جن کو مورث نے اپنی حیات میں جاری رکھا تھا بعد وفات مورث کے ورثا بھی اس کے اجراء رکھنے پر مجبور ہو سکتے ہیں یا نہیں ؟

الجواب

یہ امور اگر بطور شرع شریف ہوں تو صرف مستحبات ہیں اور مستحب پر جبر نہیں ہو سکتا، ہاں اگر مورث کوئی جائداد کسی مصرف خیر کے لئے وقف کر دیتا تو اس کا اتباع ہوتا۔ واللہ تعالےٰ اعلم

(۷) شرعاً خانقاہ کس کو کہتے ہیں ؟

الجواب

یہ کوئی اصطلاح شرعاً مطہر نہیں عرف میں مکان مستد افاضۂ اولیاء کو خانقاہ کہتے ہیں واللہ تعالےٰ اعلم۔

ے اقول شرط اجازت ضروری ہے آجکل بہت لوگ صاحب سجادہ بطورِ وراثت بنا دئے جاتے ہیں اور وہ بیعت کرنے لگتے ہیں یہ حرام ہے ۱۲۔

Marfat.com

لہم کما تقدم ۔ کے وارثوں کو پہنچے گا، جیساکہ گزر چکا ۔ (ت)

باقی حصہ بکر کا ایک ثلث یا نصف وہ خاص ولید کے لئے ہے، اگر محمود عابدہ سے پہلے مرگیا ہو یا بعد کو مرا اور سوا ولید کے محمود کا بھی کوئی وارث مثل مادر یا پدر یا زوجہ ثانیہ یا اولاد محمود از زوجہ دیگر نہ تھا ورنہ اس تہائی یا نصف کے تین ربع ولید کے لئے بلاشرکت ہیں اور ایک ربع میں کہ عابدہ سے محمود کو پہنچا باقی وارثان محمود کے ساتھ ولید کا ہے جب تک بقیہ ورثہ محمود کی تعیین نہ ہو یہ بتانا ناممکن ہے کہ اس ربع سے ولید کو کیا پہنچے گا۔

بالجملہ مجموع جائداد زید و بکر کے اڑتالیس ۴۸ حصے کریں، پھر اگر انتقال بکر کے وقت حامد زندہ تھا تو چالیس ۴۰ حصے وارثان سعیدہ کو دے دیں اور باقی آٹھ ولید کو اگر محمود کے اور وارث کا استحقاق نہ ہو، ورنہ آٹھ میں سے چھ ۶ ولید کو اور دو ۲ مع ولید جمیع ورثہ محمود پر تقسیم ہوں اور اگر حامد بکر سے پہلے مرا ہو تو اڑتالیس ۴۸ سے چھتیس ۳۶ حصے وارثان سعیدہ کو دیں باقی بارہ ۱۲ ولید کو اگر وارث محمود مستحق نہ ہو ورنہ بارہ ۱۲ سے نو ولید کو اور تین ولید وغیرہ دیگر ورثہ محمود پر منقسم ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں، زید نے ایک بیٹا اور ایک پوتا چھوڑا، ترکہ زید میں سے پوتے کو حصہ ملے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

پوتے کو کچھ نہ ملے گا لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلا ولی رجل ذکر[۱] (نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ وہ قریب ترین مرد کے لئے ہے ۔ ت) بیٹے کے ساتھ پوتے کو حصہ دلانا کفار ہند کا مسئلہ ہے ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۰

مرسلہ حاجی احمد اللہ خاں صاحب از پیلی بھیت ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ ہندہ بہو اپنی ایک حمیدہ اور ایک فہمیدہ اور دو دختر ایک جمیلہ اور ایک سعیدہ اور ایک پوتی کلثوم چھوڑ کر فوت ہوگئی اور بعد وفات

---

[۱] صحیح البخاری کتاب الفرائض باب میراث الولد من ابیہ وامہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۹۷
صحیح مسلم " قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۴

Marfat.com

(۱۲) جس مکان کو متعلق خانقاہ مہمان خانہ یا لنگرخانہ موسوم کیا جائے یا جس مکان میں سجادہ نشین رہتے چلے آئے ہوں یا جس مکان میں مہمان عرس کے شریک ہونے والے یا تعلیم ذکرِالٰہی پانے والے قیام پذیر ہوا کرتے ہوں وہ مکان شرعاً قابلِ تقسیم ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر ملکِ مورث ہے تقسیم ہوگا اور اگر اس کا وقف ہونا بہ ثبوتِ شرعی ثابت ہو تو منقسم نہ ہو سکے گا صرف اتنی بات سے کہ اس کا نام مہمان خانہ یا لنگرخانہ ہے یا اس میں سجادہ نشین رہتے یا اشخاص مذکورین قیام کرتے تھے وقف ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۳) اگر کسی مکان کو خانقاہ کے نام سے موسوم کیا ہو تو وہ شرعاً اس بناء پر وقف ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

نہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۴) قرآن و حدیث جس سے استخراج فتاویٰ کا ہوتا ہے اس میں کوئی تفصیل ایسی پائی جاتی ہے کہ احکامِ طریقت اور احکامِ شریعت میں اختلاف یا کچھ تفاوت ہو۔

الجواب

یہ محض جھوٹ ہے اور بددینوں کا مذہب ہے، اہلِ اسلام کے نزدیک جو طریقت شریعت کے خلاف ہو مردود ہے۔ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی وغیرہ اکابر اولیاء[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں:

"کل حقیقة ردته الشریعة فهی زندقة۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

"جس حقیقت کو شریعت رد فرمائے وہ بے دینی و دہریت ہے"۔ اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

(۱۵) ورثا کی ناقابلیت ان کو کسی ترکۂ مورث سے محروم رکھ سکتی ہے؟

الجواب

وراثت سے محرومی کے صرف چار سبب ہیں کہ وارث غلام[۱] ہو یا مورث[۲] کا قاتل یا کافر[۳] ہو یا دار[۴] الحرب میں رہتا ہو باقی کوئی ناقابلیت اسے اس کے حقِ شرعی سے محروم نہ کرے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[۱] الرسالۃ القشیریۃ ومن ذلک الشریعۃ والحقیقۃ مصطفی البابی مصر ص ۴۳
الحدیقۃ الندیۃ الباب الاول الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۱۶۹

Marfat.com

(۱) عورت نے وقتِ وفات ایک زوج، ایک پسر، ایک دختر وارث چھوڑے۔ پسر نے به نظر ثواب یا بغرض نام آوری خود بصرف مبلغ دو ہزار سات سو بلا مشورت دیگر ورثا تجہیز و تکفین و فاتحہ، چہلم وغیرہ مورث کا کیا، ورثا کس قدر ادائے اصرافات کے ذمہ دار ہوسکتے ہیں؟

الجواب

بقدر سنّت غسل وکفن و دفن میں جس قدر صرف ہوتا ہے بقیہ ورثا صرف اسی قدر کے حصہ رسد ذمہ دار ہوسکتے ہیں۔ فاتحہ و صدقات وسوم وچہلم میں جو صرف ہوا یا قبر کو پختہ کیا یا اور مصارف قدر سنّت سے زائد کئے وہ سب ذمہ پسر پڑیں گے باقی وارثوں کو اس سے سروکار نہیں۔ طحطاوی کے حاشیہ میں ہے:

(تتمہ) التجهیز لا یدخل فیه السبح والصمدیة والجمع والموائد لان ذٰلك لیس من الامور اللازمة فالفاعل لذٰلك ان کان من الورثة یحسب علیه من نصیبه ویکون متبرعًا وکذا ان کان اجنبیًا[1] الخ واللہ تعالٰی اعلم۔

(تتمہ) میت کی تجہیز میں دعا و فاتحہ (سوم، چہلم وغیرہ) لوگوں کو جمع کرنا اور دعوتِ طعام وغیرہ داخل نہیں ہیں کیونکہ یہ چیزیں لازمی امور سے نہیں ہیں۔ چنانچہ ایسا کرنے والا اگر وارثوں میں سے ہے تو اس کے حصے میں سے شمار ہوگا اور وہ متبرع ٹھہرے گا۔ یونہی اگر اجنبی نے ایسا کیا تو وہ بھی متبرع قرار پائے گا الخ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۲) صرف تجہیز وتکفین و فاتحہ وسوم وچہلم وعرس وغیرہ شرعًا کس قدر تبلیغ وراثت پر مقدم رکھا گیا ہے؟

الجواب

اس کا جواب جوابِ سوالِ اوّل میں ہوگیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) شرعًا زمانہ حال میں اہل اللہ کے تجہیز وتکفین و فاتحہ وعرس وغیرہ کے لئے کس قدر روپیہ کافی ہوسکتا ہے؟

الجواب

تجہیز وتکفین میں اسی قدر جو عام مسلمانوں کے لئے صرف ہوسکتا ہے فاتحہ وعرس کیلئے

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الفرائض المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۴/۳۶۷

Marfat.com

مسئلہ ۱۲۹ ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نیاز احمد کے دو زوجہ زینب، ننھی، دونوں کا مہر ۵۰۰/ ۵۰۰، جائداد ۲۰۰۰ روپے کی۔ پہلی بیوی شوہر سے پہلے مری جس کے وارث زوج نیاز احمد، باپ جیون بخش، چار دختر: آمنہ، فضلو، نورالنساء، بیگما۔ ان میں بیگما نے انتقال کیا۔ زوج عبدالرزاق، باپ نیاز احمد، دختر شہربانو وارث چھوڑے۔ عبدالرزاق کی وارث یہی دختر رہی۔ نیاز احمد نے وفات پائی تو زوجہ ثانیہ اور اس کے بطن سے ایک پسر ننھو، ایک دختر متین، اور تین دختر زوجہ اولٰی سے وارث رہے۔ ورثہ سب بالغ ہیں اور مہروں میں مکان دینے پر راضی ہیں اور ان مہروں کے سوا نیاز احمد پر کوئی قرض نہیں۔ اس صورت میں ہر وارث کتنا پائے گا؟ بینوا توجروا (بیان کیجئے اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

صورت مستفسرہ میں مکان کے پینتالیس حصے کئے جائیں، ازاں جملہ چھبیس ۲۶ حصہ زوجہ ثانیہ ننھی کو اس کے مہر میں دے دیں اور انیس ۱۹ حصوں سے چار چار جیون بخش، آمنہ، فضلو، نورالنساء کو اور تین ۳ شہربانو کو اس لئے کہ جب دونوں مہر مساوی تھے اور ان کی مقدار ترکہ نیاز احمد سے زائد اور ان کے سوا اور دین نہیں تو دونوں زوجہ کو مکان نصف نصف ملنا چاہئے تھا مگر زوجہ اولٰی کا انتقال شوہر سے پہلے ہوا تو اس کے مہر سے ۳/۱۳ خود نیاز احمد کو پہنچے یعنی اس پر سے ساقط ہوگئے اور ۲/۱۳ جیون بخش اور ہر چہار دختر زینب کو ملے۔ ان میں سے بیگما مرگئی اور اسے جو پہنچا تھا اس کا چہارم پھر نیاز احمد کو پہنچا یعنی اس پر سے ساقط ہوگیا۔ تو حاصل یہ ہوا کہ مہر زینب سے ۷/۲۶ نیاز احمد سے ساقط ہوگیا ۱۹/۲۶ باقی رہا اور مہر ننھی پورا باقی ہے بوجہ مساوات سابقہ اسے بھی ۲۶ سہم فرض کیجئے تو مکان دونوں زوجہ پر اسی ۲۶ و ۱۹ کی نسبت سے بٹنا چاہئے کہ دیون جب ترکہ سے زائد ہوں تو دائنوں کو حصہ رسد دیا جاتا ہے لہٰذا مکان کے ۴۵ حصہ کرکے ۲۶ حصے ننھی کو دیئے جائیں اور ۱۹ بحساب مذکورہ وارثان زینب پر تقسیم ہوں۔

فی القنیۃ قال استاذنا سئلت عمن ماتت عن زوج وبنتین واخ لاب وام ولا مال لھا سوی مھر علی زوجھا

قنیہ میں ہے ہمارے استاذ نے فرمایا کہ مجھ سے اس عورت کے بارے میں سوال کیا گیا جو خاوند، دو بیٹیاں اور ایک حقیقی بھائی چھوڑ کر مرگئی جبکہ سوائے سو دینار کے جو بطور مہر اس کے

Marfat.com

(۸) جس مکان میں اہل اللہ قیام پذیر ہوں یا جس مکان میں لوگ مرید ہوا کرتے ہوں یا جس مکان میں اہل اللہ ذکرِ الٰہی کیا کرتے ہوں یا تعلیم ذکرِ الٰہی ہوتی ہو یا عرس یا جلسۂ سماع ہوتا ہو یا اس مکان میں پائخانہ یا باورچی خانہ خانقاہ ہو یا آئندگان عرس اس میں قیام کرتے ہوں وہ ترکۂ مورث ہے یا نہیں اور قابلِ تقسیم ہے یا نہیں ؟

الجواب

اگر یہ مکانات مملوکہ مورث تھے تو ضرور تقسیم کئے جائیں گے جب تک کہ مورث نے ان میں کسی کو وقف صحیح شرعی نہ کر دیا ہو۔ واللہ تعالٰے اعلم

(۹) جس مکان کے گوشۂ صحن میں قبورِ اہل اللہ یا قبورِ مورث واقع ہوں وہ مکان مع صحن بعد مستثنٰی کرنے اراضی قبور کے شرعًا قابلِ تقسیم ہے یا نہیں ؟

الجواب

ہاں جبکہ وقف نہ ہو۔ واللہ تعالٰے اعلم

(۱۰) جس مکان میں مورث کی ہمیشہ نشست گاہ رہی ہو اور اس نے اس کی اصلاح و مرمت اپنے اصراف سے کی ہو اور بلا شرکتِ غیرے اپنا قبضہ خالص اپنی حیات تک رکھا ہے بلکہ اپنی ضرورت میں اس مکان کو مکفول کر کے قبضہ بھی مورث نے لیا ہے وہ مکان بعد وفات مورث بوجہ اصراف کثیر تعمیراتِ مقبرہ وغیرہ تقسیم باہم شرکاء سے محفوظ رہ سکتا ہے یا نہیں ؟ اور ایسا مکان وقف قرار دیا جا سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب

جبکہ مورث اپنی ضروریات میں اس مکان کو مکفول کر چکا تھا تو اس کے فعل سے صراحۃً اس کا وقف نہ ہونا ثابت ہے اور جب وہ مملوک مورث ہے تو تقسیم بر ورثا سے محفوظی کی کوئی وجہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۱۱) فرش و شیشہ آلات و دیگر اسباب، منقولہ جو عرس اہل اللہ کے کار آمد ہوتا ہے قابلِ تبلیغ وراثت ہے یا نہیں ؟

الجواب

یہ مال اگر ملک خاص مورث ہے تقسیم ہوگا اور اگر وقف ہے یا مریدوں نے اس کام کے لئے لا کر دیا اور مورث کو مالک نہ کر دیا تھا تو تقسیم نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰے اعلم

Marfat.com

قیمت مکان ما ر ۲۰۰

نسمی	شہربانو	جیون بخش	آمنہ	فضلو	نورالنساء
ماعہ	عہ	معہ	معہ	معہ	معہ
۸/ ۱ ۲/۳ پائی	۵/ ۱ پائی	۱۲/ ۲ ۱/۳ پائی	۱۲/ ۲ ۱/۳ پائی	۱۲/ ۲ ۱/۳ پائی	۱۲/ ۲ ۱/۳ پائی

مسئلہ ۱۳۰: از دیورہ ڈاکخانہ مئو ضلع گیا مرسلہ شیخ ولایت حسین صاحب ۲۰ جمادی الآخرہ ۱۳۲۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے ورثا کو محروم الارث کرکے اپنی جائداد موروثی ومتروکی ومحصولی کو اپنے بعض ورثا کو دے دینا چاہتا ہے۔ آیا بموجب حدیث نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی زید کا یہ فعل ظلم ہوگا اور وہ شخص ظالم اور گنہ گار ہوگا یا نہیں؟ اور حق تلفی اس شخص نے بعض ورثائے کے مقابل میں کیا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا بالکتاب والسنۃ۔

الجواب

جس وارث کو محروم کرنا چاہتا ہے اگر وہ فاسق معاذ اللہ بدمذہب ہو تو اسے محروم کرنا ہی بہتر وافضل ہے۔ خلاصہ ولسان الحکام وفتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

لوکان ولدہ فاسقا واراد ان یصرف مالہ الٰی وجوہ الخیر ویحرمہ عن المیراث ھذا خیر من ترکہ[1]

اگر کسی کی اولاد فاسق ہو اور وہ چاہے کہ اپنے مال کو نیکی کے کاموں پر خرچ کرکے فاسق اولاد کو میراث سے محروم کردے تو ایسا کرنا فاسق کے لئے مال چھوڑ جانے سے بہتر ہے۔ (ت)

بدمذہب بدترین فساق ہے، فاسق میں یہ خوف تھا کہ مال اعمالِ بد میں خرچ کرے گا' بدمذہب میں یہ اندیشہ کہ اعانتِ گمراہی وضلالت میں اٹھائے گا یہ اس سے لاکھ درجے بدتر ہے۔ غنیہ میں ہے:

الفسق من حیث العقیدۃ اشد من الفسق من حیث العمل[2]

عقیدہ کے اعتبار سے فاسق ہونا عمل کے اعتبار سے فاسق ہونے سے بدتر ہے (ت)

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الہبۃ الباب السادس فی الہبۃ للصغیر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۹۱
[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۴

Marfat.com

(۱۶) کیا عورت بوجہ ناقابلیت فطرتی کے کسی ترکۂ مورث سے محروم رہ سکتی ہے ؟

الجواب

دربارہ حرمان وراثت مرد و عورت کا ایک ہی حکم ہے ، عورت فطرتی طور پر صرف اس وجہ سے کہ عورت ہے ہرگز قابلِ محرومی نہیں ۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت خاص اس کا روپیہ تھا اس کے سوا کسی کا ایک حبہ نہیں تھا اس کے خاوند (زید) نے اس روپیے سے ایک مکان اپنے نام خرید کیا اور وہ فوت ہوگیا اور اس کا گور و کفن اس کی بیوی نے سب اپنے پاس سے کیا اور مبلغ ۵۰ روپیہ اس کے خاوند نے مکان پر قرض لئے تھے وہ قرض ادا نہیں ہوئے وہ کس کس کو ادا کرنا چاہئے اور اس کے خاوند نے اپنی بیوی کو چھوڑا ہے اور ۲ دو بیٹی ہیں اور ایک ہمشیرہ اور پانچ بھتیجے ہیں اب کس کس کو پہنچتا ہے ؟

الجواب

شوہر نے جو قرض لیا تھا وہ زید کے مال سے ادا ہوگا اس کے بعد وارثوں پر تقسیم ہوگا، اور مکان کہ زید نے اپنی بیوی کے روپئے سے اپنے لئے خریدا اس کا مالک زید ہوا پھر اگر وہ روپیہ بے اجازت عورت سے لے کر دیا تھا یا عورت نے قرضاً دیا تھا تو اتنا روپیہ عورت کا ذمہ شوہر قرض رہا اور اگر گواہان شرعی سے ثابت ہو کہ عورت نے وہ روپیہ شوہر کو ہبہ کر دیا تھا تو ہبہ ہوگیا اس کا مطالبہ نہیں اور گور و کفن جو بیوی نے بقدر سنّت کیا اس قدر ترکہ میں سے مجرا پائے گی اس سے زائد جو فاتحہ و درود وغیرہ میں اٹھایا وہ کسی سے مجرا نہ ملے گا، بالجملہ جو کچھ اس مکان وغیرہ تمام ترکہ شوہر پر دَین ثابت ہو مثلاً عورت کا مہر اور وہ پچاس ۵۰ روپیہ اور بقدر سنّت گور و کفن کا صرف اور مکان کی قیمت کا روپیہ جب کہ عورت کا شوہر کو ہبہ کر دینا نہ ہوا ان کے سوا اور جو کچھ شوہر پر دین ہو سب ترکہ سے ادا کر کے اگر کچھ بچے تو باقی کے تہائی میں شوہر نے اگر کوئی وصیت کی ہو نافذ کریں اسکے بعد جو باقی بچے اسکے چوبیس ۲۴ حصہ حسب شرائط فرائض ہو کر تین حصے زوجہ اور آٹھ آٹھ ہر بیٹی اور پانچ بہن کو پہنچیں گے اور بھتیجے کچھ نہ پائیں گے ۔ واللہ اعلم بالصواب ۔

Marfat.com

قریب اور چار قطعہ مکانات تخمیناً اکیس سو روپے کے جملہ چار ہزار دو سو روپے کی مالیت بچی جس کو ہر سہ پسران زید نے باہم متساوی تقسیم کر لیا اور مسماۃ فاطمہ بی کو ترکہ زید سے کچھ نہ دیا پسران زید متروکہ سے تجارت کرتے رہے بعد تقسیم متروکہ تین چار سال بعد مسماۃ فاطمہ بی فوت ہوئی اس نے دو وارث ایک لڑکا عبداللہ ایک دختر سعیدہ کو چھوڑا، آج تک زید کو فوت ہوئے عرصہ تخمیناً بارہ چودہ سال گزرا ہوگا پسران زید وقت تقسیم کر لینے متروکہ سے اس وقت تک علیحدہ علیحدہ تجارت کرتے رہے ہیں اور اس وقت ہر سہ پسران زید کے پاس تخمیناً بیس ہزار روپے کے ہوگا۔ اب سوال یہ ہے کہ ورثاء فاطمہ بی، عبداللہ وسعیدہ متروکہ زید سے جو کہ ذمہ پسران زید واجب الادا ہے پانے کے مستحق ہیں یا نہیں؟ آیا اس وقت جس قدر تعداد مالیت نزد پسران زید جو قریب بیس ہزار کے ہے اس جملہ مالیت سے کیونکہ ترکہ فاطمہ بی کا جو کچھ تھا کچھ نہ دیا گیا تو متروکہ فاطمہ بی بھی اس وقت تک شامل ہے ہر سہ پسران کے حصول میں اور ترقی پا رہا ہے یا اس تعداد میں جو بیالیس سو روپے کی مالیت بعد پرورش وشادی بچی اور باہم پسران زید نے تقسیم کیا ہے اس میں سے پانے کی مستحق ہوگی یا اکیس ہزار مصارف شادی اور تیرہ سو مصارف خورد ونوش جملہ بیالیس سو تقسیم شدہ شامل کر کے کل چھ ہزار پانچ سو روپے ہوئے اس سے پانے کی مستحق ہے۔ جواب مع عبارات چاہئے۔

الجواب

اگر پسران زید مقر ہوں کہ یہ تجارت مملوکہ زید تھی اور وقت وفات زید اس کی والدہ فاطمہ زندہ تھی اور اس کو حصہ نہ دیا گیا تو وارثان فاطمہ پسران زید سے اس کل مال کا چھٹا حصہ حسب شرائط فرائض پانے کے مستحق ہیں جو وقت وفات زید موجود تھا خواہ مکانات موجود ہوں یا مال تجارت یا زر نقد یا اسباب وغیرہ۔ خورد ونوش پسران میں جو صرف ہوا وہ انھیں کے حصوں پر پڑے گا حصہ فاطمہ کو اس سے تعلق نہیں دو پسران کی شادی میں جو اٹھا وہ انھیں دو پر پڑے گا حصہ فاطمہ سے مجرا نہ ہوگا بعد وفات زید تا زمان تقسیم و بعد تقسیم تا حال جو کچھ مال میں تجارت کے ترقیاں ہوئیں ان میں بھی فاطمہ کی ملک نہیں جبکہ وہ تجارت عمرو وصی زید و پسران زید بطور خود کرتے رہے اور فاطمہ اس میں شریک نہ ہوئی ہاں جبکہ حصہ فاطمہ اس میں شامل تھا تو اس کے حصہ سے جو ترقی ہوئی پسران زید کے لئے ملک خبیث ہے ان کو حلال نہیں کہ وہ اسے اپنے تصرف میں لائیں بلکہ واجب ہے کہ اس قدر مال تصدق کر دیں یا وارثان فاطمہ کو دے دیں اور یہی بہتر وافضل ہے جو مکان متروکہ زید نہ تھا بلکہ مال تجارت سے وصی زید یا پسران زید نے خود خریدا اس مکان میں حصہ فاطمہ نہیں بلکہ اس کا حصہ صرف اس قدر کا

Marfat.com

ماٴتة دینار ثم مات الزوج ولم یترك الا خمسین دینارا فقلت یقسم بین البنتین والاخ اتساعا بقدر سهامهم لانه ذکر فی کتاب العین والدین اذا کان علی بعض الورثة دین من جنس الترکة یحسب ماعلیه من الدین کانه عین وبقی الخمسون دینارا فی نصیب البنتین والاخ فتکون بینهم علی سهامهم من اصل المسئلة وقد افتی کثیر من مفتی زماننا انه یقسم الخمسون بینهم اثلاثا وانه غلط فاحش[1] اھ

اقول ونظیرہ الغلط الواقع فی مسئلة زوج وام وعم وقد تخارج الزوج علی ما فی ذمته من المهر فقسموا البقیة اثلاثا للام سهم وللعم سهمان والصواب العکس للعم سهم وللام سهمان کما حررہ فی الدر المختار[2] واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

خاوند پر قرض ہیں اس نے کوئی اور شئی ترکہ میں نہیں چھوڑی، پھر اس کا شوہر صرف پچاس دینار چھوڑ کر مرگیا تو میں نے جواب میں کہا کہ دونوں بیٹیوں اور بھائی پر ان کے سہام کے مطابق نو حصے بنا کر مال کو تقسیم کیا جائے گا کیونکہ کتاب العین والدین میں مذکور ہے کہ جب کسی وارث پر ترکہ کی جنس سے قرض ہو تو وہ قرض اس کے حصہ میں شمار ہوگا گویا کہ وہ عین ہے اب چونکہ دونوں بیٹیوں اور بھائی کے حصے میں پچاس دینار باقی بچے ہیں لہذا وہ ان پر اصل مسئلہ میں سے ان کے سہام کے مطابق تقسیم ہونگے۔ ہمارے زمانے کے بہت سے مفتیوں نے فتوٰی دیا ہے کہ پچاس دینار ان میں تین حصے بنا کر تقسیم کئے جائیں گے حالانکہ یہ فاحش غلطی ہے اھ میں کہتا ہوں اس کی نظیر وہ غلطی ہے جو خاوند، ماں اور چچا کے مسئلے میں واقع ہوئی جبکہ خاوند اپنے مہر کے بدلے میں ترکہ سے دستبردار ہوگیا تو علماء نے باقی کو تین حصے بنا کر ایک ماں اور دو چچا کو دینے کا فتوٰی دیا حالانکہ صحیح اس کے برعکس ہے یعنی ماں کو دو اور چچا کو ایک حصہ ملے گا جیسا کہ درمختار میں اس کو تحریر فرمایا ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

---

[1] القنیة المنیة لتتمیم الغنیة کتاب الفرائض مطبوعہ کلکتہ بھارت ص ۳۹۴

[2] الدرالمختار کتاب الفرائض باب المخارج مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۷۰

Marfat.com

مصارف کے جو بچے وہ تیرا ہے وہ موصی لہ ہوا نہ کہ وصی، ہاں اگر آفتاب بیگم نے یوں کہا ہو کہ میرے بعد میرے مصارف سے یہ یہ صرف کرنا اور جو بچے تیرا ہے تو اس صورت میں وہ وصی بھی ہو جائیگا اور اب جو تجہیز و تکفین میں اپنے مال سے صرف کیا مجرا پائے گا جس قدر کہ اس کے کفن وجہاز مثل بقدر سنت میں اٹھایا ہو اس سے زیادہ وصی کو بھی مجرا نہ ملے گا۔ درمختار میں ہے:

الوصی کفنہ من مال نفسہ او کفن الوارث المیت من مال نفسہ فانہ یرجع ولا یکون متطوعا[1]

وصی نے اپنے مال سے کفن پہنایا یا میت کے وارث نے اپنے مال سے میت کو کفن دیا تو وہ ترکہ میں سے رجوع کرے گا اور متبرع قرار نہیں پائیگا (ت)

ردالمحتار میں ہے: ای کفن المثل[2] (یعنی کفن مثلی دیا۔ت) بلکہ اگر کفن مثل پر قیمت میں زیادت فاحشہ کی مثلاً ۸ آنے گز کا کپڑا اس کا کفن مثل تھا اس نے بلاوصیت میت روپے گز کا لگایا تو کچھ مجرا نہ پائے گا۔ درمختار میں ہے:

لو زاد الوصی علی کفن مثلہ فی العدد ضمن الزیادۃ وفی القیمۃ وقع الشراء لہ وحینئذ ضمن مادفعہ من مال الیتیم ولوالجیۃ[3]

اگر وصی نے میت کے کفن مثلی پر شمار میں زیادتی کی تو وہ زیادتی کا تاوان دے گا اور اگر قیمت میں زیادتی کی تو خریداری وصی کی طرف سے واقع ہوگی اور اس وقت وصی پر ان ثمنوں کا تاوان لازم آئے گا جو اس نے یتیم کے مال سے دیئے، ولوالجیہ۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ضمن الزیادۃ الا اذا اوصی بھا وکانت تخرج من الثلث ط، قولہ وقع الشراء لہ لانہ متعد فی الزیادۃ وھی

وہ زیادتی کا تاوان دے گا مگر جب میت نے اس کی وصیت کی ہو اور وہ ایک تہائی ترکہ سے نکل سکتا ہو تو تاوان لازم نہیں ہوگا (ط) ماتن کا قول کہ خریداری وصی کی طرف سے واقع

---

[1] الدرالمختار کتاب الفرائض فصل فی شہادۃ الاوصیاء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۳۹

[2] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۵۸

[3] الدرالمختار کتاب الوصایا باب الوصی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۳۷

Marfat.com

اور اگر ایسا نہیں تو بعض ورثاء کو محروم کرنا ضرور ظلم ہے جس کے لئے حدیث صحیح نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما لاتشھد فی علی جور[1] (مجھے ظلم پر گواہ مت بنا ۔ ت) کافی ۔ ابن ماجہ کی حدیث میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا :

من فرمن میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ یوم القیمۃ[2] ۔ وھو عند الدیلمی عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بلفظ من زوی میراثا عن وراثہ زوی اللہ عنہ میراثہ من الجنۃ[3] واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم ۔

جو اپنے وارث کی میراث سے بھاگے اللہ تعالٰی روزِ قیامت جنت سے اس کی میراث قطع فرمادے (یہ حدیث دیلمی کے نزدیک حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ان لفظوں کے ساتھ مروی ہے کہ جس شخص نے اپنے وارث سے میراث کو سمیٹ دیا اللہ تعالٰی جنت سے اسکی میراث کو سمیٹ دے ۔ ت) واللہ سبحانہ و تعالٰی اعلم ۔

مسئلہ ۱۳۱ مرسلہ عبدالحق برادر حاجی عبدالرزاق از پیلی بھیت محلہ عنایت گنج ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

زید نے بعد وفات تین بیٹے عبدالقدیر ، عبدالحفیظ ، عبدالبصیر اور والدہ مسماۃ فاطمہ بی کو وارث چھوڑا ، زید اپنی حیات میں شراکت عمرو تجارت کرتا تھا زید نے بحالت مرض الموت اپنی وفات سے ایک یا دو روز قبل اپنے شریک عمرو سے کہا تینوں پسر اپنے تمہارے سپرد کرتا ہوں اور زید نے اپنی حیات میں بڑے بیٹے کی شادی کر دی تھی عمرو نے بعد وفات زید کے تجارت کو بجنسہٖ جاری رکھا اس خیال سے کہ پسرانِ زید خورد سال کی پرورش و شادی تجارت سے ہو جائے گی جو بچے گا وہ کام آئے گا ۔ چنانچہ بڑے لڑکے کو بجائے زید دکان پر بٹھایا ہر سہ پسران کو تجارت مشترکہ سے تنخواہ ماہانہ دیتا رہا وفات زید کے تخمیناً چھ سات سال بعد متروکہ زید سے عمرو نے دو پسران کی شادی کر دی ایک ہزار کے قریب صرف ہوا اور تیرہ سو کے قریب مصارف خورد و نوش میں صرف ہوا پھر اکیس سو روپیہ کے

---

[1] صحیح مسلم کتاب الھبات باب کراہیۃ تفضیل بعض الاولاد فی الھبۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۳۷
[2] سنن ابن ماجہ ابواب الفرائض باب الحیف فی الوصیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹۸
[3] الفردوس بمأثور الخطاب حدیث ۵۷۱۳ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳ /۵۴۸

Marfat.com

جملہ خدام ہوں ایک بات دریافت طلب ہے وہ یہ کہ سراجی بیان مناسخہ میں تصحیح مسئلہ اور مافی الید کہ چار نسبتوں میں تین کو بیان کیا اور تداخل کو بالکل چھوڑ دیا اگرچہ اس کی وجہ اس کی اظہریت معلوم ہوتی ہے اور صورت اس کی یہی ہوگی کہ اس کی دو صورتیں ہیں یا تصحیح زائد ہو اور مافی الید کم یا برعکس، اگر اول ہے تو جزء تداخل کو اوپر کی تصحیح میں ضرب دیں اور ورثائے پیشین کے حصوں کو اسی حساب سے زیادہ کر دیں اس میت کے ورثاء کے انصباء میں زیادتی کی ضرورت نہیں، اور اگر تصحیح کم اور مافی الید زائد ہے تو جزء تداخل کے انصباء وارثین اس میت کو ضرب دیں اوپر والوں کے حصوں میں زیادتی نہ ہوگی یا اس کی اور کوئی صورت ہے فرضاً اس کی تقدیر عربی زبان میں تحریر فرمائی جائے تو بعید شانِ بندہ نوازی سے نہیں۔

الجواب

اعلم ان التداخل ليس الا قسما من التوافق وانما يجعل قسما عند التفصيل بل التحقيق ان ليس ههنا الا قسمان ولهما حكمان وذلك لان العددين ان عدهما ثالث اى عدد ولو مثلا لهما اولاحدهما والواحد ليس بعدد فمتوافقان والا فمتباينان ويسمى ذلك الثالث مابه التوافق وحاصل قسمة كل من التوافقين عليه وفقه، فمن صورا لتوافق اربعة واربعة يعدهما اربعة وفق كل واحد، وهذا يخص باسم التماثل، ومنها اربعة

تو جان لے کہ تداخل تو محض ایک قسم ہے توافق کی صرف تفصیل کے وقت اس کو الگ قسم بنا دیا جاتا ہے بلکہ تحقیق یہ ہے کہ یہاں فقط دو ہی قسمیں ہیں اور ان کے دو حکم ہیں، یہ اس لئے ہے کہ دو عدد دو حال سے خالی نہ ہونگے کہ ان دونوں کو اگر کوئی تیسرا یعنی تیسرا عدد فنا کر دے اگرچہ وہ ان دونوں یا ان میں سے ایک کی مثل ہو اور ایک (کاہندسہ) عدد نہیں ہوتا، تو اس صورت میں وہ دونوں عدد متوافقان کہلاتے ہیں ورنہ (یعنی اگر کوئی تیسرا عدد ان دونوں کو فنا نہ کرے تو) تو وہ متباینان ہوں گے۔ اس تیسرے عدد کو مابہ التوافق (جس کے ذریعے سے باہم موافقت حاصل ہوتی) کہا جاتا ہے اور متوافقین میں سے ہر ایک کی مابہ التوافق پر تقسیم سے جو حاصل ہو وہ اس عدد کا وفق ہے۔ توافق

Marfat.com

چھٹا حصہ ہے جو بوقتِ وفاتِ زید متروکۂ زید تھا۔

والمسائل مبینة فی الفتاوی العٰلمگیریة والفتاوی الخیریة والعقود الدریة وغیرھا وقد اوضحناھا فی فتاوانا غیر مرة۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ان مسائل کو فتاوٰی عالمگیریہ، فتاوٰی خیریہ اور عقود الدریہ وغیرہ میں بیان کیا گیا ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں کئی بار ان کو واضح کیا ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۲ از شہر مسئولہ جناب سلطان احمد خان صاحب زید مجدہٗ ۷ صفر المظفر ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ آفتاب بیگم کا انتقال ہوا اس کے وارثوں میں ایک حقیقی چچازاد بہن مسماۃ عمدہ بیگم کا پوتا وصی احمد اور ایک علاتی خالہ بنو بیگم اور چار اخیافی بھتیجے جن کے باپ کا انتقال آفتاب بیگم کے سامنے ہوگیا موجود ہیں وصی احمد نے تجہیز وتکفین اپنے صرف سے کی اور اس وصی احمد کو متوفیہ نے اس شرط سے اپنا وصی بھی کیا کہ بعد اخراجات تجہیز وتکفین وفاتحہ ودرود بعد جس قدر روپیہ بچے وہ سب تیرا ہے اب تقسیم ترکہ ان وارثوں کے مقابلہ میں کیونکر ہوگا اور اخراجاتِ تجہیز وتکفین متروکہ سے نکلے گا یا نہیں؟ شجرہ ذیل میں درج ہے۔

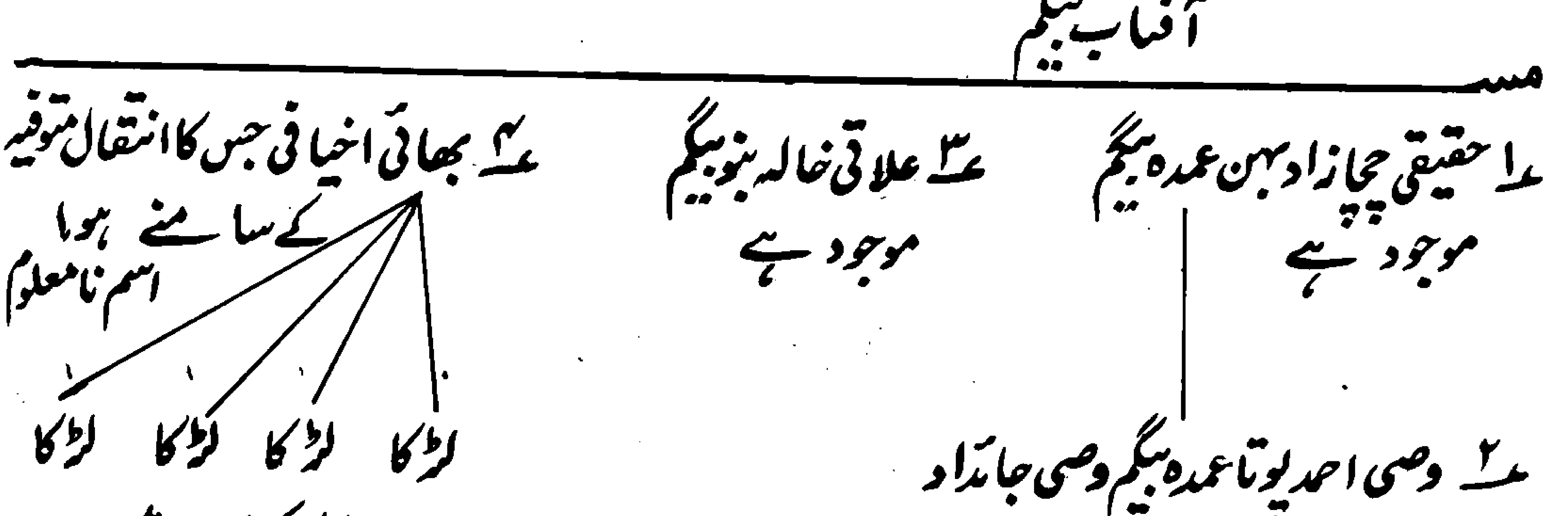

الجواب

برتقدیر صدق مستفتی وعدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین وتقدیم دیون ووصایا آفتاب بیگم کا ترکہ چار سہم ہو کہ ہر اخیافی بھتیجے کو ایک ایک ملے گا اور چچازاد اور خالہ کچھ نہ پائیں گی آفتاب بیگم کی تجہیز وتکفین کہ وصی احمد غیر وارث نے اپنے مال سے کی وہ بطور احسان وسلوک نیک واقع ہوئی اس کا معاوضہ نہ پائے گا کہ وہ نہ وارث ہے نہ وصی ہے اس کہنے سے کہ بعد ازان

Marfat.com

لما كان لكل من المتوافقين
وفق فوق الواحد احتيج الى
ضربين وهذا هو التحقيق لان
الاقسام انما تعتبر للاحكام وما ثم الا
حكمان الضرب بكل العدد فى التباين
وبوفقه فى التوافق وان استغنى
عنه عند كون الوفق واحدا
كما فى التماثل فى الجانبين و
فى التداخل فى جهة الاصغر
وان شيئت ثلثت فقلت العددان
ان تساويا فتماثل وان
اختلفا فان عدهما ثالث
فتوافق والا فتباين وحكم
الاول ان لا ضرب والثانى الضرب
١ بالوفق والثالث بالكل،
وان شيئت ربعت وقلت
العددان ان تساويا
فتماثل والا فان عد الاصغر
الاكبر فتداخل والا فان
عدهما ثالث فتوافق والا
فتباين وحكم الاول ان
لاضرب اصلا والثانى
عدم الضرب فى
جهة الاصغر والضرب
بالوفق فى جهة الاكبر

ہر ایک کا وفق ایک سے اوپر ہوتا ہے لہذا
دو ضربوں کی ضرورت ہوتی ہے اور یہی تحقیق ہے
کیونکہ اقسام کا اعتبار احکام کے لئے کیا جاتا ہے
اور یہاں صرف دو ہی حکم ہیں (۱) تباین کی صورت
میں کل عدد کے ساتھ ضرب دینا (۲) توافق کی
صورت میں عدد کے وفق کے ساتھ ضرب دینا،
اگرچہ وفق ایک ہونے کی صورت میں دونوں جانبوں
میں ضرب کی ضرورت نہیں ہوتی جیسا کہ تماثل
میں ہوتا ہے اور تداخل کی صورت میں چھوٹے
عدد کی جانب ضرب کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اگر
تو تین قسمیں بنانا چاہے تو یوں کہے گا کہ دو عدد
اگر آپس میں برابر ہیں تو تماثل اور اگر مختلف ہیں
پھر تیسرا عدد ان کو فنا کر دیتا ہے تو توافق ورنہ
تباین ہے۔ پہلی قسم کا حکم یہ ہے کہ اس میں
کوئی ضرب نہیں ہوگی، دوسری کا حکم وفق میں
ضرب اور تیسری کا حکم کل میں ضرب ہے۔ اگر تو
چار قسمیں بنانا چاہے تو یوں کہے گا کہ دو عدد
اگر آپس میں برابر ہیں تو تماثل ہے اور اگر ایسا
نہیں تو پھر چھوٹا عدد بڑے کو فنا کرتا ہے تو
تداخل ہے اور اگر نہیں کرتا تو پھر کوئی تیسرا عدد
ان دونوں کو فنا کرتا ہے یا نہیں، اگر کرتا ہے
تو توافق ورنہ تباین ہے۔ پہلی قسم کا حکم یہ ہے
کہ اس میں کوئی ضرب نہ ہوگی۔ دوسری کا حکم
یہ ہے کہ چھوٹے عدد کی جانب ضرب نہیں ہوگی
اور بڑے کے جانب وفق میں ضرب دی جائیگی۔

Marfat.com

غیر متمیزۃ فیکون متبرعا بتکفین المیت بہ رحمتی[1]

ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وصی قیمت میں زیادتی کرکے تعدی کرنے والا ہوا اس حال میں کہ وہ زیادتی ممتاز اور جدا نہیں ہے تو وہ میت کو زیادہ قیمتی کفن پہنانے میں متبرع ٹھہرا، رحمتی۔ (ت)

رہی وصیت وہ بعد ادائے دیون بلا اجازت ورثہ تہائی مال میں سے نافذ ہوگی اس ثلث سے جس قدر فاتحہ و درود بطور جائزہ محمود معروف و معہود میں صرف ہو وہ چاہیں ابھی مساکین پر خرچ کردیا جائے سال بھر کا انتظار ضرور نہیں پھر کچھ باقی بچے تو وہ وصی احمد کا ہے ورنہ کچھ نہیں۔

ہندیہ میں ہے:

فی النوازل اوصی بان یتصدق فی عشرۃ ایام فتصدق فی یوم جاز کذا فی الخلاصۃ۔[2]

نوازل میں ہے میت نے وصیت کی کہ دس دن صدقہ کیا جائے اور وصی نے ایک ہی دن صدقہ دے دیا تو جائز ہے۔ خلاصہ میں یوں ہی ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

فی الجامع قال اوصیت بان یتصدق من ثلثی کل سنۃ بمائۃ درھم فالوصی یتصدق بجمیع الثلث فی السنۃ الاولٰی ولا یوزع علی السنۃ کذا فی فتاوٰی خانیۃ۔[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

جامع میں ہے کہ موصی نے کہا میں نے اپنے تہائی مال سے ہر سال سو درہم صدقہ کرنے کی وصیت کی تو وصی پورے تہائی مال کو پہلے ہی سال صدقہ کردے گا اور اس کو کئی سالوں پر متفرق نہیں کرے گا۔ فتاوٰی خانیہ میں یونہی ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۳: از آرہ محلہ ترّی مطب حکیم عبدالوہاب صاحب مسئولہ مولوی ظفرالدین صاحب زید مجدہ مدرس اول مدرسہ حنفیہ ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۰ھ

بشرف ملاحظہ آقائے نعمت دریائے رحمت حضور پُرنور متع اللہ المسلمین بطول بقاءہم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بدعائے والا مع الخیر رہ کر خواہان عافیت سرکار کے

---

[1] ردالمحتار کتاب الوصایا باب الوصی داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۵۴
[2] الفتاوی الہندیۃ " الباب الثامن (مسائل شتی) نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۱۳۴
[3] " " " " " " " ۶/۱۳۵

Marfat.com

اولا مثل احد فمتوافقان ویسمی
ذلك العدد مابه التوافق
والحکم فی الکل الضرب
فی الوفق لکن لما کان
وفق المتباینین هما
العددان بانفسهما فانهما
حاصل قسمتهما علی مابه
التوافق ای الواحد لان
کل عدد یقسم علی واحد
یحصل ذلك العدد بعینه یضرب
کل التصحیح فی کل التصحیح وکل
مافی الید فی کل السهم لکل من
الورثة ولان الوفق فی التماثل من
الجانبین وفی التداخل من
الاصغر لیس الا واحدا ولا یظهر اثر ۱
الضرب فی واحد لان کل عدد اذا ضرب
فی واحد یحصل ذلك العدد بنفسه
اشتهر عند الناس انه لا یضرب فی
التماثل وفی جانب الاصغر من
التداخل وفی المتوافقین وفی
جهة الاکبر من التداخل الضرب
بالوفق کما هو المشهور والعلم بالحق
عند العلیم الغفور۔

اس صورت میں وہ متماثلان ہوں گے یا چھوٹے
عدد کی مثل ہوگا، اس صورت میں وہ متداخلان
ہوں گے یا ان دونوں میں سے کسی کی مثل نہ ہوگا
تو اس صورت میں وہ متوافقان ہوں گے۔
اس فنا کرنے والے عدد کو مابہ التوافق کہا جاتا
ہے۔ ان سب صورتوں کا حکم وفق میں ضرب
دینا ہے لیکن جب متباینین کا وفق بذاتِ خود
وہی دونوں عدد ہیں کیونکہ انھیں جب مابہ التوافق
یعنی ایک پر تقسیم کیا جائے تو خود وہی حاصل
ہوتے ہیں، لہذا کل تصحیح کو کل تصحیح میں اور کل
مافی الید کو ہر وارث کے کل حصے میں ضرب
دی جائیگی۔ اور اس لئے کہ بصورت تماثل
دونوں جانبوں میں اور بصورت تداخل چھوٹے
عدد کی جانب میں وفق صرف ایک ہی ہوتا ہے
اور ایک میں ضرب کا کوئی اثر نہیں ہوتا کیونکہ
کسی بھی عدد کو جب ایک میں ضرب دی جائے
تو حاصل ضرب خود وہی عدد ہوتا ہے لہذا
لوگوں میں مشہور ہوگیا کہ بصورتِ تماثل بالکل
ضرب نہیں ہوتی اور بصورتِ تداخل چھوٹے عدد
کی جانب ضرب نہیں ہوتی جبکہ بصورتِ توافق دونوں جانب اور
بصورت تداخل بڑے عدد کی جانب وفق میں ضرب دی جاتی ہے جیساکہ
مشہور ہے اور حق کا علم اس ذات کے پاس
ہے جو علم والی اور مغفرت فرمانے والی ہے (ت)

اور یہیں سے صورت تربیع کی ایک اور تقریر بھی ظاہر ہوئی

لان العددین ان عدهما واحد

اس لئے کہ دو عددوں کو یا تو ایک فنا کرے گا

Marfat.com

وثمانية يعدهما اربعة
وفق الاول واحد والثاني
اثنان ويخص باسم
التداخل، ومنها اربعة
وستة يعدهما اثنان
وفق الاول اثنان والثاني
ثلثة وهو التوافق بالمعنى
الاخص وحيث ان الوفق
في التماثل ليس الا واحدا
ولا اثر لضرب شئ في
واحد فاذا كان في التصحيح
وما في اليد تماثل لايحتاج
الى الضرب اصلا ولما
كان في التداخل وفق
الاصغر واحدا لانه حاصل
قسمة الشئ على[1] نفسه
ابدا فان كان التصحيح
اصغر لم يحتج في
التصحيح العالي والانصباء
السابقة الى الضرب و
ضرب في انصباء هذا
البطن بوفق ما في اليد
الاكبر وان كان ما في
اليد الاصغر انعكس الحكم
وفي صورة التوافق الاخص

کی صورتوں میں سے ایک صورت یہ ہے کہ متوافقین
چار اور چار ہوں تو ان کو چار فنا کرتا ہے، چنانچہ
ان میں سے ہر ایک کا وفق ایک ہوا اور یہ تماثل
کے نام کے ساتھ مختص ہے۔ اور ایک صورت یہ
ہے کہ متوافقین چار اور آٹھ ہوں، ان دونوں کو
چار فنا کر دیتا ہے۔ پہلے کا وفق ایک اور دوسرے
کا دو ہے اور یہ تداخل کے نام کے ساتھ مختص
ہے۔ ایک صورت یہ ہے کہ متوافقین چار اور
چھ ہوں، ان کو دو فنا کر دیتا ہے۔ پہلے کا وفق
دو اور دوسرے کا تین ہے اور یہی توافق بالمعنی
الاخص ہے۔ چونکہ تماثل میں وفق سوائے ایک
کے نہیں ہوتا اور ایک میں کسی شئے کو ضرب دینے
کا کوئی اثر نہیں ہوتا لہذا جب تصحیح اور ما فی الید
(جو کچھ قبضہ میں ہے) میں تماثل ہو تو ضرب کی
بالکل کوئی ضرورت نہیں ہوگی۔ اور جبکہ تداخل
میں چھوٹے عدد کا وفق ایک ہوتا ہے کیونکہ کسی
شئ کو اپنے آپ پر تقسیم کرنے سے ہمیشہ ایک
ہی حاصل ہوتا ہے لہذا اگر تصحیح کا عدد (ما فی
الید سے) چھوٹا ہے تو اس کو اوپر والی تصحیح
اور پہلے والے وارثوں کے حصوں میں ضرب دینے
کی ضرورت نہیں ہوگی۔ البتہ اس بطن کے
وارثوں کے حصوں کو بڑے ما فی الید کے وفق
کے ساتھ ضرب دی جائے گی۔ اور اگر ما فی الید
(تصحیح سے) چھوٹا ہوا تو حکم الٹ جائے گا۔
توافق اخص کی صورت میں چونکہ متوافقین میں سے

Marfat.com

التركيب فلو انقسم لكان شيئين
لا واحدا وبعبارة اظهر و
ادفع للمقال لا انقسام هنا الا الى
الوحدات والوحدة يستحيل
ان تصير وحدتين والا
لم تكن وحدة بل كثرة فيلزم
الانقلاب فان صارت فما كانت
الا وحدتين اخذتا واحدة
بالاعتبار فكان اثنين
لا واحدا وبعبارة اخصر ما ثم
الا وحدات محضة فالواحد
وحدة والاثنان وحدتان
وهكذا ولا يعقل للوحدة
بعض اصلا اما الكسور فليس
١ معنى $\frac{1}{2}$ مثلا جزء من جزئى
واحد حقيقى بل
اعتبارى اى واحد
من اثنين فرض
واحدا كما حققناه فى
رسالة الارثماطيقى ،
واما ثانيا فلان الصفر
لا يمكن ان يكون
حاشية عدد فانه محض
سلب اذ هو عبارة عن خلو
المرتبة فليس معناه ان

جس سے وہ شئی مرکب ہے اگر واحد منقسم ہو جائے
تو وہ دو چیزیں بن جائے گا اور واحد نہیں رہے گا
زیادہ ظاہر اور گفتگو کا زیادہ دفاع کرنے والی
عبارت کے ساتھ یوں کہا جائے گا کہ یہاں
منقسم ہونا نہیں ہے مگر وحدتوں کی طرف اور
ایک وحدت کا دو وحدتیں ہو جانا محال ہے
ورنہ وہ وحدۃ نہیں رہے گی بلکہ کثرۃ بن جائیگی
تو اس طرح حقیقتوں میں انقلاب لازم آئیگا
اگر وہ وحدت ہو بھی تو حقیقت میں دو وحدتیں
ہی ہوں گی جن کو ایک وحدت اعتبار کر لیا گیا
ہے تو وہ دو ہوئیں نہ کہ ایک۔ زیادہ مختصر
عبارت کے ساتھ یوں کہا جائے گا کہ یہاں
تو محض وحدتیں ہیں، چنانچہ واحد ایک وحدت
اور اثنان دو وحدتیں ہوں گی اور اسی طرح
باقی میں ہوگا۔ اور وحدت کیلئے بعض بالکل
متصور نہیں۔ لیکن کسریں تو ان میں مثال کے
طور پر $\frac{1}{2}$ کا معنیٰ یہ نہیں ہے کہ واحد حقیقی کی
دو جزؤں میں سے ایک بلکہ واحد اعتباری کی
دو جزؤں میں سے ایک یعنی ایسے دو میں سے
ایک جن کو ایک فرض کیا گیا ہے جیسا کہ ہم نے
اس کی تحقیق رسالہ ارثماطیقی میں کر دی ہے۔
وجہ دوم اس لئے کہ صفر کا کسی عدد کیلئے
حاشیہ (طرف) بننا ممکن نہیں کیونکہ صفر تو
محض نفی ہے اس لئے کہ وہ مرتبہ کے خالی
ہونے کا نام ہے تو اس کا یہ معنیٰ نہ ہوگا کہ

Marfat.com

والثالث الضرب بالوفق فی الجہتین والرابع الضرب بالکل فیھما۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

تیسری کا حکم یہ ہے کہ دونوں جانبوں میں وفق کے ساتھ ضرب دی جائے گی، اور چوتھی کا حکم یہ ہے کہ دونوں جانبوں میں کل کے ساتھ ضرب دی جائے گی، اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۳۴ ازمحل مذکور مرسلہ مولوی ظفرالدین صاحب سلخ جمادی الاولٰی ۱۳۳۰ھ

بحضور پرنور آقائے نعمت دریائے رحمت متع اللہ المسلمین بطول بقائکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، خادم بارگاہ مع الخیرہ کر خواہان عوافی مزاج اقدس ہیں مع متعلقین کرام ہے تقریر پرتنویر نے شرف ورود فرماکر معزز ومشرف فرمایا قول مبارک بل التحقیق ان لیس ھناك الاقسمان پر ایک بات سمجھ میں آئی گزارش کرتا ہوں:

قولہ مدظلہ بل التحقیق ان لیس ھناك الاقسمان، اقول بل فی ظنی ان لاتعدد ھنا اصلا لافی التقسیم ولافی الحکم بل شیئ واحد ولہ حکم واحد لان العددین لابد ان یعدھما ثالث والواحد عدد لانہ نصف مجموع حاشیتیہ فان فی اعلاہ اثنین وفی تحتہ صفر مجموعھما اثنان فقط اذ لااثر لحط الصفر من عدد ولا لزیادتہ فیہ ونصفھما واحد فامّا ان یعدھما واحد فھما متباینان او عدد مثلھما فمتماثلان او مثل الاصغر فمتداخلان

مصنف مدظلہ کا قول "بلکہ تحقیق یہ ہے کہ یہاں فقط دوہی قسمیں ہیں" میں کہتا ہوں بلکہ میرے گمان کے مطابق یہاں بالکل تعدد نہیں ہے۔ نہ تقسیم میں اور نہ ہی حکم میں بلکہ یہاں ایک ہی چیز ہے اور اس کا ایک ہی حکم ہے کیونکہ دو عددوں کے لئے کسی ایسے تیسرے عدد کا ہونا ضروری ہے جو ان کو فنا کرے اور ایک بھی عدد ہے کیونکہ وہ اپنی دونوں طرفوں کے مجموعے کا نصف ہے اس لئے کہ اس کے اوپر دو۲ اور نیچے صفر ہے جن کا مجموعہ فقط دو۲ ہے کیونکہ صفر کو کسی عدد سے گھٹانے یا اُسے کسی عدد میں جمع کرنے سے کوئی اثر نہیں ہوتا، اور دو کا نصف ایک ہے، چنانچہ دو عددوں کو فنا کرنے والا یا تو ایک ہوگا اس صورت میں وہ متباننان ہوں گے یا ایسا عدد ہوگا جو ان دونوں عددوں کی مثل ہے۔

Marfat.com

۲۰ = ۱۰ ویکفی لصدق المحدود صدق الحد وان صدق علیه ماسواه ایضا وعددیة الصفر باطلة ببداهة العقل لان العدد شئ والصفر لاشئ و اما خامسا لو تنزلنا عن هذا کله و سلمنا ان الصفر ایضا عدد لعاد التدقیق علی مقصوده بالنقض فان المراد نفی القسمة و ارجاع الکل الی التوافق والآن یستحیل ذٰلک لان الصفر کلما قیس مع واحد او شئ من الاعداد لم یمکن ان یعدهما ثالث فان الصفر لا یعده الا الصفر والصفر لایعد الا الصفر فالصفر وکل عدد سواه متباینان وکل باقیین فیما بینهما متوافقان فوجب التقسم و ذهب الانکار ولزم الوقوع فیما عنه الفرار هذا و قولک اما ان یعدهما واحد فمتباینان او عدد مثلهما فمتماثلان ما تقول فی واحد مع واحد أهما متباثنان ومتماثلان معا بل قل ان عدهما

نصف ۱۰ ہے محدود کے صدق کے لئے حد کا صادق آنا کافی ہے اگرچہ اس پر حد کا غیر بھی صادق آتا ہو اور صفر کا عدد ہونا بداہت عقل کے ساتھ باطل ہے کیونکہ عدد شئ ہے اور صفر کوئی شئ نہیں ہے۔ **وجہ پنجم** اگر ہم اس سب کچھ سے نیچے اتر کر مان لیں کہ صفر بھی عدد ہے تو تدقیق اپنے مقصود پر بطور نقض وارد ہو گی کیونکہ تدقیق سے مقصود تو تقسیم کی نفی اور سب کو توافق کی طرف لوٹانا تھا جو اس صورت میں محال ہو جائے گا اس لئے کہ صفر کو جب واحد یا کسی عدد کے ساتھ ملایا جائے تو ممکن نہیں کہ کوئی تیسرا ان دونوں کو فنا کر دے، کیونکہ صفر کو صرف صفر ہی فنا کرتی ہے اور صفر صرف صفر کو ہی فنا کرتی ہے لہذا صفر اور ہر وہ عدد جو صفر کے ماسوا ہے متباینین ہوں گے۔ ان کے علاوہ ہر دو عدد آپس میں متوافقین ہوں گے۔ تو اس طرح تقسیم کا انکار گیا اور تقسیم ضروری ہو گئی اور اسی میں گرنا لازم آیا جس سے فرار اختیار کیا تھا۔ اس کو یاد کر لو۔ اور تمہارا یہ کہنا کہ ان دونوں عددوں کو یا تو واحد فنا کرے گا تو وہ متباینین ہوں گے یا ایسا عدد فنا کرے گا جو دونوں کی مثل ہے تو وہ متماثلین ہوں گے تو واحد اور واحد جمع ہونے کی صورت میں تو کیا کہے گا، کیا وہ دونوں بیک وقت متباینین اور متماثلین ہوں گے؟

Marfat.com

فتباین او عدد مثلھما فتماثل او مثل الاصغر فتداخل والا فتوافق، واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس صورت میں ان کے درمیان تباین ہوگا یا ایسا عدد فنا کرے گا جو دونوں کی مثل ہے تو یہ تماثل ہوا یا وہ چھوٹے عدد کی مثل ہوگا تو یہ تداخل ہوا، اور اگر مذکورہ تینوں صورتیں نہ ہوئیں تو توافق ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

اس کی صحت وسقم سے مطلع فرمایا جائے۔ والسلام بالوف التعظیم والاکرام۔

(آپ پر ہزاروں تعظیم وتکریم کے ساتھ سلام ہو۔ت)

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یا ولدی حفظك اللہ الیٰ یوم الدین وادام بك ظفر الدین اتیت التدقیق واعملتہ وابیت التحقیق واھملتہ **اما اولاً** فلان الواحد لیس بعدد عند المحققین وما قررہ اصحابنا رحمھم اللہ تعالیٰ فی انت طالق کم شیئت کما فی الفتح وغیرہ فمبنی علی العرف **اقول** والدلیل القاطع علیہ ان العدد کم والکم عرض یقبل القسمۃ لذاتہ والواحد یستحیل ان یفرض فیہ شیئ دون شیئ والا لتعدد فلم یکن واحدا وبعبارۃ اخری انما التحلیل الیٰ ما منہ

اور تم پر بھی سلام، اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں ہوں اے میرے بیٹے اللہ تعالیٰ آپ کو روزِ قیامت تک محفوظ رکھے اور آپ کے ذریعے دین کی کامیابی کو ہمیشہ رکھے آپ نے تدقیق کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اس پر عملدرآمد کیا اور تحقیق سے منہ موڑتے ہوئے اس کو چھوڑ دیا ہے **وجہ اول** اس لئے کہ محققین کے نزدیک ایک عدد نہیں ہے۔ اور ہمارے اصحاب علیہم الرحمہ نے "انت طالق کم شیئت" میں جو تقریر کی ہے جیسا کہ فتح وغیرہ میں ہے وہ عرف پر مبنی ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) اس پر دلیل قطعی یہ ہے کہ عدد کم ہے اور کم ایسا عرض ہوتا ہے جو اپنی ذات کے اعتبار سے تقسیم کو قبول کرتا ہے جبکہ واحد میں ایک شیئ کو فرض کرنا سوائے دوسری شیئ کے محال ہے ورنہ وہ متعدد ہو جائیگا اور واحد نہیں رہے گا۔ دوسری عبارت کے ساتھ یوں کہ شیئ کی تحلیل اس کی طرف ہوتی ہے

Marfat.com

الی النفاد الاتری انك ذكرت فی الكل العد وما العد الا الانفاد فنسقط ثلثة من خمسة يبقی اثنان فنسقطهما من ثلثة يبقی واحد نسقطه من اثنين لايبقی شئ وهنالك يتحقق العد وان ترك العمل بعد خروج الواحد للعلم بانه يعد كل شئ بل قل ان تساويا فتماثل والا فينقص الاصغر من الاكبر فان افناه فتداخل والا يسقط الباقی من الاصغر فان بقی فالباقی من الباقی وهكذا الی ان يحصل النفاد فان كان بواحد فتباين او بعدد فتوافق ثم ليس حاصله الا ما قدمت فی التربيع اما ذكر الاسقاطات فبطريق استخراج النسبة الصق۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

انتہا اس کے ختم ہونے پر ہے۔ کیا نہیں دیکھتے کہ آپ نے کل میں عد کو ذکر کیا ہے اور عدّ نہیں ہے مگر ختم کرنا۔ چنانچہ ہم تین کو پانچ سے ساقط کرینگے باقی دو بچے گا پھر دو کو تین سے ساقط کریں گے باقی ایک بچے گا پھر ایک کو دو سے ساقط کریں گے تو باقی کچھ نہیں بچے گا تو وہاں پر عدّ (ختم کرنا) متحقق ہوگا۔ اگرچہ ایک کے نکلنے کے بعد عمل کو چھوڑ دیا جاتا ہے کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ ایک ہر شئ کو ختم کر دیتا ہے بلکہ یوں کہو کہ اگر دو عدد باہم مساوی ہیں تو تماثل ہے ورنہ چھوٹے کو بڑے سے کم کیا جائے گا اگر چھوٹا بڑے کو فنا کردے تو تداخل اور اگر فنا نہ کرے تو باقی کو چھوٹے عدد سے کم کیا جائے گا پھر اگر کچھ باقی بچا تو اس کو باقی سے کم کرینگے اسی طرح کرتے رہیں گے یہاں تک ختم ہونا حاصل ہو جائے۔ اگر ختم ہونا واحد سے حاصل ہوا تو تباین اور اگر کسی عدد سے حاصل ہوا تو توافق ہے۔ پھر اس کا حاصل نہیں مگر وہی جو میں چار قسمیں بناتے ہوئے ذکر کر چکا ہوں۔ رہا اسقاطات کا ذکر تو اس کو نسبت کے استخراج کے طور پر ملحق کر لے۔ واللہ تعالٰے اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۵

۸ جمادی الآخرہ ۱۳۳۰ھ

جب زید کی بی بی کا انتقال ہوا تو اس کے زیور یعنی جہیز میں سے اس کی تجہیز و تکفین کی اس واسطے کہ زید خود دست نگر دوسرے کا ہے صرفہ میت اور فاتحہ وغیرہ کا اس کے جہیز سے کیا گیا' اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اس کے جہیز واپس کرنے میں یہ صرفہ مجرا ہو یا نہیں؟

الجواب

فاتحہ کا صرف اصلاً مجرا نہ ہوگا وہ ایک ثواب کی بات ہے جو کرے گا اس کے ذمہ ہوگا

Marfat.com

هناك شيئا يسمى صفرا بل معناه ان لا شئ هناك اصلا ولهذا لا اثر لحطه من عدد ولا ضمه اليه كما ذكرت ولو كان شيئا لاستحال ان يكون شئ دون شئ اوشئ مع شئ مساويا لشئ نفسه فيتساوى الكل والجزء بل كل الكل وجزء الجز كما لا يخفى وبه تبين **وجه ثالث** وهو ان الصفر مع اثنين مثلا ليس مجموع شيئين بل الشئ وحده ومعنى جمع الصفر مع عدد ان لم يجمع معه شئ فليس الواحد نصف مجموع حاشيتيه بل نصف حاشية واحدة **وامّا رابعًا** فلانه لوسوغ كون العدم حاشية لكان العدم المضاف الى شئ معين مثل ۱ و ۲ وغيرهما اولى بذلك فكان الصفر ايضا عددا لان احدى حاشيتيه واحد والاخرى ـ او مجموعهما صفر نصفه صفر وكونه مثل المجموع لا ينفى كونه نصفه لانه معتبر في الحساب قطعا الا ترى ان نصف

وہاں کوئی ایسی شئی موجود ہے جس کا نام صفر ہے بلکہ معنی یہ ہوگا کہ وہاں بالکل کوئی شئی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صفر کو کسی عدد سے گھٹائیں یا اس کے ساتھ ملائیں کوئی اثر نہیں ہوتا جیسا کہ تو نے ذکر کیا ہے۔ اگر وہ شئی ہو تو اس کا ایک شئی ہونا سوائے دوسری شئی کے اور کسی شئی کے ساتھ اس طرح شئی ہونا کہ وہ شئی خود اس کے مساوی ہو جائے محال ہوگا کیونکہ اس طرح تو کل جزء کے بلکہ کل کا کل جزء کے جزء کے برابر ہو جائیگا جیسا کہ پوشیدہ نہیں' اور اسی سے **وجہ سوم** واضح ہو گئی اور وہ یہ ہے کہ صفر کا دو کے ساتھ اکٹھا ہونا دو چیزوں کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک ہی چیز ہے۔ صفر کے عدد کے ساتھ جمع ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ اس عدد کے ساتھ کوئی شئی جمع نہیں ہوئی تو اس طرح واحد اپنی دونوں طرفوں کا نصف نہ ہوا بلکہ ایک طرف کا نصف ہوا۔ **وجہ چہارم** اس لئے کہ اگر عدم کو عدد کا حاشیہ (طرف) قرار دیدیا جائے تو کسی معین شئی کی طرف مضاف ہونے والا عدم بدرجۂ اولےٰ طرف قرار پائے گا جیسے ۱ اور ۲ وغیرہ تو اس طرح صفر بھی عدد بن جائیگی کیونکہ اسکے ایک طرف واحد اور دوسری طرف ا (ایک) ہے جن کا مجموعہ صفر ہے اور اس کا نصف بھی صفر ہے۔ اس کا مجموعے کی مثل ہونا اس کے نصف ہونے کی نفی نہیں کرتا کیونکہ حساب میں یہ قطعی طور پر معتبر ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ ۲۰ کا

Marfat.com

میں عمرو کا مدیون ہوگا اور ادائے دین تقسیم ترکہ پر مقدم ہے پہلے وہ ادا ہو اور جو اور دین ہو ادا کرکے باقی میں میراث جاری ہوگی مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عمرو بلاوجہ شرعی زید کی جائداد پر قابض ہوجائے اسے اپنے دین کا مطالبہ پہنچتا ہے اگر واقع میں دین ہو اور اگر عمرو اس کے پاس یا بطور مہمان غرض قرضاً کھلانے کا قرار داد نہ تھا تو عمرو ایک حبہ کا مطالبہ نہیں کرسکتا اور جائداد سے وارثان شرعی کو محروم کرنا ظلم وغصب ہے والظلم ظلمات یوم القیٰمۃ[1] (اور ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کا باعث بنے گا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۷ از کانپور چوک صرافہ بر دکان محمد عمر محمد قمر سوداگر مسئولہ عبدالکریم صاحب ۱۹ صفر ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ خاندان طوائف میں جو لڑکے کے نکاح پر بیوی اس کو اس کی والدہ اور والد اور ماموں وغیرہ کا حق متروکہ میں ملے گا یا خالہ کی لڑکی کے لڑکے کو بوجہ کمائی پیشہ طوائفی کے حق ملے گا خلاصہ یہ کہ خاندان طوائف میں نکاح کرنے سے حق زائل ہوجاتا ہے یا شرع شریف کے مطابق حق ملتا ہے بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

نکاح کرنے سے حق زائل نہیں ہوتا ہے خصوصاً اس فرقہ کا نکاح کہ وہ تو گناہِ عظیم سے توبہ ہے مگر طوائف کے لئے بے نکاحی اولاد صرف اپنی ماں اور مادری رشتہ والوں کا حصہ پائیں گے شرعاً اس کے لئے کوئی باپ نہیں کہ اس سے یا پدری رشتہ والوں سے حصہ پائیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۸ از احمد آباد گجرات مرسلہ مولوی علاؤالدین صاحب زید مجدہ ۵ ربیع الآخر ۱۳۳۱ھ

اس ملک گجرات میں ایک قوم ہے جو میمن و بورے کرکے مشہور ہیں ان میں بعض لوگ ایسے ہیں کہ وہ اپنے مال متروکہ سے اپنی لڑکی کو محروم رکھتے ہیں اور جس قدر مال واسباب ہوتا ہے وہ کل لڑکوں کا حصہ مقرر کرکے جاتے ہیں بلکہ وہ لوگ یوں کہتے ہیں، اور سرکاری دفتروں میں دستخط

---

[1] صحیح البخاری ابواب المظالم والقصاص باب الظلم ظلمات یوم القیٰمۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۳۱

Marfat.com

مثلهما فتماثل او مثل احدهما فتداخل اولا ولا فان كان العادفوق الواحد فتوافق او واحد فتبائن وهذا هو معنى التربيع الذى ذكرت سابقا وآما ما ذكرت انت قبل هذا فى كتاب منك وسألت عن صحته ان العددين ان كان احدهما هو الآخر بعينه فتماثل والا فينقص الاصغر من الاكبر مرة او مرارا من جانب اوجانبين فان انتهى الى التماثل فتداخل اوالى واحد فتبائن والا فتوافق ففيه ان النهاية فى التداخل الى النفاد لا الى بقاء مثل الاصغر فليس ان اربعة تسقط من عشرين اربع مرات فتبقى اربعة مماثلة للاصغر بل تسقط خمس مرات فلا يبقى شئ وذلك لانه يتعرف بالتقسيم واذا قسمنا عشرين على اربعة حصل خمسة ومابقى شئ لا انه يحصل اربعة وتبقى اربعة بل النهاية فى الكل

بلکہ یُوں کہو کہ اگر دو عددوں کو وہ عدد فنا کرے جو ان دونوں کی مثل ہے تو تماثل ہے اور اگر ان میں سے ایک کی مثل ہے تو تداخل، اور اگر ایسا نہیں یعنی نہ تو وہ دونوں کی مثل ہے اور نہ ان میں سے ایک کی مثل ہے تو پھر اگر فنا کرنے والا عدد ایک سے اوپر ہے تو توافق، اور اگر ایک ہے تو تباین ہوگا۔ یہ معنیٰ ہے چار قسمیں بنانے کا جس کا آپ پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ رہا وہ جس کا ذکر آپ نے اس سے پہلے اپنے خط میں کیا اور اس کے صحیح ہونے کے بارے میں سوال کیا کہ دو عددوں میں سے ایک اگر بعینہٖ دوسرا ہو تو تماثل، ورنہ اگر چھوٹے عدد کو بڑے سے ایک یا کئی بار کم کرنے سے وہ تماثل تک پہنچ جائے تو تداخل، اور اگر ایک تک پہنچ جائے تو تباین، ورنہ توافق ہے۔ اس میں یہ اعتراض ہے کہ تداخل میں انتہا ختم ہونے پر ہے نہ کہ چھوٹے عدد کی مثل باقی رہنے پر۔ ایسا نہیں ہے کہ چار کو بیس میں سے چار مرتبہ ساقط کیا جائے گا تو چار باقی بچے جو چھوٹے عدد کی مثل ہے بلکہ چار کو بیس میں سے پانچ مرتبہ ساقط کیا جائے گا تو اس طرح کچھ بھی باقی نہیں بچے گا کیونکہ یہی تقسیم کی پہچان ہے۔ جب ہم بیس کو چار پر تقسیم کریں تو پانچ حاصل ہوگا اور باقی کچھ نہیں بچے گا۔ ایسا نہیں ہے کہ چار حاصل ہو اور چار باقی بچے بلکہ کل میں

Marfat.com

ہوگیا دختر نے اپنا نکاح ثانی کا ارادہ غیر کفو سے کرنے کا کیا باپ نے دختر مذکور کو کہا کہ میں تمھارا نکاح ثانی کسی عمدہ جگہ کفو میں کرا دیتا ہوں مگر دختر مذکور نے نہیں سنا اور نکاح ثانی غیر کفو میں کر لیا۔ باپ نے ناراض ہو کر لڑکی کو عاق کر دیا اور کہا کہ اب تجھ سے کوئی واسطہ نہیں رہا، کیونکہ تم نے غیر کفو میں اپنا نکاح بغیر میری اجازت کے کیا اور تحریر کر دیا کہ بعد میرے مرنے کے لڑکی کو میرے مال سے کوئی حق نہ دیا جائے اس کا جو حق تھا وہ میں شادی کر کے ادا کر دیا ہے، اب بعد مرنے کے شخص مذکور کی دختر مذکور کو مع دیگر ورثائے کے حق ملے گا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اولاد کا عاق ہونا یہ ہے کہ ماں باپ کی ناحق نافرمانی کریں یا انھیں ایذا دیں ماں باپ کے عاق کرنے سے کوئی اثر نہیں پیدا ہوتا عوام کے خیال میں یہ ہے کہ جس طرح عورت کو طلاق دینے سے عورت نکاح سے نکل جاتی ہے یونہی اولاد عاق کئے سے اولاد ہونے سے خارج ہو جاتی ہے یہ محض غلط ہے، نہ اس کے سبب اولاد ترکہ سے محروم ہو سکے، ہاں لڑکی نے باپ کی نافرمانی کی اس سے وہ گنہگار ہوئی، پھر اگر غیر کفو کے معنیٰ یہ ہیں کہ جس سے نکاح ہوا وہ مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ میں ایسا کم ہے کہ اس کے ساتھ اس عورت کا نکاح اس کے باپ کے لئے باعث ننگ و عار ہو تو وہ نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں محض باطل ہے اگر قربت ہوگی زنا ہوگی ان دونوں مرد و عورت پر فوراً جدا ہو جانا لازم ہے بایں ہمہ لڑکی ترکہ سے محروم نہ ہوگی۔

قال اللہ تعالیٰ یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمھیں حکم دیتا ہے تمھاری اولاد کے بارے میں کہ بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۴۱ ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ مسئولہ حکیم ضمیر احمد صاحب از شاہجہانپور محلہ متالی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے انتقال کیا اور کچھ جائداد چھوڑی، زید کے کوئی اولاد نہیں ہوئی، زید نے اپنی زوجہ کا مہر بھی نہیں ادا کیا اور

---

[1] القرآن الکریم ۴/۱۱

Marfat.com

اور عورت کا کفن دفن شوہر پر واجب ہے اسے عورت کے ترکہ سے نہیں کر سکتا، درمختار میں ہے:

الفتوی علی وجوب کفنها علیه وان ترکت مالا[1]

فتوٰی اس پر ہے کہ عورت کا کفن اس کے شوہر پر واجب ہے اگرچہ وہ مال چھوڑ کر فوت ہوئی ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

الواجب علیه تکفینها وتجهیزها الشرعیان من کفن السنة او الکفایة وحنوط واجرة غسل وحمل ودفن[2] الخ۔

شوہر پر بیوی کی شرعی تجہیز وتکفین واجب ہے چاہے کفن سنت ہو یا کفن کفایت۔ خوشبو، غسل کی اجرت، جنازہ اٹھانے کی اجرت اور دفن کی اجرت بھی شوہر پر واجب ہے الخ (ت)

تو یہ جس قدر شوہر نے صرف کیا ہے سب شوہر پر پڑے گا، نصف جہیز تمام وکمال اسے واپس کر دینا ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۶: ۱۰ ماہ محرم الحرام ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ ذیل میں، زید نے عمرو کے پاس انتقال کیا اور عمرو ہی زید کا کھاتا یا زید کو کھلاتا رہا، اب زید نے انتقال کیا تو زید کے مال کو زید کے وارث پائیں گے یا عمرو کو دلایا جائے گا؟

الجواب

عمرو کے پاس رہنے یا انتقال کرنے یا زید کا کھانے یا زید کو کھلانے سے نہ عمرو زید کا وارث ہوگیا نہ زید کے وارث اس کے مال سے محروم ہوگئے،

ان اللہ اعطی کل ذی حق حقه[3]

بیشک اللہ تعالٰی نے ہر حقدار کو اس کا حق عطا فرما دیا۔ (ت)

ہاں اگر زید عمرو کا کھایا کرتا ہو اور حسبِ قرارداد وہ کھانا اسے بطور قرض دیتا ہو تو زید اس مقدار

---

[1] الدرالمختار کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۱

[2] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۸۱

[3] کنز العمال حدیث ۴۶۰۵۶ و ۴۶۰۵۷ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۶۱۴

Marfat.com

مسئلہ ۱۴۱: مرسلہ احمد خان صاحب صابری قادری از تلونڈی رائے ڈاک خانہ خاص ضلع لدھیانہ ملک پنجاب ۸ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

ایک شخص ایک متوفی کو چھٹی پشت پر ملتا ہے اور متوفی اولادِ نرینہ نہیں رکھتا ہے صرف اولاد دختری ہے اور وہ شخص جو کہ متوفی کو چھٹی پشت پر ملتا ہے اپنے حق کو حقِ دختری پر فائق بیان کرتا ہے، آیا وہ شخص غاصب ہے یا کہ نہیں اور امامت کے لائق ہے؟ دوسرے اس کے گھر کا خورد و نوش کیسا ہے؟ یہ شخص رشید احمد گنگوہی کا مرید اور ہمارے گاؤں میں گروہِ وہابیہ کذابیہ کا سرغنہ ہے یوں تو نام کو مولوی کہلاتا ہے لیکن مولوی تو در کنار اس میں جاہلوں سے بھی بڑھ کر بُرے اوصاف ظہور میں آتے ہیں جو کہ ایک کافر و فاسق میں بھی نہیں پائے جاتے۔

الجواب

جو صرف اولاد دختری رکھتا ہو اس کے بعد اس کی اولادِ ذکور میں جو مرد کتنے ہی فاصلہ پر جا کے ملتا ہو وہ اس کا عصبہ ہے کہ اصحابِ فرائض سے جو باقی بچے اس کا مستحق ہے جبکہ اس سے قریب تر دوسرا عصبہ موجود نہ ہو تو یہ شخص کہ مورث سے چھٹی پشت میں ملتا ہے ضرور اسکا وارث اور باقی بعد الفروض کا مستحق ہوتا ہے جبکہ صالح وراثت ہوتا اور اس سے اقرب اور عصبہ نہ ہوتا اس حالت میں اس کا دعویٰ استحقاق باطل نہ ہوتا اگرچہ اپنا حق حقِ بنات پر فائق کہنا بہرحال غلط تھا کہ عصبہ کا حق اہلِ فرائض کے برابر بھی نہیں بلکہ متأخر ہے۔

لانہ لیس لہ الا ما ابقتہ اصحاب الفرائض حتی لو لم یبق شیئ لم یکن لہ شیئ۔[۱]

کیونکہ عصبہ کو سوائے اس کے کچھ نہیں ملتا جو اصحابِ فرائض سے باقی بچا ہو یہاں تک کہ اگر کچھ باقی نہ بچا تو اس کے لئے کوئی شئی نہیں ہوگی۔ (ت)

یہ غلطی ایسی نہ تھی جس کے سبب وہ قابلِ امامت نہ رہتا یا غاصب ٹھیرتا یا اس کے گھر کا خورد و نوش ممنوع ہوتا لیکن یہ سب اس صورت میں تھا کہ وہ مسلمان ہوتا، طائفہ گنگوہیہ کی نسبت علمائے حرمین شریفین کا فتویٰ ہے کہ وہ کفار مرتدین ہیں اور اسی میں شفائے امام قاضی عیاض و بزازیہ و مجمع الانہر و درمختار وغیرہا کتبِ معتمدہ کے حوالہ سے فرمایا ہے:

من شک فی عذابہ وکفرہ فقد کفر۔[۲]

جس نے اس کے عذاب اور کفر میں شک کیا کافر ہوگیا۔ (ت)

---

[۱] الدر المختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

[۲] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۳

Marfat.com

کہہ چکے ہیں کہ ہم ہنود لوگوں کے طریق میراث تقسیم کرنے میں راضی ہیں اسلام وشریعت کے موافق راضی نہیں ہیں وہ لوگ لڑکیوں کو میراث نہیں دیتے ہیں کل مال لڑکے کو دیتے ہیں، اور وہ لوگ مسلمان ہیں حج وزکوٰۃ ونماز وروزہ ودیگر کل احکام کو حق جانتے ہیں اور مانتے ہیں ان کا کیا حکم ہے ؛

الجواب

لڑکیوں کو حصہ نہ دینا حرام قطعی ہے اور قرآن مجید کی صریح مخالفت ہے۔

قال اللہ تعالٰی یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین[1] اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: اللہ تعالٰی تمھیں حکم دیتا ہے تمھاری اولاد کے بارے میں کہ بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے۔ (ت)

ابن ماجہ وغیرہ کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من فر من میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ[2] جو اپنے وارث کو میراث پہنچنے سے بھاگے گا اللہ تعالٰے جنت سے اس کی میراث قطع فرمادے گا۔

اور جنھوں نے یہ لفظ کہے یا لکھے ہیں کہ وہ رسم ہنود پر راضی ہیں اور حکم شریعت پر راضی نہیں وہ نئے سرے سے کلمۂ اسلام پڑھیں اور اپنی عورتوں سے نکاح کریں۔ غمز العیون والبصائر میں ہے،

من استحسن فعلا من افعال الکفار کفر باتفاق المشائخ[3] واللہ تعالٰی اعلم۔ جس نے کافروں کے افعال میں سے کسی فعل کو اچھا قرار دیا اس کی تکفیر پر مشائخ کا اتفاق ہے۔ واللہ تعالٰے اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۹ مسئولہ محمد عبد الحلیم خان صاحب مدرس ومہتمم مدرسہ انجمن ظفر الاسلام ضلع بھنڈارہ ۲۷ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اہلسنت وجماعت اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسلمان حنفی نے اپنی دختر کا نکاح مع کل لوازمات شادی کے کرادیا، بعد چند عرصہ کے داماد شخص مذکور کا فوت

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۱

[2] سنن ابن ماجہ کتاب الوصایا باب الحیف فی الوصیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹۸

[3] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب السیر والردۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۲۹۵

Marfat.com

فتویٰ دے بلکہ صاحبِ شرنبلالیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے صرف اس پر بنائے کار کی ہے کہ جب امام ایک طرف اور صاحبین دوسری جانب ہوں تو مفتی کو اختیار ہے جس طرف چاہے فتویٰ دے مگر تحقیق یہ کہ یہ صرف اس مفتی کے لئے ہے کہ منصبِ اجتہاد رکھتا ہو، مفتی مقلد پر لازم ہے کہ ہمیشہ قولِ امام پر فتویٰ دے مگر یہ کہ ائمہ فتویٰ نے اس کے خلاف پر اختلاف کیا ہو،

كما في البحر الرائق[1] وتنوير الابصار و الفتاوى الخيرية والدر المختار وغيرها من معتمدات الاسفار۔

جیساکہ البحر الرائق، تنویر الابصار، فتاویٰ خیریہ اور درمختار وغیرہ کتابوں میں ہے۔ (ت)

تو یہاں موقع کی بحث ہی فضول ہے نہ یہاں اختلاف موقع کی کوئی وجہ چنداں معقول ہے ہاں کہہ سکتے ہیں **اوّلاً** اگر دادا مفلس اور بھائی غنی ہوں تو قولِ امام پر فتویٰ اولیٰ ہے اور عکس ہو تو مقاسمہ۔

ثانیاً بھائیوں میں کوئی فاسق و مسرف ہو کہ اسے مال دینا فسق پر اعانت کرنا ہے اور دادا صالح تو قولِ امام پر فتویٰ اولیٰ ہے اور عکس تو مقاسمہ۔

ثالثاً اگر دادا اپنا حصہ لے کر امورِ خیر و اشاعتِ علم دین میں وقف کردینا چاہتا ہے نہ بھائی تو قولِ امام پر فتویٰ اولیٰ ہے کہ نفع دین ہے اور عکس ہو تو مقاسمہ۔

رابعاً جد جواد و سخی ہے اور اس کا مال اکثر امورِ خیر میں صرف ہوتا ہے اور بھائی ایسے نہیں تو قولِ امام پر فتویٰ اولیٰ ہے کہ نفع مساکین مسلمین ہے اور عکس ہو تو مقاسمہ مگر ان میں کوئی وجہ ایسی نہیں کہ مذہبِ مفتیٰ بہ سے عدول چاہے عمل ہمیشہ اسی پر ہے جو مفتیٰ بہ ہو۔ و باللہ التوفیق۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۳ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

کسی وارث کے کان لم یکن (کالعدم) کرنے کی مثالیں ارشاد ہوں جن سے اس کے مواقع پر روشنی پڑے۔ بیّنوا توجروا۔

---

[1] البحر الرائق کتاب القضاء فصل فی التقلید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۷۰-۲۶۹
الفتاویٰ الخیریۃ کتاب الشہادات دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۳۳
الدرالمختار رسم المفتی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴

Marfat.com

نہ اس بارہ میں کوئی وصیت کی، بعد انتقال زید کے اس کی زوجہ ۳۶ سال سے اس کی ملکیت پر قابض ہے، تو اب یہ اس ملک میں بیع وہبہ وغیرہ کا پورا تصرف اپنی مرضی کے موافق کر سکتی ہے یا نہیں؟ اور بعد انتقال اس زوجہ زید کے اس کی ملکیت کے وارث اور مالک زید کے رشتہ دار ہوں گے یا زوجہ کے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

مسئلہ بہت کثیر الشقوق والمباحث ہے بقیہ ورثہ کی رضا سے کل متروکہ پر بعوض مہر قابض ہوئی اور وہ سب عاقل بالغ تھے جب تو بالاتفاق وہ کل متروکہ کی مالک ہوگئی اور اگر بے ان کی اجازت کے ہے تو اب یہ دیکھنا ہوگا کہ مہر مقدار جائداد سے کم ہے یا نہیں، اگر کم ہے تو بے ان کی رضا کے زر مہر کے عوض جائداد بطور خود لے لینا اصل مذہب میں جائز نہ ہوگا کہ دین غیر مستغرق مانع ملک ورثہ نہیں ہوتا، اور اگر ان میں بعض نابالغ ہیں تو ان کی اجازت بھی کافی نہ ہوگی، اور اگر مہر برابر یا زائد ہے تو اگرچہ ورثہ کے لئے جائداد میں ملک نہیں مگر ان کو حق استخلاص حاصل ہے کما نص علیہ فی جامع الفصولین والاصباح وغیرھا (جیسا کہ جامع الفصولین اور اصباح وغیرہ میں اس پر نص کی گئی ہے۔ ت) اور اب وہ مسئلہ وارد ہوگا کہ غیر جنس سے استیفائے حق مثلاً روپے کے عوض اور مال کہ اس سے زائد کی حیثیت کا نہ ہو لے لینا جائز ہے یا نہیں، ہمارا مذہب عدم جواز ہے اور اب بوجہ فساد زمان متاخرین نے جواز پر فتوٰی دیا کما ذکرہ فی ردالمحتار (جیسا کہ ردالمحتار میں اس کو ذکر کیا ہے۔ ت) پھر یہ بحث پیش آئے گی کہ جائداد سے استیفائے مہر عورت کو مطلقاً جائز ہے اگرچہ وہ میت کی وصی نہ ہو کما فی الخلاصۃ (جیسا کہ خلاصہ میں ہے۔ ت) یا صرف اس حالت میں کہ وصی ہو کما فی الخانیۃ (جیسا کہ خانیہ میں ہے۔ ت) مگر ان سب مباحث سے قطع نظر کرکے جب چھتیس سال گزر گئے اور کوئی مدعی نہ ہوا اور وہ تصرفات مالکانہ رکھتی ہے اور ورثاء دیکھا کئے اور معترض نہ ہوئے تو اسی پر حمل کیا جائے گا کہ عورت بروجہ صحیح مالک کل جائداد ہے کما بینہ فی مواضع کثیرۃ من عقود الدریۃ و فصلناہ فی فتاوانا (جیسا کہ عقود الدریۃ کے متعدد مقامات پر اس کو ذکر کیا ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ت) لہذا بعد موتِ زن وراثت صرف ورثۂ زن کو پہنچے گی نہ کہ ورثہ زید کو۔ واللہ تعالٰی اعلم

Marfat.com

کہ زوجہ کو ربع اور باقی ماں کو، سدس پہلی میّت سے اور باقی دوسری میّت سے، اور دوسرے سے کان لم یکن (کالعدم) مانیں جب بھی حاصل یہی ہوگا اس لئے کہ زوجہ اہلِ رَد سے نہیں اُس کا حصہ ربع سے نہ بڑھے گا اور باقی ماں ہی کو ملے گا لہٰذا کان لم یکن (کالعدم) ہی کرنا اولیٰ ہوا۔

پانچویں مثال: مسئلہ ۲

ہندہ

اخت	اخت	اخ	ام	زوج
سعاد	سلمیٰ	عمرو	لیلیٰ	زید
			۱	۱

کلھم کان لم یکونوا

(وہ سب کالعدم ہیں)

اس کی صورت یہ ہے کہ اول ہندہ نے شوہر زید اور ماں لیلیٰ اور ایک بھائی حقیقی عمرو اور دو بہنیں حقیقی سلمیٰ، سعاد چھوڑ کر وفات پائی پھر عمرو مرا اور اس کے ورثہ یہی ماں اور دونوں بہنیں رہیں پھر سلمیٰ مری اور اس کے وارث یہی ماں اور بہن ہوئی پھر سعاد مری اور اُس کی وارث صرف ماں رہی، اب اگر اس طریقہ پر مناسخہ کرتے جو لوگوں میں رائج ہے تو اس کی صورت یہ ہوتی:

(۱) مسئلہ ۶ ۱۲×۵ ۶۰×۵ ۳۰۰

ہندہ

اخت	اخت	اخ	ام	زوج
		عمرو	لیلیٰ	زید

(۲) مسئلہ ۶ تروالی ۵ عمرو تبائن مص ۲

اخت	اخت	ام
۲/۴/۲۰	۲/۴	۱/۲/۱۰

۱/۵/۲۵	۱/۵	(۲)	۲/۱۰/۵۰	۶/۳۰/۱۵۰

(۳) مسئلہ ۶ تروالی ۵ سلمیٰ تبائن مص ۹

اخت	ام
سعاد	لیلیٰ
۳/۲۷	۲/۱۸

Marfat.com

جو شخص گنگوہی اور اس کے امثال کے کافر ہونے میں شک کرے وہ خود کافر ہے نہ کہ جو اس کا مرید اور اس کے گروہ کا سرغنہ ہو ایسے مرید کے نیچے کے نقطے ضرور اوپر ہو جائیں گے اور مرتد کسی کا وارث نہیں ہو سکتا اور اس کی امامت کے کیا معنی جو اس کی اس حالت پر آگاہ ہو کر اسے قابلِ امامت جانے گا اسکی نماز درکنار ایمان بھی نہ رہے گا لان من شک فی عذابہ وکفرہ فقد کفر[1] (اس لئے کہ جو اس کے عذاب اور کفر میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔ ت) اور ایسے سے میل جول اور اختلاط بلاشبہہ حرام ہے

قال اللہ تعالٰی ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[2]۔ — اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی۔ (ت)

وقال اللہ تعالٰی واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[3]۔ — اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

واللہ تعالٰی اعلم۔ — واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۲   ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک دادا کے سامنے سب بہن بھائی بالکل محروم ہیں اور صاحبین رضی اللہ تعالٰی عنہما سگے سوتیلے بہن بھائیوں کو دادا کے ساتھ ترکہ دلاتے ہیں، شریفیہ میں فرمایا: مفتی کو اختیار ہے جیسا موقع دیکھے فتوٰی دے۔ اس "موقع" کی کیا صورت ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب

مفتٰی بہ امام ہی کا قول ہے رضی اللہ تعالٰی عنہ مفتی اسی پر فتوٰی دے، متون نے قول امام ہی اخذ کیا اور عامہ ائمہ فتوٰی نے اسی پر فتوٰی دیا صرف مبسوط شمس الائمہ سرخسی سے قولِ صاحبین پر فتوٰی منقول ہوا اور زاہدی نے مجتبٰی میں کہ تصنیف و مصنف دونوں نامعتبر ہیں اور مصنف سراجیہ نے اپنی شرح میں اس کا اتباع کیا تو فتوٰی احق و اقوٰی قولِ امام ہی پر ہے۔ صاحبِ شریفیہ نے بیان لحاظ موقع نہ لکھا نہ اور کسی معتمد کے کلام سے یہاں ایسا خیال میں ہے کہ مفتی جیسا موقع دیکھے

---

[1] حسام الحرمین   مکتبہ نبویہ لاہور   ص ۱۳
الدرالمختار   کتاب الجہاد   باب المرتد   مطبع مجتبائی دہلی   ۱/۳۵۶
[2] القرآن الکریم ۱۱/۱۱۳
[3] " " ۶/۶۸

Marfat.com

مسئلہ

زید

زوجہ سعیدہ	ام حمیدہ	ابن عمرو
١	كان لم تكن لانها خلفت ابن ابنها عمر او بنتا ماتت فلم تخلف الا ابن اخيها عمر (وہ کالعدم ہے کیونکہ اس نے ایک پوتا عمر چھوڑا اور ایک بیٹی چھوڑی جو مرگئی اور سوائے ایک بھتیجے عمرو کے کوئی وارث نہیں چھوڑا)	٧

١

یہ تمام بیان ہمارے فتاوٰی میں مشرح ہے اور اس میں صور کان لم یکن (کالعدم کی صورتوں) میں عجیب عجیب تصرفات بدیعہ ہیں کہ اس کے غیر میں نہ ملیں گے از انجملہ ایک صورت تشحیذ اذہان فرائض دانان کے لئے لکھتے ہیں ٢٧ جمادی الآخرہ ١٣١٨ھ کو سوال آیا تھا کہ محمد یار نے ایک زوجہ حافظ جان اور پانچ بیٹے نیاز علی، محمد علی، کلن، محمد حسین، امیر علی اور چار بیٹیاں احمدی، بی جان، بنی جان، حسین وارث چھوڑے پھر حافظ جان مری اور یہی بیٹے بیٹیاں وارث رہے پھر نیاز علی مرا اور یہی بہن بھائی وارث ہوئے۔ پھر محمد علی نے ایک زوجہ محبوبن اور دو بیٹے وزیر علی، احمد علی چھوڑ کر انتقال کیا جن میں محبوبن مری اور یہی دو بیٹے چھوڑے۔ پھر وزیر علی مرا
١ اور یہی بھائی وارث رہا۔ پھر امیر علی مرا اور باقی دو بھائی اور چاروں بہنیں وارث ہوئیں۔ پھر حسین پھر بنی جان نے انتقال کیا اور یہی بقیہ بہن بھائی وارث چھوڑے۔ پھر احمدی نے شوہر و پسر و دختر محمدی چھوڑ کر انتقال کیا پھر شوہر کے وارث یہی بیٹا بیٹی ہوئے۔ پھر پسر کی وارثہ یہی ہمشیرہ محمدی رہی۔ پھر محمد حسین ایک زوجہ آسودہ اور بیٹا علی حسین اور بیٹیاں بنی، بتولا چھوڑ کر مرگیا۔ پھر بی جان مری اور صرف کلن اس کا وارث ہوا۔ پھر کلن نے زوجہ مونگا اور دو ابن واحد یار و حامد یار اور ایک بنت لسیم اللہ چھوڑ کر وفات پائی اس مسئلہ کو جس میں پندرہ میت ہیں صرف پانچ بطن سے تقسیم کیا ہے تصحیح اخیر ٥٧٦ ہے اور بطن اول یوں بانٹا ہے:

مسئلہ ٣٦

محمد یار

ابن محمد علی	ابن کلن	ابن محمد حسین	بنت احمدی
٦	١٥	١٠	٥

Marfat.com

الجواب

پہلی مثال: زید تین بھائی حقیقی یا تینوں علاتی چھوڑ کر مر گیا پھر اُن میں ایک بھائی نے قبل تقسیم ترکہ یہی دو بھائی اپنے وارث چھوڑ کر انتقال کیا اس صورت میں اس میت دوم کو کان لم یکن (کالعدم) کر کے مسئلہ صرف دو سے تقسیم کر دیں گے اس شکل پر:

مسئلہ ۲ زید

اخ	اخ	اخ
عمرو	بکر	خالد
کان لم یکن (کالعدم)	۱	۱

دوسری مثال: ایک شخص مرا اور ماں اور زوجہ اور بیٹا چھوڑے اور تقسیم ترکہ سے پہلے زوجہ مر جائے پھر اس کا وارث یہی بیٹا رہے تو زوجہ کو کان لم تکن (کالعدم) کر دیں گے اس طرح:

مسئلہ ۶

زوجہ	ام	ابن
کان لم تکن (کالعدم)	۱	۵

تیسری مثال: اسی صورت میں اگر ماں قبل تقسیم ترکہ مر جائے تو وہ کان لم تکن (کالعدم) ہو گی اس طرح:

مسئلہ ۸

زوجہ	ام	ابن
۱	کان لم تکن (کالعدم)	۷

چوتھی مثال: مسئلہ ۴

زوجہ	ام	اخ متوفی
۱	۳	کان لم یکن (کالعدم)

اس کی صورت یہ ہے کہ زید نے ایک زوجہ اور ماں اور ایک حقیقی بھائی چھوڑ کر انتقال کیا پھر قبل تقسیم ترکہ اس بھائی نے انتقال کیا اور اس کے وارث یہی ماں رہی تو از انجا کہ اس کی موت وحیات سے صورت تقسیم نہیں بدلتی کہ حی مان کر دوسرا بطن قائم کریں جب بھی حاصل وہی ہوگا

Marfat.com

(۲) مسئلہ ۶ تروالی ۴ نسرین تباین مہ ۵

ام	بنت	الاحیاء (زندے) المبلغ ۹۶			
اسماء	یاسمین	حسنیٰ	اسماء	شیریں	یاسمین
۱/۵	۳/۱۵	۱۲	۲۱	۴۸	۱۵

ان کو دیکھا تو تمام اعداد توافق بالثلث رکھتے ہیں لہذا مبلغ وسہام سب کو تین پر تقسیم کرکے مد اختصار یوں لکھا:

المبلغ ۳۲

الاختصار			
حسنیٰ	اسماء	شیریں	یاسمین
۴	۷	۱۶	۵

حسبِ شرائط فرائض ترکہ زید کا بتیس ۳۲ سہام ہوکر ہر وارث کو اس قدر سہم کہ بعد اختصار اس کے نام لکھے ہیں ملیں گے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

حسبِ شرائط فرائض ایک مجمل لفظ ہے تفصیل یوں لکھتے ہیں برتقدیر صدق مستفتی وعدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین وصحت ترتیب اموات وتقدیم امور مقدمہ علی المیراث مثل ادائے مہر ودیگر دیون وانفاذ وصایا من ثلث الباقی بعد الدین (قرض کی ادائیگی کے بعد باقی کے تہائی میں سے وصیتوں کو نافذ کرنا۔ ت) ترکہ زید کا الخ اور اسکا اختصار ہے برتقدیر عدم مانع ارث ووارث آخر وصحت ترتیب اموات وتقدیم مہر ودیون ووصایا ترکہ الخ ذکر تجہیز وتکفین کی اس لئے حاجت نہیں کہ سوال غالباً بعد تجہیز وتکفین ہوتا ہے تو اس کی تقدیم خود ہولی، اور اگر وہ ترکہ پر قرض لے کر کی گئی ہے تو دیون میں آگئی مہر کا ذکر اس وقت چاہئے جب اصل مورث خواہ مناسخہ میں کسی میت نے زوجہ یا زوجات چھوڑی ہوں جیسا کہ صحتِ ترتیب کی قید صرف مناسخہ میں ہے نہ کہ بطنِ واحد میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۵: از قصبہ بڑاودہ علاقہ ریاست مالوہ جاورہ مسئولہ محمد یسین خاں صاحب ۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ہندو تھا اس کے مادر اور ایک زوجہ و ۲ دختران و ۲ پسران تھے عرصہ چار سال کا ہوا کہ زید مذہب ہندو میں بقضائے الٰہی فوت ہوگیا اور اس کی مادر وزوجہ و ۲ دختران و ۲ پسران بقیدِ حیات رہے

Marfat.com

(۴) مسئلہ سعاد مصہ ۲

ام لیلیٰ
۱/۲

مبلغ ۳۰۰

الاحیاء (زندے)

زید	لیلیٰ
۱۵۰	۱۵۰

اس میں کس قدر تطویل ہوئی اور مآل وہی ہوا کہ نصف زوج نصف ماں کا، لہٰذا اوّل ہی سے بھائی بہنوں تینوں کو کان لم یکن (کالعدم) کردینا چاہیئے، ہمارے اس بیان سے واضح ہوا کہ عام کتابوں میں جو کان لم یکن (کالعدم) کے لئے یہ قید لگائی ہے کہ جو وارث مرا اسکے سب مادرا اسکے وارث ہوں یہ قید ہرگز لازم نہیں اور بعض کتابوں میں جو یہ شرط کی کہ وہ ورثہ سب ایک جنس کے ہوں یہ بھی غلط ہے اس کی بھی حاجت نہیں صرف دو باتیں درکار ہیں ایک یہ کہ وارث کا وارث وارثان مورث کے سوا اور نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ تقسیم بدلے نہیں بلکہ حقیقۃً صرف یہی شرط ہے پہلی شرط بھی ہر جگہ لازم نہیں مثلاً مثال ثالث میں ام مری اور اپنی ایک بنت اور دو وارث چھوڑے کہ وہ ورثہ مورث اول کے سوا ہیں لیکن پھر یہ بنت مری اور ابن الاخ مذکور کے سوا وارث نہ چھوڑا تو حاصل وہی ہوا کہ ثمن زوجہ کے بعد باقی سب ابن کا۔

مناسخہ یُوں ہوگا:

مسئلہ ۲۴ زید

زوجہ	ام	ابن
سعیدہ	حمیدہ	عمرو
۳	(۴)	۱۷

مسئلہ ۲ حمیدہ مصہ ۴

بنت	ابن الابن
رشیدہ	عمرو
(۱/۲)	(۱/۲)

مسئلہ رشیدہ مصہ ۲

ابن الاخ
عمرو
۱/۲

مبلغ ۲۴

الاحیاء (زندے)

سعیدہ	عمرو
۳	۲۱

مبلغ ۸

الاختصار

سعیدہ	عمرو
۱	۷

مآل وہی رہا یہاں ام کو کان لم یکن (کالعدم) یوں لکھا جائے گا:

Marfat.com

ماں کے مسلمان ہونے سے دونوں نابالغ بچے مسلمان ہوگئے، ہدایہ و درمختار وغیرہما میں ہے:

الولد یتبع خیر الابوین دینا[1] بچہ والدین میں سے بہتر دین والے کے تابع ہوتا ہے۔ (ت)

زید کی ماں یا کسی ہندو کا اُن میں کچھ حق نہیں، قرآن عظیم میں ہے:

لن یجعل اللہ للکفرین علی المؤمنین سبیلا[2] واللہ تعالٰی اعلم۔ اور اللہ تعالٰی ہرگز کافروں کو مومنین پر کوئی راہ نہیں دے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۶ از ریاست رامپور مرسلہ مولوی قاری محمد نور صاحب معرفت مولوی فضل حسن صاحب نائب ایڈیٹر دبدبۂ سکندری ۲۹ جمادی الآخر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی زوجہ مسماۃ ہندہ نے وفات کی وارثان دو پسر ایک دختر ایک مادر چھوڑی کچھ عرصہ کے بعد ہندہ سے ہندہ کے پسر خورد نے وفات کی، اس نے اپنے وارثان میں زید مذکور اور نانی اور ایک بھائی ایک بہن چھوڑی بعد گزرنے عرصہ آٹھ سال ہندہ متوفیہ سے ہندہ کی مادر اور ہندہ کے پسر متوفی کی نانی ہوتی تھی وفات پائی اُس نے اپنا وارث ایک پسر یعنی عمرو چھوڑا، بعد گزرنے دو سال ہندہ متوفیہ کے زید نے اپنا عقد نکاح ثانی بدین مہر پچیس ۲۵ ہزار روپیہ زبیدہ سے کیا اور اسی قدر مہر زوجۂ اولٰی ہندہ متوفیہ تھا عرصہ سہ ماہ کا ہوا کہ زید نے وفات کی زوجۂ ثانیہ زبیدہ اور دو پسر جو زبیدہ سے ہوئے ہیں چھوڑے آیا شرعاً ترکہ زید مکان و اثاثہ تقریباً آٹھ سو روپے کی مالیت کا ہے وارثانِ ہندہ متوفیہ و پسر ہندہ متوفی ہر ایک کو حصہ کس قدر پہنچے گا اور زید کے زوجۂ ثانی یعنی زبیدہ مع ہر دو پسران کو متروکۂ زید دین مہر میں کس قدر پہنچے گا تشریحاً و تفصیلاً ارشاد فرمائیے۔ بیّنوا توجروا فقط۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں کہ مہر متروکہ سے زائد اور دونوں مہروں کی مقدار مساوی ہے اگر زید پر کوئی اور دین نہ ہو تو کل متروکۂ زید دو سو اسّی سہم ہو کر حسبِ شرائط فرائض یوں تقسیم ہو:

---

[1] الدر المختار کتاب النکاح باب نکاح الکافر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۰

[2] القرآن الکریم ۴/۱۴۱

Marfat.com

باقی سب کان لم یکن (کالعدم) فرائض دان حضرات اس پر غور فرماکر بتائیں ورنہ فتاوائے فقیر کی طرف رجوع فرمائیں کہ اس میں اس کی توضیح کر دی ہے۔

مسئلہ ۱۴۴ ۱۰ جمادی الاولی ۱۳۳۲ھ

فرائض میں قوانین وہ رکھے گئے ہیں کہ تقسیم چھوٹے سے چھوٹے عدد ممکن سے ہو ہر جگہ اس کا لحاظ رکھا جاتا ہے کہ باوصف اس کے تصحیح اخیر مناسخہ کبھی پھر قابل اختصار ہو جاتی ہے اگر ہو جاتی ہے تو وہاں خلاصہ عمل کہ آخر مناسخہ میں لکھا جاتا ہے کس طرح تحریر کیا جائے۔ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

ہاں بعض وقت یہ ہوتا ہے کہ بطون میں تقسیم مسائل جس طرح کی گئی ان سے کمی ناممکن تھی مگر جب زیر مداحیاء ہر ایک کے سہام مقبوضہ جمع کرکے لکھے تو ان میں باہم توافق ہو گیا کہ ہر ایک کو ایک عدد کاٹ سکتا ہے اس عدد کو مابہ التوافق کہتے ہیں اور فرائض میں حتی الامکان عدد اقل ہی لیا جاتا ہے ولہذا ہر نسبت میں مقدم علیہ اعظم اور ہر تصحیح میں ذو اضعاف اقل کا لحاظ رہتا ہے تو ہر بطن میں کم از کم دو وارثوں کے سہم میں تباین ضرور ہوتا ہے جس کے سبب اختصار ناممکن مگر متباین متباین مل کر کبھی متوافق ہو جاتے ہیں ایسی صورت میں مداحیاء کے بعد ایک مد اختصار کھینچے اور اسمائے ورثہ ثبت کرکے ہر ایک کے سہم مکتوب مداحیاء اس مابہ التوافق مشترک پر تقسیم کرکے درج کرے یونہی مبلغ کو اوپر تقسیم کرکے یہ مبلغ دوم بالائے مد اختصار لکھے اور آخر کی معمولی عبارت جو لکھی جاتی ہے کہ جب شرائط فرائض ترکہ فلاں اتنے سہام پر منقسم ہو کر ہر وارث کو اس قدر سہم کہ بمد احیاء اس کے نام لکھے ہیں ملیں گے اس میں بجائے سہام مخرج بالا سہام مبلغ دوم تحریر کرے اور مداحیاء کے عوض مد اختصار کا نام لے اس کی مختصر مثال دو ہی بطن میں اختصار کی ضرورت ہو یہ ہے:

(۱) مسئلہ ۲۴ × ۴ ۹۶ زید

زوجہ	ام	بنت	اخت عینیہ
حسنی	اسماء	شیریں	نسرین
۳	۴	۱۲	۵
۱۲	۱۶	۴۸	

Marfat.com

بقیہ ۱۳۵

		ہندہ	
سلمیٰ	بکر	خالد	لیلیٰ
۳۰	۴۲	۴۲	۲۱

خالد کے ۴۲ سے ۳۵ بحق زید ساقط ہوئے اور سات سلمیٰ کو گئے جو اس کی موت پر اس کے بیٹے عمرو کو ملے اور حاصل یہ ہوا:

مسئلہ ۱۰۰

	ہندہ	
عمرو	بکر	لیلیٰ
۳۷	۴۲	۲۱

تو مسئلہ ہندہ کہ ۱۸۰ سے ہو تو ۱۰۰ سے رہ گیا ۸۰/۱۸۰ یعنی چار تسع بحق زید ساقط ہوئے تو پچیس ہزار سے تیرہ ہزار آٹھ سو اٹھاسی ۲ دو آنے ۲ ۲/۳ پائی کا مطالبہ رہا۔ قنیہ میں ہے:

قال استاذنا سئلت عمن ماتت عن زوج وبنتين واخ لاب وام ولا مال لها سوى مهر على زوجها مائة دينار ثم مات الزوج ولم يترك الا خمسين دينارا فقلت يقسم بين البنتين والاخ اتساعا بقدر سهامهم لانه ذكر في كتاب العين والدين اذا كان على بعض الورثة دين من جنس عين التركة يحسب ما عليه من الدين كانه عين ويترك حصته عليه وتترك العين لانصباء غيره من الورثة فحسبنا على الزوج من المهر خمسة وعشرين دينارا كانه عين

ہمارے استاذ نے فرمایا کہ مجھ سے اس عورت کے بارے میں سوال کیا گیا جو خاوند، دو بیٹیاں اور ایک حقیقی بھائی چھوڑ کر فوت ہوگئی جبکہ سوائے سو دینار کے جو بطور مہر اس کے خاوند پر قرض ہیں اس نے کوئی اور شئی ترکہ میں نہیں چھوڑی، پھر اس کا خاوند صرف پچاس ۵۰ دینار چھوڑ کر مر گیا۔ تو میں نے جواب میں کہا کہ دونوں بیٹیوں اور بھائی پر ان کے سہام کے مطابق نو ۹ حصے بنا کر مال کو تقسیم کیا جائے گا کیونکہ کتاب العین والدین میں مذکور ہے کہ جب کسی وارث پر ترکہ کی جنس سے قرض ہو تو وہ قرض اس کے حصہ میں شمار ہوگا گویا کہ وہ عین ہے۔ مقروض وارث کا حصہ اس قرض پر چھوڑ دیا جائے گا اور عین دیگر وارثوں کے حصول کیلئے چھوڑ دیا جائے گا۔ چنانچہ ہم نے شوہر پر مہر میں سے پچیس ۲۵ دینار شمار کرلئے گویا کہ وہ عین

Marfat.com

زید کی زوجہ مسلمان ہوگئی اور دو پسران بھی کہ جن کی عمر ۸ و ۹ سال کی ہے اُن کو بھی مسلمان کیا اور دو دختران و مادرِ زید نے اسلام نا قبول کرکے زوجۂ زید سے علیحدگی اختیار کی بعد انتقال زید کے زوجہ مال منقولہ وغیر منقولہ پر قابض و متصرف رہی اور اب بھی قابض ہے مادر زید نے زوجہ زید کے مسلمان ہوجانے کی وجہ سے عدالتِ مجاز میں دعوٰی کیا ہے کہ مال منقولہ وغیر منقولہ اور دونوں پسر میرے سپرد کیے جائیں کیونکہ زوجۂ زید مسلمان ہوچکی جب کہ زوجہ زید و دونوں پسران مسلمان ہوکر اسلام قبول کرچکے ہیں تو ایسی حالت میں کیا زوجۂ زید شوہر کی جائداد سے محروم ہوسکتی ہے اور دونوں پسران جو اسلام لاچکے ہیں وہ سپرد زید کی مادر جو ہندو ہے ہوسکتے ہیں اور ان پسران کی پرورش کا اب اہل اسلام کو حق ہے یا اہل ہنود کو؟ اور کیا مسلمان ہونے کے بعد ہندو پسران کے حقدار ہوسکتے ہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان کیجئے اجر دئے جاؤگے۔ ت)

الجواب

تقریر سوال سے صراحۃً ظاہر ہے کہ عورت بعد مرگِ زید مسلمان ہوئی ہے اس لئے وہ اور اس کی اولاد ترکہ سے محروم نہیں ہوسکتی اگرچہ اس کے بعد مسلمان ہوگئے، درمختار میں ہے:

الکافر یرث بالنسب والسبب کالمسلم[1]

کافر مسلمان کی طرح نسب اور سبب کی وجہ سے وارث ہوتا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

معلوم انہ حین موت مورثہ لم یکن مسلما فلم یوجد المانع حین استحقاق الارث وانما وجد بعدہ فکان کمن اسلم بعد موت مورثہ الکافر فلم یکن فی الحقیقۃ ارث مسلم من کافر بل ھو ارث کافر من کافر[2]

یہ معلوم ہے کہ وہ مورث کی موت کے وقت مسلمان نہیں تھا تو میراث کا مستحق ہونے کے وقت مانع نہیں پایا گیا بلکہ بعد میں پایا گیا تو گویا وہ اس شخص کی طرح ہوگیا جو کافر مورث کے مرنے کے بعد مسلمان ہوا، تو یہ درحقیقت مسلمان کا کافر کی میراث پانا نہ ہوا بلکہ کافر کا کافر کی میراث پانا ہوا۔ (ت)

---

[1] الدرالمختار کتاب الفرائض فصل فی الغرقیٰ والحرقیٰ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۶۵
[2] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۸۹

Marfat.com

من ۲۴ لکل بنت ۱۱ و للاخ ۲ ولیس ھٰکذا
بل ھو من ۹ لکل بنت ۴ وللاخ واحد
فھذا ھو الفقہ فی المسئلۃ و
باللہ التوفیق، واللہ سبحانہ وتعالٰے
اعلم۔

تو مسئلہ ۲۴ سے بنتا گیارہ گیارہ ہر بیٹی کو اور دو بھائی کو ملتے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ مسئلہ نو سے بنا کر چار چار ہر بیٹی کو اور ایک حصہ بھائی کو دینگے۔ چنانچہ مسئلہ میں یہی فقہ ہے، اور اللہ تعالٰی ہی کی طرف سے توفیق ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۷، ۱۴۸ از قصبہ بہار ضلع بھنڈ ریاست گوالیار مرسلہ قاضی یعقوب علی ۷ رجب ۱۳۳۲ھ

سوال اول: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم۔
اما بعد کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیانِ شرع متین کہ ترکہ خسر میں موجودگی دیگر ورثاء بلاواسطہ براہ مستقیم داماد کا کیا حق ہے یا نہیں ہے؟ بینوا توجروا۔
امید کہ جواب سے بغور ملاحظہ بصیغہ بیرنگ مشرف فرمائے۔ والسلام

الجواب

داماد یا خسر ہونا اصلاً کوئی حق وراثت ثابت نہیں کر سکتا خواہ دیگر ورثاء موجود ہوں یا نہ ہوں ہاں اگر اور رشتہ ہے تو اس کے ذریعہ سے وراثت ممکن ہے مثلاً داماد بھتیجا ہے خسر چچا ہے تو اس وجہ سے باہم وراثت ممکن ہے ایک شخص مرے اور دو وارث چھوڑے ایک دختر اور ایک بھتیجا کہ وہی اس کا داماد ہے تو داماد بوجہ برادرزادگی نصف مال پائے گا اور اگر اجنبی ہے تو کل مال دختر کو ملے گا داماد کا کچھ نہیں۔ واللہ تعالٰے اعلم

سوال دوم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم۔
متبنّٰی کرنا اور وارث بنانا اسلام میں جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

متبنّٰی کرنا اسلام میں کچھ اصل نہیں رکھتا نہ وہ وارث ہوسکے۔

قال اللہ تعالٰی ادعوھم لاٰبائھم ھو اقسط عند اللہ فان لم تعلموا اٰباءھم فاخوانکم

اللہ تعالٰی نے فرمایا: انھیں ان کے باپ ہی کا کہہ کر پکارو یہ اللہ تعالٰے کے نزدیک ٹھیک ہے پھر اگر تمھیں ان کے باپ معلوم

Marfat.com

		زید	۲۸۰ (دوسو اسی) مسـ
زوجۂ ثانیہ	برادر ہندہ زوجۂ اولیٰ	پسر زندہ ہندہ	دختر ہندہ
زبیدہ	عمرو	بکر	لیلیٰ
۱۸۰	۳۷	۴۲	۲۱

اور اگر زید پر اور دین بھی ہو تو دین مہر زبیدہ پچیس ہزار ۲۵۰۰۰، اور دین مہر ہندہ تیرہ ہزار آٹھ سو اٹھاسی (۱۳۸۸۸) روپیہ چودہ آنے ۲ ۲/۳ پائی، اور دین دیگر جو کچھ ہو ان سب پر متروکۂ زید کو حصہ رسد تقسیم کریں پھر جو حصۂ مہر ہندہ ہو وارثانِ ہندہ پر اُسی طرح ننّو حصّے ہو کر بٹے ۲۷، برادر اور ۴۲ پسر ۲۱ دختر کو۔ اور بہر حال پسران زبیدہ کہ وارثانِ ہندہ نہیں اور زبیدہ خود زندہ ہے کچھ نہ پائیں گے۔ یہ مسئلہ وہاں اکثر علمائے زماں کی سمجھ میں سہل آنے کا نہیں اگرچہ ہمارے یہاں سے طریقۂ مسلوکہ واضح ہے۔ ذرا غور کو کام فرمائیں جلدی نہ کریں۔ حدیث میں ہے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، من استعجل اخطاء[1] جو جلدی کرتا ہے خطا میں پڑتا ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ اور اب بھی سمجھ میں نہ آئے تو فتاوائے فقیر میں اس کا ایضاح ہے اُس کی طرف رجوع لائیں وباللہ التوفیق۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ توضیح اس کی یہ ہے کہ جب ہندہ نے انتقال کیا اس کے وارث شوہر زید اور ماں سلمیٰ اور دو پسر بکر و خالد اور ایک دختر لیلیٰ ہوئے، ربع کہ حقِ زید تھا او پر سے ساقط ہو گیا تو بقیہ کی تقسیم یوں رہی:

		ہندہ	بقیہ ۴۵
ام	ابن	ابن	بنت
لیلیٰ	بکر	خالد	لیلیٰ
۱۰	۱۴	۱۴	۷

پھر خالد کا انتقال ہوا اس کا سدس ام الام نے پایا اور باقی زید نے تو سہم خالد کے پانچ سدس زید پر سے اور ساقط ہو گئے، ۱۴ کو ۶ سے توافق بثلث تھا لہذا بقیہ کا مسئلہ یوں ہوا:

---

[1] فوادر الاصول الاصل التاسع والثمانون والمائتان فی تمثیل الحرص الخ دار صادر بیروت ص ۲۲۳

الجامع الصغیر حدیث ۸۴۱۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۵۱۲

Marfat.com

علی مظفر خاں پسر مولوی یعقوب علی خاں کا ہوگیا، مولوی یعقوب علی خاں پسر محمد وزیر خاں اپنے پھوپھا نواب غلام احمد خاں کو بطور اپنے باپ کے مانتے تھے اور اپنے نام کو مولوی یعقوب علی خاں خلف نواب غلام احمد خاں جیسا کہ ان کی پھوپھی نے کہلایا تھا تحریر کرتے تھے مولوی یعقوب علی خاں کی وفات کے بعد ان کی دو بیویاں مسماۃ الطاف بیگم اور مسماۃ نادر النساء اور ایک لڑکا علی مظفر خاں باقی تھے۔ علی مظفر خاں اپنی اور اپنے باپ مولوی یعقوب علی خاں کی تمام جائداد کے مالک و قابض ہو گئے۔ مولوی یعقوب علی خاں کی ایک بیوی مسماۃ الطاف بیگم کا انتقال ہوگیا دوسری بیوی مسماۃ نادر النساء موجود ہے۔ علی مظفر خاں پسر مولوی یعقوب علی خاں کے کوئی اولاد نہیں ہوئی، علی مظفر خاں نے اپنی زندگی میں اپنی بیوی مسماۃ حسینی بیگم کا دین مہر ادا کر دیا۔ اب علی مظفر خاں کا انتقال ہوگیا مسماۃ حسینی بیگم بیوہ علی مظفر خاں کی موجود ہے۔ مسماۃ حسینی بیگم بیوہ علی مظفر خاں نے بحق زوجیت اور نواب عبدالقادر خاں نے بدعوٰی اس کے کہ نواب غلام احمد خاں میرے دادا کے بھائی تھے جائداد متروکہ علی مظفر خاں کو نصف نصف کرکے آپس میں تقسیم کرلیا اور اپنے اپنے حصوں پر قابض ہو گئے۔

سوال اول: اس صورت میں مولوی یعقوب علی خاں پسر وزیر خاں منصور ہوں گے یا نواب غلام احمد خاں کے اور (الف) لفظ خلف سے کیا مراد ہے؟

الجواب

اگر یہ بیان صحیح ہے تو مولوی یعقوب علی خاں صاحب وزیر خاں کے پسر ہیں نواب غلام احمد خاں سے کوئی تعلق نہیں، متبنّٰی بنانے کا مسئلہ ہنود کے یہاں ہے شریعتِ مطہرہ نے اسے باطل فرما دیا ہے۔

قال اللہ تعالٰی ادعوھم لاٰبائھم ھو اقسط عند اللہ فان لم تعلموا اٰباءھم فاخوانکم فی الدین وموالیکم[1]۔ وقال اللہ تعالٰی ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن

اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ انھیں ان کے باپ ہی کا کہہ کر پکارو یہ اللہ تعالٰی کے نزدیک زیادہ ٹھیک ہے پھر اگر تمھیں ان کے باپ معلوم نہ ہوں تو دین میں تمھارے بھائی ہیں اور بشریت میں تمھارے چچازاد۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) تمھارے مردوں

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۵

Marfat.com

وبقي الخمسون دينارا في نصيب البنتين والاخ فتكون بينهم على سهامهم من اصل المسئلة وقد افتى به كثير من مفتي زماننا انه يقسم الخمسون بينهم اثلاثا و انه غلط فاحش[1] اھ **اقول** معنی حسبان ماعليه عينا وترك حصته عليه ان يجعل كانه وجد هذا بسهمه فيخرج من البين على رسم التخارج فتصحح المسئلة معه ثم يسقط سهمه ويقسم الباقي على الباقي بقدر سهامهم من اصل التصحيح لا ان يجعل كان لم يكن وتصحح المسئلة بدونه كما فعل اولئك وكما غلط مثله بعض الكبراء في مسئلة التخارج كما ذكره في الدرالمختار وبه ظهران ماسقط منه لايورث عنه لان الساقط غير مملوك و لا متروك فلا موروث الاترى ان لوورث الربع من الزوج لكانت المسئلة

ہیں اور بیٹیوں اور بھائی کے حصے کیلئے پچاس دینار باقی بچے تو وہ اصل مسئلہ میں سے ان کے حصوں کے مطابق ان کے درمیان تقسیم کئے جائیں گے۔ ہمارے زمانے کے بہت سے مفتیوں نے فتویٰ دیا ہے کہ پچاس دینار ان میں تین حصے بنا کر تقسیم کئے جائیں گے حالانکہ یہ فاحش غلطی ہے اھ،

اقول (میں کہتا ہوں کہ) وارث پر جو قرض ہے اس کو عین شمار کرنے اور مقروض وارث کے حصہ کو اس پر چھوڑنے کا معنی یہ ہے کہ اس وارث کے بارے میں یہ فرض کیا جائے گا گویا کہ وہ اپنا حصہ لے کر تخارج کے طریقہ پر درمیان سے نکل گیا۔ لہذا مسئلہ کی تصحیح اس وارث سمیت کی جائیگی پھر اس کے حصہ کو تصحیح میں سے ساقط کیا جائیگا اور باقی کو باقی وارثوں پر تقسیم کیا جائیگا ان حصوں کے مطابق جو انکو اصل تصحیح میں ملے ہیں یوں نہیں کہ اس وارث کو کالعدم قرار دے کر اس کے بغیر مسئلہ کی تصحیح کی جائے جیسا کہ ان مفتیوں نے کیا اور جیسا کہ بعض اکابر نے مسئلہ تخارج میں ایسی ہی غلطی کی ہے جیسا کہ درمختار میں مذکور ہے۔ اسی سے ظاہر ہو گیا کہ جو کچھ ساقط ہوجائے اس کا کوئی وارث نہیں ہوتا کیونکہ ساقط نہ تو مملوک ہے اور نہ ہی متروک (ترکۂ میت) ہے لہذا اس کو میراث نہیں بنایا جائے گا۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ اگر (صورت مذکورہ میں) خاوند کو چوتھے حصے کا وارث بنایا جاتا

---

[1] القنية المنية لتتميم الغنية كتاب الفرائض مطبوعہ کلکتہ بھارت ص ۳۹۴

Marfat.com

الحقوا الفرائض باھلھا فما بقی فھو لاولٰی رجل ذکر[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

فرائض اہلِ فرائض کو دو، جو باقی بچے وہ قریبی مرد کے لئے ہے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

سوال چہارم: اگر علی مظفر خاں پسر مولوی یعقوب علی خاں کے وارث شرعی خاندان وزیر خاں ساکن بدایوں سے متصور ہوں تو جائداد متروکہ علی مظفر خاں حسب تفصیل مندرجہ شجرہ آپس میں کس طرح تقسیم ہوگی؟ امید کہ جواب باصواب بآیات قرآن و احادیث مرفوعہ موافق مذہب حنفیہ مع عبارات و حوالہ کتاب صحیح طور پر صاف صاف لفظوں میں بمصداق آیہ کریمہ:

ولا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون[2]

اور حق سے باطل کو نہ ملاؤ اور دیدہ دانستہ حق کو نہ چھپاؤ۔ (ت)

مرحمت فرمایا جائے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

سائل نے نہ لکھا کہ علی مظفر خاں کے بعد ان کے پانچوں چچوں میں کوئی زندہ تھا یا نہیں علی مظفر خاں کے ترکہ سے حسبِ شرائط فرائض چہارم حسینی بیگم کا ہے باقی حسین علی خاں کا ہے اگر وہ زندہ رہا ہو تو سوتیلے چاروں چچوں میں ایک یا زائد جتنے علی مظفر خاں کے بعد زندہ رہے ہوں وہ باقی ان سب کا بحصہ مساوی ہے اور اگر کوئی زندہ نہ تھا تو باقی اُن دسوں چچا زاد بھائیوں کا ہے ولایتی بیگم و اولاد افراد بیگم کا بہرحال کچھ نہیں۔ اسی طرح باقی آٹھوں دختران اعمام علاتی کچھ نہ پائیں گی۔ یہ سب جواب اُس تقدیر پر ہے کہ سائل نے پوری صحیح بات لکھی ہو حق نہ چھپایا ہو، نہ سچ میں جھوٹ ملایا ہو، ورنہ وبال اُس پر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(شجرہ اگلے صفحہ پر)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الفرائض باب میراث الولد من ابیہ و امہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۹۷
صحیح مسلم ۲/ ۳۴ و جامع الترمذی کتاب الفرائض ۲/ ۳۱
مسند احمد بن حنبل ۱/ ۳۲۵

[2] القرآن الکریم ۲/ ۴۲

Marfat.com

فی الدین ومو الیکم[1]   نہ ہوں تو دین میں تمھارے بھائی ہیں اور بشریت میں تمھارے چچازاد۔ (ت)

وارث بنانے کی دو صورتیں ہیں ایک **حقیقۃً** وہ یہ کہ مثلاً کوئی نومسلم عاقل بالغ جس کا کوئی وارث نسبی نہیں اپنے مسلمان کرنے والے خواہ کسی دوسرے شخص سے کہے کہ تو میرا مولیٰ ہے میں مرجاؤں تو تو میرا وارث ہو اور میں جرم کروں تو تو میری طرف سے جرمانہ دے اور وہ قبول کرلے تو یہ قبول کرنے والا اس کا شرعاً وارث ہوجاتا ہے کہ اس کا کوئی رشتہ دار نہ ہو تو یہ اُس کا ترکہ پاتا ہے۔

دوم حکماً وہ یہ کہ زید کسی کی نسبت اپنے ایسے رشتہ کا اقرار کرے جس سے وہ اس مقر کے کسی عزیز کی اولاد قرار پاتا ہو خود اپنی اولاد نہ بتائے مثلاً کہے میرا بھائی ہے یا بھتیجا ہے یا چچا ہے یا چچا کا بیٹا ہے اور جس سے اُس کا نسب قرار دیا ہے اُس سے نسب ثابت ہوجائے مثلاً بھائی کہا اور باپ نے تسلیم کیا کہ واقعی یہ میرا بیٹا ہے، تو وہ حقیقی بھائی ہوگیا اور یہ مقر اپنے اُس اقرار سے کبھی پھرے نہیں تو اس صورت میں یہ شخص اس مقر کا ترکہ پائے گا جبکہ اُس کا نہ کوئی رشتہ دار ہو نہ پہلی صورت کا حقیقی وارث بنایا ہوا۔ بس یہ دو صورتیں وارث بنانے کی ہیں اور کوئی نہیں۔ والمسائل مصرح بھا فی الکتاب (اور ان مسائل کی کتاب میں تصریح کر دی گئی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۹ تا ۱۵۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ مسماۃ عائشہ بیگم بنت نامدار خاں (زوجہ غلام احمد خاں ساکن بریلی محلہ قلعہ) نے بسبب لاولد ہونے کے اپنے حقیقی بھائی وزیر خاں ولد نامدار خاں ساکن بدایوں کے بیٹے مولوی یعقوب علی خاں کو بحالتِ شیرخواری بطور اپنے بیٹے کے پرورش کرکے تعلیم وتربیت میں کماحقہ کوشش کی اور شادی بیاہ وغیرہ کے تمام رسومات مثل اولاد خود انجام دیئے۔ مولوی یعقوب علی خاں کے زوجۂ اولیٰ سے علی مظفر خاں پیدا ہوئے، علی مظفر خاں کی ماں کا انتقال ہوگیا جبکہ مولوی یعقوب علی خاں نے دوسری شادی کا قصد کیا تو اُن کی پھوپھی مسماۃ عائشہ بیگم نے بنظر دُوراندیشی اپنی نصف جائداد بنام مولوی یعقوب علی خاں (بلفظ مولوی یعقوب علی خاں خلف غلام احمد خاں) اور نصف جائداد بنام علی مظفر خاں پسر مولوی یعقوب علی خاں منتقل کردی بموجب اس کے سرکاری کاغذات میں عملدرآمد ہو کہ اس جائداد پر قبضہ مالکانہ مولوی یعقوب علی خاں اور

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/۵

Marfat.com

جناب مولوی یعقوب علی خاں صاحب کی تین بیویاں تھیں، پہلی بیوی سے علی مظفر خاں تھے، علی مظفر خاں کی ماں کا انتقال ہوگیا' اس لئے مولوی صاحب موصوف نے دوسری شادی بمقام چھاؤنی اشرف خاں بانکے میں مسماۃ الطاف بیگم بنت زورباز خاں کے ساتھ کی' ان سے اولاد نہیں ہوئی اس لئے تیسری شادی مولوی یعقوب علی خاں نے شہر بریلی میں مسماۃ نادر النساء کے ساتھ کی ان سے اولاد ہوئی مگر زندہ نہیں رہی۔ مولوی یعقوب علی خاں کی وفات کے بعد مسماۃ الطاف بیگم کا انتقال ہوگیا۔ تیسری بیوی مسماۃ نادر النساء ہنوز موجود ہے۔

مسئلہ ۱۵۳ ۱۸ شعبان ۱۳۳۲ھ

ہندہ نے انتقال کیا اور ایک زوج (جو کہ متوفیہ کا ابن الخال بھی ہے)، ایک بنت العمہ اور ایک بنت الخال کو چھوڑا، اس صورتِ مسئولہ میں ترکہ متوفیہ کا از روئے فقہ احناف کس طرح تقسیم ہوگا؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

صورتِ مذکورہ میں ترکہ ہندہ حسب شرائط فرائض اٹھارہ سہام ہوکر گیارہ سہم زوجہ کو تسعۃ للزوجیۃ واثنان للرحم (نو بیوی ہونے کی وجہ سے اور دو ذوی الارحام میں سے ہونے کی وجہ سے۔ ت) اور ایک بنت الخال اور چھ بنت العمہ کو ملیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۴ از انولہ کھیرا نوخاں مرسلہ حاجی اللہ بخش صاحب ۸ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ہندہ نے انتقال کیا اور اس قدر وارث چھوڑے: شوہر، ماں، دو بہنیں، ایک لڑکا، ایک لڑکی۔ اور جو مال کہ ہندہ کے پاس تھا اس میں بعض مال تو ایسا تھا کہ اس کو جہیز میں ملا تھا اور بعض مال اس کو بوقتِ شادی شوہر کی جانب سے بطور چڑھاوے کے ملا تھا اور بعض مال بعد شادی کے شوہر نے اس کو پہنا دیا تھا اور بعض مال انتظام خانگی سے پس انداز کرکے اس نے جمع کیا تھا اب ان اموال مذکورہ سے کون سا مال ہندہ کی ملکیت میں شرعاً متحقق ہے اور کون سا ہندہ کی ملکیت سے خارج ہے اور درصورت ہندہ کے مالکہ نہ ہونے کے اس مال کا کون مالک ہے اور ہندہ کی قوم میں رواج ایسا بھی ہے کہ بعد انتقال کے لڑکی والے جہیز اپنا دیا ہوا جو کہ اس وقت موجود ہوتا ہے واپس کرلیتے ہیں اور لڑکے والے اپنا چڑھاوا موجود لے لیتے ہیں بعد معافی دین مہر کے، اور دینِ مہر شوہر پر اگر باقی ہے وہ کس کو ملنا چاہئے، اور جس مال کی ہندہ شرعاً مالکہ ہے اس کی تقسیم وارثوں مذکورہ بالا پر کتنے سہام کے منقسم ہونا چاہئے اور نابالغوں کا

Marfat.com

رسول اللہ وخاتم النبیین[1]۔ وقال تعالٰی لکیلا یکون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیائھم[2]۔

میں سے کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ تعالٰی کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ مسلمانوں پر کچھ حرج نہ رہے ان کے لےپالکوں کی بیویوں میں۔ (ت)

خلف بمعنے جانشین ہے، اور بیٹے کو بھی کہتے ہیں جب کہ اپنے باپ کے بعد رہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

سوال دوم: اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو اپنا باپ کہے تو وہی شخص اس کا اصلی باپ سمجھا جائے گا یا نہیں؟

الجواب

ہرگز نہیں مگر اس صورت میں کہ یہ شخص مجہول النسب ہو اور بلحاظ عمر اس کا بیٹا ہو سکتا ہو اور اسے اپنا باپ بتائے اور وہ قبول کرے کہ واقعی یہ میرے نطفہ سے ہے تو وہ اس کا اصلی باپ سمجھا جائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

سوال سوم: متروکہ علی مظفر خاں کے وارث شرعی خاندان وزیر خاں ساکن بدایوں کے سمجھے جائیں گے یا خاندان نواب غلام احمد خاں ساکن بریلی کے؟

الجواب

جب کہ علی مظفر خاں لاولد تھے اور کوئی بھائی بھتیجا بھی نہ تھا تو ان کے وارث وزیر خاں کے بیٹے پوتے ہوں گے نہ کہ خاندان نواب غلام احمد خاں۔

قال اللہ تعالٰی واولوا الارحام بعضھم اولٰی ببعض فی کتاب اللہ[3]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور رشتے والے ایک سے دوسرے زیادہ نزدیک ہیں اللہ کی کتاب میں۔ (ت)

حدیث میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰

[2] " " ۳۳/ ۳۷

[3] " " ۸/ ۷۵

Marfat.com

درمختار میں ہے:

جاز العمرٰی للمعمر لہ و لورثتہ بعدہ لبطلان الشرط[1]

عمرٰی (تاحیات ہبہ) جائز ہے اس کے لئے جس کے لئے ہبہ کیا گیا اور اس کے بعد اس کے وارثوں کے لئے، کیونکہ اس میں شرط باطل ہے۔ (ت)

ہاں اگر قومِ ہندہ میں یہ رواج ہے کہ جہیز عاریۃً دیا جاتا ہے عورت کو اس کا مالک نہیں سمجھا جاتا تو بیشک وہ مِلکِ ہندہ نہ ہوگا اور جس نے دیا تھا اُس کو واپس ملے گا،

فان العاریۃ مؤداۃ وعلی الید مااخذت حتی تردھا۔[2]

عاریت پر لی ہوئی چیز واپس کی جائیگی اور ہاتھ کے ذمے ہے جو اس نے لیا یہاں تک کہ اسکو لوٹا دے۔ (ت)

یُوں ہی چڑھاوے میں اگر اُس قوم کا عرف دُلھن کو مالک کردینا ہے اگرچہ تاحینِ حیات، تو چڑھاوا بھی ہندہ کی مِلک ہے ورنہ جس نے چڑھایا تھا اس کا ہے فان العادۃ محکمۃ (کیونکہ عادت مستحکم ہے۔ ت) بعد شادی جو زیور شوہر نے پہنایا وہ شوہر کی مِلک ہے مگر یہ کہ صراحۃً یا عرفاً ہندہ کو مالک کردینا مفہوم ہوا ہو۔

فی احکام الصغار والھندیۃ عن الملتقط وفی ردالمحتار عن العلامۃ بیری عن خزانۃ الفتاوٰی اذا دفع لابنہ مالا فتصرف فیہ الابن یکون للاب الا اذا دلت دلالۃ التملیک[3]

احکام الصغار اور ہندیہ میں ملتقط سے اور ردالمحتار میں علامہ بیری سے بحوالہ خزانۃ الفتاوٰی منقول ہے جب کسی نے اپنے بیٹے کو کچھ مال دیا اور بیٹے نے اس میں تصرف کردیا تو وہ باپ کا ہی ہوگا سوائے اس کے کہ وہاں کوئی تملیک پر دلالت کرنیوالی دلیل پائی جائے۔ (ت)

---

[1] الدرالمختار کتاب الھبۃ فصل فی مسائل متفرقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۶۵

[2] جامع الترمذی ابواب البیوع باب ماجاء ان العاریۃ مؤداۃ امین کمپنی دہلی ۱/۱۵۲

[3] احکام الصغار مسائل الھبۃ دارالکتب العلمیۃ بیروت ص ۱۷۴
الفتاوی الہندیۃ کتاب الہبۃ الباب السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۳۹۲
ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۵۰۸

Marfat.com

شجرہ خاندان وزیر خاں ساکن بدایوں

نامدار خاں افغان قوم مہمند سکنہ قدیم بڑا بیر علاقہ پشاور

- مسماۃ عائشہ بیگم زوجہ نواب غلام احمد خاں لاولد
- الف خاں لاولد
- وزیر خاں ساکن بدایوں محلہ ناگران

مسماۃ عائشہ بیگم بنت نامدار خاں زوجہ نواب غلام احمد خاں ساکن بریلی محلہ قلعہ نے اپنے حقیقی بھائی وزیر خاں ولد نامدار خاں کے بیٹے مولوی یعقوب علی خاں کو بحالت شیر خواری بوجہ لاولد ہونے کے بطور اپنے بیٹے کے پرورش کیا اور مسماۃ عائشہ بیگم نے اپنی جائداد بنام مولوی یعقوب علی خاں (بلفظ خلف غلام احمد خاں) منتقل کر دی اور سرکاری کاغذات میں عملدرآمد کرا دیا اس لئے مولوی یعقوب علیخاں پسر وزیر خاں اپنے پھوپھا نواب غلام احمد خاں کو بطور اپنے باپ کے مانتے تھے اور اپنے نام کو مولوی یعقوب علی خاں خلف نواب غلام احمد خاں کے لفظ سے تحریر کرتے تھے۔

مسماۃ عمدہ بیگم زوجہ اولیٰ — مسماۃ مصری بیگم زوجہ ثانیہ

- مولوی یعقوب علیخاں پسر
  - علی مظفر خاں پسر — زوجہ مسماۃ الطاف بیگم، زوجہ مسماۃ نادر النسا بیوہ
  - مسماۃ حسینی بیگم زوجہ لاولد
- مسماۃ افراد بیگم دختر
  - محمد حسین خاں پسر
  - محمد اکبر خاں پسر
- حسین علیخاں پسر
  - مسماۃ ولایتی بیگم دختر
- احمد علیخاں پسر — ولایت علیخاں، یوسف علیخاں، مہدی علیخاں پسر ۳، اعجاز بیگم، امداد بیگم دختر ۲
- سعادت علیخاں پسر — جعفر علیخاں، وارث علیخاں پسر ۲، بندی بیگم، سکینہ بیگم، مختار بیگم، فیاض بیگم دختر ۴
- عباس علیخاں پسر — قاسم علیخاں، سردار علیخاں، محبوب علیخاں پسر ۳، فاطمہ بیگم دختر ۱
- اصغر علیخاں پسر — باقر علی خاں، اکبر علی خاں پسر ۲، مسماۃ صفدری بیگم دختر ۱

Marfat.com

دین اگر ذمۂ ہندہ تھا تہائی مال تک وجوباً جاری کی جائے گی اور اگر وصیت نہ کی تو وہ کسی وارث پر واجب نہیں جو اپنی طرف سے کرے گا ثواب پائیگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۵ مسئولہ محمد حسین از جودھ پور ملک مارواڑ امام مسجد محلہ نائیکان متصل جونی بال زیر قلعہ بروز چہارشنبہ بتاریخ ۴ ذوالقعدہ ۱۳۳۲ھ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ازراہ عنایت مندرجہ ذیل کے استفتاء کا جواب مدلل تحریر فرما کر مشکور کریں، چونکہ اس مسئلہ کی اشد ضرورت ہے لہذا بہت ممنون فرمائیں۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر ہندہ کو اپنی زندگی میں کل جائداد منقولہ اور غیر منقولہ ہبہ کرکے اس کا قبضہ کردیا جواب تک قابض ہے کیونکہ سوائے ہندہ کے اور کوئی اولاد زید کے نہیں ہے، زید کا انتقال ہوئے قریباً آٹھ دس برس کا عرصہ گزر چکا ہے، اب زید کے ایک چچا اور چچیرے بھائیوں نے اس کی اور دختر ہندہ پر مکان سکنی کے بابت عدالت میں دعوٰی کیا ہے اور محض اپنے فائدے کے واسطے خلاف واقعہ اپنے بیان میں یہ لکھایا ہے کہ یہ خاندان ہندو دھرم شاستری ہے اسی حق بازگشت کا پابند ہے، جو مسلمان اپنے فائدہ کی غرض سے شرع شریف کے احکامات سے انحراف کرکے ہندو شاستر کا پابند بنے تو اس کے واسطے شرع شریف میں کیا حکم ہے؟ مع حوالہ کتب کے جواب دیں۔

الجواب

اپنے دنیوی فائدے مال حرام خلافِ شرع ملنے کے لئے اپنے آپ کو برخلاف احکام قرآن مجید ہندو دھرم شاستر کا پابند بنانا معاذ اللہ اپنے کفر کا اقرار کرنا ہے اور اپنے سارے خاندان کی طرف اسے نسبت کرنا سارے خاندان کو کافر بنانا ہے، ایسے لوگوں کو تجدیدِ اسلام کا حکم ہے، پھر اپنی عورتوں سے نکاح کریں۔

قال اللہ تعالٰی ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الکٰفرون[1]۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے وہی لوگ کافر ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵/۴۴

Marfat.com

ورثہ باپ کے پاس رہنا چاہیئے یا نانی کے پاس اولٰی مستحق کون ہے اور بچّوں کی پرورش و خدمت کا حق کس کے ذمّہ ہے اور میّت کی قضا نمازوں اور روزوں کا کفارہ کس کے ذمّہ ہونا چاہیئے ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جہیز میں عام عرف یہ ہے کہ عورت اُس کی مالک ہوتی ہے۔ ردّالمحتار باب النفقہ میں ہے:

کل احد یعلم ان الجہاز ملك المرأۃ وانہ اذا طلقها تاخذہ کلہ واذا ماتت یورث عنها۔[1]	ہر کوئی جانتا ہے کہ جہیز عورت کی ملک ہوتا ہے، جب خاوند اس کو طلاق دے دے تو سارا جہیز لے لیتی ہے اور جب وہ مرجائے تو بطور میراث (عورت کے وارثوں میں) تقسیم کیا جاتا ہے۔ (ت)

ہندہ کی قوم میں بھی اگر یہی عرف ہے اور بعد موت جہیز موجود کا واپس لینا اس گمان پر ہے کہ لڑکی کو تاحینِ حیات اُس کا مالک کرتے ہیں بعد موت جو باقی رہا اپنی ملک سمجھ کر واپس لیتے ہیں تو یہ سخت غلطی ہے جو چیز تاحینِ حیات کسی کی ملک کرکے اُس کے قبضہ میں دے دی گئی وہ اس کا مالکِ مستقل ہو جاتا ہے بعد موت اُس کا واپس لینا ناممکن وحرام ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

العمری میراث لاھلها۔ رواہ مسلم[2] عن جابر۔	عمرٰی (تاحیات ہبہ) اس کی میراث ہے جس کو وہ دیا گیا ہے۔ اس کو امام مسلم نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے۔ (ت)

دوسری روایت میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

العمری لمن وهبت لہ۔ رواہ عن جابر و ابوداؤد[3] والنسائی۔	عمرٰی (تاحیات ہبہ) اس کے لئے ہے جس کو ہبہ کیا گیا۔ اس کو امام مسلم نے جابر رضی اللہ عنہ سے نیز ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح باب المهر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۶۸

[2] صحیح مسلم کتاب الهبات باب العمرٰی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۸

[3] 〃 〃 〃 〃
سُنن ابی داؤد کتاب البیوع باب فی العمرٰی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۴۴

Marfat.com

مسئلہ ۱۵۷ تا ۱۵۸ مسئولہ حاجی لعل خان صاحب یکم صفر ۱۳۳۴ھ بروز پنجشنبہ

تنقیح سوالات حسب بیان مسماۃ جلیسن بی بی و صحیبن بی بی دختران شیخ امیر بخش صاحب مرحوم

سوال ۱: جناب والد صاحب مرحوم نے (یعنی شیخ امیر حسن صاحب مرحوم نے) جو مال و متاع منقولہ یا غیر منقولہ چھوڑ کر قضا کر گئے ان میں حصہ نثار حسین کا ہوتا ہے یا نہیں؟ کیا ہمارے بھائیوں کو شرعاً جائز ہے کہ ہم بہنوں کا حصہ شرعی ہضم کرکے نثار حسین کو مساوی یا اپنے سے کم و بیش حصہ دے دیں کاش وہ لوگ غلطی سے اگر ایسی کارروائی کر گزرے ہوں تو کیا یہ غلط تقسیم خلافِ شرع اور قابلِ استرداد نہیں ہے؟ اور کیا اس غلط کارروائی سے شرعاً ہم لوگوں کا شرعی حصہ سوخت ہوسکتا ہے؟

الجواب

باپ کے مال میں بیٹوں کا حق بنصِ قطعی قرآن ہے جسے کوئی رَد نہیں کرسکتا، بیٹوں نے اگر بیٹیوں کو حصّہ نہ دیا کُل آپ لے لیا یا بعض کسی غیر وارث کو دے دیا تو یہ ضرور ظلم ہے اور وہ تقسیم واجب الرد۔ نثار حسین اس مسئلہ میں محجوب الارث ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

سوال ۲: شیخ امیر بخش مرحوم نے جس وقت اپنے فرزند اصغر حسین کو جُدا کیا تجارتی مال میں پانچواں حصہ دیا، اس عملی کارروائی سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شیخ صاحب مرحوم کو اپنے فرزند زادہ یعنی نثار حسین کو باوجود محجوب ہونے کے حصہ دینا منظور تھا ورنہ اصغر حسین کو پانچواں حصہ نہ دیتے بلکہ چوتھائی حصہ دیتے کیونکہ لڑکے چار ہی موجود تھے و نیز بعد وفات امیر بخش صاحب کے جب نثار حسین کے چچا لوگوں نے ترکہ تقسیم کیا تو نثار حسین کا بھی ایک حصہ اپنے برابر دے دیا' اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ شیخ امیر بخش مرحوم کے ارادہ کو اُن کے لڑکوں نے باوجود خود مختار ہونے کے قبول اور منظور کرلیا۔ پس اس صورت میں جو حصہ نثار حسین کے قبضہ میں آگیا وہ اس کے شرعاً مالک ہوگئے یا نہیں؟

الجواب

وراثت میں نہ نیت وارادہ مورث کو دخل ہے نہ بعض ورثہ کے عمل کو، ان اللہ اعطی کل ذی حق حقہ[1] (بیشک اللہ تعالٰی نے ہر حقدار کو اس کا حق عطا فرمادیا ہے۔ ت) بہنوں کے

---

[1] کنز العمال حدیث ۴۶۰۵۶ و ۴۶۰۵۷ المؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۶۱۴

Marfat.com

جو مال ہندہ نے خرچ خانگی سے پس انداز کر کے جمع کیا اس کی دو[2] صورتیں ہیں اگر شوہر انتظامات خانگی کے لئے اُسے روپیہ دیتا ہے جس سے سارے گھر کا خورد ونوش ہوتا ہے جس میں خود شوہر بھی داخل، اس میں نوکروں کی تنخواہیں وغیرہ بھی شامل۔ جیسا کہ غالب رواج یہی ہے جب تو اس مال کا مالک شوہر ہے اور عورتیں جو اس میں سے خفیہ بچا کر جمع کرلیتی ہیں یہ جائز نہیں، اور اگر شوہر نے نفقۂ زن میں کوئی مقدار مثلاً دس[10] بیس[20] یا سو[100] دو سو[200] روپے ماہوار مقرر کر دی ہے کہ وہ خاص عورت کو دی جاتی ہے اس میں سے عورت نے پس انداز کیا تو وہ عورت کی ملک ہے۔ درمختار میں ہے:

وقالوا ما بقی من النفقۃ لہا فیقضی باخری[1]

مشائخ نے کہا جو نفقہ سے بچ جائے وہ عورت کی ملکیت ہے اور قاضی مزید نفقہ اس کو دلائے گا۔ (ت)

طحاوی میں ہے:

ویتفرع علیہ ما لو قرر لہا کل یوم مثلا قدرا معینا من الفضۃ فامرتہ بانفاق البعض واردت ان تمسک الباقی فمقتضی التملیک ان لہا ذٰلک وقد مناہ[2]

اسی پر متفرع ہے کہ اگر عورت کے لئے یومیہ چاندی کی ایک خاص مقدار معین کی گئی عورت نے اس میں سے بعض کو خرچ کرنے کا کہا اور ارادہ کیا کہ باقی کو روک رکھے تو تملیک کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ایسا کرسکتی ہے اور ہم اس کو پہلے ذکر کرچکے ہیں۔ (ت)

پس ان سب باتوں سے حسبِ تفصیل بالا جو مال ملکِ ہندہ سمجھا جائے مع مہر ہندہ حسب شرائط فرائض سب کے چھتیس[36] سہام ہو کر نو[9] سہم شوہر اور چھ[6] سہم مادر اور چودہ[14] پسر اور سات دختر کو ملیں گے بہنوں کا کچھ نہیں، نابالغوں کا حصہ اُن کے باپ کے قبضہ میں رہے گا، نانی سے کچھ تعلق نہیں، لڑکا سات برس اور لڑکی نو برس کی عمر تک نانی کے پاس رہیں گے پھر باپ لے لے گا۔ نماز روزوں کے کفارہ کی اگر ہندہ نے وصیت کی ہے تو وہ قبل تقسیم ترکہ بعد ادائے

---

[1] الدرالمختار کتاب الطلاق باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۹

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الطلاق المکتبۃ العربیہ کوئٹہ ۲/۲۶۰

Marfat.com

پیدا ہوا ضرور وارث ہے، اور عورت اگر قتل بھی کرتی مہر نہ ساقط ہوتا لانہ دین واجب لایسقط بالقتل (کیونکہ وہ دین واجب ہے جو قتل کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتا۔ت) ہاں اگر خود قتل کرتی تو میراث نہ پاتی۔ رہا اس کے ثبوت گویا عورت کا اقرار ہونا یا دوسرے ثقہ عادل کی شہادت معائنہ بغیر اس کے ثبوت قتل نہ ہوتا یہاں تو اسے سزا بھی قتل کرنے کے جرم میں نہ ہوتی بلکہ قتل کرانے کے اگر واقع میں اس نے قتل کرایا بھی ہو تو قتل کرنا میراث سے محروم کرتا ہے۔ عالمگیریہ میں ہے:
التسبب الی القتل لایحرم المیراث[1] قتل کا سبب بننا میراث سے محروم نہیں کرتا۔(ت)

بہرحال بچہ بھی وارث ہے اور عورت بھی مہر پائے گی اور بعد مہر و دیگر دیون ترکہ سے آٹھواں حصہ میراث بھی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۳: مسئولہ عبداللہ از بریلی محلہ گلاب نگر ۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ بروز سہ شنبہ

کیا حکم فرماتے ہیں حضرات علمائے دین اسلام ادام اللہ برکاتہم مسئلہ ذیل میں کہ مسماۃ زبیدہ مطلقہ نے اپنا عقد ثانی بئیت مسمّی عبداللہ کے بمہر شرعی جس کی تعداد چارسو درہم چاندی وقت عقد وکیل نے قائم کردی تھی کیا۔ مسمّی عبداللہ مبلغ پانچسو روپیہ کا پہلے سے قرضدار تھا جب مسماۃ زبیدہ کو حال مقروضی شوہر معلوم ہوا تو اپنا مہر بخشنے پر از خود آمادہ ہوئی شوہر نے آئندہ وقت پر ملتوی رکھا مسماۃ ساڑھے تین ماہ عبداللہ کے گھر زندہ رہی جب بیمار ہوئی عبداللہ کو روپیہ قرض لے کر علاج کرانے سے منع کرتی تھی علاج ہوا مگر مرگئی، متوفیہ کے وارث ایک شوہر ایک بیٹی جوان جو دوسرے شوہر سے پیدا تھی اور ایک بہن دو حقیقی بھائی ہیں۔ قبل وفات اپنے شوہر سے چھ روزہ کا کفارہ دے دینے کو کہا اور باوجود دریافت اپنے مہر کی بابت کچھ وصیت نہ کی اور اپنی بیٹی اپنی بہن کے سپرد کی اس کا باپ اسی شہر میں موجود تھا وقت وفات اس کے ایک بہن ایک بیوی موجود تھی بعد وفات انھوں نے کہا کہ گوروکفن فاتحہ خیرات اچھی طرح ہونا چاہئے، عبداللہ نے کہا کہ میں مقروض ہوں مگر مہر اس کا میرے ذمہ ضرور چاہئے بمقدار مہر تم چاہو تو میں روپیہ قرض لے کر گوروکفن اور فاتحہ خیرات حسب مرضی تمھاری کردوں تو انھوں نے رضامندی اپنی ظاہر کی تو عبداللہ نے روپیہ قرض لے کر گوروکفن و کفارہ و خیرات بروز دفن عہ/۱۰ اور فاتحہ سوم میں عہ/۸ اور

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الفرائض الباب الخامس فی الموانع نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۴۵۴

Marfat.com

مسئلہ ۱۵۶ بروز یکشنبہ بتاریخ ۱۲ محرم ۱۳۳۴ھ

کیا حکم ہے شرع متین کا اس مسئلہ میں، زید نے انتقال کیا ایک زوجہ ایک دادی حقیقی کا بھائی، ایک والد کی سوتیلی ہمشیرہ کا لڑکا یعنی حقیقی دادا کا حقیقی نواسہ اور دو والد کے پھوپھیرے بھائی یعنی دادا کی بہن کے لڑکے۔ ترکہ زید کا اس صورت میں کس طرح تقسیم ہوگا؟ مذکورین کے سوا کوئی غیر وارث نہیں ہے۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں حسب شرائط فرائض بعد ادائے مہر وغیرہ ترکہ چار حصے ہوگا ایک حصہ زوجہ اور تین زید کی سوتیلی پھوپھی کے پسر کو ملیں گے، باپ کا ماموں اور باپ کے پھوپھی زاد بھائی اس کے آگے محجوب ہیں کہ وہ خود زید کی پھوپھی کا بیٹا ہے تو پدر زید کے ماموں، پھوپھی اور ان کی اولاد پر مقدم ہے۔ درمختار میں ہے:

ثم جزء جدیہ او جدتیہ وھم الاخوال والخالات ثم عمات الاباء والامھات واخوالھم وخالاتھم واولاد ھؤلاء[1] (ملتقطاً)

پھر میّت کے دونوں دادوں (دادا اور نانا) کی جزء یا اس کی دونوں دادیوں (دادی اور نانی) کی جزء جو کہ ماموں اور خالائیں ہیں۔ پھر میّت کے باپوں اور ماؤں کی پھوپھیاں، ان کے ماموں اور ان کی خالائیں اور ان کی اولادیں ہیں بالالتقاط (ت)

ردالمحتار میں ہے:

حاصلہ انہ اذا لم یوجد عمومۃ المیت وخؤولتہ واولادھم انتقل حکمھم المذکور الی ھؤلاء ثم اولادھم[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب میّت کے چچے، ماموں اور ان کی اولادیں موجود نہ ہوں تو مذکورہ بالا حکم ان لوگوں (میّت کے آباء و امّہات کی پھوپھیوں، ماموؤں اور خالاؤں) کی طرف پھر ان کی اولاد کی طرف منتقل ہوجاتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] الدرالمختار کتاب الفرائض باب توریث ذوی الارحام مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۶۴-۳۶۳

[2] ردالمحتار " " " " " " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۵۰۸

Marfat.com

احکام مذہب ہنود کے جس سے بہت حقوق شرعی باطل ہوتے ہیں ورثہ لے یا دے تو اس کے لئے کیا حکم ہے ؟

الجواب

قال اللہ عزوجل :

الم تر الی الذین یزعمون انھم اٰمنوا بما انزل الیک وما انزل من قبلک یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا بہ ویرید الشیطٰن ان یضلھم ضلٰلاً بعیدا [1]

(اللہ عزوجل نے فرمایا:) کیا تم انھیں نہیں دیکھتے جن کا زبانی دعوٰی تو یہ ہے کہ وہ ایمان لائے اس پر جو تمھاری طرف اتارا گیا اور جو تم سے پہلے اتارا گیا پھر فیصلہ چاہتے ہیں کفر کا اور انھیں حکم تو یہ تھا کہ اس سے انکار کریں اور شیطان چاہتا ہے کہ انھیں گمراہ کرکے دور پھینک دے۔

جو لوگ شریعت مطہرہ کے خلاف میراث مانگیں یا لیں یا بخوشی دیں یا اس میں سعی کریں سب گمراہ ہیں اور عذابِ شدید کے سزاوار، اور اگر اسے پسند کریں تو کھلے کفار، بہرحال وہ مال اُن کے لئے حرام وقطعۂ نار، اور جو مجبور ہو کر دے وہ مظلوم ومعذور۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۵ از کوہ شملہ کفایت حسین یکشنبہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

ایک پھوپھی کا ترکہ دو بھتیجوں کو برابر ملا جس میں سے ایک بھتیجے نے پھوپھی کی بیماری کا خرچ اور تجہیز وتکفین کا خرچ مع برسی تک کا خرچ اپنے پاس سے کیا قریب ایک سو روپیہ کے اب نصف روپیہ دوسرے بھتیجے کو ادا کرنا واجب ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

یہ اس نے اپنی خوشی سے اٹھایا دوسرے بھتیجے پر اس کا نصف یا کوئی جُزء دینا لازم نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۶ از بمبئی پوسٹ مانڈوی مکان چمناجی راجو بھائی پان والا نمبر ۲۸-۱۳۲ ناگدیوی سٹریٹ مرسلہ مانک بھائی باپو بھائی ۱۳ شوال ۱۳۳۵ھ

ایک شخص چمناجی دکھنی مسلمان فوت ہوگیا اس نے ایک عورت ایک لڑکا حسین میاں

[1] القرآن الکریم ۴/ ۶۰

Marfat.com

حصہ کا نثار حسین بے ان کی اجازت کے کسی طرح مالک نہیں ہوسکتا اور بھائیوں کے حصہ کی تفصیل وہ ہے جو ابھی گزری۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۹ از ضلع کانپور ڈاکخانہ موسیٰ نگر موضع چاندپور مسئولہ عبدالحق کاشت کار موروثی بتاریخ ۱۷ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

بعد مرجانے عورت کے مہر کا روپیہ کس کو دینا چاہئے کس کا حق ہوتا ہے اور اگر حق تحریر کیا جائے تو افضل کون شخص ہوتا ہے جس کو مہر ادا کیا جائے؟

الجواب

مہر میراث ہے اور میراث میں افضل وغیر افضل نہیں دیکھے جاتے جس کا جتنا حق حضرت حق عزّوجل جلالہٗ نے مقرر فرمادیا وہ اسے دینا لازم ہے اور وہ خود اس کے لینے پر مجبور ہے الارث جبری لایسقط بالاسقاط (میراث جبری ہے (اختیاری نہیں) لہذا اسقاط کرنے سے ساقط نہیں ہوتی۔ت) وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۰ تا ۱۶۲ مرزا بیگ مسئولہ محمد محی الدین موضع چاندیانہ ضلع بلند شہر روز یک شنبہ بتاریخ ۲۵ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

ایک مسلمان بدمذہب حنفی قتل ہوا اور قاتل ایک مرد اور دوسری اس کی زوجہ قرار دیئے، مرد کے ذمہ قتل کرنا اور عورت کے ذمہ قتل کرانے کا الزام عائد ہوکر قاتل کو حکم موت اور عورت کو بعبور دریائے شور کی سزا دی گئی، چونکہ عورت حاملہ تھی متروکہ مقتول پر شمول پسران متوفی کے زوج کے نام بھی حصہ شرعی درج کاغذات ہوا، کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ زوج مقتول کو محض شبہہ میں بلاشہادت عینی کے عدالت سے سزا ہوئی تو کیا ترکہ مقتول میں حصہ شرعی و مہریابی کے مستحق ہے یا نہیں؟

دوم: قتل کے واسطے شہادت چشم دید یا شبہہ کے حالات میں شرعاً گواہی واجب ہے کیا؟

سوم: بعد مقتول جو لڑکا زوجہ کے پیدا ہوا وہ بھی مستحق ترکہ مقتول سے حصہ یابی کا ہے یا نہیں فقط؟

الجواب

بچّہ اگر موتِ پدر سے دو برس کے اندر پیدا ہوا وارث ہوگا، یہ تو پانچ ہی مہینے کے اندر

Marfat.com

…لد الوارث فلو اختلفت فلقرابة …الاب الثلثان ولقرابة الام الثلث[1]۔ کی جہت بھی متحد ہو تو وارث کی اولاد مقدم کیجائیگی، اور اگر قرابت کی جہت مختلف ہو تو باپ کی قرابت والوں کے لئے میت کے ترکہ میں سے دو تہائی اور ماں کی قرابت والوں کے لئے ایک تہائی ہوگی۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ ۱۶۷ از علیگڑھ محلہ سرائے بی بی مرسلہ حافظ عبداللطیف صاحب مورخہ ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسلمان حنفی المذہب اپنے لڑکے مسلمان حافظ قرآن پابند صوم وصلوٰۃ کو کسی وجہ سے عاق کردے تو یہ حافظِ قرآن عاق ہو جائیگا یا نہیں؟ اور اپنے والد کا ترکہ پائے گا یا نہیں؟ اور بہ تقدیر پانے اور نہ پانے کے اس کا ثبوت قرآن وحدیث سے بیان فرمائیے۔ بیّنوا توجروا

الجواب

عاق ہونا نہ ہونا اولاد کے فعل پر ہے جو بلاوجہ شرعی ماں یا باپ کو ایذا دے وہ عاق ہے اگرچہ ماں باپ اس سے راضی ہوں ورنہ نہیں اگرچہ ماں باپ بلاوجہ اس سے ناراض ہوں۔ ماں یا باپ کا عاق کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ عوام کے خیال میں یہ ہے کہ اولاد کو عاق کرنا ایسا ہے جیسا عورت کو طلاق دینا، طلاق دینے سے عورت نکاح سے نکل جاتی ہے، یونہی ماں باپ کے عاق کرنے سے اولاد اولاد ہونے سے خارج اور ترکہ سے محروم ہو جاتی ہے، یہ محض باطل ہے، اولاد کسی طرح اولاد ہونے سے خارج نہیں ہوسکتی سوا کفر کے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ اور کسی طرح ترکہ سے محروم نہیں ہوسکتی سوا موانع خمسہ معلومہ کے کہ دین مختلف ہو یا دار مختلف یا مملوک ہو یا معاذ اللہ مورث کو قتل کرے یا دونوں کا اس طرح انتقال ہو کہ معلوم نہ ہو ان میں پہلے کون مرا ان کے سوا وہی عام حکم ہے کہ:

یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ اللہ تعالٰی تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں کہ بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے حصے کے برابر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] الدرالمختار کتاب الفرائض باب توریث ذوی الارحام مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۶۴

[2] القرآن الکریم ۴/۱۱

Marfat.com

فاتحہ چہلم میں عے؍ اور سہ ماہی اور شش ماہی نوماہی میں لعہ؍ صرف کرکے کھانا پکا کر قرڈل یتیموں اور مساکین کو دیا گیا اور دو جوڑے پارچہ جدید تیار کرکے دیئے گئے جملہ للعہ؍ فاتحہ وخیرات میں بہ نیت ادائے دین مہر صرف کیا عہ؍ منجملہ ایک سو بارہ روپے آٹھ آنہ دین مہر باقی ہیں اور متوفیہ نے قبل وفات یہ کہا تھا کہ میری بیٹی کا خیال رکھنا چنانچہ للعہ؍ کا پارچہ پوشیدنی جو وقت ولیمہ نکاح متوفیہ کی قرض لے کر بنایا تھا اور کچھ پارچہ اور جو اس کو دیا تھا جملہ الہ؍ بمنشائے متوفیہ اس کی بیٹی کو دے دیا اور دیگر پارچہ فخاجان کو دیئے گئے متوفیہ کا ترکہ صرف چارسو درہم چاندی جس کے ماعہ؍ ہوتے ہیں تھا اور کچھ زیور و نقد نہ تھا۔ فتویٰ یہ طلب ہے کہ مہر کے ترکہ میں ورثار کا کتنا کتنا حصہ شرعی تھا اور صرفہ گوروکفن و فاتحہ وخیرات میں جو شوہر نے بمرضی بہن و بیٹی متوفیہ قرض لے کر مبلغ ملعہ؍ صرف کیا اس قدر ذمہ شوہر سے دین مہر ادا ہوا یا نہیں، اس کے وارثان نے ایک پیسہ فاتحہ خیرات میں صرف نہیں کیا بلکہ اپنا خرچ بھی عبداللہ پر ڈالا تھا فقط۔

الجواب

اگر یہ بیان واقعی ہے کہ بیٹی اور بہن نے اُس پر رضامندی ظاہر کی تھی کہ مہر میں سے یہ مصارف کردو اور ان کی اجازت سے یہ صرف ہوئے تو یہ مصارف شوہر اور بیٹی اور بہن کے حصص مہر پر پڑیں گے بھائی کہ اس اجازت سے الگ ہیں ان کے حصہ پر نہ پڑیں گے اور ۃ؍ کا کپڑا جو زبیدہ کی دختر کو دیا وہ صرف عبداللہ کے حصہ پر پڑے چارسو درم چاندی یہاں کے سکہ سے پورے ایک سو بارہ ماعہ؍ روپے بھر ہے آٹھ (۸؍) اوپر زائد نہیں سائل نے دین مہر حساب میں گوروکفن وخیرات بر قبر و توشہ کفارہ ۶؍ روزہ رمضان المبارک میں عہ؍ بتایا اس میں سے قبر کی خیرات اور توشہ منہا کیا جائے گا باقی ضروری تھا کہ وارثوں پر تقسیم سے پہلے لازم تھا اس کے بعد جو کچھ بچا اس کے بیس حصہ ہونگے پانچ شوہر کے، دس دختر کے، دو دو ہر بھائی کے، ایک بہن کا، اب جو توشہ وخیرات وسوم و چہلم وغیرہ میں صرف ہوا وہ جب کہ بیٹی اور بہن کی اجازت سے ہوا تو ان کے اور شوہر کے حصوں پر پڑے گا دونوں بھائیوں کو ان کا حصہ پورا پورا دیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۴ از گونڈل علاقہ کاٹھیاواڑ مرسلہ عبدالستار بروز چہارشنبہ تاریخ ۱۲ رجب المرجب ۱۳۳۴ھ

مسلمان سنی المذہب ورثہ لیتے وقت بجائے قانون شریعت مطہرہ کے ہندولینی مطابق

Marfat.com

زیور وغیرہ جو خاص عورتوں کے استعمال کا ہے کیا اس کی بھی تقسیم ہوگی؟

(۵) زید کی زوجہ اولٰے کا اسباب اس قسم کا تقسیم ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

زوجہ اولٰی جو جہیز لائی وہ اس کا متروکہ ہے حسب شرائط فرائض اُس میں سے نصف شوہر کا ہے، جو کچھ روپیہ زید نے زوجہ اولٰی یا ثانیہ کو دیا اگر تملیکاً دیا اس کی مالک زوجات ہیں اور اس سے جو اسباب خریدا انھیں کا ہے اور اگر تملیکاً نہ دیا گھر کے خرچ کے لئے دیا اور عورات کو حسب دستور اسباب خانگی خریدنے کی اجازت دی تو وہ اسباب اور جتنا روپیہ بچا ہو سب ملک زید ہے۔ بیان سائل سے معلوم ہوا کہ تجہیز وتکفین میں صرف پندرہ ۱۵ روپے خرچ ہوئے باقی فاتحہ وخرچ عدت ہے خرچ عدت تو زوجہ کسی سے مجرا نہیں لے سکتی کہ معتدہ وفات کے لئے نفقہ نہیں یوں ہی جو کچھ فاتحہ میں اٹھایا تبرع ہے اس کا بھی معاوضہ نہیں پا سکتی، ہاں وہ پندرہ ۱۵ کہ تجہیز وتکفین میں اٹھے از انجا کہ زوجہ وارثہ ہے اور وارث کہ تجہیز وتکفین کرے مجرا پاتا ہے یہ پندرہ ۱۵ پائے گی مگر اس وجہ سے کہ تجہیز وتکفین جو ہر حق پر مقدم تھی ہو چکی زوجہ کا مطالبہ باقی رہا تو یہ پندرہ ۱۵ بھی دَین میں آگئے اور اس کا دَین نوسو پندرہ ۹۱۵ روپے ہوئے اور زوجہ اولٰی کا نصف مہر بحق شوہر ساقط ہو کر اس کا دین ساڑھے بارہ سو ۱۲۵۰ روپے ہوئے مجموع دین اکیس سو پینسٹھ ۲۱۶۵ روپے ہیں متروکہ زید تین چار سو کا مکان ہے اگر اُس زر واسباب وغیرہ سے مل کر جو اُسے ترکۂ زوجہ اولٰی سے ملا یا دونوں زوجہ کے پاس اُس کی اپنی ملک تھا اگر اس مجموع کے برابر ہو اور زید پر اور کوئی دَین نہ ہو تو ۱۲۵۰ زوجہ اولٰے کے ورثہ کو دَین اور ۹۱۵ زوجہ ثانیہ کو۔ اور اگر اس سے زائد ہے تو دونوں دَین پورے ادا کرکے جو بچے اس کے ثلث سے وصیت اگر زید نے کی ہو نافذ کرکے باقی سے ایک ربع زوجہ ثانیہ کو دیں اور تین ربع اور جو کوئی وارث زید عصبات یا ذوی الارحام سے ہو اُسے دیں اور کوئی نہ ہو اور کسی کے لئے ثلث سے زائد کی وصیت کی ہو اس کی وصیت کی تکمیل کریں اگرچہ یہ تین ربع کل اس وصیت میں چلے جائیں اور اگر موصی لہ بھی کوئی نہ ہو تو یہ تینوں ربع اور اگر ہو اور اس کی وصیت پوری کرنے کے بعد بھی کچھ بچے تو وہ باقی سب زوجہ ثانیہ کو دے دیں فان الازواج یرد علیھا عند عدم انتظام بیت المال (بیت المال منظم نہ ہونے کے وقت خاوند اور بیوی پر رَد کیا جائے گا۔ ت) اور اگر کل متروکہ زید اس مجموع دین ۲۱۶۵ سے کم ہے اور زید پر اور دین نہیں تو اس کا کل متروکہ چار سو تینتیس ۴۳۳ سہام کرکے دو سو پچاس ۲۵۰ سہم وارثانِ زوجہ اولٰے کو دیں اور ایک سو تراسی ۱۸۳ سہم زوجہ ثانیہ کو۔ اور

Marfat.com

ایک لڑکی لال بائی یہ تین وارث چھوڑے پھر عورت بھی گزر گئی اور کچھ عرصہ کے بعد لڑکا بھی مر گیا حسین میاں مرحوم کے مرنے پر اس کی بی بی شرعی طور پر اپنا حصہ لے کر الگ ہو گئی اس کے ماسوا اور جو حقدار نکلے سب کو اُن کے حق کے مطابق ورثہ ملا لال بائی جو چمنا جی کی بیٹی تھی وُہ بھی اپنا حصہ لے کر الگ ہو گئی پہلے لال بائی کا شوہر مر گیا پھر وُہ مر گئی اس نے اپنا وارث ایک لڑکا ابراہیم چھوڑا ابراہیم بھی دو سال بعد مر گیا ابراہیم کے دو بیبیاں ہیں ایک بسم اللہ ایک مریم نیز چمنا جی کا سالا ڈھونڈھی بھائی لال بائی کے مرحوم مرد کا ماموں قاسم حاشہ یا یہ دونوں دعوٰی کرتے ہوئے مر گئے، اب ان دونوں کے دو لڑکے دعوٰی کرنا چاہتے ہیں لہٰذا اس مسئلہ میں کیا حکم شرع ہے آخر وارث ابراہیم ہوا اس نے کوئی اولاد یا بھائی بہن وغیرہ نہ چھوڑا صرف دو بی بی ہیں لہٰذا کس طرح حق ہوتا ہے اور فی ہزار کیا ہر حقدار کا نکلے گا۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

سوال میں رشتے بہت بعید الفاظ مجمل محتمل سے لکھے ہیں ڈھونڈھی بھائی کو چمنا جی کا سالا لکھا ممکن کہ وہ لال بائی کا ماموں ہو اور ممکن کہ چمنا جی کی کسی اور عورت کا بھائی ہو جسے لال بائی سے کوئی علاقہ نہیں یُوں ہی قاسم حاشہ کو لال بی کے شوہر کا ماموں لکھا محتمل کہ وُہ ابراہیم کے باپ کا ماموں ہو یا کسی دوسرے شوہر کا مگر سوال میں نہ چمنا جی کی کوئی اور عورت لکھی ہے نہ لال بائی کا دوسرا نکاح بتایا جس سے ظاہر یہی ہے کہ ڈھونڈھے بھائی ابراہیم کی ماں کا ماموں ہے اور قاسم حاشہ ابراہیم کے باپ کا ماموں، اگر واقعہ اسی طرح ہے اور ان کے سوا اور کوئی وارث نہیں تو بعد تقدیم حقوق مقدمہ مثل مہر ہر دو زوجہ وغیرہ ابراہیم کا ترکہ آٹھ سہم ہو کر ایک ایک سہم ہر زوجہ اور چار سہم قاسم حاشہ اور دو سہم ڈھونڈھے بھائی کو ملیں گے یعنی دونوں عورتوں کا مہر جس قدر ذمہ ابراہیم لازم رہا اور اسکے سوا اور جو دین ابراہیم پر ہو اول ادا کریں۔ پھر جو بچے اُس کے تہائی سے ابراہیم نے اگر کوئی جائز وصیت کی ہو نافذ کریں باقی مال میں فی ہزار ایک سو پچیس روپے ایک بی بی کو ایک سو پچیس روپے دوسری بی بی کو اور پانچ سو پچیس ۵۲۵ روپے قاسم حاشہ کو ڈھائی سو ڈھونڈھے بھائی کو دیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے:

ثم عمات الاٰباء والامھات واخوالھم وخالاتھم واذا استووا فی درجۃ واتحدت الجھۃ قدم

پھر میت کے باپوں اور ماؤں کی پھوپھیاں، ان کے ماموں اور ان کی خالائیں ہیں۔ جب ذوی الارحام درجے میں برابر ہوں اور قرابت

Marfat.com

وان کانت واحدۃ فلها النصف[1] — اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کا حصہ آدھا ہے (یعنی ترکہ کا نصف)۔ (ت)

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ[2]۔ — بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ بنا دو (ت)

اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واولوا الارحام بعضھم اولٰی ببعض فی کتاب اللہ[3]۔ — اور رشتہ والے ایک سے دوسرے زیادہ نزدیک ہیں اللہ کی کتاب میں۔ (ت)

جو لوگ بیٹیوں اور بہنوں کو ترکہ نہیں دیتے قرآن مجید کے خلاف ہیں، اور جن کا یہ قول ہو کہ ان کو میّت کے مال سے کچھ نہیں پہنچتا جس کے ظاہر معنٰی یہ ہیں کہ اُن کا ترکہ میں کوئی حق نہیں ہوتا یہ صریح کلمۂ کفر ہے، ایسوں پر تو بہ فرض ہے نئے سرے سے کلمۂ اسلام پڑھیں اس کے بعد اپنی عورتوں سے نکاح دوبارہ کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۵ تا ۱۷۶ ازکراچی جھونہ مارکیٹ مرسلہ سید کریم شاہ صاحب ۲ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

سوال اول: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اُس جماعت کے بارے میں جو کچھ عرصہ سے مسلمان ہوئے ہیں اور تمام احکام شریعت کو وہ تسلیم کرتے ہیں مگر قانونِ شریعت وراثت کے بالکل منکر ہیں اور اپنے آباء قدیم ہنود کے قانون کو صراحۃً اپنا قانون بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اپنے آباء ہنود کے اس قانون وراثت کو نہیں چھوڑ سکتے اور کچہری میں بیان کیا ہے کہ ہم مسلمان ہیں مگر شریعت محمدی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو وراثت کے بارے میں تسلیم نہیں کرتے بلکہ ہندو لایعنی قانونِ وراثت اہل ہنود کو اپنا قانون تسلیم کرتے ہیں اور کچہری سے خواہش کرتے ہیں کہ ہمارے احکام وراثت ہندو قانون پر ہونے چاہئیں۔ ۱

اس جماعت کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے، یہ لوگ منکر نص قرآن ہیں یا نہیں

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۱

[2] سُنن الدارمی کتاب الفرائض باب فی بنت واخت حدیث ۲۸۸۸ دارالمحاسن للطباعۃ القاہرہ ۲/ ۲۵۱
السراجی فی المیراث فصل فی النساء مکتبہ ضیائیہ راولپنڈی ص ۱۶

[3] القرآن الکریم ۸/ ۷۵

Marfat.com

مسئلہ ۱۶۸ از قصبہ سانگود سوائے مادھو پور مدرسہ انجمن اسلامیہ ریاست کوٹہ راجپوتانہ مرسلہ الف خاں مہتمم انجمن ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

ایک شخص متوفی کی جائداد قیمتی ننا۱۰ روپے ایک شخص کے پاس ایک صد روپے میں رہن ہے اور متوفی کا کوئی اصلی وارث نہیں ہے تو کارروائی بیع کی کس کے ساتھ کی جائے گی ؟

الجواب

بحکم حاکم شرع فقرائ کے ساتھ ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۹ تا ۱۷۲ مرسلہ مولوی محمد ظہور حسین صاحب فاروقی رام پوری ۵ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں ؛

(۱) زید نے اپنی زندگی کے وقت دو نکاح کئے ، زوجہ اولٰی کا انتقال زید کے سامنے ہوا ، بعد عقد ثانی زید نے انتقال کیا اور ایک مکان قیمتی تین چار سو روپے کا چھوڑا ۔ زوجہ اولٰی کا دین مہر ڈھائی ہزار روپے کا تھا اور زوجہ ثانیہ کا نوسو روپے کا ۔ زوجہ ثانیہ خود موجود ہے اور زوجہ اولٰی کے ورثہ میں تین بھائی ، ایک بہن ، دو بھتیجیاں ، ایک زوج یعنی زید مرحوم کا کہ جس کی وارث اس وقت زوجہ ثانیہ ہے ۔ ایسی صورت میں کیا مکان مذکور کی تقسیم اس طرح ہوگی کہ اولاً دونوں دین مہروں میں مکان نصف نصف ہو جائے گا من بعد نصف ثانی جو زوجہ اولٰی کا حصہ ہے اس میں سے بحق زوجیت زید کو نصف ملے گا اور یہ نصف زوجہ ثانیہ کی طرف منتقل ہو جائیگا باقی ایک ربع جو رہے گا وہ زوجہ اولٰی کے ورثہ میں تقسیم ہو جائے گا ۔

(۲) ایسی حالت میں کہ مکان متروکہ زید دونوں دین مہر سے قیمتاً کم ہے کل مکان دونوں دین مہروں میں مستغرق ہو کہ نصف نصف ہوگا یا جس زوجہ کا دین مہر نوسو کا ہے اس کو مکان مذکور میں سے ایک حصہ اور جس کا دین مہر ڈھائی ہزار کا ہے اُس کے ورثہ کو باقی مکان ملے گا تقسیم ورثہ کی اس وقت کیا صورت ہوگی ؟

(۳) یہ کہ زید کی تجہیز و تکفین اور زوجہ ثانیہ کی عدت و چار ماہ تک فاتحہ وغیرہ کا خرچ جو مجموعہ تین سو روپیہ کا ہوا وہ اسی مکان سے لیا جائے گا یا نہیں ؟

(۴) زید نے اپنے حین حیات جو کچھ خرچ اور روپیہ زوجہ ثانیہ کے ہاتھ میں دیا وہ اس کے واسطے ہبہ تھا یا نہیں اور اس روپے سے جو اسباب زوجہ ثانیہ اپنے استعمال کا جیسے کپڑا

Marfat.com

بخشی جائے۔

الجواب

مہر معاف کرنے سے معاف ہوگیا اب دوبارہ نہیں لے سکتی مگر ترکہ معاف کرنے سے معاف نہیں ہوسکتا اگر وارث یہی ہیں تو حسب شرائط فرائض زید کا ترکہ آٹھ حصہ ہوکر ایک حصہ بی بی کو اور چار حصے زید کی لڑکی کو اور تین بھتیجے کو ملیں گے اور اگلے شوہر کی بیٹی کچھ نہ پائے گی، بھتیجا اگر نہ لینا چاہے تو لے کر تقسیم کرا کر پھر زید کی دختر کو ہبہ کرکے قبضہ دے دے یا یوں ہی بلا تقسیم اپنا حصہ اس کے ہاتھ بیچ کر قیمت اُسے معاف کر دے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۸ از گونڈیا ضلع بھنڈارا ملک متوسط ۸ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

ایک مسماۃ نے اپنی کچھ رقم مالی کے لئے اپنے حین حیات میں وصیت کی کہ بعد وفات میرے ایک فرزند میرا جو نابالغ ہے یہ رقم اس کو دی جائے اگر فرزند میرا قضا کر جائے تو یہ رقم مالی مکہ مدینہ کے کسی کار خیر میں بھیج دی جائے، بعد وفات مسماۃ اس کا فرزند بالغ ہوکر فوت ہوا تو اب اس کی وہ رقم کس کو دی جائے چونکہ اس کا ایک چچا زندہ ہے مگر لڑکے کی پرورش بعد اس کی والدہ کے ماموں نے کی اور ایک اس کی مدد میں شریک رہا، اس کا چچا مالدار ہے اس کے کسی امر میں مونس بھی نہیں ہوا بجز ماموں کے، لہٰذا ہم اُس لڑکے کی رقم کو اس کے ماموں کو دینا چاہتے ہیں چونکہ اُس کا ماموں بہت غریب مفلس معذور شخص ہے محض اس کے عزیز و اقارب اس کی اعانت کیا کرتے ہیں لہٰذا یہ رقم ہم اس کے ماموں کو دینا پسند کرتے ہیں چونکہ شرعاً بھی مفلس عزیز کو مدد دینا لازم ہے۔

الجواب

فرزند کے لئے وصیت تو بیکار تھی وہ خود ہی مالک ہوا جبکہ عورت کا اُس کے سوا اور کوئی وارث نہ تھا جیسا کہ ظاہر سوال ہے اب اس کے انتقال کے بعد اس کے جو وارث ہیں ان کو پہنچے گی اگر صرف یہی چچا وارث ہے تو یہی پائے گا وارث ہونے کے لئے کچھ یہ شرط نہیں کہ وہ اس کے کسی امر میں شریک ہوا ہو، ماموں کتنا ہی محتاج ہو نہ بہن کے ترکہ میں اس کا کچھ حق ہے کہ بیٹا موجود تھا نہ بھانجے کے ترکہ میں کہ اس کا چچا موجود ہے قریبی غریب کی اعانت کا بیشک حکم ہے مگر اپنے مال سے نہ کہ پرائے مال سے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۹ از چھبیرہ ڈاکخانہ امال پور پرگنہ سہاور ضلع ایٹہ مرسلہ عبداللہ خاں صاحب ۲۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

زید سے وقت مناکحت مہر معجل قرار پایا اور بعد از مدت دراز وولادت طفل یازدہ سالہ مرحوم

Marfat.com

اس صورت میں اگر یہ چاہیں کہ ورثہ زوجہ اولٰی پر بھی ساتھ ہی تقسیم ہوجائے تو کل متروکہ زید تین ہزار اکتیس ۳۰۳۱ سہم کرکے زوجہ اولٰی کے ہر بھائی کو پانچ سو سہم بہن کو دوسو پچاس ۲۵۰، زوجہ ثانیہ کو بارہ سو اکیاسی ۱۲۸۱ دیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۴ از احمد آباد محلہ مرزا پور مرسلہ شاہ محمد مورخہ ۱۶ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

جناب مخدوم و منا و مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب، السلام علیکم! واضح رائے عالی ہو کہ شہر احمد آباد میں جماعت گانو قصابوں میں یہ رواج ہے کہ لڑکی اور بہن کو ورثہ مال متروکہ میت سے کبھی کچھ نہیں دیا کرتے اور ان کا مقولہ یہ ہے کہ لڑکی اور بہن کا ورثہ میت کے مال میں سے کسی چیز میں نہیں پہنچتا۔ لہذا آپ پر فرض ہے کہ فتوٰی لکھ کر روانہ کریں تاکہ وارث اس شخص کی اپنا پورا حق عدالت سے لڑکر وصول کریں لہذا ٹکٹ ۳ر کی اس رجسٹری لفافہ میں ملفوف ہیں، مولانا صاحب تخمیناً پندرہ ۱۵ سال کا عرصہ ہوا کہ ایک رجسٹری سوال سود کے بارہ میں حضور کے یہاں روانہ کیا تھا مگر بالکل جواب سے آپ نے مجھے محروم رکھا تھا شاید کہ آپ سے وہ استفتاء گم ہوگیا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وفقہائے متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص گزرگیا اس نے ایک لڑکی اور دو بہنیں حقیقی اور چار بھتیجے اور ایک زوجہ چھوڑے۔ اب ان میں کون کون سے وارث کو حق پہنچتا ہے اور کون سے وارث محروم رہتے ہیں بیّنوا حکم الکتاب توجروا بیوم الحساب (کتاب کا حکم بیان کرو قیامت کے دن اجر پاؤ گے۔ ت)

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں حسب شرائط فرائض ترکہ اس شخص کا سولہ ۱۶ سہام ہوکر دو سہم اس کی زوجہ اور آٹھ سہم دختر اور تین تین سہم ہر بہن کو ملیں گے اور بھتیجے کچھ نہ پائیں گے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

فان کان لکم ولد فلھن الثمن مما ترکتم[1]

پھر اگر تمھاری اولاد ہو تو ان (بیویوں) کا تمھارے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ہے۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۲

Marfat.com

اور ایک نانی اور باپ اور بہن وارث چھوڑے تو ازروئے شرع شریف ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

الجواب

صورت مستفسرہ میں حسب شرائط فرائض ترکہ چھ سہم ہو ایک سہم نانی اور پانچ باپ کو پہنچیں گے اور دادی اور بہن کو کچھ نہیں، ھذا ھو قضیۃ النظر الفقھی وان کانت الروایات فیہ مختلفۃ (نظر فقہی کا تقاضا یہی ہے اگرچہ اس میں روایتیں مختلف ہیں۔ ت) اختیار شرح مختار پھر فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

لوترك اباوام اب وام ام فام الاب محجوبۃ بالاب واختلفوا ماذا لام الام قیل لھا السدس وقیل لھا نصف السدس[1] اھ اقول ما منزع القول الاخر الا القیاس علی مسئلۃ اب وام واخوین فانھما محجوبان بالاب ویحجبانھا من الثلث الی السدس کذالك ام الاب محجوبۃ بالاب وتحجب الامیۃ من السدس الی نصفہ وھذا لیس بشیئ۔ اما اولا فلان حجب النقصان یکون من فرض الی فرض دونہ ولا فرض للجدۃ الا السدس وما کان التنصیف

اگر کسی شخص نے باپ، دادی اور نانی چھوڑی تو دادی باپ کی وجہ سے میراث سے محروم ہوگی، اور نانی کے بارے میں مشائخ نے اختلاف کیا۔ ایک قول ہے کہ اس کو چھٹا حصہ دیا جائیگا اور دوسرا قول ہے کہ اس کو بارھواں حصہ ملے گا الخ۔ میں کہتا ہوں دوسرے قول کا ماخذ تو فقط باپ، ماں اور دو بھائیوں کے مسئلہ پر قیاس ہے کیونکہ دونوں بھائی باپ کی وجہ سے محروم ہوں گے اور وہ دونوں ماں کو تہائی سے محروم کرکے چھٹے حصے کی طرف منتقل کردیں گے۔ اسی طرح دادی باپ کی وجہ سے محروم ہوگی حالانکہ وہ نانی کو چھٹے حصے سے بارھویں حصے کی طرف منتقل کردے گی۔ اور یہ بوجوہ کوئی شئی نہیں۔ **وجہ اول** کیونکہ حجب نقصان ایک مقررہ حصے سے دوسرے مقررہ حصے کی طرف ہوتا ہے جو پہلے حصے سے کمتر ہو جبکہ جدہ کا مقررہ حصہ صرف چھٹا ہے اور اس کو

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الفرائض الباب الرابع فی الحجب نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۴۵۳

Marfat.com

اور جو نص قرآن کو جان بوجھ کر نہ مانے وہ دائرۂ اسلام میں رہ سکتا ہے یا نہیں؟ قال اللہ تعالٰی: ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئك ھم الکٰفرون۔[1] اور جو اللہ تعالٰی کے اتارے پر حکم نہ کرے وہی لوگ کافر ہیں۔ (ت)

سوال دوم: وہ لوگ جن کا سوال اول میں ذکر ہے مسلمانوں کے اوقاف یا مسجد دونوں کے متولی ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

یہ لوگ ہرگز مسلمان نہیں، اگر مسلمان ہوئے بھی تھے تو دربارہ وراثت احکام شرعیہ ماننے سے انکار کرکے مرتد ہو گئے، وہ نہ مسجد کے متولی کیے جا سکتے ہیں نہ اوقافِ مسلمین کے۔

قال اللہ تعالٰی فلا وربك لایؤمنون حتی یحکموك فیما شجر بینھم ثم لایجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما۔[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور دل سے مان لیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۷۷: از ترگہ گوری ڈاکخانہ کچھا ضلع نینی تال مرسلہ ملّا نذیر احمد صاحب مورخہ ۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے ایک بیوی کی، اس کے ساتھ ایک لڑکی آئی اور لڑکی ایک اسی بیوی سے زید کی پیدا ہوئی، بعد چند روز کے زید کا انتقال ہو گیا اب یہ دو لڑکیاں ایک تو زید کی ہے اور ایک جو بیوی اگلے خاوند کی ساتھ لائی تھی بعد وفات زید کے بھتیجا نے یعنی حقیقی تایا کے بیٹے نے اپنا حق معاف کر دیا اور بیوی نے بھی معاف کرکے وہ جائداد دونوں لڑکیوں پر تقسیم کر دی، اب زید کی بیوی اپنا مہر لینا چاہتی ہے اب یہ تقسیم جائز ہے یا نہیں؟ شرع شریف سے آگاہی

---

[1] القرآن الکریم ۵/۴۴

[2] القرآن الکریم ۴/۶۵

Marfat.com

اجمعنا ان فرض الجدة السدس فان نصفناه ههنا ولاحق للابوية يرجع النصف لامحالة الى الاب فيشارك الجدة فى فرضها ولا نظير له فى الشرع فتبين ان الاول هو المرجح وكانها لهذا قدمه فى الاختيار۔ والله تعالٰى اعلم۔

ہمارا اس پر اجماع ہے کہ جدہ کا مقررہ حصہ فقط چھٹا ہے۔ اگر یہاں ہم اس کو نصف کردیں (یعنی بارھواں بنادیں) حالانکہ دادی کا یہاں کوئی حق نہیں تو یقیناً چھٹے کا نصف (بارھواں حصّہ) باپ کی طرف لوٹے گا تو اس طرح وہ جدہ کے مقررہ حصے میں شریک ہوجائیگا اور شریعت میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی تو واضح ہوگیا کہ پہلے قول کو ہی ترجیح دی جائیگی گویا اسی وجہ سے اختیار میں اس کو مقدم کیا ہے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۸۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ مفصلہ ذیل میں:

ناصر علی

اکبر علی مرحوم — برہان علی

یار علی مرحوم (ولد اکبر علی) — جعفر علی و مسماۃ خیرن زوجہ میر سلطان علی مرحوم والدہ مولوی مہدی حسن مرحوم (اولاد برہان علی)

تفضل حسین مرحوم (ولد یار علی) — ارشد علی و نجم النساء زوجہ مولوی مہدی حسن مرحوم و نیز والدہ مولوی عبدالعلیم عرف شہرو (اولاد جعفر علی)

چراغ علی مرحوم (ولد تفضل حسین)

اور چراغ علی مرحوم کے محمد مسیح اپنے خلیرے بھائی اور مسماۃ فاطمہ زہرا اپنی خلیری بہن بھی ہیں، اب چراغ علی مرحوم کا متروکہ کس کو ملے گا عبدالعلیم عرف شہرو کو ملے گا یا خلیرے بھائی و بہن کو ملے گا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مذکورہ میں حسب شرائط فرائض چراغ علی کا کل ترکہ تین حصہ ہوکر دو حصے اس کے

Marfat.com

حیات طفل مرحوم میں زید نے بواسطہ کچہری وہ مہر ادا کر دیا بعدہٗ زید کا انتقال ہو گیا اب زوجہ اپنے حق ربع کی مدعیہ ہے مقدمہ کچہری میں زیر بحث ہے کوئی تحریری تقریری ثبوتِ طلاق نہیں ہے نہ قبل از ادائے مہر نہ ما بعد آں، پس حکم شرع شریف سے مطلع فرمائیں۔

الجواب

مہر معجل کا ادا کرنا پیش رخصت ضرور ہوتا ہے اور اگر عورت قبل رخصت نہ مانگے تو جب طلب کرے اس کا ادا کرنا کسی طرح طلاق دینے کی دلیل کیا شبہہ بھی نہیں ہو سکتا اور بے ثبوت شرعی طلاق ہرگز نہیں مانی جا سکتی عورت ضرور مستحق میراث ہے۔

قال اللہ تعالیٰ ولهن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد فان کان لکم ولد فلهن الثمن مما ترکتم من بعد وصیۃ توصون بها او دین[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور تمہارے ترکہ میں عورتوں کا چوتھائی ہے اگر تمہاری اولاد نہ ہو، پھر اگر تمہاری اولاد ہو تو ان کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ہے جو وصیت تم کر جاؤ اور قرض نکال کر۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۸۰: از لکھنؤ بلوچ دروازہ مسجد متصل اکھاڑہ مرسلہ مولوی محمد عثمان طالب علم ۵ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ

بعد تحیۃ سلام گزارش ہے کہ یہاں علماء مسائل ذوالارحام میں مختلف ہیں بعض امام ابو یوسف کے قول کے موافق جواب دیتے ہیں بعض امام محمد کے قول کے موافق جناب کی رائے میں کس قول کے موافق عمل درآمد ہونا چاہئے اور جناب کا معمول کیا ہے۔

الجواب

اصل فتویٰ قولِ امام محمد علیہ الرحمہ پر ہے فقیر کا اسی پر عمل ہے مگر اس کے استخراج میں قدرے دشواری ہوتی ہے لہذا بعض مشائخ نے بغرض آسانی قول امام ثانی علیہ الرحمہ پر فتویٰ دیا۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۸۱: ۱۴ شعبان ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے ایک دادی

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۲

Marfat.com

اس کے خورد و نوش میں صرف ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۴ از پنڈول بزرگ ڈاک خانہ رائے پور ضلع مظفر پور مرسلہ نعمت علی صاحب ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو بھائی کافر میں سے ایک مسلمان ہوگیا تو اب وہ بھائی کافر اس کا اس کو حق حصہ نہیں دیتا ہے اور کہتا ہے کہ تم ہمارے مذہب سے نکل گئے تمہارا حق کیسا آیا اس کا حق ہوگا یا نہیں؟

الجواب

اگر مثلاً باپ کا ترکہ دونوں بھائیوں نے پایا تھا اب ایک مسلمان ہوگیا تو وہ اپنے حصے کا مالک ہے مسلمان ہو جانے سے ملک زائل نہ ہوئی ہاں اس کے اسلام کے بعد ان کافروں میں جو مرا اس کا ترکہ اسے نہ ملے گا لاختلاف الدین (دین کے مختلف ہونے کی وجہ سے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۵ از دربھنگہ قلعہ گھاٹ مرسلہ غلام اکبر ۱۴ رجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک ہندو مرا اور اس کی بی بی مرنے کے بعد اس کی کل جائداد پر قابض و دخیل ہوئی اور اپنا اندراج نام بھی دفاتر گورنمنٹ میں کرایا۔ چند سال کے بعد وہ مسلمان ہوگئی تو اب جائداد مذکورہ بعد تبدیل مذہب زن نو مسلمہ کو شرعاً ملے گی یا نہیں؟

الجواب

جو چیز اس وقت اس کی ملک سمجھی جاتی تھی وہ بعد اسلام بھی اس کی ملک رہے گی، اسلام قاطع ملک نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۶ از جبہ کلاں ڈاکخانہ خاص ضلع لاہور براستہ چھانگا مانگا سب آفس بلوکی مرسلہ عبدالرحمٰن صاحب ۵ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے حقیقی بھائی خورد عمرو کو بصد محنت تعلیم کتب دینیہ کی دے کر اچھا خاصہ اہل علم بنا دیا اور دیگر حقوق خورد ہونے کے بھی ادا کئے مگر عمرو اس جوہر کا نکلا کہ جملہ حقوق پہ خاک ڈال کر بے مروتی پر کمر باندھ لی اور اپنے بڑے بھائی واستاد و ہمسایہ کی ایذا رسانی پر کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا حتی کہ فی الحال بلا ولد زید کے

Marfat.com

لان فرضها اذ ذاك نصف السدس بل ليس فرضها الا السدس وكانت كل منهما تدعيه لنفسها كملا فجعلناه بينهما نصفين على سبيل المنازعة لعدم المرجح كما اذا اقام كل من الخارجين على ان الارض له فانها تنصف بينهما كذلك ههنا فاذا سقطت مزاحمة الابوية لحجب الاب اياها بقيت دعوى الامية بلا معارض فكان لها السدس كملا كما اذا كانت لدار شفيعان متساويان وادعى كل منهما جميع الدار المشفوعة ثم عرض لاحدهما ما يسقط حقه كانت الدار كلها للثاني لزوال المزاحمة واما **ثانيا** فلان الله سبحانه وتعالى قد اعطى كل ذي حق حقه فلا يجوز ان ينقل من فرض احد شیٔ الى غيره وقد

نصف نہیں کیا جائے گا' اس لئے کہ اس صورت میں جدّہ کا مقررہ حصہ چھٹے کا نصف (بارھواں حصہ) ہو جائے گا حالانکہ ایسا نہیں بلکہ اس کا مقررہ حصہ فقط چھٹا ہے تو ان دونوں (دادی اور نانی) میں سے ہر ایک اپنے لئے پورے چھٹے حصے کا دعوٰی کرے گی۔ چنانچہ ہم نے منازعت کے باعث اور مرجح نہ ہونے کی وجہ سے اس چھٹے حصے کو ان دونوں کے درمیان نصف نصف کر دیا۔ جیسا کہ بائع اور مشتری کے علاوہ دو اجنبی مردوں میں سے ہر ایک نے اس بات پر گواہ قائم کر دیئے کہ فروخت شدہ زمین اس کی ہے تو وہ زمین دونوں کے درمیان نصف نصف کر دی جائے گی۔ ایسا ہی یہاں بھی ہوگا۔ جب دادی کی مزاحمت اس وجہ سے ختم ہو گئی کہ باپ نے اس کو محروم کر دیا ہے تو نانی کا دعوٰی بلا منازعت رہا لہذا اس کو مکمل چھٹا حصہ دیا جائیگا۔ جیسے کسی گھر کے دو[1] مساوی شفیع ہوں اور ہر ایک شفعہ والے پورے گھر کا دعوٰی کرے پھر ان میں سے ایک کو ایسا عارضہ لاحق ہو جس کی وجہ سے اس کا حق ساقط ہو جائے تو مزاحمت کے ختم ہو جانے کی وجہ سے پورا گھر دوسرے کو ملے گا۔ **وجہ دوم**۔ کیونکہ اللہ تعالٰے نے ہر حقدار کو اس کا حق عطا فرمادیا ہے لہذا یہ جائز نہ ہوگا کہ کسی کے مقررہ حصے سے کوئی شے دوسرے کی طرف منتقل ہو جائے۔ بیشک

---

[1] کنز العمال، حدیث ۴۶۰۵۶ و ۴۶۰۵۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/۶۱۴

Marfat.com

عمرو بکر شادی شدہ تھے اور تیسرا خالد کم سن غیر شادی شدہ تھا عمرو بکر نے جو قرضہ والد کا تھا وہ اپنے ذمے لے لیا اور مکان کا تیسرا حصہ اور مبلغ دو صد روپیہ شادی کے واسطے اس چھوٹے بھائی خالد کو دے دیئے اور قرضہ اور جائداد دونوں بڑے بھائیوں نے نصف نصف کر لیا اس کے بعد بڑا بھائی عمرو فوت ہوا اور اس کی عورت کو چھوٹے بھائی خالد نے اپنے ساتھ نکاح کر لیا، عمرو کی دو لڑکیاں تھیں چونکہ وہ کم سن غیر شادی شدہ ہیں اس واسطے وہ بھی اپنی والدہ کے ہمراہ خالد اپنے چچا کے پاس آئیں۔ اس نے اپنی مرضی سے بڑی لڑکی کا نکاح کر دیا اس کے بعد دونوں لڑکیاں فوت ہوگئیں، اب اس کے پاس عمرو کی سب جائداد معہ عورت موجود ہے اور دوسرے بھائی بکر کو کچھ نہیں دیتا اور جو رقم مبلغ دو صد روپیہ کی اس کو قبل تقسیم اس کی شادی کے واسطے دیئے گئے تھے وہ بھی اس کے پاس ہے کیونکہ اس کی شادی پہ وہ خرچ نہیں ہوئے کیونکہ رانڈ بھاوج سے نکاح کر لیا ہے اب کس طرح اس جائداد کو تقسیم کیا جائے نیز ان تینوں بھائیوں کی نانی حقیقی کو ان کے والد مرحوم زید نے کچھ حصہ مکان کا بیع کر دیا ہوا تھا وہ بھی مر گئی وہ بھی اسی خالد کے قبضے میں ہے اس میں سے بھی عمرو بکر کو حصہ آتا ہے یا نہیں؟

الجواب

سوال میں کچھ نہ بتایا کہ مکان کے علاوہ زید کی باقی جائداد منقولہ وغیر منقولہ وجنس ترکہ کس قدر تھا اور اس پر قرض کتنا، نہ یہ کہ دونوں لڑکیوں میں پہلے کون مری، اور جس کی شادی ہو گئی تھی اس کے بعد اس کا شوہر یا کوئی بچہ رہا یا نہیں، اور دوسری کی شادی ہوئی تھی یا نہیں ہوئی، تو اس کے وارث کون کون سے رہے، ان کی ماں ان کی نانی سے پہلے مری یا بعد، اسکے کون کون ورثہ رہے، تقسیم جائداد کا جواب بے تفصیل کامل ورثہ و ترتیب اموات نہیں ہو سکتا، اتنا اجمالاً کہا جا سکتا ہے کہ اگر بعد ادائے قرضہ زید اس کا متروکہ چھ سو روپے سے زیادہ کا تھا اور خالد کو صرف دو سو پہنچے تو عمرو بکر کے پاس خالد کا حق رہا اور جائداد باہم بانٹ لینا اور خالد نابالغ کو روپیہ دینا یہ بھی ناجائز تھا پھر خالد کا جتنا حق عمرو کے پاس رہا وہ تو خالد کے قبضے میں آ ہی گیا جتنا بکر کو گیا تھا اگر وہ ان حصوں کے برابر ہے جو بکر کو دختران عمرو اور اپنی نانی کے مال سے پہنچتے ہیں تو برابر ہو گئے ورنہ بکر یا خالد جس کے پاس زیادہ پہنچا ہوا ہے وہ دوسرے کو دے کہ حق العباد سے پاک ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

Marfat.com

خالہ زاد بھائی کو اور ایک حصہ اس کی خالہ زاد بہن کو ملے گا عبد العلیم کچھ نہ پائے گا کہ وہ بہت دور رشتہ دار ہے ایک رشتہ پر ابن بنت ابن عم الجد ہے یعنی چراغ علی کے پردادا کے باپ ناصری کے پوتے کا نواسہ ہے اور دوسرے رشتہ پر ابن ابن بنت عم الجد ہے یعنی چراغ علی کے باپ کے پردادا کے پوتی کا پوتا ہے بہرحال ذوی الارحام سے ہے خود عصبہ وارث نہیں اور اولاد خالہ سے درجے میں بعید ہے لہٰذا ان کے سامنے اُسے کچھ نہ ملے گا۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

یقدم الاقرب فی کل صنف واذا استووا فی درجۃ قدم ولد الوارث[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

ہر صنف میں زیادہ قریبی کو مقدم کیا جائے گا اگر وہ درجہ میں برابر ہوں تو وارث کی اولاد کو مقدم کیا جائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۸۳ ازبہٹ ضلع سہارنپور مرسلہ مشتاق حسین ۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نے بعد معاف کرنے مہر شرعی جن کے شاہد اس کی ماں اور بہن نیز ماموں حقیقی ہیں انتقال کیا ایک لڑکی ۳ سالہ اور خاوند چھوڑے اسباب جہیزی میں سے کچھ زیور اور کپڑا اس کے شوہر کے یہاں سے اس کی ماں اور بہن لے گئے باقی کی ایک فہرست اس کے شوہر کو دی اور کہا کہ اس کو بیچ کر ایصال ثواب اور فاتحہ میں خرچ کریں، بس کیا حکم شرعی ہے اس بارے میں پسماندہ اسباب کا کون مالک اور مصرف ہے اور ماں باپ اور بہن کو اس کی واپسی کا کیا حق ہے؟

الجواب

جہیز وغیرہ جو کچھ عورت کی ملک تھا صورت مذکورہ میں حسب شرائط فرائض اگر وارث صرف یہی ہیں ہر ہر چیز کے بارہ[12] حصہ ہوں گے تین[3] حصہ شوہر کے، دو[2] ماں کے، چھ[6] بیٹی کے، ایک بہن کا۔ ماں بہن جو کچھ لے گئیں واپس لاکر سب ملاکر بارہ حصہ کرکے اپنے تین حصے لے کر ان کو فاتحہ وغیرہ جس میں چاہیں صرف کریں شوہر کے تین حصوں کا اختیار شوہر کو ہے اور دختر کے چھ[6]، تو کوئی بھی فاتحہ وغیرہ میں صرف نہیں کرسکتا وہ اس کے باپ کے قبضے میں رہ کر خود

---

[1] الدرالمختار شرح تنویر الابصار کتاب الفرائض باب توریث ذوی الارحام مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۶۴

Marfat.com

الجواب

ہرگز خریدارِ ترکہ کو کوئی استحقاق دعوی مہر کا نہیں مہر کی مالک عورت ہے نہ کہ یہ مشتری متروکہ بلکہ اگر قبل ادائے دینِ مہر و دیگر دیون (اگر ہوں) ورثہ غیر زوجہ نے جائداد بیع کر دی اور مہر تنہا یا مع دیگر دیون جائداد متروکہ کو محیط یعنی اس کے مساوی یا زائد ہے تو زوجہ و دیگر دائنان کو اختیار ہے کہ یہ بیع رَد کر دیں اور اپنے مہر و دیون اس سے وصول کریں،

فان الترکۃ المستغرقۃ بالدیون لاتصیر ملکا للورثۃ کما فی الاشباہ[1] وغیرھا۔

جس ترکہ کو قرضوں نے گھیر رکھا ہو وہ وارثوں کی ملکیت نہیں ہوتا جیسا کہ اشباہ وغیرہ میں ہے۔ (ت)

اور اگر متروکہ کے ساتھ عورت سے اُس کا مہر بھی مشتری نے خرید لیا ہے جب بھی اُس کا دعوٰی باطل ہے کہ دین غیر مدیون کے ہاتھ بیع نہیں ہوسکتا، اشباہ و درمختار وغیرہا میں تصریح ہے کہ:

بیع الدین ممن لیس علیہ باطل[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

قرض کی بیع اس شخص کے ہاتھ کرنا جس پر وہ قرض نہیں ہے باطل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۹۱ ازہلدوانی ضلع نینی تال مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ اسرار الحق صاحب ۱۶ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زوج زوجہ کا انتقال ہوگیا بعد انتقال کے روپیہ نقد اور زیور چھوڑا، روپیہ اور زیور کو برادری نے جمع کر لیا شخص مرنے والے کی ایک بھتیجی حقیقی یعنی حقیقی بھائی کی لڑکی بیوہ اور یتیم بچے ہمراہ، اور برادری یہ بات کہتی ہے کہ یہ روپیہ اور زیور مسجد کو دے دینا چاہئے اور بھتیجی کو نہ دینا آیا اس صورت میں بھتیجی بیوہ کا حق نکلتا ہے یا نہیں یا کہ مسجد کو دے دیں، اس صورت میں مسجد کو دینا جائز ہے یا ناجائز؟ زوجہ مرنے والی کے بھائی بھانجے ہیں وہ بھی اس روپیہ زیور میں سے حصہ کے دعویدار ہیں یا نہیں؟ مگر یہ بھائی بھانجے حقیقی نہیں ہیں دور رشتہ کے ہیں ان کا بھی حق روپیہ زیور میں سے نکلتا ہے یا نہیں؟

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی الملک ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۲۰۴

[2] الدرالمختار کتاب الھبۃ فصل فی مسائل متفرقہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۶۶-۱۶۵

Marfat.com

عمرو زید کی موت کا ملتجی ہے اور زید نے ان حرکاتِ ناشائستہ سے تخمیناً عرصہ سات برس تک صبر کیا مگر جب طاقت بشری تحمل کی نہ رہی تو مجبوراً زید کو عمرو کا عاق کرنا پڑا، کیا یہ عمرو عاق کرنے کے لائق ہے یا نہیں؟ اور عاق ہونے کے بعد وارث ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

صورتِ مذکورہ میں عمرو ضرور عاق و فاسق و مستحقِ عذاب النار ہے مگر عقوق بمعنی ارث نہیں۔

ان اللہ اعطی کل ذی حق حقہ[1]۔ بیشک اللہ تعالٰی نے ہر حقدار کو اس کا حق عطا فرمادیا ہے۔ (ت)

نہ عاق کردینا شرع میں کوئی اصل رکھتا ہے نہ اس سے میراث ساقط ہو، ہاں اگر زید چاہے تو اپنی جائداد وقف اہلی کردے اور اس میں عمرو کے لئے شرط لگادے کہ اگر وہ اپنے حال کی اصلاح کرے اور ان ان باتوں کا پابند ہو تو اس قدر پائے ورنہ نہ پائے، یوں مقصود زید حاصل ہوسکتا ہے، اور اگر امیدِ اصلاح نہ ہو اور بالکل محروم کردے جب بھی حرج نہیں کہ فاسق کو میراث سے محروم کردینے کی اجازت ہے یہ تو وقف ہے۔ فتاوٰی خلاصہ و لسان الحکام و فتاوٰی ہندیہ میں ہے:

لوکان ولدہ فاسقا و اراد ان یصرف مالہ الی وجوہ الخیر ویحرمہ عن المیراث ھذا اخیر من ترکہ[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر اس کی اولاد فاسق ہو اور وہ چاہے کہ اپنا مال نیکی کے کاموں میں خرچ کردے اور فاسق اولاد کو اس سے محروم کردے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے بنسبت اس کے کہ وہ فاسق اولاد کے لئے مال چھوڑ جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۸۷: از شہر سیالکوٹ بازار پینچ پورہ زیر قلعہ مرسلہ امام الدین صاحب ۵ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید تین لڑکے چھوڑ کر مرگیا دو بڑے

---

[1] کنز العمال حدیث ۴۶۰۵۶ و ۴۶۰۵۷ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/۶۱۴

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الھبۃ الباب السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۳۹۱

Marfat.com

نے اس کے ترکہ کو بقوانین شرع تقسیم پر صاف انکار کیا، نمبر۳ کی طرف سے اس پر ڈیڑھ سال تک اعتراض اور انکار ہوتا رہا بالآخر انھوں نے جو ثالث کیا اُس نے بھی فیصلہ بحق ہر سہ بالا بخلاف شریعت کر دیا۔ اس فیصلہ میں نمبر۳ کا بہت سا حق زائل کر لیا گیا زبیدہ بھی خلافِ شرع حصہ پاچکی ہے مگر ہندہ جو بعد متوفی فوت ہوگئی، اب فریق نمبر۳ اپنے قلیل حصہ سے بھی جو اس کو وراثۃً ملا ہے اپنی ہمشیرہ مرحومہ کے شرعی حصہ سے سبکدوش ہونا چاہتا ہے مرحومہ کی سسرال اور بالخصوص خاوند فاسق فاجر عقائد میں صلح کل جس کا پسر الولد سرٌّ لابیہ (بیٹا اپنے باپ کا بھید ہوتا ہے) ہے پس فریق نمبر۳ حیرت میں ہے کہ مرحومہ کا ورثہ کس کو ادا کیا جائے اس کا ارادہ ہے کہ یہ حصہ بنام بزم حنفیہ کر دیا جائے اور وہ بتدریج اشاعت مذہب حنفیہ وحمایت کلام مجید صرف کرے، اب استفسار یہ ہے کہ کیا اس صورت میں جب کہ لڑکا بھی فاسق فاجر کے قبضہ میں ہے اگر یہ روپیہ اس کو دے دیا جائے تو فسق و فجور اور بدمذہبی میں صرف ہوگا تو کیا اُس ترکہ کو (جو یک صد روپے کے اندر اندر ہوگا) بزم حنفیہ حمایت کلام مجید اور اشاعت مذہب اہلسنت میں صرف کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب

سوال زائد باتوں سے بہت مفصل اور ضروری باتوں سے نہایت مجمل ہے کیسی تقسیم خلافِ شرع ہوئی اگر اُس شیطانی مسئلہ پر عمل ہوا جو آج کل شیاطین الانس میں ہے کہ بنات
۱ کو ترکہ نہیں دیتے تو زبیدہ کو کیسے ملا اور پسر سوم کا حق کیسے زائل ہوا اور اگر یہ ہے کہ تینوں بیٹوں اور ایک بیٹی نے باہم لے لیا ایک دختر کو کچھ نہ دیا اور پسر سوم کو اس کے حصہ سے بہت کم دیا اس صورت میں اُس دختر کے حصہ کا اس پسر پر کیا بار ہے؟ اس نے اس کا کیا دبایا ہے جس سے سبکدوشی چاہتا ہے؟ ترکہ کیا چیز ہے اور تقسیم کس طرح؟ صاف تحریر فرمائیں کہ جواب دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۴ تا ۱۹۶ از کانپور نئی سڑک دکان حاجی رحیم بخش و حاجی فہیم بخش مرسلہ کاظم حسین صاحب

۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ زید فوت ہوگیا اور اپنی بیوی اور ایک نابالغہ لڑکی چھوڑی، عمرو جو زید کا باپ ہے اس وجہ سے کہ اس نے ایک غیر کفو کی عورت سے بعد وفات والدہ زید نکاح کر لیا تھا ہمیشہ زید سے علیحدہ رہا۔ اب بعد وفاتِ زید زید کی جائداد پر ناجائز صورت سے قابض ہوگیا ہے اور اتلاف جائداد کی نیت سے لڑکی نابالغہ کا ولی بننا چاہتا ہے۔ اس صورت میں کیا حکم ہے؟

Marfat.com

مسئلہ ۱۸۸ ۲۶ رمضان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے ایک لڑکا اور تین لڑکیاں ہیں اور لڑکے کی ولایت ثابت ہوچکی ہے لڑکا بدچلن اور بدوضع ہے اور اپنی ہمشیرگان و پدر کو نہایت تکلیف دہ ہے زید اسے عاق کرنا چاہتا ہے کہ وہ آئندہ میری لڑکیوں کے اور میرے متروکہ میں اگر کچھ میرے پاس باقی بچے تو وہ اس حق سے جو مجھ سے پہنچے اور لڑکیوں کے حقوق کی حفاظت کی غرض سے عاق کرنا کس حد تک جائز ہے؟

الجواب

عاق کرنا شرع میں کوئی چیز نہیں، نہ وہ اس کے سبب ترکہ سے محروم ہوسکے، ہاں اگر وہ واقعی فاسق و آوارہ ہے تو یہ جائز ہے کہ اپنا سب مال بذریعہ وقف علی الاولاد یا بذریعہ بیعنامہ یا جدا جدا تقسیم کرکے قبضہ دے کر بذریعہ ہبہ نامہ اپنی بیٹیوں کے نام کردے یوں بیٹے کو آپ ہی کچھ نہ پہنچے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۹ از شہر بریلی محلہ گندا نالہ مسئولہ حافظ محمد جان صاحب ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نے انتقال کیا اس نے دو لڑکے چھوڑے، ایک لڑکے کو اپنی زندگی میں جو کچھ اس کے پاس چیز تھی وہ دے دی اور اس پر اس کو قابض کرگئی، لڑکے نے والدہ کی زندگی میں اس میں سے صرف بھی کیا اپنے اختیار سے، اور جو کچھ باقی رہا وہ اس کے قبضہ میں ہے، پس اس صورت میں شریعت مطہرہ دوسرے لڑکے کو کچھ دلاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر مرض الموت سے پہلے دے کر قبضہ تامہ دے گئی تھی تو دوسرے لڑکے کا اس میں کچھ حق نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۰ از شاہجہانپور مرسلہ شیخ علی حسین صاحب ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے کہ کوئی وراثت کا نہیں حق رکھتا اور شرعاً ترکہ کا بوجہ من الوجوہ ذی استحقاق نہیں ہوسکتا، اب بحالت مول لینے جائداد ترکے ترکہ دین مہر پانے کا جو حق بیچنے والے وارثوں کا ہے کیا یہ خریدنے والا دعوٰی کرسکتا ہے کہ جائداد ترکہ لینے سے مجھ کو ترکہ دین مہر پانے کا حق حاصل ہے اور دعوٰی اس کا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

Marfat.com

پس اس صورت میں شریعتِ مطہرہ کیا حکم دیتی ہے ؟ آیا لڑکی یا ان کی اولاد کو حصہ مل سکتا ہے یا نہیں ؟ اور لڑکے کی بیوی کو اور اولاد کو حق پہنچے گا یا قرض ادا کیا جائے گا ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ماں نے جو لفظ لڑکے سے کہے تھے کہ ان کا نکاح کردو تمھیں مکان کا مالک کیا اس سے ہبہ خواہ بیع کہ ٹھہرائیں جبکہ ماں بلکہ لڑکا بھی قبلِ قبضہ مکان انتقال کر گئے لڑکا کسی طرح اس مکان کا مالک نہ ہوا ہبہ میں تو ظاہر کہ قبلِ قبضہ اُن میں ایک کی موت سے باطل ہوتا ہے اور بیع میں یُوں کہ یہ بیع بوجہ جہالت ثمن باطل تھی اور بیع فاسد میں قبلِ قبضہ مشتری مالک نہیں ہوتا۔ درمختار میں ہے :

اذا قبض المشتری المبیع برضاء بائعه فی البیع الفاسد ولم ینهه ملکه[1] (ملتقطا)

جب مشتری بیع فاسد میں بائع کی رضامندی سے مبیع پر قبضہ کرلے اور بائع اس کو منع نہ کرے تو وہ مبیع کا مالک ہوجائے گا۔ (بالالتقاط)۔ (ت)

تو مکان کہ ماں کے مِہر میں تھا اُسی کی مِلک رہا اس کے لڑکے اور پانچوں لڑکیوں سب کا اس میں حصہ ہوا جو موجود ہیں اُن کو اور جن کا انتقال ہوگیا اُن کی اولاد و ورثہ کو حصہ پہنچے گا، جو حصہ اس پسر کا ہوگا اس سے جو قرضہ اس پر ہے ادا کیا جائے گا اگر کچھ بچا تو اس کی زوجہ اور بیٹے بیٹیاں پائیں گے ورنہ کچھ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۸ : از پولیس لائن ضلع سیتاپور مرسلہ عرفان خاں کانسٹیبل محرر ۲ شعبان ۱۳۳۸ھ

اصغری بیگم کا خاوند مرگیا، اصغری بیگم کے ایک لڑکا بالغ عرفان خاں اور ایک نابالغہ لڑکی مظہری بیگم ہے، مسماۃ بیوہ نے مظہری کا عقد بکر کے ساتھ کرنا چاہا اور عرفان خاں کو خط لکھا کہ میں تمھاری بہن مظہری بیگم کا عقد بکر کے ساتھ کرنا چاہتی ہوں تمھاری کیا رائے ہے۔ عرفان خاں نے اپنی ماں کو جواب دیا کہ بکر بدچلن اور خلافِ شرع شخص ہے مجھے اپنی بہن کا عقد اس سے منظور نہیں باوجود ممانعت عرفان خاں ماں نے بولایت خود خلافِ مرضی عرفان خاں بکر کے ساتھ مظہری کا عقد کردیا اور پندرہ دن بعد بذریعہ خط عرفان خاں کو عقد مذکور کی اطلاع دی عرفان خاں نے جواب دیا کہ تم نے میری بلا اجازت اور خلافِ مرضی جو نکاح مظہری کا بکر کے ساتھ کردیا ہے میں اُس کو ہرگز نہ مانوں گا اور مظہری کی رخصت بکر کے ساتھ نہ کروں گا نکاح کو ڈھائی سال ہوئے مظہری اب بالغہ ہے اور

---

[1] الدرالمختار کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۸

Marfat.com

الجواب

برادری کا کہنا قابلِ سماعت نہیں، وہ مال وارثوں کا ہے، زوج یا زوجہ جس کا مال ہے۔ اس کے جو وارث ہوں اگرچہ کتنے ہی دُور کے رشتہ کے بھائی یعنی دادا پردادا کی اولاد کے بھائی اُن میں جو قریب تر ہے وہ وارث ہوگا اُس کے ہوتے بھتیجی بھی وارث نہیں نہ بے اجازت وارث، ایک حبہ اس میں سے مسجد میں لگانا جائز۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۲ از چتور گڈھ میواڑ مرسلہ فتح محمد ۲۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی قوم میں تقسیم ترکہ کا رواج نہیں تو ایسے مال سے کہ جس میں بالغ اور نابالغ وارث ہیں کھانا لینا دینا خیرات کا ہونا جائز ہے یا ناجائز جب کہ بالغ بھی وارثِ مال ہیں اور وہ کریں جیسے کالو کریم بخش کی صورت کہ تقسیم ترکہ ہوتا ہی نہیں اناث تو متروک الارث سمجھے جاتے ہوں اور ذکور ہی صرف وارث بنے جاتے ہیں ہمارے یہاں تو بالغین کا صرف کرنا کیسا؟

الجواب

اناث کو محروم کرنا حرام قطعی ہے ہنود کا اتباع اور شریعتِ مطہرہ سے منہ پھرنا ہے جبکہ اس میں نابالغوں کا حق مخلوط ہے اور معلوم ہے کہ یہ خالص اپنے حصے سے نہیں کرتے بلکہ کُل کو اپنا ہی حصہ جانتے ہیں تو اس میں سے نہ کھانا جائز نہ کچھ لینا۔

قال اللہ تعالٰی ان الذین یاکلون اموال الیتٰمی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا[1]۔

(اللہ تعالٰی نے فرمایا:) وہ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں نہیں بھرتے مگر آگ اور عنقریب بھڑکتی آگ میں جائیں گے۔

والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۳ از دفتر صدر اول بزم حنفیہ لاہور خواجگان منزل مرسلہ مولوی حکیم عبدالحمید صاحب صدر اول ۲۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہل اسلام مفتیان حنفیہ کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نہایت متشرع فوت ہوا۔ زید، عمرو، بکر، خالد اور زبیدہ و ہندہ یہ چھ اولادیں چھوڑیں۔ نمبر ۱ و ۲ و ۴

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۰

Marfat.com

اور زید وبکر برادران اخیافی اور برادر علاتی ولید جو کہ رافضی المذہب ہے۔ تو ایسی صورت میں تقسیم تر
کن کن ورثہ پر ہوگا؟ دیگر یہ کہ متوفی نے جو جائداد چھوڑی ہے وہ متوفی کی خاص قوت بازو سے حاصل
کی ہوئی ہے کسی مورث قدیم کا کچھ ترکہ اس میں شامل نہیں ہے اور بیوہ لاولد متوفی کی کسی ورثائ
استحقاق شدہ کو کچھ حصہ نہیں دیتی ہے بلکہ آمادۂ جنگ وجدال ہے تو اس صورت میں نزدیک
شرع شریف کے عنداللہ گنہ گار ہوگی یا نہیں؟ فقط۔ بیّنوا توجروا

الجواب

بیوہ کا مہر واجب الادا اگر قدر متروکہ سے زائد یا برابر ہے اور وہ اس دعوٰی سے کسی وارث
کو کچھ دینا نہیں چاہتی تو گنہ گار نہیں، وارث اگر مہر میں جائداد دینا نہ چاہیں مہر ادا کردیں اس کے
بعد جائداد میں حصہ لیں، اور اگر مہر نہیں یا قدر متروکہ سے کم ہے تو بیوہ کا کل جائداد پر قبضہ کرنا اور وارثوں
کو نہ دینا ظلم ہے اور وہ گنہ گار۔ خالد کا ترکہ حسب شرائط فرائض بعد ادائے مہر و دیگر دیون و انفاذ
وصایا و انحصار ورثہ فی المذکورین آٹھ سہم ہوکر ۲ دو سہم زوجہ اور تین تین سہم دونوں اخیافی بھائیوں کو
ملیں گے اور ولید برادر علاتی کو بوجہ اختلاف دین کچھ نہ ملے۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں فتاوٰی ظہیریہ سے
دربارۂ روافض ہے:

احکامھم احکام المرتدین[1]۔ رافضیوں کے احکام مرتدوں کے احکام کی طرح ہیں۔ (ت)

اور اسی میں ہے:

واختلاف الدین یمنع الارث[2] دین کا مختلف ہونا میراث سے مانع ہے (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲: از سنبھل ضلع مراد آباد محلہ کوٹ غربی متولیان مسئولہ سید محمد علی صاحب
۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ ایک شخص سنّی المذہب کا انتقال ہوا اور
اس نے اپنی دو بہنیں سنّی المذہب اور ایک بیٹی شیعی المذہب چھوڑیں، شرعًا اس صورت

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب السیر الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۶۴
[2] ″ ″ کتاب الفرائض الباب الخامس ″ ″ ″ ۶/ ۴۵۴

Marfat.com

اوّل زید کی متروکہ جائداد زید کی لڑکی و بیوی پر تقسیم ہونے کی کیا صورت ہے ؟

دوم زید کے متروکہ میں عمرو کا اور زید کے علاتی بھائی خالد کا کوئی حق ہے یا نہیں ؟ ہے تو کتنا ؟

سوم ایسی حالت میں جبکہ عمرو کی ولایت سے جائداد کے تلف ہوجانے کا احتمال ہے تو نابالغہ کی ماں ولیہ نابالغہ ہوسکتی ہے یا نہیں ؟

الجواب

بعد ادائے مہر و دیگر دیون حسب شرائط فرائض متروکہ زید کے آٹھ حصوں سے ایک حصہ اس کی زوجہ اور چار سہم دختر اور تین سہم عمرو کو ملیں گے فرضًا وعصوبةً (بطور فرض اور بطور عصبہ) اور علاتی بھائی کا کوئی حق نہیں شریعت مطہرہ نے پدر و وصی پدر کے بعد نابالغ کے مال کا ولی اس کے دادا کو بنایا ہے ماں کسی طرح ولی مال نہیں، نہ کہ دادا پر اس کو ترجیح ہو۔ درمختار میں ہے:

ولیہ فی المال ابوہ ثم وصیہ ثم جدہ ثم وصیہ[1] الخ واللہ تعالٰی اعلم۔

نابالغ کا ولی اس کے مال میں اس کا باپ پھر باپ کا وصی پھر اس کا دادا پھر دادا کا وصی ہوتا ہے الخ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۹۷ مرسلہ حافظ جان محمد صاحب ساکن گندہ نالہ شہر بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے انتقال کیا اور ایک مکان واسطے ادائیگی مہر اپنی بیوی کے چھوڑا ایک لڑکا پانچ لڑکیاں اولاد چھوڑی ایک لڑکی کی شادی والد نے خود کردی ۴ لڑکیاں رہیں ان لڑکیوں کی والدہ نے اپنے لڑکے سے کہا کہ تم اپنی کمائی سے ان کے عقد نکاح کا انتظام کردو اس مکان کا تم کو مالک کیا چنانچہ لڑکے نے حسبِ فرمان اپنی والدہ کے چاروں کا عقد نکاح کردیا بعد کو والدہ نے انتقال کیا اس کے بعد دو لڑکیاں انتقال کرگئیں بعد اس کے اس لڑکے نے بھی انتقال کیا اس نے تین ہمشیرہ اور اپنی بیوی اور دو لڑکے اور چار لڑکیاں چھوڑیں بعد کو ایک ہمشیرہ اور انتقال کرگئی لیکن ان سب کی اولاد موجود ہیں کچھ ان میں سے ایسے ہیں کہ اپنا حصہ طلب کرتے ہیں اور ایک وہ ہمشیرہ جس کی شادی خود والد نے کی زندگی میں نہ کسی نے مکان پر قبضہ کیا نہ طلب کیا اور اس لڑکی کے ذمہ قرضہ دینا ہے جتنے کا مکان کا حصہ ہے اُتنا قرضہ بھی ہے

---

[1] الدرالمختار کتاب الماذون مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۰۳

Marfat.com

الجواب

جبکہ نہ اُن لڑکیوں نے اپنا حصہ مانگا نہ لڑکوں نے دیا اور بطورِ خود اس میں تجارت کرتے رہے تو وُہ چاروں لڑکیاں اصل متروکہ میں اپنا حصہ طلب کرسکتی ہیں تجارت سے جو نفع ہوا وہ لڑکیاں اسکی مالک نہیں، ہاں اُن کے حصّہ پر جو نفع ہوا لڑکوں کے لئے ملک خبیث ہے لڑکوں کو جائز نہیں کہ اسے اپنے تصرف میں لائیں، ان پر واجب ہے کہ یا تو وہ نفع فقرائِ مسلمین پر تصدق کریں یا چاروں لڑکیوں کو دے دیں اور یہی بوجوہ افضل و اولٰی ہے اور اُن لڑکیوں کے لئے حلال طیب ہے کہ انھیں کی ملک کا نفع ہے جبکہ لڑکوں پر شرعًا حرام ہے کہ ان لڑکیوں کے حصہ کا نفع اپنے صرف میں لائیں تو لڑکیوں ہی کو کیوں نہ دیں کہ ان کی دلجوئی ہو صلۂ رحم ہو صاحبِ حق کی ملک کا نفع اسی کو پہنچے، واللہ تعالٰی اعلم

اور اس میں برابر ہے وُہ نفع کہ انھیں مال متروکہ کی تجارت پر ملا اور وہ جس میں احمد و محمود مضارب ہے کہ ان چار لڑکیوں نے نہ حصّہ طلب کیا نہ ان کو مضارب کیا بطورِ خود مضارب بن جانا مہمل محض ہے اور اگر ماں نے مضارب کیا تو اُن چار لڑکیوں کے حصوں پر اُسے بھی کوئی اختیار نہ تھا بہرحال اُن کا حصہ اُن کے ہاتھ میں بطورِ غصب رہا اور اس پر نفع جس طرح بھی حاصل ہوا خبیث ہوا اور اس کا وہی حکم ہے جو گزرا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۳: از بمبئی محلہ کماٹی پورہ دوسری گلی مسئولہ محمد عثمان صاحب سنّی حنفی قادری ۶ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک نادار شخص ہے جس کی اہلیہ اور ایک دختر تین سال کی ہے قرض لے کر اپنی زوجہ و دختر کو زیور بنا دیا اور اب بھی مقروض ہے اسکی خوشدامن بغیر اجازت زید اپنی لڑکی اور نواسی کو اپنے مکان پر لے گئی اور آنے نہ دیا اس درمیان میں زوجۂ زید بیمار ہوگئی اور بحالتِ بیماری میں اپنے شوہر کو دو آدمیوں کے رُوبرو بلوا کر مہر معاف کر دیا۔ زید نے قرض لے کر تجہیز و تکفین کر دی اب خسر زید زیور اور نواسی کو دینے سے انکار کرتا ہے کہ تمھارا اب کوئی حق نہیں اور نہ تمھاری ہمشیرہ کو لڑکی کے پرورش کرنے کا کوئی حق ہے لہذا صورتِ مسئولہ میں زیور اور نواسی کو نہ دینا کیا حکمِ شرع رکھتا ہے؟ بیّنوا بیانًا شافیا توجروا اجرا وافیا (تسلی بخش طور پر بیان کرو بھرپور اجر پاؤ گے۔ ت)

Marfat.com

اس نکاح سے اپنی نارضامندی ظاہر کرتی ہے اور فسخ کرانا چاہتی ہے کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر یہ بیان صحیح ہے تو عرفان خاں نے جس وقت نکاح کی اطلاع پانے پر اس نکاح کے ماننے سے انکار کیا اسی وقت وہ نکاح رد ہو گیا اور مظہری کو بکر سے کچھ علاقہ نہ رہا فسخ کی کیا حاجت کہ وہ سرے سے نہ رہا مظہری کو اختیار ہے جس مناسب جگہ چاہے نکاح کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۹ از مدرسہ عین العلوم پوسٹ بزتلہ ۲۴ پرگنہ مرسلہ محمد سراج الدین صاحب

۱۲ رمضان ۱۳۳۸ھ

زید نے انتقال کیا اور زوجہ واب وام و ایک اخت علینی وارث چھوڑے ہر ایک کا حصہ کیا ہوگا اگر اس صورت میں ام کو ثلث مابقی ملے تو سراجی کی عبارت ذیل کا کیا مطلب ہوگا:

وثلث مابقی بعد فرض احد الزوجین وذلک فی مسألتین زوج و ابوین او زوجة و ابوین[1]۔ بینوا توجروا۔

ماں کو زوج یا زوجہ کا حصہ نکالنے کے بعد باقی کا تہائی ملے گا اور وہ دو مسئلوں میں ہوتا ہے:

(۱) میّت نے خاوند اور والدین چھوڑے ہوں۔

(۲) میت نے بیوی اور والدین چھوڑے ہوں۔ بیان کیجئے اجر پاؤ گے۔ (ت)

الجواب

ہاں اس صورت میں ام کو ثلث باقی ملیگا اور یہ عبارت سراجیہ کے مخالف نہیں، وہی صورت زوجہ و ابوین کی ہے کہ اخت عینیہ کا وجود و عدم یکساں ہے کہ خود محجوب بالاب ہے اور ام کو حاجبہ عن الثلث نہیں، ہاں دو عینیہ ہوتیں تو ام کو سدس ملتا زوجہ کو ربع باقی اب کو عصوبۃً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰۰ لکھنؤ محلہ رکاب گنج گڈھیا متصل احاطہ کمال خاں ۲ مکان

مرسلہ مہدی حسن خاں صاحب مورخہ ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے اہلسنّت وجماعت اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے شوہر اوّل سے دو پسر زید و بکر اور ہندہ کے شوہر ثانی سے ایک پسر خالد ہے اور ہندہ کے شوہر ثانی کی زوجہ اولیٰ سے ایک پسر ولید ہے۔ خالد فوت ہوا اس نے ورثہ ذیل چھوڑے ایک بیوہ لاولد

---

[1] السراجی فی المیراث فصل فی النساء مکتبہ ضیائیہ راولپنڈی ص ۱۸

Marfat.com

بقوله بقي ما اذا اختلفت الجهة
فهل يرجح بقوة القرابة ام
لا، اما على رواية انه لا ترجيح
لولد العصبة على ولد ذي
الرحم فقد صرحوا بانه لا ترجيح
ايضًا بقوة القرابة فلا يرجح
ولد العمة لابوين على ولد
الخال او الخالة لاب، قالوا وانما يعتبر
ذلك في كل فريق بخصوصه فالمدلون
بقرابة الاب يعتبر فيما بينهم قوة
القرابة ثم ولد العصبة اى فيقدم
ولد العمة لابوين على ولد العمة او العم لاب، و
كذا المدلون بقرابة الام فيعتبر
فيهم قوة القرابة ولا تتصور
عصوبة في قرابة الام فولد ۱
الخالة لابوين مقدم على ولد
الخال لاب، واما على رواية
ترجيح ولد العصبة عند اختلاف
الجهة فلم ار من ذكر انه يرجح
بقوة القرابة، بل ظاهر
اطلاق هذه الرواية
ترجيح بنت العم لاب على ابن
الخال لابوين وان كان ابن
الخال اقوى منها، ومقتضى
ما مر عن السيد من التعليل بان

اپنے اس قول کے ساتھ، باقی رہی اختلاف جہت کی صورت کہ کیا اس میں قرابت کی قوت سے ترجیح ہوگی یا نہیں۔ اس روایت کی بنیاد پر کہ عصبہ کی اولاد کو ذی رحم کی اولاد پر کوئی ترجیح نہیں مشائخ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ قوتِ قرابت کے ساتھ بھی ترجیح نہیں ہوگی۔ چنانچہ حقیقی پھوپھی کی اولاد کو علاتی ماموں یا علاتی خالہ کی اولاد پر ترجیح نہ ہوگی۔ مشائخ نے کہا کہ قوتِ قرابت کا اعتبار ہر فریق میں علیحدہ ہوگا۔ لہذا جو رشتہ دار باپ کی قرابت سے میت کی طرف منسوب ہیں ان کے درمیان قوتِ قرابت پھر عصبہ کی اولاد ہونا معتبر ہوگا یعنی سگی پھوپھی کی اولاد علاتی پھوپھی یا علاتی چچا کی اولاد پر مقدم ہوگی۔ یونہی ماں کی قرابت سے میت کی طرف منسوب ہونے والوں کے درمیان قرابت کی قوت معتبر ہوگی مگر ان میں عصبہ ہونا متصور نہیں ہے۔ چنانچہ حقیقی خالہ کی اولاد علاتی ماموں کی اولاد پر مقدم ہوگی۔ لیکن اس روایت کی بنیاد پر کہ جہت مختلف ہونے کے باوجود عصبہ کی اولاد کو ترجیح ہوگی میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جس نے قوتِ قرابت کے ساتھ ترجیح کا ذکر کیا ہو بلکہ اس روایت کے اطلاق کا ظاہر تو یہ ہے کہ حقیقی ماموں کے بیٹے پر علاتی چچا کی بیٹی کو ترجیح حاصل ہوگی حالانکہ ماموں کا بیٹا چچا کی بیٹی سے اقویٰ ہے۔ اور سید کے حوالے سے جو دلیل پہلے گزری کہ کسی شخص کو اس معنیٰ کے

Marfat.com

میں ترکہ متوفی کس طرح تقسیم کیا جائیگا؟ بیّنوا بالکتاب توجروا یوم الحساب (کتاب سے بیان کرو حساب کے روز اجر دئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں حسب شرائط فرائض متوفی کا ترکہ نصف نصف دونوں بہنوں کو پہنچے گا اور بیٹی کو کچھ نہ ملے گا۔ عالمگیریہ میں ہے:

احکامهم احکام المرتدین کذا فی الفتاوی الظهیریة[1] رافضیوں کے احکام مرتدوں کے احکام جیسے ہیں۔ فتاوٰی ظہیریہ میں یوں ہی ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

المرتد لا یرث من مسلم ولا من مرتد مثله کذا فی المحیط[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ مرتد نہ تو مسلمانوں کا وارث بنتا ہے اور نہ ہی اپنے جیسے مرتد کا۔ ایسا ہی محیط میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰۲: از شہر بہار چوک بازار پٹنہ دُکان پارچہ حاجی ناصر علی محمد ابراہیم ۱۱ رمضان ۱۳۲۹ھ

زید نے انتقال کیا، تین لڑکے چھ لڑکیاں چھوڑیں جن میں چار لڑکیاں شادی شدہ تھیں اور دو نابالغہ، اور ایک لڑکا نابالغ، اور احمد و محمود دو لڑکے بالغ، یہ پانچوں اور ان کی والدہ ایک ساتھ رہے، اور کُل متروکہ انھیں کے قبضہ میں رہا۔ وہ چار لڑکیاں شادی شدہ تھیں، وقتِ انتقالِ زید حقِ پدری کی طالب نہ ہوئیں، متروکۂ پدری سے احمد و محمود نے تجارتیں کیں کچھ ایسے ہی اور کچھ میں مضارب بن کر جس سے عظیم کاروبار ہوگیا وہ چاروں دختر اب پدری حق چاہتی ہیں اور کہتی ہیں کہ جو کچھ تجارتوں میں زیادتی ہوئی ہے وُہ بھی ہمارے ہی باپ کا مال ہے اس میں بھی ہمارا حق ہونا چاہئے، اس صورت میں کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان کیجئے اجر دئے جاؤ گے۔ ت) اور اگر نفع میں بھی اُن کو حصہ دیا جائے تو کیا اس نفع سے بھی حصہ ملے گا جس میں احمد و محمود مضارب ہوئے تھے؟

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب السیر الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۶۴

[2] " " کتاب الفرائض الباب السادس " " ۶/۴۵۵

Marfat.com

يرجحون بقرب الدرجة ثم بكون الاصل وارثا ثم يعطى لفريق الاب الثلثان ولفريق الام الثلث ثم يعتبر فی کل فريق الترجيح بقوة القرابة ثم بكون الاصل وارثا۔

وہ قرب درجہ پھر اصل کے وارث ہونے کی وجہ سے ترجیح پاتے ہیں۔ پھر باپ کے تعلق والے فریق کو دو تہائی اور ماں کے تعلق والے فریق کو ایک تہائی دیا جائے گا۔ پھر ہر فریق میں قوتِ قرابت پھر اصل کے وارث ہونے سے ترجیح ہوگی۔ (ت)

اور بموجب مذاق شامی قاعدہ یہ ہے:

يرجحون بقرب الدرجة ثم بقوة القرابة ثم بكون الاصل وارثا اتحدت الجهة او اختلفت ثم يعطى لفريق الاب الثلثان ولفريق الام الثلث۔

وہ قربِ درجہ پھر قوتِ قرابت پھر اصل کے وارث ہونے کی وجہ سے ترجیح پاتے ہیں چاہے جہت متحد ہو یا مختلف، پھر باپ کے تعلق والے فریق کو دو تہائی اور ماں کے تعلق والے فریق کو ایک تہائی دیا جائے گا (ت)

پس ان میں سے کس قاعدہ کو معمول بہ کیا جائے؟ بیّنوا توجروا۔

بخدمت حضرت مولانا صاحب علامۃ الدہر مولوی احمد رضا خاں سلمہ الرحمن، السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

چونکہ یہ خاکسار اس وقت ایک ایسے رسالہ علم میراث کی تصنیف میں لگا ہوا ہے جو نہایت سہل، مختصر اور منضبط قواعد پر مشتمل ہو، تقلید قواعد قدیمہ کی بالکل ترک کرکے جدید قواعد ایسے ایجاد ہوچکے ہیں جو ایک ہی عمل کے ذریعہ سے مناسخہ تک مسئلہ بن جاتا ہے کہ دوسرے عمل رد، عول تصحیح وغیرہ کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ علٰی ہذا القیاس ذوی الارحام اور اس کے مناسخہ کی تسہیل بھی پرلے درجہ تک کی گئی ہے امید کہ بعد تکمیل وہی رسالہ بنا بر تقریظ حضور کی خدمت میں بھی ارسال کیا جائے گا، چونکہ اولاد صنف رابع کے قاعدہ ترجیح میں سخت اختلاف ہے لہذا حل ہونا اس مشکل کا بغیر امداد آں حل المشکلات صاحب کمال کے سخت مشکل ہے اور کوئی دوسرا اہلِ فن باکمال میری رائے میں موجود نہیں کہ حل کرسکے، پس بہرحال دوسرے شغل کو بالفعل بند فرماکر مکمل قاعدہ مفتی بہ مع نقل عبارات فقہیہ لکھ کر ارسال فرمائیں تاکہ بعینہٖ آپ کے فتوی کو درج رسالہ کیا جائے میرے پاس کوئی اور کتاب بجز شامی و دُرّ و

Marfat.com

الجواب

اگر زوجہ و دختر کو زیور کا مالک نہ کر دیا تھا نہ وہاں کے عرف و رواج سے مالک کر دینا مفہوم ہوتا ہو تو اس زیور کا مالک خود زید ہے عورت کے ماں باپ کو اس کے رکھ لینے کا کوئی حق نہیں اور اگر مالک کر دیا تھا جب بھی لڑکی کا زیور وہ نہیں رکھ سکتے کہ نابالغہ لڑکی کا ولی اس کا باپ ہے نہ کہ نانا نانی۔ رہا عورت کا زیور اس کے تیرہ حصوں میں سے چار حصے اس کے ماں باپ کے اور تین حصے شوہر اور چھ حصے لڑکی کے، عورت کے والدین اپنے چار حصے لے سکتے ہیں، باقی نو حصے لینے اور رکھنے کا مستحق اس کا شوہر ہے۔ یوں ہی مہر کے تیرہ حصوں میں سے تین حصے حق شوہر ساقط ہو گئے اور چھ حصے کہ حق دختر ہیں نانا نانی اُن کا مطالبہ نہیں کر سکتے اپنے چار حصے مانگ سکتے ہیں، اگر عورت کا معاف کرنا کہ مرض الموت میں تھا منظور نہ رکھیں اور اگر بعد مرگ زن اس معافی کو منظور کر چکے ہوں تو ان کا مہر میں کوئی حق نہ رہا لڑکی نو برس کی عمر ہونے تک نانی کے پاس رہے گی پھر باپ لے لے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۴: از جھجہ شریف ریاست بہاولپور مرسلہ جناب احمد بخش صاحب چشتی سجادہ نشین
۱۳ ذی القعدہ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ موجب روایت متون سراجی و ہدایہ و کنز و ملتقی الابحر عند اختلاف الجھۃ ترجیح بقوۃ القرابۃ و بکون الاصل وارثا معتبر نہیں یعنی بنت العم و ابن الخال میں سے کسی کو ترجیح نہیں بلکہ بنت العم کو دو حصہ ابن الخال کو ایک حصہ دیا جائے گا اور اسی روایت کو صاحب فتاوٰی حامدیہ نے مفتی بہ قرار دیا ہے بقولہ المعتبر ما فی المتون لانھا موضوعۃ لنقل المذھب[1] (اپنے اس قول کے ساتھ کہ معتبر وہی ہے جو کچھ متون میں ہے کیونکہ وہ نقل مذہب کیلئے وضع کئے گئے ہیں۔ ت) اور صاحب فتاوٰی خیریہ نے روایت شمس الائمہ سرخسی کو بہت نقول کے ساتھ مؤید کرکے مفتی بہ قرار دیا یعنی عند اختلاف الجہۃ ولد عصبہ کو ترجیح ہے، علامہ شامی نے بھی اسی روایت کی بڑی تائید کرتے ہوئے اپنی کتاب تنقیح حامدیہ میں مفتی بہ قرار دیا مگر عند اختلاف الجھۃ ترجیح بقوۃ القرابۃ (اختلافِ جہت کے وقت قوتِ قرابت کے ساتھ ترجیح۔ ت) میں اضطراب کرکے امر بمراجعۃ کتب کیا ہے،

---

[1] العقود الدریۃ کتاب الفرائض ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۳۴۰

Marfat.com

دوم اگر ہے تو قوت قرابت بھی مرجح ہے یا نہیں۔

مسئلہ اولیٰ کو علامہ خیر الدین رملی نے فتاوٰی خیریہ لنفع البریہ پھر علامہ شامی نے عقود الدریہ میں صاف فرما دیا ہے کہ دونوں کو ظاہر الروایۃ کہا گیا اور ترجیح متون التزامی ہے اور جانب اثبات صریح تصحیحات، تو معتمد یہی ہے کہ ولد وارث مرجح ہے اگرچہ حیز مختلف ہو۔ عقود الدریہ سائل فاضل سلمہ اللہ تعالٰی کے پیش نظر ہے اور فقیر نے خیریہ سے مقابلہ کیا اس کی عبارات بتمامہا عقود میں منقول ہے ان دونوں عبارتوں سے مستفاد کہ قول اول یعنی عدم ترجیح کو کواکب مضیہ میں ظاہر الروایۃ کہا اور سراجی و صاحب ہدایہ و متن کنز و ملتقی و اکثر شروح کنز و ہدایہ نے اس پر مشی کی اور اس بنا پر کہ وضع متون نقل مذہب کے لئے ہے۔ علامہ حامد آفندی عالم متاخر نے اسے اختیار کیا

اقول اسی پر فاضل شجاع بن نور اللہ انقروی مدرس ادرنہ نے اپنی کتاب "حل المشکلات"[1] تصنیف ۹۶۴ھ میں مشی کی۔

حیث قال بنت عم لابوین وبنت خال لام یقسم اثلاثا لان قوۃ القرابۃ وولد العصبۃ غیر معتبرۃ بین فریق الاب وفریق الام اھ بالتخصیص۔

جہاں فرمایا کہ حقیقی چچا کی بیٹی اور اخیافی ماموں کی بیٹی میں مال تین حصے بنا کر تقسیم کیا جائے گا (اول الذکر کو دو تہائی اور موخر الذکر کو ایک تہائی) کیونکہ باپ کے فریق اور ماں کے فریق کے درمیان قرابت کی قوت اور عصبہ کی اولاد ہونا معتبر نہیں اھ تلخیص (ت)

بعد کے بہت متاخر رسائل مثل مختصر الفرائض مولوی نجابت حسین بن عبد الواحد الصدیقی البریلوی تصنیف ۱۲۴۱ھ و زبدۃ الفرائض مولوی عبد الباسط بن رستم علی بن علی اصغر قنوجی اسی طرف جانا ہی چاہیں کہ ان کا ماخذ سراجیہ ہے، اول کی عبارت یہ ہے:

وان کان واسطۃ قرابتھم مختلفۃ فثلثا المال لقرابۃ الاب وثلثہ لقرابۃ الام ولا اعتبار

اور اگر ان کی قرابت کا واسطہ مختلف ہو تو دو تہائی مال باپ کی قرابت اور ایک تہائی ماں کی قرابت کے لئے ہوگا۔ ان کے درمیان قوت قرابت

---

[1] حل المشکلات فی الفرائض

Marfat.com

ترجيح شخص بمعنى فيه اقوى من الترجيح بمعنى فى غيره يقتضى ترجيح ابن الخال فى المثال المذكور' ويؤيده ان الترجيح بقوة القرابة اقوى من الترجيح بكون الاصل وارثا فمن قال يرجح ولد العصبة على ولد ذى الرحم يلزمه ان يرجح بقوة القرابة ايضا لانها اقوى فتامل وراجع[1] اھ۔

اعتبار سے ترجیح جو اس کی ذات میں پایا جاتا ہے اقوی ہے اس ترجیح سے جو اس کو غیر میں پائے جانے والے معنی کے اعتبار سے حاصل ہو اس کا مقتضی تو مثالِ مذکور میں ماموں کے بیٹے کی ترجیح کو چاہتا ہے' اس کی تائید یہ بات کرتی ہے کہ قرابت کی قوت سے حاصل ہونے والی ترجیح اس ترجیح سے اقوی ہے جو اصل کے وارث ہونے کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ جس نے کہا کہ عصبہ کی اولاد کو ذی رحم کی اولاد پر ترجیح ہے۔ اس کیلئے قوتِ قرابت سے ترجیح دینا بھی لازم ہوگا کیونکہ یہ زیادہ قوی ہے۔ غور کر اور مراجعت کر الخ (ت)

الغرض آپ کے نزدیک روایت شمس الائمہ مفتی بہ ہے یا متون، اگر روایت شمس الائمہ مفتی بہ ہے تو ترجیح قوت قرابت بھی کی جائے گی'

كما هو راى الشامى بقوله ويؤيده الخ يا نہ كما هو الظاهر من اطلاق رواية السرخسى۔

جیسا کہ شامی کی رائے ہے اس قول کے ساتھ کہ اس کی تائید کرتا ہے الخ یا نہیں جیسا کہ سرخسی کی روایت کے اطلاق سے ظاہر ہے۔ (ت)

پس بموجب متون قاعدہ اولاد صنف رابع اس طرح ہے؛

يرجعون بقرب الدرجة ثم يعطى لفريق الاب الثلثان ولفريق الام الثلث ثم يعتبر فى كل فريق عليحدة الترجيح بقوة القرابة ثم بولد العصبة۔

وہ قربِ درجہ کی وجہ سے ترجیح پاتے ہیں پھر باپ کے تعلق والے فریق کو دو تہائی اور ماں کے تعلق والے فریق کو ایک تہائی دیا جائے گا پھر ہر فریق میں علیحدہ قوتِ قرابت، پھر اولاد عصبہ ہونے سے ترجیح ہوگی۔ (ت)

اور بموجب ظاہر اطلاق سرخسی قاعدہ یہ ہے؛

---

[1] العقود الدریۃ کتاب الفرائض ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۳۴۱

Marfat.com

اسے ظاہر الروایہ کہنا اور یہ دلیل کہ ان دونوں کتابوں میں ہے بعینہٖ سراجی سے ماخوذ ہے، اور علامہ سید شریف نے اسے مقرر رکھا۔ علامہ مدقق علائی نے درمختار میں اسی کو مختار رکھا یوں کہ قولِ متن:

واذا استووا فی درجۃ قدم ولد الوارث۔ | جب درجہ میں برابر ہوں تو وارث کی اولاد کو مقدم کیا جائے گا۔ (ت)

میں واتحدت الجہۃ[1] (اور جہت متحد ہو۔ ت) کی قید بڑھادی اور آگے فرمایا:

فلواختلفت فلقرابۃ الاب الثلثان ولقرابۃ الام الثلث[2]۔ | اگر جہت مختلف ہو تو باپ کی قرابت کو دو تہائی اور ماں کی قرابت کو ایک تہائی ملے گا (ت)

علامہ سید احمد مصری طحطاوی نے اسے مقرر رکھا بلکہ تصریح کی کہ:

ان اختلف حیز القرابۃ فلا عبرۃ للاقوٰی ولا لولد العصبۃ[3]۔ | اگر قرابت کی جہت مختلف ہو تو اقوٰی اور عصبہ کی اولاد ہونے کا اعتبار نہ ہوگا۔ (ت)

یونہی علامہ شیخی زادہ نے مجمع الانہر میں نص ملتقی پر تقریر کی۔

یہ ہیں وہ عبارات جو اس قول پر نظر حاضر میں ہیں اور یہاں چند ضروری تنبیہات ہیں۔

فاقول ظاہر عبارت خیریہ سے متوہم ہوتا ہے کہ یہ قول ہدایہ وکنز میں ہے اور ان دونوں کے اکثر شراح نے اس پر مشی کی پھر ملتقی وسراجیہ اسی پر ہیں لہٰذا علامہ حامد آفندی نے اسے مسئلہ متون قرار دیا مگر **اولاً** وہ ہدایہ میں نہیں بلکہ امام برہان الدین صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب "فرائض عثمانی" میں کہ رسالہ فرائض شیخ عثمانی کا تکملہ ہے ذکر فرمایا۔ ہدایہ میں سرے سے کتاب الفرائض ہی نہیں حالانکہ اس کے ماخذ ثانی مختصر القدوری میں فرائض ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

ھذا ظاھر الروایۃ کما فی السراجیۃ والفرائض العثمانیۃ لصاحب الھدایۃ[4]۔ | یہ ظاہر الروایہ ہے جیسا کہ سراجیہ اور صاحبِ ہدایہ کی فرائض عثمانیہ میں ہے۔ (ت)

ثانیاً شروحِ ہدایہ سے کفایہ امام کرمانی وعنایہ امام اکمل وبنایہ امام عینی وغایۃ البیان

---

[1] الدرالمختار کتاب الفرائض باب توریث ذوی الارحام مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۶۴

[2] ؎ ؎

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الفرائض " " " المکتبۃ العربیہ کانسی روڈ کوئٹہ ۴/۴۰۱

[4] ردالمحتار کتاب الفرائض باب توریث فی الارحام داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۵۰۷

Marfat.com

فتاویٰ تنقیح الحامدیہ کے نہیں ہے تاکہ صریح جزئی کا مسئلہ حاصل کرسکوں، جوابی لفافہ مرسل خدمت ہے،
جب تک جواب نہیں آئے گا میں سخت انتظار میں مضطرب رہوں گا اور رسالہ بھی ناقص رہیگا۔
ختم ۲۸ مارچ ۱۹۱۸ء راقم خادم الشرع سراج احمد مدرس علوم عربیہ جھجہ ریاست بہاولپور
از طرف فقیر احمد بخش چشتی سجادہ نشین جھجہ شریف۔ تاکید مزید بعد سلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

بخدمت جناب ابوالعلا امجد علی صاحب سلمہ المذہب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! مسئلہ قاعدہ تحریم صنف رابع ذوی الارحام مندرجہ لفافہ
ہمارے علماء گردونواح کا مختلف فیہ واقع ہوا ہے کوئی متون کو ترجیح دیتے ہیں دیوبندیوں کا
فتویٰ بھی یہی ہے حق کہ کتاب مفید الوارثین میں بالتصریح مذکور ہے اور کوئی فتاویٰ خیریہ کو
مقدم سمجھتے جس کی شامی نے بھی تائید کی۔ اب مسئلہ معرکہ آرا بن گیا ہے ایک نقل اس استفتاء
کا مولوی عبدالغفور ہمایونی کو بھیجا گیا ہے مگر افسوس ہے وہ فوت ہو گئے ہیں باقی دیوبندی
علماء غیر مقلد ہیں ان کے فتوے پر اعتبار نہیں آتا۔ آج کل فقہ حنفی کا عالم متبحر بغیر مولوی
صاحب مولوی احمد رضا خاں صاحب کے علاوہ اور کوئی نظر نہیں آتا، ایک خط پہلے دربارہ استفتائے
مذکور مولوی احمد رضا خاں صاحب کے پاس بھیجا گیا سب علماء اس جگہ والے منتظر جواب ہیں اس لئے
آج دوسرا استفتائے مذکور کی نقل آپ کی وساطت سے بجناب مولوی صاحب بھیجی جاتی ہے
براہ عنایت واعانت دین آپ بنفس نفیس یہ استفتاء مولوی صاحب کی خدمت میں پیش کر کے
جواب لکھوا کر واپس فرمائیں اللہ تعالیٰ جل شانہ آپ کو اس تکلیف کا نعم البدل عطا فرمائے گا
مگر جواب صرف نعم اور لا میں نہ ہو بلکہ بہ نقول وحوالہ کتب فقہ حنفی مستدل و مبرہن لکھوا دیں
ایسے اختلافِ عظیم کا مٹانا اور حق دریافت کرنا جس میں علامہ شامی جیسا محقق بھی عاجز ہو کر
دوسروں کو فیصلہ پر امر بمراجعہ کتب فرما رہا ہے بجز مولوی صاحب جیسے علامہ متبحر کے اور کوئی
قادر نہ ہو سکے گا۔ آج مولوی صاحب جیسی شمع روشن ہے کل کو خدانخواستہ کوئی شخص اس کو
حل نہ کر سکے گا۔ مولوی صاحب کے ہاں ذخیرۂ کتب موجود ہے امید ہے کہ کسی عالم مصر یا شام نے
اپنے فتاویٰ میں ذکر اس جزئی کا کیا ہو وہ ضرور نقل فرمائیں فقط ۱۱ر اگست ۱۹۱۸ء
راقم فقیر احمد بخش سجادہ نشین شہر جھجہ ریاست بہاولپور

الجواب

یہاں دو مسئلے ہیں: اول بحالتِ اختلاف حیز بھی ولد الوارث کو ترجیح ہے یا نہیں۔

Marfat.com

رابعاً مختصر امام اجل قدوری میں صاف فرمایا ذوی الارحام کے اقسام بیان کرکے حکم عام ارشاد فرماتے ہیں:

واذا استوی وارثان فی درجة واحدة فاولٰهم من ادلٰی بوارث واقرب بهم اولٰی من ابعدهم[1]

جب دو وارث ایک درجے میں برابر ہوں تو وارث کے ذریعے میت کی طرف منسوب ہونے والا اولٰی ہوگا اور ذوی الارحام میں سے اقرب کو ابعد پر ترجیح ہوگی۔ (ت)

خامساً اسی طرح متنِ تنویر میں تمام اصناف ذکر کرکے فرمایا:

واذا استووا فی درجة قدم ولد الوارث واذا اختلفت الاصول اعتبر محمد من الاصول وقسم علیهم اثلاثاً الخ[2] (ملتقطاً)

جب درجہ میں برابر ہوں تو وارث کی اولاد کو مقدم کیا جائیگا، اور جب اصول مختلف ہوں تو امام محمد علیہ الرحمہ اصول کا اعتبار کرتے ہوئے مال کے تین حصے بنا کر ان پر تقسیم کرتے ہیں الخ (ملتقطاً)۔ (ت)

اس نے بھی صاف کردیا کہ بعد استواء درجہ تقدم ولدوارث کا حکم عام ہے اس کے بعد مسئلہ اختلاف جہت نہ لائے جس سے اشتباہ ہو بلکہ مسئلہ اختلاف اصول ذکورۃ واناثاً۔ یہی نکتہ ہے کہ ان تینوں متون اعنی قدوری و کنز و تنویر نے یہاں قوت قرابت کی ترجیح ذکر نہ فرمائی کہ منظور افادۂ قواعد عامہ ہے اور وہ عام نہ تھی بلکہ اتحاد (حیز) سے خاص هکذا ینبغی ان یفهم کلام الکرام (بزرگوں کے کلام کو یُوں ہی سمجھنا چاہئے۔ ت)

اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ واذا استووا فی درجة (جب درجہ میں برابر ہوں۔ ت) کے بعد درمختار کا "واتحدت الجهة"[3] (اور جہت متحد ہو۔ ت) کی طرف خود ان کا میل برخلاف متن ہے۔

سادساً ہدایہ، وقایہ، نقایہ، اصلاح، غرر ان متون میں مسئلہ کا ذکر ہی نہیں۔

---

[1] القدوری کتاب الفرائض باب توریث ذوی الارحام مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۱۸

[2] الدرالمختار شرح تنویر الابصار کتاب الفرائض 〃 〃 〃 〃 ۲/۳۶۴

[3] الدرالمختار 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۲/۳۶۴

Marfat.com

بقوة القرابة وولدية العصبة بينهاكما لو ترك اخت الاب لاب وام واخت الام لاب ليس للاولیٰ ترجیح علی الثانية وان كانت الاولیٰ ولد العصبة وايضا لها قوة القرابة كذا هذا۔[1]

اور عصبہ کی اولاد ہونے کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ جیسے کسی نے باپ کی حقیقی بہن اور ماں کی علاتی بہن چھوڑی ہو تو پہلی کو دوسری پر ترجیح نہیں ہوگی حالانکہ پہلی عصبہ کی اولاد ہے اور اُسے قوتِ قرابت بھی حاصل ہے۔ (ت)

دوم میں ہے:

واگرہم بدرجۂ قرابت برابر باشند و در حیز قرابت مختلف کہ بعض از جانب اب بوند وبعض از جانب ام دریں ہنگام در ظاہر الروایۃ مر قوت قرابت و ولد عصبہ را اعتبار نہ باشد پس ولد عمہ اعیانی از ولد خال یا خالہ علاتی یا اخیافی اولےٰ نبود کہ قوت قرابت ولد عمہ را اعتبار نیست وہم چنیں بنت عم اعیانی از بنت خال یا خالہ اعیانی اولی نباشد کہ ولد عصبہ را اعتبار نیست بر قیاس آنکہ عمہ اعیانی از خالہ علاتی یا اخیافی اولےٰ نہ بود باوجود آنکہ عمہ اعیانی ذو قرابتین است و ولد وارث از جہتین یعنی از جہت اب وام زیراکہ پدر او جد صحیح است ام او جدہ صحیحہ۔[2]

اگر قرابت کے درجہ میں برابر ہوں اور جہتِ قرابت میں مختلف یعنی بعض باپ کی جانب سے اور بعض ماں کی جانب سے ہوں تو اس وقت ظاہر الروایہ میں قوتِ قرابت اور عصبہ کی اولاد ہونے کا اعتبار نہ ہوگا۔ لہٰذا حقیقی پھوپھی کی اولاد علاتی یا اخیافی ماموں یا خالہ کی اولاد سے اولےٰ نہ ہوگی کیونکہ پھوپھی کی اولاد کے لئے قوتِ قرابت کا اعتبار نہیں ہے۔ اسی طرح حقیقی چچا کی بیٹی حقیقی ماموں یا خالہ کی بیٹی سے اولےٰ نہ ہوگی کیونکہ عصبہ کی اولاد ہونے کا اعتبار نہیں ہے جیسا کہ حقیقی پھوپھی، علاتی یا اخیافی خالہ سے اولےٰ نہیں ہوتی باوجودیکہ حقیقی پھوپھی دو قرابتوں والی ہے اور دو جہتوں سے وارث کی اولاد ہے یعنی باپ کی طرف سے بھی اور ماں کی طرف سے بھی کیونکہ اس کا باپ میّت کا جد صحیح اور اس کی ماں میّت کی جدۂ صحیحہ ہے۔ (ت)

---

[1] مختصر الفرائض

[2] زبدۃ الفرائض

Marfat.com

کرنے کے زیادہ لائق یہی ہے۔ ت) علامہ محقق خیرالدین رملی[1] نے اسی پر فتوٰی دیا۔

اقول بلکہ مبسوط امام سرخسی جلد ثلاثین ص۷ میں ہے:

اجمعنا انہ لوکان احدھما ولد عصبۃ اوصاحب فرض کان اولٰی من الاٰخر[2]

ہمارا اس پر اجماع ہے کہ اگر ان دونوں میں سے ایک عصبہ یا صاحب فرض کی اولاد ہو تو وہ دوسرے سے اولٰی ہوگا۔ (ت)

اسی کے صفحہ ۵ میں ہے:

من کان منھم ولد عصبۃ اوصاحب فرض فانہ یقدم علی من لیس بعصبۃ ولاصاحب فرض[3]

ان میں سے جو عصبہ یا صاحب فرض کی اولاد ہو وہ مقدم ہوگا اس پر جو عصبہ یا صاحب فرض نہیں ہے۔ (ت)

اسی طرح علامہ سید شریف نے زیر قول مصنف اولٰھم بالمیراث اقربھم[4] (ان میں میراث کا زیادہ حقدار وہ ہے جو میت کے زیادہ قریب ہے۔ ت) نقل فرمایا اور مقرر رکھا۔

پھر مبسوط امام سرخسی اسی کافی امام حاکم شہید کی شرح حامل المتن ہے جس میں انھوں نے کتب ظاہر الروایہ کو جمع فرمایا ہے اس میں انھوں نے صرف اسے ظاہر الروایۃ ہی نہ فرمایا بلکہ قول اول کے روایت نادرہ ہونے کی بھی تصریح فرمائی اسی طرح تکملۃ البحر للعلامۃ الطوری میں ہے نیز ہندیہ میں اسے مقرر رکھا۔ مبسوط کی عبارت یہ ہے:

ان کان احدھما ولد عصبۃ اوولد صاحب فرض فعند اتحاد الجھۃ یقدم ولد العصبۃ وصاحب الفرض وعند اختلاف الجھۃ لایقع الترجیح بھذا بل یعتبر المساواۃ فی الاتصال بالمیت،

اگر دونوں میں سے ایک عصبہ یا صاحبِ فرض کی اولاد ہے تو اتحادِ جہت کی صورت میں عصبہ اور صاحبِ فرض کی اولاد کو مقدم کیا جائے گا۔ اختلافِ جہت کی صورت میں اس سے ترجیح نہیں ہوگی بلکہ میّت سے تعلق میں مساوات کا اعتبار کیا جائے گا۔ اس کا بیان یہ ہے کہ مثلاً کوئی

---

[1] الفتاوی الخیریۃ کتاب الفرائض دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۲۴۲
[2] مبسوط الامام السرخسی باب میراث ذوی الارحام " " " " ۳۰/ ۷
[3] " " " " " " " " " " ۳۰/ ۵
[4] الشریفیۃ شرح السراجیۃ باب ذوی الارحام فصل فی الصنف الاول مطبع علیمی لاہور ص ۱۰۰

Marfat.com

امام اتقانی و نتائج الافکار قاضی زادہ تکملہ فتح القدیر پیش نظر ہیں۔ ان میں مثل ہدایہ کے فرائض نہیں اور معراج الدرایہ میں قولِ دوم کی تصحیح نقل کی۔ غالبًا یہ زیادت کتاب الفرائض میں ہو جس طرح نہایہ نے اسے تکمیلاً اضافہ کیا اور محقق بابرتی نے اس کی تلخیص میں پھر حذف فرمادیا تو ظاہرًا اغلب شروح ہدایہ کہنا خیریہ کا سبقِ قلم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

ثالثًا کنز کی عبارت یہ ہے:

وذورحم وھو قریب لیس بذی سھم وعصبۃ (الٰی ان قال) وترتیبھم کترتیب العصبات والترجیح بقرب الدرجۃ ثم بکون الاصل وارثا وعند اختلاف جھۃ القرابۃ فلقرابۃ الاب ضعف قرابۃ الام[1]

ذورحم وہ قریبی رشتہ دار ہے جو صاحبِ فرض اور عصبہ نہ ہو (یہاں تک کہ فرمایا) اور ان کی ترتیب عصبات کی ترتیب کی طرح ہے اور ترجیح قربِ درجہ پھر اصل کے وارث ہونے سے ہے جہتِ قرابت مختلف ہوئی تو باپ کی قرابت کو ماں کی قرابت سے دوگنا ملے گا۔ (ت)

حضرت علامہ شامی اس میں محلِ استدلال جملہ اخیرہ کا اطلاق اور اسی بناء پر اسے متون و شروح کی طرف نسبت کیا جانا بتاتے ہیں۔ ردالمحتار میں بعد عبارت مذکورہ آنفًا ہے:

وھو ظاھر اطلاق المتون والشروح حیث قالوا وعند اختلاف جھۃ القرابۃ فلقرابۃ الاب ضعف قرابۃ الام فلم یفرقوا بین ولد العصبۃ وغیرہ[2]

وہ متون و شروح کا ظاہر اطلاق ہے جہاں مشائخ نے فرمایا کہ جہت مختلف ہوئی تو باپ کی قرابت کو ماں کی قرابت سے دوگنا ملے گا۔ چنانچہ انھوں نے عصبہ کی اولاد اور اس کے غیر میں کوئی فرق نہیں کیا۔ (ت)

اقول یہ جملہ ان دو قاعدۂ ترجیح کے بعد مذکور ہے وہ قواعد عامہ تھے کہ جمیع اصناف و احوال ذوی الارحام کو شامل تھے تو یہ قطعًا ان سے مقید ہے ورنہ اختلافِ جہت کے وقت قربِ درجہ سے بھی ترجیح نہ ہو اور وہ بالاجماع باطل ہے وعلی التنزیل وہ دونوں قاعدے بھی مطلق ہیں وہاں بھی اختلاف و اتحاد جہت سے فرق نہ فرمایا تو یہ اطلاق اس اطلاق سے معارض ہے۔

---

[1] کنز الدقائق کتاب الفرائض ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴۴۷

[2] ردالمحتار کتاب الفرائض باب توریث ذوی الارحام داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۵۰۸

Marfat.com

فتستحق نصیب الاب فلھذا کان المال بینھما اثلاثا[1]

وہ باپ کے حصے کی مستحق ہوگی۔ اسی لئے ان میں مال تین حصے بنا کر تقسیم کیا جائے گا (دو حصے پھوپھی کے اور ایک حصہ خالہ کا)۔ (ت)

بعینہٖ یہی مضمون تمام وکمال تکملہ بحر میں ہے اور ہندیہ میں لفظ اتصالا بالمیت تک۔ اس میں امام جلیل نے دلیل قول اول سے جواب کا بھی افادہ فرمادیا:

اقول ولا یقدح فی تحقق المساواۃ ان العمۃ اذا کانت لاب وام کانت ولد الوارث من کلا الجھتین ویستحیل ھذا فی الخالۃ لان ھذا قوۃ القرابۃ ولا نظر الیھا عند اختلاف الحیز کما صرحوا بہ قاطبۃ نعم رأیتنی کتبت علٰی ھامش تکملۃ البحر مانصہ۔ اقول لایتمشّٰی اذا کانت الخالۃ اخت الام لاب اھ ای فانھا لاحظ لھا من ولدیۃ وارث اصلا۔ لایقال نصوا انھا اقوٰی من الخالۃ لام فاذا مات عن خالۃ بالاب واخرٰی لام احرزت الاولٰی جمیع المال ولا شیئ للاخرٰی والخالۃ لام لاتحجبھا العمۃ لاستوائھا معھا فی ولدیۃ الوارث فاذا لم تحجب

میں کہتا ہوں مساوات کے ہوتے ہوئے یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کیونکہ پھوپھی جبکہ حقیقی ہو تو وہ دونوں جہتوں سے وارث کی اولاد ہے اور یہ بات خالہ میں محال ہے (کیونکہ وہ صرف ایک جہت سے وارث کی اولاد ہے) اس لئے کہ یہ قرابت کی قوت ہے جس کا اختلافِ جہت کی صورت میں اعتبار نہیں ہوتا جیسا کہ تمام مشائخ نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ ہاں مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے تکملہ بحر کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ میں کہتا ہوں یہ جواب اس وقت نہیں چلے گا جب خالہ ماں کی علاتی بہن ہو الخ کیونکہ وہ بالکل وارث کی اولاد نہیں۔ یوں نہ کہا جائے کہ مشائخ نے تصریح فرمائی ہے کہ علاتی خالہ اخیافی خالہ سے اقوی ہے لہذا اگر کوئی شخص علاتی خالہ اور اخیافی خالہ چھوڑ کر مرا تو سارا مال پہلی خالہ لے گی دوسری کے لئے کچھ نہیں ہوگا۔ پھوپھی اخیافی خالہ کو محروم نہیں کرسکتی کیونکہ وارث کی اولاد ہونے میں وہ اس کے ساتھ شریک ہے۔ جب پھوپھی

[1] مبسوط للامام السرخسی کتاب الفرائض باب میراث ذوی الارحام دارالمعرفۃ بیروت ۳۰/ ۲۱

Marfat.com

قدوری، کنز و تنویر کا حال معلوم ہُوا سراجیہ اگرچہ ابتدائی کتاب ہے مگر اصطلاح فقہ پر متن نہیں اس کا مرتبہ فتاوٰی یا غایت درجہ شروح کا ہے جیسے منیہ و اشباہ بھی ابتدائی کتب ہیں اور مرتبۂ متون میں ہرگز نہیں بلکہ فتاوٰی میں کما بیّنّاہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ت) متون وہ مختصرات ہیں کہ ائمہ حفظ مذہب کے لئے لکھتے ہیں جیسے مختصرات طحاوی و کرخی و قدوری اور سراجیہ میں بکثرت روایاتِ نادرہ بلکہ بعض اقوال مشائخ کے ذکر تک تنزل ہے، لاجرم علامہ سید شریف نے نقل فرمایا کہ سراجیہ درحقیقت فرائض امام احمد علاء الملت والدین سمرقندی کی شرح ہے۔

ان المصنف لما خرج من فرغانة الی بخارا وجد فیھا الفرائض المنسوبة الی القاضی الامام علاء الدین السمرقندی فی ورقتین فاستحسنھا واخذ فی تصنیف ھذا الکتاب شرحا لھا[1]

مصنف علیہ الرحمہ جب فرغانہ سے بخارا آگئے تو وہاں قاضی امام علاء الدین السمرقندی کی طرف منسوب فرائض کو دو ورقوں میں پایا جو انھیں پسند آئے تو ان کی شرح کے طور پر اس کتاب (سراجیہ) کو لکھنا شروع کیا (ت)

تو نہ رہی مگر ایک ملتقی، اس میں بیشک یہ قول مصرح ہے:

حیث قال یرجحون بقرب الدرجة ثم بقوة القرابة ثم یکون الاصل وارثا عند اتحاد الجھة[2]

جہاں فرمایا کہ اتحادِ جہت کے وقت وہ قربِ درجہ پھر قوتِ قرابت پھر اصل کے وارث ہونے کی وجہ سے ترجیح پاتے ہیں (ت)

تو اسے مسئلہ متون ٹھہرا کر قولِ ثانی پر ترجیح دینی صحیح نہیں بلکہ اکثر متون قولِ ثانی ہی پر ہیں۔

سابعًا شروحِ ہدایہ کا حال معلوم ہوا اور شروحِ کنز نے مسئلہ متن کو معترر رکھا اور اس کا مفاد ظاہر ہو لیا وللہ الحمد۔

قولِ دوم کو مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی و فتاوٰی امام تمرتاشی و مجمع الفتاوٰی و فتاوٰی خلاصہ میں ظاہر الروایۃ و مذہب کہا۔ مواریث الملتقط للامام نصر و تاتارخانیہ میں اسی پر مشی کی۔ ضوء السراج میں ہے: علیہ الفتوٰی[3]۔ جامع المضمرات میں ہے: ھو الصحیح[4]۔ معراج الدرایہ میں ہے: ھو الاولٰی بالاخذ للفتوٰی[5] (فتوٰی کیلئے اخذ

---

[1] الشریفیۃ شرح السراجیۃ باب ذوی الارحام مطبع علیمی لاہور ص ۹۶
[2] ملتقی الابحر کتاب الفرائض فصل ذوالرحم قریب مؤسسۃ الرسالہ بیروت ص ۳۵۱
[3] و [4] الفتاوی الخیریۃ کتاب الفرائض دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۲۴۲
[5] العقود الدریۃ " " ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۳۴۰

Marfat.com

والخالة كالام باعتبار ان قرابتها قرابة الام، وجه قول علمائنا رحمهم الله تعالىٰ ان الاصل ان الانثىٰ متى اقيمت مقام ذكر فانها تقوم مقام ذكر في درجتها. والذكر الذي في درجة العمة العم و هو الوارث فتجعل العمة بمنزلة العم، والخالة لو اقمناها مقام ذكر في درجتها وهو الخال لم ترث مع العمة فلهذه الضرورة اقمناها مقام الام فالعمة ترث الثلثين و للخالة الثلث بهذا الطريق بمنزلة مالو ترك امّا وعمّا[1] اھ (مختصراً) فاذا كان الامر على هذا اسقط تقدم العمة لولدية العصبة فانها قد اقيمت مقام العصبة فضلا عن الوالدية ولم تحجب الخالة لاقامتها مقام الام والام لا تحجب بالعم وفي هذه الحالات كلهن سواء قد رأينا ان مثل الاقامة تمنع الحجب بما هو اقوى اسبابه وهو قرب درجة، الا ترى ان من

قرابت کی وجہ سے ہے۔ اور خالہ کو ماں کے قائم مقام رکھا جائے اس اعتبار سے کہ اسکی قرابت ماں کی قرابت کی وجہ سے ہے۔ ہمارے علماء کے قول کہ "خالہ ماں کی طرح ہے" کی وجہ یہ ہے کہ قاعدہ کی رُو سے عورت کو جب کسی مرد کے قائم مقام کیا جائے تو اپنے ہم مرتبہ مرد کے قائم مقام ہوگی۔ پھوپھی کا ہم مرتبہ مرد چچا ہے جو کہ وارث ہے لہذا اسے چچا کے قائم مقام کیا جاتا ہے۔ اور خالہ کو اگر اس کے ہم درجہ مرد یعنی ماموں کے قائم مقام کیا جائے تو وہ پھوپھی کے ساتھ وارث نہیں بن سکیگی۔ اس ضرورت کے پیش نظر ہم نے اسے ماں کے قائم مقام کیا لہذا اس طرح پھوپھی کو دو تہائی اور خالہ کو ایک تہائی ملے گا جیسا کہ ماں اور چچا کو چھوڑ کر فوت ہونے کی صورت میں ہوتا (اختصار) جب معاملہ اس طرح ہے تو پھوپھی کو عصبہ کی اولاد ہونے کی وجہ سے ترجیح نہیں ہوگی کیونکہ اس کو عصبہ کی اولاد کے بجائے خود عصبہ کے قائم مقام قرار دیا گیا ہے پھوپھی خالہ کو محروم نہیں کر سکے گی کیونکہ خالہ کو ماں کی جگہ رکھا گیا ہے اور ماں چچا سے محروم نہیں ہوتی۔ ان حالات میں تمام برابر ہیں۔ تحقیق ہم نے دیکھا کہ قائم مقام قرار دینے کی وجہ سے قرب درجہ جیسا قوی ترین سبب بھی محروم نہیں کر سکتا۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ کوئی شخص اگر

---

[1] مبسوط الامام السرخسی کتاب الفرائض باب میراث العمات والاخوال والخالات دار المعرفہ بیروت ۳/۱۸ ۱۹۹ء

Marfat.com

بيانه فيما اذا ترك ابنة عم لاب
وامٍ او لابٍ وابنة عمة فالمال
كله لابنة العم لانها ولد
عصبة ولو ترك ابنة عم و
ابنة خال او خالة فلابنة العم
الثلثان ولابنة الخال او الخالة
الثلث لان الجهة مختلفة هنا فلا
يترجح احدهما بكونه ولد عصبة
وهذا في رواية ابن ابي عمران عن
ابي يوسف فاما في ظاهر المذهب
ولد العصبة اولى سواء اختلفت
الجهة او اتحدت لان ولد العصبة اقرب
اتصالا بوارث الميت فكان اقرب اتصالا بالميت۔
فان قيل فعلى هذا ينبغي ان العمة
تكون احق بجميع المال من
الخالة لان العمة ولد العصبة
وهو اب الاب والخالة ليست بولد
عصبة ولا ولد صاحب فرض لانها
ولد اب الام قلنا لا كذلك فان
الخالة ولد ام الام وهي صاحبة فرض
فمن هذا الوجه تتحقق المساواة بينهما
في الاتصال بوارث الميت الا ان اتصال
الخالة بوارث وهي ام فتستحق
فريضة الام واتصال
العمة بوارث وهو اب

شخص حقیقی یا علاتی چچا کی بیٹی اور پھوپھی کی بیٹی
چھوڑ کر فوت ہوا تو تمام مال چچا کی بیٹی کو ملے گا
کیونکہ وہ عصبہ کی اولاد ہے۔ اور اگر چچا کی
بیٹی اور ماموں یا خالہ کی بیٹی چھوڑ کر فوت ہوا تو
چچا کی بیٹی کو دو تہائی اور ماموں یا خالہ کی بیٹی
کو ایک تہائی ملے گا، کیونکہ یہاں جہت مختلف
ہے۔ دونوں میں سے ایک کو عصبہ کی اولاد ہونے
کی وجہ سے ترجیح نہ ہوگی۔ یہ امام ابو یوسف
علیہ الرحمہ سے ابن ابی عمران کی روایت ہے۔
لیکن ظاہر مذہب میں عصبہ کی اولاد اولیٰ ہے
چاہے جہت مختلف ہو یا متحد، کیونکہ عصبہ کی
اولاد کا میّت کے وارث سے زیادہ قریبی
تعلق ہے گویا میّت سے اقرب ہے۔
اگر کہا جائے اس بناء پر چاہئے کہ پھوپھی خالہ
کی بنسبت تمام مال کی زیادہ حقدار ہو کیونکہ
پھوپھی عصبہ یعنی دادا کی اولاد ہے جبکہ خالہ
نہ تو عصبہ کی اولاد ہے اور نہ ہی صاحب فرض
کی، کیونکہ وہ نانا کی اولاد ہے۔ تو ہم کہیں گے
کہ اس طرح نہیں کیونکہ خالہ نانی کی اولاد ہے
اور وہ صاحب فرض ہے۔ اس اعتبار سے پھوپھی
اور خالہ میں میّت کے وارث سے متصل ہونے میں
مساوات پائی جائے گی مگر خالہ کا جس وارث
کے ذریعے تعلق ہے وہ ماں (نانی) ہے لہذا
ماں کے حصے کی مستحق ہوگی اور پھوپھی کا جس وارث
کے ذریعے تعلق ہے وہ باپ (دادا) ہے لہذا

Marfat.com

تصحیحاتِ صریحہ اسی کے لئے ہیں، خصوصاً آکد تصحیحات علیہ الفتوٰی، تو اسی پر اعتماد واجب ہے اور اس سے عدول ساقط و ذاہب۔ درمختار و تصحیح علامہ قاسم میں ہے:

اما نحن فعلینا اتباع ما رجحوہ وصححوہ کما لوافتونا فی حیاتھم[1]، واللہ سبحانہ تعالٰی اعلم۔

ہم پر ان کی ترجیح و تصحیح کی اتباع ضروری ہے جیساکہ وہ اپنی زندگی میں ہمیں فتوٰی دیتے۔ واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ثانیہ: جبکہ یہاں اختلافِ جہت کے وقت مذہب صحیح و مفتٰی بہ میں ولدیت وارث معتبر ہے، آیا قوتِ قرابت معتبر ہوگی یا نہیں؟ علامہ شامی نے نفی کو مفاد اطلاق روایت بتایا اور خود اثبات کا استظہار کیا کہ قوتِ قرابت ولدیت وارث سے اقوٰی ہے جب یہ معتبر تو اس کا اعتبار بدرجہ اولٰی ہے۔ عبارتِ عقود سائل فاضل کے پیشِ نظر ہے فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اپنے نسخہ عقود پر یہاں یہ حاشیہ لکھا تھا:

قولہ رحمہ اللہ تعالٰی یلزم ان یرجح بقوۃ القرابۃ ایضا لانھا اقوی اقول قد اجمعوا فی الروایات الظاھرۃ ان لانظر بقوۃ القرابۃ مع اختلاف الحیز فلا تقدم العمۃ الشقیقۃ علی الخالۃ لام ولا الخالۃ العینیۃ علی العمۃ لام۔ وکون قوۃ القرابۃ اقوی من ولدیۃ الوارث فی حیز واحد لایوجب اعتبارھا مع اختلاف الحیز وھی ساقطۃ الاعتبار فیہ فجریان الاضعف فی محل لکونہ محل

مصنف علیہ الرحمۃ کا قول ہے کہ قوتِ قرابت سے بھی ترجیح دینا ضروری ہے کیونکہ وہ (عصبہ کی اولاد ہونے سے) زیادہ قوی ہے۔ میں کہتا ہوں روایاتِ ظاہرہ میں مشائخ اس پر متفق ہیں کہ جہت مختلف ہونے کی صورت میں قوتِ قرابت کا اعتبار نہیں ہوتا لہذا حقیقی پھوپھی کو اخیافی خالہ پر ترجیح نہیں ہوگی اور نہ ہی حقیقی خالہ کو اخیافی پھوپھی پر ترجیح ہوگی۔ جہت واحدہ میں قوتِ قرابت کے ولدیتِ عصبہ سے زیادہ قوی ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اختلافِ جہت کے وقت بھی اس کا اعتبار کیا جائے۔ کیونکہ اس صورت میں قوتِ قرابت کا اعتبار ساقط ہوتا ہے۔ چنانچہ اضعف کے برمحل معتبر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہاں

---

[1] الدرالمختار رسم المفتی مطبع مجتبائی دہلی ۱۱/۱۵

Marfat.com

الاضعف وجب ان لا تحجب الاقوٰی
لانی اقول انما قوتها قوة قرابتها
فان الانتماء بالاب اقوی من
الانتماء بالام وهٰذه قوة لانظر
الیها عند اختلاف الجهة
فتبقی ولدیة العمة
للوارث قوة بلا معارض
فیلزم ان تحجب الخالة
لاب وهو باطل فعلم ان
ولدیة الوارث ایضا
لا تلاحظ فی الحیز
المختلفة ۔ اقول وباللّٰه
التوفیق توریث الخالة مع
العمة اثلاثا عند الفقهاء رضی اللّٰه
تعالٰی عنهم لاقامة العمة مقام العم
والخالة مکان الام قال الامام شمس الائمة
اعلم بان العمة بمنزلة العم
عندنا والخالة بمنزلة الام وقال
اهل التنزیل العمة بمنزلة الاب و
الخالة بمنزلة الام قالوا اتفقت الصحابة
رضی اللّٰه تعالٰی عنهم علی ان للعمة الثلثان
وللخالة الثلث اذا اجتمعتا
ولا وجه لذلك الا بان
تجعل العمة کالاب باعتبار
ان قرابتها قرابة الاب

اضعف کو محروم نہیں کر سکتی تو ضروری ہے کہ اقوٰی
یعنی علاتی خالہ کو بھی محروم نہ کرے اس لئے کہ
میں کہتا ہوں پہلی خالہ کی قوت قوتِ قرابت ہے
کیونکہ باپ کے ذریعے سے میت کی طرف
منسوب ہونا ماں کے ذریعے منسوب ہونے سے
زیادہ قوی ہے لیکن اختلافِ جہت کے وقت
اس قوت کا اعتبار نہیں۔ لہذا پھوپھی کے اولادِ
وارث ہونے والی قوت کسی معارض کے بغیر
باقی رہے گی۔ اور لازم آئے گا کہ پھوپھی علاتی خالہ
کو محروم کر دے، حالانکہ یہ غلط ہے۔ معلوم ہوا
کہ جہت مختلف ہونے کی صورت میں وارث
کی اولاد ہونے کا بھی اعتبار نہیں۔ میں اللہ تعالٰی
کی توفیق سے کہتا ہوں کہ فقہائے کرام کے
نزدیک خالہ کو پھوپھی کی موجودگی میں اس لئے
تہائی حصہ ملتا ہے کہ پھوپھی کو چچا کے اور خالہ کو
ماں کے قائم مقام رکھا جاتا ہے، امام شمس الائمہ
نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک پھوپھی، چچا اور خالہ
ماں کے مرتبہ میں ہے۔ اہل تنزیل نے کہا کہ
پھوپھی بمنزلہ باپ کے اور خالہ بمنزلہ ماں کے ہے۔
مشائخ نے کہا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم
اس پر متفق ہیں کہ جب خالہ اور پھوپھی جمع ہوں تو
پھوپھی کے لئے دو تہائی اور خالہ کیلئے ایک تہائی
ہوگا۔ اس کی وجہ سوائے اس کے کوئی نہیں
ہوسکتی کہ پھوپھی کو باپ کے قائم مقام رکھا جائے
اس اعتبار سے کہ اس کی قرابت باپ کی

Marfat.com

فلا يلغى الآخر مع حصول المحلية و ذلك لان ولدية العصبة تسقى من العصوبة والعصوبة تقضى على غيرها مطلقا وان كان من غير حيزها كالعم يحجب الخال فكذا ولدية العصبة وبهذا اتنحل الشبهتان معا اعنى وجوب اعتبار الاقوى كما ذهب اليه العلامة الشامى ووجوب اسقاط الاضعف لسقوط الاقوى كما قررنا فى الالزام والله تعالى اعلم ولى الانعام۔

لہٰذا دوسری ترجیح بر محل ہونے کی وجہ سے لغو نہ ہوگی۔ یہ اس لئے ہے کہ عصبہ کی اولاد کو عصوبت سے حصہ ملتا ہے اور عصبہ کو غیر پہ مطلقاً ترجیح ہوتی ہے اگرچہ جہت مختلف ہو مثلاً چچا (جو کہ عصبہ ہے) ماموں کو محروم کردے گا اسی طرح عصبہ کی اولاد بھی محروم کر دیتی ہے۔ اس تقریر سے دونوں شبہے مندفع ہو جاتے ہیں یعنی اقوٰی کے اعتبار کا وجوب جیسا کہ علامہ شامی اس کی طرف گئے ہیں اور اقوٰی کے سقوط کی وجہ سے اضعف کو ساقط کرنے کا وجوب جیسا کہ ہم نے الزام کی تقریر میں بیان کیا۔ اور اللہ تعالیٰ ہی انعام عطا فرمانے والا ہے۔ (ت)

اس حاشیہ نے بحمدہٖ تعالیٰ کشف شبہہ کر دیا اس وقت تک مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ فقیر کے پاس نہ تھی۔ اب اس کے مطالعہ نے واضح کر دیا کہ وہ صرف اطلاق روایت سرخسی نہیں بلکہ خاص نص صریح ہے بحث علامہ شامی مصادم نص واقع ہوئی اور بحث فقیر بحمد اللہ القدیر نص کے موافق آئی وللہ الحمد۔

مبسوط شریف کا نص ملخص یہ ہے:

فى ظاهر المذهب ولد العصبة اولى سواء اختلفت الجهة او اتحدت، فان كان قوم من هؤلاء من قبل الام من بنات الاخوال او الخالات وقوم من قبل الاب من بنات الاعمام او العمات لام، فالمال مقسوم بين الفريقين اثلاثا سواء من كل جانب ذو قرابتين

ظاہر مذہب میں عصبہ کی اولاد اولیٰ ہے چاہے جہت مختلف ہو یا متحد۔ اگر ان میں سے ایک جماعت ماں کی طرف سے ہو مثلاً ماموں یا خالاؤں کی بیٹیاں اور ایک جماعت باپ کی طرف سے ہو مثلاً اخیافی پھوپھیوں یا اخیافی چچوں کی بیٹیاں، تو مال دونوں فریقوں میں تین حصے بنا کر تقسیم کیا جائے گا چاہے ہر جانب دو قرابتیں ہوں

Marfat.com

خلف بنتا وبنات ابن فلهن السدس
تكملة للثلثين لاقامتهن مقام بنت
فلم يحجبهن بعد درجتهن عن
درجة البنت وكذلك اذا مات عن
بنتين وبنت ابن وبنت ابن ابن
وابن ابن ابن لم تحجب
بنت الابن وبنت ابن الابن لانهما
اقيمتا في درجة الذكر كي تتعصب
به فهذا هو السر في وراثة الخالة
لاب مع العمّات والله تعالٰى
اعلم ثم اقول لا يذهبن
عنك ان هذه الاقامة
تقتصر على الذوات ولا تتعدى
الى الاولاد فاولاد الخالة
لا يجعلون كاولاد الام الا ترى
ان ذكورهم لا يساوون اناثهم
بل للذكر مثل حظ
الانثيين وهذا كولدية
العصبة لا تسرى من الولد
الى ولد الولد كما في رد المحتار
وغيره عن سكب الانهر وغيره
فا بنت العم لا يقدم
على بنت ابن العمة او الخال
او الخالة فاحفظ۔

ایک بیٹی اور چند پوتیاں چھوڑ کر مر جائے تو
دو تہائی کی تکمیل کے لئے پوتیوں کو چھٹا حصہ
ملے گا، کیونکہ انھیں بیٹی کے قائم مقام رکھا گیا ہے
لہذا بیٹی کے درجہ سے دوری انھیں محروم نہیں
کرے گی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص دو بیٹیاں،
ایک پوتی، ایک پوتے کی بیٹی اور ایک پوتے
کا بیٹا چھوڑ کر مرگیا تو پوتی اور پوتے کی بیٹی محروم
نہ ہوں گی کیونکہ ان کو مرد کے درجے میں رکھا گیا
ہے تاکہ اس کے ذریعے وہ عصبہ بن جائیں۔
علاتی خالہ کے پھوپھیوں کے ساتھ وارث بننے
میں یہی راز ہے، اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔
میں پھر کہتا ہوں تجھے ہرگز یہ نہ بھولے کہ قائم مقام
قرار دینا صرف ذوات تک محدود ہے اولاد
کی طرف یہ حکم متعدی نہیں ہوتا۔ لہذا خالہ
کی اولاد کو ماں کی اولاد کی طرح نہیں بنایا
جائے گا۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ خالہ کی اولاد
میں مذکر و مؤنث آپس میں برابر نہیں بلکہ لڑکے
کا حصہ دو لڑکیوں کے حصے کے برابر ہے۔
یہ عصبہ کی ولدیت کی طرح ہے کہ اولاد سے
اولاد کی اولاد کی طرف منتقل نہیں ہوتی
جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ میں سکب الانہر وغیرہ
سے منقول ہے۔ چنانچہ چچا کا نواسہ، پھوپھی،
ماموں یا خالہ کی پوتی سے مقدم نہ ہوگا۔ پس
اس کو یاد کر لے۔ (ت)

بالجملہ قولِ دوم پر ہی اکثر متون ہیں اور اسی کو اکثر نے ظاہر الروایۃ اور مذہب بتایا اور

Marfat.com

کتاب الشتّٰی (حصّہ اوّل)

(متفرق موضوعات)

تاریخ و تذکرہ و حکایاتِ صالحین

مسئلہ ۲۰۵ از توپ خانہ بازار قدیم مسجد صوبہ دار مدرسہ فیض احمدی کانپور بروز چہارشنبہ بتاریخ ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ مولوی عبیداللہ صاحب

یہ مسئلہ کس کتاب میں ہے کہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے سورۂ بقر کے ختم فرمانے ۱
کے شکریہ میں دعوت فرمائی؟ اور نسیم الریاض کے کس جلد کے کس صفحہ میں ہے کہ جو شخص مخلوق میں سے کسی کے علم کو حضرت سید السادات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم کے علم سے اشرف واوسع کہے گا؟

الجواب

وہ عبارت نسیم الریاض کی جلد رابع ص ۳۷۷ طابع قسطنطنیہ میں ہے:

من قال فلان اعلم منہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقد عابہ ونقصہ (الٰی قولہ) فھو ساب ای کالساب والحکم فیہ

جس شخص نے کہا فلاں شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زیادہ علم والا ہے اس نے آپ کو عیب لگایا اور تنقیص کی (مصنف کے اس قول تک) چنانچہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دینے والا ہے یعنی گالی دینے والے کی مثل ہے اس کا حکم گالی

Marfat.com

جریانہ لایستلزم جریان الاقوی فیہ مع انعدام المحلیۃ لہ، والحق ان لامعنی لقوۃ القرابۃ فی حیز الاکون قریب ذا جہتین کالعینی او ذا جہۃ اقوی کالعلاتی مع الاخیافی وظاہر ان اجتماع الجہتین فی حیز لایلغی الحیز الآخر واذا کان نفس احد الحیزین اعنی الاب اقوی من الآخر اعنی الام ثم لم تورث قوتہ الغاء الحیز الآخر فکیف تورث قوۃ جہتہ الغاء الآخر وتعلیل قوۃ القرابۃ انما ہو فی الحیز الواحد لا تقدیم ذی حیز علی ذی حیز آخر لقوۃ القرابۃ فی حیزہ و والا یقدم الحیز الابوی مطلقا علی الامی وایضا لو نظر الی قوۃ القرابۃ لعاد نقضا علی المقصود فان الاقوی غیر معتبر مع اختلاف الحیز باجماع الروایات الظاہرۃ فکیف تعتبرون فیہ الاضعف ویؤول الامر الی الغاء کلا الترجیحین وہو خلاف ما قررتم انہ صحیح مفتی بہ وانما الجواب ما قدمت ان الاقوی لم یعتبر لعدم المحل

اقویٰ بے محل بھی معتبر ہو۔ اور حق یہ ہے کہ ایک جہت میں قوتِ قرابت کا معنیٰ فقط یہ ہے کہ ایک قریبی رشتہ دار دو جہتیں رکھتا ہو جیسے سگا رشتہ دار یا ایک زیادہ قوی جہت رکھتا ہو جیسے علاتی رشتہ دار اخیافی رشتہ دار کے ساتھ۔

ظاہر ہے کہ ایک جانب میں دو جہتوں کا اجتماع دوسری جانب کو محروم نہیں کرتا۔ جب خود ایک حیز یعنی باپ جو کہ اقویٰ ہے دوسرے حیز یعنی ماں سے۔ اس کے باوجود اس کی قوت دوسرے حیز کو محروم نہیں کرتی تو اس کی جانب سے حاصل ہونے والی قوت دوسری جانب کو کیسے محروم کر سکے گی۔ قوتِ قرابت فقط ایک جہت میں معتبر ہے۔ اس کی وجہ سے ایک جانب کو دوسری پر تقدیم حاصل نہ ہوگی ورنہ لازم آئے گا کہ باپ کی جانب کو مطلقاً ماں کی جانب پر تقدیم حاصل ہو، نیز قوتِ قرابت کا اعتبار مقصود پر بطورِ نقض لوٹے گا کیونکہ اختلافِ جہت کے وقت تمام روایاتِ ظاہرہ کے مطابق اقویٰ معتبر نہیں تو تم اس میں اضعف کا اعتبار کیسے کرتے ہو۔ چنانچہ معاملہ دونوں ترجیحوں کو لغو قرار دینے کی طرف لوٹ آئے گا اور یہ خود تمہاری تقریر کے خلاف ہے کہ وہ (ولد عصبہ سے ترجیح) صحیح اور مفتیٰ بہ ہے۔ اس کا جواب وہی ہے جو میں نے اس سے پہلے ذکر کیا کہ اقویٰ کا اس لئے اعتبار نہیں ہے کہ اس کا محل نہیں۔

Marfat.com

اور ایک فرشتہ طوق وزنجیر پہنے ہوئے وسط میں حاضر ہوا اور منادی نے ندا کی کہ اس فرشتہ نے خدا کی نافرمانی کی اور اس کی یہ سزا ملی کہاں تک صحیح ہے؟ چونکہ قدیم سے میرے تمام استفام کا چارہ اسی آستانے سے ہوتا رہا ہے اس واسطے اس سمع خراشی کی جرأت پڑ گئی۔ والسلام

الجواب

جناب من! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ قصہ ہاروت وماروت جس طرح عام میں شائع ہے ائمہ کرام کو اس پر سخت انکار شدید ہے جس کی تفصیل شفاء شریف اور اس کی شروح میں ہے یہاں تک کہ امام اجل قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا:

ھذہ الاخبار من کتب الیھود وافترائھم[1] یہ خبریں یہودیوں کی کتابوں اور انکی افتراؤں سے ہیں۔

ان کو جن یا انس مانا جائے جب بھی درازیٔ عمر مستبعد نہیں۔ سیدنا خضر وسیدنا الیاس وسیدنا عیسٰی صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہم انس ہیں اور ابلیس جن ہے۔

اور راجح یہی ہے کہ ہاروت وماروت دو فرشتے ہیں جن کو رب عزوجل نے ابتلائے خلق کیلئے مقرر فرمایا کہ جو سحر سیکھنا چاہے اسے نصیحت کریں کہ،

انما نحن فتنۃ فلا تکفر[2] ہم تو آزمائش ہی کے لئے مقرر ہوئے ہیں تو کفر نہ کر۔

اور جو نہ مانے اپنے پاؤں جہنم میں جائے اسے تعلیم کریں تو وہ طاعت میں ہیں نہ کہ معصیت میں۔

بہ قال اکثر المفسرین علی ماعزالیھم فی الشفاء الشریف[3] اکثر مفسرین نے یہی کہا ہے جیسا کہ شفا شریف میں ان کی طرف منسوب ہے (ت)

اور یہ روایت کہ تاریخ الخلفاء کی طرف نسبت کی قطعاً باطل اور بے اصل محض ہے، نہ اس وقت تاریخ الخلفاء میں اس کا ہونا یادِ فقیر میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۹ مسئولہ از مولوی نور احمد کانپوری ملازم کارخانہ میاں کاٹ واقع ریواں ۹ محرم الحرام ۱۳۳۸ھ

ماقولکم یا علماء الملۃ السمحۃ البیضاء ومفتی الشریعۃ الغراء فی ھذہ (اے ملت مقدسہ نورانیہ کے علماء کرام اور روشن شریعت کے مفتیانِ عظام آپ کا کیا ارشاد ہے اس بارے میں کہ۔ت) مولوی غلام امام شہید نے

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی القول فی عصمۃ الملائکۃ المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۲/ ۱۷۰

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۰۲

[3] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی القول فی عصمۃ الملائکۃ المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۲/ ۱۷۱

Marfat.com

او من احد الجانبین ذو قرابة واحدة ثم ما اصاب کل فریق فیما بینھم یترجح جھة ذی القرابتین علی ذی قرابة واحدة۔[1]

یا ایک جانب فقط ایک قرابت ہو۔ پھر ہر فریق کو جو ملا ہے وہ ان کے درمیان تقسیم کیا جائے گا درانحالیکہ دو قرابتوں والے کو ایک قرابت والے پر ترجیح ہوگی۔ (ت)

یہ نص صریح ہے وللہ الحمد کہ اختلاف جہت کے وقت ولدیت وارث سے ترجیح ہے اور قوت قرابت سے نہیں تو اولاد صنف رابع کا قانون صحیح و معتمد یہ ہے۔

یقدم الاقرب مطلقا ثم ان اختلف الحیز فولد الوارث وان اتفق فالاقوی قرابة ثم ولد الوارث وبعد ھذہ الشرائط ان استحق الفریقان فلفریق الاب الثلثان ولفریق الام الثلث واللہ تعالٰی اعلم۔

اقرب ہر حال میں مقدم ہوگا پھر اگر جہت مختلف ہو تو عصبہ کی اولاد کو اور اگر متحد ہو تو پہلے اقوی کو پھر عصبہ کی اولاد کو ترجیح ہوگی۔ ان شرائط کے بعد اگر دونوں فریق مستحق ہوں تو باپ کے فریق کو دو تہائی اور ماں کے فریق کو ایک تہائی ملے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] مبسوط امام السرخسی کتاب الفرائض فصل فی میراث اولاد العمات الخ دار المعرفة بیروت ۳۰/ ۲۱

Marfat.com

باایں ہمہ اس زمانے کے بعض مفتیان جہول یعنی دیوبندیان نامعقول اور مخطیان غفول نے جو اس کا بطلان اس طرح ثابت کرنا چاہا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ سے بالا عروج کیسا اور اس میں معاذ اللہ حضور اقدس و انور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر حضور پرنور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بُوئے تفضیل نکلتی ہے، یہ محض تعصب وجہالت ہے جس کا رد فقیر نے ایک مفصل فتوٰی میں سترہ سال ہوئے کر کیا جبکہ ۱۶ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ کو کھور ضلع سورت سے اس کا سوال آیا تھا، ہاں فاضل عبدالقادر قادری ابن شیخ محی اہلی نے کتاب تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالٰی عنہ میں یہ روایت لکھی ہے اور اسے جامع شریعت وحقیقت شیخ رشید ابن محمد جنیدی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی کتاب "حرز العاشقین" سے نقل کیا، اور ایسے امور کو اتنی ہی سند بس ہے۔ اس کا بیان فقیر کے دوسرے فتوٰی میں ہے جس کا سوال ۱۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۰ھ کو اوجین سے آیا تھا وباللہ التوفیق (اور توفیق اللہ تعالٰی سے حاصل ہوتی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۰: از ملک بنگال ضلع فریدپور موضع ٹپوراکاندے مرسلہ محمد شمس الدین صاحب

اعراب قرآنی کی ایجاد کس سنہ میں ہوئی اور اس کا بانی کون ہے؟ یہ بدعت حسنہ ہے یا سیئہ؟ اگر بدعت حسنہ ہے تو "کل بدعۃ ضلالۃ" (ہر بدعت گمراہی ہے۔ ت) کے کیا معنی؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

زمن عبدالملک بن مروان میں اس کی درخواست سے مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کے شاگرد رشید حضرت ابوالاسود دؤلی نے یہ کارِ نیک کیا، بدعت حسنہ تھا، اور تمام ممالک عجم میں یقیناً واجب کہ عام لوگ بے اس کے اس کی صحیح تلاوت نہیں کرسکتے۔ بدعت ضلالت وہ ہے کہ ردّ ومزاحمت سنّت کرے، اور یہ تو مؤید ومعین سنّت، بلکہ ذریعہ ادائے فرض ہے،

فان اللحن حرام بلاخلاف کما فی العلمگیریۃ[1] فترکہ فرض وھذا سبیلہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کیونکہ لحن بلاخلاف حرام ہے جیسا کہ عالمگیری میں ہے۔ لہٰذا اس کا چھوڑنا فرض ہے اور یہ اس سے بچنے کا راستہ ہے

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۱۷

Marfat.com

حکم الساب من غیر فرق بینھما۔[1] دینے والے کی طرح ہے ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (ت)

خطیب نے رواۃ مالک میں عبد اللہ بن عمر فاروق علیہما الرضوان سے روایت کی:

قال تعلم عمر البقرۃ فی اثنتی عشرۃ سنۃ فلما ختمھا نحر جزورا۔[2] واللہ تعالٰی اعلم۔ کہا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بارہ سال میں سورۃ بقرہ سیکھی، جب مکمل کر لی تو (شکرانے کے طور پر) اونٹ ذبح فرمایا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰۶ - ۲۰۷ از بمبئی مرسلہ مولوی محمد عثمان صاحب بوساطت ضیاء الاسلام پیلی بھیت

۱۸ رجب ۱۳۲۴ھ

(۱) شیطان کے انڈا دینے کا ثبوت۔

(۲) نماز خمسہ معراج میں نہیں فرض ہوئیں۔

الجواب

(۱) مفسرین نے ذریّتِ شیطان میں چند اقوال لکھے ہیں، ان میں سے ایک قول یہ بھی ہے کہ انڈے دیتا ہے اس سے اس کی نسل پھیلتی ہے۔

(۲) یہ محض غلط ہے، صحیحین وغیرہما کی احادیثِ متواترہ سے ثابت ہے کہ شبِ معراج ہی میں پانچوں نمازیں فرض ہوئیں۔[3]

مسئلہ ۲۰۸ از شہر کہنہ مرسلہ منشی قاضی عبد الحق صاحب ۳۰ ربیع الآخر ۱۳۲۷ھ

بشرفِ ملاحظہ خدامانِ بارگاہ شریعت پناہ، صاحب حجۃ قاہرہ، مجدد مائۃ حاضرہ، حامی ملت، حضرت عالم اہلسنّت مدظلہم الاقدس السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کمترین عقیدت گزیں عبد الحق عرض پرداز ہے کہ اگر خادمانِ عالی کا حرج اوقات نہ ہو تو تفصیل اس امر کی فرما دی جائے کہ ہاروت و ماروت جو چاہِ بابل میں قید ہیں فرشتے ہیں یا جن یا انسان؟ اگر ان کو فرشتہ مانا جائے تو عصمت فرشتوں کی کس دلیل سے ثابت کی جائے؟ اور اگر جن و انس کہا جائے تو درازیٔ عمر کے واسطے کیا حجت پیش کی جائے؟ اور جلال الدین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے جو تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ آسمان میں ایک دروازہ پیدا ہوا

---

[1] نسیم الریاض القسم الرابع الباب الاول مرکز اہلسنت برکاتِ رضا ۴/ ۳۳۵

[2] الجامع لاحکام القرآن للقرطبی بحوالہ مالک باب کیفیۃ التعلم والفقہ الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۰

[3] صحیح البخاری باب کیف فرضت الصلوٰۃ فی الاسراء ۱/ ۵۱ و صحیح مسلم باب الاسراء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱/ ۹۱

Marfat.com

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما - واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم ۔

اور امام احمد نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۱۲ از بریلی بازار لال کرتی مرسلہ حاجی غلام نبی صاحب ساکن پاکپتن شریف معرفت حاجی ابوالحسن صاحب ۲۸ رجب ۱۳۳۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ حضرت خواجہ خضر علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام کا آپس میں کیا رشتہ ہے اور ان دونوں کو اللہ تعالیٰ نے کس کس کام پہ مختار کیا ہے اور کیا کیا مرتبہ دیا ہے ؟ فقط ۔

الجواب

سیدنا الیاس علیہ السلام نبی مرسل ہیں ،

قال اللہ تعالیٰ ان الیاس لمن المرسلین[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا : بے شک الیاس (علیہ السلام) مرسلین میں سے ہیں (ت)

اور سیدنا خضر علیہ السلام بھی جمہور کے نزدیک نبی ہیں اور ان کو خاص طور سے علم غیب عطا ہوا ہے ،

قال اللہ تعالیٰ وعلمناہ من لدنا علما[2]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا : اور ہم نے اسے اپنا علم لدنی عطا فرمایا ۔ (ت)

یہ دونوں حضرات ان چار انبیاء میں ہیں جن کی وفات ابھی واقع ہی نہیں ہوئی ۔ دو آسمان پر زندہ اٹھالئے گئے ، سیدنا ادریس وسیدنا عیسٰی علیہما الصلوٰۃ والسلام ۔ اور یہ دونوں زمین پر تشریف فرما ہیں دریا سیدنا خضر علیہ السلام کے متعلق ہے اور خشکی سیدنا الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ۔ دونوں صاحبان حج کو ہر سال تشریف لاتے ہیں ، بعد حج آب زمزم شریف پیتے ہیں کہ وہی سال بھر تک ان کے کھانے پینے کو کفایت کرتا ہے ۔ دونوں صاحب اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام آپس میں بھائی ہیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

---

[1] القرآن الکریم ۳۷/ ۱۲۳

[2] " " ۱۸/ ۶۵

Marfat.com

ص ۵۹ سطر ۱۱ میں لکھا ہے کہ شب معراج میں حضرت غوث الاعظم شیخ محی الدین رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی روح پاک نے حاضر ہوکر گردنِ نیاز صاحب لولاک کے قدم سراپا اعجاز کے نیچے رکھ دی اور خواجۂ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم گردنِ غوثِ اعظم پر قدم مبارک رکھ کر براق پر سوار ہوئے اور اس روح پاک سے استفسار فرمایا کہ تُو کون ہے؛ عرض کیا کہ میں آپ کے فرزندوں اور ذریاتِ طیبات سے ہوں اگر آج نعمت سے کچھ منزلت بخشئے گا تو آپ کے دین کو زندہ کروں گا۔ فرمایا کہ تُو محی الدین ہے اور جس طرح آج میرا قدم تیری گردن پر ہے اسی طرح کل تیرا قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہوگا۔ اور اس روایت کی دلیل یہ لکھی ہے کہ صاحب منازل اثنا عشریہ بھی تحفہ قادریہ سے لکھتے ہیں۔ اسی کتاب کے صہ سطر ۵ میں مرقوم ہے کہ خواجۂ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم خوش ہوکر سوار ہونے لگے براق نے شوخی شروع کی۔ جبرائیل امین علیہ السلام نے کہا یہ کیا بے حرمتی ہے تُو نہیں جانتا کہ تیرا راکب کون ہے، خلاصہ ہیجدہ ہزار عالم محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ براق نے کہا اے امینِ وحی الٰہی! تم اس وقت خفگی مت کرو مجھے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں ایک التماس کرنی ہے۔ فرمایا بیان کرو۔ عرض کیا آج میں دولتِ زیارت سے مشرف ہوں، کل قیامت کے دن مجھ سے بہتر براق آپ کی سواری کے واسطے آئیں گے امیدوار ہوں کہ حضور سوائے میرے اور کسی براق کو پسند نہ فرمائیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے التجا اس کی قبول فرمائی۔ صاحب تحفہ القادریہ لکھتے ہیں کہ وہ براق خوشی سے پھولا نہ سمایا اور اتنا بڑھا اور اونچا ہُوا کہ صاحبِ معراج کا ہاتھ زین تک اور پاؤں رکاب تک نہ پہنچا۔

میرا استفسار اس امر کا ہے کہ آیا یہ روایت صحاح ستہ وغیرہ کتبِ احادیث میں وشفائے قاضی عیاض وغیرہ کتبِ معتبرہ فنِ سیر میں موجود ہے یا نہ؛ بینوا توجروا بیان کاف وشاف بالاسانید من المعتبرات المعتمدات بالبسط والتفصیل جزاکم اللہ خیرالجزاء (قابلِ اعتبار واعتماد اسانید کے ساتھ مکمل وضاحت وتفصیل کی روشنی میں تسلی بخش طور پر بیان فرمائیں اجر پاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ تمھیں بہترین صلہ عطا فرمائے۔ ت)

الجواب

کتبِ احادیث وسیر میں اس روایت کا نشان نہیں۔ رسالہ غلام امام شہید محض نامعتبر بلکہ صریح اباطیل وموضوعات پر مشتمل ہے۔ منازل اثنا عشریہ کوئی کتاب فقیر کی نظر سے نہ گزری، نہ کہیں اس کا تذکرہ دیکھا۔ تحفہ قادریہ شریف اعلیٰ درجہ کی مستند کتاب ہے، میں اس کے مطالعہ بالاستیعاب سے بارہا مشرف ہوا، جو نسخہ میرے پاس ہے یا جو میری نظر سے گزرا اس میں یہ روایت اصلاً نہیں۔۔۔

Marfat.com

بالغ بچوں کی طرح ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت) ابی حنیفۃ [1] واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۵ مسئولہ حاجی کریم نور محمد جنرل مرچنٹ اتواری چوک شہر ناگپور بروز پنجشنبہ بتاریخ ۹ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

شہادت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نہر فرات پر ہوئی یا نہیں؟ علمائے حنفیہ کا اس پر اتفاق ہے یا نہیں؟

الجواب

امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ضرور برحق ہے، نہ فقط حنفیہ بلکہ جملہ اہلسنت کا اس پر اجماع ہے، اس کا منکر مبتدع گمراہ ہے۔

مسئلہ ۲۱۶ از علیگڑھ مرسلہ مولانا سید سلیمان اشرف بہاری ۲۵ صفر ۱۳۳۸ھ

مولانا المعظم و برادر محترم مولانا مصطفےٰ رضا خاں صاحب ارفع اللہ شانہم، السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ کالج کا ایک کام آگیا ہے جس میں ضرورت ہے چند اسماء ان علمائے کرام کے لکھے جانے کی، جو سندھ کے تھے یا سندھ میں آئے کم از کم پانچ نام ہونا چاہئے۔ انساب سمعانی میں بعض اسماء ملے لیکن صرف نام، اس کی خبر نہ ملی کہ انھوں نے کیا خدمت انجام دی۔ طبقات حنفیہ کی فہرست میں کوئی نام نہ ملا۔ آنجناب براہ کرم اعلحضرت سے استفسار فرمائیں۔ متقدمین یا متاخرین علماء اہلسنت، محدثین میں ہوں یا فقہاء ہیں۔ اگر اس قدر فرصت نہ ہو تو صرف ان کتابوں کے نام لکھ بھیجئے جن میں تلاش کروں۔ آپ کی خدمت میں نیاز نامہ اس لئے لکھا کہ آپ کو اعلحضرت کی حضوری حاصل ہے۔ فقیر کا سلام و قدمبوسی فرما دیجئے۔ مستحق دعا ہوں اور بڑا محتاج ہوں۔

الجواب

(۱) مولانا رحمت اللہ سندھی تلمیذ امام ابن ہمام مصنف منسک کبیر، منسک صغیر و منسک متوسط معروف بہ لباب المناسک جس کی شرح ملا علی قاری نے کی ہے المسلک المتقسط فی شرح المنسک المتوسط۔

(۲) مولانا محمد عابد سندھی مدنی محدث صاحب "حصر الشارد"۔

(۳) مولانا محمد حیات سندھی شارح کتاب الترغیب والترہیب۔

---

[1] الخیرات الحسان الفصل الثالث عشر فی ثناء الائمۃ علیہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴۷
تاریخ بغداد ترجمہ ۷۲۹۷ نعمان بن ثابت دار الکتاب العربی بیروت ۳۴۶/۱۳

Marfat.com

مسئلہ ۲۱۱ از بھوپال مکان منشی سید سعید احمد صاحب متصل نور محل مرسلہ سید احمد علی

مکرم ومعظم بعد آدابِ نیاز کے گزارش ہے کہ اگر برائے مہربانی ان واقعات کے جن کی بنا پر حضرت منصور کے بارے میں فتوی دیا گیا تھا، مطلع فرمائیں تو بہت ممنون ہوں۔ اگر فتوی میں کسی آیت شریف کا حوالہ دیا گیا ہو تو اس کو بھی لکھ دیجئے گا۔ اس تکلیف دہی کو معاف فرمائیے گا۔ ایک معاملہ میں اس کی بہت ضرورت ہے۔

الجواب

حضرت سیدی حسین بن منصور حلاج قدس سرہ جن کو عوام منصور کہتے ہیں، منصور ان کے والد کا نام تھا اور ان کا اسم گرامی حسین عہ اکابر اہل حال سے تھے۔ ان کی ایک بہن ان سے بدرجہا مرتبہ ولایت ومعرفت میں زائد تھیں۔ وہ آخر شب کو جنگل تشریف لے جاتیں اور یادِ الٰہی میں مصروف ہوتیں۔ ایک دن ان کی آنکھ کھلی بہن کو نہ پایا، گھر میں ہر جگہ تلاش کیا، پتا نہ چلا، ان کو وسوسہ گزرا۔ دوسری شب میں قصداً سوتے میں جان ڈال کر جاگتے رہے، وہ اپنے وقت پر اٹھ کر چلیں، یہ آہستہ آہستہ پیچھے ہولئے، دیکھتے رہے، آسمان سے سونے کی زنجیر میں یاقوت کا جام اترا اور ان کے دہن مبارک کے برابر آلگا، انھوں نے پینا شروع کیا، ان سے صبر نہ ہوسکا کہ یہ جنت کی نعمت نہ ملے بے اختیار کہہ اٹھے کہ بہن تمھیں اللہ کی قسم کہ تھوڑا میرے لئے چھوڑ دو، انھوں نے ایک جرعہ چھوڑ دیا انھوں نے پیا، اسکے پیتے ہی ہر جڑی بوٹی ہر درودیوار سے ان کو یہ آواز آنے لگی کہ کون اس کا زیادہ مستحق ہے کہ ہماری راہ میں قتل کیا جائے۔ انھوں نے کہنا شروع کیا "اَنَا لَاَحَق" بیشک میں سب سے زیادہ اس کا سزاوار ہوں۔ لوگوں کے سننے میں آیا "انا الحق" (میں حق ہوں۔ ت)، وہ دعوی خدائی سمجھے، اور یہ کفر ہے۔ اور مسلمان ہوکر جو کفر کرے مرتد ہے اور مرتد کی سزا قتل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من بدل دینہ فاقتلوہ، رواہ احمد[1] والستۃ الا مسلما عن

جو اپنا دین بدل دے اسے قتل کرو۔ اس حدیث کو اصحابِ ستہ میں سے مسلم کے علاوہ سب نے

عہ فی الاصل منصور

[1] جامع الترمذی ۱/۱۷۶ و سنن ابی داؤد ۲/۲۴۲ و سنن ابن ماجہ باب المرتد عن دینہ ص ۱۸۵
مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۱۷ و ۲۸۲ و ۲۸۳
صحیح البخاری کتاب المغازی باب لایعذب بعذاب اللہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۲۳

Marfat.com

رسالہ

نطق الہلال بارخ ولاد الحبیب والوصال

(حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت و وصال پر ہلال کی گواہی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

فصل اوّل

مسئلہ ۲۱۷ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں :

اُولیٰ استقرار نطفہ زکیہ سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کس ماہ و تاریخ میں ہوا ؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

بعض غرہ رجب کہتے ہیں رواہ الخطیب عن سیدنا سھل التستری قدس سرہ (اس کو خطیب نے سیدنا سہل تستری قدس سرہ سے روایت کیا۔ ت) اور بعض دہم محرم

اخرج ابو نعیم و ابن عساکر عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال حمل برسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی عاشوراء المحرم وولد

اس کو ابو نعیم اور ابن عساکر نے عمرو بن شعیب سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے اپنے دادا سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا استقرارِ حمل دسویں محرم ہوا اور ولادت

Marfat.com

الانبیاء بنو علات [1] سارے نبی آپس میں بھائی ہیں (ت)

اس کے سوا ان دونوں صاحبوں کا اور کوئی رشتہ معلوم نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۳ ۱۷ رجب ۱۳۳۲ھ

حائکہ کا پیشہ کون سے اولیاء و علماء نے کیا ہے؟ مع حدیث حوالہ کتاب کے تحریر فرمائیے گا۔

الجواب

بعض اولیاء و علماء نے جس طرح بضرورت جوتا سینے کا پیشہ کیا ہے جیسے امام خصاف۔ یوں ہی بعض نے بضرورت کپڑا بھی بُنا ہے جیسے ابوالخیر نساج و علامہ اسمٰعیل حائک مفتی دمشق و شام رحمہم اللہ تعالٰی، مگر اس سے یہ سمجھنا کہ وہ قوم کے جلاہے تھے جہالت ہے ویظھر الفرق بمطالعۃ رسالتنا اراءۃ الادب لفاضل النسب[ف] (اور ہمارے رسالے" اراءۃ الادب لفاضل النسب کے مطالعہ سے فرق ظاہر ہوجاتا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۴ از ضلع سیالکوٹ تحصیل ڈسکہ ڈاکخانہ دبانوں مسئولہ محمد قاسم کھوکھر مدرس مدرسہ دبانوں روز دوشنبہ ۱۹ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

نسب نامہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب

سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ اولاد سلاطین کیان سے ہیں اور ان کا مرتبہ اس سے اجل و اعظم ہے کہ نسب سے انھیں فخر ہو۔ ان کا یہ شرف نہیں کہ وہ دنیوی بادشاہوں کی اولاد ہیں، ان کا یہ فضل ہے کہ وہ ہزار ہا دینی بادشاہوں کے باپ ہیں۔ سیدنا امام شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں:

الفقہاء کلھم علی عیال تمام مجتہدین امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کے

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۱۹، ۴۳۷، ۴۶۳، ۵۴۱
صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب قول اللہ تعالٰی واذکر فی الکتاب مریم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۸۹
صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضائل عیسٰی علیہ السلام ۲/ ۲۶۴ و ۲۶۵

ف: رسالہ "اراءۃ الادب لفاضل النسب" فتاوٰی رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور، کی تیئیسویں (۲۳) جلد کے صفحہ ۲۰۱ پر موجود ہے۔

Marfat.com

فی مجمع البحار[1] (اس کو زبیر نے ذکر کیا اور مجمع البحار میں اسی پر جزم فرمایا۔ ت)
اور اصح یہ ہے کہ شبِ جمعہ تھی، اسی لئے امام احمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ شبِ جمعہ کو شبِ قدر سے افضل کہتے ہیں کہ یہ خیر و برکت و کرامت و سعادت جو اس میں اُتری اس کے ہمسر نہ کبھی اُتری نہ قیامت تک اُترے، وہاں تنزل الملٰئکۃ والروح فیھا[2] (اس میں فرشتے اور روح الامین اترتے ہیں۔ ت) ہے یہاں مولائے ملائکہ و آقائے روح کا نزولِ اجلال عظیم الفتوح ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ مدارج النبوۃ میں ہے:

استقرار نطفہ زکیہ در ایام حج بر قول اصح در اوسط ایام تشریق شب جمعہ بود، و ازیں جہت امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ لیلۃ الجمعہ را فاضل تر از لیلۃ القدر داشتہ[3] الخ۔

اصح قول کے مطابق نطفہ مطہرہ کا استقرار حج کے دنوں میں ایامِ تشریق کے درمیان جمعہ کی رات کو ہوا۔ اسی وجہ سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ شبِ جمعہ کو شبِ قدر سے افضل سمجھتے ہیں الخ۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ثالثہ ۲۱۹ مدتِ حمل شریف کس قدر تھی؟

الجواب

۱۰ ۹ ۷ ۶ ۹
دہ و نہ و ہفت و شش ماہ سب کچھ کہا گیا اور صحیح نو مہینے ہیں،

فی شرح الزرقانی للمواھب اختلف فی مدۃ الحمل بہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقیل تسعۃ اشھر کاملۃ و بہ صدر مغلطائی قال فی الغرر وھو الصحیح[4] الخ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب و الیہ المرجع والمآب۔

مواہب کی شرح زرقانی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مدتِ حمل میں اختلاف ہے، چنانچہ کہا گیا کہ پورے نو ماہ ہے۔ مغلطائی نے اسی قول کو مقدم کیا۔ غرر میں فرمایا کہ یہی صحیح ہے الخ، اللہ تعالٰی درست بات کو خوب جانتا ہے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ (ت)

---

[1] مجمع بحار الانوار بیان نسبتہ صلی اللہ علیہ وسلم مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورہ ۵/ ۲۶۵
[2] القرآن الکریم ۹۷/ ۴
[3] مدارج النبوۃ باب اول نور مصطفٰی استقرار نطفہ زکیہ الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ملتان ۲/ ۱۳
[4] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول ذکر تزوج عبداللہ آمنہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۳۶

Marfat.com

(۴) مولانا محمد ہاشم سندھی، یہ بھی فقہ میں صاحب تصنیف ہیں۔

(۵) علامہ محمد ابن الہادی سندھی محشی فتح القدیر وصحاح ستہ ومسند امام احمد، استاذ علامہ محمد حیات سندھی متوفی ۱۱۳۸ھ۔

(۶) شیخ نظام الدین سندھی نزیل دمشق تلمیذ جلیل ومحبوب حضرت قدوۃ العارفین سید صبغۃ اللہ بروحی۔

(۷) علامہ سندھی مصنف غایۃ التحقیق جن سے سید علامہ طحطاوی مصری نے حاشیہ درمختار باب الامامۃ میں استناد کیا۔

(۸) شیخ محمد حسین انصاری سندھی عم شیخ عابد سندھی محدثین ورجال اسانید حصر الشارد سے ہیں ۔۔۔ اس وقت یہی نام خیال میں آئے۔

Marfat.com

شرح زرقانی میں ہے:

قال ابن کثیر ھو المشھور عند الجمھور[1] ابن کثیر نے کہا جمہور کے نزدیک یہی مشہور ہے (ت)

اسی میں ہے: وعلیہ العمل[2] (اور اسی پر عمل ہے۔ت)

علمائے باآنکہ اقوال مذکورہ سے آگاہ تھے محرم و رمضان و رجب کی نفی فرمائی، مواہب میں ہے:

لم یکن فی المحرم ولا فی رجب ولا فی رمضان[3] ولادت مبارکہ نہ تو محرم میں ہوئی اور نہ ہی رجب میں اور نہ رمضان میں۔(ت)

شرح ام القرٰی میں ہے:

لم یکن فی الاشھر الحرم او رمضان[4] حرمت والے مہینوں یا رمضان میں ولادت مبارکہ نہیں ہوئی (ت)

یہاں تک کہ علامہ ابن الجوزی و ابن جزار نے اسی پر اجماع نقل کیا۔ نسیم الریاض میں تلقیح سے ہے:

اتفقوا علٰی انہ ولد یوم الاثنین فی شھر ربیع الاول[5] اس پر علماء متفق ہیں کہ آپ ماہ ربیع الاول میں پیر کے روز پیدا ہوئے۔(ت)

اسی طرح ان کی صفوہ میں ہے، کما للزرقانی ثم عزاہ ایضا لابن الجزار (جیساکہ زرقانی کا قول
ہے، پھر اس کو ابن جزار کی طرف منسوب کیا۔ت) پس اس کا انکار اگر ترجیحات علماء و اختیار ۱
جمہور کی ناواقفی سے ہو تو جہل ورنہ مرکب کہ اس سے بدتر۔ فقیر کہتا ہے مگر اس تقدیر پر استقرار حمل بماہ ذی الحجہ میں صریح اشکال کہ دربارہ حمل چھ مہینے سے کمی عادۃً محال، اور خود اوپر گزرا کہ مدت حمل شریف ۹ ماہ ہونا اصح الاقوال، تو یہ تینوں تصحیحیں کیونکر مطابق ہوں **لکنی اقول** وباللہ التوفیق (لیکن میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ت) مہینے زمانۂ جاہلیت میں معین نہ تھے اہل عرب ہمیشہ شہر حرم کی تقدیم

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد الاول دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۳۲

[2] " " " " " "

[3] المواہب اللدنیہ المقصد الاول یوم ولادۃ المکتب الاسلامی ۱/۱۴۲

[4] شرح ام القرٰی

[5] نسیم الریاض فصل ومن ذٰلک ما ظھر من الآیات عند مولدہ مرکز اہل سنت برکات رضا ۲/۲۷۵

Marfat.com

یوم الاثنین لثنتی عشرۃ لیلۃ خلت من رمضان[1] اقول فیہ مسیب بن شریك ضعیف جدا۔

باسعادت بروز پیر دس رمضان المبارک کو ہوئی۔ میں کہتا ہوں اس میں مسیب بن شریک ہے جو انتہائی ضعیف ہے۔ (ت)

اور صحیح یہ ہے کہ ماہِ حج[عہ] کی بارھویں تاریخ ھکذا صححہ فی المدارج کما سیأتی (مدارج میں اسی کی تصحیح فرمائی ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ ت) **اقول** (میں کہتا ہوں۔ ت) اس کی مؤید ہے حدیث ابن سعد و ابن عساکر کہ زن خثعمیہ نے حضرت عبداللہ کو اپنی طرف بلایا رمی جمار کا عذر فرمایا بعد رمی حضرت آمنہ سے مقاربت کی اور حمل اقدس مستقر ہوا، پھر خثعمیہ نے دیکھ کر کہا کیا ہمبستری کی ؟ فرمایا ہاں، کہا کہ وہ نور کہ میں نے آپ کی پیشانی سے آسمان تک بلند دیکھا تھا نہ رہا آمنہ کو مژدہ دیجئے کہ اُن کے حمل میں افضل اہلِ زمین ہے۔

قال ابن سعد انا وھب بن جریر ابن حازم ثنا ابی سمعت ابایزید المدینی قال نبئت ان عبداللہ ابا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اتی امرأۃ من خثعم فرأت النور بین عینیہ نورا ساطعا الی السماء فقالت ھل لك فی قال نعم حتی ارمی الجمرۃ[2] الحدیث۔

ابن سعد نے کہا ہمیں وہب بن جریر بن حازم نے خبر دی انھوں نے کہا مجھے میرے باپ نے بتایا کہ میں نے ابو یزید مدینی کو کہتے ہوئے سنا مجھے خبر دی گئی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے والد ماجد سیّدنا حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰے عنہ قبیلہ بنی خثعم کی ایک عورت کے پاس تشریف لائے تو اس نے آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور آسمان تک بلند دیکھا اور کہا کہ کیا آپ کو مجھ میں کوئی رغبت ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں یہاں تک کہ میں جمرات کو رمی کرلوں، حدیث۔ (ت)

ظاہر ہے کہ رمی جمار نہیں ہوتی مگر حج میں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۸ ثانیہ دن کیا تھا ؟

الجواب

کہا گیا روز دوشنبہ ذکرہ الزبیر بن بکار وبہ جزم

عہ اس کی تحقیق مسئلہ پنجم میں آتی ہے ۱۲ منہ

[1] تاریخ دمشق الکبیر باب ذکر مولد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۹

[2] ؍؍ ؍؍ باب ذکر طہارۃ مولدہ وطیب اصلہ الخ ؍؍ ؍؍ ۲/ ۲۲۸

Marfat.com

کو ایامِ حج سے تعبیر کیا نہ کہ ذی الحجہ سے، اگرچہ اُس وقت کے عُرف میں اُسے ذی الحجہ بھی کہنا ممکن تھا۔

اقول اب مسئلہ ثالثہ وخامسہ کی تصحیحوں پر مسئلہ اولیٰ کا جواب ۱۲ جمادی الآخرہ ہوگا مگر جاہلیت کا دور نسیٔ اگر منتظم مانا جائے یعنی علی التوالی ایک ایک مہینا ہٹاتے ہوں تو سال استقرار حمل اقدس ذی الحجہ شعبان میں پڑتا ہے نہ کہ جمادی الآخرہ میں کہ ذی الحجہ حجۃ الوداع شریف جب عمر اقدس حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تریسٹھواں سال تھا ذی الحجہ میں آیا تو ۱۲، ۱۲ کے اسقاط سے جب عمر اقدس سے تیسرا سال تھا ذی الحجہ میں ہوا اور دوسرا سال ذی القعدہ اور پہلا سال شوال، ولادت شریفہ رمضان اور سال استقرار حمل مبارک شعبان میں لیکن اُن نامنتظموں کی کوئی بات منتظم نہ تھی جب جیسی چاہتے کرلیتے لٹیرے لوگ جب لُوٹ مار چاہتے اور مہینا ان کے حسابوں اشہر حرم سے ہوتا، اپنے سردار کے پاس آتے اور کہتے اس سال یہ مہینا حلال کردے، وہ حلال کردیتا، اور دوسرے سال گنتی پُوری کرنے کو حرام ٹھہرادیتا کما رواہ ابناء جریر والمنذر ومردویہ[1] وابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما (جیسا کہ اس کو جریر، منذر، مردویہ اور ابوحاتم کے بیٹوں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت) تو اس سال جمادی الآخرہ میں ذی الحجہ ہونا کچھ بعید نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

فائدہ: سائل نے یہاں تاریخ سے سوال نہ کیا اس میں اقوال بہت مختلف ہیں، دوٓ، آٹھٓ، دسٓ، بارہٓ، سترہٓ، اٹھارہٓ، بائیسٓ، سات قول ہیں مگر اشہر واکثر وماخوذ ومعتبر بارھویں ہے۔ مکہ معظمہ میں ہمیشہ اسی تاریخ مکان مولد اقدس کی زیارت کرتے ہیں کما فی المواھب[2] والمدارج (جیسا کہ مواہب لدنیہ اور مدارج النبوۃ میں ہے۔ ت) اور خاص اس مکان جنت نشان میں اسی تاریخ مجلس میلاد مقدس ہوتی ہے۔

علامہ قسطلانی وفاضل زرقانی فرماتے ہیں:

المشھور انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولد یوم الاثنین ثانی عشر ربیع الاول وھو قول محمد بن اسحاق امام المغازی وغیرہ[3]	مشہور یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بارہ ربیع الاول بروز پیر کو پیدا ہوئے، امام المغازی محمد بن اسحاق وغیرہ کا یہی قول ہے۔ (ت)

---

[1] الدر المنثور تحت الآیۃ ۹/۳۷ ۴/۱۷۳ [2] المواہب اللدنیۃ المقصد الاول ۱/۱۴۲

[3] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول ذکر تزوج عبداللہ آمنہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۳۲

Marfat.com

مسئلہ ۲۲۰ رابعہ ولادت شریف کا دن کیا ہے؟

الجواب

بالاتفاق دوشنبہ صرح بہ العلامۃ ابن حجر فی افضل القری (علامہ ابن حجر نے افضل القری میں اس کی تصریح فرمائی۔ت) سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پیر کے دن کو فرماتے ہیں:

ذٰلک یوم ولدت فیہ، رواہ مسلم[1] عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

میں اسی دن پیدا ہوا ہوں (اس کو امام مسلم نے ابوقتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۱ خامسہ کیا مہینہ تھا؟

الجواب

رجب، صفر، ربیع الاول، محرم، رمضان سب کچھ کہا گیا اور صحیح ومشہور و قول جمہور ربیع الاول ہے، مدارج میں ہے:

مشہور آنست کہ در ربیع الاول بود[2]"

مشہور یہ ہے کہ ولادت مبارکہ ماہ ربیع الاول شریف میں ہوئی۔(ت)

شرح الہمزیہ میں ہے:

الاصح فی شہر ربیع الاول[3]

اصح یہ ہے کہ ماہ ربیع الاول میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔(ت)

ربیع الاول، مواہب میں ہے: وھو قول جمھور العلماء[4] (اور وہ جمہور علماء کا قول ہے۔ت) پھر کہا فی شہر ربیع الاول علی الصحیح[5] (صحیح قول کے مطابق ربیع الاول میں ہے۔ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الصیام باب استحباب صیام ثلاثۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۶۸

[2] مدارج النبوۃ باب اول ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۴

[3] الفتوحات الاحمدیۃ بالمنح المحمدیۃ شرح الھمزیۃ قولہ لیلۃ المولد جمالیہ قاہرہ ص ۱۰

[4] المواہب اللدنیۃ المقصد الاول یوم الولادۃ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۱۴۰

[5] " " شہر الولادۃ " " ۱/۱۴۲

Marfat.com

عليه اصحاب الزيج ومجرد ملاحظة الغرة الوسطية يظهر استحالة سائر الاقوال ماخلا الطرفين والعلم بالحق عند مقلب الملوين۔

ہے کہ اہل زیجات کا اس پر اجماع ہے۔ محض غرہ وسطیہ کو دیکھنے سے طرفین کے علاوہ تمام اقوال کا محال ہونا ظاہر ہو جاتا ہے اور حق کا علم شب و روز کو بدلنے والے کے پاس ہے۔ (ت)

اور شک نہیں کہ تلقی امت بالقبول کے لئے شان عظیم ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الفطر یوم یفطر الناس والاضحٰی یوم یضحی الناس، رواہ الترمذی[1] عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا بسند صحیح۔

عید الفطر اس دن ہے جس دن لوگ عید کریں اور عید اضحٰی اس روز ہے جس روز لوگ عید سمجھیں (اس کو امام ترمذی نے صحیح سند کے ساتھ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

فطرکم یوم تفطرون واضحاکم یوم تضحون۔ رواہ ابوداؤد[2] والبیہقی فی السنن عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح ورواہ الترمذی وحسنہ فزاد فی اولہ "الصوم یوم تصومون و الفطر[3] الحدیث. وارسلہ الشافعی فی مسندہ والبیہقی فی سننہ عن عطاء فزاد فی اٰخرہ "وعرفۃ یوم تعرفون[4]"۔

تمھاری عید الفطر اس دن ہے جس دن تم عید الفطر کرو اور تمھاری عید الاضحٰی اس دن ہے جس دن کو تم عید الاضحٰی سمجھو۔ اس کو ابوداؤد اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ترمذی نے اس کو روایت کرکے حسن قرار دیا اور اس کے شروع میں یہ بڑھایا کہ روزہ کا دن وہی ہے جس کو تم سب روزہ کا دن قرار دو اور عید الفطر کا دن وہ ہے (حدیث کے آخر تک)۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ نے اپنی مسند میں اسکو بطور ارسال ذکر فرمایا۔

---

[1] جامع الترمذی ابواب الصوم باب ماجاء فی الفطر والاضحٰی متی یکون امین کمپنی دہلی ۱/۹۹

[2] سنن ابی داؤد کتاب الصیام باب اذا اخطأ القوم الہلال آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۱۸

[3] جامع الترمذی ابواب الصیام باب ماجاء ان الفطر یوم تفطرون الخ امین کمپنی دہلی ۱/۸۸

[4] السنن الکبرٰی کتاب الحج باب خطأ الناس یوم عرفۃ دار صادر بیروت ۵/۱۷۶

Marfat.com

تاخیر کر لیتے جس کے سبب ذی الحجہ ہر ماہ میں دورہ کر جاتا،

قال اللہ تعالٰی انما النسیٔ زیادۃ فی الکفر یضل بہ الذین کفروا یحلونہ عاما ویحرمونہ عاما لیواطئوا عدۃ ما حرم اللہ[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا ان کا مہینے پیچھے ہٹانا نہیں مگر اور کفر میں بڑھنا، اس سے کافر بہکائے جاتے ہیں۔ ایک برس اسے حلال ٹھہراتے ہیں اور دوسرے برس اسے حرام مانتے ہیں کہ اس گنتی کے برابر ہو جائیں جو اللہ تعالٰی نے حرام فرمائی (ت)

یہاں تک کہ صدیق اکبر و مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہما نے جو ہجرت سے نویں سال حج کیا وہ مہینا واقع میں ذیقعدہ تھا سال دہم میں ذی الحجہ اپنے ٹھکانے سے آیا سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حج فرمایا اور ارشاد کیا:

ان الزمان قد استدار کھیأتہ یوم خلق اللہ السمٰوٰت والارض الحدیث۔ رواہ الشیخان[2]۔

یعنی زمانہ دورہ کرکے اُسی حالت پر آگیا جس پر روزِ تخلیق زمین و آسمان تھا اس حدیث کو امام بخاری و امام مسلم نے روایت فرمایا ہے۔ ت)

اُس دن سے نسئ نسیًا منسیا ہوا اور یہی دورہ دوازدہ ماہہ قیامت تک رہا تو کچھ بعید نہیں کہ اُس ذی الحجہ سے ربیع الاول تک نو مہینے ہوں شاید شیخ محقق اسی نکتہ کی طرف مشیر ہیں کہ زمانۂ استقرار مبارک

ع اس پر اعتراض ہے کہ بروزِ عرفہ صدیق و مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما نے اعلان احکام الٰہیہ فرمایا جسے رب عزوجل نے واذان من اللہ ورسولہ الی الناس یوم الحج الاکبر ان اللہ بریٔ من المشرکین ورسولہ[3] (اور منادی پکار دینا ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے سب لوگوں میں بڑے حج کے دن کہ اللہ بیزار ہے مشرکوں سے اور اس کا رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ت) فرمایا اگر وہ ذی الحجہ نہ ہوتا ایسا نہ فرماتا۔ اقول وفیہ نظر بوجوہ فتامل منہ غفرلہ (میں کہتا ہوں اس میں کئی وجوہ سے نظر ہے پس غور کرو۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۳۷

[2] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ براءۃ باب قولہ ان عدۃ الشھور الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۷۲

صحیح مسلم کتاب القسامۃ باب تغلیظ تحریم الدماء " " " ۲/ ۶۰

[3] القرآن الکریم ۹/ ۳

Marfat.com

الجواب

قول مشہور و معتمد جمہور دوازدہم ربیع الاول شریف ہے، ابن سعد نے طبقات میں بطریق عمر بن علی مرتضی رضی اللہ تعالٰی عنہما امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے روایت کی:

قال مات رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوم الاثنین لاثنتی عشرۃ مضت من ربیع الاول[1]

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وفات شریف روز دوشنبہ بارھویں تاریخ ربیع الاول شریف کو ہوئی۔

شرح مواہب علامہ زرقانی آخر مقصد اول میں ہے:

الذی عند ابن اسحٰق والجمہور انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مات لاثنتی عشرۃ لیلۃ خلت من شہر ربیع الاول[2]

امام ابن اسحاق اور جمہور کے نزدیک رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا وصال اقدس ماہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو ہوا۔ (ت)

اسی میں آغاز مقصد دہم میں ہے:

قول الجمہور انہ توفی ثانی عشر ربیع الاول[3]

جمہور کا قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بارہ ربیع الاول کو وصال فرمایا۔ (ت)

خمیس فی احوال انفس نفیس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم میں ہے:

توفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوم الاثنین نصف النہار لاثنتی عشرۃ لیلۃ خلت من ربیع الاول سنۃ احدی عشرۃ من الہجرۃ ضحٰی فی مثل الوقت الذی دخل فیہ المدینۃ[4]

نبی اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا وصال مبارک بارہ ربیع الاول شریف ۱۱ھ بروز پیر دوپہر کے وقت ہوا جس وقت آپ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تھے۔ (ت)

---

[1] الطبقات الکبرٰی ابن سعد ذکر کم مرض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الخ دار صادر بیروت ۲/ ۲۷۲

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ آخر البعوث النبویۃ دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۱۱۰

[3] شرح العلامۃ الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد العاشرہ " " " ۸/ ۲۵۰

[4] تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس ذکر وقت موتہ علیہ السلام موسسۃ شعبان بیروت ۲/ ۱۶۶

Marfat.com

شرح مواہب میں امام ابن کثیر سے ہے :

هو المشهور عند الجمهور[1] جمہور کے نزدیک یہی مشہور ہے ۔ (ت)

اسی میں ہے : هو الذی علیه العمل[2] (یہی وہ ہے جس پر عمل ہے ۔ ت)

شرح الہمزیہ میں ہے : هو المشهور وعلیه العمل[3] (یہی مشہور ہے اور اسی پر عمل ہے ۔ ت)

اسی طرح مدارج وغیرہ میں تصریح کی ۔

وان کان اکثر المحدثین والمؤرخین علی ثمان خلون وعلیه اجمع اهل الزیجات واختاره ابن حزم والحمیدی وروی عن ابن عباس وجبیر بن مطعم رضی الله تعالٰی عنهم وبالاول صدر مغلطائی واعتمده الذهبی فی تهذیب التهذیب تبعا للمزی وحکم الشهور بقیل وصحح الدمیاطی عشرا خلت **اقول** وحاسبنا فوجدنا غرة المحرم الوسطیة عام ولادته صلی الله تعالٰی علیه وسلم یوم الخمیس فکانت غرة شهر الولادة الکریمة الوسطیة یوم الاحد والهلالیة یوم الاثنین فکان یوم الاثنین الثامن من الشهر، ولهذا اجمع

اگرچہ اکثر محدثین ومورخین کا نظریہ ہے کہ ولادت باسعادت آٹھ تاریخ کو ہوئی ، اہل زیجات کا اسی پر اجماع ہے ۔ ابن حزم وحمیدی کا یہی مختار ہے اور ابن عباس وجبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بھی مروی ہے ۔ مغلطائی نے قول اول سے آغاز فرمایا اور امام ذہبی نے مزی کی پیروی کرتے ہوئے تہذیب التہذیب میں اسی پر اعتماد کیا اور قیل کے ساتھ مشہور کا حکم لگایا اور دمیاطی نے دس تاریخ کو صحیح قرار دیا ۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) ہم نے حساب لگایا تو حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ولادت اقدس والے سال محرم کا غرۂ وسطیہ (آغاز) جمعرات کے روز پایا تو اس طرح ماہِ ولادتِ کریمہ کا غرۂ وسطیہ بروز اتوار اور غرۂ ہلالیہ بروز پیر رہا تو اس طرح پیر کے روز ماہ ولادت مبارکہ کی آٹھ تاریخ بنتی ہے یہی وجہ

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول ذکر تزوج عبداللہ آمنہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۳۲

[2] " " " " " " " " " " " " "

[3] الفتوحات الاحمدیۃ بالمنح المحمدیۃ شرح الہمزیۃ تحت قولہ لیلۃ المولد جمالیہ قاہرہ ص ۱۰

Marfat.com

اور تحقیق یہ ہے کہ حقیقۃً بحسب رؤیت مکہ معظمہ ربیع الاول شریف کی تیرھویں تھی مدینہ طیبہ میں رؤیت نہ ہوئی لہٰذا اُن کے حساب سے بارھویں ٹھہری، وہی رواۃ نے اپنے حساب کی بنا پر روایت کی اور مشہور و مقبول جمہور ہوئی، یہ حاصلِ تحقیق امام بارزی و امام عماد الدین بن کثیر و امام بدر الدین بن جماعہ وغیرہم اکابر محدثین و محققین ہے، اس کے سوا دو قول ایک یکم ربیع الاول شریف ذکرہ موسٰی بن عقبۃ واللیث والخوارزمی وابن زبیر[1] (اس کو موسٰی بن عقبہ، لیث، خوارزمی اور ابن زبیر نے ذکر کیا۔ ت)، دوسرا دوم ربیع الاول شریف کہ دو رافضیان کذاب ابومخنف و کلبی کا قول ہے،

ففی الزرقانی بعد عزو الاول الٰی من ذکرنا وعند ابی مخنف والکلبی فی ثانیہ[2]۔

زرقانی میں یکم ربیع الاول کی نسبت ان حضرات کی طرف کرنے کے بعد جن کا ہم نے ذکر کیا ہے فرمایا کہ ابومخنف اور کلبی کے نزدیک دو ربیع الاول کو وصال ہوا۔ (ت)

یہ دونوں اقوال محض باطل و نامعتبر بلکہ سراسر محال و نامتصور ہیں،

وان میل الٰی کل نظر الی الحساب لامن حیث ان روایتھا اثبت فی الباب و انما یقضی الحساب علی القولین بالبطلان والذھاب کما ستعرف بعون الملک الوھاب، ووقع فی الکامل حکایۃ ثالث حیث قال بعد ما اعتمد قول الجمھور کما نقلنا وقیل مات نصف النھار یوم الاثنین للیلتین بقیتا من ربیع الاول[3] اقول وھو

ان دونوں قولوں میں سے ہر ایک کا میلانِ نظر حساب کی طرف ہے، اس حیثیت سے نہیں کہ ان کی روایت اس باب میں اثبت ہے، جبکہ حساب تو ان کے بطلان کا تقاضا کرتا ہے جیسا کہ عنقریب تو اس کی مدد سے جان لے گا جو بہت عطا فرمانے والا بادشاہ ہے۔ کامل میں ایک تیسری حکایت واقع ہوئی ہے جہاں صاحبِ کامل نے جمہور کا معتمد قول جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ ایک قول کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اٹھائیس ربیع الاول

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد الاول آخر البعوث النبویۃ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۱۰

[2] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

[3] الکامل فی التاریخ ذکر مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار صادر بیروت ۲/ ۳۲۳

Marfat.com

بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت عطاء سے روایت کرتے ہوئے آخر میں یہ اضافہ کیا کہ یوم عرفہ وہی ہے جس کو تم سب یوم عرفہ سمجھو۔ (ت)

یعنی مسلمانوں کا روز عید الفطر و عید الاضحی روز عرفہ سب اُس دن ہے جس دن جمہور مسلمین خیال کریں اسے وان لم یصادف الواقع ونظیرہ قبلۃ التحری (اگرچہ وہ واقع کے مطابق نہ ہو اس کی نظیر قبلہ تحری ہے۔ ت) لاجرم عید میلاد والا بھی کہ عید اکبر ہے قول و عمل جمہور مسلمین ہی کے مطابق بہتر ہے فلا وفق العمل ما علیہ العمل (بہترین و مناسب ترین عمل وہی ہے جس پر جمہور مسلمانوں کا عمل ہو۔ ت) یہ ہے ان مسائل میں کلام مجمل، اور تفصیل کے لئے دوسرا محل۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

مسئلہ ۲۲۲ سادسہ شمسی تاریخ کیا تھی؟

الجواب

ولادت اقدس ہجرت مقدسہ سے ترپن ۵۳ برس پہلے ہے، مرفوع ۶۰ سال ۵ نداک، مرفوع ۷ سال مرکا۔ ۵لحا کہ ۱۸۷۸۱ یوم ہوئے یعنی اس سال کا محرم وسطے سال ہجرت کے محرم وسطے سے اتنے دن پہلے تھا سات پر تقسیم کئے سے کچھ نہ بچا اور ابتدائے سال ہجری بحساب اوسط پنجشنبہ ہے تو ان ایام مذکورہ کا پچھلا دن چارشنبہ تھا اور جبکہ یہ پورے ہفتے ہیں تو ان کا پہلا دن پنجشنبہ تھا اور جب اس سال کا مدخل پنجشنبہ ہوا تو اس ربیع الاول کا مدخل یکشنبہ تو دوشنبہ کو نویں تھی یعنی یکم وسطے وہلالی سے ایک دن پہلے ہوئی اب مابین التاریخین ہماری تحقیق میں ا ۷ ۲ لط ہے ۵ لحم ا۔ نرہ لہ محرم وصفر نط۔ ط ربیع الاول۔ نزنامو۔ ۵۰۰۵ سال ھ مح مط ررضر۔ ۷ سال رور اھ مارچ الک تاریخ مطلوب بستم اپریل ۱، ۵۷۱ء معرفت یوم ہماری جداول سے ۵۷۱- ۳۳۶- ۲۳۵- ۲۸ باقی ۱۱ پس جدول ر میں مقابل ۱۱ دیکھا مدخل ۱۷۵ھ پنجشنبہ ہوا اور مدخل اپریل چارشنبہ پس بستم اپریل دوشنبہ، وھو المطلوب واللہ تعالیٰ اعلم۔

فصل دوم

مسئلہ ۲۲۳ ۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وفات شریف حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تاریخ کیا ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان کیجئے اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

Marfat.com

چارشنبہ ہوتا ہے اور پیر کی چھٹی اور تیرھویں، اور اگر تینوں ۲۹ کے لیں تو غرہ روز یکشنبہ پڑتا ہے اور پیر کی دوسری اور نویں، اور اگر ان میں کوئی سا ایک ناقص اور باقی دو کامل لیجئے تو پہلی سہ شنبہ کی ہوتی ہے اور پیر کی ساتویں چودھویں، اور اگر ایک کامل دو ناقص مانئے تو پہلی پیر کی ہوتی ہے پھر پیر کی آٹھویں پندرھویں، غرض بارھویں کسی حساب سے نہیں آتی، اور ان چار کے سوا پانچویں کوئی صورت نہیں، قولِ جمہور پر یہ اشکال پہلے امام سہیلی کے خیال میں آیا اور اسے لاحل سمجھ کر انھوں نے قول یکم اور امام ابن حجر عسقلانی نے دوم کی طرف عدول فرمایا۔

فی المواھب بعد ذکر القول المشھور (استشکله السھیلی وذلك انھم اتفقوا ان ذا الحجة کان اوله یوم الخمیس) للاجماع ان وقفة عرفة کانت الجمعة (فمھما فرضت الشھور الثلثة توام او نواقص او بعضھا لم یصح) ان الثانی عشر من ربیع الاول یوم الاثنین (قال الحافظ ابن حجر وھو ظاھر لمن تامله وقد جزم سلیمٰن التیمی احد الثقات بان ابتداء مرضه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم کان یوم السبت الثانی والعشرین من صفر ومات یوم الاثنین للیلتین خلتا من ربیع الاول فعلی ھذا یکون صفر ناقصا ولا یمکن ان یکون اول صفر السبت الا ان یکون ذوالحجه والمحرم ناقصین فیلزم منه نقص ثلثة

مواہب لدنیہ میں قول مشہور کے ذکر کے بعد ہے۔ سہیلی نے اس پر اعتراض وارد کیا ہے وہ یہ ہے کہ علماء ذوالحجہ کے جمعرات کو شروع ہونے پر متفق ہیں کیونکہ وقوف عرفہ بروز جمعہ ہونے پر اجماع ہے۔ تو اب اگر تینوں مہینے (ذوالحجہ، محرم، صفر) کامل (تیس تیس دن کے) فرض کئے جائیں یا تینوں ناقص (انتیس انتیس دن کے) فرض کئے جائیں یا بعض کامل اور بعض ناقص فرض کئے جائیں کسی صورت میں یہ صحیح نہ ہوگا کہ بارہ[۱۲] ربیع الاول شریف پیر کے دن ہو۔ حافظ ابن حجر نے کہا یہ اشکال اس شخص پر ظاہر ہے جو تامل کرے۔ سلیمان تیمی جو کہ ثقہ ہیں قطعی طور پر کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی بیماری کا آغاز بائیس[۲۲] صفر بروز ہفتہ ہوا اور آپ کا وصال دو[۲] ربیع الاول شریف کو ہوا، اس حساب سے ماہِ صفر ناقص ہوگا۔ اور جب تک ذوالحجہ اور محرم ناقص نہ ہوں صفر کا آغاز ہفتہ کے روز ہونا ممکن نہیں۔ اس طرح تین مسلسل مہینوں کا ناقص ہونا لازم آئے گا جو کہ مسلسل

Marfat.com

اسی میں امام ابوحاتم رازی و امام رزین عبدری و کتاب الوفاء امام ابن جوزی سے ہے:

مرض فی صفر لعشر بقین منه و توفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لاثنتی عشرة لیلة خلت من ربیع الاول یوم الاثنین[1]

حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیس صفر کو بیمار ہوئے اور بارہ ربیع الاول پیر کے روز آپ کا وصال ہوا۔ (ت)

کامل ابن اثیر جزری میں ہے:

کان موته صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم الاثنین لثنتی عشرة لیلة خلت من ربیع الاول[2]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال بارہ ربیع الاول پیر کے روز ہوا۔ (ت)

مجمع بحار الانوار میں ہے:

وصل بالحق فی نصف نهار ه لاثنتی عشر من ربیع الاول وقیل لمستهله وقیل للیلتین خلتا منه والاول اکثر من الاخیرین[3]

آپ بارہ ربیع الاول کو واصل بحق ہوئے، ایک قول یکم ربیع الاول اور ایک قول دو ربیع الاول کا ہے مگر پہلا قول (۱۲ ربیع الاول) آخری دونوں سے اکثر ہے۔ (ت)

اسعاف الراغبین فاضل محمد صبان میں ہے:

توفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی بیت عائشة یوم الاثنین قبیل الزوال للیلتین مضتا من ربیع الاول وقیل لیلة مضت منه وقیل لاثنتی عشرة لیلة مضت منه وعلیه الجمهور[4]

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں دو ربیع الاول شریف بروز پیر زوال سے تھوڑی دیر پہلے وصال فرمایا۔ ایک قول میں یکم اور ایک قول میں بارہ ربیع الاول ہے اور جمہور اسی قول پر ہیں۔ (ت)

---

[1] تاریخ الخمیس ابتداء مرضہ علیہ الصلوٰۃ والسلام موسسۃ شعبان بیروت ۲/ ۱۶۱
[2] الکامل فی التاریخ ابن اثیر ذکر مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار صادر بیروت ۲/ ۳۲۳
[3] مجمع بحار الانوار فصل فی السیر من سیرنا المختصر فی سبب قدوم الحبشۃ الخ مکتبۃ دار الایمان المدینۃ المنورۃ ۵/ ۲۹۶
[4] اسعاف الراغبین

Marfat.com

بخلاف القول الاوّل فانّ علیہ یکون شھر اکاملا وشھران ناقصین وھذا اکثیر فترجح ذلك فی نظرہ مع انہ اشد ثبوت بالنسبۃ الی ذٰلك وکان الحافظ نظر ان علی القول الاول لایبقی للجمھور عذر فی الباب فالمیل الیٰ مایکون فیہ ابداء عذرلھم کما ذکرمن وقوع تصحیف شھر بعشر احسن او امتن۔

بخلاف قول اول کے کہ اس پر ایک مہینہ کامل اور دو ناقص ہوتے ہیں اور یہ کثیر الوقوع ہے۔ چنانچہ سہیلی کی نظر میں یہ راجح ہے باوجودیکہ یہ ثبوت میں اس کی بنسبت اقویٰ ہے جبکہ حافظ نے اس بات کو ملحوظ رکھا کہ قول اول پر جمہور کے لئے اس باب میں کوئی عذر باقی نہیں رہتا۔ چنانچہ اس قول کی طرف میلان کرنا جس میں ان کے لئے عذر کا اظہار ہو زیادہ بہتر اور زیادہ قوی ہے جیسا کہ لفظ شھر کے لفظ عشر کے ساتھ تبدیل ہو جانے کا ذکر گزر چکا ہے۔ (ت)

مگر امام بدر بن جماعہ نے قولِ جمہور کی یہ تاویل کی کہ اثنی عشر خلت سے بارہ۱۲ دن گزرنا مراد ہے نہ کہ صرف بارہ۱۲ راتیں، اور پُر ظاہر کہ بارہ۱۲ دن گزرنا تیرھویں ہی تاریخ پر صادق آئے گا اور دوشنبہ کی تیرھویں بے تکلف صحیح ہے جبکہ پہلے تینوں مہینے کامل ہوں کما علمت، اور امام بارزی وامام ابن کثیر نے یُوں توجیہ فرمائی کہ مکہ معظمہ میں ہلال ذی الحجہ کی رؤیت شام چارشنبہ کو ہوئی پنجشنبہ کا غرہ اور جمعہ کا عرفہ مگر مدینہ طیبہ میں رؤیت دوسرے دن ہوئی تو ذی الحجہ کی پہلی جمعہ کی ٹھہری اور تینوں مہینے ذی الحجہ، محرم، صفر تیس تیس۳۰ کے ہوئے تو غرہ ربیع الاول پنجشنبہ اور بارھویں دوشنبہ آئی ذکرھا الحافظ فی الفتح (اس کو حافظ نے فتح میں ذکر کیا۔ ت)

اقول مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے اگرچہ طول میں غربی اور عرض میں شمالی ہے،

اما الثانی فظاھر معروف لکل من حج وزار واما الاول فثابت مثبت کالثانی فی الزیجات والاطالس من قدیم الاعصار۔

لیکن قول ثانی ہر اس شخص کے لئے ظاہر اور معروف ہے جو حج وزیارت کی سعادت سے بہرہ ور ہوا جبکہ قول اول قول ثانی کی طرح زمانہ قدیم سے زیجات واطلس میں ثابت ومثبت ہے۔ (ت)

اور ان دونوں اختلافوں کو اختلاف رؤیت میں دخل بیّن ہے کہ اختلاف طول سے بعد نیرین کم وبیش ہوتا ہے اور اختلاف عرض سے قمر کے ارتفاع مدار کے انتصاب اور بالائے افق

Marfat.com

وهم وكانه شبه عليه خلتا بقيتا فان الحفاظ انما يذكرون ههنا سوى المشهور قولين لاغير۔

بروز پیر وصال فرمایا اقول (میں کہتا ہوں) یہ وہم ہے گویا کہ قائل کو خَلَتَا کے بجائے بقیتا کا اشتباہ ہوا کیونکہ حفاظ نے یہاں پر قول مشہور کے علاوہ فقط دو ہی قول ذکر کئے ہیں (ت)

تفصیلِ مقام و توضیحِ مرام یہ ہے کہ وفاتِ اقدس ماہِ ربیع الاول شریف روز دوشنبہ میں واقع ہوئی، اس قدر ثابت و مستحکم و یقینی ہے جس میں اصلاً جائے نزاع نہیں۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری و مواہب لدنیہ و شرح زرقانی میں ہے:

(ثم ان وفاته صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی یوم الاثنین) كما ثبت فی الصحیح عن انس ورواه ابن سعد باسانیده عن عائشة وعلی وسعد وعروة وابن المسیب وابن شهاب وغیرهم (من ربیع الاول بلاخلاف) كما قال ابن عبد البر بل كاد یكون اجماعا[1] الخ۔

(پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال پیر کے روز ہے) جیسا کہ صحیح میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ثابت ہے۔ اس کو ابن سعد نے اپنی صحیح سندوں کے ساتھ سیدنا عائشہ صدیقہ، علی مرتضٰی، سعد، عروہ، ابن مسیب اور ابن شہاب وغیرہ سے روایت کیا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم (ربیع الاول میں وصال مبارک کے ہونے میں کوئی اختلاف نہیں) جیسا کہ ابن عبد البر نے کہا بلکہ تقریباً اس پر اجماع ہے الخ (ت)

اُدھر یہ بلاشبہ ثابت کہ اس ربیع الاول سے پہلے جو ذی الحجہ تھا اس کی پہلی روز پنجشنبہ تھی کہ حجۃ الوداع شریف بالاجماع روزِ جمعہ ہے،

وقد ثبت ذلك فی احادیث صحاح لامنازع لها فلا حاجة بنا الی اطالة الكلام بسردها۔

تحقیق یہ ایسی صحیح حدیثوں سے ثابت ہو چکا ہے جن کا کوئی مزاحم نہیں لہٰذا ہمیں اس کی تفصیل میں طویل کلام کی کوئی ضرورت نہیں (ت)

اور جب ذی الحجہ ۱۰ھ کی ۲۹ روز پنجشنبہ تھی تو ربیع الاول ۱۱ھ کی ۱۲ کسی طرح روز دوشنبہ نہیں آتی کہ اگر ذی الحجہ، محرم، صفر تینوں مہینے ۳۰ کے لئے جائیں تو غرہ ربیع الاول روز

---

[1] المواہب اللدنیۃ آخر البعوث النبویۃ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۶۴۹
شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ " دار المعرفۃ بیروت ۳/۱۱۱

Marfat.com

وجوزا خصوصاً ان بلادگرم سیر میں گرد وغبار ہونا کوئی نامتوقع بات نہیں۔ یہ تحقیق کلام علماء ہے مگر امام عسقلانی نے ان توجیہوں پر قناعت نہ کی پہلی پر مخالفت محاورہ سے اعتراض فرمایا کہ اہلِ زبان جب یہ لفظ بولتے ہیں بارہ۱۲ راتیں ہی گزرنا مراد لیتے ہیں، نہ بارہ۱۲ دن کہ یہ تیرھویں پر صادق ہو اور اول و دوم دونوں میں یہ استبعاد بتایا کہ چار مہینے متواتر تیس۳۰ دن کے ہوئے جاتے ہیں،

فی المواھب عن الفتح ھذا الجواب بعید من حیث انہ یلزم منہ توالی اربعۃ اشھر کوامل[1]

مواہب میں فتح سے منقول ہے کہ یہ جواب اس لئے بعید ہے کہ اس سے چار مہینوں کا پے درپے کامل ہونا لازم آتا ہے۔ (ت)

اقول اگر ندرت مقصود تو الزام مفقود کہ دفع استحالہ کو احتمال کافی، خود امام عسقلانی نے جو قول اختیار فرمایا اُس پر تین مہینے متوالی ناقص آتے ہیں یہ کیا نادر نہیں، اور اگر امتناع مراد تو ظاہر الفساد تین سے زیادہ متواتر ۲۹ کے مہینے نہیں ہوتے تیس۳۰ کے چار تک آتے ہیں ہاں پانچ نہیں ہوتے۔ تحفہ شاہیہ علامہ قطب الدین شیرازی و زیج الغ بیگی میں ہے:

واللفظلہ" اہلِ شرع ماہہائے ایں تاریخ از رؤیت ہلال گیرند و آں ہرگز از سی روز زیادہ نباشد واز بست و نہ روز کمتر نے و تا چہار ماہ متوالی سی آید و زیادہ نے و تا سہ ماہ متوالی بست و نہ بست و نہ آید و زیادہ نے[2]

اور لفظ اس کے ہیں۔ اہلِ شرع اس تاریخ کے مہینوں کو چاند کی رؤیت سے لیتے ہیں اور وہ ہرگز تیس۳۰ دن سے زائد اور انتیس۲۹ سے کم نہیں ہوتے اور چار ماہ تک متواتر تیس۳۰ تیس۳۰ کے ہوسکتے ہیں زیادہ نہیں، اور تین ماہ تک متواتر انتیس۲۹ انتیس کے ہوسکتے ہیں زیادہ نہیں۔ (ت)

ثم اقول وباللہ التوفیق (پھر میں کہتا ہوں اور اللہ تعالٰی کی توفیق کے ساتھ۔ ت) قولِ جمہور سے قولِ مہجد کی طرف عدول نامقبول ہونے کے لئے اسی قدر بس تھا کہ اس کے لئے توجیہ وجیہ موجود ہے نہ کہ جب وہ اقوال مہجورہ دلائل قاطعہ سے باطل ہوں کہ اب تو ان کی طرف کوئی راہ نہیں۔ اوپر واضح ہوا کہ ان دونوں حضرات کا منشائے عدول تمسک بالحساب ہے کہ پیر کا دن

---

[1] المواہب اللدنیۃ آخر البعوث النبویۃ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۶۴۹
[2] زیج الغ بیگ

Marfat.com

اشھر متوالیۃ) وھی غایۃ مایتوالی قال الحافظ و اما من قال مات اول یوم من ربیع الاول فیکون اثنان ناقصین وواحد کاملا ولذا رجحہ السھیلی (والمعتمد ما قالہ ابو مخنف) الاخباری الشیعی قال فی المیزان وغیرہ کذاب تالف متروک، وقد وافقہ ابن الکلبی (انہ توفی ثانی ربیع الاول وکان سبب غلط غیرہ انھم قالوا مات فی ثانی شھر ربیع الاول فغیرت فصارت ثانی عشر واستمر الوھم بذلك یتبع بعضھم بعضا من غیر تامل[1] اھ) مختصرا۔ مزیدا من الشرح **اقول** ویظھر لمن تامل ھذا الکلام منشأ اختلاف نظر الامامین فی المیل الی القولین فکان السھیلی نظر ان قول ابی مخنف لایتأتی الا ان تتوالی الاشھر الثلثۃ ذوالحجۃ ومحرم وصفر نواقص وھذا فی غایۃ الندرۃ

ناقص ہونے کی آخری حد ہے۔ حافظ نے فرمایا جس شخص نے کہا ہے کہ آپ کا وصال یکم ربیع الاول کو ہے تو اس حساب سے دو مہینے ناقص اور ایک کامل ہوگا۔ اسی لئے سہیلی نے اس کو ترجیح دی ہے۔ اس باب میں ابو مخنف مؤرخ شیعہ کا قول معتمد ہے۔ میزان وغیرہ میں ہے کہ وہ کذاب، تالف اور متروک ہے۔ ابن کلبی نے اس کی موافقت کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ۲ ربیع الاول کو ہوا۔ ابو مخنف کے غیر کی غلطی کا سبب یہ ہے کہ علماء نے کہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال شہر (ربیع الاول) کی ثانی (دو) کو ہے، اس میں تغیر کر دیا گیا تو یہ اس طرح ہوگیا کہ آپ کا وصال ربیع الاول کی ثانی عشر (بارہ[12]) کو ہے (یعنی لفظ شہر کی بجائے لفظ عشر ہوگیا) پھر یہ وہم چلتا رہا اور اس میں بعض علماء بعض کی بلا تامل پیروی کرتے رہے اھ اختصاراً شرح میں کچھ اضافے کے ساتھ۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) اس کلام میں تامل کرنے والے پر دونوں اماموں کے دو قولوں کی طرف میلان کے بارے میں نقطۂ نظر کے اختلاف کا منشا ظاہر ہوجاتا ہے۔ سہیلی نے دیکھا کہ ابو مخنف کا قول تب ہی محقق ہوسکتا ہے جب تینوں مہینے یعنی ذوالحجہ، محرم اور صفر پے درپے ناقص ہوں اور یہ انتہائی نادر ہے

---

[1] المواہب اللدنیہ آخر البعوث النبویہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۴۹-۳۴۸
شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ " دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۱۱۰ و ۱۱۱

Marfat.com

۳۹ ثانیے تھا، اور حسبِ قول متعارف اہلِ عمل رؤیت کے لئے کم سے کم دس درجے سے زیادہ فاصلہ چاہیئے۔ حاشیہ شرح چغمینی للعلامہ عبد العلی البرجندی میں ہے:

المذکور فی الکتب المشهورة انه ینبغی ان یکون البعد بین تقویمی النیرین اکثر من عشرة اجزاء وقیل ینبغی ان یکون ما بین مغاربهما عشرة اجزاء او اکثر حتی یکون القمر فوق الارض بعد غروب الشمس مقدار ثلثی ساعة او اکثر والمشهور فی هذا الزمان بین اهل العمل انه ینبغی ان یتحقق الشرطان حتی تمکن الرؤیة ویسمون البعد الاول بعد السواء والبعد الثانی بعد المعدل[1]

مشہور کتابوں میں مذکور ہے کہ نیّرین (شمس و قمر) کی تقویموں کے درمیان دس درجے سے زائد فاصلہ نہ چاہیئے۔ اور کہا گیا ہے کہ انکی مغربوں کے درمیان دس درجے یا اس سے زائد فاصلہ ہونا چاہیئے یہاں تک کہ چاند غروب آفتاب کے بعد دو تہائی ساعت یا اس سے زائد مقدار پر زمین سے اوپر ہو۔ اور اس زمانہ میں اہلِ عمل کے درمیان مشہور یہ ہے کہ دونوں شرطیں متحقق ہونی چاہئیں تاکہ رؤیت ممکن ہو۔ بُعدِ اول کا نام بُعدِ سواء اور بُعدِ ثانی کا نام بعدِ معدل رکھتے ہیں۔ (ت)

شرح زیج سلطانی میں ہے:

باید کہ بعد معدل دہ درجہ باشد یا زیادہ و بعد میان دو تقویم ایشاں از دہ زیادہ باشد تا ہر دو شرط وجود نگیرد ہلال مرئی نشود و متعارف دریں زمان این ست[2]

بُعدِ معدل دس درجے یا اس سے زائد ہونا چاہیئے اور ان کی دو تقویموں کے درمیان بُعد دس سے زائد ہوگا۔ جب تک دونوں شرطیں موجود نہ ہوں چاند دکھائی نہیں دے گا۔ اس زمانہ میں یہی متعارف ہے۔ (ت)

---

[1] حاشیہ شرح چغمینی
[2] شرح زیج سلطانی

Marfat.com

اُس کی بقا میں تفاوت پڑتا ہے اور کثرت بعد و زیادت انتصاب مدار و ارتفاع قمر و طول مکث سب معین رویت ہیں اور ان کی کمی مخل رؤیت، مگر بلدین کریمین کے طول و عرض میں چنداں تفاوت کثیر نہیں اور جو کچھ ہے یعنی طول میں دو درجے اور عرض میں تین درجے وہ ما نحن فیہ میں ہرگز یہ نہ چاہے گا کہ مکہ معظمہ میں تو رؤیت ہو اور مدینہ طیبہ میں نہ ہو بلکہ اگر مقتضی ہو گا تو اس کے عکس کا کہ مقام جس قدر غربی تر ہو امکان رؤیت بیشتر ہو گا کہ دورۂ معدّل میں مواضع غربیہ پر نیرین کا گزر مواضع شرقیہ کے بعد ہوتا ہے اور حرکت قمر توالی بروج پر غرب سے شرق کو ہے تو جب موضع شرقی میں فصل قمرین حد رؤیت پر ہو غربی میں اور زیادہ ہو گا کہ وہاں تک پہنچنے میں قمر نے قدرے اور حرکت شرق کو کی اور شمس سے اس کا فاصلہ بڑھ گیا یوں ہی جب عرض مرئی قمر شمالی ہو جیسا کہ یہاں تھا تو عرض بلد کا شمالی تر ہونا موجب زیادت تعدیل الغروب زائد ہو کر زیادت بُعد معدل و طول مکث قمر ہو گا مگر ہے یہ کہ موانع رؤیت حدِ انضباط سے خارج ہیں تو دفع استحالہ و توجیہ مقالہ کے لئے احتمال کافی اور قواعد پر نظر کیجئے تو واقعی وہ دن مدینہ طیبہ میں رؤیت عادیہ کا نہ تھا سلخ ذی القعدہ وسطیہ روز چارشنبہ کو غروب شرعی شمس کے وقت افق کریم مدینہ منورہ میں مؤامرہ رؤیت کے مقدمات یہ تھے۔

ما ج ے ا	تقویم شمس
ما ئح مد	تقویم مرئی قمر
ح صح الب	عرض مرئی قمر شمالی
ط قہ	تعدیل الغروب
مالح الحہ	قمر معدّل
طہ لو لح	بُعد معدّل
ح صہ لح	بُعد سوا

پُر ظاہر کہ جب بُعد معدّل و بعد سوا دونوں دس درجے سے کم ہیں تو یہ حالت حالتِ رؤیت نہیں قریب قریب اسی حالت کے مکہ معظمہ میں بھی مگر از انجا کہ وہ نو درجے یہ آٹھ درجے سے زائد ہے رؤیت پر حکم استحالہ بھی نہ تھا حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی برکات بے نہایات کے حضور یہ کیا بات تھی کہ ایسے امکان غیر متوقع کی حالت میں فضل وقفۂ جمعہ ملنے کے لئے بحکم الٰہی مکہ معظمہ میں شام چارشنبہ کو رؤیت واقع ہو گئی افق مدینہ طیبہ میں حسب عادت معہودہ نہ ہوئی پھر روز رؤیت ایام حمل نور

Marfat.com

جزیران ۹۴۳ھ رومی نو سو تینتالیس رومی اسکندرانی، ہشتم[1] جون ۶۳۲ھ چھ سو بتیس عیسوی تھی۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۴ از فیروز پور محلہ پیراں والا مسئولہ غیاث اللہ شاہ دبیر انجمن تعلیم الدین والقرآن علیٰ مذہب النعمان ۷ رمضان ۱۳۳۹ھ۔

مشہور ہے کہ حضور پُر نور شافع یوم النشور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت بارھویں ربیع الاول کو ہوئی ہے چنانچہ تواریخ حبیب الٰہ اور مولود برزنجی[1] میں یہی لکھا ہے اور اذاقۃ الآثام کے ص ۱۰۱ پر لکھا ہے کہ:

"مولینا رفیع الدین خاں مراد آبادی اپنے سفر کے حالات میں تحریر کرتے ہیں کہ بارھویں تاریخ ربیع الاول کو حرمین شریفین میں یہ محفل منعقد ہوتی ہے[2]"

مگر زید کہتا ہے کہ دراصل پیدائش کی تاریخ ۹ ربیع الاول ہے اور سال فیل کے حساب کرنے سے ۹ تاریخ ربیع الاول کی آتی ہے اس لئے ۱۲ ربیع الاول جو روز وفات ہے عید میلاد کرنی ممنوع ہے اور ایک کتاب رحمۃ اللہ للعالمین ایک شخص نے پٹیالہ میں حال میں لکھی ہے اس میں بھی ۹ تاریخ ولادت بحساب سال فیل تحریر کیا ہے اور شبلی نعمانی نے بھی اپنی سوانح میں ایسا درج کیا ہے تو اب ان میں صحیح اور معتبر کون سی تاریخ ہے؟ اور اگر دراصل ۹ تاریخ ولادت تو کیا عید میلاد ۹ کو کی جایا کرے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

شرع مطہر میں مشہور بین الجمہور ہونے کے لئے وقعت عظیم ہے اور مشہور عند الجمہور ہی ۱۲ ربیع الاول ہے اور علم ہیأت و زیجات کے حساب سے روز ولادت شریف ۸ ربیع الاول ہے کما حققناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق کردی ہے۔ ت) یہ جو شبلی وغیرہ نے ۹ ربیع الاول لکھی کسی حساب سے صحیح نہیں۔ تعامل مسلمین حرمین شریفین و

عہ یعنی اس وقت جو شمار رائج تھا اس کے حساب سے ۸ جون اور اصلی حساب سے ۱۲ تھی زیج بہادر خانی سے بستم جون آتی ہے مگر یہ اس کی غلطی ہے کہ ہم نے اپنے رسالہ "تحقیقات سال مسیحی" میں واضح کیا ہے ۱۲ منہ غفرلہ

[1] العقد الجوہر فی مولد النبی الازہر   جامعہ اسلامیہ لاہور   ص ۲۱

[2] اذاقۃ الآثام

Marfat.com

یقینی تھا اور وہ بارھویں پر منطبق نہیں آتا پہلی دوسری پر آسکتا ہے مگر حساب ہی شاہد عدل ہے کہ اس سال ربیع الاول شریف کی پہلی یا دوسری پیر کو ہونا باطل ومحال ہے، فقیر اس پر دو حجت قاطعہ رکھتا ہے :

دلیل اوّل : غرہ وسطیہ کہ علمائے زیج بحساب اوسط لیتے ہیں نیّرین کے اجتماع وسطی سے اخذ کرتے ہیں اور بداہۃً واضح کہ رؤیت ہلال اجتماع قرین سے ایک مدّت معتد بہا کے بعد واقع ہوتی ہے تو غرۂ ہلالیہ کبھی غرۂ وسطیہ سے مقدم نہ آئے گا وانما غایتہ التساوی (اسکی غایت تو محض تساوی ہے) اور اجتماع و رؤیت میں کبھی اتنا فصل بھی نہیں ہوتا کہ قمر ڈیڑھ دو برج طے کر جائے لہذا تقدم وسطیہ کی نہایت ایک دو دن ہے ولبس، کل ذٰلك ظاهر من له اشتغال بالفن (یہ سب ظاہر ہے اس شخص کے لئے جو فن کے ساتھ مشغولیت رکھتا ہے۔ ت) اور آشنائے فن جانتا ہے کہ ۱۱ھ ہجریہ میں ماہ مبارک ربیع الاول شریف کا غرہ وسطیہ روز سہ شنبہ تھا تو غرہ ہلالیہ یک شنبہ یا دوشنبہ کیونکر متصور کہ اگر یہ سہ شنبہ متاخر ہے تو ہلالیہ کا وسطیہ پر تقدم لازم آتا ہے اور اگر مقدم ہے تو اجتماع سے چار پانچ روز تک رؤیت نہ ہونے کا لزوم ہوتا ہے اور دونوں باطل ہیں

وبعين الدليل يستحيل ما تقدم عن سليمٰن التيمي من كون غرة صفر يوم السبت فان غرته الوسطية يوم الاثنين فكيف يمكن ان تتقدمها الهلالية بيومين او تتاخر عنها بخمسة ايام وبه يظهر استحالة ما اعتمده الحافظ بوجه اٰخر فان مبناه انما كان على هذا كما علمت۔

اور اسی دلیل سے سلیمان تیمی کے اس قول کا محال ہونا ثابت ہوتا ہے جو پہلے گزر چکا یعنی ماہِ صفر کا آغاز بروز ہفتہ ہوا اس لئے کہ جب اس کا غرۂ وسطیہ بروز پیر ہے تو غرۂ ہلالیہ کا اس پر دو دن مقدم ہونا یا اس سے پانچ دن مؤخر ہونا کیسے ممکن ہے، اور اسی سے حافظ کے قول معتمد کا محال ہونا ایک اور وجہ سے ظاہر ہوتا ہے کیونکہ اس کی بنیاد بھی اسی دلیل پر ہے جیسا کہ تو جان چکا ہے۔ (ت)

دلیل دوم : فقیر نے شام دوشنبہ ۲۹ صفر وسطے ۱۱ھ کے لئے افق کریم مدینہ طیبہ میں نیّرین کی تقویمات استخراج کیں اور حساب صحیح معتمد نے شہادت دی کہ اس وقت تک فصل قرین حد رؤیت معتادہ پر نہ تھا آفتاب جوزا کے ۶ درجے سترہ [۱۷] دقیقے باون [۵۲] ثانیے پر تھا اور چاند کی تقویم مرئی جوزا کے پندرہ [۱۵] درجے ستائیس [۲۷] دقیقے اکتیس [۳۱] ثانیے، فاصلہ صرف ۹ درجے ۹ دقیقے

Marfat.com

پیشانی مبارک بے انتہا خون جاری شدہ بود و ہم برآں نشانے باقی ماندہ ایں روایتش صحیح است یا غلط؟

رضی اللہ تعالٰی عنہ کی مبارک پیشانی پر جا لگی جس سے بہت زیادہ خون جاری ہوا اور پیشانی پر زخم کا نشان باقی رہا، کیا یہ روایت صحیح ہے یا غلط؟

الجواب

ایں کذب وافترائے محض ست مانا کہ از مختلقات اہلِ رفض ست قاتلھم اللہ انّٰی یؤفکون [1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

یہ خالص جھوٹ اور افترا ہے۔ یقیناً رافضیوں کی من گھڑت روایتوں میں سے ہے۔ اللہ انھیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۷ ازشہر محلہ قلعہ مرسلہ حامد حسین خاں مؤرخہ ۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ

مخدومی مکرمی محتشمی دامت برکاتہ سلام علیکم۔ جناب مہربانہ توجہ مبذول فرماکر تحریر فرمائیں کہ مفتیانِ ذیل کس مذہب وملت واعتقاد کے لوگ ہیں اور اُن کے افعال واقوال کس درجہ تک قابلِ تسلیم ہیں؟ خادم نوازی سے ممنون ہوں گا۔ اور یہ ان کی کتب مندرجہ ذیل بطور استدلال ہیں کس پایہ کی سمجھی جاتی ہیں؟ زیادہ والسلام علاطبرانی، صاحب عقد الفرید، صاحب خلل ایام فی الخلفاء الاسلام۔

الجواب

۱ وعلیکم السلام، محمد بن جریر طبرانی دو گزرے ہیں، ایک مفسر، محدث، سُنّی، شافعی المذہب، ان کی تاریخ کبیر کمیاب ونادر الوجود ہے۔ دوسرا رافضی مصنف مطاعن صحابہ وایضاح المسترشد۔ اکثر لوگوں کو دھوکا ہوتا ہے اِس کے اقوال کو اُن کی طرف منسوب کرتے ہیں پھر تاریخ کسی کی تصنیف ہو مدارِ عقیدہ نہیں ہوسکتی، مورخ رطب یابس، مسند، مرسل، مقطوع، معضل سب کچھ بھر دیتے ہیں۔ ایک عقد الفرید تو دربارہ تقلید علامہ ابوالاخلاص حسن شرنبلالی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی تالیف ہے یہ گیارھویں صدی کے ایک متاخر سُنّی عالم فقیہ حنفی ہیں، فقہ حنفی میں نور الایضاح ومراقی الفلاح وامداد الفتاح وغیرہ بہت کتب ورسائل اُن کی تصنیف ہیں، عقد الفرید میں ان کی رائے نہ محققین کو قبول نہ خود ان کی معمول۔ دوسرا رسالہ اس نام کا شیخ عطاء الدین علی سمہودی کا اس باب میں ہے تیسرا انساب، چوتھا علم تجوید، پانچواں کلام، چھٹا اخلاق ہیں۔ صاحبِ کشف الظنون نے اور ذکر کیے جن کے نام اس کتاب میں

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۴۶

Marfat.com

جزئیاتِ موامرہ کی جدول یہ ہے

و ت م	وقت غروب شرعی بعد نصف النہار وسطے زیجی
ج و سرنب	تقویم حقیقی شمس بوقت مذکور
ج لوے الب	تقویم حقیقی قمر بوقت مذکور
جـ ہـ م	عرض حقیقی قمر شمالی
مـ قہ نا	اختلاف منظر قمر طولی جدولی
الـ قر ح	اختلاف منظر قمر عرضی جدولی
ج یہ الرلا	تقویم مرئی قمر ....
جـ مـ لب	عرض مرئی قمر شمالی
ا حـ ر	تعدیل الغروب ....
ج سولدلا	قمر معدل ....
رند حـہ لحہ	مطالع نظیر جزء الشمس ....
رسو حـہ لو	مطالع نظیر جزء القمر المعدل ....
ما حـہ لحہ	بعد معدل ....
ط حـط لط	بعد سوائے ....
غیر متوقع	حکم رویت ہلال ....

جب شب سہ شنبہ تک نیرین کا یہ حال تھا کہ وقوع رویت ہلال ایک مخفی غیر متوقع احتمال تھا تو اس سے دو ایک رات پہلے کا وقوع بداہۃً محال تھا جب اس رات قمر صرف نو درجے آفتاب سے شرقی ہوا تھا تو شام یک شنبہ کو قطعاً کئی درجے اس سے غربی تھا اور غروب شمس سے کوئی پاؤ گھنٹے پہلے ڈوبا اور شام شنبہ کو تو عصر کا اعلیٰ مستحب وقت تھا جب چاند حجلہ نشین مغرب ہو چکا پھر رات کو رویت ہلال کیا زمین چیر کر ہوتی۔ غرض دلائل ساطعہ سے ثابت ہے کہ اس ماہ مبارک کی پہلی یا دوسری دوشنبہ کی ہرگز نہ تھی اور روزِ وفاتِ اقدس یقیناً دوشنبہ ہے تو وہ دونوں قول قطعاً باطل ہیں اور حق وصواب وہی قول جمہور بمعنی مذکور ہے یعنی واقع میں تیرھویں اور بوجہ مسطور تعبیر میں بارھویں کہ بحساب شمسی نہم

Marfat.com

وہ خاصۂ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہے جس کو فرمایا انی جاعلک للناس اماما[1] (میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔ ت) وہ امامت کسی غیر نبی کے لئے نہیں مانی جاسکتی، اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم[2] (حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔ ت) ہر غیر نبی کی امامت اولی الامر منکم تک ہے جسے فرمایا، وجعلنٰھم ائمۃ یھدون بامرنا[3] (اور ہم نے انہیں امام کیا کہ ہمارے حکم سے بلاتے ہیں۔ ت) مگر اطیعوا الرسول کے مرتبہ تک نہیں ہوسکتی اس حد پر ماننا جیسے روافض مانتے ہیں صریح ضلالت و بے دینی ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰی عنہ تک تو بلاشبہہ یہ حضرات مجتہدین و ائمہ مجتہدین تھے، اور باقی حضرات بھی غالباً مجتہد ہوں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم

یہ نظر بظاہر ہے ورنہ باطنی طور پر کوئی شک کا مقام نہیں کہ یہ سب حضرات عین الشریعۃ الکبرٰی تک واصل تھے، جو بسند صحیح ثابت یا کسی فقہ معتمد کی نقل ہے اس کا ثبوت مانا جائیگا ورنہ مجاہیل یا عوام یا ایسی کتاب کی نقل جو رطب و یابس سب کی جامع ہوتی ہے کوئی ثبوت نہیں۔ صحاح میں صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما کی روایات بھی بہت کم ہیں، رحمتِ الٰہی نے حصے تقسیم فرما دیئے ہیں کسی کو خدمت الفاظ کسی کو خدمتِ معانی، کسی کو تحصیلِ مقاصد، کسی کو ایصال الی المطلوب۔ نہ ظاہری روایت کی کثرت وجہِ افضلیت ہے نہ اس کی قلت وجہِ مفضولیت۔ صحیحین میں امام احمد سے صدہا احادیث ہیں اور امام اعظم و امام شافعی سے ایک بھی نہیں، اور باقی صحاح میں اگر ان سے ہیں بھی تو بہت شاذ و نادر، حالانکہ امام احمد امام شافعی کے شاگرد ہیں اور امام شافعی امام اعظم کے شاگردوں کے شاگرد رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین، بلکہ امام احمد کا منصب بھی بہت ارفع و اعلٰی ہے مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انہیں رُبع اسلام کہا ہے۔ ہزاروں محدثین جو فقیہ تک نہ تھے اُن سے جتنی روایات صحاح میں ملیں گی صدیق و فاروق بلکہ خلفائے اربعہ سے اس کا دسواں حصہ بھی نہ ملے گا رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ یہ محض غلط و افترا ہے کہ ان کے احوال اہلسنّت کی کتابوں میں کم ہیں، اہلسنت کی جتنی کتابیں بیانِ حالاتِ اکابر میں ہیں سب ان پاک مبارک محبوبانِ خدا کے ذکر سے گونج رہی ہیں اور

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۲۴
[2] " " ۴/ ۵۹
[3] " " ۲۱/ ۷۳

Marfat.com

مصروشام بلاد اسلام وہندوستان میں ۱۲ ہی پر ہے اس پر عمل کیا جائے، اور روزِ ولادت شریف اگر آٹھ یا بفرض غلط نو یا کوئی تاریخ ہو جب بھی بارہ کو عید میلاد کرنے سے کون سی ممانعت ہے وہ وجہ کہ اُس شخص نے بیان کی خود جہالت ہے، اگر مشہور کا اعتبار کرتا ہے تو ولادت شریف اور وفات شریف دونوں کی تاریخ بارہ ہے ہمیں شریعت نے نعمتِ الٰہی کا چرچا کرنے اور غم پر صبر کرنے کا حکم دیا لہٰذا اس تاریخ کو روزِ ماتم وفات نہ کیا روزِ سرورِ ولادتِ شریفہ کیا کما فی مجمع البحار الانوار (جیسا کہ مجمع البحار الانوار میں ہے۔ ت) اور اگر ہیأت و زیج کا حساب لیتا ہے تو تاریخ وفات شریف بھی بارہ نہیں بلکہ تیرہ ربیع الاول کما حققناہ فی فتاونا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تحقیق کر دی ہے۔ ت) بہرحال معترض کا اعتراض بے معنیٰ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲۵ مرسلہ جناب قاضی ارشاد علی صاحب از بیسلپور ضلع پیلی بھیت ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ استنِ حنانہ یعنی وہ چوب خشک جس سے حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام تکیہ لگا کر وعظ فرمایا کرتے تھے اور جس کا قصہ مولانا روم رحمہ اللہ تعالےٰ نے مثنوی شریف میں تحریر فرمایا ہے، کیا اس کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دفن کیا اور اُس کی نماز جنازہ پڑھی؟

الجواب

نماز جنازہ پڑھنا غلط ہے اور منبر شریف کے نیچے دفن کرنا ایک روایت میں آیا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۶ از پورسہ پوسٹ آفس نیت پور ضلع دیناج پور مرسلہ محمد حافظ علی صاحب امام رجسترار پورسہ ۲۷ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

شخصے می گوید کہ سوائے قصہ ابن الصیاد رسول مقبول صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم با دجال ملاقات کردہ بودند و دجال بر صورت خود کہ بوقت خروج باشدہ بود وحضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ ممانعت آنحضرت گوش نہ کردہ برآں دجال تلوار زدہ بودند اما بر دجال نہ افتادہ بر پیشانی مبارک حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ او فتادہ بود بنا برآں از آں

ایک شخص کہتا ہے کہ ابن صیاد کے قصہ کے علاوہ رسول مقبول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے دجال کے ساتھ ملاقات کی جبکہ دجال اپنی اصلی صورت پر تھا جیسا کہ خروج کے وقت وہ ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ممانعت پر کان نہ دھرتے ہوئے دجال کو تلوار ماردی جو اس کو نہ لگی بلکہ خود حضرت عمر

Marfat.com

مسئلہ ۲۳۱ از مقام کاٹھیاواڑ ترسالی احمد داد صاحب یکم جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

یہ روایت صحیح ہے کہ حضرت قطب الاقطاب شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب دیکھا کہ "حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرا مذہب ضعیف ہوا جاتا ہے لہذا تم میرے مذہب میں آجاؤ میرے مذہب میں آنے سے میرے مذہب کو تقویت ہو جائے گی" اس لئے حضرت غوث پاک حنفی سے حنبلی ہو گئے۔

الجواب

یہ روایت صحیح نہیں، حضور ہمیشہ سے حنبلی تھے اور بعد کو جب عین الشریعۃ الکبرٰی تک پہنچ کر منصب اجتہاد مطلق حاصل ہوا مذہب حنبل کو کمزور ہوتا ہوا دیکھ کر اُس کے مطابق فتوٰی دیا کہ حضور محی الدین اور دین متین کے یہ چاروں ستون ہیں لوگوں کی طرف سے جس ستون میں ضعف آتا دیکھا اس کی تقویت فرمائی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۲ از حیدر آباد قریب ڈیوڑھی نواب نصرت جنگ بہادر مرسلہ سید غلام فضل بیابانی قاضی ورنگل یکم ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

حضرت سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اولاد صلبی تھی یا نہیں؛ مولانا کی تحقیقات میں جو بات ثابت ہو اُس سے بھی بحوالہ کتب حسن ایما ہو۔

الجواب

حضرت سید احمد کبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اولاد صلبی نہ تھی حضرت کے بھانجے تھے، وفیات الاعیان میں ہے: لم یکن لہ عقب[1] (آپ کا کوئی بیٹا نہ تھا۔ ت) قلائد الجواہر میں ہے:

قال العلامۃ شمس الدین بن ناصر الدین الدمشقی سیدی الشیخ الکبیر محی الدین سلطان العارفین ابو العباس احمد بن الرفاعی لم یبلغنا انہ اعقب کما جزم بہ غیر واحد من الائمۃ المرضیۃ۔[2] واللہ تعالٰی اعلم

علامہ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی نے فرمایا کہ ہمیں یہ خبر نہیں پہنچی کہ ہمارے سردار، شیخ کبیر، محی الدین، سلطان العارفین، ابو العباس احمد بن رفاعی علیہ الرحمہ نے کوئی اولاد چھوڑی ہو، جیسا کہ متعدد پسندیدہ ائمہ نے اس پر جزم فرمایا ہے، اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے (ت)

---

[1] وفیات الاعیان ترجمہ ابو العباس احمد بن علی المعروف بابن الرفاعی ۲۰ دار الثقافۃ بیروت ۱/۱۷۲

[2] قلائد الجواہر فی مناقب عبد القادر

Marfat.com

دیکھے جاتے ہیں وبس۔ علل ایام کسی کتاب کا نام بھی سننے میں نہ آیا، نہ کشف الظنون میں کوئی کتاب اس نام کی لکھی شاید حال کے کسی شخص کی ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۸ از ضلع سیتا پور محلہ قضیارہ مرسلہ الیاس حسین ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

بارہ امام جن کے نام عوام میں مشہور ہیں ان میں باستثنائے جناب امام علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ حضرت امام حسن و حضرت امام حسین و حضرت امام مہدی کے کسی اور امام کی نسبت صحیح حدیثوں میں اشارۃً یا صراحۃً کوئی خبر آئی ہے؟ امامت ان کی ولایت کے درجے پر ماننا چاہیے ان کے عقائد و احکام و اعمال وغیرہ ائمہ مجتہدین میں سے کسی ایک کے مشابہ تھے یا سب سے الگ؟ یہ خود مجتہد تھے یا مقلد؟ بعض اعمال وجفر وغیرہ کی کتابوں میں ان کے اقوال ملتے ہیں یہ کہاں تک صحیح ہیں؟ بعض کا یہ اعتراض ہے کہ صحاح کی کتابوں میں ان کی روایتیں بہت کم لی گئی ہیں حالانکہ ان کا خاندانی علم تھا ان سے زیادہ دوسرے کو کہاں تک واقفیت ہوسکتی ہے اہلسنّت کی کتابوں میں ان کے حالات کم لکھنے کی کیا وجہ ہے؟

الجواب

امام باقر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بشارت بتصریح نام گرامی صحیح حدیث میں ہے جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کا ذکر فرمایا کہ اُن سے ہمارا سلام کہنا۔ سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ تعالٰی عنہ طلب علم کے لئے سیدنا جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس آئے اُنھوں نے اُن کی غایت تکریم کی اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یسلّم علیك[1] رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم آپ کو سلام فرماتے ہیں، اور اخرج منکما الکثیرا الطیب[2] (اللہ تعالٰی تم دونوں کو کثیر پاکیزہ اولاد عطا فرمائے) میں ان سب حضرات کی بشارت ہے۔ امامت اگر بمعنی مقتدٰی فی الدین ہونے کے ہے تو بلاشبہہ ان کے غلام اور غلاموں کے غلام مقتدٰی فی الدین ہیں، اور اگر اصطلاح مقامات ولایت مقصود ہے کہ ہر غوث کے دو وزیر ہوتے ہیں عبدالملک و عبدالرب، انھیں امامین کہتے ہیں، تو بلاشبہہ یہ سب حضرات خود غوث ہوتے۔ اور اگر امامت بمعنی خلافتِ عامہ مراد ہے تو وہ ان میں صرف امیرالمومنین مولٰی علی و سیدنا امام حسن مجتبٰی کو ملی اور اب سیدنا امام مہدی کو ملے گی وبس رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین، باقی جو منصب امامت ولایت سے بڑھ کر ہے

[1] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۶۹۰۱ محمد بن علی بن حسین دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۷/ ۲۱۵ و ۲۱۶

[2] تنزیہ الشریعۃ باب فی مناقب السبطین و امہما وآل البیت دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۴۱۱

Marfat.com

یا کوئی بھتیجا ہمراہ آیا تھا یا نہیں، اور اگر کسی کو خلیفہ کیا تو اس کی اولاد ہوئی یا نہیں اور وہ خلیفہ کہاں گئے اور کیا ہوئے ؟

(۶) سید مدار صاحب کا وصال مکن پور ہوا یا کہیں اور ؟ اور وہ خلیفہ کہاں مدفون ہیں ؟

(۷) یہ کہ وہ خلیفہ ہندوستان میں گئے یا عرب میں یا کہاں ؟

(۸) یہ کہ وہ خلیفہ سید مدار صاحب سے پہلے رحلت کر گئے یا بعد کو ؟ بینوا توجروا

الجواب

بے اصل و بے سرو پا باتیں ہیں جن کا کہیں پتا نہیں، سبع سنابل شریف میں ہے: حضرت مدار صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا ہے: خلافت نہ کسے دادہ ام نخواہم داد[1]، میں نے خلافت نہ کسی کو دی ہے نہ آگے دوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۴۲ از موصل تحصیل جامپور ضلع ڈیرہ غازی خاں مسئولہ عبد الغفور صاحب ۱۴ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

سورۂ فاتحہ کا شانِ نزول کہیں نہیں ملتا، شانِ نزول بیان فرمائیں۔

الجواب

سُورۂ فاتحہ رحمتِ الٰہی ہے، دُعا و ثنا ہے کہ رب عزوجل نے اپنے بندوں کو تعلیم فرمائی، کسی خاص واقع کے لئے اس کا نزول نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۴۳ حافظ نجم الدین صاحب نجم چترھائی نیب ۲۹ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آیات: انما اموالکم واولادکم فتنۃ[2] و یایھا الذین اٰمنوا لا تلھکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ[3] کے مصداق کون لوگ ہیں ؟ اور ان کا ترجمہ کیا ہے ؟

الجواب

یہ خطاب عام ہے خاص اشخاص اس سے مراد نہیں، سب مسلمانوں سے فرمایا جاتا ہے کہ

---

[1] سبع سنابل مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۴۱

[2] القرآن الکریم ۶۴ / ۱۵

[3] 〃 〃 ۶۳ / ۹

Marfat.com

خود ان کے ذکر میں مستقل کتابیں ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲۹ از گونڈل کاٹھیاوار مرسلہ سیٹھ عبدالستار صاحب قادری برکاتی رضوی
۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

حضرت مولائے مسلمین امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ نجفِ اشرف میں قبر شریف کے اندر پردہ پوش ہیں یا آنجناب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدفون نہیں ہوئے اور نجفِ اشرف میں آپ کی قبر شریف نہیں ہے؟ بر تقدیر ثانی حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیت سے نجفِ اشرف جانا کیسا ہے؟ شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہاں آرام فرماتے ہیں؟

الجواب

روایات مختلف ہیں، یہ بھی روایت آئی کہ نعش مبارک کو مدینہ طیبہ لے جانے کی غرض سے ایک بغلہ پر رکھ کر چلے اور وہ چھوٹا اور غائب ہوگیا اور منع زیارت کے لئے عدم مزار کا یقین چاہئے اور جواز زیارت کے لئے ایک روایت و احتمال کافی ہے اور یہ لوگ اللہ کے نور ہیں انھیں جہاں سے پکارو گے فیض پہنچائیں گے۔ حضرت بتول زہرا صلی اللہ تعالیٰ علیٰ ابیہا الکریم وعلیہا وعلیٰ بعلہا و ابنیہا و بارک وسلم کے مزار اطہر میں بھی دو روایتیں ہیں، بقیع شریف میں اور خاص جوار روضۂ اقدس میں۔ ایک صاحبِ دل نے مدینہ طیبہ کے ایک عالم سے کہا میں دونوں جگہ حاضر ہو کر سلام عرض کرتا ہوں انوار پاتا ہوں۔ فرمایا: یہ کریم ذاتیں جگہ کی پابند نہیں تمہاری توجہ چاہئے پھر نور باری اُن کا کام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۳۰ از ضلع خاندیش کھم بھاگ تعلقہ ڈاکخانہ نگر مندا سوستان کاٹھی مقام علاکوا
مرسلہ محمد اسمٰعیل ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

حضرت پیرانِ پیر دستگیر کے گیارہ نام کیا کیا ہیں؟

الجواب

حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسماءِ شریفہ یہ ہیں:

سید محی الدین سلطان، محی الدین قطب، محی الدین خواجہ، محی الدین مخدوم، محی الدین ولی، محی الدین بادشاہ، محی الدین شیخ، محی الدین مولٰنا، محی الدین غوث، محی الدین خلیل، محی الدین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

Marfat.com

مسئلہ ۲۴۶ ازسہسوان ضلع بدایوں مسئولہ سید پرورش علی صاحب ۲۸ شوال ۱۳۳۹ھ

بخدمت فیض درجت خدام ذوی الاحتشام حضرت نعمان الزمان مولانا و بالفضل اولٰینا مولوی احمد رضا خاں صاحب دامت شموس افاداتہ بازغہ معروض باد۔ معراج میں ایک قطار اونٹوں کی کہ ہر ایک پر دو صندوق، ہر صندوق میں انڈے بھرے، ہر انڈے میں ایک عالم مثل اس عالم کے، اس قطار کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے رواں ہی دیکھا ابتداء انتہا نہیں دیکھی، حضرت کی درخواست پر منظور ہو کر اجازت دی اور انڈا کھولا گیا، حضرت ایک شہر کی ایک مسجد میں تشریف لے گئے وہاں ایک واعظ حضرت خاتم النبیین کا ذکر فرماتے تھے واعظ نے یہ بھی کہا کہ حضرت اس جہاں میں ایک بار تشریف لائیں گے، سر اٹھا کر دیکھا اور قدمبوسی کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ عالم تو بے شمار مگر خاتم ایک ہی ہے۔ یہ روایت کس کتاب میں ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب

یہ روایت بعض کتب[1] تصوف میں ہے، حدیث میں اس کی کچھ اصل نہیں، اور رہو تو وہ عالم مثال کی تصویریں ہیں۔

قال اللہ تعالٰی وان من شیئ الا عندنا خزائنہ وما ننزلہ الا بقدر معلوم[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور کوئی چیز نہیں جس کے ہمارے پاس خزانے نہ ہوں، ہم اسے نہیں اتارتے مگر ایک معلوم اندازے سے۔ (ت)

مسئلہ ۲۴۷ از وزیر آباد محلہ لکڑ منڈی ضلع گوجرانوالہ مسئولہ نظام الدین عثمانی ۱۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سید نہیں اور نہ حسن مثنّٰی کی اولاد میں ہیں۔ مہربانی فرماکر کتب معتبرہ شیعہ و سنّی سے نقل عبارت مع صفحہ و نام کتاب تحریر فرمائیں۔ بیّنوا توجروا

الجواب

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ یقیناً قطعاً اجل سادات کرام سے ہیں، حضور کی سیادت متواتر ہے، حضرت سیدی امام اوحد ابوالحسن لخمی قدس سرہ کی بہجۃ الاسرار شریف

---

[1] رہبر حق ص ۴۰

[2] القرآن الکریم ۱۵/ ۲۱

Marfat.com

مسئلہ ۲۳۳ مسئولہ غلام رسول ۱۱ شوال محلہ بہاری پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے واقعہ شہادت میں جتنی روایتیں ہیں سب کی سب ضعیف ہیں کیونکہ اس وقت تمام مخالفین موجود تھے وہ ہی راوی ہونگے لہذا کوئی ثقہ نہ پایا گیا اور نیز اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین موجود نہ تھے بالفرض مان لیا جائے کہ موجود تھے تو اپنی اپنی جگہ، لہذا ان کو خبر ملے تو ان مخالفین سے اس وجہ سے یہ بھی ضعیف ہوگی۔ اور بکر کہتا ہے کہ ایسے واقعہ میں خبر صحیح ہو سکتی ہے۔ زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود تھے اور حرم محترم بھی موجود تھے اور موافقین تھے لہذا روایتیں صحیح ہو سکتی ہیں ان دونوں سے کون حق پر ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

بکر حق پر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳۴ تا ۲۴۱ از میونڈی ڈاکخانہ شاہی پرگنہ اجاؤں ضلع بریلی مرسلہ امیر عالم حسن صاحب ۱۶ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) زید کہتا ہے کہ میں اولاد سید بدیع الدین صاحب عرف شاہ مدار کے ہوں اور انہی سے ہمیں خلافت پہنچی۔ عمرو نے اس پر جواب دیا کہ سید بدیع الدین صاحب نے نہ شادی کی نہ اُن کی اولاد ہوئی پھر تم کہاں سے پیدا ہوئے اور تمھیں خلافت کس نے دی۔ زید نے اس پر جواب دیا کہ نہیں سید بدیع الدین صاحب نے دو خلیفہ کئے ہم اُنھیں کی اولاد میں ہیں اور اُنھیں سے خلافت چلی آرہی ہے۔

(۲) زید کہتا ہے کہ ہم مدار صاحب کے بھتیجوں کی اولاد میں ہیں۔

(۳) زید کہتا ہے کہ سید مدار صاحب نے ایک نقش لکھ کر ایک عورت کو دکھایا کہ جس کے دیکھنے سے وہ حاملہ ہوگئی اور اس سے جو اولاد پیدا ہوئی ہم اس کی اولاد میں ہیں یہاں تک کہ ایک گاؤں اسی کی اولاد سے آباد ہے۔

(۴) زید کا مرید مع زید یہ بات کہتا ہے کہ جب ہماری خلافت ثابت نہیں تو آج تک کسی عالم نے کیوں نہیں منع کیا۔

(۵) یہ کہ اب علماء فرمائیں کہ سید مدار صاحب نے کسی کو خلیفہ کیا یا نہیں یا شادی کی یا نہیں

Marfat.com

رسالہ

جمع القرآن وبم عزوہ لعثمان
۱۳۲۲ھ

(قرآن کو جمع کرنا اور اس کی نسبت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف کیوں کرتے ہیں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مسئلہ ۲۴۸ از شہر کہنہ بریلی ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس امر میں کہ قرآن شریف حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جمع کیا تھا یا اُن سے پہلے بھی کسی نے جمع کیا؟ اور یہ جو سُنا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جمع کیا، اور اُن کا جمع کیا ہوا مدفون کردیا گیا، یہ سچ ہے یا غلط؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

قرآن عظیم کی جمع وترتیب آیات وتکمیل وتفصیل سُوَر زمانۂ اقدس حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں بامرِ الٰہی حسبِ بیان جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم وارشاد وتعلیم حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واقع ہوئی تھی، مگر قرآنِ عظیم صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے

Marfat.com

تمھارے مال واولاد آزمائش ہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے سبب یادِ الٰہی سے تم غافل ہو جاؤ اور جو ایسا کرے گا وہ نقصان پائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۴ ازشہر گیا محلہ نذر گنج مسئولہ شمس الدین احمد اللہ خاں ۸ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خضر علیہ السلام مالک بری ہیں یا بحری ؟ اور ادریس علیہ السلام اب کہاں ہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مالک بحر و بر و ہر خشک و تر اللہ عزوجل ہے اور اس کی عطا سے حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم، حضور کی نیابت سے خضر علیہ السلام کے تصرفات خشکی و دریا دونوں میں ہیں۔ ادریس علیہ السلام آسمان پر ہیں، قال اللہ تعالٰی ورفعنٰہ مکاناً علیاً[1] (اللہ تعالٰے کا فرمان ہے اور ہم نے اسے بلند مکان پر اٹھالیا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۵ ازشفاخانہ فریدپور ڈاکخانہ خاص اسٹیشن تمبرپور مسئولہ عظیم اللہ کمپونڈر ۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ جنید ایک بزرگ کامل تھے انھوں نے سفر کیا، راستے میں ایک دریا پڑا اس کو پار کرتے وقت ایک آدمی نے کہا کہ مجھ کو بھی دریا کے پار کر دیجئے، تب ان بزرگ کامل نے کہا "تم میرے پیچھے یا جنید یا جنید کہتے چلو اور میں اللہ اللہ کہتا چلوں گا" درمیان میں وہ آدمی بھی اللہ اللہ کہنے لگا تب وہ ڈوبنے لگا، اس وقت اُن بزرگ نے کہا کہ تو اللہ اللہ مت کہہ یا جنید یا جنید کہہ، تب اس آدمی نے یا جنید یا جنید کہا جب وہ نہیں ڈوبا۔ یہ درست ہے یا نہیں ؟ اور بزرگ کامل کے لئے کیا حکم ہے اور آدمی کے لئے کیا حکم ہے ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ غلط ہے کہ سفر میں دریا ملا بلکہ دجلہ ہی کے پار جانا تھا، اور یہ بھی زیادہ ہے کہ میں اللہ اللہ کہتا چلوں گا، اور یہ محض افترا ہے کہ انھوں نے فرمایا تو اللہ اللہ مت کہہ۔ یا جنید کہنا خصوصاً حیاتِ دنیاوی میں خصوصاً جبکہ پیشِ نظر موجود ہیں اسے کون منع کرسکتا ہے کہ آدمی کا حکم پوچھا جائے اور حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے حکم پوچھنا کمال بے ادبی وگستاخی و دریدہ دہنی ہے۔ واللہ تعالٰے اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۹/ ۵۷

Marfat.com

(آپ کا شجرہ گلاب چونکہ قریش کے باغ سے ظاہر ہوا اسی سبب سے قرآن مجید قریش کی لغت پر آیا۔ ت)

زمانۂ اقدس حضور پُر نور صلوات اللہ وسلامہ علیہ میں کہ قرآن عظیم نیا نیا اُترا تھا اور ہر قوم وقبیلہ کو اپنے مادری لہجہ قدیمی عادات کا دفعۃً بدل دینا دشوار تھا آسانی فرمائی گئی تھی کہ ہر قوم عرب اپنے طرز ولہجہ میں قراءتِ قرآن عظیم کرے، زمانۂ نبوت کے بعد شدہ شدہ اقوامِ مختلفہ سے بعض بعض لوگوں کے ذہن میں جم گیا جس لہجہ ولغت میں ہم پڑھتے ہیں اسی میں قرآن کریم نازل ہوا ہے یہاں تک کہ زمانۂ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بعض لوگوں کو اس بات پر باہم جنگ وجدل وزد وکوب کی نوبت پہنچی یہ کہتا تھا قرآن اس لہجہ میں ہے وہ کہتا تھا نہیں بلکہ دوسرے میں ہے، ہر ایک اپنے لغت پر دعوٰی کرتا تھا، جب یہ خبر امیر المومنین عثمان غنی کو پہنچی فرمایا ابھی سے تم میں یہ اختلاف پیدا ہُوا تو آئندہ کیا اُمید ہے۔ لہٰذا حسبِ مشورہ امیر المومنین سیدنا علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم ودیگر اعیان صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم یہ قرار پایا کہ اب ہر قوم کو اس کے لب ولہجہ کی اجازت میں مصلحت نہ رہی بلکہ فتنہ اُٹھتا ہے لہٰذا تمام امت کو خاص لغتِ قریش پر جس میں قرآن عظیم نازل ہوا ہے جمع کر دینا اور باقی لغات سے باز رکھنا چاہیے، صحیفہائے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ حضرت ام المومنین بنت الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہا کے پاس محفوظ ہیں منگا کر اُن کی نقلیں لے کر تمام سُورتیں ایک مصحف میں جمع کریں اور وہ مصاحف بلادِ اسلام میں بھیج دیں کہ سب اسی لہجہ کا اتباع کریں اس کے خلاف اپنے اپنے طرزِ ادا کے مطابق جو صحائف یا مصاحف بعض لوگوں نے لکھے ہیں دفعِ فتنہ کے لئے تلف کر دئے جائیں، اسی رائے صائب کی بنا پر امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے کہلا بھیجا کہ صحیفہائے صدیقی بھیج دیجئے ہم ان کی نقلیں لے کر شہروں کو بھیجیں اور اصل آپ کو واپس کر دیں گے۔ ام المومنین نے بھیج دیئے امیر المومنین نے زید بن ثابت وعبد اللہ بن زبیر وسعید بن عاص وعبد الرحمن بن حارث بن ہشام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو نقلیں کرنے کا حکم دیا وہ نقلیں مکہ معظمہ وشام ویمن وبحرین وبصرہ وکوفہ کو بھیجی گئیں اور ایک مدینہ طیبہ میں رہی اور اصل صحیفے جمع فرمودۂ صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ جس سے یہ نقلیں ہوئی تھیں حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کو واپس دئے ان کی نسبت معاذ اللہ دفن کرنے یا کسی طرح تلف کرا دینے کا بیان محض جھوٹ ہے وہ مبارک صحیفے خلافت عثمانی پھر خلافت مرتضوی پھر خلافت امام حسن پھر خلافت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہم تک بعینہا محفوظ تھے یہاں تک کہ مروان نے لے کر چاک کر دئے۔ بالجملہ اصل جمع قرآن تو بحکم رب العزۃ

Marfat.com

اور امام جلیل عبداللہ بن اسعد یافعی شافعی کی اسنی المفاخر و علامہ علی قاری کی نزہۃ النواظر اور مولینا نورالدین جامی کی نفحات الانس اور شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی کی زبدۃ الآثار وغیرہم اجلۂ اکابر کی معتمدات اسفار ملاحظہ ہوں۔ فقیر بوجہ علالت تبدیل ہوا کے لئے پہاڑ پر آیا ہوا ہے ورنہ کتابوں کے حوالے اور صفحات کے نشان لکھتا۔ رافضیوں کی کتابیں میرے کتب خانہ میں نہیں، نہ مسلمانوں کو اُن کی بات پر کان رکھنا جائز۔ میں رسالہ ردالرفضہ میں کتب معتمدۂ کثیرہ و دلائل قاطعۂ منیرہ سے ثابت کرچکا ہوں کہ روافضِ زمانہ سب کفار مرتدین ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم[1] اُن سے دُور رہو اور انھیں اپنے سے دُور کرو کہیں وہ تمھیں بہکا نہ دیں کہیں وہ تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ (ت)

رافضیوں کے یہاں تو معیارِ سیادت رفض ہے، سُنّی کیسا ہو جلیل القدر سیّد ہو اسے ہرگز سیّد نہ مانیں گے اور کوئی کیسا ہی رذیل ذلیل قوم کا آج رافضی ہوجائے کل سے میر صاحب ہے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[2] (اور عنقریب ظالم جان لیں گے کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ ت) واللہ تعالٰے اعلم۔

---

[1] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰
[2] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

Marfat.com

عندہ فقال ابوبکر ان عمر اتانی فقال ان القتل قد استحر یوم الیمامۃ بقراء القراٰن وانی اخشی ان یستحر القتل بقراء بالمواطن فیذھب کثیر من القراٰن وانی اری ان تأمر بجمع القراٰن قال زید قال ابوبکر انک رجل شاب عاقل لانتھمک و قد کنت تکتب الوحی لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فتتبع القراٰن فاجمعہ فتتبعت القراٰن اجمعہ من العسب واللخاف وصدور الرجال فکانت الصحف عند ابی بکر حتّٰی توفاہ اللہ ثم عند عمر حیاتہ ثم عند حفصۃ بنت عمر[۱] ھذا مختصرًا۔

رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مجھے بلوایا میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی وہاں موجود تھے، ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا میرے پاس حضرت عمر آئے ہیں اور کہا ہے کہ جنگِ یمامہ میں بہت سے قراءِ قرآن شہید ہوئے ہیں، مجھے خوف ہے کہ اگر جنگوں میں قراء کثرت سے شہید ہوتے رہے تو قرآن مجید کا بہت سا حصہ ضائع ہو جائیگا میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن مجید کو جمع کرنے کا حکم دیں، حضرت زید نے کہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مجھے فرمایا تم ایک نوجوان عقلمند مرد ہو ہم آپ کو کسی معاملے میں تہمت نہیں لگاتے اور آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وحی لکھا کرتے تھے۔ قرآن مجید کو تلاش کرو اور اس کو جمع کر دو۔ چنانچہ میں نے قرآن مجید کو ڈھونڈا اور اس کو کھجور کے پٹھوں، پتھر کی سلوں اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرتا تھا۔ وہ صحیفے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی وفات تک ان کے پاس رہے پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس رہے۔ آپ کے وصال کے بعد سیّدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے پاس موجود رہے (اختصار)۔ (ت)

اس حدیثِ طویل کا خلاصہ وہی ہے کہ بعد جنگِ یمامہ فاروق نے صدیق کو جمع قرآن کا مشورہ اور صدیق نے زید بن ثابت کو اس کا حکم دیا کہ متفرق پرچوں سے سب سورتیں یکجا ہو کر صدیق پھر عمر فاروق پھر ام المومنین کے پاس رہیں رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ امیر المومنین سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

اعظم الناس فی المصاحف اجرا ابوبکر | مصاحف میں سب سے زیادہ ثواب ابوبکر کا

---

[۱] صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۴۵ و ۷۴۶

Marfat.com

سینوں اور متفرق کاغذوں، پتھر کی تختیوں، بکری، دُنبے کی پوستوں شانوں، پسلیوں وغیرہا میں تھا ایک جگہ سارا قرآن عظیم مجموع نہ تھا۔ جب جنگِ یمامہ میں کہ مسیلمہ کذاب ملعون مدعی نبوت سے زمانۂ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہوئی صدہا صحابۂ کرام حُفاظِ قرآن نے شہادت پائی، امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دلِ الہام منزل میں حق جل وعلا نے القا کیا کہ حضرت خلیفۂ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوکر گزارش کی کہ اس لڑائی میں بہت صحابہ جن کے سینوں میں قرآن عظیم تھا شہید ہوئے، یونہی جہادوں میں حفاظ صحابہ شہید ہوتے گئے اور قرآن عظیم متفرق رہا تو بہت قرآن جاتے رہنے کا اندیشہ ہے میری رائے میں حکم دیجئے کہ قرآن عظیم کی سب صورتیں یکجا کرلی جائیں۔ خلیفۂ رسول صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ان کی رائے پسند فرمائی اور حضرت زید بن ثابت وغیرہ حفاظ صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو اس امرِ جلیل کا حکم دیا کہ بحمد اللہ تعالیٰ سارا قرآن عظیم یکجا ہوگیا، ہر سورت ایک جُدا صحیفے میں تھی، وہ صحیفے تا حیاتِ صدیقی حضرت خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اُن کے بعد حضرت امیر المؤمنین سیدنا فاروقِ اعظم اور اُن کے بعد حضرت اُم المؤمنین حفصہ بنت الفاروق زوجۂ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم کے پاس رہے۔ عرب میں ہر قوم وقبیلہ کی زبان بعض الفاظ کے تلفظ میں مختلف تھی، مثلاً حرفِ تعریف میں کوئی الف لام کہتا تھا کوئی الف میم کہ اسی لغت پر حدیث:

لیس من امبر امصیام فی امسفر[1] سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے۔ (ت)

وارد ہے علامات مضارع حروف اتین کو کوئی مفتوح پڑھاتا تھا کوئی مکسور، مآ شبیہ بلیس کی خبر کو کوئی منصوب کرتا کوئی مرفوع، اِنَّ و اَنَّ وغیرہما کے اسم کو کوئی نصب دیتا کوئی رفع پر رکھتا، بعض قبائل ہر جگہ (ب) کو (م) کو (ب)، تاء رحمۃ ونحوہا کو کوئی حالت وقفی میں کوئی (ہ) کہتا کوئی (ت) منصوب منوّن پر، کوئی الف سے وقف کرتا کوئی صرف سکون سے، بعض مرفوع ومجرور پر بھی واؤ و یا سے وقف کرتے۔ بعض قومیں حروفِ مدّہ حرکاتِ موافقہ پر قناعت کرتیں اَعُوْذُ کو اَعُذُ، تعالیٰ کو تَعَالَ وغیرہ ذلک کہتیں۔ اسی قسم کے بہت سے تفاوتِ لہجہ وطرزِ ادا تھے۔ قرآنِ عظیم خاص لغتِ قریش پر اُترا تھا کہ صاحبِ قرآن صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قریشی تھے ؎

گلبنِ تو کہ ز گلزار قریشی گل کرد ۔۔۔ زان سبب آمدہ قرآن بزبانِ قرشی

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الصیام باب الصیام فی السفر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۸۵

Marfat.com

وأذربيجان مع اهل العراق فافزع حذيفة اختلافهم فى القراءة فقال حذيفة لعثمان يا امير المؤمنين ادرك هذه الامة قبل ان يختلفوا فى الكتاب اختلاف اليهود والنصارىٰ فارسل عثمٰن الى حفصة رضى الله تعالىٰ عنها ان ارسلى الينا بالصحف ننسخها فى المصاحف ثم نردّها اليك فارسلت بها حفصة الىٰ عثمٰن فامر زيد بن ثابت وعبد الله بن زبير وسعيد بن العاص وعبد الرحمٰن بن الحارث بن هشام فنسخوها فى المصاحف وقال عثمٰن للرهط القرشيين الثلثة اذا اختلفتم انتم وزيد بن ثابت فى شئ من القرآن فاكتبوه بلسان قريش فانما نزل بلسانهم ففعلوا حتّٰى اذا نسخوا الصحف فى المصاحف رد عثمٰن الصحف الىٰ حفصة وارسل الىٰ كل افق بمصحف مما نسخوا وامر بما سواه من القرآن فى كل صحيفة او مصحف ان يحرق [1]

سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس آئے جبکہ وہ اہل شام اور اہل عراق کو آرمینیہ اور آذربیجان کے ساتھ جنگ کرنے اور ان کو فتح کرنے کے لئے لشکر تیار کر رہے تھے، حذیفہ کو اہل شام اور اہل عراق کے قرآن پڑھنے کے اختلاف نے گھبراہٹ میں ڈال دیا تو انھوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا اے امیر المومنین! اس امت کو یہود و نصاریٰ کی طرح کتاب اللہ میں اختلاف کرنے سے روکیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی کو ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھیجا کہ وہ صحیفے ہمارے پاس بھیج دیں ہم ان کو مصحف میں لکھ کر پھر آپ کو واپس کر دینگے۔ ام المومنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے صحیفے امیر المومنین کے پاس بھیج دیے تو انھوں نے زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، سعید بن عاص اور عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حکم دیا، انھوں نے اس کو مصاحف میں لکھ دیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تینوں قریشیوں کو حکم دیا کہ جب تمہارا اور زید بن ثابت کا قرآن مجید کے کسی کلمے میں اختلاف ہو جائے تو اس کو لغتِ قریش کے مطابق لکھو کیونکہ قرآن مجید صرف لغتِ قریش پر نازل ہوا۔ انھوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کی تعمیل کی حتی کہ جب انھوں نے صحیفوں کو مصاحف میں لکھ دیا تو حضرت عثمان غنی

---

[1] صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۴۶

Marfat.com

حسبِ ارشاد حضور پُرنور سید الانبیاء صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم ہولیا تھا سب سُور کا یکجا کرنا باقی تھا امیر المومنین صدیق اکبر نے بمشورۂ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما کیا پھر اُسی جمع فرمودۂ صدیقی کی نقلوں سے مصاحف بناکر امیر المومنین عثمان غنی نے بمشورۂ امیر المومنین مولٰی علی رضی اللہ تعالٰی عنہما بلادِ اسلام میں شائع کئے اور تمام امت کو اصل لہجۂ قریش پر مجتمع ہونے کی ہدایت فرمائی اسی وجہ سے وہ جناب جامع القرآن کہلائے ورنہ حقیقۃً جامع القرآن رب العزۃ تعالٰی شانہٗ ہے، کما قال عزّ من قائل:

اِنَّ عَلَیۡنَا جَمۡعَہٗ وَ قُرۡاٰنَہٗ [1] — بے شک اس کا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمّے ہے۔ (ت)

اور بنظرِ ظاہر حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم اور ایک جگہ اجتماع کے لحاظ سے سب میں پہلے جامع القرآن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ، حاکم مستدرک میں بشرط بخاری و مسلم حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال کنا عند رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نؤلف القراٰن من الرقاع [2] — یعنی ہم زمانۂ اقدس حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں قرآن پارچوں میں جمع کرتے تھے۔

امام جلال الدین سیوطی اتقان شریف میں فرماتے ہیں:

قد کان القراٰن کتب کلہ فی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لکن غیر مجموع فی موضع واحد ولا مرتب السور [3] — سارا قرآن رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلّم کے عہدِ اقدس میں لکھا گیا تھا لیکن وہ ایک جگہ جمع نہیں تھا اور سورتیں مرتّب نہیں ہوئی تھیں۔ (ت)

صحیح بخاری شریف میں اُنھیں سے مروی:

قال ارسل الیّ ابوبکر مقتل اھل الیمامۃ فاذا عمر بن الخطاب — حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالٰے عنہ نے فرمایا جنگِ یمامہ کے موقع پر حضرت ابوبکر صدیق

---

[1] القرآن الکریم ۷۵/ ۱۷
[2] المستدرک للحاکم کتاب التفسیر جمع القرآن لم یکن مرۃ واحدۃ دار الفکر بیروت ۲/ ۲۲۹
[3] الاتقان النوع الثامن عشر فی جمعہ و ترتیبہ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۵۷

Marfat.com

لا تقولوا فی عثمٰن الاخیرا فواللہ ما فعل فی المصاحف الامن ملأمنا قال ما تقولون فی ھذا القراءۃ فقد بلغنی ان بعضھم یقول ان قراءتی خیر من قراءتک وھذا یکاد یکون کفرا قلنا فما تری؟ قال اری ان یجمع الناس علیٰ مصحف واحد فلا تکون فرقۃ ولا اختلاف، قلنا نعم ما رأیت[1] رواہ ابوبکر بن ابی داؤد بسند صحیح عن سوید بن غفلۃ قال قال علی رضی اللہ تعالیٰ فذکرہ۔

یعنی عثمان کے حق میں سوا کلمہ خیر کے کچھ نہ کہو خدا کی قسم معاملہ مصاحف میں انھوں نے جو کچھ کیا ہم سب کے مشورہ و اتفاق سے کیا انھوں نے ہم سے کہا کہ تم ان مختلف لہجوں میں کیا کہتے ہو مجھے خبر پہنچی ہے کہ کچھ لوگ اوروں سے کہتے ہیں میری قرارت تیری قرارت سے اچھی ہے اور یہ بات کفر کے قریب تک پہنچی ہوئی ہے، ہم نے کہا بھلا آپ کی کیا رائے ہے، فرمایا میری رائے یہ ہے کہ سب لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کر دیں کہ پھر باہم نزاع و اختلاف نہ ہو، ہم سب نے کہا آپ کی رائے بہت خوب ہے (اس کو ابوبکر بن ابوداؤد نے سندِ صحیح کے ساتھ سُوید بن غفلہ سے ذکر کیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا پھر حدیثِ مذکور ذکر کی۔ ت)

اتقان میں ہے:

قال ابن التین وغیرہ الفرق بین جمع ابی بکر وجمع عثمٰن ان جمع ابی بکر کان لخشیۃ ان یذھب من القراٰن شیئ بذھاب حملتہ لانہ لم یکن مجموعا فی موضع واحد فجمعہ فی صحائف مرتبا لاٰیات سورۃ علی ما وقفھم علیہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، وجمع عثمٰن

ابن تین وغیرہ نے کہا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قرآن جمع کرنے میں فرق یہ ہے کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جمع کرنا اس خوف سے تھا کہ قراءِ قرآن کی شہادت کے سبب سے قرآن کا کچھ حصہ ضائع نہ ہو جائے کیونکہ قرآن مجید یکجا نہ تھا، چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن مجید کو صحیفوں میں اس طرح جمع کر دیا کہ ہر ایک سورت کی آیتیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیان کے مطابق مرتب

---

[1] الاتقان بحوالہ ابن اشتہ النوع الثامن عشر مصطفی البابی مصر ۱/۵۹

Marfat.com

رحمة الله علیٰ ابی بکر ھو اول من جمع کتاب الله، رواہ ابن ابی داؤد فی المصاحف بسند حسن عن عبد خیر قال سمعت علیا یقول فذکرہ۔

اللہ ابوبکر پر رحمت کرے سب سے پہلے انھیں نے قرآن جمع کیا۔ (اسکو ابن ابی داود نے مصاحف میں سند حسن کے ساتھ عبد خیر سے روایت کیا انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو فرماتے سنا، پھر وہی حدیث ذکر کی۔ ت)

امام اجل عارف باللہ محاسبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب فہم السنن میں فرماتے ہیں:

کتابة القرآن لیست بمحدثة فانه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کان یأمر بکتابته ولکنه کان مفرقا فی الرقاع والاکتاف والعسب فانما امر الصدیق بنسخها من مکان الی مکان مجتمعا وکان ذلك بمنزلة اوراق وجدت فی بیت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فیها القرآن منتشر فجمعها جامع وربطها بخیط حتی لا یضیع منها شیئ۔ نقله فی الاتقان[2]۔

یعنی قرآن کا لکھنا کوئی نیا کام نہیں یہ تو زمانۂ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بحکم اقدس ہوچکا تھا مگر متفرق تھا پارچوں، شانے کی ہڈیوں اور کھجور کے پٹھوں پر لکھا ہوا تھا صدیق نے یکجا کردیا تو گویا کہ یہ ایسا ہوا کہ قرآن کے اوراق جو حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے کاشانۂ مبارک میں منتشر تھے وہ جمع کرنے والے نے ایک ڈورے میں باندھ دئے تاکہ اس میں سے کوئی شے ضائع نہ ہو۔ (اس کو اتقان میں نقل کیا۔ ت)

صحیح بخاری شریف میں ہے:

حدثنا موسیٰ ثنا ابراھیم ثنا ابن شھاب ان انس بن مالك حدثه ان حذیفة بن الیمان قدم علیٰ عثمٰن وکان یغازی اھل الشام فی فتح ارمینیة

ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی انھوں نے کہا ہمیں ابراہیم نے انھوں نے کہا ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں حدیث بیان کی کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ

---

[1] الاتقان بحوالہ ابن ابی داود فی المصاحف النوع الثامن عشر مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۷

[2] " " الحارث المحاسبی فی کتاب فہم السنن " " " " ۱/ ۵۸

Marfat.com

لم یرتب بعضہا اثر بعض فلما نسخت و رتب بعضہا اثر بعض صارت مصحفا و لم یکن مصحفا الا فی عہد عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ[1]

بالترتیب نہیں رکھا گیا تھا، جب ان کو اس طرح لکھا گیا بعض صورتوں کو بعض کے بعد بالترتیب رکھا گیا تو مصحف بن گیا۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد سے پہلے مصحف نہ تھا۔ (ت)

عمدۃ القاری و اتقان شریف میں ابوبکر بن ابی داوٗد سے منقول:

قال سمعت اباحاتم السجستانی یقول کتب سبعۃ مصاحف فارسل الی مکۃ و الی الشام و الی الیمن و الی البحرین و الی البصرۃ و الی الکوفۃ و حبس بالمدینۃ واحدا[2]

اس نے کہا میں نے ابوحاتم سجستانی کو کہتے سنا کہ حضرت عثمان نے سات مصحف تحریر فرمائے۔ ایک مکہ مکرمہ، ایک شام، ایک یمن، ایک بحرین، ایک بصرہ اور ایک کوفہ میں بھیج دیا جبکہ ایک مدینہ منورہ میں رکھ لیا۔ (ت)

امام قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

(حتی اذا انسخوا الصحف فی المصاحف ردعثمن الصحف الی حفصۃ) فکانت عندھا حتی توفیت فاخذھا مروان حین کان امیرا علی المدینۃ من قبل معٰویۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فامربہا فشققت وقال انما فعلت ھذا لانی خشیت ان طال بالناس زمان ان یرتاب فیہا مرتاب رواہ ابن ابی داوٗد وغیرہ۔[3]

یہاں تک کہ جب انھوں نے صحیفے مصحف میں رکھ لئے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰے عنہ نے وہ صحیفے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو واپس بھیج دیئے، وہ وصال تک حضرت حفصہ کے پاس رہے، پھر مروان امیر معاویہ کی طرف سے مدینہ منورہ کا امیر بنا تو اس نے ان کو لے کر پھاڑ دینے کا حکم دیا اور کہا میں نے یہ اس لئے کیا ہے کہ زیادہ عرصہ گزر جانے پر کوئی شک کرنیوالا اس میں شک نہ کرے۔ اسکو ابن ابی داوٗد وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ (ت)

---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۲۰/ ۱۸
[2] " " " " " " " " "
[3] ارشاد الساری " " کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن دار الکتاب العربی بیروت ۷/ ۴۴۹

Marfat.com

رضی اللہ تعالٰے عنہ نے وہ صحیفے ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالٰے عنہا کو واپس بھیج دیئے، اور ملک کے ہر کونے میں ایک مصحف بھیج دیا جو انھوں نے لکھا تھا اور حکم دیا اس کے سوا جو قرآن کسی صحیفہ یا مصحف میں ہے اس کو جلا دیا جائے۔ (ت)

دیکھو یہ حدیث صحیح بخاری صاف گواہ عدل ہے کہ امیر المومنین عثمان غنی نے اختلاف لہجہ و لغات سن کر صحیفہائے صدیقی حضرت حفصہ سے منگائے اور انھیں کی نقلوں سے مصحف بنا کر بلادِ اسلام میں بھیجے اور وہ صحیفے بعد نقل حضرت ام المومنین کو واپس دے دیئے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

ابن اشتہ کتاب المصاحف میں راوی:

اختلفوا فی القراءۃ علی عهد عثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنه حتی اقتتل الغلمان والمعلمون فبلغ ذٰلك عثمان بن عفان رضی اللہ تعالٰی عنه فقال عندی تکذبون به وتلحنون فیه، فمن نأی عنی کان اشد تکذیبا واکثر لحنا یا اصحاب محمد صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اجتمعوا فاکتبوا للناس اماما فاجتمعوا فکتبوا الحدیث رواہ من طریق ایوب عن ابی قلابة قال حدثنی رجل من بنی عامر یقال له انس بن مالك[1]، فذکرہ۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے عہد میں لوگوں میں قرآن مجید کے اندر اس قدر اختلاف پڑ گیا جس کی وجہ سے پڑھنے والے بچّوں اور پڑھانے والے اساتذہ میں لڑائی ہونے لگی، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو خبر پہنچی تو انھوں نے فرمایا کہ تم میرے سامنے قرآن کو جھٹلاتے اور اس میں غلطی کرتے ہو تو جو مجھ سے دُور ہیں وہ اس سے بھی زیادہ جھٹلاتے اور غلطی کرتے ہوں گے' اے اصحاب محمد صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم! جمع ہو جاؤ اور لوگوں کے لئے ایک امام (قرآن) لکھو۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰے عنہم نے جمع ہو کر قرآن لکھا۔ اس حدیث کو ابن اشتہ نے ایوب کے طریق پر ابو قلابہ سے روایت کیا، اس نے کہا مجھ سے بنی عامر کے ایک مرد نے بیان کیا جس کو انس بن مالک کہا جاتا ہے، پھر وہی حدیث مذکور ذکر کی۔ (ت)

سیدنا مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

---

[1] الاتقان بحوالہ ابن اشتہ النوع الثامن عشر مصطفٰی البابی مصر ۱/۵۹

Marfat.com

اسی طرح سورۂ قرآنیہ منتظم ہوتیں، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پھر حضور سے سن کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسی ترتیب پر اُسے نمازوں تلاوتوں میں پڑھتے، قرآن عظیم صرف ایک واحد لغتِ قریش پر نازل ہوا عرب میں مختلف قبائل اور ان کے لہجے باہم حرکات وسکنات وبعض اجزائے کلمات میں مختلف تھے، علاماتِ مضارع کو قریش مفتوح رکھتے، دیگر بعض قبائل ات ن کو مکسور کرکے نِعبُد نِستعین کہتے، لغتِ قریش میں تابوت آخر میں تائے قرشت سے تھا دوسروں کے لغت میں تابوہ ہائے ہوز سے۔ اسی قسم کے بالائی اختیارات بکثرت تھے جن سے معنیٔ کلام بلکہ جوہر نظم کو بھی کوئی ضرر نہ پہنچتا اور مادری لہجہ زبانوں پر چڑھا ہُوا دفعۃً بدل دینا سخت دشوار۔ لہٰذا حضور پُر نور رحمت مہدہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب سے عرض کرکے دیگر قبائل والوں کے لئے ان کے لہجوں کی رخصت لے لی تھی، جبریل امین علیہ التحیۃ والتسلیم ہر رمضان مبارک میں جس قدر قرآن عظیم اب تک اُتر چکا ہوتا حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ اس کا دَور کرتے جو سنت سنیہ اب تک بحمداللہ تعالےٰ حفاظِ اہلسنت میں باقی ہے اور باقی رہے گی حتّٰی یاتی امراللہ وھم علٰی ذٰلک (یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا امر آجائیگا اور وہ اس پر قائم ہونگے۔ت) سالِ اخیر میں حاملِ وحی علیہ الصلٰوۃ والسلام نے دوبارہ صرف اصل لغت قریش پر جس میں قرآن مجید نازل ہوا تھا حضور پُر نور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ دَور کیا اور اس کی تکرار سے اشارہ ہوا کہ وہ رخصت منسوخ اور اب صرف اسی لغت پر جس میں اصل نزول ہے استقرار امر ہوا۔ سُوَر اگرچہ زمانۂ اقدس میں مرتب ہو چکی تھیں مگر یکجا مجتمع نہ تھیں متفرق پرچوں، بکری کے شانوں وغیرہا میں متفرق جگہ تھیں سوا اُن مبارک سینوں کے جن میں سارا قرآن عظیم محفوظ تھا حال یہی تھا یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے نظر عوام سے احتجاب فرمایا، خلافتِ خلیفۂ برحق صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جنگِ یمامہ واقع ہوئی جس میں بکثرت صحابۂ کرام حافظانِ قرآن شہید ہوئے، حافظ حقیقی جامع ازلی جل جلالہ نے اپنا وعدہ صادقہ وانا لہ لحٰفظون[1] (اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔ت) پورا فرمانے کو پہلے یہ کریم داعیہ قلب کریم حضرت موافق الرائے بالوحی والکتاب سیدنا امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں ڈالا حضرت فاروق نے بارگاہِ صدیقی میں عرض کی کہ جنگِ یمامہ میں بہت حُفّاظ شہید ہُوئے اور میں ڈرتا ہوں کہ یوں ہی قرآن متفرق پرچوں میں رہا اور حفاظ شہادت پاگئے تو بہت سا قرآن مسلمانوں کے ہاتھ سے جاتا رہے گا میری رائے ہے کہ حضرت جمع قرآن کا حکم فرمائیں، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابتداءً اس میں تامل ہوا کہ جو فعل

---

[1] القرآن الکریم ۱۵/ ۹

Marfat.com

كان لما كثر الاختلاف فى وجوه القراءة حين قرؤوه بلغاتهم على اتساع اللغات فادى ذلك بعضهم الى تخطئة بعض فخشى من تفاقم الامر فى ذلك فنسخ تلك الصحف فى مصحف واحد مرتبا لسوره واقتصر من سائر اللغات على لغة قريش محتجا بانه نزل بلغتهم، وان كان قد وسع فى قراءته بلغة غيرهم رفعا للحرج والمشقة فى ابتداء الامر أى ان الحاجة الى ذلك انتهت فاقتصر على لغة واحدة۔[1]

کرکے درج فرما دیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اس وقت قرآن مجید جمع فرمایا جب قرارت کی وجوہ میں بکثرت اختلاف واقع ہوا، جبکہ عربوں نے وسیع لغات کی بناء پر اپنی اپنی زبانوں میں الگ الگ قرارت میں قرآن پڑھنا شروع کردیا اور ایک زبان والے دوسری زبان والوں کی قرارت کو غلط قرار دینے لگے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگوں کے درمیان معاملہ حد سے بڑھ جانے کا خوف محسوس ہوا اس لئے آپ نے تمام صحیفوں کو ایک مصحف میں سورتوں کی ترتیب کے ساتھ جمع کردیا اور تمام لغات کو چھوڑ کر صرف لغتِ قریش پر اکتفاء کیا۔ اس بات سے استدلال کرتے ہوئے کہ قرآن مجید لغتِ قریش پر نازل ہوا اگرچہ حرج اور مشقت سے بچنے کے لئے شروع شروع غیر قریش کی لغات میں پڑھنے کی بھی اجازت تھی، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سمجھا کہ اب اس کی حاجت نہیں رہی، لہٰذا آپ نے ایک ہی لغت پر انحصار فرمایا۔ (ت)

امام بدرالدین عینی عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں فرماتے ہیں:

كان هذا سببا لجمع عثمان القرآن فى المصحف، والفرق بينه وبين الصحف ان الصحف هى الاوراق المحررة التى جمع فيها القرآن فى عهد ابى بكر رضى الله تعالىٰ عنه وكانت سورا مفرقة كل سورة مرتبة باٰياتها على حدة لكن

یہ تھا سبب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مصحف میں قرآن جمع کرنے کا۔ صحیفوں اور مصحف میں فرق یہ ہے کہ صحیفے وہ اوراق ہیں جن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں قرآن مجید لکھا گیا تھا اس میں سورتیں الگ الگ تھیں، ہر سورت اپنی آیات کے ساتھ الگ مرتب تھی لیکن بعض کو بعض کے بعد

---

[1] الاتقان النوع الثامن عشر مصطفى البابی مصر ۱/ ۶۰-۵۹

Marfat.com

فوائدِ تفسیریہ وعلومِ قرآن

مسئلہ ۲۵۰: از مدرسہ منظر اسلام ۲۶ جمادی الاولٰی ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ شانِ نزول اِس آیت شریفہ کی:

ومنھم من عاھد اللہ لئن اٰتٰنا من فضلہ لنصدقن ولنکونن من الصالحین[1] الآیۃ

اور ان میں سے کوئی وہ ہیں جنھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر ہمیں اپنے فضل سے دے گا تو ہم ضرور خیرات کریں گے اور ہم ضرور بھلے آدمی ہوجائیں گے (ت)

حدیثِ ثعلبہ ابنِ حاطب ہے یا اور کوئی حدیث؟ حدیث ثعلبہ کی صحیح یا حسن یا ضعیف یا موضوع؟ یہ ثعلبہ ابن حاطب بدری ہے یا اور کوئی؟

الجواب

بدری حضرت سیدنا ثعلبہ بن حاطب بن عمرو بن عبید انصاری ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ اور یہ شخص جس کے باب میں یہ آیت اتری ثعلبہ ابن ابی حاطب ہے اگرچہ یہ بھی قوم اَوس سے تھا۔ اور بعض نے اس کا نام بھی ثعلبہ ابن حاطب کہا۔ مگر وہ بدری خود زمانۂ اقدس حضور پرنور صلی اللہ

۱؎ القرآن الکریم ۹/۷۵

Marfat.com

اُسی میں ہے :

کان التالیف فی الزمن النبوی والجمع فی المصحف فی زمن الصدیق والنسخ فی المصاحف فی زمن عثمٰن وقد کان القراٰن کلہ مکتوبا فی عہدہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لکنہ غیر مجموع فی موضع واحد ولا مرتب السور[1] انتہی واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

قرآن مجید کی تالیف عہدِ نبوی میں ہوئی۔ صحیفوں میں جمع زمانہ صدیقی میں ہوا اور مصاحف میں اس کی کتابت زمانۂ عثمانی میں ہوئی۔ بے شک سارا قرآن مجید نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ میں لکھا ہوا تھا لیکن وہ سارا یکجا لکھا ہوا نہیں تھا اور نہ ہی سورتیں ترتیب وار لکھی ہوئی تھیں۔ (ت) واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴۹ از پٹنہ عظیم آباد ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو جامع قرآن مجید کس رُو سے کہتے ہیں؟ اس کا جواب کتبِ احادیث وتواریخ سے تحریر فرمائیں۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

قرآن عظیم کا جامع حقیقی اللہ تعالٰی ہے، قال جل وعلا :

انّ علینا جمعہ وقراٰنہ[2] بے شک ہمارے ذمّے ہے قرآن کا جمع کرنا اور پڑھنا۔

پھر جامع عزوجل کے مظہر اول واتم واکمل حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہوئے۔ آیاتِ قرآنیہ اسی ترتیب جمیل پر کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے مطابق ترتیب لوحِ محفوظ حسبِ تبلیغ جبریل وتعلیمِ جلیل صاحبِ تنزیل صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم زمانۂ اقدس میں اپنی اپنی سُورتوں میں جمع ہولیں، قرآن عظیم ۲۳ برس میں حسبِ حاجت عبادت متفرق آیتیں ہوکر اُترا، کسی سُورت کی کچھ آیات اتریں پھر دوسری سورت کی آیتیں آئیں پھر سورتِ اولٰی کی نازل ہوتیں، حضور پُرنور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہربار ارشاد فرماتے کہ یہ آیات فلاں سورت کی ہیں فلاں آیت کے بعد فلاں کے پہلے رکھی جائیں

---

[1] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن دارالکتاب العربی بیروت ۷/ ۴۴۶
[2] القرآن الکریم ۷۵/ ۱۷

Marfat.com

ابی حدثنی عمی حدثنی ابی عن ابیہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما ان رجلا یقال لہ ثعلبۃ ابن ابی حاطب اخلف ما وعدہ فقص اللہ تعالٰی شانہ فی القراٰن ومنہم من عاھد اللہ الٰی قولہ یکذبون[1]

مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا اس نے کہا مجھ سے میرے چچا نے بیان کیا اس نے کہا مجھ سے میرے باپ نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا انھوں نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ایک شخص کو ثعلبہ بن ابی حاطب کہا جاتا ہے جس نے اللہ تعالٰی کے ساتھ کئے ہوئے وعدے کی خلاف ورزی کی اللہ تعالٰی نے اس کے حال کو قرآن مجید میں بیان فرمایا یعنی "ومنہم من عٰھد اللہ" سے "یکذبون" تک۔ (ت)

تفسیر معالم میں ہے:

قال الحسن ومجاھد نزلت فی ثعلبۃ بن ابی حاطب[2] الخ۔

امام حسن اور مجاہد نے کہا یہ آیت ثعلبہ بن ابی حاطب کے بارے میں نازل ہوئی الخ (ت)

تفسیر ابن جریر وثعلبی وغیرہم میں حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی:

فانزل اللہ تعالٰی فیہ ومنہم من عاھد اللہ الخ وعند رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رجل من اقارب ثعلبۃ فسمع ذٰلك فخرج حتی اتاہ فقال ویحك یا ثعلبۃ قد انزل اللہ فیك کذا وکذا فخرج ثعلبۃ حتی اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

تو اللہ تعالٰی نے اس کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی" اور ان میں کوئی وہ ہیں جنھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا" الخ اس وقت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس ثعلبہ کے قریبی رشتہ داروں میں سے ایک شخص موجود تھا جس نے اس آیت کو سُنا تو وہ وہاں سے نکلا اور ثعلبہ کے پاس آکے کہا اے ثعلبہ! تیرے لئے ہلاکت ہو اللہ تعالٰی نے تیرے بارے میں ایسا ایسا حکم نازل فرمایا ہے۔ تو ثعلبہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس

---

[1] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ ۹/۷۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۰/۲۱۳

[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) ؍؍ ؍؍ ؍؍ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۲۶۴

Marfat.com

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ کیا ہم کیونکر کریں۔ فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عرض کیا کہ اگرچہ حضور پرنور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے نہ کیا مگر واللہ وہ کام خیر کا ہے بالآخر رائے صدیق بھی موافق ہوئی اور زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلاکر فرمان خلافت نسبت جمع کتاب اللہ صادر ہوا زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی وہی شبہہ پیش کہ کیونکر کیجئے گا وہ کام جو حضور سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے نہ کیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے وہی جواب دیا کہ اگرچہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ کیا مگر واللہ وہ کام خیر کا ہے یہاں تک کہ صدیق وفاروق و زید بن ثابت وجملہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے اجماع سے یہ مسئلہ طے ہوا اور قرآن عظیم متفرق مواضع سے جمع کرلیا گیا اور وہابیہ کا یہ شبہہ جس پر آدھی وہابیت کا دارومدار ہے کہ جو فعل حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے نہ کیا دوسرا کیا اُن سے زیادہ مصالح دین جانتا ہے کہ اُسے کرے گا باجماع صحابہ مردود قرار پایا، والحمد للہ رب العالمین، سُوَرِ قرآنیہ اگرچہ متفرق مواقع سے ایک مجموعہ میں مجتمع ہوگئی تھیں اور وہ مجموعہ صدیق پھر فاروق پھر ام المومنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس تھا مگر ہنوز تین کام باقی تھے:

(۱) ان مجموع صحیفوں کا ایک مصحفِ واحد میں نقل ہونا۔

(۲) اُس مصحف کے نسخے معظم بلادِ اسلام مملکت اسلامیہ کے عظیم عظیم قسمتوں میں تقسیم ہونا۔

(۳) رخصت سابقہ کی بنا پر جو بعض اختلافات لہجہ کے آثار کتابت قرآن عظیم میں متفرق لوگوں کے پاس تھے اور وہ قرآن عظیم کے حقیقی اصل منزل من اللہ ثابت مستقر غیر منسوخ لہجے سے جُدا تھے دفع فتنہ کے لئے اُن کا محو ہونا۔

یہ تینوں کام حفظ حافظ حقیقی جامع ازلی جلالہ نے اپنے تیسرے بندے امیر المومنین جامع القرآن ذی النورین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لیا اور قرآن عظیم کا جمع کرنا حسبِ وعدۂ الٰہیہ تام وکامل ہوا اس لئے اس جناب کو جامع القرآن کہتے ہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی

عفی عنہ بمحمدن المصطفےٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادری
احمد رضا خاں

Marfat.com

اقول یہ حدیث ابی امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ جس میں بجائے ابن ابی حاطب، ابن حاطب کہا۔ ابن جریر و بغوی و ثعلبی و ابن السکن و ابن شاہین و باوردی سب کے یہاں بطریق معاذ ابن رفاعہ عن علی بن یزید عن القاسم عن ابی امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے، اور علی بن یزید میں کلام معلوم ہے۔ حافظ الشان نے تقریب میں فرمایا: ضعیف[۱]۔ امام دارقطنی نے فرمایا: متروک[۲]۔ امام بخاری نے فرمایا: منکر الحدیث[۳]۔ اور فرمایا:

کل من اقول فیہ منکر الحدیث لاتحل الروایۃ عنہ[۴] — جسے میں منکر الحدیث کہوں اس سے روایت حلال نہیں۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۱ (سوال مذکور نہیں) ۲۸ صفر ۱۳۳۸ھ

الجواب

(بجواب مسئلہ مولوی حکیم غلام محی الدین صاحب لاہوری)

فقیر کی رائے قاصر یہ ہے کہ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ پیش نظر رکھا جائے اور اس میں چار تبدیلیں محفوظ رہیں:

(۱) وہ الفاظ کہ متروک یا نامانوس ہوگئے، فصیح و سلیس و رائج الفاظ سے بدل دیئے جائیں۔

(۲) مطلب اصح جس کے مطالعہ کو جلالین کہ اصح الاقوال پر اقتصار کا جن کو التزام ہے بس ہے، ہاتھ سے نہ جائے۔

(۳) اصل معنی لفظ اور محاورات عرفیہ دونوں کے لحاظ سے ہر مقام پر اس کے کمال پاس رہے، مثلاً غیر المغضوب علیہم[۵] کا یہ ترجمہ کہ جن پر غصہ ہوا یا تو نے غصہ کیا، فقیر کو سخت ناگوار ہے۔ غصہ کے اصل معنی اُچھو کے ہیں یعنی کھانے کا گلے میں پھنسنا، جیسے طعاماً ذا غصۃ[۶] فرمایا۔

---

[۱] تقریب التہذیب ترجمہ علی بن یزید ۴۸۳۳ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۷۰۵

[۲] میزان الاعتدال بحوالہ الدارقطنی ترجمہ علی بن یزید ۵۹۶۶ دارالمعرفۃ بیروت ۳/۱۶۱

[۳] میزان الاعتدال 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[۴] 〃 〃 ترجمہ ابان بن جبلہ ۳ 〃 〃 ۱/۶

[۵] القرآن الکریم ۱/۷

[۶] 〃 〃 ۷۳/۱۳

Marfat.com

علیہ وسلم میں جنگ اُحد میں شہید ہوئے۔ اور یہ منافق زمانہ خلافت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں مرا۔ جب اس نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا اور آیۂ کریمہ میں اس کی مذمت میں اتری۔ حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں زکوٰۃ لے کر حاضر ہوا حضور نے قبول نہ فرمائی۔ پھر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں لایا انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے تیری زکوٰۃ قبول نہ فرمائی اور میں قبول کر لوں، ہرگز نہ ہوگا۔ پھر خلافتِ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حاضر لایا، فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم و ابوبکر قبول نہ فرمائیں اور میں لے لوں یہ کبھی نہ ہوگا۔ پھر خلافتِ عثمٰن ذی النورین غنی رضی اللہ عنہ میں لایا، فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم و صدیق و فاروق نے قبول نہ فرمائی میں بھی نہ لوں گا۔ آخر انھیں کی خلافت میں مر گیا۔

اللہ عزّ وجل اہلِ بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نسبت فرما چکا:

اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم۔[1] جو چاہو کرو میں تمھیں بخش چکا۔

اور اس منافق کے باب میں فرماتا ہے:

فاعقبہم نفاقا فی قلوبہم الی یوم یلقونہ[2] اس کے پیچھے اللہ نے اُن کے دلوں میں نفاق پیدا کیا کہ مرتے دم تک نہ جائے گا۔

حاشا اللہ نور و ظلمت کیونکر جمع ہو سکتے ہیں۔

امام حافظ الشان اصابہ میں فرماتے ہیں:

ثعلبۃ بن حاطب بن عمرو الانصاری ذکرہ موسٰی بن عقبۃ و ابن اسحٰق فی البدریین وکذا ذکرہ ابن الکلبی وزاد انہ قتل باحد[3] ثعلبہ بن حاطب بن عمرو انصاری کو موسٰی بن عقبہ اور ابن اسحاق نے اہلِ بدر میں ذکر کیا۔ اسی طرح ابن کلبی نے ذکر کیا اور یہ اضافہ کیا کہ وہ اُحد میں شہید ہوئے۔ (ت)

تفسیر امام ابن جریر میں ہے:

حدثنی محمد ابن سعد حدثنی مجھ سے محمد بن سعد نے بیان کیا انھوں نے کہا

---

[1] کنز العمال حدیث ۳۷۹۵۷ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴/۶۹

[2] القرآن الکریم ۹/۷۷

[3] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ترجمہ ۹۲۷ دار صادر بیروت ۱/۱۹۸

Marfat.com

مسئلہ ۲۵۲: مسئولہ جناب محمد یعقوب صاحب بریلی ۵ ربیع الاول ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جب اللہ عزوجل نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کرنے کا حکم ملائکہ کو دیا اور ابلیس نے سجدہ نہ کیا، اس پر ارشاد ہوا: استکبرت ام کنت من العالین[1] کیا تو نے تکبر کیا، کیا تو عالین سے تھا۔ یہ عالین کون لوگ ہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان کیجئے اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

عالی بمعنی متکبر ہے، قال اللہ تعالٰی:

ثم ارسلنا موسٰی واخاہ ھارون باٰیٰتنا وسلطٰن مبین۔ الٰی فرعون وملائہ فاستکبروا وکانوا قوما عالین[2] پھر ہم نے موسٰی اور اس کے بھائی ہارون کو اپنی نشانیوں اور روشن حجت کے ساتھ فرعون اور اس کے جتھے کی طرف بھیجا تو انھوں نے تکبر کیا اور وہ تھے ہی متکبر لوگ۔

تو معنی آیت یہ ہوئے کہ رب عزوجل نے شیطانِ لعین سے فرمایا کہ تو نے جو آدم کو سجدہ نہ کیا یہ ایک تکبر تھا کہ اس وقت تجھے پیدا ہوا، یا تو قدیم سے متکبر ہی تھا۔ تفسیر ابن جریر میں ہے:

یقول تعالٰی لابلیس تعظمت عن السجود لاٰدم فترکت السجود لہ استکبارا علیہ ولم تکن من المتکبرین العالین قبل ذٰلک ام کنت من العالین یقول ام کنت کذٰلک من قبل ذا علو وتکبر علی ربک[3] اللہ تعالٰی نے ابلیس سے فرمایا تو نے حضرت آدم کے سجدہ سے اپنے کو بڑا سمجھا اور اُن پر بڑائی ظاہر کرتے تُو نے سجدہ ترک کیا دراصل تُو متکبرین میں سے نہ تھا، یا یہ کہ پہلے ہی سے اپنے رب پر علو و تکبر ظاہر کرنے والا تھا۔

یا یہ کہ تکبر خاص تجھی میں پیدا ہوا یا تیری قوم ہی متکبر ہے۔ معالم میں ہے:

"ام کنت من العالین" المتکبرین یقول استکبرت بنفسک ام کنت من القوم الذین یا تو عالین متکبرین میں سے تھا۔ فرماتا ہے کہ تُو نے خود ہی تکبر کیا، یا تو متکبرین کے گروہ

---

[1] القرآن الکریم ۳۸/ ۷۵

[2] القرآن الکریم ۲۳/ ۴۵ و ۴۶

[3] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ ۳۸/ ۷۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۳/ ۲۱۶

Marfat.com

فسأله ان يقبل منه صدقته فقال ان الله منعني ان اقبل منك صدقتك ثم اتى ابا بكر حين استخلف فقال اقبل صدقتي فقال ابوبكر لم يقبلها رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وانا اقبلها؟ فلما ولى عمر اتاه فقال يا امير المؤمنين اقبل صدقتي فقال لم يقبلها رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ولا ابوبكر وانا لا اقبلها ثم ولى عثمان فاتاه فسأله فقال لم يقبلها رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ولا ابوبكر ولا عمر رضوان الله تعالىٰ عليهما وانا لا اقبلها منك فلم يقبلها منه وهلك ثعلبة فی خلافة عثمان رضی الله تعالیٰ عنه[1] اھ مختصرًا۔

حاضر ہوا اور درخواست کی کہ اس کا صدقہ قبول کیا جائے تو نبی کریم صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالٰے نے مجھے منع فرما دیا ہے کہ میں تیرا صدقہ قبول کر وں۔ پھر جب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنے تو ثعلبہ نے ان کے پاس آکر کہا میرا صدقہ قبول کرلیں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰے عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبول نہیں فرمایا اور میں قبول کرلوں؟ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المومنین بنے تو ثعلبہ نے آکر کہا اے امیر المومنین! میرا صدقہ قبول فرمالیں تو آپ نے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اسے قبول نہیں فرمایا اور نہ ہی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اسے قبول فرمایا اور میں بھی اس کو قبول نہیں کرتا۔ پھر جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المومنین بنے تو اس نے آکر صدقہ قبول کرنے کی درخواست پیش کی آپ نے فرمایا اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبول نہیں فرمایا اور نہ ہی ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے قبول فرمایا تو میں بھی اسے قبول نہیں کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے قبول نہیں فرمایا اور آپ ہی کی خلافت میں ثعلبہ مرگیا اھ اختصار(ت)

یہ سب اس حدیث ثعلبہ کی تسلیم پر ہے، ورنہ وہ سرے سے ثابت الصحت نہیں۔

امام ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں فرمایا:

ان صح الخبر ولا اظنه یصح[2]

اگر یہ خبر صحیح ہو اور میں اسکو صحیح گمان نہیں کرتا(ت)

---

[1] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ ۹/۷۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۰/۲۱۴

[2] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ترجمہ ۹۲۸ دار صادر بیروت ۱/۱۹۸

Marfat.com

نکاحِ اقدس سے مشرف ہوں گی۔ ان کی شانِ کریم :

لم یمسسنی بشر ولم اک بغیا۔[1] نہ مجھے کسی نے ہاتھ لگایا اور نہ میں بدکار ہوں۔

ظاہر ہے کہ بعد ولادت بھی صادق ہے، اور یہی معنی بکریت ہے۔ رہا بکارت بمعنی پردۂ عروق کا زوال، اوّلاً اس ولادتِ معجزہ میں ہونا کیا ضرور اور اس کا کہاں ثبوت۔ جو بے باپ کے پیدا کرسکتا ہے بے زوالِ بکارت ولادت دینے پر بھی قادر ہے۔ بکر کے لئے بھی منفذ ہوتا ہے جس سے خون آتا ہے اور بالفرض اس کا زوال ہو بھی تو وہ منافیِ بکریت نہیں۔ بہت ابکار کا یہ پردہ کسی صدمہ یا خونِ حیض کی حدت وغیرہ سے جاتا رہتا ہے، مگر وہ بکر سے ثیب، نارسیدہ سے شوہر دیدہ نہیں ہوجاتیں بلکہ حقیقۃً بھی بکر ہوتی ہیں، اور حکمِ شرع میں بھی بکر ہی رہتی ہیں۔ ان کا نکاح ابکار کی طرح ہوتا ہے اور وہ ابکار کے لئے وصیت میں داخل ہوتی ہیں۔ تنویر الابصار میں ہے :

من زالت بکارتها بوثبة او درور حیض او جراحة او کبر بکر حقیقة۔[2] جس کا پردۂ بکارت کودنے، حیض آنے یا زخم یا زیادتیِ عمر کی وجہ سے زائل ہوا وہ عورت حقیقۃً باکرہ ہے۔

فتاوٰی ظہیریہ اور ردالمحتار میں ہے :

البکر اسم لامرأة لم تجامع بنکاح ولا غیرہ۔[3] باکرہ اس عورت کو کہتے ہیں جس سے یہ نکاح یا بلا نکاح صحبت نہ کی گئی ہو۔

بحر و شامی میں ہے :

حاصل کلامهم ان الزائل فی هذه المسائل العذرة ای الجلدة التی علی المحل لا البکارة فکانت بکرا حقیقة وحکما ولهذا تدخل فی الوصیة لابکار ان کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ ان مسائل میں عذرہ زائل ہوئی ہے یعنی وہ جھلی جو شرمگاہ میں ہوتی ہے، تو عورت ان صورتوں میں حقیقۃً اور حکماً ہر طرح باکرہ ہوتی ہے۔ اس لئے اگر کسی نے بنی فلاں کی باکرہ عورتوں کے لئے

---

[1] القرآن الکریم ۱۹/ ۲۰

[2] الدرالمختار شرح تنویر الابصار کتاب النکاح باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۲

[3] ردالمحتار کتاب النکاح باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۰۲

Marfat.com

اس سے استعارہ کرکے ایسے غضب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جسے آدمی کسی خوف یا لحاظ سے ظاہر نہ کرسکے، گویا دل کا جوش گلے میں پھنس کر رہ گیا۔ عوام کہ دقائقِ کلام سے آگاہ نہیں، فرق نہ کریں۔ مگر اصل حقیقت یہی ہے کہ علماء پر اس کا لحاظ لازم ہے۔ ترجمہ یوں ہُوا: "نہ ان کی جن پر تُو نے غضب فرمایا' یا جن پر تیرا غضب ہے' یا جن پر غضب ہوا' یا جو غضب میں ہیں۔" خیال کرنے سے ان کے ترجمہ میں اس کی بہت سی نظائر معلوم ہوسکتی ہیں۔

(۴) سب سے اہم واعظم واقدم والزم مراعات ومتشابہات کہ ان میں ہمارے ائمہ کرام سے دو مذہب ہیں:

اوّل ہم نصوص پر ایمان لائے۔ نہ تاویل کریں نہ اپنی رائے کو دخل دیں' اٰمنّا بہ کل من عند ربّنا[1] (ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔ ت) معنی ہمیں معلوم ہی نہیں، ان سے اگر قولہ تعالیٰ ثم استوی الی السماء[2] کا ترجمہ کرائیے تو وہ فرمائیں گے: "پھر استواء فرمایا آسمان کی طرف" اگر پُوچھئے استوٰی کے کیا معنیٰ' تو لا ندری (ہم نہیں جانتے۔ ت) سے جواب ملے گا۔

دوم تاویل کہ متاخرین نے تفہیم جہال کے لئے اختیار کیا کہ کسی خوبصورت معنی کی طرف پھیر دیں جس کا ظاہر شانِ عزت پر محال نہ ہو۔ اور طرف تجویز وتجارب میں لفظِ کریم سے قرب بھی رکھتا ہو۔ ان سے اگر آیۂ کریمہ مذکورہ کا ترجمہ کرائیے تو وہ کہیں گے: "پھر آسمان کی طرف قصد فرمایا" مگر یہ کہ تفویض چھوڑیں اور تاویل بھی نہ کریں بلکہ معنیٰ محال وظاہر کا صریح ادا کرنے والا لفظ قائم کردیں جیسے کریمہ مذکورہ کا ترجمہ "پھر چڑھ گیا آسمان کو" کہ چڑھنا اور اترنا شانِ عزت پر محال قطعی اور جہال کے لئے معاذاللہ موہم بلکہ مصرح بہ جسمانیت ہے۔ یہ ہمارے ائمہ متقدمین کا دین نہ متاخرین کا مسلک۔ اس سے احتراز فرض قطعی ہے۔ فقیر نے جہاں تک دیکھا ترجمہ منسوبہ بحضرتِ قدسی منزلت سیدنا مصلح الدین سعدی قدس سرّہ العزیز اس عیب مشابہ سے پاک ومنزّہ ہے، ان میں اس سے مدد لی جائے، و باللہ التوفیق۔ واللہ سبحانہ' وتعالیٰ اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/۷

[2] " " ۲/۲۹

Marfat.com

معہذا انبیاء علیہم السلام میں احتیاط یہ ہے کہ :

اٰمنّا بانبیاء اللہ جمیعا لا نفرق بین احد من رسلہ۔ ہم تمام انبیاء پر ایمان لائے ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے۔

کہ بعض پر ایمان لائیں اور معاذ اللہ بعض پر نہیں، جیسا کہ یہود و نصارٰی خذلہم اللہ تعالٰی نے کیا۔ اور بالیقین کسی کو نبی ماننے کے لئے تواتر شرط ہے، یہاں احاد کافی نہیں لما تقرران الاحاد لا تفید الاعتماد فی مثل الاعتقاد واللہ الھادی الٰی سبیل الرشاد (کیونکہ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ اخبار احاد اعتقادیات جیسے امور میں اعتماد کا فائدہ نہیں دیتیں اور اللہ تعالٰی ہی راہِ ہدایت عطا فرمانے والا ہے۔ ت) واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ ۲۵۶: مسئولہ سید شرف حسین صاحب ہیڈ محرر سلطان پور ضلع سہارن پور ۲۸ محرم ۱۳۳۲ھ

مطلع فرمائیے کہ "اولی الامر منکم"[1] (اور ان کا حکم مانو جو تم میں حکومت والے ہیں۔ ت) کی بابت رشید احمد صاحب "علماء و فقہاء" تجویز فرماتے ہیں اور بعض علماء نے "بادشاہِ اسلام" مراد لیا ہے۔ لہٰذا آپ اپنی رائے بابت "اولی الامر" کے تجویز فرمائیے کہ کون ہیں جن کی اطاعت قرینِ اطاعت جناب رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے۔ اور نیز یہ بھی تحریر فرمائیے کہ جس نے امامِ وقت کو نہ پہچانا اس کی موت جاہلیت پر ہوگی اس کا کیا مطلب ہے؟ اور یہ بھی تحریر فرمائیے کہ جس وقت یزید ملعون تخت نشین تھا آیا وہ بھی "اولی الامر منکم" میں شامل ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو اس وقت کون "اولی الامر" تھا۔ مفصل و مشرح "اولی الامر" کے معنی اس وقت سے اس وقت تک کے تحریر فرمائیے۔

الجواب

"اولی الامر" میں اصح القول یہی ہے کہ اس سے مراد علمائے دین ہیں کما نص علیہ الزرقانی وغیرہ (جیسا کہ اس پر زرقانی وغیرہ نے نص فرمائی ہے۔ ت) نہ کہ سلاطین جن کے بہت احکام خلافِ شرع ہوتے ہیں۔ یزید پلید کے وقت میں بکثرت صحابہ کرام و تابعین اعلام تھے وہی "اولی الامر" تھے نہ کہ یزید علیہ مایستحقہ۔ ہر رسالت کے زمانہ میں وہ رسول اور اس کی کتاب امام ہوتی ہے قال تعالٰی کتٰب موسٰی اماما ورحمۃ[2] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: موسٰی علیہ السلام کی

---

[1] القرآن الکریم ۴/۵۹

[2] القرآن الکریم ۴۶/۱۲

Marfat.com

میں سے تھا تو سجدہ سے تکبّر کیا۔ (ت) یتکبرون فتکبرت عن السجود لکونك منهم[1]
یا عالین کو بمعنیٰ بلند و رفیع المرتبت لیں، اور معنیٰ یہ ہوں کہ تُو نے جو سجدہ نہ کیا یہ تیرا تکبر تھا کہ واقع میں تجھے آدم پر بڑائی نہیں اور براہِ غرور آپ کو بڑا ٹھہرایا، یا واقع ہی میں تجھے اس پر فضیلت۔ بیضاوی میں ہے:

"استکبرت ام کنت من العالین" تکبرت من غیر استحقاق اوکنت ممن علا واستحق التفوق[2]

تُو نے تکبر کیا یا عالین میں سے تھا۔ مطلب یہ کہ بے استحقاق کے تو غرور میں مبتلا ہوا یا ان میں سے تھا جن کو بلندی اور تفوق حاصل ہے۔

اور یہ معنیٰ نہیں کہ ملائکہ میں کوئی گروہ عالین ہے کہ وہ حکمِ سجود سے مستثنیٰ تھا وان وقع فی کلام سیدنا الشیخ الاکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اگرچہ ہمارے سردار شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام میں واقع ہوا ہے۔ ت) رب عزوجل نے متعدد تاکیدوں سے مؤکد فرمایا۔ فسجد الملٰئکۃ کلهم اجمعون[3] تمام، جمیع، سب ملائکہ نے سجدہ کیا۔ فاللام للاستغراق واکدت بکل واکد باجمعون (لام استغراق کے لئے ہے پھر لفظ کل اور اجمعون کے ساتھ تاکید لائی گئی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵۳ تا ۲۵۵ از ملک بنگال ضلع فریدپور موضع پٹورا کاندے مرسلہ محمد شمس الدین صاحب

(۱) بعد ولادتِ حضرت عیسٰی علیہ السلام حضرت مریم بنتِ عمران باکرہ تھیں یا نہیں؟
(۲) قرآن مجید میں ناسخ کی آیتیں کتنی ہیں اور منسوخ کتنی؟
(۳) آنحضرت اور حضرت عیسٰی علیہما الصلوٰۃ والسلام کے درمیان کوئی اور رسول تھے یا نہیں؟

الجواب

(۱) سیدنا عیسٰی کلمۃ اللہ علیٰ نبینا الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ولادت کے بعد بھی حضرت بتول طیبہ طاہرہ سیدتنا مریم بکر تھیں، بکر ہی رہیں، اور بکر ہی اٹھیں گی، اور بکر ہی جنت النعیم میں داخل ہوں گی یہاں تک کہ حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیہم اجمعین کے

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت آیۃ ۳۸/ ۷۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۶۰
[2] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) " " دار الفکر بیروت ۵/ ۵۵
[3] القرآن الکریم ۳۸/ ۷۳

Marfat.com

وفی الحدیث من قتل دون اھلہ فھو شہید[1] ای امامھم فی حفظھم والدفاع عنھم۔ وفی الحدیث لیس دونہ تعالٰی منتھی[2] ای ورائہ۔ وقد جمعھا قولہ فی الخمر ع: تریك القذی من دونھا وھی دونہ[3]

اور حدیث میں ہے جو اپنے اہل وعیال کے سامنے قتل کیا گیا وہ شہید ہے یعنی ان کے سامنے ان کا دفاع کرتے ہوئے۔ اور حدیث میں ہے اللہ تعالٰی سے آگے کوئی منتہی نہیں۔ (ت)

اور شراب سے متعلق شاعر کے قول نے ان معانی کو جمع کردیا ہے "یہ شراب تجھے دکھاتی ہے کہ تنکا اس کے آگے ہے اور وہ اس کے پیچھے ہے۔ (ت)

(۷) حقیر، ع:
ویقنع بالدون من کان دونا[4]

حقیر، حقیر چیز پر قناعت کرلیتا ہے وہ جو حقیر ہوتا ہے۔ (ت)

(۸) شریف،
حکاہ بعض النحاۃ وقال المجد علیہ ضد[5]۔

شریف، بعض نحویوں نے اس کو حکایت کیا ہے، اور مجد نے کہا کہ یہ پہلے معنی کی ضد ہے (ت)

(۹) نزدیک تر بچیزے بہ نسبت مضاف الیہ۔
ووجد من دونھم امرأتین تذودان[6]۔

مضاف الیہ کی بہ نسبت زیادہ قریب چیز۔ اور اس نے ان مردوں کے قریب دو عورتوں کو دیکھا جو اپنے جانور روک رہی ہیں۔ (ت)

(۱۰) مقارب مضاف الیہ مکانا مکانۃ۔

مضاف الیہ کے قریب مکان ——

---

[1] جامع الترمذی ابواب الدیات باب ماجاء فیمن قتل دون مالہ فھو شہید الخ امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۷۰
[2] مجمع بحارالانوار باب الدال مع الواو تحت لفظ "دون" مکتبہ دارالایمان المدینۃ المنورۃ ۲/ ۲۱۶
[3] تاج العروس باب النون فصل الدال تحت لفظ "دون" داراحیاء التراث العربی بیروت ۹/ ۲۰۳
[4] " " " " " " " "
[5] القاموس المحیط " " " " " مصطفی البابی مصر ۴/ ۲۲۵
[6] القرآن الکریم ۲۸/ ۲۳

Marfat.com

بنی فلان[1] واللہ تعالٰی اعلم — وصیت کی تو یہ بھی ان میں داخل ہوگی (ت)

(۲) اس میں اختلافِ کثیرہ ہیں۔ حازمی کی کتاب الناسخ والمنسوخ اور اتقان وغیرہ میں مفصل بیان ہے اور اختلاف کا بڑا منشاء اختلافِ اصطلاح بھی ہے کما لایخفی علی من سیر ونظر وتامل وتدبر (جیساکہ اس شخص پر پوشیدہ نہیں جو گھوما پھرا، دیکھا اور غور وفکر کیا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۳) رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا اولی الناس بعیسی بن مریم فی الدنیا والاٰخرۃ لیس بینی وبینہ نبی۔ رواہ احمد[2] والشیخان وابوداؤد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

دنیا وآخرت میں سب سے زیادہ عیسٰی ابن مریم کا ولی میں ہوں، مجھ میں اور ان میں کوئی نبی نہیں (اس کو امام احمد، بخاری، مسلم اور ابوداؤد نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

دوسری حدیث میں ہے کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

انا دعوۃ ابراھیم وکان اٰخر من بشر بی عیسٰی بن مریم۔ رواہ الطیالسی[3] وابن عساکر وغیرھما عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالٰی عنہ، حدیث صحیحین اصح ماورد فی الباب، فلایعارضہ مایذکر من حدیث خالد بن سنان وغیرہ۔

میں اپنے باپ ابراہیم کی دُعا ہوں اور سب میں پچھلے میری بشارت دینے والے عیسٰی علیہم الصلوٰۃ والسلام تھے (اس کو طیالسی اور ابن عساکر وغیرہ نے سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ صحیحین کی حدیث اس باب میں صحیح ترین ہے، لہذا خالد بن سنان وغیرہ کی روایت سے مذکور حدیث اس کا معارضہ نہیں کرسکتی۔ ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۰۲

[2] صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب قول اللہ تعالٰی واذکر فی الکتاب مریم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۸۹ و ۴۹۰
صحیح مسلم کتاب الفضائل ۲/ ۲۶۴ و ۲۶۵ و سنن ابی داؤد ۲/ ۲۸۶
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۱۹

[3] کنز العمال حدیث ۳۱۸۰۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۰۵

Marfat.com

رسالہ

الصمصام علی مشکک فی اٰیۃ علوم الارحام ۱۳۱۵ھ

(کاٹنے والی تلوار اس شخص کی گردن پر جو علومِ ارحام سے تعلق رکھنے والی آیتوں میں شک ڈالنے والا ہے)

مسئلہ ۲۵۸ از عظیم آباد پٹنہ محلہ لودی کٹرہ مرسلہ مولانا مولوی قاضی محمد عبدالوحید صاحب حنفی فردوسی نہم جمادی الاولٰی ۱۳۱۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

حضرت اقدس قبلہ وکعبہ مدظلہ دست بستہ تسلیم، اس کے بعد التجا ہے ایک ضروری مسئلہ جلد اندر ہفتہ مدلل ومکمل عقلی ونقلی طور پر لکھ کر ایک مسلمان کی جان بلکہ ایمان کی حفاظت کیجئے، عنداللہ ماجور ہوں گے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اللہ پاک قرآن میں فرماتا ہے کہ پیٹ کا حال کوئی نہیں جانتا کہ بچہ ذکور سے ہے یا اناث سے، حالانکہ ایک آلہ نکلا ہے جس سے سب حال معلوم ہو جاتا ہے اور پتا ملتا ہے۔

کمترین خادمان
عبدالوحید حنفی الفردوسی منتظم تحفہ عفاء اللہ تعالٰی عنہ

Marfat.com

کتاب پیشوا اور مہربانی ہے۔ ت) زمانہ ختمیت میں آخر دہر تک قرآن عظیم و حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امام ہیں، جس نے انھیں نہ پہچانا ظاہر کہ وہ جاہلیت کی موت مرا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۷ مسئولہ جناب حافظ سید عبدالجلیل صاحب مارہروی ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک خطبہ میں ہے لایکلف اللّٰہ نفسا الا دون وسعھا، یہ پڑھنا کیسا ہے اور یہاں دون کا محل کیا ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

آیۂ کریمہ بدونِ "دون" ہے، خطبہ میں اگرچہ نہ وہ آیت ہونا ضرور، نہ قرآنِ عظیم سے اقتباس محذور، مگر زیادتِ موہمہ خلافِ مراد محذور۔

دون زبانِ عرب میں دس معنی پر مشتمل ہے:

(۱) غیر، ائفکا اٰلھۃ دون اللّٰہ تریدون[1]، ای غیرہ[2]۔ غیر، کیا بہتان سے اللہ تعالٰی کے سوا اور خدا چاہتے ہو یعنی اس کا غیر۔ (ت)

(۲) تحت[3]، ومنا دون ذٰلك[4]۔ تحت، اور ہم میں سے کچھ اس سے کمتر ہیں (ت)

(۳) فوق، فھی اذن من الاضداد کما افادہ المجد[5]۔ فوق، تو اس صورت میں یہ اضداد کے قبیلہ سے ہوگا جیسا کہ مجد نے اس کا افادہ فرمایا ہے (ت)

(۴) اقل، لیس فیما دون خمس اواق صدقۃ[6]۔ اقل، پانچ اوقیہ سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے (ت)

(۵ و ۶) وراء و امام، یعنی اِس پار یا اُس پار ؎

کیف الوصول الٰی سعاد و "دونھا" قلل الجبال و دونھن حتوف[7]

وراء و امام، سعاد تک کیسے پہنچا جا سکتا ہے حالانکہ اس کے سامنے بلند چوٹیوں والے پہاڑ ہیں اور ان کے پیچھے موتی ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۷/ ۸۶

[2] جلالین تحت الآیۃ ۳۷/ ۸۶ اصح المطابع ص ۳۷۶

[3] تاج العروس باب النون فصل الدال تحت لفظ "دون" دار احیاء التراث العربی بیروت ۹/ ۲۰۳

[4] القرآن الکریم ۷۲/ ۱۱

[5] القاموس المحیط باب النون فصل الدال تحت لفظ "دون" مصطفی البابی مصر ۴/ ۲۲۵

[6] صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ ۱/ ۱۸۹ و ۱۹۴، صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ ۱/ ۳۱۵ [illegible] ۲/ ۱۹۵

Marfat.com

وما تغیض الارحام وما تزداد ط وکل شیء عندہ بمقدار ○ علم الغیب والشہادۃ الکبیر المتعال ○[۱]

اور جتنے سمٹتے ہیں پیٹ اور جتنے پھیلتے یا جو کچھ گھٹتے ہیں اور جو کچھ بڑھتے اور ہر چیز اس کے یہاں ایک اندازے سے ہے جاننے والا نہاں وعیاں کا سب سے بڑا بلندی والا۔

سورۂ حج شریف میں فرماتا ہے:

ونقر فی الارحام ما نشاء الی اجل مسمّی[۲]

اور ہم ٹھہرائے رکھتے ہیں مادہ کے پیٹ میں جو کچھ چاہیں ایک مقرر وعدے تک۔

سورۂ لقمان شریف میں فرماتا ہے:

ان اللہ عندہ علم الساعۃ ج وینزل الغیث ج ویعلم ما فی الارحام ط وما تدری نفس ماذا تکسب غدا ط وما تدری نفس بای ارض تموت ط ان اللہ علیم خبیر[۳]

بیشک اللہ ہی کے پاس ہے علم قیامت کا اور اتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ کسی مادہ کے پیٹ میں ہے اور کوئی جی نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا اور کسی کو اپنی خبر نہیں کہ کہاں مرے گا بیشک اللہ ہی جاننے والا خبردار۔

اور سورۂ ملائکہ شریف میں فرماتا ہے:

واللہ خلقکم من تراب ثم من نطفۃ ثم جعلکم ازواجا ط وما تحمل من انثی ولا تضع الا بعلمہ ط وما یعمر من معمر ولا ینقص من عمرہ الا فی کتب ط ان ذلک علی اللہ یسیر[۴] ○

اللہ نے بنایا تمھیں مٹی سے پھر منی سے پھر کیا تمھیں جوڑے جوڑے اور نہیں گابھن ہوتی کوئی مادہ اور نہ جنے مگر اس کے علم سے اور نہ کوئی عمر والا عمر دیا جائے اور نہ گھٹایا جائے اس کی عمر سے مگر یہ سب لکھا ہے ایک نوشتہ میں بیشک یہ سب اللہ کو آسان ہے۔

سورہ حم السجدہ شریف میں فرماتا ہے:

الیہ یرد علم الساعۃ ط

اللہ ہی کی طرف پھرا جاتا ہے علم قیامت کا

---

۱ القرآن الکریم ۱۳/ ۸ و ۹

۲ القرآن الکریم ۲۲/ ۵

۳ القرآن الکریم ۳۱/ ۳۴

۴ القرآن الکریم ۳۵/ ۱۱

Marfat.com

هذا دونك[1] ای قریب۔ یہ تیرے قریب ہے (ت)

ظاہر ہے کہ معنی ۷، ۸ کو تو یہاں سے تعلق ہی نہیں۔ اور باقی معانی سب مخالفِ قرآن ہیں۔ قرآن عظیم یہ حصر فرماتا یہ چاہتا ہے کہ اللہ عزوجل کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر بقدرِ قدرت و وسعت و طاقت۔ اور یہاں یہ حصر ہوگا کہ اللہ سبحانہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی طاقت کے سوا، یا طاقت سے نیچے، یا طاقت کے اوپر، یا طاقت سے کم، یا طاقت سے اُس پار، یا طاقت سے اِس پار۔ اور یہی نیچے اور کم اور اس پار کا حاصل۔ دو معنی اخیر میں نکلے گا کہ ان پانچوں معنی میں منتہیٰ تک نہ پہنچنا ملحوظ ہے۔ صحاح و صراح و مجمع البحار وغیرہا میں ہے: معناہ تقصیر عن الغایۃ[2] (اس کا معنی ہے کہ غایت تک نہ پہنچنا۔ ت) تو ان پانچوں کا حصر صریح مخالفِ قرآن ہے اور ان دو یعنی اوپر اور اُس پار کا شدید مناقض۔ اور سوا تو صراحۃً نقیضِ معنی قرآن ہے۔ و بعد التیا و التی تاویلات دور از کار کو گنجائش دی جائے تو ایہامِ معانی باطلہ نقد وقت ہے اور اسی قدر منع کے لئے بس ہے۔

فی ردالمحتار وغیرہ من معتمدات الاسفار مجرد ایہام المعنی المحال کاف فی المنع[3] واللہ سبحانہ اعلم۔

ردالمحتار وغیرہ معتمد کتابوں میں ہے کہ محض معنی محال کا ایہام ممانعت کے لئے کافی ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] تاج العروس باب النون فصل الدال تحت لفظ "دون" دار احیاء التراث العربی بیروت ۹/۲۰۳

[2] مجمع البحار تحت لفظ دون ۲/۲۱۶ و الصحاح تحت لفظ دون ۵/۱۱۵

[3] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۵۳

Marfat.com

اور اب بھی اسی کے قبضہ واقتدار میں ہیں کہ بے اس کے کچھ کام نہ دیں) اگر صحرا سے ذرہ سمندر سے قطرہ معلوم کرلیا تو یہ آیاتِ کریمہ کے کس حرف کا خلاف ہوا ، وہ خود فرماتا ہے :

یعلم مابین ایدیھم وما خلفھم ج ولا یحیطون بشیٔ من علمہ الا بما شاء [1] — اللہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو کچھ پیچھے اور وہ نہیں پاتے اس کے علم سے کسی چیز کو مگر جتنی وہ چاہے۔

تمام جہان میں روزِ اول سے ابد الآباد تک جس نے جو کچھ جانا یا جانے گا سب اسی الا بما شاء کے استثناء میں داخل ہے جس کے لاکھوں کروڑوں سربفلک کشیدہ پہاڑوں سے ایک نہایت قلیل و ذلیل وبمقدار ذرہ یہ آلہ بھی ہے ، ایسا ہی اعتراض کرنا ہو تو بے گنتی گزشتہ و آئندہ باتوں کا جو علم ہم کو ہے اسی سے کیوں نہ اعتراض کرے جو صیغہ یعلم ما فی الارحام میں ہے کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ مادہ کے پیٹ میں ہے بعینہ وہی صیغہ یعلم مابین ایدیھم وما خلفھم میں ہے کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ گزرا اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے ۔ جب ان بے شمار علوم تاریخی و آسمانی ملنے میں کسی عاقل منصف کے نزدیک اس آیت کا کچھ خلاف نہ ہوا نہ تیرہ سو برس سے آج تک کسی پادری صاحب کو ان علوم کے باعث اس آیۂ کریمہ پر لب کشائی کا جنون اُچھلا تو اب ایک ذرا سی آلہ نکال کر اس آیت کا کیا بگاڑ متصور ہوسکتا ہے ، ہاں عقل نہ ہو تو بندہ مجبور ہے یا انصاف نہ ملے تو انکھیارا بھی کور ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔

ثمّ **اقول** وباللہ التوفیق (پھر میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ سے ہے ۔ ت) مفصلاً حق واضح کو واضح تر کروں ۔ **اصل** یہ ہے کہ کسی علم کی حضرت عزت عزّ وجل سے تخصیص اور اس کی ذات پاک میں حصر اور اس کے غیر سے مطلقاً نفی چند وجہ پر ہے :

اوّل علم کا ذاتی ہونا کہ بذاتِ خود بے عطائے غیر ہو۔

دوم علم کا غنا کہ کسی آلہ جارحہ وتدبیر و فکر و نظر و التفات و انفعال کا اصلاً محتاج نہ ہو۔

سوم علم کا سرمدی ہونا کہ ازلاً ابداً ہو۔

چہارم علم کا وجوب کہ کبھی کسی طرح اس کا سلب ممکن نہ ہو۔

پنجم علم کا اثبات و استمرار کہ کبھی کسی وجہ سے اس میں تغیّر و تبدّل فرق تفاوت کا امکان نہ ہو۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۵۵

Marfat.com

فتویٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی لا یخفیٰ علیہ شیٔ فی الارض ولا فی السماء ھو الذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء، والصلوٰۃ والسلام علی خاتم الانبیاء، الاٰتی بکتاب مبین فیہ رحمۃ و شفاء وما حظ الکفرین منہ الانقمۃ وشقاء وعلیٰ اٰلہ وصحبہ البررۃ الاتقیاء، الذین ھم فی بطون امھاتھم سعداء ماجن جنین فی ظلمٰت ثلٰث بین غشاء وغطاء، اٰمین!

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس پر زمین و آسمان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ وہ وہی ہے جو تمھاری صورت بناتا ہے ماں کے پیٹ میں جیسے چاہے، اور درود وسلام ہو خاتم الانبیاء پر جو روشن کتاب لے کر تشریف لانے والے ہیں، جس میں رحمت و شفا ہے، کافروں کا اس سے سوائے انتقام اور بدبختی کے کچھ حصہ نہیں، اور آپ کے آل و اصحاب پر جو نیک اور متقی ہیں اور وہ ماؤں کے پیٹوں میں سعادتمند ہوئے، جبکہ جنین تین تاریکیوں میں پڑے اور اندھیرے کے درمیان پوشیدہ رہے۔ آمین! (ت)

مولٰینا حامیِ سُنّت ماحیِ بدعت اکرمکم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اللہ تعالےٰ جل وعلا سورۂ آل عمران شریف میں ارشاد فرماتا ہے:

ان اللہ لا یخفی علیہ شیٔ فی الارض ولا فی السماء ○ ھو الذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء لا الٰہ الا ھو العزیز الحکیم ○[1]

بیشک اللہ پر کوئی چیز چھپی نہیں زمین میں اور نہ آسمان میں، وہی ہے جو تمھارا نقشہ بناتا ہے ماں کے پیٹ میں جیسا چاہے، کوئی سچا معبود نہیں مگر وہی زبردست حکمت والا۔

سورۂ رعد شریف میں فرماتا ہے:

اللہ یعلم ما تحمل کل انثیٰ

اللہ جانتا ہے جو کچھ پیٹ میں رکھتی ہے ہر مادہ

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۵ و ۶

Marfat.com

○ قال تعالیٰ وعلمك مالم تكن تعلم ۚ وكان فضل الله عليك عظيما[1]

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا) اور سکھا دیا اللہ نے تجھے اے نبی! جو تجھے معلوم نہ تھا اور اللہ کا فضل تجھ پر بہت بڑا ہے۔

○ وبشروه بغلٰم علیم[2]

اور فرشتوں نے ابراہیم کو مژدہ دیا علم والے لڑکے کا۔

○ وانه لذو علم لما علمنٰه[3]

اور بیشک یعقوب علم والا ہے ہمارے علم عطا فرمانے سے۔

○ وعلم اٰدم الاسماء كلها[4]

سکھا دیئے آدم کو سب نام۔

○ واذكر عبٰدنا ابراهیم واسحٰق ویعقوب اولی الایدی والابصار ○[5]

اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم و اسحٰق و یعقوب قدرت والوں اور علم والوں کو۔

○ یرفع الله الذین اٰمنوا منكم والذین اوتوا العلم درجٰت[6]

بلند کرے گا اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان والوں کو اور ان کو جنھیں علم عطا ہوا درجوں میں۔

بلکہ عام البشر کو فرماتا ہے:

○ الرحمٰن ○ علم القراٰن ○ خلق الانسان ○ علمه البیان ○[7]

رحمان نے سکھایا قرآن، بنایا آدمی، اسے بتایا بیان۔

○ علم الانسان مالم یعلم[8]

سکھایا آدمی کو جو نہ جانتا تھا۔

○ والله اخرجكم من بطون امهٰتكم لا تعلمون شیئا وجعل لكم السمع والابصار والافئدة لعلكم تشكرون ○[9]

اللہ نے نکالا تمھیں ماں کے پیٹ سے نرے ناداں اور دیئے تمھیں کان اور آنکھیں اور دل شاید تم حق مانو۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/۱۱۳
[2] القرآن الکریم ۵۱/۲۸
[3] ″ ″ ۱۲/۶۸
[4] ″ ″ ۲/۳۱
[5] ″ ″ ۳۸/۴۵
[6] ″ ″ ۵۸/۱۱
[7] ″ ″ ۵۵/ ۱تا۴
[8] ″ ″ ۹۶/۵
[9] ″ ″ ۱۶/۷۸

Marfat.com

وما تخرج من ثمرات من اکمامها وما تحمل من انثیٰ ولا تضع الا بعلمہٖ[1]

اور نہیں نکلتا کوئی پھل اپنے غلاف سے اور نہ پیٹ رہے کسی مادہ کو اور نہ جنے مگر اس کی آگاہی سے۔

اور سورۂ والنجم شریف میں فرماتا ہے:

ھو اعلم بکم اذ انشاء کم من الارض واذ انتم اجنۃ فی بطون امھتکم فلا تزکوا انفسکم ھو اعلم بمن اتقیٰ[2]

اللہ خوب جانتا ہے تمہیں جب اس نے بنایا تم کو زمین سے اور جب تم چھپے ہوئے تھے ماں کے پیٹ میں، تو آپ اپنی جان کو ستھرا نہ کہو، اسے خوب خبر ہے کون پرہیزگار رہا۔

آیاتِ کریمہ میں مولیٰ سبحنہٗ وتعالیٰ اپنے بے پایاں علوم کے بیشمار اقسام سے ایک سہل قسم کا بہت اجمالی ذکر فرماتا ہے کہ ہر مادہ کے پیٹ میں جو کچھ ہے سب کا سارا حال پیٹ[1] رہتے وقت اور[2] اس سے پہلے اور[3] پیدا ہوتے[4] اور پیٹ میں رہتے[5] اور جو کچھ اس پر گزرا[6] اور گزرنے والا ہے[7] جتنی عمر پائے گا[8] جو کچھ کام کرے گا جب[9] تک پیٹ میں رہے گا، اس[10] کا اندرونی بیرونی ایک ایک عضو ایک ایک پرزہ جو صورت دیا گیا جو دیا جائے گا ہر[11] ہر رونگٹا جو مقدار مساحت وزن پائے گا۔ بچے[12] کی لاغری فربہی غذا، حرکت خفیفہ زائدہ، انبساط، انقباض اور زیادت وقلتِ خون، طمث وحصول فضلات وہوا ورطوبات وغیرہا کے باعث آن آن پر پیٹ جو سمٹتے پھیلتے ہیں غرض ذرہ ذرہ سب اُسے معلوم ہے ان میں کہیں نہ تخصیص ذکورت وانوثت کا ذکر نہ مطلق علم کی نفی وحصر، تو یہ جہل ومختل اعتراض پادر ہوا کہ بعض پادریان پادر بند ہوا کی تازہ گھڑت ہے اس کا اصل منشا معنی آیات میں بے فہمی محض یا حسب عادت دیدہ ودانستہ کلام الٰہی پر افتراء وتہمت ہے۔ قرآن عظیم نے کس جگہ فرمایا ہے کہ کوئی کبھی کسی مادہ کے حمل کو کسی طرح تدبیر سے اتنا معلوم نہیں کر سکتا کہ نر ہے یا مادہ۔ اگر کہیں ایسا فرمایا ہو تو نشان دو۔ اور جب یہ نہیں تو بعض وقت بعض اناث کے بعض حمل کا بعض حال بعض تدابیر سے بعض اشخاص نے بعض جہل طویل و عجز مدید بعض آلات بیجان کا فقیر ومحتاج ہو کر اس فانی وزائل و بے حقیقت تام کے ایک ذرہ علم و قدرت سے (کہ وہ بھی اسی بارگاہِ علیم وقدیر سے حصہ رسد چند روز سے چند روز کے لئے پائے

---

[1] القرآن الکریم ۴۱/۴۷

[2] " " ۵۳/۳۲

Marfat.com

میں نکرۂ منفیہ پھر تاکید بہ من اور ما فی الارحام عموم ما اور لام استغراق سے وعلٰی ہذا القیاس۔
اب آلہ محدثہ کی طرف چلئے، فقیر اس پر مطلع نہ ہوا، نہ کسی سے اس کا کچھ حال سنا، ظاہر ایسی صورت میسّر نہیں کہ جنین رحم میں بحال وفی ظلمٰت ثلٰث[1] تین اندھیریوں میں رہے اور بذریعہ آلہ مشہود ہوجائے اس کا جسم بالتفصیل آنکھوں سے نظر آئے کہ بعد علوق فم رحم سخت منضم ہوجاتا ہے جس میں میل سرمہ بدقت جائے اور اس جائے تنگ و تار میں جنین محبوس ہوتا ہے وہ بھی یوں نہیں بلکہ خود اس پر تین غلاف اور چڑھے ہوتے ہیں ایک غشائے رقیق ملاقی جسم مبین جس میں اس کا فضلہ عرق جمع ہوتا ہے اس پر ایک اور حجاب اس سے کثیف تر مسمّٰی بہ غشائے لفافی جس میں فضلہ بول مجتمع رہتا ہے اس پر ایک اور غلافِ اکثف کہ سب کو محیط ہے جسے شیمہ کہتے ہیں، ایسی حالتوں میں بدن نظر آنے کا کیا محل ہے، تو ظاہراً آلے کا محصّل صرف بعض علامات و امارات ممیزہ منجملہ خواص خارجیہ کا بتانا ہوگا جن سے ذکورت و انوثت کا قیاس ہو سکے، جیسے رحم کی تجویف ایمن یا ایسر میں حمل کا ہونا یا اور بعض تجربیات کہ تازہ حاصل کئے گئے ہوں، اگر اسی قدر ہے جب تو کوئی نئی بات نہیں پہلے بھی مجربین قیاسات فارقہ رکھتے تھے جیسے دہنی یا بائیں طرف جنین کی بیشتر جنبش، یا حاملہ کی پستان راست یا چپ کے حجم میں افزایش، یا سرہائے پستان میں سُرخی یا ادواہٹ آنا، یا رنگ رُوئے زن پر شادابی یا تیرگی چھانا، یا حرکاتِ زن میں خفت یا ثقل پانا، یا
قارورے میں اکثر اوقات حمرت یا بیاض غالب رہنی، یا عورت کے خلافِ عادت بعض اطعمہ جیدہ یا ردیہ کی رغبت ہونی، یا پشم کبودمیں زراوند مدقوق بعسل سرشتہ کا صبح علی الریق حمول اور ظہر تک مثل صائم رہ کر مزۂ دہن کا امتحان کہ شیریں ہوا یا تلخ، الٰی غیر ذٰلک مما یعرفہ اھل الفن ولکل شروط یراعیھا البصیر فیصیب الظن (اس کے علاوہ جس کو اہل فن جانتا ہے اور عقلمند تمام شرائط کو ملحوظ رکھتا ہے تو گمان درست ہوتا ہے۔ ت)
اور عجائب صنع الٰہی جلت حکمتہ سے یہ بھی محتمل کہ کچھ ایسی تدابیر القا فرمائی ہوں جن سے جنین مشاہدہ ہی ہوجاتا ہو مثلاً بذریعہ قواسر پانچوں حجابوں[عہ] میں بقدر حاجت کچھ توسیع و تفریح دے کر

عہ ہر سہ غشاہائے مذکورہ و فوق انہا زیر ذ بالا دو طبقہ زہدان برہمدگر غلاف است ۱۲
(مذکورہ پردے اور ان پر اوپر نیچے دو طبقے زہد کے ایک دوسرے پر غلاف ہیں ۱۲ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۶

Marfat.com

ششم علم کا اقصٰی غایات کمالات پر ہونا کہ معلوم کی ذات ذاتیات اعراض احوال لازمہ مفارقہ ذاتیہ اضافیہ ماضیہ آتیہ موجودہ ممکنہ سے کوئی ذرّہ کسی وجہ پر مخفی نہ ہو سکے۔

ان چھ۶ وجہ پر مطلق علم حضرت احدیت جل وعلا سے خاص اور اس کے غیر سے قطعاً مطلقاً منفی یعنی کسی کو کسی ذرّہ کا ایسا علم جو ان چھ۶ وجوہ سے ایک وجہ بھی رکھتا ہو حاصل ہونا ممکن نہیں جو کسی غیر الٰہی کے لئے عقول مفارقہ ہوں خواہ نفوس ناطقہ ایک ذرّے کا ایسا علم ثابت کرے یقیناً اجماعاً کافر مشرک ہے۔ ان تمام وجوہ کی طرف آیات کریمہ میں باطلاق کلمہ یعلم اشارہ فرمایا کہ یہاں علم کو مطلق رکھا اور مطلق فرد کامل کی طرف منصرف اور علمِ کامل بلکہ علم حقیقی حق الحقیقہ وہی ہے جو ان وجوہ ستّہ کا جامع ہو اسی لحاظ پر ہے وہ جو قرآن عظیم میں ارشاد ہوا :

یوم یجمع اللّٰہ الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لاعلم لنا[1]

جس دن اللہ عزّ وجل رسولوں کو جمع کرکے فرمائیگا تمھیں کیا جواب ملا عرض کریں گے ہمیں کچھ علم نہیں۔

کفّار کے پاس ان محبوبانِ خدا صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہم کا تشریف لانا ہدایت فرمانا ان ملاعنہ کا تکذیب وانکار واصرار واستکبار وبیہودہ گفتار سے پیش آنا کسے نہیں معلوم مگر حضرات انبیاء عرض کریں گے لاعلم لنا ہمیں اصلاً علم نہیں، لا نفی جنس کا ہے سلب مطلق فرمائیں گے یعنی وہی علمِ کامل کہ بحقیقت حقیقۃ علم اسی کا نام ہے اصلاً اس کا کوئی فرد ہمیں حاصل نہیں، حق حقیقت تو یہ ہے جب اس سے تجاوز کرکے حقیقت عرفیہ یعنی مطلق دانستن کی طرف چلئے خواہ بالذات ہو یا بالغیر ہو غنی ہو یا محتاج سرمدی ہو یا حادث ابدی ہو یا فانی واجب ہو یا ممکن ثابت ہو یا متغیر تام ہو یا ناقص بالکنہ ہو یا بالوجہ بایں معنی مطلق علم کہ ایک آدھ چیز کے جاننے سے بھی صادق زنہار مختص بحضرت عزت عزت عظمۃ نہیں، نہ معاذ اللہ قرآن عظیم نے ہرگز کہیں اس کا دعوٰی کیا بلکہ جس طرح معنٰی اوّل کا غیر کے لئے اثبات کفر ہے اس معنے کی غیر سے نفی مطلق بھی کفر ہے کہ یہ خود صدہا نصوص قرآن عظیم بلکہ تمام قرآن عظیم بلکہ تمام ملل وشرائع وعقل ونقل وحس سب کی تکذیب ہوگی قرآن عظیم نے اپنے محبوبوں کے لئے بے شمار علوم عظیمہ عطا فرمائے اور ان کے عطا سے منت رکھی۔

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۰۹

Marfat.com

کے ناپیدا کنار صحراؤں سے ایک ذلیل ذرّہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سکھایا آدمی کو جو اسے معلوم نہ تھا، دیکھو ابھی تمھیں آیت سنا چکا ہوں کہ اللہ نے تمھیں نکالا ماں کے پیٹ سے نرے جاہل کہ کچھ نہ جانتے تھے پھر تمھیں عقل و ہوش و چشم و گوش دیئے کہ اس کا حق مانو، تم نے اچھا حق مانا کہ اسی کی برابری کرنے لگے، اور اگر یہ مقصود کہ اس سے تمھیں اُن سات وجوہ مخصوصہ بحضرت باری عز وجل سے کسی وجہ کا علم مل گیا تو یہ اس سے بھی لاکھوں درجہ بدتر جنون ہے۔ کیا یہ علم تمھارا ذاتی ہے عطائے الٰہی سے نہیں؟ اہل کتاب کہلاتے ہو شاید ایسا خدائی دعویٰ تو نہ کرو۔ ابھی چند روز ہوئے تم اس آلے سے جاہل تھے اللہ عز وجل نے تمھیں تمھاری بساط کے لائق عقل دی، ریاضی سکھائی، دنیا کمانے کی راہ بتائی، تمھارے ذہن میں اس کا طریقہ ڈالا، آنکھیں ہاتھ جوارح دیئے جن کے ذریعہ سے کام کر سکو، جس چیز کا کوئی آلہ بناؤ اور جس چیز پر اسے استعمال میں لاؤ انھیں تمھارے لئے مسخر کیا اسباب مہیا کرکے تمھارے دل میں اس کا خیال ڈالا پھر تمھارے جوارح کو کام کی طرف مصروف فرمایا پھر محض اپنی قدرت کاملہ سے بنایا اور اس کا بننا تمھارے ہاتھوں پر ظاہر ہوا تم سمجھے ہم نے اپنی قدرت اپنے علم سے بنا لیا اندھے ہمیشہ ایسا ہی سمجھا کرتے ہیں جو ظاہری سبب کے غلام اور حلقہ بگوش اور مسبب و خالق و عالم و قادر حقیقی سے غافل و بیہوش ہیں کذالک یطبع اللہ علیٰ کل قلب متکبر جبار[1] (اللہ تعالیٰ یونہی مہر کر دیتا ہے متکبر سرکش کے سارے دل پر۔ ت) جیسے قارون ملعون جسے اللہ عز وجل نے بے شمار خزانے دیئے دنیا بھر کی نعمتیں بخشیں
۱ جب اس سے کہا گیا احسن کما احسن اللہ الیک[2] بھلائی کر جیسے اللہ نے تیرے ساتھ بھلائی کی، تو کافر کیا بکتا ہے انما اوتیتہ علیٰ علم عندی[3] یہ تو مجھے ایک علم سے ملا ہے جو مجھے آتا ہے۔ پھر بدلا دیکھا کس مرنے کا چکھا؛

فخسفنا بہ و بدارہ الارض فما کان لہ من فئۃ ینصرونہ من دون اللہ ق وما کان من المنتصرین[4]

دھنسا دیا ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں پھر نہ ہوئے اس کے کچھ یار کہ اُسے بچالیتے اللہ کی گرفت سے اور نہ وہ مدد لا سکا۔

اور[2] اس علم کا غنی نہ ہونا خود بدیہی کہ ایک بے جان آلے کی بودگی پہ ہے جب تک آلہ نہ تھا تو ڈاکٹر صاحب

---

[1] القرآن الکریم ۴۰/ ۳۵
[2] القرآن الکریم ۲۸/ ۷۷
[3] " " ۲۸/ ۷۸
[4] " " ۲۸/ ۸۱

Marfat.com

بلکہ عام تر فرماتا ہے :

○ الم تر ان اللہ یسبح لہ من فی السموٰت والارض والطیر صفّٰت ط کل قد علم صلاتہ وتسبیحہ ط واللہ علیم بما یفعلون ۵[1]

کیا تُو نے نہ دیکھا کہ اللہ کی پاکی بولتے ہیں جو آسمان و زمین میں ہیں اور پرندے پر باندھے سب نے جان لی ہے اپنی اپنی نماز و تسبیح، اور اللہ کو خوب خبر ہے جو وہ کرتے ہیں۔

تو کوئی اندھے سے اندھا بھی کسی آیت کا یہ مطلب نہیں کہہ سکتا کہ بایں معنی مطلق علم کو غیر سے نفی فرمایا ہے ہاں اس معنی پر علم مطلق غیر سے ضرور مسلوب، اور یہ وجہ ہفتم حصر و تخصیص کی ہے یعنی تمام موجودات و ممکنات و مفہومات و ذوات و صفات و نسب و اضافات و واقعیات و موہومات غرض ہر شیئ و مفہوم کو علم کا عام و تام و محیط و مستغرق ہونا کہ غیر متناہی معلومات کے غیر متناہی سلاسل اور ہر سلسلے کے ہر فرد سے غیر متناہی علوم متعلق اور یہ سب نامتناہی نامتناہی نامتناہی علوم معًا حاصل ہوں جن کے احاطے سے کوئی فرد اصلاً خارج نہ ہو جسے فرماتا ہے :

وانّ اللہ قد احاط بکل شیئ علما[2]

بیشک اللہ کا علم ہر چیز کو محیط ہوا۔

اور فرماتا ہے :

عٰلم الغیب لایعزب عنہ مثقال ذرۃ فی السموٰت ولا فی الارض ولا اصغر من ذٰلک ولا اکبر الا فی کتٰب مبین ۵[3]

جاننے والا ہر چھپی چیز کا اس سے چھپی نہیں کوئی ذرہ بھر چیز آسمانوں میں نہ زمین میں اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ بڑی مگر سب ایک روشن کتاب میں ہے۔

ایسا علم بھی غیر کے لئے محال اور دوسرے کے واسطے اس کا اثبات کفر و ضلال کما بیّنّاہ فی رسالتنا "مقامع الحدید علیٰ خد المنطق الجدید" (جیسا کہ ہم نے اسی کو اپنے رسالہ "مقامع الحدید علیٰ خدّ المنطق الجدید" میں بیان کر دیا ہے۔ ت) ماٰنحن فیہ میں مولا سبحانہ و تعالیٰ نے اس وجہ ہفتم کی طرف اشارہ فرمایا کل اُنثیٰ میں کلمۂ کل اور ما تحمل من انثیٰ

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۴۱

[2] " " ۶۵/ ۱۲

[3] " " ۳۴/ ۳

Marfat.com

گرتے وقت رحم کے کس حصہ پر پڑا، رحم میں کتنی دیر بعد کون سی محل ونقرہ میں مستقر ہوا، جب سے اب تک کتنا خونِ حیض اس کے کام آیا، یہ اصل نطفہ کس کس غذا کے کس کس کے جز اور کتنے وزن کا فضلہ تھا وہ کہاں کی مٹی سے پیدا ہوئی تھی کھانے کے کتنی دیر بعد اس نے صورت نطفیہ اخذ کی تھی جب سے اب تک ایک ایک منٹ کے فاصلہ پر اس کی وزن ومساحت وہیأت میں کیا کیا اور کتنا کتنا تغیر ہوا، حوادث مذکورہ بالا کے باعث جب سے اب تک میم صاحبہ کی رحم شریف کئی بار اور کتنی کتنی دیر کو اور کس کس قدر سمٹی پھیلی، بچہ کتنی دفعہ اور کس کس قدر اور کدھر کدھر کو ٹھُمرٹھُمرایا، ہر جنبش پر وضع اعضا میں کیا کیا تغیر ہوا یہی سب احوال اب سے پیدا ہونے تک کس کس طرح گزریں گے منٹ منٹ پر وضع و وزن ومساحت ومکان وحرکت وسکون وغذا واحوال جنین ورحم میں کیا کیا تغیرات ہوں گے، باوا لوگ رحم شریف میں کب تک بسیں گے، کس گھنٹے منٹ سکنڈ رتھرڈ پر برآمد ہوں گے، پہلے کون سا عضو آگے بڑھائیں گے اس وقت کتنے فربہ کتنے دراز ہوں گے، دروازۂ برآمد کی وسعت کس مقدار مخصوص تک جائیں گے، آسانی گزر کو کتنی رطوبت کی پچکاریاں ساتھ لائیں گے، آپ کئی بار زور لگائیں گے، میم صاحبہ سے کتنے کرائیں گے، کون سی چیخ پر باہر آئیں گے، یہ آمد بھی ہوں گے یا کچے ہی گر جائیں گے، جی بچے تو کیا عمر پائیں گے، کہاں کہاں بسیں گے، کیا کیا کھائیں گے، کس کس مشن میں لونڈے پڑھائیں گے الی غیر ذٰلك مما لا یعد ولا یحصی (اس کے علاوہ جن کی گنتی اور شمار نہیں کیا جاسکتا۔ ت)۔

واللہ کہ تمام عالم کی تمام ماضی وموجود ومستقبل حملوں رحموں کے ایک ایک ذرّہ احوال مذکورہ و غیر مذکورہ گزشتہ وموجودہ وآئندہ کو رب العزت عزّوجل کا علم ازلاً ابداً معاً تفصیلاً محیط ہے اور یہ سب انھیں دو پاک کلمہ یعلم ما فی الارحام (جانتا ہے جو کچھ پیٹوں میں ہے۔ ت) کی شرح میں داخل۔ تم اپنے ہی گھر کے ایک ہی پیٹ کے مختصر احوال کے کروڑوں حصوں سے ایک حصہ کا بھی ہزارواں حصہ نہیں بتا سکتے اور عالم ارحام بننے کے مدعی نہ سہی ماضیہ وآتیہ کو بھی جانے دو صرف موجودہ ہی لو اور حالات میں بھی فقط موجودہ ہی پر قناعت کرو، کیا انھیں کو تمھارا علم عام ہے سبحان اللہ اوّلاً ان کا بھی علم بالفعل کہاں تمام عالم میں جتنے حمل اس وقت موجود ہیں سب کی گنتی تو کوئی بتا ہی نہیں سکتا سب کے حال پر اطلاع کجا۔ ثانیاً اچھا علم بالفعل سے بھی گزرو صرف بذریعۂ آلہ امکان علم ہی پر قناعت کرو کہ گو ہمیں کچھ معلوم نہیں مگر جو پاس آئے اور قدرت ملے تو آلہ لگا کر جان سکتے ہیں اگرچہ صاف ظاہر کہ یہ علم نہ ہوا کھلا جہل واقرار جہل ہوا تاہم موجود حملوں میں آدمی کے حمل اور ہر گونہ جانور طیر ووحش وسباع و بہائم وہوام سب کے سب گابھ داخل، ذرا کوئی پادری صاحب آلہ آپ لگا کر یا کسی ڈاکٹر صاحب سے

Marfat.com

روشنی پہنچا کر کچھ شیشے ایسی اوضاع پر لگائیں کہ باہم تادیہ عکوس کرتے ہوئے زجاج عقرب پر عکس لے آئیں یا زجاجات متخالفۃ الملا ایسی وضعیں پائیں کر اشعۂ بصریہ کو حسب قاعدۂ معروفہ علم مناظر انعطاف دیتے ہوئے جنین تک لے جائیں جس طرح آفتاب کا کنارہ کہ ہنوز افق سے دور اور مقابلۂ نظر سے محجوب و مستور ہوتا ہے بوجہ اختلاف ملا و غلظت عالم نسیم ہمیں محاذات بصر سے پہلے ہی نظر آجاتا اور طلوع مرئی کہ وہی ملحوظ فی الشرع ہے پیشتر ہوتا ہے یوں ہی جانب غروب بعد زوال محاذات و وقوع حجاب میں کچھ دیر تک دکھائی دیتا اور غروب مرئی معتبر فی الشرع غروب حقیقی کے بعد ہوتا ہے، ولہذا فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے جب کبھی مؤامرات ربعیہ سے محاسبہ کیا اور اسے مشاہدۂ بصری سے ملایا ہے ہمیشہ نہار عرفی کو نہار نجومی پر اس سے بھی زائد پایا ہے جو طرفین طلوع و غروب میں تفاوت افقین حسی و حقیقی بحسب ارتفاع قامت معتدلۂ انسانی و تفاضل نیم قطر فاصل میان حاجت و مرکز کا مقتضٰے ہے نیز اسی لئے فقیر کا مشاہدہ ہے کہ قرص شمس تمام و کمال بالائے افق مشہور ہونے پر بھی ظلمت شب مطلع و مغرب میں نظر آتی ہے حالانکہ مخروط ظلی و شمس میں ہرگز نیم دور سے کم فصل نہیں اور اختلاف منظر آفتاب غایت قلت میں ہے کہ مقدار عشر قطر تک بھی نہیں پہنچتا۔ خیر کچھ بھی ہو ہم یہی صورت فرض کرتے ہیں کہ مجرد کسی امارت خارجہ کی بنا پر قیاس ہی نہیں بلکہ بذریعہ آلہ اعضائے جنین باچناں و چنیں حجابات و کمیں مشہود ہوجاتے ہیں بہرحال آخر تمام منشا و مبنائے اعتراض مہمل صرف اس قدر کہ جو علم قرآن عظیم نے مولٰی سبحنہ و تعالٰی کے لئے خاص مانا تھا ہمیں اس آلے سے حاصل ہوجاتا ہے حالانکہ لا واللہ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا[1] کیا بڑا بول ہے جو ان کے منہ سے نکلتا ہے وہ تو نہیں کہتے مگر جھوٹ۔ ہم پوچھتے ہیں اس آلے سے تم کو اتنا ہی علم دیا جو جہ مشتم عام و شامل میں ہے جس کا باری عزوجل سے خاص جاننا محال اور خود بحکم قرآن عظیم کفر و ضلال تھا جب تو اعتراض کتنا مالیخولیا اور کس درجہ کا جنون ہے کہ سرے سے مبنی ہی باطل و ملعون ہے اس قسم علم یعنی دانستن کو اگرچہ کیسا ہی ہو حضرت عزت عظمۃ سے قرآن عظیم نے کب خاص مانا تھا اس قسم کے کروڑوں علم عام انسان بلکہ حیوانات کو روزانہ ملتے رہتے ہیں اور قرآن عظیم خود غیر خدا کے لئے انھیں ثابت فرماتا ہے ایک اس کے ملنے میں کیا نئی شاخ نکلی کہ آیت الٰہی کا خلاف ہوگیا یہ بھی اس علم الانسان مالم یعلم[2] (انسان کو سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا)

---

[1] القرآن الکریم ۱۸/ ۵ [2] القرآن الکریم ۹۶/ ۵

Marfat.com

وقسراً کہاں تک پھیلنے کی قابلیت ہے کہ اس سے ذرہ بھر قسر زائد واقع ہو تو قطعاً خارق ہو اور اس حدتک یقیناً تحمل کے قابل و لائق ہو تجاویف حاصلہ و تجاویف صالحہ میں ہر جگہ کتنا تفرقہ ہے۔

الیٰ غیر ذٰلک من الاحوال الزاھرۃ فی السطوح الظاھرۃ (اس کے علاوہ روشن احوال ظاہر سطحوں میں۔ت) یہ تمام تفاصیل تو یعلم ما فی الارحام کے لاکھوں سمندروں سے ایک خفیف قطرہ بھی نہیں اسی کو بتادو۔

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکٰفرین[1] پھر اگر نہ بتاؤ اور ہرگز نہ بتا سکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن ہیں آدمی اور پہاڑ، تیار رکھی ہے کافروں کے لئے۔

بالجملہ اس اعتراض کی ایک بہت ناقص نظیر یہ ہوسکتی ہے کہ بادشاہِ تمام روئے زمین اپنی مدح کرے میں ہوں مالک خزائن عامرہ میں ہوں صاحبِ اموالِ متکاثرہ، میرے لئے ہیں بلاد وقریے کے محصول، پہاڑوں کے حاصل، صحراؤں کی کانیں، دریاؤں کے محاصل۔ یہ سُن کر ایک بےادب گستاخ، فقیر قلاش گدیہ گر، بےمعاش لنجھا، لولا، اندھا، ہیولے چوتڑوں کے بل گھسٹتا بادشاہی کے کسی گاؤں میں بادشاہی کی رعیت سے ہاتھ پاؤں جوڑ کر بادشاہی کے دیئے ہوئے مال سے ایک پھوٹی کوڑی مانگ لائے اور سرِ بازار تالیاں بجائے کہ لیجئے بادشاہ تو اپنے ہی آپ کو مالک خزائن و اموال و محاصل معادن و بحار و جبال بتاتا تھا یہ دیکھو مدتوں مصیبت جھیل کر پاپڑ بیل کر ہم نے بھی ایک کانی کوڑی پائی ہے کیوں ہم بھی مالک خزائن و محاصل بحار ہوئے یا نہیں مسلمانوں نہ فقط مسلمانوں ہر قوم کے عاقلوں کیا اس اندھے کا ہلکا سا لقب مجنون نہ ہوگا کیا اس سے نہ کہا جائے گا کہ او بےعقل اندھے کیا بادشاہ نے کہیں یہ فرمایا تھا کہ ہمارے خزانہائے عامرہ کے سوا ممکن نہیں کسی کے پاس کوئی پھوٹی کوڑی نکل سکے اگرچہ ہماری عطا کی ہوئی ہو، حاشَ للہ سلطان نے تو جابجا صاف فرمادیا ہے کہ ہم نے اپنی رعایا کو بہت اموال کثیرہ عطایائے عزیزہ انعام فرمائے ہیں اور ہمیشہ فرمائیں گے، ہاں اصل مالک ہمارے سوا کوئی نہیں نہ ہمارے برابر کسی کا خزانہ ہو، او مجنون اندھے! کیا یہ بھیک کی کوڑی لاکر تو اس کا ذاتی مالک بےعطائے سلطان ہوگیا یا اس پھوٹی کوڑی سے تیرا مال خزائن شاہی کے برابر ہولیا

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۴

Marfat.com

کچھ نہ کہہ سکتے تھے کہ میم صاحب کے پیٹ میں مس میڈیم ہے یا باوا لوگ، ازلی ابدی واجب کیسے کہہ سکتے ہو جب تم خود ہی حادث فانی باطل ہو۔ ازلی بڑی چیز ہے ایام حمل ہی میں مدتوں اپنے جہل و عجز کا اقرار کرنا پڑے گا جب تک نطفہ صورت نہ پکڑے پانی کی بوند یا خون بستہ یا گوشت کا ٹکڑا رہے ڈاکٹر صاحب کی ڈاکٹری کچھ نہیں چل سکتی کہ نر نظر آتا ہے یا مادہ۔ کیا تمھارا علم ثابت و ناقابل نقصان و زیادت ہے استغفر اللہ قبل مشاہدہ کی حالت کو مشاہدۂ اجمالی، مشاہدۂ اجمالی کو نظر تفصیلی، نظر تفصیلی بالائی کو نظر بعد تصریح عملی سے ملاؤ۔ حالتِ التفات و ذہول کا فرق دیکھو پھر طریان نسیان تو سرے سے ارتفاع ہے۔ کیا تمھارا علم کامل ہے، حاش للہ اضافات بتانے کی کیا قدرت کہ وہ غیر متناہی ہیں مثلاً اس کے بدن کا کوئی ذرہ لے لیجئے اور اس کی ماں کے بدن اور تمام اجسام عالم میں جتنے نقطے فرض کئے جا سکتے ہیں اس کے بدن کے ہر ذرے کا اس ہر نقطہ ارضی و سماوی و شرقی و غربی و جنوبی و شمالی و نزدیک و دور و موجود و حال و ماضی و استقبال سے بعد بتاؤ یہ لا تعد و لا تحصیٰ خطوط جو ہر نقطۂ جسم جنین سے تمام نقاط عالم تک نکل کر بے حد و بے شمار زاویے بناتے آئے ہر زاویے کی مقدار لو، نہ سہی یہی بتادو کتنے خطوط پیدا ہوں گے، نہ سہی یہی کہہ دو کہ تمام اجسام جہان میں کتنے نقطے نکلیں گے، نہ سہی اتنا ہی کہو کہ صرف جنین کے بدن میں کس قدر نقاط مانے جائیں گے اور جب یہ ادنیٰ علم جو علوم الٰہیہ متعلقہ بجنین کے کروڑہا کروڑ کے حصوں سے ایک حصہ بھی نہیں ایک جنین میں بھی اس قلیل کے اقل القلیل حصے کا جواب نہیں دے سکتے اگرچہ دنیا بھر کے ڈاکٹر و پادری اکٹھے ہو جاؤ تو باقی علوم کی کیا گنتی ہے حالانکہ واللہ العظیم یہ تمام علوم تمام نسبتیں تمام خطوط تمام نقاط تمام زاویے تمام مقادیر گزشتہ و موجودہ و آئندہ تمام جن و بشر و حیوانات کے تمام حملوں میں رب العزت آنِ واحد میں معاً تفصیلاً ازلاً ابداً جانتا ہے اور یہ اس کے بحار علوم سے ایک قطرہ بلکہ بے شمار یم سے ادنیٰ نم ہے اور یہ سب کا سب مع ایسے ایسے ہزارہا علوم کے جن کی اجناس کلیہ تک بھی وہم بشری نہ پہنچ سکے شمار افراد درکنار سب انھیں دو کلموں کے سرخ میں داخل ہیں کہ یعلم ما فی الارحام جانتا ہے جو کچھ پیٹ میں ہے۔ تمھاری تنگ نظری کوتاہ فہمی دو لفظ دیکھ کر ایسے سستے سمجھ لئے کہ ایک آلے کی ناچیز و بے حقیقت ہستی پر علم ارحام کے مدعی بن بیٹھے، ہاں نصب و اضافات کو جانے دو کہ نامتناہی معدود و محدود ہی اشیاء بتاؤ اور وہ بھی کسی ایک جنین کی نسبت اور وہ بھی خاص اپنے گھر کے کہ آدمی کو گھر کا حال خوب معلوم ہوتا ہے اپنا اور اپنی جورو کا واقعہ تو خود اسی پر گزرا اس کے سامنے ہی گزرا اور اوپر سے مدد دینے کو آلہ موجود کوئی پادری صاحب آلہ لگاکے بولیں کہ جس وقت ان کی میم صاحب کو پیٹ رہا نطفہ کتنے وزن کا گرا تھا اس میں کتنے حیوان منوی

Marfat.com

پاک باندی ستھری کنواری پاکیزہ بتول مریم پہ ایک بڑھئی کی جورو ہونے کی تہمت لگائیں پھر خاوند کی حیات خاوند کی موجودگی میں بی بی کے جو بچہ ہوا سے دوسرے کا گائیں، خدا کا بیٹا ٹھہرا کر ادھر کافروں کے ہاتھ سے سولی دلوائیں، ادھر آپ اس کے خون کے پیاسے لوٹیوں کے بھوکے روٹی کو اس کا گوشت بنا کر دَر دَر چبائیں، شراب ناپاک کو اس پاک معصوم کا خون ٹھہرا کر غٹ غٹ چڑھائیں، دنیا یوں گزری اُدھر موت کے بعد کفار کو اسے بھینٹ کا بکرا بنا کر جہنم بھجوائیں، لعنتی کہیں ملعون بنائیں، اے سبحان اللہ اچھا خدا جسے سولی دی جائے، عجب خدا جسے دوزخ جلائے۔ طرفہ خدا جس پہ لعنت آئے جو بکرا بنا کر بھینٹ دیا جائے، اے سبحان اللہ باپ کی خدائی اور بیٹے کو سولی، باپ خدا بیٹا کس کھیت کی مولی، باپ کی جہنم کو بیٹے ہی سے لاگ، سرکشوں کو چھٹی بے گناہ پہ آگ، امتی ناجی رسول ملعون، معبود پہ لعنت بندے مامون۔ تف تف وہ بندے جو اپنے ہی خدا کا خون چکھیں اسی کے گوشت پر دانت رکھیں، اُف اُف وہ گندے جو انبیاء و رسل پر وہ الزام لگائیں کہ بھنگی چمار بھی جن سے گھن کھائیں سخت فحش بیہودہ کلام گھڑیں اور کلام الٰہی ٹھہرا کر پڑھیں، زہے زہے بندگی خرخہ تعظیم بہ بہ تہذیب قہ قہ تعلیم (مثال کے لئے دیکھو بائبل پرانا عہد نامہ یسعیاہ نبی کی کتاب باب ۲۳ درس[عہ۱] ۱۵ تا ۱۸) خدا کا معاذ اللہ زنا کی خرچی کو مقدس ٹھہرانا اور اپنے مقربوں کے لئے اسے چن رکھنا کہ کھائیں اور مستائیں۔ ایضاً کتاب پیدائش باب ۱۹ ورس[عہ۲] ۳۰ تا ۳۸ سیدنا لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معاذ اللہ اپنی دختروں سے

عہ۱ وہ عبارت یہ ہے (۱۵) اس دن ایسا ہوگا کہ صور کسی بادشاہ ایام کے مطابق ستر برس تک فراموش ہو جائیں گی، اور ستر برس کے پیچھے صور کو چھنال کے مانند گیت گانے کی نوبت ہوگی۔ (۱۶) او چھنال جو کہ فراموش ہو گئی ہے بربط اٹھا لے اور شہر میں پھرا کر تار کو خوب چھیڑ اور بہت سی غزلیں گا تا کہ تجھے یاد کریں (۱۷) کیونکہ ستر برس کے بعد ایسا ہوگا کہ خداوند صور کی خبر لینے آئے گا اور پھر وہ خرچی کے لئے جائے گی اور روئے زمین کی ساری مملکتوں سے زنا کرے گی (۱۸) لیکن اس کی تجارت اور اس کی خرچی خداوند کے لئے مقدس ہوگی اس کا مال ذخیرہ نہ کیا جائے گا اور رکھ چھوڑا جائے گا بلکہ اس کی تجارت کا حاصل ان کے لئے ہوگا جو خداوند کے حضور رہتے ہیں کہ کھا کے سیر ہوں اور نفیس پوشاک پہنیں۔

عہ۲ (۳۰) لوط اپنی دونوں بیٹیوں سمیت پہاڑ پر جا رہا (۳۱) پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا (۳۲) آؤ ہم باپ کو مے پلائیں اور اس سے ہم بستر ہوں (۳۳) پہلوٹھی اندر گئی اور اپنے باپ سے ہم بستر ہوئی۔

(باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

لگوا کر بتائیں تو کہ چیونٹی کے پیٹ میں کے انڈے ہیں اُن میں کتنی چیونٹیاں کتنے چیونٹے ہیں۔ ایک چیونٹی کیا خفاش کے سب پرند اور نیز مچھلیاں، سانپ، گرگٹ، گوہ، ناکا، سقنقور وغیرہا لاکھوں میں داخل نہ تھے۔
ثالثًا اور راتروں فقط بچے ہی والوں پر قناعت سہی کیا ان سب کے پیٹ آلے کے قابل ہیں۔
رابعًا خامسًا تا عاشرًا وغیرہ، اس سے بھی درگزروں فقط قابل آلہ فقط انسان بلکہ فقط امریکا یا انگلستان بلکہ فقط پادریان بلکہ فقط پادری فلاں بلکہ ان کے گھر کا بھی فقط ایک ہی پیٹ بلکہ وہ بھی فقط اُسی وقت جب بچہ خوب بن لیا اور اپنی نہایت تصویر کو پہنچ چکا اور وہ بھی فقط اتنی ہی دیر کے لئے جبکہ میم صاحبہ کے پیٹ میں آلہ لگا ہوا ہے کلام کروں اب تو لاکھوں عموم کے دریا سمٹ کر صرف بالشت بھر کی ایک ہی گھڑیا کی تلاش رہ گئی کیوں پادری صاحب کیا آپ کے ما فی الرحم میں صرف بچہ کا آلۂ تناسل داخل ہے کہ نرمادہ بتایا اور یعلم ما فی الارحام صادق آیا اس کے اعضائے اندرونی کیا رحم میں نہیں جنین کے دل و دماغ گردے شش سپرز مثانے تلخے امعا معدے رگ پٹھے عظم عضلے ایک ایک پرزے کا وزن مقدار مساحت طول عرض عمق فربہی لاغری کے اختلافات غرض سب حالات یقینی صحیح محقق مفصل نہ فقط شرابی کی زق زق یا اندھے کی اٹکل بیان کرو۔ اچھا جانے دو اندرونی اعضائے آلہ و آلہ پرست سب کورے کورے ہیں بیرونی ہی سطح کا حصہ سہی۔ بولو مس میڈم جو پیٹ میں جلوہ آرا ہیں ان کے سر پر کتنے بال ہیں، ہر بال کا طول کس قدر، عرض کتنا، عمق کس قدر، وزن کتنا، جلد میں مسام کتنے ہیں، ہر سوراخ کے ابعاد ثلثہ کیا کیا ہیں، ان میں کتنے باہم ایک دوسرے سے $\frac{9}{13}$ کی نسبت رکھتے ہیں ہر ایک باقی سے کتنا متفاوت ہے بغل اور سینے اور ران اور پیر اور دونوں لب بالا چاروں لب زیریں وغیرہا جوڑوں وصلوں میں ہر ایک کا زاویہ کس حد و نہایت تک پھیل سکتا ہے۔ کئی درجے دقیقے ثانیے عاشرے وغیرہا تک پہنچتا ہے دس تجاویف ظاہرہ میں طبعًا

ع پنج در نصف بالا صماخین و منخرین و دہن و پنج در نصف زیریں ثقبہ در قلہ جبل الزہرہ کہ سرہ و ناف تا مند و سہ در دامان از انہا دو دائرۃ الزہرہ کہ بظر و نوف خوانندہ یکے پائینش کہ مہبل گویند کہ و پنجم فرجہ پسین ۱۲۔

ع پانچ اوپر والے نصف میں، دو کانوں کے اندر دو ناک کے اندر اور ایک منہ۔ اسی طرح پانچ نیچے والے نصف میں، جبل الزہرہ کے بالائی حصہ میں سوراخ جسے سرہ اور ناف کہا جاتا ہے اور تین اس کے دامان میں ہیں جن میں سے دائرہ زہرہ میں جن کا نام بظر اور نوف ہے اور نیچے کی طرف جسے مہبل کہتے ہیں اور پانچواں سوراخ پیچھے کی طرف ۱۲۔ (ت)

Marfat.com

خدا کی دو جوروؤں کا قصہ اور سخت شرمناک الفاظ میں ان کی بیحد زنا کاریوں سے شہوت رانیوں کا تذکرہ نیا عہد نامہ پولس رسول کا خط گلیتوں کو باب ۳ ورس ۱۳ نصاریٰ کے یسوع مسیح مصنوع کا ملعون ہونا الیٰ غیر ذلک مما لا یعد ولا یحصی ۔

آمنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الیٰ ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین

ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اترا اور جو اتارا گیا ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب اور ان کی اولاد پر، اور جو عطا کئے گئے موسیٰ و عیسیٰ اور جو عطا کئے گئے باقی انبیاء اپنے رب کے پاس سے ہم ان میں کسی پر ایمان

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بدتر ہوئی، اس نے اپنی بہن کی زنا کاری سے زیادہ زنا کاری کی (۱۲) وہ بنی اسور جو اس کے ہمسایہ تھے جو بھڑکیلی پوشاک پہنتے اور گھوڑوں پر چڑھتے اور دل پسند جوان تھے، عاشق ہوئی (۱۳) اور میں نے دیکھا کہ وہ بھی ناپاک ہوگئی (۱۴) بلکہ اس نے زنا کاری زیادہ کی کیونکہ جب اس نے دیوار پر مردوں کی صورتیں دیکھیں کسدیوں کی تصویریں شنگرف سے کھچی تھیں (۱۵) کمروں پر پٹکے کسے سروں پر اچھی رنگین پگڑیاں (۱۶) تب دیکھتے ہی وہ ان پر مرنے لگی اور قاصدوں کو ان کے پاس بھیجا (۱۷) سو بابل کے بیٹے اس پاس آکے عشق کے بستر پر چڑھے اور انھوں نے اس سے زنا کرکے اسے آلودہ کیا اور جب وہ ان سے ناپاک ہوئی تو اس کا جی ان سے بھر گیا (۱۸) تب اس کی زنا کاری علانیہ ہوئی اور اس کی برہنگی بے ستر ہوئی تب جیسا میرا جی اس کی بہن سے ہٹ گیا تھا ویسا میرا دل اس سے بھی ہٹا (۱۹) تس پر بھی اس نے اپنی جوانی کے دنوں کو یاد کرکے جب وہ مصر کی زمین میں چھنالا کرتی تھی زنا کاری پر زنا کاری کی (۲۰) سو وہ پھر اپنے ان یاروں پر مرنے لگی جن کا بدن گدھوں کا سا بدن اور جن کا انزال گھوڑوں کا سا انزال تھا (۲۱) اس طرح تو نے اپنی جوانی کی شہوت پرستی کہ جس وقت مصری تیری جوانی کے پستانوں کے سبب تیری چھاتیاں ملتے تجھے یاد دلائی اھ ملخصاً۔

ع۲ مسیح نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کہ وہ ہمارے بدلے میں لعنت ہوا کیونکہ لکھا ہے جو کوئی کاٹھ پر لٹکا دیا گیا سو لعنتی ہے ۱۲۔

Marfat.com

اور جب کچھ نہیں تو کس ملعون بنا پر فرمان شاہی کی تکذیب کرتا اور قہر جبار قہار سے نہیں ڈرتا ہے۔ ہاں ہاں یہ پادری معترض اس اندھے سے بھی بہت بدتر حالت میں ہے اندھا فقیر اور وہ بادشاہ کبیر دونوں ان باتوں میں کانٹے کی تول برابر ہیں کہ دونوں مالک بالذات نہیں، دونوں مالک حقیقی نہیں، دونوں کی ملک مجازی حادث، دونوں کی ملک فانی زائل، دونوں حقیقت میں نرے محتاج، دونوں بے شمار فرق. الوہیت کے مجاز اً بھی مالک نہیں، پھر اس کوڑی کو اس کے خزائن سے ایک نسبت ضرور کہ دونوں محدود اور ہر متناہی کو دوسری متناہی سے کچھ نسبت ضرور دے سکتے ہیں اگرچہ نسبت نما میں ہزار صفر لگا بخلاف علم حقیقی خالق وعلم اسمی مخلوق جن میں اصلاً کوئی تناسب ہی نہیں وہ ذاتی یہ عطائی، وہ غنی یہ محتاج، وہ ازلی یہ حادث، وہ ابدی یہ فانی، وہ واجب یہ ممکن، وہ ثابت یہ متغیر، وہ کامل یہ ناقص، وہ محیط یہ قاصر، وہ ازلاً ابداً نامتناہی در نامتناہی در نامتناہی، یہ ہمیشہ ہر وقت معدود و محدود، پھر متناہی کو نامتناہی سے کوئی نسبت بتا ہی نہیں سکتے کہ یہ اس کا فلاں حصہ ہے، بھلا اس اندھے کو تو ہر عاقل مجنون کہتا ان اندھوں کو کیا کہا جائے، یہ تو مجنون سے بھی کئی لاکھ درجے بدتر ہوئے، اور اندھے پن میں بھی اس سے کہیں بڑھ کر اس کی آنکھیں تو باقی ہیں اگرچہ بے نور ہیں، یہاں آنکھوں کا نشان تک نہیں، ہاں ہاں کون سی آنکھیں، یہ دو چتلی کوڑیاں نہیں خر و خوک سب کے منہ پر لگی ہوتی ہیں بلکہ ہیئے کی جنھیں قرآن عظیم میں فرماتا ہے :

فانها لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور[1]
تو ہے یوں کہ ان کافروں کی آنکھیں اندھی نہیں وہ دل اندھے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

والعیاذ باللہ رب العلمین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ خیر کسی کافر سے کیا شکایت مجھے تو ان ناسمجھ مسلمانوں سے تعجب آتا ہے جو مہمل و بیمعنے شکوک واہیہ سن کر متحیر ہوتے ہیں، سبحان اللہ اللہ اللہ اللہ کہاں اللہ رب السموٰت والارض عالم الغیب والشہادۃ سبحنہ و تعالیٰ اور کہاں کوئی بے تمیز بونگا ہیولی ہبنقہ ناپاک ناشستہ کھڑے ہو کر موتنے والا ع

ببیں کہ از کہ بریدی و با کہ پیوستی

(دیکھا کہ تو نے کس سے قطع تعلق کیا اور کس کے ساتھ منسلک ہوا ہے۔ ت)

خدارا انصاف، وہ عقل کے دشمن، دین کے رہزن، جنم کے کودن کہ ایک اور تین میں فرق نہ جانیں، ایک خدا کے تین مانیں، پھر ان تینوں کو ایک ہی جانیں، بے مثل بے کفو کے لئے جورو بتائیں، بیٹا ٹھہرائیں اسکی

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۴۶

Marfat.com

کا مزہ چکھا دے گا۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1]○ واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علی خاتم النبیین سیدنا ومولانا محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین اٰمین۔

اور اب جاننا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ اور ہماری دُعا کا خاتمہ یہ ہے کہ سب خوبیوں سراہا اللہ ہے جو رب ہے سارے جہانوں کا۔ اور درود وسلام ہو آخری نبی پر جو ہمارے آقا و مولا محمد مصطفٰے ہیں اور آپ کے تمام آل واصحاب پر۔ آمین! (ت)

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدن المصطفٰے النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

رسالہ
الصمصام علی مشکک فی اٰیۃ علوم الارحام
ختم ہوا

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/۲۲۷

Marfat.com

زنا کرنا بیٹیوں کا باپ سے حاملہ ہو کر بیٹے جننا۔ ایضاً کتاب دوم اشموئیل نبی باب ۱۱ ورس[۱] ۲ تا ۵ سیدنا داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے ہمسائے کی خوبصورت جورو کو ننگی نہاتے دیکھ کر بلانا اور معاذاللہ اس سے زنا کر کے پیٹ رکھانا، ایضاً کتاب حزقیل نبی باب ۲۳ ورس[۲] یکم تا ۲۱ معاذاللہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

(۳۴) دوسرے روز پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا دیکھ کل رات میں اپنے باپ سے ہمبستر ہوئی آؤ آج رات بھی اس کو مے پلائیں اور تو بھی جا کے اس سے ہم بستر ہو (۳۵) سو اس رات چھوٹی اس سے ہمبستر ہوئی (۳۶) سو لوط کی دونوں بیٹیاں اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں (۳۷) اور بڑی ایک بیٹا جنی اس کا نام موآب رکھا وہ موآبیوں کا جواب تک ہیں باپ ہو (۳۸) اور چھوٹی بھی ایک بیٹا جنی اس کا نام بنی عمی رکھا وہ بنی عمون کا جواب تک ہیں باپ ہوا اھ مختصراً ۱۲۔

[۱] (۲) ایک دن شام کو داؤد چھت پر ٹہلنے لگا وہاں سے اس نے ایک عورت کو دیکھا جو نہا رہی تھی اور وہ عورت نہایت خوبصورت تھی (۳) تب داؤد نے اس عورت کا حال دریافت کرنے آدمی بھیجے انھوں نے کہا حتی اوریاہ کی جورو (۴) داؤد نے لوگ بھیج کے اس عورت کو بلا لیا اور اس سے ہمبستر ہوا وہ اپنے گھر چلی گئی (۵) اور وہ عورت حاملہ ہو گئی سو اس نے داؤد کے پاس خبر بھیجی کہ میں حاملہ ہوں اھ مختصراً۔

[۲] (۱) خداوند کا کلام مجھے پہنچا اس نے کہا (۲) اے آدم زاد! دو عورتیں تھیں جو ایک ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئیں (۳) انھوں نے مصر میں زناکاری کی وے اپنی جوانی میں یارباز ہوئیں وہاں ان کی چھاتیاں ملی گئیں ان کی بکر کے پستان چھوئے گئے (۴) ان میں بڑی کا نام اہولہ اور اس کی بہن اہولیبہ اور وے میری جوروان ہوئیں (۵) اہولیبہ جن دنوں میں میری تھی چھنالا کرنے لگی اور اسوریوں پر عاشق ہو گئی (۶) وے سرلشکر اور حاکمان تھے دلپسند جوان ارغوانی پوشاک (۷) اس نے ان سب کے ساتھ چھنالہ کیا (۸) اس نے ہرگز اس زناکاری کو جو اس نے مصر میں کی تھی نہ چھوڑا کیونکہ انھوں نے اس کی بکر کی پستانوں کو ملا تھا اور اپنی زنا اس پر انڈیلی تھی (۹) اس لئے میں نے اس کے یاروں کے ہاتھ میں ہاں اسوریوں کے ہاتھ میں جن پر وہ مرتی تھی کر دیا (۱۰) انھوں نے اس کو بے ستر کیا (۱۱) اس کی بہن اہولیبہ نے یہ سب کچھ دیکھا پر وہ شہوت پرستی میں اس سے

(باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

ذبح الکبش یوم القیٰمۃ[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حیات کو پیدا کیا، اور قیامت کے دن مینڈھے کو ذبح کرنے والی حدیث کی وجہ سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۶۰: از میرٹھ چار دروازہ لنگڑی مسجد مکان جناب قاری مولوی محمد اسحاق صاحب مسئولہ محمد یعقوب صاحب ۲ شعبان ۱۳۳۱ھ

آیت فلما اخذتھم الرجفۃ[2] (جب ان کو رجفہ نے پکڑا۔ ت) میں ایک شخص رجفہ کے معنی "کڑکڑانے" کے کہتا ہے اور ایک شخص کہتا ہے کڑکڑانے کے معنی نہیں ہیں بلکہ رجفہ کے معنی زلزلہ کے ہیں۔ جلالین شریف میں اور دیگر تفاسیر میں اور لغت کی کتابوں میں رجفہ کے معنی زلزلہ کے ہیں کڑکڑانے کے نہیں ہوسکتے۔ وہ شخص پہلا یہ کہتا ہے کہ درایت اسی کو چاہتی ہے کہ رجفہ کے معنی کڑکڑانے کے ہوں اور یہی ہیں کیونکہ ان کا کڑکڑانا عذاب کا سبب ہوا تھا اس واسطے رجفہ کے معنی کڑکڑانے کے ہیں۔ اب عرض یہ ہے کہ پہلے کا قول صحیح ہے جو رجفہ کے معنی کڑکڑانے کے کرتا ہے یا ثانی کا جواب کہ معنی زلزلہ کے کہتا ہے صحیح ہے؟ اور پہلا شخص من فسر برائہ[3] (جس نے اپنی رائے سے تفسیر کی۔ ت) کا مصداق ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور رجفہ کے معنی زلزلہ کے کہتا ہے صحیح ہے؟ اہلسنت وجماعت کے موافق جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

رجفہ کے معنی میں یہ کڑکڑانا محض باطل وبے اصل ہے جس پر نہ لغت شاہد نہ تفسیر، تو یہ ضرور تفسیر بالرائے ہے اور اس کا حصر کرنا کہ یہی ہیں حضرت عزت پر افتراء، اور اس کا استدلال کہ وہ سبب ہے استدلال آیت میں دوسری تحویل اور لفظ کو حقیقت سے مجاز کی طرف تبدیل ہے کہ اخذِ عذاب حقیقت ہے اور سبب کی طرف اسناد مجازیا بحذف مضاف تقدیر دبال کیجائے، بہرحال محض بلاوجہ بلکہ بلامجال وحی عدول بہ مجاز ہے کہ باطل وناجائز ہے۔ اسی قصہ میں دوسری

---

[1] روح البیان تحت الآیۃ وفدیناہ بذبح عظیم ۲۳/ ۴۷۰ ومرقاۃ المفاتیح تحت الحدیث ۵۵۹۱، ۹/ ۵۵۵

[2] القرآن الکریم ۷/ ۱۵۵

[3] جامع الترمذی ابواب التفسیر باب ماجاء فی الذی یفسر القرآن برائہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۱۹
احیاء العلوم کتاب آداب تلاوۃ القرآن الباب الرابع مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۱/ ۲۸۹

Marfat.com

احد منھم و نحن لہ مسلمون[1] | میں فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے حضور گردن رکھے ہیں۔ (ت)

الالعنۃ اللہ علی الظالمین o الذین یصدون عن سبیل اللہ و یبغونھا عوجا و ھم بالاٰخرۃ ھم کٰفرون o[2] | ارے ظالموں پر خدا کی لعنت، جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی چاہتے ہیں اور وہی آخرت کے منکر ہیں۔ (ت)

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون o[3] | وہ جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا۔ (ت)

فویل للذین یکتبون الکتٰب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمنا قلیلا فویل لھم مما کتبت ایدیھم وویل لھم مما یکسبون o[4] | تو خرابی ہے ان کے لئے جو کتاب اپنے ہاتھ سے لکھیں پھر کہہ دیں یہ خدا کے پاس سے ہے کہ ان کے عوض تھوڑے دام حاصل کریں، تو خرابی ہے ان کے لئے ان کے ہاتھوں کے لکھے سے اور خرابی ہے ان کے لئے اس کمائی سے۔ (ت)

اللہ اللہ یہ قوم یہ سراسر لوم یہ لوگ یہ لوگ جنھیں عقل سے لاگ جنھیں جنون کا روگ، یہ اس قابل ہوئے کہ خدا پر اعتراض کریں اور مسلمان ان کی لغویات پر کان دھریں اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (بیشک ہم اللہ تعالٰی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ اور نہیں ہے گناہ سے بچنے کی طاقت اور نہ نیکی کرنے کی قوت مگر اللہ تعالٰی کی توفیق سے جو بلندی وعظمت والا ہے۔ ت) یہ پہلی اپنی ساختہ بائبل تو سنبھالیں قاہر اعتراض باہر اراد اس پر سے اٹھالیں، انگریزی میں ایک مثل کیا خوب ہے کہ شیشہ محل کے رہنے والا پتھر پھینکنے کی ابتدا کرے یعنی رب جبار قہار کے محکم قلعوں کو تمھاری کنکریوں سے کیا ضرر پہنچ سکتا ہے مگر ادھر سے ایک پتھر بھی آیا تو حجارۃ من سجیل (کنکر کا پتھر۔ ت) کا سماں کعصف ماکول (کھائی ہوئی کھیتی ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۳۶

[2] 〃 〃 ۱۱/ ۱۸ و ۱۹

[3] 〃 〃 ۱۰/ ۶۹

[4] 〃 〃 ۲/ ۷۹

Marfat.com

وابوبکر وعمر وعثمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہم [1]

سیدنا ابوبکر صدیق، حضرت عمر اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ (ت)

ابن جریر جلد ۱۳ ص ۸۴:

حدثنی المثنی ثنا سوید قال اخبرنا ابن المبارک عن ابراھیم بن محمد عن سھیل بن ابی صالح عن محمد بن ابراھیم قال کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یأتی قبور الشھداء علی رأس کل حول فیقول السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار وابوبکر وعمر وعثمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہم [2]

مجھے مثنّی نے بحوالہ سوید حدیث بیان کی۔ سوید نے کہا ہمیں ابن المبارک نے خبر دی، انھوں نے ابراہیم بن محمد سے، انھوں نے سہیل بن ابو صالح سے، انھوں نے محمد بن ابراہیم سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال کے اختتام پر شہداء کی قبروں پر تشریف لاتے اور یوں فرماتے: تم پر سلامتی ہو تمھارے صبر کا بدلہ تو پچھلا گھر کیا ہی خوب ملا۔ ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ایسا ہی کرتے تھے (ت)

تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۲۹۵:

عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ کان یأتی قبور الشھداء رأس کل حول فیقول السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار والخلفاء الاربعۃ ھکذا کانوا یفعلون رضی اللہ تعالیٰ عنہم [3]۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال کے اختتام پر شہیدوں کی قبروں پر تشریف لاتے اور یوں فرماتے: سلامتی ہو تم پر تمھارے صبر کا بدلہ تو آخرت کا گھر کیا ہی خوب ملا۔ خلفاءِ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ (ت)

تفسیر نیشاپوری جلد ۱۳ ص ۹۲:

وروی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نبی انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال کے

---

[1] الدر المنثور تحت آیت ۱۳/ ۲۴ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۶۸-۶۷

[2] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) 〃 〃 المطبعۃ المیمنۃ مصر ۱۳/ ۸۴

[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) 〃 〃 〃 〃 ۱۹/ ۴۵

Marfat.com

مسئلہ ۲۵۹ از ملک بنگال ضلع فرید پور موضع پٹوراکاندے مرسلہ محمد شمس الدین صاحب

قرآن پاک میں لایموت فیہا ولایحیٰی[1] (نہ اس میں جئیں گے اور نہ مریں گے۔ت) اہل نار کی حالت لکھی ہے حالانکہ انسان کو حیات یا ممات کا ہونا ضروری ہے، پس بعد اثبات وجود کے ارتفاع نقیضین کیونکر جائز ہوسکتا ہے؟

الجواب

قرآن عظیم محاورۂ عرب پر اترا ہے،

قال اللہ تعالٰی فورب السماء والارض انہ لحق مثل ما انکم تنطقون[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو آسمان اور زمین کے رب کی قسم بیشک یہ قرآن حق ہے ویسی ہی زبان میں جو تم بولتے ہو۔(ت)

اور عرب بلکہ تمام عرب وعجم کا محاورہ ہے کہ ایسی کرب شدید ومصیبت مدید کی زندگی کو یوں ہی کہتے ہیں کہ نہ جیتے ہیں نہ مرتے ہیں نہ زندوں میں نہ مردوں میں' لاحی فیرجی ولامیت فیرثی (نہ زندہ ہے کہ امید رکھی جائے اور نہ مُردہ ہے کہ مرثیہ کہا جائے۔ت) اس کا بیان دوسری آیت کریمہ میں ہے کہ:

یاتیہ الموت من کل مکان وما ھو بمیت[3]

اسے ہر طرف سے موت آئے گی اور مرے گا نہیں۔

یاتیہ الموت من کل مکان یہ "لایحیٰی" ہوا اور ماھو بمیت یہ "لایموت فیہا" ہوا، اور موت وحیات نقیضین نہیں کہ انسان نہ موت ہے نہ حیات، بلکہ ان میں تقابل تضاد ہے اگر موت وجودی ہے اور عدم وملکہ اگر عدمی۔

والاول ھو الصحیح عندی الظاھر قولہ تعالٰی خلق الموت والحیٰوۃ[4] ولحدیث

اور اول ہی میرے نزدیک صحیح ہے اللہ تعالٰی کے ظاہر فرمان کی وجہ سے کہ اس نے موت اور

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۷۴ و ۸۷/ ۱۳

[2] " " ۵۱/ ۲۳

[3] " " ۱۴/ ۱۷

[4] " " ۶۷/ ۲

Marfat.com

اعراب نہیں لگائے جاتے حضور کے حکم سے صحابہ کرام مثل امیر المومنین عثمان غنی وحضرت زید بن ثابت و امیر معاویہ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسے لکھتے ان کی تحریر میں بھی اعراب نہ تھے یہ تابعین کے زمانے سے رائج ہوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۶۴ از موضع پاکڑی ضلع گوڑگانوہ ڈاکخانہ ڈھینیہ مسئولہ محمد حسین خاں ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ تفسیر قادری معتبر ہے یا غیر معتبر؟

الجواب

یہ اُردو کتاب ہے میں نے نہیں دیکھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

Marfat.com

جگہ فاخذتکم الصاعقۃ[1] (توتم کو صاعقہ نے پکڑا۔ ت) فرمایا ہے صاعقہ کے معنی میں بھی اسی دلیل سے یہی کڑکڑانا ہوگا بلکہ جہاں جہاں قرآن عظیم نے اقوالِ کفار پر نار یا حمیم یا غساق وغیرہا کا ذکر فرمایا ہے ان سب کے معنی میں یہی کڑکڑانا آئے گا کہ یہی اس عذاب کا سبب ہوا ایسی بات علم تو علم عقل سے بعید ہے۔ وھو سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۱: از احمد آباد گجرات دکن محلہ جمالپور مرسلہ مولوی عبدالرحیم صاحب ۱۵ رجب ۱۳۳۶ھ

اخرج محمد بن جریر الطبری عن محمد بن ابراھیم قال کان النبی یأتی قبور الشھداء علی رأس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار وابوبکر وعمر وعثمٰن۔

محمد بن جریر طبری نے محمد بن ابراہیم سے تخریج کی کہ نبی اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر سال کے اختتام پر شہداء کی قبروں پر تشریف لاتے اور یوں فرماتے: سلامتی ہو تم پر تمہارے صبر کا بدلہ تو پچھلا گھر کیا ہی خوب ملا۔ اسی طرح ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہم بھی کرتے تھے۔ (ت)

یہ روایت تفسیر ابن جریر میں اور تفسیر درمنثور میں اور تفسیر کبیر میں کس آیت کی تفسیر میں ہے؟

الجواب

درمنثور جلد ۴ صفحہ ۵۸:

اخرج ابن المنذر وابن مردویہ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یأتی اُحداً کل عام فاذا تفوہ الشعب سلم علی قبور الشھداء فقال سلٰم علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار

ابن منذر اور ابن مردویہ رضی اللہ تعالٰی عنہما نے سیدنا حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے تخریج کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر سال اُحد میں تشریف لاتے تھے۔ جب گھاٹی کی فراخی میں داخل ہوتے تو قبورِ شہداء پر سلام کہتے ہوئے یوں فرماتے: سلامتی ہو تم پر تمہارے صبر کا بدلہ تو پچھلا گھر کیا ہی خوب ملا۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۵۵

Marfat.com

محافل ومجالس

(میلاد و گیارھویں شریف وغیرہ)

رسالہ

اقامة القیامة علٰی طاعن القیام لنبی تہامة

۹۹ ھ ۱۲

(نبی تہامہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیلئے قیامِ تعظیمی پر اعتراض کرنیوالے پر قیامت قائم کرنا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۲۶۵ از ریاست مصطفٰی آباد عرف رامپور بضمن سوالات کثیرہ ۱۲۹۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مجلس میلاد میں قیام وقت ذکر ولادت حضور خیر الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کیا ہے، بعض لوگ اس قیام سے انکار بحث رکھتے اور اسے بدیں وجہ کہ

Marfat.com

انه کان یأتی قبور الشهداء علی رأس کل حول فیقول سلٰم علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار[1] - فقط

اختتام پر شہیدوں کی قبروں پر تشریف لاتے اور یوں فرماتے: سلامتی ہو تم پر تمہارے صبر کا بدلہ تو پچھلا گھر کیا ہی خوب ملا۔ (ت)

مسئلہ ۲۶۲: از شاہجہان پور بازار سبزی منڈی مرسلہ محمد امین تاجر ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تقسیم قرآن شریف برائے فیض پیرائے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیس پارہ پر ہے، کوئی پارہ سورت سے شروع ہوا اور کوئی رکوع سے اور کوئی درمیان رکوع سے، اور کوئی پارہ بڑا ہے کوئی چھوٹا۔ اس کے واسطے کوئی قاعدہ ہے جس کی رعایت ہر پارہ میں ہے یا بلا رعایت قاعدہ کلیہ مقرر کر دی ہے؟ الحمد کو پارہ اول سے علیحدہ رکھا ہے اور ربما سے ایک آیت چھوڑ دی شروع سورت سے اس کا سر اور جو کچھ اور اس میں مرعی ہے حضور ہی بیان فرما سکتے ہیں اور ہم جہلا کی تسکین حضور پرنور ہی کے قلم سے ہو سکتی ہے۔

الجواب

پاروں پر تقسیم امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ کی نہ کسی صحابی نہ کسی تابعی نے۔ معلوم نہیں اس کی ابتدا کس نے کی، یہ بہت حادث ہے، ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص نے اس کی ابتداء کی اس نے اپنے پاس کے مصحف شریف کو تیس حصوں پر کہ باعتبار عدد اوراق مساوی تھے تقسیم کر لیا اور یہ تقسیم ان ان مواقع پر آکے واقع ہوئی اور یہی ان بلاد میں رائج ہو گئی سب جگہ اس پر اتفاق بھی نہیں بلکہ شام وغیرہ کی تقسیم اس سے کچھ مختلف ہے۔ بہرحال یہ کچھ ضروری بات نہیں نہ اس کے ماننے میں حرج۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۳: از بارکپور محلہ مرغی محال متصل کنجڑا محال مرسلہ حافظ محمد جعفر پیش امام ۱۰ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کلام مجید با اعراب خداوند کریم کی طرف سے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوا کرتا تھا یا اعراب بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درست کیا گیا؟

الجواب

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قرآن عظیم کی عبارت کریمہ نازل ہوئی عبارت میں

---

[1] غرائب القرآن تحت آیۃ ۱۳/ ۲۴ مصطفی البابی مصر ۱۳/ ۸۳

Marfat.com

یہاں دو مقام واجب الاعلام ہیں :

اولاً اس مقام مبارک پر اپنے طور پر کتب و فتاوائے علماء قدست اسرارھم سے حکم بیان کرنا جس سے بعونہ موافقین کے لئے ایضاحِ حق و اضاحت باطل ہو، اور منصب فتوٰی اپنے حق کو واصل ہو۔

ثانیاً اس مغالطہ کا جواب دینا جو بالفاظ متقاربہ تمام اکابر و اصاغر مانعین میں رائج کہ یہ فعل قرون ثلٰثہ میں نہ تھا تو بدعت و ضلالت ہوا۔ اس میں کچھ خوبی ہوتی تو وہی کرتے اس فعل اور اس کے امثال امور نزاعیہ میں حضرات منکرین کی غایت سعی اسی قدر ہے جس کی بنا پر اہلسنت و سوادِ اعظم ملت و ہزاران ائمہ شریعت و طریقت کو معاذ اللہ بدعتی گمراہ ٹھہراتے ہیں اور مطلقاً خوفِ خدا و ترس روزِ جزا دل میں نہیں لاتے۔ مقامِ افتاء اگرچہ استیعاب مناظرہ کی جا نہیں مگر ایسی جگہ ترک کلی بھی چنداں زیبا نہیں، لہٰذا فقیر مقامِ دوم میں چند اجمالی جملے حاضر کرے گا جن کے مبانی دیکھئے حرفے چند اور معانی سمجھئے تو بس جامع و بلند۔ وباللہ التوفیق فی کل حین وعلیہ التوکل وبہ نستعین والحمد للہ رب العٰلمین۔

مقامِ اوّل : اللہ عزوجل نے شریعت غرا، بیضا، زہرا، عامہ، تامہ، کاملہ، شاملہ اتاردی اور بحمدہٖ تعالٰی ہمارے لئے ہمارا دین کامل فرما دیا اور اس کے کرم نے اپنے حبیب اکرم حضور پُرنور
سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے صدقہ میں اپنی نعمت ہم پر تمام فرمادی۔ قال اللہ تعالٰی : ۱

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا[1]

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند فرمایا۔ (ت)

والحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالٰی علی من بہ انعم علینا فی الدنیا والدین وبہ ینعم ان شاء اللہ تعالٰی فی الاٰخرۃ الی ابد الاٰبدین۔

تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور درود نازل ہو اس ذات پر جس کے صدقے اللہ تعالٰی نے دین و دنیا کی نعمتیں ہمیں عطا فرمائیں۔ اور ان کے طفیل ان شاء اللہ ابدالآباد تک آخرت کی نعمتیں بھی ہمیں عطا ہوں گی۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۳

Marfat.com

ان کنتم لا تعلمون[1] عہ | نہ معلوم ہو۔

عہ اس آیہ کریمہ کے متصل ہی کریمہ ثانیہ ہے:

بالبینٰت والزبر وانزلنا الیك الذکر[2] الآیة۔ | روشن دلیلیں اور کتابیں لے کر اور اے محبوب ہم نے تمھاری طرف یہ یادگار اتاری۔ (ت)

مصنف نے یہاں معالم التنزیل کے حاشیہ پر تحریر فرمایا:

اقول ھذا من محاسن نظم القراٰن العظیم امر الناس ان یسئلوا اھل العلم بالقراٰن العظیم وارشد العلماء ان لایعتمدوا علی اذھانھم فی فھم القراٰن بل یرجعوا الی مابیّن لھم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرد الناس الی العلماء والعلماء الی الحدیث والحدیث الی القراٰن وان الی ربك المنتھٰی فکما ان المجتھدین لو ترکوا الحدیث ورجعوا الی القراٰن فضلوا کذٰلك العامة لو ترکوا المجتھدین ورجعوا الی الحدیث فضلوا ولھذا قال الامام سفیٰن بن عیینة احد ائمة الحدیث قریبًا من الامام الاعظم والامام المالك رضی اللہ تعالٰی عنھم الحدیث مضلة الا الفقھاء نقلہ عنھم الامام ابن الحاج مکی فی مدخل[3]

میں کہتا ہوں کہ یہ عبارت قرآن عظیم کی خوبیوں سے ہے لوگوں کو حکم دیا کہ علماء سے پوچھو جو قرآن مجید کا علم رکھتے اور علماء کو ہدایت فرمائی کہ قرآن کے سمجھنے میں اپنے ذہن پر اعتماد نہ کریں بلکہ جو کچھ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بیان فرمایا اسکی طرف رجوع لائیں تو لوگوں کو علماء کی طرف پھیرا اور علماء کو حدیث کی طرف اور حدیث کو قرآن کی طرف اور بیشک تیرے رب ہی کی طرف انتہا ہے تو جس طرح مجتہدین اگر حدیث چھوڑ دیتے اور قرآن کی طرف رجوع کرتے بہک جاتے یونہی غیر مجتہد اگر مجتہدین کو چھوڑ کر حدیث کی طرف رجوع لائیں تو ضروری گمراہ ہوجائیں اسی لئے امام سفیان بن عیینہ نے کہا کہ امام اعظم و امام مالک کے زمانہ کے قریب حدیث کے اماموں سے تھے فرمایا کہ حدیث بہت گمراہ کردینے والی ہے مگر فقہاء کو، اسے امام ابن حاج مکی نے مدخل میں نقل فرمایا ۱۲ مصحح غفرلہ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۴۳
[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۴۴
[3] تعلیقات المصنف علٰی معالم التنزیل تحت الآیة ۱۶/ ۴۳، ۴۴

Marfat.com

قرونِ ثلٰثہ میں نہ تھا بدعت سیئہ وحرام سمجھتے اور کہتے ہیں ہمیں صحابہ و تابعین کی سند چاہیے ورنہ ہم نہیں مانتے۔ ان کے اقوال کا حل کیا ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان کیجئے اجر دیئے جاؤ گے۔ت)

الجواب

الحمد للّٰہ الذی باذنہ تقوم السماء والصلٰوۃ والسلام علٰی من قامت بہ ارکان الشریعۃ الغراء سیّدنا و مولانا محمد الذی قامت فی مولدہ ملٰئکۃ العلیا وعلٰی اٰلہ وصحبہ القائمین بآداب تعظیمہ فی الصبح والمساء واشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہ وان محمدا عبدہٗ و رسولہ قیم الانبیاء صلوات اللّٰہ وسلامہ علیہ وعلیھم ما قامت تسبیح القیام اشجار الغبراء وسجدت للحی القیوم نجوم الخضراء اٰمین! قال القائم ببعض الضراعۃ الٰی صاحب المقام المحمود والشفاعۃ عبد المصطفٰی احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی عفی اللّٰہ لہ واقامہ مقام السلف الکرام البررۃ الکلمۃ اٰمین۔

تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جس کے حکم سے آسمان قائم ہے۔ درود وسلام ہو اس ذات پر جس کے ذریعے روشن شریعت کے ارکان قائم ہیں وہ ہمارے آقا محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں جن کے میلاد کے وقت عالی مرتبت ملائکہ نے قیام کیا، اور آپ کی آل واصحاب پر جو صبح وشام آپ کے لئے آدابِ تعظیم کی بجاآوری میں قائم رہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالٰی کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں، وہ انبیاء کرام کے متولی ونگران ہیں، آپ پر اور تمام انبیاء پر درود وسلام ہو جب تک غبار آلود درخت تسبیح کے ساتھ قائم رہیں اور جب تک آسمان کے ستارے بارگاہِ حی وقیوم میں سجدے کرتے رہیں، آمین! مقامِ محمود اور شفاعت کے مالک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ میں عاجزانہ قیام کرتے ہوئے کہتا ہے عبدالمصطفٰی احمد رضا محمدی سُنّی حنفی قادری برکاتی بریلوی، اللہ تعالٰی اس کی مغفرت فرمائے اور اسے سلف صالحین کا قائم مقام بنائے۔ آمین۔ (ت)

اللھم ھدایۃ الحق والصواب (اے اللہ! حق اور درستگی کی ہدایت فرما۔ت)

Marfat.com

ان کنتم لا تعلمون۔[1]

واجب کہا کہ قرآن عظیم میں اس کا حکم فرمایا ہے کہ علمائے سے پوچھو اگر تمھیں نہ معلوم ہو۔

امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب مستطاب میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں:

ما فصّل عالم ما اجمل فی کلام من قبله من الادوار الا للنور المتصل من الشارع صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم فالمنة فی ذٰلك حقیقة لرسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم الذی هو صاحب الشرع لانه هو الذی اعطی العلماء تلك المادة التی فصلوا بها ما اجمل فی کلامه کما ان المنة بعده لکل دور علی من تحته فلو قدر ان اهل دور تعدوا من فوقهم الی الدور الذی قبله لانقطعت وصلتهم بالشارع ولم یهتدوا لایضاح مشکل ولا تفصیل مجمل، وتامل یا اخی لولا ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم فصل بشریعته ما اجمل فی القراٰن لبقی القراٰن علی اجماله کما ان الائمة المجتهدین لو لم یفصلوا ما اجمل فی السنة لبقیت السنة علی اجمالها وهکذا الی عصرنا هذا فلولا ان حقیقة الاجمال

جس کسی عالم نے اپنے سے پہلے زمانے کے کسی کلام کے اجمال کی تفصیل کی ہے وہ اسی نور سے ہے جو صاحب شریعت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اسے ملا ہے تو حقیقت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کا تمام امت پر احسان ہے انھوں نے علماء کو یہ استعداد عطا فرمائی جس سے انھوں نے مجمل کلام کی تفصیل کی۔ یونہی ہر طبقۂ ائمہ کا اپنے بعد والوں پر احسان ہے اگر فرض کیا جائے کہ کوئی طبقہ اپنے اگلے پیشواؤں کو چھوڑ کر ان سے اوپر والوں کی طرف تجاوز کر جائے تو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو سلسلہ ان تک ملا ہوا ہے وہ کٹ جائے گا اور یہ کسی مشکل کی توضیح مجمل کی تفسیر پر قادر نہ ہونگے۔ برادرم! غور کر، اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی شریعت سے مجملات قرآن عظیم کی تفصیل نہ فرماتے قرآن عظیم یونہی مجمل رہ جاتا۔ اسی طرح ائمہ مجتہدین اگر مجملات حدیث کی تفصیل نہ فرماتے حدیث یونہی مجمل رہ جاتی، اسی طرح ہمارے زمانے تک، تو اگر یہ نہیں کہ حقیقت اجمال سب میں سرایت کئے ہوئے ہے تو نہ متون کی شرح

[1] ردالمحتار مقدمۃ الکتاب دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۳

Marfat.com

الحمدللہ ہماری شریعت مطہرہ کا کوئی حکم قرآن عظیم سے باہر نہیں، امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

حسبنا کتاب اللہ[1] (ہمیں قرآن عظیم بس ہے)

مگر قرآن عظیم[ع] کا پورا سمجھنا اور ہر جزئیہ کا صریح حکم اس سے نکال لینا عام کو نا مقدور ہے اس لئے قرآن کریم نے دو مبارک قانون ہمیں عطا فرمائے:

اوّل: ما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا[2] — جو کچھ رسول تمہیں دیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) لو صیغہ امر کا ہے اور امر وجوب کے لئے ہے تو پہلی قسم واجبات شرعیہ ہوئی اور باز رہو نہی ہے اور نہی منع فرمانا ہے یہ دوسری قسم ممنوعات شرعیہ ہوئی۔ حاصل یہ کہ اگرچہ قرآن مجید میں سب کچھ ہے:

ونزلنا علیک الکتٰب تبیانًا لکل شیئ[3] — اے محبوب ہم نے تم پر یہ کتاب اتاری جس میں ہر شئی ہر چیز ہر موجود کا روشن بیان ہے۔

مگر امت اسے بے نبی کے سمجھائے نہیں سمجھ سکتی ولہذا فرمایا:

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نُزِّل الیھم[4] — اے محبوب ہم نے تم پر یہ قرآن مجید اتارا کہ تم لوگوں کے لئے بیان فرمادو جو کچھ ان کی طرف اُترا ہے۔

یعنی اے محبوب! تم پر تو قرآن حمید نے ہر چیز روشن فرمادی اس میں جس قدر امت کے بتانے کو ہے وہ تم ان پر روشن فرمادو، لہذا آیۂ کریمہ اولٰی میں نزلنا علیک فرمایا جو خاص حضور کی نسبت ہے اور آیۂ کریمہ ثانیہ میں ما نزّل الیھم فرمایا جو نسبت بہ امت ہے۔

دوم: فاسئلوا اھل الذکر — علم والوں سے پوچھو جو تمہیں

ع قرآن امام حدیث ہے، حدیث امام مجتہدین، مجتہدین امام علماء، علماء امام عوام الناس۔ اس سلسلہ کا توڑنا گمراہ کا کام۔

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب کتابۃ العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۲

[2] القرآن الکریم ۵۹/۷ [3] القرآن الکریم ۱۶/۸۹ [4] القرآن الکریم ۱۶/۴۴

Marfat.com

درمختار میں ہے:

یندب ذکر الخلفاء الراشدین و العمین[1] — خطبہ میں چاروں خلفاء کرام اور دونوں عم کریم سیدالانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر فرمانا مستحب ہے۔

اور حضرت شیخ مجدد الف ثانی صاحب نے تو ایک خطیب پر اپنے مکتوبات میں اس لئے کہ اس نے ایک خطبہ میں خلفاء کرام کا ذکر نہ کیا تھا سخت نکیر فرمائی اور اسے خبیث تک لکھا۔ اذان کے بعد حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر صلاۃ وسلام عرض کرنا جس طرح حرمین طیبین میں رائج ہے درمختار میں فرمایا:

التسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الاٰخر سنۃ سبع مائۃ واحدی و ثمانین فی عشاء لیلۃ الاثنین ثم یوم الجمعۃ ثم بعد عشر سنین حدث فی الکل الا المغرب ثم فیھا مرتین وھو بدعۃ حسنۃ[2] — اذان کے بعد صلوٰۃ پکارنا ربیع الآخر ۷۸۱ھ کی عشا شب دوشنبہ میں حادث ہوا پھر اذان جمعہ کے بعد بھی صلوٰۃ کہی گئی پھر دس برس بعد مغرب کے سوا سب اذانوں کے بعد پھر مغرب میں بھی دوبار کہنی شروع ہوئی۔ اور یہ ان نو پیدا باتوں سے ہے جو شرعاً مستحب ہیں۔

کُتب میں اس کے صدہا نظائر ملیں گے اسی وقت کے علماء معتمدین سے ان کے جزئیہ کی تصریح مل سکتی ہے مجلس میلاد مبارک وقیام کو جاری ہوئے بھی صدہا سال ہوئے مگر صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین کے کلام میں ان کے نام کی تصریح مانگنی اسی جنون پر مبنی ہوگئی ان پر انھیں علماء کرام کی تصریحات سے استناد ہوگا جن کے زمانہ میں ان کا وجود تھا جیسے مجلس مبارک کے لئے امام حافظ الشان ابن حجر عسقلانی و امام خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی و امام خطیب احمد قسطلانی وغیرہم اکابر رحمہم اللہ تعالٰی جن کے نام وکلام کی تصریح بار بار کر دی گئی۔ یونہی مسئلہ قیام میں ان علمائے کرام کی سند لی جائے جن کا ذکر شریف آیا ہے وباللہ التوفیق بحمد اللہ تعالٰی موافقین اہل حق وانصاف ودین کے لئے یہ کافی ہوگا۔ رہا مخالفین کا نہ ماننا ان کی پروا کیا۔ وہ اور ہی کسے مانتے ہیں کہ ان علماء کرام کو مانیں ان کے غیر مقلدین تو علانیہ امام اعظم وجملہ ائمہ دین پر منہ آتے اور اپنے مہمل افہام واوہام کے آگے ان کے اجتہادات عالیہ کو باطل بتاتے اور ان کے ماننے والوں کو معاذ اللہ مشرک گمراہ بتاتے ہیں جو ان میں بظاہر نام تقلید

---

[1] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب الجمعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۱

[2] " " " " " " ۱/۶۴

Marfat.com

حوادث غیر متناہی ہیں احادیث میں ہر جزئیہ کے لئے نام بنام تصریح احکام اگر فرمائی بھی جاتی ان کا حفظ وضبط نامقدور رہوتا پھر مدارج عالیہ مجتہدانِ امت کے لئے ان کے اجتہاد پر رکھے گئے وہ نہ ملتے نیز اختلافاتِ ائمہ کی رحمت ووسعت نصیب نہ ہوتی۔ لہذا حدیث نے بھی جزئیات معدودہ سے کلیاتِ حاویہ مسائل نامحدودہ کی طرف استعارہ فرمایا اس کی تفصیل وتفریع وتاصیل مجتہدین کرام نے فرمائی اور احاطۂ تصریح نامتناہی کے تعذر نے یہاں بھی حاجت ایضاح مشکل وتفصیل مجمل وتقیید مرسل باقی رکھی جو قرناً فقرناً طبقۃً فطبقۃً مشائخ کرام وعلمائے اعلام کرتے چلے آئے ہر زمانہ کے حوادث تازہ احکام اس زمانے کے علمائے کرام حاملانِ فقہ وحامیانِ اسلام نے بیان فرمائے اور یہ سب اپنی اصل ہی کی طرف راجع ہوئے اور ہوتے رہیں گے حتی یاتی امر اللہ وھم علی ذٰلك (یہاں تک کہ اللہ تعالٰی اپنا امر لے آئے اور وہ لوگ اسی حال پر ہوں۔ ت) درمختار میں ہے:

ولایخلو الوجود عمن یمیز ھذا حقیقۃ لاظنا وعلٰی من لم یمیز ان یرجع لمن یمیز لبراءۃ ذمتہ[1]

زمانہ ان لوگوں سے خالی نہ ہوگا جو یقینی طور پر نہ محض گمان سے اس کی تمیز رکھیں اور جسے اس کی تمیز نہ ہو اس پر واجب ہے کہ تمیز والے کی طرف رجوع کرے کہ بری الذمہ ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

جزم بذلك اخذا مما رواہ البخاری من قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتزال طائفۃ من امتی ظاھرین علی الحق حتی یاتی امر اللہ قولہ وعلٰی من لم یمیز عبر بعلی المفیدۃ للوجوب للامر بہ فی قولہ تعالٰی فاسئلوا اھل الذکر

شارح علامہ نے اس پر جزم فرمایا اس حدیث سے لے کر جو صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ہمیشہ میری امت کا ایک گروہ غلبہ کے ساتھ حق پر رہے گا یہاں تک کہ حکم الٰہی آئے، اور جسے اس کی تمیز نہ ہو اس پر علماء کی طرف رجوع لانے کو اس تے

ف: حوادث کا پیدا ہوتے رہنا اور ان کے احکام کا۔ اور ایک یہ کہ جو ہر بات پر کہے صحابہ تابعین کی سند لاؤ۔ یا امام ابوحنیفہ کا قول دکھاؤ، وہ مجنون ہے یا گمراہ۔

[1] الدرالمختار مقدمۃ الکتاب مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۵

Marfat.com

منع مردود۔

ان الحکم الا للّٰہ[1]، وانما الحرام ما حرم اللّٰہ فی کتابہ وما سکت عنہ فھو مما عفا عنہ[2]

حکم نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ کے لئے۔ اور حرام وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا، اور جس پر سکوت فرمایا وہ معاف شدہ چیزوں میں سے ہے (ت)

علی الخصوص حرمین طیبین مکہ معظمہ و مدینہ منورہ صلی اللہ تعالیٰ علی منورھما و بارک وسلم کہ مبدء و مرجع دین و ایمان ہیں وہاں کے اکابر علماء و مفتیانِ مذاہبِ اربعہ مدتہا مدت سے اس فعل کے فاعل و عامل و قائل و قابل ہیں ائمہ معتمدین نے اسے حرام نہ فرمایا بلکہ بلاشبہہ مستحب و مستحسن ٹھہرایا۔ علامہ[ع] جلیل الشان علی بن برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سیرت مبارکہ انسان العیون میں تصریح فرمائی کہ یہ قیام بدعتِ حسنہ ہے۔ اور ارشاد فرماتے ہیں:

قد وجد القیام عند ذکر اسمہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم من عالم الامۃ ومقتدی دینًا وورعًا تقی الدین سبکی رحمۃ اللّٰہ تعالٰی وتابعہ علی ذٰلک مشائخ الاسلام فی عصرہ فقد حکی بعضھم ان الامام السبکی اجتمع عندہ جمع کثیر من علماء عصرہ فانشد فیہ قول الصرصری فی

بیشک وقتِ ذکرِ نام پاک حضور سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام قیام کرنا امام تقی الملۃ والدین سبکی رحمہ اللہ تعالیٰ سے پایا گیا جو امتِ مرحومہ کے عالم اور دین و تقوٰی میں اماموں کے امام ہیں اور اس قیام پر ان کے معاصرین ائمہ کرام مشائخ الاسلام نے ان کی متابعت کی بعض علماء یعنی انھیں امام اجل کے صاحبزادے امام شیخ الاسلام ابونصر عبدالوہاب ابن ابی الحسن تقی الملۃ والدین سبکی نے طبقاتِ کبرٰی میں نقل فرمایا کہ امام سبکی کے حضور ایک جماعت

ع کتب علماء سے قیام کا ثبوت۔

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۴۰

[2] جامع الترمذی ابواب اللباس باب ماجاء فی لبس الفراء امین کمپنی دہلی ۱/ ۲۰۶
سنن ابن ماجہ ابواب الاطعمہ باب اکل الجبن والسمن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۴۹
المستدرک للحاکم کتاب الاطعمہ دار الفکر بیروت ۴/ ۱۱۵

Marfat.com

سارية فی العالم کلہ ما شرحت الکتب ولا ترجمت من لسان الی لسان ولا وضع العلماء علی الشروح حواشی کالشروح للشروح [1]

لکھی جاتی نہ ترجمے ہوتے نہ علماء شرحوں کی شرح (حواشی) لکھتے۔

اب یہیں دیکھئے کہ کتب ظاہر الروایۃ و نوادر ائمہ تھیں پھر کتب نوازل و واقعات تصنیف فرمائی گئیں پھر متون و شروح و حواشی و فتاوٰی وقتاً فوقتاً تصنیف ہوتے رہے اور ہر آئندہ طبقہ نے گزشتہ پر اضافہ کئے اور مقبول ہوتے رہے کہ سب اسی اجمال قرآن و سنت کی تفصیل ہے نصاب الاحتساب و فتاوٰی عالمگیری زمانہ سلطان عالمگیر انار اللہ تعالیٰ برہانہ کی تصنیف ہیں ان میں بہت ان جزئیات کی تصریح ملے گی جو کتب سابقہ میں نہیں کہ وہ جب تک واقع ہی نہ ہوئے تھے، اور کتب نوازل و واقعات کا تو موضوع ہی حوادث جدیدہ کے احکام بیان فرمانا ہے اگر کوئی شخص ان کی نسبت کہے کہ صحابہ تابعین سے اس کی تصریح دکھاؤ یا خاص امام اعظم و صاحبین کا نص لاؤ تو وہ احمق مجنون یا گمراہ مفتون، پھر عالمگیری کے بھی بہت بعد اب قریب زمانہ کی کتابیں فتاوٰی اسعدیہ و فتاوٰی حامدیہ و طحطاوی علی مراقی الفلاح وعقود الدریہ و ردالمحتار و رسائل شامی وغیرہا کتب معتمدہ ہیں کہ تمام حنفی دنیا میں ان پر اعتماد ہو رہا ہے دو اول کے سوا یہ سب تیرھویں صدی کی تصنیف ہیں مانعین بھی ان سے سندیں لاتے ہیں ان میں صدہا وہ بیان ملیں گے جو پہلے نہ تھے اور مانعین کے یہاں تو فتاوٰی شاہ عبد العزیز صاحب بلکہ مائۃ مسائل و اربعین تک پر اعتماد ہو رہا ہے کیا مائۃ مسائل و اربعین کے سب جزئیات کی تصریح صحابہ و تابعین و ائمہ تو بہت بالا ہیں عالمگیری و ردالمحتار تک کہیں دکھا سکتے ہیں اب ان کے بعد بھی ریل، تار، برقی، نوٹ، منی آرڈر، فوٹوگراف وغیرہ وغیرہ ایجاد ہوئے اگر کوئی شخص کہے کہ صحابہ تابعین یا امام ابوحنیفہ یا یہ نہ سہی ہدایہ یا درمختار یا یہ بھی نہ سہی عالمگیری و طحطاوی و ردالمحتار یا یہ سب جانے دو شاہ عبد العزیز صاحب ہی کے فتاوے میں دکھاؤ تو اسے مجنوں سے بہتر اور کیا لفظ کہا جا سکتا ہے، ہاں اس ہٹ دھرمی کی بات جدا ہے کہ اپنے آپ تو تیرھویں صدی کی اربعین تک معتبر جانیں اور دوسروں سے ہر جزئیہ پر خاص صحابہ و تابعین کی سند مانگیں۔ خطبہ میں ذکر عمین شریفین حادث ہے مگر جب سے حادث ہے علمائے اس کے مندوب ہونے کی تصریح فرمائی،

عہ ان کا بیان کہ حادث ہو کر مستحب ٹھہریں۔

[1] میزان الشریعۃ الکبری فصل وممایدلک علی صحۃ ارتباط جمیع اقوام علماء الشریعۃ الخ مصطفی البابی مصر ۱/۳۶

Marfat.com

قد استحسن القيام عند ذکر مولده الشریف ائمة ذو روایة و درایة فطوبیٰ لمن کان تعظیمه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم غایة مرامه و مرماه[1]

بیشک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا ان اماموں نے مستحسن سمجھا ہے جو صاحب روایۃ و درایۃ تھے تو شادمانی اس کے لئے جس کی نہایت مراد و مقصود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے۔

فاضل اجل سیدی جعفر بن اسمٰعیل بن زین العابدین علوی مدنی نے اس کی شرح الکوکب الازہر علیٰ عقد الجوہر میں اس مضمون پر تقریر فرمائی۔

فقیہ محدث مولانا عثمان بن حسن دمیاطی اپنے رسالہ اثبات قیام میں فرماتے ہیں:

القیام عند ذکر ولادة سید المرسلین صلی الله تعالیٰ علیه وسلم امر لاشك فی استحبابه واستحسانه وندبه یحصل لفاعله من الثواب الاوفر والخیر الاکبر لانه تعظیم ای تعظیم للنبی الکریم ذی الخلق العظیم الذی اخرجنا الله به من ظلمات الکفر الی الایمان وخلصنا الله به من نار الجهل الی جنات المعارف والایقان فتعظیمه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فیه مسارعة الی رضاء رب العلمین واظهار اقوی شعائر الدین ومن یعظم شعائر الله فانها من تقوی القلوب ومن یعظم حرمة الله فهو خیر له عند ربه[2]

قراءت مولد شریف میں ذکر ولادت شریف سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کو قیام کرنا بیشک مستحب و مستحسن ہے جس کے فاعل کو ثواب کثیر و فضل کبیر حاصل ہوگا کہ وہ تعظیم ہے اور کیسی ہے تعظیم ان نبی کریم صاحب خلق عظیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی جن کی برکت سے اللہ سبحانہ، وتعالیٰ ہمیں ظلمات کفر سے نور ایمان کی طرف لایا اور ان کے سبب ہمیں دوزخ جہل سے بچا کر بہشت معرفت و تیقین میں داخل فرمایا تو حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تعظیم میں خوشنودی رب العالمین کی طرف دوڑنا ہے اور قوی ترین شعائر دین کا آشکارا ہونا اور جو تعظیم کرے شعائر خدا کی تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے اور جو تعظیم کرے خدا کی حرمتوں کی تو وہ اس کے لئے اس کے رب کے یہاں بہتر ہے۔

[1] عقد الجوہر فی مولد النبی الازہر (مترجم بالاردویۃ) جامعۃ اسلامیہ لاہور ص ۲۵، ۲۶
[2] اثبات القیام

Marfat.com

لیتے ہیں وہ بھی غیر مقلدین کی طرح اپنے اہوائے باطلہ کے سامنے قرآن وحدیث کی تو سُنتے نہیں پھر ائمہ کی کیا گنتی ان کے منہ سے تقلید امام اور ان سب کے مُنہ سے قرآن وحدیث کا نام محض برائے تسکین عوام ہے کہ کھلا منکر نہ جانیں ورنہ حالت وہ ہے جو ان کے مذہبی قرآن تقویۃ الایمان سے ظاہر جو کہے "اللہ ورسول نے غنی کر دیا" وہ مشرک[1]، حالانکہ خود قرآن عظیم فرماتا ہے:

اغنٰهم الله ورسوله من فضله[2] اللہ ورسول نے انھیں دولتمند کر دیا اپنے فضل سے۔

محمد بخش، احمد بخش نام رکھنا شرک حالانکہ خود قرآن حمید فرماتا ہے کہ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب حضرت سیدتنا مریم کے پاس آئے کیا کہا یہ کہ:

انما انا رسول ربك لاهب لك غلٰما زكيا[3] میں تمہارے رب کا رسول ہوں اس لئے کہ میں تم کو ستھرا بیٹا دوں۔

صرف محمد بخش نام شرک ہُوا حالانکہ وہ معنی عطا میں متعین بھی نہیں۔ بخش بہرہ وحصہ کو کہتے ہیں تو جبریل کہ صریح لفظوں میں اپنا بیٹا دینا کہہ رہے ہیں دین اسمٰعیلی میں کیسے مشرک نہ ہوں گے اور قرآن عظیم کہ اس شرک وہابیت کو ذکر فرما کر مقرر رکھتا ہے کیوں نہ اسے شرک پسند کتاب ٹھہرائیں گے۔ اس کی مثالیں بہت ہیں کہ وہابیہ کے شرک سے نہ ائمہ محفوظ نہ صحابہ نہ انبیاء نہ جبریل نہ خود رب العٰلمین جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علی الحبیب وعلیہم وسلم۔ یہ بحث فقیر کے اور رسائل[4] میں مفصل ملے گی، یہاں تو اتنا کہنا کافی ہے کہ مخالفین کی نہ ماننے کی پروا کیا ہے انھوں نے ادر کسے مانا ہے کہ علماء ہی کو مانیں گے لہذا اس مقام اول میں روئے سخن موافقین اہل حق ویقین کی طرف کریں واللہ الموفق والمعین وبہ نستعین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین آمین۔ مولٰی عزوجل توفیق دے تو یہاں منصف غیر متعصب کے لئے اسی قدر کافی کہ یہ فعل مبارک اعنی قیام وقت ذکر ولادت حضور خیر الانام علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوٰۃ والسلام صدہا سال سے بلاد دارالاسلام میں رائج ومعمول اور اکابر ائمہ وعلماء میں مقرر ومقبول، شرع میں اس سے منع مفقود اور بے منع شرع

---

[1] تقویۃ الایمان

[2] القرآن الکریم ۹/۷۴ [3] القرآن الکریم ۱۹/۱۹

[4] خصوصاً کتاب مستطاب "الکمال الطامہ علٰی شرک سوی بالامور العامۃ" مصحح ۱۲۔

Marfat.com

القیام المذکور وقد قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لاتجتمع امتی علی الضلالۃ[1]

مستحسن ہے اور بیشک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوتی۔

امام علامہ مدالقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جرت عادۃ القوم بقیام الناس اذا انتھی المداح الیٰ ذکر مولدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھی بدعۃ مستحبۃ لما فیہ من اظہار السرور والتعظیم الخ نقلہ المولی الدمیاطی[2]

یعنی عادت قوم کی جاری ہے کہ جب مدح خواں ذکرِ میلادِ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے تو لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں اور یہ بدعت مستحبہ ہے کہ اس میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش پر خوشی اور حضور کی تعظیم کا اظہار ہے الخ (مولٰنا دمیاطی نے اسے نقل فرمایا۔ ت)

علامہ ابو زید رسالہ میلاد میں لکھتے ہیں:

استحسن القیام عند ذکر الولادۃ[3]

ذکر ولادت کے وقت قیام مستحسن ہے۔

خاتمۃ المحدثین زین الحرم عین الکرم مولانا سید احمد زین دحلان مکی قدس سرہ الملکی اپنی کتاب

۱ مستطاب الدرر السنیہ فی الرد علی الوہابیہ میں فرماتے ہیں:

من تعظیمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الفرح بلیلۃ ولادتہ وقراءۃ المولد والقیام عند ذکر ولادتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واطعام الطعام وغیر ذلک مما یعتاد الناس فعلہ من انواع البر فان ذلک

یعنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم سے حضور کی شبِ ولادت کی خوشی کرنا اور مولد شریف پڑھنا اور ذکرِ ولادتِ اقدس کے وقت کھڑا ہونا اور مجلس شریف میں حاضرین کو کھانا دینا اور ان کے سوا اور نیکی کی باتیں کہ مسلمانوں میں رائج ہیں کہ یہ سب نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی

---

[1] اثبات القیام
[2] " "
[3] رسالۃ المیلاد للعلامہ ابی زید

Marfat.com

مدحہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ؎

قلیل لمدح المصطفی الخط بالذھب
علی ورق من خط احسن من کتب
وان تنھض الاشراف عند سماعہ
قیامًا صفوفا او جثیًا علی الرکب

فعند ذلک قام الامام السبکی وجمیع من فی المجلس فحصل انس کبیر بذلک المجلس ویکفی مثل ذلک فی الاقتداء[1]

کثیر اس زمانہ کے علماء کی مجتمع ہوئی۔ اس مجلس میں کسی نے امام صرصری کے یہ اشعار نعت حضور سید الابرار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں پڑھے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مدح مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے یہ بھی تھوڑا ہے کہ سب سے اچھا خوشنویس ہو اس کے ہاتھ سے چاندی کے پتر پر سونے کے پانی سے لکھی جائے اور جو لوگ شرفِ دینی رکھتے ہیں، وہ ان کی نعت سن کر صف باندھ کر سروقد یا گھٹنوں کے بل کھڑے ہو جائیں ان اشعار کے سنتے ہی حضرت امام سبکی وجملہ علمائے کرام حاضرین مجلس مبارک نے قیام فرمایا اور اس کی وجہ سے اس مجلس میں نہایت انس حاصل ہوا۔ علامہ جلیل حلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس قدر پیروی کے لئے کفایت کرتا ہے انتہی (ت)

اقول یہ امام صرصری صاحبِ قصیدہ نعتیہ وہ ہیں جنھیں علامہ محمد بن علی شامی مستند مانعین نے سبیل الہدٰی والرشاد میں اپنے زمانہ کا حسان اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا محبِ صادق فرمایا اور امام اجل حضرت امام الائمہ تقی الملۃ والدین سبکی قدس سرہ الشریف کی جلالت شان ورفعت مکان تو آفتابِ نیمروز سے زیادہ روشن ہے یہاں تک کہ مانعین کے پیشوا مولوی نذیر حسین دہلوی اپنے ایک مہری فتوے میں ان کا بالاجماع امام جلیل ومجتہد کبیر ہونا تسلیم کرتے ہیں اور اس زمانے کے اعیان علماء ومشائخ اسلام کا ان کے ساتھ اس پر موافقت فرمانا بحمد اللہ تعالٰی متبعین سلف صالحین کے لئے ایک کافی سند ہے آخر نہ دیکھا کہ علامہ حلبی نے ارشاد فرمایا اسی قدر اقتداء کیلئے بس ہے۔ عالمِ کامل عارف باللہ سید سند مولٰنا سید جعفر برزنجی قدس سرہ العزیز جن کا رسالہ عقد الجوہر فی مولد النبی الازہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حرمین محترمین و دیگر بلاد دار الاسلام میں رائج ہے اور مستند مانعین مولانا رفیع الدین نے تاریخ الحرمین میں اس رسالے اور ان مصنف جلیل القدر کی نہایت مدح وثنا لکھی ہے اپنے اسی رسالہ مبارکہ میں فرماتے ہیں:

---

[1] انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون باب تسمیتہ صلی اللہ علیہ وسلم محمدا واحمد دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۸۴

Marfat.com

لما یجب علینا تعظیمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم[1]

کہ ہم پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم واجب ہے۔

مولٰنا محمد بن یحیی حنبلی مفتی حنابلہ فرماتے ہیں:

نعم یجب القیام عند ذکر ولادتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذ یحضر روحانیتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فعند ذلک یجب التعظیم والقیام[2]

ہاں ذکر ولادت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت قیام ضرور ہے کہ روحِ اقدس حضور معلٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلوہ فرما ہوتی ہے تو اس وقت تعظیم و قیام ضرور ہوا۔

قولہ رحمہ اللہ تعالیٰ یجب القیام الخ اقول اراد التاکد فی محل الادب کقول القائل لحبیبہ حقك واجب علیّ وھو من المحاورات الشائعة بینھم کما لا یخفی علی من تتبع کلماتھم واما حضور روحانیتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فعلی ما فصل ونقح ابی و مولائی مقدام العلماء الکرام فی کتابہ اذاقة الآثام واللہ تعالیٰ اعلم۔

مولانا علیہ الرحمہ کا قول کہ قیام واجب ہے الخ میں کہتا ہوں اس سے مولانا موصوف نے محل ادب میں تاکید کا ارادہ فرمایا ہے جیسے کوئی اپنے دوست کو کہے کہ تیرا حق مجھ پر واجب ہے، یہ عربوں میں مشہور محاورات میں سے ہے جیسا کہ ان کے کلام کے تتبع کرنے والے پر مخفی نہیں۔ رہا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روحانیت کا جلوہ گر ہونا، تو اس کی تفصیل و تنقیح علماء کے پیشوا میرے آقا و والد گرامی نے اپنی کتاب اذاقة الآثام میں کردی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

مولٰنا عبد اللہ بن محمد مفتی حنفیہ فرماتے ہیں:

استحسنہ کثیرون[3] (اسے بہت علماء نے مستحسن رکھا ہے)

۱؎

۲؎

۳؎

Marfat.com

پھر بعد نقل دلائل فرمایا ہے:

فاستفید من مجموع ما ذکرنا استحباب القیام لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عند ذکر ولادتہ لما فی ذلك من التعظیم لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یقال القیام عند ذکر ولادتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدعۃ لانا نقول لیس کل بدعۃ مذمومۃ کما اجاب بذلك الامام المحقق الولی ابوذرعۃ العراقی حین سئل عن فعل المولد استحب اومکروہ وھل ورد فیہ شئ اوفعل بہ من یقتدی بہ فاجاب بقولہ الولیمۃ واطعام الطعام مستحب کل وقت فکیف اذا انضم الی ذلك السرور بظہور نور النبوۃ فی ھذا الشھر الشریف ولا نعلم ذلك عن السلف ولا یلزم من کونہ بدعۃ مکروھۃ فکم من بدعۃ مستحبۃ بل واجبۃ اذا لم تنضم بذلك مفسد واللہ الموفق[1]

... یعنی ان سب دلائل سے ثابت ہوا کہ ذکر ولادت شریف کے وقت قیام مستحب ہے کہ اس میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے کوئی یہ نہ کہے کہ قیام تو بدعت ہے اس لئے کہ ہم کہتے ہیں کہ ہر بدعت بُری نہیں ہوتی، جیسا کہ یہی جواب دیا امام محقق ولی ابو ذرعہ عراقی نے، جب ان سے میلاد کو پوچھا تھا کہ مستحب ہے یا مکروہ اور اس میں کچھ وارد ہوا ہے، یا کسی پیشوا نے کی ہے؟ تو جواب میں فرمایا ولیمہ اور کھانا کھلانا ہر وقت مستحب ہے پھر اس صورت میں کیا پوچھنا جب اس کے ساتھ اس ماہِ مبارک میں ظہورِ نبوت کی خوشی مل جائے، اور ہمیں یہ امر سلف سے معلوم نہیں، نہ بدعت ہونے سے کراہت لازم کہ بہتیری بدعتیں مستحب بلکہ واجب ہوتی ہیں جب ان کے ساتھ کوئی خرابی مضموم نہ ہو اور اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے۔

پھر ارشاد ہوا:

قد اجتمعت الامۃ المحمدیۃ من اھل السنۃ والجماعۃ علی استحسان

بیشک امتِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ سے اہلسنت وجماعت کا اجماع و اتفاق ہے کہ یہ قیام

---

[1] اثبات القیام

Marfat.com

الاحترام فقد صرح فی انسان العیون المشهور بالسیرة الحلبیة باستحسانه کذلک وقال العلامة البرزنجی فی رسالة المولد قد استحسن القیام عند ذکر مولده الشریف ائمة ذو درایة و روایة فطوبٰی لمن کان تعظیمه صلی الله تعالٰی علیه وسلم غایة مرامه و مرماه[1] انتهی بلفظه اما الحکم بحرمة ذٰلک التعظیم وممانعته بدلیل عدم ذکره بالخصوص فی السنة فهو فاسد عند جمهور المحققین قال فی عین العلم والاسرار بالمساعدة فیما لم ینه عنه وصار معتادا بعد عصرهم حسنة وان کان بدعة[2] الخ اقول والدلیل علٰی هذا ما روی ابن مسعود رضی الله تعالٰی عنه مرفوعاً و موقوفاً ما راٰه المسلمون حسناً فهو عند الله حسن[3] وقوله علیه الصلٰوة والسلام خالقوا الناس باخلاقهم رواه الحاکم وقال صحیح علٰی شرط الشیخین[4]، وقال الامام حجة الاسلام فی

بتصریح انسان العیون مشہور بہ سیرت حلبیہ مستحسن ہے۔ اور علامہ برزنجی رسالہ مولد میں فرماتے ہیں قیام وقت ذکر مولد شریف ائمہ ذو درایت و روایت کے نزدیک مستحب ہے تو خوشی ہو اُسے جس کی غایت مراد و مرام تعظیم حضور سید الانام علیہ الصلٰوۃ والسلام ہے انتہی اور اس تعظیم کو بدیں وجہ کہ اس خصوصیت کے ساتھ حدیث میں مذکور نہیں حرام و ممنوع کہنا جمہور محققین کے نزدیک فاسد ہے۔ عین العلم میں فرماتے ہیں جس چیز سے شروع میں نہی نہ آئی اور بعد زمانہ سلف کے لوگوں میں جاری ہوئی اس میں موافقت کر کے مسلمانوں کا دل خوش کرنا بہتر ہے اگرچہ وہ چیز بدعت ہی ہو الخ میں کہتا ہوں اور اس پر دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد اور خود ان کے قول سے مروی ہوئی کہ اہل اسلام جس چیز کو نیک جانیں وہ خدا کے نزدیک بھی نیک ہے اور وہ حدیث کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں سے ان کی عادتوں کے مطابق برتاؤ کرو۔ حاکم نے اسے روایت کیا اور کہا کہ بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے، اور

---

[1] عقد الجوھر فی مولد النبی الازھر للبرزنجی (مترجم بالاردویۃ) جامعہ اسلامیہ لاہور ص ۲۵ و ۲۶

[2] عین العلم الباب التاسع فی الصمت و آفات اللسان

[3] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ امرت پریس لاہور ص ۳/ ۷۸

[4] اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ الحاکم، کتاب السماع والوجد الباب الثانی المقام الثالث دار الفکر بیروت ۶/ ۵۷۲ دار الفکر بیروت ص ۴۱۲

Marfat.com

كله من تعظيمه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وقد افردت مسئلة المولد ومايتعلق بها بالتاليف واعتنى بذٰلك كثير من العلماء فالفوا فى ذٰلك مصنفات مشحونة بالادلّة والبراهين فلاحاجة لنا الى الاطالة بذٰلك [1]

تعظیم سے ہیں اور یہ مسئلہ مجلس میلاد اور اسکے متعلقات کا ایسا ہے جس میں مستقل کتابیں تصنیف ہوئیں اور بکثرت علماء دین نے اس کا اہتمام فرمایا اور دلائل و براہین سے بھری ہوئی کتابیں اس میں تالیف فرمائیں تو ہمیں اس مسئلہ میں تطویل کلام کی حاجت نہیں۔

شیخ مشائخنا خاتمۃ المحققین امام العلماء سید المدرسین مفتی الحنفیۃ بمکۃ المحمیہ سیدنا برکتنا علامہ جمال بن عبد اللہ بن عمر مکی اپنے فتاوٰی میں فرماتے ہیں:

القيام عند ذكر مولده الاعطر صلى الله تعالىٰ عليه وسلم استحسنه جمع من السلف فهو بدعة حسنة [2]

ذکر مولد اعطر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت قیام کو ایک جماعتِ سلف نے مستحسن کہا تو وہ بدعت حسنہ ہے۔

پھر علامہ انباری کی موردالظمآن سے نقل فرماتے ہیں:

قام الامام السبكى وجميع من بالمجلس وكفى بمثل ذٰلك فى الاقتداء [3] اھ ملخصًا

امام سبکی اور تمام حاضرین مجلس نے قیام کیا اور اس قدر اقتداء کے لئے بس ہے۔

مولانا جمال عمر قدس سرہ کے اس فتوٰی پر موافقت فرمائی مولانا صدیق بن عبد الرحمٰن کمال مدرس مسجد حرام اور حضرت علامۃ الورٰی علم الہدٰی مولانا و شیخنا و برکتنا السید السند احمد زین دحلان شافعی اور مولٰینا محمد بن محمد کتبی مکی اور مولٰینا حسین بن ابراہیم مکی مالکی مفتی مالکیہ وغیرہم اکابر علمائے نفعنا اللہ تعالٰے لعلومہم آمین۔ یہی مولانا حسین دوسری جگہ فرماتے ہیں:

استحسنه كثير من العلماء وهو حسن

اسے بہت علماء نے مستحسن رکھا، اور وہ حسن ہے

---

[1] الدرر السنیہ فی الرد علی الوہابیہ — دار الشفقۃ استانبول ترکیا ص ۱۸

[2] فتاوی جمال بن عمر المکی

[3] 〃 〃 〃 〃

Marfat.com

آخر روضۃ النعیم[1] میں جو فتوائے علماء کرام مطبوع ہوئے ان میں فتوائے ۸ حضرات علماء مدینہ منورہ میں بعد اثبات حسن وخوبی محفل میلاد شریف مذکور:

والحاصل ان ما یصنع من الولائم فی المولد الشریف وقراءته بحضرۃ المسلمین وانفاق المبرات والقیام عند ذکر ولادۃ الرسول الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورش ماء الورد والقاء البخور وتزیین المکان وقرأۃ شیٔ من القرآن والصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واظہار الفرح والسرور فلا شبہۃ فی انہ بدعۃ حسنۃ مستحبۃ وفضیلۃ شریفۃ مستحسنۃ اذ لیس کل بدعۃ حراما بل قد تکون واجبۃ کنصب الادلۃ للرد علی الفرق الضالۃ وتعلم النحو وسائر العلوم المعینۃ علی فہم الکتاب والسنۃ کما ینبغی ومندوبۃ کبناء الربط والمدارس ومباحۃ کالتوسع فی الماکل والمشارب اللذیذۃ والثیاب کما فی شرح المناوی علی جامع الصغیر عن تہذیب النووی فلا ینکرھا الا مبتدع لا استماع لقولہ بل علی حاکم الاسلام ان یعزرہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یعنی خلاصہ مقصود یہ ہے کہ میلاد شریف میں ولیمے کرنا اور حال ولادت مسلمانوں کو سنانا اور خیرات ومبرات بجالانا اور ذکر ولادت رسول امین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت قیام کرنا اور گلاب چھڑکنا اور خوشبوئیں سلگانا اور مکان آراستہ کرنا اور کچھ قرآن پڑھنا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجنا اور فرحت وسرور کا ظاہر کرنا بیشک بدعت حسنہ مستحبہ فضیلت اور شریفہ مستحسنہ ہے کہ ہر بدعت حرام نہیں ہوتی بلکہ کبھی واجب ہوتی ہے جیسے گمراہ فرقوں کے رد کے لئے دلائل قائم کرنا اور نحو وغیرہ وہ علوم سیکھنا جن کی مدد سے قرآن وحدیث بخوبی سمجھ میں آسکیں اور کبھی مستحب ہوتی ہے جیسے سرائیں اور مدرسے بنانا، کبھی مباح جیسے لذیذ کھانے پینے اور کپڑوں میں وسعت کرنا جیسا کہ علامہ مناوی نے شرح جامع صغیر میں تہذیب امام علامہ نووی سے نقل کیا تو ان امور کا انکار وہی کرے گا جو بدعتی ہوگا، اس کی بات سننا نہ چاہئے بلکہ حاکم اسلام پر واجب ہے کہ اسے سزا دے۔ واللہ تعالےٰ اعلم انتہی۔

---

[1] روضۃ النعیم

Marfat.com

شیخ مشائخنا مولانا الامام الاجل الفقیہ المحدث سراج العلماء عبداللہ سراج مکی مفتی حنفیہ فرماتے ہیں:

تواترثه الائمة الاعلام واقره الائمة والحکام من غیر نکیر منکر ورد راد ولهذا کان حسنا ومن یستحق التعظیم غیره صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ویکفی اثر عبدالله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنهما ما راٰه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن[1]

یہ قیام مشہور برابر اماموں میں متوارث چلا آتا ہے اور اسے ائمہ وحکام نے برقرار رکھا اور کسی نے رد وانکار نہ کیا لہذا یہ مستحب ٹھہرا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا اور کون مستحق تعظیم ہے اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کافی ہے کہ جس چیز کو اہل اسلام نیک سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی نیک ہے۔

اسی طرح مفتی عمر بن ابی بکر شافعی نے اس کے استحباب واستحسان پر تصریح فرمائی۔

فتوائے علمائے حرمین محترمین جس پر مفتی مکہ معظمہ مولینا محمد بن حسین کتبی حنفی اور رئیس العلماء شیخ المدرسین مولانا جمال حنفی اور مفتی مالکیہ مولانا حسین بن ابراہیم مکی اور سید المحققین مولانا احمد بن زین شافعی اور مدرس مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مولانا محمد بن محمد غرب شافعی اور مولانا عبدالکریم بن عبدالحکیم حنفی مدنی اور فقیہ جلیل مولانا عبدالجبار حنبلی بصری نزیل مدینہ منورہ اور مولانا ابراہیم بن محمد خیار حسینی شافعی مدنی کی مہریں ہیں اور اصل فتویٰ مزین بخطوط ومواہیر علماء ممدوحین فقیر نے بچشم خود دیکھا اور مدتوں فقیر کے پاس رہا جس میں اکثر مسائل متنازع فیہا پر بحث فرمائی ہے اور بدلائل باہرہ مذہب وہابیت کو سراسر باطل ومردود ٹھہرایا ہے، اس میں دربارۂ قیام مذکور ہے:

واما قیام اهل الاسلام عند ذکر ولادته علیه الصلوٰة والسلام فی ذلك المحفل اشاعة للتعظیم واظهار

یعنی ذکر ولادت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت اس محفل میں اہل اسلام کا اشاعت تعظیم واظہار احترام کے لئے قیام کرنا

---

[1] ـه

الاشیاء المذکورۃ بدعۃ حسنۃ مستحبۃ شرعًا لاینکرھا الامن فی قلبہ شعبۃ من شعب النفاق والبغض لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وکیف یسوغ لہ ذٰلک مع قولہ تعالیٰ ومن یعظم شعائراللہ فانھا من تقوی القلوب[1]

بدعت حسنہ ہے جس کا انکار نہ کرے گا مگر وہ جس کے دل میں نفاق کی شاخوں سے ایک شاخ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عداوت ہے اور یہ انکارا سے کیونکر روا ہوگا حالانکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے جو خدا کے شعائروں کی تعظیم کرے تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہیں[1]

مولانا عباس بن جعفر بن صدیق فرماتے ہیں:

ما اجاب بہ الشیخ العلامۃ فھو الصواب لا یخالفہ الا اھل النفاق ومافی السوال فھو حسن کیف وقد قصد بذلک تعظیم المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لاحرمنا اللہ تعالیٰ من زیارۃ فی الدنیا ولا من شفاعۃ فی الاخریٰ ومن انکر من ذٰلک فھو محروم منھما[2]

شیخ علامہ ناصر بن احمد بن علی نے جو جواب دیا وہی حق ہے اس کے خلاف نہ کریں گے مگر منافقین، اور جو کچھ سوال میں مذکور ہے سب حسن ہے، اور کیوں نہ حسن ہو کہ اس سے مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں محروم نہ کرے ان کی زیارت سے دنیا میں اور نہ ان کی شفاعت سے آخرت میں، اور جو اس سے انکار کرے گا وہ ان دونوں سے محروم ہے[2]

مولانا احمد فتاح لکھتے ہیں:

اعلم ان ذکر ولادۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماوقع من المعجزات والحضور لسماعہ

جان تو کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولایت و معجزات کا ذکر اور اس کے سننے کو حاضر ہونا بیشک سنت ہے مگر یہ ہیئت مجموعی جس میں

---

[1] فتویٰ ۹ علماءِ مکہ معظمہ و مفتیانِ مذاہب اربعہ
[2] منکر زیارت و شفاعت سے محروم ہے۔
[1]
[2]

Marfat.com

الاحیاء الادب الخامس موافقۃ القوم فی القیام اذا قام واحد منھم فی وجد صادق غیر ریاء او تکلف او قام باختیار من غیر وجد فلابد من الموافقۃ فذلک من ادب الصحبۃ و لکل قوم رسم ولابد من مخالقۃ الناس باخلاقھم کما ورد فی الخبر لاسیما اذا کانت اخلاقاً فیھا حسن العشرۃ و تطییب القلب وقول القائل ان ذلک بدعۃ لم یکن فی الصحابۃ فلیس کل ما یحکم باباحتہ منقولاً عن الصحابۃ وانما المحذور بدعۃ تراغم سنۃ ماثورۃ و لم ینقل النھی عن شیٔ من ھذا وکذلک سائر انواع المساعدات اذا قصد بھا تطییب القلب، و اصطلح علیھا جماعۃ فالاحسن المساعدۃ الا فیما ورد فیہ نھی لا یقبل التاویل[1] انتھی کلام الامام حجۃ الاسلام باختصار المرام۔

امام حجۃ الاسلام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں: "پانچواں ادب قوم کی موافقت کرنا ہے قیام میں جب کوئی ان میں سے سچے وجد میں بے نمائش و تکلف یا بلا وجد اپنے اختیار سے کھڑا ہو تو ضرور ہے کہ سب حاضرین اسکی موافقت کریں اور کھڑے ہوجائیں کہ یہ آدابِ صحبت سے ہے، اور ہر قوم کی ایک رسم ہوتی ہے اور لوگوں سے ان کی عادتوں کے موافق برتاؤ کرنا لازم ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا اور خصوصاً جب ان عادتوں میں اچھا برتاؤ اور دلوں کی خوشنودی ہو اور کہنے والے کا یہ کہنا کہ یہ بدعت ہے صحابہ سے ثابت نہیں، تو یہ کب ہے کہ جس چیز کے جواز کا حکم دیا جائے وہ صحابہ سے منقول ہو، بُری تو وہ بدعت ہے جو کسی سنّت ماموربہا کا کاٹ کرے اور ان باتوں سے نہی کہیں نہ آئی اور ایسے ہی سب مساعدتیں جب ان کے دل خوش کرنا مقصود ہو اور ایک جماعت نے اس پر اتفاق کرلیا ہو تو بہتر یہی ہے کہ ان کی موافقت کی جائے، مگر ان باتوں میں جن سے ایسی صریح نہی وارد ہوئی کہ لائق تاویل بھی نہیں۔" یہاں تک امام حجۃ الاسلام غزالی کا ارشاد تھا کہ باختصار منقول ہوا، انتہیٰ۔

---

[1] احیاء العلوم کتاب السمع والوجد الباب الثانی المقام الثالث مطبعۃ المشھد الحسینی قاھرہ ۲/ ۳۰۵

Marfat.com

لسماعه وتزيين المكان ورش ماء الورد والبخور بالعود وتعين اليوم و القيام عند ذكر ولادته صلى الله تعالىٰ عليه وسلم واطعام الطعام وتقسيم التمر وقراءة شئ من القرآن كلها مستحبة بلا شك وريب والله تعالىٰ اعلم بالغيب [1]

اس کے سننے کو حاضر ہونا اور مکان سجانا اور گلاب چھڑکنا اور اگربتی سلگانا اور دن مقرر کرنا اور ذکرِ ولادتِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت قیام کرنا اور کھانا کھلانا اور خرمے بانٹنا اور قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھنا بلا شک و شبہہ مستحب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالغیب۔

مولانا محمد صالح لکھتے ہیں:

امة النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من العرب والمصر والشام والروم والاندلس وجميع بلاد الاسلام مجتمع على استحبابه واستحسانه [2]

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت عرب و مصر و شام و روس و روم و اندلس وتمام بلادِ اسلام اس کے استحباب واستحسان پر اجماع و اتفاق کئے ہوئے ہے۔

اور اسی طرح احمد بن عثمان و احمد بن عجلان و محمد صدقہ و عبدالرحیم بن محمد زبیدی نے لکھا اور تصدیق کیا تھا، فتاوائے علمائے جدہ میں مولانا یحییٰ بن اکرم فرماتے ہیں:

الّف فى ذلك العلماء وحثوا علىٰ فعله فقالوا الاينكرها الامبتدع فعلىٰ حاكم الشريعة ان يعزره [3]

علمائے نے اس بارے میں کتابیں تالیف فرمائیں اور اس کے فعل پر رغبت دی اور فرمایا اس کا انکار نہ کرے گا مگر بدعتی، توحاکم شرع پر اسکی تعزیر لازم۔

مولانا علی شامی فرماتے ہیں:

لاينكر هذا الامن طبع الله علىٰ قلبه وقد نص علماء السنة علىٰ

اس کا انکار نہ کرے گا مگر وہ جس کے دل پر خدا نے مُہر کر دی اور بیشک علمائے اہلسنت نے

---

[1]

[2]

اس فتویٰ پر مولینا عبد الجبار و ابراہیم بن خیار وغیرہما تیئس علماء کی مُہریں ہیں اور فتوائے علمائے مکہ معظمہ میں میلاد و قیام کا استحباب علمائے سلف سے نقل کر کے فرماتے ہیں :

فالمنکر لھذا ابتداع بدعۃ سیئۃ مذمومۃ لانکارہ علی شیٔ حسن عند اللہ والمسلمین کما جاء فی حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ما راٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن والمراد من المسلمین ھٰھنا الذین کملوا الاسلام کالعلماء العالمین و علماء العرب و المصر والشام والروم والاندلس کلھم راوہ حسنا من زمان السلف الی الاٰن فصار الاجماع والامر الذی ثبت بہ اجماع الامۃ فھو حق لیس بضلال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تجتمع امتی علی الضلالۃ فعلی حاکم الشرع تعزیر المنکر۔ واللہ تعالیٰ اعلم[1]

پس مجلس و قیام کا منکر بدعتی ہے اور اس منکر کی بدعت سیئہ و مذمومہ کہ اس نے ایسی چیز پر انکار کیا جو خدا اور اہل اسلام کے نزدیک نیک تھی جیسا کہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں آیا ہے کہ جس چیز کو مسلمان نیک اعتقاد کریں وُہ خدا کے نزدیک نیک ہے۔ اور یہاں مسلمانوں سے کامل مسلمان مراد ہیں جیسے علمائے باعمل اور اس مجلس و قیام کو عرب و مصر و شام و روم و اندلس کے تمام علمائے سلف نے آج تک مستحسن جانا تو اجماع ہوگیا اور جو امر اجماعِ امت سے ثابت ہو وہ حق ہے گمراہی نہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں : میری اُمّت گمراہی پر اجماع نہیں کرتی۔ پس حاکم شرع پر لازم ہے کہ منکر کو سزا دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم انتہی۔

اس فتویٰ پر حضرت سید العلماء احمد دحلان مفتی شافعیہ و جناب مستطاب شیخنا و برکتنا سراج الفضلا مولانا عبد الرحمٰن سراج مفتی حنفیہ و مولانا حسن مفتی حنابلہ و مولانا محمد شرقی مفتی مالکیہ وغیرہم پینتالیس[۴۵] علماء کی مُہریں ہیں اور فتوائے علمائے جدہ[2] میں مجیب اول مولانا ناصر بن علی بن احمد مجلس میلاد اور اس میں قیام و تعیینِ یوم و تزیینِ مکان و استعمالِ خوشبو و قراءتِ قرآن و اظہارِ سرور و اطعامِ طعام کی نسبت فرماتے ہیں :

بھٰذہ الصورۃ المجموعۃ من — جس مجلس میں یہ سب باتیں کی جائیں وہ شرعاً

---

[1] روضۃ النعیم

[2] فتاوی ۱۱ از علمائے جدہ۔

Marfat.com

المطهرة نزجر من انکر و تعزیرہ[1]۔

مولانا عبد الرحمٰن بن علی حضرمی لکھتے ہیں:

استحسنوا القیام تعظیماله اذا جاء ذکر مولده صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وما صار تعظیماله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فوجب علینا اداؤہ والقیام به و لا ینکر ماذکرنا الا مبتدع مخالف عن طریق اهل السنة والجماعة لا استماع واصغاع لکلامه وعلیٰ حاکم الاسلام تعزیرہ[2]۔

کہ منکر کو جھڑکے اور سزا[1] دے۔

علمائے وقت ذکر ولادت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضور کی تعظیم کے لئے قیام مستحسن سمجھا اور جو چیز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ٹھہری تو اس کا ادا کرنا اور بجالانا ہم پر واجب ہوگیا اور اس کا انکار نہ کرے گا مگر بدعتی مخالف طریقہ اہلسنت وجماعت جس کی بات نہ سننے کے قابل نہ توجہ کے لائق، اور حاکم اسلام پر اس[2] کی تعزیر واجب ہے۔

بالجملہ سردست اس قدر کتب فتاویٰ و افعال و اقوال علمائے ائمہ سے اس قیام مبارک کے استحسان و استحباب کی سند صریح حاضر ہے جس میں سو[1] سے زائد ائمہ و علماء کی تحقیق و تصدیق روشن و ظاہر اور رسالہ غایۃ المرام میں علمائے ہند کے فتوے چھپے ہیں پچاس[2] سے زیادہ مہر و دستخط ہیں۔ اب منصف انصاف کرے آیا اس قدر علماء مکہ معظمہ[1] و مدینہ[2] منورہ و جدہ[3] و حدیدہ[4] و روم[5] و شام[6] و مصر[7] و دمیاط[8] و یمن[9] و زبید[10] و بصرہ[11] و حضرموت[12] و حلب[13] و حبش[14] و برزنج[15] و برع[16] و کرد[17] و داغستان[18] و اندلس[19] و ہند[20] کا اتفاق قابل قبول ارباب عقول نہ ہوگا، یا معاذ اللہ یہ عمائد شریعت صدہا سال سے آج تک سب کے سب مبتدع و بدمذہب اور ایک بدعت ضلالت کے مستحب و مستحسن ماننے والے ٹھہریں گے، تعصب نہ کیجئے تو ہم ایک تدبیر بتائیں ذرا اپنے دل کو خیالات ایں و آں سے رہائی دیجئے اور آنکھیں بند کرکے گردن جھکا کر یوں دل میں مراقبہ کیجئے کہ گویا یہ سیکڑوں اکابر سب کے سب ایک وقت میں زندہ موجود ہیں اور اپنے اپنے مراتب عالیہ کے ساتھ ایک مکان عالیشان میں جمع ہوتے ہیں اور ان کے حضور مسئلہ قیام پیش ہوا ہے اور ان سب عمائد نے ایک زبان ہو کر بلند آواز سے فرمایا ہے، بیشک مستحب ہے، وہ کون ہے جو اسے بُرا کہتا ہے، ذرا ہمارے سامنے آئے، اس وقت ان کی

۱؎ منکر واجب التعزیر ہے۔ ۲؎ ایضاً

۱؎ ۲؎

Marfat.com

سنة بلا شك وريب لكن من هٰذه الصورة المجموعة من الاشياء المذكورة كما هو المعمول فی الحرمين الشريفين و جميع ديار العرب بدعة حسنة مستحبة يثاب فاعلها ويعاقب منكر ومانعها۔ ۱

قیام وغیرہ اشیائے مذکورہ ہوتی ہیں جیسا کہ حرمین شریفین اور تمام دیارِ عرب کا معمول ہے اور یہ بدعت حسنہ مستحبہ ہے جس کے کرنیوالے کو ثواب اور منکر و مانع پر عذاب۔

مولانا محمد بن سلیمان لکھتے ہیں:

نعم اصل ذكر المولد الشريف و سماعه سنة وبهٰذه الكيفية المجموعة بدعة حسنة مستحبة وفضيلة عظيمة مقبولة عند الله تعالیٰ كما جاء فی اثر عبد الله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه ما رأه المسلمون حسناً فهو عند الله حسنٌ، والمسلمون من زمان السلف الی الاٰن من اهل العلم والعرفان كلهم رواه حسنا بلا نقصان فلا ينكر ولا يمنع من ذٰلك الا مانع الخير و الاحسان و ذٰلك عمل الشيطٰن ۲

ہاں اصل ذکر مولد شریف اور اس کا سننا سنت ہے اور اس کیفیت مجموعی کے ساتھ جس میں قیام وغیرہ ہوتا ہے بدعت حسنہ مستحبہ اور بڑی فضیلت پسندیدۂ خدا ہے کہ حدیث عبد اللہ بن مسعود میں وارد "جسے مسلمان نیک سمجھیں وہ خدا کے نزدیک نیک ہے" اور مسلمان سلف سے آج تک علماء اولیاء سب اسے مستحسن بلا نقصان سمجھتے آئے تو اس سے منع و انکار نہ کرے گا مگر وہ کہ خیر اور بھلائی سے روکنے والا ہوگا اور یہ کام شیطان کا ہے۔

مولانا احمد جلیس لکھتے ہیں:

الحمد لله وكفیٰ والصلٰوة علی المصطفیٰ نعم ذكر ولادة النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم ومعجزة وحلية والحضور

خدا کو حمد ہے اور وہ کافی ہے اور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود۔ ہاں ولادت و معجزات و حلیہ شریفہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرنا اور

۱

۲

Marfat.com

جس کے بعد اور سند کی احتیاج نہ تھی جیسا کہ علامہ جلیل علی بن برہان حلبی و علامہ انباری وغیرہما علماء نے تصریح فرمائی نہ کہ ان ائمہ کے بعد یہ قیام تمام بلاد دار الاسلام کے خواص و عوام میں صدہا سال سے شائع و ذائع ہے اور ہزار ہا علماء و اولیاء اس پر اتفاق و اجماع فرمائیں جب بھی آپ صاحبوں کے نزدیک لائق تسلیم نہ ہو صد حیف ہزار افسوس کہ قرنہا قرن سے علمائے امت محمدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم سب معاذ اللہ بدعتی و گمراہ خطا کار ٹھہریں اور سچے پکے سُنّی بنیں تو یہ چند ہندی جنھیں اس ملک میں احکام اسلام جاری نہ ہونے نے ڈھیلی باگ کر دی انا للہ و انا الیہ راجعون[1] (ہم اللہ کے مال ہیں اور ہمیں اسی کی طرف پھرنا ہے۔ ت)

یہ مجمل تحقیق استحباب قیام پر صرف ایک دلیل کی، اس کے سوا دلائل متکاثرہ و حجج باہرہ و براہین قاہرہ قرآن و حدیث و اصول و قواعد شرع سے اس پر قائم ہیں جن کی تفصیل و توضیح اور شبہات مانعین کی تذلیل و تفضیح بطرز بدیع و نہج بجیح حضرت حجۃ الاسلام بقیۃ السلف تاج العلماء راس الکملا سیدی و مولائی خدمت والد ماجد حضرت مولانا محمد نقی علی خاں صاحب قادری برکاتی احمدی قدس اللہ تعالٰی سرہ الزکی نے رسالہ مستطابہ اذاقۃ الاثام لمانعی عمل المولد والقیام میں بما لامزید علیہ بیان فرمائی، جسے تحقیق عدیل و تدقیق بے مثیل دیکھنے کی تمنا ہو اسے مژدہ دیجئے کہ اس پاک مبارک رسالہ کے مائدہ فائدہ سے زلہ ربا ہو، رہا یہ کہ قیام ذکر ولادت شریف کے وقت کیوں ہے، اس کی وجہ نہایت روشن، اولاً صدہا سال سے علماء کرام و بلاد دار الاسلام میں یونہی معمول، ثانیاً ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ ذکر پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم مثل ذات اقدس کے ہے اور صور تعظیم سے ایک صورت قیام بھی ہے اور یہ صورت وقت قدوم معظم بجا لائی جاتی ہے اور ذکر ولادت شریف حضور سید العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عالم دنیا میں تشریف آوری کا ذکر ہے تو یہ تعظیم اسی ذکر کے ساتھ مناسب ہوئی، واللہ تعالٰی اعلم۔

لطیفہ نظیفہ: ہمارے[2] فرقہ اہلسنت و جماعت پر رحمت الٰہیہ کی تمامی سے ہے کہ اس مسئلہ

ف۱: تحقیق ذکر ولادت شریفہ

ف۲: ایک بڑے وہابی میاں نذیر حسین دہلوی کا کلام اور اس سے ڈنکے کی چوٹ ثبوت قیام۔

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۵۶

Marfat.com

ان هذا من المستحسن المثاب علیه وراد وار دالحسن علیٰ منکره[1] الخ۔

تصریح فرمائی کہ یہ مستحسن وکارِ ثواب ہے اور منکر کا خوب رد فرمایا۔

مولانا علی بن عبداللہ لکھتے ہیں:

لایشك فیه الا مبتدع یلیق به التعزیر[2]

اس میں شک وہی کرے گا جو بدعتی قابلِ سزا[1] ہوگا۔

مولانا علی طحان لکھتے ہیں:

قراءة المولد الشریف والقیام فیه مستحب ومن انکر ذلك فهو جحود لا یعرف مراتب الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم[2]

مولد شریف پڑھنا اور اس میں قیام کرنا مستحب ہے اور منکر ہٹ دھرم ہے جسے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قدر معلوم نہیں۔[2]

مولانا محمد بن داؤد بن عبدالرحمٰن لکھتے ہیں:

مستحب یثاب فاعله ولا یتکرہ الا متبدع[3]

مستحب کرنے والا ثواب پائے گا اور منکر بدعتی ہوگا۔

مولانا محمد بن عبداللہ لکھتے ہیں:

قراءة المولد الشریف والقیام عند ذکر ولادة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم وکل شئ فی السوال حسن بتعظیم المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ومن یستحق التعظیم غیرہ[4]

مولد شریف پڑھنا اور ذکر ولادت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے وقت قیام کرنا اور جتنی باتیں سوال میں مذکور ہیں یہ سب تعظیم مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے حسن ہیں اور حضور کے سوا تعظیم کا مستحق کون ہے۔

مولانا احمد بن خلیل لکھتے ہیں:

هو الصواب اللائق بتعظیم المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فعلی حاکم الشریعة

یہی حق ہے اور تعظیم مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے مناسب۔ پس حاکمِ شریعت مطہرہ پر لازم

ع[1] منکر واجب التعزیر ہے۔

ع[2] منکر کو رسالت کی قدر نہیں۔

ے[1]

ے[2]

ے[3]

ے[4]

Marfat.com

نہیں ٹھہر سکتا، جو ایسا کہے وہ خبیث خود بدعتی احبار و رہبان پرست ہے کہ مجتہد چاہے اگلا ہو یا پچھلا وہ تو مظہرِ حکمِ خدا ہے، نہ مثبت۔ اب تو ماننا پڑے گا کہ جو شخص قیام کو بدعت و ضلالت کہے وہ خود خبیث بدعتی احبار و رہبان پرست ہے۔ اور سُنئے تمام لطائف جو ایسی جگہ اس خبط پر ناز کرتا تھا کہ یہ قیام حادث ہے اور حدیث میں محدثات کی مذمت وارد۔ مجتہد صاحب نے یہ دروازہ بھی بند کر دیا کہ اسی فتوے میں ہے خدا نے مجتہدوں کو اس لئے بنایا ہے کہ جو واقعہ تازہ پیدا ہو اس کا حکم بیان کریں تو اس کا اماموں پر طعنہ بعینہٖ قرآن و حدیث پر طعن ہے اور ایسی جگہ حدیث من احدث الخ پڑھنا اول تو جھوٹ دوسرے کتنا بے محل الخ اس مقام کا زیادہ احقاق و کمال اور دلائل مانعین کا ازہاق و ابطال فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ کے رسالہ اصابۃ الالٰہی علی عمائد المشرب الواہی پر محمول کہ رَدِ فتوائے مولوی نذیر حسین دہلوی میں زیر قصد تالیف ہے وہاں ان شاء اللہ العزیز فیضِ الٰہی نئے طور سے بندہ اذل ارذل کے لئے کارفرمائے عنایت ہوگا جو کچھ لکھا جائے گا محض اقرار و اعتراف عمائد فرقہ سے مثبت ہوگا، واللہ الموفق والمعین ولاحول ولا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم (اللہ تعالٰی ہی توفیق دینے والا اور مدد کرنے والا ہے۔ بلندی و عظمت والے معبود کی توفیق کے بغیر نہ تو گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی۔ ت)

مقامِ دوم: اس مقام کی شرح و تفصیل مفضی نہایت اطناب و تطویل کہ اگر اس کا ایک حصہ بیان میں آئے تو کتاب مستقل ہو جائے معہذا ہمارے علمائے عرب و عجم بحمداللہ اس سے فارغ ۱
ہو چکے کوئی دقیقہ احقاقِ حق و ابطال کا اٹھا نہ رکھا علی الخصوص حضرت حامی سُنن و ماحی الفتن حجۃ اللہ فی الارضین معجزۃ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضرت سیّدی خدمت والدم روّح اللہ روحہ و نوّر ضریحہ نے کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد میں وہ تحقیقاتِ بدیعہ و تدقیقاتِ منیعہ ارشاد فرمائیں جن کے بعد ان شاء اللہ تعالٰی حق کے لئے نہیں مگر غایت انجلائے بیان اور باطل کو نصیب نہیں مگر بے موت بے امان، والحمدللہ رب العالمین، لہذا فقیر یہاں چند اجمالی نکتوں پر بر سبیل اشارہ و ایماء اکتفا کرتا ہے اگر اسی قدر چشمِ انصاف میں پسند آیا فبہا ورنہ ان شاء اللہ تعالٰی فقیر تفصیل و تکمیل کے لئے حاضر ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (اور نہیں ہے طاقت گناہ سے بچنے کی اور نہ ہی نیکی کرنے کی مگر بلندی، عظمت اور قدرت والے معبود کی توفیق سے۔ ت)

نکتہ ۱: اصل اشیاء میں اباحت ہے یعنی جس چیز کی ممانعت شرع مطہرہ سے ثابت اور اس کی

ف: نکتہ ۱، اصل اشیاء میں اباحت ہے۔

Marfat.com

شوکت وجبروت کو خیال کیجئے اور مشتے چند ملاعین ہندوستان میں ایک ایک کا منہ چراغ لے کر دیکھئے کہ ان میں سے کوئی بھی اس عالی شان مجمع میں جا کر ان کے حضور اپنی زبان کھول سکتا ہے اور یوں تو : ؎

چوں شیراں برفتند از مرغزار   زنند روبہ لنگ لاف شکار[۱]

(جب جنگلات اور سبزہ زار سے شیر چلے جائیں تو لنگڑی لومڑی بھی شکار کی ڈینگیں مارنے لگتی ہے۔ ت)

جسے چاہئے کہہ دیجئے کہ وہ کیا تھا ہم ان کی کب مانتے ہیں، ان کا قول کیا حجت ہو سکتا ہے، یہ بھی نہ سہی، بالفرض اگر ان سب اکابر سے بیانِ مسئلہ میں غلطی وخطا ہو جائے تو نقل وروایت میں تو معاذ اللہ کذب وافترا نہ کریں گے، اب اوپر کی عبارتیں دیکھئے کہ کتنے علمائے اہلسنت وجماعت و علمائے بلاد دار الاسلام کا اس فعل کے استحباب واستحسان پر اجماع نقل کیا ہے، کیا اجماع اہلسنت بھی پایۂ قبول سے ساقط، اور ہنوز دلیل وسند کی حاجت باقی ہے، اچھا یہ بھی جانے دو، اور چند ہندیوں کا خلاف کہ وہ بھی جب یہاں کسی طرح کا دینی بندوبست ونظام نہ رہا اور ہر ایک کو جو منہ پر آئے بک دینے کا اختیار ملا وقت وموقع پا کر بہک اٹھے ہیں، قادح اجماع جانو، تاہم ہماری طرف سوادِ اعظم میں تو شک نہیں، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار[۲]   بڑے گروہ کی پیروی کرو کہ جو اکیلا رہا اکیلا دوزخ میں گیا۔

اور فرماتے ہیں:

انما یاکل الذئب القاصیۃ[۳]   بھیڑیا اسی بکری کو کھاتا ہے جو گلہ سے دور ہوتی ہے۔

انصاف کیجئے تو حضرت امام اجل محقق اعظم سیدنا تقی الملۃ والدین سبکی اور اس وقت کے اکابر علماء واعیانِ قضاۃ ومشائخ اسلام کا قیام ہی مسلمانوں کے لئے حجت کافیہ تھا

۱؎
۲؎ المستدرک للحاکم   کتاب العلم   دار الفکر بیروت   ۱/ ۱۱۵-۱۱۶
۳؎ السنن الکبرٰی [illegible] کتاب الصلوٰۃ باب [illegible] فضل الجماعۃ فی غیر الجمع علی الکفایۃ   دار صادر بیروت   ۳/ ۵۴

Marfat.com

فیہ حدودا امرکم ان لا تعتدوھا وفرض فرائض امرکم ان تتبعوھا وحرم حرمات نھاکم ان تنتھکوھا وترك اشیاء لم یدعھا نسیئاً فلا تکلفوھا وانما ترکھا رحمۃ لکم۔[1]

میں تمہارے لئے کچھ حدیں باندھیں اور تمہیں حکم دیا کہ ان سے آگے نہ بڑھو اور کچھ فرض کئے اور تمہیں حکم کیا کہ ان کی پیروی کرو اور کچھ چیزیں حرام فرمائیں اور تمہیں ان کی بے حرمتی سے منع فرمایا اور کچھ چیزیں اس نے چھوڑ دیں کہ بھول کر نہ چھوڑیں ان میں تکلف نہ کرو اور اس نے تم پر رحمت ہی کے لئے انھیں چھوڑا ہے۔

امام عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی فرماتے ہیں:

لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ باثبات الحرمۃ والکراھۃ الذین لا بد لھما من دلیل بل فی القول بالاباحۃ التی ھی الاصل۔[2]

یہ کچھ احتیاط نہیں ہے کہ کسی چیز کو حرام یا مکروہ کہہ کر خدا پر افترا کر دو کہ حرمت وکراہت کے لئے دلیل درکار ہے بلکہ احتیاط اس میں ہے کہ اباحت مانی جائے کہ اصل وہی ہے۔

مولانا علی قاری رسالہ اقتدار بالمخالف میں فرماتے ہیں:

من المعلوم ان الاصل فی کل مسئلۃ ھو الصحۃ واما القول بالفساد او الکراھۃ فیحتاج الی حجۃ من الکتاب والسنّۃ او اجماع الامۃ۔[3]

یقینی بات ہے کہ اصل ہر مسئلہ میں صحت ہے اور فساد یا کراہت ماننا یہ محتاج اس کا ہے کہ قرآن یا حدیث یا اجماع امت سے اس پر دلیل قائم کی جائے۔

اور اس کے لئے بہت آیات وحدیث سے یہ مطلب ثابت اور اکابر ائمہ سلف وخلف کے کلام میں اس کی تصریح موجود، یہاں تک کہ میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کے فتوائے مصدقہ مُہری دستخطی میں ہے" او مدہوش بے عقل، خدا اور رسول کا جائز نہ کہنا اور بات ہے اور ناجائز کہنا اور بات۔ یہ بتاؤ کہ تم جو ناجائز کہتے ہو خدا ورسول نے ناجائز کہاں کہا ہے"[4] الخ ملخصاً

---

[1] کتاب الحجۃ

[2] رد المحتار بحوالہ الصلح بین الاخوان کتاب الاشربہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۹۶

[3] رسالہ الاقتدار بالمخالف

[4] فتاوٰی نذیر حسین دہلوی

Marfat.com

میں بہت منکرین کو اپنے گھر بھی جائے دست و پا زدن باقی نہیں وہ بزورِ زبان قیام کو بدعت و ناجائز کہے جاتے ہیں مگر ان کے امام و مولیٰ و مرشد و آقا مجتہد الطائفہ میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کہ آج وہابیہ ہندوستان کے سرو سردار اور ان کے یہاں لقب شیخ الکل فی الکل کے سزاوار ہیں جن کی نسبت وہابیۂ ہند کی ناک طائفہ بھر کے بڑے متکلم بیباک کشور تو ہیب کے افسر فوجی میاں بشیر الدین صاحب قنوجی نے اپنے رسالہ ممانعت مجلس و قیام مسمّٰی بہ غایۃ الکلام میں لکھا:

زبدۃ المحققین وعمدۃ المحدثین مولانا سید نذیر حسین شاہجہان آبادی از اولیائے عصر و اکابر علمائے این زمان ست[1] الیٰ آخر الہذیان۔

محققین میں افضل اور محدثین کے معتمد مولانا سید نذیر حسین شاہجہان آبادی اس زمانے کے اولیا و اکابر علماء میں سے ہیں۔ خرافات کے آخر تک۔ (ت)

یہ حضرت من حیث لایشعر جواز و استحباب قیام تسلیم فرما چکے، امام اجل عالم الامہ کاشف الغمہ سیدنا تقی الملۃ والدین سبکی اور ان کے حضار مجلس کا نعت و ذکر حضور اصطفا علیہ افضل التحیۃ والثناء سُن کر قیام فرمانا تو ہم اوپر ثابت کر آئے اور اس سے ملا مجتہد دہلوی بھی انکار نہیں کر سکتے کہ خود اس مسئلہ میں ان کے مستند علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی سبل الہدیٰ والرشاد میں یہ حکایت نقل فرمائی اب سُنئے کہ مجتہد بہادر اپنے ایک دستخطی مہری مصدقہ فتویٰ میں کہ فقیر کے پاس اصلی موجود ہے کیا کچھ تسلیم فرماتے ہیں ان امام ہمام کی نسبت لکھا ہے:

تقی الدین سبکی کے اجتہاد پر علماء کا اجماع ہے۔

امام علامہ مجتہد ابن حجر مکی ان کی تعریف میں لکھتے ہیں:

الامام المجمع علی جلالتہ واجتہادہ[2]۔ وہ امام جن کی جلالت و اجتہاد پر اجماع ہے (ت)

یہاں سے صاف ثابت ہوا کہ امام تقی الدین کا مجتہد ہونا ان تیرہ صدی کے مجتہد کو مقبول ہے اور اسی فتوے میں ہے جب ایک امام صحیح الاجتہاد نے ایک کام تو کیا ضرور ہے کہ اس کا اجتہاد اس کی طرف مؤدی ہو اور اجتہاد مجتہد بیشک حجت شرعیہ ہے۔ اب کیا کلام رہا کہ اس قیام کے جواز پر حجت شرعیہ قائم، اور سنئے اسی فتویٰ میں ہے جیسے ائمہ اربعہ کا قول ضلالت نہیں ہو سکتا ایسے ہی کسی مجتہد کا مذہب بدعت

---

[1] غایۃ الکلام لبشیر الدین القنوجی

[2] فتاوٰی حدیثیہ مطلب فیما جری من ابن تیمیہ الخ مطبع جمالیہ مصر ص ۸۵

Marfat.com

تحریر الاصول علامہ ابن الہمام اور اس کی شرح میں ہے:

العمل بہ ان یجری فی کل ما صدق علیہ المطلق[1] اس پر عمل کرنا یہ ہے کہ وہ ہر اس چیز میں جاری ہو جس پر مطلق صادق آتا ہے (ت)

یہاں تک کہ خود فتوائے مصدقہ نذیریہ میں ہے،

"جب عام و مطلق چھوڑا تو یقیناً اپنے عموم و اطلاق پر رہے گا عموم و اطلاق سے استدلال برابر زمانۂ صحابۂ کرام سے آج تک بلانکیر رائج ہے۔"[2]

اب سنئے ذکر الٰہی کی خوبی شرع سے مطلقاً ثابت،

قال اللہ تعالٰی اذکروا اللہ ذکرًا کثیرًا[3] (اللہ تعالٰی نے فرمایا:) خدا کو یاد کرو بہت یاد کرنا۔

اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلکہ تمام انبیاء و اولیاء اللہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی یاد میں خدا کی یاد ہے کہ ان کی یاد ہے تو اسی لئے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں، یہ اللہ کے ولی ہیں، معہذا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یاد مجالس و محافل میں یونہی ہوتی ہے کہ حضرت حق تبارک وتعالٰی نے انھیں یہ مراتب بخشے یہ کمال عطا فرمائے، اب چاہے اسے نعت سمجھ لو یعنی ہمارے آقا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایسے ہیں جنھیں حق سبحانہ وتعالٰی نے ایسے درجے دئے اس وقت یہ کلام کریمہ ورفع بعضھم درجات[4] (اور کوئی وہ ہے جس کو سب پر درجوں بلند کیا۔ ت) کی قبیل سے ہوگا چاہے حمد سمجھ لو یعنی ہمارا مالک ایسا ہے جس نے اپنے محبوب کو یہ رتبے بخشے اس وقت یہ کلام کریمہ سبحٰن الذی اسرٰی بعبدہٖ[5] (پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا۔ ت) و آیۂ کریمہ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدٰی[6] (وہ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ بھیجا۔ ت) کے طور پر ہوجائے گا۔ حق سبحانہ وتعالٰی اپنے

ف: نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر بعینہٖ اللہ تعالٰی کا ذکر ہے۔

[1] ؂

[2] فتاوٰی نذیر حسین دہلوی

[3] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۱

[4] القرآن الکریم ۲/ ۲۵۳

[5] " " ۱۷/ ۱

[6] " " ۹/ ۳۳

Marfat.com

براتی پر دلیل شرعی ناطق، صرف وہی ممنوع و مذموم ہے، باقی سب چیزیں جائز و مباح رہیں گی، خاص ان کا ذکر جواز قرآن و حدیث میں منصوص ہو یا ان کا کچھ ذکر نہ آیا ہو تو جو شخص جس فعل کو ناجائز و حرام یا مکروہ کہے اس پر واجب کہ اپنے دعوے پر دلیل قائم کرے اور جائز و مباح کہنے والوں کو ہرگز دلیل کی حاجت نہیں کہ ممانعت پر کوئی دلیل شرعی نہ ہونا یہی جواز کی دلیل کافی ہے۔ جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ و مستدرک حاکم میں سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرّم اللہ فی کتابہ وما سکت عنہ فھو مما عفا عنہ[1]

حلال وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حرام فرمادیا اور جس کا کچھ ذکر نہ فرمایا وہ اللہ کی طرف سے معاف ہے یعنی اس کے فعل پر کچھ مواخذہ نہیں۔

مرقاۃ میں فرماتے ہیں:

فیہ ان الاصل فی الاشیاء الاباحۃ[2]

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اصل سب چیزوں میں مباح ہونا ہے۔

شیخ شرح میں فرماتے ہیں:

وایں دلیل ست برآنکہ اصل در اشیاء اباحت است[3]

یہ دلیل ہے اس بات پر کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔ (ت)

نصر کتاب الحجۃ میں امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال اللہ عزوجل خلقکم وھو اعلم بضعفکم فبعث الیکم رسولا من انفسکم وانزل علیکم کتابا وحد لکم

بیشک اللہ عزوجل نے تمھیں پیدا کیا اور وہ تمھاری ناتوانی جانتا تھا تو تم میں تمھیں میں سے ایک رسول بھیجا، اور تم پر ایک کتاب اتاری اور اس

---

[1] جامع الترمذی ابواب اللباس باب ماجاء فی لبس الفراء امین کمپنی دہلی ۱/۲۰۶
سنن ابن ماجہ ابواب الاطعمہ باب اکل الجبن والسمن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۴۹
المستدرک للحاکم کتاب الاطعمہ دار الفکر بیروت ۴/۱۱۵
[2] مرقاۃ المفاتیح تحت حدیث ۴۲۲۸ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/۵۷
[3] اشعۃ اللمعات الفصل الثانی نوریہ رضویہ سکھر ۳/۵۰۶

Marfat.com

وقال تعالیٰ ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب[1]

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا) جو خدا کے شعاروں کی تعظیم کرے تو وہ بیشک دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

قال ومن یعظم حرمٰت اللہ فذٰلك خیر عند ربہ[2]

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا) جو تعظیم کرے خدا کی حرمتوں کی تو یہ بہتر ہے اس کے لئے اس کے رب کے یہاں۔

پس بوجہ اطلاق آیات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم جس طریقے سے کی جائے گی حسن ومحمود رہے گی اور خاص خاص طریقوں کے لئے ثبوت جداگانہ درکار نہ ہوگا۔ ہاں اگر کسی خاص طریقہ کی بُرائی بالتخصیص شرع سے ثابت ہوجائے گی تو وہ بیشک ممنوع ہوگا جیسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سجدہ کرنا یا جانوروں کو ذبح کرتے وقت بجائے تکبیر حضور کا نام لینا۔ اسی لئے علامہ ابن حجر مکی جوہر منظم میں فرماتے ہیں:

تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بجمیع انواع التعظیم التی لیس فیہا مشارکۃ اللہ تعالیٰ فی الالوھیۃ امر مستحسن عند من نور اللہ ابصارھم[3]

یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم تمام اقسام تعظیم کے ساتھ جن میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ الوہیت میں شریک کرنا نہ ہو ہر طرح امر مستحسن ہے ان کے نزدیک جن کی آنکھوں کو اللہ نے نور بخشا ہے۔

پس یہ قیام کہ وقت ذکر ولادت شریفہ اہل اسلام محض بنظر تعظیم واکرام حضور سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام بجالاتے ہیں بیشک حسن ومحمود ٹھہرے گا تاوقتیکہ مانعین خاص اس صورت کی برائی کا قرآن وحدیث سے ثبوت نہ دیں وانّٰی لھم ذٰلك (اور یہ ان کے لئے کہاں سے ہوگا۔ ت)۔ [ف۱]

تنبیہ: یہاں سے ثابت ہوا کہ تابعین وتبع تابعین تو درکنار خود قرآن عظیم سے مجلس وقیام کی خوبی ثابت ہے، الحمد للہ رب العٰلمین۔

نکتہ ۳ [ف۲]: ہم پوچھتے ہیں تمہارے نزدیک کسی فعل کے لئے رخصت یا ممانعت ماننا اس پر موقوف

ف۱: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کا نفیس طریقہ۔

ف۲: نکتہ ۳: منکروں کی عجیب ہٹ دھرمی۔

[1] القرآن الکریم ۲۲/۳۲

[2] القرآن الکریم ۲۲/۳۰

[3] الجوہر المنظم مقدمہ فی آداب السفر الفصل الاول المکتبۃ القادریۃ فی الجامعۃ النظامیۃ لاہور ص ۱۲

Marfat.com

پس مجلس میلاد و قیام وغیرہا بہت امور متنازع فیہا کے جواز پر ہمیں کوئی دلیل قائم کرنے کی حاجت نہیں، شرع سے ممانعت نہ ثابت ہونا ہی ہمارے لئے دلیل ہے تو ہم سے سند مانگنا سخت نادانی اور بحکم مجتہد بہادر عقل و ہوش سے جدائی ہے، ہاں تم جو ناجائز و ممنوع کہتے ہو تم ثبوت دو کہ خدا و رسول نے ان چیزوں کو کہاں ناجائز کہا ہے اور ثبوت نہ دو اِن شاء اللہ تعالیٰ ہرگز نہ دے سکو گے تو اقرار کرو کہ تم نے شرع مطہر پر افترا کیا۔

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[1]	بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں اُن کا بھلا نہ ہوگا۔(ت)

سبحان اللہ الٹا سند کا مطالبہ ہم سے۔

نکتہ ۲: عموم و اطلاق سے استدلال زمانۂ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آج تک علمائیں شائع و ذائع یعنی جب ایک بات کو شرع نے محمود فرمایا تو جہاں اور جس وقت اور جس طرح وہ بات واقع ہوگی ہمیشہ محمود رہے گی تاوقتیکہ کسی صورت خاصہ کی ممانعت خاص شرع سے نہ آجائے، مثلاً مطلق ذکرِ الٰہی کی خوبی قرآن و حدیث سے ثابت تو جب کبھی کہیں کسی طور پر خدا کی یاد کی جائے گی بہتر ہی ہوگی، ہر ہر خصوصیت کا ثبوت شرع سے ضرور نہیں مگر پاخانہ میں بیٹھ کر زبان سے یادِ الٰہی کرنا ممنوع کہ اس خاص صورت کی برائی شرع سے ثابت، غرض جس مطلق کی خوبی معلوم اس کی خاص خاص صورتوں کی جدا جدا خوبی ثابت کرنا ضرور نہیں کہ آخر وہ صورتیں اسی مطلق کی تو ہیں جس کی بھلائی ثابت ہو چکی بلکہ کسی خصوصیت کی برائی ماننا یہ محتاج دلیل ہے۔ مسلم الثبوت میں ہے:

شاع و ذاع احتجاجھم سلفاً و خلفاً بالعمومات من غیر نکیر[2]	متقدمین و متاخرین کا عمومات سے استدلال کرنا بغیر کسی انکار کے معروف اور رائج ہے(ت)

اسی میں ہے:

العمل بالمطلق یقتضی الاطلاق[3]	مطلق پر عمل کرنا اطلاق کا تقاضا کرتا ہے(ت)

ف: نکتہ ۲: مطلق حکم اس کی تمام خصوصیتوں میں جاری رہتا ہے۔

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶

[2] مسلم الثبوت الفصل الخامس مسئلۃ للعموم صیغ مطبع انصاری دہلی ص ۷۳

[3] " " فصل المطلق ما دل علی فرد منتشر " " " ۱۱۹

Marfat.com

ایں ہمہ گرچہ بدعت ست واز صحابہ و تابعین نقل نہ کردہ اند لیکن نہ ہرچہ بدعت بود نہ شاید کہ بسیاری بدعت نیکو باشد پس بدعت مذموم آں بود کہ بر مخالفت سنّت بود[1]

یہ سب امور اگرچہ نوپید ہیں اور صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول نہیں ہیں مگر ایسا بھی نہیں، ہر نئی بات ناجائز ہو کیونکہ بہت ساری نئی باتیں اچھی ہیں، چنانچہ مذموم بدعت وہ ہوگی جو سُنّتِ رسول کے مخالف ہو۔ (ت)

امام بیہقی وغیرہ علماء حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

المحدثات من الامور ضربان احدھما احدث مما یخالف کتابًا او سنۃً او اثرًا او اجماعًا فھٰذہ البدعۃ ضالۃ والثانی ما احدث من الخیر ولاخلاف فیہ لواحد من ھٰذہ وھی غیر مذمومۃ[2]

نوپیدا باتیں دو قسم کی ہیں، ایک وہ ہیں کہ قرآن یا احادیث یا آثار اجماع کے خلاف نکالی جائیں یہ تو بدعت و گمراہی ہے، دوسرے وُہ اچھی بات کہ احداث کی جائے اور اس میں ان چیزوں کا خلاف نہ ہو تو وہ بری نہیں۔

امام علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

والبدعۃ ان کانت مما تندرج تحت مستحسن فی الشرع فھی حسنۃ وان کانت مما تندرج تحت مستقبح فی الشرع فھی مستقبحۃ والا فھی من قسم المباح[3]

بدعت اگر کسی ایسی چیز کے نیچے داخل ہو جس کی خوبی شرع سے ثابت ہے تو وہ اچھی بات ہے اور اگر کسی ایسی چیز کے نیچے داخل ہو جس کی برائی شرع سے ثابت ہے تو وہ بری ہے اور جو دونوں میں سے کسی کے نیچے داخل نہ ہو تو وہ قسمِ مباح سے ہے۔

اسی طرح صدہا اکابر نے تصریح فرمائی۔ اب مجلس و قیام وغیرہما امور متنازع فیہا کی نسبت تمہارا یہ کہنا کہ زمانہ صحابہ و تابعین میں نہ تھے لہذا ممنوع ہیں محض باطل ہوگیا، ہاں اس وقت ممنوع ہوسکتے ہیں جب تم کافی ثبوت دو کہ خاص ان افعال میں شرعًا کوئی برائی ہے ورنہ اگر

---

[1] کیمیائے سعادت رکن دوم اصل ہشتم باب دوم انتشارات گنجینہ ایران ص ۳۸۸-۸۹

[2] القول المفید للشوکانی باب ابطال التقلید ۱/۷۸

[3] فتح الباری کتاب التراویح باب فضل من قام رمضان مصطفی البابی مصر ۵/۱۵۶-۵۷

Marfat.com

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے فرماتا ہے: ورفعنالك ذكرك[1] اور بلند کیا ہم نے تمھارے لئے تمھارا ذکر۔ امام علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ شفا شریف میں اس آیۃ کریمہ کی تفسیر سیدی ابن عطا قدس سرہ العزیز سے یوں نقل فرماتے ہیں:

جعلتك ذكرا من ذكری فمن ذكرك ذكرنی[2] — یعنی حق تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتا ہے میں نے تمھیں اپنی یاد میں سے ایک یاد کیا تو جو تمھارا ذکر کرے اس نے میرا ذکر کیا۔

بالجملہ کوئی مسلمان اس میں شک نہیں کرسکتا کہ مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی یاد بعینہ خدا کی یاد ہے پس بحکمِ اطلاق جس جس طریقہ سے ان کی یاد کی جائے گی حسن ومحمود ہی رہے گی اور مجلسِ میلاد وصلوٰۃ بعد اذان وغیرہما کسی خاص طریقے کے لئے ثبوت مطلق کے سوا کسی نئے ثبوت کی ہرگز حاجت نہ ہوگی ہاں جو کوئی ان طُرق کو ممنوع کہے وُہ ان کی خاص ممانعت ثابت کرے، اسی طرح نعمتِ الٰہی کے بیان و اظہار کا ہمیں مطلقاً حکم دیا گیا،

قال اللہ تعالیٰ واما بنعمة ربك فحدث[3] — (اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) اپنے رب کی نعمت خوب بیان کرو۔

اور ولادتِ اقدس حضور صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام نعمتوں کی اصل ہے تو اس کے خوب بیان واظہار کا نص قطعی قرآن سے ہمیں حکم ہوا اور بیان واظہار مجمع میں بخوبی ہوگا تو ضرور ہا ہے کہ جس قدر ہوسکے لوگ جمع کئے جائیں اور انھیں ذکرِ ولادت باسعادت سنایا جائے اسی کا نام مجلسِ میلاد ہے، علیٰ ہذا القیاس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر مسلمان کا ایمان ہے اور اس کی خوبی قرآن عظیم سے مطلقاً ثابت، قال اللہ تعالیٰ:

انا ارسلنك شاهدا ومبشرا ونذيرا ۝ لتؤمنوا بالله ورسوله وتعزروه وتوقروه[4] — اے نبی! ہم نے تمھیں بھیجا گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا تاکہ اے لوگو! تم خدا اور رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم کرو۔

---

[1] القرآن الکریم ۹۴/۴
[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ الباب الاول الفصل الاول المطبعۃ الشرکۃ الصحافیہ ۱/۱۵
[3] القرآن الکریم ۹۳/۱۱
[4] القرآن الکریم ۴۸/۸ و ۹

Marfat.com

ہیں ان سے کون استدلال کرتا ہے، نہ ہمارا یہ عقیدہ کہ جس زمانہ کے جاہل جو بات چاہیں اپنی طرف سے نکال لیں وہ مطلقاً محمود ہو جائے گی۔ کلام علماء میں ہے کہ جس امر کو یہ اکابر امت مستحب و مستحسن جانیں وہ بے شک مستحب و مستحسن ہے چاہے کبھی واقع ہو کہ علمائے دین کسی وقت میں مصدر و مظہر شر نہیں ہوتے، والحمدللہ رب العٰلمین (اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ت)

نکتہ ۶ ف: اگر کسی زمانے کی تعریف اور اس کے مابعد کا نقصان احادیث میں مذکور ہونا اسی کو مستلزم ہو کہ اس زمانہ کے محدثات خیر ٹھہریں اور مابعد کے شر تو اکثر صحابہ و تابعین سے بھی ہاتھ اٹھا رکھئے۔

اخرج الحاکم وصححه عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه قال بعثنی بنو المصطلق الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فقالوا سل لنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الی من ندفع صدقاتنا بعدک فقال الی ابی بکر قال فان حدث بابی بکر حدث فالی من فقال الی عمر قالوا فان حدث بعمر حدث فقال الی عثمان قالوا فان حدث بعثمٰن حدث فقال ان حدث بعثمان حدث فتبا لکم الدھر تبا[1] اھ ملخصًا۔

امام حاکم نے تخریج و تصحیح فرمائی کہ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں مجھے بنی مصطلق نے حضور سرورِ دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں بھیجا کہ حضور سے پوچھوں حضور کے بعد ہم اپنے اموال کی زکوٰۃ کسے دیں، فرمایا ابوبکر کو۔ عرض کی اگر ابوبکر کو کوئی حادثہ پیش آئے، فرمایا عمر کو۔ عرض کی اگر عمر کو کچھ حادثہ پیش آئے، فرمایا عثمان کو۔ عرض کی اگر عثمان کو کوئی حادثہ منہ دکھائے، فرمایا اگر عثمان کا بھی واقعہ ہو تو، فرمایا خرابی ہو تمہارے لئے ہمیشہ پھر خرابی ہے اھ ملخصًا۔

واخرج ابو نعیم فی الحلیة والطبرانی عن سھل بن ابی حثمة رضی اللہ تعالٰی عنه فی حدیث طویل قال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اذا اتی علی ابی بکر اجله وعمر اجله وعثمٰن اجله فان

(ابونعیم نے حلیہ میں اور طبرانی نے سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ایک طویل حدیث میں تخریج فرمائی۔ت) حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب انتقال کریں ابوبکر و عمر و عثمان تو اگر تجھ سے ہو سکے کہ مرجائے

ف: نکتہ ۶: حدیث خیر القرون کی دوسری طرح سے بحث۔

[1] المستدرک للحاکم کتاب معرفة الصحابة امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی بکر بامامة الناس فی الصلٰوة دار الفکر بیروت ۳/ ۷۷

Marfat.com

کہ قرآن وحدیث میں اس کا نام لے کر جائز کہا یا منع کیا ہو یا اس کی کچھ حاجت نہیں بلکہ کسی عام یا مطلق مامور بہ یا عام یا مطلق منہی عنہ کے تحت میں داخل ہونا کفایت کرتا ہے بر تقدیر اول تم پر فرض ہوا کہ بالخصوص مجلس و قیام مجلس کے نام کے ساتھ قرآن وحدیث سے حکم ممانعت دکھاؤ بر تقدیر ثانی کیا وجہ کہ ہم سے خصوصیت خاصہ کا ثبوت مانگتے ہو اور باآنکہ یہ افعال اطلاقات ذکر و تحدیث و تعظیم و توقیر کے تحت میں داخل ہیں جائز نہیں مانتے۔

نکتہ نہم: حضرات مانعین کا تمام طائفہ اس مرض میں گرفتار کہ قرون و زمان کو حاکم شرعی بنایا ہے جو نئی بات کہ قرآن وحدیث میں بایں ہیئت کذائی کہیں اس کا ذکر نہیں جب فلاں زمانے میں ہو تو کچھ بُری نہیں اور فلاں زمانے میں ہو تو ضلالت و گمراہی، حالانکہ شرعاً و عقلاً کسی طرح زمانہ کو احکام شرع یا کسی فعل کی تحسین و تقبیح پر قابو نہیں نیک بات کسی وقت میں ہو نیک ہے اور بُرا کام کسی زمانے میں ہو بُرا ہے۔ آخر بلوائے مصر و واقعہ کربلا و حادثہ حرہ و بدعات خوارج و شناعات روافض و خباثات نواصب و خرافات معتزلہ وغیرہا امور شنیعہ زمانہ صحابہ و تابعین میں حادث ہوئے مگر معاذ اللہ اس وجہ سے وہ نیک نہیں ٹھہر سکتے اور بنائے مدارس و تصنیف کتب و تدوین علوم و رد مبتدعین و تعلیم نحو و صرف و طرق اذکار و صور اشغال اولیائے سلاسل قدست اسرارہم وغیرہا امور حسنہ ان کے بعد شائع ہوئے مگر عیاذاً باللہ اس وجہ سے بدعت نہیں قرار پا سکتے، اس کا مدار نفس فعل کے حسن و قبح پر ہے، جس کام کی خوبی صراحۃً یا اشارۃً قرآن وحدیث سے ثابت وہ بیشک حسن ہوگا چاہے کہیں واقع ہو اور جس کام کی بُرائی تصریحاً یا تلویحاً وارد وہ بیشک قبیح ٹھہرے گا خواہ کسی وقت میں حادث ہو جمہور محققین ائمہ و علمائے نے اس قاعدے کی تصریح فرمائی اگرچہ منکرین براہ سینہ زوری نہ مانیں۔ امام ولی الدین ابو زرعہ عراقی کا قول پہلے گزرا کہ "کسی چیز کا نو پیدا ہونا موجب کراہت نہیں کہ بہتیری بدعتیں مستحب بلکہ واجب ہوتی ہیں جبکہ ان کے ساتھ کوئی مفسدہ شرعیہ نہ ہو۔"[1] اسی طرح امام علامہ مرشد ملت حکیم اُمت سیدنا و مولانا حجۃ الحق و الاسلام محمد غزالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد بھی اوپر مذکور کہ "صحابہ سے منقول نہ ہونا باعث ممانعت نہیں، بُری تو وہ بدعت ہے جو کسی سنت مامور بہا کا رد کرے۔"[2] اور کیمیائے سعادت میں ارشاد فرماتے ہیں:

ف: نکتہ ۹، منکرین کی حماقت کہ انھوں نے زمانہ کو حکم بنایا ہے۔

[1] اثبات القیام

[2] احیاء العلوم کتاب السماع والوجد الباب الثانی المقام الثالث مطبع المشہد الحسینی قاہرہ ۲/۳۰۵

Marfat.com

عنہ وہر قرنے قریب بہ دوازدہ سال بودہ است قرن در لغت قوم متقارنین فی السن بعد ازاں قومے راکہ در ریاست وخلافت مقترن باشد قرن گفتہ شد چوں خلیفہ دیگر باشند و وزرائے حضور دیگر و امرائے امصار دیگر و رؤسائے جیوش دیگر و سپاہان دیگر و حربیان دیگر و ذمیان دیگر تفاوت قرون بہم می رسد۔[1]

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانۂ خلافت ہے۔ اور ہر قرن تقریباً بارہ سال کا ہے۔ قرن لغت میں اس قوم کو کہتے ہیں جو عمر میں قریب قریب ہوں، پھر اس کا اطلاق اس قوم پر ہونے لگا جو ریاست وخلافت میں مقترن ہو۔ جب خلیفہ دوسرا ہو، اس کے وزراء و امراء، سپہ سالار، فوج، حربی اور ذمی دوسرے ہوں تو قرن بدل جاتا ہے۔ (ت)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

قرن اول زمان آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بود از ہجرت تا وفات وقرن ثانی زمان شیخین و قرن ثالث زمان ذی النورین بعد ازاں اختلافہا پدید آمد وفتنہا ظاہر گردید۔[2]

قرن اول سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجرت سے وصال تک کا زمانہ ہے۔ اور قرن ثانی شیخین یعنی صدیق وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا زمانہ ہے۔ اور قرن ثالث سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ ہے۔ اس کے بعد اختلافات نمودار ہوئے اور فتنے ظاہر ہوئے۔ (ت)

بالجملہ اس قدر میں تو شک نہیں کہ یہ معنیٰ بھی حدیث میں صاف محتمل اور بعد احتمال کے تمہارا استدلال یقیناً ساقط۔ والحمد للہ رب العالمین۔

نکتہ ۷: اگر کسی زمانہ کی تعریف حدیث میں آنا اسی کا موجب ہو کہ اس کے محدثات خیر قرار پائیں تو بسم اللہ وہ حدیث ملاحظہ ہو کہ امام ترمذی نے بسند حسن حضرت انس اور امام احمد نے حضرت عمار بن یاسر اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں عمار بن یاسر و سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی اور محقق دہلوی نے اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں بنظر کثرت طرق اس کی صحت پر حکم دیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مثل امتی مثل المطر لایدری — میری امت کی کہاوت ایسی ہے جیسے مینہ کہ

ف: نکتہ ۷: حدیث قرن کا تیسرا جواب۔

[1] ازالۃ الخفاء فصل چہارم سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۵۷

[2] " " " " " " ۱/۱۲۱

ف: حدیث قرن کا تیسرا جواب۔

Marfat.com

کسی مستحسن کے نیچے داخل ہیں تو محمود، اور بالفرض کسی کے نیچے داخل نہ ہوئے تو مباح ہو کر محمود ٹھہریں گے کہ جو مباح بہ نیت نیک کیا جائے شرعاً محمود ہو جاتا ہے کما فی البحر الرائق وغیرہ (جیسا کہ بحر الرائق وغیرہ میں ہے۔ ت) کیوں کیسے کھلے طور پر ثابت ہوا کہ ان افعال کی سند زمانہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین سے مانگنا کس قدر نادانی و جہالت تھا والحمد للہ (اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں۔ ت)۔

نکتہ ۵ ف: بڑی مستند ان حضرات کی حدیث:

خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم[1] — سب سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر اس کے بعد والوں کا پھر ان کے بعد والوں کا۔ (ت)

ہے۔ اس میں بحمد اللہ ان کے مطلب کی بو بھی نہیں، حدیث میں تو صرف اس قدر ارشاد ہوا کہ میرا زمانہ سب سے بہتر ہے پھر دوسرا پھر تیسرا، اس کے بعد جھوٹ اور خیانت اور تن پروری اور خواہی نخواہی گواہی دینے کا شوق لوگوں میں شائع ہو جائے گا، اس سے یہ کب ثابت ہوا کہ ان زمانوں کے بعد جو کچھ حادث ہو گا اگرچہ کسی اصل شرعی یا عام مطلق مامور بہ کے تحت میں داخل ہو شنیع و مذموم ٹھہرے گا، جو اس کے ثبوت کا دعوٰی رکھتا ہو بیان کرے کہ حدیث کے کون سے لفظ کا یہ مطلب ہے۔ اے عزیز! یہ تو بالبداہۃ باطل کہ زمانہ صحابہ و تابعین میں شر مطلقاً نہ تھا نہ ان کے بعد خیر مطلقاً رہی، ہاں اس قدر میں شک نہیں کہ سلف میں اکثر لوگ خدا ترس متقی پرہیزگار تھے بعد کو فتنے فساد پھیلتے گئے پھر یہ کن میں، یہ انھیں لوگوں میں جو علم و محبت اکابر سے بہرہ نہیں رکھتے، ورنہ علمائے دین ہر طبقہ اور ہر زمانہ میں منبع و مجمع خیر رہے ہیں مگر ہوا یہ کہ ان زمانوں میں علم بکثرت تھا کم لوگ جاہل رہتے تھے اور جو جاہل تھے وہ علماء کے فرمانبردار، اس لئے شر و فساد کو کم دخل ملتا کہ دین متین دامنِ علم سے وابستہ ہے اس کے بعد علم کم ہوتا گیا جہل نے فروغ پایا جاہلوں نے سرکشی و خودسری اختیار کی، لاجرم فتنوں نے سر اٹھایا، اب یہیں نہ دیکھ لیجئے کہ صدہا سال سے علمائے دین مجلس و قیام کو مستحب و مستحسن کہتے چلے آتے ہیں تم لوگ ان کا حکم نہیں مانتے انھیں سرتابیوں نے اس زمانے کو زمانہ شر بنا دیا۔ تو یہ جس قدر مذمتیں ہیں اس زمانہ مابعد کے جہال کی طرف راجع

ف: نکتہ ۵: حدیث خیر القرون قرنی کا مطلب۔

[1] جامع الترمذی ابواب الشہادات امین کمپنی دہلی ۵۴/۲

Marfat.com

کہئے اب کدھر گئی ان قرون کی تخصیص، اور کیوں نہ خیر ٹھہریں گے وہ امور جو علماء و عرفائے مابعد میں بلحاظ اصول عموم و اطلاق شائع ہوئے، والحمد للہ۔

نکتہ ۸ ف: صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کے محاورات و مکالمات دیکھئے تو وہ خوصاف صاف ارشاد فرما رہے ہیں کہ کچھ ہمارے زمانے میں ہونے نہ ہونے پر مدارِ خیریت نہیں، دیکھئے بہت نئی باتیں کہ زمانۂ پاک حضور سرورِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں نہ تھیں ان کے زمانہ میں پیدا ہوئیں اور وہ انھیں بُرا کہتے اور نہایت تشدد و انکار فرماتے اور بہت تازہ باتیں حادث ہوئیں کہ ان کو بدعت و محدثات مان کر خود کرتے اور لوگوں کو اجازت دیتے اور خیر و حسن بتاتے۔ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ تراویح کی نسبت ارشاد فرماتے ہیں:

نعمت البدعۃ ھذہٖ[1]

کیا اچھی بدعت ہے یہ۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نماز چاشت کی نسبت فرماتے ہیں:

انھا بدعۃ ونعمت البدعۃ وانھا لمن احسن ما احدث الناس[2]

بے شک وہ بدعت ہے اور کیا ہی عمدہ بدعت ہے اور بیشک وہ ان بہتر چیزوں میں سے ہے جو لوگوں نے نئی نکالیں۔

سیدنا ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

احدثتم قیام رمضان فدوموا علیہ ولا تترکوہ[3]

تم لوگوں نے قیام رمضان نیا نکالا تو اب جو نکالا ہے تو ہمیشہ کئے جاؤ اور اسے کبھی نہ چھوڑنا۔

دیکھو یہاں تو صحابہ کرام نے ان افعال کو بدعت کہہ کر حسن کہا اور انھیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے مسجد میں ایک شخص کو تثویب کہتے سن کر اپنے غلام سے فرمایا:

اخرج بنا من عند ھذا المبتدع[4]

نکل چل ہمارے ساتھ اس بدعتی کے پاس سے۔

ف: نکتہ ۸: حدیث قرن کا چوتھا جواب

[1] صحیح البخاری کتاب الصوم فصل من قام رمضان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۶۹

[2] المعجم الکبیر حدیث ۱۳۵۶۳ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۲/۴۲۴

[3] المعجم الاوسط حدیث ۶۴۴۷ ۸/۲۱۸ و الدر المنثور تحت الآیۃ ۵۷/۲۷ ۸/۶۴

[4] المصنف لعبد الرزاق باب التثویب فی الاذان والاقامۃ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۴۷۵

Marfat.com

استطعت ان تموت فمت[1]

تو مر جانا۔

اخرج الطبرانی فی الکبیر عن عصمة بن مالك رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ویحك اذا مات عمر فان استطعت ان تموت فمت[2] حسنه الامام جلال الدین وفی الحدیث قصة۔

(طبرانی نے کبیر میں عصمت بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تخریج فرمائی، فرمایا:) رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تجھ پر افسوس جب عمر مرجائیں تو اگر مر سکے تو مر جانا۔ (امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے اس کو حسن قرار دیا اور اس حدیث میں ایک قصہ ہے۔ ت)

اب تمہارے طور پر چاہیئے کہ زمانہ پاک حضرات خلفائے ثلٰثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بلکہ صرف زمانہ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک خیر رہے، پھر جو کچھ حادث ہو اگرچہ عین خلافت حقہ راشدہ سیدنا و مولٰنا امیر المومنین علی المرتضٰے کرم اللہ تعالےٰ وجہہ میں وہ معاذ اللہ سب شر و قبیح و مذموم و بدعت ضلالت قرار پائے، خدا ایسی بُری سمجھ سے اپنی پناہ میں رکھے، اور مزہ یہ ہے کہ ان احادیث کے مقابل حدیث خیر القرون بھی نہیں لا سکتے کہ تمہارے امام اکبر مولوی اسمٰعیل دہلوی صاحب کے دادا اور دادا استاد اور پیر دادا پیر شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی انھیں احادیث اور ان کے امثال پر نظر کرکے حدیث خیر القرون کے معنٰی ہی کچھ اور بتا گئے ہیں، دیکھئے ازالۃ الخفا میں کیا کچھ فرمایا ہے، حدیث خیر القرون ذکر کرکے لکھتے ہیں:

بنائے ایں استدلال بر توجیہ صحیح ست کہ اکثر احادیث شاہد آنست کہ قرن اول از زمانہ ہجرت آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تا زمانہ وفات وی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم و قرن ثانی از ابتدائے خلافت حضرت صدیق تا وفات حضرت فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہما و قرن ثالث قرن حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ

اس استدلال کی بنیاد ایک صحیح توجیہ پر ہے جس پر اکثر احادیث شاہد ہیں وہ یہ ہے کہ قرن اول حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجرت کے زمانے سے آپ کی وفات کے زمانے تک ہے، اور قرن ثانی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ابتدائے خلافت سے وفات فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک ہے، اور قرن ثالث سیدنا

---

[1] ازالۃ الخفا بحوالہ سہل بن ابی حثمہ فصل پنجم مقصد اول سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۱۲۴

[2] المعجم الکبیر حدیث ۴۷۸ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۷/۱۸۱

Marfat.com

قال ابوبكر ان عمر اتاني فقال
ان القتل قد استحر يوم
اليمامة بقرآء القرآن واني
اخشى ان استحر القتل بالقرّاء
بالمواطن فيذهب كثير من
القرآن واني ارى ان تامر
بجمع القرآن قلت لعمر كيف تفعل
شيئا لم يفعله رسول الله صلى الله تعالى
عليه وسلم قال عمر هذا والله
خير فلم يزل عمر يراجعني
حتى شرح الله صدري
لذلك ورأيت في ذلك
الذي رأى عمر قال
زيد قال ابوبكر انك
رجل شاب عاقل ١
لا نتهمك وقد كنت
تكتب الوحي لرسول
الله صلى الله تعالى
عليه وسلم فتتبع
القرآن واجمعه
فوالله لو كلفوني نقل
جبل من الجبال
ما كان اثقل علي
مما امرني به من
جمع القرآن قال قلت لابي بكر كيف

توفرمایا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے پاس
آئے ہیں اور انھوں نے کہا ہے کہ یمامہ میں
بہت حفاظِ قرآن شہید ہوئے اور میں ڈرتا ہوں
کہ اگر حاملانِ قرآن تیزی سے شہید ہوتے گئے
توقرآن کا ایک بڑا حصہ ختم ہو جائے گا میری
رائے یہ ہے کہ آپ قرآن مجید کے جمع کرنے
اور ایک جگہ لکھنے کا حکم دیں، صدیق اکبر نے فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ کام کیا ہی نہیں تم کیونکر
کروگے۔ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
فرمایا اگرچہ حضور اقدس سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے نہ کیا مگر خدا کی قسم کام تو خیر ہے۔
صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں پھر
عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ مجھ سے اس معاملہ میں
بحث کرتے رہے یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نے
میرا سینہ اس امر کے لئے کھول دیا اور میری
رائے عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی رائے سے موافق
ہوگئی۔ زید بن ثابت نے کہا ابوبکر صدیق
رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا تم نوجوان مرد
عاقل ہو ہم تمھیں متہم بھی نہیں کرتے ہیں کیونکہ
تم جناب رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم
کی وحی لکھا کرتے تھے پس قرآن تلاش کرو
اور اس کو جمع کرو، اللہ کی قسم! اگر مجھے کسی پہاڑ
کو اٹھانے کی تکلیف دیتے تو قرآن جمع کرنے
سے جس کا انھوں نے مجھے حکم دیا تھا زیادہ بھاری
نہ ہوتا' میں نے کہا وہ کام تم کیسے کروگے جو

Marfat.com

اولہ خیر ام اٰخرہ[1]

نہیں کہہ سکتے کہ اس کا اگلا بہتر ہے یا پچھلا۔

شیخ محقق شرح میں لکھتے ہیں:

کنایہ است از بودن ہمہ اُمت خیر چنانکہ مطر ہمہ خیر و نافع ست[2]

یہ تمام امت کے خیر ہونے کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ بارش تمام کی تمام خیر اور فائدہ مند ہوتی ہے۔ (ت)

امام مسلم اپنی صحیح میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے راوی:

لاتزال طائفۃ من امتی قائمۃ بامر اللہ لایضرھم من خذلھم اوخالفھم حتی یاتی امر اللہ وھم ظاھرون علی الناس[3]

میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ خدا کے حکم پر قائم رہے گا انھیں نقصان نہ پہنچائے گا جو انھیں چھوڑے گا یا ان کا خلاف کرے گا یہاں تک کہ خدا کا وعدہ آئے گا اس حال میں کہ وہ لوگوں پر غالب ہوں گے۔

شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفاء میں لکھتے ہیں:

گماں مبر کہ در زمان شرور ہمہ کس شریر بودہ اند وعنایت ہائے الٰہی در تہذیب نفوس بیکار افتاد بلکہ اینجا اسرار عجیب ست ع

یہ گماں مت کر کہ بُرے زمانے کے سب لوگ بُرے ہوتے ہیں اور عنایاتِ الٰہی انکی تہذیب نفوس میں بیکار ثابت ہوتی ہے بلکہ اس جگہ عجیب راز ہیں،

عیب مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو
نفی حکمت مکن از بہر دل عامی چند

شراب کے تمام عیوب تو تم نے بیان کردئے کچھ اس کی خوبی بھی بیان کرو۔
عامی کا دل رکھنے کے لئے حکمت کا بالکل انکار نہ کرو۔

در ہر زمانہ طائفہ را مھبط انوار و برکات ساختہ اند[4]

قدرت ہر زمانے میں بندگانِ خدا کے ایک گروہ کو انوار و برکات کا مرکز بناتی ہے۔ (ت)

---

[1] جامع الترمذی ابواب الامثال ۲ /۱۱۰ و مسند احمد بن حنبل عن انس بیروت ۳ /۱۴۳
[2] اشعۃ اللمعات کتاب المناقب والفضائل باب ثواب ھذہ الامۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴ /۷۵۳
[3] صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتزال طائفۃ من امتی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۱۴۳
[4] ازالۃ الخفاء فصل پنجم تنبیہات تتمہ مقصد بالا سہیل اکیڈمی لاہور ۱ /۱۴۵

Marfat.com

بزہد و ورع کوش و صدق وصفا   ولیکن میفزائے بر مصطفٰے

(زہد، تقوٰی، سچائی اور صفائی میں کوشش کر لیکن مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر مت بڑھا۔ ت)

کیا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو معاذ اللہ ان کی خوبی نہ معلوم ہوئی یا صحابہ کو افعالِ خیر کی طرف زیادہ توجہ تھی۔ غرض یہ بات ان مدہوشوں نے ایسی کہی جس کی بناء پر عیاذاً باللہ عیاذاً باللہ تمام صحابہ وتابعین بھی بدعتی ٹھہرے جاتے ہیں مگر اصل وہی ہے کہ نہ کرنا اور بات ہے اور منع کرنا اور چیز۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اگر ایک کام نہ کیا اور اس کو منع بھی نہ فرمایا تو صحابہ کو کون مانع ہے کہ اسے نہ کریں اور صحابہ نہ کریں تو تابعین کو کون عائق، وہ نہ کریں تو تبع پر الزام نہیں، وہ نہ کریں تو ہم پر مضائقہ نہیں۔ بس اتنا ہونا چاہئے کہ شرع کے نزدیک وہ کام بُرا نہ ہو۔ عجب لطف ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اور صحابہ وتابعین کا قطعاً نہ کرنا تو حجت نہ ہوا اور تبع کو باوجود ان سب کے نہ کرنے کے اجازت ملی مگر تبع میں وہ خوبی ہے کہ جب وہ بھی نہ کریں تو اب پچھلوں کے لئے راستہ بند ہوگیا اس بے عقلی کی کچھ بھی حد ہے اس سے تو اپنے یہاں کے ایک بڑے امام نواب صدیق حسن خاں شوہر ریاست بھوپال ہی کا مذہب اختیار کر لو تو بہت اعتراضوں سے بچو کہ انھوں نے بے دھڑک فرمادیا "جو کچھ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے نہ کیا سب بدعت وگمراہی ہے"۔
اب چاہے صحابہ کریں خواہ تابعین کوئی ہو بدعتی ہے یہاں تک کہ بوجہ ترویجِ تراویح امیر المومنین ۱
فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ کو معاذ اللہ گمراہ ٹھہرایا اور اعدائے دین کے پیرومرشد عبداللہ بن سبا کی روح مقبوح کو بہت خوش کیا، انا للہ وانا الیہ راجعون (بے شک ہم اللہ تعالٰے کا مال ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ت)

مجلس وقیام کا انکار کرتے کرتے کہاں تک نوبت پہنچی اللہ تعالٰے اپنے غضب سے محفوظ رکھے۔ آمین!

نکتہ ۱۱: امام علامہ احمد بن محمد قسطلانی شارح صحیح بخاری مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

الفعل یدل علی الجواز وعدم الفعل لایدل علی المنع[1]   کرنے سے تو جواز سمجھا جاتا ہے اور نہ کرنے سے ممانعت نہیں سمجھی جاتی ہے۔

ف: نکتہ ۱۱، نہ کرنا اور ہے اور منع کرنا اور۔

[1] المواہب اللدنیہ

Marfat.com

سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے کو نماز میں بسم اللہ باواز پڑھتے سُنا، فرمایا:

ای بنی محدث ایاک والحدث [1]

اے میرے بیٹے! یہ نو پیدا بات ہے، بچ نئی باتوں سے۔

یہ فعل بھی اس زمانہ میں واقع ہوئے تھے انھیں بدعت سیئہ مذمومہ ٹھہرایا تو معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی اپنے زمانہ میں ہونے نہ ہونے پر مدار نہ تھا بلکہ نفس فعل کو دیکھتے اگر اس میں کوئی محذور شرعی نہ ہوتا اجازت دیتے ورنہ منع فرماتے اور یہی طریقہ بعینہٖ زمانۂ تابعین و تبع تابعین میں رائج رہا ہے۔ اپنے زمانہ کی بعض نو پیدا چیزوں کو منع کرتے بعض کو جائز رکھتے اور اس منع و اجازت کے لئے آخر کوئی معیار تھا اور وہ نہ تھا مگر نفس فعل کی بھلائی برائی، تو باتفاق صحابہ و تابعین و تبع تابعین قاعدہ شرعیہ وہی قرار پایا کہ حسن حسن ہے اگرچہ نیا ہو اور قبیح قبیح ہے اگرچہ پرانا ہو، پھر ان کے بعد یہ اصل کیوں کر بدل سکتی ہے، ہماری شرع بحمداللہ ابدی ہے، جو قاعدے اس کے پہلے تھے قیامت تک رہیں گے، معاذ اللہ زید و عمرو کا قانون تو ہے ہی نہیں کہ تیسرے سال بدل جائے۔

نکتہ ۹: یہ اعتراض کہ پیشوائے دین نے تو یہ فعل کیا ہی نہیں ہم کیونکر کریں زمانۂ صحابہ میں پیش ہو کر رد ہو چکا اور بفرمانِ جلیل حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ و سیدنا فاروق اعظم وغیرہما صحابۂ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم قرار پا چکا کہ بات فی نفسہٖ اچھی ہونا چاہیے اگرچہ پیشوائے دین نے نہ کی ہو۔ صحیح بخاری شریف میں ہے:

عن زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ارسل الیّ ابوبکر مقتل اھل الیمامۃ فاذا عمر ابن الخطاب عندہٗ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جنگ یمامہ میں بہت صحابہ حاملانِ قرآن شہید ہوئے تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے مجھے بلوایا، میں حاضر ہوا

ف: نکتہ ۹ حدیث قرون کا پانچواں جواب اور اس کا رد کہ پیشواؤں نے نہ کیا تم کیسے کرتے ہو اور زمانۂ صدیق میں وہابیت پر صحابہ کبار کا اتفاق۔

[1] جامع الترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ما جاء فی ترک الجہر امین کمپنی دہلی ۱/۳۳

Marfat.com

محروم رہے گا۔ بھلا غور کرنے کی بات ہے ایک حکیم فرزانہ کے گھر آگ لگی اس کے چھوٹے چھوٹے بچے بھولے بھالے اندر مکان کے گھر گئے اور لاکھوں روپوں کا مال و اسباب بھی تھا اس دانشمند نے مال کی طرف مطلق خیال نہ کیا اپنی جان پر کھیل کر بچوں کو سلامت نکال لیا، یہ واقعہ چند بے خرد بھی دیکھ رہے تھے اتفاقاً ان کے یہاں بھی آگ لگی یہاں نرا مال ہی مال تھا۔ کھڑے ہوئے دیکھتے رہے اور سارا مال خاکستر ہو گیا۔ کسی نے اعتراض کیا تو بولے تم احمق ہو ہم اس حکیم دانشور کی آنکھیں دیکھے ہوئے ہیں اس کے گھر آگ لگی تھی تو اس نے مال کب نکالا تھا جو ہم نکالتے مگر بیوقوف اتنا نہ سمجھے کہ اس اولوا العزم حکیم کو بچوں کے بچانے سے فرصت کہاں تھی کہ مال نکالتا نہ یہ کہ اس نے مال نکالنا برا جان کر چھوڑا تھا۔ اللہ تعالیٰ کسی کو اوندھی سمجھ نہ دے۔ آمین!

نکتہ ۱۳ ف۱: ہم نے مانا کہ جو کچھ قرونِ ثلٰثہ میں نہ تھا سب منع ہے۔ اب ذرا حضرات مانعین اپنی خبر لیں۔ یہ مدرسے جاری کرنا اور لوگوں سے چندہ لینا اور طلباء کے لئے مطبع نولکشور سے فیصدی دس روپیہ کمیشن لے کر کتابیں منگانا اور بہ تخصیص روز جمعہ بعد نماز جمعہ وعظ کا التزام کرنا، جہاں وعظ کہنے جائیں نذرانہ لینا، دعوتیں اڑانا، مناظروں کے لئے جلسے اور پنچ مقرر کرنا، مخالفین کی رد میں کتابیں لکھوانا چھپوانا، واعظوں کا شہر بشہر گشت لگانا، صحاح کے دو دو ورق پڑھ کر محدثی کی سند لینا اور ان کے سوا ہزاروں باتیں کہ اکابر و اصاغر طائفہ میں بلانکیر رائج ہیں قرونِ ثلٰثہ میں کب تھیں اور ان پیشوایانِ فرقۂ جدیدہ کا تو ذکر ہی کیا ہے جو دو دو روپے نذرانہ لے کر مسئلوں پر مُہر ثبت کریں، مدعی مدعا علیہ دونوں کے ہاتھ میں حضرت کا فتویٰ، حج کو جائیں تو کمشنر دہلی و بمبئی کی چٹھیاں ضرور ہوں، شاید یہ تین باتیں قرونِ ثلٰثہ میں تھیں یا تمھارے لئے پروانۂ معافی آگیا ہے کہ جو چاہو کرو تم پر کچھ مواخذہ نہیں یا یہ نکتہ چینیاں انہی باتوں میں ہیں جنھیں تعظیم و محبت حضور سرورِ عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے علاقہ ہو باقی سب حلال و شیرِ مادر۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی الاکبر۔

نکتہ ۱۴ ف۲: واجب الحفظ۔ افسوس! کیا الٹا زمانہ ہے اور امورِ تعظیم و ادب میں سلف صالحین سے آج تک برابر ائمہ دین کا یہی داب رہا کہ ورود و عدم ورود خصوصیات پر نظر نہ کی بلکہ تصریح

ف۱: نکتہ ۱۳ مسئلہ قرون کا چھٹا جواب وہابیہ کی ہٹ دھرمی۔

ف۲: نکتہ ۱۴ تعظیم محبوبانِ خدا میں قاعدہ یہ ہے کہ جس قدر چاہو نئے طریقے نکالو سب حسن ہیں جب تک کسی خاص طریقے کی شرع میں ممانعت نہ ہو۔

Marfat.com

تفعلون شیئاً لم یفعله رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ھو واللہ خیر فلم یزل ابوبکر یراجعنی حتی شرح اللہ صدری للذی شرح لہ صدر ابوبکر و عمر فتتبعت القرآن و اجمعہ[۱] الحدیث۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم یہ اچھا کام ہے، ابوبکر صدیق میرے ساتھ بحث کرتے رہے حتی کہ اللہ نے اس کے لئے میرا سینہ کھول دیا جس کے لئے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا سینہ کھولا تھا پھر میں نے قرآن تلاش کرنا اور جمع کرنا شروع کیا الحدیث۔

دیکھو زید بن ثابت نے صدیق اکبر اور صدیق اکبر نے فاروق اعظم پر اعتراض کیا تو ان حضرات نے یہ جواب نہ دیا کہ یہ نئی بات نکالنے کی اجازت نہ ہونا تو پچھلے زمانہ میں ہوگا ہم صحابہ ہیں ہمارا زمانہ خیر القرون سے ہے، بلکہ یہی جواب دیا کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کام نہ کیا پروہ کام تو اپنی ذات میں بھلائی کا ہے پس کیونکر ممنوع ہوسکتا ہے۔ اور اسی پر صحابہ کرام کی رائے متفق ہوئی اور قرآن عظیم باتفاقِ حضراتِ صحابہ جمع ہوا۔ اب غضب کی بات ہے ان حضرات کو سوا اچھلے اور رجوبات کہ صحابہ کرام میں طے ہوچکی پھر اکھڑیں۔

نکتہ ۱۰ ف: جو اعتراض ہم پر کرتے ہیں کہ تم کیا صحابہ و تابعین اور تبع تابعین سے محبت و تعظیم میں زیادہ ہو کہ جو کچھ انھوں نے نہ کیا تم کرتے ہو، لطف یہ ہے کہ لعینہٖ وہی اعتراض اگر قابلِ تقسیم ہو تو تبع تابعین پر باعتبار تابعین اور تابعین پر باعتبار صحابہ اور صحابہ پر باعتبار رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وارد مثلاً جس فعل کو حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم وصحابہ و تابعین کسی نے نہ کیا اور تبع تابعین کے زمانہ میں پیدا ہوا تو تم اسے بدعت نہیں کہتے، ہم کہتے ہیں اس کام میں بھلائی ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ و تابعین ہی کرتے تبع تابعین کیا ان سے زیادہ دین کا اہتمام رکھتے ہیں جو انھوں نے نہ کیا یہ کریں گے اسی طرح تابعین کے زمانہ میں جو کچھ پیدا ہوا اس پر وارد ہوگا کہ بہتر ہوتا تو رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم وصحابہ کیوں نہ کرتے تابعین کچھ ان سے بڑھ کر ٹھہرے علیٰ ہذا القیاس جو نئی باتیں صحابہ نے کیں انھیں بھی تمھاری طرح کہا جائے گا۔

ف: نکتہ ۱۰ اس کا رد کہ تم کیا اگلوں سے محبت وغیرہ میں زیادہ ہو۔

[۱] صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۴۵

Marfat.com

مثال ۱: سیدنا امام مالک صاحب المذہب عالم المدینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باآنکہ مثل سیدنا عبد اللہ بن عمرو وعبد اللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتباعِ سلف وصحابہ کرام کا احداث میں نہایت ہی اہتمام رکھتے تھے۔ اس پر ان کے ایمان ومحبت کا تقاضا ہوا کہ ادب وحدیث خوانی میں وہ باتیں علماء کے نزدیک امام مالک کے فضائل جلیلہ سے ٹھہرا اور ان کی غایت ادب ومحبت پر دلیل قرار پایا۔ امام علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شفاء شریف میں لکھتے ہیں:

قال مطرف کان اذا اتی الناس مالکا خرجت الیھم الجاریۃ فتقول لھم یقول لکم الشیخ تریدون الحدیث او المسائل فان قالوا المسائل خرج الیھم وان قالوا الحدیث دخل مغتسلہ واغتسل وتطیب ولبس ثیابا جُددا ولبس ساجہ وتعمم وضع علی رأسہ ردائہ وتلقی لہ منصۃ فیخرج ویجلس علیھا وعلیہ الخشوع لایزال یبخر بالعود حتی یفرغ من حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال غیرہ ولم یکن یجلس علی تلک المنصۃ الا اذا حدث عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ابن اویس فقیل لمالک فی ذلک فقال احب ان اعظم حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولا احدث بہ الا علی طھارۃ متمکنا[1]

مطرف نے کہا جب لوگ مالک بن انس کے پاس علم حاصل کرنے آتے ایک کنیز آکر پوچھتی شیخ تم سے فرماتے ہیں تم حدیث سیکھنے آئے ہو یا فقہ و مسائل؟ اگر انھوں نے جواب دیا فقہ ومسائل، جب تو آپ تشریف لاتے اور اگر کہا کہ حدیث، تو پہلے غسل فرماتے خوشبو لگاتے نئے کپڑے پہنتے طیلسان اوڑھتے اور عمامہ باندھتے چادر سر مبارک پر رکھتے ان کے لئے ایک تخت مثل تختِ عروس بچھایا جاتا اس وقت باہر تشریف لاتے اور بہ نہایت خشوع اس پر جلوس فرماتے اور جب تک حدیث بیان کرتے تھے اگربتی سلگاتے اور اس تخت پر اسی وقت بیٹھتے جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرنا ہوتی۔ حضرت سے اس کا سبب پوچھا، فرمایا میں دوست رکھتا ہوں کہ حدیثِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کروں اور میں حدیث بیان نہیں کرتا جب تک وضو کرکے خوب سکون ووقار کے ساتھ نہ بیٹھوں۔

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ القسم الثانی الباب الثالث المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۲/ ۳۸، ۳۹

Marfat.com

شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں:

نہ کردن چیزے دیگرست و منع فرمودن چیزے دیگر[1] اھ ملخصاً۔ نہ کرنا اور چیز ہے اور منع کرنا اور چیز ہے اھ ملخصاً۔ (ت)

تمہاری جہالت کہ تم نے کسی فعل کے نہ کرنے کو اس فعل سے ممانعت سمجھ رکھا ہے۔

نکتہ ۱۲ ف: سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست، حقیقت الامر یہ ہے کہ صحابہ و تابعین کو اعلاء کلمۃ اللہ و حفظ بیضۂ اسلام و نشر دین متین و قتل قہر کافرین و اصلاح بلاد و عباد و اطفائے آتشِ فساد و اشاعتِ فرائض و حدودِ الٰہیہ و اصلاح ذات البین و محافظت اصول ایمان و حفظ روایت حدیث وغیرہا امور کلیہ مہمہ سے فرصت نہ تھی لہذا یہ امر جزئیہ مستحبہ تو کیا معنی بلکہ تاسیس قواعد و اصول و تفریع جزئیات و فروع و تصنیف و تدوین علوم و نظم دلائل حق و رد شبہات اہل بدعت وغیرہا امور عظیمہ کی طرف بھی توجہ کامل نہ فرما سکے۔ جب بفضل اللہ تعالٰی ان کے زورِ بازو نے دینِ الٰہی کی بنیاد مستحکم کر دی اور مشارق و مغارب میں ملتِ حنفیہ کی جڑ جم گئی۔ اس وقت ائمہ و علمائے مابعد نے تخت و بخت ساز گار پاکر بیخ و بن جمانے والوں کی ہمت بلند کے قدم اور باغبان حقیقی کے فضل پر تکیہ کرکے اہم فالاہم کاموں میں مشغول ہوئے اب تو بے خلش صرصر و اندیشہ سموم اور ہی آبیاریاں ہونے لگیں۔ فکر صائب نے زمین تدقیق میں نہریں کھودیں۔ ذہن رواں نے زلال تحقیق کی ندیاں بہائیں۔ علماء و اولیاء کی آنکھیں ان پاک مبارک نونہالوں کے لئے تھالے بنیں ہوا خواہانِ دین و ملت کی نسیم انفاس متبرکہ نے عطر باریاں فرمائیں یہاں تک کہ یہ مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا باغ ہرا بھرا پھلا پھولا لہلہایا اور اس کے بھینے پھولوں سہانے پتوں نے چشم و کام و دماغ پر عجب ناز سے احسان فرمایا، الحمدللہ رب العالمین، اب اگر کوئی جاہل اعتراض کرے یہ کنپھیاں جواب پھوٹیں جب کہاں تھیں، یہ پتیاں جواب نکلیں پہلے کیوں نہاں تھیں یہ پتلی پتلی ڈالیاں جواب جھومتی ہیں نو پیدا ہیں یہ ننھی ننھی کلیاں جواب مہکتی ہیں تازہ جلوہ نما ہیں اگر ان میں کوئی خوبی پاتے تو اگلے کیوں چھوڑ جاتے تو اس کی حماقت پر اس الٰہی باغ کا ایک ایک پھول قہقہہ لگائے گا کہ او جاہل! اگلوں کو جڑ جمانے کی فکر تھی وہ فرصت پاتے تو یہ سب کچھ کر دکھاتے آخر اس سفاہت کا نتیجہ یہی نکلے گا کہ وہ نادان اس باغ کے پھل پھول سے

ف: نکتہ ۱۲ اصل بات اور اگلے لوگوں میں نہ ہونے کی وجہ۔

[1] تحفہ اثنا عشریہ باب دہم در مطاعن خلفائے ثلثہ طعن ہفتم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۶۹

Marfat.com

وقد جاء بعضهم الیٰ زیارتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلم یدخل المدینۃ بل زار من خارجہا ادبا منہ رحمہ اللہ تعالیٰ مع نبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقیل لہ الا تدخل؟ فقال امثلی یدخل بلا سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا اجد نفسی تقدر علیٰ ذٰلک اوکما قال[1]

یعنی بعض صالحین زیارت نبی اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے حاضر ہوئے تو شہر میں نہ گئے بلکہ باہر سے زیارت کرلی اور یہ ادب تھا اس مرحوم کا اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ، اس پر کسی نے کہا اندر نہیں چلتے، کہا کیا مجھ سا داخل ہو سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شہر میں، میں اپنے میں اتنی قدرت نہیں پاتا ہوں۔

مثال ۶: اسی میں ہے:

قال لی سیدی ابومحمد رحمہ اللہ تعالیٰ لما ان دخل مسجد المدینۃ ماجلست فی المسجد الا الجلوس فی الصلوٰۃ اوکلاما ھذا معناہ ومازلت واقفا ھناک حتی دخل الرکب[2]

یعنی مجھ سے میرے سردار ابومحمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا میں جب مسجد مدینہ طیبہ میں داخل ہوا جب تک رہا مسجد شریف میں قعدۂ نماز کے سوا نہ بیٹھا اور برابر حضور میں کھڑا رہا جب تک قافلہ نے کوچ کیا۔

مثال ۷: اس کے متصل انھیں امام سے نقل کرتے ہیں:

ولم اخرج الیٰ بقیع ولا غیرہ ولم ازر غیرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وکان قد خطر لی ان اخرج الیٰ بقیع الغرقد فقلت الیٰ این اذھب؟ ھذا باب اللہ تعالیٰ المفتوح للسائلین والطالبین والمنکسرین والمضطرین والفقراء والمساکین و

میں حضوری چھوڑ کر نہ بقیع کو گیا نہ کہیں اور گیا نہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کسی کی زیارت کی، اور ایک دفعہ میرے دل میں آیا تھا کہ زیارت بقیع کو جاؤں پھر میں نے کہا کہاں جاؤں گا یہ ہے اللہ کا دروازہ کھلا ہوا سائلوں اور مانگنے والوں اور دل شکستوں اور بیچاروں اور مسکینوں کے لئے اور وہاں

---

[1] المدخل فصل فی الکلام علیٰ زیارۃ سید الاولین والآخرین دار الکتاب العربی بیروت ۱/۲۵۴
[2] " " " " " " " " " " " " " ۱/۲۵۹

Marfat.com

قاعدہ کلیہ بنایا :

کل ما کان ادخل فی الادب والاجلال کان حسنا۔ کما صرح بہ الامام المحقق علی الاطلاق فقیہ النفس سیدی کمال الملۃ والدین محمد فی فتح القدیر[1] وتلمیذہ الشیخ رحمہ اللہ السندی فی المنسک المتوسط واقرہ الفاضل القاری فی المسلک المتقسط واثرہ فی العالمگیریۃ وغیرھا۔

جس بات کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ادب و تعظیم میں زیادہ دخل ہو وہ بہتر ہے (جیسا کہ امام محقق علی الاطلاق، فقیہ النفس، میرے آقا، کمال الملۃ والدین محمد نے فتح القدیر میں تصریح فرمائی اور ان کے شاگرد شیخ سندی علیہ الرحمۃ نے منسک المتوسط میں وضاحت فرمائی اور فاضل قاری علیہ الرحمۃ نے اس کو برقرار رکھا اور عالمگیریہ وغیرہ میں اس کو ترجیح دی ہے ت)

اور امام ابن حجر کا قول گزرا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہر طرح بہتر ہے جب تک کہ الوہیت الٰہیہ میں شریک نہ ہو، اسی لئے سلفاء و خلفاء جس مسلمان نے کسی نئے طریقہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب کیا اس ایجاد کو علماء نے اس کے مدائح میں شمار کیا نہ یہ کہ معاذ اللہ بدعتی گمراہ ٹھہرایا یہ بلا انہی مدعیانِ دین و ادب میں پھیلی کہ ہر بات پر پوچھتے ہیں فلاں نے کب کیں فلاں نے کب کیں حالانکہ خود ہزاروں باتیں کرتے ہیں جو فلاں نے کیں نہ فلاں نے کیں مگر یہ بھی طرفہ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھٹانے مٹانے کے لئے ایک حیلہ نکال کر زبان سے کہتے جائیں ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(قصہ مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ بزرگی والے آپ ہیں۔ ت)

اور بلطائف الحیل جہاں تک بن پڑے اور محبت و تعظیم میں کلام کرتے جائیں آخر ان کا امام اکبر تقویۃ الایمان[2] میں تصریح کر چکا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف ایسے کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کی کرتے ہو بلکہ اس میں سے کمی کرو یہ ایمان ہے یہ دین ہے اور دعوٰی ہے، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، خیر بات بڑھتی ہے مطلب پر آئیے۔ ہاں تو اگر میں ان امور کا استیعاب کروں جو دربارۂ آداب و تعظیم حادث ہوتے گئے اور اس احداث کو علماء نے موجد کے مدائح سے گنا تو ایک دفتر طویل ہوتا ہے، لہٰذا چند مثالوں پر اقتصار کر رہا ہوں :

---

[1] فتح القدیر کتاب الحج مسائل منثورہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۹۴
[2] تقویۃ الایمان الفصل الخامس مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۴۲

Marfat.com

لله در المجیب المثاب حیث افاد واطاب واجاد واباد اهل الجحود المستحقین للعقاب۔

محمد ارشاد حسین احمدی
۱۲۹۹

المجیب مصیب ویثاب والجواب صحیح وصواب۔
حررہ الفقیر الحقیر المظفر مطیع رسول اللہ القادر المدعو بمحمد عبد المقتدر العثمانی القادری الحنفی غفر اللہ تعالٰی بجاہ نبیہ الکریم علیہ افضل الصلٰوۃ والتسلیم۔

عبد المقتدر

اصاب من اجاب
حررہ الفقیر عبد القادر انصاری

محمد عبد القادر محب رسول قادری

الجواب صواب

امداد حسین
۱۲۸۵

قد اصاب من اجاب

حافظ بخش محمد
۱۳۰۲

صح الجواب بلا ارتیاب

عبد الرزاق بن عبد الصمد
۱۲۹۸

نعم الجواب وجد التحقیق للتصدیق والصواب واعمری النہار لعروۃ وثقی لطالب الرشد وتستغنی بہا عما سوی کیف لا ومن لہ ادنی بصیرۃ وروی فانہ یریہا احدی من تفاریق العصار یہتدی بہا الی صراط مستقیم وطریق السوی ومن جعل اللہ لہ نور عین بصیرۃ یکحل الانصاف والتقی فانہ لاحمد رضا الفاضل المجیب الذی بذل جہدہ للحق وسعٰی وجمع الادلۃ واوفی واتی بتحقیق مرضٰی واستقصٰی حتی صار بمقابلۃ اہل الضلال ومصداقا للقول الذائر المثل السائر لکل فرعون موسٰی وکذلک یحق اللہ الحق ویقذفہ علی الباطل فیہ معہ فاذا ہو زاہق واہوٰی ومن کان فی ہذہ الوریقۃ اعمٰی فہو

Marfat.com

مثال ۲: اسی میں ہے:

کان مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا یرکب بالمدینۃ دابۃ وکان یقول استحی من اللہ تعالیٰ ان اطأ تربۃ فیھا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحافر دابۃ۔[1]

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ میں سواری پر سوار نہ ہوتے اور فرماتے تھے مجھے شرم آتی ہے خدائے تعالیٰ سے کہ جس زمین میں حضور سرورِ عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جلوہ فرما ہوں اسے جانور کے سُم سے روندوں۔

مثال ۳: اسی میں ہے:

قد حکی ابو عبد الرحمٰن السلمی عن احمد بن فضلویۃ الزاھد وکان من الغزاۃ الرماۃ انہ قال مامسست القوس بیدی الا علی طھارۃ منذ بلغنی ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اخذ القوس بیدہ۔[2]

امام ابو عبد الرحمٰن سلمی احمد بن فضلویہ زاہد غازی تیرانداز سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے کبھی کمان بے وضو ہاتھ سے نہ چھوئی جب سے سنا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کمان دستِ اقدس میں لی ہے۔

مثال ۴: امام ابن حاج مالکی کہ مستندین مانعین سے ہیں اور احداث کی ممانعت میں نہایت تصلب رکھتے ہیں مدخل میں فرماتے ہیں:

وتقدمت حکایۃ بعضھم انہ جاور بمکۃ اربعین سنۃ ولم یبل فی الحرم ولم یضطجع فمثل ھذا تستحب لہ المجاورۃ اویؤمر بھا۔[3]

بعض صالحین چالیس برس مکہ معظمہ کے مجاور رہے اور کبھی حرم میں پیشاب نہ کیا اور نہ لیٹے۔ ابن الحاج کہتے ہیں ایسے شخص کو مجاورت مستحب یا یوں کہئے کہ اسے مجاورت کا حکم دیا جائے گا۔

مثال ۵: اسی میں ہے:

---

[1] الشفاء القسم الثانی الباب الثالث فصل ومن توقیرہ الخ المطبعۃ الشرکۃ الصحافیہ ۲/۴۸

[2] " " " " " " " " " " ۲/۴۸

[3] المدخل فصل فی ذکر بعض مایعتور الحاج فی حجہ الخ دار الکتاب العربی بیروت ۴/۲۵۳

Marfat.com

مسئلہ ۲۶۶ از بارکپور مرغی محال مسجد حافظ محمد جعفر صاحب مرسلہ پیش امام صاحب
۱۰ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قیام مولود شریف فرض ہے یا واجب ہے یا سنت؟ عمرو کہتا ہے کہ قیام مولود شریف ہاتھ باندھ کر ہونا چاہئے اور زید کہتا ہے کہ ہاتھ چھوڑ کر ہونا چاہئے تو بتلائیے کہ کس کی بات سچ ہے؟

الجواب

ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا بہتر ہے جیسا حاضریِ روضۂ انور کے وقت حکم ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

یقف کما یقف فی الصلوٰۃ[1] ایسے کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے(ت)

اسی طرح لباب و شرح لباب و اختیار شرح مختار وغیرہا کتب معتبرہ میں ہے۔ قیام مجلس مبارک مستحب ہے اور مجلس کھڑی ہو تو سنت، اور ترک میں فتنہ، یا الزام وہابیت ہو تو واجب کما فی رد المحتار فی قیام الناس بعضھم لبعض[2] (جیسا کہ ردالمحتار میں بعض لوگوں کے بعض کی خاطر کھڑے ہونے کے بارے میں ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۶۷ از حسیب والہ ضلع بجنور تحصیل دھانپور مرسلہ منظور ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آج کل جو میلاد مروج ہے مع زیب و زینت و اہتمام اس کے متعلق شرع شریف میں کیا حکم ہے؟

الجواب

مسلمانوں کو جمع کرکے ذکر ولادت اقدس و فضائل علیہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سنانا، ولادتِ اقدس کی خوشی کرنی، اس میں حاضرین کو کھانا یا شیرینی تقسیم کرنی بلاشبہہ جائز و مستحب ہے، اور جائز زینت فی نفسہٖ جائز، اور بہ نیتِ فرحت و لادت شریفہ و تعظیم ذکرِ انور قطعاً مستحب۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واما بنعمۃ ربک فحدث[3] (اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب المناسک مطلب زیارۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۶۵
[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ قبیل فی البیع و آخر فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۴۶، ۲۷۵
[3] القرآن الکریم ۹۳/۱۱

Marfat.com

لیس ثم من یقصد مثلہ فمن عمل علیٰ ھذا ظفر و نجح بالمامول و المطلوب اوکما قال[1]

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کون ہے جس کا قصد کیا جائے، فرماتے ہیں پس جو کوئی اس پر عمل کرے گا ظفر پائے گا اور مراد و مطلب ہاتھ آئے گا۔

اب فقیر سرکار قادریہ غفر اللہ تعالیٰ لہ بھی اس فتوے کو انھیں مبارک لفظوں پر ختم کرتا ہے کہ جو کوئی اس پر عمل کرے گا ظفر پائے گا اور مراد و مطلب ہاتھ آئے گا اِن شاء اللہ تعالےٰ۔ اور اپنے رب کریم تبارک و تعالےٰ کے فضل سے امید رکھتا ہے کہ یہ فتویٰ نہ صرف قیام ہی میں بیان کافی و برہان شافی ہو بلکہ بحول اللہ تعالیٰ اکثر مسائل نزاعیہ میں قول فیصل پر مشتمل ہدایت ہو جائے، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ وسراج افقہ سیدنا و مولانا محمد و اٰلہ وصحبہ اجمعین، اٰمین، اٰمین، اٰمین!

کتبـــــــــہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی

محمدی حنفی سنی قادری
عبدالمصطفےٰ احمد رضا خاں

نقل عبارات ومواہیر فضلائے بدایوں وعلمائے رامپور وغیرہم

ذٰلک الجواب العجاب ھو الصواب لاریب فیہ و لا ارتیاب فللّٰہ درالمجیب المثاب حیث اتی بالتحقیق الحق فیما اجاب۔ العبد محمد گوھر علی عفی عنہ

مولوی گوھر علی ۱۲۹۹

الحمد للہ ما اجاب بہ مولٰینا المحقق واستاذنا المدقق دام فضلہ ومدظلہ فھو الحق فلا فریہ وخلاف باطل بلا مریہ۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔ عبد اللہ عفی عنہ

عبد اللہ عفی عنہ ۱۲۹۹

---

[1] المدخل فصل فی الکلام علیٰ زیارۃ سید الاولین والآخرین دارالکتاب العربی بیروت ۱/۲۵۹

Marfat.com

تصوّف و طریقت و آدابِ بیعت و پیری و مریدی

مسئلہ ۲۶۸ (سوال مفقود ہے)

الجواب

"نہ وہ باتیں" خیال میں ہیں نہ یہی یاد کہ میں نے کیا بنائے تھے مگر اس وقت جو نظر کی اب بھی بہ نگاہِ اولیں تین ہی مطلب ذہن میں آئے۔ عجب نہیں کہ یہ وہی مطالب ہوں جو اُس وقت فکر میں آئے تھے یا غیر ہوں۔ ۱

شاعر "اربابِ تمکین" سے نہیں جو ایک حال پر مستقیم و مستقر رہے بلکہ "اصحابِ تلوین" میں سے ہے جن پر وارداتِ مختلفہ مقتضائے قضایائے مختلفہ وارد ہوتے ہیں وہ اپنے ان احوالِ گوناگوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

"میخواہم" (میں خواہش کرتا ہوں۔ ت) تو ظاہر ہے کہ عشق میں "اہلِ بدایت" کی یہی حالت ہوتی ہے کہ وہ اپنی خواہش کے پابند ہوتے ہیں اور ان کی خواہش یہی کہ حبیب کو دیکھیں اور رقیب کو نہ دیکھیں۔

اور "نمی خواہم" (میں خواہش نہیں کرتا۔ ت) تین مقاماتِ مختلفہ سے ناشئ ہے جن میں ایک دوسرے سے اعلیٰ ہیں۔

Marfat.com

فی الاٰخرۃ اعمٰی واضل سبیلا وربکم اعلم۔ العبد محمد سلامت اللہ

محمد سلامت اللہ ابوالذکا سراج الدین ۱۲۹۶

صح الجواب واصاب من اجاب
کتبہ عبدہ الاواہ محمد شاہ عفی عنہ

محمد شاہ ۱۳۰۴

الجواب صحیح والمجیب نجیح
کتبہ محمد سلطان احمد عفی عنہ

سلطان احمد

رسالہ
اقامۃ القیامۃ علیٰ طاعن القیام لنبیّ تہامۃ
ختم ہوا

Marfat.com

وآلہ واولیائہ وکل من والاك ۔ امین واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم و احکم ۔

اور اپنے ہر محب پر درود وسلام و برکت نازل فرما، آمین ۔ اللہ تعالٰے خوب جانتا ہے اور اس کا علم اتم اور احکم ہے ۔ (ت)

مسئلہ ۲۶۹ از تریا ضلع بریلی مسئولہ امداد حسین صاحب ۹ محرم الحرام ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مدار صاحب کا سلسلہ بیعت کرنے کا ہے یا نہیں؟ تھا یا توڑ دیا، کیا ان کے خاندان میں بیعت ہونا روا ہے یا نہیں؟ کل وجہ تسمیہ اس سلسلہ کی تحریر فرمائیے۔ بیّنوا توجروا (بیان کیجئے اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

حضرت شاہ بدیع الدین مدار قدس سرہ الشریف اکابر اولیائے عظام سے ہیں مگر ولی ہونے کو یہ ضرور نہیں کہ اس سے سلسلہ بیعت بھی جاری ہو۔ ہزاروں صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰے عنہم میں صرف چند صاحبوں سے سلسلہ بیعت ہے، باقی کسی صحابی سے نہیں۔ پھر ان کی ولایت کو کس کی ولایت پہنچ سکتی ہے۔ اس خاندان کا جو سلسلہ اکابر میں چلا آیا ہے وہ محض تبرک کے لئے ہے۔ جیسے حدیث شریف کا سلسلہ، باقی افاضہ کا اجرا اس سے نہ ہوا، جیسا کہ حضرت سیدنا میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ السامی نے سبع سنابل شریف میں فرمایا: تو جسے بیعت صحیحہ سلاسل نافذہ منفقہ میں ہو وہ اپنے مشائخ سے تبرکاً اس سلسلہ کی بھی سند لے لے تو حرج نہیں۔ اور اسی پر اکتفار، اور خصوصاً اہل فسق جو اکثر اس سلسلہ کا غلط نام بدنام کرنے والے ہیں ان سے رجوع، یہ باطل اور ممنوع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱

مسئلہ ۲۷۰ ۲۷۱ محمد جعفر خاں الملقب بہ عارف ابوالحسینی قادری محلہ چودھری بداؤں ۱۹ صفر ۱۳۲۸ھ

اس مسئلہ میں علمائے دین وطریقت کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ مثلاً زید نے خاندان قادریہ میں بیعت کی اور چند روز کے بعد پیر نے خلافت بھی مرحمت فرمائی، پھر بعد چند روز کے جامہ طریقت بھی پہنایا یعنی فقیر بنایا، مگر اس کے بزرگ خاندان مداریہ سے بیعت کرتے چلے آئے ہیں اور نیز زید کا باپ سرگروہ بھی تھا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ زید کو خاندان مداریہ کا طالب ہونا ضروری ہے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ زید کو اپنے بزرگوں کے خاندان کے طالب ہونے کی ضرورت ہے یا نہیں؟

دوم طالب اور مرید میں کیا فرق ہے؟

الجواب

اوّل ان سے طالب ہونا ہرگز کچھ ضرور نہیں، بلکہ جب افضل السلاسل سلسلہ علیہ، عالیہ،

Marfat.com

اور فرماتا ہے، وذکرھم بایام اللہ[1] (اور انھیں اللہ کے دن یاد دلاؤ۔ت) اور فرماتا ہے؛

قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا[2] — تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہئے کہ خوشی کریں۔ (ت)

اور فرماتا ہے؛

قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبٰت من الرزق[3] واللہ تعالٰی اعلم۔ — تم فرماؤ کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے نکالی اور پاک رزق۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۴/۵
[2] القرآن الکریم ۱۰/۵۸
[3] " " ۷/۳۲

Marfat.com

علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرا قدم تیری گردن پر اور تیرا قدم کُل اولیاء اللہ کی گردن پر ہوگا۔ مداریوں نے دریافت کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی گردن پر بھی اور حضرات حسنین علیہما السلام خواجہ حسن کی گردن پر بھی رحمۃ اللہ علیہ و حضرت خواجہ حبیب عجمی اور مدار صاحب کی گردن پر تھا یا نہیں؟ خاندان غوثیہ والوں نے جواب دیا کہ مدار صاحب کی گردن پر قدم تھا۔ اور جو صاحبان پہلے گزر چکے ہیں ان پر نہیں۔ خاندان مداریہ والوں نے جواب دیا: ہمارا خانوادہ طیفوریہ دوئم اور تمہارا خانوادہ طوسیہ ہفتم ہے، ہمارے خاندان سے تمہارا خاندان بعد میں ہوا۔ اور مداریہ کہتے ہیں کہ مدار کا رتبہ غوث سے اعلیٰ ہے۔ جناب کو تکلیف دے کر عرض ہے کہ مدار کے کیا معنیٰ ہیں؟ اور جو درجہ مداریہ ہے اس کی کیا تشریح ہے؟ اور ان دونوں خاندان والے صاحبان میں کون حق پر ہیں اور کون سے نہیں؟ سوا آپ کے اور کوئی عالم صاحب اس مرحلہ کو طے نہیں کر سکتے بلکہ یہاں تک نوبت ہوگئی ہر دو جانب سے آمادہ فساد پر ہو جائیں تو عجب نہیں۔ ماشاء اللہ آپ عالم باعمل ہیں اور جملہ خاندان عالیہ سے سند یافتہ ہیں۔ اہلِ علم میں فساد ہونا موجب سُبکی کا ہے۔ اور دونوں خاندان والے جناب کے قول کو صادق ہونے پر مضبوط ہیں اور کہتے ہیں کہ جو مولوی صاحب فرمائیں گے وہ ہم دونوں صاحبان کو منظور رہے۔ اللہ پاک جناب کو ہم سیہ کاروں پر ہمیشہ ہمیشہ سلامت اور قائم رکھے۔ حضور کے ہونے سے جملہ صاحبان اہلِ آلام کو ہر طرح کی تقویت حاصل ہے۔ زیادہ حدِ ادب!

الجواب

عوام کو ایسے امور میں بحث کرنا سخت مضرت کا باعث ہوتا ہے۔ مبادا کسی طرف گستاخی ہو جائے تو عیاذاً باللہ سخت تباہی و بربادی، بلکہ اس کی شامت سے زوالِ ایمان کا اندیشہ ہے، حضرت شاہ بدیع الدین مدار قدس اللہ سرہ العزیز ضرور اکابر اولیاء سے ہیں مگر اس میں شک نہیں کہ حضور پُرنور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا مرتبہ بہت اعلیٰ و افضل ہے۔ غوث اپنے دَور میں تمام اولیائے عالم کا سردار ہوتا ہے۔ اور ہمارے حضور امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے بعد سے سیدنا امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تشریف آوری تک تمام عالم کے غوث اور سب غوثوں کے غوث اور سب اولیاء اللہ کے سردار ہیں اور ان سب کی گردن پر ان کا قدم پاک ہے۔

امام ابو الحسن علی بن یوسف بن جریر لخمی بن شطنوفی قدس سرہ العزیز نے کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف میں بسند مسلسل دو اکابر اولیاء اللہ معاصرین حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سیدی احمد ابن ابی بکر حریمی و حضرت ابو عمرو عثمان ابن صریفینی قدس اللہ اسرارہما سے دو حدیثیں روایت فرمائیں۔

Marfat.com

مقامِ اوّل: ادنیٰ مقام "جوششِ عشق و رشک ہے" یعنی دل کی خواہش تو یہی ہے کہ حبیب بے خلشِ رقیب جلوہ گر ہو مگر "حبیب و رقیب" شدتِ مصاحبت سے متلازم ہیں کہ ایک کا دیکھنا دوسرے کے دیکھنے اور ایک کا نہ دیکھنا دوسرے کے نہ دیکھنے کو مستلزم ہے۔ نظر براں جب رشک جوش کرتا ہے، حبیب کو دیکھنا نہیں چاہتا کہ اس کی رویت بے رویتِ رقیب نہ ہو گی۔ اور رویتِ رقیب ہرگز منظور نہیں، اور جب عشق جوش زن ہوتا ہے، رقیب کو دیکھنا نہیں چاہتا کہ اس کا نہ دیکھنا حبیب کے نہ دیکھنے کو مستلزم ہو گا۔ اور دیدارِ حبیب سے محرومی گوارا نہیں۔

مقامِ دوم: اوسط "مقام فنائے ارادہ در ارادہ محبوب" یعنی خواہشِ دل تو وہی کہ حبیب بے رقیب متجلی ہو، مگر حبیب کا ارادہ اس کا عکس ہے وُہ چاہتا ہے کہ میں اسے نہ دیکھوں اور رقیب کو دیکھوں کہ غیظ پاؤں اور مراد نہ پاؤں۔ جب فنائے ارادہ فی ارادۃ الحبیب کا مقام وارد ہوتا ہے، میں اپنی اُس خواہشِ دلی سے درگزر کرتا ہوں ؎

میل من سوئے وصال و قصد او سوئے فراق ترک کام خود گرفتم تا بر آید کام دوست

(میری رغبت وصال کی طرف اور اس کا ارادہ فراق کا ہے، میں نے اپنا مقصد ترک کر دیا تاکہ دوست کا مقصد پورا ہو جائے۔ ت)

؎ فراق و وصل چہ خواہی رضائے دوست طلب کہ حیف باشد از غیر او تمنائے

فراق و وصل کیا چاہتا ہے دوست کی رضامندی طلب کر کیونکہ اس سے اس کے غیر کی تمنا کرنا افسوسناک ہو گا۔ ت)

مقامِ سوم: اعلیٰ "مقام فناء فی المحبوب" کہ خود اپنی ذات ہی باقی نہ رہے۔ غیر و اضافات و نسبت و تعلقات کہاں سے آئیں۔ رقیب کا غیر ہونا ظاہر، اور رویتِ حبیب کا تصور بھی تصورِ غیر ہے کہ رویت تین چیزوں کو چاہتی ہے: رائی، مرئی، اور وہ تعلق کہ ان دونوں میں ہوتا ہے، بلکہ حبیب کو جاننا بھی بے تصورِ نفس ممکن نہیں کہ حبیب وُہ جس سے محبت ہو۔ اور محبت کو ہر دو حاشیہ محب و محبوب و اضافت بینہما سے چارہ نہیں۔ جب میں ہمہ تن فناء فی المحبوب ہوں تو رقیب، حبیب و رویت و عدم رویت کو کون سمجھے، اور ارادہ و خواست کدھر سے آئے۔ لاجرم اُس وقت ان میں سے کچھ خواہش نہیں رہتی۔

اللھم ارزقنا ھذا المقام فی رضاك وصل وسلم و بارك علٰی مصطفاك

اے اللہ! ہمیں اپنی رضا میں یہ مقام عطا فرما۔ اور اپنے منتخب محبوب، اس کی آل، اصحاب

Marfat.com

معہ الیٰ یوم القیٰمۃ۔[1] ادب کریں گے۔

یہ شہادتیں ہیں حضرت خضر اور حضرات اولیاء کرام کی علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام ؎

بقسم کہتے ہیں شاہانِ صریفین وحریم کہ ہوا ہے نہ ولی ہو کوئی ہمتا تیرا

جو ولی قبل تھے یا بعد ہوئے یا ہونگے سب ادب رکھتے ہیں دل میں مرے آقا تیرا[2]

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ احکم۔

مسئلہ ۲۷۳ از کانپور محلہ پرانی سبزی منڈی کی مسجد متصل چوک مرسلہ عبدالرشید ۸ شعبان ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی درویش کہتا ہے کہ پیر کی شکل پر متشکل ہو کر خداوند تعالیٰ مرید سے ملاقات کرتا ہے اور دلیل کتاب "انتباہ" شاہ ولی اللہ صاحب کی لاتا ہے۔ مضمون کتاب ہذا یہ ہے کہ:

حضرت سلطان الموحدین وبرہان العاشقین حجۃ المتکلمین شیخ جلال الحق مخدوم مولانا قاضیخاں صاحب یوسف ناصحی قدس سرہ العزیز چنین می فرمودند کہ صورت مرشد کہ ظاہراً دیدہ می شود مشاہدۂ حق سبحانہٗ وتعالیٰ است بے پردۂ آب وگل کہ ان اللہ خلق اٰدم علیٰ صورۃ الرحمٰن ومن رأنی فقد رأی الحق ؎

گر تجلیِ ذات خواہی صورتِ انساں ببیں
ذات حق را آشکارا اندر وخنداں ببیں[3]

اکثر علماء دریں عبارت مذکور را مخالف ہستند، بادلیلِ معتبرہ عند الشرع شریفہ ہرچہ حق باشد۔ بیّنوا توجروا۔

حضرت گرامی مرتبت، موحدوں کے بادشاہ، عاشقوں کی برہان، متکلمین کی حجت، شیخ جلال الحق مخدوم مولانا قاضی خاں صاحب یوسف ناصحی قدس سرہ العزیز یوں فرماتے ہیں کہ مرشد کی صورت جو ظاہری طور پر دیکھی جاتی ہے وہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا مشاہدہ ہے آب وگل کے پردہ کے بغیر، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو رحمٰن کی صورت پر پیدا فرمایا ہے جس نے مجھے دیکھا بیشک اس نے حق کو دیکھا۔" اگر تو تجلی ذات کا خواستگار ہے تو انسان کی صورت دیکھ۔ ذات حق کو اس میں واضح طور پر ہنستا ہوا دیکھ۔" اکثر علمائے کرام عبارت مذکورہ کے مخالف ہیں، جو کچھ حق ہے معتبر دلیل شرعی کے ساتھ بیان فرمائیں، اجر دیئے جاؤ گے۔ (ت)

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر ابو محمد القاسم بن عبد البصری مصطفی البابی مصر ص ۱۷۳

[2] حدائق بخشش وصل سوم در حسن مفاخرت از سرکار قادریت رضی اللہ عنہ مطبوعہ آرام باغ کراچی حصہ اول ص ۶

[3] انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ آرمی برقی پریس دہلی ص ۹۲ و ۹۳

Marfat.com

صحیحہ، متصلہ، قادریہ، طیبہ، مبارکہ میں شیخ جامع شرائط کے ہاتھ پر فخرِ بیعت نصیب ہو چکا ہے تو اسے دوسری طرف اصلاً توجہ و پریشان نظر ہی نہ چاہیے۔

دوم، مرید غلام ہے، اور طالب وہ کہ غیبتِ شیخ میں بضرورت یا باوجود شیخ کسی مصلحت سے، جسے شیخ جانتا ہے یا مرید شیخ غیر شیخ سے استفادہ کرے۔ اسے جو کچھ اس سے حاصل ہو وہ بھی فیضِ شیخ ہی جانے، ورنہ دو در کبھی فلاح نہیں پاتا۔ اولیائے کرام فرماتے ہیں،

لایفلح مرید بین شیخین[1]

جو مرید دو پیروں کے درمیان ہو وہ کامیاب نہیں ہوتا۔ (ت)

اللہ عزوجل فرماتا ہے،

ضرب اللہ مثلاً رجلاً فیہ شرکاء متشاکسون ورجلاً سلماً لرجل ھل یستویان مثلاً الحمد للہ بل اکثرھم لایعلمون[2]۔ نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی ایک مثال بیان فرماتا ہے، ایک غلام میں کئی بدخو آقا شریک ہوں اور ایک نرے ایک مولٰی کا۔ کیا ان دونوں کا حال ایک سا ہے۔ سب خوبیاں اللہ کو ہیں بلکہ ان کے اکثر نہیں جانتے۔ ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷۲ ازکیمپ صدر بازار بریلی مسئولہ امام علی شاہ صاحب ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۱ھ

بخدمت شریف جناب مخدوم و مکرم بندہ مولوی صاحب مدظلہ العالی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بعد ادائے آداب و تسلیمات کے عرض رسا ہوں، گزارش یہ ہے کہ ایک جگہ ایسا جھگڑا آپڑا ہوا ہے وہ یہ ہے کہ خاندانِ غوثیہ والے ایک صاحب یعنی خاندانِ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے صاحب نے مداریہ خاندان والوں سے کہا کہ ہمارا خاندان بڑا ہے، تم لوگ ہمارے یہاں بیعت ہو۔ انھوں نے کہا یعنی مداریہ والوں نے جواب دیا کہ ہمارا خاندان تمھارے خاندان سے اچھا نہیں ہے، اور اچھا بھی ہے تو خدا کے یہاں خاندان نہ پوچھا جائے گا بلکہ عمل پوچھا جائے گا۔ خاندان غوثیہ والوں نے ثبوت پیش کیا کہ حضرت غوث پاک کے بارے میں جناب رسول مقبول صلی اللہ

---

[1]

[2] القرآن الکریم ۳۹/ ۲۹

Marfat.com

عہدہ برا ہونا محال ہے، مگر اتنا فرض و لازم ہے کہ اپنی حدِ قدرت تک ان کے ادا کرنے میں عمر بھر ساعی رہے۔ پیر کی جو تقصیر رہے گی اللہ و رسول معاف فرماتے ہیں پیر صادق کہ ان کا نائب ہے یہ بھی معاف کرے گا کہ یہ تو ان کی رحمت کے ساتھ ہے۔ ائمۂ دین نے تصریح فرمائی ہے کہ مرشد کے حق باپ کے حق سے زائد ہیں۔ اور فرمایا ہے کہ باپ مٹی کے جسم کا باپ ہے اور پیر روح کا باپ ہے۔ اور فرمایا ہے کہ کوئی کام اس کے خلافِ مرضی کرنا مرید کو جائز نہیں۔ اس کے سامنے ہنسنا منع ہے، اس کی بغیر اجازت بات کرنا منع ہے۔ اس کی مجلس میں دوسرے کی طرف متوجہ ہونا منع ہے، اس کی غیبت میں اس کے بیٹھنے کی جگہ بیٹھنا منع ہے، اس کی اولاد کی تعظیم فرض ہے اگرچہ بے جا حال پر ہوں، اس کے کپڑوں کی تعظیم فرض ہے، اس کے بچھونے کی تعظیم فرض ہے، اس کی چوکھٹ کی تعظیم فرض ہے، اس سے اپنا کوئی حال چھپانے کی اجازت نہیں، اپنے جان و مال کو اسی کا سمجھے۔

پیر کو نہ چاہئے کہ بلا ضرورتِ شرعی مریدوں کو مالی تکلیف دے۔ انھیں جائز نہیں کہ اگر اسے حاجت میں دیکھیں تو اس سے اپنا مال دریغ رکھیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اپنے آپ کو اس کی ملک اور بندۂ بے دام سمجھے، اس کے احکام کو جہاں تک بلا تاویل صریح خلافِ حکمِ خدا نہ ہوں حکمِ خدا و رسول جانے۔ وباللہ التوفیق، واللہ تعالٰی اعلم (اور توفیق اللہ تعالٰی ہی کی طرف سے ہے اور اللہ خوب جانتا ہے۔ ت)

مسئلہ ۲۷۵: از موضع نیشٹہ ضلع امرتسر ڈاک خانہ خاص متصل اسٹیشن اٹاری
مسئولہ سید رشید الدین صاحب عرف سید محمد عبدالرشید بریلوی ۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ عظام شرع متین اس مسئلہ میں کہ صاحبِ ارشاد مرفوع الاجازت شیخ کا اپنی زوجہ کو بیعت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو شخص کہے کہ اپنی منکوحہ کو بیعت کرنا جائز نہیں، بلکہ حرام بتاتا ہے کیونکہ زوجہ بیٹی بن جاتی ہے اور نکاح نہیں رہتا بلکہ فسخ ہوجاتا ہے۔ اور نیز یہ دلیل بھی بیان کرتا ہے کہ یہ فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی سے ثابت نہیں۔ اور نہ کسی نے خلفائے راشدین میں سے ایسا کیا اور نہ کسی سلف صالح نے سلف صالحین میں سے اپنی زوجہ کو بیعت کیا ہے۔ پس یہ قول اس شخص کا صحیح ہے یا غلط و مردود؟ بیّنوا بالکتاب توجروا یوم الحساب (کتاب اللہ سے بیان کرو حساب والے دن اجر پاؤ گے۔ ت)

Marfat.com

پہلی کی سند یہ ہے: اخبرنا ابو المعالی صالح ابن احمد بن علی البغدادی المالکی سنۃ احدی وسبعین وستمائۃ قال اخبرنا الشیخ ابو الحسن البغدادی المعروف بالخفاف قال اخبرنا شیخنا الشیخ ابو السعود احمد بن ابی بکر الحریمی بہ سنۃ ثمانین وخمسمائۃ[1]۔

اور دوسری سند یہ ہے: اخبرنا ابو المعالی قال اخبرنا شیخ ابو محمد عبد اللطیف البغدادی المعروف بالمطرز ببغداد سنۃ خمس وعشرین وستمائۃ۔ قال اخبرنا شیخنا ابو عمرو عثمان الصریفینی[2]۔ اور ان دونوں حدیثوں کا متن یہ ہے کہ دونوں حضرات کرام نے فرمایا:

واللہ ما اظہر اللہ تعالیٰ ولا یظہر الی الوجود مثل الشیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ[3]

یعنی خدا کی قسم اللہ تعالےٰ نے حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مانند نہ کوئی ولی عالم میں ظاہر کیا نہ ظاہر کرے۔

نیز امام ممدوح کتاب موصوف میں حضرت سیدی ابو محمد بن عبد بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کو فرماتے سنا:

ما اوصل اللہ تعالیٰ ولیا الیٰ مقام الا وکان الشیخ عبد القادر اعلاہ ولا سقی اللہ حبیبا کاسا من حبہ الا وکان الشیخ عبد القادر اھناہ، ولا وھب اللہ لمقرب حالا الا وکان الشیخ عبد القادر اجلہ، وقد اودعہ اللہ تعالیٰ سرا من اسرارہ سبق بہ جمہور الاولیاء وما اتخذ اللہ ولیا کان اویکون الا وھو متادب

یعنی اللہ تعالےٰ نے جس ولی کو کسی مقام تک پہنچایا شیخ عبد القادر کا مقام اس سے اعلیٰ ہے اور جس پیارے کو اپنی محبت کا جام پلایا شیخ عبد القادر کے لئے اس سے بڑھ کر خوشگوار جام ہے۔ اور جس مقرب کو کوئی حال عطا فرمایا شیخ عبد القادر کا حال اس سے اعظم ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے اسرار سے وہ راز ان میں رکھا ہے جس کے سبب ان کو جمہور اولیاء پر سبقت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے جتنے ولی ہوگئے یا ہوں گے قیامت تک سب شیخ عبد القادر کا

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر فصول من کلامہ مرصعاً بشیٔ من عجائب احوالہ الخ مصطفےٰ البابی مصر ص ۲۵

[2] " " " " " " " " " " " "

[3] " " " " " " " " " " " "

مسئلہ ۲۷۷ از کوہ شملہ لکڑ بازار کوٹھی دورلی مرسلہ عبدالرحیم خاں ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ

مخدوم و مکرم اعلیٰ حضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب زاد مجدہ، سلام مسنون نیاز مندانہ کے بعد عرض خدمت ہے زید کہتا ہے بیعتِ غائبانہ کوئی شئی نہیں اور زید جناب والا کا معتقد ہے۔ لہذا بیعتِ غائبانہ جس حدیث شریف سے ثابت ہو جناب والا تحریر فرما کر اور مُہر سے مزین فرما کر مشکور فرمائیں تاکہ زید کی تسلی کر دی جائے۔ اور وہ اگر حاضری سے معذور ہے تو آنحضرت سے غائبانہ بیعت کا شرف حاصل کرے۔ اس کا جواب اس پتہ پر روانہ فرمائیے:

کوہ شملہ بمعرفت امامِ جامع مسجد عبدالرحیم کو ملے۔

الجواب

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ یداللہ فوق ایدیھم[1]

وہ جو تم سے بیعت کرتے ہیں تو وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے۔

اور فرماتا ہے:

لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ[2]

بے شک اللہ راضی ہوا مسلمانوں سے جب وہ تم سے بیعت کرتے ہیں درخت کے نیچے۔

صحیح بخاری شریف میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے جب یہ بیعت ہوئی ہے امیر المومنین عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ غائب تھے، بیعت حدیبیہ میں ہوئی اور وہ مکہ معظمہ گئے ہوئے تھے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ کو فرمایا یہ عثمان کا ہاتھ ہے، پھر اسے اپنے دوسرے دست مبارک پر مار کر ان کی طرف سے بیعت فرمائی اور فرمایا یہ عثمان کی بیعت ہے لفظِ حدیث یہ ہیں:

واما تغیبہ عن بیعۃ الرضوان فانہ لوکان احد اعز ببطن مکۃ من عثمان بن عفان لبعثہ مکانہ فبعث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عثمان وکانت بیعۃ الرضوان بعد ما ذھب عثمان الی مکۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیدہ الیمنی ھذہ ید عثمان فضرب بھا علی یدہ وقال ھذہ

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/۱۰
[2] ؍؍ ؍؍ ۴۸/۱۸

Marfat.com

الجواب

قولِ مذکور گستاخی اور دریدہ دہنی ہے، اور عبارتِ انتباہ سے اس پر استدلال غلط فہمی۔ عبارت کا مطلب یہ ہے کہ لم یقضّہ وقضیضہ، مظاہر ومجالی حضرت خالق عز وجلالہ ہے۔

فی الاٰفاق وانفسکم افلا تبصرون ۵ آفاق میں اور خود تم میں نشانیاں ہیں تو کیا تم دیکھتے نہیں، ما رأیت شیئا الا ورأیت اللہ فیہ[1] میں کسی شئی کو نہیں دیکھتا مگر اسکے ساتھ میں اللہ کو دیکھتا ہوں۔ (ت)

مظہرِ اوّل واعظم واجل واتم واکمل کہ مظہر ذات ہے ذاتِ اقدس حضور انور سید الکائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات ہے، باقی تمام عالم حسبِ استعداد اس پرتوِ اصلی کا پرتو در پرتو بواسطہ ووسائط ہے۔ شیخ جس میں حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نور بصفت ہدایت وارشاد وتربیت متجلی ہے اور عالمِ ملکوت عالم ملک سے ازکٰی واصفٰی واجلٰی وابہٰی واعلٰی ہے، تو اس سے مشاہدہ ایک زیادہ صاف ومجلی آئینہ سے مشاہدہ ہے ورنہ متجلی شکل وتشکل سے منزّہ ومتعالی ہے۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۴ ازمقام موضع سرنیاں ضلع بریلی بتاریخ ۱۸ شوال ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ سائل دریافت کرتا ہے پیرومرشد کا کیا حق ہے مرید کے روپیہ واسباب میں کتنا مرشد کو دے اور کتنا مرید اپنے خرچ میں لائے۔ وہ بات تحریر فرمائی جائے جس سبب سے پیر کے حق سے چھوٹے، تاکہ قیامت میں مواخذہ نہ ہو، اور اگر پیرومرشد کی حکم عدولی کرے، اور جیسا کہ مرید کو حکم ہوا اس پر عمل نہ کرے، ایسے مرید کے لئے کیا حکم ہے اور قیامت میں مواخذہ ہوگا؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

پیرواجبی پیر ہو، چاروں شرائط کا جامع ہو، وہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نائب ہے۔ اس کے حقوق حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حقوق کے پرتو ہیں جس سے پورے طور پر

عہ کل کا کل (المنجد) عبدالمنان اعظمی

[1] الحدیقۃ الندیۃ الاستخفاف بالشریعۃ کفر مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۳۱۳

Marfat.com

ہے کہ نہیں؟ فقط۔

الجواب

مریدی اور جبر دونوں متباین ہیں جمع نہیں ہو سکتے۔ مریدی اپنے دل کی ارادت سے ہے نہ کہ دوسرے کے جبر سے۔ ایسا جبر وُہ کرتے ہیں جنھیں مریدوں سے کچھ تحصیل کرنا ہوتا ہے یا کثرتِ مریدین سے اپنی شہرت۔ نابالغ اگر نا سمجھ ہے تو بے اجازتِ ولی اُسے مرید کرنے کے کوئی معنی نہیں۔ ہاں تعلیقِ ارادت ممکن ہے جس کا قبول اس کے عقل وبلوغ پر موقوف رہے گا۔ اگر کسی میں رشد کے آثار پائے اور گمان کرے کہ اس کے زمانۂ عقل تک شاید اپنی عمر وفا نہ کرے اور اسے شیخ کی حاجت ہو۔ اور زمانہ کی حالت یہ ہے کہ ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست　　پس بہر دستے نہ باید داد دست

(بہت سے شیطان انسانی شکلوں میں ہیں لہذا ہر کسی کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہیئے۔ت)

ولہذا اسے اپنا کرلے، اور وہ زمانۂ عقل تک پہنچ کر اسے قبول کرلے تو بیعت کی تکمیل ہو جائے گی۔ اور اگر عاقل ہے اور اس کی رغبت دیکھے تو مرید کرسکتا ہے، اجازتِ والدین کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۸۱ - ۲۸۲ از کلکتہ بڑا بازار سونا پٹی گنیش بھگت کا کٹرہ　۲۶ جمادی الاولٰی ۱۳۴۰ھ

(۱) ایک شخص ایک آدمی سے مرید ہے، پہلے وہ کچھ نہیں جانتا تھا اور علم بھی کچھ نہیں جانتا تھا اب اللہ تعالیٰ نے اس کو کچھ علم بخشا تو وہ دیکھتا ہے کہ جو پیر ہمارا ہے وہ ہم سے بھی بدتر ہے افعال میں۔ اور صرف اردو قرآن شریف بچے سوا کچھ نہیں جانتا ہے۔ اور قرآن شریف بھی دیکھ کر پڑھتا ہے اور کچھ نہیں جانتا۔ اور کھانا کپڑا بھی مانگ کے چلاتا ہے اور رات دنیا کے کاموں میں مشغول رہتا ہے۔ اب وہ شخص جو مرید ہوا ہے اس کا سوال ہے کہ میں دوسرے سے پھر مرید ہو جاؤں تو اچھا۔ تو آپ کی کیا رائے ہے؟ اور جس شخص سے پہلے مرید ہے وہ خاندانی سیّد ہے۔ اور اس خط کے شامل شجرہ بھی ان کا جاتا ہے۔

(۲) ایک شخص گویا کلکتہ میں ہے اور اس کے دل میں ہے کہ میں مرید ہو جاؤں تو اچھا۔ مگر وہ جس سے مرید ہونا چاہتا ہے وہ دوسرے ملک میں ہے، پھر وہ کس طرح سے مرید ہو سکتا ہے؟

الجواب

(۱) حسبِ تصریح ائمہ کرام پیر میں چار شرطیں لازم ہیں:

ل مثنوی معنوی دفتر اول ص ۱۲ و گلدستہ مثنوی　معارف نعمانیہ لاہور ص ۶۰

Marfat.com

الجواب

زوجہ کو مرید کرنا جائز ہے، تمام امت انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مرید ہی ہوتی ہے پھر وہ انھیں میں سے تزوّج فرماتے ہیں۔ مرید حقیقۃً اولاد نہیں ہوتا' وہ ایک دینی علاقہ ہے جو صرف پیر بلکہ استاذ علمِ دین کو بھی شاگرد پر حاصل ہے۔

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انما انا لکم بمنزلۃ الوالد اعلمکم[1] رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمھارے لئے والد کی طرح ہوں تمھیں تعلیم دیتا ہوں۔ (ت)

اور زوجہ کو مسائلِ دینی تعلیم کرنے کا زوج کو حکم ہے۔

قال تعالیٰ قوا انفسکم واھلیکم نارا[2]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خود اپنی ذاتوں کو اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچاؤ۔ (ت)

مسئلہ ۲۷۰ مسؤلہ محمد تقی صاحب از راندیر ضلع خاندیس شرقی بر مکان قاضی صاحب ۲ جمادی الاولےٰ ۱۳۳۴ھ

کرامت اور فیض میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟

الجواب

کرامت خرقِ عادت ہے کہ ولی سے صادر ہو۔ اور فیض وبرکات اور نورانیت کا دوسرے پر القا فرمانا ہے۔ یہ القاء اگر برخلافِ عادت ہو تو فیض بھی ہے اور کرامت بھی۔ جیسے حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ایک نصرانی کے گھر تشریف لے جا کر اُسے سوتے سے جگا کر کلمہ پڑھنے کا حکم دیا اس نے فوراً پڑھ لیا۔ فرمایا: فلاں جگہ کا قطب مرگیا ہے ہم نے تجھے قطب کیا۔ نیز ایک بار ایک نصرانی کو کلمہ پڑھا کر اسی وقت ابدال میں سے کردیا۔ اور اگر موافقِ عادت تربیت وریاضات ومجاہدات سے ہو تو فیض ہے کرامت نہیں۔ اور اگر خلافِ عادتِ غیر القائے مذکور ہو جیسے حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارہا مُردے کو زندہ' زندہ کو مردہ فرمادیا' تو کرامت ہے فیض نہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

---

[1] سنن ابی داوٗد کتاب الطہارۃ باب کراہیۃ استقبال القبلۃ الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳

[2] القرآن الکریم ۶۶/۶

Marfat.com

مسئلہ ۲۸۴: از کانپور مرسلہ مولوی آصف علی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو پتہ یا درخت بوجہ غفلتِ تسبیح گر جاتا ہے یا جانور ذبح کردیا جاتا ہے تو پھر بعد ازسزائے غفلت اس کا تسبیح میں مشغول ہونا ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب

رب عزوجل فرماتا ہے:

یسبح لہ السمٰوٰت السبع والارض ومن فیھن وان من شیئ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم[1]

اس کی تسبیح کرتے ہیں آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہے، اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اسکی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کرتی ہو مگر تم انکی تسبیح نہیں سمجھتے۔

یہ کلیہ عامہ جمیع اشیائے عالم کو شامل ہے، ذی روح ہو یا بے روح۔ اجسامِ محضہ جن کے ساتھ کوئی روحِ نباتی بھی متعلق نہیں، واتم التسبیح ہیں کہ "ان من شیئ" کے دائرے سے خارج نہیں۔ مگر ان کی تسبیح بے منصب ولایت نہ مسموع نہ مفہوم۔ اور وہ اجسام جن سے روحِ انسی یا ملکی یا جنی یا حیوانی یا نباتی متعلق ہے ان کی دو تسبیحیں ہیں: ایک تسبیحِ جسم کہ اس روحِ متعلق کے اختیار میں نہیں وہ اسی ان من شیئ کے عموم میں اس کی اپنی ذاتی تسبیح ہے۔ دوسری تسبیح روح، یہ ارادی اختیاری ہے اور برزخ میں ہر مسلمان کو مسموع و مفہوم۔ اس تسبیحِ ارادی میں غفلت کی سزا حیوان و نبات کو قتل و قطع سے دی جاتی ہے۔ اور اس کے بعد جب جانور مرجائے یا نبات خشک ہوجائے منقطع ہوجاتی ہے۔ ولہذا ائمہ دین نے فرمایا کہ ترگھاس مقابر سے نہ اکھیڑیں فانہ مادام رطبا یسبح اللہ فیؤنس المیت[2] کہ جب تک وہ تر ہے اللہ تعالٰی کی تسبیح کرتی ہے تو میت کا دل بہلتا ہے۔ مگر قتل و قطع وموت و یبس کے بعد بھی وہ تسبیح کہ نفسِ جسم کی تھی جب تک اس کا ایک جز ولایتجزی باقی رہے گا منقطع نہ ہوگی کہ "ان من شیئ الا یسبح بحمدہ[3]" (اور کوئی چیز نہیں جو اسے سراہتی ہوئی اس کی پاکی نہ بولے۔ ت) اسے روح سے تعلق نہ تھا کہ تعلق روح نہ رہنے سے منقطع ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۴۴

[2] ردالمحتار باب صلٰوۃ الجنائز مطلب فی وضع الجدید ونحو الآس علی القبور دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۰۶

[3] القرآن الکریم ۱۷/ ۴۴

Marfat.com

لعثمان [1] واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۷۹ ازموضع لچھی پور ڈاکخانہ سگرام پور تحصیل بسولی ضلع بدایوں مسئولہ احمد حسین محرر روز دوشنبہ ۱۵ ذوالحجہ ۱۳۳۲ھ

جناب فیض مآب، فیض بخش، فیاضِ زماں، مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام افضالہٗ۔

بعد سلام علیک دست بستہ کے عرض خدمت میں یہ ہے کہ:

(۱) جیسا اور خاندانوں میں سلسلہ پیری مریدی جاری ہے اسی طرح سے جناب حضرت "شاہ مدار" صاحب کا ہے یا نہیں؟

(۲) خدام زیارت مکنپوری اپنے تین خاندان خلفاء وجدی "شاہ مدار" صاحب سے بتلاتے ہیں۔ لہذا ان سے بیعت ہونا جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ فی زمانہ جاری خاندان کی بیعت سُنی اور خاندان کی نہیں سُنی، اور نیز یہ بھی کہتے ہیں کہ مرید حضرت شاہ مدار صاحب مرید حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی غوث الاعظم سے زیادہ ہیں، یہ امر تصدیق طلب ہے۔ لہذا تصدیعہ وہ کہ براہِ غربا پروری اور بندہ نوازی حکم سے اطلاع بخشی جائے۔

الجواب

حضور سیدنا غوث الاعظم علیہ الرضوان سید الاولیاء ہیں، حضرت شاہ بدیع الدین مدار قدس سرہ السریر کو ان سے افضل کہنا جہل وطغیان وافتراء وبہتان ہے۔ بیعت کے لئے لازم ہے کہ پیر چار شرطوں کا جامع ہو:

(۱) سُنّی صحیح العقیدہ

(۲) صاحبِ سلسلہ

(۳) غیر فاسق معلن

(۴) اتنا علمِ دین رکھنے والا کہ اپنی ضروریات کا حکم کتاب سے نکال سکے۔

جہاں ان شرطوں میں سے کوئی شرط کم ہے بیعت جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۰ از بنارس چھاؤنی محلہ ڈیوڑی تھانہ سکرور مسئولہ مولوی عبدالوہاب سہ شنبہ ۲۰ صفر ۱۳۳۲ھ

کسی کو جبراً مرید کرنا اور نابالغوں کو بغیر ان کے والدین کی اجازت کے دست بیع کرنا جائز

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی باب قول اللہ تعالٰی ان الذین تولوا منکم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۵۸۲

Marfat.com

پہن کر اپنے والد کے نام سے مرید کرنا شروع کر دیا، اور اسی پر عامل رہے - یہ عمل خالد کا بلحاظ کتب معتبرہ اہل تصوف درست تھا یا نہیں جیسا کہ اُس کا معمول تھا، موافق کتب مع اہل طریقت جواب ہونا چاہیئے -
خالد نے اپنے بیٹے نذیر کو اپنی زندگی میں اپنا خرقہ دیا (جو مطابق تحریر بالا ناجائز ہونا چاہیئے تھا) اب نذیر اپنے مریدین کو اپنے باپ خالد اور دادا عمرو کے نام سے مرید کرنے کا معمول رکھتا ہے اور شجرہ میں بھی انھیں دونوں کا نام لکھا جاتا ہے حالانکہ دونوں غیر مجاز تھے، آیا یہ طریقہ نذیر کا جائز ہے یا ناجائز جبکہ عمرو کو خلافت و اجازت اپنے باپ زید سے نہ تھی تو عمرو و خالد و نذیر ان سب کا یہ فعل وعمل بروئے طریقت ناروا ہونا چاہیئے یا نہیں؟ امید کہ کتب معتبرہ سے تحقیق فرما کر ان تینوں امور کا جواب مفصل عنایت ہو۔ اللہ تعالےٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

الجواب المکتوب

صورت مستفسرہ میں خالد و نذیر دونوں محض باطل پر ہیں اور اُن کے ہاتھ پر بیعت ناجائز، اور نادانستہ کی ہو تو اُس سے رجوع واجب۔ حضرت قدسی منزلت سیدنا میر عبدالواحد صاحب بلگرامی قدس سرہ السامی کتاب مستطاب سبع سنابل شریف میں فرماتے ہیں:

اے برادر! از پیری و مریدی رسمے و اسمے بیش نماندہ است و آں رسم و اسم نیز مبنی بچند شرائط می داں کہ بے آں شرائط اصلا پیری و مریدی درست نیست۔ اما نخست از شرائط پیری یکے آنست کہ پیر مسلک صحیح داشتہ باشد، دوم از شرائط پیری آنست کہ پیر در ادائے حق شریعت قاصر و متہاون نباشد۔ سوم از شرائط پیری آنست کہ پیر را عقائد درست بود موافق مذہب سنت وجماعت پس ایں رسمے کہ از پیری و مریدی ماندہ است بے ایں سہ شرائط اصلاً درست نیست و ایں ہر سہ شرائط را بیان مختصر واضح کنم اما شرط اول کہ مسلک صحیح است مرید صادق را تفحص

اے بھائی! پیری و مریدی کی محض رسم اور نام باقی رہ گیا ہے، اس سے زائد کچھ نہیں۔ اس نام اور رسم کو بھی چند شرائط پر مبنی سمجھ کہ ان شرائط کے بغیر پیری و مریدی بالکل درست نہیں۔ پیری کی اولین شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ پیر کا مسلک صحیح ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ پیر حقوقِ شرع کی ادائیگی میں کوتاہی اور سستی کرنے والا نہ ہو۔ تیسری شرط یہ ہے کہ پیر کا عقیدہ صحیح اور مذہب اہل سنت وجماعت کے مطابق ہو۔ چنانچہ یہ رسمی پیری و مریدی ان تین شرائط کے بغیر ہرگز درست نہیں۔ ان تینوں شرطوں کی مختصر بیان کے ساتھ وضاحت کرتا ہوں۔ پہلی شرط کہ پیر کا مسلک صحیح ہو۔ سچے مرید کو صحیح سلسلہ کی چھان بین کرنی چاہیئے۔

Marfat.com

اوّل: سُنّی صحیح العقیدہ۔

دوم: علمِ دین بقدرِ کافی رکھتا ہو۔

سوم: کوئی فسق علانیہ نہ کرتا ہو۔

چہارم: اس کا سلسلہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک صحیح اتصال سے ملا ہو۔

اگر کسی شخص میں ان چاروں میں سے کوئی شرط کم ہے اور ناواقفی سے اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا بعد کو ظاہر ہوا کہ وہ بدمذہب یا جاہل یا فاسق یا منقطع السلسلہ ہے تو وہ بیعت صحیح نہیں، اسے دوسری جگہ مرید ہونا چاہیے جہاں یہ چاروں شرطیں جمع ہوں۔

(۲) بیعت بذریعہ خط و کتابت بھی ممکن ہے، یہ اسے درخواست لکھے وہ قبول کرے اور اپنے قبول کی اس درخواست دہندہ کو اطلاع دے اور اس کے نام کا شجرہ بھی بھیج دے، مرید ہوگیا، کہ اصل ارادت فعلِ قلب ہے۔ والقلم احد اللسانین، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (قلم دو زبانوں میں سے ایک زبان ہے۔ اور اللہ سبحانہ وتعالٰی خوب جانتا ہے۔ ت)

مسئلہ ۲۸۳ مسئولہ مولانا سید دیدار علی صاحب الوری اواخر شعبان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین دربارہ ایسے شخص کے جو فتوٰی دے ایسا کہ جو کوئی خاندانِ عالیہ قادریہ کو اور خاندانوں سے افضل و اعلٰی نہ جانے اور باوجود افضلیت کے پھر دوسرے خاندانوں میں بیعت حاصل کرے وہ ضال اور مضل اور ذریتِ شیطان لعین میں سے ہے۔ ایسا کہنے والا یا فتوٰی دینے والا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بلاشبہہ خاندان اقدس قادری تمام خاندانوں سے افضل ہے کہ حضور پُرنور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ افضل الاولیاء و امام العرفاء و سید الافراد و قطب ارشاد ہیں۔ مگر حاشا للہ کہ دیگر سلاسل حقہ راشدہ باطل ہوں یا ان میں بیعت ناجائز و حرام ہو۔ اس کی نظیر بعینہٖ مذاہبِ اربعہ اہلِ حق ہیں۔ ہمارے نزدیک مذہب مہذب حنفی افضل المذاہب واضح المذاہب واولہا بالحق ہے مگر حاشا کہ متبعانِ مذہبِ ثلٰثہ باقیہ عیاذاً باللہ ضال و مضل ہیں۔ ایسا کہنا خود صریح باطل وغلو ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم (اللہ تعالٰی کی پناہ۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ ت)

Marfat.com

آوردیم سربسر گمراہی است[1] — لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم نے فلاں غوث اور قطب کے خانوادہ کے ساتھ تعلق قائم کرلیا ہے اور ان کی طرف رجوع کرلیا ہے۔ یہ مکمل طور پر گمراہی ہے (ت)

حضرت سیدنا سید شاہ حمزہ قدس سرہ الکریم نے فص الکلمات شریف میں خلافت کی سات قسمیں بعض مقبول بعض مردود بیان فرمائیں ازانجملہ اقسام مردودہ میں فرمایا:

شیخ ازیں عالم نقل کرد و کسے را خلیفہ نگرفت قوم وقبیلہ وارثے یا مریدے را بخلافت وے تجویز نمایند ایں خلافت نزدیک مشائخ روا نیست وایں نوع خلافت را افترائی گویند[2]

شیخ نے اس جہاں سے انتقال فرمایا اور کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا۔ قوم اور قبیلہ نے کسی وارث یا مرید کو اس کی خلافت کیلئے تجویز کردیا، مشائخ کے نزدیک یہ خلافت درست نہیں۔ خلافت کی اس قسم کو خلافتِ افترائی کہا جاتا ہے (ت)

رہا عمرو اگرچہ نصیر کی جانب سے ماذون ہو کر اس کی خلافت ضرور صحیح اور اسے مرید کرنے کی اجازت ہوگی، مگر محلِ نظر یہ ہے کہ اُس نے اپنے والد زید کے ہاتھ پر بیعت بھی کی تھی یا مرید بھی نصیر ہی کا ہے، صورتِ ثانیہ بہت سخت ہے اور اصل الزامات کا ورود اولے میں بھی نقد وقت ہے، شجرہ کہ مریدین کو دیا جاتا ہے اُس میں اتصال سلسلہ اجازت ہی متعارف، اور یہی اس سے مفہوم ہے تو اس میں تدلیس ہوئی تلبیس ہوئی پیر اجازت کی نعمت کا کفران ہوا مریدین کو فریب دینا ہوا بلاواسطے جانب پدر سے اپنے مجاز و ماذون ہونے کا اظہار ہوا، اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

المتشبع بمالم یعط کلابس ثوبی زور۔[3] رواہ الشیخان عن اسماء و مسلم عن الصدیقۃ بنتی

نعمت نایافتہ کا اظہار کرنے والا اسی طرح ہے جو سر سے پاؤں تک جھوٹ کا جامہ پہنے ہوئے ہے (اسے امام بخاری وامام مسلم نے اسماء

---

[1] سبع سنابل سنبلہ دوم دربیان پیری ومریدی مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۴۰، ۳۹

[2] فص الکلمات

[3] صحیح البخاری کتاب النکاح باب المتشبع بمالم ینل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۸۵

صحیح مسلم کتاب اللباس والزینۃ باب النہی عن التزویر الخ " " " ۲/۲۰۶

Marfat.com

مسئلہ ۲۸۵ مرسلہ عبدالستار بن اسمٰعیل شہر گونڈل علاقہ کاٹھیاوار یکشنبہ ۹ شعبان ۱۳۳۴ھ

مرید ہونا واجب ہے یا سنّت؟ نیز مرید کیوں ہوا کرتے ہیں؟ مرشد کی کیوں ضرورت ہے اور اس سے کیا کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں؟

الجواب الملفوظ

مرید ہونا سنّت ہے اور اس سے فائدہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اتصال مسلسل۔ تفسیر عزیزی دیکھو آیہ کریمہ:

صراط الذین انعمت علیھم [1] راستہ اُن کا جن پر تُو نے انعام کیا۔(ت)

میں اُس کی طرف ہدایت ہے، یہاں تک فرمایا گیا:

من لاشیخ لہ فشیخہ الشیطٰن [2] جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہے(ت)

صحتِ عقیدت کے ساتھ سلسلہ صحیحہ متصلہ میں اگر انتساب باقی رہا تو نظر والے تو اس کے برکات ابھی دیکھتے ہیں جنھیں نظر نہیں وہ نزع میں قبر میں حشر میں اس کے فوائد دیکھیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۶ مسئولہ عبدالعزیز انصاری از اٹاوہ شنبہ ۲۹ شعبان ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وعرفائے اہلِ یقین اس مسئلہ میں کہ زید شیخِ وقت نے اپنے بیٹے عمرو کو امورِ فقر میں اپنا خلیفہ نہیں کیا اور نہ اجازت مرید کرنے کی دی، عمرو نے بعد وفات اپنے والد زید کے بوجہ نہ پانے خرقہ فقر واجازت کے اُن کے ایک خلیفہ نصیر سے اجازت خلافت حاصل کی تھی مگر جب کسی کو مرید کیا تو اپنے باپ زید کے نام سے کیا، اپنے پیر اجازت کا نام شجرہ لکھنا نہیں معمول رکھا۔ یہ طریقہ عمرو کا مطابق کتب اہلِ طریقت وطریقہ مشائخ عظام جائز ہوا یا نہیں؟ پھر عمرو نے اپنے بیٹے خالد کو اپنے حینِ حیات خرقہ دیا جس کو خالد نے کچھ عرصہ کے بعد یہ کہہ کر واپس کیا کہ میں نہیں لوں گا، اور نہ کبھی خالد نے عمرو کی زندگی پھر تجدید اجازت وخلافت کی بابت کچھ تذکرہ کیا البتہ عمرو نے اپنے مرضِ وصال میں قریب انتقال اپنی تسبیح وکتب وظائف وغیرہ ایک دوسرے شخص بکر کو جو اس کا اہل تھا مع اجازت وخلافت دے دی اور اپنے مریدین کو بھی اُسی کے سپرد کیا مگر اپنے بیٹے خالد کو بوجہ اس کے نااہل ہونے وخرقہ واپس کرنے کے کچھ نہیں دیا، لیکن بعد وفات عمرو کے خالد نے خود بخود اُس کے خرقہ کو

---

[1] القرآن الکریم ۱/ ۷

[2] عوارف المعارف الباب الثانی عشر مطبعۃ المشہد الحسینی ص۴۸ و الرسالۃ القشیریۃ باب الوصیۃ للمریدین ص۱۸۱

Marfat.com

من لا شیخ لہ فشیخہ الشیطٰن[1] جس کا کوئی پیر نہیں شیطان اس کا پیر ہے۔
اس کے پورے مصداق وہ لوگ ہیں کہ مشائخ کرام کے قائل ہی نہیں، جیسے روافض و وہابیہ و غیر مقلدین۔ اور شرف و برکت اتصال محبوب ذو الجلال علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے شیخ جامع شرائط کے ہاتھ پر بیعت سنتِ متوارثہ مسلمین ہے اور اس میں بے شمار منافع و برکت دین و دنیا و آخرت ہیں بلکہ وہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ[2] (اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔ ت) کے طرق جلیلہ سے ہے۔ وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۸۹ – ۲۹۰: مقام گڈھوا ضلع پلاموں مرسلہ حکیم محمد عبدالحق صاحب

(۱) جو شخص کسی پیر سے مرید ہوا ہو اور قبل اس کے کہ وہ طریقت کی تعلیم پورے طور سے پائے اس کے پیر نے انتقال کیا تو بعد مرجانے اول پیر کے وہ شخص کسی دوسرے عالم سے جو علم قرآن و حدیث و فقہ میں کامل و سند یافتہ ہو اور پیر کامل سے اس کو اجازت مرید کرنے کی اور خلافت حاصل ہو مرید ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور مرید ہونا اس کا شرعاً از روئے شریعت جائز و درست ہوگا یا نہیں؟

(۲) پیر ہونے کے لئے سید اور آلِ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہونا ضرور ہے دوسری قوم کا عالم و طریقت سے واقف و پیر سے اجازت و خلافت پایا ہوا پیر ہونے اور مرید کرنے کے قابل نہیں ہو سکتا ہے یا کیا تحقیق اس مسئلہ کی ہے مع سند جواب درکار ہے۔ بیّنوا ایّھا العلماء الکرام جزاکم اللہ یوم القیام (اے علماءِ کرام! بیان فرمائیے اللہ تعالٰی روزِ قیامت آپ کو جزا دے۔ ت)

الجواب

(۱) جائز ہے، اس پر شرع سے کوئی ممانعت نہیں جبکہ وہ عالم چاروں شرائط پیری کا جامع ہو اگر ایک شرط بھی کم ہے تو اس سے بیعت جائز نہیں۔ سب سے اہم و اعظم شرط مذہب[1] کا سُنّی صحیح العقیدہ مطابق عقائد علمائے حرمین شریفین ہونا۔
دوسری شرط فقہ کا اتنا علم کہ اپنی حاجت کے سب مسائل جانتا ہو اور حاجتِ جدید

---

[1] عوارف المعارف الباب الثانی عشر مطبعۃ المشہد الحسینی ص ۷۵ و الرسالۃ القشیریۃ باب الوصیۃ للمریدین ص ۱۸۱
[2] القرآن الکریم ۵/ ۳۵

Marfat.com

سلسلہ درست باید کرد در اکثر جاہا خلط و خبط گشتہ است نوعے ازاں آنست درویشے کہ در حالت حیات بسبب غفلت و یا بہ سبب دیگر فرزند خود را خلافت نمی دہد و مردماں را وصیت ہم نمی کند کہ بعد از من باید کہ خرقہ من فرزند مرا بپوشانید و او را بجائے من بنشانند فاما مردماں آن مقام روز سوم خرقہ پدر پسر را می پوشانند و او را بجائے پدر مے نشانند از صحت و غیر صحت ایں کار نمی دانند خلقے بہ بیعت او اسیری گردد و او بے رخصت و اجازت پدر پیری می شود ہمہ ضلالت در ضلالت است چہ اگرچہ خرقہ متروکہ پدر بسبب ارث ملک پسر شد ولیکن شرط صحت بیعت رخصت و اجازت پدر است نہ مجرد خرقہ پدر مؤلف راست

قطعہ ؎

اے پسر شرط صحت بیعت
در طریقت اجازتِ سلف است
بدغل سکۂ بہرہ مزن
کاں رہِ کاسداں ناخلف است

نوع دیگر آنست اولیاء اسلاف کہ قطب و غوث بودند فرزندان ایشاں بے صحت اسناد و بے رخصت و اجازت بمجرد نسبت فرزندی خلقے را مرید می کنند و خلق می دانند کہ ما بخانوادۂ فلاں قطب و غوث پیوند درست کردیم و انابت

اکثر جگہ اس میں خلط ملط ہو جاتا ہے۔ اس کی ایک قسم یہ ہے کہ کوئی درویش اپنی زندگی میں غفلت یا کسی اور وجہ سے اپنے بیٹے کو خلافت نہیں دیتا اور لوگوں کو وصیت بھی نہیں کرتا کہ میرے بعد میرا خرقہ میرے بیٹے کو پہنانا اور اس کو میری گدی پر بیٹھانا۔ لیکن اس علاقے کے لوگ وصال کے تیسرے روز اس کے بیٹے کو خرقہ پہنا کر باپ کی گدی پر بیٹھا دیتے ہیں اور اس کام کے صحیح یا غلط ہونے کا انھیں کوئی علم نہیں۔ لوگ اس کی بیعت کے پابند ہو جاتے ہیں اور وہ باپ کی اجازت و رخصت کے بغیر پیر بن جاتا ہے یہ سب گمراہی در گمراہی ہے، اس لئے کہ اگرچہ باپ کا خرقہ متروکہ بطور میراث بیٹے کی ملکیت ہوتا ہے مگر صحتِ بیعت کی شرط باپ کی رخصت و اجازت ہے نہ کہ محض باپ کے خرقہ کا حاصل ہو جانا، قطعہ:

"اُے بیٹے! بیعت کے صحیح ہونے کی شرط طریقت میں اسلاف کی اجازت ہے۔ فریب کے ساتھ مٹی کے برتن پر مُہر مت لگا کہ یہ طریقہ کھوٹے نااہلوں کا ہے۔"

دوسری قسم یہ ہے اولیائے اسلاف جو کہ غوث و قطب تھے ان کے بیٹے صحیح سند اور انکی رخصت و اجازت کے بغیر محض بزرگوں سے نسبت فرزندی رکھنے کی وجہ سے لوگوں کو مرید بناتے ہیں

Marfat.com

تبدیل شیخ بلاضرورت شرعیہ جائز نہیں۔ حدیث میں ارشاد ہوا:
من رزق فی شئ فلیلزمہ[1] جسے کسی شئے میں رزق دیا جائے تو وہ اس کو لازم پکڑے۔ (ت)

مکتوبات مثل اور کتب مشائخ کے ہے اور تفصیل عقائد اہلسنت و بیان مسائل نفیسہ فقہ و کلام کے سبب بہت کتب پر مزیت ہے البتہ سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ وغیرہ ائمہ دین کا ارشاد کل ماخوذ من قولہ[2] الخ (ہر ایک اپنے قول سے پکڑا جاتا ہے الخ۔ ت) سوائے قرآن عظیم سب کتب کو شامل ہے نہ اس سے ہدایہ، درمختار مستثنٰی، نہ فتوحات و مکتوبات و ملفوظات۔ اس مسئلہ کی زیادہ تفصیل فتاوٰی فقیر میں ہے۔

مسئلہ ۲۹۲ از شہر رجمنٹ اکا کورے ۹۳ چھاؤنی مسئولہ محمد حسین سہارنپوری
۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

بکر آقا کے کہنے سے ایک شخص کا مرید ہوگیا، اور نہ بکر واقف تمام مرید ہونے کی شرطوں سے، صرف آقا کے حکم سے مرید ہوگیا، اب بکر ملازم بھی نہیں رہا ہے، اب بکر کا خیال ہے کہ میں مرید صادق ہوں یا مریدین سے خارج ہوں، کیونکہ پیر کی طرف دل رجوع نہیں ہوتا میں چاہتا ہوں کوئی پیر اور کروں۔

الجواب

اگر پیر سُنّی صحیح العقیدہ عالم ہے اور اس کا سلسلہ متصل ہے اور فاسق نہیں تو اس سے دل رجوع نہ ہونا شیطانی وسوسہ ہے توبہ کرے اور اس کے ساتھ اپنا اعتقاد درست کرے، اور اگر پیر میں ان چاروں باتوں سے کوئی بات کم ہے تو وہ پیر نہیں، کوئی اور پیر کہ ان چاروں باتوں کا جامع ہو اس کے ہاتھ پر بیعت کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۳، ۲۹۴ موضع رجب پور ڈاکخانہ تحصیل امروہہ ضلع مراد آباد حاجی شبیر علی
۵ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

(۱) کچھ پیروں نے آج کل پیرا مریدی جاری کی ہے کہ جس وقت بچہ پیدا ہو اُس کو گولیاں دی جاتی ہیں وہ گولیاں چھٹی کے دن گھول کر بچّہ کے ہونٹوں سے لگا دینے سے بیعت ہوگیا۔ یہ پیرا مریدی

---

[1] شعب الایمان حدیث ۱۲۴۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۸۹
[2] الیواقیت والجواہر بحوالہ الامام مالک المبحث التاسع والاربعون داراحیاء التراث العربی ۲/ ۴۷۸

Marfat.com

الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

بنت صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اور امام مسلم نے سیدہ عائشہ صدیقہ بنت صدیق اکبر سے روایت کیا رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ ت)

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا فلا تحسبنھم بمفازۃ من العذاب[1]۔

وہ جو ایسی بات سے اپنی تعریف چاہتے ہیں جو انھوں نے نہ کی ہرگز انھیں عذاب سے چھٹکارے کی جگہ خیال نہ کرنا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من غشنا فلیس منا۔[2]

دھوکا دینے والا ہمارے گروہ سے نہیں۔

نسأل اللہ العفو والعافیۃ، واللہ تعالٰی اعلم۔

ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور سلامتی کا سوال کرتے ہیں، اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے(ت)

مسئلہ ۲۸۷: از فرخ آباد شمس الدین احمد شنبہ ۱۸ شوال ۱۳۳۴ھ

جس حالت میں کہ پیر کامل میسر نہ ہو تو طالب خدا کو کیا کرنا چاہیے؟ فقط

الجواب

درود شریف کی کثرت کرے یہاں تک کہ درود کے رنگ میں رنگ جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۸۸: مرسلہ عبدالکریم شہر کانپور محلہ بنگام گنج ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی مسلمان طریقۂ معرفت میں کسی کا مرید نہ ہو تو کیا حشر میں اس کا پیر شیطان ہوگا؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

ایک حدیث روایت کی جاتی ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۸۸

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب قول النبی من غشنا فلیس منا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷۰

Marfat.com

وہ سب زید کے شیخ سے بڑھ کر ہے یا برابر ہے تو اب جو زید کو فی الحال میسر ہوتے ہیں ان سے پورا کرے یا جو غیر میسر ہیں ان کی توقع وامید پر رہے؟

(۲) قادری کوئی شخص دوسرے قادری سے یا نقشبند دوسرے نقشبندی سے یا قادری نقشبندی سے یا نقشبندی قادری علٰی ہذا البواقی خواہ علی الوفاق ہوئے یا علی الخلاف بیعت ہونے کو چاہے تو از سرِ نو بیعت ہونا چاہئے یا نہیں؟ اور یہ بیعت جدیدہ کہلائے گی یا کیا؟ اور شیخ اول ہی بدستور رہیں گے یا دونوں؟ اور مرید کن کا کہلائے گا؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

جو شخص کسی شیخ جامع شرائط کے ہاتھ پر بیعت ہو چکا ہو تو دوسرے کے ہاتھ پر بیعت نہ چاہئے۔ اکابرِ طریقت فرماتے ہیں:

لایفلح مرید بین شیخین[1]۔

جو مرید دو پیروں کے درمیان مشترک ہو وہ کامیاب نہیں ہوتا (ت)

خصوصاً جبکہ اس سے کشود کار بھی ہو چکا ہو، حدیث میں ارشاد ہوا:

من رزق فی شیئ فلیلزمہ[2]۔

جسے اللہ تعالٰی کسی شَے میں رزق دے وہ اس کو لازم پکڑے۔ (ت)

دوسرے جامع شرائط سے طلب فیض میں حرج نہیں اگرچہ وہ کسی سلسلہ صحیحہ کا ہو اور اس سے جو فیض حاصل ہو اُسے بھی اپنے شیخ ہی کا فیض جانے،

کما فی سبع[3] سنابل مبارکۃ عن سلطان الاولیاء امام الحق والدین رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جیسا کہ سبع سنابل شریف میں سلطان الاولیاء امام الحق والدین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے۔ (ت)

شیخ جب نہ رہا اور اس کا سلوک ناقص ہو اس کی تکمیل بطور خود نہ کرے کہ یہ راہ تنہا

---

[1]

[2] شعب الایمان حدیث ۱۲۴۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۸۹/۲

[3]

Marfat.com

پیش آئے تو اس کا حکم کتاب سے نکال سکے۔ بغیر اس کے اور فنون کا کتنا ہی بڑا عالم ہو عالم نہیں۔
تیسری شرط اس کا سلسلہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم تک صحیح و متصل ہو۔
چوتھی شرط علانیہ کسی کبیرہ کا مرتکب یا کسی صغیرہ پر مصر نہ ہو۔
ان شرائط کے ساتھ اس سے ارادت کر سکتا ہے، مگر یہ ارادت ارادتِ استفاضہ ہوگی نہ کہ ارادت استعاضہ، یعنی پیر کو چھوڑ کر اس کے عوض پیر بنانا کہ جو ایسا کرے گا دونوں طرف سے محروم رہے گا بشرطیکہ اس کا پہلا پیران چاروں شرائط کا جامع تھا اور اگر اس میں وہ شرطیں نہ تھیں تو وہ پیر بنانے کے قابل ہی نہ تھا آپ ہی کسی دوسرے جامع شرائط کے ہاتھ پر بیعت چاہیے۔
(۲) یہ محض باطل ہے، پیر ہونے کے لئے وہی چار شرطیں درکار ہیں، سادات کرام سے ہونا کچھ ضرور نہیں، ہاں اُن شرطوں کے ساتھ سید بھی ہو تو نورٌ علیٰ نور۔ باقی اسے شرط ضروری ٹھہرانا تمام سلاسلِ طریقت کا باطل کرنا ہے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ سلسلۃ الذہب میں سیدنا امام علی رضا اور حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان جتنے حضرات ہیں کوئی سادات کرام سے نہیں اور سلسلہ عالیہ چشتیہ میں تو امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے بعد ہی امام حسن بصری ہیں کہ نہ سید نہ قریشی نہ عربی اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا خاص آغاز ہی حضور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، اسی طرح دیگر سلاسل رضوان اللہ تعالےٰ علیٰ مشائخہا اجمعین۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۲۹۱ از ایلٹا کاٹھیاوار مرسلہ سید قاسم علی قادری مورخہ ۴ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ
مخدومی و مطاعی بندہ قبلہ مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب مدظلہ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ میں قادریہ خاندان میں مرید ہوا تھا مگر چونکہ اب حضرات نقشبند کے بزرگ سرہند شریف سے یہاں آتے ہیں جس کی وجہ سے یہاں کے لوگ خاندان نقشبند میں اب بیعت ہوتے جاتے ہیں اور سلسلہ عالیہ قادریہ روز بروز گھٹتا چلا ہے۔ مجھے بھی لوگوں نے مجبور کیا ہے کہ میں بھی بیعت اس خاندان میں کروں۔ مجھے مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی کی اردو تینوں جلدیں دی گئی ہیں ان کو پڑھ کر میں ان کا خلاصہ آپ سے طلب کرتا ہوں کہ اس خاندان میں بیعت ہونا چاہیے یا نہیں؟ اور مکتوبات اور دیگر کتب خاندان نقشبندیہ پر اہل السنت والجماعت کا اتفاق ہے یا نہیں؟

الجواب

ہمارے نزدیک خاندان عالیشان قادری سب خاندانوں سے اعلیٰ و افضل ہے اور

Marfat.com

مسئلہ ۲۹۸ از ریاست رامپور محلہ گھیر زبیر خاں مرسلہ مرزا محمد فاروق بیگ صاحب ۱۰ شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ

حقوق پیر بغرض تصحیح و ترمیم:

(۱) یہ اعتقاد کرے کہ میرا مطلب اسی مرشد سے حاصل ہوگا اور اگر دوسری طرف توجہ کرے گا تو مرشد کے فیوض و برکات سے محروم رہے گا۔

(۲) ہر طرح مرشد کا مطیع ہو اور جان و مال سے اس کی خدمت کرے کیونکہ بغیر محبت پیر کے کچھ نہیں ہوتا اور محبت کی پہچان یہی ہے۔

(۳) مرشد جو کچھ کہے اس کو فوراً بجالائے اور بغیر اجازت اس کے فعل کی اقتدا نہ کرے کیونکہ بعض اوقات وہ اپنے حال و مقام کے مناسب ایک کام کرتا ہے کہ مرید کو اس کا کرنا زہر قاتل ہے۔

(۴) جو ورد و وظیفہ مرشد تعلیم کرے اس کو پڑھے اور تمام وظیفے چھوڑ دے خواہ اس نے اپنی طرف سے پڑھنا شروع کیا ہو یا کسی دوسرے نے بتایا ہو۔

(۵) مرشد کی موجودگی میں ہمہ تن اسی کی طرف متوجہ رہنا چاہئے یہاں تک کہ سوائے فرض و سنت کے نماز نفل اور کوئی وظیفہ اس کی اجازت کے بغیر نہ پڑھے۔

(۶) حتی الامکان ایسی جگہ نہ کھڑا ہو کہ اس کا سایہ مرشد کے سایہ پر یا اس کے کپڑے پر پڑے۔

(۷) اس کے مصلے پر پیر نہ رکھے۔

(۸) اس کی طہارت یا وضو کی جگہ طہارت یا وضو نہ کرے۔

(۹) مرشد کے برتنوں کو استعمال میں نہ لائے۔

(۱۰) اس کے سامنے نہ کھانا کھائے نہ پانی پئے اور نہ وضو کرے، ہاں اجازت کے بعد مضائقہ نہیں۔

(۱۱) اس کے روبرو کسی سے بات نہ کرے، بلکہ کسی کی طرف متوجہ بھی نہ ہو۔

(۱۲) جس جگہ مرشد بیٹھتا ہو اس طرف پیر نہ پھیلائے اگرچہ سامنے نہ ہو۔

(۱۳) اور اس طرف تھوکے بھی نہیں۔

(۱۴) جو کچھ مرشد کہے اور کرے اس پر اعتراض نہ کرے کیونکہ جو کچھ وہ کرتا ہے اور کہتا ہے اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو حضرت موسٰی و خضر علیہما السلام کا قصہ یاد کرے۔

(۱۵) اپنے مرشد سے کرامت کی خواہش نہ کرے۔

Marfat.com

جائز ہے یا ناجائز؟ جو کچھ حضور حکم صادر فرمائیں عمل کیا جائے۔

(۲) مکنپور کے جو حضرت شاہ بدیع الدین شاہ صاحب جن کا کہ نام دیہات میں مدار صاحب کہتے ہیں سُنا جاتا ہے بزرگوں سے کہ ان کے گھرانے میں پیرا مریدی نادرست ہے، علاوہ اس کے سُنا گیا ہے کہ کوئی خلیفہ آپ نے نہیں کیا ہے، اور یہ بھی سُنا ہے کہ دو خادم آپ کی خدمت میں رہا کرتے تھے کہ جن کا نام یہ ہے ایک کا نام احسن، دوسرے کا نام جمن جتی۔ لہذا احسن ندی ہو کر بہہ گیا اور جمن جتی اور کسی سے بیعت ہو گئے، لہذا جو مکن پور کے پیرجی لوگ ہیں اور یہ پیرا مریدی آپ کے نام سے کرتے ہیں یہ پیرا مریدی جائز ہے یا ناجائز؟ جو کچھ حکم حضور صادر فرمائیں عمل کیا جائے۔

الجواب

(۱) ایک دن کا بچہ بھی اپنے ولی کی اجازت سے مرید ہو سکتا ہے، اور گولیاں بے اصل ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) بہہ جانا وغیرہ بے اصل ہے مگر اس فرقہ کے لوگ بے شرع اکثر ہیں اور بے شرع کسی فرقے کا ہو اُس کے ہاتھ پر بیعت ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۹۵–۲۹۶ از کلمائنز ڈاک خانہ ماہی مار ضلع فرید پور مرسلہ عبد الرحمٰن صاحب ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں کہ:

(۱) زید طریقہ نقشبندیہ میں کہ میں بیعت ہوا اور اپنے شیخ سے مقامات پورا کیا مگر بعض مقام میں قدرے شبہہ رہتی ہے اور خلافت و اجازت نہ ملتی ہے، شیخ صاحب کا انتقال ہو گیا، اب زید کے لئے اس شبہہ کو دُور کرنے اور اجازت و خلافت حاصل کرنے کے واسطے دوسرے مرشد پکڑنا جائز ہے یا اپنے شیخ سے جو حاصل ہوئی اسی پر اکتفا کرنا چاہئے؟ اگر اسی پر اکتفاء کرنے کی کوشش کی تو ترقی و فیض یاب ہو سکتا ہے اور شبہہ باقی ماندہ دور کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر دوسرے مرشد پکڑنا جائز ہے تو اسے نقشبندیہ طریقہ کا ہونا ضروری ہے یا دیگر چہار طریقہ میں سے جو ہو کافی و وافی ہوں گے؟ پھر اسی نقشبندیہ طریقہ کی جو مشائخ زید کو فی الحال میسر ہوتے ہیں اگر وہ زید کے شیخ سے کمالیت و اشغال میں کم درجہ کے ہیں ان کو مرشد بنائے یا جو مشائخ زید کو مسافت بعیدہ وغیرہ و غیر ملکی ہونے کے میسر نہیں ہوتے ہیں حالانکہ

Marfat.com

خضر علیہ السلام کے حکم کے ماتحت چل - اے نفاق سے پاک شخص حضرت خضر علیہ السلام کے کام پر صبر کر تاکہ خضر علیہ السلام یہ نہ فرما دیں کہ جا یہ جدائی ہے۔ ت)

قال العطار (شیخ عطار علیہ الرحمۃ نے فرمایا - ت) :

(۱) گر ہوائے ایں سفر داری دلا — دامن رہبر بگیر و پس بیا
(۲) در ارادت باش صادق اے مرید — تا بیابی گنج عرفاں را کلید
(۳) دامنِ رہبر بگیر اے راہ جو — ہرچہ داری کن نثار راہ او
(۴) گر روی صد سال در راہ طلب — راہبر نبود چہ حاصل زاں تعب
(۵) بے رفیقے ہر کہ شد در راہِ عشق — عمر بگذشت و نشد آگاہ عشق
(۶) پیرِ خود را حکم مطلق شناس — تا براہ فقر گردی حق شناس
(۷) ہرچہ فرماید مطیع امر باش — طوطیائے دیدہ کن از خاک پاش
(۸) آنچہ میگوید سخن تو گوش باش — تا نگوید او بگو خاموش باش[۱]

[(۱) اے دل! اگر تو اس سفر کی خواہش رکھتا ہے تو کسی راہنما کا دامن پکڑ، پھر آ۔

(۲) اے مرید! ارادت میں صادق ہو، تاکہ تو معرفت کے خزانے کی چابی پائے۔

(۳) اے راہِ طریقت کے متلاشی! کسی راہنما کا دامن پکڑ، جو کچھ تو رکھتا ہے اس کی راہ میں قربان کر دے۔

(۴) اگر تو طلب کی راہ میں سو سال چلتا رہے، راہنما اگر نہیں ہے تو اس مشقت کا کیا فائدہ ہے!

(۵) کسی رفیق کے بغیر جو کوئی عشق کے راستے پر چلا اس کی عمر گزر گئی اور وہ عشق سے آگاہ نہ ہوا۔

(۶) اپنے پیر کو حاکم مطلق سمجھ، تاکہ فقیری کی راہ میں تو حق کو پہچاننے والا ہو جائے۔

(۷) جو کچھ پیر فرمائے اس کے حکم کی اطاعت کرنے والا ہو جا، اس کی خاکِ پا کو آنکھوں کا سرمہ بنا۔

(۸) پیر جو بات کرے تو ہمہ تن گوش ہو جا، جب تک وہ نہ کہے کہ بولو تو چپ رہ - ت]

---

[۱]

چلنے کی نہیں،

کما افادہ الامام القشیری فی رسالۃ المبارکۃ والامام السہروردی فی العوارف الشریفۃ وبیناہ فی فتاوٰی افریقۃ۔

جیساکہ امام قشیری علیہ الرحمۃ نے اپنے رسالہ مبارکہ اور امام سہروردی علیہ الرحمۃ نے عوارف شریفہ میں اس کا افادہ فرمایا ہے۔ اور ہم نے اس کو فتاوٰی افریقہ میں بیان کیا ہے۔ (ت)

بلکہ کسی لائقِ تکمیل سے استمداد کرے اس میں حتی الامکان لحاظ قرب رکھے اپنے شیخ کے خلفاء میں سے کوئی اس قابل ہو تو وہ اولٰی ہے ورنہ اپنے سلسلے سے اقرب فالاقرب اور نہ ملے تو جو ملے یہ اس لئے کہ اختلاف راہ اطالت عمل کرنے اور اپنے زمانے میں اپنے حق میں اپنے شیخ صحیح المشیخۃ سے کسی کو افضل جاننا سوءِ ادب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۷ از بانس بریلی محلہ قاضی ٹولہ مرسلہ حکیم حاجی سید محمد نوراللہ شاہ صاحب اشرفی جیلانی سجادہ نشین فتحپور ۱۴ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ

ماقولکم ایھا العلماء الراسخون رحمکم اللہ تعالٰی فی ھذہ المسئلۃ (اے علماء راسخین! اس مسئلہ کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے۔ ت) کہ جس مرید کو اپنے شیخ سے تعلیم طرق صوفیہ مراتب اذکار واشغال وغیرہ نہ معلوم ہوئے اور وہ شیخ انتقال فرماگئے یا بوجوہاتِ معقولہ اُن سے تعلیم محال۔ پس اس مرید کو شیخ ثانی سے تجدید بیعت توبہ کرکے طالب ہونا اولٰی ہے یا کہ اُسی حال پر بے تعلیم رہنا مناسب، اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کی بیعت ہر خلافت کے وقت کس لئے صادر ہوئی۔

الجواب

دوسرے شیخ سے طالب ہو مگر اپنی ارادت شیخ اول ہی سے رکھے اور اس سے جو فیض حاصل ہو وہ اپنے پیر ہی کی عطا جانے۔ اولیائے کرام فرماتے ہیں ایک شخص کے دو باپ نہیں ہوسکتے، ایک عورت کے دو شوہر نہیں ہوسکتے، ایک مرید کے دو شیخ نہیں ہوسکتے۔ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم کے دست اقدس پر بیعتیں اُن کو امام ماننے اور اُن کی اطاعت کرنے کی تھیں جیسے ہر جدید بادشاہ کے ہاتھ پر کی جاتی ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

Marfat.com

(۴) ایک مختصر درود شریف ایسا تحریر فرمائیے اور اس کی اجازت دیجئے کہ جو غیر منقوط ہو یعنی جس میں کسی حرف پر نقطہ نہ ہو۔

الجواب

(۱) بذریعہ خط بیعت ہوسکتی ہے۔

(۲) بذریعہ قاصد یا خط مرید ہوسکتا ہے۔

(۳) وظیفہ کے لئے پورا کلمہ طیّبہ مناسب تر ہے مگر اس کے ساتھ درود شریف لانا ضرور ہے یعنی یوں ورد کرے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور صرف جزء ثانی مع درود کا بھی ورد کرسکتا ہے مگر مبتدی یا طالب کہ محتاج تصفیہ ہے اسے صرف جزء اوّل کا ذکر و شغل بتاتے ہیں کہ اس میں حرارت ہے اور دوسرا جزء کریم ٹھنڈا لطیف اور تزکیہ گرمی پہنچانے کا محتاج، ہاں جب جزء اوّل سے حرارت حد سے متجاوز ہو تو تعدیل کے لئے بتاتے ہیں کہ مثلاً ہر سو بار لا الٰہ الا اللہ کے بعد ایک بار محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہہ لے کہ تسکین پائے۔

(۴) اس کی حاجت کیا ہے، وہ صیغہ مثلاً یہ ہوسکتا ہے اللّٰھم صلّ وسلّم لرسولك محمد وآلہٖ، اس میں لام بمعنی علٰی ہے آپ اس کا ورد کریں اجازت ہے۔

مسئلہ ۳۰۵ تا ۳۰۷ از علی گڑھ محلہ دو دیکا پڑاؤ مرسلہ محمد نصیر الدین صاحب مورخہ ۲۲ ذوالحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) زید کہتا ہے کہ بیعت کرنا یعنی جو آج کل عرف میں پیری مریدی سے مشہور ہے سنّت نہیں ہے کیونکہ حدیث شریف میں اس کا ثبوت نہیں ہے۔ اور عَمرو کہتا ہے کہ سنّت ہے۔

(۲) زید مذکور باوجود مسجد میں بروقت جماعت حاضر ہونے کے بلا وجہ شرعی جماعت سے علیحدہ نماز پڑھتا ہے محض اسی بنیاد پر کہ مسئلہ اول میں عَمرو کے ساتھ اتفاق نہیں ورنہ کوئی وجہ نہیں۔

(۳) زید مذکور اپنے پیش امام سے جو کہ استاد بھی ہیں سلام و کلام سے پرہیز کرتا ہے اور بجائے احسان ماننے کے غیروں سے کہتا ہے وہ کیا جانے ہم سے مقابلہ کرا لو، اس کی وجہ بھی مذکور ہے، ان سب صورتوں میں شرعاً کیا حکم ہے؟ بیّنوا بحوالۃ الکتاب وتوجروا عند اللہ بحر الثواب (بحوالہ کتاب بیان فرمائیے اللہ تعالٰی کے بحرِ ثواب سے اجر دیئے جاؤ گے۔ت)

Marfat.com

(۱۶) اگر کوئی شبہہ دل میں گزرے تو فوراً عرض کرے اور اگر وہ شبہہ حل نہ ہو تو اپنے فہم کا نقصان سمجھے اور اگر مرشد اُس کا کچھ جواب نہ دے تو جان لے کہ میں اس کے جواب کے لائق نہ تھا۔

(۱۷) خواب میں جو کچھ دیکھے وہ مرشد سے عرض کرے اور اگر اس کی تعبیر ذہن میں آئے تو اسے بھی عرض کر دے۔

(۱۸) بے ضرورت اور بے اذن مرشد سے علیحدہ نہ ہو۔

(۱۹) مرشد کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرے اور بآواز اُس سے بات نہ کرے اور بقدر ضرورت مختصر کلام کرے اور نہایت توجہ سے جواب کا منتظر رہے۔

(۲۰) اور مرشد کے کلام کو دوسرے سے اس قدر بیان کرے جس قدر لوگ سمجھ سکیں اور جس بات کو یہ سمجھے کہ لوگ نہ سمجھیں گے تو اسے بیان نہ کرے۔

(۲۱) اور مرشد کے کلام کو رَد نہ کرے اگرچہ حق مرید ہی کی جانب ہو بلکہ اعتقاد کرے کہ شیخ کی خطا میرے صواب سے بہتر ہے۔

(۲۲) اور کسی دوسرے کا سلام و پیام شیخ سے نہ کہے۔

(۲۳) جو کچھ اس کا حال ہو بُرا یا بھلا اُسے مرشد سے عرض کرے کیونکہ مرشد طبیب قلبی ہے اطلاع کے بعد اس کی اصلاح کرے گا مرشد کے کشف پر اعتماد کر کے سکوت نہ کرے۔

(۲۴) اس کے پاس بیٹھ کر وظیفہ میں مشغول نہ ہو اگر کچھ پڑھنا ہو تو اس کی نظر سے پوشیدہ بیٹھ کر پڑھے۔

(۲۵) جو کچھ فیض باطنی اسے پہنچے اُسے مرشد کا طفیل سمجھے اگرچہ خواب میں یا مراقبہ میں دیکھے کہ دوسرے بزرگ سے پہنچا ہے تب بھی یہ جانے کہ مرشد کا کوئی لطیفہ اس بزرگ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے (کذا فی ارشاد رحمانی) قال العارف الرومی (عارف رومی علیہ الرحمہ نے فرمایا۔ ت) ؎

چوں گرفتی پیر ہین تسلیم شو　　ہمچو موسیٰ زیر حکم خضر رو

صبر کن بر کار خضر اے بے نفاق　　تا نگوید خضر رو ہذا فراق[1]

جب تو نے پیر بنا لیا تو خبردار اب سر تسلیم خم کر لے۔ موسیٰ علیہ السلام کی طرح

---

[1] مثنوی معنوی وصیت کردن بر رسول خدا مر علی مؤسسۃ انتشارات اسلامی لاہور ۱/۳۱۱

Marfat.com

زید بوجہ ترکِ جماعت فاسق فاجر مردود الشہادۃ مستوجب عذاب نار ہے۔ زید بلاوجہ شرعی اپنے باطل خیال کے باعث مسلمان سے ترکِ سلام وکلام کرکے دوسرے جرم کا مرتکب ہوا اور جبکہ امام اُس کا استاد بھی ہے تو عاق بھی ہوا، اور اس پر ان حرکات شنیعہ سے توبہ فرض ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰۸ از ضلع چاندہ ممالک متوسط نزول سرور آفس مسئولہ رحیم بخش خاں محمد شہزاد خاں ۲۲ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کمترین ایک مولوی وحید صاحب نامی کے ہاتھ پر بیعت ہوا تھا دس بارہ برس تک برابر خدمت کرتا رہا جہاں تک ہوسکا اپنی برادری کے لوگوں کو بھی آپ کی بیعت میں داخل کرایا، جب مولوی صاحب کا رسوخ ہماری برادری میں اچھی طرح اثر پذیر ہوگیا تو مولوی صاحب لگے ہماری برائی کرنے، جب مجھے اس کی خبر ہوئی تو حاضر خدمت ہوکر عرض کیا کہ خاکسار خادم قدیم سے کچھ قصور ہوا ہے تو حضور مجھ کو سزا دیتے عام لوگوں میں بلا سبب رسوا کرنا کیا مصلحت ہے، اس پر جھوٹی قسم کھاگئے کہ ہم نے کچھ کسی سے نہ کہا، اتفاق سے وہ لوگ بھی موجود تھے اس وقت مولوی صاحب بہت نادم ہوئے، میں خاموش ہوگیا، وقت گزشت کیا، کیونکہ ہر طرح سے اپنی برائی ہوتی تھی اگرچہ مولوی صاحب کی ہی غلطی کیوں نہ ہو۔

۱ دوسرے آپ نے ایک شادی بھی اسی بستی کی ایک ایسی عورت سے کرلی جو مرید بھی نہیں اور جس کا شوہر مفقود الخبر ہوگیا ہے، اس سے تمام بستی کے لوگ بدگمان و بدعقیدہ ہوگئے یہاں تک کہ نماز بھی ان کے پیچھے نہ پڑھتے تھے، تابعدار نے اپنا پیر بنالیا تھا، اس لئے بہت ہی کوشش و بستی کے لوگوں کی خوشامد کرکے فساد کو رفع دفع کرایا مگر چند روز کے بعد آپ نے اپنی منکوحہ صاحبہ کو علانیہ مسجد میں بلا پردہ آنے جانے پر کچھ روک ٹوک نہ کیا یہاں تک کہ مسجد کے پابند نمازی لوگوں نے بھی کہا مگر جواب یہ ملا کہ لونڈی ہے کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ لوگوں نے کہا ہماری پٹھان برادری کی لڑکی ہے لونڈی کیسے ہوسکتی ہے۔ غرضیکہ بہت شر پیدا ہوگیا۔ نہ بی بی صاحبہ پردہ میں رہتی ہیں نہ مولوی صاحب تنبیہ کرسکتے ہیں۔ ایسی حالت میں تین بچے بھی ہوگئے مگر حالت ہنوز روز اول ہے اب یہ ہوگیا ہے کہ نئے نئے لچے لفنگے روز مرید ہوتے ہیں۔ غریب پابند صوم وصلاۃ کے قدیم خدمت گزار مردود علانیہ بنائے جاتے ہیں۔ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ ہمارا مردود کیا ہوا خدا ورسول اور پیروں کا مردود ہے ہماری بی بی امہات المومنین ہیں مریدوں کے لئے۔ ہر روز نئے نئے جھگڑے فساد برپا ہوتے رہتے ہیں۔

Marfat.com

الجواب

یہ تمام حقوق صحیح ہیں، ان میں بعض قرآن عظیم اور بعض احادیث شریفہ اور بعض کلماتِ علماء اور بعض ارشاداتِ اولیاء سے ثابت ہیں اور اس پر خود واضح ہیں جو معنی بیعت سمجھا ہوا ہے اکابر نے اس سے بھی زیادہ آداب لکھے ہیں، اتنوں ہی پر عمل نہ کریں گے مگر بڑی توفیق والے۔ اور نمبر ۱۷ سے شیطانی خواب پریشان مہمل مستثنٰی ہے کہ اُسے بیان کرنے کو حدیث میں منع فرمایا ہے۔ اور نمبر ۲۲ عوام مریدین کے لئے ہے جن کو بارگاہِ شیخ میں ابھی منصب عرض معروض دیگران حاصل نہ ہو ایسوں سے اگر کوئی عرض سلام کے لئے کہے عذر کردے کہ میں حضور شیخ میں دوسرے کی بات عرض کرنے کے ابھی قابل نہیں۔ واللہ تعالٰے اعلم۔

مسئلہ ۲۹۹ از شہر کہنہ بریلی محلہ قاضی ٹولہ مرسلہ حکیم حاجی سید محمد نور اللہ شاہ اشرفی الجیلانی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) بیعت ہونے میں والدین یا شوہر وغیرہ کی اجازت شرط ہے یا نہیں؟

(۲) اپنا مرشد انتقال کر گیا ہو یا موجود ہو مگر بوجوہات معقولہ واقعی اس سے تعلیم محال ہو تو بغرض تعلیم طریقۂ کرام دوسرے شیخ سے طالب ہونا اولٰے ہے یا بے علم رہنا بہتر؟

الجواب

(۱) جو پیر سُنّی صحیح العقیدہ عالم غیر فاسق ہو اور اس کا سلسلہ آخر تک متصل ہو اس کے ہاتھ پر بیعت کے لئے والدین خواہ شوہر کسی کی اجازت کی حاجت نہیں:

(۲) جہل سے طلب اولٰے ہے مگر پیر صحیح سے انحراف جائز نہیں، جو فیض ملے اسے شیخ ہی کی عطا جانے۔ واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ ۳۰۱ تا ۳۰۴ از شہر غازی پور مرسلہ علی بخش محرر رجسٹری ۱۴ شوال ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) کسی بزرگ سے بذریعہ خط بیعت ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(۲) اگر کسی شخص کو کسی بزرگ سے عقیدت ہو اور بوجہ دوری وہ شخص اس بزرگ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے تو وہ شخص اس بزرگ سے کیسے مرید ہو سکتا ہے یا ہو ہی نہیں سکتا کسی طرح پر؟

(۳) ایک وظیفہ ایسا ارشاد فرمایئے اور اجازت دیجئے جس میں صرف محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پڑھنا ہو چاہے بطریق شغل قادریہ ہو یا چشتیہ وغیرہا یا کسی اور طریقہ پر ہو۔

Marfat.com

انھوں نے نہ کہے بلکہ ان سے کہلوائے گئے۔ اور اس کا کہنا کہ مریدوں کیلئے میری بیوی امہات المومنین ہیں اگرچہ سخت معیوب وناشائستہ ہے مگر نہ اس قابل کہ چاروں شرطیں ہوتے ہوئے اس کی بیعت فسخ کی جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۰۹ از شہر محلہ سوداگراں مسئولہ احسان علی طالب علم مدرسہ منظر الاسلام ۸ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت بغیر اجازت شوہر کے مرید ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اگر بغیر اجازت ہوگئی تو کیا حکم ہے؟

الجواب

ہوسکتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۱۰ از کھنڈیا ضلع ریاست رامپور مسئولہ عزیز احمد ۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند لوگ سنبھل مکن پور کے اس طرح بیعت کرتے ہیں کہ پیالہ پلاتے ہیں اور بندگانِ خدا کو کسی قسم کی تعلیم نہیں کرتے ہیں یہی لوگ موضع کھنڈیا علاقہ ریاست رامپور میں جمع ہوئے اور بیان کیا کہ طریقہ بیعت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہی ہے۔ ایک صاحب خاندان قادریہ کے وہاں موجود تھے انھوں نے کہا کہ چار طریقے بیعت شرعًا جائز ہے ایک بذریعہ خواب کے دوسرے قبر سے تیسرے پیالہ پلاکر چوتھے اس شخص سے جو صاحبِ اجازت نہ ہو۔ ان دونوں بیانوں میں کون سا صحیح ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

اُس شخص نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افترا کیا کہ حضور کا طریقہ بیعت پیالہ پلانا تھا حاش للہ بلکہ ہاتھ پر ہاتھ مارنا اور یہی طریقہ آج تک مشائخ میں ہے پیالہ پلانا بھنگڑ دن بیقیدوں کے یہاں ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان الذین یبایعونك انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم[1]

اے نبی! یہ جو تم سے بیعت کر رہے ہیں یہ تو اللہ سے بیعت کرتے ہیں یہ تمھارا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر نہیں اللہ کا دست قدرت ان کے ہاتھوں پر ہے۔

معلوم ہوا کہ طریقہ بیعت ہاتھ پر ہاتھ رکھنا تھا نہ کہ پیالہ پلانا۔ واللہ تعالٰی اعلم

[1] القرآن الکریم ۴۸/۱۰

Marfat.com

الجواب

بیعت بیشک سنت محبوبہ ہے۔ امام اجل شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی عوارف شریف سے شاہ ولی اللہ دہلوی کی قول الجمیل تک اس کی تصریح اور ائمہ واکابر کا اس پر عمل ہے، اور رب العزت عزّوجل فرماتا ہے:

ان الذین یبایعونك انما یبایعون اللہ[1]

بیشک وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی کی بیعت کرتے ہیں۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

ید اللہ فوق ایدیھم[2]

ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونك تحت الشجرۃ[3]

بے شک اللہ تعالٰی راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے۔ (ت)

اور بیعت کو خاص بجہاد سمجھنا جہالت ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یاایھا النبی اذا جاءك المؤمنٰت یبایعنك علٰی ان لا یشرکن باللہ شیئا ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھن ولا یاتین ببھتان یفترینہ بین ایدیھن وارجلھن ولا یعصینك فی معروف فبایعھن واستغفر لھن اللہ ان اللہ غفور رحیم[4]

اے نبی! جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں اس پر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضع ولادت میں اٹھائیں اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہیں کریں گی تو ان سے بیعت لو اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/۱۰ [2] القرآن الکریم ۴۸/۱۰
[3] " " ۴۸/۱۸
[4] " " ۶۰/۱۲

Marfat.com

فرماتے ہیں :

لولا الاسناد لقال فی الدین من شاء ما شاء[1] | اگر اسناد نہ ہوتا تو جس کا جو دل چاہتا دین میں کہہ دیتا۔ (ت)

شجرہ خوانی سے متعدد فوائد ہیں :

اوّل رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک اپنے اتصال کی سند کا حفظ۔

دوم صالحین کا ذکر کہ موجب نزول رحمت ہے۔

سوم نام بنام اپنے آقایانِ نعمت کو ایصالِ ثواب کہ اُن کی بارگاہ سے موجب نظر عنایت ہے،

چہارم جب یہ اوقاتِ سلامت میں ان کا نام لیوا رہے گا وہ اوقاتِ مصیبت میں اس کے دستگیر ہوں گے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

تعرّف الی اللہ فی الرخاء یعرفك فی الشدة۔ رواہ ابوالقاسم[2] بن بشران فی امالیہ عن ابی ھریرة وغیرہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھم بسند حسن۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تُو خوشحالی میں اللہ تعالیٰ کو پہچان وہ مصیبت میں تجھ پر نظرِ کرم فرمائے گا۔ اس کو ابوالقاسم بن بشران نے امالی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور اس کے غیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا۔ واللہ تعالےٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۱۳

از آنولہ محلہ کٹرہ پختہ کوچہ بنگلہ ضلع بریلی مسئولہ عبدالصمد ۲۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

علمائے شریعت وہادیانِ طریقت کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ زید کی مختلف حالتیں ہوئیں، کبھی فسق وفجور کی طرف مائل رہتا تھا اور کبھی عبادتِ الٰہی میں مستغرق ہوجاتا تھا، آخر میں وہ کئی پیروں سے بیعت ہوکر مختلف قسم کی ریاضتیں اور بہت سی عبادتیں کیں اور چلّے کئے، اب وہ ولایت کا مدعی ہے اور کہتا ہے میں قطب ارشاد ہُوں، اب وہ فسق وفجور کی طرف مائل ہونے کی یہ وجہ بتاتا ہے کہ پہلے میں اس لئے کرتا تھا کہ لوگ مجھ پر بدگمان رہیں اور میری ولایت ظاہر نہ ہو اور اب چونکہ خدائے تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس لئے اپنی ولایت ظاہر کرتا ہوں۔ اور لوگوں سے بیعت بھی

---

[1] صحیح مسلم مقدمۃ الکتاب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲

[2] کنز العمال حدیث ۳۲۲۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲/ ۷۹

Marfat.com

آج ایک مرید کو مقبول بنایا کل دوسرے کو مردود کیا، یہ سب باتیں تو ظاہر ہیں، علاوہ اس کے ایسے حالات ہیں جن کا اظہار کرنا زبان گوارا نہیں کرتی۔ یہ خاکسار عجیب پریشانی میں ہے۔ خدا کے واسطے رسول کے واسطے اور اپنے طریقت کے بزرگوں کے واسطے مجھے کوئی راہ نجات کی بتائیں، یہ کہ ایسی حالت میں کسی دوسرے صاحب شریعت و طریقت کے ہاتھ پر بیعت کر سکتا ہوں یا نہیں؟ اور ایسے شخص کی بیعت فسخ ہے یا نہیں؟

الجواب

پیر میں چار شرطیں لازم ہیں:

اوّل سنی صحیح العقیدہ مطابق عقائد علمائے حرمین شریفین ہو۔

دوسرے اتنا علم رکھتا ہو کہ اپنی ضرورت کے مسائل کتاب سے خود نکال سکے۔

تیسرے فاسق معلن نہ ہو۔

چوتھے اس کا سلسلہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک متصل ہو۔

جس میں یہ چاروں شرطیں جمع ہیں اس کے ہاتھ پر بیعت جائز ہے اور ایسے پیر کے افعال و اقوال پر اعتراض سخت حرام اور موجب محرومی برکات دارین ہے اس کی جو بات اپنے ذہن میں خلاف معلوم ہو واجب ہے کہ اچھی تاویل کرے اور تاویل میں سمجھ نہ آئے تو یہ سمجھے کہ اس کا کوئی عمدہ منشا ہو گا جو میری سمجھ میں نہ آیا، اب آپ اپنے پیر کو دیکھئے ان چار شرطوں میں سے اگر کسی شرط کی کمی ہے تو بیعت ناجائز ہوتی، آپ کو چاہیئے کہ کسی پیر جامع شرائط پر بیعت کریں، کمی شرط کی ایک صورت یہ ہے کہ وہ اس کی منکوحہ باریک کپڑے پہنے جن سے بدن یا بال چمکتے ہوں یا بالوں یا گلے یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصہ ظاہر ہو یا کپڑے اتنے چست ہوں کہ بدن کی ہیئات بتاتے ہوں اور وہ یوں علانیہ مجمع مرداں میں آتی ہے اور شوہر جائز رکھے تو دیوث فاسق معلن ہے قابل پیری نہیں، اور اگر ایسا نہیں اور چاروں شرطیں جمع ہیں تو اس پر اعتراض جائز نہیں اور اس کی بیعت سے روگردانی منع ہے، وہ قسم جو اس نے کھائی اس میں تاویل یہ سمجھے کہ ہم نے خود کسی سے کچھ نہ کہا بلکہ ہم سے کہلوایا گیا اسی طرح حضرت سیدتنا ام کلثوم بنت حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے شوہر حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازے پر جو فضائل ان کے بیان کئے ان کے والد امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا: واللہ ما قالت ولکن قولت[1] خدا کی قسم یہ

[1] تاریخ الامم والملوک للطبری من ندب عمر ورثاہ رضی اللہ عنہ دار القلم بیروت ۵/۲۶

Marfat.com

ادب سے کھڑے رہو۔ اس کا اقرار کرنا کہ فسق و فجور کرتا تھا اور اس کا عذر بیان کرنا کہ اخفاء ولایت کے لئے تھا عذر بدتر از گناہ ہے۔ حضرات ملامتیہ قدست اسرارہم کی ریس کرتا ہے، وہ کبھی مستحب بھی ترک نہیں کرتے معاذ اللہ فسق و فجور کیا معنی ؂

او گمان بردہ کہ من کردم چو او   فرق را کے بیند آں استیزہ جو

(اس نے گمان کیا کہ میں نے بھی اس کی مثل کیا، وہ جنگجو فرق کو کب دیکھتا ہے۔ ت)

شیطان کے دھوکے اس سے بہت زیادہ سخت ہوتے ہیں، حضرت سیدی ابوالحسن جوسقی خلیفہ حضرت سیدی علی بن ہیتی فیض یافتہ بارگاہ سرکار غوثیت رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے ایک مرید کو اعتکاف میں بٹھایا ایک شب حجرہ سے زار زار رونے کی آواز آئی، دروازہ پر تشریف لے گئے، حال پوچھا، عرض کی شب قدر میرے پیش نظر ہے آفاق نور سے روشن ہیں در و دیوار حجر و شجر سجدے میں گرے ہیں میں سجدہ کرنا چاہتا ہوں سینے میں ایک لوہے کی سلاخ ہے کہ جھکنے نہیں دیتی اس پر روتا ہوں۔ فرمایا: اے فرزند! یہ لوہے کی سلاخ وہ سِر ہے جو میں نے تیرے سینے میں القا کیا ہے وہ تجھے جھکنے نہیں دیتا یہ شب قدر نہیں شیطان کا شعبدہ ہے۔ یہ فرما کر دونوں دست مبارک پھیلائے اور آہستہ آہستہ انھیں قریب لاتے گئے جتنا ہاتھ سمٹتے وہ نور تاریکی سے مبدل ہوتا تھا جب دونوں ہاتھ مل گئے واویلا اور فریاد کی آواز آئی۔ فرمایا: اب تو میرے مریدوں کو اغوا نہ کرے گا۔ یہ فرما کر چھوڑ دیا۔ وہ جھوٹا کرشمہ سب باطل ہوگیا۔ اس کے دھوکے اس سے بھی سخت ہیں، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ اور اس کا وہ کلمہ کہ "اب کسی بندہ کی طرف رجوع میرے لئے ناجائز ہے" اگر اپنے ظاہر عموم پر رکھا جائے تو صریح کلمہ کفر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھی بندے ہیں اور ان سے کسی وقت بے نیازی کسی نبی مرسل کو بھی نہیں ہوسکتی نہ کہ این و آں۔

والعیاذ باللہ تعالٰی من وساوس الشیطان ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ۰ واللہ تعالٰی اعلم۔

شیطان کے وسوسوں سے اللہ تعالٰی کی پناہ، بلندی و عظمت والے معبود کی توفیق کے بغیر کوئی طاقت و قوت نہیں، اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۳۱۴: از مدرسہ منظر اسلام بریلی مسئولہ مولوی عبداللہ بہاری ۳ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید خاندان قادریہ میں ایک بزرگ سے بیعت ہوا

Marfat.com

مسئلہ ۳۱۱ از مدرسہ منظر اسلام بریلی مسئولہ محمد ثناء اللہ طالب علم ۲۸ جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید علم دین حاصل کر رہا ہے اور اس کا ارادہ یہ ہے کہ جب میں فارغ التحصیل ہو جاؤں گا تو میں جہاں جہاں بزرگ لوگ ہیں وہاں جا کر ان سے ملاقات کروں گا اور جس سے دل گواہی دے گا اس ہی سے مرید ہو جاؤں گا۔ علم کے حاصل کرنے کے زمانہ میں چند لوگ اہل وطن اور غیر وطن ایک بزرگ کے مرید ہوئے اور زید سے بھی اصرار کیا کہ تم بھی مرید ہو جاؤ، بعد اصرار کے زید بھی مرید ہو گیا، آیا شرعاً مرید ہوا یا نہیں؟

الجواب

اگر ان کے اصرار کے بعد اس کے دل میں عقیدت آگئی اور بالقصد مرید ہوا مرید ہو گیا اور صرف ان کے اصرار کے سبب بے دلی سے بیعت کی مرید نہ ہوا کہ ارادت قلب سے ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۱۲ از لاہور مسجد بیگم شاہی ٹولہ مولوی احمد دین صاحب ۹ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے شجرہ خوانی دام تزویر ہے اور اس پر بہارستان مولانا جامی سے یہ عبارت نقل کرتا ہے:

از حضرت سید بہاؤ الدین صاحب نقشبند رحمۃ اللہ علیہ پرسیدند کہ حضرت شجرہ شما چیست، فرمودند کہ کسے از شجرہ خوانی بجائے نرسد پس خدائے عزوجل را بیگانگی می شناسیم وبہمہ انبیاء و اولیاء ایمان آریم ومقید سلسلہ نیستیم۔

حضرت سید بہاؤ الدین نقشبند علیہ الرحمہ سے لوگوں نے پوچھا کہ اے حضرت! آپ کا شجرہ کیا ہے؟ فرمایا شجرہ پڑھنے سے کوئی کسی مقام تک نہیں پہنچا، پس ہم اللہ عزوجل کو وحدہٗ لاشریک مانتے ہیں اور تمام انبیاء و اولیاء پر ایمان لاتے ہیں کسی سلسلہ کے مقید نہیں ہیں۔ (ت)

یہ قول صحیح ہے یا غلط؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

یہ قول محض باطل ہے اور اس میں ہزارہا اولیائے کرام پر حملہ ہے اور بہارستان سے جو عبارت نقل کی ساختہ ہے، اس میں شجرہ خوانی یا شجرہ کا لفظ کہیں نہیں اور "پس خدائے عزوجل" سے اخیر تک ساری عبارت اپنی طرف سے بڑھائی ہوئی ہے بہارستان میں نہیں۔ شجرہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک بندے کے اتصال کی سند ہے جس طرح حدیث کی اسنادیں، امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کہ اولیاء و علماء و محدثین و فقہاء سب کے امام ہیں

Marfat.com

رسالہ

کشفِ حقائق و اسرارِ دقائق ۱۳۰۸ھ

(ظاہر کرنا حقیقتوں، رازوں اور باریک باتوں کو)

مسئلہ ۳۱۵: از بڑودہ باڑہ نواب صاحب مرسلہ حضرت نواب سید نورالحسن خاں بہادر ۲۵ شعبان ۱۳۰۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین محمد و آلہ وصحبہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ وعلینا معھم اجمعین۔

اما بعد

ایں پاسخ اشعار وقت اشعار تصوف اشعار حسب الارشاد لازم الانقیاد حضرت عظیم الدرجہ جناب صاحب والامناقب نواب سید نورالدین حسین خاں بہادر رئیس اعظم بڑودہ ادام اللہ تعالےٰ اقبالھم وضاعف اجلالھم۔ بزبان عام اردو و مطالب سہل الحصول مطابق عقائد

یہ جواب ہے تصوف سے متعلق کچھ بلند پایہ اشعار کا۔ ان کے ارشاد کے مطابق جس کی فرمانبرداری لازم ہے یعنی بلند و عظیم درجات و مناقب کے مالک محترم جناب سید نورالدین حسین خان بہادر رئیس اعظم بڑودہ، اللہ تعالیٰ ان کی خوش بختی کو ہمیشہ رکھے اور ان کی بزرگی کو دوگنا کردے عام اردو زبان میں کہ مطالب آسانی سے حاصل ہوں۔ جو مطابق ہے

Marfat.com

لیتا ہے حالانکہ اس کو کسی ظاہری پیر سے اجازت نہیں ملی ہے لیکن وُہ کہتا ہے کہ خدا کی طرف سے بذریعہ الہام مجھے اجازت ملی ہے اور اب کسی بندہ کی طرف رجوع کرنا میرے لئے ناجائز ہے، اس کے آثار یہ ہیں کہ اس کی توجہ میں بڑا زبردست اثر ہے اس سے بیعت کرنے کے تھوڑے دنوں بعد لطیفۂ قلب روشن ہو کر ذکر جاری ہو جاتا ہے اس کا مجلس پر بھی اثر ہو جاتا ہے اور اس سے بیعت کرنے پر بہت سے گمراہ آدمی پابندِ صوم وصلوٰۃ ہو جاتے ہیں اور ان کے دل میں عشقِ الٰہی بھر جاتا ہے اور دیوانہ وار پھرتے ہیں اس کی سرّی نماز میں بہت شور وغل ہوتا ہے اور کبھی جذبہ آتا ہے رقص بھی کرتے ہیں، کیا مذکورہ بالاصفات کے ساتھ موصوف شخص سے جو کسی ظاہری پیر سے اجازت یافتہ نہ ہو بیعت کرنا اور اسے بیعت لینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ایسے شخص کو بیعت لینا جائز نہیں اور اس کے ہاتھ پر بیعت ناجائز ہے

اے پسر شرطِ صحتِ بیعت　　در طریقت اجازت سلف ست

بدغل سکّہ نہ بہرہ مزن　　کان رہ کاسدان ناخلف ست[1]

(اے بیٹے! بیعت کے صحیح ہونے کی شرط طریقت میں اسلاف کی اجازت ہے۔
فریب کے ساتھ مٹی کے برتن پر مہر مت لگا کہ یہ طریقہ کھوٹے نااہلوں کا ہے۔ ت)

حضرت سیدی بایزید بسطامی رضی اللہ تعالٰی عنہ ودیگر اکابر کرام قدست اسرارہم فرماتے ہیں:

من لا شیخ لہ فشیخہ الشیطان[2]　　بے پیرے کا پیر شیطان ہوتا ہے۔

یہ جو ظاہری ذوق وشوق لوگوں میں دیکھا جاتا ہے قابلِ اعتبار نہیں شیطان کی طرف سے بھی ہوتا ہے اور اس پر واضح دلیل نماز میں شور وغل مچانا اور رقص کرنا یہ نہیں مگر شیطان کی طرف سے کہ نماز فاسد کرے، صحابۂ کرام واکابر اولیائے عظام سے ایسا کبھی منقول نہ ہوا ان سے زیادہ تاثیر و برکت کس کی ہو سکتی ہے مگر صادقین سے برکت ہوتی ہے اور کاذبین سے حرکت۔ قال اللہ تعالٰی ولا تبطلوا اعمالکم[3] اپنے عمل باطل نہ کرو۔ وقال تعالٰی وقوموا للہ قٰنتین[4] اللہ کے حضور

---

[1] سبع سنابل　سنبلہ دوم دربیان پیری ومریدی　مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور　ص ۴۰

[2] عوارف المعارف الباب الثانی عشرۃ مطبعۃ المشہد الحسینی مصر ص ۸۱ والرسالۃ القشیریۃ باب الوصیۃ للمریدین ص ۱۸۱

[3] القرآن الکریم ۴۷/ ۳۳　[4] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۸

Marfat.com

بظاہر شانِ جلال ہے اور حقیقۃً شانِ جمال کہ اس کے باعث وہ اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی نعمتیں پاتے ہیں، قال اللہ تعالیٰ:

لا تحسبوہ شرًا لکم بل ھو خیر لکم [1] | اُسے اپنے لئے بُرا نہ جانو بلکہ وہ تمھارے حق میں بہتر ہے۔

کفار کو کثرتِ مال وغیرہ دنیا کی راحتیں دینا بظاہر شانِ جمال ہے اور درحقیقت شانِ جلال ہے کہ اس کے سبب وہ اپنی غفلت وگمراہی کے نشے میں پڑے رہتے ہیں اور ہدایت کی توفیق نہیں پاتے قال اللہ تعالیٰ:

ولا یحسبن الذین کفروا انما نملی لھم خیر لانفسھم انما نملی لھم لیزدادوا اثما ولھم عذاب مھین [2] | کافر کا خیال کہ یہ ڈھیل جو ہم انھیں دے رہے ہیں کچھ اُن کے لئے بھلی ہے یہ ڈھیل تو ہم اس لئے دیتے ہیں کہ وہ اور گناہ میں پڑیں اور ان کے لئے ذلت کی مار ہے۔

تجلی جمال کے آثار سے لطف ونرمی وراحت وسکون ونشاط وانبساط ہے جب یہ قلبِ عارف پر واقع ہوتی ہے دل خود بخود ایسا کھل جاتا ہے جیسے ٹھنڈی نسیم سے تازی کلیاں یا بہار کے مینہ سے درختوں کی کنپھیاں، اور تجلی جلال کے آثار سے قہر وگرمی وخوف وتعب جب اس کا ورود ہوتا ہے قلب بے اختیار مرجھا جاتا ہے بلکہ بدن گھلنے لگتا ہے بلکہ اگر طاقت سے زیادہ واقع ہوتی ہے فنا کر دیتی ہے۔ انھیں دونوں تجلیوں کا اثر تھا کہ ایک روز وعظ میں برسرِ منبر حضور پر نور سیدنا غوثِ اعظم قطبِ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا گیا کہ حضور کا جسمِ اقدس سمٹ کر ایک چڑیا کے برابر ہو گیا اور اسی وقت یہ بھی مشاہدہ ہوا کہ تنِ مبارک پھیل کر ایک بُرج کی مثل ہو گیا اور دیکھا گیا کہ حضور (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) منبر سے گرنے لگے یہاں تک کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دستِ اقدس کے سہارے روک لیا، یہ وہ عظیم تجلی تھی جس کا تحمل بے قوتِ نبوت ناممکن تھا لہٰذا حضور اقدس سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قوتِ مصطفویہ سے مدد فرما کر اس کا تحمل کرا دیا، اسی شانِ جلال کا اثر ہے جو حضور پُر نور سیدنا غوثِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیٰ جدہ الکریم وعلیہ وسلم کے ایک مرید پر حضور کے پیچھے نماز میں واقع ہوئی کہ سجدہ میں

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/۱۱

[2] القرآن الکریم ۳/۱۷۸

Marfat.com

لیکن ان بزرگ صاحب نے کچھ نصیحت احکامِ شرعیہ کی نہ کی اور چند ہی روز کے بعد اُن کا انتقال ہوگیا اب زید خاندان قادریہ میں کسی دوسرے بزرگ سے بیعت حاصل کرسکتا ہے نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

اگر وہ پیر جامع شرائط بیعت تھے یعنی عالم، سُنّی، صحیح العقیدہ، متصل السلسلہ، غیر فاسق، تو دوسرے کے ہاتھ پر بیعت نہ کرے فیض لے سکتا ہے۔ اور ان چار شرطوں میں سے کوئی شرط کم تھی تو اس کے ہاتھ پر بیعت جائز ہی نہ تھی دوسرے سے بیعت کرے جو ان شرائط کا جامع ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

Marfat.com

مگر یہ سب اختلاف تغیر مظاہر میں ہیں جن کے باعث اُس شئے واحد کی اتنی تعبیریں اور اس قدر حالتیں ہوگئیں۔ پس یہی مثال نورِ مطلق ذاتِ باری عزّ وجل کی سمجھنا چاہیئے کہ واحد حقیقی ہے تغیّر و اختلاف کو اصلاً اُس کے سراپردہ عزّت کے گرد بار نہیں پر مظاہر کے تعدد سے یہ مختلف صورتیں بے شمار نام بے حساب آثار پیدا ہیں جنھیں ہم عالم نام رکھتے ہیں یہ ظاہری تفہیم کے لئے ایک بہت ناقص و ناکارہ و ناتمام مثال ہے وللہ المثل الاعلی[1] (اور اللہ کی شان سب سے بلند ہے۔ ت) اس سے زائد بیان سے باہر اور مرتبۂ عقل سے وراء ہے۔ تاکرا بخشند و یکہ روزی دارند (یہاں تک کہ کس کو بخشیں گے اور کس کو روزی دیں گے۔ ت)

شعر سوم:

مخفی میں کیونکہ تھا وہ سرّی میں کس طرح تھا
پھر روح کیوں ہو لہے دل کا خصال بولو

الجواب: وہ نور پاک اپنی ذات میں نہایت ظہور پر ظاہر ہے اور اپنے بے نہایت ظہور کے سبب باطن کہ نور جس قدر تابندہ تر ہوگا نظر اس پہ کام کم کرے گی جب نورِ احدیت کی تابش غیر محدود ہے چشم جسم و چشم عقل دونوں وہاں نابینا ہیں تو وہ اپنے کمال ظہور کے سبب کمال خفا و بطون میں ہے پھر اپنے مظاہر و تجلیات میں تو اُس کا ظہور ذی عقل پر ظاہر ہے اور اُسی نور کے متعدد پرتووں نے روح و قلب وغیرہ وغیرہ بے حساب نام پائے ہیں جس طرح ہم ابھی مثال میں واضح کر آئے قلب و روح کی معرفت بے معرفتِ الٰہی نہیں ہوتی۔

من عرف نفسه فقد عرف ربه[2]، جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اسکی زبان بند ہوگئی۔ (ت)

من عرف نفسه کلّ لسانه[3]۔

ناواقفوں سے فقط اتنا ارشاد ہوا:

قل الروح من امر ربّی وما اوتیتم من العلم الّا قلیلا[4] تو فرما روح میرے رب کے امر سے ایک چیز ہے اور تمھیں علم نہ ملا مگر تھوڑا۔

---

[1] القرآن ۱۶/ ۶۰

[2] کشف الخفاء حدیث ۲۵۳۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۳۴

[3] " " ۲۵۳۱ " " " " "

[4] القرآن الکریم ۱۷/ ۸۵

Marfat.com

اہلِ حق و مدارک افہام وعقول بتاریخ بست و
پنجم شعبان المعظم روز جاں افروز دو شنبہ
۱۳۰۸ھ ہجریہ قدسیہ علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰۃ
والتحیۃ در بانس بریلی ملک ہند بخامہ خام
نگار فقیر ذلیل ذرہ بمیقدار عبد المصطفیٰ احمد رضا
محمدی سُنّی برکاتی آل رسولی غفر اللہ لہ وحقق املہ
با وصف قلت بضاعت وجہل صناعت بامداد نور
باطن حضور لامع النور سلالۃ الواصلین نقاوۃ
الکاملین بحرِ طریقت بدرِ حقیقت حضرت سیدنا
ومولانا وشیخنا حضرت سید شاہ ابو الحسین احمد
نوری الملقب بمیاں صاحب قبلہ مارہری ادام اللہ
فیضہم المعنوی والصوری در ساعت واحدہ
ریختہ شد ع

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

اہلِ حق کے عقائد اور موافق ہے عقول و افہام کے۔ یہ جواب
بانس بریلی ہندستان میں بروز پیر ۲۵ شعبان المعظم ۱۳۰۸ھ کو
اس فقیر حقیر، ذرہ بمیقدار، عبد المصطفیٰ احمد رضا محمدی سنّی برکاتی،
آلِ رسولی (اللہ اسکی مغفرت فرمائے اور اس کی امید
بر آری فرمائے) کے قلم سے پونجی کی قلت اور فن میں
عدمِ مہارت کے باوجود صرف ایک گھنٹے میں معرضِ
تحریر میں آیا۔ یہ ان کے نورِ باطن کی مدد سے ہوا جو
روشن نور والے، واصلین کے خلاصہ، کاملین میں عمدہ، طریقت
کے سمندر اور حقیقت کے چاند ہیں یعنی ہمارے سردار، ہمارے
آقا، ہمارے شیخ حضرت سید شاہ ابو الحسین احمد نوری
ملقب بہ میاں صاحب قبلہ مارہروی،
اللہ تعالیٰ ان کے معنوی اور صوری فیض کو ہمیشہ
رکھے۔

اگر قبول ہو جائے تو کیا ہی عزت اور شرف ہے (ت)

شعر اول : سب پیر اور مشائخ میرا سوال بولو
صورت جلال کیا ہے اور کیا جمال بولو

الجواب : اللہ جل وعلا رحیم بھی ہے اور قہار بھی ہے رحمت شان جمال ہے اور قہر شان جلال۔ دوستوں کو انواعِ نعمت سے نوازنا اُن کے لئے بہشت اور اس کی خوبیاں آراستہ فرمانا اُنھیں اپنی رضا و دیدار سے بہرہ مندی بخشنا تجلی شان جمال ہے۔ دشمنوں کو اقسام عذاب کی سزا دینا ان کے لئے دوزخ اور اس کی سختیاں مہیا فرمانا اُنھیں اپنے غضب وحجاب میں مبتلا کرنا تجلی شان جلال ہے۔ پھر دنیا میں جو کچھ نعمت ونقمت وراحت وآفت ہے انھیں دونوں شانوں کی تجلی سے ہے۔ کبھی یہ شانیں ایک دوسرے کے لباس میں جلوہ گر ہوتی ہیں۔ مثلاً دنیا میں اپنے محبوبوں کے لئے بلا بھیجنا کہ

اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل ۱؎ تمام لوگوں سے بڑھ کر تکلیفیں نبیوں پر آئیں پھر ان سے کم درجہ والوں پر پھر ان سے کم درجہ والوں پر (ت)

۱؎ کنز العمال حدیث ۶۷۸۰ و ۶۷۸۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۳/ ۳۲۸ و ۳۲۹

Marfat.com

حدیث میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: کل شیئ خلق من الماء[1] ہر چیز پانی سے بنی ہے۔ موت بدن کے لئے ہے جس کے معنی روح کا اس سے جُدا ہو جانا۔ روح پہلے نہ تھی جب بنی تو پھر اس کے لئے فنا نہیں، یہی مذہب اہلسنت کا ہے۔ ولہذا بعد مرگ سمع وبصر، علم وفہم وغیرہ تمام افعال کہ حقیقۃً روح کے تھے برقرار رہتے ہیں بلکہ اور زیادہ ترقی پاتے ہیں، جن کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک پرند قفس میں محبوس ہے اس کی پرافشانی اسی پنجرے کے لائق ہو گی جب اُسے نکال دیجئے تو اس کی پروازیں دیکھئے۔ فقیر نے اپنی کتاب "حیات الاموات فی بیان سماع الاموات" میں اس مسئلہ کو بحمد اللہ تعالٰی نہایت شرح وبسط سے ثابت کیا ہے یہ روح اپنے معدن اصلی سے غریب الوطن ہو کر قفسِ بدن میں بحکم الٰہی ایک مدتِ معین تک محبوس ہے جب وقت آئے گا اپنی اصل کی طرف رجوع کرے گی یاایتھا النفس المطمئنۃ ۰ ارجعی الٰی ربك راضیۃ مرضیۃ[2] (اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ت) اس کا نام وصال ہے۔ت)

شعر پنجم:

اول ہے روح علوی دوسری کا نام سفلی

ایک روح دو صفت کیوں پکڑا کمال بولو

الجواب: اس شعر کے دو معنے ہیں: ایک یہ کہ روح مجرد ہے یعنی جسم اور جسم کی سب آلائشوں سے پاک ومنزہ، یہ صفت اس کی علوی ہے، پھر وہی روح اس جسم پر عاشق اور اس سے متعلق اور حیاتِ دنیوی میں اُس کی عادی کام اس جسم کے آلات پر موقوف، یہ صفت اس کی سفلی ہے مگر اُس بلندی سے اس تنزل میں آنے کے بعد ہی وہ اپنے کمالات کو پہنچتی ہے قلنا اھبطوا منھا[3] (ہم نے فرمایا تم جنت سے اُتر جاؤ۔ت) آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے باعث ہزاراں برکات وخیرات ہُوا۔

دوسرے یہ کہ انسان میں صفت ملکوتی وصفت بہیمی وصفت شیطانی سب جمع ہیں، اگر صفت ملکوتی پر عمل کرے مَلک سے بہتر ہو اور اگر دوسری صفت کی طرف گرے بہائم سے بدتر ہو۔

---

[1] کنز العمال حدیث ۱۵۲۱۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵۶/۶

[2] القرآن الکریم ۸۹/ ۲۷ و ۲۸

[3] القرآن الکریم ۲/ ۳۸

Marfat.com

جاتے ہی جسم گھلنے لگا گوشت پوست، استخواں سب فنا ہو گیا صرف ایک قطرۂ آب باقی رہا حضرت غوثیت رضی اللہ تعالٰے عنہ نے بعد نماز رُوئی کے پارہ میں اٹھا کر دفن کر دیا اور فرمایا سبحان اللہ ایک تجلی میں ساعتِ قیامت ہے یہ آسمان وزمین اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے سب کو فنا کر دے گی اسی لئے باری عزوجل اس دن یوں ارشاد فرمائے گا : لمن الملك اليوم[1] کل تک سب کہتے تھے یہ مِلک میری ہے یہ مُلک میرا ہے آج بتاؤ کس کی بادشاہی ہے۔ پھر خود ہی فرمائے گا لله الواحد القهار[2] ایک اللہ قہر والے کی۔ اُس وقت باسم قہار اپنا وصف بیان فرمائے گا کہ وہ تجلی شان قہر کی ہوگی، وحسبنا اللہ۔

شعر دوم :

خاکی بدن مقید کیونکر جمال حق کا
مطلق کی شان کیا ہے اس کی مثال بولو

الجواب : اس کی ایک ظاہری مثال یوں سمجھنی چاہئے کہ جیسے آفتاب کا نور اپنی ذات میں ایک ہے، نہ اس میں صورتوں کا اختلاف ہے نہ قوت وضعف کا فرق ہے، نہ جدا جدا رنگ ہیں، نہ متعدد نام ہیں، وہی نورِ واحد پہلی شب کے چاند پر پڑا اور یہاں یہ صورت پیدا کی کہ اس کا نام ہلال ہوا، پھر ہر روز نئی صورت اور زیادہ ترقی وقوت ہوتی رہی، شبِ چہاردہم اسی نور سے بدر کی صورت پیدا ہوئی، پھر اس میں ضعف آتا گیا یہاں تک کہ فنا ہو گیا۔ وہی نورِ واحد آئینۂ مصفا پر پڑے تو کیسی جھلک دیتا ہے کہ نگاہ خیرہ وحیران اور دیواروں پر عکس نمایاں ہو اور صفائی آئینہ میں کمی ہے تو نور میں کمی اور زمین پر پڑنے میں وہ بات کوسوں نہیں کوئلوں وغیرہ سیاہ بے تابش چیزوں میں ایک ظہور کے سوا اور کچھ اثر نہیں ہوتا وہی ایک نور ہے کہ جب قریب اُفق جانب شرق سے طولانی شکل پر چمکتا ہے اُس کا صبح اول نام رکھتے ہیں پھر جب پھیلتا ہے وہی صبح صادق ہوتی ہے پھر جب سُرخی لاتا ہے وہی شفق ہے جب دن نکل آتا ہے وہی دھوپ ہے یونہی بعد غروب اس کے ظہور کے تفاوت ہیں تو دیکھو ایک آفتاب کی تجلی اور اتنے اختلاف، اور ہر حالت کے اعتبار سے اس کے جُدا نام ہیں اور جُدا اوصاف، بااں ہمہ وہ نور اپنی ذات میں ایک ہے، اس میں کوئی تغیر نہیں، نہ وہ صبح اول کے وقت طویل ہو گیا تھا نہ صبح ثانی کے وقت چوڑا، نہ شفق کے وقت اس نے لباس سُرخ پہنا نہ دن نکلتے زرد یا سفید، نہ ہلال پر چمکتے وقت کمان ہو گیا تھا نہ بدر پر پڑتے بشکل دائرہ، نہ آئینہ پر چمکتے وقت قوت پائی تھی نہ زمین پر آتے ہوئے ضعف،

---

[1] القرآن الکریم ۴۰/ ۱۶

[2] " " " "

شعر ہفتم:

ہر چیز ذاتِ حق سے معمور ہے ولیکن
ملتا ہے کس محل میں ابرو ہلال بولو

الجواب: اس کا جواب وہ ہے کہ سیدنا اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہوا اُنھوں نے اپنے رب عزوجل سے عرض کی: الٰہی! میں تجھے کہاں تلاش کروں؟ فرمایا: عند المنکسرۃ قلوبھم لاجلی[۱] اُن کے پاس جن کے دل میرے لئے ٹوٹے ہوئے ہیں۔ ایک شخص حضرت سیدنا بایزید بسطامی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، دیکھا پنجوں کے بل گھٹنے ٹیکے آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں اور آنکھوں سے آنسوؤں کی جگہ خون رواں ہے، عرض کی حضرت! یہ کیا حال ہے؟ فرمایا: میں ایک قدم میں یہاں سے عرش تک گیا عرش کو دیکھا کہ رب عزوجل کی طلب میں پیاسے بھیڑیے کی طرح منہ کھولے ہوئے ہے بانگے برعرش زدم کہ ایں چہ ماجرا ست ہمیں نشان دیتے ہیں الرحمٰن علی العرش استوٰی (رحمٰن نے عرش پر اپنی شان کے مطابق استوا فرمایا۔ ت) میں رحمٰن کی تلاش میں تجھ تک آیا تیرا یہ حال پایا، عرش نے جواب دیا: مجھے ارشاد کرتے ہیں کہ اے عرش! اگر ہمیں ڈھونڈنا چاہے تو بایزید کے دل میں تلاش کر۔[۲]

شعر ہشتم:

سب جسم ہے محمد موجود ذاتِ حق ہے
اسلام اور کفر کا پردہ سنبھال بولو

الجواب: حدیثوں سے ثابت ہے کہ اللہ عزوجل نے تمام عالم نورِ حضرت سید العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پیدا کیا تو اصل ہر چیز کی نور سراپا حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے پس مرتبۂ ایجاد میں بس وہی وہ ہیں۔ فقیر غفر اللہ تعالٰی نے اپنے قصیدہ نونیہ نعتیہ میں بحمد اللہ تعالٰی اس نفیس مضمون میں بہت ابیات رائقہ لکھے ہیں، ھٰھُنا قولی ؎

خالق کل الورٰی ربک لا غیرہ
نورک کل الورٰی غیرک لم یس لن[۳]

(کل کائنات کا خالق تیرا رب ہے نہ کہ اس کا غیر، تیرا نور ہی کل کائنات ہے اور تیرے سوا لم، لیس، لن ہے یعنی ای لم یوجد ولیس موجودًا ولن یوجد ابدًا (یعنی کہیں نہیں پایا گیا، نہ موجود ہے اور نہ ہی کبھی ہوگا۔ ت)

اور مرتبہ وجود میں صرف حق عزوجل ہے کہ ہستی حقیقۃً اسی کی ذات پاک سے خاص ہے وحدت وجود کے جس قدر معنے عقل میں آسکتے ہیں یہی ہیں کہ وجود واحد

---

[۱] اتحاف السادۃ المتقین کتاب آداب الاخوۃ والصحبۃ الباب الثالث دار الفکر بیروت ۶/ ۲۹۰

[۲] تذکرۃ الاولیاء باب ۱۴ ذکر بایزید بسطامی رحمۃ اللہ مطبع اسلامیہ لاہور ص ۱۰۰

[۳] بساتین الغفران منظومہ نونیۃ فی مدح سید الانبیاء رضا دار الاشاعت لاہور ص ۲۲۲

Marfat.com

عالم دو ہیں : عالمِ امر و عالمِ خلق ۔

الا لہ الخلق والامر تبارک اللہ رب العلمین[1]

سُن لو اسی کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا بڑی برکت والا ہے اللہ رب سارے جہان کا۔ (ت)

عالمِ خلق وہ چیزیں جو مادہ سے پیدا ہوتی ہیں جیسے انسان، حیوان، نباتات، جمادات، زمین و آسمان وغیرہا کہ نطفہ و تخم و عناصر سے بنے ۔ اور عالمِ امر وہ جو صرف امرِ کُن سے بنا اس کے لئے کوئی مادہ نہیں جیسے ملائکہ و ارواح و عرش و لوح و قلم و جنت و نار وغیرہ ۔ تو فرمایا روح عالمِ امر سے ایک چیز ہے، عقل کا حصہ اسی قدر ہے، آگے اس کی ماہیت اکابر اہلِ باطن جانتے ہیں ۔ سبحان اللہ! آدمی خود اسی روح کا نام ہے اور یہ اپنے ہی نفس کے جاننے میں اس قدر ناکام ؎

تنت زندہ بجاں جانِ نہانی	تو از جاں زندہ و جاں را نہ دانی

(تیرا بدن مخفی جان کی وجہ سے زندہ ہے، تو جان کے سبب زندہ ہے اور جان کو نہیں جانتا ہے ۔ ت)

اور سرّ و خفی و روح و قلب لطائف حضرات نقشبندیہ قدست اسرارہم سے ہیں جن میں تجلیاتِ حق کے رنگا رنگ ذوق کا ادراک کار عیاں ہے نہ کار بیاں ؏

ذوق ایں مے نشناسی بخدا تا نہ چشی

اللہ کی قسم تو اس شراب کا مزہ نہیں پہچان سکتا جب تک اُسے چکھ نہ لے ۔ ت)

شعر چہارم :

اربع عناصر اب یوں نکلے کہو کہاں سے
مرتا سو کون اس میں کس کو وصال بولو

الجواب : نورِ احدیت کے پرتو سے نورِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنا اور اس کے پرتو سے تمام عالم ظاہر ہوا، اول پانی پیدا ہوا، پھر اس میں دُھواں اُٹھا اس سے آسمان بنا، پھر پانی کا ایک حصہ منجمد ہو کر زمین ہو گیا اسے خالق عزوجل نے پھیلا کر سات پرت کر دیا پھر اسی طرح آسمان کے سات طبقے کئے، یونہی پانی سے آگ بنی، ممکن ہے کہ پانی کسی قسم کی حرارت پا کر ہَوا ہُوا ہو اور ہَوا گرم ہو کر آگ یا جس طرح مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ نے چاہا، غرض پانی مادہ تمام مخلوقات کا ہے ۔ امام احمد و ابن حبان و حاکم کی

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۵۴

Marfat.com

اوراد و وظائف و عملیات

مسئلہ ۳۱۶ از صاحب گنج گیا مسئولہ چراغ علی صاحب ۲۵ ربیع الاول شریف

سوال یہ ہے: "السلام علیکم یا خواجہ عبدالکریم جانبِ مشرق، السلام علیک یا خواجہ عبدالرحیم جانبِ شمال، السلام علیک یا خواجہ عبدالرشید جانبِ جنوب، السلام علیک یا خواجہ عبدالجلیل" جانبِ مغرب۔ بعدہٗ یہ پڑھنا:

اللّٰھم انت قدیم ازلی تنزیل العلل ولم تزل ولا تزال ارحمنی برحمتک یا ارحم الراحمین، اللّٰھم اغفر لامۃ سیدنا محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم، اللّٰھم ارحم امۃ سیدنا محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

بعدہٗ پڑھنا درود شریف کا بعدِ طاق جائز ہے یا نہیں؟ اس کو امام غزالی رحمۃ اللّٰہ علیہ نے احیاء العلوم میں بھی لکھا ہے اور نیز کیمیائے سعادت میں ہے۔

الجواب

دعائے مذکور جائز ہے اور اس میں بہت برکات ہیں۔ یہ چاروں حضرات جہاتِ اربعہ میں اوتادِ اربعہ ہیں۔ یہ اسمائے طیبہ ان کے اشخاص کے نہیں بلکہ عہدہ کے ہیں۔ جس طرح ہر غوث کا نام عبداللّٰہ اس کے دونوں وزیروں کے نام عبدالملک اور عبدالرب ہیں۔ جو اس عہدہ پر مقرر ہوگا ظاہر میں کچھ نام رکھتا ہو یا باطن میں اس کا یہ نام رکھا جائے گا۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم

Marfat.com

حدیث میں آیا ہے :

قال اللہ تعالیٰ عبدی المومن احب الیّ من بعض ملٰئکتی [۱]

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے میرا بندۂ مومن مجھے اپنے بعض ملائکہ سے زیادہ پیارا ہے ۔

اور کفّار کے حق میں فرمایا :

اولئك کالانعام بل ھم اضل [۲]

وہ چوپایوں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بہکے ہوئے ۔

اور اُس کا کمال انھیں دو صفت کے اجتماع سے کہ جب وہ باوجود موانع کہ صفت بہیمی اسے شہوات کی طرف بلاتی ہے اور صفت شیطانی خیرات سے روکتی ہے پھر ان کا کہنا نہ مانے اور اپنے رب کی عبادت وطاعت میں مصروف ہو تو اس کی بندگی نے وہ کمال پایا جو عبادتِ ملائکہ کو حاصل نہیں کہ ملائکہ بے مانع و بے مزاحم مصروفِ عبادت ہیں اور یہ ہزار جالوں میں پھنسا ہُوا ان سب سے بچ کر بندگی بجالاتا ہے ؎

فرشتہ گر بہ بیند جوھر تو
دگر رہ سجدہ آرد بر در تو

(فرشتہ اگر تیرے جوہر کو دیکھ لے تو پھر تیرے در پر سجدہ کرے ۔ ت)

شعر ششم : دِکھتا ہے جو کہ خاکی آنکھوں سے سب فنا ہے
دِکھتا ہے کِس نظر سے وہ جگ اُجال بولو

الجواب : ظاہر ہے یہ کہ آنکھیں فانی ہیں اور فانی باقی کو نہیں دیکھ سکتا۔ لہٰذا دنیا میں دیدارِ الٰہی سوا حضرت سیّد عالم صلّے اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم کے کسی نبی مقرب کو بھی نصیب نہ ہوا ہاں چشمِ روح باقی ہے ہم ابھی ذکر کر آئے کہ روح کے لئے تو اولیا نظرِ دل سے اُس جمال جہاں آرا کا مشاہدہ کرتے ہیں اور روزِ حشر وہ آنکھیں ملیں گی جنھیں پھر کبھی موت و فنا نہیں تو اس دن چشمِ جسم سے بھی مسلمان دیدارِ الٰہی تبارک وتعالےٰ سے مشرف ہوں گے۔ اللّٰھم ارزقنا اٰمین !

---

[۱] اتحاف السادۃ المتقین کتاب اسرار الصوم دار الفکر بیروت ۴/۱۹۳
[۲] القرآن الکریم ۷/۱۷۹

Marfat.com

مسئلہ ۳۱۹ (سوال مذکور نہیں)

اجازت نامہ اوراد و وظائف و اعمال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

فقیر غفرلہ المولی القدیر نے جملہ نقوش و تعویذات خاندانی جو فقیر کو اپنے مشائخ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم یا حضرت جناب سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قبلہ مارہری قدس سرہ العزیز یا ارشادات ائمہ کرام و اولیائے عظام و علمائے اعلام سابقین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے پہنچے یا فقیر نے بفضلہ تعالٰی مجاز و ماذون ہو کر خود ایجاد کئے یا آئندہ ایجاد کروں اُن سب کی اجازت عامہ تامہ صحیحہ نجیحہ اپنے خواہرزادہ برخوردار حکیم علی احمد خاں سلمہ کو دی، مولٰی تعالٰی اپنے کرم سے برکت فرمائے شرط یہ ہے کہ کسی کام خلافِ شرع کے لئے نہ خود استعمال کریں نہ کسی ایسے کو دیں یا بتائیں جو کوئی کام خلافِ شرع چاہتا ہو۔

جس[1] طرح عورتیں اکثر تسخیر شوہر چاہتی ہیں کہ شوہر ہمارے کہنے میں ہوجائے جو ہم کہیں وہی کرے، یہ حرام ہے۔ حدیث میں اسے شرک فرمایا اللہ عزوجل نے شوہر کو حاکم بنایا نہ کہ محکوم۔ یا[2] یہ چاہتی ہیں کہ اپنی ماں بہن سے جدا ہوجائے یا[3] اُن کو کچھ نہ دے ہمیں کو دے، یہ سب مردود خواہشیں ہیں۔ مقدمات[4] فوجداری میں مسلمانوں کو نقوش حفاظت دیئے جائیں۔ دیوانی[5] و مال کے مقدمات میں جب تک معلوم نہ ہو کہ یہ حق پر ہے نہ دیں کہ ظالم کی اعانت حرام ہے حُبّ[6] و تسخیر عورت کے لئے نقش و عمل کسی کو نہ دیا جائے اس میں اکثر مقاصد فاسد بھی ہوتے ہیں اگر فی الواقع نکاح ہی کا طالب ہو جب بھی صریح اندیشۂ معصیت ہے کہ اجنبی کی محبت دلِ عورت میں پیدا ہونا سم قاتل ہے ممکن کہ نکاح میں تعویق ہو یا اولیائے زن نہ مانیں اور محبت طرفین سے پیدا ہو چکی تو اس کا نتیجہ بُرا ہو۔ یُوںہی[7] اگر تسخیر زن نہ چاہے بلکہ اولیائے زن کی تسخیر کرے وہ اس سے نکاح کردیں اور یہ اُن کا کفو نہ ہو یعنی ایسا کم ہو کہ اس سے اس کا نکاح اولیائے زن کے لئے باعث مطعونی یا معصیت شرعی ہو جب بھی ہرگز نہ دیں کہ یہ مسلمانوں کو مضرت رسانی ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ اس مقصد کے لئے مطلقاً دیا ہی نہ جائے نکاح خصوصاً ہندوستان میں عمر بھر کا ساتھ ہوتا ہے اور انجام کا علم اللہ عزوجل کو۔ ممکن کہ یہ رشتہ طرفین میں کسی کے لئے شر ہو تو شر کا سبب بنانہ چاہئے یہاں ایسوں کو ہمیشہ یہی ہدایت کیجاتی ہے کہ استخارۂ شرعی کریں اور دُعا کہ

Marfat.com

موجود واحد باقی سب مظاہر ہیں کہ اپنی حد ذات میں اصلاً وجود و ہستی سے بہرہ نہیں رکھتے کل شیءٍ هالك الّا وجهه[1] (ہر چیز فانی ہے سوا اس کی ذات کے۔ ت) اور حاشا یہ معنی ہرگز نہیں کہ من و تو زید و عمرو ہر شے خدا ہے، یہ اہل اتحاد کا قول ہے جو ایک فرقہ کافروں کا ہے اور پہلی بات اہلِ توحید کا مذہب جو اہل اسلام و ایمان حقیقی ہیں۔ یہی کفر و اسلام کا پردہ سنبھالنا ہے۔

شعر نہم:

نکتہ نہیں علم کا قرآن میں سمایا
معنی علم کے نکتہ کے اب محال بولو

الجواب: علم کا نکتہ وہ باریک بات سمجھ میں نہ آئی یہاں اُس سے مراد ذات پاک باری عزوجل ہے کہ ہرگز اس کی کُنہ نہ فہم تصور میں آسکے نہ بیان و کلام میں سما سکے ادراک اس کا محال اور خوض اس میں ضلال، والعیاذ باللہ ذی الجلال، قرآن اللہ عزوجل کا کلام اور اُس کی صفت ہے۔ صفت ذات میں ہوتی ہے ذات صفت میں نہیں آسکتی ؎

کس نہ دانست کہ منزل گہ آں یار کجاست
ایں قدر ہست کہ بانگِ جرسے می آید

(کسی کو معلوم نہیں کہ اس دوست کی منزل گاہ کہاں ہے، بس اتنا جانتا ہے کہ کسی گھنٹی کی آواز آتی ہے۔ ت)

ھذا واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیّدنا ومولانا محمد واٰلہ وصحبہ وسلم۔ اٰمین!

رسالہ
کشف حقائق و اسرار ودقائق
ختم ہُوا

---

[1] القرآن الکریم ۲۸/۲۸

Marfat.com

سوتے وقت ۷ بار سورۃ الم نشرح شریف پڑھ کر سینے پر دم کر لیا کرے اور کلنگ ذبح کرکے ذبح کی گرمی میں اس کا مغز نکال کر ۴۰ بار اس پر یا حفیظ دم کر کے کھالے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نوٹ

۲۶ ویں جلد کتاب الفرائض سے شروع ہو کر کتاب الشتیٰ کے حصہ اول پر اختتام پذیر ہوئی ، ان شاء اللہ العزیز ۲۷ ویں جلد کتاب الشتیٰ حصہ دوم سے شروع ہو گی۔

Marfat.com

مسئلہ ۳۱۷ ازسہسوان محلہ مستولی ٹولہ مرسلہ پرورش علی صاحب
نسیان کا مجرب علاج کیا ہے؟

الجواب

دفعِ نسیان کو، ۱ بار سورۃ الم نشرح ہر شب سوتے وقت پڑھ کر سینہ پر دم کرنا، اور صبح، ۱ بار پانی پر دم کرکے قدرے پینا، اور چینی کی رکابی پر یہ حروف اھ ظ م ف ش ذ لکھ کر پلانا نافع ہے۔ اور چالیس روز سفید چینی پر مشک و زعفران و گلاب سے لکھ کر آبِ تازہ سے محو کرکے پئیں۔ تسمیہ اس کے بعد فسھّل یا الٰھی کل صعب ٭ بحرمۃ سید الابرار سھّل۔ یا محی الدین اجب، یاجبرائیل بحق یا بدوح۔ والسلام۔

مسئلہ ۳۱۸ ازمقام سوروں ضلع ایٹہ۔ اللہ دیا وچندو منہار روز دوشنبہ ۱۳ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ
رہنمائے دینِ متین، مرشدِ راہِ یقین بندہ دام فیضہ۔ بعد اظہار لوازم کے یہ عاصی پر معاصی بندہ خاکسار حضور کی خدمت میں عرض کرتا ہے، آج کل مجھ کو اتنی فرصت نہیں ملتی کہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوں۔ اور حضور مجھ کو ذکرِ قلبی بتلا دیجئے، آپ حضور لکھ دیں فوراً خدمت میں حاضر ہوں۔ اور حضرت موسٰی علیہ السلام کی والدہ کا اسم شریف کیا ہے، وہ مجھ کو تحریر کریئے گا۔ اور ایک حافظ آئے تھے "سرائے ترین" سوداگر کنگھی والے، وہ مجھ کو ایک حاضرات بتلا گئے ہیں، حضور اجازت دیں تو عمل میں لاؤں۔ سورۃ رحمٰن کے دوسرے رکوع میں ہے: یا معشر الجن، حضور اس کا جواب بہت جلد دیجئے گا۔ اور خان حمید الدین شاہ صاحب مجھ کو ایک عمل ہمزاد تجربہ کار دے گئے ہیں وہ اب تک بغیر اجازت حضور کے نہیں کیا۔

الجواب

حاضراتِ جن سے جنوں کو بلانا اور ان سے صحبت وملاقات مقصود ہو محمود نہیں۔ حضرت شیخ اکبر قدس سرہٗ فرماتے ہیں: "کم سے کم وہ ضرر کہ جن کی ملاقات سے ہوتا ہے یہ کہ آدمی متکبر ہو جاتا ہے۔" یہ کتنا بڑا ضرر ہے جسے قرآن عظیم میں فرمایا: "کیا متکبروں کا ٹھکانہ جہنم نہیں۔"[1]
ذکر کے طریقے کثیر ہیں، تلاوتِ قرآنِ عظیم وکلمۂ طیبہ اور درود شریف کی کثرت رکھے۔ اور جو اذکار بطریقۂ اشغال ہیں وہ بالمشافہ سیکھنے سے خوب آتے ہیں۔ سیدنا موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ ماجدہ کا اسم شریف یُوحَانِذ ہے۔ وھو تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۶۰

Marfat.com

اللہ عزوجل وہ کرے جو بہتر ہو۔ نہ خود[9] کسی مسلمان کی ضرر رسانی کا کوئی عمل کیا جائے نہ کسی کو بتایا جائے اگرچہ وہ اپنی کتنی ہی مظلومی اور اس کا ظالم و موذی ہونا ظاہر کرے، ہاں اگر ثبوت شرعی سے ثابت ہو جائے کہ وہ عام طور پر موذی و ظالم ہے تو اس کے لئے اُسی قدر ضرر کی خواہش روا ہے جس قدر کا شرعًا وہ مستحق ہے اس سے زیادہ حرام ہے اور اس کا صحیح معیار پر اندازہ خصوصًا اپنے معاملہ میں بہت دشوار ہوتا ہے لہذا ہمیشہ یہاں سپر ہی ہاتھ میں رکھی تلوار کام میں نہ لائی گئی اسی پر عمل رہے۔ مسلمانوں[11] کو لوجہ اللہ تعویذات و اعمال دیئے جائیں دُنیوی نفع کی طمع نہ ہو جیسا آج تک بحمد اللہ تعالٰی یہاں کا دستور ہے۔ کفار[11] کو اگر نقوش دیئے جائیں تو مضر، انھیں مظہر کی اجازت نہیں اور وہ بھی اُس امر میں ہو جس سے کسی مسلمان کا نقصان نہ ہو اور اُن سے معاوضہ لینے میں مضائقہ نہیں بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ثابت ہے۔ جو کافر[12] خصوصًا مرتد جیسے قادیانی، نیچری، وہابی، رافضی، چکڑالوی، غیر مقلد مسلمان کو ایذا دیا کرتا ہو اگرچہ رسائل کی تحریر یا مذہبی تقریر سے اس پر سے دفع بلا خواہ رفع مرض کا بھی نقش نہ دیا جائے، اور ایسا نہ ہو اور اُس کام میں کسی مسلمان کا ذاتی نقصان بھی نہ ہو جب بھی مرتدوں کا مبتلائے بلا ہی رہنا بھلا۔ اور اگر دیں تو ضرور بمعاوضہ کہ اُس میں دینی نفع تو تھا ہی نہیں دنیوی بھی نہ ہو تو آخر کس لئے۔ یہ بارہ[12] باتیں بطور نمونہ ہیں، غرض ہر طرح مصلحت شرعیہ ملحوظ رہے اللہ عزوجل توفیق دے۔ آمین!

مسئلہ ۳۲۰ از کیلاسپور ضلع سہارنپور مرسلہ عبداللہ صاحب امام مسجد منہاران ۸ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

میں سورۂ واقعہ کی زکوٰۃ ادا کرنا چاہتا ہوں جس کا طریقہ یوں لکھا ہے کہ شروع چاند میں جو پہلی جمعرات کے دن بعد نماز مغرب، اول آخر درود شریف کے بعد چھ مرتبہ سورہ مذکورہ کی تلاوت کرے اور پھر دوسرے روز پانچ بار پڑھے اسی طرح دوسری جمعرات آنے تک پانچ بار پڑھتا رہے دوسری جمعرات کو سورہ شریف پانچ بار پڑھ کر مع درود شریف کے اس ہفتہ کی تلاوت خدا کی نذر کر۔ اس کے بعد فورًا پھر مع درود شریف چھ بار سورہ شریف کی تلاوت کرے اور بعد روزمرہ بدستور تیسری جمعرات آنے تک پانچ بار پڑھے اُس ہفتہ کا ثواب حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بخشے۔ اور پھر فورًا از سرِ نو شروع کرے اور ترکیب بالا جمعرات تک کرے اُس ہفتہ کا ثواب جمیع ارواح مومنین کو ہدیہ، عمل تمام ہو۔ لہذا حضور اجازت اس عمل کی مجھے دیں اس میں جو کچھ غلطی ہو تو اصلاح فرما دیں، اور ایک شخص نے مجھ سے سوال کیا ہے کہ سورہ یٰسین میں اللہ تعالٰی

Marfat.com

سند و حوالہ کتاب کہ در ذکر تولد آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم چنداں ثواب ست تحریر فرمایند بلا حیثیت۔

ایسا ہی ہے جیسا کہ لکھا ہوا ہے تو براہ مہربانی سند اور حوالہ کتاب کے ساتھ تحریر فرمائیں کہ میلاد مصطفیٰ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرنے پر اس قدر ثواب ہے؟ (ت)

الجواب

رسالہ منظومہ ہندیہ کہ بنام نورنامہ مشہور ست روایتش بے اصل است خواندنش روا نیست چہ جائے ثواب و برادعیہ در مطابع انچہ روایتہائے اسنادی نویسند اکثر بے اصل است و ثواب بدست رب الارباب یکبار سبحان اللہ میزان را پُر میکند و لا الٰہ الا اللہ پستر از عرش نمی ایستد یک کلمہ ازینہا اگر مقبول شود جزائے او جز جنت نیست و ثواب اللہ اطیب واکثر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہندی زبان میں لکھا ہوا رسالہ جو نورنامہ کے نام سے مشہور ہے، اس کی روایت بے اصل ہے اس کو پڑھنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں ثواب کی جگہ پر اور دعاؤں پر مطبعوں میں جو اسنادی روایتیں لکھتے ہیں وہ اکثر بے اصل ہیں۔ اور ثواب تو اللہ تعالےٰ کے دست قدرت میں ہے، ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنا نیکیوں کے ترازو کو بھر دیتا ہے اور لا الٰہ الا اللہ کہنا عرش سے نیچے نہیں رُکتا، ان میں سے اگر ایک کلمہ بھی قبول ہوجائے تو اس کا ثواب جنت کے ماسوا نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ثواب بہت پاکیزہ اور بہت زیادہ ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۳۲۲ از بریلی مدرسہ منظر الاسلام اہلسنت وجماعت مسئولہ مولوی حشمت علی صاحب لکھنوی رضوی متعلم مدرسہ ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ما قولکم یاحماۃ السنۃ السنیۃ البیضاء و یا محاۃ البدعۃ القبیحۃ الظلماء نصرکم اللہ تعالیٰ بالتائیدات الرحمانیۃ وایدکم بالنصر السبحانیۃ فی ھذہ المسئلۃ ان اشرفعلی التھانوی الذی تفوہ بالکفر الجلی فی کتابہ حفظ الایمان

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا ہے، آپ کا کیا ارشاد ہے اے روشن چمکدار سنتوں کے حامیو، اور اے تاریک قبیح بدعت کو مٹانے والو! اس مسئلہ میں کہ اشرفعلی تھانوی جس نے اپنی کتاب حفظ الایمان میں کفر صریح کا قول کیا ہے۔ اور اللہ کی قسم وہ کتاب (دراصل) خبط الایمان (ایمان کی بربادی) ہے۔ اس میں تھانوی نے

Marfat.com

اللعین ع
ماعلی مثلہ یُعدّ الخطاء[1] — "اس جیسے کی خطائیں شمار نہیں کی جاسکتیں"۔

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔ — اور اللہ سبحٰنہ وتعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۳۲۳ و ۳۲۴ از شہر کہنہ ۱۶ رجب ۱۳۳۵ھ بارہ دری مسئولہ مصطفٰی علی خاں

(۱) کسی شخص کا غصہ بڑھ جائے تو اس کے لئے آپ کوئی تعویذ دیں اور کچھ پڑھنے کو بتائیں۔

(۲) ماں باپ میں یا بہن بھائی ہو یا میاں بیوی ہو محبت اور اتفاق پیدا ہو پڑھنے کو بتائیں یا کوئی تعویذ دیجئے۔

الجواب

(۱) دفعِ غضب کے لئے لاحول شریف کی کثرت کرے اور جس وقت غصہ آئے دل کی طرف متوجہ ہو کر تین بار لاحول پڑھے تین گھونٹ ٹھنڈا پانی پی لے، کھڑا ہے تو بیٹھ جائے، بیٹھا ہے تو لیٹ جائے، لیٹا ہے تو اُٹھے نہیں۔

(۲) سب گھر والوں میں اتفاق کے لئے بعد نمازِ جمعہ لاہوری نمک پر ایک ہزار ایک (۱۰۰۱) بار یا ودود پڑھیں، اول آخر دس دس بار درود شریف، اور اس وقت سے اس نمک کا برتن زمین پر نہ رکھیں، وہ نمک سات دن گھر کی ہانڈی میں ڈالیں سب کھائیں، مولٰی تعالٰی سب میں اتفاق پیدا کرے گا۔ ہر جمعہ کو سات دن کے لئے پڑھ لیا کریں۔

مسئلہ ۳۲۵ از مدرسہ منظر اسلام بریلی مسئولہ مولوی عبداللہ بہاری ۳ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شخص کو دینی یا دنیوی بات یاد نہ رہتی ہو وہ کیا پڑھے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

سپید چینی کی تشتری پر لکھے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ا ھ ط م ف ش ذ اور ذرا سے پانی سے دھو کر اس پر ۹۹۸ بار، اور نہ ہو سکے تو ۴۰۰ یا ۱۰۰ ہی بار یاحفیظ پڑھ کر دم کرے اور وہ پانی پی لے۔ روز ایسا ہی کرے، اور

---

[1] حزب القادریۃ لاہور ص ۱۶ ... الفصل السادس ... احسن الوعاء فی ... (partially cut off)

Marfat.com

اللعین ؏ | "اس جیسے کی خطائیں شمار نہیں
ما علی مثلہ یُعدّ الخطاء[1] | کی جا سکتیں"۔
واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔ | اور اللہ سبحٰنہ وتعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۳۲۳ ، ۳۲۴ از شہر کہنہ ۱۶ رجب ۱۳۳۵ھ بارہ دری مسئولہ مصطفیٰ علی خاں

(۱) کسی شخص کا غصہ بڑھ جائے تو اس کے لئے آپ کوئی تعویذ دیں اور کچھ پڑھنے کو بتائیں۔

(۲) ماں باپ میں یا بہن بھائی ہو یا میاں بیوی ہو محبت اور اتفاق پیدا ہو پڑھنے کو بتائیں یا کوئی تعویذ دیجئے۔

الجواب

(۱) دفع غضب کے لئے لاحول شریف کی کثرت کرے اور جس وقت غصہ آئے دل کی طرف متوجہ ہو کر تین بار لاحول پڑھے تین گھونٹ ٹھنڈا پانی پی لے، کھڑا ہے تو بیٹھ جائے، بیٹھا ہے تو لیٹ جائے۔ لیٹا ہے تو اُٹھے نہیں۔

(۲) سب گھر والوں میں اتفاق کے لئے بعد نماز جمعہ لاہوری نمک پر ایک ہزار ایک بار (۱۰۰۱) یا ودود پڑھیں، اول آخر دس دس بار درود شریف، اور اس وقت سے اس نمک کا برتن زمین پر نہ رکھیں، وہ نمک سات دن گھر کی ہانڈی میں ڈالیں سب کھائیں، مولیٰ تعالیٰ سب میں اتفاق پیدا کرے گا۔ ہر جمعہ کو سات دن کے لئے پڑھ لیا کریں۔

مسئلہ ۳۲۵ از مدرسہ منظر اسلام بریلی مسئولہ مولوی عبداللہ بہاری ۳ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شخص کو دینی یا دنیوی بات یاد نہ رہتی ہو وہ کیا پڑھے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

سپید چینی کی تشتری پر لکھے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ا ھ ط م ف ش ذ اور اسے ذرا سے پانی سے دھو کر اس پر ۹۹۸ بار، اور نہ ہو سکے تو ۴۰۰ یا ۱۰۰ اہی بار یا حفیظ پڑھ کر دم کرے اور وہ پانی پی لے۔ روز ایسا ہی کرے، اور

---

[1] ... الفصل السادس حزب القادریہ لاہور ص ۱۹

Marfat.com

العین ع "اس جیسے کی خطائیں شمار نہیں
ما علیٰ مثلہ یُعدّ الخطاء کی جاسکتیں"۔

واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔ اور اللہ سبحٰنہ وتعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۳۲۳ تا ۳۲۴ ازشہر کہنہ ۱۶ رجب ۱۳۳۵ھ بارہ دری مسئولہ مصطفیٰ علی خاں

(۱) کسی شخص کا غصہ بڑھ جائے تو اس کے لئے آپ کوئی تعویذ دیں اور کچھ پڑھنے کو بتائیں۔

(۲) ماں باپ میں یا بہن بھائی ہو یا میاں بیوی ہو محبت اور اتفاق پیدا ہو پڑھنے کو بتائیں یا کوئی تعویذ دیجئے۔

الجواب

(۱) دفعِ غضب کے لئے لاحول شریف کی کثرت کرے اور جس وقت غصہ آئے دل کی طرف متوجہ ہو کر تین بار لاحول پڑھے تین گھونٹ ٹھنڈا پانی پی لے، کھڑا ہے تو بیٹھ جائے، بیٹھا ہے تو لیٹ جائے۔ لیٹا ہے تو اٹھے نہیں۔

(۲) سب گھر والوں میں اتفاق کے لئے بعد نمازِ جمعہ لاہوری نمک پر ایک ہزار ایک بار یا ودود پڑھیں، اول آخر دس دس بار درود شریف، اور اس وقت سے اس نمک کا برتن زمین پر نہ رکھیں، وہ نمک سات دن گھر کی ہانڈی میں ڈالیں سب کھائیں، مولیٰ تعالیٰ سب میں اتفاق پیدا کرے گا۔ ہر جمعہ کو سات دن کے لئے پڑھ لیا کریں۔

مسئلہ ۳۲۵ از مدرسہ منظر اسلام بریلی مسئولہ مولوی عبداللہ بہاری ۳ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شخص کو دینی یا دنیوی بات یاد نہ رہتی ہو وہ کیا پڑھے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

سپید چینی کی تشتری پر لکھے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ا ھ ط م ف ش ذ اور ذرا سے پانی سے دھو کر اس پر ۹۹۸ بار، اور نہ ہو سکے تو ۴۰۰ یا ۱۰۰ ہی بار یا حفیظ پڑھ کر دم کرے اور وہ پانی پی لے۔ روز ایسا ہی کرے، اور

[illegible] الفصل السادس حزب القادریۃ لاہور ص ۱۹

Marfat.com

اللعین ع
ما علی مثلہ یُعَدّ الخطاء۱
"اس جیسے کی خطائیں شمار نہیں کی جاسکتیں"۔

واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔ اور اللہ سبحٰنہ وتعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۳۲۳ و ۳۲۴ از شہر کہنہ ۱۶ رجب ۱۳۳۵ھ بارہ دری مسئولہ مصطفٰی علی خاں

(۱) کسی شخص کا غصہ بڑھ جائے تو اس کے لئے آپ کوئی تعویذ دیں اور کچھ پڑھنے کو بتائیں۔

(۲) ماں باپ میں یا بہن بھائی ہو یا میاں بیوی ہو محبت اور اتفاق پیدا ہو پڑھنے کو بتائیں یا کوئی تعویذ دیجئے۔

الجواب

(۱) دفع غضب کے لئے لاحول شریف کی کثرت کرے اور جس وقت غصہ آئے دل کی طرف متوجہ ہو کر تین بار لاحول پڑھے تین گھونٹ ٹھنڈا پانی پی لے، کھڑا ہے تو بیٹھ جائے، بیٹھا ہے تو لیٹ جائے۔ لیٹا ہے تو اُٹھے نہیں۔

(۲) سب گھر والوں میں اتفاق کے لئے بعد نمازِ جمعہ لاہوری نمک پر ایک ہزار ایک بار (۱۰۰۱) یا ودود پڑھیں، اول آخر دس دس بار درود شریف، اور اس وقت سے اس نمک کا برتن زمین پر نہ رکھیں، وہ نمک سات دن گھر کی ہانڈی میں ڈالیں سب کھائیں، مولیٰ تعالیٰ سب میں اتفاق پیدا کرے گا۔ ہر جمعہ کو سات دن کے لئے پڑھ لیا کریں۔

مسئلہ ۳۲۵ از مدرسہ منظر اسلام بریلی مسئولہ مولوی عبداللہ بہاری ۳ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شخص کو دینی یا دنیوی بات یاد نہ رہتی ہو وہ کیا پڑھے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

سپید چینی کی تشتری پر لکھے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اھ ط م ف ش ذ اور اسے ذرا سے پانی سے دھو کر اس پر ۹۹۸ بار، اور نہ ہوسکے تو ۴۰۰ یا ۱۰۰ اہی بار یا حفیظ پڑھ کر دم کرے اور وہ پانی پی لے۔ روز ایسا ہی کرے، اور

---

۱ [illegible] الفصل السادس حزب القادریہ لاہور ص ۱۶

Marfat.com

الرسائل

لإمام أهل السُّنة الشيخ
أحمد رضا خان
القادري الحنفي البريلوي قدس سره

صيقل الرين

عن أحكام مجاورة الحرمين

١٣٠٥ هـ

هادي الأضحية

بالشاة الهندية

١٣١٤ هـ

الصافية الموحية

لحكم جلود الأضحية

١٣٠٧ هـ

مؤسسة رضا

الجامعة النظامية الرضوية - لاهور - باكستان

Marfat.com

كفل الفقيه الفاهم

فی احکام قرطاس الدراهم

١٣٢٤ھ

لامام اهل السنة الشیخ احمد رضا خان القادری الحنفی البریلوی قدس سره

١٢٧٢ھ ـــــــ ١٣٤٠ھ

مؤسسة رضا

الجامعة النظامية الرضوية ـ لاهور پاکستان

Marfat.com

كفل الفقيه الفاهم

في احكام قرطاس الدراهم

١٣٢٤ھ

لامام اهل السنة الشيخ احمد رضا خان القادري الحنفي البريلوي قدس سره

١٢٧٢ھ ـــــ ١٣٤٠ھ

مؤسسة رضا

الجامعة النظامية الرضوية. لاهور. باكستان

Marfat.com

Marfat.com

فتاویٰ رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

۲۷

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۸

پاکستان (۵۴۰۰۰)

فتاوٰی رضویّہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۸
پاکستان (۵۴۰۰۰)

Marfat.com

(جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں)

نام کتاب ـــــــ فتاوٰی رضویہ جلد ۲۷

تصنیف ـــــــ اعلٰیحضرت شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

فیضانِ کرامت ـــــــ مفتیِ اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

سرپرستی ـــــــ مولانا صاحبزادہ محمد عبدالمصطفٰی ہزاروی ناظم اعلٰی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور و شیخوپورہ

اہتمام ـــــــ مولانا صاحبزادہ قاری نصیر احمد ہزاروی ناظم شعبہ نشر و اشاعت " " "

ترجمہ عربی فارسی عبارات ـــــــ حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور و شیخوپورہ

پیش لفظ ـــــــ " " " " " " " " " " " " " " "

ترتیب فہرست ـــــــ " " " " " " " " " " " " " " "

تخریج و تصحیح ـــــــ مولانا نذیر احمد سعیدی ، مولانا غلام حسن ، مولانا حافظ محمد شہزاد ہاشمی

کتابت ـــــــ محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)

پیسٹنگ ـــــــ مولانا محمد منشا تابش قصوری صدر مدرس و انچارج شعبہ فارسی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

صفحات ـــــــ ۶۸۴

اشاعت ـــــــ جمادی الاخرٰی ۱۴۲۵ھ / اگست ۲۰۰۴ء

ناشر ـــــــ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور

مطبع ـــــــ

قیمت ـــــــ

ملنے کے پتے

○ رضا فاؤنڈیشن ، جامعہ نظامیہ رضویہ ، اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور

۰۳۰۰/۹۴۱۵۳۰۰ ۷۶۶۵۷۷۲

○ مکتبہ اہلسنّت ، جامعہ نظامیہ رضویہ ، اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور

○ ضیاء القرآن پبلیکیشنز ، گنج بخش روڈ ، لاہور

○ شبیر برادرز ، ۴۰ بی ، اردو بازار ، لاہور

Marfat.com

اجمالی فہرست

پیش لفظ ـــــــــــ ۵
فہرست مضامین مفصّل ـــــــــــ ۱۳
فہرست ضمنی مسائل ـــــــــــ ۳۵
فوائد حدیثیہ ـــــــــــ ۴۱
فوائد فقہیہ ـــــــــــ ۸۹
فلسفہ وطبعیات وسائنس ونجوم ـــــــــــ ۹۳
مناظرہ و رَدِّ بد مذہباں ـــــــــــ ۵۷۷

فہرست رسائل

○ الفضل الموھبی ـــــــــــ ۶۱
○ مقامع الحدید ـــــــــــ ۱۰۵
○ نزول آیات فرقان ـــــــــــ ۱۹۵
○ معین مبین ـــــــــــ ۲۲۹
○ فوز مبین ـــــــــــ ۲۴۳
○ الکلمۃ الملھمۃ ـــــــــــ ۳۸۳
○ النیر الشھابی ـــــــــــ ۵۸۱
○ السھم الشھابی ـــــــــــ ۵۹۷
○ دفع زیغ زاغ ـــــــــــ ۶۲۱
○ اطائب الصیب ـــــــــــ ۶۴۳

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمدُ للہ! اعلحضرت امام المسلمین مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خزائنِ علمیہ اور ذخائرِ فقہیہ کو جدید انداز میں عصرِ حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظرِ عام پر لانے کے لئے دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری کے ساتھ مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے، اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا کی متعدد تصانیف شائع کر چکا ہے جن میں بین الاقوامی معیار کے مطابق شائع ہونے والی مندرجہ ذیل عربی تصانیف خاص اہمیت کی حامل ہیں،

(۱) الدولة المكية بالمادة الغيبية (۱۳۲۳ھ)
مع الفيوضات الملكية لمحب الدولة المكية (۱۳۲۶ھ)
(۲) انباء الحی ان کلامه المصون تبیانًا لکل شیئ (۱۳۲۶ھ)
مع التعليقات حاسم المفترى على السيد البرى (۱۳۲۸ھ)
(۳) كفل الفقيه الفاهم فی احكام قرطاس الدراهم (۱۳۲۴ھ)
(۴) صيقل الرين عن احكام مجاورة الحرمين (۱۳۰۵ھ)
(۵) هادی الاضحية بالشاة الهندية (۱۳۱۴ھ)
(۶) الصافية الموحية لحكم جلود الاضحية (۱۳۰۷ھ)

Marfat.com

(۷) الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ (۱۳۲۴ھ)

مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المعروف بہ فتاوٰی رضویہ کی تخریج و ترجمہ کے ساتھ عمدہ وخوبصورت انداز میں اشاعت ہے۔ فتاوٰی مذکورہ کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ / مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا اور بفضلہ تعالٰی جل مجدہٗ و بعنایت رسولہ الکریم تقریباً چودہؔ سال کے مختصر عرصہ میں ستائیسویںؔ جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس سے قبل شائع ہونیوالی چھبیسؔ جلدوں کے مشمولات کی تفصیل سنینِ اشاعت، کتب وابواب، مجموعی صفحات، تعدادِ سوالات وجوابات اور ان میں شامل رسائل کی تعداد کے اعتبار سے حسب ذیل ہے:

نمبر جلد	عنوانات	اسئلہ جواباتِ	تعداد رسائل	سنینِ اشاعت	صفحات
۱	کتاب الطہارۃ	۲۲	۱۱	شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ — مارچ ۱۹۹۰ء	۸۳۸
۲	〃	۳۳	۷	ربیع الثانی ۱۴۱۲ — نومبر ۱۹۹۱	۷۱۰
۳	〃	۵۹	۶	شعبان المعظم ۱۴۱۲ — فروری ۱۹۹۲	۷۵۶
۴	〃	۱۲۵	۵	رجب المرجب ۱۴۱۳ — جنوری ۱۹۹۳	۷۶۰
۵	کتاب الصلوٰۃ	۱۴۰	۶	ربیع الاوّل ۱۴۱۴ — ستمبر ۱۹۹۳	۶۹۲
۶	〃	۴۵۷	۴	ربیع الاول ۱۴۱۵ — اگست ۱۹۹۴	۷۳۶
۷	〃	۲۶۹	۷	رجب المرجب ۱۴۱۵ — دسمبر ۱۹۹۴	۷۲۰
۸	〃	۳۳۷	۶	محرم الحرام ۱۴۱۶ — جون ۱۹۹۵	۶۶۴
۹	کتاب الجنائز	۲۷۳	۱۳	ذیقعدہ ۱۴۱۶ — اپریل ۱۹۹۶	۹۴۶
۱۰	کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج	۳۶۲	۱۶	ربیع الاول ۱۴۱۷ — اگست ۱۹۹۶	۸۳۲
۱۱	کتاب النکاح	۴۵۹	۶	محرم الحرام ۱۴۱۸ — مئی ۱۹۹۷	۷۳۶
۱۲	کتاب النکاح، کتاب الطلاق	۳۲۸	۳	رجب المرجب ۱۴۱۸ — نومبر ۱۹۹۷	۶۸۸
۱۳	کتاب الطلاق، کتاب الایمان، کتاب الحدود والتعزیر	۲۹۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۱۸ — مارچ ۱۹۹۸	۶۸۸
۱۴	کتاب السیر	۳۳۹	۷	جمادی الاخرٰی ۱۴۱۹ — ستمبر ۱۹۹۸	۷۱۲
۱۵	〃	۸۱	۱۵	محرم الحرام ۱۴۲۰ — اپریل ۱۹۹۹	۷۴۴

Marfat.com

۱۶	کتاب الشرکۃ، کتاب الوقف	۴۳۲	۳	جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰	ستمبر ۱۹۹۹	۶۳۲
۱۷	کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الکفالہ	۱۵۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۲۰	فروری ۲۰۰۰	۷۱۶
۱۸	کتاب الشہادۃ، کتاب القضاء والدعاوی	۱۵۲	۲	ربیع الثانی ۱۴۲۱	جولائی ۲۰۰۰	۷۴۰
۱۹	کتاب الوکالہ، کتاب الاقرار، کتاب الصلح، کتاب المضاربہ، کتاب الامانات، کتاب العاریہ، کتاب الھبہ، کتاب الاجارہ، کتاب الاکراہ، کتاب الحجر	۲۹۶	۳	ذیقعدہ ۱۴۲۱	فروری ۲۰۰۱	۶۹۲
۲۰	کتاب الغصب، کتاب الشفعہ، کتاب القسمہ، کتاب المزارعہ، کتاب الصید والذبائح، کتاب الاضحیہ	۲۳۴	۳	صفر المظفر ۱۴۲۲	مئی ۲۰۰۱	۶۳۲
۲۱	کتاب الحظر و الاباحۃ	۲۹۱	۹	ربیع الاول ۱۴۲۳	مئی ۲۰۰۲	۶۷۶
۲۲	〃 〃 〃	۲۴۱	۶	جمادی الاخریٰ ۱۴۲۳	اگست ۲۰۰۲	۶۹۲
۲۳	〃 〃 〃	۴۰۹	۷	ذوالحجہ ۱۴۲۳	فروری ۲۰۰۳	۷۶۸
۲۴	〃 〃 〃	۲۸۴	۹	ذوالحجہ ۱۴۲۳	فروری ۲۰۰۳	۷۲۰
۲۵	کتاب المداینات، کتاب الاشربہ، کتاب الرہن، باب القسم، کتاب الوصایا۔	۱۸۳	۳	رجب المرجب ۱۴۲۴	ستمبر ۲۰۰۳	۶۵۸
۲۶	کتاب الفرائض، کتاب الشتی حصہ اول	۳۲۵	۸	محرم الحرام ۱۴۲۵	مارچ ۲۰۰۴	۶۱۶

فتاویٰ رضویہ قدیم کی پہلی آٹھ جلدوں کے ابواب کی ترتیب وہی تھی جو معروف ومتداول کتب فقہ و فتاویٰ میں مذکور ہے۔ رضا فاؤنڈیشن کی طرف سے شائع ہونے والی بیس جلدوں میں اسی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے مگر فتاویٰ رضویہ قدیم کی بقیہ چار مطبوعہ جلدوں (جلد نہم، دہم، یازدہم، دوازدہم) کی ترتیب ابواب فقہ سے عدم مطابقت کی وجہ سے محل نظر تھی۔ چنانچہ ادارہ ہذا کے سرپرست اعلیٰ محسن اہل سنت مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و دیگر اکابر علماء ومشائخ

Marfat.com

سے استشارہ واستفسار کے بعد اراکینِ ادارہ نے فیصلہ کیا تھا کہ بیسویں جلد کے بعد والی جلدوں میں فتاوٰی رضویہ قدیم کی ترتیب کے بجائے ابوابِ فقہ کی معروف ترتیب کو بنیاد بنایا جائے نیز اس سلسلہ میں بحرالعلوم حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمنان صاحب اعظمی دامت برکاتہم العالیہ کی گرانقدر تحقیقِ انیق کو بھی ہم نے پیشِ نظر رکھا اور اس سے بھرپور راہنمائی حاصل کی۔ عام طور پر فقہ و فتاوٰی کی کتب میں کتاب الاضحیہ کے بعد کتاب الحظروالاباحۃ کا عنوان ذکر کیا جاتا ہے اور ہمارے ادارے سے شائع شدہ بیسویں جلد کا اختتام چونکہ کتاب الاضحیہ پر ہوا تھا لہذا اکیسویں جلد سے مسائلِ حظر واباحت کی اشاعت کا آغاز کیا گیا۔

کتاب الحظروالاباحۃ (جو چار جلدوں ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴ پر مشتمل ہے) کی تکمیل کے بعد ابواب بدایناتِ اشربہ، رہن، قسم، وصایا اور فرائض پر مشتمل چھبیسویں جلد بھی منصۂ شہود پر آچکی ہے۔ باقی رہے مسائلِ کلامیہ ودیگر متفرق عنوانات پر مشتمل مباحث وفتاوائے اعلحضرت جو فتاوٰی رضویہ قدیم کی جلد نہم و دوازدہم میں غیر مبوّب وغیر مرتّب طور پر مندرج ہیں ان کی ترتیب وتبویب اگرچہ آسان کام نہ تھا مگر رب العالمین عزّوجلّ کی توفیق، رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین کی نظرِ عنایت، اعلحضرت اور مفتیِ اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما کے روحانی تصرف وکرامت سے راقم حقیر نے یہ گھاٹی بھی عبور کرلی اور کتاب الحظر والاباحۃ کی طرح ان بکھرے ہوئے موتیوں کو ابواب کی لڑی میں پروکر مرتبط ومنضبط کردیا ہے وللہ الحمد۔

اس سلسلہ میں ہم نے مندرجہ ذیل امور کو بطورِ خاص ملحوظ رکھا:

(ا) ان تمام مسائلِ کلامیہ ومتفرقہ کو کتاب الشتّٰی کا مرکزی عنوان دے کر مختلف ابواب پر تقسیم کردیا ہے۔

(ب) تبویب میں سوال واستفتاء کا اعتبار کیا گیا ہے۔

(ج) ایک ہی استفتاء میں مختلف ابواب سے متعلق سوالات مذکور ہونے کی صورت میں ہر سوال کو مستفتی کے نام سمیت متعلقہ ابواب کے تحت داخل کردیا ہے۔

(د) مذکورہ بالا دونوں جلدوں (نہم و دوازدہم قدیم) میں شامل رسائل کو اُن کے عنوانات کے مطابق متعلقہ ابواب کے تحت داخل کردیا ہے۔

(ھ) رسائل کی ابتداء وانتہاء کو ممتاز کیا ہے

(و) کتاب الشتّٰی کے ابواب سے متعلق اعلحضرت کے بعض رسائل جو فتاوٰی رضویہ قدیم میں شامل نہ ہوسکے تھے اُن کو بھی موزوں ومناسب جگہ پر شامل کردیا ہے۔

(ز) تبویبِ جدید کے بعد موجودہ ترتیب چونکہ سابق ترتیب سے بالکل مختلف ہوگئی ہے لہذا مسائل کی مکمل فہرست موجودہ ابواب کے مطابق نئے سرے سے مرتب کرنا پڑی۔

Marfat.com

(ح) کتاب الشتی میں داخل تمام رسائل کے مندرجات کی مکمل و مفصل فہرستیں مرتب کی گئی ہیں۔

ستائیسویں ۲۷ جلد

یہ جلد ۳۵ سوالوں کے جوابات اور مجموعی طور پر ۶۸۴ صفحات پر مشتمل ہے، اس جلد کی عربی و فارسی عبارات کا ترجمہ راقم الحروف نے کیا ہے سوائے رسالہ "اطائب الصیب" کے کہ اس کے مترجم حضرت مولانا مولوی سید محمد عبدالحکیم قادری مجیدی علیہ الرحمہ ہیں۔ رسالہ "الکلمۃ الملھمہ" کے چند عربی حواشی جو کہ ادق فنی مباحث پر مشتمل تھے اور مِس پرنٹنگ کی وجہ سے انھیں پڑھنے میں بہت دشواری پیش آرہی تھی استاذی المکرم شرف الملت شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری دامت برکاتہم العالیہ نے علالت شدیدہ کے باوجود انتہائی عرق ریزی سے ان حواشی کو از سرِ نو نقل فرمایا اور محنتِ شاقہ سے ان کی تصحیح و ترجمہ کرکے ہماری مشکل کشائی فرمائی، جس پر ہم تہہِ دل سے ان کے شکرگزار ہیں اور اُن کی صحت و درازیِ عمر کیلئے دُعاگو ہیں۔

پیشِ نظر جلد بنیادی طور پر کتاب الشتی (حصّہ دوم) کے چند ابواب فوائد حدیثیہ، فوائد فقہیہ، فلسفہ، طبعیات، سائنس، نجوم، مناظرہ اور ردِّ بدمذہباں پر مشتمل ہے، تاہم متعدد و دیگر عنوانات سے متعلق کثیر مسائل ضمناً زیرِ بحث آئے ہیں، لہذا مذکورہ بالا بنیادی عنوانات کے تحت مندرج مسائل و رسائل کی مفصل فہرست کے علاوہ مسائلِ ضمنیہ کی الگ فہرست بھی قارئین کی سہولت کے لئے تیار کردی گئی، انتہائی وقیع اور گرانقدر تحقیقات و تدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل دس رسائل بھی اس جلد کی زینت ہیں:

(۱) الفضل الموھبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی المسمی بنام تاریخی اعز النکات بجواب سوال ارکات (۱۳۱۳ھ)
اقسامِ حدیث کی صحت اثری و عملی اور مولوی نذیر حسین دہلوی کی جہالت کا بیان

(۲) مقامع الحدید علیٰ خد المنطق الجدید (۱۳۰۴ھ)
مولوی محمد حسن سنبھلی کی خرافات فلسفہ پر مشتمل کتاب "المنطق الجدید لناطق الناله الحدید" کا ردِّ بلیغ۔

Marfat.com

(۳) نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان (۱۳۳۹ھ)
قرآنی آیات سے زمین و آسمان کے ساکن ہونے کا ثبوت

(۴) معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین (۱۳۳۸ھ)
امریکی منجم پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کی پیشگوئی کا رد

(۵) فوزِ مبین در ردِ حرکتِ زمین (۱۳۳۸ھ)
حرکتِ زمین کے نظریہ کا دلائلِ عقلیہ و براہین فلسفیہ سے زوردار رد۔

(۶) الکلمۃ الملہمۃ فی الحکمۃ المحکمۃ لوھاء فلسفۃ المشئمۃ (۱۳۳۸ھ)
فلسفہ قدیمہ کے نظریات کا ردِ بلیغ

(۷) النیر الشہابی علیٰ تدلیس الوھابی (۱۳۰۹ھ)
غیر مقلد وہابیوں کی تدلیس و تذلیل اور مسئلہ تقلید کی تحقیق و تفصیل

(۸) السہم الشہابی علیٰ خداع الوھابی (۱۳۲۵ھ)
مولوی رحیم بخش غیر مقلد کی مکاریوں اور غیر مقلدین کو اہل حدیث قرار دینے کا مدلل رد۔

(۹) دفع زیغ زاغ ملقب بلقب تاریخی "رامی زاغیاں" (۱۳۲۰ھ)
چالیس سوالات شرعیہ جو مصنف علیہ الرحمہ نے مولوی رشید احمد گنگوہی کو حلتِ غراب کے بارے میں ارسال کئے جن کے جوابات سے وہ عاجز رہے۔

(۱۰) اطائب الصیّب علیٰ ارض الطیب (۱۳۱۸ھ)
تقلید کے ضروری ہونے کا ثبوت اور غیر مقلدین کا رد۔

رسالہ "فوزِ مبین در ردِ حرکتِ زمین" کی قلمی نسخہ سے تبییض حضرت علامہ مولانا عبد النعیم عزیزی (علیگ) بلرامپوری زید مجدہٗ کا قابلِ قدر کارنامہ ہے اور جانشین مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری دامت برکاتہم العالیہ نے ادارہ "سنی دنیا" بریلی سے پہلی بار اس کی اشاعت کا اہتمام فرمایا جو اربابِ علم و دانش پر آپ کا احسانِ عظیم ہے۔ رسالہ "مقامع الحدید" کی اصل قلمی نسخہ سے تبییض و تصحیح اور اس کی اشاعت اول حضرت علامہ مولانا محمد احمد مصباحی دامت برکاتہم العالیہ کی مرہونِ منت ہے۔ اس رسالہ کے چند مقامات پر مولانا نواب سلطان احمد خان بریلوی علیہ الرحمہ اور علامہ مصباحی مدظلہ العالی نے حواشی بھی تحریر فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان اکابر علمائے اہلسنت کی عظیم کاوشوں اور مساعی جمیلہ

Marfat.com

کو قبول فرمائے اور انھیں اس پر اجرِ جزیل عطا فرمائے آمین۔ ان رسائل کو شائع ہوتے عرصہ دراز گزر گیا ہے اور اب تقریباً یہ نایاب ہو چکے ہیں ہم نے انھیں فتاوٰی رضویہ میں شاملِ اشاعت کر دیا ہے تاکہ یہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جائیں اور مسلسل شائع ہوتے رہیں۔

ضروری بات

گو مفتیِ اعظم علیہ الرحمہ کے وصال پُرملال سے جامعہ نظامیہ رضویہ کو ناقابل برداشت صدمہ سے دوچار ہونا پڑا، مگر یہ اس سراپا کرامت وجود با جود کا فیضان ہے کہ ان کے فرزند ارجمند حضرت علامہ مولانا محمد عبد المصطفٰے ہزاروی مدظلہ جو علوم دینیہ وعصریہ کے مستند فاضل اور حضرت مفتیِ اعظم کی علمی وتجرباتی وسعت وفراست کے وارث وامین ہیں، نہایت صبر واستقامت کا مظاہرہ فرماتے ہوئے تمام شعبہ جات کی ترویج وترقی کیلئے شب و روز ایک کئے ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ موصوف نے جامعہ کے طلباء کی تعداد میں خاصا اضافہ ہونے کے باعث مزید متعدد تجربہ کار مدرسین مقرر کئے ہیں، اور فتاوٰی رضویہ جدید کی اشاعت وطباعت میں بھی بدستور مفتیِ اعظم علیہ الرحمہ کے نقوشِ جمیلہ پر گامزن ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حسبِ معمول سالانہ دو جلدوں کی اشاعت باقاعدگی سے ہو رہی ہے۔ بس آپ حضرات سے درخواست ہے کہ دعاؤں سے نوازتے رہیئے تاکہ حضرت مفتیِ اعظم علیہ الرحمہ کے مشن کو ان کے جسمانی وروحانی نائبین بحسن وخوبی ترقی سے ہمکنار کرنے میں اپنا کردار سرانجام دیتے رہیں، فقط۔

جمادی الاخرٰی ۱۴۲۵ھ
اگست ۲۰۰۴ء

حافظ محمد عبد الستار سعیدی
ناظمِ تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ
لاہور، شیخوپورہ (پاکستان)

Marfat.com

فہرست مضامین مفصّل

فوائدِ حدیثیہ

مصنف علیہ الرحمہ کی تواضع اور کسرِ نفسی ۴۱

۱ حدیث میں لفظ راس حسبِ محاورہ عرب ضرور بمعنی آخر ہے۔ ۴۱

مجدد مائۃ کی نشانی ۴۱

اشیائے متوالیہ میں حدِ فاصل ایک آن مشترک ہوتی ہے۔ ۴۱

صدی کے مجدد کو مجدد مائۃ ماضیہ کہا جائے یا مجدد مائۃ حاضرہ۔ ۴۲

[illegible] روز ہیبت آنے کا تذکرہ۔ ۴۲

ان [illegible] خلق آدم علی صورتہ حدیث ہے [illegible] کی تشریح۔ ۴۲

[illegible] صحابہ کرام کو کہا جاتا ہے۔ ۴۳

کتاب کس دن شروع کی جائے۔ ۴۳

نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم شریف کریم المخرج کونسی حدیث کے موافق ہے۔ ۴۴

حدیث "من قطع میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ یوم القیٰمۃ" صحیح ہے۔ ۴۵

حدیث "من زوی میراثا عن وارثہ زوی اللہ عنہ میراثہ من الجنۃ" بطور محدثین اس کی سند میں کلام ہے مگر اس کے معنی عند العلماء مقبول ہیں۔ ۴۶

اضرار وصیت کے چند طریقے۔ ۴۶

قصد حرمان ورثہ حرام ہے۔ ۴۷

قبول علماء کے لئے شانِ عظیم ہے کہ اس کے بعد ضعف اصلاً مضر نہیں رہتا۔ ۴۷

جہال کو حدیث میں گفتگو سزاوار نہیں۔ ۴۷

Marfat.com

حرمان ورثہ والی حدیث میں وعید کس معنی پر محمول ہے۔ ۴۸

روایت حدیث کے دو طریقے ہیں، روایت باللفظ اور روایت بالمعنیٰ۔ ۴۹

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تحدیث بالمعنیٰ کی اجازت فرمائی ہے۔ ۴۹

قرآن عظیم میں نقل بالمعنیٰ جائز نہیں۔ ۴۹

اولیت خلق سے متعلق چار حدیثیں اور ان پر گفت گو۔ ۴۹

حدیث کو موضوع کب کہا جائے گا۔ ۵۰

بارہ خلفاء قریش سے متعلق حدیث کے بارے میں سوال کا جواب۔ ۵۱

من مات الخ، ولوکان سالم الخ، ومن اتاکم الخ احادیث ہیں یا نہیں۔ ۵۱

معرفت فرع وجود ہے۔ ۵۴

جب امام موجود ہو تو اسے امام نہ جاننا باعث موت جاہلیت ہے۔ ۵۴

حدیث متواتر کے مقابل احاد سے استناد سخت جہالت ہے۔ ۵۴

اجماع کے رد میں بعض اشارات سے اپنے استنباط پر اعتماد اشد ضلالت ہے۔ ۵۴

حدیث سے بہتر حدیث کی کیا تفسیر ہو گی۔ ۵۴

حدیث اول الرسل کس کتاب میں ہے۔ ۵۵

قول حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ "ترکت الحدیث" کا مطلب۔ ۵۵

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر امام ابوحنیفہ کو جگہ دی، اس کا کیا مطلب ہے ۵۷

شان امام ابوحنیفہ میں وارد ہونے والی حدیث کو شارحین ہدایہ نے موضوع کیوں کہا۔ ۵۸

○ رسالہ الفضل الموھبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی

(اقسام حدیث، حدیث کی صحت اثری وصحت عملی اور نذیر حسین دہلوی کی جہالتوں کا بیان) ۶۱

کوئی حنفی المذہب حدیث صحیح غیر منسوخ غیر متروک پر عمل کرے تو کیا وہ مذہب حنفی سے خارج ہو جاتا ہے یا حنفی ہی رہتا ہے۔ ۶۱

رد المحتار، مقامات مظہری اور عقد الجید کی عبارات کے بارے میں استفسار۔ ۶۱

صحت حدیث علی مصطلح الاثر اور صحت حدیث لعمل المجتہدین میں نسبت۔ ۶۴

کبھی صحت حدیث عمل پر متفرع ہوتی ہے نہ کہ عمل صحت حدیث پر۔ ۶۴

عبارات ائمہ سے مسئلہ کی تائید۔ ۶۴

حدیث ضعیف حجت نہیں ہوتی مگر فضائل اعمال میں اس پر عمل ہوتا ہے۔ ۶۴

بارہا حدیث صحیح ہوتی ہے مگر امام مجتہد اس پر عمل نہیں کرتا جس کی متعدد وجوہ ہیں۔ ۶۵

مجرد صحت مصطلحہ اثر صحت عمل مجتہد کے لئے ہرگز کافی نہیں۔ ۶۶

امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

Marfat.com

حدیثِ عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربارہ تیمم جنب عمل نہ کیا۔ ۶۶

یوں ہی حدیثِ فاطمہ بنت قیس دربارۂ عدم النفقہ والسکنیٰ للمبتوتہ پر عمل نہ کیا۔ ۶۶

ضابطۂ مذکورہ کی متعدد مثالیں۔ ۶۶

مجرد صحت اثری صحتِ عملی کو مستلزم نہیں بلکہ محال ہے کہ مستلزم ہو ورنہ ہنگام صحت متعارضین قول بالمتنافیین لازم آئے گا۔ ۷۰

بالیقین اقوال مذکورۂ سوال اور ان کے امثال میں صحت حدیث سے صحتِ عملی اور خبر سے وہی خبر واجب العمل عند المجتہد مراد ہے۔ ۷۰

کوئی حدیث مجتہد نے پائی اور کسی وجہ سے اس پر عمل نہ کیا تو وہ حدیث اس امام کا مذہب نہیں ہوسکتی۔ ۷۰

کسی حدیث کو بزعم خود مذہبِ امام کے خلاف پاکر دعوٰی کردینا کہ مذہبِ امام اس کے مطابق ہے دو امر پر موقوف ہے۔ ۷۰

احکامِ رجال ومتون وطرق احتجاج و وجوہِ استنباط اور ان کے متعلقات اصولِ مذہب پر احاطہ تامہ کے لئے چار دشوار گزار منزلیں پیش آتی ہیں۔ ۷۰

منزلِ اول، نقدِ رجال ۷۰

منزلِ دوم، صحاح وسنن ومسانید وجوامع ومعاجیم واجزاء وغیرہ کتبِ احادیث میں اس کے طرق مختلفہ والفاظ متنوعہ میں نظرِ تام کرنا۔ ۷۱

منزلِ سوم، علل خفیہ وغوامض دقیقہ پر نظر کرنا۔ ۷۱

منزلِ چہارم ۷۵

جو شخص ان چار منزلوں سے گزر جائے وہ مجتہد فی المذہب ہے۔ ۷۶

مناقبِ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ ۷۶

فضیلتِ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۷۷

ابن شحنہ اہلِ اختیار میں سے نہیں۔ ۷۸

البہنسی اصحابِ تصحیح میں سے نہیں۔ ۷۸

صاحبِ نہر الفائق اہلِ ترجیح میں سے نہیں۔ ۷۸

دہلوی مجتہد کی حدیث دانی اور ایک ہی مسئلہ میں اتنی گل فشانی۔ ۷۹

امامِ ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے ایک مکتوب کا حوالہ اور اس سے استدلال۔ ۸۲

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے رسالہ مبدأ ومعاد سے استدلال۔ ۸۴

کلامِ مجدد الف ثانی سے پانچ وجوہ سے استدلال۔ ۸۴

مجدد صاحب کے کلام کے دس فوائد۔ ۸۶

فوائد فقہیہ وافتاء ورسم المفتی

ائمہ مجتہدین کا اختلاف حلت وحرمت کے بارے میں کس طرح درست وحق ہے۔ ۸۹

کچھ امام شافعی کے صحیح مذہب میں بھی

Marfat.com

حرام ہے۔ ۸۹
متروک التسمیہ عمداً اور ضب کے بارے
میں اختلاف ہے۔ ۸۹
مجتہد کی شان ۹۰
امیر اور میر میں کچھ فرق نہیں۔ ۹۰
فقط میر صاحب ہونے سے میرِ محلہ نہیں ہوتا۔ ۹۰
میرِ محلہ کی تعریف ۹۰
فتوے کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ ۹۱
جو ہر استفتاء کا جواب دے مجنون ہے ۹۱
مجموعہ فتاویٰ عبدالحی کے بارے میں سوال
کا جواب۔ ۹۱
مرشد کے فتویٰ کے رد پر تصدیق کرنے والا
بیعت سے خارج ہوتا ہے یا نہیں۔ ۹۲
بعض فتووں کا رد کفر ہوتا ہے
بعض کا ضلالت، بعض کا جہالت، بعض کا
حماقت اور بعض کا حق۔ ۹۲

فلسفہ وطبعیات ونجوم وغیرہ

بجلی کیا شئے ہے۔ ۹۳
زلزلہ آنے کا کیا باعث ہے۔ ۹۳
عوام میں معروف سببِ زلزلہ محض بے اصل ہے ۹۴
ہمارے نزدیک ترکیب اجسام جواہر فردہ سے
ہے اور ان کا اتصال محال ہے۔ ۹۴
کاسہ لیسان فلاسفہ نے جس قدر دلائل
ابطال جزء لایتجزیٰ پر لکھے ان میں سے
کسی سے ابطال نفس جزء نہیں ہوتا۔ ۹۴
دلائل فلاسفہ سے دو جزء کا اتصال محال
نکلتا ہے جو نہ ہمارے قول کے منافی اور
نہ جسم کے اتصال حسی کے نافی۔ ۹۴
مسئلہ کی تائید میں متعدد مثالیں۔ ۹۴
کواکبِ ثابتہ کے لئے اختلافِ منظر
کیوں نہیں۔ ۹۴
اہل سنت کے نزدیک ہر چیز کا سببِ
اصلی محض ارادۃ اللہ عزوجل ہے۔ ۹۵
زلزلہ کا سببِ اصلی ارادۃ اللہ، عالم
اسباب میں باعث اصلی بندوں کے معاصی
اور وجہِ وقوع کوہ قاف کے ریشہ کی
حرکت ہے۔ ۹۶
کوہ قاف کیا ہے۔ ۹۶
زلزلے کے بارے میں فلاسفہ کے
نظریے کا مولانا روم علیہ الرحمۃ کی طرف
سے رد۔ ۹۷
بادل وہوا کی بنیاد کیا ہے۔ ۱۰۰
عورتوں کو مردوں سے سو حصے زیادہ شہوت
دی گئی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پر حیا
ڈال دی۔ ۱۰۱
دن رات کی تبدیلی گردش ارضی سے ماننا
قرآن عظیم کے خلاف اور نصاریٰ کا مذہب
ہے اور گردش سماوی بھی ہمارے نزدیک
باطل ہے حقیقتاً اس کا سبب گردشِ آفتاب ہے ۱۰۲

Marfat.com

زائچہ نکالنے کے بارے میں ایک سوال کا جواب۔ ۱۰۲

رسالہ مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید۔

(غیر اسلامی اور خالص فلسفیانہ نظریات پر مشتمل مولوی محمد حسن صاحب سنبھلی کی کتاب "المنطق الجدید لناطق النالہ الحدید" کا زوردار عقلی و نقلی دلائل و براہین سے ردّ) ۱۰۵

استفتاء از مولانا نواب سلطان احمد خان صاحب بریلوی۔ ۱۰۵

خلاصہ اقوال فلسفیہ مع حکم جواب از مستفتی ۱۰۵

قول اول ۱۰۶

تحقیق یہ ہے کہ تمام طبیعتیں مجرد محض نہیں ہیں لیکن تجرد و مادیت کے اعتبار سے طبائع مطلقہ کے کئی مرتبے ہیں۔ ۱۰۶

عالم کے متعدد خالق ۱۰۷

رسالہ "القول الوسیط" کی عبارت میں مسئلہ کی تحقیق۔ ۱۰۷

کیا علتِ جاعلہ کا واجب الوجود ہونا واجب ہے یا وہ ممکن ہے۔ ۱۰۷

قول دوم ۱۰۸

"کل حادث مسبوق بالعدم" یہ قاعدہ حادث زمانی کے ساتھ مختص ہے اور مادہ حادث ذاتی ہے۔ ۱۰۸

قول سوم ۱۰۸

صورت جسمیہ اور صورت نوعیہ حوادث زمانیہ میں سے ہیں۔ ۱۰۸

قول چہارم ۱۰۸

عقول عشرہ اور نفوس قدیم ہیں۔ ۱۰۸

قول پنجم ۱۰۸

حیوان مطلق امکان ذاتی کے سبب سے مستحق وجود ہے جبکہ حیوان خاص جزئی کا توقف اپنے وجود میں استعداد، مادہ اور اس کے متعلقات پر ہوتا ہے لہذا مطلق کلی فیضان وجود کا احق ہوگا۔ ۱۰۸

قول ششم ۱۰۹

مفہوم کے کلی و جزئی کی طرف منقسم ہونے پر اعتراض اور اس کا جواب ۱۰۹

عقول عشرہ ہر عیب سے پاک ہیں اور عالم کے کسی ذرہ کا کسی وقت ان سے غائب ہونا محال ہے۔ ۱۱۰

قول ہفتم ۱۱۰

اعدام لاحقہ زمانیہ درحقیقت اعدام نہیں۔ ۱۱۰

عدم لاحق غیبوبت زمانی کا نام ہے۔ ۱۱۰

عدم حقیقی فقط صفحہ واقع سے مرتفع ہونے کا نام ہے۔ ۱۱۱

قول ہشتم ۱۱۱

فلسفی مصنف کا اپنی کتاب کے بارے میں قول کہ یہ فرشتہ اثر بلکہ فرشتہ گر ہے۔ ۱۱۱

Marfat.com

اعلیحضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی طرف سے تحقیقی و مفصل جواب۔ ۱۱۲
جوابِ قولِ اوّل۔ ۱۱۳
شنوائی اور نگاہوں کا مالک اللہ ہے ۱۱۴
اللہ نہ چاہے تو صور کی آواز بھی کان تک نہ جائے۔ ۱۱۴
وہ نہ چاہے تو روشن دن میں بلند پہاڑ نظر نہ آئے۔ ۱۱۴
ہر بدن میں اللہ تعالیٰ کے کام اور انسان کی تخلیق کے مرحلے۔ ۱۱۴
اللہ چاہے تو کروڑوں انسان پتھر سے نکالے یا آسمان سے برسا لے۔ ۱۱۵
مصنف علیہ الرحمہ کی طرف سے ایک آیت کریمہ کی مختصر تفسیر۔ ۱۱۶
سفہائے فلسفہ، نظرائے ہبنقہ سے کیا جائے شکایات کہ وہ افعال متقنہ تصور جنین کو نفس حیوانی بلکہ قوتِ غیر شاعرہ کی طرف مستند کرنے میں بھی باک نہیں رکھتے۔ (حاشیہ) ۱۱۶
خالقیت عقول کا کفر بواح ہونا خود ایسا بیّن کہ محتاجِ بیاں نہیں۔ ۱۱۸
آیاتِ کریمہ سے مسئلہ کی تائید۔ ۱۱۸
عقول عشرہ کو تخلیق و ایجاد میں شرط و واسطہ ماننا ایک کفر نہیں بلکہ معدنِ کفر ہے۔ ۱۱۹
قولِ وسیط کی تقریر پر گرفت ۱۲۰
آیت کریمہ "جعل الشمس ضیاءً والقمر نورًا" نص واضح ہے کہ قمر مستنیر ہو کر انارۂ عالم کرتا ہے (حاشیہ) ۱۲۱
لفظ "مجازی" جس طرح حقیقت کے مقابل بولتے ہیں یونہی بمقابل ذاتی بلاغت۔ ۱۲۲
چاندگرہن اور سورج گرہن کے بارے میں فلاسفہ کا نظریہ منقوض ہے (حاشیہ) ۱۲۲
حاش للہ! نہ اللہ کے سوا کوئی خالق بالذات، نہ ہرگز ہرگز اس نے منصبِ ایجادِ عالم کسی کو عطا فرمایا کہ قدرت مستفادہ سے خالقیت کیا کرے۔ ۱۲۴
بالجملہ باری تبارک و تعالیٰ کو کسی شئی کی تدبیر و تصرف سے بے تعلق، یا اس کے غیر کو خالق جواہر خواہ ایجاد باری تعالیٰ کا متمم کہنا قطعاً جزماً کفریاتِ خالصہ میں سے ہے۔ ۱۲۵
تنبیہ ۱۲۵
بلا اکراہ کلمہ کفر بولنا خود کفر ہے اگرچہ دل میں اس پر اعتقاد نہ رکھتا ہو۔ ۱۲۵
عباراتِ ائمہ و علماء سے مسئلہ کی تائید۔ ۱۲۵
کلماتِ کفر کو بطورِ حکایت نقل کرنے کا حکم شرعی۔ ۱۲۷
عباراتِ علماء ۱۲۷
حدیثِ موضوع کی روایت بے ذکرِ رد و انکار ناجائز ہے۔ ۱۲۹
رد اہل بدعت بوقتِ حاجت اہم فرائض سے ہے ۱۳۰

Marfat.com

جب صحابہ کرام کو سب وشتم کیا جائے تو اہلِ علم کو اپنا علم ظاہر کرنا چاہیے۔ ۱۳۰

قولِ دوم وسوم وچہارم کا جواب۔ ۱۳۱

ہیولیٰ، صورتِ جسمیہ، صورتِ نوعیہ، عقول عشرہ اور نفوس کو قدیم زمانی ماننا کفر ہے ۱۳۱

ائمۂ دین فرماتے ہیں جو کسی غیر خدا کو ازلی کہے باجماعِ مسلمین کافر ہے۔ ۱۳۱

حوالہ جات از عباراتِ ائمہ ۱۳۱

متکلمین کا اس پر اتفاق ہے کہ قدیم کو فاعل کی طرف منسوب کرنا محال ہے۔ ۱۳۵

حدوث تمام اجسام وصفاتِ اجسام پر تمام اہلِ ملل کا اتفاق ہے۔ ۱۳۷

معدنِ ضلالات قولِ پنجم کا جواب ۱۳۷

اس قول کی متعدد شناعاتِ عظیمہ کا بیان ۱۳۷

پہلی شناعت (اولاً) ۱۳۷

دوسری شناعت (ثانیاً) ۱۳۸

تیسری شناعت (ثالثاً) ۱۳۹

چوتھی شناعت (رابعاً) ۱۳۹

حاصلِ مذہبِ اہلسنت یہ ہے کہ تمام مقدورات اس جنابِ رفیع کے حضور یکساں ہیں کوئی اپنی ذات سے کچھ استحقاق نہیں رکھتا کہ ایک کو راجح اور دوسرے کو مرجوح کہیں۔ ۱۴۰

حوالہ جات ۱۴۰

قولِ ششم کا جواب ۱۴۴

قولِ ہفتم کا جواب ۱۴۷

اس قول پر لازم آنیوالی شناعتِ شدیدہ حدِ عد سے خارج ہے۔ ۱۴۷

پہلی شناعت (اولاً) ۱۴۷

نصوصِ صریحہ قرآنیہ کی خلاف ورزی ۱۴۷

اہلسنت کا اجماع ہے کہ نصوص اپنے ظاہر پر حمل کئے جائیں۔ ۱۴۹

دوسری شناعت (ثانیاً) ۱۴۹

لازم آیا کہ حضرتِ حق جل وعلا کسی موجود کو معدوم نہ کر سکے۔ ۱۴۹

تیسری شناعت (ثالثاً) ۱۵۰

چوتھی شناعت (رابعاً) ۱۵۱

لازم کہ کافر بحالتِ کفر داخلِ جنت ہو۔ ۱۵۱

پانچویں شناعت (خامساً) ۱۵۱

لازم کہ عالمِ ایجاد کا ذرہ ذرہ ازلی ابدی ہو۔ ۱۵۱

اگر صرف وجودِ علمی وجودِ واقعی ہو تو ممتنعات کے سوا کوئی معدوم نہ رہے۔ ۱۵۴

تنبیہ ۱۵۴

ایک مشکل علمی مسئلہ ۱۵۴

قولِ ہشتم کا جواب ۱۵۷

قولِ مذکور کی پہلی خرابی (اولاً) ۱۵۷

کافروں کے کسی کام کی تحسین کرنے والا کافر ہے ۱۵۸

دوسری خرابی (ثانیاً) ۱۵۸

فاسق کی تعریف سے عرشِ خدا ہل جاتا ہے ۱۵۸

تیسری خرابی (ثالثاً) ۱۵۹

استحلالِ کبیرہ کفر ہے۔ ۱۵۹

Marfat.com

حرام قطعی کی تعریف و تحسین کفرِ مبین ہے۔ ۱۵۹
چوتھی خرابی (رابعًا) ۱۶۰
علماء فرماتے ہیں ملائکہ سے تشبیہ دینا نہ چاہیے
اور اس پر اصرار موجبِ اکفار ہے۔ ۱۶۰
حوالہ جات ۱۶۰
کتاب "المنطق الجدید لناطق النالہ
الحدید" کے نام پر مصنف علیہ الرحمہ کی
فاضلانہ گرفت۔ ۱۶۲
بر تقدیرِ اضافت ۱۶۲
وجہِ دوم ۱۶۶
وجہِ سوم ۱۷۰
بر تقدیرِ توصیف ۱۷۱
تنبیہ النبیہ ۱۷۵
حکمِ اخیر ۱۸۳
خاتمہ چند تنبیہاتِ زاکیات میں۔ ۱۸۶
تنبیہ اول ۱۸۶
تنبیہ دوم ۱۸۸
تنبیہ سوم (واجب الملاحظہ نافع الطلبہ) ۱۸۸
○ رسالہ نزولِ آیاتِ فرقان
بسکون زمین و آسمان۔
(زمین و آسمان کے سکون و حرکت کے بارے
میں حضرت مولانا حاکم علی صاحب کے ایک
مفصل استفتاء کا انتہائی مدلل جواب) ۱۹۵
مصنف علیہ الرحمہ نے ازراہِ شفقت مستفتی
کو مجاہدِ اکبر قرار دیا۔ ۲۰۰
حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی کی
عظمت۔ ۲۰۰
شریعتِ اسلامیہ کے نزدیک زمین و
آسمان دونوں ساکن ہیں۔ ۲۰۰
اجمال
ایک آیت کریمہ کی تفسیر ۲۰۱
حضرت حذیفہ بن الیمان صاحب سرِ رسول اللہ
صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہیں۔ ۲۰۲
فرمانِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے کہ
قرآنِ پاک چار شخصوں سے پڑھو۔ ۲۰۲
جو مسئلہ تمام مسلمانوں میں مشہور و مقبول
ہے مسلمان اسی پر اعتقاد لائے۔ ۲۰۴
تفصیل ۲۰۵
زوال کے معنیٰ ۲۰۵
قرآن عظیم نے آسمان و زمین کے متحرک
ہونے کی نفی فرمائی ہے۔ ۲۰۶
امساک کے معنیٰ ۲۱۲
فعل قوۃ نکرہ میں ہے اور نکرہ حیز نفی
میں عام ہوتا ہے۔ ۲۱۳
قرآن پاک کے مطلق کو مقید، عام کو مخصص
بنانا جائز نہیں۔ ۲۱۳
اجلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مطلق
حرکت کو زوال مانا۔ ۲۱۶
تنبیہ ۲۱۶
کعب احبار تابعین اخیار سے ہیں۔ ۲۱۶

Marfat.com

نصاریٰ پہلے سکونِ ارض کے قائل تھے۔ ۲۱۷
قرآن مجید سے ثبوت کہ زمین و آسمان دونوں ساکن ہیں۔ ۲۱۸
وجہ تسمیہ مطرد نہیں ہوتی۔ ۲۱۹
جرجیر کی وجہ تسمیہ کے بارے میں ایک حکایت ۲۱۹
حرکت یومیہ حرکتِ شمس سے ہے نہ کہ حرکتِ زمین۔ ۲۲۲
زمین کی حرکت محوری و مداری دونوں باطل ہیں۔ ۲۲۳
بیشک مسلمان پر فرض ہے کہ حرکتِ شمس و سکونِ زمین پر ایمان لائے۔ ۲۲۴
علماء نے تشبیہ مہد سے بھی زمین کا سکون ہی ثابت کیا ہے۔ ۲۲۵
"فوزمبین" فلسفۂ جدید کے رد میں بہترین کتاب ہے۔ ۲۲۶
یورپ والوں کو طریقۂ استدلال ہرگز نہیں آتا۔ ۲۲۷
○ رسالہ معینِ مبین بہر دور شمس و سکونِ زمین۔
(امریکی منجم پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کی پیشگوئی کا سترہ وجوہ سے رد) ۲۲۹
پہلا رد ۲۳۰
زمین کا مرکزِ ثقل مرکزِ عالم ہے اور سب کواکب اور شمس اس کے گرد دائر ہیں۔ ۲۳۰
آیاتِ کریمہ سے تائید۔ ۲۳۰
دوسرا رد۔ ۲۳۱
اوساط کواکب کے حقیقی مقامات نہیں ہوتے ۲۳۱
۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو کواکب کے حقیقی مقامات کا نقشہ۔ ۲۳۱
تیسرا رد۔ ۲۳۲
اسلامی اصول پر کلام کے بعد عقلی اصول پر کلام۔ ۲۳۲
چوتھا رد۔ ۲۳۲
۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو اوساط کواکب کا نقشہ۔ ۲۳۲
آفتاب کواکب سے ہزاروں درجے بڑا ہے ۲۳۲
پانچواں رد۔ ۲۳۲
مریخ زحل سے بہت چھوٹا ہے۔ ۲۳۲
چھٹا رد، عطارد سب سے چھوٹا ہے۔ ۲۳۳
غیب کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے اور اسکی عطا سے اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے۔ ۲۳۳
ساتواں رد۔ ۲۳۳
آفتاب و زمین کے درمیان کس قدر فاصلہ ہے۔ ۲۳۳
بُعدِ ابعد اور بُعدِ اقرب کے درمیان تفاوت کتنا ہے۔ ۲۳۳
مقررات تازہ (حاشیہ) ۲۳۴
تنبیہ ضروری ۲۳۵
آفتاب کو مرکز ساکن اور زمین کو اس کے

Marfat.com

گردائرہ ماننا صراحتاً آیاتِ قرآنیہ کا
انکار ہے۔ ۲۳۵
آفتاب خود متحرک ہے نہ کہ حرکتِ فلک سے۔ ۲۳۵
قرآن وحدیث سے حوالہ جات۔ ۲۳۵
سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
افقہ الصحابہ بعد الخلفاء الاربعہ ہیں۔ ۲۳۵
حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
صاحبِ سرِّ رسول اللہ تعالےٰ تعالیٰ علیہ
وسلم ہیں۔ ۲۳۵
آٹھواں رَد۔ ۲۳۶
جاذبیت کے بطلان پر دوسرا شاہد عدل
قمر ہے۔ ۲۳۶
نواں رَد۔ ۲۳۶
لطف یہ ہے کہ اجتماع کے وقت قمر آفتاب
سے قریب تر اور مقابلہ کے وقت دُور تر۔ ۲۳۶
دسواں رَد۔ ۲۳۷
لطیفہ (حاشیہ) ۲۳۷
مصنف علیہ الرحمہ کی نوعمری کا ایک دلچسپ
واقعہ۔ ۲۳۷
شمس وقمر کا قطر۔ ۲۳۷
گیارھواں رَد۔ ۲۳۸
آفتاب کا کلف یعنی داغ۔ ۲۳۸
بارھواں، تیرھواں، چودھواں اور
پندرھواں رَد۔ ۲۴۰
سولھواں اور سترھواں رَد۔ ۲۴۱
بیانِ منجم پر سترہ مواخذات پر اکتفاء کی
وجہ۔ ۲۴۲
⃝ رسالہ فوزِ زمین در رَدِّ حرکتِ زمین
(حرکتِ زمین کے بارے میں فلاسفہ اور
ہیأتِ جدیدہ کے نظریات کا عقلی دلائل
سے رَد) ۲۴۳
ترتیبِ کتاب ۲۴۵
مقدمہ ۲۴۵
امورِ مسلّمہ ہیأتِ جدیدہ اور ان کی اغلاط
پر تنبیہ۔ ۲۴۵
ہر جسم میں دوسرے کو اپنی طرف کھینچنے کی ایک
قوت طبعی ہے جسے جاذبیت کہا جاتا ہے۔ ۲۴۵
اجسام میں اصلاً کسی طرف اٹھنے گرنے سرکنے
کا میل ذاتی نہیں بلکہ ان میں بالطبع قوتِ
ماسکہ ہے کہ حرکت کی مانع اور تاثیرِ قاسر
کی تاحدِ طاقت مدافع ہے۔ ۲۴۶
قوتِ نافرہ و ہاربہ و دافعہ ومحرکہ نافریت ۲۴۶
جب کوئی جسم کسی دائرے پر حرکت کرے
اس میں مرکز سے نفرت ہوتی ہے۔ ۲۴۷
حرکتِ دَور کیسے پیدا ہوتی ہے۔ ۲۴۹
ستاروں کی حرکت کا سبب۔ ۲۴۹
تنبیہ۔ ۲۴۹
ہر مدار میں نافرہ وجاذبہ برابر رہتی ہیں۔ ۲۵۰
نافرہ بمقدارِ جذب ہے اور سرعتِ حرکت
بمقدارِ نافرہ۔ ۲۵۰

Marfat.com

اجسام اجزائے دیمقراطیسیہ سے مرکب ہیں ۲۵۱
فائدہ، ثقل و وزن میں فرق۔ ۲۵۱
ہر جسم کا مادہ ہے جسے ہیولیٰ و جسمیہ کہتے ہیں
مادہ کیا چیز ہے۔ ۲۵۲
جاذبیت بحسب مادہ سیدھی بدلتی ہے اور
بحسبِ مربع بُعد بالقلب۔ ۲۵۲
تنبیہ ۲۵۳
تنبیہ جلیل ۲۵۳
طبعی قوت جذب ہر شے کی طرف یکساں
متوجہ ہوتی ہے۔ ۲۵۳
جذب بحسب مادہ مجذوب ہے۔ ۲۵۴
تنبیہ ۲۵۴
ثانیاً تنبیہ ۲۵۵
تنبیہ ضروری ۲۵۵
جذب کی تبدیلی تین ہی وجہ سے ہے۔ ۲۵۵
جذب اگرچہ باختلاف مادہ مجذوب مختلف
ہوتا ہے مگر جاذب واحد۔ ۲۵۵
جب کوئی جسم دائرے میں دائر ہو تو مرکز سے
نافرہ اور مرکز کی طرف جاذبہ، مربع سرعت
بے نصف قطر دائرہ کی نسبت سے بدلتی ہے ۲۵۷
آفتاب زمین کو کھینچتا ہے اور زمین قمر کو،
ان دونوں کششوں میں نسبت کیا ہے۔ ۲۵۸
وزن جذب سے پیدا ہوتا ہے اور اس کے
اختلاف سے گھٹتا بڑھتا ہے۔ ۲۵۹
ہر شبانہ روز سمندر میں دو بار مد و جزر ہوتا ہے
جسے جوار بھاٹا کہتے ہیں۔ ۲۶۲
مصنف علیہ الرحمہ کی تحقیق کہ مد کا جذب
قمر سے ہونا اگرچہ نہ ہم کو مضر نہ اس کا
انکار ضرور، مگر بر سبیل ترک ظنون وطلب
تحقیق وہ بوجوہ مخدوش ہے۔ ۲۶۲
وجہ اوّل ۲۶۲
سمندر کی گہرائی۔ ۲۶۳
قمر کا بُعد۔ ۲۶۳
زمین کا قطر۔ ۲۶۳
وجہ دوم۔ ۲۶۴
کشش قمر سے مد کس وقت ہوتا ہے۔ ۲۶۴
اصولِ ہیئت کے دو حیلے۔ ۲۶۴
وجہ سوم۔ ۲۶۶
کشش ماہ سے مد چھوٹے پانیوں میں
کیوں نہیں ہوتا۔ ۲۶۶
اصولِ ہیئت نے ہتھیار ڈال دیے۔ ۲۶۶
وجہ چہارم ۲۶۶
کیا آفتاب پانی کو جذب نہیں کرتا۔ ۲۶۶
وجہ پنجم ۲۶۷
وجہ ششم ۲۶۷
وجہ ہفتم ۲۶۷
وجہ ہشتم ۲۶۸
موسم سرما میں صبح کا مد کیوں زیادہ ہوتا ہے
اور گرما میں شام کا۔ ۲۶۸
وجہ نہم ۲۶۸

Marfat.com

مد کی چال تجدد امثال سے ہے۔ ۲۶۸
وجہ دہم ۲۶۸
مد کی چال ۲۶۸
جذبِ قمر میں اختلاف کیوں ہے۔ ۲۶۹
ہمارے نزدیک ہر حادث کی علت محض ارادۂ اللہ جل وعلا ہے۔ ۲۶۹
سمندر کے نیچے آگ ہے۔ ۲۶۹
۱۰۵۶ء میں بحر الکاہل سے دھواں نکلنے کا واقعہ ۲۶۹
طوفانِ آب کا ایک سبب۔ ۲۶۹
جاذبیت مرکز سے نکل کر اس کے اطراف میں خطِ مستقیم پر پھیلتی ہے اور مرکز ہی کی طرف کھینچتی ہے۔ ۲۷۰
ہوا، پانی، مٹی سب مل کر ایک کرۂ زمین ہے ۲۷۰
ہوا رُوئے زمین سے ۴۵ میل بلندی تک ہے ۲۷۰
ہوا کا وزن۔ ۲۷۰
عجیب منطق۔ ۲۷۱
کرۂ بخار و عالمِ نسیم۔ ۲۷۱
غلطی وہیں مانی جاتی ہے جہاں دلیل سے خلاف ثابت ہو بلا دلیل تغلیط حس سے امان اٹھا دیتا ہے۔ ۲۷۲
ہوا خفیف ہے اس کو ثقیل ماننا باطل ہے ۲۷۲
ہوائے تجارت اور اس کا سبب۔ ۲۷۳
زمین خطِ استواء پر اونچی اور قطبین کے پاس چپٹی ہے۔ ۲۷۳
مبادرت اعتدال کیا ہے۔ ۲۷۴
میل کلی زمانہ اقلیدس میں۔ ۲۷۹
مرکزِ شمس تحت حقیقی ہے۔ ۲۸۰
زہرہ و عطارد کو سفلیین اور مریخ وغیرہ کو علویات کیوں کہتے ہیں۔ ۲۸۰
خلاء ممکن بلکہ واقع ہے۔ ۲۸۱
کرۂ زمین کی مساحت ۲۸۱
تنبیہ لطیف۔ ۲۸۲
آسمان فضائے خالی نامحدود و غیر متناہی ہے۔ ۲۸۴
تمام مباحث ہیأت کی امہات دو دائرہ دو دائرے ہیں معدل النہار اور دائرۃ البروج۔ ۲۸۶
معدل النہار اور دائرۃ البروج کا تقاطع تناصف پر ہے۔ ۲۸۶
گلوب کسے کہتے ہیں۔ ۲۸۶
تین بدیہی نتیجے۔ ۲۸۷
فوائد ۲۸۸
معدل النہار اور دائرۃ البروج دونوں دائرۂ شخصیہ ہیں۔ ۲۸۸
قطبین جنوبی و شمالی ساکن نہیں۔ ۲۸۹
ہیأتِ جدیدہ ہمیشہ معکوس گوئی کی عادی ہے۔ ۲۸۹
ہر سیارے کے اپنے محور کے گرد گھومنے کا سبب۔ ۲۹۰
تنبیہ۔ ۲۹۱

Marfat.com

چال میں تیزی وسستی کا اختلاف دوسرے مرکز کے لحاظ سے ہے۔ ۲۹۳
فصلِ اول ۲۹۴
نافریت کا رد اور اس سے ابطالِ حرکتِ زمین پر بارہ ۱۲ دلیلیں۔ ۲۹۴
نافریت بے دلیل ہے اور دعوٰی بے دلیل باطل وعلیل ہے۔ ۲۹۴
دو مساویوں میں سے ایک کا اختیار کرنا عقل وارادہ کا کام ہے۔ ۲۹۵
ترجیح بلا مرجح باطل ہے۔ ۲۹۵
فائدہ ۲۹۶
ظاہر ہے نفرت جذب سے ہے اور جذب جمیع جہات شمس سے یکساں اور جتنا جذب اتنی نفرت۔ ۲۹۶
فائدہ ۲۹۷
نافریت جاذبیت سے دست وگریباں ہوکر کوئی مدار بنا ہی نہیں سکتی۔ ۲۹۷
ہر غیر مجنون جانتا ہے کہ نافریت کا اثر دور کرنا اور جاذبیت کا اثر قریب کرنا ہے ۳۰۰
انتفائے لازم کو انتفائے ملزوم لازم ہے ۳۰۰
فصل دوم ۳۰۱
جاذبیت کا رد اور اس سے بطلانِ حرکتِ زمین پر پچاس ۵۰ دلیلیں۔ ۳۰۱
اہلِ ہیاتِ جدیدہ کی ساری مہارت ریاضی وہندسہ وہیات میں منہمک ہے۔ ۳۰۱
عقلیات میں اہلِ ہیاتِ جدیدہ کی بضاعت قاصر یا قریب صفر ہے، وہ نہ طریقِ استدلال جانیں نہ دابِ بحث۔ ۳۰۱
مطلقاً جذب کا انکار نہیں بلکہ جاذبیت شمس وارض کا رد مقصود ہے۔ ۳۰۱
ہارے کا بے سروپا حیلہ۔ ۳۰۴
توضیحِ جواب۔ ۳۰۷
چاند کا زمین کو اٹھا لینا نرا ہذیان ہے۔ ۳۱۱
زمین کا وزن۔ ۳۱۱
فائدہ۔ ۳۱۳
تنبیہ۔ ۳۱۶
دلائل نیوٹن ساز جاذبیت گداز۔ ۳۲۰
دلائل بربنائے اتحاد واثرِ جذب۔ ۳۲۱
دلائل بربنائے جذبِ کلی۔ ۳۲۳
پانی اور تیل کا وزن۔ ۳۲۴
ہوا میں تابِ مزاحمت نہیں۔ ۳۲۶
جتنا مادہ زائد، ماسکہ زائد تو مقاومت زائد تو اثرِ جذب کم۔ ۳۲۶
جذب مان کر جانبِ اسفل حرکت کو جذب سے نہ ماننا سخت عجیب ہے۔ ۳۲۸
صدمہ کے لئے ۲ دو چیزیں درکار ہیں؛ شدتِ ثقل متصادم اور اس کی قوتِ رفتار۔ ۳۲۸
دلائل قدیمہ۔ ۳۳۰
تذییل۔ ۳۳۱
فصل سوم۔ ۳۳۲

Marfat.com

حرکتِ زمین کے ابطال پر اور ۳۴۸ دلائل ۳۳۲

تمام عقلائے عالم اور ہیأتِ جدیدہ کا اجماع ہے کہ معدل النہار اور منطقۃ البروج دونوں مساوی دائرے ہیں، معدل و منطقہ کا مرکز ایک ہے، معدل و منطقہ کا تقاطع تناصف پر ہے، معدل و منطقہ دونوں کرۂ سماوی حقیقی یا مقدّر کے دائرۂ عظیمہ ہیں، معدل و منطقہ دائرۂ شخصیہ ہیں اور بارہ۱۲ برج متساوی ہیں۔ ۳۳۳

مقدمہ نمبر ۱ ۳۳۳

دو متساوی دائروں میں جب ایک دوسرے کے مرکز پر گزرا ہو تو واجب ہے کہ وہ دوسرا بھی اس کے مرکز پر گزرے۔ ۳۳۳

تساوی و اتحاد مرکز میں عموم و خصوص من وجہ ہے۔ (حاشیہ) ۳۳۳

تناصف اور تساوی و اتحاد مرکز میں عموم و خصوص مطلق ہے۔ ۳۳۳

مقدمہ نمبر ۲ ۳۳۴

جب متساوی دائرے ایک دوسرے کے مرکز پر گزرے ہوں ان کا تقاطع تثلیث ہوگا۔ ۳۳۴

تمام عقلائے عالم اور ہیأتِ جدیدہ کا اجماع ہے کہ مبادرت اعتدالین ایک بہت خفیف حرکت ہے اور یہ کہ مدار پر دورہ کرنے والا (شمس ہو یا زمین) سال بھر میں تمام بروج میں ہو آتا ہے۔ ۳۳۴ - ۳۳۵

دائرۂ میلیہ کسے کہتے ہیں۔ ۳۳۶

چند مقدماتِ نافعہ ۳۳۸

فوق و تحت نسبت واقعیہ سے ہے۔ ۳۳۹

اہلِ ہیأتِ جدیدہ وجودِ افلاک کے قائل نہیں ۳۴۱

جہاتِ ستہ میں چپ و راست، پس و پیش پہلو بدلنے سے بدل جاتے ہیں۔ ۳۴۲

حرکت موجبِ سخونت و حرارت ہے۔ ۳۴۲

زمین کی حرکتِ یومیہ کا سبب ۳۴۴

حرکتِ وضعیہ میں قطب سے قطب تک تمام اجزاء محور ساکن ہوتے ہیں۔ ۳۴۵

اجزاء زمین میں تدافع ہے۔ ۳۴۵

چند احکام جو اصولِ ہیأتِ جدیدہ پر یقیناً ثابت ہیں۔ ۳۴۵

بعض اجزاء ارض کا مقابل شمس اور بعض کا حجاب میں ہونا قطعی ہے۔ ۳۴۵

مقابلۂ زمین قرب و بُعد اور خطوط واصلہ کا عمود و منحرف ہونے کا اختلاف یقینی ہے۔ ۳۴۵

اختلافاتِ مذکورہ سے جاذبیت میں اختلاف اور اس سے نافریت میں کمی بیشی اور اس کی بیشی سے چال میں تفاوت حتمی ہے اور اس تفاوت سے اجزاء میں تلاطم و اضطراب ضروری ہے۔ ۳۴۵

پانی زمین سے لطیف تر ہے۔ ۳۴۶

دلائل قدیمہ ۳۴۶

Marfat.com

طبعیات جدیدہ میں قرار پا چکا ہے کہ ہوا اوپر اُٹھنے کی مقاومت کرتی ہے۔ ۳۴۹

ابطال حرکت وضعیہ زمین پر جو سات دلائل ہیں وہی حرکتِ اینیہ کے ابطال پر بھی ہو سکتے ہیں۔ ۳۵۰

ہیأتِ جدیدہ کے دو جواب ۳۵۲

جواب اول ۳۵۲

مستدل کو عدمِ لزوم کافی نہیں لزومِ عدم چاہیئے، مخالف کو جواز بس ہے۔ ۳۵۳

ملازمت جسم للجسم ملازمت وضع للوضع کو مستلزم نہیں۔ ۳۵۴

ہمارے نزدیک افلاک متحرک نہیں۔ ۳۵۴

حرکت عرضیہ میں متحرک بالعرض خود ساکن ہوتا ہے دوسرے کی حرکت اس کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ ۳۵۵

حق یہ ہے کہ حرکتِ وضعیہ میں حرکتِ عرضیہ کی کوئی تصویر پایۂ ثبوت تک نہ پہنچی۔ ۳۵۶

اینِ موہوم سے کیا مراد ہے۔ ۳۵۶

من ادعٰی فعلیہ البیان ۳۵۷

دفع دوم ۳۵۷

فلک الافلاک سے متصل صرف فلک ثوابت ہے ۳۵۸

دفع سوم وچہارم ۳۵۸

مخالف کی طرف سے مولانا عبد العلی صاحب کے تین جوابات اور اُن کا رد۔ ۳۵۹

دفع پنجم ۳۶۰

دفع ششم ۳۶۱

کثیف منجمد کے اجزاء حرکت میں برقرار رہتے ہیں۔ ۳۶۱

دفع ہفتم وہشتم ۳۶۲

جواب دوم ۳۶۳

ہیأتِ جدیدہ کا ایک ادعائے باطل۔ ۳۶۳

مخالف کی طرف سے چھ مثالیں اور مصنف کی طرف سے ان کا رد جامع وقامع۔ ۳۶۴

(تذییل) رد، دیگر دلائل فلسفہ قدیمہ میں۔ ۳۷۴

دس تعلیلیں۔ ۳۷۵

تعلیل اول ۳۷۵

تعلیل دوم وسوم ۳۷۷

تعلیل چہارم وپنجم ۳۷۸

تعلیل ششم ۳۷۹

تعلیل ہفتم ۳۸۰

تعلیل ہشتم ونہم ۳۸۱

الکلمۃ الملہمۃ فی الحکمۃ

المحکمۃ لوھاء فلسفۃ المشئمۃ

(فلسفہ قدیمہ کے نظریات کا ردِ بلیغ) ۳۸۳

تقدیم ۳۸۵

تقریب کتاب ۳۸۶

مقامِ اول ۳۸۶

اللہ عزوجل فاعل مختار ہے۔ ۳۸۷

ہر فلک کی شکل، حرکت، جہت اور پرزے۔ ۳۸۸

فلک اطلس ۳۸۸

Marfat.com

فلکِ ثوابت	۳۸۸
فلکِ زحل	۳۸۹
فلکِ مشتری	۳۸۹
فلکِ مریخ	۳۸۹
فلکِ شمس	۳۸۹
فلکِ زہرہ	۳۸۹
فلکِ عطارد	۳۸۹
فلکِ قمر	۳۹۰
سوالات	۳۹۱
مقامِ دوم	۴۰۳
اللہ واحد قہار ایک اکیلا خالق جملہ عالم ہے	۴۰۳
فلاسفہ اور عقول عشرہ	۴۰۳
مقامِ سوم	۴۱۰
فلک محدد جہات نہیں۔	۴۱۰
فلسفہ قدیمہ کے وجودِ فوق پر دو دلیلیں۔	۴۱۱
اول	۴۱۱
دوم	۴۱۲
مقامِ چہارم	۴۱۳
قسر کے لئے مقسور میں کوئی میل طبعی ہونا کچھ ضرور نہیں۔	۴۱۳
مقامِ پنجم	۴۱۷
خلا محال نہیں۔	۴۱۷
مقامِ ششم	۴۱۸
حیز، شکل، مقدار کا جسم کے لئے طبعی ہونا ضرور نہیں۔	۴۱۸
مقامِ ہفتم	۴۲۱
فلک الافلاک میں میل مستقیم ہے۔	۴۲۱
مقامِ ہشتم	۴۲۲
فلک میں مبدءِ میل مستدیر نہیں۔	۴۲۲
مقامِ نہم	۴۲۲
جسم میں کوئی نہ کوئی مبدءِ میل ہونا کچھ ضرور نہیں۔	۴۲۲
مقامِ دہم	۴۲۳
حرکتِ وضعیہ کا طبعیہ ہونا محال نہیں۔	۴۲۳
مقامِ یازدہم	۴۲۸
حرکتِ وضعیہ فلک بھی طبعیہ ہوسکتی ہے۔	۴۲۸
مقامِ دوازدہم	۴۲۹
طبیعت کا دائماً اپنے کمال سے محروم رہنا محال نہیں۔	۴۲۹
مقامِ سیزدہم	۴۳۴
حرکتِ فلک قسریہ ہوسکتی ہے۔	۴۳۴
فلاسفہ کی طرف سے چند شبہات اور مصنف کی طرف سے جوابات۔	۴۳۴
مقامِ چہاردہم	۴۳۶
فلک کی حرکت ارادیہ ہونا ثابت نہیں۔	۴۳۶
فلاسفہ کے دو شبہات اور مصنف علیہ الرحمہ کی طرف سے جواب۔	۴۳۶
مقامِ پانزدہم	۴۳۷
بلکہ افلاک کی حرکت قسریہ ہونا ثابت	۴۳۷
مذکورہ بالا دعویٰ پر دو دلیلیں۔	۴۳۷

Marfat.com

حجت اولیٰ	۴۳۷
حجت ثانیہ	۴۳۸
مقام شانزدہم	۴۳۸
فلک پر خرق والتیام جائز ہے۔	۴۳۸
نیچری منکرِ معراج کیوں ہیں۔	۴۳۸
تنبیہ	۴۴۷
مقام ہفدہم	۴۵۱
فلک بسیط نہیں۔	۴۵۱
فلسفی کے چار شبہے اور مصنف علیہ الرحمہ کے جوابات۔	۴۵۱
اصولِ فلسفہ پر حجتِ قطعیہ	۴۵۲
مقام ہیجدہم	۴۵۳
فلک کا قابلِ حرکتِ مستدیرہ ہونا ثابت نہیں۔	۴۵۳
مقام نوزدہم	۴۵۴
فلک کی حرکت ثابت نہیں۔	۴۵۴
ریاضیوں نے کواکب کی نو حرکات مختلفہ دیکھیں۔	۴۵۴
ثبوتِ حرکتِ افلاک میں تین شبہات۔	۴۵۵
مقام بستم	۴۵۸
بلکہ اصولِ فلسفہ پر فلک کی حرکتِ مستدیرہ بلکہ مطلقاً جنبش یکسر باطل۔	۴۵۸
کسی چیز کو باطل کہنا دو طور پر ہوتا ہے؛ ایک بطلانِ ثبوت، دو ثبوتِ بطلان۔	۴۵۸
بطلانِ حرکتِ مستدیرہ پر سات دلیلیں۔	۴۵۸
مقام بست و یکم	۴۵۹
در حرکتِ مستقیمہ کے بیچ میں سکون لازم نہیں۔	۴۵۹
گروہ ارسطو کے دو شبہے۔	۴۵۹
مقام بست و دوم	۴۶۲
امورِ غیر متناہیہ کا عدم سے وجود میں آجانا مطلقاً محال مجتمع ہوں خواہ متعاقب ہوں یا غیر مرتب۔	۴۶۲
برہان تطبیق و تضایف۔	۴۶۳
مقام بست و سوم۔	۴۶۵
قدمِ نوعی محال ہے۔	۴۶۵
فلاسفہ کے نزدیک بہت سی اشیاء کے افراد حادث ہیں مگر طبیعت کلیہ قدیم ہے۔	۴۶۵
نظریہ مذکورہ کے رد پر چھ حجتیں۔	۴۶۵
تنبیہ	۴۶۸
مقام بست و چہارم	۴۶۹
قوتِ جسمانیہ کا غیر متناہی پر قادر ہونا محال نہیں۔	۴۶۹
ابن سینا کی دلیل کی تلخیص اور اس کا رد۔	۴۶۹
تکملہ	۴۷۱
مقام بست و پنجم	۴۷۴
آن سیال کوئی چیز نہیں۔	۴۷۴
ارسطو اور ابن سینا کے نزدیک حرکت کے دو اطلاق۔	۴۷۴

Marfat.com

مقام بست وششم ۴۸۵
زمانے کا وجود خارجی اصلاً ثابت نہیں۔ ۴۸۵
متشدق (صاحب شمسِ بازغہ) کے
تناقضات۔ ۴۸۶
ابطال دلائل وجود حرکت بمعنی القطع۔ ۴۹۰
ابطال دلائل وجود زمانہ۔ ۴۹۱
چند شبہات اور اُن کے جوابات۔ ۴۹۱
تنبیہ جلیل ۴۹۶
حدیث میں ہے کہ ایام مشہور و محشور
ہوں گے۔ ۴۹۶
مقام بست وہفتم ۴۹۷
زمانے کے لئے خارج میں کوئی منشاء
انتزاع بھی نہیں۔ ۴۹۷
تنبیہ نافع۔ ۴۹۸
مقام بست وہشتم ۴۹۹
زمانہ موجود ہو خواہ موہوم کسی حرکت کی
مقدار نہیں ہوسکتا۔ ۴۹۹
مقام بست ونہم ۴۹۹
زمانہ کا مقدار حرکت فلکیہ ہونا توکسی طرح
ثابت نہیں۔ ۴۹۹
مقام سیئم ۵۰۴
زمانہ حادث ہے۔ ۵۰۴
دعوٰی مذکورہ پر دلائل ۵۰۴
کشف معضلہ ۵۰۵
قدم زمانہ پر فلاسفہ کی مایہ ناز دلیل کے
متعدد جوابات۔ ۵۱۰
مقام سی ویکم ۵۳۵
جزء لایتجزی باطل نہیں۔ ۵۳۵
موقف اول ۵۳۶
اس مسئلہ میں ابطال رائے فلسفی اور
در بارہ جزء میں ہمارا مسلک۔ ۵۳۶
موقف دوم ۵۳۹
اثبات جزء لایتجزّٰی ۵۳۹
موقف سوم ۵۴۰
ابطال دلائل ابطال ۵۴۰
شہادت بہ براہین ہندسیہ ۵۵۵
موقف چہارم ۵۷۱
در بارہ جسم ہماری رائے۔ ۵۷۱

مناظرہ و ردِّ بد مذہباں

ایک سابق ناظم ندوہ کے عقیدہ کے بارے
میں سوال۔ ۵۷۷
پیر طریقت، جامع شرائط صحت بیعت سے
بلاوجہ شرعی انحراف ارتداد طریقت ہے
اور شرعاً معصیت کہ بلاوجہ ایذا واحتقار
مسلم ہے اور وہ دونوں حرام۔ ۵۷۷
بلاوجہ مسلمان کی تکفیر کرنیوالے خود اپنے
اسلام کی خیر منائیں۔ ۵۷۸

Marfat.com

رسالہ النیر الشہابی علیٰ تدلیس الوھابی۔

(غیر مقلد وہابیوں کی تدلیس و تضلیل اور مسئلہ تقلید کی تحقیق و تفصیل) ۵۸۱

زید مقلدین ائمہ مجتہدین کو رافضی و خارجی بتاتا ہے اور ترکِ تقلید کو تمام دینِ محمدی پر عمل کرنا قرار دیتا ہے۔ اسکے بارے میں حکم شرعی کیا ہے ۵۸۱

امرِ اول ۵۸۲

تقلیدِ شخصی کے بارے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی گواہی۔ ۵۸۳

دوسری صدی ہجری کے بعد ایک امامِ معین کی تقلید اہلِ اسلام پر واجب ہوگئی۔ ۵۸۳

اہلسنت کا گروہِ ناجی اب چار مذاہب میں مجتمع ہے۔ ۵۸۳

جو چاروں مذہبوں سے باہر ہے وہ بدعتی جہنمی ہے۔ ۵۸۳

ابن عبدالوہاب نجدی اپنے موافقان کے علاوہ تمام عالم کے مسلمانوں کو کافر و مشرک کہتا تھا۔ ۵۸۴

شیخ نجدی اور اس کے پیروکاروں کے بارے میں علامہ شامی کا بیان۔ ۵۸۴

علامہ سید احمد زینی دحلان مکی قدس سرہٗ کا وہابیہ کے بارے میں مفصل تبصرہ۔ ۵۸۵

ہندی وہابیوں کے عقائد وہی ہیں جو نجدی وہابیوں کے ہیں، جو کچھ امام نجدی نے لکھا وہی کچھ ان کے امام ہندی نے لکھ دیا۔ ۵۸۹

امرِ دوم ۵۹۱

زید کے اس دھوکے کا رد کہ چاروں اماموں کے مسائل لینے میں کل دین محمدی پر بخوبی عمل ہوسکتا ہے اور ایک کی تقلید میں یہ ناممکن ہے۔ ۵۹۱

پہلا رد (اولاً) ۵۹۲

مثال سے وضاحت ۵۹۲

دوسرا رد (ثانیًا) ۵۹۲

تیسرا رد (ثالثًا) ۵۹۳

چوتھا رد (رابعًا) ۵۹۳

پانچواں رد (خامسًا) ۵۹۴

رسالہ السھم الشہابی علیٰ خداع الوھابی۔

(مولوی رحیم بخش غیر مقلد کی مکاریوں اور غیر مقلدین کو اہل سنت قرار دینے کا مدلل رد) ۵۹۷

غیر مقلد مولوی مذکور کی کتاب سے نقل کردہ چند عبارات پر مشتمل استفتاء۔ ۵۹۷

جواب از مصنف علیہ الرحمہ۔ ۶۰۰

مولوی رحیم بخش صریح غیر مقلد وہابی ہے، حنفیوں کا صریح مخالف و بدخواہ، اور اس کی کتاب مذکور (اسلام کی پہلی کتاب، دوسری کتاب، تیسری کتاب وغیرہ) گمراہی

Marfat.com

وفساد پھیلانے والی ہے۔ ٦٠٠
مصنف مذکور کے غیر مقلد وہابی اور دشمنِ احناف ہونے کے دلائل۔ ٦٠٠
پہلی دلیل (اولاً) ٦٠٠
دوسری دلیل (ثانیاً) ٦٠٢
تیسری دلیل (ثالثاً) ٦٠٢
چوتھی دلیل (رابعاً) ٦٠٣
پانچویں دلیل (خامساً) ٦٠٣
مصنف مذکور عیار نے نادان مسلمانوں اور اُن کے بے سمجھ بچوں کو سخت فریب دیا۔ ٦٠٣
پچاس ۵۰ غلط مسائل کا بیان جن میں مصنف مذکور اور اس کے حمایتی جتنے ہیں مذہبِ حنفی کے دشمن اور بدخواہ ہیں مسلمانوں پر ان سے احتراز فرض ہے۔ ٦٠٤ تا ٦١٨
○ رسالہ دفع زیغ زاغ ملقب بلقب تاریخی رامی زاغیاں۔
(وہ چالیس سوالات جو اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ نے حلتِ غراب کے بارے میں مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کو بھیجے جن کے جواب سے وہ عاجز رہے) ٦٢١
تمہید اور پس منظر از مولوی محمد سلطان الدین سلہٹی۔ ٦٢٢
مولوی رشید احمد گنگوہی نے پہلے مسئلہ امکانِ کذب نکالا، پھر ابلیس لعین کے علم کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ بتایا، پھر کوّے کی حلت کا غوغا بلند کیا۔ ٦٢٢
نقل مفاوضہ اول اعلیٰحضرت بنام مولوی رشید احمد گنگوہی۔ ٦٢٥
چالیس سوالات مرسلہ از امام اہلسنت بنام مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب ٦٢٦
تنبیہ ٦٣٢
نقل کارڈ مولوی گنگوہی صاحب بجواب مفاوضہ عالیہ ٦٣٢
مفاوضہ دوم اعلیٰحضرت در ردّ کارڈ گنگوہی صاحب۔ ٦٣٤
بعض جگہ اکابر کو ضرب المثل بنانا سوئے ادب ہے اور قائل مستحق تعزیر شدید ہے ٦٣٧
قاضی عیاض علیہ الرحمہ کی تصنیف جلیل شفا شریف سے مسئلہ مذکورہ کی تائید۔ ٦٣٧
○ رسالہ اطائب الصیب علی ارض الطیب۔
(تقلید کے ضروری ہونے کا ثبوت اور غیر مقلدین کا رد) ٦٤٣
خطبہ و مقدمہ ٦٤٣
خط اول عرب صاحب بنام نامی اعلیٰحضرت مدظلہ السامی۔ ٦٤٦
مفاوضۂ اول از اعلیٰحضرت مدظلہ الاکمل بجواب خطِ اول۔ ٦٤٧
خط دوم عرب صاحب بقبول ہدایت اولیٰ و استفادۂ مسئلہ اُخریٰ۔ ٦٥٦

Marfat.com

مفاوضۂ دوم اعلیحضرت مدظلہ بجواب خط دوم۔ ۶۵۸

خط سوم عرب صاحب بہ تبدیل رنگ و اظہار خشم بے درنگ۔ ۶۶۸

مفاوضۂ چہارم اعلیحضرت دام ظلہ بجواب خط سوم۔ ۶۷۱

مفاوضۂ پنجم اعلیحضرت دام ظلہ باعلام تمامی حجت۔ ۶۷۲

زیادت افادت ۶۷۳

نامی نامۂ مولانا واعظ الدین صاحب بجواب ہماں خط سوم عرب صاحب۔ ۶۷۳

خاتمہ ۶۷۷

وہ سوالات کہ عرب صاحب سے کئے گئے اور انھوں نے جواب نہ دئے اور انھیں بار بار مطلع کر دیا ہے کہ بے ان کے جواب کے آپ کی خارجی باتیں مسموع نہ ہوں گی۔ ۶۷۷

تنبیہ ۶۷۸

تنبیہ ۶۷۸

عرب صاحب کی تہذیب ۶۷۸

عرب صاحب کی عربی دانی ۶۸۰

لطیفہ ۶۸۱

عرب صاحب کا رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم پر افترا۔ یہ مجتہد صاحب تو نیچری کانفرنس کے رکن رکین نکلے۔ ۶۸۱

Marfat.com

فہرست ضمنی مسائل

فوائد تفسیریہ

مصنف علیہ الرحمہ کی طرف سے ایک آیۃ کریمہ کی مختصر تفسیر۔ ۱۱۶

آیاتِ کریمہ سے مسئلہ کی تائید۔ ۱۱۸

آیت کریمہ "جعل الشمس ضیاءً والقمر نورًا" نص واضح ہے کہ قمر مستنیر ہو کر انارۂ عالم کرتا ہے (حاشیہ) ۱۲۱

ایک آیت کریمہ کی تفسیر۔ ۲۰۱

قرآن عظیم نے آسمان وزمین کے متحرک ہونے کی نفی فرمائی ہے۔ ۲۰۶

عقائد و کلام

جب امام موجود ہو تو اسے امام نہ جاننا باعثِ موت جاہلیت ہے۔ ۵۴

اہلسنت کے نزدیک ہر چیز کا سببِ اصلی محض ارادۃ اللہ عزّوجل ہے۔ ۹۵

زلزلہ کا سببِ اصلی ارادۃ اللہ، عالمِ اسباب میں باعثِ اصلی بندوں کے معاصی اور وجہِ وقوع کوہ قاف کے ریشہ کی حرکت ہے ۹۶

دن رات کی تبدیلی گردشِ ارضی سے ماننا قرآن عظیم کے خلاف اور نصاریٰ کا مذہب ہے، اور گردشِ سماوی بھی ہمارے نزدیک باطل ہے حقیقتاً اس کا سبب گردشِ آفتاب ہے ۱۰۲

کیا علتِ جاعلہ کا واجب الوجود ہونا واجب ہے یا وہ ممکن ہوسکتا ہے۔ ۱۰۷

شنوائی اور نگاہوں کا مالک اللہ ہے ۱۱۴

اللہ نہ چاہے تو صور کی آواز بھی کان تک نہ جائے۔ ۱۱۴

Marfat.com

وہ نہ چاہے تو روشن دن میں بلند پہاڑ نظر نہ آئے۔ ۱۱۴

ہر بدن میں اللہ تعالٰے کے کام اور انسان کی تخلیق کے مرحلے۔ ۱۱۴

اللہ چاہے تو کروڑوں انسان پتھر سے نکالے یا آسمان سے برسالے۔ ۱۱۵

عقولِ عشرہ کو تخلیق وایجاد میں شرط و واسطہ ماننا ایک کفر نہیں بلکہ معدنِ کفر ہے۔ ۱۱۹

حاش للہ! نہ اللہ کے سوا کوئی خالق بالذات، نہ ہرگز ہرگز اس نے منصبِ ایجادِ عالم کسی کو عطا فرمایا کہ قدرتِ مستفادہ سے خالقیت کیا کرے۔ ۱۲۴

بالجملہ باری تبارک وتعالیٰ کو کسی شئی کی تدبیر و تصرف سے بے تعلق یا اس کے غیر کو خالق جواہر خواہ ایجاد باری تعالیٰ کا متمم کہنا قطعاً جزماً کفریاتِ خالصہ میں سے ہے۔ ۱۲۵

بلا اکراہ کلمۂ کفر بولنا خود کفر ہے اگرچہ دل میں اس پر اعتقاد نہ رکھتا ہو۔ ۱۲۵

عبارات ائمہ وعلمائے سے مسئلہ کی تائید۔ ۱۲۵

کلماتِ کفر کو بطورِ حکایت نقل کرنے کا حکم شرعی ۱۲۵

ردِّ اہلِ بدعت بوقتِ حاجت اہم فرائض سے ہے۔ ۱۳۰

ائمۂ دین فرماتے ہیں جو کسی غیر خدا کو ازلی کہے باجماعِ مسلمین کافر ہے۔ ۱۳۱

حاصلِ مذہبِ اہلسنت یہ ہے کہ تمام مقدورات

اس جناب رفیق کے حضور یکساں ہیں کوئی اپنی ذات سے کچھ استحقاق نہیں رکھتا کہ ایک کو راجح اور دوسرے کو مرجوح کہیں۔ ۱۴۰

کافروں کے کسی کام کی تحسین کرنے والا کافر ہے۔ ۱۵۸

استحلالِ کبیرہ کفر ہے۔ ۱۵۹

حرام قطعی کی تعریف وتحسین کفرِ مبین ہے۔ ۱۵۹

علماء فرماتے ہیں ملائکہ سے تشبیہ دینا نہ چاہیے اور اس پر اصرار موجب اکفار ہے۔ ۱۶۰

شریعتِ اسلامیہ کے نزدیک زمین و آسمان دونوں ساکن ہیں۔ ۲۰۰

بیشک مسلمان پر فرض ہے کہ حرکتِ شمس وسکونِ زمین پر ایمان لائے۔ ۲۲۴

غیب کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے اور اس کی عطا سے اس کے حبیب صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو ہے۔ ۲۳۳

اللہ عزّ وجل فاعل مختار ہے۔ ۳۸۷

اللہ واحد قہار ایک اکیلا خالق جملہ عالم ہے ۴۰۳

بلا وجہ مسلمان کی تکفیر کرنے والے خود اپنے اسلام کی خیر منائیں۔ ۵۷۸

فضائل سیّد المرسلین

نبی کریم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا اسم شریف کریم المخرج کون سی حدیث کے موافق ہے۔ ۴۴

Marfat.com

فوائدِ اصولیہ

اشیائے متوالیہ میں حدِ فاصل ایک آن مشترک ہوتی ہے۔ ۴۱

قبولِ علماء کے لئے شانِ عظیم ہے کہ اس کے بعد ضعف اصلاً مضر نہیں رہتا۔ ۴۷

جہال کو حدیث میں گفتگو سزاوار نہیں۔ ۴۷

روایتِ حدیث کے دو طریقے ہیں: روایت باللفظ اور روایت بالمعنیٰ۔ ۴۹

قرآن عظیم میں نقل بالمعنیٰ جائز نہیں۔ ۴۹

حدیث کو موضوع کب کہا جائے گا۔ ۵۰

معرفت فرع وجود ہے۔ ۵۴

حدیثِ متواتر کے مقابل احاد سے استناد سخت جہالت ہے۔ ۵۴

اجماع کے رد میں بعض اشارات سے اپنے استنباط پر اعتماد اشد ضلالت ہے۔ ۵۴

کوئی حنفی المذہب حدیث صحیح غیر منسوخ غیر متروک پر عمل کرے تو کیا وہ مذہب حنفی سے خارج ہوجاتا ہے یا حنفی ہی رہتا ہے۔ ۶۱

صحتِ حدیث علی مصطلح الاثر اور صحتِ حدیث لعمل المجتہدین میں نسبت۔ ۶۴

کبھی صحتِ حدیث عمل پر متفرع ہوتی ہے نہ کہ عمل صحتِ حدیث پر۔ ۶۴

حدیث ضعیف حجت نہیں ہوتی مگر فضائلِ اعمال میں اس پر عمل ہوتا ہے۔ ۶۴

بارہا حدیث صحیح ہوتی مگر امام مجتہد اس پر عمل نہیں کرتا جس کی متعدد وجوہ ہیں۔ ۶۵

مجرد صحت مصطلحۂ اثر صحت عمل مجتہد کے لئے ہرگز کافی نہیں۔ ۶۶

مجرد صحت اثری صحتِ عملی کو مستلزم نہیں بلکہ محال ہے کہ مستلزم ہو ورنہ ہنگام صحت متعارضین قول بالمتنافین لازم آئے گا۔ ۷۰

کوئی حدیث مجتہد نے پائی اور کسی وجہ سے اس پر عمل نہ کیا تو وہ حدیث اس امام کا مذہب نہیں ہوسکتی۔ ۷۰

احکام رجال ومتون وطرق احتجاج و وجوہِ استنباط اور ان کے متعلقات اصول مذہب پر احاطہ تامہ کے لئے چار دشوار گزار منزلیں پیش آتی ہیں۔ ۷۰

حدیثِ موضوع کی روایت بے ذکرِ ردّ و انکار ناجائز ہے۔ ۱۲۹

اہلسنت کا اجماع ہے کہ نصوص اپنے ظاہر پر حمل کئے جائیں۔ ۱۵۹

جو مسئلہ تمام مسلمانوں میں مشہور ومقبول ہے مسلمان اسی پر اعتقاد لائے۔ ۲۰۴

قرآن پاک کے مطلق کو مقید، عام کو مخصص بنانا جائز نہیں۔ ۲۱۳

وجہ تسمیہ مطرد نہیں ہوتی۔ ۲۱۹

مستدل کو عدم لزوم کافی نہیں لزوم عدم چاہیے، مخالف کو جواز بس ہے۔ ۳۵۳

Marfat.com

ملازمت جسم للجسم ملازمت ضع للوضع کو مستلزم نہیں ۳۵۴
مَن ادعٰی فعلیه البیان ۔ ۳۵۷
کسی چیز کو باطل کہنا دو طور پر ہوتا ہے ایک بطلانِ ثبوت، دوسرا ثبوتِ بطلان ۔ ۴۵۸

تاریخ وتذکرہ واسماء الرجال

عبادلہ ثلثہ کن صحابہ کرام کو کہا جاتا ہے ۔ ۴۳
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر امام ابوحنیفہ کو جگہ دی، اس کا کیا مطلب ہے ۵۷
امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیثِ عمار رضی اللہ تعالےٰ عنہ دربارہ تیمم جنب عمل نہ کیا ۔ ۶۶
یوں ہی حدیثِ فاطمہ بنت قیس دربارۂ عدم النفقہ والسکنی للمبتوتہ پر عمل نہ کیا ۔ ۶۶
ابن شحنہ اہلِ اختیار میں سے نہیں ۔ ۷۸
الہنسی اصحابِ تصحیح میں سے نہیں ۔ ۷۸
صاحبِ نہر الفائق اہلِ ترجیح میں سے نہیں ۷۸
امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے ایک مکتوب کا حوالہ اور اس سے استدلال ۸۲
حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے رسالہ مبدأ و معاد سے استدلال ۔ ۸۴
کلامِ مجدد الف ثانی سے پانچ وجوہ سے استدلال مجدد صاحب کے کلام کے دس فوائد ۔ ۸۶
مصنف علیہ الرحمہ نے ازراہِ شفقت مستفتی کو مجاہدِ اکبر قرار دیا ۔ ۲۰۰
حضرت حذیفہ بن الیمان صاحب سرِّ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں ۔ ۲۰۲
کعب احبار تابعین اخیار سے ہیں ۔ ۲۱۶
نصاریٰ پہلے سکونِ ارض کے قائل تھے ۔ ۲۱۷
جرجیر کی وجہ تسمیہ کے بارے میں ایک حکایت ۔ ۲۱۹
مصنف علیہ الرحمہ کی نوعمری کا ایک دلچسپ واقعہ ۔ ۲۳۷
متشدق (صاحبِ شمسِ بازغہ) کے تناقضات ۔ ۴۸۶
ابن عبدالوہاب نجدی اپنے موافقان کے علاوہ تمام عالم کے مسلمانوں کو کافر و مشرک کہتا تھا ۔ ۵۸۴
مولوی رحیم بخش صریح غیر مقلد وہابی ہے، حنفیوں کا صریح مخالف و بدخواہ تھا اور اس کی کتاب مذکور (اسلام کی پہلی کتاب، دوسری کتاب، تیسری کتاب وغیرہ) گمراہی و فساد پھیلانے والی ہے ۔ ۶۰۰
تمہید اور پس منظر از مولوی محمد سلطان الدین سلہٹی ۔ ۶۲۲

تصوف و طریقت

مرشد کے فتوی کے رد پر تصدیق کرنیوالا بیعت سے خارج ہوتا ہے یا نہیں ۔ ۹۲
پیرِ طریقت، جامع شرائط صحت بیعت سے

Marfat.com

بلا وجہ شرعی انحراف ارتداد طریقت ہے اور شرعاً معصیت کہ بلا وجہ ایذاء و احتقارِ مسلم ہے اور وہ دونوں حرام۔ ۵۷۷

فضائل و مناقب

شانِ امام ابوحنیفہ میں وارد ہونے والی حدیث کو شارحینِ ہدایہ نے موضوع کیوں کہا۔ ۵۸

مناقب امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ ۷۶

فضیلتِ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ۷۷

مجتہد کی شان۔ ۹۰

حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی کی عظمت۔ ۲۰۰

فرمانِ نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہے کہ قرآن پاک چار شخصوں سے پڑھو۔ ۲۰۲

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ افقہ الصحابہ بعد الخلفاء الاربعہ ہیں۔ ۲۳۵

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ صاحبِ سرِ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ ۲۳۵

میراث و وصیت

حدیث "من قطع میراث وارثه قطع الله میراثه من الجنة یوم القیمة" صحیح ہے۔ ۴۵

حدیث "من زوی میراثا عن وارثه زوی الله عنه میراثه من الجنة" بطور محدثین اس کی سند میں کلام ہے مگر اس کے معنی عند العلماء مقبول ہیں۔ ۴۶

اضرارِ وصیت کے چند طریقے۔ ۴۶

قصد حرمان ورثہ حرام ہے۔ ۴۷

علم و تعلیم و تعلّم

کتاب کس دن شروع کی جائے۔ ۴۳

جب صحابہ کرام کو سب و شتم کیا جائے تو اہلِ علم کو اپنا علم ظاہر کرنا چاہیے۔ ۱۳۰

لُغت

حدیث میں لفظ راس حسبِ محاورۂ عرب بمعنی آخر ہے۔ ۴۱

امیر اور میر میں کچھ فرق نہیں۔ ۹۰

فقط میر صاحب ہونے سے میرِ محلہ نہیں ہوتا۔ ۹۰

میرِ محلہ کی تعریف۔ ۹۰

زوال کے معنی۔ ۲۰۵

Marfat.com

امساک کے معنی۔ ۲۱۲

آداب

مصنف علیہ الرحمہ کی تواضع اور کسر نفسی۔ ۴۱
عورتوں کو مردوں سے سو حصے زیادہ شہوت دی گئی لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن پر حیا ڈال دی۔ ۱۰۱
بعض جگہ اکابر کو ضرب المثل بنانا سوئے ادب ہے اور قائل مستحق
تعزیر شدید ہے۔ ۶۳۷

بلاغت

لفظ "مجازی" جس طرح حقیقت کے مقابل بولتے ہیں یونہی بمقابل ذاتی۔ ۱۲۲
فعل قوۃ نکرہ میں ہے اور نکرہ حیز نفی میں عام ہوتا ہے۔ ۲۱۳

☆ ☆ ☆

Marfat.com

فوائدِ حدیثیہ

مسئلہ ازریاست عثمان پور ضلع بارہ بنکی مرسلہ مولوی محمد مظہر الحق صاحب نعمانی ردولوی نائب ریاست مذکور ، ربیع الآخر شریف ۱۳۲۱ھ

(سوال اصل میں مذکور نہیں)

الجواب

مولانا المکرم اکرمکم اللہ تعالٰی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، فقیرِ حقیر حاش للہ اس لفظِ گراں مایہ مہین پایہ کے ہزارویں لاکھویں حصّے کے لائق نہیں ولاحول ولاقوۃ الاباللہ حضرات علمائے کرام اہلسنت اپنے کرم سے جن الفاظِ عالیہ سے چاہتے ہیں نوازتے ہیں مگر تحقیقِ لفظ کے لئے گزارش ہے کہ حدیث میں راس حسبِ محاورۂ عرب ضرور بمعنی آخر ہے۔ ولہذا علمائے کرام ارشاد فرماتے ہیں مجدد کے لئے ضروری ہے ان تمضی علیہ المائۃ وھو عالم مشھور مفید (اس پر صدی گزرے اس حال میں کہ وہ مفید مشہور عالم ہو۔ت) لیکن ایسی اشیائے متوالیہ میں حدِ فاصل ایک آن مشترک ہوتی ہے کہ وہ جس طرح اوّل کے آخر ہے یونہی آخر کے اوّل، اور عمل تجدید مجدد ہرگز ختم صدی سے ختم ومنتہی نہیں ہوجاتا بلکہ وہ آخر اوّل واوّل آخر دونوں میں ہوتا ہے تمضی علیہ المائۃ وھو کذا (اس پر صدی گزرے اس حال میں کہ وہ ایسا ہو۔ت) ہی اس پر دلیل ہے اور تمام مجددین معدودین للمائۃ کو ملاحظہ فرمائیں کہ آخر صدی ماضی واول صدی حاضر دونوں میں ان کی تجدیدِ اسلام

Marfat.com

ومسلمین کو مفید رہی تو بجالِ حیاتِ مجدد جبکہ ایک صدی کا آخر گزگیا اور دوسری کا اول موجود اور وہ حي ہو مجدد مائۃ ماضیہ کہنا مناسب ہوگا جو انقطاعِ تجدید کا موہم ہو یا مجدد مائۃ حاضرہ کہ اس کی حیات اور فیض و تجدید کے استمرار پر دلیل ہو۔ والسلام۔ واللہ سبحانہٗ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲ مرسلہ جناب خلیل صاحب سوداگر کٹرہ مانسرائے بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کو رمضان المبارک میں کوئی ہیبت ناک بات آنے والی ہے جس کی نسبت حضور کی طرف بعض آدمیوں نے کی ہے کہ مولوی صاحب نے ایسا فرمایا کہ جمعہ کی رات کو ایک ہیبت ناک آواز آئے گی۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

آئے گی۔ مگر یہ نہ کہا تھا کہ اسی رمضان آئے گی۔ جب آئے گی تو وہ رمضان ہی ہوگا جس کی پندرھویں جمعہ کو ہوگی۔ اُس سال زلزلے کثرت سے ہوں گے، اَولے کثرت سے پڑیں گے۔ پندرھویں شب رمضان شبِ جمعہ ایک دھماکہ ہوگا، صبح کی نماز کے بعد ایک چنگھاڑ سُنائی دے گی۔ حدیث میں آیا کہ اس تاریخ کو نمازِ صبح پڑھ کر گھروں کے اندر داخل ہوجاؤ اور کواڑ بند کرلو، گھر میں جتنے روزن ہوں بند کرلو، کان بند کرلو، پھر آواز سنو تو فوراً اللہ عزوجل کے لئے سجدہ میں گرو اور کہو: "سبحٰن القدوس سبحٰن القدوس ربنا القدوس" (قدوس کے لئے پاکی ہے قدوس کے لئے پاکی ہے اور ہمارا پروردگار قدوس ہے۔ ت) جو ایسا کرے گا نجات پائے گا جو نہ کرے گا ہلاک ہوگا۔[۱] یہ حدیث کا مضمون ہے۔ اس میں یہ تعیین نہیں کہ کس سنہ میں ایسا ہوگا۔ بہت رمضان گزر گئے جن کی پہلی جمعہ کو تھی اور ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی گزریں گے۔ ہاں جو خبر دی ہے ہونے والی ضرور ہے جب کبھی ہو۔ اللہ تعالیٰ سے خوف و امید ہر وقت رکھنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳ مسئولہ حاجی شاہ محمد عرف کمال اللہ شاہ ساکن بریلی شریف محلہ برام پورہ

۴ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۷ھ

ان اللہ خلق اٰدم علی صورتہ[۲] (بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ ت)

اور حضور سے یہ عرض ہے: یہ حدیث ہے یا قول ہے؟

---

[۱] مسند الشاشی حدیث ۸۳۷ مکتبۃ العلوم والحکم مدینہ منورہ ۲/۲۶۲ و ۲۶۳

[۲] مسند احمد بن حنبل عن ابی ھریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۴۴، ۲۵۱، ۴۳۴

صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب النہی عن ضرب الوجہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۲۷

〃 کتاب الجنۃ 〃 〃 〃 ۲/۳۸۰

Marfat.com

الجواب

یہ حدیث صحیح ہے اور اضافت شرف کے لئے ہے، جیسے بیتی (میرا گھر) اور ناقۃ اللہ (اللہ کی اونٹنی) یا ضمیر آدم کی طرف ہے یعنی آدم کو ان کی کامل صورت پر بنایا، طولہ ستون ذراعًا[۱] ان کا قد ساٹھ ہاتھ کا بخلاف اولادِ آدم کہ بچہ چھوٹا پیدا ہوتا پھر بڑھ کر اپنے کامل قد کو پہنچتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴: از ملک بنگال ضلع فریدپور موضع پتورا کاندے مرسلہ شمس الدین صاحب

"عبادلہ ثلثہ" محققین کی اصطلاح میں کن کو کہتے ہیں؟

الجواب

ابنائے عمر و عباس و عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہم،

لاشتراکھم فی الزمان واقترابھم فی الاسنان اما افضل العبادلۃ عبد اللہ ابن مسعود فوق الکل وشیخ الکل رضوان اللہ تعالٰی علیھم اجمعین۔

ان کے ایک زمانے میں مشترک ہونے اور عمروں میں قریب ہونے کی وجہ سے۔ ان سب میں افضل عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں جو ان سب سے فائق اور سب کے شیخ ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ (ت)

ہاں ہماری اصطلاح فقہی میں بجائے ثالث یہ اول الکل ہیں، کما فی فتح القدیر۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵: از صاحب گنج مسئولہ چراغ علی صاحب ۲۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۱ھ

کسی حدیث یا اقوالِ مشائخ وغیرہ سے ثابت ہے کہ چہارشنبہ کو عصر کے وقت عربی کتاب جو شروع کرتے ہیں یا نہیں؟ اکثر لوگ چہارشنبہ عصر کے بعد نماز عربی کی کتاب اور جمعہ کے دن کو کسی وقت فارسی کی کتاب شروع کرنے کی عادت رکھتے ہیں، یہ کیسا ہے؟

الجواب

حدیث میں نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[۱] صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب خلق آدم و ذریتہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۶۸
صحیح مسلم کتاب الجنۃ " " " ۲/۳۸۰

Marfat.com

مامن شیٔ بدأ یوم الاربعاء الا تم[1]۔ جو چیز بدھ کے دن شروع کی جاتی ہے وہ اتمام کو پہنچتی ہے۔

مگر بعد نمازِ عصر کی تخصیص ثابت نہیں بلکہ ظُہر و عصر کے درمیان مناسب ہے کہ بدھ کے دن یہ وقت ساعتِ اجابت ہے کما فی حدیث احمد عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما (جیسا کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰے عنہما سے مروی حدیثِ احمد میں ہے۔ ت) ابتداءِ فارسی کے لئے جمعہ کی تخصیص بے اصل ہے اور نہ اس بارے میں کچھ وارد، بلکہ صدرِ اوّل میں تو فارسی سے مخالفت تھی کہ وہ اس وقت کفّار کی زبان تھی۔ امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

ایّاکم ورطانۃ الاعاجم فانہ یورث النفاق[2] (عجمیوں کی زبان سے بچو کہ یہ نفاق پیدا کرتی ہے۔ ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مسئولہ مولوی عبدالحمید صاحب از بنارس محلہ پتر کنڈہ متصل تالاب ۱۸ ربیع الاوّل شریف ۱۳۳۲ھ

ہمارے سُنّی حنفی علماء اکثرہم اللہ تعالٰے کیا فرماتے ہیں کہ کتابِ مستطاب "دلائل الخیرات" مطبوع مطبع نظامی ۱۲۷۹ھ میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اسمائے شریفہ کے اخیر میں ایک اسم شریف "کریم المخرج" بھی لکھا ہے، اس کے متعلق حاشیہ پر یہ عبارت لکھی ہے:

قال الشیخ ھذا زائد لیس بداخل الکتاب لکن جرت العادۃ بقرائۃ لانہ موافق للحدیث الخ شیخ نے کہا یہ زائد ہے کتاب میں داخل نہیں لیکن اس کے پڑھنے کی عادت جاری ہے کیونکہ یہ حدیث کے موافق ہے الخ (ت)

پس وہ حدیث شریف جس کے یہ موافق ہے کون سی ہے اور کس کتاب میں ہے؟ اور اس اسم شریف کا مفصل مطلب کیا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہ نام نامی "دلائل الخیرات" کی بعض روایت میں داخل ہے اور اس کا بلفظہٖ کسی حدیث[ع] میں آنا

ع فی الاصل ھکذا اظنہ "حدیث"۔ عبدالمنان اعظمی

[1] کشف الخفاء تحت حدیث ۲۱۸۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۱۹۳

[2] السنن الکبرٰی کتاب الجزیۃ باب کراہیۃ الدخول علی اہل الذمۃ الخ دار صادر بیروت ۹/۲۳۴

Marfat.com

معلوم نہیں۔ مطالع المسرات میں اس پر کوئی حدیث نہ لکھی، مواہب اللدنیہ وسیرت شامی و زرقانی میں اس نام کا ذکر نہیں، معنی واضح ہیں مخرج جائز طور پر کہ نسب و مولد و محل اشتہار وغلبہ یعنی حرمین طیبین کو شامل ہے اور حضور انور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہمہ وجوہ کریم ہیں، خود کریم، نسب کریم، مولد کریم، مہاجر کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔

مسئلہ ۲۸ ذوالقعدہ ۱۳۲۱ھ

ذیل میں جو حدیث تحریر کی جاتی ہے اس کی صحت اور غیر صحت کی نسبت اختلاف ہے۔ لہٰذا علمائے دینِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں گزارش ہے کہ اگر حدیثِ مذکور صحیح ہے تو اپنے مُہر و دستخط فرمائیں، اور جو شخص منکر اس حدیث کا ہو اس کی نسبت شرع شریف میں کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من قطع میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ یوم القیامۃ[1]۔ رواہ ابن ماجۃ والبیہقی فی شعب الایمان۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے وارث کو میراث سے کاٹا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت سے اس کی میراث کو کاٹے۔ اس کو ابن ماجہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا (ت)

الجواب

یہ حدیث ابن ماجہ نے اپنی سُنن ابواب الوصایا باب الحیف فی الوصیۃ میں یوں روایت کی:

حدثنا سوید ابن سعید ثنا عبد الرحیم ابن زید العمی عن ابیہ عن انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من فر من میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ یوم القیامۃ[2]۔

سوید ابن سعید عبد الرحیم ابن زید سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنے باپ سے وہ حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی اپنے وارث کی میراث سے بھاگے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت سے اس کی میراث سے کاٹے۔

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح باب الوصایا الفصل الثالث ص ۲۶۶ [1] ابن ماجہ کتاب الوصایا ۲/۲-۹۰

[2] سنن ابن ماجہ کتاب الوصایا باب الحیف فی الوصیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲-۹۰

Marfat.com

اور دیلمی نے مسند الفردوس میں انھیں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بایں الفاظ روایت کی :

من زوی میراثا عن وارثه زوی الله عنه میراثه من الجنة۔[1]

جو اپنے وارث کی میراث سمیٹے تو اللہ جنت سے اس کی میراث سمیٹ لے گا۔

بطور محدثین اس کی سند میں کلام ہے :

فزید یضعف وابنه شدید الضعف لاجرم ان قال السخاوی للحدیث بعد ایرادہ فی المقاصد الحسنة هو ضعیف جدا[2] وقال المناوی فی التیسیر والعزیزی فی السراج المنیر ضعفه المنذری۔[3]

زید ضعیف ہیں اور ان کے لڑکے شدید ضعیف۔ اسی لئے امام سخاوی نے اس حدیث کو مقاصد حسنہ میں نقل کرنے کے بعد فرمایا یہ حدیث بڑی ضعیف ہے۔ اور مناوی نے تیسیر میں اور عزیزی نے سراج منیر میں منذری کے حوالے سے اس کو ضعیف کہا۔

مگر اس کے معنی عند العلماء مقبول ہیں۔ مشکوٰۃ میں اسے بروایت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سنن ابن ماجہ اور بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شعب الایمان سے "مذکور فی السوال" کا لفظ نقل کیا اور شراح نے اس کی توجیہات لکھیں، اور ابن عادل نے اپنی تفسیر میں اسے بصیغہ جزم رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرکے اس سے تحریم اضرار فی الوصیۃ پر استدلال کیا اور آیہ کریمہ سے اس کی تاکید کی۔ حیث قال :

الاضرار فی الوصیة علی وجوہ ان یوصی باکثر من الثلث او یقر بماله لاجنبی، او علی نفسه بدین لاحقیقة له، او بان الدین الذی کان له علی فلان استوفاہ، او یبیع بثمن رخیص، او یشتری بغال، کل ذلك لان لا یصل

اضرار وصیت میں چند طریقہ پر ہوتا ہے (۱) ثلث سے زائد وصیت کرے (۲) اجنبی کے لئے مال کا اقرار کرے (۳) یا فرضی قرض کا اقرار کرے (۴) وہ قرض جو دوسرے پر تھا اس کو وصول کرچکا ہو (۵) کسی چیز کو سستا بیچ دے (۶) مہنگا خریدے (۷) ثلث کی وصیت کرے

---

[1] الفردوس بمأثور الخطاب حدیث نمبر ۵۷۱۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/۵۴۸

[2] المقاصد الحسنہ تحت حدیث ۱۱۲۸ 〃 〃 〃 ص ۴۱۳

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر 〃 ۸۸۸۶ مکتبۃ الامام الشافعی ۲/۴۳۳

السراج المنیر شرح الجامع الصغیر 〃 من فر من میراث وارثہ المطبعۃ الازہریۃ المصریۃ مصر ۳/۳۴۵

Marfat.com

المال الی الورثة، او یوصی بالثلث لا لوجہ اللہ لکن لتنقیص الورثة، فھذا ھو الاضرار فی الوصیة وقال علیہ افضل الصلٰوۃ والسلام من قطع میراثا فرضہ قطع اللہ میراثہ من الجنة ویدل علٰی ذٰلک قولہ تعالٰی بعد ھذہ الاٰیة تلک حدود اللہ[1] اھ ملخصًا۔

مگر رضائے الٰہی کے لئے نہیں ورثاء کو ضرر دینے کے لئے کہ میرے بعد مال انھیں نہ ملے، تو یہ سب وصیت میں اضرار کی صورتیں ہیں، حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالٰے کے مقرر کردہ حصہ کو قطع کرتا ہے اللہ تعالٰی اس کا حصہ جنّت سے قطع کر دے گا۔ اس کے بعد والی آیت بھی اس کی تائید کرتی ہے کہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے یہ اللہ کے حدود ہیں اھ ملخصًا۔

امام ابن حجر مکی نے زواجر عن اقتراف الکبائر میں اسی تمسک و تائید کو مقرر رکھا۔ اور قصد حرمان ورثہ کو حرام بتایا نیز تیسیر میں زیر حدیث فرمایا:

افادان حرمان الوارث حرام وعدّہ بعضھم من الکبائر[2]

پتہ چلا کہ وارث کو محروم کرنا حرام ہے اور بعض علمائے اس کو گناہِ کبیرہ بتایا۔

عزیزی میں ہے:

فاذا حرمان الوارث حرام[3]۔ وارث کو محروم کرنا حرام ہے۔

منکرِ حدیثِ مذکور اگر ذی علم ہے اور بوجہِ ضعفِ سند مکدم کرتا ہے فی نفسہ اس میں حرج نہیں مگر عوام کے سامنے ایسی جگہ تضعیفِ سند کا ذکر ابطالِ معنٰی کی طرف منجر ہوتا ہے اور انھیں مخالفتِ شرع پر جری کر دیتا ہے، اور حقیقۃً "قبولِ علماء" کے لئے شانِ عظیم ہے کہ اس کے بعد ضعف اصلاً مضر نہیں رہتا۔ کما حققناہ فی الھاد الکاف فی حکم الضعاف (جیسا کہ اس کی تحقیق ہم نے اپنے رسالہ "الھاد الکاف فی حکم الضعاف میں کر دی ہے۔ ت)

اور اگر جاہل ہے بطورِ خود جاہلانہ برسرِ پیکار ہے تو قابلِ تادیب و زجر و انکار ہے کہ جُہّال کو حدیث میں گفتگو کیا سزاوار ہے۔ وعیدِ حدیث اپنی اخوات کی طرح زجر و تہدید یا حرمانِ دخولِ جنت

---

[1] الزواجر عن اقتراف الکبائر بحوالہ ابن عادل باب الوصیۃ دارالفکر بیروت ۱/۴۴۰

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ۸۸۸۶ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/۴۳۳

[3] السراج المنیر " " " " المطبعۃ الازہریۃ المصریۃ مصر ۳/۳۴۵

Marfat.com

مع السابقین یا صورت قصد مضارّت بمضادّت شریعت پر محمول ہے،

والاٰخر احب الیّ والاوسط وسطا والاوّل لا یعجبنی یطلع علٰی ذٰلك من راجع کلام الامام البزازی فی الوجیز فیما یذکر الفقہاء من الکفار۔

آخری مجھے سب سے زیادہ پسند ہے، درمیانہ والا متوسط ہے اور پہلا مجھے پسند نہیں۔ اس پر وہ شخص مطلع ہوگا جو امام بزازی کے کلام کی طرف رجوع کرے جو انھوں نے وجیز میں کفار سے متعلق اقوالِ فقہاء ذکر کئے ہیں۔(ت)

اقول یا یہ کہ وہ قصور جناں کہ بر تقدیر اسلام کفّار کو ملتے اور ان سے خالی رہ کر مومنین کو بطور مزید عطا ہوں گے ان سے حرمان مراد ہو، وھذا ان شاء اللہ تعالٰی احسن وامکن وابین وازین (اور اِن شاء اللہ تعالٰی یہ سب سے بہتر، سب سے مضبوط، سب سے واضح اور سب سے خوبصورت ہے۔ت) واللہ سبحانہٗ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹: مرسلہ حکیم عبدالشکور صاحب از ڈاکخانہ رتسڑ ضلع بلیا ۲ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین سوالاتِ مندرجہ ذیل میں:

(۱) زید کہتا ہے کہ اس پر ائمۂ مجتہدین و علمائے کاملین وحضراتِ محدثین کا اتفاق ہوچکا ہے کہ ان صحاح ستّہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دہن مبارک کے ارشاد فرمائے ہوئے کلمات بعینہ اس حدیث میں موجود نہیں بلکہ صحابہ نے معنی مرادی ہی کو اختیار فرما کر اس پر حدیث کا حکم دے دیا ہے۔ زید کا یہ قول صحیح ہے یا غلط؟ اور ایسے شخص پر آپ کا کیا فتوٰی ہے جو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیثِ لفظی کو رَد کرتا ہے؟

(۲) حدیث اوّل ماخلق اللہ نوری[1] واول ماخلق اللہ العقل[2] واوّل ماخلق اللہ القلم[3] واوّل ماخلق اللہ العرش[4]۔

سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے جس چیز کو پیدا فرمایا وہ میرا نور ہے، اور سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے جس چیز کو پیدا فرمایا وہ عقل ہے، اور سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے جس چیز کو پیدا فرمایا وہ قلم ہے اور سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے جس چیز کو پیدا فرمایا وہ عرش ہے(ت)

---

[1] المواہب اللدنیۃ اول المخلوقات المکتب الاسلامی بیروت ۱/۷۱

[2] اتحاف السادۃ المتقین کتاب العلم باب شرف العقل دار الفکر بیروت ۱/۴۵۳

[3] المستدرک للحاکم کتاب التفسیر سورۃ الجاثیہ " " " ۲/۴۵۴

[4] مرقاۃ المفاتیح کتاب الایمان باب الایمان بالقدر الفصل الثانی المکتبۃ الحبیبیۃ کوئٹہ ۱/۲۹۱

Marfat.com

یہ چار حدیثیں ہیں ان میں سے کون صحیح ہے اور کون موضوع؟ زید کہتا ہے کہ حدیث اول ما خلق اللہ نوری بالمعنیٰ صحیح ہے اگرچہ اس کے الفاظ کتابوں میں مذکور نہیں۔ اب علماء سے سوال یہ ہے کہ جس حدیث کے الفاظ کتب احادیث میں مذکور نہیں اس کو موضوع کہیں گے یا نہیں؟ اور اسکے مرادف کون حدیث ہے جس کے اعتبار سے کہا جائے کہ یہ حدیث بالمعنیٰ صحیح ہے اور حدیث کے موضوع ہونے کے لئے کیا شرط ہے، الفاظ اور معنیٰ دونوں یا صرف الفاظ معنیٰ نہیں؟ جواب مفصل فرمائیے مع حوالہ کتب۔ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) روایت حدیث کے دونوں طریقے ہیں: روایت باللفظ و روایت بالمعنیٰ۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تحدیث بالمعنی کی اجازت فرمائی ہے، قرآن عظیم کے نظم کریم و حکم عظیم دونوں کے ساتھ تعبد ہے اس میں نقل بالمعنیٰ جائز نہیں حدیث کے حکم کے ساتھ تعبد ہے جو الفاظِ کریمہ جوامع الکلم سے ارشاد ہوئے ہیں وہ بعینہا منقول ہیں اور باقی میں لفظ پر اقتصار موجب ضیق وعسر تھا۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ماجعل علیکم فی الدین من حرج[1] تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔

اور وہ یقیناً حدیث ہے اُسے یہ کہنا کہ صحابہ نے اس پر حدیث کا حکم دے دیا ہے ایک بہت برا پہلو رکھتا ہے، بادشاہ فرمائے زید سے کہو کہ ابھی آئے، اس پر حکم پہنچانے والا زید سے جاکر کہے کہ ظل سبحانی نے فرمایا ہے فوراً حاضر ہو، تو بیشک اس نے بادشاہ ہی کا حکم پہنچایا اور بادشاہ ہی کی بات نقل کی۔

(۲) عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

یاجابر ان اللہ تعالیٰ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہٖ[2] اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام عالم سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا۔

یہ اس معنیٰ میں نص صریح ہے اور قلم و عقل کے بارے میں بھی احادیث ذکر کی جاتی ہیں جن میں سے احادیث عقل غایت درجۂ ضعف میں ہیں۔ حدیث کے جب معنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۷۸

[2] المواہب اللدنیہ اول المخلوقات المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۷۱

Marfat.com

وسلم سے ثابت اور صحیح ہیں تو اسے موضوع نہیں کہہ سکتے ورنہ صحیحین کی صدہا حدیثیں معاذ اللہ موضوع ہوجائینگی ہاں اگر کوئی یہ دعوٰی کرے کہ یہی الفاظ بعینہا زبانِ اقدس سے صادر ہوئے ہیں اور اس کا ثبوت نہ ہو تو وہ سخت خاطی ہے اور اگر دانستہ کہے تو،

من کذب علیّ متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار[1]

جس نے جان بُوجھ کر مجھ پر جھُوٹ باندھا وُہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ (ت)

میں داخل۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ[۱] از محلہ بارہ ریواڑی ضلع گوڑگانوہ ہزاری مرسلہ مرزا یوسف صاحب

۳۰ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں جس کے متعلق حدیث شریف ذیل میں درج ہے:

عن جابر بن سمرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول لایزال الاسلام عزیزا الی اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش[2]، وفی روایۃ لایزال امر الناس ماضیا ما ولھم اثنا عشر رجلا کلھم من قریش[3]، وفی روایۃ لایزال الدین قائما حتی تقوم الساعۃ اویکون علیکم اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش[4]

جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ بارہ۱۲ خلیفوں کے گزرنے تک اسلام غالب رہے گا اور وہ قریش سے ہوں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ لوگوں کا معاملہ ہمیشہ چلتا رہے گا جب تک ان پر بارہ۱۲ خلیفوں کی ولایت رہے گی جو سب کے سب قریشی ہونگے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دین ہمیشہ قائم رہے گا یہاں تک کہ قیامت قائم ہوجائے یا تم پر بارہ۱۲ خلفاء کی خلافت قائم رہے گی جو تمام قریشی ہیں۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۱
صحیح مسلم مقدمۃ الکتاب باب تغلیظ الکذب علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم 〃 〃 ۱/ ۷
[2] صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب الناس تبع لقریش 〃 〃 ۲/ ۱۱۹
[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃
[4] 〃 〃 〃 〃 〃 〃

Marfat.com

اشارۃً یہ عبارت کتاب سے نقل کر دی ہے مجھ کو عربی لکھنے پڑھنے کی مہارت نہیں ہے لہذا یہ کام اہلِ علم کا ہے کہ وہ ذرا سے اشارہ سے سمجھ لیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ بموجب اس حدیث شریف کے وہ کون سے بارہ۱۲ خلیفہ قریش میں سے آں سرور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے بعد جانشین یا ولیعہد یا نائب منجانب خدا و رسول اُمتِ محمدیہ میں قابل شمار ہیں؟ چونکہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰے عنہ سے لیں تو پُوری تعداد ہوگی، اور اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے لیں تو اصحاب ثلثہ رہ جاتے ہیں، غرض کونسی وہ صورتِ حق ہے جو اس حدیث شریف کا مصداق ہے؟ یا یہ حدیث ہی ماننے کے قابل نہیں ہے؟ اللہ تعالٰے آپ کو جزائے خیر عنایت کرے، جواب سے ممنون فرمائیے۔

الجواب

حدیث ہے، اور صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰے عنہ سے ہی شمار لینا لازم کہ اسی حدیث کی ایک روایت میں ہے:

یکون بعدی اثنا عشر خلیفۃ ابوبکر الصدیق لایلبث الاقلیلا۔[1]	میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے ابوبکر تھوڑے ہی دن رہیں گے۔

اس میں مراد وہ خُلفاء ہیں کہ والیانِ اُمت ہوں اور عدل و شریعت کے مطابق حکم کریں، ان کا متصل مسلسل ہونا ضرور نہیں، نہ حدیث میں کوئی لفظ اس پر دال ہے، اُن میں سے خلفائے اربعہ و امام حسن مجتبٰے و امیر معاویہ و حضرت عبداللہ بن زبیر و حضرت عمر بن عبدالعزیز معلوم ہیں اور آخر زمانہ میں حضرت سیّدنا امام مہدی ہوں گے رضی اللہ تعالٰے عنہم اجمعین، یہ نو ہوئے باقی تین کی تعیین پر کوئی یقین نہیں۔ واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ ۱۱ از سیتاپور تاسنگنج کوٹھی حضرت سیّد شاہ محمد صادق صاحب مرسلہ حضرت مولٰنا سید شاہ محمد صاحب قادری مدظلہ ۹ جمادی الاخرٰی ۱۳۳۷ھ

حضرت مولانا المعظم والمکرم دامت برکاتہم العالیہ۔ پس از آداب و تسلیمات معروض کہ تحریر حامد علی کا جواب ابھی کچھ دینے کا ارادہ نہیں مگر اس میں جو من مات الخ ولو کان سالم الخ ومن اتاکم الخ مذکور ہیں اُن کی نسبت اسی قدر دریافت طلب ہے کہ یہ احادیث ہیں اور ہیں تو کیسی؟ جواب سے جلد معزز ہوں۔

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۴۲ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/۹۰

Marfat.com

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔

بو الاملا حظہ حضرت با برکت حامیِ سنت جناب مولانا مولوی حافظ سید محمد میاں صاحب دامت برکاتہم التسلیم مع التعظیم ۔ نیازمند پیلی بھیت گیا ہوا تھا کل جمعہ کو واپس آیا۔

(۱) حدیث "من مات ولم یعرف" ان لفظوں سے نہیں، ہاں صحیح مسلم میں یوں ہے :

من فارق الجماعة شبرا فمات فمیتة جاھلیة۔[۱]	جو ایک بالشت جماعت سے الگ ہوا پھر مرگیا تو جاہلیت کی موت مرے گا (ت)

(۲) حدیث "لوکنت مستخلفا"[۲] (اگر میں کسی کو خلیفہ بناتا بغیر مشورہ کے تو عبداللہ بن مسعود کو بناتا) ۔ ت) ترمذی و ابن ماجہ میں بسند ضعیف ہے ۔ اور تورپشتی و طیبی و علی قاری و شیخ محقق دہلوی و شارح جامع صغیر علامہ مناوی نے تصریح کی کہ :

المراد تامیرہ علی جیش بعینہ او استخلافه فی امر من امورہ حال حیاته لا الخلافة لان الائمة من قریش۔[۳]	اس سے مراد کسی خاص لشکر کا امیر بنانا اور حالتِ حیات میں کسی امر میں جانشین مقرر کرنا ہے اس سے مراد خلافت نہیں کیونکہ خلفاء تو قریش میں سے ہیں ۔ (ت)

امام تورپشتی وغیرہ نے فرمایا :

لایجوز حمله الا علی ذٰلك۔[۴]	اس حدیث کو صرف اسی معنی پر محمول کرنا جائز ہے (اس کے علاوہ پر محمول کرنا جائز نہیں) ۔ (ت)
(۳) "لوکان سالم مولی حذیفة بن الیمان حیا لا ستخلفته"	اگر حذیفہ بن یمان کا مولیٰ سالم زندہ ہوتا تو میں اس کو خلیفہ مقرر کرتا ۔ (ت)

---

[۱] صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب وجوب الملازمۃ عند ظہور الفتن الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۲۸

[۲] سنن ابن ماجہ فضل عبداللہ بن مسعود ص ۱۳ و جامع ترمذی مناقب عبداللہ بن مسعود ۲/ ۲۲۲

[۳] مرقاۃ المفاتیح تحت حدیث ۶۲۳۱ ۱۰/ ۶۰۴ و شرح الطیبی لمشکوۃ تحت حدیث ۶۲۳۱ ۱۱/ ۳۴۱
فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ۷۴۸۴ ۵/ ۳۲۰ و التیسیر شرح الجامع الصغیر ۲/ ۳۱۲
شرح مصابیح السنۃ تحت الحدیث ۴۷۸۰ مصطفی الباز مکۃ المکرمۃ ۴/ ۱۳۵۱

[۴] مرقاۃ المفاتیح " " ۶۲۳۱ " " المکتبۃ الحبیبیۃ کوئٹہ " ۱۰/ ۶۰۴

Marfat.com

سائل معترض نے براہ خطا وضع کی ہے، نہ سالم حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مولیٰ تھے نہ حذیفہ کا کوئی مولیٰ سالم۔ بفرض صحت قطعاً اس کی وہی مراد ہے جو حدیث ابن ام عبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔

(۴) "من اتاکم وامرکم جمیع" صحیح مسلم میں ہے مگر یوں:

ستکون ھنات وھنات فمن اراد ان یفرق امر ھذہ الامۃ وھی جمیع فاضربوہ بالسیف کائنا من کان[۱]

عنقریب فتنے ہوں گے تو جو شخص اس امت کی جمعیت کو توڑنے کا ارادہ کرے اس کو تلوار سے مار دو چاہے وہ کوئی شخص ہو۔ (ت)

یا یوں:

من اتاکم وامرکم جمیع علیٰ رجل واحد یرید ان یشق عصاکم او یفرق جماعتکم فاقتلوہ[۲]

جب تم ایک شخص کی امامت پر متفق ہو جاؤ تو جو شخص تمھارے اتحاد کی لاٹھی کو توڑنے یا تمھاری جماعت میں تفریق ڈالنے کی کوشش کرے تو اس کو قتل کر دو۔ (ت)

لمعات میں ہے:

ادفعوا من خرج علی الامام بالسیف وان کان اشرف وافضل وترونہ احق وافضل[۳]

جو شخص امام کے خلاف خروج کرے تو تلوار کے ساتھ اس کا دفاع کرو اگرچہ وہ خروج کرنیوالا اشرف و افضل ہو اور تم اس کو زیادہ حقدار اور افضل سمجھتے ہو۔ (ت)

تو کلام خروج علی الامام میں ہے:

ثبت العرش ثم النقش۔

کمال تحقیق ثابت ہوگئی اور گرد و غبار چھٹ گیا۔ (ت)

جہاں امام نہ ہو اسی صحیح مسلم میں حکم یہ ہے:

---

[۱] صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب حکم من فرق امر المسلمین وھو مجتمع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲۸/۲

[۲] " " " " " " " " "

[۳] لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح

Marfat.com

قلت فان لم یکن لھم جماعۃ ولا امام قال فاعتزل تلك الفرق کلھا[1]

میں نے کہا اگر اس وقت مسلمانوں کی کوئی جماعت اور امام نہ ہو تو پھر کیا کرنا چاہئے، تو آپ نے فرمایا تمام فرقوں سے الگ ہو جاؤ۔ (ت)

حدیثِ اوّل اگر اُسی لفظ سے ہو جو سائل نے نقل کئے تو معرفت فرع وجود ہے یعنی جب امام موجود ہو تو اسے امام نہ جاننا باعثِ موتِ جاہلیت ہے۔ یہ اس سے کیونکر مفہوم ہوا کہ ہر زمانے میں کوئی نہ کوئی امام ہوگا یہی معہذا حدیث متواتر کے مقابل احاد سے استناد سخت جہالت اور اجماع کے رَد میں بعض اشارات سے اپنے استنباط پر اعتماد اشد ضلالت۔ یہ جہال حدیث ان امر علیکم عبد مجدع یقودکم بکتاب اللہ فاسمعوا لہ واطیعوا[2] (اگر تم پر ناک کٹے ہوئے غلام کو حاکم بنا دیا جائے اور وہ تم کو کتاب اللہ کے مطابق حکم دے تو اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔ ت) سے بھی استدلال کرتے ہیں، اور قید قرشیت درکنار قیدِ حریت بھی اٹھانا چاہتے ہیں حالانکہ اُس سے مراد یہ کہ خلیفہ کسی شہر پر غلام کو والی کر دے تو اطاعت واجب ہے نہ کہ خود غلام خلیفہ ہو۔ مرقاۃ وغیرہ میں ہے:

ای ان استعملہ الامام الاعظم علی القوم لا ان العبد الحبشی ھو الامام الاعظم فان الائمۃ من قریش[3]

یعنی اگر امام اعظم (خلیفہ) کسی حبشی غلام کو کسی قوم پر عامل بنا دے نہ یہ کہ حبشی غلام ہی امام اعظم ہو جائے، کیونکہ خلفاء تو قریش میں سے ہیں (ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) حدیث سے بہتر حدیث کی تفسیر کیا ہوگی، خود حدیث نے اس معنی کی تصریح فرمائی، حاکم صحیح مستدرک اور بیہقی سنن میں امیر المومنین مولٰی علی سے راوی:

الائمۃ من قریش وان امرت علیکم قریش عبدا حبشیا مجدعا فاسمعوا لہ واطیعوا[4]۔ واللہ تعالٰی اعلم

خلفاء قریش میں سے ہونگے، اور اگر قریش تم پر نکٹے حبشی غلام کو امیر مقرر کر دیں تو اس کی بھی بات سُنو اور اس کی اطاعت کرو۔ (ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب وجوب ملازمۃ جماعۃ المسلمین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۲۷

[2] " " باب وجوب طاعۃ الامراء فی غیر معصیۃ الخ " " ۲/۱۲۵

[3] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح تحت حدیث ۳۶۶۳ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۷/۲۴۶

[4] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابہ موالاۃ قریش امان لاہل الارض دار الفکر بیروت ۴/۷۶

Marfat.com

مسئلہ ۱۲ ازسیتاپور محلہ تامسن گنج کوٹھی حضرت سید محمد صادق صاحب وکیل علیہ الرحمۃ
مرسلہ حضرت مولٰینا مولوی سید محمد میاں صاحب دامت برکاتہم ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ

حضرت مولانا المعظم والمکرم دامت برکاتہ العالیہ، پس از آداب وتسلیمات معروض۔ حدیث اول الرسل الخ کس کتاب احادیث میں مروی ہے؟ اور حکیم ترمذی نے اُسے اپنی کس کتاب میں روایت کیا ہے؟

الجواب

حضرت بابرکت دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یہ حدیث سیدنا ابوذر علیہ الرضوان سے مسندِ احمد میں یوں ہے:

قلت یا رسول اللہ ای الانبیاء کان اول، قال اٰدم، قلت یا رسول اللہ ونبی کان، قال نعم نبی مکلم[1]

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کون سا نبی سب سے اول ہوا؟ آپ نے فرمایا آدم۔ میں نے کہا وہ نبی تھے؟ آپ نے فرمایا وہ نبی تھے جن سے کلام کیا گیا ہے۔ (ت)

اور نوادر الاصول تصنیف امام حکیم الامۃ ترمذی کبیر میں ان سے مرفوعًا یوں ہے:

اول الرسل اٰدم واٰخرھم محمد علیہ وعلیھم افضل الصلٰوۃ والسلام[2]

رسولوں میں اول آدم اور ان میں آخر محمد ہیں، آپ پر اور سب رسولوں پر بہترین درود وسلام ہو۔ (ت)

والانامہ کل یکشنبہ کو بعد روانگی ڈاک ملا ورنہ کل ہی جواب حاضر کرتا۔ والتسلیم۔

مسئلہ ۱۳ ازشہر بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ مولوی محمد افضل صاحب کابلی ۲۸ شوال ۱۳۲۷ھ

قول حماد رضی اللہ تعالٰی عنہ ترکت الحدیث[عـــہ] الخ مرا بفہمانید۔

حضرت حماد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے قول "میں نے حدیث کو چھوڑ دیا" کا مطلب مجھے سمجھا دیں (ت)

عـــہ تمام عبارت مذکورہ سوال این ست سمعت عبدالحکم بن میسرۃ یقول

عـــہ سوال میں مذکور مکمل عبارت یہ ہے: میں نے عبدالحکم بن میسرہ کو کہتے ہوئے سنا (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابی ذر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/۱۷۸

[2] الجامع الصغیر بحوالہ الحکیم عن ابی ذر " حدیث ۲۸۴۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۱۶۹

Marfat.com

الجواب

درمناقب خوارزمی و درمناقب کردری ہر دو از حاکم صاحب مستدرک آوردہ اند کہ مرادش احادیث موضوعہ ومخالف کتاب ست اقول ایں بقول او علیک بالرای و قول حماد ترکت الحدیث نمی چسپد و انچہ بخاطرم ریختند کہ لام درحدیث برائے عہدست حدیثے بودہ باشد کہ حماد روایتش میکرد وبواقع صحیح نبود امام حماد باعتمادش در مسئلہ قیاس صحیح میکرد تقدیمًا للحدیث علی الرای حضرت امام او راتنبیہ نمود کہ ایں حدیث صحیح نیست و اعتماد را نشاید دریں مسئلہ ہم بررائے عمل کن عبدالحکم را

مناقب خوارزمی اور مناقب کردری دونوں میں بحوالہ امام حاکم صاحب مستدرک وارد ہے کہ اس سے مراد موضوع حدیثیں ہیں جو کتاب اللہ کے مخالف ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ معنی امام صاحب کے قول کہ "تجھ پر لازم ہے کہ قیاس پر عمل کر" اور حضرت حماد کے قول کہ "میں نے حدیث کو چھوڑ دیا ہے" پر منطبق نہیں ہوتا۔ اور میرے دل میں القا ہوا ہے کہ حدیث پر الف لام عہدی ہے، اس سے مراد کوئی خاص حدیث ہے جس کو حضرت حماد علیہ الرحمہ روایت کرتے تھے اور واقع میں وہ حدیث صحیح نہ تھی جبکہ آپ اس پر اعتماد کرتے ہوئے اور حدیث کو قیاس پر مقدم جانتے ہوئے کسی خاص مسئلہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اتیت حماد بن ابی حنیفۃ وقد کان امسك عن الحدیث فسألتہ ان یحدثنی وذکرت لہ مجتبی ایاہ فقال ترکت الحدیث فانی رأیت ابی فی المنام کانی اقول لہ ما فعل بك ربك فیقول ھیھات ھیھات علیك بالرای ثلاث مرات ودع الحدیث ودع الحدیث ثلاث مرات اھ۔

کہ میں حضرت حماد بن امام ابوحنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ نے حدیث بیان کرنا بند کر دیا تھا، میں نے ان سے کہا کہ مجھے حدیث بیان فرمائیں، تو انھوں نے کہا کہ میں نے حدیث کو ترک کر دیا ہے کیونکہ میں نے خواب میں اپنے والد گرامی کو دیکھا گویا کہ میں ان سے کہہ رہا ہوں کہ آپ کے پروردگار نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے تو وہ مجھے فرماتے ہیں کہ تجھ پر افسوس ہے قیاس پر عمل کرو، یہ تین بار فرمایا۔ اور حدیث کو چھوڑ دو، یہ تین مرتبہ فرمایا اھ (ت)

لہ

Marfat.com

از حماد این حدیث بواسطہ رسیدہ بود خواست حاضر واز حماد شنود پس او را سوال کرد حماد فرمود من آں حدیث را ترک کردہ ام وآں خواب بیان کرد وترک حدیث نہ بر بنائے مجرد خواب باشد بلکہ بہ تنبیہ امام متوجہ شدہ وعلت قادحہ درآں بروظاہر گشتہ باشد۔ واللہ تعالٰی اعلم

میں قیاسِ صحیح کے خلاف عمل کرتے تھے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس پر تنبیہ فرمائی کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور اعتماد کے لائق نہیں ہے لہذا اس مسئلہ میں بھی قیاس پر عمل کرو۔ عبدالحکم کو حضرت حماد کی یہ حدیث کسی اور کے واسطہ سے پہنچی تھی۔ آپ نے خود حاضر ہوکر حضرت حماد سے یہ حدیث سُننے کی خواہش کی — چنانچہ ان سے حدیث سنانے کا مطالبہ کیا جس پر حضرت حماد نے فرمایا کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا ہے، اور خواب مذکور کو بیان کیا۔ اس حدیث کو چھوڑنا محض خواب کی بنیاد پر نہیں تھا بلکہ حضرت حماد علیہ الرحمہ خواب میں امام صاحب کی تنبیہ فرمانے پر متوجہ ہوئے تو اس حدیث میں علتِ قادحہ آپ پر ظاہر ہوگئی ہوگی۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۴ از شہر بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ مولوی محمد افضل صاحب کابلی ۲۸ شوال ۱۳۳۷ھ

قام علیا رضی اللہ تعالٰی عنہ وامکن لہ وھاب منہ وبجلہ ؏ چہ معنی دارد؟

حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کھڑے ہوکر امام ابوحنیفہ کو جگہ دی ان کو محتشم جانا اور ان کی تعظیم کی، اس کا کیا معنٰی ہے؟ (ت)

الجواب

بسیارے از خواب ماول باشد نہ کہ برہر ظاہر

بہت سے خواب ایسے ہوتے ہیں جو ظاہر کے خلاف

؏ تمام عبارت این ست قال صالح بن الخلیل رأیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلیا معہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فجاء ابوحنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فقام علیا رضی اللہ تعالٰی عنہ وامکن لہ وھاب منہ وبجلہ۔

؏ پوری عبارت یوں ہے: صالح بن خلیل نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ وہاں آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو جگہ دی، ان کو محتشم ٹھہرایا اور ان کی تعظیم کی۔ (ت)

Marfat.com

محمول و تعظیم اکابر خوردان خود را برائے اظہار عظمت ایشاں دور نیست سیّد عالم علیہ وسلم برائے حضرت بتول زہرا قیام فرمودے و دست او را بوسہ دادہ بر جائے خود نشاندے وہیبت اینجا بمعنی احتشام ست یعنی او را محتشم داشت وعامل معہ معاملۃ الھائب ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہوتے ہیں یعنی ظاہر پر محمول نہیں ہوتے ۔ اور بڑوں کا اپنے سے چھوٹوں کی تعظیم کرکے ان کی عظمت کا اظہار کرنا کوئی بعید نہیں ۔ خود سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سیّدہ بتول زھرا رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے لئے کھڑے ہوتے ، ان کا ہاتھ چُومتے اور ان کو اپنی مسند پر بٹھاتے اور ہیبت یہاں (سوال میں) بمعنی احتشام ہے یعنی اُسے محتشم قرار دیا اور اس کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا جیسا کسی ہیبت ناک شخص کے ساتھ کیا جاتا ہے ۔ اور اللہ تعالےٰ خُوب جانتا ہے ۔ (ت)

مسئلہ ۱۵ از شہر بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ مولوی محمد افضل صاحب کابلی ۲۸ شوال ۱۳۳۷ھ

حدیثے کہ در شان امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارد ست بسیار طرق و بسیار علماء الحفاظ او را قبول کردہ اند در فقہ شافعی نیز مذکور ست شراح ہدایہ چرا بوضع وے قول کردہ اند دریں جامی باید کہ قول از واضعین وی ثبوت رسانند واگرنہ قول ایشاں مقبول نیست۔

وُہ حدیث جو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شان میں متعدد طرق سے وارد ہے ۔ بہت علماء و حفاظ نے اس کو قبول کیا ہے اور وہ فقہ شافعی میں بھی مذکور ہے ۔ تو پھر ہدایہ کے شارحین نے اس کے موضوع ہونے کا قول کیا ہے ۔ اس جگہ ضروری ہے کہ اس کو موضوع قرار دینے والے ثبوت فراہم کریں ورنہ ان کا قول مقبول نہیں ہوگا ۔ (ت)

ع لفظ آن حدیث این است قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیکون فی اُمتی رجل یقال لہ ابوحنیفۃ النعمان وھو سراج امتی الی یوم القیامۃ۔[1]

اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں : رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب میری اُمّت سے ایک مردِ کامل ہوگا جس کو ابوحنیفہ کہا جائیگا وہ قیامت تک میری امّت کا چراغ ہوگا ۔ (ت)

---

[1] مناقب الامام الاعظم رضی اللہ عنہ للکردری العاشر منہم عائشہ بنت عجر مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ۱/۲۱

Marfat.com

الجواب

درسندش کذابین وضاعین یافتہ اند ارجع الی اللآلی المصنوعۃ للحافظ السیوطی وشیخ قاسم حنفی نیز پیروی ایشاں کرد، ردالمحتار باید دید۔ واللہ تعالٰی اعلم

شارحینِ ہدایہ نے اس حدیث کی سند میں حدیثیں گھڑنے والے کذابوں کو پایا ہے۔ امام حافظ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کی کتاب "اللآلی المصنوعہ" کی طرف رجوع کرو۔ اور شیخ قاسم حنفی نے بھی ان کی پیروی کی ہے۔ ردالمحتار کو دیکھنا چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

Marfat.com

رسالہ

الفضل الموھبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی [۱۲]

(فضل (الٰہی) کا عطیہ (امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے اس قول کے) معنیٰ میں کہ
جب کوئی حدیث صحت کو پہنچے تو وہی میرا مذہب ہے)

ملقّب بلقب تاریخی

اعزّ النّکات بجواب سوال ارکات [۱۲]

مسئلہ ۱۶ از گڑامپور علاقہ نارتھ ارکاٹ مرسلہ کاکا محمد عمر ۱۲ رجب ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس امر میں کہ کوئی حنفی المذہب حدیثِ صحیح غیر منسوخ [illegible] جس پر کوئی ایک امام ائمہ اربعہ وغیرہم سے عمل کیا ہو۔ جیسے آمین بالجہر اور رفع یدین قبل الرکوع و [illegible] اور وتر تین رکعتیں ساتھ ایک قعدہ اور ایک سلام کے ادا کرے تو مذہب حنفی سے خارج [illegible] یا حنفی ہی رہتا ہے۔ اگر خارج ہو جاتا ہے کہیں تو ردالمحتار میں جو حنفیہ کی معتبر کتاب ہے [illegible]م ابن الشحنہ سے نقل کیا؛

Marfat.com

اذا صح الحدیث وکان علیٰ خلاف المذهب عمل بالحدیث ویکون ذٰلك مذهبه و لا یخرج مقلده عن کونه حنفیا بالعمل به فقد صح عنه انه قال اذا صح الحدیث فهو مذهبی وحکی ذٰلك ابن عبد البر عن ابی حنیفة وغیره من الائمة[1] انتهی۔

جب صحت کو پہنچے حدیث اور وہ حدیث خلاف پر مذہب امام کے رہے عمل کرے وہ حنفی اس حدیث پر اور ہو جائے وہ عمل مذہب اس کا ، اور نہیں خارج ہوتا ہے مقلد امام کا حنفی ہونے سے بسبب عمل کرنے اس حدیث پر ، اس لئے کہ کر صحت کو پہنچی یہ بات امام ابو حنیفہ سے کہ انھوں نے فرمایا کہ جب صحت کو پہنچے حدیث پس وہی مذہب میرا ہے ۔ اور حکایت کیا اس کو ابن عبد البر نے امام ابو حنیفہ اور دوسرے اماموں سے بھی ، انتہیٰ۔

اور کتاب مقاماتِ مظہری میں حضرت مظہر جانجاناں حنفی کے سولھویں[16] مکتوب میں ہے :

اگر بحدیث ثابت عمل نماید از مذہب امام برنمی آید، چراکہ قولِ امام اذا صح الحدیث فهو مذهبی نص است دریں باب واگر باوجود اطلاع برحدیث ثابت عمل نکند ایں قول امام را اُترکوا قولی بخبر الرسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) خلاف کردہ باشد[2] انتہیٰ۔

اگر کوئی شخص حدیث صحیح پر عمل کرے تو وہ امام اعظم ابو حنیفہ کے مذہب سے خارج نہیں ہوتا کیونکہ قولِ امام "جب حدیث صحت کو پہنچے تو وہی میرا مذہب ہے" اس باب میں نص ہے ۔ اور اطلاع کے باوجود حدیث صحیح پر عمل نہ کرے تو امام اعظم علیہ الرحمہ کے اس قول کی خلاف ورزی کرنے والا ہوگا کہ "رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث کے سامنے میرے قول کو چھوڑ دو۔" انتہی (ت)

اور بھی اسی مکتوب میں ہے :

ہرکہ میگوید عمل بحدیث از مذہب امام برمی آرد۔ اگر برہانے بریں دعوے دارد بیارد[3]

جو شخص یہ کہتا ہے کہ حدیث پر عمل کرنا مذہبِ امام سے خارج کر دیتا ہے، اگر اس کے پاس اس دعوٰی کی کوئی دلیل ہے تو پیش کرے (ت)

اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حنفی نے اپنی کتاب عقد الجید میں فرمایا :

۱؎ رد المحتار مقدمۃ الکتاب دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۶

۲؎ کلمات طیبات فصل دوم در مکاتیب حضرت مرزا صاحب مکتوب ۱۶ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۹

۳؎ " " " " " " " " " "

Marfat.com

لاسبب لمخالفة حدیث النبی (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) الانفاق خفی او حمق جلی[1]

پوشیدہ منافقت یا واضح حماقت کے بغیر حدیثِ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مخالفت کا کوئی سبب نہیں۔ (ت)

ان سب بزرگوں کے اُن اقوال کا کیا جواب اگر مذہب امام سے نہیں خارج ہوتا ہے کہیں تو اس پر طعن و تشنیع کرنا گناہ اور بے جا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی انزل الفرقان فیہ تبیان لکل شیئ تمییزا الطیب من الخبیث وامرنبیہ ان یبینہ للناس بما اراہ اللہ فقرن القراٰن ببیان الحدیث والصلٰوۃ والسلام علٰی من بیّن القراٰن واقام المظان واذن للمجتہدین باعمال الاذھان فاستخرجوا الاحکام با لطلب الحثیث فلولا الائمۃ لم تفھم السنۃ ولولا السنۃ لم یفھم الکتاب ولولا الکتاب لم یعلم الخطاب فیالھا من سلسلۃ تھدی و تغیث وعلٰی اٰلہ وصحابتہ ومجتہدی ملتہ وسائر امتہ الٰی یوم التوریث۔

سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جس نے حق و باطل میں فرق کرنے والی کتاب نازل فرمائی اس میں ہر چیز کا واضح بیان ہے ستھرے کو گندے سے الگ کرنے کے لئے۔ اور اس نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کے لئے بیان فرمائیں جو کچھ اللہ تعالٰی نے آپ کو دکھایا۔ چنانچہ اس نے قرآن کو بیانِ حدیث کے ساتھ مقترن فرمایا اور درود وسلام ہو اس پر جس نے قرآن کی وضاحت فرمائی اور اصول قائم فرمائے اور مجتہدین کو اذن بخشا کہ وہ ذہنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر قیاس و اجتہاد کریں۔ چنانچہ انھوں نے بھرپور طلب کے ساتھ احکام مستنبط کئے۔ اگر ائمہ مجتہدین نہ ہوتے تو سنّتِ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نہ سمجھی جاتی، اور سنت نہ ہوتی تو اللہ تعالٰی کا خطاب نہ سمجھا جاتا۔ لہٰذا ایک راہنما اور معاون سلسلہ مہیا فرمادیا نیز آپ کی آل، صحابہ، آپ کی اُمت کے مجتہدین اور قیامت تک آپ کی امت پر درود وسلام ہو۔ (ت)

---

[1] المجید (مترجم اردو) ابن حزم کے کلام کا مصداق محمد سعید اینڈ سنز قرآن محل کراچی ص ۶۳

Marfat.com

اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) صحتِ حدیث علی مصطلح الاثر وصحتِ حدیث لعمل المجتہدین میں عموم خصوص مطلقاً بلکہ من وجہ ہے۔ کبھی حدیث سنداً ضعیف ہوتی ہے، اور ائمہ امت و اُمنائے ملت بنظر قرائنِ خارجیہ یا مطابقت قواعدِ شرعیہ اس پر عمل فرماتے ہیں کہ اُن کا یہ عمل ہی موجبِ تقویت وصحتِ حدیث ہوجاتا ہے۔ یہاں صحت عمل پر متفرع ہوئی نہ عمل صحت پر۔ امام ترمذی نے حدیث:

من جمع بین الصلوٰتین من غیر عذر فقد اتی بابا من ابواب الکبائر[1]

جس شخص نے کسی عذر کے بغیر دو نمازوں کو جمع کیا تو بے شک وہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازے میں داخل ہوا (ت)

روایت کرکے فرمایا:

حنش ھذا ھو ابو علی الرحبی وھو حنش بن قیس وھو ضعیف عند اھل الحدیث ضعفہ احمد وغیرہ والعمل علٰی ھذا عند اھل العلم[2]

اس حدیث کا راوی ابو علی رحبی حنش بن قیس اہل حدیث کے نزدیک ضعیف ہے۔ امام احمد وغیرہ نے اس کی تضعیف فرمائی۔ اور علماء کا عمل اسی پر ہے۔

امام جلال الدین سیوطی کتاب التعقبات علی الموضوعات میں فرماتے ہیں:

اشار بذلک الی ان الحدیث اعتضد بقول اھل العلم وقد صرح غیر واحد بان من دلیل صحۃ الحدیث قول اھل العلم بہ وان لم یکن لہ اسناد یعتمد علٰی مثلہ[3]

یعنی امام ترمذی نے اِس سے اشارہ فرمایا کہ حدیث کو قولِ علماء سے قوت مل گئی اور بیشک متعدد ائمہ نے تصریح فرمائی ہے کہ اہل علم کی موافقت بھی صحتِ حدیث کی دلیل ہوتی ہے اگرچہ اس کے لئے کوئی سند قابلِ اعتماد نہ ہو۔

امام شمس الدین سخاوی فتح المغیث میں شیخ ابو القطان سے ناقل:

ھٰذا القسم لا یحتج بہ کلہ بل یعمل بہ

حدیث ضعیف حجت نہیں ہوتی بلکہ فضائل اعمال

---

[1] جامع الترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ما جاء فی الجمع بین الصلوٰتین امین کمپنی دہلی ۱/۲۶

[2] " " " " " " " " "

[3] التعقبات علی الموضوعات باب الصلوٰۃ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ص ۱۲

في فضائل الاعمال ويتوقف عن العمل به في الاحكام الا اذا كثرت طرقه او عضده اتصال عمل او موافقة شاهد صحيح او ظاهر القرآن۔[1]

میں اُس پر عمل کریں گے۔ اور احکام میں اس پر عمل سے باز رہیں گے۔ مگر جبکہ اس کی سندیں کثیر ہوں یا عمل علماء کے ملنے یا کسی شاہد صحیح یا ظاہر قرآن کی موافقت سے قوت پائے۔

امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر باب صفۃ الصلوٰۃ میں فرماتے ہیں:

لیس معنی الضعیف الباطل فی نفس الامر بل مالم یثبت بالشروط المعتبرۃ عند اھل الحدیث مع تجویز کونہ صحیحا فی نفس الامر فیجوز ان تقترن قرینۃ تحقق ذٰلک وان الراوی الضعیف اجاد فی ھذا المتن المعین فیحکم بہ۔[2]

ضعیف کے یہ معنٰی نہیں کہ واقع میں باطل ہے بلکہ یہ کہ اُن شرطوں پر ثابت نہ ہوئی جو محدثین کے نزدیک معتبر ہیں، واقع میں جائز ہے کہ صحیح ہو تو ہوسکتا ہے کہ کوئی قرینہ ایسا ملے جو اس جواز کی تحقیق کردے اور بتادے کہ ضعیف راوی نے یہ خاص حدیث ٹھیک روایت کی ہے تو اس کی صحت پر حکم کردیا جائے گا۔

بارہا حدیث صحیح ہوتی ہے اور امام مجتہد اُس پر عمل نہیں فرماتا خواہ یُوں کہ اس کے نزدیک یہ حدیث نامتواتر نسخ کتاب اللہ چاہتی ہے، یا حدیث احاد زیادت علی الکتاب کررہی ہے، یا حدیث موضع تکرر وقوع وعموم بلوی یا کثرت مشاہدین وتوفر دواعی میں احاد آئی ہے، یا اس پر عمل میں تکرار نسخ لازم آتی ہے، یا دوسری حدیث صحیح اس کی معارض اور وجوہ کثیرہ ترجیح میں کسی وجہ سے اس پر ترجیح رکھتی ہے، یا وہ بحکم جمع وتطبیق وتوفیق بین الادلہ ظاہر سے مصروف ومؤول ٹھری ہے، یا بحالتِ تساوی وعدم امکان جمع مقبول وجہل تاریخ بعد تساقط ادلہ نازلہ یا موافقت اصل کی طرف رجوع ہوئی ہے، یا عمل علماء اس کے خلاف پر ماضی ہے، یا مثل مخابرہ تعامل امت نے راہ خلاف دی ہے، یا حدیث مفسر کی صحابی راوی نے مخالفت کی ہے، یا علت حکم مثل سہم مؤلفۃ القلوب وغیرہ اب منتفی ہے، یا مثل حدیث لاتمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ[3] (اللہ کی بندیوں کو مسجدوں سے مت روکو۔ت) بلحاظ

---

[1] فتح المغیث القسم الثانی الحسن دارالامام الطبری ۱/ ۸۰
[2] فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۶۶
[3] صحیح البخاری کتاب الجمعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۳ وصحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ ۱/ ۱۸۳

Marfat.com

حکم حال عصر یا عرف مصر تھا کہ یہاں یا اب منقطع ومنتہی ہے، یا مثلِ حدیث شبہات اب اُس پر عمل ضیق شدید وحرج فی الدین کی طرف داعی ہے، یا مثلِ حدیث تغریب عام اب فتنہ وفساد ناشی ہے، یا مثلِ حدیث ضجعۂ فجر وجلسۂ استراحت منشاء کوئی امر عادی یا عارضی ہے، یا مثلِ جہر بآیۃ فی الظہر احیاناً وجہر فاروق بدعائے قنوت حامل کوئی حاجتِ خاصہ نہ تشریعِ دائمی ہے، یا مثلِ حدیث علیك السلام تحیۃ الموتٰی[1] (علیک السلام" مُردوں کا سلام ہے۔ت) مقصود مجرد اخبار نہ حکم شرعی ہے،

الٰی غیر ذٰلك من الوجوہ التی یعرفہا النبیہ ولا یبلغ حقیقۃ کنہہا الا المجتہد الفقیہ۔

اس کے علاوہ دیگر وجوہ جن کو باخبر لوگ پہچانتے ہیں، اور سوائے مجتہد عالم کے ان کی حقیقت تک کسی کی رسائی نہیں (ت)

تو مجرد صحت مصطلحۂ اثر صحتِ عملِ مجتہد کے لئے ہرگز کافی نہیں۔ حضراتِ عالیہ صحابہ کرام سے لے کر پچھلے ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین تک کوئی مجتہد ایسا نہیں جس نے بعض احادیثِ صحیحہ کو مؤول یا مرجوح یا کسی نہ کسی وجہ سے متروک العمل نہ ٹھیرایا ہو۔

امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حدیثِ عمار رضی اللہ تعالٰی عنہ دربارۂ تیمم جنب پر عمل نہ کیا۔ اور فرمایا:

اِتق اللّٰہ یا عمار کما فی صحیح مسلم[2]

اے عمار! اللہ سے ڈر۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے۔ (ت)

یُونہی حدیثِ فاطمہ بنت قیس دربارۂ عدم النفقۃ والسکنی للمبتوتہ پر۔ اور فرمایا:

لا نترك کتاب ربنا ولا سنۃ نبینا بقول امرأۃ لا ندری لعلہا حفظت ام نسیت رواہ مسلم[3] ایضا۔

ہم اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی کی سنّت کو ایک ایسی عورت کے قول سے نہیں چھوڑینگے جس کے بارے میں ہم نہیں جانتے کہ اس نے یاد رکھا یا بھول گئی۔ اسکو بھی مسلم نے روایت کیا۔ (ت)

یوں ہی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حدیث مذکور تیمم پر اور حضرت

---

[1] المصنف لعبد الرزاق باب کیف السلام والرد حدیث ۱۹۴۳۴ المجلس العلمی بیروت ۱۰/ ۳۸۴
[2] صحیح مسلم کتاب الحیض باب التیمم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶۱
[3] " کتاب الطلاق باب المطلقۃ البائن لا نفقۃ لہا " " " ۱/ ۴۸۵

Marfat.com

ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا:

اولم تر عمر لم یقنع بقول عمار کما فی الصحیحین[1] — کیا تم نے نہیں دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت عمار رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول پر قناعت نہیں کی جیسا کہ صحیحین میں ہے۔ (ت)

یونہی حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے حدیث مذکور فاطمہ پر اور فرمایا:

مالفاطمۃ الا تتقی اللہ، رواہ البخاری[2] — فاطمہ کو کیا ہے، کیا وہ اللہ تعالٰی سے نہیں ڈرتی۔ اس کو بخاری نے روایت کیا۔ (ت)

یونہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ، الوضوء مما مست النار[3] (اس چیز کی وجہ سے وضو لازم ہے کہ جس کو آگ نے چھوا۔ ت) پر اور فرمایا:

انتوضأ من الدھن انتوضأ من الحمیم رواہ الترمذی[4] — کیا ہم تیل کی وجہ سے وضو کریں گے، کیا ہم گرم پانی کی وجہ سے وضو کریں گے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔ (ت)

یونہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما:

انہ لانستلم ھذین الرکنین[5] — ہم ان دو رکنوں کو بوسہ نہیں دیتے۔ (ت)

پر اور فرمایا:

لیس شیئ من البیت مھجورا کما فی البخاری[6]۔ — بیت اللہ شریف میں سے کچھ بھی چھوڑنے کے لائق نہیں۔ جیسا کہ بخاری میں ہے۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب التیمم باب اذا خاف الجنب علی نفسہ المرضی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۰
صحیح مسلم کتاب الحیض باب التیمم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶۱

[2] صحیح البخاری کتاب الطلاق باب قصۃ فاطمہ بنت قیس " " " ۲/۸۰۲

[3] جامع الترمذی ابواب الطہارۃ باب الوضوء مما غیرت النار امین کمپنی دہلی ۱/۱۲

[4] " " " " " " " " "

[5] صحیح البخاری کتاب المناسک باب من لم یستلم الا الرکنین الیمانیین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۱۸

[6] " " " " " " " " " " "

Marfat.com

یوُں ہی جماہیر ائمہ صحابہ و تابعین و من بعدہم نے حدیث الوضوء من لحوم الابل[1] (اونٹوں کا گوشت کھانے کی وجہ سے وضو ہے۔ ت) پر؛

وھو صحیح معروف من حدیث البراء وجابر بن سمرۃ وغیرھما رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

اور یہ حدیث حضرت براء اور جابر بن سمرۃ اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے صحیح و معروف مروی ہے۔ (ت)

امام دار الہجرۃ عالمِ مدینہ سیدنا مالک بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے؛

العمل اثبت من الاحادیث[2] عملِ علماء حدیثوں سے زیادہ مستحکم ہے۔

ان کے اتباع نے فرمایا؛

انہ لضعیف ان یقال فی مثل ذٰلک حدثنی فلان عن فلان[3] ایسی جگہ حدیث سنانا پوچ بات ہے۔

ایک جماعت ائمہ تابعین کو جب دوسروں سے ان کے خلاف حدیثیں پہنچتیں فرماتے؛

ما نجھل ھٰذا ولکن مضی العمل علٰی غیرہ[4] ہمیں ان حدیثوں کی خبر ہے مگر عمل اس کے خلاف پر گزر چکا۔

امام محمد بن ابی بکر بن جریر سے بارہا اُن کے بھائی کہتے تم نے فلاں حدیث پر کیوں نہ حکم کیا؟ فرماتے؛ لم اجد الناس علیہ[5] میں نے علماء کو اس پر عمل کرتے نہ پایا۔

بخاری و مسلم کے استاذ الاستاذ امام المحدثین عبد الرحمٰن بن مہدی فرماتے؛

السنۃ المتقدمۃ من سنۃ اھل المدینۃ خیر من الحدیث[6] اہلِ مدینہ کی پُرانی سنّت حدیث سے بہتر ہے۔

---

[1] جامع الترمذی ابواب الطہارۃ باب الوضوء من لحوم الابل امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۲
سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ " " " آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۴
سنن ابن ماجہ ابواب الطہارۃ وسننہا باب ماجاء فی الوضوء من لحوم الابل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۸
مسند احمد بن حنبل عن براء بن عازب المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۲۸۸

[2] المدخل لابن الحاج بحوالہ مالک فصل فی ذکر النعوت دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۱۲۲

[3] تا [6] " " " " " " " " " " " "

نقل هذه الاقوال الخمسة الامام ابوعبدالله محمد بن الحاج العبدری المکی المالکی فی مدخله فی فصل النعوت المحدثة وفیه فی فصل فی الصلوٰة علی المیت فی المسجد ما ورد من ان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم صلّی علی سهیل بن بیضاء فی المسجد فلم یصحبه العمل والعمل عند مالك رحمه الله اقوی[1] الخ۔

ان پانچوں اقوال کو امام ابوعبداللہ محمد بن الحاج العبدری مکی مالکی نے اپنی کتاب المدخل کی فصل فی النعوت المحدثۃ میں نقل فرمایا، اور اسی کتاب میں مسجد کے اندر نماز جنازہ سے متعلق فصل میں مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے مسجد کے اندر سہیل بن بیضاء رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نماز جنازہ کے بارے میں جو وارد ہے عمل (علماء) اس کی موافقت نہیں کرتا۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک عمل زیادہ مستحکم ہے الخ۔ (ت)

خود میاں نذیر حسین صاحب دہلوی معیار الحق میں لکھتے ہیں:

"بعض ائمہ کا ترک کرنا بعض احادیث کو فرع تحقیق اُن کی کی ہے کیونکہ انھوں نے اُن احادیث کو احادیث قابل عمل نہیں سمجھا، بدعوی نسخ یا بدعوی ضعف اور امثال اس کے[2] الخ۔"

اس امثال کے بڑھانے نے کھول دیا کہ بے دعوی نسخ یا ضعف بھی ائمہ بعض احادیث کو قابلِ عمل نہیں سمجھتے۔ اور بیشک ایسا ہی ہے خود اسی معیار میں حدیث جلیل صحیح بخاری شریف حتی ساوی الظل التلول[3] (یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہوگیا۔ ت) کو بعض مقلدین شافعیہ کی ٹھیٹ تقلید کرکے بحیلہ تاویلات باردہ کاسدہ ساقطہ فاسدہ متروک العمل کردیا اور عذر گناہ کے لئے بولے کہ جمعا بین الادلۃ[4] (دلائل میں مطابقت پیدا کرنے کے لئے۔ ت) یہ تاویلیں حقہ کی گئیں۔ اور اس کے سوا اور بہت احادیثِ صحاح کو محض اپنا مذہب بنانے کے لئے بدعاوی باطلہ عاطلہ ذاہلہ زائلہ بے دھڑک واہیات و مردود بتادیا جس کی تفصیل جلیل فقیر کے رسالہ حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین[ف] میں مذکور، یہ رسالہ صرف ایک

[1] المدخل لابن الحاج فصل فی ذکر الصلوٰۃ علی المیت فی المسجد دار الکتاب العربی بیروت ۲/۲۸۹
[2] معیار الحق مکتبہ نذیریہ لاہور ص ۱۵۱
[3] صحیح البخاری کتاب الاذان باب الاذان للمسافر اذا کانوا جماعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۸
[4] معیار الحق مکتبہ نذیریہ لاہور ص ۳۵۴
[ف] رسالہ "حاجز البحرین الواقی" فتاوٰی رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور کی جلد پنجم ص ۱۵۹ پر ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

مسئلہ میں ہے اس کے متعلق حضرت کی ایسی کارروائیاں وہاں شمار میں آئیں، باقی مسائل کی کارگزاریاں کس نے گنیں اور کتنی پائیں ؎

قیاس کن زگلستانِ او بہارش را

(اس کے باغ سے اس کی بہار کا اندازہ کرلے۔ ت)

بالجملہ موافق مخالف کوئی ذی عقل اس کا انکار نہیں کرسکتا کہ مجرد صحتِ اثری صحتِ عملی کو مستلزم نہیں بلکہ محال ہے کہ مستلزم ہو، ورنہ ہنگام صحت متعارضین قول بالمتنافیین لازم آئے، اور وہ عقلاً ناممکن تو بالیقین اقوال مذکورۂ سوال اور اُن کے امثال میں صحتِ حدیث سے صحتِ عملی اور خبر سے وہی خبر واجب العمل عند المجتہد مراد پھر نہایت اعلیٰ بدیہات سے ہے کہ اگر کوئی حدیث مجتہد نے پائی اور براہِ تاویل خواہ دیگر وجوہ سے اُس پر عمل نہ کیا تو وہ حدیث اُس کا مذہب نہیں ہوسکتی ورنہ وہی استحالۂ عقلی سامنے آئے کہ وہ صراحۃً اس کا خلاف فرما چکا تو آفتاب سے روشن تر وجہ پر ظاہر ہوا کہ کوئی حدیث بزعم خود مذہبِ امام کے خلاف پاکر بحکم اقوالِ مذکورۂ امام دعوٰی کردینا کہ مذہبِ امام اس کے مطابق ہے، دو امر پر موقوف:

اوّلاً یقیناً ثابت ہو کہ یہ حدیث امام کو نہ پہنچی تھی کہ بحالِ اطلاع مذہب اس کے خلاف ہے، نہ اس کے موافق۔

لاجرم علامہ زرقانی نے شرح موطا شریف میں تصریح فرمائی:

قد علموا ان کون الحدیث مذھبه محله اذا علم انه لم یطلع علیه اما اذا احتمل اطلاعه علیه وانه حمله علی محمل فلا یکون مذھبه[1]۔

یعنی ثابت ہوچکا ہے کہ کسی حدیث کا مذہبِ مجتہد ہونا صرف اُس صورت میں ہے جبکہ یقین ہو کہ یہ حدیث مجتہد کو نہ پہنچی تھی ورنہ اگر احتمال ہو کہ اس نے اطلاع پائی اور کسی دوسرے محمل پر حمل کی تو یہ اس کا مذہب نہ ہوگی۔

ثانیاً یہ حکم کرنے والا احکام رجال ومتون وطرق احتجاج ووجوہ استنباط اور اُن کے متعلقات اصولِ مذہب پر احاطۂ تامہ رکھتا ہو۔ یہاں اُسے چار منزلیں سخت دشوار گزار پیش آئیں گی جن میں ہر ایک دوسری سے سخت تر ہے:

منزلِ اوّل: نقدِ رجال کہ اُن کے مراتب ثقہ و صدق وحفظ وضبط اور اُن کے بارے میں ائمۂ شان کے

---

[1] شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک

Marfat.com

اقوال و وجوہ طعن و مراتب توثیق، مواضع تعدیم جرح و تعدیل و عوامل طعن و مناشی توثیق و مواضع تحامل و تساہل و تحقیق پر مطلع ہو، استخراج مرتبہ اتقان راوی بنقد روایات و ضبط مخالفات و اوہام و خطیات وغیرہا پر قادر ہو، اُن کے اسامی و القاب و کنی و انساب و وجوہ مختلفۂ تعبیر رواۃ خصوصاً اصحاب تدلیس شیوخ و تعیین مبہمات و متفق و متفرق و مختلف مؤتلف سے ماہر ہو۔ اُن کے موالید و وفیات و بلدان و رحلات و لقاء و سماعات و اساتذہ و تلامذہ و طرق تحمل و وجوہ ادا و تدلیس و تسویہ و تغیر و اختلاط و آخذین من قبل و آخذین من بعد و سامعین حاملین وغیرہا تمام امور ضروریہ کا حال اس پر ظاہر ہو۔ اُن سب کے بعد صرف سندِ حدیث کی نسبت اتنا کہہ سکتا ہے صحیح یا حسن یا صالح یا ساقط یا باطل یا معضل یا مقطوع یا مرسل یا متصل ہے۔

منزل دوم: صحاح و سنن و مسانید و جوامع و معاجیم و اجزاء وغیرہا کتب حدیث میں اُس کے طرقِ مختلفہ و الفاظ متنوعہ پر نظرِ تام کرے کہ حدیث کے تواتر یا شہرت یا فردیت نسبیہ یا غرابت مطلقہ یا شذوذ یا نکارت و اختلافاتِ رفع و وقف و قطع و وصل و مزید فی متصل الاسانید و اضطراباتِ سند و متن وغیرہا پر اطلاع پائے، نیز اس جمعِ طرق و احاطۂ الفاظ سے رفع ابہام و دفعِ اوہام و ایضاحِ خفی و اظہارِ مشکل و ابانت مجمل و تعیین محتمل ہاتھ آئے۔ ولہٰذا امام ابوحاتم رازی فرماتے ہم جب تک حدیث کو ساٹھ وجہ سے نہ لکھتے اس کی معرفت نہ پاتے۔ اُس کے بعد اتنا حکم کرسکتا ہے کہ حدیث شاذ یا منکر، معروف یا محفوظ، مرفوع یا موقوف، فرد یا مشہور کس مرتبہ کی ہے۔

منزل سوم: اب علل خفیہ و غوامض دقیقہ پر نظر کرے جس پر صدہا سال سے کوئی قادر نہیں، اگر بعد احاطۂ وجوہ اعلال تمام علل سے منزّہ پائے تو یہ تین منزلیں طے کرکے طرف صحت حدیث بمعنی مصطلح اثر پر حکم لگا سکتا ہے۔ تمام حفاظِ حدیث و اجلۂ نقادنا و اصلان ذروۂ شامخہ اجتہاد کی رسائی صرف اس منزل تک ہے۔ اور خدا انصاف دے تو مدعی اجتہاد و ہمسری ائمہ امجاد کو اِن منازل کے طے میں اصحابِ صحاح یا مصنفانِ اسماء الرجال کی تقلید جامد سخت بے حیائی نری بے غیرتی ہے بلکہ اُن کے طور پر شرک جلی ہے۔ کس آیت و حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ بخاری یا ترمذی بلکہ امام احمد و ابن المدینی جس حدیث کی تصحیح یا تجریح کردیں وہ واقع میں ویسی ہی ہے۔ کون سا نص آیا کہ نقد رجال میں ذہبی و عسقلانی بلکہ نسائی و ابن عدی و دارقطنی بلکہ یحییٰ قطان و یحییٰ بن معین و شعبہ و ابن مہدی جو کچھ کہہ دیں وہی حق جلی ہے۔ جب خود احکامِ الٰہیہ کے پہچاننے میں اُن اکابر کی تقلید نہ ٹھہری جو ان سے بدرجہا ارفع و اعلیٰ و اعلم و اعظم تھے۔ جن کے یہ حضرات اور ان کے امثال مقلد و متبع ہوتے جن کے

Marfat.com

درجاتِ رفیعۂ امامت انھیں مسلّم تھے تو ان سے کم درجہ امور میں اُن اکابر سے نہایت پست مرتبہ اشخاص کی ٹھیٹ تقلید یعنی چہ جرح و تعدیل وغیرہ جملہ امور مذکورہ جن جن میں گنجائش رائے زنی ہے محض اپنے اجتہاد سے پایۂ ثبوت کو پہنچائیے، اور این و آن و فلان و بہمان کا نام زبان پر نہ لائیے۔ ابھی ابھی تو کھُلا جاتا ہے کہ کس برتے پہ تتا پانی ؎

ماذا اخاضك یا مغرور فی الخطر حتّٰی ھلکت فلیت النمل لم تطر[1]

(اے مغرور! تجھے کس شے نے خطرے میں ڈالا یہاں تک کہ تو ہلاک ہوگیا، کاش! چیونٹی نہ اڑتی۔ ت)

خیر کسی مسخرۂ شیطان کے مُنہ کیا لگیں۔ برادران با انصاف انھیں منازل کی دشواری دیکھیں جس میں ابوعبداللہ حاکم جیسے محدث جلیل القدر پر کتنے عظیم شدید مواخذے ہوئے۔ امام ابن حبان جیسے ناقد بصیر تساہل کی طرف نسبت کئے گئے۔ اِن دونوں سے بڑھ کر امام اجل ابوعیسٰی ترمذی تصحیح و تحسین میں متساہل ٹھیرے، امام مسلم جیسے جبل رفیع نے بخاری و ابوذرعہ کے لوہے مانے، کما اوضحنا فی رسالتنا مدارج طبقات الحدیث ۱۳۱۳ھ (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ "مدارج طبقات الحدیث" میں اس کی وضاحت کردی ہے۔ ت) پھر چوتھی منزل تو فلکِ چہارم کی بلندی ہے جس پر نورِ اجتہاد سے آفتاب منیر ہی ہوکر رسائی ہے۔ امام ائمۃ المحدثین محمد بن اسمٰعیل بخاری سے زیادہ ان میں کون منازلِ ثلٰثہ کے منتہٰی کو پہنچا۔ پھر جب مقام احکام و نقص و ابرام میں آتے ہیں وہاں صحیح بخاری و عمدۃ القاری وغیرہا بنظرِ انصاف دیکھا چاہیے۔ بکری کے دودھ کا قصہ معروف و مشہور ہے۔ امام عیسٰی بن ابان کے اشتغالِ حدیث پھر ایک مسئلہ میں دو جگہ خطا کرنے اور تلامذۂ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ملازم خدمت بننے کی روایت معلوم و ماثور ہے۔ ولہذا امام اجل سفیٰن بن عیینہ کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ و امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ اور امام بخاری و امام مسلم کے استاذ الاستاذ اور اجلّہ ائمۂ محدثین و فقہائے مجتہدین و تبعِ تابعین سے ہیں رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین ارشاد فرماتے ہیں:

الحدیث مضلّۃ الّا للفقہاء۔[2] حدیث سخت گمراہ کرنے والی ہے مگر مجتہدوں کو۔

علامہ ابن الحاج مکّی مدخل میں فرماتے ہیں:

---

[1]

[2] المدخل لابن الحاج فصل فی ذکر النعوت دار الکتاب العربی بیروت ۱/۱۲۲

Marfat.com

یرید ان غیرھم قد یحمل الشئ علی ظاھرہ ولہ تاویل من حدیث غیرہ اودلیل یخفی علیہ او متروك اوجب ترکہ غیر شئ مما لایقوم بہ الا من استبحر وتفقہ۔

یعنی امام سفیان کی مراد یہ ہے کہ غیر مجتہد کبھی ظاہر حدیث سے جو معنے سمجھ میں آتے ہیں اُن پر جم جاتا ہے حالانکہ دوسری حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہاں مراد کچھ اور ہے، یا وہاں کوئی اور دلیل ہے جس پر اس شخص کو اطلاع نہیں، یا متعدد اسباب ایسے ہیں جن کی وجہ سے اس پر عمل نہ کیا جائے گا۔ ان باتوں پر قدرت نہیں پاتا مگر وہ جو علم کا دریا بنا اور منصبِ اجتہاد تک پہنچا۔

خود حضور پُر نور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

نضر اللہ عبدًا سمع مقالتی فحفظھا ووعاھا واداھا فرب حامل فقہ غیر فقیہ ورب حامل فقہ الی من ھو افقہ منہ[۱] اخرجہ امام الشافعی والامام احمد[۲] والدارمی وابوداؤد والترمذی وصححہ وابن ماجۃ والضیاء فی المختارۃ والبیھقی فی المدخل عن زید بن ثابت والدارمی عن جبیر بن مطعم ونحوہ احمد والترمذی وابن حبان بسند صحیح

اللہ تعالیٰ اس بندے کو سرسبز کرے جس نے میری حدیث سن کر یاد کی اور اسے دل میں جگہ دی اور ٹھیک ٹھیک اوروں کو پہنچا دی کہ بہتیروں کو حدیث یاد ہوتی ہے مگر اس کے فہم و فقہ کی لیاقت نہیں رکھتے، اور بہتیرے اگرچہ لیاقت رکھتے ہیں۔ دوسرے اُن سے زیادہ فہیم وفقیہ ہوتے ہیں (امام شافعی، امام احمد، دارمی، ابوداؤد اور ترمذی نے اسکی تخریج کی اور اس کو صحیح قرار دیا نیز اس کی تخریج کی ابن ماجہ، ضیاء نے مختارہ میں اور بیہقی نے مدخل

---

[۱] المدخل لابن الحاج فصل فی ذکر النعوت دارالکتاب العربی بیروت ۱/ ۱۲۲ و ۱۲۳

[۲] مسند احمد بن حنبل حدیث جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۸۲
سنن الدارمی باب الاقتداء بالعلماء حدیث ۲۳۴ دارالمحاسن قاہرہ ۱/ ۶۵
سنن ابی داؤد کتاب العلم باب فضل نشر العلم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۵۹
جامع الترمذی ابواب العلم باب ماجاء فی الحث علی تبلیغ السماع امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۰
سنن ابن ماجہ باب من بلغ علماء ایچ ایم سعید کمپنی دہلی ص ۲۱
مشکوٰۃ المصابیح کتاب العلم الفصل الثانی مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۵

Marfat.com

عن ابن مسعود والدارمی عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، اور دارمی واحمد نے جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، اور ترمذی وابن حبان نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، اور دارمی نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔ اللہ تعالٰی ان سب پر راضی ہو۔ ت)

فقط حدیث معلوم ہو جانا فہم حکم کے لئے کافی ہوتا تو اس ارشادِ اقدس کے کیا معنے تھے!

امام ابن حجر مکی شافعی کتاب الخیرات الحسان میں فرماتے ہیں امام محدثین سلیمان اعمش تابعی جلیل القدر سے کہ اجلّہ ائمۂ تابعین وشاگردانِ حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہیں کسی نے کچھ مسائل پوچھے اُس وقت ہمارے امام اعظم سیدنا ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی حاضرِ مجلس تھے، امام اعمش رضی اللہ تعالٰی عنہ نے وہ مسائل ہمارے امام سے پوچھے، امام نے فورًا جواب دیئے۔ امام اعمش نے کہا: یہ جواب آپ نے کہاں سے پیدا کئے؟ فرمایا: اُن حدیثوں سے جو میں نے خود آپ ہی سے سُنی ہیں، اور وہ حدیثیں مع سندِ روایت فرما دیں۔ امام اعمش رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا:

حسبك ماحدثتك به فی مائة یوم تحدثنی به فی ساعة واحدة ماعلمت انك تعمل بهٰذه الاحادیث یا معشر الفقهاء انتم الاطباء ونحن الصیادلة وانت ایها الرجل اخذت بکلا الطرفین[1]

بس کیجئے جو حدیثیں میں نے سَو دن میں آپ کو سنائیں آپ گھڑی بھر میں مجھے سُنائے دیتے ہیں، مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ اِن حدیثوں میں یُوں عمل کرتے ہیں۔ اے فقہ والو! تم طبیب ہو اور محدث لوگ عطار ہیں یعنی دوائیں پاس ہیں مگر ان کا طریقِ استعمال تم مجتہدین جانتے ہو۔ اور اے ابوحنیفہ! تم نے تو فقہ وحدیث دونوں کنارے لئے۔

والحمد للّٰه رب العٰلمین ٥ ذٰلك فضل اللّٰه یؤتیه من یشاء، واللّٰه ذوالفضل العظیم۔

اور تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو کل جہانوں کا پروردگار ہے، یہ اللہ تعالٰی کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ اور اللہ تعالٰی عظیم فضل والا ہے۔ (ت)

---

[1] الخیرات الحسان الفصل الثلاثون ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۴

Marfat.com

اب باقی رہی **منزل چہارم**، اور تُو نے کیا جانا کیا ہے منزل چہارم، سخت ترین منازل و دشوار ترین مراحل، جس کے سائر نہیں مگر اقل قلائل، اُس کی قدر کون جانے! ؎

گدائے خاک نشینی تو حافظا مخروش ۔۔۔ کہ نظم مملکت خویش خسرواں دانند[1]

(اے حافظ! تُو خاک نشین گداگر ہے شور مت مچا، کیونکہ اپنی سلطنت کے نظام کو بادشاہ ہی جانتے ہیں۔ ت)

اس کے لئے واجب ہے کہ جمیع لغات عرب و فنون ادب و وجوہ تخاطب و طرق تفاہم و اقسام نظم و صنوف معنے و ادراک علل و تنقیح مناط و استخراج جامع و عرفان مانع و موارد تعدیہ و مواضع قصر و دلائل حکم آیات و احادیث، و اقاویل صحابہ و ائمہ فقہ قدیم و حدیث و مواقع تعارض، و اسباب ترجیح، و مناہج توفیق و مدارج دلیل و معارک تاویل، و مسالک تخصیص و مناسک تقیید و مشارع قیود، و شوارع مقصود وغیر ذلک پر اطلاع تام و وقوف عام و نظر غائر و ذہن رفیع، و بصیرت ناقدہ و بصر منیع رکھتا ہو، جس کا ایک ادنٰی اجمال امام شیخ الاسلام زکریا انصاری قدس سرہ الباری نے فرمایا کہ:

ایاکم ان تبادروا الی الانکار علی قول مجتھد او تخطئتہ الا بعد احاطتکم بادلۃ الشریعۃ کلھا ومعرفتکم بجمیع لغات العرب التی احتوت علیھا الشریعۃ ومعرفتکم بمعانیھا وطرقھا۔	خبردار مجتہد کے کسی قول پر انکار یا اُسے خطا کی طرف نسبت نہ کرنا جب تک شریعت مطہرہ کی تمام دلیلوں پر احاطہ نہ کرلو جب تک تمام لغت عرب جن پر شریعت مشتمل ہے پہچان نہ لو، جب تک ان کے معانی اُن کے راستے جان نہ لو۔

اور ساتھ ہی فرمادیا و انّٰی لکم بذلک بھلا کہاں تم اور کہاں یہ احاطہ نقلہ الامام العارف باللہ عبدالوہاب الشعرانی فی المیزان[2] (اس کو خداشناس امام عبدالوہاب شعرانی نے میزان میں نقل فرمایا۔ ت)۔ ردالمحتار جس کی عبارت سوال میں نقل کی خود اُسی ردالمحتار میں اُسی عبارت کے متصل اس کے معنے فرمادیئے تھے کہ وہ سائل نے نقل نہ کئے، فرماتے ہیں:

---

[1] دیوانِ حافظ ۔۔۔ ردیف شین معجمہ ۔۔۔ سب رنگ کتاب گھر دہلی ۔۔۔ ص ۳۵۸

[2] میزان الشریعۃ الکبرٰی ۔۔۔ فصل فان ادعی احد من العلماء ذوق ھذہ المیزان دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۹

ف: دستیاب دیوان حافظ کے نسخہ میں اس شعر کے الفاظ یہ ہیں: ؎

رموز مصلحت ملک خسرواں دانند ۔۔۔ گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

Marfat.com

ولا یخفی ان ذٰلک لمن کان اھلاً للنظر فی النصوص ومعرفۃ محکمھا من منسوخھا فاذا نظر اھل المذھب فی الدلیل وعملوا بہ صح نسبتہ الی المذاھب[1]

یعنی ظاہر ہے کہ امام کا یہ ارشاد اُس شخص کے حق میں ہے جو نصوصِ شرع میں نظر اور اُن کے محکم و منسوخ کو پہچاننے کی لیاقت رکھتا ہو۔ تو جب اصحابِ مذہب دلیل میں نظر فرما کر اُس پر عمل کریں اُس وقت اُس کی نسبت مذہب کی طرف صحیح ہے۔

اور شک نہیں کہ جو شخص اِن چاروں منازل کو طے کرجائے وہ مجتہد فی المذہب ہے، جیسے مذہب مہذب حنفی میں امام ابویوسف وامام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما بلاشبہہ ایسے ائمہ کو اُس حکم و دعوے کا منصب حاصل ہے اور وہ اُس کے باعث اتباعِ امام سے خارج نہ ہوئے کہ اگرچہ صورۃً اس جزئیہ میں خلاف کیا مگر معنی اذنِ کلی امام پر عمل فرمایا پھر وہ بھی اگرچہ ماذون بالعمل ہوں۔ یہ جزمی دعوٰی کہ اس حدیث کا مفاد خواہی نخواہی مذہبِ امام ہے نہیں کرسکتے، نہایت کار ظن ہے۔ ممکن کہ اِن کے مدارک مدارکِ عالیہ امام سے قاصر رہے ہوں۔ اگر امام پر عرض کرتے وہ قبول فرماتے تو مذہب امام ہونے پر تیقن تام وہاں بھی نہیں۔ خود اجل ائمہ مجتہدین فی المذہب قاضی الشرق والغرب سیدنا امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی جن کے مدارجِ رفیعہ حدیث کو موافقین و مخالفین مانتے ہوئے ہیں۔ امام مزنی تلمیذ جلیل امام شافعی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

ھو اتبع القوم للحدیث[2] (وہ سب قوم سے بڑھ کر حدیث کے پیروکار ہیں۔ ت)

امام احمد بن حنبل نے فرمایا:

منصف فی الحدیث[3] (وہ حدیث میں منصف ہیں۔ ت)

امام یحیٰی بن معین نے باآں تشدد شدید فرمایا:

لیس فی اصحاب الرای اکثر حدیثا ولا اثبت من ابی یوسف[4]

اصحاب رائے میں امام ابویوسف سے بڑھ کر کوئی محدث نہیں اور نہ ہی ان سے بڑھ کر کوئی مستحکم ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار مقدمۃ الکتاب دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۶
[2] تذکرۃ الحفاظ الطبقۃ السادسۃ ترجمہ ۲۷۳-۴۲/۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۲۱۴
میزان الاعتدال ترجمہ یعقوب بن ابراھیم ۹۷۹۴ دار المعرفۃ بیروت ۴/۴۴۷
[3] تذکرۃ الحفاظ الطبقۃ السادسۃ ترجمہ ۲۷۳-۴۲/۹ دار الکتب العلمیۃ ۱/۲۱۴
[4] میزان الاعتدال ترجمہ یعقوب بن ابراہیم ۹۷۹۴ دار المعرفۃ بیروت ۴/۴۴۷
تذکرۃ الحفاظ الطبقۃ السادسۃ ترجمہ ۲۷۳-۴۲/۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۲۱۴

Marfat.com

نیز فرمایا:

صاحب حدیث وصاحب سُنّة۔[1] وہ صاحبِ حدیث و صاحبِ سُنّت ہیں (ت)

امام ابنِ عدی نے کامل میں کہا:

لیس فی اصحاب الرّأی اکثر حدیثا منہ۔[2] اصحاب رائے میں امام ابویوسف سے زیادہ بڑا کوئی محدّث نہیں۔ (ت)

امام عبداللہ ذہبی شافعی نے اُس جناب کو حفاظِ حدیث میں شمار اور کتاب تذکرۃ الحفاظ میں بعنوان الامام العلامۃ فقیہ العراقین[3] (امام بہت علم والا عراقیوں کا فقیہ۔ ت) ذکر کیا۔

یہ امام ابویوسف باایں جلالتِ شان حضور سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت فرماتے ہیں،

ماخالفتہ فی شیئ قط فتدبرتہ الا رأیت مذھبہ الذی ذھب الیہ انجی فی الاٰخرۃ وکنت ربما ملت الی الحدیث فکان ھو ابصر بالحدیث الصحیح منی۔[4] کبھی ایسا نہ ہوا کہ میں نے کسی مسئلہ میں امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا خلاف کرکے غور کیا ہو، مگر یہ کہ انھیں کے مذہب کو آخرت میں زیادہ وجہِ نجات پایا، اور بارہا ہوتا کہ میں حدیث کی طرف جُھکتا پھر تحقیق کرتا تو امام مجھ سے زیادہ حدیث صحیح کی نگاہ رکھتے تھے۔

نیز فرمایا، امام جب کسی قول پر جزم فرماتے میں کوفہ کے محدثین پر دَورہ کرتا کہ دیکھوں اُن کی تقویت قول میں کوئی حدیث یا اثر پاتا ہوں، بارہا دو تین حدیثیں میں امام کے پاس لے کر حاضر ہوتا اُن میں سے کسی کو فرماتے صحیح نہیں کسی کو فرماتے معروف نہیں۔ میں عرض کرتا حضور کو اس کی کیا خبر حالانکہ یہ تو قولِ حضور کے موافق ہیں۔ فرماتے: میں اہلِ کوفہ کا عالم ہوں۔ ذکرکلہ الامام ابن الحجر فی الخیرات الحسان[5] (یہ سب کچھ امام ابن حجر نے "الخیرات الحسان" میں ذکر فرمایا ہے۔ ت)

---

[1] تذکرۃ الحفاظ الطبقۃ السادسۃ ترجمہ ۲۷۳-۴۲/۶ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۲۱۴
[2] میزان الاعتدال ترجمہ یعقوب بن ابراہیم ۹۷۹۴ دارالمعرفۃ بیروت ۴/۴۴۷
[3] تذکرۃ الحفاظ الطبقۃ السادسۃ ترجمہ ۲۷۳-۴۲/۶ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۲۱۴
[4] الخیرات الحسان الفصل الثلاثون ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۳

Marfat.com

بالجملہ نابالغان رتبۂ اجتہاد نہ اصلاً اس کے اہل، نہ ہرگز یہاں مراد، نہ کہ آج کل کے مدعیان خامکار جاہلان بیوقار کہ متن و تو کا کلام سمجھنے کی لیاقت نہ رکھیں، اور اساطین دین الٰہی کے اجتہاد پر کھیں۔ اسی رد المحتار کو دیکھا ہوتا کہ انھیں امام ابن الشحنہ و علامہ محمد بن محمد البہنسی استاد علامہ نور الدین علی قادری باقانی و علامہ عمر بن نجیم مصری صاحبِ نہر الفائق و علامہ محمد بن علی دمشقی حصکفی صاحبِ درمختار وغیرہم کیسے کیسے اکابر کی نسبت صریح کی کہ مخالفتِ مذہب درکنار، روایاتِ مذہب میں ایک کو راجح بتانے کے اہل نہیں۔ کتاب الشہادات باب القبول میں علامہ سائحانی سے ہے:

ابن الشحنۃ لم یکن من اھل الاختیار[1] ابن شحنہ اہل اختیار میں سے نہیں تھا (ت)

کتاب الزکوٰۃ صدقۂ فطر میں ہے:

البھنسی لیس من اصحاب التصحیح[2] البہنسی اصحابِ تصحیح میں سے نہیں (ت)

کتاب الطلاق باب الحضانہ میں ہے:

صاحب النھر لیس من اھل الترجیح[3] صاحبِ نہر الفائق اہل ترجیح میں سے نہیں (ت)

کتاب الرھن میں ایک بحث علامہ شارح کی نسبت ہے:

لاحاجۃ الٰی اثباتہ بالبحث والقیاس الذی لسنا اھلالہ[4] اس کو بحث و قیاس کے ساتھ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں جس کے ہم اہل نہیں ہیں (ت)

ان کی بھی کیا گنتی خود اکابر اراکین مذہب اعاظم اجلہ رفیع الرتب مثل امام کبیر خصاف و امام اجل ابوجعفر طحاوی و امام ابوالحسن کرخی و امام شمس الائمہ حلوانی و امام شمس الائمہ سرخسی و امام فخر الاسلام بزدوی و امام فقیہ النفس قاضیخاں و امام ابوبکر رازی و امام ابوالحسن قدوری و امام برہان الدین فرغانی صاحبِ ہدایہ وغیرہم اعاظم کرام ادخلھم اللہ تعالٰی فی دار السلام (اللہ تعالٰی ان کو سلامتی والے گھر میں داخل فرمائے۔ ت) کی نسبت علامہ ابن کمال باشا رحمہ اللہ تعالٰی سے تصریح نقل کی:

---

[1] رد المحتار کتاب الشہادات باب القبول وعدمہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۸۳
[2] ″ کتاب الزکوٰۃ باب صدقۃ الفطر ″ ″ ″ ۲/۷۶
[3] ″ کتاب الطلاق باب الحضانۃ ″ ″ ″ ۲/۶۳۷
[4] ″ کتاب الرھن ″ ″ ″ ۵/۳۱۴

Marfat.com

انهم لا یقدرون علیٰ شیئ من المخالفۃ لا فی الاصول ولا فی الفروع[1] | وہ اصلاً مخالفت امام پر قدرت نہیں رکھتے، نہ اصول میں نہ فروع میں۔

لِلّٰہ انصاف! اللہ عزّوجلّ کے حضور جانا اور اسے منہ دکھانا ہے۔ ایک ذرا دیر منہ زوری، ہماہمی، ڈھٹائی، ہٹ دھرمی کی نہیں سہی۔ آدمی اپنے گریبان میں مُنہ ڈالے اور ان اکابر ائمہ عظام کے حضور اپنی لیاقت قابلیت کو دیکھے بھالے تو کہیں تحت الثریٰ تک بھی پتا چلتا ہے۔ ایمان نہ نگلے تو ان کے ادنیٰ شاگردِان شاگرد کی شاگردی وکفش برداری کی لیاقت نہ نکلے۔ خدارا جوشکاران شیرانِ شرزہ کی جست سے باہر ہولومڑیاں گیدڑ اس پر ٹھکنا چاہیں۔ ہاں اس کا ذکر نہیں جسے ابلیسِ مَرید اپنا مُرید بنائے۔ اور اپنی تقلید سے تمام ائمہ امت کے مقابل اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡہُ (میں اس سے بہتر ہوں۔ ت) سکھائے۔

جانِ برادر! دین سنبھالنا ہے یا بات پالنا۔ چند منٹ تک خفگی، جھنجھلاہٹ، شوخی، تلملاہٹ کی نہیں بدی ذرا لیاقتی دعووں کے آثار تو ملاحظہ ہوں۔ تمام غیرمقلدانِ زمانہ کے سروسرگروہ سب سے اونچی چوٹی کے کوہ پرشکوہ سب سے بڑے محدث متوحد سب میں چھنٹے امام متفرد علامۃ الدہر مجتہد الدہر العصر جناب میاں نذیر حسین صاحب دہلوی ہداہ اللہ تعالےٰ الی الصراط السوی ہیں۔ انھیں کی لیاقت و قابلیت کا اندازہ کیجئے۔ فقیر نے بضرورت سوالِ سائلین جو اسی ماہِ رواں میں صرف ایک مسئلہ جمع بین الصلاتین کے متعلق حضرت کی حدیث دانی کھولی۔ ماشاء اللہ وُہ وُہ نزاکتیں پائیں کہ بایں گردش وکہن سالی آج تک پیرِفلک کو بھی نظر نہ آئیں۔ تفصیل درکار ہو تو فقیر کا رسالہ مذکورہ حاجز البحرین[2] ملاحظہ ہو۔

یہاں اجمالاً معروض:

دہلوی مجتہد کی حدیث دانی اور ایک ہی مسئلہ میں اِتنی گُل فشانی

(۱) حضرت کو ضعیف محض متروک میں تمیز نہیں۔

(۲) تشیع و رفض میں فرق نہیں۔

(۳) فلان یغرب وفلان غریب الحدیث میں امتیاز نہیں۔

---

[1] ردالمحتار مقدمۃ الکتاب دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۳

[2] رسالہ حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین فتاوٰی رضویہ جلد پنجم مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور میں صفحہ ۱۵۹ پر ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

(۴) غریب و منکر میں تفرقہ نہیں۔

(۵) فلان یہم کو وہمی کہنا جانیں۔

(۶) لہ اوھام کا یہی مطلب مانیں۔

(۷) حدیث مرسل تو مردود و مخذول وعنعنہ مدلس ماخوذ و مقبول۔

(۸) ستم جہالت کہ وصل متاخر کو تعلیق بتائیں، مثلاً محدث کہے :

رواہ مالك عن نافع عن ابن عمر حدثنا بذلك فلان عن فلان عن مالك۔

اس کو امام مالک نے نافع سے اور انھوں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا، ہم کو ایسے ہی حدیث بیان کی فلاں نے فلاں سے اور اس نے امام مالک سے۔ (ت)

حضرت اسے معلق ٹھیرائیں اور حدثنا بذلك کو ہضم کر جائیں۔

(۹) صحیح حدیثوں کو نری زبان زوریوں سے مردود و منکر و واہیات بتائیں۔

(۱۰) حدیث ضعیف جس کے منکر و معلول ہونے کی امام بخاری وغیرہ اکابر ائمہ نے تصریح کی محض بیگانہ تقریروں سے اسے صحیح بنائیں۔

(۱۱) ضعفِ حدیث کو ضعفِ رُواۃ پر مقصور جانیں۔ ہنگام ثقہ رواۃ علل قوادح کو لاشیٔ مانیں۔

(۱۲) معرفتِ رجال میں وُہ جوشِ تمیز کہ امامِ اجل سلیمٰن اعمش عظیم القدر جلیل الفخر تابعی مشہور معروف کو سلیمٰن بن ارقم ضعیف سمجھیں۔

(۱۳) خالد بن الحارث ثقہ ثبت کو خالد بن مخلد قطوانی کہیں۔

(۱۴) ولید بن مسلم ثقہ مشہور کو ولید بن قاسم بنالیں۔

(۱۵) مسئلہ تقویٰ طرق سے نرے غافل۔

(۱۶) راوی مجروح و مرجوح کے فرق بدیہی سے محض جاہل۔

(۱۷) متابع و مدار میں تمیز دو بھر صاف صاف متابعت ثقات وُہ بھی باقرب وجوہ پیشِ نظر، مگر بعض طرق میں بزعم شریف وقوع ضعیف سے حدیث سخیف۔

(۱۸) جابجا طرق جلیلہ موضحۃ المعنی مشہور و متداول کتابوں خود صحیحین وسُننِ اربعہ میں موجود۔ انھیں تک رسائی محال۔ باقی کتب سے جمع طرق واحاطہ الفاظ اور مبانی و معانی کے محققانہ لحاظ کی کیا مجال۔

(۱۹) تصحیح و تضعیف میں قولِ ائمہ جبھی مقبول کہ خود اُن کی تصانیف میں مذکور و منقول، ورنہ نقل ثقات

Marfat.com

مردود و مخذول۔

(۲۰) اجلۂ رُواۃ بخاری و مسلم بے وجہ وجیہہ و دلیلِ ملزم کوئی مردود و خبیث کوئی متروک الحدیث مثل امام بشر بن بکر تنیسی و محمد بن فضیل بن غزوان کوفی و خالد بن مخلد ابوالہیثم بجلی۔ بھلا یہ تو بخاری و مسلم کے خاص خاص رجال بے مساغ و مجال پر فقط منہ آئے۔ اس سے بڑھ کر سُنیئے کہ حضرت کی حدیث دانی نے صحاح ستّہ کے ردّ و ابطال کو قواعد سبعہ وضع فرمائے کہ جس راوی کو تقریب میں صدوق رمی بالتشیع یا صدوق متشیع یا ثقہ یغرب یا صدوق یخطئ یا صدوق یہم یا صدوق لہ اوہام لکھا ہو وہ سب ضعیف و مردود الروایت و متروک الحدیث ہیں، حالانکہ باقی صحاح درکنار، خود صحیحین میں ان اقسام کے راوی دو چار نہیں، دس بیس نہیں سینکڑوں ہیں۔ چھ قاعدے تو یہ ہوئے (۷) جس سند میں کوئی راوی غیر منسوب واقع ہو، مثلاً حدثنا خالد عن شعبة عن سلیمٰن، اُسے برعایت قرب طبقہ و روایات مخرّج جو ضعیف راوی اُس نام کا ملے رجماً بالغیب جزماً بالترتیب اُس پر حمل کر لیجئے، اور ضعفِ حدیث و سقوطِ روایت کا حکم کر دیجئے۔

مسلمانو! حضرت کے یہ قواعد سبعہ پیشِ نظر رکھ کر بخاری و مسلم سامنے لائیے اور جو حدیثیں ان مخترع محدثات پر رَد ہوتی جائیں کاٹتے جائیے، اگر دونوں کتابیں آدھی تہائی بھی باقی رہ جائیں تو میرا ذمہ، خدا نہ کرے کہ مقلدین ائمہ کا کوئی متوسط طالب علم بھی اتنا بوکھلایا ہو۔ معاذ اللہ! جب ایک مسئلہ میں یہ کوتک تو تمام کلام کا کمال کہاں تک، العظمة لله! جب پرانے پرانے چوٹی کے سیانے جنھیں طائفہ بھر اپنی ناک مانے، اونچے پائے کا مجتہد جانے، اُن کی لیاقت کا یہ اندازہ کہ نری شیخی اور تین کانے۔ تو نئی امت چھٹ بھیوں کی جماعت کس گنتی شمار میں، کس شمار قطار میں! لا فی العیر ولا فی النفیر والعیاذ باللہ من شرّ الشریر (نہ عیر میں اور نہ ہی نفیر میں (نہ تین میں نہ تیرہ میں) شریر کے شر سے اللہ تعالےٰ کی پناہ۔ ت) مرزا صاحب و شاہ صاحب کیا عیاذاً باللہ ان جیسے بدعقل و عدیم الشعور تھے کہ اثبات احکام شریعتِ الٰہی و فہم احادیث رسالت پناہی صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہٗ علیہ کی باگ ایسے بے مہاروں بیخردنا بکاروں کے ہاتھ میں دیتے۔ اُن کا مطلب بھی وہی ہے کہ جو اس کا اہل ہو اُسے عمل کی اجازت بلکہ ضرورت نہ کہ کودن نا اہل بکھاری، ترجمی، مشکوٰۃ کے ترجمے میں ہلدی کی گرہ پائیں اور پنساری بن جائیں یا بنگالی بھوپالی کسی مذہب کو اپنے زعم میں خلافِ حدیث بتائیں، تو اللہ عزوجل تقلید ائمہ حرام کرکے فرض فرما دے کہ بھوپالی بنگالی پر ایمان لے آئیں۔ جانِ برادر! یہ بودی تقلید تو اب بھی رہی۔ ابوحنیفہ و محمد کی تو نہ ہوئی، بھوپالی بنگالی کی سہی۔ وائے بے انصافی کہ شاہ صاحب و مرزا صاحب کے کلام کے یہ معنے

Marfat.com

مانیں اور انھیں معاذ اللہ دائرۂ عقل سے خارج جانیں، حالانکہ اِن دونوں صاحبوں کے ہادی بالا مرشدِ اعلیٰ دونوں صاحبوں کے آقائے نعمت مولائے بیعت دونوں صاحبوں کے امام ربّانی جناب شیخ مجدد الف ثانی صاحب اپنے مکتوبات جلد اول مکتوب ۳۱۲ میں فرماتے ہیں:

مخدوما! احادیث نبوی علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام در بابِ جوازِ اشارت سبابہ بسیار وارد شدہ اند و بعضے از روایات فقہیہ حنفیہ نیز دریں باب آمدہ، و غیر ظاہر مذہب است، و آنچہ امام محمد شیبانی گفتہ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یشیر و نصنع کما یصنع النبی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسّلام ثمّ قال ھٰذا قولی وقول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما از روایات نوادر است نہ روایاتِ اصول، ہرگاہ در روایات معتبرہ حرمت اشارہ واقع شدہ باشد، و بکراہت اشارتِ فتوٰے دادہ باشند، ما مقلدان رانمی رسد کہ بمقتضائے احادیث عمل نمودہ جرأت در اشارت نمائیم، مرتکب ایں امر از حنفیہ یا علمائے مجتہدین را علمِ احادیث معروفہ جواز اشارت اثبات نمی آید یا انگارد کہ اینہا بمقتضائے آرائے خود برخلافِ احادیث حکم کردہ اند، ہر دو شق فاسد است تجویز نہ کند آنرا مگر سفیہ یا

اے مخدومِ گرامی! احادیثِ نبوی (ان کے مصدر پر درود وسلام ہو) تشہد میں اشارہ سبابہ کے جواز کے باب میں بہت وارد ہوئی ہیں اور اس باب میں فقہ حنفی کی بھی بعض روایات آئی ہیں جو کہ ظاہر مذہب کے غیر ہیں۔ اور وہ جو امام محمد شیبانی نے کہا ہے کہ "رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انگلی شہادت سے اشارہ کرتے تھے اور ہم بھی اسی طرح اشارہ کرتے ہیں جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کرتے تھے۔" پھر امام محمد نے فرمایا یہی میرا قول اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے روایات نوادر میں سے ہے نہ روایات اصول میں سے جبکہ معتبر روایات میں اشارے کی حرمت واقع ہو چکی ہے اور اشارے کے مکروہ ہونے پر فتویٰ دیا گیا ہے۔ ہم مقلدوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ حدیث کے مقتضا کے مطابق عمل کرکے اشارہ کرنے کی جرأت کریں۔ حنفیہ میں سے اشارہ سبابہ کا ارتکاب کرنے والا دو حال سے خالی نہیں، یا تو ان علمائے مجتہدین کے لئے جوازِ اشارہ میں معروف احادیث کا علم تسلیم نہیں کرتا یا ان کو ان احادیث کا عالم جانتا ہے۔ لیکن ان بزرگوں کے لئے ان احادیث کے مطابق عمل جائز تسلیم نہیں کرتا۔ اور خیال یہ کرتا ہے کہ ان بزرگوں نے اپنے خیالات

Marfat.com

معاند حسن ظن ما بہ ایں اکابر آنست کہ تا دلیل
برایشاں ظاہر نشدہ است حکم بحرمت یا کراہت
نکردہ اند۔ غایت ما فی الباب ما را علم بآں
دلیل نیست۔ و ایں معنے مستلزم قدح اکابر
نیست۔ اگر کسے گوید کہ ما علم بخلاف آں دلیل
داریم، گوئیم کہ علم مقلد در اثبات حل
و حرمت معتبر نیست۔ دریں باب ظن مجتہد
معتبر است احادیث را ایں اکابر بواسطہ
قربِ عہد و وفورِ علم و حصولِ ورع و
تقوٰے از ما دُور افتادگاں بہتر
مے دانستند۔ وصحت و سقم و نسخ
و عدمِ نسخ آنہا را بیشتر از ما می شناختند؛
البتہ وجہ موجہ داشتہ باشند
در ترک عمل۔ بمقتضائے احادیث علٰے
صاحبہا الصلوٰۃ والسلام و آنچہ از
امامِ اعظم منقول است کہ اگر حدیثے
مخالفِ قولِ من بیابند بر حدیث عمل
نمائید۔ مراد ازاں حدیثے است کہ بحضرت
امام نرسیدہ است، و بنا بر عدم علم
ایں حدیث حکم بخلافِ آں فرمودہ است،
و احادیث اشارت ازاں قبیل نیست،
اگر گویند کہ علمائے حنفیہ بر جواز
اشارت نیز فتوٰے دادہ اند۔
بمقتضائے فتاوائے معارضہ بہمہ
طرف عمل مجوز باشد گوئیم اگر تعارض

کے مطابق احادیث کے خلاف حرمت اور کراہت
کا حکم صادر فرمایا ہے یہ دونوں شقیں فاسد
ہیں انھیں وہی جائز قرار دے گا جو بیوقوف ہو یا
ضدی۔ ان اکابر کے ساتھ ہمارا حسنِ ظن یہ ہے
کہ اس باب میں جب تک ان پر حرمت یا
کراہت کی دلیل ظاہر نہیں ہوئی حرمت یا کراہت
کا انھوں نے حکم نہیں لگایا۔ زیادہ سے زیادہ
اس باب میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں اس دلیل کا
علم نہیں ہے اور یہ معنیٰ اکابر میں کسی عیب کو مستلزم
نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ ہم اس دلیل کے
خلاف علم رکھتے ہیں تو ہم کہیں گے کہ حلت و حرمت
کے اثبات میں مقلد کا علم معتبر نہیں ہے بلکہ اس
باب میں مجتہد کے ظن کا اعتبار ہے۔ یہ اکابر حدیث
کو قربِ زمانۂ نبوی، زیادتیِ علم اور ورع و تقویٰ سے
آراستہ ہونے کی وجہ سے ہم دُور افتادوں سے
بہتر جانتے تھے اور احادیث کی صحت و سقم اور
ان کے نسخ و عدمِ نسخ کو ہم سے زیادہ پہچانتے
تھے۔ انھیں ضرور کوئی معتبر دلیل ملی ہو گی تب ہی
انھوں نے احادیث علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام
کے مقتضٰے کے مطابق عمل نہیں کیا۔ اور وہ جو
امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ "اگر
کوئی حدیث میرے قول کے مخالف پاؤ تو میرے
قول کو چھوڑ دو اور حدیث پر عمل کرو۔" تو اس
حدیث سے مراد وہ حدیث ہے جو حضرت امام
کو نہ پہنچی ہو۔ اور اس حدیث کو نہ جاننے کی بنا پر

Marfat.com

درجواز و عدمِ جواز واقع شود ۔ ترجیح عدمِ جواز را است[1] اھ ملتقطاً ۔

اس کے خلاف حکم فرمایا ہے اور اشارے کی حدیث اس قبیلہ سے نہیں ۔ اگر کہیں کہ علمائے حنفیہ نے جوازِ اشارہ کا فتویٰ دیا ہے ۔ لہذا متعارض فتاوٰی کے مطابق جس بات پر بھی عمل کر لیا جائے جائز ہے ، ہم کہتے ہیں کہ اگر جواز و عدمِ جواز اور حلت و حرمت میں تعارض واقع ہو تو تعارض کی صورت میں ترجیح عدمِ جواز اور جانب حرمت کی ہوتی ہے اھ التقاط ۔ (ت)

نیز جنابِ موصوف کے رسالہ مبدء و معاد سے منقول ؛

مدتے آرزوئے آں داشت کہ وجہے پیدا شود در مذہب حنفی تا در خلفِ امام قراءتِ فاتحہ نمودہ آید ۔ اما بواسطہ رعایتِ مذہب بے اختیار ترکِ قراءت مے کرد ۔ و ایں ترک را از قبیل ریاضت مے شمرد ۔ آخر الامر اللہ تعالیٰ ببرکتِ رعایتِ مذہب کہ نقل از مذہب الحاد ست، حقیقتِ مذہب حنفی در ترکِ قراءت ماموم ظاہر ساخت و قراءتِ حکمی از قراءتِ حقیقی در نظرِ بصیرت زیبا تر نمود[2]

مجھے ایک عرصہ تک آرزو رہی کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کی مذہبِ حنفی میں کوئی وجہ ظاہر ہو جائے ، مگر بواسطہ رعایتِ مذہب بے اختیار ترکِ قراءت کرتا رہا اور اس ترک کو ریاضت کے قبیلے سے شمار کرتا رہا آخر اللہ تعالیٰ نے رعایتِ مذہب کی برکت سے (کیونکہ مذہب کی مخالفت الحاد ہے) مقتدی کی ترکِ قراءت کے بارے میں مذہبِ حنفی کی حقانیت ظاہر فرمائی ، اور قراءتِ حکمی کو نظرِ بصیرت میں قراءتِ حقیقی سے خوب تر دکھایا ۔ (ت)

ہاں صاحب ! ان بزرگوں کے اقوال کی خبریں کہئے ۔ ان بزرگوں کے بزرگ ، بڑوں کے بڑے ، اماموں کے امام کیا کچھ فرما رہے ہیں ۔ ادعائے باطل عمل بالحدیث پر کیا کیا بجلیاں توڑتے گھنگھور بادل گرما رہے ہیں ۔

اوّلاً تصریحاً تسلیم فرمایا کہ التحیات میں انگلی اٹھانا سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بہت حدیثوں میں وارد ۔

ثانیاً وہ حدیثیں معروف و مشہور ہیں ۔

---

[1] مکتوبات امام ربانی   مکتوب ۳۱۲   نولکشور   ۱/۴۴۸ تا ۴۵۱
[2] مبدأ و معاد

Marfat.com

ثالثاً مذہب حنفی میں بھی اختلاف ہے۔ روایت نوادر میں خود امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اشارہ فرماتے تھے ہم بھی کریں گے۔

رابعاً صاف یہ بھی فرما دیا کہ یہی قول امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ہے۔

خامساً نہ فقط روایت بلکہ علمائے حنفیہ کا فتوٰی بھی دونوں طرف ہے۔ باایں ہمہ صرف اِس وجہ سے کہ روایاتِ اشارہ ظاہر الروایۃ نہیں۔ صاف صاف فرماتے ہیں کہ ہم مقلدوں کو جائز نہیں کہ حدیثوں پر عمل کرکے اشارے کی جرأت کریں۔ جب ایسی سہل و نرم حالت میں حضرت امام ربانی صاحب کا یہ قاہر ارشاد ہے تو جہاں فتوائے حنفیہ مختلف نہ ہو۔ جہاں سرے سے اختلافِ روایت ہی نہ ہو وہاں خلافِ مذہبِ امام حدیث پر عمل کرنے کو کیا کچھ نہ فرمائیں گے۔

کیوں صاحبو! کیا انھیں کو شاہ ولی صاحب نے کہا تھا کہ کھلا احمق ہے یا چھپا منافق۔ استغفر اللہ استغفر اللہ! ذرا تو شرماؤ، ذرا تو ڈرو، شاہ صاحب کی بزرگی سے حیا تو کرو۔ اُن کی تو کیا مجال تھی کہ معاذ اللہ وہ جناب مجددیت مآب کی نسبت ایسا گمان مردود و نامحمود رکھتے۔ وہ تو انھیں قطب الارشاد و ہادی و مرشد و دافع بدعات جانتے ہیں اور اُن کی تعظیم کو خدا کی تعظیم، اُن کے شکر کو اللہ کا شکر مانتے ہیں کہ اپنے مکتوب ہفتم میں لکھتے ہیں؛

شیخ قطب ارشاد ایں دورہ است و بر دست وے بسیارے از گمراہاں بادیۂ صبیعت و بدعت خلاص شدہ اند۔ تعظیم شیخ تعظیم حضرت مدوّرِ ادوار و مکوّنِ کائنات است، و شکرِ نعمت مفیض اوست[1] اعظم اللہ تعالٰی لہ الاجور۔

شیخ اس دَور کے قطبِ ارشاد ہیں، ان کے ہاتھ پر تکبّر و بدعت کی گمراہی میں مبتلا بہت سے افراد نے ہدایت پائی، شیخ کی تعظیم خالق کائنات کی تعظیم ہے اور شیخ کی نعمت کا شکر اس نعمت کو عطا کرنے والے اللہ کا شکر ہے۔ اللہ تعالٰی انھیں عظیم اجر عطا فرمائے۔ (ت)

ہاں شاید میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کی چوٹ حضرت مجدد صاحب ہی پر ہے کہ معیار الحق میں لکھتے ہیں؛

"آج کل کے بعض لوگ اسی تقلید معین کے التزام سے مشرک ہو رہے ہیں کہ مقابل میں روایت کیدانی کے اگر حدیث صحیح پیش کرو تو نہیں مانتے۔"[2]

---

[1] کلماتِ طیبات فصل چہارم در مکتوبات شاہ ولی اللہ دہلوی مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۶۳

[2] معیار الحق بحث تلفیق مکتبہ نذیریہ چناب بلاک اقبال ٹاؤن لاہور ص ۱۸۳

Marfat.com

اسی مسئلۂ اشارہ میں روایت کیدانی پیش کی جاتی ہے۔ جناب مجدد صاحب نے فتاویٰ غرائب و جامع الرموز و خزانۃ الروایات وغیرہا پیش کیں، وہ بات ایک ہی ہے، یعنی فقہی روایت کے مقابل حدیث نہ ماننا۔ اب دیکھ لیجئے حضرت مجدد کا روایتِ فقہی لانا اور اُن کے سبب صحیح حدیثوں پر عمل نہ فرمانا، اور میاں جی صاحب دہلوی کا بے دھڑک شرک کی جڑ جاننا۔ خدا ایسے شرک پسندوں کے سائے سے بچائے۔ خیر یہ تو میاں جی جانیں اور اُن کا کام۔ کلامِ جناب مجدد صاحب کے فوائد سُنیے:

اوّل : بڑا بھاری فائدہ تو یہ ہوا۔

دوم : حضرت موصوف نے یہ بھی فرمادیا کہ اقوالِ امام کے مقابل ایسی معروف حدیثیں جیسی رفع یدین و قرأتِ مقتدی وغیرہا میں آئیں کہ کسی طرح احادیث اشارہ سے اشتہار میں کم نہیں وہی پیش کرے گا جو نرا گاؤدی کودن بے عقل ہو یا معاندِ مکابر ہٹ دھرم کہ نہ وہ حدیثیں امام سے چھپ رہنے کی تھیں نہ معاذ اللہ امام اپنی رائے سے حدیث کا خلاف کرنے والے، تو ضرور کسی دلیل قوی شرعی سے اُن پر عمل نہ فرمایا۔

سوم : یہ بھی فرمادیا کہ ہمیں جواب احادیث معلوم ہو جانا کچھ ضرور نہیں۔ اس قدر اجمالاً جان لینا بس ہے کہ ہمارے عالموں کے پاس وجہ موجود ہوگی۔

چہارم : یہ بھی فرمادیا کہ ہمارے علم میں کسی مسئلۂ مذہب پر دلیل نہ ہونا درکنار اگر صراحۃً اس کے خلاف پر ہمیں دلیل معلوم ہو جب بھی ہمارا علم کچھ معتبر نہیں اُسی مسئلۂ مذہب پر عمل رہے گا۔

پنجم : یہ بھی فرمادیا کہ ہمارے علمائے سلف رضی اللہ تعالٰی عنہم کو جیسا علمِ حدیث تھا جیسا وہ صحیح و ضعیف و منسوخ و ناسخ پہچانتے تھے بعد کے لوگ ان کی برابری نہیں کرسکتے کہ نہ انھیں ویسا علم، نہ یہ اُس قدر زمانۂ رسالت سے قریب۔ جب حضرت مجدد اپنے زمانہ کو ایسا فرمائیں۔ تو اب تو اس پر بھی تین سو برس گزر گئے، آج کل کے اُلٹے سیدھے چند حرف پڑھنے والے کیا برابریٔ ائمہ کی لیاقت رکھتے ہیں۔

ششم : اس شرط کی بھی تصریح فرمادی کہ امام کے وُہ اقوال منقولۂ سوال خاص اُسی حدیث کے باب میں ہیں جو امام کو نہ پہنچی، اور اُس سے مخالفت بربنائے عدمِ اطلاع ہوئی نہ یہ کہ اصولِ مذہب پر وُہ بوجوہِ مذکورہ کسی وجہ سے مرجوح یا مؤول یا متروک العمل تھی کہ یوں تو بحالِ اطلاع بھی مخالفت ہوتی۔ کما لایخفی (جیساکہ پوشیدہ نہیں۔ ت)

ہفتم : جناب مجدد صاحب کی شانِ علم سے تو ان حضرات کو بھی انکار نہ ہوگا۔ یہی مرزا جانجاناں صاحب

Marfat.com

جنھیں بزرگ مان کر اُن کے کلام سے استناد کیا گیا۔ جناب موصوف کو قابلِ اجتہاد خیال کرتے اور اپنے ملفوظ میں لکھتے ہیں؛

عرض کردم یارسول اللہ! حضرت در حقِ مجدد الف ثانی چہ فرمایند؟ فرمودند مثلِ ایشاں در امتِ من دیگر کیست[1]

عرض کی یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! آپ حضور حضرت مجدد الف ثانی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میری امت میں اسکی مثل دُوسرا کون ہے۔ (ت)

جب ایسے بزرگانِ بزرگ فرمائیں کہ ہم مقلدوں کو قولِ امام کے خلاف حدیثوں پر عمل جائز نہیں، جو اس کا مرتکب ہو وہ احمق بیہوش یا ناحق و باطل کوش ہے، تو پھر آج کل کے جھوٹے مدعی کس گنتی میں رہے۔

یہ سات فائدے عبارتِ مکتوبات میں تھے۔

ہشتم ۸: اگرچہ قولِ امام کی حقانیت اپنے خیال میں نہ آئے مگر عمل اُسی پر کرنا لازم۔ یہی اللہ عزوجل کو پسند و موجبِ برکات ہے۔ دیکھو ایک مدت تک مسئلۂ قراءتِ مقتدی میں حقانیتِ مذہبِ حنفی جنابِ مجدد صاحب پر ظاہر نہ تھی قراءت کرنے کو دل چاہا مگر بپاسِ مذہب نہ کرسکے یہی ڈھونڈتے رہے کہ خود حنفی مذہب میں کوئی راہ جواز کی ملے۔

نہم ۹: اِس سوال کا بھی صاف جواب دے دیا کہ ایک مسئلہ بھی اگر خلافِ امام کیا اگرچہ اسی بنا پر کہ اس میں حقانیتِ مذہب ظاہر نہ ہوئی تاہم مذہب سے خارج ہو جائے گا کہ اسے نقل از مذہب فرماتے ہیں۔

دہم ۱۰: یہ سخت اشد و قاہر حکم دیکھئے کہ جو ایسا کرے وہ ملحد ہے۔ آپ حضرات اپنے ایمان میں جو مناسب جانیں مانیں، چاہے حضرت مجدد صاحب کے نزدیک معاذ اللہ شاہ صاحب و مرزا صاحب کو سفیہ و معاند و ملحد قرار دیں چاہے ان دونوں صاحبوں کے طور پر حضرت مجدد کو مدعی باطل و مخالفِ امام اور عیاذًا باللہ کھلا احمق یا چھپا منافق ٹھہرائیں، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی توفیق نہیں مگر بلندی و عظمت والے معبود کی توفیق سے۔ ت) لاجرم یہ دونوں صاحب اُسی صحتِ عملی میں کلام کر رہے ہیں جس پر اطلاع فقہائے اہلِ نظر و اجتہاد فی المذہب کا کام، اب نہ یہ کلام باہم متخالف، نہ ان میں کوئی حرف ہمارے مخالف، ھٰکذا ینبغی التحقیق و اللہ ولی التوفیق

---

[1] کلمات طیبات ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۷

Marfat.com

(یوں ہی تحقیق ہونی چاہیے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔ ت) یہ مبحث بہت طویل الاذیال تھی جس میں لبسطِ کلام کو دفترِ ضخیم لکھا جاتا، مگر ماقلّ وکفٰی خیر مما کثر والھٰی (جو مختصر اور جامع ہو وہ اس سے بہتر ہے جو کثیر اور لغو ہو) حضرات ناظرین خاص مبحثِ مسئول عنہ پر نظر رکھیں، خروج عن المبحث سے کہ صنیع شنیع جہلہ وعاجزین ہے حذر رکھیں۔

ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین[1]، وصلی اللہ تعالٰی علٰی سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

اے ہمارے رب! ہم میں اور ہماری قوم میں حق فیصلہ کر، اور تیرا فیصلہ سب سے بہتر ہے۔ اور درود نازل فرمائے اللہ تعالٰی رسول کے سردار محمد مصطفٰی پر اور آپ کی تمام آل واصحاب پر (ت)

مناسب کہ ان مختصر سطور کو بلحاظ مضامین الفضل الموھبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی (اللہ تعالٰی کا عطا کردہ فضل اس قول (امام اعظم) کے معنٰی میں کہ جب کوئی حدیث صحت کو پہنچے تو وہی میرا مذہب ہے۔ ت) سے مسمّٰی کیجئے، اور بنظر تاریخ اعزّ النکات بجوابِ سوال ارکات ۱۳۱۳ھ (مضبوط ترین نکات علاقہ ارکاٹ سے بھیجے ہوئے سوال کے جواب میں۔ ت) لقب دیجئے۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم[2] اٰمین، والحمد للہ رب العٰلمین، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اے ہمارے رب! ہم سے قبول فرما، بے شک تو سُننے والا جاننے والا ہے۔ آمین! اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور اللہ خُوب جانتا ہے وہ پاک اور بلند ہے، اس کی بزرگی جلیل اور اس کا علم تام و مستحکم ہے۔ (ت)

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادری
عبد المصطفٰی احمد رضا خان

---

[1] القرآن الکریم ۷/۸۹
[2] القرآن الکریم ۲/۱۲۷

Marfat.com

فوائدِ فقہیہ و افتاء و رسم المفتی

مسئلہ ۱۷۱ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارا ایمان ہے کہ ائمہ اربعہ برحق ہیں۔ پھر ایک چیز معین پر انہی اماموں نے فرمایا ہے کہ حلال ہے اور حرام ہے۔ مثلاً کچھوا کہ ہمارے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حرام ہے، اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حلال ہے، اور یہ محال ہے کہ ایک ہی چیز حرام بھی ہو اور حلال بھی ہو، اور ہم دونوں کو برحق کہیں۔ بیّنوا بالدلیل وتوجروا من الجلیل (دلیل کے ساتھ بیان کرو، جلالت والے اللہ کی بارگاہ سے اجر پاؤ گے۔ ت)

الجواب

سائل نے کچھوے کی مثال صحیح نہیں لکھی۔ کچھوا امام شافعی کے صحیح مذہب میں بھی حرام ہے۔ ہاں اور اشیاء ہیں کہ ان کے نزدیک حلال ہمارے نزدیک حرام ہیں۔ جیسے متروک التسمیہ عمداً اور ضب، اور بعض شافعیہ کے نزدیک کچھوا بھی۔ بہر حال دونوں برحق ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ہر امام مجتہد کا اجتہاد جس طرف مودی ہو اس کے اور اس کے مقلدوں کے حق میں اللہ تعالٰی کا وہی حکم ہے۔ شافعی المذہب اگر متروک التسمیہ عمداً کھائے گا اس کی عدالت میں فرق نہ آئے گا نہ دنیا میں اسے تعزیر دی جائے نہ آخرت میں اس سے اس کا مواخذہ ہو۔ اور حنفی المذہب کہ اسے حرام جانتا ہے اور اس کا ارتکاب

Marfat.com

کرے گا تو اس کی عدالت بھی ساقط ہوگی اور دنیا میں مستحقِ تعزیر اور آخرت میں قابلِ مواخذہ ہوگا۔ یونہی بالعکس جو چیز ہمارے نزدیک حلال ہے اور ان کے نزدیک حرام۔ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

کل مجتھد مصیب والحق عند اللہ واحد وقد یصیبہ وقد لا۔[1]

ہر مجتہد مصیب ہے، لیکن عند اللہ حق ایک ہی ہے جس کو مجتہد کبھی پہنچتا ہے اور کبھی نہیں پہنچتا۔

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

احدہ واقبل شھادتہ یرید شارب المثلث نقلھما فی فواتح الرحموت[2] واللہ تعالیٰ اعلم۔

میں مثلث پینے والے پر حد بھی جاری کروں گا اور گواہی دے تو اس کی گواہی بھی قبول کروں گا۔ اسے فواتح الرحموت میں نقل کیا گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸، ۱۹ از گورکھپور محلہ دھمال مسئولہ سعید الدین ۹ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں کہ:

(۱) امیر محلہ کا لفظ جو بعض کتبِ فقہ میں آیا ہے اور میر محلہ ان دونوں لفظوں میں کچھ شرعاً و عرفاً فرق ہے یا نہیں؟

(۲) ہندوستان میں عام طور پر سید کو میر صاحب کہتے ہیں تو کیا اس کہنے سے فی الواقع وہ امیر محلہ بن سکتے ہیں یا امیر محلہ کے احکام اُس پر عائد ہو سکتے ہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

(۱) امیر اور میر میں کچھ فرق نہیں، میر اُسی کا مخفف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) فقط میر صاحب ہونے سے میر محلہ نہیں ہوتا میر محلہ وہ ہے جو علم دینی میں سب اہلِ محلہ سے زائد ہو یا جسے سلطان یا مسلمانوں نے میر محلہ بنایا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰

حامی دین متین ماحی البدعۃ والشرک محی الدین جناب مولٰنا زاد اللہ شرفہ۔ بعد ہدیہ سلام و

---

[1] فواتح الرحموت بذیل المستصفیٰ فصل فی آداب المناظرۃ منشورات الرضی قم مصر ۲/ ۳۸۱

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ الاصل الثانی السنۃ مسئلۃ مجہول الحال الخ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/ ۱۴۸

Marfat.com

سنتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام معلوم فرمائیں ایک فتوٰی جس میں چند سوال ہیں آنجناب کی خدمت میں پیش کرنے کا قصد ہے اگرچہ مدارس اسلامیہ وجائے اِفتاء توہندوستان میں کثیر ہیں ولیکن بندہ کی خوشی یہ ہے کہ آنجناب کی لسان ترجمان فیض رسان وکلک سے جواب ظہور میں آئے اس وقت چونکہ رمضان شریف ہے روزہ کی وجہ سے شاید جواب میں وقت وکلفت ہو بدیں خیال مقدم یہ جوابی خط ارسال کرکے آنجناب کی مرضی مبارک حاصل کیجاتی ہے کہ اگر فتوٰی اس وقت رمضان شریف میں بھیجا جائے تو کیا اس وقت جواب مل سکتا ہے یا کہ بعد رمضان شریف؟ اگر بعد رمضان شریف فتوٰی بھیجا جائے تو شوال کی کتنی تاریخ تک بھیجا جائے؟ آپ کے جواب کا انتظار ہے، جیسا آپ فرمائیں گے ویسا کیا جائے گا۔ فقط زیادہ والسلام، جوابی خط ارسال ہے۔

الجواب

جناب مِن سلکم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، رمضان مبارک میں بھی فتاوے بفضلہ تعالیٰ لکھے جارہے ہیں آپ نے استفتاء بتایا کس مضمون کا ہے، بعض ضروری وفوری ہوتے ہیں بعض مہلت وفرصت کے، بعض ایسے کہ جواب دینا ہی بیکار یا ضروریات کے آگے ناقابلِ اعتبار۔ غرض فتاوٰی کہ پوچھے جاتے ہیں اُن کی حالتیں بہت مختلف ہیں، لوگ گمان کرتے ہیں کہ ہمارے ہر فتوٰی کا جواب ملنا شرعًا لازم ہے اور وہ بھی تحریری، اور حضرت سیدنا ابن مسعود علیہ الرضوان فرماتے ہیں:

من افتی فی کل ما استفتی فھو مجنون[۱] جو ہر استفتاء کا جواب دے مجنون ہے۔

یہ اس لئے لکھ دیا کہ اگر آپ نوعیتِ سوال سے مطلع فرماتے تو جواب لا و نعم و دیر و شتاب معین ہوسکتا۔ والسلام۔

مسئلہ ۲۱ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، من جانب احقر العباد ملک محمد امین جالندھر شہر۔ مجموعۂ فتاوی عبدالحی صاحب اہلسنت وجماعت کے مطابق ہے یا کچھ گڑبڑ ہے؟ اطلاع بخشی جائے۔

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اس میں بہت مسائل میں فرق ہے خصوصًا پہلی اور

---

[۱] ـــه

Marfat.com

دوسری جلد میں جس کی کچھ کچھ اصلاح خود انھوں نے اپنی طرف سے سوالات قائم کرکے کی ہے والسلام

مسئلہ ۲۲ از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ مولوی نور محمد صاحب طالب علم
۹ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنے مرشد کے فتوے کے رد پر تصدیق کرے یہ بیعت سے خارج ہوا یا نہیں؟

الجواب

بعض فتووں کا رد کفر ہوتا ہے بعض کا ضلالت، بعض کا جہالت، بعض کا حماقت، بعض کا حق ایک حکم نہیں ہوسکتا، کیا فتویٰ تھا اور کیا رد، سائل مفصل لکھے اور یہ بھی کہ تصدیق کرنے والے کو اس کے خلاف اپنے مرشد کا فتویٰ معلوم تھا یا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

Marfat.com

فلسفہ، طبعیات، سائنس، نجوم، منطق

مسئلہ ۲۳ مرسلہ مولوی احمد شاہ ساکن موضع سادات

بجلی کیا شئے ہے؟

الجواب

اللہ تعالیٰ نے بادلوں کے چلانے پر ایک فرشتہ مقرر فرمایا ہے جس کا نام رعد ہے، اس کا قد بہت چھوٹا ہے، اور اس کے ہاتھ میں ایک بہت بڑا کوڑا ہے، جب وہ کوڑا بادل کو مارتا ہے اس کی تری سے آگ جھڑتی ہے اس کا نام بجلی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۴ مرسلہ احمد شاہ مذکور

زلزلہ آنے کا کیا باعث ہے؟

الجواب

اصلی باعث آدمیوں کے گناہ ہیں، اور پیدا یوں ہوتا ہے کہ ایک پہاڑ تمام زمین کو محیط ہے اور اس کے ریشے زمین کے اندر اندر سب جگہ پھیلے ہوئے ہیں جیسے بڑے درخت کی جڑیں دُور تک اندر اندر پھیلتی ہیں، جس زمین پر معاذ اللہ زلزلہ کا حکم ہوتا ہے وہ پہاڑ اپنے اس جگہ کے ریشے کو جنبش دیتا ہے زمین ہلنے لگتی ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

Marfat.com

مسئلہ ۲۵ از ضلع کھیری ڈاک خانہ مونڈا کوٹھی مجیب نگر مرسلہ سردار مجیب رحمان خاں ۲۶ صفر ۱۳۲۷ھ

جناب مولوی صاحب معظم مکرم منہل الطاف وکریم الاخلاق عمیم الاشفاق زاد مجدکم وفیوضکم۔ پس از تسلیم مسنون، نیاز مشحون وتمنائے لقائے شریف عرض خدمت والا ہے۔ نسبت زلزلہ مشہور ہے کہ زمین ایک شاخ گاؤ پر ہے کہ وہ ایک مچھلی پر کھڑی رہتی ہے، جب اُس کا سینگ تھک جاتا ہے تو دوسرے سینگ پر بدل کر رکھ لیتی ہے، اس سے جو جنبش وحرکت زمین کو ہوتی ہے اس کو زلزلہ کہتے ہیں۔ اس میں استفسار یہ ہے کہ سطح زمین ایک ہی ہے اس حالت میں جنبش سب زمین کو ہونا چاہئے، زلزلہ سب جگہ یکساں آنا چاہئے۔ گزارش یہ ہے کہ کسی جگہ کم کہیں کسی مقام پر زیادہ، کہیں بالکل نہیں آتا۔ بہرحال جو کیفیت واقعی اور حالت صحیح ہو اس سے معزز فرمائیے۔ لعبید از کرم نہ ہوگا۔ زیادہ نیاز وادب۔

راقم آثم سردار مجیب رحمان خاں عطیہ دار علاقہ مجیب نگر

الجواب

جناب گرامی دام مجدکم السامی، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

زلزلہ کا سبب مذکورہ زبان زد عوام محض بے اصل ہے اور اس پر وہ اعتراض نظر بظاہر صحیح و صواب۔ اگرچہ اس سے جواب ممکن تھا کہ ہمارے نزدیک ترکیب اجسام جواہر فردہ سے ہے اور ان کا اتصال محال۔ صدرا وغیرہ میں کاسہ لیسان فلاسفہ نے جس قدر دلائل ابطال جزء لایتجزی پر لکھے ہیں ان میں کسی سے ابطال نفس جز نہیں ہوتا۔ ہاں دو جزء کا اتصال محال نکلتا ہے، یہ نہ ہمارے قول کے منافی نہ جسم کے اتصال حسی کا نافی۔ دیوار جسم وحدانی سمجھی جاتی ہے حالانکہ وہ اجسام متفرقہ ہے، جسم انسان میں لاکھوں مسام مثبت افتراق ہیں اور ظاہر اتصال۔ خوردبین سے دیکھنا بتاتا ہے کہ نظر جسے متصل گمان کرتی ہے کس قدر منفصل ہے، پھر ان شیشوں کی اختلاف قوت بتا رہی ہے کہ مسام کی باریکی کسی حد پر محدود نہیں ٹھہرا سکتے جو شیشہ ہمارے پاس اقوی سے اقوی ہو اور اس سے بعض اجسام مثل آہن وغیرہ میں مسام اصل نظر نہ آئیں ممکن کہ اس سے زیادہ قوت والا شیشہ انھیں دکھا دے۔ معہذا نظر آنے کے لئے دو خط شعاعی میں کہ بصر سے نکلے زاویہ ہونا ضرور۔ جب شے غایت صغر پر پہنچتی ہے دونوں خط باہم منطبق مظنون ہو کر زاویہ رویت معدوم ہو جاتا اور شے نظر نہیں آتی ہے یہی سبب ہے کہ کواکب ثابتہ کے لئے اختلاف منظر نہیں کہ بوجہ کثرت بُعد وہاں نصف قطر زمین یعنی تقریباً چار ہزار میل کے طول وامتداد کی اصلاً قدر نہ رہی دونوں خط کہ مرکز ارض اور مقام ناظر سے نکلے باہم ایک دوسرے پر منطبق معلوم ہوتے ہیں زاویہ نظر باقی نہیں رہتا تو مسام کا اس باریکی تک پہنچنا کچھ دشوار نہیں بلکہ ضرور ہے کہ کوئی قوی سے قوی خوردبین انھیں امتیاز نہ کرسکے اور سطح بظاہر متصل محسوس ہو، اور جب زمین اجزائے متفرقہ کا

Marfat.com

نام ہے تو اس حرکت کا اثر بعض اجزاء کو پہنچنا بعض کو نہ پہنچنا مستبعد نہیں کہ اہل سنت کے نزدیک ہر چیز کا سبب اصلی محض ارادۃ اللہ عزوجل ہے۔ جتنے اجزاء کے لئے ارادۂ تحریک ہوا انھیں پر اثر واقع ہوتا ہے و بس۔ سواران دریا نے مشاہدہ کیا ہے کہ ایام طوفان میں جو بلاد شمالیہ میں حوالی تحویل سرطان یعنی جون جولائی اور بلاد جنوبیہ میں حوالی تحویل جدی یعنی دسمبر جنوری ہے۔ ایک جہاز ادھر سے جاتا اور دُوسرا ادھر سے آرہا ہے دونوں مقابل ہوکر گزرے اس جہاز پر سخت طوفان ہے اور اسے بالکل اعتدال و اطمینان، حالانکہ باہم کچھ ایسا فصل نہیں۔ ایک وقت ایک پانی ایک ہوا اور اثر اس قدر مختلف، تو بات وہی ہے کہ ماشاء اللہ کان و ما لم یشاء لم یکن جو خدا چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا، مگر اس جواب کی حاجت ہم کو اس وقت ہے کہ وہ بیان عوام شرع سے ثابت ہو، اس کے قریب قریب ثبوت صرف ابتدائے آفرینش زمین کے وقت ہے جب تک پہاڑ پیدا نہ ہوئے تھے۔ عبدالرزاق و فریابی و سعید بن منصور اپنی اپنی سنن اور عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن مردویہ و ابن ابی حاتم اپنی تفاسیر اور ابوالشیخ کتاب العظمہ اور حاکم بافادۂ تصحیح صحیح مستدرک اور بیہقی کتاب الاسماء اور خطیب تاریخ بغداد اور ضیائے مقدسی صحیح مختارہ میں عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی؛

قال ان اول شیئ خلق اللہ القلم فقال لہ: اکتب، فقال یارب وما اکتب؟ قال اکتب القدر فجری من ذٰلک الیوم ما ھو کائن الی ان تقوم الساعۃ ثم طوی الکتاب وارتفع القلم وکان عرشہ علی الماء فارتفع بخار الماء ففتقت منہ السمٰوٰت ثم خلق النون فبسطت الارض علیہ والارض علی ظھر النون فاضطرب النون فمادت الارض فاثبتت بالجبال[1]

فرمایا: اللہ عزوجل نے ان مخلوقات میں سب سے پہلے قلم پیدا کیا اور اس سے قیامت تک کے تمام مقادیر لکھوائے اور عرشِ الٰہی پانی پر تھا پانی کے بخارات اُٹھے ان سے آسمان جدا جدا بنائے گئے، پھر مولٰی عزوجل نے مچھلی پیدا کی اس پر زمین بچھائی، زمین پُشتِ ماہی پر ہے، مچھلی تڑپی، زمین جھونکے لینے لگی، اس پر پہاڑ جما کر بوجھل کر دی گئی۔

کما قال تعالٰی والجبال اوتادا[2]
جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور پہاڑوں کو میخیں بنایا۔

وقال تعالٰی والقی فی الارض رواسی
اور اللہ تعالٰی نے فرمایا، اور اس نے زمین میں لنگر

---

[1] الدرالمنثور تحت آیۃ ۶۸/۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۸/۲۲۴
[2] القرآن الکریم ۷۸/۷

Marfat.com

ان تمید بکم[۱] ڈالے کہ کہیں تمھیں لے کر نہ کانپے۔ (ت)

مگر یہ زلزلہ ساری زمین کو بھقاء خاص خاص مواضع میں زلزلہ آنا، دوسری جگہ نہ ہونا، اور جہاں ہونا وہاں بھی شدّت وخفّت میں مختلف ہونا، اس کا سبب وہ نہیں جو عوام بتاتے ہیں، سببِ حقیقی تو وہی ارادۃ اللہ ہے، اور عالمِ اسباب میں باعث اصلی بندوں کے معاصی۔

ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفوعن کثیر[۲] تمھیں جو مصیبت پہنچتی ہے تمھارے ہاتھوں کی کمائیوں کا بدلہ ہے، اور بہت کچھ معاف فرما دیتا ہے۔ (ت)

اور وجہِ وقوع کوہ قاف کے ریشہ کی حرکت ہے۔ حق سبحٰنہ وتعالٰی نے تمام زمین کو محیط ایک پہاڑ پیدا کیا ہے جس کا نام قاف ہے۔ کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں اس کے ریشے زمین میں نہ پھیلے ہوں جس طرح پیڑ کی جڑ بالائے زمین تھوڑی سی جگہ میں ہوتی ہے اور اس کے ریشے زمین کے اندر اندر بہت دور تک پھیلے ہوتے ہیں کہ اس کے لئے وجہِ قرار ہوں اور آندھیوں میں گرنے سے روکیں، پھر پیڑ جس قدر بڑا ہوگا اتنی ہی زیادہ دُور تک اس کے ریشے گھیریں گے۔ جبلِ قاف جس کا دَور تمام کرۂ زمین کو اپنے پیٹ میں لئے ہے اس کے ریشے ساری زمین میں اپنا جال بچھائے ہیں، کہیں اوپر ظاہر ہوکر پہاڑیاں ہوگئے، کہیں سطح تک آکر تھم رہے جسے زمین سنگلاخ کہتے ہیں، کہیں زمین کے اندر ہے قریب یا بعید ایسے کہ پانی کی چوان سے بھی بہت نیچے۔ ان مقامات میں زمین کا بالائی حصّہ دور تک نرم مٹی رہتا ہے جسے عربی میں سہل کہتے ہیں۔ ہمارے قرب کے عام بلاد ایسے ہی ہیں مگر اندر اندر قاف کے رگ وریشہ سے کوئی جگہ خالی نہیں جس جگہ زلزلہ کے لئے ارادۂ الٰہی عزوجل ہوتا ہے والعیاذ برحمتہ ثم برحمۃ رسولہ جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (اللہ تعالٰی جل جلالہٗ کی پناہ اس کی رحمت کے ساتھ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رحمت کے ساتھ۔ ت) قاف کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنے وہاں کے ریشے کو جنبش دیتا ہے، صرف وہیں زلزلہ آئے گا جہاں کے ریشے کو حرکت دی گئی، پھر جہاں خفیف کا حکم ہے اس کے محاذی ریشہ کو آہستہ ہلاتا ہے اور جہاں شدید کا امر ہے وہاں بقوت۔ یہاں تک کہ بعض جگہ صرف ایک دھکّا سا لگ کر ختم ہوجاتا ہے، اور اسی وقت دوسرے قریب مقام کے درودیوار جھونکے لیتے، اور تیسری جگہ زمین پھٹ کر پانی نکل

---

[۱] القرآن الکریم ۱۶/۱۵

[۲] ؍؍ ؍؍ ۴۲/۳۰

Marfat.com

آتا ہے، یا عنف حرکت سے مادۂ کبریتی مشتعل ہوکر شعلے نکلتے ہیں چیخوں کی آواز پیدا ہوتی ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ ت) زمین کے نیچے رطوبتوں میں حرارتِ شمس کے عمل سے بخارات سب جگہ پھیلے ہوئے ہیں اور بہت جگہ دُخانی مادہ ہے، جنبش کے سبب منافذِ زمین متسع ہوکر وہ بخار و دُخان نکلتے ہیں، طبعیات میں پاؤں تلے کی دیکھنے والے انھیں کے ارادۂ خروج کو سبب زلزلہ سمجھنے لگے حالانکہ اُن کا خروج بھی سببِ زلزلہ کا مسبّب ہے۔ امام ابوبکر ابن ابی الدنیا کتاب العقوبات اور ابوالشیخ کتاب العظمہ میں حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

قال خلق اللہ جبلا یقال لہ قاف محیط بالعالم وعروقہ الی الصخرۃ التی علیہا الارض، فاذا اراد اللہ ان یزلزل قریۃ امر ذلک الجبل فحرک العرق الذی یلی تلک القریۃ فیزلزلہا و یحرکہا فمن ثم تتحرک القریۃ دون القریۃ۔[1]

اللہ عزوجل نے ایک پہاڑ پیدا کیا جس کا نام "ق" ہے، وہ تمام زمین کو محیط ہے اور اس کے ریشے اس چٹان تک پھیلے ہیں جس پر زمین ہے جب اللہ عزوجل کسی جگہ زلزلہ لانا چاہتا ہے اس پہاڑ کو حکم دیتا ہے وہ اپنے اس جگہ کے متصل ریشے کو لرزش و جنبش دیتا ہے، یہی باعث ہے کہ زلزلہ ایک بستی میں آتا ہے دوسری میں نہیں۔

حضرت مولوی معنوی قدس سرہ الشریف مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:

(۱) رفت ذوالقرنین سوئے کوہ قاف ۔۔۔ دید کُہ را کز زمرد بود صاف

(۲) گرد عالم گشتہ آں محیط ۔۔۔ ماند حیراں اندراں خلق بسیط

(۳) گفت تو کوہی دگرہا چیستند ۔۔۔ کہ بہ پیش عظم تو بازیستند

(۴) گفت رگہائے من اند آں کوہہا ۔۔۔ مثل من نبوند در حسن و بہا

(۵) من بہر شہرے رگے دارم نہاں ۔۔۔ بر عروقم بستہ اطرافِ جہاں

(۶) حق چو خواہد زلزلہ شہرے مرا ۔۔۔ امر فرماید کہ جنباں عرق را

(۷) پس بجنبانم من آں رگ را بقہر ۔۔۔ کہ بداں رگ متصل گشت است شہر

(۸) چوں بگوید بس شود ساکن رگم ۔۔۔ ساکنم و ز روئے فعل اندر تگم

(۹) ہمچو مرہم ساکن و بس کارکن ۔۔۔ چوں خرد ساکن و زو جنباں سخن

(۱۰) نزد آنکس کہ نداند عقلش ایں ۔۔۔ زلزلہ ہست از بخارات زمیں

---

[1] الاسرار المرفوعۃ بحوالہ ابن ابی الدنیا و ابی الشیخ حدیث ۱۲۲۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۳۲۱

Marfat.com

(۱۱) ایں بخارات زمیں نہ بود بداں — زامر حق است و ازاں کوہ گراں[1]

(۱۲) مورکے بر کاغذے دید او قلم — گفت با مور دگر ایں راز ہم

(۱۳) کہ عجائب نقشہا آں کلک کرد — ہمچو ریحان و چو سوسن زار و ورد

(۱۴) گفت آں مور اصبع ست آں پیشہ ور — ویں قلم در فعل فرع ست و اثر

(۱۵) گفت آں مور سوم کز بازوست — کاصبع لاغر ز زورش نقش بست

(۱۶) ہمچنیں میرفت بالا تا یکے — مہتر موراں فطن بود اند کے

(۱۷) گفت کز صورت مبینید ایں ہنر — کہ بخواب و مرگ گردد بے خبر

(۱۸) صورت آمد چوں لباس و چوں عصا — جز بعقل و جاں نجنبد نقشہا[2]

[(۱) حضرت ذوالقرنین کوہ قاف کی طرف تشریف لے گئے، انھوں نے ایک پہاڑ دیکھا جو زمرد سے زیادہ صاف تھا۔

(۲) اس احاطہ کرنے والے نے تمام جہاں کے گرد حلقہ کیا ہوا تھا۔ اس وسیع مخلوق کو دیکھ کر آپ حیران رہ گئے۔

(۳) آپ نے فرمایا تو پہاڑ ہے دوسرے کیا ہیں کہ تیری بڑائی کے سامنے کھڑے ہوں۔

(۴) اس نے کہا کہ وہ دوسرے پہاڑ میری رگیں ہیں جو حسن اور قیمت میں میری مثل نہیں ہیں۔

(۵) ہر شہر میں میری رگ چھپی ہوئی ہے، دنیا کے کنارے میری رگوں پر بندھے ہوئے ہیں۔

(۶) جب اللہ تعالیٰ کسی شہر میں زلزلہ لانا چاہتا ہے تو مجھے حکم دیتا ہے کہ رگ کو ہلادے۔

(۷) میں زور سے اُس رگ کو ہلا دیتا ہوں جس رگ سے وہ شہر ملا ہوا ہوتا ہے۔

(۸) جب وہ فرماتا ہے کہ بس، تو میری رگ ساکن ہو جاتی ہے۔ میں بظاہر ساکن ہوں مگر حقیقت میں متحرک ہوں۔

(۹) جیسے کہ مرہم ساکن اور بہت کام کرنے والی ہے۔ جیسے عقل ساکن ہے اور اس کی وجہ سے بات متحرک ہے۔

(۱۰) جس کی عقل اس کو نہیں سمجھتی اس کے نزدیک زلزلہ زمین کے بخارات کی وجہ سے ہے۔

---

[1] مثنوی معنوی دفتر چہارم رفتن ذوالقرنین بکوہ قاف مؤسسہ انتشارات اسلامی لاہور ۴/۵۱-۳۵۰

[2] 〃 〃 〃 〃 بیان آنکہ مورکے برکاغذ می رفت الخ 〃 〃 〃 〃 ۴/۳۵۲

Marfat.com

(۱۱) سمجھ لے کہ یہ زمین کے بخارات نہیں ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس بھاری پہاڑ کی وجہ سے ہے۔

(۱۲) ایک چھوٹی سی چیونٹی نے کاغذ پر قلم کو دیکھا، تو اس نے دوسری چیونٹی سے بھی یہ راز کہہ دیا۔

(۱۳) کہ اس قلم نے عجیب نقشے کھینچے ہیں، جیسے نازبو، سوسن کا کھیت اور گلاب کا پھول۔

(۱۴) اس چیونٹی نے کہا اصل میں یہ سارا کام کرنے والی انگلی ہے، یہ قلم تو عمل میں اس انگلی کے تابع ہے اور اس کا اثر ہے۔

(۱۵) تیسری چیونٹی نے کہا کہ وہ بازو کی وجہ سے ہے کیونکہ کمزور انگلی نے اپنی طاقت سے یہ نقش و نگار نہیں کیا ہے۔

(۱۶) بات اسی طرح اوپر چلتی گئی، یہاں تک کہ چیونٹیوں کی ایک سردار جو کچھ سمجھدار تھی۔

(۱۷) اس نے کہا اس کو جسم کا ہنر مت سمجھو کیونکہ وہ تو نیند اور موت میں بے خبر ہو جاتا ہے۔

(۱۸) جسم تو لباس اور لاٹھی کی طرح ہے۔ عقل اور جان کے بغیر یہ نقش نہیں بن سکتے ہیں۔ (ت)

بحر العلوم قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

ایں رد ست بر فلاسفہ کہ میگویند بخارات در زمین محسوس مے شوند بالطبع میل خروج کنند و از مصادمت ایں اجزہ تفرق اتصال اجزائے زمین مے شود و زمین در حرکت می آید و اینست زلزلہ۔ پس مولوی قدس سرہٗ رد ایں قول می فرمایند کہ قیام زمین از کوہہاست ورنہ در حرکت میماند ہمیشہ پس آں کوہ جنبش مے دہد زمین را بامر اللہ تعالےٰ۔

یہ فلاسفہ پر رد ہے جو کہتے ہیں کہ بخارات زمین میں محسوس ہوتے ہیں اور طبعی طور پر خروج کی طرف میلان کرتے ہیں، چنانچہ ان بخارات کے ٹکراؤ کی وجہ سے زمین کے اجزائے متصلہ میں تفرق پیدا ہوتا ہے اور زمین حرکت کرنے لگتی ہے اور یہی زلزلہ ہے۔ چنانچہ مولوی قدس سرہٗ اس قول کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ زمین کا قیام تو پہاڑوں کے سبب ہے ورنہ یہ مسلسل حرکت کرتی رہتی۔ لہذا وہ پہاڑ اللہ تعالےٰ کے حکم سے زمین کو حرکت دیتا ہے۔ (ت)

چیونٹیوں کی حکایت سے بھی ان سفہا کی تنگ نظری کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ جس طرح قلم کی حرکت انگلیوں سے انگلیوں کی قوت بازو سے بازو کی طاقت جان سے ہے تو نقش کہ قلم سے بنتے ہیں جان

Marfat.com

بناتی ہے مگر احمق چیونٹیاں اپنی اپنی رسائی کے موافق ان کا فاعل قلم انگلیوں بازو کو سمجھیں، یوں ہی ارادۂ اللہ سے کوہ قاف کی تحریک ہے اس کی تحریک سے بخارات کا نکلنا زمین کا ہلنا ہے، یہ احمق چیونٹیاں جنھیں فلسفی یا طبیعی والے کہئے صدمۂ بخارات کو سببِ زلزلہ سمجھ لیجئے، بلکہ نظر کیجئے تو یہ ان چیونٹیوں سے زیادہ کودن و بدعقل ہیں۔ انھوں نے سبب ظاہری کو سبب سمجھا، انھوں نے سبب کے دو مسببوں سے ایک کو دوسرے کا سبب ٹھہرالیا۔ و باللہ العصمۃ، واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم (حفاظت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ خوب جانتا ہے۔ ت)۔

مسئلہ ۲۶ از سورنیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۱۲ رجب ۱۳۳۱ھ

بادل، ہوا کی کیا بنیاد؟ کس جگہ سے شروع ہوتے ہیں؟ اور تمام جگہ یکساں ہوا چلتی ہے زمین میں مقام ہے یا آسمان پر؟

الجواب

ہوا رب العزت تبارک وتعالیٰ کی ایک پُرانی مخلوق ہے کہ پانی سے بنائی گئی اور اس کے لئے علمِ الٰہی میں ایک خزانہ ہے جس پر دروازہ لگا ہوا ہے اور وہ بند ہے اور فرشتہ اس پر مؤکل ہے، جتنی ہوا اس میں سے رب العزت بھیجنا چاہتا ہے فرشتہ کو حکم دیتا ہے کہ اس میں سے بمقدار حکم ایک بہت خفیف حصہ روانہ کرتا ہے۔ جب قومِ عاد پر اللہ تعالیٰ نے ہوا کا طوفان بھیجنا چاہا جو سات راتیں اور آٹھ دن متواتر اُن پر رہا، اُن سب کو ہلاک کردیا۔ اُس وقت اُس فرشتہ کو حکم ہوا تھا کہ عاد پر ہوا بھیج۔ اس نے عرض کی اتنا سوراخ کھولوں جتنا بیل کا نتھنا۔ فرمایا تو چاہتا ہے کہ ساری زمین کو اُلٹ دے بلکہ چھلّے برابر کھول۔ اور یوں ہوا ہر وقت زمین اور آسمانوں سب میں بھری ہے اور انسان اور اکثر حیوانات کی اس پر زندگی ہے۔

اور بادل بخارات سے بنتے ہیں۔ جب رطوبت میں حرارت عمل کرتی ہے بھاپ پیدا ہوتی ہے، حق سبحانہ ہوا بھیجتا ہے کہ وہ اس کو جمع کرتی ہے پھر تہہ بہ تہہ اس کے بادل بناتی ہے پھر جہاں حکم ہوتا ہے اسے لیجاتی ہے اور بحکم الٰہی حرارت کے عمل سے وہ پگھل کر پانی ہوکر گرتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۷ مسئولہ محمد اسمٰعیل صاحب محمود آبادی امام مسجد چھاؤنی بریلی ، ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

کیا یہ بات معتبر حدیث سے ثابت ہے کہ عورتوں کو نسبت مرد کے نو حصّہ شہوت زیادہ دی گئی ہے؟ اگر ہے تو شریعتِ مطہرہ میں چار عورت تک نکاح جائز ہے، ماسوائے اس کے لونڈیاں الگ۔ تو ایک خاوند باوجود ہونے ایک حصّہ شہوت کے کیونکر چار عورتوں اور لونڈیوں کی خواہش پوری کرسکے گا؟ یعنی اس میں کیا حکمت ہے؟ براہِ کرم تفصیل جواب عنایت ہو تاکہ دشمنانِ اسلام کو اس شہوت کے بارے میں جواب

Marfat.com

دے سکیں۔ مکرر آنکہ چار عورتوں تک کے حکم میں بہت سی حکمتیں ہیں مگر اس سوال میں فقط شہوت کی نسبت جواب طلب ہے۔

الجواب

عورتوں کی شہوت فقط نو حصے نہیں بلکہ سو حصے زائد ہے ولکن اللہ القی علیھن الحیاء[۱] لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پر حیا ڈال دی ہے۔ آدمی جب اپنے سے کسی ذرا زائد عقل والے کا کام دیکھتا ہے اور سمجھ میں نہیں آتا تو کہتا ہے کہ اس کی عقل زائد ہے اس نے کچھ سمجھ کر کیا ہے۔ پھر رب العزت حکیم وخبیر جل جلالہ کے افعال میں کیوں خدشات پیدا کرتا ہے کہ اس میں ایک سہل سی حکمت یہ ہے کہ فعلِ جماع میں مرد کا تعلق صرف لذت کا ہے اور عورت کو صدہا مصائب کا سامنا ہے، نو مہینے پیٹ میں رکھتی ہے کہ چلنا پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا دشوار ہوتا ہے۔ پھر پیدا ہوتے وقت تو ہر جھٹکے پر موت کا پورا سامنا ہوتا ہے۔ پھر اقسام اقسام کے درد میں نفاس والی کی نیند اُڑجاتی ہے۔ اسی لئے فرماتا ہے:

حملته امه کرھا ووضعته کرھا وحمله وفصاله ثلثون شھرا۔[۲] اس کی ماں نے اس کو پیٹ میں رکھا تکلیف سے اور جنا اس کو تکلیف سے، اور اس کو اٹھائے پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینہ میں ہے (ت)

تو ہر بچہ کی پیدائش میں عورت کو کم از کم تین برس بامشقت جیل خانہ ہے تو اگر اس قدر کثیر وغالب نہ رکھی جاتی ایک بار کے بعد پھر کبھی پاس نہ آتی، انتظامِ دنیا تباہ ہو جاتا۔ مرد کے پیٹ سے اگر ایک دفعہ بھی چوہے کا بچہ پیدا ہوتا تو عمر بھر کو کان پکڑ لیتا۔ یہ حکمت ہے جس کے سبب وہ ان تمام مصائب کو بھول جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۸ از ڈاکخانہ دہاموں کے تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ مرسلہ محمد قاسم صاحب قریشی مدرس مدرسہ مورخہ ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

سوال رفع اشتباہ کے لئے مطلع فرمادیں کہ دن رات کی تبدیلی کا موجب گردش ارضی ہے یا سماوی؟ جواب تفصیل سے مشکور فرمائیں، اللہ تعالیٰ جزائے خیر وتوفیق نیک عطا فرمائے۔

---

[۱] المقاصد الحسنۃ کتاب النکاح وابواب من متعلقاتہ حدیث ۶۰۵ دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۰۴
[۲] القرآن الکریم ۴۶/ ۱۵

Marfat.com

الجواب

دن رات کی تبدیلی گردشِ ارضی سے ماننا قرآن عظیم کے خلاف اور نصارٰی کا مذہب ہے، اور گردشِ سماوی بھی ہمارے نزدیک باطل ہے حقیقۃً اس کا سبب گردشِ آفتاب ہے ___ قال اللہ تعالٰی:

والشمس تجری لمستقر لہا ذٰلک تقدیر العزیز العلیم[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لئے، یہ اندازہ ہے زبردست علم والے کا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۹
مسئولہ مولوی ظفرالدین صاحب

زائچہ نکالنے میں پہلا خانہ طالع وہ جزء فلک البروج کا ہوتا ہے جو وقتِ ولادت مولود طلوع کر رہا ہے یا وہ جزء فلک البروج جس میں کوئی ستارہ سیارہ ہو تو اُس وقت طلوع کر رہا ہے یا بعد کو طلوع کرے گا۔ ولادت عزیزیہ رزینہ خاتون سلمہا تقریباً ۷ بجے صبح کے وقت ہوئی تھی اور ولادت عزیزیہ رئیسہ خاتون شب جمعہ ۳ بجے۔ کیا زائچہ ان دونوں کا یہی ہوگا یا دوسرا؟

الجواب

طالع وہ نقطہ فلک البروج ہے جو کسی وقت میں مطلوب میں جانب شرق افق حقیقی بعدی پر ہی زائچہ ولادت میں لیا جاتا ہے اور یہی زائچہ سال میں بھی جملہ اعمال میں، اور یہ معنی کہ وہ برج طالع فی الحال یا فی الاستقبال جس میں وقت مطلوب کوئی سیارہ ہو ہرگز سیاست رنج نجیم مکسر جفر وغیرہ کسی علم یا کسی ذی علم کی اصطلاح نہیں، یوں ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنی اصطلاح جو چاہے مقرر کرے مگر وہ اُسی حد تک محدود رہے گی کسی علم یا فن میں ملحوظ نہیں ہو سکتی طالع اگرچہ غیر متجزی ہے جیسا کہ اس کے موجب میں ظاہر ہوا مگر اہلِ تنجیم و فنِ تنجیم اُس سے وہ درجہ مراد لیتے ہیں جو وقت مطلوب افقِ شرقی پر بلدی پر ہو اور اس کا باعث یہ ہے کہ ان کے نزدیک احکام زائچہ متبدل نہیں ہوتے جب تک درجہ طالع نہ دے دے، اور اس میں تین چار منٹ تک کی غلطی کا تحمل بھی ہے کہ منٹ سکنڈ بالے صحیح وقت ولادت معلوم ہونا نادر ہے، بہرحال اس تین چار منٹ کی تخمین کے اندر از رای محاسبہ جو نقطہ وقت ولادت خاص جائے ولادت کے افق شرقی پر ہو اسے طالع کہتے ہیں پھر حسبِ قواعدہ مقررہ اُس سے وہاں دیگر بیوت معلوم کرتے ہیں،

---

[1] القرآن الکریم ۳۶/ ۳۸

Marfat.com

پھر تسویۃ البیوت کے تین قاعدوں میں (جن میں بحسب مرکز طالع فلک البروج یا معدل النہار یا اول البیوت کے بارہ حصے مساوی کئے جاتے ہیں اور یہ فقیر کے نزدیک بحسب دلائل مختار تقسیم اول السمٰوٰت ہے) بیوت دوازدگانہ کے مبادی ومقاطع معلوم کرکے زائچہ درست کرتے ہیں اب وقت مطلوب پر جو کچھ تقویم سیارات سبعہ و راس وذنب ہو استخراج کرکے ہر ایک کو اس کے جہت میں رکھتے ہیں، اور ہر کوکب کے ۴۵ ضعف ۶۶ قوموں اور اس کے مراتب سے نتیجہ حاصلہ قوت یا ضعف مع تعیین مرتبہ نکالتے ہیں۔ اس کے بعد استخراج اسہام ہے جس میں سہم السعادۃ سہم الغیب ضروری سمجھے جاتے ہیں اس کے بعد احکام بکنے کا وقت ہے جو محض جہل و جزاف ہے۔

قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ [1] — تم فرماؤ غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ۔ (ت)

آپ کی خوشی کے لئے استخراج طالع ومراکز بیوت وتسویۃ البیوت کرکے میں بھیج سکتا ہوں ان شاء اللہ تعالٰی مگر وقت ولادت کا دقیقہ ساعت اور موضع ولادت کے طول وعرض کا علم ضروری ہے اس سے اطلاع دیجئے اور جب تک آپ تقویم کواکب سبعہ اس وقت حاضر کے لئے استخراج کرکے مجھے بھیج دیجئے کہ اس کی جانچ کرلوں تقویمات نکالنے کے متعدد برہان وطریقہ میرے رسالہ مسفر المطالع فی التقویم الطالع میں ہیں۔ سہل تر طریقہ یہ ہے کہ:

(۱) المنک میں ہر مہینہ کے صفحہ چہارم خانہ اوّل سے اس تاریخ آفتاب کی تقویم اور خانہ سوم سے اُس کا لوگارثم بعد اُٹھائیے پھر ختم جداول سال النیرین کے بعد جو خمسہ متحیرہ کے جدول میں دیتا ہے المنک حال میں ص ۱۴۶ سے جدول عطارد ہے ۱۵۴ سے جدول زہرہ وہکذا اس میں تاریخ مطلوب تین اخیر خانوں سے طول کوکب بمرکزیت شمس وعرض کوکب بمرکزیت شمس ولوگارثم بُعد کوکب اُٹھائیے یہ اسی ترتیب پر لکھے میں پھر تقدیم شمس پر چھ برج اٹھاکر تقویم کوکب بمرکزیت شمس سے تفریق کیجئے باقی کا نام زاویۃ الشمس رکھئے مفروق منہ کم ہو تو اس پر دور بڑھا لیجئے زاویۃ الشمس کے نصف کا ربع دور حصہ سے تفاضل لے کر اس کا نام محفوظ رکھئے محفوظ کا ظل لوگارثمی لیجئے۔

(۲) عرض کوکب بمرکزیت شمس جیب التمام لوگارثمی لیجئے پھر علویات یعنی زحل ومشتری ومریخ میں اس لوجم کو لوبعد کوکب میں جمع کرکے لوبُعد شمس اس سے تفریق کر دیجئے اور سفلیات یعنی زہرہ وعطارد میں لوبعد شمس سے

---

[1] القرآن الکریم ۲۷/ ۶۵

Marfat.com

اس مجموعہ لوجم و لوبعد کوکب کو تفریق کیجئے، بہرحال جو بچے اسے جدول ظل لوگارثمی میں مقوس کرکے قوس حاصل سے ۴۵ درجے گھٹاکر باقی کا ظل لوگارثمی لیجئے۔

(۳) اسی ظل محفوظ کو جمع کیجئے اور سفلیان میں محفوظ سے تفریق اس حاصل یا باقی کا نام زاویۃ الارض رکھئے۔ پس اگر زاویۃ الشمس نصف دور قفت جہ سے کم ہے تقویم شمس سے زاویۃ الارض کم کرلیجئے ورنہ تقویم شمس و زاویۃ الارض کو جمع کرلیجئے، یہ باقی یا حاصل تقویم کوکب اس نصف النہار مرصدی کے لئے ہوگی۔ اسی طرح دوسرے نصف النہار مرصدی کی تقویم لیجئے جب دو نصف النہار مرصدی مکتنف بوقت مطلوب کی تقویم معلوم ہوگئی تعدیل ما فی طرفین سے تقویم کوکب بوقت مطلوب معلوم ہو جائے گی۔

تنبیہ: یہ جو ہم نے دو نصف النہار مکتنف بوقت مطلوب کی تقویم نکالنے کو کہا اور ابتداءً وقت مطلوب کی تقویم لینا نہ کہا اس سے تطویل نہ سمجھا جائے بلکہ بہت تخفیف مونت اور تین فائدوں پر مشتمل ہے:

(۱) یوں تقویم و لوبعد شمس و تقویم کوکب بمرکزیت شمس شمس و عرض کوکب کذلک و لوبعد کوکب بعینہا لکھے ملیں گے ورنہ پانچوں میں تعدیل ما بین السطرین کرنی ہوگی۔

(۲) دو نصف النہار مکتنف تقویض کے لینے سے کاراجع کوکب واقف مستقیم ہونا معلوم ہو جائے گا۔

(۳) اس دن کے ہرمنٹ کی تقویم اس سے معلوم ہو سکے گی اگر بعد کو تحقیق ہو کہ مثلاً وقت ولادت اتنے منٹ آگے یا پیچھے تھا تو ادراک تقویمات کے لئے تجدید اعمال کی حاجت نہ ہوگی۔

Marfat.com

رسالہ

مقامع الحدید علیٰ خدّ المنطق الجدید

۱۳۰۴ھ

(لوہے کے گُرز منطقِ جدید کے رُخسار پر)

مسئلہ ۳۱ از بریلی منجانب نواب مولوی سلطان احمد صاحب یکم رجب ۱۳۰۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؕ

رائے بیضا ضیائے حضرات علمائے دین ادام اللہ برکاتہم الیٰ یوم الدین (اللہ تعالیٰ قیامت تک ان کی برکتوں کو دوام بخشے۔ت) پر واضح ہو کہ ان روزوں (دنوں) زید فلسفی نے کہ اپنے آپ کو سُنّی کہتا بلکہ اعلم علمائے اہلسنّت جانتا، اور اپنے سوا اور علماء کو بہ نگاہِ تحقیر و اہانت دیکھتا ہے، ایک کتاب منطق میں تالیف کی اور اسے جابجا ذکرِ ہیولیٰ و قِدَمِ اشیاء و عقولِ عشرہ و مزعومۃ فلاسفہ وغیر ذلک مسائلِ فلسفیہ سے مملوّ و مشحون کیا۔

یہ خادمِ سنّت بہ نظرِ حمایتِ ملّت اس سے چند اقوال التقاط کر کے مشہدِ انظارِ عالیہ علمائے دین میں حاضر کرتا ہے:عہ

عہ **خلاصہ اقوال فلسفیہ مع حکم جواب از مستفتی**

قول اوّل: اللہ تعالیٰ کے سوا عالم کے دس خالق اور ہیں۔ (باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

قولِ اوّل : التحقیق انہالیست الطبائع کلہا مجردۃ محضۃ لکن للطبائع المرسلۃ فی باب التجرد والمادیۃ مراتب (الیٰ ان قال)

تحقیق یہ ہے کہ تمام طبیعتیں مجرد محض نہیں ہیں لیکن تجرد و مادیت کے اعتبار سے طبائع مطلقہ کے کئی مرتبے ہیں (یہاں تک کہ اس نے کہا) ساتواں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الجواب : یہ عقیدہ کفر ہے۔

قول دوم : مادۂ اجسام قدیم ہے۔

الجواب : یہ قول کفر ہے۔

قول سوم : صورتِ جسمیہ و نوعیہ قدیم ہیں۔

الجواب : یہ کفر ہے۔

قول چہارم : عقول عشرہ و نفوس قدیم ہیں۔

الجواب : یہ کفر ہے۔

قول پنجم : بعض چیزیں خود زیادہ استحقاقِ ایجاد رکھتی ہیں، اگر اللہ تعالیٰ انھیں نہ بنائے تو بخیل ٹھہرے اور ترجیح مرجوح لازم آئے۔

الجواب : یہ قول بدعت و ضلالت و مستلزمِ کفر ہے۔

قول ششم کی دلیل میں نقل کیا کہ یہ عقولِ عشرہ ہر عیب و نقصان سے پاک و منزّہ ہیں اور محال ہے کہ تمام عالم میں کوئی ذرہ کسی وقت اُن کے علم سے غائب ہو۔

الجواب : یہ کُفر سے تمسک ہے۔

قول ہفتم حدوث و تغیر۔ نہ کوئی شے نابود تھی نہ کبھی نابود ہو بلکہ جسے ہم کہتے ہیں اب تک نہ تھی وہ فقط پوشیدہ تھی اور جسے کہتے ہیں اب نہ رہی وہ صرف مخفی ہوگئی، حقیقۃً ہر چیز ہمیشہ سے موجود ہے اور ہمیشہ رہے گی۔

الجواب : یہ کُفر ہے اور بہت سے کفروں کو مستلزم۔

قول ہشتم : میری یہ کتاب نہایت تحقیق کے پایہ پر اور فرشتہ اثر بلکہ فرشتہ گر ہے۔

الجواب : یہ قول نہایت سخت گناہ عظیم اور بہت جا روایات کی رُو سے کفر ہے۔

واللہ تعالےٰ اعلم۔

Marfat.com

السابعة مرتبة الماهيات المجردة بالكلية، لا تعلق لها بالمادة تعلق التقويم او الحلول او التدبير والتصرف، ولا تعلق لها الا تعلق الخلق والايجاد مثلاً وهي حقائق المفارقات القدسية كالمعقب القدسي وسائر المعقول العشرة والحقيقة الواجبة اھ ملتقطا من ص۔۲۵۰ الی ۲۵۱۔

مرتبہ ان ماہیتوں کا ہے جو کلّی طور پر مجرد ہیں، اُن کا مادہ کے ساتھ تقویم، حلول یا تدبیر و تصرف کا کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی تعلقِ خلق و ایجاد کے سوا ان کا کوئی اور تعلق ہے، اور وہ حقائقِ مفارقاتِ قدسیہ ہیں جیسے معقبِ قدسی، عقولِ عشرہ اور حقیقتِ واجبہ اھ ملتقطا ص ۲۵۰ تا ۲۵۱۔

دوسرے رسالہ "القول الوسیط" میں اس مسئلہ کی تحقیق یوں لکھی ہے:

العلة الجاعلة هل يجب كونها واجبة الوجود او يمكن كونها ممكنة؟ المشهور الثاني فيما بين الحكماء، لكن المحققين منهم تصوا ان العلة المؤثرة بالذات هو الباري، والعقول كالوسائط والشروط لتعلق التاثير الواجبي بغيرها كيفُ الماهية الامكانية انما وجودها بالاستعارة عن الواجب، فهو المعطي بالذات الوجودات، فان اعطاء المستعير ليس اعطاءً حقيقةً وانما هو اعطاء من تلقاء المالك كما انّ استناد اضاءة العالم الى القمر ليس حقيقة بل بحسب الظاهر، وانما هو مستندٌ الى الشمس والقمر واسطة محضة لانتقال ضوئها الى العالم، فالمنير بالذات هي لا هو، فعلية الممكن للممكن ظاهرية مجازية، فهذا الوجود الضعيف

کیا علتِ جاعلہ کا واجب الوجود ہونا واجب ہے یا اس کا ممکن ہونا جائز ہے؟ مشہور حکماء میں قولِ ثانی ہے، لیکن ان میں سے محققین نے صراحت کی ہے کہ علتِ مؤثرہ بالذات فقط باری تعالٰی ہے اور عقول تاثیرِ واجبی کے ان کے غیر کے ساتھ متعلق ہونے کے لئے واسطوں اور شرطوں کی طرح ہیں، کیوں نہ ہو حالانکہ ماہیتِ ممکنہ کا وجود تو واجب سے مستعار ہے چنانچہ وجودوں کا بالذات معطی واجب الوجود ہی ہے، کیونکہ مستعیر کا کسی کو عطا کرنا درحقیقت اس کا عطا کرنا نہیں بلکہ وہ مالک کی طرف سے عطا کرنا ہے، جیسا کہ عالم کو روشن کرنے کی نسبت چاند کی طرف کرنا حقیقت کے اعتبار سے نہیں بلکہ ظاہر کے اعتبار سے ہے، درحقیقت اضاءتِ عالم سورج کی طرف منسوب ہے، چاند تو اس کی روشنی کو عالم کی طرف منتقل کرنے کا محض واسطہ ہے۔ لہٰذا بالذات روشن کرنے والا سورج ہے نہ کہ چاند۔ چنانچہ

Marfat.com

يصلح علة بمعنى الواسطة والشرط والمتمم والاٰلة لامفيدة لا عـ وجود حقيقة وقد استوفى هذا التحقيق فى مقامه اھ ملخصا ص ٢ ـ

ممکن کا ممکن کے لئے علت ہونا ظاہری و مجازی ہے ، تو یہ ضعیف وجود اس معنیٰ میں علت ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے کہ یہ واسطہ، شرط، متمم اور آلہ ہے نہ کہ حقیقتاً مفید وجود ہے۔ اس کی پوری تحقیق اپنے مقام پر کردی گئی ہے اھ ملخصاً ص ٢ (ت)

قول دوم : المسئلة القائلة بان كل حادثٍ مسبوق بالعدم مخصوصة بالحادث الزمانى، والمادة حادثٌ ذاتى اھ مختصرا ص ٢٥٥

یہ جو کہا جاتا ہے کہ ہر حادث مسبوق بالعدم ہوتا ہے یہ مسئلہ حادث زمانی کے ساتھ مختص ہے اور مادہ حادث ذاتی ہے اھ (مختصر صفحہ ٢٥٥) (ت)

قول سوم : الصورة الجسمية والنوعية ايضا من الحوادث الذاتية ص ٢ ـ

صورتِ جسمیہ اور صورتِ نوعیہ بھی حوادثِ ذاتیہ میں سے ہیں۔ ص ٢ (ت)

قول چہارم : السرمديات والثابتات الدهرية كالعقول والنفوس القدمية اھ ملتقطا ص ١٥ ـ

سَرمدیات (جن کی نہ ابتداء ہو نہ انتہاء) اور ثابتات دہریہ جیسے عقول اور نفوس قدیمہ اھ۔ (التقاط ص ١٥)

قول پنجم : کلی طبعی کے موجود فی الخارج ہونے پر لکھا :

اعلم ان الباقر استدل على هذا بان طبيعة الحيوان المرسل ليس متعلق الذات بمادة ومدة ، فلايكون مرهون الوجود بالامكان الاستعدادى، فالامكان الذاتى هناك ملاكُ فيضان الوجود، فاذا كان هذا الحيوان المتعلق بالمادة فائض الوجود كان المرسل احق بالفيضان لاستحقاق الامكان الذاتى ـ وحاصله ان الحيوان المطلق مستحق

تو جان لے کہ میر باقر نے اس پر یوں استدلال کیا کہ بیشک حیوان مطلق کی طبیعت بالذات کسی مادہ و مدت سے متعلق نہیں ہوتی تو وہ امکان استعدادی کے ساتھ وجود کی مرہون نہ ہوگی چنانچہ امکان ذاتی یہاں پر فیضان وجود کی بنیاد ہوگا، پس جب یہ حیوان جو کہ مادہ سے متعلق ہے وجود کا فیضان کرنے والا ہے تو حیوان مطلق امکان ذاتی کے استحقاق کی وجہ سے فیضان وجود کا زیادہ حقدار ہوگا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حیوان مطلق امکان ذاتی کے سبب سے

عـہ كذا فى المخطوطة المنقولة ، ولعل فى الاصل لامفيدة وجودٍ حقيقةً ١٢ محمد احمد

Marfat.com

للوجود بامکانه الذاتی، والحیوان
الخاص الجزئی یتوقف فی وجوده علی استعدادٍ
ومادةٍ وغواشیها، فالمطلق الکلی احق
بفیضان الوجود۔

فلا یرد ما اورده بعض الکُتّاب بانّ
الامکان علة اقتصار، لاعلة الجعل۔
فاحقیة الفیض لایستلزم الفعلیة۔ لم
لایجوز ان الطبیعة لقصورها وعدم
قابلیتها للوجود الخارجی، مااستفاض
الوجود۔ انتهی۔

ثم هذا القول مردود بوجوه:

الاول انّ احقیة الفیض مستلزمة
للفعلیة لانه لا بخل من جانب المبدأ عہ
الفیاض، فلولم یوجد الاحق واستفاض
منه غیر الاحق لزم ترجیح
المرجوح۔ اھ باختصار ص ۳۴۹۔

مستحق وجود ہے جبکہ حیوان خاص جزئی کا توقف
اپنے وجود میں استعداد، مادہ اور اس کے متعلقات
پر ہوتا ہے لہذا مطلق کلی فیضان وجود کا اَحق
(زیادہ حقدار) ہوگا۔

چنانچہ اس پر بعض مصنفوں کا یہ اعتراض وارد
نہ ہوگا کہ امکان تو علتِ اقتصار ہے نہ کہ علتِ
جعل۔ لہذا فیضان وجود کا احق ہونا اسکی فعلیت
کو مستلزم نہیں۔ ایسا کیوں نہیں ہوسکتا کہ
طبیعت اپنے قصور اور وجود خارجی کی عدم
قابلیت کی وجہ سے مستفیض وجود نہ ہوئی ہو۔ انتہی

پھر یہ قول کئی وجوہ سے مردود ہے؛

پہلی وجہ یہ ہے کہ فیضانِ وجود کا احق ہونا اسکی
فعلیت کو مستلزم ہے کیونکہ مبدأ فیاض کی جانب
سے کوئی بخل نہیں، لہذا اگر وہ احق کو وجود نہ بخشے
اور غیر احق اس سے مستفیض ہو جائے تو مرجوح
کو ترجیح دینا لازم آئے گا (اختصار ص ۳۴۹)

قول ششم: فلاسفہ نے مفہوم کی تقسیم جزئی و کلی کی طرف کی۔ اس پر اعتراض ہوا کہ؛

عہ اقول اللہ جل جلالہ کو مبدءِ فیاض کہنے میں نظر ہے۔
اولاً لفظ مَبدَء شرع سے ثابت نہیں، بلکہ مُبدِئ جو باب اکرام سے ہے۔
ثانیاً مَبدَء ایک جانب کم متصل یا منفصل کو کہتے ہیں جہاں سے مثلاً حرکت یا شمار آگے چلے تو لفظ
موہم ہے۔
ثالثاً یوں ہی فیاض غیر ثابت۔
رابعاً حق تعالٰی پر اطلاقِ صیغۂ مبالغہ سماع پر موقوف۔
خامساً اس لفظ کے دوسرے معنی بھی ہیں کہ جناب باری پر محال۔ فیض ہلاک شدن۔ فیاض بسیار ہالک ۱۲
سلطان احمد خان۔

Marfat.com

الجزئی المجرد لایدرك الا بعنوان کلی ، والمادی لایمکن ارتسامه فی العقل المجرد ، والمفهوم ما حصل فی العقل۔

جزئی مجرد کا ادراک عنوان کلی کے بغیر نہیں کیا جا سکتا اور جزئی مادی کا عقل مجرد میں مرتسم ہونا ممکن نہیں ، اور مفہوم وہ ہے جو عقل میں حاصل ہو۔ (ت)

زید نے اسے طویلہ عبارتِ طویلہ میں بیان کر کے لکھا :

الجواب انا لا نسلم ان الجزئی المادی[عہ] یدرك بعنوان کلی ، بل ذلك[لہ] هو التحقیق عندنا لان العقول العشرة عندهم مبرّأة عن جمیع شوائب النقص والقبح ومقدسة منزّهة عن سائر القبائح والنقائص ، والجهل اشد القبائح ، فلا یعزب عن علمها ذرة من ذرات الموجود فی العالم کلیاته وجزئیاته ومادیاته ومجرداته ، فلا یمکن ان لا یعلم العقل الاول مثلا تشخصات الموجودات والالزم الجهل فیه اھ بقدر المقصود ص۲۰۶۔

جواب : بیشک ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ جزئی مادی کا ادراک عنوان کلی سے ہوتا ہے بلکہ ہمارے نزدیک یہی تحقیق ہے۔ کیونکہ فلاسفہ کے نزدیک عقول عشرہ نقصان اور بُرائی کے تمام شائبوں سے بری اور تمام نقائص و قبائح سے پاک وصاف ہیں جبکہ جہالت تمام قباحتوں سے بڑی قباحت ہے ، چنانچہ موجوداتِ عالم کے ذرات میں سے کوئی ذرہ عقول عشرہ کے علم سے پوشیدہ نہیں ہو سکتا چاہے کلیات ہوں یا جزئیات ، چاہے مجردات ہوں یا مادیات۔ لہذا یہ ممکن نہیں کہ عقل اول مثلاً موجودات کے تشخص کو نہ جانے ورنہ اس میں جہل لازم آئیگا' اھ ، بقدر مقصود ص۲۰۶۔

قولِ ہفتم : المذهب المحقق عند المحققین انّ الاعدام اللاحقة الزمانیة

محققین کے نزدیک مذہبِ محقق یہ ہے کہ لاحق ہونیوالے اعدام زمانیہ درحقیقت اعدام نہیں بلکہ عدم لاحق

لہ اقول لا یخفی قلق العبارة ههنا۔ ومقصوده ... ان الجزئی المادی لا تدرکه العقول بوجه جزئی ، بل ذلك الخ ۱۲ سلطان احمد۔

عہ لا یبدؤ ما ههنا فی الاصل ـ لعله (ان یقول ـ و نحوه) والمعنی تام بدون ذلك ایضا ۱۲ محمد احمد غفر له۔

Marfat.com

ليست اعداما حقيقية بل العدم اللاحق غيبوبة زمانية، بناء على ما ثبت من وجود الدهر المعبر عنه بمتن نفس الامر وحاق الواقع الذى يسع كل موجود ـــــ وعلى هذا فالاعدام السابقة على الوجود اذا كان الحادث[1] متحققا فى جزء من اجزاء الزمان، ايضاً غيبوبات زمانية ـ والعدم الحقيقى انما هو بالارتفاع والبطلان عن صفحة الواقع، فلا يكون العدم بانتفائه عن كل جزء[2] من اجزاء الزمان، كما فى السرمديات المتعالية عن الزمان والتغير ـ

وبالجملة على هذا التحقيق لا يكون الزمانيات معدومةً عن الواقع، بل عن وقت وجوده[3] ـ اھ بالتقاط ص۱۵ ـ

تو غیبوبت زمانی کا نام ہے۔ اس بات پر بنا کرتے ہوئے کہ وجود دہر میں سے جو کچھ ثابت ہے اسکو نفس الامر اور واقع سے تعبیر کیا جاتا ہے جو کہ ہر موجود کو شامل ہے۔ اور اس بنیاد پر وہ اعدام جو وجود پر سابق ہیں جب وجود زمانے کی کسی جزء میں متحقق ہو تو وہ بھی غیبوبت زمانیہ ہیں۔ اور عدم حقیقی تو فقط صفحہ واقع سے مرتفع ہونے کا نام ہے۔ چنانچہ اجزاء زمانہ میں سے ہر جزء سے منتفی ہونے سے عدم نہ ہوگا، جیسا کہ سرمدیات میں جو زمان و تغیر سے ماوراء ہیں۔ اور مختصر یہ کہ اس تحقیق کی بنیاد پر زمانیات واقع سے معدوم نہیں ہوتیں بلکہ اس کے وجود کے وقت سے معدوم ہوتی ہیں اھ التقاط ص۱۵۔ (ت)

قولِ ہشتم: خود اسی کتاب کی تعریف میں لکھا ہے:

"یہ کتاب فرشتہ اثر بلکہ فرشتہ گر ہے۔ اور صیقل ذہن کے لئے عجب اکسیر اعظم و نافع کبیر ہے۔"

---

[1] اقول هذا مستغنى عنه بعد ذكر السبقة على الوجود، كما لا يخفى ۱۲ س ـ

[2] اقول هذا جهلٌ عظيم، فان الزمانى لا يوجد الا فى الزمان، فان خلا عنه الزمان بجميع اجزائه خلا عنه الواقع البتة ـ وقِسهُ بالمكان إن خلت عنه الامكنة باسرها كان معدوما فى نفس الامر، والّا لم يكن المكانى مكانيا ـ هفت ـ ۱۲ س عفى عنه ـ

[3] اقول هذا اعظم جهلا، فان الزمان ايضاً بما فيه موجودٌ فى الدهر وكذلك كون الزمان فى الزمان، فلا يمكن على القول بالدهر ان ينعدم الزمانى عن وقت وجوده، وهل هذا الا كالقول بالنقيضين ـ ۱۲ س عفى عنه ـ

Marfat.com

اور خطبۂ کتاب میں اُس کے مضامین کو "اِکتناہِ حقائق و تدقیقِ فصیح و تحقیقِ صریح" سے تعبیر کیا۔ صلا۔
اور اس کا نام "اَلْمَنْطِقُ الْجَدِیْد لِنَاطِقِ النَّالہ الحدید" رکھا — لوح میں نام یُونہی مطبوع ہوا
مگر متن میں بجائے لِنَاطِق ، من ناطق ہے۔
آیا یہ اقوال شرعاً صحیح یا باطل ؟ — اور یہ مدح حِلیۂ صواب سے مُتحلّی یا عاطل ؟ — اور
اس نام میں کوئی محذورِ شرعی ہے یا نہیں ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی رضی لنا الاسلام دیناً ؛ واغنانا عن شقاشق الفلاسفۃ غناءً مبیناً ؛ وارسل نبیّنا بالھدٰی و دین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہ ؛ فاتم الحجّۃ ، واوضح المحجۃ ، وصدع بالحق دِقّہ وجِلّہ فصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و بارک علیہ ، وعلٰی اٰلہٖ و صحبہٖ ؛ حُمَاۃ السنن ، ومُحاۃ الفتن ، و کُلِّ محبوبٍ ، و مرضی لدیہ ، صلاۃً تبقٰی و تدوم ؛ بدوام الملک الحق القیوم ؛ و اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ فی الخلق والتدبیر ؛ والامر والتقدیر ، والوجود القدیم والعلم المحیط ؛ واَنّ سیدنا ومولانا محمدًا عبدہ ورسولہ ، الاُمّی

تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جس نے ہمارے لئے اسلام کو بطورِ دین پسند فرمایا ، اور ہمیں فلاسفہ کے جھاگ سے واضح طور پر بے نیاز کر دیا ، اور ہمارے نبی کو ہدایت و دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وُہ اُسے تمام دینوں پر غالب کرے۔ چنانچہ اس نے دلیل کو تام اور راستے کو واضح فرمایا۔ اور چھوٹے بڑے حق کو کُھلم کُھلا بیان کر دیا۔ اللہ تعالٰی آپ پر درود و سلام بھیجے اور برکتیں نازل فرمائے اور آپ کی آل اور آپ کے صحابہ پر جو سنتوں کے محافظ اور فتنوں کو مٹانے والے ہیں۔ اور ہر اُس شخص پر جو آپ کا محبوب و پسندیدہ ہے۔ ایسا درود جو باقی رہنے والا اور دائمی ہے بادشاہ حیّ و قیّوم کے دوام کے ساتھ ، اور میں گواہی دیتا ہُوں کہ اللہ تعالٰی کے سوا کوئی معبود نہیں ، وہ اکیلا ہے اور خلق و تدبیر ، امر و تقدیر ، وجودِ قدیم اور علمِ محیط میں اس کا کوئی شریک نہیں ، اور یہ کہ ہمارے آقا و مولٰی محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

Marfat.com

بالملّة الغراء، والحکمۃ البیضاء المنزھۃ عن کل خبط وتخلیط ÷ وافراطٍ و تفریط ÷ ـــــ صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ اٰلہ وصحبہ وکلّ منتمٍ الیہ، اٰمین، اٰمین، الٰہ الحق اٰمین!

اس کے بندے اور رسول ہیں، وہ ایسی چمکدار ملّت اور روشن حکمت لے کر آئے ہیں جو ہر بے راہروی، آمیزش اور کمی سے پاک ہے۔ اللہ تعالٰی کی رحمتیں اور سلام ہو آپ پر، آپ کی آل پر، آپ کے صحابہ پر اور ہر اس شخص پر جو آپ کی طرف منسوب ہے۔ اے سچے معبود! ہماری دعا قبول فرما۔ (ت)

حق جل وعلا دینِ حق پر قائم اور آفاتِ تَفَلسُف سے محفوظ و سالم رکھے ـــــ فی الواقع عامۂ اقوالِ مذکورہ سخت شنیع و فظیع ہیں۔ اور شرعِ مطہر میں اُن کے قائل کا حکم نہایت شدید و وخیم ـــــ لاسیّما۔

قولِ اوّل

کہ اس میں بالتصریح باری عزَّ مجدُہٗ کو تدبیر و تصرفِ مادیات سے بے علاقہ مانا ـــــ مثلاً بدنِ انسانی میں جو مُبین متین، ظاہر باہر، زاہر قاہر تدبیریں صبح شام، دن رات ہر وقت عیاں و نہاں ہوتی رہتی ہیں جن کی حکمتوں میں عقولِ مُتوسِّطہ انگشت بہ دنداں ہیں، یہ سب جلیل و جمیل کام نفسِ ناطقہ کی خوبیاں ہیں ـــــ اللہ تعالٰی کو اصلاً ان سے تعلق نہیں، نہ اس کا بندوں کے بدنوں میں کوئی تصرف۔

لا الٰہ الّا اللہ محمد رسول اللہ (اللہ کے بغیر کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ ت) ـــــ استغفر اللہ (میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ ت) ـــــ والعیاذ باللہ (اللہ کی پناہ۔ ت) ـــــ ہَیہات ہَیہات!! اس سے بڑھ کر کون سا کفر ملعون ہوگا ـــــ سبحٰنہ وتعالٰی عمّا یقولون علوًّا کبیرًا (اُسے پاکی اور برتری اُن کی باتوں سے بڑی برتری۔ ت)

سورۂ یونس وسورۂ رعد وسورۂ الٓمٓ تنزیل السجدہ کے پہلے رکوع اس نزعۂ فلسفیہ کے رَدّ کو بس ہیں ـــــ اور سورۂ یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رکوع چہارم میں فرماتا ہے:

قل من یرزقکم من السماء والارض امن یملک السمع والابصار ومن یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی ومن

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/۴۳

Marfat.com

یدبّرالامرط فسیقولون اللہ ج فقل افلا تتقون[۱]

تو فرما کون تمھیں روزی دیتا ہے آسمان سے (مینہ اتار کر) اور زمین سے (کھیتی اگاکر) یا کون مالک ہے شنوائی اور نگاہوں کا ــــ (کہ مُسبّبات کو اسباب سے ربطِ عادی دیتا ہے۔ اور قَرع سے ہوا کو صوت کا حامل کرتا، پھر اُسے اِذنِ حرکت دیتا، پھر اُسے عَصبہ مفروشہ تک پہنچاتا، پھر اس کے بجنے کو محض اپنی قدرتِ کاملہ سے ذریعۂ ادراک فرماتا ہے ــــ اور اگر وہ نہ چاہے تو صُور کی آواز بھی کان تک نہ جائے۔ یونہی جو چیز آنکھ کے سامنے ہو اور موانع و شرائطِ عادیہ مرتفع و مجتمع ــــ واللہ اعلم ان ذٰلک بالانطباع او خروج الشعاع، کما قد شاع، او کیفما شاء (اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ وہ انطباع کے ساتھ ہوا یا شعاع کے نکلنے سے ہوا جیسا کہ مشہور ہے یا جیسے اس نے چاہا۔ ت) ــــ اُس وقت اِبصار کا حکم دیتا ہے ــــ اور اگر وہ نہ چاہے روشن دن میں بلند پہاڑ نظر نہ آئے) اور وہ کون ہے جو نکالتا ہے زندے کو مُردے سے (کافر سے مومن، نطفہ سے انسان، انڈے سے پرند) اور نکالتا ہے مردے کو زندے سے، اور کون تدبیر فرماتا ہے ہر کام کی ــــ (آسمان میں اس کے کام، زمین میں اس کے کام ــــ ہر بدن میں اس کے کام، کہ غذا پہنچاتا ہے۔ پھر اُسے روکتا ہے۔ پھر ہضم بخشتا ہے۔ پھر سہولتِ دفع کو پیاس دیتا ہے۔ پھر پانی پہنچاتا ہے۔ پھر اس کے غلیظ کو رقیق، لَزِج کو مُنزَلِق کرتا ہے۔ پھر ثُفلِ کَیلُوس کو اَمعا کی طرف پھینکتا ہے۔ پھر ماساریقا کی راہ سے، خالص کو جگر میں لے جاتا ہے۔ وہاں کَیمُوس دیتا ہے۔ تلچھٹ کا سودا، جھاگوں کا صفرا، کچے کا بلغم، پکے کا خون بناتا ہے۔ فُضلہ کو مثانہ کی طرف پھینکتا ہے۔ پھر انھیں بابُ الکَبِد کے راستہ سے عُروق میں بہاتا ہے۔ پھر وہاں سے بارہ پکاتا ہے۔ بے کار کو پسینہ بنا کر نکالتا ہے۔ عطر کو بڑی رگوں سے جداولِ، جداولِ سے سَوَاقِی، سواقی سے باریک عُروق، پیچ در پیچ تنگ بر تنگ راہیں چلاتا ہوا، رگوں کے دہانوں سے اعضاء پر اُنڈیلتا ہے۔ پھر یہ محال نہیں کہ ایک عضو کی غذا دوسرے پر گرے۔ جو جس کے مناسب ہے اسے پہنچاتا ہے۔ پھر اعضاء میں چوتھا طبخ دیتا ہے کہ اس صورت کو چھوڑ کر صورتِ عضویہ لیں۔ آن

---

[۱] القرآن الکریم ۱۰/ ۳۱

Marfat.com

حکمتوں سے بقائے شخص کو ما یتحلل کا عوض بھیجتا ہے — جو حاجت سے بچتا ہے اُس سے بالیدگی دیتا ہے — اور وہ اِن طریقوں کا محتاج نہیں، چاہے تو بے غذا ہزار برس جلائے اور نمار کامل پر پہنچائے — پھر جو فضلہ رہا اُسے منی بنا کر صلب و ترائب میں رکھتا ہے۔ عقد و انعقاد کی قوت دیتا ہے۔ زن و مرد میں تالیف کرتا ہے۔ عورت کو باوجود مشقتِ حمل و صعوبتِ وضع شوق بخشتا ہے۔ حفظ نوع کا سامان فرماتا ہے۔ رحم کو اذنِ جذب دیتا ہے — پھر اس کے اِمساک کا حکم کرتا ہے۔ پھر اُسے پکا کر خون بناتا ہے۔ پھر طبخ دے کر گوشت کا ٹکڑا کرتا ہے۔ پھر اس میں کلیاں، کنھیاں نکالتا ہے۔ قسم قسم کی ہڈیاں، ہڈیوں پر گوشت، گوشت پر پوست، سیکڑوں رگیں، ہزاروں عجائب — پھر جیسی چاہے تصویر بناتا ہے۔ پھر اپنی قدرت سے رُوح ڈالتا ہے۔ بے دست و پا کو اِن ظلمتوں میں رزق پہنچاتا ہے۔ پھر قوت آنے کو ایک مدّت تک روکے رہتا ہے۔ پھر وقتِ معین پر حرکت و خروج کا حکم دیتا ہے۔ اُس کے لئے راہ آسان فرماتا ہے۔ مٹی کی مورت کو پیاری صورت، عقل کا پتلا، چمکتا تارا، چاند کا ٹکڑا کر دکھاتا ہے فتبارك الله احسن الخالقين[1] (تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا۔ ت) اور وہ اِن باتوں کا محتاج نہیں، چاہے تو کروروں انسان پتھر سے نکالے، آسمان سے برسالے۔

ہاں بتاؤ وہ کون ہے جس کے یہ سب کام ہیں؟ فسیقولون الله[2] اب کہا چاہتے ہیں کہ اللہ۔ تو فرما پھر ڈرتے کیوں نہیں؟

اٰمنا بالله وحدہ[3] (ہم ایک اللہ پر ایمان لائے۔ ت) — آہ! آہ!! اے متفلسف مسکین! کیوں اب بھی یقین آیا یا نہیں کہ تدبیر و تصرّف اسی حکیم علیم کے کام ہیں؟ جلّ جلالہٗ وعمّ نوالہٗ۔ فبایّ حدیث بعدہ یؤمنون[4] (پھر اس کے بعد کون سی بات پر ایمان لائیں گے۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۳/ ۱۴

[2] ؍؍ ؍؍ ۱۰/ ۳۱

[3] ؍؍ ؍؍ ۴۰/ ۸۴

[4] ؍؍ ؍؍ ۷۷/ ۵۰

Marfat.com

فقیر غفرا للہ تعالیٰ لہٗ نے اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں یہ دو حرف مختصر بقدرِ ضرورت ذکر کئے، ورنہ روزِ اوّل سے اب تک جو کچھ ہوا، اور آج سے قیامت، اور قیامت سے اَبدُ الآباد تک جو کچھ ہو گا وہ سب کا سب اِن دو لفظوں کی شرح ہے کہ :

یُدَبِّرُ الامرَ[1] (وہ تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے۔ ت)

سُبحَانَہٗ مَا اَعظَمَ شَانَہٗ (وہ پاک ہے اور کتنی عظیم اس کی شان ہے۔ ت)

مسلمان غور کرے کہ یہ عظیم حکیم کام جن کے بحر سے ایک قطرے، اور صحرا سے ایک ذرّے کی طرف ہم نے اِجمالی اشارہ کیا، شبانہ روز انسان کے بدن میں ہوا کرتے ہیں اور لاکھوں کروروں نفوسِ ناطقہ کی زمین کو اُن کی خبر نہیں ہوتی —— ہزاروں میں دو ایک، سالہا سال کے ریاض و تعلیم میں، اُن میں سے اَقل قلیل پر بقدرِ قدرت اطلاع پاتے ہیں۔ اِس پر جو کل بگڑی بنائے نہیں بنتی — جو ڈور اُلجھے سلجھائے نہیں سُلجھے —— پھر کیسا سخت جاہل ہے جو تدبیرِ اَبدان، نفس کے سر دھرے —— اچھا مُدَبِّر اور اچھے مُعتَقِد!! ضعف الطالب والمطلوب[2] (کتنا کمزور چاہنے والا اور وہ جس کو چاہا۔ ت)

سُبحٰن اللہ! اگر یہی بات واقعی ہے، اور ہمارے رب تعالیٰ کو اِن امور سے اصلاً علاقہ نہیں،

ع۔ مگر سُفہائے فلسفہ، نُظرائے ہَبَنقَہ سے کیا جائے شکایت کہ وہ افعالِ مُتقنہ ... تصویرِ جنین کو نفسِ حیوانی بلکہ قوتِ غیر شاعرہ کی طرف مستند کرنے میں بھی باک نہیں رکھتے ع

ما علیٰ مِثلِھِم یُعَدُّ الخَطاء

(ان جیسوں پر خطا شمار نہیں کی جاتی۔ ت)

سبحان اللہ! خالقِ مختار جلّت قُدرَتُہٗ کی طرف بلا واسطہ تمام کائنات کے استناد میں ان کیلئے وہ زہر گُھلا ہے کہ یہ حقِ ناصع کسی طرح قبول نہیں۔ اور ایسی بدیہی خرافتیں منظور و مقبول، ومن لم یجعل اللہ لہٗ نورًا فما لہٗ من نور[3] (اور جسے اللہ نور نہ دے اس کے لئے کہیں نور نہیں۔ ت) ۱۲ منہ (من المصنف قدس سرہٗ)

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۳۱ [2] القرآن الکریم ۲۲/ ۷۳
[3] ؍؍ ؍؍ ۲۴/ ۴۰

Marfat.com

جیساکہ اِس متفلسف نے اِدّعا کیا تو وائے جہالت! نفس ہی کو نہ پوچھے! جو ایسی قاہر قدرت رکھتا، اور بہ طورِ خود اپنے بدن کی یہ جلیل تدبیر کیا کرتا ہے ——— وربّنا الرحمٰن المستعان علیٰ ما تصفون[1]
(اور ہمارے رب رحمٰن ہی کی مدد درکار ہے ان باتوں پر جو تم بتاتے ہو۔ ت)

ثُمَّ اَقُوْلُ (میں پھر کہتا ہوں۔ ت) ناظرِ زید کے اِس قول میں ایک کفرِ جلی تو یہ ہے ——— عارف، مناظرِ منصف آگاہ و واقف کہ سوقِ عبارت سے خالقیتِ عقول متبادر[ع۱] و منکشف ——— اور قائلانِ عقول کا یہ مسلک ہونا اس کا اقوٰی مؤیّد و مرصّف ——— اگرچہ پائے مکابر لنگ، نہ مجالِ مناقشہ تنگ ——— اور اگر نہ سہی، تاہم[ع۱] تعادلِ کفتین میں اشتباہ نہیں ——— اور نہ بھی مانو تو ایہام شدید سے بچنے کی راہ نہیں۔ اور ایسی جگہ مجرّد ایہام بحکم شرع ممنوع وحرام ہے، کما سیاتی۔

ع۵ **اقول** فقیر ایک مثالِ واضح ذکر کرتا ہے کہ منصف کو کافی ہو اور متعسّف کو دفتر بس نہیں ——— مثلاً اگر کہا جائے کہ قرآن مجید سے علاقہ رکھنے میں لوگ مختلف رنگ پر ہیں ——— کوئی بہ قوّتِ اجتہاد اس سے استنباطِ احکام کرتا ہے، کوئی بہ حزم واحتیاط اُس کی تفسیر لکھتا ہے، کوئی حافظ ہے کوئی قاری، کوئی سامع کوئی تالی، ایک معلّم دوسرا متعلم ——— یہ سب لوگ اُس سے سچّا عِلاقہ رکھتے ہیں ——— اور بعض وہ جن کے لئے اِن علاقوں میں سے کچھ نہیں، اور انھیں قرآن سے تعلّق نہیں مگر مثلاً عِلاقۂ عداوت وتکذیب جیسے مصنفِ منطق الجدید ومجوس وہنود و نصارٰی و یہود۔

ایمان سے کہنا اِس کلام سے صاف صاف یہی سمجھا جائے گا یا نہیں کہ قائل نے مصنفِ منطق الجدید کو بھی دشمن و مکذّبِ قرآن بتایا ——— اگرچہ لفظ "مثلاً" میں اتنی گنجائش ہے کہ یہ عِلاقہ مذکورینِ مابعد کے لئے سمجھیں اور مصنفِ مسطور کے لئے اور کچھ تصور کرلیں۔ مثلاً فال کھولنا یا تجارت کرنا ——— تقصیر معاف! اس نہج خاص پر وضعِ مثال اظہارِ حق کے لئے ہے کہ آدمی اپنے مقابلہ میں خواہی نخواہی ظاہر متبادر پر جاتا ہے، اور وہاں دوسرے کی طرف سے ابدائے عذر کو احتمالاتِ بعیدہ تلاش نہیں کرتا ——— اب اس مثال کو اپنی عبارت سے ملاکر دیکھ لیجئے کہ بعینہٖ اُسی رنگ کی ہے یا نہیں؟ ——— پھر جب یہاں یہ متبادر تو وہاں سے اِدّعائے خالقیتِ عقول کیونکر ظاہر نہ ہوگا؟ واللہ تعالٰی الہادی ۱۲ عبدہٗ سلطان احمد خان عفرلہ

ع۱ یہ سب تنزّلات بہ لحاظِ مجادلین ہیں ورنہ اصل کار دہی تبادرِ خالقیت ہے کما بیّنّا ۱۲ اس عفی عنہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۱۲

Marfat.com

بہرحال اگر یہی مقصود[ع۱]، تو اُس کا کفرِ بواح ہونا خود ایسا بیّن کہ محتاجِ بیان نہیں ـــــ رب تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

هل من خالق غیر الله[۱]

کیا کوئی اور بھی خالق ہے خدا کے سوا۔

اور ارشاد فرماتا ہے عزّ و جلّ:

یٰایها الناس ضرب مثل فاستمعوا له ان الذین تدعون من دون الله لن یخلقوا ذبابًا ولو اجتمعوا له[۲]

اے لوگو! ایک کہاوت بیان کی گئی اسے کان لگا کر سُنو، بیشک وہ جنھیں تم اللہ کے سوا معبود ٹھہراتے ہو ہرگز ایک مکھی نہ بنائیں اگرچہ اس پر ایکا کرلیں۔

اور فرماتا ہے جلّت عظمتہٗ:

الا له الخلق والامر تبٰرك الله رب العٰلمین[۳]

سُن لو! خاص اُسی کے کام ہیں خلق[ع۲] و تکوین، برکت والا ہے اللہ مالک سارے جہان کا۔

اور فرماتا ہے تعالیٰ شانہٗ:

الله الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم هل من شرکائکم من یفعل من ذٰلکم من شئ سبحٰنه وتعالیٰ عما یشرکون[۴]

اللہ وہ ہے جس نے تمھیں بنایا، پھر روزی دی، پھر مارے گا، پھر جلائے گا۔ تمھارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے جو اِن کاموں میں سے کچھ کرے؛ پاکی اور برتری ہے اُسے ان کے شرک سے۔

ع۱ کما هو الظاهر المتبادر وان انکر المکابر ۱۲ س عفی عنه۔

ع۲ یہاں خلق سے مراد مادّہ سے بنانا جیسے آدمی نطفہ سے۔ اور تکوین سے مراد امرِ کُن سے موجود فرمادینا جیسے ارواح کی پیدائش ۱۲ سلطان احمد خاں بریلوی عفاعنہ المولی القوی

---

۱ القرآن الکریم ۳/۳۵

۲ 〃 〃 ۷۳/۲۲

۳ 〃 〃 ۵۴/۷

۴ 〃 〃 ۴۰/۳۰

Marfat.com

اور سورۂ لقمان میں افلاک و عناصر و جمادات و حیوانات و آثارِ علویہ و نباتات سب کی طرف اجمالی اشارہ کرکے اِرشاد فرماتا ہے تقدّس اسمُہٗ:

هذا خلق الله فاروني ماذا خلق الذين من دونه بل الظّلمون في ضلل مبين [1]
یہ سب تو خدا کا بنایا ہوا ہے وہ مجھے دکھاؤ کہ اس کے سوا اوروں نے کیا بنایا، بلکہ نا انصاف لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔

صدق الله سبحٰنہٗ ــــ یہاں تک کہ اِس امر کا باری عزّ اسمُہٗ سے خاص ہونا مدارکِ مشرکینِ عرب میں بھی مرتسم تھا۔ قال جلّ ذکرُہٗ:

ولئن سالتهم من خلق السمٰوٰت والارض ليقولن الله [2]
اور بیشک اگر تو اُن سے پُوچھے کہ آسمان و زمین کس نے بنائے، ضرور کہیں گے اللہ نے۔

یہ سخافتِ جلیہ و خرافتِ علیہ جس نے انھیں اُمیرُ الحیر بنایا عُقلائے فلسفہ کا حصہ تھی۔ قاتلهم الله انّٰی یؤفکون [3] (اللہ انھیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ ت)

سلّمنا کہ زید کا یہ مطلب نہیں، نہ وہ عقولِ عشرہ کو خالق بالذّات و مُوجدِ مستقل مانے بلکہ انھیں صرف شرط و واسطہ جانتا، اور باری تعالیٰ کی تاثیر و فاعلیت کا متمّم مانتا ہے تو گویا "مثلاً" اسی تنویح کی طرف مُشیر، کہ علاقۂ خلق ہو یا وساطت فی الخلق ــــ اور اِس قدر سے اُسے انکار کی گنجائش نہیں کہ دوسرے رسالہ میں خود اُس کا اقرار کیا اور اسے مذہب محقّق و مشربِ حق قرار دیا ــــ تو یہ خود کفرِ واضح و ارتدادِ فاضح ہونے میں کیا کم ہے کہ اس میں صراحۃً اُس قادرِ ذوالجلال، غنیِ متعال تبارک و تعالیٰ کو خلق و ایجاد میں غیر کافی، اور دوسری چیز کے توسّط و آلیت کا محتاج اور صاف صاف اس قدیر مجید عزّ و جلّ کو فاعلیت میں ناقص، اور عقولِ عشرہ کو اُس کا کامل و تام کرنے والا ماننا ــــ وَاَیّ کُفرٍ اَفحشُ مِن ھٰذا؟ (اور کون سا کفر اس سے بدتر ہے؟ - ت) ــــ یہ ایک کفر نہیں بلکہ معدنِ کفر ہے۔

باری کا عجز ایک کفر ــــ دُوسرے کی طرف نیاز دو کفر ــــ آپ ناقص ہونا تین کفر ــــ غیر سے تکمیل پانا چار کفر ــــ خالقِ مستقل نہ ہونا پانچ کفر۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۱/۱۱
[2] " " ۳۱/۲۵ و ۳۹/۳۸
[3] " " ۹/۳۰ و ۶۳/۴

Marfat.com

فکفرٌ فوق کفرٍ فوق کفرٍ — کان الکفرُ[1] من کُثْرٍ وَّ وَفْرٍ
کماءٍ اٰسنٍ[2] فی نَتنٍ دَفْرٍ — تتابعَ قطرۃً من ثُقْبِ کَفْرٍ[3]

(وہ ایک کفر ہے اوپر کفر کے اوپر کفر کے۔ گویا کہ کفر اس کی کثرت و بہتات سے ہے۔ جیسے گندہ بدبُودار متعفن پانی، جس کے قطرے بڑے پہاڑ کے سوراخ سے پے در پے نکل رہے ہیں۔ ت)

ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں۔ ت) اِستقصار کیجئے تو ہنوز تعدد خالق کے لوائح، کلام زید سے عَلانیہ لائح۔ قولِ وسیط کی تقریر۔ اس میں چاند سورج کی تنظیر۔ قیدِ "بالذات" کی بار بار تکریر صاف صاف بتا رہی ہے کہ عقول سے صرف خالقیتِ ذاتیہ مُنتفی مانتا ہے۔ نہ خالقیت مُستفادہ۔ اور اس قدر واقع و نفسُ الامر میں صدقِ خالق کا منافی نہیں۔ یوں تو علم و سمع و بصر و حیات بلکہ نفسِ وجود تمام عالم سے منفی اور حضرت حق جل وعلا سے خاص۔ پھر بایں ہمہ اِنّہٗ لذو علمٍ[1] (بیشک وہ صاحب علم ہے۔ ت) فجعلنٰہ سمیعًا بصیرًا[2] (ہم نے اسے سنتا دیکھتا کردیا۔ ت) و بل احیاءٌ عند ربھم[3] (بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔ ت) و فانما یقول لہ کن فیکون[4] (تو اس سے یہی فرماتا ہے کہ ہو جا

ع[1] فیہ توجیہان: الاول اَنّ من بما بعدہ متعلق بالشطر الاٰتی، وخبر کان قولہ کماءٍ الخ، فمن علٰی ھذا للتعلیل۔ والثانی انھا ھی الخبر بعد تعلقھا بماخوذ او نحوہ۔ واللام فی الکفر للعھد۔ ای کانّ کفرہ ھذا ماخوذ من الکُثر والوفر باسقاط بعض الحروف منہا ۱۲ س۔

ع[2] ماءٍ اٰسن متغیر الطعم والرائحۃ۔ نَتن گندہ شدن و گندگی۔ دَفر بدال مہملہ مفتوحہ بوئے بغل ۱۲ س

ع[3] کَفر بالفتح کوہِ بزرگ۔ تتابعَ پے در پے آمدن ۱۲ س۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۲ / ۶۸
[2] " " ۷۶ / ۲
[3] " " ۳ / ۱۶۹
[4] " " ۲ / ۱۱۷

Marfat.com

تو وہ فوراً ہو جاتی ہے۔ ت) قضایائے حقہ صادقہ ہیں۔ اور حقائق الاشیاء ثابتۃ[1] (اشیاء کی حقیقتیں ثابت ہیں۔ ت)۔

پہلا عقیدہ خود اپنی ہی نظیر میں دیکھے کہ نورِ قمر تابِ آفتاب سے مُستفاد ہونا جعل الشمس ضیاءً والقمر نورًا[2] (اس نے سورج کو جگمگاتا بنایا اور چاند چمکتا۔ ت) کے مخالف نہ ٹھہرا۔

عہ آیۂ کریمہ نص واضح ہے کہ قمر مستنیر ہو کر انارۂ عالم کرتا ہے۔

هو الراجح من جهة العقل ایضا و الیه جنح المحققون منهم الامام الرازی۔

عقل کے اعتبار سے بھی وہی راجح ہے اور محققین کا میلان بھی اسی کی طرف ہے جن میں امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ بھی شامل ہیں۔ (ت)

نہ یہ کہ بے استنارہ صرف ضوءِ شمس کا تادیہ کرے کما ظنہ بعض الفلاسفۃ (جیسا کہ بعض فلاسفہ نے اس کا گمان کیا ہے۔ ت)

رہا یہ کہ وہ خود نورانی نہیں بلکہ پرتوِ مہر سے روشن ہوتا ہے **اقول** اس کی نہ ہم نفی کریں لعدم وُرود السمع بتکذیبه (اس کی تکذیب پر دلیل نقلی وارد نہ ہونے کی وجہ سے۔ ت) نہ اُس پر جزم ضرور ہے لعدم قیام البرهان علی تصویبه (اس کی درستگی پر بُرہان قائم نہ ہونے کی وجہ سے۔ ت)

والدوران لیس فی شیئ من البرهان۔ وان زعموا انه بدیهی ثابت بالحدس، کیف ولا قاطع بابطال قول ابن الهیثم فی الاهلة۔ و ما ذکروه من حدیث الخسوف فیجوز ان یکون ذٰلك لان القادر تعالٰی ینزع منه النور متی شاء من دون ان تکون

اور دوران برہان میں سے کچھ نہیں، اگرچہ ان کا گمان یہ ہے کہ یہ بدیہی ہے حدس سے ثابت ہے، یہ کیسے ہوگا، حالانکہ چاندوں کے بارے میں ابن ہیثم کے قول کے ابطال کا کوئی قاطع نہیں ہے، اور چاند گرہن کے بارے میں جو حدیث انھوں نے ذکر کی تو ایسا ہونا ممکن ہے کیونکہ اللہ تعالٰی اس پر قادر ہے کہ جب چاہے چاند کا نور سلب فرما دے بغیر اس کے کہ سورج اور چاند کے درمیان

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] شرح العقائد النسفیہ دار الاشاعۃ العربیۃ قندھار پاکستان ص ۸

[2] القرآن الکریم ۱۰/۵

Marfat.com

اور لفظ "مجازی" جس طرح "حقیقت" کے مقابل بولتے ہیں، یونہی بمقابلۂ ذاتی اطلاق ، اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الحیلولة ھی الموجبة لہ — والمعیة لا تفید العلیة — بل ھذا الذی ذکرنا ھو المستفاد من ظواھر الاحادیث — وقد رأینا کذبھم فی کسوفٍ وقع علٰی عھد رسولِ اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم لعشرٍ خلون من شوال — مع ان قاعدتھم تقضی بان لایقع الا آخر الشھر ، اذ المقارنة لاتکون الّا اذ ذاك - فلمّا ظھر لنا انتقاض الدوران فی الکسوف عسی ان یظھر ایضًا فی الخسوف — علٰی ان فی الباب احتمالاتٍ اُخر لایتکأ فیھا الدلیل — وبالجملة مالم یخبر عنہ نراہ مضطرباً ھٰکذا الٰی یوم القیٰمة. فاستفدہ فانہ مھم - نعم افاد الامام عبدالوھاب الشعرانی فی میزان[1] الشریعة الکبرٰی اجماع اھل الکشف علٰی ان نور القمر مستفاد من نور الشمس فمن ھذا الوجہ نحن نقول بہ — واللّٰہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (ای من المصنف قدس سرہٗ)

زمین حائل ہو جو کہ چاندگرہن کا موجب ہے اور معیت مفید علیت نہیں، بلکہ یہ جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے یہی ظاہر حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے ، اور بیشک فلاسفہ کا جھوٹ ہم نے دیکھ لیا اس سورج گرہن میں جو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں دس شوال کو واقع ہوا ، باوجودیکہ ان کے قاعدہ کا تقاضا یہ ہے کہ سورج گرہن صرف مہینہ کے آخر میں واقع ہوسکتا ہے کیونکہ مقارنت اسی وقت ہوتی ہے جب ہمارے لئے سورج گرہن میں دوران کا ٹوٹ جانا ظاہر ہوگیا ہے تو چاندگرہن میں بھی ظاہر ہوجائے گا۔ علاوہ ازیں اس باب میں اور بھی کئی احتمال ہیں جن میں کوئی قابلِ اعتماد دلیل نہیں۔ خلاصہ یہ کہ جس کے بارے میں خبر نہیں دی گئی ہم اُسے قیامت تک یونہی مضطرب دیکھیں گے۔ اس سے فائدہ حاصل کر کیونکہ یہ بہت اہم ہے۔ ہاں امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ نے میزان الشریعۃ الکبرٰی میں افادہ فرمایا کہ نورِ قمر کے نورِ شمس سے مستفاد ہونے پر اہلِ کشف کا اجماع ہے۔ اسی وجہ سے ہم اس کے قائل ہیں اور اللہ تعالٰے خوب جانتا ہے ۱۲ منہ (یعنی مصنف علیہ الرحمہ کی طرف سے) (ت)

---

[1] میزان الشریعۃ الکبرٰی

Marfat.com

ذاتی کو بہ لفظ حقیقت خاص کرتے ہیں ۔ ہماری مِلک مِلکِ مجازی ہے یعنی بہ عطائے الٰہی، نہ اپنی ذات سے ۔ نہ یہ کہ حقیقت ونفس الامر میں باطل ہے ۔

قال تعالٰی: فهم لها مالكون[1] (تو یہ اُن کے مالک ہیں ۔ ت) وقال تعالٰی: ما ملكت ايمانهم[2] (وہ جس کے مالک ہوئے ان کے دائیں ہاتھ ۔ ت)

ولہذا واسئل القرية[3] (اور اس بستی سے پُوچھ ۔ ت) مجاز ہوا کہ علم وسماع وقدرت علی الجواب جو مُصحّحِ استفسارِ حقیقی ہیں وہاں مسلوب ومعدوم ۔ اور سلهم ايهم بذلك زعيم[4] (تم اُن سے پُوچھو ان میں کون سا اس کا ضامن ہے ۔ ت) قطعاً حقیقت کہ ثبوت یقینی ۔ اگرچہ عطائی ہے ۔

ہر عاقل جانتا ہے کہ مدارِ حقیقت ثبوت فی الواقع پر ہے ۔ اور وہ ذاتی ومُستفاد دونوں سے عام ۔ ع

هٰذا الذی تعرف البطحاء واطأته

(یہ وہی ہے جس کے روندنے کو وادی بطحا پہچانتی ہے ۔ ت)

اور ۔ ع

العرب تعرف من انكرت والعجم

(جس کا تُو نے انکار کیا اس کو عرب وعجم پہچانتے ہیں ۔ ت)

میں جو فرقِ استعمال ہے عاقل پر مستور نہیں ۔ ہیہات! اگر حقیقت منُوط بہ ذاتیت ہو تو لازم آئے کہ معاذ اللہ خلقِ اشیاء حقیقۃً جناب باری سے مسلوب بلکہ محال ہو، اور اُس کا اثبات فقط مجازی خیال ۔ کہ جب حقیقۃً افاضۂ وجود نہ ہوا تو واقع میں کچھ نہ بنا ۔ اعطٰى كل شئ خلقه[5] (اس نے ہر چیز کو اُس کے لائق صورت دی ۔ ت) کیونکر صادق آئے وقس علٰى هٰذا شنائع اُخرٰی (اسی پر دوسری برائیوں کو قیاس کر لو ۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳۶ / ۷۱
[2] 〃 〃 ۱۶ / ۷۱
[3] 〃 〃 ۱۲ / ۸۲
[4] 〃 〃 ۶۸ / ۴۰
[5] 〃 〃 ۲۰ / ۵۰

Marfat.com

لاجرم ایسی مجازیت صدقِ حقیقی کی نافی، نہ ثبوتِ واقعی کے منافی —— توزید کا یہ بیان علی الاعلان مُنادی کہ عقولِ عشرہ سے صرف خالقیتِ ذاتیہ مَنفی، ورنہ حقیقۃً وہ خالقِ عالم ہیں۔ جیسے چاند مُنیرِ زمین اگرچہ یہ خالقیت حق جلّ وعلا سے مُستعار، جس طرح شمس سے قمر کے انوار۔

قرآن واہلِ قرآن سے پُوچھ دیکھئے کہ یہ عقیدہ انکے نزدیک کس درجہ بُطلان پر ہے۔ حاشَ للہ! اِنہ اللہ کے سوا کوئی خالق بالذات، نہ ہرگز ہرگز اُس نے منصبِ ایجادِ عالم کسی کو عطا فرمایا کہ قدرتِ مستفادہ سے خالقیت کیا کرے۔ سبحٰنہ وتعالیٰ عمّا یشرکون[1] (اسے پاکی اور برتری ہے ان کے شرک سے ت)

ع[2] انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر —— فلا یخفی علیٰ ذی لُبٍ ان فیہ تبدیل الجسم التعلیمی، دون ایجاد الطبعی، بل ذٰلک ایضاً —— اعنی زوال ابعاد وحدوث اُخریٰ —— اِنّما ھو علیٰ طریقۃ الحکماء القائلین بالکم المتصل واما المتکلمون فلم یحدث عندھم فی الطین شئ لم یکن، ولم یزل عنہ شئ قد کان —— وانما انتقلت الجواھر الفردۃ من طولٍ الیٰ عرضٍ اوبالعکس مثلاً کما صرّحوا بہ فی الشمعۃ —— وھذا ھو معنی تصویر الملک الموکل بالرحم الجنین فیھا۔ فلیس الّا ابداءُ ھیئاتٍ لاجزاء الجسم، لا ایجاد لحمٍ او شحمٍ اوعظم۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ (قدس سرہٗ)

بے شک میں تمھارے لئے مٹی سے پرندہ کی سی صورت بناتا ہُوں کسی عقلمند پر پوشیدہ نہیں کہ یہ جسمِ تعلیمی کی تبدیلی ہے نہ کہ جسمِ طبعی کی ایجاد، بلکہ یہ بھی یعنی بعض ابعاد کا زوال اور دوسرے ابعاد کا حدوث بھی ان حکمائے کے طریقہ پر ہے جو کم متصل کے قائل ہیں۔ رہے متکلمین تو ان کے نزدیک گارے میں کوئی ایسی شَے پیدا نہیں ہوئی جو پہلے نہ تھی اور نہ کوئی شَے زائل ہوئی جو پہلے وہاں نہ تھی۔ بلکہ فقط جواہر فردہ کا طول سے عرض یا عرض سے طول کی طرف انتقال ہوا جیسا کہ موم کے بارے میں انھوں نے تصریح کی۔ ماں کے پیٹ میں مؤکل فرشتے کے جنین کی صورت بنانے کا بھی یہی معنیٰ ہے۔ یہ تو محض اجزاءِ جسم کو ایک ہیأت دینا ہے نہ کہ گوشت، چربی اور ہڈیوں کو موجود کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ۱۲ منہ (قدس سرہٗ)

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/۱۸ و ۱۶/۱ و ۳۰/۴۰ [2] القرآن الکریم ۳/۴۹

Marfat.com

بالجملہ باری تبارک وتعالیٰ کو کسی شیَ کی تدبیر و تصرف سے بے تعلق، یا اس کے غیر کو خالقِ جواہر خواہ ایجا دِ باری تعالےٰ کا متمم کہنا قطعاً جزماً کفریاتِ خالصہ — اور یہ سب مسائل اَجلیٰ ضروریاتِ دین سے ہیں — بلکہ اُن میں بھی ممتاز — اور اپنے کمال وُضوح میں تجسّمِ ایضاح سے غنی و بے نیاز۔

(**تنبیہ**) ہاں عجب نہیں کہ زید کو سرگرمیِ وَساوِس اِن عذرِ بارد پر لائے کہ میں اِن امور کا دل سے معتقد نہیں، یہ تو میں نے فلاسفہ کے طور پر لکھ دیا ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) لاتعدم الخرقاءُ حیلۃً (کوئی مکار عورت حیلہ سازی سے خالی نہیں ہوتی۔ت) — بیّن وواضح کہ یہاں کوئی صورتِ اِکراہ نہ تھی، اور بلااکراہ کلمۂ کفر بولنا خود کفر، اگرچہ دل میں اُس پر اعتقاد نہ رکھتا ہو۔ اور عامۂ علما فرماتے ہیں کہ اِس سے نہ صرف مخلوق کے آگے بلکہ عنداللہ بھی کافر ہوجائے گا کہ اُس نے دین کو معاذاللہ کھیل بنایا اور اُس کی عظمت خیال میں نہ لایا۔

امام علامہ فقیہ النفس فخرالدین اوزجندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خانیہ میں فرماتے ہیں:

رجل کفر بلسانہ طائعا وقلبہ علی الایمان یکون کافرا، ولایکون عنداللہ مومنا[1]

جس شخص نے زبان سے بخوشی کلمۂ کفر کہا حالانکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہے تو وہ کافر ہوجائیگا اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن نہ ہوگا۔ (ت)

حاوی میں ہے:

من کفر باللسان وقلبہ مطمئن بالایمان فھو کافر ولیس بمؤمن عنداللہ[2]

جس نے زبان سے کُفر بکا اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہے تو وہ کافر ہے اور اللہ تعالےٰ کے نزدیک وہ مومن نہیں ہے۔ (ت)

مجمع الانہر وجواہرالاخلاطی میں ہے — وھذا لفظ المجمع (اور یہ لفظ مجمع کے ہیں۔ت):

من کفر بلسانہ طائعا وقلبہ مطمئن بالایمان فھو کافر ولاینفعہ ما فی قلبہ، لان الکافر یعرف بما ینطق بہ بالکفر فاذا نطق بالکفر

جس نے بخوشی زبان سے کفر بکا حالانکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہے تو وہ کافر ہے، اور جو کچھ اس کے دل میں ہے وہ اس کو نفع نہ دے گا کیونکہ کافر تو مُنہ سے بولے ہوئے کفر سے پہچانا جاتا ہے جب اس نے

---

[1] فتاوٰی قاضیخان کتاب السیر باب مایکون کفرا من المسلم ومالایکون الخ نولکشور لکھنؤ ۴/۸۸۱

[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر بحوالہ الحاوی مطلب فی ایراد الالفاظ المکفرۃ مصطفی البابی مصر ص ۱۶۵

Marfat.com

کان کافرا عندنا وعند اللہ تعالٰی[1]

زبان سے کفر بول دیا تو وہ ہمارے نزدیک اور اللہ تعالٰی کے نزدیک کافر ہوگیا۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

والحاصل ان من تکلم بکلمۃ الکفر ہازلا او لاعبا کفر عند الکل، ولا اعتبار باعتقادہ، ومن تکلم بہا خطأ او مکرھا لایکفر عند الکل، ومن تکلم بہا عالما عامدا کفر عند الکل[2]

خلاصہ یہ کہ جس شخص نے بطور ہزل اور بطور کھیل کلمۂ کفر بکا وہ سب کے نزدیک کافر ہوگیا، اس کے اعتقاد کا کوئی اعتبار نہیں۔ جس نے خطاءً یا مجبوراً کلمۂ کفر کہا وہ سب کے نزدیک کافر نہ ہوگا، اور جس نے جان بوجھ کر قصداً کلمۂ کفر کہا وہ سب کے نزدیک کافر ہوگیا۔ (ت)

طریقۂ محمدیہ وحدیقۂ ندیہ میں ہے:

التکلم بما یوجبہ (ای الکفر) طائعا من غیر سبق اللسان عالما بانہ کفر (کفر) بالاتفاق، وکذا الفعل ولو ہزلا ومزاحا بلااعتقاد مدلولہ، بل مع اعتقاد خلافہ (بقلبہ) فانہ یکفر عند اللہ تعالٰی ایضا فلا یفیدہ (فی عدم الکفر) اعتقاد الحق (بقلبہ) لان ذلک جعل کفرا فی الشرع، فلا تعمل النیۃ فی تغییرہ[3] اھ ملخصا۔

موجبِ کفر کے ساتھ تکلم جبکہ بخوشی بغیر سبقت لسانی کے ہو اور متکلم جانتا ہو کہ یہ کلمۂ کفر ہے بالاتفاق کفر ہے۔ یہی حکم فعلِ کفر کا ہے اگرچہ ہزل ومزاح کے طور پر ہو اور اس کے مدلول کا اعتقاد نہ رکھتا ہو تو وہ اللہ تعالٰی کے نزدیک بھی کافر ہوگا اور دلی طور پر حق کا معتقد ہونا اس کے عدمِ کفر میں مفید نہ ہوگا کیونکہ اس کو شرع میں کفر قرار دیا گیا ہے لہذا نیت اس کی تبدیلی میں عمل نہیں کرسکتی اھ تلخیص۔ (ت)

رہا یہ کہ فلاسفہ کے طور پر کہا، **اقول** سچ ہے، ہم کب کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے طور پر کہا۔ آخر جو کلمۂ کفر کہا جائے گا والعیاذ باللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی کی پناہ۔ ت) وہ غالباً کسی نہ کسی فرقۂ کافرہ

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کتاب السیر باب المرتد داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۸۸

[2] البحر الرائق ؍؍ باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/۱۲۵

[3] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الخلق الخامس مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۴۵۰

Marfat.com

کے طور پر ہوگا۔ پھر کیا اس قدر اُس حکم سے نجات دے سکتا ہے؟ ـــ حاشا وکلّا (ہرگز ہرگز نہیں۔ ت) زید مُتفلسِف سے اِستِفسار کیجئے، بھلا اُسے کفر تو جانتا تھا کہیں اس عبارت میں اُس کے رَدّ یا اُس سے تبرّی کی طرف بھی اشارہ کیا؟ ـــ کسی کلمہ، کسی حرف سے کراہت و ناپسندی کی بُو بھی آتی ہے؟ ـــ ہیہات ہیہات!! نہ ہرگز ہرگز کوئی لفظ ایسا لکھا جس سے معلوم ہوتا کہ دوسرے کا قول نقل و حکایت کرتا ہے، بلکہ اس سب کے برعکس اسے لفظ التحقیق کے نیچے داخل کیا، اور "قولِ وسیط" میں ھٰذا التحقیق کہا جس نے رہا سہا بھرم کھول دیا فانا للہ وانا الیہ راجعون (بے شک ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ ت)

ائمۂ دین، یہاں تک کہ خود مُنقّحِ مذہب حضرت امام ربّانی ابوعبداللہ محمد بن حسن شیبانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تصریح فرماتے ہیں کہ:

"جو شخص اپنی زبان سے المسیحُ ابنُ اللہ (مسیح اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔ ت) کہے اور کوئی لفظ ایسا کہ حکایت قولِ نصاریٰ پر دلیل ہو ذکر نہ کرے، اگرچہ قصدِ حکایت کا دعویٰ کرتا رہے، ہرگز سچّا نہ ٹھہرائیں گے اور عورت نکاح سے نکل جانے کا حکم دیں گے۔"

علامہ بدرالدین رشید حنفی رسالۂ الفاظِ مُکفِرہ میں فتاوٰی صغریٰ وغیرہا سے ناقل:

لو قالت للقاضی سمعت زوجی یقول المسیحُ ابنُ اللہ ـــ فقال انما قلت حکایة عمّن یقوله، فانه اقرّ انه لو یتکلم الا بھٰذہ الکلمة بانت امرأته[1]

اگر کسی عورت نے قاضی کے پاس آکر کہا کہ میں نے اپنے شوہر کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ "مسیح اللہ کا بیٹا ہے" اس پر شوہر نے کہا کہ میں نے یہ کلمات اس شخص کی طرف سے نقل کرتے ہوئے کہے جو اس کا قائل ہے اور شوہر نے اقرار کیا کہ اس نے یہی کلمات کہے ہیں تو اس کی عورت بائنہ ہوجائے گی۔ (ت)

اُسی میں ہے:

قال محمد ان شھد الشھود انھم سمعوہ یقول المسیح ابن اللہ، و

امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا اگر گواہ گواہی دیں کہ انہوں نے شوہر کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحاً وکنایۃ مصطفیٰ البابی مصر ص ۱۹۴

Marfat.com

لم یقل غیر ذلك، یفرق القاضی بینھما ولا یصدقه[1] "مسیح اللہ تعالٰی کا بیٹا ہے، اور اس کے علاوہ کوئی کلمہ اس نے نہیں کہا تو قاضی اس شوہر اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق کر دے گا اور شوہر کی تصدیق نہیں کرے گا۔ (ت)

سبحان اللہ! جب اس مسئلہ میں ـــ جہاں قرینِ قیاس کہ اس نے لفظِ حکایت کہا ہو اور زن و شہود نے نہ سنا ـــ حکمِ بینونت دیتے ہیں تو آدمی کفرِ صریح سے کتاب کو گندہ کرکے اور اسے وھذا التحقیق کے زیور پہنا کے کیونکر سبیلِ نجات پا سکتا ہے! ونسأل اللہ العافیۃ (ہم اللہ تعالٰی سے عافیت مانگتے ہیں۔ ت)

سیدنا امام اجل، عالم المدینہ مالک بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ایک شخص کی نسبت سوال ہوا کہ اس نے ربِ عظیم کو مخلوق کہا۔ فرمایا: کافر ہے، قتل کردو۔ اس نے عرض کی: میں نے تو اوروں کا قول ذکر کیا ہے۔ فرمایا: ہم نے تو تجھ سے سنا ہے۔

اِعلام بقواطعِ الاسلام میں ہے:

سأل رجل مالکا عمن یقول القراٰن مخلوق، فقال مالك: کافر، اقتلوہ۔ فقال: انما حکیته عن غیری۔ فقال مالك: انما سمعناہ منك[2]

ایک شخص نے امام مالک سے اُس شخص کے بارے میں سوال کیا جو کہتا ہے کہ قرآن مخلوق ہے۔ آپ نے فرمایا: وہ کافر ہے اس کو قتل کردو۔ اس شخص نے کہا: میں نے تو دوسروں کی بات نقل کی ہے۔ تو آپ نے فرمایا: ہم نے تو تجھ ہی سے یہ سُنا ہے۔ (ت)

بلکہ علمائے دین تصریح فرماتے ہیں کہ ایسی باتیں بہ تصریحِ حکایت بیان کرنا بھی حرام و ناروا، اور حکایت کنندہ مستحقِ سزا، جب تک غرضِ محمود و مہم عند الشرع ـــ مثلِ تحذیرِ خلق و اظہارِ حق و ابطالِ باطل ـــ یا دار الحکم میں دعوٰی و شہادت بہ غرضِ قتل و عقوبتِ قائل وغیرہا ضروراتِ دینیہ پر مبنی و مشتمل، اور علانیہ اظہارِ بیزاری و کراہت و تبری سے مقرون و متصل نہ ہو۔

امام علامہ قاضی عیاض مالکی قدس سرہٗ شفا شریف اور علامہ شہاب الدین احمد خفاجی حنفی

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحًا وکنایۃً مصطفی البابی مصر ص ۱۹۴
[2] اعلام بقواطع الاسلام الفصل الثالث مکتبۃ الحقیقۃ استنبول ترکی ص ۳۸۵

Marfat.com

رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی شرح نسیم الریاض میں فرماتے ہیں :

اماذکرھا علیٰ غیر ھذا (الوجه من الرّدّ والابطال و نحوہٖ ممّا مرّ) علیٰ وجه الحکایات والخوض فی قیل و قال و مالا یعنی فکلّ ھذا (المحکیّ) ممنوع (غیر جائز شرعًا) وبعضه اشدّ فی المنع والعقوبة من بعض - فما کان من قائله الحاکی له (عن غیرہٖ) علیٰ غیر قصدٍ و معرفة بمقدار ما حکاہ ، ولم یکن عادته (حکایته وانّما وقع منه نادرًا) ولم یکن الکلام (الذی حکاہ) من البشاعة حیث ھو، ولم یظھر علیٰ حاکیه استحسانه واستصوابه نُجِرَ (وَوُبِّخَ) ونھی عن العود الیه۔ وان قُوِّمَ ببعض الادب فھو مستوجب له - وان کان لفظه من البشاعة حیث ھو، کان الادب اشدّ[۱] اھ ملخصًا۔

ان کلماتِ کفریہ کو رد و ابطال وغیرہ وجوہ مذکورہ کے علاوہ بطور حکایت نقل کرنا یا لایعنی قیل و قال کے طور پر ذکر کرنا سب ممنوع اور شرعًا ناجائز ہے، اور ممانعت وعقوبت میں بعض کلمات بعض سے شدید تر ہیں۔ چنانچہ جو کچھ ناقل نے بلاقصد تحقیر حکایت کیا جبکہ وہ اس کی شناعت کی حد سے بے خبر ہے اور وہ ایسا کلام نقل کرنے کا عادی بھی نہیں بلکہ محض نادرًا اس سے ایسے کلام کا صدور رہوا، اور وہ کلام بھی حد درجے کا قابل اعتراض نہیں اور یہ بھی ظاہر نہیں ہوا کہ ناقل نے اُس کلام کو مستحسن وپسندیدہ سمجھا ہے تو اس کو زجر و توبیخ کی جائے گی اور ایسے کلام کے اعادہ سے منع کیا جائے گا۔ اگر اس کو کچھ سزا دی جائے تو وہ اس کا مستحق ہے۔ اور اگر اس کے الفاظ زیادہ قابل اعتراض ہیں تو ناقل کو سزا بھی زیادہ سخت دی جائے اھ ملخصًا (ت)

اقول اور کیونکر حرام نہ کہیں گے حالانکہ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ حدیث موضوع کی روایت بے ذکر رد و انکار ناجائز ہے۔ وھذا ما اُخِذَ به علی الحافظین المعاصرین ابی نعیم وابن مندۃ (اور اسی وجہ سے دو ہمعصر حافظوں ابونعیم اور ابن مندہ کا مواخذہ کیا گیا۔ ت) اور یہاں مجرد بیان سند سے برا ءتِ عہدہ نہیں۔ صرّح به الشمس الذھبی وغیرہ من ائمة الشان (امام شمس الذہبی اور دیگر عظیم الشان ائمہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ ت) ۔ توجب وہاں یہ حکم ہے با آں کہ صدہا

---

[۱] الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ فصل الوجہ السادس المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۲/ ۲۳۵-۲۳۶
نسیم الریاض فی شرح شفا القاضی عیاض " " مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۴/ ۲۲۲ تا ۴۲۴

Marfat.com

احادیثِ موضوعہ کے مضمون حق و نافع ہوتے ہیں، تو اُن اختلافاتِ ملعونہ کی مجرد حکایت کیونکر حلال ہو گی جو صریح مخالفِ اسلام و مُہلکِ ہائل و مُضرِّ عظیم وسَمِّ قاتل ہیں۔ نَسْاَلُ اللّٰہَ الْعَافِیَۃَ (ہم اللہ تعالٰی سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ ت)

بلکہ بہت ائمہ ناصحین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین تو بروجہِ رَد و اِبطال بھی ایسی بلکہ ان سے بدرجہا کم خرافات کی اشاعت پسند نہیں کرتے۔ اور ایک یہ وجہ بھی ہے جس کے سبب کلامِ مُتاخرین پر ہزاراں ہزار طعن وانکار فرماتے ہیں، کما فصّل بعضہ الفاضل علیٌّ القاری فی شرح الفقہ الاکبر (جیساکہ اس میں سے بعض کی تفصیل امام فاضل ملّا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں کی ہے۔ ت) حتی کہ سیدنا امام ہمام عماد السنہ احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ نے سیدنا عارف باللہ امام الصوفیہ حارث مُحاسبی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس وجہ پر ملاقات ترک کر دی اور فرمایا:

ویحك، الستَ تحکی بدعتھم اوّلاً ثمّ تَرُدُّ علیھم، الستَ تحمل الناس بتصنیفك علیٰ مطالعۃ البدعۃ، والتفکر فی الشبھۃ، فید عوھم ذٰلك الی الرّاْیِ والبحثِ والفتنۃ [1]

تجھ پر افسوس، کیا تُو پہلے اُن کی بدعات کو نقل نہیں کرتا پھر اُن کا رَد کرتا ہے، کیا تُو اپنی تصنیف کے ذریعے لوگوں کو بدعت کے مطالعہ اور شبہات میں غور کرنے پر برانگیختہ نہیں کرتا ہے؛ چنانچہ یہ بات ان کو رائے، بحث اور فتنہ کی طرف دعوت دیتی ہے۔ (ت)

اگرچہ ہے یُوں کہ رَدِّ اہلِ بدعت' وقتِ حاجت اہم فرائض سے ہے۔ اور خود امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے رَدِّ جہمیہ میں کتاب تصنیف فرمائی۔ وفی حدیثٍ عند الخطیب وغیرہ انہٗ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال (خطیب وغیرہ کے نزدیک ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ۔ ت)

اذا ظھرتْ (عہ) الفتن او قال البدع وسُبّ اصحابی فلیظھر العالم

جب فتنے ظاہر ہوں یا فرمایا جب بدعتیں ظاہر ہوں اور میرے اصحاب کو سبّ وشتم کیا جائے تو

عہ اقول فانظر الیٰ قولہ "ظَھَرَتْ" یظھر لك الماخذ ان۔ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (قدس سرہ)

---

[1]

Marfat.com

علمه، فمن لم یفعل ذٰلك فعلیه لعنة الله والملٰئکة والناس اجمعین، لا یقبل الله منه صرفًا ولا عدلًا۔[1]

اہلِ علم کو اپنا علم ظاہر کرنا چاہیے۔ جس نے ایسا نہ کیا اس پر اللہ تعالٰی، تمام فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ اللہ تعالٰی اس کے فرض و نفل کو قبول نہیں کرے گا۔ (ت)

بالجملہ اس میں شک نہیں کہ زید کی دونوں عبارتیں صریح کلمۂ کفر —— اور اُنھیں یوں داخل کتب کرنے میں کوئی عذر قابلِ قبول نہیں، واللہ المستعان (اور اللہ تعالٰی ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ ت)

قولِ دوم و سوم و چہارم

کا بھی بعینہٖ یہی حال کہ اُن میں ہیولٰی و صورتِ جسمیہ و صورت نوعیہ و عقول عشرہ و بعض نفوس کو قدیم زمانی مانا۔ اور یہ سب کفر ہیں۔

ائمۂ دین فرماتے ہیں، جو کسی غیرِ خدا کو ازلی کہے بااجماعِ مسلمین کافر ہے۔ شفا و نسیم میں فرمایا:

من اعترف بالٰهية الله تعالٰی و وحدانیته لٰکنه اعتقد قدیمًا غیرہٗ (ای غیرہٗ ذاته وصفاته، اشارة الی ما ذهب الیه الفلاسفة من قدم العالم و العقول) اوصانعًا للعالم سواہ (کالفلاسفة الذین یقولون ان الواحد لا یصدر عنه الا واحد) فذٰلك کله کفر (ومعتقدہ کافر باجماع المسلمین)

جس نے اللہ تعالٰی کی الوہیت و وحدانیت کا اقرار کیا لیکن اللہ تعالٰی کے غیر کے قدیم ہونے کا اعتقاد رکھا (یعنی اللہ تعالٰی کی ذات و صفات کے علاوہ، یہ فلاسفہ کے مذہب یعنی عالم و عقول کے قدیم ہونے کی طرف اشارہ ہے) یا اللہ تعالٰی کے سوا کسی کو صانع عالم مانا (جیسے فلاسفہ جو کہ کہتے ہیں واحد سے نہیں صادر ہوتا مگر واحد) تو یہ سب کفر ہے (اور اس کے معتقد کے کافر

عہ اقول توضیح لا توجیه — فان صفاته سبحٰنه وتعالٰی لیست عندنا غیرہ کما هی لیست عینه ۱۲ منه۔

میں کہتا ہوں یہ توجیہ نہیں بلکہ توضیح ہے کیونکہ اللہ سبحٰنہ و تعالٰی کی صفات ہمارے نزدیک اس کا غیر نہیں ہے جیسا کہ اس کا عین بھی نہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۱۲۷۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۳۲۱
کنز العمال بحوالہ ابن عساکر حدیث ۹۰۳ ۱/۱۷۹ و حدیث ۲۹۱۴۰ ۱/۲۱۶
رسالہ در رد روافض امام ربانی نولکشور لکھنؤ ص ۱

Marfat.com

كالالٰهيين من الفلاسفة والطبائعيين[1] اھ ملخصًا۔

ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے جیسے فلاسفہ کا فرقۂ الٰہیہ اور فرقۂ طبائعیہ) اھ تلخیص (ت)

اور فرمایا:

نقطع بكفر من قال بقدم العالم او بقائه او شك في ذلك على مذهب بعض الفلاسفة (ومنهم من ذهب[ع]

ہم اس شخص کے کفر کا قطعی حکم لگاتے ہیں جو عالم کے قدیم و باقی ہونے کا قائل ہے یا اُسے اس میں شک ہے بعض فلاسفہ کے مذہب پر (اور ان

ع اقول اوتكون البعضية راجعةً الى الشك فهي اشارة الى ما حكي عن جالينوس انه قال في مرضه الذي توفي فيه لبعض تلامذته اكتب عني اني ما علمتُ ان العالم قديم او محدَث، وان النفس الناطقة هي المزاج او غيره۔ قد طعن فيه اقرانه بذلك حين اراد من سلطان زمانه تلقيبه بالفيلسوف۔ ذكره في شرح المواقف[2] اقول ان كان الطعن للتردد الاخير، فهو بذاك حري وجدير۔ والا فمن العجب ان معتقد القدم يسمّٰى فلسفيا، دون الشاك، مع ان جهل ذلك مركب و جهل جالينوس بسيط۔

میں کہتا ہوں یا بعضیت شک کی طرف راجع ہوگی، یہ اشارہ اس حکایت کی طرف ہے جو جالینوس کے بارے میں منقول ہے کہ اس نے اپنے مرض الموت میں اپنے کسی شاگرد کو کہا میری طرف سے یہ لکھ لو کہ میں نہیں جانتا عالم قدیم ہے یا حادث۔ اور یہ کہ نفسِ ناطقہ ہی مزاج ہے یا اس کا غیر۔ یہی وجہ ہے کہ جب بادشاہِ وقت نے جالینوس کو فیلسوف کا لقب دینے کا ارادہ کیا تو اس کے معاصرین نے اس پر طعن کیا۔ یہ شرح مواقف میں مذکور ہے۔ میں کہتا ہوں اگر یہ طعن آخری تردد کی وجہ سے ہے تو وہ اس کے لائق و مناسب ہے۔ ورنہ تعجب خیز بات ہے کہ عالم کے قدیم ہونے کا اعتقاد رکھنے والا تو فلسفی کہلائے اور شک کرنے والا نہ کہلائے باوجودیکہ قِدم کے معتقد کا

(باقی برصفحۂ آئندہ)

---

[1] الشفاء بتعريف حقوق المصطفٰى فصل في بيان ما هو من المقالات كفر الخ المطبعة الشركة الصحافية ۲/۲۶۸
نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض " " " " مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۴/۵۰۵

[2] شرح المواقف القسم الخامس المرصد الثاني منشورات الشريف الرضي ۷/۲۲۲

Marfat.com

لغیرہ۔ وقد کفرھم اھل الشرع بھذا، لما فیہ من تکذیب اللہ و رُسلہ وکتبہ) الیٰ ان قال فلا شك فی کفر ھٰؤلاء قطعًا اجماعًا و سمعًا[1] اھ ملتقطًا۔

میں سے بعض اس کے غیر کی طرف گئے ہیں۔ اہل شرع نے اس قول کی وجہ سے ان کی تکفیر کی ہے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ، اس کے رسولوں اور اس کی کتابوں کو جھٹلانا لازم آتا ہے) یہاں تک کہ فرمایا ان کے کفر میں قطعی، اجماعی اور سمعی طور پر کوئی شک نہیں اھ التقاط (ت)

علامہ ابن حجر مکی ہیتمی اِعلام میں فرماتے ہیں:

اعتقاد قِدَمِ العالم او بعضِ اجزائہ کفرٌ، کما صرّحوا بہ[2]

عالم یا اس کے بعض اجزاء کے قدیم ہونے کا اعتقاد کفر ہے جیسا کہ مشائخ نے اس کی تصریح کی ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

من المکفرات القول الذی ھو کفرٌ، سواءٌ اصدرعن اعتقاد او عناد او استھزاء، فمن

کلمۂ کفر کے ساتھ تکلم کافر بنا دینے والی چیزوں میں سے ہے چاہے اس کو اعتقاد کے طور پر صادر کرے یا ضدّ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فان کان مثل الجھل لا ینافی حکمۃ الحکیم فالبسیط اولیٰ بہ ۔ الا ان یقال ان الفلسفی ھو المتناھی فی الخباثۃ و ذٰلك فی المرکّب ۱۲ منہ۔

جہل مرکب ہے اور جالینوس کا جہل بسیط ہے۔ جب جہل مرکب حکیم کی حکمت کے منافی نہیں تو بسیط بدرجۂ اولیٰ اس کے منافی نہ ہوگا مگر یہ کہ یوں کہا جائے کہ فلسفی وہ ہے جو خباثت میں انتہا کو پہنچا ہوا ہو اور ایسا جہل مرکب ہوتا ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ کذا فی المخطوطۃ، و یخالج صدری ان العبارۃ "مثل ذا الجھل او اُمثل الجھل"۔ و یصح "مثل الجھل" ایضًا بجعل اللام للعھد لکن السیاق یستدعی مقابلۃ البسیط ۱۲ محمد احمد المصباحی۔

[1] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل فی بیان ما ھو من المقالات کفر مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۴/۵۰۹
الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی " " " " المطبعۃ الشرکۃ الصحافیہ ۲/۲۶۸ و ۲۷۱

[2] الاعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ الفصل الاول مکتبۃ الحقیقۃ دار الشفقۃ استنبول ترکی ص ۳۷۵

Marfat.com

ذٰلك اعتقاد قِدَمِ العالم[1] اھ ملقفاً۔

استہزاء کے طور پر، عالم کے قدیم ہونے کا اعتقاد بھی ان ہی میں سے ہے اھ ملقفا۔ (ت)

طوالعُ الانوار من مطالعِ الانظار میں ہے:

القول بالذوات القدیمۃ کُفرٌ[2]۔

ذواتِ قدیمہ کا قائل ہونا کفر ہے۔ (ت)

شرح مَواقِف میں ہے:

اِثبات المتعدّد من الذوات القدیمۃ ھو الکفر اجماعاً[3]۔

متعدد ذوات قدیمہ کو ثابت کرنا بالاجماع کُفر ہے۔ (ت)

شرحِ فقہِ اکبر میں ہے:

مَن یؤوّل النصوص الواردۃ فی حشرِ الاجساد وحدوثِ العالمِ وعِلمِ الباری بالجزئیات فانّہٗ یکفر[4]۔

جو شخص حشر اجساد، حدوث عالم اور اللہ تعالٰے کے علم جزئیات کے بارے میں وارد ہونے والی نصوص میں تاویل کرے وہ کافر ہو جاتا ہے۔(ت)

بحرالرائق میں جمع الجوامع اور اس کی شرح سے منقول:

من خرج ببدعتہ من اھل القبلۃ کمنکری حدوثِ العالم، فلا نزاعَ فی کفرھم لِاِنکارِھم بعضَ ما عُلِمَ مجیءُ الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بہ ضرورۃً[5] اھ مختصراً۔

جو کوئی بدعقیدگی کی وجہ سے اہل قبلہ سے خارج ہو جائیں ان کے کفر میں کوئی نزاع نہیں کیونکہ وہ بعض ایسی چیزوں کے منکر ہیں جن کو لے کر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا تشریف لانا بالبداہت معلوم ہے اھ مختصراً (ت)

ردالمحتار میں شرح تحریر علامہ ابن الہمام سے منقول:

لاَ خِلاَفَ فی کفر المخالف فی ضروریات الاسلام من حدوثِ العالم وحشر الاجساد

ضروریاتِ اسلام کے مخالف کے کفر میں کوئی اختلاف نہیں جیسے حدوث عالم، حشر اجساد اور (باری تعالٰی کے)

---

[1] اعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ الفصل الاول مکتبۃ الحقیقۃ دار الشفقۃ استنبول ترکی ص ۳۵۰

[2] طوالع الانوار من مطالع الانظار

[3] شرح المواقف المرصد الثالث فی الوجوب الخ المقصد الخامس منشورات الشریف الرضی ۴/ ۱۹۸

[4] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر الایمان ھو التصدیق والاقرار مصطفٰی البابی مصر ص ۸۶

[5] البحر الرائق کتاب الصلٰوۃ باب الامامۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۵۰

Marfat.com

ونفی العلم[1] بالجزئیات، وان کان من اھل القبلۃ المواظب طول عمرہ علی الطاعات۔ | علم جزئیات کا منکر ہونا اگرچہ وہ اہل قبلہ میں سے ہو اور تمام عمر عبادات کی پابندی کرنے والا ہو۔ (ت)

اور اسی طرح امام ابوزکریا یحیٰی نووی نے روضہ اور فاضل سید احمد طحطاوی[2] نے حاشیہ درمختار میں نقل کیا۔ غرض تصریحیں اس کی کتب ائمہ میں بکثرت ہیں۔ ولا مطمع فی الاستقصاء (اور احاطہ مقصود نہیں۔ت) حتی کہ اہل بدعت بھی اس میں مخالف نہیں۔ کما یرشدك الیہ قولہ "باجماع المسلمین" (جیسا کہ اس کا قول "اجماع مسلمین" اس کی طرف تیری راہنمائی کرتا ہے۔ت)

امام فخرالدین رازی رحمہ اللہ تعالٰی محصّل میں فرماتے ہیں:

اتفق المتکلمون[2] علی ان القدیم یستحیل | متکلمین کا اس پر اتفاق ہے کہ قدیم کو فاعل کی

---

[1] اقول ھکذا وقع فی الکتاب۔ والصواب اسقاط النفی۔ فانہ ھوالکفر اجماعًا، والضروریّ ھوالاثبات۔ وکانہ رحمہ اللہ تعالٰی لما اراد تمثیل مخالفۃ الضروریات وکان الیہ سبیلان: احداھما بتعدید المخالفات، والاخری بذکر الضروریات فالتبست فی البیان احداھما بالاخری۔ فسلك الاخری فی الاولین، والاولی فی الاخر۔ والامر واضح، فلیتنبہ ۱۲ منہ۔

میں کہتا ہوں کتاب میں یونہی واقع ہوا جبکہ صحیح یہ ہے کہ لفظ "نفی" کو ساقط کیا جائے کیونکہ علم جزئیات کی نفی ہی بالاجماع کفر ہے، اور ضروری اس علم کا اثبات ہے گویا کہ مصنف علیہ الرحمہ نے جب ضروریات اسلام کی مثال ذکر کرنے کا ارادہ فرمایا تو اس کے دو طریقے تھے: پہلا یہ کہ مخالفات کو گنواتے، اور دوسرا یہ کہ ضروریات کو ذکر کرتے تو بیان میں دونوں ایکدوسرے سے خلط ملط ہوگئے، چنانچہ مصنف علیہ الرحمہ نے پہلی دونوں مثالوں میں دوسرے طریقے کو جبکہ تیسری مثال میں پہلے طریقے کو اختیار کیا معاملہ واضح ہے، آگاہ ہونا چاہیئے ۱۲ منہ۔ (ت)

[2] ھو لفظ یعم جمیع النظّار من اھل القبلۃ، المقتدرین علی اثبات عقائدھم

یہ لفظ اہل قبلہ میں سے تمام اہل نظر کو شامل ہے جو اپنے عقائد کو جس کے ذریعے انھیں اللہ تعالٰی کا

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۷۷

[2] حاشیۃ الطحطاوی " " المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۱/ ۲۴۳

Marfat.com

استناده الی الفاعل[1]۔

طرف منسوب کرنا محال ہے۔ (ت)

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ

التی انوابها الله تعالیٰ، بایراد الحُجَج وادحاض الشُّبَه ـ سواء کانوا مُصیبین کمعشر اهل السنة والجماعة حفظهم الله تعالیٰ او خاطئین کمن عداهم ـ کما صرح به فی المواقف وغیرها ـ فالحاصل "اتفق المسلمون"۔ ۱۲ منه ـ

قُرب حاصل ہوتا ہے ایراد دلائل وازالۂ شبہات کے ساتھ ثابت کرنے کی طاقت رکھتے ہیں چاہے وہ صحیح ہوں جیسے اہلسنّت کا گروہ۔ اللہ تعالیٰ انکی حفاظت فرمائے، یا وہ غلط ہوں جیسے اہلسنت و جماعت کے علاوہ دیگر گروہ۔ جیسا کہ مواقف وغیرہ میں صراحت کردی گئی ہے۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ "تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے ۱۲ منہ (ت)

[1] **اقول** یعنی الفاعل المختار اذ لا فاعل مُوجبًا ـ عندنا ـ وهذا هو الذی قالوا: انه اجمع علیه المتکلمون ـ اما ان القدیم لا یمکن اسناده الی الفاعل مطلقا حتی الموجب لو کان، فمسلکٌ خاصٌ للامام الرازی لم یوافقه علیه کثیرون ـ حتی قالوا: ان القول بقِدم العالم انما ساغ للفلاسفة لقولهم بالفاعل الموجب ولولا ذٰلك و اٰمنوا بالفاعل المختار لَاَذْعَنُوا بحدوث العالَم عن اٰخره ـ و کذا ایجاب المسلمین حدوث کل مخلوق لقولهم بالفاعل المختار ـ ولولا ذٰلك لقالوا بالقِدم **قلت** المقصود نفی الاجماع علی التعمیم ـ وهو حاصل ـ وان کان فی الکلامِ کلام ـ والله سبحٰنه وتعالیٰ اعلم ۱۲ منه ـ

اقول فاعل سے مراد فاعل مختار ہے کیونکہ فاعل موجب یعنی غیر مختار نہیں ہوتا۔ اسی موقف کے بارے میں مشائخ نے کہا ہے کہ اس پر متکلمین کا اجماع ہے۔ رہی یہ بات کہ قدیم کی نسبت مطلقاً فاعل کی طرف نہیں ہوسکتی چاہے فاعل موجب ہو اگر وہ موجود ہو تو یہ خاص امام رازی کا مسلک ہے اس میں اکثریت نے ان کی موافقت نہیں کی، یہاں تک کہ مشائخ نے کہا فلاسفہ کا قدم عالم کا قول اسی صورت میں بزعم خویش درست ہوسکتا ہے کہ وہ فاعل موجب کے قائل ہیں، اگر وہ فاعل مختار کا یقین کرلیں تو تمام عالم کے حدوث کا یقین کرلیں اور اسی طرح مسلمانوں کا ہر مخلوق کو حادث قرار دینا اس لئے ہے کہ وہ فاعل مختار کے قائل ہیں۔ اگر وہ اس کے قائل نہ ہوں تو قدم عالم کا قول کرلیں۔ **قلت** مقصد تو تعمیم پر اجماع کی نفی ہے اور وہ حاصل ہے اگرچہ کلام میں کلام ہے۔ اللہ سبحٰنہ وتعالیٰ خوب جانتا ہے ۱۲ منہ (ت)

سله

Marfat.com

بلکہ حدوثِ تمام اَجسام و صفاتِ اَجسام پر تمام اہلِ مِلَل کا اتفاق ہے۔ یہود و نصارٰی تک اس میں خلاف نہیں رکھتے۔ فی شرح المواقف :

الاَجسام محدثۃٌ بذواتھا الجوھریۃ، و صفاتھا العرضیۃ وھوالحق، وبہ قال الملیون کُلّھم من المسلمین والیھود والنصارٰی والمجوس[1]

اَجسام اپنی ذواتِ جوہریہ اور صفاتِ عرضیہ کے ساتھ حادث ہیں، اور یہی حق ہے۔ اور یہی کہا تمام ملتوں نے مسلمانوں، یہودیوں، نصارٰی اور مجوسیوں میں سے۔(ت)

اور بیشک زید کا اِن مضامینِ کفریہ کو مقامِ رَدّ و اِستدلال میں لانا، اور اُن پر اختیارِ مذاہب و تحقیقِ مشارِب کی بِنا رکھنا، صراحۃً اُن کی رضا و قبول پر دال۔ اور بالفرض نہ ہو تو بلااکراہ ایراد میں کیا مقال!

وتذکّر کلّ ماقدّمنا من الکلام علی القول الاوّل، تجد ھُنالك ما فیہ الغِناءُ وعلیہ المعوّل۔

قولِ اوّل پر جو گفتگو ہم نے مقدم کی اس کو یاد کرلے، اس میں تو غناء پائے گا اور اسی پر بھروسا ہے۔(ت)

معدنِ ضلالاتِ قولِ پنجم

یہ قول متعدد ضلالتوں، متکثر جہالتوں کی طُرفہ معجون، بلکہ معجونِ فلاسفہ قُرۃُ العیُون ہے — زید مسکین نے تَشَدُّقِ بَقَری کو عِلقِ نفیس جان کر اٰمنّابہٖ تو کہہ دیا مگر نہ دیکھا کہ اس پر کیا کیا شناعاتِ عظیمہ ہائلہ وارد۔

فاقول وبحول اللہ تعالٰی اَصُول (چنانچہ میں کہتا ہوں اور اللہ تعالٰی کی توفیق سے حملہ آور ہوتا ہوں۔ت)

اوّلاً تمام انواع کا قِدَم لازم کہ جب طبائعِ مرسلہ میں مجرد امکانِ ذاتی بِلاکِ فیضان۔ اور امکانِ ذاتی یعنی دائرۂ قدرت میں داخل ہونا قطعًا ازلی۔ و اِلاّ لَزِمَ الانقلاب (ورنہ انقلاب لازم آئے گا۔ ت) ۔ اور جانبِ مُبدی تبارک وتعالٰی میں قطعًا بُخل نہیں۔ تو واجب ہُوا کہ ہر نوع قدیم ہو۔

عہ مؤلف المنطق الجدید تمسك ھنا بما تفوّہ بہ الباقر وھذا اللفظ یشیر الیہ ۱۲ محمد احمد

---

[1] شرح المواقف المرصد الثانی فی عوارض الاجسام منشورات الشریف الرضی قم ایران ۷/ ۲۲۰

Marfat.com

اور یہ امر اصولِ باطلۂ فلسفہ پر قدمِ ہیولٰی و قدمِ صورتِ جسمیہ و قدمِ صورتِ نوعیہ، و قدمِ جمیع اشخاصِ منحصرہ فیہا الانواع، و قدمِ بعض افرادِ[1] انواعِ باقیہ، و قدمِ انواع و اشخاصِ اعراضِ لازمہ علی التفصیل المشارِ الیہِ (اس تفصیل کی بنیاد پر جس کی طرف اشارہ کیا گیا۔ ت) کو مُستلزم، کما لا یخفٰی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) ــــ پورا پورا مذہب نامہذب فلسفۂ مُزخرفہ کا ثابت ہو گیا۔

فلسفی متبوع[2] کا مطلب بمادۃ و مدۃ سے نکلتا تھا۔ مُتفلسف تابع نے مستلزم للفعلیہ صاف لکھ دیا، ہیہات! اُس متبوع سے کیا جائے شکایت کہ وہ حضرات تو قدیماً و حدیثاً سُفہائے سَفسطہ کے فُضلہ خوار رہے ہیں۔ و من لم یستغن بالقراٰن فلا اغناہ اللہ (جو قرآن کے ذریعے استغناء حاصل نہ کرے اللہ تعالٰے اس کو غنی نہیں کرتا۔ ت)۔ مگر اس تابع مدعیِ تسنّن کا تلوّن و تفنّن قابلِ تماشا ــــ نسأل اللہ الثبات علی الایمان والسنۃ (ہم اللہ تعالٰے سے ایمان و سنّت پر ثابت قدمی طلب کرتے ہیں۔ ت)

ثانیاً اور اشد و اعظم قباحت لازم کہ اس تقدیر پر قدرتِ الٰہیہ صرف انواعِ موجودہ میں مُنحصر ہوئی جاتی ہے۔ اور جو نوع نہ بنی اس کے یہ معنٰی کہ حق جلّ و علا کو اُس پر قدرت ہی نہ تھی کہ اگر مقدور ہوتی تو ممکن ہوتی۔ اور طبیعتِ مُطلقہ میں نفسِ اِمکان مستلزم فیضان۔ تو انتفائے لازم انتفائے ملزوم پر دلیلِ جازم۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ شناعتِ خبیثہ تو ایسی ہے کہ جس طرح اسلامیوں کے نزدیک کفر یُونہی شاید فلسفیوں کو بھی مقبول نہ ہو کہ وہ بھی تقاسیمِ کلی میں کلی معدوم الافراد کو قسیمِ ممتنع الافراد کی قسم بتاتے ہیں۔ کما صُرِّحَ بہ فی اسفارھم (جیسا کہ انکی معتمد کتابوں میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔ ت)

یا للعجب! اگر باقر غافل تھا "متبقر" تو عاقل تھا۔ ولکن صدق ربّنا تبارک و تعالٰی (لیکن ہمارے رب تعالٰی نے صدق فرمایا۔ ت):

انہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور[3] — آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔ (ت)

---

[1] ای بعض فرد منتشر ۱۲ منہ
[2] باقر داماد شیعی ۱۲ م

---

[3] القرآن الکریم ۲۲/ ۴۶

Marfat.com

ثالثاً تابع و متبوع کا یہ قول کہ "جانب مبدء میں بخل نہ ہونا مستلزم فیضان ہے" اصول سنت سے محض مباین۔ اہل سنت کا ایمان ہے کہ مبدئ تبارک و تعالیٰ جواد، کریم، اکرم الاکرمین ہے جَلَّ جَلَالُہٗ وَ تَقَدَّسَ فَعَالُہٗ۔ مگر بایں ہمہ کوئی شے اس پر واجب نہیں مانتے۔

عالم جب تک نہ بنایا تھا وہ جب بھی جواد تھا، اور اگر کبھی نہ بناتا تاہم جواد ہوتا۔ نہ اس نہ بنانے سے کوئی عیب اُسے لگتا نہ کوئی نقصان اس کے کمال اکمل میں آتا۔ کسی شے کا ایجاد و اعدام کچھ اس پر ضرور نہیں۔

قال تعالیٰ: فعّال لما یرید[1] (تمھارا رب جو چاہے کرے۔ ت) وقال تعالیٰ: یفعل اللہ مایشاء[2] و یحکم ما یرید[3] (اور اللہ جو چاہے کرے اور وہ حکم فرماتا ہے جو چاہے۔ ت) وقال تعالیٰ: لا یسئل عمّا یفعل وھم یسئلون[4] (اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سب سے سوال ہوگا۔ ت) وھذا واضح جلیّ عند کل من نوّر اللہ بصیرتہ (اور یہ واضح اور خوب روشن ہے ہر اس شخص پر جس کی بصیرت کو اللہ تعالیٰ نے منور فرمایا۔ ت) ــــ ومن لم یجعل اللہ لہٗ نورًا فما لہٗ من نور[5] (اللہ تعالیٰ فرمان ہے: جسے اللہ تعالیٰ نور نہ دے اس کے لئے کہیں نور نہیں۔ ت)

تو یہ استلزام بھی اسی فلسفۂ ملعونہ پر مبنی کہ قادرِ مختار تعالیٰ شانہٗ کو فاعلِ موجب اور ایجادِ عالم کو اُس کے کمال کا سبب جانتے ہیں۔ تعالی اللہ عمّا یقول الظّلمون علوًّا کبیرا (اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے جو ظالم کہتے ہیں۔ ت)

رابعاً متفلسف تابع نے شطرنج میں بغلہ اور طنبور میں ایک نغمہ اور زائد کیا کہ "اگر غیر احق صادر اور احق غیر صادر ہو تو ترجیح مرجوح لازم آئے گی۔"

سُبحٰن اللہ! نہ وہاں کوئی احق، نہ قادر رجید، فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ پر تمھاری عقولِ سخیفہ حاکم۔ نہ ہمارے نزدیک اُس کے ارادہ کے سوا کوئی مُرجّح۔ اور ہو بھی تو اس پر کچھ اعتراض نہیں۔

قال تعالیٰ: اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ[6] (حکم نہیں مگر اللہ کا۔ ت)۔ وقال تعالیٰ: واللہ یحکم لامعقب لحکمہ[7] (اور اللہ حکم فرماتا ہے اس کا حکم پیچھے ڈالنے والا کوئی نہیں۔ ت)

ل۱ القرآن الحکیم ۱۱/۱۰۷ و ۱۶/۸۵
ل۲ القرآن الکریم ۱۴/۲۷
ل۳ ؍؍ ؍؍ ۵/۱
ل۴ ؍؍ ؍؍ ۲۱/۲۳
ل۵ ؍؍ ؍؍ ۲۴/۴۰
ل۶ ؍؍ ؍؍ ۱۲/۴۰
ل۷ ؍؍ ؍؍ ۱۳/۴۱

Marfat.com

وقال تعالٰی:

وربك يخلق ما يشاء و يختار ما كان لهم الخيرة سبحٰن الله و تعٰلى عما يشركون[1]

اور تمہارا رب پیدا کرتا ہے جو چاہے اور پسند فرماتا ہے ان کا کچھ اختیار نہیں، پاکی اور برتری ہے اللہ کو ان کے شرک سے۔ (ت)

واضح تر کہوں — حاصلِ مذہب اہلِ سنت یہ ہے کہ تمام مقدورات اُس جنابِ رفیع کے حضور یکساں ہیں۔ کوئی اپنی ذات سے کچھ استحقاق نہیں رکھتا کہ ایک کو راجح دوسرے کو مرجوح کہیں۔

علامہ سنوسی شرح جزائریہ میں فرماتے ہیں:

ان الذی اوقع المعتزلة فی الضلالات، کایجاب الثواب وفعل الصلاح والاصلح علی الله، اعتمادھم فی عقائدھم علی التحسین والتقبیح العقلیین، وقیاسهم افعال الله تعالٰی واحکامه علی افعال المخلوقین واحکامهم، من غیران یکون فی ذٰلك جامع یقتضی التسویة فی الاحکام، والذی اجمع علیه اھل الحق ان الافعال کلها مستویة بالنسبة الی تعلق قدرة الله تعالٰی وارادته عه بها الخ۔[2]

جس چیز نے معتزلہ کو اللہ تعالٰی پر ثواب اور فعل صلاح واصلح کے واجب قرار دینے جیسی گمراہیوں میں ڈالا وہ یہ ہے کہ انھوں نے اپنے عقائد میں حُسن و قبح کے عقلی ہونے پر اعتماد کیا اور اللہ تعالٰی کے افعال واحکام کو مخلوق کے افعال واحکام پر قیاس کیا حالانکہ کوئی ایسا امر جامع موجود نہیں جو احکام میں برابری کا مقتضی ہو، اور جس پر اہلِ حق کا اجماع ہے وہ یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالٰی کی قدرت و ارادہ کے ساتھ متعلق ہونے میں تمام افعال برابر ہیں۔ (ت)

عه ای فیقدر علٰی کل شیئ ویفعل ما یرید ۔ لا ترجیح قبل ارادته وانما الترجیح بارادته فهی موجبة

یعنی وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور جو چاہتا ہے اس کے ارادہ سے پہلے کوئی ترجیح نہیں، ترجیح تو فقط اس کے ارادہ کی وجہ سے ہوتی ہے۔

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] القرآن الکریم ۲۸/ ۶۸

[2] الحدیقة الندیة شرح الطریقة المحمدیة الباب الثانی فی الامور المهمة فی الشریعة مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۲۵۰

Marfat.com

وہاں صرف ترجیح اُس قدیر مجید عزّ مجدہٗ کے ارادہ سے ہے۔ جس چیز کے ایجاد سے اس کا ارادہ متعلق ہو گیا اُسی نے ترجیح پالی۔ شرح طوالع میں ہے:

تخصیص بعض المقدورات بالتحصیل، وبعضها بالتقدیم والتاخیر لابُدّ له من مخصِّص۔ لان نسبة جمیعِ المقدورات الی ذاته متساویة ولیس ھو نفس العلم، فانهٗ تابعٌ للمعلوم، ولا القدرة فانّ نسبتها الی الجمیع علی وتیرةٍ واحدة۔ فلابُدّ من صفةٍ اُخری من شانها التخصیص۔ وھی الارادة[۱] اھ ملخصًا۔

بعض مقدورات کے تحصیل اور بعض کے تقدیم وتاخیر کے ساتھ خاص کرنے کے لئے کسی مخصص کا ہونا ضروری ہے کیونکہ تمام مقدورات کی نسبت اللہ تعالٰی کی ذات کی طرف مساوی ہے۔ اور وہ مخصص نفسِ علم نہیں کیونکہ وہ تو معلوم کے تابع ہوتا ہے اور نہ ہی وہ قدرت ہے کیونکہ اس کی نسبت سب کی طرف ایک جیسی ہے لہذا کسی اور صفت کا ہونا ضروری ہے جس کی شان تخصیص ہے اور وہ ارادہ ہے اھ تلخیص۔ (ت)

اور بفرضِ باطل اگر یہاں کوئی مرجّح ہو بھی تو اُس کا اتباع مولٰی مقتدر جلّ جلالہٗ پر ضرور نہیں۔ اُسے اختیار ہے چاہے راجح کو کبھی نہ کرے اور مرجوح کو خلعتِ وجود عطا فرمائے۔ زنہار اس پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔

شرحِ مواقف میں ہے:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الرجحان لا ھو محرك الارادة۔ ھکذا ینبغی ان یفهم ھذا المقام۔ وقد رأینا تصدیق ذٰلك، فی قَدَحَی العطشان و طریقی السالك، فارادة اللّٰه سبحٰنه اولٰی بذٰلك ۱۲ منه۔

چنانچہ ارادہ موجبِ رجحان ہے نہ کہ رجحان محرکِ ارادہ۔ اس مقام کو یوں ہی سمجھنا چاہئے، اور تحقیق ہم نے اس کی تصدیق پیاسے کے دو پیالوں اور چلنے والے کے دو راستوں میں دیکھی ہے۔ پس اللہ سبحٰنہ وتعالٰی کا ارادہ اس کے لئے اولٰی ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] شرح طوالع الانوار من مطالع الانظار

Marfat.com

اعلموا أنّ الامة قد اجمعت اجماعًا مركبًا على أنّ الله تعالٰی لا یفعل القبیح و لا یترك الواجب ۔ فالاشاعرة من جهة انّه لا قبیح منه ولا واجب علیه ۔ واما المعتزلة فمن جهة أنّه ما هو قبیح یترکه وما یجب علیه یفعله ۔ ونحن قد بیّنا فیما تقدم انّه تعالٰی الحاکم فیحکم بما یرید ویفعل ما یشاء ۔ لا وجوب علیه کما لا وجوب عنه ولا استقباح منه[1] اھ ملتقطا ۔

تو جان لے کہ اُمت کا اس پر اجماع مرکب ہو چکا ہے کہ بے شک اللہ تعالٰی فعل قبیح نہیں کرتا اور نہ واجب کو ترک فرماتا ہے ۔ اشاعرہ تو اُس جہت سے کہتے ہیں کہ جو کچھ اس کی طرف سے ہو وہ قبیح نہیں اور اس پر کچھ واجب نہیں ۔ اور معتزلہ اس جہت سے کہ جو قبیح ہے وہ اس کو ترک کرتا ہے اور جو واجب ہے وہ اُس کو کرتا ہے ۔ اور بیشک ہم ماقبل میں واضح کر چکے ہیں کہ اللہ تعالٰی حاکم ہے جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے اس پر کچھ واجب نہیں جیسا کہ اس سے کچھ واجب نہیں اور نہ ہی اس کی طرف سے کچھ قبیح ہے اھ التقاط ۔ (ت)

مولٰی ناصح محمد آفندی برکلی طریقہ محمدیہ و سیدی عارف باللہ عبد الغنی نابلسی اس کی شرح حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں :

لا یلزم علیه تعالٰی شیئ من فعل صلاح او اصلح، او فساد او افسد بل هو الفاعل العدل المختار، و یخلق الله ما یشاء و یختار[2] اھ مختصرًا ۔

اللہ تعالٰی پر فعل صلاح یا اصلح یا فساد یا افسد میں سے کچھ بھی لازم نہیں بلکہ وہ فاعل، عادل، مختار ہے۔ اور جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے اور پسند فرماتا ہے اھ اختصار ۔ (ت)

شرح عقائد نسفی میں ہے :

لیت شعری ما معنٰی وجوب الشیئ علی الله تعالٰی، اذ لیس معناه استحقاق تارکه الذم والعقاب، وهو ظاهر، ولا لزوم صدوره عنه تعالٰی بحیث لا یتمکن من الترك بناءً علی استلزامه

کاش میرا علم حاضر ہو۔ اللہ تعالٰی پر کسی شیئ کے واجب ہونے کا کیا معنی ہے اس لئے کہ یہاں یہ معنی تو ہو نہیں سکتا کہ اس کا تارک ذم وعقاب کا مستحق ہے اور وہ ظاہر ہے ۔ اور نہ ہی یہ معنی ہو سکتا ہے کہ اُس واجب کا صدور اللہ تعالٰی

---

[1] شرح المواقف المرصد السادس المقصد السادس منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/ ۱۹۶-۱۹۵
[2] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الباب الثانی الفصل الاول المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ فیصل آباد ۱/ ۲۴۹

Marfat.com

محالاً من سفه او جهل او عبث او بخل او نحو ذٰلك ۔ لانه رفض لقاعدة الاختیار، ومیل الی الفلسفة الظاهرة العوار[1]

سے لازم ہے بایں طور کہ اس کے ترک پر قادر نہیں اس بنیاد پر یہ محال کو مستلزم ہے یعنی سفہ، جہل، عبث، بخل یا اس کی مثل کوئی اور قباحت لازم آئے گی۔ یہ معنی اس لئے نہیں ہوسکتا کہ اس سے مختار ہونے کے قاعدے کا ٹوٹ جانا اور اس سے فلسفہ کی طرف میلان لازم آتا ہے جس کا عیب ظاہر ہے۔ (ت)

دیکھو اس عبارت میں اس فلسفی کے الزام بخل کا بھی رد ہے۔ وللّٰہ الحجة السامیة (اور اللہ تعالٰی ہی کی حجت بلند ہے۔ ت) — اور یہ سب مطالب کہ علماء نے افادہ فرمائے فرداً فرداً اُن آیات کریمہ سے کہ فقیر نے تلاوت کیں، ثابت۔ اور اگر کچھ نہ ہوتا سوا آیۂ کریمہ "ان اللّٰہ علٰی کل شیئ قدیر"[2] (بے شک اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ ت) کے، تو بس تھی، کہ مرجوح بھی ایک شے ہے اور ہر شے مقدور — اور معنی قدرت نہیں مگر صحتِ فعل و ترک، یعنی کرے یا نہ کرے دونوں یکساں، اور کسی تقدیر پر کچھ حرج و نقصان نہیں۔

طوالع میں ہے:

القادر هو الذی یصح منه ان یفعل المقدور وان لا یفعل[3] اھ۔

قادر وہ ہے جس سے مقدور کو کرنا اور نہ کرنا دونوں صحیح ہوں اھ۔ (ت)

پھر ترجیح مرجوح کا اِلزام کیسا! — اور قادر مختار پر یہ تقوّلات کس شریعت میں روا!

ثم اقول بعبارة اخصر (پھر میں مختصر عبارت کے ساتھ کہتا ہوں۔ ت) ہم پوچھتے ہیں قولِ زید "لزم ترجیح المرجوح" (مرجوح کو ترجیح دینا لازم آیا۔ ت) سے کیا مقصود؟ — آیا استحالۂ ذاتیہ؟ — تو بیّن البطلان کہ وہ ہماری قدرتِ فانیہ زائلہ، قاصرہ باطلہ کے تحت میں داخل — نہ کہ قدرتِ باقیہ تامّہ، کاملہ دائمہ — یا یہ کہ خدا کو عیب لگے گا؟ — تو یہ وہی اس غنیِ حمید کو بندوں پر قیاس کرنا، اور صدہا نصوصِ قرآنیہ سے منہ پھیرنا ہے۔

ہمارے فعل بھلے بُرے سب طرح کے ہیں اور وہ جو کچھ کرے سب اچھا — وہی کام ہم کریں ہم پر اعتراض ہو۔ وہ کرے اس پر اصلاً اعتراض نہیں — یقین نہ آئے تو کافر کی حمایت میں کسی مسلمان کو قتل کر دیکھو۔

---

[1] شرح عقائد النسفی دار الاشاعة العربیة قندھار افغانستان ص ۶۷

[2] القرآن الکریم ۲/۲۰ و ۲/۱۰۶ و ۲/۱۰۹ و ۲/۱۴۸ و ۲/۲۵۹

[3] طوالع الانوار من مطالع الانظار

Marfat.com

اور اُس نے بارہا کفار کو مسلمین پر غلبہ دیا۔

واللہ! یہ وہ جگہ ہے کہ مومن کا دل اپنے مولیٰ کی محبت سے چھلکے، العظمۃ للہ (عظمت اللہ کے لئے ہے۔ت) جمیل کی ہر بات جمیل۔ (ہیہات ہیہات، بلا تشبیہ) میلے کپڑے کہ بدصورت پر سخت بدنما ہوں کسی حسین کو پہننے دیجئے، دیکھئے کتنی بہار دیتے ہیں، وللہ المثل الاعلیٰ (اور اللہ ہی کے لئے ہے سب سے برتر شان۔ت) عیاذاً باللہ (اللہ کی پناہ۔ت) اگر وہ اپنے بندۂ مسلمان کو دوزخ میں ڈالے (اور اُسی کے وجہِ کریم کی پناہ) ۔اُس وقت اُس مومن سے پوچھئے تیرے رب نے یہ کام کیسا کیا؟ — واللہ! یہی کہے گا کہ بہت اچھا، نہایت خوب، کمال بجا، ولکن عافیتك اوسع لی (لیکن تیری عافیت میرے لئے زیادہ وسعت والی ہے۔

بالجملہ زید کا یہ قول انواعِ انواع ضلالات و جہالات کا مجمع — اور صریح فلسفہ و اعتزال اُس کا منبع — نسأل اللہ العافیۃ، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم (ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگتے ہیں، اور گناہ سے بچنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی قوت نہیں مگر اللہ عزت والے حکمت والے کی توفیق سے۔ت)۔

قولِ ششم

میں کہ "عقولِ عشرہ کا تمام نقائص و قبائح سے مقدس و مُنزّہ، اور اُن کے علم کا تام و محیط باحاطۂ تامہ ہونا نقل کیا۔ یہاں تک کہ کوئی ذرہ ذراتِ عالَم سے اُن پر مخفی رہنا ممکن نہیں" ۔ یہ خاص صفت حضرت عالم الغیب والشہادہ کی ہے جلّ و علا۔

قال تعالیٰ:

وما یعزب عن ربك من مثقال ذرۃ فی الارض ولا فی السماء[1] — نہیں چھپتی تیرے رب سے ذرہ برابر چیز زمین میں اور نہ آسمان میں۔

اور اس کا غیرِ خدا کے لئے ثابت کرنا قطعاً کفر، العزۃ للہ (عزت اللہ کے لئے ہے۔ت) اِس عدمِ اِمکان کو مسلمان غور کرے کہ کیسا کفر و اشکاف، اور کتنے صریح نصوصِ قرآنیہ کا خلاف ہے۔

قال تعالیٰ: وما یعلم جنود ربك الا ھو[2] ۔کوئی نہیں جانتا تیرے رب کے لشکروں کو

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/۶۱ [2] القرآن الکریم ۷۴/۳۱

Marfat.com

اس کے سوا۔

وقال تعالیٰ: الیہ یرد علم الساعۃ[1]۔ اسی کی طرف پھیرا جاتا ہے علم قیامت کا۔

وقال تعالیٰ: و یقولون متٰی ھٰذا الوعد ان کنتم صٰدقین ۝ قل انما العلم عند اللہ و انما انا نذیر مبین[2] کافر کہتے ہیں یہ قیامت کا وعدہ کب ہے اگر تم سچے ہو۔ تو فرما اس کا علم تو خدا ہی کو ہے، اور میں تو یہی ڈر سنانے والا ہوں صاف صاف۔

وقال تعالیٰ: لا یحیطون بشیئ من علمہ الا بما شاء[3]۔ نہیں گھیرتے اُس کے علم سے کچھ، مگر جتنا وہ چاہے۔

وقال تعالیٰ حکایۃً عن ملٰئکتہ: سبحٰنک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم[4] پاکی ہے تجھے ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تُو نے ہمیں سکھایا۔ بیشک تو ہی ہے دانا، حکمت والا۔

سبحٰن اللہ! متفلسفہ کہتے ہیں کہ "عقولِ عشرہ" ملائکہ سے عبارت ہے۔ اگرچہ یہ بات محض غلط، کہ جو امور وہ بے عقول اِن دس عقول کے لئے ثابت کرتے ہیں، صفات ملائکہ سے اصلاً علاقہ نہیں رکھتے۔ ولا اکذب ممن کذب بہ القراٰن (اس سے بڑھ کر کوئی جھوٹا نہیں جس کو قرآن نے جھوٹا قرار دیا۔ت) بلکہ یہ صرف اُن سفہاء کے اوہام تراشیدہ ہیں جن کی اصل نام کو نہیں۔

ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم و اٰباؤکم ما انزل اللہ بھا من سلطٰن[5] وہ تو نہیں مگر کچھ نام کہ تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لئے ہیں۔ اللہ نے ان کی کوئی سند نہیں اتاری۔ (ت)

تاہم اگر مان لیں، اور یوں سمجھیں کہ مشرکینِ عرب نے شانِ املاک (فرشتے) میں غلو کے ساتھ تفریط بھی کی کہ انھیں عورتیں ٹھہرایا۔ کفارِ یونان نے وہ افراطِ خالص بنایا کہ اوصافِ خلق سے متعالی بتایا۔ تو اب اس آیۂ کریمہ سے اُن عقول کی حالت اِدراک کیجئے۔

کس طرح اِن احمقوں کو جھٹلاتے، اور اپنے مالک کے حضور اپنے عجز و بے علمی کا اقرار لاتے، اور پاکی و قدوسی اُس کے وجہِ کریم کے لئے خاص ٹھہراتے ہیں۔ صدق اللہ تعالیٰ:

---

[1] القرآن الکریم ۴۱/۴۷
[2] القرآن الکریم ۶۷/۲۵ و ۲۶
[3] ؍؍ ؍؍ ۲/۲۵۵
[4] ؍؍ ؍؍ ۲/۳۲
[5] ؍؍ ؍؍ ۵۳/۲۳

Marfat.com

سیکفرون بعبادتھم ویکونون علیھم ضدا[۱]۔ عنقریب وہ ان کی بندگی سے منکر ہوں گے اور ان کے مخالف ہوجائیں گے۔ (ت)

اعلام بقواطع الاسلام میں ہے:

من ادّعی علم الغیب فی قضیۃ او قضایا لایکفر ومن ادّعی علمہ فی سائر القضایا کفر[۲]۔ جس نے ایک قضیہ یا چند قضایا میں علمِ غیب کا دعوٰی کیا وُہ کافر نہ ہوگا۔ اور جس نے تمام قضایا میں اپنے علم کا دعوٰی کیا وہ کافر ہوجائیگا۔ (ت)

اور اسی میں علمائے حنفیہ سے کفرِ مُتّفق عَلیہ کی فصل میں منقول:

او وصف مُحدثا بصفاتہ او اسمائہ[۳] الخ۔ یا کسی حادث کو اللہ تعالٰی کی صفات یا اس کے اسماء کے ساتھ متصف کیا الخ (ت)

غرض حکمِ مسئلہ واضح ہے۔ صرف محلِّ نظر اس قدر کہ یہاں زید نے لفظِ عندھم لکھ دیا کہ صراحۃً حکایت پر دال۔

اقول مگر قطعِ نظر اس سے کہ جملۂ لا یمکن ان لا یعلم العقل الاول مثلاً الخ (یہ ناممکن ہے کہ مثلاً عقلِ اوّل کو علم نہ ہوا الخ۔ ت) کہ خود کفرِ جلی ہے، داخلِ حکایت نہیں، بلکہ تنزّہِ تام پر تفریع ہے کما یشھد بہ سَوقُ البیان (جیسا کہ سیاقِ بیان اس پر شاہد ہے۔ ت)۔ عجب کرتا ہوں کہ یہ اُسے مفید ہوا۔ اُس نے مجرّدات کا جزئیاتِ مادّیہ کو بروجہِ جزئی جاننا اپنا مذہبِ محقق بتایا، اور اسکی حقانیت پر اس قول کو دلیل ٹھہرایا، تو وہ یہاں محض محلِّ نقل وحکایت میں نہیں، بلکہ مقامِ تمسّک واستناد میں ہے۔ وُہ بھی مُجیبًا ومُنتصِرًا، نہ سائلاً وصائلاً۔ تو یہ صاف امارتِ رضا وقبول ہے کما لا یخفٰی علٰی کلّ عاقل، فضلاً عن فاضلٍ (جیسا کہ ہر عاقل پر پوشیدہ نہیں چہ جائیکہ فاضل پر پوشیدہ ہو۔ ت)۔ علاوہ بریں ہم ثابت کر آئے کہ ایسے اقوال کا بہ تصریحِ حکایت بیان کرنا بھی حلال نہیں جب تک مقرون بہ ردّ وانکار نہ ہو۔

وبعد اللتیا والتی اِس قول کی شَناعتُ وبَشاعتُ میں شک نہیں، تَدَبَّرْ تَدْرِ (غور کر،

---

۱ القرآن الکریم ۱۹/ ۸۲

۲ اعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ الفصل الاول مکتبۃ الحقیقیۃ دار الشفقت ترکی ص ۳۵۹

۳ " " " " " " " " " " " ۳۶۴

Marfat.com

تو سمجھ لے گا۔ ت)۔

قولِ ہفتم

میں اس کفرِ بواح کو خوب چمکایا اور رخِ ریا سے پردہ حیا اٹھا کر حقِ مبین و قولِ محققین ٹھہرایا۔ صاف لکھا کہ :

عدمِ زمانی حقیقۃً عدم نہیں جس نے کسی وقت میں خلعتِ وجود پایا یا پائے گا، وہ نہ معدوم تھا، نہ معدوم ہو۔ بلکہ یہ فقط پردہ و حجاب ہیں۔ پہلے نہ تھا، یعنی پوشیدہ تھا۔ اور اب نہ رہا، یعنی چھپ گیا۔ ورنہ حقیقۃً وہ واقع و نفسُ الامر میں وجود سے منفک نہیں۔

اِنّا للہِ و اِنّا الیہ راجعون (بے شک ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی طرف پھرنا ہے۔ ت)۔

اس قولِ شنیع پر جو شناعاتِ شدیدہ لازم، حدِ عد سے خارج۔ ولکن ما لایُدرَکُ کُلّہٗ لایُترَک کُلّہٗ (لیکن جو چیز مکمل طور پر پائی نہ جا سکتی ہو وہ مکمل طور پر چھوڑی نہ جائیگی۔ ت)

فاقول و باللہ التوفیق (تو میں کہتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے توفیق ہے۔ ت):

اوّلاً نصوصِ صریحۂ قرآنیہ کا خلاف، اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے :

اَوَلایذکر الانسان انّا خلقنٰہ مِن قبل ولم یک شیئًا[1] کیا آدمی یاد نہیں کرتا کہ ہم نے اُسے بنایا اس سے پہلے، اور وہ کچھ نہ تھا۔

زید متفلسف کہتا ہے : تھا کیوں نہیں؟ البتہ پوشیدہ تھا۔ حق جلّ و علا فرماتا ہے :

وانہ اھلک عادا الاولیٰ ۝ وثمودَ فما ابقیٰ[2] اللہ نے ہلاک کر دیا اگلی قومِ عاد کو اور ثمود کو، سو ان میں کوئی باقی نہ رکھا۔

زید متفلسف کہتا ہے : باقی کیسے نہیں؟ واقع و نفسُ الامر میں روحیں بدن سے متعلق ہیں، ہاں نگاہوں سے چھپ گئے۔

رب تعالیٰ و تقدس فرماتا ہے :

---

[1] القرآن الکریم ۱۹/ ۶۷

[2] " " ۵۳/ ۵۰ و ۵۱

Marfat.com

کل من علیہا فان ۰ ویبقٰی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام[1] جتنے زمین پر ہیں سب فنا ہونے والے ہیں اور باقی رہے گا تیرے رب کا وجہ کریم عظمت وتکریم والا۔

زید متفلسف کہتا ہے: باقی تو سبھی رہیں گے مگر۔ اور پردہ میں، اور تو ظاہر۔

اسی طرح صدہا آیات واحادیث ہیں جن سے زنہار زید کو جواب ممکن نہیں۔ مگر یہ کہ جہاں جہاں قرآن وحدیث میں خلق وایجاد وابداع وتکوین واقع ہوئے ہیں، اُنھیں بمعنی ظہور، اور اماتت واہلاک وافنا واعدام کو بمعنی تغییب۔ اور عدم وفنا وموت وہلاک کو بمعنی غیبوبت (کہے ع)

اور پر ظاہر کہ یہ تاویل نہیں، تبدیل ہے، کہ ہرگز لغت وعرف کچھ اس کے مساعد نہیں ــــــ

اشقیائے فلاسفہ قرآن عظیم میں یوں ہی تحریفِ معنوی کرتے ہیں ــ جنت کیا ہے؛ لذتِ نفسانی ــــ

نار کیا ہے؛ الم روحانی ــ تطلع علی الافئدۃ[2] (وہ آگ جو دلوں پر چڑھ جائے گی۔ ت) دیکھا فی عمد ممدۃ[3] (لمبے لمبے ستونوں میں اُن پر بند کردی جائے گی۔ ت) سے کام نہیں۔ عیاذًا باللہ (اللہ تعالٰی کی پناہ۔ ت)۔

وہ دن قریب آتا ہے کہ: یدعون الٰی نار جہنم دعًا[4] (جس دن جہنم کی طرف دھکا دے کر دھکیلے جائیں گے۔ ت) جہنم میں دھکا دے کر پوچھا جائے گا: افسحر ھٰذا ام انتم لا تبصرون[5] کیوں بھلا یہ جادو ہے یا تمھیں سوجھتا نہیں؟ ــ اُس وقت اِن تاویلوں کا مزہ آئے گا ــ فانتظروا انی معکم من المنتظرین[6] (تو راستہ دیکھو میں بھی تمھارے ساتھ دیکھتا ہوں۔ ت)۔

اور ایک انھیں پر کیا ہے، دنیا بھر کے بدعتی نصوصِ شرع کے ساتھ یوں ہی کھیلتے ہیں ــ خود اصلِ بدعت ومنشاء ضلالت اسی قسم کی تاویلیں ہیں۔ معتزلہ کہتے ہیں:

والوزن یومئذ الحق[7] تول اُس دن حق ہے ــ یعنی جانچ ہوگی، میزان کچھ نہیں۔

ع سقط من نسختنا المخطوطۃ ولابد منہ او من نحوہ ۱۲ محمد احمد

---

[1] القرآن الکریم ۵۵/ ۲۶، ۲۷
[2] القرآن الکریم ۱۰۴/ ۷
[3] 〃 〃 ۱۰۴/ ۹
[4] 〃 〃 ۵۲/ ۱۳
[5] 〃 〃 ۵۲/ ۱۵
[6] 〃 〃 ۷/ ۷۱ و ۱۰/ ۲۰ و ۱۰/ ۱۰۲
[7] 〃 〃 ۷/ ۸

Marfat.com

وجوہ یومئذ ناضرۃ ○ الیٰ ربہا ناظرۃ۔[1] کچھ مُنہ اُس دن تروتازہ ہوں گے اپنے رب کی طرف دیکھتے۔

یعنی اُس کی رحمت کی اُمید رکھتے رُؤیتِ الٰہی نہ ہوئے، الیٰ غیر ذٰلک من الجہالات الکثیفۃ والضلالات الخسیفۃ (اس کے علاوہ بھاری جہالتوں اور ذلیل گمراہیوں سے۔ ت)۔

پھر کیا یہ تاویلیں اُن کے کام آئیں اور اُنھیں بدعتی ہونے سے بچالیا؟ ــــــ تاہم وزن سے جانچ اور منہ دیکھنے سے امیدواری مراد ہونا اتنا بعید نہیں جس قدر بے لگا وُ تحریفیں اِس مُتَفَلسِف کو کرنی پڑیں گی۔ کمالا یخفی ـ واللہ الہادی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ اور اللہ ہی ہادی ہے۔ ت)۔

شِفا شریف میں باطنیہ وغیرہم غُلَاۃ کو ذکر کر کے فرماتے ہیں :

زعموا ان ظواھر الشرع لیس منہا شیئ علیٰ مقتضیٰ و مفہوم خطابہا۔ و انما خاطبوا بہا الخلق علیٰ جہۃ المصلحۃ لہم اذ لم یمکنہم التصریح، لقصور افہامہم۔ فمضمن مقالاتہم ابطال الشرائع و تکذیب الرسل والارتیاب فیما اتوا بہ[2] اھ ملخصًا۔

انھوں (باطنیہ) نے گمان کیا کہ نصوصِ شرع اپنے ظاہری الفاظ و خطاب کے مقتضیٰ پر نہیں، رسولوں نے تو مخلوق کو محض ان کی مصلحت کے اعتبار سے خطاب کیا کیونکہ مخلوق کی کم فہمی کی وجہ سے رسولوں کے لئے تصریح کرنا ممکن نہ تھا۔ ان لوگوں (باطنیہ) کے کلام کا تقاضا یہ ہے کہ احکامِ شرع باطل ہو جائیں، رسولوں کی تکذیب ہو جائے اور رسولوں کے لائے ہوئے احکام میں شک و شبہہ پیدا ہو جائے اھ تلخیص (ت)

اہلِ سنّت کا اجماع ہے کہ نصوص اپنے ظاہر پر حمل کئے جائیں، اور اُن میں پھیر پھار حرام و ناپُر کار۔ کما صُرِّحَ بہٖ فی کتب العقائد متنًا وشرحًا (جیسا کہ کتبِ عقائد چاہے متن ہوں یا شرح میں اسکی تصریح کردی گئی ہے۔ ت)۔

ثانیًا جب بِعائے دہر میں باقی رہنا حقیقۃً وجود ٹھہرا اور اَعدامِ زمانیہ محض حجاب وخفا، تو لازم آیا کہ حضرت حق جلّ و علا کسی موجود کو معدوم نہ کرسکے۔ اور اُس کی مخلوق پر اُس کا قابو نہ رہے کہ

---

[1] القرآن الکریم ۷۵/ ۲۲ و ۲۳

[2] الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ فصل فی بیان ما ھو من المقالات کفر المکتبۃ الشرکۃ الصحافیہ ۲/ ۲۶۹

Marfat.com

غایت درجہ اُنھیں غائب کرسکتا ہے، صفحۂ دہر سے مٹانا کیونکر ممکن ؟ کہ ہُوئی آن ہُوئی کبھی نہ ہو گی —— وھٰذا بیّنٌ جدًا (اور یہ خوب ظاہر ہے۔ ت)۔

والحاصل اَنّ العدم الحقیقی علٰی ھٰذا هو الارتفاعُ عن صفحۃِ الدھر، کما اعترف به، وکلّ ما وُجِد او یُوجدُ فانّہ مرتسمٌ فیھا۔ وانّما المرتفع مالم یتناوله اسم الوجود من ازل الاٰزال الی ابدِ الاٰبود۔ فما دخل فی الکونِ ولواٰنًا قد تناولہٗ اسمُ الوجود — لا یمکن ان یصیرالتناولُ لاتناولًا، فاستحال العدمُ الحقیقی۔ والعیاذُ باللہِ تعالٰی۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس نظریے کی بنیاد پر عدمِ حقیقی، صفحۂ دہر سے مرتفع ہونے کا نام ہے جیساکہ زید نے اس کا اعتراف کیا ہے۔ جو شے بھی پائی گئی یا پائی جائے گی وُہ اس میں مرتسم ہے۔ مرتفع تو فقط وہ ہے جو ازل سے ابد تک اسمِ وجود سے موسوم نہ ہو۔ لہٰذا جو شئی کون میں ایک آن کے لئے بھی داخل ہوئی اسمِ وجود اس کو متناول ہوگیا اور تناول کا لاتناول ہونا ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ عدمِ حقیقی محال ہوا۔ اور اللہ تعالٰی کی پناہ۔(ت)

ثالثًا جو مسلمان بہ شفاعتِ سیّد الشافعین صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا بہ محض رحمتِ ارحم الراحمین جلّت عظمتہ، جہنم سے نکل کر جنّت میں جائیں اِس مذہب پر لازم کہ وہ واقع ونفسُ الامر میں جہنم میں ہوں، اور اس نکلنے کا صرف یہ حاصل کہ اُن کا دوزخ میں ہونا مخفی ہے۔

یوں ہی ابلیس قبلِ انکارِ سجود جنّت میں تھا۔ قال تعالٰی :

فاھبط منھا فما یکون لك ان تتکبّر فیھا۔[1]

اُتر جنّت سے کہ تیرے لئے یہ نہ ہوگا کہ تُو اس میں غرور کرے۔

تو لازم کہ واقع ونفسُ الامر میں وہ جنّت میں ہے، اور یہ نکالنا فقط اُس امر کا چھپا ڈالنا۔

اگر کہئے اُن مسلمانوں کو عذاب وعِقاب کی تکلیف تو نہ رہے گی۔ ہم کہیں گے تمھارے طور پر بیشک رہے گی — نہایت یہ کہ چُھپے چوری — واستغفر اللہُ العظیم (میں عظمت والے اللہ سے مغفرت چاہتا ہوں۔ت)

اسی طرح شیطان کا اِلتذاذ۔

غرض یہ کہ کسی قدر کوشش کیجئے خفاء وظہور سے بڑھ کر کوئی بات نہ نکلے گی۔ اور کام واقع ونفس الامر سے ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۳

Marfat.com

رابعًا لازم کہ کافر بحالتِ کُفر داخلِ جنّت ہو ـــــ مثلاً زید کافر تھا اب اسلام لایا تو اس کے کفر پر صرف عدمِ زمانی طاری ہوا جس کا مُحصّل اِختفا سے زیادہ نہیں ـــ وجودِ حقیقی کی نفی نہیں کرسکتا ـــ اور کفر طبیعتِ ناعتیہ ہے کہ اپنے قیام کو طالبِ موضوع ـ اور تبدّلِ موضوع بہ اجماعِ عُقلا ممنوع:

فان القائم بھٰذا غیرُ القائم بذاك۔ اس لئے کہ جو اِس کے ساتھ قائم ہے وہ اور ہے اور جو اُس کے ساتھ قائم ہے وہ اور ہے (ت)

تو بالضرور وہ کفر کہ واقع و نفس الامر میں موجود ہے، زید ہی کی ذات سے قائم ـــ اور قیامِ مبدء صدقِ مشتق کو مُستلزِم ـــ تو حقیقۃً وہ کافر بھی ہے۔

اور ہر کافر کہ مسلمان ہو جائے بہ حکمِ شرع داخلِ جنّت ہوگا تو بالضرورۃ لازم کہ یہ کافر باوصفِ کُفر داخلِ جنّت ہو ـــ نہایتِ کار یہ کہ وہ کفر اُس کا بہ وجہِ عدمِ زمانی پوشیدہ ہے اور اسلام آشکار۔

خامسًا جب سابق و لاحق اَعدامِ زمانیہ سب اِحتجاب و خفا تو لازم کہ عالمِ ایجاد کا ذرہ ذرہ ازلی ابدی ہو ـــ زید کل تک نہ تھا، یعنی پوشیدہ تھا ـــ پرسوں نہ رہے گا یعنی چھُپ جائے گا ـــ وجودِ حقیقی، دائم و سرمدی ـــ اِس سے بڑھ کر کون سا کُفر ہوگا!

تقریرہ ان القِدم الذی نخصّہ بالملك العزیز جل جلالہ وصفاتہ العلیٰ لیس بمعنی ان لا یمرّ زمانٌ الّا وھو فیہ، او لا یخلو عنہ جزءٌ من اجزاء الزمان، فانّہ سبحٰنہ و تعالٰی متعالٍ عن الزمان، لایمرّ علیہ زمانٌ کما لا یحیط بہ مکان، فھو مع کُلّ زمان لکن لیس فی الزمان، وکذٰلك صفاتہ جلّت اسماءہٗ، اَلَا ترٰی انّ الفلاسفۃ قالوا بقدم العقول

اس کی تقریر یہ ہے کہ کہ جو قِدم ہم اللہ تعالٰی کی ذات اور اُس کی صفاتِ عالیہ کے ساتھ مختص کرتے ہیں اُس کا یہ معنٰی نہیں کہ کوئی زمانہ نہیں گزرتا مگر وہ اس میں ہوتا ہے یا یہ کہ اجزاءِ زمانہ میں سے کوئی جُز اس سے خالی نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ اللہ سبحٰنہ و تعالٰی زمان سے برتر ہے۔ اُس پر زمان کا مرور نہیں ہوسکتا جیسا کہ مکان اُس کا احاطہ نہیں کرسکتا، چنانچہ وہ ہر زمان کے ساتھ ہے لیکن ہر زمان میں نہیں ہے۔ یونہی اس کی صفاتِ جلیلہ ہیں۔ کیا تُو نہیں دیکھتا کہ فلاسفہ نے عقول کو قدیم کہا تو ہم نے

عــــہ: یوں ہی لازم کہ مسلمان باوصفِ اسلام مخلّد فی النار ہو کما فی الارتداد، والعیاذ باللہ والبیات البیات (جیسا کہ ارتداد میں ہوتا ہے۔ اور اللہ کی پناہ۔ جو بیان تمہارا وہی بیان ہمارا۔ ت) ۱۲ منہ

Marfat.com

فاكفرناهم، مع انهم لا يعتقدون قِدمها بالمعنى المذكور لانها ايضًا ليست عندهم من الزمانيات، فاذن لا نعنى به الا انّ الشئ لا بداية لوجوده كما نقصد بالابدية ان لا نهاية لخلوده، وهذا ظاهر جليّ، وقد صرّح به ائمة الكلام كالامام الرّازي وغيره - واذا كان الامر كما وصفنا لك، والاعدام الزمانية لا تزيدُ عندك على غيبةٍ وخفاءٍ فاذن ما نظنه أن الحدوث و أن الفناء ليسا بهما، ولا بهما بداية الوجود و نهايته، و انما هما أنا بداية الظهور وانتهائه - امّا الوجود الواقعى فلا اول له ولا أخر، اذ ليس فى الدهر على القول به امكان يسع "يكون وقد كان" - فما خلت عنه الصفحة لا يرتسم فيها ابدا، وما ارتسم فيها مرّةً لا ينمحقُ عنها اصلا - فلابد انّ كلّ موجودٍ كان مستقرًّا فيها من الازل، ويبقى مستمرًّا الى الابد، فثبت ان لا بداية لوجود العالم ولا نهاية، وهذا ما اردنا الالزام به - يقول العبد الضعيف

انھیں کافر قرار دیا باوجودیکہ وُہ معنی مذکور کے ساتھ عقول کے قدیم ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتے، کیونکہ ان کے نزدیک عقول بھی زمانیات میں سے نہیں ہیں - تو اب قدیم ہونے سے ہماری مراد فقط یہ ہے کہ شئی کے وجود کی ابتداء نہ ہو جیسا کہ ہم ابدیت سے اس معنیٰ کا قصد کرتے ہیں کہ اس کے خلود کی انتہا نہ ہو۔ اور یہ خوب ظاہر ہے۔ تحقیق اس کی تصریح فرمائی ہے ائمۂ کلام نے، جیسے امام رازی وغیرہ۔ اور جب معاملہ ایسا ہی ہے جیسا ہم نے تیرے لئے بیان کیا اور اعدام زمانیہ تیرے نزدیک حجاب و خفاء سے بڑھ کر نہیں ہیں تو اس صورت میں لازم آئے گا کہ جس کو ہم آنِ حدوث اور آنِ فناء گمان کرتے ہیں وہ آن حدوث و آنِ فناء نہ ہوں اور نہ ہی اُن سے وجود کی ابتداء و انتہاء ہو بلکہ وہ تو ظہور کی آنِ بدایت و آنِ نہایت ہوں گی - رہا وجودِ واقعی تو اس کا نہ اوّل ہے نہ آخر، کیونکہ اس قول کی بنیاد پر دہر میں کوئی امکان نہیں جو ہوسکتا ہو اور ہو چکا ہو۔ چنانچہ جس شئی سے صفحۂ دہر خالی ہے وہ کبھی بھی صفحۂ دہر میں مرتسم نہیں ہوگا اور جو اس میں ایک مرتبہ مرتسم ہوگیا ہے وہ کبھی بھی اس سے نہیں مٹے گا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہر موجود اس میں ازل سے مستقر ہو اور ابد تک مسلسل باقی رہے، تو ثابت ہوگیا کہ وجودِ عالم کی نہ ابتداء ہے نہ انتہاء - اور یہی وہ الزام ہے جس کا ہم نے ارادہ کیا تھا۔ عبد ضعیف کہتا ہے

Marfat.com

لُطف بہ المولی اللطیف: انا لو اوسعنا المقال،
فی ابطال ھذا المُحال، فعندنا
بحمد اللہ تعالٰی شوارق بوارق تبھر
العماءعہ؛ وسحائب قواضب تُمطر الدّماء،
ولئن تضرعنا الی القریب المجید؛ لرجونا
المزید؛ ونلنا البعید؛ ولکن فیما
ذکرنا کفایۃ؛ لاھل الدّرایۃ؛ والحمد
للہ علی حُسن الھدایۃ؛

اللہ مہربان اس پر مہربانی فرمائے کہ اگر ہم اس محال کو باطل کرنے میں کلام کو وسعت دیں تو اللہ تعالٰی کی مہربانی سے ہمارے پاس ایسی چمکدار بجلیاں ہیں جو بلند بادل پر غالب آجائیں اور ایسی تیز برسنے والی بدلیاں ہیں جو خون برسا دیں۔ اور اگر ہم اپنے قریب بزرگی والے رب کی بارگاہ میں فریاد کریں تو مزید کی امید ہے اور ہم بعید کو بھی پالیں لیکن جس قدر ہم نے ذکر کیا ہے اس میں سمجھداروں کے لئے کفایت ہے، اور اچھی ہدایت پر اللہ تعالٰی کیلئے تمام حمدیں ہیں۔ (ت)

اے مسکین! البتہ یہ شان ہمارے نزدیک علمِ باری عزّ مجدہٗ کی ہے کہ ازلاً و ابداً تمام کوائن ماضیہ و آتیہ کو محیط، اور زمانہ سے مُنزّہ ——

لایعزب عنہ مثقال ذرّۃٍ فی السمٰوٰت و لا فی الارض[1]

اس سے غائب نہیں ذرّہ بھر کوئی چیز آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔ (ت)

عالم جب تک نہ بنا تھا ذرّہ ذرّہ اس کے علم میں تھا، اب کہ بنا، اب بھی بدستور ہے۔ جب فانیات پر وعدہ الٰہیہ آئے گا اُس وقت بھی ہر چیز اُس کے علم میں ہوگی۔ عالَم بدلتا ہے اور اُس عالِم کا علم نہیں بدلتا۔ شے پر تین حال گزرے؛ عدَم، حدوث، فنا۔ وہ اُسے اِن تینوں حالوں پر تفصیلاً ازل سے جانتا ہے اور ابد تک جانے گا۔ معلوم میں تغیّر آیا اور علم میں اصلاً تغیّر نہ ہوا۔ البتہ صرف ہماری زبان میں کہ دائرۂ زمان سے باہر قدم نہیں رکھ سکتی۔ اُس علم سے تعبیریں متعدد ہوگئیں، یعنی؛ یُوجَدُ، موجود، کان وُجِدَ۔

غرض یہی ہے وہ نحوِ وجود جس میں تبدّل کو راہ نہیں۔ اب چاہے اِسے تم اپنی اصطلاح میں "وعاءِ دہر" کہو، یا "حاقِ واقع" یا کچھ اور ـــ مگر حاشا کہ یہ اشیاء کا وجودِ حقیقی ذاتی نہیں، نہ اِس میں حصول شے کو فی نفسہٖ

عہ ھو اللجاج لانھم قلیلا مایبھتون ۱۲ منہ

---

[1] القرآن الکریم ۳۴/۳

Marfat.com

موجود کہیں، ورنہ وہی استحالے لازم آئیں۔

زمانیات کا وجود و عدم حقیقۃً یہی ہے جسے زید ظہور و خفا کہتا ہے ـــ کافر مسلمان ہوا، قطعاً اُس کا کفر نفسُ الامر میں مُنعدِم ہوگیا کہ وہ زنہار اب اُس کی ذات سے قائم نہیں، اور اس کا کون فی نفسہٖ نہیں مگر کَوْنٌ فی الموضوع۔ مسلمان دوزخ سے نکلا، یقیناً وہ حالت معدوم ہوگئی کہ یہ بھی عرض ہے اور بعد زوال باطل و مرفوع ـــ وعلٰی ہٰذا القیاس۔

یا ھٰذا! اگر صرف وجودِ علمی، وجودِ واقعی ہو تو ممتنعات کے سوا کوئی معدوم نہ رہے کہ علم میں مجرّد نہیں۔ موجود و معدوم سب سے متعلق ہوتا ہے ـــ مَعَ ھٰذَا ہر عاقل جانتا ہے کہ علمِ عالم میں وجودِ شے سے شے کو موجود نہیں کہہ سکتے ـــ طوفانِ نوح مفقود ہے اور ہمارے علم میں موجود۔ قیامت ہنوز معدوم ہے اور ہمارے ذہن کو معلوم ـــ ولن یقاس العلم بالواقع، فاین الحکایۃ من المحکی عنہ (علم کا اندازہ واقع سے نہیں لگایا جاتا تو کہاں حکایت اور کہاں محکی عنہ۔ ت)۔

اے نادان! یہ دقّتیں جو تجھے پیش آئیں اِس سَفاہت کا ثمرہ تھیں کہ اُس وِعاءِ مُختَرَع کا نفس الامر نام رکھ کر اُس میں بقا و استمرار کو حقیقۃً وجودِ اشیا مانا اور اَعدامِ سابقہ و لاحقہ زمانیہ کو محض اِحتِجاب و خفا جانا

ع فَلَیْتَ النَّمْلَ لَمْ تَطِرِ

(کاش! چیونٹی نہ اُڑتی۔ ت)

اور اُس پر طُرّہ یہ ہے کہ وِعاءِ دہر کو ظرفِ حقیقی جُداگانہ ٹھہرایا۔ اور زمانیات کا وجودِ دہری وجودِ زمانی سے علیحدہ بتایا، یہاں تک کہ تمام اجزائے زمان سے اِنعدام پر بھی بقا باقی رکھی۔ اور اس تقریر پر مَنہجِ عقلی سے بھی جو استحالات قائم، مُشتغِلانِ فلسفہ و کلام و مُعتادانِ جدال و خِصام پر مُختَفی نہیں ـــ مگر ہم ان میں اِطالت سے اِضاعتِ اوقات نہ کریں گے کہ شانِ فتوٰی واجبُ الاِعْظَام نہ یہ چپقلش ہمارا کام۔ ومِنْ حُسنِ اسلامِ المرءِ ترکُہٗ مالایَعْنِیْہ[1] (آدمی کے اسلام کا حُسن یہ ہے کہ وہ لایعنی باتوں کو چھوڑ دے۔ ت)۔

تنبیہ: قد علمنا اَنّ الکلام ھٰھنا سیَنجرُّ تحقیق ہمیں معلوم ہے کہ کلام ایک مشکل علمی مسئلہ کی

---

[1] جامع الترمذی ابواب الزہد باب ماجاء من تکلم بالکلمۃ لیضحک الناس امین کمپنی دہلی ۲/۵۵
سُنن ابن ماجہ ابواب الفتن باب کف اللسان فی الفتنۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۹۵
مسند احمد بن حنبل عن حسین رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۰۱

Marfat.com

الیٰ مسئلة عویصةٍ فی العلم ــ ولکنّها انما تعتاص علی الذین جعلوا قلوبھم وراء ظنونھم ، اواعتادوا الجدال ؛ وقیل وقال ؛ وکثرة السؤال ؛ ورکض البغال[ع۱] ؛ فی مضیق المجال ؛ امّا اھل السنة فھم بحمد اللہ اٰمنون فرحون ؛ بفضل اللہ مستبشرون ، لایصعب علیھم شیٔ من مسائل الذات ؛ ودقائق الصفات ؛ کیف وانّھم اصّلوا اصلاً فی اصول الدین ؛ فھو وردھم وھو صدرھم فی کل حین ؛ وذٰلک انّ ما اثبتہ الشرع فسمعا و طاعة ، وما ردّہ فالیک عنّا ، ومالم یخبر فعلمہ الی اللہ ــــ وھم لایجزون[ع۲] التقوّل علی اللہ سبحٰنہ وتعالٰی من دونِ ثبت او اشارة من علم ــــ سبحٰنک لاعلم لنا الّا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم[۱]

طرف بڑھے گا ۔ لیکن وہ مسئلہ اُن لوگوں پر دشوار اور پیچیدہ ہوگا جنھوں نے اپنے دلوں کو گمانوں کے پیچھے کردیا ۔ یا وہ جھگڑے ، قیل وقال ، کثرتِ سوال اور تنگ میدان میں خچروں کو ایڑ لگانے کے عادی ہیں ۔ رہے اہلِ سنّت وجماعت تو وہ بحمد اللہ ایمان لانیوالے خوش ہونیوالے اور اللہ تعالیٰ کے فضل پر خوشیاں منانے والے ہیں ۔ ان پر مسائل ذات اور دقائق صفات میں سے کچھ بھی دشوار نہیں ، کیسے دشوار ہوسکتا ہے جبکہ خود انھوں نے دین کے اصول بیان کئے ہیں اور دین میں وہی گھاٹ ہے جس پر ہر وقت ان کا آنا جانا ہے ۔ اور یہ اس لئے کہ جس کو شرع نے ثابت کیا ہم اسی کو سُنتے اور مانتے ہیں ۔ اور جس کو شرع نے رَد کردیا تو وہ ہماری طرف سے تیری طرف لوٹا اور جس کی خبر شرع نے نہ دی تو اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے ۔ وُہ اللہ سبحٰنہ وتعالیٰ کے بارے میں دلیل وعلم کے بغیر گفتگو کو روا نہیں رکھتے ۔ پاکی ہے تجھے ، ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تُو نے ہمیں سکھایا ، بیشک تُو ہی علم وحکمت والا ہے ۔ (ت)

ع۱ خصّھا بالذکر لانّھا لا تصلح لکرّ ولافرّ ۱۲ منہ (قدس سرہ)

بطور رخاص اس کا ذکر کیا کیونکہ یہ کرّ و فرّ کی صلاحیت نہیں رکھتا ۱۲ منہ (ت)

ع۲ کذا فی نسختنا المخطوطة (لایجزون) یصح معناہ ایضًا ۔ لکن یخالج صدری انہ لایجیزون وسقطت الیاء من قلم الناسخ ، فان الاخطاء وقعت منہ کثیرا و صوّبنا بالصعوبات یطول ذکرھا ۱۲ محمد احمد المصباحی ۔

---

[۱] القرآن الکریم ۲/ ۳۲

Marfat.com

وأخرج الطبراني في الاوسط وابنُ عدي والبيهقي وغيرهم عن ابنِ عمر عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم تفكروا في آلاء الله، ولا تفكروا في الله[1]

طبرانی نے اوسط میں، ابن عدی نے اور بیہقی وغیرہ نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے اور انھوں نے نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے روایت فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی نعمتوں میں غور کرو اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور مت کرو۔ (ت)

وأخرج ابو نعيم في الحلية عن ابن عباس عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم تفكروا في خلقِ الله ولا تفكروا في الله[2]

ابو نعیم نے حلیہ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں غور کرو اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں مت غور کرو۔ (ت)

وأخرج ابو الشيخ في العظمة عن ابن عباس تفكروا في كل شئ، ولا تفكروا في ذات الله، فان بين السماء السابعة الىٰ كرسيه سبعة آلافِ نورٍ، وهو فوق ذلك[3]

ابو الشیخ نے عظمت میں ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت کیا کہ ہر شئ میں غور کرو اور اللہ تعالےٰ کی ذات میں مت غور کرو، اس لئے کہ ساتویں آسمان اور اس کی کرسی کے درمیان سات ہزار نور ہیں اور وہ اس سے فوق ہے۔ (ت)

وأخرج ايضا عن ابي ذرّ عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كلفظ الحلية وزاد "فتهلكوا"[4] نسأل الله العفو والعافية۔

نیز اس نے ابو ذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے اور انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے حلیہ کے لفظوں کی مثل روایت کی اور اس میں یہ لفظ بڑھایا "فتہلکوا" یعنی تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کرتے ہیں۔ (ت)

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۶۳۱۵ مکتبۃ المعارف ریاض ۷/ ۱۷۲
شعب الایمان " ۱۲۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۳۶
الکامل لابن عدی ترجمہ وازع بن نافع العقیلی دار الفکر بیروت ۷/ ۲۵۵۶
[2] کشف الخفاء حدیث ۱۰۰۳ ۱/ ۲۷۸ [3] کشف الخفاء حدیث ۱۰۰۳ ۱/ ۳۷۸ و کنز العمال حدیث ۵۷۰۴ ۳/ ۱۰۶
[4] کنز العمال حدیث ۵۷۰۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۳/ ۱۰۶

Marfat.com

قولِ ہشتم

کی شناعت اقوالِ سبعہ سابقہ کے حکم سے خود ہی روشن ہوگئی ؏
قیاس کن زگلستانِ اُو بہارش را
(اس کے گلستان سے اسکی بہار کا اندازہ کرو۔ ت)

یہ کفریات تھے جن پر اس قدر ناز ہے۔ یہ گمراہیاں تھیں جن کا اتنا وقار و اعزاز ہے۔ اور ہر مسلمان پر واضح کہ ایسی چیز کی مدح و ستائش کس اعلیٰ درجۂ خباثت پر ہوگی۔

وان بغیت التفصیل فاقول وعلی اللہ التعویل (اگر تو تفصیل چاہتا ہے تو میں کہتا ہوں اور اللہ تعالٰی ہی پر بھروسہ ہے۔ ت)

اوّلاً وہ اس کتاب کو تدقیق فصیح و تحقیق صریح و اکتناہِ حقائق کہتا ہے۔ اور یہ الفاظ تصحیح مضامینِ کتاب میں نصِ صریح ـــــ اور معلوم کر وہ مذاہبِ مکفرۂ فلاسفہ سے مشحون ـــــ اور علماء فرماتے ہیں، جو مذاہبِ کفار سے کسی مذہب کی تصحیح کرے خود کافر۔ اگرچہ مذہبِ اسلام کا معتقد و مقر، اور علی الاعلان اس کا مظہر ہو۔

شفا شریف میں ہے:

نکفر من دان بغیر ملۃ المسلمین من الملل او وقف فیھم او شك او صحح مذھبھم۔ وان اظھر مع ذٰلك الاسلام واعتقدہ اعتقد ابطال کل مذھب سواہ ـــ فھو کافر باظھارہ ما اظھر من خلاف ذٰلك[1]۔

ہم اُس شخص کی تکفیر کرتے ہیں جس نے ملتِ مسلمین کے علاوہ کوئی دین اختیار کیا یا ان کے بارے میں توقف کرے یا شک کرے یا ان کے مذہب کو صحیح قرار دے اگرچہ وہ اسلام کو ظاہر کرے اور اس کا اعتقاد رکھے اور اُس کے سوا ہر مذہب کے باطل ہونے کا معتقد ہو، تو وہ کافر ہے کیونکہ اس نے ایسی چیز کا اظہار کیا جو اسلام کے مخالف ہے۔ (ت)

اسی طرح امام اجل ابوزکریا نووی رحمہ اللہ تعالٰی نے روضہ میں نقل فرمایا اور مقرر رکھا، بلکہ فرماتے ہیں، جو کافروں کے کسی امر کی تحسین کرے بالاتفاق کافر۔

علامہ سید احمد حموی غمز العیون میں فرماتے ہیں:

---

[1] الشفا بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی بیان ما ھو من المقالات کفر المکتبۃ الشرکۃ الصحافیہ ۲/۲۷۱

Marfat.com

اتفق مشایخنا ان من رأی امر الکفار حسنًا فقد کفر، حتّٰی قالوا فی رجلٍ قال "ترك الکلام عند اکل الطعام حسنٌ من المجوس، اوترك المضاجعة عندھم حال الحیض حسنٌ" فھو کافر[1]اھ، ومثلہ فی البحرالرائق وغیرہ۔

ہمارے مشائخ کا اس پر اتفاق ہے کہ جو کافروں کے کسی کام کی تحسین کرے وہ کافر ہے، یہاں تک انھوں نے اُس شخص کے بارے میں کہا کہ وہ کافر ہے جس نے یُوں کہا کیا مجوسیوں کا کھانے کے وقت کلام کو ترک کرنا حسن ہے یا حالتِ حیض میں ان کا بیوی کے ساتھ ہم بستری کو ترک کرنا حسن ہے اھ۔ بحرالرائق وغیرہ میں اس کی مثل ہے۔ (ت)

اِعلام میں ہمارے عُلما سے کفرِ متفق علیہ کی فصل میں منقول؛

اوصدق کلام اھلِ الاھواء اَوقال عندی کلامھم کلامٌ معنوی اومعناہ صحیح اوحسّن رسومَ الکفار[2]اھ۔

یا اُس نے بدمذہبوں کے کلام کی تصدیق کی یا کہا کہ میرے نزدیک ان کا کلام بامعنٰی ہے یا اس کا معنٰی صحیح ہے یا کافروں کی رسموں کی تحسین کی اھ (ت)

وحمل العلامة ابن حجر اھل الاھواء علی الذین نکفرھم ببدعتھم، قُلْتُ وھو کما افاد، ولایستقیم التخریج علٰی قول من اطلق الاکفار بکلّ بدعةٍ، فان الکلام فی الکفر المتفق علیہ، فلیتنبہ۔

امام حجر نے بدمذہبوں کو اُن لوگوں پر محمول کیا ہے جن کو ان کی بدعات کی وجہ سے ہم کافر قرار دیتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ایسا ہی ہے جیسا امام حجر نے افادہ فرمایا۔ اور اُس شخص کے قول پر تخریج درست نہ ہوگی جو ہر اہلِ بدعت کو مطلقًا کافر کہتا ہے کیونکہ کلام اُس کفر میں ہے جو متفق علیہ ہے۔ خبردار ہونا چاہئے۔ (ت)

ثانیًا ابوبکر بن ابی الدنیا کتاب ذمّ الغیبة اور ابویعلٰی اپنی مُسند اور بیہقی شعب الایمان میں سیّدنا انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ اور ابن عدی کامل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضورِ پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلّم فرماتے ہیں؛

اذا مُدِحَ الفاسِقُ غَضِبَ الرَّبُّ وَاھْتَزَّ لِذٰلِكَ

جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے رب غضب فرماتا ہے اور اس کے سبب عرشِ خدا

---

[1] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب السیر والردة ادارة القرآن کراچی ۱/۲۹۵
[2] اعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاة الفصل الاول مکتبة الحقیقة دارالشفقة استنبول ترکی ص ۳۷۱

Marfat.com

العرش[1]۔ ہل جاتا ہے۔

علما فرماتے ہیں: وجہ اس کی یہ ہے کہ رب تبارک وتعالیٰ نے اُس سے بچنے اور اُسے دُور کرنے کا حکم فرمایا۔ افادہ المناوی[2]۔ خلاصہ یہ کہ وہ شرعاً مستحقِ اہانت ہے اور مدح میں تعظیم۔

وھنالك فلیتقطع قلوب المتھورین ۔ اور یہاں سے جسارت کرنے والوں کے دلوں کو ڈھل جانا چاہیے۔(ت)

کہ جب فاسق کی مدح بہ وجہِ اشتمالِ معاصی اِس درجہ سخت ٹھہری تو وہ کتاب جو صریح کفریات کو متضمن ہو اُس کی مدح کس قدر غضبِ الٰہی کی سزاوار اور عرشِ رحمٰن کی ہلانے والی ہوگی ـــ اوّل تو وہاں گناہ، یہاں کفر ـــ دوسرے وہاں اِتّصاف، یہاں تضمّن۔ یعنی گناہ فاسقوں کے جزوِ بدن یا داخلِ روح نہیں ہوتے، اور یہ کفریات تو اِس کتاب کے اَجزا اور اُس کے مضمون ومفہوم وقرارت وکتابت سب میں داخل ہیں ـــ ولاحول ولا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔

ثالثاً[عـہ۵] ہم پوچھتے ہیں زید ان کفریات کو کفر جانتا ہے یا نہیں؟ ـــ اگر کہے نہ، تو خود اپنے کفر کا مُقِر ـــ اور کہے ہاں ـــ تو اِس تالیف وتحریر، اور اس کی طبع وتشہیر کو بہ وجہ اشتمالِ کفریات واشاعتِ ضلالات، لا اقل حرامِ قطعی مانتا ہے یا نہیں؟ اور اگر کہے نہ، تو وہ ایسے اشدّ الکبائر کا مستحِل ہوا ـــ اور استحلالِ کبیرہ کفر ـــ اور کہے ہاں، تو اُس نے ایسے حرام شدید التحریم کی مدح وتکریم کی۔ اب اس پر وہ مسائلِ فقہ وارد ہوں گے کہ حرامِ قطعی کی تعریف وتحسین کفرِ مبین ـــ والعیاذ باللہ رب العلمین (اللہ رب العالمین کی پناہ۔ ت)

امام عبدالرشید بخاری تلمیذ امام علامہ ظہیری وامام فقیہ النفس قاضی رحمہم اللہ تعالٰی خلاصۃ الفتاوٰی میں فرماتے ہیں:

من قال احسنت لما ھو قبیح شرعاً، او جوّدت کفر[3]۔ قبیحِ شرعی پر کہا کہ تُو نے اچھا کیا یا تُو نے خوب کیا تو کافر ہوگیا۔(ت)

عـہ۵ کما مرّ اٰنفا من الشفاء ۱۲ منہ (جیسا کہ ابھی بحوالہ شفاء گزرا۔ ۱۲ منہ۔ ت)

---

[1] شعب الایمان حدیث ۴۸۸۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۲۳۰
الکامل لابن عدی ترجمہ سابق بن عبداللہ الرقی دار الفکر بیروت ۳/ ۱۳۰۷
[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث اذا مدح الفاسق مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۱۲۹
[3] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر بحوالہ الخلاصۃ فصل فی الکفر صریحاً وکنایۃً مصطفی البابی مصر ص ۱۸۹

Marfat.com

طریقۂ محمدیہ میں ہے :

کل تحسین للقبیح القطعی کفر۔[۱] جو قطعی طور پر قبیح ہو اس کی تحسین کفر ہے (ت)

اُسی میں امام ظہیر الدین مُرغینانی سے مروی :

من قال لمقرئ زماننا احسنت عند قراءته یکفر۔[۲] ہمارے زمانے کے نغمہ کے ساتھ قرآن پڑھنے والے کوکسی نے کہا تُو نے اچھا کیا ہے تو کافر ہو جائے گا۔ (ت)

محیط میں ہے :

اذا شرع فی الفساد وقال لاصحابہ "بیائید تا یکے خوش بزیم" کفر۔[۳] فساد شروع کیا اور اپنے ساتھیوں کو کہا کہ آؤ بخوشی جئیں، تو کافر ہوگیا۔ (ت)

اور اِس اصل کی فروع، کلماتِ علما میں بیش از بیش ہیں۔ نسأل اللہ العافیۃ (ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگتے ہیں۔ ت)

رابعًا اطرا و اغراق کا طوفانِ مُغرِق، فوران مُوبِق تماشے کے لائق، کہ یہ کتاب فرشتہ اثر بلکہ فرشتہ گر ہے۔

سبحان اللہ! کفریات وضلالات وخرافات وبطالات کا مجموعہ۔ اور یہ بڑا دعوٰی کہ آدمی کو فرشتہ[ع] بنا دیتی ہے ـــ علما فرماتے ہیں، ملائکہ سے تشبیہ دینا نہ چاہیے، اور اُس پر اصرار، مورثِ اکفار ـــ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

شفا و نسیم میں ہے :

ع یا رب! اگر وہ قول مرجوح ومہجور اختیار کیا گیا ہوگا کہ ابلیس بھی ایک صنفِ مَلکی سے تھا اس بنا پر "شیطان گر" کی جگہ "فرشتہ گر" کا اطلاق کیا، یا منطقِ جدید تو ہے ہی۔ نئی بولی میں شاید شیطان کو فرشتہ کہتے ہوں گے ۱۲ سلطان احمد عفا عنہ وسلمہ ربہ۔

---

[۱] الطریقۃ المحمدیۃ السابع عشر الغناء "التغنی حرام فی جمیع الادیان" مکتبہ حنفیہ کوئٹہ ۲/۱۴۰

[۲] " " " " " " " " " ۲/"

[۳] الفتاوی الہندیۃ بحوالہ المحیط کتاب السیر الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۷۳

Marfat.com

من يمثل بعض الاشياء ببعض ما عظّم الله من ملكوته (من الملئكة والعرش و نحوه) غير قاصد للاستخفاف فان تكرر هذا منه وعُرِفَ به دلّ على تلاعبه بدينه ، وهذا كفرٌ لاّ مَرِيَةَ فيه[1] اھ ملخصا۔

جس نے بعض اشیاء کو ایسی بعض اشیاء کے ساتھ تشبیہ دی جن کو اللہ تعالٰی نے عظمت بخشی (ملائکہ وعرش وغیرہ) درانحالیکہ تخفیف وتحقیر کے ارادہ سے نہ ہو۔ تو اگر وہ اس کا تکرار کرے اور اس کا عادی ہو تو یہ اس کے دین میں لہو ولعب کی دلیل ہے اور یہ کفر ہے، اس میں کوئی شک نہیں اھ ملخصاً (ت)

سبحٰنَ اللہِ ! پھر ایسے مجموعہ چنیں وچناں کو "فرشتہ اثر" کہنا کس درجہ سخت ہوگا ـــــ فتاوٰے عالمگیریہ میں ہے :

رجل قال لأخر" من فرشتہ توام " فى موضع كذا اعينك على امرك ، فقد قيل انّه لايكفر وكذا اذا قال مطلقا انا ملك ، بخلاف ما اذا قال" انا نبيٌّ "كذا فى التاتارخانية[2]

ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں تیرا فرشتہ ہوں، فلاں جگہ تیرے کام میں تیری مدد کروں گا ، تو کہا گیا ہے کہ وہ کافر نہیں ہوگا۔ یوں ہی اگر مطلقاً کہا کہ میں فرشتہ ہوں، بخلاف اس کے کہ کہے میں نبی ہوں۔ یوں ہی تتارخانیہ میں ہے۔ (ت)

محلِ غور ہے کہ فرشتہ بننا ایسی ہی خطرناک بات تھی جب تو بابِ مُکفِرات سے اُسے مناسبت ، اور عُلَما کو اظہارِ حکم کی حاجت ہو، وہ بھی ایسے الفاظ سے جو غالباً مُشعِرِ ضُعف یا اختلاف ـــــ تو فرشتہ گر بننا کس قدر اَشَد واعظم ہوگا !

نسأل الله العافية ، وتمام العافية ، ودوام العافية ، والشكر على العافية ، وحسن العاقبة ، وكمال الايمان ، والله المستعان ، وعليه التكلان ،

ہم اللہ تعالٰی سے عافیت طلب کرتے ہیں، عافیت تامہ ، عافیت دائمہ ، عافیت پر شکر، اچھی عاقبت اور ایمان کامل مانگتے ہیں، اور اللہ تعالٰی ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے ، اور اُسی پر بھروسہ ہے (ت)

---

[1] الشفا بتعریف حقوق المصطفٰی فصل واما من تکلم من سقط المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۲/ ۲۸۳
نسیم الریاض فی شرح الشفا للقاضی عیاض " " " " مرکز اہلسنت برکات رضا ہند ۴/ ۴۱ - ۵۴۰
[2] الفتاوی الہندیۃ کتاب السیر الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۶۶

Marfat.com

اب نہ باقی رہا مگر نامِ کتاب

جس کے حکم سے بعض مخلص اعزّہ کان حفظُ اللہِ لہٗ نصیرا حسنًا (اللہ تعالٰی کی حفاظت اس کے لئے اچھی مددگار ہو۔ت) نے اس مسئلہ کے وُرُود سے پیشتر سوال کیا تھا۔ت)

فاقول وبعونِ اللہِ اَجُوْل (چنانچہ میں کہتا ہوں اور اللہ تعالٰی کی مدد سے گھومتا ہوں۔ت) اس میں به اعتبارِ اختلافِ اضافت وتوصیفِ لفظ "ناطق" احتمالات عدیدہ پیدا۔ مگر کوئی محذورِ شرعی سے خالی نہیں۔

برتقدیرِ اضافت — عام ازاں کہ نام میں لام ہو یا من — ظاہر ومتبادر "ناطق اَلَنَّا لَہُ الحدید" سے جنابِ الٰہی ہے تعالٰی وتقدس — کہ اس کا صریح ترجمہ اَلَنَّا لَہُ الْحَدِید کہنے والے کا منطقِ جدید — یا — اس کی طرف سے منطق جدید۔" اور پُر ظاہر کہ اِس کلام کا فرمانے والا کون ہے؟ — ہمارا مولیٰ تبارک وتعالٰی۔

اِس تقدیر پر متعدد شناعاتِ شدیدہ لازم؛

اَوّلاً مضامینِ کتاب کو حضرتِ عزّت تبارک مجدہٗ کی طرف نسبت کرنا، کہ جنابِ الٰہی جلّ ذکرہٗ پر کھلا افترا۔ حق عزّ مِن قائل فرماتا ہے:

انّ الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[1] بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں مراد کو نہ پہنچیں گے۔

اور فرماتا ہے:

فمن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا[2] اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر بہتان اٹھائے۔

یہاں تک کہ جمہور علماء ایسے شخص کو مطلقًا کافر کہتے ہیں۔ شرح فقہِ اکبر میں ہے:

فی الفتاوی الصغرٰی من قال "یعلم اللہ انی فعلت ھذا" وکان لم یفعل کفر، ای لانّہ کذب علی اللہ[3] فتاوٰی صغرٰی میں ہے جس نے کہا اللہ تعالٰی جانتا ہے کہ میں نے یہ کام کیا ہے حالانکہ اس نے وہ کام نہ کیا ہو تو کافر ہو جائے گا، کیونکہ اس نے اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھا ہے (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۶۹

[2] " " ۶/ ۱۴۴ و ۷/ ۳۷ و ۱۰/ ۱۷ و ۱۸/ ۱۵

[3] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحًا وکنایۃً مصطفی البابی مصر ص ۱۹۱

Marfat.com

محیط میں ہے:

فمن قیل لہ یا احمر قال خلقنی اللہ من سویق التفاح ، وخلقك من الطین او من الحمأۃ وھی لیست کالسویق کفر[۱]

جس شخص کو کہا گیا اے احمر، تو اس نے کہا مجھے اللہ تعالٰی نے سیب کی شراب سے بنایا جبکہ تجھے کیچڑ یا گارے سے بنایا ہے اور وہ شراب کی مثل نہیں تو کافر ہو جائے گا۔ (ت)

فاضل علی قاری نے فرمایا:

ای لافترائہ علی اللہ تعالٰی ــ مع احتمال انہ لایکفر بناء علی انہ کذب فی دعواہ[۲]

یعنی وہ اللہ تعالٰی پر افترار باندھنے کی وجہ سے کافر ہو جائے گا باوجودیکہ یہ احتمال موجود ہے کہ وہ کافر نہ ہو اس بنیاد پر کہ وہ اپنے دعوٰی میں جھوٹا ہے۔ (ت)

درِمختار میں ہے:

ھل یکفر بقولہ "اللہ یعلم او یعلم اللہ انہ فعل کذا ، او لم یفعل کذا" کاذبا؟ قال الزاھدی الاکثر نعم ، وقال الشمنی الاصح لا[۳]

کیا کوئی شخص جھوٹ بول کر یہ کہنے سے کافر ہو جاتا ہے کہ اللہ جانتا ہے میں نے یہ کام کیا ہے یا اللہ جانتا ہے کہ میں نے یہ کام نہیں کیا۔ زاہدی کا کہنا ہے کہ اکثر نے کہا ہے ہاں (یعنی کافر ہو جائے گا)اور شمنی نے کہا: اصح یہ ہے کہ کافر نہیں ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ونُقِلَ فی نورِ العین عن الفتاوٰی تصحیحُ الاول[۴]

نور العین میں فتاوٰی سے پہلے قول کی تصحیح منقول ہے۔ (ت)

ثانیًا یہود ونصارٰی سے کامل مشابہت۔ قال تعالٰی:

---

[۱] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر بحوالہ المحیط فصل فی الکفر صریحًا وکنایۃً مصطفی البابی مصر ص ۱۸۲

[۲] " " " " " " " " " " " " " " " "

[۳] الدر المختار کتاب الایمان مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۹۲

[۴] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۵۶

Marfat.com

فویل للذین یکتبون الکتٰب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمنًا قلیلا فویل لھم مما کتبت ایدیھم و ویل لھم مما یکسبون[1]

سو خرابی ہے ان کے لئے جو اپنے ہاتھوں کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں یہ اللہ کے پاس سے ہے تاکہ اس کے بدلے تھوڑی قیمت لیں۔ سو خرابی ہے اُنھیں ان کے ہاتھوں کے لکھے سے۔ اور خرابی ہے انھیں اس چیز سے جو کماتے ہیں۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ۔ اخرجہ احمد وابوداؤد[2] وابویعلیٰ والطبرانی فی الکبیر عن ابن عمر باسنادٍ حسنٍ، وعلقہ خ۔ واخرجہ الطبرانی فی الاوسط بسندٍ حسنٍ عن حُذیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔

جو کسی قوم سے مشابہت پیدا کرے وہ انھیں میں سے ہے۔ (احمد، ابوداؤد، ابویعلیٰ اور طبرانی نے معجم کبیر میں اسنادِ حسن کے ساتھ ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تخریج کی۔ اور خ نے اس کو بطورِ تعلیق بیان کیا۔ اور طبرانی نے معجم اوسط میں اسنادِ حسن کے ساتھ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تخریج کی ہے۔ ت)

ثالثاً علماء نفسِ منطق کے لئے فرماتے ہیں، جو اُسے نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تعلیم بتائے کافر ہے کہ اس نے علمِ اقدس حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تحقیر کی۔ حدیقۂ ندیہ میں ہے،

الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم لم یکونوا لیشغلوا انفسھم بھذا الفشار الذی اخترعہ الحکماء الفلاسفۃ بل من اعتقد فی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ کان یعلم الصحابۃ ھذہ الشقاشق والھذیانات المنطقیۃ فھو کافر لتحقیرہ علم

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یہ شان نہیں تھی کہ وہ خود کو ایسے چھلکوں میں مشغول کرتے جن کو فلاسفہ نے گھڑا ہے بلکہ جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو یہ جھاگ اور منطق کی نامعقول باتیں سکھاتے تھے وہ کافر ہے کیونکہ اس نے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۷۹

[2] سُنن ابی داوٗد کتاب اللباس باب فی لبس الشھرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۳

المعجم الاوسط حدیث ۸۳۲۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۹/ ۱۵۱

Marfat.com

النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1] علیہ وسلم کے علم کی تحقیر کی۔ (ت)

سبحٰن اللہ! پھر یہ منطق مزخرف کہ صدہا وساوس ابالسہ ودسائس فلاسفہ پر مشتمل، اسے اللہ جل جلالہ کی طرف سے ٹھہرانا کیونکر جنابِ الٰہی کی تحقیر واہانت نہ ہوگی! والعیاذ باللہ تعالٰی۔

رابعاً حضرت حق جلّ وعلا کو "ناطق" کہنا جائز نہیں کہ یہ لفظ شرع سے ثابت نہ ہوا۔ اسمائے الٰہیہ توقیفیہ ہیں، یہاں تک کہ اللہ جل جلالہ کا جواد ہونا اپنا ایمان مگر اُسے سخی نہیں کہہ سکتے کہ شرع میں وارد نہیں۔

والمسئلة شھیر و فی الکتب سطیر۔ وقد یمثل بجواز الشافی دون الطبیب لعدم الورود **اقول** ولکن قد ورد فی الحدیث، اللہ الطبیب، وانت الرفیق[2] وعن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ، اَلطَّبِیْبُ اَمْرَضَنِیْ[3] فلیحرر۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مشہور ہے، اور کتابوں میں لکھا ہوا ہے، اور کبھی یُوں اس کی مثال دی جاتی ہے کہ اللہ تعالٰی کو شافی کہنا جائز اور طبیب کہنا ناجائز ہے کیونکہ شرع میں اُس کے لئے طبیب وارد نہیں ہوا۔ میں کہتا ہوں حدیث میں آیا ہے اللہ طبیب ہے اور تو رفیق ہے، اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ طبیب نے مجھے بیماری میں مبتلا کیا۔ اس کو لکھنا چاہئے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

خامساً اس کے اطلاق پر ایہام نقص بھی ہے کہ نُطق کلام با حروف وآواز کو کہتے ہیں۔ قاموس میں ہے:

نَطَقَ یَنْطِقُ نُطْقًا، تَکَلَّمَ بِصَوْتٍ وَّحُرُوْفٍ تُعْرَفُ بِھَا الْمَعَانِیْ[4]۔

نطق ینطق نطقا کا معنٰی ہے کہ اس نے آواز وحروف کے ساتھ تکلم کیا جن حروف کا معنٰی پہچانا جاتا ہے۔ (ت)

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ النوع الثانی المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ فیصل آباد ۱/۳۳۸

[2] مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابی امثہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/۱۶۳

[3] الجامع لاحکام القرآن (تفسیر القرطبی) تحت الآیۃ ۱۶/۶۹ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۰/۱۳۹

[4] القاموس المحیط باب القاف فصل النون مصطفی البابی مصر ۳/۲۵۹

Marfat.com

فائدہ : یہاں سے ظاہر ہوا کہ عدمِ وُرُود سے قطع نظر کرکے اِطلاقِ "نطق" باری عزّوجل پر لغۃً بھی غلط ــــ بخلاف کلام و قول کہ ان میں حرف و صوت شرط نہیں ــــ امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث ثقیفہ میں فرماتے ہیں :

زَوَّرْتُ فِیْ نَفْسِیْ مَقَالَۃً۔[1] میں نے اپنے دل میں ایک مقالہ تیار کیا (ت)

اَخطل کا شعر ہے : ؎

اِنّ الکلام لفی الفؤاد و انما جُعِل اللسان علی الفؤاد دلیلا[2]

(بے شک کلام دل میں ہوتا ہے، زبان کو تو فقط دل پر دلیل بنایا گیا ہے۔ ت)

ولہذا نَطَقْتُ فِیْ نَفْسِیْ نہیں کہہ سکتے۔ حقیقۃً نُطق اِس بولی کا نام ہے، جیسے صَہیل و نَہیق آوازِ مخصوصِ اَسپ و خر کا۔ اسی لئے سُفہائے فلسفہ نے انسان کی تعریف حیوانِ ناطق سے کی۔ جس طرح فرس و حمار کی، حیوانِ صاہل و ناہِق سے ــــ پھر اُسے حدِّ تام بنانے کے لئے متاخِّرین نے نُطق کے معنیٰ "ادراکِ کلیات" گھڑے مگر صَہیل و نَہیق میں کوئی تراش نہ کرسکے۔ ذٰلِکَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ[3]، اِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ[4] (یہاں تک ان کے علم کی پہنچ چکی ہے، یونہی اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔ ت)

خیر بر تقدیرِ اضافت اِس نام کے معنیٰ متبادِر تو یہ تھے۔

وجہِ دوم : اگر مصنّفِ کتاب بتاویلِ دُور از کار، اضافت بہ ادنیٰ ملابَست مان کر، اِس لفظ سے اپنی ذات، مراد بتائے۔ تو البتہ نسبت صحیح اور محذوراتِ مذکورہ مندفع۔ مگر :

اوّلاً بے داعیِ شرعی، روزمرّہ باہمی میں، خلافِ متبادِر مراد لینے کو علماء آفاتِ لسان سے شمار کرتے ہیں۔ طریقہ و حدیقہ میں ہے :

الخامس من اٰفات اللسان ارادۃ غیر الظاھر المتبادر من الکلام (الذی یفھمہ کل احد) وھو جائز عند

آفاتِ زبان میں سے پانچویں آفت کلام کے ظاہر متبادر معنی جس کو ہر کوئی سمجھتا ہے کے غیر کا ارادہ کرنا، اور بوقتِ ضرورت جائز ہے جیسے جھوٹ بولنا

---

[1] فتح الباری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ ولا تنفع الشفاعۃ عندہ الخ مصطفی البابی مصر ۱۷/۲۳۴

[2]

[3] القرآن الکریم ۵۳/۳۰

[4] " " ۴۳/۲۰

Marfat.com

الحاجة الیہ (کالکذب علی الزوجۃ و بین الاثنین و فی الحرب وما الحق بذٰلک) ویکرہ (کراھۃ تحریم) بدونھا اھ[1] ملخصًا۔

بیوی کی دلجوئی کے لئے، دو شخصوں کے درمیان صلح کرانے کے لئے، جنگ اور اس کے ملحقات کے لئے۔ اور بلاضرورت ایسا کرنا مکروہِ تحریمی ہے اھ تلخیص (ت)

نہ کہ ایسی جگہ جس کا ظاہر وہ کچھ مجمعِ آفات ہو۔

ثانیًا مجردِ ایہام، منع میں کافی ـــــ ردّ المحتار میں ہے:

مجرد ایھام المعنی المحال کافٍ فی المنع عن التلفّظ بھٰذا الکلام وان احتمل معنیً صحیحا۔ ولذا علّل المشایخ بقولھم لانّہ یوھم الخ۔ ونظیرہ ما قالوا فی انا مؤمنٌ اِن شاءَ اللہ، فانّھم کرھُوا ذٰلک وان قصد التبرک دون التعلیق، لمافیہ من الایہام، کما قرّرہ العلامۃ التفتازانی فی شرحِ العقائد، وابنُ الھُمام فی المُسایرۃ[2]۔

محض معنیٔ محال کا ایہام اُس کلام کے ساتھ تلفظ سے ممانعت کے لئے کافی ہے۔ اسی لئے مشائخ نے علّت ممانعت بیان کرتے ہوئے کہا اس لئے کہ وہ وہم میں ڈالتا ہے الخ اور اس کی نظیر وہ ہے جو مشائخ نے کسی ایسے شخص کے بارے میں کہا جو کہے میں مومن ہوں اگر اللہ چاہے، کیونکہ انھوں نے اس قول کو ناپسند جانا اگرچہ وہ تبرک کا ارادہ کرے نہ کہ تعلیق کا۔ اس لئے کہ اس میں ایہام ہے جیسا کہ علامہ تفتازانی نے شرح العقائد اور علامہ ابن الہمام نے مسایرہ میں اس کی تقریر فرمائی ہے۔ (ت)

نہ کہ معنیٔ ممنوع متبادِر ہوں۔

ثالثًا ہنوز نجات نہیں ـــ اب وہ مُلابَست پوچھی جائے گی کہ حق جل جلالہٗ کے اِس کلامِ پاک سے، جس میں وہ اپنے ایک نبیِ جلیل کو اپنی قدرتِ کاملہ سے ایک مُعجزۂ عظیمہ عطا فرمانا، ارشاد کرتا ہے ـــ تجھے کیا مناسبت و مُلابَست ہے جس کے سبب یہ اضافت رَوا ہوئی!

اگر کہے کہ میں نے مضامینِ مُغلَقہ کو "حدید" اور اُن کی توضیح کو "اِلانت" سے تشبیہ دے کر ایسا کہا تو ــــ سخت مغرور۔ اور مقامِ رفیع و منصبِ منیع نبوت پر جرِی و جسُور۔

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ النوع الخامس المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ فیصل آباد ۲/۲۱۶
[2] ردّ المحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۵۳

Marfat.com

سُبحٰن اللہ! کہاں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اعجاز اور کہاں یہ ناپاک مضامین مجمع ہر گونہ انجاس و ارجاز،

ع چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

(مٹی کو عالمِ پاک سے کیا نسبت ہے۔ ت)

ع وَاَیْنَ الثریا و اَینَ الثّریٰ

(کہاں ثریا اور کہاں کیچڑ۔ ت)

ع وَمَا التَنَاسُبُ بَیْنَ البَوْلِ وَالعَسَلِ

(پیشاب اور شہد میں کیا مناسبت ہے۔ ت)

ملائکہ سے تشبیہ کا حکم اُوپر گزرا ــــ پھر انبیا علیہم الصلوٰۃ والثنا تو اُن سے افضل ہیں ــــ ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ ایسا شخص توقیرِ نبوت و تعظیمِ رسالت سے برکراں، اور مستحقِ زجر و نکیر و ضرب و تعزیر و قیدِ گراں ہے۔

اور فرماتے ہیں: یہ احمق ایسی باتوں کو سہل سمجھتے ہیں مگر وہ بوجہ گناہِ کبیرہ ہونے کے اللہ جل جلالہ کے نزدیک شدید ہیں اگرچہ قائل کو اہانتِ نبی منظور نہ ہو۔

شفائے عیاض و نسیم الریاض میں ہے:

الوجہ الخامس ان لا یقصد نقصًا و لا یذکر عیبًا ولا سبًا ولکنہ ینزع بذکر بعض اوصافہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی طریق التشبیہ بہ او علی سبیل التمثیل وعدم التوقیر لنبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (لتشبیہ نفسہ بہ واین الثریا واین الثریٰ) یحسبونہ ھینًا و ھو عند اللہ عظیم (لانہ من الکبائر) فان ھذہ وان لم تتضمن سبًا، ولا اضافت الی الملٰئکۃ والانبیاء نقصًا، ولا قصد قائلھا ازراءً و لا غضًا،

پانچویں وجہ یہ کہ متکلم نقص کا ارادہ نہ کرے اور نہ ہی عیب اور سب و شتم کو ذکر کرے لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعض اوصاف بطور تشبیہ یا بطور تمثیل و عدمِ توقیر ذکر کرے تاکہ اپنی ذات کو آپ کے ساتھ تشبیہ دے کر (کہاں ثریا اور کہاں کیچڑ) وہ اسے ہلکا جانتے ہیں حالانکہ اللہ تعالٰی کے ہاں وہ بہت عظیم ہے (کیونکہ وہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے) اس لئے کہ یہ مثالیں اگرچہ سب و شتم کو متضمن نہیں اور نہ ہی انھوں نے ملائکہ و انبیاء کی طرف کسی نقص کی نسبت کی اور اُن کے قائل نے بھی جسارت و تنقیص کا

Marfat.com

فما وقر النبوة ولا عظم الرسالة ، حق
شبّه من شبّه فی کرامةٍ نالها او ضرب
مثل بمن عظّم الله خطره ، و شرّف
قدره ، والزم توقیره و برّه - فحق هذا
(القائل) إن دُرِئ عنه القتلُ ،
الادبُ (بضرب او لوم او زجر)
والسّجنُ ــــ ولم یزل المتقدمون
(من السلف وکبارِ الائمّة)
ینکرون مثل هذا ممّن جاءَ به
(فلیحذر من ارتکاب هذه
القبائح الشدیدةِ الوزرِ،
العظیمة الاثمِ ، فانّها ربما
جرّت الی الکفر نعوذ بالله
من ذلك) وقد انکر
الرشید علی ابی نُواس
فی قوله : فان عصا موسٰی
بکف خصیب (خصیب عبد
للرشید ولاه مصر ، استعار
عصا موسٰی لسیاسة حاکمهم
وقمع ظلمهم ــــ ففیه
استعارةٌ وتشبیهٌ بدیع ۔
لکن فیه سوءُ ادبٍ
لما فیه من جعل العصا
التی هی معجزة لرسول
بکف عبدٍ من عَبیدِ الخلفاء

ارادہ نہیں کیا ۔ مگر اس کے باوجود اُس نے نبوت کی توقیر
اور رسالت کی تعظیم کما حقہٗ نہ کی، یہاں تک کہ کسی
تشبیہ دینے والے نے اپنے ممدوح کو کسی کرامت
کے حاصل ہونے کی وجہ سے یا بطور ضرب المثل
اُس عظیم الشان شخصیت سے تشبیہ دے دی جس کی
شان کو اللہ تعالےٰ نے معظم اور اس کی قدر و منزلت
کو مشرف کیا، اس کی توقیر اور اس کے ساتھ نیکی
کرنے کو لازم قرار دیا، چنانچہ اس قائل کو اگر قتل کی
سزا نہ بھی دی جائے مگر وہ مار پیٹ، ملامت اور
زجر و توبیخ کے ساتھ تعزیر اور قید کا حقدار ہے،
(اسلاف و ائمہ کبار میں سے) متقدمین ایسی مثالوں
میں اُن کے قائل پر سخت ناراضگی و ناپسندیدگی کا
اظہار کرتے تھے (لہٰذا اس قسم کی قبیح مثالوں سے
بچنا چاہئے جن کا وبال شدید اور گناہ عظیم ہے
کیونکہ بسا اوقات یہ کفر تک پہنچا دیتی ہیں ۔ ہم
اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں) تحقیق
رشید نے ابونواس پر ناراضگی کا اظہار کیا جب
ابونواس نے یہ کہا کہ "بے شک عصا موسیٰ خصیب کے
ہاتھ میں ہے (خصیب رشید کا ایک غلام تھا
جس کو رشید نے مصر کا حاکم بنا دیا تھا۔ ابونواس
نے اہلِ مصر کے حاکم کی سیاست اور ان سے ظلم
کو مٹانے کے لئے عصاء موسیٰ کا استعارہ کیا ۔
اُس کے کلام میں عمدہ تشبیہ اور استعارہ ہے لیکن
اس میں بے ادبی ہے کیونکہ اُس نے عصاء موسیٰ کو
خلفاء کے غلاموں میں سے ایک غلام کے ہاتھ میں

Marfat.com

وجعل ذلك العبد کرسول من اولی العزم) وقال لہ (ای الرشید لابی نواس) یا ابن اللخناء) ھذا مما تشتم بہ العرب ، واللخنا ھنا امہ من اللخن ، وھو النتن فاستعیر للفاحشۃ اوللمرأۃ التی لم تختن۔ ای یا دنی الاصل ولئیم الام) استھزئ بعصا موسٰی (وھی معجزۃ نبی عظیم) وامر باخراجہ من عسکرہ من لیلتہٖ[1] اھ ملتقطًا۔

قرار دیا حالانکہ وہ عصا ایک عظیم الشان رسول کا معجزہ ہے اور اُس نے غلامِ مذکور کو اولوالعزم رسولوں میں سے ایک رسول کی مثل قرار دیا) اس نے کہا (یعنی رشید نے ابونواس کو کہا) اے لخنار کے بیٹے (اس کلمہ کے ساتھ اہلِ عرب گالی دیتے ہیں ، یہاں لخنار سے مراد اس کی ماں ہے۔ یہ لفظ لخن بمعنی بدبو سے مشتق ہے۔ یہ لفظ فاحشہ یا غیر مختونہ عورت کے لئے بطور استعارہ بولا جاتا ہے (یعنی ایک گھٹیا نسب یا کمینی ماں والے) کیا تو عصار موسٰی کا مذاق اڑاتا ہے (حالانکہ وہ ایک عظیم نبی کا معجزہ ہے) اور رشید نے اُسی رات ابونواس کو اپنے لشکر سے نکالنے کا حکم دے دیا اھ التقاط۔ (ت)

بالجملہ کون مسلمان گوارا کرے گا کہ وہ آیت جس میں ایک نبیِ کریم کی مدح بیان فرمائی ہو تشبیہ و تمثیل کے زور لگا کر اپنے اوپر ڈھال لائے ، اور سلطانِ عظیم القدر جلیل الشان کا تاج لے کر ایک چمار کو پہنائے۔ نسأل اللہ العافیۃ (ہم اللہ تعالٰی سے عافیت مانگتے ہیں۔ ت)

وجہِ سوم : یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ اس ناطق سے کہ بر تقدیرِ لام ، اور لوگ مثلاً طلبۂ منطق و ناظرینِ کتاب مراد لینا بھی نجات نہ دے گا کہ یہ تشبیہ جیسے اپنے نفس کے لئے ناجائز ہے یونہی ان کے لئے۔ کما لایخفی۔

وجہِ چہارم : ہاں اگر یُوں جان بچایا چاہے کہ میں نے ناطق اَلَنّا لہ الحدید سے خود جناب سیدنا داوٗد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مراد لیا ہے۔ تو بے شک اِس صورت میں یہ اضافت نہایت حَسَن و بجا۔ مگر اب وہ آفتیں رَجَعت قہقری کریں گی کہ نبیُّ اللہ پر تہمت رکھی اور اُس کے علمِ عزیز کی تحقیر کی ۔ کما یظھر مما قررنا انفا (جیسا کہ اُس تقریر سے ظاہر ہوتا ہے جو ہم نے ابھی ابھی کی ہے۔ ت) ۔ اگر تہمت سے یوں بچے کہ حقیقتِ نسبت مقصود نہیں ، بلکہ اِس طور پر کہا جیسے بے باک لوگ خوش آوازوں کے گانوں کو " نغمۂ داوٗدی " یا " الحانِ داوٗد " کہتے ہیں ۔ تو اب وہ بلائے تشبیہ ، جگر دوزی و جاں گدازی کو بس ہے۔

غرض کوئی شکل مفر کی نہیں ۔ والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالٰی (اللہ سبحٰنہ وتعالٰی کی پناہ۔ ت)

---

[1] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل الوجہ الخامس مرکز اہلسنت برکات رضا ۴/۴۰۳ تا ۴۱۱
الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی " " المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ بیروت ۲/۲۲۶ تا ۲۳۱

Marfat.com

اب برتقدیر توصیف چلئے، یعنی ناطق کو تنوین دے کر ۔۔۔ اس صورت میں مِن تو اصلاً چسپاں نہیں، مگر بہ ارتکاب تمحّل، کہ تعلیلیہ ٹھہرائیں اور لِاَجَل کے معنیٰ میں لے کر لِنَا طق کے قریب لے جائیں۔

بہر حال اس ترکیب میں النّالہُ الحدید کی ضمیر متکلم سے ذاتِ مصنّف مراد ہو گی، کما لایخفیٰ (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) اور ناطق سے وہی طلبہ ونُظّار ۔۔۔ اور حدید سے مطالبِ عُونَصیہ ۔۔۔ اور ان کی اِلانَت سے ایضاح وابانت ۔۔۔ حاصل یہ کہ "منطق جدید اُس ناطق کے لئے، جس کے واسطے ہم نے مطالبِ مُشکلہ حل کر دیے"۔

اس معنیٰ میں ناواقف کو کوئی محذور نظر نہ آئے مگر ہیہات ...؂ یہاں محذور شدید باقی ہے ۔۔۔ کلامِ الٰہی تَعَالَتْ عَظْمَتُہٗ (جس کی عظمت بلند ہے۔ ت) کا اپنے کلام کے عوض ایسا استعمال شرعاً حرام و وبال ونکال ۔۔۔ یہاں تک کہ بہت فقہائے کرام نے حکمِ کفر دیا، والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالیٰ (اور اللہ سبحٰنہ وتعالیٰ کی پناہ۔ ت) ۔۔۔ اور وجہِ تحریم ظاہر و واضح۔

ذرا اپنے رب تبارک وتعالیٰ کی عظمت پیشِ نظر رکھ کر خیال کرے کہ النّالہ الحدید کس نے فرمایا؟ اور ضمیر نَا سے کون سی ذاتِ پاک مراد؟ اور لَہ میں کس جلیل القدر کی طرف ضمیر، اور مضمونِ جملہ کس امرِ عظیم سے تعبیر؟ ۔۔۔ اب اُسی کلام کو کون شخص کس طرح اپنے استعمال میں لانا، اور ضمیر نَا سے خدا کے عوض کس ذلیل حقیر کو مراد لیتا۔ اور کنایۂ لَہ نبیُّ اللہ کے بدلے کس کی طرف پھیرتا۔ اور اس عزت والی بات کو، جس کی قدر خدا و رسول ہی خوب جانتے ہیں، کس بیہودہ بات پر ڈھالتا ہے؟

ع حقا کہ تاج شاہی کناس را نہ زیبد

(حق یہ ہے کہ بادشاہ کا تاج جھاڑو پھیرنے والے کے سر پر زیب نہیں دیتا)

یا ھذا، حق بات اپنے مقابل کم سمجھ میں آتی ہے کہ نفس آمادۂ دفع و انتصار ہوتا ہے۔ دوسروں پر خیال کر کے دیکھ ۔۔۔ مثلاً زید عمرو کو مالِ کثیر دے کر کہے کہ انّا اعطینٰك الکوثر[1] (اے محبوب! ہم نے تمھیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔ ت) کیا نہ کہا جائے گا کہ اس نے خدا و کلامِ خدا اور رسولِ خدا کی قدر نہ جانی ۔۔۔ حاشَ للہ! کہاں خدا، کہاں زید ۔۔۔ کجا حضور، کجا عمرو ۔۔۔ کہاں کوثر، کہاں زر ۔۔۔!

یا عمرو نے زید کو کہیں بھیجا ۔۔۔ بکر نے پوچھا کس کے حکم سے گیا تھا؟ ۔۔۔ عمرو بولا: امرًا من عندنا انا کنا مرسلین[2] (ہمارے پاس کے حکم سے بے شک ہم بھیجنے والے ہیں۔ ت)

؂ لایبدو ما ھنا فی المخطوطۃ صافیا ۱۲ محمد احمد

---

[1] القرآن الکریم ۱۰۸/۱ [2] القرآن الکریم ۴۴/۵

Marfat.com

وعلیٰ هذا قیاسُ غیر ذٰلك من امر اجیفت جهلة الناس (اس کے علاوہ جاہل لوگوں کی منگھڑت باتوں کو اسی پر قیاس کر لو۔ ت)

ہاں ہاں قطعاً اِس طرح کا استعمال مستلزمِ کفر و استخفاف۔ پھر جس نے اِلزام بہ لازم کیا کافر کہا۔ اور محققین نے عدمِ التزام پا کر صرف حرام ٹھہرایا۔

فاتقن هذا فانه مفید ؛ وتحقیق المقام یقتضی المزید ؛ وانّه لہ عند العبد الضعیف ؛ بفضل المولی القوی اللطیف ؛ تنقیحاً وبسطاً ؛ وتوضیحاً وضبطاً ؛ یُطلب هو وامثاله من مجموعنا المبارك ان شاء اللّٰه تعالیٰ : العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ — وبهذا القدر ، وضح الامر وبان الفرق بینه وبین التضمین ، فانّهٗ سائغٌ عند الاکثرین ، وان ذهب ناسٌ الی التحریم ؛ واللّٰه سبحٰنه بالحق علیم۔

اس کو پختہ کرے کیونکہ یہ مفید ہے۔ اس مقام کی تحقیق مزید کا تقاضا کرتی ہے۔ اور اس کے لئے قوت و لطف والے مولیٰ تعالیٰ کے فضل سے عبدِ ضعیف کے پاس تنقیح وتفصیل اور توضیح و ضبط ہے۔ اُس کو اور اس کی مثال کو ان شاء اللہ تعالےٰ ہمارے بابرکت مجموعے "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ" سے طلب کیا جا سکتا ہے۔ اس قدر سے معاملہ کی وضاحت ہوگئی۔ اور اس کے درمیان اور تضمین کے درمیان فرق ظاہر ہوگیا کیونکہ اکثر کے نزدیک وہ جائز ہے اگرچہ کچھ لوگ اس کے حرام ہونے کی طرف گئے ہیں۔ اور اللہ سبحٰنہٗ وتعالیٰ حق کو خُوب جانتا ہے۔ (ت)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

جمع اهل موضع وقال : فجمعتُهم جمعًا او قال : وحشرنٰهم فلم نغادر منهم احدا ○ کفر[1] اھ ملتقطاً۔

کسی نے شہر والوں کو جمع کیا اور کہا فجمعنٰهم جمعًا (تو ہم ان سب کو اکٹھا کر لائیں گے) یا کہا وحشرنٰهم فلم نغادر منهم احدًا (اور ہم اُن کو جمع کر دیں گے تو ہم ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑیں گے) تو وہ کافر ہوگیا اھ التقاط۔ (ت)

اسی میں ہے:

اذا قال لغیرہ خانہ چناں پاک کردہ کہ چوں

جب دوسرے شخص کو کہا کہ گھر کو تُو نے ایسا پاک

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب السیر الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۶۷

Marfat.com

والسّماء والطارق ٥ قیل یکفر — وقال الامام ابوبکر بن اسحٰق رحمہ اللہ تعالٰی : ان کان القائل جاھلا، لایکفر۔ وان کان عالما یکفر ۔ واذ قال : قاعًا صفصفا شدہ است فھٰذہ مخاطرۃ عظیمۃ ۔ واذ قال لباقی القِدر : والبٰقیٰت الصّٰلحٰت ۔ فھٰذہ مخاطرۃٌ عظیمۃ — کذافی الفصول العمادیۃ۔[1]

کر دیا ہے کہ جیسے والسماء والطارق (آسمان کی قسم اور رات کو آنے والے کی) تو کہا گیا ہے کہ کافر ہو جائے گا۔ اور امام ابوبکر بن اسحاق علیہ الرحمہ نے کہا کہ اگر قائل جاہل ہے تو کافر نہ ہوگا اور اگر عالم ہے تو کافر ہو جائے گا۔ اور اگر کہا کہ قاعا صفصفا (کُھلا ہموار میدان) ہوگیا ہے تو یہ خود کو عظیم خطرہ میں ڈالنا ہے، اور جب ہنڈیا کی کُھرچن یا بقیہ کے بارے میں کہا والباقیات الصالحات (باقی رہنے والے نیک کام) تو یہ خود کو عظیم خطرہ میں ڈالنا ہے۔ فصول عمادیہ میں یوں ہی ہے۔ (ت)

تتمۃ الفتاوٰی میں ہے :

من استعمل کلام اللہ تعالٰی فی بدل کلامہ کمن قال فی ازدحام الناس فجمعنٰھم جمعا ، کفر۔[2]

جس نے اپنے کلام کے بدلے میں اللہ تعالٰی کے کلام کو استعمال کیا تو کافر ہو جائے گا ، جیسے لوگوں کے ہجوم کے بارے میں کہا فجمعنٰھم جمعًا (تو ہم ان سب کو اکٹھا کر لائیں گے)۔ (ت)

محیط میں ہے :

من جمع اھل موضعٍ وقال : وحشرنٰھم فلم نغادر منھم احدا ٥ اوقال فجمعنٰھم جمعا ٥ کفر۔[3]

جس نے کسی بستی کے لوگوں کو جمع کیا اور کہا وحشرنٰھم فلم نغادر منھم احدًا (اور ہم ان کو جمع کریں گے تو ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑیں گے) یا کہا فجمعنٰھم جمعًا (تو ہم ان سب کو اکٹھا کر لائیں گے) تو کافر ہو جائے گا۔ (ت)

فاضل علی بن سلطان محمد کی اسکی تعلیل میں فرماتے ہیں :

---

[1] الفتاوی الہندیہ کتاب السیر الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۶۷
[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر بحوالہ تتمۃ الفتاوی فصل فی القراءۃ والصلوٰۃ مصطفٰی البابی مصر ص ۱۶۸
[3] " " " " " " بحوالہ المحیط " " " " " ۱۶۸

Marfat.com

لانہ وضع القرآن فی موضع کلامہ[1]۔

اس لئے کہ اس نے قرآن مجید کو اپنے کلام کی جگہ رکھا۔ (ت)

اِعلام میں ہمارے علما سے کفر اتفاقی میں منقول،

او ملأ قدحا فقال، کاسًا دھاقًا ۝ او فرغ شرابا فقال، فکانت سرابا ۝ او قال بالاستہزاء عند الوزن او الکیل، واذا کالوھم اووزنوھم یخسرون[2] ۝ الخ۔

یا پیالہ بھرا اور کہا کاسًا دھاقا (چھلکتا جام) یا شراب کو انڈیلا اور کہا فکانت سرابا (تو ہوجائیں گے جیسے چمکتا ریتا) یا ناپ اور وزن کرتے وقت بطور استہزار کہا واذا کالوھم اووزنوھم یخسرون (اور جب انھیں دیں ناپ کر یا تول کر گھٹا کر دیں)۔ (ت)

بالجملہ جہاں تک نظر کی جاتی ہے، اِس نام میں کوئی احتمال قابلِ قبولِ اربابِ عقول ایسا نہیں جو واضعِ نام کو اِرتکابِ گناہ سے بچالے۔ اور واقعی ایسی کتاب کو ایسا ہی نام پھبتا تھا۔

الخبیثٰت للخبیثین والخبیثون للخبیثٰت[3]

گندیاں گندوں کے لئے اور گندے گندیوں کیلئے۔ (ت)

نسأل مولٰنا العفو والعافیۃ ۞ والنعمۃ الوافیۃ ۞ والرحمۃ الکافیۃ ۞ والھدایۃ ۞ الشافیۃ ۞ والعیشۃ الصافیۃ ۞ انہ ھو الغفور الرحیم ۞ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۞ وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمدٍ واٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین اٰمین!

ہم اپنے مولٰی سے مانگتے ہیں درگزر اور عافیت، بھرپور نعمت، کفایت کرنیوالی رحمت، شافی ہدایت اور ستھری زندگی۔ بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔ نہ گناہ سے بچنے کی طاقت اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت ہے مگر بلندی وعظمت والے معبود کی توفیق سے۔ اللہ تعالٰی درود نازل فرمائے ہمارے آقا ومولٰی محمد مصطفٰے اور آپ کے تمام آل واصحاب پر۔ اے اللہ! ہماری دُعا قبول فرما! (ت)

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی القراءۃ والصلوٰۃ مصطفی البابی مصر ص ۱۶۸

[2] اعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ الفصل الاول مکتبۃ الحقیقۃ دار الشفقت استنبول ترکی ص ۳۶۹

[3] القرآن الکریم ۲۴/ ۲۶

Marfat.com

تنبیہ التنبیہ (عظیم الشان تنبیہ)

اِعلَم، اَکرمنی اللہ تعالیٰ و ایاك، ووقانا جمیعا مواقع الھلاك۔

انّ ھٰذا الکلام النفیس الموجز کان متعلقا بنفس الاقوال و الاٰن اٰن ان نتکلم علی المتکلم الردیٔ الحال۔

فاقول وعلی اللہ التعویل بان لك مما بیّنّا ان اقوال زید وان لم تخرج بحذافیرھا عن دائرۃ الاکفار واشدّ البوار، لادقّھا ولاجلّھا ولاکثرھا و لاقلّھا۔ فما منھا من قال ولا قیل الّا و للکفر الیہ سبیل، لکنھا فی تنوّع الموارد اذ لم یکن نسجھا علی منوالٍ واحدٍ۔

فمنھا ما تنازعت فیہ اٰراء العلماء، ویرد مورده کفر لا یعطیہ منطوق المقال، وانّما یتطرّق الیہ من جھۃ اللزوم کالذی الزمناه علی القول السابع من خلود الکافر المتلبس بکفره فی الجنۃ۔

فھٰذا مما یتوارد علیہ النفی والاثبات من الائمۃ الاثبات۔ فمن الزمہ بموجب کلامہ اکفر، ومن لا فلا کما فی الشفاء للامام قاضی عیاض، و شرحہ نسیم الریاض، من قال (من

تو جان لے اللہ تعالیٰ مجھے اور تجھے عزت عطا فرمائے اور ہمیں ہلاکت کی جگہوں سے بچائے کہ بیشک یہ عمدہ مختصر کلام نفس اقوال سے متعلق ہے، اب وقت آگیا ہے کہ ہم ردی حال والے متکلم پر گفتگو کریں۔

چنانچہ میں کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ ہے، ہمارے بیان سے تجھ پر عیاں ہوگیا کہ اگر زید کے چھوٹے، بڑے، کثیر و قلیل تمام اقوال دائرۂ تکفیر اور شدید ترین ہلاکت سے خارج نہیں، ان میں کوئی قیل و قال ایسی نہیں جس کا کفر کی طرف راستہ نہ ہو لیکن ان کے مواضع استعمال مختلف انواع کے ہیں کیونکہ اُن کو ایک ہی سانچے پر نہیں بُنا گیا۔

ان میں سے بعض ایسے اقوال ہیں جن میں علماء کی آراء باہم مختلف ہیں۔ ان پر نفسِ کلام سے کفر وارد نہیں ہوتا مگر اس سے کفر لازم آتا ہے جیسے ہم نے قول ہفتم پر اُسے الزام دیا کہ اس سے کافر کا کفر کے ساتھ ملبس ہوتے ہوئے ہمیشہ جنت میں رہنا لازم آتا ہے۔

یہ ان اقوال میں سے ہے جن پر متبحر ائمہ کرام سے کفر کی نفی و اثبات دونوں وارد ہیں، چنانچہ جس نے اس کو کلام کے موجب سے الزام دیا اس نے کافر قرار دے دیا اور جس نے ایسا نہیں کہا اُس نے کافر قرار نہیں دیا جیسا کہ امام قاضی عیاض کی تصنیف الشفا اور اس کی شرح

Marfat.com

اھل السنۃ) بالمآل لما یؤدیہ الیہ قولہ کفرہ — فکانھم صرحوا (عند المکفرلھم) بما ادی الیہ قولھم — ومن لم یر اخذھم بمآل قولھم لم یر اکفارھم (لشمول معنی الایمان لھم بحسب الظاھر) قال لانھم اذا وقفوا علی ھذا قالوا نحن ننتفی من القول الذی الزمتموہ لنا ونعتقد نحن وانتم انہ کفر — بل نقول ان قولنا لا یؤول الیہ علی ما اصلناہ۔ فعلی ھذین الماخذین اختلف الناس (من علماء الملۃ واھل السنۃ) فی اکفار اھل التاویل — والصواب (عند المحققین) ترک اکفارھم لکن یغلظ علیھم بوجیع الادب، وشدید الزجر والھجر، حتی یرجعوا عن بدعھم — وھذہ کانت سیرۃ الصدر الاول (من الصحابۃ والتابعین ومن قرب منھم) فیھم ما ازاحوا لھم قبرًا، ولا قطعوا لھم میراثا، لکنھم ھجروھم وادبوھم بالضرب والنفی والقتل علی قدر احوالھم، لانھم فساق ضلال (اھل بدع، واللہ الموفق)[1] اھ ملتقطا۔

نسیم الریاض میں ہے، اہل سنت میں سے جس نے اس کے کلام کے مآل کو دیکھا اس نے اسے کافر قرار دے یا انھوں نے (تکفیر کرنیوالے کے نزدیک) اُس مآل کی تصریح کی جس کی طرف قائلین کا کلام پہنچاتا ہے۔اور جس نے مآلِ کلام کی بنیاد پر مؤاخذہ کو روا نہ سمجھا اس نے ان کی تکفیر نہ کی (کیونکہ بظاہر معنی ایمان انھیں شامل ہے) اس نے کہا عدمِ تکفیر کی وجہ یہ ہے کہ جب انھیں مآلِ کلام سے آگاہ کیا جائے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اُس قول سے انکاری ہیں جس کا الزام تم نے ہمیں دیا۔ اورہم اور تم اُس کو کفر جانتے ہیں۔ بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے قول کی جو بنیاد رکھی ہے اُس اعتبار سے ہمارے قول کا مآل وُہ نہیں (جو تم نے بتایا)۔ ان دو مآخذوں کی بنیاد پر لوگوں (یعنی علماء ملت و اہلسنت) میں اہل تاویل کی تکفیر میں اختلاف واقع ہوا۔ اور (محققین کے نزدیک) درست یہ ہے ان کی تکفیر نہ کی جائے لیکن مارپیٹ، سخت ڈانٹ ڈپٹ اور بائیکاٹ کے ذریعے ان کو سزا دی جائے یہاں تک کہ وُہ اپنی بدعتوں سے رجوع کرلیں۔ یہ طریقہ ان کے بارے میں صدر اول (عہد صحابہ و تابعین وتبع تابعین) میں تھا۔ صدر اوّل کے مسلمانوں نے اہلِ تاویل کو نہ تو قبروں سے محروم کیا اور نہ ہی میراث سے منقطع کیا لیکن ان سے قطع تعلق کیا اور ان کے حالات کے مطابق مارپیٹ، جلاوطنی اور قتل کے ذریعے انھیں سزائیں دیں کیونکہ وہ فاسق، گمراہ اور اہل بدعت ہیں، اور اللہ تعالٰی ہی توفیق دینے والا ہے اھ التقاط (ت)

[1] الشفا بتعریف حقوق المصطفٰی ۲/ ۷۹-۲۷۸ و نسیم الریاض برکات رضا گجرات، ہند ۴/ ۵۲۸ تا ۵۳۱

Marfat.com

ومنها مالا امتراء فی کونه کفرا ـــ لکن نشأ فی مطاوی المقال ما اخرجه عن حد الافصاح ، ووقع به التجاذب فی إعطاء الکفر البواح : کلفظة "عندهم" فی القول السادس ـــ فربما جاء للتبری ، وان کان الظاهر ثمه خلاف ذلك ، عند العارف باسالیب الکلام ـــ وهٰذان القسمان لا اکفار بهما عند المحققین ۔

امّا الثانی ، فواضح ، لان من یشهد بالشهادتین فقد ثبت اسلامه بیقین ، والیقین لایزول بالشك[1] ـــ وقد روی ذلك عن ائمتنا ، کما فی حاشیة السید احمد الطحطاوی عن البحر الرائق عن جامع الفصولین عن الامام الطحاوی عن الاجلة الاصحاب رضی الله تعالٰی عنهم ۔

وامّا الاول فلما صرح الائمة الاثبات ان التکفیر امر عظیم ، وخطر جسیم ۔ کلحم جمل غث علی رأس جبل وعر ، لاسهل فیرتقی ، ولا سمین فینتقی ـــ مسالکه عسیرة ومهالکه کثیرة ـــ فالذی

اور بعض اقوال ایسے ہیں جن کے کفر ہونے میں کوئی شک نہیں لیکن اثناء کلام میں کوئی ایسا قرینہ پایا گیا جو اس کو کفر صریح کی حد سے خارج کر دیتا ہے اور اس کی وجہ سے قائل پر ظاہری کفر کا حکم لگانے میں باہم کشمکش واقع ہوجاتی ہے جیسے قول ششم میں لفظ "عند ھم"۔ بسا اوقات یہ لفظ برأت کے لئے آتا ہے اگرچہ اسالیب کلام کے ماہر کے نزدیک وہاں بظاہر اس کے خلاف ہے۔ ان دونوں قسموں پر محققین کے نزدیک تکفیر نہیں کی جاتی۔

قسم ثانی تو واضح ہے کیونکہ جو توحید ورسالت کی شہادت دے دے اس کا اسلام یقینی طور پر ثابت ہوجاتا ہے۔ اور یقین شک کے ساتھ زائل نہیں ہوتا۔ تحقیق ہمارے ائمہ کرام سے یہی مروی ہے جیسا کہ سید احمد طحطاوی کے حاشیہ میں البحر الرائق سے بحوالہ جامع الفصولین مذکور ہے، جامع الفصولین نے امام طحاوی سے اور انھوں نے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰے عنہم سے روایت کیا ہے۔

رہی قسم اول تو وہ اس لئے کہ متبحر ائمہ کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ بیشک تکفیر ایک عظیم اور بہت زیادہ ہلاکت میں ڈالنے والا معاملہ ہے۔ جیسے لاغر اونٹ کا گوشت دشوار گزار پہاڑ کی چوٹی پر پڑا ہو، نہ راستہ آسان کہ چڑھا جائے اور نہ ہی وہ گوشت طاقتور کہ اس کے لئے مشقت اٹھائی جائے، اس کے

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدة الثالثة ادارة القرآن کراچی ١/٨٤

Marfat.com

يحتاط لدينه لا يتجاسر عليه الا بدلائل كشموس بل أجلى، حتى ان المسئلة ان كانت لها وجهة الى الاسلام و تسعٌ وتسعون وجهةً الى الكفر فعلى المفتي ان يميل الى الوجهة الاولى، فان الاسلام يَعلو ولا يُعلى ـــــ و ان كان هذا لا ينفع القائل عند الله تعالٰى ان كان اراد وجهةً أُخرٰى۔

وقد قال المولى العلامة زين بن نُجَيم المصري في البحر: والذي تحرر انه لا يُفتٰى بتكفير مسلمٍ امكن حمل كلامه على محمل حسن، او كان في كفره اختلاف ولو رواية ضعيفة ـــــ قال رحمه الله تعالٰى ـــــ فعلٰى هذا اكثر الفاظ التكفير المذكورة لا يفتٰى بالتكفير بها۔ ولقد الزمت نفسي ان لا افتي بشئ منها اھ[1]۔

قال الحبر الخير الرملي: اقول ولو كانت الرواية لغير مذهبنا۔ و يدلّ على ذلك اشتراط كون ما يوجب الكفر مُجمعًا عليه اھ[2] ـــــ تابعه عليه

راستے دشوار اور اس کی ہلاکتیں کثیر ہیں۔ جو شخص اپنے دین میں محتاط ہے وہ تکفیر پر جسارت نہیں کرتا جب تک سورج کی مثل بلکہ اس سے بھی زیادہ روشن دلائل موجود نہ ہوں، یہاں تک کہ اگر کسی مسئلہ میں ایک جہت اسلام کی اور ننانویں ۹۹ جہتیں کفر کی نکلتی ہوں تو مفتی پر لازم ہے کہ وہ پہلی جہت کی طرف میلان کرے کیونکہ اسلام غالب ہوتا ہے مغلوب نہیں ہوتا اگرچہ یہ قائل کے لئے عنداللہ نافع نہیں اگر اس نے دوسری جہت یعنی جہتِ کفر کا ارادہ کیا ہے۔

مولانا علامہ زین بن نجیم مصری نے البحرالرائق میں فرمایا: اور وہ جسے ہم تحریر کرتے ہیں یہ ہے کہ کسی ایسے مسلمان کی تکفیر کا فتوٰی نہ دیا جائے جس کے کلام کو اچھے معنی پر محمول کرنا ممکن ہو یا جس کے کفر میں اختلاف پایا جائے اگرچہ ضعیف روایت کی وجہ سے ہو۔ علامہ مصری علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اسی وجہ سے مذکورہ الفاظ تکفیر میں سے اکثر پر تکفیر کا فتوٰی نہیں دیا جاسکتا، اور میں نے خود پر لازم کرلیا ہے کہ ان میں سے کسی کے ساتھ کفر کا فتوٰی نہیں دوں گا اھ۔

عالم صالح خیرالدین رملی نے فرمایا: میں کہتا ہوں اگرچہ وہ روایت ہمارے مذہب کے غیر کی ہو، اور موجب کفر کے متفق علیہ ہونے کی شرط لگانا اس پر دلالت کرتا ہے اھ۔ ابوالسعود نے

---

[1] البحرالرائق کتاب السیر باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/۱۲۵
[2] ردالمحتار کتاب الجہاد باب المرتد داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۲۸۹

Marfat.com

ابوالسعود فی شرح الاشباہ۔

وقد فصّل الکلام، فی ھٰذا المرام تاج المحققین، سراج المدققین، سیّدنا الوالد قُدِّسَ سِرُّہٗ الماجد فی بعض فتاواہ التی شدّد فیھا النکیر علیٰ بعض اعلام عصرہ فلم یردّوا شیئا، و کانوا لہ مُذعنین۔

ومنھا وھوالاکثر مالاعُذرَفیہ لِزَیْدٍ، ولامھلا ولا رویدا، کالاقوال الاربعۃ الاول وغیرھا، فانہ قد ناضل فیھا ضروریات الدین، وخلع من رقبتہ ربقۃ الیقین واتی بما لا تغسلہ البحار و لا تساعد الحِیَل والاعذار —— و قد علمت انہٗ اذا کان عن علم وعمدٍ وطوع —ولاریب فی وجودھا ھھنا۔ فلاتنفع العزائم ولا تمنع التمائم، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

واعلم اَنّ العبدالضعیف لَطُفَ بہ المولی اللطیف، لمّا وصل الی ھذا المقام، وحان اوان الحکم علی المتکلم بذاک الکلام، تعرضت لہٗ خشیۃ کلمۃ الاسلام، فاستعظم الجزم بالاکفار

شرح اشباہ میں اس کی متابعت کی ہے۔

تحقیق اس مقصد میں کلام کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے میرے والد ماجد قدس سرہٗ نے جو محققین کے تاج اور مدققین کے چراغ ہیں اپنے اُن بعض فتاوٰی میں جن میں آپ نے اپنے ہمعصر مشاہیر پر سخت تنقید کی تو انھوں نے کوئی جواب نہ دیا اور وہ آپ کی اطاعت کرنے والے تھے۔

اور بعض اقوال جو کہ اکثر ہیں ایسے ہیں کہ ان میں زید کے لئے عذر نہیں، نہ اُن میں کوئی مہلت نہ ڈھیل' جیسے پہلے چار اقوال وغیرہا۔ کیونکہ ان میں اُس نے ضروریاتِ دین پر تیر اندازی کی اور یقین کا پھندہ اپنی گردن سے اتار پھینکا، اور ایسے غلیظ کلمات و اقوال لایا کہ انھیں کئی سمندر بھی نہیں دھو سکتے اور نہ ہی حیلے بہانے اس کی موافقت کرتے ہیں۔ تحقیق تُو جان چکا ہے کہ اگر وہ اقوال جانتے بُوجھتے بخوشی کہے گئے جیسا کہ یہاں ان امور کی موجودگی میں کوئی شک نہیں تو نہ ارادے نفع دے سکتے ہیں اور نہ ہی تعویذات دفاع کر سکتے ہیں' اور نہیں ہے بُرائی سے بچنے کی طاقت اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت مگر بلندی وعظمت والے معبود کی توفیق سے۔

تُو جان لے کہ عبدِ ضعیف (اس پر مہربان مولیٰ مہربانی فرمائے) جب اس مقام پر پہنچا اور اس کلام کی وجہ سے متکلم پر حکم لگانے کا وقت آیا تو اُسے کلمۂ اسلام کی عظمت وجلالت دامنگیر ہوئی۔ چنانچہ اس نے تکفیر کو بہت ہی عظیم معاملہ سمجھا اس بات کا خوف

Marfat.com

اَیَّمَا استعظام ؛ فرقًا من ان تکون هناك
دقیقة عمیقة لم یصلها فهمی ، او
شاذّة فاذّة لم یحط بها علمی ؛
فاستخرت المولیٰ سبحٰنه و تعالیٰ ، و
جعلت اراجع الکتب واقلّب الاوراق ؛
حتی اکملت الجِد وانهیت الجُهد حسب
مایطاق ؛ وصرفت فیه یومین
کاملین ؛ فلم ار شیئا تقرُّ به
العین ؛ بل کُلّما توغّلت فی تتبع
الاسفار ؛ تتابع الاقوال تؤیّد الاِکفار ؛
الیٰ ان وقفت علی معظم المسائل ؛
وعامّة الفروع فی کتب الاماثل ؛
من اصحابنا الحنفیة ؛ وعمائد الشافعیة ؛
وزعائم المالکیة ؛ والذی تیسّر من کلمات
الحنبلیة ؛ فاذاهی جمعا کماهی علیٰحدة ؛
کانها ترمی عن قوس واحدة ؛ فایقنت ان
لیس للرّجل محیص ؛ ولا عن الحکم
بالاکفار مفیص ؛ اللّٰهم اِلّا حکایة
ضعیفة عن بعض علمائنا فی
الجامع الاصغر : انّ عقد الخلد
هوالمعتبر ؛ اوردها ثم ردها
ثم ردها ولکن زِدتُ بها
تلعثما ؛ ووَدِدت الوقوف هناك تاثُّما ؛
علمًا منّی بانّ الخلاف وان کان ضعیفا ، هٰهُنا
کافٍ — فامعنت النظر ؛ وانعمت

کرتے ہوئے کہ ہوسکتا ہے یہاں گہرا باریک علمی نکتہ ہو
جس تک میری دانش نہ پہنچی ہو یا کوئی الگ تھلگ علمی
بات جس کو میرا علم حاوی نہ ہوا ہو، تو میں نے مولےٰ
سبحٰنہ' و تعالیٰ سے استخارہ کیا اور کتابوں کی طرف
مراجعت اور ورق گردانی کرنے لگا یہاں تک کہ
میں نے اپنی پوری کوشش کر لی اور مقدور بھر انتہائی
محنت و مشقت کو بروئے کار لایا۔ اور اس میں پورے
دو دن صرف کر دیئے۔ اس کے باوجود میں نے کوئی
ایسی شے نہ پائی جس سے آنکھ ٹھنڈی ہوتی بلکہ جب
بھی کتابوں کی تلاش میں منہمک ہوا، پے در پے تکفیر
کے مؤید اقوال ہی پائے، یہاں تک میں نے حنفی،
شافعی، مالکی اور حنبلی فقہاء کرام اور علماء عظام کی
کتب میں بہت سے عظیم مسائل اور عام فروع پر
واقفیت حاصل کی تو وہ مجموعی طور پر بھی ایسے ہی ہیں
جیسے الگ الگ گویا کہ وہ سب ایک ہی کمان سے
تیر اندازی کرتے ہیں۔ چنانچہ میں نے یقین کر لیا کہ
اُس شخص کے لئے کوئی جائے فرار نہیں اور نہ ہی
حکم تکفیر سے ہٹنے کی کوئی گنجائش ہے۔ اے اللہ!
مگر ایک ضعیف روایت جو ہمارے بعض علماء سے
جامع اصغر میں منقول ہے وہ یہ کہ ارادۂ قلبی معتبر ہے'
جامع اصغر میں اس کو وارد کیا پھر اُس کا خوب
رَد کیا۔ لیکن میں نے اُس میں زیادہ سوچ بچار کی
اور گناہ سے بچنے کے لئے توقف کو پسند کیا
یہ سمجھتے ہوئے کہ مخالفت اگرچہ کمزور ہے مگر یہاں
کافی ہے۔ چنانچہ میں نے گہری نظر ڈالی اور فکر میں

Marfat.com

الفكر ؛ حتى فتح المولیٰ تبارك و تعالیٰ انّ الإكفار عليه الإجماع ؛ و انما وقع فی الكفر النزاع ؛ فلا شك ولا ارتياب انّ من تكلم بكلمة الكفر طائعًا عالمًا عامدًا اصاحيًا فهو كافر عندنا قطعًا، لاينتطح فيه عنزان ، و نُجری عليه احكام الردة ، و يحرم علی امرأته ان يمكنه من نفسها ، و يجوز لها ان تنكح من دون طلاقٍ من تشاء ، والقائل نحبسه ثلاثا ندبًا و نمهله ليرزق توبا ، فان تاب و الا قتل ورمی بجيفة كجيفة الكلاب ، من دون غسل ولا كفن ؛ ولا صلٰوة ولا دفن ؛ و قطعنا ميراثه عن مورثيه المسلمين ؛ وجعلنا كسب ردته فيئًا لجميع المؤمنين ؛ الیٰ غير ذٰلك من الاحكام المشرحة فی الكتب الفقهية ۔

امّا انه هل يكفر بذٰلك فيما بينه وبين ربه تبارك و تعالیٰ فقيل: مالم يعقد الضمير عليه، لانّ التصديق

مبالغہ کیا یہاں تک کہ مولےٰ تبارک و تعالیٰ نے مجھ پر آشکارا فرما دیا کہ تکفیر پر اجماع ہے ۔ نزاع تو فقط کفر میں ہے ۔ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ جس نے بخوشی جان بوجھ کر بقائمی ہوش وحواس کلمۂ کفر بولا وہ ہمارے نزدیک قطعی طور پر کافر ہے ۔ اس میں دو بکریاں سینگ نہیں لڑائیں گی ۔ ہم اُس پر مرتد ہونے کے احکام جاری کریں گے ۔ اُس کی بیوی پر حرام ہوگا کہ وہ خود کو اس کے قابو میں دے اور اس کیلئے جائز ہوگا بغیر طلاق جس کے ساتھ چاہے نکاح کرلے اور کلمۂ کفر کہنے والے کو ہم بطور استحباب تین دن محبوس رکھیں گے اور اُس کو مہلت دیں گے تاکہ اُسے توبہ کی توفیق ملے ۔ اگر اُس نے توبہ کرلی تو ٹھیک ورنہ قتل کرکے اس کے لاشہ کو کتّے کے لاشہ کی طرح غسل، کفن، نماز جنازہ اور دفن کے بغیر پھینک دیں گے ۔ مسلمان مورثوں سے اس کی میراث منقطع کردینگے اور اس کی حالتِ ارتداد کی کمائی کو تمام مسلمانوں کے لئے غنیمت بنا دیں گے ۔ اسی طرح اس کے علاوہ دیگر احکام جاری کرینگے جو کتبِ فقہ میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں ۔

رہا یہ مسئلہ کہ کیا وہ اس کلمہ کے ساتھ عنداللہ کافر ہوجائے گا یا نہیں ، تو ایک قول یہ ہے کہ نہیں ہوگا جب دلی ارادہ نہ پایا جائے کیونکہ تصدیق کا

ﮧ الا اذا استمهل فيجب فی ظاهر الرواية ١٢ منه ۔

مگر جب وہ مہلت طلب کرے تو پھر ظاہر الروایہ میں واجب ہے ١٢ منہ (ت)

Marfat.com

محله القلب ـــ وهذه هي الحكاية التي
اشرنا اليها ـــ وقال عامة العلماء و
جُمهور الاُمناء : نعم ، وإن
لم يعتقد ـ لانّه متلاعبٌ بالدين ،
وهو كفرٌ بيقين ـ
وقد قضى الله تعالىٰ انّ مثل ذلك
لا يُقدِم عليه الّا من نزع
الله الايمان من قلبه ـــ عوذاً
به سبحٰنه وتعالىٰ ـ
قال تعالىٰ : ولئن سألتهم ليقولنّ
انما كنّا نخوض ونلعب ، قل
ابالله وأيٰته ورسوله كنتم تستهزءُون ○
لا تعتذروا قد كفرتم بعد
ايمانكم [1]

وهذا هو الصحيح الرجيح المذيل بطراز
التصحيح ـــ فهنالك عملت فى ذلك
رسالةً جليلةً وعُجالةً جميلةً تشتمل
علىٰ غرر الفوائد والدُّرر الفرائد ، سمّيتها
"البارقة اللمعا فى سوءِ من نطق بكفرٍ طوعاً" ١٣٠۴
ليكون العَلَم علماً على التاريخ كرسالتنا
هٰذه التى نحن الاٰن مفيضون
فيها سمّيناها "مقامع
الحديد علىٰ خدّ المنطق الجديد" ١٣٠۴

محل دل ہے۔ یہی وہ حکایت ہے جس کی طرف ہم نے
اشارہ کیا ہے جبکہ عام علمار کرام اور جمہور اُمنائے نے
کہا ہے کہ وہ کافر ہو جائے گا اگرچہ دلی طور پر عزم
نہ پایا جائے کیونکہ وہ دین کے ساتھ کھیلنے والا ہے
اور یہ یقیناً کفر ہے۔
تحقیق اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ اس جیسے
فعل کا ارتکاب صرف وہی کرے گا جس کے دل سے
اللہ تعالیٰ ایمان سلب کر لیتا ہے۔ اللہ سبحٰنہ و
تعالیٰ کی پناہ!
اللہ تعالیٰ نے فرمایا : اور اے محبوب! اگر تم ان سے
پُوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو یُونہی ہنسی کھیل میں تھے۔
تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے
رسول سے ہنستے ہو، بہانے نہ بناؤ تم کافر
ہو چکے ہو مسلمان ہو کر۔
اور یہی صحیح وراجح ہے جو تصحیح کے نقش ونگار سے مزین
ہے۔ تو یہاں سے ہی میں نے ایک خوبصورت
جلیل القدر رسالہ بنا دیا جو چمکدار فوائد اور بڑے بڑے
موتیوں پر مشتمل ہے، میں نے اس کا نام "البارقۃ
اللمعا فی سوء من نطق بکفر طوعا" (١٣٠۴ھ)
رکھا تاکہ نام سے رسالہ کی تاریخِ تصنیف کا علم
ہو جائے، ہمارے اُس رسالے کی طرح جس میں
اب ہم مشغول ہونے والے ہیں اُس کا نام ہم نے
"مقامع الحدید علیٰ خدّ المنطق الجدید" ١٣٠۴ رکھا

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶۵ و ۶۶

Marfat.com

فعلیك عہ بہا - فانی حققت فیہا اَنّ اِکفار الطائع ھوالاجماعُ من دون نزاعٍ - واقمت علیٰ ذٰلك دلائل ساطعة لاتُرام ، و براھین قاطعةً لاتضام ، فسکن الصدر ، واستقر الامر ، وبان الصواب ، وانکشف الحجاب ، والحمد للّٰہ ربّ العٰلمین -

تجھ پر اُس رسالہ (البارقۃ اللمعا) کا مطالعہ لازم ہے کیونکہ میں نے اس میں تحقیق کی ہے کہ برضا ورغبت کفریہ کلمہ بولنے والے کی تکفیر پر اجماع ہے اُس میں کوئی نزاع نہیں، میں نے اس پر ایسے بلند دلائل قائم کئے ہیں جنھیں جھکایا نہیں جاسکتا اور ایسے قطعی براہین قائم کئے ہیں جن میں کمی نہیں کی جاسکتی۔ دل مطمئن، معاملہ ثابت، درستگی ظاہر اور حجاب منکشف ہوگیا۔ اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ (ت)

بالجملہ حکمِ اخیر یہ ہے

کہ زید کے اقوالِ مذکورہ بعض حرام وگناہ ــــ اور بعض بدعت وضلالت ــــ اور اکثر خاص کلماتِ کفر والعیاذُ باللہ تعالیٰ (اور اللہ تعالےٰ کی پناہ۔ ت)

اور زید بہ حکمِ شرع فاسق، فاجر، مرتکبِ کبائر ــــ بدعتی خاسر، گمراہ غادِر ــــ اِس قدر پر تو اعلیٰ درجہ کالیقین ــــ اِس کے سوا اُس پر حکمِ کفر وارتداد سے بھی کوئی مانع نظر نہیں آتا ــــ حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ سب کے کلمات ــــ بلکہ صحابہ وتابعین سے لے کر اِس زمانہ تک کے اِفتاء وفقہیات، بالاتفاق یہی اِفادہ کرتے ہیں ــــ کما بیّنّاہ فی "البارقة اللمعا" (جیساکہ اُس کو ہم نے "البارقۃ اللمعا" میں بیان کردیا۔ ت)

بالفرض اگر بہ ہزار دِقّت کوئی بچتی ہوئی صورت نکل بھی سکی تو یہ بالجزم بیّن ومبین وصریح و ظاہر کہ وہ اپنے اِن اقوال کے سبب عامّہ علمائے دین وجماہیر ائمّۂ کاملین کے نزدیک کافر، اور اُس پر احکامِ ارتداد جاری ــــ اور بے توبہ مرے تو جہنمی ناری ــــ والعیاذ باللّٰہ القدیر البادی (اور اللہ کی پناہ جو قدرت والا پیدا کرنے والا ہے۔ ت)

اَلْعَظَمَةُ لِلّٰہ ! (بڑائی اللہ کے لئے ہے۔ ت) اِس قدر کیا کم ہے !

عہ الضمیر یرجع الی "البارقة اللمعا" فانہا التی اشبع فیہا الکلام حول ذا الموضوع ۱۲۔ محمد احمد

Marfat.com

اِعلام میں فرماتے ہیں؛

لو تشبّه بالمعلمين فاخذ خشبة وجلس القوم حوله كالصبيان فضحكوا واستهزءوا كفر۔ زاد في الروضة: الصواب لا۔ ولا يغترّ بذٰلك فانه يصير مرتدًّا على قولِ جماعةٍ، وكفٰى بهٰذا اخسارًا وتفريطًا[1] اھ ملتقطًا۔

اگر کوئی معلّمین کی مشابہت اختیار کرتے ہوئے تخت پر بیٹھا اور لوگ مثل بچّوں کے اس کے اردگرد بیٹھ گئے اور ہنسی مذاق کرنے لگے تو وہ کافر ہوجائیگا۔ روضہ میں یہ اضافہ کیا کہ درست بات یہ ہے کہ کافر نہ ہوگا۔ اور تجھے یہ بات دھوکے میں نہ ڈالے اس لئے کہ ایک بڑی جماعت کے قول پر وہ مرتد ہوجائیگا' اور اُسے یہ خسارہ و نقصان کافی ہے اھ التقاط (ت)

مع ہذا، شِفا شریف سے، اوپر منقول ہوا کہ؛

بعض اقوال اگرچہ فی نفسہٖ کفر نہیں مگر بار بار بہ تکرار اُن کا صدور دلیل ہوتا ہے کہ قائل کے قلب میں اسلام کی عظمت نہیں۔ اُس وقت اُس کے کفر میں زنہار شک نہ ہوگا[2]

سُبحٰن اللہ! پھر کفریاتِ خالصہ کا بہ ایں زور وشور، صدور کیونکر کفرِ قائل پر بُرہانِ کامل نہ ہوگا!—— لاحول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم۔

زید پر ہر فرض سے بڑھ کر فرض کہ از سرِ نَو مسلمان ہو اور اِن کفریات وضلالات سے علی الاعلان توبہ کرے، اور صرف بہ طورِ عادت کلمۂ شہادت زبان پر لانا ہرگز کافی نہ ہوگا کہ اِس قدر تو وہ قبل از توبہ بھی بجالاتا تھا، بلکہ اِس کے ساتھ تصریح کرے کہ وہ کلمات کفریہ تھے اور میں نے اُن سے توبہ کی۔ اُس وقت اہلِ اسلام کے نزدیک اُس کی توبہ صحیح ہوگی —— اور ایمان لائے کہ اللہ جل جلالہٗ کے سوا کوئی خالق نہیں، نہ اس کا غیر قِدَم کے لائق —— اور ایمان لائے کہ وہ تمام عالم کا مدبّر اور ہر چیز پر قادر ہے، اور عقولِ مُختَرَعَہ فلاسفہ باطل —— الٰی غیر ذٰلك ممّا یظهر بالمراجعة الٰی ما قدمنا من المسائل (اس کے علاوہ جو کچھ ظاہر ہوتا ہے اُن مسائل کی طرف رجوع کرنے سے جن کو ماقبل میں ہم نے بیان کیا ہے۔ ت)

بحرالرائق میں ہے؛

اتٰی بالشهادتین علٰی وجهِ العادة

بطورِ عادت شہادتین کو لایا (کلمۂ شہادت پڑھا) تو

---

[1] اعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ الفصل الاوّل مکتبۃ الحقیقۃ دار الشفقۃ ترکی ص ۳۶۲

[2] الشفا بتعریف حقوق المصطفٰی فصل واما من تکلم من سقط الخ المکتبۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۲/۲۸۳

Marfat.com

ینفعہ مالم یرجع عمّا قال، اذ لا یرتفع بھما کفرہ۔ کذا فی البزازیۃ و جامع الفصولین اھ[1]۔

اُس کو نفع نہ دے گا جب تک اپنے قول سے رجوع نہ کرے کیونکہ اتیانِ شہادتین سے اُس کا کفر مرتفع نہ ہوگا۔ بزازیہ اور جامع الفصولین میں یُونہی ہے اھ (ت)

اور ضرور ہے کہ جس طرح کتاب چھاپ کر اِن کفریات وضلالات کی اشاعت کی یوں ہی اِن سے تبرّی اور اپنی توبہ کا اعلان کرے کہ آشکارا گناہ کی توبہ بھی آشکارا ہوتی ہے۔ امام احمد کتاب الزہد اور طبرانی معجم کبیر میں سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا عملت سیئۃ فاحدث عندھا توبۃ، السّر بالسّر والعلانیۃ بالعلانیۃ[2]۔

جب تُو کوئی گناہ کرے تو فوراً توبہ بجالا، پوشیدہ کی پوشیدہ اور ظاہر کی ظاہر۔

قلتُ واسنادہٗ حسنٌ علٰی اصول الحنفیۃ۔

میں کہتا ہوں اصولِ حنفیہ کے مطابق اس کا اسناد حسن ہے (ت)

اور اِس کتاب تباہ خراب کی نسبت میں وہ نہیں کہتا جو بعض عُلمائے حنفیہ وشافعیہ کتبِ منطقیہ کی نسبت فرماتے ہیں کہ ان کے جو ورق نامِ خدا و رسول سے خالی ہوں اُن سے استنجا روا۔ شرح فقہِ اکبر میں ہے:

لو کان الکتاب فی المنطق ونحوہ، تجوز اھانتہ فی الشریعۃ، حتّٰی افتٰی بعض الحنفیۃ وکذا بعض الشافعیۃ بجواز الاستنجاء بہ اذا کان خالیا عن ذکر اللہ تعالٰی مع الاتفاق علٰی عدم جواز الاِستِنجاء بالورق الابیض الخالی عن الکتابۃ اھ[3] مُلَخَّصًا۔

اگر منطق وغیرہ میں کوئی کتاب ہو تو شریعت میں اسکی توہین کرنا جائز ہے یہاں تک کہ بعض حنفیوں نے یوں ہی بعض شافعیوں نے اس کے ساتھ استنجاء کے جواز کا فتوٰی دیا ہے بشرطیکہ وہ اللہ تعالٰی کے ذکر سے خالی ہو باوجودیکہ کتاب سے خالی سفید کاغذ کے ساتھ استنجاء کے عدمِ جواز پر اتفاق ہے اھ تلخیص (ت)

---

[1] البحرالرائق کتاب السیر باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۲۶/۵

[2] الزہد للامام احمد بن حنبل حدیث ۱۴۱ دارالکتاب العربی بیروت ص ۴۹
المعجم الکبیر عن معاذ بن جبل " ۳۳۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۵۹/۲۰

[3] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی العلم والعلماء مصطفٰی البابی مصر ص ۱۷۴

Marfat.com

ہاں اتنا ضرور کہوں گا کہ اب اس کی اشاعت سے باز رہے۔ اور جس قدر جلدیں باقی ہوں جلا دے اور حتی الوسع اُس کے اِخمادِ نار و اِماتتِ اذکار میں سعی کرے کہ منکر باطل اسی کے قابل۔ قال اللہ تعالیٰ:

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین اٰمنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاٰخرۃ واللہ یعلم وانتم لا تعلمون[1]

بے شک جو لوگ چاہتے ہیں کہ بے حیائی پھیلے مسلمانوں میں، اُن کے لئے دُکھ کی مار ہے دُنیا و آخرت میں۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

سُبحٰنَ اللہ! اِشاعتِ فاحشہ پر یہ ہائل وعید — پھر اشاعتِ کفر کس قدر شدید — والعیاذ باللہ العلیِّ الحمید (بلندی والے سراہے ہوئے معبود کی پناہ۔ ت)

خاتمہ رَزَقَنَا اللہُ حُسْنَہَا (اللہ تعالیٰ ہمیں اچھا خاتمہ عطا فرمائے۔ ت) چند تنبیہات زکیات میں

تنبیہِ اوّل: اے عزیز! آدمی کو اس کی انانیت نے ہلاک کیا، گناہ کرتا ہے، اور جب اس سے کہا جائے توبہ کر، تو اپنی کسرِ شان سمجھتا ہے۔ عقل رکھتا تو اصرار میں زیادہ ذلت و خواری جانتا۔

یا ھٰذا۔ ہرگز منصبِ علم کے منافی نہیں کہ حق کی طرف رجوع کیجئے، بلکہ یہ عین مقتضائے علم ہے اور سخن پروری ہر جہل سے بدتر جہل — وہ بھی کاہے میں؟ کفریات میں۔ والعیاذ باللہ (اللہ کی پناہ۔ ت)

یا ھٰذا۔ صغیرہ پر اصرار اُسے کبیرہ کر دیتا ہے — کفریات پر اصرار کس قعرِ نار میں پہنچائے گا!

یا ھٰذا۔ تیرا رب ایک شخص کی مذمت کرتا ہے:

واذا قیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم فحسبہ جہنم ولبئس المھاد[2]

یعنی جب اس سے کہا جائے خدا سے ڈر، تو اُسے غرور کے مارے گناہ کی ضد چڑھتی ہے۔ سو کافی ہے اُسے جہنم، اور بیشک کیا بُرا ٹھکانا ہے۔

للہ! اپنی جان پر رحم کر، اور اس شخص کا شریکِ حال نہ ہو۔

یا ھٰذا۔ تیرا مالک ایک قوم پر رد فرماتا ہے:

واذا قیل لھم تعالوا یستغفر لکم رسول اللہ لووا رءوسھم و

جب اُن سے کہا جائے آؤ تمہارے لئے بخشش چاہے خدا کا رسول، تو اپنے سر پھیر لیتے ہیں اور تو انھیں

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۹

[2] " " ۲/ ۲۰۶

Marfat.com

رأیتھم یصدّون وھم مستکبرون [1] دیکھے کہ باز رہتے ہیں تکبّر کرتے ہوئے۔

ہاں میں بھی تجھے رسول اللہ صلّے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طرف بلاتا ہوں، خدا کو مان، اور منہ نہ پھیر۔

یا ھٰذا۔ تو سمجھتا ہے: اگر میں تسلیم کر لوں گا تو لوگوں کی نگاہ میں میری قدر گھٹ جائے گی اور میرے علمِ فلسفی میں بٹا لگے ـــ حالانکہ یہ محض وسوسۂ شیطان ہے ـــ لاحول پڑھ، اور خدا کی طرف جُھک، کہ اس سے اللہ کے یہاں تیری عزّت ہو گی، اور خلق میں بے قدری بھی غلط، بلکہ وہ تجھے مُنصِف و حق پسند جانیں گے، اور نہ مانے گا تو متکبّر و شریر و لَوَنْد۔

یا ھٰذا۔ کیا یہ ڈرتا ہے کہ مان جاؤں گا تو اِس مُجیب کا علم مجھ سے زیادہ ٹھہرے گا؟ ـــ حاش للہ! واللہ کہ اگر کوئی بندۂ خدا میرے ذریعہ سے ہدایت پائے تو اِس میں میری آنکھ کی ٹھنڈک اُس سے ہزار درجہ زائد ہے کہ میرا علم کسی سے زیادہ ٹھہرے۔

ہاں! ہاں!! اگر تو اعلانِ توبہ کرے تو میں اپنے جَہل اور تیرے فضل کا نَوِشتہ لکھ دوں۔

یا ھٰذا۔ اِک ذرا تعصب سے الگ اور تنہائی میں بیٹھ کر سوچ کہ کفریات پر اصرار کی شامت تیرے حق میں بہتر ہے یا بعدِ رجوع و توبہ بعض جُہّال کی تحقیر و ملامت؟

ہَیہات، ہَیہات! اللہ کا عذاب بہت سخت ہے ـــ وَاِنَّہٗ لَاٰت (اور وہ بلاشبہہ آنے والا ہے۔ ت) ـــ میں تیرے بھلے کی کہتا ہوں: عار پر نار کو اختیار نہ کرنا۔

الٰہی! میرے بیان میں اثر بخش! اور اپنے اِس بندہ کو ہدایت دے، اور ہمارے قلوب دینِ حق پر قائم رکھ۔

یا واجد، یا ماجد، لا تزل عنی نعمۃ انعمتھا علیّ، بجاہ من ارسلتہٗ رحمۃ للعٰلمین، واقمتہ شفیعا للمذنبین المتلوثین الخطّائین الھالکین، صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ اجمعین۔ اٰمین!

اے محب، اے کمال بزرگی والے! جو نعمت تُو نے مجھے عطا فرمائی ہے وہ مجھ سے سلب نہ فرما، اس کے صدقے میں جسے تُو نے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اور تُو نے اُسے ہلاکت میں پڑنے والے خطا کاروں اور لتھڑے ہوئے گنہگاروں کیلئے شفیع بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر، آپ کی آل پر اور آپ کے تمام اصحاب پر رحمت نازل فرمائے۔ آمین (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶۳/۵

Marfat.com

تنبیہ دوم: مبادا اگر رگِ تعصب جوش میں آئے — اور خدا ایسا نہ کرے — تو اِس قدر یاد رہے کہ عقائدِ اسلام و سنّت کے مقابل، ہم پر فلاں ہندی و بہمانِ سندی کسی کا قول سند نہیں — نہ احکامِ شرعیہ شخص دُون شخص سے خاص — اَلْعِزَّۃُ لِلّٰہِ (عزت اللہ تعالٰی کے لئے ہے۔ ت) شرع سب پر حجت ہے — وہ کون ہے جو شرع پر حجت ہو سکے؟ — اِس قسم کی حرکت جس سے صادر ہوگی وہ بقدر اپنے سیئہ کے حکم کا مستحق ہوگا۔ کسے باشد، کائنًا مَّنْ کَانَ (جو بھی ہو۔ ت) —

اٰین و آں سے ہمیں موافقت اُسی وقت تک ہے جب تک وُہ دینِ حق سے جُدا نہیں۔ اور اس کے بعد، عیاذاً باللہ (اللہ کی پناہ۔ ت) ع

سایہ اش دور باد از ما دُور

(اس کا سایہ ہم سے دُور ہو۔ ت)

جس کا قول ہم اسلام و سنّت کے موافق پائیں گے تسلیم کریں گے۔ نہ اِس لئے کہ اُس کا قول ہے، بلکہ اس لئے کہ صراطِ مستقیم سے مطابق ہے — اور جس کی بات خلاف پائیں گے، زید ہو یا عمرو، خالد ہو یا بکر، دیوار سے مار کر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رِکاب سے لپٹ جائیں گے — اللہ ان کا دامن ہم سے نہ چھڑائے دُنیا میں نہ عقبیٰ میں — آمین! الٰہی آمین! ؎

محمد عربی کابروئے ہر دو سراست کسے کہ خاکِ درش نیست خاک بر سرِ اُو

(محمد عربی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دونوں جہانوں کی آبرو ہیں، جو اُن کے درِ اقدس کی خاک نہیں ہے اس کے سر پر خاک ہو۔ ت)

تنبیہ سوم: واجبُ المُلاحَظَہ نافِعُ الطَّلَبَہ (جس کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے وہ طلبہ کے لئے نفع بخش ہے۔ ت)

اِن اَعصار و اَمصار کے طلبۂ علم چشمِ عبرت کھولیں اور توُغّلِ فلسفہ کی آفتِ جاں گزا غور سے دیکھیں۔ زید کہ جس کے اقوال سے سوال ہے آخر اِس حال کو کاہے کی بدولت پہنچا۔ اور فلسفہ کی دبی آگ نے 'بے خبری میں بہ تدریج سُلگ کر دفعۃً بھڑکی تو کہاں تک پھُونکا؟

اے عزیز! شیطان اوّل دھوکا دیتا ہے کہ مقصود بالذات تو علمِ دین ہے — اور علومِ عقلیہ وسیلہ و آلہ — پھر ان میں اشتغال کس لئے بے جا؟

ہیہات! اگر یہ امر اپنے اطلاق پر مسلّم بھی ہو تو اب اپنے حالات پر غور کرو کہ آلہ و مقصود کی شان ہوتی ہے؟ — شب و روز آلہ میں غرق ہو گئے، مقصود کا نام تک زبان پر نہ آیا — اچھا توسّل ہے

Marfat.com

اور اچھا قصد ؎

بوقتِ صبح شود ہمچو روز معلومت　　　　که با کہ باختہ عشق در شبِ دیجور

صبح کے وقت تجھے روزِ روشن کی طرح معلوم ہو جائے گا کہ تاریک رات میں تُو نے کس کے ساتھ عشق بازی کی ہے۔ ت)

عزیزو! اگر علم آخرت کے لئے سیکھتے ہو تو واللہ کہ فلسفہ آخرت میں مضر — اور دنیا کے لئے؟ تو یہاں وہ بھی بخیر — اس سے تو بہتر کہ مڈل پاس کرو کہ دس روپیہ کی نوکری پا سکو۔

عزیزو! للہ انصاف! مصطفٰے صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی حدیث میں علم کو ترکۂ انبیاء اور علماء کو اُن کا وارث قرار دیا — ذرا دیکھو تو وہ علم یہی ہے جس میں تم سراپا مُنہمک، یا وہ جسے تم بایں بے پرواہی و استغنا تارک؟ — بھلا ایمان کے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھو کہ مصطفٰے صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا وارث بننا اچھا، یا ابن سینا و فارابی کا فضلہ خوار؟ ع

ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بہ کجا

(ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ت)

عزیزو! شیطان اس قوم کے کان میں پھونک دیتا ہے کہ عمر صرف کرنے کے قابل یہی علوم فلسفیہ ہیں کہ ان کے مدارک عمیق اور مسالک دقیق۔ جب یہ آگئے تو علوم دینیہ کیا ہیں، ادنیٰ توجہ میں پانی ہو جائیں گے۔ حالانکہ واللہ محض غلط — تمھیں ان علوم ربّانیہ کا مزہ ہی نہیں پڑا — ورنہ جانتے کہ علم یہی ہیں، اور جو غموض و دقت و لطف و نزاکت ان میں ہے اُن کا ہزاروں حصہ وہاں نہیں — مگر کیا کیجئے کہ ع

اَلنَّاسُ اَعْدَاءٌ لِّمَا جَهِلُوْا

(لوگ اُس چیز کے دشمن ہوتے ہیں جس سے وہ جاہل ہوتے ہیں۔ ت)

اچھا نہ سہی — مگر کیا نفیس تدقیق، عمدہ تحقیق ہے کہ ہزاراں برس گزرے آج تک کوئی بات مُنقّح نہ ہوئی — لوگ کہتے ہیں تلاحُقِ آراء سے علم نُضج پاتے ہیں — وہاں اس کے خلاف ع

شد پریشاں، خوابِ شاں از کثرتِ تعبیر ہا

(زیادہ تعبیروں کی وجہ سے ان کا خواب پریشان ہو گیا۔ ت)

سلف خلف میں جسے دیکھئے کیا چمک چمک کر تقریریں کرتا ہے گویا حق ناصح اس کی بغل سے نکل کر کہیں گیا ہی نہیں — جب دوسرا آیا اُس نے نئی ہانک سُنائی، اگلے کی عقل اوندھی بتائی — یوں ہی سلسلہ بے تمیزی لا تَقِفُ عِنْدَ حَدٍّ قبل یوم القیامۃ (قیامت سے پہلے یہ سلسلہ کسی حد پر نہیں

Marfat.com

رُکے گا۔ ت) چلا جاتا ہے اور چلا جائے گا۔ کچھ محقق ہو سکا نہ ہرگز ہوسے

ہر کہ آمد عمارتے نو ساخت رفت و منزل بہ دیگرے پرداخت[1]

(جو بھی آیا اس نے نئی عمارت بنائی، چلا گیا اور عمارت دوسرے کے حوالے کر دی۔ت)

کہئے پھر اس "کاو، کاو" کا کیا محصّل نکلا؟ اور کون سا نتیجہ دامن میں آیا؟ —— دمِ مرگ جب دیکھئے تو ہاتھ خالی ع

جہل تھا جو کچھ کہ سیکھا، جو پڑھا افسانہ تھا

ایک فلسفی نزع میں ہاتھ ملتا اور کہتا تھا: عُمر کھوئی کچھ تحقیق نہ ہو پایا سوا اس کے کہ: ہر ممکن محتاج ہے اور امکان امرِ عدمی —— دُنیا سے چلا اور کچھ نہ ملا۔

اور دوسرا امر یعنی علومِ دینیہ اِس کے ذریعہ سے خود آجانا —— ایسا باطل فضیح ہے جس کی داعیت تمہارے اذہان کے سوا کہیں نہ ملے گی —— حاش للہ! کام پڑے دام کھلتے ہیں —— دس مسائلِ دینی پُوچھے جائیں اور کوئی فلسفی صاحب اپنے تفلسُف کے زور سے ٹھیک جواب دے دیں تو جانیں —— یوں تو زبان کے آگے بارہ ہَل چلتے ہیں ع

کس نگوید کہ دُوغِ من تُرش است

(اپنی لسّی کو کھٹا کوئی نہیں کہتا۔ ت)

عزیزو! یہ درس کہ اِن بلاد میں رائج، احمق اِسے مُنتہائے علم سمجھتے ہیں —— حاشا کہ وہ ابتدائی علم بھی نہیں —— اس سے استعداد آنا منظور ہے —— رہا علم! —— ہیہات ہیہات! ہنوز دلّی دُور ہے ع

بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے

(بہت سفر چاہیے تاکہ کچّا پکّا ہو جائے۔ ت)

طالبِ علم بے چارہ شِفا، اشارات سب لپیٹ گیا اور یہ بھی نہ جانا کہ "اصولِ دین" کو کیونکر سمجھوں! اور خدا و رسول کی جناب میں کیا اعتقاد رکھوں! —— اگر کچھ معلوم ہے تو سُنی سُنائی تقلیدی —— پھر حلال و حرام کا تو دوسرا درجہ ہے۔

افسوس واضعِ درس نے کتبِ دینیہ گنتی کی رکھیں کہ طلبہ خوض و غور کے عادی ہو جائیں اور ازاں جا کہ

---

[1] گلستانِ سعدی در سبب تالیف مکتبہ اویسیہ بہاولپور ص ۱۴

Marfat.com

ابھی عقل پختہ نہیں، لہٰذا ایسی چیز میں مشق ہو جس کی اُلٹ پلٹ نقصان نہ دے ـــــ مگر وہ ہو رہی اُلٹی ـــــ کہ انھیں لِمَ و لا نسلّم (کیوں ؟ اور ہم نہیں مانتے۔ ت) کی آفت چڑ گئی ـ اور جز تسلیمی پر کہ مدارِ ایمان سے قیامت گزر گئی۔

عزیزو! احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبّان، حاکم، بیہقی، عبد بن حمید بغوی باسانید صحیحہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، سیّدِ عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اَخْطَأَ خَطِیْئَةً نُکِتَتْ فِیْ قَلْبِهٖ نُکْتَةٌ سَوْدَاءُ فَاِنْ هُوَ نَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ وَتَابَ صُقِلَ قَلْبُهٗ ـ وَاِنْ عَادَ زِیْدَ فِیْهَا حَتّٰی تَعْلُوَ عَلٰی قَلْبِهٖ ـ وَهُوَ الرَّانُ الَّذِیْ ذَکَرَ اللّٰهُ تَعَالٰی، كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ[1]

جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ دھبا پڑ جاتا ہے، پس اگر وہ اس سے جدا ہو گیا اور توبہ استغفار کی تو اس کے دل پر صیقل ہو جاتی ہے۔ اور اگر دوبارہ کیا تو سیاہی بڑھتی ہے یہاں تک کہ اُس کے دل پر چڑھ جاتی ہے ـ اور یہی ہے وہ زنگ جس کا اللہ تعالےٰ نے ذکر فرمایا کہ : یوں نہیں بلکہ زنگ چڑھا دی ہے اُن کے دلوں پر اُن کے گناہوں نے کہ وہ کرتے تھے۔

دیکھو ایسا نہ ہو کہ یہ فلسفۂ مزخرفہ تمھارے دلوں پر زنگ جما دے کہ پھر علومِ حقّہ صادقہ ربّانیہ کی گنجائش نہ رہے گی۔ کہتے یہ ہو کہ : اِس کے آنے سے وہ خود آجائیں گے۔ حاشا ! جب یہ دل میں پیرگیا وہ ہرگز سایہ تک نہ ڈالیں گے کہ وہ محض نور ہیں، اور نور نہیں چمکتا مگر صاف آئینہ میں۔

عزیزو ! اسی زنگ کا ثمرہ ہے کہ منہمکانِ تفلسف علومِ دینیہ کو حقیر جانتے، اور علمائے دین سے استہزاء کرتے۔ بلکہ انھیں جاہل، اور لقبِ علم اپنے ہی لئے خاص سمجھتے ہیں۔

اگر آئینۂ دل روشن ہوتا تو جانتے کہ وہ مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے وارث و نائب ہیں ـ وہ کیسی نفیس دولت کے حامل و صاحب ہیں جس کے لئے خدا نے کتابیں اتاریں، انبیاء نے تفہیم میں عمریں گزاریں ـــــ وہ اسلام کے رکن ہیں ـــــ وہ جنت کے عماد ہیں ـــــ وہ خدا کے محبوب ہیں ـــــ

---

[1] کنز العمال برمز حم، ت، ہ، حب، ن، ھب عن ابی ہریرہ حدیث ۱۰۱۸۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۲۱۰
جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ ویل للمطففین امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۶۸ و ۱۶۹
موارد الظمآن کتاب التفسیر " " " حدیث ۱۷۷۰ المکتبۃ السلفیہ ص ۴۳۹
" کتاب التوبہ باب ماجاء فی الذنوب " ۲۴۴۸ " " ۶۰۷

Marfat.com

وہ جانِ رُشاد ہیں ـــــ رہا اُن کے ساتھ استہزا، اُس کا مزہ آج نہ کھلا تو کل قریب ہے ـــــ وسیعلم الذین ظلموا ایّ منقلب ینقلبون[1] (اور اب وہ جانا چاہتے ہیں ظالم کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے ۔ت)

عزیزو! نفسِ خودی پسند آزادانہ اَقُولُ کا مزہ پاکر پھُول گیا ـــــ اور قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جو دل کا سرور اور آنکھوں کا نُور ہے اُسے بھول گیا۔

ہیہات! کہاں وہ فن جس میں کہا جائے "میں کہتا ہوں"، یا نقل بھی ہو تو: ابن سینا گفت (ابن سینا نے کہا ۔ت) اور وہ فن جس میں کہا جائے "خدا فرماتا ہے، مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں"؛ جتنا میں اور مصطفےٰ میں فرق ہے اتنا ہی اس اَقُولُ و قال اور دونوں علموں میں ۔ کیا خوب فرمایا عالم قریش سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے: ؎

کل العلوم سوی القراٰن مشغلۃٌ ـــ الّا الحدیث والّا الفقہ فی الدین
العلمُ ما کان فیہ قال حدثنا ـــ وما سویٰ فوسواس الشیاطین[2]

(قرآن کے علاوہ تمام علوم ایک مشغلہ ہیں سوائے حدیث کے اور سوائے فقہ کے دین میں۔
علم تو وہ ہے جس میں کوئی شخص کہے کہ ہمیں حدیث بیان کی اور اس کے ماسوا شیطانوں کا وسوسہ ہے ۔ ت) ؎

انچہ قال اللہ و نے قال الرسول ـــ فُضلہ باشد، فضلہ می خواں اے فضول

(وہ کہ اللہ نے فرمایا نہ رسول نے، فضلہ ہوگا فضلہ پڑھتا ہے اے فُضول ۔ت)

عزیزو! خدارا غور کرو! قبر میں، حشر میں تم سے یہ سوال ہوگا کہ عقائد کیا تھے اور اعمال کیسے؛ یا یہ کہ: کلی طبعی خارج میں موجود ہے یا معدوم؟ اور زمانہ غیر قار و حرکۃ بمعنی القطع کائن فی الاعیان ہیں، یا آنِ سیال و حرکت بمعنی التوسط سے موہوم؟

عزیزو! میں نہیں کہتا کہ منطقِ اسلامیاں ۔ ریاضی، ہندسہ وغیرہا اجزائے جائزہَ فلسفہ ۔ نہ پڑھو۔ پڑھو مگر بقدرِ ضرورت ۔ پھر اُن میں انہماک ہرگز نہ کرو ۔ بلکہ اصل کار علوم دینیہ سے رکھو ۔ راہ یہ ہے ۔ اور آئندہ کسی پر جبر نہیں ۔ واللہ یہدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم[3] (اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے سیدھی راہ

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷
[2] ابجد العلوم ـــ المقدمۃ فی بیان اسماء العلوم الخ ـــ المکتبۃ القدوسیۃ لاہور ـــ ۲/ ۶
[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۱۳

Marfat.com

دکھائے۔ ت)

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنك رحمۃ ط انك انت الوھاب ۝[1]

اے رب ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر کہ تُو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر بے شک تُو ہی بڑا دینے والا ہے (ت)

وقع الفراغ من تسوید ھٰذہ الاوراق لسبع[ع] خلون من الشھر السابع، من العام الرابع، من المائۃ الرابعۃ، من الالف الثانی من ھجرۃ سراج الافق، امام الخلق، نبی الرفق، ذی العلم الحق، الحکیم الربانی۔ صلوات اللّٰہ تعالٰی وسلامہٗ علیہ وعلٰی اٰلہٖ وصحبہٖ وکل مشتاق الیہ۔ برحمتك یا ارحم الراحمین، والحمد للّٰہ رب العٰلمین ؞ و اللّٰہ تعالٰی اعلم، وعلمہ جل مجدہٗ اتم واحکم۔

ان اوراق کے مسودہ سے فراغت ماہِ ہفتم کی سات تاریخ کو ہُوئی جبکہ تمام جہانوں کے سورج، تمام مخلوق کے امام، نرمی والے نبی، علمِ حق رکھنے والے حکیم ربانی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم کی ہجرت اقدس کو تیرہ سو چار سال گزر چکے ہیں (یعنی، رجب ۱۳۰۴ھ) اللّٰہ تعالٰی کی رحمتیں اور سلام ہو آپ پر، آپ کی آل پر، آپ کے صحابہ پر اور ہر ایسے شخص پر جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مشتاق ہے۔ تیری رحمت کے ساتھ اے بہترین رحم فرمانے والے۔ اور تمام تعریفیں اللّٰہ کے لئے ہیں جو سب جہانوں کو پالنے والا ہے۔ اور اللّٰہ تعالٰی خوب جانتا ہے اور اس کا علم تام و مستحکم ہے۔ (ت)

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدن المصطفی النبی الامی
صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم

○

ع[ع] یعنی ہفتم شہر رجب ۱۳۰۴ ہجریہ علٰی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ ۱۲
سلطان احمد خان عفا عنہ اللّٰہ تعالٰی

---

[1] القرآن الکریم ۳/۸

Marfat.com

لله در المجیب حیث اتی بتحقیق انیق
نمقہ العبد المذنب الاواہ محمد لطف اللہ

رسول اللہ
خادم شریعت مفتی
محمد لطف اللہ
ہجری ۱۲۹۸

بلاشبہہ مضامین رسالہ منطق الجدید جو مجیب مصیب نے نقل کئے اس پر خلاف شرع شریف اور مخالف عقائد حقہ اہل اسلام سلفاً و خلفاً ہیں۔ اور مجیب مصیب نے قباحتیں اور شناعتیں اس کی بوجہ احسن بیان فرمائیں، جزاہ اللہ سبحٰنہ عن المسلمین احسن الجزاء۔

محمد احمد ۱۲۸۴
ارشاد حسین

Marfat.com

رسالہ

نزولِ آیاتِ فرقان بسکونِ زمین و آسمان ۱۳۳۹

(زمین اور آسمان کے ساکن ہونے کے بارے میں حق و باطل کے درمیان فرق کرنیوالی (قرآن مجید کی) آیتوں کا نازل ہونا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم ؕ

مسئلہ ۱۳ از موتی بازار لاہور مسئولہ مولوی حاکم علی صاحب ۱۴ جمادی الاولٰی ۱۳۳۹ھ

یاسیدی اعلیحضرت سلمکم اللہ تعالٰی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اما بعد ھٰذا من تفسیر جلالین (ان اللہ یمسک السمٰوٰت والارض ان تزولا) ای یمنعھما من الزوال[1] و ایضا (اولم تکونوا اقسمتم) حلفتم (من قبل) فی الدنیا (مالکم

بعدازیں یہ تفسیر جلالین کی عبارت ہے (بیشک اللہ تعالٰی روکے ہوئے ہے آسمانوں اور زمین کو کہ جنبش نہ کریں) یعنی ان کو زوال سے روکے ہوئے ہے۔ یہ بھی اس میں ہے (توکیاتم پہلے قسم نہ کھاچکے تھے) دنیا میں (نہیں ہے تمہیں)

[1] تفسیر جلالین تحت آیۃ ۳۵ /۴۱ مطبع مجتبائی دہلی حصہ دوم ص ۳۶۵

Marfat.com

من زائدة (زوال) عنها الى الآخرة[1]
وايضا (وان) ما (كان مكرهم)
وان عظم (لتزول منه الجبال)
المعنى لا يعبأ به ولا يضر الا انفسهم
والمراد بالجبال هنا قيل حقيقتها وقيل
شرائع الاسلام المشبهة بها
فى القرار والثبات وفى
قراءة بفتح لام لتزول ورفع
الفعل فان مخففة والمراد[عـ]
تعظيم مكرهم وقيل المراد بالمكر
كفرهم ويناسبه على الثانية
تكاد السمٰوٰت يتفطرن منه
وتنشق الارض وتخر
الجبال هدا وعلى الاول
ما قرئ وما كان[2]
وسردار من دامت بركاتكم و
اين است از تفسير حسينى (ان الله)
بدرستيكه خدائے تعالےٰ (يمسك

من زائدہ ہے (ہٹ کے کہیں جانا) دنیا سے آخرت کی طرف۔ اور یہ بھی اسی میں ہے (اور نہیں ہے ان کا مکر) اگرچہ بہت بڑا ہے (کہ اس سے پہاڑ ٹل جائیں) معنی یہ ہے کہ اس کا کوئی اعتبار نہیں اور اُن کا نقصان خود انہی کو ہے۔ اور یہاں پہاڑوں سے مراد ایک قول کے مطابق حقیقتاً خود پہاڑ ہیں، اور ایک قول کے مطابق احکامِ شرع ہیں جن کو قرار وثبات میں پہاڑوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ اور جس قراءۃ میں لتزول کا لام مفتوح اور فعل مرفوع ہے اُس قراءۃ میں اِنْ مخففہ ہوگا اور مراد ان کے مکر کی بڑائی۔ اور کہا گیا ہے کہ مکر سے مراد ان کا کفر ہے۔ اور قراءۃ ثانیہ کی صورت میں اس قول کی تائید قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ کرتی ہے (قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر جائیں ڈھہ کر) اور اول کی صورت میں جو پڑھا گیا ہے وماکان یعنی نہیں تھا (ان کا مکر) اور میرے سردار! آپ کی برکتیں ہمیشہ رہیں، یہ ہے

عـ والمعنى ان كان مكرهم من الشدة بحيث تزول عنها الجبال وتنقطع عن اماكنها[3] كمالين۔

عـ معنی یہ ہے کہ اُن کا مکر اس قدر شدید ہے کہ اس سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں (کمالین۔ (ت)

---

[1] تفسیر جلالین تحت آیۃ ۱۴/۴۴ مطبع مجتبائی دہلی حصہ اول ص ۲۰۸
[2] " " " ۱۴/۴۶ " " "
[3] کمالین علی ہامش جلالین " " " مطبع مجتبائی دہلی نصف اول ص ۲۰۸

Marfat.com

السمٰوٰت والارض) نگاہ میدارد آسمانہا و زمین را (ان تزولا) برائے آنکہ زائل نہ شوند از اماکن خود چہ ممکن را در حال بقا ناچار است از نگاہ دارندہ آوردہ اند کہ چوں یہود و نصاریٰ عزیر و عیسٰے را بفرزندی حق سبحنہ نسبت کردند آسمان و زمین نزدیک بآں رسید کہ شگافتہ گردد حق تعالےٰ فرمود کہ من بقدرت نگاہ می دارم ایشاں را تا زوال نیابند یعنی از جائے خود نروند[1] ایضًا (اولم تکونوا) در جواب ایشاں گویند فرشتگان آیا نبود دید شما کہ از روئے مبالغہ (اقسمتم من قبل) سوگندے خوردید پیش ازیں در دنیا کہ شما پایندہ وخوابیدہ بودید (مالکم من زوال) نباشد شمارا ہیچ زوالے مراد آنست کہ می گفتند کہ ما در دنیا خواہیم بود و بسرائے دیگر نقل نخواہیم نمود[2] وایضًا (وان کان مکرھم) و بدرستیکہ بود مکر ایشاں درسختی و ہول ساختہ پرداختہ (لتزول) تا از جائے برود (منہ الجبال[3]) زاں مکر کوہ ہا۔

تفسیر حسینی کی عبارت (انّ اللہ) بیشک اللہ تعالےٰ (یمسک السمٰوٰت والارض) محفوظ رکھتا ہے آسمانوں اور زمین کو (ان تزولا) اس واسطے کہ اپنی جگہوں سے زائل نہ ہوجائیں کیونکہ ممکن کیلئے حالت بقاء میں کسی محافظ کا ہونا ضروری ہے۔ منقول ہے کہ جب یہود و نصاریٰ نے حضرت عزیر اور حضرت عیسٰے علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیا تو آسمان و زمین پھٹنے کے قریب ہوگئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اپنی قدرت کے ساتھ ان کو محفوظ رکھتا ہوں تاکہ یہ زوال نہ پائیں یعنی اپنی جگہ سے ہٹ نہ جائیں ۔ اُسی میں ہے (اولم تکونوا اقسمتم من قبل) ان کے جواب میں فرشتے بطور مبالغہ کہیں گے کہ کیا تم نے اس سے پہلے دُنیا میں قسمیں نہیں کھائی تھیں کہ تم دُنیا میں ہمیشہ رہو گے اور سوئے رہوگے (مالکم من زوال) تمھارے لئے کوئی زوال نہیں ہوگا۔ مراد یہ ہے کہ وُہ کہتے تھے کہ ہم دنیا میں ہمیشہ رہیں گے اور دوسرے جہاں میں منتقل نہیں ہونگے۔ اور اسی میں ہے (وان کان مکرھم) یقینًا ان کا مکر سختی و ہولناکی میں اس حد تک بڑھا ہوا تھا کہ (لتزول منہ الجبال) اس کی وجہ سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جاتے ۔ (ت)

---

[1] تفسیر حسینی قادری تحت آیۃ ۳۵/۴۱ مطبع محمدی واقع بمبئی انڈیا ص ۲۰۵

[2] " " " " ۱۴/۴۴ " " " " ص ۴۱۹

[3] " " " " ۱۴/۴۶ " " " " " "

Marfat.com

اے محبوب و محبِ فقیر ایدکم اللہ تعالیٰ فی کل حال (اللہ تعالیٰ ہر حال میں آپ کی مدد فرمائے۔ ت) جب کافروں کے زوال کے معنیٰ ان کا اس دُنیا سے دار الآخرۃ میں جانا مسلّم ہوا تو معاملہ صاف ہوگیا کیونکہ کافر زمین پر پھرتے چلتے ہیں اس پھرنے چلنے کا نام زوال نہ ہوا کہ یہ اُن کا چلنا پھرنا اپنے اماکن میں ہے کہ جہاں تک اللہ تعالیٰ نے اُن کو حرکت کرنے کا امکان دیا ہے وہاں تک ان کا حرکت کرنا اُن کا زوال نہ ہوا، یہی حال پہاڑوں کا ہوا کہ ان کا اپنے اماکن سے زائل ہوجانا ان کا زوال ہوا، جب یہ حال ہے تو زمین کا بھی اپنے اماکن سے زائل ہوجانا اس کا زوال ہوگا اور اپنے اماکن میں اس کا حرکت کرنا زوال نہیں ہوسکتا۔ شکر ہے اس پروردگار کا کہ کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مجھے گریز نہ ہوا اور میری مشکل بھی از بارگاہ حل المشکلات حل ہوگئی بہ برکت کلامِ کریم:

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب[1] اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔ (ت)

اور یہ اس طرح ہوا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آسمان کے سکون فی مکان کی تصریح فرمادی مگر زمین کے بارے میں ایسا نہ فرمایا یعنی آسمان کی تصریح کی طرح تصریح نہ فرمائی یعنی خاموشی فرمائی، قربان جاؤں احسن الخالقین تبارک و تعالیٰ کے اور باعثِ خلقِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور حضرت معلم التحیات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہ سائنس کی سرکوبی کے لئے زمین کے زوال اس کے اماکن سے کے معنیٰ آپ کے اس تابعدار مجاہر کبیر پر عیاں فرمائے کہ زمین کے زوال نہ کرنے کے یہ معنیٰ ہیں کہ جن اماکن میں اللہ تعالیٰ نے اس کو امساک کیا ہے اس سے یہ باہر نہیں سرک سکتی مگر ان اماکن میں اس کو حرکتِ امر کردہ شدہ عطا فرمائی ہوئی ہے جیسے کہ اس پر کافر چلتے پھرتے ہیں اور یہ اُن کا زوال نہیں ہے، اسی طرح سے اپنے مدار میں اور سورج کی ہمراہی میں امساک کردہ شدہ ہے اور جاذبہ اور رفتار کیا ہے صرف اللہ پاک کے امساک کا ایک ظہور ہے اور کچھ نہیں، اب چاہیں تو جاذبہ اور رفتار دونوں کو معدوم کردیں اور ہر چیز کو اس کے حیز میں ساکن فرمادیں اس سے زائل نہیں ہوسکتی جیسے کہ سورج والشمس تجری لمستقر لہا[2] (اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لئے۔ ت) کی رُو سے اپنے مجرے میں امساک کیا گیا ہوا ہے اور

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/ ۲ و ۳

[2] ؍؍ ؍؍ ۳۶/ ۳۸

Marfat.com

اپنے مجرے میں چل رہا ہے مگر اس کے اس چلنے کا نام زوال نہیں بلکہ جریان ہے تو زمین کا بھی اپنے مدار میں اور سورج کی ہمراہی میں چلنا اس کا جریان ہے نہ کہ زوال۔

ذٰلك فضل اللّٰه یؤتیه من یشاء[1] یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے ـــــ

فالحمد للّٰه رب العٰلمین والشکر والمنة۔ اور سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا اور اس کا شکر اور احسان ہے (ت)

غریب نواز! کرم فرما کر میرے ساتھ متفق ہو جاؤ تو پھر ان شاء اللہ تعالٰی سائنس کو اور سائنسدانوں کو مسلمان کیا ہوا پاں الم نجعل الارض مھادا[2] (کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہ کیا۔ ت) کے بجائے الذی جعل لکم الارض مھدا[3] الخ (وہ جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا کیا۔ ت)

درج فرمادیں دیباچہ میں، سب کو سلام مسنون قبول ہو۔

الجواب

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰه الذی بامرہ قامت السماء والارض والصلٰوة والسلام علٰی شفیع یوم العرض واٰله وصحبه وابنه وحزبه اجمعین، اٰمین! تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں، اور درود وسلام ہو روزِ قیامت شفاعت کرنے والے پر اور ان کی آل، اصحاب، اولاد اور تمام اُمّت پر۔ آمین! (ت)

مجاہدِ کبیر، مخلص فقیر، حق طلب حق پذیر سلمہ اللہ القدیر! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ دسواں دن ہے آپ کی رجسٹری آئی میری ضروری کتاب کہ طبع ہو رہی ہے اس کی اصل کے صفحہ ۱۰۸۸ تک کاتب لکھ چکے اور صفحہ ۱۰۹۰ کے بعد سے مجھے تقریباً چالیس صفحات کے قدر مضامین بڑھانے کی ضرورت محسوس ہوئی، یہ مباحث جلیلہ دقیقہ پر مشتمل تھی، میں نے ان کی تکمیل مقدم جانی کہ طبع جاری رہے، اُدھر طبیعت کی حالت آپ خود ملاحظہ فرما گئے ہیں وہی کیفیت اب تک ہے اب بھی اُسی طرح چار آدمی کرسی پر بٹھا کر مسجد کو لے جاتے لاتے ہیں، ان اوراق کی تحریر اور اُن مباحث جلیلہ غامضہ

---

[1] القرآن الکریم ۵۷/۲۱
[2] القرآن الکریم ۷۸/۶
[3] القرآن الکریم ۴۳/۱۰

Marfat.com

کی تنقیح و تقریر سے بحمدہٖ تعالیٰ رات فارغ ہوا اور آپ کی محبت پر اطمینان تھا کہ اس ضروری دینی کام کی تقدیم کو ناگوار نہ رکھیں گے۔

آپ نے اپنا لقب مجاہد کبیر رکھا ہے مگر میں تو اپنے تجربے سے آپ کو مجاہد اکبر کہہ سکتا ہوں۔ حضرت مولانا الاسد الاسد الاشد مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا لہجہ جلد سے جلد حق قبول کرلینے والا میں نے آپ کے برابر نہ دیکھا اپنے جمے ہوئے خیال سے فوراً حق کی طرف رجوع لے آنا جس کا میں بارہا آپ سے تجربہ کر چکا نفس سے جہاد اور نفس سے جہاد جہادِ اکبر ہے تو آپ اس میں مجاہد اکبر ہیں بارک اللہ تعالیٰ و تقبل آمین۔ امید ہے کہ بعونہٖ تعالیٰ اس مسئلہ میں بھی آپ ایسا ہی جلد از جلد قبول حق فرمائیں گے کہ باطل پر ایک آن کے لئے بھی اصرار میں نے آپ سے نہ دیکھا و للہ الحمد۔

اسلامی مسئلہ یہ ہے کہ زمین و آسمان دونوں ساکن ہیں کواکب چل رہے ہیں کل فی فلک یسبحون[1] ہر ایک ایک فلک میں تیرتا ہے، جیسے پانی میں مچھلی۔ اللہ عزوجل کا ارشاد آپ کے پیش نظر ہے:

ان اللہ یمسک السمٰوٰت والارض ان تزولا ۵	بیشک اللہ آسمان و زمین کو روکے ہوئے ہے
ولئن زالتا ان امسکھما من احد من	کہ سرکنے نہ پائیں اور اگر وہ سرکیں تو اللہ کے سوا
بعدہٖ انہ کان حلیما غفورا ۵[2]	انھیں کون روکے۔ بے شک وہ حلم والا بخشنے والا ہے۔ (ت)

میں یہاں اولاً اجمالاً چند حرف گزارش کروں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کی حق پسندی کو وہی کافی ہوں پھر قدرے تفصیل۔

اجمال یہ کہ افقہ الصحابہ بعد الخلفاء الاربعہ سیدنا عبداللہ ابن مسعود صاحب سرّ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس آیۂ کریمہ سے مطلق حرکت کی نفی مانی، یہاں تک کہ اپنی جگہ قائم رہ کر محور پر گھومنے کو بھی زوال بتایا (دیکھئے نمبر ۲)۔

حضرت امام ابو مالک تابعی ثقہ جلیل تلمیذ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے زوال کو مطلق حرکت سے تفسیر کیا۔ (دیکھئے آخر نمبر ۲)

ان حضرات سے زائد عربی زبان و معانی قرآن سمجھنے والا کون!

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/۳۳

[2] " " ۳۵/۴۱

Marfat.com

علامہ نظام الدین حسن نیشاپوری نے تفسیر غرائب الفرقان میں اس آیۂ کریمہ کی یہ تفسیر فرمائی: (ان تزولا) کراھۃ ان تزولھما عن مقرھما و مرکزھما[1] یعنی اللہ تعالٰی آسمان و زمین کو روکے ہوئے ہے کہ کہیں اپنے مقر و مرکز سے ہٹ نہ جائیں۔ مقر ہی کافی تھا کہ جائے قرار و آرام ہے، قرار سکون ہے منافیِ حرکت۔ قاموس میں آتا ہے: قر سکن[2]۔ مگر انھوں نے اس پر اکتفا نہ کیا بلکہ اس کا عطف تفسیری مرکزھما زائد کیا مرکز جائے رکز۔ رکز گاڑنا، جمانا۔ یعنی آسمان و زمین جہاں جمے ہوئے گڑے ہوئے ہیں وہاں سے نہ سرکیں۔ نیز غرائب القرآن میں زیرِ قولہ تعالٰی: الذی جعل لکم الارض فراشا (اور جس نے تمھارے لئے زمین کو بچھونا بنایا۔ ت) فرمایا:

لایتم الافتراش علیھا ما لم تکن ساکنۃ، ویکفی فی ذٰلک ما اعطاھا خالقھا و رکز فیھا من المیل الطبیعی الی الوسط الحقیقی بقدرتہ و اختیارہ ان اللہ یمسک السمٰوٰت والارض ان تزولا[3]۔

زمین کو بچھونا بنانا اس وقت تک تام نہیں ہوتا جب تک وہ ساکن نہ ہو۔ اور اس میں کافی ہے وہ جو اللہ تعالٰی نے اپنی قدرت و اختیار کے ساتھ اس میں وسط حقیقی کی طرف میل طبعی مرتکز فرمایا ہے۔ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: بیشک اللہ تعالٰی آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں۔ (ت)

اسی آیت کے نیچے تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی میں ہے:

اعلم ان کون الارض فراشا مشروط بکونھا ساکنۃ، فالارض غیر متحرکۃ لا بالاستدارۃ ولا بالاستقامۃ، و سکون الارض لیس الا من اللہ تعالٰی بقدرتہ و اختیارہ ولھذا قال اللہ تعالٰی ان اللہ یمسک السمٰوٰت والارض ان تزولا[4] اھ ملتقطا۔

جان لے کہ زمین کا بچھونا ہونا اس کے ساکن ہونے کے ساتھ مشروط ہے۔ لہذا زمین نہ تو حرکت مستدیرہ کے ساتھ متحرک ہے اور نہ ہی حرکت مستقیمہ کے ساتھ۔ اور اس کا ساکن ہونا محض اللہ تعالٰی کی قدرت و اختیار سے ہے جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: بے شک اللہ تعالٰی آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں الخ التقاط۔ (ت)

---

[1] غرائب القرآن (تفسیر نیشاپوری) تحت آیۃ ۳۵/۴۱ مصطفی البابی مصر ۲۲/۸۴
[2] القاموس المحیط باب الراء فصل القاف " " " ۲/۱۱۹
[3] غرائب القرآن (تفسیر نیشاپوری) تحت آیۃ ۲/۲۲ " " " ۱/۱۹۲ و ۱۹۳
[4] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) " ۲/۲۲ المطبعۃ المصریۃ بمیدان الازہر ۲/۱۰۳-۱۰۲

Marfat.com

قرآن عظیم کے وہی معنی لینے ہیں جو صحابہ و تابعین و مفسرین معتمدین نے لئے ان سب کے خلاف وہ معنی لینا جن کا پتا نصرانی سائنس میں ملے مسلمان کو کیسے حلال ہو سکتا ہے، قرآن کریم کی تفسیر بالرائے اشد کبیرہ ہے جس پر حکم ہے :

فلیتبوأ مقعدہ من النار[1] وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

یہ تو اس سے بھی بڑھ کر ہوگا کہ قرآن مجید کی تفسیر اپنی رائے سے بھی نہیں بلکہ رائے نصاریٰ کے موافق "والعیاذ باللہ"، یہ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالےٰ عنہما وہ صحابی جلیل القدر ہیں جن کو رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اسرار سکھائے ان کا لقب ہی صاحب سر رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہے امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ اُن سے اسرار حضور کی باتیں پوچھتے، اور عبد اللہ تو عبد اللہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ یہ جو فرمائیں اسے مضبوط تھامو تمسکوا بعھد ابن مسعود[2] (ابن مسعود کے فرمان کو مضبوطی سے تھامو۔ ت) اور ایک حدیث میں ارشاد ہے :

رضیت لامتی ما رضی لھا ابن ام عبد وکرھت لامتی ما کرہ لھا ابن ام عبد[3]

میں نے اپنی امت کے لئے پسند فرمایا جو اس کے لئے عبد اللہ ابن مسعود پسند کریں اور میں نے اپنی امت کے لئے ناپسند رکھا جو اس کے لئے ابن مسعود ناپسند رکھیں۔

اور خود ان کے علم قرآن کو اس درجہ ترجیح بخشی کہ ارشاد فرمایا :

استقرأوا القراٰن من اربعة من عبد اللہ ابن مسعود[4] الحدیث۔

قرآن چار شخصوں سے پڑھو۔ سب میں پہلے عبد اللہ ابن مسعود کا نام لیا۔

یہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم میں بروایت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما حضرت اقدس صلے اللہ تعالےٰ

---

[1] جامع الترمذی ابواب التفسیر باب ماجاء فی الذی یفسر القرآن برایہ امین کمپنی دہلی ۲/۱۱۹

[2] جامع الترمذی باب المناقب مناقب عبد اللہ بن مسعود امین کمپنی دہلی ۲/۲۲۱

حلیۃ الاولیاء ذکر عبد اللہ بن مسعود دار الکتاب العربی بیروت ۱/۱۲۸

[3] مجمع الزوائد کتاب المناقب مناقب عبد اللہ بن مسعود ؍؍ ؍؍ ۹/۲۹۰

[4] صحیح البخاری ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۳۱

صحیح مسلم کتاب الفضائل فضائل ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/۲۹۳

Marfat.com

علیہ وسلم ہے۔

اور عجائب نعمائے الٰہیہ سے یہ کہ آیۂ کریمہ ان تزولا کی یہ تفسیر اور یہ کہ محور پر حرکت بھی موجب زوال ہے چہ جائے حرکت علی المدار۔ ہم نے دو صحابی جلیل القدر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، دونوں کی نسبت حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو بات تم سے بیان کریں اس کی تصدیق کرو۔ دونوں حدیثیں جامع ترمذی شریف کی ہیں۔ اوّل:

ماحدثکم ابن مسعود فصدقوہ۔[1] جو بات تم سے ابن مسعود بیان کرے اس کی تصدیق کرو۔ (ت)

دوم:

ماحدثکم حذیفۃ فصدقوہ۔[2] جو بات تم سے حذیفہ بیان کرے اس کی تصدیق کرو۔ (ت)

اب یہ تفسیر ان دونوں حضرات کی نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اسے مانو اس کی تصدیق کرو والحمد للہ رب العالمین ہمارے معنی کی تو یہ عظمت شان ہے کہ مفسرین سے ثابت، تابعین سے ثابت، اجلّہ صحابہ کرام سے ثابت، خود حضور سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام سے اس کی تصدیق کا حکم۔

اور عنقریب ہم بفضل اللہ تعالٰی اور بہت **آیات** اور صدہا **احادیث** اور **اجماع امت** اور خود اقرار مجاہد کبیر سے اس معنی کی حقیقت اور زمین کا سکون مطلق ثابت کریں گے وباللہ التوفیق۔ آپ نے جو معنی لئے کیا کسی صحابی، کسی تابعی، کسی امام، کسی تفسیر، یا جانے دیجئے چھوٹی سے چھوٹی کسی اسلامی عام کتاب میں دکھا سکتے ہیں کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ زمین گردِ آفتاب دورہ کرتی ہے اللہ تعالٰی اسے صرف اتنا روکے ہوئے ہے کہ اس مدار سے باہر نہ جائے لیکن اس پر اسے حرکت کرنے کا امر فرمایا ہے۔ حاش للہ! ہرگز کسی اسلامی رسالہ، پرچے، رقعہ سے اس کا پتا نہیں دے سکتے سوا سائنس نصارٰی کے۔ آگے آپ انصاف کرلیں گے کہ معنی قرآن وہ لئے جائیں یا یہ۔ محبا مخلصا! وہ

---

[1] جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب عمار بن یاسر امین کمپنی دہلی ۲/۲۲۱
مسند احمد بن حنبل حدیث حذیفہ بن الیمان المکتب الاسلامی بیروت ۵/۳۸۵ و ۴۰۲
[2] جامع الترمذی ابواب المناقب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مناقب حذیفہ ابن الیمان امین کمپنی دہلی ۲/۲۲۲

Marfat.com

کون سا نص ہے جس میں کوئی تاویل نہیں گھڑ سکتے یہاں تک کہ قادیانی کافرنے وخاتم النبیین[1] میں تاویل گھڑ دی کہ رسالت کی افضلیت اُن پر ختم ہوگئی اُن جیسا کوئی رسول نہیں[2]۔ نانوتوی نے گھڑ دی کہ وُہ نبی بالذات ہیں اور نبی بالعرض اور موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہوجاتا ہے ان کے بعد بھی اگر کوئی نبی ہو تو ختم نبوت کے خلاف نہیں[3] کہ یُوں ہی کوئی مشرک لا الٰہ الا اللہ میں تاویل کرسکتا ہے کہ اعلیٰ میں حصر ہے یعنی اللہ کے برابر کوئی خدا نہیں اگرچہ اس سے چھوٹے بہت سے ہوں جیسے حدیث شریف میں ہے:

لا فتیٰ الا علی لاسیف الا ذوالفقار[4] — نہیں ہے کوئی جوان مگر علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) اور نہیں ہے کوئی تلوار مگر ذوالفقار۔ (ت)

دوسری حدیث:

لاوجع الاوجع العین ولاھم الاھم الدین[5] — درد نہیں مگر آنکھ کا درد اور پریشانی نہیں مگر قرض کی پریشانی۔

ایسی تاویلوں پر خوش نہ ہونا چاہئے بلکہ جو تفسیر ماثور ہے اس کے حضور سر رکھ دیا جائے اور جو مسئلہ تمام مسلمانوں میں مشہور و مقبول ہے مسلمان اُسی پر اعتقاد لائے۔

محبی مخلصی! اللہ عزّوجل نے آپ کو پکا مستقل سُنّی کیا ہے آپ جانتے ہیں کہ اب سے پہلے رافضی جو مرتد نہ تھے کاہے سے رافضی ہوئے، کیا اللہ یا قرآن یا رسول یا قیامت وغیرہا ضروریاتِ دین سے کسی منکر تھے؟ ہرگز نہیں، انھیں اسی نے رافضی کیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی عظمت نہ کی۔ محبا! دل کو صحابہ کی عظمت سے مملو کرلینا فرض ہے انھوں نے قرآن کریم صاحبِ قرآن صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پڑھا حضور سے اس کے معانی سیکھے اُن کے ارشاد کے آگے اپنی فہم ناقص کی وہ نسبت سمجھنی بھی ظلم ہے جو ایک علامہ متبحر کے حضور کسی جاہل گنوار بے تمیز کو۔ محبا! صحابہ اور خصوصاً حذیفہ وعبداللہ ابن مسعود جیسے

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰
[2] تحذیر الناس — کتب خانہ رحیمیہ سہارنپور انڈیا — ص ۴
[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ — ص ۲۵
[4] الاسرار المرفوعۃ — حدیث ۱۰۶۰ — دار الکتب العلمیہ بیروت — ص ۲۶۵
[5] الدرر المنتثرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ — حرف لا حدیث ۴۴۹ — المکتب الاسلامی بیروت — ص ۱۸۷

Marfat.com

صحابہ کی یہ کیا عظمت ہوئی اگر ہم خیال کریں کہ جو معنی قرآن عظیم اُنھوں نے سمجھے غلط ہیں ہم جو سمجھے وہ صحیح ہیں، میں آپ کو اللہ عزوجل کی پناہ میں دیتا ہوں اس سے کہ آپ کے دل میں ایسا خطرہ بھی گزرے ——
فاللہ خیر حافظا وھو ارحم الراحمین[1]۔ (تو اللہ تعالیٰ سب سے بہتر نگہبان اور وہ ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان ہے۔ ت)۔

میں امید واثق رکھتا ہوں کہ اسی قدر اجمالِ جمیل آپ کے انصافِ جزیل کو بس۔ اب قدرے تفصیل بھی عرض کروں:

(۱) زوال کے اصلی معنیٰ سرکنا، ہٹنا، جانا، حرکت کرنا، بدلنا ہیں۔ قاموس میں ہے:

الزوال الذھاب والاستحالۃ[2] زوال کا معنی ہے جانا اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا۔ (ت)

اُسی میں ہے:

کل ما تحول فقد حال واستحال[3] ہر وہ جس نے جگہ بدلی تو بیشک اس نے حال بدلا اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہوا۔ (ت)

ایک نسخہ میں ہے، کل ما تحرک او تغیر[4] (ہر وہ جس نے حرکت کی یا تبدیل ہوا۔ ت)
یُوں ہی عُباب میں ہے، تحول او تحرک[5] (بدلا یا حرکت کی۔ ت)
تاج العروس میں ہے:

ازال اللہ تعالیٰ زوالہ ای اذھب اللہ حرکتہ وزال زوالہ ای ذھبت (ازال اللہ) اللہ تعالیٰ نے اس کے زوال کا ازالہ فرمایا یعنی اس کی حرکت کو ختم فرما دیا۔ اور

---

[1] القرآن الکریم ۴۰/۳۳
[2] القاموس المحیط فصل الزاء باب اللام تحت لفظ "الزوال" مصطفی البابی مصر ۳/۴۰۲
[3] " " فصل الحاء " " " الحول " " ۳/۳۷۴
[4] تاج العروس فصل الحاء من باب اللام تحت لفظ "الحول" داراحیاء التراث العربی بیروت ۷/۲۹۴
[5] " " بحوالہ العباب " " " " " " "

Marfat.com

حرکت[1]

اس کا زوال زائل ہوا یعنی اس کی حرکت ختم ہوگئی۔ (ت)

نہایہ ابن اثیر میں ہے:

فی حدیث جندب الجھنی "واللہ لقد خالطہ سھمی ولو کان زائلۃ لتحرک" الزائلۃ کل شئ من الحیوان یزول عن مکانہ ولا یستقر، و کان ھذا المرمی قد سکن نفسہ لایتحرک لئلا یحس بہ فیجھز علیہ[2]

جُندب جُہنی کی حدیث میں ہے بخدا میرا تیر اس میں پیوست ہوگیا، اگر اس میں حرکت کی طاقت ہوتی تو وہ حرکت کرتا۔ "زائلہ" اس حیوان کو کہتے ہیں جو اپنی جگہ سے ہٹ جائے اور قرار نہ پکڑے۔ جس کو تیر لگا تھا اس نے اپنے آپ کو حرکت سے روک لیا تاکہ اس کے بارے میں پتا نہ چل سکے اور اس کو ہلاک کردیا جائے (ت)

(ا) دیکھو زوال بمعنی حرکت ہے اور قرآن عظیم نے آسمان و زمین سے اس کی نفی فرمائی تو حرکتِ زمین و حرکتِ آسمان دونوں باطل ہوئیں۔

(ب) "زوال" جانا اور بدلنا ہے، حرکتِ محوری میں بدلنا ہے اور مدار پر حرکت میں جانا بھی، تو دونوں کی نفی ہوئی۔

(ج) نیز نہایہ و درنثیر امام جلال الدین سیوطی میں ہے:

الزویل الانزعاج بحیث لایستقر علی المکان وھو والزوال بمعنی[3]۔

"زویل" کا معنی بے قراری ہے اس طور پر کہ کسی ایک جگہ قرار نہ پکڑے۔ زویل اور زوال کا معنی ایک ہی ہے۔ (ت)

قاموس میں ہے:

زعجہ واقلقہ وقلعہ من مکانہ کازعجہ فانزعج[4]۔

اس کو بے قرار و مضطرب کیا اور اس کو اپنی جگہ سے ہٹایا، جیسے اس کو بے قرار کیا تو وہ بیقرار ہوگیا۔ (ت)

---

[1] تاج العروس فصل الزای من باب اللام دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/۳۶۲

[2] النہایہ فی غریب الحدیث والاثر باب الزاء مع الواو تحت لفظ "زوال" مکتبۃ الاسلامیہ بیروت ۲/۳۱۹

[3] " " " " " " ۲/۳۲۰

[4] القاموس المحیط فصل الراء والزای باب الجیم تحت لفظ زعج مصطفی البابی مصر ۱/۱۹۸

Marfat.com

لسان میں ہے:

الانزعاج نقیض الاقرار[1] | انزعاج (بے قرار کرنا) اقرار (ایک جگہ ٹھہرانے) کی ضد ہے۔ (ت)

تاج میں ہے:

قلق الشئ قلقا وھو ان لایستقر فی مکان واحد[2] | قلق الشئ قلقًا کا معنٰی یہ ہے کہ شَے ایک جگہ میں قرار نہ پکڑے۔ (ت)

مفردات امام راغب میں ہے:

قر فی مکانہ یقر قرارًا ثبت ثبوتا جامدا واصلہ من القر وھو البرد وھو یقتضی السکون والحر یقتضی الحرکۃ[3] | قرفی مکانہ یقر قرارًا کا معنٰی یہ ہے کہ شَی اپنی جگہ ثابت ہوکر ٹھہر گئی۔ یہ اصل میں مشتق ہے قر سے، جس کا معنٰی سردی ہے اور وہ سکون کا تقاضا کرتی ہے جبکہ گرمی حرکت کی مقتضی ہے (ت)

قاموس میں ہے:

قر بالمکان ثبت وسکن کاستقر[4] | قر بالمکان کا معنٰی ٹھہرنا اور ساکن ہونا جیساکہ استقر کا معنٰی بھی یہی ہے (ت)

دیکھو زوال انزعاج ہے، اور انزعاج قلق اور قلق مقابل قرار اور قرار سکون ہو تو زوال مقابل سکون ہے اور مقابل سکون نہیں مگر حرکت تو ہر حرکت زوال ہے۔ قرآن عظیم آسمان وزمین کے زوال سے انکار فرماتا ہے، لاجرم اُن کی ہر گُونہ حرکت کی نفی فرماتا ہے۔

(د) صراح میں ہے:

زائلہ جنبیدہ و روندہ و آئندہ[5] | زائلہ کا معنٰی جنبش کرنیوالا، جانیوالا اور آنیوالا ہے۔ (ت)

---

[1] لسان العرب تحت لفظ "زعج" دار صادر بیروت ۲/ ۲۸۶

[2] تاج العروس فصل القاف تحت لفظ "القلق" دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/ ۵۸

[3] المفردات فی غرائب القرآن القاف مع الراء نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۴۰۶

[4] القاموس المحیط فصل القاف باب الراء مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۱۹

[5] صراح فصل الزاء باب اللام نولکشور لکھنؤ ص ۴۴۳

Marfat.com

زمین اگر محور پر حرکت کرتی جنبیہ ہوتی اور مدار پر تو آئندہ دروندہ بھی بہرحال زائلہ ہوتی اور قرآن عظیم اُس کے زوال کو باطل فرماتا ہے، لاجرم اس سے ہر نوع حرکت زائل۔

(۲) کریمہ وان کان مکرھم لتزول منہ الجبال[1] اُن کا مکر اتنا نہیں جس سے پہاڑ جگہ سے ٹل جائیں، یا اگرچہ اُن کا مکر ایسا بڑا ہو کہ جس سے پہاڑ ٹل جائیں، یہ قطعاً ہماری ہی مؤید اور ہر گونہ حرکتِ جبال کی نفی ہے۔

(ا) ہر عاقل بلکہ غبی تک جانتا ہے کہ پہاڑ ثابت ساکن و مستقر ایک جگہ جمے ہوئے ہیں جن کو اصلاً جنبش نہیں۔ تفسیر عنایۃ القاضی میں ہے:

ثبوت الجبل یعرفہ الغبی والذکی[2]۔ پہاڑ کے ثبوت وقرار کو کند ذہن اور تیز ذہن والا دونوں جانتے ہیں۔ (ت)

قرآن عظیم میں ان کو رواسی فرمایا، رواسی ایک جگہ جما ہُوا پہاڑ، اگر ایک انگل بھی سرک جائیگا قطعاً زال الجبل صادق آئے گا نہ یہ کہ تمام دُنیا میں لُڑھکتا پھرے۔ اور زال الجبل نہ کہا جائے ثبات و قرار ثابت رہے کہ ابھی دنیا سے آخرت کی طرف گیا ہی نہیں زوال کیسے ہوگیا۔ اپنی منقولہ عبارتِ جلالین دیکھئے پہاڑ کے اسی ثبات واستقرار پر شرائع اسلام کو اُس سے تشبیہ دی ہے جن کا ذرہ بھر ہلانا ممکن نہیں۔

(ب) اسی عبارتِ جلالین کا آخر دیکھئے کہ تفسیر دوم پر یہ آیت آیت وتخر الجبال ھدًّا کے مناسب ہے یعنی اُن کی ملعون بات ایسی سخت ہے جس سے قریب تھا کہ پہاڑ ڈھہ کر گر پڑتے۔ یوں ہی معالم التنزیل میں ہے:

وھو معنی قولہ تعالٰی وتخر الجبال ھدًّا[3]۔ اور یہی معنٰی ہے اللہ تعالٰی کے اس قول کا "اور پہاڑ ڈھہ کر گر پڑتے۔ (ت)

یہ مضمون ابو عبید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا نیز جویبر ضحاک سے راوی ہوئے: کقولہ تعالٰی وتخر الجبال ھدًّا[4] (جیسا کہ اللہ تعالٰی کا قول

---

[1] القرآن الکریم ۱۴/ ۴۶

[2] عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی حاشیۃ الشہاب تحت آیۃ ۱۴/ ۴۶ دار صادر بیروت ۵/ ۲۷۷

[3] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت آیت ۱۹/ ۹۰ دار الکتب العلمیہ " ۳/ ۳۲

[4] جامع البیان عن الضحاک (تفسیر ابن جریر) " " ۱۴/ ۱۶ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳/ ۲۹۰

Marfat.com

"اور وہ پہاڑ گر جائیں گے ڈھہ کر"۔ ت) اسی طرح قتادہ شاگرد انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا، ظاہر ہے کہ ڈھہ کر گرنا اُس جنگل سے بھی اُسے نہ نکال دے گا جس میں تھا نہ کہ دنیا سے۔ ہاں جما ہوا ساکن مستقر نہ رہے گا تو اُسی کو زوال سے تعبیر فرمایا اور اسی کی نفی زمین سے فرمائی تو وہ ضرور جمی ہوئی ساکن مستقر ہے۔

(ج) رب عزوجل نے سیدنا موسٰی علٰی نبینا الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے فرمایا:

لن ترانی ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی[1] | تم ہرگز مجھے نہ دیکھو گے ہاں پہاڑ کی طرف دیکھو اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہے تو عنقریب تم مجھے دیکھ لوگے۔

پھر فرمایا:

فلما تجلّٰی ربہ للجبل جعلہ دکا وخر موسٰی صعقا[2] | جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی اسے ٹکڑے کردیا اور موسٰی غش کھا کر گرے۔

کیا ٹکڑے ہو کر دنیا سے نکل گیا یا ایشیا یا اُس ملک سے۔ اس معنٰی پر تو ہرگز جگہ سے نہ ٹلا، ہاں وہ خاص محل جس میں جما ہُوا تھا وہاں نہ جما رہا، تو معلوم ہوا اسی قدر عدمِ استقرار کو کافی ہے۔ اور او پر گزرا کہ عدمِ استقرار عین زوال ہے زمین بھی جہاں جمی ہوئی ہے وہاں سے سرکے، تو بیشک زائلہ ہوگی اگرچہ دنیا یا مدار سے باہر نہ جائے۔

(د) اس آیہ کریمہ کے نیچے تفسیر ارشاد العقل السلیم میں ہے:

وان کان مکرھم فی غایۃ المتانۃ والشدۃ معدا لازالۃ الجبال عن مقارھا[3] | اگرچہ ان کا مکر مضبوطی اور سختی کی زیادتی کے سبب سے پہاڑوں کو اپنی جگہوں سے ہٹانے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ (ت)

نیشاپوری میں ہے: ازالۃ الجبال عن اماکنھا[4] (پہاڑوں کو ان کی جگہوں سے ہٹانا۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۴۳
[2] القرآن الکریم ۷/ ۱۴۳
[3] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) تحت آیت ۱۴/ ۴۶ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۵۸
[4] غرائب القرآن ورغائب القرآن تحت آیۃ ۱۴/ ۴۶ مصطفی البابی مصر ۱۳/ ۱۴۲

Marfat.com

خازن میں ہے: تزول عن اماکنها[1] (پہاڑ اپنی جگہوں سے ہٹ جائیں۔ ت)، کشاف میں ہے: تنقلع عن اماکنها[2] (پہاڑ اپنی جگہوں سے اکھڑ جائیں۔ ت)، مدارک میں ہے: تنقطع عن اماکنها[3] (پہاڑ اپنی جگہوں سے جُدا ہو جائیں۔ ت)، اسی کے مثل آپ نے کمالین سے نقل کیا یہاں بھی مکان ومقر سے قطعًا وہی قرار ہے جو کریمہ فان استقر مکانه[4] میں تھا ارشاد کا ارشاد مقارها جاہائے قرار اور کشاف کا لفظ تنقلع خاص قابلِ لحاظ ہے کہ اُکھڑ جانے ہی کو زوال بتایا۔

(۵) سعید بن منصور اپنے سُنن اور ابن ابی حاتم تفسیر میں حضرت ابو مالک غزوان غفاری کوفی اُستاذ امام سُدّی کبیر و تلمیذ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

وان کان مکرھم لتزول منه الجبال قال تحرکت[5] | اگرچہ ان کا مکر اس حد تک تھا کہ اس سے پہاڑ ٹل جائیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے فرمایا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ حرکت کریں۔ (ت)

اُنھوں نے صاف تصریح کردی کہ زوالِ جبال اُن کا حرکت کرنا جنبش کھانا ہے۔ اسی کی زمین سے نفی ہے وللہ الحمد۔

(۶) اُوپر گزرا کہ زوال مقابل قرار وثبات ہے اور قرار وثبات حقیقی سکون مطلق ہے دربارۂ قرار عبارتِ امام راغب گزری۔ اور قاموس میں ہے:

المثبت کمکرم من لاحراك به من المرض و بکسر الباء الذی ثقل فلم یبرح الفراش وداء ثبات بالضم معجز عن الحرکة[6] | مثبَت بروزن مکرَم وُہ شخص ہے جس میں بیماری کی وجہ سے حرکت نہ ہو اور اگر مثبِت یعنی باء کے کسرہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہوگا وہ شخص جس کی بیماری بڑھ گئی اور وہ صاحبِ فراش ہوگیا۔ اور داء کا معنیٰ ثُبات ہُوا، ثاء پر ضمہ کے ساتھ، یعنی حرکت سے عاجز کر دینے والا مرض۔ (ت)

---

[1] لباب التاویل فی معانی التنزیل (تفسیر خازن) تحت آیۃ ۱۴/ ۴۶ مصطفےٰ البابی مصر ۴/ ۵۳
[2] الکشاف تحت آیۃ ۱۴/ ۴۶ مکتب الاعلام الاسلامی قم ایران ۲/ ۵۶۹
[3] مدارک التنزیل (تفسیر نسفی) ″ دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۲۶۹
[4] القرآن الکریم ۷/ ۱۴۳
[5] تفسیر القرآن العظیم (ابن ابی حاتم) تحت آیۃ ۱۴/ ۴۶ مکتبہ نزار مصطفےٰ الباز ۷/ ۲۲۵۲
[6] القاموس المحیط فصل الثاء والثاء باب الثاء مصطفےٰ البابی مصر ۱/ ۱۵۰

Marfat.com

مگر توسُّعاً قرار وثبات ایک حالت پر بقاء کو کہتے ہیں اگرچہ اس میں سکون مطلق نہ ہو تو اس کا مقابل زوال اُسی حالت سے انفصال ہوگا۔ یونہی مقر ومستقر ومکان ہر جسم کے لئے حقیقۃً وہ سطح یا بُعد مجرد یا موہوم ہے جو جمیع جوانب سے اس جسم کو حاوی اور اس سے ملاصق ہے۔ یعنی علمائے اسلام کے نزدیک وہ فضائے متصل جسے یہ جسم بھرے ہوئے ہے ظاہر ہے کہ وہ دبنے سرکنے سے بدل گئی لہٰذا اس حرکت کو حرکتِ اینیہ کہتے ہیں یعنی جس سے دمبدم این کہ مکان وجائے کا نام ہے بدلتا ہے یہی جسم کا مکان خاص ہے اور اسی میں قرار و ثبات حقیقی ہے اس کے لئے یہ بھی ضرور کہ وضع بھی نہ بدلے، کُرہ کہ اپنی جگہ قائم رہ کر اپنے محور پر گھومے مکان نہیں بدلتا مگر اُسے قار وثابت وساکن نہ کہیں گے بلکہ زائل وحائل ومتحرک۔ پھر اسی توسُّع کے طور پر بیت بلکہ دار بلکہ محلّے بلکہ شہر بلکہ کثیر ملکوں کے حاوی حصۂ زمین مثل ایشیا بلکہ ساری زمین بلکہ تمام دنیا کو مقر ومستقر ومکان کہتے ہیں، قال تعالٰی:

ولکم فیہا مستقر ومتاع الٰی حین[1] اور تمہیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے (ت)

اور اس سے جب تک جُدائی نہ ہو اُسے قرار وقیام بلکہ سکون سے تعبیر کرتے ہیں اگرچہ ہزاروں حرکات پر مشتمل ہو ولہٰذا کہیں گے کہ موتی بازار بلکہ لاہور بلکہ پنجاب بلکہ ہندوستان بلکہ ایشیا بلکہ زمین ہمارے مجاہد کبیر کا مسکن ہے وہ ان میں سکونت رکھتے ہیں وہ ان کے ساکن ہیں حالانکہ ہر عاقل جانتا ہے کہ سکون وحرکت متباین مگر یہ معنٰی مجازی ہیں لہٰذا جائے اعتراض نہیں۔ لاجرم محلِ نفی میں ان کا مقابل زوال بھی انھیں کی طرح مجازی و توسُّع ہے اور وہ نہ ہوگا جب تک اُن سے انتقال نہ ہو، کفار کی وہ قسم کہ مالنا من زوال اسی معنٰی پر تھی یہ قسم نہ کھاتے تھے کہ ہم ساکن مطلق ہیں چلتے پھرتے نہیں، نہ یہ کہ ہم ایک شہر یا ملک کے پابند ہیں اس سے منتقل نہیں ہوسکتے بلکہ دنیا کی نسبت قسم کھاتے تھے کہ ہمیں یہاں سے آخرت میں جانا نہیں ان ھی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیا وما نحن بمبعوثین[2] (وہ تو نہیں مگر ہماری دنیا کی زندگی کہ ہم مرتے جیتے ہیں اور ہمیں اُٹھنا نہیں۔ ت) مولٰی تعالٰی فرماتا ہے:

واقسموا باللہ جھد ایمانھم لایبعث اللہ من یموت[3] اور انھوں نے اللہ کی قسم کھائی اپنے حلف میں حد کی کوشش کی کہ اللہ تعالٰی مُردے نہ اٹھائے گا۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۳۶
[2] القرآن الکریم ۲۳/ ۳۷
[3] " " ۱۶/ ۳۸

Marfat.com

لاجرم تیسری آیۂ کریمہ میں زوال سے مراد دنیا سے آخرت میں جانا ہو، نہ یہ کہ دُنیا میں اُن کا چلنا پھرنا زوال نہیں قطعاً حقیقی زوال ہے جس کی سندیں اُوپر سُن چکے اور عظیم شافی بیان آگے آتا ہے، مگر یہاں اُس کا ذکر ہے جس کی وہ قسم کھاتے تھے اور وہ نہ تھا مگر دنیا سے انتقال معنی مجازی کے لئے قرینہ درکار ہوتا ہے یہاں قرینہ اُن کے یہی اقوال بعینہٖ ہیں بلکہ خود اسی آیت صدر میں قرینہ صریحہ مقابلہ موجود کہ روزِ قیامت ہی کے سوال وجواب کا ذکر ہے فرماتا ہے:

وانذر الناس یوم یأتیھم العذاب فیقول الذین ظلموا ربنا اخرنا الیٰ اجل قریب نجب دعوتك ونتبع الرسل اولم تکونوا اقسمتم من قبل مالکم من زوال[1]

اور لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ جب اُن پر عذاب آئے گا، تو ظالم کہیں گے اے ہمارے رب تھوڑی دیر ہمیں مہلت دے کہ ہم تیرا بلانا مانیں اور رسولوں کی غلامی کریں۔ تو کیا تم پہلے قسم نہ کھا چکے تھے کہ ہمیں دُنیا سے ہٹ کر کہیں جانا نہیں (ت)

لیکن کریمہ ان اللہ یمسك السمٰوٰت والارض ان تزولا[2] (بے شک اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ کہیں جنبش نہ کریں۔ ت) میں کوئی قرینہ نہیں تو معنی مجازی لینا کسی طرح جائز نہیں ہوسکتا بلکہ قطعاً زوال اپنے معنی حقیقی پر رہے گا یعنی قرار وثبات وسکون حقیقی کا چھوڑنا، اُس کی نفی ہے تو ضرور سکون کا اثبات ہے ایک جگہ معنی مجازی میں استعمال دیکھ کر دوسری جگہ بلاقرینہ مجاز مراد لینا ہرگز حلال نہیں۔

(۴) نہیں نہیں بلا قرینہ نہیں بلکہ خلافِ قرینہ۔ یہ اور سخت تر ہے کہ کلام اللہ میں پوری تحریفِ معنوی کا پہلو دے گا رب عزوجل نے یمسك فرمایا ہے اور امساك روکنا، تھامنا، بند کرنا ہے۔ ولہذا جو زمین کے پانی کو بہنے نہ دے روک رکھے اسے مسك اور مساك کہتے ہیں انہار واجار کو نہیں کہتے حالانکہ اُن میں بھی پانی کی حرکت وہیں تک ہوگی جہاں تک احسن الخالقین جل وعلا نے اُس کا امکان دیا ہے۔ قاموس میں ہے:

امسکہ حبسہ المسك محرکۃ الموضع یمسك الماء کالمساك کسحاب[3]

امسکہ کا معنیٰ ہے اسکو روکا، المَسَك (س پر حرکت کے ساتھ) اُس جگہ کو کہتے ہیں جو پانی کو روکے، جیسے مساك بروزن سحاب۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۴/ ۴۴
[2] القرآن الکریم ۳۵/ ۴۱
[3] القاموس المحیط فصل المیم باب الکاف مصطفی البابی مصر ۳/ ۳۲۹

Marfat.com

یوں تو دنیا بھر میں کوئی حرکت کبھی بھی زوال نہ ہو کہ جہاں تک احسن الخالقین تعالیٰ نے امکان دیا ہے اُس سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔

(۵) اگر ان معنی کو مجازی نہ لیجئے بلکہ کہئے کہ زوال عام ہے مکان مستقر حقیقی خاص سے سرکنا اور موقع عام اور موطن اعم اور اعم از اعم سے جدا ہونا سب اُس کے فرد ہیں تو ہر ایک پر اس کا اطلاق حقیقت ہے جیسے زید وعمرو وبکر وغیرہم کسی فرد کو انسان کہنا تو اب بھی قرآن کریم کا مفاد زمین کا وہی سکون مطلق ہوگا نہ کہ اپنے مدار سے باہر نہ جانا۔ تزولا فعل ہے اور محل نفی میں وارد ہے اور علم اصول میں مصرح ہے کہ فعل قوۃ نکرہ میں ہے اور نکرہ حیز نفی میں عام ہوتا ہے، تو معنی آیت یہ ہوئے کہ آسمان و زمین کو کسی قسم کا زوال نہیں نہ موقع عام سے نہ مستقر حقیقی خاص سے، اور یہی سکون حقیقی ہے وللہ الحمد۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے مجاہد کبیر کو اپنی عبارت میں ہر جگہ قید بڑھانی پڑی زمین کا اپنے اماکن سے زائل ہوجانا اس کا زوال ہوگا۔ زائل ہوجانا قطعاً مطلقاً زوال ہے، "زائل ہوجانا" زوال کا ترجمہ ہی تو ہے مکان خاص سے ہو خواہ اماکن سے، مگر اول کے اخراج کو اس قید کی حاجت ہوتی یونہی فرمایا زمین کا زوال اس کے اماکن سے، پھر فرمایا: جن اماکن میں اللہ تعالیٰ نے اُس کو امساک کیا ہے اس سے باہر سرک نہیں سکتی۔ پھر فرمایا: اپنے مدار میں امساک کردہ شدہ ہے اس سے زائل نہیں ہوسکتی۔ اور نفی کی جگہ فرمایا: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آسمان کے سکون فی مکانہ کی تصریح فرمادی مگر زمین کے بارے میں ایسا نہیں فرمایا۔ یہاں جمع اماکن کا ظاہر کردیا مگر رب عزوجل نے تو اُن میں سے کوئی قید نہ لگائی مطلق یمسك فرمایا ہے اور مطلق ان تزولا۔ اللہ آسمان و زمین ہر ایک کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائے، یہ نہ فرمایا کہ اس کے مدار میں روکے ہوئے ہے، یہ نہ فرمایا کہ ہر ایک کے لئے اماکن عدیدہ ہیں اُن اماکن سے باہر نہ جانے پائے، تو اُس کا بڑھانا کلام الٰہی میں اپنی طرف سے پیوند لگانا ہوگا از پیش خویش قرآن عظیم کے مطلق کو مقید، عام کو مخصص بنانا ہوگا۔ اور یہ ہرگز روا نہیں۔ اہل سنت کا عقیدہ ہے جو اُن کی کتب عقائد میں مصرح ہے کہ النصوص تحمل علٰی ظواھرھا[1] (نصوص اپنے ظاہر پر محمول ہوتی ہیں۔ ت) بلکہ تمام ضلالتوں کا بڑا پھاٹک یہی ہے کہ بطور خود نصوص کو ظاہر سے پھیریں مطلق کو مقید عام کو مخصص کریں، مالکم من زوال[2] (تمہارے لئے زوال نہیں۔ ت) کی تخصیص واضح ہے ان تزولا

---

[1] شرح عقائد نسفیہ دارالاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ص ۱۱۹

[2] القرآن الکریم ۱۴/۴۴

Marfat.com

کو بھی مخصص کرلینا اس کی نظیر یہی ہے کہ ان اللہ علٰی کل شیئ قدیر[1] (بیشک اللہ تعالٰی ہر چیز پر قادر ہے۔ ت) کی تخصیص دیکھ کر ان اللہ بکل شیئ علیم[2] (بیشک اللہ تعالٰی ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ ت) کو بھی مخصص مان لیں کہ جس طرح وہاں ذات وصفات ومحالات زیرِ قدرت نہیں یوں ہی معاملہ صاف ہو گیا کہ ذات وصفات ومحالات کا معاذ اللہ علم بھی نہیں۔ زیادہ تشفی بحمدہ تعالٰی نمبر ۸ میں آتی ہے جس سے واضح ہو جائے گا کہ اللہ ورسول وصحابہ ومسلمین کے کلام میں یہاں یعنی خاص محلِ نزاع میں زوال سے مطلقًا ایک جگہ سے سرکنا مراد ہوا ہے اگرچہ اماکن معینہ سے باہر نہ جائے یا زوال کفار کی طرح دنیا خواہ مدار چھوڑ کر الگ بھاگ جانا، فانتظر (چنانچہ انتظار کر۔ ت)

(۶) لاجرم وہ جنھوں نے خود صاحبِ قرآن صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے قرآن کریم پڑھا، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس کے معانی سیکھے انھوں نے آیۂ کریمہ کو ہرگونہ زوال کی نافی اور سکونِ مطلق حقیقی کی مثبت بتایا۔ سعید بن منصور وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر نے حضرت شقیق ابن سلمہ سے کہ زمانۂ رسالت پائے ہوئے تھے روایت کی اور یہ حدیث ابن جریر بسند صحیح برجال صحیحین بخاری ومسلم ہے:

حدثنا ابن بشار ثنا عبدالرحمٰن ثنا سفیٰن عن الاعمش عن ابی وائل قال جاء رجل الی عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فقال من این جئت؟ قال من الشام۔ فقال من لقیت؟ قال لقیت کعبًا۔ فقال ما حدثک کعب؟ قال حدثنی ان السمٰوٰت تدور علٰی منکب ملك۔ قال فصدقتہ اوکذبتہ؟

ہمیں ابن بشار نے حدیث بیان کی کہ ہم کو عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی کہ ہم کو اعمش نے بحوالہ ابو وائل حدیث بیان کی، ابو وائل نے کہا کہ ایک صاحب حضرت سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حضور حاضر ہوئے، فرمایا: کہاں سے آئے؟ عرض کی: شام سے۔ فرمایا: وہاں کس سے ملے؟ عرض کی: کعب سے۔ فرمایا: کعب نے تم سے کیا بات کی؟ عرض کی: یہ کہا کہ آسمان ایک فرشتے کے شانے پر گھومتے ہیں۔ فرمایا: تم نے اس میں کعب کی تصدیق کی یا تکذیب؟

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۰

[2] " " ۸/ ۷۵

Marfat.com

قال ماصدقته ولاكذبته ۔ قال لوددت انك افتديت من رحلتك اليه براحلتك و رحلها وكذب كعب ان الله يقول ان الله يمسك السمٰوٰت والارض ان تزولا ؁ و لئن زالتا ان امسكهما من احد من بعده[1] ، زاد غير ابن جرير وكفٰى بها زوالا ان تدورا[2]۔

عرض کی : کچھ نہیں (یعنی جس طرح حکم ہے کہ جب تک اپنی کتاب کریم کا حکم نہ معلوم ہو اہلِ کتاب کی باتوں کو نہ سچ جانو نہ جھوٹ) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا : کاش! تم اپنا اُونٹ اور اس کا کجاوہ سب اپنے اس سفر سے چھٹکارے کو دے دیتے کعب نے جھوٹ کہا اللہ تعالٰی فرماتا ہے : بیشک اللہ آسمانوں اور زمینوں کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں اور اگر وُہ ہٹیں تو اللہ کے سوا انھیں کون تھامے۔ ابن جریر کے غیر نے یہ اضافہ کیا کہ گھومنا اُن کے سرک جانے کو بہت ہے۔

نیز محمد طبری نے بسند صحیح براصولِ حنفیہ برجال بخاری و مسلم حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ کے استاذ الاستاذ امام اجل ابراہیم نخعی سے روایت کی :

حدثنا جرير عن مغيرة عن ابراهيم قال ذهب جُندب البجلى الٰى كعب الاحبار فقدم عليه ثم رجع، فقال له عبد الله حدثنا ما حدثك ، فقال حدثنى ان السماء فى قطب كقطب الرحا و القطب عمود علٰى منكب ملك ، قال عبد الله لوددت انك افتديت رحلتك بمثل راحلتك ، ثم قال ماتنتكت اليهودية فى قلب عبد فكادت

ہمیں جریر نے بحوالہ مغیرہ ابراہیم سے حدیث بیان کی کہ ابراہیم نے کہا کہ جُندب بجلی کعب احبار کے پاس جاکر واپس آئے ، حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا ، کہو کعب نے تم سے کیا کہا؟ عرض کی : یہ کہا کہ آسمان چکی کی طرح ایک کیلی میں ہے اور کیلی ایک فرشتے کے کاندھے پر ہے۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا : مجھے تمنا ہوئی کہ تم اپنے ناقہ کے برابر مال دے کر اس سفر سے چھُوٹ گئے ہوتے، یہودیت کی خراش جس دل میں لگتی ہے پھر مشکل ہی سے چھُوٹتی ہے، اللہ

---

[1] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ ۳۵/۴۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۲/۱۰۰

[2] الدرالمنثور 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۷/۳۲

Marfat.com

تفارقه ثم قال ان اللہ یمسك السمٰوٰت و الارض ان تزولا۔ کفٰی بھا زوالا ان تدورا۔[1]

تو فرما رہا ہے بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ نہ سرکیں، ان کے سرکنے کو گھومنا ہی کافی ہے۔

عبد بن حمید نے قتادہ شاگردِ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی:

ان کعبًا کان یقول ان السماء تدور علی نصب مثل نصب الرحا فقال حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ تعالٰی عنہما کذب کعب ان اللہ یمسك السمٰوٰت والارض ان تزولا۔[2]

کعب کہا کرتے کہ آسمان ایک کیلی پر دورہ کرتا ہے جیسے چکی کی کیلی۔ اس پر حذیفہ الیمان رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا: کعب نے جھوٹ کہا۔ بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ جنبش نہ کریں۔

دیکھو ان اجلّہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے مطلق حرکت کو زوال مانا اور اس پر انکار فرمایا اور قائل کی تکذیب کی اور اسے بقایائے خیالاتِ یہودیت سے بتایا، کیا وہ اتنا نہ سمجھ سکتے تھے کہ ہم کعب کی ناحق تکذیب کیوں فرمائیں آیت میں تو زوال کی نفی فرمائی ہے اور اُن کا یہ پھرنا چلنا اپنے اماکن میں ہے جہاں تک احسن الخالقین تعالٰی نے اُن کو حرکت کا امکان دیا ہے وہاں تک اُن کا حرکت کرنا اُن کا زوال نہ ہوگا، مگر اُن کا ذہن مبارک اس معنی باطل کی طرف نہ گیا نہ جا سکتا تھا بلکہ اُس کے ابطال ہی کی طرف گیا اور جانا ضرور تھا کہ اللہ تعالٰی نے مطلقًا زوال کی نفی فرمائی ہے نہ کہ خاص زوال عن المدار کی تو اُنھوں نے روا نہ رکھا کہ کلامِ الٰہی میں اپنی طرف سے یہ پیوند لگالیں۔ لاجرم اُس پر رَد فرمایا اور اس قدر شدید واشد فرمایا وللہ الحمد۔

تنبیہ: کعب احبار تابعین اخیار سے ہیں خلافتِ فاروقی میں یہودی سے مسلمان ہوئے کُتبِ سابقہ کے عالم تھے۔ اہلِ کتاب کی احادیث اکثر بیان کرتے انھیں میں سے یہ خیال تھا جس کی تغلیط ان اکابر صحابہ نے قرآنِ عظیم سے فرمادی تو کَذَبَ کَعْبٌ کے یہ معنٰی ہیں کہ کعب نے غلط کہا نہ کہ معاذ اللہ قصدًا جھوٹ کہا۔ کَذَبَ بمعنی اَخْطَأَ محاورۂ حجاز ہے اور خراش یہودیت بمشکل چھوٹنے سے یہ مراد کہ اُن کے دل میں علمِ یہود بھرا ہوا تھا وہ تین قسم ہے باطل صریح و حق صحیح

---

[1] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ ۳۵/۴۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲۲/۱۷۱-۱۸۰
[2] الدر المنثور فی التفسیر الماثور " " " " " " ۷/۳۲

Marfat.com

اور مشکوک کہ جب تک اپنی شریعت سے اس کا حال نہ معلوم ہو حکم ہے کہ اس کی تصدیق نہ کرو ممکن کہ اُن کی تحریفات یا خرافات سے ہو، نہ تکذیب کرو ممکن کہ توریت یا تعلیمات سے ہو اسلام لاکر قسم اول کا حرف حرف قطعاً اُن کے دل سے نکل گیا، قسم دوم کا علم اور مستجل ہو گیا، یہ مسئلہ قسم سوم بقایائے علم یہود سے تھا جس کے بطلان پر آگاہ نہ ہو کر انھوں نے بیان کیا اور صحابہ کرام نے قرآن عظیم سے اس کا بطلان ظاہر فرما دیا یعنی یہ نہ توریت سے ہے نہ تعلیمات سے بلکہ اُن خبیثوں کی خرافات سے۔ تابعین صحابہ کرام کے تابع و خادم ہیں مخدوم اپنے خدام کو ایسے الفاظ سے تعبیر کر سکتے ہیں اور مطلب یہ ہے جو ہم نے واضح کیا وللہ الحمد۔

(۷) اس ساری تحریر میں مجھے آپ سے اس فقرے کا زیادہ تعجب ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے آسمان کے سکون فی مکانہ کی تصریح فرما دی مگر زمین کے بارے میں ایسا نہ فرمایا خاموشی فرمائی، اسے آپ نے اپنی مشکل کا حل تصور کیا، کعب احبار نے آسمان ہی کا گھومنا بیان کیا تھا اور یہود اسی قدر کے قائل تھے زمین کو وہ بھی ساکن مانتے تھے بلکہ ۱۵۲۰ء سے پہلے (جس میں کوپرنیکس نے حرکت زمین کی بدعت ضالہ کو کہ دو ہزار برس سے مُردہ پڑی تھی جِلایا) نصاریٰ بھی سکونِ ارض ہی کے قائل تھے، اسی قدر یعنی صرف دورۂ آسمان کا ان حضرات عالیات کے حضور تذکرہ ہوا اس کی تکذیب فرما دی، دورۂ زمین کہا کس نے تھا کہ اس کا رَدّ فرماتے، اگر کوئی صرف زمین کا دَورہ کہتا صحابہ اسی آیۂ کریمہ سے اُس کی تکذیب کرتے، اور اگر کوئی آسمان و زمین دونوں کا دورہ بتاتا صحابہ اسی آیت سے دونوں کا ابطال فرماتے۔ جواب بقدر سوال دیکھ لیا یہ نہ دیکھا کہ جس آیت سے وہ سند لائے اس میں آسمان و زمین دونوں کا ذکر ہے یا صرف آسمان کا، آیۃ پڑھئے صراحۃً دونوں ایک حالت پر مذکور ہیں دونوں پر ایک ہی حکم ہے، جب حسبِ ارشادِ صحابہ آیۂ کریمہ مطلق حرکت کا انکار فرماتی ہے اور وُہ انکار آسمان و زمین دونوں کے لئے ایک نسق ایک لفظ ان تزولا میں ہے جس کی ضمیر دونوں کی طرف ہے تو قطعاً آیت نے زمین کی بھی ہرگونہ حرکت کو باطل فرمایا جس طرح آسمان کی۔ ایک شخص کے حضرت سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آفتاب کو اپنے لئے سجدہ کرتے نہ دیکھا تھا اس پر عالم فرمائے وہ جھوٹا ہے آیۂ کریمہ میں ہے:

انی رأیت احد عشر کوکبا والشمس والقمر رأیتھم لی ساجدین[۱]	میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو اپنے لئے سجدہ کرتے دیکھا۔

[۱] القرآن الکریم ۱۲/۴

Marfat.com

اس کے بعد ایک دوسرا اُٹھے اور چاند کو ساجد دیکھنے سے منکر ہو اور کہے قربان جائیے۔ عالم نے سورج کے سجدہ کی تصریح فرمائی مگر چاند کے بارے میں ایسا نہ فرمایا خاموشی فرمائی اُسے کیا کہا جائیگا اب تو آپ نے خیال فرمالیا ہوگا کہ قائل حرکت ارض کو اجلۂ صحابہ کرام بلکہ خود صاف ظاہر نصِ قرآن عظیم سے گریز کے سوا کوئی چارہ نہیں، اور یہ معاذ اللہ خسرانِ مبین ہے جس سے اللہ تعالےٰ ہمیں اور آپ اور سب اہلسنت کو بچائے۔ آمین!

(۸) عجب کہ آپ نے آفتاب کا زوال نہ سُنا اسے تو میں نے آپ سے بالمشافہ کہہ دیا تھا۔

(ا) حدیثوں میں کتنی جگہ زالت الشمس (سورج ڈھل گیا۔ ت) ہے بلکہ قرآن عظیم میں ہے،

اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس[1]	نماز قائم کرو سورج ڈھلتے وقت۔ (ت)

تفسیر ابن مردویہ میں امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے لدلوک الشمس کی تفسیر میں فرمایا: لزوال الشمس[2]۔ ابن جریر نے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

اتانی جبرئیل لدلوک الشمس حین زالت فصلی بی الظہر[3]	میرے پاس جبرائیل آئے جب سورج ڈھل گیا تو آپ نے میرے ساتھ نمازِ ظہر پڑھی۔

نیز ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی الظہر اذا زالت الشمس، ثم تلا اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس[4]	رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ظہر کی نماز اس وقت پڑھتے جب سورج ڈھل جاتا۔ پھر ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے یہ آیت کریمہ پڑھی کہ سورج ڈھلتے وقت نماز قائم کرو۔ (ت)

نیز مثل سعید ابن منصور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے، دلوکہا زوالہا[5] (سورج کے دلوک کا معنی

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/۷۸

[2] الدر المنثور فی التفسیر بالماثور (بحوالہ ابن مردویہ) تحت آیۃ ۱۷/۷۸، دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۸۰

[3] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ ۱۷/۷۸، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵/۱۵۸

[4] " " " " " " " " "

[5] الدر المنثور بحوالہ سعید بن منصور وابن جریر تحت آیۃ ۱۷/۷۸، " " " " ۵/۲۸۱

Marfat.com

اس کا زوال ہے۔ ت)۔

بزار و ابوالشیخ و ابن مردویہ نے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے: دلوك الشمس زوالها[1]
(سورج کے دلوک کا معنٰی اس کا زوال ہے۔ ت)

عبدالرزاق نے مصنّف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے:

دلوك الشمس اذا زالت عن بطن السماء[2]
سورج کا دلوک یہ ہے کہ جب وہ آسمان کے بطن سے ڈھل جائے (ت)

مجمع بحار الانوار میں ہے:

زاغت الشمس مالت و زالت عن اعلٰی درجات ارتفاعها[3]
زاغت الشمس کا معنٰی یہ ہے کہ وہ اپنی بلندی کے اعلٰی درجے سے ڈھل گیا۔ (ت)

فقہ میں وقتِ زوال ہر کتاب میں مذکور اور عوام تک کی زبانوں پر مشہور۔ کیا اس وقت آفتاب اپنے مدار سے باہر نکل جاتا ہے اور احسن الخالقین جل وعلا نے جہاں تک کی حرکت کا اسے امکان دیا ہے اُس سے آگے پاؤں پھیلاتا ہے؟ حاشا! مدار ہی میں رہتا ہے اور پھر زوال ہوگیا، یونہی زمین اگر دورہ کرتی ضرور اسے زوال ہوتا اگرچہ مدار سے نہ نکلتی، اس پر اگر یہ خیال جائے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ سرکنا تو آفتاب کو ہر وقت ہے پھر ہر وقت کو "زوال" کیوں نہیں کہتے، تو یہ محض جاہلانہ سوال ہوگا، وجہ تسمیہ مطرد نہیں ہوتی۔ کتب میں یہ مشہور حکایت ہے کہ مطرد ماننے والے سے پوچھا جرجیر یعنی چینے کو کہ ایک قسم کا اناج ہے جرجیر کیوں کہتے ہیں، کہا لانه يتجرجر على الارض اس لئے کہ وہ زمین پر جنبش کرتا ہے کہا تمہاری داڑھی کو جرجیر کیوں نہیں کہتے یہ بھی تو جنبش کرتی ہے۔ قارورے کو قارورہ کیوں کہتے ہیں، کہا لان الماء يقر فيها اس لئے کہ اس میں پانی ٹھہرتا ہے، کہا تمہارے پیٹ کو قارورہ کیوں نہیں کہتے اس میں بھی تو پانی ٹھہرتا ہے۔ یہاں تین ہی موضع ممتاز تھے افق شرقی و غربی و دائرہ نصف النہار، ان سے سرکنے کا نام طلوع و غروب رکھا کہ یہی انسب و وجہ تمایز تھا اور اس سے تجاوز کو زوال کہا اگرچہ جگہ سے زوال آفتاب کو بلاشبہہ ہر وقت ہے کریمۂ والشمس تجری لمستقر لها میں

---

[1] الدر المنثور بحوالہ البزار و ابی الشیخ و ابن مردویہ تحت آیۃ ۱۷/ ۷۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۸۰

[2] المصنف لعبدالرزاق حدیث ۲۰۴۰ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۵۴۳

[3] مجمع بحار الانوار باب الزاء مع الیاء مکتبہ دار الایمان مدینہ منورہ ۲/ ۴۵۶

Marfat.com

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی قراءت ہے لا مستقر لھا یعنی سورج چلتا ہے کسی وقت اُسے قرار نہیں۔ اُوپر گزرا کہ قرار کا مقابل زوال ہے، جب کسی وقت قرار نہیں تو ہر وقت زوال ہے اگرچہ تسمیہ میں ایک زوال معیّن کا نام زوال رکھا، غرض کلام اس میں ہے کہ احادیث مرفوعۂ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و آثار صحابۂ کرام و اجماعِ اہل اسلام نے آفتاب کا اپنے مدار میں رہ کر ایک جگہ سے سرکنے کو زوال کہا اگر زمین متحرک ہوتی تو یقیناً ایک جگہ سے اُس کا سرکنا ہی زوال ہوتا اگرچہ مدار سے باہر نہ جاتی لیکن قرآن عظیم نے صاف ارشاد میں اُس کے زوال کا انکار فرمایا ہے تو قطعاً واجب کہ زمین اصلاً متحرک نہ ہو۔

(ب) بلکہ خود یہی زوال کہ قرآن و حدیث و فقہ و زبانِ جملہ مسلمین سب میں مذکور قائلانِ دورۂ زمین اسے زمین ہی کا زوال کہیں گے کہ وہ حرکتِ یومیہ اُسی کی جانب منسوب کرتے ہیں یعنی آفتاب یہ حرکت نہیں کرتا بلکہ زمین اپنے محور پر گھومتی ہے جب وُہ حصّہ جس پر ہم ہیں گھوم کر آفتاب سے آڑ میں ہو گیا رات ہوتی، جب گھوم کر آفتاب کے سامنے آیا کہتے ہیں آفتاب نے طلوع کیا، حالانکہ زمین یعنی اُس حصۂ ارض نے جانبِ شمس رُخ کیا جب اتنا گھوما کہ آفتاب ہمارے سروں کے محاذی ہوا یعنی ہمارا دائرۂ نصف النہار مرکزِ شمس کے مقابل آیا دوپہر ہو گیا جب زمین یہاں سے آگے بڑھی دوپہر ڈھل گیا کہتے ہیں آفتاب کو زوال ہوا حالانکہ زمین کو ہوا یہ اُن کا مذہب ہے اور صراحۃً قرآن عظیم کا مکذِّب و مکذَّب ہے۔ مسلمین تو مسلمین، بیروت وغیرہ کے سفہائے قائلانِ حرکتِ ارض بھی جن کی زبان عربی ہے اس وقت کو وقتِ زوال اور دُھوپ گھڑی کو مزولہ کہتے ہیں یعنی زوال پہچاننے کا آلہ۔ اور اگر اُن سے کہیے کیا شمس زوال کرتا ہے؛ کہیں گے، نہیں بلکہ زمین۔ حالانکہ وہ مدار سے باہر نہ گئی۔ تو آپ کی تاویل موافقین و مخالفین کسی کو بھی مقبول نہیں۔

(ج) اَوروں سے کیا کام، آپ تو بفضلہٖ تعالےٰ مسلمان ہیں، ابتدائے وقتِ ظہر زوال سے جانتے ہیں، کیا ہزار بار نہ کہا ہوگا کہ زوال کا وقت ہے، زوال ہونے کو ہے، زوال ہو گیا۔ کاہے سے زوال ہوا، دائرۂ نصف النہار سے۔ کس کا زوال ہوا آپ کے نزدیک زمین کا کہ اُسی کی حرکت محوری سے ہوا حالانکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ زمین کو زوال نہیں اب خود مان کر کہ زمین متحرک ہو تو روزانہ اپنے مدار کے اندر ہی رہ کر اُسے زوال ہوتا ہے دنیا سے، زوال کفار پیش کرنے کا کیا موقع رہا، انصاف شرط ہے، اور قرآن عظیم کے ارشاد پر ایمان لازم و باللہ التوفیق۔

(د) یہاں سے بحمدہٖ تعالیٰ حضرت معلّم التحیات رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اُس ارشاد کی خوب

Marfat.com

توضیح ہوگئی کہ صرف حرکتِ محوری زوال کو بس ہے۔

(۹) بحمد اللہ تین آیتیں یہ گزریں:

آیت ۱: ان اللہ یمسک[1]

آیت ۲: ولئن زالتا[2]

آیت ۳: لدلوک الشمس[3]

آیت ۴: فلما افلت[4] (پھر جب وہ ڈوب گیا۔ ت)

آیت ۵: وسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل الغروب[5]
اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے (ت)

آیت ۶: وسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل غروبها[6]
اور اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے۔ (ت)

آیت ۷: حتی اذا بلغ مطلع الشمس وجدھا تطلع علی قوم لم نجعل لھم من دونھا سترا[7]
یہاں تک کہ سورج نکلنے کی جگہ پہنچا اُسے ایسی قوم پر نکلتا پایا جن کے لئے ہم نے سورج سے کوئی آڑ نہیں رکھی۔ (ت)

اور ان سب سے زائد آیت ۸:

وتری الشمس اذا طلعت تزاور عن کھفھم ذات الیمین واذا غربت تقرضھم ذات الشمال وھم فی فجوۃ منه ذلك من اٰیٰت اللہ[8]
تو آفتاب کو دیکھے گا جب طلوع کرتا ہے ان کے غار سے دہنی طرف مائل ہوتا ہے اور جب ڈوبتا ہے اُن سے بائیں طرف کترا جاتا ہے حالانکہ وہ غار کے کھلے میدان میں ہیں، یہ قدرتِ الٰہی کی نشانیوں سے ہیں۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳۵/ ۴۱
[2] القرآن الکریم ۳۵/ ۴۱
[3] القرآن الکریم ۱۷/ ۷۸
[4] القرآن الکریم ۶/ ۷۸
[5] القرآن الکریم ۵۰/ ۳۹
[6] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۳۰
[7] القرآن الکریم ۱۸/ ۹۰
[8] القرآن الکریم ۱۸/ ۱۷

Marfat.com

یونہی صدہا احادیث ارشاد سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم خصوصًا حدیث صحیح بخاری ابوذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے :

قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لابی ذر حین غربت الشمس اتدری این تذھب قلت اللہ و رسولہ اعلم قال فانھا تذھب حتی تسجد تحت العرش فتستأذن فیؤذن لھا و یوشك ان تسجد فلا یقبل منھا و تستأذن فلا یؤذن لھا یقال لھا ارجعی من حیث جئت فتطلع من مغربھا فذٰلك قولہ تعالٰی والشمس تجری لمستقر لھا ذٰلك تقدیر العزیز العلیم[1]

نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو فرمایا جب کہ سورج غروب ہوچکا تھا کیا تم جانتے ہو کہ سورج کہاں جاتا ہے ؟ حضرت ابوذر کہتے ہیں میں نے عرض کی کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں ۔ تو آپ نے فرمایا ؛ وہ جاتا ہے تاکہ عرش کے نیچے سجدہ کرے ۔ چنانچہ وہ اجازت طلب کرتا ہے تو اسکو اجازت دے دی جاتی ہے قریب ہے کہ وہ سجدہ کرے ، وہ سجدہ اس کی طرف سے قبول نہ کیا جائے اور وہ اجازت طلب کرے تو اسکو سجدہ کرنے کی اجازت نہ دی جائے اور اسے کہا جائے کہ تُو لوٹ جا جہاں سے آیا ہے ، پھر وہ مغرب سے طلوع ہوگا ۔ یہی معنی ہے اللہ تعالےٰ کے ارشاد کا "اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لئے ، یہ حکم ہے زبردست علم والے کا ۔" (ت)

یونہی ہزارہا آثارِ صحابۂ عظام و تابعین کرام و اجماعِ امت جن سب میں ذکر ہے کہ آفتاب طلوع و غروب کرتا ہے آفتاب کو وسطِ سماء سے زوال ہوتا ہے آفتاب کی طرح روشن دلائل ہیں کہ زمین ساکن محض ہے بدیہی ہے اور خود مخالفین کو تسلیم کہ طلوع و غروب و زوال نہیں مگر حرکتِ یومیہ سے تو جس کے یہ احوال ہیں حرکت یومیہ اسی کی حرکت ہے تو قرآن عظیم و احادیثِ متواترہ و اجماعِ امت سے ثابت کہ حرکتِ یومیہ حرکتِ شمس ہے نہ کہ حرکتِ زمین ، لیکن اگر زمین حرکتِ محوری کرتی تو حرکتِ یومیہ اسی کی حرکت ہوتی جیسا کہ مزعوم مخالفین ہے تو روشن ہوا کہ زعم سائنس باطل و مردود ہے ۔ پھر شمس کی حرکتِ یومیہ جس سے طلوع و غروب و زوال ہے نہ ہوگی مگر یُوں کہ وہ گردِ زمین دورہ کرتا ہے ، تو قرآن و حدیث و اجماع سے ثابت ہوا کہ آفتاب حولِ ارض دائر ہے ، لاجرم زمین مدارِ شمس کے جوف میں ہے

---

[1] صحیح البخاری کتاب بدء الخلق باب صفۃ الشمس والقمر بحسبان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۵۴

Marfat.com

تو ناممکن ہے کہ زمین گردِ شمس دَورہ کرے اور آفتاب مدارِ زمین کے جوف میں ہو تو بحمد اللہ تعالیٰ آیاتِ متکاثرہ و احادیثِ متواترہ و اجماعِ امتِ طاہرہ سے واضح ہوا کہ زمین کی حرکت محوری و مداری دونوں باطل ہیں وللہ الحمد، زیادہ سے زیادہ مخالف یہاں یہ کہہ سکتا ہے کہ "غروب تو حقیقۃً" شمس کے لئے ہے کہ وہ غیبت ہے اور آفتاب ہی اس حرکتِ زمین کے باعث نگاہ سے غائب ہوتا ہے اور زوال حقیقۃً زمین کے لئے ہے کہ یہ ہٹتی ہے نہ کہ آفتاب، اور طلوع حقیقۃً کسی کے لئے نہیں کہ طلوع صعود اور اوپر چڑھنا ہے۔ حدیث میں ہے:

لکل حد مطلع[1] (ہر حد کے لئے چڑھنے کی جگہ ہے۔ ت)

نہایہ و درنثیر و مجمع البحار و قاموس میں ہے:

ای مصعد یصعد الیہ من معرفۃ علمہ[2] یعنی چڑھنے کی جگہ جس کی طرف وہ اپنی علمی معرفت کے ساتھ چڑھتا ہے۔ (ت)

نیز ثلاثہ اصول و تاج العروس میں ہے:

مطلع الجبل مصعدہ[3] (پہاڑ کا مطلع اس پر چڑھنے کی بلند جگہ ہے۔ ت)

حدیث میں ہے: طلع المنبر[4] (منبر پر چڑھا۔ ت)۔ مجمع البحار میں ہے: ای علاہ[5] (یعنی اس کے اوپر چڑھا۔ ت)

ظاہر ہے کہ زمین آفتاب پر نہیں چڑھتی، اور مخالف کے نزدیک آفتاب بھی اس وقت زمین پر نہ چڑھا کہ طلوع اس کی حرکت سے نہیں، لاجرم طلوع سرے سے باطل محض ہے مگر سکان زمین کو حرکت زمین محسوس نہیں ہوتی، انھیں وہم گزرتا ہے کہ آفتاب چلتا، چڑھتا، ڈھلتا ہے لہٰذا طلوع و زوالِ شمس کہتے ہیں، یہ کوئی کافر کہہ سکے مسلمان کیونکر روا رکھ سکے کہ جاہلانہ وہم جو لوگوں کو گزرتا ہے قرآنِ عظیم بھی معاذ اللہ اسی وہم پر چلا ہے اور واقع کے خلاف طلوع و زوال کو آفتاب کی طرف نسبت فرمادیا ہے

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین کتاب آداب تلاوۃ القرآن الباب الرابع دارالفکر بیروت ۴/۵۲۷
[2] القاموس المحیط باب العین فصل الطاء مصطفی البابی مصر ۳/۶۱
[3] تاج العروس شرح القاموس " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۴۲
[4] مجمع بحار الانوار باب الطاء مع اللام مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورہ ۳/۴۵۹
[5] " " " " " " " " " " " "

Marfat.com

والعیاذ باللہ تعالٰی، لاجرم مسلمان پر فرض ہے کہ حرکتِ شمس وسکونِ زمین پر ایمان لائے واللہ الہادی۔

(۱۰) سورۂ طٰہٰ وسورۂ زخرف دو جگہ ارشاد ہوا ہے:

الذی جعل لکم الارض مھدا[1] وہ جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا کیا (ت)

دونوں جگہ صرف کوفیوں مثل امام عاصم نے جن کی قراءت ہند میں رائج ہے مَھْدًا پڑھا باقی تمام ائمۂ قراءت نے مِھَادًا بزیادتِ الف۔ دونوں کے معنی ہیں بچھونا، جیسے فرش و فراش یونہی مَھد و مِھاد۔

(ا) پس قراءت عام ائمہ نے قراءت کوفی کی تفسیر فرمادی کہ مَھد سے مراد فرش ہے ——

مدارک شریف سورۂ طٰہٰ میں ہے:

(مھدا) کوفی وغیرھم مھادا وھما لغتان لما یبسط ویفرش[2]۔

(مَھدًا) یہ کوفیوں کی قراءۃ ہے ان کے غیر مِھادًا پڑھتے ہیں، یہ دونوں لغتیں ہیں، اس کا معنٰی ہے وہ شَے جس کو بچھایا جاتا ہے اور بچھونا بنایا جاتا ہے (ت)۔

اُسی کی سورۂ زخرف میں ہے:

(مَھدًا) کوفی وغیرہ مھادًا ای موضع قرار[3]

(مَھدًا) کوفی قراءۃ ہے اور اُن کے غیر کی قراءۃ مِھادًا ہے یعنی قرار کی جگہ۔ (ت)

معالم شریف میں ہے:

قرأ اھل الکوفۃ مَھْدًا ھٰھنا وفی الزخرف فیکون مصدرًا ای فرشًا وقرأ الاٰخرون مھادا کقولہٖ تعالٰی الم نجعل الارض مھادا ای فراشا وھو اسم ما یفرش کالبساط[4]

اہلِ کوفہ نے یہاں اور سورۂ زخرف میں مَھْدًا پڑھا ہے یعنی فرش، اور دوسروں نے مِھادًا پڑھا ہے، جیسے اللہ تعالٰی کا قول "کیا ہم نے زمین کو مہاد نہیں بنایا" یعنی فراش۔ وہ اس چیز کا نام ہے جسے بچھایا جاتا ہے جیسے بچھونا (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/۵۳ و ۴۳/۱۰

[2] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت آیۃ ۲۰/۵۳ دار الکتاب العربی بیروت ۳/۵۵

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۴/۱۱۴

[4] معالم التنزیل (تفسیر بغوی) 〃 〃 دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/۱۸۶

Marfat.com

تفسیر ابن عباس میں دونوں جگہ ہے: (مھدًا) فراشاً[1] (یعنی بچھونا۔ت)، نیز یہی مضمون قرآن عظیم کی بہت آیات میں ارشاد ہے، فرماتا ہے:

الم نجعل الارض مھادًا[2] کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہ کیا۔ (ت)

فرماتا ہے:

والارض فرشنٰھا فنعم الماھدون[3] اور زمین کو ہم نے فرش کیا تو ہم کیا ہی اچھا بچھانے والے ہیں (ت)

فرماتا ہے:

واللہ جعل لکم الارض بساطا[4] اور اللہ نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا۔ (ت)

فرماتا ہے:

الذی جعل لکم الارض فراشا[5] جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا۔ (ت)

اور قرآن کی بہتر تفسیر وہ ہے کہ خود قرآن کریم فرمائے۔

(ب) بچّے ہی کا مَہد ہو تو وہ کیا اس کے بچھونے کو نہیں کہتے۔ جلالین سورۂ زخرف میں ہے:

(مھادًا) فراشًا کالمھد للصبی[6] (مھادًا) بچھونا جیسے بچّے کے لئے گہوارہ۔(ت)

لاجرم حضرت شیخ سعدی و شاہ ولی اللہ نے مھدًا کا ترجمہ طٰہٰ میں فرش اور زخرف میں بساط ہی کیا اور شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر نے دونوں جگہ بچھونا۔

(ج) گہوارہ ہی لو تو اس سے تشبیہ آرام میں ہوگی نہ کہ حرکت میں، ظاہر کہ زمین اگر بالفرضِ باطل جنبش بھی کرتی تو اس سے نہ ساکنوں کو نیند آتی ہے نہ گرمی کے وقت ہوا لاتی ہے تو گہوارہ سے اسے بحیثیت جنبش مشابہت نہیں۔ ہے تو بحیثیت آرام و راحت ہے۔ خود گہوارہ سے اصل مقصد یہی ہے نہ کہ ہلانا، تو وجہِ شُبہ وہی ہے نہ یہ۔ لاجرم اسی کو مفسرین نے اختیار کیا۔

(د) لطف یہ کہ علماء نے اس تشبیہ مہد سے بھی زمین کا سکون ہی ثابت کیا بالکل نقیض اس کا جو آپ

---

[1] تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس تحت آیہ ۲۰/۵۳ و ۴۳/۱۰ مکتبہ سرحد مردان ص ۱۹۵، ۳۰۴

[2] القرآن الکریم ۷۸/۶ [3] القرآن الکریم ۵۱/۴۸

[4] " " ۷۱/۱۹ [5] " " ۲/۲۲

[6] تفسیر جلالین تحت آیت ۴۳/۱۰ مطبع مجتبائی دہلی نصف دوم ص ۴۰۴

Marfat.com

چاہتے ہیں، تفسیر کبیر میں ہے :

کون الارض مھدا انما حصل لاجل کونھا واقفۃ ساکنۃ ولما کان المھد موضع الراحۃ للصبی جعل الارض مھد الکثرۃ مافیھا من الراحات[1]

زمین کا گہوارہ ہونا اس کے ٹھہرنے اور ساکن ہونے کی وجہ سے حاصل ہوا، اور جب گہوارہ بچے کے لئے راحت کی جگہ ہے تو زمین کو اس لئے گہوارہ قرار دیا گیا کہ اس میں کئی طرح متعدد راحتیں موجود ہیں۔ (ت)

خازن میں ہے :

(جعل لکم الارض مھدا) معناہ واقفۃ ساکنۃ یمکن الانتفاع بھا ولما کان المھد موضع راحۃ الصبی فلذلک سمی الارض مھادا لکثرۃ ما فیھا من الراحۃ للخلق[2]

(تمہارے لئے زمین کو گہوارہ بنایا) اس کا معنٰی ہے کہ وہ ٹھہری ہوئی پُرسکون ہے جس سے نفع اٹھانا ممکن ہے۔ جبکہ گہوارہ بچے کے لئے راحت کی جگہ ہے تو اسی لئے زمین کا نام گہوارہ رکھا گیا کیونکہ اس میں مخلوق کے لئے کثیر راحتیں موجود ہیں۔ (ت)

خطیب شربینی پھر فتوحاتِ الٰہیہ میں زیرِ کریمہ زخرف ہے :

ای لوشاء لجعلھا متحرکۃ فلا یمکن الانتفاع بھا فالانتفاع بھا انما حصل لکونھا مسطحۃ قارۃ ساکنۃ[3]

یعنی اگر اللہ تعالٰی چاہتا تو زمین کو متحرک بناتا جس سے نفع حاصل کرنا ممکن نہ ہوتا۔ نفع تو اس سے اس صورت میں حاصل ہوا کہ وہ ہموار، قرار پکڑنے والی اور ساکن ہے۔ (ت)

اس ارشادِ علماء پر کہ "زمین متحرک ہوتی تو اس سے انتفاع نہ ہوتا" کاسہ لیسانِ فلسفہ جدیدہ کو اگر یہ شُبہ لگے کہ "اس کی حرکت محسوس نہیں" تو اُن سے کہئے یہ تمہاری ہوس خام ہے۔ "فوزِ مبین" دیکھئے ہم نے خود فلسفۂ جدیدہ کے مسلّماتِ عدیدہ سے ثابت کیا ہے کہ اگر زمین متحرک ہوتی جیسا وہ مانتے ہیں تو یقیناً اس کی

---

[1] مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) تحت آیۃ ۴۳/۱۰ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۲۷/۱۹۶
[2] لباب التاویل فی معانی التنزیل (تفسیر الخازن) تحت آیت ۴۳/۱۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/۱۰۶
[3] الفتوحات الالٰہیہ (جمل) " " " مصطفی البابی مصر ۴/۷۷

Marfat.com

حرکت ہر وقت سخت زلزلہ اور شدید آندھیاں لاتی، انسان حیوان کوئی اس پر نہ بس سکتا۔ زبان سے ایک بات ہانک دینا آسان ہے مگر اس پر جو قاہر رد ہوں اُن کا اٹھانا ہزار ہا بانس پیرا تا ہے۔

(۱۱) دیباچہ میں جو آپ نے دلائل حرکت زمین کتب انگریزی سے نقل فرمائے الحمدللہ ان میں کوئی نام کو تام نہیں سب پا در ہوا ہیں، زندگی بالخیر ہے تو آپ ان شاء اللہ تعالٰی ان سب کا رَدِّ بلیغ فقیر کی کتاب فوزمبین کی فصل چہارم میں دیکھیں گے بلکہ وہ آٹھ سطریں جو میں نے اول میں لکھ دی ہیں کہ یورپ والوں کو طرزِ استدلال اصلاً نہیں آتا انھیں اثباتِ دعوٰی کی تمیز نہیں، اُن کے اوہام جن کو بنامِ دلیل پیش کرتے ہیں یہ علتیں رکھتے ہیں، منصف ذی فہم مناظرہ داں کے لئے وہی ان کے رد میں بس ہیں کہ دلائل بھی انھیں علتوں کے پابند ہوس ہیں اور بفضلہٖ تعالٰی آپ جیسے دیندار سُنّی مسلمان کو تو اتنا ہی سمجھ لینا کافی ہے کہ ارشاد قرآن عظیم و نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم و مسئلہ اسلامی و اجماعِ امتِ گرامی کے خلاف کیونکر کوئی دلیل قائم ہوسکتی، اگر بالفرض اس وقت ہماری سمجھ میں اس کا رد نہ آئے جب بھی یقیناً وہ مردود اور قرآن و حدیث و اجماع سچے۔ یہ ہے بحمداللہ شانِ اسلام۔

محبِ فقیر! سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات و نصوص میں تاویلات دور از کار کرکے سائنس کے مطابق کرلیا جائے۔ یوں تو معاذاللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام۔ وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اُسے خلاف ہے سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے دلائلِ سائنس کو مردود و پامال کردیا جائے جابجا سائنس ہی کے اقوال سے اسلامی مسئلہ کا اثبات ہو سائنس کا ابطال و اسکات ہو، یوں قابو میں آئے گی، اور یہ آپ جیسے فہیم سائنس داں کو باذنہٖ تعالٰی دشوار نہیں آپ اُسے بچشمِ پسند دیکھتے ہیں ع

وعین الرضاء عن کل عیب کلیلۃ[1]

(رضامندی کی آنکھ ہر عیب کو دیکھنے سے عاجز ہوتی ہے۔ت)

اُس کے معائب مخفی رہتے ہیں مولٰی عزوجل کی عنایت اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اعانت پر بھروسا کرکے اس کے دعاوی باطلہ مخالفۂ اسلام کو بنظرِ تحقیر و مخالفت دیکھئے اُس وقت ان شاء اللہ العزیز القدیر اس کی ملمع کاریاں آپ پر کھلتی جائیں گی اور آپ جس طرح اب دیوبندیہ مخذولین پر مجاہد ہیں یونہی سائنس کے مقابل آپ نصرتِ اسلام کے لئے تیار ہوجائیں گے کہ ع

---

[1] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/۴۸۸

Marfat.com

ولکن عین السخط تبدی المساویا[1]

(لیکن ناراضگی کی آنکھ عیبوں کو عیاں کرتی ہے۔ ت)

مولوی قدس سرہ المعنوی فرماتے ہیں : ؎

دشمنِ راہِ خدا را خوار دار دُزد را منبر منہ بر دار دار[2]

(اللہ تعالٰی کے راستے کے دشمن کو ذلیل رکھ، چور کے لئے منبر مت بچھا بلکہ اسکو سولی پر رکھ۔ ت)

ربِ کریم بجاہ نبی رؤف رحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ہمیں اور آپ اور ہمارے بھائیوں اہل سنت خادمانِ ملت کو نصرتِ دینِ حق کی توفیق بخشے اور قبول فرمائے، آمین!

اللہ الحق اٰمین واعف عنّا واغفر لنا وارحمنا انت مولٰینا فانصرنا علی القوم الکٰفرین ۝ والحمد ﷲ رب العٰلمین ۝ وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا و مولٰینا محمد و اٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین ۝ اٰمین واللہ تعالٰی اعلم۔

اے معبودِ برحق! ہماری دُعا قبول فرما، اور ہمیں معاف فرمادے اور بخش دے اور ہم پر رحم فرما۔ تو ہمارا مولٰی ہے تو کافروں پر ہمیں مدد دے۔ اور تمام تعریفیں اللہ رب العٰلمین کیلئے ہیں۔ اللہ تعالٰی درود نازل فرمائے ہمارے آقا محمد مصطفٰے اور آپ کی آل، اصحاب، اولاد اور تمام اُمت پر۔ آمین۔ اور اللہ تعالٰے خُوب جانتا ہے۔ (ت)

رسالہ

نزول آیات فرقان بسکون زمین وآسمان

ختم ہوا

---

[1] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث ۳۶۶۳ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/۴۸۸

[2] مثنوی معنوی رجوع بحکایتِ زاہد با غلام امیر دفتر پنجم مؤسسۃ انتشارات اسلام لاہور ص ۳۵۱

Marfat.com

رسالہ

معین مبین بہر دور شمس وسکون زمین
۱۳۳۸ھ

(سورج کی گردش اور زمین کے ساکن ہونے کیلئے مددگار)

(امریکی منجم پروفیسر البرٹ ایف، پورٹا کی پیشگوئی کا رَدّ)

مسئلہ ۳۲

دارالافتاء میں ملک العلماء جناب مولانا ظفرالدین صاحب بہاری (رحمۃ اللہ علیہ) از تلامذہ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ نے بانکی پور کے انگریزی اخبار "ایکسپریس" ۱۸ اکتوبر ۱۹۱۹ء کے دوسرے ورق کا صرف پہلا کالم تراش کر بغرض ملاحظہ واستصواب حاضر کیا جس پر امریکہ کے منجم پروفیسر البرٹ کی ہولناک پیشگوئی ہے۔ جناب نواب وزیر احمد خاں صاحب و جناب سید اشتیاق علی صاحب رضوی نے ترجمہ کیا جس کا خلاصہ یہ ہے:

"۱۷ دسمبر کو عطارد، مریخ، زہرہ، مشتری، زحل، نیپچون، یہ چھ سیارے جن کی طاقت سب سے زائد ہے قران میں ہوں گے آفتاب کے ایک طرف ۲۶ درجے کے تنگ فاصلہ میں جمع ہوکر اُسے بقوت کھینچیں گے، اور وہ ان کے ٹھیک مقابلہ میں ہوگا اور مقابلہ میں آتا جائے گا۔ ایک بڑا کوکب یورنیس سیاروں کا ایسا اجتماع تاریخ ہیأت میں کبھی نہ جانا گیا۔ یورنیس اور ان چھ میں متقناطیسی لہر آفتاب میں بڑے بھالے کی طرح سوراخ کرے گی۔ ان چھ بڑے سیاروں کے اجتماع سے چوبیس ۲۴ صدیوں سے نہ دیکھا گیا تھا ممالک متحدہ کو دسمبر میں بڑے خوفناک طوفان آب سے صاف کر دیا جائے گا۔ یہ داغ شمس ۱۷ دسمبر کو ظاہر ہوگا جو بغیر آلات کے آنکھ سے دیکھا جائے گا۔ ایسا داغ کہ بغیر آلات کے دیکھا جائے آج تک ظاہر نہ ہُوا اور ایک وسیع زخم آفتاب کے ایک جانب میں ہوگا، یہ داغ شمس کُرۂ ہوا میں تزلزل ڈالے گا۔ طوفان، بجلیاں اور سخت مینہ اور بڑے زلزلے ہوں گے

Marfat.com

زمین ہفتوں میں اعتدال پر آئے گی۔"

محسنِ ملت اعلحضرت علیہ الرحمۃ نے اس کا جواب حسب ذیل ارشاد فرمایا؛

یہ سب اوہامِ باطلہ و ہوساتِ عاطلہ ہیں، مسلمانوں کو ان کی طرف اصلاً التفات جائز نہیں۔

(۱) منجم نے ان کی بنا کواکب کے طول وسطی پر رکھی جسے ہیأت جدیدہ میں طول بفرض مرکزیت شمس کہتے ہیں، اس میں وہ چھ کواکب باہم ۲۶ درجے ۲۳ دقیقے کے فصل میں ہوں گے مگر یہ فرض خود فرض باطل ومطرود اور قرآن عظیم کے ارشادات سے مردود ہے، نہ شمس مرکز ہے نہ کواکب اس کے گرد متحرک، بلکہ زمین کا مرکزِ ثقل مرکزِ عالم ہے اور سب کواکب اور خود شمس اس کے گرد دائر۔ اللہ تعالےٰ عز وجل فرماتا ہے؛

والشمس والقمر بحسبان [1] — سورج اور چاند کی چال حساب سے ہے۔

اور فرماتا ہے؛

والشمس تجری لمستقر لها ذٰلك تقدير العزيز العليم [2] — سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لئے، یہ سادھا ہوا ہے زبردست علم والے کا۔

اور فرماتا ہے؛

كلّ فى فلك يسبحون [3] — چاند سورج ایک ایک گھیرے میں تیر رہے ہیں۔

اور فرماتا ہے؛

وسخّر لكم الشمس والقمر دائبين [4] — تمہارے لئے چاند اور سورج مسخر کئے کہ دونوں باقاعدہ چل رہے ہیں۔

اور سورۂ رعد میں فرماتا ہے؛

وسخّر الشمس والقمر كل يجرى لاجل مسمى [5] — اللہ نے مسخر فرمائے چاند سورج، ہر ایک ٹھہرائے وقت تک چل رہا ہے۔

بعینہٖ اسی طرح سورہ لقمان، سورہ ملک، سورہ زمر میں فرمایا۔ اس پر جو جاہلانہ اختراع پیش کرے

---

۱ القرآن الکریم ۵۵/۵ ۲ القرآن الکریم ۳۶/۳۸
۳ ″ ″ ۳۶/۴۰ ۴ ″ ″ ۱۴/۳۳
۵ ″ ″ ۳۵/۱۳

Marfat.com

اس کے جواب کو آیہ کریمہ تعلیم فرمادی ہے:

اَلَا یعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر[1]

کیا وہ نجانے جس نے بنایا اور وہی ہے پاک خبردار۔

تو پیش گوئی کا سرے سے مبنیٰ ہی باطل ہے۔

(۲) یہ جسے طول بفرض مرکزیت شمس کہتے ہیں حقیقۃً کواکب کے اوساط معدلہ بتعدیل اول ہیں جیسا کہ واقفِ علمِ زیجات پر ظاہر ہے اور اوساطِ کواکب کے حقیقی مقامات نہیں ہوتے بلکہ فرضی۔ اور اعتبار حقیقی کا ہے۔ ۱۷ دسمبر کو کواکب کے حقیقی مقام یہ ہوں گے:

کوکب	تقویم		
	برج	درجہ	دقیقہ
نیپچون	اسد	۱۱	۱۵
مشتری	"	۱۷	۵۴
زحل	سنبلہ	۱۱	۳۹
مریخ	میزان	۹	۱۰
زہرہ	عقرب	۹	۱۹
عطارد	قوس	۳	۳۰
شمس	"	۲۴	۳۰
یورینس	دلو	۲۸	۲۶

ظاہر ہے کہ اُن چھ کا باہمی فاصلہ نہ ۲۶ درجے میں محدود بلکہ ۱۱۲ درجے تک محدود، یہ تقویمیں اس دن تمام ہندوستان میں ریلوے وقت سے ساڑھے پانچ بجے شام اور نیویارک ممالک متحدہ امریکہ میں ۷ بجے صبح اور لندن میں دوپہر کے ۱۲ بجے ہوں۔ یہ فاصلہ اُن تقویمات کا ہے باہمی بُعد اس سے قلیل مختلف ہوگا کہ عرض کی قوسیں چھوٹی ہیں اس کے استخراج کی حاجت نہیں کہ کہاں ۲۶ اور کہاں ۱۱۲۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۷/ ۱۴

Marfat.com

(۳) یہ کلام اسلامی اصول پر تھا، اب کچھ عقلی بھی لیجئے۔ یہ کہنا کہ دو ہزار برس سے ایسا اجتماع نہ دیکھا گیا بلکہ جب سے کواکب کی تاریخ شروع ہوئی ہے نہ جانا گیا محض جزاف ہے مدعی اس پر دلیل رکھتا ہے تو پیش کرے ورنہ روزِ اوّل کواکب درکنار دو ہزار برس کے تمام زیجات بالاستیعاب اس نے مطالعہ کئے اور ایسا اجتماع نہ پایا، یہ بھی یقیناً نہیں، تو دعوٰے بے دلیل باطل و ذلیل۔ اور یورینس اور نیپچون تو اب ظاہر ہوئے۔ اگلے زیجات میں ان کا پتہ کہاں مگر یہ کہ اوساط موجودہ سے بطریق تفریق ان کے ہزاروں برس کے اوساط نکالے ہوں تو بھی ظاہر النفی اور دعوٰے محض ادعا۔

(۴) کیا سب کواکب نے آپس میں صلح کر کے آزار آفتاب پر ایکا کر لیا ہے؟ یہ تو محض باطل ہے، بلکہ مسئلہ جاذبیت اگر صحیح ہے تو اس کا اثر سب پر ہے اور قریب تر پر قوی تر اور ضعیف تر پر شدید تر۔ اور ۱۷ دسمبر کو اوساط کواکب کا نقشہ یہ ہے:

کوکب	وسط	
	درجہ	دقیقہ
مشتری	۱۲۹	۲۰
نیپچون	۱۲۹	۵۳
زہرہ	۱۴۲	۴۲
عطارد	۱۵۳	۵۰
مریخ	۱۵۴	۱۷
زحل	۱۵۵	۴۳
یورینس	۳۳۰	۵۷

اور ظاہر ہے کہ آفتاب ان سے ہزاروں درجے بڑا ہے، جب اتنے بڑے پر ۶ کی کھینچ تان اس کا منہ زخمی کرنے میں کامیاب ہوگی تو زحل کہ اس سے نہایت صغیر و حقیر ہے، پانچ کی کشاکشی اور اُدھر سے یورینس کی مارا مار یقیناً اس کو فنا کر دینے کے لئے کافی ہوگی اور اس کے اعتبار سے ان کا فاصلہ اور بھی تنگ، صرف ۲۵ درجے۔

(۵) مریخ زحل سے بھی بہت چھوٹا ہے اور اُس کے لحاظ سے فاصلہ اور بھی کم، فقط $\frac{1}{2}$۲۴ درجے،

Marfat.com

تو یہ پانچ ہی مل کر اسے پاش پاش کر دیں گے۔

(۶) عطارد تو سب میں چھوٹا اور اس کے حساب سے باقی ۱۳ ہی درجہ کے فاصلہ میں ہیں تو ۲۶ کا آدھا ہے تو یہ تین عظیم ہاتھی مع یورنیس اس چھوٹی سی چڑیا کے ریزہ ریزہ کر دینے کو بہت ہیں۔ منجم نے اسی مضمون میں کہا کہ "دو سیارے ملے ہوئے کافی ہیں ایک چھوٹا داغ شمس میں پیدا کرنے اور ایک چھوٹا طوفان برپا کرنے میں اور تین ان میں سے بڑا طوفان اور بڑا داغ اور چار فی الحقیقۃ ایک بہت بڑا طوفان اور بہت بڑا داغ۔" جب آفتاب میں تین اور چار کا یہ عمل ہے تو بیچارے عطارد و مریخ چار اور پانچ کے آگے کیا حقیقت رکھتے ہیں اور زحل پر اکٹھے چھ جمع ہیں۔ تو جو نسبت ان کو آفتاب سے ہے اسی نسبت سے ان پر اثر زیادہ ہونا لازم واجب تھا کہ کھینچنے والوں سے چمٹ جائیں لیکن ان میں نافریت بھی رکھی ہے وہ انھیں تمرد پر لائے گی جس کا صاف نتیجہ ان کا ریزہ ریزہ ہو کر جواذب میں گم جانا۔ جیسا کہ ہمیشہ مشہود ہے کہ کمزور چیز نہایت قوی قوت سے کھنچی جائے۔ اگر دوسری طرف اس کا تعلق ضعیف ہے کھنچ آئے گی ورنہ ٹکڑے ہو جائے گی۔ یہ سب اگر نہ ہوگا تو کیوں؟ حالانکہ آفتاب پر اثر ضرب شدید کا مقتضی یہی ہے اور ہوگا تو غنیمت ہے کہ آفتاب کی جان چھوٹی وہ آپس میں کٹ مر کر فنا ہوں گے، نہ آفتاب کے اس طرف ۶ رہیں گے نہ اس کے زخم آئے گا۔ بالجملہ پیشگوئی محض باطل و پا در ہوا ہے۔ غیب کا علم اللہ عزوجل کو ہے، پھر اس کی عطا سے اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے خلق میں جو چاہے کرے۔ اگر اتفاقاً بمشیتِ الٰہی معاذ اللہ ان میں سے بعض یا فرض کیجئے کہ سب باتیں واقع ہو جائیں جب بھی پیشگوئی قطعاً یقیناً جھوٹی ہے کہ وہ جن اوضاع کواکب پر مبنی ہیں وہ اوضاع فرضی ہیں اور اگر بفرض غلط واقعی بھی ہوئے تو نتائج جن اصول پر مبنی ہیں وہ اصول محض بے اصل منگڑھت ہیں جن کا مہمل و بے اثر ہونا خود اسی اجتماع نے روشن کر دیا، اگر جاذبیت صحیح ہے تو یہ اجتماع نہ چاہیے اور اگر یہ اجتماع قائم ہے تو جاذبیت کا اثر غلط ہے، بہرحال پیشگوئی باطل، واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

(۷) جاذبیت پر ایک سہل سوال اوج و حضیض شمس سے ہوتا ہے جس کا ہر سال مشاہدہ ہے نقطہ اوج پر کہ اس کا وقت تقریباً سوم جولائی ہے، آفتاب زمین سے غایت بُعد پر ہوتا ہے اور نقطہ حضیض پر کہ تقریباً سوم جنوری ہے غایت قرب پر یہ تفاوت اکتیس لاکھ میل سے زائد ہے کہ تفتیشِ جدید میں بعد اوسط نو کروڑ انتیس لاکھ میل بتایا گیا ہے اور ہم نے حساب کیا ما بین المرکزین دو درجے پینتالیس ثانیے یعنی ۲۶۰۵۲۱۲ ہے تو بُعد ابعد ۹۴۴۵۸۰۲۶ میل ہوا اور بُعد اقرب

Marfat.com

۹۷۴، ۴۱، ۱۳، ۹ میل تفاوت ۵۲۰، ۱۶، ۳۱ میل اگر زمین آفتاب کے گرد اپنے مدار بیضی پر گھومتی ہے جس کے مرکز اسفل میں آفتاب ہے جیسا کہ ہیأت جدیدہ کا زعم ہے۔ اولًا تو نافریت ارض کو جاذبیت شمس سے کیا نسبت کہ آفتاب حسب بیان اصول علم الہیأت ہیأت جدیدہ میں بارہ لاکھ پنتالیس ہزار ایک سو تیس زمینوں کے برابر ہے اور ہم نے بربنائے مقررآت تازہ اصل کروی پر حساب کیا تو اس سے بھی زائد آیا یعنی آفتاب تیرہ لاکھ تیرہ ہزار دو سو چھپن زمینوں کے برابر ہے بعض کتب جدیدہ میں ۱۴ لاکھ ہے وہ جرم کہ اس کے بارہ تیرہ لاکھ کے حصّوں میں سے ایک کے بھی برابر نہیں اس کی کیا مقاومت کرسکتا ہے تو کرو و دورہ کرنا نہ تھا بلکہ پہلے ہی دن کھینچ کر اس میں مل جانا، کیا بارہ تیرہ لاکھ آدمی مل کر ایک کو کھینچیں تو وہ کھنچ نہ سکے گا بلکہ اُن کے گرد گھومے گا۔

ثانیًا جب کہ نصف دَورے میں جاذبیت شمس غالب آکر اکتیس لاکھ میل سے زائد زمین کو قریب کھینچ لائی تو نصف دوم میں اُسے کس نے ضعیف کر دیا کہ زمین پھر اکتیس لاکھ میل سے زیادہ دُور بھاگ گئی حالانکہ قرب موجب قوت اثر جذب ہے تو حضیض پر لا کر جاذبیت شمس کا اثر اور قوی تر ہونا اور زمین کا وقتًا فوقتًا قریب تر ہوتا جانا لازم تھا نہ کہ نہایت قرب پر اُس کی قوت سست پڑ کر اور اس کے نیچے سے چھُوٹ کر پھر اتنی دُور ہو جائے، شاید جولائی سے جنوری تک آفتاب کو راتب زیادہ ملتا ہے قوت تیز ہو جاتی ہے، اور جنوری سے جولائی تک بھُوکا رہتا ہے کمزور پڑ جاتا ہے۔ دو جسم اگر برابر کے ہوتے تو یہ کہنا ایک ظاہری لگتی ہوئی بات ہوتی کہ نصف دَورے میں یہ غالب رہتا ہے نصف میں وہ، نہ کہ وہ جرم کہ زمین کے ۱۳ لاکھ امثال سے بڑا ہے اُسے کھینچ کر ۳۱ لاکھ میل سے زیادہ قریب

عہ وہ مقررات تازہ یہ ہیں قطر مدار شمس اٹھارہ کروڑ اٹھاون لاکھ میل قطر معدل زمین ۷۹۱۳۶۰۸۶ میل قطر اوسط شمس دقائق محیطیہ سے ۳۲ دقیقے ۴ ثانیے، پس اُس قاعدے پر کہ ہم نے ایجاد اور اپنے فتاوٰی جلد اول رسالہ الھنیٔ التمیر میں ایراد کیا ۸۰۲۶۹۰۴۵۷ لوامیال قطر مدار + ۰۶۴۹۷۱۴۹۹=۸۶۷۶۶۱۹۵۶ لوامیال محیط ما۔ ۳۸۰۵۵۴۴۳۳۳۶۴ لو دقائق محیط = ۴۱۸۷۳۱۴۴۶۴ لو دقیقہ محیطیہ ما + ۱۶۵۰۶۰۵۳۹ دقائق قطر شمس = ۵۷۹۵۷۷۹۳۶۵ لوامیال قطر شمس ما۔ ۳۶۸۹۸۲۴۵۹ لوامیال قطر زمین = ۲۶۰۹۴۴۹۸ و نسبت قطرین ما × ۳ کہ کرہ : کرہ :: قطر : قطر مثلثۃ بالتکریر = ۴۲۹۴۸۱۱۶۹ و نسبت کر تین عدد ۱۳۱۳۲۲۵۶ وھو المقصود یعنی محیط فلک شمس اٹھاون کروڑ پینتیس لاکھ آٹھ ہزار میل ہے اور ایک دقیقہ محیطیہ ۲۷۰۲۳۶۵ میل اور قطر شمس ۲۶۴۵۵۸۶۶۵ میل اور وہ قطر زمین کے ۱۰۹۶۵۰۹ مثل ہے اور جرم شمس تیرہ لاکھ تیرہ ہزار دو سو چھپن زمینوں کی برابر۔ اور علم حق اس کے خالق جل وعلا کو ۱۲ منہ مدظلہ العالی۔

Marfat.com

کرلے اور عین شباب اثر جذب کے وقت سست پڑجائے اور اِدھر ایک اُدھر ۱۲ لاکھ سے زائد پر غلبہ و مغلوبیت کا دَورہ پورا نصف نصف القسام پائے۔

ثالثاً خاص انھیں نقطوں کا تعین اور ہر سال انھیں پر غلبہ و مغلوبیت کی کیا وجہ ہے بخلاف ہمارے اصول کے کہ زمین ساکن اور آفتاب اسی[ع] کے گرد ایک ایسے دائرے پر متحرک جس کا مرکز مرکزِ عالم سے

ع تنبیہ ضروری: آفتاب کو مرکز ساکن اور زمین کو اُس کے گرد دائر ماننا تو صراحۃً آیاتِ قرآنیہ کا صاف انکار ہے ہی ہیأت یونان کا مزعوم کہ آفتاب مرکزِ زمین کے گرد دائر تو ہے مگر نہ خود بلکہ حرکتِ فلک سے، آفتاب کی حرکت عرضیہ ہے جیسے جالس سفینہ کی۔ یہ بھی ظاہر قرآنِ کریم کے خلاف ہے بلکہ خود آفتاب متحرک ہے آسمان میں تیرتا ہے جس طرح دریا میں مچھلی۔ قال اللہ تعالٰی:

وکل فی فلک یسبحون[1] اور چاند سورج ایک ایک گھیرے میں تیر رہے ہیں۔ (ت)

افقہ الصحابہ بعد الخلفاء الاربعہ سیدنا عبداللہ بن مسعود صاحب سِرِّ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کے حضور کعب کا قول مذکور ہوا کہ "آسمان گھومتا ہے" دونوں حضرات نے بالاتفاق فرمایا:

کذب کعب (ان اللہ یمسک السمٰوٰت و الارض ان تزولا)[2] کعب نے غلط کہا اللہ تعالٰی فرماتا ہے بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکیں نہیں۔

زاد ابن مسعود: وکفٰی بھا زوالا ان تدور[3]۔ رواہ عنہ سعید بن منصور و عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وعن حذیفۃ عبد بن حمید۔ ابن مسعود نے اتنا زیادہ کیا کہ گھومنا اسکے زوال کیلئے کافی ہے اسکو عبداللہ بن مسعود سے سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن منذر نے روایت کیا جبکہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے عبد بن حمید نے روایت کیا (ت)

اس آیت میں اگرچہ تاویل ہوسکے، صحابہ کرام خصوصاً ایسے اجلّہ اعلم بمعانی القرآن ہیں اور انکا اتباع واجب ۱۲ منہ مدظلہ العالی

---

[1] القرآن الکریم ۳۶/۴۰

[2] جامع البیان (التفسیر الطبری) تحت الآیۃ ۳۵/۴۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲۲/۱۷۰
الدرالمنثور " " " " " " " " ۷/۳۲

[3] جامع البیان (التفسیر الطبری) " " " " " " " " ۲۲/۱۷۱
الدرالمنثور " " " " " " " " ۷/۳۲

Marfat.com

اکتیس لاکھ سولہ ہزار باون میل باہر ہے اگر مرکز متحد ہوتا زمین سے آفتاب کا بُعد ہمیشہ یکساں رہتا مگر بوجہ خروج مرکز جب آفتاب نقطہ ا پر ہوگا مرکز زمین سے اس کا فصل ا ج ہوگا یعنی بقدر ا ب نصف قطر مدار شمس + ب ج مابین المرکزین اور جب نقطہ ء پر ہوگا اس کا فصل ج ء ہوگا یعنی بقدر ب ء نصف قطر مدار شمس ـ ب ج مابین المرکزین دونوں فصلوں میں بقدر دوچند مابین المرکزین فرق ہوگا یہ اصل کُروی پر ہے لیکن وُہ بعد اوسط اصل بیضی پر لیا گیا ہے اس میں بعد اوسط منتصف مابین المرکزین پر ہے تو بعد اوسط + نصف مابین المرکزین = بعد البعد، ـ نصف مذکور = بعد اقرب لاجرم بقدر مابین المرکزین فرق ہوگا اور یہی نقطے اس قُرب وبُعد کے لئے خود ہی متعین رہیں گے۔ کتنی صاف بات ہے جس میں نہ جاذبیت کا جھگڑا نہ نافریت کا بکھیڑا۔ ذٰلک تقدیر العزیز العلیم[۱]

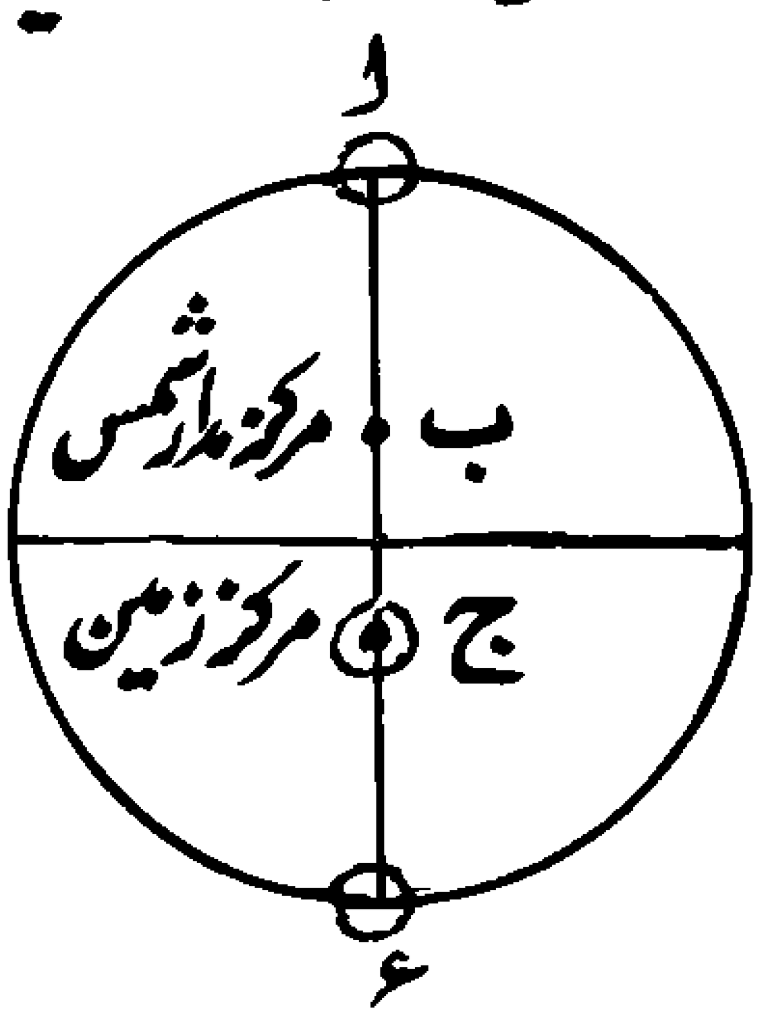

یہ سادھا ہوا ہے زبردست جاننے والے کا، جل وعلا و صلے اللہ تعالٰے علٰے سیدنا وآلہ وصحبہ وسلم۔

۱۹ صفر ۱۳۳۸ھ ۱۲ نومبر ۱۹۱۹ء[ع]

(۸) اقول جاذبیت کے بطلان پر دوسرا شاہد عدل قمر ہے۔ ہیئات جدیدہ میں قرار پاچکا ہے کہ اگرچہ زمین قمر کو قریب سے کھینچتی ہے اور آفتاب دُور سے، مگر جرم شمس لاکھوں درجے جرم زمین سے بڑا ہونے کے باعث اس کی جاذبیت قمر پر زمین کی جاذبیت سے $2\frac{1}{5}$ گنی ہے، یعنی زمین اگر چاند کو پانچ میل میں کھینچتی ہے تو آفتاب گیارہ میل۔ اور شک نہیں کہ یہ زیادت ہزاروں برس سے مستمر ہے تو کیا وجہ کہ چاند زمین کو چھوڑ کر اب تک آفتاب سے نہ جا ملا یا کم از کم ہر روز یا ہر مہینے اس کا فاصلہ زمین سے زیادہ اور آفتاب سے کم ہوتا جاتا مگر مشاہدہ ہے کہ ایسا نہیں تو ضرور جاذبیت باطل و مہمل خیال ہے اور یہاں یہ عذر کہ آفتاب زمین کو بھی تو کھینچتا ہے عجب صدائے بے معنی ہے زمین کو کھینچنے سے قمر پر اس کی کشش کیوں کم ہوگئی۔ ایک اور $\frac{11}{5}$ کی نسبت اسی حالت موجودہ ہی پر تو مانی گئی ہے جس میں شمس زمین کو بھی جذب کر رہا ہے پھر اس قرار یافتہ مسلّم کا کیا علاج ہوا۔

(۹) لطف یہ کہ اجتماع کے وقت قمر آفتاب سے قریب تر ہو جاتا ہے اور مقابلہ کے وقت دُور تر حالانکہ قریب وقت اجتماع آفتاب کی جاذبیت کہ $\frac{11}{16}$ ہے صرف $\frac{3}{8}$ ہی عمل کرتی ہے کہ قمر شمس وارض

ع ماہنامہ "الرضا" بریلی صفر ۱۳۳۸ھ

۱ القرآن الکریم ۳۶/۳۸

Marfat.com

کے درمیان ہوتا ہے زمین اپنی طرف ۵ حصے کھینچتی ہے اور شمس اپنی طرف ۱۱ حصے تو بقدرِ فضل جذبِ شمس ٦/١٦ جانب شمس کھنچا اور قریب وقت مقابلہ جاذبیت کے سبب سولہ حصے قمر کو جانب شمس کھینچتے ہیں کہ ارض شمس و قمر کے درمیان ہوتی ہے تو دونوں مل کر قمر کو ایک ہی طرف کھینچتے ہیں، غرض وہاں تفاضل کا عمل تھا یہاں مجموع کا کہ اس کے سہ چند کے قریب ہے، تو واجب کہ وقت مقابلہ شمس سے بہ نسبت وقت اجتماع قریب تر آجائے حالانکہ اس کا عکس ہے تو ثابت ہوا کہ جاذبیت باطل ہے۔

(۱۰) طرفہ یہ کہ اس بیچارے صغیر الجثہ چاند کو صرف شمس ہی نہیں اس کے ساتھ زہرہ عطارد بھی جانبِ شمس کھینچتے ہیں اور ادھر سے ارض اپنی طرف گھسیٹتی ہے خصوصًا اُن تینوں کا ایک درجہ سے بھی کم فاصلہ میں ہزاروں بار قِران ہو چکا ہے نہ اُن تینوں کی مجموعی کشش جذبِ زمین پر غالب آتی ہے نہ اس ستم کشاکش میں قمر کو کوئی زخم پہنچتا ہے نہ وہ ہسپتال جاتا ہے نہ سول سرجن کا معائنہ ہوتا ہے[۵]۔ آفتاب[۱]

---

[۵] لطیفہ: اعلحضرت مدظلہ کی نوعمری کا واقعہ ہے جسے تقریبًا ۴۵ سال سے زائد ہوئے اعلحضرت قبلہ ایک طبیب کے ہاں تشریف لے گئے ان کے استاد ایک نواب صاحب (جو علم عربی بھی رکھتے تھے اور علوم جدیدہ کے گرویدہ) ان کو مسئلۂ جاذبیت سمجھا رہے تھے کہ ہر چیز دوسری کو جذب کرتی ہے اثقال کہ زمین پر گرتے ہیں نہ اپنے میل طبعی بلکہ کششِ زمین سے۔

اعلیٰحضرت قبلہ: بھاری چیز اوپر سے دیر میں آنا چاہئے اور ہلکی جلد کہ آسان کھنچے گی حالانکہ امر بالعکس ہے۔

نواب صاحب: جنسیت موجب قوت جذب ہے ثقیل میں اجزائے ارضیہ زائد ہیں لہذا زمین اسے زیادہ قوت سے کھینچتی ہے۔

اعلیٰحضرت: جب ہر شئے جاذب ہے اور اپنی جنس کو نہایت قوت سے کھینچتی ہے تو جمعہ و عیدین میں امام ایک ہوتا ہے اور مقتدی ہزاروں، چاہئے کہ مقتدی امام کو کھینچ لیں۔

نواب صاحب: اس میں روح مانع اثر جذب ہے۔

اعلحضرت: ایک جنازے پر دس ہزار نمازی ہوتے ہیں اور اس میں روح نہیں کہ نہ کھینچنے دے تو لازم ہے کہ مُردہ اڑ کر نمازیوں سے لپٹ جائے۔ نواب صاحب خاموش رہے۔

[۱] اصول علم الہیاۃ میں قمر کو زمین کا ۱/۴۹ لکھا اور بالتوفیق ۰۲۰۳۴.۶ حدائق النجوم ۲۰۳۶.۰۶ میں شمس اس کے نزدیک زمین کے ۱۲۴۵۱۳۰ مثل ہے اسے ۴۲۰۳.۰۶ پر تقسیم کئے سے آفتاب ۶۱۲۱۵۸۴۳ قمر کا مثل ہوا اور ہمارے حساب سے کہ قطر شمس ۸۶۶۵۵۴۲.۲ میل ہے اور قطر قمر ہمس نے ۲۱۶۱ میل بتایا کمافی اصول الہیاۃ تو شمس ۶۴۲۴۷۹۶۶۰ قمر کے برابر ہوا بہرحال چھ کروڑ چاند کے بموجب سب لاکھوں کی قدر ہوا ہے۔

Marfat.com

کہ چھ کروڑ چاند سے بھی لاکھوں حصے بڑا ہے اس پر تو چار کے اجتماع سے وہ ظلم ہوتا تھا۔ قمر بیچارے کی کیا ہستی۔ یہ اس کھینچ تان میں پرزے پرزے ہو جاتا تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس پر حرف آنا درکنار اسکی منضبط چال میں اصلاً فرق نہیں آتا تو منجم کے اوہام اور جاذبیت کے تخیلات سب باطل ہیں۔

(۱۱) اس کے بعد بفضلہ تعالیٰ جاذبیت کے رد نافریت کے رد حرکت زمین کے رد میں اور مضامین نفیسہ کہ آج تک کسی کتاب میں نہ ملیں گے۔ خیال میں آئے اُن کا بیان موجب طول تھا لہذا انھیں انشاء اللہ العزیز ایک مستقل رسالہ میں تحریر کرینگے۔ یہاں بقیہ کلام منجم کی طرف متوجہ ہوں۔ آفتاب کا کلف جسے داغ کہا بار ہا نظر آیا۔ ۱۷ دسمبر والا اگر ہو تو انھیں میں کا ایک ہوگا جو بار ہا گزر چکے۔

(ا) قدیم زمانے میں شیز نامی ایک عیسائی راہب نے اپنے رئیس سے کہا میں نے سطح آب پر ایک داغ دیکھا اس نے اعتبار نہ کیا اور کہا میں نے اول تا آخر ارسطو کی کتابیں پڑھیں ان میں کہیں داغ شمس کا ذکر نہیں۔

(ب) علامہ قطب الدین شیرازی نے تحفہ شاہیہ میں بعض قدمائے سے نقل کیا کہ صفحہ شمس پر مرکز سے کچھ اوپر محور قمر کی مانند ایک سیاہ نقطہ ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ نقطہ کہ مہندس نے محض نظر سے دیکھا کتنا بڑا ہوگا۔ کم از کم اس کا قطر ۲۵۲۰ میل ہوگا کما یعلم مما سیاتی (جیسا کہ معلوم ہو جائیگا اس دلیل سے جو عنقریب آرہی ہے)

(ج) ابن ماجہ اندلسی نے طلوع کے وقت روئے شمس پر دو سیاہ نقطے دیکھے جن کو زہرہ و عطارد گمان کیا۔

(د) ہرشل دوم نے ایک داغ دیکھا جس کی مساحت تین ارب اٹھتر کروڑ میل بتائی۔

اقول یعنی اگر وہ بشکل دائرہ تھا تو اس کا قطر ۶۹۳۷۵ میل۔

(ہ) یورپ کے ایک اور مہندس نے ایک اور داغ دیکھا جس کا قطر ایک لاکھ چالیس ہزار میل حساب کیا۔

اقول یعنی اگر دائرہ تھا تو اس کی مساحت پندرہ ارب انتالیس کروڑ اڑتیس لاکھ میل۔

(اگلا صفحہ ملاحظہ ہو)

Marfat.com

(و) ۲۹ جولائی ۱۸۰۷ء میں سمتھ نے اس شکل کا داغ دیکھا۔

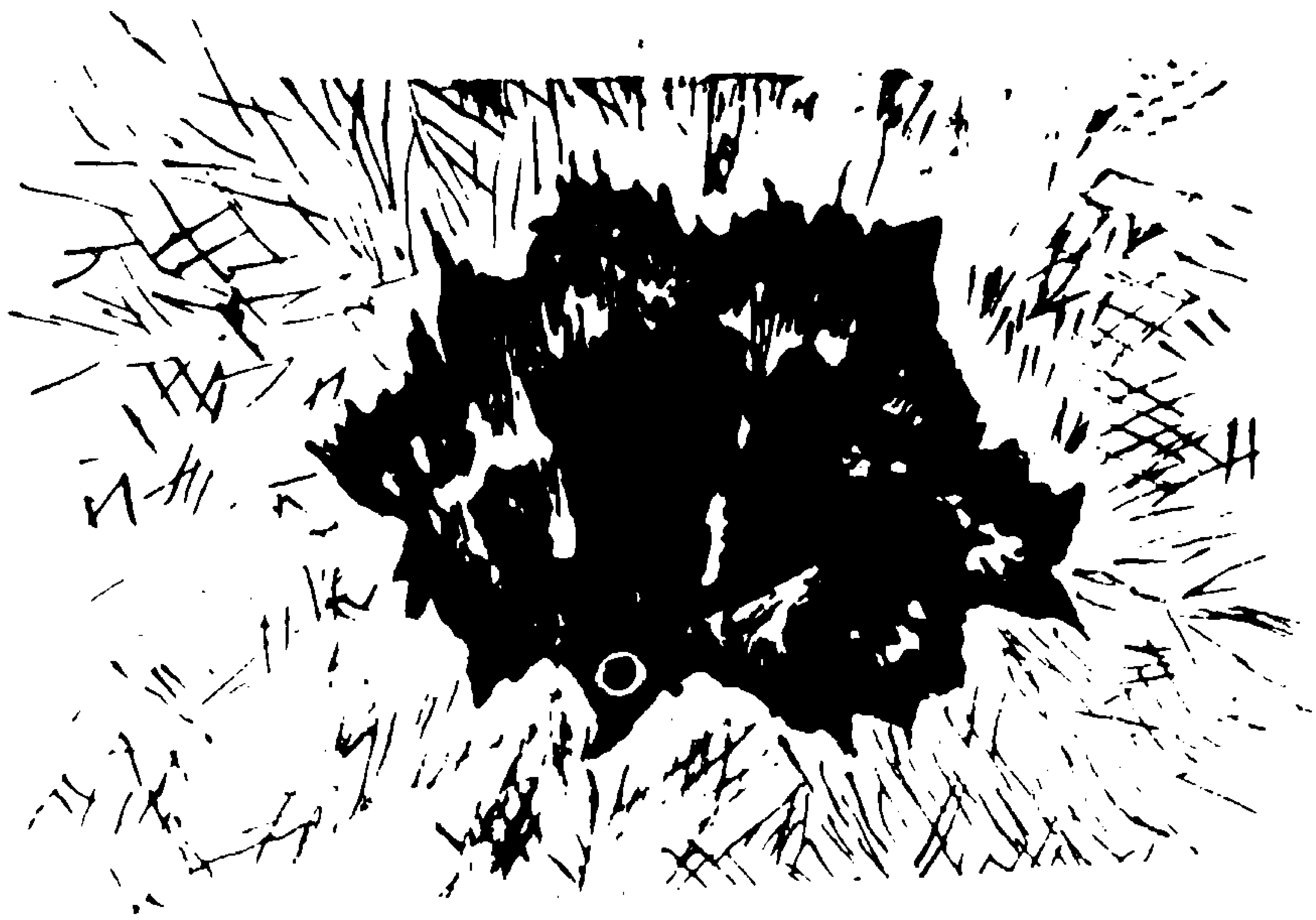

(ز) بیسٹں جنوری ۱۸۶۵ء میں کوسکی نے اس صورت کا داغ دیکھا۔

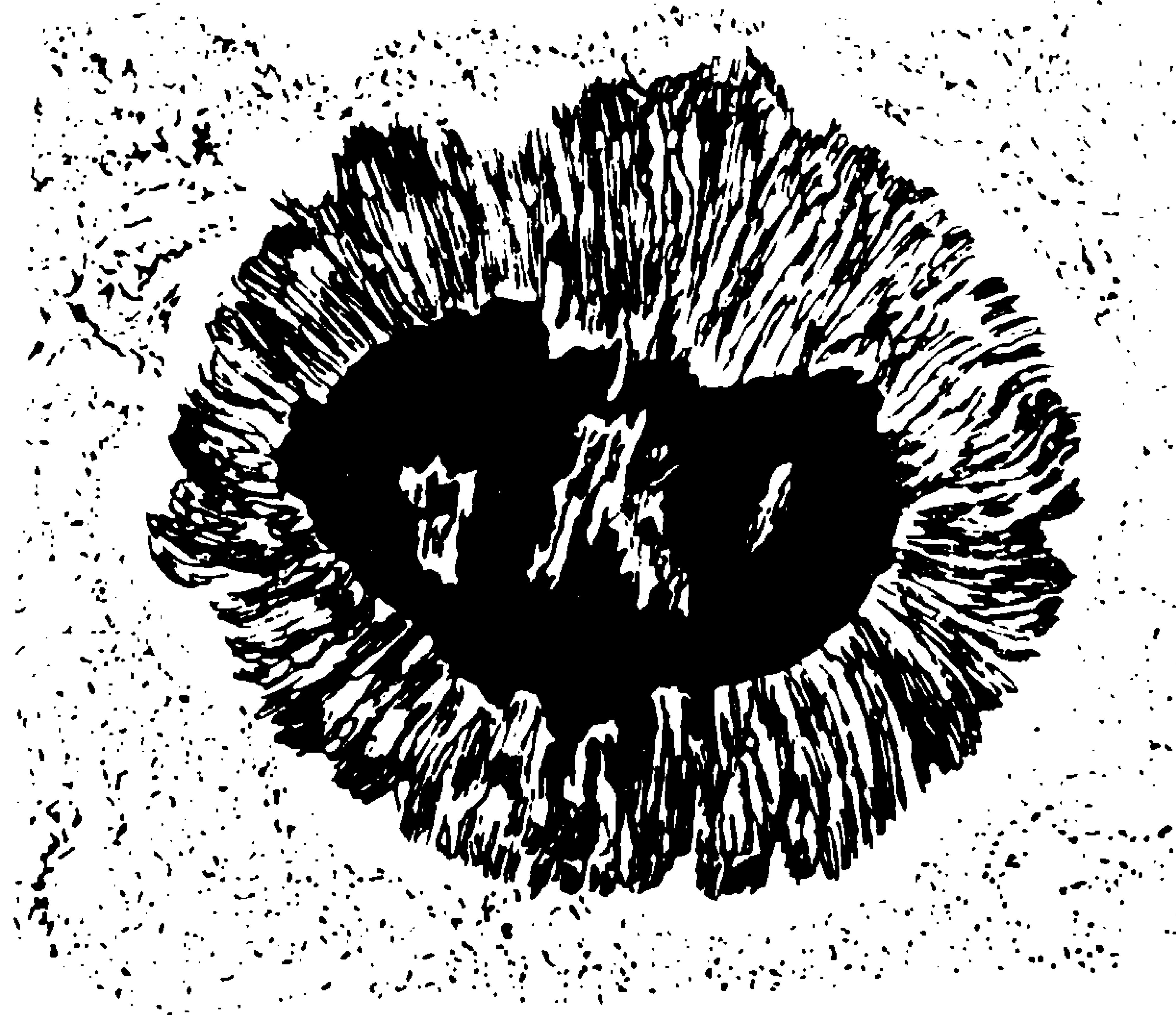

(ح) قرار پاچکا ہے کہ جو کلف قطر شمس کے پچاس ثانیے سے زائد ہو گا بے آلہ نظر آئے گا، ہاں آفتاب پر نگاہ جمنے کے لئے لطیف بخارات ہوں یا رنگین شیشے کی آڑ۔

Marfat.com

(۱۲) کہا گیا ہے کہ یہ کلف قطبین شمس کے پاس اصلاً نہیں ہوتی اور اس کے خط استوار کے پاس کم، وہاں سے ۳۰، ۳۵ درجے شمال جنوب کو بکثرت ان میں بھی شمال کو زائد جنوب کو کم، اگر یہ قِرانات و مقابلہ سیارات کا اثر ہے تو یہ تخصیصیں کس لئے ہیں شمس کے جس حصہ کو ان سے مواجہہ ہو وہاں ہوں۔

(۱۳) ان کا حدوث آفتاب کی جانب شرقی اور زوال جانب غربی سے شروع ہوتا ہے۔ اثر قِرانات میں یہ خصوصیت کیوں؟

(۱۴) بعض کلف دیرپا ہوتے ہیں کہ قرص شمس پر دَورہ کرتے ہیں جانب شرقی سے باریک خط کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں، پھر جتنا اوپر چڑھتے ہیں چوڑے ہوتے جاتے ہیں مرکز شمس تک اپنی انتہا کو پہنچتے ہیں جب آگے بڑھے گھٹنا شروع کر دیتے ہیں۔ کنارہ غربی پر پھر بشکل خط رہ کر غائب ہو جاتے ہیں پھر کنارہ شرقی سے اسی طرح چمکتے ہیں۔ ان کے دَورے کی ایک مقرر میعاد خیال کی گئی ہے کہ پونے چودہ دن میں صفحۂ شمس کو قطع کرتے ہیں اور پہلے ظہور شرقی سے ۲۷ دن ۱۲ گھنٹے ۲۰ دن کے بعد دوبارہ ظاہر ہوتے ہیں لیکن اکثر داغوں میں آناً فاناً بادلوں کے سے تغیرات ہوتے ہیں جن سے متاخرین یورپ نے گمان کیا ہے کہ یہ کرۂ آفتاب کے سحاب ہیں بعض اوقات دفعۃً پیدا ہوتے ہیں اور بعض اوقات دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتے ہیں، ہرشل یکم دوربین سے داغوں کا ایک گچھا دیکھ رہا تھا لحظہ بھر کے لئے نگاہ ہٹائی اب جو دیکھے ایک داغ بھی نہیں کبھی آفتاب کی جانب غربی سے ایک داغ زائل ہوا ہی تھا کہ معاً جانب شرقی میں نیا پیدا ہو گیا۔ ابھی ایک داغ دیکھ ہی رہے ہیں تھوڑی دیر میں وہ پھٹ کر چند داغ ہو جاتا ہے، چند داغ ہیں اور ابھی مل کر ایک ہو گئے۔ راجر لانک نے ایک گول داغ دیکھا جس کا قطر ۸۰۰ میل تھا دفعۃً وہ متفرق ہو کر دو داغ ہو گیا اور ایک ٹکڑا دوسرے سے بہت دور دراز مسافت پر چلا گیا اکثر یہ ہے کہ اگر چند داغ بتدریج پیدا ہوتے ہیں ویسے ہی چند بتدریج فنا ہو جاتے ہیں اور اگر کئی داغ دفعۃً چمکے ویسے ہی کئی دفعہ جاتے رہے ان کا کوئی وقت بھی مقرر نہیں۔ ایک بار وَستا میں تینتیس سال کامل ان کی رصد بندی کی گئی۔ بعض برسوں میں کوئی دن بھی داغ سے خالی نہ تھا بعض میں صرف ایک دن خالی گیا بعض میں ایک سو ترانوے دن صاف ان تمام حالات کو قِرانات کے سر ڈھالنا کس قدر بعید ہے۔

(۱۵) داغ پیدا کرنے کے لئے اِقتران کی کیا حاجت ہے، سیارے آفتاب کے نزدیک ہمیشہ رہتے اور تمہارے زعم میں اُسے ہمیشہ جذب کرتے ہیں، تو چاہئے کہ آفتاب کا گیس مدام اڑتا رہے اور آتش فشانی سے کوئی وقت خالی نہ ہو۔ اس کا جواب یہ ہو گا کہ اور وقت ان کا اثر جرم شمس پر متفرق ہوتا ہے جس سے آفتاب متاثر نہیں ہوتا بخلاف قِران کے

Marfat.com

دوٗ یا زائد مل کر موضع واحد پر اثر ڈالتے ہیں۔ اس سے یہ آگ بھڑکتی ہے ایسا ہے تو جب وہ ۲۶ درجے ۲۴ دقیقے کے فاصلہ میں منتشر ہیں اب بھی ان کا اثر آفتاب کے متفرق مواضع پر تنہا ہے نہ مجموعی ایک جگہ پر پھر آفتاب کیوں متاثر ہوگا، یہ فاصلہ کہ تھوڑا سمجھے مرکز شمس سے فلک نیپچون تک ہر سیارے کے مرکز پر گزرتے ہوئے خط کھینچے جائیں تو معلوم ہو کہ سو کروڑ میل سے زائد کا فصل ہے۔ شمس سے نیپچون کا بُعد زمین کے تیس گُنے سے زیادہ ہے۔ اگر تیس ہی رکھیں تو دوٗ ارب اٹھتر کروڑ ستر لاکھ میل ہوا اور اس کے مدار کا قطر پانچ ارب ستاون کروڑ چالیس لاکھ میل اور اس کا محیط ستر ارب اکیاون کروڑ بارہ لاکھ میل سے زائد اور اس کے ۲۶ درجے ۲۲ دقیقے ایک ارب اٹھائیس کروڑ ۳۳ لاکھ ۴۶ ہزار میل سے زیادہ ایسے شدید بعید فاصلہ میں پھیلا ہوا انتشار کیا مجموعی قوت کا کام دے گا۔ یہ بھی اس حالت میں ہے کہ ان کے اختلاف عرض کا لحاظ نہ کیا اور اگر ضرر رسانی شمس کے لئے سب کو سب سے قریب تر فلک عطارد پر لا ڈالیں تو بُعد عطارد : بُعد ارض :: ۰۳۸۷ : ۱ تو شمس سے بُعدِ عطارد ۰۰ ۳۵۹۵۲۳ میل ہوا تقریباً تین کروڑ ساٹھ لاکھ میل اور قطر مدار ۰۰ ۴۶ ۰۴ ۰۱۹ ۷، سات کروڑ ۱۹ لاکھ میل سے زائد اور محیط ۲۲ کروڑ ۵۸ لاکھ ۹۵ ہزار میل اور ۲۶ درجے ۲۲ دقیقے ایک کروڑ ۶۵ لاکھ ۵۵ ہزار ۱۰۳ میل، یہ فاصلہ کیا کم ہے بلکہ بالفرض سب دُوریاں اُٹھا کر تمام سیاروں کو خود سطحِ آفتاب پر لا رکھیں جب بھی یہ فاصلہ دوٗ لاکھ میل ہوگا یعنی ۱۹۹۵۱۴ کہ قرص شمس کا دائرہ ۲۷ لاکھ ۲۲ ہزار ۱۳۶ میل ہے۔

(۱۶) اگر آفتاب کا جسم ایسا ہی کمزور مسام ناک ہے کہ اس قدر شدید متفرق زد سرایت کر کے اس کے موضع واحد پر ہو جاتی ہے تو پچاس ساٹھ یا ستر اسی یا سَو درجے کے فاصلہ پر پھیلے ہوئے ستارے کہ اکثر اوقات گرد شمس رہتے ہیں ان کی مجموعی زد ہمیشہ کیوں نہیں عمل کرتی اگر اتنا فاصلہ مانع ہے تو دو سیاروں کا مقابلہ کیوں عمل کرتا ہے جبکہ ان میں غایت درجے کا فصل ۱۸۰ درجے ہے خصوصاً ایسا فرضی مقابلہ جیسا یہاں یورینس کو ہے کہ تحقیقی کسی سے نہیں جس پر خط واحد کا مہمل عذر ہو سکے۔

(۱۷) بالفرض یہ سب کچھ سہی پھر آفتاب کے داغوں کو زمین کے زلزلوں، طوفانوں، بجلیوں، بارشوں سے کیا نسبت ہے۔ کیا یہ احکام منجموں کے لئے بے سر و پا خیالات کے مثل نہیں کہ فلاں گرہ یا جوگ یا نچھتر کے اثر سے دُنیا میں یہ حادثات ہوئے جس کو تم بھی خرافات سمجھتے ہو اور واقعی خرافات ہیں، پھر آفتاب کیا امریکہ کی پیدائش یا وہیں کا ساکن ہے کہ

Marfat.com

اُس کی مصیبت خاص ممالک متحدہ کا صفایا کر دے گی۔ کل زمین سے اس کو تعلق کیوں نہ ہوا، بیانِ منجم پر اور مواخذات بھی ہیں مگر ۱۷ دسمبر کے لئے ۱۷ پر ہی اکتفا کریں عہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

رسالہ

معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین

ختم ہوا

عہ ماہنامہ "الرضا" بریلی ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

Marfat.com

رسالہ

فوزِ مبین در ردِّ حرکتِ زمین

(زمین کی حرکت کے رد میں کھلی کامیابی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ
الکریم ط الحمد للہ الذی
یمسک السمٰوٰت والارض ان
تزولا ہ ولئن زالتا
ان امسکھما من احد
من بعدہ انہ کان حلیما غفورا ہ وسخر
لکم الفلک لتجری فی البحر

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا۔ ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں اور اس کے رسول پر درود بھیجتے ہیں۔ تمام تعریفیں اللہ تعالےٰ کے لئے ہیں جو روکے ہوئے ہے آسمانوں اور زمین کو کہ جنبش نہ کریں، اور اگر وہ ہٹ جائیں تو انھیں کون روکے اللہ کے سوا، بے شک وہ حلم والا بخشنے والا ہے، اور اس نے تمہارے لئے کشتی کو مسخر کیا کہ اس کے حکم سے

Marfat.com

بامرہ و سخر لکم الانھر ○ و سخر
لکم الشمس و القمر دائبین و
و سخر لکم الّیل و النھار و سخّر
الشمس و القمر کل یجری لاجل
مسمّی الا ھو العزیز الغفار ○
ربنا ما خلقت ھٰذا باطلا سبحٰنک
فقنا عذاب النار قلت و
قولک الحق و الشمس تجری
لمستقر لھا ذٰلک تقدیر العزیز
العلیم ○ و القمر قدرنٰہ منازل
حتی عاد کالعرجون القدیم ط
فصلّ و سلّم و بارک علٰی
شمس اقمار النبوۃ و
الرسالۃ ○ مارج معارج
اوج القرب و الجلالۃ ○ بحیث
لم یبق لاحد مرمٰی ○ ان
الٰی ربک المنتھٰی ○ و علٰی
اٰلہ و صحبہ و ابنہ و
حرّۃ ما طلعت شمس و کان
الیوم بین غد و امس ○
اٰمین !

دریا میں چلے اور تمہارے لئے ندیاں مسخر کیں، اور
تمہارے لئے سورج اور چاند مسخر کئے جو برابر چل
رہے ہیں، اور تمہارے لئے رات اور دن مسخر
کئے، اور اس نے سورج اور چاند کو کام پر
لگایا ہر ایک ایک ٹھہرائی ہوئی میعاد کے لئے
چلتا ہے، سنتا ہے وہی صاحب عزت،
بخشنے والا ہے۔ اے رب ہمارے! تو نے یہ
بیکار نہ بنایا۔ پاکی ہے تجھے تو ہمیں دوزخ کے
عذاب سے بچالے تو نے فرمایا اور تیرا فرمان
حق ہے اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ
کے لئے یہ حکم ہے زبردست علم والے کا۔
اور چاند کے لئے ہم نے منزلیں مقرر کی ہیں
یہاں تک کہ پھر ہو گیا جیسے کھجور کی پرانی ڈال۔
درود و سلام اور برکت نازل فرما نبوت و
رسالت کے چاندوں کے سورج پر جو قرب و
بزرگی کی بلندی کی سیڑھیوں کا روشن چمکدار
شعلہ ہے اس طور پر کہ کسی کے لئے تیر پھینکنے
کی جگہ نہ رہے۔ بے شک تمہارے رب ہی
طرف انتہا ہے۔ اور آپ کی آل، آپ کے
اصحاب اور آپ کے بیٹے پر۔ اور حفاظت
فرما جب تک سورج طلوع ہوتا رہے
اور گزشتہ کل اور آئندہ کل کے درمیان
آج رہے۔ آمین !

Marfat.com

و عالم آشکار ہوا۔ شمس و قمر کا چلنا اور زمین کا سکون روشن طور پر لایا آج جس کا خلاف سکھایا جاتا ہے اور مسلمان ناواقف نادان لڑکوں کے ذہن میں جگہ پاتا اور اُن کے ایمان و اسلام پر حرف لاتا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

فلسفۂ قدیمہ بھی اس کا قائل نہ تھا اس نے اجمالاً اس پر ناکافی بحث کی جو اس کے اپنے اصول پر مبنی اور اصول مخالفین سے اجنبی تھی۔ فقیر بارگاہِ عالم پناہ مصطفوی عبدالمصطفےٰ احمد رضا محمدی سُنّی حنفی قادری برکاتی بریلوی غَفَرَ اللہُ لَہٗ وحَقَّقَ اَمَلَہٗ کے دل میں ملک الہام نے ڈالا کہ اس بارے میں باذنہٖ تعالیٰ ایک شافی و کافی رسالہ لکھے اور اس میں ہیأتِ جدیدہ ہی کے اصول پر بنائے کار رکھے کہ اُسی کے اقراروں سے اس کا زعم زائل اور حرکتِ زمین و سکونِ شمس بداہۃً باطل ہو و باللہ التوفیق (اور توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ت)

یہ رسالہ مسمّٰی بنام تاریخی "فوزِ مبین در ردّ حرکتِ زمین" (۱۳۳۸ھ) ایک مقدمہ اور چار فصل اور ایک خاتمہ پر مشتمل۔ **مقدمہ** میں مقررات ہیأت جدیدہ کا بیان جن سے اس رسالہ میں کام لیا جائیگا۔ **فصل اول** میں نافریت پر بحث اور اُس سے ابطالِ حرکتِ زمین پر بارہ[۱۲] دلیلیں۔ **فصل دوم** میں جاذبیت پر کلام اور اس سے بُطلانِ حرکتِ زمین پر پچاس[۵۰] دلیلیں۔ **فصل سوم** میں خود حرکتِ زمین کے ابطال پر اور تینتالیس[۴۳] دلیلیں۔ یہ بحمدہٖ تعالیٰ بطلانِ حرکتِ زمین پر ایک سَو پانچ[۱۰۵] دلیلیں ہوئیں جن میں پندرہ اگلی کتابوں کی ہیں جن کی ہم نے اصلاح و تصحیح کی، اور پُورے نوّے[۹۰] دلائل نہایت روشن و کامل بفضلہٖ تعالیٰ خاص ہمارے ایجاد ہیں۔ **فصل چہارم** میں ان شبہات کا رد جو ہیأت جدیدہ اثبات حرکت زمین میں پیش کرتی ہے۔ **خاتمہ** میں کتبِ الٰہیہ سے گردشِ آفتاب و سکونِ زمین کا ثبوت۔ والحمدُ للہ مالکِ الملکِ والملکوت۔

مقدمہ ــــــ امورِ مسلّمہ ہیأتِ جدیدہ میں

ہم یہاں وہ امور بیان کریں گے جو ہیأتِ جدیدہ میں قرار یافتہ و تسلیم شدہ ہیں واقع میں صحیح ہوں یا غلط جذب و نفرت و حرکتِ زمین کے رُد میں تو یہ رسالہ ہی ہے اور اغلاط پر تنبیہ بھی کر دینگے و باللہ التوفیق۔

(۱) ہر جسم میں دوسرے کو اپنی طرف کھینچنے کی ایک قوت طبعی ہے جسے باذبا یا جاذبیت کہتے ہیں۔ اس کا پتہ نیوٹن کو ۱۶۶۵ء میں اُس وقت چلا جب وہ وبا سے بھاگ کر کسی گاؤں گیا، باغ میں تھا کہ درخت سے سیب ٹوٹا اُسے دیکھ کر اسے سلسلۂ خیالات چھوٹا جس سے قواعدِ کشش کا بھبوکا پھوٹا۔[۱]

اقول[۱] سیب گرنے اور جاذبیت کا آسیب جاگنے میں علاقہ بھی ایسا لزوم کا تھا کہ وہ گرا اور یہ

---

[۱] یعنی اصول علم طبعی ص ۵، ۱۲

Marfat.com

اُچھلا کیونکہ اس کے سوا اس کا کوئی سبب ہو سکتا ہی نہ تھا۔ اس کی پوری بحث تو فصل دوم میں آتی ہے۔ ۱۶۶۵ء تک ہزاروں برس کے عقلا سب اس فہم سے محروم گئے تو گئے تعجب یہ کہ اس سیب سے پہلے نیوٹن نے بھی کوئی چیز زمین پر گرتے نہ دیکھی یا جب تک اس کا کوئی اور سبب خیال میں تھا جسے اس سیب نے گر کر توڑ دیا۔

(۲) اجسام[1] میں اصلاً کسی طرف اُٹھنے گرنے سرکنے کا میل ذاتی نہیں بلکہ[2] اُن میں بالطبع قوتِ ماسکہ ہے کہ حرکت کی مانع اور تاثیر قاسر کی تا حدِ طاقت مدافع ہے۔ یہ قوت ہر جسم میں اس کے وزن کے لائق ہوتی ہے ولہذا ایک جسم سے کوئی حصہ جدا کر کے دوسرے میں شامل کر دیں وزن کی نسبت پر اول میں گھٹ جائے گی اور دوسرے میں بڑھ جائے گی۔

اقول[۱] اولاً خود جسم میں یہ قوت ہونے پر کیا دلیل ہے، اگر کہئے تجربہ کہ ہم جتنے زیادہ وزنی جسم کو حرکت دینا چاہتے ہیں زیادہ مقابلہ کرتا اور قوی طاقت مانگتا ہے۔

اقول[۳] جذب زمین کدھر بھلایا زمین اُسے کھینچ رہی ہے تم اُسے جُدا حرکت دینی چاہتے ہو اُس کی روک کا احساس کرتے ہو یہ تمھارے طور پر ہے اگرچہ یقیناً باطل ہے جس کا بیان فصل دوم میں آتا ہے اور ہمارے نزدیک جسم کا میل طبعی اپنے خلاف جہت میں مزاحمت کرتا ہے مطلقاً حرکت سے ابا۔ یہ تو تمھارا تخیل ہے اور فلسفہ قدیمہ اس کے عکس کا قائل ہے کہ ہر ایک جسم میں کوئی نہ کوئی میل مستقیم خواہ مستدیر ضرور ہے وہ اپنے خلاف میل کی مدافعت کرے گا اور موافق کی مطاوعت، جیسے پتھر اوپر پھینکنے اور نیچے گرانے میں، اس کا رد بھی بعونہٖ تعالٰی تذییل فصل سوم میں آتا ہے۔ ہمارے نزدیک اجسامِ مشہودہ میں میل ہے سب میں ہونا کچھ ضرور نہیں ماسکہ کسی میں پائی نہ گئی اور ہو تو کچھ محذور نہیں۔

ثانیاً یہ اخیر فقرہ ایسا کہا ہے جس نے تمام ہیئاتِ جدیدہ کا تسمہ لگا نہ رکھا، جس کا بیان آتا ہے ان شاء اللہ تعالٰی۔ اور یہ تمھاری اپنی نہیں بلکہ نیوٹن صاحب کی اپنی جاذبیت پر عنایت ہے کہ نمبر ۸ میں آتی ہے۔

(۳) ہر جسم بالطبع دوسرے کے جذب سے بھاگتا ہے اس قوت کا نام نافرہ، ہاربہ، دافعہ، محرکہ نافریت ہے۔

اقول[۴] جاذبہ تو سیب کے گرنے سے پہچانی، یہ کاہے سے جانی۔ شاید سیب گرتے میں نیچے دیکھا تو۔

---

[1] ط ص $\frac{11}{12}$ [2] ح یعنی حدائق النجوم ص $\frac{23}{12}$

ط سے مراد اصول علم طبعی ہے۔ عزیزی

Marfat.com

زمین تھی اُس کا جذب خیال میں آیا اوپر دیکھا تو سیب شاخ سے بھاگتا پایا یوں نافرہ کا ذہن لڑایا حالانکہ نیچے لانے کو ان میں ایک کافی ہے دو کس لئے۔ حدائق النجوم[1] میں کہا برابر سطح پر گولی پھینکیں تو بالطبع خطِ مستقیم پر جاتی ہے، یہ نافرہ ہے۔

اقول[5] پھینکیں میں اس کا جواب ہے آہستہ رکھدیں کہ جنبش نہ ہو تو بال بھر نہ سرکے گی، ہاں سطح پوری لیول میں نہ ہو تو ڈھال کی طرف ڈھلکے گی۔ پھر کہا کنکیا میں پتھر باندھ کر اڑائیں سیدھا زمین پر آئے گا۔ یہ نافرہ ہے۔

اقول[6] وہی بات آگئی جو ہم نے اُن کی دانش پر گمان کی تھی کہ نیچے دیکھا تو جذب سمجھے اُوپر نگاہ اٹھی تو اُسے بھول گئے، فرار پر قرار ہوا۔

(۴) جب[2] کوئی جسم کسی دائرے پر حرکت کرے اس میں مرکز سے نفرت ہوتی ہے۔ پتھر رسی میں باندھ کر اپنے گرد گھماؤ وہ چھوٹنا چاہے گا اور جتنے زور سے گھماؤ گے زیادہ زور کرے گا، اگر چھٹ گیا تو سیدھا چلا جائے گا، اور جس قدر قوت سے گھمایا تھا اتنی دُور جا کر گرے گا۔ یہ مرکز سے پتھر کی نافریت ہے۔

اقول[7] نافریت بے دلیل اور پتھر کی تمثیل، نری علیل، پتھر کو انسان یا مرکز سے نفرت نہ رغبت جانب خلاف جو اس کا زور دیکھتے ہو تمھاری دافعہ کا اثر ہے نہ کہ پتھر کی نفرت تحقیق مقام کے لئے ہم اُن قوتوں کی قسمیں استخراج کریں جو باعتبار حرکت کسی جسم پر قاسر کا اثر ڈالتی ہیں۔

فاقول[8] وہ تقسیم اول میں دو ہیں محرکہ کہ حرکت پیدا کرے اور حاصرہ کہ حرکت کو بڑھنے نہ دے، مثلاً ڈھلکتے ہوئے پتھر کو ہاتھ سے روک لو۔ پھر محرکہ دو قسم ہے:

جاذبہ کہ متحرک کو قاسر کی سمت پر لائے، جیسے پتھر کو اپنی طرف پھینکے خواہ اس میں قاسر سے دور کرنا ہو کہ ظاہر ہے یا قریب کرنا، مثلاً اس شکل میں آ مقام انسان ہے، ج پتھر کا موضع۔ آدمی نے لکڑی مار کر پتھر کو ج سے ب پر پھینکا تو یہ جذب نہیں کہ انسان کی سمت خط آج تھا اس پر لاتا تو جذب ہوتا، وہ خط ب ج پر گیا کہ سمت غیر ہے لہذا

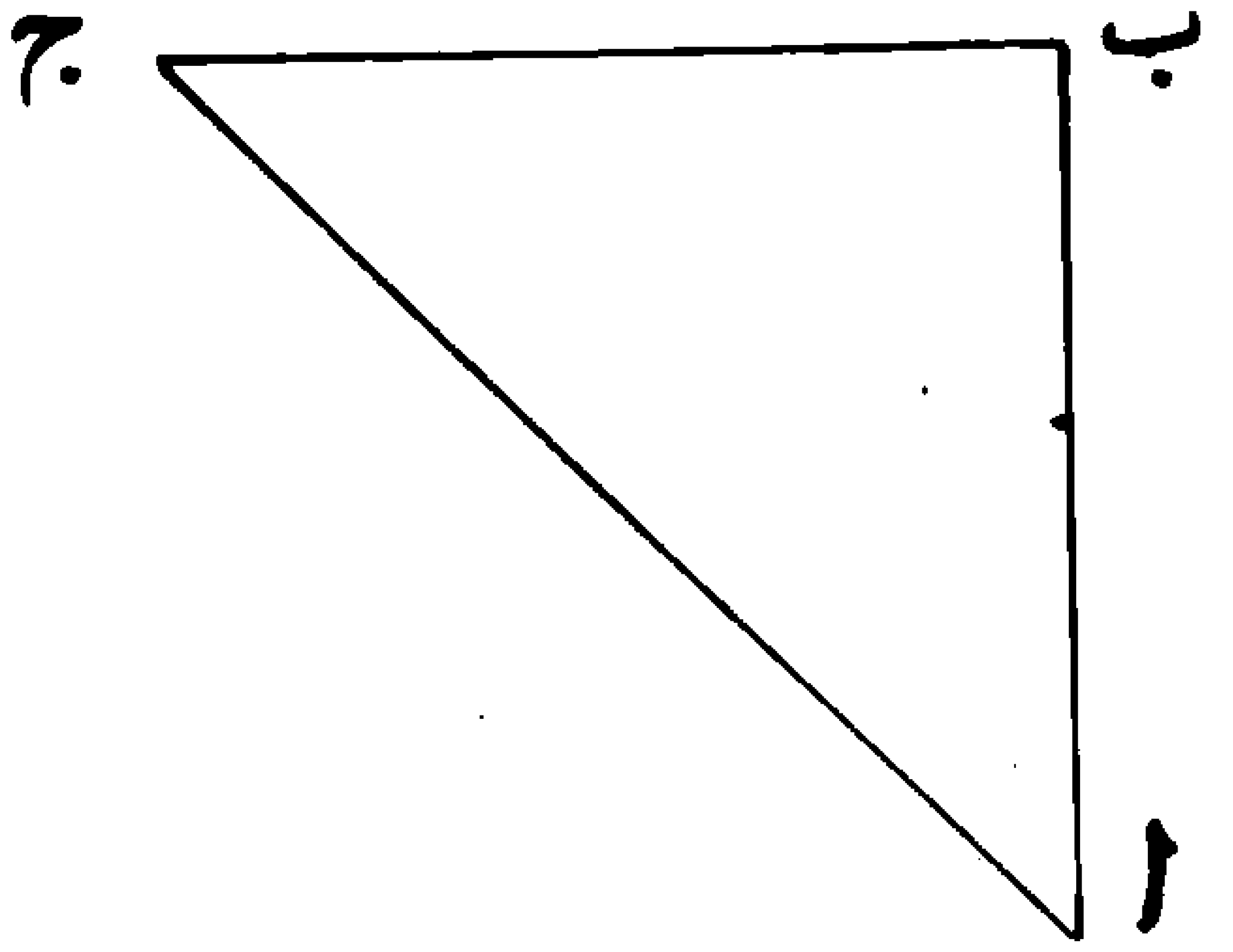

لہ ص ۳۸/۱۲

سلہ ص یعنی اصول علم الہیاۃ ع۱۰۳ وغیرہ۔

ج ص۳۸ ط ص۳۰ ن یعنی نظارہ عالم ص۲۳ ۱۲ منہ

Marfat.com

دفع ہی ہوا، اگرچہ پتھر پہلے سے زیادہ انسان سے قریب ہوگیا کہ آب ضلع قائمہ آج وتر سے چھوٹی ہے پھر یہ دونوں باعتبار اتصال و انفصال زمین دو قسم ہیں رافعہ کہ حرکت میں زمین سے بلند ہی رکھے۔

ملصقہ مثلاً پتھر کو زمین سے ملا ملا اپنی طرف لاؤ یا آگے سرکاؤ، اور باعتبار نقص و کمال دو قسم ہیں،

منہیہ کہ متحرک کو منتہائے مقصد تک پہنچائے۔

قاصرہ کہ کمی رکھے۔

اور باعتبار وحدت و تعدد خط حرکت دو قسم ہیں ؛ **مثبتہ** کہ ایک ہی خط پر رکھے، **ناقلہ** کہ حرکت کا خط بدل دے مثلاً اس شکل میں پتھر آ سے ج کی طرف پھینکا جب ب پر پہنچا لکڑی مار کر ہ کی طرف پھیر دیا یہ دافعہ ناقلہ ہوئی۔ اس حرکت میں جب د تک پہنچا ح کی طرف کھینچ لیا یہ جاذبہ ناقلہ ہوئی۔ اور اگر ج کی طرف پھینک کر ب سے آ کی طرف کھینچ لیا تو ب تک دافعہ مثبتہ تھی کہ اُسی خط پر لئے جاتی تھی ب سے واپسی میں جاذبہ مثبتہ ہوئی

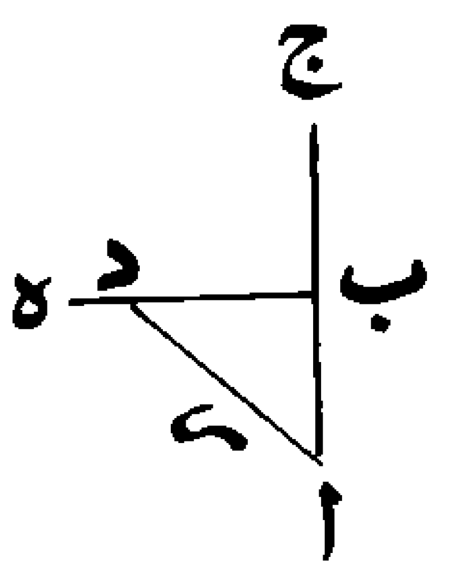

کہ اسی خط پر لائی۔ یہ کل ۱۳ قسمیں ہیں ان میں سے پتھر گردسر گھمانے میں جاذبہ کا تو کچھ کام نہیں کہ اپنی سمت پر لانا مقصود نہیں ہوتا بلکہ منفر مقصود ہے باقی سات میں سے چار قوتیں یہاں کام کرتی ہیں حاصرہ اور تین دافعہ یعنی منہیہ رافعہ ناقلہ۔ پتھر کو پورا دور پھینکو کہ رسّی خوب تن جائے یہ منہیہ ہوئی۔ ہاتھ اٹھائے رکھو کہ زمین پر گرنے نہ پائے یہ رافعہ ہوئی۔ ہاتھ گرد سر پھراتے جاؤ کہ خط حرکت ہر وقت بدلے یہ ناقلہ ہوئی۔ یہ قوتیں ہر وقت برقرار ہیں کہ نہ رسّی میں جھول آنے پائے نہ زمین کی طرف لائے، نہ ایک سمت کھینچ کر رُک جائے۔ پھر یہ دافعہ کہ یہاں عمل کر رہی ہے اس کا کام خطِ مستقیم پر حرکت دینا ہے تو دفع اول سے اُسی سمت کو جاتا اور ہر نقل سے اُسی کی سیدھی سمت لیتا لیکن رسّی جسے منہیہ تانے اور رافعہ اٹھائے اور ناقلہ بدل رہی ہے۔ کسی وقت اپنی مقدار سے آگے بڑھنے نہیں دیتی ناچار ہر دفع و نقل اسی حد تک محدود رہتے ہیں اور انسان کہ یہاں مثل مرکز ہے ہر جانب اس سے فاصلہ اسی قدر رہتا ہے یہ حاصرہ ہوئی جس کا کام رسّی کی بندش سے لیا گیا۔ اس نے شکل دائرہ پیدا کر دی اسے جاذب سمجھنا جیسا کہ نصرانی بیروتی سے نمبر ۱۲ میں آتا ہے، جہالت و نافہمی ہے، یہاں جاذبہ کو اصلاً دخل نہیں، نہ پتھر میں کوئی نافرہ ہے بلکہ حاصرہ و دافعہ کام کر رہی ہے جتنے زور سے گھماؤ گے اتنی ہی قوت کا دفع ہوگا پتھر اتنی ہی طاقت سے چھوٹتا گمان کیا جائے گا حالانکہ یہ نہ اس کا تقاضا ہے نہ اس کا زور بلکہ تمہارے دفع کی قوت ہے جسے نافہمی سے پتھر کی نافریت سمجھ رہے ہو۔

ع۵ ایک حاصرہ تھی اور چھ چھ جاذبہ و دافعہ ۔ جاذبہ کی چھ نکل کر سات رہیں ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

تنبیہ: یہاں اُن لوگوں کا کلام مضطرب ہے عام طور پر اس قوت کو نافرہ عن المرکز کہا۔ ص ۶۶ کی تقریر میں مرکز دائرہ ہی سے تنفر لیا مگر جا بجا جاذب مثلاً شمس سے تنفر کہا اور ص ۸۱ میں شمس ہی کو وہ مرکز بتایا۔

اقول[9] اُن کے طور پر حقیقتِ امر یہی چاہیے اس لئے کہ جسم بوجہ ماسکہ اثر جذب سے انکار کرے گا تو جاذب سے تنفر ہوگا اور انھیں دو کے اجتماع سے اس کے گرد دورہ کرے گا جس کا بیان نمبر آئندہ میں ہے، جب تک دورہ نہ کیا تھا مرکز تھا ہی کہاں جس سے تنفر ہوتا، وہ تو اس کے دورے کے بعد مشخص ہوگا مگر ہم اُن لوگوں کے اضطرابِ سخن کے سبب فصل اول میں مرکز و شمس دونوں پر کلام کریں گے۔

(۵) انھیں[1] جاذبہ و نافرہ کے اجتماع سے حرکتِ دوریہ پیدا ہوتی ہے تمام سیاروں کی گردش شمس کی جاذبہ اور اپنی نافرہ کے سبب ہے۔ فرض کرو زمین یا کوئی سیارہ نقطہ ا پر ہے اور آفتاب ج پر، شمس کی جاذبہ اسے ج کی طرف کھینچتی ہے اور نافرہ کا قاعدہ ہے کہ خطِ مماس[2] پر لے جانا چاہتی ہے یعنی اُس خط پر کہ خط جاذبہ پر عمود ہو جیسے اج پر اب دونوں[3] اثروں کی کشاکش کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زمین نہ ب کی طرف جا سکتی ہے نہ ج کی جانب، بلکہ دونوں کے بیچ میں ہو کر ء پر نکلتی ہے یہاں بھی وہی دونوں اثر ہیں جاذبہ ء سے ج کی طرف کھینچتی ہے اور نافرہ ہ کی طرف لیجانا چاہتی ہے۔

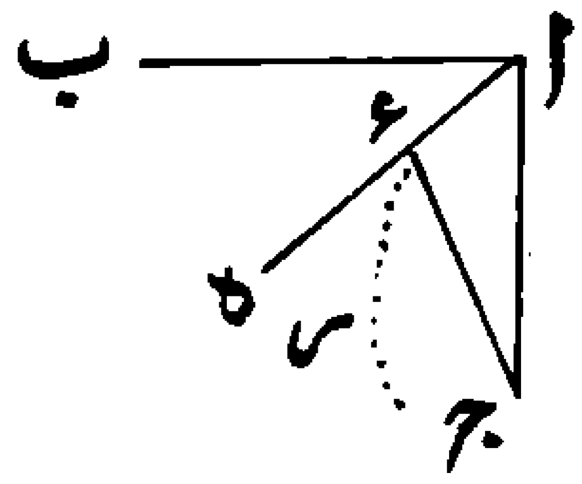

لہٰذا زمین دونوں کے بیچ میں ہو کر س کی طرف بڑھتی ہے، اسی طرح دورہ پیدا ہوتا ہے، یہ مدار جو اس حرکت سے بنا بظاہر مثل دائرہ خط واحد معلوم ہوتا ہے اور حقیقۃً[4] ایک لہردار خط ہے جو بکثرت نہایت چھوٹے چھوٹے مستقیم خطوں سے مرکب ہوا ہے جن میں ہر خط گویا ایک نہایت چھوٹی شکل متوازی الاضلاع کا قطر ہے۔

اقول[10] یہ جو یہاں ہے کہ نافرہ سے دورہ پیدا ہوتا ہے یہی اُن کے طور پر قرینِ قیاس ہے اور وہ جو اُن کا زبان زد[5] ہے کہ دورے سے نافرہ پیدا ہوتی ہے بے معنی ہے مگر ہیأتِ جدیدہ الٹی کہنے کی عادی ہے جس کا ذکر تذییل فصل سوم میں ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

تنبیہ: یہ جو یہاں مذکور ہوا کہ جاذبہ و نافرہ مل کر دورہ بناتی ہیں یہی ہیأتِ جدیدہ کا مزعوم ہے۔ تمام مقامات پر انھیں کا چرچا انھیں کی دھوم ہے ط صـ۹۳ پر بھی یہی مرقوم ہے ص ۵۶ پر اس نے ایک

---

۱ ح، ص ۳۷ — ا ص ۷۷ — ط ص ۹۳ ۱۲
۲ ص ۱۰۶ وغیرہ — ح، ص ۳۸ — ط، ص ۵۸
۳ ص ۱۰۴ وغیرہ ط ح وغیرہا ۱۲
۴ ص ۱۰۴
۵ ص ۱۰۲ ط صـ۸۲ ن صـ۲۳ ۱۲

Marfat.com

شاخسانہ بڑھایا کہ فرض کرو وقتِ پیدائش زمین خلا میں پھینکی گئی تھی کوئی شے حائل نہ ہوتی تو ہمیشہ اُدھر ہی کو چلی جاتی راستے میں آفتاب ملا اور اس نے کھینچ تان شروع کی۔

اقول[۱۱] واقعیات کا کام فرضیات سے نہیں چلتا، مدعی کا مطلب "شاید" اور "ممکن" سے نہیں نکلتا۔ یہ لوگ طریقۂ استدلال سے محض نابلد ہیں، اگر کوئی شے مشاہدہ یا دلیل سے ثابت ہو اور اس کے لئے ایک سبب متعین، مگر اس میں کچھ اشکال ہے جو چند طریقوں سے دفع ہو سکتا ہے اور اُن میں کوئی طریقہ معلوم الوقوع نہیں، وہاں احتمال کی گنجائش ہے کہ جب فہم متحقق اور اس کا یہ سبب متعین تو اشکال واقع میں یقیناً مندفع، تو یہ کہنا کافی کہ شاید یہ طریقہ ہو لیکن ناثابت بات کے ثابت کرنے میں فرض واحتمال کا اصلاً محل نہیں کریُوں تو ہمارے اس فرض کی تابع ہوئی، یُوں فرض کریں تو ہو سکے نہ کریں نہ ہو سکے اس سے مدعی کے لئے وہی کافی مانے گا جو مجنون ہو۔ پھر اگر شے ثابت و متحقق ہے اور یہ سبب متعین نہیں تو دفع اشکال پر بنائے احتمال ایک مجنونانہ خیال۔ اور اگر سرے سے شئی ہی ثابت نہیں، نہ اس کے لئے یہ سبب متعین، پھر اس میں یہ اشکال، تو کسی احتمال سے اس کا علاج کر کے شے اور سبب دونوں ثابت مان لینا دوہرا جنون اور پورا ضلال۔ پھر اگر علاج کے بعد بھی بات نہ بنے جیسا کہ یہاں ہے جب تو جنونوں کی گنتی ہی نہ رہی۔ یہ نکتہ خوب یاد رکھنے کا ہے کہ بعض جگہ مخالف دھوکا نہ دے سکے۔

(۶) ہر مدار[۱] میں جاذبہ و نافرہ دونوں برابر رہتی ہیں، ورنہ جاذبہ غالب ہو تو مثلاً زمین شمس سے جا ملے، نافرہ غالب ہو تو خطِ مماس پر سیدھی چلی جائے دورہ کا انتظام نہ رہے۔

اقول[۱۲] بتاتے یہ ہیں اور خود ہی اس کے خلاف کہتے ہیں اور حقیقتاً تناقض پر مجبور ہیں جس کا بیان فصل اوّل سے بعونہٖ تعالٰے ظاہر ہوگا۔

(۷) نافرہ[۲] بمقدار جذب ہے اور سُرعت حرکت بمقدار نافرہ۔ جذب جتنا قوی ہوگا نافرہ زیادہ ہوگی کہ اس کی مقاومت کرے اور نافرہ جتنی بڑھے گی چال کا تیز ہونا ظاہر ہے کہ وہ نتیجۂ نفرت ہے ولہذا سیارہ آفتاب سے جتنا بعید ہے اتنا ہی اپنے مدار میں آہستہ حرکت کرتا ہے سب سے قریب عطارد ہے کہ ایک گھنٹہ میں ایک لاکھ پانچہزار تین[۳] سو تیس میل چلتا ہے اور سب سے دُور نیپچون ایک گھنٹہ میں گیارہ ہزار نو سو اٹھاون میل۔

اقول[۱۳] یہ قرین قیاس ہے، اور وہ جو نمبر ۱۲ میں آتا ہے کہ جاذبہ و نافرہ بحسب سرعت بدلتی ہیں معکوس گوئی پر مبنی ہونا ضرور نہیں بلکہ مقصود نسبت بتانا ہے۔

---

[۱] ص ۱۰۳ [۲] ط ص ۶۴ ۱۲ [۳] ص ۲۶۷ ۲۱

ط ص ۵۸ ن ص ۲۴ ۱۲

Marfat.com

(۸) اجسام[13] اجزائے دیمقراطیسیہ سے مرکب ہیں۔ نیوٹن نے تصریح کی کہ وہ نہایت چھوٹے چھوٹے جسم ہیں کہ ابتدائے آفرینش سے بالطبع قابلِ حرکت و ثقیل و بسخت و بے جوف ہیں، اُن میں کوئی حس میں تقسیم کے اصلاً لائق نہیں اگرچہ وہم اُن میں حصے فرض کر سکے۔

اقول[14] اولاً یہ من وجہ ہمارے مذہب سے قریب ہے ہمارے نزدیک ترکب اجسام جواہر فردہ یعنی اجزائے لایتجزی سے ہے کہ ہر ایک نقطہ جوہری ہے جن میں عرض، طول، عمق اصلاً نہیں وہم میں بھی اُن کی تقسیم نہیں ہو سکتی۔ فلسفہ قدیمہ جسم کو متصل وحدانی مانتا ہے جس میں بالفعل اجزاء نہیں اور بالقوہ تقسیم غیر متناہی کا قائل ہے۔

ثانیاً[15] نیوٹن کی تصریح کہ وہ سب اجزاء بالطبع قابلِ حرکت ہیں بظاہر نمبر ۲ کے مناقض ہے کہ جسم بالطبع حرکت سے منکر ہے اور اثر قاسر سے قبول حرکت اُس کے فقط بالطبع کے خلاف ہے مگر یہ کہا جائے کہ طبیعت ہی میں قبول اثر قاسر کی استعداد رکھی گئی ہے کہ یہ صلاحیت نہ ہوتی تو قاسر سے بھی حرکت ناممکن ہوتی اور طبیعت ہی کو اپنے وزن و ثقل طبعی کے باعث حرکت سے انکار ہے یہ قوت ہے جس کا کام فعل کرنا ہے یعنی محرک کی مزاحمت اور وہ صلاحیت ہے جس کی شان قبول اثر ہے۔ حاصل یہ کہ اپنے وزن کے سبب ممانعت کرتی ہے اور قوت قسر کے باعث قبول کر لیتی ہے تو تعارض نہیں۔

اقول ثالثاً[16] یہ سب سہی مگر یہ قول ایسا صادر ہوا کہ ساری ہیأت جدیدہ کا خاتمہ کرا دیا جس کا بیان ان شاء اللہ آتا ہے، معلوم نہیں نیوٹن نے کس حال میں ایسا لفظ ثقیل لکھ دیا جس نے اُسی کے ساختہ پرداختہ قواعد جاذبیت کو خفیف کر دیا۔

فائدہ: ہمارے علمائے متکلمین ثقل و وزن میں فرق فرماتے ہیں وہ بلحاظ نوع ہے یہ بلحاظ فرد۔ وہ ایک صفت مقتضائے صورت نوعیہ ہے جس کا اثر طلب سفل ہے اُسے حجم و وزن و کثرت اجزاء سے تعلق نہیں لٹھے میں لوہے کی چھٹنکی سے وزن زائد ہے مگر لوہا لکڑی سے زیادہ ثقیل ہے[17] اور حدائق النجوم میں کہا ثقل ہمیشہ جسم کو نیچے کھینچتا ہے پھر نقل[18] کیا کہ ثقل وہ میل طبعی ہے کہ سب اجسام کو کسی مرکز کی طرف ہے۔

اقول[19] یہ مسامحت ہے ثقل میں میل نہیں بلکہ سبب میل ہے جیسا خود آگے کہا کہ وہ دو قسم ہے، اوّل مطلق یعنی نفس ثقل جس کے سبب جملہ اجسام اپنے مرکز مجموعہ کی طرف میل کرتے ہیں، جیسے ہمارے کرہ کے عنصریات جانب مرکز زمین یہ ہمیشہ مقدار مادہ جسم کے برابر ہوتا ہے جس میں اُس کی جسامت کا اعتبار نہیں تو لکڑی اور لوہا دونوں کا ثقل مطلق برابر ہے۔

۱؎ ج ص ۳۲/۱۲ ۲؎ ح ص ۳۴/۱۲ ۳؎ ص ۳۷/۱۲

Marfat.com

اقول[18] اولاً یہ کہنا تھا کہ دونوں ثقل مطلق میں برابر ہیں یعنی میل بمرکز زمین دونوں کی طبیعت میں ہے مطلق میں موازنہ کی گنجائش کہاں۔

ثانیاً[19] اسی وجہ سے مطلق کو مقدار مادے کے مساوی ماننا جہل ہے کیا مقدار مادہ کی کمی بیشی سے مطلق بدلے گا۔

ثالثاً[20] یہ جو تفاوت مادے سے کم بیش ہوتا ہے محال ہے کہ لوہے اور لکڑی میں مساوی ہو۔ جسم جتنا کثیف تر اس میں مادہ یعنی وہی اجزائے دیمقراطیسیہ کماسیأتی (جیسا کہ آگے آئے گا۔ ت) بیشتر لوہے کی کثافت لکڑی کہاں سے لائے گی، یہ لوگ جب اس میدان میں آتے ہیں ایسی ہی ٹھوکریں کھاتے ہیں، پھر کہا دوسرا ثقل مضاف یعنی ایک جسم کو دوسرے کی نسبت سے یہ باختلاف انواع مختلف ہوتا ہے۔ ایک ہی حجم کی دو چیزوں میں اُن کے مادوں کی نسبت سے مختلف ہوتا ہے

ایک انگل مکعب لوہا بھی لو اور لکڑی بھی لوہا زیادہ بھاری ہوگا کہ مساوی جسامت کے لوہے میں لکڑی سے مادہ زائد ہے۔

اقول[21] فرق کیا ہوا، ثقل مطلق بھی موافق مقدار مادہ تھا جس کے یہی معنی کہ مادے کی کمی بیشی سے بدلے گا یہی مضاف میں ہے کمی بیشی کا لحاظ وہاں بھی بے لحاظ تعدد و نسبت دو شے ممکن نہیں، اگر یہ فرض کرلو کہ شے واحد میں مادہ اس سے کم ہو جائے تو ثقل کم ہوگا اور زائد تو زائد تو کیا یہ دو چیزوں اور اُن کی نسبت کا اعتبار نہ ہوا۔ بالجملہ اُن کے یہاں مدار ثقل کثرت اجزاء پر ہے کم اجزا میں کم، زائد میں زائد، اور یہ نہیں مگر وزن تو اُن کے یہاں ثقل و وزن شے واحد ہے۔ ہم آئندہ غالباً اسی پر بنائے کلام رکھیں گے۔

(۹) ہر جسم[1] کا مادہ جسے ہیولٰی و جسیمہ بھی کہتے ہیں وہ چیز ہے جس سے جسم اپنے مکان کو بھرتا اور دوسرے جسم کو اپنی جگہ آنے سے روکتا ہے۔

اقول[22] یہ وہی اجزائے دیمقراطیسیہ ہوئے اور ان کی کمی بیشی جسم تعلیمی یعنی طول عرض عمق کی کمی بیشی پر نہیں بلکہ جسم کی کثافت پر ایک حجم کے دو جسم ایک دوسرے سے کثیف تر ہوں جیسے آہن و چوب یا طلا و سیم کثیف تر ہیں، اجزاء زیادہ ہوں گے، کبھی زیادہ حجم میں کم جیسے لوہا اور روئی۔

(۱۰) جاذبیت[2] بحسب مادہ سیدھی بدلتی ہے اور بحسب مربع بُعد بالقلب۔

اقول[23] یہاں مادے سے مادۂ جاذب مراد ہے اور تبدل سے طاقت جذب کا تفاوت یعنی

---

[1] ح ص ۳۲

[2] ص ص ۱۲۱

Marfat.com

جاذب میں جتنا مادہ زائد اُتنا ہی اُس کا جذب قوی۔ یہ سیدھی نسبت ہوئی اور بُعد مجذوب کا مجذور، جتنا زائد اُتنا ہی اُس کا جذب ضعیف، گز بھر بُعد پر جو جذب ہے دو گز پر اس کا چہارم ہوگا، دس گز پر اس کا سوواں حصّہ یہ نسبت معکوس ہُوئی کہ کم پر زائد، زائد پر کم۔

نتیجہ: (ا) کثیف تر کہ جذب اشد۔

(ب) قریب تر پر اثر اکثر۔

(ج) خطِ عمود پر عمل اقویٰ۔

تنبیہ جلیل: اقول[۲۱] یہ قاعدہ دلیل روشن ہے کہ طبعی قوت جذب ہر شے کی طرف یکساں متوجہ ہوتی ہے مجذوب کی حالت دیکھ کر اس پر اپنی پُوری یا آدھی یا جتنی قوت اس کے مناسب جانے صرف کرنا اس کا کام ہے جو شعور و ارادہ رکھے طبعی قوتِ ادراک نہیں رکھتی کہ مجذوب کی حالت جانچے اور اس کے لائق اپنے کُل یا حصّے سے کام لے وُہ تو ایک ودیعت رکھی قوت بے ارادہ و بے ادراک ہے نہ اس میں جدا جدا حصّے ہیں شے واحد ہے اور اس کا فعل واحد ہے اس کا کام اپنا عمل کرنا ہے مقابل کوئی شے کیسی ہی ہو بھیگا ہُوا کپڑا دُھوپ میں پھیلا دو جس کے ایک حصّے میں خفیف نم ہو اور دوسرا حصہ خوب تر۔ حرارت کا کام جذب رطوبات ہے، اس وقت کی دھوپ میں جتنی حرارت ہے وُہ دونوں حصوں پر ایک سی متوجہ ہوگی، ولہذا نم کا حصّہ جلد خشک ہو جائے گا اور دوسرا دیر میں کہ اتنی حرارت اس خفیف کو جلد جذب کر سکتی تھی اور اگر یہ ہوتا کہ طبعی قوت بھی مقابل کی حالت دیکھ کر اُسی کے لائق اپنے حصّے سے اس پر کام لیتی تو واجب تھا کہ نم بھی اتنی ہی دیر میں سُوکھتی جتنی میں وہ گھری تری کہ ہر ایک پر اُسی کے لائق جذب آتا، نم پر کم اور تری پر زائد، حالانکہ ہرگز ایسا نہیں بلکہ دُھوپ اپنی قوتِ جذب کا پورا عمل دونوں پر کرتی ہے ولہذا کم کو جلد جذب کر لیتی ہے یُوں ہی مقناطیس لوہے کے ذرّوں کو ریزوں سے جلد جذب کرے گا اگر ہر ایک کے لائق جذب کرتا تو جس قوت سے ریزوں کو کھینچا تھا عام ازیں کہ کل قوت تھی یا بعض جو نسبت ذرّوں کو اُن ریزوں سے ہے اُسی نسبت کے حصّۂ قوت سے ذرّوں کو کھینچتا دونوں برابر آتے۔ نہیں نہیں بلکہ قطعاً سب کو اپنی پُوری قوت سے کھینچا جس نے ہلکے پر زیادہ عمل کیا، یُوں ہی بُعد کے بڑھنے سے جذب کا ضعیف ہوتا جانا قطعاً اسی بنا پر ہے کہ وہی قوتِ واحدہ ہر جگہ عمل کر رہی ہے، ظاہر کہ قریب پر اس کا عمل قوی ہوگا اور جتنا بُعد بڑھے گا گھٹتا جائے گا، اور اگر ہر بُعد کے لائق مختلف حصّے کام کرتے تو ہرگز بُعد بڑھنے سے جذب میں ضعف نہ آتا جب تک ساری طاقت ختم نہ ہو چکتی کہ ہر حصہ بُعد پر طبیعت اپنی قوت کے حصّے بڑھاتی جاتی اور نسبت یکساں رہتی جب آگے کوئی حصہ نہ رہتا تو اب بعد بڑھنے سے گھٹتی کہ اب عمل کرنے کو یہی قوتِ واحدہ معیّنہ رہ گئی بالجملہ بُعد بڑھنے سے ضعف آنے کو لازم ہے کہ ہر جگہ ایک ہی قوت معیّنہ عامل ہو اور وُہ کوئی حصہ نہیں ہو سکتی کہ

Marfat.com

حصّوں کی تقسیم غیر متناہی یہ حصہ معیّن ہوا وُہ کیوں نہ ہوا ترجیح بلا مرجح ہے لہذا واجب کہ طبعی جاذب ہمیشہ اپنی پوری قوت سے عمل کرتا ہے۔ یہ جلیل فائدہ یاد رکھنے کا ہے کہ بعونہٖ تعالیٰ بہت کام دے گا۔

تنبیہ: اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ مثلاً زمین کا پُورا کرہ اپنی ساری قوت سے ہر شئے کو کھینچتا ہے بلکہ مجذوب کے مقابل جتنا ٹکڑا ہے جیسے اس کپڑے کو شرق تا غرب پھیلی ہوئی ساری دھوپ نے نہ سکھایا تھا بلکہ اُسی قدر نے جو اس کے محاذی تھی۔

(۱۱) جذب[۱] بحسب مادۂ مجذوب ہے، دس جز کا جسم جتنی طاقت سے کھینچے گا سو جز کا اس کی دہ چند سے۔ اگر تم ایک سیر اور دوسرے دس سیر کے جسم کو برابر عرصے میں کھینچنا چاہو تو کیا دس سیر کو دس گُنے زور سے نہ کھینچو گے۔

اقول[۲۵] یہ بجائے خود ہی صحیح رکھتا تھا جب اس میں مجذوب پر نظر ہو اور اس کے دو محل ہوتے، اول طلب کا تبدّل یعنی ہر مجذوب اپنے مادّے اور بُعد کے لائق طاقت مانگے گا جاذب میں اتنی قوت ہے کھینچ لے گا ورنہ نہیں۔ یُوں یہ دونوں نسبتیں مستقیمہ ہیں کہ مجذوب میں مادہ خواہ بُعد جو کچھ بھی زائد ہو اتنی ہی طاقت چاہے گا۔

دوم مجذوب پر اثر کا تبدّل، یوں یہ دونوں نسبتیں معکوس ہیں کہ مجذوب میں مادہ خواہ بُعد جس قدر زائد اُسی قدر اُس پر جذب کا اثر کم اور جتنا مادہ یا بُعد کم اُتنا ہی زائد۔ مگر اس صحیح بات کو غلط استعمال کیا ہے اس میں جاذب پر نظر رکھی کہ وہ مادۂ وزن مجذوب کے لائق اس پر اپنی قوت صرف کرتا ہے یہ بھی صاحبِ ارادہ طاقت کے اعتبار سے صحیح تھا مگر اُسے قوتِ طبعیہ پر ڈھالا کہ مجذوب میں جتنا مادہ ہوگا زمین اُسے اتنی ہی طاقت سے کھینچے گی۔ اب یہ محض باطل ہوگیا۔ اولاً اس کا بطلان ابھی سُن چکے اور انسان سے تمثیل جہالت، انسان ذی شعور ہے زمین صاحبِ ادراک نہیں کہ مجذوب کو دیکھے اور اس کی حالت جانچے اور اس کے لائق قوت کا اندازہ کرے تاکہ اتنی ہی قوت اس پر خرچ کرے۔

تنبیہ: اگر یہ ہے تو وُہ پہلا قاعدہ جس پر ساری ہیاٗتِ جدیدہ کا اجماع اور سردار فلسفہ جدیدہ نیوٹن کا اختراع ہے صاف غلط ہو جائے گا جب زمین مجذوب کے مادّوں کا ادراک کرتی ہے اور ان کے قابل اپنی قوت کے حصے چھانٹتی ہے تو کیوں نہ اس کے بعد کا ادراک کرے گی اور ہر بُعد کے لائق اپنی قوت کا حصہ چھانٹے گی تو ہر بُعد پر جذب یکساں رہے گا۔

---

[۱] ط ص ۱۱

Marfat.com

ثانیاً تنبیہ اقول ملاحظہ نمبر۲ سے یہاں ایک اور سخت اعتراض ہے نمبر۱۵ میں آتا ہے کہ تمھارے نزدیک اختلاف وزن اختلاف جذب پر متفرع ہے اور ہم ثابت کردیں گے کہ ہیأتِ جدیدہ کو اس اقرار پر قائم رہنا لازم ورنہ ساری ہیأت باطل ہوجائے گی۔ اب یہاں اختلافِ جذب اختلافِ وزن پر متفرع کیا کہ دس سیر کا جسم دس گُنی طاقت سے کھنچے گا۔ یہ کھلا دَور ہے اگر کہئے اختلاف وزن پر نہیں اختلاف مادّے پر متفرع کیا اختلاف وزن سے مثال دی ہے کہ ہمارے جذب سے پہلے جذب زمین نے وزن پیدا کردیا ہے۔

اقول مختلف قوتِ جذب چاہنا اختلافِ وزن سے ہوتا ہے مادّے میں جب پیش از جذب کچھ وزن ہی نہیں تو بے وزن چیز قلیل ہو یا کثیر مختلف قوت چاہے گی۔ اگر کہئے اختلاف مادّے سے ماسکہ مختلف ہوگی لہٰذا مختلف جذب درکار ہوگا۔

اقول ماسکہ بحسبِ وزن ہی تو ہے (ع۲) پھر اختلاف وزن ہی پر بنا آگئی اور دور قائم رہا مگر صاف انصاف یہ کہ نمبر۲ نیوٹن کے قول نمبر۲ پر مبنی اور ہیأت جدیدہ کا بخکن ہے جسے وہ کسی طرح تسلیم نہیں کرسکتی بلکہ جابجا اس کا رَد کرتی ہے جس کا بیان نمبر۱۵ میں آتا ہے۔ ہیأت جدیدہ کے طور پر صحیح یہ ہے کہ ماسکہ بربنائے وزن نہیں بلکہ نفس مادّے کی طبیعت میں حرکت سے انکار ہے تو جس میں مادّہ زیادہ ماسکہ زائد تو انکار افزوں تو اس کے جذب کو قوت زیادہ درکار۔ یہ تقریر یاد رکھئے اور اب یہ اعتراض یکسر اُٹھ گیا۔

تنبیہ: ہیأتِ جدیدہ نے اس تناقض کی بنا پر ایک اور قاعدہ اس سے بھی زیادہ باطل تراشا جسے اپنے مشاہدے سے ثابت بتاتی ہے بھلا مشاہدے سے زیادہ اور کیا درکار ہے۔ وہ اس سے اگلا قاعدہ ہے۔

تنبیہ ضروری: اقول یہ دونوں قاعدے تناقض صحیح مگر ان سے اتنا کھل گیا کہ جذب کی تبدیلی تین ہی وجہ سے ہے مادہ جاذب مادّہ مجذوب بُعد، جن میں قابل قبول صرف دو[۲] ہیں۔ مادّہ مجذوب اس نمبر۱۱ نے طنبورہ میں نغمہ اور شطرنج میں بغلہ بڑھایا، بہرحال مجذوب واحد پر بُعد واحد سے جاذب واحد کا جذب ہمیشہ یکساں رہے گا وہ جو نمبر۱۳ میں آتا ہے کہ جاذبیت بحسب سرعت بدلتی ہے، نمبر۷ میں گزرا کہ اصل میں سرعت بحسب جاذبیت بدلتی ہے۔

(۱۲) جذب[۱] اگرچہ باختلاف مادّہ مجذوب مختلف ہوتا ہے مگر جاذب واحد مثلاً زمین کے جذب کا اثر تمام مجذوبات صغیر و کبیر پر یکساں ہے سب ہلکے بھاری اجسام کہ زمین سے برابر فاصلے پر ہوں ایک ہی رفتار سے ایک ہی آن میں زمین پر گرتے کہ ان میں آپ تو کوئی میل ہے نہیں جذب سے گرتے اور اس کا اثر سب پر

---

[۱] ط ۵۳ تا ۱۵۵ ۱۲

Marfat.com

برابر ایک حصہ مادے کو زمین نے ایک قوت سے کھینچا اور دس حصے کو دہ چند قوت سے، تو حاصل وہی رہا کہ ہر حصہ مادہ کے مقابل ایک قوت، لہذا اثر میں اصلاً فرق نہ ہوتا مگر ہوتا ہے بھاری جسم جلد آتا ہے اور ہلکا دیر میں، اس کا سبب بیچ میں ہوائے حائل کی مقاومت ہے بھاری جسم سے جلد مغلوب ہو جائے گی کم روکے گی جلد آئیگا ہلکے سے دیر میں متاثر ہوگی، زیادہ روکے گی دیر لگائے گا۔ اس کا امتحان آلہ ایرپمپ سے ہوتا ہے جس کے ذریعہ ہوا برتن سے نکال لیتے ہیں۔ اس وقت روپیہ اور روپے برابر کاغذ یا پَر ایک ہی رفتار سے زمین پر پہنچتے ہیں۔ حاصل ہے اس کا جو چار صفحوں سے زائد میں لکھا۔

اقول اولاً اس سے بڑھ کر عاقل کون کہ لفظ کہے اور معنیٰ نہ سمجھے جس میں وزن زیادہ ہے وہ مقاومت ہوا پر جلد غالب آتا ہے، زیادہ وزن کے کیا معنیٰ، یہی نا کہ وہ زیادہ جھکتا ہے یہ اس کی اپنی ذات سے ہے تو اسی کا نام میل طبعی ہے جس کا ابھی تم نے انکار مطلق کیا اور اگر زمین اسے زیادہ جھکاتی ہے تو یہی تفاوت اثر جذب ہے اس پر زیادہ نہ ہوتا تو زیادہ کیوں جھکتا۔

ثانیاً زیادتِ وزن کا اثر صرف یہی نہیں کہ مقاومت پر جلد غالب آئے بلکہ اس کا اصل اثر زیادہ جھکنا ہے مقاومت پر جلد غلبہ بھی اسی زیادہ جھکنے سے پیدا ہوتا ہے اگر پہاڑ آکر معلق رہے نیچے نہ جھکے ہوا کو ذرہ بھر شق نہ کرے گا ______ تمھاری جہالت کہ تم نے فرع کو اصل سمجھا اور اصل کو یک لخت اُڑا دیا۔ مقاومت پر اثر ڈالنا زیادہ جھکنے پر موقوف تھا لیکن زیادہ جھکنا کسی مقاوم کے ہونے نہ ہونے پر موقوف نہیں وہ نفس زیادتِ وزن کا اثر ہے تو ہوا بالکل نکال لینے پر بھی یقیناً رہے گا اور روپیہ ہی جلد پہنچے گا بلکہ ممکن کہ اب پہلے سے بھی زیادہ کہ اس وقت اس کی جھونک کو ہوا کی روک تھی اب وُہ روک بھی نہیں۔ اہلِ انصاف دیکھیں کیسی صریح باطل بات کہی اور مشاہدے کے سر تھوپ دی، یہ حالت ہے ان کے مشاہدات کی، یہ دیگ کا چاول یاد رہے کہ آئندہ کے اور خلافِ عقل دعووں کی بانگی ہے اور اس کا زیادہ مزہ فصل دوم میں کھلے گا اِن شاء اللہ تعالیٰ۔ اور ہمارے نزدیک حقیقتِ امر یہ ہے کہ ہر ثقیل میں ذاتی ثقل اور طبعی میل سفل ہے کہ بزیادت وزن زائد ہوتا ہے تو ہلکی خود ہی کم جھکے گی اگرچہ ہوا حائل نہ ہو، اور حائل ہوئی تو اسے شق بھی کم کرے گی تو بھاری چیز کے جلد آنے کا ایک عام سبب ہے اس میں میل فزوں ہونا خواہ کوئی حائل ہو یا نہ ہو، اور درصورت حیلولت زیادت وزن کے باعث حائل کو زیادہ شق کرنا تو بغرض غلط، ہوا برتن سے بالکل نکال بھی لی جائے روپیہ پھر بھی پَر سے یقیناً جلد آئے گا اگرچہ چند انگل کی مسافت میں تمھیں فرق محسوس نہ ہو۔

(۱۳) جب[1] کوئی جسم دائرے میں دائر ہو تو مرکز سے نافرہ اور مرکز کی طرف جاذبہ (ازانجا کہ

---

[1] ص ۱۰۳ ۱۲

Marfat.com

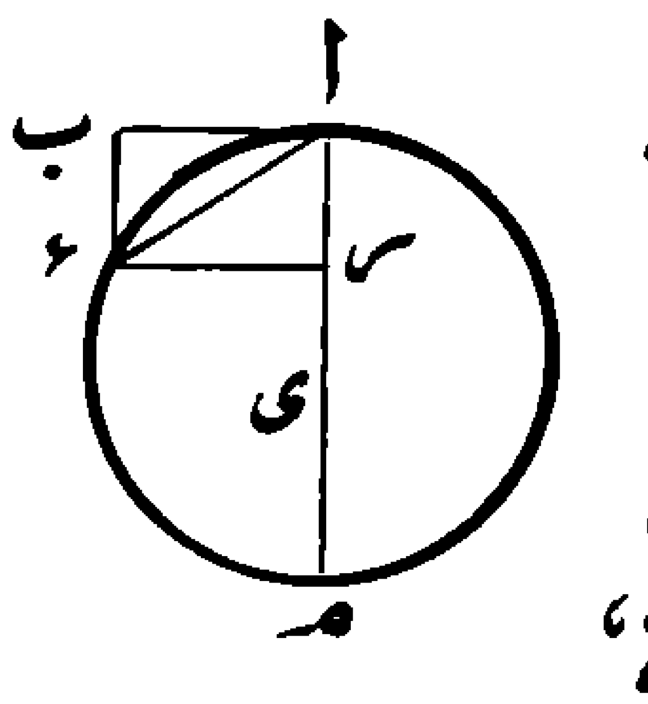

دونوں برابر ہوتی ہیں) مربع سرعت بے نصف قطر دائرہ کی نسبت سے بدلتی ہیں۔ آع سرعت ہے یعنی وہ مسافت کہ جسم نے مثلاً ایک سیکنڈ میں قطع کی نافرہ کی دلیل آب ہے یعنی وہ ا سے یہاں تک پھینکتی ہے تو سیدھا اسی طرف جاتا مگر جاذبہ آس نے اسے آی مرکز کی طرف کھینچا تو جسم آب سے آع کی طرف پھر گیا، چھوٹی قوس اور اس کے وتر میں فرق کم ہوتا ہے، لہذا قوس آع کی جگہ وتر آع لو اور جاذبہ کو ح اور سرعت کو س فرض کرو ∴ ا س : اع :: اع یعنی ح : س :: س : قطر یعنی ح = س۲/قطر یعنی جاذبہ س۲/نصف قطر کی نسبت پر بدلے گی اور دائرے پر حرکت میں جاذبہ و نافرہ برابر ہوتی ہیں اور ایک دائرے میں نصف قطر کی قیمت محفوظ ہے لہذا جاذبہ و نافرہ مربع سرعت کی نسبت بدلیں گی مثلاً ڈور میں گیند باندھ کر گھماؤ جب سرعت دوچند ہوگی ڈور پر زور چہار چند ہوگا تو ڈور یعنی جاذبہ کی مضبوطی بھی چہار چند ہونی چاہئے۔

اقول یہ سب تلبیس و تدلیس ہے۔

اوّلاً اس جاذبیت تھی کہ سہم قوس اع ہے اور اب واقعیت کے مساوی س ع جیب قوس مذکور ہے اور جیب سہم سوا ربع دو رو سہ ربع دور کے کبھی مساوی نہیں ہو سکتے ربع اول و چہارم میں ہمیشہ جیب بڑی ہوگی اور دوم و سوم میں ہمیشہ سہم اور بوجہ صغر قوس قلت تفاوت کا عذر مردود ہے۔

ثانیاً اب دافعیت نہیں بلکہ وہ مسافت جس تک اس دفع کے اثر سے جاتا خود بھی اسے دلیل نافرہ کہا یہاں دافع کہا جب اتنا اثر ہے تو جاذبہ کے تجاذب سے اگر گھٹے نہیں تو بڑھنا کوئی معنیٰ ہی نہیں رکھتا تو جسم یہاں اسی قدر مسافت پر جا سکتا ہے۔ وہ قوس اع رکھی پھر وتر اع تو واجب کہ اب و اع یعنی جیب وتر مساوی ہوں اور یہ قطعاً ہمیشہ محال ہے اس ع قائم الزاویتین آ و د دونوں قائمے ہوئے یا قائمہ مساوی حادہ اور عذر صغر پہلے رد ہو چکا۔

ثالثاً اس سہم و اع وتر بھی مساوی ہوگئے اور یہ بھی محال ہے اب مثلث اس ع قائم الزاویہ مختلف الاضلاع ہوگیا اور قائمہ ۶۰ درجے کا رہ گیا اور ایک ثانیہ ۱۸۰ درجے ایک ثانیہ یہ ہوا کہ س ع[ع۵] محیطیہ ایک ثانیہ پر پڑا ہے اور س اع محیطیہ ایک ثانیہ کم نصف دور پر اور دونوں مساوی ہیں کہ دونوں کے وتر

ع۵ تو یہ نصف ثانیہ ہوا اور س اع ۹°۸۹۵۹۵ گ ۰۰ ثگ اور دونوں مساوی ہیں اور نسبت اضعاف مثل نسبت انصاف ہے (اقلیدس ۵ مقالہ شکل ۱۵) تو ایک ثانیہ ۹°۷۱۹۵ ۹ ھ کے برابر ہوا، یعنی ۱ = ۶۴۷۹۹۹ ۶۴۷۹۹۸ یہ ہیں تحقیقات جدیدہ ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

مساوی ہیں (مامونی) تو دونوں قوسیں مساوی ہیں (مقالہ ۳ شکل ۲۵) بالجملہ اس پر بے شمار استحالے ہیں۔

سابعًا یہ ضرور ہے کہ مہندسین نہایت صغیر قوسوں میں اُن کے وتر اُن کی جگہ لے لیتے ہیں جیسے اعمال کسوف وخسوف میں، مگر اسے تو حکم عام دینا ہے، ہر جگہ یہ ٹٹو کیسے چلے گا، دیکھو نصف دور ۱۸۰ درجے محیطیہ ہے اور اس کا وتر کہ قطر ہے صرف ۱۲۰ درجے، وہ بھی قطریہ کہ محیطیہ کے ۱۱۵[1] سے بھی کم ہوئے فرض کرو قوس اء ۶۰ درجے ہے تو درجات قطریہ سے اس سہم صرف ۳۰ ہے اور سء جیب تقریبًا ۵۲[2] آء قوس تقریبًا ۶۲[3] مجنون ہے جو اُن سب کو مساوی کہے۔

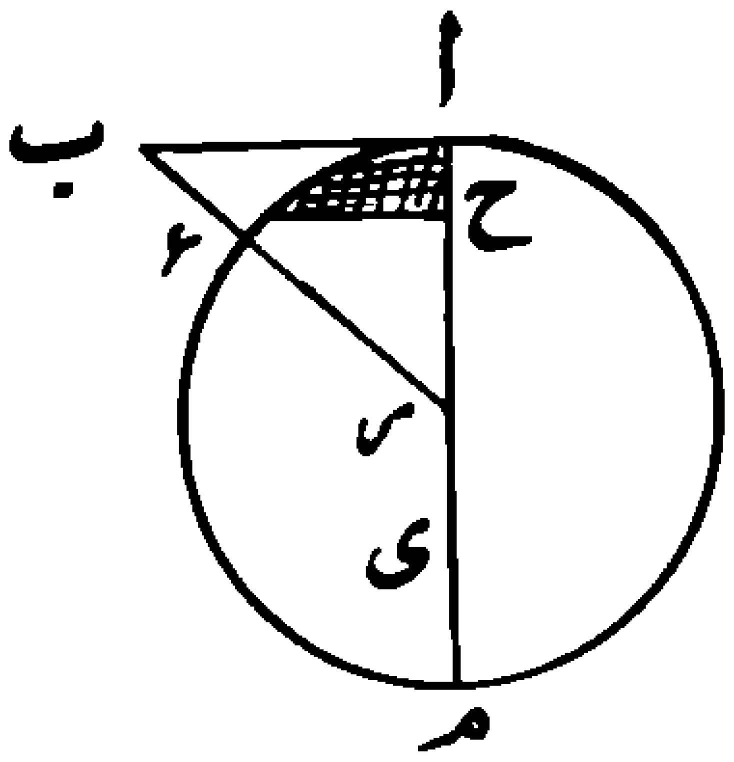

خامسًا تساوی قوتین پر شکل وہ نہ ہوگی بلکہ یہ اب دلیل واقعہ ہے آ کو مرکز مان کر بُعد اب پر قوس ب س کھینچی جس نے محیط کو ء پر قطع کیا اور قطر کو س پر تو اء مسافت واثر دافعیت ہوئی اور اس اثر جاذبیت اب اس سہم قوس اء نہیں بلکہ اس کا سہم اح ہے بحکم شکل مذکور اقلیدس اح بحسب مربع اء بدلے گا نہ کہ جاذبیت اس۔

سادسًا دعوٰی میں جاذبہ نافرہ دونوں تھیں اور بغرض باطل اس دلیل سے ثابت ہوا تو جاذبہ کا بحسب مربع مسافت بدلنا جسے بنا دانی مربع سرعت کہا سرعت مسافت نہیں بلکہ مسافت مساویہ کو زمانہ اقل میں قطع کرنا نافرہ کے دعوے کو تساوی جاذبہ و نافرہ پر حوالہ کیا اور اسے خود شکل میں بگاڑ دیا کہ جاذبہ سہم رکھی اور دافعہ جیب، بلکہ وتر، بلکہ قوس۔ اہلِ انصاف دیکھیں یہ حالت ہے ان کی اوہام پرستی کی، اپنے باطل خیالات کو کیسا زبردستی برہان ہندسی کا لباس پہنا کر پیش کرتے ہیں۔

(۱۴) ہر دائرے میں جاذبہ ہو یا نافرہ بحسب نصف قطر[4] بہ مربع زمانہ دورہ ہے اس[5] سے معلوم ہو سکتا ہے کہ آفتاب جو زمین کو کھینچتا ہے اور زمین قمر کو ان دونوں کششوں میں کیا نسبت ہے نصف قطر مدار قمر کو ایک فرض کریں تو نصف قطر مدار زمین ۴۰۰ ہوگا اور اس کی مدت دورہ ۲۷،۳۲۵ ۶ دن ہے اور اس کی

---

[1] یعنی ۱۱۴ درجے ۳۵ دقیقے ۲۹ ثانیے ۳۶ ثالثے ۴۷ رابعے ۱۲ منہ غفرلہ

[2] یعنی ۵۱ درجے ۵۰ دقیقے ۴۱ ثانیے ۲۹ ثالثے ۱۴ رابعے ۱۲ منہ غفرلہ

[3] یعنی ۶۲ درجے ۴۹ دقیقے ۵۴ ثانیے ۴۰ ثالثے ۴۴ رابعے ۱۲ منہ غفرلہ

[4] ص ۱۰۴ ۱۲

[5] ص ۲۰۹ ۱۲

Marfat.com

۳۶۵،۲۵ دن :: انجذاب قمر بہ شمس : انجذاب قمر بہ ارض :: $(\frac{1}{۲۷،۳۲})^۲ : (\frac{1}{۳۶۵،۲۵})^۲$ :: ۱ : ۲،۲ یعنی شمس اگرچہ دُور ہے قمر کو $۲\frac{۱}{۵}$ زمین سے زیادہ کھینچتا ہے انتہی۔

اقول منتسبین بدل گئے یوں کہنا تھا کہ انجذاب قمر بہ ارض : انجذاب قمر بہ شمس :: الخ اور اختصار میں $۲\frac{۱}{۴}$ چاہئے تھا کہ حاصل ۲،۲۲۷ ہے کہ ربع سے قریب ہے پھر بفرضِ صحت اس سے ثابت ہوتی تو وہ نسبت جو قمر کو زمین اور زمین کو شمس کی کشش میں ہے جیسا کہ ابتداءً دعوٰی کیا تھا اور نتیجہ میں رکھی وہ نسبت جو قمر کو کششِ زمین و شمس میں ہے خیر اسے کہہ سکیں کہ بوجہ قلت[۱] تفاوت دورہ و بُعدِ زمین دورہ و بعد قمر رکھا مگر اس کے بیان میں اس دلیل کا مبنٰی یہی قاعدہ نمبر ۱۴ ہے اور اس کا مبنٰی قاعدہ نمبر ۱۳ جس کے شدید البطال ابھی سُن چکے۔

(۱۵) وزن[۲] جذب سے پیدا ہوتا اور اس کے اختلاف سے گھٹتا بڑھتا ہے اگر جسم[۳] پر جذب اصلاً نہ ہو یا سب طرف سے مساوی ہونے کے باعث اس کا اثر نہ رہے تو جسم میں کچھ وزن ہوگا ہم اگر مرکز زمین پر چلے جائیں تمام ذراتِ زمین ہم کو برابر کھینچیں گے اور اثر کشش جاتا رہے گا ہم بے وزن ہوجائیں گے۔

اقول یہ نری بے وزن بدیہی البطلان بات کہ جسم میں خود کچھ وزن نہیں جذب سے پیدا ہوتا ہے ہیأت جدیدہ کی کثیر تصریحات سے واضح و آشکار ہے ا کثافت[۴] عطارد سونے کے قریب زمین سے دو چند ہے مگر اس کے صغر کے سبب اس کی جاذبیت جاذبیت زمین کی $\frac{۲}{۵}$ ہے اسی نسبت سے اوزان اس کی سطح پر گھٹتے ہیں جو چیز زمین پر من بھر ہے عطارد پر رکھ کر تولیں تو صرف چوبیس[۲۴] سیر ہوگی۔ ب سطح[۵] آفتاب پر جسم کا وزن سطح زمین سے ۲۸ گنا ہوتا ہے یعنی یہاں کا من وہاں کا ٹن ہوجائے گا وہاں کا ٹن یہاں من رہے گا اس کا رد فصل ۲ رد ۱۴ سے روشن ہوگا، ج جو چیز[۶] سطحِ زمین سے تین ہزار چھ سو رطل کی ہے کہ اُس کے بُعد مرکز سے بقدر نصف قطر زمین ہے اگر سطح زمین نصف قطر کی دُوری پر رکھیں ۹ سو رطل رہ جائے گی اور پورے قطر کے بُعد پر چار ہی سو اور ڈیڑھ قطر کے فاصلے پر سوا دو سو اور دو قطر کے فصل پر ایک سو چالیس ہی رطل رہے گی کہ مربع بُعد جتنے بڑھتے ہیں جاذبیت اتنی ہی کم ہوتی ہے تو لیا ہی وزن گھٹتا جائے گا یعنی ساڑھے چار قطر کے بُعد پر ۱۳۶ ہی رطل رہے گا اور ساڑھے پانچ پر صرف ۲۵، اور ساڑھے نو پر ۹ ہی رطل، اور ساڑھے چودہ پر چار رطل، اور ساڑھے اُنتیس

---

[۱] کما قال فی اول ھذہ النمرۃ ۲۰۹ ان القمر یدور حول الشمس علی معدل بعد الارض و فی نفس مدۃ دوران الارض حولھا الخ ۱۲ منہ۔

[۱] ط ص ۱۰ ۱۲ — [۲] ط ص ۸۳ ۱۲ — [۳] ص ۲۷۶ ۱۲

[۴] ص ۱۳۲ — [۵] ح ص ۳۸

پر ایک ہی رطل رہے گا، تین ہزار پانچ سو ننانوے رطل اُڑ جائیں گے وعلیٰ ہٰذا القیاس ۶ زمین[1] پر خطِ استوا کے پاس شئے کا وزن کم ہوگا اور جتنا قطر کی طرف ہٹو بڑھتا جائے گا کہ خطِ استوا کے پاس جاذبیت کم ہے اور قطب کے پاس زیادہ۔ ولیم ہرشل[2] نے کہا نجمات پر یعنی مریخ و مشتری کے درمیان آدمی ہو تو ساٹھ فٹ اونچا بے تکلف جست کر سکے۔

اقول تو یورینس پر جاکر تو خاصا پکھیرو ہو جائے گا جدھر چاہے اُڑتا پھرے گا۔ پھر کہا اور ساٹھ فٹ بلندی سے اُن پر گرے تو اس سے زیادہ ضرر نہ دے جتنا ہاتھ بھر بلندی سے زمین پر گرنا۔

اقول تو نیپچون پر جاکر تو رُوئی کا گالا ہو جائے گا کہ ہزاروں گز بلندی سے سخت پتھر پر گرے کچھ ضرر نہ ہوگا۔ یہ ہیں ان کی خیال بندیاں، اور اُنھیں ایسا بیان کریں گے گویا عطارد و آفتاب پر کچھ رکھ کر تول لائے ہیں نجمات پر بیٹھ کر کود آئے ہیں، ان تمام خرافات کا بھی ماحصل وہی ہے کہ جسم میں فی نفسہٖ کوئی وزن نہیں ورنہ ہر کُرے ہر مقام ہر بُعد پر محفوظ رہتا جاذبیت کی کمی بیشی سے صرف اس پر زیادت میں کمی بیشی ہوتی، ظاہر ہے کہ جو کچھ بھی وزن مانو اس سے زیادہ بُعد پر بقدر مربع بُعد گھٹے گا اور بُعد ہیأت[3] جدیدہ میں غیر محدود ہے تو کمی بھی غیر محدود ہے۔ پہاڑ کا وزن[4] رائی کے دانے کا ہزارواں حصہ رہے گا پھر اس پر بھی نہ رُکے گا تو کوئی وزن کہیں محفوظ نہیں جسے اصلی ٹھہرائیے مگر اس جری بہادر ط نے اسے اور بھی کُھلے لفظوں میں کہہ دیا اس کی عبارت یہ ہے جس سبب سے کہ چیزیں زمین پر گر پڑتی ہیں اُسی سبب سے اُن میں وزن بھی پیدا ہوتا ہے یعنی کششِ ثقل ان کو بھاری کرتی ہے بوجھ اشیاء میں موافق مقدار کشش کے ہوگا۔ یہ ہے فلسفہ جدیدہ اور اس کی تحقیقات ندیدہ کہ پہاڑ میں آپ کچھ وزن نہیں وہ اور رائی کا ایک دانہ ایک حالت میں ہیں۔

اقول حقیقتِ امر اور اختلافِ جذب سے اُن کے دھوکے کا کشف یہ ہے کہ ہر جسم ثقیل یقیناً اپنی حد ذات میں وزن رکھتا ہے۔ پہاڑ اور رائی ضرور مختلف ہیں، شئے میں جتنا وزن ہو اس کے لائق دباؤ ڈالے گی پھر اگر اُس کے ساتھ کوئی جذب بھی شریک کرو تو دباؤ بڑھ جائے گا اور جتنا جذب بڑھے، اور بڑھے گا بیس سیر کا پتھر آدمی سر پر رکھے وہ دبائے گا اور اس میں رسیاں باندھ کر دو آدمی نیچے کو زور کریں دباؤ بڑھے گا۔ چار آدمی چاروں طرف سے کھینچیں اور بڑھے گا لیکن جذب کی کمی بیشی اصل وزن پر کچھ اثر نہ ڈالے گی جذب کم ہو

---

[1] ط ص ۸۳ ۱۲ [2] ص ۲۹۰ ۱۲ [3] دیکھو ۲۶ ۱۲

[4] **اقول** بعد دیگر سیارۂ دیگر کے جذب سے اور وزن ہلکا ہوگا زمین کے خلاف جہت کھینچا اور بالفرض غلط ہو بھی تو کام نہ دے گا کہ وہ بھی عارضی ہوا کلام وزن اصلی میں ہے ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

یا زائد یا اصلاً نہ ہو وہ بدستور رہے گی، ہاں اگر اوپر کی جانب کوئی جاذب یا چاری کی طرح اُدھر سے سہارا دے یا کمانی کی لچک کی طرح اُوپر اُچھالے تو اِن صورتوں میں وزن کا احساس کم ہوگا یا اصلاً نہ ہوگا فی نفسہٖ وزن اصلی اب بھی برقرار رہے گا مگر جذب زیریں کی کمی یا نفی احساس اصلی میں بھی فرق نہیں کر سکتی کہ نیچے جذب نہ ہونا نہ اوپر کو کھینچتا ہے نہ سہارا نہ اُچھال تو اصلی وزن کا دباؤ کم ہونا محال۔ بالجملہ جذب مؤید تھا نہ کہ مولد، لیکن انھوں نے جذب کو وزن کا مولد مانا اور واقعی اُن کو اس مکابرے کی ضرورت ہے کہ وزن ذاتی میل طبعی کو ثابت کرے گا اور اس کا ثبوت جاذبیت کا خاتمہ کر دے گا کما سیأتی (جیسا کہ آئے گا۔ ت) اور اس کے ختم ہوتے ہی ساری ہیأتِ جدیدہ کی عمارت ڈھہ جائے گی کہ اس کی بنیاد کا یہی ایک پتھر ہے تو قطعاً اس کا مذہب یہی ہے جیسا کہ اُس کی تصریحاتِ کثیرہ سے آشکار۔ نیوٹن کا قول نمبر ۸ جسے مانتا ہو پہلے ہیأتِ جدیدہ کا سارا دفتر اور خود نیوٹن کے قواعد جاذبیت سب دریا بُرد کر دے ظاہراً وہ نیوٹن نے ۱۶۶۵ء سے پہلے کہا ہو جب تک سیب نے گر کر جاذبیت نہ سمجھائی تھی اور اسی پر نادانستہ نمبر ۲ مبنی ہوا بہرحال کچھ ہو ہم سب ان کی ان تصریحات متنا قصہ سے کام لے سکتے ہیں کہ انھیں کے اقوال ہیں لیکن ان کو اس نمبر ۵ اسے کوئی مفر نہیں وہ ہیأت جدیدہ کی بنی رکھنی چاہیں تو اس کے ماننے پر مجبور ہیں کہ کسی جسم میں خود کوئی وزن نہیں بلکہ جذب سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ بات خوب یاد رکھنے کی ہے کہ آیندہ دھوکا نہ ہو ہم اس پر اُس سے زیادہ کیا کہیں جو کہہ چکے کہ یہ بداہتہً باطل ہے، ہاں وہ جو گردوں پر اختلافِ وزن بتایا ہے اس سے سہل تر انھیں بتا دیں۔

فاقول ہیأت جدیدہ سے کہئے کیوں خط استوا سے قطب تک دوڑے یا عطارد و آفتاب تک پھلانگتی پھرے اس کا زعم سلامت ہے تو خود اس کے گھر میں ایک ہی جگہ رکھے رکھے شئے کا وزن گھٹتا بڑھتا رہے گا آج سیر[۱] بھر کی ہے کل سوا سیر ہو جائے گی پرسوں تین پاؤ رہ جائے گی پھر ڈیڑھ سیر ہو جائے گی، کوئی عاقل بھی اس کا قائل ہے وجہ یہ کہ سیارات و اقمارات و نجیمات (وہ مشابہ سیارہ سوا سو سے زائد اجرام کہ مریخ و مشتری کے درمیان ابھی انیسویں صدی میں ظاہر ہوئے ہیں جن میں جونو و وسطا و سیرس و پلاس زیادہ مشہور ہیں) اگرچہ کثافت و بُعد میں مختلف ہوں جاذبیت رکھتے ہیں اور قطعاً مجموعہ تفاضل کے برابر نہیں ہو سکتا، اب جس وقت ان کا اجتماع زمین کی جانب مقابل ہو کہ شئے اُن کے اور زمین کے بیچ میں ہو تو زمین کی جاذبیت تو شئے میں وزن پیدا کرے گی اور ان سب کی جاذبیت کہ جانبِ مخالف ہے ہلکا کرے گی، غلبۂ جذب زمین کے باعث وزن بقدر تفاضل رہے گا اور جب اُن کا اجتماع زمین کے اس طرف ہو کہ شئے

---

[۱] یہ مدت و مدت تنظیر ہے نہ کہ تحدید ۱۲ منہ غفرلہٗ

Marfat.com

سے زمین اور وہ سب ایک طرف واقع ہوں تو وہ اور زمین سب کی مجموعی جاذبیت اس میں وزن پیدا کرکے بہت بھاری کردے گی اور جب کچھ اِدھر کچھ اُدھر ہوں وزن بین بین ہوگا جو ہر اختلاف اوضاع پر بدلے گا اگر کہئے اختلافِ وزن کیونکر معلوم ہو سکے گا، جس چیز سے تولا تھا وہ بھی تو اُتنی ہی بھاری یا ہلکی ہوجائے گی۔

اقول قطب وخطِ استوا پر اختلافِ وزن کیونکر جانا، اب کہو گے سا قول سے، ہم کہیں گے یہاں بھی اُسی سے۔

(۱۶) ہر شبانہ روز[1] میں دو بار سمندر میں مد وجزر ہوتا ہے جسے "جوار بھاٹا" کہتے ہیں۔ پانی گزوں یہاں تک کہ خلیج فونڈی[2] میں نیز شہر برستول کے قریب جہاں نہر سفرن سمندر میں گرتی ہے ستر فٹ تک اونچا اُٹھتا پھر بیٹھ جاتا ہے اور[3] جس وقت زمین کے اس طرف اٹھتا ہے ساتھ ہی دوسری طرف بھی یعنی قطر زمین کے دونوں کناروں پر ایک ساتھ مد ہوتا ہے یہ جذب قمر کا اثر ہے ولہذا[4] جب قمر نصف النہار پر آتا ہے اس کے چند[5] ساعت بعد حادث ہوتا ہے آفتاب کو بھی اس میں دخل ہے[6] ولہذا[7] اجتماع ومقابلہ نیرین کے ڈیڑھ دن بعد سب سے بڑا مد ہوتا ہے مگر اثر شمس بہت کم ہے، حدائق النجوم[8] میں جذب قمر سے ۲/۱ کہا اصول ہیأت[9] میں ۲/۵ یا ۲۳/۵۸ جاڑوں میں[10] صبح کا مد شام کے مد سے زیادہ بلند ہوتا ہے اور گرمیوں میں بالعکس چھوٹے[11] سمندروں اور بڑی نہروں اور اُن پانیوں میں جن کو خشکی محیط ہے جیسے دریائے قزبین و دریائے ارال و بحر متوسط و بحر بالطیق و جیحوں و سیحون وگنگ و جمن وغیرہ میں نہیں ہوتا۔

اقول مد کا جذب قمر سے ہونا اگرچہ نہ ہم کو مضر نہ اس کا انکار ضرور، مگر بر سبیل ترک ظنون وطلب تحقیق وہ بوجوہ مخدوش ہے: **وجہ اول**: چاند تو زمین کے ایک طرف ہوگا دوسری طرف پانی کس نے کھینچا، یہ تو جذب

ع‌ ص ۲۶۳ میں ۲۴ گھنٹے ۵۰ منٹ کہے نیز ص ۲۷۳ و ح ص ۲۰۷ میں ۲۴ ت ۴۸ ط ص ۱۰۶ ۲۴ ت ص ۱۰۹ ۲۴ ت ۵۴ تعریبات شافیہ جز ثانی ص ۳۸ ۲۴ ت ۱ء۵ جغرافیا طبعی ص ۱۹ ۲۴ ت ۵۴ بہرحال ہر یوم قمری میں دو مد ہیں یونہی جزر۔ ۱۲ منہ غفرلہ۔

[1] ص ۲۷۲/۱۲ [2] ص ۲۶۳ ح ص ۲۰۵،۲۰۶ ط ص ۱۰۶،۱۰۷

[3] ص ۲۶۵ ح ص ۲۰۵ ط ص ۱۰۹

[4] حدائق النجوم ص ۲۰ میں اس کی اصل مقدار تین گھنٹے بتائی اگرچہ عوارض خارجیہ سے تفاوت ہوتا ہے۔

[5] ص ۲۶۷ [6] شافیہ جلد دوم ص ۳۹ [7] ص ۲۰۵ و ص ۲۰۶ [8] ص ۲۶۶

[9] ح ص ۲۰۷ [10] ص ۲۶۳ و ص ۲۷۰ و ص ۲۷۲ ح ص ۲۰۷۔

Marfat.com

نہ ہوا دفع ہُوا۔ اصول[1] علم الہیات وغیرہ سب میں اس کا یہ جواب دیا کہ بعید پر جذب کم ہوتا ہے سمتِ مواجہ قمر میں پانی قمر سے قریب اور زمین بعید ہے، لہذا اس پانی پر زمین سے زیادہ جذب ہوا اور بہ نسبت زمین کے چاند سے قریب تر ہوگیا یوں ارتفاع ہوا اُدھر کا پانی قمر سے بعید اور زمین سے قریب ہے، لہذا زمین پر پانی سے زیادہ جذب ہُوا اور اُدھر کا حصہ زمین چاند سے بہ نسبت آب[2] قریب تر ہوگیا تو وہ پانی مرکز زمین سے دُور ہوگیا اور مرکز زمین سے دُوری بلندی ہے اُدھر لُوں ارتفاع ہُوا۔

اقول اوّلاً جس طرح قرب و بُعد سے اثر جذب میں اختلاف ہوتا ہے یونہی مجذوب کے ثقل و خفت سے بھاری چیز کم کھینچے گی اور ہلکی زیادہ سمت مقابل کا پانی بہ نسبت زمین کیا ایسا بعید ہے کہ زمین سے متصل ہے اور سمندر کی گہرائی زیادہ[3] سے زیادہ پانچ میل بتائی گئی ہے قمر کا بُعد اوسط ۲۳۸۸۳۳ میل ہے اور زمین کا قطر معدل ۷۹۱۳ میل تو اس جانب کے اجزائے ارضیہ کا قمر سے بُعد ۲۴۶۷۴۶ میل ہوا اس کثیر بُعد پر چار پانچ میل کا اضافہ ایسا کیا فرق دے گا لیکن پانی بہ نسبت زمین بہت ہلکا ہے زمین کی کثافت پانی سے چھ گُنی کے قریب ہے یعنی ۵٫۶۷[4] تو اگر تفاوت بُعد اس کے جذب میں کچھ کمی کرے تفاوت ثقل اس کمی پر غالب آئے گا یا نہ سہی پوری تو کر دے گا۔ اور زمین و آب پر جذب یکساں رہ کر پانی زمین سے ملا ہی رہے گا تو مد نہ ہوگا بخلاف سمتِ مواجہ قمر کہ ادھر کا پانی قرب و لطافت دونوں وجہ کا جامع ہے تو اسی طرف مد ہونا چاہئے۔

ثانیاً نمبر ۸ میں آتا ہے ہوا و آب و خاک مجموعہ تمہارے نزدیک کُرۂ زمین ہے اور قمر مجموع کو جذب کر رہا ہے تو سب ایک ساتھ اُٹھیں نہ کہ ادھر کا پانی زمین کو چھوڑ جائے اور ادھر کی زمین پانی کو چھوڑ آئے، دیکھو تمہارے زعم میں جذبِ شمس سے زمین گھومتی ہے تو تینوں جز خاک و آب و باد کو ایک ساتھ یکساں متحرک مانتے ہو نہ کہ سب ایک دوسرے سے جدا ہو کر چلیں۔

---

[1] ص ۲۶۴ ط ص ۱۰۷ ح ص ۲۰۵ و ص ۲۰۶ ص ۵۲ اس کے اخیر میں اُسے جاہلانہ بیان کیا اور ط میں متحیرانہ اقرار کرکے کہ اس کا بیان بہت پیچیدہ ہے اور بات صاف نہ کہہ سکا، ح کا کلام بھی مضطرب و مشتبہ سا رہا، ص نے صاف بیان کیا لہذا ہم نے اُسی سے نقل کیا ۱۲ منہ غفرلہ

[2] نظارہ عالم میں براہِ جہالت اُسے یُوں لکھا کہ دوسری جانب کا پانی بُعد کے باعث ساکن رہتا ہے لیکن زمین جو اس پانی کے اندر ہے کھینچتی ہے۔

[3] جغرافیہ طبعی ص ۱۹ - ۱۲

[4] حدائق میں گزرا ۳ گھنٹے بعد۔

Marfat.com

ثالثاً اگر ایسا ہوتا سمت مواجہ کی ہوا پر قمر کا جذب اُدھر کے پانی سے بھی زائد ہوتا کہ اقرب بھی اور الطف بھی، اور اُدھر کی ہوا کو تمھارے زعم باطل پر اُدھر کا پانی چھوڑ آتا جس طرح اُس پانی کو اُدھر کی زمین چھوڑ گئی تو لازم تھا کہ مد کے وقت دونوں طرف نہ سطحِ زمین پر پانی ہوتا نہ سطحِ آب پر ہوا، بلکہ ہر دو کے بیچ میں خلا ہونا، یہ بداہتہً باطل ہے، اطراف کے پانی کا آکر اس جگہ کو بھرنا کیوں یہ حرکت نہ اُن پانیوں کے مقتضائے طبع ہے نہ زمین کا اثر نہ استحالہ خلا کی ضرورت، نمبر ۲۵ میں آتا ہے کہ خلا تمھارے نزدیک محال نہیں، پھر بلا وجہ اور پانی کیوں چل کر آئیں گے۔

وجہ دوم: کششِ قمر سے مد ہوتا تو اُس وقت ہوتا جب قمر عین نصف النہار پر سیدھے خطوں میں پانی کو کھینچتا ہے لیکن پانی وہاں کا اٹھتا ہے جہاں نصف النہار سے گزرے قمر کو گھنٹے[1] ہو چکتے ہیں۔ اصول ہیأت میں اس کے دو حیلے گھڑے، ایک پانی کا سکون اسے فوراً جذب قبول نہیں کرنے دیتا انتہی یعنی جسم میں حرکت سے انکار ہے حتی الامکان محرک کی مقاومت کرے گا اس لئے پانی فوراً نہیں اُٹھتا۔

اقول اوّلاً قمر صرف سیدھے خط پر کھینچتا ہے یا ترچھے پر بھی، بر تقدیر اول کس قدر باطل صریح ہے کہ جس وقت جذب ہو رہا تھا پانی نہ ہلا' جب جذب اصلاً نہ رہا گزوں اُٹھا یعنی وجود مسبب وجود سبب سے نہیں ہوتا بلکہ سبب معدوم ہونے کے گھنٹوں بعد۔ بر تقدیر ثانی قمر جس وقت افق شرقی پر آیا اُس وقت سے اس پانی کو کھینچ رہا تھا تو ٹھیک دوپہر کو اُٹھنا فوراً اثر قبول کرنا نہ تھا بلکہ چھ گھنٹے بعد عجب کہ دوپہر کامل جذب ہوا اور وہ بھی اس طرح کہ ہر لمحہ پہلے سے قوی تر ہوتا جائے یہاں تک کہ نصف النہار پر غایت قوت پر آئے اور پانی کو اصلاً خبر نہ ہو جب جذب ضعیف پڑے اور آناً فاناً زیادہ ضعیف ہوتا جائے تو گھنٹوں کے بعد اب اثر پیدا ہوا اور یہیں سے حدائق النجوم کے جواب کا رد ہو گیا کہ امتدادِ سبب اشتدادِ سبب سے زیادہ مؤثر ہے۔

اقول ہاں گرمی کے سہ پہر کو دوپہر سے زیادہ گرمی ہوتی ہے جاڑے کی سحر کو شب سے زیادہ سردی ہوتی ہے مگر زیادت کا فرق ہوتا ہے نہ یہ کہ مدتِ مدید تک بڑھتا ہوا اشتداد امتداد رکھے اور اثر اصلاً نہ ہو جب وقتاً فوقتاً بڑھتے ہوئے ضعف کا امتداد ہو اس وقت آغاز اثر ہو یعنی جون، جولائی کی دوپہر کو اصلاً گرمی نہ ہو تیسرے پہر کو پیدا ہو۔ دسمبر، جنوری کی آدھی رات کو سردی نام کو نہ ہو سحر کے وقت شروع ہو، ایسا الٹا اثر ہیأتِ جدیدہ میں ہوتا ہو گا۔

ثانیاً محرک کی قوت اگر جسم پر غالب نہ ہو اصلاً حرکت نہ کرے گا من بھر کے پتھر میں رسّی باندھ کر

---

[1] ص ۲۶۶

ایک بچہ کھینچے کبھی نہ کھینچے گا اور اگر اس درجہ غالب ہو کہ اسے تابِ مقاومت نہ ہو فوراً متحرک ہوگا مزاحمت کا اثر اصلاً ظاہر نہ ہوگا جیسے ایک مرد گیند کو کھینچے اور اس کی مقاومت اس کی قوت کے سامنے قیمت رکھتی ہے تو البتہ فوراً اثر نہ ہوگا اسے قوت بڑھانی پڑے گی زیادت قوت کے وقت اثر ہوگا نہ یہ کہ منتہائے قوت تک زور کر کے تھک جائے اور نہ ملے اب کہ ضعیف زور رہ جائے اور لحظہ بہ لحظہ گھٹتا جائے تو اس گھٹی ہوئی قوت کو مانے۔ پانی کی مقاومت قمر کی قوت کے آگے اول تو قسم دوم کی ہونی چاہئے جو ساری زمین کو کھینچ لے جاتا ہے اس کے سامنے اتنا پانی ایسا کتنے پانی میں ہے کہ گھنٹوں نام کو نہ ملے اور نہ سہی قسم سوم ہی مانئے تو انتہائے قوت کے وقت اثر ظاہر ہونا تھا نہ کہ تھک رہنے کے بعد مری ہوئی طاقت سے۔

ثالثاً جب پانی اتنی مقاومت کرے واجب ہے کہ زمین اس سے بدرجہا زائد مزاحم ہو تو جس وقت پانی اثر لے زمین اس سے بہت دیر بعد متاثر ہو، اور اس طرف کے پانی کا اٹھنا خود نہ تھا بلکہ زمین کے اُٹھنے سے تو واجب کہ ادھر کے پانی میں جب مد ہو اُدھر کے پانی میں سکون ہو اُدھر کے پانی میں مدتوں بعد جب زمین اثر مانے مد ہو اُس وقت اِدھر کے پانی میں کب کا ختم ہو چکا ہو حالانکہ دونوں طرف ایک ساتھ ہوتا ہے۔

سابعاً رات دن میں دو ہی مد ہوتے ہیں اب لازم کہ چار ہوں دو پانی کے اپنے اور دو جب زمین متاثر ہو کر اُٹھے۔

خامساً جانب مواجہ قمر میں چار مد ہوں اور طرف مقابل میں دو کہ باتباع زمین ہیں اور اس کے دو ہی تھے۔ غرض یہ لوگ اپنے اوہام بنانے کے لئے جو چاہیں مُنہ کھول دیتے ہیں، اس سے غرض نہیں کہ اوندھی پڑے یا سیدھی، اور پڑتی اوندھی ہی ہے - حیلہ دوم قعر دریا میں اور کناروں پر پانی کی حرکت بھی اثر جذب میں دیر کی معین ہوتی ہے۔

اقول سمندر کے قعر میں پانی کی حرکت کیسی، سمندر میں نہروں کا سا ڈھال نہیں، ولہذا دھار نہیں، نہ قعر میں ہوا ہے نہ اُوپر کی ہوا کا اثر قعر تک پہنچتا ہے کیسی ہی آندھی ہو سو فٹ کے بعد پانی بالکل ساکن رہتا ہے [1] کناروں کی حرکت ہوا سے ہے جہاتِ اربعہ سے ایک جہت مثلاً مشرق کو حرکت قمر کی طرف حرکتِ صاعدہ کے لئے کیا منافی ہے کہ تاخیر اثر میں معین ہو گی دیکھو تمھارے نزدیک زمین مشرق کو جاتی ہے اور اسی آن میں جذب شمس سے مدار پر چڑھتی ہے دونوں حرکتیں ایک ساتھ ہوتی ہیں۔

---

[1] تعریبات شافیہ جزء ثانی ص ۳۸ ۱۲

Marfat.com

وجہ سوم: کشش ماہ سے مد ہوتا تو چھوٹے پانیوں میں کیوں نہیں ہوتا، چاند جس پانی کے سامنے آئیگا اسے کھینچے گا اس کے جواب میں اصول الہیأت نے تو ہتھیار ڈال دیئے، کہا یہ کسی مقامی سبب سے ہے۔

اقول یہی کہنا تھا تو وہاں کہنا چاہئے تھا کہ جذر و مد کا کوئی مقامی سبب ہے جس کے سبب یہ قاہر ایراد نہ ہوتے۔ حدائق النجوم نے اس پر دو مہمل حیلے تراشے، یکم مد کے لئے اجزائے آب کا اختلاف چاہئے کہ بعض کو قمر کھینچے بعض کو نہیں تو جسے کھینچا وہ اٹھتا معلوم ہو یہ پانی چھوٹے ہیں قمر جب ان کی سمت الراس پر آتا ہے سارے پانی کو ایک ساتھ کھینچتا ہے لہذا مد نہیں ہوتا۔

اقول اولاً جہالت ہے اگر سارا پانی ایک ساتھ اٹھے تو کیا اس کا بڑھنا اور کناروں پر پھیلنا اور پھر گھٹنا اور کناروں سے اُتر جانا محسوس نہ ہوگا، عقل عجب چیز ہے۔

ثانیاً تمھارے نزدیک تو قمر سارے کرۂ زمین کو کھینچتا ہے نہ کہ بڑے سمندر میں ایک حصہ آب کو کھینچے باقی کو نہیں۔ کچھ بھی ٹھکانے کی کہتے ہو، حیلۂ دوم قمر کی قوت تاثیر صرف اس وقت ہے کہ نصف النہار پر گزرے اور وہ تھوڑی دیر تک ہے یہ پانی کم پھیلے ہوئے ہیں ان کی سمت الراس سے قمر جلد گزر جاتا ہے لہٰذا اثر نہیں ہونے پاتا۔

اقول بڑے سمندروں میں قمر سمت الراس پر بدرجۂ اولیٰ نہ ہوگا بلکہ مختلف حصّوں پر مختلف وقتوں میں آئے گا اور ہر حصّے سے اُتنا ہی جلد گزر جائے گا جتنا جلد چھوٹے سمندروں سے گزرا تھا تو چاہئے کہیں بھی مد نہ ہو اور اگر قبل و بُعد کے ترچھے خطوط پر جذب یہاں کام دے گا تو وہاں کیا نصف النہار سے گزر کر جذب نہیں ہوتا طلوع سے غروب تک ترچھے خطوط پر برابر پانی کو جذب کرتا ہے تو سب میں مد لازم حتّٰی کہ جھیلوں تالابوں بلکہ کونڈے کے پانی میں جبکہ طلوع قمر سے غروب تک کھُلے میدان میں رکھا ہو۔

وجہ چہارم: سوائے وقت اجتماع و مقابلہ پانی پر نیرین کا گزر ہر روز جُدا ہوتا ہے کیا آفتاب پانی کو جذب نہیں کرتا حالانکہ وہ حرارت اور یہ رطوبت ہے اور حرارت جاذب رطوبت ہے۔ شمس اگر بہ نسبت قمر بعید تر ہے تو دونوں کے مادّے کی نسبت، تو دیکھو بعد شمس بعد قمر کا ۴۰۲ ہی مثل ہے اور مادۂ شمس تو مادۂ قمر کا تقریباً ڈھائی کروڑ گنا یا اس[1] سے بھی زائد ہے تو اسی حساب سے جذب شمس زائد ہونا تھا اور رات دن میں چار مد ہوتے ہیں دو قمر دو شمس سے، حالانکہ دو ہی ہوتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ جذب شمس نہیں

---

[1] اصول ہیأت ص۲۹۴ میں ۲۴۴۹۰۷۴۴ کہا اور ص۱۵۶ پر ۲۵۱۸۰۸۰۰ کہ ڈھائی کروڑ سے زائد ہے ۱۲ منہ غفرلہ۔

Marfat.com

توجذب قمر بالاو لے نہیں اس کے دو جواب دیے گئے ، یکم حدائق النجوم میں اس پر صرف وہی تفاوت بُعد کا عذر سُنا کر کہا پانی کو جذب شمس جذب قمر کا $\frac{۳}{۱۰}$ ہے۔

اقول اوّلاً اُس کا رد نفس تقریر سوال میں گزرا کہ بُعد کی نسبت دیکھی مادوں کی تو دیکھو۔

ثانیاً $\frac{۳}{۱۰}$ ہی سہی جب بھی چار مدوں سے کدھر مفر قمر سے دو بار ستر فٹ اُٹھے شمس سے دو بار اکیس فٹ دوم اصول الہیاۃ میں اس پر وہ مہمل سا مہمل راگ گایا کہ تذکرہ کرتے بھی کاغذ کے حال پر رحم آئے کہ اُسے کیوں سیاہ کیا جائے۔ کہتا ہے مد تو یوں ہوتا ہے کہ زمین کی دونوں جانب جاذبیت کا اثر بیش ہو جتنا تفاوت ہو گا مد زیادہ ہو گا بالعکس آفتاب کا زمین سے بعد قطر زمین کے گیارہ ہزار پانچسو سینتیس مثل ہے تو دونوں جانب کے پانیوں کا آفتاب سے بُعد $\frac{۱}{۱۱۵۳۷}$ کا فرق رکھے گا تو جذب دونوں طرف تقریباً برابر ہو گا لیکن قمر کا زمین سے بُعد قطر زمین کے تیس ۳۰ ہی مثل ہے لہٰذا دونوں طرف کا فرق $\frac{۱}{۳۰}$ ہو گا تو جذب میں تفاوت بین ہو گا اور اسی پر مد کا توقف ہے اور بالآخر نتیجہ یہ دیا کہ قمر شمس :: $۲\frac{۱}{۲}$: ۱ ۔

اقول اوّلاً موج مد کو تفاوت جذب جانبین ارض پر موقوف ماننا کیسا جہل شدید ہے جب ایک جانب جذب ہو بداہۃً ارتفاع ہو گا خواہ دوسری جانب جذب اس سے کم یا زائد یا برابر ہو یا اصلاً نہ ہو۔

ثانیاً اب بھی چار مد بدستور رہے قمر سے دو بار ستر فٹ اُٹھے تو شمس سے دو بار اٹھائیس ۲۸ فٹ۔

وجہ پنجم: کہتے ہیں اجتماع یا مقابلۂ نیرین کے وقت مد اعظم یوں ہوتا ہے کہ دونوں جذب معاً عمل کرتے ہیں۔

اقول مقابلہ میں اثر واحد مقتضائے ہر دو جاذبہ نہ ہو گا بلکہ متضاد کہ ہر ایک اپنی طرف کھینچے گا اس کی صورتوں کی تفصیل اور نتائج کی تحصیل اور یہاں جو کچھ ہیأت جدیدہ نے کہا اس کی تقبیح و تذلیل موجب تطویل۔ اسے جانے دیجئے مگر تصریح ہے کہ مد اعظم اجتماع و استقبال کے ڈیڑھ دن بعد ہوتا ہے وہاں تو پانی نے ۹ ہی گھنٹے اثر نہ لیا تھا یہاں ۳۶ گھنٹے ندارد، اگر اثر اجتماع دو جذب بحالت اجتماع پیدا ہوتا نہ کہ بارہ ۱۲ پہر گزار کر۔

وجہ ششم: یوں ہی تربیعین میں بھی مد اقصر $۳۶\frac{۱}{۲}$ گھنٹے بعد ہے۔

وجہ ہفتم: اقول اگر یہ جذب قمر ہوتا تو ہمیشہ دائرۃ الارتفاع قمر کی سطح میں رہتا تو بحرین شمالی و جنوبی میں جن کا میل قمر سے نائد ہے جب قمر افق شرقی پر ہوتا مد جانب مشرق چلتا، شمالی میں جنوب کو مائل، جنوبی

ل ص ۲۷۳ ، ص ۱۵۹ ۔ ۱۲

Marfat.com

میں شمال کو۔ پھر جتنا قمر مرتفع ہوتا شمالی کا جنوب جنوبی کا شمال کو مائل ہو جاتا، جب نصف النہار پر پہنچتا شمالی کا ٹھیک جنوبی جنوبی کا ٹھیک شمالی ہو جاتا، جب غرب کی طرف چلتا دونوں جانب غرب متوجہ ہوتے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ مد[1] کی حرکت مغرب سے مشرق کو مشاہدہ ہوتی ہے اس کی توجیہ[2] یہ کی جاتی ہے کہ مد سیر قمر کا اتباع کرتا ہے۔

اقول مجذوب کو موضع جاذب کا اتباع لازم ہے اس کی طرف کھنچے، نہ یہ کہ چال میں اس کی نقل کرے قمر اپنی سیر خاص سے جس میں رو بمشرق ہے دو گھنٹے میں کم وبیش ایک درجہ چلتا ہے اور اتنی ہی دیر میں زمین تمھارے نزدیک ۳۰ درجے مشرق ہی کو چلتی ہے تو ہر گھنٹے پر ساڑھے چودہ درجے مغرب کو پیچھے رہتا ہے تو مد کو لازم کہ جانب جاذب یعنی مشرق سے مغرب کو جائے نہ کہ اس کی چال کی نقل اتارنے کو اسے پیٹھ کرکے اپنا منہ بھی مشرق کو لے کر جتنا چلے جاذب سے دُور پڑے۔

وجہ ہشتم: اقول موسم سرما میں صبح کا مد کیوں زیادہ بلند ہوتا ہے اور گرما میں شام کا، کیا سردی میں چاند صبح کو پانی سے زیادہ قریب ہوتا ہے شام کو دور ہو جاتا ہے' اور گرمی میں بالعکس۔

وجہ نہم: اقول مد کی چال تجدد امثال سے ہے نہ یہ کہ وہی پانی جو یہاں اٹھا تھا کسی طرف منہ کرکے سطح آب کی سیر کرتا ہے اثر قمر سے سب اجزائے آب پر باری باری ہے تو سب متاثر ہوں گے نہ کہ ایک ہی اٹھ لے کر دوڑتا پھرے باقی چپکے پڑے رہیں' اس کی نظیر سایہ ہے جب آدمی چلتا ہے دیکھنے والے کو گمان ہوتا ہے کہ سایہ اُس کے ساتھ چل رہا ہے، ایسا نہیں بلکہ جب آدمی یہاں تھا آفتاب یا چراغ سے یہ جگہ محجوب تھی اس پر سایہ تھا جب آگے بڑھا یہ جگہ حجاب میں نہ رہی یہ سایہ معدوم ہو گیا اب اگلی جگہ حجاب میں ہے اس پر سایہ پیدا ہوا، اسی طرح ہر جزء حرکت پر ایک سایہ معدوم اور دوسرا حادث ہوتا ہے، سلسلہ پے در پے بلافصل ہونے سے گمان ہوتا ہے کہ وہی سایہ متحرک ہے یہی حال یہاں ہونا لازم تو اوقیانوس شمالی میں جہاں قمر پانی سے جنوب کو ہے ضرور ہے کہ پانی کا جنوبی حصہ پہلے اُٹھے پھر جو اس سے شمالی ہے کہ اقرب فالاقرب کا سلسلہ بھی یہی ہے اور ہر قریب تر پر خطِ جذب بھی استقامت سے قریب ہے تو مد کی چال جنوب سے شمال کو ہو اور اسی دلیل سے اوقیانوس جنوبی میں شمال سے جنوب کو، حالانکہ ہوتا عکس ہے۔ شمالی[3] میں موج جنوب کو جاتی ہے جنوبی میں شمال کو۔

وجہ دہم[4]: مد کی چال بحر اطلانتک یعنی اوقیانوس غربی میں فی ساعت سات سو میل ہے

---

۱ خ ص ۲۰۷ ۱۲ — ۲ ح محل مذکور ۱۲

۳ ص ۲۲۷ ۱۲ — ۴ ص ۲۴۳ ۱۲

Marfat.com

جزائر غربیہ و آئرلینڈ کے درمیان ۵۰۰ میل کہیں ۱۶۰ میل کہیں ۶۰ کہیں ۳۰ ہی میل جذب قمر میں یہ اختلاف کیوں۔
بالجملہ جذب قمر راست نہیں آتا رہا دوران یعنی وجود و عدم میں دو شے کی معیت ایک کے لئے دوسری کی علیت پر دلیل نہیں نہ کہ بعدیت، ہاں ان مشاہدات سے اتنا خیال جائے گا کہ علت کو ان اوقات سے کچھ خصوصیت ہے اگرچہ علت کیا ہے **اقول اولاً** ہمارے نزدیک ہر حادث کی علت محض ارادۃ اللہ جل وعلا ہے مسببات کو جو اسباب سے مربوط فرمایا ہے سب کا جان لینا ہمیں کیا ضرور، بلکہ قطعاً نامقدور کون بتا سکتا ہے کہ سوزن مقناطیس کا جُدیّ الفرقد سے کیا ارتباط ہے، ابھی گزرا کہ اصول ہیأت میں بحیرات وانہار میں مد نہ ہونا سبب مجہول کی طرف نسبت کیا اسی طرح اماکن مختلفہ سے اختلاف مدت حدوث مد کو۔

ثانیاً ہمارے یہاں تو ثابت ہی تھا کہ سمندر کے نیچے آگ ہے۔ قرآن عظیم نے فرمایا:
والبحر المسجور[1] (اور قسم ہے سلگائے ہوئے سمندر کی۔ ت)

حدیث میں ہے:

ان تحت البحر نارا[2] (بیشک سمندر کے نیچے آگ ہے۔ ت)

ہیأت جدیدہ بھی اسے مانتی ہے ۱۰۵۶ء میں[3] بحر الکاہل سے دھواں نکلنا شروع ہوا اور مادہ آتشی کہ قعر دریا سے نکلا تھا مجتمع و منجمد ہو کر سطح آب پر بشکل جزیرہ ہو گیا اس میں سوراخ تھے جن سے ایسے شعلے نکلتے کہ دس میل تک روشن کرتے۔ طوفانِ آب کے اسباب سے ایک سبب[4] دریا کے اندر بخار و دخان پیدا ہونا ہے۔ ایسے ہی بخارات اندر سے آتے اور پانی کو اٹھاتے ہوں یہ مد ہوا جیسے جوش کرنے میں پانی اونچا ہوتا ہے اُن کے منتشر ہونے پر پانی بیٹھتا ہو یہ جزر ہوا، جاڑوں میں صبح کا مد زیادہ ہونا بھی اس کا مؤید ہے، سرما میں صبح کو تالابوں سے بکثرت بخارات نکلتے ہیں، کنویں کا پانی گرم ہوتا ہے، سطح ارض پر استیلائے برد کے سبب حرارت باطن کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور رات بڑی اس طویل عمل حرارت سے ادھر بخارات زیادہ اُٹھے اُدھر پانی میں زیادہ بلند ہونے کی استعداد آگئی واللہ بکل خلق علیم[5]۔

---

[1] القرآن الکریم ۵۲/۶
[2] المستدرک للحاکم کتاب الاھوال ان البحر ھو جہنم دار الفکر بیروت ۴/۵۹۶
[3] جغ ص ۲۶ ۱۲
جغ سے مراد جغمینی یا چغمینی ہے۔ عبدالنعیم عزیزی
[4] ع ص ۲۰ وغیرہ ۱۲
[5] القرآن الکریم ۲۴/۳۵

Marfat.com

(۱۷) جاذبیت[۱] مرکز سے نکل کر اس کے اطراف میں خطِ مستقیم پر پھیلتی اور مرکز ہی[۲] کی طرف کھینچتی ہے۔
اقول یہاں تک کہہ سکتے تھے کہ جاذبیت کا آغاز مرکز سے ہے، نہ یہ کہ مرکز ہی جاذب ہے، مگر نمبر ۱۵ میں گزرا کہ حدائق میں مجذوب کا بُعد مرکز زمین سے لیا اور اُس کے اختلاف پر وزن گھٹایا، یوں ہی اصول الہیات میں مرکز زمین سے بُعد لیا اس کا مفاد یہ ہے کہ مرکز ہی جاذب ہے لیکن اولاً یہی لوگ قائل ہیں کہ ہر شے میں جذب ہے۔
ثانیاً یہ کہ جذب بحسبِ مادہ جاذب ہے (نمبر ۱۰) مرکز میں اختلاف مادہ کہاں!
ثالثاً اختلاف کثافت سے اختلاف قوت مرکز قدر قرین قیاس تھی حجم کرہ کا مرکز پر کیا اثر، مگر بالعکس ہے۔ کثافت عطارد زمین سے زائد ہے مگر بوجہ صغر جاذبیت ۳/۵ کثافت[۳] زمین شمس سے چوگنی ہے مگر جاذبیت ۱/۲۸ (نمبر ۱۵)۔
رابعاً یہی کہتے ہیں جو زمین[۴] کے اندر چلا جائے اُس کے اوپر کے اجزائے زمین اُسے اوپر کھینچیں گے اور نیچے کے نیچے کو اور خاص مرکز پر سب طرف کوشش اجزا یکساں ہوگی اور یہی ان کے قواعد سے موافق تر ہے۔
(۱۸) ہوا[۵]، پانی، مٹی سب مل کر ایک کرہ زمین ہے، یہ سب ثقیل ہیں، ہوا روئے زمین سے ۴۵ میل بلندی تک ہے اور اتنی بھاری[۶] ہے کہ ایک انچ مربع جگہ پر اس کا بوجھ ۱۵ پونڈ ہے ہر میانہ[۷] قد آدمی پر ۳۹۲ من کے قریب بوجھ ہے یہاں سے صرف ۳ میل بلندی تک ہوا[۸] کا وزن .... ۴۰۸۴۹۴۱۴ من ہے یہ ہیأت جدیدہ کے تخیلات ہیں ہمارے نزدیک عنصر چار ہیں نار و ہوا خفیف و طالب علو اور آب و خاک ثقیل و طالب سفل۔ ہیأت جدیدہ نے ثقل[۹] ہوا پر یہ دلیل پیش کی کہ بوتل کو تولو پھر بذریعہ آلہ اسے ہوا سے خالی کر کے تولو اب ہلکی ہوگی، چھ انچ مکسر بوتل کا وزن ہوا نکال کر تولنے سے دو گرین یعنی ۱/۱۲ رتی گھٹ جاتا ہے، تو معلوم ہوا کہ معتدل گرمی کی حالت میں چھ انچ مکعب ہوا کا وزن دو گرین ہے معتدل کی قید اس لئے کہ زیادہ گرمی سے ہوا رقیق ہو کر وزن گھٹ جائے گا۔
اقول بلکہ تمہاری نافہمی، یہ ہوا کا وزن نہیں زمین سے قریب ہوا میں اجزائے ارضیہ اجزائے بخاریہ و اجزائے دخانیہ وغیرہا مخلوط ہیں ان کا وزن ہے۔ یہ تو ان کی دلیل کا ابطال ہوا۔ دعوے کی ابطال کی کیا ضرورت ہر شخص اپنے

---

[۱] ح ص ۳۸ ۱۲ [۲] ط ص ۱۱۴ ۱۲ [۳] ص ص ۲۶۶ ۱۲
[۴] ط ص ۸۳ ۱۲ [۵] ح ص ۱۵۲ ۱۲ [۶] ط ص ۱۳۴ ۱۲
اور ح ص ۲۱۶، ۲۱۷ میں ۲/۵ ۱۴ پونڈ کہا ۱۲ منہ غفرلہ [۷] ط ص ۱۱ ۱۲ [۸] ص ص ۱۲۰ ۱۲ [۹] ط ص ۱۳۴ ۱۲

Marfat.com

وجدان سے جانتا ہے کہ اسے اپنے سر پہ ماشہ بھر بھی بوجھ نہیں معلوم ہوتا، نہ کہ ۲۹۲ من، انسان تو انسان ہاتھی کی بھی جان نہ تھی کہ اتنا بوجھ سہارے، اور سہارنا کیسا محسوس تک نہ ہو، اِس کے دو جواب دیتے ہیں، اوّل یہ کہ آدمی کے اندر بھی ہوا ہے باہر کی ہوا انسان کو دباتی اور اندر کی ہوا اُبھارتی ہے یوں مساوات رہتی ہے اور بوجھ محسوس نہیں ہوتا، باہر کی ہوا نہ ہوتی تو اندر کی جسم کو چاک کر کے نکل جاتی، بیرونی ہوا کے دباؤ میں ضرر کی جگہ نفع دیا۔

اقول اوّلاً کہاں یہ جوفِ بشر کی دو چار ماشے ہوا اور کہاں وہ ۲۹۲ من پختہ کا انبار، کچھ بھی عقل کی کہتے ہو، زمین کی نافریت اپنے تیرہ[۱] لاکھ گنا آفتاب کی جاذبیت پر غالب آتی ہے، سب سیارے مل کر کہ چاند سے کروڑوں حصّے زیادہ قوی ہوئے اُسے کھینچتے ہیں اور وہ نہیں سرکتا، چاند کا جذب[۲] اپنے سے مہاسنکھوں زائد جذب زمین پر غالب آکر پانی بلکہ خود سارے کُرہ زمین کو کھینچ لے جاتا ہے، دو ماشے ہوا چار سو من ہوا کا بوجھ برابر کرتی ہے کوئی بات بھی ٹھکانے کی ہے!

ثانیاً وہ اپنی بوتل کہاں بھلائی، جب ہوا سے خالی کر اندر کا اُبھار گیا اور اوپر سے منوں کا بوجھ، بوتل ٹوٹ کیوں نہ گئی، تمھارے تولنے کو کیوں باقی رہی۔

ثالثاً اندر کی ہوا کیا بیرونی ہوا کی غیر جنس ہے اُس میں دبانا اِس میں اُبھارنا کیوں ہے۔

رابعاً جب ہوا ثقیل ہے اندر کی بھی ثقیل ہے بلکہ آمیزش رطوبات سے ثقیل تر، ثقیل اپنے سے ہلکے کو ابھارتا ہے، جسم انسانی ہوا سے کہیں بھاری ہے اسے ابھارنا کیا معنیٰ! واجب تھا کہ اندر کی ہوا بھی جذب زمین سے متاثر ہو کر نیچے کو دباتی مگر اقرار کرتے ہو کہ اوپر کو اُبھارتی ہے تو معلوم ہوا کہ جذبِ زمین بھی باطل اور ہوا کا ثقل بھی باطل، بلکہ وہ خفیف و طالبِ علو ہے۔

دوم یہ کہ ہوا کا یہ بوجھ اجزائے جسم پر مساوی تقسیم ہے لہٰذا محسوس نہیں ہوتا۔

اقول اوّلاً یہ عجیب منطق ہے کہ ایک طرف سے دباؤ تو بوجھ معلوم ہو اور سب طرف سے صدہا من کے دباؤ میں پیسو تو رتی بھر بھی محسوس نہ ہو، ایک گولر کو صرف اوپر سے ہتھیلی رکھ کر دباؤ تو وہ پچک جائے گا اور مٹھی میں لے کر چاروں طرف سے دباؤ تو سُرمہ ہو جائے گا۔

ثانیاً مساوی تقسیم بھی غلط، ہم نے اپنے محاسبات ہندسیہ میں ثابت کیا ہے کہ ہوا جسے کُرۂ بخار و عالم النسیم کہتے ہیں اس کا دل سر کی جانب صرف ۴۵ میل اور دہنے بائیں آگے پیچھے چھ سَو میل کے قریب ہے

---

[۱] ۱۳۲۲ ۱۲

[۲] ان سب کا بیان فصل دوم میں آتا ہے ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

تو ایک طرف سے اگر ۳۹۲ من بوجھ ہے اور اطراف سے ۵۲۲۷ من ہے پھر مساوات کہاں!

ثالثًا سب اجزائے جسم پر تقسیم بھی غلط، کھڑے ہونے میں تلووں پر ہوا کا کیا بوجھ ہے اور لیٹنے میں ایک جانب سر سے پاؤں تک کچھ نہیں۔

رابعًا بالفرض سہی تو ایک انسان کے سر کی سطح بالا کہ نیم سطح بیضی کے قریب ہے کم و بیش اسّی انچ ہے اور تمھارے نزدیک ایک انچ کی سطح پر ہوا کا بوجھ ۷ سیر تو صرف سر پر ۱۵ من بوجھ ہوا یہ تو اور اجزاء پر تقسیم نہیں، کیا انسان کا سر ۱۵ من بوجھ اٹھا سکتا ہے، کیا وہ پِس کر سُرمہ نہ ہو جائے گا، نہ کہ اصلاً محسوس تک نہ ہو۔ اس جواب دوم کو پانی کی مثال سے واضح کیا جاتا ہے کہ دیکھو دریا میں غوطہ لگاؤ تو صدہا من پانی اوپر ہے مگر بوجھ نہ معلوم ہوگا، اس کی وہی وجہ ہے کہ سب طرف سے دباؤ مساوی تقسیم ہے۔

اقول ہزار ہاتھ گہرے کنوئیں میں غوطہ لگا کر تہہ تک پہنچے جب بھی بوجھ محسوس نہ ہوگا حالانکہ سارا پانی سر ہی پر ہے کروٹوں پر صرف بالشت دو بالشت پاؤں پر کچھ نہیں تو وجہ یہ نہیں بلکہ وہ جس کی طرف ابھی ہم نے اشارہ کیا کہ ثقیل اپنے حیّز میں اپنے سے ہلکے کو ابھارتا ہے جس کا خود ہیأت جدیدہ کو اعتراف ہے ولہٰذا غوطہ خور کو نیچے جانے میں پانی کے ساتھ زور کرنا پڑتا ہے اور اوپر بسہولت اٹھتا ہے اور جو خود ابھارے اس کا دباؤ پڑنا کیا معنی۔ بخلاف ہوا کہ جسم انسان سے ہلکی ہے یہ اگر ثقیل ہوتی تو اس صدہا من بوجھ سے ضرور انسان کو پیس ڈالتی۔ اگر کہئے زمین کے قریب ہوا میں ابھی تم نے بھی وزن تسلیم کیا پھر کچھ تو محسوس ہو۔

اقول وہ اجزائے غبار و بخار و دخان وغیرہا نہایت باریک باریک ہوا میں متفرق ہیں تو انسان کے سر سے گنتی کے جز متصل ہوتے ہیں جن سے زیادہ گرد اڑ کر سر پر پڑنے میں ہوتے ہیں جن کا بار اصلاً محسوس نہیں ہوتا۔ ان دونوں جوابوں کی غلطی ظاہر ہو گئی۔

اقول یہاں اور مباحث و انظار دقیقہ ہیں جن کی تفصیل موجبِ تطویل، نہ ہم کو ضرورت نہ دلیل ابطال کی حاجت، کہ ہم ابطالِ دلیل کر چکے رَدِّ دعوے کو اسی قدر بس ہے کہ دعویٰ بے دلیل باطل و ذلیل۔ رہا حقیقت ماننا اس کے لئے شہادت حس کافی ہے کہ کس قدر کثیر حجم کی سروں پر موجود ہے اور بار نہیں ڈالتی بلا دلیل اس شہادت کو غلط نہیں کہہ سکتے جیسے حسِ بصر میں اغلاط ہوتے ہیں، مگر غلطی وہیں مانی جاتی ہے جہاں دلیل سے خلاف ثابت ہو بلا دلیل تغلیط حس سے امان اٹھا دینا ہے تو روشن ہوا کہ ہوا کو خفیف ہی کہا جائے گا اور اس کا ثقیل ماننا باطل۔

---

[1] ط ص ۱۳۲ ۱۲ [2] ط ص ۱۲ ۱۲

Marfat.com

(۱۹) ہوائے تجارت یعنی مقامی ہوا کہ خطِ استوا میں ہمیشہ مشرق سے مغرب کو چلتی ہے اور عرض شمالی میں شمال اور جنوبی میں جنوب سے خطِ استوا کی طرف مائل ہوتی ہے اور بحر احمر میں ہمیشہ سواحل عرب شریف کی موازات کا لحاظ رکھتی ہے اور تجارت کے لئے کمال نافع ہے اُس کا سبب یہ بتاتے ہیں کہ خطِ استوا[1] پر حرارتِ شمس زیادہ ہونے کی وجہ سے وہاں کی ہوا ہلکی ہو کر اوپر چڑھتی ہے اور قطبین کی ہوا تعدیل کے لئے یہاں آتی ہے خطِ استوا[2] پر حرکت زائد ہے کہ مدار بڑا ہے جتنی تیز حرکت یہاں ہے ہوا کہ طرفین سے آتی تیز حرکت نہ کریگی تو اس کی گردش زمین کے برابر نہ ہوگی بلکہ زمین اس کے اندر گردش کرے گی اور مشرق کو زیادہ بڑھ جائے گی ہوا مغرب کی طرف پیچھے رہ جائے گی لہذا خطِ استوا پر ہوا شرقی ہوگی یعنی مشرق سے مغرب کو جاتی معلوم ہوگی۔ ہوا کی قطبین سے خطِ استوا کی طرف تعدیل کے لئے چلی شمالی سیدھی جنوبی نہیں رہتی بلکہ جنوبی مغربی ہو جاتی ہے اور جنوبی سیدھی شمالی نہیں رہتی بلکہ شمالی مغربی کہ وہ[3] خطِ استوا کے قریب اتنی تیز رفتار نہیں کر سکتی تو زمین کا وہ حصہ نکل جائے گا اور شمالی ہوا کا رُخ بجائے جنوب جنوب و مغرب اور جنوب کا بجائے شمال شمال و مغرب کو ہو جائے گا۔

اقول تعدیل کیا واجب ہے اور خلا تمھارے نزدیک محال نہیں پھر ہوائیں کیوں اُلٹ پلٹ ہوتی ہیں۔

(۲۰) زمین[4] اگر ابتدائے آفرینش میں جامد ہوتی اور اپنے محور پر گھومتی تو خطِ استوا پر پانی کے سبب یکساں رہتی مگر پانی سیال تھا اور خطِ استوا پر حرکت سب سے زیادہ تو اسی طرف پانی کا ہجوم ہوتا اور قطبین جہاں حرکت نہیں پانی سے کھل جاتے لیکن ایسا نہیں تو معلوم ہوا کہ زمین ابتدا میں جامد نہ بنائی گئی۔

(۲۱) زمین خطِ استوا پر اونچی اور قطبین کے پاس چپٹی ہے۔ اس سے معلوم[5] ہوا کہ اول ہی سیال ہی بنائی گئی تھی تیزئ حرکت کے باعث خطِ استوا پر اُس کے اجزا زیادہ چڑھ گئے اور قطبین کے پاس کم ہو گئے، حدائق[6] میں ان دونوں مضمونوں کو یوں بیان کیا زمین کی محوری حرکت سے ضرور تھا کہ کُرۂ آب شلجمی شکل ہوتا کہ حرکتِ مستدیرہ میں جسم لطیف مرکز سے متجاوز ہوگا اور جہاں تیزئ حرکت ہے وہاں زیادہ جمع ہو کر شلجمی شکل ہو جائے گا اگر زمین ابتدا میں سخت ہوتی مواضع خطِ استوا غرقِ آب رہتے حالانکہ وہاں اکثر خشکی ہے، تو معلوم ہُوا کہ زمین خود ہی شلجمی ہے یعنی ابتدا میں سیال تھی حرکتِ محوری کے سبب یہ شکل ہو کر اُس کے بعد منجمد ہوئی اور

---

[1] جغ ص ۹ ۱۲ [2] ط ص ۱۴۱ ۱۲ [3] جغ ص ۹ ۱۲ [4] ص ص ۱۰۵ ۱۲
[5] ط ص ۸ ص ص ۱۰۵ ۱۲ [6] ح ص ۱۵۷ ۱۲

Marfat.com

اسی کو شروع حدیقہ[1] سوم میں تمام سیارات پر یُوں ڈھالا کہ حرکتِ وضعیہ قطبین پر اصلاً نہیں ہوتی پھر بڑھتی جاتی ہے اور منطقہ پر سب سے زائد تیز ہوتی ہے اور طبعیات میں ثابت ہے کہ حرکت موجب حرارت جاذب رطوبات تو ضرور ہوا کہ قطبین سے اجزا منتقل ہوکر منطقہ پر جمع ہوجائیں اور قطرِ استوائی محور سے بڑا ہو اھ، یہ تقریر نافریت سے دُور اور قبول سے نزدیک ہے اگر سیارات کا سیال ہونا ثابت ہوتا۔

(۲۲) دونوں نقطۂ اعتدال ہر سال مغرب کو ۲ء۵۰ً ہٹتے جاتے ہیں اسے مبادرت اعتدالین کہتے ہیں، یہ ہٹنا صحیح ہے جس کی وجہ ہیأتِ قدیمہ میں فلک البروج کا برخلاف معدل مشرق کو آنا ہے یہ نقطۂ تقاطع مغرب میں رہ جاتا ہے اور اس کی جگہ دوسرا نقطہ قائم ہوتا ہے۔ لہذا نقطۂ تقاطع معدل النہار سے شخصی ہے اور فلک البروج سے نوعی کہ منطقہ کی حرکت شرقی کے سبب معدل کے اُس نقطہ پر منطقہ کے مختلف نقطے آتے رہتے ہیں ا ح ب معدل النہار ا ع ب فلک البروج

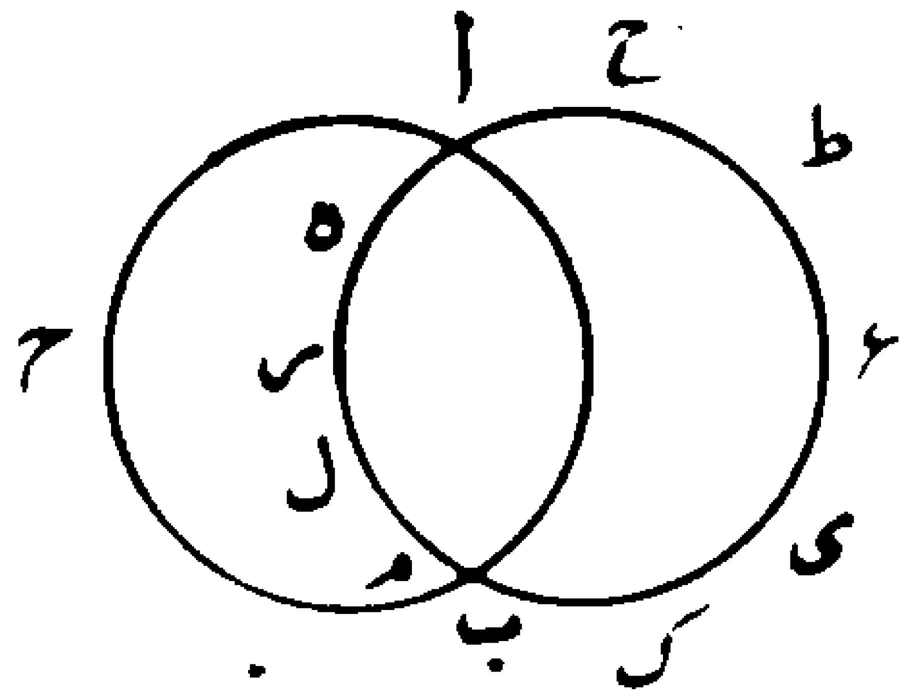

معدل کی حرکت کہ شرق سے غرب کو ہے اس میں تو منطقہ بھی اُس کا تابع ہے اس سے کوئی تفاوت نہ ہوگا لیکن منطقہ اپنی ذاتی حرکتِ خفیفہ مغرب سے مشرق کو رکھتا ہے اج تقاطع نقطتین ا ب پر ہے اب منطقہ کا نقطۂ ا حرکت کرکے ہ پر آیا تو ضرور نقطہ ح کہ اس سے مغرب کو تھا ا کی جگہ آئے گا ا ب ح پر تقاطع ہوگا جو اسے مغرب کو تھا جب ح چل کر ہ کی جگہ آئے گا ط کہ اس سے مغربی ہے محلِ تقاطع پر آئے گا یُونہی جب ا محل ہ پر آیا ضرور ہے کہ ب بڑھ کر ک کی جگہ آیا اور ا ب ع کہ اُس سے مغرب کو تھا ب کی جگہ تقاطع پر آیا جب یہ ک کی طرف بڑھا ل نے کہ اس سے مغرب کو تھا تقاطع کیا یوں ہر روز تقاطع منطقہ کے غربی نقطوں پر منتقل رہے گا جس کی مقدار روزانہ تقریباً دس ثالثے بتائی گئی ہے کتنی صاف وجہ ہے جس پر عقلاً کچھ غبار نہیں لیکن ہیأۃ جدیدہ کو تو ہر چیز جاذبیت کے سر منڈھنی بنے خواہ نہ بنے اسکی وجہ[2] یہ بتائی ہے کہ زمین خطِ استوا پر پھولی ہوئی ہے تو شمس و قمر کا بہ نسبت اور اجزائے زمین کے اس چھلے پر بوجہ قُرب جذب زائد ہے آفتاب اس کے ہر جز کو منطقۃ البروج کی طرف کھینچتا ہے اور وہ جز زمین کی حرکتِ محوری سے اُسی چھلے کے ساتھ جانا چاہتا ہے، لاجرم دونوں سمتوں کے بیچ میں بڑھتا ہے اور سارا چھلا اسی کشمکش میں ہے لہذا منطقۃ البروج سے تقاطع کے نقطے اب آگے مغرب کو پڑتے ہیں اور یہ فعل مستمر رہتا ہے مگر جب آفتاب نقطتین اعتدال پر ہو جیسے مارچ ستمبر میں کچھ دیر تو اتنی دیر البتہ یہ فعل

---

[1] ح ص۹۰ ۱۲ [2] ص ص۱۸۰ نیز ح ص۱۶۲ ۱۲

Marfat.com

باطل ہوگا کہ خط استوا یہاں خود ہی دائرۃ البروج سے متحد ہے تو ایک دوسرے کی طرف کھینچے گا گیا، اور سب سے
زائد اس وقت ہوگا جب آفتاب مدارین میں ہو یعنی راس السرطان و راس الجدی پر اور اس میں بوجہ قرب قمر
کا فعل شمس سے زائد ہے یعنی ۲/۷[1] اور چند سطر بعد کہا تقریباً ۵/۲ مجموع جذب نیرین سے اعتدالین ام ۶۰. ۵ ہر سال
ملتے ہیں مگر اور سیاروں کی جاذبیت اُن کے فعل کی ضد ہے وہ مبادرت کو ۲۱ ۶۰″ گھٹاتی ہے لہٰذا ۲۰. ۶۵″ رہتی

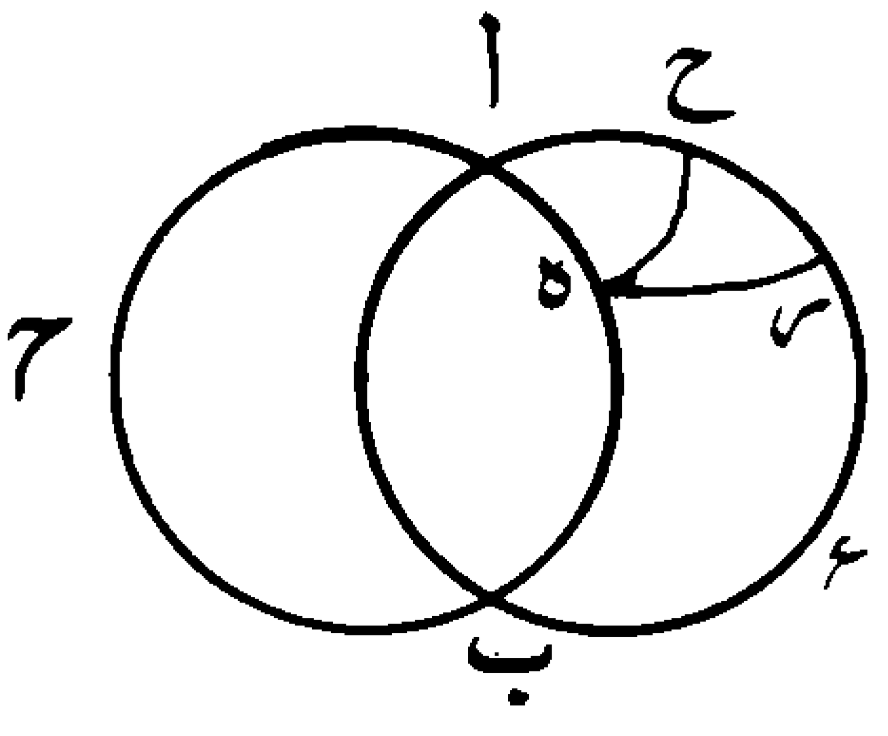

مبادرت کی تصویر یہ ہے ا ب ۶ منطقہ پر س محل شمس ہے وہ ا ح ب
معدل کے مثلاً نقطہ ہ کو اپنی طرف جذب کرتا ہے لیکن وہ زمین کی حرکت
محوری سے اسی دائرہ ا ح ب پر جانب ا جانا چاہتا ہے دونوں
تقاضوں کے تجاذب سے وہ نہ س کی طرف جائے گا نہ ا کی، بلکہ دونوں
کے بیچ میں ہو کر ح کی طرف بڑھے گا اور اب ا کی جگہ اور نقطہ کہ اس سے مغربی تھا نقطہ تقاطع ہو جائیگا۔

اقول یعنی ہ کا ۶ کی طرف بڑھنا یوں تو نہ ہوگا کہ ہ چھلّے سے نکل کر خط ہ ح پر بڑھ جائے بلکہ سارا
ہی چھلا اس طرح بڑھے گا کہ ہ اُدھر س سے قریب ہو جائے اور ادھر ح سے تو ا اپنی اس جگہ سے باہر
نکل جائے گا اور اس کی جگہ اُس کے بعد کا نقطہ ح کی طرف قریب کے نقطہ سے مل کر تقاطع پیدا کرے گا ممکن
نہیں کہ معدل کا وہی نقطہ ہٹ کر تقاطع کرے کہ ہ جذب کے سبب جست کرکے اونچا ہوگیا ہے تو یہاں ا ہ کے
قابل فاصلہ نہ رہا، لاجرم ا آگے نکل گیا اور اس کے پیچھے کا نقطہ محل تقاطع ہوا اور اب یہ شکل ہو گی

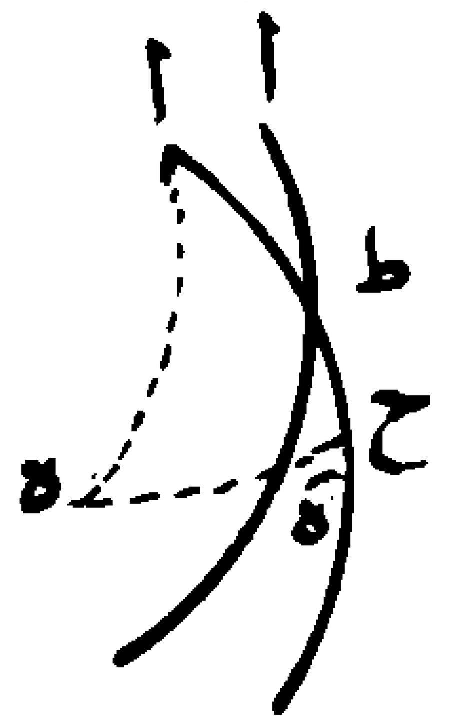

ا پہلے نقطۂ تقاطع تھا جب ہ بڑھ کر ہَ کی جگہ آیا خط استوا کا حصہ ا ہ اب حصہ آ ہَ ہوا
آ موضع تقاطع سے آگے نکل گیا اور تقاطع منطقہ کے نقطۂ ا سے پیچھے ہٹ کر مغرب
کو پڑا تو اب ط نقطۂ تقاطع ہوا کہ ۶ سے بہ نسبت س پہلے تقاطع کے قریب ہے
تو اُن کے طور پر تقاطع دائرۃ البروج و معدل النہار یعنی خط استوا دونوں سے نوعی
ہے اس کا نوعی ہونا تو ظاہر کہ تقاطع منطقے کے اجزائے غربیہ پر منتقل ہے اور اس کا یوں کہ اسے جاذبیت
نے بڑھایا اور پہلے نقطے کو قائم نہ رہنے دیا ان کے طور پر غربیت کیوں ہوئی۔

اقول اسے ہم اپنے طریقے پر توضیح کریں اگرچہ دو نصف بالائے افق و زیر افق کے اعتبار سے مشرق و
مغرب کی تعبیر بدلتی ہے۔ ہمارا مشرق امریکہ کا مغرب ہے اور ہمارا مغرب اُس کا مشرق، مگر توالی بروج متبدل نہیں
اور وہ ہر جگہ مشرق سے مغرب کو ہے۔ حمل جہاں ہو ثور اس سے مشرق میں ہے کہ اُس کے بعد طالع و غارب ہوگا

---

[1] صفحہ ۱۹۰ دونوں میں ۱/۲۵ کا فرق ہے ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

اور حوت مغرب میں کہ پہلے یُونہی ہر جگہ میزان سے عقرب شرقی اور سنبلہ غربی تو جو چیز توالی بروج پر انتقال کرے مثلاً حمل سے ثور میں آئے یا راس الحمل سے حمل کے دوسرے درجے میں وُہ مغرب سے مشرق کو جاتی ہے اور جو چیز خلاف توالی متحرک ہو مثلاً حمل سے حوت کے ۳۰ سے ۲۹ میں وہ مشرق سے مغرب کو چلتی ہے۔ اس شکل میں اگر ا مشرق پر راس الحمل ہے توضرور ا ط ح س الخ حوت، دلو، جدی الخ ہیں خواہ ا س قوس بالائے افق ہو کہ یہ اُس سے پہلے طلوع کرتے ہیں یا قوس زیرِ اُفق کہ اب ا کہ اُدھر کا مشرق ہی ہمارا مغرب ہے اور حوت دلو جدی الخ اُس سے پہلے غروب کرتے ہیں اور اگر مشرق پر راس المیزان ہے توضرور بوجہ مذکور دونوں صورتوں میں ا ط ح س الخ سنبلہ اسد سرطان الخ ہیں، اب کہ ا کی جگہ ط نقطہ تقاطع ہوا، پہلی صورت میں راس الحمل اپنی جگہ سے ہٹ کر حوت سابق کا کوئی حصہ راس الحمل ٹھہرا اور دوسری صورت میں راس المیزان ہٹ کر سنبلہ سابقہ کا کوئی نقطہ راس المیزان ہوا بہرحال نقطۂ اعتدال خلاف توالی پر بڑھا تو مغرب کو ہٹا، وھو المقصود۔

تم سمجھے کہ یوں جاذبیت کے ہاتھوں مبادرت بن گئی، اب رد سُنئے:

فاقول اولاً ایک سہل سوال تو پہلے یہی ہے کہ شمس کا جذب صرف خط عمود پر نہیں بلکہ تمام اجزائے مقابلہ پر ہے اگرچہ موقع عمود پر زائد، اور ظاہر ہے کہ چھلّے کے اجزاء اگرچہ ایک سمت میں نہیں کہ قوس کے ٹکڑے ہیں مگر ان کی سمتیں قوسی انتظام میں منتظم ہیں ان پر جذب کے جو خطوط آئیں گے اُن کی سمتوں کا اختلاف اور رنگ کا ہوگا اور مختلف زاویے بناتے آئیں گے ہر جز اپنے زاویے کے بیچ میں نکلے گا جو قوسی انتظام میں منتظم نہیں تو کیا وجہ کہ اجزاء متفرق نہ ہوجائیں اس کا ثبوت تمہارے ذمہ ہے کہ ان کا نکلنا ایسے ہی تناسب پر ہوگا کہ چھلّا بدستور برقرار رہے۔

ثانیاً جب عمود و منحرف کا بھی فرق اور قرب بھی مختلف، لاجرم جذب مختلف تو نافریت مختلف تو چال مختلف تو اجزا متفرق اور چھلّا منتشر۔

ثالثاً وسط کے جُز پر سب سے زیادہ جذب ہے اور دونوں پہلوؤں پر بتدریج متناقص تو واجب کہ چھلّے کا جُزء اوسط سب سے زیادہ اپنے محل سابق سے تجاوز کرے اور دونوں طرف کے اجزاء اخیر تک بترتیب کم تو موضع تقاطع کے دونوں جز اپنے محل سابق سے بہت کم ہٹے ہوں اور باقی کا بُعد بڑھتا جائے یہاں تک کہ جُزء اوسط سب سے زیادہ اپنی پہلی جگہ سے دُور ہوجائے مگر یہاں یہ ناممکن بلکہ اس کا عکس واجب کہ جب دونوں دائروں کا نقطۂ تقاطع پیچھے ہٹا ہے تو خط استوا کی اب جو وضع ہوگی وہ پہلی وضع سے قطعاً وسط میں متقاطع ہوگی۔

Marfat.com

مثلاً ا راس الحمل ب راس المیزان تھا اب راس الحمل ح پر ہوا تو واجب کہ
راس المیزان ۶ پر ہو ح ۶ کو وصل کرنے والی قوس یقیناً قوس سابق ا ب
سے وسط میں تقاطع کرے گی تو ثابت کہ محل تقاطع کے اجزا اپنی جگہ سے
بہت زیادہ ہٹے اور پھر بُعد گھٹتا گیا، یہاں تک کہ وسط پر اصلاً نہ رہا
بالکل اُس کا عکس جو جاذبیت کا مقتضٰے تھا تو جاذبیت سے مبادرت ماننا
جہل محض ہے۔

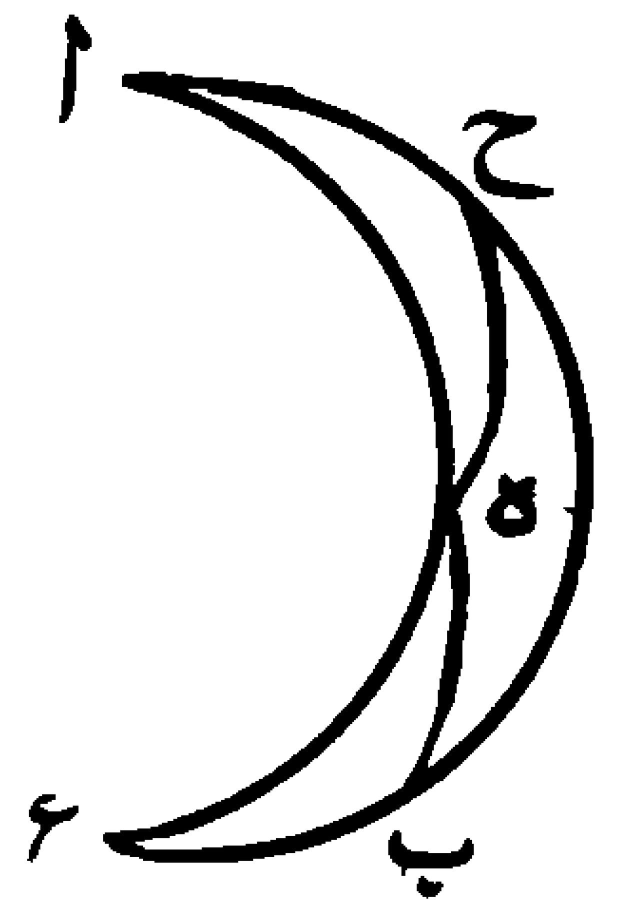

رابعاً جذب نیرین کا اثر ہمیشہ متوافق ماننا جزاف ہے بلکہ کبھی متوافق ہوگا جیسے اجتماع میں اور اُس وقت مبادرت بہت سریع ہونا چاہئے کہ دسوں حصے ایک طرف کھنچ رہے ہیں اور کبھی متخالف ہوگا کبھی متعارض، جیسے اس شکل میں اب منطقہ اح خطِ استوا ۶ شمس س قمر نقطہ ہ خط اہ پر جانا چاہتا ہے اور شمس اسے ۶ ہ پر کھینچتا ہے تو اس کا مقتضٰی خط ہ ح پر جانا ہوگا اور قمر س ہ پر کشش کرتا ہے اس کا مقتضٰے خط ہ ط پر جانا ہوگا۔ اب اگر بُعد قمر سے کمی جذب اس نسبت ۲/۳ سے جو ان کے جذبوں میں ہے زائد ہے قمر کا اثر ضعیف ہوگا کم ہے شمس کا اثر سُست ہوگا برابر ہے تو دونوں اثر مساوی ہوں گے بہرحال

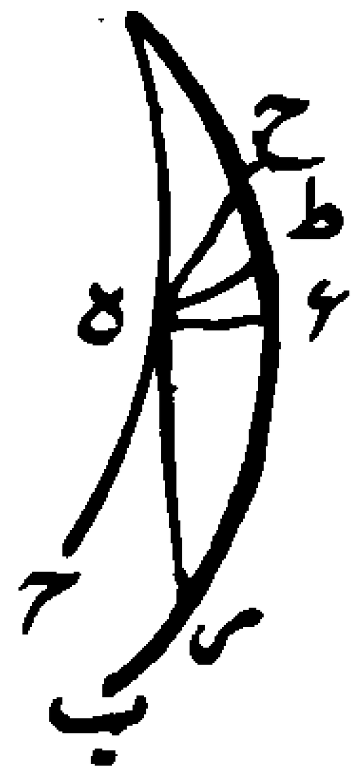

اس پر تین مختلف اثر ہیں بحالِ تعارض اگر جذب نیرین ساقط ہو سیدھا اہ پر جائے گا مبادرت ہوگی ہی نہیں بحالِ تخالف اگر سُست معتدبہ نہ رہے اگر وہ اثرِ شمس ہے ہ ط پر جائے اور اثرِ قمر تو ہ ح پر ورنہ ان تینوں کے سوا چوتھا خط نکالے گا بہرطور مبادرت کی چال ہرگز منتظم نہ ہوگی حالانکہ باتفاق ارصاد منتظم ہے۔

خامساً جاذبیت دیگر سیارات کا مبادرت کو گھٹانا یونہی ہو سکتا ہے کہ نیرین اعتدالین کو جانبِ غرب بڑھاتے اور یہ جانبِ شرق پھینکتے یا مطلقاً حرکت سے روکتے ہوں ثانی تو بداہۃً باطل کو روکنا کار جاذبیت نہیں اور اول یعنی تقاطع کا کسی ایسے نقطۂ منطقہ پر لے جانا جو پہلے نقطے سے مشرق کو ہو اُسی حالت میں متصور کہ وہ نصف شمالی میں خطِ استوا سے جنوب کو ہوں یا نصف جنوبی میں شمال کو کہ اس صورت میں سیارہ ۶
معدل کے نقطۂ ہ کو اپنی طرف کھینچے گا اور وہ آ کی طرف جانا چاہے گا اور خط
ہ ح پر نکل کر منطقہ سے دُور ہوگا اور آ کے بدلے س پر تقاطع ہوگا جو ہمارے
بیان سابق کے مطابق توالی بروج پر آ کے آگے اور اس سے شرقی ہے
سیارات میں ایسا نہیں نصف شمالی میں ان کا میل شمالی اور جنوبی میں جنوبی
ہوتا ہے اور برعکس بھی ہو تو نادر تو اکثر اوقات سیارات اس میں نیرین کے

Marfat.com

موافق ہی ہوں گے نہ کہ صد نقطہ خط استوا کے آگے بڑھنے میں کچھ رُکاوٹ پیدا کرنا مبادرت کو غربی سے شرقی کرنا چاہے گا کہ وہ منطقہ سے قریب ہوتا ہوا جتنا بھی بڑھے بہرحال مبادرت غربیہ ہوگی۔

سادسًا فرض کیجئے کہ یہ نادر نہیں تو ہمیشہ کے لئے ہمیشہ عکس ہی لازم کہ نصف شمالی میں اُن کا میل دائمًا جنوبی ہو، اور جنوبی میں دائمًا شمالی، اور یہ قطعًا باطل۔

سابعًا قرب قمر سے اس کی جاذبیت اقوٰی ہونے کا رَد اجاثِ مَد کی وجہ چہارم میں گزرا۔

ثامنًا مدارین پر عمل اقوٰی ہونا عجیب ہے یعنی غایتِ بعد پر جذب اقوٰی اور جتنا قرب ہوتا جائے اضعف۔

تاسعًا حلقہ استوائی کا بوجہ ارتفاع اقرب ماننا بھی عجیب ہے ایسا کتنا فرق ارتفاع ہے قطب سے خطِ استوا تک تقریبًا[1] ۱۳ ہی میل کا تو فرق ہے اور مدار سے خطِ استوا تک ۲۳ درجے ، ۲۷ دقیقے ہیں کہ ۲ کروڑ ۳۰ لاکھ میل سے زیادہ ہوئے شمس جب مدارین میں ہوگا قریب کے مداروں کو کھینچے گا یا پونے تین کروڑ میل سے زائد بیچ میں چھوڑ کر صرف ۱۳ میل بلندی کو جا پکڑے گا۔

عاشرًا اب واجب ہے کہ جب شمس مدار صیفی میں ہو تمام مدارات کو کہ اُس سے جانب جنوب ہیں شمالی ہوں خواہ جنوبی مع خطِ استوا سب کو جانبِ شمال کھینچے اور باقی تمام مدارات یعنی قطب شمالی تک ان کے موازی دائروں کو جانب جنوب۔ یوں ہی جس مدار پر منتقل ہو اُسے چھوڑ کر اس سے شمالیوں کو جنوب اور جنوبیوں کو شمال کی طرف جذب کرے یہاں تک کہ خط استوا پر آئے اب اسے چھوڑ کر تمام شمالیات کو جنوب اور جمیع جنوبیات کو شمال کی طرف لائے جب اس سے جنوب کو چلے سب شمالیات و خط استوا کو جانب جنوب کشش کرے باقی کو جانب شمال ، غرض نہ خط استوا بلکہ زمین کا ہر چھلا اس کے موازی ہے جانب شمس کھینچے مدار صیفی سے باہر جتنے چھلے ہیں سب ہمیشہ جنوب کو بڑھیں اور مدار شتوی سے جتنے باہر ہیں سب ہمیشہ شمال کو تو زمین قطبین پر سے روز بروز خالی ہوتی جائے اور مدارین کے اندر چھلے ہیں وہ ہمیشہ بر ودمات میں رہیں کبھی جنوب کو ہٹیں کبھی شمال کو ، دیکھو کیا اچھی مبادرت اعتدالین بنی۔

حادی عشر خط استوا پر فعل باطل ہونے کے کیا معنی ، اب منطقہ کی طرف نہ کھینچے اپنی طرف تو کھینچے گا تو لازم کہ تقاطع کا نقطہ تقاطع چھوڑ کر نہ صرف آگے بڑھے بلکہ اونچا ہو جائے۔

ثانی عشر یہ اپنی طرف کھینچتا خطِ استوا ہی پر نہیں بلکہ ہر مدار پر ہوگا دن کو ادھر کے نقطے کو اونچ

---

[1] ص ۱۱۲ ۱۲ وغیرہ۔

Marfat.com

کرے گا رات کو اُدھر کے نقطے کو تو لازم کہ مابین المدارین زمین بہت اُونچی ہو جاتی اور قطر استوائی پر سال زیادہ ہوتا جاتا اور شکل زمین بمرورِ زماں یہ ہوتی یہ ہے تمہاری جاذبیت اور اس کے ہاتھوں نظم مباورت ۔

(۲۳) میل کلی ہمیشہ کم ہوتا جاتا ہے زمانہ اقلیدس میں ۲۴ درجے تھا اس لئے اُس نے مقالہ رابعہ میں دائرے میں ۱۵ ضلع کی شکل بنانے کا طریقہ لکھا اور اب ۲۳° ۲۷' ہے اس کی وجہ[1] بھی وہی بتائی کہ آفتاب خطِ استوا کے چھلّے کو منطقہ کی طرف کھینچتا ہے اصول الہیاۃ میں اس پر یہ طرہ بڑھایا کہ نصف چھلّے کو جو آفتاب سے قریب ہے منطقہ سے نزدیک کرتا ہے اور دوسرے نصف کو دُور۔ مگر اُس کی دُوری اُس کی نزدیکی سے کم ہے لہٰذا قُرب ہی بڑھتا ہے اور پھر گھٹے گا بھی، ان نصفوں میں فاصل وہ خط ہے کہ دونوں نقطۂ اعتدال میں واصل ہے وہ اس دوری کا محور ہے ۔

اقول اولاً جب دو[2] عظیمے مثلاً ا س ب، ا ح ب متقاطع ہوں اور اُن کا تقاطع نہ ہو گا مگر نصف پر ہر نصف منقسم پر ان میں غایت بُعد ہو گا جسے میل کلی و بُعدِ اعظم کہتے ہیں جیسے ح ء، ہ س اور یہ قوس اس زاویہ آ یا ب کا قیاس ہو گی اور بداہۃً دونوں زاویے ا ح ء، ہ ا س متساوی ہیں تو وجوباً ح ء، ہ س دونوں قوسیں برابر ہیں تو محال ہے کہ ایک نصف مثلاً ا ح ب کو ا ء ب سے قریب کرے اور دوسرے نصف ا ہ ب کو ا س ب سے بعید بلکہ جتنا ایک اِدھر کے نصف سے قریب ہو گا وجوباً اُتنا ہی دوسرا نصف دوسرے نصف سے قریب تر ہو جائے گا ورنہ دائرے کے دو ٹکڑے ہو جائیں گے ۔

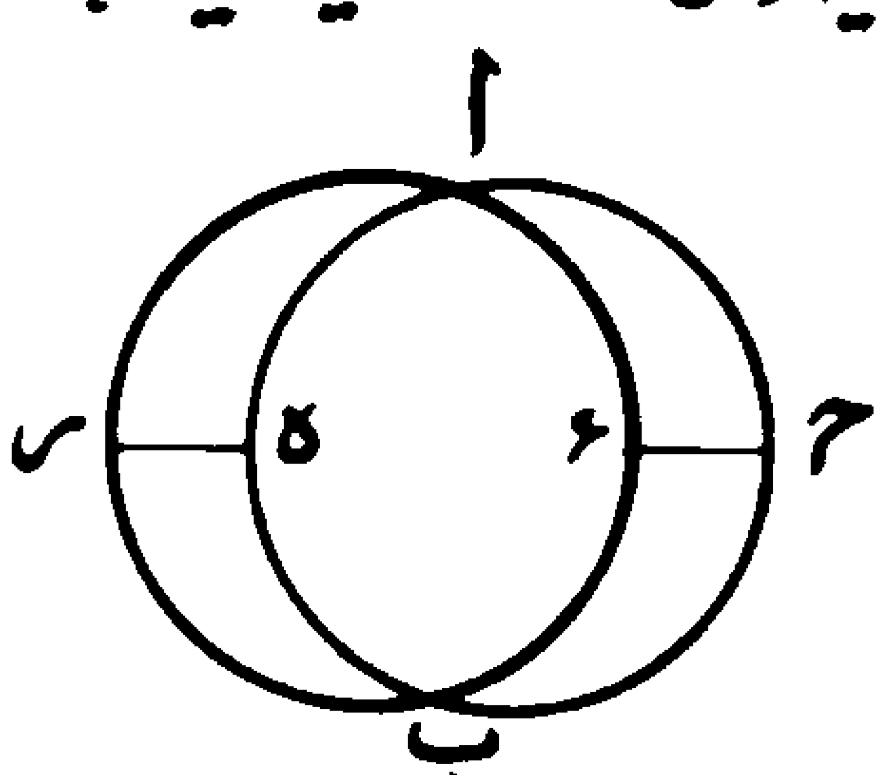

ثانیاً اس قریب و بعید کرنے میں تفاوت کے کیا معنی !

ثالثاً چھلّے کے دونوں نصف ہر روز آفتاب سے قُرب و بُعد بدلتے ہیں دن کو جو نصف قریب ہے شب کو بعید ہو گا و بالعکس تو دن کا عمل رات میں باطل، رات کا عمل دن میں زائل، اور سال بسال میل کی کمی غیر حاصل ۔

رابعاً کیا دلیل ہے کہ عمل کبھو یک زمانے کے بعد منعکس ہو گا اور میل کہ گھٹتا جاتا ہے، پھر بڑھنے لگے گا یا جو مُنہ پر آیا دعویٰ کر ڈالا یہاں تک کہ لکھ دیا کہ ابد الآباد تک یونہی کبھی گھٹتا کبھی بڑھتا رہے گا ۔

---

[1] ص ۱۸۶ و ص ۱۹۰ نیز ح ص ۱۷۶ ۔

[2] ص ۱۵۸ ۱۲ ۔

Marfat.com

خامساً کبوء مبادرت دونوں متلازم اور ایک علت کے معاذل ہیں جب کبوء منعکس ہوگا اور میل بڑھے گا ضرور خطِ استوا منطقہ سے دُور ہوتا جائے گا اور تقاطع غرب سے شرق کو آئے گا کبھی ایسا سُنا یا قدیم و جدید میں کسی کا ایسا زعم ہوا یا تحکمات بے سروپا ہی کا نام تحقیق جدید ہے۔

(۲۴) مرکز شمس تحت حقیقی ہے جو اس سے قریب ہے نیچے ہے اور بعید اوپر۔

اقول یہ مضمون ہیأت جدیدہ سے بوجوہ ثابت،

اوّلاً صاف تصریح کہ شمس[۱] ہی ثقیل حقیقی ہے باقی سب اضافی، ہر ایک بقدر اپنے ثقل کے مرکز شمس سے قرب چاہتا ہے اور اس سے زیادہ قرب سے بھاگتا ہے مع اس اقرار[۲] کے ثقل کا کام جانبِ زیریں کھینچنا ہے، تو روشن ہوا کہ مرکز شمس ہی تحت حقیقی ہے۔

ثانیاً ہماری طرح یہ بھی زہرہ وعطارد کو سفلیین اور مریخ ومافوقہ کو علویات کہتے ہیں ہمارے طور پر تو اس کی وجہ صحیح وظاہر ہے کہ مرکز زمین تحت حقیقی ہے زہرہ وعطارد اُس سے قریب ہیں اگرچہ اپنے بُعد ابعد پہ ہوں اور مریخ ومافوقہ بعید اگرچہ بُعد اقرب پر ہوں لیکن ان کے طور پر یہ نہیں بنتی کہ ہیأت جدیدہ کے زعم میں بارہا مریخ زمین سے قریب اور زہرہ وعطارد دُور ہوتے ہیں زیجات سنویہ یعنی المکنون میں دیکھئے گا کہ جابجا کتنے کتنے دن زمین سے بُعد مریخ کے لوگارثم میں عدد صحیح ۹ ہے کہ کسر محض ہوئی اور زہرہ وعطارد میں صفر کہ احاد صحاح کا مرتبہ ہوا۔ سب میں زیادہ تفاوت کا مقام وہ ہے کہ دونوں شمس کے ساتھ قران اعلیٰ

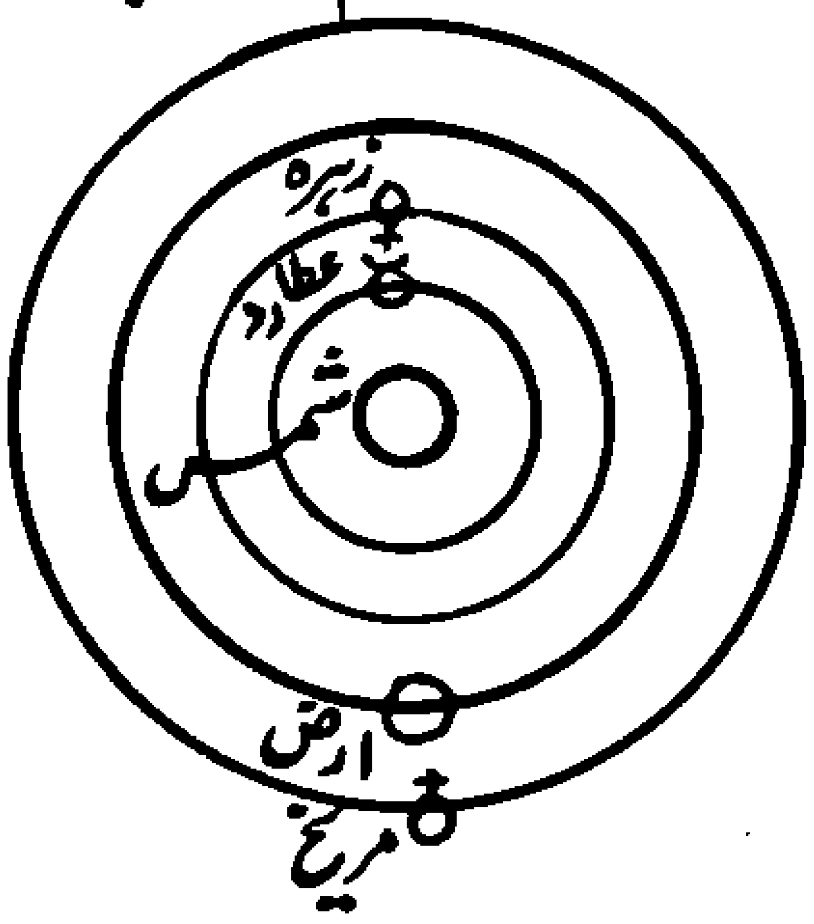

میں ہوں اور مریخ مقابلے میں اس صورت پر ظاہر ہے کہ اس وقت مریخ زمین سے
قریب ہوگا اور زہرہ وعطارد دور ہیأت جدیدہ نے اس وقت زمین سے
عطارد کا بُعدِ اعظم ۱۳۵۶۳۱۰۴۹ تیرہ کروڑ میل سے زائد اور زہرہ کا
۱۵۹۵۵۱۴۳۶ سولہ کروڑ میل کے قریب اور مریخ کا بُعد اقل
۲۶۳۸۸۹۸۵ کہ پونے تین کروڑ میل بھی نہیں تو اگر مرکزِ زمین تحت حقیقی
ہو تو لازم کہ بارہا مریخ نیچا اور زہرہ وعطارد اوپر ہوں، حالانکہ ایسا نہیں، لاجرم مرکز شمس کو تحت حقیقی لیا کہ زہرہ وعطارد ہمیشہ اس سے قریب ہیں اور مریخ بعید۔

ثالثاً صاف تصریح[۳] ہے کہ زہرہ وعطارد کا مدار مدارِ زمین کے اندر ہونے کے سبب ان کو سفلیین

۱؎ ح ص ۲۹ ۱۲ ۲؎ ح ص ۳۴

۳؎ ص ۲۷۴ ح ص ۹۶ ۱۲

Marfat.com

کہتے ہیں اور مریخ وغیرہ کا مدار مدارِ ارض سے باہر ہونے کے باعث اُن کو علویات۔ ظاہر ہے کہ یہ علو و سفل اضافی ہیں یعنی زہرہ و عطارد کا مدار اندر ہونے کے سبب تحت حقیقی سے بہ نسبت مدارِ ارض نزدیک تر ہے اور مریخ وغیرہ کا دُور تر کُھل گیا کہ اُن کے نزدیک مرکزِ شمس ہی تحت حقیقی ہے یہ ہے ہیأتِ جدیدہ اور اُس کی تحقیقاتِ ندیدہ تمام عقلائے عالم کے خلاف اس نمبر کا پُورا مزہ فصل سوم میں کُھلے گا ان شاء اللہ تعالٰی۔

(۲۵) خلا ممکن بلکہ واقع ہے بذریعہ آلہ کسی ظرف یا مکان کو ہوا سے بالکل خالی کر لیتے ہیں۔

اقول یہ ان کا مزعوم جابجا ہے، آلہ ایئر پمپ کا ذکر نمبر ۱۸ میں گزرا، فلسفہ قدیمہ خلا کو محال مانتا ہے، ہمارے نزدیک وہ ممکن ہے مگر زراقات و سراقات وغیرہا کی شہادت سے عادۃً محال[ع] اور ہوا بہت متخلخل جسم ہے کیا دلیل ہے کہ بذریعہ آلہ بالکل نکل جاتی ہے جزوِ قلیل متخلخل ہوکر سارے مکان کو بھر دیتا ہے جو بوجہ قلت قابلِ احساس نہیں ہوتا۔ نیوٹن[۱] نے لکھا اگر زمین کو اتنا دباتے کہ مسام بالکل نہ رہتے تو اُن کی مساحت ایک انچ مکعب سے زیادہ نہ ہوتی جب یہ عظیم کُرہ جس کی مساحت[۲] دو کھرب انسٹھ ارب تینتالیس کروڑ چھیانوے لاکھ ساٹھ ہزار

ع زراقہ پچکاری، سراقہ نیچورا۔ اس کا تنگ منہ اور نیچے باریک سوراخ پانی بھر کر اوپر انگوٹھے سے دبالو پانی نیچے نہ گرے گا کہ ہوا کے جانے کی کوئی جگہ نہ ہوگی پانی گرے تو خلا لازم آئے، انگوٹھا اٹھالو تو اب گرے گا کہ نیچے سے جتنا پانی نکلے گا اوپر سے اُتنی ہوا داخل ہوگی، ڈاٹ پچکاری کے نتھنے تک دبا کر پانی پر رکھ کر کھینچو پانی چڑھ آئے گا کہ ڈاٹ کے نکلنے سے جگہ خالی ہوگی اس خلا کو بھرے اور جب پانی بھر جائے اور ڈاٹ سے منہ بند ہو جھکانے سے پانی نہ گرے گا جیسے نیچورے سے نہ گرتا تھا کہ خلا نہ لازم آئے، مدت ہوئی میں ایک مشہور طبیب کے یہاں مدعو تھا گرمی کا موسم تھا حقہ بھر کر آیا نَے خشک تھی دُھواں نہ دیا میں نے اسے کہا تازہ کرو۔ اب دُھواں دینے لگا۔ میں نے حکیم صاحب سے وجہ پُوچھی، کُچھ نہ بتائی، میں نے کہا جب نَے خشک تھی مسام کُھلے ہوئے تھے پینے کے جذب سے جتنی ہَوا نَے کے اندر سے مُنہ میں آتی اُس کے قریب باہر کی ہَوا مسام کے ذریعہ سے نَے کے اندر آجاتی جگہ بھر جاتی اور دُھوئیں تک جذب کا اثر نہ پہنچا تازہ کرنے سے مسام بند ہو گئے اندر کی ہوا پینے سے کھینچی اور باہر کی آنہ سکی لاجرم خلا بھرنے کو دُھواں نَے میں آیا ۱۲ منہ غفرلہٗ۔

[۱] ط ص ۲۱ ۱۲

[۲] ص ص ۲۶۶ میں اس سے بھی زائد بتائی دو کھرب ساٹھ ارب اکسٹھ کروڑ تیس لاکھ میل مگر ہم نے مقررات جدیدہ پر حساب کیا تو اُسی قدر آئی ہم نے اپنے رسالہ الھنیئ النمیر[ف] میں ذکر کیا ہے کہ (باقی برصفحہ آئندہ)

ف: رسالہ الھنیئ النمیر فی الماء المستدیر فتاوٰی رضویہ جلد ۲ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور میں ہے۔

Marfat.com

میل ہے دب کر ایک انچ رہ جاتا تو ہوا کہ اُس سے کثافت میں ہزاروں درجے کم ہے کیا ایک تل بھر پھیل کر کروڑوں مکانوں کو نہ بھر سکے گی۔

تنبیہ لطیف: اقول اہلِ انصاف دیکھیں سردار ہیأت جدیدہ نیوٹن نے کیسی صریح خارج از عقل بات کہی کرۂ زمین اگر دب کر ایک انچ مکعب رہ جائے تو:

اوّلًا یہ سارا کرہ کہ کھربوں میل میں پھیلا ہوا ہے صرف ایک لاکھ دس ہزار پانسو بانوے (۱۱۰۵۹۲) ذرّوں کا مجموعہ ہو، ہر ذرّہ بال کی نوک کے برابر، اس لئے کہ گز اڑتالیس (۴۸) اُنگل ہے، ہر اُنگل ۶ جَو، ہر جَو دُمِ اسپِ ترکی کے ۶ بال، تو گز ۱۷۲۸ بال کی نوک ہے اسے ۳۶ پر تقسیم کئے سے انچ میں ۴۸ بال ہُوئے تو زمین کہ صرف ایک انچ مکعب کے لائق ہے ۱۱۰۵۹۲ ذرّوں ہی کا مجموعہ ہُوئی، یہ کیسا کُھلا باطل ہے، اتنے ذرّے تو اب ایک انچ مکعب مٹی میں ہوں گے باقی کھربوں میل کا پھیلاؤ کدھر گیا۔ یوں نہ ظاہر ہو تو ایک خط میں دیکھ لیجئے جب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

لوقطر + ۰٫۴۹۷۱۴۹۹ = لومحیط۔ اور اصول الہندسہ مقالہ ۷ شکل ۱۰ میں ہے کہ سطح قطر و محیط دائرہ عظیمہ = سطح کرہ۔ اور اسی کی شکل ۱۴ میں ہے کہ $\frac{\text{سطح کرہ}}{۶}$ × قطر = مساحت جرم کُرہ لہذا لوگارثم مذکور سے ۶ کا لوگارثم ۰٫۷۷۸۱۵۱۳ کم کرکے سہ چند لوگارثم قطر میں شامل کیا ۳ لوقطر + آ٫۷۱۸۹۹۸۶ = لومساحت کُرہ ہوا تفتیش تازہ ترین زمین کا قطر معدل ۷۹۱۳٫۰۸۶ میل ہے۔ لو ۳٫۸۹۸۳۴۵۹ × ۳ = ۱۱٫۶۹۵۰۳۷۷ + آ٫۷۱۸۹۹۸۶ = ۱۱٫۴۱۴۰۳۶۳ العدد ۲۵۹۴۳۹۶۶۰۰۰۰ وھو المطلوب ۱۲ منہ غفرلہ۔

نوٹ: ہمارا یہ طریقہ مختصر ہے اور یُوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے رسالہ مذکورہ میں بیان کیا کہ دو لوقطر + ۱٫۸۹۵۰۸۹۹ = لومساحت دائرہ پھر $\frac{۲}{۳}$ مساحت دائرہ عظیمہ × قطر = مساحتِ کُرہ اس لئے کہ اصول الہندسہ مقالہ ۴ شکل ۲ میں ثابت ہوا ہے کہ ربع مسطح قطر و محیط = مساحت دائرہ ہے اور مقالہ ۷ شکل ۱۰ میں ہے کہ مسطح قطر و محیط دائرہ عظیمہ = مساحت سطح کُرہ تو سطح کُرہ چار مثل سطح عظیمہ ہوئی اور اسکا مسدس × قطر = مطلوب ÷ آ٫۸۹۵۰۸۹۹ میں ۲ کا لو ۰٫۳۰۱۰۳۰۰ جمع اور ۳ کا لو ۰٫۴۷۷۱۲۱۳ تفریق کرو خواہ ۴ کا لو ۰٫۶۰۲۰۶۰۰ جمع اور ۶ کا لو ۰٫۷۷۸۱۵۱۳ تفریق کرو، بہرحال حاصل آ٫۷۱۸۹۹۸۶ ہے ۲ لوقطر پہلے تھا اور ایک اب بڑھا لہذا ۳ لوقطر ہوا ۱۲ منہ غفرلہٗ

Marfat.com

کرہَ زمین ایک انچ ہوتا اسکا قطر تقریبًا سوا انچ ہوتا یعنی[۱] ۹۰۰۷۰۴۲۶۱ جس میں بال کی نوک کے برابر ذرّے صرف ۵۹۶۵۵۳۶۴۵ ہو سکتے پُورے ساٹھ سمجھیے، بس یہ کائنات قطر زمین کی ہوتی اوراب ایک انچ طول کی خاک میں گن لیجئے اتنے ذرّے فی الحال موجود ہیں تو باقی ۸ ہزار میل کا خط کہاں سے بنا!

ثانیًا جب قطر میں ساٹھ[۶۰] ہی ذرّے ہوئے اور وہ ہے ۱۲۰ درجے اور زمین کا درجہ قطریہ ۶۶ میل کے قریب ہے یعنی ۶۵۶۹۴۲۳ میل کہ نصف قطر معدل ۳۹۵۶۶۵۴۳ میل ہے تو سبب اُس سمٹنے کے بعد پھیل کر حالت موجودہ پر آتی ہر ذرہ دوسرے سے ۱۳۲ میل کے فاصلے پر ہوتا تو زمین محسوس ہی نہ ہو سکتی۔

ثالثًا اگر بفرضِ غلط یہ منزلوں کے فاصلے پر ایک ایک ذرہ دوسرے سے جُدا نظر بھی آتا تو کوئی مجنون ہی اسے جسمِ واحد گمان کرتا۔

رابعًا زمین پر انسان حیوان کا بسنا چلنا درکنار کوئی مکان تعمیر ہونا محال ہوتا کہ ہر دو ذرّے کے بیچ میں ۱۳۲ میل کا خلا ہے۔

خامسًا اگر لوگ ہوا میں معلق بستے بھی تو امریکہ کے ہندوستان سے دکھائی دیتے اور ہندوستان کے مریکہ سے، اور شمس وقمر وکواکب کا طلوع غروب سب باطل ہوتا کہ منزلوں کے خلا میں متفرق ذرّے کیا حاجب ہوتے۔ یہ سب حالتیں زمین کی حالت موجودہ میں لازم ہیں کہ یہ وہی حالت تو ہے جو سمٹ کر پھیلنے کے بعد ہوتی۔ سمٹنے سے اجزاء کم وبیش نہیں ہوجاتے تو اب بھی قطرِ زمین وہی ۶۰ ذرّے بھر ہے اور سارے کُرے

---

[۱] اس لئے کہ بحکم تعکیس $\frac{\text{لومساحت کرہ} - \text{آ۶۷۱۸۹۹۸۶}}{۳}$ = لو قطر یہاں مساحت ایک ہے نہ صفر۔ عدد مذکور = ۰۶۲۸۱۰۰۱۴ ÷ ۳ = ۰۶۰۹۶۳۶۷۱۲ عددش ۹۰۰۷۰۴۲۶۱ یعنی ایک انچ مع کسر مذکور کہ قریب ربع ہے۔

فائدہ: اقول یُونہی کُرہ جس مقدار میں ایک فرض کیا جائے گا اُس کا قطر تقریبًا سوایا ہوگا اور قطر جس مقدار میں ایک فرض کیا جائے کرہ اس سے $\frac{۱۳۱}{۲۵۰}$ یعنی $\frac{۱۳}{۲۵}$ ہوگا اور بالتدقیق ۰۶۵۲۳۵۹۸۹۔ کہ جب قطر ایک ہے اس کا لوگارثم اور سہ چند لوگارثم سب صفر ہوا تو لومساحت کرہ صرف ۶۷۱۸۹۹۸۶ آ رہا جس کا عدد وہی مذکور ہے اور اس ۴۳۱ سے مقدار قطر کی کرہ پر زیادت متوہم نہ ہو کہ قطر میں اُس مقدار کی پہلی قوت ہوگی اور کُرے میں تیسری۔ یہیں دیکھئے کہ قطر میں ۶۰ ذرّے ہُوئے یعنی ایک انچ میں ۴۸، اور کُرے کی ایک انچ میں ۱۱۰۵۹۲ کہ ۴۸ کی مکعب ہے اس کی تصدیق یُوں ہو سکتی ہے کہ سوا انچ قطر میں ذرّے ۵۹۶۵۵۳۶۴۵ لوگارثم ۳۰۸۳۴۹۰۸۳ ۱۶۷۷۴۹۰۸۳، ۳× = ۵۱۳۲۴۷۲۴۹ + آ۶۷۱۸۹۹۸۶ = ۵۲۰۴۳۷۲۳۵ = لومساحت انچ مکعب اس کا عددش ۱۱۰۵۹۲ عدد ذرات کرہ ۱۲ منہ غفرلہ۔

Marfat.com

میں کل جمع ۱۱۰۵۹۲ ذرّے۔ اگر کہئے اجزائے دیمقراطیسیہ بال کی نوک سے چھوٹے ہیں تو وہ قطر میں ۶۰ نہیں بہت ہیں۔

اقول ایسے کتنے بہت ہیں ایسے کتنے چھوٹے ہیں ذہنی تقسیم میں کلام نہیں جس پر کہیں روک نہیں، ایک خشخاش کے دانہ پر دائرۂ عظیمہ لے کر اس کے ۳۶۰ درجے، ہر درجے کے ۶۰ دقیقے، ہر دقیقے کے ۶۰ ثانیے۔ یوں ہی عاشرے اور عاشرے کے عاشرے تک جتنے چاہئے حساب کر لیجئے کیا یہ جس میں متمایز ہو سکتے ہیں، یہ فلکِ شمس جسے تم مدارِ زمین کہتے ہو جس کا محیط دائرہ ۵۸ کروڑ میل سے زائد ہے۔ ہم فصل اوّل میں ثابت کرینگے کہ اس کا عاشرہ ایک بال کی نوک کے سوا لاکھ حصّوں سے ایک حصہ ہے تقسیم جتنی ہیں کلام ہے جس کا انتفا اجزاءِ دیمقراطیسیہ میں لیا گیا ہے اور شک نہیں کہ بال کی نوک کا پچاسواں حصہ بھی حِسّاً جُدا نہیں ہو سکتا تو جزءِ دیمقراطیسی زیادہ سے زیادہ ایک ذرّے میں پچاس رکھ لیجئے، نہ سہی ہر بال کی نوک میں ۱۳۲ فرض کیجئے اب تو کوئی گلہ نہ رہا اور کاسے میں آش بدستور، جب ہر ذرّہ دوسرے سے ۱۳۲ میل کے فاصلے پر تھا اب ہر جز دوسرے سے میل میل بھر کے فاصلے پر ہوا، اب کیا اس کا قطر بال کی ۶۰ نوک سے بڑھ جاتا ایک نوک کے حصے کتنے ہی ٹھہرالو اب کیا زمین محسوس ہو سکتی، اب کیا جسمِ واحد سمجھی جاتی، اب کیا اس پر کھڑا ہونا یا مکان ممکن ہو جاتا اب کیا اُدھر کی آبادی اِدھر نظر نہ آتی، اب کیا چاند سورج یا کوئی تارا غروب کر سکتا، ہر دو جزء میں ایک میل کا فاص[illegible] کیا کم ہے، ملاحظہ ہو یہ ہیں ان کی تحقیقاتِ جدیدہ اور یہ ہیں ان کے اتباع کی خوش اعتقادیاں کہ متبوع کیسی ہی بے عقلی کا ہذیان لکھ جائے یہ اٰمنّا کہنے کو موجود۔

اخیر میں پہلی گزارش تو یہ ہے کہ صحت کی تمامتر کوشش کے باوجود

(۲۶) آسمان کچھ نہیں فضائے خالی نامحدود وغیر متناہی ہے ایک پتھر کہ پھینکا جائے اگر جذب زمین و مزاحمت ہوا وغیرہ نہ روکیں تو ہمیشہ یکساں رفتار سے چلا جائے کبھی نہ ٹھہرے زمین کو کششِ آفتاب[1] حائل نہ ہوتی تو ہمیشہ مساوی حرکت سے سیدھی ایک طرف چلی جاتی۔ یہ اُن کی خام خیالیاں ہیں۔ آسمان پر ایمان ہر آسمانی کتاب ماننے والے پر لازم اور بُعد موجود قطعاً محدود لامتناہی ابعاد دلائل قاطعہ سے مردود۔

(۲۷) اگلے تو غلطی میں پڑ کر وجودِ فلک کے قائل ہوئے اور ہم پچھلے (یعنی) ہیأت جدیدہ والے[2] اگرچہ آسمان نہیں مانتے پھر بھی حسابی غلطیوں اور ہندسی خطاؤں کے رفع کے لئے ان تمام حرکات و دوائر کو اگلوں کی طرح ایک کرہ کے مقعر میں مانتے ہیں جو منتہائے نظر راصد پر ہے اور اس کا مرکز مرکزِ زمین۔

---

[1] ح صـ۲۴ وغیرہ ط صـ۱۷ ۱۲۔ [2] ط صـ۵۶ ۱۲

[3] ح صـ۴۶ اور اسی کا اشارہ ص صـ۲۳ میں ہے ۱۲

Marfat.com

اقول اوّلاً یہ اقرار غنیمت ہے کہ بے آسمانی کُرہ مانے حساب میں غلطی اور ہندسی اعمال میں خطا پڑتی ہے مگر یہ منطق نرالی ہے کہ وہی غلط ہے جس کے ماننے سے غلطیاں رفع ہوتی ہیں۔

ثانیاً تمام عُقلا تو ان دوائر کو آسمانی کُرہ کی محدب پر مانتے ہیں مگر یہ انھیں کیونکر راست آتا کہ فضائے نامحدود کا محدب کہاں، لہذا مقعر لیا اب اس کو بھی تحدید درکار، وہ انتہائے نظر راصد سے لی، تحدید تو اب بھی نہ ہوئی، راصدوں کی نظریں مختلف ہیں، اور سب سے تیز نظر کا لیا جائے تو آگے آلات ہیں اور اُن کی قوتیں مختلف، سب سے قوی قوت کا لیا جائے تو اُس کی بھی حد نہیں، روز نئے آلے ایجاد ہوتے ہیں۔ نگاہ مجرد ہو یا مع آلہ اس کی اپنی انتہا اس سقفِ نیلی پر ہے جسے ہیأتِ قدیمہ نہایت عالمِ نسیم کُرۂ بخار کہتی ہے اور جدیدہ ایک محض موہوم حدِ نظر اور حقیقت میں وہ اسی آسمانِ دنیا یعنی فلکِ قمر کا مقعر ہے اس کے بعد روشن اجرام نہ ہوتے تو کچھ نظر نہ آتا اور روشن اجرام زاویہ بابصار بننے کے لائق بُعد پر کتنے ہی دور لئے جائیں نگاہ اُن تک پہنچے گی تو واقع میں کوئی حد نہیں، ہاں یہ کہئے کہ کل جب تک یہ آلات نہ نکلے تھے جہاں تک نگاہ پہنچتی تھی اُس بُعد پر یہ مقعر و دوائر بنتے تھے آلات بن کر ان سے زائد پر ہوئے اور جو آلہ قوی تر ایجاد ہوتا گیا یہ کُرۂ عالم اونچا ہوتا گیا اور آئندہ یوں ہی ہوتا رہے گا حد بندی کچھ نہیں کیونکہ حساب و ہندسہ کی غلطیاں رفع کرنے کو ایک غلط بات ماننا درکار ہے جیسی بھی ہو۔

ثالثاً سماوی کُرہ واقعی خواہ فرضی بالطبع ایسا ہونا لازم کہ تحت حقیقی سے اُس تک بُعد ہر جانب سے برابر ہوا، اس کے کوئی معنیٰ نہیں کہ یہ مقعر ایک طرف زیادہ اونچا ہے دوسری طرف کم، تو اسے مرکزِ شمس پر لینا تھا کہ وہی تمھارے نزدیک تحت حقیقی ہے ۲۴ مگر مجبوری سب کچھ کراتی ہے وہ حسابی و ہندسی غلطیاں یونہی رفع ہوتی ہیں کہ باتباعِ قدما مرکزِ عالم مرکزِ زمین پر لیا جائے۔

رابعاً مرکزِ زمین ہو یا مرکزِ شمس یا کوئی ایک مرکز معین ہیأت جدیدہ سب دوائر کو جن سے ہیأت کا نظام بنتا ہے ایک مرکز پر مان سکتی ہی نہیں جس کا بیان عنقریب آتا ہے اور بے ایک مرکز پر مانے ہیأت کا نظام سب درہم و برہم، غرض بیچارے ہیں مشکل میں، دوائر اور ان کے مسائل سب قدما سے سیکھے اور اُنھیں کی طرح اُن سے بحث چاہتے ہیں مگر جدید مذہب والا بننے کو اصولِ معکوس لئے اب نہ وہ بنتے ہیں نہ یہ چھوٹتے ہیں، سانپ کے منہ کی چھچھوندر ہیں۔ آسمان گما کر سورج تھما کر جاذبیت کے مثل ماتھوں نے ستیارے گھما کر چار طرف ہاتھ پاؤں مارتے ہیں اور بنتی کچھ نہیں۔ بعونہٖ تعالےٰ یہ سب بیان عیاں ہو جائے گا و باللہ التوفیق۔

(۲۸) زمین کے خطِ استوا کو جب مقعر سماوی تک لے جائیں تو ایک دائرۂ عظیمہ پیدا ہوگا کہ

Marfat.com

کرۂ فلک کے دو حصے مساوی کر دے۔ یہ خط اعتدال یا آسمانی خط استوا یعنی مُعدل النہار ہے دائرہ عظیمہ وہ دائرہ ہے کہ کُرہ کے دو برابر حصے کر دے۔

اقول اتنی قدما سے سیکھ کر ٹھیک کہی مگر ہیأت جدیدہ ہرگز اسے ٹھیک نہ رکھے گی جس کا بیان بعونہ تعالےٰ عنقریب آتا ہے۔ حدائق نے اس میں ایک مہمل اضافہ کیا کہ منطقۂ حرکت یومیہ زمین کو قاطع عالم فرض کرنے سے عالمِ علوی میں مُعدل النہار اور زمین پر خطِ استوا پیدا ہوتا ہے۔

اقول خطِ استوا ہی تو وہ منطقہ ہے اُسے قاطع عالم ماننے سے خود اس کا پیدا ہونا عجیب ہے۔

(۲۹) تمام مباحث ہیأت کی امہات دوائر دو دائرے ہیں مُعدل النہار کہ گزرا، دوسرا دائرۃ البروج اس کی تعیین ہیأت جدیدہ کے اضطراب دیکھے، سیکھا اسے بھی قُدما سے، اور بے اس کے ہیأت کے کام احکام چل نہیں سکتے۔ ناچار ابحاث و احکام میں بھی قُدما کی تقلید کی مگر بےخبر کہ ہیأتِ جدیدہ کے غلط اصول ان کا تحمل بڑا نہ رکھیں گے نہ تمھیں دائرۃ البروج کی صحیح تعریف کرنے دیں گے۔ اصول علم الہیأت میں کہا زمین اپنے دورۂ سالانہ گرد شمس سے جو دائرہ عظیمہ بناتی ہے وہ دائرۃ البروج ہے اس کی سطح معدل پر ۲۳ درجے، ۲۷ دقیقے کچھ ثانیے مائل ہے یہ بارہ برج مساوی پر تقسیم ہے جن میں چھ خط استوا سے شمال کو ہیں چھ جنوب کو، ہر برج ۳۰ درجے حدائق میں کہا یہ دائرہ مدار زمین کو قاطع عالم فرض کرنے سے فضائے علوی میں حادث ہوتا ہے۔

اقول اوّلاً یہ سب غلط ہے بلکہ مدارِ شمس (جسے یہ مدارِ زمین کہتے ہیں) مرکزِ عالم سے جدا مرکز پر واقع ہے تو اس کے قطر کا ایک نقطہ مرکز عالم سے غایت بُعد پر ہے جسے اوج کہتے ہیں دوسرا غایت قُرب پر جسے حضیض، جن کی تصویر ۳۳ میں آتی ہے مرکز عالم پر اوج کی دوری سے دائرہ کھینچیں کہ منطقۂ ممثل ہے اس دائرے کو قاطع عالم لیں محدب فلک الافلاک پر اس کے موازی جو دائرہ بنا وہ دائرۃ البروج ہے جس کا مرکز مرکزِ عالم ہے ہمارے بیان کا حق اور اُن کے مزعوم کا باطل ہونا ابھی خود اُن کے اقراروں سے کُھلا جاتا ہے اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

ثانیاً اس سے قطع نظر ہو تو طریق علمی سے مشابہ وہی ہے جو حدائق میں کہا نہ کہ نفس مدار کو دائرۃ البروج ماننا جس سے اوپر ڈیڑھ سو کے قریب مدار موجود ہیں اور سب کی مباینت اس سے لی جاتی ہے جو اسے مقعر سماوی سے اتنا نیچا لینے پر نہیں بن سکتی۔

ثالثاً مدار زمین تو بعضی مانتے ہو دائرۃ البروج دائرہ کیسے ہوا اور مجاز کا دامن تھامنا کام نہ دے گا کہ میل و عرض ہما کے مؤامرات علم مثلث کروی پر مبنی اور وہ دوائر تامہ ہی میں جاری۔

(۳۰) مُعدل النہار و دائرۃ البروج کا تقاطع تناصف پر ہے یعنی نقطتین اعتدال سے دونوں کی تنصیف کروی ہے، ہیأت جدیدہ میں بھی جتنے کُرے بنتے ہیں سماوی خواہ ارضی جن کو گلوب کہتے ہیں سب

Marfat.com

میں دیکھ لو دونوں دائرے متناصف ملیں گے اور یہ ایک ایسی بات ہے جس سے ہر بچہ آگاہ ہے جس نے قدیمہ خواہ جدیدہ کسی ہیأت کے دروازے میں پہلا قدم رکھا ہو۔ نیز ابھی نمبر ۲۹ میں اصول علم الہیأت سے گزرا کہ ایک نقطۂ اعتدال سے دوسرے تک دائرۃ البروج کے ۱۸۰ درجے ہیں یہ اس کی تنصیف ہوئی اور اور اُسی سے نمبر ۲۳ میں گزرا کہ خطِ استوا کے نصفین کی تحدید انھیں دو نقطۂ اعتدال سے ہے، نیز اسی کے نمبر ۵۹ میں ہے کہ یہ دونوں عظیمے ایک دوسرے کو دو نقطۂ متقابل پر قطع کرتے ہیں ظاہر ہے کہ دائرے پر متقابل نقطے وہی ہوتے ہیں جن میں نصف دور کا فصل ہو اور سب سے صاف تر ۱۵۷ میں کہا کہ دونوں نقطۂ اعتدال میں مطالع یعنی مُعدّل کی قوس ۱۸۰ درجے ہے۔ پھر کہا یعنی دائرۃ البروج خط استوا کو دو نقطۂ متقابلہ پر قطع کرتا ہے جن میں فصل ۱۸۰ درجے ہے۔ پھر کہا یہ برہان ہے اس پر کہ دائرۃ بروج دائرۂ عظیمہ ہی ہے کہ سوا عظیمہ کے کوئی دائرہ خطِ استوا یعنی مُعدّل کو اس طرح قطع نہیں کرسکتا غرض یہ ایسا مسئلہ ہے جس پر ہیأتِ جدیدہ وجملہ عُقلائے عالم سب کا اتفاق ہے۔

اقول اب اسے تین نتیجے بدیہی طور پر لازم:

(ا) یہ دونوں دائرے متساوی ہیں۔

(ب) دونوں مرکزِ واحد پر ہیں۔

(ج) دونوں ایک کُرے کے دائرۂ عظیمہ ہیں۔

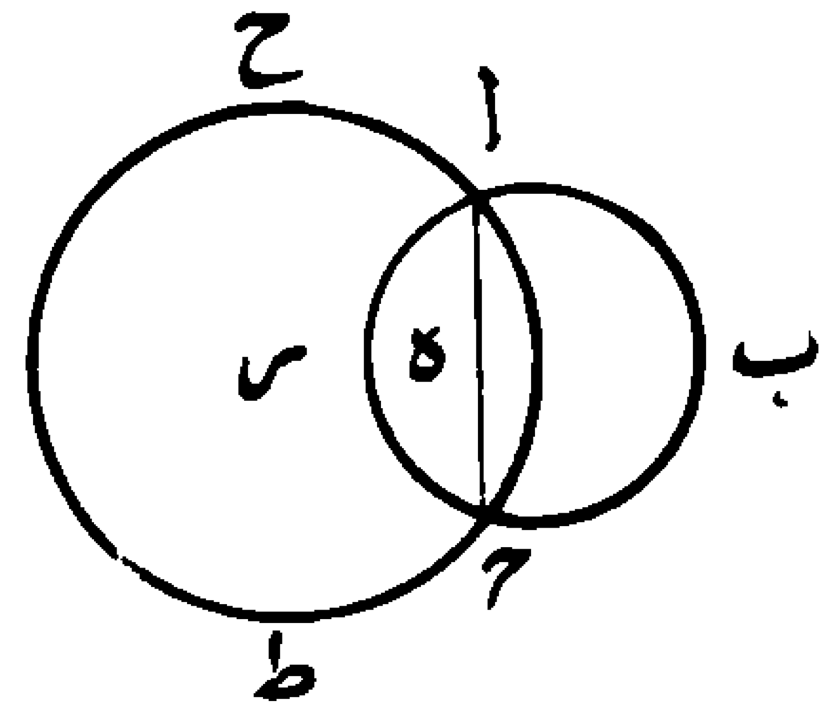

ظاہر ہے کہ چھوٹے بڑے دائروں کا تناصف ممکن نہیں ورنہ جزوکل مساوی ہوجائیں دائرہ ا ح ء نے چھوٹے دائرہ ا ب ج کی نقطتین ا ج پر تنصیف کی ا ج وصل کیا ضرور ہے کہ ا ب ج کے مرکز سے ہ پر گزرا اور اس کا قطر ہوا، اب اُنھیں نقطوں پر دائرہ ا ح ء کی بھی تنصیف مانو تو اگر یہی ا ج اُس کا بھی قطر ہو تو دونوں دائرے مساوی ہوگئے اور اگر اُس کا قطر ح ط ہوا تو قوس ا ء ج بھی اُس کی نصف ہوئی اور ح ء ط بھی بہرحال جزوکل برابر ہوگئے۔ یونہی دو مساوی دائروں کا مرکز مختلف ہو تو ان کا تناصف محال۔

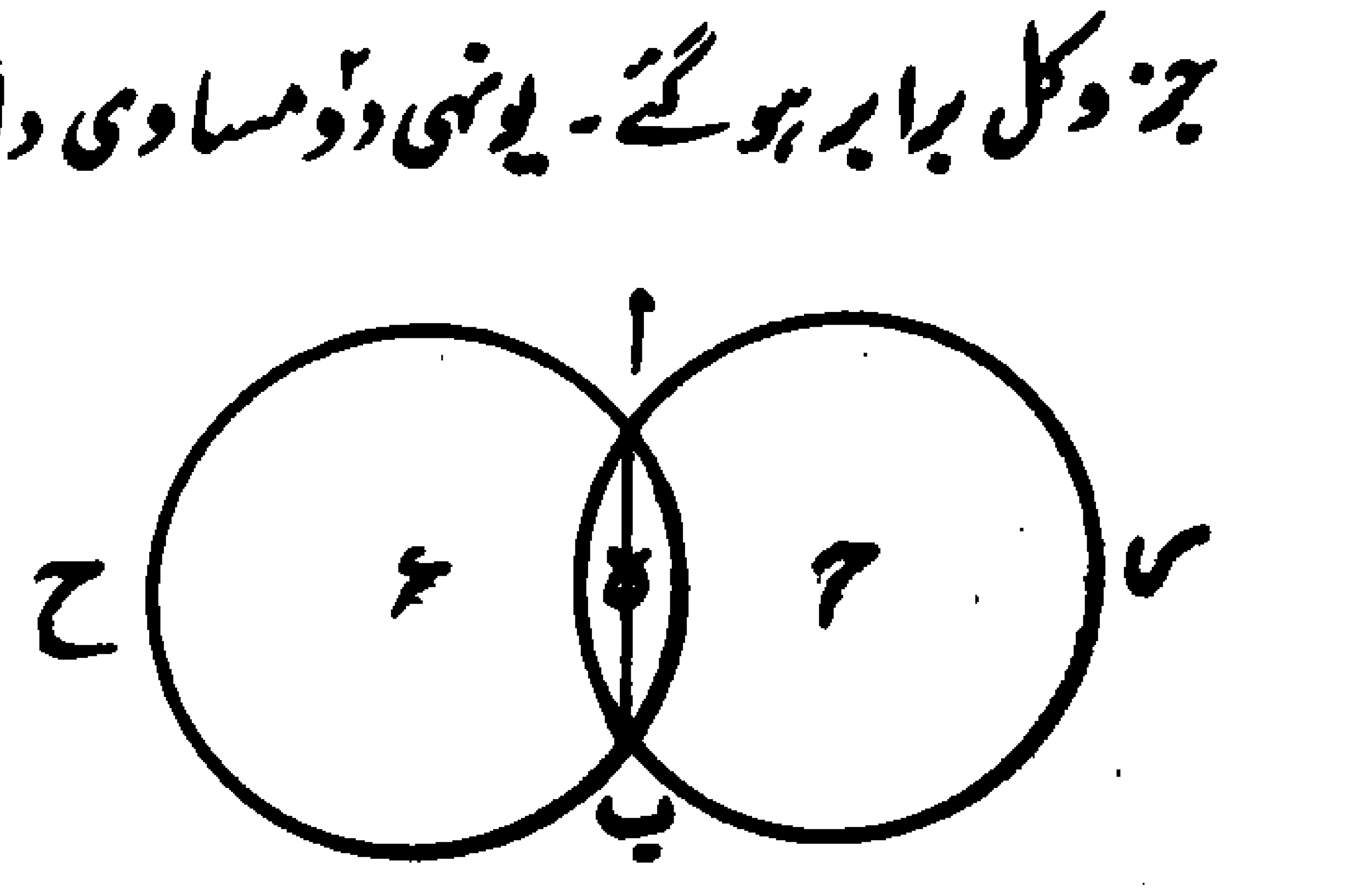

دائرہ ا ر ب کا مرکز ج ہے اور ا ح ب کا ء، اور نقطتین ا ب پر تناصف، ا ب وصل کیا ضرورۃً ہر ایک کا قُطر ہوا کہ اس کے نصفین میں فاصل ہے تو قطعاً دونوں کے مرکز پر گزرا کہ ہ ہے تو ہر دائرے کے دو مرکز ہوگئے اور یہ محال ہے ورنہ جزوکل مساوی ہوں اور جب یہ دونوں عظیمے مساوی دائرے مرکزِ واحد پر ہیں تو یقیناً کُرۂ واحدہ کے عظام سے

Marfat.com

ہیں، بالجملہ یہ تینوں نتیجے متفق علیہ ہیں اور خود جملہ کُراتِ ارضی و سماوی کہ اب تک ہیأت جدیدہ میں بنتے ہیں ان کی صحت پر شاہد عادل۔

فوائد: ا سطح مستوی میں کبھی دو دائرے تناصف نہیں کرسکتے کہ اس کے لئے اتحاد مرکز لازم، اور وہ اس کے متقاطع دائروں میں محال (اقلیدس[1] مقالہ ۳ شکل ۵) ب دائرۃ البروج کی تعریف کہ حدائق میں کی باطل ہے کہ مُعدل سے مرکز بدل گیا، ج اصول الہیأت کی تعریف اس سے باطل تر ہے کہ مرکز بھی مختلف اور دائرے بھی چھوٹے بڑے۔ اور حق وُہ ہے جو ہم نے کہا۔ ۶ جب ان کے مرکز مختلف تو دونوں عظیمے کیسے ہوسکتے ہیں کہ عظیمہ کا مرکز نفس مرکز کُرہ ہونا لازم (دیکھو مثلث کُروی باب اول نمبر ۳) ہ حدائق نے سُنی سنائی یا اسی ہوشیاری سے سب دوائر کو ایک مقعر سماوی پر لیا جس کا مرکز زمین ہے مگر بھُلا کر تمھارے نزدیک تو وہ مدار زمین ہے یا مقعر فلک پر اس کا موازی، بہرحال اس کا مرکز مرکز مدار زمین مرکز زمین ہونا کیسی صریح جنون کی بات ہے۔ دائرۃ البروج کو اپنے مرکز پر رکھ کر مقعر سماوی پر لیا ہے تو نہ وہ عظیمہ ہوسکتا ہے نہ معدل النہار اُس کا تناصف ممکن اور اگر اُسے مرکز زمین کی طرف منتقل کر لیا تو دائرہ ہی وہ نہ رہا، نہ اس کی جگہ وُہ رہی، نہ اب اس جدید دائرے اور مُعدّل کا غایت بعد کہ میل کلی کہلاتا ہے دائرۃ البروج کا میل ہوسکتا ہے، غرض تمام نظام ہیأت تہ و بالا ہے، تقلیدی باتیں کہتے چلے گئے اور خبر نہیں کہ ان کے اصول کی شامت لگ گئی۔

(۳۱) مُعدّل النّہار[2] و دائرۃ البروج دونوں دائرہ شخصیہ ہیں یعنی ہر ایک شخص واحد معین ہے کہ اختلاف لحاظ سے نہ اس کا محل بدلے نہ حال بخلاف دوائر نوعیہ کہ مختلف لحاظوں سے مختلف پڑتے ہیں جیسے دائرہ نصف النہار کہ ہر طول میں جُدا ہے اور دائرہ افق کہ ہر عرض و ہر طول میں نیا ہے۔

---

[1] اقلیدس نے ایک شکل یہ رکھی چھٹی یہ کہ دو متماس دائروں کا ایک مرکز نہیں ہوسکتا اور ایک شق باقی رہی کہ دو متبائن غیر متوازی دائروں کا مرکز ایک ہو ممکن نہیں، مناسب یہ تھا کہ ایک شکل ان تینوں کو حاوی رکھی جاتی کہ دو غیر متوازی دائروں کا مرکز ایک ہونا ممکن خواہ متقاطع ہوں یا متماس کہ جب مرکز ایک ہے تو اس سے ہر دائرے تک ہر طرف بُعد مساوی ہے اور مساویوں سے مساوی ساقط کرکے مساوی رہیں گے تو دونوں دائروں کا ہر طرف فصل مساوی ہوا تو متوازی ہوگئے اور فرض کئے تھے نامتوازی ۱۲ منہ غفرلہ۔

[2] ح صفحہ ۴۶ ۱۲۔

Marfat.com

اقول بلاشبہہ حق یہی ہے اور خود ہیآتِ جدیدہ کے سماوی وارضی کُرے اُس پر شاہد کہ دونوں دائرُوں کو غیر متبدل بناتے ہیں بخلاف اُفق و نصف النہار کہ اُن کی تبدیل حسب موقع کا طریقہ رکھتے ہیں مگر ہیآت جدیدہ کا یہ اقرار اور قولاً وفعلاً اظہار بھی نرا تقلیدی ہے جس نے اُس کے اصول کا خاتمہ کردیا علیٰ اھلھا تجنی براقش[1] (براقش اپنے ہی اہل پر مصیبت لاتی ہے) دائرۃ البروج کا حال تو ابھی گزرا کہ تھا مرکز مدار پر اور لیتے ہیں مرکز زمین پر، تو وہ شخص کیسا، وہ نوع ہی بدل گئی اور مُعدل کا حال ابھی آتا ہے۔

(۳۲) قطبین[2] جنوبی وشمالی ساکن نہیں بلکہ قطبین دائرۃ البروج کے گرد گھومتے ہیں بمبادرت اعتدالین کے باعث ۲۵۸۱۷ برس میں قطب بروج کے گردان کا دورہ پورا ہوتا ہے مبادرت[3] ہر سال ۵۰٫۲″ ہے اور ہر دائرے میں ۱۲۹۶۰۰۰ ثانیے ان کو ۵۰٫۲ پر تقسیم کئے سے ۲۵۸۱۷[4] حاصل ہوئے۔

اقول ہیآت جدیدہ کہ ہمیشہ معکوس گوئی کی عادی ہے جس کا کچھ بیان بعونہٖ تعالیٰ آتا ہے اس پر مجبور رہے کہ قطبین عالم کو متحرک مانے کہ زمین اُس دائرے پر حرکت کرتی ہے جس کا قطر ۱۹ کروڑ میل کے قریب ہے اور اس کا مدار ایک دائرہ ثابتہ ہے تو قطبین مدار تو ساکن ہیں اور قطبین جنوب وشمال کہ قطبین عالم و قطبین اعتدال ہیں اور زمین کے محور تحرک کے دونوں کناروں پر ہیں ضرور اس کی حرکت سے کروڑوں میل اُوپر اٹھیں گے اور کروڑوں میل نیچے گریں گے مگر اولاً اب معدل النہار دائرۂ شخصیہ کب رہا بلکہ ہر آن نیا ہے کہ ہر آن اس کے مرکز کا مقام جدا ہے۔

ثانیاً وہ فرض کئے ہوئے مقعر سماوی کو بھی دم بھر چین نہ لینے دے گا کہ اس مقعر کا مرکز بھی مرکز زمین مانا ہے[2]، اور وہ کروڑوں میل اُٹھنے گرنے میں ہے تو یونہی ہر آن مقعر سماوی بدلے گا اور اگر وہ بحال رہے تو دائرہ اس پر کب رہا کروڑوں میل اس کے اندر جائے گا اور دوسری طرف خلا چھوڑے گا پھر دوسری طرف کروڑوں میل اندر جائے گا، اور اُدھر خلا چھوڑے گا، اسی کو کہا تھا کہ یہ سب دوائر ایک مقعر سماوی پر لیتے ہیں۔

ثالثاً بفرض باطل دائرۃ البروج کو بھی اسی مقعر و مرکز پر لے لیا اور یہ ہر آن متبدل ہیں تو دائرۃ البروج بھی ہر آن بدلے گا تو شخصیہ کب رہا، یا وہ تنہا خواہ مع مقعر سماوی برقرار رکھا جائے گا کہ اُس کا مرکز ثابت ہے تو اس کی تبدیل کی وجہ نہیں تو میل اور صدہا مسائل کا کیا ٹھکانا رہے گا، غرض بات وہی ہے کہ

---

[1] المنجد دار الاشاعت کراچی ص ۱۱۶۰

[2] ص ۳۳۷ و ۱۸۴ و ۱۹۰ ۱۲ [3] ص ۱۸۳ ۱۲

[4] یعنی ۲۵۸۱۶٫۷۳۳ باسقاط خفیف ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

تقلیداً معدل النہار و دائرۃ البروج کا نام سُن لیا اور اُدھر اُن احکام کی تقلید کی جو اصولِ قدما پر مبنی تھے اِدھر اپنے اصول کا گندہ بروزہ ملایا وہ ایک مہمل معجون باطل ہو کر رہ گیا۔ یہ ہے ہیآت جدیدہ اور اسکی تحقیقات ندیدہ۔

(۳۴) زمین وغیرہ ہر سیارے کا اپنے محور پر گھومنا اس سبب سے ہے کہ طبعیات میں ثابت ہوا ہے کہ ہر چیز بالطبع آفتاب سے نور و حرارت لینا چاہتا ہے اگر سیارے حرکتِ وضعیہ نہ کریں جمیع اجزا کو نور و حرارت نہ پہنچے۔

اقول یہ وجہ موجہ نہیں اولاً اجزا میں جاذبہ و ماسکہ و نافذہ کے علاوہ ایک قوتِ شائقہ ماننی پڑے گی اور اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

ثانیاً زمین سے ذرّے اور ریگ کے دانے خفیف پھونک سے جدا ہو جاتے ہیں ان کا یہ شوق طبعی کیا اتنی بھی قوت نہ رکھے گا کہ زمین سے بے جدا کئے ان کو گھمائے پھر ایک ایک ذرہ اور ریتے کا دانہ آفتاب میں اپنے نفس پر حرکت مستدیرہ کیوں نہیں کرتا اس کا جو حصہ مقابل آفتاب ہے سو برس گزر جائیں جب تک ہٹایا نہ جائے وہی مقابل رہتا ہے دوسرا حصہ کہ آفتاب سے حجاب میں ہے کیوں نہیں طلب حرارت و نور کے لئے آگے آتا۔

ثالثاً زمین میں مسام اتنے ہیں کہ پوری دبائیں تو ایک انچ کی رہ جائے (ع ۲۵) تو ظاہر ہے کہ اس کا کوئی جزو دوسرے سے متصل نہیں سب ایک دوسرے سے بہت فصل پر ہیں تو ہر جزء اپنے نفس پر کیوں نہ گھوما کہ اس کے سب اطراف کو روشنی و گرمی پہنچتی صرف کُرے کے محور پر گھومنے سے ہر جزء پورے انتفاع سے محروم رہا۔

رابعاً کُرہ کی حرکتِ وضعیہ سے سطح بالا ہی کے سب اجزاء فی الجملہ مستفید ہوں گے اندر کے جملہ اجزاء اب بھی محروم مطلق رہے تو جمیع اجزا کا استفادہ کب ہوا اندر کے اجزا طلب نور و حرارت کے لئے اوپر کیوں نہیں آتے، اگر کہئے اوپر کے اجزا جگہ روکے ہوئے ہیں۔

اقول اولاً غلط۔ انچ بھر کی زمین جب پونے تین کھرب میل میں پھیلی ہوئی ہے اس میں کس قدر وسیع مسام ہوں گے (نمبر ۲۵) اُن سوراخوں سے باہر کیوں نہیں آتے۔

ثانیاً اُوپر کے اجزاء میں جو آفتاب سے حجاب ہیں اُن کی جگہ اگلے اجزا رُکے ہوئے ہیں جو مقابل شمس ہیں، پھر حرکت وضعیہ کیونکر ہوتی ہے۔

لہ ح ص ۱۴۱

Marfat.com

ثالثاً آفتاب بھی تو اپنے محور پر گھومتا ہے وہ کس نور و حرارت کی طلب کو ہے۔ بالجملہ یہ وجہ بیہودہ ہے بلکہ اصول ہیأت جدیدہ پر اس کی وجہ ہم بیان کریں :

اقول اس کا سبب بھی جاذبہ[1] و نافرہ ہے جذب قرب و بُعد سے مختلف ہوتا ہے ولہذا خط عمود پر سب سے زیادہ ہے کلیت سیارہ مثلاً ارض کے لئے جاذب سے تنفر کا جواب مدار پر جانے سے ہو گیا مگر اب بھی اس کے اجزاء پر جذب مختلف ہے خاص وہ اجزا کہ مقابل شمس ہیں اُن پر جذب اقوی ہے اور اُن میں بھی جو بالخصوص زیر عمود ہے پھر جتنا قریب ہے (ع[2]) یہ اجزاء اس سے بچنے کے لئے مقابلہ سے ہٹتے اور بالضرورت اپنے اگلے اجزاء کو اپنے لئے جگہ خالی کرنے کو دفع کرتے ہیں وہ اپنے اگلوں کو وہ اپنے اگلوں کو یوں محور پر دورہ پیدا ہوتا ہے اب جو اجزا پہلے اجزا سے مقابلہ کے پیچھے تھے مقابل آئے اب یہ مقابلہ سے بچنے کو اپنے اگلوں کو ہٹاتے ہیں اور وہی سلسلہ چلتا ہے یوں دورہ پہ دورہ مستمر رہتا ہے۔ اگر کہئے زمین بوجہ کثرت بُعد و قلت حجم آفتاب کے آگے گویا ایک نقطہ ہے ولہذا آفتاب کا اختلاف منظر ۹ ثانیے بھی نہیں تو اس کے اجزا پر مقابلہ و حجاب کا اختلاف نہ ہوگا بلکہ گویا سب مقابل ہیں۔

اقول اولاً نظر[2] ظاہر میں تو یہی کافی کہ ایسا ہے تو تقریباً نصف کرۂ زمین میں ہمیشہ رات کیوں رہتی ہے سب ہی روشن رہا کرے کہ سب مقابل شمس ہے۔

ثانیاً آخر کچھ نہیں تو اختلاف منظر کیوں، جب نصف قطر کی یہ مقدار ہے کل سطح کی اکثر و اکبر ہے۔ اسی قدر اختلاف جذب کو بس ہے۔

ثالثاً بالفرض سب ہی مقابل سہی عمود و منحرف کا فرق کدھر جائے گا۔ یوں بھی اختلاف حاصل، بالجملہ یہ تقریر اُن مقدمات پر مبنی ہے جو ضرور ہیأت جدیدہ کے اصول مقررہ ہیں تو یہی اسے واجب التسلیم ہے اگرچہ حقیقۃً اعتراض سے خالی نہ یہ نہ وہ، بلکہ ہم بتوفیقہ تعالیٰ فصل سوم میں روشن کریں گے کہ دونوں وجہیں باطل محض ہیں اور کیوں نہ ہو کہ اصول باطلہ ہیأت جدیدہ پر مبنی ہیں پھر بھی یہ اس سے اسلم اور اصول جدیدہ پر تو نہایت محکم ہے۔

تنبیہ : اقول وجہ یہ ہو خواہ وہ بہر طور زمین کی حرکت مستدیرہ حقیقۃً حرکت وضعیہ یعنی

---

[1] یہ وجہ شمس کو بھی شامل ہے کہ وہ بھی اور سیاروں کے جذب سے بچنے کو اپنے محور پر گھومتا ہے۔ جخ ص۱۲۱ ۱۲ منہ غفرلہ

[2] اس سے ایک تدقیق دقیق کی طرف اشارہ ہے جسے ہم نے اپنے رسالہ صبح میں روشن کیا ۱۲ منہ غفرلہ

رسالہ صبح سے مراد ہے درء القبح عن درك وقت الصبح (زبان اردو فن توقیت) از اعلحضرت۔ عبدالنعیم عزیزی

Marfat.com

مجموعِ کُرہ کی حرکت واحدہ محوریہ نہیں بلکہ کثیر متوالی حرکات ایتیہ اجزاء کا مجموعہ وجہ اول پر پچھلے اجزاء اگلے اجزاء کو خود مقابل آنے کے لئے ہٹاتے ہیں پھر اُن کو اِن سے پچھلے اِن کو اسی طرح آخر تک اور وجہ دوم پر اگلے اجزاء مقابلہ سے ہٹنے کے لئے اپنے اگلوں کو ہٹاتے ہیں، وہ اپنے اگلوں یہ اپنے اگلوں کو، یونہی آخر تک، بہرحال یہ حرکت خاص اجزاء سے پیدا ہو کر سب میں یکے بعد دیگرے بتدریج پھیلتی ہے نہ کہ مجموع کُرہ حرکتِ واحدہ سے متحرک ہو۔ وجہ اول پر تمام اجزاء کے لئے نوبت بہ نوبت طبعی بھی ہے اور قسری بھی، جو اجزاء حجاب میں ہیں ان کے لئے طبعی اور جو مقابل ہیں اُن کے لئے قسری کہ پچھلے اجزاء ان کے حاصل شدہ مقتضائے طبع سے ہٹاتے ہیں جب یہ بالقسر مقابلہ سے ہٹ جائیں گے بالطبع حرکت چاہیں گے اور تازہ مقابلہ والوں کو قسر کریں گے اور وجہ دوم پر سب کے لئے قسری کہ جاذبہ سے پیدا ہوئی اگرچہ نافرہ طبعی ہو؛ فافہم۔

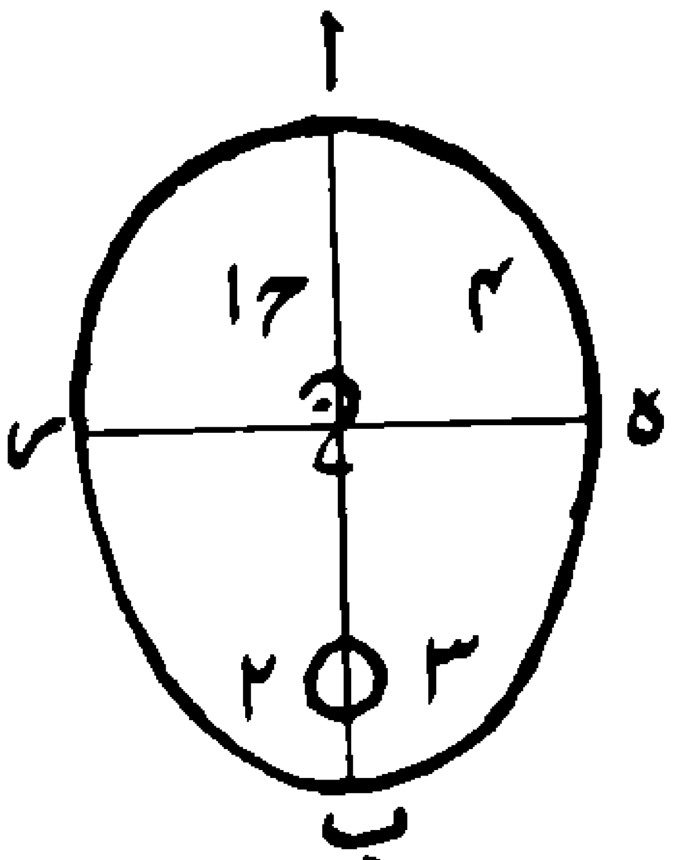

(۳۴) ا ر ب ہ بیضی مدار زمین ہے ا ر، ر ب، ب ہ، ہ ا چاروں نطاق[1] ہیں اب قطر اطول ہے اس کے دونوں کناروں پر مرکز ح سے پورا بعد ہے ہ ر قطر اقصر۔ اس کے دونوں نقطوں پر ح سے بعد اقرب ح، ط دونوں فوکز یعنی محترق ہیں جن کے اسفل پر شمس مستقر ہے ا نقطۂ اوج شمس سے غایت بعد پر ہے اور ب حضیض غایت قرب پر زمین ا پر مرکز و شمس دونوں سے نہایت دوری پر ہوتی ہے یہاں سے چلتے ہی ا ر نطاق اول میں دونوں سے قریب ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ ر پر مرکز سے غایت قرب میں ہوتی ہے ر ب نطاق دوم میں مرکز سے دُور ہونا شروع کرتی ہے لیکن شمس سے اب بھی قرب ہی بڑھاتی ہے یہاں تک کہ ب حضیض مرکز سے دوبارہ غایت بُعد پر ہو جاتی ہے اور شمس سے نہایت قرب پر آتی ہے اس نصف حضیضی ا ر ب میں شمس سے قرب ہی بڑھتا اور چال بھی برابر متزاید رہتی ہے تیزی کی انتہا نقطہ ب پر ہوتی ہے پھر انھیں قدموں پر سست ہوتی جاتی ہے ب ہ نطاق سوم میں زمین مرکز سے قریب اور شمس سے دُور ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ ہ پر دوبارہ مرکز سے کمال قُرب پر آجاتی ہے ہ ا نطاق چہارم میں مرکز و شمس دونوں سے دُور ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ ا پر دونوں سے کمال بُعد پاتی ہے اس

---

[1] قُرب و بُعد مرکز کے سبب یہاں نطاق لئے ہمارے نزدیک خط ہ ر منتصف ما بین المرکزین پر لیتے ہیں کہ یہاں بُعد اوسط ہے یا مرکز عالم پر کہ یہاں سیر اوسط ہے ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

نصف اوجی ب ہ آ میں شمس سے بعد ہی بڑھتا اور چال برابر متناقص رہتی ہے سُستی کی انتہا نقطۂ آ پر ہوتی ہے پھر وہی دورہ شروع ہوتا ہے۔ یہ سب مسائل عام کتب میں ہیں اور خود مشہور اور قُرب و بُعد شمس و مرکز کی حالت ملاحظۂ شکل ہی سے مشہود۔ اور ہمارے نزدیک بھی قطروں کے خلاف اور مرکز سے قُرب و بُعد کے سوا اصل کُروی میں ناممکن یہ سب باتیں یوں ہی ہیں جبکہ مدار شمس لو اور نقطۂ ع پر مرکز زمین اور اگر مدار بیضی مان لیں تو یہ سارا بیان متفق علیہ ہے صرف شمس کی جگہ زمین اور زمین کی جگہ شمس کہا جائے۔

(۳۵) چال میں تیزی و سُستی کا اختلاف دوسرے[1] مرکز کے لحاظ سے ہے واقع[2] میں اس کی چال نہ کبھی تیز ہوتی ہے نہ سُست ہمیشہ یکساں رہتی ہے اور مساوی وقتوں میں مساوی قوسین قطع کرتی ہے۔ قواعد کپلر[3] سے دوسرا قاعدہ یہی ہے **اقول** یہ بھی مجمع علیہ ہے لہٰذا طویل الذیل برہان ہندسی کی حاجت نہیں۔

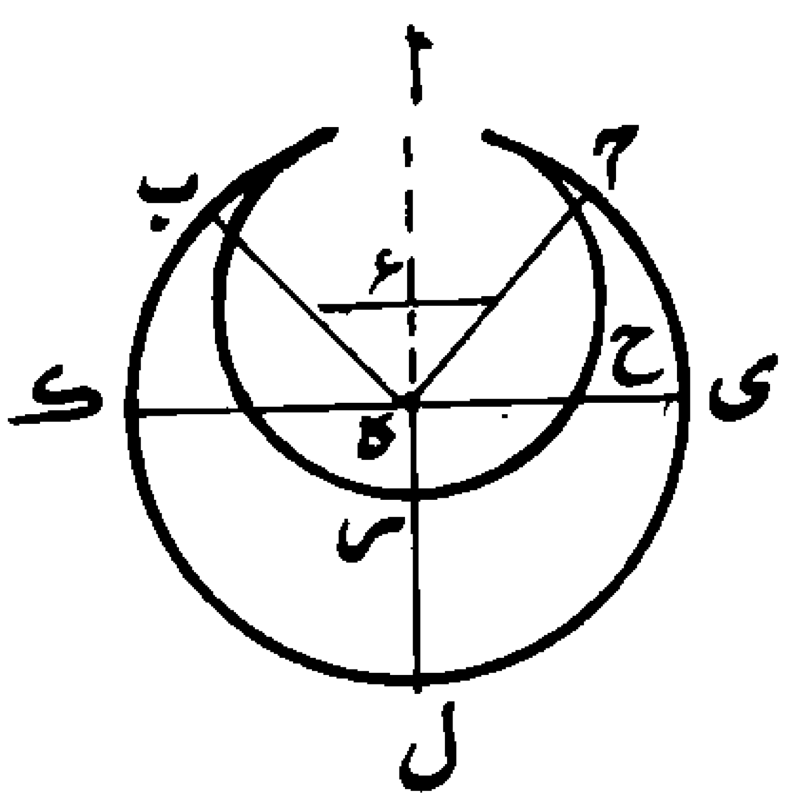

بلندی کے لئے ہمارے طور پر اس کا تصور اس تصویر سے ظاہر آ ح س ط مدار شمس مرکز خارج ع پر ہے اور آ ک ل ی دائرۃ البروج مرکز عالم ہ پر آ ط، ط س، س ح، ح آ خارج المرکز یعنی مدار شمس کے چار مربع مساوی ہیں جن کو وہ برابر مدت میں قطع کرتا ہے لیکن اُن کے مقابل دائرۃ البروج کی مختلف قوسیں ہیں جب شمس آ سے ط پر آیا مرکز عالم ہ سے اس پر خط ہ ب گزرا تو اس مدت میں اس پر قوس آ ب قطع کی جو ربع سے بہت یعنی بقدر ب ک چھوٹی ہے جب ط سے س تک آیا اس ربع کے مقابل دائرۃ البروج کی قوس ب ل ہوئی جو ربع سے بہت بڑی ہے یونہی دو ربع باقی میں تو باآنکہ شمس واقع میں ہمیشہ ایک ہی چال پر ہے دائرۃ البروج کے اعتبار سے اُس کی چال تیز و سُست ہوتی ہے ط س ح کی ششماہی میں ب ل ح قطع کرتا ہے کہ نصف سے بہت زائد ہے اور ح آ ط کی ششماہی میں ح آ ب چلتا ہے کہ نصف سے بہت کم ہے لہٰذا تیز و سُست نظر آتا ہے حالانکہ واقع میں اُس کی چال ہمیشہ یکساں ہے یہی حال ہیأتِ جدیدہ کے نزدیک زمین کا ہے۔ الحمد للہ مقدمہ ختم ہوا، وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد وآلہ ابدا۔

---

[1] ح ص ۹۷ تا ص ۹۸ ۱۲
[2] ص ۱۶۸ ۱۲
[3] ص ۱۷۰ ۱۲

Marfat.com

فصل اوّل

نافریّت کا رَدّ اور اس سے بُطلانِ حرکتِ زمین پر بارہ دلیلیں

رَدِّ اوّل : اقول ابتداءً اتنا ہی بس کہ نافریت بے دلیل ہے اور دعویٰ بے دلیل باطل وعلیل اور پتھر کی مثال کا حال ۲۲ میں گزرا وہی اس کے حال کی کافی مثال ہے۔

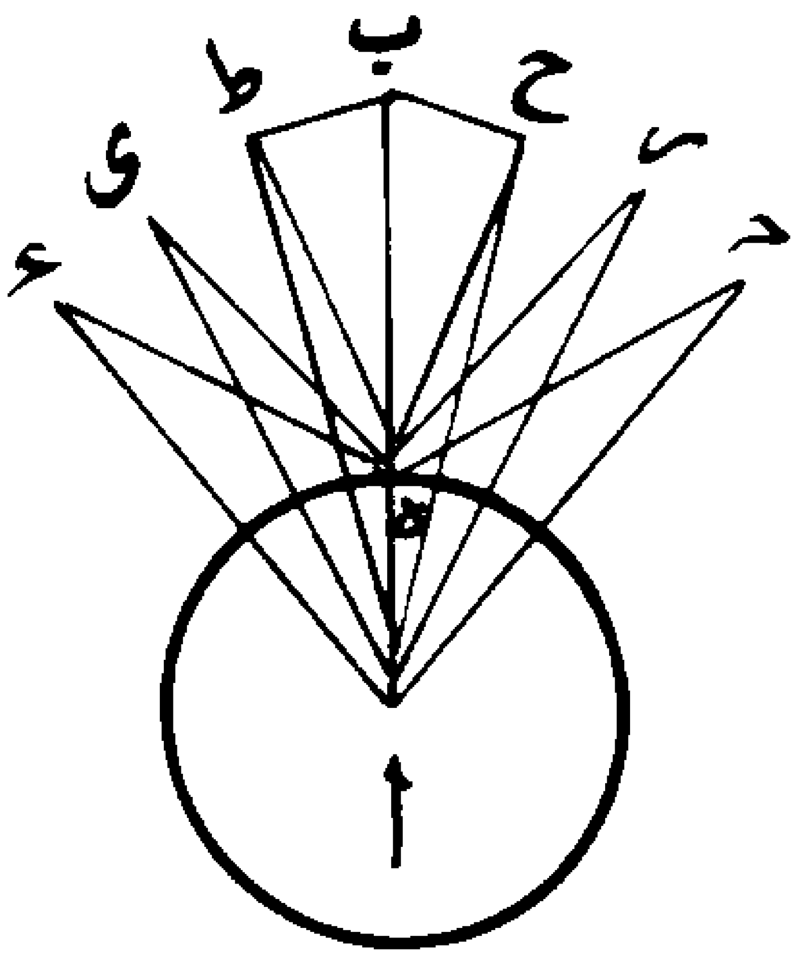

رَدِّ دوم : اقول ۔ مرکز دائرہ سے محیط کے نقطہ پر خط قاطع اب کھینچو اور ہ ب کے دونوں طرف اس کے مساوی چھ خط جن میں ح ہ، ء ہ مماس ہوں اور ر ہ، ح ہ ط، ہ ی ہ ان دونوں قائموں کی برابر تقسیم کرنے والے اور سب کو ا سے ملادو۔ ظاہر ہے کہ ان میں ہر خط اپنے نظیر کے مساوی ہوگا اور اح سے ار، ار سے اح، اح سے اب بڑا ہوگا۔ یُوں ہی ای سے اط، اط سے اب اس لئے کہ مثلثات اہ ح، اہ ر اہ ح میں مشترک۔ اور ہ ح، ہ ر، ہ ح برابر ہیں۔ اور ہ پر کا زاویہ بڑھتا گیا ہے کہ ہر پہلا دوسرے کا جز ہے لاجرم اح، ار، اح قاعدے بڑھتے جائیں گے (اقلیدس مقالہ ا شکل ۲۴) رہا اب، ح ب ملادیا تو مثلث متساوی الساقین ح ہ ب کے دونوں زاویہ ح ب مساوی ہوئے۔ اور ظاہر ہے کہ مثلث اح ب میں زاویہ ح جس کا وتر اب ہے زاویہ ہ ح ب سے بڑا ہے تو اح کہ چھوٹے زاویہ کا وتر ہے اب سے چھوٹا ہے (شکل ۱۹) غرض ان میں سب سے زیادہ مرکز سے دوری ب کو ہے باقی جتنا مماس کی طرف آؤ مرکز سے قرب ہے کہ اب زمین نقطہ ہ پر تھی اور نافریت کے سبب اس نے مرکز سے دور ہونا چاہا واجب ہے کہ خط ہ ب پر ہٹے کہ اسی طرف مرکز سے بُعد محض ہے اور سب بُعد اضافی ہیں کہ ایک وجہ سے بُعد ہیں تو دوسری وجہ سے قرب ہیں بُعد محض چھوڑ کر ان میں سے کسی کو کیوں لیا یہ ترجیح مرجوح ہوئی پھر اس میں جس خط پر جائے دوسری طرف اس کا مساوی موجود ہے ادھر کیوں نہ گئی ترجیح بلامرجح ہے اور دونوں باطل ہیں زمین کوئی

Marfat.com

جاندار ذی عقل نہیں جسے ہرگونہ ارادے کا اختیار ہے اور جب ہ ب پر جائے گی دورہ محال ہوگا۔ اگر نافریت غالب آئے گی ب سے قریب ہو جائے گی اور جاذبیت تو اسے اور برابر رہیں تو ہ پر رہے گی کسی طرف نہ ہوجائیگی بہرحال دورہ نہ کرے گی۔

رَدِّ سوم : اقول نہیں نہیں بلکہ واجب ہے کہ ہ ہی پر رہے کہ تمھارے نزدیک نافریت وجاذبیت برابر ہیں (ع۶) اور دائرہ پر حرکت میں اختلاف سرعت سے جذب ونفرت باہم کم وبیش ہوں تو ابتدائے آفرینش میں جبکہ زمین پہلے نقطہ ہ پر ہے کہاں دائرہ اور کہاں حرکت اور کہاں اختلاف سرعت۔ لاجرم اس وقت دونوں کانٹے کی تول برابر ہیں تو واجب کہ زمین جہاں اول پیدائش میں بنی تھی اب تک وہی ٹھہری ہوئی ہے اور وہیں ٹھہری رہے گی تو تمھاری نافریت وجاذبیت ہی نے زمین کا سکون مبرہن کردیا۔ للہ الحمد۔

رَدِّ چہارم : اقول معلوم ہولیا نافریت نہ ہے نہ اس کا مقتضی ہرگز خط مماس پر لے جانا اور بے اس کے زمین کی حرکتِ دوریہ گرد شمس منتظم نہیں ہوسکتی تو ضرور کوئی واقعہ ناقلہ درکار ہے کہ اسے ہر وقت خطِ مماس پر واقع کرے اور شمس اپنی طرف کھینچے دونوں کا اوسط دائرے پر گردش نکلے ایک دفعہ کا دفع کافی نہیں۔ زمین میں کیل گاڑ کر اس میں ڈورا اور ڈورے میں گیند باندھو اور ایک بار اسے مارو ڈورا تن جائے گا، گیند ایک ہی ضرب سے کیل کے گرد دورہ نہ کرے گی تو ہر وقت دفع ونقل کی حاجت ہے یہ شمس کا اثر ہو نہیں سکتا کہ وہ تو اس کے خلاف جذب چاہ رہا ہے تو ضرور کوئی اور ستارہ چاہئے جو زمین کو مماس پر جذب کرے اور ہر وقت زمین کے ساتھ پھرے نہ نقل کا کام دے وہ ستارہ کہاں ہے اور بفرض ہو تو اُسے کس نے گردش دی اس کے لئے اور ستارہ درکار ہوگا اور اسی طرح غیر متناہی سلسلہ چلا جائے گا اور تسلسل محال، لاجرم زمین کی گردش محض باطل خیال۔

رَدِّ پنجم : اقول دو مساویوں میں ایک کا اختیار کرنا عقل وارادہ کا کام ہے، نہ طبیعت غیر شاعرہ کا، ظاہر ہے کہ نقطہ ہ سے ح اور ء دونوں طرف قائمہ اور یکساں حالت ہے، اور ظاہر ہے کہ زمین صاحبِ شعور وارادہ نہیں، اب اگر بفرضِ باطل زمین میں نافریت ہے اور بفرض باطل نافریت مماس پر پھینکتی یعنی جاذبیت پر قائمہ بناتی ہے، مگر نافریت کا اس طرف کے مماس سے کوئی رشتہ ہے جس سے زمین کواکب سرطان، جوزا، ثور میں جاتی تو ایک طرف کو لینا دوسری کو چھوڑنا کس بنا پر ہوا، یہ ترجیح بلا مرجح ہے اور وہ باطل، اور بالفرض ایک بار جزافًا ایک سمت لی ہمیشہ اس کا التزام کس لئے، کیوں نہیں ہوتا کہ ایک بار نقطۂ اوج پر آکر پھر انھیں قدموں پیچھے پلٹ جائے کہ جاذبیت ونافریت کے اقتضا یوں بھی بحال ہیں، بالجملہ یہ

Marfat.com

حرکت کسی طرح نافریت[1] کے ساتھ نہیں جا سکتی۔

ردِّ ششم: یہ سب محض ہے دلیل ٹھان لیجئے تو نافریت قائمہ ہی پر تولے جائیگی (ع۵) حادہ پر لانا تو اور مرکز سے قریب کرنا ہے تو نفرت نہ ہوئی بلکہ رغبت لیکن ہیاَتِ جدیدہ مدارِ زمین دائرہ نہیں مانتی بلکہ بیضی اور اس میں طرفین قطر کے سوا باقی سب زاویے حادے بنیں گے جس کا خود ان کو اعتراف[2] ہے، تو نافریت باطل اور رغبت حاصل۔

فائدہ: اس دلیل کو چاہے ابطال نافریت و ابطال حرکت زمین پر کرلو چاہے ابطالِ بیضیت مدار پر، اول تو یوں ہیں جو ابھی مذکور ہوا کہ نافریت ہوتی تو مدار بیضی نہ ہوتا۔ لیکن وہ بیضی ہے ورنہ نافریت باطل تو حرکتِ زمین باطل اور آخر یوں ہوا کہ مدار اگر بیضی ہوتا تو نافریت نہ ہوتی تو دورہ نہ ہوتا اور دورہ نہ ہوتا تو مدار نہ ہوتا، نتیجہ یہ کہ مدار اگر بیضی ہوتا تو مدار نہ ہوتا، شے خود اپنے نفس کی مبطل، لہذا بیضیت باطل۔ اب ہیاَتِ جدیدہ کو اختیار ہے جس کا بطلان چاہے قبول کرے مگر یاد رہے کہ بیضیت وہ چیز ہے کہ شروع[3] سترھویں صدی عیسوی میں کپلر نے آٹھ سال رصدبندی کی جانکاہ محنت کی اور مدار کو دائرہ مان کر ۱۹ طریقے فنا کئے کوئی نہ بنا اس کے بعد مدار بیضی لیا اور سب حساب بن گیا اور اسی پر قواعد کپلر کی بنا ہوئی جس بیضیت اور قواعد کپلر پر تمام یورپ کا ایمان ہے اسے باطل مان لینا سہل نہ ہوگا، لہٰذا راہ یہی ہے کہ حرکتِ زمین سے ہاتھ اٹھائیں کہ ان تمام خرخشوں سے نجات پائیں۔

ردِّ ہفتم: اقول ظاہر ہے کہ نفرت جذب سے ہے اور جذب جمیع جہات شمس سے یکساں اور جتنا جذب اتنی ہی نفرت (ع۶) تو واجب کہ ہر طرف نافریت یکساں ہو اور جتنی نافریت اتنا ہی بعد، تو لازم کہ سب طرف شمس سے بُعد یکساں ہو آفتاب عین مرکز مدار ہو لیکن وہ مرکز سے ۳۱ لاکھ میل فاصلہ پر فوکز اسفل میں ہے تو نافریت باطل کہ وُہ ایسی چیز چاہتی ہے جو امرِ واقع و ثابت کے خلاف ہے۔

---

[1] اگر کہئے ارادۂ الٰہیہ نے ایک سمت معیّن کردی اگرچہ اس کہنے کی تم سے امید نہیں کہ طبیعات والے اسے بالکل بھولے بیٹھے ہیں، ہر بات میں طبیعت و مادہ کے بندے ہیں، یوں کہئے تو جاذبیت و نافریت کا سارا گورکھ دھندہ اٹھا رکھئے ارادہ الٰہیہ خود سب کچھ کر سکتا ہے اور جب رجوع الی اللہ کی ٹھہری تو ہیاَت جدیدہ کا تھل بیڑہ نہ لگا رہے گا اس کا ارادہ وہ جانے یا تم کتب الٰہیہ آسمانوں کا وجود بتائیں گی اور آفتاب کی حرکت جیسا کہ بعونہٖ تعالیٰ خاتمہ میں آتا ہے اس پر ایمان لانا ہوگا ۱۲ منہ غفرلہ۔

[2] ط ص ۵۹ ۱۲

[3] ص ۱۷۰ ۱۲

Marfat.com

فائدہ : اسی دلیل سے بیضیت رد ہو سکتی ہے کہ جب ہر طرف بعد برابر تو ضرور مدار دائرہ تامہ ہو گا نہ بیضی لیکن وہ بیضیت سے انکار کر سکتے ہیں، نہ کوئی عاقل شمس کو عین مرکز پر مان سکتا ہے کہ مشاہدہ ہر سال سے باطل ہے' لاجرم نافریت و حرکت زمین کو رخصت کرنا لازم۔

ردِ ہشتم : اقول نافریت جاذبیت سے دست و گریبان ہو کر کوئی مدار بنا ہی نہیں سکتی، نمبر ۲۴ میں سُن چکے کہ زمین کو نصف حضیضی میں قرب زیادہ ہوتا جاتا ہے اور نصف اوجی میں بعد اور نطاق اول و سوم میں مرکز سے قرب بڑھتا جاتا ہے اور دوم و چہارم میں بُعد۔ یہ مسائل مسلّمہ میں جن میں کسی کو مجالِ سخن نہیں لیکن نافریت و جاذبیت کا تجاذب ہرگز یہ کھیل نہ بنا رکھے گا۔

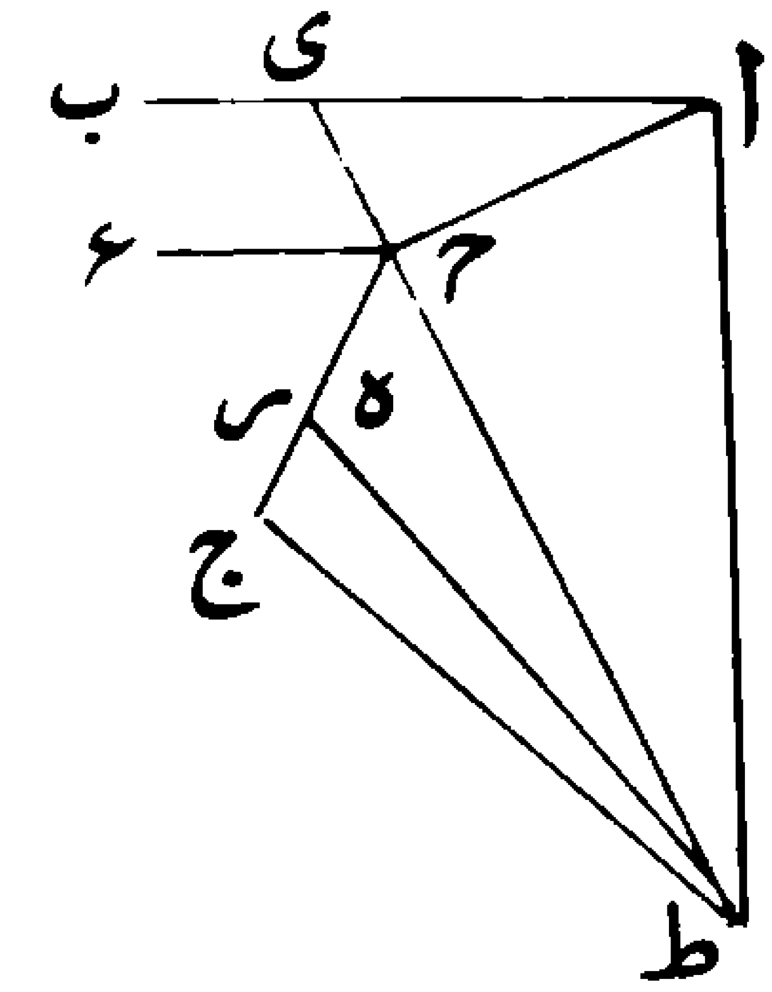

اط کوئی سا قطر فرض کر لیجئے اور آ اس کا کوئی سا کنارہ اور ط مرکز خواہ شمس کی جاذبیت نے زمین کو آ سے ط اور نافریت نے ب کی طرف قائمہ پر پھینکنا چاہا اور تعادل قوتین نے کہ جاذبیت اور نافریت کو مساوی مانا ہے (ع۶) اسے کسی طرف نہ جانے دیا بلکہ زاویہ آ کی تنصیف کرتا ہوا خط اح پر ح تک لایا۔ اب آ سے زمین کا بُعد طح ہوا زاویہ اط ایک عاشرہ یا اس سے بھی خفیف تر کوئی حصہ مانیے تاکہ وہ لہردار متفرق مستقیم خطوط جن کو چھوٹے چھوٹے مستطیلوں کے قطر کہا جو ہر جزء حرکت پر جذب و نفرت سے بیچ کر بیچ میں پڑتے اور ایک لہر دار منحنی کثیر الزوایا شکل بناتے ہیں غایت صغر کے سبب ان کے زاویے اصلاً کسی آلے سے بھی قابل احساس نہ رہیں اور ایک منتظم گولائی لئے ہوئے شبیہ بہ دائرہ یا بیضی پیدا ہو مثلث اطج میں آ نصف قائمہ ہو گا، اور ط وہ خفیف کالعدم زاویہ اور ح منفرجہ کہ ۱۳۵ درجے سے صرف بقدر ط چھوٹا ہے لاجرم طح کہ حادہ کا وتر ہے، اط سے چھوٹا ہو گا یعنی ط سے زمین کا بُعد کم ہوا۔ اب ح پر وہی کشمکش ہے جاذبیت آ سے ط کی طرف کھینچتی ہے اور نافریت ء کی طرف قائمہ پر پھینکتی اور تعادل قوتیں دونوں سے بچا کر طحء قائمہ کے منصف حہ پر ہ تک لانا اور پھر حہ اور حطہ اتنا ہی خفیف بنتا اور طہ وتر حادہ طح وتر منفرجہ سے چھوٹا ہوتا ہے یعنی ط سے اور قریب ہوئی، یونہی ہ پر وہی معاملہ پیش آئے گا اور طح طح سے چھوٹا ہو گا ہمیشہ یہی حالت رہے گی، تو زمین کو ط سے ہر وقت قرب ہی بڑھے گا تو اس کا کوئی مدار بننا اصلاً ممکن نہیں دائرہ ہو تو وہ ہر طرف بُعد برابر چاہے گا اور یہاں ہر وقت مختلف ہے اور بیضی، اہلیلجی، شلجمی کوئی شکل ہو تو ایک قطر اطول ایک اقصر رہے جس میں دو نطاق مرکز سے قریب کریں گے تو دو بعید ایک نصف شمس سے قریب کرے گا تو دوسرا بعید' حالانکہ یہاں ہر وقت قُرب ہی بڑھ رہا ہے تو زمین اگر گرد شمس

Marfat.com

گھومی تو شکل یہ بنائے گی ۞ جس میں ہر وقت شمس سے قریب ہوتی جائے گی یہاں تک کہ اس سے مل جائے نہ کہ کسی مدار واحد پر دائرہ ہو۔

رَدِّ نہم : اقول بالفرض جاذبہ و نافرہ کو مساوی ماننے سے استعفا بھی دو اور ط ا ح کو نصف قائمہ سے بڑا مانو تو ہم دعوٰی کرتے ہیں کہ وہیں تک بڑھ سکتا ہے کہ زاویہ ط سے مل کر ایک قائمہ کم رہے یعنی لازم کہ ا ح ط منفرجہ آئے کہ اگر قائمہ ہو تو ی ا ح بھی ط کے برابر ہوگا کہ دونوں ط ا ح کے تمام تا قائمہ ہیں تو نافریت کا حصہ ایک عاشرہ کم پورا قائمہ رہا اور جاذبیت کا حصہ ایک ہی عاشرہ جو اس کے سامنے عدم محض ہے اور اگر حادہ ہو تو اور بھی صغیر و حقیر رہے گا۔

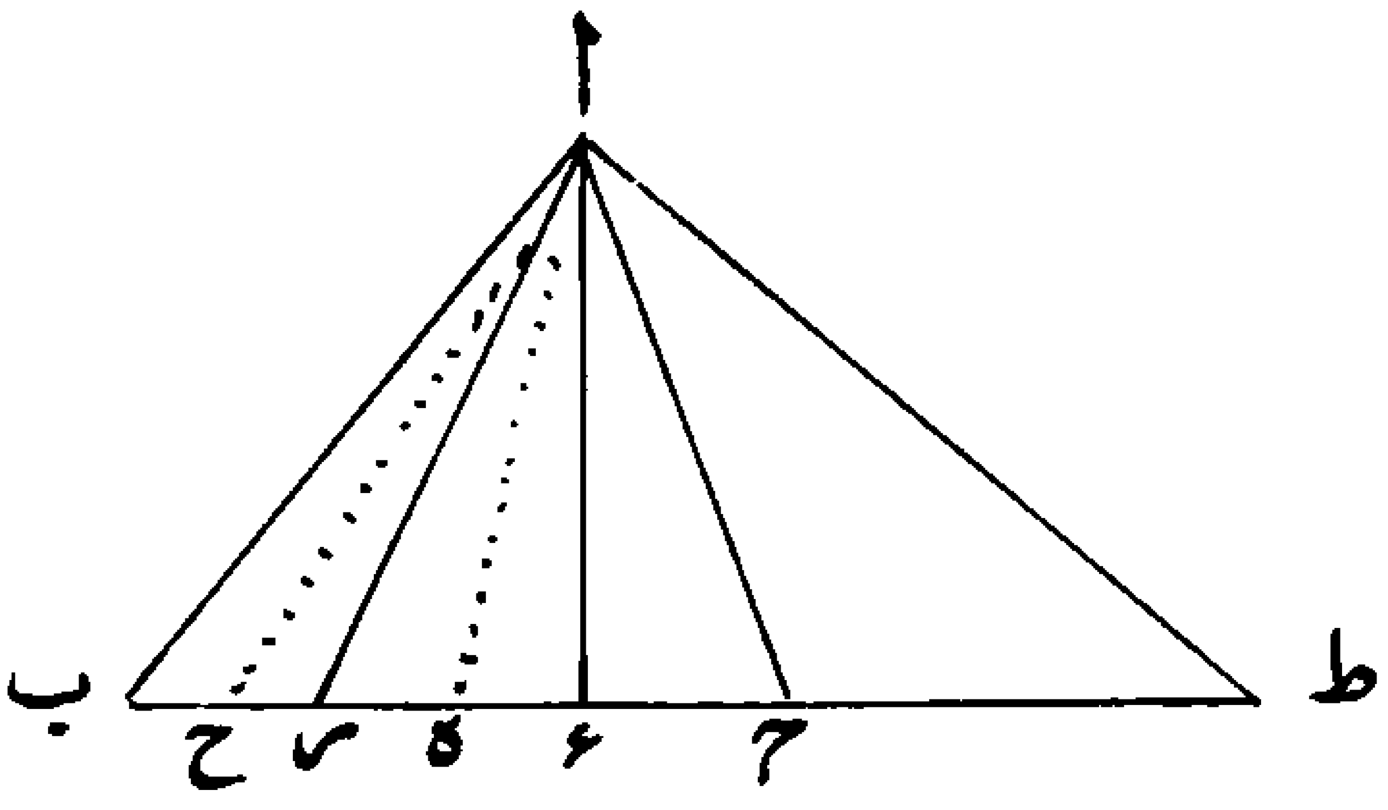

فرض کر ا ء قائمہ کا خط ہے یعنی جس نے آ سے نکل کر ط ب پر قائمہ بنایا تو حادے کا خط اس سے نیچا مثل ا ح نہیں گر سکتا ورنہ مثلث ا ء ح قائمہ و منفرجہ جمع ہو جائیں نہ ا ء پر آ سکتا ہے ورنہ قائمہ و حادہ برابر ہو جائیں۔ لاجرم اس سے اوپر پڑے گا خواہ ا س کی طرف س ط ، ا ط قطع کرے کہ یہ حادہ آ کے مساوی ہو یا ا ہ کی طرح ا ط سے چھوٹا کہ یہ حادہ آ سے بڑا ہو یا ا ح کی طرح اس سے بڑا کہ یہ حادہ آ سے چھوٹا ہو بہرحال جب خط ا ء سے اوپر پڑا تو زاویہ زاویہ ب ا ء سے بھی چھوٹا ہوا اور حصہ جاذبیت ایک عاشرے تک بھی نہ پہنچا۔ یہ سب صورتیں نہ معقول نہ مقبول ، اگر ب ا ء ایک عاشرہ پورا ہی ہو تو قائمے میں ۵۴۴۱۹۵۵۸۴۰۰،۰۰۰،۰۰۰ عاشرے ہوتے ہیں ، حاصل یہ کہ نافریت کہ ب کی طرف لئے جاتی تھی اسے پانچ مہاسنکھ چوالیس سنکھ انیس پدم پچپن نیل تراسی کھرب ننانوے ارب ننانوے کروڑ ننانوے لاکھ ننانوے ہزار نو سو ننانوے حصے کھینچ لے گئی اور بیچاری جاذبیت کہ ط کی طرف لاتی تھی صرف ایک حصہ کھینچ سکی یہ نہ معقول ہے نہ اس کی کوئی وجہ نہ کوئی اتنا فرق مانتا ہے نہ مان سکتا ہے۔ جانتے ہو کہ ایک عاشرے کی قوس کتنی ہے مدارِ شمس یا تمھارے طور مدارِ زمین میں جس کا قطر اوسطًا اٹھارہ کروڑ اٹھاون لاکھ میل ہے ایک بال کی نوک کا لاکھواں حصہ بھی نہیں محیط ۳۶۰ درجے ہے درجہ ۶۰ دقیقہ اور ہم نے حساب کیا اس مدار کا ایک دقیقہ ستائیس ہزار تینتیس میل ۶۵ ہے اور ہر میل ۱۷۶۰ گز ۴۸ انگل، ہر انگل چھ جو ہر جو دم اسپ ترکی کے چھ بال، تو ایک درجے میں صرف ۴۸۰۰۱۸۰۶۱۱۳۹۴ بال ہوئے کہ پچاس کھرب بھی نہیں، اور ایک درجے میں عاشرے ۶۰۴۶۶۱۷۶۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ ہوتے ہیں کہ چھ سنکھ سے بھی زائد ہیں اس پر تقسیم کئے گئے سے

Marfat.com

۸ حاصل ہوا یعنی اس مدارِ عظیم کا عاشرہ ایک بال کی نوک سوا لاکھ حصوں سے ایک حصہ ہے کیا جاذبیت اتنا ہی کھینچ سکی باقی سارا ماثر نافریت لے گئی، لاجرم واجب کہ ج ۵ ح سب منفرج آئیں اور بُعد ہمیشہ گھٹتا جائے بلکہ انصافاً آ اگر نصف قائمے سے فرق کرے گا بھی تو قلیل اور ح وغیرہ ۱۳۵ درجے سے کچھ ہی کم ہوں گے اور قرب بین فرق سے دائماً بڑھتا جائے گا یہاں تک کہ زمین آفتاب سے لپٹ جائے، اب مدار بنانے کی خبریں کہئے۔

رَدِّ دہم: اقول انہیں برعلم تو یہاں بُعد کی کمی بیشی ایک ہی چیز تو نہیں بلکہ مرکز سے نطاق اوّل کم ہوتا گیا، دوم میں زیادہ، سوم میں پھر کم، چہارم میں پھر زیادہ، اور شمس سے نصف حضیضی میں کم ہوتا گیا نصف اوجی میں زیادہ (۳۴) کیا وجہ ہے کہ نافریت یہ مختلف ثمرے لاتی ہے وہ قوت شاعرہ نہیں کہ تم سے مشورے لے کہ جس نطاق میں جیسا تم کہو ویسا مختلف کام کرے اور اپنے اثر بدلتی رہے۔ اگر کہئے کہ نطاق اول وسوم میں نافریت ضعیف ہوتی جاتی ہے اس کا اثر کہ بعید کرنا تھا گھٹتا جاتا ہے۔ نطاق دوم و چہارم میں قوی ہوتی جاتی ہے اس کا عمل بڑھتا جاتا ہے۔

اقول یہ محض ہوس ہے **اوّلاً** اس کے اس اختلاف قوت وضعف کا کیا سبب ہے۔

ثانیاً کیوں انہیں نطاقوں پر اس کا تعین منتظم مرتب ہے۔

ثالثاً نطاق دوم میں مرکز سے بُعد بڑھتا ہے شمس سے قرب کیا وہی نافریت مرکز کے حق میں قوی ہوتی اور شمس کے حق میں ضعیف ہوتی جاتی ہے حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ چال برابر بڑھ رہی ہے جو تمھارے طور پر دلیل قوت نافریت ہے۔

رابعاً نطاق سوم میں مرکز سے قُرب بڑھتا ہے اور شمس سے بُعد کیا وہی نافریت اب یہاں اُلٹی ہو کر مرکز کے حق میں کمزور پڑتی اور شمس کے لئے تیز ہوتی جاتی ہے حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ چال برابر سُست پڑتی جاتی ہے جو دلیل ضعف نافریت ہے مگر یہ کہئے کہ نافریت ایک ذی شعور اور سخت احمق ہے اسے مرکز و شمس دونوں سے نفرت ہے لیکن وہ اپنی حماقت سے دشمن کے گھر میں سوتی رہتی ہے اور جب سر پر آلگتی ہے اس وقت جاگتی ہے مگر پھر بھی غالباً ایک اسی آنکھ سے جس طرف کی زد سر پر آگئی دوسری آنکھ سے اس وقت بھی سوتی رہتی ہے یوں آپ کا نظام پائے گا دیکھو شکل مذکور ۳۴ نقطہ آ یعنی اوج پر نافریت دونوں آنکھوں سے سوتی غافل پڑی خراٹے لے رہی ہے اور اس کی دشمن جاذبیت اپنا کام کر رہی ہے زمین کو چپکے چپکے مرکز و شمس دونوں سے قریب لا رہی ہے سیدھا یوں نہیں کھینچتی کہ نافریت جاگ اُٹھے گی لہٰذا اینچی کتراتی میر پھیر بچاتی لا رہی ہے یہاں تک کہ نقطہ ر یعنی ایک کنارہ قطر اقصر

Marfat.com

پرلے آئی جہاں مرکز سے غایت قرب ہے اب نافریت کی وہ آنکھ جو مرکز کی طرف ہے کھلی کہ اسی طرف سے زد آئی تھی زمین کو مرکز سے لے کر بھاگی اور دُور کرنا شروع کیا مگر شمس کی طرف والی آنکھ سے اب سو رہی ہے اسے خبر نہیں کہ شمس سے دُور کرتی تو مرکز سے تو قریب لا رہی ہُوں یہاں تک کہ نقطہ ۵ پر دوبارہ مرکز سے غایت قُرب میں آئی البتہ اب اس کی دونوں آنکھیں کھلیں اور زمین کو دونوں سے دُور لے کر بھاگی یہاں تک کہ نقطہ آ پر پہنچی کھینچ تان کی محنت بہت اُٹھائی تھی سال پُورا دوڑتے دوڑتے ہو گیا یہاں آکر چاروں شانے چت دونوں آنکھوں سے ایک ساتھ سوگئی اور پھر وہی دورہ شروع ہوا، یہ فسانۂ عجائب یا بوستانِ خیال تم تسلیم کرو کوئی عاقل تو بے دلیل اسے مان نہیں سکتا۔

رَدِّ یازدہم: اقول یہاں سے ایک اور رَد کا دروازہ کھلا ہر غیر مجنون جانتا ہے کہ نافریت کا اثر بعید کرنا ہے جیسے جاذبیت کا اثر قریب کرنا اور تم خود کہتے ہو کہ جتنی جاذبیت قوی ہوگی اتنی نافریت زور پکڑے گی کہ اس کی مقاومت کر سکے (۷) اتنی قرینِ قیاس ہے آگے کہتے ہیں کہ جتنی نافریت قوی ہوگی چال تیز ہوگی (۸) یہ بھی قرینِ قیاس تھی اگر وہ چال تیز ہوتی جو بعید کرے لیکن نافریت کی بدقسمتی سے چال وہ تیز ہوتی ہے جو زمین کو شمس سے قریب کرے یعنی نصف حضیضی میں اور مرکز سے لو تو نطاق اول رد کو حاضر کہ جتنی چال تیز ہوتی ہے اتنا مرکز سے قرب بڑھتا ہے یہ الٹی نافریت کیسی!

رَدِّ دوازدہم: اقول جانے دو کیسی بھی چال سہی نری اوندھی مگر جاذبیت اگر کوئی شے ہو تو نصف حضیضی میں اس کی قوت ہر وقت بڑھنا آنکھوں دیکھ رہے ہیں کہ ہر روز آفتاب قریب سے بڑھتا جاتا ہے تو اگر نافریت ہوئی واجب کہ وہ بھی واقعی بڑھتی جس طرح جاذبیت فی الواقع بڑھی نہ کہ محض برائے گفتن' اور اس کے واقعی بڑھنے کو لازم تھا کہ چال حقیقت میں تیز ہو جاتی لیکن تمام عقلاء کا اتفاق' اور تمھیں خود مسلّم ہے کہ شمس کہو یا زمین اس مدار پر دورہ کرنے والے کی چال ہمیشہ متشابہ ہے کبھی نہ سُست ہوتی ہے نہ تیز، ہمیشہ مساوی وقتوں میں مساوی قوسین قطع کرتی ہے اگرچہ دوسرے دائرے کے اعتبار سے دیکھنے والوں کو تیز و سست نظر آئے (دیکھو ۳۵) تو ثابت ہُوا کہ نافریت باطل ہے کہ انتفائے لازم کو انتفائے ملزوم لازم ہے یعنی ترقی جاذبیت تو مشاہدہ ہے اگر نافریت واقع میں ہوتی تو اس وقت ضرور بڑھتی اور اس کے بڑھنے سے چال واقعی تیز ہوتی لیکن اصلاً نہ ہوئی تو نافریت تو ضرور غلط ہے تو گردش زمین باطل ہے کہ بے نافریت اس کا پہیہ ڈھلکے گا یا یوں کہئے کہ اس کی گردش کے دو پہیے ہیں نافریت و جاذبیت ایک کے گر جانے نے زمین کی گاڑی زمین میں گاڑی کہ ہل نہیں سکتی، وللہ الحمد۔

Marfat.com

فصل دوم

جاذبیت[1] کا رَدّ اور اس سے بُطلانِ حرکتِ زمین پر پچاس دلیلیں

رَدِّ اوّل : اقول اہل ہیأت جدیدہ کی ساری مہارت ریاضی و ہندسہ و ہیأت میں منہمک ہے عقلیات میں ان کی بضاعت قاصر یا قریب صفر ہے وہ نہ طریق استدلال جانتے ہیں نہ داب بحث ، کسی بڑے مانے ہوئے کی بے دلیل باتوں کو اصولِ موضوعہ ٹھہرا کر ان پہ بے سرو پا تفریعات کرتے چلے جاتے ہیں اور پھر وثوق وہ کہ گویا آنکھوں سے دیکھی ہیں بلکہ مشاہدہ میں غلطی پڑ سکتی ہے ان میں نہیں ان کے خلاف دلائل قاہرہ ہوں تو سننا نہیں چاہتے، سنیں تو سمجھنا نہیں چاہتے، سمجھیں تو ماننا نہیں چاہتے۔ دل میں مان بھی جائیں تو اس لکیر سے پھرنا نہیں چاہتے۔ جاذبیت ان کے لئے ایسے ہی مسائل سے ہے اور وہ اس درجہ اہم ہے کہ ان کا تمام نظام شمسی سارا علم ہیأت اسی پر مبنی ہے وہ باطل ہو تو سب کچھ باطل، وہ لڑکوں کے کھیل کے برابر برابر کھڑی ہوئی اینٹیں ہیں کہ ایک گراؤ سب گر جائیں، ایسی چیز کا روشن قاطع دلیل پر مبنی ہونا تھا نہ کہ محض خیال نیوٹن پر، ایک سیب ٹوٹ کر گرتا ہے وہ اس سے یہ اٹکل دوڑاتا ہے کہ زمین میں کشش ہے جس نے کھینچ کر گرا لیا مگر اس پہ دلیل کیا ہے جواب ندارد۔

اوّلاً عقلائے عالم اثقال میں میل سفل مانتے ہیں کیا وہ میل اس کے گرانے کو کافی نہ تھا یا میل نہ جانا یوں نہ سمجھ سکتا تھا کہ ثقیل کے استقرار کو وہ محل چاہیے جو اس کا بوجھ سہارے سیب وہی ٹوٹے گا جس کا علاقہ شاخ سے ضعیف ہو جائے وہ کمزور تعلق اب اس کا بوجھ نہ سہار سکے ورنہ سبھی نہ ایک ساتھ ٹوٹ جائیں، ادھر تو ضعیف علاقہ کے سبب شاخ سے چھوٹا ادھر اس سے نرم تر ملا۔ ہوا کا ملا۔ اسے کیا سہارتی لہذا

---

[1] **تنبیہ :** مطلقاً جاذبیت سے انکار نہیں کہ کوئی شے کو جذب نہیں کرتی مقناطیس و کہربا کا جذب مشہور ہے بلکہ جاذبیت شمس وارض کا رد مقصود ہے اوّل کا لذاتہ کہ اسی کی بنا پر حرکت زمین ہے اور دوم کا اس لئے کہ اسے گلا دیکھ کر اس میں بلا دلیل جذب مانا ہے ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

اس سے کثیف تر ملاء درکار ہوا کہ زمین ہو یا پانی کیا اتنی سمجھ نہ تھی یا بطلان میل پر کوئی قطعی دلیل قائم کر لی اور جب کچھ نہیں تو جاذبیت کا خیال محض ایک احتمال ہوا محتمل مشکوک بے ثبوت بات پر علوم کی بنا رکھنا کارِ خردمنداں نیست (عقلمندوں کا کام نہیں ہے۔ ت)

ثانیاً لطف یہ کہ یہی ہیأت جدیدہ والے جا بجا[1] ثقیل میں میل سفل مانتے خفیف میں میل علو لکھ جاتے ہیں اور نہیں جانتے کہ یہ میل جاذبیت کا سارا میل کاٹ دے گا جب ثقیل اپنے میل سے گرتا سیب کا ٹوٹنا جاذبیت پر کہاں دلالت کرتا ہے یہ یقین و احتمال و طریق استدلال و منصب مدعی و سوال سے ان کی ناواقفی ہے معلول کے لئے علت درکار ہے جب ایک کافی و وافی علت موجود اور تمھیں بھی مسلم ہے تو اسے چھوڑ کر دوسری بے ثبوت کی طرف اسے منسوب کرنا کون سی عقل ہے۔ بالفرض اگر علت کافیہ معلوم نہ ہوتی بلا دلیل کسی شیئ کو علت بتا دینا مردود ہوتا ہے وہاں یہ کہنا تھا کہ علت ہمیں معلوم نہیں، نہ یہ کہ کافی علت موجود و مسلم ہوتے ہوئے اس سے فرار اور دوسری بے دلیل قرار جاذبیت کے رد کو ایک یہی بس ہے یہاں سے ظاہر ہوا جاذبیت پر ایمان بالغیب انھیں مجبورانہ میل طبعی کے انکار پر لانا ہے اگرچہ وہ نادانی سے کہیں مقر ہوں اگرچہ وہ بے دلیل منکر ہوں (۲ع ۱۱) اور میل طبعی کا ثبوت بلکہ احتمال ہی جاذبیت کو باطل کرتا ہے کہ جب میل ہے جاذبیت کی کیا حاجت اور اس کے وجود پر کیا دلیل، یہ تقریر بعض دلائل آئندہ میں ملحوظِ خاطر رہے۔

ردِّ دوم: اقول فرض کردم کہ سیب گرنے سے زمین پر جاذبیت کا آسیب آیا مگر اس سے شمس میں جاذبیت کیسے سمجھی گئی جس کے سبب گردش کا طومار باندھ دیا گیا اس پر بھی کوئی سیب گرتے دیکھا یا یہ ضرور ہے کہ جو کچھ زمین کے لئے ثابت ہو آفتاب میں بھی ہو۔ زمین بے نور ہے آفتاب سے منور ہوتی ہے آفتاب بھی بے نور ہوگا کسی اور سے روشن ہوگا یونہی یہ قیاس اس ثالث کو نہ چھوڑے گا اس کے لئے

---

[1] ح ص۳۴ ثقل ہمیشہ اجسام کو جانب اسفل کھینچتا ہے۔ ص۳۷ اجسام کو جانب پائیں مائل کرتا ہے۔ ص۳۹ اجسام بقدر ثقیل مطلق سے قرب کے طالب پانی ہمیشہ بالطبع بلندی سے پستی کی طرف میل کرتا ہے۔ ص۲۱۲ بخار جتنا ہلکا ہوگا زیادہ بلند ہوگا۔ ص۲۱۷ بخار ہوا سے زیادہ لطیف و خفیف لہذا میل علو کرتا ہے۔

[2] ص۲۱۷ حرارت آفتاب کے سبب اجزاء لئے آب ہلکے ہو کر قصد بالا کرتے ہیں یونہی زمین کے جلے ہوئے اجزاء حرارت وخفت کے باعث۔ ص۲۱۵ ابر بسبب ثقل یا لطافت نیچے یا اوپر حرکت کرتا ہے۔ ط ص۱۱۵ منجمد اجسام کے تمام اجزاء مل کر زمین کی طرف میل کرتے ہیں اور سیال اجسام کا ہر جزء جدا میل زمین کرتا ہے ص۱۴۱ ص۲۱۷ ہوا گرمی سے ہلکی ہو کر بالا سعود کرتی ہے، یونہی جمع ص۹ میں ہے ۱۲ منہ غفرلہ۔

Marfat.com

رابع درکار ہوگا۔ اور اسی طرح غیر متناہی چلا جائے گا یا واپس آئے گا۔ مثلاً شمس ثالث سے روشن اور ثالث شمس سے وہ تسلسل تھا یہ دور ہے اور دونوں محال یہ منطق الطیر اسی بے بضاعتی کا نتیجہ ہے جو ان لوگوں کو علوم عقلیہ میں ہے ورنہ ہر عاقل جانتا ہے کہ شاہد پر غائب کا قیاس محض وہم اور وسواس ہے۔

رَدِّ سوم: اقول تم جاذبیت کے لئے نافریت لازم مانتے ہو کہ وہ ہو اور یہ نہ ہو تو کھینچ کر وصل ہو جائے اور ہم نافریت باطل کر چکے تو جاذبیت خود ہی باطل ہوگئی کہ بطلان لازم بطلان ملزوم ہے۔

رَدِّ چہارم: اقول جاذبیت کے بطلان پر پہلا شاہد عدل آفتاب ہے اس کے مدار میں جسے وہ مدار زمین سمجھتے ہیں ایک نقطہ مرکز زمین سے غایت بُعد پر ہے جسے ہم اوج کہتے ہیں اور دوسرا نہایت قرب پر جسے حضیض ان کا مشاہدہ ہر سال ہوتا ہے تقریباً سوم جولائی کو آفتاب زمین سے اپنے کمال بُعد پر ہوتا ہے اور سوم جنوری کو نہایت قرب پر یہ تفاوت اکتیس لاکھ میل سے زائد ہے[1] تفتیش جدیدہ میں شمس کا بعد اوسط نو کروڑ انتیس لاکھ میل بتایا گیا اور ہم نے حساب کیا ما بین المرکزین دو[2] درجے ۵۴ ثانیے یعنی ۲°۶ ۵۲۱۲ ہے تو بعد ابعد ۲۶-۸۰۵۴۴۹ میل ہوا اور بعد اقرب ۴۹۷۴۱۴۳۱۹ میل تفاوت ۳۱۱۶۰۵۲ میل اگر زمین آفتاب کے گرد اپنے مدار بیضی پر گھومتی ہے جس کے فوکز اسفل میں شمس ہے جیسا کہ ہیأت جدیدہ کا زعم ہے تو اوّل ان کی سمجھ کے لائق یہی سوال ہے کہ زمین اتنے قوی عظیم شدید ممتد ہزارہا سال کے متواتر جذب سے کھینچ کیوں نہ گئی۔ ہیأت[2] جدیدہ میں آفتاب ۱۲ لاکھ ۳۵ ہزار ۱۳۰ زمینوں کے برابر اور بعض[3] نے دس لاکھ بعض[4] نے چودہ لاکھ دس ہزار لکھا اور ہم نے مقررات[5] جدیدہ پر بربنائے اصل کروی حساب کیا تو تیرہ لاکھ تیرہ ہزار دو سو چھپن زمینوں کے برابر آیا۔

---

[1] ع ۱۸۱ ۱۲

[2] ص ۔۔۔۔ قلمی نسخہ میں پڑھا ہے (پھر) ۱۲۰ ہی کہا، ۱۲۵۹ ص ۲۶۶ غائب ۔۔۔۔ ۱۳۴۵۱۲۶۶۳۹۱ یہ اس کی عادت ہے کہ ہر جگہ مختلف کہے ۱۲ منہ۔

[3] سوالنامہ ہیأت ص ۱ ۱۲

[4] نظارہ عالم ص ۷ ۱۲

[5] وہ مقررات تازہ یہ ہیں قطر مدار شمس ۱۸ کروڑ ۵۸ لاکھ میل قطر معدل زمین ۷۹۱۳ ۶۰۸۶ میل قطر اوسط شمس دقائق محیطیہ سے ۳۲ دقیقے ۴ ثانیے پس اس قاعدہ پر کہ ہم نے ایجاد اور اپنے فتاوی میں جلد اول رسالہ المهنئ النمیر فی الماء المستدیر میں ایراد کیا ۷۵۴-۹۹۲۶۸ لوامیال قطر مدار + ۰۶۴۹۷۱۴۹۹ =

(باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

بہر حال وہ جرم کہ اس کے ۱۲ لاکھ حصوں میں سے ایک کے بھی برابر نہیں اس کی کیا مقاومت کرسکتا ہے تو گرد دورہ کرنا نہ تھا بلکہ پہلے ہی دن کھنچ کر اس میں مل جانا کیا ۱۲ لاکھ اشخاص مل کر ایک کو کھینچیں اور وہ دوری چاہے تو بارہ لاکھ سے کھنچ نہ سکے گا بلکہ ان کے گرد گھومے گا اور کامل علمی رَدیہ ہے کہ کسی قوت کا قوی پڑ کر ضعیف ہوجانا محتاجِ علت ہے اگرچہ اسی قدر کہ زوالِ علتِ قوت جبکہ نصف دورے میں جاذبیت شمس غالب آکر ۱۳ لاکھ میل سے زائد زمین کو قریب کھینچ لائی تو نصف دوم میں اسے کس نے ضعیف کردیا کہ زمین پھر ۱۳ لاکھ میل سے زیادہ دور بھاگ گئی حالانکہ قرب موجب قوت اثر جذب ہے (عـ۱) تو حضیض پر لاکر جاذبیت شمس کا اثر اور قوی تر ہونا اور زمین کا وقتاً فوقتاً قریب تر ہوتا جانا لازم تھا نہ کہ نہایت قرب پر آکر اس کی قوت سست پڑے اور زمین اس کے نیچے سے چھوٹ کر پھر اتنی ہی دُور ہوجائے شاید جولائی سے جنوری تک آفتاب کو راتب زیادہ ملتا ہے قوت تیز ہوتی ہے اور جنوری سے جولائی تک بھوکا رہتا ہے کمزور پڑجاتا ہے۔ دو جسم اگر برابر کے ہوتے تو یہ کہنا ایک ظاہری لگتی ہوئی بات ہوتی کہ نصف دورے میں یہ غالب رہتا ہے نصف میں وہ نہ کہ وہ جرم کہ زمین کے ۱۲ لاکھ امثال سے بڑا ہے اسے کھینچ کر ۱۳ لاکھ میل سے زیادہ قریب کرے اور عین شباب اثر جذب کے وقت سُست پڑجائے اور ادھر ایک ادھر ۱۲ لاکھ سے زائد پر غلبہ ومغلوبیت کا دورہ پورا نصف نصف انقسام پائے اس پر یہ مہمل عذر پیش ہوتا ہے کہ نقطہ حضیض پر نافریت بہت بڑھ جاتی ہے وہ زمین کو آفتاب کے نیچے سے چھڑا کر پھر دور لے جاتی ہے۔

اقول یہ ہارے کا حیلہ محض بے سروپا ہے **اوّلاً** جاذبیت ونافریت کا گھٹنا بڑھنا متلازم ہے نافریت اتنی ہی بڑھے گی جتنی جاذبیت، اور بہرحال مساوی رہیں گی ۱۶، ۱۲، ۱۴ یہاں اگر نافریت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

+ لودقیقہ محیطیہ آ ٦٫٤ ٨١٤٧١٣٤٤ = لو دقائق محیط ٣٨٥٤٤٣٣٦٤ = لوامیال محیطات ٨٠٧٧٦٦١٩٥٦
لوامیال قطر زمین ٣٦٨٩٨٣٤٥٩ = لوامیال قطر شمس ٥٦٩٣٧٧٩٥٧ = لو دقائق قطر شمس ١٫٥٦٠٥٣٩
٩٦١١٨٣٤٩٢ = قطر مثلثۃً بالتکریر ؛ کرہ قطــــر : کرہ کہ ٣ × ما قطــــرین لو نسبت ٢٦٠٩٤٤٩٨ =
لو نسبت کرتین عدد ١٣١٣٢٥٦ وھو المقصود یعنی محیط فلک شمس ٥٨ کروڑ ٣٧ لاکھ ٨ ہزار میل ہے
اور ایک دقیقہ محیطیہ ٢٧٠٢٣٦٥ میل اور قطر شمس ٨٦٦٥٥٣٤٦٢ میل اور وہ قطر زمین کے ١٠٩٦٥٠٩
مثل ہے اور جرم شمس تیرہ لاکھ تیرہ ہزار دوسو چھپن زمینوں کے برابر اور علم حق اس کی خالق عزوجل کو ۱۲ منہ۔

عـ۱ ط صـ۶ ۱۲

Marfat.com

بدرجہ غایت ہے کہ چال سب سے زیادہ تیز ہے تو جاذبیت بھی بحد کمال ہے کہ قرب شمس سب جگہ سے زائد ہے نافریت جاذبیت سے چھینے تو جب کہ اس پر غالب آئے برابر سے چھین لینا کیا معنی!

ثانیًا اگر مساوی قوت دوسری پر غالب آسکتی ہے تو یہاں خاص نافریت کیوں غالب آئی جاذبیت بھی تو مساوی تھی وہ کیوں نہ غالب ہوئی یہ ترجیح بلا مرجح ہے۔

ثالثًا اگر نافریت ہی میں کوئی ایسا طرہ ہے کہ بحال مساوات وہی غالب آئے تو اسے مساوات تو روز اول سے تھی اور نقطوں پر کیوں نہ غالب آئی اسی نقطے کی تعیین کیوں ہوئی۔

رابعًا ہمیشہ اسی کا التزام کیوں ہوا۔

خامسًا مساوات تو تم بگھار رہے ہو ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ نقطۂ اوج سے نقطۂ حضیض تک برابر جاذبیت غالب آرہی ہے قوت کا غلبہ اس کے اثر سے ظاہر ہوتا ہے جاذبیت قرب کرنا چاہتی ہے اور نافریت دور پھینکنا مگر وہاں سے یہاں تک برابر شمس سے قرب ہی بڑھتا جاتا ہے نافریت اگرچہ بیچارے برابری کے درجے پر متواتر چال تیز کر رہی ہے لیکن اس کی ایک نہیں چلتی اور جاذبیت ہی کا اثر علی الاتصال غالب آرہا ہے پھر کیا معنیٰ کہ عین شباب غلبہ پر دفعۃً مغلوب ہو جائے۔

سادسًا نافریت اگر بڑھی ہے تو خاص نقطہ حضیض پر، یہاں تو اس نے زمین کو آفتاب سے بال بھر بھی نہ چھینا کہ غایت قرب پر ہے چھینے گی۔ آگے بڑھ کر اس نقطے سے چل کر شمس سے بُعد بڑھتا جائے گا مگر اس نقطے سے سرکتے ہی نافریت بھی تیزی پر نہ رہے گی ہر آن ضعیف ہوتی جائے گی کہ قدم قدم پر چال سست ہوگی، عجب کہ اپنی کمال قوت پر تو نہ چھین سکی جب ضعیف پڑی چھین لی گئی۔

سابعًا طرفہ یہ کہ جتنی ضعیف ہوتی جاتی ہے اتنی ہی زیادہ چھین رہی ہے کہ جس قدر چال سست ہوتی ہے اتنا ہی بُعد بڑھتا ہے یہاں تک کہ اپر کمال سُستی کے ساتھ نہایت بُعد ہے کیا عقل سلیم ان معکوس باتوں کو قبول کر سکتی ہے، ہرگز نہیں، عاجزی سب کچھ کراتی ہے۔ اُصول علم الہیأۃ نے اس پر عذر گھڑا کہ مرکز شمس کے گرد جو دائرہ ہے اوج میں زمین کا راستہ اس دائرے کے اندر ہو کر ہے لہٰذا شمس کی طرف آتی ہے اور حضیض میں اس دائرے سے باہر ہے لہٰذا نکل جاتی ہے۔

اقول اوّلًا کون سا دائرہ یہاں ایک دائرہ معدل المسیر لیا جاتا ہے کہ مرکز شمس کے گرد نہیں مرکز بیضی کے گرد ہے اور دونوں نقطہ اوج وحضیض پر یکساں گزرا ہوا ہے اس شکل سے

ملہ ص۱۸۱ ۱۲

Marfat.com

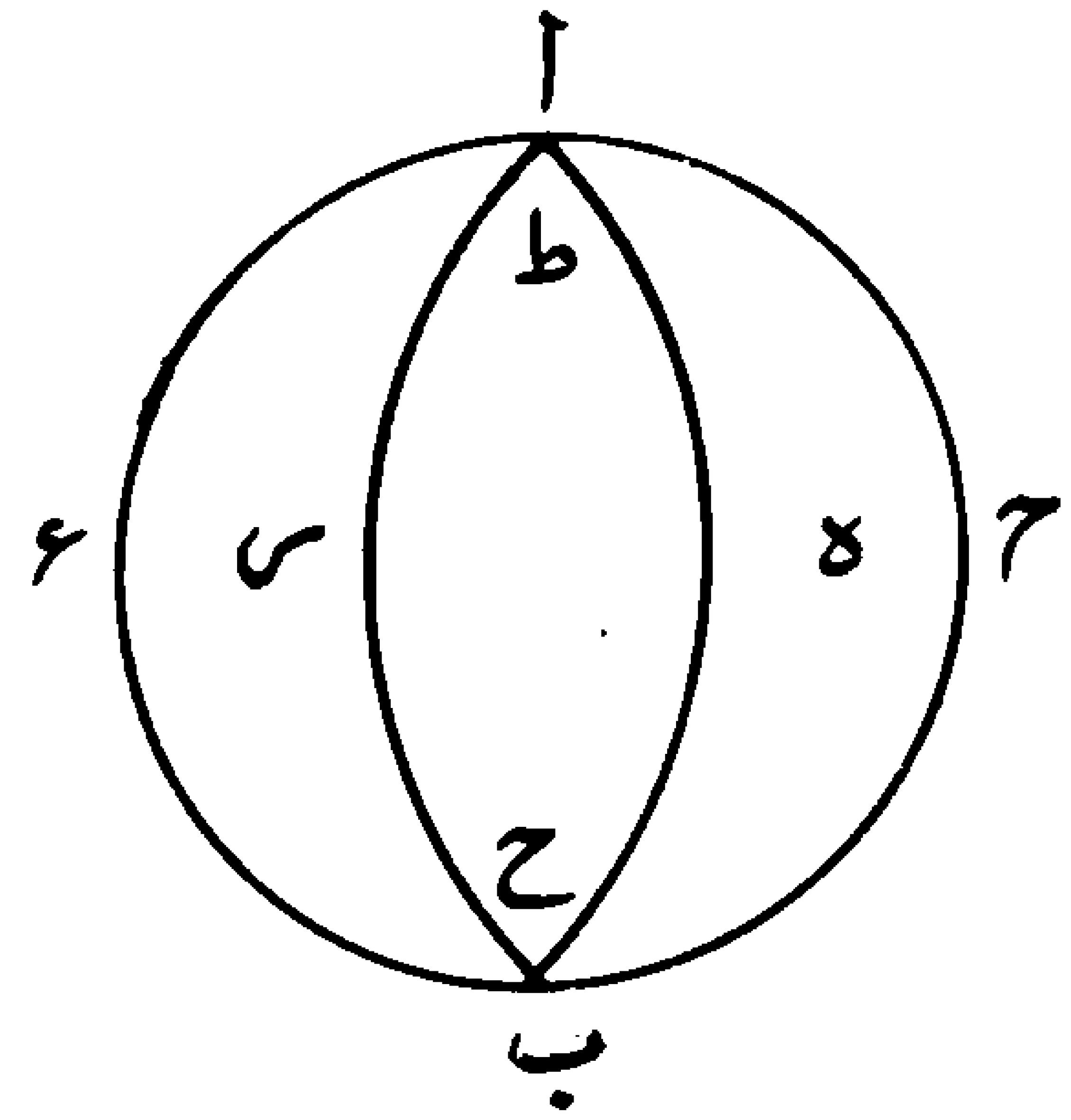

اہ س ب مدار بیضی ہے مرکز ط شمس اس کے نیچے نقطہ ح پر ا اوج ب حضیض مرکز ط پر بعد اط یا طب سے کہ مساوی ہیں دائرہ اب ح ء معدل المسیر ہے اور اگر یہ مراد کہ مرکز شمس پر اوج کی دوری سے دائرہ کھینچیں ظاہر ہے کہ زمین اوج میں اس دائرے پر آئے گی اور حضیض میں اس سے باہر ہوگی یعنی اس پر نہ ہوگی اس کے اندر ہوگی تو اس کے تعین کی کیا علت، کیوں نہ مرکز شمس پر حضیض کی دُوری سے دائرہ کھینچے کہ زمین حضیض میں اس پر ہو اور اوج میں نہ اس پر نہ اندر حقیقۃً باہر معتبر وملحوظ دائرہ معدل المسیر ہی کیوں نہیں لیا جاتا کہ دونوں میں اس پر گزرے۔

ثانیًا اس دائرے پر آنے کو شمس کی طرف لاتے اور اس سے جدائی کو شمس سے لیجانے میں کیا دخل ہے لانا جذب ہے اور بسبب قرب ہے تو دور سے لانا اور قریب بھگانا الٹی منطق ہے شاید نقطۂ اوج میں لاسا لگا ہے کہ طائر زمین کو پھانس لاتا ہے نقطۂ حضیض پر کھٹکا بندھا ہے کہ بھگا دیتا ہے۔

ثالثًا اس دائرے ہی میں کچھ وصف ہے تو زمین صرف حلول نقطہ اوجی ہی کے وقت وہ ایک آن کے لئے اس پر ہوگی یہ آدھے سال آنا اور آدھے سال بھاگنا کیوں، غرض یہ کہ بنائے نہیں بنتی، ظاہر ہوا کہ حیلے بہانے محض اسکولی لڑکوں کو بہلانے کے لئے مغالطے ہیں جاذبیت ونافریت کے ہاتھوں ہرگز مدار بن نہیں سکتا بخلاف ہمارے اصول کے کہ زمین ساکن اور آفتاب اس کے گرد ایک ایسے دائرے پر متحرک جس کا مرکز مرکز عالم سے اکتیس لاکھ سولہ ہزار باون میل باہر ہے اگر مرکز متحد ہوتا زمین سے آفتاب کا بعد ہمیشہ یکساں رہتا مگر بوجہ خروج مرکز جب آفتاب نقطہ ا پر ہوگا مرکز زمین سے اس کا فصل اح ہوگا یعنی بقدر اب نصف قطر مدار شمس ب ح مابین المرکزین اور جب نقطہ ء پر ہوگا اس کا فصل

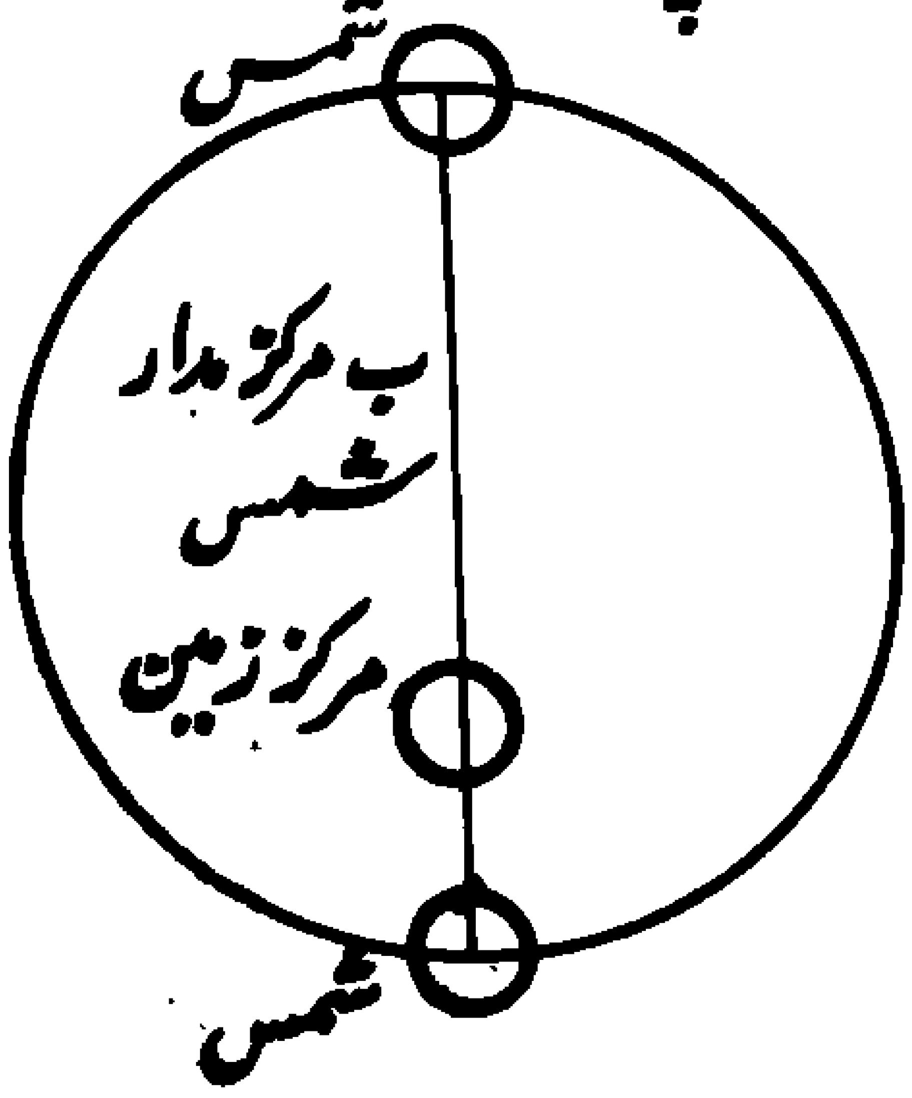

ح ء ہوگا یعنی بقدر ب ء نصف قطر مدار شمس مابین المرکزین دونوں فصلوں میں دوچند مابین المرکزین فرق ہوگا۔ یہ اصل کُروی پر ب ح ہے لیکن وہ بعد اوسط پر لیا گیا ہے۔ ہ مرکز مدار شمس ب فوکز اعلیٰ ح فوکز اسفل جس پر زمین ہے اس میں شمس اس مابین المرکزین ب ح مابین الفوکزین جانتے ہیں اور مابین المرکزین ہ ح اس کا نصف کہ بعد اوسط اج منتصف مابین الفوکزین پر ہے

Marfat.com

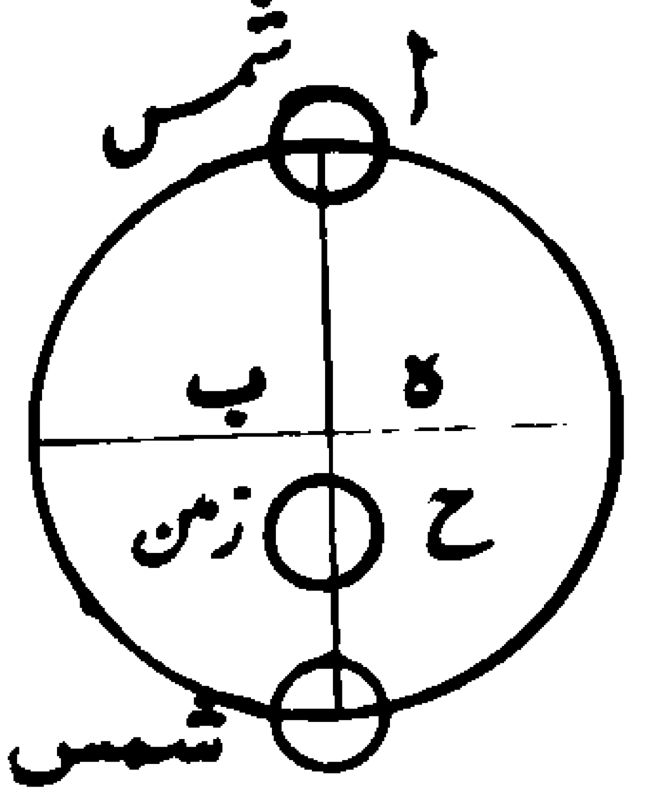

تو بعد اوسط نصف مابین الفوکزین = بعد البعد ، نصف مذکور بعد اقرب لاجرم شمس بقدر مابین الفوکزین وضعف مابین المرکزین حـ بد یہ فرق ہوگا اور یہی نقطے اس قرب و بعد کے لئے خود ہی متعین رہیں گے ، کتنی صاف بات ہے جس میں نہ جاذبیت کا جھگڑا نہ نافریت کا بکھیڑا۔

رَدِّ پنجم : جاذبیت کے بطلان پر دوسرا شاہد عدل قمر ہے، اصول علم الہیأۃ عـ۲۰۹ میں خود ہیأۃ جدیدہ پر ایک سوال قائم کیا جس کی توضیح یہ کہ اگرچہ زمین قمر کو قرب سے کھینچتی ہے اور آفتاب دُور سے مگر جرم شمس لاکھوں درجے زمین سے بڑا ہونے کے باعث اس کی جاذبیت قمر پر زمین کی جاذبیت سے $\frac{۱۱}{۵}$ ہے یعنی زمین اگر چاند کو پانچ میل کھینچتی ہے تو آفتاب گیارہ میل، اور شک نہیں کہ یہ زیادت ہزاروں برس سے مستمر ہے تو کیا وجہ ہے کہ چاند زمین کو چھوڑ کر اب تک آفتاب سے نہ جاملا ، تو معلوم ہوا کہ جاذبیت باطل ومہمل خیال ہے اور اس کا یہ جواب دیا کہ آفتاب زمین کو بھی تو کھینچتا ہے کبھی قمر سے کم کبھی زیادہ جیسا ان کا بعد آفتاب سے ہو تو شمس جتنا قمر کو کھینچتا ہے زمین اپنا چاند بچانے کو اس سے پوری جاذبیت کا مقابلہ کرنے کی محتاج نہیں بلکہ صرف اتنی کا جس قدر جاذبیت مذکورہ زمین کو جاذبیت شمس سے زائد ہے اور یہ اس جاذبیت سے کم ہے جتنی زمین کو قمر پر ہے لہٰذا قمر آفتاب سے نہیں ملتا۔

اقول توضیح جواب یہ ہے کہ قمر کا شمس سے جاملنا اس جذب پر ہے جو قمر کو زمین سے جُدا کرے، جذب شمسی زمین و قمر دونوں پر ہے، تو جہاں تک وہ مساوی ہیں اس جذب کا اثر زمین سے جدائی قمر نہ ہوگی کہ وہ بھی ساتھ ساتھ بنی ہے، ہاں قمر پر جتنا جذب زمین پر جذب سے زائد ہوگا وہ موجب جدائی قمر ہوتا لیکن زمین اس قدر سے زیادہ اسے جذب کر رہی ہے تو جدائی نہ ہوگی۔ فرض کرو شمس قمر کو ۹۹ گز کھینچتا ہے اور زمین سے اسے ۴۵ گز کہ جذب شمس سے $\frac{۵}{۱۱}$ ہے اور آفتاب زمین کو ۹۰ گز کھینچے تو ۹۰ گز تک تو زمین و قمر مساوی ہیں قمر پر ۹ ہی گز جذب شمس زائد ہے لیکن زمین کا جذب اس پر ۴۵ گز ہے تو جذب شمس سے پچگنا ہے لہٰذا شمس سے ملنے نہیں پاتا۔

اقول خوب جواب دیا کہ قمر کو بڑے سفر سے بچا لیا، چھوٹا ہی سفر کرنا پڑا، اب کہ جذب زمین اس پر زیادہ ہے زمین پر کیوں نہیں آگرتا، سوال کا منشا تو جذبوں کا تفاوت تھا وہ اب کیا مٹا قمر شمس پر نہ گرا زمین پر سہی۔

رَدِّ ششم : **اقول** لطف یہ کہ اجتماع[۱] کے وقت قمر آفتاب سے قریب ہو جاتا ہے اور

---

[۱] اصول علم الہیأۃ عـ۲۱۱ ۱۲

Marfat.com

مقابلہ کے وقت دُور تر حالانکہ قریب وقت اجتماع آفتاب کی جاذبیت کہ مجموع ہردو جذب کی ۱۱/۱۶ ہے صرف ۳/۸ ہی عمل کرتی ہے کہ قمر شمس و ارض کے درمیان ہوتا ہے زمین اپنی طرف پانچ حصے کھینچتی ہے اور شمس اپنی طرف گیارہ حصے، تو بقدر فضل جذب شمس ۶/۱۶ جانب شمس کھینچا، نہیں نہیں، بلکہ بہت ہی خفیف، جیسا کہ ابھی رَدِّ پنجم میں واضح ہوا اور قریب وقت مقابلہ جاذبیت کے سب ۱۶ حصے قمر کو جانب شمس کھینچتے ہیں کہ ارض شمس و قمر کے درمیان ہوتی ہے دونوں مل کر قمر کو ایک ہی طرف کھینچتے ہیں، غرض وہاں تفاضیل کا عمل تھا یہاں مجموع کا کہ اس کے سہ چند کے قریب بلکہ بدرجہائے کثیرہ زائد ہے تو واجب کہ وقت مقابلہ قمر شمس سے بہ نسبت اجتماع قریب تو آجائے حالانکہ اس کا عکس ہے تو ثابت ہوا کہ جاذبیت باطل ہے۔ اصول الہیأت ۲۱ میں اس قُرب و بُعد کی یوں تقریر کی کہ اجتماع کے وقت زمین قمر کو شمس سے چھین لے جاتی ہے اور وہ دور ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ مقابل شمس آتا ہے اس وقت شمس و زمین دونوں اسے ایک طرف کھینچتے ہیں تو آفتاب سے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ اجتماع میں آتا رہتا ہے۔

اقول کیا زمین وقت مقابلہ سے وقت اجتماع تک نیرین کے بیچ ہی میں رہتی ہے کہ وہ سلسلہ آفتاب سے قریب کرنے کا مسلسل رہتا ہے یا زمین تو مقابلے کے بعد ایک کنارے کو گئی اور جب سے اجتماع ہونے تک جہت خلاف شمس کھینچتی رہی اور اس کا جذب جذبِ شمس سے بدرجہا زائد ہے جیسا کہ ابھی ردِّ پنجم میں گزرا، پھر بھی چاند ہے کہ شمس ہی کی طرف کھنچتا ہے شاید مقابلہ کی خفیف ساعت میں زمین نے اس کے کان میں پھونک دیا تھا کہ چاہے میں کہیں ہوں چاہے میں کسی طرف کھینچوں اور کتنے ہی غالب زور سے کھینچوں مگر تو اسی وقت کے اثر پر رہنا آفتاب ہی سے قریب ہوتا جانا میری ایک نہ ماننا کیونکہ وہ بڑا بوڑھا ہے اس کا لحاظ واجب ہے اور چاند ایسا سعادت مند کہ اسی پر کاربند جب کھینچے وہ آفتاب کی گود کے پاس پہنچا یعنی اجتماع میں آتا ہے اس وقت زمین اپنی نصیحت پر پریشان ہوتی ہے اور بڑھ کر وہ ہاتھ لگاتی ہے کہ شمس کی گود سے اُسے چھین کر آدھے دورے میں نہایت دوری پر لے جاتی ہے یہاں آکر پھر بھول جاتی اور وہی انچھر چاند کے کان میں پھونکتی ہے ایسی پاگل زمین ہیأتِ جدیدہ میں ہوتی ہوگی، غرض دنیا بھر کے عاقلوں کے نزدیک علت کے ساتھ معلول ہوتا ہے اور وہ علت فنا ہوکر علت خلاف پیدا ہو تو فوراً خلاف ہوجاتا ہے لیکن ہیأتِ جدیدہ کے نزدیک علت کو فنا ہوئے مدتیں گزریں اور خلاف کی علتیں برابر روزانہ ترقی پر ہیں مگر معلول اسی مُردہ علت کا جاگ رہا ہے اور ان زندہ علتوں کا معلول فنا ہے یعنی ادھر تو علت معدوم اور معلول قائم ادر ادھر علت موجود و مترقی اور معلوم معدوم۔

رَدِّ ہفتم: اقول پھر وہ پانچ و گیارہ کی نسبت تو مزعوم ہیأتِ جدیدہ تھی جس میں خود قاعدہ نیوٹن سے کہ جاذبیت بحسب مربع بعد بالقلب بدلتی ہے عدل تھا، اس کا رد نمبر ۱۴ میں گزرا، یہ قاعدہ نیوٹن اگر

Marfat.com

صحیح ہے تو قمر پر جاذبیت شمس بہ نسبت جاذبیت ارض بہ ۱/۵۰۰ ہوگی یہ بھی بہت نادر، اکثر اوقات اس سے بھی کم زمین سے قمر کا بعدالبعد[1] ۲۵۱٬۹۴۷ میل ہے اور شمس سے زمین کا بُعد اقرب[2] ۹۱۳۴۱۹۷۴ میل فرض کیجئے شمس اپنے بُعد اقرب پر ہے اور قمر اجتماع میں اپنے بعد البعد پر کہ شمس و ارض سے فاصلہ قمر میں سب سے کم تفاوت کی صورت ہے باقی سب صورتوں میں اس سے زیادہ فرق ہوگا جو جاذبیت شمس کو اور چھوٹا کرے گا اس نادر صورت پر شمس سے قمر کا بُعد ۹۱۰۹۰۰۲۷ میل میں ہوگا۔ اب اگر شمس و ارض میں قوتِ جذب برابر ہوتی تو نسبت یہ ہوتی جذب الارض للقمر جذب الشمس للقمر :: $(۹۱۰۹۰۰۲۷)^۲$ $(۲۵۱۹۴۷)^۲$ اوّل کو ایک فرض کریں تو چہارم ÷ سوم = دوم یعنی $\frac{۶۳۴۷۷۲۹۰۸۰۹}{۸۲۹۷۳۹۳۰۱۸۸۶۰۷۲۹}$ = ٫۰۰۰۰۷۶۵۰۲۶۹ = جذب الشمس للقمر یعنی قمر کو جذب ارض اگر دس کروڑ ہے تو جذب شمس صرف ۷۶۵ یعنی تقریباً ایک لاکھ تینتیس ہزار تین سو تینتیس حصوں سے ایک حصہ لیکن شمس میں قوتِ جذوب باعتبار قوت زمین ۲۷٫۲[3] ہے یا ۲۸[4] تو حاصل کو اس میں ضرب دیئے سے ۰٫۰۰۲ حاصل رہا یعنی شمس اگر قمر کو اپنی طرف ایک میل کھینچتا ہے تو زمین اپنی طرف پانچہزار میل اور تقریر ردّ پنجم شامل کئے سے تو جذب زمین کے مقابل جذب شمس گویا صفر محض رہ جائے گا اور زمین کا جذب المعارض و مزاحم کام فرمائے گا اور شک نہیں کہ یہ جذب ہزاروں برس سے جاری ہے اور وجہ کیا ہے کہ قمر اب تک زمین پر نہ گر پڑا اگر جاذبیت صحیح ہوتی ضرور کب کا گر چکا ہوتا تو جاذبیت محض مہمل خیال ہے۔

رَدِّ ہشتم : اقول قمر کو جذبِ شمس و ارض میں کچھ بھی نسبت ہو یہ تو اجتماع نیرین میں دیکھی جائیگی کہ شمس ایک طرف کھینچے گا اور ارض دوسری طرف، مقابلہ میں تو شمس و ارض دونوں ایک طرف ہوتے ہیں، اصول الہیأت مضمون مذکور ردّ ششم میں یہ خوب کہی کہ اس کے سبب قمر شمس سے قریب ہوتا ہے۔ بہت خوب زمین بھی شمس ہی کے لئے کھینچتی ہوگی عقلمند بیچ میں زمین ہے تو اس وقت دونوں اپنی مجموعی طاقت سے قمر کو زمین ہی کی طرف کھینچتے ہیں اب کیوں نہیں گرتا اگر کہئے اور سیارے ادھر کو کھینچتے ہیں۔

---

[1] اصول علم الہیأۃ ص ۱۱۳ و ص ۲۶۴ ۱۲

[2] اس کا بیان ابھی جاذبیت کے رَدِّ چہارم میں گزرا۔

[3] اصول علم الہیأۃ ص ۲۶۷ ۱۲

[4] " " " ص ۸۳ ۱۲

Marfat.com

اقول ہزاروں بار ہوتا ہے کہ سب سیارے مع زمین ایک طرف ہوتے ہیں اور تنہا قمر دوسری جانب، اور ثوابت کا اثر جذب نہ مانا گیا ہے نہ ماننے کے قابل ہے کہ وہ سب طرف محیط ہیں تو داب یکساں ہوکر اثر صفر رہا، اب قمر کیوں نہیں گرتا۔ یہ تمام عظیم ہاتھی جمع ہوکر اپنی پوری طاقت سے اس چھوٹی سی چڑیا کو کھینچتے کھینچتے ہلکان ہوئے جاتے ہیں اور چڑیا ہے کہ بال بھر نہیں سرکتی اس کی تیوری پر میل تک نہیں آتا یہ کیسی جاذبیت ہے لاجرم جاذبیت محض غلط ہے۔

ردّ نہم: اقول نافریت کی گندم پہلے کاٹ چکے ہیں اور بفرضِ باطل ہو بھی تو یہ قرارداد ہے کہ وہ بقدر جاذبیت بڑھتی ہے اور چال بقدر نافریت (نمبر ۷) تو واجب تھا کہ جب سیارے گرد قمر متفرق ہوتے اس کی چال کم ہوتی کہ ان کی جاذبیت باہم معارض ہوکر قمر پر اثر کم پڑ رہا ہے اور جب سیارے قمر سے ایک طرف ہوتے اس کی چال ہمیشہ سے بہت زائد ہوجاتی کہ اسے مجموع جاذبیتوں کا مقابلہ کرنا ہے لیکن ایسا کبھی نہیں ہوتا بلکہ والقمر قدرنٰہ منازل[1] (اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کیں۔ ت) کے زیر دست محکم انتظام نے اسے جس روش پر ڈال دیا ہے ہمیشہ اسی پر رہتا ہے وہ سیاروں کے اجتماع کی پرواہ کرتا ہے نہ تفرق کی، تو قطعاً ثابت ہوا کہ جاذبیت محض وہمی گھڑت ہے۔

رَدِّ دہم: اقول ان سب سے بڑھ کر بطلان جاذبیت پر شاہد بحر اوقیانوس کا مدّوجزر ہے، ہر روز دوبار پانی گزوں حتی کہ ۷۰ فٹ تک اونچا اٹھتا اور پھر بیٹھ جاتا ہے اسے جاذبیت قمر کے سر ڈھالنا جاذبیت ارض کو سلام کرنا ہے اگر قمر کو اس کے بعد[2] اقرب ۲۲۵۷۱۹ میل پر رکھئے اور زمین کی جاذبیت اس کے مرکز سے لیجئے کہ پانی کو اس سے ۳۹۵۶۶۵ میل بعد ہو تو حسبِ قاعدہ نیوٹن اگر زمین و قمر میں قوتِ جذب برابر ہوتی پانی پر دونوں کے جذب کی نسبت یہ ہوئی جذب قمر: جذب ارض:: ۲(۳۹۵۶۶۵) ۲(۳۵۵۷۱۹) ثانی کو ایک فرض کریں تو سوم ÷ چہارم = جذب قمر ہوتا یعنی ۱۵۶۶۵۳۸۹۲۶۲۵ / ۵۰۹۴۹۰۶۶۹۶۱ = ۰۰۰۳۰۷۲۴۵۹ لیکن قمر میں قوت جذب قوتِ زمین کی ۱/۸۱ ہے[3] لہذا اسے ۰۰۵ میں ضرب دیا حاصل ۰۰۰۰۰۴۲ یعنی پانی پر جذب قمر اگر ۲۳ ہے تو جذب زمین پانچ لاکھ یا قمر اگر ایک قوت سے جذب کرتا ہے تو زمین ۲۱۷۳۹ قوتوں سے پھر کیونکر ممکن پانی بال برابر بھی اُٹھنے پائے،

---

[1] القرآن الکریم ۳۶/ ۳۹

[2] اصول ہر دو صفحہ مذکورہ

[3] اصول ص ۲۶۷ ۱۲

Marfat.com

ہم نے نمبر ۱ کے اعمال ح و ص کے لحاظ سے پانی کا بعد مرکز زمین سے لیا ورنہ زمین سے تو اسے اصلاً بُعد نہیں اور ہم ثابت کر آئے کہ جذب اگر ہے تو ہرگز خاص بمرکز نہیں تمام کرہ جاذب ہے ——— ہاں انتہائے جذب جانب مرکز ہے تو جب تک جسم واصل مرکز نہ ہو زیر جذب رہے گا و لہٰذا زمین پر رکھا ہو پتھر بھی بھاری ہے اور وزن نہیں ہوتا مگر جذب سے تو ثابت ہوا کہ زمین میں جذب ہے تو ضرور ثقیل متصل کو بھی جذب کرتی ہے بلکہ سب سے اقوی کہ جاذبیت قرب سے بڑھتی ہے (۱۰) اور یہ نہایت قرب سے، اب تو جذب قمر کو جذب زمین سے کوئی نسبت ہی نہیں ہو سکتی ہے اور اگر اس سے بھی درگزر کر کے تسلیم کر لیں کہ جذب کے لئے فصل ضرور ہے تو ایک فصل معتدبہ مثلاً ایک انگل رکھئے بفرضِ غلط قبول کر لیں کہ قمر نے ایک انگل پانی زمین سے جُدا کر لیا اب محال ہے کہ بال کا ہزاروں حصہ اور بڑھے نہ کہ نشتر فٹ تک قمر کا بُعد اوسط[1] ۲۳۸۸۲۳ میل ہے ہر میل ۱۷۶۰ گز، ہر گز اڑتالیس انگل، تو بُعد قمر ۲۰۱۷۶۶۱۶۱۸۴۰ بیس[2] ارب انگل مع زیادات ہوا۔ ایک انگل کا مربع ایک کہ جذب قمر ہو اور اس بُعد کا مربع ۴۰۷۰۹۵۶۶۵۳۴۲۰۲۸۱۸۵۶۰۰ کہ جذب ارض ہوتا اگر قوت جذب دونوں کُروں میں مساوی ہوتی لیکن قمر میں ۱۵ء ہے تو اس عدد کو ۱۵ء پر تقسیم کیا جذبِ ارض ——— ۲۷۱۳۹۷۱۱۰۲۲۸۰۱۸۷۹۰۴۰۰۰ ہوا یعنی پانی پہ جذب قمر کی ایک قوت ہے تو جذب زمین کی دو سو اکہتر مہا سنکھ سے بھی سنکھوں زائد ہے تو مد محال قطعی ہونا ہے لیکن واقع ہے تو یقیناً زمین میں جاذبیت نہیں، اگر کہئے ہیأتِ جدیدہ والے تو یہ کہتے ہیں کہ چاند سارے کُرۂ زمین کو گزوں اونچا اٹھا لیتا ہے تو پانی کا نشتر فٹ اٹھا لینا کیا دشوار ہے۔

اقول چاند کا زمین کو اونچا اٹھا لینا نرا ہذیان ہے زمین کا وزن ——— ۱۶۹۹۳۲۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰ سولہ ہزار نو سو ترانوے مہا سنکھ من اور بتیس سنکھ من ہے وہ قمر[3] سے انچاس حصے بڑی ہے بلکہ اس کا جرم[4] جرم قمر کا وزن میں ۸۱ء۵ مثل ہے، کیا چھٹنکی ڈیڑھ چھٹانک پانچ سیر پختہ وزن پر غالب آ کر اسے کھینچ لے گی یا قمر کو جرِّ ثقیل کی کوئی کل دی گئی ہے، اس کے پاس ایک کل ہو گی تو زمین کے پاس انچاس کہ قبل اس کے کہ وہ اسے بال بھر اٹھا سکے یہ اسے کھینچ کر گرا لے گی، اور اگر بالفرض قمر زمین کو اٹھا بھی لے تو زمین چاہے سو گز نہیں سو میل

---

[1] اصول ہر دو صفحہ مذکورہ ہوا
[2] ص ۱۲۰ ۱۲
[3] ص ص ۱۹۷ ۱۲
[4] ص ۲۱۰ ۱۲

Marfat.com

کھنچ جائے پانی کا ذرہ بھر اٹھنا ممکن نہیں زمین کے اس طرف چاند کے خلاف کوئی دوسرا حامل اقوی نہ تھا جس سے چاند اسے نہ چھین سکتا اور پانی کو زمین مہاسنکھوں زیادہ زور سے کھینچ رہی ہے چاند اسے کیونکر کھینچ سکے گا، اس کی نظیر یہ ہے کہ مثلاً سیر بھر وزن کے ایک گولے میں لوہے کا پتر نہایت مضبوط کیلوں سے جڑا ہوا ہے تم اس گولے کو ہاتھ سے کھینچ سکتے ہو لیکن اس پتر کو گولے سے جدا نہیں کر سکتے جب تک وہ کیلیں نہ نکالو یہاں پانی پر وہ کیلیں صدہا مہاسنکھوں طاقت سے جذب ہے جب تک یہ معدوم نہ ہو پانی ہزاروں چاندوں کے ہلائے ہل نہیں سکتا لیکن ہلتا کیا گزوں اٹھتا ہے تو ضرور جذب زمین معدوم ہے وھو المقصود۔ اگر کہئے ضرور اس سے زمین کی جاذبیت تو باطل ہوگئی لیکن قمر کی تو مسلّم رہی۔

اقول اوّلاً مقصود ابطال حرکت زمین ہے وہ جاذبیت شمس پر مبنی اور اوپر گزرا کہ زمین ہی میں جاذبیت گمان کر کے شمس کو اس پر بلا دلیل قیاس کیا ہے جب یہی باطل ہوگئی قیاس کا دریا ہی جل گیا شمس میں کہاں سے آئے گی یا یوں کہئے کہ ہیأت جدیدہ کا وہ کلیہ کہ ہر جسم میں بقدر مادہ جاذبیت ہے جس کی بنا پر شمس میں اس کے لائق جاذبیت اور اس کے سبب زمین کی حرکت مانی تھی باطل ہوگیا اور جب معلوم ہوگیا کہ بعض اجسام میں جذب ہے بعض میں نہیں تو جذب شمس پر دلیل نہ رہی ممکن کہ شمس انھیں اجسام سے ہو جن میں جذب نہیں۔

ثانیاً مد کا جذب قمر سے ہونا بھی بوجوہ کثیرہ مخدوش ہے جن کا بیان نمبر ۱۶ میں گزرا۔

رَدِّ یازدہم: اقول جو دوسری طرف کی مد کی توجیہ کی کہ زمین اٹھتی ہے اور ادھر کے پانی کو چھوڑ آتی ہے۔ جاذبیت ارض کی نفی پر دلیل روشن ہے سمت مواجہ کے پانی پر تو ارض و قمر کا تجاذب تھا یہ غلط مان لیا کہ قمر غالب آیا، سمت دیگر کے پانی کو تو دونوں جانب زمین ہی کھینچ رہی ہے اسے زمین نے کیونکر چھوڑا قمر کا جذب اس پر کم تو زمین کا جذب تو بقوت اتم ہے اور یہاں اس کا معارض نہیں پھر چھوڑ دینے کے کیا معنیٰ!

رَدِّ دوازدہم: اقول یہ جو ہیأتِ جدیدہ نے اقرار کیا کہ جذب قمر میں پانی زمین کا ملازم نہیں رہتا قمر کی جانب مواجہ میں بوجہ لطافت و قرب آب پانی زمین سے زیادہ اٹھتا ہے اور دوسری طرف بوجہ بُعد آب زمین پانی سے زیادہ اٹھتی ہے یہ بڑے کام کی بات ہے اس نے زمین پر جاذبیت شمس کا قطعی خاتمہ کر دیا اگر وہ صحیح ہوتی تو جب جذب قمر سے یہ حالت ہے جو انتہا درجہ صرف ۷۰ ہی فٹ اٹھا سکتا ہے تو جذب شمس کہ زمین کو ۳۱ لاکھ میل سے زیادہ کھینچ لاتا ہے واجب تھا کہ پانی پر اسی ۷۰ فٹ اور ۳۱ لاکھ ۱۶ ہزار باون میل کی نسبت سے اشد و اقوی ہوتا سامنے کے پانی زمین کو چھوڑ کر

Marfat.com

لاکھوں میل چلے جاتے زمین نری سُوکھی رہ جاتی یا قوت جذب کے سبب قوت نافریت پانی کو زمین سے بہت زیادہ جلد تر گھماتی یا تو ساری زمین پانی میں ڈوب جاتی اگر پانی پھیلتا یا ہر سال سارے جنگل اور شہر غرقاب ہو کر سمندر ہو جاتے اور تمام سمندر چٹیل زمین ہو جایا کرتے اگر پانی اتنی ہی مساحت پر رہتا۔

رَدِّ سیزدہم: اقول ہوا تو پانی سے بھی لطیف تر ہے اور بہ نسبت آب آفتاب سے قریب بھی زیادہ تو اس پر جذب شمس اور بھی اقوی ہوتا اور رُوئے زمین پر ہوا کا نام و نشان نہ رہا ہوتا یا نافریت آڑے آتی تو ہوا کو زمین سے بہت زیادہ گھماتی، اب اگر ہوا بھی مثل زمین مشرق کو جاتی تو تمہارے طور پر لازم تھا کہ پتھر جو سیدھا اُوپر پھینکا جاتا بہت دُور مشرق میں جا کر گرتا کہ ہوا کی تیزی زمین سے دوچند ہی ہوتی اور پتھر مثلاً ۲ سیکنڈ میں ۱۶ فٹ اُوپر چڑھتا اور ایک سیکنڈ میں نیچے اُترتا تو اس تین سیکنڈ میں زمین ۱۵۱۹۶۲ گز چلتی لیکن ہوا کہ ان سکنڈوں میں پتھر جس کا تابع رہا ۳۰۳۸۶۴ گز جاتی تو پتھر ۱۵۱۹۱ گز دُور جا کر اترتا حالانکہ جہاں سے پھینکا تھا وہیں اترتا ہے اور اگر ہوا غرب کو جاتی تو پتھر ۴۵۵۸ گز دُور غرب میں گرتا کہ تین سیکنڈ میں زمین کا وہ موضع جہاں سے پتھر پھینکا تھا ۱۵۱۹۶۲ گز مشرق کو چلا اور پتھر باتباع ہوا وہاں سے ۳۰۳۸۶۴ گز غرب کو گیا مجموع ۴۵۵۸ گز ڈھائی میل سے زیادہ کا فاصلہ ہو گیا لیکن وہاں کا وہیں گرتا ہے تو یقیناً جذبِ شمس و حرکتِ زمین دونوں باطل۔

رَدِّ چاردہم: اقول کتنی واضح و فیصلہ کُن بات ہے کاغذ کا تختہ دو برابر حصّے کر کے ایک ویسا ہی پھیلا ہوا ایک پلّے میں رکھو اور دوسرا گولی بنا کر کہ پہلے سے مساحت میں دسواں حصہ رہ جائے اگر جاذبیت ہے واجب کہ اس کا وزن گولی سے دس گُنا ہو جائے کہ جذب بحسب مادّہ جاذب بدلے گا (ع۱۰) اور مادّہ مجذوب و بُعد یہاں واحد ہیں اور اول کے مقابل زمین کے دس حصّے ہیں تو اس پر دس جذب ہیں اور گولی پر ایک اور وزن جذب سے پیدا ہوتا ہے (ع۱۵) تو واجب کہ اس کا وزن گولی دہ گنا ہو حالانکہ بداہۃً باطل ہے تو جذب قطعاً باطل بلکہ ان کا جھکنا اپنے میل طبعی سے ہے اور نوع واحد میں میل بحسب مادہ ہے اور یہاں مادہ مساوی لہذا میل برابر لہذا وزن یکساں۔

فائدہ: اقول یہاں سے ظاہر ہوا کہ وہ جو مختلف کُروں پر شئی کا وزن مختلف ہو جانا بتایا تھا (ع۱۵) سب محض تراشیدہ خیال باطل تھے ورنہ جیسے وہاں جذب شمس وارض میں ۱ و ۲۸ کی نسبت تھی یہاں بھی دونوں حصے زمین میں اور ۱۰ ا کی نسبت ہے اور ۱ و ۲۸ اور ۱ و ۱۰ کی ہو سکتی ہے۔

رَدِّ پانزدہم: اقول واجب کہ وہ تختہ اور گولی دونوں ایک مسافت سے ایک وقت میں

Marfat.com

زمین پر اتریں کہ اگر تختہ پر ہوا کی مزاحمت دہ چند ہے تو اس پر زمین کا جذب بھی تو دہ چند ہے۔ بہرحال مانع و مقتضی کی نسبت دونوں جگہ برابر ہے تو اترنے میں مساوات لازم حالانکہ قطعاً تختہ دیر میں اترے گا تو ثابت ہوا کہ مقتضی جذب نہیں بلکہ ان کا طبعی میل کہ دونوں میں برابر ہے تو مقتضی مساوی ایک پر مانع دہ چند لاجرم دیر کرے گا۔

ردِّ شانزدہم: اقول ملا جتنا کثیف تر جاذبیت بیشتر (ع۱۰) تو وزن اکثر (ع۱۵) تو پانی میں بہ نسبت ہوا وزن بڑھنا چاہئے حالانکہ عکس ہے استاذ ابوریحان بیرونی نے سو مثقال سونا ہوا میں تول کر سونے کا پلہ پانی میں رکھا اور باٹ کا ہوا میں، ۹۴ $\frac{3}{4}$ مثقال رہ گیا۔ بیسویں حصے سے زیادہ گھٹ گیا۔ ہم نے سونے کے کڑے کہ ہوا میں ایک چھٹانک چار روپے ایک چونی ڈیڑھ ماشے بھر سونا تھے پانی میں تولے سونے کا پلہ سطحِ آب سے ملتے ہی ہلکا پڑا وزن کا پلہ ہوا میں جھکا جب سونے کا پلہ پانی کے اندر پہنچا وزن صرف ایک چھٹانک تین روپے بھر رہ گیا دسویں حصے سے زیادہ گھٹ گیا، یہ کمی اختلافِ آب و ہوا و موسم سے بدلے گی۔ ابوریحان نے جیحون کا پانی لیا اور خوارزم میں فصل خریف میں تولا اور ہم نے کنویں کا پانی اپنے شہر میں موسم سرما میں میل طبعی پر، اس کی وجہ ظاہر ہے میل بقدر وزن جھکاتا ہے اور جس ملا میں حجم ہے وہ بقدر کثافت مزاحمت کرتا ہے وزن دونوں پلوں کا برابر ہے ہوا میں دونوں کا مزاحم بھی برابر تھا برابر رہے جب ایک پانی سے ملا جھکنے کا مقتضی کہ میل ہے اب بھی بدستور برابر ہے مگر جھکنے کا مزاحم اس پلے پر بہت قوی ہے کہ پانی ہوا سے بدرجہا کثیف تر ہے لاجرم یہ کم جھکا اور ہوا کا پلہ زیادہ، فافہم وتامل۔ لیکن بربنائے جاذبیت یہ اصلاً نہ بن سکے گا کہ جس کثافتِ آب نے مزاحمت بڑھائی ہے اسی کثافت نے اسی نسبت پر وزن بھی بڑھایا ہے تو مانع و مقتضی برابر ہو کر حالت بدستور رہنی لازم تھی اور ایسا نہیں تو ضرور جاذبیت باطل ہے، اصول[۱] طبعی میں کہا سبب اس کا یہ ہے کہ پانی اوپر کی طرف زور کرتا ہے لہذا سونے کو سہارا دے کر وزن کم کرتا ہے۔

اقول اولاً اگر اس سے صرف نیچے جانے کی مزاحمت مراد تو ضرور صحیح ہے اور اس کا جواب بھی سن چکے اور اگر یہ مقصود کہ پانی سونے کو اوپر پھینکتا ہے جیسا کہ اوپر کی طرف زور کرنے سے ظاہر تو عجیب جہل شدید ہے پانی اپنے سے ہلکی چیز کو اوپر پھینکتا ہے کہ خود اس سے زیادہ اسفل کو چاہتی ہے اپنے سے بھاری کو سہارا دے تو لوہا بلکہ کوئی چیز پانی میں نہ ڈوبے۔

---

[۱] ص ۱۱۵/۱۲

Marfat.com

ثانیاً ایسا ہو تو یہ جذب زمین پر تازہ رَد ہوگا جب پانی اپنے سے ہلکی بھاری ہر چیز کو پھینکتا ہے تو تو معلوم ہوا کہ اس کی طبیعت میں دفع ہے اور دفع ضد جذب ہے تو اس کی طبیعت میں جذب نہیں اور وہ زمین ہی کا جزء ہے تو زمین میں نہیں تو شمس میں کس دلیل سے آئے گا اور حرکت زمین کا انتظام کدھر جائے گا۔

رَدِّ ہفدہم: **اقول** ایک بڑی مشک اور ایک مشکیزہ ہوا سے خوب بھر کر منہ باندھ کر پانی میں بٹھانا چاہو تو مشک زیادہ طاقت مانگے گی اور دیر میں بیٹھے گی اور بٹھا کر چھوڑ دو تو مشکیزہ سے جلد اوپر آئے گی اور ایک بڑا پتھر اور ایک چھوٹا اوپر حد واحد تک پھینکو تو بڑا زیادہ طاقت چاہے گا اور دیر میں جائے گا اور چھوٹے سے جلد اتر آئے گا، پانی کا دباؤ اگر مشکوں کو اٹھاتا اور زمین کا جذب پتھروں کو گراتا تو قسر اقوی پر ضعف ہوتا ہے اور اضعف پر اقوی چھوٹا پتھر اور مشکیزہ جلد آتا ہے، اور بڑا پتھر اور مشک دیر میں۔ ہاں ہاں یہ کہئے کہ بڑے کا دافع بڑا ہے زیادہ دفع کرے گا تو وہ مدفوع بھی تو بڑا ہے کم دفع ہوگا تو غایت یہ کہ نسبت برابر رہے دونوں برابر اٹھیں مشک پر زیادہ کیوں، یونہی جذب میں' اگر کہئے مشک اور بڑے پتھر نے یوں جلدی کی کہ بیچ میں جو ملا حائل ہے بڑی چیز' اس کے چیرنے پر زیادہ قادر ہے تو اولاً بڑے کا حائل بھی بڑا ہے تو نسبت برابر رہی۔ یہ وجہ کہ بڑی چیز اثرِ قسر کم قبول کرتی ہے تو پانی کے دباؤ سے مشک کیوں جلد اٹھی اور زمین کے جذب سے بڑا پتھر کیوں جلد آیا، اگر کہئے جذب بحسب مادہ ہے بڑے پتھر میں مادہ زائد تھا اس پر جذب زمین زیادہ تھا لہذا دیر میں اوپر گیا اور جلد نیچے آیا۔

اقول اولاً یہ مردود ہے دیکھو ع۱۱۔

ثانیاً خود اس قول کو تفاوت اثر سے انکار ہے (ع۱۲)

ثالثاً یہ وہی بات ہے کہ جاذبیت کا ثقل پڑا لگا رکھے گی تمہارے یہاں وہی اجزائے دیمقراطیسیہ ثقیل بالطبع ہیں (ع۸، ۹) تو جذب کیوں ہو وہ اپنی طبیعت سے طالب سفل ہوں گے۔

رابعاً بڑی مشک کی ہوا میں بھی مادہ زیادہ ہے اور ہیاتِ جدیدہ میں ہوا بھی ثقیل مانی گئی ہے (ع۱۸) تو بلاشبہہ بڑی مشک پر جذب زمین زائدہ ہے پھر یہ دیر میں نیچے کیوں بیٹھی اور جلد اوپر کیوں آئی، اگر کہئے پانی اس سے زیادہ ثقیل ہے لہذا زمین اسے زیادہ جذب کرتی ہے اس لئے یہ اوپر مندفع ہوتی ہے۔

اقول اولاً یہ وہی قول مردود ہے کہ جذب بحسب مجذوب ہے۔

ثانیاً دفع بحسب نسبت ثقل ہوگا پانی اس مشک سے اثقل ہے اور مشک یہ مشکیزہ سے تو مشک پر جذب زمینی مشکیزہ سے زائد ہوا اور دفع مشکیزہ سے

Marfat.com

کم تو واجب کہ مشک جلد بیٹھے اور مشکیزہ جلد اٹھے حالانکہ امر بالعکس ہے یا بدستور بلحاظ نسبت تساوی رہے۔ غرض کوئی کل ٹھیک نہیں بیٹھتی اور اگر جذب کو چھوڑ کر میل طبعی مانو تو سب موجر ہیں ہوا کا میل فوق اور حجر کا تحت ہے مشک پر باد کا بیٹھنا اور پتھر کا اوپر جانا خلاف طبع تھا، اس لئے اکبر نے زیادہ مقاومت کی اور دیر ہوئی اور مشک کا اٹھنا اور پتھر کا گرنا مقتضائے طبع تھا لہٰذا اکبر نے جلدی کی۔

رَدِّ ہیژدہم: اقول شے واحد پر بعد واحد سے جاذب واحد کا جذب مختلف ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

تنبیہ: بعد (عـ۱) تھرمامیٹر کا پارہ ہوائے معتدل میں ایک جگہ پر قائم ہے اس پر جذب زمین کی ایک مقدار معین محدود ہے جو ان کے مادوں اور اس کے بُعد معین کا تقاضا ہے اب اگر ہوا گرم ہوئی پارہ اوپر چڑھے گا کیا جذب زمین کم پڑے گا، کیوں کم ہوا، اس وقت بھی تو زمین و زیبق انھیں مادوں پر تھے وہی بُعد تھا، گرمی نے زمین یا پارے میں سے کچھ کتر نہ لیا یہاں آکر پارہ ٹھہرے گا جب تک اسی گرمی پر ہے، اب ہوا سرد پڑی پارہ نیچے اُترے گا اور خطِ اعتدال پر بھی نہ ٹھہرے گا۔ کیا جذب زمین بڑھے گا کیوں، اب بھی تو ارض و سیماب کے وہی مادے وہی بُعد تھا سردی نے زمین یا پارے میں کوئی پیوند جوڑ نہ دیا، یہ اختلاف ہوا کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا کہ پارہ ہوا سے ہمیشہ اثقل ہے۔ گرمی ہوا نے اگر اس میں کچھ خفت پیدا کی تو اس سے پہلے ہوا میں اس سے زیادہ پیدا ہو چکی بلکہ لطافت و کثافت ہوا کا عکس ہے، لاجرم جذب غلط ہے بلکہ برودت موجب ثقل ہے، اور ثقل طالبِ سفل، اور حرارت موجبِ خفت ہے، اور خفت طالبِ علو۔

رَدِّ نوزدہم: اقول بخارات پیدا ہوتے ہی اُوپر جاتے ہیں ان کا مرکب اجزائے مائیہ و ہوائیہ سے ہے اور ان کے نزدیک ہوا بھی ثقیل ہے (عـ۱۸) اور پانی اثقل کہ ہوا سے سات[1] سو ستر یا آٹھ سو گنا یا آٹھ[2] سو انیس مثل بھاری ہے اور ظاہر ہے کہ جو ثقیل و اثقل سے ایسا[3] مرکب ہو وہ اس ثقیل سے اثقل ہوگا تو بخار ہوا سے بھاری ہے تو یہاں وہ عذر نہیں چلتا جو پانی کے تیل کو پھینکنے میں ہوتا کہ بھاری چیز ہلکی کو پھینکتی ہے کہ ہلکی بھاری کو، پھر ان کے جانے کی کیا وجہ ہے، زمین اگر انھیں جذب کرتی تو کون چیز انھیں زمین سے چھین کر اوپر لے جاتی، کیا کوئی سیارہ تو شب کا وہ وقت لیجئے کہ کوئی سیارہ

---

[1] تعریبات شافیہ جز ثانی صـ۶۴ ۱۲ [2] ط صـ۱۳۴ ۱۲ [3] ح صـ۲۱ ۱۲

[4] یعنی جس میں مزاج و استحکام ترکیب نہیں ورنہ نسبت اجزاء کا تحفظ ضرور نہ رہے گا جیسے سونا کہ زیبق و کبریت سے مرکب ہے ۱۲ منہ غفرلہ۔

Marfat.com

نصف النہار بلکہ افق پر اصلاً نہ ہو جیسے وہ زمانہ کہ سیارات وقمر ثور سے سنبلہ تک ہوں اور طالع راس الحمل یا ثوابت تو مہا سنکھوں میل دُور سے اجزائے زمین کو خاص اس کی گود سے اچک لیتے، تو چاہئے کہ تمام دنیا کے ریگستانوں میں ریت کا ٹیلہ نہ رہا ہوتا سب کو ثوابت اڑا لے گئے ہوتے زمین کہ ان کو جذب کر رہی ہے محال ہے کہ وہی دفع کرتی کہ دو ضدین مقتضائے طبع نہیں ہوسکتیں، تو ثابت ہوا کہ جذبِ زمین غلط ہے بلکہ ہوا خفیف ہے اور ران میں جو اجزائے ہوائیہ ہیں گرمی کے سبب اور لطیف ہو گئے اور اجزائے مائیہ کہ ان میں محبوس ہیں ان میں بوجہ حرارت خفت آگئی جوش دینے میں پانی کے اجزا اُوپر اُٹھتے ہیں لہذا اجزائے ہوائیہ انھیں اُڑا لے گئے کہ حقیقت طالب علو ہے تو بالضرورۃ ثقیل طالب سفل ہے کہ الضد بالضد یہی میل طبعی ہے تو جاذبیت مہمل، یہ اسی دلیل میں دوسری وجہ سے رَدِ جاذبیت ہوا، اگر کہئے اس حقیقت نے ہمیں کیوں نہ فائدہ دیا، حرارت نے اجزائے آب وہوا کو ہلکا کیا لہذا ان پر جذب کم ہوا اور برابر کی ہوا نے جس جذب زائد سے ان کو اُوپر پھینکا جیسے پانی نے تیل کو۔

اقول اوّلاً کیا بخار اسی وقت اُٹھتا ہے جب مثلاً پانی جہاں گرم ہوا تھا وہاں سے ہٹا کر ٹھنڈی جگہ لے جاؤ جہاں کہ ہوا کو اثر گرمی نہ پہنچا حاشا بلکہ وُہ پیدا ہوتے ہی معاً اُٹھتا وہ حرارت کہ اس ہوا کو گرم کریگی کیا اس کے برابر والی کو گرم نہ کرے گی خصوصاً تیزیِ شمس کے پانی سے بخار اٹھنا کہ آفتاب نے قطعی برابر والی ہوا کو بھی اتنا ہی گرم کیا جتنا اسے پھر اس میں اجزائے مائیہ ہونے سے وزن زائد۔

ثانیاً بالکل الٹی کہی تمہارے نزدیک تو جتنا جذب کم اتنا وزن کم (ع ۱۵) تو خفت قلتِ جذب سے پیدا ہوتی ہے نہ کہ قلتِ جذب خفت سے۔

ثالثاً وہی جو اُوپر گزرا کہ مادہ بدستور بُعد بدستور، پھر حرارت سے جذب میں کیوں فتور، کیا سبب ہوا کہ گرمی نے ہلکا کر دیا، اگر کہئے کہ حرارت بالطبع طالب علو ہے، ولہذا نار وہوا اوپر جاتی ہیں اور برودت بالطبع طالب سفل ہے ولہذا آب وخاک نیچے جھکتے ہیں تو ضرور حرارت سے خفت پیدا ہوگی مگر یہ میل طبعی کا اقرار اور جاذبیت پر تلوار ہوگا۔

رَدِ بستم : جو ع ۱۵ کے رابعہ میں گزرا کہ جذبِ زمین ہے تو اندر کی ہوا کا اوپر کو ابھارنا کیا معنیٰ اور وہ اس قوت سے کہ صدہا من کے بوجھ کو سہارا دے نہیں نہیں فنا کر دے کہ محسوس ہی نہ ہو۔

رَدِ بست ویکم : **اقول** ہر عاقل جانتا ہے کہ رائی کا دانہ پہاڑ کے کروڑویں حصّے کے بھی ہم وزن نہیں ہوسکتا نہ کہ سارے پہاڑ سے کانٹے کی تول برابر، مگر مسئلہ جاذبیت صحیح ہے تو یہ ہو کر رہے گا، بلکہ رائی کا دانہ پہاڑ سے بھی زیادہ وزنی ہوگا۔ ظاہر ہے کہ پلّے کا جھکنا اثر جذب ہے، جس پر

Marfat.com

جذب زائد ہوگا اس کا پلّہ جھکے گا اور برابر ہوں تو دونوں پلّے برابر رہیں گے (۱۵) اب دو کُرے ایسے لیجئے جن میں قوتِ جذب برابر ہے، ان میں بُعد مساوی پر جذب مساوی ہوگا یا نہ سہی مختلف قوت کے لیجئے، جیسے قمر و زمین، رائی اور پہاڑ کو قمر سے اتنا قریب فرض کر لیجئے کہ زیادتِ قرب سے قوت جذب قمر اس کے ضعف جاذبیت کی تلافی کر دے، جیسے اصول علم الہیأت ۳۲۲ میں قطر زمین کا ۳٫۹ کہا اگرچہ ہمارے حساب[1] سے تقریباً ۳٫۱ ہے۔

---

[1] اصول علم الہیأۃ میں مادۂ قمر مادۂ زمین کا ۱/۷۵ لیا اور زمین سے بُعد قمر قطر زمین کا ۳۰ مثل اور ہیأت جدیدہ میں مقرر ہے کہ جاذبیت بحسب مادہ بالاستقامت بدلتی ہے اور بحسب مربع بعد بالقلب تو جسم پر جذب قمر و ارض مساوی ہونے کے لئے زمین سے ایسے بُعد پر ہونا چاہئے کہ اس کا مربع قمر سے بُعد جسم کے مربع کے ۷۵ مثل ہو۔ **اقول** تو یہاں سے دو مساواتیں ملیں۔ قمر سے بُعد کوئی فرض کیجئے اور زمین سے لا ∴ لا² = ۷۵ ی²، لا + ی = ۳۰ ∴ لا²/۷۵ = (۳۰ − لا)² = ۹۰۰ − ۶۰لا + لا² ∴ لا² = ۶۷۵۰۰ − ۴۵۰۰لا + ۷۵لا² ∴ ۰ = ۶۷۵۰۰ − ۴۵۰۰لا + ۷۴لا² بلکہ ۷۴لا² − ۴۵۰۰لا = −۶۷۵۰۰ ∴ لا² − ۴۵۰۰لا/۷۴ = −۶۷۵۰۰/۷۴ ∴ تکمیل مجذور لا² − ۴۵۰۰لا/۷۴ + ۵۰۶۲۵۰۰/۵۴۷۶ = −۶۷۵۰۰/۷۴ + ۵۰۶۲۵۰۰/۵۴۷۶ = −۴۹۹۵۰۰۰/۵۴۷۶ + ۵۰۶۲۵۰۰/۵۴۷۶ = ۶۷۵۰۰/۵۴۷۶ ∴ لا − ۲۲۵۰/۷۴ = ۲۵۹٫۸۱/۷۴ یہ جذر یہاں منفی ہے ∴ لا = ۲۲۵۰/۷۴ − ۲۵۹٫۸۱/۷۴ = ۱۹۹۰٫۱۹/۷۴ = ۲۶٫۸۹۴ ∴ ی = ۳٫۱۰۶ و بوجہ دیگر مساوات درجہ اول سے اگرچہ جملہ قوت دوم پر مشتمل ہے، مساوات اولیٰ کا جذر لیا ∴ لا = √۷۵ ی = ۸٫۶۶۰۳ ی ∴ لا = ۸٫۶۶۰۳ (۳۰ − لا) = ۲۵۹٫۸۰۹ − ۸٫۶۶۰۳لا ∴ ۹٫۶۶۰۳لا = ۲۵۹٫۸۰۹ ∴ لا = ۲۵۹٫۸۰۹/۹٫۶۶۰۳ = ۲۶٫۸۹۵ ∴ ی = ۳٫۱۰۵ پھر اس کتاب کی عام عادت ہے کہ ایک جگہ کچھ کہے گی دوسری جگہ کچھ، مادوں میں ۱/۷۵ کی نسبت لی اور اوپر گزرا کہ جاذبیت قمر کو جاذبیت ارض کا ٫۱۵ بتایا ہے، اس تقدیر پر مساوات یہ ہوگی: ۳لا² = ۲۰ی²، لا + ی = ۳۰ ∴ ۳لا² = ۲۰(۹۰۰ − ۶۰لا + لا²) = ۱۸۰۰۰ − ۱۲۰۰لا + ۲۰لا² ∴ ۱۷لا² − ۱۲۰۰لا = −۱۸۰۰۰ بلکہ لا² − ۱۲۰۰لا/۱۷ = −۱۸۰۰۰/۱۷ ∴ لا² − ۱۲۰۰لا/۱۷ + ۳۶۰۰۰۰/۱۸۹ − ۳۰۶۰۰۰۰/۱۸۹ − ۳۰۶۰۰۰/۱۸۹ = ۵۴۰۰۰/۱۸۹ ∴ لا − ۶۰۰/۱۷ = ۳۲٫۳۷۹/۱۷ یہ جذر منفی ہے ∴ لا = ۳۶۷٫۶۲۱/۱۷ = ۲۱٫۶۲۵ ∴ ی = ۸٫۳۷۵ یا √۳ لا = √۲۰ (۳۰ − لا) ∴ ۱٫۷۳۲۰۵لا = ۴٫۴۷۲۱۳۶ (۳۰ − لا) = ۱۳۴٫۱۶۴۰۸۰

(باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

حیز وہی ہے کہ یہاں اس کی تحقیق سے غرض نہیں، تو حاصل یہ ٹھہرا کہ جب رائی اور پہاڑ دونوں قمر وارض سے ایسے فاصلے پہ ہوں کہ قمر کی طرف قطر ارض کا ۹،۳۶۹ ہو اور زمین کی طرف ۱۶،۲۶۱ کہ ارض و قمر میں بُعد قطر زمین کا تینس۳۰ گنا ہے۔ اس وقت ان دونوں پر قمر وارض دونوں کی جاذبیت مساوی ہوگی تو دونوں اسی خط پر رہیں گے، نہ کوئی قمر کی طرف جاسکے گا نہ زمین کی طرف جھکے گا تو واجب ہے کہ اگر یہ کسی ترازو کے پلڑوں میں ہوں تو دونوں پلڑے کانٹے کی تول برابر رہیں، اور اگر رائی کا پلڑا ایک خفیف مقدار پر اس خط مساوات سے زمین کی طرف مائل ہو اور پہاڑ کا اسی خط پر، تو پہاڑ وہیں قائم رہے گا اور رائی کا پلڑا اور جھکے گا کہ جذب زمین بقدر قرب بڑھے گا، پہاڑ کا پلڑا ایک خفیف مقدار پر جانبِ قمر مائل ہو اور رائی کا اسی خط پر، تو رائی یہیں قائم رہے گی اور پہاڑ کا پلڑا اونچا ہوگا کہ اس پر جذبِ قمر بڑھے گا۔ اور اگر رائی کا پلڑا خط سے اِس طرف اور پہاڑ کا اُس طرف ہو اجب تو رائی کا پلڑا جھکنے اور پہاڑ کا پلڑا اونچا ہونے کی کوئی حد ہی نہ ہوگی۔ زیادت کی اِن صورتوں میں اگر کوئی عذر ہو تو رائی اور پہاڑ کے ہم وزن ہونے میں تو کلام کی گنجائش ہی نہیں، کیا عقلِ سلیم اسے قبول کرسکتی ہے؟ اگر کہیے جذب مساوی رہی پہاڑ خود وزنی ہے لہٰذا اسی کا پلڑا جھکے گا۔

اقول اوّلاً دیکھو پھر بولے تمہارے یہاں وزن جذب سے پیدا ہوتا ہے (۱۵) جب دونوں طرف جذب مساوی ہو کر اثر جذب کچھ نہ رہا، پہاڑ میں وزن کہاں سے آیا۔★

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

۔۶،۴۷۲،۱۳۶ لا ÷ ۹۶،۲۰۴،۱۸۶ لا = ۱۳۴،۱۶۴،۰۸۰ ÷ لا = $\frac{۱۳۴،۱۶۴،۰۸۰}{۹۶،۲۰۴،۱۸۶}$ = ۲۱،۶۳۵
÷ ی = ۸،۳۷۵ کس قدر فرق ہے کہاں تین مثل قطر کہاں آٹھ مثل، ڈھائی لاکھ میل سے کم بُعد میں چالیس۴۰ ہزار میل کا تفاوت، جاذبیتِ قمر اگر ۱۵،۶ تھی واجب کہ مادۂ قمر بھی اتنا ہوتا نہ کہ $\frac{۱}{۷۵}$ اور مادہ $\frac{۱}{۷۵}$ تھا تو واجب کہ جاذبیت بھی اسی قدر ہوتی نہ کہ ۱۵،۶ کہ جاذبیت بحسبِ مادہ ہے، اگر کہیے $\frac{۱}{۷۵}$ فقط مثال کے لئے فرض کر لیا ہے **اقول** ہرگز نہیں ص۲۶۶ پر جو جدول دی ہے اس میں مادۂ قمر مادۂ زمین کا ۰۱۲۸،۰ بتایا ہے کہ تقریباً یہی $\frac{۱}{۷۵}$ ہوتا ہے۔ $\frac{۱}{۷۵}$ = ۰۱۳،۰ رفع سے ۰۱۲۸،۰ بھی ۰۱۳،۰ ہے اور بفرض غلط اگر فرض غلط تھا تو واقعیت معلوم ہوتے ہوئے غلط فرض کیا معنی کیا واقع سے مثال نہ ہوسکتی مگر ہے یہ کہ واقعی نہ یہ نہ وہ، ان لوگوں کی خیال بندیاں ہیں ۱۲ منہ غفرلہ۔

★ اقول وغیرہ پر جو نمبر یعنی ہندسہ ہے وہ یہاں سے ختم ہے قلمی نسخہ میں اس طرح نہیں ہے۔ عبدالنعیم عزیزی

Marfat.com

ثانیاً اگر پہاڑ خود وزنی ہے تو کیا اس کا اور رائی کے دانے کا اتنا ہی فرق ہے کہ اس کا پلڑا جھکے نہیں، نہیں وہ یقیناً اپنے وزن ہی سے زمین پر پہنچے گا، اور جس طرح وہاں جھکنے میں جذب کا محتاج نہ تھا زمین تک آنے بھی جذب کا محتاج نہ ہوگا بلکہ اس کے اپنے ذاتی وزن کی نسبت ہے اُسے زمین پر لائیگی تو ثابت ہُوا کہ جذب باطل ہے ورنہ رائی کا دانہ پہاڑ سے بھاری ہوا، یہ جاذبیت کی خوبی ہے اور میل لیجئے تو چاہے رائی اور پہاڑ کو آسمانِ ہفتم پر رکھ دیجئے ہمیشہ اُن میں وہی نسبت رہے گی جو زمین پر ہے کہ ان کا میل ذاتی نہ بدلے گا۔

رَدِّ بست و دوم: اقول دونوں ہیاتوں کے اتفاق سے اعتدالین کی مغرب کو حرکت منتظمہ ہے اور رسم نمبر ۲۲ میں دلائل قاطعہ سے روشن کر چکے کہ وہ جاذبیت سے بن سکنا درکنار جاذبیت ہو تو ہرگز منتظمہ نہ رہے گی۔

رَدِّ بست و سوم: اقول میل کلی ہر سال منتظم روش پر رُوبکمی ہے اسے بھی جاذبیت مختل کر دے گی۔ (ع ۲۳)

رَدِّ بست و چہارم: اقول جاذبیت ہو تو زمین کے چھلوں کا نظام مختل ہو جائے اور ہر سال قطبین پر زمین زیادہ خالی ہوتی جائے۔

رَدِّ بست و پنجم: اقول تقاطع اعتدالین کا نقطہ تقاطع چھوڑ کر اونچا ہو جائے۔

رَدِّ بست و ششم: اقول ہر سال قطر استوائی بڑھے۔

ردِّ بست و ہفتم: اقول زمین کی یہ شکل ہو جائے یہ سب مطالب نمبر ۲۲ میں واضح ہوئے۔

دلائل نیوٹن ساز جاذبیت گداز

ردِّ بست و ہشتم: جب ترکیب اجسام اجزائے ثقیلہ بالطبع سے ہے اور اس کی تصریح خود نیوٹن ساز نے کی (ع ۵) تو قطعاً جسم ثقیل بلا جذب جاذب خود اپنی ذات میں ثقیل ہے اور ثقیل نہیں مگر وہ کہ جانب ثقل جھکنا چاہے دو چیزوں میں جو زیادہ جھکے اُسے دوسری سے ثقیل تر کہیں گے، تو ثابت ہوا کہ یہ اجسام بذاتِ خود بے جذب جاذب ثقل ہے، اس سے زیادہ میل طبعی کا ثبوت اور جاذبیت کا ابطال کیا درکار ہے جس کا خود مخترع جاذبیت نیوٹن کو اقرار ہے۔

ردِّ بست و نہم: اقول ظاہر ہے کہ جذبِ زمین اگر ہو تو وہ نہیں مگر ایک تحریک قسری اور

Marfat.com

ہر جسم میں قوتِ ماسکہ ہے جسے حرکت سے ابا ہے اور اس کا منشا جسم کا ثقل وزن ہے (ع۳) تو زمین جسے جذب کرے گی اُس کا وزن جذب کی مقاومت کرے گا توضرور وزن ذات جسم میں ہے اور وزن ہی وہ شے ہے جس سے پلڑا جھکتا ہے تو میل ثقل طبیعت کا مقتضیٰ ہے تو جذب لغو و بے معنی ہے، وبعبارۃ اخری بداہۃً معلوم کہ اجسام اپنے جذب کو مختلف قوت چاہتے ہیں، پہاڑ اس قوت سے نہیں کھینچ سکتا جس سے رائی کا دانہ، یہ اختلاف ان کی ثقل کا ہے، جسم جتنا بھاری ہے اس کے جذب کو اتنی ہی قوت درکار ہے (ع۱۱) کہ ثقل خود جسم میں ہے قوتِ جذب سے پیدا نہیں بلکہ قوتِ جذب کا اختلاف اسی پر متفرع ہے، یہی میل طبعی ہے۔

دلائل بر بنائے اتحاد و اثر جذب

نمبر ۱۲ میں گزرا کہ چھوٹے بڑے، ہلکے بھاری تمام اقسامِ اجسام پر اثرِ جذب یکساں ہے، اگر موافقت ہوا نہ ہوتی تو سب جسم ایک ہی رفتار سے اُترتے اور ہیئت جدیدہ کو اس پر اتنا وثوق ہے کہ اسے مشاہدہ سے ثابت بتاتی ہے، مشاہدہ سے زیادہ اور کیا چاہیے، یہ دلائل اسی نمبر کی بناء پر ہیں۔

رَدِّ سیم : اقول اجسام کا نیچے آنا جذب سے ہو اور اس کا اثر سب پر یکساں ہو، اور وزن اسی سے پیدا ہوتا ہے (ع۱۵) تو لازم ہے کہ تمام اجسام کا وزن برابر ہو، رائی اور پہاڑ ہم وزن ہوں۔ کانٹے، ترازو، باٹ سب آلاتِ وزن چھوٹے ہو جائیں، بازاروں کا نظام درہم برہم ہو جائے۔ اگر کہئے وزن جذب سے پیدا ہوتا ہے اور جذب بحسبِ مادۂ مجذوب ہے (ع۱۱) تو جس میں مادہ زیادہ اُس پر جذب زیادہ اور جس پر جذب زیادہ اس کا وزن زیادہ۔

اقول اولاً ع۱۱ مردود محض ہے کما تقدم۔

ثانیاً واہمی وزنوں سے کام نہیں چلتا۔ وزن زیادہ ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ نیچے زیادہ جھکے جو زیادہ نہ جھکے جسم میں کتنا ہی بڑا ہو وزن میں زیادہ نہیں ہو سکتا، جیسے لوہے کا پنسیرا اور ڈیڑھ سیر رُوئی کے گالے۔ اور زیادہ جُھکنا تیزیِ رفتار کو مستلزم۔ ظاہر ہے کہ مثلاً دس گز مسافت سے نیچے اترنے والی دو چیزوں میں جو زیادہ جُھکے گی اِس مسافت کو زیادہ طے کرے گی کہ یہ مسافت جُھکنے ہی سے قطع ہوتی ہے جس کا جھکنا زیادہ اس کا قطع زیادہ، تو اسی کی رفتار زیادہ۔ اور ہیئت جدیدہ کہہ چکی کہ جذب پر چھوٹے بڑے ہلکے بھاری میں مساوی رفتار پیدا کرتا ہے کہ خارج سے روک نہ ہو تو باقتضائے جذب سب برابر اُتریں تو جذب سب کو یکساں جھکاتا ہے اور یہی حاصل وزن تھا تو روشن ہوا کہ جذب سب میں یکساں وزن

Marfat.com

پیدا کرتا ہے اور وزن نہیں مگر جذب سے، تو قطعاً تمام اجسام رائی اور پہاڑ ہم وزن ہوئے اس سے بڑھ کر اور کیا سفسطہ ہے۔ لاجرم جذب باطل بلکہ اجسام میں خود وزن ہے اور وہ اپنے میل سے آتے ہیں، جو بڑے ہیں چھوٹے سے زائد، لہٰذا اُس کی رفتار زائد۔

رَدّ سی و یکم: **اقول** ہر عاقل جانتا ہے کہ نیچے اترنے والے جسم کا ہوا کو زیادہ چیرنا زیادہ جھکنے کی بناء پر ہوگا، اگر اصلاً نہ جھکے اصلاً نہ چیرے گا کہ جھکے کم شق کرے گا زیادہ تو زیادہ لیکن ثابت ہو چکا کہ جذب سب اجسام کو برابر جھکاتا ہے تو سب ہوا کو برابر شق کریں گے پھر ہوا سے اختلاف کرنا دھوکا ہے تو واجب کہ رائی اور پہاڑ ایک ہی چال سے اتریں، اور یہ جنون ہے۔ ہلکا بھاری کہنا محض مغالطہ ہے۔ بھاری وہ زیادہ جھکے، جب کوئی آپ نہیں جھکتا سب کو جذب جھکاتا ہے اور وہ سب کو برابر جھکاتا ہے۔ تو نہ کوئی ہلکا ہے کہ ہوا پر کم دباؤ ڈالے نہ بھاری کہ زیادہ۔

رَدّ سی و دوم: ہر عاقل جانتا ہے کہ مزاحمت طلب خلاف سے ہوتی ہے جو چیز نیچے جھکنا چاہے اور تم اُسے اُوپر اٹھاؤ کہ مزاحمت کرے گی، اور جو جتنا زیادہ جھکے گی زیادہ مزاحم ہوگی، اور دو چیزیں کہ برابر جھکیں مزاحمت میں بھی برابر ہوں گی کہ مخالف مساوی ہے اور ابھی ثابت ہو چکا کہ نیچے جھکنے میں تمام اجسام برابر ہیں تو کسی میں دوسرے سے زائد مزاحمت نہیں تو جس طاقت سے تم ایک پنسیرا اٹھا لیتے ہو اسی خفیف زار سے پہاڑ کیوں نہ اٹھالو، اور اگر پہاڑ نہیں اٹھتا تو کنکری کیسے اٹھا لیتے ہو، اُس پر بھی تو جذب زمین کا ویسا ہی اثر ہے جیسا پہاڑ پر، یہاں تو ہوا کی روک کا بھی کوئی جھگڑا نہیں اور وزن کی گند اوپر کٹ چکی کہ اس میں وزن کے سوا کچھ باقی نہیں۔

ردّ سی و سوم: **اقول** گلاس میں تیل، ہوا اور پانی ڈالو۔ تیل کیوں اوپر آتا ہے اور جذب کا اثر تو دونوں پر ایک سا ہے، اگر دھار کے صدمہ سے ایسا ہوتا ہے تو پانی پر تیل ڈالنے سے پانی کیوں نہیں اوپر آجاتا۔

رَدّ سی و چہارم: **اقول** کنکری ڈوبتی ہے، لکڑی تیرتی ہے۔ یہ کس لئے؟ اثر تو یکساں ہے۔

رَدّ سی و پنجم: **اقول** اب بخار جاذبیت سے بخار نکالے گا اور دھواں اُس کے دھوئیں بکھیرے گا یہ اوپر کیوں اُٹھتے ہیں، ہوا انھیں دباتی ہے یہ ہوا کو کیوں نہیں دباتے، اثر تو سب پر برابر ہے۔ واجب کہ بخار و دخان زمین سے لپٹے رہیں بال بھر نہ اٹھیں۔

رَدّ سی و ششم: **اقول** پہاڑ گرے تو دُور تک زمین کو توڑتا اس کے اندر گُھس جائیگا،

Marfat.com

یہ پہاڑ کی نہ اپنی طاقت ہے کہ اُس میں میل نہیں نہ اپنا وزن کہ وزن تو جذب سے ہوا، جذب کا اثر جیسا اُس پر ویسا ہی تم پر، تم اوپر سے گِر کر زمین میں کیوں نہیں دھنس جاتے۔ اگر کہئے اس کا سبب صدمہ ہے کہ پہاڑ سے زیادہ پہنچتا ہے۔

اقول صدمہ کو دو چیزیں درکار، شدتِ ثقل و قوتِ رفتار۔ اثر جذب کی مساوات دونوں کو اس میں برابر کرچکی کما عرفت (جیسا کہ تُو جان چکا ہے۔ ت) پھر تفاوت کیا معنی! بالجملہ ہزاروں استحالے ہیں۔

یہ ہیں تحقیقاتِ جدیدہ اور ان کے مشاہداتِ چشم دیدہ۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

دلائل بر بناءِ جذب کُلی

ہم نمبر ۱۰ و ۱۱ میں روشن کر آئے کہ جاذب طبعی پر مجذوب کو اپنی پوری قوت سے جذب کرتا ہے اور یہ کہ قوت غیر شاعرہ کا جذب بحسب زیادت کافی کہ مجذوب زائد ہونا محض جہالت سفسطہ ہے اور ہیأت جدیدہ کے نزدیک ہر جسم میں اس کے مادے کے لائق ماسکہ ہے جس کو حرکت سے ابا ہے وہ اسی قدر محرک کی مزاحمت کرتا ہے۔ دلائل آئندہ کی انھیں روشن مقدمات پر بنا ہے اور وہیں ان کی آسانی کو تسلیم کرلیا ہے کہ ہر شَے کو کُل کُرہ جاذب نہیں بلکہ مرکز تک اُس کا جتنا حصہ سطح مجذوب کے مقابل ہو کہ ساری زمین اپنی پوری قوت سے ہر شے کو جذب کرے تو اُن پر اور بھی مشکل ہو، ولہٰذا التساوی قوت جذب کیلئے مجذوبات کی سطح مواجہ زمین کی مساوات لی۔

ردِ سی و ہفتم: اقول بداہۃً معلوم اور ہیأتِ جدیدہ کو بھی اقرار کہ ہوا اور پانی اُن میں اُترنے والی چیزوں کی ان کے لائق مزاحمت کرتے ہیں، پَر اور کاغذ کی زائد اور لوہے اور پتھر کی کم۔ یہ دلیل قاطع ہے کہ ان کا اترنا اپنا فعل ہے یعنی میل طبعی سے نہ فعل زمین کے اس کے جذب سے، اس لئے کسی فعل میں مزاحمت جس پر فعل ہو رہا ہے اُس کی مخالفت نہیں، بلکہ جو فعل کر رہا ہے اس کے مقابلہ ہے۔ اب چار صورتیں ہیں۔

مزاحم اگر فاعل سے قوی ہو اور فعل خلاف چاہے فعل واقع کرے گا اور صرف روک چاہے یا فاعل سے قوت میں مساوی ہوا تو فعل ہونے نہ دے گا اور خفیف ہوا مگر معتدبہ تو دیر لگائے گا یعنی فعل تو حسب خواہش فاعل ہوگا مگر بدیر، اور معتدبہ کو اصلاً اثر مزاحمت ظاہر نہ ہوگا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ زمین سے گز بھر اونچی ہوا آدھا گز بلکہ انگل بھر ہی اونچا پانی اجسام کی مزاحمت کرتے ہیں۔ کہاں ان کی ہستی اور کہاں ان کے مقابل

Marfat.com

چار ہزار میل تک زمین جس کا ایک ٹکڑا کہ ان کے برابر کا ہو ان سے کثافت و طاقت میں درجوں زائد ہے نہ کہ وہ پورا حصہ، یقیناً یہ اس کے سامنے محض کالعدم ہیں۔ ہرگز اس کے فعل میں نام کو مزاحم نہیں ہو سکتے تو روشن ہوا کہ اجسام کا اترنا زمین کا فعل نہیں بلکہ خود ان کا جن کی نسبت سے ہوا اور پانی چاروں قسم کے ہو سکتے ہیں۔

ردّ سی و ہشتم: **اقول** مقناطیس کی ذراسی بٹیا اور کہربا کا چھوٹا سا دانہ لوہے اور تنکے کو کھینچ لیتے ہیں اگر جذب زمین ہوتی تو ان سے مقابل چار ہزار میل پر جو حصۂ زمین ہے یہ خود ان جاذبوں کو اور ان سے ہزاروں حصے زائد کو یہ نہایت آسانی سے کھینچ لے جائے۔ اس کے سامنے ان کی کیا حقیقت تھی کہ یہ اس سے چھین کر اپنے سے ملا لیتے۔ لاجرم قطعاً یہ زمین سے اتصال لوہے اور تنکے کا اپنا فعل تھا جس پر مقناطیس و کہربا کی قوت غالب آگئی۔

ردّ سی و نہم: **اقول** پکا سیب ٹپک پڑتا ہے اور کچا اگرچہ حجم میں اس سے زائد ہو نہیں گرتا، اور شک نہیں کہ لوہے کا ستون جس کی سطح مواجہ اس سیب کے برابر ہو اگرچہ دس ہزار من کا ہو زمین اسے کھینچ لے گی، یہاں جس طاقت سے دس ہزار من لوہے کا ستون باآسانی کھنچ آئے گا کچے سیب کا شاخ سے تعلق نہ چھوٹ سکے گا تو واجب کہ کچے پکے پھل سب یکساں ٹوٹ پڑیں، لیکن ایسا نہیں ہوتا، تو یقیناً جذبِ زمین باطل، بلکہ سب اپنے میل سے آتا ہے۔ پکے کا میل اس کے ضعیف تعلق پر غالب آیا ٹوٹ پڑا کچے کا اس کے قوی تعلق پر غالب نہ آسکا آویزاں رہا۔

ردّ چہلم: **اقول** آدمی کے پاؤں کی اتنی سطح ہے اس مسافت کا ستون آہنی دس ہزار گز ارتفاع کا آدمی کیا ہاتھی کی قوت سے بھی نہ ہل سکے گا اور بوجہ مساوات سطح مواجہ آدمی پر بھی جذب زمین اتنا ہی قوی ہے، تو واجب کہ انسان کو قدم اٹھانا محال ہو دوڑنا تو بڑی بات۔ یونہی ہر جانور کا چلنا، پرند کا اڑنا سب ناممکن ہوا لیکن واقع ہیں تو جذب باطل۔

ردّ چہل و یکم: پانی اور تیل ہموزن لے کر گلاس میں تیل ڈالو اوپر سے پانی کی دھار، پانی نیچے آجائیگا۔ خود ہیأت جدیدہ[1] کو مسلم کہ اس کی وجہ پانی کا وزن ہونا ہے۔ یہ کلمۂ حق ہے کہ بے سمجھے کہہ دیا اور جاذبیت کا خاتمہ کر لیا، بربنائے جاذبیت ہرگز یہ پانی تیل سے وزنی نہیں، وزن جذب سے ہوتا ہے تو وزنی جس پر جذب زیادہ ہو وہ اس پانی پر کم ہے کہ ایک کو وہ نسبت روغن زمین سے دور جسے تم نے نمبر ۱۶ میں کہا تھا کہ ادھر کا پانی اگرچہ زمین سے متصل ہے بہ نسبت زمین قمر سے دور ہے دوسری دھار کی مساحت اس گلاس میں

---

[1] ط صہ ۱۱۴ ۱۲

Marfat.com

پھیلے ہوئے تیل سے کم تو اس کا جاذب چھوٹا کثرت مادہ سے وزنی بتاتے اس کا علاج ہموزن لینے نے کر دیا بلکہ وہ پورا پانی پڑنے سے بھی نہ پائیگا تو تیل کو اچھال دے گا تو ہر طرح پانی ہی کم وزنی ہے اور تیل پہلے پہنچا تو اس پر واجب تھا کہ پانی اوپر ہی رہتا مگر جاذبیت ابطال کو نیچے ہی جاتا ہے۔ اب کوئی سبیل نہ رہی کہ سوا اس کے کہ اپنے مزعوم نمبر ۸ یعنی اتحاد ثقل و وزن کو استعفٰے دو اور کہو کہ اگرچہ پانی ہم وزن بلکہ کم وزن ہو ثقل طبعی میں تیل سے زائد ہے۔ لہذا اُس سے اسفل کا طالب ہے اور اُسے اعلیٰ کی طرف دافع اب ٹھکانے سے آگئے اور ثابت ہوا کہ جاذب باطل و مہمل اور میل طبعی مستجل۔

ردّ چہل و دوم: **اقول** جذب زمین ہو تو واجب کہ جسم میں جتنا مادہ کم ہو اُسی قدر وزن زائد ہو اور جتنا زائد اسی قدر کم مثلاً گز بھر مربع کاغذ کے تختے سے گز بھر مکعب لوہے کی سِل بہت ہلکی ہو اور وہ سِل جس کی سطح مواجہ ایک گز مربع اور ارتفاع سو گز ہے اور زیادہ خفیف ہو اور جتنا ارتفاع زائد اور لوہا کثیر ہوتا جائے اتنا ہی وزن ہلکا ہوتا جائے یہاں تک کہ کاغذ کا تختہ اگر تولہ بھر کا تھا تو وہ عظیم لوہے کی سِل رتی بھر بھی نہ ہو نہ رتی کا ہزارواں لاکھواں حصہ ہو، وجہ سنئے جسم میں جتنا مادہ زیادہ ماسکہ زیادہ اور جتنی ماسکہ زیادہ جاذب کی مزاحمت زیادہ اور جتنی مزاحمت زیادہ اتنا ہی جذب کم اتنا ہی وزن کم کہ وزن تو جذب ہی سے پیدا ہوتا ہے جو کم کھینچے گا کم جھکے گا اور کم جھکنا ہی وزن میں کمی ہونا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جتنا مادہ زیادہ اتنا ہی وزن کم۔ بالجملہ ہر عاقل جانتا ہے کہ قوی پر اثر ضعیف ہوتا ہے اور ضعیف پر قوی، جب دو چیزوں کے جاذب مساوی ہوں اُن کی قوتیں مادی ہوں گی اور مساوی قوتوں کا اثر اختلاف مادہ مجذوب سے بالقلب بدلے گا یعنی مجذوب میں جتنا مادہ زائد اتنا اُس پر جذب کم ہوگا لاجرم اُتنا ہی وزن کم ہو گا اس سے بڑھ کر اور کیا استحالہ درکار ہے۔ بقیہ کلام ردّ چہل میں آتا ہے۔

ردّ چہل و سوم: **اقول** جذب جس طرح اوپر سے نیچے لانے کا سبب ہوتا ہے نیچے سے اوپر اٹھانے کا مزاحم ہوتا ہے کہ جاذب کے خلاف پر حرکت دینا ہے۔ پہلوان اور لڑکے کی مثال ردّ اڑتالیس میں آتی ہے۔ اور ثابت ہو چکا کہ جتنا مادہ کم اتنا ہی جذب قوی، تو واجب کہ ہزار گز ارتفاع والی لوہے کی سِل ایک چٹکی سے اُٹھ آئے، جیسے کاغذ کا تختہ، اور کاغذ کا تختہ سو پہلوانوں کے ہلائے نہ ہلے۔ جیسے وہ لوہے کی سِل۔ غرض جاذبیت سلامت ہے تو زمین و آسمان تہ و بالا ہو کر رہیں گے، تمام نظامِ عالم منقلب ہو جائے گا۔

ردّ چہل و چہارم: **اقول** واجب کہ وہ کاغذ کا تختہ اُس ہزار گز ارتفاع والی لوہے کی سِل سے بہت جلد اترے کہ جتنا مادہ کم اتنا ہی جذب زائد اتنا ہی جھکنا زائد، اور جتنا جھکنا زائد اُتنا ہی اترنا جلد

Marfat.com

حالانکہ قطعاً اس کا عکس ہے۔ تو واضح ہوا کہ اترنا جذب سے نہیں بلکہ ان کی اپنی طاقت سے جس میں مادہ زائد میل زائد تو جھکنا زائد تو اترنا جلد، رہا مزاحمت ہوا کا عذر (ع ۱۲) **اقول اوّلاً** ابھی ہم ثابت کر چکے کہ ہوا میں اصلاً تاب مزاحمت نہیں۔

ثانیاً بالفرض ہو تو وہ باعتبار سطح مقابل ہوگی جس کا ہیأت جدیدہ[1] کو اعتراف ہے اور سطح مقابل مساوی دونوں پر مزاحمت ہوا یکساں اور کاغذ پر جذب اُس سِل سے ہزاروں حصے زائد تو اُس کا جلد اترنا واجب، اگر کہئے جذب سے وزن بحسب مادہ پیدا ہوتا ہے جس میں جتنا مادہ زائد اُسی قدر اس میں وزن زیادہ پیدا ہوگا اُسی قدر زیادہ جھکے گا کہ وزن موجب تسفّل ہوگا۔ یہاں سے نمبر ۴۲ تا ۴۴ کا جواب ہوگیا۔

اقول یہ محض ہوس خام ہے، اوّلاً کہ وزن جذب سے پیدا ہوگا اس کی خفیف نہیں، مگر جھکنا کہ بلا واسطہ جذب کا اثر ہے نہ یہ کہ جذب مادّہ میں کوئی صفت جدید پیدا کرے جس کا نام وزن ہو اور حسب مادہ پیدا ہو اور اب وہ صفت جھکنے کا اقتضا کرے، وہاں صرف چار چیزیں ہیں مادّہ[1] اور اس کے ماسکہ[2] اور اس کے موافق مزاحمت[3] اور چوتھی چیز[4] مطاوعت یعنی اثر جذب سے متاثر ہو کر جھکنا۔ پہلی تین چیزیں جذب سے نہیں صرف یہ چہارم اثر جذب ہے اور بلا شبہہ خود جذب ہی کا اثر ہے نہ کہ جذب نے تو نہ جھکایا بلکہ اس سے کوئی اور پانچویں چیز پیدا ہوئی وہ جھکنے کی مقتضی ہوئی ایسا ہوتا اور وہ پانچویں جسے اب وزن کہتے ہو اثر جذب سے بحسب مادہ پیدا ہوتی تو یہاں دو سلسلے قائم ہوتے:

اوّل جتنا مادہ زائد ماسکہ زائد تو مقاومت زائد تو اثر جذب کم ان میں کوئی جملہ ایسا نہیں جس میں کسی عاقل کو تامل ہو سکے، اور اب یہ ٹھہرا جتنا مادہ زائد وزن زائد تو جھکنا زائد۔

دوم جتنا مادہ کم ماسکہ کم تو مقاومت کم تو اثر جذب زائد، اور اب یہ ہوا کہ جتنا مادہ کم وزن کم تو جھکنا کم۔

نتیجہ یہ ہوا کہ جتنا مادہ زائد اثر جذب کم اور جھکنا زیادہ، اور جتنا مادہ کم اثر جذب زائد اور جھکنا کم، تو جھکنا اثر جذب کا مخالف ہوا کہ اس کے گھٹنے سے بڑھتا اور بڑھنے سے گھٹتا ہے۔ کوئی عاقل اسے قبول کر سکتا ہے اثر جذب جھکنے کے سوا اور کس جانور کا نام تھا۔ اُس کا اثر شئی کو اپنی طرف لانا اور قریب کرنا ہے تو زیادت قرب اس کی زیادت ہے۔ اور کمی کی اور جب مجذوب اُوپر ہو تو قرب نہ ہوگا مگر جھکنے سے

---

[1] ط ص ۱۲ ہوا اجسام کو اُترتے وقت موافق اندازے ان کی مقدار کا مقابلہ کرتی ہے نہ کہ موافق ان کے وزن کے مزاحمت ایک قد کی گیند چمڑے کی یا لوہے کی ہو برابر ہوگی اھ ۱۲

Marfat.com

تو زیادہ جھکنا ہی اُس کی زیادت ہے۔ اور کم جھکنا بھی اُس کی کمی نہ کہ عکس کہ بداہۃً باطل ہے۔

ثانیاً بفرضِ غلط ایسی بدیہی بات باطل مان لی جائے تو اب بھی اُن تینوں نمبروں سے رہائی نہیں، اب نمبر ۴۲ کی یہ تقریر ہوگی کہ کاغذ کا تختہ اور وہ دس ہزار گز ارتفاع والی لوہے کی سِل (تول کانٹے کی) ہموزن ہوں۔

اقول وجہ یہ کہ جذب اختلاف مادہ مجذوب سے بالقلب بدلے گا، یعنی جتنا مادہ زائد جذب کم، کما تقدم، اور وزن جذب سے پیدا ہوتا ہے (ع ۱۵) اور مادہ جسم سے بالاستقامت بدلے گا یعنی جتنا مادہ زائد وزن زائد، جذب وزن کا سبب ہے۔ سبب جتنا ضعیف ہوگا مسبّب کم اور مادہ وزن کا محل ہے، محل جتنا وسیع ہوگا حال زیادہ۔ تو بحال اتحاد جاذب پر دو جسم میں وزن برابر رہے گا اگرچہ مادے کتنے ہی مختلف ہوں۔ لوہے کی سِل میں بتقاضائے کثرت مادہ جتنا وزن بڑھنا چاہیے بتقاضائے ضعف جذب اتنا ہی گھٹنا لازم اور کاغذ کے تختے میں بوجہ قلت مادہ جتنا وزن گھٹنا چاہیے بوجہ قوتِ جذب اتنا ہی بڑھنا لازم کہ یہ ضعف وقوت اور وہ کثرت وقلت دونوں بحسب مادہ ہیں۔ اسے دو رنگتوں سے سمجھو کہ ایک دوسرے سے دس گنا گہری ہے۔ گہری میں ایک گز کپڑا ڈبویا اس پر دس گنا رنگ آیا ہلکی میں دس گز کپڑا ڈالا اس پر گہرا رنگ آیا لیکن ہر گز پر ایک حصہ ہے تو مجموع پر دس حصے ہوا کہ اول کے برابر ہے ـــــ یونہی فرض کرو ایک حصہ جذب سے ایک حصہ مادہ میں ایک اس پر وزن پیدا ہوتا ہے تو دس حصے جذب سے ایک حصہ مادہ میں دس سیر ہوگا اور ایک حصہ جذب سے دس حصے مادہ میں بھی دس سیر کہ حصہ جذب سے ہر حصہ مادہ میں ایک سیر ہے تو ایک حصہ مادہ میں دس جذب اور دس حصے مادہ میں ایک جذب سے حاصل دونوں میں دس سیر وزن ہوگا اور نمبر ۴۳ میں یہ کہا جائے گا کہ جس آسانی سے کاغذ کے تختے کو زمین سے اُٹھا لیتے ہو اُس ہزاروں گز ارتفاع والی آہنی سِل کو بھی اُسی آسانی سے اٹھا سکو جس طرح وہ سِل ہزار آدمیوں سے ہل بھی نہیں سکتی کاغذ کا تختہ بھی جنبش نہ کھا سکے گا کہ دونوں کا وزن برابر ہے اور نمبر ۴۴ میں یہ کہ کاغذ اور وہ آہنی سِل دونوں برابر اتریں اور لوازم سب باطل ہیں، لہذا جاذبیت باطل۔ غرض یہاں دو نظریے ہوئے، ایک حقیقت بربنائے جاذبیت کہ جسم میں جتنا مادہ زائد اتنا ہی وزن کم۔ دوسرے اُس باطل کے فرض پر یہ کہ جب جاذب مساوی ہوں تو سب چھوٹے بڑے اجسام ہموزن ہوں گے اور دونوں صریح باطل ہیں تو جاذبیت باطل۔

ردِّ چہل و پنجم: اقول مساوی سطح کی تین لکڑیاں بلندی سے تالاب میں گرتی ہیں، ایک روئے آب پر رہ جاتی ہے، دوسری جیسے عود غرقی تہ نشین ہوتی ہے، تیسری پانی کے نصف عمق تک ڈوب کر پھر اوپر آتی اور تیرتی رہتی ہے، یہ اختلاف کیوں؟ اس کا جواب کچھ نہ ہوگا مگر یہ کہ ان کے مادوں کا اختلاف

Marfat.com

جس میں مادہ سب سے زائد تھا تہ نشین ہوئی، جس میں سب سے کم تھا روئے آب پر رہی، اور متوسط متوسط۔ مگر بربنائے جاذبیت اس جواب کی طرف راہ نہیں، حق خفیف پر تو عکس لازم تھا کہ جس میں مادہ زائد اس پر جذب کم اور اسی کا وزن کم تو اس کو رُوئے آب پر رہنا چاہئے تھا اور جس میں مادہ سب سے کم اُس کا تہ نشین ہونا اور اُس فرض باطل پر کہا جائے گا کہ مختلف مادوں پر مساوی جذب مساوی پیدا کرے گا پھر اختلاف کیوں؟

رَدِّ چہل و ششم: اقول تیسری لکڑی کا نصف عمق سے آگے نہ بڑھنا کیوں؟ زمین جس قوت سے اُسے کھینچ کر لائی تھی اب بھی اُسی قوت سے کھینچ رہی ہے کہ ہنوز منتہیٰ تک وصول نہ ہوا ملاء آب کی مقاومت ردِّ سیم میں باطل ہو چکی اور ہو بھی تو وہ سطح آب سے ملتے ہی تھی، جب جاذب واحد مقاوم واحد بلکہ اب جذب اقویٰ ہے کہ زمین سے قرب بڑھ گیا اور مقاومت کم ہے کہ ملاء آب آدھا رہ گیا تو آگے شق نہ کرنا کیا معنیٰ۔ اگر کہئے اس کا پانی کے اندر جانا جذب زمین سے نہ تھا بلکہ اُس صدمہ کا اثر جو اس کے گرنے سے پانی کو پہنچا پہلی لکڑی نے پانی کو اتنا صدمہ نہ دیا کہ اسے شق کرتی۔ دوسرے نے پُورا صدمہ دیا اور تہ تک پہنچی۔ تیسری متوسط تھی متوسط رہی۔

اقول اولاً جذب مان کر جانب اسفل حرکت کو جذب سے نہ ماننا سخت عجب ہے۔ صدمہ اس حرکت ہی نے تو دیا کہ زمین اُسے بقوت کھینچ کر لائی تھی اُسی قوت نے نصف پانی شق کیا آگے کیوں تھک رہی۔ اگر زمین میں یہیں تک لانے کی قوت تھی تو دوسری لکڑی کو کیسے تہ تک لے گئی۔

ثانیاً صدمہ کے لئے دو چیزیں درکار، شدت ثقل متصادم اور اس کی قوتِ رفتار، پتے کو کتنی ہی قوت سے زمین پر مارو یا کیسے ہی بھاری گولے کو زمین پر آہستہ سے رکھ دو صدمہ نہ دے گا لیکن اگر گولے کو قوت سے زمین پر پٹکو صدمہ پہنچائے گا اور اس میں قوتِ رفتار کو شدتِ ثقل سے زیادہ دخل ہے بندوق کی گولی جو کام دے گی اُس سے دس گنا سیسا ہاتھ سے پھینک کر مارو وہ کام نہیں دے سکتا۔

صورتِ مذکورہ میں جاذبیت کی بدنصیبی سے قوتِ رفتار و شدتِ ثقل دونوں میل طبعی کے ہاتھ بکے ہوئے ہیں۔ جب اجسام اپنی ذات میں ثقل رکھتے اور اپنی قوت سے نیچے آتے ہیں اور وہ مختلف ہیں تو جس میں ثقل زائد اس میں میل زائد، اُسی کی رفتار تیز، اسی کا صدمہ قوی، اور کم میں کم، اوسط میں اوسط، اور بربنائے جاذبیت حق حقیقت لیجئے تو پہلی میں مادہ سب سے کم تو اس پر جذب سب سے زائد، تو اسی کی رفتار قوی، اور وہی زیادہ بھاری، تو اس سے صدمہ سب سے پہلے اقویٰ پہنچا تھا اور دوسری میں مادہ سب سے زائد تو جذب سب سے کم تو رفتار سب سے ضعیف اور وزن سب سے ہلکا تو اسی سے صدمہ نہ پہنچا تھا اور اُس فرض باطل پر سب پر اثر برابر پھر اختلافِ صدمہ یعنی چہ۔

Marfat.com

ردّ چہل و ہفتم: **اقول** تو اس تیسری لکڑی کا ڈوب کر اُچھلنا کیوں؟ اس میں خود اوپر آنے کی میل نہیں (ع۲) ورنہ لکڑیاں اُڑتی پھرتیں نہ یہ زمین کا دفع ہے کہ وہ تو جذب کر رہی ہے نہ کسی کوکب کا جذب کہ وہ ہوتا تو جب اس سے قریب اور زمین سے دُور تھی اور اس وقت گرنے نہ دیتا نہ کہ اُسی وقت خاموش بیٹھا رہا جب زمین کھینچ کر اسے نصف آب تک لے گئی اور جاذبیت ارض بوجہ قرب زیادہ ہوگئی اس وقت جاگا اور اپنی مغلوب جاذبیت سے اوپر لے گیا اور ایسا ہی تھا تو پہلی لکڑی اُوپر کیوں نہیں اٹھالیتا۔ پانی کے چیرنے سے ہوا کا چیرنا آسان ہے، غرض کہ کوئی صورت نہیں سوا اس کے کہ پانی نے اسے اچھالا اور اپنے محل سے دفع کرکے اوپر لا ڈالا۔ پانی نہ ہوتا تو زمین تینوں کو کھینچ کر اپنے سے ملا لیتی۔ اب سوال یہ ہے کہ پانی بھی تو زمین ہی کا جز ہے (ع۱) تو وہ بھی جاذب ہوتا نہ کہ دافع، اگر کہئے یہ دافع صدمہ کا جواب ہے۔ جسم کا قاعدہ ہے کہ دوسرا جسم جب اس سے مقاومت کرتا ہے یہ اس کو اتنی ہی طاقت سے دفع کرتا ہے جتنے زور کا صدمہ تھا۔ یہ دفع زمین میں بھی ہے گیند جتنے زور سے اُس پر مارو اتنے ہی زور سے اُوپر اُٹھے گی۔

اقول اولاً صدمہ کا خاتمہ اُوپر ہو چکا کہ حق حقیقت پر بالعکس ہونا تھا اور فرض باطل پر مساوی، اور یہ کہ اس کا ماننا میل طبعی پر ایمان لانا اور جاذبیت کو رخصت کرنا ہے اور جب صدمہ نہیں جواب کاہے کا۔

ثانیاً دوسری لکڑی نے تو اتنا صدمہ دیا کہ تہ تک شق کر گئی اتنی ہی قوت سے اُسے کیوں نہ دفع کیا۔

ثالثاً پانی جواباً دفع چاہتا اور زمین جذب کر رہی ہے۔ یہ پانی اُس کی کیا مزاحمت کرسکتا نہ کہ اُس پر غالب آجائے اُس سے چھین کر اُوپر لے جائے۔

رابعاً پانی کو صدمہ تو اُس وقت پہنچا جب لکڑی اس کی سطح سے ملی اُس وقت جواب کیوں نہ دیا؟ اگر کہئے پانی لطیف ہے اس وقت تک گرنے والی لکڑی کی طاقت باقی تھی پانی شق کرتا مگر جب اس کی طاقت پُوری ہوئی اس وقت پانی نے جواب دیا۔

اقول لکڑی کی طاقت جذبِ زمین سے ہوتی تو نصف پانی تک جاکر تھک نہ رہتی ضرور جذب نہیں بلکہ لکڑی اپنی طاقت سے آئی جو اُس کی ہستی ہے پھر نصف پانی چیر سکی پھر پانی نے پلٹا دیا۔ بالجملہ اس سوال کا کوئی جواب نہیں سوا اس کے کہ یہ لکڑی پہلی لکڑی سے بھاری ہے۔ اُس نے اپنی متوسط قوت سے نصف آب تک مداخلت کی مگر پانی سے ہلکی ہے اور ہر بھاری چیز اسفل سے اپنا اتصال چاہتی ہے اُس سے ہلکی چیز اگر پہلے پہنچی ہوتی ہے اور یہ قدرت پائے تو اُسے اوپر پھینک کر خود وہاں مستقر ہوتی ہے جیسے گلاس کے تیل اور پانی کی مثال میں گزرا۔ لہٰذا دوسری لکڑی کو نہ پھینکا کہ وہ پانی سے بھاری تھی اسفل اسی کا محل ہے، تو ثابت ہوا کہ ثقیل طالب سفل ہے اور اثقل طالبِ اسفل، اُسی کا نام

Marfat.com

میل طبعی ہے تو جاذبیت باطل و مہمل، یہ دو باتوں سے رَدِّ جاذبیت ہوا، ایک تو یہی، دوسری یہ کہ ان میں خود وزن ہے جو جانبِ اسفل جھکاتا ہے جس پہ اس اختلاف کی بنا ہے۔ پھر جاذبیت کے لئے اختصاراً قصرِ مسافت کیجئے تو وہی جملہ کافی ہے کہ بداہۃً معلوم کہ پہلی کا اُوپر ٹھہرنا اور تیسری کا نصف آب تک جا کر پلٹنا دونوں باتیں قطعاً خلاف اصل مقتضٰے ہیں اور یہ نہیں مگر مزاحمت آب سے پانی نہ ہوتا تو یقیناً تینوں لکڑیاں تہ تک پہنچتیں اور بلاشُبہہ اُس سے ہزار حصّے زائد پانی فصلِ زمین کا مزاحم نہ ہوسکتا تھا تو قطعاً یہ اقتضائے زمین نہیں بلکہ خود ان لکڑیوں کی مختلف قوت، تو جاذبیت باطل و مہمل اور میل طبعی مسجّل۔ والحمد للہ العلی العظیم الاجل فضل اللہ تعالٰی سیدنا مولٰینا محمداً و اٰلہ وصحبہ و سلم و بجل اٰمین!

دلائل قدیمہ

بفضلہ تعالٰی رَدِّ نافریت میں وہ بارہ[۱۲] اور ردِ جاذبیت میں سینتالیس[۴۷] فیض قدیر سے قلبِ فقیر پر فائض ہیں۔ نافریت پر توکسی کتاب میں بحث اصلاً نظر سے نہ گزری۔ جاذبیت پر بعض کلام دیکھا گیا وُہ صرف ایک دلیل جس کی ہم توجیہ بھی کریں اور طرزِ بیان سے ایک کو تین کردیں۔

رَدِّ چہل و ہشتم: زمین میں جذب نہ ہو تو چاہیئے کہ زمین کا کوئی جز اس سے جُدا نہ کرسکیں کہ قوت زمین کا مقابلہ کون کرے (مفتاح الرصد)

اقول اسی جذب کلی پر مبنی ہے کہ بر تقدیر جذب وہی قرینہ عقل تھا اور ہماری تقریرات سابقہ سے واضح کہ جتنا پارۂ زمین لیا جائے اس میں اتنی قوت جذب ہے جس کا انسان مقابلہ نہیں کرسکتا کہ وُہ اپنے مقابل کو اگرچہ ہزاروں من کا ہو بے تکلف کھینچ لے گا اور وہی پوری طاقت پر مقابل پر مصروف ہے تو نہ صرف جزوِ زمین بلکہ کسی پتے کا زمین سے اٹھانا ناممکن ہے قلت مادہ کے سبب وزن نہ رہے تو جذب کی قوت تو ہے تو دیکھو جس کا مقابلہ کرنا ہوگا، ٹین کی ہلکی طشتری کو دُو برس کا بچہ سہل سے اٹھا سکتا ہے لیکن اگر کوئی پہلوان دونوں ہاتھ سے اُسے مضبوط تھامے اپنے سینے سے ملائے ہے اب بچہ کیا کمزور مرد بھی ہرگز اُسے نہیں ہلا سکتا۔

رَدِّ چہل و نہم: زمین میں جذب ہو تو اس کے اجزاء میں بھی ہو کہ طبیعت متحد ہے تو چاہیئے کہ بڑے ڈھیلے کے نیچے چھوٹا ملادیں اس سے چھُٹ جائے بلکہ بڑا خود ہی چھوٹے کو کھینچ لے (مفتاح الرصد)

اقول اس کا ظاہر جواب یہ ہے کہ ایسا ہی ہوتا اگر زمین اُسے نہ کھینچتی۔ جذب زمین کے مقابل بڑے ڈھیلے کا جذب کیا ظاہر ہو مگر مقناطیس و کہربا اس جواب کو قائم نہ رکھے گا۔ جذب زمین کے مقابل اُس کا جذب کیسے ظاہر ہوتا ہے، یوں ہی بڑے ڈھیلے کا ظاہر ہوتا اگر اس میں جذب ہوتا لیکن وہ

Marfat.com

ہرگز جذب نہیں کرتا تو زمین بھی جذب نہیں کرتی کہ طبیعت متحد ہے۔ فافہم۔

رَدِّ پنجاہم: زمین نافریت کرکے بچ جاتی ہے، یہ حقیر چیزیں تو نہ بچ سکتیں۔ اگر کہئے آفتاب ضرور ان کو جذب کرتا ہے مگر زمین بھی تو کھینچتی ہے اور یہ اس سے متصل اور آفتاب سے کروڑوں میل دُور، لہٰذا جذب زمین غالب آتا اور آفتاب انھیں نہیں اٹھا سکتا۔ ہم کہیں گے زمین کا اپنے اجزاء کو جذب ثابت ہے؟ دیکھو ابھی دو دلیل سابق (مفتاح الرصد)۔

تذییل: کلامِ قُدما میں ایک اور دلیل مذکور کہ جذب[۱] ہوتا تو چھوٹا پتھر جلد آتا (شرح تذکرہ طوسی للعلامۃ الخضری) یعنی ظاہر ہے کہ جاذب کا جذب اضعف پر اقویٰ ہوگا تو چھوٹا پتھر جلد کھنچے حالانکہ عکس ہے جس سے ظاہر کہ وہ اپنی میل طبعی سے گرتے ہیں جو بڑے میں زائد ہیں۔

اقول اضعف پر اقویٰ ہونا مساوی قوتوں میں ہے اور یہاں چھوٹے کا جاذب بھی چھوٹا ہے تو اتنے ضمیمہ کی حاجت ہے کہ دونوں کی سطح مواجہہ زمین مساوی ہو۔ اب حق حقیقت پر یہ بعینہٖ ردّ چوالیس[۴۴] ہوگا اور اُس فرض باطل پر اتنا بھی کافی نہ ہوگا کہ چھوٹا اب بھی جلد نہ آئے گا بلکہ برابر، کما مر۔ اب یہ صورت لینی ہوگی کہ بڑا ارتفاع میں ہزار گنا اور سطح مواجہہ میں مثلاً آدھا ہے، اب یہ اعتراض پورا ہوگا کہ چھوٹے کا جاذب بڑا ہے۔ فرض کرو بڑے میں دس حصّے مادہ ہے اور چھوٹے میں ایک حصہ، اگر سطح مواجہہ برابر ہوتی دونوں میں دس دس[۱۰] سیر وزن ہوتا جس کی تقریر گزری لیکن چھوٹے کی سطح مواجہہ دوچند ہے تو بڑے میں دس[۱۰] سیر وزن ہوگا اور چھوٹے میں بیس[۲۰] سیر، لہٰذا اسی کا جلد آنا لازم۔ حالانکہ قطعاً اس کا نصف ہے تو جاذبیت باطل و جزاف ہے اور میل طبعی کا میدان ہموار صاف ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

---

[۱] یہ نوٹ الرضا نمبر سے لکھا جائے جس میں ایک نواب صاحب سے مکالمہ ہے الرضا کا یہ مقالہ مل نہ سکا۔ عبد النعیم عزیزی

Marfat.com

فصل سوم

حرکتِ زمین کے ابطال پر اور ۳۴ دلائل

بارہ[۱۲] ردِ نافریت اور پچاس[۵۰] جاذبیت پر، سب حرکتِ زمین کے رد تھے کہ اُس کی گاڑی بے ان دو[۲] پہیوں کے نہیں چل سکتی تو یہاں تک **۶۲ دلیلیں** مذکور ہوئیں۔

دلیل ۶۳ : اقول تمام عقلائے عالم اور ہیأت جدیدہ کا اجماع ہے کہ معدل النہار و منطقۃ البروج دونوں مساوی دائرے ہیں۔ نتیجہ (ع ۳۰) جتنے سماوی و ارضی کُرے ہیئتِ قدیمہ و جدیدہ میں بنتے ہیں سب اس پر شاہد ہیں لیکن منطقہ کو مدارِ زمین مان کر یہ ہرگز ممکن نہیں، معدل تو بالاجماع مقعر سماوی پہ ہے (ع ۲۸) اگر منطقہ نفس مدار پر رکھو جیسا اصول الہیئت کا زعم ہے (ع ۲۹) جب تو ظاہر، کہاں یہ صرف انیس کروڑ میل کا ذرا سا قطر اور کہاں مقعر سماوی کا قطر اربوں میل سے زائد جو آج تک اندازہ ہی نہیں ہو سکا اور اگر حسبِ بیان حدائق مدار کو مقعرِ سماوی پہ لے جاؤ یعنی اس کا موازی وہاں بنا کر اُس کا نام منطقہ رکھو جب بھی تساوی محال کہ اس مقعر کا مرکز مرکزِ زمین ہے (ع ۲۷) اور یہی مرکز معدل (ع ۲۸) تو معدل عظیم ہے لیکن مرکزِ مدار کا مرکزِ زمین سے اتحاد محال تو منطقہ ضرورۃً دائرہ صغیرہ ہے کہ عظیم ہوتا تو اس کا مرکز مرکزِ مقعر ہوتا۔ (فائدہ ع ۳۰) اور صغیرہ عظیمہ کی مساوات محال تو منطقہ کو مدارِ زمین ماننا قطعاً باطل خیال۔

دلیل ۶۴ : تمام عقلائے عالم اور ہیأتِ جدیدہ کا اجماع ہے کہ معدل و منطقہ کا مرکز ایک ہے (نتیجہ ۲ نمبر ۳۰) جتنے سماوی و ارضی کُرے ہیأت قدیمہ و جدیدہ میں بنتے ہیں سب اس پر شاہد ہیں لیکن مدار پر دورِ زمین مان کر یہ بداہۃً محال کہ مرکزِ منطقہ تو مرکزِ مدار ہے۔ اور اب مرکزِ معدل کہ مرکزِ زمین ہے محیط مدار پر ہو گا، دائرہ مرکز و محیط کا انطباق کیسا جہل شدید ہے۔

دلیل ۶۵ : اقول تمام عقلائے عالم اور ہیأت جدیدہ کا اجماع ہے کہ معدل و منطقہ کا تقاطع تناصف پر ہے (ع ۳۰) جتنے سماوی و ارضی کُرہ ہیأت قدیمہ و جدیدہ میں بنتے ہیں سب اس پر شاہد ہیں

Marfat.com

لیکن زمین دائرہ ہو تو تناصف محال کہ مرکز ایک نہ رہے گا، لاجرم دائرۂ زمین باطل۔

دلیل ۶۶: اقول ان[1] سب سے خاص تر عقلائے عالم اور ہیأتِ جدیدہ کا اجماع ہے کہ معدل و منطقہ دونوں کُرے سماوی حقیقی یا مقدر کے دائرۂ عظیمہ ہیں (نمبر ۲۸، ۲۹، ۳۰) جتنے سماوی و ارضی کُرے ہیأت قدیمہ و جدیدہ میں بنتے ہیں، سب ہیئتِ قدیمہ و جدیدہ میں بنتے ہیں، سب اس پر شاہد ہیں لیکن دورۂ زمین پر یہ بوجوہ ناممکن کہ نہ تساوی نہ اتحاد مرکز نہ تناصف، تو دورۂ زمین قطعاً باطل۔

دلیل ۶۷: اقول تمام عُقلائے عالم اور ہیأتِ جدیدہ کا اجماع ہے کہ معدل و منطقہ دائرہ شخصیہ ہے (۳۱) جتنے سماوی و ارضی کُرے ہیأتِ قدیمہ و جدیدہ میں بنتے ہیں سب اس پر شاہد ہیں لیکن زمین دائرہ ہو تو ان میں کوئی شخص نہ رہے گا (دیکھو ۳۱، ۳۲) تو زمین کا دورہ باطل۔

دلیل ۶۸: اقول تمام عُقلائے عالم اور ہیأتِ جدیدہ کا اجماع ہے کہ بارہ بُرج متساوی ہیں۔ ہر برج تیس درجے (۲۹) جتنے سماوی کُرے ہیئت قدیمہ و جدیدہ میں بنتے ہیں سب اس پر شاہد ہیں لیکن منطقہ کو مدارِ زمین مان کر ۶ بُرج ۴۰، ۴۰ درجے کے ہو جائیں گے اور ۶ صرف ۲۰، ۲۰ کے رہیں گے۔
اس کا بیان دو مقدموں میں واضح ہے:

مقدمہ ۱: اقول دو متساوی دائروں میں جب ایک دوسرے کے مرکز پر گزرا ہو واجب کہ وہ دوسرا بھی اس کے مرکز پر گزرے۔

---

[1] **اقول** تساوی و اتحادِ مرکز میں عموم و خصوص من وجہ ہے۔ مدارین متساوی ہیں اور اتحاد مرکز نہیں اور سطح معدل و خط استوا متحد المرکز ہیں اور تساوی نہیں ہر کُرہ کے عظیمتین متساوی بھی نہیں اور متحد المرکز بھی اور یہ دونوں تناصف سے عام مطلقاً ہیں۔ جب تناصف ہو گا تساوی و اتحاد مرکز ضرور ہوں گے کہ چھوٹے بڑے یا مختلف المرکز دائرے متناصف نہیں ہو سکتے اور تساوی یا اتحاد مرکز ہو تو تناصف درکنار، تقاطع بھی ضرور نہیں، جیسے مدارین یا معدل و خطِ استوا۔ ہاں تساوی و اتحاد مرکز کا اجتماع دائرۂ کُرہ میں تناصف کا متساوی ہے، جب دو مساوی دائرے مرکزِ واحد پر ہوں گے ضرور متناصف ہوں گے و بالعکس یہ تینوں ایک کُرہ کے دوائرِ عظام ہونے سے عام مطلقاً ہیں۔ ایک کُرہ کے دو عظیمے قطعاً متساوی بھی ہوں گے اور متحد المرکز بھی اور متناصف بھی اور ثخنِ کُرہ میں مرکزِ واحد پر دو متساوی دائرے متناصف ہوں گے اور عظیم نہیں۔ ان دلائل میں عام سے خاص کی طرف ترقی ہے کہ ہیأت جدیدہ نے بھی معدل و منطقہ کی تساوی مانی ہے اور اس سے دورۂ زمین باطل بلکہ اس سے بھی من وجہ خاص تر اتحاد مرکز مانا ہے بلکہ ان سے بھی خاص تر تناصف بلکہ سب سے خاص تر عظام ہونا ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

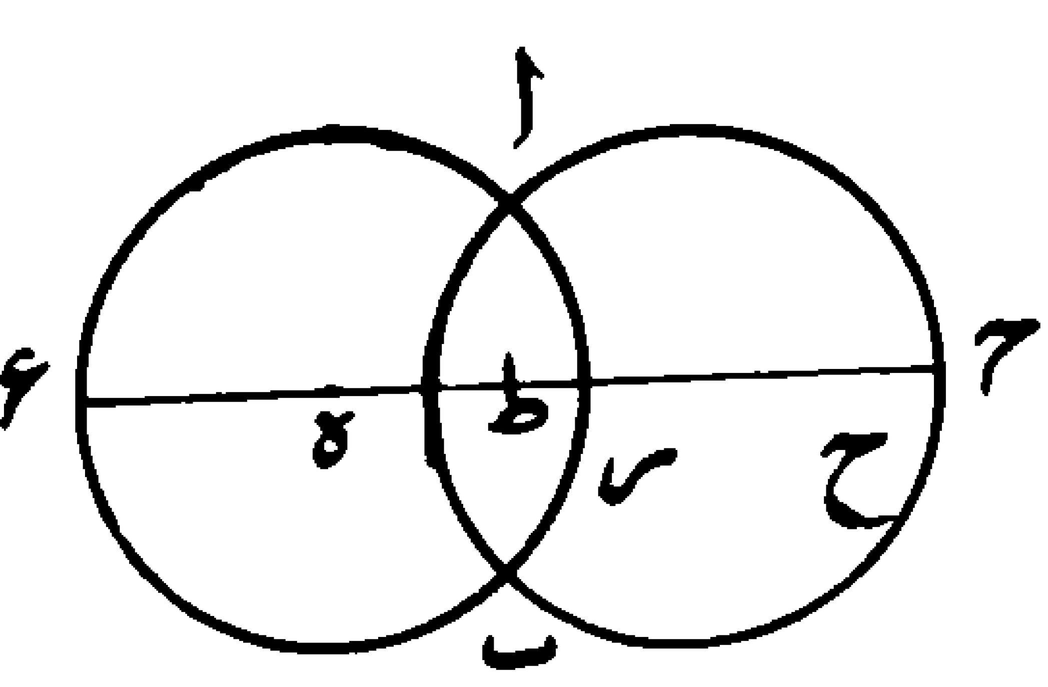

اب ح کے اب ء کہ مرکز ہ پر گزرا ہے۔ ضرور اس کا مرکز س ہے جس پر اء ب گزرا ہے ورنہ اگر ط ہو تو اس کا نصف قطر ط ہ یا ح ہو تو ح نصف قطر اء ب یعنی س ح کے مساوی ہو۔ بہر حال جُز و کُل برابر ہوں۔

مقدمہ ۲۰: اقول جب متساوی دائرے ایک دوسرے کے مرکز پر گزرے ہوں ان کا تقاطع تثلیث ہوگا، یعنی ہر ایک کی قوس کہ دوسرے کے اندر پڑے گی ثلث دائرہ ہوگی اور جتنی باہر رہے گی دو ثلث مرکزین ہ، س نقطتین تقاطع ا، ب تک خطوط ملائیے کہ سب نصف قطر اور ہم مساوی

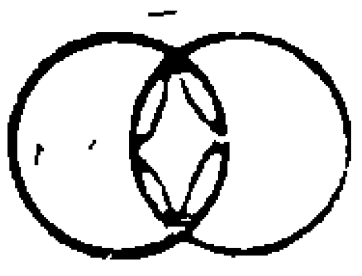

قوتوں اہ، ہ ب، اس، س ب کہ اگر ۲۴۰ لاجرم ہر قوس ۶۰ درجے رہے کہ نصف قطر وتر نہیں مگر سدس درجہ کا، تو اہ ب، اس ب ہر ایک ۱۲۰ درجے ہے، اور اح ب، اء ب ہر ایک ۲۴۰ درجے ہے۔ یہاں پہلا دائرہ معدل ہے دوسرا منطقہ، راس الحمل ب راس المیزان ء سرطان ہ جدی تو حمل سے سنبلہ تک ۶ برج کہ قوس اء ب میں ہے ۴۰، ۴۰ درجے کے ہوئے اور میزان سے حوت تک ۶ برج کہ قوس اہ ب میں ہر ۲۰، ۲۰ درجے کے۔ اس کا قائل نہ ہوگا مگر مجنون، تو دورہ زمین ثمرہ جنون۔ کوپرنیکس کی تقلید سے مان بیٹھے اور آگا پیچھا کچھ نہ دیکھا کہ وہ تمام ہیئت کا دفتر الٹ دے گا۔

دلیل ۶۹: اقول تمام عقلائے عالم اور ہیئت جدیدہ کا اجماع ہے کہ مبادرت اعتدالین ایک بہت خفیف حرکت ہے کہ ایک سال کامل میں پورا ایک دقیقہ بھی نہیں ۵۰۶۲ ہے (ع ۲۲) پچیس ہزار آٹھ سو سترہ برس میں دورہ پورا ہوتا ہے (ع ۳۲) لیکن اگر زمین منطقہ پر دائر ہے تو واجب کہ ہر سال دورہ پورا ہو جایا کرے تقاطع کا نقطہ ہر سہ ماہی میں تین برج طے کر لیا کرے وہ حرکت کہ اکہتر[1] برس میں بھی ایک درجہ نہیں چل سکتی ہر روز ایک درجہ اڑے۔

اب ج ء منطقۃ البروج ہے۔ مرکز ن پر جب زمین نقطہ ا پر تھی معدل دائرہ س ہ ہوا جتنے منطقہ کو ہ راس الحمل س راس المیزان پر قطع کیا۔

(بر صفحہ آئندہ)

---

[1] کہ حاصل نسبت ۱۳، ۶۱۷ ہے ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

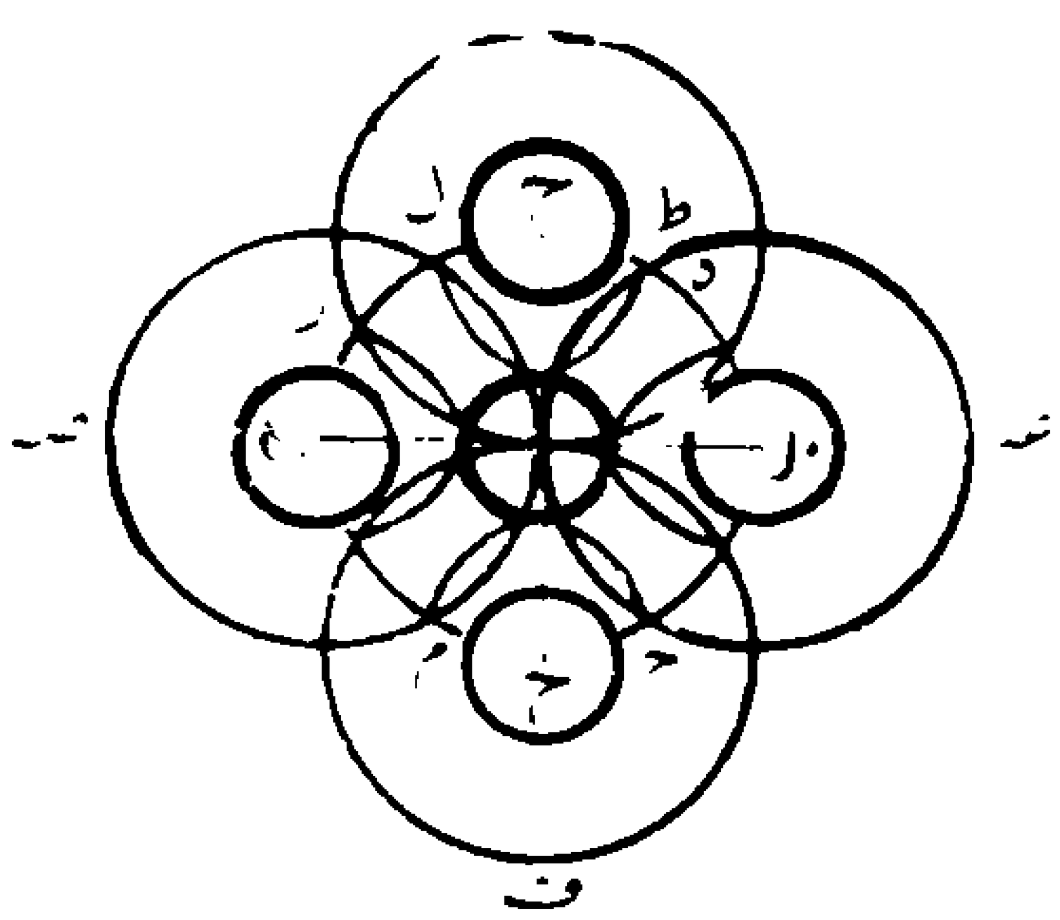

جب زمین نقطہ ب پر آئی معدل دائرہ عہ ہوا اور ح راس الحمل، ط راس المیزان۔ جب زمین ح پر آئی معدل دائرہ قہ ہوا اور ی راس الحمل ک راس المیزان۔ جب ۶ پر آئی معدل صہ ہوا اور ل راس الحمل م راس المیزان۔ ان چاروں دائروں نے منطقہ کو بارہ مساوی حصوں پر تقسیم کیا۔ مثلاً منطقہ کی قوس اب ربع دور ہے اور بحکم مقدمہ ثانیہ تقاطع دائرہ عہ سے قوس ا ۵ - ۶۰ درجے تو ب ۵ - ۳۰ درجے، یوں ہی تقاطع دائرہ عہ سے ب ط - ۶۰ درجے تو اط - ۳۰ درجے۔ لاجرم بیچ میں ۵ ط بھی ۳۰ درجے۔ اسی طرح ہر رابع میں پس بالضرورۃ چاروں بار کے راس الحمل ۵ ح ی ل میں ۹۰، ۹۰ درجے کا فاصلہ، تو ہر سال راس الحمل تمام منطقہ پر دورہ کر آیا اور ہر سہ ماہی میں تین برج چلا ہر روز ایک درجہ بڑھ کر اس سے جہالت اور کیا ہوگی تو دورۂ زمین قطعاً باطل۔

دلیل ۷۰: اقول تمام عقلائے عالم اور ہیئت جدیدہ کا اجماع ہے کہ اس مدار پر دورہ کرنے والا (شمس ہو یا زمین) سال بھر میں تمام بروج میں ہو آتا ہے لیکن اگر یہ مدار زمین کا ہے تو ایک برج کیا ایک درجہ کیا ایک دقیقہ چال چلنا محال۔ جب زمین آ پر تھی راس الحمل ۵ تھا تو آ کہ ۶۰ درجے اس سے پیچھے ہے راس الدلو تھا۔ جب زمین ب پر آئی اب راس الحمل ح ہے یہ بھی ب سے ۶۰ ہی درجے آگے ہے تو ضرور ب راس الدلو ہے یونہی زمین جہاں ہوگی راس الحمل اس سے ۶۰ درجے آگے رہے گا اور زمین ہمیشہ راس الدلو ہی پر رہے گی تو بروج میں انتقال نہ ہونا درکنار۔

اوپر تو جاذبیت و نافریت اسباب وزن نے سکونِ زمین ثابت کیا تھا یہاں خود دورۂ زمین نے سکونِ زمین مبرہن کر دیا، ثابت ہوا کہ ابتدائے آفرینش میں جہاں تھی وہیں اب بھی ہے اور جب تک باقی ہے وہیں رہے گی، اس سے زیادہ قاہر دلیل اور کیا ہوگی کہ دورہ ماننا ہی ساکن منوا چھوڑے۔ اہل ہیئت جدیدہ تقلید کوپرنیکس کے نشے میں ان عظیم خرابیوں سے غافل رہے تو رہے عجب کہ آج تک ان کے رد کرنے والوں کو بھی یہ آفتاب سے زیادہ روشن دلائل خیال میں نہ آئے دور کی باتیں بلکہ دور از کار باتیں بھی لکھا کئے فریقین کا اس طرف خیال ہی نہ گیا کہ منطقہ کو مدار زمین مانتے ہی تمام ہیأت کا پٹا اُلٹ جائے گا۔

دلیل ۷۱: اقول جب ۵ راس الحمل اور زمین ط راس الدلو پر ہے تو ضرور ط راس الحوت ہے۔

Marfat.com

جب زمین ط پر آئی اور راس الحمل ہمیشہ ۶۰ درجے اس سے آگے ہوگا تو راس الحوت راس الحمل کے بیچ ایک اور برج ہوا۔

دلیل ۷۲: جب ۃ پر آئی کہ راس الحمل تھا تو راس الحمل سے راس الحمل ۶۰ درجے آگے ہوا۔

دلیل ۷۳: جب ب پر آئی کہ راس الثور تھا حمل کہ اُس سے ۳۰ درجے پیچھے تھا ۶۰ درجے آگے ہوگیا وعلیٰ ھذا القیاس۔

دلیل ۷۴: ہر برج راس الحمل سے کبھی آگے ہوگا کبھی پیچھے کہ راس الحمل سال میں ۱۲ برج پر دورہ کرے گا تو بروج شمالی وجنوبی کی کوئی تعیین نہ رہی سب شمالی اور سب جنوبی اور ہر برج ایک وقت نہ شمالی نہ جنوبی جبکہ راس الحمل اسی پر ہو۔

دلیل ۷۵: چاروں فصلوں کی تعیین باطل ہوگئی۔

دلیل ۷۶: جب زمین ط پر آئی کہ راس الحوت اور راس الحمل اس سے ۶۰ درجے آگے ہے اور شک نہیں کہ اس سے ۳۰ درجے آگے راس الحمل ہے تو دو راس الحمل ہوئے تو دو راس المیزان ہوئے تو دو دائروں کا تقاطع چار جگہ ہوا اور یہ محال ہے، دائرے دو جگہ سے زیادہ تقاطع نہیں کرسکتے (اقلیدس مقالہ ۳ شکل ۱۰) بالجملہ صدہا استحالہ ہیں، دیکھو دورۂ زمین ماننے نے کیا کیا آفت جوتی تمام ہیأت دریا برد وگاؤ خورد کردی۔

دلیل ۷۷: **اقول** تمام عقلائے عالم وہیأت جدیدہ کا اجماع ہے کہ معدل سے منطقہ کا میل کلی بتانے والا دائرہ جسے دائرۂ میلیہ کہتے ہیں ایک متعین دائرہ ہے جس کی قوس کہ ان کے منصف محل تقاطع پر گزرتی ہے خود ایک مقدار معین رکھی ہے نہ یہ کہ چھوٹی بڑی قوسیں محتمل ہوں جن سے میل کی تحدید نہ ہوسکے لیکن اگر منطقہ مدار زمین ہے تو ایسا ہی ہوگا اور تحدید میل ناممکن ہوگی اس تحدید کے لئے ضروری ہے کہ وہ دونوں دائرے برابر ہوں کہ تیسرا ان کا مساوی ان کے اقطاب پر گزارا جائے اور وہ میل بتائے اگر متقاطع دائرے چھوٹے بڑے ہوں تو میلیہ کی تعیین کہاں سے آئے گی۔ چھوٹے کے برابر لو تو بڑے کے برابر کیوں نہ لو وبالعکس اور دونوں سے مختلف لو تو کیا وجہ، اور پھر کتنا مختلف لو اور پھر صغر کی طرف یا کبر کی جانب کوئی تعیین نہیں اور شک نہیں کہ ان سب محتمل دائروں کی قوسیں مختلف ہوگئیں اور ان میں جو ایک لو اس کی قوس کی قیمت چھوٹے کے لحاظ سے اور، بڑے کے لحاظ سے اور ہوگی۔ غرض تحدید میل کی طرف کوئی راہ نہ رہے گی اور ہم دلیل ۵ میں ثابت کرچکے کہ منطقہ کو مدارِ زمین مان کر معدل ومنطقہ کی مساوات محال تو تحدید میل محال مگر وہ قطعاً یعنی اجماعی ہے، لاجرم دورۂ زمین باطل۔

دلیل ۷۸: **اقول** بفرض غلط مساوات بھی لے لو مثلاً خود اپنی ہیأت جدیدہ کے اقرارات وتصریحات

Marfat.com

وعلیات سب پر خاک ڈال کر یہیں کا یہیں مدارِ زمین کے برابر ایک دائرہ موازیِ خطِ استوا لے کر اس کا نام معدل رکھ لو، اور اب میل کا حساب راست آئے گا۔ تمام عقلائے عالم وہیأتِ جدیدہ کا اجماع ہے کہ میل کلی ہزاروں برس سے ۲۳، ۴۸ ۲ درجے کے اندر ہے (۲۹ ' ۲۳) لیکن زمین دورہ کرتی ہے تو اب میل کلی پورا ۶۰ درجے آئے گا اور متساوی دائرے کہ ہر ایک دوسرے کے مرکز پر گزرا ہو (مقدمہ ۱) اُن کا بُعد ہمیشہ اُن کے نصف قطر کے برابر ہوگا۔

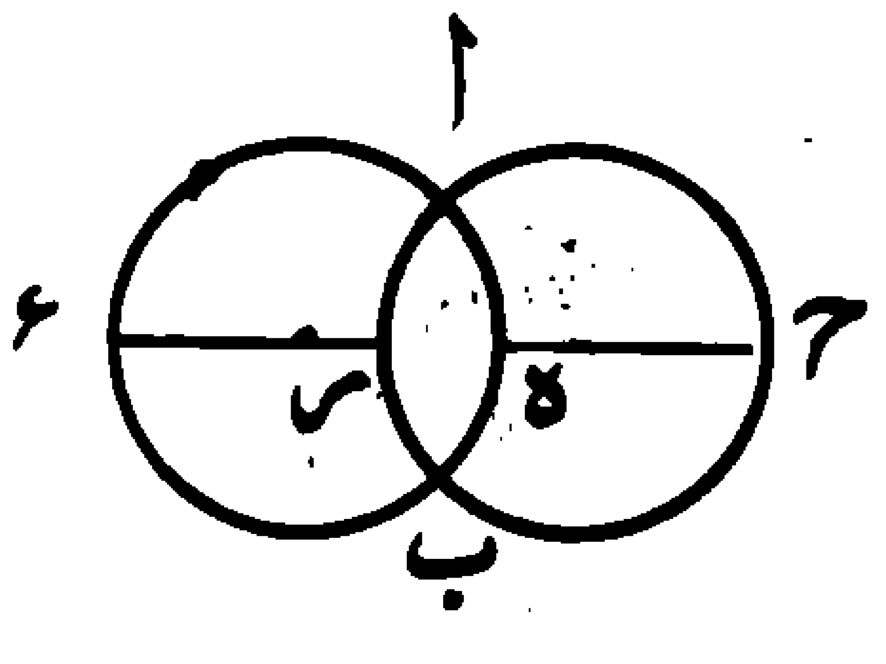

اح ب مرکز ہ پر اور ح اب مرکز س پر تو ح ہ یا س ع بُعد ہے کہ ہر ایک نصف قطر ہے، یہ سطح مستوی میں تھا جس میں نصف قطر یعنی ۶۰ درجۂ قطریہ کی قیمت درجاتِ محیطیہ سے ۵۷° ۱۷' ۴۴'' ۴۸ ۸ ۴۸ ۱۵۶'''' ہے لیکن کُرے پر بُعد دائرے سے لیا جاتا ہے تو اُن کا مساوی دائرہ میلیہ کہ نقطتین ح ہ یا س ع پر گزرے گا یہ نصف قطر اس کا وتر ہوگا تو دائرۃ البروج کا میل ۲۳، ۴۸ ۲ کی جگہ کامل ۶۰ درجے آئے گا اور یہ سب کے نزدیک باطل، تو دورۂ زمین قطعاً وہم باطل۔

دلیل ۹۷: اقول جتنے مسائل کُرۂ سماوی پر بذریعہ علم مثلث کُروی حل کئے جاتے ہیں جن کے مثلث میں ایک قوس دائرۃ البروج کی ہو، خصوصاً جبکہ دوسری قوس معدل کی ہو، جیسے کوکب[1] کے میل ومطالع قمر سے اُسکے

---

[1] خاص اس مسئلہ میں ہمارا ایک رسالہ ہے البرھان القویم علی العرض والتقویم، جس میں اٹھارہ صورتیں قائم کر کے اُنھیں ۶ کی طرف راجع کیا، پھر ہر ایک میں جتنی شقیں متحمل ہیں جن کا مجموعہ ۵ ۳ ہے سب کو مسب کی اور اُن پر توامرات بیان کئے کہ ہر صورت میں کیونکر میل الطالع سے تقویم وعرض نکالیں دونوں کے جدا جدا نکالنے کے بھی طریقے بتائے پھر تقویم سے عرض اور عرض سے تقویم معلوم کرنے کے پھر جملہ طرق پر براہین ہندسیہ شکل شمسی وظلی سے قائم کیں۔ یہ سب بیان تو اس رسالہ پر محمول۔

اصول علم الہیأت ص ۹۷ میں بھی چند سطر کے اس توامر کے ذکر میں لکھیں جن میں عجب خطائے فاحش کی شکل یہ بنائی۔

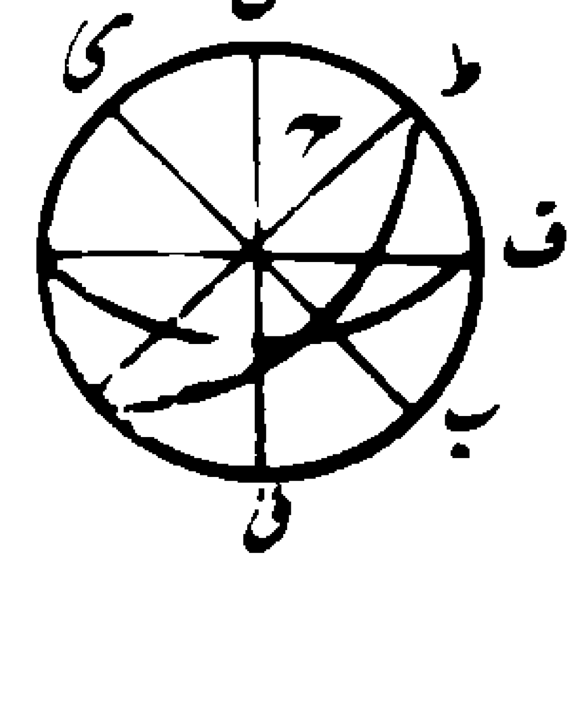

ی ق خط استوا یعنی (معدل النہار ق) اس کا قطب، ی س دائرۃ البروج، س ا اس کا قطب، ص موضع کوکب، ف ص یعنی (میلیہ) اور س ص یعنی (عرضیہ) بنائے ف ص پر ب ص عمود کرایا۔ ف ص تمام میل ہے اور س ف یعنی ما بین القطبین

(باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

عرض و تقویم کا استخراج منطقہ کو مدارِ زمین ماننے سے سب باطل ہو گئے کہ اس کا مبنیٰ کُرہ سماوی پر منطقہ کا عظیمہ ہوتا ہے۔ بالخصوص اس کا مبنیٰ یہ ہے کہ منطقہ و معدل دونوں مساوی دائرہ ہیں اور دونوں کا مرکز ایک ہو اور دونوں کا تقاطع تناصف پر ہو منجملہ دونوں ایک کُرہ کے عظیمہ ہوں، اور ہم ثابت کر چکے کہ منطقہ مدارِ زمین ہو کر یہ سب محال، لاجرم دورۂ زمین باطل خیال۔

دلیل ۸۰: اقول یہاں چند مقدمات نافعہ ہیں، دو شیئ میں اضافی، متقابل، متضاد نسبتیں کہ شئے واحد میں دوسری کے لحاظ سے باعتبار واحد جمع نہ ہو سکیں دو۲ قسمیں ہیں:

اوّل اعتباری محض جس کے لئے کوئی منشا واقع میں متعین نہیں۔ لحاظ و اعتبار سے تعین ہوتا ہے تو ہر شیئ اُسی دوسری کے اعتبار سے اُن دونوں ضدوں سے متصف ہو سکتی ہے جیسے اشیاء کی گنتی میں اِدھر سے گنوں تو یہ اوّل وہ دوم ہے، اُدھر سے گنوں تو عکس ہے کہ اُن کے اوّل و ثانی ہونے کیلئے واقع میں کوئی منشاء متعین نہیں تمہارے لحاظ کا تابع ہے۔ جدھر سے گنتی شروع کرو وہی اول ہے۔

دوم واقعی جس کے لئے نفس الامر میں منشاء متعین یہاں دو۲ شئے میں ایک کے لئے ایک ضد متعین ہوگی دوسری کے لئے دوسری۔ ہم کسی دوسرے لحاظ سے اُن میں تبدیل نہیں کر سکتے کہ اُن کا منشاء ہمارے لحاظ کا تابع نہیں، جیسے تقدم و تاخر زمانی مثلاً ۱؁ھ یقیناً ۲؁ھ سے پہلے ہے۔ اسی طرح نہیں کہہ سکتے کہ ۲؁ھ پہلے ہوا بعد ایک آیا۔

(۲) ان واقعات میں شیئ واحد کو دو۲ کے لحاظ سے دونوں ضدیں عارض ہو سکتی ہیں، یہ تغیرِ نسبت نہ ہوا بلکہ تغیر منتسبین مگر ایک ہی شئے کے لحاظ سے ممکن نہیں کہ تغیر نسبت ہے مثلاً

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

یہ ی ی میل کلی کہ آ راس الحمل، زاویہ ص ف ق تمام مطالع، زاویہ ص س س تمام تقویم، س ص تمام عرض ہے یہاں تک مستدیر تھی آگے مثلث ف ص ب قائم الزاویہ سے ف ب پھر اس سے میل کلی س ق ملا کر س ب معلوم کیا اور اس سے زاویہ س کہ تمام تقویم ہے۔ یوں تقویم معلوم ہوئی۔ اب عرض معلوم کرنے کو مثلث س ص ب قائم الزاویہ لیا جس کی س ب زاویہ س معلوم ہوئے ہیں ان سے س ص تمام عرض جان کر عرض معلوم کیا یہ بداہۃً باطل ہے جب ف ص ب قائمہ ہے س ص ب کیونکر قائمہ ہو سکتا ہے، جزو کل برابر، خیر ہمیں اس سے غرض نہیں واقفِ فن جانتا ہے کہ اسی شکل میں کتنی جگہ سے منطقہ کا مدار زمین ہونا باطل ہوا۔ ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

سنہ ۳ ھ سے پہلے ہے سنہ ھ سے بعد، لیکن اُن میں ایک کی نظر سے دونوں نہیں ہو سکتے۔ زید بن عمرو بن بکر میں عمرو بیٹا بھی ہے اور باپ بھی مگر دو شخص کے لئے عمرو ایک کا باپ ہو اور اسی کا بیٹا بھی، یہ محال ہے۔

(۳) ان واقعی نسبتوں میں بعض وہ ہیں کہ شئے کو بالعرض بھی عارض ہوتی ہے اگرچہ بالعرض میں بنظر ذات ایک ہی شئی کے اعتبار سے دونوں ضدوں کی قابلیت ہوتی ہے مگر یہ اس میں بھی محال ہے کہ وقتِ واحد میں دو اعتبار مختلف سے دونوں ضدیں مان سکیں ورنہ نسبت اعتباریہ مثلاً زید سنہ ۱ ء میں پیدا ہوا عمرو سے کہ سنہ ۲ ء میں ہوا عمر میں بڑا ہے اب یہ نہیں کہہ سکتے کہ کسی دوسرے اعتبار سے عمرو زید سے عمر میں بڑا ہے اگرچہ ان کی ذات کی نظر سے یہ محال نہ تھا کہ عمرو سنہ ۱ ء میں پیدا ہوتا اور زید سنہ ۲ ء میں۔ عمر میں بڑا چھوٹا ہونا منعکس ہو جاتا۔

(۴) فوق و تحت اُن ہی نسبت واقعیہ سے ہیں۔ چھت اوپر ہے اور صحن نیچے۔ تم جب زمین پر کھڑے ہو تمہارا سر اوپر ہے اور پاؤں نیچے۔ کوئی عاقل ہرگز نہ کہے گا کہ یہ زیر و بالا واقعی نہیں نرا اعتباری ہے۔ کسی دوسرے لحاظ سے چھت نیچے ہے اور صحن اوپر، تمہارا سر نیچے اور ٹانگیں اوپر یعنی واقع میں نہ چھت اور سر اوپر ہیں اور نہ پاؤں اور صحن نیچے، بلکہ عندیہ کی طرح ہمارے اعتبار کے تابع ہیں ہم چاہیں تو سر اور چھت کو اونچا سمجھ لیں چاہے پاؤں اور صحن کو کیا مجنوں کے سوا کوئی ایسا کہہ دے گا۔

(۵) جب یہ نسبت واقعیہ ہے تو اس کے لئے نفس الامر میں ضرور کوئی منشاء متعین ہے جو کسی کے لحاظ و اعتبار کا تابع نہیں، وہ فوق کے لئے تمہارا سر یا چھت خواہ تحت کے لئے تمہارے پاؤں یا صحن نہیں اگر تمھیں اُلٹا کھڑا کیا جائے تو سر نیچا ہو جائے گا اور پاؤں اوپر۔ یوں ہی اگر شہر لوطیاں کی طرح معاذ اللہ مکان اُلٹ جائے تو صحن اوپر ہوگا چھت نیچے، تو معلوم ہوا کہ ان کو یہ نسبتیں بالذات عارض نہیں بلکہ بالعرض و منشاء کچھ اور ہے جسے ان کا عرض بالذات ہے اور اس کے واسطے سے چھت اور سر کو۔

(۶) نسب متقابلہ واقعیہ میں کبھی دونوں جانب تحدید یعنی حد بندی ہوتی ہے۔ مثلاً زید کا ولد اول و ولد اخیر نہ اول سے پہلے اس کا کوئی ولد ہو سکتا ہے ورنہ یہ اول نہ ہوگا نہ آخر کے بعد ورنہ آخر نہ ہوگا اور کبھی صرف ایک طرف تحدید ہوتی ہے دوسری جانب اس کے مقابلے پر غیر محدود مرسل رہتی ہے جیسے کسی شئے سے اتصال و انفصال، اتصال محدود ہے اس میں کمی و بیشی کی راہ محدود مگر انفصال کے لئے کوئی حد نہیں جتنا بھی فاصلہ ہوگا انفصال ہی رہے گا ہاں نسبت اعتباریہ

Marfat.com

میں کسی طرف تحدید ضرور نہیں کہ وہ تابع اعتبار ہیں۔ فوق وتحت نسبت واقعیہ سے ہیں تو ضرور اُن میں تو ایک جانب تحدید ضرور ہے ورنہ اعتبار محض رہ جائیں گے ہر تحت سے تحت اور ہر فوق سے فوق متصور، تو کسی کا کوئی منشا متعین نہیں، جسے چاہو تحت فرض کر لو، تو باقی سب فوق ٹھہریں گے پھر فوق کو تحت فرض کرو تو یہ سب فوق ہو جائیگا اور وہ فوق تحت بلاجرم اُن کی تحدید میں تین صورتوں سے ایک لازم، یا تو دو متقابل چیزیں بالذات فوق وتحت ہوں کہ نہ فوق بالذات سے اوپر ممکن ہے نہ تحت بالذات سے نیچے۔ باقی اشیاء کہ اُن کے اندر ہیں جو فوق سے قریب ہے فوق بالعرض ہے جو تحت سے قریب ہو تحت بالعرض ہے اور ان میں ہر شے دو چیز اقرب و ابعد کے لحاظ سے فوق وتحت دونوں یہ صورت دونوں طرف تحدید کی ہوگی یا فوق بالذات متعین ہو کہ اس سے تفوق محال اور اس کے مقابل غیر محدود جتنے چلے جاؤ سب تحت ہے اور ہر اسفل سے اسفل تک ممکن یا تحت بالذات متعین ہو کہ اس سے تسفل ممتنع اور اس سے محاذی یا متنائی جتنے بڑھو سب فوق ہے اور ہر بالا سے بالا تر متصور تینوں صورتیں اپنی ذات میں تحت وفوق کے نسبت واقعہ ہونے کو بس ہیں۔

(۷) اب تمام عقلائے عالم کے اتفاق سے تحت محدود ہے۔ فوق کی تحدید کہ ہر ایک شے پر جا کر فوقیت منتہی ہو جائے اور اس سے فوق ناممکن ہو بالضرورت واقعیت ہو نہیں سکتی کہ وہ تو حاصل ہو چکی اور خارج سے اس پر کوئی دلیل نہیں تو اس کا ماننا جزاف ہے۔

فلسفہ قدیمہ کا رد بعونہ تعالیٰ تذییل جلیل میں آتا ہے۔ یہاں اس کی حاجت نہیں اور ہیأت جدیدہ کا اتفاق ہے کہ فوق محدود نہیں۔ مسئلۂ تناہی ابعد ہم پر وارد نہیں کہ ہمارے نزدیک فضائے خالی بعد موہوم ہے کہ انقطاع وہم سے منقطع ہو جائے گا جب پھر توہم کرو گے اور آگے بڑھے گا اور کسی حد پر منتہی نہ ہوگا کہ اس کے اوپر متوہم نہ ہو سکے تو شق ثالث متعین ہوئی یعنی تحت بالذات متعین ہے اس کے سوا کوئی تحت اُس سے جو قریب ہے وہ تحت اضافی ہے، جو بعید ہے وہ فوق تا غیر نہایت ہے۔

..... کہ تحت کے سب اطراف یکساں ہیں۔ ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں کہ ایک طرف بعد زائد دوسری طرف کم بلکہ جو سب طرف لامتناہی ہے سب طرف برابر ہے کہ دو نامنتہی کہ ایک مبدء سے شروع ہوں اور امتداد میں کم وبیش نہیں ہو سکتے ورنہ جو کم رہا متناہی ہوگیا، تو لازم کہ تحت حقیقی تمام امتدادوں کی وسعت میں ایک شیٔ موجود متعین ہو جس کے ہر طرف فوق ہو اور تحت کا اشارہ ہر جانب سے اُسی پر منتہی ہو، امتداد جو آگے بڑھے فوق کی طرف چلے۔

(۸) یہیں سے ظاہر ہے کہ تحت بالذات کا ایک نقطہ غیر متجزیہ ہونا لازم ورنہ جسم یا سطح یا خط میں نقاط کثیرہ فرض ہو سکتے ہیں جن کی طرف اشارہ حسیہ جدا جدا ہوگا اور ایک دوسرے سے بعید تر ہوگا تو خود ان میں فوق وتحت

Marfat.com

ہوں گے اور تحت حقیقی ایک نقطہ ہی رہے گا۔

(۹) یہ نقطہ متعینہ جس کے جمیع جہات سے وسط جملہ امتدادات ہونے نے اُسے مرکز کرہ بنایا، ضرور ہے کہ کسی کرۂ موجود کا مرکز ہو جو بالذات تحت ہونے کے لئے متعین ہو نہ یہ کہ کسی اعتبار و اصطلاح پر ہو ورنہ نسبت واقعیہ نہ رہے گی۔ فضائے خالی میں کوئی نقطہ اصلاً تمیز ہی نہیں رکھتا۔ ہمارے اعتبار سے متمیز ہوگا نہ کہ تحت ہونے کے لئے بالذات متعین۔

(۱۰) ضرور ہے کہ اِس مرکز کو حرکت اینیہ نہ ہو ورنہ دُو چیزیں کہ اُن میں ایک فوق اور دوسری تحت تھی۔ ایک ہی جگہ رکھے بدل جائیں۔ حرکت اینیہ سے ممکن کہ وُہ مرکز فوق کے قریب آجائے اور تحت سے بعید ہوجائے تو باوصف اپنی اپنی جگہ ثابت رہنے کے لئے فوق تحت ہو جائے اور تحت فوق، اور اسے کوئی عاقل قبول نہ کرے گا۔ مثلاً ایک مکان کسی دوسرے مقام پر ہے جس کا صحن اُس تحت فراتی سے قریب ہے اور سقف دُور۔ اب وُہ مرکز متحرک ہو کر اُوپر آجائے تو چھت اُس سے قریب ہوجائے گی اور صحن دُور۔ اب کہنا پڑے گا کہ بیٹھے بٹھائے سیدھے مکان کی چھت نیچے ہوگئی اور صحن اوپر۔ یوں ہی وہاں جو آدمی کھڑا ہو بیچارہ بدستور کھڑا ہے مگر سر نیچے ہوگیا اور ٹانگیں اُوپر، جب یہ مقدمات ممہد ہولئے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ جب تم زمین پر سیدھے کھڑے ہو تمھارے سر کی جانب جہت فوق تا دور چلی گئی ہے تو بحکم مقدمہ ششم ضرور ہے کہ پاؤں کی جانب جہت تحت کسی حد کی جانب منتہی ہو جائے۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ وہ اس کرۂ زمین میں ہے یا اُسکے بعد، لیکن بداہۃً معلوم اور ہر عاقل کو معقول کہ جس طرح تم اس طرف زمین کے اُوپر ہو اور تمھارا سر اونچا پاؤں نیچے، یونہی امریکہ میں یا تمام سطح زمین میں کسی جگہ کوئی کھڑا ہو اس کی بھی یہی حالت ہوگی۔ امریکہ والوں کو یہ نہ کہا جائے گا وہ زمین پر نہیں، بلکہ زمین اوپر ہے یا اُن کا سر اوپر نہیں، بلکہ ٹانگیں اوپر ہیں تو روشن ہوا کہ وہ حد زمین ہی کے اندر ہے اور اُس کا مرکز تحت حقیقی ہے تو بحکم مقدمہ عاشرہ کرۂ زمین ساکن ہو اور اس کی حرکت اینیہ باطل۔

دلیل ۸۱ : اقول وہ کرۂ موجود جس کا مرکز تحت حقیقی ہے، فلک ہے یا شمس، یا ارض، یا اور کوئی سیارہ یا ثابتہ یا قمر۔

اول تو ہیأت جدیدہ مان نہیں سکتی کہ وہ وجود افلاک ہی کے قائل نہیں۔

دوم ضرور اُس کا مدعا ہے کہ شمس کو ساکن فی الوسط مانتی ہے۔ ضرور کہ اہل ہیأت جدیدہ جب دوپہر کو زمین پر سیدھے کھڑے ہوں تو سر نیچے ہو اور ٹانگیں اوپر، اس لئے کہ سر تحت حقیقی سے قریب ہے اور پاؤں دُور۔ جب زمین کی حرکت مستدیر قریب غروب اس حالت پر لائے کہ سر اور پاؤں کا فصل مرکز شمس سے برابر رہ جائے تو اب نہ سر اوپر نہ پاؤں۔ ہاں آدھی رات کو آدمیت پر آئیں کہ سر اوپر ہو جائے کہ تحت سے

Marfat.com

بعید ہے اور پاؤں نیچے کہ قریب ہیں۔ جب بعد طلوع پھر وہی حالت تساوی ہو سر اور پاؤں دوبارہ برابر ہو جائیں، جب دوپہر ہو پھر سر نیچے اور ٹانگیں اُوپر ہو جائیں، ہمیشہ بے جنبش کئے یونہی قلابازیاں کھائیں۔ یہی حال ہر روز صحن وسقف کا ہو کہ کبھی صحن اوپر اور چھت نیچے کبھی بالعکس۔ یہی حال زمین میں قائم درختوں کا کہ آدھی رات کو جڑ نیچے ہے اور شاخیں اوپر۔ دوپہر ہوتے ہی پیڑ بدستور رہے مگر شاخیں نیچے ہو گئیں اور جڑ اُوپر۔ دوپہر کے وقت جو بخار یا دُھواں اُٹھے کھو کہ نیچے گرا، جو پتھر گرے کھو کہ اوپر اڑا۔ یُوں ہی بے شمار استحالے ہیں۔ دیگر سیّارہ واقمار وثوابت کا بھی یہی حال ہے کہ اُن میں جس کسی کا بھی مرکز لوگے ایسے ہی استحالے ہوں گے۔ لاجرم مرکزِ زمین ہی وہ مرکز ساکن ہے اور زمین کی حرکتِ اینیہ باطل۔

دلیل ۸۲ : اقول

ہر عاقل جانتا ہے کہ جہات ستّہ میں چپ و راست پس وپیش پہلو بدلنے سے بدل جاتے ہیں۔ مشرق کو منہ کرو تو مشرق آگے، مغرب پیچھے، جنوب داہنے، شمال بائیں ہے اور مغرب کی طرف متوجہ ہو تو سب بدل جائیں گے کہ اُن میں تمہارے اعضاء منہ اور پیٹھ اور بازوؤں کا اعتبار ہے، یہ جس طرف ہوں گے وہ سمت پیش وپس و راست وچپ ہوگی مگر زیر وبالا میں تمہارے سر و پا کا اعتبار نہیں کہ جدھر سیدھے وہ اوپر ہے، اور جدھر پاؤں وُہ نیچے، بلکہ وہ جہتیں خود متعین ہیں۔ سیدھے کھڑے ہونے میں جو جانبِ فوق اور دوسری طرف تحت ہے، اُلٹے ہو جاؤ جب بھی فوق وتحت وہی رہیں گے۔ اب یہ نہ ہوگا کہ سَر کی طرف اوپر اور پاؤں کی طرف نیچے، بلکہ یہ ہوگا کہ اب تمہارا سر نیچے اور پاؤں اوپر ہیں۔ اگر مرکزِ شمس جیسا کہ ہیاتِ جدیدہ کا گمان ہے وہ مرکز ساکن وتحت حقیقی ہو زیر وبالا کی بھی وہی حالت ہو جائے گی جو اُن چاروں جہات کی تھی۔ جب آفتاب طلوع سے ایک خفیف دوپہر کے بعد یا غروب سے ایک خفیف دوپہر پہلے افقِ حسّی کی محاذات میں آئے تو اگر اُس کی طرف پاؤں کر کے لیٹو تو سَر اُوپر ہے اور پاؤں نیچے کہ مرکزِ شمس سے قریب تر ہیں اور اُسی وقت سَر جانبِ شمس کر کے لیٹ جاؤ تمہارا سر نیچا ہو گیا اور ٹانگیں اوپر کہ اب سر مرکزِ شمس سے قریب ہے۔ اسی طرح جو سیارہ یا ثابتہ یا قمر لو یہی حالت ہوگی سوائے زمین کے کہ اس کا مرکز تحت حقیقی ماننے سے سب شکلیں ٹھیک رہتی ہیں۔ لاجرم وہ مرکز ساکن ہے اور حرکتِ زمین باطل۔

دلیل ۸۳ : اقول

ہر عاقل جانتا ہے کہ حرکت موجبِ سخونت وحرارت ہے۔ عاقل درکنار ہر جاہل بلکہ ہر مجنون کی طبیعت غیر شاعرہ اِس مسئلہ سے واقف ہے، لہٰذا جاڑے میں بدن بشدت کانپنے لگتا ہے کہ حرکت سے حرارت پیدا کرے بھیگے ہوئے کپڑوں کو ہلاتے ہیں کہ خشک ہو جائیں، یہ خود بدیہی ہونے کے علاوہ ہیاتِ جدیدہ[۱] کو بھی تسلیم۔ بعض اوقات آسمان سے کچھ سخت اجسام نہایت سوزون ومشتعل گرتے ہیں

۱؎ ج ص ۲۱۲

Marfat.com

جن کا حدوث بعض کے نزدیک یوں ہے کہ قمر پتھر کے آتشی پہاڑوں سے آتے ہیں کہ شدتِ اشتعال کے سبب جاذبیت قمر کے قابو سے نکل کر جاذبیت ارض کے دائرے میں آ کر گر جاتے ہیں۔ اس پر اعتراض ہوا کہ زمین پر گرنے کے بعد تھوڑی ہی دیر میں سرد ہو جاتے ہیں۔ یہ لاکھوں میل کا فاصلہ طے کرنے میں کیوں نہ ٹھنڈے ہو گئے؟ اس کا جواب یہی دیا جاتا ہے کہ اگر وہ نرے سرد ہی چلتے یا راہ میں سرد ہو جاتے جب بھی اس تیز حرکت کے سبب آگ ہو جاتے کہ حرکت موجب حرارت اور اس کا افراط باعثِ اشتعال ہے۔ اب حرکت زمین کی شدت اور اس کے اشتعال وحدت کا اندازہ کیجئے۔ یہ مدار جس کا قطر اٹھارہ کروڑ اٹھاون لاکھ میل ہے اور اس کا دورہ ہر سال تقریباً تین سو پینسٹھ ۳۶۵ دن پانچ گھنٹے اڑتالیس منٹ میں تمام ہوتا دیکھ رہے ہیں۔ اگر یہ حرکت حرکتِ زمین ہوتی یعنی ہر گھنٹے میں اڑسٹھ ہزار میل کہ کوئی تیز سے تیز ریل اس کے ہزارویں حصے کو نہیں پہنچتی پھر یہ سخت قاہر حرکت نہ ایک دن نہ ایک سال نہ سو برس بلکہ ہزارہا سال سے لگاتار بے فتور دائمہ مستمر ہے تو اس عظیم حدت و حرارت کا کون اندازہ کر سکتا ہے جو زمین کو پہنچتی، واجب تھا کہ اُس کا پانی کب کا خشک ہو گیا ہوتا، اس کی ہوا آگ ہو گئی ہوتی، زمین دہکتا انگارہ بن جاتی جس پر کوئی جاندار سانس نہ لے سکتا پاؤں رکھنا تو بڑی بات ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ زمین ٹھنڈی ہے، اس کا مزاج بھی سرد ہے، اُس کا پانی اس سے زیادہ خنک ہے، اس کی ہوا خوشگوار ہے، تو واجب کہ یہ حرکت اس کی نہ ہو بلکہ اُس آگ کے پہاڑ کی جسے آفتاب کہتے ہیں جسے اُس حرکت کی بدولت آگ ہونا ہی تھا۔ یہی واضح دلیل حرکتِ یومیہ جس سے طلوع اور غروب کواکب ہے زمین کی طرف نسبت کرنے سے مانع ہے کہ اُس میں زمین ہر گھنٹے میں ہزار میل سے زیادہ گھومے گی۔ یہ سخت دورہ کیا کم ہے، اگر کہئے یہی استحالہ قمر میں ہے کہ اگرچہ اس کا مدار چھوٹا ہے مگر مدت بارھویں حصے سے کم ہے کہ گھنٹے میں تقریباً سوا دو ہزار میل چلتا ہے۔ اس شدید صریح حرکت نے اُسے کیوں نہ گرم کیا۔

اقول یہ بھی ہیاتِ جدیدہ پر وارد ہے جس میں آسمان نہ مانے گئے۔ فضائے خالی میں جنبش ہے تو ضرور چاند کا آگ اور چاندنی کا سخت دھوپ سا گرم ہو جانا تھا لیکن ہمارے نزدیک کل فی فلک یسبحون[۱] ہر ایک ایک گھیرے میں پیرتا ہے۔ ممکن کہ فلک قمر یا اس کا وُہ حصہ جتنے میں قمر شناوری کرتا ہے خالق عظیم عزجلالہٗ نے ایسا سرد بنایا ہو کہ اس حرارت حرکت کی تعدیل کرتا اور قمر کو گرم ہونے دیتا ہو جس طرح آفتاب کے لئے حدیث میں ہے کہ اُسے روزانہ برف سے ٹھنڈا کیا جاتا ہے ورنہ جس چیز پر گرتا جلا دیتا۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

---

[۱] القرآن الکریم ۳۶/۴۰

Marfat.com

دلیل ۸۴: اقول زمین کی حرکت یومیہ یعنی اپنے محور پر گھومنے کا سبب ہر جز کا طالب نور و حرارت ہونا ہے یا جذب شمس سے نافریت (نمبر ۴۳)۔ بہرحال تقاضائے طبع ہے اور اس کے لئے متعدد راستے تھے اگر زمین مشرق سے مغرب کو جاتی جب بھی دونوں مطلب بعینہٖ ایسے ہی حاصل تھے جیسے مغرب سے مشرق کو جانے میں، پھر ایک کی تخصیص کیوں ہوئی، یہ ترجیح بلامرجح ہے جو قوت غیرشاعرہ سے نا ممکن، لہذا زمین کی حرکت باطل۔

دلیل ۸۵: اقول یہ دونوں وجہ پر واجب تھا کہ خطِ استوا دائرۃ البروج کی سطح میں ہوی ک ل م شمس ہے اور ا ح ب ء زمین۔ ی ا، ل ب دونوں کو مماس ہیں تو زمین کا قطعہ ا ح ب نصف[۱] سے بڑا شمس کے مقابل اور اس سے مستنیر ہے اور قطعہ ا ء ب نصف سے چھوٹا تاریک اور اس سے مستنیر ہے اور ح ء سطح دائرۃ البروج اور ہ س خطِ استوا ح ط قطبین میں ہے اور مرکز شمس یعنی سہ پر گزرتا ہے اور مرکز شمس ملازم دائرۃ البروج ہے۔ ح ہ، س ء میل کلی ہیں اور ظاہر ہے کہ قطعہ ی م ل میں ارفع نقاط م ہے اور قطعہ ا ح ب کو م ح کو اقصر خطوط واصلہ ہے تو زمین شمس سے قریب تر نقطہ ح ہے پھر ہر طرف ء و ب تک بُعد بڑھتا گیا یہاں تک کہ ان کے بعد مقابلہ

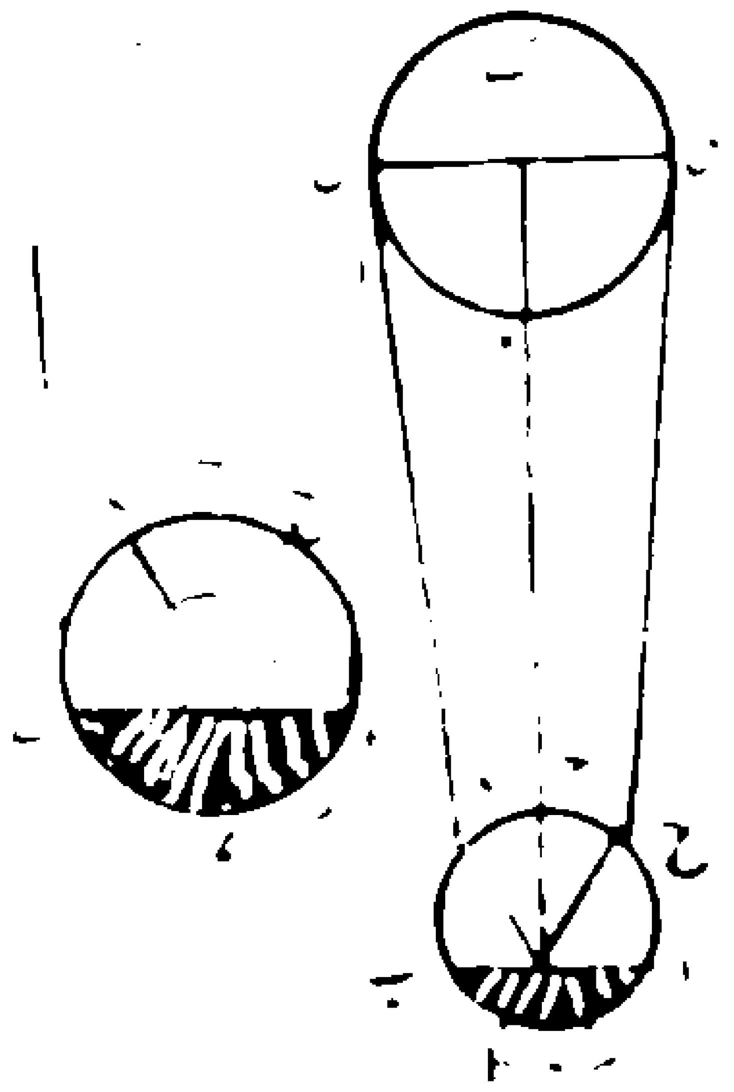

استشنا۔ اصلاً تو سب سے زیادہ جذب ح پر ہے اور رجاذبیت و نافریت مساوی ہیں (نمبر ۶) تو واجب کہ سب سے زیادہ نافریت بھی یہیں ہو اور کرۂ متحرکہ میں سب سے زیادہ نافریت منطقہ پر ہے کہ وہی دائرہ سب سے بڑا ہے پھر قطبین تک اُس کے موازی چھوٹے ہوتے گئے ہیں یہاں تک کہ قطبین پر حرکت ہی نہ رہی۔ تو واجب تھا کہ ح ط حرکت محوری زمین کا منطقہ یعنی خطِ استوا ہوتا لیکن ایسا نہیں بلکہ

---

[۱] ہیأتِ جدیدہ کو تسلیم کہ اس نے اپنی تحریرات ریاضی میں براہین ہندسیہ سے ثابت یہاں چھوٹا کرہ جب بڑے کے محاذی ہو تو بڑے کا چھوٹا قطعہ چھوٹے کے بڑے قطعے کے مقابل ہوگا۔ خطوط مماسہ بڑے کُرے سے اُس کے قطر کے ادھر وتری ل سے نکلیں گے اور چھوٹے کُرے کے قطر سے اُدھر وتر ا ب کے کناروں پر مس کریں گے ولہذا شمس سے زمین کے استنارے میں نصف شمس سے کم منیر اور نصف ارض سے زیادہ مستنیر ہوتا ہے اور قمر سے زمین کے استنارے میں بالعکس ۱۲ منہ غفرلہ۔

Marfat.com

منطقہ ہ ک رہے تو جہاں جاذبیت کم ہے وہاں نافریت زائد ہے اور جہاں زائد ہے وہاں کم، اور یہ باطل ہے۔ لاجرم حرکتِ زمین باطل ہے۔ یوں ہی طلب نور و حرارت کے لئے ا ب کے نیچے جو اجزاء ہیں وہ آگے بڑھتے اور اپنے اگلے اجزاء کو بڑھاتے اور حرکتِ منطقہ ح ء پر پیدا ہوتی نہ ح ط کے نیچے جو اجزاء نور و حرارت پا رہے ہیں وہ آگے بڑھتے اور حرکت منطقہ ہ س پر ہوتی۔

دلیل ۸۶: اقول حرکت وضعیہ میں قطب سے قطب تک تمام اجزاء محور ساکن ہوتے ہیں اور ہم نمبر ۳۳ میں ثابت کر آئے کہ زمین کی یہ حرکت اگر ہے تو ہرگز تمام کُرے کی حرکت واحدہ نہیں، جس کے لئے قطبین و محور ہوں جب کہ ہر جُز کی جدا حرکت اینیہ ہے کہ ہر جز میں نافریت اور طلبِ نور و حرارت ہے تو اجزاء محور کا سکون بے معنی نہ کہ وہ بھی خط ح ط پر جہاں جاذبیت ہے نہ قوت اور اس کے بُعد تک مقابلہ باقی ہے تو بُطلانِ حرکتِ زمین میں کوئی شُبہ نہیں۔

دلیل ۸۷: اقول ہماری تقریر ۳۳ سے واضح کہ اجزاءِ زمین میں تدافع ہے،

اوّلاً اجزاء کی حرکت اینیہ میں اور ہر اینیہ میں قوت دفع ہے کہ وہ مکان بدلتی ہے جو اس کی راہ میں پڑے اُسے ہٹاتی ہے۔

ثانیاً یہاں اسی قدر نہیں بلکہ اجزاء کی چال مضطرب ہے تو تدافع نہیں تلاطم ہے۔ حرکت محوری اگر جاذبیت و نافریت سے ہو جس طرح ہم نے نمبر ۳۳ میں تقریر کی جب تو ظاہر کہ قرب مختلف تو جذب مختلف تو نافریت مختلف تو چال مختلف تو اضطراب حاصل ورنہ اس کی کوئی بھی وجہ ہو۔ بہر حال اصول ہیأت جدیدہ پر یہ احکام یقیناً ثابت کہ:

(۱) بعض اجزاءِ ارض کا مقابل شمس اور بعض کا حجاب میں ہونا قطعی۔

(۲) مقابلۂ زمین قُرب و بُعد اور خطوط واصلہ کا عمود منحرف ہونے کا اختلاف یقینی۔

(۳) ان اختلافات سے جاذبیت میں اختلاف ضروری۔

(۴) اس کے اختلاف سے نافریت میں کمی بیشی لازمی۔

(۵) اُس کی کمی بیشی سے چال میں تفاوت حتمی۔

(۶) اس تفاوت سے اجزاء میں تلاطم و اضطراب ان میں سے کسی مقدمہ کا انکار ممکن نہیں تو حکم متیقن تو واجب کہ معاذ اللہ زمین میں ہر وقت حالت زلزلہ رہے۔ ہر شخص اپنے پاؤں کے نیچے اجزاءِ زمین کو سرکتا تلاطم کرتا پائے اور آدمی کا زمین کے ساتھ حرکت عرضیہ کرنا اس احساس کا مانع نہیں، جیسے ریل میں بیٹھنے سے ہال محسوس ہوتی ہے خصوصاً پُرانی گاڑی میں لیکن بحمد اللہ تعالٰے ایسا نہیں تو حرکت محوری

Marfat.com

یقیناً باطل۔ مقامِ شکر ہے کہ خود ہیأت جدیدہ کا اقرار اس کا آزار۔

کسی نے کہا تھا کہ زمین چلتی تو ہم کو چلتی معلوم ہوتی۔ اس کا جواب یہی دیا کہ زمین کی حرکت اگر مختلف ہوتی یا اس کے اجزاء جدا جدا حرکت کرتے ضرور محسوس ہوتی۔

مجموع کُرہ کو ایک حرکت ہموار لاحق ہے۔ لہٰذا حِس میں نہیں آتی، جیسے کشتی کی حرکت کشتی نشیں کو محسوس نہیں ہوتی یعنی جب تک جھٹکے گا نہیں۔

الحمدللہ! ہم نے دونوں باتیں ثابت کر دیں کہ زمین کو اگر حرکت ہوتی تو ضرور اجزاء کو جدا جدا ہی ہوتی اور ضرور ناہموار و مضطرب ہی ہوتی جب ایک بات پر محسوس ہونا لازم تھا کہ اب کہ دونوں جمع ہیں بدرجۂ اولیٰ احساس واجب، لیکن اصلاً نہیں، تو زمین یقیناً ساکن محض ہے۔

دلیل ۸۸: اقول پانی زمین سے بھی کہیں لطیف تر ہے تو اُس کے اجزاء میں تلاطم و اضطراب اشد ہوتا اور سمندر میں ہر طرف طوفان رہتا۔

دلیل ۸۹: اقول پھر ہوا کی لطافت کا کیا کہنا۔ واجب تھا کہ آٹھ پہر غرب سے شرق تک، تحت سے فوق تک ہوا کی ٹکڑیاں باہم ٹکراتیں، ایک دوسرے سے تپانچے کھاتیں اور ہر وقت سخت آندھی لاتیں، لیکن ایسا نہیں تو بلا شبہ زمین کی حرکت محوری باطل اور اُس کا ثبوت و سکون ثابت و محکم۔

وللہ الحمد وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد وآلہٖ وصحبہٖ وسلم، اٰمین!

دلائل قدیمہ

یہاں تک ہم نے زیادہ توجہ گردشِ دورۂ زمین کے ابطال پر رکھی۔ فصل اوّل میں رَدّ اول عام کے سوا باقی گیارہ اور فصل سوم میں سات اخیر کے سوا باقی بیس سب اسی کے ابطال میں ہیں۔ اگلوں نے ساری ہمت گردِ محور حرکت زمین کے ابطال پر صَرف کی ہم اُن میں سے وہ انتخاب کریں جن سے اگرچہ جواب دیا گیا بلکہ بہت کو خود مستدلین نے رَد کر دیا لیکن ہم ان کی تشہید و تائید کریں گے اور خود ہیأت جدیدہ کے اقراروں سے اُن کا تام و کامل ہونا ثابت کر دیں گے پھر زیادات میں وہ جن کی اور طرح توجیہ کر کے تصیح کریں گے پھر تذییل میں اگلوں سے وہ دلائل جن پر اگرچہ انھوں نے اعتماد کیا مگر ہمارے نزدیک باطل و ناتمام ہیں وباللہ التوفیق۔

---

[1] ص ۱۶۷/۱۲

Marfat.com

دلیل ۹۰: بھاری پتھر اوپر پھینکیں سیدھا وہیں گرتا ہے۔ اگر زمین مشرق کو متحرک ہوتی تو مغرب میں گرتا کہ جتنی دیر وہ اوپر گیا اور آیا اُس میں زمین کی وہ جگہ جہاں سے پتھر پھینکا تھا حرکت زمین کے سبب کنارۂ مشرق کو ہٹا گئی۔ اقول زمین کی محوری چال ہر سیکنڈ ۴۶۴ ۵۰۶ گز ہے اگر پتھر کے جانے آنے میں ۵ سیکنڈ صرف ہوں تو وہ جگہ ۲۵۳۲ گز سرک گئی پتھر تقریباً ڈیڑھ میل مغرب کو گرنا چاہیے حالانکہ وہیں آتا ہے۔

دلیل ۹۱: دو[1] پتھر ایک قوت سے مشرق و مغرب کو پھینکیں تو چاہیے کہ مغربی پتھر بہت تیز جاتا معلوم ہو اور مشرقی سست۔ نہیں نہیں بلکہ مشرقی بھی اُلٹا مغرب ہی میں گرے اقول یا پھینکنے والے کے ماتھے پر گرے۔ مثلاً وہ پتھر اتنی قوت سے پھینکے تھے کہ دونوں طرف تین سیکنڈ میں ۱۹ گز پر جاکر گرتے۔ سنگ غربی موضع رمی سے جب تک ۱۹ گز مغرب کو ہٹا ہے اتنی دیر موضع رمی ۱۵۱۹ گز مشرق کو ہٹ گیا تو یہ پتھر موضع رمی سے ۱۵۳۸ گز کے فاصلے پر گرے گا اور سنگ مشرقی وہاں سے انگل بھی نہ سرکنے پائے گا کہ موضع رمی زمین کی حرکت سے اُسے جالے گا۔ اب اگر پھینکنے والے نے اپنے محاذات سے بچا کر پھینکا تھا تو یہ پتھر تین سیکنڈ میں ۱۹ گز مشرق کو چل کر گر جائے گا اور اتنی دور میں موضع رمی ۱۵۱۹ گز تک پہنچے گا تو یہ موضع رمی سے ۱۵۰۰ گز مغرب میں گرے گا اور اگر محاذات پر پھینکا تھا تو معاً زمین کی حرکت سے پھینکنے والا پتھر سے ٹکرائے گا اور پتھر اس کے لگ کر وہیں کا وہیں گر جائے گا لیکن ان میں سے کچھ نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ حرکتِ زمین باطل ہے۔

۱ ثم اقول بلکہ اولیٰ یہ کہ یہ دلیل بایں تفصیل قائم کریں جس سے دو دلیل ہونے کی جگہ تین دلیلیں قائم ہو جائیں کہ جہاں شقوق واقع ایک ہی ہو سکے وہ ایک ہی دلیل ہوگی اگرچہ شقیں سو ہوں اور جہاں ہر شق واقع ہو سکے اور ہر ایک پر استحالہ ہو وہ ہر شق جدا دلیل ہے۔ درخت کی ایک شاخ سے دو پرند مساوی پرواز کے مساوی مدت تک مثلاً ایک گھنٹہ اُڑے ایک مغرب دوسرا مشرق کو، اگر اُن کی پرواز رفتار زمین کے مساوی ہے

---

[1] یہ اور اُس کے بعد کی دلیل تذکرۂ طوسی و شرح حکمت العین و ہدیہ سعدیہ تک اکثر کتب میں ہیں۔

[2] شرح خضری سے ہدیہ سعیدیہ۔ اسی دلیل سے یوں بھی ثابت کرتے ہیں کہ تیر و طائر و ابر مشرق کو چلتے نہ معلوم ہوں (شرح حکمت العین) اسی سے یوں کہ مشرق کو جاتا مغرب کو چلتا نظر آئے (خضری) اقول بلکہ مشرق کو جانا مغرب کو جانا ہو کہ اتنے تک پرند کی جگہ جو پتھر مشرق کو سرکے یہ جگہ سیکڑوں جگہ نکل جائے گی تو یہ اُس جگہ سے تجاوز کرنا درکنار ہمیشہ اس سے پیچھے ہی رہے گا ۱۲ منہ غفرلہ۔

Marfat.com

گھنٹے میں ایک ہزار چھتیس میل تو غربی اس شاخ سے دو ہزار بہتر میل پر پہنچا کہ جتنا وہ مغرب کو چلا اسی قدر یہ شاخ زمین کے ساتھ مشرق کو گئی اور مشرقی بال بھر بھی شاخ سے جدا نہ ہوا کہ جتنا اُڑتا ہے زمین بھی اُتنی ہی رفتار سے شاخ کو اُس کے ساتھ ساتھ لا رہی ہے حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ مساوی پرواز والے مساوی فصل پاتے ہیں۔

دلیل ۹۲: اگر ان کی پرواز رفتارِ زمین سے زائد ہے مثلاً گھنٹے میں ۱۰۳۷ میل تو غربی ۲۰۷۳ میل مغرب میں پہنچے گا اور اُس کی مساوی پرواز والا مشرقی ۱۰۳۷ میل اُڑ کر صرف ایک ہی میل مشرق کو طے کر سکے گا، یہ بھی بداہتہً باطل و خلافِ مشاہدہ ہے۔

دلیل ۹۳: اگر ان کی پرواز رفتارِ زمین سے کم ہے، مثلاً گھنٹے میں ۱۰۳۵ میل تو غربی تو ۲۰۷۱ میل پر ہو جائیگا اور اس کا ہم پرواز مشرقی جس نے گھنٹہ بھر محنت کر کے ۱۰۳۵ میل مشرق کو طے کئے۔ نتیجہ یہ پائے گا کہ اُلٹا اُس شاخ سے ایک میل مغرب میں گرے گا۔ اُڑا تو مشرق کو اور پہنچا مغرب میں۔ یہ سب سے بڑھ کر باطل اور خلافِ مشاہدہ ہے۔

دلیل ۹۴: جتنی مسافت قطع کریں اس سے صدہا گنا فاصلہ ہو جائے (خضری) یعنی ہر عاقل جانتا ہے کہ مثلاً طائر جس مقام سے جتنا اُڑے وہاں سے اُسے اتنا ہی فاصلہ ہوگا لیکن یہاں اُڑے صرف ایک میل اور فاصلہ ہزار میل سے زائد ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ صورت مذکورہ میں اگر طائروں کی پرواز گھنٹے میں ایک میل ہے تو شرقی ۱۰۳۵ میل مغرب میں پڑے گا اور غربی ۱۰۳۷ میل۔

دلیل ۹۵: موضع انفصال اُس شاخ سے مثلاً شاخِ مذکور سے دونوں کے فاصلے کا مجموعہ اُتنی دیر میں حرکتِ زمین کا دوچند یا زائد یا کچھ خفیف کم ہو (خضری)۔

اقول اوّل اُس حالت میں ہے کہ دونوں پرندوں کی پرواز باہم متساوی ہو۔ اور دوم جب کہ غربی کی پرواز شرقی سے زائد ہو، اور سوم جب کہ عکس ہو۔ اور خفیف اس لئے کہ تیر یا طائر یا گولا عادۃً کوئی زمین کا دسواں حصہ بھی نہیں چلتا اور دونوں طائروں کی پرواز ایک ایک میل لو تو ۱۰۳۵ و ۱۰۳۷ میل پر گرینگے جب کہ ابھی گزرا مجموعہ ۲۰۷۲ کہ گھنٹے میں رفتارِ زمین کا دوچند ہے اور غربی ایک ساعت میں دو میل اُڑے اور شرقی ایک میل تو وہ ۱۰۳۸ میل پر ہوگا اور یہ ۱۰۳۵ پر مجموعہ ۲۰۷۳ میل کہ ضعف سیر زمین کے دوچند سے بھی ایک میل زائد ہے اور شرقی دو میل غربی ایک میل تو وہ ۱۰۳۴ میل پر ہوگا اور یہ ۱۰۳۷ پر مجموعہ ۲۰۷۱ میل کہ ضعف سیر زمین سے ایک ہی میل کم ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اِن پروازوں پہ مجموع فاصلہ ہرگز دو تین میل سے زائد نہیں ہوتا، تو ضرور حرکتِ زمین باطل۔

Marfat.com

دلیل ۹۶ : جو پرند[1] ہم سے جنوب یا شمال کی طرف ہوا میں ہو تیر سے شکار نہ ہو سکے (مفتاح) **اقول** جنوب و شمال کی تخصیص بیکار ہے بلکہ مشرق پر اعتراض اظہر ہے اور استحالے میں یہ زائد کرنا چاہئے کہ یا وہ پرند کہ ہم سے دس گز کے فاصلے پر تھا صدہا گز کے فاصلے پر گرے ۔ بیان اس کا یہ ہے کہ تیر و کمان اٹھانا، تیر جوڑنا، کمان کھینچنا، تیر چھوڑنا اگر دو ہی سیکنڈ میں ہو جائے اور آدمی پرند کو اپنے سے دس گز کے فاصلے پر دیکھ کر یہ افعال کرے تو خود حرکتِ زمین کے سبب اتنی دیر میں وہاں سے ایک ہزار تیرہ گز کے فاصلے پر ہو جائے گا اب اگر اُسی محاذات پر تیر چھوڑا جیسا کہ یہی ہوتا ہے تو تیر سیدھا شمال کو گیا اور جانور شمالی غربی ہے یا سیدھا جنوب کو اور جانور جنوبی غربی یا مشرق کو اور جانور مغرب میں ہو گیا۔ ان تینوں صورتوں میں تیر جانور کی سمت ہی پر نہ گیا اور مشرق میں سب سے بڑھ کر حماقت اور مغرب میں اگرچہ سمت وہی رہی جانور ۱۰۲۳ گز کے فاصلے پر ہو گیا یوں ہی اور اگر اُن تینوں جہات میں تیر چھوڑتے وقت محاذات بدل لی تو اگر جانور مشرق میں تھا اب ہزار گز سے زیادہ مغرب ہو گیا' اور اگر جنوب یا شمال میں تھا تو ایک ہزار تیرہ گز سے کچھ کم فصل پر ہو گا کہ ۱۰۲۵۸۶۳[2] ۶۸۴ کا جذر ہے ، بہرحال اب تیر اس تک کہاں پہنچتا ہے ، اور اگر فرض کیجئے کہ دس گز کے فصل پر آنے سے پہلے یہ سب کام ہوئے تھے یعنی پہلے سے کسی اور وجہ سے تیر کمان میں جوڑا ہوا اور کمان کھینچی ہوئی تھی کہ اس جانور کے لئے ہزار گز فاصلے سے ایسا کرنا نہیں خیر کسی طرح یہ سب کام تیار تھا کہ تیر عین اُس وقت چھوٹا کہ جانور دس گز کے فاصلے پر محاذات میں تھا تو تیر تو ضرور اُس کے لگ جائے گا کہ جانور کی طرح تیر بھی چھوٹ کر حرکتِ زمین کا تابع نہ رہا مگر تیر اُس تک اگر دو ہی سیکنڈ میں پہنچے تو ہم اتنی دیر میں ایک ہزار تیرہ گز مشرق کو چلے جائیں گے اور وہی فاصلے جو صورت دوم میں تیر کو جانور سے تھے ہم کو اُس سے ہو جائیں گے۔ تو اب ہمیں ہزار گز سے زائد پلٹنا چاہئے کہ گرے ہوئے جانور کو پائیں۔ یہ تمام صورتیں لاکھوں بار کے مشاہدہ سے باطل ہیں لہذا حرکتِ زمین باطل۔

دلیل ۹۷ : جو جسم ہوا میں ساکن ہو ہمیں بہت تیزی سے مغرب کی طرف اُڑتا نظر آتا ہے (مفتاح)
اقول طبعیات جدیدہ[3] میں قرار پا چکا ہے کہ ہوا اوپر اٹھنے کی مقاومت کرتی ہے ۔ پرندا اپنے بازو

---

[1] یہ اور اس کے بعد کی دلیل مفتاح الرصد میں ہے ۱۲ منہ غفرلہ
[2] اُس وقت فاصلہ ۱۰ گز تھا اور زمین ۱۰۱۲ ۶۸ گز ہٹی ، یہ دونوں ضلع قائمہ ہوئیں اور اب کہ فاصلہ اُس کا وتر ہے ۱۲ منہ غفرلہ
[3] ط ص ۲۳ ۔۱۲

Marfat.com

مار کر اس مقاومت کو دفع کرتے ہیں۔ یہ زور اگر اس کے وزن اجسام سے زائد ہے اوپر بلند ہوں گے کم ہے نیچے اتریں گے برابر ہے ساکن رہیں گے اور اس کی مثال چنڈول سے دی گئی ہے کہ بارہا پَر کھول کر ہوا میں ساکن محض رہتا ہے۔ اس صورت میں سیدھا جلد گھونسلے میں پہنچتا ہے۔ فرض کیجئے کہ وہ چھ سیکنڈ ٹھہرا اور ہے نیچا اور ہوا بالکل ساکن تو اتنی دیر میں ہم تین ہزار گز سے زیادہ مشرق کو چلے جائیں گے اور وہی تمھارا کہنا کہ ہم اپنی حرکت سے آگاہ نہیں، لہٰذا اُسے جانیں گے کہ تین ہزار گز مغرب کو اُڑ گیا جیسے تیز چلتی ریل میں بیٹھنے والا درختوں کو اپنے خلافِ جہت چلتا دیکھتا ہے لیکن یہ باطل ہے ہم یقیناً ساکن کو ساکن ہی دیکھتے ہیں تو حرکتِ زمین باطل ہے۔

دلیل ۹۸[ا]: پرندکہ اپنے آشیانے سے گز بھر فاصلے پر جانب غرب کسی ستون پر بیٹھا ہے قیامت تک اُڑ کر آشیانے کے پاس نہ آسکے کہ وہ ہر سیکنڈ میں ۵۰۶ گز مشرق کو جا رہا ہے۔ پرند زمین کی نا آ...★... چھوڑ کر اُڑان کہاں سے لائے گا۔

یہ سات دلائل کتب میں ابطال حرکت وضعیہ زمین پر ہیں۔ اسی قبیل ابطال حرکت اینیہ پر بھی ہو سکتی ہیں مثلاً اگر زمین گرد شمس گھومتی ہو۔ فرض کیجئے کہ ا اوج ہے اور ب حضیض اور ہ شمس اور ج ء زمین، مثلاً ج کی طرف ہندوستان ہے

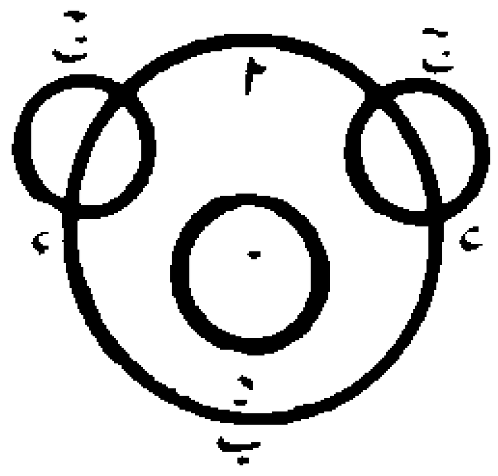

اور ء کی طرف امریکہ، اب اگر زمین اوج کی طرف جا رہی ہے تو ہندوستان والے یا حضیض کی طرف آ رہی ہے تو امریکہ والے کیسی ہی قوی توپ کو سیدھا جانب آسمان کر کے گولا چھوڑیں توپ کے منہ سے بال برابر نہ بڑھ سکے کہ گولا جس سمت جاتا اسی کی طرف اس کے پیچھے زمین آ رہی ہے اور کیسی آ رہی ہے ہر سیکنڈ میں ۱۹ میل اُڑتی ہوئی تو گولا کیونکر اس سے آگے نکل سکتا ہے۔

[ا] یہ دلیل اُسی عنوان پر ہم نے اضافہ کی تھی پھر بعض رسائل کی تصانیف میں نظر آئی پھر اُسے حکمت العین میں اسی طور پر دیکھا کہ مشرقی شہر کی طرف اُڑنے والا پرند اُسے نہ پہنچے نیز یونہی اس کی شرح میں اُس سے پہلے لکھا جس کو ہم نے اپنی تقریر سے رد کر دیا اُس کے بعد شرح حکمت العین میں یہ دلیل یوں نظر آئی کہ ابر یا پرندکہ ساکن ہو ساکن نظر نہ آتے ۱۲ منہ غفرلہ

★ اصل میں اسی طرح تحریر ہے۔ عبدالنعیم عزیزی

Marfat.com

دلیل ۹۹[لہ] : اقول زمین اگر اوج کو جارہی ہے تو امریکہ والے یا حضیض کو آرہی ہے تو ہندوستان والے اپنے سر کی طرف ایک پتھر ۱۶ فٹ تک پھینکیں تو وہ قیامت تک زمین پر نہ اُترے کہ زمین کے خلاف جہت پھینکا ہے جذب زمین ۱۶ فٹ سے ایک سیکنڈ میں اُسے زمین تک لاتا لیکن زمین اتنی دیر میں ۱۹ میل ہٹ جائے گی اور اب ایک سیکنڈ میں ۱۶ فٹ سے بھی کم کھینچ سکے گی کہ زیادت بعد موجب قلت جذب ہے اور اس کی اپنی چال وہی ۱۹ میل رہے گی تو پھر کبھی زمین پر نہیں آسکتا ۔

ان گیارہ[۱۱] دلائل سے کہ سات اگلوں کی رہیں اور اُسی سوال پر چار ہم نے بڑھائے، ہیأت جدیدہ

لہ یہ دلیل ہماری دلیل ۹۹ کا عکس ہے، اُس کے ساتھ اس کا ذہن میں آنا لازم تھا۔ اگلے میں بعض اس کے قائل تھے کہ زمین ہمیشہ اوپر چڑھتی ہے، بعض اس کے کہ ہمیشہ نیچے اترتی ہے اور دونوں میں دو قول ہیں، ایک یہ کہ تنہا زمین، دوسرا یہ کہ اس کے ساتھ آسمان بھی چڑھتا یا اترتا ہے۔ ان مہمل اقوال کی بحث پر ہم نے نظر نہ کی تھی کہ ہمارے مقصود سے خارج تھے پھر شرح مجسطی میں دیکھا کہ بطلیموس نے قول دوم پر دو رد کئے، ایک تضعیف کہ ایسا ہوتا تو آسمان سے جاملتی بلکہ اُسے چیر کر نکل جاتی۔ دوسرے میں استحالہ یہی قائم کیا جو ہماری دلیل ۱۰۰ میں ہے کہ ڈھیلا زمین پر نہ اُتر سکتا تھا مگر اُسے یوں بیان کیا کہ بڑے جسم کا میل زیادہ تو حرکت زیادہ، اور اس پر رد ہوا کہ نیچے اُترنا صرف بر بنائے ثقل نہیں بلکہ جنس کی طرف میل زائد ہے تو ممکن کہ ڈھیلا پیچھے نہ رہے۔ اس پر علامہ قطب شیرازی نے جواب دیا کہ نہ سہی اتنا تو ہوتا کہ پھینکے ہوئے ڈھیلے کی مسافت چڑھنے میں کم ہوتی اور اترنے میں زیادہ کہ جتنی دُور چڑھا اُتنا اُترے، اور اتنی دیر میں زمین جتنی نیچے اُتر گئی اور اُترے۔ شرح قطبی میں اس پر رد کیا کہ ممکن کہ اتنی دیر میں زمین کا اُترنا بہت قلیل ہو کہ فرق محسوس نہیں۔ ظاہر ہے کہ اس ہر دو بات کو ہمارے مبحث سے کچھ علاقہ نہیں۔ یہ دلیل باتباع مجسطی کتاب جونپوری میں بھی مذکور ہوئی جس سے ابطال پر ہماری دلیل ۹۹ تھی۔ بطلیموس نے تو اُسے ابطال ہبوط پر چھوڑا کہ جب اُترنا ہم باطل کر چکے تو چڑھنا بھی باطل کہ ایک طرف سے چڑھنا دُوسری طرف سے اُترنا ہے اور جونپوری نے اس پر ایک اور دلیل دُور از کار دی کہ زمین اُوپر چڑھتی تو ڈھیلے بھی۔ اس لئے کہ طبیعت ایک ہے۔ ہدیہ سعیدیہ نے ایک اور اضافہ کیا کہ بڑا ڈھیلا چھوٹے سے سہل تر اُوپر پھینکا جا سکتا ہے کہ خود اُس میں اوپر کا میل زیادہ ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ میل طبعی پر مبنی ہیں جسے مخالف نہیں مانتا۔ ہمارے دلائل مستحکم وصاف ناقابل خلاف ہیں ۱۲ منہ غفرلہ۔

Marfat.com

کی طرف سے دو جواب ہوئے:

جواب اوّل ہوا و دریا زمین کے ساتھ ساتھ اور جو کچھ ان میں ہوں ان کی طبیعت سے سب ایسے ہی متحرک ہیں، لہذا پتھر کو اوپر پھینکا جائے تو موضع رمی کی محاذات نہیں چھوڑتا۔ دو پرند کہ مشرق و مغرب کو اڑیں شاخ سے صرف اپنی حرکتِ ذاتیہ سے جدا ہوں گے زمین کی حرکت اُن میں فرق نہ ڈالے گی کہ ہوا اُن کو زمین کے ساتھ ساتھ لا رہی ہے تو نہ مشرقی ساکن رہے گا نہ مغربی زیادہ اُڑے گا، نہ مشرقی مغرب کو گرے گا، نہ پرواز سے زائد فاصلہ ہوگا، نہ فاصلوں کا مجموعہ اُن کی ذاتی حرکتوں سے زیادہ ہوگا۔

اقول اور مغربی کا اپنی چال سے مغرب کو اور زمین و ہوا کے اتباع سے مشرق کو جانا کچھ بعید نہیں کہ اول حرکت قسریہ ہے اور دوسری عرضیہ۔ جیسے کشتی مشرق کو جاتی ہو اور اس میں کسی ڈھال پر کر مغرب کی طرف ہو پانی ڈالو اپنی چال سے مغرب کو جائے گا اور شک نہیں کہ اسی حالت میں کشتی اسے مشرق کی طرف لئے جاتی ہوگی۔ مثلاً فرض کرو کنارے پر کسی درخت کے محاذ پر پانی بہایا کہ گز بھر مغرب کو بہا اور اتنی دیر میں کشتی چار گز مشرق کو بڑھی تو پانی محاذاتِ شجر سے تین گز دور ہوگا اور کشتی ساکن رہتی یہ پیڑ سے گز بھر مغرب کو ہوجاتا یہ ساکن رہتا اور کشتی چلتی تو چار گز مشرق کو ہوتا مگر یہ گز بھر مغرب کو ہٹا اور کشتی چار گز مشرق کو۔ لہذا یہ تین ہی گز مشرق کو ہوا۔ یونہی پرند کو ہوا زمین کے ساتھ چلا رہی ہے تو اس پہلی محاذات اور اسی دس گز کے فاصلے پر رہے گا اگر خود کسی کی طرف حرکت نہ کرے جو ہوا میں ساکن ہے یوں ساکن ہے کہ اپنی ذاتی حرکت نہیں رکھتا ہوا کے ساتھ حرکت عرضیہ سے زمین کے برابر جا رہا ہے جیسے جالس سفینہ ساکن ہے اور کشتی کے ساتھ متحرک[۹]۔ پرندے آشیانہ اسی ہاتھ بھر کے فاصلہ پر ہوگا کہ اسے درخت اور اسے ہوا زمین کے ساتھ لئے جاتے ہیں۔

زمین گولے کو نہ پکڑے گی کہ جس ہوا میں گولا ہے وہ اسے بھی زمین کے آگے آگے اسی ایک سیکنڈ میں ۱۹ میل کی چال سے لئے جاتی ہے تو اس میں زمین کے مساوی ہوا اور قوتِ دفع سے جتنا دُور جانا تھا گیا۔ پتھر سے زمین اپنی چال سے دور نہ ہوگی کہ اسی چال سے اسی طرف اُسے ہوا لئے جاتی ہے تو ۱۶ ہی فٹ کے فاصلے پر رہے گا اور جذب زمین سے ایک سیکنڈ میں زمین سے ملے گا۔ اس کا دفع ۵ وجہ سے لیا گیا جن میں سے ہمارے نزدیک دو صحیح ہیں۔

مبنار بیان تین باتیں خیال کی گئیں:

(۱) آب و ہوا کا باتباع زمین حرکت عرضیہ کرنا۔

(۲) ہوا و آب میں جو کچھ ہو اس کا ان کی طبیعت سے متحرک بالعرض ہونا۔

(۳) ان حرکات کا زمین کی حرکت ذاتیہ کے مساوی رہنا جس کے سبب اشیاء میں فاصلہ و

---

[۹] الہدیۃ السعیدیۃ الفن الثالث فی العنصریات ابطال المذہب الثالث فی حرکت الارض قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۹۴، ۹۸

Marfat.com

مقابلہ بحال رہے۔

ظاہر ہے کہ جواز جتنی باتوں پر مبنی ہو اُن میں سے ہر ایک کا بطلان اُس کے بُطلان کو بس ہے نہ کہ جب سب باطل ہوں، لہذا ان تینوں بِنائے کے لحاظ سے اُس پر رَد کئے گئے

دفع اوّل کہ دفع اول ہے۔ آپ ہوا زمین کو حاوی ہیں اور خود بارہا مستقل حرکت مختلف جہات کو کرتے ہیں تو ملازم ارض نہیں اور جو حادی ملازم محوی نہ ہو اس کی حرکت سے اس کی حرکت بالعرض لازم نہیں۔

اقول اوّلاً نہ یہاں حاوی ومحوی سے تفرقہ نہ دوسری مستقل حرکت سے خلل۔ مدار کار اُس تعلق پر ہے جس کے سبب ایک کی حرکت دُوسری کی طرف منسوب ہو۔ کپڑے انسان کو حاوی نہیں اور ہوا سے دامن ہلتے ہیں یہ اُن کی مستقل حرکت ہے بعینہٖ بلا شبہہ وہ انسان کی حرکت سے متحرک بالعرض ہے اور علا ہم مستدل ہیں ہمیں عدمِ لزوم کافی نہیں لزومِ عدم چاہئے، مخالف علا کو جواز بس ہے مگر یہ کہیں کہ حقیقتاً مخالف مدعی

علا قال فی الهدیة السعیدیة بعد ذکر مزعوم الفرنج من حرکت الارض بالاستدارة هذا الرأی ایضا باطل بوجوه[1] ۱۲ منه

ہدیۃ السعیدیہ میں فرنج کے اس زعم کو ذکر کرنے کے بعد کہ زمین کی حرکت مستدیرہ ہے کہا یہ رائے بھی کئی وجوہ سے باطل ہے ۱۲ منہ (ت)

علا خود ہدیہ سعیدیہ میں مخالف کی طرف سے تقریر جواب میں ہے:

یجوز ان یکون مایتصل بالارض من الهواء یشایعها[2]

ممکن ہے کہ زمین سے متصل جو ہوا ہے وہ اُسے ساتھ لئے جاتی ہو۔ (ت)

شرح تذکرہ طوسی للعلامۃ الخضری میں ہے کہ:

لاینفع المستدل لان تجویز مشایعة الهواء للارض کافیة لتزیف الدلیلین[3]

یہ مستدل کو نفع نہیں دیتا کیونکہ زمین کیلئے ہوا کی مشایعت کو جائز قرار دینا دونوں دلیلوں کی کھوٹ ظاہر کرنے کیلئے کافی ہے۔ (ت)

حکمۃ العین میں ہے:

الملازمة ممنوعة لجواز عن الهواء

ملازمہ ممنوع ہے کیونکہ ممکن ہے کہ (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] الهدیة السعیدیة ابطال المذهب الثانی فی حرکت الارض قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۸۴

[2] " " " " " " " " " " "

[3] شرح التذکرة النصیریة للخضری

Marfat.com

حرکت ارض ہے اور یہم مانع اور یہ کہ صورت دلائل میں پیش کیا منع کی سند ہیں۔

اقول اس میں نظر ہے یہ ملازمتیں[1] کہ زمین متحرک ہوتی تو یہ امور واقع ہوتے ان میں ضرور یہم مدعی ہیں یہ کیا کہنے کی بات ہوسکتی ہے کہ زمین متحرک ہوتی تو ممکن تھا کہ پتھر مغرب کو گرتا، ہاں ممکن تھا، پھر کیا ہوا اور اگر اس سے قطع نظر بھی ہو تو حاوی وغیر ملازم کی قیدیں اب بھی بے وجہ ہے۔ اگر محوی مطلقاً اور حاوی ملازم کو حرکت رفیق سے متحرک بالعرض لازم ہوتا توان قیود کی حاجت ہوتی مگر ہرگز انھیں بھی لازم نہیں۔ دو چکر ایک دوسرے کے اندر ہوں اگر ان میں ایسا تعلق نہیں کہ ایک کی حرکت دوسرے کو دفع کرے تو جسے گھمائیے صرف وہی گھومے گا اگرچہ ان میں کوئی دوسری حرکت مستقلہ رکھتا ہو دولاب یا چرخی کی حرکت سے اُن کے اندر کا لوہا یا لکڑی جس پر وہ گھومتے ہیں نہیں گھومتے۔ شاید غیر ملازم کی قید اس لحاظ سے ہو کہ جب ملازم ہو آپ ہی اس کی حرکت سے متحرک ہوگا۔

اقول ملازمت جسم للجسم ملازمت وضع بلوضع کو مستلزم نہیں اور غالباً حاوی کی قید فلکیات میں مزعوم فلاسفۂ یونان کے تحفظ کو ہو کہ کب تدویر کا تابع ہے۔ تدویر حامل کی حامل ممثل کا ممثل فلک الافلاک کا ہر ایک دوسرے کی حرکت سے متحرک بالعرض ہے اور خود اپنی حرکت ذاتیہ جُدا رکھتا ہے۔

اقول ہمارے نزدیک تو افلاک متحرک ہی نہیں جیسا کہ بعونہ تعالٰی خاتمہ میں مذکور ہوگا نہ برخلاف خود اصول فلسفہ مثل بساطت، فلک تداویر وحوامل جاننے کی حاجت اور ہو تو عند التحقیق یہ حرکتیں ہرگز عرضیہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

یشایعھا کالارض للفلک[1] — ہوا اسکی مشایعت کررہی ہو جیسے زمین فلک کیلئے۔ (ت)

شرح مجسطی للعلامۃ عبد العلی میں ہے،

لم لایجوز ان یتحرک الھواء بمثل حرکۃ الارض[2] ۱۲ منہ غفرلہ — کیوں جائز نہیں کہ ہوا زمین کی حرکت کی مثل حرکت کرے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] اس کی غایت توجیہ دفع پنجم میں آتی ہے ۱۲ منہ غفرلہ

---

[1] حکمت العین

[2] شرح مجسطی للعلامۃ عبد العلی

Marfat.com

نہیں۔ حرکتِ عرضیہ میں متحرک بالعرض خود ساکن ہوتا ہے دوسرے کی حرکت اس کی طرف منسوب ہوتی ہے جیسے جالس سفینہ بلکہ بند گاڑی میں بھرا غلہ، اور یہاں یہ افلاک و اجزاء خود اُسی حرکت یومیہ سے متحرک ہیں اگرچہ اُن کے تحرک کا باعث فلک الافلاک کا تحرک ہو۔ فلک البروج اگر منتقل نہ ہوں تو کواکب و درجات برج کا طلوع و غروب کیونکر ہوتا تو یقیناً انتقال اُن[1] کے ساتھ بھی قائم ہے اگرچہ اُس کے حصول میں دوسرا واسطہ ہوتا تو یہ حرکت ذاتیہ بذریعہ واسطہ ہوئی، جیسے ہاتھ کی جنبش سے کنجی کی گردش، نہ کہ عرضیہ جس[2] میں انتقال اس کے

---

[1] خود ہدیہ سعیدیہ میں ہے:

وفی الحرکۃ الوضعیۃ کالکرۃ المحویۃ الملتصقۃ بکرۃ حاویۃ متحرکۃ علی الاستدارۃ اذا کانت بین الکرتین علاقۃ التصاق توجب حرکۃ احدٰھما بحرکۃ الاخرٰی و من ھٰذا القبیل اتصاف الافلاک المحویۃ بالحرکۃ الیومیۃ التی ھی حرکۃ الفلک الاطلس بالذات[1] اھ ۱۲

حرکت عرضیہ کی پہلی قسم کی مثال حرکت وضعیہ میں یُوں سمجھیں کہ ایک کُرہ محوی ہو اور ایک کرہ حاوی ہو، اور حاوی کُرہ حرکتِ مستدیرہ کررہا ہو اُن کے درمیان ایسا کنکشن ہو کہ ایک حرکت کرے تو دوسرا لازماً حرکت کرے (دوسرے کُرہ کی حرکت عرضیہ ہوگی) جن افلاک کا احاطہ کیا گیا ان کا حرکت یومیہ کے ساتھ متصف ہونا اسی قبیلے سے ہے، حرکتِ یومیہ وُہ فلک اطلس کی حرکت بالذات ہے اھ ۱۲ (ت)

[2] خود ہدیہ سعیدیہ میں ہے:

مایوصف بالحرکۃ امّا ان یکون الانتقال قائما بغیرہ وینسب الیہ لاجل علاقۃ لہ مع ذٰلک الغیر فحرکۃ عرضیۃ[2] اھ اقول من ھٰھنا ظھران فی قول الھدیۃ السعیدیۃ فی بیان انحاء الحرکۃ العرضیۃ لکن

جو چیز حرکت کے ساتھ موصوف ہے (اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ) انتقال کسی دوسری چیز کے ساتھ قائم ہے، لیکن انتقال کی نسبت پہلی چیز کی طرف اس لئے کی جاتی ہے کہ اس کا تعلق اس غیر کے ساتھ ہے تو یہ حرکت عرضیہ ہے۔

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] الہدیۃ السعیدیۃ فصل الحرکۃ اما ذاتیۃ او عرضیۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۵۱

[2] " " " " " " " ص ۴۸

Marfat.com

ساتھ قائم ہی نہیں دوسرے کے علاقہ سے اس کی طرف منسوب ہوتا ہے۔

وثانیًا **اقول** وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) ہماری رائے میں حق یہ ہے کہ حرکتِ وضعیہ میں عرضیہ کی کوئی تصویر پایۂ ثبوت تک نہ پہنچی۔ جب تک ما بالعرض ما بالذات کے ثخن میں ایسا نہ ہو کہ اس کی حرکتِ وضعیہ سے اس کا اینِ موہوم بدلے۔ این موہوم سے یہاں ہماری مراد وہ فضا ہے کہ ما بالذات کو محیط ہے۔ ظاہر ہے کہ حامل کو جو فضا حاوی ہے تصویر کے ثخن حامل میں ہے، اُس فضا کے ایک حصے میں ہے جب حامل حرکت وضعیہ کرے گا ضرار تدویر اُس حصّہ فضا سے دوسرے حصّے میں آئیگی تو اگرچہ خود ساکن محض ہو ضرور اُس کی حرکتِ وضعیہ سے اس کی وضع بدلے گی کہ اینِ موہوم بدلا اگرچہ اینِ محقق برقرار ہے بخلاف حامل یا خارج المرکز کہ اگر دونوں متمم کو ایک جسم مانیں تو یہ اس کے ثخن میں ضرار ہے مگر اُن کی گردش سے اس کا این موہوم نہ بدلے گا تو ان کی حرکت سے یہ متحرک بالعرض نہ ہوگا۔ جونپوری کے شمس بازغہ[1] میں زعم کہ اگر یہ اس کے ساتھ نہ پھرے تو اُسے حرکت سے روک دے گا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

لا یتحرک ھو بنفسہ و مثلہ بما مرمن الافلاک ان کان النفی منصبا علی القید کان حرکۃ المفتاح بحرکۃ الید و کل حرکۃ قسریۃ بل و ارادیۃ داخلۃ فی الحرکۃ العرضیۃ و ھو کما تری و ان انصب علی نفس المقید لا قید نفسہ صح ولم یصح جعل حرکۃ الافلاک منہ بل ھی ان کانت فقسریۃ وھم انما یھربون عنھا الی ادعاء العرضیۃ لانہ لا قاسر عندھم فی الافلاک ۱۲ منہ۔

میں کہتا ہوں: اس جگہ سے ظاہر ہوگیا کہ حرکت عرضیہ کی قسمیں بیان کرتے ہوئے ہدیہ سعیدیہ (ص ۱۵) میں جو کہا ہے: لکن لا یتحرک ھو بنفسہ (کسی مقولے میں حرکت عرضیہ کا موصوف اس لائق ہے کہ اس مقولے میں حرکت سے متصف ہو لیکن وہ خود متحرک نہیں ہوتا) اور اس سے پہلے اس کی مثال افلاک سے دی ہے، سوال یہ ہے کہ یہ نفی کس پر وارد ہے؟ (۱) اگر قید پر وارد ہے (تو معنٰی یہ ہو کہ وہ موصوف حرکت تو کرتا ہے لیکن بنفسہ حرکت نہیں کرتا) تو ہاتھ کی حرکت سے چابی کی حرکت اور ہر قسری حرکت بلکہ حرکت ارادیہ بھی حرکت عرضیہ میں داخل ہوگی اور یہ باطل ہے جس طرح آپ دیکھ رہے ہیں، اور اگر (۲) نفی مقید پر وارد ہے نہ کہ "فی نفسہ" کی قید پر، تو یہ صحیح ہے، لیکن افلاک کی حرکت کو اس قبیلے سے قرار دینا صحیح نہیں ہوگا، بلکہ اگر یہ حرکت موجود ہوتی تو قسری ہوگی اور فلاسفہ اسی حرکت قسریہ سے بھاگتے ہیں اور حرکت کے عرضی ہونے کا دعوٰی کرتے ہیں، کیونکہ ان کے نزدیک افلاک میں کوئی قاسر نہیں ہے۔

(ترجمہ) محمد عبدالحکیم شرف قادری

[1] ص ۱۵۸ ۱۲

Marfat.com

دو وجہ سے محض بے معنیٰ ہے؛

(۱) نہ یہ اس کی راہ میں واقع ہے نہ اس میں جڑا ہوا ہے کہ بے اپنے اُسے نہ چلنے دے۔

(۲) اور اگر بالفرض راہ روکے ہوئے ہے تو گھومنے سے کھول دے گا۔

حرکتِ وضعیہ سے کوئی گنجائش پیدا نہیں ہوسکتی اگر یہ ان میں چسپاں بھی ہو تو اُن کے گھومنے سے ضرور گھومے گا۔ مگر یہ انتقال بالذات اسے بھی عارض ہوگا اگرچہ دوسرے کے علاقہ سے ہو۔ عرضی نہ ہوگا بلکہ ذاتی۔ عرضی صورت کے سوا وضعیہ میں عرضیہ کی کوئی تصویر ثابت نہیں ومن ادعٰی فعلیہ البیان (جو دعویٰ کرے بیان کرنا اسی کے ذمّہ ہے۔ ت) افلاک میں فلاسفہ کا محض ادعٰی ہے اس لئے کہ اُن میں فاسر سے بھاگتے ہیں۔ مشایعت میں ساتھ ساتھ چلنا ہے نہ یہ کہ ایک ساکن محض رہے دوسرے کی حرکت اس کی طرف منسوب ہو۔

چکروں کا بیان ابھی گزرا تو عرضیہ میں فریقین کی بحث خارج از محل ہے۔ ابن سینا پھر جونپوری[۱] مذکور نے زعم کیا کہ فلک کی مشایعت میں کُرہ نار کی حرکت عرضیہ اس لئے ہے کہ ہر جزءِ نار نے اپنے محاذی کے جزءِ فلک کو گویا اپنا مکان طبعی سمجھ رکھا ہے اور بے شعوری کے باعث یہ خبر نہیں کہ اگر اسے چھوڑے تو اُسے دوسرا جزء بھی ایسا ہی اقرب و محاذی مل جائے گا۔ ناچار بالطبع اُس کا ملازم ہوگیا ہے، لہٰذا جب وہ بڑھتا ہے یہ بھی بڑھتا ہے کہ اُس کا ساتھ نہ چھوٹے اور اس پر اعتراض ہُوا کہ فلک ثوابت فلک اطلس کے سبب کیوں متحرک بالعرض ہے؛ اس کے اجزاء نے تو اس کے اجزاء کو نہیں پکڑا کہ خود جدا حرکت رکھتا ہے۔ اس کا جواب دیا کہ اُس کے اقطاب نے اپنے محاذی اجزاء کی ملازمت کرلی ہے اور وہ اُس کے اقطاب پر نہیں، لہٰذا اُن اجزاء کی حرکت سے اس کے قطب گھومتے ہیں، لاجرم سارا کُرہ گھوم جاتا ہے۔

اقول یہ شیخ چلّی کی سی کہانیاں اگر مسلم بھی مان لیں تو عاقل بننے والوں نے اتنا نہ سوچا کہ جب نارد فلک البروج کی یہ حرکت اپنے اُس مکان کی حفاظت کو ہے تو اس کی اپنی ذاتی حرکت ہوئی یا عرضیہ۔

و **ثالثاً** مخالف کو یہاں عرضیہ ماننے کی حاجت ہی نہیں اُس کے نزدیک آب و ہوا و خاک سب کُرہ واحدہ ہیں اور حرکتِ واحدہ سے متحرک۔

دفع دوم کہ اول کا رَدّ دوم ہے۔ پانی اور وُہ ہوا کہ جو زمین پر ہے کیوں اس کی متابعت کرنے لگی کہ وہ زمین سے متصل نہیں اور دریائے متحرک بالعرض سے اُس کا اتصال اُسے متحرک بالعرض نہ کردے گا، ورنہ تمام عالم زمین کی حرکت سے متحرک بالعرض ہوجائے کہ اتصال در اتصال سب کو ہے۔ اب لازم کہ جہاز سے جو پتھر پھینکیں اُوپر کو تو وہ جہاز میں لوٹ کر نہ آئے بلکہ مغرب کو گرے کہ دریا زمین کی حرکت سے

---

[۱] ص ۱۵۱

متحرک بالعرض ہے، جہاز اُس کے ساتھ مغرب کو جائے گا لیکن پتھراب جہاز پر نہیں ہوا میں ہے اور ہوا متحرک بالعرض نہیں، تو جب تک پتھر نیچے آئے جہاز کہیں کا کہیں نکل جائے گا۔

اقول اوّلاً فلک الافلاک سے متصل تو صرف فلک ثوابت ہے۔ تمہارے نزدیک اس کی حرکتِ عرضیہ سات زینے اتر کر فلک قمر تک کیسے گئی۔

ثانیاً وہی کہ مجموع کرہ واحدہ ہے تو سب خود متحرک۔

دفع سوم کہ دوم کا رَدِّ اول ہے، جو جسم کہ دوسرے کو اٹھا سکے اُس کا اس پر قرار ہو سکے اسکی حرکت سے اسکی حرکت بالعرض ممکن ہے، اور جب[علہ] یہ اس پر ٹھہر ہی نہ سکے وُہ اسے سنبھال ہی نہ سکے تو اس کی طبیعت اسے کب ہوئی کہ اس کی حرکت سے متحرک ہو، یہ قطعاً بدیہی بات ہے اور اس کا انکار مکابرہ۔

دفع چہارم کہ دوم کا رَدِّ دوم ہے، جسے علامہ قطب الدین شیرازی نے تحفہ شاہیہ میں ذکر فرمایا کہ ہوا اگر حرکتِ مستدیرۂ ارض سے بالعرض متحرک ہو بھی جب بھی چھوٹے پتھر پر بڑے سے اثر زائد ہوگا کہ جسم جتنا بھاری ہوگا دوسرے کی تحریک کا اثر کم قبول کرے گا تو ان ساتوں (یعنی ۱۱) دلائل میں ہم ایک بار ہلکے ایک بار بھاری اجسام دکھائیں گے اُن میں تو فرق ہونا چاہئے مثلاً ایک پَر اور ایک پتھر اوپر پھینکیں تو چاہئے

علہ بے شک معقول بات ہے اسے ہدیہ سعیدیہ سے پہلے مفتاح الرصد نے لیا مگر شطرنج میں بغلہ اور طنبور میں نغمہ زائد کیا جس نے اسے فاسد کر دیا کہتا ہے:

تحریک ہوا مر اجسام را بسبیل عرضیت اصلاً ممکن نیست زیرا کہ حرکت متصور نمی شود مگر وقتے کہ جسم متحرک بالعرض در جسم متحرک بالذات طبعاً یا قسراً مستقر شود و مشتغل بحرکت طبعی نباشد و ہر گاہ بحرکت طبعی مشتغل باشد چگونہ حرکت عرضی صورت بندد اھ۔

ہوا کا اجسام کو بطور عرضیت حرکت دینا بالکل ممکن نہیں کیونکہ حرکت اُس وقت تک متصور نہیں ہوتی جب تک جسم متحرک بالعرض جسم متحرک بالذات میں طبعاً یا قسراً مستقر نہ ہو جائے اور حرکت طبعی کے ساتھ بھی مشتغل نہ ہو اور جب حرکت طبعی کے ساتھ مشتغل ہوگا تو حرکت عرضی کی صورت کیونکر اختیار کرے گا اھ۔ (ت)

اقول اوّلاً اس چگونہ کا حال اُس پانی سے واضح ہو گیا جسے چلتی کشتی کے اندر کسی ڈھال پر ڈالا۔

ثانیاً ہوا جن اجسام کو اٹھا سکتی ہے جیسے بخار و دخانِ بخار، حرکتِ ہوا سے ان کی حرکت مستنکر نہیں تو سلب کلی بے جا ہے۔ ۱۲ منہ غفرلہ

علہ پھر میرک بخاری نے شرح حکمۃ العین میں ان کا اتباع کیا ۱۲

Marfat.com

کہ پَر تو وہیں آکر گرے کہ ہوا کی حرکتِ عرضیہ کا پورا اثر لے گا اور پتھر وہاں نہ آئے مغرب کو گرے کہ ہوا پورا ساتھ نہ دے گا حالانکہ اس کا عکس ہے پتھر وہیں آتا ہے اور پَر بدل بھی جاتا ہے ۔ مخالف کی طرف سے علامہ عبد العلی نے شرح مجسطی میں اس کے تین جوابات نقل کئے :

(۱) مشایعت فرض کرکے مشایعت سے انکار عجیب ہے ۔

مشایعت ہوا کی فرض کی ہے نہ کہ پتھر کی ۔ اعتراض عجیب ہے (۲) شرح مجسطی میں کہا یوں جواب ہوسکتا ہے

علہ فی شرح حکمة العین لا مشایعة ههنا والا لما وقع الحجران[1] الخ وفی شرح المجسطی قال صاحب التحفة لو تحرك الهواء بمثل تلك الحرکة لزم ان لا یقع الحجران[2] الخ اقول وهذا الکلام یحتمل ان یکون ابطالا لمشایعة الهواء للارض بانه لو شایعها لزم الخلف وح یرد علیه الایراد الاول لا شك ویحتمل ان یکون انکارا لمشایعة الحجر للهواء بعد تسلیم مشایعة الهواء ای لئن شایعها الهواء لا یشایعه الحجر وح لا ورود له وعلی الاول حمله العلامة الخضری حیث قال ما قال صاحب التحفة فی ابطال مشایعة الهواء للارض انه لو کان مشایعتها لها لما وقع الحجران[3] الخ وحمله علی الثانی وهو الصواب فان اختلاف الاثر فی الحجرین انما یقدح فی مشایعتهما للهواء ۔

شرح حکمۃ العین میں ہے کہ یہاں کوئی مشایعت نہیں ورنہ دونوں پتھر نہ گرتے الخ شرح مجسطی میں ہے صاحبِ تحفہ نے کہا کہ اگر ہوا اسکی حرکت کی مثل حرکت کرتی تو لازم آتا کہ دونوں پتھر نہ گریں الخ ، میں کہتا ہوں یہ کلام زمین کے لئے ہوا کی مشایعت کے ابطال کا احتمال رکھتا ہے کہ اگر ہوا اس کی مشایع ہوتی تو خلف لازم آتا ۔ اس صورت میں اس پر بلاشک اعتراض اوّل وارد ہوگا ، اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ کلام مشایعتِ ہوا کو تسلیم کرنے کے بعد ہوا کیلئے پتھر کی مشایعت کے انکار کے لئے ہو یعنی اگر ہوا زمین کے مشایع ہے تو پتھر ہوا کے مشائع نہ ہوگا ۔ اس صورت میں کوئی اعتراض وارد نہ ہوگا ۔ علامہ خضری نے اس کو احتمالِ اول پر محمول کیا کیونکہ اس نے فرمایا : صاحبِ تحفہ نے زمین کے لئے مشایعتِ ہوا کے ابطال سے متعلق جو کہا ہے کہ اگر ہوا زمین کے مشایع ہوتی تو دونوں پتھر نہ گرتے الخ اور اس نے اسے احتمالِ ثانی پر محمول کیا ہے اور یہی درست ہے کیونکہ دونوں پتھروں میں اختلاف اثر ہوا کیلئے ان دونوں کی مشایعت میں قدح کرتا ہے (ت)

یہ جواب فاضل خضری نے شرح تذکرہ میں دیا ہے اور جونپوری نے اسے برقرار رکھا ۱۲ منہ غفرلہ ۔

---

[1] شرح حکمۃ العین [2] شرح المجسطی [3] شرح التذکرۃ النصیریۃ للخضری

Marfat.com

مقصود تحفہ انکار مشایعت حجر ہے بلکہ وہ متحرک ہوگا تو قسر ہوا سے کہ ہوا تو یوں مشایع زمین ہوئی کہ اس کا مقعر ملازم ارض ہے، حجر کو ہوا سے ایسا علاقہ نہیں۔

اقول اولاً تضعیف جواب بے وجہ ہے۔

ثانیاً یہ زیادت زائد و ناموجہ ہے۔

ملازمت مقعر کیا مفید مشایعت ہے ورنہ افلاک تک مشایع ہوں اور اگر یہ مقصود کہ ہوا میں یہ علاقہ منشاء شبہہ ہے، حجر میں تو اتنا بھی نہیں۔

اقول وہاں تو ایک سطح سے مس ہے اور یہاں جملہ اطراف سے احاطہ، دو بڑے چھوٹے پتھروں پر اثر کا فرق تو تجربہ سے کھلے اور وہ یہاں متعذر کہ بڑا پتھر اوپر پھینکا جائے گا اور چھوٹا اپنی حرکت میں ہوا کے سبب پریشان ہو جائے گا۔ علامہ نے کہا مثلاً سیر بھر کا پتھر ہوا سے مشوش نہ ہوگا اور تین سیر کا اوپر پھینک سکتا ہے۔

اقول وُہ جواب ہی فراہم ہے اولاً اوپر سے تو گرا سکتے ہیں ثانیاً خود فرق کیا کہ چھوٹا ہوا سے مشوش ہوگا نہ بڑا یہی تو منشاء دفع تھا کہ اُن پر اثر یکساں نہ ہوگا ثالثاً قبول اثر تحریک میں صغیر و کبیر کا تفاوت حکم عقل ہے محتاج تجربہ نہیں۔

(۳) بڑے چھوٹے پر اثر کا فرق حرکت قسریہ میں ہے، عرضیہ میں سب برابر رہتے ہیں۔ کشتی میں ہاتھی اور بلّی برابر راستہ قطع کریں گے۔ علامہ نے کہا مصرح ہو چکا ہے کہ ایک کی حرکت سے دوسرے کی حرکت عرضیہ صرف اس وقت ہے کہ یہ اُس کا مثل جزء ہو یا وہ اس کا مکان طبعی حجر کو ہوا سے دونوں تعلق نہیں تو ہوا کی حرکت اگرچہ عرضیہ ہو پتھر کو قسراً ہی حرکت دے گی اور یہ ممتنع نہیں، جیسے جالس سفینہ کا کسی شے کو قسر متحرک بالعرض دوسرے کو اور حرکت قسریہ دے سکتا ہے اور اسی حرکت عرضیہ سے بھی قسر کر سکتا ہے جبکہ اینیہ ہو۔ جیسے جالس سفینہ کی محاذات میں کسی درخت کی شاخیں آئیں اس کے صدمے سے ہٹ جائیں گی۔ ہر حرکت اینیہ میں دفع ہے لیکن حرکت وضعیہ میں دفع نہیں، جس کی تحقیق ہم زیادات فضلیہ میں کرینگے، تو قیاس مع الفارق ہے۔ ہدیہ سعیدیہ میں اس سوم پر یوں رَد کیا کہ عرضیہ میں بھی تساوی مسلّم نہیں۔ بہتے دریا میں لٹھا اور چھوٹی لکڑی ڈال دو لکڑی زیادہ بہے گی۔

اقول یہاں نری عرضیہ نہیں، قسریہ بھی ہے کہ پیچھے سے آنے والی موجیں آگے کو دفع کرتی ہیں جیسے لکڑی لٹھے سے زیادہ قبول کرتی ہے۔

دفع پنجم دوم کا رَد سوم اشیاء کی ہوا میں چسپاں ہونا بدیہی ورنہ کوئی پرندا اُڑ نہ سکتا ابر آگے

Marfat.com

بڑھ نہ سکتا اور جب چپاں نہیں تو کیا محال ہے کہ ہوا انھیں چھوڑ جائے اوپر پھینکا ہوا پتھر مغرب کو گرے وغیرہ استحالات (تحریر مجسطی) یہ جواب ضعیف ہے۔ محال نہ ہونے سے وقوع لازم نہیں فلک الا فلاک کی حرکت بھی تو بے حرکت دیگر افلاک محال نہیں مگر کبھی بے ان کے واقع نہیں ہوتی (شرح مجسطی)۔

اقول افلاک کی حرکت عرضیہ ہونے کا رَد اُوپر گزرا۔ طوسی اتنا سفیہہ نہ تھا کہ سوال پر سوال جواز کے مقابل جواز پیش کرتا۔ مقصود یہ ہے کہ امورِ عادیہ کا خلاف بلاوجہ وجیہہ محض شاید ولیکن سے نہیں مانا جاتا۔ عادت یہ ہے کہ جو شئے دوسری سے ضعیف علاقہ رکھتی ہو حرکت میں ہمیشہ اس کی ملازم نہیں رہتی بلکہ غالب چھوٹ جانا ہی ہے۔ تنکوں کو دیکھتے ہیں کہ ہوا انھیں اڑاتی ہے، کچھ دُور چل کر گر جاتے ہیں۔ پھر پتھروں کا کیا ذکر، لیکن کبھی اس کے خلاف نہیں ہوتا۔ جب سے عالم آباد ہے کبھی نہ سُنا گیا کہ پتھر پھینکا اوپر ہوا اور گرا ہو ہزاروں گز مغرب میں، اسی طرح باقی استحالے۔ اب کبھی ہوا تو تاریخیں اس سے بھری ہوتیں۔ یہ ہر خلافِ عادت دوام محض امکان کی بنا پر نہیں ہو سکتا اگر وجوب نہیں تو ضرور بحکم عادت اس کا خلاف بھی تھا بلکہ وہی اکثر ہوتا۔ اور اگر وجوب ہے تو وہ یوں ہی مقصود کہ پتھر ہوا میں چپاں ہو اور اس کا بطلان بدیہی۔ یہ اس تقریر کی غایت توجیہ ہے۔ اور اگر چپاں ہونے سے ہوا میں استقرار مراد لیا جائے تو بیشک صحیح ہے مگر اس وقت وہی دفع سوم ہے۔

دفع ششم سوم کا رَد کہ ہوا نہایت نرم و لطیف ہے۔ ادنیٰ اثر سے اس کے اجزا متفرق ہو جاتے ہیں۔ تو اگر وہ حرکت عرضیہ کرے بھی تو ضرور نہیں کہ زمین کے ساتھ ہی رہے تو جو اس وقت ہوا میں کسی موضع زمین کے محاذی ہے۔ کچھ دیر کے بعد کیونکر اس موضع کا محاذی ہی رہے گا۔

اقول سوم کی طرح یہ دفع بھی صحیح ہے فقط۔ اوّلاً حرکت سے عرضیہ کی قید ترک کرنی چاہئے کہ اعتراض نہ ہو کہ ان سے نزدیک ہوا کی یہ حرکت ذاتیہ ہے۔

ثانیاً ضرور نہیں کہ جگہ یہ کہنا چاہئے کہ ساتھ نہ رہے گی کہ وہ مستدل و مانع کی بحث پیش نہ آئے، اور خود آخر میں کہا کیونکر محاذی رہے گا' نہ یہ کہ محاذی رہنا ضرور نہ ہوگا۔ اگر کہئے ساتھ نہ رہے گی' کیا ثبوت۔

اقول عقلِ سلیم و مشاہدہ دونوں شاہد اور خود ہیأت[1] جدیدہ کو تسلیم ہے کہ کثیف منجمد کے اجزا حرکت

---

[1] ص ۱۱۵ "اگر تم کسی جسم سیال کو ہلاؤ تو اس کی ہمواری میں خلل انداز ہو گے" قاعدہ کلیہ ہے اور متن میں جزئیات کی تصریحیں آتی ہیں ۱۲ غفرلہ۔

Marfat.com

ہیں برقرار رہتے ہیں جب تک اتنی قوی ہو کہ تفرق اتصال کر ڈے اور لطیف سیال کے اجزاء ادنیٰ حرکت معتدبہا سے متفرق ہوجاتے ہیں ہرگز اس نظام پر نہیں رہتے تو اتنی سخت قوی حرکت سے ہوا و آب کا منتشر ہوجانا لازم تھا نہ یہ کہ ہر جزء جس جزء ارض کا محاذی تھا اس کے ساتھ رہے گویا وہ نہایت سخت جسم ہے جسے دوسرے سخت میں مضبوط میخوں سے جڑ دیا ہے۔ ان بیانوںؒ سے ظاہر ہُوا کہ وہ حرکت عرضیہ اشیا باتباع آب و ہوا کا عذر جس پر ہیأت جدیدہ کے اس گھروندے کی بناء ہے دو وجہ صحیح سے پادر ہوا ہے۔

واقول اگر کچھ نہ ہوتا تو خود ہیأت جدیدہ نے اپنے دونوں مبنیٰ باطل ہونے کی صاف شہادتیں دیں

ؒ یہ فصل سوم تمام وکمال لکھ لینے کے بعد جبکہ فصل چہارم شروع کرنے کا ارادہ تھا ولدا عز مولوی حسنین رضا خاں سلمہٗ کے پاس سے شرح حکمۃ العین ملی اس میں دو دفع اور نظر آئے کہ دونوں رَدِّ اوّل ہیں۔ صاحبِ کتاب نے انھیں نقل کر کے رَد کیا وہ یہ ہیں:

دفع ہفتم ہوا اس حرکت سے متحرک ہو تو ہمیں اس کی یہ حرکت محسوس ہو، رد یہ جب ہو کہ ہم اسی حرکت سے متحرک نہ ہوں کشتی جتنی تیزی سے چلے۔ قطعًا وہ ہوا کہ اس میں بھری ہے اتنی تیزی سے اس کے ساتھ جاری ہے مگر کشتی نشین کو محسوس نہیں ہوتی یعنی جبکہ ہوا ساکن ہو اپنی حرکت ذاتیہ سے متحرک نہ ہو۔

دفع ہشتم ابر و ہوا مغرب کو حرکت کرتے محسوس نہ ہوں، خصوصًا جبکہ چال نرم ہو بلکہ مغرب کو ان کی حرکت محال ہو کہ اتنا قوی شدید جھونکا انھیں مغرب کو پھینک رہا ہے۔

رَد ہوا کی کسی حرکت عرضیہ سے متحرک ہونا اس کے خلاف جہت میں ہے جسم کی نرم حرکت ذاتیہ اس شخص کا مانع نہیں ہوتا ورنہ سوارِ کشتی جہتِ کشتی کے خلاف نہ چل سکے کہ اندر کی ہوا سے حرکت میں بہت تیز ہے نہ وہ اس نرم حرکت کے احساس کو منع کرتا ہے اور نہ پتھر کہ کشتی کی ہوا میں خلافِ جہت پھینکیں چلتا نہ معلوم ہو نہ پنکھے کی ہوا محسوس جب کہ جہتِ خلاف کو جھلیں۔

اقول یہ دونوں دفع وہی زیادات فضلیہ میں کہ عنقریب آتی ہیں جن کو ہم نے ہدیہ سعیدیہ کی طبعزاد خیال کیا تھا، دفع ہفتم بعینہٖ دلیل ۱۰۵ ہے اور ہشتم کے دونوں حصے دلیل ۱۰۱ و ۱۰۲، باقی دونوں بھی انھیں پر متفرع ہیں، تو وہ پانچ ہیں یا انھیں دونوں سے ماخوذ ہیں یا تو اردھوا اور ہم وہاں تحقیق کرینگے اگرچہ یہ دلیلیں جس طرح قائم کی گئیں ضرور ساقط ہیں مگر ان کا، اور توجیہ وجیہ ہے جس سے شرح حکمۃ العین کے رَد مردود۔ فانتظر ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

اس کے مزعوم کی بناء دو باتوں پر ہے، آب و ہوا کی حرکت مستدیرہ کا حرکتِ زمین کے مساوی ہونا اور جو اشیاء ان میں ہوں ....

ان کا اس حرکت میں ملازم آب و ہوا رہنا دونوں کا بطلان اس نے خود ظاہر کر دیا۔

اولاً تصریح کی جاتی کہ خطِ استوا کی ہوا زمین کے برابر حرکت نہیں کر سکتی، مغرب کی طرف زمین سے پیچھے رہ جاتی ہے (ع۱۹)۔

ثانیاً یہ کہ ہوائیں جو قطبین سے تعدیل کے لئے آتی ہیں خطِ استوا کے برابر نہیں چل سکتیں، ناچار اُن کا رُخ بدل جاتا ہے (ع۱۱)۔

ثالثاً یہ کہ جامد زمین محور پر گھومتی تو اُوپر کا پانی قطبین کو چھوڑ دیتا اور خطِ استوا پر اس کا انبار ہو جاتا (ع۲۰)۔

رابعاً یہ کہ زمین ابتدا میں سیال تھی لہٰذا حرکت سے کُرہ کی شکل پر نہ رہی۔ قطبین پر چپٹی اور خطِ استوا پر اُونچی ہو گئی (ع۲۱)۔

خامساً فصل چہارم میں ہیأت جدیدہ کے شبہات حرکتِ ارض کے بیان میں آتا ہے کہ لیکن جو جنوباً شمالاً متحرک ہوا اسی سطح پر حرکت کرتا رہے گا اور زمین اس کے نیچے دَورہ کرے گی۔ وہ زمین کے ساتھ دائر نہ ہوگا تو ثابت ہُوا کہ نہ ہوا و آب زمین کے ملازم رہتے ہیں نہ ان میں جو اجسام ہیں ان کے تو دونوں مبنیٰ باطل اور حرکت عرضیہ کا عذر زائل۔

جواب دوم

ہیأت جدیدہ نے جب حرکت عرضیہ میں اپنی امان نہ پائی ناچار ایک .... اُو ادعائے[1] باطل پر آئی کہ جو جسم کسی متحرک جسم میں ہو اس کی حرکت اسی قدر ان میں بھی بھر جاتی ہے یہاں تک کہ اس کی حرکت تھمنے پر بھی بلکہ اس سے جُدا ہو کر بھی اس میں باقی رہتی ہے۔

اقول یعنی پتھر ہوا میں بالعرض متحرک نہیں بلکہ یہ گھنٹے میں ہزار میل سے زیادہ مشرق کو بھاگے اور ایک منٹ میں گیارہ سو میل سے زائد اوپر چڑھنے کا سودا خود پتھر کے سر میں پیدا ہو گیا ہے۔ انصاف! اِوا!

---

[1] یہ ادعا مفتاح الرصد میں نقل کیا اور ع۱ حدائق میں بھی اس کی طرف میل ہوا اور نظارۂ عالم ع۲۱، ۲۲ میں اس پر بہت زور دیا جو مثالیں ہم کسی کتاب کی طرف نسبت نہ کریں وہ اسی سے ہیں ۱۲ منہ غفرلہ۔

Marfat.com

کیا اس سے عجیب تر بات زائد سُنی ہو گی۔ مخالف آداب مناظرہ سے ناواقف اس پر دلیل دینے سے عاجز ہے ناچار چھ مثالوں سے اس کا ثبوت دینا چاہتا ہے۔ ہم ہر مثال کے ساتھ بالائی کلمہ تبرعًا ذکر کریں جس کی حاجت نہیں، پھر بتوفیقہٖ تعالیٰ جامع وقامع رَد بیان کریں، وہ مثالیں یہ ہیں ؛

"(۱) شیشہ پانی سے بھر کر جہاز کے مستول میں باندھیں، دُوسرا اس کے نیچے رکھیں، حرکتِ جہاز سے پانی کے جو قطرے اوپر کے شیشے سے چھلکیں گے نیچے کے شیشے سے باہر نہ گریں گے (حدائق[ع۱]) یعنی اس کا یہی سبب ہے کہ جہاز کی حرکت ان قطروں میں بھی پیدا ہو گئی ہے یہ خود بھی اسی قدر سفینہ کے ساتھ متحرک ہیں لہٰذا محاذات نہیں چھوڑتے۔ اس کے لفظ مثال دوم میں یہ ہیں ؛

در حرکت سفینہ مشارک بودہ پائے ستون می افتد[۱]	کشتی کی حرکت میں مشارک ہو کر ستون کے پاس گرتا ہے (ت)

اس سے ظاہر وہی ہے جو اور جدیدہ والوں نے تصریح کی کہ خود اس جسم میں وُہ حرکت پیدا ہو جاتی ہے، اور اگر عرضیہ سے یعنی جہاز کی حرکت سے مستول تک ہوا اور ہوا کی حرکت سے یہ قطرے بالعرض متحرک ہیں تو قطع نظر اس سے کہ مستول تک ہوا کی حرکت عرضیہ کیونکر پہنچی ہو گی تو اتنی ہوا کہ جو جہاز میں بھرتی ہے اس کے جواب کو وہی بس ہے کہ پانی کی یہی بوند اگر ہوا میں حرکت عرضیہ سے بالعرض متحرک ہوتی تو سُو من کے پتھر کا اس پر قیاس کیونکر صحیح جسے ہَوا کسی طرح سنبھالنا درکنار سہارا تک نہیں دے سکتی۔ مفتاح الرصد میں اس پر تین رَد ہیں،

یکم مضمر کہ بفرض وتسلیم اگر ایسا ہو بھی، **اقول** یعنی کون سا مشاہدہ اس پر شاہد ہے کہ قطرے اس سے باہر نہیں گرتے تو منزل پر کھڑے ہوا ور زمین پر شیشہ رکھ کر اپنے ہاتھ میں کٹورے کو جنبش دو کہ قطرے چھلکیں ہرگز اس کی ذمہ داری نہیں دے سکتے کہ شیشے ہی میں گریں گے بلکہ اکثر باہر ہی جائیں گے، یہ ان لوگوں کی عادت ہے کہ اپنے تخیلات کو مشاہدات وتجربات کے رنگ میں دکھاتے ہیں۔

دوم : جو ہوا جہاز کو حرکت دیتی ہے ان قطروں کو بھی دے گی۔ **اقول** یعنی دُخانی جہازوں پر بھی ہوا کی مدد ہے اگر اس سمت کی نہ ہو پردے باندھ کر کی جاتی ہے۔

سوم : اُوپر کا شیشہ جہاز میں بندھا ہوا ہے، اس کی حرکت سے اسی طرف جھٹکا کھاتا ہے اس کا جھٹکا ان چھلکتے قطروں کو اسی سمت متوجہ کرتا ہے اور اپنی پہلی محاذات پر نہیں گرنے دیتا، ہاتھ پانی میں بھر کر ایک طرف کو جھٹکو تو قطرے جھٹکے کی طرف جائیں گے نہ کہ جس جگہ ہاتھ سے جدا ہوئے اس کی محاذات میں

[ع۱] صـ۱۶۷ ۱۲ [۱] حدائق

سیدھے اُتریں۔

اقول رَدِ چہارم مثال دوم میں آتا ہے :

(۲) مستول سے پتھر گراؤ تو سیدھا اس کے پاس گرے گا حالانکہ جب تک وہ اوپر سے نیچے آئے کشتی کتنی سرک گئی، لیکن یہ حرکت کشتی کا شریک ہو کر محاذات نہ چھوڑے گا (حدائق) ۔

اقول سارا مدار خیال بندیوں پر ہے، ضرور یہ مستول پر چڑھے اور وہاں سے پتھر پھینکے اور ان خط عمود پر اُترنا آزما چکے وہ پتھر کتنے بھاری تھے، ہوا کی کیا حالت تھی کہ کس رُخ کی تھی، جہاز کتنی چال سے جا رہا تھا سمت کیا تھی، مستولوں کی بلندی کتنی تھی، اور جہاز کی حرکت سے کتنی بلندی تک ہوا متحرک ہوتی ہے، تم کتنا بڑا پتھر لے کر یہاں تک چڑھے تھے، دونوں ہاتھوں میں سیدھا محاذات پر رکھ کر آہستہ چھوڑ دیا تھا یا پھینکا تھا اُس وقت ہاتھ نے کدھر کو حرکت کی تھی، پتھر جہاں گرا وہیں جم گیا تھا یا اُچھلا تھا، اس حد کا کیا ثبوت ہے۔ ان سوالوں کے جواب سے حقیقت کھل جائے گی یا معلوم ہو جائے گا کہ قطرے شیشہ ہی میں گرنے کی طرح خواب دیکھا تھا بعونہٖ تعالےٰ دلائل قطعیہ ابھی آتے ہیں جن کے بعد آنکھ کھل جائے گی تو کچھ نہ تھا (نمبر ۱۲) پھر فصل دوم رد ۳۰ تا ۳۶ میں دیکھ چکے کہ یہ لوگ کیسی صریح باطل بات کو مشاہدہ کے سر تھوپ دیتے ہیں اور اس سے بڑھ کر اس کی نظیر فصل چہارم میں آتی ہے۔ اِن شاء اللہ تعالیٰ فصل چہارم میں انھیں لوگوں کا زعم آتا ہے کہ بڑے یورپین مہندسوں نے تجربے کئے ہیں کہ پتھر بلندی سے پھینکو تو سیدھا وہاں نہیں گرتا بلکہ مشرق سے ہٹ کر، اب یہاں یہ ادعا کہ مستول سے پتھر پھینکو تو وہیں گرتا ہے۔ پتھر تو پتھر ہے قطرہ جو مستول کی شیشی سے چھلکے سیدھا نیچے کی شیشی میں آتا ہے۔ یہاں زمین کی حرکت کو بھول گئے۔ غرض زبان کے آگے بارہ ہل چلتے ہیں جو چاہا کہہ ڈالا اور مشاہدے کے سر مارا۔

(۳) گھوڑا یا گاڑی چلتے چلتے دفعۃً تھم جائے تو سوار کا سر آگے جھک جاتا ہے، کشتی جب کنارے پر لگتی ہے بیٹھنے والے نہ سنبھلیں تو مُنہ کے بل گر پڑیں، اس کا سبب یہی ہے کہ ان سواریوں کی حرکت سواروں میں بھی اتنی ہی ہو گئی تھی وہ تھمیں اور ان میں حرکت باقی تھی جس کا اثر یہ ہوا۔

اقول اوّلاً کشتی ساحل سے نہ ٹکرائے یا گھوڑا یا گاڑی آہستہ چلتے ہوں اور دفعۃً ٹھہر جائیں یا تیز چلتے ہوں، اور بتدریج ٹھہریں تو کچھ بھی نہیں ہوتا، کیوں نہیں ہوتا؟ کیا اب حرکت نہ بھری تھی، اس کی وجہ محض جھٹکا لگنا ہے نہ یہ۔

ثانیاً بارہ کا مشاہدہ ہے کہ دفعۃً ریل کے اسٹیشن سے چل دینے میں آدمی نہ سنبھلے تو گر پڑے اس وقت کونسی حرکت بھری تھی، سبب وہی جھٹکا ہے۔

(۴) جس ظرف میں پانی بھرا ہو تھوڑا ہلا کر یکایک روک لو پانی ہلتا رہے گا کہ وہ حرکت ہنوز اس میں بھری ہے۔

اقول اولاً آٹا بھرا ہو تو وہ کیوں نہیں ہلتا رہتا۔ حرکت جب پتھر میں بھر جاتی ہے آٹے میں کیوں نہ بھری!

ثانیاً پانی لطیف ہے اس ہلانے کے صدمہ نے بالذات اسے حرکت دی اور اس کے اجزاء کی تماسک کم ہونے کے باعث دیر تک رہی نہ یہ کہ ظرف کی حرکت اس میں بھر گئی۔ کچھ بھی عقل کی کہتے ہو!

(۵) انگریز نٹ زمین میں دو لکڑیاں گاڑ کر ان میں اتنی اونچی رسّی باندھتا ہے کہ گھوڑا نیچے سے نکل جائے، پھر گھوڑے پر کھڑے ہو کر گیند اُچھالتا گھوڑا دوڑاتا ہے، اسی کے قریب آکر گھوڑا نیچے سے اور سوار گیند اُچھالتا اُوپر سے اُچھل کر پھر گھوڑے پر آجاتا ہے، اس کا یہی سبب ہے کہ گھوڑے کی حرکت سوار اور سوار کی گیند میں برابر موجود تھی۔ صرف اسے اچھلنے کی حرکت اور کرنی ہوئی۔

اقول اولاً نٹ یا بھان متی کے کرتبوں سے جو محسوس ہو اس سے استدلال تمہارا ہی کام ہے اس کے سب اسباب خفیہ ہوتے ہیں۔

ثانیاً گھوڑے کی پیٹھ ختمِ گردن سے پٹھوں تک ڈیڑھ گز۔ فرض کیجئے اگر رسّی پشتِ اسپ سے بارہ گرہ اونچی ہے اور نٹ گھوڑے کی گردن کے پاس کھڑا ہے، تو جتنی دیر میں گھوڑے کی پیٹھ رسّی کے نیچے سے گزرے گی اتنی دیر میں نٹ رسّی کے اوپر گھوڑے کے اُوپر آجائے گا، اور اگر بارہ گرہ سے کم اونچی ہے تو اور آسانی ہے، اور اگر زائد ہی ہو بہر حال نٹ کے قد سے ضرور کم ہوگی ورنہ اچھلنا نہ پڑتا تو غایت یہ کہ اتنی خفیف مسافت میں اسی نسبت سے نٹ کی اُچھال گھوڑے کی چال سے زائد ہو، یہ کیا محال ہے، خصوصاً سدھائے ہوئے گھوڑے کو تھپکی دے کر اس کا اُچھلنا اتنی دیر گھوڑے کے جھجکنے کو کافی ہے۔

اور اگر یہ نہ مانو اور وہی صورت بتاؤ جس میں اس کے جانے آنے کی مسافت گز راسپ کی مسافت سے بہت زائد ہو جائے اور جو توجیہ ہم نے کی اس کی گنجائش نہ رہے تو اور بھی بہتر کہ تمھارا استناد خود ابتر۔ تم نٹ میں گھوڑے کی چال تو بھر ہی رہے تو پھر اس سے کتنے ہی گز زائد کہاں سے آگئی، مثلاً رسّی دو گز اونچے پر اور یہ اُس کے متصل آکر اُچھلا پھر پشتِ اسپ کے اسی حصے پر آگیا جہاں تھا تو گھوڑے نے اتنی دیر میں صرف رسّی کا عرض طے کیا جسے انگل بھر رکھ لیجئے، اور نٹ اتنی ہی دیر میں ایک سو ترانوے انگل طے کر آیا۔

Marfat.com

۹۶ جاتے ۹۶ آتے اور ایک انگل رہتی، تو نٹ کا ہے کو ہے وہ انجن ہے جس میں ۱۹۲ گھوڑوں کا زور ہے جب ۱۹۲ زور اور کہیں سے آگئے تو وہ بچا ہوا ایک اور کہیں سے نہیں آسکتا۔ اس گھوڑے ہی کا بھرنا کیا ضرور ہے!

رہی گیند تو وہ نٹ کے اپنے ہاتھ کا کھیل ہے۔ اڑتے جانور پر بندوق چلانے والا پہلے اندازہ کرلیتا ہے کہ اتنی دیر میں کہاں تک اُڑ کر جائے گا۔

(۶) باقی حال نارنگی میں آتا ہے، چلتی ریل میں نارنگی اچھالیں، ہاتھ میں آتی ہے حالانکہ اس کے چڑھنے اترنے کی دیر میں ہم کچھ آگے بڑھ گئے۔ معلوم ہوا کہ نارنگی میں ریل کی چال بھری ہے وہ اسے محاذات سے الگ نہیں ہونے دیتی۔

اقول یہ خیال تو صریح محال ہے کہ جسم واحد وقتِ واحد میں بذاتِ خود دو جہت مختلف کو دو حرکت اینیہ کرے۔ لاجرم نارنگی میں اگر دو حرکتیں جمع ہوتیں ترچھے خط پر چڑھتی اور ترچھے[1] ہی پر اُترتی مثلاً ریل ا سے ب کی طرف جارہی ہے ا پر تم ہو تم نے نارنگی اچھالی، یہ حرکت اسے ج کی طرف لے جاتی لیکن ریل کی حرکت جو اس میں بھری ہے اس سے وہ ب کی طرف جانا چاہتی ہے اور دونوں زور باہم متضاد نہیں کہ ایک آگے کھینچے دوسرا پیچھے، تو اگر دونوں زور مساوی ہوں حرکت اصلاً نہ ہو ورنہ صرف غالب کی طرف جائے یہاں ایسا نہیں بلکہ دو جہتیں مختلف ہیں نہ متضاد، لہذا نارنگی دونوں کا اثر قبول کرتی اور اب وہ نہ ج کی طرف جاتی نہ ب کی طرف کہ یہ تو ایک ہی کا اثر ہوا، لاجرم دونوں کے بیچ میں ء کی طرف گزرتی جیسے تم زمین میں کہتے ہو کہ شمس نے اپنی طرف کھینچا اور نافریت نے قائمہ کے دوسرے ضلع پر، لہذا وہ نہ اِدھر آئی نہ اُدھر گئی بلکہ بیچ میں ہو کر نکل گئی (ء ہ) پھر جب ء پر پہنچی اور رمی کی تاثیر ضرور ہوتی۔ میل طبعی یا تمہارے طور پر جذب زمین اسے خط ء ہ پر لانا چاہتا لیکن ریل کی حرکت جو اس میں بھری ہے اس سے خط ء س پر جانا چاہتی تو اب بھی دونوں کے بیچ میں خط ء ح پر اُترتی اور اتنی دیر میں تم ا سے ح تک پہنچے نارنگی ہاتھ میں آگئی، یوں ان دو حرکتوں کا اجتماع ہو سکتا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ہرگز نارنگی اپنے صعود

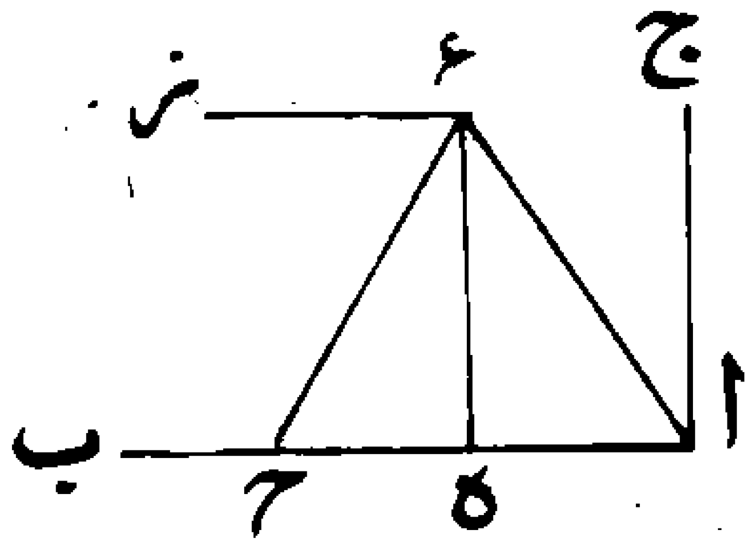

---

[1] واقع میں یہ خط نہ مستقیم ہوتا نہ قوس بلکہ چھوٹے چھوٹے مستقیموں کا مجموعہ شبیہ بہ قوس جیسا کہ حرکتِ زمین میں گزرا مگر اتنے چھوٹے خطوں میں قلت تفاوت کے سبب انھیں قوسین کی جگہ ساقین لیا جیسے قوس صغیرہ وتر میں تفاوت نہیں لیتے ۱۲ منہ غفرلہ۔

Marfat.com

نزول میں مثلث ا ء ح نہیں بناتی سیدھی چڑھتی اُترتی ہے یا کچھ انحراف ہو تو نہ اس پابندی سے کہ آگے ہی کی طرف مائل چڑھے اور وہاں سے اور آگے کی جانب مائل اترے، اگر کہئے ہوتا یہی ہے مگر انحراف خفیف ہے لہذا محسوس نہیں ہوتا **اقول** ہرگز خفیف نہیں بہت کثیر ہے۔ فرض کیجئے نارنگی اتنی قوت سے اچھالی کہ گز بھر اُوپر جائے، اور اُس کے آنے جانے میں ایک ہی سیکنڈ صرف ہو اور ریل فی ساعت ۳۰ میل جا رہی ہے تو ایک سیکنڈ میں ۴۵ فٹ کے قریب یعنی ۴۴ء۶ فٹ بڑھ جائے گی، اب مثلث ا ء ح میں قاعدہ ا ح ۴۵ فٹ اور عمود ء ھ ۳ فٹ، تو دونوں زاویے ا ح ء ۲۱ درجے ۴۸ دقیقے ہوئے تو زاویہ ح ا ء ۶۸ درجے ۱۲ دقیقے ہوا یعنی نارنگی کا زمین فصل چہارم سے بھی کم ہوا اور انسان کے چہرے سے فاصلہ تین حصّے سے بھی زائد ہے۔

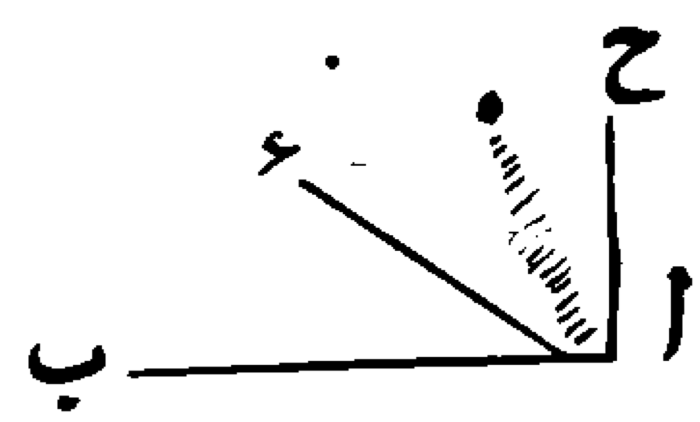

خط ا ح ہے اور نارنگی خط ا ء پر گئی، کیا اتنے عظیم جھکاؤ کو کوئی سلیم الحواس سیدھا ح کی طرف جانا سمجھ سکتا ہے، تم کہ عرضیہ سے بھاگے اور خود نارنگی میں ریل کی حرکت بھری، اس میں دو ذاتیہ اینیہ حرکتوں کے اجتماع پر بند کریں اس اشکال کا حل تمہارے ذمے ہے سر سے بلند حرکت پر اگر یہ عذر نکل سکتا کہ ریل کی حرکت میں نارنگی اور آدمی دونوں برابر شریک ہیں لہذا وہ ہر وقت سر کے محاذی ہی رہی اور خط منحرف کو مستقیم گمان کیا مگر یہ صورت کہ نیچے ہاتھ رکھ کر گز بھر اچھالی، وہاں یہ عذر کیونکر چلے گا، بعض نے اس مثال میں جہاز لیا کہ نارنگی دُور پھینک سکے، اور کہا اپنی پوری طاقت سے اچھالی اور ہاتھ میں آتی ہے۔

اقول اولاً یہ تو اور بھی آسان ہے خط عمود پر پھینکنا صرف اس صورت میں ہوسکتا ہے کہ ہاتھ سیدھا رکھ کر اوپر اس طرح جنبش دو کہ ہاتھ کسی جانب اصلاً میل نہ کرے یہ بہت خفیف حرکت ہوگی پوری قوت سے اوپر پھینکنا ہمیشہ خود ہی خط منحرف پر ہوگا۔ جہاز جدھر جارہا ہے اس کے خلاف طرف مُنہ کرکے پوری قوت ہاتھ کے کامل جھٹکے سے پھینک کر دیکھو نارنگی کدھر جاتی ہے۔

ثانیاً اگر بالفرض ہاتھ خطِ مستقیم پر دُور پھینک سکے تو پہنچتا نہیں ہے کہ ہوا اسے مستقیم نہیں رکھتی۔ آتشبازی کا بتاسا یا ناڑی نہ خط مستقیم پر رہیں نہ اسی خط پر عود کریں یہ تو بہت قوی قوت سے خط عمود ہی پر پھینکے

۱؎ مثلث مستقیم الاضلاع میں:

ء ھ : ا ھ :: ظل ا : ع

= ۰۶۶ ظل زاویہ ا ہوا مقدار زاویہ ۲۱ ۴۸ - ۱۲ منہ غفرلہ

۲؎ ط ص ۲۱۵

گئے تھے ان کو کس نے ترچھا کیا، اس میں کس کی حرکت بھر دی تھی۔ یونہی زمین پر بندوق سیدھی رکھ کر فائر کرو کیا گولی اُتر کر نالی میں آجائے گی۔ یہ بدیہی باتیں ہیں پھر ان کے انحراف کی کوئی سمت نہیں۔ یونہی جہاز سے بقوتِ تمام پھینکی نارنگی اگر آگے ہی کی طرف بقدر مناسب منحرف ہوئی ہاتھ میں آجائے گی ورنہ بتاسے اور ناڑی گولی کی طرح وُہ بھی کہیں کی کہیں جائے گی اور کھل جائے گا کہ مسطول کے پتھر کی طرح یہ بھی تمھارا خواب تھا۔ جہاز کے شیشوں کی طرح یہاں مباحث اور بھی ہیں مگر ہم جامع اعتراضات کریں جو سب مثالوں کے رَد کو بس ہوں۔

فاقول اولاً جتنی مثالیں ہم نے دیں سب میں حرکت اینیہ میں قوتِ دفع ہے، دیکھو دلیل (۸۷) تو ہر دفع مدفوع میں حرکت واحد کا میل ہوا ہے جس سے پھینکا ہوا پتھر متحرک ہوا ہے یہ حرکت جس طرح اب مزاحم کو دفع کرتی ہے اس کا متعلق بھی اس کے اثر سے محفوظ نہیں ہوتا۔ گھوڑے کی سواری میں رگ رگ ہل جاتی ہے، گاڑی میں ہال لگتی ہے، جہاز میں غیر عادی کا سر گھومتا ہے غشیان ہوتا ہے۔ بالفرض اگر وہ استعداد بوجہ شدتِ حرکت اس حد کو پہنچے کہ حرکت تھمنے یا جُدا ہونے کے بعد کچھ رنگ لائے چنداں عجب نہیں۔ بعدات اس لئے کہ ظہور راز بعد عدم معدیت پتھر اس وقت متحرک ہوتا ہے جب ہاتھ کی وہ حرکت تھم جاتی ہے اور پتھر اس سے جُدا ہو جاتا ہے۔ ہوا و آب کی حرکتِ وضعیہ دوبارہ دفع کا اس پر قیاس نہیں ہو سکتا۔ حرکتِ وضعیہ عین ذاتیہ ہو خواہ عرضیہ اس کی تحقیق زیادات فضلیہ پر کلام میں آتی ہے۔ قوتِ دفع نہیں اس میں کسی طرف کو بڑھتا نہیں کہ راہ میں جو پڑے اُسے دفع کرے وہ اپنی راہ میں خود ہی ہے دوسرا اگر اس کے ثخن میں اس طرح ہے کہ سب طرف سے اسے جرم کرہ سے اتصال ہے۔ جیسے کرۂ آب و ہوا میں ہوتا ہے تو اگر کرہ اسے اُٹھا سکتا ہے وہ اس میں اُٹھا ہوا چلا جائے گا، خود اس میں نام کو جنبش نہ ہو گی ورنہ گر پڑے گا تو عظیم پتھر کہ ہوا کے اندر رہے جسے ہوا ایک آن کو بھی سہارا تک نہیں دے سکتی ہے محال عقل ہے کہ ساکن وقت میں جس وقت پتا بھی نہیں ہلتا ہوا اس سَو من کی سِل کو اپنی گود میں لے کر گھنٹے میں ہزار میل سے زیادہ اُڑ جائے، جب حرکتِ مستدیرہ پر اسے جو متحرک ثخن میں اسے بر وجہ مذکور ہو اصلاً جنبش نہیں دیتی تو وہ اثر کیا ہے جو پتھر کے سر میں بھر جائے گا اور بداہۃً محال ہے کہ پتھر خود بخود ہزاروں میل اُڑنے لگے۔ لاجرم مثالیں ہوئیں اور زمین کی حرکت باطل، اور اگر کہو کہ نہیں بلکہ حرکتِ مستدیرہ بھی دھکا دیتی ہے اور جو اس کے ثخن میں ہوا اسے بھی، یا نمبر ۲۲ میں ہماری تحقیق سے اخذ کردہ یہ حرکت وضعیہ نہیں بلکہ حرکات متوالیہ کا مجموعہ تو چشمِ ما روشن دلِ ما شاد حرکت زمین و ہوا کا بوجوہ نہیں پر خاتمہ ہو گیا۔

ہفتم: ذرا سی آندھی جس کی چال گھنٹے میں تیس چالیس ہی میل ہو بڑے سے بڑے پیڑوں کو جڑ سے اکھاڑ دیتی ہے، قلعوں کو ہلا دیتی ہے۔ یہ آٹھ پہر کی اتنی عظیم شدید آندھی گھنٹے میں ۱۰۳۶ میل

Marfat.com

اڑنے والی کیا کچھ قہر نہ ڈھاتی ، انسان وحیوان کی کیا جان ہے پہاڑوں کو سلامت نہ رکھتی ۔

دوم تا نہم : یونہی وہ آٹھ پہاڑ کہ تین دلیل (۸۷ تا ۸۹) تھے اور پانچ زیاداتِ فضلیہ میں آئے ہیں باطل ہو سکتے ہیں اور باطل ہوں گے ۔

دہم : اب کہ پتھر وغیرہ کی حرکت بھی تم نے عرضیہ نہ رکھی قسریہ ٹھہری اس دفع چہارم سے مفر نہ رہی کہ حرکت قسریہ میں ضرور ضعیف وقوی پر اثر کا تفاوت لازم ، اگر اثر صرف رکنے قابل تو من بھر کے پتھر کو کون ساتھ لائے گا ۔ اور اگر من بھر کے پتھر کو منٹ میں ۲۰ میل پھینکا تو ماشہ بھر پتھر کو کے ہزار میل ، پھر مساوات کیسے رہ سکتی ہے ۔ بہرحال ثابت ہوا زمین کی حرکت باطل ہے ۔

ثانیاً یہ کلمہ تمہاری باگ ڈھیلی ڈالنے سے تھا اب باگ کری کریں ، جب کسی جسم میں حرکت بھر جاتی ہے اس کے بعد اس قوت کے پھر ختم ہونے تک وہ محرک کا محتاج نہیں رہتا نہ حل نکلنے پر دفعۃً اپنی میل طبعی یا جذبِ زمین سے گر جاتا ہے بلکہ یہاں تک کہ قوت رفتہ رفتہ ضعیف ہوتی اور بالآخر میل یا جذب اس پر غالب آتا ہے پھینکے ہوئے پتھر سے دونوں باتیں واضح ہیں اگر خود اجسام میں ان حرکات کی بھر جاتی تو چلتی کشتی میں جو پتھر اس میں کوک بھری ہوئی ہے چاہیے کہ کشتی ٹھہرنے پر بھی یہ سب کچھ دیر تک چلتے رہیں برتن صندوق وغیرہ میں رکھے ہیں چند سیکنڈ تو آگے سرکیں کشتی معاذاللہ دفعۃً ٹوٹ جائے تو آدمی کچھ دور تو کشتی کی چال چلیں ، ریل میں بیچ کا تختہ ٹوٹ جائے تو فوراً نیچے نہ جائیں بلکہ کچھ دور چل کر میل یا جذب کا اثر لیں ، گھوڑا اگر جائے جب بھی وہ منٹ کچھ دیر ہوا پر گھوڑے کی دوڑ اُڑے کہ جب تک حرکت بھری ہے جذب سے متاثر نہ ہوگا ۔ جہاز رکنے پر وہ قطرے کہ شیشے میں گر رہے تھے اب جہت حرکت کی طرف آگے کریں بلکہ ان کے اترنے میں جہاز رک جائے تو یہاں تک سیدھے آتے آتے فوراً آگے بڑھ جائیں کہ نیچے کا شیشہ ٹھہر گیا اور ان میں ابھی کوک باقی ہے ۔ یونہی جہاز رکتے ہی مستول سے پتھر پھینکیں تو اب اس کے نیچے نہ گرے بلکہ آگے بڑھ کر اور اس کے گرتے جہاز روک لیں تو آدھے رستے سے فوراً سمت بدل دے نیز چلتی گاڑی میں جس کی پشت گھوڑوں کی طرف ہے ۔ دفعۃً رکنے پر ان کے سر آگے کو نہ جھکیں بلکہ سرین پیچھے کو سرکیں کہ ان میں ادھر کی کنجی دی ہوئی ہے ۔ ریل رکتے ہی نارنگی اچھالیں تو اب ہاتھ میں نہ آئے آگے بڑھ کر گرے ۔ دس یہ ہیں صدہا اور ۔ کتنے استحالے تم پر پڑے ۔

ثالثاً پتھر کہ زمین پر رکھا اس کے ساتھ گھوم رہا ہے اس کی یہ حرکت وضعیہ نہیں کہ وہ کرہ نہ اپنے محور پر گھومتا ہے اور خود اس میں حرکت بھری ہے جس کا مقتضیٰ آگے بڑھتا اور دائرۂ زمین کو قطع کرتا ہے اگرچہ کچھ دیر کو ہوا و زمین رک جائیں پتھر جب بھی چلے گا تم کہہ چکے کہ محرک کے رکنے پر بھی اس کی حرکت باقی رہتی ہے

Marfat.com

تو اس کے حق میں ضرور اینیہ ہے یہ بات اور ہے کہ زمین و ہوا بھی اس کے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں جس سے آئین نہیں بدلتا یہ یوں نہیں کہ وہ آئین بدلنا نہیں چاہتا بلکہ یوں ہے کہ آئین اس کا پیچھا نہیں چھوڑتا غرض شک نہیں کہ دائرۂ زمین پر اس کی حرکت ایسی ہی ہے جیسے مجموعۂ کرۂ زمین و دیگر سیارات کے اپنے مدار پر کہ قطعاً اینیہ ہے اور حرکت اینیہ اپنے مقابل کی ضرور مدافعت کرتی ہے تو لازم کہ پتھر کا ٹکڑا جو زمین پر رکھا ہے جسے تم مشرق کی طرف ایک انگلی سے سرکا سکو اسے مغرب کی طرف چاروں ہاتھ پاؤں کے زور سے جنبش نہ دے سکو کہ اس میں مشرق کی طرف فی ساعت ہزار میل دوڑنے کا زور بھرا ہوا ہے یہ زور کیا تمھاری سہل مان لے گا کہ تمھیں الٹا نہ پھینکے گا۔

رابعاً بیچارے پتھّر کے سر ایک ہی حرکت نہیں یک نشد دو شد ہے زمین کی اپنی طور پر حرکت اسے مشرق کی طرف فی ساعت ہزار میل سے زیادہ دوڑاتی ہے اور اپنے مدار پر حرکت اسے مدار کی طرف ہر منٹ میں گیارہ سو میل سے زیادہ دوڑاتی ہے ایک جسم ایک وقت میں دو طرف کو صرف تین[۳] صورتوں میں حرکت کر سکتا ہے:

(۱) ایک وضعیہ ہو دوسری اینیہ، جیسے بنگو کا گھومتے ہوئے بڑھنا۔

(۲) دونوں اینیہ ہوں مگر عرضیہ، جیسے اس آدمی کے کپڑے جو کشتی کے اندر مغرب کو چل رہا ہے اور کشتی مشرق کو۔

(۳) ایک ذاتیہ ہو دوسری عرضیہ، جیسے شخص مذکور کی کشتی میں حرکت، مگر یہ کہ دونوں اینیہ ہوں اور دونوں ذاتیہ، یہ قطعاً محال ہے ورنہ ایک جسم وقتِ واحد میں دو مکانوں میں ہو۔ ہاں دو[۲] محرک اسے دو مختلف غیر متقابل اطراف کو حرکت دیں تو وہ ان دونوں میں سے کسی طرف نہ جائے گا بلکہ دونوں جہتوں کے بیچ میں گزرے گا جیسا کہ ابھی مثال ششم کے رد میں گزرا، تو یہ پتھر کہ زمین پر رکھا ہے اور تم عرضیہ سے بھاگ کر خود اس میں حرکت بھر چکے تو دونوں اس کی ذاتیہ ہوئیں اور ہم بیان کر چکے کہ اس کے حق میں وہ شرقی حرکت کبھی وضعیہ نہیں اینیہ ہے تو وقت واحد میں سنگِ واحد دو مختلف جہت کو دو حرکت اینیہ ذاتیہ ہرگز نہ کرے گا بلکہ ان کے بیچ میں گزرے گا، اب زمین ج مقام ب پر پتھر ہے

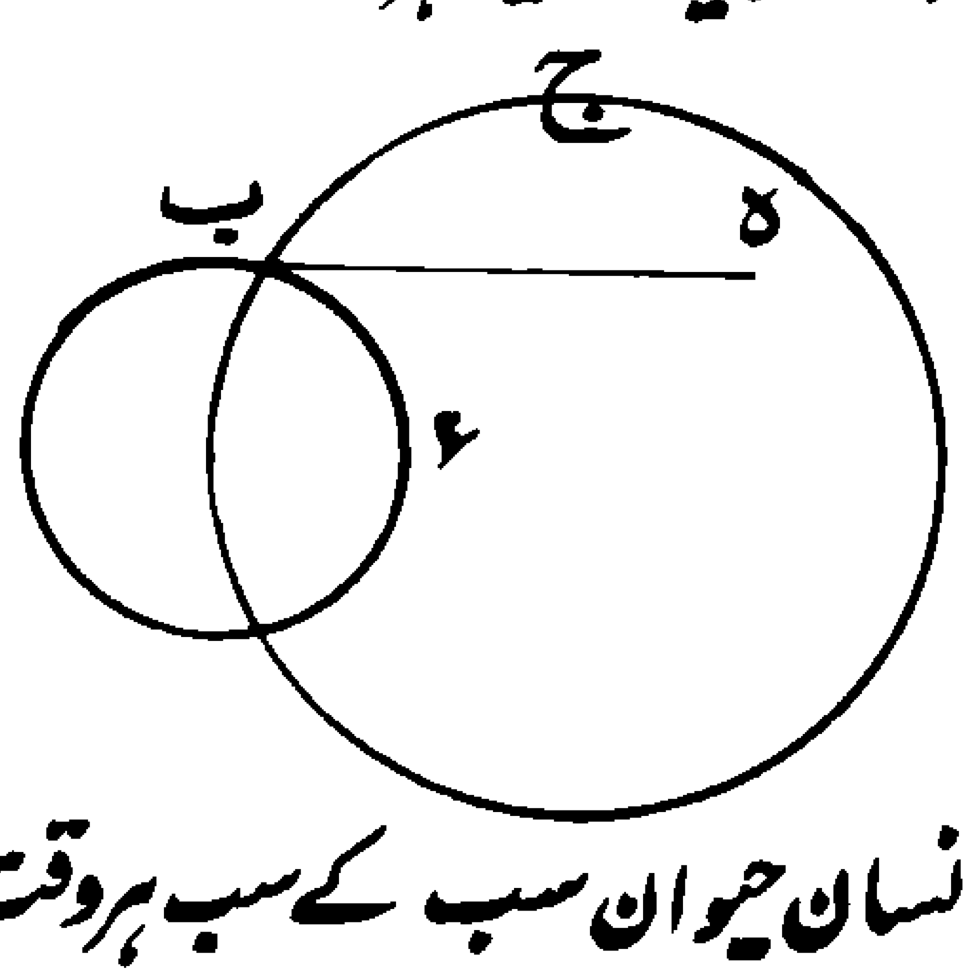

زمین کی حرکت صاعدہ نے اس میں ج کی طرف جانے کی کوک بھری اور حرکت مستدیرہ نے ع کی طرف آنے کی کنجی دی تو پتھر نہ ج کو جائے گا نہ ع کو آئے گا بلکہ ہ کی طرف اڑے گا تو لازم کہ نہ ایک پتھر بلکہ تمام اسباب صندوق پٹارے برتن پلنگ وغیرہ وغیرہ بلکہ انسان حیوان سب کے سب ہر وقت

Marfat.com

ہوا میں اڑتے رہیں تم نے دیکھا کہ عرضیہ سے بھاگ کر خود اجسام میں کوک بھرتا اس سے بھی زیادہ کس درجہ فاحش تھا[1]
لاجرم وہ گیارہ[2] دلیلیں بھی لاجواب ہیں (زیاداتِ فضلیہ) خاتمہ کتب حکمت یونانیہ یعنی ہدیہ سعیدیہ میں حرکت ارض
پر کلام مبسوط ہوا جس میں سے بہت اوپر اس کے ابطال پہ آٹھ دلیلیں اپنی طبعزاد کرلیں جن میں سے ایک دفع دوم
میں گزری اور دو تذییل میں آتی ہیں پانچ کی یہاں تلخیص کریں، یہ دلیلیں مزعوم مخالف تحرک باقی ہمنوا الغرض ہوا
و ہوا الغرض فرضی کرہ کی حرکتِ وضعیہ پر کلام شدید ہے خصوصًا بطور طبعیات یونان جس میں ہدیہ سعیدیہ ہے۔
بین بین الابطال بتوفیقہٖ تعالیٰ اپنی تحقیق سے ان کا رُخ بدل کر تصحیح و تائید میں لیں گے۔

دلیل ۱۰۱: ہوا کی حرکت شرقیہ[2] کہ اس قدر تیز ہے اس کے معمولی چلنے سے بدرجہا سخت ہوگی تو چاہیے
پروائی کبھی چلتی معلوم ہی نہ ہو ہمیشہ پچھاؤ ہی رہے۔

دلیل ۱۰۲: پر وغیرہ ہلکے اجسام پچھاؤ میں مغرب کو کیونکر جاتے ہیں حالانکہ وہ قہر آندھی مشرق کو چلتی ہوئی
انھیں پیچھے پھینکتی ہے۔

دلیل ۱۰۳: تھمی ہوا میں دو پرند مساوی قوت سے مشرق و مغرب کو اُڑیں اُن کی اُڑان کیونکر برابر رہتی ہے
حالانکہ ہوا پہلے کی معاون اور دوسرے کی معاوق ہے، یونہی دو کشتیاں۔

دلیل ۱۰۴: تیز پچھاؤ میں مغرب کو اُڑنے والا پرند تیز جاتا ہے اور مشرق والا سست کہ پچھاؤ اول کا معاون
دوم کا معاوق ہے ہوا مشرق کو دورہ تو اس کا عکس لازم تھا کہ اول معاون پچھاؤ ضعیف ہے اور معاوق
حرکت شرقیہ قوی اور ثانی میں عکس، یونہی[3] دو کشتیاں۔

---

[1] ان پانچ کا طبعزاد کرنا مشکوک ہوگیا کہ ان کے ماخذ شرح حکمۃ العین میں نظر آئے جن کا بیان دفع ۷، ۸
میں گزرا، ہاں توارد بعید نہیں بلکہ اظہر ہیں ورنہ شارح مذکور نے ان پر جو رد کئے ہدیہ سعیدیہ میں ان کے دفع
کی طرف توجہ ہوتی یا انھیں دیکھ کر یہ دلائل ذکر ہی نہ کئے جاتے ۱۲ منہ غفرلہ۔

[2] ہر جگہ ہم نے لفظ عرضیہ بوجہ معلوم کم کردیا ہے ۱۲ منہ غفرلہ۔

[3] یہاں زیادہ تفصیل سے کام لیا ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اوپر دریا و ہوا اس مزعوم حرکت کا کچھ اثر نہیں
ہوتا بلکہ ظاہر موج و دوش کا اگر دریا ہے اور دونوں ساکن ہیں مشرقی غربی دونوں کشتیاں کہ مساوی قوت سے
چلیں مساوی چلیں گی اور پانی جاری ہے تیز ہوگی اور دوسری سست اور دریا و ہوا دونوں کی حرکت ایک
طرف کو ہے تو موافق بہت تیز مخالف بہت سست اور دو طرف کو تو ہوا و دریا جس کی حرکت زائد ہے اس کی
موافق بقدر اس زیادت کے تیز اور دوسری سست ۱۲ منہ غفرلہ۔

Marfat.com

دلیل ۱۰۵: آدمی جب تیز ہوا میں اس کے سامنے آتا ہو، ہوا کو اپنی مدافعت کرتا پائے گا مگر یہاں مشرق و مغرب دونوں طرف چلنے میں کوئی احساس نہیں ہوتا۔

اقول ان پانچ دلیلوں کا حاصل یہ ہے کہ چلتی ہوا اپنے سامنے کی شے کو دفع کرتی ہے اور یہ مدافعت یہاں نہیں، لہذا ہوا کی حرکتِ مستدیرہ باطل، اور وہ حرکت زمین کو لازم تھی اور انتفائے لازم انتفائے ملزوم ہے تو حرکتِ زمین باطل، مگر ہے یہ کہ معاونت اس وقت حرکتِ اینیہ میں ہے، جیسے پانی کی موجیں، ہوا کے جھونکے، جس میں ہر لاحق مکان سابق میں آنا چاہتا ہے تو اسے دفع کرتا ہے اب اس ہوا یا پانی میں اگر مثلاً انسان چلے تو وہ ایسے مکان میں آیا جس پر ریلے اور صدمے متوالی چلے آتے ہیں لہذا اگر اس کا منہ ادھر کو ہے معاوقت پائے گا اور پشت تو معاونت مگر حرکتِ وضعیہ حرکتِ واحدہ کل کُرے کو عارض ہے نہ کہ اجزائے متفرقہ کی کثیر حرکات اینیہ متوالیہ کا مجموعہ کہ طبعیات یونان میں جسم متصل وحدانی ہے اس میں بالفعل اجزاء ہی نہیں اور اگر اجزاء سے ترکب تو جب بھی حرکت وضعیہ میں تموج و تلاطم آب و ہوا کسی طرح تدافع نہیں۔ اس میں کوئی جزء دوسرے کو دفع نہیں کرتا کہ دفع کرے کہ اپنی راہ میں کسی کو اپنی طرف آگے یا ساکن یا اپنی جہت میں اپنے سے کم چلتا پائے۔ یہی تین صورتیں دفع کی ہیں اور وہ سب یہاں مفقود بلکہ سب اجزاء ایک ہی طرف کو یکساں چال سے اپنی اپنی جگہ قائم چلے جاتے ہیں تو جو جزء جس جگہ بڑھنا چاہے اس سے پہلا جزء اس کے وہاں پہنچنے سے پہلے اس کے لئے جگہ خالی کر چکا ہوگا اور جب یہاں تلاطم تدافع نہیں تو احساس کس کا ہوگا، اگر کہئے یہ تو کُرے کی اپنی حالت ہوئی جب مثلاً انسان اس میں داخل ہوا تو تفرق اتصال بداہۃً ہوا اب ضرور ہے کہ آنے والا اسے دفع کرے۔

اقول دفع تو جب کرے کہ یہ حصہ خود چلتا ہو، حصہ کوئی بھی نہیں چلتا کل کُرہ متحرک ہے جس کے بعض اجزاء کی جگہ اب انسان ہے جسم اتصالِ اجزاء کے ماتحت ایک جزء دوسرے کو دفع نہ کرتا تھا اب اُسے بھی کوئی دفع نہ کرے گا۔

اگر کہے کلام اس میں ہے کہ وہ داخل مثلِ انسان اس حرکت کے خلافِ جہت اس جسم میں چلے تو اس کا مزاحم ہوگا اور مزاحم کی مدافعت ضرور۔

اقول جب متابع ہے مزاحم کہاں اس حرکت کے ساتھ خود چل رہا ہے اس کی مخالفت نہیں کرتا ہاں اپنی ذاتی حرکت سے پانی یا ہوا کو چیرتا ہے اس میں جتنی معاونت ہوتی ہے ہوا کی ورنہ نہیں، بالجملہ یہاں اجزاء میں تدافع نہیں تو اس میں انسان جہاں داخل ہو یا چلے ایسے مکان میں ہوگا جس پر کسی طرف سے دفع نہیں اور اس پر حرکتِ ملتطمہ نہیں خود اس کا شریک و تابع ہے تو کسی طرف نہ معاونت

Marfat.com

پائے گا نہ مقاومت۔ یونہی اجسام اور مزعوم پران دلائل کی گنجائش۔

اقول یہ کلام بروجہ تحقیق تھا کہ حرکتِ وضعیہ ان دلائل سے رَد نہیں ہوتی مگر ہم ثابت کر آئے کہ زمین کی یہ حرکت اگر ہے تو یہ ہرگز وضعیہ نہیں بلکہ قطعی حرکت کی جدا حرکت اینیہ ہے اور حرکتِ اینیہ میں بیشک دفع ہے، یوں یہ پانچوں دلائل بھی صحیح ہو جائیں گے، ان کی بناء دوسرے جسم کو دفع کرنے پر ہے، اور ہمارے دلائل ۸۷ تا ۸۹ کی اجزاء کے تدافع و تلاطم اور خلاف میں ہے کہ اس سے ادق و احق ہے والحمد للہ علیٰ ما علم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا و اٰلہ وصحبہ وسلم۔ بحمد اللہ تعالیٰ ایک سَو پانچ دلیلیں ہیں، نوّے خاص ہماری ایجاد اور پندرہ اگلوں[1] سے، لیکن فصل اوّل کی پہلی اور دوم کی پچاس اور سوم کی دلیل ۶۳، یہ ۵۲ دلیلیں زمین کی حرکت گردِ شمس اور حرکت گرد محور دونوں کو باطل کرتی ہیں، اور فصل سوم کی ۸۴ تا ۱۰۵ با استثناء ۹۹، ۱۰۰ جملہ تینتیس خاص حرکت محوری کا رَد ہیں۔ اول کی اخیر گیارہ اور سوم کی ۶۳ تا ۸۲ بیس یہ، اور ۹۹، ۱۰۰ جملہ تینتیس خاص حرکت گردش شمس کا رَد ہیں تو محور پر گردش زمین بہتّر دلائل مردود اور آفتاب کے گرد زمین کا دورہ پچاسی (۸۵) دلیلوں سے باطل، وللہ الحمد وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ نبی الحمد و اٰلہ وصحبہ الاکرام الحمد اٰمین!

(تذییل) رَدّ، دیگر دلائل فلسفۂ قدیمہ میں

الحمد للہ! ہم نے ابطال حرکتِ زمین پر ایک سَو پانچ دلائل قاہرہ قائم کئے کتب گزشتگان مثل مجسطی بطلیموس و تحریر طوسی و شرح علامہ برجندی و تذکرۂ طوسی و شرح فاضل خضری و شمس بازغہ ملّا محمود جونپوری و ہدیہ فاضل خیر آبادی وغیرہا[2] میں بعض اور دلائل ہیں جن پر اگرچہ انھوں نے اعتماد کیا ہمارے نزدیک باطل ہیں

---

[1] اگلوں کے کلام میں ہم نے چوبیس دلیلیں پائیں، ایک رَدّ جاذبیت میں صحیح ہے اور ہم نے اسے تین کر دیا اور تیئس زمین کی حرکتِ محوری کے رَد میں، ان میں گیارہ محض باطل ہیں، ایک دفع دوم میں گزری اور دس تذییل میں آتی ہیں، ان میں دفع دوم والی اور دو آخر تذییل کی یہ تین ایجادات فاضل خیر آبادی سے ہیں۔ رہیں بارہ، ان میں پانچ کہ یہ بھی زیاداتِ فضلیہ میں جس شے کے ابطال کو تھیں اسے باطل نہ کر سکیں باقی سات کہ ان سے اگلوں کی تھیں اور انھوں نے خود رَد کر دیں، یوں تیئس کی تیئس رَدّ ہو گئیں مگر ہم نے زیاداتِ فضلیہ کی پانچ کو رُخ بدل کر صحیح کر دیا ۱۲ منہ غفرلہ۔

[2] مثل حکمۃ العین کاتبی قزوینی تلمیذ طوسی شرح حکمۃ العین میرک بخاری ۱۲ منہ غفرلہ۔

Marfat.com

انھیں بھی مع مختصر کلام ذکر کردیں۔ و باللہ التوفیق و بہ استعین (اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے اور اسی سے میں مدد چاہتا ہوں)
وہ دس تعلیلیں ہیں کچھ اسی رنگ کی جو گزریں اور ہم نے ان کی تصحیح و توجیہ کی، انھیں مقدم رکھیں کہ جنس مقارن جنس ہو اور کچھ خالص اصول فلسفۂ قدیمہ پر مبنی جن کے شافی و کافی ابطال میں بعونہ تعالیٰ ایک مستقل کتاب
الکلمۃ الملھمہ جدا تصنیف کی یہاں پر حوالہ کافی۔ واللہ الموفق۔

تعلیل اوّل: دو کشتیاں برابر قوت سے چلیں، ایک مشرق ایک مغرب کو، اگر زمین متحرک اور دریا اس کا تابع ہو تو لازم کہ شرقی بہت تیز نظر آئے کہ دو حرکتوں سے جارہی ہے ایک اپنی تحریک ملاح سے دوسری دریا کی حرکت ارض سے ہے، اور غربی بہت آہستہ کہ صرف اپنی حرکت سے جاری ہے اور اس پر معاوقت حرکت شرقیہ دریا کا طرہ بلکہ چاہئے اس کی حرکت محسوس بھی نہ ہو، ہوا کو بھی اسی حرکتِ زمین سے متحرک ماننا نفع نہ دے گا اور شناعت بڑھے گا کہ اب شرقیہ تین طاقتوں سے جارہی ہے اور غربیہ پر دو طاقتیں مزاحم ہیں (ہدیہ سعیدیہ)۔

اقول یہ دلیل ۹۱ کا عکس ہے وہاں ہوا کو تابع زمین نہ مان کر لازم کیا تھا کہ متحرک غربی سے شرقی بہت سُست ہے بلکہ خود بھی غربی ہو جائے یہاں دریا و ہوا کو تابع مان کر یہ لازم کرنا چاہا ہے کہ متحرک شرقی سے غربی بہت سُست ہے بلکہ اس کی حرکت محسوس بھی نہ ہو، یہاں بھی اس پر اقتصار کرنا نہ تھا اسی طرح کہنا تھا کہ بلکہ مغرب کو جانے والی مشرق کو جاتی معلوم ہو۔

اقول عکس چاہا مگر نہ بنا، اصلاً وارد نہیں، زمین کو اگر حرکت اور دریا و ہوا کو اس کی تبعیت ہے تو اس میں جبال و اشجار اور یہ کشتیاں اور ان کے اور باہر کے تمام انسان حیوان سب یکساں شریک ہیں تو اس سے ان میں تفاوت نہیں پڑ سکتا نہ کہ اس کے امتیاز کا ان کے پاس کوئی ذریعہ، کشتیاں اپنی چال سے

ع پھر شرح حکمۃ العین میں ایک اور دلیل علیل (کمزور) دیکھی جس پر اس نے دربارۂ نفی حرکت اینیۂ زمین اقتصار لیا،

قال او تحریك من الوسط حرکۃ اینیۃ یعرض مایعرض لولم تکن فیہ[1] اھ اقول نعم؛ لولا القسر فان قلت لا یدوم اقول اولا ممنوع و ثانیا فلم تنتف ھو بل دوامھا ۱۲ منہ غفرلہ

میں کہتا ہوں کہ آپ کی بات اس وقت قابل تسلیم ہے اگر قسر نہ ہو (سوال) قسر ہمیشہ تو نہیں رہے گا (جواب) (۱) یہ ممنوع ہے (ہوسکتا ہے قسر دائمی ہو) (۲) حرکت اینیہ سرے سے منتفی نہ ہوئی بلکہ اس کا دوام منتفی ہوا۔ (ترجمہ عبدالحکیم شرف قادری)

[1] شرح حکمۃ العین

Marfat.com

جتنا چلیں وہی محسوس ہوگا، برابر رفتار سے بڑھی ہیں تو برابر فاصلے سے ایک مشرق اور دوسری مغرب کو معلوم ہوگی مثلاً دریا کنارے ایک درخت کے محاذات سے چلیں اور وہیں کنارے پر کچھ لوگ کھڑے ہیں اگر صرف کشتیاں اس مشرقی حرکت فی ثانیہ ۵۰۶ گز میں شریک ہوتیں اور وہ درخت و ناظرین اس سے جدا رہے اور ہر کشتی اس سیکنڈ میں مثلاً ایک ایک گز چلتی تو ضرور ایک ہی سیکنڈ کے بعد دونوں کشتیوں میں دو۲ گز کا فاصلہ ہو جاتا اور درخت دونوں سے مغرب کی طرف رہ جاتا، غربی سے ۵۰۵ گز کے فصل پر اور مشرقی سے ۵۰۷ گز پر، اور کنارے کے آدمی غربی کشتی کو بھی اسی تیز چال سے مشرقی کو بہتی دیکھتے کہ ایک سیکنڈ میں ۵۰۵ گز اڑ گئی نہ یہ کہ اس کی حرکت محسوس نہ ہوئی، لیکن درخت و ناظرین سب اسی ایک ناؤ میں سوار ہیں جو اسی تیزی سے ان سب کو مشرق لئے جا رہی ہے تو مشرقی کشتی اسی سیکنڈ میں وہاں سے ۵۰۷ گز ہٹی اور غربی ۵۰۵ گز اور درخت و ناظرین ۵۰۶ گز، سب کے سب مشرق کو، تو درخت و ناظرین سے مشرقی کشتی کا فاصلہ صرف ایک گز مشرق کو ہوا اور غربی کا فقط ایک گز مغرب کو، لہذا ناظرین کشتیوں کو دیکھنے سے دو کشتی کے سوار درخت پر نظر سے یہی سمجھیں گے کہ اس سیکنڈ میں دونوں کشتیاں ایک ایک گز برابر چلیں اور یہ کہ شرقی مشرق کو ہٹی اور غربی مغرب کو۔ اس کی نظیر وہ کشتی ہے کہ مثلاً مشرق کو فی ثانیہ دس۱۰ گز کی چال جا رہی ہے اور کشتی کا طول بیس۲۰ گز ہے اس کے وسط کے محاذی کنارے پر ایک درخت اور کچھ ناظرین ہیں اس کے محاذات سے دو شخص کشتی کے اندر ایک چال سے فی ثانیہ پانچ گز چلے ایک مشرق ایک مغرب کو، دونوں برابر دو۲ ہی سیکنڈ میں کشتی کے کناروں پر پہنچیں گے اور اگر اپنی چال پر نظر کریں گے اس میں کچھ تفاوت نہ پائیں گے اور یقیناً ایک کشتی کے کنارے شرقی پر پہنچا دوسرا غربی پر، تو ضرور وہ مشرق کو ہٹا یہ مغرب کو، لیکن باہر والے ناظرین دیکھیں گے کہ وہ جو مشرق کو چلا ان سے تیس۳۰ گز کے فاصلے پر ہو گیا کہ وہ سیکنڈ میں تیس۳۰ گز کشتی بڑھی اور دس۱۰ گز یہ، اور وہ جو مغرب کو چلا ان سے غربی ہونے کے عوض وہ بھی ان سے مشرق ہی کو ہٹا مگر صرف دس۱۰ گز کہ دس۱۰ گز مغرب کو بڑھا اور کشتی اسے بیس۲۰ گز مشرق کو لے گئی تو در اصل مشرق کو دس۱۰ گز جانا ہوا تو ناظرین دونوں کو مشرق میں ہٹتا پائیں گے مشرقی کو تیز مغربی کو سست، یونہی اندر چلنے والے اس درخت پر نظر کریں تو یہی دیکھیں گے کہ وہ دونوں سے مغرب کو رہ گیا مشرقی سے تیس۳۰ گز غربی سے دس۱۰ گز۔ اور اگر ان کی چال کشتی کے برابر ہے تو ایک ہی سیکنڈ میں شرقی بیس۲۰ گز مشرقی کو ہٹ جائے گا اور غربی وہیں کا وہیں نظر آئے گا درخت و ناظرین کی محاذات نہ چھوڑے گا کہ جتنا یہ مغرب کو بڑھتا ہے کشتی اتنا ہی اسے مشرق کو لے جاتی ہے، دونوں چالیں ساقط ہو کر محاذات قائم رہی۔ تو وہ جو تم چاہتے ہو یہاں کشتی نشینوں اور ناظرین سب کو محسوس ہوا اس لئے کہ ناظرین اور وہ درخت جس سے سوارانِ کشتی نے اندازہ کیا کہ کشتی کی چال میں شریک نہ تھے بخلاف صورتِ سابقہ کہ اس

Marfat.com

میں برابر ہیں تو کوئی ذریعۂ امتیاز نہیں کشتی کی ذاتی ہی چالیں سب کو محسوس ہوں گی وہیں تو اس کے امتیاز کے لئے وہ ناظرین ہوں جو کرۂ زمین و ہوا سے باہر ہوں کہ اس کی چال میں شریک نہ ہوں یا اہل زمین کے اپنے اور اس کے لئے اسی قسم کی کوئی ساکن شئے ہو، وہ کہاں، کواکبہ کا بُعد اتنا ہے کہ کشتیوں کی یہ چالیں وہاں ایک نقطہ ہیں۔ سحاب ضرور قریب ہے دو چار ہی میل اونچا ہے مگر وہ خود اسی ناؤ میں سوار ہے بذریعہ ہوا شریک رفتار ہے لہٰذا امتیاز معدوم اور اعتراض ساقط۔

تعلیل دوم: دو طائر بھی ہوا میں ایک پرواز سے مشرق و مغرب کو اُڑے اگر ہوا بھی زمین کے ساتھ متحرک ہے تو مشرقی بہت تیز ہو جائے اور غربی ہوا میں ٹھہرا معلوم ہو یا بہت سُست، اور اگر نہیں تو لازم کہ وہ مشرقی کو اُڑے غرب میں پڑے۔ (ہدیہ)

اقول یہ کوئی نئی بات نہیں تعلیل سابق اور دلیل ۹۱ کو جمع کر دیا ہے ہوا تابع نہ ماننے پر وہ دلیل ۹۱ ہے جو انکارِ تبعیت پر یقیناً صحیح ہے اور ماننے پر یہی تعلیل اول ہے جو تبعیت مانو تو باطل نہ مانو تو باطل۔ مانو تو اس روشن بیان سے جو ابھی سُنا اور نہ مانو تو کشتیوں پرندوں کی اپنی ذاتی حرکتیں رہ گئیں سرے سے بنائے دلیل ہی اڑ گئے۔ بالجملہ یہ تعلیل علیل کہ ایک شق کے ابطال سے کلیل۔

تعلیل سوم: حرکتِ یومیہ سب سے تیز حرکت ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ جسم جتنا لطیف تر اس کی حرکت سریع تر۔ ہوا اجسام ارضیہ سے بہت تیز جاتی ہے تو اس حرکت کا فلک ہی کے لئے ثابت کرنا زیادہ مناسب کہ ہوا و نار سے بھی لطیف تر ہے[۱] (تحریر مجسطی مقالۂ اُولیٰ فصل ہفتم)، یہ صراحۃً نری خطابی بات ہے[۲] (شرح مجسطی)

اقول اس کی نظیر ادھر سے بھی پیش ہوتی ہے کہ اتنے بڑے اجسام کے گھومنے سے چھوٹے جسم کا گھومنا آسان ہے (سعیدیہ)

اولاً مخالف[۱] آسمان کا قائل ہی نہیں اور لطیف معلوم یعنی ہوا کو شریکِ حرکت مانتا ہے۔

ثانیاً فلک کے الطف ہونے پر کیا دلیل۔ اگر علو کے عناصر میں دیکھ رہے ہیں کہ ہوا الطف اعلیٰ ہے اور یہ ان سے بھی اعلیٰ تو ان سے بھی الطف۔

اقول یہ فلک میں میل مستقیم ماننا ہوگا جو فلسفۂ قدیمہ کی بنا ڈھا دے گا اس کی تصریح ہے کہ

---

[۱] **اقول** اس کی اتنی تقریر بھی ہم نے کی، اصل میں اتنی ہی ہے جو حاشیہ آئندہ میں شرح سے آتی ہے ۱۲ منہ غفرلہ

[۲] ان اعتراضوں سے کہ اکثر دلائل آئندہ پر بھی آئیں گے یہ دکھایا گیا ہے کہ یہ تعلیل جس طرح تحقیقاً صحیح نہیں یونہی الزامی بھی نہیں ہو سکتیں ۱۲ منہ غفرلہ۔

Marfat.com

فلک جب ثقیل نہ ہو خفیف بھی نہیں۔ اگر کہئے اس کی لطافت یہ کہ نظر نہیں آتا۔

اقول اولاً اس میں نار و ہوا بھی شریک۔

ثانیاً عدم لون نظر نہ آنے کو کافی اگرچہ کتنا ہی کثیف ہو۔

ثالثاً نظر نہ آنا تمھاری جہالت ہے یہ سقف نیلگوں کہ نظر آرہی ہے یقیناً فلک قمر ہے جس کا اسلامی بیان خاتمہ میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ، پھر اصل تعلیل پر۔

ثالثاً و رابعاً در رد اور زیر تعلیل ششم آسان ہیں۔

تعلیل چہارم: جرم لطیف متشابہ الاجزاء یعنی فلک سے حرکت مستدیرہ کی نفی اور جسم کثیف مختلف الاجزاء یعنی ارض کے لئے اثبات خلاف طبعیات ہے (تحریر مجسطی)۔

اقول اولاً ان کے نزدیک فلک کہاں تو نفی بنفی موضوع ہے۔

ثانیاً اجزائے زمین طبیعت میں مختلف نہیں کہ مثل فلک بسیط ہے اور امور زائدہ میں اختلاف جیسے جبال ارباب، یہ فلکیات میں بھی معلوم و مشہود کامل و متممات و مدارمیں کواکب اور ان کی حرکات و جہات اور جب یہ ان آٹھ افلاک میں منافی بساطت نہ ہوا فلک اعظم میں ہو تو کون مانع۔ عدم علم علم عدم نہیں۔

ثالثاً کون سا طبعیات کا مسئلہ ہے کہ کثافت مانع حرکت مستدیرہ ہے، غایت یہ کہ الطف انسب ہے تو محض خطابت ہوئی۔

رابعاً ہوا سے نفی ہوئی تو حرکت طبعیۂ ارض کی قسریہ پر کیا اعتراض۔

خامساً و سادساً زیر تعلیل ششم،

تعلیل پنجم: فلک میں مبدء میل مستدیر ہے اور زمین میں مبدء میل مستقیم تو دونوں کی طبیعت متضاد کہ اگر زمین حرکت مستدیرہ قسری تو اس میں شریک فلک ہو جائے اور اشتراک ضدین جائز نہیں (تحریر مجسطی) علامہ برجندی نے شرح میں اس پر دو اعتراض کئے:

اول: تمھارے نزدیک فلک پر خرق محال تو کیونکر معلوم ہوا کہ اس کے اجزاء میں میل مستقیم نہیں۔

دوم: کیا محال ہے کہ اجزاء میں میل مستقیم ہے اور کل میں میل مستدیر۔

ل شرح برجندی میں پہلے ہی فقرے کو ایک دلیل ٹھہرایا کہ جرم لطیف متشابہ الاجزاء سے نفی خلاف طبعیات ہے اور دوسرے فقرے کو دلیل سابق کا جزء ٹھہرایا کہ جرم کثیف کے لئے اثبات بجا ہے، ہوا کہ فلک سے کم لطیف ہے وہ تو اجسام ارضیہ سے اشرع ہے تو حرکت مستدیرہ فلک ہی کو انسب انسب و اظہر وہ ہے جو ہم نے کیا ۱۲ منہ غفرلہ۔

Marfat.com

اقول اولاً جب تجزیۂ فلک محال ہو تو محال کی نسبت یہ پوچھنا کہ کہاں سے جانا کہ اس میں میل مستقیم نہیں کیا معنےٰ۔

ثانیاً استحالۂ خرق بر بنائے استحالۂ میل مستقیم ہی کہتے ہیں اور اس کا استحالہ فلک و اجزاء دونوں پر ایک ہی دلیل دیتے ہیں اگرچہ وہ مبطل اور ان کے دلائل باطل کلام اس تقدیر پر ہے۔

ثالثاً جزء وکُل کی جب طبیعت معتدہے جیسے زمین وکلوخ، تو مقتضائے طبع کا انجام لازم۔ علامہ سے ایسے اعتراضوں کا تعجب ہے صحیح اعتراض ہم بتائیں۔

فاقول اولاً مخالف فلک ہی کا قائل نہیں، اس میں مبدء میل مستدیر درکنار۔

ثانیاً نہ وہ زمین میں مبدء میل مستقیم مانے، ڈھیلے کا گرنا جذب سے ہے۔

ثالثاً تمھارے نزدیک فلک کی حرکتِ مستدیرہ طبعی نہیں زمین میں طبعی ہو تو متضاد طبائع کا مقتضےٰ میں اشتراک کب ہوا اور محال یہی ہے۔

رابعاً یہی کہ بفرض غلط باطل ہوئی تو حرکت طبعیہ۔ قسریہ کو اشتراک سے کیا علاقہ۔

خامساً وسادساً وسابعاً عنقریب۔

تعلیل ششم: حرکت میں نئی نئی وضعیں بدلنے کو ہوتی ہے، زمین کو اس کی حاجت نہیں کہ گردشِ فلک سے خود اس کی وضعیں بدل رہی ہیں، فاضل خضری نے اسے نظر کرکے کہا فیہ ما فیہ۔

اقول اولاً مخالف منکر فلک۔

ثانیاً گردش فلک ناثابت۔

ثالثاً اس میں مبدء میل مستدیر ثابت۔

رابعاً بلکہ ہم نے ثابت کیا ہے کہ اصول فلسفۂ قدیمہ پر فلک کی حرکت مستدیرہ محال۔

یہ سب باتیں وتعلیل ہماری کتاب الکلمۃ الملہمہ میں ہیں وباللہ التوفیق یہ تینوں وجہیں تعلیل پنجم پر بھی رد ہیں اور اخیر کی دو تعلیل سوم وچہارم پر بھی۔

خامساً حاجت نہ ہونا اس وقت ہوتا کہ فلک وارض میں اقطاب وجہت وقدر حرکت سب متحد ہوتے ان میں کسی کا اختلاف تبدل وضع میں تبدیل کر دے گا، زمین کو کیا ضروری کہ سب باتوں میں فلک کے

لہ یہ دونوں اعتراض ہم نے حدائق میں دیکھے تھے اور گمان تھا کہ یہ اس کی اپنی جہالاتِ کثیرہ سے ہیں مگر شروح مجسطی دیکھنے سے کھلا وہ آخذ ہے ۱۲ منہ غفرلہ۔

Marfat.com

موافق ہی حرکت کرے اور جب کسی بات میں مخالفت کی تو ضروری حرکت فلک سے تبدیل اور طرح کی ہوگی اور حرکتِ ارض سے اور طور کی، پھر استغنا کیوں!

سادساً فرض کیا کہ زمین موافقت پر مجبور، تو ہم دیکھتے ہیں فلک الافلاک حرکتِ یومیہ کر رہا ہے اور فلک البروج در قول مثمل متفق اقطاب وجہت ومقدار پر ایک سی حرکت ہے، اگر سب سے اختلاف ضرور تو یہ آٹھوں متفق کے اور اگر بعض سے کافی تو زمین اگر فلک الافلاک کے موافق متحرک ہو تو ان آٹھ کی مخالفت ہے، ان آٹھ کے موافق تو اس ایک سے۔ پھر استغنا کیسا!

سابعاً فرض کیا کہ سب افلاک ایک سے متحرک ہوں اور زمین بھی ان کے موافق پھر بھی زمین کو حرکت سے کون مانع تھا، وہ ذی شعور ہیں جان کر بھی اوروں کی حرکت کو کسی نے اپنے لئے کافی نہ جانا زمین کو کیا خبر کہ اور بھی کوئی اسی حرکت سے متحرک ہے میں کیوں کروں۔

ثامناً فلک ہی سے وضعیں بدلنا کیا ضرور، کُرۂ نار اگر متحرک ہے ہوا وآب تو ساکن ہیں ان سے وضعیں بدلیں گی۔

تاسعاً مخالف کے نزدیک زمین کی حرکت وضع بدلنے کو نہیں بلکہ جذب سے نفرت یا ہر چیز کے کسبِ نور وحرارت کے لئے، جس کی تقریر تجزیہ ۳ میں گزری۔

عاشرہ بلکہ ہم نے الکلمۃ الملھمہ کے مقامِ نہم میں روشن کیا ہے کہ حرکت کے لئے کوئی غرض ہی ضرور نہیں نفس کی حرکت بھی مطلوب طبع ہوسکتی ہے۔

تعلیل ھفتم: جس پر تذکرہ سے آج تک اعتماد ہوا بلکہ طوسی[1] پھر جونپوری نے شمس بازغہ میں ۹۰، ۹۱ دو صحیح دلیلوں کو رَد کر کے اسی پر مدار رکھا کہ طبیعت زمین میں مبدء میل مستقیم ہے جو ڈھیلا گرنے سے ظاہر اور جس میں مبدء میل مستقیم ہو نا محال ہے کہ بالطبع[2] حرکت مستدیرہ بری اور ہدیہ میں اسے یوں تعبیر کیا کہ اس میں مبدء میل مستدیر نہیں ہوسکتا۔

اقول یہ دلیل بھی[3] نہ الزامی ہوسکتی ہے نہ تحقیقی۔

---

[1] یوں ہی طوسی کے تلمیذ قزوینی نے حکمۃ العین میں دلیل ۹۸ کو رد کر کے ۱۲ منہ غفرلہ

[2] کاتبی مذکور نے مطلق کہا کہ اس کو حرکت مستدیرہ محال ۱۲ منہ غفرلہ

[3] یعنی تعلیل سوم سے ہشتم تک چاروں تعلیلوں کا بھی یہی حال تھا جیسا کہ ان کے رَدوں سے ظاہر ہوا۔ ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

اولاً مخالف میل کا قائل نہیں۔

ثانیاً وہ حرکت مستدیرہ طبعی نہیں مانتا بلکہ جذبِ شمس و نافریت سے، مقتضاءِ نافریت پر جاتی تو طبعی ہوتی اور بوقتِ جذب اس کا حدوث منافیِ طبعیت نہ ہوتا کہ حرکتِ طبعیہ حدوث منافر ہی کے وقت ہوتی ہے مگر وہ بیچ میں ہو کر نکلی، یہ ہرگز مقتضائے طبع نہیں۔

ثالثاً طبعیہ کا رد ہوا قسریہ سے کیا مانع، ۹۰ مبدء میل ایک طبعی دوسری قسری کا اجتماع جائز بلکہ واقع ہے اوپر پھینکا ہوا پتھر دونوں کا جامع ہے۔

تعلیل ہشتم: حرکتِ زمین طبعی و ارادی نہ ہونا ظاہر، قسری یوں نہیں ہو سکتی کہ ان کے نزدیک دائمہ ہے اور قسر کو دوام نہیں، ورنہ وجوہ میں تعلیل لازم آئے۔ فاضل خضری نے اسے بھی نقل کرکے فیہ ما فیہ کہا اور علامہ برجندی نے شرح مجسطی میں یوں تفصیل کی، طبعیہ نہیں ہو سکتی کہ میل مستقیم رکھتی ہے نہ ارادیہ کہ ارادہ کا نفس ہے اور عناصر سے نفس متعلق نہیں ہوتا مگر بعد ترکیب نہ قسریہ کہ ان کے نزدیک ازلی ہے اور قسری کا ازلی ہونا محال، طبعیات میں ان سب پر براہین ہیں، اور عرضیہ نہ ہونا ظاہر، تو زمین کو کسی طرح حرکتِ مستدیرہ نہیں۔ پھر کہا یہ برہان تام ہے۔

اقول اولاً نفی طبعیہ کی اس وجہ پر کلام گزرا، ہاں ایک اور وجہ ہے جس پر کلام ہماری کتاب الکلمۃ الملھمۃ میں ہے۔

ثانیاً زمین کا ذات ارادہ نہ ہونا فریقین کو مسلّم ورنہ قبل ترکیب تعلق نفس کا امتناع ممنوع۔

ثالثاً ہیأتِ جدیدہ قائل حدوثِ زمین ہے جیسا کہ یہی حق ہے تو قضیہ دائمہ نہیں فعلیہ ہے۔

رابعاً باطل ہوئی تو ازلیت نہ کہ حرکت۔

خامساً ہمارے نزدیک یہ مقدمہ کہ قسر ازلی نہیں، یوں حق ہے کہ ازل میں کوئی شے قابلِ مقسوریت ہو ہی نہیں سکتی کہ عالم بجمیع اجزائہ حادث ہے فلسفہ اس پر کیا دلیل رکھتا، اس کے رد میں ہماری کتاب الکلمۃ الملھمۃ کا مقام دوازدہم ہے۔

تعلیل نہم: ان کے نزدیک یہ حرکت غیر متناہیہ ہے تو قوتِ جسمانی سے اس کا صدور محال۔ خضری نے اسے "قرب" کہا۔

اقول اولاً حرکت کا ابطال نہ ہوا بلکہ لا متناہی کا۔

ثانیاً وہ ضرور اسے حادث ابدی غیر منقطع اور قاسر کو قوتِ جسمانی یعنی جذبِ شمس ہی مانتے ہیں تو دلیل اگرچہ تحقیقی ہوتی کہ حرکت منقطعہ بارادہ الٰہیہ کا استحالہ ثابت نہ کرتی مگر الزامی تھی

Marfat.com

اگر یہ مقدمہ صحیح ہوتا کہ قوتِ جسمانیہ کا انقطاع عقلاً واجب لیکن ہیأت جدیدہ کہ اس کا تسلیم ہونا درکنار فلسفۂ یونان پر بھی ثابت نہیں، اس کے روشن بیان میں ہماری کتاب الکلمۃ الملہمۃ کا مقام ۲۲ ہے۔

نوٹ: تکملہ کے بعد کا صفحہ ہی نہیں ہے، اصل میں یہیں پر ختم ہے۔

Marfat.com

رسالہ

الکلمۃ الملھمۃ فی الحکمۃ المحکمۃ لوھاء الفلسفۃ المشئمۃ

۱۳۳۸ھ

(مضبوط حکمت میں الہام شدہ کلمہ منحوس فلسفہ کی کمزوری کے لئے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفٰی وسلٰمٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی آللہ خیرٌ امّا یشرکون بل اللہ خیر و اعلٰی واجل واکرم اعوذ باللہ من نزغات الفلسفۃ فما ھو الا فل وسفہ قال الفقیر عبد المصطفٰی احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی غفر اللہ تعالٰی لہ ما مضٰی من سیأتہ وما یأتی۔

سب تعریفیں اللہ تعالٰے کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور بس۔ اور سلام ہو اس کے برگزیدہ بندوں پر۔ کیا اللہ بہتر ہے یا ان کے ساختہ شریک۔ بلکہ اللہ ہی بہتر سب سے بلند اور جلالت و کرم والا ہے۔ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں فلسفہ کے وسوسوں سے۔ وہ تو محض بے عقلی اور حماقت ہے۔ کہتا ہے فقیر عبد المصطفٰے احمد رضا سُنّی حنفی قادری برکاتی۔ اللہ تعالٰی اس کے گزشتہ اور آئندہ گناہوں کی مغفرت فرمائے۔

بعونہٖ تعالٰی فقیر نے رَدِّ فلسفہ جدیدہ میں ایک مبسوط کتاب مسمّٰی بنام تاریخی

Marfat.com

"فوزِ مبین در ردِّ حرکتِ زمین" لکھی جس میں ایک سو پانچ ۱۰۵ دلائل سے حرکتِ زمین باطل کی، اور جاذبیت نافریت وغیرہما مزعومات فلسفہ جدیدہ پر وہ روشن رد کئے جن کے مطالعہ سے ہر ذی انصاف پر بحمدہ تعالیٰ آفتاب سے زیادہ روشن ہو جائے کہ فلسفہ جدیدہ کو اصلاً عقل سے مَس نہیں۔ اس کی فصل سوم میں ایک تذییل لکھی جس میں وہ دس دلائل ذکر کئے کہ فلسفہ قدیمہ نے ردِّ حرکتِ زمین پر دئے۔ ہم نے ان کا ابطال کیا کہ یہ دلائل باطل و زائل ہیں ان میں سے تعلیل پنجم یہ تھی فلک میں میل مستدیر ہے تو زمین میں نہ ہوگا کہ طبیعت متضاد ہے۔ ہفتم یہ کہ زمین میں مبدء میل مستقیم ہے تو مبدء میل مستدیر محال۔ ہشتم یہ تھی کہ زمین کا دورہ طبعاً وارادۃً نہ ہونا ظاہر اور قسراً دوام نہیں۔ نہم یہ کہ حرکت زمین ماننے والوں کے نزدیک یہ حرکت نامتناہی ہے تو قوتِ جسمانی سے اس کا صدور محال۔ دہم یہ کہ طبعیات میں ثابت ہے کہ حرکت وضعیہ نہ ہوگی مگر ارادیہ، اور زمین ذاتِ ارادہ نہیں۔ ان کے رد نے اصولِ فلسفہ قدیمہ کے ازہاق وابطال کا دروازہ کھولا۔ ہم نے تینتیس مقام ان کے رد میں لکھے جن سے بعونہٖ تعالیٰ تمام فلسفہ قدیمہ کی نسبت روشن ہوگیا کہ فلسفہ جدیدہ کی طرح بازیچہ اطفال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ یہ تذییل ان مقامات جلیل کے سبب بہت طویل ہوگئی اور اس کی فصل چہارم دُور جا پڑی۔ ولد اعز ابوالبرکات محی الدین جیلانی آلِ الرحمٰن معروف بہ مولوی مصطفےٰ رضا خان سلمہ الملک المنان والبقاہ والی معالی کمالات الدین والدنیا رقاہ کی رائے ہوئی کہ ان مقامات کو ردِّ فلسفہ قدیمہ میں مستقل کتاب کیا جائے کہ اگرچہ دم الاخوین یکجا نہ ہو۔ ایک کتاب ردِّ فلسفہ جدیدہ میں رہے۔ دوسری ردِّ فلسفہ قدیمہ میں، اور مقاصد فوزِ مبین میں اجنبی سے فصل طویل نہ ہو۔ یہ رائے فقیر کو پسند آئی، وہ کتاب کامل النصاب بعون الملک الوہاب یہ ہے مسمّٰی بنام تاریخی الکلمۃ الملہمۃ فی الحکمۃ المحکمۃ لِوہاءِ فلسفۃ المشئمۃ (۱۳۳۸)۔ مسلمان طلباء پر دونوں کتابوں کا بغور بالاستیعاب مطالعہ اہم ضروریات سے ہے کہ دونوں فلسفۂ مزخرفہ کی شناعتوں، جہالتوں، سفاہتوں، ضلالتوں پر مطلع رہیں۔ اور بعونہٖ تعالیٰ عقائد حقہ اسلامیہ سے ان کے قدم متزلزل نہ ہوں۔ فقیر کا درس بحمدہ تعالیٰ تیرہ برس دس مہینے چار دن کی عمر میں ختم ہوا، اس کے بعد چند سال تک طلباء کو پڑھایا۔ فلسفہ جدیدہ سے تو کوئی تعلق ہی نہ تھا، علوم ریاضیہ وہندسیہ میں فقیر کی تمام تحصیل جمع تفریق ضرب تقسیم کے چار قاعدے کہ بہت بچپن میں اس غرض سے سیکھے تھے کہ فرائض میں کام آئیں گے اور صرف شکل اول تحریر اقلیدس کی وبس۔ جس دن یہ شکل حضرت اقدس حجۃ اللہ فی الارضین معجزۃ من معجزات سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین خاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد سے پڑھی اور اس کی تقریر حضور میں کی۔ ارشاد فرمایا، تم اپنے علوم دینیہ کی طرف متوجہ رہو

Marfat.com

ان علوم کو خود حل کر لو گے۔ اللہ عز وجل اپنے مقبول بندوں کے ارشاد میں برکتیں رکھتا ہے، حسب ارشاد سامی بعونہ تعالے فقیر نے حساب و جبر و مقابلہ ولوگارثم و علم مرتعات و علم مثلث کروی و علم ہیئت قدیمہ و ہیأت جدیدہ و زیجات و ارثما طیقی وغیرہا میں تصنیفات فائقہ و تحریرات رائقہ لکھیں اور صدہا قواعد و ضوابط خود ایجاد کئے۔ تحدثاً بنعمۃ اللہ یہ بحمد اللہ تعالے اس ارشاد اقدس کی تصدیق تھی کہ ان کو خود حل کر لو گے۔ فلسفہ قدیمہ کی دو چار کتابیں مطابق درس نظامی اعلحضرت قدس سرہ الشریف سے پڑھیں اور چند روز طلبہ کو پڑھائیں، مگر بحمد اللہ تعالے روزِ اول سے طبیعت اس کی ضلالتوں سے دُور اور اس کی ظلمتوں سے نفور تھی۔ سرکار ابد قرار بارگاہِ عالم پناہ رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ سے دو خدمتیں اس خانہ زاد ہیچکارہ کے سپرد ہوئیں، اِفتا اور رَدِّ وہابیہ۔ انھوں نے مشغلۂ تدریس بھی چھڑایا اور آج ۴۵ برس سے زائد ہوئے کہ بحمد اللہ تعالیٰ فلسفہ کی طرف رُخ نہ کیا نہ اس کی کسی کتاب کو کھول کر دیکھا۔ اب اخیر عمر میں سرکار نے اپنے کرم بے پایاں کا صدقہ بندۂ عاجز سے یہ خدمت لی کہ دونوں فلسفوں کا رد کرے اور ان کی قباحتوں، شناعتوں، حماقتوں، ضلالتوں پر اپنے دینی بھائیوں طلبۂ علم کو اطلاع دے۔ ناظرین والاتمکین اہلِ انصاف لادین سے اُمید کہ حسبِ عادت متفلسفہ لِمَ ولا نسلم و انکار واضحات و تشکیکِ بے ثبات و فارغ مجادلات کو کام میں نہ لائیں۔ اُن کے اَجلّہ اکابر ماہرین ابن سینا سے جونپوری مصنف شمس بازغہ تک کون ایسا گزرا ہے جس پر رَدّ و طرد نہ ہوتے رہے۔ فلسفہ مزخرفہ کا شیوہ ہی یہ ہے کہ ؎

ہر کہ آمد عمارتے نو ساخت رفت و منزل بدیگرے پرداخت [1]

(جو بھی آیا اُس نے نئی عمارت بنائی، چلا گیا اور عمارت دوسرے کے حوالے کر دی ۔ت)

یہ چند اوراق تو اس کے قلم کے ہیں جس نے ابتدا ہی سے فلسفہ کو سخت مکروہ جانا اور صرف دو چار کتابیں درس میں پڑھ کر دو ایک بار پڑھا کر جو چھوڑا تو ۴۵ سال سے زائد ہوئے کہ اُس کا نام نہ لیا لغو و فضول ابحاث کی حاجت نہیں، بنگاہ ایمانی اصل مقاصد کو دیکھئے، اگر حق پائیے تو ابنِ سینا اور اسکے احزاب کی بات زبردستی بنانے کی ضرورت نہیں۔

وباللہ العصمۃ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

اور اللہ تعالیٰ کی توفیق کے سبب ہی گناہوں سے بچاؤ ہوسکتا ہے۔ اور اللہ حق فرماتا ہے، اور وہی سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ اور ہمارے لئے اللہ ہی کافی ہے، اور کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ (ت)

---

[1] گلستانِ سعدی در سبب تالیف مکتبہ اویسیہ بہاولپور ص ۱۳

Marfat.com

اس کی تقریب یُوں ہوئی ۱۸ صفر ۱۳۳۸ھ کو ولد اعز مولنا مولوی محمد ظفر الدین بہاری اعلیٰ مدرس عالیہ شہسرام جعلہ اللہ کاسمہٖ ظفر الدین نے ایک سوال بھیجا کہ امریکہ کے کسی مہندس نے دعویٰ کیا ہے کہ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو اجتماع سیارات کے سبب آفتاب میں اتنا بڑا داغ پڑے گا کہ اس کے باعث زلزلے آئیں گے، طوفان شدید آئے گا، ممالک برباد کردئے جائیں گے، یہ ہوگا وہ ہوگا، غرض قیامت کا نمونہ بتایا تھا، یہ صحیح ہے یا غلط؟ اس کا جواب چند ورق پر دے دیا گیا کہ یہ محض اباطیل بے اصل ہیں، نہ وہ اجتماع سیارات اس تاریخ کو ہوگا جس کا وہ مدعی ہے، نہ جاذبیت کوئی حقیقت رکھتی ہے، اس کے ضمن میں بعض دلائل ردِ حرکت زمین کے لکھے جب انھیں طویل ہوتا دیکھا جدا کرلئے اور ردِ فلسفۂ جدیدہ میں بعونہٖ تعالٰے کافل و کافل کتاب فوزِ مبین لکھی اس کی تذییل نے ردِ فلسفۂ قدیمہ کی تقریب کی جسے اس سے جدا کرکے بحمدہٖ تعالٰے یہ کتاب الکلمۃ الملھمۃ تیار ہوئی، والحمد للہ رب العٰلمین اب ہم اُن مقاماتِ عالیہ کو ذکر کریں وباللہ التوفیق و بہ الوصول الیٰ ذری التحقیق (اور توفیق اللہ تعالٰے ہی کی طرف سے ہے اور اسی کے ذریعے تحقیق کی چوٹیوں تک رسائی ہوسکتی ہے۔ ت)

مقام اول

اللہ عزوجل فاعل مختار ہے اس کا فعل نہ کسی مرجح کا دست نگر نہ کسی استعداد کا پابند، یہ مقدمہ نظرِ ایمانی میں تو آپ ہی ضروری و بدیہی۔

یفعل اللہ ما یشاء[1] فعال لما یرید[2] — اور اللہ جو چاہے کرے۔ جب جو چاہے کرے۔

لہ الخیرۃ۔ — اختیار اُسی کو ہے۔ (ت)

یُوں ہی عقل انسانی میں بھی آدمی اپنے ارادے کو دیکھ رہا ہے کہ دو متساویوں میں بے کسی مرجح کے آپ ہی تخصیص کرلیتا ہے۔ دو جام یکساں ایک صورت ایک نظافت کے دونوں میں ایک سا پانی بھرا ہو۔ اس سے ایک قرب پر رکھے ہوں۔ یہ پینا چاہے اُن میں سے جسے جی چاہے اُٹھالے گا۔ ایک مطلوب تک دو راستے بالکل برابر و یکساں ہوں جسے چاہے چلے گا۔ ایک سے دو کپڑے ہوں جسے چاہے پہنے گا۔ پھر اس فعّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ کے ارادہ کا کیا کہنا۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) یہاں سے ظاہر ہوا کہ محال ترجح بلا مرجح ہے۔ دو متساویوں

---

[1] القرآن الکریم ۱۴/۲۷ — [2] القرآن الکریم ۱۱/۱۰۷

Marfat.com

میں سے ایک خود ہی راجح ہو جائے یہ یہاں نہیں کہ نفس ارادہ مرجح ہے اور ترجیح بلا مرجح میں مصدر اگر صرافت مصدریت پر ہو یا مبنی للفاعل تو ہرگز محال نہیں، بداہۃً واقع ہے، ہاں مبنی للمفعول ہو تو محال کہ وہی ترجح بلا مرجح ہے۔ فلسفی اُس کے فاعل مختار ہونے سے کفر وانکار رکھتا ہے مگر الحمد للہ کہ افلاک وکواکب اور اُن کی حرکات نے اپنے خالق عزّوجلّ کا مختار مطلق ہونا روشن کر دیا اور خود فلسفی کے ہاتھوں فلسفی کے مُنہ میں پتھر دے دیا۔ فلسفہ کا اِدّعا ہے کہ:

(۱) افلاکِ بسیط ہیں ہر فلک کی طبیعت واحد، مادہ واحد ہے۔ اگرچہ باہم افلاک کے طبائع و مواد مختلف ہیں۔

(۲) طبیعت واحدہ مادہ واحدہ میں ایک ہی فعل نسق واحدہ پر کرسکتی ہے۔ اختلاف ممکن نہیں۔ ولہذا ہر بسیط کی شکل طبعی کُرہ ہے کہ وہی نسق واحد پر ہے بخلاف مثلّث مربّع وغیرہ کہ اُن میں کہیں سطح ہے کہیں خط کہیں نقطہ، یونہی اور اختلاف بھی سبب ہے کہ پانی کی جو بوند گرے آگ کا جو پھول اُڑے اسکی شکل کُروی ہوتی ہے۔[ع]

(۳) فاعل دو متساویوں میں اپنی طرف سے ترجیح نہیں کرسکتا کہ اُس کی نسبت سب طرف

ع متفلسف جونپوری نے اپنی ظلمت نازغہ مسمے ظلماً شمس بازغہ کی فصل حیز میں کہا:

وجود الجسم بدون فاعل وان کان غیر ممکن لکن نسبۃ الفاعل الی جمیع الاحیاز علی السواء فلا یمکن تعیین الحیز منہ مالم یمکن لطبیعۃ الجسم خصوصیۃ معہ[۱]	جسم کا وجود بغیر فاعل کے اگرچہ ناممکن ہے لیکن فاعل کی نسبت چونکہ تمام حیزوں کی طرف برابر ہے لہذا کسی خاص حیز کے ساتھ فاعل کی طرف سے جسم کی تعیین ممکن نہیں جب تک طبیعتِ جسم کو اُس حیز کے ساتھ کوئی خصوصیت حاصل نہ ہو۔(ت)

دیکھو کیسا صاف کہا کہ خالق کو قدرت نہیں کہ جسم کو کسی خاص حیز میں پیدا کرسکے جب تک طبیعت ہی کو اُس حیز سے کوئی خصوصیت نہ ہو۔

کذٰلك یطبع اللہ علٰی کلِّ قلب متکبر جبار[۲]۔ ۱۲ منہ غفر لہ۔	یونہی مُہر کر دیتا ہے اللہ تعالٰی متکبر سرکش کے سارے دل پر۔(ت)

---

[۱] الشمس البازغۃ فصل وبالحری ان یبین ان کل مالایمکن خلو الجسم عنہ الخ مطبع علوی لکھنؤ ص ۱۳۹

[۲] القرآن الکریم ۴۰/۳۵

Marfat.com

برابر ہے۔ اگر ترجیح دے بلا مرجح ہوا اور یہ محال ہے۔

فلسفۂ ذوسفہ اپنے یہ تینوں اِدعاء یاد رکھے اور اب افلاک میں خود اپنے بتائے ہوئے اختلافات کی چارہ جوئی کرے ہم اولاً ہر فلک کی شکل و حرکت و جہت اور پُرزے اور اُن کی حرکتیں اور جہتیں سنائیں، پھر سوالات گنائیں۔

امر عام تو یہ ہے کہ ہر فلک کرۂ مجوف ہے جس میں محدب و مقعر دو سطحیں۔ ایک فلک دوسرے کے جوف میں ہے اور سب سے نیچے فلک قمر کے پیٹ میں چاروں عناصر **فلک اطلس** سب سے اوپر اور اس کی حرکت سب سے سریع تر ہے مرکز عالم پر مشرق سے مغرب کو چلتا اور ایک رات دن بلکہ ۲۴ گھنٹے سے بھی ۳ منٹ ۵۶ سیکنڈ کم میں دورہ پورا کرتا ہے۔ قطبین شمالی اور جنوبی اس کے قطب ہیں اور معدل النہار جس کی سطح میں خطِ استواء واقع ہے اُسی کا منطقہ یہ فلک تمام افلاک زیرین کو بھی اپنے ساتھ ساتھ گھماتا ہے۔ طلوع و غروب جملہ کواکب اسی وجہ سے ہے۔ اس میں کوئی ستارہ یا پرزہ نہیں۔

اقول نہیں کہنا جزاف ہے یہ کہیں کہ معلوم نہیں۔ کیا استحالہ ہے کہ اس میں کچھ کواکب ہوں کہ بوجہ شدت بعد نظر نہ آتے ہوں بلکہ کیا دلیل ہے کہ انہی کواکب مشہودہ سے بعض فلکِ اعظم میں نہیں بلکہ کہکشاں اور نثرہ اور کف الخضیب کے پیچھے اور ان کے سوا جہاں جہاں سحابی شکلیں ہیں ان میں صریح احتمال ہے کہ یہ ستارے تمام ثوابت سے اوپر ہوں کہ بوجہ بُعد منظر و قرب باہم ان کے اجرام متمیز نہ ہوتے ہوں ایک چمکیلی سطح ابر سفید کی شکل میں نظر آتی ہو۔

فلک ثوابت، اس کا مرکز اُس سے متحد ہے مگر قطب قطبین عالم سے ۲۳ درجے ۲۷ دقیقہ جدا ہیں اس کی حرکت مغرب سے مشرق کو ہے یہ بائیس[۲۲] ہزار برس میں بھی ایک دورہ پورا نہیں کرتا اور اگلوں کے خیال میں تو ۳۶ ہزار برس میں اُس کا دورہ تھا تمام ثوابت رنگا رنگ مختلف اقدار کے اسی میں ہیں، ساتوں آسمانوں کے ممثلات مرکز و اقطاب و جہت حرکت و قدر سرعت سب میں اسی کے موافق ہیں اس لئے ان کو ممثلات کہتے ہیں کہ ان باتوں میں فلک البروج کے مماثل ہیں اس فلک میں کواکب کے سوا اور کوئی پُرزہ نہیں **اقول** ضرور ہیں اور ہزاروں ہیں ثوابت کی چال باہم مختلف مرصود ہوئی ہے زیج احدی میں بیاسی ثوابت کی چال منضبط کی ہے کوئی ۶۳ برس میں ایک درجہ طے کرتا ہے جیسے عرقوب الرامی، کوئی ۶۴ میں جیسے نسر واقع، کوئی ۶۵ میں جیسے رکبۃ الرامی، کوئی ۶۶ میں جیسے سہیل یمانی نسر طائر جدی الفرقد، کوئی ۶۷ میں جیسے نیرّ الفلکہ، یوں ہی فی درجہ ۸۲ برس تک اختلاف ہے۔ جب ایک درجہ میں ۱۹ برس کا تفاوت ہے تو پورے دورے میں تقریباً سات ہزار برس کا

Marfat.com

فرق ہوگا، تو ضرور سب کی جُدا تدویریں ہیں جن کی چالیں مختلف۔

فلک زحل، اس میں پانچ پُرزے مختلف۔ الشکل ہیں ا ء ممثل مرکز س پر ہے کہ مرکز عالم ہے۔ اس کے ثخن میں ح ب سطح حامل مرکز ۂ پر ہے کہ مرکز عالم سے جدا ہے ان دونوں کے محدب و مقعر متوازی ہیں ا کا متوازی ء ہے اور ب کا متوازی ح، لاجرم اس حامل کے سبب ممثل میں دو کلیاں بچیں جن میں ہر ایک کا دل مختلف ہے، اوپر کی کلی ا ب نقطہ آ ء ح ی پر پتلی اور پھر ل تک چوڑی ہوتی گئی ہے اسے متمم حاوی کہتے ہیں اور نیچے کی کلی ج ء نقطہ حضیض ک پر پتلی اور پھر م تک چوڑی ہوتی گئی ہے ثخن حامل ح ب میں ح تدویر

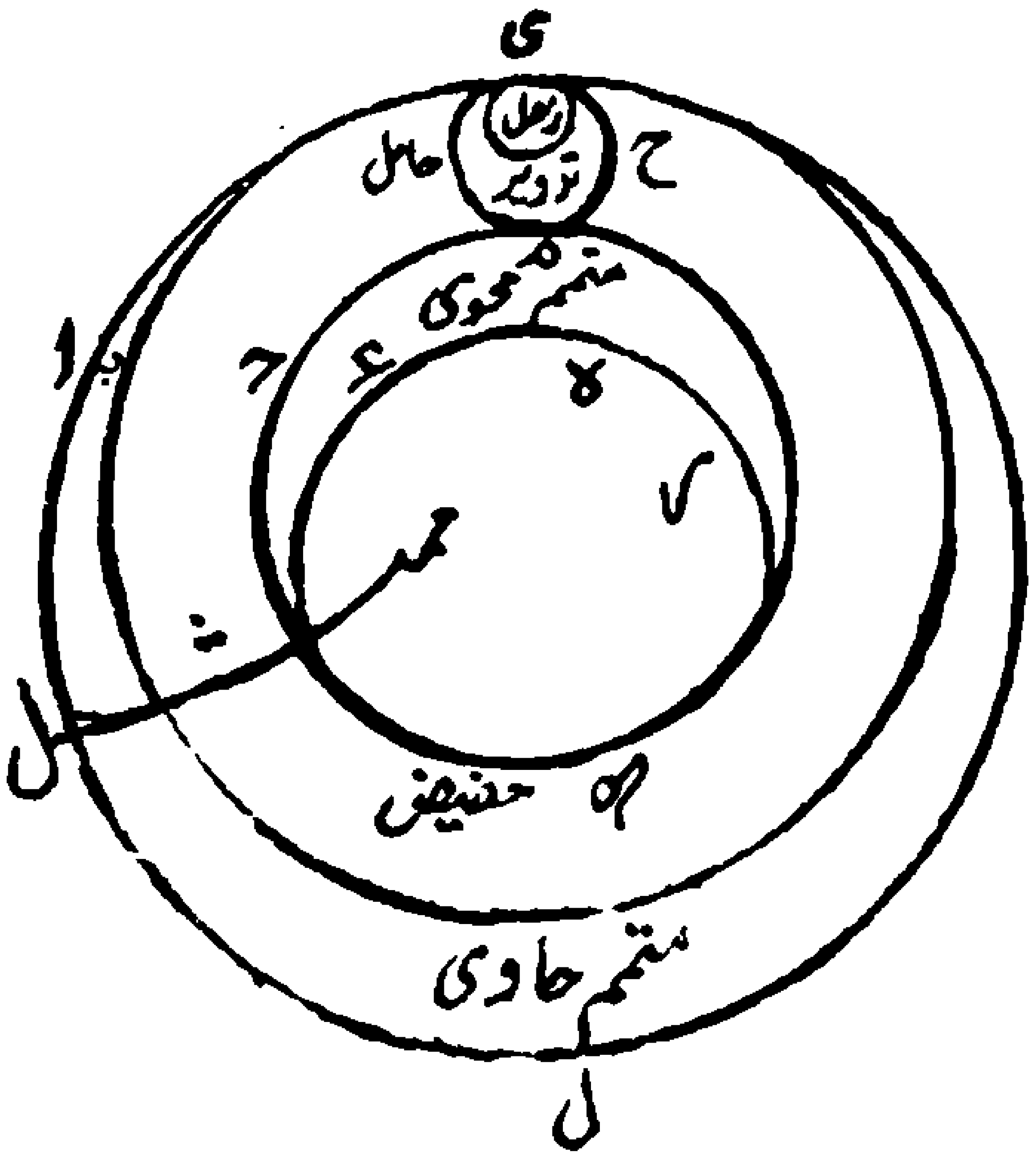

ہے یعنی ایک مستقل کُرہ کہ ان سطحوں کی طرح زمین کو شامل نہیں اور ایک کنارے کو جوف ہے اس جوف میں ط کوکب مثل زحل مرکوز ہے متمم حاوی و محوی کی چال جہت و قدر و مرکز و قطب میں وہی ممثل کی چال ہے ہر روز ۸ ثالثے کہ اس کے محدب و مقعر انھیں میں ہیں اور حامل کی ہر روز ۲ دو دقیقے ۳۵ ثالثے تدویر کی ۵۷ دقیقے، ۷ ثانیے ۴۴ ثالثے۔

فلک مشتری، سب باتوں میں مثل فلک زحل ہے مگر حامل ہر روز چار دقیقے ۵۹ ثانیے ۱۶ ثالثے تدویر ۵۴ دقیقے ۹ ثانیے ۳ ثالثے۔

فلک مریخ، حامل ۳۱ دقیقے ۲۶ ثانیے ۴۰ ثالثے تدویر، ۲۷ دقیقے ۴۱ ثانیے ۴۰ ثالثے باقی سب باتوں میں بدستور۔

فلک شمس، اس میں چار پُرزے ہیں، شکل وہی ہے جو گزری۔ صرف یہاں تدویر کی جگہ شمس سمجھو۔ حامل کو یہاں خارج المرکز کہتے ہیں۔ اس کی چال روزانہ ۵۹ دقیقے ۸ ثانیے ۱۲ ثالثے۔ باقی بدستور۔

فلک زہرہ، سابق کی طرح پانچ پُرزے، حامل کی چال مثل خارج شمس تدویر ۳۶ دقیقے ۵۹ ثانیے ۲۹ ثالثے۔ باقی اُسی طرح۔

فلک عطارد، سات پُرزے ہے۔

Marfat.com

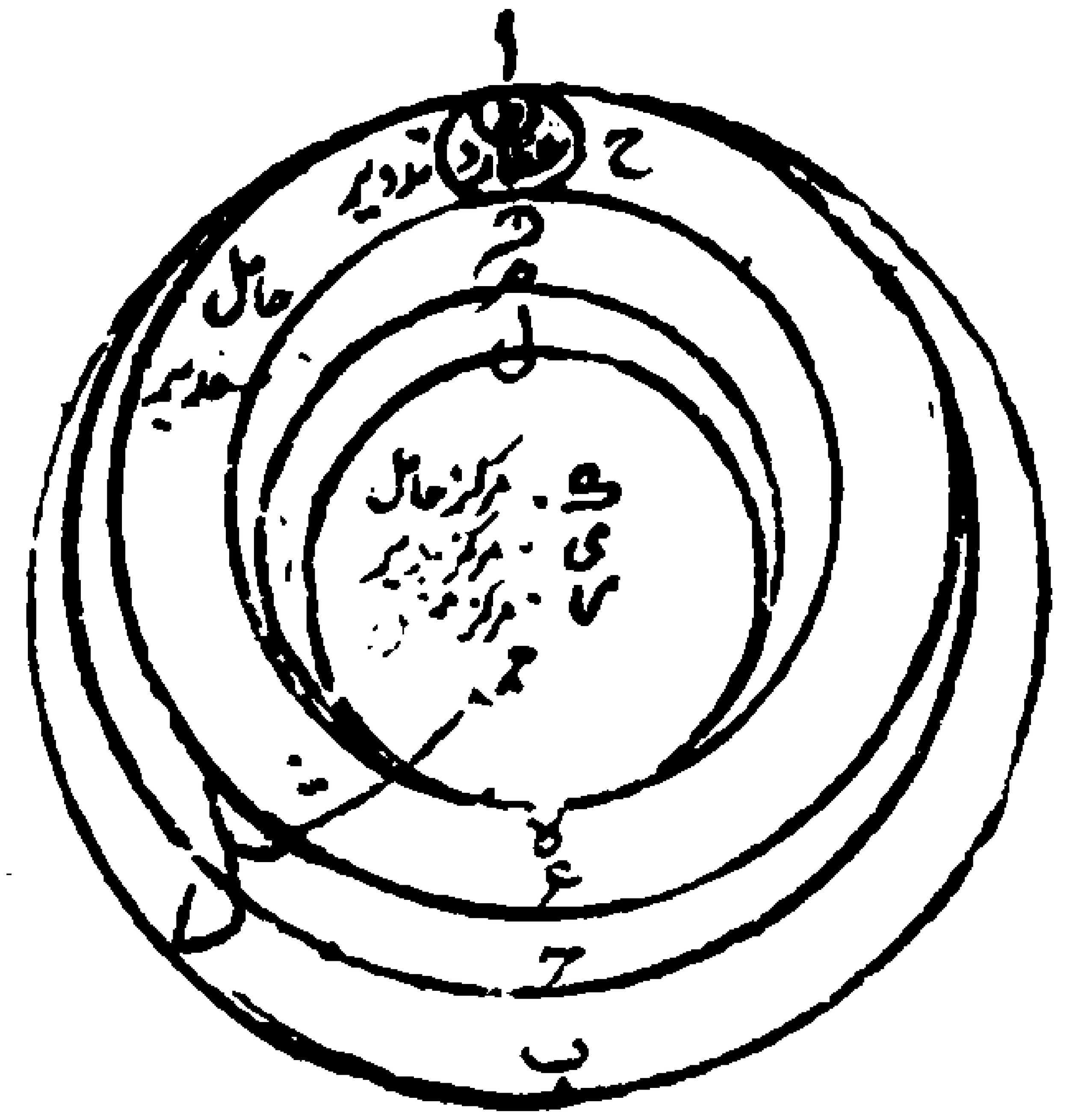

ا ل ممثل مرکز س پر کہ مرکز عالم ہے ا م مدیر مرکز ی پر اس کا متمم حاوی، ب ح محوی ل م ۔ ا ھ حامل مرکز ک پر اس کا متمم حاوی ح ع محوی م ط ا ھ حامل کے اندر ح تدویر اس کے اندر ط عطارد ممثل بدستور حامل ایک درجہ ۵۸ دقیقے ۱۶ ثانیے ۳۲ ثالثے مدیر مثل خارج شمس تدویر ۳ درجے ۶ دقیقے ۲۴ ثانیے ۷ ثالثے۔

فلک قمر، چھ پُرزے ہیں ا ط ممثل مرکز س پر، ب ح جوزہرہ ح مائل تیز مرکز س پر ۔ متمم حاوی ع ج محوی ط ی ۔ ہ ع حامل مرکز ک پر ۔ ح تدویر ط قمر ممثل بدستور۔

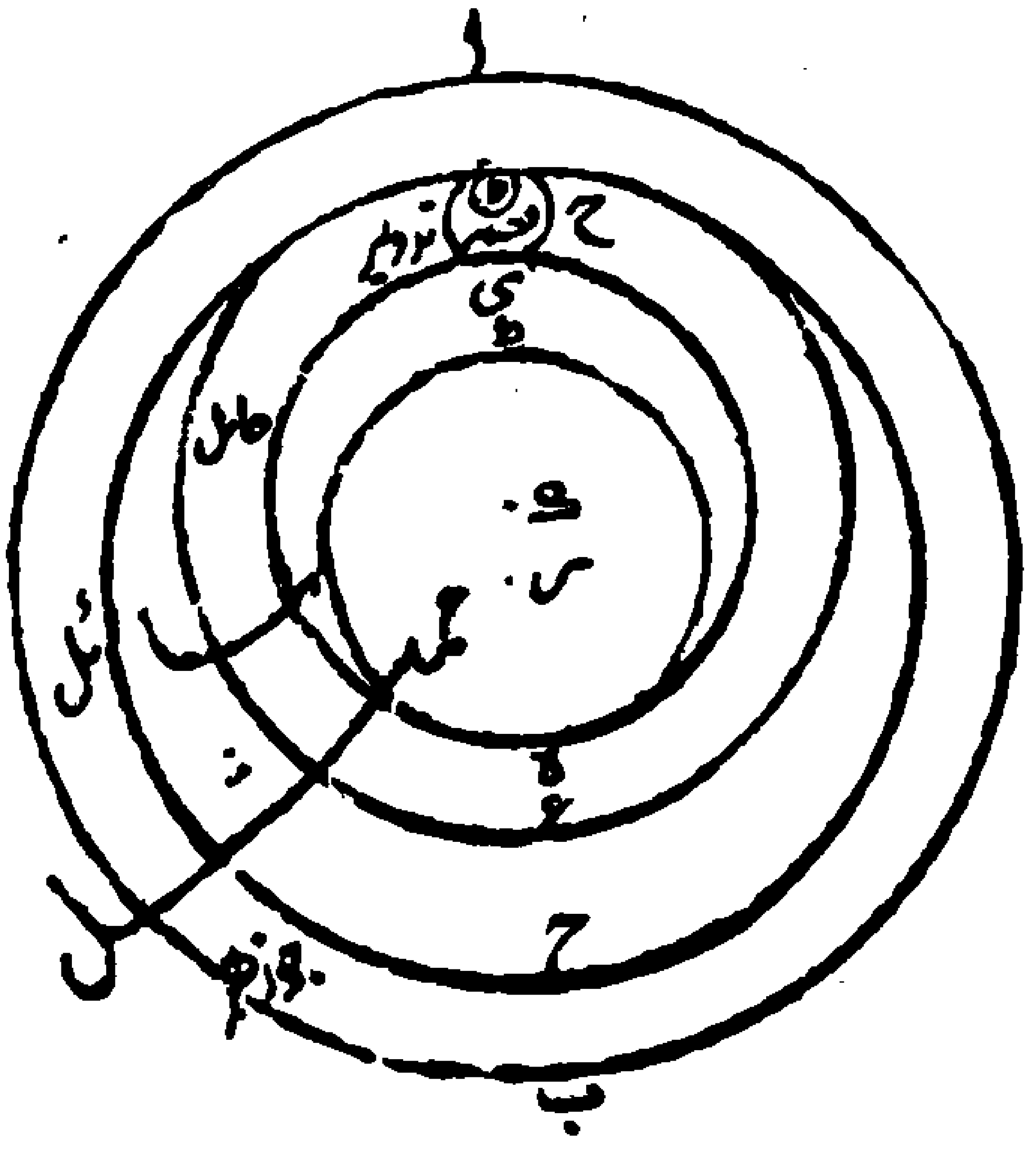

جوزہر ۳ دقیقے ۱۰ ثانیے ۳۷ ثالثے ۔ مائل ۱۱ درجے ۹ دقیقے ۷ ثانیے ۴۳ ثالثے حامل ۲۴ درجے ۲۲ دقیقے ۵۳ ثانیے ۲۲ ثالثے تدویر ۱۳ درجے ۳ دقیقے ۵۳ ثانیے ۵۶ ثالثے، یہ تمام حرکات

Marfat.com

مثل منطقۃ البروج مغرب سے مشرق کو ہیں مگر مدیر عطارد جوزہر و مائل قمر کہ تینوں مثل اطلس مشرق سے مغرب کو اور تمام تدویروں کا نصف بالا مثل منطقہ ہے مگر قمر میں مثل اطلس، متاخرین نے خمسہ متحیرہ و قمر کے افلاک میں چودہ[۱۴] پرزے اور مانے ہیں جن کی تفصیل شروح تذکرہ میں ہے۔

سوالات

(۱) **اَقُوْلُ** مادہ واحدہ میں طبیعت واحدہ کا فعل واحد تو اس کا مقتضی تھا کہ افلاک مثل زمین کرۂ مصمتہ بے جوف بنتے کہ ایک ہی سطح رکھتے، دیکھو پانی کے قطرے اور آگ کے پھول ایسے ہی نکلتے ہیں نہ کہ اندر سے خالی جوف کا اقتضاء طبع بسیط نے کس بناء پر کیا جس سے محدب و مقعر دو سطحیں متبائن بالنوع پیدا ہوئیں، بڑی سطوح مستدیرہ فلاسفہ کے نزدیک مختلف بالنوع ہیں جیسے مستوی و مستدیر کہ ایک کا دوسرے پر انطباق ناممکن، اگر کہئے بنتا تو یونہی مگر جوف میں اور اجسام کا ہونا مانع آیا۔

اقول یہ مانع خارج سے ہے تو قسر ہوا، ایک تو افلاک پر قسر لازم آیا دوسرے اس کا دوام، اگر کہئے وہ مادہ جس میں طبیعت نے فعل کیا یہیں ملا۔

اقول مادہ متحیز بالذات نہیں لباس صورت کے بعد متحیز ہوگا۔ اور صورت بے شکل موجود نہیں ہوسکتی، کما نص علیہ ابن سینا فی الاشارات (جیسا کہ ابن سینا نے اشارات میں اس پر نص کی ہے۔ ت) اور یہاں فعل ایجاد شکل کے لئے ہے تو اس وقت تحیز ہیولی کہاں، اگر کہئے مادہ میں اسی کھکل شکل کی قابلیت تھی۔

اقول، اوّلاً مادہ باعتبار اشکال لوح سادہ ہے ہر نقش کی قابلیت رکھتا ہے وہ قابلیت ہر گونہ اتصال و انفصال ہی کے لئے مانا گیا ہے اور شک نہیں کہ ان کے ورود سے ہر طرح کی مختلف شکلیں پیدا ہونگی فلک پر کہ استحالۂ خرق والتیام کے مدعی ہیں وہ جہت مادہ سے نہیں بلکہ تحدید جہت سے ہے۔

ثانیاً مادے میں کسی شکل خاص کا اقتضا باقی سے آیا ہو تو فلاسفہ کا مدعا کہ ہر جسم کی ایک شکل طبعی ہے جیسا کہ مقام پنجم میں آتا ہے مردود ہو جائے گا وہاں انھوں نے خود تصریح کی ہے کہ خصوصیت شکل جانب مادہ مستند نہیں ہوسکتی۔

Marfat.com

(۴) فلک تو بسیط ہے ہر جہت سے اُسے یکساں نسبت ہے پھر کس نے تخصیص کی کہ اطلس مشرق سے مغرب کو گھومے یا ممثلات مغرب سے مشرق کو۔ اس کا جواب سفہاء[۲] نے تین مہمل تحکمات سے دیا:

(ا) ہر فلک کا مادہ اسی طرف حرکت کو قبول کرتا ہے۔

(ب) سافلات سے ان کے تعلقات اسی سے حاصل ہوتے ہیں۔

(ج) ہر فلک اپنے مبداء مفارق کا عاشق اور اپنے معشوق سے تشبیہ چاہتا ہے وہ یونہی ملتا ہے۔

اقول، اولاً یہ بداہۃً نرے تحکم ہیں، جہت میں کیا خصوصیت ہے کہ مادہ اسی کو قبول کرے، دوسرے سے ابا نہ سافلات سے تعلق یا مفارقات سے تشبیہ کسی جہت خاص پر موقوف، ومن ادعی فعلیہ البیان (جس نے دعوٰی کیا دلیل اس کے ذمہ ہے۔ ت)

ثانیاً کتنا صریح جھوٹ ہے کہ ہر فلک کا مادہ اسی کا قابل، سفہائے افلاک کلیہ کو دیکھا انھیں مختلف بالمادہ مان چکے ہیں سمجھے کہ نجات پائی۔ ہر فلک کے افلاک جزئیہ کو دیکھیں۔ فلک شمس میں دو حرکتیں ہیں ممثل و خارج کی۔ فلک علویات و زہرہ میں تین تین ممثل و حامل و تدویر کی فلک عطارد میں چار، تین یہ اور ایک مدیر کی۔ فلک قمر میں پانچ، تین وہ اور جوزہر و مائل کی، بلکہ ہر ایک میں ایک ایک حرکت زائد ہے کہ کوکب خود بھی حرکتِ وضعیہ رکھتا ہے اور ان سب کی قدر مختلف ہے جیسا کہ گزرا۔ اور دو فلک زیریں میں اختلاف جہت بھی عطارد میں مدیر مغرب کو جاتا ہے باقی مشرق کو، اور قمر میں ممثل و حامل مشرق کو جاتے ہیں باقی مغرب کو، اور شک نہیں کہ مادہ واحد ہے وہ اگر ایک ہی کو قبول کرتا ہے دوسری کدھر سے آئی۔ یونہی تعلق و تشبہ کے لئے مختلف راہیں لینا کیونکر، حالانکہ سب پرزوں سے ایک ہی نفس متعلق اور قابل بھی واحد، پھر اختلاف یعنی چہ۔

ثالثاً کیا فارق ہے کہ اطلس کا تعلق و تشبہ حرکت شرقیہ ہی سے ہو سکا غربیہ سے ناممکن تھا اور باقی آٹھ کا غربیہ ہی سے بن پڑا شرقیہ سے محال تھا۔

رابعاً افلاک عقول کے کسی امر مشترک میں تشبہ چاہتے ہیں، یا ہر فلک اپنے معشوق کے امر خاص میں، بر تقدیر اول اسے وجہِ تخصیص ٹھہرانا کیسا جہل ہے۔ بر تقدیر ثانی واجب تھا کہ ہر فلک کی

---

[۱] مواقف و موقف رابع   اول فصل دوم قسم اول مقصد دوم ۱۲ منہ غفرلہ

[۲] مثل صدرا وغیرہ ۱۲ منہ

Marfat.com

حرکت نئی طرز کی ہوتی، خصوصاً اس حالت میں کہ فلاسفہ کے نزدیک ہر عقل دوسری سے متباین بالنوع ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ صرف فلک اطلس کی حرکت جُدا ہے، باقی آٹھوں افلاک کُلیہ اقطاب و محاور و مناطق و جہت و قدر حرکت سب میں متوافق ہیں۔ یہ تشبّہ کیسا تبیین حرکت میں مفارقات سے تشبّہ یہ بکھاتے ہیں کہ مفارقات کے لئے سب کمالات ممکنہ بالفعل ہیں افلاک سب اوضاع ممکنہ کو دفعۃً حاصل نہیں کرسکتے کہ ان کا اجتماع محال، ناچار گھوم گھوم کر وضعیں بدلتے ہیں کہ سب احوال ممکنہ حاصل تو ہوجائیں اگرچہ علیٰ وجہ التعاقب۔

اقول، اوّلاً یہ تخصیص جہت وغیرہ کا مبطل ہے کہ تبدّل اوضاع ہر گونہ حرکت سے حاصل۔

ثانیاً وہاں کمالات بالفعل تھے تبدّلِ وضع کیا کمال ہے محض لغو حرکت ہے، تو حاصل یہ ہُوا کہ معشوق میں کمالات جمع ہیں عاشق لغویات اکٹھے کرتے، یہ تشبّہ ہوا یا تمسخر۔

ثالثاً فرض کردم کہ تبدیل وضع سے فلک کو کمالات حاصل ہوتے ہیں تو وہ ہر وضع حاصل کو معاً ترک کرتا ہے تو ایک جہت سے اگر تحصیل کمالات ہے معاً دوسری جہت سے ابطال کمالات، تو حرکت سے ہر آن میں اگر ایک وجہ سے تشبّہ ہے معاً دوسری وجہ سے تباین، دونوں متعارض ہو کر ساقط ہوئے اور حرکت نہ ہوئی مگر لغو حرکت۔

رابعاً ہر دورے میں جن اوضاع کو چھوڑا اُنھیں کھائی ہوئی کھوئیوں ہی کو پھر دُہراتا ہے۔ اگر اُس قدر اوضاع تبدّل سے تشبّہ حاصل ہوتا ہے تو ایک دورہ ختم کرکے تھم جانا واجب تھا کہ حرکت مقصود بالعرض ہوتی ہے جس غرض کے لئے تھی وہ مِل گئی، اب دُہرانا حماقت بلکہ معشوق سے تباین محض کہ حصول بالفعل کا تشبّہ حاصل ہوچکا۔ اب تجدّد و تغیّر نرا تباین رہ گیا، اور اگر اُن سے تشبّہ نہیں ہوتا تو ہر بار وہی تو ہیں اب کیوں حاصل ہوجائے گا۔ نامحصل تشبّہ کیا دوسری دفعہ میں محصل ہوجائے گا، اوّل تو یہ خود باطل، اور بالفرض ہو بھی تو دوبارہ سے غرض حاصل ہوگئی۔ اب تھمنا واجب تھا۔

خامساً قطع نظر اس سے کہ نامحصل کبھی خود محصل کیونکر ہوجائے گا۔ سوال یہ ہے کہ اس سرگردانی سے غرض تشبّہ کبھی حاصل ہوسکتی ہے یا کبھی نہیں، اگر کبھی نہیں تو یہاں کوئی کمال ثانی نہیں جس کے لحاظ سے یہ حرکت کمال اول ہو کہ جو ممتنع الحصول ہے اس کا کمال نہیں ہوسکتا اور حرکت نہیں مگر کمال اوّل، تو حرکت باطل ہوئی۔ اور اگر ہاں ایک وقت وہ آئے گا کہ یہ مقصد حاصل

Marfat.com

ہو جائے گا تو اسی وقت حرکت کا انقطاع واجب اور کوئی حرکت منقطعہ حرکتِ فلک نہیں کہ کوئی حرکتِ فلک منقطعہ نہیں، بالجملہ یا تو یہ حرکت ہی نہیں یا حرکت ہے تو حرکتِ فلک نہیں۔ بہر حال حرکتِ فلک باطل۔

سادساً مفارقات تجدّد و تغیّر سے بری ہیں تو ان سے تشبّہ سکون و قرار میں تھا نہ کہ ہمیشہ کی سرگردانی و تغیّر و بے قراری میں۔

سابعاً مانا کہ یوں بھی کوئی تشبّہ ملتا تو سکون سے یہ تشبّہ حاصل کیا مرجح ہوا کہ اس تشبّہ کو چھوڑ کر اسے لیا۔

ثامناً بلکہ تشبّہ بالسکون ابتداءً خود فلک کو ملتا کہ تغیّر سے جدا رہا اور حرکت میں اسے اصالۃً تشبّہ نہیں کہ اس کی اپنی ذاتی وضع نہ بدلی بلکہ اجزائے موہومہ کی جن کا وجود خارج میں محال کہ خرق جائز نہیں مانتے تو یہ تشبّہ اصالۃً ان موہومات ناممکنہ کو ہوا نہ کہ فلک کو، اور وہ فلک کو بھی ہوتا اور ان موہومات کو بھی، تو وہی راجح تھا۔ یہ ترجیح مرجوح ہوئی۔ اس کی تحقیق مقام پنجم میں آتی ہے ان شاء اللہ۔

تاسعاً اسے لیا بھی تھا تو ایک ہی تشبّہ کا دائماً التزام اور دوسرے سے ہمیشہ انحراف کیا معنی، کبھی یہ ہوتا کبھی وہ کہ جملہ وجوہ تشبّہ حاصل ہوتے۔

عاشراً یہی تشبّہ لیا تھا تو قطبین کا التزام غرض مقصود کے سخت منافی ہوا کہ ایک ہی قسم کا تبدّل اوضاع حاصل ہوا واجب تھا کہ ہر دورہ نئے قطبین پر ہوتا کہ حتی الوسع استیعاب وضع ہوتا، تلك عشرة كاملة (یہ پوری دس ہیں۔ت)

(۳[عہ]) وضعیہ کے لئے تعیینِ قطبین ضرور، اور فلک پر ہر دو[۲] نقطے قطبین بن سکتے ہیں۔

اقول جو عظیمہ لیجئے اس کے دو متقاطر نقطے قطبین ہو سکتے اور ایک عظیمہ میں غیر متناہی نقاط ممکن، اور سطحِ فلک پر غیر متناہی عظیمے ممکن، تو یہ غیر متناہی در غیر متناہی سے ایک کی تخصیص کیونکر ہوئی۔ اس[عہ۲] کا جواب دیا گیا کہ یہ تخصیص فلک کے نفس منطبعہ سے ہے۔

عہ۱ مواقف محل مذکور ۱۲ منہ۔

عہ۲ یہ جواب سوال ۲ سے بھی ہے، جونپوری نے منطبعہ کی قید نہ لگائی، بلکہ اس بحث میں کہ ہر جسم میں میل ضرور ہے تخصیص قطبین و منطقہ کا چاک رفو کرنے کو کہا ممکن کہ نفس شاعرۂ فلک نے یہ

(باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

اقول نفس کے فعل کو استعداد مادہ درکار یا وہ بطور خود اپنے ارادے سے جسے چاہے تخصیص کر دے۔ علی الثانی مسئلہ فیصل اور ہمارا مطلب حاصل جب فلک کا نفس اور وہ بھی منطبعہ محض اپنے ارادے سے تخصیص کرتا ہے تو اللہ عزّ وجل سب سے اعز و اعلیٰ ہے، فما لکم لا تؤمنون (تمھیں کیا ہے کہ ایمان نہیں لاتے ہو۔ ت) بر تقدیر اول یہ استعداد نہیں تھی یا تمام سطح فلک میں اول اختلاف مادہ ہے اور دوم وہی آش در کاسہ کہ ترجیح بلا مرجح لازم طوسی نے اور بڑھ کر کہی کہ دلیل بتا چکی کہ فلک قابل حرکت مستدیرہ ہے تو ضرور اس میں مبدء میل مستدیر ہے تو ضرور وہ متحرک بالاستدارہ ہے تو قطبین وجہت و قدر و حرکت کی تخصیص ضرور کسی وجہ سے ہوئی، گو ہمیں نہ معلوم۔

(رد) اوّلاً **اقول** قابلیت استدارہ کی قلعی عنقریب مقام ۱۰۲ میں کھل جائے گی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ترجیح کسی وجہ سے کی ہو، جس کا جاننا ہمیں کیا ضرور۔

اقول جواب تو ابھی سنو گے مگر تف ہے ان کے ادعائے علم و حکمت پر کہ فلک پر یہ اعتقاد رکھیں اور خالق افلاک عزّ جلالہ کے حق میں اس اعتقاد کو حرام جانیں وہاں نہیں کہتے کہ وہ جو چاہے کرے اسکی حکمتیں وہی جانے، اگر کوئی مرجح ہی ضرور ہے تو اس کے علم میں ہوگا، ہمیں اس کا جاننا کیا ضرور۔ یوں کہو تو عامہ ظلمات فلسفہ خبیثہ سے نجات ہی نہ پاؤ، نہیں نہیں وہاں تو یہ کہو گے جو مقام پنجم میں آتا ہے کہ فاعل اپنی طرف سے تخصیص نہیں کر سکتا۔ اسی مستشرق جونپوری نے لا یمکن منہ[1] کہا ہے۔

ان لھم ولا دعائھم العقل فضلا من ادعائھم الاسلام۔

ان کا دعویٰ عقل ہی صحیح نہیں چہ جائیکہ دعویٰ اسلام۔ (ت)

[1] نقلہ السیالکوتی فی حاشیۃ شرح المواقف ۱۲ منہ۔

اس کو سیالکوٹی نے شرح مواقف کے حاشیہ میں نقل کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] الشمس البازغۃ فصل و بالحری ان یبین ان کل ما لا یمکن خلو الجسم منہ الخ مطبع علوی لکھنؤ ص ۱۳۹

اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

ثانیاً مبدء میل ہونا مستلزم حرکت نہیں مانع سے تخلف ہوسکتا ہے (سید شریف)۔

اقول نیز عدم شرط سے دیکھو زمین اور ہاتھ پر اٹھائے ہُوئے پتھر میں مبدء میل ہے اور حرکت نہیں۔ سیالکوٹی نے کہا حرکت مستدیرہ سے مانع صرف میل مستقیم ہے وہ افلاک میں نہیں۔

اقول دونوں مقدمے غلط ہیں۔

(۱) ہم ثابت کرینگے کہ فلک پر قسر جائز۔

(۲) ثابت کریں گے کہ اس میں میل مستقیم ہے۔

(۳) مناط حرکت کمال ثانی ہے اور ہم ثابت کرچکے کہ وہ یہاں مفقود۔

ثالثاً اقول تخصیص قطبین وقدر وجہت مادہ کرے گا یا صورۃ جسمیہ یا نوعیہ یا فاعل یا اجنبی ان پانچ میں حصر قطعی ہے اور پانچوں باطل، اوّل وسوم بوجہ بساطۃ، دوم وچہارم بوجہ استوائے نسبت، پنجم بلکہ چہارم بھی بوجہ لزوم قسر۔ جب اس شق کا بطلان نامعلوم تخصیص یقیناً معدوم، پھر اس کہنے کے کیا معنی کہ ضرور کسی وجہ سے ہوئی۔

رابعاً اقول مناظرہ میں معارضہ کا دروازہ ہی بند کردیا ہر معارضہ پر مستدل یہی کہہ دے گا کہ میں مدعا دلیل سے ثابت کرچکا یہ استحالہ جو تم بتاتے ہو کسی وجہ سے ضرور مندفع ہے گو ہمیں نہ معلوم ہو، یہ ہے منطق میں اُن کا عمر گنوانا۔

(۴) **اقول** فلک اطلس کے لئے یہ قدر حرکت کہ ۲۳ گھنٹے ۵۶ دقیقے ۴ ثانیے ۵ ثالثے ۲۶ رابعے میں دورہ پُورا کرے کس نے معین کی، اگر کہئے فلک کی حرکت ارادیہ ہے اُس نے اتنا ہی ارادہ کیا۔

اقول یہ ترجیح بلا مرجح ہے کہ اس کا مقصود تبدل اوضاع تھا وہ ہر قدر حرکت سے حاصل تھا، نہیں نہیں ترجیح مرجوح ہے کہ حرکت وصول الی المطلوب کے لئے مقصود بالعرض ہے اگر بلا حرکت وصول ہوسکتا حرکت نہ ہوتی اور مقصود جس قدر جلد حاصل ہو بہتر، تو واجب تھا کہ اس سے سریع تر حرکت چاہتا اس قدر کا ارادہ قصد مقصود میں تعویق ہے اگر کہئے یوں تو ہر اسرع سے اسرع متصور ہے تو جو مقدار اختیار کرتا اس پر یہی سوال ہوتا کہ اس سے اسرع کیوں نہ کی۔

اقول ضرور ہوتا اور تمہیں اُس سے مفر نہ تھا اس سوال کا انقطاع یوں ہے اس کے نا ممکن کہ نفس ارادہ کو مخصص و مرجح مانیں اور اس میں تمام فلسفہ کی عمارت نہ آئل اور ہمارا مقصود حاصل،

Marfat.com

اگر کہئے زمانہ ایک مقدار معین ہے اور وہ اسی قدر حرکت اطلس سے حاصل، کم و بیش ہو تو زمانہ بدل جائے۔

اقول کیوں اُلٹے چلتے ہو زمانہ تو اسی کی مقدار حرکت ہے۔ اُس کی تعیین تو اُسی کی حرکت سے ہوئی نہ کہ اس کی حرکت کی تحدید اس سے کر و اُس کی حرکت کم و بیش ہوتی تو زمانہ آپ ہی کم بیش ہوتا اور کچھ حرج نہ تھا۔

(۵) **اقول** یہی سوال ہر فلک کی حرکت پر ہے وہاں زمانے کا بدلنا بھی نہیں۔

(۶) **اقول** تقاطع معدل و منطقہ پر کون حامل ہے کیا انطباق ناممکن تھا۔

(۷) **اقول** ہُوا تو اسی مقدار پر کیوں ہوا، اگر یہ مقدار محفوظ ہے جیسا کہ اگلوں کا خیال تھا یا جتنا تبدل ہر صدی پر ہوتا ہے جیسا اب سمجھا جاتا ہے۔ اس سے کم زیادہ کیوں نہ ہوا۔ اس خاص کو کس نے معیّن کیا، وجہ تعیین کیا ہے، مادّے یا طبیعت کو ان خصوصیات سے کیا خصوصیت ہے اور بفرض غلط اطلس یا ثامن کے مادے یا طبیعت کو ایک صورت سے اختصاص ہو بھی تو دوسرے کے مادے یا طبیعت کو اُس سے کیوں اختصاص ہوا، حالانکہ دونوں کے مادے بھی مختلف اور طبیعت بھی۔

(۸) **اقول** یہ دونوں نقطے معدل سے شخصی ہیں انھیں نقاط کی کس نے تخصیص کی اور نقطوں پر کیوں نہ ہوا۔

(۹) **اقول** فلک ثوابت کا مادہ واحد طبیعت واحد پھر اتنے حصے سادہ رہے اتنے حصے ستارے ہو گئے اس کی کیا وجہ۔

(۱۰) **اقول** جو حصے ستارے ہوئے کیا سادہ نہیں رہ سکتے تھے جو سادے ہیں ستارے نہیں ہو سکتے تھے پھر تعیین کس نے کی کہ یہی سادہ رہیں وہی ستارے ہوں۔

(۱۱) **اقول** پھر ستارے جن جن مواضع پر ہیں ان کی تعیین کہاں سے آئی مثلاً شعری یمانی کی جگہ شامی، شامی کی جگہ یمانی، نسر طائر کی جگہ واقع، واقع کی جگہ طائر کیوں نہ ہوا۔ یونہی ہر کوکب تمام باقی کے ساتھ، تو یہ سوال کہ درون سوال ہے۔

(۱۲ و ۱۳) **اقول** پھر ان کی قدریں مختلف کیوں ہوئیں اور ہر کوکب کے ساتھ اس کی قدر کس نے خاص کی۔

(۱۴) **اقول** کواکب کو حرکتِ کل کے علاوہ حرکات خاصہ کیوں ہوئیں، باقی حصوں کو کیونکر نہ ہوئیں۔

Marfat.com

(۱۵) **اقول** ستارے ذی لون ہوئے کہ نظر آئیں باقی حصے بے لون رہے کہ نظر نہیں آسکتے، یہ اختلاف کس نے دیا۔

(۱۶) **اقول** ستارے خود لون میں مختلف ہیں۔ یہ تفاوت کدھر سے آیا۔

(۱۷ تا ۲۴) **اقول** ۷ سے ۲۴ تک آٹھوں سوال ساتوں سیاروں پر بھی وارد ہیں۔

(۲۵) **اقول** ایک ہی فلک کے پرزوں کو مختلف حرکت کس نے دی۔

(۲۶) **اقول** فلک عطارد وقمر میں ان کی جہت کس نے مختلف کی۔

(۲۷) **اقول** ہر ستارہ اپنی تدویر کے جس حصہ میں ہے اسی میں کیوں ہوا دوسرے میں کیوں نہ ہوا۔

(۲۸) **اقول** ہر حامل اور اس کے دونوں متمموں کے مخصوص دل میں جن سے کمی بیشی غیر متناہی وجوہ پر ممکن ہے، حامل جتنا چوڑا ہوتا متمم پتلے ہوتے وبالعکس اس خاص دل کی تعیین کس نے کی، تو کہئے عامل کی تردید جتنی بڑی ہے اتنا ہی اس کا دل ہونا ضروری ہے۔

اقول اولاً اتنا ہی ہونا کیا ضرور اس سے بڑا ہونا کیا محذور، جیسے فلک ثوابت کا دل ایک ہے اور اس میں چھوٹے بڑے ستارے سب ہیں۔

ثانیاً یہ سوال خود آتا ہے کہ تدویروں کا اتنا بڑا ہونا ہی کس نے لازم کیا اس سے چھوٹی یا بڑی کیوں نہ ہوئیں۔

(۲۹) ہر متمم میں ایک طرف رقت ایک طرف غلظت ہے۔ طبیعت واحدہ نے مادہ واحدہ میں یہ مختلف افعال کیسے کئے (مواقف) اور جب ثخن میں اختلاف جائز شکل میں کیوں منع، تو کیا ضرور ہے کہ بسیط کی شکل کروی ہو (شرح مواقف) اس سے جواب دیا گیا کہ فعل واحد سے یہ مراد کہ دو فعل مختلف بالنوع نہ ہوں جیسے کوئی شکل مضلع مثل مثلث یا مربع ہو تو اس میں سطح اور خط اور نقطہ اور زاویہ نکلے گا اور یہ سب انواع مختلفہ ہیں یہ مراد نہیں کہ اصلاً اختلاف نہ ہو متمموں کے ثخن کا اختلاف فعل کو دو نوع کردے گا۔ علامہ سید شریف قدس سرہٗ نے اس جواب کو مقرر رکھا۔

اقول اولاً اگر صرف اختلاف نوعی ممنوع تو بسیط کی شکل بیضوی یا عدسی یا شلجمی ہونے میں کیا حرج۔ ان میں بھی کوئی خط یا نقطہ یا زاویہ نہ ہوگا ایک ہی سطح ہوگی اختلاف قطر نہیں مگر اختلاف ثخن سے جیسے مان چکے کہ فعل کو دو نوع نہ کرے گا تو بسیط کی شکل کروی بھی ہونا باطل ہوا اور یہ تمام ہیئات وفلکیات کو باطل کردے گا تو ثابت ہوا کہ مجرد ثخن یا قطر یا قدر میں اختلاف بھی طبیعت

Marfat.com

واحدہ سے مادہ واحدہ میں محال ہے۔

ثانیاً کلام ترجیح بلامرجح میں ہے اُس کے لئے اختلاف نوع کیا ضرور ایک نوع کی دو مساوی فردوں میں ایک کے اختیار کو کوئی مرجح درکار، وہ نہ بسیط کا مادہ ہو سکتا ہے نہ طبیعت نہ فاعل کہ اس کی نسبت سب طرف برابر ہے تو تمم حاوی کی رقت جانب اوج اور غلظت جانب حضیض اور محوی کی بالعکس نیز حسب سوال ۲۸ ہر ایک کا یہ معین دل کس طرح ہوا۔

ثالثاً ہر متمم میں دو مستدیر سطحیں چھوٹی بڑی پیدا ہوں گی وہ بتصریح فلاسفہ مختلف بالنوع ہیں۔

رابعاً یہ فلاسفہ اپنی ہیأت میں ہر متمم کی انتہاء ایک نقطہ پر بتاتے ہیں کہ حاوی میں اوج اور محوی میں حضیض ہے تو ہر ایک میں ایک نقطہ اور ایک سطح پیدا ہوئی یہ متباین انواع ہیں۔

خامساً شکل مثلث میں طبیعت کو چار مستوی مثلث سطحیں بنانی پڑیں گی اور مربع میں ۶ مربع۔ مثلث خواہ مربع سطحیں آپس میں متحد بالنوع ہیں خطوط و نقاط و زوایا طبیعت کو بنانے نہ ہوں گے وہ نہایت ابعاد و تلاقی نہایات سے خود ہی پیدا ہو جائیں گے پھر بسیط کی شکل طبعی مضلع ہونی کیا دشوار۔

سادساً اب ایک اور ترجیح بلامرجح گلے پڑی۔ جب طبیعت بسیط کی شکل بیضی عدسی شلجمی کروی مثلث مربع مخمس حتی کہ متمموں کی طرح ہیأت مسطحہ میں گویا ہلالی سب انداز کی بنا سکتی ہے تو باوصف اتحاد مادہ و تشمد دلِ قابلیت ایک کا اختیار اُسے روا نہیں تو بسیط کا بننا ہی محال ہوا الحق فاعل مختار کو چھوڑنے والے زمین و آسمان میں کہیں مفر نہیں پا سکتے۔ وللّٰہ الحجۃ البالغۃ۔

سابعاً سب درکنارہ کرہ مجوف و بے خوف تو طبیعت کے بنائے ہوئے دونوں موجود ہیں، آٹھ مصمت ۳۵ مجوف، اگر اُسے دونوں کا اختیار تو فاعل مختار پر ایمان سے کیوں انکار، اور اگر وہ ایک ہی طرح کا چاہتی تھی ممانعت خارج سے ہوئی تو قسر کا دوام لازم فلکیات پر قسم لازم۔

(۳۰) ہر تدویر اتنی ہی بڑی کیوں ہوئی کم و بیش کیوں نہ ہو سکی (مواقف) اگر کہئے حامل اتنا ہی دل رکھتا تھا۔

اقول، اولاً اس کا اتنا ہی دل کس نے لازم کیا۔

ثانیاً کیا ضرور کہ تدویر حامل کے مقعر و محدب کو بھر دے کیوں نہ بیچ میں خواہ ایک کنارے پر

Marfat.com

اس قدر سے چھوٹی رہے جیسے فلک البروج میں چھوٹے ستارے۔

(۳۱) تدویریں حاملوں میں جس جس جگہ ہیں اس کی تخصیص کس نے کی ہر جگہ ہوسکتی تھیں۔

(۳۲) سب سے طبیعت واحدہ نے مادہ واحدہ میں یہ کلیاں پرزے حاملوں میں یہ غارجن میں تدویریں ہیں تدویروں میں یہ غارجن میں کواکب ہیں کیونکر بنائے یہ مختلف افعال کدھر سے آئے (مواقف وغیرہا) اس کے چار جواب ہوتے:

(ا) سب سے بالا سب سے نرالا فلسفہ کے گھر کا پورا اجالا کہ کہاں جھگڑے کے لئے پھرتے ہو یہ حامل خارج تدویریں ستارے سیارے چاند سورج سب نرے فرضی اوہام ہیں حقیقت میں ان کا کچھ وجود نہیں۔ آسمان نرے ہموار سپاٹ ہیں، نہ کوئی پرزہ نہ ستارہ۔ انصاف کیجئے اس سے بڑھ کر اور کیا جواب ہوسکتا۔ جونپوری بیچارہ اسے نقل کرکے اس کے سوا اور کیا کہے لا انسا یدعلی الحکایۃ (میں حکایت پر کچھ اضافہ نہیں کرتا۔ ت) یعنی روشن ببین حالش مپرس (یعنی اس کا چہرہ دیکھ اور اس کا حال مت پوچھ۔ ت) اس عناد کو دیکھئے کہ عقل اور آنکھوں سب کو رخصت کردینا منظور مگر فاعل مختار عزجلالہٗ پر ایمان لانا کسی طرح قبول نہیں۔ اصل جواب یہی تھا، باقی تینوں جوابوں نے فاعل مختار مان لیا مگر جحود وانکار برقرار، ان کی سنئے۔

(ب) یہ اختلافات جیسے قابل کی طرف سے ہوسکتے ہیں، یونہی فاعل کی طرف سے یہاں جانب قابل سے تو ناممکن کہ مادہ بسیط ہے فاعل کی طرف سے ہونے میں کیا حرج ہے (طوسی) افسوس مجبوری سب کچھ کراتی ہے فاعل حسب استعداد کرے گا یا اپنا استبداد اول مفقود اور ثانی ہمارا عین مقصود۔ اور اب تمام فلسفہ مزخرفہ باطل ومردود۔ لاجرم جونپوری سے نہ رہا گیا صاف کہہ دیا کہ طوسی نے ایک گھر بنادیا اور سارا شہر ڈھادیا فلسفے کی کبیر چولیں اوکس گئیں۔

(ج) یہ اختلاف یوں ہے کہ جرم فلک کے بعض حصوں پر جدا جدا صور نوعیہ فائض ہوئیں۔ اور بعض نے ستارے بعض نے تدویریں بعض نے حامل بعض نے خارج رنگ برنگ کرتے فلک کے جرم سے الگ کرلئے تو تدویروں کے غار اور تدویروں میں غار خود ہی ہوا چاہئیں اور حامل وخارج غیر مرکزپر تھے تو تممّوں کی کلیاں آپ ہی ضرورۃً پیدا ہوئیں (ایضاً طوسی) ناظرین دیکھتے ہیں کال تو اب بھی نہ کٹا۔

ع؎ بمعنی انفص ۱۲ الجیلانی

Marfat.com

اولاً جب مادے میں مختلف استعداد نہیں مختلف صورتوں کا فیضان کس طرح ہوا۔

ثانیاً اقول پھر مادہ متشابہ میں سے ہر ٹکڑا ایک صورت نوعیہ کے لئے کس نے خاص کیا ہر صورت ہر ٹکڑے پر کیوں نہ فائض ہوئی، اس کا پھر وہی جواب ہوا کہ یہ فاعل کی طرف سے ہے (سید شریف)، اور اس پر وہی رد ہے جو جواب ب پر گزرا۔ علامہ سید قدس سرہ سنّی مسلمان ہیں اور ان کے قلب و قلم نے اسے بخوشی قبول فرمالیا۔ طوسی بھی اسلام کا دم بھرتا ہے اس کے قلم سے نکل گیا اور اُس وقت فلسفہ کی بربادی کی طرف دھیان نہ گیا۔ فلسفیوں اور جونپوری کے دل سے پوچھو کہ آرے چل گئے قد بنی قصرا وھدم مصرا و بطل الدلیل وانثلم اصول کثیرۃ۔ تحقیق اس نے محل بنایا اور شہر کو گرایا، دلیل باطل ہوگئی اور بہت سے اصول کمزور ہوگئے (ت)

(د) جونپوری نے اُن سب جوابوں کو رد کر دیا اور اقرار کر لیا کہ یہ سوالات بہت ٹیڑھی کھیر ہیں اور یہ کہ فکریں ان کے حل میں حیران ہیں اور یہ کہ اُن سے جس جس طرح فلسفیوں نے جان چھڑانی چاہی زیادہ زیادہ دم پر بن آئی اور کچھ بنائے نہ بنی۔ اچھا جونپوری صاحب! تم تو فلسفہ کے سپوت ہو تو پورے نضج کے بعد اُپجے ہو تمھیں کچھ بولو، تو کہتا ہے میرا علم قاصر ہے اور ایک میں کیا طاقت بشری یہاں فاتر ہے پھر بھی اتنا کہتا ہوں کہ فلکیات کثیر کُرے مختلف مادوں کے ہیں خالق کی عنایت اس کی مقتضی ہوئی کہ اُن میں بعض بعض کے جوف میں ہوں اور بعض بعض کے ثخن میں، اور جو ثخن میں ہوں ان میں کچھ مرکز محیط کو شامل ہوں کچھ نہ ہوں، ناچار آپ ہی اُن میں غار اور کلیاں ہوئیں اگر عنایت ازلی اس کی خواستگار نہ ہوتی تو سب زمین کی طرح بے جوف ہوتے تو جس طرح اُن کے جوف دار ہونے سے قوت فعل میں تکثر نہ ہوا یونہی اُن غاروں اور کلیوں سے نہ ہوگا، فقط اتنا چاہیے کہ سب کی سطح کروی ہو بساطت فلک سے قوم یعنی فلاسفہ کی یہ مراد نہیں کہ ان میں ستارے اور پُرزے نہیں بلکہ یا تو یہ مراد ہے کہ جیسے موالید میں عناصر کسر و انکسار پاکر مزاج حاصل کرتے ہیں فلک ایسا نہیں یا یہ کہ سارا فلک تو بسیط نہیں بلکہ ستارے حامل خارج تدویر متمم ان میں ہر پُرزہ بسیط ہے، انتہی۔

اقول عجز کی شامت دیکھی کیا کیا انکھی بلواتی ہے۔

اولاً تمام کتابوں میں دھوم ہے کہ افلاک بسیط ہیں، افلاک بسیط ہیں اب ان کی بساطت کو استعفا دیا جاتا ہے کہ قوم کی یہ مراد ہے کہ وہ تو بسیط نہیں پُرزے بسیط ہیں۔

ثانیاً مزاج نہ سہی اجزاء تو ہیں، وہ ایک طبیعت کے ہیں یا مختلف، علی الاول یہ اختلاف کیسے، علی الثانی بساطت کہاں۔

Marfat.com

ثالثاً جوف دار ہونے کا منافی کثرت فعل نہ ہونا ایسا بیان کیا گویا وہ مسلم ہے حالانکہ اُس پر بھی وہی رد ہے۔ ہم نے آغازِ کلام اسی سے کیا۔ ہاں اتنا فائدہ ہوا کہ وہ جو ہم نے کہا تھا کہ طبیعت کا اپنا اقتضا جوف نہ ہونا ہے وہ جونپوری نے صاف مان لیا اور ہمارے اعتراض کو اور مستحکم کر دیا۔

رابعاً ہاں عنایتِ الٰہی نے کیا جو کچھ کیا یہ مختلف اجزا کی نسبت مختلف عنایات پھر عنایات کی تعیین مقادیر کی تعیین مواضع کی تعیین وغیرہ وغیرہ سب بپابندی استعداد ہیں یا بطور استبداد۔ اول کہاں بسیط مادے میں اختلاف استعداد کیسا، اور ثانی وہی فاعل مختار پر ایمان ہوا۔ طوسی نے سارے فلسفے کا شہر ڈھا دیا، تم نے کونسی اینٹ سلامت رکھی۔ بات وہی ہوئی کہ یہ تخصیصیں فاعل کی طرف سے ہیں تین بیسی اور ساٹھ ناک کہاں کہ یوں ہائے مجبوری وائے مجبوری۔ اللہ اللہ، اللہ عزّ وجل کو فاعل مختار ماننا وہ سخت ناگوار ہے کہ ہچکیاں لو دم توڑ وان کہیاں یولو مگر اس پر ایمان محال۔ دل سے مان بھی چکے، زبان چبا چبا کر کہہ بھی چکے مگر اقرار ناممکن کہ فلسفہ کا سارا شہر ڈھے جائے گا،

جحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم ظلما وعلوا[1] | اور ان کے منکر ہوئے اور ان کے دلوں میں ان کا یقین تھا ظلم اور تکبر سے۔ (ت)

خامساً جونپوری وہی تو ہے جس نے فصل حیز میں کہا کہ فاعل تخصیص نہیں کر سکتا جب تک طبیعت کو خصوصیت نہ ہو۔ اب وہی فاعل یہ بے شمار تخصیصیں بے خصوصیت طبیعت کیسے کر رہا ہے ؎

نے فروعت محکم آمد نے اصول ۔۔۔ شرم بادت از خدا واز رسول

(نہ تیری فروع مستحکم ہیں اور نہ ہی اصول، تجھے اللہ و رسول سے شرم آنی چاہیے۔ ت)

جل وعلا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، بالجملہ روشن ہوا کہ بغیر فاعل مختار کے زمین و آسمان کا کوئی نظام بن سکتا ہی نہیں اور اس کی سطوت وہ قاہر ہے جس نے منکروں سے بھی قبولوا چھوڑا۔

والحمد للہ رب العلمین ○ وخسر ھنالک المبطلون ○ وقیل بعدا للقوم الظلمین ○ اُفٍّ لکم ولما تعبدون من دون اللہ بہتم وتہتم ثم لا تؤمنون و | اور سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ اور باطل والوں کا وہاں خسارہ ہے۔ اور فرمایا گیا کہ دور ہوں بے انصاف لوگ۔ تف ہے تم پر اور اُن بتوں پر جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو۔ تم لاجواب ہو گئے اور فضول باتوں میں مشغول

---

[1] القرآن الکریم ۲۷/۱۴

Marfat.com

تعترفون ثم لا تنصرفون ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنك رحمۃ انك انت الوھاب ، وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولانا محمد و اٰلہٖ وصحبہٖ بغیر حساب ۔ اٰمین !

ہو گئے تو پھر ایمان نہیں لاتے ہو۔ اور اعتراف کرتے ہو پھر باز نہیں آتے ہو۔ اے رب ! ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی، اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر بیشک تو ہی بڑا دینے والا ہے۔ اور درود نازل فرما ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفیٰ پر، آپ کی آل پر اور آپ کے اصحاب پر بغیر حساب کے۔ اے اللہ ! ہماری دعا قبول فرما ۔ (ت)

مقام دوم

اللہ واحد قہار ایک اکیلا خالق جملہ عالم ہے۔ خالقیت میں عقول وغیرہا کوئی نہ اُس کا شریک نہ تخلیق میں واسطہ ھل من خالق غیر اللہ[1] (کیا اللہ کے سوا اور بھی کوئی خالق ہے۔ ت) بحمد اللہ تعالیٰ فاعل کا مختار ہونا آفتاب سے زیادہ روشن ہو گیا۔ مگر فلاسفہ اور ان کے فضلہ خوار اس خلّاق علیم کو صرف ایک شے عقل اوّل کا موجد جانتے ہیں، باقی تمام جہان کی خالقیت عقول کے سر منڈھتے ہیں وہ تو عقل اول بنا کر معاذ اللہ معطل ہو گیا۔ عقل اول نے عقل ثانی و فلک تاسع بنائے عقل ثانی نے عقل ثالث و فلک ثامن۔ یوں ہر عقل ایک عقل اور ایک فلک بناتی آئی، یہاں تک کہ عقل تاسع نے عقل عاشر و فلک قمر بنائے پھر عقل عاشر نے ساری دنیا گھڑ ڈالی اور ہمیشہ گھڑتی رہے گی۔ اسی لئے اُسے عقل فعال کہتے ہیں تو کہیں وہ بے دین یہ نہ سمجھیں کہ اس کا مختار ہونا ثابت ہوا حاشا یا عالم میں کوئی نہ فاعل موجب نہ فاعل مختار۔ فاعل مطلق و فاعل مختار ایک اللہ واحد قہار، یہ مسئلہ بھی نگاہِ ایمان میں بدیہیات سے ہے۔ اور عقل سلیم خود حاکم کہ ممکن آپ اپنے وجود میں محتاج ہے دوسرے پر کیا افاضۂ وجود کرے دو حرفِ مختصر اس پر بھی لکھ دیں کہ راہِ ایمان سے یہ کانٹا بھی باذنہٖ عزوجل صاف ہو جائے۔ یہاں ابلیس نے فلاسفہ کی راہ یہ سُجھا کر ماری کہ جو واحد محض ہو جہاں تعدّدِ جہات بھی نہ ہو اُس سے ایک ہی شئی صادر ہو سکتی دوسری کسی شئی کا اُس سے صدور محال، اور واجب تعالےٰ ایسا ہی واحد ہے لہٰذا وہ صرف عقل اول بنا سکا باقی ہیچ ۔ وہ خبثا آپنے اس مطلب پر

---

[1] القرآن الکریم ۳۵/۳

Marfat.com

دلیل لائے جس کے رد میں ہمارے اکثر متکلمین مصروف ہوئے اور لم ولا نسلم (کیوں اور ہم نہیں مانتے۔ت) کا سلسلہ بڑھا حالانکہ اس دعوی و دلیل کو ہاتھ لگانے کی اصلاً حاجت نہ تھی وہ ہمیں نہ کچھ مضر تھا نہ ان مشرکین کو اصلاً کچھ نافع جیسے قہار واحد کے بارے میں اُن کا دعوٰی اور اُس پر اُن کی دلیل ہے۔ مولٰی عزّوجل اپنی خالقیت میں اس سے منزّہ و متعالٰی ہے تو اس دعوٰی سے نہ خالقیت دیگر اشیاء اس سے مسلوب ہوسکتی ہے، نہ کسی دوسرے کے لئے ہرگز ثابت۔ قریب تر راہ وہ ہے کہ انھیں کی جُوتی انھیں کا سر ہو۔ خبثاء سے پوچھا گیا کہ عقل اوّل بھی تو ایک ہی چیز ہے اُس سے دو[2] بلکہ چار بلکہ ابن سینا کے ظاہر کلام پر پانچ کیسے صادر ہوئے۔ عقل[1] ثانی اور فلک[2] تاسع کا مادہ اور اُس[3] کی صورت اور اُس[4] کا نفس مجردہ اور نفس[5] منطبعہ۔ اس کا جواب دیتے ہیں کہ وہ اگرچہ اپنی ذات میں واحد ہے مگر جہات و اعتبارات رکھتی ہے اب مضطرب ہوئے، بعض نے دو جہتیں رکھیں امکان ذاتی اور وجوب بالغیر، ان دو جہتوں سے فلک و عقل اس سے صادر ہوئے۔ بعض چرچے کہ فلک میں نرا جسم ہی تو نہیں نفس بھی ہے تو دو جہتیں کیا کافی ہوں گی انھوں نے تیسری اور بڑھائی وجود فی نفسہ۔ بعض اور چونکے کہ اب بھی بس نہیں جسم فلک میں دو[2] جوہر دھرے ہوئے ہیں۔ ہیولٰی و صورت انھوں نے چوتھی اضافہ کی اس کا اپنے موجد کو جاننا بعض نے شاید یہ خیال کیا کہ ابھی نفس منطبعہ رہ گیا انھوں نے پانچویں زیادہ کی کہ عقل کا اپنے آپ کو جاننا اس پر ہماری طرف سے کھلا اعتراض ہے کہ سفیہو! ایسے جہات کیا مبدأ اوّل میں نہیں اس کا وجوب ہے وجود ہے اپنی ذات کریم کو جاننا ہے اپنے ہر غیر کو جاننا ہے بے شمار سلب ہیں کہ نہ جوہر ہے نہ عرض نہ مرکب نہ متجزی نہ جسم نہ جسمانی نہ مکانی نہ زمانی، نہ، نہ، نہ الٰی آخرہ۔ خبثاء کا صریح ظلم کہ عقل میں جہات لے کر اُسے تو موجدِ متعدد اشیاء مانیں اور یہاں محال جانیں، یہ حاصل ہے اُس سہل و صاف راستے کا جو ہماری طرف سے چلا گیا مناسب ہے کہ ہم بتوفیقہ تعالٰی اس کی توضیح و تفصیل و تتمیم و تکمیل اور سفہائے فلاسفہ کی تسفیہ و تجہیل پھر حقیقت واقعہ کی تبیین و تسجیل کرکے بعونہٖ عزّوجل آخر میں وہ ظاہر کریں جو شاید آج تک ظاہر نہ کیا گیا یعنی یہ کہ فلاسفہ کا دعوٰی الواحد لایصدر عنہ الا الواحد خود ہی فرضِ محال و تناقض و جنون ہے ،

ع: ہم بتوفیقہ تعالٰی اس دلیل پر بھی ایک نہایت مختصر و کافی کلام کردیں گے نہ اس لئے کہ اس پر کلام کی حاجت بلکہ اس لئے کہ اس سے بعونہٖ تعالٰی ایک فائدہ جلیلہ مسئلہ صفات الٰہیہ میں روشن ہوگا جس میں رائیں مضطرب و متحیّر ہیں۔ وباللہ التوفیق ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

وباللہ التوفیق۔

اوّلاً اقول عقل اول میں ایک جہت اوزچ رہی وہ اس کا تشخص اس جہت سے ایجاد کیوں نہ کیا۔ کیا مفارقت میں بخل ہے۔

ثانیاً اقول فلاسفہ نے اسی دلیل میں کہا ہے کہ جب ایک سے دو صادر ہوں تو دونوں

عہ علت میں ایک خصوصیت ضرور جس کے سبب وہ معلول ہی میں مؤثر ہو وہی مصدریت سے مراد ہے نہ معنی اضافی، وہ خصوصیت عین ذاتِ علت ہے اگر نفس ذات مؤثر ہے ورنہ کوئی حالت اور ہر معلول کے لئے علت میں خصوصیت جداگانہ لازم اب اگر واحد کا معلول واحد ہو تو مصدریت سے اس میں تعدد لازم نہیں، جب نفس ذات علت ہے تو مصدریت عین ذات ہے لیکن جب دو ہوں تو اگر نفس ذات کسی کی علت نہیں تو دونوں مصدریتیں ورنہ جس کے لئے نہیں اس کی مصدریت ذات پر زائد ہوئی اور ضرور ہے کہ وہ مصدریت ذات ہی سے صادر ہو کہ واحد کو علت مانا ہے نہ کہ جزء علت اب اس کے صدور میں کلام ہوگا اور غیر متناہی مصدریتیں لازم، اور وہ دو حاصروں میں محصور، واحد اور اس کا یہ معلول یہ وہ غایت توجیہ ہے جو دلیل فلسفی کی کی گئی۔

اقول اولاً سب ایرادوں سے قطع نظر ہو تو موضوع قضیہ یعنی واحد محض اب بھی محال ہوگیا اور محال سے واحد کا صدور جائز ماننا صریح جہل ہے۔ مانا کہ مصدریت عین ذات ہو مگر فرق اعتباری قطعاً حاصل، ذات من حیث الخصوصیۃ یقیناً ذات من حیث ھی ھی نہیں تو دو جہتیں اب بھی حاصل اور واحد محض کہ نفس ذات کے سوا کچھ نہ ہو نہ رہا فافہم۔

ثانیاً فائدہ جلیلہ : اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) ذات میں جو کچھ زائد بر ذات ہوگیا ضرور کہ صادر از ذات ہو یعنی ذات اس کی علت فاعلی ومفیض وجود ہو کہ صدور سے یہی مراد ہے کیوں نہیں جائز کہ لازم ذات ہو اور لوازم ذات مجعول ذات نہیں ہو سکتے کہ لازم ذات مرتبہ تقرر ذات میں ہے، تقرر خود بھی ایک لازم ذات ہے اور مرتبۂ تقرر مرتبۂ وجود پر مقدم ہے، تو لازم ذات اگر مجعول ذات ہو اپنے نفس پر دو یا تین مرتبے مقدم ہو لاجرم ان کا صادر عن الذات ہونا محال بلکہ ان کا وجود خود وجود ذات میں منطوی ہے اگر ذات مجعول ہے یہ بھی بعینہٖ اُسی جعل سے مجعول ہیں نہ یہ کہ ذات جاعل ہو یا جاعل ذات ان کا جعل جداگانہ

(باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

یا ایک مصدریت ضرور ذات سے زاید ہے تو ضرور ذات سے صادر رہے۔ یوں ہی ہم کہتے ہیں کہ فلک تاسع کے قطبین معین کرنا، جہت حرکت خاص کرنا، قدرِ حرکت مقرر کرنا یہ سب بھی ذات عقل پر زائد ہیں تو ضرور اس سے صادر ہیں تو عقل اول سے آٹھ صادر ہوئے اور جہتیں کل چھ، تو واحد محض سے تین کا صدور لازم۔

ثالثاً اقول جب صادر آٹھ یا پانچ یا دو ہی سہی تو حسب تصریح دلیل فلاسفہ انکی مصدریتیں ذات پر زائد اور اس سے صادر ہوں گی۔ اور جب یہ صادر ہوئیں تو ان کی بھی مصدریتیں زائد و صادر ہوئیں یونہی تا غیر نہایت تو وہ تمام اعتراضات کہ یہ واحد سے صدور متعدد پر کرتے تھے۔ عقل اول سے صدور عقل و فلک پر نازل ہوئے، تسلسل بھی ہوا، اور غیر متناہی کا دو حاصروں میں محصور ہونا بھی ہوا۔ ایک عقل اول اور دوسرا فلک یا عقل ثانی اور واحد سے نہ متعدد بلکہ غیر متناہی کا صدور بھی ہوا شرک بھی کیا اور کال بھی نہ کٹا۔

رابعاً اقول جب عقل اوّل میں چھ جہتیں ہیں اور ممکن کہ وہ بعض کا ایجاد ایک ایک جہت سے کرے (واللہ یہ لفظ ہمارے قلب پر ثقیل ہوتا ہے مگر کیا کیجئے کہ مشرکوں کے مزعوم ہی پر انھیں نیچا دکھانا ہے) اور بعض کا دو دو جہت کے وصل سے مثلاً بحیثیت مجموع امکان و وجوب یا مجموع امکان و وجود وغیرہ وغیرہ بعض کا جہات کی ترکیب ثلاثی، رباعی، خماسی، سداسی سے اب چھ جہتیں حادی ہوئیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کرے، اور اگر ذات مجعول نہیں یہ بھی اصلاً مجعول نہیں، نہ ذات کے نہ کسی کے، جیسے صفاتِ باری عزوجل کہ لازم ذات و مقتضائے ذات ہیں نہ کہ معاذ اللہ ایجاباً یا اختیاراً مجعول و صادر عن الذات۔ اس تحقیق سے روشن ہوا کہ ہر ممکن اپنے وجود میں واجب کا محتاج ہے خواہ افاضۂ وجود میں جبکہ اس کا وجود وجوب واجب سے جدا ہو خواہ اضافت وجود میں جبکہ جدا نہ ہو۔ اسی بنا پر ہمارے علماء نے علّتِ احتیاج حدوث کو لیا یعنی احتیاج الی الجعل ورنہ مطلقاً افتقار کو امکان کافی اور یہی ہے وہ کہ کرام عشیرہ اعنی ائمہ اشاعرہ نے تصریح فرمائی کہ صفاتِ عُلیہ مقتضائے ذات ہیں نہ کہ صادر عن الذات۔ یہ فائدہ جلیلہ واجب الحفظ ہے وباللہ التوفیق ۱۲ منہ غفرلہ۔

عہ ا۔ ب۔ ج۔ ء۔ ھ۔ و۔

Marfat.com

پندرہ[1] ثنائی، بیس[2] ثلاثی، پندرہ[3] رباعی، پانچ[4] خماسی، ایک[5] سداسی، جملہ ساٹھ ہر وجہ پر ایک شئی صادر ہو۔ اس پر ساٹھ وجہیں اور بڑھیں گی یعنی ہر ایک کی مصدریت ان ۶۰ میں وجوہ اجتماع لیجئے۔ پھر ان وجوہ اجتماع کی اُن پہلی وجوہ اجتماع سے وجوہ اجتماع لیجئے۔ اور اس مبلغ کی قدر مصدریتیں بڑھائیے پھر اُن میں یہی اعمال کیجئے اور ان کی مصدریتیں لیجئے یہ سلسلے قطعاً غیر متناہی ہو گئے تو ایک عقل اول سے تمام دنیا کی غیر متناہی چیزیں صادر ہو سکیں گی تو ثابت ہوا کہ نو عقلیں محض لغو ہیں۔

خامساً بھلا عقل اول تو اپنی پانچ وجہوں سے پانچ چیزیں بنا گئی عقل ثانی کے سر گنتی کی دو[6] دیکھ لیں، عقل ثالث و فلک ثامن، یہ نہ دیکھا کہ فلک ثامن میں کتنے ستارے ہیں۔ یہ کروڑوں وجہیں وہ کس گھر سے لائے گی (مواقف)۔

اقول مجازفین یورپ کہتے ہیں کہ ہرشل کی بڑی دوربین سے دو کروڑ ستارے گن لئے ہیں اور شک نہیں کہ وہ اس سے بھی زائد ہیں پھر ہر ایک کے لئے تعیین قدر تعیین محل تعیین لون ثوابت دو ہی کروڑ ہیں تو آٹھ کروڑ صادر تو یہی ہو گئے۔ پھر اُن کی حرکات مختلف ہیں تو ان کے لئے تدویریں ہیں ان تدویروں کی تعیین قطر تعیین موضع یہ کتنے کروڑ ایک عقل ثانی کے سر ہوئے۔ علامہ تفتازانی نے جواب دیا کہ یہ جائز ہے کہ فلک ثوابت کا مبدء عقول کثیرہ ہوں۔

اقول (۱) اُن کے مزعوم کا رد اور اُن کے ظلم کا بیان ہے کہ اپنی مخترع عقول سے جو کچھ جائز مانتے ہیں حق عزّ و علا کو معاذ اللہ اس سے عاجز جانتے ہیں۔

عہ۱ اب۔ اج۔ اء۔ اہ۔ او۔ بج۔ بء۔ بہ۔ بو۔ جء۔ جہ۔ جو۔ ءہ۔ ءو۔ ہو۔

عہ۲ ابج۔ ابء۔ ابہ۔ ابو۔ اجء۔ اجہ۔ اجو۔ اءہ۔ اءو۔ اہو۔ بجء۔ بجہ۔ بجو۔ بءہ۔ بءو۔ بہو۔ جءہ۔ جءو۔ جہو۔ ءہو۔

عہ۳ ابجء۔ ابجہ۔ ابجو۔ ابءہ۔ ابءو۔ ابہو۔ اجءہ۔ اجءو۔ اجہو۔ اءہو۔ بجءہ۔ بجءو۔ بجہو۔ بءہو۔ جءہو۔

عہ۴ ابجءہ۔ ابجءو۔ ابجہو۔ ابءہو۔ اجءہو۔

عہ۵ ابجءہو ۱۲ منہ غفرلہ

عہ۶ ص ۱۳۳۸ ۱۲ منہ غفرلہ۔

Marfat.com

(۴) مصدریتوں میں ہماری تقریر سُن چکے، اب عقول غیر متناہیہ موجودہ بالفعل لازم آئینگی، پھر کیا جائز ہے کہ اس کا مبدء عقل واحد باعتبار جہات نامحصور ہو آخر میں خود رَد فرمایا کہ واقع[عہ] کا کام جائز سے نہیں چلتا۔

اقول یعنی وہ جہات بتائے اور اگر وہ طریقہ لیجئے کہ ابھی ہم نے رابعًا میں کہا تو عقل ثانی کو سرے سے پان رخصت دینا ہو گا۔

سادسًا اقول اس اشد ظلم کو دیکھئے کہ عقل اول میں اُس کا امکان ایک جہت ایجاد رکھا حالانکہ امکان جہت افتقار فی الوجود ہے نہ کہ جہت افاضۂ وجود۔ بہر حال وہ نہیں مگر ایک مفہوم سلبی، تو سلوب غیر متناہیہ کہ اغیار غیر متناہیہ کے اعتبار سے باری عزّوجل کے لئے ہیں کیوں نہ جہات ایجاد ہو سکے حالانکہ مناسبت ظاہر ہے کہ موجِد و موجَد میں تغایر قطعًا لازم، تو جب تک موجِد پر سلب موجَد نہ صادق ہو ایجاد ممکن نہیں۔

سابعًا اقول خود بھی صفاتِ الٰہیہ کے قائل ہیں اگرچہ عین ذات کہیں فرق اعتباری سے تو مفر نہیں تو قطعًا لابشرط شیئ و بشرط شیئ کے دونوں مرتبے یہاں بھی تھے۔ عقل میں اگر اعتبارات سے بشرط شیئ کا مرتبہ ہے تو نفس ذات سے لابشرط شیئ کا کیا نہیں اگر اُسے لابشرط شیئ کے مرتبے میں لو وہ بھی واحد محض رہ جائے گی اور اس سے صدور کثرت محال ہو گا۔ اس شدید بے ایمانی کو دیکھئے کہ دونوں طرف دونوں مرتبے ہوتے ہوئے عقل میں بشرط شئے کا مرتبہ لیا کہ اُسے قادر بنائیں اور واجب میں لابشرط شیئ کا کہ معاذاللہ اُسے عاجز ٹھہرائیں۔

ثامنًا اقولُ خود کہتے ہو کہ صدور بے مصدریت ممکن نہیں یعنی فاعل میں وہ خصوصیت جس سے معلول میں مؤثر ہو اور اس خصوصیت کو وحدت محضۂ فاعل کا منافی نہیں جانتے کہ ممکن کہ عین ذات ہو و لہذا واحد محض سے صدور واحد جانتے ہو اب کیوں نہیں جائز کہ واجب تعالےٰ میں وہ خصوصیت اس کا ارادۂ ازلیہ جسے تم عین ذات کہتے ہو فرق اعتباری اس مصدریت و خصوصیت کو کیا نہ تھا۔ یقینًا وہ حیثیت بھی ذات من حیث ھی ھی کے علاوہ تھی یہ وہی تو ہے اور تمام عالم کے ایجاد کو اُس کا یہی ارادہ ازلیہ اجمالیہ کافی تکثر مرادات سے ارادہ متکثر نہ ہو جائیگا۔ جیسا اُس کا علم اجمالی واحد بسیط مانتے ہو اور پھر جمیع معلومات کو محیط مکثر معلومات سے

عہ یہ جواب بنگاہِ اولیں خیال میں آیا تھا کہ تمام بحث ختم کر کے آخر میں خود علامہ نے اسکی طرف ایما کیا ۱۲ منہ

Marfat.com

اُس میں تکثر نہ ہُوا فانّٰی تؤفکون[1] (تو کہاں اوندھے جاتے ہو۔ ت)۔

تاسعًا اقول خود ہزاروں چیزیں عنایتِ الٰہیہ کی طرف نسبت کرتے ہو، افلاک میں جوف افلاک میں پُرزے تداویر کواکب وغیرہ وغیرہ یہ تکثر اضافات عنایت الٰہیہ کا مکثر اور وحدت محضہ پر مؤثر باصدور کثیر عن الواحد کا موجب ہوا یا نہیں، اگر نہیں تو ارادہ میں کیوں ہوگا، اور اگر ہاں تو تم خود مان چکے فانّٰی تصرفون[2] (پھر کہاں پھرے جاتے ہو۔ ت)

عاشرًا اقول حقیقتِ امر یہ ہے کہ مرتبۂ وحدت محضہ مرتبۂ ذات ہے اور مرتبۂ ذات میں ایجاد ایجاب ہے اور باری عزّوجل ایجاب سے منزّہ، وہ فاعل بالایجاب نہیں بلکہ خالق بالاختیار ہے، اور خلق بالاختیار ارادہ وعلم وقدرت پر موقوف، وہ تو نہیں مگر مرتبۂ صفات میں، اور مرتبۂ صفات اس وحدتِ محضہ کا مرتبہ نہیں فانّٰی تسحرون[3] (تو کہاں اوندھے جاتے ہو۔ ت)

حادی عشر اقول یہ تو ہمارے طور پر تھا لیکن تمہارے قضیہ نامرضیۃ الواحد لایصدر عنہ الا الواحد خود ہی تمہارے طور پر باطل ومتناقض ہے کلام مؤثر من حیث ھو مؤثر یعنی موجد ومفیض وجود میں ہے اور ایجاد وجود خارجی سے مشروط، جو خود موجود نہیں محال ہے کہ دوسرے پر افاضۂ وجود کرے اس کا فاعل وموجد بنے نیز وہ خصوصیت درکار جس کا نام مصدریت رکھا ہے تو ذات وتقرر ووجود وتعین اور وہ خصوصیت سب قطعًا اس میں ملحوظ ہیں کہ بے ان کے موجد ہونا محال تو مؤثر من حیث ھو مؤثر کا واحد محض ہونا محال، اور تم نے اُسے ایسا ہی فرض کیا وصف عنوانی کے حکم ضمنی میں نقیضین کو جمع کرلیا یعنی وہ واحد محض کہ ہرگز واحد نہیں اس سے ایک ہی شئی صادر ہوگی، ایسا جامع نقیضین خود ہی محال ہے نہ کہ اس سے کسی شئے کے صدور وعدم صدور کی بحث، نہ کہ اس سے صدور واحد کی تجویز، تو استثنا کا حکم صریح بھی باطل۔

ثانی عشر اقول ویسا واحد اگر ہوگا[ع] بھی تو نہ ہوگا مگر ظرف خلط وتعریہ میں کہ خارج میں

ع اس تحقیق کی طرف اشارہ ہے جس کی طرف ابھی ایما ہوا کہ موضوع میں نفس ذات من حیث ھی ھی ملحوظ نہیں بلکہ من حیث التاثیر جو امور شرائط تاثیر ہیں سب ملحوظ ہیں اگرچہ لحاظ اجمالی میں تفصیل ملتفت الیہ نہ ہو جیسے وجود نہار کا لحاظ یقینًا طلوع شمس کا لحاظ ہے۔ اور بارہا اس وقت ذہن میں اس کی طرف التفات نہیں ہوتا۔ ذہن اگرچہ ہرگونہ خلط وتعریہ کا ظرف ہے مگر دونوں کو جمع نہیں کرسکتا۔ جب مؤثر مؤثر من حیث ھو مؤثر کا لحاظ ہوا یہ خلط ہے پھر تعریہ کہاں، تو ایسا موضوع ذہن میں بھی نہیں ہوسکتا۔ اگر نفس ذات کا لحاظ کرے تو وہ یہ موضوع ہوگا قضیہ بدل جائے گا۔ ۱۲ منہ

---

[1] القرآن الکریم ۶/۹۵ و ۱۰/۳۴ و ۳۵/۳ و ۴۰/۶۲ [2] القرآن الکریم ۱۰/۳۲ و ۳۹/۶ [3] القرآن الکریم ۲۳/۸۹

Marfat.com

موثر من حیث موثر کا شرائط ایجاد سے انفکاک بداہۃً محال، تو تمھارے دعوٰی کا حاصل یہ ہوا کہ اُس موجود ذہنی سے ایک ہی صادر رہوگا' یہ **اولاً** مبحث سے بیگانہ **ثانیاً** خود جنون کہ موجود ذہنی ایک شئی کا بھی موجد نہیں ہوسکتا تو الا الواحد کہنا حماقت خصوصاً حضرت عزت عزت عزتہ کہ ذہن میں آنے سے متعالی ہے ذہن میں نہ ہوگی مگر کوئی وجہ بعید وہ کیا صالح ایجاد ہے تو حاصل ہوا کہ جس سے ایجاد منفی ہو وہ الٰہ نہیں اور جو الٰہ ہے اس سے نفی ایجاد کثیر کی کوئی راہ نہیں پھر عقول کو فاعل وخالق ماننا کیسا صریح جنون ہے کہ وہ اسی ضرورتِ باطلہ کے لئے اوڑھا گیا تھا جس کا بطلان آفتاب سے زیادہ روشن ہوگیا۔ طرفہ یہ کہ اُنھیں مان کر بھی اُن کی خالقیت نہیں تبتی جس کے روشن بیان سُن چکے تو مجنون ہوکر بھی نجات نہ ملی وذٰلک جزاؤا الظّٰلمین[۱] (اور ظالموں کی یہی جزا ہے۔ ت)۔

الحمدُ للہ! فلسفہ مزخرفہ کی الٰہیاتِ باطلہ سے انھیں دو مسئلوں کا رَد تمام ارکانِ فلسفہ کو متزلزل کرگیا۔ اب اُن کے ہاتھ میں نہ رہا مگر چند اوہام خیالاتِ خام یا حساب وہندسہ و ریاضی کے متفق علیہ احکام یا ہیأت کے وہ مسائل ونظام جن کو شرع مطہر سے مخالفت نہیں۔ لہذا اُن میں خلاف کی حاجت نہیں۔

وذلك فضل اللّٰه علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون ۔ رب اوزعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علیّ وعلیٰ والدی و ان اعمل صالحا ترضاہ واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیك وانا من المسلمین والحمد للّٰہ رب العٰلمین ۵

یہ اللہ کا ایک فضل ہے ہم پر اور لوگوں پر مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ اے میرے رب! میرے دل میں ڈال کہ میں تیری نعمت کا شکر کروں جو تُو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی اور میں وہ کام کروں جو تجھے پسند آئے اور میرے لئے میری اولاد میں صلاح رکھ۔ میں تیری طرف رجوع لایا، اور میں مسلمان ہوں اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ت)

مقام سوم

فلک محدد جہات نہیں۔ **اقولُ** اس پر روشن دلیل مقام ۶ میں آتی ہے یہاں نفس تحدید پر کلام کریں۔ دلیل ۸ میں گزرا کہ فوق وتحت میں صرف ایک کی تحدید ضروری ہے

۱؎ القرآن الکریم ۵/۲۹

Marfat.com

تحت یقیناً مرکزِ زمین سے محدود، اب فوق کے لئے تلاش تحدید جزاف و مردود فلسفہ قدیمہ نے یہاں یہ حیلہ تراشی ہے کہ جہت فوق[1] موہوم نہیں بلکہ موجود ہے اور عالم میں جو موجود ہے ضرور محدود ہے وجود فوق پر دو[2] دلیلیں دیتی ہے:

اوّل تحت کی طرح فوق بھی مطلوب بعض اجسام ہے اور معدوم مطلوب نہیں ہوتا۔

اقول ہر ثقیل بقدر ثقل تحت حقیقی سے طالبِ قرب ہے اور ہر خفیف بقدر خفت اس سے طالبِ بُعد، اور اس سے بُعد ہی علو ہے، یوں ہر خفیف طالبِ فوق ہے نہ یہ کہ فوق کوئی خاص شیَ متعین ہے خفیف کو جس کی طلب ہے اور یہ انھیں فلسفیوں کے اُس مذہب[3] پر اظہر کہ ہوا کا حیز طبعی مقعر کرۂ نار ہے تو ہوا اپنی خفت بھر تحت حقیقی سے طالبِ بُعد ہی رہی نہ کہ کسی ایسے فوق کی

---

[1] اعترضه فی شرح حکمة العین بان الجهة نهایة امتداد الاشارة والامتداد موهوم فلایکون طرفه الا موهوما[4] اقول لم یفرق بین ما تنتهی الاشارة الیه وما تنتهی به الطرف هو الثانی والجهة من الاول الا ترٰی انا اذا اشرنا الٰی زید فانما انتهت الاشارة الٰی زید ولیس طرفها بل طرفها نقطة موهومة اٰخر ذٰلك الخط الموهوم ۱۲ منه۔

اس پر شرح حکمۃ العین میں اعتراض کیا ہے کہ جہت تو امتدادِ اشارہ کی نہایت کو کہتے ہیں اور امتداد موہوم ہے، لہذا اس کی طرف بھی موہوم ہی ہوگی **اقول** (میں کہتا ہوں کہ) اس نے فرق نہیں کیا درمیان اس کے جس تک اشارہ کی انتہا ہوتی ہے اور درمیان اسکے جس پر اشارہ کی انتہا ہوتی ہے۔ طرف ثانی جبکہ جہت اول کا نام ہے، کیا تو نہیں دیکھتا کہ جب ہم زید کی طرف اشارہ کریں تو زید تک اشارہ کی انتہا ہو جاتی ہے حالانکہ وہ اس کی طرف نہیں بلکہ طرف تو وہ موہوم نقطہ ہے جو اس موہوم خط کا آخر ہے۔ (ت)

[2] یہ دونوں وجہیں اثیر ابہری کی کتاب میں تھیں پھر اس کے تلمیذ کاتبی کی حکمۃ العین میں بھی ملیں یہاں شراح و محشین نے جو نقض و ابرام کئے ہم ان کے نقل و تزییف سے تطویل نہیں چاہتے ۱۲ منہ

[3] جونپوری نے شمس بازغہ میں اسی کو اختیار کیا ورنہ اجسام حیز میں مشترک ہو جائیں ۱۲ منہ

[4] شرح حکمۃ العین

Marfat.com

جس سے فوق نہیں اور جب ہوا میں یہ ہے یہی نار میں ہوگا وہ اس سے اخف ہے لہٰذا اس سے زیادہ بُعد عن التحت کی طالب ہے وبس۔ اور اس پر انھیں فلاسفہ کے اصول سے یہ اصل شاہد کہ وجود میں تعطیل نہیں۔ طبیعت کا دائمًا اپنے کمال سے محروم رہنا محال، ظاہر ہے کہ اگر فوق حقیقی محدب فلک الافلاک ہو اور نار اُس کی طالب اور افلاک پر خرق محال، تو نار دائمًا اپنے کمال سے محروم رہے، بلکہ جملہ عناصر سوا اُس ذرّہ زمین کے جو مرکز پر منطبق ہے کہ دو طالب محدب ہیں دو طالب مرکز، اور اپنے مطلوب تک اُس ذرّے کے سوا کوئی نہ پہنچا۔

دوم فوق کی طرف اشارہ حسیّہ ہوتا ہے۔ **اقولُ** اگر یہ مراد کہ اس اشارے سے کسی شئی خاص کو بتایا جاتا ہے جس پر اس اشارے کا روک دینا مقصود ومشیر ہوتا ہے تو **اولًا** اوّل نزاع ہے۔

ثانیًا ہرگز یہ امر اشارہ کرنے والوں کے خیال میں بھی نہیں ہوتا کہ ہم کسی خاص سطح کو بتا رہے ہیں۔

ثالثًا بلکہ فوقیت کا زور کہیں رُک جانا اُن کے خیال کے خلاف ہے وُہ یہی سمجھتے ہیں کہ تحت سے جتنا بھی بُعد ہو سب فوق ہے نہ کہ ایک بُعد معین پر جاکر فوقیت تمام ہوگئی۔ اور اسلامی اصول پر تو اُس کا بُطلان اظہر من الشمس ہے قدرتِ ربانی محدود نہیں وہ قادر ہے کہ فلک الافلاک کے اوپر کوئی جسم پیدا کرے بلکہ عند التحقیق واقع ہے فلک اطلس سے اوپر کرسی اُس کے اوپر حاملانِ عرش، اُن سے اوپر عرش مجید، جیسا کہ امام المکاشفین شیخ اکبر قدس سرہٗ نے فتوحات میں تصریح فرمائی اور یہ زعم کہ کرسی فلک البروج کا نام ہے اور عرش فلک اطلس کا بشہادت احادیث مردود ہے۔

رابعًا بعینہٖ اُن کی تقریر اتصال وانفصال میں جاری ہر ذی شعور منافر سے انفصال[عہ] کا طالب ہے اور بیشک اس کی طرف اشارۂ حسیّہ ہوسکتا ہے کہ اس طرف اتصال اور

عہ **اقولُ** غیر شاعر اشیاء میں بنظر ظاہر پارہ اس کی مثال ہوسکتا تھا کہ آگ سے انفصال کا طالب ہے مگر ہم نے رسالہ میں تحقیق کیا ہے کہ یہ پارے کا فعل نہیں بلکہ آگ کا، اس کا کام تصعیدِ رطوبات ہے جیسے پانی گرم کرنے میں اجزائے مائیہ کو بخار میں اڑاتی ہے، اور پارے کے اجزاء رطبہ ویابسہ کی گرہ ایسی محکم ہے کہ آگ سے نہیں کُھلتی ناچار رطوبات ویسی ہی گرہ لیے اُڑتی ہیں ۱۲ منہ۔

Marfat.com

اُس طرف انفصال ہے اگرچہ اشارہ ایک طرف ہوگا، اور انفصال سب طرف ہے جیسے فوق کا اشارہ ایک طرف ہوتا ہے اور وہ ہر جانب ہے۔ اب چاہیئے کہ کوئی جسم کُری اتصال و انفصال کا محدد بھی ہو اور ہر جسم سے اتصال و انفصال کے حدود جُدا ہوں گے، تو ہر ذرّے کے اعتبار سے ایک ایک کُرہ محدد چاہیے جس کا مرکز وہ ذرّہ ہو جس سے تحدید اتصال ہے اور محیط سے تحدید انفصال اور بنے گی جب بھی نہیں کہ جب ان کُروں کے مرکز مختلف ہیں محدب ایک نہیں ہوسکتا اور بعض محیط بعض سے ابعد ہوں گے، تو انفصال آگے بڑھا اور تحدید نہ ہوئی۔ کلام یہاں طویل ہے اور عاقل کو اسی قدر کافی۔

مقام چہارم

قسر کے لئے مقسور میں کوئی میل طبعی ہونا کچھ ضرور نہیں، فلاسفہ کا زعم ہے کہ قسری نہ ہوگا مگر طبعی[1] کے

[1] عبر من دعواھم ھذہ فی الھدایۃ السعیدیۃ بان الذی لیس فیہ مبدء میل طباعی لایمکن ان یتحرک بقسر[1] اقول وھو خطاء فان مقصودھم بھذا احالۃ القسر علی الفلک مع ان فیہ میلاً طباعیاً فالصواب[★] فی التعبیر مبدء میل طبعی وھذہ ھو دعواھم ان لا قسر حیث لا طبع وان کان ثمہ طباع ۱۲ منہ غفرلہ۔

ان کے اس دعوٰی کو ہدیہ سعیدیہ میں یوں تعبیر کیا گیا ہے کہ جس میں میل طباعی کا مبدأ نہ ہو اس کا حرکت قسری کرنا ممکن نہیں۔ اقول (میں کہتا ہوں) یہ غلط ہے کیونکہ ان کا مقصد اس سے یہ ثابت کرنا ہے کہ فلک پر قسر محال ہے باوجودیکہ اس میں میل طباعی موجود ہے، لہذا درست یہ ہے کہ مبدأ میل طبعی کے ساتھ تعبیر کیا جائے اور یہی اُن کا دعوٰی ہے کہ جہاں طبع نہیں وہاں قسر نہیں اگرچہ وہاں طباع موجود ہو۔ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

★ اس لئے کہ طبعی بسوئے طبیعت منسوب ہے اور طباعی بسوئے طباع۔ اور اصطلاحاً طبیعت میل غیر ارادی کے مبدء کو کہتے ہیں اور طباع عام ہے کہ میل ارادی اور غیر ارادی دونوں کے مبدء کو شامل۔ نظر برآں ہدیہ سعیدیہ کی عبارت سے یہ ثابت ہوگا کہ جس میں میل ارادی اور غیر ارادی دونوں کا مبدء نہ ہو۔ اُس کا تحرک بالقسر ممکن نہیں اُس سے فلک کے تحرک بالقسر کی نفی نہ ہوگی کہ اس میں میل ارادی کا مبدء موجود یعنی اس کا نفس، لہذا صحیح یہی ہے کہ مبدء میل طباعی کی جگہ مبدء میل طبعی کہا جائے ۱۲ الجیلانی۔

[1] الھدیۃ السعیدیۃ فصل فی ان الجسم الذی لا میل فیہ بالقوۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۷۵

Marfat.com

خلاف، ولہذا فلک پر قسر نہیں مانتے کہ اس میں کوئی میل طبعی نہیں جانتے۔

اقول یہ باطل ہے **اوّلاً** حکیم بننے والوں نے معنی لغوی پر لحاظ کیا کہ قسر جبر و اکراہ سے خبر دیتا ہے۔ اصطلاح بھول گئے جس کا مبدء خارج سے ہو سب قسری ہے اور جو کچھ نہ مقتضائے طبع ہو نہ مراد متحرک یقیناً اس کا مبدء نہ ہوگا، مگر خارج سے تو قسر کو صرف اقتضاء درکار نہ کہ اقتضاء عدم، ورنہ یہ صورت خارج رہ کر تینعہ حصر باطل کرے گی۔ اگر کہئے صرف عدم اقتضاء متصور نہیں کہ ہر جسم میں کوئی میل ضرور۔

اقول عنقریب آتا ہے کہ یہ کلیہ اسی مقدمہ باطلہ پر مبنی تو اس کی اس پر بنا صریح مصادرہ و دور ہے۔

ثانیاً فرض کردم کہ اقتضائے عدم ہی ضرور اس کے لئے اتنا بس کہ فعل قاسر کا نہ ہونا چاہیے، یہ کیا ضرور ہے کہ اس کے خلاف کسی دوسرے فعل کا تقاضا ہو اور میل تقاضائے فعل ہے۔

ثالثاً مانا کہ تقاضائے فعل خلاف ہی ضرور مگر یہ کہاں سے کہ اس کی مقتضی نفس طبیعت ہو۔ کیا ارادہ نہیں ہو سکتا۔ تمہارے نزدیک افلاک میں میل طبعی نہیں اُن کی حرکت ارادیہ ہے اب جس جہت کو وہ حرکت چاہتا ہے اگر اُس کے خلاف پر حرکتِ وضعیہ ہی دی جائے (کہ فلک پر حرکت مستقیمہ جائز ہونے نہ ہونے کا جھگڑا پیش نہ آئے) کیا یہ قسر نہ ہوگا، قطعاً ہوگا، حالانکہ میل طبعی نہیں۔ ہم عنقریب ثابت کرینگے کہ فلک پر قسر جائز، فلاسفہ اپنے زعم مذکور پر دو دلیلیں پیش کرتے ہیں، ہمارے اس بیان سے دونوں رَد ہو گئیں، **ایک** یہ کہ جسم پر قاسر قوی کا اثر زائد ضعیف کا کم ہونا بدیہی ہے، تو یہ نہیں مگر اس لئے کہ مقسور قاسر کی مزاحمت کرتا ہے۔ ضعیف پر غالب آتا ہے قوی سے مغلوب ہو جاتا ہے اور یہ مزاحمت نفس جسمیت سے نہیں تو ضرور جسم کے اندر کوئی اور چیز ہے کہ قاسر کی مزاحمت کرتی اور مکان یا وضع کی محافظت چاہتی ہے یہی میل طبعی ہے۔ یہ دلیل ان کے شیخ ابن سینا نے دی۔

اقول اوّلاً مزاحمت اقتضائے خلاف فعل ہے نہ کہ اقتضائے فعل خلاف اور محافظت طلبِ سکون نہ کہ طلبِ حرکت جو شان میل ہے۔

عہ یعنی حرکت کے تین اقسام طبعی، ارادی، قسری میں کہ برتقدیر اقتضائے عدم صورت عدم اقتضا کسی میں داخل نہیں ۱۲ الجیلانی۔

Marfat.com

ثانیاً مزاحمت ومحافظت ارادے سے بھی ہوسکتی ہے، طبعاً ہی کیا ضرور قاسر کا قوی ہونا اسکے ارادۂ مزاحمت کا کیا مانع ہے اگرچہ جانے کہ ملتج نہ ہوگی، جیسا کہ بارہا مشہود ہے۔

ثالثاً مانا کہ طبیعت ہی سے لازم، پھر کیا محال ہے کہ بعض اجسام میں بالطبع سکون کا اقتضا اور حرکت سے مطلقاً ابا ہو اب جو اُسے حرکت دے گا ضرور خلاف مقتضائے طبع ہوگی اور میل نہیں بلکہ اس کی مزاحمت میل طبعی سے وسیع تر ہوگی۔ میل طبعی تو صرف جہت خلاف ہی کی مزاحمت کرے گا، اور یہ ہر جہت کی۔ اب اس کا انکار پھر اسی طرف جائے گا کہ ہر جسم میں تقاضائے حرکت لازم، اور یہ وہی دور و مصادرہ ہے۔

رابعاً مطلقاً حرکت سے ابا۔ بھی ضرور نہ صرف اُس حرکت سے انکار چاہئے جو قاسر دینا چاہے، اور یہ افلاک میں یقیناً موجود۔ ہم مقام ۱۴ میں ثابت کرینگے کہ ہر فلک کا حیز طبعی وہ وضع خاص ہے جس پر وہ ہے کہ اُس تک اشارۂ حسیہ اِس حد تک محدود ہوتا ہے، جب یہ اس کا حیز طبعی ہے تو وہ ضرور یہاں طالبِ سکون ہے اور جو اُسے یہاں سے ہٹائے اس کی مقاومت کرے گا، قسر کو اسی قدر درکار۔

خامساً ان لوگوں کی تمام سعی ملمع کاری ومغالطہ شعاری ہے۔ اثر قسر کا اختلاف دو سبب سے ہے قوت قاسر کا تفاوت کہ فاعل قوی کا فعل اقوی ہوگا اور قوت مکسور کا فرق کہ مقابل قوی پر اثر کم ہوگا۔ وہ اختلاف کہ جانب فاعل میں ہے جانب مقابل کی کسی حالت پر موقوف نہیں اُن کی قوتوں کا فی نفسہٖ متفاوت ہونا موجب تفاوت اثر ہے کیا اگر مقسور مزاحمت نہ کرے تو فاعل قوی وضعیف اثر میں برابر ہو جائیں گے۔ یہ بھی اُسی بداہت کے خلاف ہے اور خود فلسفہ کو اس کا اعتراف ہے پتھر کہ بقوت اوپر سے نیچے پھینکا جائے بلا شبہہ اس حالت سے جلد متحرک ہوگا

ع جونپوری نے فصل تقسیمات حرکت میں کہا:

قد تکون حرکۃ الی غایۃ طبیعۃ لکن لا علی الطبیعۃ وحدھا کحرکۃ الحجر المرمی الی اسفل علی خط مستقیم بحیث لا یصدر مثلھا عن طبیعۃ الحجر وحدھا[1]

کبھی حرکت غایتِ طبیعت کی طرف ہوتی ہے مگر وہ تنہا طبیعت پر مبنی نہیں ہوتی جیسے خطِ مستقیم پر نیچے کی طرف پھینکا ہُوا پتھر، اس لئے کہ اسکی مثل تنہا پتھر کی طبیعت سے صادر نہیں ہوتی۔ (ت)

---

[1] الشمس البازغۃ فصل حرکت الشیئ ذاتیۃ لہ مطبع علوی لکھنؤ ص ۱۲۴

Marfat.com

کہ خود آئے کہ اب اس میں میل خارجی وداخلی دونوں جمع ہیں اور شک نہیں کہ رمی جتنی قوت سے ہوگی اس سرعت میں زیادت ہوگی اور طبیعت حجر میں نیچے جانے کی مزاحمت نہیں بلکہ اقتضا ہے اور یہ بھی نہیں کہ کسی حدِ معین پر اقتضا اور زائد سے ابا ہو۔ بلکہ بمقتضائے طبع اسرع اوقات میں حصول مطلوب ہے، تو ظاہر ہوا کہ فاعل کی مختلف قوتوں کا اثر مختلف ہونا مزاحمت پر موقوف نہیں، البتہ وہ اختلاف کہ جانب قابل سے ہے اس کی مزاحمت سے ہے قوی زیادہ مزاحم ہوگا اور ضعیف کم۔ اب۔ **اولاً** ان کے شیخ کی چالاکی دیکھئے قوت وضعف جانب فاعل لئے کہ قاسر قوی وضعیف۔ اور اس پر حکم جانب قابل کا لگا دیا کہ یہ نہیں مگر مزاحمت مقسور سے یہ صریح باطل ہے جانب فاعل کا اختلاف ہرگز مزاحمت مقسور سے نہیں اُن کی قوتوں کے ذاتی اختلاف سے ہے۔

ثانیاً اس تقدیر پر کیا محال ہے کہ مزاحمت نفس جسم سے ہو۔ یہ کہنا کہ ایسا ہو تو کوئی جسم اثر قسر قبول نہ کرے۔

اقولُ جہل محض ہے مغلوب ہو کر قبول کر لینا کیا منافی مزاحمت ہے مبدء میل طبعی بھی تو قبول کر لیتا ہے حالانکہ مزاحم ہے اگر کہئے قبول و عدم مختلف ہوتے ہیں اور میل مختلف ہیں اور جسمیت سب میں یکساں۔

اقول یہ اُس اختلاف میں کلام جو جانب قابل سے ہے اور تمہارا شیخ اُس اختلاف میں جانہ زن[عہ] ہے جو جانب فاعل سے ہے، اور اگر کہئے ہم نے اسے چھوڑا اب ہم جانب قابل ہی میں کلام کریں گے۔ ظاہر ہے کہ مقسور اقوٰی پر اثر کم ہوگا، اضعف پر زائد، اور یہ نہیں مگر انکی مزاحمت اور جانب جسمیت سے نہیں کہ سب میں یکساں، لاجرم ان کی طبیعت سے ہے۔ اسی کا نام میل طبعی ہے۔

اقول اولاً وہی ایراد کہ مزاحمت حفظ وضع واین کے لئے ہے، اور وہ سکون سے ہے نہ میل و طلب حرکت سے۔

ثانیاً کیا محال ہے کہ بعض طباع کا مقتضی سکون ہو۔

ثالثاً ہاں طبیعت سے ہے اور میل نہیں ہم ثابت کر چکے کہ افلاک کو اپنے حیز میں بالطبع حرکت اینیہ سے ابا ہے اور یہ میل نہیں۔

رابعاً اب مقسور قوی وضعیف کے معنی پُوچھے جائیں گے۔ اقوٰی یہ نہیں کہ جُثہ بڑا ہے،

عہ یعنی بکواس کرنے والا ۱۲ الجیلانی

Marfat.com

روئی اور لوہے کو نہ دیکھا۔ اب قوی یا تو وہ ہے جس میں مزاحمت زیادہ ہو، تو حاصل یہ ہوا کہ جس کی مزاحمت زائد اس کی مزاحمت زائد، یہ نیم جنوں ہے، یا وہ جس میں میل زیادہ ہو یا جس میں معاوق داخلی اکثر ہو یہ مصادرہ علی المطلوب ہوگا۔

خامسًا بہرحال اقوٰی و اضعف کا ذکر لغو ہوگا۔ اور حاصل اتنا رہے گا کہ اجسام قاسر کی مزاحمت کرتے ہیں اور یہ ان کے میل طبعی سے ہے یہ قضیہ اگر کلیہ ہے تو باطل، کیا دلیل ہے کہ ہر جسم قاسر کی مزاحمت کرتا ہے، بعض میں مشاہدہ استقرائے ناقص ہے اور اگر مہملہ ہے تو ضرور صحیح مگر مہملہ[عہ] ہے دلیل دعوٰی سے خاص ہوگئی اس سے ثابت بھی ہوا تو اتنا کہ بعض مقسوروں میں میل طبعی ہے نہ کہ بے میل طبعی قسر ممکن ہی نہیں یہ ہیں وُہ وجوہ جن کے سبب تمھارے شیخ نے اختلاف قوت مقسور چھوڑ کر اختلاف قوت قاسر لیا مگر بات بے اختلاف مقسور بنتی نہ پائی، لہذا جو اس کا حکم تھا وہ اس کے سر دھر دیا۔ یہ ہے تمھارا تفلسف۔

شبہ دوم جس جسم میں معاوق داخلی نہ ہو لا جرم وہ بقسر قاسر ایک مسافت ایک زمانہ معین میں طے کرے گا اور جس میں معاوق ہے اُسی قاسر کے قسر سے اس سے زیادہ دیر میں فرض کرو۔ دو چند میں اب اسی قاسر کی تحریک ایک ایسے جسم کو لو جس میں معاون اس سے نصف ہے ضرور ہے کہ اس سے نصف دیر میں طے کرے گا کہ محرک و مسافت متحد ہیں تو فرق نہ ہوگا مگر نسبتِ معاوقت پر تو حرکت مع معاوق حرکت بلا معاوق کے برابر ہوگئی اسے بہت طویل بیان کرتے ہیں جسے ہم نے ملخّص کیا (رد) تمام اعتراضوں سے قطع نظر ہو تو معاوق ہی تو درکار اس کا میل طبعی میں کب انحصار۔

مقام پنجم

خلا محال نہیں۔ فلاسفہ مقام سابق کی اسی دلیل دوم کو اثبات معاوق داخلی یعنی میل طبعی میں پیش کرتے ہیں جس طرح سُن چکے اور اسی کو اثبات معاوق خارجی یعنی ملا و استحالہ خلا میں لاتے ہیں کہ اگر خلا ہو تو اس میں حرکت ایک حد تک ایک زمانہ معین میں ہوگی اور ایک جسم ایک ملا میں اتنی ہی مسافت چلے ضرور ہے کہ خلا والے سے دیر میں چلے گا کہ ملا اس کا معاوق ہے، فرض کرو دو چند میں اب وہ ملا لیجئے جس کی معاوقت پہلے ملا سے نصف ہو تو نصف ہو تو ضرور ہے کہ اس سے

عہ یعنی مہمل کہ غیر مفید ہے ۱۲ الجیلانی

Marfat.com

نصف دیر میں چل لے گا تو حرکت مع معاوق بلا معاوق کے برابر ہوگئی حالانکہ دونوں جگہ صرف معاوق درکار، پہلی صورت میں معاوق خارجی مثل ملا کافی تو قسر کے لئے ضرورت میل طبعی ثابت نہیں اور دوسری میں معاوق داخلی مثل میل کافی، تو استحالہ خلا ثابت نہیں، غرض وہاں معاوق خارجی کو بھولتے ہیں اور یہاں داخلی کو، یہ ہے ان کا تفلسف۔ فلاسفہ کے لئے استحالہ خلا میں دو واہی شبہے اور رہیں کہ مواقف میں مع ردّ مذکور ہیں اور زرنفات وسرنفات اگر ثابت ہوگا تو استحالہ عادیہ نہ عقلیہ اُن کی بڑی دستاویز یہی شبہ مردودہ تھا اس پر بھی زیادہ کلام کی حاجت نہیں کہ خود اُن کے بڑے خونگرم حامی متشدق جونپوری نے شمس بازغہ میں اگرچہ ابوالبرکات بغدادی کے اعتراض کو نہایت سقوط میں بتایا مگر اسی سے اخذ کرکے دونوں مقاموں میں فلاسفہ کا جہل واضح و روشن کردیا ہے، اور دونوں جگہ دلیل کا ناتمام ہونا صاف مان لیا ہے۔ پھر بھی دونوں دعووں پر فصلیں عقد کرتا اور انھیں مردود باتوں عہ عہ لاتا ہے۔ یونہی اور مواضع مردودہ میں یا ابہمہ خطبہ میں ادّعا کرتا ہے کہ اسکی کتاب حکمتِ حقہ حقیقیہ یقینیہ کے بیان میں ہے جس کا اتباع واجب، معاذاللہ اُسی خرافاتِ مطرودہ اور اُن سے بدتر کفریاتِ مردودہ کو جن میں سے بعض کا بیان آتا ہے قرآن عظیم ٹھہرادیا زیّن لھم سوء اعمالھم[1] (ان کے بُرے کام ان کی آنکھوں میں بھلے لگتے ہیں۔ ت)

مقام ششم

حیز شکل مقدار اور جتنی چیزیں جسم کے لئے فی نفسہٖ ضروری ہیں کہ جسم کا ان سے خلو نامتصور اُن میں بھی کسی شئی کا جسم کے لئے طبعی ہونا کچھ ضرور نہیں، فلسفی ضروری جانتا، اور اس پر دلیل یہ دیتا ہے کہ جب جسم کو بعد وجود اس کی طبیعت پر چھوڑا جائے جتنے امور خارجیہ سے خالی ہوسکتا ہے خالی فرض کیا جائے ضرور اس تقدیر پر بھی کسی حیز میں نہ ہونا محال اور معاً سب حیزوں میں ہونا محال لاجرم کسی حیز خاص میں ہوگا۔ اب مطلق جسم تو مطلق حیز کا طالب تھا اس خصوص کے لئے کوئی مقتضی درکار وہ کوئی امر خارج نہیں ہوسکتا کہ اس سے خلو مفروض نہ فاعل کہ بے اُس کے اگرچہ

عہ یہ دونوں مسودہ میں ایسے ہی لکھے ہیں پڑھنے میں نہیں آئے۔

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۳۷

Marfat.com

وجود متصور نہیں۔ مگر اس کی نسبت سب چیزوں کی طرف یکساں ہے تو اس سے بھی تعین نہیں ہوسکتی نہ صورت جسمیہ کہ سب میں مشترک ہے نہ ہیولےٰ کہ قابل محض ہے نہ کہ مقتضی، نیز وہ خود متحیز ہی نہیں بہ تبعیت صورت تحیز پاتا ہے، لاجرم یہ خصوصیت کسی اور شیئ داخل جسم کا اقتضا ہے اُسی کا نام طبیعت ہے تو یہ حیز طبعی ہوا کہ اگر قسرًا اس سے جدا ہو بعد زوال قسر بالطبع اس میں پھر آجائے یونہی شکل و مقدار وغیرہا اشیائے لازمہ۔

اقول اولاً ہویت باقی رہی مطلق جسم نے مطلق حیز چاہا ھذیۃ ھذیۃ ہی چاہے گی۔ اگر کہئے ھذیۃ فرد منتشر چاہے گی کہ خاص کا کسی میں ہونا ضرور خاص، یہ خاص کس لئے۔

اقول مطلق ھذیۃ فردِ منتشر چاہے گی اور ھذیۃ خاصہ فرد متعین، اگر کہئے اس ھذیۃ کو اس خاص سے کیا مناسبت کہ خاص اسی کو چاہا۔

اقول اولاً علم مناسبت کیا ضرور مقتضیات طبیعت میں بہت جگہ ادراک مناسبت سے عقول دانیہ قاصر، بعض کا ذکر عنقریب آتا ہے۔

ثانیاً ترجیح کے لئے قربِ خاص، یہی خاص اقرب تھا، لہٰذا اس میں حصول ہوا، اپنے طور پر زمین کے اجزاء کو دیکھئے، ڈھیلا کہ اوپر سے گرے کسی حصۂ مستقر پر نہ ہونا محال اور معاً سب حصوں میں ہونا محال، لاجرم ایک حصۂ خاص میں ہوگا۔ اس خصوص خاص کا اقتضاء ہرگز طبیعت سے نہیں۔ اگر یہی ڈھیلا دوسری جگہ سے اُترے دوسرے حصۂ خاص میں ہوگا۔ تیسری جگہ تیسرے میں، وھٰذا تصریح نہیں مگر قرب۔

ثالثاً دلیل ہر جسم کے اجزاء مقداریہ سے منقوص جو جزء لو اور ہر خارج سے قطع نظر کرو محال ہے کہ کسی حصہ حیز میں نہ ہو یا معاً سب میں ہو، لاجرم ایک حصۂ خاصہ میں ہوگا تو وہی اس کا حیز طبعی ہوا، جیسے کل کا کل۔ اب بسیط کے اجزاء مختلف الطبائع ہوگئے نیز لازم کہ زمین کا ڈھیلا جس جگہ سے کاٹ کر ہزاروں کوس لے جاؤ جب چھوڑو خاص اُس جگہ پہنچے کہ حیز طبعی کی یہی شان ہے، اگر کہئے اجزائے مقداریہ موہوم ہیں۔ اور موہوم معدوم اور معدوم کے لئے حیز نہیں۔

اقول اب فلک کی حرکت مستدیرہ باطل ہوگئی وضعیہ نہ ہوگی، مگر تبدیل اوضاع سے دراوضاع اصالۃً نہ ہوتے۔ مگر اجزائے مقداریہ کے کہ خارج سے نسبت انھیں کی لی جاتی ہے، اور وہ معدوم اور معدوم کے لئے وضع نہیں۔ اگر کہئے اُن کے مناشی انتزاع موجود ہیں اور عقل حکم کرتی ہے کہ یہ حیز ایک وضع خاص رکھتا ہے جو اس حیز کے لئے نہیں۔

Marfat.com

اقول یہاں بھی مناشی انتزاع موجود نہیں[۲] اور عقل حکم کرتی ہے کہ یہ حیز کے ایک حصہ خاص میں ہے جس میں وہ حیز نہیں۔

رابعًا روشن ہو چکا کہ خالق عزّوجل فاعل مختار ہے پھر کوئی مخصص کیا درکار ہے، یہ کہنا کہ فاعل سے تخصیص ممکن نہیں، اگر مراد فاعل حقیقی عزّ جلالہ ہے صریح کفر ہے، اور اگر حسب نحلت[عہ] فلسفی عقل فعال مراد تو غیر خدا کو موجدِ اجسام ماننا کیا کفر نہیں۔

خامسًا جب جسم کو بلحاظ وجود فی الاعیان لیا ہے کہ اس میں وہ حیز معیّن کا محتاج، تو تخلیہ انھیں امور سے ہوسکتا ہے جن پر وجود کو توقف نہیں اُن سے خالی ہو کر وجود ہی نہ رہے گا تو وہ نحوِ ایجاد جس سے وجود ہوا صالح عزل نہیں نحوِ ایجاد یہ ہے کہ اس حیز میں اس شکل اس مقدار پر بنایا تو اس خارج سے تخصیص اس خلو کے منافی نہیں ولہذا دلیل کو باوصف اسقاط ہر خارج نفی تخصیص فاعل کی حاجت ہوئی۔ رہا سیالکوٹی کا کہنا کہ فاعل بحیثیت ایجاد معتبر نہ بحیثیت تخصیص حیز، اس وجہ سے اس سے تخلیہ ہے۔

عہ معنی مذہب ۱۲ الجیلانی

عہ۲ حیز میں تحقیقِ مقام یہ کہ کل کے لئے اپنی تین وضعیں ہیں:

(۱) وہ جس سے اس کی طرف اشارہ حسیہ ہے۔

اقول یعنی یہ اشارہ خاصہ محدودہ کہ نہ اس سے کم پر رُکے نہ آگے بڑھے، ہم مقام ۱۴ میں تحقیق کرینگے کہ یہی اس کا حیز طبعی ہے تو یہ وضع مقولہ وضع سے نہیں مقولہ اَیْن سے ہے۔ حرکت وضعیہ سے نہ بدلے گی بلکہ اینیہ سے۔

(۲) وہ کہ اس کے اجزاء واشیائے خارجیہ کی نسبت سے ہے۔

(۳) وہ کہ اجزاء کی باہم نسبت سے یہ دونوں انحائے مقولہ وضع ہیں۔

اقول ظاہر ہے کہ دونوں اولاد بالذات اجزاء کے لئے ہیں اور ان کے واسطے سے کل کو مثلاً ایک کرہ دوسرے کے اندر اس طرح ہے کہ اس کے نقطہ ا کو اسکے ح سے غایت قرب اور ح کے مقاطر ء سے غایت بُعد ہے اور ا کے مقاطر ب کو ء سے غایت قرب اور ح سے غایت بُعد ہے اور اگر یہ کرہ اُلٹ کر رکھا جائے تو ا کو ء سے غایت قرب اور ج سے غایت بُعد ہوا اور ب کو بالعکس یا وہ اس

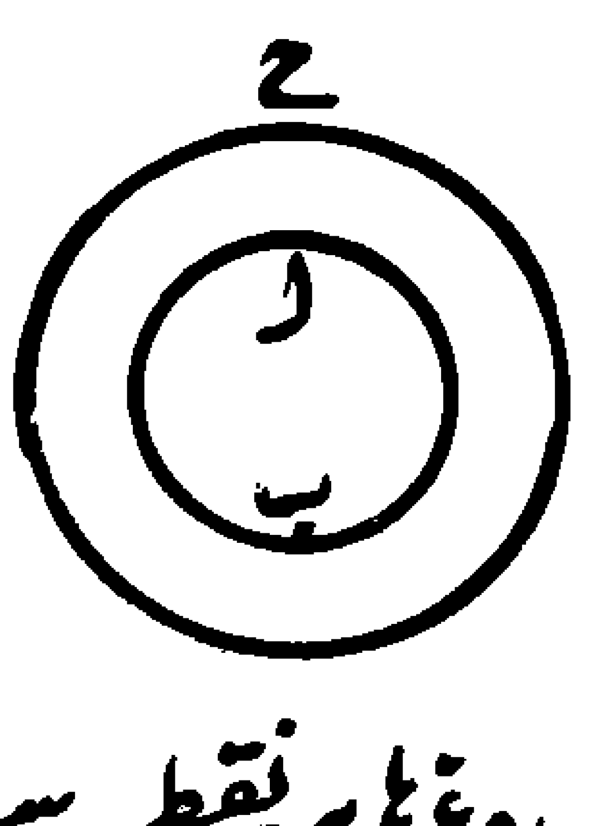

ہیأت پر بنا ہے کہ اس کا نقطہ ا نقطہ ب وغیرہا ہر نقطہ سے اتنے اتنے (باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

اقول ایجادِ جسم معین بے تعیین حیز خاص متصور نہیں تو ایجاد کو اس پر توقف ہے اور کسی جہت کا اعتبار اُن سب کا اعتبار ہے جو اس کے موقوف علیہ ہوں فی لہذا تمھیں فاعل من حیث الایجاد کے اعتبار سے چارہ نہ ہوا کہ وجود اس پر موقوف ہے۔

سادسًا و سابعًا آئندہ دو مقام میں۔

مقام ہفتم

فلک الافلاک میں میل مستقیم ہے۔

اقول اولًا یہ اسی حیز طبعی کی دلیل سے ثابت ہو کر فلسفہ کی عمارتیں ڈھا گیا حیز طبعی نہیں مگر وہ کہ طبیعت جسم اُس میں کون و سکون کی مقتضی ہو یعنی جسم اُس میں ہے تو سکون چاہے اور باہر ہو تو عود۔ یہی مبدأ میل مستقیم ہے جس کا مقتضی بشرط خروج طلب عود اس کے لئے نہ وقوع عود ضرور نہ امکانِ عود خروج کہ یہ امور اقتضا سے خارج ہیں مقدم کا امکان شرط شرطیہ نہیں، کلام اس میں ہے کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فصل مخصوص پر ہے اگر اجزاء کے مواضع بدل دیے جائیں یہ فصل بدل جائیں اُن میں وضع بمعنی دوم ہی حرکت وضعیہ سے بدلتی ہے اور بمعنی سوم نہ وضعیہ سے بدلے نہ اینیہ سے جب تک اجزاء متفرق ہو کر الٹ پلٹ نہ ہوں۔ ظاہر ہے کہ اگر اجزاء یا اُن کی نسبتیں باہم امورِ خارجہ سے نہ ہوں تو نفس کل میں کوئی تغیر بیان ہی نہیں۔ لہذا یہ دونوں وصفیں کل کی اپنی ذاتی نہیں بواسطۂ اجزاء ہیں ۱۲ منہ غفرلہ

ع۱ یہی فلسفہ اُس مدعا پر کہ فلک کی محرک قوت جسمانیہ نہیں وہ دلیل لایا کہ اُس قوت کا حصہ کل جسم یا بعض جس کی تحریک پر قادر ہو کل قوت بھی اس پر قادر ہوئی (تا آخر بیان مذکور تعطیل نہم) اس پر کھلے دو اعتراض تھے:

(۱) **اقول** جب قوت جسم میں ساریہ ہے تو اس کا تجزیہ نہ ہوگا مگر بہ تجزیہ جسم، اور وہ تمھارے فلک پر محال، تو نہ کوئی حصۂ قوت ہے نہ کوئی جزء جسم جس پر دلیل چل سکے۔

(۲) قوت اسی کو حرکت دے گی جس میں حلول کئے ہے تو نہ کل قوت بعض جسم کی محرک ہوگی نہ بعض کل کی کہ دلیل ماشی ہو۔ یہ دوسرا خود متشدق جونپوری نے وارد کیا اور وہی جواب دیا نہ کلام محض فرض و تقدیر پر ہے کہ اگر ایسا ہو تو ان قوتوں کا اقتضاء یہ ہے۔ یونہی یہاں ہے کہ بفرض خروج طلب عود لازم، اور یہی مبدأ میل مستقیم ہے۔

Marfat.com

اس کی طبیعت میں کوئی ایسی چیز ہے یا نہیں کہ برتقدیر خروج اُسے پھر یہاں لانا چاہئے، اگر نہیں تو حیز طبعی نہ ہوا اور اگر ہاں تو اسی کا نام مبدء میل مستقیم ہے تو ثابت ہوا کہ اگر ہر جسم کے لئے حیز طبعی ضرور ہے تو ہر جسم میں مبدء میل مستقیم ضرور ہے اور فلک بھی ایک جسم ہے تو ضرور وہ بھی مبدء میل مستقیم رکھتا ہے۔

ثانیاً ہم ثابت کریںگے کہ اس میں مبدء میل مستدیر نہیں، تو ضرور مبدء میل مستقیم کہ دونوں سے خلو محال جانتے ہیں (تبیین)۔

اقول یہاں سے روشن ہوا کہ فلک محدد جہات نہیں کہ جس میں مبدء میل مستقیم ہے قابل حرکت اینیہ ہے اور حرکت اینیہ نہ ہو گی مگر جہت سے جہت کو، تو اس سے پہلے تحدد جہات لازم، لہذا اس کا محدد ہونا محال۔

مقام ہشتم

فلک میں مبدء میل مستدیر نہیں۔

اقول اولاً یہ اسی[ع] مقام سابق سے ثابت کہ فلاسفہ کے نزدیک دو مبدء میل کا اجتماع محال۔

ثانیاً ہم ثابت کریں گے کہ فلک پر حرکت مستدیرہ محال، تو ضرور اس میں مبدء میل مستدیر نہیں کہ ہوتا تو حرکت محال نہ ہوتی کہ فلک پر عائق نہیں مانتے۔

مقام نہم

جسم میں کوئی نہ کوئی مبدء میل ہونا کچھ ضرور نہیں، فلسفی ضروری جانتا اور اس پر دو دلیلیں دیتا ہے:

(۱) جسم اگر حیز بدل سکے تو میل مستقیم ہوا، نہ بدل سکے تو دوسرے اجسام سے جو اس کے اجزاء کی وضع ہے، خاص وہی لازم نہیں۔ دوسری بھی جائز تو مع ثبات حیز وضع بدلنا جائز ہوا، یہ میل مستدیر ہوا۔ بہر حال اگر طباعی ہے یعنی خود جسم کی طبیعت یا ارادے سے، تو اس میں مبدء میل

ع مقام ششم کے ثانیہ میں اس مقام کا ثانیہ ملحوظ اور اس مقام کے اولاً میں مقام ششم کا اولاً فلا دور ۱۲ منہ۔

Marfat.com

ثابت ہوا۔ اور اگر خارج سے ہو تو ضرور جسم میں کوئی مبدءِ میل طبعی ہے کہ طبع نہیں تو قسر نہیں۔

(۲) حیز نہ بدلے تو وہی تقریر سابق اور بدل سکے تو ہر جسم کے لئے ایک حیز طبعی ہے جب اس سے جدا ہو ضرور ہے کہ بالطبع اُسے طلب کرے یہی مبدءِ میل مستقیم ہے۔

اقول اوّلاً وُہ مقدمہ کہ طبع نہیں تو قسر نہیں کہ دونوں دلیلوں کا مبنیٰ ہے مقام چہارم میں باطل ہو چکا۔

ثانیاً ہر جسم کے لئے حیز طبعی ہونا مقام پنجم میں باطل ہوا۔

ثالثاً کیا محال ہے کہ مقتضیٔ طبع بعض اجسام سکون محض ہو اور انتقال سے مطلقاً ابا، تو تبدیل وضع جائز نہ ہوگی نہ اس لئے کہ یہ وضع خاص مقتضائے طبع ہے بلکہ اس لئے کہ طبع کو انتقال سے ابا ہے جیسے وہ ثقیل کہ مرکز یا خفیف کہ محیط کو واصل ہو ضرور اسے اجسام مخصوصہ سے ایک معین فصل ہوگا جسے وُہ بدلنا نہ چاہے گا نہ اس لئے کہ خصوص فصل مطلوب ہے بلکہ اس لئے کہ اُس کی تبدیل حرکت سے ہوگی اور وہ حرکت سے آبی۔

رابعاً اگر بالفرض ہر جسم کے لئے حیز طبعی ہو تو دلیل سے اگر ثابت ہوا تو اس قدر کہ حیز کی تعیین طبیعت کرے کہ ترجیح بلا مرجح نہ ہو وہ حیز و طبیعت میں مناسبت سے حاصل کہ اسی قدر ترجیح کو بس ہے بحال زوال طلب وعود کی کیا ضرورت کہ یہ نہ لازم مناسبت ہے نہ شرطِ ترجیح ممکن کہ جسم میں حرکت کی صلاحیت ہی نہ ہو جہاں اُٹھا کر رکھ دیں وہیں رہ ہوئے۔

خامساً اس عیاری کو دیکھئے کہ دلیل دوم کو اُس جسم سے خاص کرتے ہیں جو حیز بدل سکے حالانکہ وُہ صحیح ہے تو یقیناً عام ہے کہ ہر جسم کے لئے ایک حیز طبعی ہے بدل سکے یا نہیں تو بفرض خروج ضرور بالطبع جس کا طالب ہوگا، یہی مبدءِ میل مستقیم ہے۔

مقامِ دہم

حرکتِ وضعیہ کا طبعیہ ہونا محال نہیں۔ فلسفی محال جانتا اور جہاں قاسر نہ ہو ارادیہ واجب مانتا ہے، دلیل یہ کہ اس میں جو متحرک ہے اُسی آن میں مطلوب ہے جو نقطہ جہاں سے چلا وہیں آرہا ہے، یہ بات طبعیہ میں نا ممکن کہ بالطبع کسی وضع کی طالب بھی ہو اور اس سے ہارب بھی بخلاف ارادہ کہ اعتبارات[ع] مختلفہ کا تصور کرکے ایک جہت سے طلب دوسری سے ہرب میں

ع بعض نے یوں تقریر کی کہ ہرب ایک وقت میں ہے (یعنی جب وہاں سے چلا) اور طلب (باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

حرج نہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

دوسرے وقت میں (یعنی تمام دورہ کے بعد اُس پر آتے وقت نیز عرض حرکت چیز دیگر ہے (یعنی مثلاً مفارق سے تشبہ) اور یہ طلب وہرب دونوں بعرض تو اجتماع میں حرج نہیں۔ شرح حکمۃ العین میں اس پر رد کیا کہ بلاشبہ طلب وہرب وقت واحد میں ہے کہ جہاں سے چلا اُسی وقت تو اس کی طرف متوجہ ہے اور حرکتِ واحدہ میں شئ واحد کی طلب وترک معًا ارادۃً بداہۃً محال ہے اگر دونوں بالعرض ہوں اور خود یوں تقریر کی کہ اس وقت ہرب مثلاً اس نقطے سے ہے اور توجہ اس کے برابر والے نقطہ کی طرف یہ توجہ اُس پہلے کی طرف بھی توجہ بالعرض یوں ہوگئی کہ وہ اسی جہت توجہ میں واقع ہے ورنہ اس ارادے میں وہ مطلوب نہیں۔ ہاں تمامی دورے کے بعد پھر مطلوب ہوگا، مگر وہ ارادہ جدید ہوگا۔ ہر ہر نقطہ کا تازہ ارادہ ہے۔ طبیعت غیر شاعرہ سے ایسا نہیں ہو سکتا (شرح[1] مذکور مع حاشیہ علامہ سید شریف)

اقول اولاً بات وہی تو ہوئی جو اُس بعض نے کہی تھی کہ ہرب ایک وقت میں ہے طلب دوسرے وقت، شرح کی تقریر صرف اُس کی شرح ہے۔

ثانیاً جب اختلاف وقت حاصل تو شئ واحد کے مطلوب ومہروب بالعرض ہونے میں حرج نہ ہونا اور بالعرض کی قید اس نے اسی لئے لگائی کہ وہی مطلوب بالذات ہوتا اُس تک پہنچ کر انقطاع حرکت لازم تھا، فافہم۔

ثالثاً متن میں ہماری تقریر دیکھئے کہ طبیعت غیر شاعرہ سے بھی ایسا ناممکن۔

رابعاً حرکتِ وضعیہ اگر حرکتِ واحدہ ہے تو کل جسم کے لئے اس میں نہ کسی وضع کی طلب ہے نہ ترک کہ اس سے کل کی وضعیں بدلتی ہی نہیں ہر جز کی بدلے گی اور حیز کے اعتبار سے ہر ہر نقطہ سے دوسرے تک حرکت تازہ ہے تو مختلف وقتوں میں مختلف حرکتیں ہیں۔ کیا محال ہے کہ ایک وقت و حرکت میں ایک نقطہ بالطبع مطلوب، اور دوسرے وقت و حرکت میں مہروب ہو۔ جیسے قطرہ کہ اترتا ہے ہر آن ایک جز مسافت پر آنا چاہتا اور اس پر آکر اسے چھوڑنا چاہتا ہے۔ اس کا جواب شارح نے یہی دیا تھا کہ یہ دو حرکتوں میں ہوا نہ حرکت واحدہ میں۔ وہی جواب یہاں ہے ۱۲ منہ۔

---

[1] شرح عین الحکمۃ

Marfat.com

(رَدِّ اوّل) کیسے نقطے اور کیسی وضعیں، کس کی طلب اور کس سے ہرب، تمہارے نزدیک جسم متصل وحدانی ہے نہ اس میں اجزاء بالفعل ہیں نہ حرکت موجودہ میں دونوں کی تجزی وہم میں ہے تو کیا محال ہے کہ بعض اجسام کی طبیعت مقتضی حرکت مستدیرہ ہو یوں کہ نفس حرکت[1] مطلوب ہو (امام حجۃ الاسلام فی تہافت الفلاسفہ)۔

اقول امام کی شان بالا ہے فقیر کو تامل ہے یہاں شک نہیں کہ اجزاء اگرچہ بالفعل نہیں اُن کے مناشی انتزاع موجود ہیں اور ان میں ہر ایک کی طرف اشارۂ حسیہ جُدا ہے، اور یہی امتیاز ان کے لئے امتیاز اوضاع کا ضامن ہے اور یہ امتیاز قطعاً واقعی ہے اعتبار کا تابع نہیں اس منشا کو دوسرے جسم کے جُز موجود یا اس کے منشا سے جو محاذات یا قرب و بعد ہے یقیناً دوسرے جُز یا اس کے منشا سے اس کا غیر ہے اسی قدر طلب و ترک اوضاع کو بس ہے تو ایراد میں صرف جملہ اخیرہ پر اقتصار چاہیے یعنی کیا ضرور ہے کہ حرکت وضعیہ طلب اوضاع ہی کے لئے ہو کیوں نہیں جائز کہ نفس حرکت مطلوب ہو۔ علامہ[2] خواجہ زادہ نے اس منع کا ایضاح کیا کہ حقیقت حرکت

---

[1] قزوینی نے حکمۃ العین میں اس اعتراض میں امام کی تقلید کی اور میرک بخاری نے شرح میں اس کی تائید کی۔ طوسی نے شرح اشارات میں اس اعتراض کا مہمل جواب دیا تھا اُسے رد کیا جواب یہ تھا کہ شَے کا مقتضٰی اس کے دوام سے دائم رہتا ہے تو جسم قار الذات حرکت غیر قارہ کا کیونکر مقتضی ہوسکتا ہے بلکہ کسی اور غرض کا مقتضی ہوگا۔ شارح نے رد کیا کہ بحسب تجدد و توالی امور مقتضٰی ہوسکتا ہے۔

وانا اقول (اور میں کہتا ہوں۔ ت) موجودہ حرکت بمعنی التوسط ہے۔ وہ غیر قار نہیں اور بلاشبہہ دائم رہ سکتی ہے۔ متجدد و منصرم حرکت بمعنی القطع ہے وہ نہ مقتضٰی نہ موجود بلکہ انتزاع وہم ہے۔ پھر شارح حکمۃ العین نے خود حواشی علامہ قطب شیرازی سے یہ جواب نقل لیا۔ اور مقرر رکھا کہ جب حالت مطلوب حاصل ہوتی ہے۔ طبیعت حرکت تھمادیتی ہے۔ یہ جواب جیسا ہے خود ظاہر، لاجرم علامہ سید شریف نے حواشی میں فرمایا کہ یہ جب ہو کہ حرکت کے سوا کوئی اور فرض مطلوب ہو اور جب خود حرکت مطلوب یعنی متحرک رہنا ہی مقتضائے طبع ہو تو انقطاع حرکت کیا معنی ۱۲ منہ غفرلہ۔

[2] علامہ نے دلیل فلاسفہ پر ایک اور رد کیا کہ وضع متروک معدوم ہوجائے گی اور تمہارے نزدیک

(باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

یہی ہوتا کہ دوسری شے کی طرف لے جائے (یعنی اس کا کمال ثانی کی غرض سے کمال اول ہونا جیسے طوسی نے شرح اشارات میں اس رَد کا جواب قرار دیا) فلسفی زعم ہے ہمیں مسلّم نہیں، ہاں اکثر حرکتیں ایسی ہی ہوتی ہیں، اس سے کیا لازم کہ حرکت ایسی ہی ہو، ابن رشد فلسفی مالکی نے جواب دیا کہ حرکت محض امر ذہنی ہے تو بالذات اسی کی مطلوب ہوسکتی ہے، جو صاحبِ ارادہ ہو کہ خود حرکت کی طلب نہ ہوگی مگر شوق حرکت سے، اور شوق بے تصور ناممکن۔

اقول اولاً حرکت کا ذہنی محض ہونا قبل حدوث مراد یا بعد علی الاوّل کوئی غرض کبھی نہیں ہوتی مگر ذہنی کہ موجود ہو تو تحصیل حاصل ہو مثلاً طلب حیز نہیں بلکہ طلب حصول فی الحیز کہ غرض وہ جو فعل پر مرتب ہو اور ذات حیز حرکت پر مترتب نہیں کہ وقت حرکت حصول فی الحیز موجود فی الخارج نہیں تو اس کا وجود نہ ہوگا مگر ذہنی تو حرکت وغیر حرکت میں فرق باطل، وعلی الثانی حرکت ہرگز ذہنی نہیں موجود فی الخارج ہے جس سے ایک ذہنی محض منتزع ہوتی ہے۔

ثانیاً طالب بے شوق نہ ہونا عام ہے یا حرکت ہی سے خاص ثانی ممنوع بلکہ بداہۃً تحکم اور اول حرکت طبعیہ کا مطلقاً احالہ۔

ثالثاً ذہنی کے لئے تعقل چاہیے تو خارجی کے لئے احساس ضرور نہیں۔ اور طبیعت دونوں سے عاری اور یہ کہ ادراک نہیں درکار نہ وہاں تحکم محض ہے یہ ہے ان کی فلسفیت۔

رابعاً پتھر مٹی کے ستون پر رکھا تھا، ستون منہدم ہو کر نیچے سے نکل گیا۔ پتھر جانب زمین چلا راہ میں ہوا وغیرہ جو مزاحم ملا اُسے دفع کرتا زمین تک پہنچا تو،

(۱) وقت حرکت جانا کہ میں اپنے حیز میں نہیں۔

(۲) یہ کہ حیز وہ ہے۔

(۳) اس سمت پر ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اعادۂ معدوم محال، دوبارہ اس کی مثل وضع آئے گی، نہ وہ۔ تو جو متروک ہے مطلوب نہیں۔

اقول اولاً وضع آئندہ وگزشتہ میں فارق نہ ہوگا مگر زمانہ اور اقتضائے طبع تبدل زمانہ سے تبدل نہیں ہوتا۔

ثانیاً امر طبعی میں جس طرح یہ محال کہ جو متروک ہے وہی مطلوب ہو، یونہی یہ بھی محال کہ جو مطلوب ہے وہی متروک ہو تجدد امثال سے اول کا جواب ہو گیا ثانی بدستور رہا کہ یہ مثل آئندہ کہ اب مطلوب ہے یہی مل کر متروک ہوگا۔
۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

(۴) حرکت مجھے اس تک پہنچائے گی۔

(۵) وہ اقرب طرق پر چاہئے کہ جلد وصول ہو۔

(۶) یہ جو راہ میں ملا اجنبی ہے۔

(۷) اُسے دفع نہ کروں تو یہ مجھے وصول الی المطلوب سے روکے گا۔

(۸) جس پر جب تھا اور جس پہ اب آیا دونوں جنس واحد سے تھے اُن میں تمیز کی کہ یہ میرے مقصد سے دور اور وہ نزدیک ہے، بغیر ان آٹھ مقصودوں کے یہ افعال کیسے واقع ہوتے ہیں جن میں ایک خود حرکت بھی ہے اور جب ان سب کے نتائج قوت غیر شاعرہ سے ایسے ہی واقع ہو رہے ہیں گویا اُسے ان سب کا شعور ہے تو نری حرکت کا صدور بے قصور بے شعور کیا محال ومحذور۔

(ردِّ دوم) اقول کیا محال ہے کہ تمام اوضاع کہ اس دورے سے حاصل ہوں سب منافرِ طبع ہوں تو وہ سب مہروب ہوں گے اُن میں مطلوب کوئی نہیں۔ تو حرکت کمالِ اول بھی رہی کہ کمالِ ثانی ترکِ منافر ہے اور منقطع بھی نہ ہوگی کہ ہر جگہ منافر کا تجدّد ہے اور مطلوب و مہروب بھی ایک نہ ہوئے کہ مطلوب منافر سے بچنا ہے اور وہ متروک نہیں متروک یہ اوضاع ہیں اور وہ مطلوب نہیں، ہر جزء کا ایک وضع چھوڑ کر دوسری پر آنا اس کی تحصیل کو نہیں بلکہ اس کی تبدیل کو۔

(ردِّ سوم) اقول کیا محال ہے کہ مقتضائے طبع اقرب اوضاع جدیدہ کی تحصیل ہو نہ باعتبارِ خصوصِ وضع بلکہ باعتبارِ وصفِ مذکور اقتضائے طبع پر کوئی ایسی تحدید نہیں جس سے یہ اُس میں نہ آسکے نہ ہرگز اس کی لِم معلوم ہونی ضرور۔ مقناطیس کا جذب، کہربا کی کشش، مقناطیسی سوئی کا ہر وقت مواجہہ ستارۂ قطب رہنا اُدھر سے پھیری جائے تو تھرتھرا کر پھر اُسی کی طرف ہو جانا، آفتاب[؎] پر جب کوئی بڑا کلف پیدا ہوا اُس سوئی کا زیادہ مضطرب و بیقرار ہونا، سورج مکھی کے پھول کا ہر وقت رُو بہ شمس رہنا طلوع سے غروب تک آفتاب جیسا جیسا بدلے اس کا اُسی طرف رُخ پھرنا، غروب کے بعد نیچے گر جانا وغیرہا صدہا افعالِ طبعیہ غیر معقول المعنی ہیں کہ دشوار کہ یہ بھی انھیں میں سے ہو تو وضع حاصل کا ترک وضع اقرب جدید کی تحصیل کو ہے اور بعد تمامی دورہ اُسی پہ آنا اُس وقت اس کی طلب نہیں بلکہ تمام متوسط طلبوں کے بعد یہ اقرب اوضاع جدیدہ

؎ ص ۱۴۷ — ۱۲

Marfat.com

ہو جائے گی تو کوئی وضع معًا مطلوب و مہروب ہو تا در کنار بعینہٖ نہ مطلوب نہ مہروب۔ طلب وصف اقرب جدید کی ہے اور اس سے ہرب نہیں۔ ہرب ہر وضع حاصل سے ہے اور اس کی طلب نہیں۔

مقامِ یازدہم

حرکتِ وضعیہ فلک بھی طبعیہ ہو سکتی ہے۔ فلسفی نے اوّل تو مطلقًا مستدیرہ طبعیہ ہونا محال مانا جس کے رد سُن چکے یہ شبہ خاص در بارۂ فلک ہے کہ حرکتِ طبعیہ واجب الانقطاع ہے۔ اور حرکت فلک ممتنع الانقطاع تو حرکت فلک طبعیہ نہیں ہو سکتی۔ کبریٰ اس لئے کہ اس کی حرکت کی مقدار زمانہ ہے وہ منقطع ہو تو زمانہ منقطع ہو۔ اور زمانہ کا انقطاع محال، اور صغریٰ اس لئے کہ وہ کسی غرض کے لئے ہونی ضرور، اور کبھی نہ کبھی غرض کا حاصل ہو جانا واجب، ورنہ جب متحرک کا اُس تک وصول ممکن ہی نہ ہو کمال ثانی کب ہوئی۔ معہذا علم اعلیٰ میں ثابت ہو چکا ہے کہ طبیعت ہمیشہ اپنے کمال سے محروم نہ رہے گی۔ لاجرم بعد حصول غرض انقطاع لازم۔

اقولُ بحمدہٖ تعالےٰ ایک حرف صحیح نہیں۔

(۱) زمانہ سرے سے موجود ہی نہیں۔

(۲) موجود سہی تو مقدار حرکت نہیں ہو سکتا۔

(۳) ہو تو حرکت فلک کی مقدار ہونا ممنوع۔ یہ سب بیان عنقریب آتے ہیں۔

(۴) حرکت فلک کی اُس سے تقدیر ہو بھی تو اس کے انقطاع سے انقطاعِ زمانہ لازم نہیں، کیا محال ہے کہ کواکب میں حرکات پیدا ہو کر اس کی حفاظت کریں۔

(۵) نہ سہی انقطاعِ زمانہ ہی کس نے محال کیا اُس کا روشن بیان آتا ہے۔

(۶) تو حرکتِ فلک ہرگز ممتنع الانقطاع نہیں۔

(۷) ابھی سُن چکے کہ حرکت کا غرض کے لئے ہونا کچھ ضرور نہیں۔

(۸) یہ بھی کہ غرض ایسی ممکن جو ہر آن حاصل و مستمر ہو تو کمال ثانی بھی موجود اور انقطاع

عہ ای ما اقمنا موضعھا لاستلزامہ لھا منہ غفرلہ۔ یعنی جس کو ہم نے کبریٰ کی جگہ رکھا کیونکہ وہ کبریٰ کو مستلزم ہے منہ غفرلہ (ت)

Marfat.com

بھی مفقود۔

(۹) دعویٰ یہ تھا کہ غرض کا حصول بالفعل واجب، اور دلیل یہ کہ حصول محال ہو تو کمال ثانی نہ رہے کہاں بالفعل حاصل نہ ہونا کہاں محال وممتنع ہونا، بہت حرکات ہیں کہ اُن کی غرض اُن پر کبھی مترتب نہیں ہوتی بیکار جاتی ہیں، کیا وہ حرکت ہونے سے خارج ہوگئیں۔

(۱۰) استحالہ حرمان طبیعت ممنوع۔

(۱۱) بعد حصول غرض لزوم انقطاع ممنوع ممکن کہ ہمیشہ غرض دیگر پیدا ہوتی رہے۔

(۱۲) تو حرکت طبعیہ کا وجوب انقطاع ممنوع۔

مقام دوازدہم

طبیعت کا دائماً اپنے کمال سے محروم رہنا محال نہیں، فلسفی محال کہتا ہے اور اس پر اس مقدمہ کی بنا کرتا ہے کہ دوام قسر محال۔

اقول یہ مقدمہ ہمارے نزدیک یوں ہے کہ ازل میں کوئی شئے قابل مقسور ہوئی نہیں تو قسر نہ ہوگا مگر حادث، لیکن جس طرح فلسفی کہتا ہے ہرگز صحیح نہیں کمال تک ایصال فعل ذی الجلال ہے اور اُس پر کچھ واجب نہیں، کلام یہاں مزعوم فلسفی پر ہے۔ لہٰذا اسی کے زعم پر بعض دلیلیں پیش کریں۔

فاقول (پس میں کہتا ہوں۔ ت) **دلیل اوّل** ہم نے مقام اول میں ثابت کیا کہ بسیط کی شکل طبعی کرہ مصمتہ غیر مجوفہ ہے اور افلاک سب مجوف ہیں اور ان کے نزدیک اسی شکل پر ازلی ابدی دائماً اپنے کمال طبعی سے محروم ہیں۔

دلیل دوم فلاسفہ مختلف ہیں کہ نار و ہوا دونوں طالب محیط اور ارض و ماء دونوں طالب مرکز ہیں، یا نار طالب محیط[ع۵] اور ہوا کا حیز زیر حیز نار و بالائے حیز آب ہے اور ارض طالب مرکز اور

ع۵ فی حکمۃ العین وشرحھا (البسیط) العنصری (ان تحرک عن الوسط فھو الخفیف المطلق ان طلب نفس المحیط) وھوالنار (والا فالخفیف المضاف)

حکمۃ العین اور اس کی شرح میں ہے کہ بسیط عنصری دو حال سے خالی نہ ہوگا کہ وہ وسط سے حرکت کرے گا یا وسط کی طرف حرکت کرے گا اگر وسط سے کرے گا تو پھر دو حال سے خالی

(باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

آب کا حیز بالائے حیز ارض و زیر حیز ہوا ہے، بہر حال اس پر اتفاق ہوا کہ نار طالب محیط ہے اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وھو الھواء (وان تحرك الی الوسط فھو الثقیل المطلق ان طلب نفس المرکز) وھو الارض (والا فالثقیل المضاف) وھو الماء اھ، وفی المواقف و شرحھا فی قسم العناصر (المتاخرون من الحکماء علی انھا اربعۃ اقسام خفیف یطلب المحیط فی جمیع الاحیاز وھو النار وخفیف یقتضی ان یکون تحت النار وفوق الاخرین وھو الھواء وثقیل مطلق یطلب المرکز وھی الارض و ثقیل مضاف یقتضی ان یکون فوق الارض وتحت الاخرین وھو الماء[2] اھ وقولہ المتاخرون راجع الی من جعلھا اربعۃ فان منھم من قال بواحد وباثنین وبثلثۃ ۱۲ منہ۔

نہ ہوگا کہ وہ طالب نفس محیط ہے یا نہیں، بصورت اول خفیف مطلق ہے اور وہی نار ہے، اور بصورت ثانی خفیف مضاف ہے اور وہی ہوا ہے۔ اور اگر وسط کی طرف حرکت کرے گا تو پھر دو حال سے خالی نہ ہوگا کہ وہ مطالب نفس مرکز ہوگا یا نہیں، بصورتِ اول ثقیل مطلق اور وہی ارض ہے، اور بصورتِ ثانی ثقیل مضاف اور وہی ماء ہے اھ۔ مواقف اور اس کی شرح میں قسم عناصر میں ہے متاخرین حکماء کا نظریہ یہ ہے کہ عناصر چار ہیں (۱) وہ خفیف جو تمام حیزوں میں طالب محیط ہے اور وہی نار (آگ) ہے (۲) وہ خفیف جو تقاضا کرتا ہے کہ وہ نار کے نیچے اور باقی دونوں کے اوپر ہو اور وہی ہوا ہے (۳) ثقیل مطلق جو طالب مرکز ہے اور وہی ارض ہے (۴) ثقیل مضاف جو ارض کے اوپر اور باقی دونوں کے نیچے ہونے کا مقتضی ہے اور وہی ماء (پانی) ہے اھ۔ اس کا قول "متاخرون" اس کی طرف راجع ہے جس نے عناصر کو چار قسمیں ٹھہرایا ہے کیونکہ ان میں بعض نے ایک کا، بعض نے دو کا اور بعض نے تین کا قول کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] شرح حکمۃ العین

[2] شرح المواقف القسم الثالث المقصد الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۷/۱۳۶

Marfat.com

وہ ازلاً ابداً کبھی نہ محیط کو پہنچی، نہ پہنچے تو دوامًا حیلولت افلاک سے مقسور ہے۔

دلیل سوم اگرچہ ان کے یہاں مشہور وہی قول دوم ہے مگر ہم دلائل سے اول کو ترجیح دیں۔

اولاً اگر پانی کا حیز طبعی زیر ہوا و بالائے ارض رہنا تھا تو واجب کہ جو کنواں جو سطح زمین کے برابر ہو تو اس پہ کھڑے ہو کر کسی برتن سے پانی الٹیں کنارۂ چاہ پہ رُک جائے اندر نہ گرے اور اگر کنویں کی من سطح ارض سے اونچی ہے تو جتنی بلند ہے وہاں تک پانی لے جائے سطح زمین کی محاذات پر فوراً رک جائے کہ یہیں تک اس کا حیز طبعی ہے اور حیز طبعی میں شے کو روک کے لئے کسی سہارے کی حاجت نہیں ہوتی بلکہ اس سے تجاوز کے لئے قاسر کی ضرورت ہوتی ہے۔

ثانیاً سطح زمین میں جو ڈھال اس کی اصلی حالت سے نیچا پیدا ہو گیا جیسے عام نالی وغیرہا واجب ہے کہ پانی اس کی طرف متوجہ نہ ہو کہ وہ طالب سفل مطلق نہیں اور جس سطح کا طالب ہے یہ ڈھال اس سے نیچے ہیں، حالانکہ یقیناً پانی جتنا ڈھال پائے گا اس کا طالب ہوگا تو ضرور وہ سفل مطلق چاہتا ہے زمین کہ اس سے اثقل ہے مرکز تک پہلے پہنچ گئی ہے لہذا اس سے محجوب ہے۔

ثالثاً سمندر کا پانی تمہارے نزدیک اپنے حیز طبعی میں ہے کہ اس کنارے پر مثلاً ایک انگل کے فاصلے سے ایک گڑھا کھود دیں پھر اس فاصلے کو پانی کی طرف ہاتھ سے کرکر تر کریں۔ ہاتھ کے صدمے سے پانی قدر جانب خلاف کو ہٹ کر پھر پلٹے گا اب واجب تھا کہ پلٹ کر اپنی پہلی جگہ پر رُک جاتا، غار میں نہ آتا کہ وہیں تک اس کا حیز طبعی ہے اور آگے حرکت پر کوئی قاسر نہیں، نہ پانی صاحب ارادہ ہے کہ وہ بھی حکم قاسر میں ہے۔ بلا قاسر حیز غریب میں جانا کیا معنی۔ اگر کہئے اس غار میں ہوا مقسور تھی کہ بوجہ استحالہ خلا نہ نکل سکتی تھی، اب کہ اس نے دیکھا کہ دوسرا جسم یعنی پانی موجود ہے کہ میرے نکلنے پر اسے بھر دے گا وہ نکلی اور پانی بضرورت خلا داخل ہوا۔

اقول قطع نظر اس سے کہ یہ حیز ہوا و آب دونوں کے لئے غریب ہے ہوا کو کیا ترجیح ہے کہ وہ خود اس سے آزاد ہو کر پانی کو مقید کر دے، اگر ایسا ہے تو واجب کہ سمندر کا پانی تمام روئے زمین پر پھیل جائے کہ برابر کی ہوا حیز غریب میں ہے اور وہ اپنے پاس پانی دیکھ رہی ہے جو اس کے نکل جانے پر ضرورت خلا کو پورا کر دے گا تو کیوں نہیں اپنے حیز طبعی کی طرف اڑتی کہ پانی پھیل کر محیط زمین ہو جائے۔

رابعًا تالابوں، نالوں میں جو پانی بھرا ہے تمھارے طور پر حیز غریب میں ہے تو واجب کہ اپنے حیز طبعی کی طرف حرکت کرے اور استحالۂ خلا کے دفع کو ہوا موجود ہے جیسے وہاں پانی موجود تھا بلکہ یہی صورت راجح ہے کہ اب ہوا و پانی دونوں حیز غریب میں ہیں، اور پانی اونچا کہ اپنے حیز طبعی میں آجائے اور ہوا اُس خلا کو بھر دے تو یہ ایک ہی حیز غریب میں ہوگا۔

خامسًا بسیط کا ہر جزء طالب حیز ہے ولہذا پانی کہ زمین پر ڈالیں اُس کی دھار اپنے دل پر نہیں بہتی بلکہ تمام اجزاء اُتر کر پھیل جاتے ہیں مگر ڈھال کی طرف خطِ مستقیم پر جاتے ہیں۔ اگر مستدیر شکل میں پھیلیں جلد اپنے مقصد کو پہنچیں کہ مرکز سے محیط تک کسی کو اتنا فصل نہ ہوگا جو اجزائے بعیدہ کو خطِ مستقیم میں اور طبیعت ہمیشہ قرب طرق سے اپنے مقتضی میں جانا چاہتی ہے تو واجب تھا کہ زمین پر شکل دائرہ میں پھیلتا۔ ان تمام وجوہ سے ثابت کہ پانی طالب سفل مطلق ہے تو قول اول ارجح ہے تو اس دورہ زمین یعنی حیز لایتجزی کے سوا جو مرکز عالم پر منطبق ہے چاروں عناصر ازلاً ابداً اپنے حیز طبعی سے محروم ہیں۔

دلیل چہارم تم کرۂ نار کو مشایعتِ فلک میں دائم حرکت مستدیرہ مانتے ہو، ظاہر ہے کہ یہ نہ ارادیہ نہ طبعیہ، اور ہم نے فوزِ مبین میں زیر دلیل صدم بیان قاطع سے روشن کیا کہ فلاسفہ کا اسے عرضیہ کہنا باطل۔ ابن سینا نے جو اس کی وجہ تراشی مضحکہ محضہ ہے، لاجرم قسریہ ہے، اور قسریہ کو دوام۔

دلیل پنجم اس سے بڑھ کر فلک ثوابت وجملہ ممثلات کا بہ تبعیت فلک الافلاک حرکت یومیہ کرنا اور یہاں جو ابن سینا نے فرضیت کی وجہ گھڑی بالکل شیخ چلی کی کہانی ہے، کما بیّنّاہ فی کتابنا الفوز المبین (جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب فوزِ مبین میں اس کو بیان کیا ہے۔ ت) لاجرم یہ سب قسریہ ہیں اور سب دائم۔ یہاں فوزِ مبین میں ہمارا کلام یہ ہے۔

اقول وباللہ التوفیق ہماری رائے میں حق یہ ہے کہ حرکت وضعیہ میں عرضیت کی کوئی تصویر پایۂ ثبوت تک نہ پہنچی۔ جب تک ما بالعرض ما بالذات کے ضمن میں ایسا نہ ہو کہ اس کی حرکت وضعیہ سے اس کا این موہوم بدلے این موہوم سے یہاں ہماری مراد وہ فضا ہے کہ ما بالذات کو محیط ہے ظاہر ہے کہ حامل کو جو فضا حاوی ہے تدویر کہ ضمن حامل میں ہے۔ اُس فضا کے ایک حصہ میں ہے جب حامل حرکت وضعیہ کرے گا ضرور تدویر اس حصہ فضا سے دوسرے حصہ میں آئے گی تو اگرچہ خود ساکن محض ہو ضرور ضرور اس کی حرکت وضعیہ سے اس کی وضع بدلے گی کہ این موہوم بدلا

Marfat.com

اگرچہ این محقق برقرار ہے بخلاف مائل یا خارج المرکز کہ اگر دونوں متمم کو ایک جسم مانیں تو یہ اس کے ثخن میں ضرور ہے مگر ان کی گردش سے اس کا این موہوم نہ بدلے گا تو ان کی حرکت سے یہ متحرک بالعرض نہ ہوگا۔ جونپوری کا شمس بازغہ میں زعم کہ اگر اس کے ساتھ نہ پھرے تو اُسے حرکت سے روک دے گا۔

اقول دو وجہ سے محض بے معنیٰ ہے،

(۱) نہ یہ اس کی راہ میں واقع ہے نہ اس میں جڑا ہوا ہے کہ بے اپنے اُسے چلنے نہ دے اور اگر بالفرض راہ روکے ہوئے ہے تو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کھول دے گا، حرکتِ وضعیہ سے کوئی گنجائش پیدا نہیں ہوسکتی۔

(۲) اگر یہ اُن میں چھپاں بھی ہو تو اُن کے گھومنے سے ضرور گھومے گا۔ مگر یہ انتقال بالذات اُسے بھی عارض ہوگا اگرچہ دوسرے کے علاقہ سے تو عرضی نہ ہوگا بلکہ ذاتی عرض اس صورت کے سوا وضعیہ میں عرضیہ کی کوئی تصویر ثابت نہیں ومن ادعی فعلیہ البیان (اور دلیل مدعی کے ذمے ہے۔ ت) افلاک میں فلاسفہ کا محض ادعا ہے اس لئے کہ ان میں قاسر سے بھاگتے ہیں۔ مشایعت ساتھ ساتھ چلنا ہے نہ یہ کہ ایک ساکن محض رہے دوسرے کی حرکت اس کی طرف منسوب ہو۔ چکروں کا بیان ابھی گزرا تو عرضیہ میں فریقین کی بحث خارج از محل ہے۔

ابن سینا پھر جونپوری مذکور نے زعم کیا کہ فلک کی مشایعت میں کرہ نار کی حرکت عرضیہ اس لئے ہے کہ ہر جزو نار نے اپنے محاذی کے جزو فلک کو اپنا مکان طبعی سمجھ رکھا ہے اور بے شعوری کے باعث یہ خبر نہیں کہ اگر اسے چھوڑے تو اُسے دوسرا جزو بھی ایسا ہی اقرب و محاذی مل جائے گا، ناچار بالطبع اس کا ملازم، لہذا جب وہ بڑھتا ہے یہ بھی بڑھتا ہے کہ اس کا ساتھ نہ چھوٹے اور اس پر اعتراض ہوا کہ پھر فلک ثوابت فلک اطلس کے سبب کیوں متحرک بالعرض ہے اس کے اجزاء نے تو اس کے اجزاء کو نہیں پکڑا کہ خود جدا حرکت رکھتا ہے اس کا جواب دیا کہ اس کے اقطاب نے اپنے محاذی اجزاء کی ملازمت کرلی ہے اور وہ اُس کے اقطاب پر نہیں۔ لہذا اُن اجزاء کی حرکت سے اس کے قطب گھومتے ہیں۔ لاجرم سارا کرہ گھوم جاتا ہے۔

اقول یہ شیخ چلی کی سی کہانیاں اگر مسلم بھی ہوں تو عاقل بننے والوں نے اتنا نہ سوچا کہ جب نار و فلک البروج کی یہ حرکت اپنے اس مکان کی حفاظت کو ہے تو ان کی اپنی ذاتی حرکت ہوئی یا عرضیہ۔

Marfat.com

مقام سیزدہم

حرکت فلک قسریہ ہو سکتی ہے۔ فلسفی اس کے استحالہ پر چند شبہات پیش کرتا ہے:

شبہہ ۱: قسر کو دوام نہیں اور حرکت فلک دائم۔

اقول دونوں مقدمے مردود ہیں، ثانی کا رد ابھی سن چکے اور اول کا رد تعلیل ہفتم میں۔

شبہہ ۲: میل قسری نہ ہوگا مگر میل طبعی کے خلاف اور فلک میں میل طبعی نہیں کہ میل مستدیر طبعی نہیں ہو سکتا کہ متروک بعینہٖ مطلوب ہے اور میل مستقیم کسی جہت کو اور جہات کی تحدید خود فلک سے ہے۔

اقول ایک ایک حرف مردود ہے، مقام سوم و چہارم و نہم میں رد گزرے۔

شبہہ ۳: فلک کی حرکت مستدیرہ فاعل کے قسر سے ہوتی تو سب اجسام میں ہوتی کہ فاعل کی نسبت سب سے یکساں ہے لاجرم اگر ہو تو کسی دوسرے فلک کے قسر سے، اور اس کا قسر یوں ہی ہوگا کہ وہ اپنی حرکت سے اسے حرکت دے جیسے ہاتھ کنجی کو، اب اُس فلک کے قاسر میں کلام ہوگا اس کی حرکت ارادیہ پر انتہا لازم، تو ثابت ہوا کہ افلاک میں وہ ہے جس کی حرکت ارادیہ ہے، یہ اس دلیل کی توجیہ و توضیح و تلخیص و تقریب ہے جو امام حجۃ الاسلام نے فلاسفہ سے نقل فرمائی۔ امام نے اس پر دو رد فرمائے:

اولاً مولیٰ عزوجل فاعل مختار ہے۔

اقول رد میں اسی قدر بس ہے، آگے جو ترقی فرمائی کہ اس کا فعل ہر جسم کے ساتھ مختلف ہونا اگر اُن کی صفتوں کے اختلاف پر مبنی ہو تو اُن صفتوں میں کلام ہوگا کہ یہ صفت اس جسم اور وہ اس جسم کے ساتھ کیوں خاص ہوئی، اس کی حاجت نہیں کہ بحث کو طول ہو اور ابطال قدم نوعی کی حاجت پڑے جیسا کہ مباحث صور نوعیہ میں معروف ہے۔

ثانیاً کیا ضرور ہے کہ وہ جسم قاسر کوئی دوسرا فلک ہی ہو ممکن کہ اور کوئی جسم ہو کہ نہ کرہ ہو نہ محیط تو کسی فلک کی حرکت ارادیہ نہ ثابت ہوگی۔

اقول نفی کرویت کی حاجت نہیں۔ نفی احاطہ پر اقتصار اولیٰ کہ اُسی قدر فلک نہ ہونے کو کافی، انھیں اس زعم کی گنجائش نہ دی جائے کہ وہاں کوئی ایسا جسم نہیں فلک سے ورا نہ خلا و ملا اور افلاک متلاصق اور عنصریات ان کے زعم میں افلاک سے قابل ہیں نہ کہ افلاک میں فاعل یہ عذر

Marfat.com

ثالثاً قاسرِ واحد کا سب پر اثر یکساں ہونا کیا ضرور اثر جس طرح قوت قاسر سے بالاستقامۃ بدلتا ہے۔ یوں ہی قوتِ مقسور سے بالقلب ہلکا بھاری پتھر ایک ہاتھ سے ایک قوت سے پھینکو ہلکا دُور جائے گا بھاری کم۔

رابعاً اس سے باطل ہوا تو وہ فلک پر قسر ایک مثلاً محدد پر قسر کا کیا انکار ہوا۔

خامساً اختلاف مشہود ہے تو حرکات خاصہ کا حرکت یومیہ سب کو عام ہے اور اس کے اقطاب وجہت وقدر کچھ مختلف نہیں تو کیا محال ہے کہ سب میں قاسرِ واحد کے قسرِ واحد سے ہو غرض تفلسف ہے عجب چیز۔

مقامِ چہاردہم

فلک کی حرکت ارادیہ ہونا ثابت نہیں۔ فلسفی یہاں دو[۲] شبہے پیش کرتا ہے ؛

شُبہ ۱ : فلک کی حرکت مستدیرہ ہے اور وہ طبعیہ نہیں ہوسکتی، نہ فلک میں قسریہ۔ اُن شبہات سے کہ مقام ۹ تا ۱۱ میں گزرے لاجرم ارادیہ ہے۔

اقول: اولاً یہ تلاش تو جب ہو کہ پہلے اُس کی حرکت بھی ثابت ہولے، اور ہم عنقریب واضح کرینگے کہ اُس کی حرکت کا کچھ ثبوت نہیں۔

ثانیاً بلکہ سکون ثابت ہے۔

ثالثاً بلکہ فلک میں حرکت کی قابلیت تک ثابت نہیں۔

رابعاً بلکہ اصول فلسفہ پر اس کا متحرک ہونا محال پھر ارادیہ وغیر ارادیہ یعنی چہ۔

خامساً ہم ثابت کر چکے کہ مطلقاً حرکت مستدیرہ اور خود فلک کی وضعیہ طبعیہ ہوسکتی ہے۔

سادساً قسریہ ہوسکتی ہے۔

شُبہ ۲ : ہمیں ایک ہی شئے مطلوب بھی ہے مہروب بھی یہ بغیر ارادہ ناممکن۔

اوّلاً یہ وہی بات ہے کہ نفی طبعیہ میں کہی اور اس کے کافی ووافی رَد وہیں گزرے۔

ثانیاً مانا کہ ارادہ ضرور، پھر بھی کیا لازم کہ متحرک کا ہو ممکن کہ محرک کا ہو کیا چرخ و مغزل فسانؔ وغیرہ کی حرکات وضعیہ نہ دیکھیں ان میں بھی وہی طلب وترک ہے کیا ان کے ارادے سے ہے

عہ بمعنی سان جس پر چاقو وغیرہ تیز کیا جاتا ہے ۱۲ الجیلانی

Marfat.com

اگرچہ بارد ہے، مگر اس کی راہ ہی کیوں ہو سرے سے کہیں کہ ممکن کہ ایک یا لاکھوں کوکب اگرچہ انھیں ثوابت میں سے کہ نظر آتے ہیں یا ان کے غیر کہ بوجہ بعد مشہود نہیں فلک اعظم میں ہوں اور وہ اپنی حرکت ارادیہ سے فلک کو دھکا دیتے ہوں کہ اجزا پر استحالہ اینیہ ثابت نہیں۔

ثالثاً اقول استوائے نسبت فاعل کی اب یہاں تک توسیع ہوئی کہ اختلاف طبائع و مواد و استعداد یہی اڑ گیا کہ قسر جانب فاعل سے ہوتا تو سب پر ہوتا۔

رابعاً اقول فلک قاسر فلک کیا ضرور ہے کہ اپنی حرکت ہی سے قسر کرے۔ ممکن کہ بعض ارادے سے مسخر کرلے جیسے ہمارا نفس اپنے جوارح کو۔ ہم میں بھی یہ حرکت بہ نظر جسم حقیقیہ قسریہ ہی ہے کہ طبیعت جسم سے نہیں مگر ارادیہ کہلاتی ہے کہ وہ نفس اسی جسم سے متعلق ہے تو گویا تحریک خارج سے نہیں مگر فلک قاسر کا نفس دیگر افلاک سے متعلق نہیں اس کی تحریک ضرور قسری ہوگی اور حرکت ارادیہ پر انتہا لازم نہ ہوگی۔

خامساً اقول بالفرض ثبوت ہوا بھی تو اس قدر کا کہ کسی ایک فلک کی حرکت ارادیہ ہے وہ موجبہ کلیہ کدھر گیا کہ سب کی ارادیہ ہے اور وہ سالبہ کلیہ کیا ہوا کہ فلکیات میں کہیں قسر نہیں۔

شبہ ۴: افلاک اگر قسر سے متحرک ہوتے تو سب کی حرکت موافق قطبوں پر ایک ہی طرف ایک ہی مقدار پر ہوتی کہ سب قاسر ہی کی موافقت کرتے حالانکہ اختلاف مشہود ہے بعلامہ[عہ۱] خواجہ زادہ نے تہافت الفلاسفہ میں اسے نقل کرکے رد کیا کہ یہ جب لازم[عہ۲] ہو کہ قاسر فلک ہی میں منحصر ہو اور یہ ممنوع ہے۔

اقول خدا کی شان کہ ایسے مہملات بکنے والے عقل و حکمت کے مدعی ہیں۔

اولاً وحدت قاسر کیا ضرور، ممکن کہ ہر ایک پر جدا قاسر ہو۔

ثانیاً قسر بذریعہ حرکت وضعیہ ہی کیا ضرور کہ اقطاب وغیرہا میں موافقت لازم ہو۔

عہ۱ پھر حکمۃ العین اور اس کی شرح میں بھی یہ مہمل دلیل نظر آئی اور وہی اس کا ایک جواب دیا جو ہمارے اولاً میں پیش پا افتادہ تھا ۱۲ منہ

عہ۲ اقول جب بھی نہیں جیسا کہ ہمارے رد سے واضح ہوگا غالباً علامہ نے اسے تنزلاً فرمایا ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

کچھ بھی عقل کی کہتے ہو۔

ثالثاً پتھر کے نیچے گزرے مسافت میں جو نقطہ فرض کرو اُسے طلب کرتا پھراس سے گزرتا ہے۔ اگر کہئے یہ نقاط مطلوب نہیں بلکہ حیز۔ یہ راہ میں پڑے ناچار ان پر گزر ہوا ہم کہیں گے کہ ممکن کہ یوں ہی مستدیرہ میں اوضاع مطلوب، نہ ہوں بلکہ نفس حرکت (علامہ خواجہ زادہ) اس کی کافی بحث بھی وہیں گزری۔ یہ ہے وہ جو ہمیں ان مقامات کی وضع پر محرک ہوا۔ اثنائے بحث میں ہم نے متعدد وعدے کئے ہیں۔ دو ضروری مقام اور لکھ کر بعونہ تعالےٰ اُن کا انجاز کریں۔

مقام پانزدہم

بلکہ افلاک کی حرکت قسریہ ہونا ثابت، اس پر دو دلیلیں ہیں: ایک افلاک ثمانیہ میں اور ایک محدد وغیرہ سب ہیں۔

(حجت اولیٰ) **اقول** آٹھوں مثلوں کو اپنی حرکت خفیہ کے سوا حرکت یومیہ بھی ہے کہ جہت و مقدار و اقطاب سب میں اُن کی حرکت خاصہ بطیہ کے خلاف ہے۔ ان کا نفس وقت واحد میں دو جہتوں کو دو مختلف حرکتیں نہ دے گا۔ آخر یہ دوسری کہاں سے ہے۔ سفہاء خود کہتے ہیں کہ فلک اعظم کا نفس ایسا قوی ہے کہ اُسے اور باقی سب افلاک کو حرکت یومیہ سے گھماتا ہے تو ضرور باقی افلاک پر قسر ہوا کہ مبدء خارج سے ہے نہ اُن کی طبیعت نہ اُن کا ارادہ۔ سفہاء قسر سے نجات اس میں جانتے ہیں کہ باقی کی حرکت عرضیہ ٹھہراتے ہیں۔

اقول اوّلاً جب ان کو حرکت ہی نہ ہوئی اطلس کی حرکت ان کی طرف بالعرض نسبت کر دی جاتی ہے تو اعلےٰ کا نفس ان کی تحریک پر خاک قادر ہوا۔

ثانیاً ہم ۱۰۰ کے بعد جواب اول کے دفع اول میں روشن طور پر بیان کر آئے کہ افلاک کی حرکت کو عرضیہ کہنا جہل محض ہے یہ ضرور ذاتیہ ہے اور تم مان چکے کہ فلک اعلےٰ کی قوت نفس سے ہے تو یقیناً ان پر قسر کے قائل ہوئے ولکن لا تفقھون (لیکن تم نہیں سمجھتے۔ت)

عہ شرح حکمۃ العین میں جو یہ جواب دیا کہ پتھر کی یہ طلب و ترک حرکت واحدہ میں نہیں، وہیں ہم نے اُسی کے اقرار سے ثابت کر دیا کہ مستدیرہ میں بھی حرکت واحدہ میں نہیں ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

(حجّت ثانیہ) ایک نہایت لطیف ونفیس بات کہ فلک الافلاک اور فلک کی حرکت قسریہ ہونا قبول وادی فلک کا قابل استدارہ ہونا یوں بیان کرتے ہیں کہ وہ بسیط ہے ہر وضع سے اُسکے اجزا کو نسبت یکساں ہے تو انتقال جائز۔

اقول نہیں نہیں بلکہ واجب کہ سکون میں ایک وضع کا لزوم ہوا اور وہ ترجیح بلامرجح ہو اور وہ محال، اور جو فعل دفع محال کی ضرورت سے ہو قسری ہے کہ اس کا مبدء خارج سے ہے جیسے پچورے سے پانی کا نہ گرنا یا پچکاری میں اوپر چڑھنا وغیر ذلک الافعال کہ بے اقتضائے طبع بضرورت امتناع خلاہیں سب قسری ہیں، لاجرم تمام افلاک کی حرکت قسری ہے۔

مقام شانزدہم

فلک پر خرق والتیام جائز ہے۔[ع] فلسفی اسے محال کہتا ہے اور اس کے فضلہ خوار نیچری وغیرہم اسی بناء پر معراج پاک سے منکر ہیں۔ طرفہ یہ کہ ایمان وکلمہ گوئی وتصدیق قرآن عظیم و ایمان قیامت کے مدعی ہیں۔ قرآن وقیامت پر ایمان استحالہ خرق والتیام کے ساتھ کیونکر جمع ہوا جس میں بکثرت نصوص قاطعہ ہیں کہ روزِ قیامت آسمان پارہ پارہ ہوجائینگے،

ولکن الظّٰلمین بایٰت اللہ یجحدون[۱] لیکن ظالم اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ (ت)

فلسفی کے پاس کوئی دلیل نہیں سوا اُس مشہور شبہ باطلہ کے کہ خرق والتیام نہ ہوگا مگر حرکت سے اور حرکت اینیہ نہ ہوگی مگر جہت سے جہت کو تو محدد یا اُس کے اجزا اگر حرکت اینیہ قبول کریں تو محدد کے لئے جہت درکار ہوئی نہ کہ جہت کی حدبندی محدد سے ہوئی۔ رد بوجوہ کثیرہ ہے،

اولاً اقول ہم روشن بیانوں سے باطل کرچکے کہ فلک محدد جہات ہے تو وہ دریا

[ع] اس بحث میں جن کے لئے یہ مقامات وضع ہوئے اگرچہ اس مسئلہ کی حاجت نہیں مگر ضروری دینی ایمانی مسئلہ ہے اور انھیں مقامات نے اُسے بعونہ تعالٰی صاف کردیا لہذا انکے بعد اسے ایک مستقل مقام مقرر کرنا مناسب ہوا کہ نہایت اہمیت رکھتا ہے ۱۲ منہ غفرلہ

---

[۱] القرآن الکریم ۶/ ۳۳

Marfat.com

ہی مل گیا جس پر یہ اور بیسیوں تفریعات باطلہ تھیں۔

ثانیاً اقول ہم روشن بیانوں سے ثابت کر چکے کہ فلک میں مبدأ میل مستقیم ہے تو ضرور اجزاء میں بھی ہے کہ طبیعت متحد ہے پھر عدم قبول اینیہ کیا معنی۔

ثالثاً خرق کے لئے اینیہ کیا ضرور، مستدیرہ سے بھی ہو سکتا ہے۔ مثلاً سارے محدد کا دل بیچ میں سے چیر کر تلے اوپر دو ٹکڑے ہو جائیں ایک متحرک رہے ایک ساکن، یا ایک شرق کو چلے ایک غرب کو، تو یہ حرکت کسی جہت سے جہت کو نہ ہوئی کہ تحدید جہات کے خلاف ہو۔ متشدق جونپوری نے کہا، یوں تو محدد وہی اوپر والا ٹکڑا رہے گا نیچے کو لغو ہو گا۔

اقول یہ بوجوہ مردود ہے:

(۱) آج تک جسے محدد کہہ رہے تھے اس کے ٹکڑے ہو گئے۔ اب اس ٹکڑے کی خبر سناؤ کیا اُسی طرح بیچ میں سے نہیں چِر سکتا، تو اب اس کا نصف زیریں لغو ہو جائے گا، نصف بالا محدد رہے گا۔ اب اس میں کلام ہو گا اور کہیں نہ رُکے گا کہ تقسیم جسم غیر متناہی مانتے ہو، لاجرم تمہارے ہاتھ میں خالی خیالی ہوا کے سوا کچھ نہ ہو گا جسے محدد مقرر کرو محدد صاحب جہات کی تردید کرتے تھے یہاں خود انھیں کی تحدید کے لالے پڑ گئے، قرار ہو گا تو صرف اس پر کہ صرف سطح محدب محدد ہے اب سارا دَل لغو محض رہا، بقائے محدب کے بعد محدد کے تمام اجزا نیچے اوپر اِدھر اُدھر ہوا کریں کٹ کٹ کر گرا کریں تحدید پر حرف نہیں آتا۔ کیا اُسی کا نام استحالہ خرق تھا۔

(۲) کیوں دو ٹکڑے نیچے اوپر لیجئے بلکہ مثلاً معدل النہار پر دو ٹکڑے ہو جائیں، یونہی دونوں

عہ بعض نے کہا تھا کہ ممکن کہ فلک کا ایک جز دائرے پر حرکت کرے تو حرکت جہت کو نہ ہوئی اور خرق ہو گیا۔ علامہ سید شریف نے حاشیہ شرح حکمۃ العین میں جواب دیا کہ ضرور اس کے جز کے لئے حرکت اینیہ ہوئی تو وہ نہ ہو گی مگر جہت سے جہت کو اور محدد کے ساتھ بحال تو ہم جو اُس جز کی حرکت ہے وہ محض وہم میں ہے نہ خارج میں۔

اقول اولاً اس جواب کو ہماری تقریر سے مس نہیں کہ پورے حلقے کی حرکت ہرگز اینیہ نہیں قطعاً وضعیہ ہے۔

ثانیاً وہ اعتراض کہ آتا ہے کہ جز کی حرکت اینیہ ضرور جہت سے جہت کو ہو گی۔ مگر

(باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

طرف اس کے موازی ہر مدار پر کہ سارا فلک چھلے چھلے ہوجائے اور جس طرح یہ چھلے اب موہوم ہیں اور توہم میں حرکت مستدیرہ کر رہے ہیں کہ صرف وضع بدلتی ہے اَین نہیں بدلتا یونہی اُس وقت یہ چھلے اور ان کے دورے واقع ہوجائیں تو ان میں کسی کی حرکت جہت سے جہت کو نہ ہوگی، جس طرح اب نہیں اور بیچارہ فلک پاش پاش پرزے پرزے ہوگیا۔ اب ان ٹکڑوں میں نہ کوئی محیط ہے نہ کوئی محاط لغو کسے کروگے ہاں یہاں حرزبانی کا شبہہ وارد ہوگا کہ خرق والتیام بے اقتران وافتراق اجزاء نہ ہوگا۔ اور وہ مستدعی حرکت اینیہ۔

اقول وباللہ التوفیق ایک ہموار سطح کا دوسری ہموار سطح سے تماس کلی کہ اصلاً باہم فصل نہ رہے۔ ممکن ہے یا نہیں مثلاً دو مساوی جسم ہر ایک نصف کُرے کی صحیح شکل پر ہو۔ اگر انھیں ملا کر پورے کرے کی شکل پر رکھیں تو بالکل مل جائیں گے یا ایک سطح دوسری سے وصل ہو ہی نہیں سکتی۔ فصل ضرور ہے برتقدیر ثانی یہ فصل ایک نقطے کی قدر ہے یا خط کی علی الاول نقطۂ جوھری ثابت خواہ وہ نقطہ قائمہ بذاتہ ہو یا کسی شیٔ ثالث سے جو ان دو میں فصل ہے علی الثانی اس فصل میں کوئی جسم نہیں تو خلا لازم اور ہے تو اس کی سطحوں سے ان پہلی دو سطحوں کا تماس کلی ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مثلاً مشرق سے مغرب کو یا بالعکس، اور ان جہات کی تحدید محدد سے نہیں تحدید تحت و فوق کی ہے اور جز کی حرکت قطعاً اُن کی طرف نہیں۔

ثالثاً جز کی حرکت محض اختراع وہم ماننا فلک کی حرکتِ مستدیرہ کا خاتمہ کردے گا کہ وہ نہیں مگر استخراج اوضاع کو اور اصالۃً وضع نہ بدلتی مگر اجزاء کی، اور وہ موہوم ہیں۔ موہوم کے لئے خارج میں کوئی وضع بھی نہیں کہ وہ خود ہی خارج میں نہیں، پھر یہ حرکت کس لئے۔

رابعاً سکونِ قلب پر جو استحالہ مانتے ہیں کہ ایک وضع کا لزوم ہوگا اور وہ ترجیح بلا مرجح ہے اجزائے فلک کی نسبت سب اوضاع سے برابر ہے یہ بھی باطل ہوگیا، نہ اجزا ہیں، نہ اوضاع، نہ لزوم، نہ تبدل رہا وجود منشا کا عذر۔

اقول مشترک ہے غرض ؎

ولن یصلح العطار ما افسدہ الدھر ۱۲ منہ غفرلہ

(عطار ہرگز اس کی اصلاح نہیں کرسکتا جس کو زمانہ نے بگاڑ دیا ت)

Marfat.com

یانہیں، اگر نہیں تو وہاں وہی کلام ہوگا اور منقطع نہ ہوگا مگر تسلیم خلا ملا یا اس اقرار پر کہ ہاں دو جدا جدا سطحیں ایسی وصل ہوسکتی ہیں کہ بیچ میں اصلاً نقطے بھر بھی فصل نہ ہو۔ جب دو جسم منفصل میں ایسا اتصال ممکن تو جسم متصل میں کیوں ایسا انفصال ناممکن، ضرور جائز کہ دو حصے ہو جائیں اور انکے بیچ میں اصلاً فصل نہ ہو اور جب فصل نہ ہوا مسافت نہ ہوئی حرکت کہاں سے آئے گی، یہ جو ذہن پر مستولی ہو رہا ہے کہ پھٹے گا تو ہٹے گا، یہ استیلائے وہم ہے کہ ہم نے افتراق یوں ہی ہوتے دیکھا اور یہی ہمارے خیال میں ہے اور عقل قطعاً جائز رکھتی ہے کہ دو ٹکڑے اس حالت پر پیدا ہوں جو حالت دو املس سطحوں کے وصل سے ہوتی ہے کہ ہیں دو اور فصل نام کو نہیں، انتہاءً یہ صورت واقع ہے ابتداءً کون مانع ہے۔

رابعاً اقول جہت کو منتہائے اشارۂ حسیہ کہتے ہو اور مقعر اطلس یقیناً منتہی نہیں اشارہ قطعاً محدب تک جائے گا تو ثخن بلاشبہ تحدید میں لغو ہے، اب اجزائے ثخن میں حرکت اینیہ سے کون مانع، تو ظاہر ہوا کہ میبذی نے جو تقریر کی کہ خرق[عل۱] حرکت مستقیمہ سے ہو تو فلک اس کا قابل نہیں اور مستدیرہ سے ہو کہ بعض جزو ایک طرف حرکت مستدیرہ کریں اور بعض دوسری طرف، یا ساکن رہیں، یہ طبعاً نہیں ہوسکتی کہ طبیعت اجزاء متحد نہ قسراً کہ فلک پر قاسر نہیں، نہ ارادۃً کہ فلک بسیط ہے، آلات مختلف نہیں رکھتا جن کے ذریعہ سے نفس فلکی بالارادہ مختلف افعال کرے۔

اقول محض ہذا من بعید و دوراز کار ہے۔ قطع نظر اس سے کہ اس کا ایک مقدمہ باطل جس کا بطلان بارہا ظاہر ہو چکا ہے۔ ہمارے کلام سے اصلاً مس نہیں منع مستقیمہ پر بنائے تحدید ہے اور تحدید میں ثخن لغو۔

خامساً فلک محدد ہے تو فوق و تحت کا نہ ہر جہت کا[عل۲]، ممکن کہ جزء فلک گرد مرکز عالم

عل۱ (۱) منع مستقیمہ ممنوع (۲) اتحاد طبع ممنوع (۳) منع قاسر ممنوع (۴) بساطت فلک ممنوع (۵) آلات مختلفہ نہ ہونا ممنوع جس طرح ہمارے جوارح ہمارے نفس کے آلات ہیں یونہی فلک کے پرزے خارج حامل جوزہر مائل مدیر تدویر متمم حاوی محوی کو اگر نفس فلکی کے ہونا کیا محال۔

(۶) **اقول** ایک جزء متحرک اور دوسرا ساکن تو اختلاف افعال نہ ہوا سکون فعل نہیں ۱۲۔

عل۲ علامہ سید شریف نے بھی حاشیہ شرح حکمۃ العین میں اسے نقل کیا اور اتنا بڑھایا کہ یہ دعوی

(باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

حرکت مستدیرہ کرے تو خرق ہوا، اور تحدید جہتین میں کچھ فرق نہ آیا، کہ یہ حرکت تحت و فوق میں نہیں (شرح تجرید قوشجی) اس کا جواب میر ہاشم وغیرہ نے حواشی میبذی میں دیا کہ دوانی نے تحقیق کیاہے کہ جہات ستہ سے باقی چھ جہتیں بھی انھیں فوق و تحت کی طرف راجع ہیں۔

اقول ہاں جو حرکات خطوط مستقیمہ یا منحنیہ، غیر مستدیرہ یا مستدیرہ غیر محیط بمرکز عالم یا محیطہ خارجۃ المرکز پر ہوں ضرور تحت و فوق کی طرف راجع ہیں لیکن جو خطوط مستدیرہ موافقۃ المرکز پر ہوں محال ہے کہ ان کی طرف راجع ہوں ورنہ مرکز سے دائرہ تک بُعد مساوی نہ رہے گا کما لا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت) بلکہ سیالکوٹی نے یوں تقریر کی کہ اینیہ نہ ہوگی مگر ایک جہت حقیقیہ سے دوسری کو کہ یا دونوں مکان طبعی ہوں گے یا دونوں قسری، یا ایک طبعی ایک قسری، بہرحال حرکت حقیقیہ سے حقیقیہ کو ہے (حاشیہ شرح مواقف)۔

اقول (۱) یہ اُسی بداہۃ کے خلاف ہے گرد مرکز عالم کسی دائرہ موافق المرکز پر حرکت کیونکر تحت سے فوق یا فوق سے تحت کو ہوسکتی ہے حالانکہ ہر وقت مرکز سے بُعد یکساں ہے۔

(۲) اگر اینیہ جہات حقیقیہ ہی میں منحصر تو زمین اگر اپنی کرویت حقیقیہ پر رہتی کوئی سیارح تمام رُوئے زمین کے ذرّے ذرّے پر سیاحت کر آنے والا کبھی خواہ کیسے ہی منحنی خطوط پر مختلف جہات میں چلتا متحرک نہ ٹھہرتا کہ آن کو بھی جہات حقیقیہ سے اس کا فاصلہ نہ بدلا۔

(۳) جُزءِ نار اگر کرۂ نار پر حرکت اینیہ مستدیرہ کرے طبعی سے طبعی کی طرف منتقل ہے اور حقیقیہ سے حقیقیہ کی طرف نہیں۔

(۴) جُزءِ نار اگر محدب ہوا میں یونہی متحرک ہو قسری سے قسری کی طرف منتقل ہے اور حقیقیہ میں تبدل نہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

نہیں ہوسکتا کہ ہر حرکت مستقیمہ (یعنی اینیہ) جہت حقیقیہ سے جہت حقیقیہ ہی کی طرف ہو پھر فرمایا فتامل۔ اس کے بعد وہ تقریر فرمائی کہ اینیہ نہ ہوگی مگر جہت سے جہت کو۔

اقول جب تک وہ ثابت نہ ہولے کہ اینیہ نہ ہوگی مگر تحت و فوق میں اس تقریر کا محل نہ تھا اور اس کے اثبات کی طرف کوئی راہ نہیں ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

سادسًا اقول محدد کے لئے جہت درکار نہیں بلکہ اس کے اجزاء کی حرکت کے لئے، تو کیا محال ہے کہ

عہ انت تعلم ان الکلام فی الاجزاء المقداریة ویکفی للخرق افتراقہا وھی مؤخرۃ عن الکل فاندفع ما فی المیبذی[1] من ان التحدید مقدم علی الاجزاء والاجزاء علی الکل فلزم تقدم التحدید علی الفلک انتہی اما زعم صدرا[2] ان امکان الحرکۃ الاینیۃ فی جسم یتوقف علی وجود الجھۃ و تحددھا بجسم اٰخر اذلولاھی لامتنعت الاینیۃ فیجب تقدم الجہات و تحددھا بالتحدید علی الاجزاء الاعلی حرکاتہا فقط انتہی فاقول اولاً منقوص بالحرکۃ الوضعیۃ فان امکانہا فی جسم یتوقف علی وجود الاوضاع وتعینہا بجسم اٰخر اذلولاھی و تعینہا لامتنعت الوضعیۃ فیجب تقدم الاوضاع علی جنس الاجزاء لاعلی حرکاتہا فقط وھو اشنع المحالات اذ لاوضع للاجزاء اذ ھو

تو جانتا ہے کہ گفتگو اجزائے مقداریہ میں ہے اور خرق کے لئے ان کا افتراق کافی ہے اور وہ کُل سے مؤخر ہیں، چنانچہ اس سے میبذی کے اس قول کا اندفاع ہو گیا کہ تحدید مقدم ہے اجزاء پر اور اجزاء مقدم ہیں کل پر، تو اس طرح تحدید کا فلک پر مقدم ہونا لازم آیا انتہی۔ رہا صدرا کا زعم کہ کسی جسم میں حرکت اینیہ کا امکان، وجودِ جہت اور اس کے کسی دوسرے جسم کے ساتھ تحدد پر موقوف ہے کیونکہ اگر جہت موجود نہ ہوگی تو اینیہ ممتنع ہوگی۔ لہٰذا جہات اور تحدید کے ساتھ ان کے تحدد کا نفس اجزاء پر مقدم ہونا واجب ہوگا نہ کہ فقط انکی حرکات پر۔ انتہی۔ میں کہتا ہوں اوّلاً تو یہ منقوض ہے حرکتِ وضعیہ سے کہ اس کا کسی جسم میں امکان، اوضاع کے وجود اور کسی دوسرے جسم کے ساتھ ان کے تعین پر موقوف ہے اس لئے کہ اگر وہ نہ ہوں اور ان کا تعین نہ ہو تو وضعیہ ممتنع ہوگی لہٰذا اوضاع کی تقدیم جنسِ اجزاء پر واجب ہوگی نہ کہ فقط ان کی حرکات پر، یہ بدترین محال ہے کیونکہ اجزاء کی کوئی وضع نہیں۔ اس لئے

(باقی برصفحہ آئندہ)

[1] المیبذی الفن الثانی فی الفلکیات فصل ان الفلک بسیط المطبع المحمدی لکھنؤ ص ۱۶۶

[2] صدرا (شرح ہدایۃ الحکمۃ)

Marfat.com

ان کے اجزاء کی حرکت کو وہی جہات درکار ہوں جن کی حدبندی خود اس کی شکل نے کی۔ توضیح اس کی یہ کہ خرق کے لئے خود فلک کا حرکت اینیہ کرنا مطلوب نہیں بلکہ اس کے بعض اجزاء کا اور تحدید صرف اس کے تشکل پر موقوف اور تشکل مساوق تعین اور تعین مساوق وجود تو وجود تک تحدید پر فقط ایک مرتبہ تقدم ہے وہ بھی ذاتی نہ زمانی اور اجزاء کی حرکت اینیہ ممکن کہ ارادی ہو فلک کا نفس منطبع انھیں یہ حرکت دے جیسے تمھارے نزدیک کل کو حرکت مستدیرہ دے رہا ہے اور اس ارادہ کا لازم وجود ہونا ضرور نہیں ممکن کہ لایزال میں ہو جس طرح کُل متعاقب حادث دورے نئے نئے تخیلات نفس منطبعہ سے پیدا ہو رہے ہیں۔ ممکن کہ وہ تخیل و شوق جو اجزائے مذکورہ کو حرکت اینیہ دینے پر باعث ہوا کسی دورۂ خاصۂ کل سے منوط و مشروط ہو جیسے ہر دورہ دورۂ آئندہ کے لئے معد ہوتا ہے تو یہ تحریک نہ ہوگی، مگر حادث، اور اسے جہات وہی درکار ہوں گی جن کی حدبندی خود شکل فلک تمھارے زعم سے ازل میں کر چکی۔

سابعًا اقول بلکہ ممکن کہ یہ حرکت ارادیہ بھی وجود فلک کے ساتھ ہی ہو اور اب بھی تحدید کو اس پر تقدم ہی رہے گا کہ یہ حرکت ارادے پر موقوف اور ارادہ شوق پر اور شوق تصور پر اور تصور وجود پر تو وجود کو حرکت پر چار مرتبے تقدم ہُوا اور تحدید پر ایک ہی مرتبہ تھا تو تحدید حرکت پر تین مرتبہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

المتبدل فی الوضعیة دون وضع الکل وثانیًا وھو الحل ان اراد الامکان الذاتی بمعنی ان الجسم فی حد ذاته لایاباھا فلا یجب له وجود الجہات بل تصورھا وان اراد الوقوعی لایجب کونه مع الذات حتی یلزم تقدم الجہات علی نفس الاجزاء ۱۲ منه غفرله۔

کہ وہی متبدل ہوتی ہے حرکت وضعیہ میں نہ کہ وضع کل۔ اور میں ثانیًا کہتا ہوں اور وہی حل ہے کہ امکان سے اگر اس کی مراد امکان ذاتی ہے بایں معنی کہ جسم باعتبار اپنی ذات کے اس سے انکاری نہیں ہے تو اس کے لئے وجودِ جہت واجب نہیں بلکہ تصورِ جہت واجب ہے، اور اگر اسکی مراد امکان سے امکان واقعی ہے تو اسکا ذات کے ساتھ ہونا واجب نہیں یہاں تک کہ جہات کا نفسِ اجزاء پر مقدم ہونا لازم آئے ۱۲ منہ۔ (ت)

Marfat.com

مقدم رہی۔

ثامناً اقول ہم ثابت کریں گے کہ بساطت فلک باطل ہے اور جب اجزاء مختلف الطبائع ہوئے تو خود کہتے ہو کہ وہ طبعاً اپنے اپنے حیز کے طالب اور اجتماع پر مقسور رہوں گے اور قسر کو دوام نہیں رفتہ رفتہ ضعیف ہو کر قوی اجزاء غالب آکر ترکیب کی گرہ کھل جائے گی اور اجزاء اپنے اپنے حیز کو جائیں گے تو یہ حرکت نہ ہوگی مگر لاابزال میں اور تحدید ازل میں ہو چکی۔ اگر کہئے حرکت کبھی ہو جب طبعی ہے اس کا اقتضا تو طبیعت میں مدد وجود سے ہوگا جس پر وجود کو ایک ہی مرتبہ تقدم ذاتی ہوگا اور اسی قدر تحدید پر تھا تو اقتضائے حرکت انیہ و تحدید مرتبہ واحدہ میں ہو گئے حالانکہ تحدید اس پر مقدم ہے کہ اُسے اس پر توقف ہے۔

اقول اگر نفس اقتضائے حرکت وجود جہت پر موقوف بھی ہو تو حرکت مقتضائے طبع نہیں مگر بالعرض جب حیز میں نہ ہو تو اقتضائے حرکت فقدان حیز پر موقوف اور فقدان حیز قسر پر اور قسر اقتضائے طبعی حیز پر کہ جہاں طبع نہیں قسر نہیں اور اقتضائے طبعی وجود پر، تو اقتضائے حرکت وجود سے چار مرتبہ مؤخر ہے اور تحدید ایک ہی مرتبہ، تو تحدید اقتضائے حرکت پر تین مرتبہ مقدم رہی۔ اگر کہئے نفس حیز میں فوق و تحت ملحوظ خفیف کا وہ ثقیل کا یہ۔

اقول ہر جسم کا حیز ایک ہویت رکھتا ہے جس کے سبب اس کی طرف اشارہ حسیہ اوروں سے جُدا ہے وہ ہویت مقتضائے طبع ہے فوق و تحت ملحوظ نہیں اور اگر نہیں مانتے تو فلک الافلاک کا حیز طبعی بتاؤ۔ اگر کہئے وہ وضع جس سے وہ باقی اجسام سے ممتاز ہے اور وہ اس کا سب سے اوپر ہونا ہے (ہدیہ سعیدیہ)۔

اقول اب اقتضائے فوقیت مقتضے سے پہلے تحدید جہات چاہیے گا محدد محدد نہ رہا۔ اگر کہئے وُہ ترتیب جس سے وہ باقی اجسام سے ممتاز ہے (جونپوری فصل شکل)۔

اقول یہ بھی اوّل کے قریب یا دوسرے لفظوں میں وہی ہے ترتیب ممتاز یہی ہے کہ سب سے اوپر ہے، معہذا یہ دونوں طوسی کے طور پر باطل ہیں کہ ہر ایک میں لحاظ امور خارجہ کا ہے تو حیز طبعی نہ ہوا۔ اگر کہئے اس کی وضع (جونپوری فصل حیز) یہ لفظ مجمل ہے وضع سے اگر وہ نسبت مراد جو اس کے اجزا کو دیگر اجسام سے ہے تو بسبب لحاظ خارج حیز طبعی نہیں، ولہذا طوسی نے اس معنی سے انکار کیا معہذا یہ وضع تو ہر وقت بدل رہی ہے اگر طبعی ہوتی نہ بدلتی کہ فلک پر قاسر نہیں مانتے۔

اقول یہی ردّ اُن کے طور پر صحیح ہے نہ وہ کہ طوسی نے کہا، ہم عنقریب بیان کریں گے

Marfat.com

کہ مقتضی بالفتح میں لحاظ خارج ہوگا، ہاں یہ اعتراض کریں کہ اجزا کا لحاظ خود خارج کا لحاظ ہے جیسا کہ ابھی آتا ہے تو ضرور صحیح، اور اگر وہ نسبت جو باہم اس کے اجزاء میں ہے اسے طوسی نے اعتبار کیا اور نہ جانا کہ یہ کب لحاظ خارج سے خارج ہے فلک جسم متصل وحدانی ہے نہ اس میں اجزاء نہ اُن کے اوضاع تو طبیعت اگر اپنی حالت پر چھوڑی جائے ان میں سے کچھ نہ ہوگا جس کا اقتضا کرے۔

اقول معہذا جب اجزا متحد الطبع ہر ایک کے لئے ایک وضع کی تخصیص کا اقتضا کیا معنی وضع کے تیسرے معنی اور ہیں ایسا ہونا کہ اشارہ حِسّیہ ہو سکے سیالکوٹی اور ان کے اتباع سے حمداللہ نے کہا یہ تو صورت جسمیہ کا مقتضی ہے، طبائع مختلفہ سے تعلق نہیں، تعلق نہیں رکھتا تو مراد نہیں ہو سکتا۔

اقول جسمیہ کا مقتضی مطلق اشارہ حِسّیہ کا صالح ہونا ہے نہ خاص اشارہ محدود کا جو بے کم و بیش یہاں تک منتہی ہے، یہ وہی حیز طبعی کی تحدید ہے کہ طبیعت سے ہوئی لاجرم فلک اطلس کا حیز طبعی یہی وضع بمعنی اخیر ہے اور اُس میں فوق و تحت ملحوظ نہیں یونہی تمام اجسام کے لئے عند التحقیق ہر ایک کے لئے جو وضع خاص محدود ہے وہی اس کا حیز طبعی ہے نہ جس طرح ابن سینا نے کہا کہ یہ خاص اطلس میں ہے باقی میں حیز طبعی اُن کا مکان، مکان تو تمہارے نزدیک سطح حاوی ہے تو لحاظ خارج سے چارہ نہیں پھر طبعی کب ہوا (حمداللہ)۔

اقول یہ وارد نہیں طبعی کے لئے جانب مقتضی بالکسر ہی لحاظ خارج نہیں نہ کہ جانب مقتضی بالفتح میں ورنہ حیز خود ایک امر خارج ہے کیونکر مقتضی ہوگا، رہا یہ کہ اس پر صحیح رد کیا ہے۔

اقول ظاہر ہے کہ جسم اگر اپنی طبیعت پر چھوڑا جائے ہرگز اس کا اقتضا یہ نہ ہوگا کہ کوئی دوسرا جسم اسے حاوی ہو تو مکان کو طبعی کہنا جہل ہے بلکہ وہی وضع مذکور ہر ایک کے لئے اس کا حیز طبعی ہے۔ اگر کہئے اشارہ نہ ہوگا مگر جہت کو تو وضع بایں معنی خود محتاج جہات ہے۔

اقول ہاں مگر محتاج تحدید جہات نہیں کہ تحت یہیں تک ہے فوق آگے نہیں اور محذور تقدم تحدید میں ہے نہ تقدم نفس جہت میں، ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق (یونہی تحقیق چاہئے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے۔

تاسعًا اقول یہاں سے ایک اور رد واضح ہوا حرکت کی جہت، چاہئے کہ مبدء و منتہی کی طرف اشارہ جدا ہو تحدید کی حاجت نہیں اور نفس جہت کی حاجت خود محدد کو ہے کہ بے اس کے اس کا حیز طبعی

Marfat.com

نامتصور سرے سے شبہ کا مبنی ہی اڑ گیا۔

عاشراً اقول سب جانے دو فلک بسیط ہی سہی اور حرکت کے لئے تحدید کی حاجت اور یہ حرکت اجزا نہ طبعیہ نہ ارادیہ، پھر قاسر سے کون مانع ہے۔ ہم روشن کر چکے کہ فلک پر قاسر جائز، اب اس کی تحدید کی ہوئی جہات میں قاسر کا اس کے اجزا کو حرکت دینا کیا محال ہے۔

تنبیہ ہم نے حرکت اجزا ارادیہ طبعیہ قسریہ ہر طرح کی لی ان میں جائز کہ نیچے ہی کے اجزا حیز غریب میں ہوں یا انھیں سے ارادہ متعلق ہو کہ خود مرجح ہے یا کوئی وجہ ترجیح ہو یا قاسر انھیں پر قسر کرے خواہ ارادۃً، یا یوں کہ مثلاً بوجہ قرب انھیں پر اثر قسر پہنچے، ان سب صورتوں میں اوپر کے اجزا کہ حافظ محدب ہیں برقرار رہیں گے اور ممکن کہ وہ بھی تخلخل و تکاثف سے حرکت اینیہ کریں یا اُن کا کوئی حصہ کٹ کر نیچے آئے اور معاً دوسرا جسم پیدا ہو کر اس کی جگہ بھر دے یا جوشش دیگ کی طرح اوپر کے اجزا نیچے، نیچے کے اوپر جایا کریں۔ ان میں سب کو حرکت اینیہ ہوگی اور جملہ صورمیں تحدید جہت میں خلل نہ آئے گا۔ الحمد للہ تلك عشرۃ کاملۃ (الحمد للہ یہ پوری دس ہوئیں۔ ت) فلک اعلیٰ پر تھا، اب ایک باقی افلاک پر بھی سن لیجئے۔

حادی عشر تحدید کا قصہ فلک اطلس میں تھا باقی آٹھ پر خرق سے کیا مانع اور معراج مبارک میں انھیں سات آٹھ کا خرق درکار نہ کہ تاسع کا جسے تم عرش اعظم سمجھتے ہو، اس پر فلسفی نے کہا کہ ہر فلک میں مبدء میل مستدیر ہے تو مبدء میل مستقیم نہیں کہ اجتماع محال اور فلک پر قسر محال تو میل مستقیم محال تو حرکت مستقیمہ محال تو خرق محال۔ یہ انھیں مقدمات باطلہ اور ان کی امثال ہوسات عاطلہ پر مبنی ہے،

اولاً اقول حرکت مستدیرہ کہ مرصاد ہے حرکت کواکب ہے عنقریب آتا ہے کہ کسی فلک کے لئے حرکت درکنار اس کی صلاحیت ثابت نہیں تو مبدء میل مستدیر کہاں سے آئے گا۔

ثانیاً اقول بلکہ ہم ثابت کریں گے کہ اصولِ فلسفہ پر فلک کی حرکت مستدیرہ بلکہ مطلقاً حرکت محال۔

ثالثاً اقول ہم ثابت کر چکے کہ فلک میں مبدء میل مستقیم ہے۔

رابعاً اجتماع میلین کیا محال مثلاً بنگو اور پہیے کی حرکت میں دونوں ہیں (مواقف)

Marfat.com

اس پر عبد الحکیم نے کہا کہ حرکتِ مستدیرہ اصطلاح میں وہ ہے کہ حیز سے باہر نہ کرے یہ دحرجہ میں کہاں (حاشیہ شرح مواقف)۔

اقول (۱) یہ عجیب جواب ہے جب مستدیرہ کے معنی یہ لے لئے تو اس مستقیمہ سے امتناع اجتماع بدیہی ہوگیا فلسفی کہ خود مسئلے کو نظری مان رہا اور جسم مرکب میں اجتماع میلین کے امتناع میں خود فلسفہ مضطرب ہو رہا ہے اس کا کیا محل رہا۔

(۲) کلام اجتماع دو مبدء میل میں ہے نہ بالفعل اجتماع میلین میں حرکت مستدیرہ محض وضعیہ ہونا کیا اس کے منافی کہ اُس میں مبدء میل مستقیم بھی ہو حیز میں حرکت مستدیرہ کرے اور بغرض خروج مستدعی عود ہو یہی مبدء میل مستقیم ہے تو سند غیر مساوی پر کلام کو جواب سمجھنا قانون مناظرہ سے خروج ہے۔ فلسفی مقدمۂ ممنوعہ کا ثبوت دیتا ہے کہ میل مستقیم خطِ مستقیم پر لے جانا چاہتا ہے اور مستدیرہ اُس سے پھیرتا ہے تو دونوں متنافی ہیں، اور محال ہے کہ بسیط میں دو متنافیوں کا اقتضا ہو اس پر صریح رَد ہے کہ دو شرط سے دو متنافی کا اقتضا کیا محال ہے مثلاً حیز میں ہو تو وضعیہ چاہیے اور باہر ہو تو اینیہ۔

جونپوری نے کہا دو متنافی اگر باختلاف احوال ایک غایت طبعیہ تک موصول ہوں تو دونوں بالعرض مقتضائے طبع ہو سکتے ہیں جیسے حیز سے باہر حرکت اور اندر سکون کہ دونوں سے مطلوب حیز طبعی ہے میل مستقیم و مستدیرا ایسے نہیں اس کی غایت حیز ہے اور اس کی نہیں کہ یہ اُس تک موصل نہیں معہذا اگر اس کی غایت یہی استدارہ نہ رہے۔ اور جب یہ متنافیوں کی دو غایتیں ہوں تو اگر وہ غایتیں بھی متنافی ہوں تو طبیعت واحدہ مقتضی متنافیین نہیں ہو سکتی اور نہ ہوں تو طبیعت دونوں کو معًا چاہے گی تو اُن تک موصل یعنی دونوں میل متنافی جمع ہو جائیں گے۔

اقول (۱) جب دونوں اقتضا منوط بشروط اور شرطین متنافی تو اُن کا اجتماع کیونکہ

عــہ بعض نے حواشی میبذی میں اور اونچی آن لی کہ اس کا مبنی الواحد لایصدر عنہ الا الواحد[1] (واحد سے نہیں صادر ہوتا مگر واحد) ہے طبیعت واحدہ دو چیزوں کا اقتضا کیونکر کرے **اقول** حیز، شکل، مقدار طبعی، کیفیات جیسے زمین میں برودت، یبوست۔ بس ان میں سے ایک اختیار کر لو کہ وہ طبعی ہے باقی سب غیر طبعی، فلسفی ایسے بھی ہوتے ہیں ۱۲ منہ غفرلہ

---

[1] شرح المقاصد المبحث الرابع دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱/۱۶۱

Marfat.com

ہو سکتا ہے، اقتضا میں دخل شرط مقتضیٰ کے طبع ہونے کا مانع نہیں کہ شرط نہ مقتضی ہے نہ جز مقتضی جیسے خود میل مستقیم کہ بالاتفاق بخروج عن الحیز ہے اور بالاتفاق طبعی ہے، اور اگر تم یہ اصطلاح گھڑو کہ طبعی وہی ہے کہ جو نفس طبیعت من حیث ھی ھی کا مقتضی ہو تو یہ مسئلہ جس لیے تم نے اُچھالا ہے کہ فلک پر میل مستقیم اور عناصر پر مستدیر منع کرو جیسا کہ جونپوری نے اس کے متصل فصل میں کیا وہ وہیں باطل ہو جائے گا۔ فلک و عناصر میں ثابت ہوا تو اتنا کہ میل کا اقتضا ہے یہ کہ خالص نفس طباع سے ہے جس میں کسی امر زائد کی اصلاً مداخلت نہیں۔ اس پر کیا دلیل غایت عدم ثبوت ہے نہ کہ ثبوت عدم۔

(۲) ہم وہ غایتیں لیتے ہیں کہ خود متنافی نہیں اور ان میں ایک کا منوط بشرط ہونا بدیہی اور تمھیں بھی تسلیم، اور دوسری بلاشرط اور دونوں میل اس حد تک موصل، کیا محال ہے کہ طبیعت تبدل وضع چاہے اور حیز کو تو چاہا ہی ہے اب اگر حیز سے باہر ہو حیز تک حرکت مستقیمہ کرے گا۔ دونوں غایتیں اسی حرکت سے حاصل ہوں گی حیز تک وصول یہی اور اوضاع کا تبدل یہی جب حیز میں پہنچا میل مستقیم ختم ہو جائے گا کہ اس کی غایت حاصل ہو گئی اب میل مستدیرہ شروع ہو گا کہ یہاں دوسری غایت یعنی تبدل اوضاع اسی سے ممکن تو حیز سے باہر مستقیمہ کرے گا اور حیز کے اندر مستدیرہ اور دونوں کا مبدء طبیعت واحدہ۔

خامسًا اوپر کتنے وجوہ سے روشن ہو چکا کہ خرق حرکت مستقیمہ پر موقوف نہیں غرض دلیل ذلیل کا ایک حرف بھی صحیح نہیں۔

سادسًا ارصاد نے اگر بتایا تو اتنا کہ فلک میں میل مستدیر ہے نہ یہ کہ ہمیشہ رہے گا نہ اس کے دوام پر دلیل تمام، تو کیا محال ہے کہ میل مستدیر منقطع ہو کر میل مستقیم حادث ہو، اب تو اجتماع متنافیین نہ ہو گا (شرح مقاصد)۔ ناتمامی دلیل دوام کا بیان عنقریب آتا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

سابعًا اقول سب سے لطیف تر یہ کہ دلیل جمیع مقدمات صحیح مان لیں جب بھی اُسے مدعا سے اصلاً مس نہیں نہ آئندہ بلکہ اس وقت خواہ کسی وقت خرق افلاک کی نافی نہیں، متفلسفہ کی نری عیاری ہے، وجہ سُنیے۔ دلیل اگر بتائے گی تو صرف اتنا کہ دو میل طبعی جمع نہیں ہو سکتے اور براہِ چالاکی دعویٰ عام کیا کہ طباعی نہیں ہو سکتے جس میں طبعی و ارادی دونوں آجاتیں کہ فلک کی بگڑی بنائیں، مگر یہ ظلم شدید یا جہل بعید ہے ایک طبعی ایک ارادی ہو تو اصلاً تنافی نہ اُن کا اجتماع دشوار، خود جونپوری نے میل مستقیم طبعی کے ساتھ میل مستدیر ارادی جائز رکھا ہے جیسے حیوان کہ قصداً گھومے، فلک میں

Marfat.com

بعینہ یہی صورت ہے کہ اس کا گھومنا قصدًا مانتے ہو طبیعت میں میل مستقیم ہونے سے کون مانع۔
یہ ہیں ان کے مزخرفات جن کو جونپوری دلائل حقہ قطعیہ واجب الاذعان کہتا ہے،
زُیّن لہ سوء عملہ واتبعوا اھواءھم[1] اس کے بُرے عمل اُسے بھلے دکھائے گئے اور وہ اپنی خواہشوں کے پیچھے چلے۔ (ت)

ان سات اور ان گیارہ جملہ اٹھارہ وجوہ نے بحمدہٖ تعالٰی روشن کر دیا کہ خود فلک الافلاک اور جملہ افلاک کا خرق والتیام یقینًا جائز۔ اتنا عقلًا ہے اور سمعًا، تو بالیقین خرق سماوات قطعًا واقع جس پر ایمان فرض۔

وللہ الحجۃ السامیۃ وخسر ھنالک المبطلون، وقیل بُعدًا للقوم الظّٰلمین، والحمد للہ رب العٰلمین۔
اور اللہ ہی کے لئے بلند حجت ہے، وہاں باطل والے خسارے میں ہوں گے۔ اور فرمایا گیا دُور ہوں ظالم لوگ۔ اور سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ت)

اس ضروری مسئلہ دینی پر کلام بحمداللہ تعالٰی ہماری کتاب کے خواص سے ہے اور ایک یہی کیا بفضلہ تعالٰی اس ساری کتاب میں معدود مباحث کے سوا عام ابحاث وہی ہیں کہ فیض قدیر سے قلب فقیر پر فائض ہوئی ہیں۔ اور ایک یہی کتاب نہیں، بعونہٖ عزّوجل فقیر کی عامہ تصنیفات افکار تازہ سے مملو ہوتی ہیں حتی کہ فقہ میں جہاں مقلدین کو ابدائے احکام میں مجال دم زدن نہیں۔

تحدثا بنعمۃ اللہ واللہ ذوالفضل العظیم رب انعمت فزد یاواحد یاماجد لاتزل
اللہ تعالٰی کی نعمت کا ذکر کرتے ہوئے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ اے میرے پروردگار! تُو نے انعام فرمایا ہے تُو اس میں اضافہ فرما۔

ع صدقت یاسیدی لاریب فیہ اذکان فضل اللہ علیک عظیما فاسئلک من زکوتہ حظا یسیرا

بملازمان سلطاں کہ رساند ایں دعا را
کہ بشکر بادشاہی بنواز ایں گدا را

الجیلانی

---

[1] القرآن الکریم ۴۷/۱۴

Marfat.com

عن نعمة انعمتها علیّ و صلّ و سلّم علی نعمتك الکبریٰ و رحمتك المھداۃ و فضلك العظیم و علیٰ اٰلہٖ وصحبہ و امتہ و حزبہ اجمعین اٰمین ، والحمد للہ رب العٰلمین۔

اے واحد اے بزرگی والے ! جو نعمت تُو نے مجھے عطا فرمائی ہے وہ مجھ سے زائل نہ فرما، اور درود وسلام نازل فرما اپنی سب سے بڑی نعمت ، اپنی بڑھی ہوئی رحمت اور اپنے فضلِ عظیم پر اور آپ کی آل، آپ کے اصحاب اور آپ کی تمام اُمت پر۔ آمین ! اور سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ (ت)

مقام ہفدہم

بسیط نہیں، فلسفی یہاں چار شبہے رکھتا ہے جن کا حاصل ذو۲ ہی ہے۔

شُبہہ ۱: اگر اجزائے مختلف الطبائع سے مرکب ہو تو ہر جزء اپنے حیز کا طالب ہوگا تو اجزاء پر حرکتِ مستقیمہ جائز ہوگی جو فلک میں محال ہے، یہ ہے وہ جسے بہت طویل کہا تھا۔ ہم نے ایک سطر میں تلخیص کی اور اس کے کافی ووافی رد مقام ۶ و ۱۲ میں سُن چکے۔

شُبہہ ۲: اجزاء بعض یا کُل اپنے حیز سے جُدا ہوں گے کہ ۲ طبیعتوں کا ایک حیز نہیں ہوسکتا تو جو غیر حیز میں ہے قسراً ہے اور قسر کو دوام نہیں۔ مقاومت طبع سے سُست ہوتا جائے گا اور بالآخر طبیعت غالب آئے گی اور گرہ کُھل جائے گی تو فلک بکھر جائے گا اور حرکت باطل ہوجائے گی تو زمانہ منقطع ہوجائے گا کہ اُسی کی مقدار تھا حالانکہ زمانہ سرمدی ہے۔

اوّلاً بارہا سُن چکے کہ قسر کا وجوب انقطاع ممنوع۔

ثانیاً عنقریب آتا ہے کہ زمانہ مقدارِ حرکتِ فلکیہ بلکہ اصلاً کسی حرکت کی مقدار نہیں۔

ثالثاً یہ بھی کہ زمانہ سرے سے موجود ہی نہیں انقطاع و دوام کیسا۔

رابعاً یہ بھی کہ زمانہ موجود بھی ہو تو اُس کا انقطاع جائز۔

شُبہہ ۳: جن اجزاء سے فلک مرکب ہو اُن کی انتہا بسائط پر ضرور، ہر بسیط اگر اپنی شکل طبعی پر ہو تو کُرہ ہوگا کہ بسیط کی یہی شکل طبعی ہے اور متعدد کُرے مل کر ایک سطح کُروی نہیں بن سکتی (کہ ہر دو کا تماس نہ ہوگا مگر ایک نقطے پر باقی بیچ میں فرجہ رہے گا) ورنہ جو شکل غیر طبعی پر ہوں اُن کا طبعی کی طرف عود جائز ہوگا تو حرکت مستقیمہ جائز ہوئی (جونپوری)۔

Marfat.com

اقول یہ وہی شُبہ اولیٰ ہے اور انھیں ردود سے مردود۔ فرق اتنا کردیا ہے کہ وہاں حیز پر کلام تھا یہاں شکل پر۔

شُبہ ۴: وہ بسائط جن سے فلک کا ترکب ہو طبیعت واحدہ پر ہوں گے یا مختلف۔ برتقدیر اول ایک طبیعت کے متعدد فرد یونہی ہوتے ہیں کہ ہیولیٰ میں انفصال ہو کر ایک حصہ اس فرد کے لئے ہو ایک اُس کے لئے، اور مادہ قابلِ انفصال نہیں ہوتا جب تک کوئی صورت نہ پہنچے' وہ صورت اگر یہی تھی جواب ہے تو قابلِ خرق ہُوئی اور دوسری تھی تو کون وفساد ہوا اور فلک پر دونوں محال، برتقدیرِ ثانی ہر بسیط اگر اپنے حیزِ طبعی میں ہو تو محیط کی جہتیں مختلف ہوجائیں گی کہ ان میں ایک سے قریب ایک حیز کا حیزِ طبعی ہو دوسری سے دوسرے کا، تو وہ جہات اس جسم سے پہلے تحدید پاچکیں فلک محدود نہ ہوا (جونپوری)۔

اقول اولاً فلک پر خرق جائز مگر اشربوا فی قلوبھم العجل[1] (ان کے دلوں میں بچھڑا رچ رہا تھا۔ ت)

ثانیاً کون وفساد کا امتناعِ حرکت مستقیمہ پر مبنی اور وہ باطل۔

ثالثاً فلک کا محدد ہونا مردود۔

رابعاً شق ثانی میں یہ شق چھوڑدی کہ بعض غیر طبعی میں ہوں اور اس کے لئے پھر اُسی شُبہ اولیٰ کی طرف رجوع ضرور ہوگی جس طرح وہاں یہ شق متروک تھی کہ سب اپنے اپنے حیز طبعی میں ہوں جس کے لئے اسی شبۂ چہارم کی طرف رجوع ہوئی تو دونوں مل کر شبۂ واحدہ ہیں کلام یہاں طویل ہے مگر خیرالکلام ماقلّ ودلّ (بہترین کلام وہ ہے جو مختصر اور جامع ہو۔ ت)

اقول یہ تو ان کے شبہات تھے، اب ہم اصولِ فلسفہ پر حجتِ قطعیہ پیش کریں کہ بساطتِ فلک محال۔ فلک اگر بسیط ہو تو اُس کا سکون محال ہو کہ اجزاء متحد الطبع ہیں۔ ہر جزء کو سب اوضاع سے نسبت یکساں تو ایک پر قرار ترجیح بلا مرجح۔ نیز حرکت محال ہو کہ حرکت اینیہ ہوگی یا وضعیہ فلک پر اینیہ محال اور وضعیہ کے لئے تعیین قطبین درکار، اور سب اجزاء صالح قطبیت' تو سب کو چھوڑ کر دو کی تخصیص ترجیح بلا مرجح، اور جب بربنائے بساطت سکون وحرکت دونوں محال اور جسم کا اُن سے خلو محال تو بساطت محال۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/۹۳

Marfat.com

مقام ہجدہم

فلک کا قابل حرکت مستدیرہ ہونا ثابت نہیں۔ فلسفی اس کا یہ ثبوت دیتا ہے کہ فلک میں جتنے اجزا فرض کرو متحد الطبع ہوں گے کہ وہ بسیط ہے تو کسی جُز کے لئے کوئی وضع معین لازم نہیں تمام اوضاع سے اُسے یکساں نسبت تو ہر جُز پر ایک وضع سے دوسری کی طرف انتقال جائز اور یہ یہاں حرکتِ مستقیمہ سے نہ ہوگا کہ فلک پر انیبہ جائز نہیں، لاجرم مستدیرہ سے ہوگا، تو ثابت ہوا کہ فلک قابلِ حرکت مستدیرہ ہے، اور ثابت ہوا کہ اس میں مبدء میل مستدیر ہے کہ جوازِ تبدیل خود اس کی ذات سے ناشی ہے۔ لہذا خارج سے ہو تو قسر ہو اور قسر بے میل طبعی ناممکن اور فلک میں میل طبعی نہیں تو قسر محال تو قابلِ استدارہ نہ رہے گا کہ حرکت بے میل ناممکن، لاجرم اس میں مبدء میل مستدیر ہے۔

(رَدّ) یہ سب زخرف ہے۔

اولاً فلک بسیط نہیں (مواقف)۔

ثانیاً اقول امتناع انیبہ بربنائے تحدید ہے اور تحدید ثابت نہیں۔

ثالثاً اقول ہم ثابت کرچکے کہ اس میں مبدء میل مستقیم ہے

رابعاً اقول ہم باطل کرچکے کہ قسر بے میل طبعی نہیں۔

خامساً عنقریب آتا ہے کہ یہی دلیل فلک کی حرکت مستدیرہ محال کررہی ہے نہ کہ قابلیت

عہ **اقول** یہ جملہ دلیل میں اپنی طرف سے زائد کیا ہے اور اس میں علامہ خواجہ زادہ کے اُس ایراد کا جواب ہے کہ تبدیل وضع کے لئے فلک ہی کی حرکت کیا ضرور، دوسرا جسم جس کے اعتبار سے اوضاع لی جائیں اس کی حرکت بھی تبدیل اوضاع کردے گی۔ علامہ کا دوسرا ایراد یہ ہے کہ ممکن کہ بعض اجزا کو ایک جُداگانہ صورت نوعیہ ملے جو اس وضع خاص کا اقتضاء کرے۔

اقول یہ دو باتوں پر مبنی، ایک یہ کہ یا تو فلک بسیط نہ ہو یا افاضہ صورت استعداد مادہ پر موقوف نہ ہو کہ فاعل مختار ہے، دوسرے یہ کہ فلک قسر جائز ہو کہ جب بعض کی صورت نوعیہ کُل کو حرکت سے مانع ہوئی تو باقی اجزاء مقسور ہوئے اور ان میں سے ہر بات خود ہی ان کی دلیل کی ہادم ہے تو اس اضافہ لفاضہ کی حاجت نہیں اور اگر اُن کے اصول پر کلام مبنی ہو تو نہ خاک پر قسر جائز نہ بسیط کے مادہ پر اختلاف صور ممکن نہیں ۱۲ منہ غفرلہ۔

Marfat.com

ثابت کرے (مواقف)۔

سادسًا امکان انتقال کو امکان مبدأ میل درکار نہ کہ اُس کا وجود بالفعل (سید شریف و خواجہ زادہ) اس پر سیالکوٹی نے اعتراض کیا کہ مبدأ میل بالفعل نہ ہو تو نظر بذات جسم حرکت محال ہو کہ جس میں میل طبعی نہیں قاسر سے قبول حرکت نہ کرے گا حالانکہ اُس کا امکان ثابت ہو چکا۔

اقول اس مبنی کے بطلان سے قطع نظر امتناع للذات اور امتناع لعدم الشرط میں فرق نہ کیا نفس ذات کو حرکت سے ابا نہیں کہ امتناع ذاتی ہو، بالفعل امتناع اس لئے ہے کہ علت حرکت یعنی میل موجود نہیں، مگر ذات کو اس کے حدوث سے منافات بھی نہیں تو حرکت سے ابا کب ہوا۔ بالجملہ سلب امکان للذات میں لام تعلیل پر دو احتمال ہیں:

اول للذات متعلق سلب ہو یہ امتناع ذاتی ہے، اور یہ یہاں نہیں۔

دوم متعلق امکان ہو یعنی نفس ذات اُس کے لئے کافی ہو اور کسی شے کی حاجت نہ ہو۔ یہ ضرور یہاں مسلوب ہے اور منافی قابلیت نہیں وبعبارۃ اُخریٰ امکان للذات ہی کے دو معنی ہیں، لام تخصیص کا ہو یا تعلیل کا، اول امکان ذاتی ہے وہ ضرور ہے اور محتاج وجود مبدأ نہیں۔ دوم امکان وقوع بوجہ نفس ذات ہے، یہ بے میل نہیں اور امکان ذاتی کا منافی نہیں۔

سابعًا بنظر طبیعت سب اوضاع سے اجزاء کی تساوی نسبت بنظر خصوص جزء تساوی کو مستلزم نہیں ممکن کہ خاص اس جزء کو خاص اس وضع سے مناسبت ہو تو اُس کے لئے یہی وضع واجب ہو (سیالکوٹی)۔

اقول یہ محل نظر ہے ہذیت بے وجود خارجی معدوم ہے اور معدوم میں اقتضا نہیں، فتأمل (پس غور کیجئے)۔ بہر حال چھ وجوہ سابقہ رد کے لئے وافی ووافر ہیں۔

مقام نوزدہم

فلک کی حرکت ثابت نہیں۔ ریاضیوں نے کواکب کی نو حرکات مختلفہ دیکھیں۔ ایک سب سے تیز حرکت یومیہ جس میں سب شریک ہیں۔ اور ایک سب سے سُست حرکت ثوابت اور ساتوں سیاروں کی۔

اقول اور اتنا طبعیات سے لیا کہ افلاک پر خرق خال لاجرم افلاک کو متحرک بالذات مانا۔ اور کواکب کو بالعرض اور اسی انتظام کے لئے وہ حوامل ومتممات وتداویر وجوزہر و مائل وتدویر وغیرہا گے

Marfat.com

محتاج ہوئے مگر فلک الافلاک زبردستی مان لیا بلکہ فلک ثامن بھی۔ علامہ قطب الدین شیرازی نے کیا خوب کہا کہ نو حرکتوں کو نو فلک کیا ضرور ہوسکتا ہے کہ ثوابت ممثل فلک زحل میں ہوں اس کی حرکت خاصہ سے متحرک اور ساتوں افلاک کے ساتھ ایک نفس متعلق کہ انھیں حرکت یومیہ دے، یعنی تو آسمان سات ہی رہیں گے جیسا کہ اُن کے خالق کا ارشاد ہے۔

اقول بلکہ یوں کہتا تھا کہ نفس فلک زحل باقی کے قسر پر قادر ہو جس طرح نفس انسانی قسر احجار پر تو فلک زحل کی حرکت ارادی ہوتی باقی کی قسری، یہ اس لئے کہ ایک نفس دو جسموں سے متعلق نہیں ہوتا جیسے دو نفس ایک جسم سے طبعی اپنی طبیعات پر چلے اور اتنا ریاضیوں سے لیا کہ نو فلک ہیں اور ان کی حرکت کے ثبوت میں تین شبہے پیش کئے :

شبہہ ۱ : مقام سابق میں فلسفی کی دلیل گزری کہ افلاک میں مبدء میل مستدیر ہے تو ضرور میل مستدیر ہے تو ضرور متحرک بالاستدارہ ہے کہ وجود مؤثر کے وقت وجود اثر واجب ہے، اس کے مفصل رد ابھی اور مقام اول سوال سوم میں گزرے۔

شبہہ ۲ : جب ہر جز کو سب اوضاع سے نسبت مساوی تو یا جز کسی وضع پر نہ ہوگا یا ایک ہی پر ہوگا یا سب پر معاً ہوگا یا بدل بدل کر اول و ثالث بداہۃً محال ہیں اور ثانی ترجیح بلا مرجح لاجرم رابع لازم اور یہی حرکت مستدیرہ ہے مواقف و شرح میں اس پر دو وجہ سے رد فرمایا :

اولاً اس کا مبنی بساطت فلک ہے اور وہ محدد[عہ] کے سوا اور افلاک کے لئے ثابت نہیں۔

اقول حاشا اس کے لئے بھی نہیں جس کی تفصیل سن چکے۔

ثانیاً بساطت اگر سب میں مسلّم ہو تو وہ مقتضی حرکت نہیں بلکہ مانع حرکت ہے کہ قطبین کی تعیین جہت کی تعیین قدر حرکت کی تعیین ضروری ہوگی اور وہ ہر ایک بیشمار طور پر ممکن، تو ایک کی تخصیص ترجیح بلا مرجح ہے اسی پر طوسی کا وہ جواب تھا جس کی سرکوبی سوال سوم میں گذری۔

ثالثاً اقول دلیل چاروں کرۂ عناصر سے منقوض وہ بھی بسیط ہیں تو واجب کہ سب ہمیشہ حرکت مستدیرہ کریں۔

رابعاً اقول کیوں نہیں جائز کہ مقتضائے طبیعت فلک سکون ہو تو خصوص وضع تخصیص وضع ہے نہ ترجیح بلا مرجح، اس کا بیان مقام ۸ میں گذرا۔

عہ علامہ خواجہ زادہ نے تہافت الفلاسفہ میں بھی یونہی استثنا کیا ۱۲ منہ غفرلہ المولیٰ سبحٰنہ وتعالیٰ۔

Marfat.com

خامسًا اقول بلکہ سکون میں بلاوجہ التزام وضع کی کوئی وجہ ہی نہیں۔ وضع وہ لیتے ہو جو فلک کے لئے ہے تو اس کا التزام ضروری ہے کہ وہی اس کا حیز طبعی ہے جیسا کہ مقام ۱۴ میں ہم نے مبرہن کیا، یا وہ اوضاع جو اجزا کو ہیں تو خارج میں کہاں[۱] اجزاء اور کہاں اوضاع، یہ تو محض ذہنی انتزاع اگر اس سے یہی ترجیح بلامرجح واقع میں لازم آتی اور اس کا دفع ضروری ہے تو باہر ہی سے ان کے اوضاع کیوں لو آپس میں بھی تو وضعیں ہوں گی ایک[۲] جز دوسرے سے گرہ بھر دور ہے، تیسرے سے گز بھر، چوتھے سے لاکھ میل۔ یہ سب ترجیح بلامرجح ہیں، تو نہ صرف دورہ بلکہ واجب ہے کہ فلک کے تمام اجزا میں تلاطم ہوتا ہمیشہ یہ اجزا ان کی جگہ جاتے وہ ان کی جگہ آتے، سارے جسم کی بناوٹ ہر وقت تہ و بالا ہوتی رہتی۔ اچھا خرق محال مانا تھا کہ ذرّہ ذرّہ پاش پاش کر دیا اور اب بھی نجات نہیں، جتنے تجزیے ممکن تھے سب ہوئے تھے تو جزء لایتجزی لازم، اور اگر ہنوز ہر جز کا تجزیہ ممکن تھا جیسا تمھارا مذہب ہے تو اس جز کے اجزاء کی باہم اوضاع کب بدلیں۔ پھر ترجیح بلامرجح رہی واجب کہ ہر جز کے ریزے ریزے بھی جگہیں بدلتے اور اب ان ریزوں پر بھی کلام ہوگا اور کبھی منتہی نہ ہوگا تو ترجیح بلامرجح سے کبھی نجات نہیں، ہاں ایک ہی جائے پناہ ہے کہ فاعل عزّوجل کو مختار مانو اور اس کے مانتے ہی تمھاری دلیل رأسًا منہدم، ہم شقِ دوم اختیار کریں گے اور ترجیح بلامرجّح نہیں بلکہ مرجّح ارادہ فاعل جل وعلا ہے جس وضع پر اس نے بنادیا اسی پر بنا، پھر حرکت کس لئے، اگر کہئے ترجیح بلامرجح حفظ اوضاع بیرونی میں ہے، نہ اندرونی میں کہ فلک میں صورت نوعیہ حافظ اتصال ہے اور مانع استدارہ نہیں۔

اقول خاص فلک میں حافظ اتصال ہے تو اس کا حاصل وہی امتناعِ خرق کہ باطل ہو چکا اور مطلقًا تو صریح باطل آب و ہوا میں کیا صورت نوعیہ نہیں، پھر کس قدر جلد ان کے اجزاء متفرق ہو جاتے ہیں۔ اگر کہئے امتناع خرق وہ باطل ہوا کہ جہت امتناع حرکت مستقیمہ سے ہو کیوں نہیں ممکن کہ باوصف امکان مستقیمہ خود صورت نوعیہ آبی تفرق ہو تو اس کی جہت سے خرق محال ہوگا۔

اقول سب ایرادوں سے قطع نظر یونہی کیوں نہیں ممکن کہ خود صورت نوعیہ آبی استدارہ ہو تو اوضاع بیرونی کا دوام اسی جہت سے ہوگا۔ اگر کہئے ہم امتناع خرق سے درگزرے اب کیوں نہیں ممکن کہ فلک میں صلابت ہو کہ تفرّق

---

[۱] **اقول** یہاں وہ اعتراض وارد نہیں ہو سکتا جو ہم نے مقام ۹ میں کہا کہ مناشی کا وجود بیرونی و اندرونی سب نسبتوں کے لئے ہے ۱۲ منہ غفرلہ

[۲] تنبیہ: **اقول** یہاں کلام بقائے شکل میں ہے نہ نفس تشکل میں کہ شکل بننے میں یہ جز یہاں اور وہ وہاں کیوں ہوا تو تشدق کا یہ شقشقہ کہ اجزاء تو بعد تشکل ہوں گے یہاں ناشی نہیں ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

اجزا دشوار ہو ترجیح حفظ اوضاع اندرونی کو اسی قدر بس ہے امتناع تفرق کی حاجت نہیں۔

اقول علی التسلیم جب امتناع خرق جا کر صلابت ممکن تو حرکت مستقیمہ ممکن ہوئی کہ محال ہوتی تو خرق محال ہوتا اور جب حرکت مستقیمہ ممکن تو کیوں نہیں ممکن کہ فلک میں ثقل شدید ہو کہ اُسے مطلقاً ملنے نہ دے حفظ اوضاع اندرونی کہ مرجح صلابت ہوئی حفظ اوضاع بیرونی کا مرجح ثقل ہو تو شبہ کی شق ثانی مختار رہی اور ترجیح بلا مرجح لازم نہ آئی بہرحال استدارہ ناثابت رہا۔

سادساً اقول تم پر مصیبت یہ ہے کہ حرکت مستدیرہ کر کے بھی سب اوضاع پر علی سبیل البدلیۃ بھی نہ آسکے گا۔ ظاہر ہے کہ ان قطبوں کے سوا اور اقطاب پر متحرک ہو تو اور اوضاع بدلیں گی اور اقطاب غیر متناہی تو غیر متناہی اقسام تبدیل باقی رہ گئیں۔ اگر کہئے مقصود اس قدر ہے کہ ایک وضع کا التزام نہ رہے کہ ترجیح بلا مرجح لازم آئے اور جب ایک محور پر ہمیشہ متحرک ہے ہر وقت وضعیں بدل رہی ہیں گو استیعاب اوضاع نہ ہو۔

اقول اولاً یہ جواب کیا ہوا التزام وضع سے فرار تو اس لئے تھا کہ ترجیح بلا مرجح نہ ہو وہ اب بھی حاصل کہ ایک وضع کا التزام نہ سہی غیر متناہی وجوہ تبدیل سے ایک ہی وجہ کا التزام تو ہے۔

ثانیاً اگر صرف اتنے میں کام چل جاتا ہے کہ وضع واحد کا التزام نہ رہے تو حرکت مستدیرہ کیا ضرور ہر وقت ایک خفیف ہلتا رہنا کافی، اگرچہ ایک ہی بال برابر کہ وضع ہر وقت یونہی بدلے گی۔

سابعاً اقول سب جانے دو وضع واحد پر رہنا اُس وقت ترجیح بلا مرجح ہے کہ انتقال سے کوئی مانع نہ ہو اور عدم مانع ممنوع۔

ثامناً تا عاشراً بلکہ تین مانع موجود ہیں کہ قدر وجہت ومحور کسی کی تعیین نہیں ہو سکتی

رب انعمت علیّ فزد (اے میرے پروردگار! تُو نے مجھ پر انعام فرمایا ہے اس میں اضافہ فرما۔ ت)

شبہ ۳: جب خود فلک میں مبدء میل مستدیر ہے تو اُس میں اس سے منع ہوگا نہیں ہو سکتا کہ طالب بھی ہو اور مانع بھی نہ خارج سے ممانعت ہوگی کہ حرکت مستدیرہ سے مانع نہیں مگر میل مستقیم اور فلک میں نہیں، لاجرم میل موجود ہوگا اور وُہ موجب حرکت۔ یہ شبہ اولٰی کے چاک کا رفو ہے وہاں نفس وجود مبدء کو موجب وجود میل ٹھہرا دیا تھا اور اس سے ذہول کہ مانع بھی کوئی چیز ہے یہاں اس کا شعور ہو کر عدم مانع کا شاخسانہ بڑھایا اور اب بھی بوجوہ مردود:

اولاً مبدء میل مستدیر کا وجود ثابت نہیں (سید شریف)۔

ثانیاً اقول بلکہ عدم ثابت، کما تقدم۔

Marfat.com

ثالثاً[عہ] طلب و منع کا امتناع اجتماع بحسب طبیعت غیر شاعرہ مسلم اور فلک شاعر ہے۔
اقول یعنی ممکن کہ نفس طالب استدارہ ہو اور طبیعت مانع جیسے انسان کے اوپر جست کرنے میں۔

رابعاً مستدیرہ سے مانع کا میل مستقیم میں حصہ ممنوع۔
اقول تین مانع ہم بتا چکے۔

خامساً کیا ثبوت ہے کہ وہاں کوئی میل مستقیم والا نہیں جو فلک کو روکے۔

سادساً مانا کہ مبدء میل بھی ہے اور مانع بھی نہیں، پھر بھی وجود میل کیا ضرور، ممکن کہ میل کسی شرط پر موقوف ہو جو یہاں مفقود۔

سابعاً اقول بلکہ یہاں میل محال کہ وُہ علّت حرکت ہے اور حرکت وُہ کہ کمال ثانی رکھے اور یہاں کمال ثانی مفقود۔ دیکھو سوال دوم میں ہماری تقریریں۔

مقام بستم

بلکہ اصول فلسفہ پر فلک کی حرکت مستدیرہ بلکہ مطلقاً جنبش یکسر باطل و محال، کسی چیز کو باطل کہنا دو طور پر ہوتا ہے، ایک[۱] بطلان ثبوت، یہ اوّل تھا اور اُس میں فلاسفہ مدعی تھے۔ دوم[۲] ثبوت بطلان، یہ اب ہے اور اس میں ہم مدعی ہیں، ثبوت ہمارے ذمّہ ہے فنقول و باللہ التوفیق (تو ہم اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتے ہیں۔ ت)۔

حجّت ۱ تا ۳ : تعیین جہت تعیین قدر تعیین محور میں لزوم ترجیحات بلا مرجّح کہ بارہا مبین ہوا۔
اقول اور اوّل و دوم مطلقاً حرکت پر وارد اگرچہ وضعیہ نہ ہو۔

حجّت ۴ : اقول بعض اوضاع کا استخراج ترجیح بلا مرجّح اور کل کا محال اور فلسفی کے نزدیک طلب محال محال تو حرکت محال۔

حجّت ۵ : اقول فلک الافلاک میں عرضیہ کی کوئی وجہ نہیں اور باقی افلاک میں عرضیہ ہم باطل کرچکے اور طبعیہ و قسریہ سب میں تم باطل جانتے ہو، اور ارادیہ ہم نے باطل کردی، تو جمیع وجوہ حرکت منتفی تو حرکت باطل۔

عہ یہ اور اس کے بعد کی تین تہافت الفلاسفہ للعلامہ خواجہ زادہ میں ہیں ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

حجت ۶ : **اقول** بارہا گزرا کہ حرکت فلکی اُس کی بساطت کی نافی، اور اس کی نفی اساس فلسفہ کی ہادم، اور اساس فلسفہ تمھارے نزدیک مستحکم، لاجرم حرکتِ فلک باطل۔

حجت ۷ : **اقول** تصریح کرتے ہو کہ حرکت بے عائق داخلی یا خارجی ناممکن کہ اس کے لئے زمانہ کی تحدید اسی سے ہوتی ہے۔ ایک مسافت جتنے زمانہ میں قطع ہوتی ہے، مانو کہ اس کے نصف میں بھی قطع ہوسکتی ہے جبکہ سُرعت اس سے دوچند ہو اور ربع میں جبکہ چوگنی ہو نہ زمانے کی تقسیم متناہی نہ سرعت کسی حد پر منتہی کوئی روکنے والا ہوگا، تو اُس کی مقدارِ مزاحمت سے قدرِ سرعت متقدر ہوگی اور بے اُس کی تقدیر کے وقوعِ حرکت نامتصوّر، لیکن فلک[ع] میں نہ میل طبعی مانتے ہو نہ مانع خارجی، تو دونوں عائق معدوم تو وقوعِ حرکت محال۔

مقام بست ویکم

دو[۲] حرکت مستقیمہ کے بیچ میں سکون لازم نہیں۔ ارسطو اور اس کا گروہ برخلاف افلاطون واجب کہتا ہے اور دو[۲] شبہے پیش کرتا ہے:

شبہ ۱ : ایک حرکت کے ختم پر متحرک کو منتہائے مسافت سے اتصال ہوگا۔ اور دوسری حرکت کے شروع پر اُس سے فراق و زوال ہوگا اور اتصال و فراق ایک آن میں جمع نہیں ہوسکتے۔ ضرور آن فراق بعد آن اتصال ہے، اور دونوں آنیں متصل نہیں ہوسکتیں ورنہ جزء لایتجزّٰی لازم آئے تو ضرور اُن کے بیچ میں ایک زمانہ ہوگا جس میں نہ پہلی حرکت ہے کہ ختم ہوچکی نہ دوسری کہ ابھی شروع نہ ہوئی لاجرم سکون ہے۔ یہ برہان قدمائے فلاسفہ کی ہے، اس پر رد بوجوہ ہے خود ان کے شیخ ابن سینا نے اسے حجت سوفسطائی کہا، یہاں اسی قدر کافی کہ **اوّلاً** حرکتِ واحدہ کی حدودِ مسافت سے منقوض ظاہر ہے کہ متحرک ہر حد مفروض پر پہنچتا ہے پھر اس سے گزرتا ہے تو ہر حد پر اتصال و زوال کے لئے دو[۲] آنیں درکار ہوں اور ان کے بیچ میں زمانہ تو حرکت واحدہ واحدہ نہ رہے بیچ میں ہزاروں سکون فاصل ہوں۔

اقول یہ اعتراض باوّل نگاہ ہمارے ذہن میں آیا تھا، پھر شرح مقاصد میں دیکھا کہ اسے

ع اور وہ جو ہدیہ سعیدیہ میں کہا کہ حرکت ارادیہ میں جائز ہے کہ متحرک کا ارادہ ایک حد سرعت کی تعیین کرلے اس کا رد مقامِ اول سوال ۴ میں گزرا ۱۲ منہ غفرلہ۔

Marfat.com

ذکر کیا اور جواب دیا کہ انقسامِ مسافت محض موہوم ہے۔

اقول مقام ہذا میں ہم اجزائے مقداریہ پر کلام کرچکے وہی یہاں کافی ہے۔ بداہتہً متحرک مسافت کو شیئاً فشیئاً قطع کرتا اور اس کے حصول پر پہنچتا گزرتا ہے۔ یہ حالت اس کے لئے خارج میں ہے نہ کہ ذہن ذاہن پر موقوف۔

ثانیاً حل یہ کہ جُدائی اگرچہ تاریخی نہیں کہ منتہی منقسم نہیں مگر اس کا حدوث آنی ہونا کب لازم، تم فلاسفہ ہی کہتے ہو کہ حدوث کی تیسری قسم وُہ ہے کہ نہ دفعی ہو نہ تدریجی بلکہ زمانی غیر تدریجی ہو جیسے حرکت توسطیہ کہ ہرگز ایک آن میں حادث نہیں ہوسکتی نہ ہرگز تدریجی کہ غیر منقسم ہے کیا محال ہے کہ جدائی بھی اسی قسم سے ہو۔

اقول بلکہ مباینت کا ایسا ہی ہونا لازم کہ وہ نہ ہوگی مگر حرکت سے اور حرکت زمانی، تو تتالی آنین لازم نہ آئی، وہی زمانہ جس کی طرف یہ آن وصول ہے اس کا زمان حدوث ہے اور یہی زمانہ حرکت ثانیہ ہے۔ بالجملہ یہی آن وصول دونوں حرکتوں اور دونوں جُدائیوں کے دونوں زمانوں میں حدِ فاصل ہے اُس سے پہلے پہلی جُدائی تھی اور حرکت اولیٰ اور اس کے بعد دوسری جدائی ہے' اور حرکت ثانیہ اور خود اس آن میں نہ کوئی جدائی نہ کوئی حرکت، اور آن میں وجود حرکت نہ ہونا سکون نہیں ورنہ ہمیشہ سکون ہی رہے کہ کوئی حرکت کبھی ایک آن میں نہیں ہوسکتی۔

شُبہ ۲: حرکت میل سے پیدا ہوتی ہے اور یہی میل اس کے منتہی تک علتِ وصول ہے تو آن وصول میں اُس کا وجود ضرور کہ معلول بے علت ناممکن، اب دوسری حرکت کو دوسرا میل درکار، وہ اس آن میں ہوگا کہ پہلے میل نے جہاں تک پہنچایا دوسرا وہاں سے جُدا کرے گا تو دونوں متنافی ہیں، اور متنافیوں کا اجتماع ناممکن، اور میل کا حدوث آنی ہے، تو اس دوسرے کی آن حدوث اُسی آن وصول کے بعد ہے، اور بیچ میں زمانہ فاصل جس میں سکون حاصل، یہ شبہ ابن سینا کا ہے اس پر بھی رَدّ کثیر ہیں بعض ذکر کریں۔

اولاً میل معدِ وصول ہے نہ کہ فاعل، تو آن وصول میں اس کا وجود کیا ضرور بلکہ عدم ضرور، تو دوسرا میل اسی آن میں پیدا ہو کر بلا فصل زمانہ دوسری حرکت دے گا نہ میلین کا اجتماع ہوگا نہ حرکت کا انقطاع۔

اقول بحمدہٖ تعالٰے یہ رَدّ بھی بہ نگاہِ اولین ہمارے ذہن میں آیا پھر شرح مقاصد میں دیکھا کہ اسے ضمناً ذکر کرکے تضعیف کی اور وجہِ ضعف نہ بتائی وہاں عبارت یُوں تھی کہ اگر مان لیں کہ

Marfat.com

جزءِ لایتجزی باطل ہے اور میل معد نہیں علت موجبہ ہے تو رد یوں ہے، اسے فرمایا منع اول کا ضعف ظاہر ہے۔ شاید یہ صرف مسئلہ جزء کی طرف اشارہ ہو معد سے اعتراض میں کیا ضعف ہے۔

اقول بلکہ اُس معنی پر جو ہم نے کلام ابن سینا سے مستنبط کئے۔ غالباً اُس نے اسی چاک کے رفو کو یہ جملہ بڑھایا کہ یہ میل ہی حدودِ حرکات تک پہنچاتا ایک سے ہٹاتا اور دوسرے پر لاتا ہے اھ یعنی جب تمام حدودِ متوسطہ مسافت پر وصول کی علت وہی تھا اور ہرگز معد نہ تھا کہ ختم حرکت تک اس کا وجود واجب، تو حدِ اخیر تک پہنچانے کی علت بھی وہی ہوگا اور جیسے ان حدود میں معد نہ تھا موجود تھا یہاں بھی کہ حد و حد میں تفرقہ تحکم ہے، یہ ہے وہ جو ہم نے اسکے کلام سے استنباط کیا۔

اقول مگر رفو نہ ہونا تھا نہ ہوا۔ مسافت کو اگر بلحاظ وحدانی ملحوظ کرتے ہو جس طرح وہ خارج میں ہے تو یہاں حدود کہاں مسافت واحد ہے اور حرکت واحد اور میل واحد کہ علت حرکت ہے اور حدِ اخیر تک وصول کا معد اور اگر مسافت میں حدود فرض کرکے منقسم لیتے ہو تو اسکی تقسیم سے حرکت یونہی منقسم ہوگی۔ اب یہ ایک حرکت نہیں بلکہ ہر حد تک جُدا حرکت، اور ظاہر ہے کہ جو حرکت ایک حد تھی اُس پر ختم ہو کر دوسری شروع ہوگی تو واجب کہ اس کی علت میل بھی یونہی منقسم ہو، اس حد تک میل یہاں تک کے لئے ہے اس پر وصول میں ہرگز اس کا میل نہیں بلکہ حد آئندہ کا، یونہی ہر حد پر تو ہر میل ہر حد کے وصول کا معد ہی ہوا نہ کہ علتِ موجبہ، یونہی حدِ اخیر کا کہ حد و حد میں تفرقہ تحکم ہے۔ معہذا بالفرضِ غلط اگر اس ایک اعتراض کا علاج ہو بھی جائے اعتراضات آئندہ قطعاً اُس کی تقریر پر بھی وارد، لاجرم اس کی سعی بھی ویسی ہی مردود و سوفسطائی۔

ثانیاً اقول یہی فلاسفہ تصریح کرتے ہیں اور خود عقل سلیم حاکم کہ جسم کے لئے اس کے حیز میں میل طبعی نہیں کہ میل طالب حرکت ہے اور حیز میں طبیعت طالب سکون محال ہے کہ کہ وہاں سے حرکت طلب کرے، اب جو جسم حرکتِ طبعی سے حیز میں پہنچے آن وصول میں یہ میل نہ ہوگا کہ آنِ وصول آنِ حصول ہے، اور حصول نافی میل۔ تو تمہارا زعم کہ آنِ وصول میں میل موصل باقی ہونا لازم صراحۃً باطل ہے، اب کیا محال ہے کہ اسی آن میں میل دیگر قسری یا ارادی پیدا ہو کر حرکتِ دیگر دے تو نہ اجتماع نہ انقطاع۔

ثالثاً میل پر بھی وہی وارد جو مباینت پر تھا، کیا ضرور کہ اُس کا حدوث آنی ہو، ممکن کہ زمانی غیر تدریجی ہو۔

Marfat.com

رابعًا اقول اجتماع متنافیین اُس وقت ہے کہ دونوں کا مقتضٰے ایک ہو یا دونوں مقتضی پورے عامل ہوں کہ ہر ایک کا پُورا اثر واقع ہو۔ اور اگر مقتضٰے دو ہوں اور ایک عامل دُوسرا معطل، یا دونوں عامل، مگر اثر ساقط یا صرف غالب کا بقدر غلبہ ظاہر تو ہرگز محال نہیں بلکہ واقع ہے جیسے وہ مرکب جس میں جزء ناری نیچے اور ارضی اُوپر ہو۔ شک نہیں کہ نار اوپر لے جانا چاہے گی اور تراب نیچے لانا تو دو متنافی اثروں کا وقت واحد میں اقتضا ہے مگر مقتضٰے جُدا، پھر اگر نار و تراب دونوں کی قوت برابر ہے ساقط ہو کر اثر اصلاً مرتب نہ ہوگا مرکّب ساکن رہے گا ورنہ جو غالب ہے اپنی طرف لیجائیگا اور دوسرے کی ممانعت سے اُس میں ضُعف آجائے گا۔ یہاں اتنا بھی نہیں بلکہ شق اول ہے یعنی ایک عامل اور دُوسرا محض معطل، مثلاً میل طبعی ایک منتہی تک لایا اور ہم نے مان لیا کہ وہ آنِ وصول میں موجود ہے مگر اُس سے جُدا کرنا طبیعت نہ چاہے گی بلکہ میل قسری یا ارادی کہ اسی آن میں حادث ہوا اور اُن کا اجتماع متنافیین نہ ہوا کہ مقتضی جُدا ہیں اور پہلا یعنی میل طبعی یہاں معطل محض کہ طبیعت جسم کا اُسے حیز کا ہٹانا محال اور دوسرا عامل ہے تو کسی طرح اجتماع متنافیین نہ جانب مؤثر سے ہوا نہ جانب اثر میں۔ یہ ہے ابن سینا کی وہ سعی جس پر جونپوری کو وہ ناز تھا کہ اس میں بصیرت طلبوں کی ہدایت ہے اور رشد خواہوں کو گمراہوں سے نجات۔ ومن لم یجعل اللہ لہ نورًا فما لہ من نور[1] (اور جسے اللہ نور نہ دے اس کے لئے کہیں نور نہیں۔ ت) واللہ حق ہے کہ من لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور، مگر نہ جانا کہ اس کا مصداق خود ہی مغرور۔

مقام بست و دوم

امور غیر متناہیہ کا عدم سے وجود میں آجانا مطلقاً محال ہے مجتمع ہوں خواہ متعاقب مرتب

ع۵ گرفتار فلسفہ مزخرفہ سے اس آیت پر ایمان تعجب کہ اہلِ نور کے نور جعل واجب سے ہوں تو اسکے مجعولات غیر متناہی ہونگے حالانکہ وہ واحد من جمیع الجہات ہے والواحد لایصدر عنہ الا الواحد بل ولا واحد (واحد سے نہیں صادر ہوتا مگر واحد بلکہ نہ واحد۔ ت) تو یوں کہا ہوتا کہ من لم یجعل العقل الفعال (جسے عقل فعال نہ دے۔ ت) ہاں بالعرض کا باب واسع ہے کہ واسطہ در واسطہ ہو کر دسٌں واسطوں سے جعل اُس تک منتہی ۱۲ منہ عفرلہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۴۰

Marfat.com

ہوں یا غیر مرتب فلسفی زمانہ وحرکت فلک کی ازلیت اور خود افلاک وعناصر وہیولات کے قدم شخصی اور موالید وصور نوعیہ کے قدم نوعی اور نفوس مجردہ کے بالفعل لاتناہی کے تحفظ کو زبردستی اس میں اجتماع بالفعل وترتیب بالفعل کی دو قیدیں بڑھاتا ہے اور یہ[1] اس کی ہوس خام ہے، برہان تطبیق وبرہان تضایف وغیرہما قطعاً مجتمع ومتعاقب میں دونوں یکساں جاری۔

اولاً ایام زمانہ ودورات فلک وانواع موالید اگر یونہی ازلی ہوں کہ ایک فنا ہوکر دوسرا پیدا ہو جب بھی قطعاً عقل حکم کرتی ہے کہ ایک سلسلہ کہ آج تک ہے یقیناً اس سلسلہ سے کہ کل تک تھا بڑا ہے اب کل کو آج اور پرسوں کو کل اور اترسوں کو پرسوں سے مطابق کرتے جاؤ۔ اگر دونوں سلسلے برابر چلے جائیں کبھی ختم نہ ہوں تو جزء وکل برابر ہوگئے، اور اگر چھوٹا ختم ہوجائے تو متناہی ہوا۔ اور بڑا اس پر زائد نہ تھا مگر ایک سے، تو وہ بھی متناہی۔ اس کے لئے ان کا بالفعل موجود ہونا کیا ضرور۔ تطبیق اگر خارج یا ذہن میں بالفعل تفصیلی درکار ہو تو وہ غیر متناہی موجود بالفعل میں بھی ممکن نہیں۔ اور[2] اگر ذہنی اجمالی کافی اور یقیناً کافی تو سب کا فی الحال موجود ہونا کیا ضرور۔

اقول بلکہ سلسلے متناہی نہ ہوں تو نہ صرف جزء کل کا مساوی بلکہ اپنے کل کے ہزاروں لاکھوں مثل سے بڑا ہو تمام عدد صفر کے برابر رہ جائیں بلکہ صفر سے بھی کروڑوں حصے چھوٹے ہوں، غرض لاکھوں استحالے لازم آئیں، یہ سب ایک جملہ جبریہ سے واضح، یہ سلسلہ غیر متناہی سے ایک یا لاکھ جس قدر کم کرو اس کا نام ص رکھو اور باقی کا نام لا، اب تطبیق دو، اگر دونوں برابر چلے جائیں تو لا + ص = لا۔ مشترک ساقط کیا "ص" = ظاہر ہے کہ "ص" ہر عدد ہوسکتا ہے تو ہر عدد صفر کے برابر ہوا اور آپس میں بھی سب برابر ہوئے اور شک نہیں کہ دس لاکھ ضرب لاکھ سے کروڑ حصے بڑا ہے تو ایک بھی لاکھ کا کروڑ مثل ہے نیز دس ضرب صفر کے برابر ہے تو لاکھ صفر کا بھی کروڑواں

---

[1] ملا جلال دوانی نے شرح عقائد عضدی اور ملا حسن لکھنوی نے حاشیہ مزخرفات جونپوری میں اس مبحث کو واضح کردیا ہے اسی سے متشدق جونپوری کی تمام خرافات کا رد روشن ہے، ہمیں تطویل کی حاجت نہیں ۱۲ منہ غفرلہ۔

[2] **اقول** تطبیق اجمالی نہ ہوگی مگر ذہن میں کہ خارج میں ہر ایک کا وجود ممتاز ومنحاز ہے تو اجمال نہ ہوگا، مگر انھیں اجمالاً لحاظ سے اور تطبیق تفصیلی ذہن وخارج دونوں میں ہوسکتی ہے لہذا انھیں تین میں حصر ہے ۱۲ منہ۔

Marfat.com

حصہ ہے اسی طرح غیر متناہی استحالے ہیں۔

ثمّ اقول لطف یہ کہ اُن کے متشدقین اسی زمانہ ممتد غیر قار کو متصل وحدانی موجود فی الخارج مانتے ہیں اور جب استحالۂ لاتناہی وارد کیا جائے تعاقب وعدم وجود بالفعل کی طرف بھاگتے ہیں حالانکہ اُس میں بھی مضر نہیں، اگر کہئے یہی تقریر بعینہ جانب ابد وارد، ایک سلسلہ آج سے ابد تک لیں اور دوسرا کل آئندہ سے تو قطعاً پہلا دوسرے سے بڑا ہوگا۔ اور ذہن تطبیق اجمالی کر سکے گا تو دونوں برابر ہو جائیں گے یا ابد متناہی۔

اقول ہاں ضرور دلیل وہاں بھی جاری، پھر کیا حاصل ہوا، وہی تو جو ہمارا مدعا ہے، یعنی غیر متناہی اشیاء کا وجود میں آجانا محال اگرچہ بر سبیل تعاقب ہو جانب ازل لاتناہی سے غیر متناہی کا وجود میں آچکنا لازم اور وہ محال اور یہ جانب ابد بھی محال کہ کسی وقت یہ صادق آئے کہ غیر متناہی وجود میں آلئے بلکہ ابد الآباد تک جتنے موجود ہوتے جائیں گے خواہ باقی رہیں یا فنا ہوتے جائیں سب متناہی ہوں گے، تو محال لازم نہ آیا اور سلسلہ آگے بڑھنے میں محذور نہیں کہ زیادت نہ ہوگی مگر متناہی پر، بالجملہ جانب ازل لاتناہی کمّی ہے اور وہ محال اور جانب ابد لاتناہی لاتقفی اور وہ جائز۔

ثانیاً دو متقابل چیزیں کہ ذاتِ واحدہ میں جہت واحدہ سے جمع نہ ہو سکیں اور اُن میں کسی کا تصور بغیر دوسرے کے ناممکن ہو وہ متضایف کہلاتی ہیں جیسے ابوت وبنوت یا علّیت ومعلولیت یا تقدّم وتأخّر، ان کا ذہن وخارج میں ہمیشہ برابر رہنا واجب، مثلاً ممکن نہیں کہ ایک شئے مقدم ہو اور اس سے کوئی مؤخّر نہیں یا مؤخّر ہو اور اس سے کوئی مقدم نہیں تو اُن کا سلسلہ کہیں تک لیا جائے قطعاً ہر تأخّر کے مقابل تقدم اور ہر تقدم کے مقابل تأخر ہوگا۔ اب آج سے ازل تک ایامِ زمانہ یا دوراتِ فلک یا انواع عنصریات کائنہ وفاسدہ لیں تو یقیناً آج کا دن یا دورہ یا نوع اس سلسلہ میں سب سے مؤخّر ہے، اور کسی پر مقدم نہیں اور کل اور پرسوں اترسوں وغیرہا کا ہر ایک اپنے مؤخّر سے مقدّم اور مقدم سے مؤخر ہے، اب اگر یہ سلسلہ غیر متناہی ہے تو اوپر کے تقدّم تأخر برابر رہے اور یہ سب میں بعد کا تأخّر خالی رہ گیا گنتی میں تقدموں سے تأخر زیادہ رہے اور یہ محال ہے تو واجب کہ ابتدا میں ایک تقدم ایسا نکلے جو خالی تقدم ہو، اور اس سے پہلے کچھ نہ ہو تاکہ تقدم وتأخر گنتی میں برابر رہیں، تو ثابت ہوا کہ ایام ودورات وانواع کی ازلیت محال، ظاہر ہے کہ یہ تقریر بھی اصلاً اُن کے بالفعل مجتمع ہونے پر موقوف نہیں باپ بیٹے مرتے جیتے رہیں ممکن نہیں کہ بنوت وابوت کی گنتی برابر نہ ہو قطعاً ہر بنوت کے مقابل ابوت اور ہر ابوت کے مقابل بنوت ہے اور عدد مساوی۔

Marfat.com

رہی ترتیب سلسلہ تضایف میں، تو وہ خود ہی حاصل ہے، اور تطبیق کے لئے بھی اس کا بالفعل ہونا کیا ضرور۔ ہر غیر مرتب لحاظ میں مرتب ہو سکتا ہے کہ غیر متناہی نامرتب کو ایک بار ایک سے دو تین چار غیر متناہی لیں دوبارہ ایک جزء الگ رکھ کر باقی کو یونہی ایک دو تین چار الخ، پھر ایک کی ایک اور دو کی دو سے آخر تک تطبیق اجمالی لحاظ کریں حکم مذکور ظاہر ہوگا یا متناہی یا جزء وکل کی تساوی دونوں غیر متناہی چلے گئے تو جزء وکل برابر ورنہ دونوں متناہی، مباحث یہاں کثیر ہیں اور عاقل کے لئے اسی قدر میں کفایت۔

مقام بست وسوم

قدم نوعی محال ہے۔ فلسفی بہت اشیاء کو ایسا مانتا ہے کہ اُن کے اشخاص و افراد سب حادث ہیں مگر طبیعت کلیہ قدیم ہے زمانہ کے دن اور فلک کے دورے اور موالید کے انواع ایسے ہی قدیم ہیں مثلاً فلک کے سب دورے حادث ہیں کوئی خاص دورہ ازل میں نہ تھا مگر ہیں ازل سے یعنی کوئی دورہ ایسا نہیں جس سے پہلے غیر متناہی دورے نہ ہوئے ہوں۔ یہ صراحۃً کچا جنون ہے اور اُس کے بطلان پر براہین قطعیہ قائم۔

حجت ۱: برہان تضایف۔

حجت ۲: برہان تطبیق، ان کا بیان ابھی سُن چکے۔

حجت ۳: بدیہی ہے کہ قدیم ہر حادث پر مقدم ہے اس کے لئے ایک ایسا وقت ضروری ہے کہ وہ ہو اور کوئی حادث نہ ہو کہ اگر ہر وقت اس کے ساتھ کوئی نہ کوئی حادث رہا تو اُسے سب حوادث پر تقدم نہ ہوا حالانکہ بداہۃً سب پر ہے لیکن قدم نوعی کی حالت میں یہی بدیہی باطل لازم آتا ہے، قدیم کے لئے کوئی وقت ایسا نہ نکلے گا جس میں وہ ہو اور کوئی حادث نہ ہو، اس پر جلال دوانی نے شرح عقائد عضدی میں کہا کہ یہ بداہت وہم ہے قدیم کے ہر حادث پر مقدم ہونے سے اتنا لازم کہ کوئی حادث ایسا نہ ہو جس پر وجود قدیم کو سبقت نہ ہو۔ یہ یہاں ضرور حاصل ہے کہ اس حادث سے پہلے ایک حادث تھا اُس وقت یہ حادث نہ تھا اور قدیم موجود تھا تو قدیم اس پر مقدم ہوا اگرچہ اُس پہلے حادث کا مقارن ہوا اور وہ پہلا بھی حادث ہے اُس سے پہلے اور حادث تھا اُس وقت یہ نہ تھا اور قدیم جب بھی تھا تو قدیم اس پر بھی مقدم ہوا، اسی طرح ہر حادث کا حال ہے تو قدیم ہر حادث پر مقدم بھی ہے، اور ہر وقت ایک نہ ایک حادث اُس کا مقارن ہے۔ قدیم کے لئے ایک وقت ایسا ہونا جس میں

Marfat.com

کوئی حادث نہ ہو یہ حوادث متناہیہ میں ہے نہ غیر متناہیہ میں۔ ان میں وہ ہوگا کہ قدیم ہر حادث سے پہلے ہوگا اور کوئی نہ کوئی حادث ضرور دواماً اس کے ساتھ ہوگا۔

اقول اس بداہت کو بداہت وہم کہنا وہم کا دھوکا ہے قدیم قطعاً ازل میں ہے اور یقیناً کوئی حادث ازل میں نہیں ورنہ حادث نہ ہو تو بلا شبہ قدیم کے لئے وہ وقت ہے جس میں کوئی حادث نہیں۔ رہا یہ کہنا کہ یہ حوادث غیر متناہیہ میں نہیں۔

اقول یہی تو ہم کہتے ہیں کہ یہ اُن میں نہیں اور اِس کا ہونا یقینی ہے لہذا حوادث غیر متناہیہ باطل نہ یہ کہ اُسی یقینی ہی کو اُلٹا اس سے باطل کیجئے۔ یوں تو جس مقدمہ قطعیہ یقینیہ سے کسی پر رد کیجئے وہ یہی جواب دے دے کہ یہ مقدمہ اس صورت کے ماورا میں ہے۔ یہیں نہ دیکھئے بعض سفہائے برہان تطبیق پر کہا کہ کُل میں بعض سے کچھ زیادہ ضروری ہونا امور متناہیہ میں ہے نہ غیر متناہیہ میں۔ اب یہ کس سے کہا جائے کہ جب کُل میں بعض سے کچھ زیادت نہیں تو کاہے کا کُل اور کس لئے بعض تقصیر معاف، آپ کا جواب ایسا نہیں تو اس سے دوسرے نمبر پر ضرور ہے۔

حجت ۴: کتنی واضح بات ہے کہ طبیعت کا وجود نہیں ہو سکتا مگر ضمن فرد میں جب ازل میں کوئی فرد نہیں طبیعت کہاں سے آئے گی۔ دوانی نے اسے بھی کلام سخیف کہا اور جواب کچھ نہ دیا صرف اتنا کہا کہ اُن کی مراد یہ ہے کہ اس نوع کا کوئی نہ کوئی فرد ہمیشہ رہے کبھی منقطع نہ ہو، اور ظاہر ہے کہ ہر فرد کا حادث ہونا اصلاً اس کے منافی نہیں۔

اقول یہ جواب نہیں بلکہ دعویٰ کا اعادہ ہے۔ جب جمیع افراد معینہ حادث ہیں تو فرد منتشر ازلی کیسے ہوگا کہ خارج میں اس کا وجود نہ ہوگا مگر ضمن فرد معین میں۔ ہاں ایک نظیر دی اور اُسے بے نظیر سمجھا اور وہ ضرور مبحث سے بیگانہ ہونے میں بے نظیر ہے وہ یہ کہ گلاب کے پھولوں میں کیا کہو گے، ہر پھول ایک دو دن سے زیادہ نہیں رہتا حالانکہ گلاب مہینے دو مہینے باقی رہتا ہے۔ اور بداہۃً معلوم کہ ایسے حکم میں متناہی وغیر متناہی میں کچھ فرق نہیں یعنی تو یہاں بھی اگر طبیعت ازل میں ہوئی، حالانکہ کوئی فرد ازلی نہ تھا تو کیا حرج ہوا جیسے طبیعت گل دو مہینے رہی، حالانکہ کوئی پھول دو مہینے نہ رہا۔

اقول حاصل حجت یہ سمجھے کہ جو حکم جمیع افراد سے مسلوب ہو طبیعت کے لئے ثابت نہیں ہو سکتا یہ بلا شبہ باطل ہے اور اس کے رَد کو دُور جانا نہ تھا۔ کلیت ہی ایسی چیز ہے کہ جمیع افراد سے مسلوب اور طبیعت کے لئے ثابت، یہ حاصل حجت نہیں بلکہ یہ کہ جو ظرف وجود خارجی وجود جمیع افراد

Marfat.com

سے خالی ہو۔ طبیعت اُس میں نہیں ہوسکتی کہ اس کا وجود نہ ہونا مگر ضمن فرد میں، اور یہ ظرف ہر فرد سے خالی، لہذا قطعاً طبیعت سے بھی خالی، اس سے گلاب کی مثال کو کیا مس ہوا۔ کوئی پھول اگرچہ دو مہینے یا دو گھڑی بھی نہ رہا مگر یہ ظرفِ وجود (یعنی دو مہینے) کس ساعت پھول سے خالی ہوا ہر وقت کوئی نہ کوئی پھول اس میں موجود رہا تو ضرور طبیعت موجود رہی لیکن ظرف ازل جمیع افراد حوادث سے قطعاً خالی ہے محال ہے کہ کوئی فرد حادث ازلی ہو ورنہ حادث نہ رہے تو ضرور طبیعت سے بھی خالی ہے ورنہ طبیعت بے تشخص خارج میں موجود ہو اور یہ محال ہے۔ گلاب کے یہ دو مہینے دیکھنے نہ تھے جو خود ظرف وجود افراد تھے ان مہینوں سے پہلے دیکھو جس وقت کوئی پھول موجود نہ تھا کیا اُس وقت طبیعتِ گُل موجود تھی، ہرگز نہیں۔ عجب کہ فاضل دوانی سے شخص کو ایسا صریح مغالطہ ہو۔

حجت ۵: کہ گویا رابعہ کی تفصیل و تکمیل اور رگ مثال گل کی راساً قاطع ہے **اقول** طبیعت خارج میں موجود نہ ہوگی مگر ضمن فرد معین یا منتشر میں اور فرد منتشر خود خارج میں نہیں ہوسکتا مگر ضمن فرد معین میں کہ وجود خارجی مساوق ہذیت ہے اور ہذیت منافی انتشار، ہاں وہ کسی ایک یا چند افرادِ معینہ مجتمعہ یا متعاقبہ فی الوجود سے منتزع ہوگا، اور بہرحال طبیعت اُسکے ساتھ موجود رہے گی، لیکن جہاں نہ فرد ہو نہ افراد نہ مجتمع نہ متعاقب وہاں نہ فرد منتشر ہوسکتا ہے نہ طبیعت کہ نہ اس کا منتزع منہ نہ اس کا مورد۔ ازل میں افرادِ حادثہ کا یہی حال ہے۔ فرد یا افرادِ معینہ کے ازلی ہونے سے تم خود منکر ہو اور ان کا حادث ہونا آپ ہی اس انکار کا ضامن، اور ازل میں تعاقب نہیں کہ تعاقب مسبوقیت کو چاہتا ہے، اور ازل سے مسبوقیت سے پاک، لاجرم ازل میں افراد متعاقبہ بھی نہ تھے تو فرد منتشر و طبیعت دونوں کے جمیع انحائے وجود منتفی تھے تو ہرگز طبیعت ازلی نہیں ہوسکتی بخلاف گل کہ اگرچہ ہر معین پھول سے دو مہینے استمرار وجود مسلوب ہے مگر فرد منتشر سے مسلوب نہیں کہ وہ ان مہینوں میں اوّل تا آخر افراد متعاقبہ سے منتزع ہے۔

حجت ۶: اقول ازل میں طبیعت کے وجود خارجی کی علتِ تامہ موجود تھی یا نہیں، اگر نہیں تو ازل میں وجود طبیعت بداہۃً محال، اور اگر ہاں تو طبیعت ضرور ازل میں موجود فی الخارج تھی کہ تخلف محال اور وجود خارجی بے تعین ناممکن اور طبیعت معروضہ للتعین ہی فرد معین ہے تو ضرور ازل میں فرد معین موجود تھا حالانکہ سب افراد حادث ہیں، ہذا خلف، اور اب غیر متناہی دو حاصروں میں محصور ہوگئے ایک فرد ازلی اور دوسرا مثلاً آج کا فرد تو ضرور شیٔ اوّل معین اور رہا وصف حدوث۔ افراد طبیعت کا ازلی ہونا قطعاً محال، تو دلائل قاطعہ سے روشن ہوا کہ تو زمانہ قدیم نہ حرکت فلک نہ موالید نہ افلاک نہ عناصر، والحمد للہ رب العلمین (اور سب

Marfat.com

تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ت)

تنبیہ: ملتِ اسلامیہ میں ذات وصفاتِ الٰہی عزّجلالہٗ کے سوا کوئی شئے قدیم نہیں، انواع بھی غیر ذات وصفات ہیں تو کسی شئے کا قدم نوعی ماننا بھی مخالفِ اسلام ہے، بلکہ ہم روشن کر چکے کہ قدم نوعی بے قدم شخصی ناممکن، اور غیر کے لئے قدم شخصی ماننا قطعاً ضروریاتِ دین کا انکار ہے۔

فاضل دوانی[1] نے کہ ان دو حجتوں پر وہ بحثیں کردیں، اور اُن سے پہلے فلاسفہ کی دلیل قدم عالم پر دو جگہ رد میں کہا کہ اس سے قدم جنسی لازم آیا نہ شخصی، یہ سب عادت نظار پر ہے دلیل مخالف میں یہ کہنا کہ اس سے اتنا لازم آیا نہ وہ کہ تیرا مدعا ہے اس سے مقصود اس قدر کہ دلیل اُس کے مدعا کی مثبت نہیں، نہ یہ کہ جو لازم بتایا مسلم ہے بلکہ وہ برسبیل تنزل وارخائے عنان بھی ہوتا ہے اور دلیل موافق پر نقض سے تو معاذ اللہ مدعا میں کلام مفہوم بھی نہیں ہوتا یہاں تک کہ بعض دلائل توحید و وجود واجب پر ابحاث کرتے ہیں اُس سے مقصود صرف اس دلیل خاص کی تضعیف ہوتی ہے آخر یہ وہی فاضل ہیں جنھوں نے اس کے بعد براہین تطبیق و تضایف کا بلاشرط اجتماع و ترتیب مطلقاً جاری ہونا بسعی بلیغ ثابت کیا، کیا وہ ابطال قدم نوعی کو کافی نہیں قطعاً[ع] کافی ہیں۔

ع اما قولہ بعد ذکر القدم الجنسی وقد قال بذٰلك بعض المحدثین المتاخرین وقد رأیت فی بعض تصانیف ابن تیمیۃ القول بہ فی العرش اھ[2] فاقول ما یدریك ان المحدثین ھٰھنا من التفعیل دون الافعال بل ھو المتعین فان القائل بہ لاشك مبتدع ضال ویؤیدہ نقلہ عن ابن تیمیۃ احد الضلال ولیشیدہ ان المذکور

رہا اس کا قول قدم جنسی کے ذکر کے بعد کہ بعض متاخرین محدثین اس کے قائل ہیں اور میں نے ابن تیمیہ کی بعض تصانیف میں عرش کے بارے میں یہ قول دیکھا ہے اھ، تو میں کہتا ہوں کہ تجھے کیا خبر ہے کہ محدثین یہاں پر تفعیل سے ہے نہ کہ افعال سے بلکہ افعال سے ہونا ہی متعین ہے کیونکہ اس کا قائل بلاشک بدعتی گمراہ ہے۔ ابن تیمیہ جو کہ ایک گمراہ ہے سے اس کا نقل کرنا اس کی تائید کرتا ہے۔ اور اسکو تقویت

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] علامہ دوانی

Marfat.com

مقام بست وچہارم

قوتِ جسمانیہ کا غیر متناہی پر قادر ہونا محال نہیں۔ فلسفی محال مانتا ہے اُس کی دلیل کی کہ ابن سینا نے دی اور آج تک متداول رہی۔ تلخیص یہ ہے کہ حرکت غیر متناہیہ اگر قوتِ جسمانیہ سے ہو تو اُس قوت کے حصے ہوسکیں گے کہ جسم میں ساری ہے کہ تجزی جسم سے متجزی ہوگی۔ اب ہم پوچھتے ہیں اس اس قوت کا حصہ مثلاً نصف بھی تحریک کُل یا بعض جسم پر قادر ہے یا نہیں، اگر نہیں تو یہ سارے جسم میں ساری ہونے کے خلاف ہے، اور اگر ہاں تو قوت کا حصہ کل جسم یا بعض جسے حرکت دے سکے ضرور کُل قوت بھی اُسے حرکت دے سکتی ہے ورنہ جزء کل سے بڑھ جائے۔ اب حصے کی تحریک مدت

عنه القول بقدم العرش وهو شخص فالمعنى قد قال بالقدم النوعي بعض الضالين ولا عزو فقد قال ابن تيمية بالقدم الشخصي في العرش هذا ولا يبعد من جهالات ابن تيمية ان يقول في العرش بالقدم النوعي فقد نقلوا عنه التجسيم والجسم لابد له من مستقر ولم يتجاسر على اثبات قديم بالشخص فعاد الى النوعي اولم يرض معبوده ان يبقى دائما على عرش خلق وقد وهن من طول الامد فاستجد له عرشا كل حين هذا كله ان ثبت عنه، والله تعالى اعلم ۱۲ منه غفر له۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

دیتا ہے ابن تیمیہ کی طرف سے قدم عرش کا قول کرنا جو کہ شخص ہے۔ چنانچہ معنی یہ ہوا کہ بعض گمراہ قدم نوعی کے قائل ہیں۔ اور بیشک ابن تیمیہ عرش کے قدم شخصی کا قائل ہے۔ اور ابن تیمیہ کی جہالتوں سے بعید نہیں کہ وہ عرش کے بارے میں قدم نوعی کا قول کرے، کیونکہ اس سے منقول ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے جسم مانتا ہے اور جسم کیلئے مستقر کا ہونا ضروری ہے۔ اور اس نے قدیم شخصی کے اثبات کی جسارت نہ کی، لہذا قدم نوعی کی طرف عود کیا یا اُس کا معبود اس بات پر راضی نہ ہوا کہ وہ ہمیشہ پرانے عرش پر رہے جو کہ طویل عرصہ گزرنے پر کمزور ہو چکا ہے تو اس نے ہر گھڑی نیا عرش چاہا ہے، یہ تمام اُس صورت میں ہے جب کہ ابن تیمیہ سے یہ قول ثابت ہو۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

Marfat.com

وعدت میں کل کے برابر ہوئی کہ جتنے زمانے میں جتنے دورے کُل قوت دے سکے حصہ بھی جب تو جز و کُل برابر ہو گئے ورنہ ایک مبدء سے دونوں تحریکیں شروع کریں۔ ضرور ہے کہ حصے کی تحریک تھک رہے گی تو متناہی ہوئی اور کُل کی تحریک اسی نسبت محدود سے اُس پر زائد ہوگی حصہ نصف ہے تو دو چند ثلث ہے تو سہ چند اور جو متناہی پر بقدر متناہی زائد ہو متناہی ہے تو قوتِ جسمانیہ کا اثر نہ ہوا مگر متناہی اسے طویل بیان کرتے ہیں جسے ہم نے تلخیص کیا۔

اقول یہ محض تمویہ و ملمع کاری ہے۔

اوّلاً ہم اختیار کرتے ہیں کہ حصہ مدت میں برابر اور عدت میں اپنی قدر ہوگا۔ مثلاً کُل قوت ایک دن میں دورہ دے تو نصف قوت دو دن میں دے گی، ثلث تین دن میں، سبع ایک ہفتہ میں۔ اسکے دورے اور اُس کے دوروں کے آدھے تہائی $\frac{1}{7}$ ہوں گے مگر منقطع کوئی نہ ہوگا تو زمانہ برابر رہا اور دوروں کی گنتی سے فرق پڑا تو نہ جزء و کُل برابر ہوئے نہ جزء کی تحریک منقطع نہ کُل کی، اس پر بقدر متناہی زائد ابد کے دن ہفتے مہینے سال سب غیر متناہی ہیں اور دنوں سے ہفتے $\frac{1}{7}$ مہینے $\frac{1}{30}$ سال $\frac{1}{355}$ نہ تساوی ہے نہ انقطاع۔

ثانیاً کیا ضرور کہ جس کام پر کُل قوت قادر ہو نصف اسکے نصف پر ہو۔ ممکن کہ اس اثر پر قوی ہونا مشروط بہ ہیأت اجتماعیہ ہو تو حصے سے ممکن نہیں، نظیر سے توضیح چاہو تو بداہۃً معلوم کہ جہاز کے وزن مخصوص پر تحریک کے لئے ہوا کی ایک قوت درکار کہ اس سے کم ہو تو اصلاً حرکت نہ دے سکے اور یہ واقع ہے یقیناً معلوم کہ ہوا کی وہ قوت جو صرف ایک پتے کو ہلا سکے تحریک جہاز پر اصلاً قادر نہیں اور اس کی ایک قوت وہ ہے کہ جہازوں کو روزانہ سو میل لے جاتی ہے ضرور ہے کہ پہلی قوت غیر محرکہ کو اس قوت سے کوئی نسبت ہوگی، فرض کیجئے $\frac{1}{1000}$ یا $\frac{1}{100000}$ تو تمہارے

عہ ۵ بظاہر اس سے اقرب یہ مثال ہو سکتی ہے کہ کرہ حرکتِ وضعیہ کر سکتا ہے اور اس کے ضمن میں اس کا کوئی حصہ مثلاً نصف کسی شکل مضلع مثلاً مثلث یا مربع پر خواہ جُڑا ہو یا جُدا وہ ہرگز نصف دورہ یا حرکتِ وضعیہ کا کوئی حصہ نہیں کر سکتا کہ مضلع جب ادنیٰ جنبش کرے قطعاً حرکتِ اینیہ ہوگی نہ وضعیہ جس میں این برقرار رہے اور صرف وضع بدلے، فافھم ان کنت تفھم (تو سمجھ لے اگر تو سمجھتا ہے۔ ت) ۱۲ منہ غفرلہ۔

Marfat.com

طور پر لازم کہ اُسی نسبت سے پہلی قوت اُسے روزانہ ۱۰۰ میل کے ایک حصہ تک لے جایا کرے یعنی ایک میل کا دسواں حصہ ۱۷۶ گز یا ہزارواں حصہ ۱۷۶ ۶ ۱ گز کہ پونے دو گز[ع] سے زائد ہوا حالانکہ وہ یقیناً اسے اصلاً نہیں ہلا سکتی۔

ثالثاً اگر کہیں کہ جذب مرکز سے ہے کہ میل ہو یا جذب ضرور جانب مرکز ہے تو ما نحن فیہ میں سرے سے تقسیمِ حصص کا جھگڑا ہی نہ رہے گا۔

تکملہ: یہ دونوں اعتراض ہم نے بفضلہ تعالٰی بہ نگاہِ اوّلین کئے تھے پھر جونپوری کی کتاب دیکھی تو اس میں دونوں مع نام جواب پائے:

اوّل پر اقرار کر دیا کہ اس صورت میں ہماری یہ دلیل جاری نہیں پھر اُس پر یہ عذر بارد گھڑا کہ جب ہم ثابت کر چکے کہ قوتِ جسمانیہ ایک سلسلہ غیر متناہیہ پر قادر نہیں تو زیادہ پر کیسے قادر ہو جائے گی۔ اُس کا مطلب حمد اللہ کی سمجھ میں نہ آیا اُلٹ پھیر کر انھیں لفظوں کو دُہرا دیا اور کہا ھذا ما عندی فی حلّ ھٰذہ العبارۃ (یہ وہ ہے جو اس عبارت کے حل میں میرے پاس ہے۔ت)۔

اقول اُس کا مطلب عقل میں نہ آنا بعید نہیں کہ اس کا مطلب خود عقل سے بعید ہے وہ یہ کہتا ہے کہ تم نے جز و کُل میں فرق یہ نکالا کہ مثلاً قوت کا سوواں حصہ ایک دن میں ایک دورہ دے تو پُوری قوت ایک دن میں سَو دورے دے گی اور دن غیر متناہی ہیں تو اُس کی اکائیاں نامتناہی ہوں گی اور اُس کی صدیاں بھی، گویا وہ ایک سلسلہ غیر متناہیہ پر قادر ہوا۔ اور یہ سَو سلاسل نامتناہی پر تو جز و کُل کا فرق یہی رہا اور تناہی نہ ہوئی لیکن ہم بیان کر چکے کہ کل قوت ایک سلسلہ پر قادر نہیں، ورنہ جز و کُل برابر ہوں تو سَو سلسلوں پر کہاں سے قادر ہو جائے گی۔ یہ اُس کے مذعوم کی تقریر ہے۔

اقول یہ محض مغالطہ یا نری سفاہت ہے لبشرط شے و لبشرط لا میں فرق نہ کیا، جز ایک سلسلہ پر قادر ہو تو کُل ضرور ایک پر قادر نہ ہوگا ورنہ کُل و جز برابر ہو جائیں مگر یہ ایک پر اُس کی قُدرت کا سلب کس معنی پر ہے یا بایں معنی کہ صرف ایک ہی پر قادر نہیں بلکہ سَو پر ہے نہ بایں معنی کہ ایک اس کی قدرت ہی میں نہیں جو سَو پر قادر ہے قطعاً ایک اور اس کے

[ع] یعنی ۱ $\frac{19}{25}$ گز ۱۲ الجیلانی

۹۹ مثل اور پر قادر ہے تو یہ کہنا کہ جو ایک پر قادر نہیں سَو پر کیسے قادر ہو گا، کیسا صریح مغالطہ ہے، یوں کہئے کہ ہم دلیل سے ثابت کر چکے کہ کل کی قدرت ایک پر محدود نہیں تو ضرور زائد پر ہے، اگر کہئے کہ کل اس تنہا ایک سلسلہ پر بھی قادر ہے یا نہیں، اگر نہیں تو جزء کُل سے بڑھ گیا۔ اور اگر ہاں تو اس سلسلے کے اعتبار سے دلیل جاری ہو گی۔ اب اس میں تو ایک اور متعدد کا فرق نہیں۔ دلیل کو ایک شَے ایسی چاہیئے جس پر کُل و جزء دونوں قادر ہوں ولہٰذا اس صورت میں بھی جاری تھی کہ جُزء صرف بعض کی تحریک پر قادر ہو ظاہر ہے کہ کل بھی اُسے حرکت دے سکے گا تو دلیل جاری ہو گئی اگرچہ کل اس بعض جیسے ہزار بعض اور پر قادر ہے۔

اقولُ ہاں کل اس تنہا ایک پر بھی قادر ہے مگر نہ اپنی پوری قوت بلکہ بعض سے وہ جس کی پُوری قوت سَو پر قادر ہے اگر ایک پر اختصار چاہیئے گا پُوری قوت اس پر صرف نہ کرے گا بلکہ سوواں حصہ تو بعض قوت کُل کا کُل قوت بعض سے مساوی ہونا لازم آیا اور یہ غیر محذور بلکہ ضرور۔

دوم کی تقریر یوں کی کہ جائز ہے کہ کل کے لئے ایک قوت ہو کہ تقسیم سے نہ رہے جیسے مرکب کی قوت کہ بعد مزاج حاصل ہوتی ہے اُن بسائط پر نہیں جن سے اُس کی ترکیب ہوئی اور کشتی کہ دَو کی تحریک سے حرکت کرے ایک سے متحرک نہ ہو گی، پھر جواب دیا کہ قوت جو مزاج سے حاصل ہوئی اگرچہ قبل امتزاج بسائط میں نہ تھی مگر اب ضرور ہر بسیط بھی اُس کا حامل ہے کہ تمام جسم میں ساریہ مانی گئی ہے اور ہم جزء کو کُل سے جُدا کر کے کلام نہیں کرتے، بلکہ اسی حالت میں کہ وہ مزاج حاصل کئے ہوئے ہے تو ضرور کل سے اسے جو نسبت ہے اسی نسبت پر اُس قوت کا حصہ اُس میں ہے اور ایک شخص اگر اس کشتی کو نہیں ہلا سکتا تو اُس سے چھوٹی کو تو ہلا سکے گا۔

اقول بحمد اللہ تعالٰی ہماری تقریر مزاج پر نہیں جس میں ایک قوت جدیدہ خود ان بسائط ہی کو بعد کسر و انکسار حاصل ہوتی ہے۔ ہمارے اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ کُل کو ایک شَے پر قوت ہو تو ضرور نہیں کہ مقوی علیہ کے حصّے حصص قوت کے مقابل ہوں کہ کل مقوی علیہ پر کل کو قوت ہے تو اس کے نصف پر نصف اور ثلث پر ثلث کو وھٰکذا (اور اسی طرح۔ ت) بلکہ ممکن کہ مقوی علیہ پر قوت ہیأت اجتماعیہ سے مشروط ہو تو جب کوئی حصہ لو گے خواہ کُل سے قطع کر کے یا اس میں ملا ہوا جزء اس پر اصلاً قادر نہ ہو گا جزء بشرط شئ قادر ہے کہ عین جزء اگرچہ خارج میں کُل سے جُدا نہ کیا لیا تو اس سے تنہا اور شرط قوت کہ اجتماع تھا نہ رہا یہاں بھی وہی تفرقہ نہ کیا،

Marfat.com

جزء بشرطِ شئے قادر ہے کہ عین کُل ہے اور کلام بشرط لا میں' اگر کہئے اگر جزء قادر ہو جب تو محال مذکور لازم آئے گا۔

اقول ہاں تو اس سے جزء کا قادر ہونا محال ہوا کہ اس کے فرض سے محال لازم آیا نہ کہ قوت کُل کی لا متناہی فاندفع ما قال الملا حسن فی حاشیتہ (تو جو ملّا حسن نے اس کے حاشیہ میں کہا وہ مندفع ہوگیا۔ ت) رہا وہ اخیر جملہ کہ ایک اس سے چھوٹی کو ہلا سکے گا۔

اقول وہ بھی ہماری اس تقریر سے رَد ہوگیا مقوی علیہ کے حصوں کا قوت کے حصوں پر انقسام ضرور ہے یا نہیں' اگر نہیں تو تمہاری دلیل باطل، اور اگر ہاں تو جو ہُوا جہاز کو روزانہ سَو میل لے جائے لازم کہ اس کا تجزیہ کرتے جاؤ، تو سَو میل کا اُن پر اقسام ہوتا رہے، اور وہ حصّہ کہ پتے کو بھی نہ ہلا سکے اس جہاز کو اُنگل بھر یا بال بھر غرض کچھ نہ کچھ روزانہ ضرور ہلائے' یہ صریح باطل ہے۔ یہ بیان اس کے ایضاح کو تھا کہ ممکن بعض قدرتیں ہیئاتِ اجتماعیہ سے مشروط ہوں اور ہیئاتِ اجتماعیہ مجموع من حیث ھو مجموع کو عارض ہے نہ کہ ہر جزء میں ساری' تو اجزاء میں اُس کا حصّہ ہونا ضرور نہیں بلکہ نہ ہونا ضرور ہے کہ شرط مفقود ہے، تو جسم کا ہر جزء جسم ہونا اور بداہتہً جنس قوت کُل سے کسی شئے پر قادر ہونا اگرچہ اپنی نسبت پر اُس جسم سے اصغر کی تحریک پر ہو یہ کچھ تمہیں مفید نہیں' ہاں ہر جزء بھی کسی نہ کسی حصہ جسم کی تحریک پر قادر سہی مگر ممکن کہ عدت و مدت میں لا متناہی پر قدرت ہیئاتِ اجتماعیہ سے مشروط ہو تو وہ ہرگز نہ کسی جزء میں ہوگی نہ اس کی نسبت پر انقسام پائے گی کہ استحالہ لازم آئے کہ غیر متناہی کی تنصیف تثلیث وغیرہ ناممکن فاندفع ما تفوہ بہ الجونفوری واندفع ما اراد بہ اصلاحہ الملا حسن فی حاشیتہ (تو مندفع ہوگیا وہ جو اس کے حاشیہ میں ملّا حسن نے کہا۔ ت) اس کے بعد جونپوری نے ابن سینا کی تقریر پر رَد کیا اور اپنی طرف سے حسبِ عادت کہ شقشقہ لسان ولقلقہ بیان ہی اُس کی بضاعت ہے' اس دلیل کی ایک اور تقریر طویل ولا طائل گھڑی۔

اقول بحمدہٖ تعالٰے وہ بھی ہماری اسی تقریر سے رَد ہوگئی اس کا مبنی بھی اسی پر ہے کہ قوت بانقسام محل منقسم ہوا' اور ہم روشن کرچکے کہ قوت مشروطہ بہیئاتِ اجتماعیہ اجزاء پر منقسم نہ ہوگی کل ہرگز اجزا کی گنتی کا نام نہیں جیسے عشرہ کہ دس وحدتوں سے زیادہ اُس میں کچھ نہیں تو اس کی قوت نہ ہوگی مگر قوائے اجزاء کا حاصل جمع' بلکہ یہاں ایک امر زائد ہے جس نے کثرت کو وحدت کر دیا یعنی ہیئاتِ اجتماعیہ اس سے جو قوت حاصل ہوگی یقیناً مجموع قوائے اجزاء کے علاوہ ہے اور اس کا خود جونپوری کو بھی اعتراف ہے مگر پھر ہیئاتِ اجتماعیہ کو نہیں سمجھتا، اور انقسام محل سے تقسیم کرتا ہے۔

Marfat.com

یہ سب اس تقدیر پر ہے کہ مؤثر صرف جمیع اجزا بشرط اجتماع ہوں اور اگر مجموع من حیث ھو مجموع مؤثر ہو۔ یعنی ہیأت اجتماعیہ مؤثر میں داخل، تو امر اظہر ہے۔ اب اجزا تین وجہ پر ہیں:

(۱) مرسل نفس اجزا۔

(۲) معری متفرقہ۔

(۳) محلی مجتمعہ کہ لابشرط و بشرط لا و بشرط شے کے مراتب ہیں۔

پانچ مرسل دس مرسل کا نصف ہے لیکن دس مع ہیأتِ اجتماعیہ کا نصف نہ پانچ مرسل ہے نہ بلا ہیأتِ اجتماعیہ نہ مع ہیأتِ اجتماعیہ کہ یہ ہیأت اجتماعیہ اسی کی مثل ہے جو دس محلی میں ہے نہ کہ اس کی نصف، تو دس محلی کی جو قوت ہوگی اس کے انصاف و اثلاث میں نہ ہوگی کہ اس کے لئے انصاف و اثلاث ہی نہیں۔ یہ جو انصاف و اثلاث ہیں دس مرسل کے ہیں اور اس کے لئے وہ قوت نہیں، اسی قدر اس کے رد کو بس ہے زیادہ اطالت کی حاجت نہیں، وللہ الحمد۔

مقام بست و پنجم

آن سیال کوئی چیز نہیں، ارسطو و ابن سینا اور ان کے چیلوں نے کہا حرکت کے دو اطلاق ہیں:

اوّل حرکت بمعنی التوسط کہ مبدء سے جدائی کے بعد اور منتہی تک وصول سے پہلے جسم کے لئے مبدء و منتہی میں متوسط ہونے کی ایک حالت دائمہ باقیہ ہے کہ خود اپنی ذات میں ناقابل قسمت اور اوّل تا آخر بحالہا محفوظ و مستمر ہے اور آنات مفروضہ زمان حرکت میں حدود مفروضہ مسافت سے ہر آن اُسے ایک نسبت تازہ ہے کہ نہ پہلے تھی نہ بعد کو ہو اس اعتبار سے سیّال و نامستقر ہے اسے حرکتِ توسطیہ کہتے ہیں۔

دوم حرکت بمعنی القطع جس طرح مینہ کی اُترتی بوند سے پانی کا ایک خط اور بنیٹی گھمانے سے آگ کا ایک دائرہ متوہم ہوتا ہے، یونہی حرکتِ توسطیہ کے اُن اختلاف نسب کے علی الاتصال توارد کے باعث مبدء سے منتہی تک ایک حرکت متصلہ وحدانیہ متخیل ہوتی ہے، وجہ یہ کہ اس بوند یا شعلے یا متحرک کے ایک مکان میں ہونے کی ایک صورت خیال میں مرتسم ہوئی اور وہ بھی زائل نہ ہونے پائی تھی کہ معًا دوسرے تیسرے مکانوں میں ہونے کی صورتیں آئیں، یونہی آخر تک، لاجرم وہم میں ایک شے ممتد متصل پیدا ہوئی جو صور مذکورہ میں خط و دائرہ و حرکت ممتدہ وحدانیہ ہے اسے حرکت قطعیہ

Marfat.com

کہتے ہیں۔ ان صنادید فلسفہ نے جب خود اسے موہوم کہا تو ہمیں یہاں بحث کی حاجت نہیں اگرچہ جائے سخن وسیع ہے مگر جزاف بے معنیٰ یہ ہے کہ اسی پر قیاس کرکے کہا کہ جس طرح خارج میں حرکت توسطیہ اپنی ذات میں بسیطہ مستمرہ اور نسبتوں سے غیر مستقرہ ہے اور اس کے سیلان سے قطعیہ موہوم ہوتی ہے یونہی خارج میں ایک آن سیّال ہے کہ اپنی ذات میں بسیط و ناقابلِ قسمت و غیر متبدل ہے اور اپنے سیلان سے اذہان میں ایک امتداد موہوم متصل کی راسم ہے جس کا نام زمانہ ہے آن سیّال حرکت توسطیہ پر منطبق ہے اور زمانہ حرکت قطعیہ پر یہ بوجوہ ناقابل قبول۔

اولاً کیا ضرور ہے کہ امتداد موہوم زمانی کسی امر خارج مستمر غیر مستقر ہی سے منتزع ہو کیوں نہیں ممکن کہ ابتدائً ذہن میں حاصل ہو (علامہ خواجہ زادہ)۔

اقول حرکت توسطیہ بمعونت حس مدرک ہے کہ متحرک کو بین الغایتین مبدء سے منصرف منتہیٰ کی طرف متوجہ اس سے ہٹتا اس کی طرف بڑھتا دیکھ رہے ہیں اور یہی معنیٰ توسط ہے اور اس کے استمرار سے ایک اتصال متوہم ہونا معقول، وہ حرکت قطعیہ ہے۔ امتدادِ زمانی کا علم ہر بچے جانور کو ہے یہاں خارج میں کسی مستمر نامستقر کا نہ مشاہدہ نہ اس پر دلیل تو محض قیاس غائب علی الشاہد مردود و ذلیل، اگر کہیے وجود ذہنی نہیں ہوتا مگر ظلی۔

اقول یہ دلیل نہیں بلکہ دوسرے لفظوں میں مدعا کا اعادہ اور صریح مصادرہ ہے۔

ثانیاً اقول سیلان خارجی سے ایک اتصال متخیل ہونا پہلے اس سیلان کے ارتسام کی فرع ہے جس نے نہ قطرہ اترتا دیکھا نہ شعلہ گھومتا، محال ہے کہ اُن کے نزول و دوران سے اس کے ذہن میں خط و دائرہ مرتسم ہوں یہاں امتداد زمانی کی وہ شہرت کہ صبیان و حیوان بھی اس سے آگاہ اور آن سیّال تم چند کے سوا کسی کے خیال میں یہی نہیں تو اس کے سیلان سے اذہان میں اس ارتسام کے کیا معنیٰ۔

ثالثاً اقول اگر رسمِ زمانہ کو خارج میں کوئی سیلان ہی درکار، اور فرض کرلیں کہ سیلان رسم زمانہ کرسکتا ہے تو کیوں نہ ہو کہ حرکت توسطیہ کا سیلان یہ راسم ہو آن و سیلان آن کی کیا حاجت بلکہ اس تقدیر پر یونہی ہونا چاہئے کہ خود کہتے ہو سیلان توسطیہ سے حرکت قطعیہ متصلہ موہوم ہوتی ہے تو قطعیہ کا اتصال اسی سیلان کا مرسوم اور قطعیہ کے اتصال ہی کا نام

عہ اور اس کا ابطالِ صریح مقامِ آئندہ میں آتا ہے ۱۲ منہ

Marfat.com

زمانہ ہے۔

رابعاً اقول سب جانے دو فرض کردم کہ کوئی آن ہے اور اُسے سیلان ہے لیکن محال ہے کہ وہ راسم زمانہ ہو ذرا سیلان کے معنی بتائیے آن تو فی نفسہ دائم و مستمر ہے اس کا سیلان نہ ہوگا مگر یہ آنات متعاقبہ میں حدودِ مختلفہ سے اُس کی نسب متجددہ اِس کے سوا اگر کچھ معنی سیلان راسم بتا سکتے ہو بتاؤ اور جب سیلان یہ ہے تو یہ خود زمانے پر موقوف تو اُسے راسم زمانہ نہ کہے گا مگر سخت بیوقوف۔ اس مقام کی صعوبت بلکہ مطلقاً عدم استقامت نے اگلوں کو بیان معنی سیلان آن سیال سے صم بکم رکھا مگر آخر زمانے میں ہدیہ سعیدیہ نے اس کی مشکل کشائی پوری کردی کہ حاضر ہمیشہ آن ہے زمانہ حاضر ہو تو قار ہوجائے۔ زمانہ یوں تو متخیل ہوتا ہے کہ آن حاضر کا تخیل کیا پھر ایک زمانہ لطیف کے بعد دوسری آن کا، پھر زمانہ قلیل کے بعد تیسری آن کا، یوں ایک آن مستمر سیال ہوتی ہے کہ گویا راسم زمانہ ہے جیسے قطرہ سیالہ و شعلہ جوالہ۔

اقول بوجوہ کثیرہ آن سیال نے وہ سیلان کیا کہ بالکل بہہ گئی:

(۱) وہ موجود خارجی تھی یہ متخیل۔

(۲) وہ واحد یہ متعدد۔

(۳) وہ برقرار[ع۱] یہ متجدد۔

(۴) اُس پر زمانہ موقوف کہ اُسی سے متخیل ہوتا ہے یہ خود زمانے پر موقوف کہ اسی کے اطراف و حدود۔

(۵) وہ راسم زمانہ یہ اس سے مرسوم[ع۲] کہ جب تک زمانہ نہ گزرے دوسری آن متخیل نہ ہو۔

(۶) وہ علی الاتصال[ع۳] سیال یہ متفرق بالانفصال۔

ع۱ عدم التغیر فوق الوحدۃ ۱۲ منہ غفرلہ

عدم تغیر وحدت سے فوق ہے۔ (ت)

ع۲ کونہا مرسومۃ بالزمان فوق توقفہا علیہ ۱۲ منہ غفرلہ

اس کا زمان سے مرسوم ہونا اُس پر موقوف ہونے سے فوق ہے۔ (ت)

ع۳ ھٰھنا ثلاث اتصالات الاول ما یطلبہ السیلان لوقوعہ فیہ وھو المراد فی السابع والثانی ما یتخیل بھذا السیلان

یہاں تین اتصال ہیں، اوّل وہ کہ سیلان اسکو طلب کرتا ہے اس میں گرنے کے لئے، وہی مراد وجہ ہفتم میں۔ ثانی وہ جو اس سیلان سے متخیل ہے

(باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

(۷) اس کا سیلان امتداد متصل میں واقع ان کے طفرے اُس اتصال کے قاطع۔

(۸) اس سے جدید امتداد متخیل ان کے بعد محتاج تخیل کہ اس کا سیلان رسم امتداد کا ذمہ دار ان کے خلا بھرنے کو خود امتداد درکار۔

(۹) اس کا سیلان امتداد کا راسم ان کا تفرق اس کا بھی عاسم یعنی وہ امتداد متصل وحدانی دکھائے یہاں مستقل تخیل کے بعد بھی جو بنے ٹکڑے ٹکڑے آئے۔

(۱۰) زمانہ تخیل حدود پر موقوف نہیں۔

(۱۱) نہ اس کا محتاج کہ بعد تفرق اتصال پائے اس کے اتصال موہوم میں یہ حدود فرض کر سکتے ہیں نہ کہ یہ حدود ہو لیں اس کے بعد انھیں امتدادوں سے وصل کیا جائے۔

(۱۲) قطرۂ سیالہ و شعلۂ جوالہ کی مثالیں بھی اس بیان پر خوب منطبق اُن میں یونہی حدود فرض ہو کر خطوط وصل ہوتے ہوں گے۔ دیکھئے نہ کوئی شئے بسیط موجود بنا سکے نہ ہرگز اس کا سیلان بنا سکے ع

ولن یصلح العطار ما افسدہ الدھر

(جس کو دہر فاسد کردے اُسکی اصلاح عطار ہرگز نہیں کرسکتا۔ ت)

خامساً اقول جب سیلان خارجی سے امتداد ذہنی بنتا ہے وہاں دو چیزیں خارج میں ہوتی ہیں، ایک وہ سیال جیسے قطرۂ نازلہ۔ دوسرے اس کی مقدار مثلاً جَو بھر۔ اور دو ذہن میں ایک وہ امر ممتد کہ اس کے سیلان متصل سے موہوم ہوا مثلاً خط آبی۔ دوسرے اس ممتد کی مقدار مثلاً دس گز خارج کی دونوں چیزیں ذہن کی دونوں چیزوں کی مجانس اور گویا اُن کے اجزا سے ایک جز، اُن کے حصوں سے ایک حصہ ہوتی ہیں بایں معنی کہ مثلاً یہ پانی کا خط اگر خارج میں ہوتا تو وہ قطرہ اُس کا ایک حصہ ہوتا اور اُس کی جَو بھر مقدار اس کی دس گز مقدار کا حصہ کہ سیلان سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وھو المراد فی الثامن وبعدہ والثالث مایعرض نفس السائل بالعرض بحسب السیلان وھو المراد فی السادس فافھم ۱۲ منہ غفرلہ

عہ الجسم فوق عدم التخیل فشتان مابین العدم وعدم الثبوت ۱۲ منہ غفرلہ

وہی مراد ہے وجہ ہشتم اور اس کے مابعد میں۔ ثالث وہ جو نفس سائل کو عارض ہو باعتبار سیلان کے۔ وجہ ششم میں وہی مراد ہے، تو سمجھ لے (ت)

عہ جسم عدم تخیل سے فوق ہے تو ثبوت عدم اور عدم ثبوت میں بہت فرق ہے (ت)

Marfat.com

ذہن میں اُسی کی صورت کے امثال پے در پے اتصال پاکر امتداد بناتے ہیں تو ممتد ذہنی گویا اسی سیال خارجی کے امثال سے مرکّب اور اس کی مقدار انھیں مقادیر امثال کا مجموعہ کہ اسی مقدار خارجی کے اضعاف ہیں۔ اب یہاں ممتد ذہنی تو حرکت قطعیہ ہے اور اس کی مقدار زمانہ خارج میں سیال، تم نے آن کو لیا۔

(۱) اُس کی مقدار محال کہ وہ رأساً ناقابلِ انقسام، تو چار میں سے ایک تو یہ غائب ہوئی۔

(۲) وہ جو ایک خارج میں ہے مقدار کے مقابل نہیں بلکہ سیال کے، تو چاہیئے کہ آن حرکت قطعیہ کی جنس سے ہو اور حرکتِ قطعیہ کے حصّوں سے ایک حصہ، یہ بھی باطل، پھر اس کے سیلان سے ان کا ارتسام کیسا، اگر کہئے ہم وہ امر ممتد اور اس کی مقدار حرکت قطعیہ و زمانہ نہیں لیتے بلکہ زمانہ اور اُس کا امتداد۔ اب ممتد جنس سیال سے ہوگیا اور گویا اس کے حصوں سے ایک حصہ۔

اقول اب بھی بوجوہ غلط:

(۱) اب زمانہ متقدر ہوگیا حالانکہ مقدار ہے امتداد زمانے کو عارض ہوگیا حالانکہ وہ خود امتداد ہے۔

(۲) زمانہ اگر خارج میں موجود ہو آن نہ ہرگز اُس کا حصّہ ہوگی نہ حصہ کا مثل، بلکہ اس کی طرف۔

(۳) آن کی مقدار اب بھی معدوم جو امتداد زمانہ کے مقابل ہوتی اگر کہئے ہم وہ خارج کی دو چیزیں حرکت توسطیہ و آن لیتے ہیں اور ذہن کی دو حرکت قطعیہ و زمانہ آن کو سیال اس لئے کہہ دیا ہے کہ سیال یعنی حرکت توسطیہ پر منطبق ہے اب تو چاروں کا تجانس و تعادل ہوگیا۔

اقول اب بھی غلط:

(۱) جس طرح آن کے لئے مقدار نہیں آن کسی کے لئے مقدار نہیں۔

(۲) وہی کہ آن حصۂ زمانہ نہیں غرض خارج سے ذہن میں ارتسام زمانہ کسی پہلو ٹھیک نہیں آتا۔

سادساً اقول آن سیال کا حرکت توسطیہ پر انطباق بھی محال، آن کسی وجہ سے کسی جہت میں اصلاً قابلِ انقسام نہیں اور حرکت توسطیہ صرف جہت مسافت سے منقسم نہیں کہ ایک نقطہ

Marfat.com

متحرک ہو یا سوگز کا جسم مبدء سے جدائی کے بعد منتہی تک پہنچنے سے پہلے توسط دونوں کو یکساں ہے یہ نہیں کہ نقطے کا توسط جسم کے توسط سے چھوٹا ہے کہ توسط میں تشکیک نہیں لیکن جہت متحرک سے وہ غیر متناہی تقسیم کے قابل ہے کہ تمام جسم متحرک میں ساری ہے اس میں جہاں جو جزء فرض کیجئے مبدء و منتہی میں متوسط ہے ہر آن میں اس کی جو حالت تھی نہ کبھی پہلے تھی نہ بعد کو، اسی کو یوں تعبیر کرتے ہیں کہ حرکت توسطیہ عرض میں منقسم ہے طول میں نہیں، طول سے مراد جانب مسافت اور عرض سے جانب متحرک خواہ تقسیم اسکے طول یا عرض کسی بعد میں ہو۔ اور جب وہ ایسی منقسم ہے آن اس پر کیونکر منطبق ہو سکتی ہے اگر کہئے اس حالت میں وہ حرکتِ واحدہ نہیں بلکہ کثیر متحرکوں کی کثیر حرکات، جیسا جونپوری وغیرہ نے کہا، اس لئے کہ ہر جزء اور اس کی حرکت جدا ہے اور ہم نے حرکتِ واحدہ کو بسیط کہا ہے۔

اقول اس سے یہ مراد کہ جس طرح جسم میں اجزا بالقوہ ہیں یونہی یہ حرکت حرکات بالقوہ، تو بھی قابلیت انقسام ہے، اور اگر یہ مقصود کہ بحسبِ اجزا حرکاتِ کثیرہ بالفعل ہیں ان میں ہر ایک بسیط ہے نہ مجموعہ تو **اوّلاً** یا تو جواہر فردہ لازم کہ یہ حرکاتِ بسیطہ نہ ہوں گی مگر اجزائے بسیطہ کی اور جب بالفعل ہیں تو ضرور متحرکات بھی بالفعل یا غیر متناہی کا محصور ہونا کہ اجزا باوصف لاتناہی حدود و شکل میں محصور ہیں۔

ثانیاً آن سیال ظاہر ہے کہ جوہر نہیں ورنہ جوہر فرد ہوا در ضرور مقولۂ کیف سے ہے کہ نہ بالذات قابلِ قسمت نہ طالبِ نسبت، اور اس کا موضوع نہیں مگر حرکتِ عــه توسطیہ جس طرح زمانہ کا

عــه صاحبِ قبسات نے اسے جرم فلک الافلاک سے قائم بتایا اور یہ ہمارے قول کے منافی نہیں یہ حرکتِ توسطیہ سے قائم اور وہ فلک سے تو یہ فلک سے۔ قبسات کی عبارت یہ ہے؛

كما في الحركة امران مختلفان بالمفهوم متباينان بالذات كذلك بازائهما في الزمان شيئان مختلفان احدهما الآن السيال وهو مكيال الحركة التوسطية وما تنطبق هي عليه غير مفارقة اياه ما دامت موجودة والأخر

جیسے حرکت میں دو امر ہیں جو مفہوم میں مختلف اور ذات کے لحاظ سے متباین ہیں، اسی طرح ان کے مقابل زمانے میں دو مختلف چیزیں ہیں ایک آن سیال اور یہ حرکت توسطیہ کا پیمانہ ہے اور حرکت توسطیہ اس پر منطبق ہوتی ہے اور جب تک موجود رہتی ہے اس سے جدا نہیں ہوتی۔ دوسری

(باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

موضوع حرکتِ قطعیہ اور اس کا قیام ضرور انضمامی کہ موجود فی الخارج ہے اب وہ اجزائے فلک کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الزمان المتصل الممتد وهو مقدار الحركة القطعية وما توجد هي فيه وتنطبق عليه وكما ان الحركة التوسطية السيالة وراء حدود الحركة بمعنى القطع كذلك الأن السيال غير الأن الذى هو طرف الزمان والفصل المشترك بين قسميه الماضى والمستقبل غير قائم بجرم الفلك الاقصى الذى هو موضوع الحركة القطعية المستديرة التى هى محل الزمان والحركة التوسطية الدورية التى هى ملزومة الأن السيال وبالأن السيال تكال الحركات التوسطية الدورية و الاستقامية جميعا كما بالزمان يقدر جميع الحركات القطعية المستديرة وغير المستديرة و الأن السيال والحركة التوسطية الراسمان للزمان والحركة بمعنى القطع فى ازاء النقطة الفاعلة للخط كما اذا فرض مرور راس مخروط على سطح و الأنات الموهومة التى هى اطراف الازمنة و الاكوان فى حدود المسافة

چیز زمانہ متصل ممتد ہے اور وہ حرکتِ قطعیہ، اور جس میں حرکت قطعیہ پائی جائے کی مقدار ہے، نیز حرکتِ قطعیہ اس پر منطبق ہے، اور جیسے حرکتِ توسطیہ سیّالہ حرکتِ قطعیہ کی حدود کے علاوہ ہے اسی طرح آنِ سیّال اس آن کے مغایر ہے جو طرف زمان ہے اور زمانے کی دو قسموں ماضی اور مستقبل کے درمیان حدِ مشترک ہے، نیز آنِ سیّال فلک الافلاک کے جسم کے ساتھ قائم نہیں ہے جو حرکت قطعیہ مستدیرہ کا موضوع اور حرکتِ قطعیہ مستدیرہ زمانے کا محل ہے۔ حرکتِ توسطیہ دوریہ جسے آنِ سیّال لازم ہے اور آنِ سیّال ہی سے تمام توسطی دَوری اور مستقیم حرکتوں کی پیمائش کی جاتی ہے جیسے زمانے سے تمام حرکاتِ مستدیرہ اور غیر مستدیرہ کی مقدار معلوم کی جاتی ہے۔ آنِ سیّال اور حرکتِ توسطیہ زمانے کو اور حرکتِ قطعیہ کو نقش کرتی ہیں اور یہ مقابل ہے اس نقطے کے جو خط کھینچنے کا سبب ہوتا ہے جیسے کہ جب ایک مخروطی جسم کا سرا فرض کیا جائے کہ وہ ایک سطح پر گزر رہا ہے اور آنات فرض کی جائیں جو زمانوں کی اطراف ہیں اور حرکتِ قطعیہ کی وہمی حدود کے مقابل

(باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

ان سب حرکاتِ کثیرہ سے قائم ہے تو عرض واحد بالشخص کا موضوعات جداگانہ سے قیام لازم اور ان میں ایک سے تو ترجیح بلا مرجح۔ رَدّ تشدّق آن سیال کے بارے میں اگلے زبانی ادعا اور حرکت پر فاسد قیاس کے سوا کوئی دلیل یا شُبہ نہ لائے نہ اُس کا سیلان بتانے پائے مگر متشدق جونپوری سے کب رہا جائے اسے حدس کے سر ڈھالا اور سیلان کا راستہ نکالا اور ایک طویل شقشقہ گھڑ ڈالا جس کا حاصل بے حاصل یہ کہ متحرک جس وقت حرکت کر رہا ہے اس کی ذات کے مقابل نہ مسافت ہے نہ حرکتِ قطعیہ نہ زمانہ کہ ان سب میں کچھ گزر گیا کچھ آئندہ ہے بلکہ اس کے مقابل مسافت سے ایک نقطہ ہے اور حرکت قطعیہ سے توسط اور زمانہ سے ایک آن۔ یہ سب حدود و غایات ہیں، اور خود متحرک بحیثیت تحرک اپنے نفس کے لئے ایک حد ہے گویا وہ مبدء سے یہاں تک ایک امر ممتد ہے تو ہر حد مسافت پر اپنی حیثیت انتقال کے لحاظ سے خود اپنی حد ہے اب متحرک اپنی ذات سے باقی اور ان نسبتوں سے متجدد، یونہی حرکتِ توسطیہ، تو اس سے ذہن میں آپ ہی آتا ہے کہ وہ آن جو زمانے سے اس کا خط ہے وہ بھی بذاتِ خود باقی ہو اگرچہ بحیثیت آنیت باقی نہ ہو کہ آن کا وجود نہیں مگر زمانے کے دو[1] جزوں میں حدِ فاصل ہو کر پھر وہاں سے منتقل ہو کر دوسرے جزوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

التی ھی بازاء الحدود الموھومۃ للحرکۃ بمعنی القطع فی ازاء النقاط التی ھی اطراف الخطوط بالفعل والنقاط المفروضۃ فی الخط المتصل بالتوھم الاٰن الاٰن لیس الا الاٰن الوھمی فی الزمان ولایکون الا فاصلا والنقط منھا موھومۃ واصلۃ ومنھا موجودۃ فاصلۃ کما فی الحدود الحرکات القطعیۃ واطرافھا اھ ۱۲ منہ غفرلہ۔

مسافت کی حدود میں متحرک کے وجودات فرض کئے جائیں ان نقاط کے مقابل جو خطوط کے اطراف میں بالفعل ہیں یا خط متصل میں وہم کی مدد سے فرض کئے گئے ہیں، لیکن آن تو وہی ہے جس کا زمانے میں وہمی طور پر ثبوت ہے اور یہ فاصل ہی ہوگی، جبکہ بعض نقطے وہمی اور واصل ہیں اور بعض موجود ہیں، اور فاصل، جیسے کہ حرکات قطعیہ کی حدود اور ان کی اطراف میں ہے اھ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] قبسات

Marfat.com

میں فاصل کیسے ہو جاتے گی یہی آن بذاتِ خود نہ اس حیثیت سے کہ عرض زمانہ ہے آن سیال ہے کہ زمانے کی موہوم آنوں کی طرح زمانے میں نہیں بلکہ زمانے سے باہر زمانے کی حد ہے اور اپنے سیلان سے اُسے حادث کرتی ہے جیسے اُترتا قطرہ خط آبی کو۔

اقول اولاً متشدق کے نزدیک زمانہ خود موجود فی الخارج ہے نہ کہ خطِ آبی کی طرح مرسوم موہوم اگر کہئے صرف رسم میں تشبیہ مقصود ہے نہ کہ وہم میں ولہذا متشدق نے شروع بحث میں سطح مستوی پر راس مخروط کی حرکت سے خط بننے پر کہا کہ یہ خط اگرچہ محض تخیل میں بنے گا نہ حقیقۃً کہ مسافت میں نقطہ اُسی وقت پیدا ہوگا جب سرِ مخروط اس کے ایک نقطہ سے ملا آگے بڑھتے ہی یہ نقطہ باطل ہو کر دوسرا پیدا ہوگا تو جب نقطے باطل ہو جائیں گے خط کہاں پیدا ہوگا، تو ظاہر ہُوا کہ اسے رسم باقی ماننا ہے نہ محو ہوتی ہوئی۔

اقول یہ تو ایسی چیز ہے جیسے کاغذ پر سیاہی سے خط کھینچا کہ قلم کی حرکت سے بنا اور باقی رہا۔ یہ مثال کیا دور تھی جو اس کا صحیح تصور آسان کرتی، غلط تصور دلانے اور اس کی غلطی بنانے کی کیا حاجت تھی، خیر یُوں سہی مگر رسم جبکہ سیلان سے ہے بلاشبہ بتدریج ہوگا کہ سیلان حرکت ہے اور حرکت تدریجی اور تدریج کو مسبوقیت لازم اور ازل مسبوقیت سے مبرّا تو زمانہ ازلی کب ہوا، خود متشدق کو یہاں بھی کہتے بنی احدث بسیلا نہ زماناً آن سیال نے زمانہ حادث کیا اور اُسے حدوث ذاتی پر حمل ناممکن کہ حدوث ذاتی کسی کے دئے سے نہیں ہوتا لاجرم وہ ازلیت زمانہ باطل ہوئی جس پر متشدق نے انبیاء علیہم الصّلٰوۃ والسلام کی تکذیب اور فلاسفہ کی تصدیق میں کئی ورق سیاہ کئے ہیں اور آیاتِ قرآنیہ کو کہا کہ معاذ اللہ جاہلوں کے مدارک کی طرف تنزل کرکے آسمان و زمین کو حادث لکھ دیا ہے ورنہ واقع میں عالم قدیم ہے۔ یہاں شبہات اہل مکابرہ کے رد میں ناظرین مقام ۲۳ سے مدد لیں۔

ثانیاً آن سیال کا سیلان مستدیر ہے کہ فلک کی حرکت توسطیہ مستدیرہ یا حسبِ تصریح صاحبِ قبسات خود جرم فلک سے قائم ہے اور ظاہر ہے کہ سیلان جس شکل کا ہوگا اتصال اُسی صورت کا مرسوم ہوگا نہ یہ کہ گھماؤ پرکار اور بنے خطِ مستقیم، اور وہ بھی یُوں کہ ایک چھلّے برابر حلقے پر جتنی بار پرکار پھراتے جاؤ لاکھوں منزل تک سیدھا خط کھینچتا جائے فلک کے محیط کو امتداد غیر متناہی سے وہ نسبت بھی نہیں جو ایک چھلّے کے حلقے کو کروڑوں منزل کے امداد سے، لیکن زمانے کا امتداد مستدیر نہیں کہ ہر دورے پر وہی پہلا زمانہ پلٹ پلٹ کر آتا رہے۔ ع

Marfat.com

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

تو ضرور اس کا امتداد مستقیم ہے اور زنہار آن سیال سے مرسوم نہیں ہو سکتا یہ رَد اُس وقت بھی ہے کہ زمانے کو موہوم مانو کہ توہم بھی اُسی صورت کا ہوگا جس نہج پر سیلان راسم ہے قطرے کے اُترنے سے آبی دائرہ یا بینٹی گھمانے سے آتشی سیدھا خط کبھی متوہم نہ ہوگا اور وجود خارجی پر تو اختلاف ممکن ہی نہیں۔

ثالثاً فاعل کسی ذی مقدار پر افاضہ وجود ایک مقدار ہی پر کرے گا ناممکن کہ فاعل اسکی نفس ذات کو بے مقدار بنائے تو فاعل ذات ہی فاعل مقدار ہے اگرچہ خصوص مقدار کا اقتضا شئے دیگر سے ہو اُس اقتضا کے مطابق مقدار پر فاعل اُسے بنائے سفہا جو طبیعت کو فاعل شکل و قدر کہتے ہیں، حاصل یہی ہے کہ طبیعت اس کی مقتضی ہے اس خصوص کے سبب فاعل سے یہی افاضہ ہوئی ہے نہ یہ کہ فاعل نے نفس ذات بے شکل و قدر پر افاضہ وجود کیا۔ اور انھیں طبیعت بنا کر اس میں چپکا دیا۔ اب تمھارے نزدیک فاعل حرکت فلکیہ اُس کا نفس ہے تو وہی اس کی مقدار زمانے کا فاعل ہو نہ یہ کہ وُہ تو اُسے بے مقدار بنائے اور آن سیال زمانہ بنا کر اس میں لگا دے۔

رابعاً جب یہ آن زمانے سے باہر ہے زمانے کی حد کیونکر ہو سکتی ہے حد یہ کہ طرف ہو اور طرف شئے سے جُدا نہیں ہوتی۔

خامساً متشدق نے حاصل سیلان یہ رکھا کہ ذات آن باقی اور وصفِ آنیت متجدد و مقتضی۔ ظاہر ہے کہ یہ تجدد و تقضی ظرف زمان سے باہر ناممکن کہ جو زمانے سے متعالی ہے ان سے بری ہے نہ دوسرے زمانے میں ہو سکتی ہے کہ زمانے دو نہیں شئ واحد کو دو مستقل مقداریں لاحق نہیں ہو سکتیں اب اس زمانے میں دو ہی طرح ممکن، ایک یہ کہ آن سیال شیئاً فشیئاً سیلان کرے اور ہر حصے پر تازہ وصفِ آنیت اُسے عارض ہو اتنا بنایا، اس کی حد ہوئی آگے بنایا وہ حدیث زائل ہو کر نئی آئی، جس طرح متشدق نے ذات محرک میں کہا ہے یُوں یہ سیلان واقعی ہوگا، دوسرے یہ کہ زمانہ ازلی ابدی متصل وحدانی حدود سے بری دائماً موجود خارجی ہے جیسا متشدق کا زعم کفری ہے اس میں جہاں چاہو تجزیہ فرض کر لو وہیں وہ آن سیال دونوں جزوں میں حدِ فاصل ہوگی، یہ فصل محض اعتباری تابع اعتبار ہوگا اور لاحظ کو اختیار ہوگا کہ اوپر سے نیچے اترتا ہوا اجزا فرض کرتا آئے خواہ نیچے سے اوپر چڑھتا دونوں صورتوں میں وصفِ آنیت کو سیلان ہوگا مگر محض اعتباری اُلٹے سیدھے میں متردد، نیز لاحظ کو اختیار ہوگا کہ معاً ہزار جگہ تجزیہ فرض کرلے اب سیلان

Marfat.com

ہوگا نہ آن خارجی کو وصف آنیت کا عروض کہ سب جگہ ایک ہی آن حدِ فاصل نہیں ہوسکتی کما اعترف بہ (جیسا کہ اس کا اعتراف کیا گیا۔ ت) اگر یہ صورت لیتے ہو تو یا سیلان ہی نہیں یا نرا اعتباری کہ موجود خارجی کا راسم نہیں ہوسکتا، اور پہلی صورت لو تو زمانہ حادث اور اس کا بعض معدوم بعض موجود، اور متشدق کا مذہب مذکور مردود۔

سادسًا یہ تو سیلان پر کلام تھا اب اس کا نفس وجود جس مہمل حدس سے لیا اس کا حال سُنئے، آغازِ کلام اس سے کیا کہ ذات متحرک کے مقابل جس طرح مسافت سے ایک نقطہ ہے یونہی زمانے سے ایک نامنقسم چاہیے اور انجام میں وہ نامنقسم نکالا کہ زمانے سے اصلاً نہیں بلکہ اُس سے باہر ہے زمانے سے ایک نامنقسم تو وہی آن موہوم ہوتی جس طرح مسافت سے نامنقسم وہ نقطۂ موہومہ یہ حدس ہوا یا حدث۔

سابعًا غلط کہا کہ متحرک کے لئے حرکت قطعیہ سے وہ نامنقسم حرکت وسطیہ ہے حرکتِ وسطیہ ہرگز حرکتِ قطعیہ سے نہیں بلکہ مستقل مباین اس کی اصل ہے حرکت قطعیہ سے وہ نامنقسم ایک ایک حدِ مسافت کی موافات ہے۔

ثامنًا صریح جھوٹ کہا کہ یہ سب حدود و نہایات ہیں، حرکتِ وسطیہ ہرگز حد و نہایت نہیں بلکہ حدود و نہایات سے نسبت رکھنے والی۔

تاسعًا خود مذہب متشدق پر سلسلہ صاف یہ تھا کہ متحرک کے لئے بحال تحرک تینوں چیزوں سے ایک ایک نامنقسم متجدد منقضی موہوم ہے مسافت سے وہ نقطے حرکت سے ان حدود کی موافاتین زمانے سے ان تک وصولی کی موہوم آنین اس میں اس حدس کی راہ کہاں تھی لہذا زبردستی حرکت توسطیہ کو حدود میں بھرتی کیا اور خود متحرک کے سر ایک تجدد رکھا، کیا حدس یونہی اخلاط و تکلفات باردہ سے ہوتا ہے۔

عاشرًا بفرض غلط یہ بھی سہی اب اس سلسلے میں مسافت و حرکتِ قطعیہ بھی ہیں اور متحرک و حرکت توسطیہ بھی، ان دو سے اگر آن سیال کا قیاس نکلتا ہے، اُن دو سے آن موہوم کا۔ پھر کیا وجہ کہ حدس اُدھر کا ہوا چاہیے یہ تھا کہ تعارض نظائر کے سبب کسی طرف کا نہ ہوتا اور یوں بھی ہوسکتا ہے تو اِدھر کا لینا اور اُدھر کا نہ لینا صرف جزاف ہے تلك عشرة كاملة، یہ ہے اُن کا تشدق و تحذق۔

Marfat.com

مقام بست و ششم

زمانے کا وجود خارجی اصلاً ثابت نہیں۔ یونہی حرکت قطعیہ کا کتب کلام میں انکار وجود زمانہ پر دلائل ہیں جن پر خدشات ہوئے اور کلام طویل ہے ہمیں ان میں سے یہ دو مختصر جملے پسند ہیں؛

اوّل یہ کہ زمانہ مقدار حرکت قطعیہ ہے اور ہم ثابت کر چکے کہ حرکت قطعیہ موجود فی الخارج نہیں تو اُس کی مقدار کیسے موجود فی الخارج ہوسکتی ہے۔ شرح مقاصد میں اس سے جواب دیا کہ حرکت قطعیہ امر غیر قار ہے اس کے دو جز ایک ساتھ نہیں ہوسکتے بلکہ ایک جز ختم ہوتا اور دوسرا آتا ہے اُس کے وجود خارجی کے یہی معنی ہیں تو یہی حال اُس کی مقدار زمانے کا ہے، ہاں امر ممتد موجود فی الخارج نہیں بلکہ موہوم ہے۔

اقول یہ اعتراف بالحق ہے زمانہ و حرکت قطعیہ انھیں ممتد متصل ہی کا نام ہے نہ اُس غیر منقسم کا اور یہ کہنا کہ اس کے وجود خارجی کے یہی معنی ہیں۔

اقول بلکہ اُس کے عدم فی الخارج کے یہی معنیٰ ہیں کہ وجود امتداد مع فنائے اجزا محال ہے بلکہ سارے امتداد سے ایک جز فنا ہو تو مجموع فنا ہو کہ عدم جز عدم کل ہے نہ کہ جب ہر جز فنا ہو۔ اس کے بعد شرح مقاصد میں بحث طویل ہے جس کا حاصل وہی کہ حرکت توسطیہ و آن سیال موجود ہیں اور قطعیہ و زمانہ موہوم۔

اقول رد کو تائید اور اقرار کو انکار کیونکر قرار دیا جائے۔

دوم یہ کہ زمانہ موجود اگر قابلِ انقسام ہو تو قار ہو گیا اور نا قابل تو جز لازم آیا کہ زمانہ حرکت اور حرکت مسافت پر منطبق ہے۔ شرح مقاصد میں اس پر رد فرمایا کہ ہم شق اول اختیار کرتے ہیں اور اجتماع اجزا نہ ہوا کہ اجتماع معیت اور اجزائے زمانہ بعض بعض پر سابق۔ دو جز ساتھ نہیں ہوسکتے کہ قار ہو۔

اقول اوّلاً قار کے لئے وجود میں اجتماع درکار یعنی دونوں جز پر معاً حکم وجود صادق ہو یا محلِ واحد میں اجتماع، علی الثانی مسافت وغیرہا تمام اجسام غیر قار ہوئے کہ اُن کے کوئی دو جز ایک محل میں نہیں ہوسکتے ورنہ تداخل لازم آئے۔ وعلی الاول ضرور زمانہ قار ہوا کہ جب موجود منقسم ہے تو سب اجزاء پر معاً حکم وجود صادق ہے۔

ثانیاً زمانہ اگر موجود ہو تو اس کے اجزاء موہوم اختراعی نہیں بلکہ قطعاً مناشی موجود ہیں ان کا وجود اگر بروجہ تصرم ہوا کہ ایک فنا ہو کر دوسرا آیا تو موجود نہیں مگر غیر منقسم، اور اگر بلا تصرم ہوا یعنی پہلا باقی تھا کہ دوسرا آیا تو یہی اجتماع فی الوجود و قرار ہے۔ پھر فرمایا ہم شق دوم اختیار کرتے ہیں

Marfat.com

اور جُز لازم نہیں کہ ممکن کہ نا منقسم وہمی منقسم ہو۔

اقول ہم تشقیق انقسام وہمی ہی میں لیتے ہیں اگر موجود غیر منقسم فی الوہم ہے تو جُسزء لازم ورنہ اجزاء مقداریہ مجتمع فی الوجود ہوگئے اور اسی قدر قار ہونے کو درکار نہ کہ بالفعل اجزاء ہونا جیسے ہر جسم متصل وحدانی خصوصاً فلک جس کا تجزیہ اُن کے نزدیک محال، تو اس کا انقسام نہ ہوگا مگر وہم میں۔

طرفہ یہ کہ ارسطو و ابن سینا اور ان کے چیلے ہمیشہ اسے تسلیم کرتے آئے کہ زمانہ و حرکتِ قطعیہ موجود فی الاعیان نہیں آن سیال و حرکتِ توسطیہ سے متوہم ہیں ولہذا شرح مقاصد میں ان کے وجود خارجی کو اسی طرف راجع فرمایا کہ ان کے راسم خارج میں ہیں جن سے یہ موہوم ہوتے ہیں کما تقدم۔

مگر متشدق جونپوری اس پر بہت کُچھ رویا اور کہا یہ فلاسفہ وارسطو و ابن سینا پر افتراء ہے وہ یقیناً ساری حرکت قطعیہ اور تمام زمانہ ممتد ازل تا ابد کو متصل وحدانی بالفعل موجود خارجی مانتے ہیں انکار اس کا کیا ہے کہ وُہ کسی آن میں موجود نہیں کہ غیر قار ہیں اور غیر قار کا وجود کسی آن میں نہیں ہوسکتا اور اس پر کلام ابن سینا میں اشارہ بتایا کہ اس نے حرکت قطعیہ کو کہا لایجوز ان یحصل بالفعل قائماً فی الاعیان (نہیں جائز کہ حاصل ہو بالفعل اس حال میں کہ قائم ہو اعیان میں۔ ت) دیکھو اُس کے وجود فی الاعیان کا منکر نہیں بلکہ وجود قائم یعنی قار کا، سب سے پہلے یہ اختراع خضری نے کیا پھر باقر پھر اس کے شاگرد صدر شیرازی پھر اس متشدق نے تقلید کی۔

اقول اولاً ارسطو سے زمانہ خضری تک کی تصریحات اور قطرۂ سیالہ و شعلہ جوالہ سے توہم خط و دائرہ کے تمثیلات جن سے عامہ کُتبِ فلسفہ مملو اور ان سے عامہ کتب کلام میں منقول سب کو یہ قرار دینا کہ وُہ اپنا مذہب نہ سمجھے کیونکر قابل قبول۔

ثانیاً ابن سینا کا یہاں لفظ قائم دیکھ لیا کہ محتمل وجوہ ہے، اور وہیں حرکتِ توسطیہ میں اس کی تصریح ہے والاخر یجوز ان یحصل فی الاعیان (اور دوسرا جائز ہے کہ اعیان میں حاصل ہو۔ ت) یہاں لفظ قائم کہاں مطلق حصول فی الاعیان کو توسطیہ سے خاص کررہا ہے اور سب سے صاف تر اس کے برابر حرکت قطعیہ میں اس کا قول ذٰلك لایحصل البتة للمتحرك وھو بین المبدء والمنتھی بل انما یظن انه قد حصل نحوا من الحصول اذاکان المتحرك عند المنتھی ویکون ھذا المتصل المعقول قد بطل من حیث الوجود فکیف له حصول حقیقی فی الوجود دیکھو اس کا ایک ایک لفظ حرکتِ قطعیہ کے مطلقاً وجود عینی کا منکر ہے اُسے معقول کہا اور کہا جب تک متحرک حرکت کررہا ہے اس کا حاصل نہ ہونا ظاہر،

Marfat.com

ہاں یہ گمان ہوتا ہے کہ جب متحرک منتہی کے پاس پہنچے اُس وقت یہ حرکت متصلہ حاصل ہوگئی اب اس میں سے کچھ باقی نہ رہا، حالانکہ ایسا نہیں، بلکہ اس وقت حرکت بالکل باطل ہوگئی، اب اس میں سے کچھ باقی نہ رہا، پھر صاف کہا کہ اُسے وجود حقیقی کیسے مل سکتا ہے، حقیقی کی قید اس لئے کہ وجود انتزاعی ضرور ہے۔

ثالثاً ابن سینا اگر تناقض کرے ہمیں بحث نہیں متشدق خود اپنے تناقض کی خبر لے فصل زمان میں خود کہا:

تکون الحرکۃ حینئذ قد زالت لا انہا تحصلت[1] — اس وقت حرکت زائل ہوجاتی ہے نہ کہ حاصل ہوتی ہے۔ (ت)

رابعاً اور بڑھ کر پورا تناقض لیجئے، اسی فصل میں ایک شقشقہ طویلہ کے بعد کہا:

فلاح ان الحرکۃ القطعیۃ حقیقۃ اعتباریۃ[2] — تو ظاہر ہوگیا کہ حرکت قطعیہ حقیقت اعتباریہ ہے۔ (ت)

کیا حقائق اعتباریہ حقائق متاصلہ فی الاعیان ہوتی ہیں یہ صریح شدید تناقض ہے مگر حافظہ نباشد۔

خامساً تمام فلاسفہ اور خود اس متشدق کو مسلّم کہ زمانہ و حرکت قطعیہ متجدد و متصرم ہیں تقضی و تصرم اُن کی ذات میں ہے پھر خارج میں متصل وحدانی کیسے ہوسکتے ہیں، اتصال و تصرم کا اجتماع محال، یہ تیسرا تناقض ہے۔

سادساً خود اسی متشدق نے اواخر فصل تناہی ابعاد پھر فصل آن میں حادث بحدوث تدریجی کی دو قسمیں کیں: ایک وہ کہ بروجہ تجدّد و تصرم پیدا ہو جیسے زمانہ و حرکت قطعیہ و اصوات، ان کے لئے کبھی کسی آن میں وجود نہ ہوگا۔ دوسرا وہ کہ تدریجاً پیدا ہو مگر نہ بروجہ تجدّد و تصرّم بلکہ جزء سابق لاحق کے ساتھ جمع ہو، یہ پورا حادث ہونے کے بعد باقی رہ سکتا ہے اھ، صاف ظاہر ہوا کہ قسم اول کی اشیاء کو جن میں زمانہ و حرکت قطعیہ ہیں بقا نہیں، ولہذا کسی آن میں ان پر حکم وجود نہیں ہوسکتا بخلاف قسم دوم کہ بعد تمامی حدوث اُس پر ہر آن میں حکم وجود ہوگا کہ اب پورا موجود ہے، یہ چوتھا تناقض ہے۔

---

[1] الشمس البازغۃ فصل اذا ابتدأت معاً حرکات مختلفۃ فی السرعۃ الخ برقی پریس دہلی ص ۱۱۴

[2]

Marfat.com

سابعاً جزء سابق لاحق سے مجتمع نہ ہونے کے ہرگز یہ معنیٰ نہیں کہ دونوں ایک محل میں ہوں، ایسا تو قطعاً قسم دوم میں بھی نہیں، دو خط کہ ایک دوسرے پر منطبق ہوں ایک پورا ثابت رہے اور دوسرے کا ایک کنارہ اس کے کنارے سے ملا رکھو۔ دوسرے کنارے کو حرکت دو، یہاں تک کہ مثلاً ۶۰ درجے کا زاویہ پیدا ہو اسے قسم دوم کی مثال بتایا ہے کہ حدوث تدریجاً ہو۔ اور بعد تمامی حدوث اجزا مجتمع ہیں کیا وہ انفراج جو پہلے درجے میں ہے ساٹھویں میں ہے سب درجے اپنی اپنی جگہ جدا نہیں کوئی مجنون ہی ایسا کہے گا بلکہ قطعاً یہی معنی کہ بعد تمامی سب مقارن فی الوجود ہیں بخلاف قسم اول متصرم کہ اس میں جو جزء آیا فنا ہوگیا اس کے بعد دوسرا آیا تو جب سابق تھا لاحق نہ تھا اب کہ لاحق آیا سابق معدوم ہوگیا تو مجتمع فی الوجود نہیں ہو سکتے یہ ہے زمانہ حرکت قطعیہ، یہ پانچواں تناقض ہے۔

ثامناً سب کو اور خود متشدق کو مسلّم کہ زمانہ و حرکت قطعیہ غیر قار ہیں جب خارج میں متصل وحدانی ہیں قطعاً قار ہوئے۔ یہ چھٹا تناقض ہے ـــ متشدق نے باب الحرکت میں کہا حرکت قطعیہ موجود فی الاعیان ہے نہ بروجہ قرار ذات کہ اجزا مجتمع ہوں کسی آن میں موجود ہو بلکہ بروجہ فنا و انقطاع تو حرکت قطعیہ و زمانہ دونوں اپنی ذات میں متصل وحدانی ہیں مگر جو آن فرض کرو ان کے وجود کی ظرف نہیں بلکہ وہ زمانہ ماضی و مستقبل میں حدِ فاصل ہے، ماضی یہ نہیں کہ فنا ہوگیا بلکہ اس آن کے اعتبار سے ماضی ہے کہ اس سے پہلے تھا، اور مستقبل یہ نہیں کہ ابھی وجود میں نہ آیا بلکہ اس آن کے اعتبار سے مستقبل ہے کہ اس کے بعد ہے، یہی حال حرکت قطعیہ کا ہے، خلاصہ یہ کہ وہ کسی آن میں نہیں آن اُن کا ظرف نہیں، اُن کے غیر قار فی الخارج نے سے یہی مراد ہے ہاں اذہان میں قار ہیں۔

اقول اولاً تقضی و تصرم یعنی فنا و انقطاع مان کر فنا و انقطاع سے انکار وہی تناقض ہے مگر اُسے یہ ڈھالنا کہ ماضی اس آن کے اندر نہیں اس کے اعتبار سے منقضی و منصرم ہے، یونہی مستقبل اس آن کے اندر نہیں اس کے لحاظ سے متجدد ہے، غیر قار ہونے کا یہ حاصل ہے دنیا بھر میں کسی امتداد کو قار نہ رکھے گا مسافت قطعاً قار ہے مگر تحرک جس آن میں ہو اس کی ایک حد معیّن میں ہوگا کہ جتنا حصہ مسافت کا طے ہولیا اس حد میں ہرگز نہیں اس سے پہلے منقضی ہوچکا اور جو حصہ بعد کو طے ہوگا وہ بھی اس حد میں ہرگز نہیں اس کے بعد آئے گا تو مسافت بھی غیر قار اور منصرم و متجدد ہوئی، اور بلا لحاظ حرکت بھی مسافت میں جو نقطہ دو حصوں میں حدفاصل فرض کرو ہرگز

Marfat.com

کوئی حصہ اس حد میں موجود نہیں اپنی اپنی جگہ موجود ہیں یونہی زمانے میں جو آن حد مشترک لو تو دونوں حصے اس میں نہیں اپنے اپنے موقع پر موجود بتاتے ہیں خود متشدق نے اسی جگہ کہا کہ اسے یوں سمجھو جیسے مکان کے اعتبار سے جسم کا حال کہ وہ خود متصل واحد مکان واحد میں موجود ہے اور جب وہم میں اس کے دو حصے لے لو تو یہ مکان میں جمع نہ ہوں گے ہر حصہ دوسرے کے مکان میں بھی معدوم ہوگا اور بیچ میں جو حد مشترک لی ہے اس میں بھی معدوم ہوگا مگر ہر ایک اپنی اپنی جگہ موجود ہے اگر کہئے قرار کے لئے ہر شئی میں اُس کے حدود معتبر نہیں کہ کسی شئے کے حصے اس کے کسی حد میں نہیں ہو سکتے تو سب غیر قار ہو جائیں بلکہ معتبر صرف حدِ زمانہ ہے کہ آن ہے تمام قارات ایک آن میں موجود ہیں اور زمانہ کسی آن میں موجود نہیں لہذا غیر قار ہوا۔

اقول غیر قار وہ کہ بوجہ تجدد و تصرم کسی آن میں نہ ہو زمانے کا آن میں نہ ہونا اس وجہ سے نہیں اُسے تو بتمامہ موجود بالفعل بلکہ علی الدوام مانتے ہو بلکہ اس کی وجہ وہی ہے کہ آن اس کی حد ہے اور کسی شئی کے حصے اس کی کسی حد میں نہیں ہو سکتے اگر اس قدر عدم قرار کو کافی ہے تو ہر قار غیر قار ہے ورنہ زمانہ کیوں غیر قار ہے۔

ثانیاً حرکت قطعیہ جبکہ اول تا آخر اپنے زمانے میں موجود ہے بلاشبہہ بعد حدوث ہر آن میں موجود ہے، آن اس کی حد نہیں کہ اس میں نہ ہو سکے تو یہ غیر قار کیوں ہوئی۔ مجرد تدریج فی الحدوث اگر غیر قار کر دے تو زاویہ بھی غیر قار ہو۔

ثالثاً بایں معنی زمانہ ذہن میں بھی قار نہیں کہ امتداد متصور فی الذہن میں جو آن اس کے دو مفروض حصوں میں حدِ فاصل لو ہرگز کوئی حصہ اس حد میں نہیں ایک اس سے سابق ہے دوسرا لاحق۔ اگر کہئے جب سارا اتصال ذہن میں معاً متصور تو تابقائے تصور ہر آن میں پورا اتصال موجود فی الذہن ہے۔

اقول جب سارا اتصال خارج میں معاً متحقق تو تابقائے تحقق ہر آن میں پورا اتصال موجود فی الخارج ہے، بالجملہ آن کو اگر ظرف وجود ہر حصہ لو تو وہ جیسا خارج میں نہیں ذہن میں بھی نہیں، اور اگر ظرف حکم بالوجود علی الکل لو تو وہ جیسا ذہن میں ہے قطعاً خارج میں بھی مان رہے ہو، جس آن میں تم نے زمانہ پر بتمامہ متصل وحدانی ہونے کا حکم کیا اُس آن میں کل زمانے پر حکم وجود فی الخارج کیا یا نہیں۔ مغالطہ یہ دیتے ہو کہ خارج میں نفی قرار کے وقت آن کو ظرف وجود لیتے ہو اور ذہن میں اثبات قرار کے وقت آن کو ظرف حکم بالوجود، حالانکہ اوّل پر

Marfat.com

ذہن میں بھی قار نہیں، اور دوم پر خارج میں بھی قار ہے۔ بالجملہ زمانے کے موجود خارجی ماننے میں متشدق کی تمام سعی مردود و بیکار ہے۔ متشدق نے اواخر فصل زمان میں کہا عدم قرار بمعنی امتناع اجتماع اجزا ہے۔

۲ اقول یہ بھی ہماری اسی تقریر سے رَد ہو گیا اجتماع فی الوجود الخارجی ممتنع ہے تو یہ ہمارا عین مقصود اور تمہارا زعم مردود، اگر اجتماع فی الحد الحاصل ممتنع ہے تو یہ ہر قار میں حاصل، متشدق نے یہیں اس سے پہلے کہا کہ عدم قرار کا صرف یہ حاصل کہ اگر اس میں اجزا فرض کئے جائیں تو ان میں ایک کا وجود پہلے ہو دوسرے کا بعد۔

اقول وجود خارجی بوجود منشا مراد یا وجود فی الانتزاع، اوّل میں تقدم تاخّر کہاں کہ کل بوجود واحد متصل موجود بالفعل مانتے ہو اور ثانی سے اگر عدم قرار ہوا تو وجود ذہنی میں نہ خارجی میں۔ عکس اُس کا جو تم مانتے ہو، دیکھئے معنی عدم قرار میں کیا کیا بے قراریاں متشدق کو لاحق ہیں اور بنتی ایک نہیں۔

ابطال دلائل وجود حرکت بمعنی القطع

متشدق نے باب حرکت میں ادعا کیا کہ خارج میں حرکت قطعیہ کا وجود بدیہی ہے۔

اقول حاشا بلکہ خارج میں اس کا عدم بدیہی ہے، مبدء سے منتہی تک کوئی شے ممتد متصل وحدانی ہرگز خارج میں نہیں بلکہ ایک شئ مقتضی متجدد ہے جس کا ہر حصہ پہلے کی فنا پر آتا اور خود فنا ہو کر دوسرے کے لئے جگہ چھوڑتا ہے۔ اس سے ذہن میں ایک اتصال موہوم ہوتا ہے اپنے شیخ کی اور خود اپنی نہ سُنی کہ جب تک حرکت ہو رہی ہے وہ اتصال موجود نہیں اور جب ہو چکی سب فنا ہو گیا۔ متشدق کے حاشیہ میں حمداللہ نے وجود خارجی حرکت قطعیہ پر یہ دلیل نقل کی کہ حرکت توسطیہ بسیط غیر منقسم ہے جو اجزائے مسافت پر منطبق نہیں ورنہ منقسم و غیر منقسم کا انطباق لازم آئے وہ صرف اُن حدود پر منطبق ہے جو مسافت میں فرض کی جائیں اور ہر دو حد کے بیچ میں جو مقدار مسافت رہی اس پر منطبق نہیں تو اگر خارج میں صرف حرکت توسطیہ میں موجود ہو تو چاہیئے کہ متحرک کا اجزائے مسافت پر اصلاً گزر نہ ہو بلکہ ہر حد مفروض سے دوسری تک طفرہ کرے اور بیچ میں تمام مقادیر کو چھوڑتا جائے۔

اقول اولاً تو حرکت توسطیہ ضرور طفرے کرتی ہے، طفرہ جیسے حرکت قطعیہ میں محال ہے

Marfat.com

یونہی توسطیہ میں۔

ثانیًا جہل شدید یہ کہ یہاں کچھ حدود معیّنہ مفروضہ لیں کہ انھیں پر مرور ہو اور بیچ کی سب مقداریں متروک، حالانکہ حدود کی کچھ تعیین نہیں، ہر دو حد کے وسط میں جو مقدار ہے اُس میں بھی حدود فرض ہونگی اور اُن پر بھی قطعًا مرور ہوا اور ان چھوٹی حدوں کے بیچ میں جو چھوٹی مقداریں ہیں اُن میں بھی حدود فرض ہوسکتی ہیں اُن پر بھی قطعًا گزر ہوا یونہی غیر متناہی تقسیم میں، تو ہر جزءِ مسافت حد فرض ہوسکتا ہے اور ہر حد پر مرور خود مانتے ہو تو ہر جزءِ مسافت پر یقینًا مرور ہوا۔ فلسفہ کے مستدلین ایسے ہی ہوتے ہیں۔

ابطال دلائل وجود زمانہ

وُہ چند شبہات ہیں:

شُبہ ۱: ہم یقینًا جانتے ہیں کہ طرفین مسافت کے درمیان ایک امکان یعنی اتساع ہے جس میں حرکت ایک حدِ معیّن سرعت پر واقع ہوسکتی ہے یعنی اس سے بطی ہو تو اس مسافت کو اُس مقدار اتساع سے زائد میں قطع کرے گی اور اسرع ہو تو کم میں یا بطی ہو تو اس مقدار اتساع میں اس مسافت سے کم طے کرے گی اور سریع تو زیادہ اسی اتساع کا نام زمانہ ہے اور یہ ہرگز کسی توہم پر موقوف نہیں، اگر ہم دواہم معدوم ہوں جب یہی طرفین مسافت میں یہ اتساع ضرور ہے تو یہ حکم ایجابی بنظر واقع صادق ہے تو ضرور یہ اتساع یعنی زمانہ موجود خارجی ہے اسے بہت طویل بیان کرتے ہیں جس کی ہم نے تلخیص کی۔ یہی دلیل ابن سینا سے آج تک ان متفلسفوں کی بہت بڑی دستاویز ہے اور وہ بوجوہ محض مردود۔

اوّلًا صدق ایجاب کو اگر درکار ہے تو موضوع کا وجود واقعی اور وُہ وجود خارجی سے عام ہے۔

اقول فوقیت سما ثابت ہے، یہ حکم ایجابی قطعًا صادق و واقعی ہے اور اس سے فوقیت کا وجود خارجی لازم نہیں۔

ثانیًا یہ جو سرعت و بطوء اور مسافت کم یا زیادہ طے کرنا لے رہے ہو یہ سب حرکت قطعیہ میں ہے۔ حرکت توسطیہ کہ محض توسط بین المبدء والمنتہی ہے نہ سریع ہو نہ بطی نہ مسافت کی کمی بیشی سے متغیر اور حرکت قطعیہ باتفاق فریقین امر موہوم تو اُس کی مقدار یعنی یہی اتساع جو

Marfat.com

اُس کی کمی بیشی کا اندازہ کر رہا ہے ضرور موہوم ہے (مواقف موضحاً)۔

شبہہ ۲: بداہۃً معلوم کہ زمانہ قابل زیادت ونقصان ہے حرکت کہ ایک مسافت میں ایک زمانے میں ہوئی ضرور اُس کا نصف اس سے کم میں ہوا۔ اور امر عدمی قابل زیادت ونقصان نہیں۔ لاجرم زمانہ امر وجودی ہے۔ یہ اول سے بھی زیادہ فاسد وکاسد ہے۔ شک نہیں کہ طوفانِ نوح علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے بعثتِ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک جو زمانہ ہے وہ اس سے اکثر ہے جو بعثتِ سیّدنا موسٰی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے بعثتِ اقدس تک (مواقف) یُونہی آج سے ختم ماہ حاضر تک جو زمانہ ہے وہ اُس سے کم ہے جو آج سے دو ماہ آئندہ تک حالانکہ ماضی مستقبل سب معدوم ہیں۔

اقول یہ سندیں مناسب نہیں کہ متشدق اور اس کے متبوع تمام ماضی ومستقبل کو موجود مانتے ہیں بلکہ یُوں کہیے کہ شک نہیں کہ معدل النہار باقی سب مدارات یومیہ سے بڑا ہے اور ہر مدار کہ اس سے قریب ہے مدار بعید سے بڑا ہے اور ہر فلک بالا کا منطقہ فلک زیریں کے منطقے سے اور قطر قطر اور محور محور سے بڑا ہے حالانکہ ان میں سے کوئی شے موجود خارجی نہیں بلکہ قطرہ سیالہ وشعلہ جوالہ کے خطِ آبی ودائرہ آتشی لیجیے وہ بھی قطعاً چھوٹے بڑے بھی ہوسکتے ہیں اور نصف وثلث بھی۔ **حل** یہ کہ تمھاری دلیل شکلِ ثانی ہے یعنی زمانہ قابل تفاوت ہے اور کوئی معدوم قابلِ تفاوت نہیں یا شکل اوّل ہے اگر عکسِ کبرٰی کو کبرٰی کرو اور کبرٰی کو اس کی دلیل کہ سالبہ کلیہ کنفسہا منعکس ہے بہر حال صغرٰی میں قابلیت خارج میں مراد تو ہرگز مسلم نہیں بلکہ اول نزاع ہے اور مطلق مراد اگرچہ ذہن میں ہو تو کبرٰی میں اگر قابلیت خارجی مقصود تو حدِّ اوسط متکرر نہیں اور یہاں یہی مطلق مقصود، تو معدوم سے اگر معدوم فی الخارج مراد تو صراحۃً باطل اور سندیں وہی قطر ومحور ومنطقہ اور معدوم مطلق تو اتنا ثابت ہُوا کہ زمانہ معدوم مطلق نہیں، نہ یہ کہ موجود خارجی ہے۔

شبہہ ۳: باپ کا بیٹے پر وجود میں تقدّم قطعاً واقعی ہے اور بداہۃً زمانی ہے اور زمانہ موہوم ہو تو اس کے اعتبار کا تقدم بھی موہوم ہو حالانکہ واقعی ہے۔ اسے بھی بہت طویل بیان کرتے ہیں جسے ہم نے ملخص کیا یہ بھی مردود ہے تقدم امر عقلی ہے، نہ خارجی، ولہذا اعدام کو عارض ہوتا ہے عدم، حادث اس کے وجود سے پہلے ہے اور جب وہ عقلی ہے تو ما بہ التقدم خارجی ہونا کیا ضرور۔ (مواقف)

اقول شک نہیں کہ تقدّم وتاخّر نسبتیں ہیں اور نسب اعیان سے نہیں، اسی قدر بس ہے

Marfat.com

اور اُس سند کی کہ عدم حادث مقدم ہے حاجت نہیں جس پر ایراد ہو کہ اس کا تقدم بالتبع ہے اور کلام اس میں ہے جسے بالذات عارض ہو اور اس کے سبب سے وجود پدر یا عدم حادث کو۔

اقول، حل بر قیاس سابق ہے دلیل یہ قیاس مرکب ہے کہ زمانہ ما بہ التقدم الواقعی ہے اور ما بہ التقدم الواقعی موہوم نہیں اور جو موہوم نہیں موجود ہے، مقدمہ ثانیہ میں اگر موہوم سے مراد معدوم فی الخارج ہے تو مسلّم نہیں بلکہ اول نزاع ہے واقعی کے لئے خاص خارجی کیا ضرور، اور اگر مخترع محض مراد، اور مقدمہ ثالثہ میں معدوم فی الخارج، تو حدِّ اوسط متکرر نہیں۔ اور اگر یہاں بھی مخترع مراد تو اب موجود سے اگر موجود فی الخارج مقصود تو مقدمہ مردود، عدمِ اختراع سے خارجیت کب لازم، اور اگر مطلق موجود مراد تو صحیح ہے، اور اب اتنا ثبوت ہُوا کہ زمانے کے لئے ایک نحو وجود ہے نہ کہ خاص خارجی۔

شبہ ۴: نافین زمانہ زبان سے انکار کرتے اور دل میں خوب مانے ہوئے ہیں، اُسے دنوں، مہینوں، برسوں کی طرف تقسیم کرتے ہیں، وقائع معاملات کی تاریخیں اس سے منضبط کرتے ہیں، اپنی عمریں دراز اعدا کی کوتاہ چاہتے ہیں (متشدق)۔

اقول اوّلاً گرفتاران زمانہ زبان سے موجود خارجی کہتے اور دل میں خود اس سے منکر ہیں کہ اُسے غیر قار منقضی متصرم مان رہے ہیں۔

ثانیاً نفی واقعیت نہیں کی جاتی اور جو کچھ مذکور ہُوا مستلزم خارجیت نہیں فلاسفہ منطقۃ البروج کو بروج درجات ودقائق وثوانی کی طرف تقسیم کرتے ہیں۔ اُن سے تقویمات و انظار و اتصالات منضبط کرتے ہیں۔ اپنے لئے اضافات مثل ابوت اعدا کے لئے سلوب مثل عمی کی تمنا کرتے ہیں حالانکہ ان میں سے کوئی کچھ موجود خارجی نہیں۔

ثالثاً اس کی تقسیم اور ایک حصہ دراز ایک کوتاہ ہونا تمھارے نزدیک بھی نہیں مگر ذہنی پھر اُس سے وجود خارجی کیونکر لازم بلکہ واقعیت بھی لازم مجرد قسمت نہیں خطِ آبی و دائرۂ ناری بھی صالح تقسیم ہیں۔

شبہ ۵: وجودِ ذہنی تین قسم ہے:

ایک اختراعی محض جیسے انیاب اغوال۔

دوم وہ کہ شَے کو اس کے وجود ذہنی کے لحاظ سے کوئی حالت واقعی عارض ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ اُسی شَے کے تصوّر پر موقوف ہوگی کہ اس کے وجود ذہنی کے لحاظ سے ہے مگر اُس کے

Marfat.com

بعد کسی تعقل ذہن کی محتاج نہ ہوگی کہ اختراعی نہیں واقعی ہے مثلاً جب کسی نے اپنے ذہن میں "زید قائم" حکم کیا خود اُس سے لازم آیا کہ اس کے ذہن میں ایک موضوع دوسرا محمول ہے اگرچہ وہ وضع وحمل کا تصور نہ کرے لیکن جب تک ذہن میں یہ حکم نہ تھا وضع وحمل بھی نہ تھے۔

سوم کسی شے کی حالت خارجی سے منتزع جیسے فوقیت وعمی یہ قسم اضافیات وسلوب میں منحصر ہے، اور ظاہر ہے کہ نہ زمانہ اختراع محض ہے نہ کسی موجود ذہنی کو عارض کہ اسے تصور نہ کریں تو زمانہ ہی نہ ہو نہ وہ اضافت یا سلب ہے، لاجرم موجود خارجی ہے (متشدق فصل الظنون فی الزمان) یہ محض زخرفہ ہے۔

اوّلاً منتزع عن الخارج کا سلب اضافت میں حصر مردود۔ حرکت فلک سے جو دوائر صغار و کبار منطقہ سے قطبین تک منتزع ہوتے ہیں قطعاً اس کی حالت خارجیہ سے منتزع ہیں اور سلب و اضافت نہیں۔

ثانیاً اقول موجود ذہنی واقعی کا دو میں حصر ممنوع، کیوں نہیں جائز کہ کوئی شئی ذہن میں اصالۃً پیدا ہو کہ نہ خارج سے منتزع ہو نہ کسی موجود ذہنی کی حالت، جیسے خود انتزاع کہ کسی موجود ذہنی کا وصف نہیں بلکہ موجود ذہنی اس سے پیدا ہوتا ہے اور منتزع بھی نہیں ورنہ انتزاع کے لئے انتزاع درکار ہو اور جانب مبدء تسلسل لازم آئے کہ منتزع کا وجود انتزاع پر موقوف، اور یہ اعتباریات میں بھی محال فافہم[۵] (تو سمجھ لے۔ ت)۔

---

[۵] یشیر الی ان لقائل ان یقول ان الانتزاع من اعمال الذھن وھو و اعمالہ کالتصور والحکم من الموجودات الخارجیۃ وانما الموجود الذھنی ماوجودہ بعمل الذھن فافھم وفیہ ان الکلام فی السند الخاص لایجدی المستدل ولایغنیہ من جوع ۱۲ منہ غفرلہ۔

[۵] اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ انتزاع تو ذہن کے اعمال میں سے ہے۔ اور وہ اور اس کے اعمال جیسے تصور وحکم موجوداتِ خارجیہ سے ہیں۔ موجود ذہنی تو وہ ہوتا ہے جس کا وجود ذہن کے عمل سے ہو، تو سمجھ لے، اور اس پر یہ اعتراض ہے کہ کسی سند خاص میں کلام مستدل کو نفع نہیں دیتا اور نہ بھوک میں اسکے کام آتا ہے۔ (ت)

Marfat.com

ثالثاً اقول خود کہتے ہو کہ زمانہ مقدار حرکت قطعیہ ہے' اور ہم ثابت کر چکے اور تمھارے سب اگلوں کو اعتراف تھا کہ حرکتِ قطعیہ موجود فی الخارج نہیں تو زمانہ ایک موجود ذہنی کو عارض ہوا اور جب یہ بُرہان سے ثابت تو اس پر یہ استبعاد کہ زمانہ تصوّر پر موقوف ہو گیا تصور نہ ہو تو زمانہ ہی نہ ہو محض جہالت ہے، ہاں ایسا ہی ہوگا پھر کیا محال ہے بلکہ ایسا ہی ہونا واجب کہ مقدار حرکت ہونے کو یہی لازم۔ اس کا جواب جُہلا کی طرف سے ادعائے بداہۃً ہوتا ہے کہ ہم بداہۃً جانتے ہیں کہ اگر ذہن و ذاہن نہ ہوں تو زمانہ ضرور ہوگا۔

اقولُ بُرہاناً ہم جانتے ہیں کہ اگر ذہن و ذاہن نہ ہوں زمانہ ہرگز نہ ہوگا اور جواب ترکی بہ ترکی وُہ ہے کہ مقام ۲۹ میں آتا ہے کہ ہم بداہۃً جانتے ہیں کہ اگر فلک و حرکت نہ ہوں زمانہ ضرور ہوگا' اس پر سفہا کہتے ہیں بداہت وہم ہے جب زمانہ اُسی کی مقدار تو بے اس کے کیونکر ہو سکتا ہے ہم کہتے ہیں وہ تمھاری بداہت وہم ہے جب زمانہ ایک امر ذہنی کی مقدار تو بے ذہن و ذاہن کیونکر ہو سکتا ہے، فرق اتنا ہے کہ تم جس پر تکذیب بداہت کرتے ہو یعنی زمانے کا مقدار حرکت فلکیہ ہونا وُہ ہرگز ثابت نہیں' جیسا کہ مقام ۲۹ میں آتا ہے' تو تمھاری تکذیب کاذب ہے اور ہم جو تمھاری بداہۃ وہمیہ کا رَد کرتے ہیں اس پر برہان ناطق ہے' تو ہمارا رَد صادق ہے۔

رابعًا حالت خارجی سے منتزع کا وجود ذہنی بھی تصورِ شَیَ پر موقوف ، تو اس میں اور قسم دوم میں فرق کرنا یہاں سلب و اضافت میں حصر لینا اور وہاں یہ کہنا کہ وہ کسی تصور پر موقوف اور زمانہ ایسا نہیں اور شق اختراعی بڑھانا محض تطویل و تہویل ہے اصل اتنی ہے جو تمھارے دلوں میں ملا دی گئی ہے کہ زمانے کا وجود اذہان پر موقوف نہیں' اگر یہ ثابت ہو تو پھر کسی تطویل و تہویل کی کیا حاجت' خود ہی مدعا ثابت۔ اور اگر یہ ثابت نہیں اور بے شک نہیں تو اُسے پیش کرنا صراحۃً مصادرہ علی المطلوب ہے اور تمھاری دلیل مردود و مسلوب، اس مصادرے کے چھپانے ہی کے لئے یہ تشقیق و شقشقہ تھا تشدّق اسی کا نام ہے۔

شبہ ۶ : زمانہ اگر انتزاعی ہو تو ضرور ہے کہ اس کا منشا انتزاع کم متصل غیر قار موجود فی الخارج ہو ورنہ تسلسل لازم آئے، اُسی منشار موجود خارجی کا نام زمانہ ہے۔
(ملا حسن علی المتشدق)

Marfat.com

اقول اولاً کیا ضرور ہو کہ منشا ء کم ہو بلکہ متکمم ذہنی جس کے اتصال سے یہ کم منتزع ہے۔
ثانیاً کیا محال ہے کہ وہ متکمم ذہنی کسی موجود خارجی غیر متکمم سے منتزع ہو۔
ثالثاً کیا ضرور ہے کہ وہ منتزع عنہ غیر قار الذات ہو ممکن کہ بحسب نسب متجدد ہو، نہ تسلسل لازم آیا، نہ کسی کم غیر قار کا خارج میں وجود، اور یہاں ایسا ہی ہے زمانہ حرکت قطعیہ سے منتزع ہے اور وہ حرکت توسطیہ بسیطہ کے تجدّد نسب سے۔

تنبیہ جلیل: اقول احادیث میں ہے کہ ایام وشہور محشور ہونگے۔ جمعہ ورمضان شفیع و شہید ہوں گے۔ ہر مہینہ اپنے ہر قسم وقائع کی گواہی دے گا سوائے رجب کے کہ حسنات بیان کرے گا اور سیئات کے ذکر پر کہے گا میں بہرا تھا مجھے خبر نہیں، اس لئے اسے شہر اصم کہتے ہیں۔ ہر مہینہ اپنے آنے سے پہلے خدمت اقدس حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ میں حاضر ہوتا اور جو کچھ اس میں ہونے والا ہے سب عرض کرتا اس سے زمانے کے وجود خارجی پر استدلال نہیں ہو سکتا، یہ ارواح ہیں کہ ان معانی سے متعلق ہیں یا عالم مثال کے تمثلات جن میں اعراض متجسد ہوتے ہیں۔ خود اس فقیر نے ایک سال جس سے پہلے کشش باراں ہو چکی تھی فصل بارش کے دوسرے مہینے کو جسے ہندی میں ساون کہتے ہیں ایک نہایت سیاہ فام تروتازہ فربہ حبشی کی شکل میں دیکھا کہ میرے کمرے کے دروازے پر آکر کھڑا ہوا، ساون میں خوب کالی گھٹائیں آئیں اور زور شور سے برسیں۔

رَدِّ شبہہ کے لئے دو باتیں بس ہیں؛

اوّل شہور و ایّام زمانے کے اجزائے ممتازہ منفرزہ ہیں اور زمانے کے اجزا کا ایسا وجود خارجی مخالفین بھی نہیں مانتے۔

دوم سارا دن اور پورا مہینہ مجتمع حاضر ہوگا حالانکہ مخالفین بھی خارج میں اس کا اجتماع اجزا محال جانتے ہیں۔ بہرحال امورِ آخرت کو امورِ دنیا پر قیاس نہیں کر سکتے وہاں اعمال کہ اعراض ہیں میزان میں رکھ کر تولے جائیں گے جب وہ قیام بالذات اعراض کے قیام بالذات کا موجب نہ ہوا وجود خارجی وجود خارجی کا مستوجب نہ ہوگا۔

فاستقم وتثبت ثبتنا الله وایاك بالقول الثابت فی الحیٰوۃ الدنیا وفی	سیدھا ہو جا اور ثابت قدم رہ، اللہ تعالٰی ہمیں اور تجھے ثابت رکھے حق بات پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔ اے اللہ!

Marfat.com

الآخرۃ آمین۔ ہماری دعا کو قبول فرما۔ (ت)

مقام بست و ہفتم

زمانے کے لئے خارج میں کوئی منشا انتزاع بھی نہیں

اقول اس کا منشا انتزاع حرکت[1] قطعیہ ہے یا توسطیہ[2] یا آن[3] آنًا فانًا حدود مفروضۂ مسافت سے اس[4] کی نسبت متجددہ یا آن[5] سیال یا اس[6] کا سیلان یا[7] مسافت یا[8] اس کا اتصال یا نسب[9] متجددہ یا[10] اس کے اتصال سے حرکت کا اتصال عرضی یا متحرک[11] یا[12] اس کا اتصال یا تجدد[13] نسب، ان کے سوا تیرھویں کوئی چیز ایسی متعلق نہیں جس سے انتزاع زمانہ کا توہم ہوسکے، اور ان بارہ[12] میں کوئی صالح انتزاع زمانہ نہیں اس کے لئے چار شرطوں کی جامعیت لازم:

(۱) امتداد کہ بسیط غیر منقسم سے انتزاع امتداد معقول نہیں۔

(۲) عدم قرار کہ قار من حیث ھو قار سے انتزاع غیر قار نا متصور۔

(۳) وجود خارجی کہ اسی میں کلام ہے۔

(۴) اس کا وجود زمانے پر موقوف نہ ہونا کہ دُور نہ ہو۔

اُن بارہ[12] میں سے کوئی شے ان چاروں شرائط کی جامع نہیں۔

شرط اول سے حرکت توسطیہ و آن سیال خارج کہ بسیط غیر منقسم ہیں۔

شرط دوم سے یہ دونوں اور مسافت و متحرک اور اُن کے اتصال یہ چھ خارج کہ قار ہیں۔

شرط سوم سے باقی چھ نیز آن سیال، سات خارج کہ ہم ثابت کر آئے کہ حرکت قطعیہ موجود فی الخارج نہیں تو اس کا اتصال عرضی بدرجۂ اولٰی، اور یہ کہ آن سیال اور اس کا سیلان محض اختراع بے اصل ہے، اور نسبتوں کا اعیان سے نہ ہونا بدیہی شرط چہارم سے سیلان آن اور تینوں تجدد نسب بلکہ حرکت قطعیہ اور اس کا اتصال عرضی بھی، یہ چھ خارج ہم مقام ۲۵ میں ثابت کر آئے کہ سیلان آن بلحاظ زمان ہی ہے اور تجدد کا زمانے پر توقف بدیہی کہ وہ نہیں مگر یہ کہ آن سابق میں نسبت یہ تھی اور لاحق میں یہ، اور عنقریب ہم مقام ۲۸ میں ثابت کرینگے کہ حرکت قطعیہ زمانے پر موقوف اور اس کا اتصال عرضی اُس کی ذات پر موقوف ہونا ظاہر تو زمانے کا ان سے انتزاع دُور ہے۔ تو روشن ہوا کہ خارج میں کوئی منشاء نہیں جس سے انتزاع زمانہ ہوسکے۔ اگر کہئے جب خارج میں نہ زمانہ نہ اُس کا منشاء انتزاع تو انیاب اغوال کی طرح محض

Marfat.com

اختراع، اور یہ عقلاً باطل اور نقلاً ابتداع۔

اقول ہاں متشدق اور اس کے متبوعوں کے طور پر ایسا ہی ہے کہ وہ اسے موجود خارجی مانتے ہیں حالانکہ خارج میں نہ وہ نہ منشار، اور ایسی شئی کو بحکم وہم موجود فی الخارج سمجھنا ہی انیاب اغوال کا اختراع ہے۔ لیکن موجود ذہنی کو موجود ذہنی جاننا اختراع نہیں واقعیت ہے۔ جیسے معقولات ثانیہ کو اسے انیاب اغوال سے کہنا جنون۔ ہم اوپر ثابت کر چکے کہ زمانہ ممکن کہ کسی حالت ذہنیہ سے منتزع ہو، ممکن کہ بلا انتزاع اصالۃً ذہن میں موجود ہو اور دونوں صورتوں پر انیاب اغوال سے نہیں ہو سکتا۔

تنبیہ نافع : اقول حق یہ ہے کہ یہ ایک سخت کمند غیبی ہے کہ وہم کی گردن میں ڈالی گئی اور عقول ناقصہ کے سر اس میں پھنس گئے للبسنا علیھم ما یلبسون[1] (اور ہم نے ان پر وہی شبہ رکھا جس میں اب پڑے ہیں۔ ت) کے زبردست ہاتھوں نے اس دارالامتحان میں اس کا حلقہ اتنا سخت محکم کر دیا کہ ؎

تو چنداں کہ اندیشی گرد و بلند — سر خود برون نادر د زین کمند

(تُو جتنا اندیشہ کرے گا وہ اور بلند ہوگی، اس کمند سے اپنے سر کو نہیں بچایا جا سکتا)

ان کی ناقص عقلوں میں آ ہی نہیں سکتا کہ بھلا زمانہ کیونکر محض موہوم ہو اُن کی بداہت وہم حکم کرتی ہے کہ اگر ذہن و ذاہن کچھ نہ ہوتے جب بھی زمانہ ضرور ہوتا حالانکہ وہی بداہت حکم کرتی ہے کہ اگر فلک و حرکت کچھ نہ ہوتے جب بھی زمانہ ضرور ہوتا اسے بداہت وہم کہتے ہو اُسے کیوں نہیں کہتے اتنی بات وسواس نے اُن کے دلوں میں ڈالی اور یہ وہ پہلا بنیاد کا پتھر تھا جس پر صدہا کفریات کی عمارت چُنتے چلے گئے جب زمانہ خود موجود متاصل ہے ضرور ازلی ابدی ہوگا ورنہ زمانے سے پہلے یا بعد زمانہ لازم آئے اور جب وہ سرمدی ہے ضرور حرکت فلکیہ کہ اُن کے زعم میں یہ اسکی مقدار ہے ازلی ابدی ہے تو فلک الافلاک قدیم ہے پھر استحالۂ خلا سے نیچے کے افلاک و عناصر قدیم ہیں غرض عالم قدیم ہے اور جو ان سے بھی زیادہ بدعقل تھے اُن پر یہ گتھی اور بھی کری لگی انکی عقل میں بھی نہیں آ سکتا کہ کوئی موجود زمانے سے خارج ہو ایسی ہی وہم پروری اُن پر مکان و جہت سے پڑی بھلا جو کسی جگہ نہ ہو کسی طرف نہ ہو کسی وقت میں نہ ہو موجود کیسے ہو سکتا ہے، ناچار

---

[1] القرآن الکریم ۶/۹

Marfat.com

اُنھوں نے اپنے معبود کو زمانی مکانی جہت میں مستقر مان کر خاصہ ایک جسم بنا دیا، لاحول و لاقوۃ الا باللہ العلیّ العظیم (نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ نیکی کرنے کی قوت ہے مگر بلندی وعظمت والے خدا کی توفیق سے۔ ت)

مقام بست و ہشتم

زمانہ موجود ہو خواہ موہوم کسی حرکت کی مقدار نہیں ہوسکتا۔

اقول ظاہر کہ زمانہ حرکتِ توسطیہ کی مقدار ہونا ناممکن کہ وہ متجزی ہی نہیں، یہ امتداد وہ متجدد نہیں یہ غیر قار تو ضرور اگر ہوگا تو حرکت قطعیہ کی مقدار ہوگا تو وجود[1] زمانہ وجود حرکت قطعیہ پر موقوف کہ معروض کو عارض پر تقدم بالذات، اور[2] حرکتِ قطعیہ کا نہ صرف تشخص بلکہ نفس ماہیۃ انتقال پر موقوف کہ یہ اُس کی ایک نوع ہے تو اُسے اس پر تقدم بالذات، اور[3] انتقال بداہۃً تقدم منتقل عنہ پر موقوف، اگر منتقل عنہ پہلے نہ تھا انتقال کس سے ہوا، اور پُر ظاہر کہ یہاں سابق و لاحق جمع نہیں ہوسکتے ورنہ انتقال انتقال نہ ہوا اور تمھاری تصریحوں سے وہ تقدم جس میں قبل و بعد جمع نہ ہوسکیں نہیں ہوتا، مگر زمانی۔ اور[4] بلاشبہہ تقدم زمانی وجود زمانہ پر موقوف تو وجود زمانہ وجود زمانہ پر کئی درجے مقدم، اس سے زائد کیا محال درکار۔

الحمدُ للہ ہماری اس تقریر سے دفع دور کا وہ حیلہ جو افق المبین وقبسات باقر وغیرہما میں کیا گیا دفع و دور ہوگیا' دور یوں قائم کیا جاتا تھا کہ زمانہ کی مقدار حرکت ہے، حرکت پر موقوف اور حرکت کا وجود ممکن نہیں مگر سُرعت وبطوء کی ایک حدِ معیّن پر اور سُرعت وبطوء بے تقدر زمانہ ناممکن، تو حرکت زمانہ پر موقوف' اور اُس کا جواب یہ دیا تھا کہ زمانہ ماہیت حرکت پر موقوف ہے اور ماہیت میں سُرعت و بطوء کچھ داخل نہیں، یہ حرکت شخصیہ کو درکار تو تشخص حرکت زمانی پر موقوف ہوا' اور دور نہیں جیسے مقدارِ جسم جسم پر موقوف اور جسم اپنے تشخص میں مقدار کا محتاج۔ ظاہر ہے کہ ہماری تقریر سے اسے کچھ مس نہیں۔ ہم نے خود ماہیتِ حرکت کا زمانہ پر توقف ثابت کیا ہے، مباحث یہاں اور بھی ہیں جن کے ایراد سے اطالت کی حاجت نہیں۔

مقام بست و نہم

زمانہ کا مقدار حرکت فلکیہ ہونا تو کسی طرح ثابت نہیں بلکہ نہ ہونا ثابت ہے، شَے کو معدوم

Marfat.com

ماننے سے اُس کی مقدار کا عدم بالبداہت لازم آتا ہے (کوئی عاقل گمان نہیں کرسکتا کہ جسم تو معدوم ہے مگر اس کا طول وعرض باقی ہے) زمانہ اگر مقدارِ حرکت فلکیہ ہوتا تو اس کے عدم سے اس کا عدم بدیہی ہوتا اور یہ تصور کرتا کہ فلک نہیں اور زمانہ ہے ایسا تصور رہتا کہ حرکت نہیں اور ہے حالانکہ ہرگز ایسا نہیں بلکہ اس کے خلاف پر یہ یقین ہوتا ہے کہ اگرچہ نہ فلک ہوتا نہ اس کی حرکت، جب بھی ایک امتداد جس سے تقدم وتاخر وماضی ومستقبل ہوں ضرور ہوتا، اور اگر تصور کریں کہ فلک نہ تھا پھر ہوا یا ساکن تھا پھر متحرک ہوا یا آئندہ فلک یا اس کی حرکت نہ رہے جب بھی وہ امتداد تھا اور رہے گا (کہ تھا اور نہ تھا اور پھر آئندہ سب اُسی سے متعلق ہیں) فلسفی کا زعم یہ کہ یہ بداہت بداہت وہم ہے جیسے وہم کا یہ زعم کہ فلک الافلاک کے باہر غیر متناہی فضا ہے محض تحکم ہے یہ امتداد (جس پر تھا اور ہے اور ہوگا کی بنا ہے جسے ہر بچہ اور ہر ابلہ جانتا ہے) اس پر یقین دونوں حالتوں میں یکساں ہے خواہ حرکتِ فلک کو موجود مانیں یا معدوم، اگر یہ حکم عقل کا ہے تو دونوں حالتوں میں اور وہم کا ہے تو دونوں میں یہ تفرقہ کہ حرکتِ فلک ماننے کی حالت میں تو یہ حکم حکمِ عقل ہے اور نہ ماننے کی حالت میں حکمِ وہم ہے محتاج برہان ہے حرکتِ فلک نہ ہونے کی حالت میں اگر اذہان اسے قبول کرسکتے ہیں کہ وہ امر واضح جس پر تھا اور ہے اور ہوگا کی بنا ہے) نہ ہوگا تو حرکتِ فلک ہونے کی حالت میں اسے کیوں نہ قبول کرسکیں گے (لیکن وہ دونوں حالتوں کو اس کے قبول وانکار میں یکساں پاتے ہیں تو معلوم ہوا کہ یہ امر واضح کوئی جداگانہ شئی ہے جس کے ماننے کو فلک وحرکت فلک سے کوئی تعلق نہیں (شرح مقاصد بتلخیص وترتیب وایضاح بزیادۃ الاہلۃ منا)

اقول کلام بہت چمکیلا ہے مگر یہاں مفید نہیں وصف شئی اگر اسی وصف سے کہ فلاں شئی کا وصف ہے مشہور ومعلوم ہو تو بیشک رفع شئے سے اس کا رفع بدیہی ہوگا اور اگر وہ فی نفسہ معلوم ومتیقن اور اس کا وصف شئے ہونا معلوم ومسلّم نہ ہو اگرچہ وہ واقع میں وصف

؎ علامہ نے یہاں یہ زائد کیا کہ لہٰذا آج تک کسی عاقل نے یہ زعم نہ کیا کہ حرکت فلک کا ازلی ابدی ہونا بدیہی ہے۔

اقول عدمِ حرکت سے عدمِ زمانہ کی بداہت اسے مستلزم نہیں کہ حرکت فلک کی سرمدیت بدیہی ہو یہ جب ہوتا کہ زمانہ کی سرمدیت بدیہی ہوتی ۱۲ منہ غفرلہ۔

Marfat.com

شئے ہو تو ہرگز رفعِ شئی سے اس کا رفع خیال بھی نہ کرینگے اور وہ یقین جو اُن کو اُس وصف پر بالاستقلال حاصل ہے وجودِ شئی و عدم شئی کی تقدیروں سے مذید لے گا، اُن کے نزدیک استقلال سے واقع میں اس کا استقلال لازم نہیں، تو اس بیان سے مقدار حرکت فلک ہونے کی نفی نہیں ہوتی وہاں جہاں وُہ زمانے کے وجودِ خارجی پر کہتے ہیں کہ ہم قطعاً جانتے ہیں کہ ذہن نہ ہوتا جب بھی زمانہ ہوتا، وہاں یہ تقریر مفید ہے جس طرح ہم نے مقام ۲۶ میں ذکر کی اور ہمیں اس پر استدلال کی حاجت نہیں مدعی مخالف ہے اس کی دلیل کا ابطال ہی بس ہے بلکہ ہم اُسی کی دلیل سے ثابت کر دیں گے کہ زمانہ حرکت فلک کی مقدار نہیں فلسفی اپنے زعم پر دلیل یہ گھڑتا ہے کہ زمانہ مقدار حرکت ہے اور ازلی وابدی تو حرکت مستقیمہ کی مقدار نہیں ہوسکتا ایک ہی حرکت ہو تو بعد نا متناہی لازم یا پلٹ پلٹ کہ ہو تو ہر پلٹے پر سکون ضرور کہ دو حرکت مستقیمہ متصل نہیں اور اس کے سکون سے زمانہ کہ اس کی مقدار ہے منقطع ہو جائے گا، لاجرم مقدار حرکت مستدیرہ ہے اور واجب کہ یہ حرکت ہر حرکت سے سریع ہو ورنہ زمانہ اسرع کی تقدیر سے عاجز رہے گا حالانکہ جملہ حرکات اُس سے اندازہ ہوتی ہیں اور واجب کہ سب حرکتوں سے ظاہر تر ہو کہ اُس کی مقدار زمانہ ہر صبی وجاہل پر ظاہر ہے اور وہ نہیں مگر حرکتِ یومیہ جس سے رات، دن، مہینے، برس اندازہ کئے جاتے ہیں۔ اور واجب کہ جو جسم اس سے متحرک ہے بسیط ہو کہ مختلف الطبیعۃ اجزاء سے مرکب ہو تو ہر جُز اپنے حیز طبعی سے جُدا ہو کر قسراً اسی حیز کل میں ہوا، اور قسر کو دوام نہیں تو انجام کار اجزاء متفرق ہو جائیں اور جسم ٹوٹ کر حرکت نہ رہے زمانہ قطع ہو جائے اور جب وہ بسیط ہے تو واجب کہ کُرہ ہو کہ بسیط کی یہی شکل طبعی ہے تو ثابت ہوا کہ وہ جسم جس کی مقدار حرکت زمانہ ہے وہی کُرہ بسیطہ متحرک بحرکت مستدیرہ ہے جس کی حرکت حرکت یومیہ ہے اور وہ نہیں مگر فلک الافلاک۔ اور یہاں سے یہ بھی ثابت ہوا کہ فلک اور اس کی حرکت ازلی ابدی ہیں۔

اقول حاش بلکہ فلاسفہ کا کذب وسفہ۔

اوّلاً ہم ثابت کر چکے کہ زمانہ مقدار حرکت ہی نہیں۔

ثانیاً باذنہٖ تعالٰی روشن کرینگے کہ وہ قطعاً حادث ہے۔

ثالثاً مقام ۲۱ میں واضح ہو چکا کہ حرکاتِ مستقیمہ کا اتصال جائز۔

رابعاً نہ سہی پھر انقطاعِ زمانہ ہی کیا محال۔

خامساً وجوب انقطاع قسر کا رَد مقام ۱۲ میں گزرا۔

Marfat.com

سادسًا ان سب سے قطع نظر ہو تو اس کا حرکت مستدیرہ وضعیہ ہونا ہی کیا ضرور، کیوں نہیں جائز کہ کسی دائرے یا مدار بیضی عدسی شلجمی اہلیلجی پر حرکت اینیہ ہو اب نہ لاتناہی بُعد لازم نہ تخلل سکون۔

سابعًا غایت یہ کہ اُس حرکت سے اسرع نہ ہو نہ کہ وہی اسرع ہو۔

ثامنًا اگر اُس کی بساطت ضرور تو ہم ثابت کر چکے کہ افلاک بسیط نہیں تو ضرور زمانہ مقدار حرکت فلک نہیں۔

تاسعًا بسیط کی شکل طبعی کُرہ ہونے سے شکل طبعیہ ہونا کب واجب، جیسے تین عنصر کرویت پر نہیں۔

عاشرًا زمانہ کا اظہر اشیاء سے ہونا کیا اسے مستلزم کہ وہ حرکت بھی ایسی ہی اظہر ہو اُس کا مقدار حرکت ہو خود شدید الخفا ہے لاکھوں عقلا اسے نہیں مانتے، اور اگر یہ بھی ایسا ہی ظاہر ہوتا جب بھی خاص اُس حرکت کا ظہور کیا ضرور، عام اذہان میں اتنا ہونا کہ یہ کسی حرکت کی مقدار ہے اُس حرکت کے معلوم ہونے کو کب مستلزم۔

حادی عشر یہ بھی ماننا تو اب ضرور ہے کہ وہ حرکت حرکت فلک نہ ہو کہ حرکت فلک سخت اشد الخفا ہے ہیأت جدیدہ والے تو سرے سے فلک ہی نہیں مانتے اور ہیأت اسلامیہ فلک کا متحرک ہونا قبول نہیں فرماتی، اور عامہ اذہان یہی اُس سے خالی تو ضرور یہ حرکت حرکت یومیہ حرکت شمس ہے جس سے ہر جاہل ہر بچہ تک آگاہ اور بلاشبہ اظہر الحرکات ہے۔ ہیأت جدیدہ اگرچہ ہنگام ادعا اسے براہِ جہالت منسوب بزمین کرے مگر اعمال و محاسبات میں وہ بھی حرکتِ شمس ہی کہتی اور لکھتی اور اس کے مدار منطقۃ البروج کا نام "آف دی سن" (OF THE SUN) رکھتی ہے یعنی شمس کا راستہ، نہ آف دی ارتھ (OF THE EARTH) زمین کا۔

ثانی عشر بساطت کا شگوفہ بھی یہی گُل کھلاتا ہے، ہم مقام اول میں ثابت کر چکے کہ بسیط کی شکل طبعی کُرہ مصمتہ بے جوف ہے اور شمس ہی ایسا ہے نہ کہ فلک تو ضرور حرکت یومیہ شمس ہی کی حرکت ہے نہ فلک کی، متشدق زیادہ چالاک ہے، اُس نے تمام احتمالات کا احاطہ کرکے ماورائے مطلوب کا ابطال چاہا اور کہا حرکات مستقیمہ و کمیہ و کیفیہ نیز تمام طبعیہ و قسریہ یہ سب حادث ہوتی ہیں اور حادث کو زمانہ درکار، تو زمانہ کہ اُن پر مقدم ہے

Marfat.com

اُن کی مقدار نہیں ہوسکتا نیز مستقیمہ طبعیہ سے پہلے تحدید جہات درکار، اور وُہ نہ ہوگی مگر ایسے جسم سے جس کی حرکت مستدیرہ واجب اور قسریہ بے امکان طبعیہ نہیں تو یوں بھی زمانہ حرکت مستقیمہ کی مقدار نہیں ہوسکتا۔ نیز حرکت کو اتصال مسافت کے ذریعہ سے جو اتصال عرضی ملتا ہے وہ علتِ زمانہ ہے اور حرکاتِ کیفیہ بلکہ کمیہ بحیثیت کمیہ کے لئے بھی اتصال مسافی نہیں صرف اتصال زمانی ہے تو اس وجہ سے بھی یہ خارج ہوئیں اور نہ رہی مگر حرکت مستدیرہ ارادیہ ازلیہ ابدیہ وہی زمانہ بنائے گی، اور وُہ نہیں مگر حرکت فلک۔

اقول اولاً حرکت مطلقاً ہوسکتی ہی نہیں مگر حادث کہ وہ انتقال ہے اور انتقال موجب مسبوقیت اور ازلی مسبوقیت سے پاک اور قدم نوعی کی گند[عـہ] ہم پہلے ہی کاٹ چکے ہیں تو حرکت سے علی الاطلاق ہاتھ دھولو، اور زمانہ کے مقدار حرکت ہونے کو استعفا دو۔

ثانیاً طبعیہ کا عدم دوام یا اس پر مبنی کہ مستدیرہ[۱] طبعیہ نہیں ہوسکتی اور مستقیمہ کا دوام لاتناہی بعد کو مستلزم ورنہ تخلل سکون[۲] لازم یا اس پر کہ طبعیہ نہ ہوگی مگر جب حالت منافرہ پائی جائے اور وہ نہ ہوگی مگر قاسر سے اور قسر[۳] کو دوام نہیں یا اس پر طبعیہ طلب مقتضائے طبعیہ کے لئے ہے اسے پاکر سکون[۴] واجب اور طبعیہ[۵] کا دائماً اپنے کمال سے محروم رہنا محال، اور ہم ثابت کرچکے کہ پانچوں مقدمے باطل وممنوع ہیں، چہارم کا ابطال مقام دہم میں گزرا۔

ثالثاً یونہی قسریہ کا عدم دوام یا اس لئے ہے کہ مستدیرہ قسریہ نہیں ہوسکتی نہ مستقیمہ دائمہ نہ قسر کو دوام، اور تینوں باطل ہیں۔

رابعاً کمیہ کا دوام کیوں محال نمو دائم کے لئے بھی بُعد غیر متناہی درکار نہیں، ممکن کہ ایک بار گز بھر نمو ہو پھر آدھ گز پھر پاؤ گز، یونہی الیٰ غیر النہایہ کہ تقسیم ذراع نامتناہی ہے اور کبھی دو گز تک بھی مقدار نہ پہنچے گی نہ کہ غیر متناہی اور قوتِ جسمانیہ کا غیر متناہی پر قادر نہ ہونا مقام ۴۲ میں باطل ہوچکا اور ذبول میں تو کوئی دقت ہی نہیں کہ تجزیہ جسم نامتناہی ہے۔

خامساً یونہی دوام حرکت کیفیہ کا استحالہ ممنوع۔

سادساً انقطاعِ زمانہ ہی کیا محال، پھر دائماً کی کیا حاجت۔

سابعاً ہم مقام ۲۶ میں ثابت کرچکے کہ مطلقاً حرکت محتاج زمانہ ہے تو زمانہ اسکی

عـہ بالفتح بمعنی گندگی ۱۲ الجیلانی

Marfat.com

مقدار نہیں ہو سکتا۔

ثامناً تحدید جہات کا قضیہ بھی طے ہو چکا۔

تاسعاً غلط ہے کہ محدد کا استدارہ واجب بلکہ ہم ثابت کر چکے کہ باطل۔

عاشراً یہ بھی غلط کہ جہاں طبع نہیں قسر نہیں۔

حادی عشر ہر ایک کی مسافت اس کے لائق ہے حرکت کمیہ کہ ذبول یا تکاثف سے ہو اُس کی مسافت جسم تعلیمی ہے کہ ہر آن مقدار گھٹے گی اور وہ ضرور اتصال رکھتا ہے اس کے ذریعہ سے کمیہ کو بحیثیت کمیہ ہونے کے اتصال عارض ہوگا اگرچہ نمو و تخلخل میں بحیثیت اینیہ ہوتا۔

ثانی عشر تم تو آن سیال کو راسم زمانہ کہتے ہو اتصال مسافی کیسا۔

ثالث عشر کیوں نہیں جائز کہ مستدیرہ دائمہ ارادیہ کسی دائرہ وغیرہ خط منحنی واحد پر کسی کی حرکت ہو۔

رابع عشر سب جانے دو وہ مستدیرہ دائمہ ارادیہ حرکت فلک ہی ہونا کیا ضرور، کیوں نہ حرکت شمس ہو۔

خامس عشر تا سابع عشر آگے وہی شعریات گائے کہ یہ اظہر المقادیر ہے، تو وہ اظہر الحرکات واسرع الحرکات ہونا چاہئے اور اس پر وہی سابق کے ۷، ۹، ۱۰ و ۱۱ وارد۔

ثامن عشر شطرنج میں بغلہ اور بڑھایا کہ جس جسم کی یہ حرکت ہے چاہئے کہ وہ سب اجسام کو محیط ہو یہ کیوں۔ یہ اس لئے کہ شیخ چلی یُوں ہی کہہ گئے ہیں، یہ ہیں اس کی وہ خرافات مضحکہ جن کو کہتا ہے حکمت حقہ حقیقیہ یقینیہ واجب الاتباع ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ نیکی کرنے کی قوت مگر بلندی وعظمت والے خدا کی توفیق سے۔ ت)

مقام سیم

زمانہ حادث ہے۔

حجت ۱: زمانے کو مقدارِ حرکت کہتے ہو اور ابھی واضح ہو چکا کہ حرکت کا قدم محال۔

حجت ۲: روشن ہو چکا کہ وہ موہوم ہے، خارج میں اس کا وجود درکنار سب سے ضعیف تر انحائے وجود خارجی یعنی وجود منشا تک اس کے لئے نہیں پھر سب سے اعلیٰ یعنی وجود ازلی کیسے ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

حجت ۳: برہان تطبیق کہ ایام زمانہ ماضی میں بے تکلف جاری خصوصاً اس متشدق اور اس کے متبوعوں کے طور پر کہ تمام ازمنہ ماضیہ و مستقبلہ کو موجود بالفعل مانتا ہے تو یہاں وہ فلسفی عذر بارد بھی نا وارد۔

حجت ۴: یونہی برہانِ تضایف۔

حجت ۵ تا ۷: ظاہر ہے کہ یوم یا جو جزء زمانہ ماضی لو سابق سے مسبوق ہے تو باقی دلائل ابطال قدم نوعی بھی قائم۔

کشف معضلہ وباللہ التوفیق (اور توفیق اللہ تعالٰی ہی کی ہے۔ت) اہل انصاف کے نزدیک بحث ختم ہوگئی، مخالف کو گنجائش دم زدن نہ رہی، جب تک ان حجج ساطعہ سے عہدہ برآ نہ ہولے وانّی لہ ذٰلک (اور اس کے لئے یہ کہاں۔ت) فلسفی اگر قدم زمانہ پر ہزار دلائل قائم کرے بقانونِ مناظرہ سب کے معارضہ کو ایک حجت بس نہ کہ سات، مگر بے انصافوں کے دل سے اپنے شبہۂ باطلہ کا خلجان زائل نہیں ہوتا جب تک بالخصوص اُسے نہ توڑا جائے لہذا ہم چاہتے ہیں کہ بتوفیقہٖ تعالٰی اس مزلہ مضلہ کی بیخ کنی کردیں جس پر آج تک کے متفلسفہ کو ناز ہے وہ یہ کہ زمانہ اگر حادث ہو تو اس کا وجود مسبوق بالعدم ہوا وہ شک نہیں کہ یہاں قبل و بعد کا اجتماع محال، تو یہ قبلیت نہ ہوئی مگر زمانی تو زمانے سے پہلے زمانہ لازم۔ مواقف و مقاصد و تجرید طوسی و طوالع الانوار علامہ بیضاوی و شروح علامہ سید شریف و علامہ تفتازانی و فاضل قوشجی و شمس اصفہانی و شرح دیگر طوالع منسوب بہ تفتازانی و تہافت الفلاسفہ للامام حجۃ الاسلام وللعلامۃ خواجہ زادہ میں اس کے متعدد عہ جواب دئے گئے جن میں فقیر کو کلام ہے کما بیّنّا علی ھوامشہا

عہ ھی خمسۃ اجوبۃ و ثم سادس لغیرھم۔

عہ یہ پانچ جواب ہیں اور اس جگہ ایک چھٹا جواب بھی ہے جو مذکورہ بالا علماء کے علاوہ کسی نے دیا ہے۔

(۱) قال الامام حجۃ الاسلام قدس سرہ الزمان حادث و لیس قبلہ ولیعنی بقولنا ان اللہ تعالٰی

(۱) امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ نے فرمایا: زمانہ حادث ہے اور اس سے پہلے زمانہ نہیں ہے، اور ہم جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالٰی

(باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

(جیسا کہ ہم نے ان کے حواشی میں بیان کیا۔ ت) فیض قدیر عزّ جلالہ سے جو کچھ قلبِ فقیر پر فائض ہوجانے کرے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مقدم علی العالم والزمان انه کان ولاعالم ثم کان★ ومعه عالم فلم یتضمن اللفظ الا وجود ذات وعدم ذات ثم وجود ذاتین ولیس من ضرورة ذٰلك تقدیر شیئ ثالث وان

عالم اور زمانے سے مقدم ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالٰی موجود تھا اور عالم موجود نہ تھا پھر اللہ تعالٰی موجود تھا اور اس کے ساتھ عالم بھی موجود تھا، تو ان الفاظ کا مطلب صرف اتنا ہے پہلے ایک ذات موجود تھی اور دوسری ذات موجود نہ تھی، پھر دو ذاتیں موجود تھیں۔ اس سے یہ لازم

(باقی برصفحہ آیندہ)

★اقول رحمه الله الامام و ایانا به حق العبارة ان یقال ثم کان وھو مع العالم فھو تعالٰی مع کل شیئ و تعالٰی ان یکون معه شیئ معیة متعالیة عن المعیة المتعارفة المشترکة فی المعنی المتساویة فی الاثنین وھو معکم اینما کنتم[1] ولم یرد انتم معه بل الاولٰی فی التعبیر ثم کان العالم والله معه کیلا یوھم کونه ثانیا لله عزوجل ۱۲ منه غفرله۔

★اقول (میں کہتا ہوں) اللہ تعالٰی امام غزالی پر رحم فرمائے اور ان کے وسیلے سے ہم پر رحم فرمائے عبارت اس طرح ہونی چاہیے تھی "ثم کان وھو مع العالم"۔ پھر اللہ تعالٰی عالم کے ساتھ موجود تھا، پس اللہ تعالٰی ہر شے کے ساتھ ہے اور وہ بلند ہے اس سے کہ کوئی شے اس کے ساتھ ہو، اس کی معیّت معروف معیّت سے بلند ہے جس میں دو چیزیں کسی معنٰی میں شریک ہوتی ہیں اور ان میں مساوات ہوتی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: "وھو معکم اینما کنتم" وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو۔ اور یہ نہیں فرمایا کہ "انتم معه" تم اس کے ساتھ ہو۔ اس لئے بہتر تعبیر یہ ہے: پھر عالم موجود تھا اور اللہ تعالٰی اس کے ساتھ تھا تاکہ عالم کا اللہ تعالٰی کے لئے ثانی ہونا لازم نہ آئے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] القرآن الکریم ۵۷/ ۴

Marfat.com

...ربہ ثم برسولہ استعین صلی اللہ تعالیٰ وسلم علیہ وعلیٰ ذویہ اجمعین آمین (اُس سے پھر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

...لا کان الوھم لا یسکت ...عندہ اھ، و یقال علیٰ قیاسہ ...ھنا انہ کان العدم و ...حادث ثم کان الحادث ...لا عدم ھنا ثم الاثبات ...شیٔ ونفی اٰخر ولا ثالث ...ھما۔ اقول لا یعقل ثم ...الا بتقدیر ثالث۔

نہیں آتا کہ کسی تیسری چیز کو بھی فرض کیا جائے اگرچہ وہم اس بات پر اکتفا نہیں کرتا (اھ) اس پر قیاس کرتے ہوئے اس جگہ یہ کہا جائیگا کہ پہلے عدم تھا حادث نہیں تھا، پھر حادث موجود ہوا جب کہ عدم نہیں تھا، اس جگہ ایک چیز کا اثبات اور دوسری کی نفی ہے، تیسری کوئی چیز نہیں ہے۔ **اقول** (میں کہتا ہوں کہ) اس جگہ تیسری چیز کی تقدیر کے بغیر بات معقول نہیں ہے۔

(۲) لا نسلم التقدم بالزمان ...اسا لانہ فرع وجود الزمان (مواقف ...وشرحها)[۲] **اقول** تقدم ابینا اٰدم علیہ الصلٰوۃ والسلام علینا بالزمان یعلمه البله والصبیان ...فلا یسوغ انکارہ موجودا کان الزمان ...او موھوما و تقدم عدم الزمان ...علی الزمان بالزمان ولو ...فی لحاظ العقل محال قطعاً۔

(۲) ہم سرے سے نہیں مانتے کہ یہ تقدم زمانی ہے کیونکہ تقدم زمانی فرع ہے وجود زمان کی (مواقف اور شرح مواقف) **اقول** حضرت آدم علیہ السلام کا ہم سے مقدم ہونا زمانے کے اعتبار سے ہے اسے بیوقوف اور بچے بھی جانتے ہیں اس لئے اس کا انکار درست نہیں ہے چاہے زمانہ موجود ہو یا موہوم اور عدم زمان کا زمانے پر تقدم زمانی کے ساتھ مقدم ہونا اگرچہ لحاظِ عقل میں ہو قطعاً محال ہے۔

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[۱] ...تہافت الفلاسفۃ فی العقائد والکلام

[۲] شرح المواقف

Marfat.com

(جیسا کہ ہم نے ان کے حواشی میں بیان کیا۔ ت) فیض قدیر عزّ جلالہٗ سے جو کچھ قلبِ فقیر پر فائض ہوا نذر کرے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مقدم علی العالم والزمان انہ کان ولا عالم ثم کان★ ومعہ عالم فلم یتضمن اللفظ الا وجود ذات وعدم ذات ثم وجود ذاتین ولیس من ضرورۃ ذٰلک تقدیر شیئ ثالث وان

عالم اور زمانے سے مقدم ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالٰی موجود تھا اور عالم موجود نہ تھا پھر اللہ تعالٰی موجود تھا اور اس کے ساتھ عالم بھی موجود تھا، توان الفاظ کا مطلب صرف اتنا ہے پہلے ایک ذات موجود تھی اور دوسری ذات موجود نہ تھی، پھر دو ذاتیں موجود تھیں۔ اس سے یہ لازم (باقی برصفحہ آیندہ)

★اقول رحمہ اللہ الامام وایانا بہ حق العبارۃ ان یقال ثم کان وھو مع العالم فھو تعالٰی مع کل شیئ وتعالٰی ان یکون معہ شیئ معیۃ متعالیۃ عن المعیۃ المتعارفۃ المشترکۃ فی المعنی المتساویۃ فی الاثنین وھو معکم اینما کنتم[1] ولم یرد انتم معہ بل الاولٰی فی التعبیر ثم کان العالم واللہ معہ کیلا یوھم کونہ ثانیا للہ عزوجل ۱۲ منہ غفرلہ۔

★اقول (میں کہتا ہوں) اللہ تعالٰی امام غزالی پر رحم فرمائے اور ان کے وسیلے سے ہم پر رحم فرمائے عبارت اس طرح ہونی چاہیے تھی "ثم کان وھو مع العالم"۔ پھر اللہ تعالٰی عالم کے ساتھ موجود تھا، پس اللہ تعالٰی ہر شَے کے ساتھ ہے اور وہ بلند ہے اس سے کہ کوئی شَے اس کے ساتھ ہو، اس کی معیّت معروف معیّت سے بلند ہے جس میں دو چیزیں کسی معنٰی میں شریک ہوتی ہیں اور ان میں مساوات ہوتی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: "وھو معکم اینما کنتم" وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو۔ اور یہ نہیں فرمایا کہ "انتم معہ" تم اس کے ساتھ ہو۔ اس لئے بہتر تعبیر یہ ہے: پھر عالم موجود تھا اور اللہ تعالٰی اس کے ساتھ تھا تاکہ عالم کا اللہ تعالٰی کے لئے ثانی ہونا لازم نہ آئے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] القرآن الکریم ۵۷/ ۴

Marfat.com

...به ثم برسوله استعین صلی اللہ تعالیٰ وسلم علیہ وعلیٰ ذویہ اجمعین آمین (اُس سے پھر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

...کان الوھم لا یسکت عندہ اھ[1]، و یقال علیٰ قیاسہ ھنا انہ کان العدم و لاحادث ثم کان الحادث ولاعدم ھنا ثم الاثبات شئ ونفی اٰخر ولا ثالث ...ھما۔ اقول لا یعقل ثم لا بتقدیر ثالث۔

نہیں آتا کہ کسی تیسری چیز کو بھی فرض کیا جائے اگرچہ وہم اس بات پر اکتفا نہیں کرتا (اھ) اس پر قیاس کرتے ہوئے اس جگہ یہ کہا جائیگا کہ پہلے عدم تھا حادث نہیں تھا، پھر حادث موجود تھا جب کہ عدم نہیں تھا، اس جگہ ایک چیز کا اثبات اور دوسری کی نفی ہے، تیسری کوئی چیز نہیں ہے۔ اقول (میں کہتا ہوں کہ) اس جگہ تیسری چیز کی تقدیر کے بغیر بات معقول نہیں ہے۔

(۲) لا نسلم التقدم بالزمان ...اسا لانہ فرع وجود الزمان (مواقف ...شرحھا)[2] اقول تقدم ابینا اٰدم علیہ الصلوٰۃ والسلام علینا بالزمان یعلمہ البلہ والصبیان ...فلا یسوغ انکارہ موجودا کان الزمان ...وموھوما وتقدم عدام الزمان ...علی الزمان بالزمان ولو فی لحاظ العقل محال قطعاً۔

(۲) ہم سرے سے نہیں مانتے کہ یہ تقدم زمانی ہے کیونکہ تقدم زمانی فرع ہے وجودِ زمان کی (مواقف اور شرح مواقف) اقول حضرت آدم علیہ السلام کا ہم سے مقدم ہونا زمانے کے اعتبار سے ہے اسے بیوقوف اور بچے بھی جانتے ہیں اس لئے اس کا انکار درست نہیں ہے چاہے زمانہ موجود ہو یا موہوم اور عدم زمان کا زمانے پر تقدم زمانی کے ساتھ مقدم ہونا اگرچہ لحاظِ عقل میں ہو قطعاً محال ہے۔

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] تہافت الفلاسفۃ فی العقائد والکلام

[2] شرح المواقف

Marfat.com

اُس کے رسول سے مدد مانگتا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کے تمام متعلقین پر درود و سلام نازل فرمائے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

(۳) التحقیق ان الزمان وھمی ولیس امرًا موجودًا من جملۃ العلم یتصف بالقدم او الحدوث[1] (مقاصد وشرحھا) وتبعہ المتعاصران القوشجی وخواجہ زادہ ولفظہ لیس امرا موجودا لیلزم من انتفاء حدوثہ قدمہ[2] اھ اقول اولاً قد اجمعنا علٰی حدوثہ ففیہ انکار لاصل والدعوٰی وثانیًا لاشك فی واقعیۃ الزمان وقد نطق بہ نصوص القراٰن او اللہ یقدر الیل والنہار[3] وما التقدیر الا للامتداد "یولج الیل فی النہار و یولج النہار فی الیل"[4] ای یزید تارۃ مقدار ھذا علٰی ذٰلك و اخرٰی

(۳) تحقیق یہ ہے کہ زمانہ ایک موہوم امر ہے، امر موجود نہیں ہے بلکہ یہ از قبیل معلومات ہے قدم اور حدوث کے ساتھ متصف ہوتا ہے (مقاصد وشرح مقاصد) صاحبِ مقاصد کی پیروی ان کے دو معاصروں علامہ قوشجی اور خواجہ زادہ نے کی ہے، ان کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے: زمانہ امر موجود نہیں ہے تاکہ اس کے حادث نہ ہونے سے اس کا قدیم ہونا لازم آئے۔ اقول (۱) ہمارا اس بات پر اجماع ہے کہ زمانہ حادث ہے اس جواب میں تو اصل دعوٰی ہی کا انکار کر دیا گیا ہے (۲) زمانے کے امر واقعی ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، نصوصِ قرآن اس کی گواہی دے رہی ہیں واللہ یقدر الّیل والنّہار اللہ دن اور رات کا اندازہ مقرر فرماتا ہے اور اندازہ امتداد ہی کا مقرر کیا جاتا ہے، یُولج الّیل فی النہار ویولج النہار فی الّیل رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے،

(باقی بر صفحہ آئندہ)

[1] شرح المقاصد المقصد الرابع المبحث الخامس فی احکام الاجسام دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱/۲۳۴

[2] تہافت الفلاسفہ للخواجہ زادہ

[3] القرآن الکریم ۷۳/۲۰

[4] " " ۵۷/۶

Marfat.com

اے اللہ! ہماری دُعا کو قبول فرما۔ ت)۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بالعکس وذٰلك ان القدر الاوسط لکل منهما اثنا عشرة ساعة فتارة یدخل اللیل فی ساعات النهار فتصیر اربع عشر ساعة مثلاً ویبقی النهار عشرًا وتارة بالعکس "ان عدّة الشهور عند الله اثنا عشر شهرًا فی کتاب الله یوم خلق السمٰوات والارض[1]"، هذا النص اٰیة علی واقعیة الزمان وعلی حدوثه معا ابیدی الدهر اقلب اللیل والنهار[2] الی غیر ذٰلك واذ لیس وجوده فی الاعیان کما دلّ علیه

یعنی کبھی اس کی مقدار اُس پر زیادہ کرتا ہے اور کبھی اس کے برعکس فرماتا ہے اور یہ اس طرح کہ دن اور رات کی درمیانی مقدار بارہ[12] گھنٹے ہے پس کبھی رات کو دن کی ساعتوں میں داخل فرما دیتا ہے تو رات مثلاً چودہ[14] گھنٹوں کی ہو جاتی ہے اور دن دس گھنٹوں کا رہ جاتا ہے اور کبھی اس کے برعکس ہوتا ہے۔ انّ عدّة الشهور عند الله اثنا عشر شهرًا فی کتاب الله یوم خلق السمٰوات والارض بے شک مہینوں کی گنتی اللہ کے پاس ۱۲ مہینے ہے اللہ کی کتاب میں جب آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا۔ یہ آیت بہت واضح طور پر زمانے کے امر واقعی اور حادث ہونے پر دلالت کرتی ہے بیدی الدهر اُقلِّبُ اللیل والنهار میرے ہی ہاتھ میں زمانہ ہے میں دن اور رات

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۳۶

[2] صحیح البخاری باب وما یهلکنا الا الدهر ۲/ ۷۱۵ و باب قول اللہ تعالٰی یریدون ان یبدلوا کلام اللہ ۲/ ۱۱۱۶
صحیح مسلم کتاب الالفاظ باب النهی عن نسب الدهر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۷
سُنن ابی داؤد باب فی الرجل یسب الدهر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۵۹
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۳۸

Marfat.com

جواب اوّل: اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہُوں۔ ت) ممکن کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

البرهان فلا محيد عن وجوده في الاذهان فاذا لم تجز مسبوقيته بالعدم وجب كونه في الذهن من الازل فيلزم قدمه وقدم الذهن قال في المقاصد وشرحها فان ثبت وجود الزمان بمعنى مقدار الحركة لم يمتنع سبق العدم عليه باعتبار هذا الامر الوهمي كما في سائر الحوادث[1] **اقول** نعم ولكن امتنع على هذا الوهمي سبق العدم كما علمت وليس وهميا بمعنى المخترع بل يدفع به كونه موهوما اذ لو كان موهوما لم يكن قبل التوهم ولو لم يكن قبل التوهم لكان قبل التوهم ولو كان قبل التوهم لم يكن موهوما الطرفان ظاهران والوسط لجريان المعضلة في الوجود الذهني كجريانها في العيني فينتج ان لو كان موهوما

کا رَدّ و بدل کرتا ہُوں، اس کے علاوہ دوسری آیات بھی ہیں، اور جب زمانہ خارج میں موجود نہیں ہے جیسے کہ دلیل سے ثابت ہوتا ہے تو ماننا پڑے گا کہ وُہ اذہان میں موجود ہے اور جب عدم اس سے مقدم بتقدم زمانی نہیں ہوسکتا تو ماننا پڑے گا کہ وُہ ازل سے ذہن میں تھا، اس طرح نہ صرف زمانے کا قدیم ہونا لازم آئے گا بلکہ ذہن کا قدیم ہونا بھی لازم آئے گا۔ مقاصد اور اس کی شرح میں ہے: زمانہ جو مقدارِ حرکت ہے اگر اس کا وجود ثابت ہوجائے تو تمام حوادث کی طرح اس امرِ وہمی کے اعتبار سے عدم کا اس سے پہلے ہونا محال نہیں ہوگا۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) ٹھیک ہے لیکن عدم کا اس وہمی پر مقدم ہونا محال ہے جیسے کہ تم جان چکے ہو، زمانے کے وہمی ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اختراعی ہے، بلکہ دلیل سے اس کے وہمی اختراعی ہونے کا رَد کیا جا سکتا ہے اور وُہ یُوں کہ اگر زمانہ وہمی امر ہو تو توہّم سے پہلے نہیں ہوگا اور اگر توہّم سے پہلے موجود نہیں ہوگا تو وہ توہّم سے پہلے موجود ہوگا

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] شرح المقاصد المقصد الرابع المبحث الخامس فی احکام الاجسام دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱/۲۴

Marfat.com

اگر بشرطِ وجود لو تو اس کا عدم محال ہوگا اور بشرطِ عدم تو وجود۔ یونہی بشرطِ استمرار انقطاع اور بشرطِ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

لم یکن موھوما فیثبت انہ غیر موھوم بل موجود فی الاعیان، فان قلت المتکلمون ینکرون الوجود الذھنی **اقول** مرجعہ عند التحقیق الی انکار حصول الاعیان بانفسھا فی الاذھان والا فھو مردود بالبرھان کما بینہ فی شرح المقاصد ومصادم لبداھۃ الوجدان کما یعرفہ کل فاھم و قاصد۔ اما ھذا الذی ذکرنا فحق بلا مریۃ ویلزم القائل بحصولھا بانفسھا عرضیۃ الجوھر لقیامہ بالذھن واعتذار ابن سینا ان الجوھر ما من شانہ القیام بنفسہ اذا وجد فی الاعیان بھت بحت فالتجھر لایتبدل بتبدل الظرف والا تبدلت الذات، وبالجملۃ ذات لا قیام لھا الا بغیرھا

ــــــــ اور اگر توہم سے پہلے موجود ہوا تو موہوم نہیں ہوگا، دونوں طرفیں ظاہر ہیں اور متوسط کا وجود ذہنی میں جاری ہونا اسی طرح مشکل ہے جس طرح وجودِ خارجی میں مشکل ہے، نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر وُہ موہوم ہوا تو موہوم نہیں ہوگا بلکہ خارج میں موجود ہوگا۔ (سوال) متکلمین تو وجود ذہنی کا انکار کرتے ہیں (جواب) تحقیق یہ ہے کہ وہ موجوداتِ خارجیہ کے بذاتہا ذہنوں میں حاصل ہونے کا انکار کرتے ہیں ورنہ ان کا انکار دلیل سے باطل ہے جس طرح علامہ نے شرح مقاصد میں بیان کیا اور بداہتِ وجدان کے مخالف ہے جیسے کہ ہر سمجھنے اور قصد کرنے والا جانتا ہے، لیکن وہ مطلب جو ہم نے بیان کیا ہے وہ حق ہے اور جو یہ کہتا ہے کہ اشیاء خود ذہن میں حاصل ہو جاتی ہیں اس پر جوہر کا عرض ہونا لازم آتا ہے کیونکہ جوہر ذہن کے ساتھ قائم ہو جائے گا۔ ابن سینا کا یہ عذر پیش کرنا کہ جوہر وہ موجود ہے کہ جب وہ خارج میں پایا جائے تو قائم بنفسہ ہوگا یہ محض سینہ زوری ہے، جوہر ہونا ایسی چیز نہیں جو ظرف کے بدلنے سے بدل جائے ورنہ ذات تبدیل ہو جائے گی۔ خلاصہ یہ کہ وُہ ذات جو صرف غیر کے ساتھ قائم ہے قطعی طور پر

(باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

انقطاع استمرار۔ کلام اس میں نہیں بلکہ نفس ذات ممکن میں، وہ ان میں کسی کی نہ مقتضی نہ منافی،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تبائن بالقطع ذاتا تقوم بنفسها فثبت ان الحصول بالشبح لا بعین۔

اس ذات کے مبائن ہے جو قائم بنفسہا ہے، لہذا ثابت ہوا کہ شئے کی ذات ذہن میں حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کا شبح (عکس) حاصل ہوتا ہے۔

(۴) لیس تقدم عدم الزمان علی وجودہ بالزمان بل بتقدم اجزاء الزمان بعضا علی بعض[1] (مقاصد وشرحہا وخواجہ زادہ و تجرید) اعنی التقدم بالذات لا بامر زائد علیہا السید) وھو قسم سادس للتقدم[2] (تجرید وشرحہ فی مباحث السبق) ولانسلم ان التقدم والتاخر داخلان فی مفہوم اجزاء الزمان وانما جاء ھذا فی الامس والغد لاخذ الزمان مع التقدم المخصوص والتاخر اما نفس اجزائہ فلا بل غایتہ لزوم التقدم والتاخر فیہا لکونہا عبارۃ عن اتصال غیر قار

(۴) زمانے کے عدم کا اس کے وجود پر مقدم ہونا بالزمان نہیں ہے بلکہ اس طرح ہے جیسے زمانے کے بعض اجزاء بعض پر مقدم ہیں (مقاصد، اس کی شرح، خواجہ زادہ اور تجرید) یعنی تقدم بالذات ہے ایسے امر کی وجہ سے نہیں جو ذات سے زائد ہے، اور یہ تقدم کی چھٹی قسم ہے (تجرید اور اس کی شرح تقدم کی مباحث میں) اور ہم تسلیم نہیں کرتے کہ تقدم اور تاخر اجزاء زمان کے مفہوم میں داخل ہے، یہ بات امس (گزشتہ کل) اور غد (آئندہ کل) میں اس لئے آتی ہے کہ زمانے کو تقدم مخصوص اور تاخر کے ساتھ لیا گیا ہے، جہاں تک زمانے کے نفس اجزا کا تعلق ہے تو ان میں تقدم وتاخر ماخوذ نہیں ہے زیادہ سے زیادہ لزوم تقدم وتاخر ہے کیونکہ اجزاء زمانہ اتصال غیر قار سے عبارت

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] شرح المواقف المقصد الثانی فی حقیقۃ الزمان منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/۱۰۵
شرح المقاصد المقصد الثانی المنہج الثالث المبحث الثانی دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱/۱۳۴

[2] تجرید (طوسی)

Marfat.com

تو یہ سب اس کے لئے ممکن بالذات ہیں، اب عدمِ زمانہ قطعاً ممکن ہے ورنہ زمانہ واجب بالذات ہو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ولو سلّم فالحادث من حیث الحدوث ایضا کذٰلک اذ لا معنی لہ سوی مایکون وجودہ مسبوقا بالعدم ولو سلّم فالمقصود منع انحصار السبق فی الاقسام الخمسۃ مستندا الی السبق فیما بین اجزاء الزمان فانہ لیس زمانیا بمعنی ان یوجد المتقدم فی زمان لا یوجد فیہ المتأخر ولا یضرنا تسمیتہ زمانیا بمعنی اٰخر[1] وشرح مقاصد وسلک خواجہ زادہ مسلکا اٰخر فقال اجزاء الزمان ذکر سندا للمنع فلا یضر درجہ فی السبق الزمانی لان اندفاع السند لا یستلزمہ اندفاع المنع[2] اقول اولاً کل ذٰلک لا ینفع مالم یدفع ان القبلیۃ المحیلۃ للمعیۃ لا تکون الا زمانیۃ ودفعہ عند العقول المحبوسۃ فی سجن الزمان غیر یسیر فان امتناع الاجتماع انما یتأتی بامتداد

ہیں، اور اگر تسلیم کرلیا جائے تو حادث بھی اسی طرح ہے کیونکہ حادث کا یہی معنیٰ ہے کہ جس کا وجود عدم کے بعد ہو، اور اگر یہ بھی تسلیم کرلیا جائے تو ہم نہیں مانتے کہ تقدم پانچ قسموں میں منحصر ہے اور اس منع کی سند یہ ہے کہ زمانے کے اجزاء میں تقدم اور تاخر پایا جاتا ہے حالانکہ یہ تقدم اس معنیٰ کے اعتبار سے زمانی نہیں ہے کہ مقدم ایسے زمانے میں پایا جائے جس میں مؤخر نہ پایا جائے، اس تقدم کو اگر کسی دوسرے معنیٰ کے اعتبار سے زمانی کہا جائے تو وہ ہمیں نقصان نہیں دیتا (شرح مقاصد) خواجہ زادہ نے ایک دوسرا راستہ اختیار کیا ہے، انھوں نے کہا کہ اجزاءِ زمان کا ذکر منع کی سند کے طور پر کیا گیا ہے لہذا اسے اگر تقدم زمانی میں داخل مان لیا جائے تو یہ نقصان دہ نہیں ہے کیونکہ سند کے رَد ہونے سے منع کا رَد ہونا لازم نہیں آتا۔ اقول (میں کہتا ہوں کہ) (۱) یہ سب گفتگو اس وقت تک فائدہ نہیں دے گی جب تک اس بات کو رَدّ نہ کیا جائے کہ وہ قبلیت جو معیت کو محال قرار دیتی ہے وہ صرف زمانی ہی ہوگی اور زمانے کے قید خانے میں مقید عقلوں کے لئے اس کا رَد کرنا آسان نہیں ہے

(باقی برصفحہ آئندہ)

[1] شرح المقاصد المقصد الرابع المبحث الخامس دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱/۳۳۴

[2] تہافت الفلاسفہ للخواجہ زادہ

Marfat.com

اور قطعاً اس کا ظرف زمانہ میں ہونا محال ورنہ بداہتہً اجتماع وجود و عدم ہو تو یقیناً یہ عدم زمانہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

متجدد منصرم غیر قار اذلولا الامتداد لم تکن فیہ اثنینیۃ فکان کل ما یقع فیہ مجتمعا وکذا لوکان قارا لاجتمعت اجزاءہ فی الوجود فکذا ما یقع فیھا امّا المتصرم فلا جزاء منہ یجتمعان وجودا ولا ما یقع فیھا و لاجزء مع واقع فیھما ولاجزء مع واقع فی اخر ولا یعلم ھذا المتصرم الّا بالزمان اذ بہ تقدر المتجددات حتی الحرکۃ القطعیۃ المشارکۃ لہ فی التصرّم سواء بسواء فان جزءھا الاول لایکون اولا الّا لحصولہ اولا ای وقوعہ فی الجزء السابق من الزمان فالماضی والاستقبال انما یعرضان اولاً اجزاء الزمان و

کیونکہ اجتماع اسی وقت محال ہوگا جب ایک ایسا امتداد پایا جائے گا جو نو بہ نو پیدا ہوتا جائے، ختم ہوتا ہو اور مجتمع الاجزاء نہ ہو اس لئے کہ اگر امتداد نہ ہو تو اس میں اثنینیت نہیں ہوگی، تو جو کچھ اس میں واقع ہوگا وہ مجتمع ہوگا، اسی طرح اگر قار (مجتمع الاجزاء) ہو تو اس کے اجزاء وجود میں اکٹھے ہو جائینگے تو جو چیزیں اس میں پائی جائیں گی وہ بھی اکٹھی ہو جائیں گی، لیکن جو چیز ساتھ ساتھ ختم ہوتی جائے تو نہ اس کے اجزاء وجود میں جمع ہونگے اور نہ ہی اس میں پائی جانے والی چیزیں جمع ہوں گی اسی طرح اس قار کی کوئی جزء دوسری جزء میں پائی جانے والی چیز کے ساتھ جمع نہیں ہوگی، اور یہ ساتھ ساتھ ختم ہونیوالی چیز زمانے ہی کے ذریعے پہچانی جائیگی، کیونکہ زمانے ہی کے ذریعے متجدد اشیاء کا اندازہ لگایا جاتا یہاں تک حرکتِ قطعیہ جو تصرّم میں زمانے کے ساتھ شریک ہے کیونکہ اس کی پہلی جزء اس لئے پہلی جزء بنے گی کہ وہ پہلے موجود ہوئی ہے یعنی وہ زمانے کی جزء سابق میں پائی گئی ہے۔ پس ماضی یا مستقبل ہونا پہلے اجزاءِ زمان کو لاحق ہوتا اور

(باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

یونہی ممکن کہ غیر زمانہ میں ہو اور بحکم مقدمہ سابقہ اس کا استمرار بھی مقتضائے ذات نہیں تو قطعاً

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بواسطته سائرالاشیاء ولا نعنی بالتقدم الزمانی الا ھذا الشامل للوجوہ الثلثة فیشمل تقدم جزء من الزمان علیٰ جزء اٰخر، وجزء عن الواقع فی جزء متاخر، والواقع فی متقدم علی واقع فی متاخر، ومن ھذا الثالث الحادث وعدمه فاندفع المنع الاول وظھران جعله کتقدم اجزاء الزمان فیما بینھا لا یخرجه عن التقدم الزمانی، وثانیاً ظھر ان ھذا التقدم والتاخر لیس الا بالزمان سواء دخل فی مفھوم اجزائه اولا، وثالثاً ظھران البعدیة الماخوذة فی الحادث لیست الا زمانیة فلاینفع قوله فالحادث کذلک[1] ورابعاً ظھر ان لاحاجة الی الحصر فی الخمس

اس کے واسطے سے باقی اشیاء کو اور ہم تقدم زمانی کا یہی معنی مراد لیتے ہیں جو تینوں قسموں کو شامل ہے: (ا) زمانے کی ایک جزء کا دوسری جزء پر مقدم ہونا (ب) زمانے کی ایک جزء کا مقدم ہونا اس چیز سے جو دوسری جزء میں واقع ہے (ج) جزء متقدم میں واقع ہونے والی چیز کا دوسری جزء میں واقع ہونے والی چیز سے مقدم ہونا حادث' اور اس کا عدم اسی تیسری قسم سے تعلق رکھتا ہے لہذا پہلا منع دُور ہوگیا اور ظاہر ہوگیا کہ اس تقدم کو زمانے کے اجزاء کے باہمی تقدم کی طرح قرار دینا اسے تقدم زمانی سے نکال نہیں دیتا۔ (۲) ظاہر ہوگیا کہ یہ تقدم اور تاخر زمانی ہی ہے چاہے زمانہ اس کے اجزاء کے مفہوم میں داخل ہو یا نہ (۳) یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ حادث میں جو بعدیت ماخوذ ہے وہ زمانی ہی ہے لہذا ان (شارح مقاصد) کا یہ قول فائدہ نہیں دے گا کہ حادث بھی اسی طرح ہے۔ (۴) ظاہر ہوگیا کہ پانچ میں حصر کرنے

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] شرح المقاصد المقصد الرابع المبحث الخامس دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۱/۳۲۴

Marfat.com

انقطاع ممکن بالذات' اور وہ نہ ہوگا مگر وجود سے تو روشن ہوا کہ وہ عدم زمانہ کہ زمانے میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فليس هذا الامر الخمس، وخامسًا ظهران الاندراج في الزماني بهذا المعنى مضر قطعا، وسادسًا ظهر الفرق بين اجزاء الزمان وبين الحادث وعدمه فانزهق التسوية بين الفريقين، وسابعًا لو كان تقدم عدم الحادث عليه لذاته لتقدمه ايضًا عدمه الطارئ لان العدمين لا يختلفان ذاتًا وبالجملة لا محيد الا فيما ذكرنا من البرهانين فانهما القاطعان لعرق الضلال والحمد لله ذي الجلال.

کی حاجت نہیں ہے، کیونکہ یہ تقدم ان ہی پانچ قسموں میں ہے (۵) زمانی کے اس معنیٰ میں داخل ہونا قطعاً مضر ہے (۶) اجزاء زمان اور حادث کے وجود و عدم کے درمیان فرق ظاہر ہوگیا، لہٰذا دونوں کو برابر قرار دینا غلط ہوگیا (۷) اگر حادث کے عدم کا اس پر مقدم ہونا لذاتہٖ ہو تو اس کا عدم طاری بھی مقدم ہوگا کیونکہ دونوں عدم ذات کے اعتبار سے مختلف نہیں (اقول حادث جسے لذاتہٖ پہلے قرار دیا جارہا ہے مراد وہ عدم سابق ہے اس سے یہ کیسے لازم آگیا کہ عدم طاری بھی مقدم ہوگا؟ ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر عدم سابق لذاتہٖ مقدم ہو تو عدم طاری اور عدم لاحق بھی لذاتہٖ مؤخر ہوگا ۱۲ شرف قادری) خلاصہ یہ کہ ہم نے جو دو برہان ذکر کئے ہیں ان سے خلاصی نہیں ہے کیونکہ وہ دونوں گمراہی کی رگ کو کاٹنے والے ہیں والحمد للہ ذی الجلال۔

(۵) لو اعتبر في ماهية القديم والحادث الزمان فالزمان المعتبر ان كان قديمًا لا يشترط لقدمه زمان اخر

(۵) اگر قدیم اور حادث کی ماہیت میں زمانہ معتبر ہو تو وہ زمانہ جو معتبر ہے دو حال سے خالی نہیں ہوگا (۱) اگر قدیم ہو تو اس کے قدم کے لئے دوسرا زمانہ شرط نہیں ہوگا ورنہ

(باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

نہیں منقطع ہو کر وجود زمانہ ہو سکتا ہے ۔ یہی حدوثِ زمانہ ہے اور قبل زمانہ زمانہ لازم نہیں کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

والا لزم للزمان زمان فقد عقل قديم من غير اعتبار الزمان فيعقل مثله في حق الله سبحٰنه وتعالىٰ وصفاته وان كان حادثا لم يشترط ايضا لحدوثه زمان اٰخر فقد تصور حدوث من غير اعتبار الزمان فليتصور مثله في حق العالم (خواجه زاده[1] اه ملخصًا) وحاصله ان الزمان سواء كان حادثا او فرض قديما لا يحتاج في حدوثه ولا قدمه الى زمان اٰخر فظهر ان ماهية القدم والحدوث معقول بدون الزمان فليكن كذالك في الله تعالىٰ والعالم والفرق بان ماهية القدم والحدوث مستغنية عن الزمان في الزمان و

زمانے کے لئے زمانے کا ہونا لازم آئے گا ، اس کا مطلب یہ ہُوا کہ زمانے کے اعتبار کے بغیر قدیم کا تصور کیا جا سکتا ہے ، یہی بات اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کے بارے میں بھی مان لینی چاہئے اور اگر وہ زمانہ حادث ہے تو بھی اس کے حدوث کے لئے دوسرا زمانہ شرط نہیں ہوگا ، اس کا مطلب یہ ہے کہ زمانے کا اعتبار کئے بغیر حدوث کا تصور کیا جا سکتا ہے تو یہی بات اللہ تعالیٰ اور کائنات کے بارے میں مان لینی چاہئے (خواجہ زادہ ملخصًا) اس کا حاصل یہ ہے کہ زمانہ چاہے حادث ہو یا قدیم فرض کیا جائے وہ اپنے حدوث اور قدم میں دوسرے زمانے کا محتاج نہیں ہے ، اس سے ظاہر ہو گیا کہ حدوث وقدم کی ماہیت کا تصور زمانے کے بغیر کیا جا سکتا ہے ، اسی طرح اللہ تعالیٰ اور عالم کے بارے میں بھی مان لینا چاہئے ، یہ فرق کرنا کہ قدم اور حدوث کی ماہیت زمان میں زمانے سے مستغنی ہے اور غیر زمانہ

(باقی بر صفحہ آئندہ)

[1] تہافت الفلاسفہ للخواجہ زادہ

Marfat.com

عدم منقطع زمانہ میں نہ تھا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

محتاجة الیہ فی غیرہ یجعل لکل منهما ماهیتین وهو کما تری۔

اقول الزمان ماخوذ فی القدیم سلبًا ای مالیس قبلہ زمان و فی الحادث ایجابًا ای ماکان قبلہ زمان، وهذا الزمان الماخوذ سواء اعتبر قدیمًا او حادثًا او مطلقًا لایلزم للزمان زمان ولا تعدد ماهیة شئ من القدیم والحادث فالزمان قدیم عندهم لانہ لیس قبلہ زمان لاقدیم و لاحادث والزمان الحادث حادث لان قبلہ زمانا قدیمًا ولان زمانا حادثًا ایضًا لان قبل کل من الزمان الحادث زمان حادث عندهم کما تقدم۔

(۶) الشیرازی المعروف بصدرا تبعًا لاستاذہ الباقر امن بحدوث العالم والزمان فحاول رد المعضلة بان تناهی مقدار

میں اس کی طرف محتاج ہے، اس سے یہ لازم آتا ہے کہ حدوث وقدوم کی دو دو ماہیتیں ہوں اور یہ ظاہر البطلان ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں کہ) قدیم میں زمانہ سلبًا ماخوذ ہے یعنی وہ چیز جس سے پہلے زمانہ نہیں ہے اور حادث میں ایجابًا معتبر ہے یعنی وہ چیز جس سے پہلے زمانہ ہے اور یہ زمانہ جو ماخوذ ہے اسے قدیم مانا جائے یا حادث یا مطلقًا اعتبار کیا جائے زمانے کیلئے زمانہ لازم نہیں آتا اور نہ ہی حدوث وقدم میں سے کسی کی ماہیت کا تعدّد لازم آتا ہے، زمانہ فلاسفہ کے نزدیک قدیم ہے کیونکہ اُس سے پہلے کوئی زمانہ نہیں ہے نہ قدیم اور نہ حادث، اور زمانہ جو حادث ہے وہ حادث ہے کیونکہ اس سے پہلے قدیم زمانہ ہے بلکہ اس سے پہلے زمانہ حادث بھی ہے کیونکہ ان کے نزدیک ہر زمانہ حادث سے پہلے زمانہ حادث ہے جیسے کہ اس سے پہلے گزر گیا ہے۔

(۶) صدر شیرازی اپنے استاد میر باقر داماد کی پیروی میں عالم اور زمانے کے حدوث پر ایمان رکھتا ہے اس لئے پیچیدہ اعتراض کا جواب یوں دیتا ہے کہ مقدار کا متناہی ہونا

(باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

جواب دوم: اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ۔ ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

لا یستدعی مسبوقیۃ بالعدم الا ترٰی ان تناھی محدد الجھات لا یستلزم تاخرہ عن امر متقدر موجود او موھوم ملأ او خلأ تاخرا مکانیا کذلک تناھی الزمان لا یستلزم تاخرہ عن امتداد زمانی موھوم او موجود تاخرا زمانیا وان کان الوھم یعجز عن ادراک تناھیہ کما یعجز عن ادراک ان لیس وراء الفلک خلأ و لا ملأ۔ اقول لم یکن الزام الزمان قبل الزمان علٰی تقدیر حدوثہ بناء علٰی ان تناھی مقدار یوجب ان یکون وراءہ مقدار من جنسہ کالمکان وراء المکان خلو تناھی الزمان لکان وراء الزمان زمان فان ھذا لا یصح ان یتفوہ بہ

اس بات کا تقاضا نہیں کرتا کہ وہ عدم سے مؤخر ہو، کیا تم نہیں دیکھتے محدّدِ جہات (فلک الافلاک) کے متناہی ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی امر مقدر موجود یا موہوم، ملا یا خلا سے مؤخر ہو تاخّر مکانی کے ساتھ، اسی طرح زمانے کا متناہی ہونا اس بات کا تقاضا نہیں کرتا کہ وہ امتداد زمانی موہوم یا موجود سے مؤخر ہو تاخّر زمانی کے ساتھ، اگرچہ وہم اس کے متناہی ہونے کا ادراک کرنے سے عاجز ہے جیسے کہ یہ جاننے سے عاجز ہے کہ فلک الافلاک کے پار نہ خلا ہے اور نہ ملا ہے۔ اقول (میں کہتا ہوں) زمانے کے حادث ہونے کی صورت میں زمانے سے پہلے زمانہ ہونے کا لازم آنا اس بنا پر نہیں تھا کہ مقدار کے متناہی ہونے سے ـــــ یہ لازم آتا ہے کہ اس کے ختم ہونے کے بعد اس کی ہم جنس مقدار ہو جیسے مکان کے بعد مکان ہونا، پس اگر زمانہ متناہی ہو تو زمانے کی انتہا کے بعد زمانے کا ہونا

(باقی برصفحہ آئندہ)

ملہ شرح ہدایۃ الحکمت فصل فی الزمان مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۱۱ و ۲۱۲

Marfat.com

وجودِ شے اگر کسی ظرف میں ہو تو اس کا عدم کہ وجود کا رافع یا اس سے مرفوع و بالجملہ اس کے ساتھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الا مجنون کیف وانه یکون التناهی علی هذا موجبًا للاتناهی لان وراء کل المقدار مقدار مثله بل علی ان حدوث شیٔ لیس معناه الا الوجود بعد العدم بعدیة محیلة للمعیة و لیست عندهم غیر الزمانیة فمن قبل هذا الزم قبل الزمان زمان وای مساس بهذا لتناهی المکان فلیس مقتضاه ان بعد البعد بعدا و شغلا بعد فراغ حتی یلزم تقدیر شیٔ ورائه فقیاس الزمان علی المکان من البطلان ثم استدل ببراهین ابطال التسلسل **اقول** وهو طریق حق کما قدمناه غیر انها معارضة و نحن فی حل عقدة معضلة نفسها کما تقدم والله سبحانه وتعالٰی اعلم ۱۲ منه غفر له۔

لازم ہے کیونکہ یہ ایسی بات ہے جو صرف پاگل ہی کہہ سکتا ہے، کیونکہ اس بنا پر تو متناہی ہونا غیر متناہی ہونے کو واجب کرے گا اس لئے کہ ہر مقدار کے بعد اس جیسی مقدار ہے، بلکہ الزام کی بنا اس پر تھی کہ کسی شَے کے حادث ہونے کا صرف یہ مطلب ہے کہ عدم کے بعد وجود ایسی بعدیت کے ساتھ پایا جائے کہ جو معیت کو محال قرار دے اور ایسی بعدیت فلاسفہ کے نزدیک صرف زمانی ہے، تو جو شخص اس بات کو تسلیم کرلے گا اس پر زمانے سے پہلے زمانے کا موجود ہونا لازم آئے گا، اور اسے مکان کے متناہی ہونے کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ اسکا مقتضا یہ نہیں ہے کہ بعد کے بعد بُعد یا فراغ کے بعد شغل ہو یہاں تک کہ اس کے بعد کسی چیز کی تقدیر لازم آئے، پس زمانے کا مکان پر قیاس کرنا باطل ہے، پھر صدر شیرازی نے ابطالِ تسلسل کے براہین سے استدلال کیا ہے۔ **اقول** یہ صحیح راستہ ہے جیسے کہ ہم اس سے پہلے بیان کرچکے ہیں ہاں اتنا ہے کہ یہ معارضہ ہے اور ہم اس لاینحل عقدے کو حل کرنے کے درپے ہیں جس طرح کہ اس سے پہلے گزرا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ۔ (ترجمہ محمد عبدالحکیم شرف قادری)

Marfat.com

ممتنع الاجتماع ہے، اُسی ظرف میں ہونا لازم کہ ایک ظرف میں وجود دوسرے ظرف میں عدم کا منافی نہیں بلکہ موجب ہے جبکہ وجود اُسی ظرف سے خاص ہو اور اگر وجود شے لا فی الظرف ہو تو عدم کہ اس کا منافی ہے وہ بھی لا فی الظرف ہوگا کہ وجود لا فی ظرف عدم فی ظرف کا منافی نہیں بلکہ موجب ہے۔ اب مفارقات غیر باری عزّوجل مثلاً تمھارے نزدیک عقل اول جن کا وجود زمانے سے متعالی ہے ورنہ مفارق نہ ہوں مادی ہوں کہ زمانہ کہ مادہ میں حال ہے ضرور مادی ہے اُسے حرکت میں حلول سریانی ہے اور حرکت کو جرم میں تو اُسے جرم فلک میں اور مادی میں واقع نہ ہوگا، مگر مادی اور وہ اپنی نفس ذات میں مفارق ہیں تو بالذات وقوع فی الزمان سے آبی ہیں لاجرم اُن کا وجود کسی ظرف دیگر میں ہے یا لا فی ظرف، بہرحال اُن کا حدوث ممکن بالذات ہے کہ ذات ممکن نہ قدم کی مقتضی نہ عدم کی، تو قطعاً حدوث کی منافی نہیں' جیسے کہ اس کی مقتضی بھی نہیں، یہی حدوث کا امکان ذاتی ہے اور حدوث بے سبقت عدم ممکن نہیں توضرور اُن کے وجود پر اُن کے عدم کی سبقت ممکن اور بحکم مقدمہ سابقہ یہ عدم نہ ہوگا مگر ان کی طرح لا فی ظرف یا ظرف دیگر میں بہرحال زمانے میں نہ ہوگا، تو روشن ہوا کہ جس کا وجود زمانے میں نہیں برتقدیر حدوث اس کا عدم سابق بھی زمانے میں نہ ہوگا بلکہ ظرف دیگر میں یا لا فی ظرف' اور زمانہ بھی ایسا ہی ہے کہ اُس کا وجود زمانے میں نہیں ورنہ ظرفیۃ الشیئ لنفسہ لازم آئے تو قطعاً برتقدیر حدوث اُس کا عدم سابق زمانہ میں نہ ہوگا اور زمانے سے پہلے زمانہ لازم نہ آئے گا' وباللہ التوفیق ۔ یہ بات وُہی ہے جو اُوپر گزری کہ زمانہ کی محکم کمند تمھارے اوہام کی گردن میں پڑی ہے جس میں تمھاری عقول ناقصہ کے سر پھنس گئے ۔ تمھیں وجود کی سابقیت و مسبوقیت بے تصوّر زمانہ بن ہی نہیں پڑتی، حالانکہ بُرہان سے ثابت کہ بے زمانہ بھی ممکن ۔ الحمدللہ قبلیت مذکورہ بلا زمانہ بھی ہونے پر یہ دوٗ روشن دلیلیں ذٰلک برھانان من ربّک (یہ دو برہان ہیں تمھارے رب کی طرف سے ۔ ت) کے فضل سے اس فقیر پر فائض ہُوئیں' والحمد للہ ربّ العٰلمین (اور سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا ۔ ت) ان کے بعد زیادہ بحث کی حاجت نہیں مگر کلمات علماء میں اس معضلہ سے پانچ جواب مذکور ہوئے ہم بھی بعونہٖ تعالٰی پانچ کی تکمیل کریں کہ اُن سے مل کر تلک عشرۃ کاملۃ ہوں ۔

جواب سوم: اقول ظاہر ہے کہ جب زمانہ حادث ہوگا اُس کے لئے ظرف اول ہو گی نہیں مگر آن اور زمانہ کہ امتداد ہے اس کے بعد ہوگا تو اس آن سابق میں زمانہ نہیں ۔ لاجرم

---

[1] القرآن الکریم ۲۸/۳۲

Marfat.com

اُس کا عدم ہے تو عدم زمانہ اس کے وجود پر سابق ہے اور زمانہ میں نہیں بلکہ آن میں ہے" اگر کہئے اس آن سے پہلے عدم زمانہ تھا یا نہیں، بہرحال زمانہ سے پہلے زمانہ لازم۔ اگر نہ تھا جب تو ظاہر کہ وجود زمانہ تھا اور اگر پہلے عدم تھا تو یہ وہی قبلیت زمانیہ ہے۔

۲ **اقول** اقتصار نہ کرو بات پوری کہو قبل و بعد صفت ہیں موصوف ظاہر کرو اگر یہ موصوف زمانہ لیا یعنی اس آن سے پہلے جو زمانہ تھا اُس میں کیا تھا تو سوال نرا جنون ہے آن حدوث زمانہ سے پہلے زمانہ کیسا اور اگر کوئی اور امکان واتساع لیا تو ہم کہیں گے اس میں بھی عدم زمانہ تھا اور زمانہ سے پہلے زمانہ نہ ہوا۔

جواب چہارم: اقول حق یہ کہ عدم موجود نہیں تو نہ اس کے لئے کوئی ظرف ہے نہ وہ تقدم سے موصوف ہو سکے کہ یہاں تقدم و تاخر من حیث التحقق میں کلام ہے عمرو سے پہلے زید تھا اس کے یہ معنی کہ وجودِ عمرو سے وجودِ زید سابق تھا، یونہی وجود سے پہلے عدم ہونے کا یہی مفہوم کہ عدم کا وجود اُس سے مقدم تھا حالانکہ عدم ہرگز موجود نہیں ورنہ اعدام معلل ہوں کہ اُن کا وجود نہ ہوگا مگر ممکن ورنہ حوادث محال یا واجب ہو جائیں اور ہر ممکن محتاجِ علت، حالانکہ عدم معلل نہیں نیز اگر اعدام موجود ہوں تو امور غیر متناہیہ مرتبہ موجودہ بالفعل لازم آئیں مثلاً عقول دس ہیں، دس سے زیادہ گیارہ بارہ الیٰ غیر النہایہ سب معدوم ہیں تو تمام اعدام مرتبہ نامتناہیہ موجود بالفعل ہیں اور یہ محال ہے تو یہ کہنا کہ حادث کا وجود مسبوق بالعدم ہے یا اعدام ازلی ہیں محض ظاہری بات ہے حادث وُہ جس کا وجود ازل میں نہ تھا نہ وہ جس کا عدم ازل میں تھا کہ "عدم" "تھا" اور "ہے" کی صلاحیت نہیں رکھتا اور ازل کوئی زمانہ نہیں فلاسفہ بھی مانتے ہیں کہ مفارقات ازلی ہیں اور زمانی نہیں اگر کہئے جب ازل میں نہ حادث کا وجود تھا نہ عدم تو ارتفاع نقیضین ہو گیا۔

اقول حادث کے وجود و عدم نقیضین نہیں باری عزّوجل نہ حادث کا وجود ہے نہ عدم، اگر کہئے جب ازل میں حادث کا عدم نہ تھا ضرور وجود تھا کہ سلب عدم کو وجود لازم تو حادث حادث نہ رہا۔

اقول ازل میں حادث کا وجود نہ تھا اس کو یوں تعبیر کرتے ہیں کہ عدم تھا ورنہ عدم ثبوت ثبوت عدم نہیں، نہ اس کی نفی سے اس کی نفی ہو کہ وجود لازم آئے سلب بسیط سلب معدوم نہیں نہ اس کے سلب کو تحصیل لازم، زید معدوم کے لئے جس طرح قائم ثابت

Marfat.com

لاقائم بھی ثابت نہیں کہ یہ بھی ثبوت موضوع کا طالب تو ترید لیس بلا قائم ثابت اور اس سے ترید قائم ثابت نہیں۔

جواب پنجم : اقول بربی استخیر وحسبنا اللہ ونعم الوکیل فان اصبت فمن اللہ ولہ الحمد لوان اخطات فمن الشیطان وانا اعتقد بکل ما ھو حق عند الرحمٰن۔

اقول میں اپنے پروردگار سے خیر طلب کرتا ہوں، اور ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور کیا ہی اچھا وہ کارساز ہے۔ چنانچہ اگر میں نے درست بات کہی تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اسی کے لئے حمد ہے اور اگر میں نے غلطی کی تو وہ شیطان کی طرف سے ہے اور میں اعتقاد رکھتا ہوں ہر اس چیز کا جو رحمان کے نزدیک حق ہے۔ (ت)

(۱) ہر عاقل جانتا ہے کہ وجود باری عزّوجل کو اس کی صفات قدیمہ (یا فلاسفہ کے نزدیک عقل اول) پر تقدم ذاتی ہے یونہی سب حوادث پر بھی مگر بداہت عقل شاہد کہ وجود حوادث پر اس کے وجود کو ایک اور تقدم بھی ہے جو صفات (یا بطور فلاسفہ عقل اول) پر نہیں، یقیناً کہا جائے گا کہ ازل میں وجود الٰہی تھا اور وجود حوادث نہ تھا بلکہ بعد کو ہوا اور ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ ازل میں اللہ تعالیٰ تھا اور صفات الٰہیہ نہ تھیں، نہ فلسفی کہہ سکتا ہے کہ ازل میں واجب تھا اور معلول اول نہ تھا، بالجملہ صفات یا معلول اوّل کو ازل سے تخلّف نہیں اور وجود حوادث کو قطعاً ہے تو حوادث پر وجود حق کو تقدم ذاتی کے سوا دوسرا تقدم اور ہے اور وہ ہرگز زمانی نہیں کہ باری عزّوجل زمانے سے پاک ہے، فلاسفہ بھی اس تنزیہ میں ہمارے ساتھ ہیں۔

(۲) صفات الٰہیہ قطعاً قدیم ہیں اور قدیم بالذات نہیں مگر ذات عُلیہ اور صفات بھی زمانے سے متعالی تو ان کا قدم زمانی بھی نہیں ہو سکتا۔

ع وقع فی المقاصد و شرحہا مانصہ لاقدیم بالذات سوی اللہ تعالٰی واما بالزمان فصفات اللہ فقط[1]۔ **اقول** وھو سھو عظیم فی العبارۃ

ع مقاصد اور اس کی شرح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قدیم بالذات نہیں ہے البتہ قدیم بالزمان صرف اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔ **اقول** اس عبارت میں عظیم سہو ہے

(باقی برصفحہ آئندہ)

[1] شرح المقاصد المقصد الثانی المنہج الثالث المبحث الاول دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱/ ۱۲۹

Marfat.com

(۳) باری وصفات باری عزّ جلالہٗ کے لئے یقیناً بقا ہے کہ وجود اس کا موجب ہے اور وہ نہیں[علہ] مگر استمرار وجود اور استمرار مقتضی انساع[۲] اور محال ہے کہ زمانہ[۲] ہو، لاجرم اگر میری فکر خطا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فلیتنبہ وغایۃ توجیہہ عندی ان المتکلمین یقدرون لتصویر القدم وتقریبہ الی الفھم ازمنۃ ماضیۃ لاتتناھی فکل ماکان مع جمیع تلك المفروضات ای لم یصح ان یفرض زمان وھو لیس معہ فھو القدیم لکن علی ھذا الاوجہ لتخصیصہ بالصفات فانہ القدم الاخر للذات ۱۲ منہ۔

اس پر آگاہ ہونا ضروری ہے، میرے نزدیک اس کی انتہائی توجیہ یہ ہے کہ متکلمین قدم کی تصویر کھینچنے اور اسے فہم کے قریب کرنے کے لئے ماضی کے غیر متناہی زمانوں کو فرض کرتے ہیں تو ہر وہ چیز جو ان تمام مفروضات کے ساتھ ہو یعنی کوئی ایسا زمانہ فرض نہ کیا جاسکے جس کے ساتھ وہ چیز نہ ہو تو وہ قدیم ہے لیکن اس صورت میں تو اُسے صفات کے ساتھ مختص قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ یہ تو ذات کے لئے ایک اور قدم ثابت ہوگیا ۱۲ منہ۔

علہ قال فی المقاصد وشرحھا المعقول منہ ای من البقاء استمرار الوجود منہ[۱] ۱۲ منہ غفرلہ۔

علہ مقاصد اور اس کی شرح میں ہے المعقول منہ استمرار الوجود منہ بقاء سے جو معنٰی سمجھ میں آتا ہے وہ ہے وجود کا جاری رہنا زمانے سے ۱۲ منہ۔

عـ۲ـہ وقع فیھما بعد ماقدمت ولامعنی لذلك سوی الوجود من حیث انتسابہ الی

عـ۲ـہ مقاصد اور شرح مقاصد میں ابھی نقل کردہ عبارت کے بعد ہے، اور اس کا یہی معنٰی ہے کہ پہلے زمانے کے بعد وجود دوسرے زمانے

(باقی برصفحہ آئندہ)

لہ شرح المقاصد المقصد الثالث الفصل الاول المبحث الخامس دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱/۱۸۰

Marfat.com

میں زمانہ ہے عجب نہیں کہ آیۂ کریمہ وانّ یومًا عند ربّك كالف سنة مما تعدّون[1] (اور بیشک

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

لعدم الاقتران ولعلّه معطوف على العدم ای بقاءه تعالیٰ عبارة عن امتناع عدمه مع امتناع مقارنته مع الازمنة وهذا وان كان بعيدا احسن من ذلك القريب لصحته وقربه من الادب، اما الذی انسلخ عن الادب راسا وبعد عن الدين بمرة وهو المتشدق الجونفوری فزعم ان الفطرة المنفطمة عن لبان الطبيعة تشتهی سلب البقاء عنه سبحٰنه وتعده عين التقديس[2] اھ فلا والله ماهذا الا تقديس ابليس، نسأل الله العافية ؎

يبقى وجه ربك ذو الجلال
فلا تسمع تشدق ذی خلال ۱۲ منہ

زمانے کے ساتھ مقارن ہونے سے بلند ہے۔ (۲) اگر اللہ تعالیٰ کی بقا کا یہ معنیٰ ہو تو وہ زمانے سے پہلے باقی نہیں ہوگا کیونکہ زمانے کے ساتھ اقتران نہیں ہوگا' (اس عبارت کی توجیہ یہ ہے کہ) غالبًا "مقارنته" کا عطف "عدمه" پر ہے' اب مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی بقا کا مطلب یہ ہے کہ اس کا عدم محال ہے اور زمانوں کے ساتھ اس کا مقارن ہونا بھی محال ہے، یہ مطلب اگرچہ ظاہر عبارت سے بعید ہے لیکن اس قریب مطلب سے بہتر ہے کیونکہ یہ صحیح بھی ہے اور ادب کے قریب بھی ہے لیکن وہ متشدق (بیباک، صاحب شمس بازغہ محمود) جونپوری جو ادب سے یک دم جدا اور دین سے بالکل دور ہے اس کا گمان ہے کہ وہ فطرت جو طبیعت کا دودھ پینا چھوڑ چکی ہے چاہتی ہے کہ اللہ تعالےٰ سے بقا کی نفی کی جائے اور اسے عین تقدیس شمار کرتی ہے اھ اللہ کی قسم! یہ ابلیس کی تقدیس ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کی درخواست کرتے ہیں۔

تیرے رب ذو الجلال کی ذات باقی رہے گی لہذا تو اس مختلف خصلتوں والے
بیباک کی گفتگو نہ سن - ۱۲ منہ (ترجمہ: محمد عبد الحکیم شرف قادری)

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/۴۷
[2] الشمس البازغۃ

Marfat.com

نہیں کرتی تو ضرور علمِ الٰہی میں ایک اتساع قدسی زمان و زمانیات سے متعالی ہے جس کا پرتو حوادث

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الزمان الثانی بعد الزمان الاول[1] اھ

اقول اولاً تعالٰی عن ان ینسب وجودہ الی زمان وثانیاً لو کان بقاءہ بھٰذا المعنی لزم قِدَم الزمان والعذر عن ھٰذا ما قدمت وقد احسن صاحب المواقف اذ قال بعد اثبات امتناع ثبوت الزمان لہ تعالٰی بعلم مما ذکرنا ان بقاءہ تعالٰی لیس عبارۃ عن وجودہ فی زمانین[2] اھ قال السید بل ھو عبارۃ امتناع عدمہ ومقارنتہ مع الازمنۃ[3] اھ

اقول اولاً تعالٰی ان یقترن بزمان، و ثانیاً لو کان بقاؤہ بھٰذا المعنی لم یکن باقیاً قبل الزمان

کی نسبت سے پایا جائے اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) (۱) اللہ تعالٰی اس بات سے بلند ہے کہ اس کا وجود زمانے کی طرف منسوب کیا جائے (۲) اگر اللہ تعالٰی کا باقی رہنا اس معنٰی سے ہو تو زمانے کا قدیم ہونا لازم آئے گا۔ اس کی توجیہ وہ ہے جو میں اس سے پہلے بیان کرچکا ہوں، صاحبِ مواقف نے اچھا انداز اپنایا ہے انھوں نے پہلے یہ بیان کیا کہ اللہ تعالٰی کے لئے زمانے کا ثابت ہونا محال ہے، اس کے بعد فرمایا: ہماری گفتگو سے معلوم ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالٰی کے باقی رہنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ دو زمانوں میں موجود ہے اھ میر سید شریف نے اس کی شرح میں فرمایا: بل ھو عبارۃ امتناع عدمہ ومقارنتہ مع الازمنۃ اھ اللہ تعالٰی کی بقا کا مطلب ہے کہ اس کا عدم محال ہے اور وہ تمام زمانوں کے ساتھ مقارن ہے (یہ اس عبارت کا ایک مطلب ہے دوسرا مطلب بعد میں آرہا ہے ۱۲ اشرف قادری) **اقول** (۱) اللہ تعالٰی

---

[1] شرح المقاصد المقصد الثالث الفصل الاول المبحث الخامس دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱/۱۸۰

[2] شرح المواقف الموقف الخامس المرصد الثانی المقصد الرابع منشورات الرضی الشریف قم ایران ۸/۲۶

[3] حاشیۃ سید الشریف علٰی شرح المواقف " " " " " " " " " " " "

Marfat.com

تمھارے رب کے یہاں ایک دن ایسا ہے جیسے تم لوگوں کی گنتی میں ہزار برس ۔ ت) اس کی طرف اشارہ ہو، واللہ تعالےٰ اعلم۔ اس اتساع متعالی میں صفات کو ذات یا معاذ اللہ بطور فلاسفہ عقل اول کو واجب تعالیٰ سے معیت اور تقوّم واستمرار موجود ہے اس کے لحاظ سے ذات وصفات یا بطور فلاسفہ عقول کو حوادث پر یہ دوسرا تقدم ہے اور اس کا وجود صرف علمی ہے کہ ہرگز وجود خارجی

عہ اقولُ و اذلیس وجودہ عینیا بل علمیا فما ثم شئ یمر علیہ او یحیط بہ بل ھو بکل شئ محیط اما الزمان فحادث وان لم یکن موجودا فی الاعیان فلم یتعلق بہ فی الازل فما کان یتعلق بہ فی ما لا یزال لانہ تعالیٰ ان یتجدد لہ شئ ومعلوم انہ تعالیٰ یعلم ویبصر ویسمع ذاتہ العلیۃ علیٰ وجہ الکمال وقد احاط بکل شئ علما ولیس الا ان الکل منکشف لدیہ وھو المحیط بعلمہ وبصرہ وسمعہ وبکل شئ وبالجملۃ فالعقول عاجزۃ عن ادراک کنہ الذات والصفات اٰمنا بہ کما ھو باسمائہ وصفاتہ ۱۲ منہ غفرلہ۔

عہ اقولُ (میں کہتا ہوں) چونکہ زمانے کا وجود خارجی نہیں بلکہ علمی ہے، تو کوئی ایسی چیز نہیں ہوگی جو اللہ تعالیٰ پر گزرے یا اس کا احاطہ کرے، بلکہ وہ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا ہے، لیکن زمانہ تو وہ حادث ہے، اگرچہ خارج میں موجود نہیں ہے، لہذا ازل میں زمانے کا تعلق ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ نہیں ہوگا، آئندہ بھی متعلق نہیں ہوسکتا، کیونکہ اللہ تعالےٰ اس بات سے بلند ہے کہ اس کے لئے کوئی چیز نو بہ نو ثابت ہو اور یہ بات معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات عالیہ کو کامل طور پر جانتا، دیکھتا اور سُنتا ہے، اور اس کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے، اس کا مطلب یہی ہے کہ سب چیزیں اس کے نزدیک منکشف ہیں اور وہ اپنے علم، بصر، سمع اور ہر چیز کا احاطہ کرنے والا ہے۔ مختصر یہ کہ عقلیں اسکی ذات وصفات کی حقیقت کے جاننے سے عاجز ہیں، ہمارا اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے جیسے وہ فی الواقع ہے اور اس کے اسماء اور صفات پر بھی ہم ایمان رکھتے ہیں ۱۲ منہ غفرلہ
(ترجمہ عبدالحکیم شرف قادری)

Marfat.com

نہیں، بلا تشبیہ جس طرح ہمارے اذہان میں زمانے کا وجود وہمی کہ ھرگز وجود عینی نہیں

ع‍ـه فائدة جليلة بهذا و لله الحمد تحل عقدة حارت فيها الافهام وهو جريان برهان التطبيق فى علم الله عز وجل لانه يعلم كل متناه وغير متناه على التفصيل، اجاب الدوانى فى شرح العقائد بان علمه تعالىٰ واحد بسيط فلا تعدد فى المعلومات بحسب علمه بل هى هناك متحدة غير متكثرة اما فى وجودها الخارجى فالعالم حادث فليس الموجود الا متناهيا وان لم يقف عند حد الى الابد، هذا حاصل ما اطال به و رده عبد الحكيم بنقل الكلام الى علمه تعالى التفصيلى۔

اقول لا الجواب بشئ ولا الرد عليه فان

ع‍ـه فائدہ جلیلہ: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس کے ذریعے وہ عقدہ حل ہو جائیگا جس کے بارے میں عقلیں حیران ہیں اور وہ ہے برہان تطبیق کا اللہ تعالیٰ کے علم میں جاری ہونا، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر متناہی اور غیر متناہی کو تفصیلاً جانتا ہے۔ علامہ دوانی نے شرح عقائد میں جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کا علم واحد اور بسیط ہے، لہٰذا معلومات میں اللہ تعالیٰ کے علم کے اعتبار سے تعدد نہیں ہے بلکہ وہ معلومات متکثر نہیں بلکہ متحد ہیں، جہاں تک معلومات کے وجود خارجی کا تعلق ہے تو عالم حادث ہے، اس لئے جتنی اشیاء موجود ہیں وہ متناہی ہیں اگرچہ ہمیشہ کے لئے کسی حد پر جا کر ان کا خاتمہ نہیں ہوتا، یہ ان کی طویل گفتگو کا خلاصہ ہے۔ علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی نے اسے رد کیا ہے کہ ہم گفتگو کو علم تفصیلی کی طرف منتقل کرتے ہیں۔

اقول (میں کہتا ہوں) نہ تو یہ جواب درست ہے اور نہ ہی اس پر رد صحیح ہے،

(باقی اگلے صفحہ پر)

ل‍ه شرح العقائد العضدیۃ للدوانی مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۰ و ۲۱

Marfat.com

الاعیان الثابتة لم تشم رائحة من الوجود (اعیان ثابتہ نے وجود کی بُو نہ سونگھی ہے)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تقسیم علمه الی اجمالی و تفصیلی من بدعات الفلاسفة بل علمه تعالیٰ واحد بسیط متعلق بجمیع الموجودات والمعدومات والممکنات والمحالات علی اتم تفصیل لا امکان للزیادة علیه فالعلم واحد والمعلومات غیر متناهیة فی غیر متناه فی غیر متناه کما بیّنته فی کتابی "الدولة المکیة" و تعلیقاتها "الفیوض الملکیة".

قال السیالکوتی بل الجواب فی تعلیقات الفارابی انه تعالیٰ یعلم الاشیاء الغیر المتناهیة متناهیة و ذلك لان الجواهر والاعراض متناهیة والنسب بینها غیر متناهیة یمکن ان نعتبرها نحن غیر متناهیة اما عنده تعالیٰ فمتناهیة اذ یصح ان توجد تلك الجواهر والاعراض فی

کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم کی تقسیم اجمالی اور تفصیلی کی طرف فلاسفہ کی بدعتوں میں سے ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کا علم واحد ہے بسیط ہے اور اس کا تعلق تمام موجودات، معدومات، ممکنات اور محالات سے اتنی مکمل تفصیل کے ساتھ ہے کہ اس پر زیادتی ممکن ہی نہیں ہے، پس علم ایک ہے اور معلومات غیر متناہی در غیر متناہی جیسے کہ میں نے اپنی کتاب "الدولة المکیة" اور اس کے حواشی "الفیوض الملکیة" میں بیان کیا ہے۔

علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی کہتے ہیں کہ جواب وہ ہے جو فارابی کی تعلیقات میں ہے، اور وُہ یہ کہ اللہ تعالیٰ غیر متناہی اشیاء کو متناہی جانتا ہے (یعنی اشیاء اگرچہ غیر متناہی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے علم میں متناہی ہیں ۱۲ اشرف قادری) اور یہ اس لئے کہ جواہر اور اعراض متناہی ہیں، ان کے درمیان نسبتیں غیر متناہی ہیں ہم یہ اعتبار کر سکتے ہیں کہ وہ غیر متناہی ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک متناہی ہیں کیونکہ یہ جواہر اور اعراض کا خارج میں پایا جانا ممکن ہے، جب یہ خارج

(باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

زمانے کا عدم اسی اتساع قدسی میں اُس کے وجود حادث پر مقدم ہے اور زمانے سے پہلے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الاعیان فبوجودھا توجد النسب بالفعل لانھا لوازمھا و وجود کل شیئ ھو معلومیتہ ﷲ عز و جل؛ ھٰذا تلخیص ما أطال بہ۔

میں موجود ہونگے تو نسبتیں بھی بالفعل پائی جائیں گی، کیونکہ یہ نسبتیں جواہر و اعراض کو لازم ہیں اور ہر شَے کا وجود یہی اس کا اللہ تعالیٰ کیلئے معلوم ہونا ہے (یعنی ہر شیئ کا وجود عبد البارئ تعالیٰ بحیثیت معلول ہونے کے یہی اللہ تعالٰے کا ان اشیاء سے متعلق علم تفصیلی ہے ۱۲ شرف) یہ ان کی طویل گفتگو کا خلاصہ ہے۔

اقول اولاً علمہ تعالیٰ لاینحصر فی الجواھر والاعراض الموجودۃ بل یحیط بھا و بالممکنۃ و ھی غیر متناھیۃ قطعا کنعم الجنۃ و اٰلام النار والعیاذ باللہ منھا۔

اقول (میں کہتا ہوں کہ) اس میں کئی وجہ سے کلام ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ کا علم جواہر اور اعراض موجودہ میں منحصر نہیں ہے، بلکہ انھیں بھی محیط ہے جو جواہر و اعراض ممکنہ کو بھی شامل ہے اور وہ قطعاً غیر متناہی ہیں، جیسے جنت کی نعمتیں اور دوزخ کی تکلیفیں ــــ اللہ تعالیٰ ان تکلیفوں سے محفوظ رکھے۔

وثانیاً من یعلم الغیر المتناھی متناھیا فقد علم الشیئ علٰی خلاف ما ھو علیہ واللہ تعالٰی متعال عنہ وان ارید ان العلم الالٰھی محیط بھا فکانت محصورۃ فیہ کالمتناھی لم یفد فی منع

(۲) جو غیر متناہی کو متناہی جانتا ہے وہ شئی کو ایسے وصف سے متصف جانتا ہے جس کے ساتھ وہ متصف نہیں (یعنی خلاف واقع صفت کے ساتھ موصوف جانتا ہے) اور اللہ تعالٰے اس سے بلند ہے اور اگر یہ مراد ہو کہ علم الٰہی ان امورِ غیر متناہیہ پر محیط ہے تو وہ امور علم الٰہی میں متناہی کی طرح محصور ہوں گے، اس صورت میں

(باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

زمانہ لازم نہیں اگر کہئے ہم اسی اتساع قدسی کا نام زمانہ رکھتے ہیں اب تو قدیم ہوا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

جریان البرھان۔

برہان تطبیق کے جاری ہونے کو منع کرنا مفید نہ رہا (فقیر کہتا ہے کہ غالباً علامہ سیالکوٹی کا مطلب یہ ہے کہ وہ امور جو مخلوق کیلئے غیر متناہی ہیں اور مخلوق کی گنتی میں نہیں آسکتے وہ علم الٰہی میں متناہی ہیں تو اعتراض مذکور (فقد علم الشیٔ علیٰ خلاف ماھو علیہ) لازم نہیں آئیگا اعنی أن تلك الامور غیر متناھیة بالنسبة الیٰ علم الخلق و متناھیة بالنسبة الیٰ علم الخالق ۱۲ شرف قادری)

وثالثاً لاوجه لقوله یمکن ان نعتبرھا غیر متناھیة بل نعلم قطعا انھا غیر متناھیة فیجری البرھان فیھا بحسب علمنا ولایحتاج الیٰ علمنا بھا تفصیلا والالم یجر البرھان فی شئ قط اذ لا یحیط العلم الحادث بغیر المتناھی تفصیلا ابدا۔

(۳) علامہ نے کہا ہے کہ "ممکن ہے کہ ہم جواہر و اعراض کے درمیان پائی جانیوالی نسبتوں کو غیر متناہی اعتبار کریں"۔ اس کی کوئی وجہ نہیں ہے، بلکہ ہمیں قطعاً معلوم ہے کہ وہ نسبتیں غیر متناہی ہیں لہٰذا ان میں ہمارے علم کے مطابق برہان تطبیق جاری ہو جائے گا، برہان کا جاری ہونا اس امر کا محتاج نہیں کہ ہم انھیں تفصیلاً ہی جانیں ورنہ برہان بالکل کسی شئ میں بھی جاری نہیں ہوگا کیونکہ علم حادث کبھی بھی غیر متناہی کا تفصیلی احاطہ نہیں کر سکتا۔

ورابعاً قوله اذ یصح لامساس له بما جعله تعلیلا له

(۴) علامہ نے کہا ہے، اذ یصح الخ اس قول کو جس کی تعلیل قرار دیا ہے اس کے

(باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

اقول اوّلاً صریح غلط تم تو زمانے کو عرض قائم بالفلک مانتے ہو کہ وہ مقدار حرکت ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ولا یفید شبهة عامة فضلا عن علة۔
وخامسًا من العجب قوله اذا وجدت وجدت نسب بالفعل وكيف توجد نسبة فى الاعيان۔

وسادسًا كيف يجتمع غير المتناهى فى الوجود وحصول الترتيب غير بعيد۔
وسابعًا كيف يتوقف علمه تعالٰى بها على وجودها فى الخارج لكن الفلسفى بجهله يجعل العلم التفصيلى حادثًا تعالى سبحٰنه و تعالٰى عما يقولون علوا كبيرا۔
وبالجملة فلا غنى فى شئ من هذا بل الجواب ما اقول بتوفيق الوهاب انما يقتضى البرهان بامتناع خروج غير المتناهى من القوة الى الفعل وهو حاصل هٰهنا قطعًا فلا معنى لتخلف البرهان وذلك ان تعلق العلم بشئ

ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، یہ علت تو کیا عام شُبہہ کا بھی فائدہ نہیں دیتا۔
(۵) وہ فرماتے ہیں کہ "جب جواہر اور اعراض خارج میں پائے جائیں گے تو نسبتیں بھی بالفعل پائی جائیں" یہ قول باعثِ تعجب ہے، نسبتیں خارج میں کیسے پائی جائیں گی؟
(۶) غیر متناہی چیزیں وجود میں کیسے جمع ہو سکتی ہیں؟ ان میں ترتیب کا حاصل ہونا کچھ بعید نہیں ہے۔
(۷) اللہ تعالٰی کا ان امور کو جاننا ان کے وجود فی الخارج پر کیسے موقوف ہو سکتا ہے؟ لیکن فلسفی اپنی جہالت کی بنا پر علم تفصیلی کو حادث قرار دیتا ہے۔ اللہ تعالٰی ان باتوں سے بہت بلند ہے جو یہ فلاسفہ کہتے ہیں۔
مختصر یہ کہ یہ جواب کچھ بھی فائدہ نہیں دیتا، جواب وہ ہے جو میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے دیتا ہوں، اور وہ یہ کہ برہان تطبیق کا تقاضا ہے کہ غیر متناہی کا قوّت سے فعل کی طرف نکلنا محال ہو اور یہ بات اس جگہ قطعاً حاصل ہے لہٰذا یہ کہنا کسی طرح صحیح نہیں ہے کہ برہان نہیں پایا گیا، اور یہ اس لئے کہ کسی چیز کے ساتھ علم کا

(باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

تو حرکت سے قائم اور حرکت فلک سے قائم اور قائم سے قائم قائم اور یہ اتساع اُس سے منزّہ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

لا یخرجہ من القوۃ الی الفعل۔

فاوّلًا الا تریٰ انہ تعالیٰ علم للحوادث فی الازل انہا معدومۃ فی نفس الامر وستوجد فی اوقاتہا فان کان العلم موجب وجودہا بالفعل کان العلم بانہا معدومۃ فی نفس الامر علی خلاف الواقع۔

وثانیًا انما اراد اللہ تعالیٰ وجود الحوادث فی اوقاتہا ولا وجود لہا الا بارادتہ تعالیٰ فیستحیل ان تکون موجودۃ فی الازل۔

وثالثًا الا تریٰ انہ تعالیٰ یعلم کل محال ویعلم ان لو کان کیف کان فتعلق علمہ تعالیٰ بہ لم یخرجہ عن الاحالۃ فضلا عن العدم وما سبیل غیر المتناھی الا سبیل سائر المحالات فہو تعالیٰ یعلمہ ویعلم انہ محال ان یوجد

تعلق ہونا اسے قوت سے فعل کی طرف نہیں نکالتا، اس کے چند دلائل ہیں ؛

(۱) کیا تُو نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ کو ازل میں حوادث کے بارے میں علم تھا کہ وہ نفس الامر میں معدوم ہیں اور عنقریب اپنے اوقات میں پائے جائیں اگر علم کی وجہ سے ان کا وجود بالفعل ضروری ہوتا تو ان کے بارے میں یہ جاننا کہ وہ نفس الامر میں معدوم ہیں خلاف واقع ہوگا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ حوادث اپنے اوقات میں پائے جائیں اور ان کا وجود تو صرف اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہوگا، اس لئے ان کا ازل میں موجود ہونا محال ہے۔

(۳) کیا تُو نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ ہر محال کو جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ اگر وہ موجود ہوتا تو کیسے ہوتا۔ پس اللہ تعالیٰ کا علم اس سے متعلق ہے اس کے باوجود اس تعلق نے اسے محال ہونے سے نہیں نکالا، چہ جائیکہ عدم سے نکال دیتا، غیر متناہی کا معاملہ وہی ہے جو باقی محالات کا ہے، پس اللہ تعالیٰ غیر متناہی کو جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ اس کا واقع میں پایا جانا محال ہے۔ تمام

(باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

ثانیاً قدم فرعِ وجود ہے اور یہ موجود ہی نہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فانکشف الاعضال والحمد للہ ذی الجلال مع انہ احق الحق عندنا انا امنا بربنا وصفاتہ واسمائہ ولا نشتغل بکنھھا ولا نقول کیف حیث لاکیف ولا علم لنا بذلک ولا سبیل الی تلک المسالک واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم ۱۲ منہ غفرلہ۔

تعریفیں صاحبِ عظمت وجلال اللہ تعالیٰ کیلئے، اشکال حل ہوگیا، باوجودیکہ ہمارے نزدیک صحیح ترین بات یہ ہے کہ ہم اپنے رب اور اس کی صفات اور اس کے اسماء پر ایمان لائے ہیں اور ہم ان کی حقیقت معلوم کرنے کے درپے نہیں ہوتے اور ہم نہیں کہتے کہ کیسے؟ کیونکہ اس جگہ کیسے والی بات نہیں ہے اور نہ ہی ہمیں علم ہے اور ان راستوں تک پہنچنے کی کوئی صورت نہیں ہے اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے صراطِ مستقیم کی ہدایت دیتا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کا حاشیہ ختم ہوا) (ترجمہ شرف قادری)

(اقول: قد اتضح بما افادہ الإمام احمد رضا البریلوی قدس سرہ القوی أن خروج الغیر المتناھی من القوۃ إلی الفعل محال، وتبیّن أیضا أن تعلق العلم بشئ لایوجب وجودہ فی الواقع، لکن بقی ھٰھنا سؤال معضل: وھو انا قائلون باحاطۃ علم الباری تعالیٰ الامور الغیر المتناھیۃ و وھی مرتبۃ فی علم الباری تعالیٰ فکیف لایجری فیھا برھان التطبیق ولا نسلم ان البرھان لایقتضی الا امتناع خروج غیر المتناھی من القوۃ الی الفعل، انما یقتضی البرھان استحالۃ الامور الغیر المتناھیۃ المرتبۃ سواء کانت موجودۃ ام لا وایضا لما کان علم الباری محیطا بالامور الغیر المتناھیۃ فلا بد ان تکون متناھیۃ عندہ تعالیٰ جل مجدہ فلا مخلص الا فی ما قال العلامۃ عبد الحکیم السیالکوتی بانھا غیر متناھیۃ بحسب علمنا ولا نستطیع ان نعدھا بأیّ عدد

(باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

ثالثاً مقصود تو یہ تھا کہ تمہاری ظلمتوں سے خلاص ہو کہ زمانہ قدیم ہے اور وُہ مقدار حرکت فلک ہے تو حرکت قدیم ہے تو فلک قدیم ہے تو افلاک وعناصر قدیم ہیں، یہ بحمدہٖ تعالیٰ باطل اور ظلمتیں زائل اور نجات حاصل، والحمد للہ رب العالمین (سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ ت)

تنبیہ معضلہ کی ایسی ہی تقریر امتناع انقطاع زمانہ پر کی جاتی ہے کہ منقطع ہو تو عدم کو وجود سے ایسی ہی بعدیت ہوگی جس میں سابق ولاحق دونوں جمع نہ ہوسکیں، اور وُہ نہیں مگر زمانی، تو زمانے کے بعد زمانہ لازم، اور ہمارے پانچوں جواب بعون الوہاب اس کے رَد کو بھی کافی ووافی، کما لا یخفٰی فاعرف وللہ الحمد (جیسا کہ پوشیدہ نہیں، تو جان لے، اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے حمد ہے۔ ت) اور یہ تقاریر زمانے کے موہوم ہونے ہی پر موقوف نہیں، اگر بالفرض زمانہ موجود خارجی اور مقدار حرکت اور خاص حرکت فلکیہ ہی کی مقدار یا کوئی جوہر مستقل ہو غرض عالم میں سے کچھ بھی ہو اُسکے حدوث وامکانِ انقطاع پر کوئی حرف نہیں آسکتا وللہ الحمد یہ تقریر خوب ذہن نشین کرلی جائے کہ بعونہٖ تعالےٰ بکثرتِ ظلمات فلسفہ سے نجات ہے، میں اُمید کرتا ہوں کہ رَد فلسفہ قدیمہ میں اگر میں اور کچھ نہ لکھتا تو یہی ایک مقام بہت تھا جس کا صاف ہونا فیض ازل نے اس عبد اذل کے ہاتھ پر رکھا تھا وللہ الحمد۔

یہ ہیں وہ ۳۰ مقام کہ اُس تذییل میں تھے بعونہٖ تعالےٰ دو۲ کا با فاضہ اور اضافہ ہو کہ فلسفہ کی کوئی مہم مردود بات رَد سے نہ رہ جائے وباللہ التوفیق۔

مقام سی۳۱ ویکم

جزءِ لایتجزیٰ باطل نہیں، یہ وہ مسئلہ علم کلام ہے جسے نہایت پست حالت میں سمجھا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وأی ألۃ حاسبۃ أما بحسب علم اللہ فھی متناھیۃ، وانما کتبت ھٰذا الاعضال الذی ھو جذر اصم رجاء من اللہ تعالیٰ ان یوفق أی عالم کبیر أن یحل ھٰذہ المعضلۃ باحسن وجہ ـــــ واللہ الموفق)۔

محمد عبد الحکیم شرف القادری

۷ من ذا القعدۃ ۱۴۲۴ھ / الموافق باوّل ینایر عام ۲۰۰۴ م۔

Marfat.com

بلکہ اُس کے بطلان پر یقین کلی کیا جاتا ہے فلاسفہ اس کے ابطال پر چمک چمک کر دلائل حتیٰ کہ بکثرت براہین ہندسیہ قائم کرتے ہیں عقلی تمسک میں بیان ہندسی سے زیادہ اور کیا ہے جس میں شک و تردد کو اصلاً جگہ ہی نہیں رہتی اور متکلمین ان دلائل سے جواب نہیں دیتے اپنے سکوت سے ان کا لاجواب ہونا بتاتے ہیں، تو گویا فریقین اس کے بطلان پر اتفاق کئے ہیں، مگر بحمدہٖ تعالیٰ ہم واضح کر دیں گے کہ اُس کے رد میں فلاسفہ کی تمام حجتیں اور ہندسی براہین پادر ہوا ہیں، وباللہ التوفیق

یہ مقام چار موقفوں پر مشتمل ہے :

موقف اوّل : اس مسئلہ میں ابطال رائے فلسفی اور دربارہ جزء ہمارا مسلک۔

اقول وبربنا التوفیق یہاں ہمارا مسلک فریقین سے جدا ہے۔

(۱) ہمارے نزدیک جزء لایتجزیٰ باطل نہیں خلافاً للحکماء، لیکن دو جزءوں کا اتصال محال ہے خلافاً لظاہر ما عن جمہور المتکلمین۔ ظاہر ہے کہ اتصال غیر تداخل ہے تو وہ یونہی ممکن ہر ایک میں شئ دون شئ یعنی جدا اطراف ہوں دونوں ایک ایک طرف سے باہم ملیں اور دوسری طرف سے جدا رہیں ورنہ تداخل ہو جائے گا اور جزء میں شئ دون شئ محال تو وہ اپنی نفس ذات سے آبی اتصال فلسفی کی تمام براہین ہندسیہ اور اکثر دیگر دلائل اس اتصال ہی کو باطل کرتی ہیں۔ وہ خود ہمارے نزدیک نفس ملاحظہ معنی اتصال وجزء سے باطل ہے ان تطویلات کی کیا حاجت۔ اُمید کہ اتصال اجزا ماننے سے ہمارے متکلمین کی مراد اتصال حِسّی ہو جیسا انھوں نے نفی دائرہ وغیرہ میں فرمایا ہے کہ یہ اتصال مرئی حِس کی غلطی ہے اُن سے مماست جزء پر جو تفریعات منقول ہیں اسی پر محمول ہیں ورنہ اتصال حقیقی کا بطلان محتاجِ بیان نہیں۔

(۲) ہمیں یہاں پر اصل مقصود ابطال ہیولیٰ ہے کہ اس کی ظلمتیں قدم عالم اگرچہ نوعی کے کفریات لاتی ہیں اس کی کلیت کا ابطال یہاں ہے اور ابطال بالکلیہ بعونہٖ تعالیٰ مقام آئندہ میں تو ہم یہاں مقام منع میں ہیں۔ ہمیں ہیولیٰ صورت کے سوا دوسری وجہ سے ترکب جسم کا دعوے کرنے کی حاجت نہیں بلکہ اس بارے میں جو کچھ کہیں گے محض ابدائے احتمال ہوگا کہ تغلیس مدعی کے لئے اسی قدر کافی۔

(۳) ربِّ عزّ وجل فاعل مختار ہے اُس کے ارادے کے سوا عالم میں کوئی شئے مؤثر نہیں، رویت شئے نہ اجتماع شرائط عادیہ سے واجب نہ اُن کے انتفاء سے محال وہ چاہے تو سب شرطیں جمع ہوں اور دن کو سامنے کا پہاڑ نظر نہ آئے اور چاہے تو بلا شرط رویت ہو جائے جیسے

Marfat.com

بحمدہٖ تعالٰی روزِ قیامت اُس کا دیدار کہ کیفیت وجہت ولون ووقوع ضوومحاذات وقُرب وبُعد و مسافت وغیرہا جملہ شرائطِ عادیہ سے پاک ومنزّہ ہے۔ اب عادت یُوں جاری ہے کہ نہایت باریک چیز کہ تنہا اصلاً قابلِ ابصار نہ ہو جب بکثرت مجتمع ہوتی ہے اگر اتصال نہ ہو وہ مجموعہ مرئی ہوتا ہے۔ کوٹھڑی کے روزن سے دھوپ آئے تو اُس میں ایک عمودِ مستطیل وسعت روزن کی قدر عمیق محسوس ہوتا ہے یہ نہایت باریک باریک اجزاءِ متفرقہ کا مجموعہ ہے جن کو ہباءِ منثورہ کہتے ہیں، پراگندہ ونامتصل، ان میں کوئی جزء رؤیت کے قابل نہیں، اگر تنہا ہو ہرگز نظر نہ آئے، ہیں اُن ذرّوں کو نہیں کہتا جو اُس عمود میں جُدا اُڑتے نظر آتے ہیں بلکہ اُن اجزاء کو جن سے وہ عمود بنا ہے اور جو ایک سحابی شکل کے سوا کسی جزء کو نہیں دکھاتا، اُن کی لطافت اس درجہ ہے کہ اُس عمود میں ہاتھ رکھ کر مُٹھی بند کرو ہاتھ میں کچھ نہ آئے گا مگر کثرتِ اجتماع بے اقتران سے ایک جسم عمیق طویل عریض بشکل عمود محسوس ہوتا ہے بلکہ دُخان وبُخار کی بھی یہی حالت ہے وہ اجزاءِ ہوائیہ کے ساتھ اجزاءِ ارضیہ یا مائیہ ایسے ہی متفرق وباریک وممترع ہیں کہ تنہا ایک نظر نہ آئے اور اجتماع سے یہ جسم دُخانی وبُخاری نظر آتا ہے بعینہٖ یہی حالت متفرقانہ اجتماع جواہر فردہ سے احساس جسم کی ہوسکتی ہے، جسم انھیں متفرق اجزاء لایتجزی کے مجموعہ کا نام ہو جن میں کوئی دو جزء متصل نہیں اور اُن کا تفرق نظر میں وحدتِ جسم کا مانع نہیں، جیسے اینٹوں کی دیوار کہ ہر اینٹ دوسری سے جُدا معلوم ہوتی ہے اور پھر دیوار ایک ہے تختوں کا کواڑ یا تخت کہ ہر تختہ جُدا ہے اور مجموعہ ایک۔ اکثر اجسام میں مسام محسوس ہوتے ہیں اور وحدتِ جسم میں مخل نہیں ہوتے، مسام کا فرجہ تمھارے نزدیک انقسام غیر متناہی رکھتا ہے تو ضرور اُس حدِّ صغر کو پہنچے گا کہ مسام واقع میں ہوں اور حس میں نہ آئیں۔ اگر کہئے جب کوئی دو جزء متصل نہیں تو جو فرجہ اُن کے بیچ میں ہے اُس میں ہوا وغیرہ کوئی جسم ہے یا نہیں، اگر نہیں تو خلا ہے اور اگر ہے تو اس جسم کے اجزاء میں کلام ہوگا اور بالآخر خلا ماننا پڑے گا۔

اقول ہاں ضرور خلا ہے، اور ہم ثابت کرچکے کہ وہ محال نہیں۔

(۴) صغرِ مسام میں ایک تقریر قاطع ابھی ہم کرچکے، اُس کے علاوہ عادت یُوں جاری ہے کہ جب فصل بہت کم رہ جائے کہ امتیاز میں نہ آئے تو شیئ متصل وحدانی معلوم ہوتی ہے وہ واقع میں اُس کا اتصال نہیں بلکہ حِس مشترک میں صُوَر کمال متقاربہ کا اجتماع اس کا باعث ہوتا ہے کہ اُن کے خلاؤں میں بھی ویسی ہی صورت مدرک ہوتی ہے اور سطح واحد متصل سمجھی جاتی ہے، کپڑے میں زری کے پھُول بہت قریب قریب ہوں، نزدیک سے دیکھئے تو ہر پھُول دوسرے سے جُدا اور

Marfat.com

بیچ میں خلا، مگر دُور سے سارا کپڑا مغرق معلوم ہوتا ہے ۔ چاہئے تو یہ تھا کہ بوجہ بُعد جس نسبت سے پھولوں کے خلا چھوٹے ہوتے گئے اُسی نسبت سے پھُول بھی چھوٹے ہوتے جاتے، قریب سے بڑے پھُول اور اُن میں بڑا خلا محسوس ہوتا ہے، بعید سے چھوٹے پھُول اور اُن میں چھوٹا خلا محسوس ہوتا مگر یہ نہیں ہوتا بلکہ خلا معدوم ہوجاتا ہے اور اُس کی جگہ بھی نہ ہی زری کی صورت محسوس ہوکر ساری سطح زری سے مغرق بے فرجہ معلوم ہوتی ہے، ممکن کہ بعض اجسام دونوں حالتوں کے ہوں جن میں مسام نظر آئیں وہ اس کپڑے کو قریب سے دیکھنے کی حالت اور جن میں بالکل نظر نہ آئیں دُور سے دیکھنے کی کہ خلا کے صغر نے سطح کو اجزا سے مغرق کردیا کہ جسم متصل وحدانی بلا مسام نظر آیا۔

(۵) ہندسہ کی بنا خطوطِ موہومہ پر ہے یہاں جب کوئی دو جز متصل نہیں ضرور ہر دو جز میں ایک خط موہوم فاصل ہوگا جس کے دو نقطہ طرف پر یہ دو جز ہیں خطوط موہومہ ایک حد تک کتنے ہی چھوٹے ہوں اُن کی تقسیم وہما ہوگی یا مجاراۃ للفلاسفہ، یہ بھی سہی کہ اُن کی تقسیم غیر متناہی ہے اس تقدیر پر یہ جسم اگرچہ فی نفسہٖ متصل نہیں اجزائے متفرقہ ہیں تو اجزائے واقعیہ کی طرف اس کی تحلیل قطعاً متناہی ہوگی مگر وہ اتصال موہوم جس کا نام جسم تعلیمی ہے انقسام وہمی میں اُس کی تقسیم غیر متناہی لاتقفی ہوگی اگر کہئے جسم تعلیمی جسم طبعی ہی کی تو مقدار ہے جب اس کی تقسیم نامتناہی تو اس کی بھی کہ یہ اسی سے منتزع ہے۔

اقولُ پھر بھولتے ہو اُس کی ذات سے منتزع نہیں بلکہ ہوتا تو اس کے اتصال سے اس جسم طبعی کو متصل ہی کس نے مانا ہے کہ جسم تعلیمی اس سے منتزع یا اُس کی مقدار ہو وہ تو اجزائے متفرقہ ہیں جن میں خطوط فاصلہ کے توہم سے ایک مقدار موہوم ہوگی تو اس کی تقسیموں سے وہی موہوم منقسم ہوگا نہ کہ جسم طبعی۔

(۶) ہماری تقریر ۴ و ۵ کے ملاحظہ سے واضح کہ اتصال تین قسم ہے: حقیقی، حسّی، وہمی، جب اقسام کا ترکّب اس طور پر ہو۔ اوّل اُن میں اصلاً کسی جسم کو نہ ہوگا اور ثالث جوہر جسم کو ہے اور ثانی سے اگر یہ مراد لو کہ اگرچہ جس میں مسام ہوں مگر جسم واحد سمجھا جائے تو یہ بھی ہر جسم کو ہے اور اسی پر تمام احکامِ شرعیہ وعقلیہ کی بنا ہے، اور اگر یہ مراد لو کہ جس میں اصلاً تفرق کا ادراک نہ کرے تو یہ اُن میں صرف بعض اجسام میں ہوگا جو املس ہوں جس طرح آئینے اور لوہے کا تختہ پالش کیا ہوا۔

(۷) ہمارا دعوٰی نہیں کہ سب اجسام یا فلاں خاص کا ترکّب اس طرح ہے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ممکن کہ بعض کا ترکّب اس طرح ہو، اس سے تین فائدے ہوئے:

Marfat.com

(ا) فلاسفہ کا ادعا کہ جسم کا ترکب اجزائے لاتتجزیٰ سے نہیں ہوسکتا باطل ہوا۔

(ب) اُن کا کُلیہ کہ ہر جسم ہیولیٰ وصورت سے مرکب ہے باطل ہوا۔

(ج) وہ دلائل کہ ابطال ترکب پر لائے تھے بیکار وضائع گئے، کما ستعرف ان شاء اللہ تعالیٰ (جیسا کہ عنقریب تُو جان لے گا اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ ت)

موقف دوم: اثبات جُزہم اوپر بیان کر چکے کہ ہمیں اس کی حاجت نہیں صرف امکان کافی ہے تو یہ موقف محض تبرعی ہے ولہذا ہم نے عنوان "مقام" میں یہ کہا کہ جُز باطل نہیں یعنی اُس کے بُطلان پر کوئی دلیل قائم نہیں، نہ یہ کہ جُز ثابت ہے کہ ابطال فلسفہ میں ہمیں اس کی حاجت نہیں۔ متکلمین نے یہاں بہت کچھ کلام کیا ہے اور وہ ہمارے نزدیک تام نہیں اگرچہ اُن میں بعض کو شرح مقاصد میں قوی بتایا لہذا ہم اُس سب سے اعراض کرکے اسلامی قلوب مستقیمہ کے لئے بتوفیقہ تعالیٰ خود قرآنِ عظیم سے جُز کا ثبوت دیں۔

فاقول قال المولیٰ سبحانہٗ وتعالیٰ: ومزّقنٰھم کُلّ ممزّق[1] (اور انھیں پوری پریشانی سے پراگندہ کردیا۔ ت) تمزیق پارہ پارہ کرنا۔ ہم نے ان کی کوئی تمزیق باقی نہ رکھی سب بالفعل کردیں۔ ظاہر ہے کہ یہاں تمزیق موجود مراد نہیں ہوسکتی کہ تحصیل حاصل ناممکن۔ لاجرم تمزیق ممکن مراد یعنی جہاں تک تجزیہ کا امکان تھا سب بالفعل کردیا تو ضرور یہ تجزیہ اُن اجزاء پر منتہی ہُوا جن کے آگے تجزیہ ممکن نہیں ورنہ کل ممزّق نہ ہوتا کہ ابھی بعض تمزیقیں باقی تھیں اور وہ اجزاء جن کا تجزیہ ناممکن ہو نہیں مگر اجزائے لاتتجزیٰ، تو اس[ع] تقدیر پر حاصل یہ ہُوا کہ اُن کے اجسام کے تمام انصالاتِ حِسیہ ہر حصّے اور ہر ہر حصّے کے حصّے باطل فرما کر اُن کے اجزائے لاتتجزیٰ دُور دُور بکھیر دئے کہ اب کسی جُز کو دوسرے سے اتصال حِسّی بھی نہ رہا۔ اگر کہئے مراد تقسیم فکی ہے نہ وہمی یعنی خارج میں جتنے پارے ہوسکتے تھے سب کر دئے اگرچہ ہر پارہ وہم میں غیر متناہی تقسیم سے منقسم ہوسکتا ہے تو اجزائے لاتتجزیٰ لازم نہ آئے کہ وہ وہماً بھی قابلِ انقسام نہیں۔

اقول اوّلاً تخصیص بلادلیل باطل و ذلیل۔

[ع] یعنی جبکہ ترکب اجزا سے فرض کریں ورنہ اجزائے لاتتجزیٰ کی طرف تحلیل تو ضرور مفاد ارشاد ہے کما سیاتی ۱۲ منہ غفرلہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۴/ ۱۹

Marfat.com

ثانیاً وہم سے اگر مجرد اختراع مراد ہو تو وہ کہیں بھی بند نہیں اور اگر وہ کہ واقعیت رکھے تو ناممکن ہے جب تک واقع میں شئے دو ن شئی یعنی دو حصے متمائز نہ ہوں۔ فکی و وہمی کا فرق انسانی علم قاصر و قدرت ناقصہ کے اعتبار سے ہے شئے جب غایت صغر کو پہنچ جائے گی انسان کسی آلے سے بھی اُس کا تجزیہ نہیں کر سکتا بلکہ وہ اسے محسوس ہی نہ ہو گی تجزیہ تو دوسرا درجہ ہے لیکن مولیٰ عز و جل کا علم محیط اور قدرت غیر متناہی جب تک حصّوں میں شئے دو ن شئی کا تمایز باقی ہے قطعاً مولیٰ تعالیٰ عز و جل اُن کے جُدا فرمانے پر قادر ہے تو وہ جو تمزیق فرمائے اس میں کل ممزق وہیں منتہی ہو گا جہاں واقع میں شئی دو ن شئے باقی نہ رہے اور وہ نہیں مگر جزء لا یتجزیٰ۔

موقف سوم: ابطال دلائل ابطال۔ ابطالِ جزء کے لئے فلاسفہ کے شبہاتِ کثیرہ ہیں اور بحمدہٖ تعالیٰ سب پادر ہوا۔

شبہ ۱: کہ اُن کا نقلِ مجلس ہے، اجزاء اگر باہم ملاقی نہ ہوں گے حجم حاصل نہ ہو گا تو جسم نہ بنے گا اور ملاقی ہوں گے تو اگر ایک جزء دوسرے سے بالکل ملاقی یعنی متداخل ہو جب بھی حجم نہ ہوا، سب جزء واحد کے حکم میں ہوئے، اور اگر ایسا نہ ہو تو ضرور ایک حصہ ملا ہو گا اور دوسرا جدا تو جزء منقسم ہو گیا جواب باختیار شق اول ہے۔

اقول اور حصول حجم کی صورت ہم بتا چکے۔

شبہ ۲: جس میں چاک اول کا رفو چاہا ہے۔ اجزاء ملاقی ہوں جب تو وہی تداخل یا انقسام ہے ورنہ اُن میں خلا ہو گا۔ یہ خلا کوئی وضع ممتاز رکھتا ہے یعنی اس کی طرف اشارہ حسیہ اجزاء کی طرف اشارے کا غیر ہے یا نہیں، بر تقدیر ثانی اجزاء میں تلاقی ہو گئی، بر تقدیر اول یہ خلا عدم صرف نہیں کہ ذی وضع ممتاز ہے، اب ہم اسے پوچھتے ہیں یہ اجزاء سے ملاقی ہے یا نہیں، اگر نہیں تو عدم صرف ہوا اُس سے حجم کیا پیدا ہو گا، حجم تو یوں ہوتا کہ ایک جزء یہاں ہے ایک وہاں، بیچ میں خلا ہے۔ اور اگر ہاں تو بالکل ملاقی یعنی اجزاء کے ساتھ متداخل ہے جب بھی حجم نہ ہوا اور بالبعض ملاقی ہے تو جزء منقسم ہو گیا (سندیلی علی الجونفوری)

اقول اولاً خط اب اپنے دونوں نقطہ طرف ا و ب سے ملا ہے یا جُدا، بر تقدیر ثانی یہ نقطے اس کی طرف کب ہوئے کہ طرف شئی شئے سے منفصل نہیں ہوتی، بر تقدیر اول یا بالکل ملاقی یعنی نقطوں سے متداخل ہے تو خط کب ہوا کہ اس کو امتداد چاہیے، اور اگر بالبعض ملاقی ہے تو نقطہ منقسم ہو گیا۔

Marfat.com

ثانیاً وھو الحلّ جہالت کے سر پر سینگ نہیں ہوتے شق اخیر مختار ہے یہ خلا ذو وضع ہے اور اجزا سے ملاقی ہے اور ملاقات بالبعض ہے اور منقسم خلا ہوا نہ کہ جزء، ہر دو جزء کے بیچ میں خلا ایک خط موہوم ہے جس کے دونوں نقطۂ طرف دونوں جزء واقع فی الطرف پر منطبق ہیں اور بیچ میں امتداد خطی، تو یہ خلا و خط منقسم ہیں نہ کہ اجزاء و نقطہ۔

شبہ ۳: دوسرا فرض یوں چاہا کہ ہم اُس خلا کو اجزاء سے بھریں گے تو اب تو تلاقی اجزاء ہو جائے گی، اور اگر کبھی نہ بھر سکے تو خلا کی تقسیم غیر متناہی ہوئی تو جسم کی تقسیم غیر متناہی لازم آئی، اور یہی مطلوب ہے۔ اور اگر بھر جائے اور ایک جزء سے کم کی جگہ رہے تو جزء منقسم۔ (سندیلی)

اقول اولاً دو جزءوں کا ملنا محال تو بھرنے کا قصد قصۂ محال جیسے کوئی کہے کہ خط ا ب میں ہم برابر نقطے رکھیں گے، اب تین حال سے خالی نہیں یا متناہی نقطوں سے بھرے گا یا غیر متناہی سے کہ دو حاصروں میں محصور ہوں گے یا نہ بھرے گا یعنی ایک نقطہ سے کم کی جگہ خالی رہے گی کہ موجب تقسیم نقطہ ہے اور بہر صورت تتالی نقاط لازم، اس سے یہی کہا جائے گا کہ احمق دو نقطے برابر ہو سکتے ہی نہیں نہ کہ متوالی نقطوں سے خط بھرنے کی ہوس۔

ثانیاً خلا کی تقسیم لا متناہی ہونے سے امتداد موہوم کی تقسیم نا متناہی ہوئی نہ کہ جسم کی۔

ثالثاً اگر نظر میں یہ تقسیم جسم ہونے سے واقع میں اُس کی تقسیم ہو جائے تو کیا ایسی ہی غیر متناہی تقسیم مطلوب تھی کہ جسم کا تالف اجزائے لا تتجزی سے اور اُن کے خلاؤں کے ذریعہ سے جسم کی تقسیم نا متناہی لا متناہی قسمت تو جزء سے بھاگنے کو لیتے تھے جب اجزا موجود پھر لا تناہی پر خوشی کا ہے کی۔

شبہ ۴: اجزائے جسم میں جو چیز دو کے بیچ میں ہے وہ اُن کو تلاقی سے مانع ہے ورنہ تداخل ہوگا حجم نہ بنے گا، اور یہ ممانعت یوں ہی ہوگی کہ ایک طرف سے ایک جزء سے ملا ہو دوسری طرف سے دوسرے جزء سے تو ضرور یہ طرفین ممتاز فی الوضع ہوں گی کہ ہر ایک کی طرف اشارہ جُدا ہوگا جب تو ایک طرف سے اس سے دوسری سے اس سے ملنا ہوگا اور جب اس کے لئے طرفین ممتاز فی الوضع ہیں تو ضرور اس میں شے دون شے فرض کر سکتے ہیں تو انقسام ہو گیا اگرچہ وہماً۔

اقول یہ وہی شبہ اولیٰ بعبارت اُخریٰ ہے اور جواب واضح نہ کوئی جزء دوسرے سے ملا نہ دو جزءوں کا مانع تھا بلکہ تھا مانع بیچ کا خلا جیسے نقطتین طرف کو امتداد خط۔

شبہ ۵: ایک جزء دو جزءوں کے ملتقی پر ہو سکتا ہے اور جب ایسا ہوگا جزء لا تتجزی نہ ہوگا کہ ملتقی پر ہونے کے یہی معنی کہ اُس کا ایک حصہ ایک جزء پر ہے دوسرا دوسرے پر، لیکن ملتقی پر

Marfat.com

ہوسکنا ثابت ہے تو لاتجزّی ہونا باطل۔

اقول وہ تو باطل نہیں بلکہ ایک جزء کا دو کے ملتقٰی پر ہونا ہی باطل ہے کہ اتصال جزئین محال، اس کا امکان تین وجہ سے ثابت کرتے ہیں،

(۱) جب مسافت اجزائے لاتجزّٰی سے مرکب ہے اور ایک جزء اس پر حرکت کرے یعنی اس کے ایک جزء سے منتقل ہو کر دوسرے جزء پر آئے تو ظاہر ہے کہ دونوں جزء اس حرکت کے مبدء و منتہی ہوئے اور حرکت نہ مبدء میں ہوتی ہے نہ منتہی میں بلکہ بینہما تو ضرور حرکت اس جزء کے لئے اسی وقت ہوئی جب ان دونوں کے بیچ میں تھا یعنی ملتقٰی پر ہوتا ہے۔

اقول سب اعتراضوں سے قطع نظر مسافت کے دو جزء متصل ہونا محال بلکہ ہر دو جزء میں ایک امتداد موہوم فاصل ہے۔ جزء متحرک وقت حرکت اس امتداد میں ہوگا۔

(۲) ایک خط اجزائے زوج مثلاً چھ جزء ا ب ج د ہ ر سے مرکب فرض کریں خط کے اوپر ا کے محاذی ایک جزء ح ہے اور خط کے نیچے ر کے محاذی ایک جزء ط اس شکل پر ح ا ب ج د ہ ر ط اب فرض کرو کہ ح ط کی طرف اور ط ح کی طرف مساوی چال سے چلے تو ضرور بیچ میں ایک دوسرے کی محاذات میں آئیں گے، یہ محاذات نہ نقطہ ج پر ہوگی جب تک ح نقطہ ج پر آئیگا، ط نقطہ د پر ہوگا ابھی محاذات تک نہ آیا نہ نقطہ د پر ہوگی کہ جب ح نقطہ د پر آئے گا ط نقطہ ج پر پہنچے گا محاذات سے گزر گیا ہوگا ضرور ج و د کے بیچ میں ہوگی تو اس وقت ح ط دونوں ج و د کے ملتقٰی پر ہونگے۔

اقول یہ بھی اتصال اجزاء پر مبنی اور وہ محال بلکہ ج د میں امتداد موہوم ہے اس کے منتصف پر یہ محاذات ہوگی۔

(۳) ایک خط اجزائے طاق مثلاً پانچ جزء ا ب ج د ہ سے مرکب میں خط کے اوپر دو جزء ح و ط ہوں ایک ا پر دوسرا ہ پر اور ایک دوسرے کی طرف ایک چال سے چلیں تو ضرور جزء وسطانی ج پر آکر ملیں گے تو ج ان دونوں کے ملتقٰی پر ہوا۔

اقول یہ فرض محال ہے وہ مساوی چال سے چلیں یا مختلف سے یا ایک چلے دوسرا ساکن

ع **اقول** جزء کا ان اجزاء سے ملنا ہی محال ہے مگر حرکت بلا اتصال بہ تبدل محاذات بھی ہوسکتی ہے لہذا ہم نے فرض پر کلام نہ کیا ۱۲ منہ غفرلہ۔

Marfat.com

رہے، بہر حال محال ہے کہ کہیں مل سکیں کہ اتصال جزئین ممکن نہیں جیسے دو جسم کہ ایک دوسرے کی طرف مساوی یا مختلف سیر سے چلیں یا ایک ہی چلے، بہر حال بعد تلاقی وقوف واجب کہ تداخل محال، یہاں قبل تلاقی وقوف لازم کہ اتصال محال بقائے میل موجب حرکت نہیں جبکہ کوئی مانع ہو اور لزوم محال سے بڑھ کر اور کیا مانع وہاں امتناع تداخل نے تلاقی پر حرکت روک دی اگرچہ میل باقی ہو یہاں استحالۂ اتصال قبل تلاقی روک دے گا، اگر کہئے کہاں روکے گا' جہاں رکیں ضرور ان میں ایک امتداد موہوم فاصل ہوگا جس کی تقسیم نامتناہی ہوسکتی ہے، تو ممکن ہے کہ ابھی اور بڑھیں' اور ہمیشہ یہی سوال رہے گا۔

اقول یہ وہ سوال ہے جو تم پر وارد کیا گیا کہ جب مسافت کی تقسیم نامتناہی ہے تو محال ہے کہ کوئی متحرک اُسے قطع کرسکے اور اُس کا جواب تم یہی دیتے ہو کہ یہ انقسام بالفعل نہیں موجود بالفعل امتداد متناہی ہے کہ قطع ہوجائے گا وہی جواب یہاں ہے، یُوں نہ سمجھو تو یُوں سہی، آیا کبھی وہ وقت آئے گا کہ اب ان کی حرکت موجب تلاقی ہو یا بوجہ لامتناہی تقسیم کبھی نہ آئے گا، برتقدیر ثانی غیر متناہی چلے جائیں گے اور کبھی نہ ملیں گے کہ کوئی جز اُن کے ملتقے پر ہو، اور برتقدیر اول جہاں وہ حرکت رہیگی کہ اب ملا دے وہیں رُک جانا واجب ہوگا۔

شبہہ ۶: بارہا حرکتِ سریعہ وبطیئہ متلازم ہوتی ہیں (اسے بوجوہ ثابت کیا ہے اُن سے تطویل کی حاجت نہیں ایک مثال آسیا بس ہے) ظاہر ہے کہ چکی کا دائرۂ قطبیہ (جو اُس کی کیلی کے پاس ہے) چھوٹا ہے اور دائرۂ طوقیہ (جو اس کے بیرونی کنارے پر ہے) بڑا ہے، دونوں دائروں پر ایک ایک جز لیجئے یقیناً دونوں ایک ساتھ دَورہ پُورا کریں گے، جز قطبی نے جتنی دیر میں یہ چھوٹا دائرہ طے کیا اُتنی ہی دیر میں جز طوقی نے وہ بڑا دائرہ، تو اس کی بطیئہ اس کی سریعہ متلازم ہیں۔ فرض کیجئے کہ دائرۂ طوقیہ دائرۂ قطبیہ کا دس گنا ہے تو جتنی دیر میں جز قطبی ایک جز مسافت طے کرے گا ضرور ہے کہ جز طوقی دس جز چلے گا، تو طوقی جتنی دیر میں ایک جز قطع کریگا قطبی ایک جز کا دسواں حصہ چلے گا تو جز منقسم ہوگیا۔ یا یوں کہئے کہ جز طوقی جتنی دیر میں ایک جز چلا اتنی دیر میں قطبی بھی ایک جز چلا تو سریعہ بطیئہ برابر ہوگئیں اور ایک جز سے زائد چلا تو بطیئہ سریعہ سے بڑھ گئی اور دونوں باطل ہیں، لاجرم ایک جز سے کم چلے گا' اور یہی انقسام ہے۔ اس شبہہ نے متکلمین کو بہت پریشان کیا۔ نظام تو طفرے کا قائل ہوا یعنی مثلاً ایک اور دس کی نسبت ہے جو قطبی جتنی دیر میں ایک جز متصل پر منتقل ہوا طوقی اتنی ہی دیر میں بیچ سے نَو جز چھوڑ کر دسویں جز پر ہوجائے گا تو طوقی نے ایک سے لے کر نَو جز تک قطع ہی نہ کئے کہ اتنی دیر میں قطبی کے لئے جز کا کوئی حصہ ہو بلکہ

Marfat.com

دونوں ایک ہی ایک جزء چلے مگر یہ جزء متصل اور وہ نو جزء کے بعد والا جزء تو سریع و بطی برابر بھی نہ ہوئیں، اور متلازم بھی رہیں اور انقسام جزء بھی نہ ہوا مگر یہ ایسی بات ہے جسے کوئی ادنیٰ عقل والا بھی قبول نہیں کر سکتا کہ متحرک بیچ میں اجزائے مسافت کو ایسا چھوڑ جائے کہ نہ اُنھیں قطع کرے نہ ان کے محاذی ہو اور دفعۃً اِدھر سے اُدھر ہو رہے کم از کم نو جزوں کی محاذات پر تو گذرا اور ہر جزء کی محاذات ایک حصّۂ حرکت سے ہوئی اتنی دیر میں جزء قطبی ساکن رہا تو حرکتین کا تلازم نہ ہوا اور متحرک ہُوا تو ضرور ایک جزء سے کم قطع کیا۔ ہمارے متکلّمین تلازم حرکتین کے منکر ہوئے اور مان لیا کہ جب تک طوقی مثلاً نو جزء چلے قطبی ساکن رہے گا۔ جب وہ نویں سے دسویں پر آئے گا یہ اپنے پہلے سے دوسرے پر ہو جائے گا تو نہ ساتھ چھوٹا نہ سریعہ و بطیئہ برابر ہوئیں نہ جزء کا انقسام ہُوا اس پر رَد کیا گیا کہ ایسا ہو تو چکّی کے اجزا سب متفرق ہو گئے کہ طوقی چلیں گے اور قطبی ساکن رہیں گے، یُوں ہی بیچ والے اپنے اپنے لائق ٹھہریں گے کہ معیت باقی رہے تو چکّی اگرچہ کیسے ہی مضبوط لوہے کی ہو اُس کے تمام اجزائے لایتجزّٰی گھماتے ہی سب متفرق ہو جائیں گے اور ٹھہراتے ہی سب بدستور ایسے جم جائیں گے کہ ہزار حیلوں سے جُدا نہ ہو سکیں، پھر ہر دائرے کے اجزاء کو اتنی عقل درکار کہ مجھے اتنا ٹھہرنا چاہیئے کہ ساتھ نہ چھوٹے، اس کا جواب الزام سے دیا کہ ہاں یہ سب کچھ فاعل مختار عزّ جلالہٗ کے ارادے سے ہوتا ہے، فاعل مختار پر ہمارا ایمان فرض ہے مگر بداہت عقل شاہد کہ وُہ ایسا کرتا نہیں جس طرح ممکن ہے کہ وُہ پلنگ جس پر سے ہم ابھی اُٹھ کر آئے ہیں اس کے پائے عُلماء فضلا ہو گئے ہوں..... مسلم الثبوت کا درس دے رہے ہوں قطعاً قادرِ مطلق عزّ مجدہٗ کی قدرت اسے شامل، مگر ہم یقیناً جانتے ہیں کہ ایسا ہوتا نہیں معہذا چکّی نہ سہی خود اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر ایڑیاں جما کر گھُومے تو قطعاً اُس کے ہاتھوں کی انگلیوں نے جتنی دیر میں بڑا دائرہ طے کیا پاؤں کی انگلیوں نے اُتنی ہی دیر میں چھوٹا دائرہ، تو اُن کی ایک جزء مسافت کے مقابل اُن کے لئے جزء کا حصّہ آئے گا یا آدمی کے اجزاء بھی چکّی کی طرح متفرق ہو جائیں گے آدمی ریزہ ریزہ پاش پاش ہو گیا اور اُسے خبر نہ ہوئی، اُس کا الزام کیونکر معقول، انفار متفلسفہ کو اس طفرہ و تفریق اجزاء پر بہت قہقہے لگانے کا موقع ملا، ابن سینا سے متشدق جونپوری تک سب نے اس کا مضحکہ بنایا۔

و انا اقول و باللہ التوفیق (اور میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) بات کچھ بھی نہیں، مسافت اگر جواہر فردہ سے مرکب ہوگی ہرگز دو جوہر متصل نہ ہونگے اُن میں

Marfat.com

امتداد موہوم فاصل ہوگا، اب جزء طوقی کی مسافت میں اگر اجزائے مسافت جزء قطبی کے برابر ہیں جب تو ظاہر ہے کہ ایک اور دس کی نسبت میں اُن کا فاصلہ اُن کے فاصلے سے دس گنا ہوگا، طوقی جتنی دیر میں ایک جزء قطع کرے گا اُتنی ہی میں قطبی بھی، مگر مساوات نہ ہوئی، کہ اُس نے بڑی قوس قطع کی اور اس نے چھوٹی، اس شکل پر طوقی ا پر تھا اور قطبی ہ پر، جب وہ ایک جزء طے کرے گا

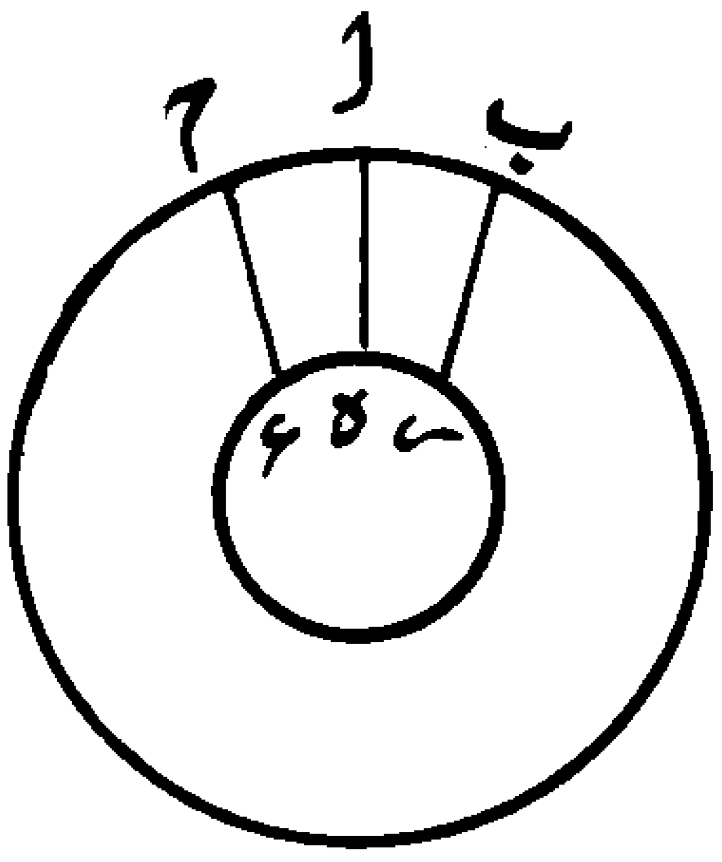

یعنی ب پر آئے گا۔ یہ بھی ایک جزء چلے گا س پر ہوگا اس نے قوس ا ب قطع کی اور اُس نے قوس ہ س، اور اگر مسافت طوقی میں اجزائے مسافت قطبی سے زائد ہیں مثلاً ا ب میں دس جزء ہیں اور س ہ میں یہی دو، اس شکل پر تو جب طوقی ایک جزء چلے گا یعنی ا سے ح پر ہوگا قطبی ایک جُز نہ چلے گا بلکہ جب وہ نو جزء چل کر اسی ب پر آئے گا یہ ایک جزء چل کر ہ سے س پر ہوگا اور جُز کا انقسام نہ ہوا بلکہ امتداد فاصل کا یعنی جب طوقی ا سے ح پر آئے گا

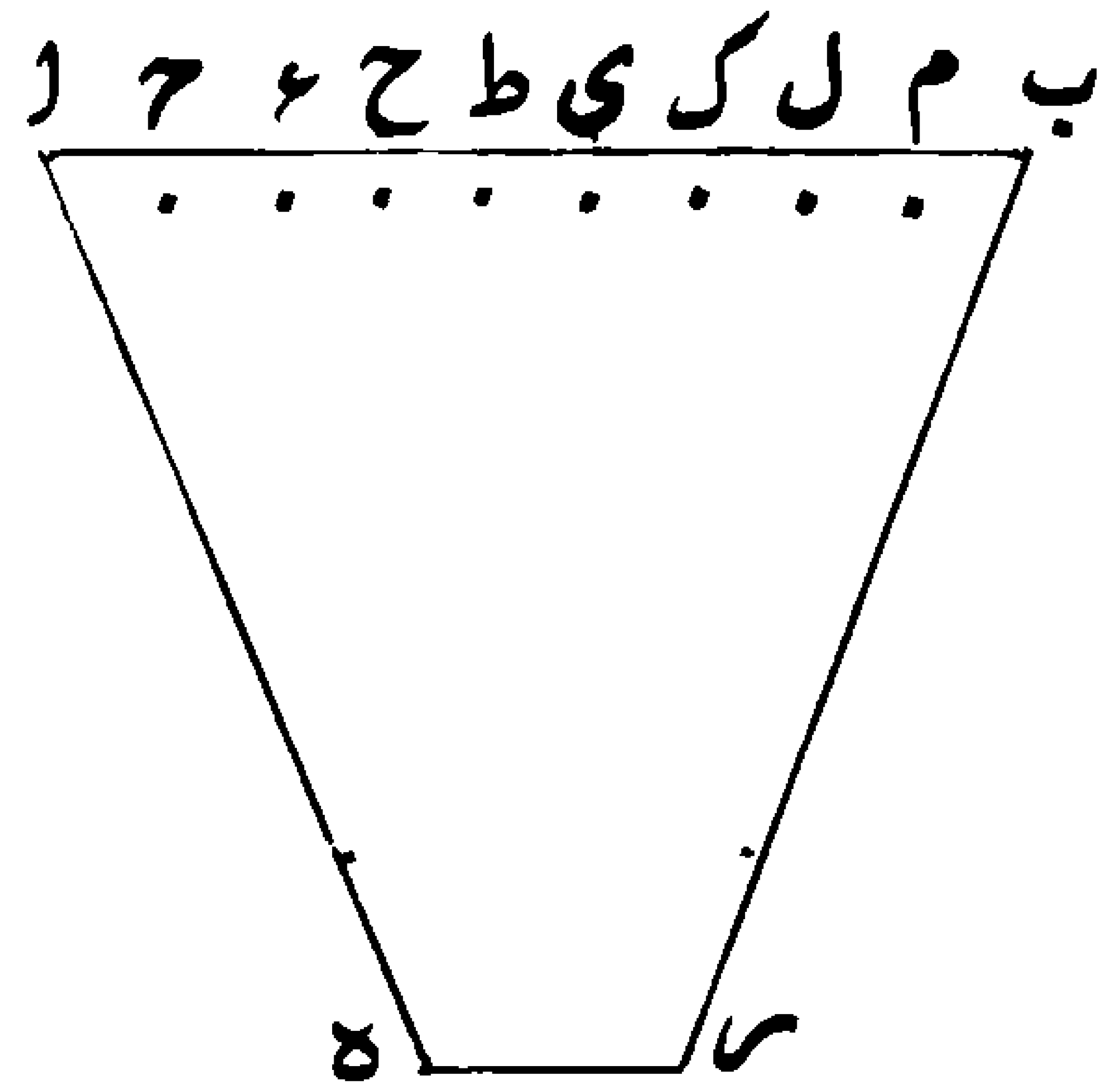

قطبی اس فاصلے کا جو ہ سے س تک ہے نواں حصہ قطع کرے گا جب وہ ۶ پر ہوگا یہ اس فاصلے کا $\frac{2}{9}$ طے کرے گا وھکذا تو نہ طفرہ ہوا نہ تفریق اجزاء نہ انقسام جزء نہ تساوی حرکتین نہ ان کا تلازم۔ اصلاً کوئی محذور لازم نہیں وللہ الحمد وہ سارے مصائب اتصال اجزاء ماننے پر تھے اور وہ خود محال۔

شبہہ ۷: تلازم سریعہ و بطیئہ جن وجوہ سے ثابت کیا جن کو چھوڑ دیا کہ وہ خود ہمیں مسلّم ہے حاجت اثبات نہیں اُن میں سے ایک وجہ کو خود مستقل شبہہ کرتے ہیں۔ یوں کہ ایک خط عہ فرض کیجئے تین جزء سے

عہ سیالکوٹی نے شرح مواقف میں اس سے یہ جواب دیا کہ اصحاب جزء ایک جزء منفرد کا وجود ہی نہیں مانتے اس کی حرکت درکنار، اور یہ جواب شرح مقاصد سے ماخوذ ہے اور اس سے تیسری وجہ اور مستفاد کہ ان وجوہ پر حرکت کے قائل نہیں جن سے محال لازم آتا ہے۔

اقول یہ جواب اگر صحیح ہو تو شبہہ پنجم کی وجوہ ثلاثہ سے بھی ہو سکے گا مگر اس کی صحت میں نظر ہے، جزء من حیث ھو جزء ضرور منفرد نہ ہوگا مگر جب جزء لایتجزیٰ ممکن جوہر فرد کیوں ناممکن، اور جب وہ ممکن تو اس کی حرکت کیوں محال، اور جب حرکت ممکن تو اس کو حرکت میں کیا استحالہ، بداہت عقل

(باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

مرکّب ا ب ح دوسرا دو جز سے ۶ ۵ یہ دوسرا اُس پہلے پر ہے یوں کہ ا کے مقابل ۶، اور ب کے محاذی ۵ اور اس دوسرے پر ایک جز س اس کے ۶ پر ہے۔ اس شکل پر اب فرض کرو خط ۶ ۵ خط ا ب ح پر بقدر ایک جز کے حرکت کرلے تو ضرور س کہ اس پر رکھا ہے بالعرض وہ بھی متحرک ہوگا اگر خود حرکت نہ کرتا اس حرکت سے یہ شکل ہوجاتی س ا سے منتقل ہوکر ب پر آیا ۵ ب سے چل کر اُ بُ ۵ ح ح پر اور س حرکت عرضیہ کے سبب ۶ ۵ ا سے ہٹ کر ب پر لیکن فرض کرو کہ اس نے اپنی ذاتی حرکت بھی ایک جز کی تو شکل ا ب ج یوں ہوئی س کہ س ایک جز حرکتِ عرضیہ سے ہٹا، ورنہ ایک جز حرکت ذاتیہ سے اور ا سے ا بُ جٓ ح کے مقابل ہوگیا، تو جتنی دیر میں س نے اپنی مجموع حرکتین سے دو جز قطع کئے ب و ج اُتنی دیر میں ۶ نے ایک ہی جز طے کیا ب تو جتنی دیر میں س اپنی مجموع حرکتین سے ایک جز قطع کرکے ب کے محاذی آیا ہوگا ظاہر ہے کہ اُتنی دیر میں ۶ نے ب سے کم قطع کیا ہوگا تو جز منقسم ہوگیا۔

اقول یہ سب ملمع ہے **اوّلاً** س کا خط ۶ ۵ سے اتصال کہ اُس کی حرکت سے حرکت عرضیہ کرے محال کہ اتصال جزئین ممکن نہیں۔

ثانیاً ا، ب، ح سب اجزائے متفرقہ ہیں اور اُن میں امتداد فاصل تو جتنی دیر میں س مجموع حرکتین سے ب کے محاذی ہوگا اُتنی دیر میں ۶ اُس نصف امتداد کو طے کرے گا جو ا و ب میں ہے نہ کہ نصف جز کو۔

شبہہ ۸ : وجوہ تلازم سریعہ و بطیئہ سے ایک اور وجہ کو حکمۃ العین میں مستقل شبہ قرار دیا اُس کا ذکر بھی کردیں کہ کوئی متروک نہ سمجھے۔

اقول اُس کا ایضاح یہ کہ ایک لکڑی زمین میں نصب کرو، طلوعِ آفتاب کے وقت اُس کا سایہ رُوئے زمین پر جانبِ مغرب پھیلا ہوگا جس کی مقدار دائرۂ زمین کے ایک حصہ کی قدر ہوگی، آفتاب جتنا بلند ہوتا جائے گا سایہ سمٹتا آئے گا یہاں تک کہ جب آفتاب آسمان کا ربع دائرہ قطع

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

شاہد ہے کہ متحرک کے لئے اس نحو حرکت میں کوئی استحالہ نہیں تو وہ ناشی نہ ہوا مگر فرض جوہر فرد سے فافہم بااینہمہ جب ان سب کے تسلیم پر ہمارے پاس جواب شافی موجود ہے تو ان کے انکار کی کیا حاجت وہ بھی بشکل مدعی کہ بارِ ثبوت ہم پر ہو ۱۲ منہ غفرلہ۔

Marfat.com

کرکے نصف النہار پر پہنچے گا سایہ اپنی انتہائے کمی کو پہنچے گا اگر آفتاب اُس جگہ کے سمت الراس سے جنوب یا شمال کو ہٹا ہوا ہو اور عین سمت الراس پر ہو تو سایہ منعدم ہو جائے گا۔ بہرحال جتنی دیر میں آفتاب نے اپنے فلک کا رُبع دائرہ قطع کیا کہ کروڑوں میل ہے اُتنی دیر میں سایہ نے دائرہ زمین کا یہ حصہ قطع کیا جس پر وقتِ طلوع پھیلا ہوا تھا یا اُس سے بھی کچھ کم۔ اگر دوپہر کو بالکل منعدم نہ ہو گیا یہ سریعہ و بطیئہ کا تلازم تھا اور یہیں سے ظاہر کہ آفتاب جتنی مقدار قطع کریگا سایہ اس سے بھی بہت کم کہ اسے یہ چھوٹی مسافت آفتاب کی اس بڑی مسافت کے ساتھ ساتھ قطع کرنا ہے تو اُسی نسبت سے اُس کے بڑے حصّوں کے مقابل اُس کے چھوٹے حصّے پڑیں گے اور شک نہیں کہ آفتاب کا ارتفاع انتقاص ظل کی علّت ہے اب اگر مسافت اجزائے لاتتجزّیٰ سے مرکّب ہو اور فرض کریں کہ آفتاب نے ایک جزء قطع کیا تو سایہ اتنی دیر میں اگر ساکن رہے یعنی نہ گھٹے تو معلول کا علت سے تخلف ہوا اور یہ محال ہے، اور اگر حرکت کرے یعنی گھٹے تو اس کی حرکت بھی اگر ایک جزء یا زائد ہو تو بطیئہ سریعہ کے برابر یا اس سے بڑھ کر ہو گئی، لاجرم ایک جزء سے کم ہو گی، اور یہ انقسام ہے۔

اقول قطع نظر اس سے کہ سایہ کوئی شے باقی مستمر متحرک متزائد یا متناقص نہیں آفتاب دو لمحہ ایک مدار پر نہیں رہتا اور ہر مدار کی تبدیل پر پہلا سایہ معدوم ہو کر دوسرا جدید حادث ہو گا کہ اُس وقت جو حصّہ زمین مواجہ شمس تھا اب مستور ہے اور جو مستور تھا اب مواجہ ہے اور ہر نیا طلوع سے دوپہر تک کم حادث ہو گا اور دوپہر سے غروب تک پہلے سے زائد نہ کہ ایک ہی سایہ گھٹتا بڑھتا رہا تو یہاں نہ کوئی حرکت ہے نہ متحرک، نئے نئے سائے مختلف المقدار ہر لمحہ جدید پیدا ہونے کو مجازاً حرکت کہو تو جواب وہی ہے کہ مسافت میں اجزاء متصل نہیں بلکہ متفرق، اور اُن میں امتدادات وہمیہ فاصل، تو ایک جزء سے دوسرے پر آفتاب نہ آئے گا مگر ایک امتداد طے کر کے سایہ اس کے حصوں میں سے کوئی حصہ کم ہو گا جیسا جزء طوقی و قطبی کے حرکات میں گزرا بالجملہ اجزاء نہیں مگر حدود مسافت کی طرح جن کی لحظہ بلحظہ تبدیل سے حرکت توسطیہ و متحرک کو بین الغایتین جدید نسبتیں حاصل ہوتی ہیں اور حرکت قطعیہ میں انھیں کی موافات ہوتی ہے۔ اب اگر کوئی کہے کہ یہ حدود بلاشبہ نقاط غیر منقسمہ ہیں، آفتاب جتنی دیر میں ایک حد طے کرے سایہ ضرور اس سے کم طے کرے گا ورنہ سریعہ و بطیئہ برابر ہو جائیں گی، تو نقطہ منقسم ہو گیا، اس کا جواب یہی دو گے کہ دو نقطے متصل نہیں وہی جواب یہاں ہے۔

شبہہ ۹: جزء متناہی ہے اور ہر متناہی متشکل اب اگر مضلع ہو تو جانب زاویہ غیر جانب ضلع

Marfat.com

ہو گی، انقسام ہو گیا اور اگر کُرہ ہو تو جب کُرے ملیں (یعنی دو کُرے متصل ہوں اور تیسرا اُن دونوں کے اُوپر) ضرور فرجہ کہ بیچ میں رہا ہر کُرے سے چھوٹا ہوتا ہے تو جز منقسم ہو گیا (متن و شرح حکمۃ العین)

اقول اوّلاً جز کا متناہی یعنی صاحبِ نہایت ہونا مسلّم نہیں متناہی وغیر متناہی امداد کے اقسام ہیں و لہذا تصریح کرتے ہیں کہ خط کے لئے جہت بمعنی نہایت صرف دو ہیں عرض میں وہ امتداد ہی نہیں رکھتا کہ نہایت ہو۔

ثانیاً اگر تناہی عدمِ امتداد کو بھی شامل مانیں تو شکل بے امتداد ممکن نہیں کہ وہ ایک یا زائد حدود کے احاطہ سے بنتی ہے احاطہ کو دو چیزیں درکار: محیط و محاط۔ اور اثنینیت بے امتداد معقول نہیں۔ ہر متشکل متناہی ہے ہر متناہی متشکل نہیں جیسے نقطہ وہ اور جز خود اپنے نفس کے لئے حد ہیں نہ کہ اُن کو کوئی حدِ محیط۔

ثالثاً ہم فرض کرتے ہیں کہ کُرے ہوں گے اور فرجے رہنا انصال پر موقوف، اور وہ محال، اگر کہئے اتصال محال سہی مگر عقل حکم کرتی ہے کہ اگر متصل ہوتے ضرور ان کے فرجے ان سے چھوٹے ہوتے، امتناعِ اتصال اس حکم عقل کا نافی نہیں تو ضرور فی نفسہٖ ان میں اس کی صلاحیت ہے کہ ان سے چھوٹی مقدار پیدا ہو اگرچہ خارج سے وہ صورت محال ہے۔

اقول اولاً یہ جب تھا کہ نظر بنفس ذات ان کا اتصال ممکن اور خارج سے محال بالغیر ہوتا مگر ہم بتا آئے کہ جز کی نفس ذات آبی اتصال۔

ثانیاً حل یہ کہ یہاں یہ حکم عقل ہرگز نہیں بلکہ یہ ہے کہ اگر متصل ہوتے متداخل ہوتے کہ ایک طرف سے ملنے دوسری طرف سے جدا ہونے کی اُن میں اصلاً صلاحیت نہیں جیسے دو خط جب اپنے طول میں ایک دوسرے کی طرف متحرک ہوں ملتے ہی اُن کے دونوں نقطے متداخل ہو جائیں گے نہ کہ متجاوز رہیں اور جب متداخل ہوتے فرجے کدھر سے آتے، اگر کہئے نقطے عرض ہیں اُن کا تداخل ممکن، یہ تو جوہر ہیں ان کا تداخل کیونکر ممکن۔

اقول جبھی تو ان کا اتصال محال ہُوا کہ وہ بے تداخل ناممکن تھا اور تداخل محال، اگر کہئے ہم تو نفس حکم عقل بر تقدیر اتصال میں کلام کرتے ہیں۔

اقول ہاں اس فرض مخترع پر ضرور انقسام ہو جاتا اور حرج نہیں کہ محال محال کو مستلزم ہوا جیسے فلسفی اگر حمار ہوتا ضرور ناہق ہوتا اور اس تقریر پر تمہیں اس سارے تجشم تشکل و مضلع و کُرہ و فرجہ کی حاجت نہ تھی کہ اُن کا نفس اتصال بلا تداخل ہی موجبِ انقسام۔

Marfat.com

رابعاً مستدل نے عبث تطویل کی نفس کرویت ہی مستلزم انقسام کہ اُس میں فرض مرکز و محیط سے چارہ نہیں اور سرا اُس میں وہی ہے کہ شکل بے امتداد ناممکن، اور اسی میں اُس کا جواب ہے کہ جب جز میں امتداد نہیں شکل کہاں۔

شبہہ ۱۰ : کرے پر منطقہ اپنے تمام موازی دائروں سے بڑا ہے۔ اب اگر کسی موازی میں اُسکے ہر جز کے مقابل ایک جز ہے تو جز و کُل مساوی ہو گئے کہ دونوں میں اجزا برابر ہیں، لاجرم لازم کہ اِس کے ایک جز کے مقابل اُس میں ایک جز سے کم ہو اور یہی انقسام ہے۔

اقول اجزا کسی میں متصل نہیں اُن میں امتداد فاصل ہیں تو **اوّلاً** ممکن کہ دونوں میں اجزا مساوی ہوں، اور کروں کی تساوی نہ ہو کہ بڑے میں اجزا زیادہ فصل پر ہوں گے چھوٹے میں کم پر۔

ثانیاً بلکہ ممکن کہ چھوٹے میں اجزا زائد ہوں اور بڑا زیادت امتداد سے بڑا ہو۔

ثالثاً اگر کم ہی ہوں تو جز منقسم نہ ہوگا بلکہ امتداد کما مرمرارًا (جیسا کہ متعدد بار گزر چکا ہے۔ ت)

شبہہ ۱۱ : جب کسی شاخص کا ظِل اس کا دوچند ہو جائے جیسا وقت عصر حنفی میں تو نصف ظل ظل نصف ہوگا۔ اب اگر وہ شاخص خط جوہری اجزائے طاق مثلاً پانچ سے مرکب ہے تو اُس کی تنصیف جز کی تنصیف کر دے گی۔

اقول اوّلاً بدستور امتداد کی تنصیف ہو گی اور اگر اُس کے ملتصف پر کوئی جز نہیں جب تو ظاہر، اور اگر ہے تو وہی جز نصفین میں حدِ فاصل ہو گا نہ کہ منقسم۔

ثانیاً یہ اس پر مبنی کہ خط جوہری کا سایہ پڑے اور یہ مسلّم نہیں کہ وہ حاجب نہیں ہو سکتا کما سیأتی (جیسا کہ آگے آئے گا۔ ت)۔

شبہہ ۱۲ : جسم اگر اجزا سے مرکب ہوتا جز اُس کا ذاتی ہوتا تو اُس کے لئے بین الثبوت ہوتا کہ اس کے تعقل سے پہلے متعقل ہوتا تو نہ محتاجِ اثبات ہوتا نہ کہ اکثر عُقلا اُس کے منکر۔

اقول ایک یہ شبہہ عقل فلاسفہ کے قابل ہے میں اس کی حکایت کو اس کے رد سے مغنی رکھوں گا اور صرف اتنا کہوں گا کہ جسم اگر ہیولیٰ و صورت سے مرکب ہوتا ہیولیٰ اس کا ذاتی ہوتا تو اُس کے لئے بین الثبوت ہوتا الخ اب کہو گے ہیولیٰ تو جز خارجی ہے نہ کہ عقلی۔

اقول پھر جز میں اسے کیوں بھولے۔

Marfat.com

شبہ ۱۳: تین خط اجزائے لاتتجزیٰ سے مرکب آپس میں متماس، فرض کریں اُن میں ایک فلک الافلاک کے قطر پر منطقہ ہو اور اس کے ایک جانب خط اب دوسری طرف خط ح ء اس شکل پر (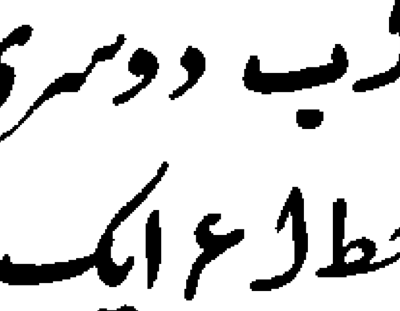) اور ا سے ء تک ایک خط ملائیں ضرور یہ خط اء ایک قطر فلک الافلاک پر ہوگا کہ اس کے مرکز پر گزرا ہوا دونوں طرف محدب سے ء ا ملاصق ہے، تو ثابت ہوا کہ اگر خط کا اجزا سے ترکب ممکن ہو تو فلک الافلاک کا قطر تین جز کی قدر ہو اس سے بڑھ کر اور کیا استحالہ درکار (حواشی فخریہ)۔

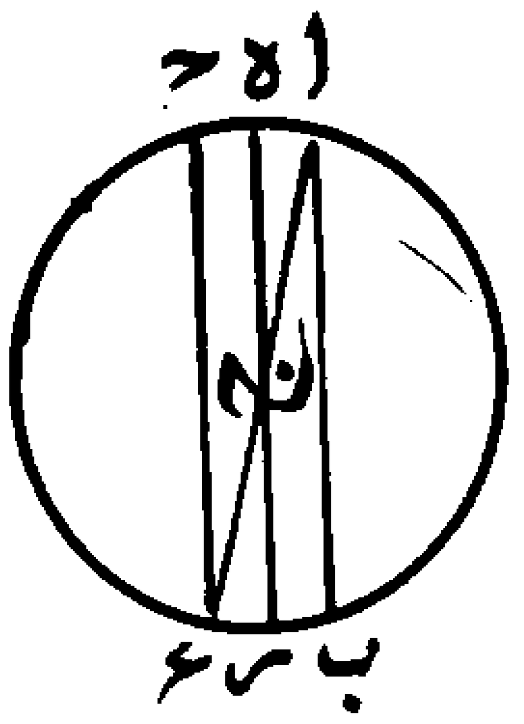

اقول توجیہ وتقریب یہ ہے کہ ہ س قطر ہے اور اب ح ء اُس کے مقارن وموازی چاروں طرف اس کے مساوی فصل پر ہیں تو اہ۔ ہ ج۔ ب س۔ س ء چاروں قوسیں برابر ہیں تو ان کے یہ چاروں زاویہ اہ س۔ ج ہ س۔ ب س ہ۔ ء س ہ کہ مساوی قوسوں پر پڑے مساوی ہیں، تو مثلث اہ ھ ء س ھ سے یہ دونوں زاویہ اور قوسیں اہ ء س اور دونوں زاویہ ھ بوجہ تقاطع برابر ہیں تو بحکم شکل ۲۶ ہ ھ = ھ س۔ لاجرم ھ جس پر خط اء گزرا مرکز ہے اور وہ اھ ء دونوں کنارہ محدب پر بھی گزرا ہے، تو قطر فلک الافلاک ہے اور ضرور وہ ان تین خطوں سے ایک ہی ایک جز لے گا اب سے اہ س سے ھ ج ء سے ء کہ اگر طرفین میں کسی سے دو جز پر گزرے تو زاویہ پیدا ہو کر دو خط ہو جائے گا یوں اور وسطانی سے دو جز لے تو دو زاویے پیدا ہو کر تین خط یوں یا تو ثابت ہوا کہ قطر فلک الافلاک صرف تین جزء لایتجزیٰ کے برابر ہوگا۔ یہ تقریر شبہ ہے۔ علامہ بحر العلوم قدس سرہ نے حواشی صدرا میں اس کا یہ رد فرمایا کہ اصل جز پر اس وصل خط کا امکان ممنوع۔

اقول ہر دو نقطوں میں وصل خط اگرچہ وہماً کا امکان بدیہی ہے صالح انکار نہیں رہا یہ کہ پھر جواب صحیح کیا ہے۔

اقول واضح ہے خطوط جوہری کا اتصال محال ضرور اُن میں امتداد فاصل ہوگا۔ اسے مرکز تک نصف قطر فلک الافلاک ہوگا اور مرکز سے ء تک دوسرا نصف۔

شبہ ۱۴: ہر متحیز کی داہنی جانب بائیں کی غیر ہوگی یونہی تمام جہات مقابلہ اور یہ حکم بدیہی ہے تو قطعاً ہر متحیز جمیع جہات میں منقسم ہوگا، تو نہ ہوگا مگر جسم تو جوہر فرد خط جوہری وسطح جوہری خود ہی محال

Marfat.com

ہیں نہ کہ اُن کا جسم سے ترکّب (مواقف و شرح) مراد متحیز سے متحیز بالذات ہے کہ اسی کو جہات درکار بخلاف نقطہ وخط وسطح عرضیات کہ ان کا تحیز بہ تبعیت جسم ہے تو ان کے لئے جہات متصور نہیں ۔ (سید ملا عبدالحکیم نے حاشیہ میں جواب دیا کہ یہ بداہت بداہت وہم ہے ۔ مالوف ومعہود اشیائے منقسمہ ہیں اُن میں جہات ایسی ہی ہوتی ہیں وہم سمجھتا ہے کہ سب میں یونہی ضرور ہیں) حالانکہ غیر منقسم کا منقسم پر قیاس باطل ہے وہ بذاتِ خود ہر شے کا محاذی ہوگا جیسے نقطۂ مرکز کہ خود ہی تمام نقاطِ محیط کا محاذی ہے نہ یہ کہ جُدا جُدا حصّوں سے ہر نقطے کی محاذات کرے ، اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ محاذات ایک امر اعتباری ہے کہ دو چیزوں کی ایک وضع خاص سے منتزع ہوتی ہے اس کے لئے ایک طرف سے تعدّد بس ہے دونوں طرف تعدد کی کیا حاجت ، جیسے ایک باپ کے دس بیٹے ہوں اُس کے لئے ہر ایک کے اعتبار سے ایک ابوت ہونا اس کی ذات میں تعدّد کا باعث نہیں ، ہاں اگر محاذات کوئی عرض قائم بالمحل ہوتی تو ضرور ہر محاذات کے لئے محل جُداگانہ درکار ہوتا اور انقسام لازم آتا انتہٰی یہ جواب باول نظر ہمارے خیال میں آیا تھا ۔

والاٰن اقول و باللہ التوفیق (اب میں کہتا ہوں اللہ تعالےٰ کی توفیق کے ساتھ۔ت) جہت و وضع کی سبیل واحد ہے جس طرح وضع کبھی اجزائے شے کی باہمی نسبت سے لی جاتی ہے اور کبھی بلحاظ خارج ۔ دوم ہر ذی وضع کے لئے لازم متحیز بالذات ہو خواہ بالتبع ، شک نہیں کہ راس مخروط کا نقطہ ایک وضع ممتاز رکھتا ہے کہ وضع مخروط سے جُدا ہے بلاشُبہ وہ قاعدے اور اُس کے دائرے اور اُس کے ہر نقطے سے ایک جہتِ مخصوص رکھتا ہے اور اس تکثر جہات سے متکثر نہیں ہوتا ، یونہی جُز ، اور بمعنی اول نہ ہوگی مگر متجزی میں اُسے غیر متجزی میں تلاش کرنا خلافِ عقل ہے ، یونہی جہت کے دو معنی ہیں ، ایک شے کے باہم حصص میں کہ اُس کا ایک حصّہ اوپر دوسرا نیچے ہو ، ایک حصّہ آگے دوسرا پیچھے ہو ، ایک حصّہ داہنا دوسرا بایاں ، یہ غیر متجزی میں قطعاً محال ، اور اسے بدیہی ماننا قطعاً باطل خیال ، بلکہ اُس میں اُس کا نہ ہونا بدیہی ہے ۔ دوم شے کے لئے خارج کے لحاظ سے یہ منقسم وغیر منقسم متحیز بالذات و بالتبع سب میں ہوگی ۔ یہی ہر متحیز کے لئے بدیہی ہے اور اس سے انقسام لازم نہیں کہ محض نسبت ہے اور تعددِ نسب سے منتسب میں حصّے نہیں ہوجاتے دو جہت واقعہ غیر متبدلہ یعنی فوق وتحت میں ، تو ظاہر یہ ایک سے فوق یعنی بہ نسبت اُس کے مرکز سے بعید یا تمھارے طور پر محدب سے قریب ہے اور دوسرے سے تحت یعنی بہ نسبت اُس کے مرکز سے قریب ہے تو ان میں منقسم کی بھی نفسِ ذات ہی کا اعتبار ہے نہ حصص کا ، تو غیر منقسم کے حصّے کہاں سے ہوجائیں گے ،

Marfat.com

باقی چار حقیقۃً انسان وحیوانات میں ہیں کہ جو انسان کے منہ کی جانب ہے اُس سے آگے ہے اور پیٹھ کی طرف پیچھے داہنے ہاتھ کی طرف اُس سے جانب راست اور بائیں کی طرف جانب چپ، حجر سے حقیقتاً نہ کچھ آگے نہ پیچھے نہ داہنے نہ بائیں۔ ہاں غیر ذی رُوح کو ایک طرف متوجہ فرض کرو تو اس فرض سے یہ چاروں جہتیں فرضاً پیدا ہوجائیں گی۔ انسان وحیوان میں اُن کی تبدیل وضع کے بغیر نہ بدلیں گی انسان جب تک مشرق کو مُنہ کئے ہے جو چیز اُس سے شرقی ہے اُس سے آگے اور غربی پیچھے اور جنوبی داہنے شمالی بائیں ہے، ہاں جب غرب کو مُنہ کرلے گا سب بدل جائیں گی، لیکن حجر میں بے اس کی تبدیل وضع کے محض تبدیل فرض سے مبدّل ہوں گی، پتھر کو جو مشرق کی طرف متوجہ فرض کرے اس کے نزدیک وہ پہلی بار چار جہتیں ہیں، اور اُسی حال میں جو اُسے مغرب کی طرف متوجہ قرار دے اس کے نزدیک پھلی' یہاں توجہ کی تعیین جہتِ حرکت سے ہوجاتی ہے' جو جس طرف متحرک ہے اُسی طرف متوجہ سمجھا جاتا ہے کہ عادتاً انسان یا حیوان جدھر چلے اُس طرف مُنہ کرتا ہے تو پتھر یا جز مثلاً اگر شرق کی جانب متحرک ہو جو اُس سے شرقی ہے آگے ہے یعنی اُس سے جہت حرکت کی طرف ہے اور غربی پیچھے یعنی جہت متروک مبدء کی طرف اور جنوبی راست یعنی اس سے جانب جنوب کو اور شمالی چپ یعنی جانب شمال کو' اسے انقسام سے کیا علاقہ، اور شک نہیں کہ اس کے لئے تحیز بالذات کی حاجت نہیں۔

(۱) کون کہہ سکتا ہے کہ فلک کا محدب اوپر اور مقعر نیچے نہیں۔

(۲) کیا معدل النہار منطقۃ البروج سے اوپر نہیں۔

(۳) کیا نقطۂ اعتدال سے مرکز نیچا نہیں۔

(۴) کیا راس الحمل سے راس الثور آگے اور راس الحوت پیچھے نہیں۔

(۵) کیا توالی بروج میں انقلاب صیفی سے اُس کا نظیرہ داہنی جانب اور شتوی سے اس کا نظیرہ بائیں جانب نہیں، الٰی غیر ذلک۔

(۶ و ۷) فلاسفہ کی تصریح ہے اور خود علامہ سید شریف قدس سرہٗ نے بعض حواشی میں فرمایا کہ خط کی دو جہتیں ہیں اور سطح کے لئے چار۔

اقول یعنی خط کے لئے فوق وتحت کہ امتداد طولی سے ماخوذ ہیں اور سطح کے لئے یمین ویسار بھی کہ امتداد عرضی سے لیتے ہیں نہ قدام وخلف کہ امتداد عمق سے ہیں تو ثابت ہوا کہ **اولاً** تحیز بالذات کی تخصیص باطل۔

ثانیاً منشا شبہ دو معنی جہت کا اشتباہ تھا اس کے کشف سے زاہق و زائل، ایک ہی

Marfat.com

شبہ اتصال جزء میں جدا تھا جس کا انکشاف بحمدہ تعالیٰ بروجہ احسن ہوگیا باقی تمام شبہات سابقہ ولاحقہ کے جواب میں یہی ایک حرف کافی کہ اتصال جزئین محال والحمدُ للہ شدید المحال۔

تنبیہ: اقول اس شبہ کی ایک تقریر یوں ہوسکتی ہے کہ ا ب ح تین جزء ہیں، شک نہیں کہ ب کے ایک طرف ا ہے اور اُس کے دوسری جانب ح۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ دونوں اسکی ایک ہی طرف ہیں تو ضرور ب میں دو طرفین ممتاز ہیں جن کی طرف اشارہ حسیّہ جُدا ہے تو شئے دون شئے کا مصداق ہوگیا اور یہی انقسام ہے، اور جواب ہماری تقریر سابق سے واضح ہے۔

اوّلاً ب کی ایک طرف ا اور اس کی دوسری طرف ح نہیں بلکہ ب سے ایک طرف ا اور اس سے دوسری طرف ح ہے تو انقسام نہیں، اور دونوں عبارتوں کا فرق ہمارے بیان سابق سے روشن ہے۔

ثانیاً تین مخروط ہیں اُن کے رؤس نقاط ا، ب، ح ہیں یہ تقریر بعینہٖ ان تین نقطوں میں جاری کون کہہ سکتا ہے کہ ا و ح دونوں ب کے ایک طرف ہیں، اگر کہئے کہ یہ نقاط معدوم وموہوم ہیں تو اُن کے لئے جہات نہیں۔

اقول اولاً خود فلاسفہ قائل اور دلائل قاطعہ قائم کہ اطراف یعنی سطح وخط ونقطہ کہ نہایات جسم وسطح وخط ہیں موجود فی الخارج ہیں۔

(۱) اقلیدس نے اس کا موجود ہونا اصول موضوعہ میں رکھا، طوسی نے تحریر میں اسکی تقریر کی، علامہ قطب الدین شیرازی نے حواشی حکمۃ العین میں فرمایا، انھیں موجود نہ ماننا مذہب فلاسفہ کے خلاف ہے، اُنھوں نے حکماء کا لفظ کہا ہے اور مشائین واشراقیین کسی کی تخسیص نہ کی، نیز فرمایا کہ اطراف یعنی خط وسطح اُن کے نزدیک انواع کم متصل موجود فی الخارج سے ہیں تو معدوم کیسے ہو سکتے ہیں یعنی تو یونہی نقطہ کہ وہ خط موجود کی طرف ہے بعض متأخرین نے کہ ان کا وجود انتزاعی مانا۔ باقر نے صراط مستقیم میں اُسے رد کیا اور اُن بعض کے زعم کو کہ ابن سینا نے اس کی تصریح کی۔ حمداللہ علی المتشدق نے فی الآن میں خلافِ واقع بتایا۔

(۲) شرح حکمۃ العین میں کہا کہ اطراف اگر موجود نہ ہوں تو وہ مقدار متناہی نہ ہوگی ضرور ہے کہ مقدار متناہی کسی شئی پر ختم ہوگی وہی اس کی طرف ہے تو مقادیر متناہیہ کے اطراف بلاریب موجود ہیں۔

(۳) صاحب حکمۃ العین نے اپنی بعض تصانیف میں اس پر یہ دلیل قائم کی کہ دو جسموں

Marfat.com

کا تماس اپنی پوری ذات سے نہیں ہو سکتا ورنہ تداخل لازم آئے، نہ کسی امر معدوم سے یہ بداہۃً ظاہر ہے نہ کسی ایسے امر سے کہ جانب تماس میں منقسم ہو کہ یہ منقسم اگر بالکلیہ مماس ہوں تداخل ہے، اور بالبعض تو ہم اس بعض میں کلام کریں گے کہ وہ منقسم ہے یا غیر منقسم، اور یہ بالآخر غیر منقسم پر انتہا ضرور ہے اور یہ غیر منقسم اجزائے جسم نہیں کہ جزء لایتجزیٰ باطل ہے تو ثابت ہُوا کہ ایک شئ ذو وضع کہ جانبِ عمق میں منقسم نہیں موجود فی الخارج ہے اُسی سے اجسام کا تماس ہے اور وُہ نہیں مگر سطح، یُونہی سطحوں کے تماس سے نقطے کا وجود فی الخارج لازم۔ سیّد شریف نے فرمایا: وجود اطراف پر یہ دلیل سب سے ظاہر تر ہے۔

ثانیاً بالفرض ان کا وجود انتزاعی ہو تو وہ منتزعات کہ خارج میں اُن کے احکام جُدا ہوں اُن پر آثار مترتّب ہوں ضرور وجود خارجی سے حظ رکھتے ہیں۔ اطراف ایسے ہی ہیں اور اسی قدر تمایز جہات و سماوات کو کافی۔

ثالثاً ہم اُن خطوط ونقاط میں کہ ضرور انتزاعی ہیں جہات ثابت کر چکے مقر کدھر۔

شبہ ۱۵: سطح جوہری کہ اجزائے لاتجزّیٰ سے مرکب ہو جب شمس کے مقابل ہو ضرورۃً اُس کا ایک رُخ روشن دُوسرا تاریک ہوگا (مواقف و مقاصد) صدرا نے بڑھایا کہ دوسرا غیر مرئی ہوگا کہ ایک ہی شئے حالتِ واحدہ میں مرئی وغیر مرئی نہیں ہو سکتی توجانبِ عمق میں انقسام ہو گیا۔

اقول وہی مالوف ومعہود کے دائرے میں وہم کا گِھرا ہونا غائب کا شاہد پر قیاس کرا رہا ہے وہم سطح عرضی میں یُونہی سمجھتا ہے کہ اُس کا رُخ ہمارے سامنے ہے اور پشت جسم سے متصل۔ علامہ بحر العلوم نے حواشی صدرا میں فرمایا اُس کا تو یہی ایک رُخ ہے کہ ہمارے مواجہ اور شمس سے مستنیر ہے سطح میں دو رُخ کہاں یعنی مرئی وغیر مرئی کی مغایرت تلاش کرنی حماقت ہے اُس میں غیر مرئی کچھ نہیں وہ بتمامہ مرئی اور بتمامہ مستنیر ہے۔ پھر فرمایا خلاصہ دلیل یعنی شبہ مذکورہ یہ ہے کہ جو چیز متحیّز بالذات ہوگی ضرور بصر میں اور دُوسری اشیاء میں حاجب ہوگی۔ یوں ہی نورِ شمس سے ساتر ہوگی تو ضرور اُس کے لئے دو رُخ ہوں گے اور اس کا انکار مکابرہ ہے۔

اقول اوّلاً اب شبہ کی حالت اور بھی ردّی ہوگئی، حاجب و ساتر ہونے کیلئے ضرور دو رُخ ہونا ہی کافی نہیں بلکہ لازم کہ شعاع بصر و شمس دوسرے رُخ تک نہ پہنچے، ورنہ ہرگز حاجب نہ ہوگی جیسے آئینہ کتنے ہی دل کا ہو نہ نگاہ کو روکے نہ دھوپ کو، جب ممتد منقسم دوسری جہت تک شعاع پہنچنے سے ساتر نہیں ہو سکتا تو وہ جس میں اصلاً امتداد ہی نہیں کیونکر حاجب ہو

Marfat.com

حاجب ہو جائے گا اس کا اثبات مکابرہ ہے۔

ثانیاً مستدل جانتا تھا کہ تنہا ایک جزء لایتجزی بصر و شمس کو حاجب نہیں ہو سکتا کہ وہ مقدار ہی نہیں رکھتا۔ لہذا اجزاء سے مرکب سطح لی کہ حجم و مقدار پیدا ہو کر صلاحیت حجب ہو جائے اور نہ جانا کہ اجزاء کا اتصال محال وہ متفرق ہوں گے اور ہر دو کے بیچ میں خلا، تو بصر یا شمع کی شعاعیں جہاں پہنچیں گی اُن کے مقابل نہ ہو گا مگر جزء واحد کہ محض بے مقدار ناقابل ستر ہے یا خلا کہ بدرجہ اَولیٰ اور وہ طریقہ اتصال حسّی کہ ہم نے اُوپر ذکر کیا محض ارادہ اللہ عزّ وجل پر مبنی ہے اسے انقسام سے علاقہ نہیں۔

شبہات بہ براہین ہندسیہ

علامہ تفتازانی نے مقاصد و شرح میں اُن پر رَدِّ اجمالی کیا کہ وہ سب انتفائے جزء پر مبنی ہیں۔ اور مُلّا عبد الحکیم نے حواشی شرح مواقف میں کہا اشکال ہندسیہ ثبوت مقدار پر موقوف ہیں وہ اتصال جسم پر وہ نفی جزء پر، تو اُن سے نفی جزء پر استدلال دُور ہے۔ اصحاب جزء کے نزدیک نہ زاویہ ہے نہ وتر نہ قطر نہ دائرہ سب تخیلاتِ باطلہ ہیں کہ توہّم اتصال سے پیدا ہیں۔ شرح مقاصد میں یُوں تفصیل فرمائی کہ براہین ہندسیہ سے ابطالِ جزء میں مثلث متساوی الاضلاع و تنصیفِ زاویہ و تنصیفِ خط و وجودِ دائرہ و وجودِ کرہ سے مدد لی ہے اور ان میں سے کچھ بے نفی جزء ثابت نہیں۔ اقلیدس نے تنصیفِ خط اُس پر مثلث متساوی الاضلاع بنا کر کی اور تنصیف زاویہ اس کی ساقین برابر کر کے وتر نکال کر اُس پر دُوسری طرف مثلث مذکور بنا کر اور مثلث مذکور خط پر دو دائرے کھینچ کر، اور کرہ یُوں ثابت کرتے ہیں کہ قطر دائرہ کی بجائے محور مانیں اور اُس کے دونوں نقطہ طرف کو بجائے قطبین۔ اب نصف دائرہ کو اس محور پر گھمائیں یہاں تک کہ اپنی وضع اول پر آ جائے اس سے سطح کروی کہ محدب کرہ اور اسے محیط ہے پیدا ہو گی تو سب کا مبنی ثبوت دائرہ ہوا اور وجود دائرہ یوں ثابت کرتے ہیں کہ سطح مستوی پر ایک خطِ مستقیم[ع۵] تخیل کریں۔

ع۵ علامہ نے فرمایا ایک خطِ مستقیم متناہی اقول صرف اتنا ہی خط کافی نہیں بلکہ وہ شرط ضرور ہے جو ہم نے ذکر کی ۱۲ منہ غفرلہ۔

Marfat.com

(**اقول** یعنی سطح متناہی ہو اور یہ خط اس میں ایسی جگہ کہ کسی طرف سطح کا امتداد اس خط کی مقدار سے کم نہ ہو) اس خط کا ایک کنارہ ثابت رکھیں اور دوسرے کو دورہ دیں یہاں تک کہ اپنے محل اول پر آجائے اس دورہ سے سطح دائرہ حاصل ہوگی جیسے عمل پرکار سے، لیکن برتقدیر جزء یہ حرکت خط جس سے دائرہ بنایا خود محال ہے کہ مستلزم محال ہے تو بے نفی جزء ان میں سے کسی کا اثبات محض خیال ہے۔ مُلا حسن نے حواشی صدرا میں اس حرکت کا استحالہ یوں بتایا کہ خط کا ایک کنارہ ثابت رکھ کر دوسرے کو جو حرکت دی ہے یہ کنارہ جتنی دیر میں اُس سطح مستوی کا ایک جزء قطع کرے وہ جزء خط کہ کنارۂ ثابتہ کے متصل ہے اگر وہ بھی ایک ہی جزء قطع کرے یونہی آخر تک جب تو دائرہ صغیرہ و کبیرہ مساوی ہو جائیں گے اور اگر جزء سے کم تو جزء منقسم ہو گیا اور اگر یہ ساکن رہے تو خط کے اجزا بکھر گئے تو دائرہ پورا ہونا لازم نہ ہوگا حالانکہ لازم مانا تھا تینوں شقیں محال ہیں لہذا وہ حرکت محال ہے۔

اقول کلام یہاں طویل ہے اور انصاف یہ کہ تخیل دائرہ ان تجشمات کا محتاج نہیں اور وجود دائرہ کا ان سے ثبوت نہیں ہو سکتا کہ یہ سب تخیلات نامقدورہ ہیں خارج میں پرکار ہے جو بحالت اتصال جسم دائرہ حقیقیہ بنانے کی ضمانت نہیں کر سکتی، نہ وہ سطح جسے مستوی سمجھیں واقع مستوی ہونی ضرور جس سے حقیقت تک عظیم فرق ہے نہ پرکار کی رفتار میں اول سے آخر تک فرق نہ پڑنے کی ذمہ داری ہو سکتی ہے، نہ وہ نشان کہ اس سے بنے تمام مسافت میں یقینی یکساں ہونے کی تو وجود ثابت نہیں مگر دائرہ حسیہ کا صدرا نے باآنکہ اقرار کیا کہ ابطال جزء پر اشکال ہندسیہ سے استدلال ضعیف ترین طریق ہے کہ ان کا وجود اور اتصال جسم ماننا ایک ہی چیز ہے مگر مربع مثلث قائم الزاویہ کا استثنا کیا اس بناء پر کہ ابن سینا نے اصحاب جزء کا مذہب بتایا کہ مربع کے منکر نہیں، اور ظاہر ہے کہ مربع میں قطر ڈالنے سے دو مثلث قائم الزاویہ پیدا ہوں گے تو جو دلیل اس پر مبنی ہو اصحاب جزء سے اُس کا دفع ناممکن ہے انتہی اصحاب جزء کی طرف یہ نسبت کذب محض ہے اُن کی کتب میں کہیں تسلیم مربع حقیقی کا پتہ نہیں۔

اقول بلکہ وہ صراحۃً وجود زاویہ کا انکار کرتے ہیں پھر مربع کہاں سے آئے گا صراحۃً سرے سے مقدار ہی نہیں مانتے تو کوئی شکل کہاں سے آئے گی۔ ابن سینا نے کہا ہمارے پاس وجود دائرہ کے دو ثبوت اور ہیں کہ نفی جزء پر مبنی نہیں۔

اوّل اجسام میں بسیط بھی ہیں (یعنی مرکبات کی انتہا بسائط کی طرف لازم) اور بسیط کی شکل طبعی کُرہ ہے اور جب کُرے کے دو حصے مساوی حسًّا یا وہمًا کیے جائیں گے، دو دائرہ حادث ہوں گے۔ بحر العلوم نے فرمایا یہ اگرچہ نفی جزء پر مبنی نہیں۔

Marfat.com

اولاً اس پر مبنی ہے کہ اجسام میں طبیعت ہے۔
ثانیاً اس پر کہ شکل مقتضائے طبع ہے۔
ثالثاً اس پر کہ طبیعت واحدہ مادہ واحدہ میں فعل واحد ہی کرے گی اور یہ سب ممنوع بلکہ باطل ہیں۔
اقول رابعاً بلکہ ہم ثابت کرچکے کہ اُن کے نزدیک طبیعت واحدہ نے مادہ واحدہ میں افعال مختلفہ متباینہ بالنوع کیے کہ افلاک مجوف بنائے جن میں محدب و مقعر۔
خامساً اثبات وجود واقعی کے درپے ہوکر تنصیف کرہ میں وہماً بھی ملانا عجیب ہے تنصیف وہمی سے دائرہ موہومہ بنے گا یا موجودہ۔
سادساً اگر وہمی سے گذر کر خاص حسی لو تو اب وہ کرہ بتاؤ جس کی تنصیف حسی کرو گے۔ زمین پر کسی کُرے کا حقیقیہ ہونا ثابت نہیں کرسکتے اور واقع میں افلاک میں بھی ثبوت نہیں کما تقدم (جیسا کہ پہلے گزرچکا ہے) اور فرض کرلیں تو اُن کی تنصیف حسی تمہارے نزدیک محال۔
سابعاً فرض کرلیں کہ کوئی کُرہ حقیقیہ قابل تنصیف حسی تمھیں مل سکے اب اپنی تنصیف کا ضامن بتاؤ کہ صحیح دو نصف کرسکو گے ہاتھ اتنا بھی نہ بہک سکے گا کہ ایک جزء لایتجزیٰ کی قدر دونوں نصفوں میں فرق ہو، اور جب یہ کچھ نہیں تو وہی نرا توہم رہ گیا جس کا کوئی منکر نہیں۔ دائرہ واقعیہ نہ ثابت ہونا تھا نہ ہُوا۔
ثامناً نفی جزء پر مبنی نہ ہونا بھی عجیب منطق ہے، اس کی بنا ثبوتِ مادہ پر ہے اور ثبوتِ مادہ کی بنا نفی جزء پر۔ یہ ہے ابن سینا کی ریاست۔
اگر کہئے طبیعت واحدہ اجزاء میں بھی فعل واحد ہی کرے گی اقول انھیں ملا ہی نہ سکے گی کہ اتصال اجزاء محال ہے پھر کُرہ کہاں سے بنائے گی۔
دوم اصحابِ جزء دائرہ حِسیہ سے تو منکر نہیں حِسیہ حقیقیہ ہوسکتا ہے یوں کہ دائرہ حسیہ میں کچھ اجزاء واقع میں اونچے کچھ نیچے ہوں گے۔ ہم ایک خطِ مستقیم مرکزِ دائرہ پر رکھ کر سب سے اونچے جزء پر رکھیں گے نیچے اجزاء میں اس خط کی مقدار سے جتنی کمی ہے اسے اجزاء لایتجزیٰ بھر کر پوری کریں گے۔ اگر سب طرف کمی پوری ہوکر بعد برابر ہوجائے دائرہ حقیقیہ ہوگیا اور اگر کہیں اتنی کمی رہے کہ اب ایک جزء رکھیں تو خط کی مقدار سے اونچا ہوجائیگا تو معلوم ہوا کہ یہاں کمی ایک جزء سے کم کی ہے تو جزء منقسم ہوگیا، اور اگر غیر متناہی اجزاء رکھتے جائیں اور خلا کبھی نہ بھرے

Marfat.com

تو اس کی تقسیم نامتناہی ہوئی اور یہ ان کے مذہب کے خلاف ہے کہ ہر بعد کو وہ بھی متناہی مانتے ہیں۔

اقول اولاً کلام وجودِ دائرہ میں تھا نہ نرے توہم وتخیل میں کہ محتاج تجشم نہ تھا اور اس تدبیر سے ثابت ہُوا تو وہی توہم نہ واقع میں دائرہ بنالینا کہ یہ تدبیر نہ ہوگی مگر وہم میں واقع میں ایک جُز کی قدر نشیب وفراز کو نہ امتیاز کرسکتے ہو نہ اس کے بھرنے کو ایک جُز کہیں سے لا سکتے ہو، تو جو مقصود تھا ثابت نہ ہوا، اور جو ثابت ہوا مقصود نہ تھا۔ یہ ابن سینا کی ریاست ہے۔

ثانیاً ابن سینا کی جاں فشانی پر افسوس آتا ہے کہ محض خرط القتاد و نفخ فی الرماد ہے دو جز متصل ہو ہی نہیں سکتے، اُن سے خلا بھرنا کیسا۔ ایسی ہی تقریر شبہ ثالثہ میں بھی اور وہیں اس کا رد گزرا۔

ثمّ اقول یہ سب بردومات بے وجہ ہے، ہمارے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ نہ براہین ہندسیہ نفی جُز پر مبنی نہ اُن سے نفی جز ہو سکے، ان کی بنا خطوطِ موہومہ پر ہے اگرچہ واقع میں ابعاد سے ترکب ہو، عمارتوں میں اُن سے مدد لی جاتی ہے، دیواروں وستون کو کون کہہ سکتا ہے کہ متصل وحدانی ہیں، مگر وہی اتصال موہوم کام دیتا ہے اور نفی جُز اُن سے یوں نہیں ہو سکتی کہ وہ وجودِ جز باطل نہیں کرتیں بلکہ اتصال اور وہ خود محال، وباللہ التوفیق، اب ان شبہات کو اگر ہم ذکر نہ بھی کریں عاقل خود اُن کا جواب سمجھ لے گا مگر گنا دینا مناسب کہ ناواقف کو یہ وہم نہ ہو کہ فلاں شُبہ جواب سے رہ گیا، معہذا بعونہ تعالے بیان جوابات عدیدہ وافاداتِ جدیدہ لائیگا و باللہ التوفیق۔

شبہ ۱۶: بحکم شکل عروسی قطر مربع یعنی وتر مثلث قائم الزاویہ متساوی الساقین کا مجذور مجذور ضلع کا دوچند ہے۔ اور اصول ہندسیہ میں ثابت ہو چکا ہے کہ نسبت مجذورین مجذور نسبت جذرین ہوتی ہے تو ضرور قطر وضلع مذکورین میں وہ نسبت ہے کہ اس کی مثناۃ بالتکریر ہے یعنی اُس کا مجذور دو ہے اور دو کسی عدد کا مجذور نہیں تو ضرور قطر وضلع مذکورین میں نسبت صمیہ ہے جس کے لئے کوئی عاد مشترک نہ نکل سکے اور اعداد میں یہ نسبت محال کہ سب کا عاد کم از کم ایک موجود ہے، اور اگر ان خطوط کا ترکب اجزا سے ہوتا تو ضرور ان میں نسبت عددیہ ہوتی یعنی ضلع کو وہ نسبت قطر سے ہے جو ایک کو اتنے سے اس نسبت کا نہ ہو سکنا دلیل روشن ہے کہ اُن کا ترکب اجزاء سے نہیں بلکہ یہ مقادیر متصلہ ہیں جن میں نسبت صمیہ پائی جاتی ہے (صدرا)۔

اقول ہاں اجزائے متفرقہ سے ترکب ہے اور خطوط موہومہ سے اتصال، اُن کی نسبت عددیہ ہے اور یہ صمیہ ان موہومات کی۔ برہان نے یہی تو ثابت کیا کہ ان مقادیر متصلہ میں نسبت صمیہ ہے

Marfat.com

مقادیر متصلہ یہی خطوط موہومہ ہیں نہ کہ وہ اجزائے متفرقہ۔

شبہہ ۱۷: ایک مثلث قائم الزاویہ کو جس کا ہر ضلع ۱۰ جز سے مرکب تو بحکم عروسی وتر ۲۰۰ کا جذر ہوگا اور وہ بلا کسر ممکن نہیں تو جز منقسم ہوگیا (مواقف مقاصد) بلکہ تحقیق یہ کہ جذر اصم باطل ہے تو لازم کہ اس وتر کے لئے واقع میں کوئی مقدار ہی نہ ہو، یہ صریح البطلان ہے کہ امتداد بے مقدار یعنی چہ (صدرا)۔

شبہہ ۱۸: وہ جز کا ایک خط ہو اُن میں ایک جز پر تیسرا جز زاویہ قائمہ بنا تا رکھیں تو اس قائمہ کا وتر دو جز سے زیادہ اور تین سے کم ہوگا کہ ۸ کا جذر ہے جز منقسم ہوگیا (مقاصد)۔

شبہہ ۱۹: ایک ضلع قائمہ جب ۳ جز ہو دوسرا دو جز تو وتر بحکم عروسی ۳ سے بڑا اور بحکم حماری ۴ سے چھوٹا ہوگا (صدرا)۔

اقول یہ سب شبہات ایک ہیں اور اُن کا منشا وہی شبہہ ۱۶، اور وہی اُن کا جواب کہ تمہاری عروسی تمہاری حماری سب انھیں خطوط موہومہ میں ہیں اجزائے متفرقہ میں کہ جز کا انقسام ہو، عجب کہ علامہ تفتازانی نے ۱۷ و ۱۸ کو جدا دو شبہے کیا اور صدرا نے ۱۷ و ۱۹ کو، یوں تو کروڑوں بلکہ غیر متناہی صورتیں نکل سکتی ہیں جن میں مجموع مجذورین ضلعین مجذور صحیح نہ ہو پھر غیر متناہی شبہے کیوں نہ گنائیے۔

شبہہ ۲۰: چار چار جز کے چار مستقیم خط لیں اور انھیں برابر رکھ کر تا حدِ امکان خوب ملا دیں کہ شکل مربع پیدا ہو :::: ظاہر ہے کہ اس کے قطر میں بھی چار ہی جز آئیں گے اگر واقع میں اتنے ہی ہیں تو قطر و ضلع برابر ہوگئے اور یہ عروسی سے محال، اور اگر ایک ایک جز کے فصل سے ہیں تو قطر سات جز کا ہوا اور یہی مقدار دو ضلعوں کی ہے کہ ایک جز دونوں میں مشترک ہے تو مثلث کے دو ضلع مل کر تیسرے کے برابر ہوئے، یہ حماری سے محال (یعنی اگر کہیں ایک جز سے زائد کا فصل ہے تو محال اعظم کہ ایک ضلع دو کے مجموعہ سے بڑھ گیا) اگر کہیں ایک سے کم کا فصل ہے تو جز منقسم ہوگیا (ابن سینا، مواقف، مقاصد، صدرا)

اقول ایک بات ہے لفظ گھما گھما کر جتنی بار چاہو کہو، تو یہ مواقف نے ایک کو دو کیا اور مقاصد و صدرا نے تین اور جواب وہی کہ ملانا محال، بلکہ اضلاع و قطر سب کے تمام اجزا متفرق رہیں گے اور عروسی و حماری امتدادات موہومہ کا حال بتائیں گی۔ اجزائے قطر ضلع یا مجموعہ ضلعین سے کم ہو یا برابر یا زائد، اس میں ایک شق ابن سینا سے رہ گئی کہ ممکن کہ اجزائے قطر میں کہیں خلا ہو

Marfat.com

اور کہیں بالکل نہ ہو جس سے اُس کی مقدار ۴ سے زائد اور ۷ سے کم رہے، مواقف و صدرا سے یہی شق رہ گئی، شرح مقاصد میں اُس کی طرف توجہ کی کہ یُوں ممتنع ہے کہ خطوط مستقیم ہیں اور تا حدِ امکان ملا دئے ہیں۔

اقول تا حدِ امکان ملا دینا نفی خلا کرتا ہے تو پہلی ہی شق پر اقتصار واجب تھا باقی سب بیکار، اور جب اس کے بعد بھی خلا کا احتمال اور اُس کی وہ تین شقیں ممکن رہیں تو اس چوتھی سے کون مانع ہے، کیا واجب ہے کہ ملانے کا اثر سب اجزا پر یکساں ہو بلکہ یہی کیا ضرور ہے کہ تمھارے ملانے کے بعد خطوط مستقیمہ ہی رہیں، غایت یہ کہ مستقیمہ رہ کر بھی تفاوت خلا سے مربع نہ بنے پھر اس کا بننا ہی کیا ضرور، بلکہ نہ بننا ضرور کہ عروسی و حماری نہ بگڑیں۔

ثمّ اقول ابن سینا کی یہ جاں کا ہی پتہ دے رہی ہے کہ اصحاب جز کی طرف اس کی وہ نسبت اقرار مربع غلط تھی ورنہ نہ اس محنت کی حاجت ہوتی نہ اُن شقوں کی، نہ حماری کا خلف دکھانے کی نہ آسانی کو کوئی خاص شمار اجزا فرض کرنے کی بلکہ اتنا کہہ دینا کافی ہوتا کہ مربع تمھیں مسلّم اور بر تقدیر اجزا ہر ضلع میں جتنے جز ہوں گے اُتنے ہی قطر میں آئیں گے اور یہ عروسی سے باطل۔

شبہہ ۲۱: مثلث قائم الزاویہ جس کا ہر ضلع ۵، ۵ جز ہے، بحکم عروسی اس کا وتر ۵۰ کا جذر ہوگا، اب ہم اس وتر کا ایک سرا اس کے پاس کے ضلع کا ایک جز چھوڑ کر رکھیں تو ضرور ہے کہ دوسرا سرا ایک جز سے کم اپنے پاس کے ضلع سے سرکے تو جز منقسم ہو گیا، ایک جز سے کم سرکنا یُوں ضرور ہے کہ اگر یہ بھی ایک جز سرکے تو پہلا ضلع ۴ جز کا ہوا اور دوسرا ۶ کا تو یہ وتر ۵۲ کا جذر ہو گیا حالانکہ ۵۰ کا تھا (صدرا)۔

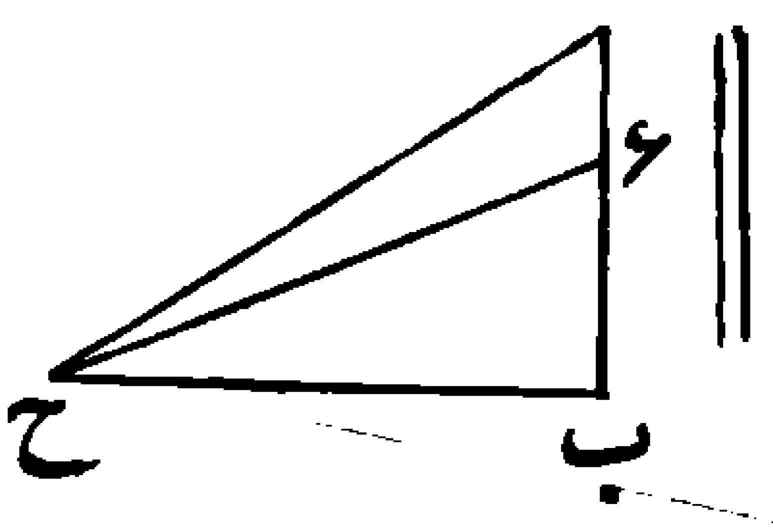

اقول تمیم تقریب یہ ہے کہ مثلاً مثلث ا ب ح میں جب وتر ا ح کو نقطہ ا سے نیچے سرکا کر مثلاً نقطہ ء پر رکھو تو محال ہے کہ اس کا دوسرا کنارہ نقطہ ح پر منطبق رہے ورنہ ء ح = ا ح ہو حالانکہ قطعاً چھوٹا ہے کہ وہ ا ب، ب ح کے مربعوں کا جذر ہے اور یہ ء ب، ب ح کے ب ح مشترک ہے اور ء ب ا ب سے چھوٹا ہے تو اس کا مربع چھوٹا ہے تو ان دو مربعوں کا مجموعہ اُن دو مربعوں کے مجموعہ سے چھوٹا ہے تو ان کا جذر ء ح اُن کے جذر ا ح سے چھوٹا ہے تو واجب ہے کہ وتر کا دوسرا کنارہ بھی نقطہ ح سے آگے پڑے اور اس کا وقوع خط ب ح کی استقامت پر ممکن بلکہ واقع ہے مثلاً ا ب دیوار ہموار

Marfat.com

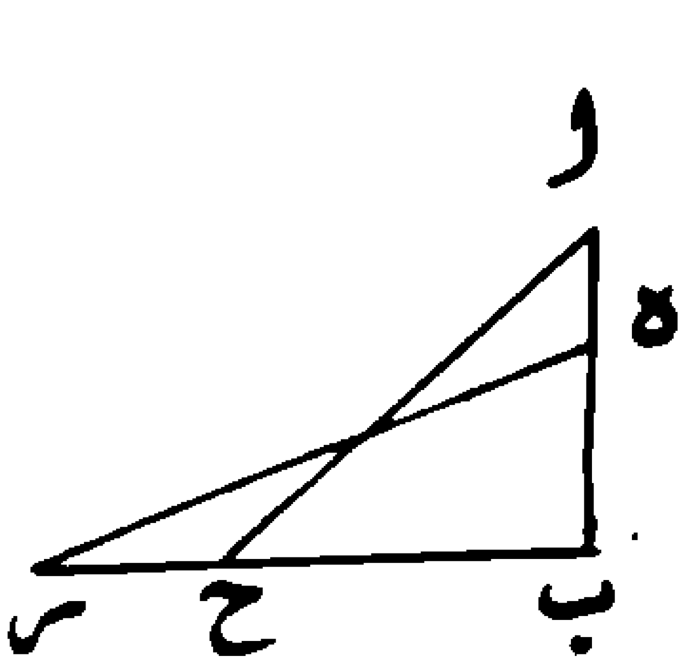

ہو اور ب ء صحن مستوی اس دیوار پر ا ح ایک چھڑی یوں رکھی ہے کہ زاویہ قائمہ ب کا وتر بنی ہے جب اس کا سرا کہ ا پر ہے نیچے سرکا کر ہ پر رکھو گے ضرور دوسرا سرا کہ ح پر تھا ء کی طرف سرک کر س پر آئے گا تو اُسی ضلع ب ح کی استقامت پر آئے گا اور ا ب مثلث ا ب ح کے عوض ہ ب س ہوگا، اس صورت میں ا ہ اگر ایک جز ہے ضرور ح س ایک جز سے کم ہوگا اور یہاں سے ظاہر ہوا کہ اس مثلث کا متساوی الساقین ہونا جس طرح شبہ میں لیا ضرور نہیں وہ صرف ایک تصویر ہے جس سے اختلاف مقدار وتر دکھائی جا سکے۔ رہا جواب **اقول** واضح ہے **اولاً** مثلث بے اتصال اجزا نہ بنے گا اور وہ محال۔

ثانیاً تینوں ضلعوں میں اجزائے متفرقہ ہیں اور ان میں امتدادات وتر کا ایک سرا اگر ایک ضلع کے جز سے دوسرے پر آئے گا ضرور ایک امتداد طے کرے گا اور دوسرا سرا اس سے کم امتداد نہ کہ جز سے کم۔

ثالثاً اگر اتصال اجزا لو تو یہ سارا دفتر گاؤخورد ہو جائے گا سرکانے سے وتر ہی وہ نہ رہے گا جسے کہو کہ شئی واحد کی مقدار بڑھ گئی پہلے اتنے کا جذر تھا اب وہی وتر اتنے کا جذر ہوگیا۔ فرض کرو ا ب ح ایک مثلث ہے جس کا ضلع ا ب ۳ جز، ب ح ۴ جز وتر ا ح ۵ جز جس سے عروسی نہ بگڑے اس وتر کا نقطہ ا ضلع ا ب میں مشترک ہے اور ح ضلع ب ح میں اب اگر دونوں ضلعوں کی مقدار برقرار رکھ کر وتر کو سرکانا چاہو تو وہ صرف تین جز کا رہ جائے گا اور اگر وتر کی مقدار بحال رکھو تو دونوں ضلعوں میں سے ایک ایک جز کم ہو جائے گا اور اب وہ ء ب ہ ب ہ ہونگی اور اس ۵ جز کے وتر ا ح کو اگر یوں رکھو کہ اس کا جز ا ضلع ء ب کے ء سے اوپر ہو تو یہی صورت ا ب ح پھر عود کرے گی، اور اگر یوں رکھو کہ ء اسی کے اجزا کی سمت میں رہے اس طرح ۔۔۔ ح تو اب نقطہ ء بھی اس میں شامل ہو کر وتر ۶ جز کا ہو جائے گا وہ وتر نہ رہا اس پر اگر عروسی وارد کرو تو یہ شبہ ۱۶ تا ۱۹ کی طرف رجوع کرے گا اور انھیں کے رد سے رد ہو جائے گا۔ کلام اس شبہ میں ہے اور اگر سمت بچا کر یوں رکھو ۔۔۔ تو نہ مثلث رہا نہ وتر شکل ذوا اربعہ اضلاع ہو گئی، بہر حال تمہارا مقصود کہ سرکانے سے وتر واحد کی مقدار بدل گئی حاصل نہیں ہو سکتا۔

شبہ ۲۲: وہی دیوار و صحن پر چھڑی کے دونوں سرے جن سے مثلث قائم الزاویہ بنے

Marfat.com

اب اُسے نیچے کی طرف سے جہاں صحن سے ملی ہے بتدریج ضلع ب ح کی جانب مقابل کھینچیں یوں کہ دیوار سے ملی ملی اُترے یہاں تک کہ بائیں دیوار میں زمین پر آجائے ظاہر ہے کہ ا دیوار سے اترتا جائیگا اور ح صحن پر جانب مقابل ب ح میں بڑھتا جائے گا۔ اب اگر یہ اُترنا اور بڑھنا برابر مقدار میں ہو تو وتر اح زمین پر اب اس طرح رکھا ہے کہ پورے ضلع ب ح پر ہے اور اس سے جتنا سرکا اُتنا زائد ہے اور وہ سرکنا اُترنے کے برابر مانا اور اُترنا بقدر ضلع اب یعنی قامت دیوار تھا تو وتر دونوں ضلعوں کے مجموعہ کے برابر ہوگیا' اور یہ حماری سے محال ہے (یعنی اور اگر سرکنا اترنے سے زائد لو تو استحالہ ازید ہے کہ وتر دونوں ضلعوں کے مجموعہ سے بڑھ گیا) لاجرم سرکنا اترنے سے کم ہوگا، اب اگر دیوار پر سے ایک جزء اُترے تو واجب کے صحن پر ایک جزء سے کم سرکے' انقسام ہوگیا (مواقف موضحا)۔

اقول یہ اُسی شبہ سابقہ کی گویا دوسری تقریر ہے اور اس پر **اولاً و ثانیاً** وہی ہیں۔

ثالثاً اس پورے وتر کا دیوار پر سے اُترنا محال کہ اس کا جزء ا دیوار کا جزء تھا کہ دونوں میں مشترک تھا۔

رابعاً یہیں سے ظاہر کہ اس چھڑی یا کڑی کو وتر کہنا صحیح نہیں وتر میں دو جزء اور ہیں ایک دیوار کا ایک صحن کا۔

خامساً یہیں سے روشن کہ اس پورے وتر کا صحن پر سرکانا بھی باطل کہ ح اس میں اور صحن میں مشترک ہے اور اگر ا و ح دونوں جزء چھوڑ کر صرف چھڑی کو سرکائیے تو شبہ کا ایک ایک فقرہ مختل ہوگا۔

اولاً یہ وتر نہیں۔

ثانیاً اُترنے کی مسافت سارا ضلع اب نہ ہوئی کہ اس کا جزء ا متروک ہے۔

ثالثاً نہ صرف ا بلکہ ب بھی کہ چھڑی دیوار سے ملی ملی جو زمین پر پہنچے گی اس کا پہلا سرا نقطۂ ب پر نہیں آسکتا بلکہ ب کے برابر جو جزء ضلع ب ح میں ہے اس پر آئے گا کہ دیوار سے ملی ہوئی اُتری ہے نہ کہ حلول و تداخل کئے۔

رابعاً اب اُس کا انطباق بھی پورے ضلع ب ح پر نہ ہوگا کہ جزء ح متروک ہے۔

Marfat.com

خامسًا اس صورت پر حاصل یہ ہوا کہ ضلع اب - ۲ جز + ضلع ب ج - یک جز = وتر - ۲ جز ∴ ضلع اب + ضلع ب ح یک جز = وتر تو حماری وارد نہ ہوگی، ہاں اگر عروسی وارد ہو تو اسی شبہ ۱۶ تا ۱۹ کی طرف رجوع اور اسی کے دفع سے مدفوع ہوگی کلام اس تقریر شبہ میں ہے۔

شبہ ۲۳: اقلیدس نے مقالہ دوم میں ثابت کیا ہے کہ ہر خط کے ایسے[عہ۱] دو حصے کرسکتے ہیں کہ قسم اصغر میں خط کی سطح یعنی حاصل ضرب قسم اکبر کے مربع کے برابر ہو، اب جو خط مثلاً تین جز سے ہے اُسے اگر صحیح تقسیم کریں تو دو اور ایک اقسام ہوئے کل یعنی تین جز کا قسم اصغر ایک میں حاصل ضرب ۳ ہوا۔ اور قسم اکبر ۲ کا مربع ۴، تو ضرور ہے کہ کسر پر تقسیم کریں (یعنی قسم اکبر دو جز سے کم لیں اور اصغر ایک جز سے کچھ زیادہ کہ وہ تقسیم بن پڑے تو جز منقسم ہوگیا) (صدرا)۔

اقول اوّلاً ہرگز کسر سے بھی صحیح نہ آئے گا کہ اس کی تصحیح کو انقسام جز مانیں، دلیل یہ کہ خط کو لا فرض کیجئے اور قسم اکبر کو ۶، تو قسم اصغر لا-۶ ہوگی اور مساوات یہ بنے گی:
(لا-۶) = ۶^۲ یعنی لا^۲ - لا۶ = ۶^۲ بجبر و مقابلہ لا^۲ = لا^۲ + لا۶ تکمیل مجذور کریں ∴ ۶^۲ + لا۶ + لا^۲/۴ = لا^۲ + لا^۲/۴ = ۵لا^۲/۴ اب ۵لا^۲/۴ مربع کامل ہے کہ مربع کامل کا مساوی ہے اور اقلیدس کے مقالہ ۹ شکل اول سے ثابت ہے کہ مربع کو مربع میں ضرب دینے یا مربع پر تقسیم[عہ۲] کرنے سے بھی مربع کامل حاصل ہوتا ہے تو لا^۲/۴ مربع کامل ہے جس کا جذر لا/۲ نیز اسی شکل نے ثبوت دیا ہے کہ مربع کامل کو جس میں ضرب دئے یا جس پر تقسیم[عہ۳] کئے سے مربع کامل حاصل ہو وہ مضروب فیہ یا مقسوم علیہ

عہ۱ **اقول** یہی نسبت ذات طرفین و وسط ہے یعنی خط : قسم اکبر :: قسم اکبر : قسم اصغر، لاجرم بحکم اربعہ متناسبہ خط × قسم اصغر = مربع قسم اکبر کو اقلیدس نے کہ مقالہ دوم شکل ۱۱ میں خط کی یہ تقسیم بیان کی پھر مقالہ ۶ شکل ۲۷ میں خط کو نسبت ذات طرفین و وسط پر تقسیم کرنا محض عبث ہے یہ وہیں مقالۂ دوم میں ثابت ہوچکا تھا ۱۲ منہ غفرلہ۔

عہ۲ مسئلۂ ضرب استبانت اولٰی میں ہے اور مسئلۂ تقسیم کہ ہم نے زائد کیا۔ استبانت چہارم سے ظاہر اگر دو مربعوں کا حاصل قسمت مربع نہ ہو اور حاصل قسمت و مقسوم علیہ کا مسطح = مقسوم ہوتا ہے تو مربع و غیر مربع کا مسطح مربع ہوا حالانکہ استبانت چہارم ہے کہ غیر مربع ہے ۱۲ منہ غفرلہ۔

عہ۳ مسئلۂ ضرب استبانت دوم میں ہے اور مسئلۂ تقسیم کہ ہم نے زائد کیا اس سے ظاہر، مربع ÷ عدد جبکہ مربع ہے تو ضرور عدد × مربع = مربع ہے تو عدد مربع ہے ۱۲ منہ۔

Marfat.com

بھی مربع[ع۵] کامل ہوتا ہے یہاں $\frac{\text{لا}^{2}}{4}$ کو ۵ میں ضرب دینے سے مربع کامل حاصل ہوا تو واجب کہ ۵ بھی مربع کامل ہُوا اور یہ بدیہی البطلان ہے، و بوجہ دیگر ۶ قسم اصغر کو فرض کیجئے تو اکبر لا - ۶ ہے اور مساوات یہ لا ۶ = (لا - ۶)^{2} = لا^{2} - ۲ لا ۶ + ۶^{2} ∴ بجبر و مقابلہ لا^{2} - لا ۶ + ۶^{2} = ۰ بلکہ لا^{2} - ۶ لا = - ۶^{2} ∴ بتکمیل مجذور لا^{2} - ۶ لا + $\frac{6^{2}}{4}$ = $\frac{6^{2}}{4}$ - ۶^{2} = - $\frac{3 \cdot 6^{2}}{4}$ یہاں دو استحالے ہوئے، ایک تو بدستور تین کا مجذور کامل ہونا، دوسرے منفی کا مجذور ہونا، حالانکہ کوئی منفی مجذور نہیں ہوسکتا کہ اُس کا جذر مثبت ہو یا منفی بہرحال اس کے نفس میں حاصلِ ضرب مثبت آئے گا کہ اثبات کا اثبات اور نفی کی نفی دونوں اثبات ہیں، ہاں نفی کا اثبات یا اثبات کی نفی نفی ہے مگر مجذور میں اس کا امکان نہیں کہ مضروبین میں تبدل نفی و اثبات سے شے کی ضرب اس کے نفس میں نہ ہوئی تو اگر یہ شکلیں خط مرکب من الاجزاء کو بھی شامل ہوں خود غلط و باطل ہیں۔

لطیفہ اقول ہمارے یہ دونوں بیان نفس ہر دو شکل پر بھی وارد ہوسکتے ہیں کہ لا و ۶ جس طرح اعداد مفروض ہوسکتے ہیں یونہی امتداد، ولہ جواب ترکناہ للاختیار۔

لطیفہ اقول یہاں ایک منطقی سوال ہے شک نہیں کہ ہر مجذور منفی ہوسکتا ہے مثلاً ۳۶ - (۴)^{2} = ۲۰ تو صادق ہوا کہ بعض مجذور منفی ہیں تو اس کا عکس بھی صادق ہوگا کہ بعض منفی مجذور ہیں، حالانکہ اس کی نقیض صادق ہے کہ کوئی منفی مجذور نہیں وجوابہ ظاہر من دون استتار۔

ثانیاً حل وہی ہے کہ ہندسہ ہمیشہ امتداداتِ موہومہ سے بحث کرتا ہے، اجزائے متفرقہ سے جو خط مرکب ہوا اُسے ایک اتصال موہوم عارض ہوگا، اُس کی یہ تقسیم ہوسکے گی نہ کہ اجزا کی۔

شبہ ۲۴: اقلیدس کی پہلی شکل ہے کہ ہر خط پر مثلث متساوی الاضلاع بنا سکتے ہیں تو اگر خط دو جزء کا ہو اُس پر مثلث نہ بنے گا، مگر یونہی کہ تیسرا جزء اُن دونوں کے ملتقی پر رکھا جائے

ع۵ یا یوں کہئے کہ جب دو عددوں کا حاصلِ ضرب مربع ہو تو وہ دونوں مسطح متشابہ ہیں (شکل ۲ مقالہ ۹) دو مسطح متشابہ وہ جن کے اجزائے ضربی متناسب ہوں (صدر ۲ مقالہ ۷) اور ہر دو مسطح متشابہ دو مربعوں کی نسبت پر ہوتے ہیں (شکل ۸ مقالہ ۸) تو جن کا حاصل ضرب مربع ہو وہ دو مربعوں کی نسبت پر ہیں پھر ہر دو عدد کہ دو مربعوں کی نسبت پر ہوں اور ان میں ایک مربع ہو تو دوسرا بھی مربع ہے (شکل ۲۲ مقالہ ۸) تو جن کا حاصلِ ضرب مربع ہو اور اُن میں ایک مربع ہے تو دوسرا بھی مربع ہے تو $\frac{\text{لا}^{2}}{4}$ کہ مربع اور ۵ میں ضرب دینے سے مربع بنا، لاجرم ۵ بھی مربع ہے حالانکہ ہرگز نہیں ۱۲ منہ غفرلہ۔

Marfat.com

تو انقسام ہوگیا (شرح مقاصد)۔

اقول یہ وہی شبہہ ۵ ہے اور اس کا رد وہیں گزرا، اجزاء کبھی نہ ملیں گے بلکہ ان میں امتداد فاصل ہوگا اُسی کا انقسام حاصل ہوگا۔

شبہہ ۲۵: ہر خط کی تنصیف کر سکتے ہیں۔ اب اگر اجزائے طاق سے ہو جزء منقسم ہوجائے گا (مواقف و صدرا)۔

اقول یہ وہی شبہہ ۱۱ ہے اور وہیں اس کا جواب۔

شبہہ ۲۶: ہر زاویہ کی تنصیف ہوسکتی ہے (مواقف و مقاصد) تو وہ جز کہ دونوں خطوں کے ملتقی پر ہے منتصف ہوگیا (شرح مقاصد)۔

اقول تنصیف زاویہ کی ہوگی یا راس کی، ثانی خود محال کہ راس زاویہ فلاسفہ کے نزدیک بھی نہیں مگر ایک نقطہ اور اول پر جب تنصیف زاویہ سے تنصیف نقطۂ راس نہ ہوئی تنصیف جزء راس کیوں ہوگی کہ وہ نہیں مگر اُسی نقطے کی جگہ۔

شبہہ ۲۷: ایک مثلث متساوی الساقین لیں جس کے قاعدے کے اجزاء ہر ساق سے کم ہوں، ظاہر ہے کہ راس زاویہ پر ساقوں میں اصلاً انفراج نہیں، اور پھر ہر امتداد پر بڑھتا گیا ہے تو قاعدے کی طرف سے اوپر چلنے میں ہر جگہ گھٹتا جائے گا یہاں تک کہ ایک جز کی قدر رہ جائے گا، اور اس سے اوپر ایک جز سے کم ہوگا۔ یہی انقسام ہے (حضری فی شرح کتاب الابہری) شاہ عبدالعزیز صاحب نے حواشی صدرا میں اس کی یہ تصویر کی کہ دونوں ساقین ۵، ۵ جز کی ہوں اور قاعدہ ۴ جز کا اور انفراج کا گھٹنا یوں کہ دونوں ساقوں سے ایک ایک جز حذف کریں تو وہ ۴، ۴ کی رہیں گی اور وتر ۳ کا' یونہی ایک ایک جز ساقوں میں سے کم کرتے جائیں تو وتر ایک جز سے کم رہے گا۔

اقول وتر کا تین جز کی قدر سے کم ہونا محال کہ ساقوں میں کتنے ہی اجزاء کم لیں ضرور دو جز متقابل ہوں گے کہ دونوں وتر میں داخل ہوں گے اور ان کے بیچ میں کم سے کم ایک جز کی قدر انفراج اور اگر ساقوں کے دونوں جز ملتقی چھوڑ کر وتر میں ۴ جز لئے اگرچہ یہ خلاف فرض ہے کہ اب وتر ساقوں سے اکبر ہوا مگر اب تصویر مذکور پر کوئی محال نہ لازم آئے گا۔ جب ساقوں میں ۵، ۵ جز ہیں وتر میں ۴ جزء ہیں ایک ایک کے حذف پر جب ساقوں میں دو دو جزء رہیں گے وتر میں جزء وسطانی ایک ہوگا، آگے ساقوں میں سے حذف نہیں کرسکتے کہ یہ ۲، ۲ جزء یوں ہیں کہ ایک ملتقی کا دونوں میں مشترک ہے اور ایک ایک امتداد کا جب اسے حذف کروگے صرف جزء ملتقی رہ جائے گا، نہ ساقین رہیں گی نہ وتر نہ مثلث، تو انقسام کب ہوا، صدرا نے اس

Marfat.com

شبہ حضری کو ضعیف ترین دلائل سے کہا۔ عماد نے اس کی وجہ یہ بتائی کہ یہ دلیل اس پر مبنی کہ ملتقی کے بعد زاویہ بقدر ایک جزء کے رہے تو ملتقی پر جزء سے کم ہوگا، لیکن یہ ممنوع ہے کیوں نہیں جائز کہ ملتقی کے بعد انفراج بقدر دو جزء کے ہو تو ملتقی پر پورا جزء ہوگا۔

اقول اولاً صدرا نے اس بنا پر تضعیف نہ کی اس نے خود وجہِ ضعف بتا دی ہے کہ جتنے دلائل مثلث قائم الزاویہ مسلم متکلمین کے سوا اور کسی شکل ہندسی پر مبنی ہیں اضعف دلائل ہیں کہ متکلمین انھیں نہیں مانتے تو اُن کا وجود اتصال جسم پر مبنی اور اتصال جسم نفی جزء پر، تو ان سے نفی جزء پر استدلال مصادرہ ہے یعنی یہ دلیل ایسی ہی ظاہر ہے کہ مثلث متساوی الساقین جس کا قاعدہ چھوٹا ہو نہ ہوگا مگر حاد الزوایا اور متکلمین صرف مثلث قائم الزاویہ کے قائل ہیں یہ وجہ ضعف ہے نہ وہ اگرچہ اس استثنا کا بطلان بھی اُس پر روشن چلے کہ متکلمین ہرگز کسی شکل کے قائل نہیں۔

ثانیاً یہ بھی ایک ہی کہی کہ دلیل اس پر مبنی کہ ملتقی کے بعد انفراج بقدر ایک جزء کے رہے تو ملتقی پر جزء سے کم ہوگا۔ سبحان اللہ ملتقی پر کہاں انفراج اور کہاں زاویہ۔

ثالثاً ایک جزء سے مراد تنہا جزء واحد تو خود باطل ہے جسے مجنون ہی مانے گا ساقوں کے دونوں جزء کدھر جائیں گے، اور اگر ایک جزء ۶۰ انفراج مراد تو اس پر بنائے دلیل خرط القتاد اور دو جزء کی اصلاً حاجت نہیں جب ساقوں کا یہ ایک ایک جزء حذف کروگے نہ مثلث رہے گا نہ ساقین نہ وتر نہ زاویہ نہ انفراج کما تقدم۔

رابعاً ہم شبہ کی وہ تقریر کریں جس پر کچھ وارد نہیں ۱۰، ۱۰ جزء کے دونوں ضلعے اور ۶ جزء کا وتر ساقوں کا انفراج وہ فاصلہ ہے جو اُن کے دونوں جزء متقابل کے اندر ہے اس کی مقدار وتر کے اجزائے وسطانی ہی ہیں یعنی ساقین کے دونوں جزء چھوڑ کر یہ مجموعہ امتداد وتر ہے نہ کہ فصل بین الساقین، تو صورتِ مذکورہ میں انفراج ۴ جزء ہوا اب ساقین سے ایک ایک جزء کم کیا، ضرور ہے کہ انفراج گھٹا، اب اگر ایک جزء سے کم گھٹے جزء منقسم ہو جائے گا۔ تو ضرور یہاں انفراج ۳ جزء رہا، پھر ایک ایک جزء ساقوں سے گھٹایا دو جزء رہا پھر گھٹایا ایک جزء رہا۔ اب ساقوں میں ۷، ۷ جزء ہیں اور انفراج صرف ایک جزء، اب جتنی بار ساقوں سے ایک ایک جزء کم کروگے ضرور انفراج ایک جزء سے کم، پھر اس کم سے کم، پھر اس سے بھی کم رہے گا اور یہی انقسام ہے۔

ثم اقول حضری نے تطویل کی اور قاعدہ چھوٹا لینے کی بھی حاجت نہیں۔ بہت

Marfat.com

صاف و مختصر یہ تقریر ہے کہ مثلث متساوی الاضلاع ہے جس کا ہر ضلع ۳ جز ب ⁖ ج ۵۶ کا فاصلہ ایک جز ہے تو ضرور ب ح کا اس سے کم رہا۔ جواب **اقول** واضح ہے اجزاء ہرگز متصل نہ ہوں گے امتداد فاصل ہے وہی ہر جگہ گھٹے گا خواہ اجزاء پہلے امتداد سے کم ہوں یا برابر یا زائد۔

شبہ ۲۸: محیط دائرہ اگر اجزائے لاتتجزّٰی سے مرکب ہو تو ظاہر ہے کہ ان کے لئے دو طرف ہوں گی ایک بیرونی خارج دائرہ کی جانب ہے، یہ محدب ہے۔ دوسری اندرونی کہ داخل دائرہ کی طرف ہے، یہ مقعر ہے۔ یہ دونوں طرفیں اگر برابر ہوں تو مرکز زمین پر جو دائرہ بال بھر قطر کا لودہ اور فلک الافلاک کا منطقہ برابر ہو گیا کہ معدل النہار کے محدب و مقعر مساوی ہوئے۔ اب اس کے نیچے ایک اور دائرہ بلافصل لیجئے ضرور اس کا محدب مقعر معدل کے مساوی ہے کہ دونوں منطبق ہیں اور بغرض مذکور اس کا مقعر اسکے محدب کے مساوی ہے تو اس کا مقعر محدب معدل کا مساوی ہے یونہی متصل دائرے فرض کرتے آئیے یہاں تک کہ اس دائرہ صغیرہ سے مل جائیں جو مرکز زمین پر لیا تھا ان سب کے مقعر و محدب برابر ہوں گے اور ہر ایک کا محدب بحکم انطباق اس سے اوپر والے کے مقعر سے اور بحکم تساوی اس کے محدب سے تو فلک سے اس دائرۂ زمین تک یہ تمام دوائر برابر ہوئے، لاجرم دائرے کا مقعر اس کے محدب سے چھوٹا ہو گا یہ چھوٹا ہونا دو ہی طرح ہو سکتا ہے، ایک یہ اجزاء کی زیریں جانب بالائی سے چھوٹی ہو تو جز منقسم ہو گیا۔ دوسرے یہ کہ زیریں جانب اجزاء خوب ملے ہوئے ہوں اور بالائی جانب جدا جدا، یوں بھی انقسام ہو گیا کہ غیر ملاقی غیر ملاقی ہے۔ معہٰذا بالائی جانب میں جو فرجے ہیں اگر ایک جز سے کم ہیں جز منقسم ہو گیا اور ایک جز کی قدر ہیں، تو دائرے کا محدب مقعر سے دونا ہو گیا، اور یہ بشہادت حس باطل ہے (ملخص مواقف و مقاصد)

اقول رحم اللہ العلماء ورحمنا بھم (اللہ تعالٰی علماء پر رحم فرمائے اور ان کے صدقے ہم پر بھی رحم فرمائے۔ ت) یہ سب تلمیع محض ہے۔

اولاً محدب و مقعر کُرے میں ہوتے ہیں محیط دائرہ میں محدب و مقعر آج ہی سُنے محیط بہرحال ایک خط غیر منقسم ہے جس میں عرض محال خواہ خط عرضی ہو جیسے فلاسفہ مانتے ہیں۔ یا جوہری۔ محیط کے لئے اگر دو طرفیں ضروری ہوں تو دائرہ قطعاً محال ہو گیا کہ اُسے محیط سے چارہ نہیں اور وہ جوہری ہو یا عرضی مستحیل العرض۔

ثانیاً اگر بالخصوص محیط جوہری میں یہ بداہت عقل کی مصادمت ہے تو دلیل یہیں تمام ہو گئی کہ اجزاء میں دو طرفیں ثابت ہوئیں، قطعاً فرض شے کے صالح ہوئے۔ آگے

Marfat.com

تمام شقوق تطویل فضول ہیں۔

ثالثاً جب محیط واحد میں مقعر کا محدب سے چھوٹا ہونا واجب، تو دوسرا دائرہ جو اس کے پیٹ میں اس سے بالکل متصل لیا جائے گا اس کا محدب اس کے مقعر سے مساوی ہونا کیونکر ممکن، خط واحد میں نیچے کی طرف جب اوپر والی سے چھوٹی ہے تو اس کا محدب اُس کے مقعر کے نیچے ہے قطعاً اس سے چھوٹا ہے، یہاں انطباق بطور تساوی نہیں بلکہ بطور احاطہ ہے کہ اُس کا مقعر اس کے محدب کو محیط ہے اور محیط ضروری محاط سے بڑا ہے۔

رابعاً ایک دائرہ جوہری سے دوسرا ملاصق ہونا محال کہ موجب اتصال اجزاء ہے۔

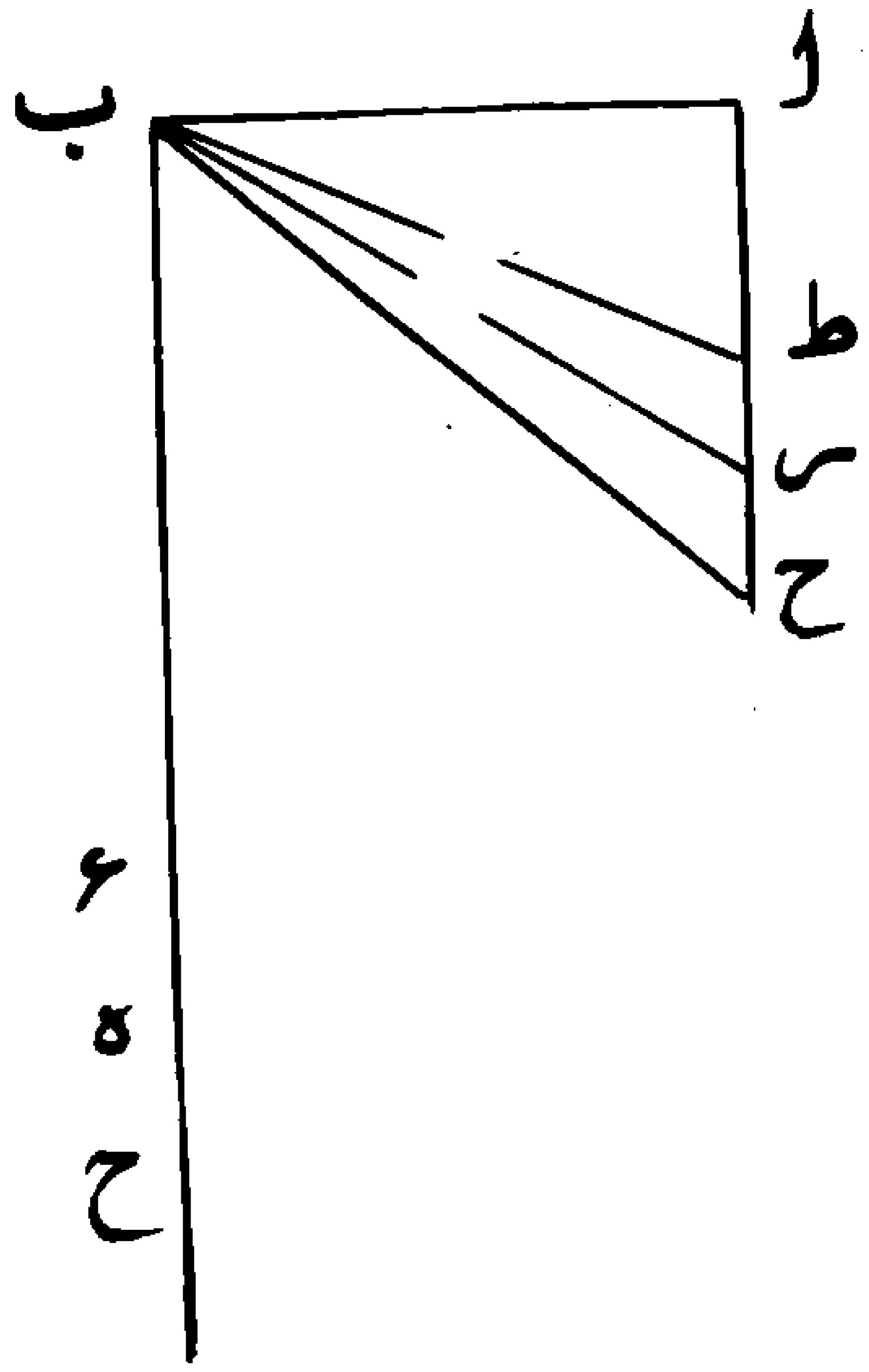

خامساً اجزاء میں نہ زیریں و بالائی جانبین ہیں نہ ہرگز ان میں کوئی جزء دوسرے سے متصل ہے بلکہ متفرق ہیں، اور امتداد فاصل اور شُبہ زائل۔

شُبہ ۲۹: اب ایک خط ہے اور اس پر اح متناہی اور ب ح غیر متناہی دو عمود خط غیر متناہی سے نقطہ ۶ و ۵ و ح الخ کو مرکز فرض کر کے ب کی دوری پر اح کی طرف قوسین کھینچیں ہر مرکز نقطہ ب سے جتنا بعید ہوگا قوس کا ملتقی خط اح میں نقطہ ا سے قریب ہوگا اور خط ب ح غیر متناہی لیا ہے تو ضرور خط اح کی تقسیم غیر متناہی ہوگی کہ قوس کبھی خط مستقیم پر منطبق نہیں ہو سکتی اور جب تقسیم نامتناہی ہے تو جزء باطل ہے (حدائق)۔

اقول بلکہ توجیہ و تقریب شبہ یہ ہے ہم دعوٰی کرتے ہیں کہ ہر خط محدود غیر متناہی تقسیم کے قابل ہے اح خط محدود ہے اس پر مربع ا۶ بنایا اور خط ب۶ کو ح تک کھینچ دیا ۶ پر ب کی دُوری سے دائرہ ب ی رسم کیا ضرور ہے کہ نقطہ ح پر گزرے گا کہ ح ۶ اُس کا نصف قطر ہے۔ اب خط ب ح میں ۶ سے نیچے نقطہ ۵ کو مرکز لے کر ب کی دوری پر دائرہ ب ل کھینچیں ضرور ہے کہ خط اح کو کہیں قطع کرے اگرچہ صہ یا ۞ تک بڑھا کر کہ اس کا نصف قطر سہ ۵

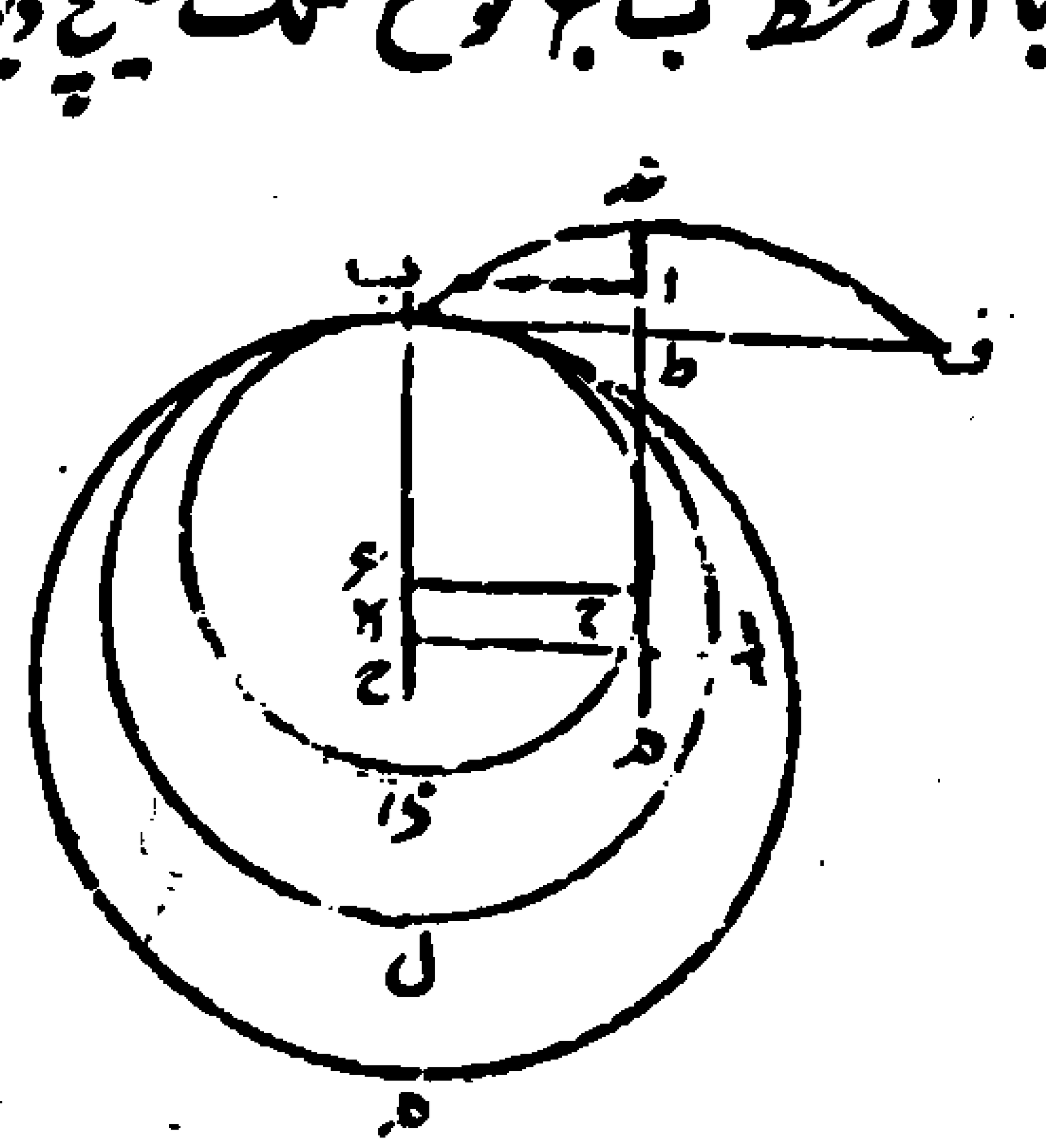

Marfat.com

خط ہ ۃ سے بڑا ہے تو ضرور اس مسافت سے گزر جائے گا لیکن ب ی ، ب ل دونوں دائروں کے مرکز خط واحد ب ح پر ہیں اور دونوں ب کی دُوری پر کھینچے گئے تو ب پر متماس ہیں اور متماس دائروں کا دوبارہ تماس یا کہیں تقاطع محال ہے ورنہ قطر مختلف ہو جائے ، لاجرم جس کا قطر بڑا ہے جیسے یہاں دائرۂ ب ل وہ نقطہ تماس سے چل کر تمام دورے میں چھوٹے قطر والے جیسے دائرۂ ب ی کے باہر باہر گزرے گا تو محال ہے کہ ب ل خط ا ح کو ح پر قطع کرے یا ح کے اندر سے گذر کر ح سے نیچے مثلاً ق پر، نیز یہ محال ہے کہ ا یا اس سے اوپر مثلاً عہ پر قطع کرے کہ اب ان سب قوسوں کا ظل اول یعنی خط مماس ہے کہ اس قطر پر عمود ہے جو ان کی ایک طرف پر گزرا ہے اور یوں وتر یا وتر کا جز بہر حال قطع ہو جائے گا یہ ثبوت ہے نہ وہ کہ مستدل نے کہا ا پر گزرنے سے قوس وخط کا انطباق کب لازم ۔ لاجرم ا و ح کے درمیان کسی نقطے مثلاً د پر قطع کرے گا بعینہٖ اسی بیان سے جتنا مرکز نیچے لیتے جاؤ گے قوس کا ملتقی ا و ح کے درمیان اُ کی طرف گرے گا کسی خط کے لئے اگرچہ لا متناہی کی محال ہے مگر لاتقفی ضرور ہے خط ب ح جتنا چاہیں بڑھا سکتے ہیں اور اس پر نقطے فرض کرکے ب کی دُوری پر جتنے دائرے کھینچیں سب کی قوسیں ا و ح کے درمیان گریں گی تو خط محدود ا ح کی تقسیم نامحدود ہوئی ، اگر اجزائے سے مرکب ہونا واجب تھا کہ اُس کی تقسیم محدود ہوتی کہ کوئی قوس جز سے کم پر نہیں گر سکتی ورنہ منقسم ہو تو ہر قوس کے مقابل ایک جز درکار اگر اجزا لامتناہی ہوں تقسیم نا متناہی لاتقفی ممکن نہ ہو کہ وقوف واجب ہونا چار نظام معتزلی کی طرح اجزائے غیر متناہیہ بالفعل ماننے پڑیں حالانکہ دو حاصروں میں محصور ہیں ۔ یہ تقریر شبہ ہے ، رہا جواب **اقول** واضح ہے یہ تقسیم نا متناہی امتداد موہوم کی ہوئی اور وہ اجزائے متفرقہ سے ترکیب کی نافی نہیں ہاں متصلہ ہوتے تو ضرور نفی کرتی کہ قوسین انھیں پر گزرتیں اور وہ محدود لیکن انفصال ممتنع تو شُبہ مندفع ۔

تنبیہ اقول اگر نفی جز سے دستبردار ہو کر اس شُبہ سے صرف امتداد موہوم کی لامتناہی قسمت کا ثبوت چاہو تو وہ بھی بخیر ۔

اولاً سطح مستوی جس میں خط ب ح کو بڑھاؤ ، ایسی کتنی دُور تک مل سکتی ہے زمین

عہ ا پر قطع کرے جیسے قوس ا ب تو خود اس کا وتر ہے اور ا سے اوپر جیسے قوس ف ب تو اس وتر کا جز ہے ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

کُرہ ہے۔

ثانیًا وہ پرکار کہاں سے آئے گی کہ جَو بھر خط پر ہزار قوسیں متمیز بنا سکے۔ نامحدود درکنار تو فعلی تقسیم تو یقینًا نامقدور۔ رہی وہمی اُس کے لئے اتنا بھی ضرور کہ وہم وہاں متمایز حصے تخیل کر سکے۔ کیا جَو بھر خط میں کروڑ یا بال بھر میں ہزار حصے ممتاز وہم کے وہم میں بھی آ سکتے ہیں۔ سب کی تفصیل بالائے طاق وہم اتنا ہی بتائے کہ بال کی نوک کا ہزارواں حصہ اتنا ہوگا تو محض اجمالی تصور عقلی رہا نہ کہ تقسیم وہمی کہ اس کی مقدار وہم میں بھی نہیں آسکتی۔

ثالثًا خط ب ح زیادہ سے زیادہ محدب کُرہ نار تک بڑھ سکے گا کہ تمہارے نزدیک خرقِ افلاک محال یا خرق وہمی سہی تو محدب فلک الافلاک سے آگے، تو کسی بعد کے لئے اصلًا راہ نہیں تو خط کی لاتناہی لاتقفی بھی باطل بلکہ وقوف واجب، اگر کہئے تو ہم تو آگے بھی کر سکتے ہیں۔

اقول تو وہ نرا اختراع ہوگا تقسیم اختراعی ہوئی نہ کہ وہمی، یُوں تو جس طرح خط کی تنصیف نامتناہی کہتے ہو تضعیف بھی نامتناہی کہو جس کا کوئی عاقل قائل نہیں، اگر کہئے یہ سب کچھ مسلّم مگر عقل قطعًا حکم کرتی ہے کہ اگر قوسین غیر متناہی ہوئیں ضرور ا و ح کے درمیان ہی پڑیں گی، تو ضرور اس خط میں نامتناہی حصّوں کی گنجائش ہے۔

اقول تو اب ہر خط اگرچہ بال بھر کا ہو حصص غیر متناہیہ بالفعل کے قابل ہوگیا، اگر اس میں کسی محدود ہی کی گنجائش ہے تو ضرور تقسیم وہیں رُک جائیگی حالانکہ نہیں رُکتی تو ضرور اس میں بالفعل حصص غیر متناہیہ کی وسعت ہے اور پھر وہ وسعت دو حاصروں میں محصور اور حاصر بھی کیسے جن میں صرف بال کی نوک کا تفاوت اگر فلسفہ ایسی ہی بدیہی البطلان باتیں مانتا ہے تو جنوں و تفلسف میں کتنا فرق ہے۔

ثم اقول بحمدہٖ تعالٰی یہ رَد فی نفسہٖ ہر جگہ اُن کے ادعائے تقسیم نامتناہی بالقوۃ کے رَد کو بس ہے کہ یہاں قوت مستلزم فعلیت وسعت ہے ظاہر ہے کہ تقسیم سے خط یا سطح یا جسم یا زاویہ کی مقدار بڑھتی نہ جائے گی کہ نئی وسعت پیدا ہوتی جائے، وسعت تو اُس کی اتنی ہی ہے جو موجود بالفعل ہے اگر اس میں بالفعل غیر متناہی حصّوں کی گنجائش نہیں بلکہ صرف محدود معدود کی ہے تو قطعًا تقسیم نامتناہی لاتقفی بھی ممکن نہیں جب اُس حد تک پہنچے گی وقوف بالفعل واجب ہوگا کہ آگے وسعت نہیں تو لاتناہی لاتقفی کے لئے ان تمام امتدادوں میں بالفعل غیر متناہی کی وسعت لازم، اور وہ قطعًا باطل۔ لاجرم لاتناہی بالقوہ بھی باطل، وللہ الحمد۔

Marfat.com

حق یہ کہ فلاسفہ کے پاس اس ادعائے باطل پہ کوئی دلیل نہیں صرف جز سے بھاگنے کے لئے اس کے مدعی ہوئے ہیں اور براہِ جہالت اسے ہندسہ کے سر منڈھتے ہیں حالانکہ ہندسہ ان کے افترا سے بری ہے اس نے کہیں یہ دعوٰی نہیں کیا کہ ہر خط یا زاویہ کی تنصیف نامتناہی ہے بلکہ طریقہ بتایا ہے کہ زاویہ کی تنصیف چاہو تو یوں کرو خط کی چاہو تو یہ کردیہ تو وہیں تک محدود ہے جہاں تک بالفعل ہم کر سکتے ہیں اس کے لئے اس نے طریقہ بتایا ہے آگے سب فلاسفہ کی وہم پرستی و بادبدستی ہے۔

ھٰکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق والحمد للہ رب العٰلمین وافضل الصلٰوۃ والسلام علی الجوھر الفرد المبین واٰلہٖ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین اٰمین!

تحقیق یونہی چاہئے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے اور سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں اور بہترین درود وسلام ہو حق کو ظاہر کرنے والے جوہر فرد (دُرِ یکتا) پر اور آپ کے آل، اصحاب، اولاد اور تمام امت پر۔ آمین! (ت)

یہ ہے وہ جس پر زمین سر پر اٹھا رکھی تھی کہ جز کا مسئلہ ایسا باطل اس کے بطلان پر اتنے براہینِ قاطع۔ بحمدہٖ تعالٰی کھل گیا کہ وہ خاک بھی براہینِ قاطعہ نہیں بلکہ خود شبہاتِ مقطوعہ ہیں۔ یہ ۲۹ ہی شبہے کتابوں میں ہماری نظر سے گزرے اور ان میں بھی بہت متداخل ہیں۔ ایک ایک کو کئی کئی کرکے دکھایا ہے جس کا اشارہ ہر جگہ گزرا اور ان پر بحمد اللہ تعالٰی رَد وہ ہوئے کہ اگر ہزار شبہات اور ہوں تو ہر طالب علم جو ہمارے طریقے کو سمجھ گیا ہے انکو ھباءً منثورًا کرسکتا ہے وللہ الحمد۔

مؤقف چہارم: دربارۂ جسم ہماری رائے **اقول** وباللہ التوفیق (ہم اللہ تعالٰی کی توفیق کے ساتھ کہتے ہیں۔ ت) ہم نے روشن کردیا کہ جزء لایتجزّٰی ممکن بلکہ واقع اور اس سے جسم کی ترکیب بھی ممکن، اگر بعض اجسام اس طرح مرکب ہوئے ہیں کچھ محذور نہیں مگر یہ کلیہ نہیں کہ اس طرح کے اجسام میں تماس ناممکن کہ موجب اتصال دو جز ہے اور حجم حسی جس طرح ہم نے ثابت کیا یونہی تماس حسی ماننا مشکل ہے۔

اولاً حسِ بصر میں متقارب فصلوں کو اتصال سمجھنا معہود ہے۔ یونہی اگرچہ بصر متقارب جسموں کو متماس گمان کرے مگر تماس میں قوتِ لامسہ کا ادراک اس غلطی پر کیونکہ

Marfat.com

کُرہ ہے۔

ثانیًا وہ پرکار کہاں سے آئے گی کہ جَو بھر خط پر ہزار قوسین متمیز بنا سکے۔ نامحدود درکنار تو فعلی تقسیم تو یقینًا نامقدور۔ رہی وہمی اُس کے لئے اتنا بھی ضرور کہ وہم وہاں متمایز حصے تخیل کرسکے۔ کیا جَو بھر خط میں کروڑ یا بال بھر میں ہزار حصے ممتاز وہم کے وہم میں بھی آسکتے ہیں۔ سب کی تفصیل بالائے طاق وہم اتنا ہی بتائے کہ بال کی نوک کا ہزارواں حصہ اتنا ہوگا تو محض اجمالی تصور عقلی رہا نہ کہ تقسیم وہمی کہ اس کی مقدار وہم میں بھی نہیں آسکتی۔

ثالثًا خط ب ح زیادہ سے زیادہ محدب کُرۂ نار تک بڑھ سکے گا کہ تمہارے نزدیک خرقِ افلاک محال یا خرق وہمی سہی تو محدب فلک الافلاک سے آگے، تو کسی بعد کے لئے اصلًا راہ نہیں تو خط کی لاتناہی لاتقفی بھی باطل بلکہ وقوف واجب، اگر کہئے توہم تو آگے بھی کرسکتے ہیں۔

اقول تو وُہ نرا اختراع ہوگا تقسیم اختراعی ہوئی نہ کہ وہمی، یُوں تو جس طرح خط کی تنصیف نامتناہی کہتے ہو تضعیف بھی نامتناہی کہو جس کا کوئی عاقل قائل نہیں، اگر کہئے یہ سب کچھ مسلّم مگر عقل قطعًا حکم کرتی ہے کہ اگر قوسین غیر متناہی ہوئیں ضرور ا و ح کے درمیان ہی پڑیں گی، تو ضرور اس خط میں نامتناہی حصّوں کی گنجائش ہے۔

اقول تو اب ہر خط اگرچہ بال بھر کا ہو حصص غیر متناہیہ بالفعل کے قابل ہوگیا، اگر اس میں کسی محدود ہی کی گنجائش ہے تو ضرور تقسیم وہیں رُک جائیگی حالانکہ نہیں رُکتی تو ضرور اس میں بالفعل حصص غیر متناہیہ کی وسعت ہے اور پھر وہ وسعت دو حاصروں میں محصور اور حاصر بھی کیسے جن میں صرف بال کی نوک کا تفاوت اگر فلسفہ ایسی ہی بدیہی البطلان باتیں ماننا ہے تو جنوں و تفلسف میں کتنا فرق ہے۔

ثمّ اقولُ بحمدہٖ تعالٰی یہ رَد فی نفسہٖ ہر جگہ اُن کے ادعائے تقسیم نامتناہی بالقوۃ کے رَد کو بس ہے کہ یہاں قوت مستلزم فعلیت وسعت ہے ظاہر ہے کہ تقسیم سے خط یا سطح یا جسم یا زاویہ کی مقدار بڑھتی نہ جائے گی کہ نئی وسعت پیدا ہوتی جائے، وسعت تو اُس کی اتنی ہی ہے جو موجود بالفعل ہے اگر اس میں بالفعل غیر متناہی حصّوں کی گنجائش نہیں بلکہ صرف محدودٌ معدود کی ہے تو قطعًا تقسیم نامتناہی لاتقفی بھی ممکن نہیں جب اُس حد تک پہنچے گی وقوف بالفعل واجب ہوگا کہ آگے وسعت نہیں تو لاتناہی لاتقفی کے لئے ان تمام امتدادوں میں بالفعل غیر متناہی کی وسعت لازم، اور وہ قطعًا باطل۔ لاجرم لاتناہی بالقوہ بھی باطل، وللّٰہ الحمد۔

Marfat.com

حق یہ کہ فلاسفہ کے پاس اس ادعائے باطل پر کوئی دلیل نہیں صرف جزء سے بھاگنے کے لئے اُس کے مدعی ہوئے ہیں اور براہِ جہالت اُسے ہندسہ کے سر منڈھتے ہیں، حالانکہ ہندسہ اُن کے افترا سے بری ہے اُس نے کہیں یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ہر خط یا زاویہ کی تنصیف نامتناہی ہے بلکہ طریقہ بتایا ہے کہ زاویہ کی تنصیف چاہو تو یوں کرو خط کی چاہو تو یہ کرو یہ تو وہیں تک محدود ہے جہاں تک بالفعل ہم کر سکتے ہیں اس کے لئے اُس نے طریقہ بتایا ہے آگے سب فلاسفہ کی وہم پرستی و بادبدستی ہے۔

ھٰکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق والحمد للہ رب العٰلمین وافضل الصلٰوۃ والسلام علی الجوھر الفرد المبین وٰالہٖ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین اٰمین!

تحقیق یُونہی چاہئے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے اور سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں اور بہترین درود و سلام ہو حق کو ظاہر کرنے والے جوہر فرد (دُرِیکتا) پر اور آپ کے آل، اصحاب، اولاد اور تمام امت پر۔ آمین! (ت)

یہ ہے وہ جس پر زمین سر پر اٹھا رکھی تھی کہ جزء کا مسئلہ ایسا باطل اُس کے بُطلان پر استنے براہانِ قاطع۔ بحمدہٖ تعالٰے کُھل گیا کہ وُہ خاک بھی براہینِ قاطعہ نہیں بلکہ خود شبہاتِ مقطوعہ ہیں۔ یہ ۲۹ ہی شبہے کتابوں میں ہماری نظر سے گزرے اور اُن میں بھی بہت متداخل ہیں۔ ایک ایک کو کئی کئی کرکے دکھایا ہے جس کا اشارہ ہر جگہ گزرا اور اُن پر بحمد اللہ تعالٰے رَد وہ ہوئے کہ اگر ہزار شبہات اور ہوں تو ہر طالب علم جو ہمارے طریقے کو سمجھ گیا ہے انکو ھباءً منثورا کر سکتا ہے وللہ الحمد۔

مؤقف چہارم : دربارۂ جسم ہماری رائے **اقول** وباللہ التوفیق (ہم اللہ تعالٰی کی توفیق کے ساتھ کہتے ہیں۔ ت) ہم نے روشن کر دیا کہ جزء لایتجزّٰی ممکن بلکہ واقع اور اُس سے جسم کی ترکیب بھی ممکن، اگر بعض اجسام اس طرح مرکب ہوئے ہیں کچھ محذور نہیں مگر یہ کلیہ نہیں کہ اس طرح کے اجسام میں تماس ناممکن کہ موجب اتصال دو۲ جزء ہے اور حجم حسی جس طرح ہم نے ثابت کیا یونہی تماس حِسّی ماننا مشکل ہے۔

اوّلاً حِسِّ بصر میں متقارب فصلوں کو اتصال سمجھنا معہود ہے۔ یونہی اگرچہ بصر متقارب جسموں کو متماس گمان کرے مگر تماس میں قوتِ لامسہ کا ادراک اس غلطی پر کیونکہ

Marfat.com

محمول ہو۔

ثانیاً انگشتری ایک اُنگلی میں ٹھیک، دُوسری میں تنگ، تیسری میں ڈھیلی ہوتی ہے، یہ فرق تماس حقیقی ہی بتاتا ہے کہ اگر انگشتری کے اجزار کا انگلی کے اجزاء سے جدا رہنا واجب نہ ہو تو جدائی کی کمی بیشی یہ فرق نہیں لاسکتی۔

ثالثاً ہم نے اجزائے لاتتجزّٰی کی طرف بعض اجسام کی تحلیل قرآن کریم سے استفادہ کی تھی۔ بعض اجسام کا متصل بلاانفصال ہونا بھی کتاب عزیز سے استفادہ کریں۔

قال عزوجل افلم ینظروا الی السماء فوقکم کیف بنینٰہا و زیّنّٰہا و مالہا من فروج[1]

عزّت وجلال والے اللہ نے فرمایا: کیا اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھتے ہم نے اسے کیسے بنایا اور آراستہ فرمایا اور اس میں اصلاً رخنے نہیں۔

آسمان اگر اجزائے لاتتجزّٰی سے مرکب ہوتا بلاشبہ اس میں بے شمار رخنے ہوتے کہ کوئی جزء دوسرے سے نہ مل سکتا تو ثابت ہوا کہ آسمان جسم متصل ہے اور عنقریب بعونہٖ تعالٰی مقام آئندہ میں آتا ہے کہ ہیولٰی وصورت سے جسم کا ترکب باطل بلکہ جسم بسیط خود ہی متصل اور خود ہی قابل انفصال ہے یہاں تک کہ اشراقیین ہمارے ساتھ ہیں جن کا مسلک طوسی نے تجرید میں اختیار کیا، مگر ہم ثابت کرچکے کہ تقسیم غیر متناہی اگرچہ بالقوہ ہو باطل ومحال ہے تو اجسام کی تحلیل اگر تاحدِ امکان کی جائے گی ضرور اجزائے لاتتجزّٰی پر منتہی ہوگی، جس طرح ہم نے موقف دوم میں آیۂ کریمہ سے استنباط کیا، اور اب معنٰی آیت یہ ہوں گے کہ ہم نے ان کے جسم کے اجزائے متصلہ کو اتنا ریزہ ریزہ کردیا کہ آگے تجزیہ ممکن نہیں تو صحیح بعض اجسام میں امکاناً مذہب جمہور متکلمین ہے اور بعض میں وقوعاً مذہب محمد بن عبدالکریم شہرستانی یہ اس مسئلے میں ہماری رائے ہے اور علم حق عزّجلالہٗ کو یہاں سے ظاہر ہوا کہ مذاہب خمسہ مشہورہ میں سب سے باطل مذہب نظام ہے۔ پھر[عہ۱] نہایت پوچ و باطل مسلک مشائین، پھر[عہ۲] مشرب اشراقیین،

عہ۱ اس کے تین جزء ہیں نفی جزء اور ہیولٰی سے ترکّب اور انقسام نامتناہی اور تینوں باطل ۱۲ منہ غفرلہ

عہ۲ اس کے بھی تین جزء ہیں اول وسوم وہی اور دونوں باطل، دوم اتصال ہر جسم اس کی کلیت پر جزم صحیح نہیں۔ ممکن کہ بعض اجسام اجزائے لاتتجزّٰی سے ہوں ۱۲ منہ غفرلہ

[1] القرآن الکریم ۵۰/ ۶

Marfat.com

پھر مذہب[1] جمہور متکلمین کی کلیت، پھر مذہب[2] شہرستانی میں کلیت پر جزم۔ اور صحیح یہ ہے جو بتوفیقہ تعالیٰ ہم نے اختیار کیا۔ ہم اگرچہ اس رائے میں متفرد ہیں مگر الحمد للہ آیاتِ کریمہ و دلائل قویہ ہمارے ساتھ ہیں اس مسلک پر کہ جسم متصل ہو اور تقسیم متناہی متشدق جونپوری کا اعتراض کہ اجزائے تحلیلیہ بداہۃً ایسے ہونا لازم کہ اگر موجود بالفعل مانے جائیں تو ان سے حجم حاصل ہو تو واجب کہ ایسے ہوں کہ ملیں اور متداخل نہ ہوں تو اجزائے لاتتجزّٰی نہیں ہوسکتے۔

اقول اولاً یہ بداہت وہیں تک مسلّم ہے کہ تجزیہ اجزائے منقسمہ تک ہو یہی تم نے دیکھا اور یہی تمھارے ذہنوں میں جما ہُوا ہے۔ درباره جواہر تمھاری جتنی بداہتیں گزریں سب قیاس غائب علی الشاہد اور صریح حکم عقل کے خلاف اپنے مالوفات کے دھوکا پر بداہت وہم تھیں یہ بھی انھیں میں سے ہے اس وقت تو جسم کو حجم یُوں ہے کہ خود ہی متصل وحدانی ہے اور اُسے دو چار ہزار دس ہزار جتنے ٹکڑے ایسے کرو جن کا اتصال ممکن، ان کے ملنے سے ضرور حجم بن سکے گا لیکن جب تقسیم اُن اجزاء پر منتہی ہو جن کا اتصال محال، تو اُن سے دوبارہ تحصیل حجم باطل خیال۔ ہاں اتنا حکم رہے گا کہ اگر یہ بے تداخل مل سکتے تو ضرور ان سے وہی مقدار جسم حاصل ہوتی۔ بس حکم بداہت اس قدر ہے نہ یہ کہ اُن کا ملنا بھی ممکن۔ جس طرح عقل ہاں ہاں وہی بداہت قطعاً حکم کرتی ہے کہ اگر فلک کے ہزار ٹکڑے کیے جائیں اور وہ ٹکڑے انھیں اوضاع پر پھر ملا دیے جائیں دوبارہ یہی کُرہ بن جائے گا۔ اس حکم بداہت سے تمھارے نزدیک یہ لازم نہیں آتا کہ فلک کے ٹکڑے ہوسکیں کہ خرق ہے پھر وہ ٹکڑے مل سکیں کہ التیام ہے۔

ثانیاً علٰی اھلھا تجنی براقش، (براقش اپنے ہی گھر والوں پر جنایت کرتی ہے۔ ت) اجزائے تحلیلیہ بالفعل مانے جائیں تو صالح ترکیب ہوں اس سے جمیع اجزاء مراد، جہاں تک انقسام کی جسم میں صلاحیت ہے یا بعض۔ برتقدیرِ ثانی ہم پر کیا اعتراض اُتنے اقسام لو جن کا انقسام ممکن، ضرور ان سے ترکیب ہوسکیگی۔ برتقدیرِ اول تم اپنے جملہ اقسام موجود بالفعل مان کر صلاحیت ترکیب دکھاؤ، ضرور ہے کہ

---

[1] کہ ہر جسم اجزائے لاتتجزّٰی سے ہے حالانکہ یقیناً فلک وغیرہ بہت اجسام ان سے نہیں ہاں اثبات جزء صحیح ہے ۱۲ منہ غفرلہ۔

[2] کہ سب اجسام متصل ہیں نیز نفی جزء باطل ہے ۱۲ منہ غفرلہ۔

Marfat.com

جملہ اقسام ممکنہ موجود بالفعل فرض کئے تو وہ نہ ہوں گے مگر اجزائے لاتجزیٰ کہ اگر ان میں کسی کا انقسام ہو سکے تو جمیع اقسام موجود بالفعل نہ ہوئے تو وہی آش تمھارے کاسہ میں ہے بہرحال اجزائے لاتجزیٰ پر انتہا واجب، فرق اتنا ہے کہ ہمارے نزدیک متناہی ہیں تمھارے نزدیک غیر متناہی، اور اجزاء متناہی ہوں خواہ غیر متناہی کسی طرح اس قابل نہیں کہ ملیں اور متداخل نہ ہوں، اور ان سے حجم و ترکیب حاصل ہو، تو اعتراض نہ تھا مگر جہالت خالصہ۔ اب متشدق صاحب کو چاہیئے کہ اجزائے دیمقراطیسیہ پر ایمان لائیں کہ اُنھیں تک تحلیل ہو کر پھر ترکیب بن پڑے گی یہ ہے ان کا تفلسف، یہ ہے ان کا تشدق و تصلف۔ ہاں یہاں ایک شبہ رہے گا کہ جب بعض کفار کے جسم بعد موت اجزائے لاتجزیٰ فرما دئے گئے جیسا کہ آیت کریمہ سے گزرا اور اجزائے لاتجزیٰ مل نہیں سکتے تو ان کا اعادہ کس طرح ہوگا۔

اقول قدرت الٰہیہ کہیں عاجز نہیں ممکن کہ مولٰی سبحٰنہ وتعالٰی نے اجزا میں قوت نمو رکھی ہو روز قیامت اُن پر مینہ برسایا جائے گا، جیسا کہ حدیث صحیح کا ارشاد ہے اس بارش سے اُن میں بالش ہو اور بالیدگی اُن کو اجسام قابل اتصال کر دے بعد امتزاج اُن سے وہی جسم متصل وحدانی حاصل ہو جیسے قطرات کے ملنے سے جسم آب اور بعد اتصال اس مقدار کی طرف رَد فرما دیا جائے جس پر دُنیا میں تھا وکما شاء ربّنا وعلٰی مایشاء قدیر (یا جیسا ہمارے رب نے چاہا اور وہ اپنے چاہے پر قادر ہے۔ ت) ظاہر ہے کہ یہاں اس اعتراض کی گنجائش نہیں جو علامہ بحرالعلوم نے شبہہ ۲۱ کی تقریر میں اس احتمال پر کیا کہ ممکن کہ سرکانے سے وتر میں تخلخل ہو کر خود بڑھ جائے، یہ احتمال خود ہی مہمل تھا اس پر رَد کیا کہ تمھارے نزدیک تو مقدار انضمام اجزاء سے بڑھتی ہے یہاں وتر میں کون سا جزء بڑھا، اور اگر جزء خود ہی بڑا ہو جائے تو جزء کب رہا خط ہو گیا۔

اقول یہ رَد وہاں بھی جیسا تھا ظاہر ہے **اولاً** متکلمین نے یہ کہا کہ انضمام اجزاء سے مقدار بڑھتی ہے، یہ کب کہا کہ یوں ہی بڑھ سکتی ہے۔

ثانیاً بعد تخلخل جزء نہ رہا تو اس کا جزء نہ رہنا کس نے واجب کیا تھا، غالباً اسی لئے اخیر میں فرما دیا فافھم (پس غور کرو۔ ت) مگر ہمارے کلام پر تو بفضلہ تعالٰی اسے رأساً ورود نہیں کما لا یخفٰی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے۔ ت) یہ ہے وہ جس کی طرف ہماری نظر مودی ہوئی۔

والعلم بالحق عند ربّنا وھو   اور حق کا علم ہمارے رب کے پاس ہے

Marfat.com

بکل شیٔ علیم وعلیٰ سیّدنا محمد و
آله وصحبه الصلوٰة والتسلیم
اٰمین ۔ والحمد للّٰہ رب العٰلمین ۔

وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے اور ہمارے آقا ،
آپ کی آل اور اصحاب پر درود وسلام ہو،
آمین ۔ اور سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو
پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔(ت)

Marfat.com

مناظرہ و ردِّ بدمذہباں

مسئلہ ۳۳ از فقیر محمد مہدی حسن قادری مبارکی ۱۹ رمضان ۱۳۳۶ھ

اس طرف دیوبندیوں کے امام در باطن بلکہ بعض مقام پر کھلے بند مولوی محمد علی کانپوری سابق ناظم ہیں جو ظاہراً صوفی کہلاتے ہیں ایک شخص صاحبِ دل پیرِ طریقت کا مرید تھا دیوبندیوں یعنی ناظم صاحب کی ذریات نے ان کے پیر کو فاتحہ قیام کی وجہ سے بدعتی بنا کر دوبارہ بیعت مولوی محمد علی سے کرا دیا مگر جب آپ حضرات کے نام لیواؤں نے اس مرید کو سمجھایا کہ دوبارہ مرید ہونا پیرِ طریقت سے پھر جانا گناہ ہے، اس پر ۱
اُس نے اول پیر کے پاس جا کر توبہ کی تو دیوبندیوں اور ناظم صاحب کی ذریات نے یہ فساد مچایا کہ اب وہ مرید مسلمان نہ رہا کیونکہ محمد علی کے ایسے شخص سے مرید ہو کر پھر پیرِ اول کے پاس چلا گیا، تو درحقیقت کیا ہے؟ مکرر یہ کہ مولوی محمد علی سابق ناظمِ ندوہ کس عقیدہ کے بزرگ ہیں؟ حضور جواب جلد مرحمت فرمائیں، والسلام۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیرِ طریقت جامع شرائط صحت بیعت سے بلا وجہ شرعی انحراف ارتداد طریقت ہے اور شرعاً معصیت کہ موجب ایذاء و احتقارِ مسلم ہے، اور وہ دونوں حرام۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

Marfat.com

فمن نکث فانما ینکث علٰی نفسہ[1]
توجس نے عہد توڑا اس نے اپنے بُرے عہد کو توڑا۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنٰت بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بہتانا واثما مبینا[2]
اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انھوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔ (ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ۔ رواہ الطبرانی[3] فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔
جس نے کسی مسلمان کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی، اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ کو تکلیف پہنچائی۔ اس کو طبرانی نے اوسط میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسندِ حسن روایت کیا۔ (ت)

خصوصًا اس بنا پر پھرنا کہ پیر قیام و فاتحہ کرتے ہیں یہ نری معصیت ہی نہیں بلکہ یہ پھرنا بربنائے قبول شیطنت وہابیہ خبیثہ ہے تو اس پھرنے والے کے دین کی بھی خیر نہ تھی، اس پر فرض تھا کہ اس پھرنے سے پھرے اور وہ جدید بیعت جو بربنائے اثرِ وہابیت ہے فسخ کرے۔ وہ کہ تائب ہوا اور ارتدادِ طریقت و معصیت و ضلالت سے باز آیا بہت اچھا فعل، مستحسن بوجہ اول اور فرض بوجہ دوم بجالایا اس پر جو لوگ یہ دند مچاتے ہیں کہ وہ مسلمان نہ رہا جھوٹے کذاب ہیں اور بلاوجہ مسلمان کی تکفیر کرتے ہیں وہ خود اپنے اسلام کی خیر منائیں اگر وہابی یا اُن کے رفیق نہیں ورنہ وہابیہ اور ان کے رفقا و امثالہم خود ہی اسلام سے خارج ہیں ہاں جو بہمہ وجوہ مسلمان ہو اسے تکفیر مسلم سے خوف لازم ہے اور ایسی جگہ فقہ اس پر تجدیدِ اسلام و تجدیدِ نکاح کی حاکم۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: فقد باء بہا

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/۱۰

[2] " " ۳۳/۵۸

[3] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/۳۶۳

Marfat.com

احدھما[1] (بے شک ان دونوں میں سے ایک اس کے ساتھ لوٹا۔ ت) اور اس بارے میں اقوال فقہائے کرام کی تفصیل و تحقیق ہماری کتاب الکوکبۃ الشہابیہ اور النہی الاکید و فتاوٰی رضویہ میں ہے۔

رہا سوال دوم یعنی سابق ناظم ندوہ کے عقیدے سے استفسار ایام نظامت میں ان صاحب کے اقوال ضلال اور حمایت کفار و تعظیم مرتدین و بدخواہی اسلام و مسلمین واضح و آشکار اور حرمین شریفین کے مبارک فتوٰی مسمّی بہ فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین[13] سے طشت ازبام ہوچکے تھے اب بحکم الذنب یجر الذنب[2] والمرء مع من احب[3] (گناہ گناہ کو کھینچتا ہے اور ہر شخص اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا۔ ت) دیوبندیوں سے ان کا اتحاد مسموع ہوا بلکہ دیوبندیوں کے ساتھ علمائے اہلسنّت کے مقابلہ پر آنا اور حسب عادت "ضعف الطالب والمطلوب" مولٰی و مشیر سب کا فرار فرمانا یہ اگر ہے تو چیز دیگر ہے اور اس کا امتحان بفضلہ تعالٰی علمائے کرام حرمین شریفین کے دوسرے فتاوٰی مبارکہ مسمّٰی بہ حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین نے بہت آسان کردیا یہ فتوٰی پیش کیجئے جو صاحب بکشادہ پیشانی ارشاد علمائے حرمین شریفین کو کہ عین اصل اصول ایمان کے بارے میں ہے اور جس کا خلاف کفر ہے قبول کریں فبہا ورنہ خود ہی کھل جائیگا کہ منہم ہیں اور پھر وہی فتوائے مبارکہ حرمین طیبین بتادے گا کہ:

من شک فی کفرہ فقد کفر[4] جس نے اس کے کفر میں شک کیا خود کافر ہوگیا۔ (ت)

یعنی گنگوہی و تھانوی و امثالہما واذنابہما کے اُن کفروں پر مطلع ہو کر جو اُن کے کفر میں شک کرے خود کافر ہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۰۱
صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ الخ " " " ۱/۵۷

[2]

[3] صحیح البخاری کتاب الادب باب علامۃ الحب فی اللہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۱۱
صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ والادب باب المرء مع من احب " " " ۲/۳۳۲

[4] حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین مطبع اہلسنت وجماعت بریلی ص ۹۴

Marfat.com

یہ ہے وہ امرِ حق کہ بعد سوال حفظ دین عوام اہل اسلام کے لئے جس کا اظہار ہم پر فرض تھا جس کا عہد ہم سے قرآنِ عظیم و حدیثِ نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیم نے لیا ورنہ ناظم صاحب ہمارے قدیم عنایت فرما ہیں اور دین و مذہب سے جدا کرکے ہم انھیں ایک معقول آدمی جانتے ہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

Marfat.com

رسالہ

النیر الشہابی علیٰ تدلیس الوہابی

۱۳۰۹ھ

(روشن آگ کا شعلہ وہابی کی تدلیس پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱ **مسئلہ ۳۴** از غازی پور مرسلہ جہانگیر خاں ۱۵ صفر ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید دو چار کتابیں اردو کی دیکھ کر چاروں اماموں کے مسئلے اخذ کرتا ہے اور اپنے اوپر ائمہ اربعہ سے ایک کی تقلید واجب نہیں جانتا، اس کو عمرو نے کہا کہ تو لامذہب ہے جو ایسا کرتا ہے کیونکہ تجھ کو بالکل احادیث متواترہ ومشہور و آحاد و عزیز و غریب و صحیح وحسن و ضعیف و مرسل و متروک و منقطع و موضوع وغیرہ کی شناخت نہیں ہے کہ تحس کو کہتے ہیں حالانکہ بڑے بڑے علماء اس وقت اپنے اوپر تقلید واحد کی واجب سمجھتے ہیں اور اُن کو بغیر تقلید کے چارہ نہیں تو تو ایک بے علم آدمی ہے جو عالموں کی خاکِ پا کے برابر نہیں ہے نہ معلوم اپنے تئیں تو کیا سمجھتا ہے جو ایسا کرتا ہے، اس کے جواب میں اُس نے اس کو رافضی و خارجی و شیعہ وغیرہ بنایا بلکہ بہت سے کلمات سخت سست بھی کہے حالانکہ لامذہب کہنے سے اس کی یہ غرض نہ تھی کہ تو خارج از اسلام ہے بلکہ یہ غرض تھی کہ ان چاروں مذہبوں میں سے تمہارا کوئی مذہب نہیں ہے،

Marfat.com

اور اُس کی غرض شیعہ و رافضی بنانے سے یہ تھی کہ تو ایک امام کی تقلید کرتا ہے جیسے رافضی تین خلیفوں کو نہیں مانتے، اور دوسرے یہ کہ ایک امام کی تقلید کرنے سے بخوبی عمل کل دین محمدی پر نہیں ہوسکتا اور چاروں اماموں کے مسئلے اخذ کرنے میں کل دین محمدی پر بخوبی عمل ہوسکتا ہے، آیا ان دونوں نے کس نے حق کہا اور کس نے غیر حق؟ اور حکم شرع کا ان دونوں کے واسطے کیا ہے جو ایک دوسرے کو سخت کلامی سے پیش آئے؟ امید کہ ساتھ مہر عالی کے مزین فرما کر ارشاد فرمائیں۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دیئے جاؤ گے۔ ت) فقط۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ذی الجلالۃ والصلوٰۃ والسلام علٰی صاحب الرسالۃ الذی لا تجتمع امتہ علی الضلالۃ وعلٰی الہ وصحبہ ومجتہدی ملتہ اولی الایدی والابصار والنبالۃ۔

تمام تعریفیں جلالت والے اللہ تعالٰی کے لئے ہیں اور درود وسلام ہو صاحبِ رسالت پر جس کی امت گمراہی پر مجتمع نہ ہوگی اور آپ کی آل، آپ کے صحابہ اور آپ کی امت کے مجتہدین کرام پر جو قوت وبصیرت اور شرافت والے ہیں۔ (ت)

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب (اے اللہ! حق و درستگی کی ہدایت عطا فرما۔ ت)

مسئلہ تقلید کی تحقیق وتفصیل کو دفتر طویل درکار۔ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے اپنے رسالہ النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید[1] اور فتاوائے مندرجہ البارقۃ الشارقۃ علٰی مارقۃ المشارقۃ جلد یازدہم فتاوائے فقیر مسمّٰی بہ العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ میں قدرے کلمات وافیہ ذکر کئے یہاں بقدرِ ضرورت صرف اُس مقدار پر کہ بطلان کید زید ظاہر کرے اکتفاء ہوتا ہے۔ اس کا قول دو امر پر مشتمل ؛

اوّل بکمال زبان درازی مقلدان حضرات ائمہ کرام علیہم الرضوان من الملک العلام کو معاذ اللہ رافضی خارجی بنانا۔

---

[1] رسالہ النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید فتاوٰی رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور کی جلد ششم کے صفحہ ۶۴۷ پر مرقوم ہے۔

Marfat.com

دوم وہ تلبیس عجیب و تدلیس غریب کہ ترکِ تقلید میں تمام دین محمدی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر عمل کرنا ہے۔

امرِ اول کی نسبت ان کے امام الطائفہ کے علماً ونسباً دادا اور بیعۃً پردادا یعنی شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کی گواہی کافی، وہ رسالہ انصاف میں انصاف کرتے ہیں،

بعد المائتین ظہر فیہم التمذہب للمجتہدین باعیانہم وقل من کان لا یعتمد علی مذہب مجتہد لعینہ وکان ہذا ہو الواجب فی ذٰلک زمان[1]

یعنی دو صدی کے بعد خاص ایک مجتہد کا مذہب اختیار کرنا اہلِ اسلام میں شائع ہوا، کم کوئی شخص تھا جو ایک امامِ معیّن کے مذہب پر اعتماد نہ کرتا ہو، اور اس وقت یہی واجب ہوا۔

اُسی میں لکھتے ہیں ؛

وبالجملۃ فالتمذہب للمجتہدین سر الہمہ اللہ تعالی العلماء وجمعہم علیہ من حیث یشعرون او لا یشعرون[2]

یعنی خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایک مذہب کا اختیار کرلینا ایک راز ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالےٰ نے علماء کے قلوب میں القاء فرمایا اور انھیں اس پر جمع کردیا چاہے اس راز کو سمجھ کر اس پر متفق ہوئے ہوں یا بے جانے۔

زید بے قید دیکھے کہ اُس نے بشہادت شاہ ولی اللہ صاحب گیارہ ۱۱۰۰ سو برس سے زائد کے ائمہ وعلماء ومشائخ واولیاء، عامہ اہلسنّت وجماعت کو معاذ اللہ رافضی وخارجی بنایا اور اللہ عزوجل کے سرِّ جلیل والہام جمیل کو جس پر اس نے اپنی حکمتِ بالغہ کے مطابق علماء ے امت کو مجتمع ومتفق فرمایا ضلالت وگمراہی ٹھہرایا۔ علامہ سید احمد مصری طحطاوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ حاشیہ دُرِّ مختار میں ناقل ؛

ہٰذہ الطائفۃ الناجیۃ، قد اجتمعت الیوم فی مذاہب اربعۃ وہم الحنفیون والمالکیون والشافعیون والحنبلیون رحمہم اللہ تعالیٰ ومن

یعنی اہلِ سنّت کا گروہ ناجی اب چار مذہب میں مجتمع ہے حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت فرمائے۔ اب جو ان چار سے

---

[1] الانصاف باب حکایۃ حال الناس قبل المائۃ الرابعۃ الحقیقۃ استنبول ترکی ص ۱۹

[2] " " " " " " " " " " " ص ۲۱

کان خارجًا عن ھذہ الاربعۃ فی ھذا الزمان فھو من اھل البدعۃ والنار[1] باہر ہے بدعتی جہنمی ہے۔

واقعی ان حضرات نے اس ارشاد علماء کا خوب ہی جواب ترکی بترکی دیا یعنی علمائے اہلسنت ہمیں بدعتی ناری بتاتے ہیں ہم گیارہ سو برس تک کے ان کے اکابر و ائمہ کو رافضی و خارجی بنائیں گے

ع که تو ہم درمیان ما تلخی

(کہ تو بھی ہمارے درمیان تلخ ہے۔ت)

مولٰی تعالٰی ہدایت بخشے، آمین!

مگر پھر بھی زید بیچارے نے بہت تنزّل کیا کہ صرف رفض و خروج پر قانع رہا اس کے پیشوا تو کافر و مشرک تک کہتے ہیں۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[2] اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔(ت)

یہ ناپاک ترکہ اُسی بے باک اخبث امام اول دین مستحدث یعنی ابن عبدالوہاب نجدی علیہ ما علیہ کا ہے کہ اپنے موافقان ناخردمند نفرے چند بے قید و بند آزادی پسند کے سوا تمام عالم کے مسلمانوں کو کافر و مشرک کہتا، اور خود اپنے باپ، دادا، اساتذہ، مشائخ کو بھی صراحۃً کافر کہہ کر پوری سعادت مندی ظاہر کرتا، اور نہ صرف اُنھیں پر قانع ہوتا بلکہ آج سے آٹھ سو برس تک کے تمام علماء و اولیاء سائر امت مرحومہ کو (خاک بدہانِ ناپاک) صاف صاف کافر بتاتا اور جو شخص اُس کے جال میں پھنس کر اُسکے دست شیطان پرست پر بیعت کرتا اُس سے آج تک اُس کے اور اُس کے ماں باپ اور اکابر علمائے سلف نام بنام سب کے کفر پر اقرار لیتا، اور اگرچہ بظاہر ادعائے حنبلیت رکھتا مگر مذاہب ائمہ کو مطلقًا باطل جانتا اور سب پر طعن کرتا اور اپنے اتباع ہر کندہ ناتراشیدہ کو مجتہد بننے کا حکم دیتا۔ یہ دو چار حرف اردو کے پڑھ کر استر بے لگام و اشتر بے مہار ہو جانا بھی اُسی خرنا مشخص کی تعلیم ہے، خاتمۃ المحققین مولٰینا امین الملۃ والدین سیدی محمد بن عابدین شامی قدس سرہ السامی ردالمحتار علی الدرالمختار کی جلد ثالث کتاب الجہاد باب البغاۃ میں زیر بیان خوارج فرماتے ہیں،

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الذبائح المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۴/۱۵۳

[2] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

Marfat.com

كما وقع في زماننا في اتباع عبدالوهاب الذين خرجوا من نجد وتغلبوا على الحرمين وكانوا ينتحلون مذهب الحنابلة لكنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشركون واستباحوا بذلك قتل اهل السنة وقتل علمائهم حتى كسر الله تعالٰى شوكتهم وخرب بلادهم وظفر بهم عساكر المسلمين عام ثلث وثلثين و مائتين والف[1] والحمد لله رب العٰلمين ، وقيل بُعدًا للقوم الظّٰلمين[2]

یعنی خارجی ایسے ہوتے ہیں جیسا ہمارے زمانے میں پیروانِ عبدالوہاب سے واقع ہوا جنھوں نے نجد سے خروج کرکے حرمین محترمین پر تغلب کیا اور وہ اپنے آپ کو کہتے تو حنبلی تھے مگر اُن کا عقیدہ یہ تھا کہ مسلمان بس وہی ہیں اور جو اُن کے مذہب پر نہیں وہ سب مشرک ہیں اس وجہ سے اُنھوں نے اہلسنت کا قتل اور ان کے علماء کا شہید کرنا مباح ٹھہرا لیا، یہاں تک کہ اللہ تعالٰی نے اُن کی شوکت توڑ دی اور انکے شہر ویران کیے اور لشکرِ مسلمین کو اُن پر فتح بخشی ۱۲۳۳ھ میں۔ (ت) اور تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے، اور کہا گیا کہ دُور ہوں بے انصاف لوگ۔ (ت)

امام العلماء سید سند شیخ الاسلام بالبلد الحرام سیدی احمد زین دحلان مکی قدس سرہ الملکی نے اپنی کتاب مستطاب دررسنیہ میں اس طائفہ بے باک اور اس کے امام سفاک کے اعمال کا حال عقائد کا ضلال خاتمہ کا وبال قدرے مفصل تحریر فرمایا اور بیس[2] حدیثوں میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور حضرت امیر المومنین امام المتقین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ و حضرت امیر المومنین مولی المسلمین سیدنا علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کا اس طائفہ تالفہ کے ظہور پُر شرور کی طرف ایماء و اشعار فرمانا بتایا اُن بعض حدیثوں اور اُن سے زائد کی تفصیل فقیر کے رسالہ النھی الاکید میں مذکور، یہاں اس کتاب مستطاب ہادی صواب سے چند حرف اس مقام کے متعلق نقل کرنا منظور۔

قال رضی اللہ تعالٰی عنہ هٰؤلاء القوم لا یعتقدون

شیخ سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ یہ گروہِ وہابیہ اپنے

---

[1] ردالمحتار کتاب الجہاد باب البغاۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۰۹

[2] القرآن الکریم ۱۱/ ۴۴

Marfat.com

موحدا الا من تبعهم كان محمد بن
عبد الوهاب ابتدع هذه البدعة،
وكان اخوه الشيخ سليمٰن من اهل العلم
فكان ينكر عليه انكارا شديدا فى كل
يفعله او يامر به فقال له يوما كم اركان
الاسلام؟ قال خمسة. قال انت جعلتها
ستة، السادس من لم يتبعك فليس بمسلم،
هذا عندك ركن سادس للاسلام. وقال
رجل اٰخر يوما كم يعتق الله كل ليلة فى
رمضان؟ قال مائة الف، وفى اٰخر ليلة
يعتق مثل ما اعتق فى الشهر كله؟ فقال
له لم يبلغ من اتبعك عشر عشر ما ذكرت
فمن هٰؤلاء المسلمون الذين يعتقهم الله
وقد حصرت المسلمين فيك وفيمن اتبعك
فبهت الذى كفر، فقال له
رجل اٰخر هٰذا الدين الذى
جئت به متصل ام منفصل
فقال حتى مشايخى ومشايخهم
الى ستمائة سنة كلهم
مشركون فقال الرجل اذن
دينك منفصل لا متصل فعمن
اخذته قال وحى الهام كالخضر،
ومن مقابحه انه قتل
رجلا اعمٰى كان مؤذنا صالحا ذا صوت
حسن نهاه عن الصلوٰة على النبى صلى الله

پیروؤں کے سوا کسی کو موحد نہیں جانتے، محمد
بن عبدالوہاب نے یہ نیا مذہب نکالا اُس کے
بھائی شیخ سلیمٰن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہ اہلِ علم سے
تھے اُس پر ہر فعل و قول میں سخت انکار فرماتے
ایک دن اس سے کہا اسلام کے رُکن کتے ہیں؟
بولا، پانچ۔ فرمایا، تُو نے چھ کر دیئے چھٹا یہ کہ جو
تیری پیروی نہ کرے وہ مسلمان نہیں، یہ تیرے
نزدیک اسلام کا رُکن ششم ہے۔ اور ایک صاحب
نے اس سے پوچھا، اللہ تعالیٰ رمضان شریف میں
کتنے بندے ہر رات آزاد فرماتا ہے؟ بولا، ایک لاکھ
اور پچھلی شب اتنے کہ سارے مہینے میں آزاد
فرمائے تھے۔ اُن صاحب نے کہا، تیرے پیرو تو
اس کے سوویں حصہ کو بھی نہ پہنچے وہ کون مسلمان
ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ رمضان میں آزاد فرماتا ہے،
تیرے نزدیک تو بس تُو اور تیرے پیرو ہی مسلمان
ہیں۔ اس کے جواب میں حیران ہو کر رہ گیا کافر۔
اور ایک شخص نے اس سے کہا یہ دین کہ تُو لایا
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متصل ہے یا
منفصل؟ بولا، خود میرے اساتذہ اور ان کے
اساتذہ چھ سو برس تک سب مشرک تھے۔ کہا،
تو تیرا دین منفصل ہوا متصل تو نہ ہوا، پھر تُو نے
کس سے سیکھا؟ بولا، مجھے خضر کی طرح الہامی وحی
ہوئی۔ اور اس کی خباثتوں سے ایک یہ ہے کہ
ایک نابینا متقی خوش آواز مؤذن کو منع کیا کہ منارہ
پر اذان کے بعد صلوٰۃ نہ پڑھا کر، انھوں نے نہ مانا اور

Marfat.com

تعالیٰ علیه وسلم فامر بقتله فقتل
ثم قال ان الربابة فی بيت
الخاطئة يعني الزانية اقل اثما ممن
ينادی بالصلوٰة علی النبي (صلی الله تعالیٰ
علیه وسلم) فی المنائر، وكان يمنع
اتباعه من مطالعة كتب الفقه
واحرق كثيرا منها واذن لكل من اتبعه
ان يفسر القرآن بحسب فهمه حتی
همج الهمج من اتباعه فكان كل واحد
منهم يفعل ذلك ولو كان لا يحفظ القرآن
ولا شيئاً منه فيقول الذی لا يقرؤ منهم
لاخر يقرؤا قرأ علی حتی افسرلك فاذا
قرأ عليه يفسره له برايه وامرهم
ان يعملوا ويحكموا بما يفهمونه
١ وجعل ذلك مقدما علی
كتب العلم ونصوص العلماء
وكان يقول فی كثير من
اقوال الائمة الاربعة ليست بشئ
وتارة يتستر ويقول ان
الائمة علی حق ويقدح فی اتباعهم
من العلماء الذين القوا فی
المذهب الاربعة وحرروها ويقول انهم
ضلوا واضلوا وتارة يقول ان الشريعة
واحدة فما لهؤلاء جعلوها مذاهب
اربعة هذا كتاب الله وسنة رسوله

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھی، اس
نے ان کے قتل کا حکم دے کر شہید کرا دیا کہ رنڈی
کی چھوکری اُس کے گھر ستار بجانے والی اتنی گنہگار
نہیں جتنا منارہ پر بآواز بلند نبی (صلے اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم) پر درود بھیجنے والا اور اپنے پیروؤں
کو کتبِ فقہ دیکھنے سے منع کرتا، فقہ کی بہت سی
کتابیں جلا دیں اور انھیں اجازت دی کہ ہر شخص
اپنی سمجھ کے موافق قرآن کے معنی گھڑ لیا کرے یہاں تک
کہ کمینہ سا کمینہ کودن سا کودن اُس کے پیروؤں کا
توان میں ہر شخص ایسا ہی کرتا اگرچہ قرآن عظیم کی ایک
آیت بھی نہ یاد ہوتی، جو محض ناخواندہ تھا وہ پڑھے
ہوئے سے کہتا کہ تو مجھے پڑھ کر سنا میں اسکی تفسیر
بیان کروں، وہ پڑھتا اور یہ معنی گھڑتا۔ پھر انھیں
تفسیر ہی کرنے کی اجازت نہ دی بلکہ اُس کے ساتھ
یہ بھی حکم کیا کہ قرآن کے جو معنی تمھاری اپنی اٹکل میں
آئیں اُنھیں پر عمل کرو اور انھیں پر مقدمات میں حکم
دو اور انھیں کتابوں کے حکم اور اماموں کے ارشاد سے
مقدم سمجھو۔ ائمہ اربعہ کے بہت سے اقوال کو محض
ہیچ و پوچ بتاتا اور کبھی تقیہ کر جاتا اور کہتا کہ امام تو
حق پر تھے مگر یہ علماء جو ان کے مقلد تھے اور چاروں
مذہب میں کتابیں تصنیف کر گئے اور ان مذاہب
کی تحقیق و تلخیص کر گزرے یہ سب گمراہ تھے اور
اوروں کو گمراہ کر گئے، اور کبھی کہتا شریعت تو
ایک ہے ان فقہاء کو کیا ہوا کہ اس کے چار
مذہب کر دیئے یہ قرآن و حدیث موجود ہیں ہم تو

Marfat.com

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تعمل الا
بهما كان ابتداء ظهور امره فی الشرق
سنه ١١٤٣ھ، وهی فتنة من اعظم
الفتن كانوا اذا اراد احد ان يتبعهم علیٰ
دينهم طوعًا او كرهًا يامرونه بالاتيان
بالشهادتين اولا ثم يقولون له اشهد
علیٰ نفسك ان كنت كافرا واشهد علیٰ
والديك انهما ماتا كافرين واشهد
علیٰ فلان وفلان ويسمون له جماعة من اكابر
العلماء الماضين فان شهدوا بذلك
قبلوهم والا امروا بقتلهم وكانوا يصرحون
بتكفير الامة من منذ ستمائة سنة، واول
من صرح بذلك محمد بن عبد الوهاب
فتبعوه فی ذلك، وكان يطعن فی مذاهب
الائمة واقوال العلماء ويدعی الانتساب
الیٰ مذهب الامام احمد رضی اللہ تعالیٰ
عنه كذبا وتستروا وزورا والامام احمد
بریٔ منه واعجب من ذلك انه كان يكتب الیٰ
عماله الذين هم من اجهل الجاهلين اجتهدوا
بحسب فهمكم ولا تلتفتوا لهذه الكتب
فان فيها الحق والباطل
وكان اصحابه لا يتخذون
مذهبًا من المذاهب بل يجتهدون كما
امرهم ويتسترون ظاهرًا بمذهب الامام
احمد ويلبسون بذلك علی العامة، فانتدب

انھیں پر عمل کریں گے، مشرق میں اس کے مذہب
جدید ۱۱۴۳ھ سے ظہور کیا اور یہ فتنہ عظیم فتنوں
سے ہوا، جب کوئی شخص خوشی سے خواہ جبرًا
وہابیوں کے مذہب میں آنا چاہتا اس سے پہلے
کلمہ پڑھواتے پھر کہتے خود اپنے اوپر گواہی دے
کہ اب تک تو کافر تھا اور اپنے ماں باپ پر
گواہی دے کہ وہ کافر مرے اور اکابر ائمہ سلف
سے ایک جماعت کے نام لے کر کہتے ان پر گواہی
دے کہ یہ سب کافر تھے، پھر اگر اس نے گواہیاں
دے لیں جب تو مقبول ورنہ مقتول۔ اگر ذرا
انکار کیا مروا ڈالتے اور صاف کہتے کہ چھ سو برس
سے ساری امت کافر ہے۔ اول اس کی تصریح
اسی ابن عبد الوہاب نے کی پھر سارے وہابی
یہی کہنے لگے، وہ ائمہ کے مذہب اور علماء کے
اقوال پر طعن کرتا اور براہِ تقیہ جھوٹ فریب سے
حنبلی ہونے کا ادعا رکھتا حالانکہ امام احمد بن حنبل
رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے بری و بیزار ہیں اور
اس سے عجیب تر یہ کہ اس کے نائب جو ہر جاہل
سے بدتر جاہل ہوتے انھیں لکھ بھیجتا کہ اپنی سمجھ
کے موافق اجتہاد کرو اور ان کتابوں کی طرف منہ
پھیر کر نہ دیکھو کہ ان میں حق و باطل سب کچھ ہے
اس کے ساتھی لامذہب تھے، اس کے کہنے
کے مطابق آپ مجتہد بنتے اور بظاہر جاہلوں کے
دھوکا دینے کو مذہب امام احمد کی ڈھال رکھتے۔
یہ چال ڈھال دیکھ کر مشرق و مغرب کے علمائے جمیع

Marfat.com

للرد علیه علماء المشرق والمغرب من جمیع المذاهب ومن منکراته منع الناس من قراءۃ مولد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومن الصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی المنائر بعد الاذان، ومنع الدعاء بعد الصلوۃ وکان یصرح بتکفیر المتوسل بالانبیاء والاولیاء وینکر علم الفقہ ویقول ان ذٰلک بدعۃ۔ ملتقطاً۔[1]

مذاہب اُس کے رد پر کمربستہ ہوئے۔ اس کی بری باتوں سے یہ بھی ہے کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے میلاد شریف پڑھنے اور اذان کے بعد مناروں پر حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجنے اور نماز کے بعد دُعا مانگنے کو ناجائز بتایا اور انبیاء و اولیاء سے توسل کرنیوالوں کو صراحۃً کافر کہتا اور علم فقہ سے انکار رکھتا اور اسے بدعت کہا کرتا انتہی ملتقطا

مسلمان دیکھیں کہ بعینہٖ یہی عقیدے ان ہندی وہابیوں کے ہیں پھر ان کے ہندی امام نے اسی نجدی امام کی کتاب التوحید صغیر سے سیکھ کر کفرِ مسلمین پر وہ چمکتی دلیل لکھی کہ صاف صاف خود اپنے اور اپنے ہم مشربوں سب کے کفر پر مُہر کردی یعنی حدیث صحیح مسلم "لا یذھب اللیل و النھار حتی تعبد اللات والعزّٰی (الٰی قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یبعث اللہ ریحاً طیبۃ فتوفی من کان فی قلبہ مثقال حبۃ من خردل من ایمان فیبقی من لاخیر فیہ فیرجعون الٰی دین اٰبائھم"[2]۔ مشکوٰۃ کے باب لاتقوم الساعۃ الا علی شرار الناس سے نقل کر کے بے دھڑک زمانۂ موجودہ پر جمادی جس میں حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ زمانہ فنا نہ ہوگا جب تک لات وعُزّیٰ کی پھر پرستش نہ ہو، اور وہ یوں ہوگی کہ اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو ساری دنیا سے مسلمانوں کو اٹھالے گی، جس کے دل میں رائی کے دانے برابر ایمان ہوگا انتقال کرے گا، جب زمین میں نرے کافرہ جائیں گے پھر بتوں کی پرستش جاری ہوجائے گی۔

اس حدیث کو (اسمٰعیل دہلوی نے) نقل کر کے صاف لکھ دیا: "سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے

---

[1] الدرر السنیہ المکتبۃ الحقیقیۃ استنبول ترکی ص ۴۹ تا ۵۳

[2] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الفتن باب لاتقوم الساعۃ الا علی الشرار الناس قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۴۸۱

Marfat.com

موافق ہوا[1] انا للّٰه وانا الیہ راجعون (بیشک ہم اللہ ہی کا مال ہیں اور اسی کی طرف ہم نے لوٹنا ہے۔ ت)

بدخواہ اس کو اتنا نہ سُوجھا کہ اگر وُہ یہی زمانہ ہے جس کی اس حدیث میں خبر ہے تو واجب کہ رُوئے زمین پر مسلمان کا نام ونشان نہ رہا، بھلے مانس اب تُو اور تیرے ساتھی نجد و ہند کے سارے وہابی گرفتارِ خرابی کہاں بچ کر جاتے ہیں، کیا تمھارا طائفہ کہیں دُنیا کے پردے سے کہیں الگ بستا ہے، تم سب بدتر سے بدتر کافروں میں ہوئے جن کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان نہیں اور دینِ کفّار کی طرف پھر کر بُتوں کی پُوجا میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ سچ آیا حدیث مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ارشاد کہ حبك الشیئ یعمی و یصم[2] کسی شَے سے تیری محبت تجھے اندھا اور بہرا کردیتی ہے۔ (ت)

شرک کی محبت نے اس کُفر دوست کو ایسا اندھا بہرا کردیا کہ خود اپنے کفر کا اقرار کربیٹھا مطلب تو یہ ہے کہ کسی طرح تمام مسلمان معاذ اللہ مشرک ٹھہریں اگرچہ پرائے شگون کو اپنا ہی چہرہ ہموار ہی۔ کذٰلك یطبع اللّٰه علی کل قلب متکبر جبار[3] اللہ تعالٰی یونہی مہر کردیتا ہے متکبّر سرکش کے سارے دل پر۔ (ت)

وہابی صاحبو! اپنے پیشواؤں کی تصریحیں دیکھتے جاؤ صدہا سال کے علماء و اولیاء و مقبولانِ خدا کو رافضی خارجی کہتے شرماؤ اپنے گریبان میں مُنہ ڈال کر دیکھو کہ تم بزورِ زبان و بُہتان دوسروں پر تبرّا بھیجتے ہو مگر ہند و نجد کے سارے وہابی اپنے ہندی و نجدی اماموں کی تصریح اور وُہ دونوں امام مغوی عوام خود اپنے اقراراتِ صریح سے کافر بے ایمان مشرک بُت پرست شرابِ کفر سے مخمور و بدمست ہیں، اقرارِ مرد آزارِ مرد، چاہ کن را چاہ درپیش (مرد کا اقرار مرد کا آزار ہے، کنواں کھودنے والا خود کنوئیں میں گرتا ہے۔ ت) آسمان کا تھوکا حلق میں آیا، تف برماہ بر رُوئے خویش (چاند پر تھوکنے والا اپنے چہرے پر تھوکتا ہے۔ ت)

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الرابع مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۴۰

[2] سُنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی الھوٰی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۴۳

مسند احمد بن حنبل مرویات ابی الدردا ۵/ ۱۹۴ و کنز العمال حدیث ۴۴۱۰۴ ۱۶/ ۱۱۵

[3] القرآن الکریم ۴۰/ ۳۵

Marfat.com

کذٰلک العذاب ولعذاب الاٰخرۃ اکبر، لوکانوا یعلمون[1]۔ مار ایسی ہی ہوتی ہے اور بیشک آخرت کی مار سب سے بڑی ہے۔ کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے۔(ت)

اور یہیں سے ظاہر کہ لقب رافضی و خارجی کے مستحق بھی یہی حضرات ہیں کہ چاروں ائمۂ کرام اور ان کے سب مقلدین سے تبری کرتے اور تصریحاً و تلویحاً سب پر تبرا بھیجتے ہیں بخلاف اہلسنت کہ سب کو امام اہلسنت جانتے اور سب کی جناب میں عقیدت رکھتے سب کے مقلدوں کو رشد و ہدایت پر مانتے ہیں۔ طرفہ یہ کہ زید بیچارہ رافضیوں پر تین خلفا کے نہ ماننے کا الزام رکھتا ہے حالانکہ اس کا امام مذہب خود حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کو ماننا بھی حرام و شرک بتاتا ہے اپنی کتاب تقویت الایمان جہال خراب میں صاف لکھتا ہے کہ:

"اللہ کے سوا کسی کو نہ مان[2]"۔

اسی میں کہتا ہے:

"سب سے اللہ صاحب نے قول و قرار لیا کہ کسی کو میرے سوا نہ مانیو[3]"۔

شرم بادت از خدا و از رسول ۔ نے فروعت محکم آمد نے اصول

(نہ تیرے فروع متحکم ہیں اور نہ ہی اصول، تجھے اللہ و رسول سے شرم آنی چاہیے۔ت)

جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

امرِ دوم کہ چاروں ائمہ کے مسائل لینے میں کل دین محمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر بخوبی عمل ہوسکتا ہے اور ایک کی تقلید میں ناممکن، یہ وہ پوچ دھوکا ضعیف کید ہے کہ نرے ناخواندہ بیچاروں کو سُنا کر بہکالیں مگر جب کسی ادنٰی طالب علم یا صحبت یافتہ ذی فہم کے سامنے کہیں تو خود ہی کان ضعیفا[4] (شیطان کا داؤ کمزور ہے۔ ت) ماننا پڑے اس مغلطہ فاحشہ کا حاصل جیسا کہ ان کے خواص و عوام کے زبان زد ہے یہ کہ چاروں مذہب حق ہیں اور سب دین متین کی شاخیں

---

[1] القرآن الکریم ۶۸/۳۳

[2] تقویۃ الایمان الفصل الاول مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۲

[3] " " " " " " " " "

[4] القرآن الکریم ۴/۷۶

Marfat.com

تو ایک ہی تقلید سے گویا چہارم دین پر عمل ہوا بخلاف اس کے کہ کبھی کبھی ہر مذہب پر چلے کہ یوں سارے دین پر عمل ہو جائے گا۔

اقول اوّلاً یہ اُس مدہوش کا جنونی خیال ہے جسے دربار شاہی تک چار سیدھے راستے معلوم ہوئے رعایا کو دیکھا کہ اُن کا ہر گروہ ایک راہ پر ہو لیا اور اسی پر چلا جاتا ہے مگران حضرات نے اسے بیجا حرکت سمجھا کہ جب چاروں راستے یکساں ہیں تو وجہ کیا کہ ایک ہی کو اختیار کر لیجئے، پکارتا رہا کہ صاحبو! ہر شخص چاروں راہ پر چلے مگر کسی نے نہ سنی، ناچار آپ ہی تانا تننا شروع کیا، کوس بھر شرقی راستہ چلا پھر اسے چھوڑا جنوبی کو دوڑا، پھر اس سے بھی منہ موڑا، غربی کو پکڑا پھر اس سے بھاگ کر شمالی پر ہو لیا اُدھر سے پلٹ کر پھر شرقی پہ آ رہا۔ تیلی کے سے بیل کو گھر ہی کوس پچاس۔ عقلاء سے پوچھ دیکھو ایسے کو مجنون کہیں گے یا صحیح الحواس، یہ مثال میری ایجاد نہیں بلکہ علمائے کرام و اولیائے عظام کا ارشاد ہے اور اُن سے امام علام عارف باللہ سیّدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی نے میزان الشریعۃ الکبرٰی میں نقل فرمائی، اور اُس کے مشابہ دوسری مثال انگلیوں کے پوروں کی اپنے شیخ حضرت سیدی علی خواص رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے روایت کی، یہ امام ہمام وہ ہیں جن کی اسی کتاب مستطاب سے اسی مسئلہ تقلید میں غیر مقلدانِ زمانہ کے معلّم جدید میاں نذیر حسین دہلوی براہِ اغوا سند لائے اور اسی کتاب میں ان کی ہزار در ہزار قاہر تصریحوں سے کہ جہالاتِ طائفہ کا پورا علاج تھیں آنکھ بند کر گئے مگر کیا جائے شکایت کہ،

افتؤمنون ببعض الکتٰب وتکفرون ببعض[2] تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو۔ (ت)

اس نئے طائفہ کی بُرائی خصلت جسے اس کی سیر دیکھنی منظور ہو بعض احباب فقیر کا رسالہ سیف المصطفٰی علٰی ادیان الافترا[99][12] مطالعہ کرے۔

ثانیاً کل دین متین پر ایسے عمل کا صحابہ و تابعین وسائر ائمہ مجتہدان دین کو بھی حکم تھا یا خدا و رسول نے خاص آپ ہی کے واسطے رکھا۔ برتقدیر اول ثبوت دو کہ وہ حضرات ہرگز اپنے مذہب پر قائم نہ رہتے بلکہ نماز و روزہ و تمام اعمال و احکام میں آج اپنے اجتہاد پر چلتے تو کل دوسرے

---

[1]

[2] القرآن الکریم ۲/ ۸۵

Marfat.com

کے پرسوں تیسرے کے بر تقدیر ثانی یہ اچھی دولتِ دین ہے جس سے تمام سردارانِ اُمت وپیشوایانِ ملّت باز رہ کر محروم گئے کیا اُن کے وقت میں یہ اختلاف مذاہب نہ تھا یا انھیں نہ معلوم تھا کہ ہم ناحق کل دینِ متین پر عمل چھوڑے بیٹھے ہیں۔

ثالثاً اُف رے مغالطہ کہ کل دین پر یک لخت عمل چھوڑنے کا نام سارے دین پر عمل کرنا رکھا ؏

بر عکس نہند نام زنگی کافور

(الٹا حبشی کا نام کافور رکھتے ہیں۔ ت)

بھلا مسائل اختلافیہ میں سب اقوال پر ایک وقت میں عمل تو محال عقلی ہاں یوں ہوں کہ مثلاً آج امام کے پیچھے فاتحہ پڑھی مگر یہ کل دین متین کے خلاف ہوا، کیا امام ابوحنیفہ (رضی اللہ عنہ) کے نزدیک مقتدی کو قراءت بعض اوقات میں ناجائز تھی حاشا بلکہ ہمیشہ۔ کیا امام شافعی کی رائے میں ماموم پر فاتحہ احیاناً واجب تھی حاشا بلکہ دواماً تو جو نہ دائماً تارک نہ دائماً عامل وہ دونوں قول کا مخالف و نافی۔ پُر ظاہر کہ ایجاب وسلب فعلی سلب وایجاب دوامی دونوں کا دافع ومنافی۔ اب تو کُھلا کہ تم رفض وخروج دونوں کے جامع کہ چاروں میں سے کسی کے معتقد نہ کسی کے تابع۔

رابعاً جو امر ایک مذہب میں واجب دوسرے میں حرام، مثلاً قراءت مقتدی تو عامل بالمذہبین فی وقتین کو کیا حکم دیتے ہو، آیا اُسے ہمیشہ اپنے حق میں حرام سمجھے یا ہمیشہ واجب یا وقت عمل واجب وقت ترک حرام یا بالعکس یا جس وقت جو چاہے سمجھے یا کبھی کچھ نہ سمجھے یعنی واجب غیر واجب حرام غیر حرام کچھ تصور نہ کرے یا مذہب ائمہ یعنی واجب وحرام دونوں کے خلاف محض مباح جانے۔ شقین اولین پر یہ ٹھہرتا ہے کہ حرام جان کر ارتکاب کیا یا واجب مان کر اجتناب، اور شق رابع پر دونوں یہ صریح اجازت قصد فسق وتعمد معصیت ہے، اور شق ثالث مثل رابع کُھلم کُھلا یُحِلّونہ عاماً ویحرمونہ عاماً[1] (ایک برس اسے حلال ٹھہراتے ہیں اور دوسرے برس اُسے حرام مانتے ہیں۔ ت) میں داخل ہونا کہ ایک ہی چیز کو آج واجب جان لیا کل حرام مان لیا پرسوں پھر واجب ٹھہرالیا، دین ہوا کھیل ہوا، یا کفار سوفسطائیہ عندیہ کا میل کہ جس چیز کو ہم جو اعتقاد کرلیں وہ نفس الامر میں ویسی ہی ہوجائے۔ شق خامس پر یہ دونوں استحالے قائم کہ جب اجازت مطلقہ ہے تو عاماً شہراً یوماً درکنار

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۳۷

تو ایک ہی تقلید سے گویا چہارم دین پر عمل ہوا بخلاف اس کے کہ کبھی کبھی ہر مذہب پر چلے کہ یوں سارے دین پر عمل ہو جائے گا۔

اقول اوّلاً یہ اُس مدہوش کا جنونی خیال ہے جسے دربار شاہی تک چار سیدھے راستے معلوم ہوئے رعایا کو دیکھا کہ اُن کا ہر گروہ ایک راہ پر ہو لیا اور اسی پر چلا جاتا ہے مگر ان حضرات نے اسے بیجا حرکت سمجھا کہ جب چاروں راستے یکساں ہیں تو وجہ کیا کہ ایک ہی کو اختیار کر لیجئے، پکارتا رہا کہ صاحبو! ہر شخص چاروں راہ پر چلے مگر کسی نے نہ سنی، ناچار آپ ہی تانا تننا شروع کیا، کوس بھر شرقی راستہ چلا پھر اسے چھوڑا جنوبی کو دوڑا پھر اس سے بھی منہ موڑا، غربی کو پکڑا پھر اس سے بھاگ کر شمالی پر ہو لیا اُدھر سے پلٹ کر پھر شرقی پہ آرہا۔ تیلی کے سے بیل کو گھر ہی کوس پچاسؔ۔ عقلاء سے پوچھ دیکھو ایسے کو مجنوں کہیں گے یا صحیح الحواس، یہ مثال میری ایجاد نہیں بلکہ علمائے کرام و اولیائے عظام کا ارشاد ہے اور اُن سے امام علام عارف باللہ سیّدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی نے میزان الشریعۃ الکبرٰی میں نقل فرمائی، اور اُس کے مشابہ دوسری مثال انگلیوں کے پوروں کی اپنے شیخ حضرت سیدی علی خواص رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے روایت کی یہ امام ہمام وہ ہیں جن کی اسی کتاب مستطاب سے اسی مسئلہ تقلید میں غیر مقلدانِ زمانہ کے معلّم جدید میاں نذیر حسین دہلوی براہِ اغوا سند لائے اور اسی کتاب میں ان کی ہزار در ہزار قاہر تصریحوں سے کہ جہالاتِ طائفہ کا پورا علاج تھیں آنکھ بند کر گئے مگر کیا جائے شکایت کہ،

افتؤمنون ببعض الکتٰب و تکفرون ببعض[2] تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو۔ (ت)

اس نئے طائفہ کی پُرانی خصلت جسے اس کی سیر دیکھنی منظور ہو بعض احباب فقیر کا رسالہ سیف المصطفٰی علٰی ادیان الافترا[99][12] مطالعہ کرے۔

ثانیاً کُل دین متین پر ایسے عمل کا صحابہ و تابعین و سائر ائمہ مجتہدان دین کو بھی حکم تھا یا خدا و رسول نے خاص آپ ہی کے واسطے رکھا۔ برتقدیر اوّل ثبوت دو کہ وہ حضرات ہرگز اپنے مذہب پر قائم نہ رہتے بلکہ نماز و روزہ و تمام اعمال و احکام میں آج اپنے اجتہاد پر چلتے تو کل دوسرے

---

[1]

[2] القرآن الکریم ۲/ ۸۵

Marfat.com

کے پرسوں تیسرے کے بر تقدیر ثانی یہ اچھی دولتِ دین ہے جس سے تمام سردارانِ اُمت و پیشوایانِ ملت باز رہ کر محروم گئے کیا اُن کے وقت میں یہ اختلاف مذاہب نہ تھا یا انھیں نہ معلوم تھا کہ ہم ناحق کل دین متین پر عمل چھوڑے بیٹھے ہیں۔

ثالثاً اُف رے مغالطہ کہ کل دین پر یک لخت عمل چھوڑنے کا نام سارے دین پر عمل کرنا رکھا ہے۔

بر عکس نہند نام زنگی کافور

(الٹا حبشی کا نام کافور رکھتے ہیں۔ ت)

بھلا مسائل اختلافیہ میں سب اقوال پر ایک وقت میں عمل تو محال عقلی ہاں یوں ہوں کہ مثلاً آج امام کے پیچھے فاتحہ پڑھی مگر یہ کل دین متین کے خلاف ہوا، کیا امام ابو حنیفہ (رضی اللہ عنہ) کے نزدیک مقتدی کو قراءت بعض اوقات میں ناجائز تھی حاشا بلکہ ہمیشہ۔ کیا امام شافعی کی رائے میں ماموم پر فاتحہ احیاناً واجب تھی حاشا بلکہ دواماً تو جو نہ دائماً تارک نہ دائماً عامل وہ دونوں قول کا مخالف و نافی۔ پر ظاہر کہ ایجاب و سلب فعلی سلب و ایجاب دوامی دونوں کا دافع و منافی۔ اب تو کھلا کہ تم رفض و خروج دونوں کے جامع کہ چاروں میں سے کسی کے معتقد نہ کسی کے تابع۔

رابعاً جو امر ایک مذہب میں واجب دوسرے میں حرام، مثلاً قراءت مقتدی تو عامل بالمذہبین فی وقتین کو کیا حکم دیتے ہو، آیا اُسے ہمیشہ[1] اپنے حق میں حرام سمجھے یا ہمیشہ[2] واجب یا وقت عمل واجب وقت ترک حرام یا بالعکس[3] یا جس[4] وقت جو چاہے سمجھے یا کبھی[5] کچھ نہ سمجھے یعنی واجب غیر واجب حرام غیر حرام کچھ تصور نہ کرے یا مذہب[6] ائمہ یعنی واجب و حرام دونوں کے خلاف محض مباح جانے۔ شقین اولین پر یہ ٹھہرتا ہے کہ حرام جان کر ارتکاب کیا یا واجب مان کر اجتناب، اور شق رابع پر دونوں یہ صریح اجازت قصد فسق و تعمد معصیت ہے، اور شق ثالث مثل رابع کھلم کھلا یُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا[1] (ایک برس اسے حلال ٹھہراتے ہیں اور دوسرے برس اُسے حرام مانتے ہیں۔ ت) میں داخل ہونا کہ ایک ہی چیز کو آج واجب جان لیا کل حرام مان لیا پرسوں پھر واجب ٹھہرا لیا، دین ہوا کھیل ہوا، یا کفار سوفسطائیہ عندیہ کا میل کہ جس چیز کو ہم جو اعتقاد کرلیں وہ نفس الامر میں ویسی ہی ہو جائے۔ شق خامس پر یہ دونوں استحالے قائم کہ جب اجازت مطلقہ ہے تو عاماً ٹھہرا لیوماً در کنار

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۳۷

Marfat.com

یحلونہ انًا و یحرمونہ انًا (ایک گھڑی اُسے حلال ٹھہراتے ہیں اور دوسری گھڑی اسے حرام مانتے ہیں۔ ت) لازم اور نیز وقت عمل اعتقاد حرمت، وقت ترک اعتقاد وجوب کی اجازت، رہی شق سادس وہ خود معقول نہیں بلکہ صریح قول بالمتناقضین کہ آدمی جب عمل بالمذہبین جائز جانے گا قطعًا فعل و ترک روا مانے گا اُس کا حکم اور اس سے منع بیہودہ ہے معہذا یہ شق بھی استحالۂ اولیٰ کے حصہ سے سلامت نہیں اچھا حکم دیتے ہو کہ آدمی نماز میں ایک فعل کرے مگر خبردار یہ نہ سمجھے کہ خدا نے میرے لئے جائز کیا ہے، لاجرم شق ہفتم رہے گی اور کُل وہی کھلے گا کہ کل دین متین کا خلاف یعنی محصل جواز فعل و ترک نکلا اور وہ وجوب و حُرمت دونوں کے منافی۔

بالجملہ حضرات براہِ فریب ناحق چاروں مذہب کو حق جاننے کا ادعا کرتے اور اس دھوکے سے عوام بیچاروں کو بے قیدی کی طرف بلاتے ہیں۔ ہاں یوں کہیں کہ ائمۂ اہلسنت کے سب مذہبوں میں کچھ کچھ باتیں خلافِ دینِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں لہذا اُن میں تنہا ایک پر عمل ناجائز و حرام بلکہ شرک ہے، لاجرم ہر ایک کے دینی مسئلے چُن لئے جائیں اور بے دینی کے چھوڑ دئے جائیں، صاحبو! یہ تمھارا خاص دلی عقیدہ ہے جسے تمھارے عمائد طائفہ لکھ بھی چکے پھر ڈر کس کا ہے، یہ بلاد مدینہ طیبہ و بلد حرام نہیں حجاز و مصر و روم و شام نہیں زیر سلطنت سنت و اسلام نہیں کُھل کر کہو کہ چاروں اماموں کے مذہب معاذ اللہ بے دینی ہیں کہ آخر دین و خلاف دین کا مجموعہ ہرگز دین نہ ہوگا بلکہ یقینًا بے دینی، والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔

خامسًا فقیر ایک لطیفہ تازہ عرض کرتا ہے جس سے غیر مقلدین عصر کی تمام جہالات کا دفعۃً تنقیہ ہو آج کل وہ محدث حادث جو سب غیر مقلدوں کے مقلَّد و امام معتمد ہیں یعنی میاں نذیر حسین صاحب دہلوی اپنے فتوٰی مصدقہ مُہری دستخطی میں (کہ ان کے زعم میں رَدِّ تقلید تھا اور من حیث لایشعرون اثبات تقلید) مع اخوان و ذریات اہل خواتیم فرما چکے ہیں کہ جیسے ائمۂ اربعہ کا قول ضلالت نہیں ہو سکتا ایسے ہی کسی مجتہد کا مذہب بدعت نہیں ٹھہر سکتا جو ایسا کہے وہ خبیث خود بدعتی احبار و رہبان پرست ہے[1] بہت اچھا چشم ما روشن دلِ ماشاد (ہماری آنکھ روشن اور دل خوش۔ ت) اب یہ بھی حضرت سے پوچھ دیکھئے کہ ائمۂ اربعہ کے سوا کون کون مجتہد ہیں اسی فتوے میں تصریح کی کہ امام الحرمین و حجۃ الاسلام غزالی و کیا ہراسی و ابن سمعانی وغیرہم ائمہ محقق

---

[1]

Marfat.com

انتساب میں شافعی تھے اور حقیقۃً مجتہد مطلق[1] اور اسی میں لکھا بیشک جو منصف مزاج ہے وہ ہرگز امام شعرانی کے منصب کامل اجتہاد میں کلام نہیں کرسکتا[2] بہت بہتر، کاش اس کے ساتھ یہ بھی لکھ دیتے کہ کلام کرے یا ان اقراروں سے پھرے تو اُسے مکہ معظمہ میں ترکی پاشا کا حوالہ دیکھیے خود حضرت کے اقراروں سے ثابت ہولیا کہ ان پانچوں اماموں کا قول بھی ہرگز گمراہی نہیں ہوسکتا اور جوان کے فرمان پہ چلے اصلاً مورد اعتراض نہیں، جو اسے بدعتی کہے وہ خبیث خود بدعتی احبار و رہبان پرست ہے اب ان حضرات سے کہئے ذرا آنکھ کھول کر دیکھو غیرمقلدی بیچاری کا سویرا ہوگیا ملاحظہ تو ہو کہ یہی امام مجتہد شعرانی انھیں چاروں امام مجتہد سے اپنی میزان مبارک میں کس زور وشور سے وجوب تقلید شخصی نقل فرماتے اور اسے مقبول ومسلم رکھتے ہیں۔

قال علیہ رحمۃ ذی الجلال یہ صرح امام الحرمین وابن السمعانی و الغزالی والکیا الھراسی وغیرھم وقالوا لتلامذتھم یجب علیکم التقید بمذھب امامکم ولا عذر لکم عند اللہ تعالٰی فی العدول عنہ[3]۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اسی کی تصریح کی امام الحرمین وابن السمعانی وغزالی وکیا ہراسی وغیرہم ائمہ نے، اور اپنے شاگردوں سے فرمایا تم پر واجب ہے خاص اپنے امام کے مذہب کا پابند رہنا اگراُن کے مذہب سے عدول کیا تو خدا کے حضور تمھارے لئے کوئی عذر نہ ہوگا۔

اب ایمان سے کہنا وجوب تقلید شخصی کی حقانیت کس شد و مد سے ثابت ہوئی اور سارے غیرمقلدین کہ اُسے بدعت وضلالت کہتے ہیں کیسے علانیہ خبیث بدعتی احبار و رہبان پرست ٹھہرے، والحمد للہ رب العلمین وقیل بُعدًا للقوم الظٰلمین[4]۔

اور تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے، اور کہا گیا کہ ظالم لوگ دُور ہوں۔ (ت)

واقعی سنتِ الٰہیہ ہے کہ گمراہوں پر خود انھیں کے قول سے حجت قائم فرماتا ہے ع

---

[1]

[2]

[3] میزان الشریعۃ الکبرٰی فصل فی بیان استحالۃ خروج شیئ الخ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۵۳، ۵۴

[4] القرآن الکریم ۱۱/ ۴۴

Marfat.com

ومنہا علی بطلانہا الشواھد

(خود اُسی سے اُس کے بُطلان پر دلائل موجود ہیں۔ ت)

پھر نہ صرف ترک تقلید بلکہ بعونہٖ تعالٰی ساری نجدیت پوری وہابیت ان شاء العزیز انھیں ائمہ کرام کے ارشاد سے باطل ہوجائے گی۔ حضرات ذرا ان اقراروں پر جمے رہیں اور اپنے ایک ایک عقیدۂ زائغہ کا رد لیتے جائیں وباللہ التوفیق اصل تحریر ان مجتہد صاحب اور ان کے مقلدوں کی مہری بعض احباب فقیر غفراللہ تعالٰی لہ کے پاس موجود۔ والحمد للہ العزیز الودود والصلٰوۃ والسلام علی النبی المحمود وآلہ وصحبہ الٰی یوم الخلود۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وحکمہ عز شانہ احکم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی

عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی النبی الامی

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱

عبدالمصطفٰی احمد رضا خاں

Marfat.com

رسالہ

السہم الشہابی علیٰ خداع الوہابی

۱۳ ھ ۲۵

(شعلے برساتا ہوا تیر بڑے دھوکا باز وہابی پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۳۵ از شہر جیت پور کاٹھیا وار مرسلہ جماعت میمناں ۸ شوال ۱۳۲۵ھ

حضرات کرام علمائے اہلسنت وارث علوم حضرت رسالت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ اس باب میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص مولوی رحیم بخش نامی لاہور کے رہنے والے نے مسلمانوں کے بچوں کی تعلیم کے لئے اردو کی کتابوں کا ایک سلسلہ بنایا ہے جس کا نام اسلام کی پہلی کتاب، اسلام کی دوسری کتاب، اسلام کی تیسری کتاب وغیرہ رکھا ہے۔ ان کتابوں کا مصنف اسلام کی دوسری کتاب کے صفحہ ۳ سطر ۸ میں لکھتا ہے "ان کتابوں میں بعض مقام میں جو لفظ اہل حدیث اور فقہاء کا استعمال کیا گیا ہے اس سے نہ اہل حدیث پر طعن مقصود ہے اور نہ فقہا کو مخالف حدیث کا لقب مدنظر ہے بلکہ اہل حدیث سے وہ لوگ مراد ہیں جو صرف صحیح حدیث پڑھ کر یا سُن کر عمل کرتے ہیں کسی خاص مذہب کے پابند نہیں، اور فقہائے سے وہ لوگ مراد ہیں جو خاص کتب فقہ اور خاص مذہب امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے پابند ہیں اور اپنے مذہب کی روایت کو زیادہ مانتے ہیں۔ اس اختلاف کو اس سلسلے میں اس لئے بیان کیا ہے کہ اس زمانہ میں اکثر اہل حدیث اور فقہائے کے اختلاف کا زیادہ چرچا ہے

Marfat.com

اور دونوں فریق کے لوگ بکثرت موجود ہیں اور ___________

اس سلسلہ میں عام مسلمانوں کی تعلیم اور اتحاد مقصود ہے، اور یہ اختلاف اُسی اختلاف کے مشابہ ہے جو قدیم سے صحابہ اور ائمہ دین میں چلا آیا ہے اور کتب فقہ وغیرہ میں اکثر حنفی شافعی وغیرہ کے نام سے مذکور ہے، اصولِ دین میں سب متفق ہیں، صرف بعض فروع میں مختلف ہیں فروعی اختلاف میں بھی سند رکھتے ہیں، غایت یہ ہے کہ کسی کی دلیل قوی ہے اور کسی کی ضعیف، اور جو ضعیف پر ہے وہ بھی اپنے نزدیک اسی کو قوی سمجھتا ہے۔ غرض ہمیں اس میں نہ تعصب ہے اور نہ کسی کی مخالفت منظور ہے، محض اشاعتِ دین اور اتباعِ رسول صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم مقصود ہے۔"

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۱۲ سطر ۶ میں لکھتا ہے:

"حیض کی مدت میں علماء کے یہ اقوال ہیں: ایک[۱] دن رات، دو[۲] دن رات، تین[۳] دن رات، سات دن رات، دس[۱۰] دن، پندرہ[۱۵] دن۔ اصل یہ ہے کہ یہ امر ہر عورت کی عادت اور طبیعت پر منحصر ہے۔"

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۱۵ میں مرقوم ہے:

"پانی کی طبیعت پاک ہے تھوڑا ہو یا بہت، بند ہو یا جاری، بُو مزہ بدلنے سے ناپاک ہو جاتا ہے۔"

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۲۴ سطر ۸ میں کہتا ہے:

"ظہر کا وقت آفتاب کے ڈھلنے کے وقت سے اصلی سایہ کے سوا ایک مثل تک ہے، بعض فقہاء کے نزدیک دوسرے مثل تک بھی رہتا ہے لیکن مکروہ۔"

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۵۰ سطر ۵ میں تحریر ہے:

"جن نمازوں میں قصر کا حکم ہے یہ ہیں: ظہر، عصر، عشا۔ ان میں سُنتیں بھی معاف ہیں۔"

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۶۳ سطر ۸ میں لکھا ہے:

"جو شخص خطبے میں آکر شریک ہو دو رکعت سنت پڑھ کر بیٹھے، جو شخص دوسری رکعت کے قیام سے پیچھے ملے اس کا جمعہ نہیں ہوتا وہ ظہر پڑھے۔"

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۱۱ سطر ۱۳ میں کہتا ہے:

"اگر ایک دن میں جمعہ اور عید اتفاق سے اکٹھے ہوں تو جمعہ میں رخصت آئی ہے اگر پڑھے تو بہتر ہے۔"

پھر مولوی رحیم بخش کی بنائی ہوئی اسلام کی تیسری کتاب کے صفحہ ۸۶ میں مذکور ہے:

Marfat.com

"طلاق تین قسم کی ہے: احسن[1]، جائز[2]، بدعت[3]۔"

پھر طلاق بدعت کی نسبت اسی صفحے کی سطر ۶ میں کہتا ہے:

"طلاقِ بدعت یہ ہے کہ ایک طُہر میں تین طلاقیں پُوری کر دے یا ایک ہی دفعہ تین طلاق دے دے۔"

پھر صفحہ ۷، ۸ میں کہتا ہے:

"طلاقِ بدعت بعض کے نزدیک تو واقع ہی نہیں ہوتی اور بعض کے نزدیک ہوتی ہے لیکن مکروہ۔ تین طلاق ایک دفعہ میں یہ اختلاف ہے اگر تین طلاق ایک دفعہ دے دے تو کسی کے نزدیک طلاق ہے اور کسی کے نزدیک نہیں، جیسے طلاقِ بدعت میں بیان ہوا ہے۔"

یہ مُشتے نمونہ از خروارے ہے جو رحیم بخش مذکور کی صرف دو[2] کتابوں میں سے مع نشانِ صفحہ و سطر آپ کے حضور میں پیش کیا گیا ہے، اب ارشاد ہو کہ مولوی رحیم بخش مذکور سُنّی حنفی پاک دین ہے یا پکّا کٹّا وہابی غیر مقلد بد مذہب، اور اس کی کتابوں میں سے جو مسائل نکال کر لکھے گئے ہیں اور شناخت کے لئے ان پر قومے (" ") لگا دئے ہیں۔ یہ مسائل حنفیوں کے ہیں یا لامذہب وہابیوں کے۔ پھر اگر مولوی رحیم بخش وہابی غیر مقلد ہے اور اس کی کتابوں میں مسائل مخالفِ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بصراحت موجود ہیں تو سُنّی حنفیوں کے نادان بچّوں کو ایسی برباد کرنیوالی اور مقلدوں کو لامذہب بنانے والی کتابوں کا پڑھانا جائز ہے یا حرام یا ناجائز؟ پھر جو شخص قصداً سُنّی بچّوں کو ایسی کتابیں پڑھائے اور دوسرے نادانوں میں ان کی اشاعت کرے اور اُن کے پڑھنے کی ترغیب دلائے، وہ شخص خود بھی پکّا وہابی اور لامذہب ہے یا نہیں؟ اور جو شخص اس مصنف کو سُنّی حنفی بتائے اور مسائل مندرجہ کی نسبت کہے کہ ایسے مسائل تو حنفیوں کی معتبر کتابوں ہدایہ وغیرہا میں لکھے ہیں اور ایسا اختلاف تو حنفیوں میں چلا آتا ہے اور کہے کہ ان کتابوں کا بچّوں کو ایسی صورت میں پڑھانا کہ ان کے باپ دادا اور شہر کے رہنے والے حنفی ہوں کچھ حرج نہیں بلاکراہت جائز ہے، وہ خود بھی پکّا وہابی پکّا لامذہب، دین کا چور، سُنّیوں کا ٹھگ ہے یا نہیں؟ ان سب باتوں کا مفصل جواب عطا فرما کر ہم مسلمانانِ اہلسنت کو دین کے فتنے سے بچایئے اور خداوند کریم سے اجرِ عظیم حاصل فرمایئے۔

سائلان ہم سُنّی حنفی مسلمانان جیت پور ملک کاٹھیاوار

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی انجانا من کید الکائدین والصلوٰۃ والسلام علیٰ من رد فساد المفسدین وعلیٰ اٰلہٖ وصحبہٖ والمجتہدین ومقلدیھم الیٰ یوم الدین۔

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں مکّاروں کے مکر سے نجات عطا فرمائی۔ اور درود وسلام ہو اس پر جس نے فسادیوں کے فساد کو رَد فرمایا، اور آپ کی آل پر، آپ کے صحابہ پر، ائمہ مجتہدین پر اور ان کے مقلدوں پر قیامت کے روز تک۔ (ت)

شخص مذکور صریح غیر مقلد وہابی ہے اور حنفیوں کا صریح مخالف و بدخواہ، اور اس کی یہ ناپاک کتاب یقیناً گمراہی و فساد پھیلانے والی اور عظیم دھوکا دے کر حنفی بچّوں کے دلوں میں بچپن سے لامذہبی و گمراہی کا بیج بونے والی ہے۔ بچّے، جوان کسی کو اس کتاب کا پڑھانا ہرگز جائز نہیں۔ جو حنفی بچّوں اور عامیوں میں اس ضلالت مآب کتاب کی اشاعت کرتا اور اس کے پڑھنے کی ترغیب دیتا ہے حنفیہ کا دشمن، حنفیہ کا بدخواہ، خود غیر مقلد، لامذہب، گمراہی پسند گمراہ ہے۔ جو سفیہ اس کے مصنّف کو سُنّی حنفی کہے اور کہے کہ ایسا اختلاف خود حنفیہ میں چلا آتا ہے اور ایسے مسائل خود ہدایہ وغیرہ کتب حنفیہ میں موجود ہیں اور ان کا پڑھانا بلاکراہت جائز ہے، وہ خود بھی متہم اور اُنھیں بدمذہبوں کی دُم ہے۔

اوّلاً مصنّف عیّار کا اتنا لکھنا ہی اُس کی بدمذہبی وغیر مقلّدی کے اظہار کو بس تھا کہ وہ لامذہبوں کو جن کا نام اس نے اُنھیں لامذہبوں سے سیکھ کر اہل حدیث و محدثین رکھا ہے اور حنفیہ کرام کو ایک پلّے میں رکھتا ہے اور اُن کا اختلاف مثل اختلاف صحابہ کرام و ائمہ اعلام رضی اللہ تعالٰی عنہم صرف فروعی بتاتا اور دونوں فریق میں اتحاد مانتا ہے حالانکہ غیر مقلدین کا ہم سے اختلاف صرف فروعی نہیں بلکہ بکثرت اصولِ دین میں ہمارا اُن کا اختلاف ہے۔ ہماری تمام کتب اصول مالامال ہیں کہ ہمارے اور جملہ ائمہ اہلسنت کے نزدیک اصولِ شرع چار ہیں: کتاب وسنت و اجماع وقیاس۔ لامذہبوں نے اجماع وقیاس کو بالکل اڑادیا۔ اُن کا پیشوا صدیق حسن بھوپالی لکھتا ہے:

قیاس باطل واجماع بے اثر آمد۔

قیاس باطل اور اجماع بے اثر ہے (ت)

Marfat.com

اُن کی تمام کتابیں اس سے پُر ہیں کہ وہ سوا قرآن وحدیث کے کسی کا اتباع نہیں کرتے اور اجماع قیاس کے سخت منکر ہیں اور ہمارے ائمہ نے اجماع وقیاس کے ماننے کو ضروریاتِ دین سے گنا ہے اور ان کے منکر کو ضروریاتِ دین کا منکر کہا ہے اور ضروریاتِ دین کا منکر کافر ہے پھر ہمارا اُن کا اختلاف فروعی کیسے ہوسکتا ہے۔ مواقف وشرح مواقف موقف اول، مرصد خامس، مقصد سادس میں ہے؛

کون الاجماع حجة قطعية معلوم بالضرورة من الدين[1]

یعنی اجماع کا حجت قطعی ہونا ضروریاتِ دین سے ہے۔

کشف البزدوی شریف میں ہے؛

قد ثبت بالتواتر ان الصحابة رضی الله تعالیٰ عنهم عملوا بالقياس و شاع و ذاع ذٰلك فيما بينهم من غير رد و انكار[2]

یعنی تواتر سے ثابت ہوا کہ صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم قیاس پر عمل فرماتے تھے اور یہ ان میں مشہور معروف تھا جس پر کسی کو اعتراض و انکار نہ تھا۔

اُسی میں امام غزالی سے ہے؛

قد ثبت بالقواطع من جميع الصحابة الاجتهاد والقول بالرای والسكوت عن القائلين به و ثبت ذٰلك بالتواتر فی وقائع مشهورة ولم ينكرها احد من الامة فاورث ذٰلك علما ضروريا فكيف يترك المعلوم ضرورة[3]

یعنی قطعی دلیلوں سے ثابت ہے کہ جمیع صحابہ کرام اجتہاد وقیاس کو مانتے تھے اور اس کے ماننے والوں پر انکار نہ کرتے تھے اور یہ مشہور واقعوں میں تواتر کے ساتھ ثابت ہوا اور امت میں سے کسی نے اس کا انکار نہ کیا تو اس سے علم ضروری پیدا ہوا تو جو بات ضروریاتِ دین سے ہے کیونکر چھوڑی جائے گی۔

درمختار کتاب السیر باب المرتد میں ہے؛

الكفر تكذيبه صلی الله تعالیٰ عليه وسلم

یعنی ضروریاتِ دین نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

[1] شرح المواقف الموقف الاول المرصد الخامس المقصد السادس منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/۲۵۵
[2] کشف الاسرار عن اصول البزدوی باب القیاس دار الکتاب العربی بیروت ۳/۲۸۰
[3] " " " " " " " " " " ۳/۲۸۱

Marfat.com

فی شیٔ مما جاء به من الدین ضرورۃ۔[1] میں سے کسی شے کا انکار کفر ہے۔

بالخصوص امام الائمہ مالک الازمہ کاشف الغمہ سراج الامہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قیاس سے ان گمراہوں کو جس قدر مخالفت ہے عالم آشکار ہے۔ انکی کتابیں ظفر المبین وغیرہ امام وقیاساتِ امام پر طعن سے مملو ہیں۔ اور فتاوی عالمگیری جلد ثانی میں ہے:

رجل قال قیاس ابی حنیفۃ حق نیست یکفر کذا فی التاتارخانیۃ۔[2]

یعنی جو شخص کہے کہ امام ابوحنیفہ کا قیاس حق نہیں وہ کافر ہو جائے گا۔ ایسا ہی تاتارخانیہ میں ہے۔

ثانیًا یہ چالاک مصنّف خود اقرار کرتا ہے کہ اُسے کسی فریق سے مخالفت نہیں۔ یہ بات لامذہب بے دین ہی کی ہو سکتی ہے جسے دین و مذہب سے کچھ غرض نہیں ورنہ دو متخالف فریقوں میں مخالفت نہ ہوتی کیونکر معقول۔

ثالثًا لامذہبوں کا اہلسنت کے ساتھ اختلاف مثل اختلاف صحابہ کرام بتانا صراحۃً انھیں اہلسنت بنانا ہے حالانکہ ہمارے علما صاف فرماتے ہیں کہ وُہ گمراہ بدعتی جہنمی ہیں۔

طحطاوی علی الدر المختار جلد ۴ میں ہے:

ھذہ الطائفۃ الناجیۃ قد اجتمعت الیوم فی مذاھب اربعۃ وھم الحنفیون والمالکیون والشافعیون والحنبلیون رحمھم اللہ ومن کان خارجا عن ھذہ الاربعۃ فی ھذا الزمان فھو من اھل البدعۃ والنار۔[3]

یہ نجات والا گروہ یعنی اہلسنت وجماعت آج چار مذہب حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی میں جمع ہوگیا ہے۔ اب جو ان چار سے باہر ہے وہ بدمذہب جہنمی ہے۔

اور جو بدعتیوں جہنمیوں کو اہلسنت جانے اور اُن کا خلاف مثل اختلافِ صحابہ مانے خود بدعتی

---

[1] الدر المختار کتاب السیر باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۵
[2] الفتاوی الہندیۃ کتاب السیر الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۶۱
[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الذبائح المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۴/۱۵۳

Marfat.com

ناری جہنمی ہے۔

رابعًا اس بیان سے غیر مقلدوں لامذہبوں کی وقعت وتوقیر مسلمان بچوں کے دلوں میں جمے گی کہ اُن کا اختلاف مثل اختلافِ صحابہ کرام ہے اور حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا:

من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الاسلام[1] | جو کسی بدمذہب کی توقیر کرے اس نے دینِ اسلام کے ڈھانے پر مدد دی۔

تو اس کتاب کا نام "اسلام کی کتاب" رکھنا نہ تھا بلکہ اسلام ڈھانے کی کتاب۔

خامسًا اس مصنف عیار نے نادان مسلمانوں اور ان کے بے سمجھ بچوں کو کیسا سخت فریب شدید دھوکا دیا ہے، یہاں تو لکھ دیا کہ وہ کسی مذہب سے تعصب نہیں رکھتا ملک میں فقہا واہل حدیث دونوں بکثرت موجود ہیں اور اس سلسلے میں عام مسلمانوں کی تعلیم مقصود ہے اس لئے دونوں فریق کا اختلاف اس میں بیان کر دیا ہے جس سے ظاہر ہوا کہ وہ ہر جگہ مذہب فریقین بیان کر دے گا کہ ہر فریق والا اپنا مذہب جان لے مگر اس نے صراحۃً اس کے خلاف کیا، کہیں کہیں اختلاف بتایا اور وہاں بھی جا بجا دوسروں کے مذہب کو اصل مسئلہ ٹھہرایا اور حنفیہ کے مذہب کو کمزور کر کے کہا کہ بعض یوں کہتے ہیں، اور بہت جگہ صرف لامذہبوں کے مسئلے لکھے جو مذہب حنفی کے صریح خلاف ہیں، در اصل اختلاف کا پتا بھی نہ دیا جس سے مسلمانوں کے بچے اس مذہب مخالف پر جم جائیں اور اپنے مذہب کی خبر بھی نہ پائیں۔ اگر وہ ابتدار میں اختلافات بتانے کا وعدہ نہ کرتا تو دھوکا اتنا سخت نہ ہوتا، جب مسلمان جانتے کہ اس کتاب میں حنفیہ وغیر حنفیہ سب کے مسائل گھال میل بے تمیز ہیں، تو مسلمان اس کتاب سے بچتے۔ اب کہ اُن کو یہ دھوکا دیا کہ جہاں اختلاف ہے دونوں مذہب بتا دئے جائیں گے تو ان کو اطمینان ہوگیا کہ اپنا مذہب لیں گے دوسروں کا چھوڑ دینگے اب کیا یہ گیا کہ کہیں کہیں اختلاف بتا کر بکثرت مواقع پر مذہب لکھا دوسروں کا اور اختلاف اصلًا نہ بتایا تو ناواقفوں کو صاف بتایا کہ یہ مسئلے متفق علیہ ہیں ان پر بے تکلف عمل کرو یہ کتنی بڑی دغابازی اور مسلمان بچوں کی بدخواہی ہے، اس کی نظیر یہ ہے کہ کوئی شخص سبیل لگائے اور اشتہار دے دے کہ جو آبخورے ناپاک یا تمہارے مذہب کے خلاف ہیں اُن پر چٹ لگادی ہے اور بعض پر تو چٹ لگائے

---

[1] شعب الایمان حدیث ۹۴۶۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۶۱

Marfat.com

باقی بہت ناپاک آبخورے بے چیٹ کے ملا دے تو وہ صراحۃً بے ایمانی ودغابازی کر رہا ہے اگر وہ اتنا ہی کہتا کہ ان میں کچھ آبخورے نجس بھی ہیں تو کوئی مسلمان انھیں ہاتھ نہ لگاتا، چیٹ کے دھوکے نے مسلمانوں کو فریب دیا، غیر مقلدوں کے طور پر سوئر کی چربی حلال اور شراب وخون پاک ہے، یہ کتاب ایسی ہوئی کہ کسی غیر مقلد نے کوئی عام دعوت کی اور اعلان کردیا کہ جس سالن میں گھی ہے وہ حنفیہ کے لئے پکایا ہے اور جس میں سوئر کی چربی ہے وہ ان غیر مقلدوں اہلحدیث کے لئے پکایا ہے اور اس کی نشانی یہ ہے کہ حنفیہ کا کھانا چینی کے برتنوں میں ہے اور غیر مقلدوں کا پیتل کے کے بٹوے میں۔ اور پھر کرے یہ کہ بہت سالن سوئر کی چربی والا چینی کے برتنوں میں رکھ دے، ہر صاحبِ انصاف یہی کہے گا کہ یہ شخص سخت مفسد ہے اور بڑے فساد کا بیج بوتا ہے۔ اس وقت اسکی دوسری کتاب ہمارے پیش نظر ہے اس سے اسی قسم کے چند اقوال التقاط کئے جاتے ہیں:

(۱) کچھ سر کا مسح فرض ہے، حالانکہ ہر شخص جانتا ہے کہ حنفیہ کرام کے نزدیک ربع سر کا مسح فرض ہے اگر ربع سے کم کا کرے گا ہرگز نہ وضو ہوگا نہ نماز۔

ہدایہ میں ہے:

المفروض فی مسح الراس مقدار الناصیۃ وھو ربع الراس [1]

سر کا مسح ناصیہ کی مقدار فرض ہے اور وہ سر کا چوتھا حصہ ہے۔ (ت)

(۲ و ۳) ص ۳۰: بول و براز سے وضو ٹوٹ جاتا ہے خون نکلنے اور قے کرنے سے وضو بہتر ہے۔ حنفیہ کے نزدیک خون بہہ کر نکلے یا منہ بھر کر قے ہو تو وضو ٹوٹ جاتا ہے وضو کرنا فقط بہتر ہی نہیں بلکہ فرض ہے۔ ہدایہ میں ہے:

نواقض الوضوء الدم والقیئ ملئ الفم [2]

خون کا بہنا اور منہ بھر کر قے وضو توڑنے والی چیزیں ہیں۔ (ت)

(۴) حاشیہ ص ۹: بعض کے نزدیک عورت کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے گو ٹوٹنے پر کوئی دلیل کافی نہیں تاہم اختلاف سے نکلنا بہتر ہے، نکسیر کا بھی یہی مسئلہ ہے۔ یہاں صراحۃً نکسیر کے بارے میں حنفی مذہب کے مسئلہ کو بے دلیل کہا اور اس سے وضو بہتر بتایا

---

[1] الہدایۃ کتاب الطہارات المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۳

[2] " فصل فی نواقض الوضوء " " ۱/۸

Marfat.com

حالانکہ حنفیہ کے نزدیک اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ ہدایہ:

لو نزل من الراس الیٰ مالان من الانف نقض الوضوء بالاتفاق[1]	اگر خون سر سے نازل ہوا اور ناک کے نرم حصہ تک پہنچ گیا تو بالاتفاق وضو ٹوٹ گیا۔ (ت)

(۵) ص ۱۰: غسل کے فرائض میں صرف اتنا لکھا کہ سارے بدن پر پانی ڈالنا فرض ہے حالانکہ مذہب حنفی میں غسل کے تین فرض ہیں، کُلّی اور ناک میں پانی پہنچانا اور سارے بدن پر پانی ڈالنا۔ ہدایہ:

فرض الغسل المضمضۃ والاستنشاق وغسل سائر البدن[2]	غسل کے فرائض کُلّی کرنا، ناک میں پانی پہنچانا اور سارے بدن پر پانی بہانا ہے۔ (ت)

(۶) ص ۱۳ وہ کہ سائل نے دربارۂ حیض نقل کیا اصل یہ ہے کہ یہ امر ہر عورت کی عادت وطبیعت پر منحصر ہے، یہ صراحۃً مذہبِ حنفی کا رد ہے حنفیہ کے نزدیک حیض نہ تین رات دن سے کم ہوسکتا ہے نہ دس رات دن سے زائد۔ ہدایہ:

اقل الحیض ثلثۃ ایام ولیالیھا و مانقص من ذٰلک فھو استحاضۃ واکثرہ عشرۃ ایام والزائد استحاضۃ[3]	حیض کم از کم تین دن رات ہے۔ جو اس سے کم ہو وہ استحاضہ ہے، اور زیادہ سے زیادہ حیض دس دن ہے جو اس سے زائد ہو وہ استحاضہ ہے۔ (ت)

(۷) ص ۱۵ وہ کہ سائل نے نقل کیا کہ پانی کی طبیعت پاک ہے، حنفیہ کے نزدیک تھوڑا پانی ایک قطرہ نجاست سے بھی ناپاک ہوجائے گا یہاں جو اس غیر مقلد نے فقط مزے اور بُو کے بدلنے پر مدار رکھا اجماع تمام امت کے خلاف ہے کہ نجاست کے سبب رنگ بدلنے سے بھی بالاجماع پانی ناپاک ہوجائے گا اگرچہ مزہ و بُو نہ بدلے۔ درمختار باب المیاہ:

ینجس الماء القلیل بموت بط وبتغیر احد اوصافہ من لون	قلیل پانی بطخ کے اُس میں مرنے کی وجہ سے نجس ہوجاتا ہے اور کثیر پانی نجاست کی وجہ سے

---

[1] الہدایۃ کتاب الطہارات فصل فی نواقض الوضوء المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/ ۱۰

[2] " " فصل فی الغسل " " " ۱/ ۱۲

[3] " " باب الحیض والاستحاضہ " " " ۱/ ۴۶

Marfat.com

اوطعم اوریح ینجس الکثیر ولو جاریا اجماعا اما القلیل فینجس وان لم یتغیر[1]	نجس ہوجاتا ہے۔ اور کثیر پانی نجاست کی وجہ سے رنگ، بُو یا مزہ بدلنے سے بالاجماع نجس ہوجاتا ہے اگرچہ جاری ہو۔ اور قلیل پانی نجاست کے وقوع سے نجس ہوجاتا ہے اگرچہ اس کا کوئی وصف نہ بدلے۔ (ت)

(۸) ص ۲۵ عشار کی نماز کا وقت آدھی رات تک اور وتروں کا اخیر رات تک ہے۔

یہ نہ فقط حنفیہ بلکہ ائمہ اربعہ کے خلاف ہے، چاروں اماموں کے نزدیک عشا کا وقت طلوعِ فجر تک رہتا ہے۔ درمختار میں ہے:

وقت العشاء والوتر الی الصبح[2]	عشاء اور وتر کا وقت صبح صادق تک ہے۔ (ت)

میزان الشریعۃ الکبرٰی میں ہے:

وقت العشاء فانہ یدخل اذا غاب الشفق عند مالك والشافعی واحمد ویبقی الی الفجر[3]	امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہ اللہ تعالٰی علیہم کے نزدیک عشار کا وقت شفق کے غائب ہونے پر داخل ہوتا ہے اور صبح صادق تک باقی رہتا ہے۔ (ت)

(۹) ص ۲۶ پردہ زیر ناف گھٹنوں کے اوپر تک فرض ہے، حنفیہ کے مذہب میں گھٹنے بھی ستر میں داخل ہیں تو نماز میں گھٹنے کھلے رکھنے کی اجازت حنفی مذہب کے خلاف بھی ہے اور نماز میں بے ادبی کی تعلیم بھی۔ درمختار میں ہے:

الرابع ستر عورتہ وھی للرجل ماتحت سرتہ الی ماتحت رکبتہ[4]	چوتھی شرط سترِ عورت ہے اور مرد کے لئے ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک ہے۔ (ت)

(۱۰) ص ۲۷ آزاد عورت کو منہ اور ہاتھ اور پاؤں کے سوا سب بدن کا چھپانا فرض ہے

---

[1] الدرالمختار کتاب الطہارۃ باب المیاہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵
[2] ؍؍ کتاب الصلوٰۃ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۵۹
[3] میزان الشریعۃ الکبرٰی ؍؍ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۱۴۳
[4] الدرالمختار کتاب الصلوٰۃ باب شروط الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۶۵

Marfat.com

باندی کو اکثر منہ اور ہاتھ اور پاؤں کے سوا پیٹ اور پیٹھ اور باقی جسم کا چھپانا فرض ہے۔ یہ شخص باندی کا عجب حکم لکھ رہا ہے کہ نہ فقط حنفیہ بلکہ تمام امت کے خلاف، اس نے آزاد عورت اور باندی کا حکم حرف بحرف ایک رکھا کہ منہ اور ہاتھ اور پاؤں کے سوا باقی بدن کا چھپانا دونوں پر فرض کیا فقط فرق یہ رکھا کہ آزاد عورت کے لئے سارا منہ مستثنٰی کیا اور باندی کے لئے اکثر منہ۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ باندی کا ستر آزاد کے ستر سے زائد ہے کہ اُسے نماز میں سارے منہ کو کھولنے کی اجازت ہے اور باندی کو کچھ منہ کا حصہ چھپانا بھی فرض ہے یہ تمام جہان میں کسی مسلمان کا قول نہیں۔ ایسی ہی خود ساختہ مسائل کی اشاعت کا نام اشاعتِ دینِ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم رکھتا ہے۔ درمختار میں ہے،

ماھو عورۃ منہ عورۃ من الامۃ مع ظھرھا وبطنھا وجنبھا وللحرۃ جمیع بدنھا خلا الوجہ والکفین والقدمین[1]

جو مرد کے لئے ستر ہے وہی لونڈی کے لئے بھی ستر ہے سوائے پشت، پیٹ اور پہلوؤں کے جبکہ آزاد عورت کا تمام بدن ستر ہے سوائے چہرے، ہتھیلیوں اور قدموں کے۔ (ت)

(۱۱) ص ۲۷ مقتدی کو امام کے اقتدار کی نیت کرنا چاہئے (حاشیہ) امام مالک کے نزدیک بالکل نہیں ہوتی۔ یہاں سے صاف ظاہر ہوا کہ مذہب حنفی میں مقتدی کو نیت اقتدار کی ضرورت نہیں صرف اولٰی ہے اگر نہ کرے گا جب بھی نماز ہو جائے گی حالانکہ یہ محض غلط ہے۔ ہدایہ میں ہے،

ان کان مقتدیا بغیرہ ینوی الصلٰوۃ ومتابعتہ لانہ یلزمہ فساد الصلٰوۃ من جھتہ فلابد من التزامہ[2]

اگر نمازی غیر کا مقتدی ہے تو نماز کی نیت بھی کرے اور متابعتِ امام کی نیت بھی کرے کیونکہ اس کی نماز کا فساد امام کی جہت سے لازم آتا ہے لہذا اس کا التزام ضروری ہے۔ (ت)

عالمگیری میں ہے؛

الاقتداء لایجوز بدون النیۃ کذا فی فتاوی قاضی خان[3]

بغیر نیت کے اقتدار جائز نہیں۔ فتاوی قاضیخاں میں یونہی ہے۔ (ت)

---

[1] الدر المختار کتاب الصلٰوۃ باب شروط الصلٰوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۶۵ و ۶۶
[2] الہدایۃ " " " المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/ ۸۰
[3] الفتاوی الہندیۃ " الباب الثالث الفصل الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۶۶

Marfat.com

(۱۲) ص ۲۹ تصویر دار کپڑے میں نماز نہیں ہوتی۔ یہ غلط ہے نماز ہو جاتی ہے البتہ مکروہ ہوتی ہے۔ ہدایہ میں ہے:

لو لبس ثوبا فیہ تصاویر یکرہ والصلٰوۃ جائزۃ لاستجماع شرائطھا[1] — اگر ایسے کپڑے پہنے جن میں تصویریں ہیں تو مکروہ ہے تاہم نماز ہو جائے گی کیونکہ شرائط نماز تمام موجود ہیں۔ (ت)

(۱۳) ص ۲۹ ٹخنوں سے نیچے تہبند لٹکا ہو تو نماز نہیں ہوتی۔ یہ شریعت مطہرہ پر محض افترا ہے اس صورت میں نماز نہ ہونا کسی کا مذہب نہیں بلکہ تہبند لٹکا اگر بہ نیت تکبر نہ ہو تو ناجائز بھی نہیں جائز و روا ہے صرف خلاف اولیٰ ہے۔ عالمگیری میں ہے:

اسبال الرجل ازارہ اسفل من الکعبین ان لم یکن للخیلاء ففیہ کراھۃ تنزیہ کذا فی الغرائب[2] — مرد اگر بلانیت تکبر اپنا تہبند ٹخنوں سے نیچے تک لٹکائے تو مکروہِ تنزیہی ہے۔ غرائب میں یونہی ہے۔ (ت)

(۱۴) ص ۳۰ مسجد کے سوا نماز بلا عذر نہیں ہوتی۔ یہ بھی غلط ہے نماز بلاشبہہ ہو جاتی ہے مگر مسجد کی جماعت گھر کی جماعت سے افضل ہے، اور بلا عذر ترک مسجد فی نفسہٖ ممنوع ہے مگر مانع صحت نماز نہیں۔ رد المحتار میں ہے:

الاصح انھا کا قامتھا فی المسجد الا فی الافضلیۃ[3] — اصح یہ ہے کہ گھر میں نماز قائم کرنا مسجد میں نماز قائم کرنے کی طرح ہے مگر افضلیت میں فرق ہے۔ (ت)

(۱۵) ص ۳۳ فقہاء کے نزدیک الحمد پڑھنا صرف امام ہی کے لئے واجب ہے۔ یہ اس نے فقہاء پر محض افترا کیا۔ صرف اور ہی دو کلمے حصر کے جمع کر دیئے حالانکہ ہمارے ائمہ کے نزدیک امام اور منفرد سب پر سورۂ فاتحہ واجب ہے صرف مقتدی کے لئے ممنوع ہے۔ درمختار میں ہے:

لھا واجبات ھی قراءۃ فاتحۃ الکتاب — نماز کے لئے کچھ واجبات ہیں، وہ سورۂ فاتحہ کا

---

[1] الہدایۃ کتاب الصلٰوۃ فصل فی مکروہات الصلٰوۃ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۱۲۲

[2] الفتاوی الہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۳۳

[3] رد المحتار کتاب الصلٰوۃ باب الامامۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۷۲

Marfat.com

وضم سورة فی الاولیین من الفرض وفی جمیع رکعات النفل والوتر[1]

پڑھنا اور فرضوں کی پہلی دو رکعتوں میں اور نفل و وتر کی تمام رکعتوں میں فاتحہ کے ساتھ کوئی سورت ملانا۔ (ت)

اُسی میں ہے:

والمؤتم لا یقرؤ مطلقاً ولا الفاتحۃ[2]

مقتدی مطلقاً قرأت نہ کرے اور نہ ہی فاتحہ پڑھے۔ (ت)

(۱۶) ص ۳۳ مغرب وعشاء و فجر میں قرأت آواز سے پڑھنی اور ظہر و عصر میں آہستہ پڑھنی سنت ہے۔ یہ بھی غلط ہے، حنفی مذہب میں یہ صرف سنت نہیں بلکہ امام پر واجب ہیں۔ درمختار واجبات نماز میں ہے:

والجھر للامام والاسرار للکل فیما یجھر فیہ ویسر[3]

اونچی قرأت امام کے لئے اور پست قرأت سب کے لئے جہری اور سری قرأت والی نمازوں میں۔ (ت)

(۱۷) ص ۳۳ پہلی دو رکعتوں میں سورت ملانی سنت ہے۔ حنفی مذہب میں یہ بھی واجب ہے، درمختار کی عبارت گزری۔[4]

(۱۸) ص ۳۳ رکوع میں پیٹھ کو سر کے برابر کرنا فرض ہے۔ یہ محض افترا ہے، مذہب حنفی میں فقط سنت ہے نہ فرض نہ واجب۔ درمختار میں ہے:

ویسن ان یبسط ظھرہ غیر رافع ولا منکس راسہ[5]

سنت ہے کہ پیٹھ کو سر کے برابر کرے نہ کہ بلند کرے نہ پست کرے۔ (ت)

(۱۹ و ۲۰) ص ۳۴ سجدہ سے سر اٹھا کر دو زانو بیٹھنا اور ٹھہرنا فرض ہے، رکوع سے اُٹھ کر تسبیح کے برابر کھڑے رہنا فرض ہے۔ یہ بھی محض افترا ہے دو زانو بیٹھنا صرف سنّت ہے بلکہ

---

[1] الدر المختار کتاب الصلوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۱

[2] " " " " " " " " ۱/۸۱

[3] " " " " " " " " ۱/۷۲

[4] " " " " " " " " ۱/۷۱

[5] " " " " " " " " ۱/۷۵

Marfat.com

مذہب حنفی میں اصل بیٹھنا بھی فرض نہیں واجب ہے بلکہ اصل مذہب مشہور حنفی میں اس جلسہ کو صرف سنّت کہا یہی حال رکوع سے کھڑے ہونے کا ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

یجب التعدیل فی القومۃ من الرکوع والجلسۃ بین السجدتین وتضمن کلامہ وجوب نفس القومۃ والجلسۃ ایضاً[1]

رکوع کے بعد کھڑے ہونے اور دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے میں تعدیل واجب ہے۔ ماتن کا کلام خود قومہ اور جلسہ کے وجوب کو بھی متضمن ہے۔ (ت)

نیز اسی میں ہے:

اما القومۃ والجلسۃ وتعدیلهما فالمشهور فی المذهب السنیۃ وروی وجوبها[2]

لیکن قومہ اور جلسہ اور ان میں تعدیل تو مذہب میں ان کا سنت ہونا مشہور ہے، اور وجوب بھی مروی ہے۔ (ت)

(۲۱) ص ۳۵ نماز کے سب فعلوں کو بالترتیب ادا کرنا سنت ہے۔ مذہب حنفی میں بہت ترتیبیں فرض اور بہت واجب ہیں فقط سنّت کہنا جہل وافترا ہے۔ درمختار میں ہے:

بقی من الفروض ترتیب القیام علی الرکوع والرکوع علی السجود والقعود الاخیر علی ما قبلہ[3]

باقی ہے فرائض نماز میں سے، قیام کی ترتیب رکوع پر اور رکوع کی ترتیب سجدہ پر اور آخری قعدہ کی ترتیب اُس کے ماقبل پر۔ (ت)

اُسی کے واجباتِ نماز میں ہے:

ورعایۃ الترتیب بین القراءۃ والرکوع وفیما یتکرر اما فیما لا یتکرر ففرض کما مر[4]

ترتیب کو ملحوظ رکھنا قرارت و رکوع کے درمیان اور افعال متکررہ میں واجب ہے۔ رہے افعالِ غیر متکررہ تو ان میں رعایتِ ترتیب فرض ہے۔ جیسا کہ گزرا۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب صفۃ الصلٰوۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۱۲
[2] " " " " " " " " " " "
[3] الدرالمختار " " " " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۱
[4] " " " " " " " " " "

Marfat.com

(۲۲) ص ۳۶ اخیر کا التحیات اکثر کے نزدیک فرض اور بعض کے نزدیک سنّت ہے۔ مذہب حنفی میں یہ دونوں باتیں باطل ہیں، نہ فرض ہے نہ سنّت' بلکہ واجب۔ درمختار باب واجبات الصلوٰۃ میں ہے:

والتشہدان[۱]۔ | اور دونوں قعدوں میں تشہد پڑھنا واجب ہے۔ (ت)

(۲۳ و ۲۴ و ۲۵) ص ۳۶ دائیں بائیں طرف سلام پھیرنا فرض ہے۔ اس میں تین باتیں فرض کیں سلام پھیرنا اور اس کا دائیں طرف ہونا اور بائیں طرف ہونا' اور یہ تینوں باطل ہیں ان میں کچھ فرض نہیں، لفظِ سلام فقط واجب ہے اور داہنے بائیں منہ پھیرنا سنّت۔ درمختار واجباتِ نماز میں ہے:

ولفظ السلام[۲] | اور لفظِ سلام واجب ہے۔ (ت)

مراقی الفلاح میں ہے:

یسن الالتفات یمینا ثم یسارا بالتسلیمتین[۳] | سلام کے وقت نمازی کا دائیں بائیں منہ پھیرنا سنّت ہے۔ (ت)

(۲۶ و ۲۷) ص ۳۹ اگر قرآن شریف پڑھنے میں سب برابر ہوں تو وہ امام بنے جو زیادہ عالم ہو، اگر علم میں سب برابر ہوں تو وہ لائق ہے جو عمر میں سب سے بڑا ہو۔ یہ دونوں باتیں بھی مذہب حنفی کے خلاف ہیں، مذہب حنفی میں امامت کے لئے سب سے مقدم وہ ہے جو علم زیادہ رکھتا ہو پھر جو زیادہ قاری ہو، پھر جو زیادہ شبہات سے بچنے والا ہو، پھر جو عمر میں بڑا یعنی اسلام میں مقدّم ہو۔ درمختار میں ہے:

الاحق بالامامۃ الاعلم باحکام الصلوٰۃ ثم الاحسن تلاوۃ و تجویدا ثم الاکثر اتقاء للشبہات ثم الاسن | امامت کا زیادہ حقدار وہ ہے جو نماز کے احکام کو سب سے زیادہ جانتا ہو۔ پھر جو زیادہ اچھی قراءت کرتا ہو، پھر وہ جو شبہات سے زیادہ بچتا ہو، پھر وہ جو عمر میں سب سے بڑھ کر ہو

---

[۱] الدرالمختار کتاب الصلوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۲
[۲] " " " " " " "
[۳] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی کتاب الصلوٰۃ فصل فی بیان سننہا دارالکتب العلمیۃ بیروت ص ۲۷۴

Marfat.com

ای الاقدم اسلاما۔[1]

یعنی اسلام میں مقدم ہو۔ (ت)

(۲۸) صفحہ ۴۱ جو اکیلا نماز پڑھ لے اگر پھر اس وقت کی جماعت مل جائے تو جماعت میں شریک ہو جائے۔ یہ مطلق حکم بھی مذہب حنفی کے خلاف ہے مذہب حنفی میں جس نے فجر یا عصر یا مغرب پڑھ لی دوبارہ اُن کی جماعت میں شریک نہیں ہو سکتا۔ درمختار میں ہے،

من صلی الفجر والعصر والمغرب مرۃ فیخرج مطلقا وان اقیمت۔[2]

جو شخص ایک مرتبہ فجر، عصر اور مغرب کی نماز پڑھ چکا ہو وہ مطلقاً مسجد سے نکل سکتا ہے اگرچہ اقامت ہو جائے۔ (ت)

(۲۹) ص ۴۲ جو شخص صف کے پیچھے اکیلا کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ یہ بھی محض افترا ہے بلا ضرورت ایسا کرنے میں صرف کراہت ہے نماز یقیناً ہو جائے گی۔ درمختار میں ہے:

قدمنا کراھۃ القیام خلف صف منفردا بل یجذب احد من الصف لکن قالوا فی زماننا ترکہ اولی ولذا قال فی البحر یکرہ وحدہ اذا لم یجد فرجۃ۔[3]

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اکیلے مقتدی کا صف کے پیچھے کھڑا ہونا مکروہ ہے بلکہ وہ صف میں سے کسی کو پیچھے کھینچ لے۔ لیکن ہمارے زمانے میں فقہائے نے فرمایا ہے کہ اس کا ترک اولٰی ہے، اسی لئے بحر میں فرمایا: اکیلے کھڑے ہونا مکروہ ہے مگر جب صف میں جگہ نہ پائے تو مکروہ نہیں ہے۔ (ت)

(۳۰) ص ۵۳ نماز استخارہ سنّت ہے اس کی ترکیب یہ ہے کہ دو رکعت نماز پھر دُعا پڑھ کر سو رہے۔ یہ سنت ہے سو رہنے کا ذکر کہیں حدیث میں نہیں۔

(۳۱) ص ۵۷ وہ جو سائل نے نقل کیا کہ جن نمازوں میں قصر کا حکم ہے ان میں سنت بھی معاف ہیں۔ یہ محض جہالت ہے حالت قرار میں کسی نماز کی سنت معاف نہیں اور حالتِ فرار میں سب کی معاف ہیں، مطلقاً معافی کا حکم دینا غلط اور اُس معافی کو قصر کے ساتھ خاص

---

[1] الدر المختار | کتاب الصلوٰۃ | باب الامامۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۸۲

[2] " | " | باب ادراک الفریضۃ | " " | ۱/۹۹

[3] " | " | " | " " | ۱/۹۲

Marfat.com

کرنا دوسری غلطی۔ درمختار میں ہے:

یاتی المسافر بالسنن ان کان فی حال امن وقرار والا بان کان فی حال خوف وفرار لا یاتی بھا ھو المختار[1]

حالتِ امن وقرار میں مسافر سنتیں ادا کرے ورنہ یعنی حالتِ خوف وفرار میں نہ ادا کرے۔ یہی مختار ہے۔ (ت)

(۳۲ و ۳۳) ص ۵۸ جب کسی دشمن یا درندہ وغیرہ کا خوف ہو تو چار رکعت نماز فرض سے دو رکعت پڑھنا جائز ہے۔ یہ محض غلط ہے مسافر پر چار رکعت فرض کی پڑھنی ویسی ہی واجب ہے اگرچہ کچھ خوف نہ ہو، اور غیر مسافر کو چار رکعت فرض کی، دو پڑھنی اصلاً جائز نہیں اگرچہ کتنا ہی خوف ہو۔ درمختار میں ہے:

من خرج من عمارۃ موضع اقامتہ قاصدا مسیرۃ ثلثۃ ایام ولیالیھا صلی الفرض الرباعی رکعتین وجوبا[2]

جو شخص تین دن رات کی مسافت کے ارادے سے اپنی جائے اقامت کی آبادی سے نکلا اس پر واجب ہے کہ چار رکعتی فرضوں میں دو دو رکعتیں پڑھے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

صلٰوۃ الخوف جائزۃ بشرط حضور عدو او سبع فیجعل الامام طائفۃ بازاء العدو ویصلی باخری رکعۃ فی الثنائی ورکعتین فی غیرہ[3]

نمازِ خوف اس شرط پر جائز ہے کہ دشمن یا درندہ سامنے موجود ہو چنانچہ امام لوگوں کے دو گروہ بنائے گا ان میں سے ایک گروہ کو دشمن کے سامنے کھڑا کرے گا جبکہ دوسرے کو دو رکعتی نماز میں سے ایک رکعت اور چار رکعتی نماز میں سے دو رکعتیں پڑھائے گا۔ (ت)

(۳۴) ص ۵۹ کوئی نماز دیدہ و دانستہ قضا ہو جائے تو اس کا ادا کرنا واجب ہے۔

---

[1] الدرالمختار کتاب الصلٰوۃ باب صلٰوۃ المسافر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۰۸

[2] " " " ۱/۱۰۷

[3] " " باب صلٰوۃ الخوف " ۱/۱۱۸ و ۱۱۹

Marfat.com

اس کے معنی یہ ہُوئے کہ نادانستگی میں قضا ہو جائے تو ادا کرنا واجب نہیں یہ محض افترا و اغوا ہے۔

(۳۵) ۶۳ جو سائل نے نقل کیا جو خطبہ میں آکر شامل ہو دو رکعت سنت پڑھ کر بیٹھے۔ مذہب حنفی میں خطبہ ہوتے وقت ان رکعتوں کا پڑھنا حرام ہے۔ درمختار میں ہے:

اذا خرج الامام فلا صلٰوۃ ولا کلام الٰی تمامھا[1]

جب امام خطبہ کے لئے نکلے تو اس کے اتمام تک کوئی نماز اور کوئی کلام جائز نہیں۔(ت)

(۳۶) ص ۶۳ وہ جو سائل نے نقل کیا جو شخص کہ دوسری رکعت کے قیام سے پیچھے ملے اس کا جمعہ نہیں ہوتا وہ ظہر پڑھے۔ یہ محض غلط و افترا ہے، مذہب حنفی میں تو اگر التحیات یا سجدۂ سہو بھی امام کے ساتھ پالیا تو جمعہ ہی پڑھے گا اور امام محمد کے نزدیک بھی دوسری رکعت کا رکوع پانے والا جمعہ پڑھتا ہے حالانکہ وہ بھی دوسری رکعت کے قیام کے بعد ملا۔ ہدایہ میں ہے:

من ادرك الامام یوم الجمعۃ صلی معہ ما ادرکہ وبنی علیہ الجمعۃ وان کان ادرکہ فی التشھد اوفی سجود السھو بنی علیھا الجمعۃ عندھما وقال محمد ان ادرك معہ اکثر الرکعۃ الثانیۃ بنی علیھا الجمعۃ[2]

جس نے جمعہ کے دن امام کو پالیا تو امام کے ساتھ جتنی نماز پائی وہ اس کے ساتھ پڑھے اور اس پر جمعہ کی بنا کرے۔ اگر اس نے امام کو تشہد یا سجدۂ سہو میں پایا تو شیخین کے نزدیک اس پر جمعہ کی بنا کرے اور امام محمد کے نزدیک اگر امام کے ساتھ دوسری رکعت اکثر پالی تو اس پر جمعہ کی بنا کرے۔(ت)

(۳۷) ص ۶۴ تین آدمی بھی جمع ہو جائیں تو جمعہ پڑھ لیں۔ یہ بھی ہمارے امام کے مذہب کے خلاف ہے کم سے کم چار آدمی درکار ہیں۔ درمختار میں ہے:

والسادس الجماعۃ واقلھا ثلثۃ رجال سوی الامام[3]

چھٹی شرط جماعت ہے اور وہ یہ کہ امام کے علاوہ کم از کم تین مرد ہوں۔(ت)

(۳۸) ص ۶۴ عید کی نماز ہر مسلمان پر واجب ہے مرد ہو یا عورت۔ یہ بھی غلط ہے

---

[1] الدرالمختار کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ الجمعۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۳

[2] الہدایۃ " " " " المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۱۵۰

[3] الدرالمختار " " " " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۱

Marfat.com

مذہب حنفی میں عورتوں پر نہ جمعہ ہے نہ عید۔ ہدایہ میں ہے:

تجب صلوٰۃ العید علیٰ کل من تجب علیہ صلوٰۃ الجمعۃ۔[1]

نمازِ عید ہر اس شخص پر واجب ہے جس پر نمازِ جمعہ واجب ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

لا تجب الجمعۃ علیٰ مسافر ولا امرأۃ۔[2]

مسافر اور عورت پر جمعہ واجب نہیں۔ (ت)

(۳۹) ص ۶۵ دونوں عیدیں جب بارش وغیرہ کا عذر ہو مسجد میں جائز ہیں۔ اس کے معنیٰ یہ ہوئے کہ بارش وغیرہ کا عذر نہ ہو تو مسجد میں ناجائز ہیں یہ محض غلط ہے۔ درمختار میں ہے:

الخروج الیہا ای الجبانۃ لصلوٰۃ العید سنۃ وان وسعہم المسجد الجامع۔[3]

نمازِ عید کے لئے عیدگاہ کی طرف نکلنا سنت ہے اگرچہ جامع مسجد میں لوگ سما سکتے ہوں۔ (ت)

(۴۰) ص ۶۶ بکری بھینگی ناجائز ہے۔ یہ بھینگی کا حکم بھی غلط لکھ رہا ہے مذہب حنفی میں بھینگی بکری کی قربانی جائز ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

وتجوز الحولاء ما فی عینہا حول۔[4]

جس کی آنکھ بھینگی ہو اس کی قربانی جائز ہے۔ (ت)

(۴۱) ص ۶۳ وہ جو سوال میں منقول ہوا کہ ایک دن میں جمعہ و عید اکٹھے ہوں تو جمعہ میں رخصت آئی ہے لیکن پڑھنا بہتر ہے۔ یہ بھی غلط ہے مذہب حنفی میں عید واجب اور جمعہ فرض ہے کوئی متروک نہیں ہو سکتا۔ ہدایہ میں ہے:

وفی الجامع الصغیر عیدان اجتمعا فی یوم واحد فالاول سنۃ والثانی فریضۃ ولا یترك واحد منہما۔[5]

جامع صغیر میں ہے کہ اگر ایک دن میں دو عیدیں جمع ہو جائیں تو پہلی سنت (واجب مثبت بالسنہ) اور دوسری فرض ہے ان میں سے کوئی بھی ترک نہیں کی جائیگی۔ (ت)

---

[1] الہدایۃ کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ الجمعۃ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۱۵۱

[2] " " " " " " " " ۱/۱۴۹

[3] الدرالمختار " باب العیدین مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۴

[4] ردالمحتار کتاب الاضحیۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۰۷

[5] الہدایۃ کتاب الصلوٰۃ باب العیدین المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۱۵۱

Marfat.com

(۴۲) ص ۶۶ عید کے پیچھے تین دن تک قربانی درست ہے۔ مذہب حنفی میں صرف بارھویں تک قربانی جائز ہے۔ درمختار میں ہے :

تجب التضحیة فجر یوم النحر الی اٰخر ایامه وھی ثلثة افضلها اولها[1]

قربانی کرنا واجب ہے یوم نحر کی فجر سے ایام قربانی کے آخری دن تک، اور وہ تین دن ہیں جن میں سے پہلا افضل ہے۔ (ت)

(۴۳) ص ۷۶ خاوند اگر اپنی عورت کو غسل دے جائز ہے۔ مذہب حنفی میں محض ناجائز ہے۔ درمختار میں ہے :

ویمنع زوجها من غسلها و مسها لا من النظر الیها علی الاصح[2]

اصح یہ ہے کہ خاوند کا بیوی کو غسل دینا اور اُسے چھونا ممنوع ہے مگر اُسے دیکھنا ممنوع نہیں ہے۔ (ت)

(۴۴) ص ۸۰ شہید پر نماز پڑھنی ضروری نہیں۔ مذہب حنفی میں ضروری ہے۔ درمختار باب الشہید میں ہے :

یصلی علیه بلا غسل[3]

شہید پر بلا غسل نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ (ت)

(۴۵) ص ۸۰ جو جنازہ میں نہ مل سکے قبر پر پڑھ لے۔ مذہب حنفی میں جو نماز جنازہ میں نہ مل سکے اب وُہ کہیں نہیں پڑھ سکتا کہ نماز جنازہ کی تکرار جائز نہیں مگر اس حالت میں کہ پہلی نماز اس نے پڑھ لی ہو جسے ولایت نہ تھی۔ درمختار میں ہے :

ان صلی غیر الولی ولم یتابعه الولی اعاد الولی ولو علی قبرہ ان شاء ولیس لمن صلی علیها ان یعید مع الولی لان تکرارها غیر مشروع[4]

اگر غیر ولی نے نماز جنازہ پڑھ لی اور ولی نے اس کی متابعت نہ کی تو ولی اگر چاہے تو نماز جنازہ کا اعادہ کرسکتا ہے اگرچہ قبر پر پڑھ لے اور جو پہلے جنازہ میں شریک ہوچکا ہے وہ دوبارہ ولی کے ساتھ شریک نہیں ہوسکتا کیونکہ نماز جنازہ میں تکرار مشروع نہیں ہے۔ (ت)

---

[1] الدرالمختار کتاب الاضحیة مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۱
[2] " کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ الجنازۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۰
[3] " " باب الشہید " " " ۱/ ۱۲۴
[4] " " باب صلوٰۃ الجنازۃ " " " ۱/ ۱۲۳

Marfat.com

(۴۶) ص ۸۸ جو مرجائے اور اس پر فرض روزے رہ جائیں اس کے ولی کو چاہئے کہ اس کی طرف سے روزے رکھے۔ مذہب حنفی میں کوئی دوسرے کی طرف سے روزے نہیں رکھ سکتا۔

ہدایہ میں ہے:

لا یصوم عنہ الولی ولا یصلی لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا یصوم احد عن احد ولا یصلی احد عن احد[1]

اور میت کی طرف سے اس کا ولی نہ روزہ رکھے نہ نماز پڑھے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان ہے کوئی کسی کی طرف سے روزہ نہ رکھے اور نہ ہی کوئی کسی کی طرف سے نماز پڑھے (ت)

(۴۷) ص ۹۲ ہر مسلمان امیر و غریب پر صدقہ فطر واجب ہے۔ مذہب حنفی میں صرف غنی پر واجب ہے فقیر پر ہرگز نہیں۔ ہدایہ میں ہے:

صدقۃ الفطر واجبۃ علی الحر المسلم اذا کان مالکا لمقدار النصاب فاضلا عن مسکنہ وثیابہ واثاثہ وفرسہ وسلاحہ وعبیدہ لقولہ علیہ الصلٰوۃ والسلام لا صدقۃ الا عن ظہر غنی[2]

صدقہ فطر آزاد مسلمان پر واجب ہے جو مقدار نصاب کا مالک ہو درانحالیکہ وہ نصاب اس کے رہائشی مکان، لباس، سامان خانہ داری، سواری کے گھوڑے، ہتھیاروں اور خدمت کے غلاموں سے زائد ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے کہ نہیں ہے صدقہ مگر مالداری کو باقی رکھتے ہوئے۔ (ت)

(۴۸) ص ۹۲ صدقہ فطر عورت کا خاوند کو لازم ہے۔ یہ بھی مذہب حنفی کے خلاف ہے۔

ہدایہ میں ہے:

لا یؤدی عن زوجتہ[3]

(صدقہ فطر) خاوند اپنی بیوی کی طرف سے ادا نہ کرے۔ (ت)

---

[1] الہدایۃ کتاب الصوم فصل ومن کان مریضا فی رمضان المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۲۰۳
[2] " کتاب الزکٰوۃ باب صدقۃ الفطر " " " ۱/۱۸۸
[3] " " " " " " ۱/۱۸۹

Marfat.com

(۴۹) ص ۹۲ صدقۂ فطر نماز سے پیچھے ناجائز ہے۔ یہ بھی محض غلط ہے۔ ہدایہ میں ہے:

ان اخروھا عن یوم الفطر لم تسقط وکان علیھم اخراجھا[1] — اگر لوگوں نے صدقۂ فطر روزِ عید سے مؤخر کردیا تو ساقط نہ ہوا، اس کی ادائیگی ان پر لازم ہے۔ (ت)

(۵۰) ص ۹۴ اعتکاف سنّتِ مؤکدہ ہے سال بھر میں جب کیا جائے جائز ہے رمضان شریف کے پچھلے عشرہ میں افضل ہے۔ مذہب حنفی میں پچھلے عشرہ کا اعتکاف سنتِ مؤکدہ ہے۔ عالمگیری میں ہے:

الاعتکاف سنۃ مؤکدۃ فی العشر الاخیر من رمضان[2] — رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف سنت مؤکدہ ہے۔ (ت)

یہ چھوٹے چھوٹے گنتی کے اوراق میں اس کے پچاس۵۰ دھوکے ہیں اور بہت چھوڑ دئے، اور صرف اس کی ایک کتاب ہی پیش نظر ہے، باقی ۱۳ میں خدا جانے اپنے دین و دیانت کو کیا کچھ تین تیرہ کیا ہو۔ اس کے حمایتی دیکھیں کہ ہدایہ وغیرہ حنفیہ کی معتبر کتابوں میں مسائل خلافیہ لکھنے کا یہی طریقہ ہے کہ غیر مذہبوں بلکہ لامذہبوں کے مسائل لکھ جائیں اور انھیں کو احکامِ خدا و رسول ٹھہرائیں اور مذہب حنفی کا نام بھی زبان پر نہ لائیں، یہ صریح دغابازوں، فریبیوں، بددیانتوں، مفسدوں، دشمنانِ حنفیہ کا کام ہے۔ تو یہ مصنف اور اس کے حمایتی جتنے ہیں سب مذہب حنفی کے دشمن اور حنفیہ کے بدخواہ ہیں۔ مسلمانوں پر ان سے احتراز فرض ہے۔

قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر۔ قد بینا لکم الاٰیات ان کنتم تعقلون[3] — بیر ان کی باتوں سے جھلک اٹھا اور وہ جو سینے میں چھپائے ہیں اور بڑا ہے، ہم نے نشانیاں تمھیں کھول کر سنا دیں اگر تمھیں عقل ہو۔ (ت)

نسئل اللہ العفو والعافیۃ و لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علٰی — ہم اللہ تعالٰی سے درگزر اور عافیت کا سوال کرتے ہیں، اور اللہ تعالٰی کی توفیق کے بغیر نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی

---

[1] الہدایۃ کتاب الزکوٰۃ باب صدقۃ الفطر المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۱۹۱

[2] الفتاوی الہندیۃ کتاب الصوم الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۱۱

[3] القرآن الکریم ۳/۱۱۸

Marfat.com

خیر خلقه محمد و آله و اصحابه اجمعین و بارك و سلم۔ و الله سبحٰنه و تعالیٰ اعلم۔

نیکی کرنے کی قوت۔ اور اللہ تعالیٰ درود و سلام اور برکت بھیجے اس پر جو تمام مخلوق سے بہتر ہے اور آپ کی آل پر اور تمام صحابہ پر۔ اور اللہ سبحٰنہ و تعالیٰ خُوب جانتا ہے۔ (ت)

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱ھ
عبدالمصطفٰی احمد رضا خاں

Marfat.com

رسالہ

دفع زیغ زاغ

(کوّے کی کجی کو دُور کرنا)

ملقّب بلقب تاریخی

رامی زاغیان

۱۳۲۰ھ

(کوّا والوں پر تیر اندازی کرنے والا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی احلّ لنا الطیبات وحرّم علینا الخبائث وجعل الفواسق

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمارے لئے پاکیزہ اشیاء حلال اور گندی اشیاء حرام فرمائی ہیں اور خبیث اشیاء کی طرف خبیث ہی

Marfat.com

لا یمیل لاکلھا الاکل فاسق فان الجنس للجنس شواق والشبہ الی الشبہ باشواق والصلوٰۃ والسلام علی من بین الحلال والحرام واحل قتل الفواسق فی الحل والحرام للحلال والحرام فلا یستطیبہا من بعد ماجاءہ من العلم الا من نزاغ والی الخبث والفسق مثلہا داغ۔ وعلیٰ اٰلہ وصحبہ وعلماء حزبہ وعلینا معہم وبہم ولہم اجمعین الیٰ یوم الدین اٰمین یا ارحم الراحمین۔

مائل ہوتا ہے، ہر کوئی اپنے ہم جنس اور اپنی مثل کا طلبگار رہتا ہے اور درود و سلام ہو اس پر جس نے حلال و حرام کو بیان فرمایا اور خبیث جانوروں کا قتل حل و حرم میں محرم و غیر محرم کے لئے حلال کیا اس کے بعد انھیں حلال نہ جانے گا مگر وہ جس نے کجروی اختیار کی اور اپنے جیسے خبیث و فاسق کی طرف راغب ہوا، اور آپ کے آل و اصحاب وعلمائے اُمت پر اور ان کے صدقے ان کے ساتھ ہم سب پر تا قیامت، اے بہتر رحم فرمانے والے۔ آمین!

فقیر غلام محی الدین عرف محمد سلطان الدین حنفی قادری برکاتی سلطٰنی عاملہ اللہ بلطفہ الحفی الوفی (اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اپنی بھرپور مخفی مہربانی کے ساتھ معاملہ فرمائے۔ ت)
خدمت برادرانِ دین میں عرض رسا، اس زمانہ فتن و محن میں کہ علم ضائع اور جہل ذائع ہے بعض شوخ طبیعتیں پیرانہ سالی میں بھی نچلی نہیں بیٹھتیں، آئے دن ایک نہ ایک بات ایسی نکالتی رہتی ہیں جن سے مسلمانوں میں اختلاف پڑے فتنہ پھیلے اپنا کام بنے نام چلے۔ جناب گرامی القاب وسیع المناقب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے پہلے مسئلہ "امکانِ کذب" نکالا کہ معاذاللہ اللہ عزوجل کا سچا ہونا ضرور نہیں جھوٹا بھی ہوسکتا ہے، پھر ابلیس لعین کے علم کو رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ بتایا۔ اُن کے یہ دونوں مسئلے "براہین قاطعہ" کے صفحہ ۳ وصفحہ ۷۴ پر ہیں پھر بحکم آنکہ ع

قدم عشق پیشتر بہتر
(عشق کا قدم آگے بہتر ہے)

ایک مُہری فتوے میں تصریح کردی کہ اللہ تعالےٰ کو بالفعل جھوٹا ماننا فسق بھی نہیں اگلے امام بھی خدا کو ایسا مانتے ہیں جو خدا کو بالفعل جھوٹا کہے اُسے گمراہ فاسق کچھ نہ کہنا چاہئے ہاں ایک غلطی ہے جس میں وہ تنہا نہیں بلکہ بہت اماموں کا پیرو ہے۔ حضرت کا یہ ایمان ان کے مہری فتوے میں ہے جو برسوں سے بمبئی وغیرہ میں مع رَد بارہا چھپ گیا اور علماء نے صریح حکم کفر دیا اور جناب گرامی القاب سے جواب نہ ہوا یونہی دو مسئلۂ اولین کے رَد میں علماء کے متعدد رسائل سالہا سال سے چھپ چکے اور لاجواب

Marfat.com

رہے۔ ادھر سے کان ٹھنڈے ہوئے تھے کہ حضرت کی اختراعی طبیعت نے کوا پسند کیا اس کی حلت کا غوغا بلند کیا پھر بھی غنیمت ہے کہ کفر و ایمان سے اُتر کر حلال و حرام میں آئے مسلمانوں کے قلوب میں اس پر بھی عام شورش و نفرت پیدا ہوئی، اگر حق سبحانہ و تعالیٰ توفیق عطا فرماتا تو بصیر اسی سے اندازہ کر لیتا کہ کوّے کو اسلامی طبیعتیں کیسا سمجھتی ہیں، عام قلوب میں اس کی حلت سُن کر ایسی شورش پیدا ہوئی آخر چیزے نیست، قمری یا کبوتر کو حلال بتانے پر بھی کبھی اختلاف پیدا ہوا، علماء و عامہ نے اُسے نیا مسئلہ سمجھ کر تعجب کی نگاہ سے دیکھا؟ ہندوستان پر انھیں چند سال میں قحط کے کتنے حملے ہوئے؟ یہ سیاہ پوش صاحب ہر گلی کوچے میں کثرت سے ملتے ہیں عام مسلمین جن کی طبائع میں من جانب اللہ اُس فاسق پرند کی خباثت و حرمت مذکور رہے، اُن کا خیال تو ادھر کیوں جاتا مگر اُس وقت تک جناب کو بھی اس مسئلہ کا الہام نہ ہوا، ورنہ اور نہیں تو آپ کے معتقدین قحط زدوں کو تو مفت کا حلال طیب گوشت ہاتھ آتا اور چار طرف کاؤں کاؤں کا شور بھی کچھ کم پاتا۔ اب حالِ وسعت و فراخی میں آپ کو سُوجھی کہ کوّا حلال، نہ صرف حلال بلکہ حلال طیب ہے، متعدد بلاد میں اہلِ علم نے اس کے رَد لکھے، یہاں تک کہ بعض متعقدین جناب گنگوہی صاحب نے بھی اُن کے خلاف تحریریں کیں، اعلحضرت عظیم البرکۃ مجدّدِ دین و ملّت حضرت عالمِ اہلسنّت مدظلہ العالی کے حضور میرٹھ سہارنپور گلاوٹی کانپور وغیرہا دس بلاد نزدیک و دُور سے اس کے بارے میں سوالات آئے اکثر جگہ مختصر جوابات عطا ہوئے کہ یہ کوّا فاسق ہے خبیث ہے حرام بحکم قرآن و حدیث ہے، اور بایں لحاظ کہ متعدد بلاد میں اہلِ علم کا اس طرف متوجہ ہونا حلت کے رَد لکھنا صحیح خبروں سے معلوم تھا اور یہاں کثرت کاربرِن از شمار۔ تصنیف کتبِ دین و رَدِّ طوائف مبتدعین کی علاوہ بنگال سے مدراس اور برہما سے کشمیر تک کے فتاوٰی کا روزانہ کام ایک ایک وقت میں دو دو سو استفتاء کا اجتماع و ازدحام، لہذا بایں لحاظ کہ لوگ اس مجہلۂ تازہ کا رَد کر رہے ہیں خود زیادہ توجہ فرمانے کے حاجت نہ جانی۔ اسی اثناء میں متعدد تحریرات مطبوعۂ طرفین نظر سے گزریں، ان کے ملاحظہ سے واضح ہوا کہ یہ مسئلہ بھی اعلحضرت دام ظلہم کے التفات خاص کی حد تک پہنچ گیا ہے۔ بعض تحریراتِ معتقدین جناب گنگوہی صاحب میں یہ بھی تھا کہ یہ مسئلہ اُن کے علماء سے طے کر لیا جاتا یہ امر پسندیدِ خاطر عاطر آیا اور ایک مفاوضہ عالیہ چالیس سوالاتِ شرعیہ پر مشتمل جناب گنگوہی صاحب کے نام امضا فرمایا، یہ سوالات حقیقۃً حرمتِ غراب کے دلائل باز غ اور اوہام لفہ جدیدۂ غرابیہ کے رَدِّ بالغ تھے جو ذی علم بدستیاری انصاف و فہم انھیں مطالعہ کرے اس پر حقیقتِ حال اور حلتِ زاغ کے جملہ اوہام کا زیغ و ضلال روشن ہو جائے، جناب مولوی گنگوہی صاحب بھی

Marfat.com

سمجھ لئے کہ واقعی سوالات لاجواب اور خیالات زاغیہ سب نعیق غراب بلکہ نقش بر آب ہیں مفاوضۂ عالیہ بصیغۂ رجسٹری رسید طلب مرسل ہوا تقاضا بطے کی رسید تو دیتے ہی براہِ عنایت اس کے ساتھ ایک کارڈ بھی بھیجا کہ آپ کا طویل مسئلہ پہنچا میں نے نہ سنا نہ سننے کا قصد ہے انا للہ وانا الیہ راجعون (بیشک ہم اللہ تعالےٰ کے مال ہیں اور ہم کو اس کی طرف پھرنا ہے۔ ت) ہزار افسوس نام علم و حالت علماء پر بے سمجھے بوجھے ایک نیا مسئلہ نکالنا مسلمانوں میں اختلاف ڈالنا اور جب علماء مطالبۂ دلیل و افادۂ حق فرمائیں یوں چپ سادھ لینا ارشادِ قرآن واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتٰب لتبیننہ للناس[1] (اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے عہد لیا ان سے جنھیں کتاب عطا ہوئی کہ تم ضرور اسے لوگوں سے بیان کر دینا۔ ت) کو بھلا دینا ایسے ہی شیوخ الطائفہ کو زیبا ہے جنھیں خود ان کا معتقد فرقہ اپنا پیرِ مغاں لکھتا ہے۔ افسوس معتقدین کی بھی نہ چلی کہ ہمارے علماء سے طے کر لو۔ طے کس سے کیجئے وہاں تو آواز ندارد۔ سوالات میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ فلاں فلاں پرچے جو حلتِ زاغ میں چھپے آپ کی رائے و رضا سے ہیں یا نہیں ان کے مضامین آپ کے نزدیک مقبول ہیں یا مردود ___ جناب گنگوہی صاحب نے خیال فرمایا کہ مقبول کہتا ہوں تو سب بار مجھی پر آتا ہے مردود بتاؤں تو اپنا ہی ساختہ پرداختہ باطل ہوا جاتا ہے لہذا صاف کانوں پر ہاتھ دھر گئے کہ میں نے اس وقت تک اس مسئلہ میں کوئی تحریر موافق نہ مخالف اصلاً نہ سنی نہ سننے کا قصد ہے۔ مجھے تو آج تک یہ بھی معلوم نہ تھا کہ اس بارے میں کسی طرف سے کوئی تحریر چھپی ہے چلئے فراغت شد ؎

نہ ہم سمجھے نہ تم آئے کہیں سے
پسینہ پونچھئے اپنی جبیں سے

حضرت جناب گنگوہی صاحب اور ان سے قربت رکھنے والے خوب جانتے ہوں گے کہ یہ کیسا صریح سچ ارشاد ہوا ہے مگر وہاں اس کی کیا پروا ہے جو اپنے معبود کو جھوٹا بالفعل کہنا سہل جانیں، بندوں پر جھوٹ بولنا آپ ہی واجب بالدوام مانیں۔ عالم اہلسنت دام ظلہ العالی نے فوراً اس کارڈ کا رد رجسٹرد رسید طلب کے ساتھ روانہ فرمایا فراسۃ المومن سے گمان تھا کہ گنگوہی صاحب پہلا مفاوضہ انجانی میں لے چکے ہیں اور قوت سوالات دیکھ کر تحقیقِ مسئلہ شرعیہ سے بچتے ہیں عجب نہیں کہ اس بار رجسٹری واپس فرمائیں لہذا واضح قلم سے لفافے پر یہ الفاظ تحریر

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۸۷

Marfat.com

فرما دئے تھے، دینی مسئلہ ہے صرف تحقیقِ حق مقصود ہے کوئی مخاصمہ نہیں اگر رجسٹری واپس کر دی تو حق پرستی کے خلاف ہوگا اور عجز پر دلیل صاف، مگر بندگانِ خدائے صادق کی فراست ایمانی بحمداللہ تعالیٰ صادق ہی ہوتی ہے وہی گُل کھِلا کہ جناب مولوی گنگوہی صاحب نے انکاری ہوکر مفاوضہ واپس کر دیا۔ اہالی ڈاک نے لکھ دیا کہ حضرت کو انکار ہے لہٰذا واپس، انا للہ وانا الیہ راجعون (بے شک ہم اللہ کے مال ہیں اور اسی کی طرف ہم کو پھرنا ہے۔ ت)

فقیر محض بنظرِ تحقیقِ حق و رفعِ اختلاف مسلمین وہ مفاوضات اور کارڈ بعینہٖ شائع کرتا اور اب چھاپ کر جناب مولوی گنگوہی صاحب سے سوالاتِ شرعیہ کا جواب مانگتا ہے، جناب گنگوہی صاحب نام مناظرہ سے خائف ہوئے تھے کہ سبحٰن السبوح میں حضرت عالم اہلسنت مدظلہ العالی کا حملہ شیرانہ دیکھ چکے تھے یہ فقیر محض بطور استفادہ مسئلہ شرعیہ آپ سے جواب سوالات پوچھتا ہے جب آپ کے نزدیک کوا حلال ہے اور لوگ اس حلالِ خدا کو حرام سمجھے ہوئے ہیں اور خاص آپ سے اس دینی مسئلہ کی تحقیق چاہتے ہیں تو جواب نہ دینا کیا معنیٰ رکھتا ہے، پہلے بھی مفاوضۂ عالیہ نے آپ کو سُنا دیا تھا اور اب فقیر بھی گزارش کئے دیتا ہے کہ خاص آپ کا جواب درکار ہے اُسی سے رفعِ نزاع ممکن ہے زید و عمرو سے غرض نہیں، اینو آں پر التفات نہ ہوگا آپ سے مسائل شرعیہ کا سوال ہے آپ پر جواب واجب ہے آخر ماہ رمضان المبارک تک چالیس دن کی مہلت نذر ہے اگر عید ہوگئی اور جناب نے ہر سوال کا مفصل جواب اپنا مُہری نہ بھیجا تو واضح ہوگا کہ آپ کو حلال و حرام کی پروا نہیں آپ مسائل شرعیہ پوچھنے والوں کے جواب سے عاجز ہیں آپ بے سمجھے مسائل منہ سے نکالتے اور مسلمانوں میں اختلاف ڈالتے اور جواب کے وقت خموشی پاتے ہیں اور اگر آپ نے جواب تفصیلی بھیجے اور اُسی قدر یا استفادۂ مکرر سے فقیر کو اطمینان ہوگیا تو میں وہ نہیں کہ جو چاہوں مان لوں اور عجز کے وقت سکوت کی امان لوں میں وعدہ دیتا ہوں کہ حلالِ خدا کو کبھی حرام نہ کہوں گا آپ کی طرف سے ایک تحقیق حاصل ہونے کا ممنون ہوں گا آئندہ اختیار بدست مختار، حسبنا اللہ ونعم الوکیل وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا و مولانا محمد و آلہ بالتبجیل۔

نقل مفاوضہ اول حضرت عالم اہلسنت مدظلہ بنام جناب مولوی گنگوہی صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بنظرِ خاص مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی۔ السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ (سلام اس پر

Marfat.com

جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ت) حلتِ عزاب کے دو پرچے خیر المطابع میرٹھ کے چھپے کہ کسی صاحب ابو المنصور مظفر میرٹھی کے نام سے شائع ہوئے ایک کا عنوان تردید ضمیمہ اخبار عالم مطبوعہ ۷ اکتوبر ۱۹۰۲ء، دوسرے کی پیشانی تردید ضمیمہ شحنۂ ہند میرٹھ مطبوعہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۰۲ء، بعض احباب نے بھیجے، اس کا یہ فقرہ واقعی لائق پسند ہے کہ شرعی مسئلہ کا صرف علماء میں طے ہونا، لہذا بالغرض رفع شکوک عوام و تمیز حلال وحرام خاص آپ سے بعض امور مسؤل اور ایک ہفتے میں جواب مامول۔ چار روز آمدورفت ڈاک کے ہوئے اگر تین دن کامل میں بھی آپ نے جواب لکھا تو چار دہم شعبان روز چارشنبہ تک آجانا چاہیئے کہ آج شنبہ ہفتم شعبان ہے۔ اور اگر اس مہلت میں نہ ہو سکے تو اس کا مضائقہ نہیں ع

نکو گوئی اگر دیر گوئی چہ غم

(بات اچھی کہے اگر دیر سے کہے تو کیا غم ہے۔ت)

مگر اس تقدیر پر بو الپسی ڈاک وعدہ جواب وتعیین مدت سے اطلاع ضرور ہے ورنہ سکوت متصور ہوگا۔ جواب میں اختیار ہے کہ اپنے جن جن معاونین سے چاہیئے استعانت کیجئے بلکہ بہتر ہوگا کہ سب کو جمع کرکے شورے مشورے سے جواب دیجئے کہ دس کی سوجھ بوجھ ایک سے کچھ اچھی ہی ہوگی، مگر بہرحال مجیب خود آپ ہی ہوں زید وعمرو کے نام سے جواب جواب کو جواب ہوگا نہ جواب کہ مقصود تو ان امور میں آپ کی رائے معلوم ہونا ہے زید وعمرو کی خوش نوائیاں تو اخباروں اشتہاروں میں ہو ہی چکیں، تحریر پر مہر بھی ضرور ہو کہ جحود جاحد کا احتمال دور ہو، مسئلہ مسئلہ دینیہ ہے اور مسئلہ دینیہ میں بے غور کامل وفحص بالغ آنکھیں بند کرکے منہ کھول دینا سخت بد دیانتی، تو ضرور ہے کہ آپ اس مسئلہ کے تمام اطراف و جوانب پر نظر ڈال چکے اور جمیع مالہ وما علیہ پر تامل چکے ہوں گے تحقیق تنقیح تطبیق ترجیح سب ہی کچھ کرلی ہوگی تو ان سوالوں کے جواب میں آپ کو دقت یا معذوری چشم کا عذر نہ ہوگا خصوصاً اس حالت میں کہ عالمگیری جیسی بیس کتابیں آپ کے سینے شریف میں بند ہیں جیسا کہ مشتہر صاحب نے ادعا کیا، ہر سوال کا صاف صاف جواب ہو، اگر کسی امر میں خفا رہا یا جواب سوال سے پورا متعلق نہ ہوا یا کسی جواب پر کوئی سوال تازہ پیدا ہوا تو دوبارہ سوال کرلیا جائے گا کہ مقصود وضوح حق ہے نہ خالی ہار جیت کی زق زق۔ واللّٰہ الھادی الی صراط الحق (اور اللہ تعالٰی ہی راہِ حق کی ہدایت دینے والا ہے۔ت)

سوال اوّل: پہلے یہی معلوم ہو کہ دونوں پرچے مذکورہ اور وہ کاغذات جن کے طبع کا پرچہ اخیرہ میں وعدہ دیا آپ کی رائے واطلاع ورضا سے ہیں یا بالائی لوگوں نے بطورِ خود شائع کئے ان کے سبب

Marfat.com

مضامین آپ کو قبول ہیں یا کل مردود یا بعض، علی الثالث مردود کی تعیین، بحال سکوت وہ پرچے آپ ہی کے قرار پائیں گے خبر شرط ست خبر شرط ست خبر شرط ست خبر شرط ست من انذر فقد اعذر (خبر شرط ہے خبر شرط ہے خبر شرط ہے، جس نے ڈرایا اس نے عذر پیش کر دیا۔ ت) اور اگر صرف اتنا جواب دیا کہ اُن کا نفس حکم منظور تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اُن کے دلائل و ابحاث آپ کے نزدیک مردود و مطرود ہیں، ورنہ قبول میں تخصیص حکم نہ ہوتی۔ اور نسبت دلائل و ابحاث اجمالی بات کہ مثلاً بعض یا اکثر صحیح ہیں کافی نہ ہوگی، وہ لفظ یاد رہے کہ علی الثالث مردود کی تعیین۔

سوال دوم: شامی و طحطاوی و حلبی وغیرہا میں کہ عقعق و ابقع و غداف و اعصم و زاغ کی طرف غراب کی تقسیم ہے صحیح و حاصر ہے یا غلط و قاصر، علی الثانی اس میں کیا کیا اغلاط کتنا قصور ہے اور ان پر کیا دلیل۔

سوال سوم: غراب جب مطلق بولا جائے ان متعارف متنازع فیہ کوّوں کو شامل ہے یا نہیں، کیا غراب کا ترجمہ کوا نہیں۔

سوال چہارم: اقسام خمسہ میں ہر ایک کی جامع مانع تعریف کیا ہے خصوصاً ابقع و عقعق کی رسم صحیح کہ طرداً و عکساً ہر طرح سالم ہو مع بیان ماخذ۔

سوال پنجم: اگر تعریفات میں کچھ اختلاف واقع ہوئے ہیں تو ان میں کوئی ترجیح یا تطبیق ہے یا اختیار ہے کہ جزافاً جو چاہیے سمجھ لیجئے علی الاول آپ نے کیا کیا اختلاف پائے اور ان میں کس ذریعے سے ترجیح یا تطبیق دے کر کیا قول منقح نکالا۔

سوال ششم: متنازع فیہ کوّا اقسام خمسہ سے کس قسم میں ہے، جو قسم معین کی جائے اس کی تعیین اور ما بقی سے امتیاز مبین کی دلیل کافی بملاحظہ جملہ جوانب مبیّن کی جائے۔

سوال ہفتم: یہ کوّے جس طرح اب دائر و سائر ہیں کہ ہر جگہ ہر شہر و قریہ میں بکثرت وافرہ ہمیشہ ملتے ہیں اور ان کا غیر شہروں میں نادر، کیا اس پر کوئی دلیل ہے کہ ان کی یہ شہرت و کثرت اور امصار میں ان کے غیر کی ندرت اب حادث ہوگئی فقہائے کرام اصحاب متون و شروح و فتاوٰی کے زمانے میں نہ تھی وہ حضرات ان کوّوں سے واقف تھے یا نادر الوجود ہونے کے باعث ان کا حکم بیان فرمانے کی طرف متوجہ نہ ہوئے جو ان کے زمانے میں کثیر الوجود تھے ان کے حکم بیان کئے آپ کو اختیار دیا جاتا ہے کہ جو شق چاہیے اختیار کر لیجئے مگر ان کے سوا کوئی راہ چلئے تو ان دونوں کے بطلان اور اس کی صحت پر اقامت برہان ضرور ہوگی۔

Marfat.com

سوال ہشتم: متون و شروح و فتاوی میں اختلاف ہو تو ترجیح کسے ہے، اصل مذہب صاحبِ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ وہ ہے جو متون لکھیں یا وہ کہ بعض فتاوے یا شروح حاکی ہوں۔ علماء نے ہدایہ کو بھی متون میں شمار فرمایا ہے یا نہیں، یا ذکر کے کہئے۔

سوال نہم: غداف جب اقسام غراب میں مذکور ہو اس سے نسر یعنی گدھ مراد ہے یا کیا۔

سوال دہم: کیا کوئی کوا شکاری بھی ہے کہ زندہ پرندوں کو پنجے سے شکار کرکے کھاتا ہے، اگر ہے تو اس کا کیا نام ہے اور وہ ان اقسامِ خمسہ سے کس قسم میں ہے یا ان سے خارج کوئی نئی چیز ہے، علی الاول وہ قسم مطلقاً شکاری ہے یا بعض افراد، علی الثانی شکاری و غیر شکاری ایک نوع کیوں ہوئے۔

سوال یازدہم: جیفہ و شکار جدا جدا چیزیں ہیں یا ہر شکار کرکے کھانے والا جیفہ خوار ہے۔

سوال دوازدہم: پہاڑی کوا کہ اس کوے سے بڑا اور یکرنگ سیاہ ہوتا اور گرمیوں میں آتا ہے کیا ان کوؤں کی طرح آپ کے نزدیک وہ بھی حلال ہے یا حرام، علی الاول کس کتاب میں حلال لکھا ہے علی الثانی اس کی حرمت کی وجہ کیا ہے۔

سوال سیزدہم: بعض کتبِ طبیہ میں جو عقعق کو مہوکا لکھا اور وہ ایک اور جانور کوے کے مشابہ ہے، نجاست وغیرہ کھاتا ہے اور شہر میں کم آتا ہے، اور ہدایہ و تبیین و فتح اللہ المعین میں جس قدر باتیں عقعق کی نسبت تحریر فرمائی ہیں سب اس میں موجود ہیں آپ کے پاس اس کی تکذیب پر کیا دلیل ہے۔

سوال چہاردہم: حدیث:

خمس من الفواسق یقتلن فی الحل والحرم[1]	پانچ جانور خبیث ہیں انھیں حل و حرم میں قتل کیا جائے گا۔ (ت)

سے تحریم فواسق پر استدلال مذہبِ حنفی کے مطابق و مقبول ہے یا باطل و مخذول۔

سوال پانزدہم: قولِ صحابی اصولِ حنفی میں حجتِ شرعی ہے یا نہیں، خصوصاً جب کہ اس کا

---

[1] صحیح مسلم کتاب الحج باب یندب للمحرم وغیرہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۸۱
سنن ابن ماجہ کتاب المناسک باب مایقتل المحرم الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۳۰
کنز العمال حدیث ۱۱۹۴۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۵/۴۷

Marfat.com

خلاف دیگر صحابہ سے مسموع نہ ہو رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

سوال شانزدہم: آپ حمار یعنی خر کو حلال جانتے ہیں یا حرام، اگر حرام ہے تو علتِ حرمت کیا ہے حالانکہ وہ صرف دانہ گھاس وغیرہ پاک ہی چیزیں کھاتا ہے یا لااقل خلط تو کرتا ہے۔

سوال ہفدہم: کیا جلالہ کہ کثرتِ اکل نجاسات سے بُو لے آئی ہو حرام و ممنوع ہے یا نہیں جبکہ کبھی گھاس بھی کھالیتی ہو، اگر نہیں تو کیوں، حالانکہ نجاست اس کے رگ و پے میں ایسی ساری ہوگئی کہ باہر سے بُو دینے لگی تنہا اکل نجاسات بھی اور اس سے زیادہ کیا وصف مؤثر فی التحریم پیدا کریگا، اور اگر ہے تو کیوں، حالانکہ خلط تو پایا گیا۔

سوال ہیجدہم: ترک استفصال عند السوال دلیل عموم ہے یا نہیں، ذرا فتح القدیر دیکھی ہوتی۔

سوال نوزدہم: جس شے میں علتِ حلت و حرمت جمع ہوں حلال ہوگی یا حرام یا مشتبہ، علی الثالث اس پر اقدام کیسا اور وہ طیبات میں معدود ہوگی یا نہیں۔

سوال بستم: نہ جاننے والا ایک حکم شرعی عالم سے استفسار کرے شرعاً اُس مسئلہ میں تفصیل ہو کہ بعض صور جائز بعض ناجائز، تو ایک حکم مطلق بیان کر دینا اضلال ہے یا نہیں۔

سوال بست و یکم: حل اگر معلول قرار پائے تو علت حلت عدم جمیع علل حرمت ہے یا صرف کسی وصف وجودی کا ثبوت، کیا شرع میں اس کی کوئی نظیر ہے کہ امر وجودی کے محض تحقق کو مناط حل قرار دے دیا ہو جب تک اس کا وجود ارتفاع جمیع وجوہ خطر کو مستلزم نہ ہو۔

سوال بست و دوم: کوّے کہ بالاتفاق حرام ہیں، فقہائے کرام نے اُن کی تحریم کی تعلیل صرف اکل محض نجاست سے کی ہے یا اور بھی کوئی علت ارشاد ہوئی ہے۔

سوال بست و سوم: کیا اکل میں خلط نجس و طاہر ارتفاع جملہ وجوہ تحریم کو مستلزم ہے کہ جہاں خلط پایا جائے وہاں کوئی وجہ تحریم نہیں ہو سکتی کہ باوصف وجود ملزوم انتفائے لازم قطعاً معلوم۔

سوال بست و چہارم: غذا پر نظر کرنا اور یہ اصل کلی باندھنا کہ جو جانور صرف نجاست کھائے حرام اور جو نرا طاہر یا دونوں کھائے حلال ہے خاص اُس صورت میں جب دیگر وجوہ حرمت سے کچھ نہ ہو یا یونہی عموم و اطلاق پر ہے کہ صرف غذا دیکھیں گے باقی سبعیت یا فسق یا خبث وغیرہا کسی بات پر نظر نہ ہوگی، شق ثانی ماننے والا عاقل مصیب ہے یا جاہل دیوانگی نصیب۔

سوال بست و پنجم: قاعدۂ مذکورہ امام کے کسی کلام سے استنباط کیا گیا ہے یا خود امام نے اُس کلیے پر نص فرمایا ہے علی الثانی ثبوت علی الاول وہ کلام امام کیسی چیز سے متعلق تھا اور قاعدہ

Marfat.com

مستنبطہ اُسی کے نظائر سے متعلق ہو سکے گا یا اپنے ماخذ سے بھی عام ہو جائے گا علی الثانی صحت استنباط کیونکر۔

سوال بست وششم: وصف البقع یعنی دو رنگا ہونا خود مؤثر فی التحریم ہے یا سلباً و ایجاباً مدار حُرمت یا علامت ملزومہ یا لازمہ تحریم یا ان سب سے خارج ہے، جو کچھ سمجھ کر کہئے۔

سوال بست وہفتم: پانی کو مطہر کہنا ٹھیک ہے یا نہیں، کیا اُس پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ پانی تو مائے مضاف بھی ہے اس سے وضو کب جائز ہے، اگر نہیں ہو سکتا تو کیوں، حالانکہ مضاف بھی مائے مطلق نہ سہی مطلق ماء میں تو ضرور داخل ہے اور اُس کلام میں پانی مطلق ہی تھا یعنی لابشرط شئی نہ مقید با طلاق یعنی بشرط لا۔

سوال بست وہشتم: اگر شارح یا محشی کسی کلام کو ایسے محل سے متعلق کر دے جو اصول مسلمہ شرعیہ کے خلاف ہو تو اس کی یہ توجیہ خطائے بشری ٹھہرے گی یا اس کے سبب اصلِ شرعی ہی رد کر دی جائے گی۔

سوال بست ونہم: کیا حنفیہ کلام شارع میں مفہوم صفت معتبر رکھتے ہیں۔

سوال سیم: مذہب حنفی میں کوّے کی کوئی نوع فی نفسہٖ بھی حرام ہے جسے حرمت لازم ہو یا حقیقۃً سب انواع حلال ہیں حرام کی حرمت صرف بعارض و زوال پذیر ہے علی الثانی ہمارے ائمہ سے ثبوت علی الاول علتِ حرمت کا بیان۔

سوال سی ویکم: غیر حوا کی میں نوعیتِ صوت حیوانات کا خاصہ شاملہ ہے یا نہیں حتیٰ کہ منطقیوں نے جب ادراک ذاتیات کا رستہ نہ پایا اُسے فصول قریبہ سے کنایہ بنایا اور حیوان ناطق حیوان صاہل حیوان ناہق کو انسان و فرس و حمار کی حد ٹھہرایا، ان شہروں میں گھوڑا ہنہناتا کتا بھونکتا ہے کیا کہیں اس کا عکس بھی ہے کہ کتا ہنہناتا گھوڑا بھونکتا ہے۔

سوال سی ودوم: کیا وجہ تسمیہ میں تعدد محال ہے یا ایک وجہ دوسرے کے معارض سمجھی جائے، کیا اس میں اطراد شرط ہے ریش کو جرجیر اور پیٹ کو قارورہ کہیں گے۔

سوال سی وسوم: کوئی کوّا آپ نے دیکھا یا کسی معتمد سے دیکھنا سنا ہے کہ سوائے نجاست کے کبھی دانے وغیرہ کسی پاک چیز کو اصلاً نہ چھوئے۔ یہاں دو قسم کے کوّے دیکھے جاتے ہیں، یہ اور کگار، کیا کگار دانہ کھاتے نہیں دیکھا جاتا۔

سوال سی وچہارم: عق عق عق عق اور غاق غاق یا ہندی کہئے کُچ کُچ کُچ کُچ اور

Marfat.com

کاؤں کاؤں، کیا یہ دونوں حکایتیں متباین آوازوں کی نہیں، کیا کوئی سمجھ وال بچہ بھی کاؤں کاؤں کرنے والے کو کہے گا کہ عق عق عق عق کہہ رہا ہے۔

سوال سی و پنجم: کیا لونِ حیوانات اختلاف بلاد سے مختلف نہیں ہوتا اگرچہ بنظر حالت معہودہ اس سے شناخت حیوان کرائیں مثلاً توتے کی رسم میں سبز رنگ، حالانکہ سپید بھی ہوتا ہے، تو کیا صرف موضع لون میں اختلاف نوعِ حیوان کو بدل دے گا حالانکہ نوعیتِ لون بھی نہ بدلی، خصوصاً جہاں خود کلماتِ راسمین تعیینِ موضع میں ایک وجہ پر نہ آئے ہوں، بہت نے مطلق کہا بعض نے ایک طرح تخصیص محل کی بعض نے دوسری طرح، تو کیا صرف ان بعض مخصصین میں بعض کا قول دیکھ کر خصوص موضع میں ایک فرقِ قریب پر تبدّلِ ذاتِ حیوان کا زعم جنون ہے یا نہیں۔

سوال سی و ششم: کراہت و ممانعت کہ بوجہ اکل نجاست ہو لذاتہ ہوتی ہے یا اسی وصف کے سبب، یہاں تک کہ اگر وصف زائل ہو کراہت زائل ہو، ہمارے ائمہ نے دجاجۂ مخلاۃ و بقرۂ جلالہ میں بعد حبس اور امام ابو یوسف کی روایت میں عقعق کی نسبت کیا فرمایا ہے۔

سوال سی و ہفتم: جامع الرموز کتب ضعیفہ نامعتمدہ سے ہے یا نہیں، وہ اگر کسی بات میں ہدایہ و کافی و تبیین و ایضاح و لباب و جوہرہ وغیرہا متون و شروح معتمدہ و معتبرہ کے معارض مانی جائے تو ان کے مقابل کچھ بھی التفات کے قابل ٹھہر سکتی ہے بلکہ ان سب عمائد کی تصریحاتِ جلیلہ سے اگر کوئی معتبر کتاب بھی مخالفت کرے جس کا مصنف نہ مجتہد فی الفتویٰ مانا گیا نہ ان میں اکابر کا ہم پایہ، تو ترجیح کس طرف ہے، راجح کو چھوڑ کر مرجوح پر فتویٰ دینے کو علمائے نے جہل و خرقِ اجماع بتایا یا نہیں۔ ۱

سوال سی و ہشتم: جانوروں میں فسق کے کیا معنے ہیں، باز و شکرہ و گربہ و کلب معلَّم بھی فاسق ہیں یا نہیں۔ علی الاول ثبوت علی الثانی ان میں اور زاغ میں کیا فرق ہے جس کے سبب شرع مطہر نے کوّے کو فاسق بتایا نہ ان کو۔

سوال سی و نہم: ظہر کا ترجمہ کمر کہاں کی زبان ہے، کیا اگر کوّے کی کمر پر سپیدی نہ ہو تو نہ وہ فاسق ہے نہ خبیث بلکہ مطلقاً حلال طیب ہے یہ کس کا مذہب ہے، کمر کی سپیدی کو حلت حرمت میں کیا اور کتنا اور کیوں دخل ہے۔

سوال چہلم: ایذا کہ حیوانات میں فسق ہے اس سے مطلقاً ایذا مراد ہے انسان کو ہو یا حیوان کو ابتداءً ہو یا مقاومۃً طبعاً عادۃً ہو یا نادراً و کیفما کان شکاری جانور ہونا بھی اس ایذا

Marfat.com

میں شرعاً داخل ہے یا نہیں، علی الاول ثبوت درکار کہ علماء نے ایذائے مناط فی الفسق میں اسے مطلقاً داخل کیا یا باز وغیرہ شکاری پرندوں کو خود اسی بنا پر کہ وہ شکاری ہیں فاسق بتایا ہو، شرع کی کس دلیل کس امام معتمد کی تصریح سے ثابت ہے کہ طیور و بہائم میں مناطِ فسق و مناطِ سبعیت واحد ہے کیا فسق و سبعیت میں یہاں کچھ فرق نہیں، نیز غیر طیور و بہائم میں مناط کس قسم کی ایذا ہے اور وہ یہاں صلوحِ مناطیت سے کیوں معزول ہوئی۔

تنبیہ: بہت سوالوں میں کئی کئی سوال، بہت میں متعدد شقوق ہیں نمبروار، ہر سوال کی پوری باتوں کا جواب درکار۔

و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین و صلی اللہ علٰی سیدنا و مولانا محمد و اٰلہٖ اجمعین۔	اور ہماری دُعا کا اختتام اس پر ہے کہ تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔ اور اللہ تعالٰی درود نازل فرمائے ہمارے آقا و مولٰی محمد مصطفٰی پر اور آپ کی تمام آل پر۔ (ت)

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۷ شعبان معظم ۱۳۲۰ھ ہجریہ علٰی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ

نقل کارڈ مولوی گنگوہی صاحب بجواب مفاوضۂ عالیہ

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ بعد سلام مسنون آنکہ آپ کی تحریر طویل دربارۂ مسئلہ زاغ بندہ کے پاس پہنچی بندہ نے اس وقت تک کوئی اس مسئلہ میں نہ کوئی موافق تحریر سُنی ہے نہ مخالف

ع املائے شریف میں کوی کا لفظ یونہی مکرر ہے اور ہونا ہی چاہیئے تھا کہ محبوب تازہ یعنی کوّے کے ہمشکل ہے اس کی لذت نے اسے فنا کر دیا حبك الشیئ یعمی ویصم[1] کسی چیز کی محبت آدمی کو اندھا بہرا کر دیتی ہے ۱۲۔

[1] سنن ابی داود کتاب الادب باب فی الہوٰی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۴۳
مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث ابی الدرداء المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۱۹۴
" " " " " " " " " " " " ۶/ ۴۵۰

Marfat.com

اور نہ آئندہ ارادہ سُننے کا ہے اور نہ مسئلہ حلۃ غراب موجودہ[۱] دیار میں مجھے کسی قسم کا شبہہ یا خلجان ہے جس کے رفع کے لئے مزید تحقیق کی ضرورت ہو ایام طالب علمی سے یہ مسئلہ بندہ کو معلوم ہے اُسی وقت بغرضِ اطمینان اپنے اساتذۂ کرام سے بھی پوچھ لیا تھا ورنہ کتبِ متداولہ درسیہ سے اسکی حلت خود ظاہر ہے اور متدبر کو ذرا غور سے واضح ہو جاتا ہے بحث مباحثہ مناظرہ مجادلہ کا نہ مجھے شوق ہوا نہ اس قدر فرصت ملی البتہ نفس مسئلہ حلۃ و حرمۃ مجھسے بارہا سیکڑوں ہزاروں مرتبہ مجھسے[۲] کسی نے پوچھا اور میں نے بتلا دیا اب نہ معلوم پچاس (۵۰) سال کے بعد یہ غل شور کیوں ہوا میں نے آپ کا مسئلہ بھی نہ سُنا ہے اور نہ سننے کا قصد ہے مگر چونکہ آپ[۳] نے ٹکٹ نہیں بھیجا اس لئے اسکو واپس نہیں کیا صرف یہ کارڈ آپ کے رفعِ انتظار کے لئے بھیجا ہے ورنہ اس کی بھی حاجۃ نہ تھی مجھے[۴] اس وقت سے پہلے یہ بھی خبر نہ ہوئی تھی کہ اس مسئلہ میں کوئی تحریر کسی طرف سے چھپی ہے البتہ مجھسے سیکڑوں آدمیوں نے پوچھا ہے میں نے اسی قدر جس قدر ہدایہ[۵] وغیرہ میں درج ہے لکھدیا ہے ،

والسلام ۔

عہ۱ غراب کی تانیث عجب محاورہ ہے شاید یہی خیال باعثِ الفت ہوا ہو کالا سر تو کبھی دیکھا ہی تھا اگرچہ ؎

ترا برف بارید بر پرِ زاغ   نشاید چو بلبل تماشائے باغ

(کوّے کے پروں پر اگر برف برس جائے تب بھی وہ بلبل کی طرح تماشائے باغ کے لائق نہیں ہوتا)

عہ۲ یہ مجھسے مکرر ہے (کوئی مجھسے کوئی مجھسے) دو بار فرمایا ہے گویا وہ کمال محبت میں عرب کا محاورہ ادا کر کے ارشاد ہوا ہے کہ ،

الغراب منی وانا من الغراب ۱۲ ۔ کوّا مجھ سے اور میں کوّے سے ہوں ۔ (ت)

عہ۳ سوالات جواب آنے کو بھیجے تھے نہ کہ واپس دینے کو ، اگر فقط ٹکٹ کی ناچاری جواب دینے کی سدِ راہ ہے تو آپ جواب بیرنگ دیں بلکہ رجسٹری کرا کر جو دوانی اُٹھے اتنے کا ویلیو بھیجیں دو آنے وہ اور تین اور نذرانے کے مَیں حاضر کر دوں گا ۱۲

عہ۴ وہ دیکھئے جھلک دے گئی ۔ اس وقت سے پہلے کا لفظ صاف بتا رہا ہے کہ اب مفاوضہ عالیہ سننے سے خبر ہوئی حالانکہ آپ فرماتے ہیں میں نے سُنا ہی نہیں ۱۲

عہ۵ ہدایہ میں صریح روشن بیان واضح تبیان سے آپ کا رد لکھا ہے مگر زیغ زاغ میں ہدایہ سوجھے بھی ۱۲.

Marfat.com

مفاوضۂ دوم حضرت عالم اہلسنت مدظلہ در رد کارڈ گنگوہی صاحب رد علیہ حملہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

بنظرِ خاص مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی، سلٰم علی المسلمین اجمعین (سلام ہو تمام مسلمانوں پر۔ ت)۔ آپ کا کارڈ مشعر رسید مسائل مرسلۂ فقیر آیا۔ عجلت ارسال رسید باعثِ مسرت ہوئی مگر ساتھ ہی جواب دینے سے انکار پر حسرت۔ میری آپ کی مخالفت اصول عقائد میں ہے جس میں فقیر بحمد ربہ القدیر جل جلالہ یقیناً حق و ہدٰی پر ہے۔

الحمد للہ الذی ھدٰنا ھٰذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدٰنا اللہ لقد جاءت رسل ربنا بالحق[1] لا امکان فیہ للکذب ولا احتمال فیہ للریب فضلا عن ادعاء فعلیتہ الکفر المطلق۔

تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جس نے ہمیں اس کی ہدایت عطا فرمائی اور ہم ہدایت نہ پاتے اگر اللہ تعالٰی نے ہمیں ہدایت نہ دی ہوتی، تحقیق ہمارے رب کے رسول ہمارے پاس حق کے ساتھ آئے، یہ حق ہے اس میں جھوٹ کا کوئی امکان نہیں اور نہ ہی شک کا کوئی احتمال ہے چہ جائیکہ اس میں جھوٹ کی فعلیت و وقوع کا دعوٰی کیا جائے جو کفر خالص ہے۔ (ت)

مگر یہ مسئلہ دائرہ محض فرعی فقہی ہے فقہ میں فقیر بھی بحمدہٖ تعالٰی حنفی ہے اور آپ بھی اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں، تو ان مسائل کو اُن جلائل پر قیاس کرکے پہلوتہی کرنے کی حاجت نہیں، آپ کا جواب کہ نہ مسئلہ حلت غراب[2] موجودہ دیار میں مجھے کسی قسم کا شبہہ یا خلجان ہے جس کے دفع کے لئے مزید تحقیق کی ضرورت ہو، سوئے اتفاق سے سخت بے محل واقع ہوا، فقیر نے کب کہا تھا کہ آپ کوّے کے مسئلے میں حالتِ شک میں ہیں بلکہ صاف لفظ تھے کہ بغرض رفع شکوک عوام و

---

[2] یعنی رد کیا گیا کوّے کو اُن کا حلال کہنا ۱۲۔
[1] القرآن الکریم ۷/۴۳

Marfat.com

وتمیز حلال وحرام خاص آپ سے بعض امور مسئول اور آپ کی نسبت یہ الفاظ تھے، ضرورت ہے کہ آپ اس مسئلے کے تمام اطراف وجوانب پر نظر ڈال چکے اور جمیع مالہ وما علیہ پر تال چکے ہوں گے تحقیق تنقیح تطبیق ترجیح سبھی کچھ کرلی ہوگی۔ جن سے صاف روشن تھا کہ آپ کو حلت میں شاک ومتردد نہ جانا' نہ آپ کے خلجان کے لئے یہ مراسلہ بھیجا۔ آپ کو شک نہیں عوام کو تو شکوک ہیں، مسلمانوں میں اختلاف پڑا ہے، آتش خصام شعلہ زا ہے، ایک طائفہ آپ کا مقلد آپ کے فتوے سے حلت کا معتقد ہے تو کیا رفع نزاع بین المسلمین سے آپ کو غرض نہیں۔ نگاہ انصاف صاف ہو تو یہ جواب بے محل ہی نہیں بالکل برعکس آیا آپ اس مسئلے میں حالتِ شک میں ہوتے تو یہ جواب کچھ قرین قیاس ہوتا کہ میں اس میں کیا کہوں میں تو خود تردد و شک میں پڑا ہوں اور جب کہ آپ کو حکم شرعی تحقیق ہے شبہہ وخلجان اصلاً باقی نہیں تو جو آپ کے خیال میں خلاف حق پر ہیں حلالِ خدا کو حرام جانتے ہیں آپ پر لازم ہے کہ حق اُن پر واضح کیجئے، نہ کہ بعد سوال بھی جواب نہ دیجئے۔

دیکھئے تو خود آپ کے معتقدین اُسی مذکور اشتہار پرچہ دوم میں کیا کہتے ہیں، حق میں بطلان کے ملانے کی کوشش جن کی طرف سے ہوئی اُن کو جواب دینے اور عین وقت پر دُودھ پانی علیحدہ کر دینا فرض منصبی۔

آپ اس مراسلہ فقیر کو مسئلہ دائرہ میں سوالِ سائل سمجھے یا مناظرہ مقابل یا لا و لا یعنی کچھ نہ کھلا۔ بر تقدیر اول اس جواب کا حسن آپ خود جان سکتے ہیں جسے یہ سمجھے کہ دلیل شرعی سے مسئلہ شرعیہ کی تحقیق پوچھتا ہے اُس کا یہ کیا جواب ہوا کہ ہمیں تحقیق ہے۔ جی وہ آپ کی اُس تحقیق ہی کو تو پوچھتا ہے کہ کیا ہے ان شبہات کا اس میں کیونکر انتفا ہے نہ یہ کہ آپ کو تحقیق ہے یا نہیں۔ ما و ھل کے مقاصد میں فرق نہ کرنا عامی سے بھی بعید ہے نہ کہ مدعیان علم۔ بر تقدیر ثالث جو کلام آپ نے نہ سُنا نہ سمجھا اس پر جزافاً یہ جواب کیسا بے سُنے سمجھے کیونکر معلوم ہو کہ اس نے کیا کہا اور آپ کو جواب میں کیا کہنا چاہئے۔ رہی تقدیر ثانی یعنی گمان مناظرہ اس پر بھی یہ نہایت عُجاب۔ کیا حلتِ غراب موجود پر کوئی نص قطعی آپ کے پاس تھی یا جانے دیجئے خاص اُن کوّوں کا نام لے کر ائمہ مذہب نے حکمِ حل دیا تھا جس کے سبب آپ کو ایسا تیقن کُلی تھا کہ مناظرہ کا کلام بھی سُننے کا دماغ نہ ہوا، کبرے یقینی ہونا درکنار یہاں سرے سے اپنے صغریٰ ہی پر آپ کسی کتاب معتمد کا نص نہیں دکھا سکتے مثلاً عقعق کو کتابوں میں اختلافی حلال ضرور لکھا مگر یہ کس کتاب میں ہے کہ کوّے جن میں گفتگو ہے عقعق ہیں، یہ تو آپ یا آپ کے اساتذہ نے اپنی اٹکلوں ہی سے ٹھہرا لیا ہوگا پھر اٹکلوں پر ایسا تیقن کہ مطلق شبہہ نہیں اصلاً خلجان نہیں مزید تحقیق کی کوئی ضرورت نہیں مناظر کی بات سنیں گے بھی نہیں یعنی چہ۔ کیا کلمۃ الحق

Marfat.com

ضالۃ المؤمن[1] (حکمت کی بات مومن کی گمشدہ میراث ہے۔ ت) نہیں، کیا آپ یا آپ کے اساتذہ کی اٹکل میں غلطی ممکن نہیں، آپ کے معتقدین تو اسی اشتہار غراب پرچہ اوے میں آپ کی خطائیں نگاہِ عوام میں ہلکی ٹھہرانے کے لئے حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء تک بڑھ گئے کہ حضرت مولانا گنگوہی بشر ہیں اور بشریت سے اولیا کیا معنی انبیاء علیہم السلام بھی خالی نہیں حالانکہ ایسی جگہ اکابر کو ضرب المثل بنانا سوئے ادب ہے اور قائل مستحق تعزیر شدید، شفا شریف میں ہے:

الوجہ الخامس ان لایقصد نقصا و لا یذکر عیبا ولا سبا لکن ینزع بذکر بعض اوصافہ علیہ الصلوٰۃ والسلام او یستشہد ببعض احوالہ علیہ الصلوٰۃ والسلام الجائزۃ علیہ فی الدنیا علی طریق ضرب المثل والحجۃ لنفسہ او لغیرہ او علی التشبہ بہ او عند ھضیمۃ نالتہ او غضاضۃ لحقتہ کقول القائل ان قیل فی السوء فقد قیل فی النبی او کُذِّبْتُ فقد کُذِّبَ الانبیاء، او انا اسلم من السنۃ الناس و لم تسلم منہم انبیاء اللہ، وانما کثرنا بشاھدھا مع استثقالنا حکایتہا لتساھل کثیر من الناس فی ولوج ھذا الباب الضنک و قلۃ علمھم بعظیم ما فیہ من الوزر یحسبونہ ھینا

بے ادبی کی پانچویں صورت یہ ہے کہ قائل نہ تو توہین کا ارادہ کرے نہ ہی کوئی برائی یا دشنام زبان پر لائے مگر ذکر بعض اوصافِ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف جھکے یا بعض احوال کو کہ حضور پر دنیا میں روا تھے دستاویز بنائے ضرب المثل کے طور پر یا اپنے یا دوسرے کے لئے حجت لانے یا حضور سے تشبیہ دینے کو یا اپنے یا دوسرے پر سے کسی نقص یا قصور کا الزام اٹھاتے وقت جیسے قائل کا کہنا کہ مجھے بُرا کہا گیا تو نبی کو بھی تو لوگ بُرا کہتے تھے یا مجھے جھٹلایا تو لوگوں نے انبیاء کی بھی تو تکذیب کی ہے یا میں لوگوں کی زبان سے کیا بچوں کہ انبیاء تک اُن سے سلامت نہ رہے (امام فرماتے ہیں ہم نے یہ الفاظ باآنکہ ان کی نقل ہم پر گراں تھی اس لئے بکثرت ذکر کئے کہ بہت لوگ اس تنگ دروازے میں گھس پڑنے کو سہل سمجھے ہوئے ہیں اور اس میں جو سخت وبال ہے اس سے کم واقف ہیں اسے آسان

---

[1] جامع الترمذی ابواب العلم باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۳
سنن ابن ماجۃ ابواب الزہد باب الحکمۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۱۰

Marfat.com

وھو عند اللہ عظیم، فان ھذہ کلھا وان لم تتضمن سبا و لا اضافت الی الملٰئکۃ والانبیاء نقصًا ولا قصد قائلھا غضا فما وقر النبوۃ ولا عظم الرسالۃ حتی شبّہ من شبّہ فی کرامۃ نالھا او معرۃ قصدا لانتفاء منھا اوضرب مثلاً بمن عظم اللہ خطرہ فحق ھذا ان درئ عنہ القتل الادب والسجن وقوۃ تعزیرہ بحسب شنعہ مقالہ[1] اھ مختصرًا۔

جانتے ہیں اور وہ اللہ کے نزدیک سخت بات ہے) تو یہ اقوال اگرچہ نہ دشنام پر مشتمل ہیں نہ ان میں انبیاء وملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف کسی نقص کی نسبت ہے نہ قائل نے تنقیصِ شان کا ارادہ کیا پھر بھی اس نے نہ نبوت کا ادب کیا نہ رسالت کی تعظیم کہ جن کے شرف کو اللہ عزوجل نے عظمت دی اُن کے ساتھ این و آں کو تشبیہ دی کسی فضیلت میں کہ اُسے ملی یا کسی نقص کا الزام اٹھانے کو یا اُن کے ذکرِ پاک کو ضرب المثل بنایا تو ایسے سے اگر قتل دفع بھی کریں تو وہ تعزیر وقید اور اپنے قول کی بُرائی کے لائق سخت سزا کا مستحق ہے ۱۲ (ت)

خیر یہ باتیں تو وہ جانتے ہیں جنھیں حق سبحٰنہ وتعالیٰ نے اپنے محبوبانِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا حسنِ ادب بخشا ہے۔ کلام اس میں ہے کہ انبیاء تک کا آپ کی خاطر یوں ذکر لایا جائے تو سخت عجب ہے کہ آپ کا خیال اس سے بڑھ کر اپنے آپ یا اپنے اساتذہ کو بالکل لبشریت سے خالی بتائے، میرے پاس آپ کی مُہری تحریر ہے جس میں آپ نے بزعمِ خود یہ مان کر کہ کُتبِ فقہ میں اُلّو کو حلال لکھا ہے پھر اُن کے حکم کو محض غلط کہا اور فقہاء کو بے تحقیق کئے حکمِ شرعی لکھ دینے کی طرف نسبت کر دیا اسی کو یاد کر کے آپ نے مناظرہ کا کلام بگوشِ ہوش سُنا ہوتا کہ جیسے اگلے فقہائے کرام نے آپ کے زعم میں اُلّو کی حِلت بے تحقیق لکھ دی شاید یوں ہی کوّے کے باب میں آپ کو اور آپ کے اساتذہ کو دھوکا لگا اور بے تحقیق حرام کو حلال سمجھ لیا ہو، یا آپ اور آپ کے اساتذہ لبشریت سے بالکل خالی سہی یہ خطا بھی فقہا ہی کے ماتھے جائے شاید انھیں نے اُلّو کی طرح کوّے کو بھی حلال لکھ دیا ہو، مناظرہ کے کلام سے کشفِ خطا ہو، اس کی بدولت حق کی معرفت عطا ہو۔ غرض اصلاً نہ سُننا اور یہ جواب دے دینا کہ ہمیں تحقیق ہے کسی وجہ پر کوئی معنی نہیں رکھتا، مجھے معلوم نہیں کہ یہ لاتسمعوا لھذا (اس کو نہ سُنو۔ ت) کا صیغہ آپ کی طبیعت کا تقاضا یا معتقدین کا

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی القسم الرابع الباب الاول فصل الوجہ الخامس الشرکۃ الصحافیۃ ۲/۲۲۸ تا ۲۳۰

Marfat.com

مشورہ تھا آپ نے سنا ہو جب ہرقل کے پاس فرمانِ اقدس پہنچا اور اس نے پڑھنا چاہا اور اس کا بھائی یا بھتیجا مانع آیا تو اس نے کیا جواب دیا ہے، یہ کہا انك لضعیف الرأی اترید ان ارمی الکتاب قبل ان اعلم ما فیہ تو ضرور ناقص العقل ہے کیا تو یہ چاہتا ہے کہ میں بے مضمون معلوم کئے خط ڈال دوں[1] ہرقل اگرچہ نبوت اقدس سے آگاہ تھا مگر اسے اظہار نہ کرتا تھا ایک عام تہذیب کی بات بتا کر اُس احمق کا رَد کیا مدعی تہذیب وعقل اسلامی کو ایک نصرانی کی فہم وانسانیت سے کم نہ رہنا چاہیے ہاں یَنّاقِ ازرق احمر احمق کی رائے پسند ہو تو جدایات ہے، رہا آپ کا فرمانا کہ بحث مباحثہ مناظرہ مجادلہ کا نہ مجھے شوق ہوا نہ اس قدر فرصت ملی، اور اسی بنا پر یہ جبروتی حکم کہ میں نے آپ کا مسئلہ بھی نہ سُنا ہے اور نہ سننے کا قصد ہے، براہین قاطعہ تو خاص رَدّ و مجادلہ کا رسالہ ہے اس کی تقریظ میں آپ لکھتے ہیں: احقر الناس رشید احمد گنگوہی نے اس کتاب کو اوّل سے آخر تک بغور دیکھا[2]۔ مناظرہ ومباحثہ کا شوق نہ ہونا اگر تحریرات مناظرہ نہ دیکھنے کو مستلزم تو اتنے حجم کا طومار حرف بحرف بغور آپ نے کیونکر دیکھا اور مستلزم نہیں تو فقیر کا ایک ورق کا رسالہ سننے سے کیوں اجتناب ہوا۔ اگر کہئے کہ وہ رسالہ پسند تھا یہ ناپسند لہذا اسے بغور دیکھا اسے بیغوری سے بھی نہ سُنا تو صراحۃً واژ گونہ ہے پسند وناپسند دیکھنے سننے پر متفرع ہے بے دیکھے سُنے رجمًا بالغیب استحسان واستہجان کس خواب کی تعبیر سمجھا جائے۔ علاوہ بریں مناظرہ میں خود آپ کے چند اوراقی رسائل مثل رَدّ الطغیان ورسالہ تراویح وہدایۃ الشیعہ چھپے ہیں مگر یہ کہئے کہ بحمداللہ تعالٰی فرق بیّن ہے جس پر یہ شوق ویے شوق مبتنی ہے یعنی نہ ہر جائے مرکب الی آخرہ۔ آپ کا فرمانا کہ میں نے آپ کا مسئلہ نہ سُنا۔ ع

خاطر سے یا لحاظ سے میں مان تو گیا

مگر کارڈ دیکھنے والے اس پر چیں اور کہتے ہیں، یہ فرمانا کہ بندہ نے اس وقت تک کوئی اس مسئلہ میں نہ کوئی موافق تحریر سُنی ہے نہ خلاف نہ آئندہ ارادہ سننے کا ہے مجھے اس وقت سے پہلے یہ بھی خبر نہ ہوئی تھی کہ اس مسئلہ میں کوئی تحریر کسی طرف سے چھپی ہے اُسی امر کی پیشبندی ہے جو مراسلہ کے سوال اول میں معروض ہوا تھا کہ دونوں پرچہ مذکورہ آپ کی رائے سے ہیں یا بالائی لوگوں نے بطور خود شائع کئے علی الثانی اُن کے سب مضامین آپ کو قبول ہیں یا کل مردود یا بعض بحال سکوت وہ پرچے آپ ہی کے قرار پائیں گے، ظاہر ہی ہے کہ آپ نے ضرور یہ شقوق سنیں اور اُن سے مفر اصلاً نظر نہ آئی سوا اس صورت کے کہ سرے سے کانوں پر ہاتھ دھر لئے کہ میرے کان تک انکی

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل السادس دارالمعرفہ بیروت ۴/ ۳۳۹
[2] البراہین القاطعۃ تقریظ مولوی رشید احمد مطبع لے بلاسا ڈھور ص ۲۷۰

Marfat.com

خبر بھی نہ پہنچی مضمون سننا تو بڑی بات ہے میں کیسے کہہ دوں کہ مقبول ہیں یا مردود، اور واقعی قبول کرنے میں سارا بار اپنے سر آتا تھا اور نہ قبول کرنے میں معتقدین کا دل دکھتا بلکہ غالباً اپنا ہی ساختہ پرداختہ باطل ہوتا تھا ناچار سوا اس انکار کے علاج کیا تھا ورنہ کیونکر قرین قیاس ہو کہ آپ کا مسئلہ آپ کا معاملہ آپ کا فرقہ آپ کا سلسلہ شہروں شہروں وہ شور وغلغلہ اور آپ کانوں کان خبر نہیں، طرفہ یہ کہ آپ خود اسی کارڈ میں فرمارہے ہیں نفس مسئلہ مجھسے ہزاروں مرتبہ مجھ سے کسی نے پوچھا اور میں نے بتلادیا اب نمعلوم پچاس[۵۰] سال کے بعد یہ غل شور کیوں ہوا۔ غل شور کی خبر ہے مگر یہ نہیں معلوم کہ وہ غل کیا اور کس پیرایہ میں ہے۔ لطف یہ کہ معتقدین معرض بیان میں سکوت سے عرفاً اقرار دے چکے کہ ان کے مضامین آپ ہی کی تعلیم ہیں ضمیمہ شحنۂ ہند کے اس بیان پر کہ یہ لچر اعتراضات مجوزین اکل زاغ ہذا کے ہیں جو غالباً اُن کے کسی تعلیم دہندہ نے ہدایت فرمائی ہے جن کے ارشاد کے موافق بحکم ؏

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید[۱]

(شراب کے ساتھ مصلّیٰ رنگین کرلے اگر پیر مغاں کہے۔ ت)

اس موذی خبیث زاغ کا کھانا اس فریق نے اختیار کیا ہے۔ آپ کو معلوم ہو کہ یہ پیر مغاں باتفاق فریقین آپ ہیں خود آپ کے معتقدین پرچۂ اولیٰ میں فرماتے ہیں، شک نہیں کہ حضرت مولانا گنگوہی بشر ہیں لیکن یہ کون سعادت مندی ہے کہ بلاسوچے سمجھے ایسے پیر مغاں فقیہ مسلم پر اعتراض کر بیٹھے، واہ رے زمانۂ غافل و مدہوش معتقدوں میں یہ شور وخروش اور پیر مغاں در خواب خرگوش۔ خیر یہ تو آپ جانیں یا آپ کے مرید، کلام اس میں ہے کہ ضمیمہ شحنہ کا یہ کلام تردید والوں نے دیکھا اور آپ کا تبریہ نہ کیا اب ظاہر تو یہ ہے کہ جو ظاہر تھا وہ ظاہر ہولیا ؏

نہاں کے ماند آں رازے الخ

(وہ راز پوشیدہ کیسے رہ سکتا ہے۔ ت)

کتب متداولہ درسیہ سے کوا حلال ہونے کا ادعا اُسی وقت تک سزا ہے کہ جواب سوالات سے دامن کھنچا ہے، نمبروار ہر سوال کا صاف صاف جواب بے پیچ وتاب دیتے ہی تو لعونہ تعالیٰ کھلا جاتا ہے کہ یاغراب البین یالیت بینی و بینک بعد المشرقین (اے فراق کے کوّے! کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق مغرب جتنا فاصلہ ہوتا۔ ت) آپ فرماتے ہیں، صرف یہ کارڈ آپ کے رفع انتظار کے لئے بھیجا ہے ورنہ اس کی بھی حاجت نہ تھی۔ میں کہتا ہوں حاجت تو کوا کھانے کی بھی نہ تھی اب کہ

---

[۱] دیوان حافظ سب رنگ کتاب گھر دہلی ص ۲۹

Marfat.com

واقع ہولیا مسائل شرعیہ کا جواب دینے کی ضرورحاجت ہے تقریر بالا یاد کیجئے خیر یہ تو آپ کے عذر کا ضروری جواب تھا جس سے مقصود مسئلہ شرعیہ میں وضوحِ حق کا فتح باب تھا اگرچہ آپ بنظرِ مخالفت اسے اپنے کارڈ کا رد سمجھیں بلکہ گلوے کارڈ پر کا رد جانیں مجھے اس سے بحث نہیں مجھے اپنی نیت معلوم ہے۔ میں آپ سے پھر گزارش کرتا ہوں کہ مسلمانوں میں فتنہ پھیلانے سے رفعِ اختلاف بھلا ہے آپ کا معتقد گروہ دوسرا قرآن سے کہے تو نہیں سُنتا آپ کی بے دلیل کی سُنتا ہے اور وہ خود بھی اشارے اشارے میں کہہ چکا کہ ہمارے مولوی سے طے ہو جانا اولٰی ہے اور اب تو آپ کو پچاس برس سے یہ مسئلہ چھان رکھنے کا ادعا ہے آپنے اساتذہ سے بھی تحقیق کرلینا لکھا ہے دوسرا آپ سے صرف وضوحِ حق کے لئے سوالات شرعیہ کر رہا ہے اور حق سبحٰنہ وتعالٰی نے قرآن عظیم میں حق صاف بیان فرمانے کا عہد لیا ہے، قال تعالٰی ؛

واذ اخذ اللّٰہ میثاق الذین اوتوا الکتٰب لتبیننہ للناس[1]

اور یاد کرو جب اللہ تعالٰی نے عہد لیا ان سے جنھیں کتاب عطا ہوئی کہ تم ضرور اُسے لوگوں سے بیان کر دینا۔ (ت)

پھر سوالات نہ سُننے اور جوابات نہ دینے کی وجہ کیا ہے آپ مناظرہ کا خوف نہ کیجئے میں اطمینان دلاتا ہوں کہ یہ سوالات مخاصمانہ نہیں صرف ظہورِ حق کے لئے ہیں، آپ کا کارڈ پانچویں دن بعد ظہر آیا آج رجسٹری کا وقت نہیں یہ خط ان شاء اللہ تعالٰی کل رجسٹری شدہ حاضر ہوگا سہ شنبہ ۱۶ شعبان تک جواب جملہ سوالات تین روز آئندہ میں آنے کا مژدہ یا تعیینِ مدت کا وعدہ ملے ورنہ فقیر اتمام حجت کر چکا ہے سوالاتِ شرعیہ کا جواب نہ دینے اور مسلمانوں میں اختلاف ڈال کر الگ ہو بیٹھنے کا مطالبہ حشر میں ہوا تو جب ہوگا یہاں بھی عقلاً اس پہلوتہی کو جواب سے عجز پر محمول کرینگے آئندہ اختیار بدست مختار، جواب میں جملہ شرائط مراسلۂ سابقہ ملحوظ رہیں اور سوال اول کا جواب دینے کو وہ دونوں پرچے اور جو تحریرات چھپی ہوں امرِ دین و رفعِ نزاعِ مسلمین کے لئے ایک گھڑی بھر کی کلفت اٹھا کر براہین قاطعہ کی طرح اول سے آخر تک بغور سُن لیجئے اور جلد جواب دیجئے۔

واللّٰہ یقول الحق ویھدی السبیل وحسبنا اللّٰہ ونعم

اور اللہ تعالٰی حق ارشاد فرماتا ہے اور راستہ دکھاتا ہے اور ہمیں اللہ تعالٰی کافی ہے اور

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۸۷

Marfat.com

الوکیل وصلی اللہ تعالٰی علی السید الجلیل وآلہ وصحبہ اولی التبجیل اٰمین والحمد للہ رب العٰلمین۔

وہ کیا اچھا کارساز ہے، اللہ تعالٰی درود نازل فرمائے بزرگی والے سردار پر اور آپ کی آل اور آپ کے صحابہ پر جو لائقِ تعظیم ہیں۔ اے اللہ! ہماری دعا قبول فرما اور تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کیلئے جو کل جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ت)

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ
یازدہم شعبان معظم ۱۳۲۰ھ

Marfat.com

رسالہ

اطائب الصیّب علی ارض الطیّب

۱۳۱۹ھ

(طیّب (عرب صاحب) کی زمین پر بہت پاکیزہ بارش)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی نصر المقلدین للائمۃ المجتہدین بالاحسان فی الدین علی الطغام المارقین واظہر عجز المفسدین وجہل الابلدین الغیر الفارقین بین الدائن والمدین، والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانام وسند الکرام وآلہ العظام وصحبہ الفخام وائمۃ الاسلام واولیاء الاعلام المتصرفین باذنہ فی الارواح والاجسام وعلینا بہم یا ذا الجلال والاکرام، اٰمین!

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے احسان کے ساتھ دین میں اجتہاد فرمانے والے ائمہ کرام کے مقلدوں کی مدد فرمائی ان کمینوں پر جو سرکش ہیں اور مفسدوں کے عجز اور دائن و مدین کے درمیان فرق نہ کرنیوالوں کند ذہنوں کے جہل کو ظاہر فرمایا، اور درود وسلام ہو کائنات کے سردار پر جو کہ کریموں کی سند ہیں اور ان کے عظیم آل واصحاب پر، اور ائمۂ اسلام اور اولیائے کرام پر جو اُس کی اجازت سے ارواح واجسام میں تصرف کرنیوالے ہیں اور ان کے صدقے میں ہم پر بھی اے جلالت و بزرگی والے! آمین! (ت)

Marfat.com

بعد حمد و صلوٰۃ حضرت عظیم البرکۃ، صاحب حجت قاہرہ و صولت باہرہ و تصانیف زاہرہ مجدد المائۃ الحاضرہ، تاج الفقہاء، غیظ السفہاء، محمود الکلاء، محسود الفضلاء، ماحی الفتن، حامی السنن، زین الزمن، حبر شریعت، بحر طریقت، ناصر ملت، حضرت عالم اہلسنت دام ظلہ و مد فضلہ و کثرت احبابہ و کسرت اعدا بالنبی الکریم علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والتسلیم نے آخر رسالہ فیض مقالہ انہ الۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار [۱۳۱۶] میں تمیز سُنّی و وہابی کے لئے چند کلمات مجملہ ارشاد فرمائے کہ جو ان کو مانے وہابیت سے پاک ہو سُنّی بن جائے، از انجملہ فرمایا:

[(۴) تقلید ائمہ فرض قطعی ہے بے حصول منصب اجتہاد اس سے رُوگردانی گمراہ بد دین کا کام ہے غیر مقلدین مذکورین اور ان کے اتباع و اذناب کہ ہندوستان میں نامقلدی کا بیڑا اٹھائے ہیں محض سفیہان ناشخص ہیں ان کا تارک تقلید ہونا اور دوسرے جاہلوں اپنے سے بھی اجہلوں کو ترک تقلید کا اغوا کرنا صریح گمراہی و گمراہ گری ہے۔

(۵) مذاہب اربعۂ اہلسنت سب رشد و ہدایت ہیں جو ان میں سے جس کی پیروی کرے اور عمر بھر اسی کا پیرو رہے کبھی کسی مسئلے میں اس کے خلاف نہ چلے وہ ضرور صراط مستقیم پر ہے اس پر شرعاً کوئی الزام نہیں، ان میں سے ہر مذہب انسان کے لئے نجات کو کافی ہے۔ تقلید شخصی کو شرک یا حرام ماننے والے گمراہ ضالین متبع غیر سبیل المومنین ہیں۔

(۶) متعلقات انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء مثل استعانت و ندا و علم و تصرف بعطائے خدا وغیرہ مسائل متعلقہ اموات و احیاء میں نجدی اور دہلوی اور ان کے اذناب نے جو احکام شرک گھڑے اور عامۂ مسلمین پر بلاوجہ ایسے ناپاک حکم جڑے یہ ان گمراہوں کی خباثت مذہب اور اسکے سبب انھیں استحقاق عذاب و غضب ہے۔]

ایک بزرگوار تقریباً تیس سال سے خاکی رامپور ہیں۔ زبان عوام میں "مولوی طیب عرب" کے نام سے مشہور ہیں، یہیں کچھ پڑھا پڑھایا، انقلاب زمانہ نے پرنسپل بنایا، بیس برس ہوئے ۱۳۰۱ھ سے پہلے حضرت عالم اہلسنت دام ظلہ رامپور تشریف لے جاتے، اس زمانہ میں عرب صاحب کچھ ایسی ہی شُد بُد جانتے اور کج مج عربی بول لیتے۔ خدمت اقدس میں اکثر حاضر آتے، یہی ہندوستانی انگرکھا وغیرہ پہنے ہوتے مگر عرب کہلانے کے باعث حضرت والا اعزاز فرماتے، ہاں اس وضع کے سبب قلب میں اندیشہ تھا کہ دیکھئے ہندوستان کا پانی عرب صاحب پر کیا اثر ڈالے۔ ابھی تو افضل البلاد کی وضع بدلی ہے آگے کیا کچھ پر پرزے نکالے۔ جب ۱۳۰۲ھ میں جناب منشی محمد فضل حسن

Marfat.com

صاحب مرحوم مغفور نے انتقال فرمایا حضرت کا رامپور تشریف لے جانا نہ ہوا کہ اُن سے قرابتِ قریبہ داعی زیارت تھی اور جس بندۂ خدا کو فضلِ الٰہی تمام امصار و اقطارِ ہند کے علاوہ بنگالہ و کشمیر و برہما وغیرہ ملکوں کا مرجعِ فتویٰ بنائے اسے بے ضرورت سفر کی کب فرصت تھی جب سے عرب صاحب کا کچھ حال نہ ملا مگر اُدھر حضرتِ والا کی فراستِ صادقہ کا رنگ کھلا، پرنسپلی نے زور لگایا، عرب صاحب کو مجتہد بنایا، وہ رسالہ مبارکہ کہیں ان بزرگوار نے بھی مطالعہ کیا، تقلیدِ ائمہ کو فرضِ قطعی دیکھ کر نئی مجتہدی کا ننھا سا کلیجہ دھک سے ہوگیا، حضرتِ والا کی خدمت میں عریضہ لکھا، یہاں سے جواب مع دلائل صواب کا افاضہ اور مجتہدی کی قلعی کھولنے کو بعض سوالات کا اضافہ ہوا عرب صاحب نے جواب تو عاجزانہ قبول کیا مگر سوالوں کا جواب اصلاً نہ دیا بلکہ دوسرے مسئلہ تصرف اولیائے کرام میں سوال کا راستہ لیا، ادھر سے اس کے جواب کا بھی افادہ اور دربارۂ تقلید سلسلۂ سوالات زیادہ ہوا۔ اب عرب صاحب سو گئے۔ اُن سوالوں کو پانچ، ان کو تین مہینے ہوگئے آخر ادھر سے تقاضائے جواب ہوا۔ عرب صاحب کو پیچ و تاب ہوا، تہذیب کے رنگ بدل گئے، بھرے بیٹھے تھے اُبل گئے، کذب و جہل سے کام لیا مگر روزِ موعود گزرا جواب نہ دیا یہاں فضلِ الٰہ ہے، ایسوں ویسوں کی کیا پرواہ ہے، اکناف و اقطار سے ہزاروں مفیدانہ پوچھتے فیض پاتے ہیں، جو معاندانہ الجھیں منہ کی کھاتے ہیں۔ روز افزوں فضلِ باری ہے، یہی کارخانہ جاری ہے، ایسوں کا مخاطبہ کیا شے تھا کہ قابلِ اشاعت سمجھا جاتا، خصوصًا وہ خوش فہم جنہیں بدیہیات کا بھی ادراک نہیں، تنبیہ کے بعد بھی احتیاج تامل سے انفکاک نہیں۔ حضرات ناظرین! ازالۃ العار کی عبارت آپ کے پیشِ نظر ہے ملاحظہ ہو کہ نمبر (۴) میں مطلق تقلید بے تخصیص و تقیید جلوہ گر ہے، تقلیدِ خاص کے بیان میں مستقل جداگانہ پانچواں نمبر ہے۔ یہ مجتہد صاحب ایسے سلیس اردو کلام، جدا جدا نمبر تک کے انتظام کو نہ سمجھے اور خطِ اول میں پوچھ بیٹھے کہ آپ تقلید کی کون سی قسم کو فرضِ قطعی فرماتے ہیں (دیکھو اس رسالہ کا ص ۷)۔

آخر حلیمانہ جواب عطا ہوا کہ ہم مطلق تقلید کو فرض قطعی بتاتے ہیں (دیکھو ص ۱۵) اس پر بھی دوسرے خط میں بولے کہ مجھے آپ کے جواب میں غور و تامل کرنے سے یہ کھلا کہ آپ نے وہاں مطلق کا حکم لکھا (دیکھو ص ۲۳) انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ع

چہ خوش چرا نباشد آخر نہ اجتہاد ست

(بہت خوب کیوں نہ ہو، آخر اجتہاد نہیں ہے۔ ت)

مگر معتمدین سے خبر مسموع ہوئی کہ مجتہد صاحب کو خود اپنی تشہیر مطبوع ہوئی۔ اس بارے میں اور ان کی

Marfat.com

کوئی تحریر چھپنی شروع ہوئی، وہ دو چار ہی دن جاتے ہیں کہ وہ نامطبوع مطبوع ہوئی اس پر یہاں بھی احباب نے مناسب جانا کہ خطوط بعینہا شائع ہوں کہ ناظرین اصل واقعے پر مطلع ہوں، اگر مجتہد صاحب نے کچھ غیرت اجتہاد سے کام لیا، تحریر میں تمام سوالات سے جواب دیا فبہا یہ رسالہ بعونہٖ تعالیٰ رسالہ جواب کا مقدمہ ممہد ہو گا اور اگر جوابوں سے راہ کترائی، میر بحری بچائی، خارجی باتوں میں اڑان گھائی بتائی تو یہی رسالہ ان کی تحریر کا پیشی رَد ہو گا کہ حضرت پہلے سوالات کا جواب دیجئے اس کے بعد کچھ کہنے کا نام لیجئے لہٰذا توکلاً علی اللہ یہ رسالہ جمع کیا اور عمومِ فائدہ کو خطوط کا سلیس ترجمہ کر دیا، الصلوٰۃ والسلام علی نبی الہدیٰ و اٰلہ وصحبہٖ دائماً ابداً۔

خطِ اول عرب صاحب بنامِ نامی حضرت عالم اہلسنت مدظلہ السامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الیٰ حضرۃ الفاضل العلامۃ الشیخ احمد رضا مد ظلہ العالی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

بعد السؤال عن عزیز خاطرکم نعرفکم بانا قد اطلعنا فی بعض تصانیفک انک تقول ان التقلید فرض قطعی فتعجبت وحق لی ان اتعجب لانی قد قضیت نحوا من ثلثین سنۃ فی خدمۃ طلبۃ العلم فلم اھتد الی استحباب التقلید فضلا عن وجوبہ فکیف بفرضیتہ لا مطلقا بل فرضیتہ قطعیۃ فلھٰذا ارغب الیک ان تعلمنی ادلۃ ذٰلک وعین لی ان ای قسم من اقسام التقلید فرضا قطعیا ثم اخبرنی ان علم المکلف بفرضیۃ التقلید کیف یحصل لہ ابتقلید او

بارگاہِ فاضل علامہ حضرت احمد رضا مدظلہ العالی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پرسشِ مزاجِ گرامی کے بعد ہم جناب کو معرفت کراتے ہیں کہ ہم نے آپ کی بعض تصنیفوں میں آپ کا یہ قول دیکھا کہ تقلید فرض قطعی ہے اس سے مجھے تعجب ہوا اور مجھے سزاوار تھا کہ تعجب کروں اس لئے کہ میں نے تیس برس کے قریب طالبعلموں کی خدمت میں گزاری، مجھے تقلید کو مستحب جاننے کی ہدایت نہ ہوئی چہ جائے وجوب، پھر کہاں فرضیت، وہ بھی مطلق نہیں بلکہ فرضیت قطعیہ، اس وجہ سے میں آپ کی طرف آرزو لاتا ہوں کہ مجھے اس کے دلائل تعلیم فرمائیے اور معین کیجئے کہ تقلید کی کونسی قسم فرض قطعی ہے پھر مجھے بتائیے کہ مجتہدوں میں سے کسی کو کیونکر اختیار کرے؟ آیا تقلید سے یا اجتہاد سے؟ یا تقلید ہے

Marfat.com

باجتہاد ثم اخبرنی کیف یختار المجتہد بین التقلید ام باجتہاد ھذا، واللہ یہدینا و وایاکم الی سبیل الرشاد۔

محمد طیب

۱۴ رجادی الثانی ۱۳۱۹ سنہ ازرامپور

اور اللہ ہمیں اور آپ کو راہِ ہدایت دکھائے۔

محمد طیب

۱۴ رجادی الثانی ۱۳۱۹ھ ازرامپور

مفاوضہ اول از حضرت عالم اہلسنت مدظلہ الاکمل بجواب خطِ اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ الی الفاضل الکامل الشیخ محمد طیب المکی سددہ اللہ بقلب ملکی، اما بعد فانی احمد اللہ الیك، سلام علیك، وصل الکتاب وحصل الخطاب، غب ما طال امد وتزال ابد، وظن الوداد ان قد نفد اوکان قد ومما یسر ان التخاطب فی امر دینی والسوال عن فرض یقینی واحببت الجواب رجاء للثواب واظہارا للصواب، وقضاء لحق اخوۃ الاحباب، ولو انك یا اخی رجعت فی ھذا الی الکلام المبین لاغناك عن مراجعۃ مثلی من المقلدین کما بہ تغنیت فیما تمنیت عن الائمۃ المجتہدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین الم تر الی ربك کیف یقول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ بنام فاضل کامل شیخ محمد طیب مکی سددہ اللہ بقلب ملکی۔ بعد حمد وصلوٰۃ میں آپ[1] سے حمدِ الٰہی بیان کرتا ہوں۔ سلام علیک۔ خط آیا، مخاطبہ لایا، بعد اس کے کہ ایک زمانہ گزرا اور مدتِ دراز نے انقضا پایا اور دوستی نے گمان کرلیا تھا کہ جاچکی یا اب گئی، اور خوشی کی بات یہ ہے کہ گفتگو ایک امرِ دینی میں ہے اور سوال ایک فرضِ یقینی سے، تو میں نے جواب دینا چاہا بامیدِ ثواب و اظہارِ صواب و ادائے حق محبتِ احباب۔ برادرم! اگر آپ اس معاملے میں قرآنِ عظیم کی طرف رجوع کرتے تو مجھ جیسے مقلد کی جانب رجوع کی حاجت نہ ہوتی جیسا کہ آپ اپنے خیال میں قرآن فہمی کے باعث حضرات ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بے نیاز ہوگئے ہیں، آپ نے دیکھا کہ آپ کا رب کیا فرمارہا ہے

---

[1] یہ مزاج پرسی کے جواب میں شکرِ الٰہی کا اظہار ہے ۱۲ مترجم

Marfat.com

وقوله الحق و ما كان المؤمنون لينفروا كافة فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون[1]، فقد فرض التفقه في الدين واعفى عنه عامة المومنين و لم يترك احدا منهم سدى فانما ارشد للتقليد من اهتدى الم تعلم ان لله على خلقه فرائض لا تترك ومحارم لا تنتهب وحدودا من تعداها فقد ظلم وهلك ولكلها اوجلها شرائط وتفاصيل لا يهتدى اليها الا قليل، وما يعقلها الا العالمون[2]، فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون[3]،

اور اسی کا قول سچا ہے وما كان المؤمنون لينفروا كافة الآية یعنی مسلمان سب کے سب تو باہر جانے سے رہے تو کیوں نہ ہوا کہ ہر گروہ سے ایک ٹکڑا نکلتا کہ دین میں فقہ سیکھے اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائے اس امید پر کہ وہ خلافِ حکم کرنے سے بچیں، تو اللہ تعالیٰ نے فقہ سیکھنا فرض فرمایا اور عام مومنین کو اس سے معاف فرمایا اور مہمل اور آزاد کسی کو نہیں رکھا ہے تو ضرور اہلِ ہدایت کو تقلید ہی کا ارشاد[عہ] ہوا ہے۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ اللہ عزوجل کے لئے اپنی مخلوق پر کچھ فرض ہیں کہ چھوڑنے کے نہیں کچھ حرام ہیں کہ حرمت توڑنے کے نہیں، کچھ حدیں ہیں کہ جو ان سے آگے بڑھے ظالم ہو اور ہلاکت میں پڑے، اور ان سب یا اکثر کے لئے شرطیں اور تفصیلیں ہیں جنھیں گنتی ہی کے لوگ جانتے ہیں اور ان کی سمجھ نہیں مگر عالموں کو، تو اہلِ ذکر سے مسئلہ پوچھو اگر تمھیں علم نہ ہو۔ بلکہ آپ اپنی

عہ یعنی جب احکامِ الٰہیہ ہر عام و عامی پر ہیں آزاد کوئی نہ چھوڑا گیا اور فقہ سیکھنے کو صاف فرمادیا کہ سب سے نہیں ہوسکتا ہر گروہ سے بعض اشخاص سیکھیں اور اپنی قوم کو احکام بتائیں کہ وہ مخالفتِ حکم سے بچیں تو صاف صاف عام لوگوں کو ان فقیہوں کی بات پر چلنے کا حکم ہوا اور اسی کا نام تقلید ہے جس کی فرضیت قرآنِ عظیم کی نص قطعی سے ثابت ہوئی ۱۲ مترجم۔

۱؎ القرآن الکریم ۹/ ۱۲۲
۲؎ " " ۲۹/ ۴۳
۳؎ " " ۱۶/ ۴۳

Marfat.com

بل لو رجعت الی نفسك لالغیت غدك
هذا كمثل امسك وانا اجیرها
بالله ان تبهت او تكابر او تتعامی
عن البدر وهو زاهر سلها
هل لله سبحٰنه وتعالٰی علی العباد
ما لا یدرك علمه اول ما یدرك
الا بنص او اجتهاد فان ابت
فمنكرا اتت وان سلمت سلمت
واسلمت فسلها اتری الناس
كلهم عالمین بما لهم وعلیهم
من امور الدین لاحاطتهم
جمیعا بمعانی النصوص و
اقتدارهم طرا علی استنباط
المسكوت عن المنصوص فان
عممت فقد عمیت وان
احجمت فقد هدیت فسلها
عن الذین لا یعلمون و
لا یبصرون ولا علی الاجتهاد
یقتدرون اولٰئك متروكون
سدی فان انعمت فقد
ضللت الهدی وان ابصرت فانكرت

عقل ہی کی طرف رجوع لاتے تو اپنی اس آئندہ[عہ۱]
کل کو گزشتہ کل کی طرح پاتے اور میں آپ کی
عقل کو خدا کی پناہ میں دیتا ہوں اس سے کہ
انہونی جوڑے یا ڈھٹائی کرے یا چمکتے چاند
ماہِ تمام سے اندھی بنے اپنی عقل ہی سے پوچھئے
کیا اللہ تعالٰے کے لئے بندوں پر کچھ ایسے احکام
ہیں یا نہیں کہ ابتداءً ان کا علم بغیر تصریح شارع
یا اجتہاد مجتہد کے حاصل نہیں ہوتا۔ اگر وہ انکار
کرے تو واجب الانکار شناعت لائی اور اگر
مانے تو سلامت رہی اور طاعت لائی۔ اب
اس سے پوچھئے کیا تیرے خیال میں تمام آدمی
حلال و حرام و جائز و واجب دین کے جتنے
احکام ان پر ہیں سب کے عالم ہیں نصوص شریعت
کے معانی کا سب کو احاطہ ہے۔ منصوص سے
مسکوت کا حکم پیدا کرنے پر سب کو قدرت ہے
پس اگر وہ تعمیم کرے تو یقیناً اندھی ہے اور اس
سے باز رہے تو ضروری مہتدی ہے۔ اب
اس سے ان کا حکم پوچھئے جنھیں نہ علم ہے
نہ بصیرت نہ اجتہاد کی قدرت، کیا وہ شتر[عہ۲] بے مہار
بنا کر چھوڑ دیئے گئے ہیں؟ اگر ہاں کہے تو قطعاً
گمراہ ہوئے اور اگر آنکھ کھولے اور بے مہاری سے

عہ۱ آئندہ کل کا حال مخفی ہے اور گزشتہ کا ظاہر یعنی دل ہی میں سوچتے تو تقلید کی فرضیت کہ آپ پر مخفی ہے ظاہر ہو جاتی ۱۲ مترجم

عہ۲ یعنی ان پر شریعت کے کچھ احکام نہیں ۱۲ مترجم

Marfat.com

فسلها ما لهم من السبيل الى ان
يعلموا احكام الجليل ان يروا
بانفسهم وهم لا يبصرون ويستنبطوا
وهم لا يقدرون او يرجعوا الى
العلماء المرشدين فيعتمدون
عليهم فی امور الدين ويعلموا
بقولهم منقادين فان بالاول
اجابت فقد بهتت وخابت
لا يكلف الله نفسا الا وسعها[1] وان
ابت وابت الى الأخر اصابت و
وقد وجدت ضالة ضلت ربعها،
ثم من العجب سؤلك عما يسأل
عنه مثلك، ان علم المكلف
بفرضية التقليد كيف يحصل له
اباجتهاد او بتقليد فلقد قصرت
ولا قصر وزعمت الحصر حيث لا حصر
اما علمت ان الضروری فی علمه عنهما
جميعا لغنی الیس ان کل مسلم یعلم
ضرورة من الدين علما لا يخالطه ظن و
لا تخمين ان لله عليه فرائض وحرمات
وحدود اوتكليفات ويعلم منهم من
لا يعلم علما وجدانيا ان لا يعلم وانه
لا يقدر ان يعلم الا ان يعلم

انکار کرے تو اب اس سے پوچھئے کہ ان کے لئے
احکامِ الٰہی جاننے کی کیا سبیل ہے آیا یہ کہ
خود دیکھیں حالانکہ وہ نگاہ نہیں رکھتے، اجتہاد
کریں حالانکہ قدرت نہیں رکھتے یا یہ کہ ہدایت و
ارشاد والے علماء کی طرف رجوع لائیں، امورِ دین
میں ان پر اعتماد کریں جو وہ فرمائیں مطیع ہو کر اس پر
کاربند رہیں۔ اگر جواب میں پہلی بات کہی تو
یقیناً بہتان اٹھاتی ہے اور نامراد رہی، اور اگر
اس سے انکار کرکے دوسری طرف پلٹی تو راہِ صواب
پر آئی اور جس گم شدہ کا مکان نہ جانتی تھی اسکی
ملاقات پائی، پھر عجب بات ہے آپ کا ایسے
امر سے سوال جسے آپ جیسا دریافت نہ کرتا کہ
مکلف کو تقلید فرض ہونے کا علم اجتہاد سے ہے
یا تقلید سے، آپ نے قصر کیا اور قصر نہ تھا
اور حصر سمجھے جہاں حصر نہ تھا۔ کیا آپ کو خبر نہیں
کہ بدیہی بات اپنے جاننے میں ان دونوں سے
یکسر بے نیاز ہے۔ کیا ہر مسلمان بالبداہۃ ایسے
یقین سے جس میں کسی گمان و تخمین کی آمیزش
نہیں اپنے دین کا یہ حکم نہیں جانتا کہ اللہ عزوجل
کے لئے اس پر کچھ فرض ہیں کچھ حرام کچھ حدیں ہیں
کچھ احکام، اور ان میں جو جاہل ہے وہ اپنے
وجدان سے جانتا ہے کہ جاہل ہے اور یہ کہ
جب تک اسے بتایا نہ جائے خود جان لینے

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۸۶

Marfat.com

ويعلم ان لا براءة ذمة الا
بالعمل ولا عمل الا بالعلم ولا علم
الا لمن تعلم فينقدح في ذهنه
بداهة ان عليه سؤال من اذا سئل
هدى وعلم هذا سيدنا رسول الله
صلى الله تعالى عليه وسلم قائلا
وقوله اصدق مقال الا سألوا اذ لم
يعلموا فانما شفاء العي السؤال[1]
وقد تواتر ذلك من لدن الصحابة
رضي الله تعالى عنهم وهلم جرا
تواتر كتابة الصلوات وسائر المكتوبات
علانية وجهرا بل هو امر
مجبول عليه اجبال البشر من
أمن منهم ومن كفر فترى عوام
كل فرقة تأتي علماءها واباءها ١
وتسأل دواء داء جهلها من تحسبهم
اطباءها علما من لديهم
بانه القاضي ما عليهم فاسألهم
ابتقليد كان ام باجتهاد
فسيأتيك بالاخبار من لم تزوده
بالازواد او انت بنفسك انبئني

سے عاجز ہے اور خوب جانتا ہے کہ بے عمل
کئے چھٹکارا نہیں اور بے علم عمل کا یارا نہیں
اور بے سیکھے علم نہ آئے گا تو بداہۃً اس کے ذہن
میں خود آجائے گا کہ اس پر ایسے سے پوچھنا لازم
ہے جو مسئلہ بتا کر ہدایت فرمائے اور یہ ہیں ہمارے
مولا رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے
ہوئے اور ان کا ارشاد ہر قول سے زیادہ
سچ ہے الا سألوا الحدیث یعنی کیوں نہ پوچھ
جب خود نہ جانتے تھے کہ عجز کا علاج تو سوال
ہی ہے۔ اور بے شک وہ زمانۂ صحابۂ کرام
رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آج تک برابر فرضیت
نماز و دیگر فرائض کی طرح علانیہ وظاہر متواتر ہے
بلکہ وہ ہر انسان کی جبلّی بات ہے خواہ وہ مومن ہے
خواہ کافر ہے لہذا ہر گروہ کے عوام کو دیکھو گے کہ
اپنے یہاں کے اہل علم و دانش کے پاس آتے
اور جنھیں اپنا طبیب سمجھتے ان سے مرض جہل کی
دوا پوچھتے ہیں اس لئے کہ وہ یقیناً اپنے دل
سے جان رہے ہیں کہ ہم اسی طور پر اپنے فرض سے
ادا ہونگے اب ان سے پوچھئے یہ تقلید سے تھا یا
اجتہاد سے، عنقریب تمھیں وہ خبریں لاکر دے گا
جسے تم نے توشہ نہ بندھوا دیا تھا یا آپ خود ہی

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب المجدور یتیمم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۴۹
سنن الدارقطنی 〃 باب جواز التیمم لصاحب الجراح حدیث ۱۸، دار المعرفۃ بیروت ۱/۴۳۵
مشکوٰۃ المصابیح باب التیمم الفصل الثانی قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۵۵

Marfat.com

عن قولك لی ارغب الیك ان تعلمنی
وانا عائذ باللہ ان یکون سؤلک سؤل
متعنت عنید بل سؤل طالب
للحق مستفید فباجتهاد اتیتنی
ام بتقلید فان الامر دین والعبث
فیہ من صنیع المفسدین فلیس
عن اعتقاد حکم محید ولا
اعتقاد الا عن منشأ سدید وقد
انحصر فی الاجتہاد والتقلید
ثم اذ لم تھتد وانت تخدم الطلبة
منذ ثلثین عاما لدلیل یدلك
علیٰ استحباب التقلید فضلاً عن
وجوبه فضلا عن افتراضه
قطعًا وابرا ما فسواء علیك ان
یکون عندك حکم فی القضیة
من تحریم اوکراھة او اباحة شرعیة
وانت شاك فیما ھناك او شاك و
شاك فی انك شاك ایًا ما کان
فلا محید لك من تجویز جواز
ترك التقلید وتلقی الاحکام من
الکتاب المجید لکل عامی جھول
بلید لا یعرف الغث من السمین ولا الشمال
من الیمین ولا الظلمات ولا النور ولا الظل و
لا الحرور اذ لولاہ لما اعتراك شك شائك
فی وجوب التقلید علیٰ اولٰیك فضلا عن الاستحباب

اپنے اس کا حال بولئے جو آپ نے مجھے لکھا کہ
میں آپ کی طرف آرزو لاتا ہوں کہ مجھے تعلیم
فرمایئے اور میں اللہ عزوجل کی پناہ لیتا ہوں اس
سے کہ آپ کا سوال کسی باطل کوش سرکش کا سوال
ہو بلکہ حق طلب فائدہ خواہ کا سوال ہے تو اب
آپ میرے پاس اجتہاد سے آئے یا تقلید سے
کہ یہ معاملہ دین کا ہے اور دین میں لہو مفسدوں کا
کام ہے تو کسی نہ کسی حکم کے اعتقاد سے چارہ
نہیں اور اعتقاد حاصل نہ ہوگا مگر منشا درست
سے اور وہ اجتہاد و تقلید میں منحصر ہو چکا پھر
جب کہ آپ نے اس تیس برس کی خدمت طلبہ
میں دلیل استحباب تقلید کی طرف ہدایت
نہ پائی چہ جائے فرضیت قطعیہ یقینیہ، تو اب آپ
پر یکساں ہے خواہ آپ کو تقلید کا کوئی حکم معلوم ہو کہ
وہ شرعاً حرام یا مکروہ یا مباح ہے یا آپ کو شک
ہو یا حکم میں شک ہو اور اس میں بھی شک ہو
کہ آپ کو شک ہے۔ بہرحال اس سے مفر نہیں
کہ آپ تقلید چھوڑنا اور قرآن مجید سے احکام نکالنا
ہر ایسے عامی جاہل احمق کے لئے جائز جانیں جسے
نہ لاغر و فربہ میں تمیز ہو نہ دہنے بائیں میں، نہ اندھیری
پہچانے نہ روشنی نہ سایہ نہ دھوپ کہ اگر ایسا
نہ ہوتا تو ان لوگوں پر تقلید خود واجب ہونے
میں کوئی خلش ڈالتا ہوا شک آپ کو پیش
آتا نہ کہ استحباب نہ کہ تقلید سے بچنے کا ایجاب
نہ کہ وجوب تقلید کی کسی خاص ضد پر جو ثابتِ یقین

Marfat.com

فضلا عن الزام الاجتناب فضلا عن
التيقن الكذاب بخصوص نوع من
اضداد الايجاب ولا وربك لن يستقيم
لك ذلك الا باحد مسلكين من اشنع
المسالك موقعين السالك فى اسوء المهالك
تزعم ان الناس عن اٰخرهم من اهل الاجتهاد
فى جل مايحتاجون اليه فلهم يدان
باستنباط الاحكام وابتداع سبيل اٰخر
الى تعرفها غير التقليد والاجتهاد فيعلمون
من دون علم ولا استعلام وانا اعيذك
برب المشرقين ان تقول بشئ من هذين
الشططين وان وجدت احدا من رعاع
الجاهلين يتفوه بمثل الباطل المبين فالله
الله خذ بيده والى استعلاج الدماغ ارشده
واهده فقد اخذه جنون والجنون فنون و
الدين نصح والنصح يثيب والطب اللبيب
الحاذق الاريب الاجمل منك قريب دع
عنك العوام نبئنى عن نفسك فى تلك
الاعوام كيف عبدت الله وعاملت العبيد
ابا جتهاد ام بتقليد وعلى كل فالانسان
على نفسه بصيرة ولو القى معاذيرة
هل انت من شروط الاجتهاد ملئ قادر عليه
ام عاجز خلىّ على الاٰخر ما انت
واليش انت حتى لا يجب عليك
التقليد اويسوغ الاجتهاد

اور تمھارے رب کی قسم یہ تمھیں راست نہ آئے گا مگر
دو راہوں میں ایک سے جو سخت بری راہوں سے
ہیں اور اپنے چلنے والے کو نہایت بد مہلکے میں
ڈالنے والی ہیں یا تو گمان اس کا کہ تمام لوگ
ہر مسئلے میں جس کی انھیں حاجت ہو اہل اجتہاد سے
ہیں انھیں احکام نکالنے پر دسترس ہے یا یہ کہ
تقلید و اجتہاد کے سوا ان تمام احکام پہچاننے کا
اور کوئی طریقہ گھڑیئے کہ یہ جہال بے علم بے سیکھے
احکام جان لیں اور میں آپ کو پروردگار مشرقین کی
پناہ دیتا ہوں کہ آپ ان دونوں ظلموں میں سے
کسی کے قائل ہوں اور اگر کسی کمینے جاہل کو پائیں
کہ ایسا صریح باطل بکتا ہے تو للہ خدا کو مان کر
اس کا ہاتھ پکڑیئے اور علاج دماغ کی طرف اسے
ہدایت کیجئے کہ اسے جنون نے آلیا اور جنون طرح طرح
کا ہوتا ہے اور دین خیر خواہی ہے اور خیر خواہی پر
ثواب ملتا ہے اور طبیب حاذق عاقل زیرک
اجمل اکمل آپ کے پاس موجود ہیں عوام سے
درگزریئے خود اپنے حال سے خبر دیجئے آپ نے
ان برسوں میں اللہ کو کیونکر پوجا اور بندوں سے
کس طرح معاملہ کیا آیا اجتہاد سے یا تقلید سے،
اور بہر تقدیر آدمی کو اپنے حال پر خوب نگاہ ہے
اگرچہ حیلے کتنے ہی بنائے۔ آپ شروط اجتہاد سے
پُر ہیں، اجتہاد پر قادر ہیں یا عاجز و خالی ہیں، بر تقدیر
اخیر آپ کیا اور آپ کی حقیقت کتنی کہ آپ پر تقلید
واجب نہ ہو کیا ایسے کے لئے اجتہاد جائز ہو گا جو

Marfat.com

لعاربليد عاثرباثرذى عى شديد هل
هو الاعمى بعيد ام لتعرف الاحكام
سبيل جديد وها انت حاصره فى
اجتهاد و تقليد وعلى الاول هل
يسوغ لك الاجتهاد فى جميع غصون
الشرع ام فى بعض دون بعض من
فنون الاصل والفرع على الاخير ما
انت فيه مجتهد فعين ومالا فسبيلك
فيه فبين وعلى الاول بل هو المتعين
وعليه المعول اذ لو لم يحل
لك الاجتهاد فى جميع المواد
لوجب التقليد فى بعض الفنون
وبالخلو منه اهتد انه لم تخل
سنون ، فيا قريب مالك ورقيب
ابن ادريس هات هنيها تك وافتح الكيس
فأت بعشر صور مفتريات من مسائل
فقه اجتهاديات تكون انت ابا عذرها
لا تستند باحد فى بناء جدرها لا فى بطن
ولا فى ظهر ولا فى ورد ولا فى صدر ولا فى جرح
ولا تعديل ولا تفريع ولا تأصيل فيظهر
الحق ويزول الغرور ولا يغرنك بالله تعالى
الغرور وكانى بك مسترشد مما وعيت ان
القيت السمع وانت شهيد ان كلامى كان
فى نفس التقليد من حيث هو لا اثر
فيه للتقييد فلا معنى

عاری ہے عقل متزلزل ہالک سخت عاجز ہو تو یہ
دور کی گمراہی ہے یا احکام پہچاننے کے لئے کوئی
نئی راہ اور ہے اور یہ ہیں آپ کہ خود اجتہاد و
تقلید میں اس کا حصر کر چکے ہیں۔ بر تقدیر اول
کیا آپ کو علوم شرعیہ کے تمام اصول و فروع کی
شاخوں میں اجتہاد پہنچتا ہے یا کسی میں پہنچتا ہے
کسی میں نہیں۔ بر تقدیر اخیر جس میں آپ مجتہد ہیں
اس کی تعیین کیجئے اور جس میں مجتہد نہیں اس میں
اپنی راہ بتائیے۔ اور بر تقدیر اول بلکہ وہی خواہ مخواہ
ماننی ہے اس لئے کہ اگر تمام مواد میں آپ کے لئے
اجتہاد حلال نہ ہوتا تو بعض فنون میں ضرور تقلید
واجب ہوتی اور یہ برس کے برس اس کی طرف
ہدایت پانے سے خالی نہ جاتے تو اب امام مالک
کے قریب امام شافعی کے رقیب اپنی پونجیاں
دکھائیے اور تھیلی کھولئے فقہی مسائل اجتہادی کی
دس گھڑی ہوئی صورتیں لائیے جن کا حکم خاص
آپ نے استنباط کیا ہو جس کی بنا کے ظاہر و
باطن و اول و آخر و جرح و تعدیل و تفریع و تاصیل
کسی بات میں آپ دوسرے کی سند نہ پکڑیں ابھی ابھی
حق ظاہر ہوا جاتا اور دھوکا زوال پاتا ہے اور
دیکھو تمھیں اللہ کے معاملے میں فریب نہ دے
وہ فریبی ، اور مجھے تو معلوم ہوتا ہے کہ میرا بیان
آپ نے حضور قلب سے کان لگا کر سنا تو راہ
پالئے ہوں گے کہ میرا کلام نفس تقلید کی محض ذات
میں تھا اس میں کوئی اثر کسی قید کا نہ تھا تو خاص کسی

Marfat.com

للسوال عن خصوص نوع و تعیینه و
ما بان محملا و ما کان مجملاً فما
الاقتراح لتبیینه اماان المکلف
هل یتخیرام یخیر فبحث آخر
و الکلام فیه فاش مشتهر ولهما
ثالث فی الالتزام و الکل خارج عن هٰذا
المرام فایاك ثم ایاك ان تخلط
الکلام و تخرج المقال عن النظام
وعلیك بالانصاف خیرالاوصاف ،
فان رأیت ما التمسته انت ولو یأتك
بدءً انه هوالطریق القویم
فذاك المأمول من طبعك السلیم
وودك القدیم ولافانی اعوذ بربی
وربك ان تکابر تحقیقا او تدابر
صدیقاوان ابیت فما انا بأت
ما اتیت ولعلك تجد من یجازی
بمثل ولا یمل مکابرة ولا یخشی
مدابرة والله الهادی و له
الحمد فی الاولیٰ و الأخرة
وصلی الله تعالیٰ علیٰ سیدنا
ومولانا الامان الامین فاتح
الخلق وخاتم النبیین محمد
شارع الاجتهاد للماهرین
و امرالتقلید للقاصرین
وعلیٰ آله الطاهرین وصحبه

نوع کی تعیین سے سوال کے کوئی معنی نہیں اور
جس کلام کا مطلب صاف تھا کوئی اجمال نہ تھا
اس کی شرح چاہنا کیا۔ رہا یہ کہ مکلف بہتر کو
چھانٹے یا مختار ہے ، یہ دوسری بحث ہے اور
اس میں کلام مشہور و معروف ہے اور ان دو
کے لئے مسئلۂ التزام میں تیسرا اور ہے اور
سب اس مطلب سے باہر ہیں تو دیکھو خبردار کلام
کو غلط نہ کرنا اور بات کو اس کے سلسلے سے
باہر نہ لے جانا اور آپ پر انصاف لازم ہے کہ
وہ بہترین اوصاف ہے۔ پس اگر آپ دیکھیں کہ
یہ جواب جو آپ کی خواہش پر آیا اور اس نے
خود پہل نہ کی یہی سیدھا راستہ ہے جب تو آپ کی
طبع سلیم و دوستی قدیم سے اس کی امید ہے ورنہ
میں اپنے اور آپ کے رب کی پناہ مانگتا ہوں اس
سے کہ آپ تحقیق کے ساتھ مکابرہ کریں یا دوست
سے قطع دوستی۔ اور اگر نہ مانئے تو میں ایسا
نہ کروں گا اور کیا عجب کہ آپ کو کوئی ایسا مل جائے
جو آپ ہی جیسا برتاؤ کرے ، نہ مکابرے سے
تھکے نہ قطعِ محبت سے ڈرے۔ اور اللہ ہادی
ہے اور دونوں جہان میں اسی کے لئے حمد ہے ،
اور اللہ کی درودیں ہمارے سردار و مولیٰ وبناہ
وامین ، آغازِ خلقت و انجامِ رسالت محمد صلی اللہ
تعالےٰ علیہ وسلم پر جنھوں نے ماہروں کے واسطے
اجتہاد مشروع کیا اور کوتاہ دستوں کو ان کی تقلید کا
حکم دیا ، اور ان کی پاکیزہ آل اور غلبہ والے

Marfat.com

الطاهرين و مجتہدی ملتہ والمقلدین لہم باحسان الٰی یوم الدین و بارک وسلم ابد الأبدین اٰمین اٰمین والحمد للہ رب العلمین ۔

اصحاب اور مجتہدینِ ملت اور خوبی کے ساتھ قیامت تک ان کے مقلدین پر اور اللہ کی برکتیں اور اس کا سلام ہمیشگی والوں کی ہمیشگی تک ۔ آمین آمین ! اور ساری خوبیاں اللہ کو جو سارے جہان کا مالک ہے ۔ (ت)

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی

عفی عنہ بمحمدن المصطفی النبی الامی

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعشر بقین من جمادی الاٰخرۃ

سنہ ۱۳۱۹ھ

خطِ دوم عرب صاحب بقبول ہدایت اُولٰی و استفادہ مسئلہ اُخرٰی

بخدمۃ[1] حضرۃ العالم الفاضل جناب مولوی[2] احمد رضان صاحب قادری[3] سلمہ

امابعد حمد اللہ العظیم والصلٰوۃ والسلام علٰی نبیہ الکریم فاقول بعد السلام علیك ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ان کتابك المنبئ عما عندك فی التقلید وفرضیتہ القطعیۃ قد وصل وبہ السرور قد حصل لازلت موفقا و مھدیا و لکن قد بقیت مسئلۃ اخرٰی ھی قرینۃ لمسئلۃ التقلید وھی مسئلۃ القول بان لاولیاء اللہ رضی اللہ عنھم

اللہ کی حمد اور اس کے نبی کریم پر درود وسلام کے بعد میں السلام علیك ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد کہتا ہوں کہ آپ کا نامۂ تقلید اور اس کی فرضیتِ قطعیہ میں آپ کے اعتقاد سے خبر دینے والا آیا اور خاص اسی کے سبب بیشک سرور حاصل ہوا آپ ہمیشہ توفیق پائیں اور ہدایت کے ساتھ رہیں، لیکن ایک مسئلہ اور باقی رہ گیا ہے وہ اسی مسئلہ تقلید کے متصل مذکور ہے اور وہ مسئلہ اس کہنے کا ہے کہ اولیاء اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہم

---

[1] ہکذا بخطہ ۱۲ [2] ہکذا بخطہ ۱۲ [3] ہکذا بخطہ ۱۲

Marfat.com

تصرفٌ فی العالم بمعنی ان الکاملین
من البشر قد فوض الیهم انتظام
جزء من العالم ومنهم من فوض الیه
العالم کله فمنهم من هو مثل الوزیر
ومنهم من هو مثل العمال ومنهم من
هو مثل الاعوان ولا اقول ان التصرف
لیس له الا هذا المعنی بل انا لا استبشع
الا هذا المعنی فان کان علی التصرف بهذا
المعنی دلیل من الشرع فافدنی به وان کان
للتصرف معنی غیر لبشع فعلمنیه۔ والسلام محمد طیب۔

ویا سیدی انی لما تأملت جوابك
عن مسئلة وجوب التقلید وجدتك
تقول ان کلامك فی التقلید المطلق
لافی المقید افترید ان التقلید الخاص
١ لشخص معین غیر واجب فان کان
هذا مرادك فعرفنا به والافبین لنا
مطلبك ولیس مرادنا من مخاطبتك
الا الاطلاع علی ما عندك
ونسئلك المسامحة فی التکلیف۔

کے لئے عالم میں تصرف حاصل ہے اس معنیٰ پر کہ کامل آدمیوں کو ایک حصۂ عالم کا انتظام سپرد ہوا ہے اور بعض کو تمام جہان سپرد ہے تو ان میں کوئی وزیر کی مانند ہے اور ان میں کوئی کارکنوں کی طرح اور ان میں کوئی سپاہی کی مثل ہے اور میں نہیں کہتا کہ تصرف کے لئے بس یہی معنیٰ ہیں بلکہ میں ناخوش نہیں سمجھتا مگر اسی معنیٰ تصرف پر شرع سے کوئی دلیل ہو تو مجھے افادہ فرمایئے اور اگر تصرف کے کوئی اور معنیٰ ہوں کہ ناخوش نہ ہوں تو مجھے تعلیم کیجئے۔ والسّلام۔ محمد طیب۔

اور اے میرے آقا جب میں نے مسئلۂ وجوبِ تقلید میں آپ کے جواب کو غور کیا تو آپ کا یہ بیان پایا کہ آپ کا کلام مطلق تقلید میں ہے نہ مقید میں، تو کیا آپ کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخصِ معیّن کی خاص تقلید واجب نہیں۔ پس اگر آپ کی یہ مراد ہے تو ہمیں اس کی معرفت دیجئے ورنہ ہم سے اپنا مطلب بیان کیجئے اور آپ کے مخاطبے سے ہماری اسی قدر مراد ہے کہ جو کچھ آپ کے نزدیک حکم ہے وہ ہمیں معلوم ہو جائے اور ہم اس تکلیف دہی میں آپ سے معافی مانگتے ہیں فقط۔

مترجم غفراللہ لہ گزارش کرتا ہے کہ عرب صاحب کا یہ دوسرا خط ایک مدت کے بعد ماہِ رجب میں آیا، حضرت عالمِ اہلسنت دام ظلہم اندر تشریف فرما تھے، دروازے پر ایک سید صاحب تشریف رکھتے تھے، عرب صاحب کا فرستادہ کوئی لڑکا انھیں خط دے کر روانہ ہوا، جب خط ملا حضرتِ عالیہ

عه ھکذا بخطه ۱۲

Marfat.com

حضرت مکتوب الیہ میں حاضر ہوا اگرچہ مدت سے دورۂ درد کمر شروع ہوگیا اور بخار بھی تھا مگر فوراً جواب دینا چاہا، خط لانے والے کے لئے ارشاد ہوا ذرا ٹھہریں۔ معلوم ہوا کہ وہ تو اسی وقت چلتا ہوا اور وہ سید صاحب اسے پہچانتے بھی نہیں کہ کون تھا کہاں گیا۔ حکیم مولوی خلیل اللہ خاں صاحب بریلوی رامپور سے وطن واپس تشریف لانے والے تھے ان کا انتظار کرکے دوسرا مفاوضہ عالیہ ان کے ہاتھ مرسل ہوا۔

مفاوضۂ دوم حضرت عالم اہلسنت مدظلہ بجواب خطِ دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

سمع سامع حسن بلاء اللہ فینا فلوجہہ الکریم الحمد حمدا یکفینا، ومن کل داء باذنہ یشفینا، ومن کل عاھۃ بمنہ یقینا، ویزیدنا بفضلہ ھدی ویقینا والصلوٰۃ والسلام علیٰ والینا وسیدنا وھادینا وشافعنا وشافینا الارأف بنا من امھاتنا وابینا خلیفۃ اللہ الاعظم فی العالمینا، المولیٰ علینا وعلیٰ ماخلفنا ومابین ایدینا وعلیٰ الہ وصحبہ الفائزین فوزا مبینا، واولیائہ المتصرفین فی العالم باذنہ تمکینا، وعلینا بھم ولھم اجمعینا ویرحم اللہ من قال امینا۔ امّا بعد فجاء الکتاب وسربہ قلوب الاحباب لما فیہ افصاح

جو کان رکھتا ہو ہم پر اللہ تعالیٰ کی خوبی نعمت سنے اسی کی وجہ کریم کے لئے وہ حمد ہے جو ہمیں بس ہو اور باذنِ الٰہی ہمیں ہر مرض سے شفا بخشے اور باحسان ربانی ہمیں ہر آفت سے بچائے اور بفضلِ خداوندی ہمیں ہدایت ویقین زیادہ فرمائے، اور صلوٰۃ و سلام ہمارے والی ہمارے مولیٰ ہمارے ہادی ہمارے شافع ہمارے شافی پر جو ہم پر ہمارے ماں باپ سے زیادہ مہربان ہیں تمام جہان میں سب سے بڑے نائب خدا ہیں ہم پر اور تمام آئندہ مخلوق اور گزشتہ خلقت سب پر والی و حاکم ہیں اور ان کے آل واصحاب پر کہ روشن کامیابی سے کامیاب ہیں اور ان کے اولیا پر کہ ان کے حکم سے قابو پاکر عالم میں تصرف کرتے ہیں اور ان سب کے صدقے میں ان کی برکت سے ہم پر، اور اللہ کی مہر آمین کہنے والے پر، بعد حمد وصلوٰۃ واضح ہو خط آیا اور دلِ دوستاں نے سرور پایا کہ اس سے قبولِ حق صاف پیدا تھا اور

Marfat.com

بقبول الصواب و اقتراح فی مسئلة
اخریٰ لکشف الحجاب وهكذا دیدن
اولی الالباب یردون ناهلین مناهل
العباب لیرتووا و یرووا من یروه
فی تباب فاردت وحق لی من فوری الجواب
وان کان للحمی بحمای اقتراب و
وجع فی الخاصرة قد طال وطاب
کفارة للذنوب ان شاء الوهاب
والی الآن منه بقیة للذهاب و
فانبئت ان الآتی بالکتاب آب و غاب
لوادرمن هو والی این ثاب حتی جاء
اخی و انسی وسرور نفسی الحکیم المولوی
خلیل الله خان حفظه الله الی یوم الحساب
فاحببت ان ارسل علیٰ یدیه الجواب
لان مثل الکتاب لا احب ان یکون
الا باصطحاب وبربنا نستعین فی کل
باب ، نعم قد قلت و اقول ان مقولی
الذی کان عنه السؤال انما کان
فی التقلید من دون تقیید لکن یا اخی
هل یشعر الحکم علیٰ مرسل بنفیه
عن شئ فی حوزة دخل فمع قطع النظر
عن ان سوالك هذا المجد دعسی ان
لایریٰ له منشؤ مسدد ان اشعر اشعر
بنفی الفرضیة اية فرضیة للقطع مرضیة
فماذا الوثوب الی الوجوب ، وها انت

ایک اور مسئلے سے پردہ کشائی کی درخواست تھی
اور خردمندوں کا یہی دستور ہے کہ پیاسے ہوں تو
دریائے عظیم کے گھاٹ پر آتے ہیں کہ آپ سیراب
ہوں اور جسے ہلاک ہوتا دیکھیں اسے سیراب کریں
میں نے چاہا اور خود یہی مجھے سزاوار تھا کہ فوراً جواب
دوں اگرچہ تپ کو میرے بدن سے قریب تھا اور
کمر میں درد کہ مدتوں رہا اور اچھا ہوا اللہ چاہے
تو گناہوں کا کفارہ تھا اور ابھی اس کا بقیہ جانے
کو باقی ہے اتنے میں مجھے خبر ملی کہ آرندہ پلٹ گیا
اور غائب ہوا اور مجھے نہ معلوم ہوا کہ وہ کون تھا
اور کہاں واپس گیا یہاں تک کہ میرے برادر
مونس وسرورِ قلب حکیم مولوی خلیل اللہ خاں کہ اللہ تعالیٰ
قیامت تک ان کا نگہبان ہو آئے تو میں نے انکی
معرفت جواب بھیجنا چاہا کہ ایسے خطوط میں مجھے یہی
پسند ہے کہ کسی کے ساتھ ہی مرسل ہوں اور ہم
معاملے میں اپنے رب کی مدد چاہتے ہیں ، ہاں بیشک
میں نے کہا اور اب کہتا ہوں کہ میرا وہ کلام جس سے
سوال ہوا بے کسی تخصیص کے محض تقلید میں تھا مگر
برادرم ! کیا کسی مطلق پر حکم ایسی کسی شئے سے نفی بتاتا
ہے جو اس کے احاطہ میں داخل ہے تو قطع نظر
اس سے کہ آپ کے اس سوالِ تازہ کا شاید
کوئی صحیح منشا نظر ہی نہ آئے وہ کلام اگر بالفرض
مشعر ہوگا تو خاص سے نفی فرضیت کا ، کیسی فرضیت
جو یقین کے لئے پسندیدہ ہے تو یہ وجوب کی طرف
کود جانا کیسا ! اور ہاں یہ ہیں آپ سلیم طبیعت والے

Marfat.com

ذا ذوق ريحة سليمة قد ابان ابن اخت
خالتك الكريمة ان البون بين الواجب و
الفرض كمثله بين السماء والارض بل قد
اظهر ان الفرض علمي وعملي، وان الكلام
ههنا في العلمي فمالي اراه يعرف وينكر
ويخير ويذهل عما يخبر وان اولته
بالافتراض القطعي فلم يقل به احد في
الخصوص النوعي نعم اذا اتضح لك الحق
في مبحث قد سبق فاعلن بافتراض التقليد
المطلق فمثلك بالاعتراف للحق احق ثم
ان اردت ان تصدر بالحق عما وردت
فاجبني اولاً عما سألتك وطرحت الجواب
ان كيف عملك وعلمك بمحلك ومجالك
في هذا الباب الى غير ذلك مما فصلته
في اول كتاب ثم اذا انت
من اخوان العلم وقد قلت
اخدمه منذ ثلثين سنة
فلا يظن بك انت لا تعمل
او تعمل وانت عن حكم سبيله
في غفلة وسنة وقد علمت
ان ابناء الزمان في
ذا المنهج ليسوا على شان
بل هم بين مكفر ومحرم
ومجوز وملزم ومخير
ومتحير ومطلق و

خود آپ کی خالہ کریمہ کا بھانجا ظاہر کر چکا کہ واجب و
فرض میں زمین وآسمان کا فرق ہے بلکہ یہ روشن
کر چکا کہ فرض دو قسم ہے، علمی وعملی، اور یہاں
گفتگو علمی میں ہے، تو اب کیا وجہ ہے کہ میں اسے
پاتا ہوں کہ پہچان کر شناسا ہوتا ہے اور خود خبر
دے کر بھولا جاتا ہے، اور اگر آپ اسے فرضیتِ
قطعیہ سے تاویل کریں تو خاص نوع میں اس کا
کوئی قائل نہیں، ہاں جب کہ گزشتہ بحث میں آپ
پر حق واضح ہو گیا ہے تو تقلید مطلق کی فرضیت کا
اعلان دیجئے کہ آپ جیسے کو حق کا اقرار زیادہ
سزاوار ہے پھر اگر آپ چاہیں کہ جہاں آئے وہاں
سے حق کے ساتھ پلٹئے تو اولاً ان امور کا جواب
دیجئے جو میں نے سوال کئے اور آپ نے جواب
نہ دیئے کہ اس باب میں آپ کا عمل کیونکر رہا اور
آپ اس میں اپنا مرتبہ واقتدار کہاں تک جانتے
ہیں اور اس کے سوا اور سوالات جو نامۂ اول میں
میں نے بہ تفصیل لکھے۔ پھر جبکہ آپ برادرانِ علم
سے ہیں اور خود اپنے منہ سے تیس سال سے
اسکے خادم رہے ہیں تو یہ تو آپ پر گمان نہ ہوگا
کہ آپ عمل ہی نہیں کرتے یا عمل کرتے ہیں تو اس
طرح کہ اس کی راہ کے حکم سے غفلت وخواب
میں ہیں۔ اور آپ کو خوب معلوم ہے کہ ابنائے
زمان اس مسلک میں ایک حال پر نہیں بلکہ
کوئی کفر کہتا ہے کوئی حرام، کوئی جائز، کوئی واجب،
کوئی تخییر کی راہ چلتا ہے کوئی تحیر کی۔ کوئی مطلق

Marfat.com

حاصر فی الاربعة الاکابر وقائل بالتلفیق
ومائل فیه الی التفسیق ومبیح
فی اعمال لا فی عمل ومرخص و
ناہ بعد العمل فهٰذه عدة
مواضع ولهم فی کلها مشارع ومنازع
ومن طلب الحق وجانب المراء فلیس
الکلام معهم علٰی حد سواء فعین لی
ثانیا فی جمیعها ما انت سالکه
لتخاطب علٰی منسك انت ناسکه
ثم ائت اخاك سائلا مستفیدا
لا صائلا عنیدا ولن فی یده
وانقد بقوده فمنهما سألك
عن شئ فاجب وایما سار بك
فاقصد واقترب فبعون الٰهه
لیسلکن بك صراطا سوی ولیستدرجك
حتی یوقفك علٰی منزل الهدٰی
ولربما لا یعرف بدءً بعض مقاصده
ثم یحمد اخرا حسن موارده فمن
طلب الحق فهٰذا السبیل وحسبنا
الله ونعم الوکیل اما سؤالك
عن تصرف الاولیاء فی العالم
واعترافك انك لا تستشبع من
معانیه الا ما تعلم فان
کان مرادك بتفویض امر
ما یوجب معاذ الله

کہتا ہے، کوئی چار اکابر میں محصور کرتا ہے، کوئی
تلفیق مانتا ہے، کوئی اسے فسق بتانے کی طرف
جھکتا ہے، کوئی کہتا ہے مختلف اعمال میں جائز ہے
نہ ایک میں، کوئی عمل کے بعد رخصت دیتا کوئی منع
کرتا ہے۔ تو یہ متعدد مواضع میں اور لوگوں کیلئے
ان سب میں مختلف راہیں مختلف ماخذ ہیں اور جو حق
کا طالب اور جدال سے مجتنب ہو تو ظاہر ہے کہ
ان سب کے ساتھ گفتگو ایک روش پر نہیں۔
تو ثانیاً ان تمام مواضع میں اپنا مسلک معین کیجئے
کہ آپ سے اسی روش پر کلام ہو۔ اس کے بعد
اپنے بھائی کے پاس طلبِ فائدہ کے لئے آیئے
نہ حملہ آور ہٹ دھرم بن کر اور اس کے ہاتھ میں
نرم ہو جایئے اور جدھر وہ کھینچے کھنچ جایئے، جو کچھ
پوچھے بتایئے، جہاں لے چلے قصد کیجئے اور قریب
ہو جایئے تو قسم ہے کہ وہ اپنے رب کی مدد سے
آپ کو سیدھی راہ لے جائے گا اور آپ کو آہستہ آہستہ
چلائے گا یہاں تک کہ منزلِ ہدایت پر کھڑا کر دے
اور بیشک بارہا ابتدا میں اس کے بعض مقصد
پہچان میں نہ آئیں گے پھر انجام کار اس کی خوبی
مورد کی حمد ہوگی تو جو طالبِ حق ہو تو راہ یہ ہے
اور اللہ ہمیں کافی ہے اور اچھا کام بنانے والا
رہا عالم میں تصرف اولیاء سے آپ کا سوال
اور آپ کا اقرار کہ اس کے معانی سے آپ وہی
ناخوش سمجھتے ہیں جو آپ کے علم میں ہے اگر سپرد
کر دینے سے آپ کی وہ مراد ہو جو معاذ اللہ

Marfat.com

تعطیل ذی الامر کملك فی الدنیا
ولی ازمة امر الی بعض الامراء
فتنفذ احکامه فیه غنیة عن
احکام المالك فی خصوص ماجری
بل من دون عمله بما حدث واعتری
وکذلك بالعون والوزیر من هو
للملك معین ونصیر یتحمل
عنه بعض ما علیه من الاوزار
والاثقال ویفیده عونا فیما یهمه
من الاعمال والاشغال فهذا لا شك
بشع شنیع لا محض بشع بل کفر
فظیع وحاش لله ان یتوهمه احد
من المسلمین بل کافر ایضا اذا کان
من الموحدین فاستبشاعك اذن
انما یرجع الی معنی باطل اخترعه
توهم عاطل ماله فی المسلمین
عین ولا اثر ومن ساء بهم ظنا
فقد کذب وفجر وان کان
معناك واجیرك بالله ان یکون
مرماك ان البشع ان یکون
المولی سبحنه وتعالی شرف جمعا
من عباده المکرمین بان اذن لهم
فی التصرف فی العلمین من دون ان یجری
فی ملکه الا مایشاء اویکون لغیره ذرة
من ملك فی ارض اوسماء اویتوهم هناك

مالکِ امر کو معطل کر دینے کی موجب ہو جیسے دنیا کا
کوئی بادشاہ کسی کام کی باگیں ایک امیر کو سپرد
کر دے تو اس میں اس امیر کے احکام نافذ
رہیں گے اور خاص خاص وقائع میں احکامِ شاہی
کے محتاج نہ ہوں گے بلکہ جو واقعہ نیا پیدا ہوا
اور جو پیش آیا بادشاہ کو اس کی خبر بھی نہ ہوگی' اور
ایسے ہی سپاہی و وزیر سے وہ مراد ہو جو بادشاہ
کی اعانت و یاوری کرے اس پر سے بعض بوجھ
اور بار اُٹھالے بعض کاروشغل میں جن کی بادشاہ
کو فکر تھی اسے مدد دے کہ فائدہ پہنچائے تو
بیشک ناخوش و قبیح ہے، نہ صرف ناخوش
بلکہ سخت ہولناک کفر ہے اور خدا کی پناہ کہ اس کا
وہم گزرے مسلمان بلکہ کسی کافر کو بھی جب کہ خدا کو
ایک جانتا ہو، اس تقدیر پر آپ کا ناخوش جاننا
ایک ایسے معنیٰ باطل کی طرف راجع ہے جسے بے اصل
وہم نے گھڑ لیا، مسلمانوں میں نہ اس کا وجود نہ نشان'
اور جو مسلمانوں پر بدگمانی کرے وہ جھوٹا اور بدکار
ہے اور اگر آپ کی مراد یہ ہو (اور میں آپ کو
خدا کی پناہ میں دیتا ہوں کہ یہ آپ کی مراد ہو) کہ
ناخوش یہ ہے کہ اللہ عزوجل اپنے گرامی بندوں
سے ایک گروہ کو شرف بخشے انھیں عالم میں
تصرف کا اذن دے بغیر اس کے کہ اس کے ملک
میں بے اس کے چاہے کچھ ہو سکے یا اس کے
غیر کے لئے زمین یا آسمان میں کوئی ذرہ بھر ملک
ہو یا یہاں کسی قدر معطل ہوتے یا بوجھ اٹھانے

Marfat.com

شئی من تعطیل او تحمل وزراء و تخفیف
ثقیل کما اذن سبحٰنه لجبریل و
میکائیل و عزرائیل وغیرهم من
مقربی حضرة الجلیل علیهم الصلٰوة
والسلام بالتبجیل فی تدبیر القطر والمطر
والزرع والنبات والریاح والجنود والحیٰوة
والممات وتصویر الاجنة فی بطون الامهات
وتیسیر الرزق وقضاء الحاجات الٰی غیر ذٰلك
من حوادث الکائنات وهم فیما بینهم علٰی
منازل شتی کما انزلهم ربهم حتما و بتا
سلاطین ووزراء واعوان وامراء فهٰذا
مایقوله المسلم ولامراء وهٰذا کلام الله
قولا فصلا وحکما عدلا قائلا فالمدبرات
امرا[1] توفته رسلنا قل یتوفٰکم ملك
الموت الذی وکل بکم[2] وهو القاهر
فوق عباده ویرسل
علیکم حفظة[3] له معقبٰت
من بین یدیه ومن
خلفه یحفظونه من امر الله[4]
اذ یوحی ربك الی الملٰئکة انی
معکم فثبتوا الذین امنوا[5]

بار بار ہلکا کرنے کا وہم گزرے جیسے اس پاک بے نیاز
نے جبریل و میکائیل و عزرائیل وغیرہم مقربانِ
بارگاہِ عزت علیہم الصلٰوۃ والتحیۃ کو بوندوں اور
بارش اور روئیدگی اور ہواؤں اور لشکروں اور
زندگی اور موت کی تدبیر اور ماؤں کے پیٹ میں
بچوں کی تصویر اور خلق کے لئے روزی آسان
اور حاجتیں روا کرنے اور ان کے سوا اور حوادثِ
کائنات کا اذن دیا ہے اور وہ قطعاً یقیناً اپنے
آپس میں مختلف مرتبوں پر ہیں جیسے اس کے رب نے
جو مرتبہ بخشا ہے بادشاہ و وزیر و سپاہی و امیر،
تو یہ بات بیشک مسلمانوں کے کہنے کی ہے اور
یہ ہے اللہ کا کلام فیصلہ کرنے والا، ارشاد اور
عدالت والا حاکم کہ فرما رہا ہے: "قسم ان کی جو
کاموں کی تدبیر کرتے ہیں اسے ہمارے رسولوں
نے وفات دی۔ تو فرما تمہیں ملک الموت وفات
دیتا ہے جو تم پر مقرر فرمایا گیا ہے۔ اور وہی غالب
ہے اپنے بندوں پر اور بھیجتا ہے تم پر نگہبان۔
آدمی کے لئے بدلی والے ہیں اس کے آگے اور
پیچھے کہ اس کی حفاظت کرتے ہیں خدا کے حکم سے۔
جب وحی بھیجتا ہے تیرا رب فرشتوں کو کہ میں تمہارے
ساتھ ہوں تو تم ثابت قدمی بخشو ایمان والوں کو۔

---

۱ القرآن الکریم ۷۹/۵
۲ القرآن الکریم ۳۲/۱۱
۳ " " ۶/۶۱
۴ " " ۱۳/۱۱
۵ " " ۸/۱۲

Marfat.com

انه لقول رسول كريم ۵ ذى قوة
عند ذى العرش مكين ۵ مطاع
ثم امين ۵[1] انما انا رسول ربك
لاهب لك غلامًا زكيًا ۵[2] انى جاعل
فى الارض خليفة[3] يا داود
انا جعلنك خليفة فى الارض[4]
انا سخرنا الجبال معه يسبحن
بالعشى والاشراق ۵
والطير محشورة كل له
اواب ۵[5] فسخرنا له
الريح تجرى بامره
رخاء حيث اصاب ۵[6]
والشياطين كل بناء و
غواص ۵[7] و اخرين مقرنين فى
الاصفاد ۵[8] هذا عطاؤنا فامنن اوامسك
بغير حساب ۵[9] ابرئ الاكمه والابرص و
احى الموتى باذن الله[10] ولكن
الله يسلط رسله على من يشاء[11]

بے شک وہ ایک عزت والے زبردست رسول کی
بات ہے کہ مالکِ عرش کے حضور جس کی عزت ہے
وہاں اس کا حکم چلتا ہے امانت والا ہے۔ میں تو
یہی تیرے رب کا رسول ہوں اور میں تجھے ستھرا
بیٹا عطا کروں۔ بے شک میں زمین پر نائب
بنانے والا ہوں۔ اے داؤد! بے شک ہم نے
تجھے زمین میں نائب کیا۔ بے شک ہم نے اسکے
ساتھ پہاڑوں کو قابو کر دیا پاکی بولتے ہیں پچھلے دن
اور سورج چمکتے اور پرندوں کو مسخر کر دیا گروہ کے
گروہ جمع کئے ہوئے، سب اس کی طرف رجوع
لاتے ہیں۔ تو ہم نے سلیمان کے قابو میں ہوا کو
کر دیا کہ سلیمان کے حکم سے نرم نرم چلتی ہے جہاں
وہ چاہے اور دیو مسخر کر دئے اور ہر راج اور
غوطہ خور اور بندھنوں میں جکڑے ہوئے، یہ ہماری
دین ہے تو چاہے دے چاہے روک رکھ بے حساب۔
میں مادرزاد اندھے اور سپید داغ والے کو
اچھا کرتا ہوں اور میں مُردے جلا دیتا ہوں خدا
کے حکم سے۔ لیکن اللہ اپنے رسولوں کو قابو دیتا ہے

---

۱ القرآن الکریم ۸۱/۱۹، ۲۰، ۲۱
۲ القرآن الکریم ۱۹/۱۹
۳ " " ۲/۳۰
۴ " " ۳۸/۲۶
۵ " " ۳۸/۱۸، ۱۹
۶ " " ۳۸/۳۶
۷ " " ۳۸/۳۷
۸ " " ۳۸/۳۸
۹ " " ۳۸/۳۹
۱۰ " " ۳/۴۹
۱۱ " " ۵۹/۶

Marfat.com

اغناهم الله و رسوله من فضله[1]۔
حسبنا الله سیؤتینا الله من
فضله و رسوله[2]۔ یا ایها
الذین اٰمنوا اطیعوا الله و
اطیعوا الرسول و اولی الامر
منکم[3] ولو ردوه الی الرسول
والی اولی الامر منهم لعلمه
الذین یستنبطونه منهم[4] فنبئنی
بعلم ماذا تستبشع فیه انما
عهدی بك عقولا غیر سفیه
والله الهادی وولی الایادی
وللعبد الضعیف فی هذا
الباب کتاب جامع نافع
مستطاب یهدی المستهدی الی الصواب
ویردی المستهوی الی التباب جار
طبعه باذن الوهاب سمیته "الامن والعلیٰ
لناعتی المصطفی بدافع البلاء" (۱۳۱۱ھ)
ولقبته "باکمال الطامه علیٰ شرك
سوی بالامور العامة" (۱۳۱۱ھ) تجد فیه
ستین اٰیة وثلث مائة احادیث
تمیز الطیب من الخبیث و فیما تلوت
کفایة لاولی الدرایة و

جس پر چاہے۔ انھیں غنی کردیا اللہ اور اللہ کے
رسول نے اپنے فضل سے۔ ہمیں خدا بس ہے
اب دیتا ہے ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا
رسول۔ اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم
مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں کاموں کے اختیار
والے ہیں۔ اور اگر اسے لاتے رسول کے حضور
اور اپنے ذی اختیاروں کے سامنے تو ضرور اسکی
حقیقت جان لیتے وہ جو ان میں بات کی تہہ کو
پہنچ جانے والے ہیں۔ تو اب علمی راہ سے کہئے
اس میں آپ کو کیا برا لگتا ہے، اور میں نے آپ کو
جب دیکھا تھا عاقل غیر سفیہ ہی پایا تھا اور اللہ
ہادی اور نعمتوں کا مالک ہے۔ اور بندۂ ضعیف
کی اس باب میں ایک کتاب جامع نافع مستطاب
ہے کہ ہدایت چاہنے والے کو راہِ حق دکھاتی
اور تباہی میں گرنے والے کو ہلاک کرتی ہے بحکم الٰہی
زیرِ طبع ہے میں نے "الامن والعلیٰ لناعتی
المصطفیٰ بدافع البلاء" (۱۳۱۱ھ) اس کا
نام اور "اکمال الطامہ علیٰ شرك سوی
بالامور العامہ" (۱۳۱۱ھ) لقب رکھا ہے
اس میں ساٹھ آیتیں اور تین سو حدیثیں پائیے گا
کہ طیب کو خبیث سے جدا کرتی ہیں اور جو آیتیں
اس وقت میں نے تلاوت کیں عاقلوں کو وہی

---

[1] القرآن الکریم ۹/۷۴
[2] القرآن الکریم ۹/۵۹
[3] " " ۴/۵۹
[4] " " ۴/۸۳

Marfat.com

باللہ الہدایۃ والحفظ والوقایۃ والحمد للہ فی البدایۃ والنہایۃ وصلی اللہ تعالٰی علی الوالی الاعظم والمولی الاکرم والمولی الاقدم واٰلہ وصحبہ قادۃ الامم واولیائہ المتصرفین باذنہ فی العالم وعلینا بہم وبارك وسلم اٰمین!

کافی ہیں اور اللہ ہی کی طرف سے ہدایت اور حفظ ونگہبانی ہے۔ اور سب تعریفیں اللہ کو آغاز وانجام میں۔ اور اللہ کی درودیں والیِ اعظم و مولائے اکرم وحاکمِ اقدم اور ان کے آل واصحاب پیشوایانِ اُمت اور اُن کے اولیاء پر کہ ان کے حکم سے عالم میں تصرف فرماتے ہیں اور ان کے صدقے میں ہم پر اور اللہ کی برکت اور سلام، آمین۔ (ت)

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم للیلتین خلتا من شعبان ۱۳۱۹ھ

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دوم شعبان ۱۳۱۹ھ

مترجم کہتا ہے غفرلہ، اس صحیفہ شریفہ کے بعد تین مہینے کامل انتظار ہوا، عرب صاحب کی طرف سے جواب نہ آیا، آخر تین مہینے تین دن کے بعد عالیجناب نواب مولوی محمد سلطان احمد صاحب قادری دام مجدہم کے ہاتھ کہ نجم ذی القعدہ کو رامپور تشریف لئے جاتے تھے تیسرا صحیفہ شریفہ بہ تقاضائے جواب سوالات مرسل ہُوا۔

مفاوضہ سوم از حضرت عالم اہلسنت مدظلہ بتقاضائے جوابِ سوالات دو مفاوضہ سابقہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم۔ وبعد فہٰذا رابع شہر مذ ارسلت الکتاب ولم تحر الجواب وقد کان کصاحب السابق الماضی علیہ خمسۃ شہور مشتملا علٰی اسئلۃ دینیۃ لامعۃ النور فلم تجب عن ہذا ولا عن ذالك مع

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم۔ بعد حمد وصلوٰۃ یہ چوتھا مہینہ ہے کہ میں نے خط بھیجا اور آپ نے جواب نہ دیا اور یہ خط بھی پہلے کی طرح جسے پانچ مہینے گزرے ہیں روشن وتاباں سوالاتِ دینیہ پر مشتمل تھا آپ نے نہ اس کا جواب دیا نہ اس کا، حالانکہ یہ سلسلہ خود آپ ہی نے شروع کیا تھا

مع انك انت البادئ فیما هنالك وانا امهلك عدة ایام اُخر لتجیب مفصلا عن کل مستطر فان مضی یوم الخمیس تاسع هذا الشهر النفیس ولم یأت منك الجواب تبین انك غلقت الباب و طویت الصحف وجف القلم بما سیجف ولله الحمد فی الاولیٰ والاٰخرة والصلوات الزاهرة والتحیات الفاخرة علیٰ سیدنا وصحبه و عترته الطاهرة - اٰمین!

کتبه عبده المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنه بمحمد ن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم، لخمس خلون من ذی القعدة یوم السبت ۱۳۱۹ھ

میں آپ کو چند دن کی اور مہلت دیتا ہوں کہ جتنے سوالات لکھے ہیں سب کا مفصل جواب دیجئے، اگر روز پنجشنبہ کہ اس نفیس مہینے کی (دسویں[ع]) ہوگی گزر گیا اور آپ کی طرف سے سوالات کا جواب نہ آیا تو ظاہر ہوگا کہ آپ نے دروازہ بند کر لیا اور دفتر لپیٹ دیے اور قلم خشک ہو جائیگا جس بات پر عنقریب خشک ہونے والا ہے اور اللہ ہی کے لئے اوّل و آخر میں حمد ہے اور چمکتی درودیں اور گرامی تحیتیں ہمارے مولیٰ اور انکے اصحاب و آلِ طاہرین پر، آمین! (ت)

کتبه عبده المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنه بمحمد ن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم، پنجم ذی القعدہ بروز شنبہ ۱۳۱۹ھ

۱ مترجم غفرلہٗ کہتا ہے مسلمان ملاحظہ فرمائیں کہ اس صحیفۂ ملیفہ میں سوا تقاضائے جواب کے کیا تھا عرب صاحب کی نسبت کون سا سخت کلمہ تھا مگر ہوا یہ کہ عرب صاحب جوابوں کے عجز سے بھرے بیٹھے تھے وہ سوال ان پر پہاڑ سے زیادہ گراں تھے ڈر تھا کہ مبادا جواب طلب ہوا تو کیا کہوں گا، جب پہلے کو پانچ اور دوسرے کو تین مہینے گزر گئے دل میں کچھ مطمئن ہوئے ہوں گے کہ شاید قسمت کا لکھا ٹل گیا مگر افسوس کہ ناگاہ ادھر سے تقاضوں کا پہاڑ ٹوٹ ہی پڑا، اب رنگ بدل گیا اور وہ عجز جس سے بھرے بیٹھے تھے جہل بن کر اُبل گیا۔ اس صحیفہ شریفہ کا پہنچنا اور طیب صاحب کا نام کی طیب و پاکیزگی سے اپنی ذاتی اصالت کی طرف پلٹ جانا، اگلے مراسلات میں طرفین کے محاورات

ع پنجشنبہ کی دسویں خود اسی صحیفہ شریفہ کی تاریخ سے ظاہر تھی کہ پنجم روز شنبہ ارشاد فرمائی، لفظ تاسع سبقِ قلم تھا اور دو پنجشنبہ صراحۃً مذکور ہونا رفع التباس کو بس تھا۔ مہلت پنجشنبہ تک عطا ہوئی وہ تاسع ہو یا عاشر ۱۲ مترجم۔

Marfat.com

دیکھئے اور اب اس تحریر ثالث کو ملاحظہ کیجئے۔

خط سوم عرب صاحب بہ تبدیل رنگ و اظہار خشم بے درنگ

وصلنی خطك المورخ ۵ ذوالقعدة[1] ۱۱ ذوالقعدة[2] فکیف اجیبك یوم التاسع ولکن امتثالا لامرك سیأتیك الجواب الذی تعلم بہ انی ماسکت عن الجواب الا صیانة لاغلاطك ان تظھر ولجھلك ان یشھر ۵

ستعلم لیلیٰ ای دین تداینت
وای غریم فی التقاضی غریمھا

محمد طیب!!

مجھے تمھارا خط پانچویں ذوالقعدہ کا لکھا گیارھویں ذوالقعدہ کو پہنچا تو میں نویں تاریخ کو کیسے تمھیں جواب دوں، مگر آپ کا حکم ماننے کو عنقریب آپ کے پاس وہ جواب آتا ہے جس سے تمھیں معلوم ہوگا کہ میں جواب سے صرف اس لئے خاموش رہا تھا کہ تمھاری غلطیوں کو ظاہر ہونے اور تمھاری جہالت کو تشہیر سے بچاؤں" اب جانا چاہتی ہے لیلیٰ کہ کیسے قرض کا اس نے لین دین کیا اور اس کا قرض خواہ تقاضا کرنے میں کیسا قرض خواہ ہے۔"

محمد طیب!!

مترجم غفرلہ کہتا ہے کہ تقاضائے جواب پر عجز کی جھنجھلاہٹ نے عرب صاحب کو ایسے غیظ میں ڈالا کہ ذرا سے کارڈ میں بدحواسیاں صادر ہوگئیں، مثلاً پہلی بدحواسی کہ ابتداء میں القاب و آداب درکنار اللہ عزوجل کا نام بھی چھوٹا، پہلے دونوں خط مسلمانی طریقے پر بسم اللہ شریف یا حمد و صلوٰۃ سے آغاز تھے اس کی ابتداء یہیں سے ہے کہ وصلنی خطك (تمھارا خط پہنچا) دوسری بدحواسی براہِ طنز و سخریہ ایک[ع] پرانا شعر لکھ دینے کا شوق چرّایا تو ایسے بہکے کہ اپنے ہی کو لیلیٰ بنایا،

ع یہ شعر ایک عجیب قصیدے کا ہے جس کی تفصیل مضامین جناب مولوی عبدالحق صاحب خیرآبادی بیان کرتے تھے اگرچہ قصیدہ یہاں سے متعلق نہیں مگر "الشیئ بالشیئ یذکر" الخ پر بات یاد آجاتی ہے
(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] ھکذا بخطہ دام فی خبطہ ۱۲
[2] ھکذا بخطہ لازال فی خبطہ ۱۲

Marfat.com

حق برزبان جاری شود، یہ نہ دیکھا کہ کون مدیون ہے کون قرضدار ہے سوالات کا قرضہ کس پر سوار ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

دوستان علم وادب کے لئے اس کے بعض اشعار کہ اس وقت یاد آئے تحریر ہوتے ہیں، زبان عرب کا مستند شاعر اپنی ایک کنیز کی شان میں کہتا ہے :-

عجبت للیلیٰ زنجبار اشتریتہا
وکاتبتہا کیما یتم نعیمہا
فما صنعت الا الاباق مدینۃ
وما ابقیت الاودینی ندیمہا
ستعلم لیلیٰ ای دین تداینت
وای غریم فی التقاضی غریمہا
تمکت بحکم الرق ثم تہندت
ابا فاو سیما الزنج فی القلب سیمہا
تودّ او لو درس الخیانۃ لیتنا
مُدارِسۃ للغدر فیما نقیمہا
ترفضت الحناء ثم تنشرت
تعدّی الدواء الداء عی حکیمہا
فلیلیٰ وان کان اسمہا طیبا غدات
خبیثۃ نفیس یرتضیہا لئیمہا
ورُبّ مسمّی کاذب یعبق اسمہ
برائحۃ ما فی المسمّی نسیمہا
کمہلکۃٍ تدعی بعکس مفازۃً
وکافورۃ زنجیۃ بان شیمہا
الیلی الیلیٰ ای دفار ھجوتِ من
اہتہ المعالی صفوھا وصمیمہا

مجھے زنجبار کی لیلیٰ سے تعجب آتا ہے میں نے اسے خریدا اور مکاتب کیا تھا کہ اس کی آسائش پوری ہو (یعنی اتنا مال اپنے کسب سے کمائے تو تو آزاد ہے) اس نے کچھ نہ کیا سوا اس کے کہ میرا دین لے کر بھاگ گئی اور وہ نہ بھاگی مگر اس حال پر کہ میرا دین اس کے ساتھ ہے اب جانا چاہتی ہے لیلیٰ کہ کیسے قرض کا اس نے لین دین کیا اور اس کا قرضخواہ تقاضا کرنے میں کیسا قرضخواہ ہے. کنیزی کے باعث مکیہ بنی پھر بھاگ کر ہندیہ ہوگئی اور زنگی صورت کی علامتیں دل میں موجود ہیں خیانت کے درس والے تمنا کرتے ہیں کاش ہم اسے اپنے یہاں بیوفائی کی تعلیم دینے پر مدرس مقرر کریں وہ سڑا ہندی پہلے تو رافضن بنی پھر نیچریہ ہوگئی، دوا کی حد سے مرض بڑھ گیا۔ اس کا حکیم اس کے علاج سے عاجز آیا تو لیلیٰ اگرچہ نام کی پاکیزہ ہے نفس کی خبیثہ ہے کہ اسے نفس کا کمینہ پسند کرے گا اور بہت جھوٹے نام کے مسمے ہوتے ہیں کہ نام ایسی خوشبو سے مہکتا ہے کہ مسمے میں جس کی ہوا بھی نہیں جیسے جائے ہلاک کو برعکس مفازہ یعنی جائے نجات کہتے ہیں اور زن زنگیہ کو جس کی سیاہیاں ظاہر ہیں

Marfat.com

کس سے تقاضا ہے کس پر چڑھائی ہے عزم نے کس کی جان پر بنائی ہے ع
چھائی جاتی ہے یہ دیکھو تو سراپا کس پر

خیر، ع

مہرباں آپ کی خفت مرے سر آنکھوں پر

تیسری بدحواسی خط تقاضا پہنچتے ہی یاران سرپل میں کھریاں پکیں، وہابیت کی فوج مقہوریت موج (جو حضرت نواب خلد آشیاں مرحوم مغفور کے عہد سنیت مہد میں کرتے جوتے کے نیچے دبی تھی سر اٹھانے بلکہ مذہب بتانے کی جان نہ تھی اب کچھ کچھ کھل کھیلی اور گریز کر کے پر پرزے نکال چلی ہے) ہل چل مچی پرانے پرانوں کا سہارا لگانے سنت کے خلاف پر ندوہ منانے سے کمیٹی میں یہ رائے پاس ہوئی کہ عرب صاحب نے بہت مدتوں سے دشمنی تقلید میں سر کھپایا، برسوں دودھ چراغ کھایا، کچھ خرافات مزخرفات کا ملغوبا جمع کر پایا ہے۔ سوالات کے جواب کو تو اڑان گھائی بتایئے اور وہ پچھلی محنتوں کا سارا نتیجہ بنام جواب آگے لایئے۔ جب بعون اللہ تعالیٰ دندان شکن رد ہو گا، اس وقت تو وہ عوام کے آگے ناک رہ جائے گی کہ دیکھو ع

ہم بھی ہیں پانچویں سواروں میں

خط تقاضا چھٹی ذی القعدہ روز یک شنبہ کو پہنچا تھا، آٹھویں تک کمیٹی میں یہ رائے جم پائی اور وہ جواب بہ صد پیچ و تاب تحریر ہوا کہ جواب پیچھے سے دیں گے، صحیفۂ تقاضا میں پنجشنبہ تک کی مہلت مقرر فرما دی تھی، اس کا یہ جواب سوچا کہ خط ہمیں ۱۱ ذی القعدہ روز جمعہ کو پہنچا ہم پنجشنبہ تک جواب کیونکر دیتے یہاں تک تو عیاری و چالاکی سے کام لیا گیا۔ اب عجز کی بدحواسی اپنی جھلک دکھاتی ہے کمیٹی وہابیت نے ایسے کذب صریح کی رائے دی تھی تو لفافے میں بھیجنا تھا کہ کذب پر لفافہ رہتا عام شخصوں پر ثبوت نہ ہو سکتا مگر بدقسمتی سے کارڈ لکھا جس پر روانگی و وصول کی مہر ہائے ڈاک نے واضح کر دیا کہ بعنایت الٰہی

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)

(۲) عنك تهجاء الرجال واقبلى
لكِ الحظ لا للاخيلية

کافورہ نام رکھتے ہیں اے لیلیٰ اری گندی تو نے اسکی ہجو کہی جسے صاف و خاص بلندیاں حاصل ہوئیں، مردوں کی بدگوئی سے درگزر اور آ کہ میں لیلےٰ اخیلیہ کا نہیں تیرا حصہ ہے ۱۲ مترجم

Marfat.com

حضرت کا یہ فریب نامہ سہ شنبہ ۸ ذی القعدہ کو ڈاک خانۂ رامپور سے روانہ ہو کر چہار شنبہ نویں ذی القعدہ کو خدمت اقدس بندگان حضرت مکتوب الیہ میں باریاب ہولیا یعنی لکھے جانے سے دو دن پہلے ہی پہنچ گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ عرب صاحب کی ان خوبیوں پر بھی حضرت عالم اہلسنت مدظلہ العالی نے اسی علم سے کام لیا جو ارباب علم کو اہل جہل کے ساتھ شایان ہے بغور ملاحظہ فریب نامۂ مذکورہ ڈاکخانہ سے رسید لے کر یہ صحیفہ چہارم امضا ہوا۔

مفاوضۂ چہارم حضرت عالم اہلسنت دام ظلہ بجواب خط سوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ وبعد فجاء الکتاب ولم یأت الجواب ولست متفرغا للجھل والسباب ووصولہ قبل وجودہ بیومین عجب عجاب وبعد قد بقی علیک من الیوم الی الغد الوقت الموعود فان مضی ولم یأت الجواب علم ان بابک مسدود وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وبارک علیٰ صاحب المقام المحمود وآلہ وصحبہ الغر السعود والحمد للہ الغفور الودود۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدن المصطفی النبی الامی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
لتسع خلون من ذی القعدۃ ۱۳۱۹ھ
یوم الاربعاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ بعد حمد وصلوٰۃ واضح ہو خط آیا اور جواب نہ آیا اور جہالت کی باتوں اور گالی گلوچ کی مجھے فرصت نہیں اور اس خط کا عالم ایجاد میں آنے سے دو دن پہلے یہاں پہنچ جانا سخت تعجب کا اچنبھا ہے اور ہنوز آج سے کل تک آپ کے لئے روز موعود کا وقت باقی ہے اگر وہ گزر گیا اور جواب نہ آیا تو معلوم ہوگا کہ آپ کا دروازہ بند ہے اور اللہ تعالیٰ کے درود وسلام و برکات صاحب مقام محمود اور ان کے آل واصحاب نور وسعادت والوں پر اور سب خوبیاں اللہ کو جو گناہ بخشے اور اپنے بندوں سے محبت فرمائے۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ النبی الامی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نہم ذی القعدہ ۱۳۱۹ھ
روز چہار شنبہ

Marfat.com

مترجم غفرلہٗ کہتا ہے کہ روزِ موعود گزرا اور جمعہ گزرا اور جواب نہ آیا تو اس صحیفۂ پنجم نے امضا پایا۔

مفاوضۂ پنجم حضرت عالمِ اہلسنت دام ظلہ باعلام تمامی حجت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ، وبعد فقد مضی امس یومك الموعود بل زاد علیہ الیوم الموجود یوم الجمعۃ المبارك المسعود ولم یأت منك شیٔ من المردود فانجلی الحجاب و انتھی الخطاب والحمد للہ الکریم الوھاب ولن یقبل منك ھٰذا الا الانقیاد لما ارشدناك الیہ من الحق والرشاد والحمد للہ العلی الجواد والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الاسیاد محمد و اٰلہ وصحبہ الامجاد ، اٰمین !

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدن المصطفی النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لاحدی عشرۃ مضین من ذی القعدۃ سنۃ ١٣١٩ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔ بعد حمد و صلوٰۃ بلاشبہہ کل آپ کا روزِ موعود گزر گیا بلکہ آج کا دن روزِ مبارک و ہمایوں جمعہ اور زائد ہوا اور آپ کی طرف سے کچھ جواب نہ آیا تو پردہ کھل گیا اور مخاطبہ تمام ہوا اور سب خوبیاں اللہ کریم بہت عطا فرمانے والے کو اور آپ سے کچھ پذیرا نہ ہوگا مگر اس حق و صواب کے لئے مطیع ہونا جس کی طرف ہم نے آپ کو ہدایت کی اور سب تعریفیں اللہ بالا و بے غرض بخشندہ کو اور درود و سلام سب سرداروں کے سردار محمد اور ان کے آل و اصحاب معززین پر۔ آمین !

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدن المصطفےٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یازدہم ذی القعدہ ١٣١٩ھ

مترجم غفرلہٗ کہتا ہے الحمد للہ حضرت عالم اہلسنت کے ساتھ عرب صاحب کا مکالمہ ختم ہوا اور عرب صاحب کا جوابوں سے عجز روشن و آشکارا ہوگیا۔ ذلك بان اللہ ھو الحق وان اللہ لا یھدی کید الخائنین والحمد للہ رب العٰلمین وقیل بُعد القوم الظٰلمین ۔

Marfat.com

زیادتِ افادت

عرب صاحب کی خوبی تہذیب اور اس کے جواب میں حضرت عالمِ اہلسنّت کا حلم عجیب ناظرین نے ملاحظہ فرمایا اب مستفیدانِ بارگاہِ سنّت کا ادب اجمل او رکریمہ و اعرض عن الجٰھلین[1] پر کریمانہ عمل بنظرِ اعتبار مشاہدہ کیجئے۔ مکرمنا مولوی محمد واعظ الدین صاحب اسلام آبادی قادری برکاتی سلمہ الہادی نے اگرچہ عرب صاحب کے خطِ سوم میں کلماتِ جہل و اشتلم ملاحظہ فرماکر آیہ کریمہ و اغلظ علیہم[2] پر عمل چاہا مگر اثرِ تادیب وکمال تہذیب کہ عرب صاحب کو معذور ہی رکھا اور ان کی نسبت کلام خوبی و اکرام ہی لکھا سارا قصور نفسِ امّارہ پر طویلے کی بلا بندر کے سر۔

نامی نامۂ مولانا واعظ الدین صاحب بجواب ہماں خط سوم عرب صاحب

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم۔

الٰی جناب الفاضل الوسیع المناقب السنیع المناصب المولوی طیّب صاحب دامت عنایتھم۔

۱ امّا بعد فاتت الیوم کریمتکم المسطورۃ و نمیقتکم الغیر المستورۃ ضحی تاسع ذی القعدۃ یوم الاربعاء فوجدناھا علٰی خلاف ماھو المامول من العلماء و ایضًا علٰی خلاف ما عھد منکم فی اختیھا السالفتین فعلمنا انھا لیست من قبل قلبکم بل رشحۃ من النفس الامّارۃ بالشین اذلیس فیھا

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

بجناب فاضل فراخ مناقب نیکی مناصب مولوی طیّب صاحب دام عنایتہم۔

بعد حمد و صلوٰۃ واضح ہو آج نہم ذی القعدہ روز چارشنبہ وقت چاشت آپ کی گرامی کتابت اور بےپردہ[عہ] تحریر آئی، ہم نے اس رنگ کے خلاف پائی جس کی علماء سے توقع تھی نیز اس طرز کے مخالف آئی جو اس کی دو اگلی بہنوں میں آپ کی طرف سے معروف رہے تو ہم نے جانا کہ وہ آپ کے قلب کی طرف سے نہیں بلکہ نفسِ امّارہ کے چھینٹوں سے جو بکثرت عیب کی طرف داعی ہے اس لئے

عہ بےپردہ دو وجہ سے، ایک تو کارڈ پر تھی دوسرے برہنہ گوئی ۱۲ مترجم

[1] القرآن الکریم ۷/۱۹۹ [2] القرآن الکریم ۹/۷۳

Marfat.com

مترجم غفرلہٗ کہتا ہے کہ روزِ موعود گزرا اور جمعہ گزرا اور جواب نہ آیا تو اس صحیفۂ پنجم نے امضا پایا۔

مفاوضۂ پنجم حضرت عالمِ اہلسنت دام ظلہ باعلام تمامی حجت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ، وبعد فقد مضی امس یومك الموعود بل زاد علیہ الیوم الموجود یوم الجمعۃ المبارك المسعود ولم یأت منك شیٔ من المردود فانجلی الحجاب و انتھی الخطاب والحمد للہ الکریم الوھاب ولن یقبل منك ھٰذا الا الانقیاد لما ارشدناك الیہ من الحق والرشاد والحمد للہ العلی الجواد والصلٰوۃ والسلام علیٰ سید الاسیاد محمد و اٰلہ وصحبہ الامجاد ، اٰمین !

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمد ن المصطفی النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لاحدی عشرۃ مضین من ذی القعدۃ ۱۳۱۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔ بعد حمد وصلوٰۃ بلاشبہہ کل آپ کا روزِ موعود گزر گیا بلکہ آج کا دن روزِ مبارک و ہمایوں جمعہ اور زائد ہوا اور آپ کی طرف سے کچھ جواب نہ آیا تو پردہ کھل گیا اور مخاطبہ تمام ہوا اور سب خوبیاں اللہ کریم بہت عطا فرمانے والے کو، اور آپ سے کچھ پذیرا نہ ہوگا مگر اس حق وصواب کے لئے مطیع ہونا جس کی طرف ہم نے آپ کو ہدایت کی اور سب تعریفیں اللہ بالا و بے غرض بخشندہ کو اور درود و سلام سب سرداروں کے سردار محمد اور ان کے آل و اصحاب معززین پر۔ آمین !

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمد ن المصطفے النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یازدہم ذی القعدہ ۱۳۱۹ھ

مترجم غفرلہٗ کہتا ہے الحمد للہ حضرت عالم اہلسنت کے ساتھ عرب صاحب کا مکالمہ ختم ہوا اور عرب صاحب کا جوابوں سے عجز روشن و آشکارا ہوگیا۔ ذٰلك بان اللہ ھو الحق وان اللہ لا یھدی کید الخائنین والحمد للہ رب العٰلمین وقیل بُعدا للقوم الظّٰلمین ۔

Marfat.com

زیادتِ افادت

عرب صاحب کی خوبی تہذیب اور اس کے جواب میں حضرت عالم اہلسنّت کا حلم عجیب ناظرین نے ملاحظہ فرمایا اب مستفیدانِ بارگاہِ سنّت کا ادب اجمل اور کریمہ واعرض عن الجٰھلین[1] پر کریمانہ عمل بنظرِ اعتبار مشاہدہ کیجئے۔ مکرمنا مولوی محمد واعظ الدین صاحب اسلام آبادی قادری برکاتی سلمہ الہادی نے اگرچہ عرب صاحب کے خطِ سوم میں کلماتِ جہل واشتلم ملاحظہ فرماکر آیہ کریمہ واغلظ علیہم[2] پر عمل چاہا مگر اثرِ تادیب وکمالِ تہذیب کہ عرب صاحب کو معذور ہی رکھا اور ان کی نسبت کلام خوبی واکرام ہی لکھا سارا قصور نفسِ امّارہ پر طویلے کی بلا بندر کے سر۔

نامی نامۂ مولانا واعظ الدین صاحب بجواب ہماں خط سوم عرب صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

الیٰ جناب الفاضل الوسیع المناقب السنیع المناصب المولوی طیب صاحب دامت عنایتهم۔

1 اما بعد فاتت الیوم کریمتکم المسطورۃ ونمیقتکم الغیر المستورۃ ضحی تاسع ذی القعدۃ یوم الاربعاء فوجدناها علیٰ خلاف ما هو المامول من العلماء وایضًا علیٰ خلاف ما عهد منکم فی اختیها السالفتین فعلمنا انها لیست من قبل قلبکم بل رشحة من النفس الامارۃ بالشین اذ لیس فیها

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بجناب فاضل فراخ مناقب نیکی مناصب مولوی طیب صاحب دام عنایتہم۔

بعد حمد وصلوٰۃ واضح ہو آج نہم ذی القعدہ روز چارشنبہ وقت چاشت آپ کی گرامی کتابت اور بے پردہ[عہ] تحریر آئی، ہم نے اس رنگ کے خلاف پائی جس کی علماء سے توقع تھی نیز اس طرز کے مخالف آئی جو اس کی دو اگلی بہنوں میں آپ کی طرف سے معروف رہے تو ہم نے جانا کہ وہ آپ کے قلب کی طرف سے نہیں بلکہ نفس امّارہ کے چھینٹوں سے جو بکثرت عیب کی طرف داعی ہے اس لئے

عہ بے پردہ دو وجہ سے، ایک تو کارڈ پر تھی دوسرے برہنہ گوئی ۱۲ مترجم

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۹۹ [2] القرآن الکریم ۹/ ۷۳

Marfat.com

جواب سؤال الاکذب وفحش وجهل بضلال فسیدنا العلامة عالم اھل السنة مدظلہ و دام فضلہ لما کشف عن خدرھا و وقف علی ھذرھا وھجرھا لم یجد علیکم لاجلھا بل تبسم ضاحکا من قولھا و قال رب اوزعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علیّ وعلیٰ والدیّ وان اعمل صٰلحا ترضٰہ و ادخلنی برحمتك فی عبادك الصّٰلحین۝ علما منہ بان لا معصوم الا من عصم اللہ فکیف یؤخذ بجھل النفس صدیق قدیم ما کان یرضاہ ولکنا نحن خدام العتبة العلیة فی عجب عاجب من ھذہ الفضیة کتاب یکتب ١١ ذی القعدة الحرام ویصل لحضرة المکتوب الیہ تاسع الشھر من ذٰلك العام وانا لموقنون انکم من مثل ھٰذا الکذب الجلی معزولون وانما ھو من تعاجیب نفس امارة ولم تدر السفیھة ان منھا علیٰ

کہ اس تحریر میں جھوٹ اور زبان درازی اور بہکی ہوئی جہالت کے سوا کسی سوال کا جواب نہ تھا تو ہمارے سردار علامہ عالمِ اہلسنت مدظلہ و دام فضلہ نے جب کہ اس کا پردہ کھولا اور اس کی بیہودہ سرائی و پریشان گوئی پر وقوف پایا اس کے سبب آپ پر کچھ غضب نہ فرمایا بلکہ اس کی بات سے ہنستے ہوئے مسکرائے اور دعا کی کہ "اے میرے رب! میرے دل میں ڈال کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر ادا کروں جو کہ تُو نے مجھ پر اور میرے باپ دادا پر فرمائیں اور میں وہ بھلا کام کروں جو تجھے پسند آئے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما لے۔" وجہ یہ کہ حضرتِ والا کو معلوم ہے کہ معصوم تو وہی ہے جسے اللہ عزوجل نے عصمت عطا فرمائی تو نفسِ امارہ کی جہالت کے باعث ایک پُرانے دوست پر جو ایسی باتوں کو ناپسند رکھتا تھا کیا مواخذہ ہو مگر خادمانِ آستانہ والا اس معاملے میں سخت عجب میں ہیں خط لکھا جائے تو جائے ذی القعدة الحرام کی گیارھویں کو اور حضرت مکتوب الیہ کے پاس پہنچے اسی سال اسی ذی القعدہ کی نویں کو، ہم کو یقین ہے کہ آپ ایسے سفید جھوٹ سے برکنار ہیں یہ تو اسی نفسِ امارہ کی انوکھیاں ہیں اور وہ احمق یعنی نفسِ امارہ کی شرارت یہ نہ سمجھی کہ اس کے جھوٹ

ع نفس زبان عربی میں مؤنث ہے یہاں مطابقت ترجمہ کے لئے شرارت نفس یا شریرہ مکتوب ہوئی ١٢ مترجم

Marfat.com

كذبها الدليل وامارة فان تاريخ
ارسال القرطاس فى طابع بوسطه
رامفور ۱۸ فروری يوم الثلثاء و
تاريخ وصوله فى طابع بوسطة بريلى
۱۹ فروری يوم الاربعاء وهى تزعم
انها كتبت ۲۱ فروری يوم الجمعة
الغراء فيالها من ولادة قبل الحمل
مالها نظير فى خارج ولا عقل، و
لا يخفى على جنابكم الرفيع ان مثل
هذا الاحتيال الشنيع لا تقتضى الابوقاحة
الحتالة ولا تفضى الا الى فضيحة
الفعالة وما هى الا النفس الامارة
اما قلبكم فلم يرض عاره ولا عواره فتبين
انها لو ارسلت الجواب لجاء قبل يوم الخميس
كهذا الكتاب ولكنها عجزت فمكرت
وكذبت وهجرت وزعمت انما بهذا
سترت فواحش جهلها ولا والله ظهرت
فيا مولانا الفاضل الكامل انا
اسألك بما رزقت من العلم والفضائل
ان تكبح عنانها عن الجهل والفحش
والرذائل وقل لها يا هذه تمضى
الشهور وتنقضى الدهور و
لا تردين الجواب ولو ان
السؤال كان طلاقاً عليكِ لخرجتِ
من العدة وحللتِ للخُطّاب

پر خود اس کی طرف سے دلیل وعلامت موجود
ہے کہ مہر ڈاک خانہ رامپور میں روانگی کارڈ کی
تاریخ ۱۸ فروری سہ شنبہ ہے اور مہر ڈاکخانہ
بریلی میں پہنچنے کی تاریخ ۱۹ فروری روز چارشنبہ
اور وہ شریرہ یہ بکتی ہے کہ اس نے یہ کارڈ
۲۱ فروری روزِ روشن جمعہ کو لکھا تو یہ پیش از
حمل ولادت تو نہایت ہی عجیب ہے جس کی نظیر
نہ خارج میں ہے نہ ذہن میں۔ اور آپ کی جناب
میں پوشیدہ نہیں کہ ایسے بُرے حیلے کا حکم
نہیں ہوتا مگر اس سخت بدافعال کی رسوائی اور
وہ حیلہ گر بدکار کون ہے یہی نفسِ امارہ کی شرارت
آپ کا قلب تو اس کذب ومکر کے عار وعیب
پر راضی نہیں تو ظاہر ہوا کہ وہ شریرہ اگر جواب
بھیجتی تو اس کارڈ کی طرح جمعرات سے
پہلے آجاتا مگر وہ تو عاجز آئی لہذا فریب کیا
اور جھوٹ بولی اور بیہودہ بکا اور سمجھی کہ اس تدبیر
سے اس کے جہل کی بے حیائیاں چھپ گئیں حالانکہ
خدا کی قسم ظاہر ہو گئیں، تو اے مولانا فاضل کامل!
آپ کو جو علم وفضائل ملے انھیں ذریعہ بنا کر
آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ جہل اور فحش
اور کمینہ باتوں سے اس شریرہ کی باگ روکئے
اور فرمائیے کہ اے فلانی! مہینے گزریں، زمانے
پلٹیں اور تو جواب نہ دے۔ اگر بالفرض وہ
سوال تجھ پر طلاق بھی ہوتے تو تو ضرور اتنی مدت
میں عدت سے نکل کر پیام دینے والوں کے لئے

Marfat.com

ثم اذا طولبت فحشتِ وهذرتِ و خدعتِ ومكرتِ والى الأن عليك باقية من الزمان الى انقضاء الخميس الموعود فان مضى ولم يصل جوابكِ ففحشكِ وجهلك عليك مردود ولا والله يا امارة جهلت على عالم واحتملت اثما احتملت لن يقبل منك الا الجواب عن كل ما سئلت و لا تظنى ان يلتفت العلماء الفحول الى ما تشحنين به جرابكِ من الجهل والفضول نعم ان طغيت وبغيتِ والجهل بغيتِ فلعلك تجدين من يجهل عليك فوق ما تجهلين فتعضى على يديك وسيعلموا الذين ظلموا اى منقلب ينقلبون[1] ع

دعی عنك تهجاء الرجال واقبلی الخ

والسلام على من اتبع الهدى و صلى الله تعالى عليه وسلم وبارك على المولى المصطفى وآله وصحبه دائما ابدا۔

كتبه الفقير واعظ الدين القادری الاسلام آبادی غفر له المولى الهادی لتسع خلون من ذی القعدة ١٣١٩ھ۔

حلال ہوگئی ہوتی پھر جب تجھ سے جواب کا مطالبہ ہو تو تُو فحش وبیہودہ بکے اور مکر وفریب کرے اور ابھی روزِ موعود پنجشنبہ گزرنے تک تجھ پر کچھ زمانہ باقی ہے پس اگر وہ گزر گیا اور تیرا جواب نہ پہنچا تو تیرا فحش و جہل تیرے ہی منہ پر مارا جائے گا اور قسم بخدا اے وہ امارہ جو ایک عالم سے جہل کے ساتھ پیش آئی اور حاملہ ہوئی جس گناہ کی حاملہ ہوئی زنہار تجھ سے پذیرانہ ہوگا مگر ان تمام سوالات کا جواب دینا جو تجھ سے کئے گئے ہیں اور یہ گمان نہ کرنا کہ علمائے فحول اس جہل وفضول کی طرف التفات کریں جس سے تو اپنی بوری بھر رہی ہے ہاں اگر تُو سرکشی اور زیادتی کرے اور جہل ہی چاہے تو کیا عجب کہ تجھے کوئی ایسا مل جائے جو تیرے جہل سے بڑھ کر تجھ سے جہل کرے پھر تو اپنے ہاتھ چباتی رہ جائے، اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس پلٹے پر پلٹا کھاتے ہیں۔ مردوں کی ہجوگوئی سے درگزر اور آ الخ اور سلام ان پر جو ہدایت کے پیرو ہوئے اور اللہ تعالٰی کے درود وسلام وبرکات مولٰی مصطفٰی اور ان کے آل واصحاب پر ہمیشہ ہمیشہ۔

راقم واعظ الدین قادری اسلام آبادی غفرلہ المولٰی الہادی نہم ذی القعدہ ١٣١٩ھ

---

[1] القرآن الکریم ٢٦/ ٢٢٧

Marfat.com

خاتمہ

وہ سوالات کہ عرب صاحب سے کئے گئے اور انھوں نے جواب نہ دیے اور انھیں بار بار مطلع کر دیا ہے کہ بے ان کے جواب کے آپ کی خارجی باتیں مسموع نہ ہوں گی۔

س ۱: کچھ احکام شرع ایسے ہیں یا نہیں کہ ابتداءً ان کا علم بے نص صریح یا اجتہاد مجتہد کے نہ ملے گا؟

س ۲: کیا تمام آدمی جمیع احکام کے عالم، معانی نصوص کو محیط، اجتہاد پر قادر ہیں؟

س ۳: کیا جاہلان عاری شتران بیمہار ہیں ان پر شریعت کے احکام نہیں؟

س ۴: ان کے لئے احکام الٰہی جاننے کی کیا سبیل ہے اس سبیل کا اختیار ان پر فرض، واجب، جائز کیسا ہے؟

س ۵: آپ نے اپنی عمر تک اللہ تعالیٰ کو کیونکر پوجا اور بندوں سے کس طرح معاملہ کیا، اجتہاد سے یا تقلید سے، آپ شروطِ اجتہاد سے پُر ہیں یا خالی؟

س ۶: آپ کو علوم شرعیہ کے تمام اصول و فروع میں اجتہاد پہنچا ہے یا بعض میں؟ بر تقدیر اخیر جس میں آپ مجتہد ہیں اس کی تعیین کیجئے اور جس میں نہیں اس میں اپنی راہ بتائیے۔ بر تقدیر اول فقہی مسائل اجتہادی کی دس گھڑی ہوئی صورتیں لائیے جن کا حکم خاص آپ نے استنباط کیا ہو جس کی بنا کے ظاہر و باطن و جرح و تعدیل و تفریع و تاصیل میں آپ دوسرے کی سند نہ پکڑیں۔

س ۷: تقلید شخصی آپ کے نزدیک کفر ہے یا حرام یا مباح یا واجب؟

س ۸: ائمہ و اقوال میں ہر مکلف نامجتہد کو تخییر ہے یا حکمِ تحیّر اور اس کی کیا سبیل؟

س ۹: یہ تخییر یا تحیّر مطلق ہے یا چار اکابر میں محصور؟

س ۱۰: تلفیق فسق ہے یا جائز؟

س ۱۱: مختلف اعمال میں یا ایک میں بھی؟

س ۱۲: قبلِ عمل یا بعد بھی؟

عرب صاحب کو اب ہم مطالبانِ حق اپنی طرف سے از سرِ نو دو ہفتے کی مہلت دیتے ہیں ختم سال تک ان مسائل کا مفصل جواب دے دیں جس بات میں اجمال رہے گا یا آپ کے بیان پر ایضاحِ حق

Marfat.com

کے لئے اور سوال پیدا ہوگا پھر عرض کر کے صاف کر لیا جائے گا یہاں تک کہ بعونہٖ تعالیٰ حق واضح ہو واخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد و اٰلہٖ وصحبہٖ اٰمین!

سید عبدالکریم قادری غفرلہ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۱۹ھ

تنبیہ: جواب مفصل ہوں مواقع ضرورت و عدم ضرورت وغیرہا قیود و تخصیصات جو مکنون خاطر ہوں مصرح ہوں ورنہ مطلق اطلاق پر محمول رہے گا اور بعد ورود اعتراض ادعائے تخصیص و تقیید و تاویل مسموع نہ ہوگا۔

تنبیہ: ہر سوال کا جواب مدلل ہو اور اپنے لئے جو منصب قرار دیجئے دلائل اس منصب کے نصاب پر مکمل ورنہ بے محل سرود مطبوع نہ ہوگا، والحمد للہ اولاً واخراً والصلوٰۃ علیٰ رسولہٖ واٰلہٖ باطناً وظاھراً، اٰمین!

عرب صاحب کی تہذیب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ اس کے بعض نمونے تو عرب صاحب کے خط سوم میں جو آپ کو اسی رسالہ کے صفحہ ۳۲۴ پر ملے گا ملاحظہ ہوں مگر عرب صاحب کی جو رودادِ تہذیب و انسانیت اب رامپور میں چھپ رہی ہے اس کی نسبت بعض علمائے کرام ساکنانِ رامپور کی مرسلہ تحریر نے عجب خبریں دی ہیں ذرا استماع فرمائیے۔

بملاحظہ مخدومی مکرمی جناب مولوی سید عبدالکریم صاحب زید مجدہم، تسلیم۔ مولوی طیب صاحب عرب ایک رسالہ بنام "ملاطفۃ الاحباب" چھپوا رہے ہیں۔ اس کے بیانات کی بے حد غلطیاں تو اہل علم جانیں گے مگر طرزِ کلام میں نہایت تہذیب و انسانیت کو کام فرمایا ہے میں نے حضرت عالم اہلسنت کے خطوط انھیں کے رسالے میں دیکھے جس میں صرف عالمانہ کلام ہے مگر ان صاحب کی غصہ ناک تحریر نے کوئی دقیقہ بدزبانی کا اٹھا نہ رکھا، اس کے بعض اوراق چھپ گئے ہیں اُنہی سے کچھ انتخاب ملاحظہ ہو:

ص ۴: یہ شخص خود اپنا کہا نہیں سمجھتا۔

ص ۶: یہ شخص مسلمانوں کا بھی مخالف ہے اور عاقلوں کے بھی خلاف۔

ص ۱۲: یہ شخص ان لوگوں میں ہے جو اپنا گھر اپنے ہاتھوں بھی خراب کرتے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی۔ یہ یہودی کا بیان ہے۔

Marfat.com

ص ۱۴ : بیڑیاں پاؤں میں ہیں اور مکر کرتا ہے۔

ص ۳۰ : ناصرِ بدعت دشمنِ موحدین مکفرِ محدثین۔

ص ۳۰ : علمی مذاکرے کے لائق نہیں۔

ص ۳۲ : آپ کاٹے اور چلّائے۔

ص ۳۳ : مردہ بے حیات یہاں تک کہ ص ۱۵ سطر ۱۱ میں صریح فحش تک تجاوز کیا ہے۔ ایسی ناپاک تحریر کا اگر آپ یا اور کوئی صاحب رد لکھیں تو بہتر یہ ہے کہ حلم سے کام لیں جو شانِ علم ہے۔ والسلام ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۱۹ھ انتہیٰ۔

ہمیں اپنے معزز دوست کی یہ رائے بجان و دل منظور ہے، تحریر دیکھی جائے گی، اگر سوا ایسی ہی خرافات کے کچھ نہ ہوا تو اہلِ علم بلکہ ہر عاقل کے نزدیک وہ آپ ہی اپنا جواب ہے ورنہ اسکی زبان درازیوں سے اعراض ہوگا اور اس کی جہالتوں پر بعون اللہ تعالٰی اعتراض عرب صاحب اپنی تہذیبوں کا جواب اگر عرب کی مثل سے چاہیں تو اول العی الاحتلاط یعنی جو عاجز آتا ہے غصے میں بھر جاتا ہے، ومن اطاع غضبہ اضاع ادبہ جو غصے پر چلے گا ادب ہاتھ سے کھوئے گا، البغل التغل وھو لذلك اھل یعنی لؤم اصلہ فخبث فعلہ۔ اگر اشعار سے چاہیں تو کثیر عزّہ کے یہ دو شعر بس ہیں : ؎

یکلفھا الخنزیر شتمی وما بھا ۔۔۔ ھوانی ولکن للملیك استذلت

ھنیئًا مریئًا غیر داء مخامر ۔۔۔ لغرۃ من اعراضنا ما استحلت[1]

یعنی ؎

بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی ! ۔۔۔ جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

(تُو نے بُرا کہا اور میں خوش ہوں اللہ تعالٰی تجھے معاف فرمائے تو نے خوب کہا۔ کڑوا جواب شیریں سخن سُرخ ہونٹوں سے اچھا محسوس ہوتا ہے۔ ت)

یہ تو عرب صاحب کی طرز پر امثال و اشعار سے جواب تھے اور ہمارا تیسرا پورا سچا جواب یہ ہے جو ہمارے رب عزوجل نے ہمیں تعلیم فرمایا کہ،

سلٰمٌ علیکم لانبتغی الجٰھلین[2]۔ پس تم پر سلام ہم جاہلوں کے غرضی نہیں۔ (ت)

[1]

[2] القرآن الکریم ۲۸ / ۵۵

Marfat.com

واذا خاطبهم الجٰهلون قالوا سلٰمًا[1] اور جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں بس
واذا مرّوا باللغو مرّوا کراما[2] سلام۔ اور جب وہ بیہودہ پر گزرتے ہیں اپنی عزت
والسلام سنبھالے گزر جاتے ہیں۔ (ت)

عرب صاحب کی عربی دانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم۔ عرب صاحب کی تحریرات ثلاثہ کا مجموعہ صرف انتیس سطریں ہیں انھیں میں ملاحظہ ہو کہ عربیت وفصاحت کی کیا بہتی نہریں ہیں مثلاً بطور نمونہ معروض:

(۱) ان ای قسم من اقسام التقلید فرضًا قطعیا۔ انّ کی خبر منصوب۔ [ص۵]

(۲) جمادی الثانی مؤنث کی صفت مذکر۔ [ص۵]

(۳) حضرت نے جمادے کا کوئی تیسرا بھی دیکھا ہوگا کہ عرب ثانی بے ثالث نہیں بولتے۔

(۴) مہینے کا عَلَم جمادے الآخرہ ہے اَعلام میں تصرف کیسا! (اگر زبر زیر اور آنکھ پر پھلی نہ ہو۔ فافہم)

(۵) بخدمت حضرۃ العالم بہ تائے کشیدہ یہ متعلق املا ہے، خط کی خطا ہے، بحث فصاحت سے جدا ہے مگر علم کا پتا ہے۔ [ص۱۷]

(۶) جناب مولوی، الف ہضم ہوا تو ہوا لام تو ٹیڑھی کھیر تھا۔ [ص۱۷]

(۷) قادری موصوف معرفہ صفت نکرہ۔ [ص۱۷]

(۸) التوکّل بان لاولیاء اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہم تصرف۔ ان کا اسم مرفوع، مگر ہاں ادعائے محدثی ہے۔ [ص۱۷]

(۹) ۵ ذوالقعدۃ۔ [ص۳۲]

(۱۰) ۱۱ ذوالقعدۃ۔ مضاف الیہ مرفوع، مگر یہ کہیے کہ قلم ہی مرفوع۔

ان کے سوا اور بھی بعض مواقع محل کلام، اور خود عشرۃ کاملۃ ہی کیا کم ہیں، جو آدمی ۲۹ سطریں لکھے اور ۱۰ اغلطیاں کرے وہ ضرور فصیح ادیب ہوا، خصوصًا جہاں عربی الاصل ہونے کا ادعا،

---

[1] القرآن الکریم ۲۵/ ۶۳

[2] ؍ ؍ ۲۵/ ۷۲

Marfat.com

بات یہ ہے کہ عرب صاحب کو عرب شریف میں رہنے کا اتفاق بہت کم ہوا، عمر کا زیادہ حصہ ہندوستان میں گزرا، بہتر ہو کہ آئندہ عربی کو کم تکلیف دیں، اپنی ٹوٹی پھوٹی اردو ہی خرچ کریں، تاویلات کا دروازہ کشادہ ہے لاتعدم خرقاء حیلۃ (چتر کے لئے حیلوں کی کمی نہیں۔ ت) مگر سعتِ کلام میں مجروح و مطروح وشاذ نا ممدوح کا دامن پکڑنا تسلیم اعتراض ہے گو پردے کے اندر۔

لطیفہ

عرب صاحب کا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افتراء

آپ نے اپنی ادب دانی کھولنے کو چند اوراق کی اٰہاجی لکھی ہے جس میں اطفالِ مکتب سے کچھ لے دے کر، کچھ اِدھر اُدھر سے سیکھ سکھا کر دادِ ادب دی ہے اس میں اِنَّ مکسورہ سے شاذ نادر نصب خبر میں حدیث اِنَّ قعر جہنم سبعین خریفًا[1] (جہنم کی گہرائی ستّر خریف ہے۔ ت) تحریر کی اور بے دھڑک رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف نسبت کر دی کہ قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلی اٰلہ وصحبہ وسلم تسلیما کثیرا اِنَّ قعر جہنم سبعین خریفا، مجتہد صاحب نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر یہ کھلا افتراء متداول کتاب تک رسائی محال اور اجتہاد کا ادعاء۔ جنابِ من! یہ قول ابوہریرۃ فارسی ہے رضی اللہ تعالٰے عنہ، اور اس کی نسبت باقی کلام کی ان سطور میں وسعت نہیں۔ آپ کو ہوس ہوئی تو پھر معروض ہوگا اِن شاء اللہ تعالٰی، وباللہ التوفیق۔

لاحول ولا قوۃ الّا باللہ

یہ مجتہد صاحب تو نیچری کانفرنس کے رکنِ رکین نکلے

جب سے پہلے خط کا جواب گیا رامپور سے عرب صاحب کی بدمذہبی کی نسبت متعدد خبریں آیا کیں جن کے سبب اگرچہ حکم بالجزم میں احتیاط رہی مگر کیفَ و قدْ قِیلَ طرزِ کتابت میں تبدیل ہوئی، نامہ دوم سے

عہ بالھاء لا بالحاء ۱۲

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۲

Marfat.com

القاب وسلام تحریر نہ فرمائے گئے کہ مبتدع کو سلام اور اس کا اعزاز و اعظام شرعًا حرام۔ فقیر کا یہ رسالہ ۱۵ ذوالحجہ کو تمام وکمال چھپ چکا کہ خبر وثوق تام کے ساتھ آئی کہ عرب صاحب نے نیچریوں کی ممبری پائی۔ اب ان کی رُوداد تلاش کی گئی، یہاں نہ ملی، نیچریوں سے دیلو منگائی انھوں نے نہ دی بمشکل بعض صاحبوں کے یہاں سے ضمیمہ کانفرنس رامپور ۱۹۰۰ء ملا، دیکھا تو صفحہ ۲۷ پر ط کی ردیف میں سب سے اونچے جلوہ گر ہیں۔ حرص کے نمبر ۲۹۸ دے کر لکھا ہے مولوی محمد طیب صاحب عرف[1] مدرس اعلیٰ مدرسہ عالیہ رامپور پانچ روپے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ! اب غیر مقلدی کی شکایت کیا ہے وہاں چوکھا رنگ نیچریت کا چڑھا ہے، افسوس عرب کا نام بدنام کیا۔ ممبری کی اُپچ اُپچی تھی تو اسلامی نام کے بہت جلسے تھے مگر یہ فخر کہاں سے کہ جہاں مولوی طیب صاحب پانچ روپے پر ہیں وہیں طابق النعل بالنعل لالہ بھگوتی پرشاد (عہ ۱۲۹) بابو پربھو دیال (عہ ۱۳۴) لالہ بنارسی داس (عہ ۱۲۴) بھی برابر و ہمسر ہیں بلکہ لالہ برج کشور (عہ ۲۴) منشی بلاقیداس (عہ ۲۷) منشی پیارے لال (عہ ۲۸) وغیرہ وغیرہ آپ سے کمتر ہیں کہ عرب صاحب پانچ روپے کے ممبر، وہ دو دو روپے کے وزیٹر ہیں اگرچہ بابو برہمانند (عہ ۱۳۰) بابو بھولا ناتھ (عہ ۱۲۶) لالہ برج بھوکن سرنداس (عہ ۱۲۸) طیب صاحب کے اوپر ہیں کہ یہ پانچ ہی کے ہوئے وہ دس دس اور پچیس پچیس روپے کے اعلیٰ ممبر ہیں، طیب صاحب معاف فرمائیں، انھیں ختم سال تک مہلت تھی کہ تلاش روئیداد ہی میں ختم ہوئی۔ ۱۵ محرم ۱۳۲۰ھ تک مہلت سہی اگرچہ جب نیچریت ٹھہری تو اس بحث کی کیا حاجت رہی۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین، آمین!

نوٹ

جلد ۲۷ کتاب الشتی کے حصہ دوم، مناظرہ و ردِّ بد مذہبان کے عنوان پر اختتام پذیر ہوئی۔ جلد ۲۸ کتاب الشتی کے حصہ سوم سے شروع ہوگی

ان شاء اللہ

---

[1] مطبع مفیدِ عام میں تصحیح کا بھی اہتمام ہے۔ یہ لفظ یونہی (عرف) چھپا ہے شاید (عرب) صاحب برج ستارۂ ممبری کی (ب) کثرتِ استعمال سے (ف) ہوگئی ۱۲

Marfat.com

الرسائل

لإمام أهل السنة الشيخ
أحمد رضا خان
القادري الحنفي البريلوي قدس سره

صيقل الرين
عن
أحكام مجاورة الحرمين
١٣٠٥ هـ

هادي الأضحية
بالشاة الهندية
١٣١٤ هـ

الصافية الموحية
لحكم جلود الأضحية
١٣٠٧ هـ

مؤسسة رضا
الجامعة النظامية الرضوية - لاهور - باكستان

Marfat.com

الدولة المكية بالمادة الغيبية

(١٣٢٣ الهجرية)

للشيخ الإمام أحمد رضا خان
القندهاري الأفغاني ثم البريلوي الهندي رضي الله عنه

مع تعليقاتها للمصنف باسم التاريخي

الفيوضات الملكية لمحب الدولة المكية

(١٣٢٦ الهجرية)

ويليه

جلائل التقريظات لأجلة علماء الحرمين الشريفين وحماة ومصر والشام وغيرها من بلاد دار السلام زادها الله شرفاً وتكريماً

مؤسسة رضا
الجامعة النظامية الرضوية - لاهور، باكستان

Marfat.com

Marfat.com

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل عظیم الشان فقہی انسائیکلوپیڈیا

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

فتاوی رضویہ

جلد 28

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

تصنیف لطیف: اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا

ALAHAZRAT NETWORK

اعلیٰحضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

www.alahazratnetwork.org

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

تحقیقات نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان فقہی انسائیکلوپیڈیا

جلد ۲۸

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ ـــــ ۱۳۴۰ھ

۱۸۵۶ء ـــــ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن ۔ جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ، لاہور ۸، پاکستان (۵۴۰۰۰)

فون ۷۶۵۷۰۲، ۷۶۵۷۳۱۴

www.alahazratnetwork.org

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

نام کتاب ———— فتاوٰی رضویہ جلد ۲۸

تصنیف ———— اعلیٰحضرت شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

فیضانِ کرامت ———— مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

سرپرستی ———— صاحبزادہ مولانا محمد عبدالمصطفٰے ہزاروی ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور و شیخوپورہ

اہتمام ———— صاحبزادہ مولانا قاری نصیر احمد ہزاروی ناظم شعبہ نشرواشاعت

ترجمہ عربی و فارسی عبارات ———— حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور و شیخوپورہ

پیش لفظ ———— 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

ترتیب فہرست ———— 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

تخریج و تصحیح ———— مولانا نذیر احمد سعیدی ، مولانا غلام حسن ، مولانا حافظ محمد شہزاد ہاشمی

کتابت ———— محمد شریف گل ، کڑیال کلاں (گوجرانوالہ)

پیسٹنگ ———— مولانا محمد منشا تابش قصوری صدر مدرس وانچارج شعبہ فارسی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

صفحات ———— ۶۸۴

اشاعت ———— ذیقعدہ ۱۴۲۵ھ / جنوری ۲۰۰۵ء

ناشر ———— رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور

مطبع ————

قیمت ————

ملنے کے پتے

- رضا فاؤنڈیشن ، جامعہ نظامیہ رضویہ ، اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور
  ۰۳۰۰/۹۴۱۵۳۰۰ ۷۶۶۵۷۷۲
- مکتبہ اہلسنت ، جامعہ نظامیہ رضویہ ، اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور
  ضیاء القرآن پبلیکیشنز ، گنج بخش روڈ ، لاہور
- شبیر برادرز ، ۴۰ بی ، اردو بازار ، لاہور

www.alahazratnetwork.org

اجمالی فہرست

پیش لفظ ۵

فہرست مفصل ۱۱

فہرست مسائل ضمنیہ ۴۱

اذان، نماز، مساجد ۵۱

فضائل ومناقب ۳۶۱

فہرست رسائل

شمائم العنبر ۵۳

طرد الافاعی ۳۶۷

فتاوٰی کراماتِ غوثیہ ۴۰۳

تنزیہ المکانۃ الحیدریۃ ۴۳۳

غایۃ التحقیق ۴۶۹

الزلال الانقٰی ۴۹۱

www.alahazratnetwork.org

www.alahazratnetwork.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ! اعلیٰحضرت امام المسلمین مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خزائن علمیہ اور ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں عصر حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظر عام پر لانے کے لئے مفتی اعظم پاکستان، شیخ الحدیث، قدوۃ العلماء، حضرت علامہ مولٰنا مفتی محمد عبد القیوم قادری ہزاروی علیہ الرحمہ کی زیر سرپرستی دار العلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری کے ساتھ مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے اہداف کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا کی متعدد تصانیف شائع کرچکا ہے جن میں بین الاقوامی معیار کے مطابق شائع ہونے والی مندرجہ ذیل عربی تصانیف خاص اہمیت کی حامل ہیں۔

(۱) الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ	(۱۳۲۳ھ)
مع الفیوضات الملکیۃ لمحب الدولۃ المکیۃ	(۱۳۲۶ھ)
(۲) انباء الحی ان کلامہ المصون تبیان لکل شیئ	(۱۳۲۶ھ)
مع التعلیقات حاسم المفتری علی السید البری	(۱۳۲۸ھ)
(۳) کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم	(۱۳۲۴ھ)
(۴) صیقل الرین عن احکام مجاورۃ الحرمین	(۱۳۰۵ھ)
(۵) ہادی الاضحیۃ بالشاۃ الھندیۃ	(۱۳۱۴ھ)
(۶) الصافیۃ الموحیۃ لحکم جلود الاضحیۃ	(۱۳۰۷ھ)

www.alahazratnetwork.org

(۷) الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ (۱۳۲۴ھ)

مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المعروف بہ فتاوٰی رضویہ کی تخریج و ترجمہ کے ساتھ عمدہ و خوبصورت انداز میں اشاعت ہے۔ فتاوٰی مذکورہ کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ / مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا اور بفضلہ تعالٰی جل مجدہٗ وبعنایت رسولہ الکریم تقریباً پندرہ سال کے مختصر عرصہ میں اٹھائیسویں جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس سے قبل شائع ہونے والی ستائیس جلدوں کے مشمولات کی تفصیل سنینِ اشاعت، کتب و ابواب، مجموعی صفحات، تعدادِ سوالات و جوابات اور ان میں شامل رسائل کی تعداد کے اعتبار سے حسبِ ذیل ہے:

نمبر جلد	عنوانات	اسئلہ جوابات	تعداد رسائل	سنینِ اشاعت	صفحات
۱	کتاب الطہارۃ	۲۲	۱۱	شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ — مارچ ۱۹۹۰ء	۸۳۸
۲	〃	۳۳	۷	ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ — نومبر ۱۹۹۱ء	۷۱۰
۳	〃	۵۹	۶	شعبان المعظم ۱۴۱۲ھ — فروری ۱۹۹۲ء	۷۵۶
۴	〃	۱۲۵	۵	رجب المرجب ۱۴۱۳ھ — جنوری ۱۹۹۳ء	۷۶۰
۵	کتاب الصلوٰۃ	۱۴۰	۶	ربیع الاول ۱۴۱۴ھ — ستمبر ۱۹۹۳ء	۶۹۲
۶	〃	۴۵۷	۳	ربیع الاول ۱۴۱۵ھ — اگست ۱۹۹۴ء	۷۳۶
۷	〃	۲۶۹	۷	رجب المرجب ۱۴۱۵ھ — دسمبر ۱۹۹۴ء	۷۲۰
۸	〃	۳۳۷	۶	محرم الحرام ۱۴۱۶ھ — جون ۱۹۹۵ء	۶۶۴
۹	کتاب الجنائز	۲۷۳	۱۳	ذیقعدہ ۱۴۱۶ھ — اپریل ۱۹۹۶ء	۹۴۶
۱۰	کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج	۳۱۶	۱۶	ربیع الاول ۱۴۱۷ھ — اگست ۱۹۹۶ء	۸۳۲
۱۱	کتاب النکاح	۴۵۹	۶	محرم الحرام ۱۴۱۸ھ — مئی ۱۹۹۷ء	۷۳۶
۱۲	کتاب النکاح، کتاب الطلاق	۳۲۸	۳	رجب المرجب ۱۴۱۸ھ — نومبر ۱۹۹۷ء	۶۸۸
۱۳	کتاب الطلاق، کتاب الایمان، کتاب الحدود والتعزیر	۲۹۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۱۸ھ — مارچ ۱۹۹۸ء	۶۸۸
۱۴	کتاب السیر	۳۳۹	۷	جمادی الاخرٰی ۱۴۱۹ھ — ستمبر ۱۹۹۸ء	۷۱۲
۱۵	〃	۸۱	۱۵	محرم الحرام ۱۴۲۰ھ — اپریل ۱۹۹۹ء	۷۴۴

۱۶	کتاب الشرکۃ، کتاب الوقف	۲۳۲	۳	جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ — ستمبر ۱۹۹۹	۶۳۲
۱۷	کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الکفالہ	۱۵۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۲۰ — فروری ۲۰۰۰	۷۱۶
۱۸	کتاب الشہادۃ، کتاب القضاء والدعاوی	۱۵۲	۲	ربیع الثانی ۱۴۲۱ — جولائی ۲۰۰۰	۷۲۰
۱۹	کتاب الوکالہ، کتاب الاقرار، کتاب الصلح، کتاب المضاربہ، کتاب الامانات، کتاب العاریہ، کتاب الہبہ، کتاب الاجارہ، کتاب الاکراہ، کتاب الحجر۔	۲۹۶	۳	ذیقعدہ ۱۴۲۱ — فروری ۲۰۰۱	۶۹۲
۲۰	کتاب الغصب، کتاب الشفعہ، کتاب القسمہ، کتاب المزارعۃ، کتاب الصید والذبائح، کتاب الاضحیہ	۲۳۴	۳	صفر المظفر ۱۴۲۲ — مئی ۲۰۰۱	۶۳۲
۲۱	کتاب الحظر و الاباحۃ	۱۹۱	۹	ربیع الاول ۱۴۲۳ — مئی ۲۰۰۲	۷۷۶
۲۲	" " "	۲۲۱	۶	جمادی الاخریٰ ۱۴۲۳ — اگست ۲۰۰۲	۶۹۲
۲۳	" " "	۳۰۹	۷	ذوالحجہ ۱۴۲۳ — فروری ۲۰۰۳	۷۶۸
۲۴	" " "	۲۸۴	۹	ذوالحجہ ۱۴۲۳ — فروری ۲۰۰۳	۷۲۰
۲۵	کتاب المداینات، کتاب الاشربہ، کتاب الرہن، کتاب القسم، کتاب الوصایا۔	۱۸۳	۳	رجب المرجب ۱۴۲۴ — ستمبر ۲۰۰۳	۶۵۸
۲۶	کتاب الفرائض، کتاب الشتی حصہ اول	۲۲۵	۸	محرم الحرام ۱۴۲۵ — مارچ ۲۰۰۴	۶۱۶
۲۷	کتاب الشتی حصہ دوم	۳۵	۱۰	جمادی الاخریٰ ۱۴۲۵ — اگست ۲۰۰۴	۶۸۴

فتاوٰی رضویہ قدیم کی پہلی آٹھ جلدوں کے ابواب کی ترتیب وُہی تھی جو معروف و متداول کتبِ فقہ و فتاوٰی میں مذکور ہے۔ رضا فاؤنڈیشن کی طرف سے شائع ہونے والی بیتّیس جلدوں میں اسی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے مگر فتاوٰی رضویہ قدیم کی بقیہ چار مطبوعہ جلدوں (جلد نہم، دہم، یازدہم، دوازدہم) کی ترتیب ابوابِ فقہ سے عدمِ مطابقت کی وجہ سے محلِ نظر تھی۔ چنانچہ ادارہ ہذا کے سرپرستِ اعلیٰ محسنِ اہلِ سنّت

www.alahazratnetwork.org

مفتیِ اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ و دیگر اکابر علماء و مشائخ سے استشارہ واستفسار کے بعد اراکینِ ادارہ نے فیصلہ کیا تھا کہ بیسویں جلد کے بعد والی جلدوں میں فتاوٰی رضویہ قدیم کی ترتیب کے بجائے ابوابِ فقہ کی معروف ترتیب کو بنیاد بنایا جائے نیز اس سلسلہ میں بحر العلوم حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمنان صاحب اعظمی دامت برکاتہم العالیہ کی گرانقدر تحقیقِ انیق کو بھی ہم نے پیشِ نظر رکھا اور اس سے بھرپور راہنمائی حاصل کی۔

عام طور پر فقہ و فتاوٰی کی کتب میں کتاب الاضحیہ کے بعد کتاب الحظر والاباحۃ کا عنوان ذکر کیا جاتا ہے اور ہمارے ادارے سے شائع شدہ بیسویں جلد کا اختتام چونکہ کتاب الاضحیہ پر ہوا تھا لہٰذا اکیسویں جلد سے مسائلِ حظر واباحۃ کی اشاعت کا آغاز کیا گیا۔ کتاب الحظر والاباحۃ (جو چار جلدوں ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴ پر مشتمل ہے) کی تکمیل کے بعد ابوابِ مداینات، اشربہ، رہن، قسم، وصایا اور فرائض پر مشتمل پچیسویں، چھبیسویں جلد منصّۂ شہود پر آئی۔ باقی رہے مسائلِ کلامیہ و دیگر متفرق عنوانات پر مشتمل مباحث و فتاوٰی جو اعلٰیحضرت نے فتاوٰی رضویہ قدیم کی جلد نہم و دوازدہم میں غیر مبوب وغیر مرتب طور پر مندرج ہیں ان کی ترتیب و تبویب اگرچہ آسان کام نہ تھا مگر رب العالمین عزوجل کی توفیق، رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین کی نظرِ عنایت، اعلٰیحضرت اور مفتیِ اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما کے روحانی تصرف و کرامت سے راقمِ حقیر نے یہ گھاٹی بھی عبور کر لی اور کتاب الحظر والاباحۃ کی طرح ان بکھرے ہوئے موتیوں کو ابواب کی لڑی میں پرو کر مرتبط و منضبط کر دیا ہے وللہ الحمد۔

اس سلسلہ میں ہم نے مندرجہ ذیل امور کو بطورِ خاص ملحوظ رکھا :

(ا) ان تمام مسائلِ کلامیہ و متفرقہ کو کتاب الشتی کا مرکزی عنوان دے کر مختلف ابواب پر تقسیم کر دیا ہے۔

(ب) تبویب میں سوال و استفتاء کا اعتبار کیا گیا ہے نہ کہ جوابات میں مذکور مباحث کا۔

(ج) ایک ہی استفتاء میں مختلف ابواب سے متعلق سوالات مذکور ہونے کی صورت میں ہر سوال کو مستفتی کے نام سمیت متعلقہ ابواب کے تحت داخل کر دیا ہے۔

(د) مذکورہ بالا دونوں جلدوں (نہم و دوازدہم قدیم) میں شامل رسائل کو اُن کے عنوانات کے مطابق متعلقہ ابواب کے تحت داخل کر دیا ہے۔

(ھ) رسائل کی ابتداء و انتہاء کو ممتاز کیا ہے۔

(و) کتاب الشتی کے ابواب سے متعلق اعلٰیحضرت کے بعض رسائل جو فتاوٰی رضویہ قدیم میں شامل نہ ہو سکے تھے اُن کو بھی موزوں و مناسب جگہ پر شامل کر دیا ہے۔

(ز) تبویبِ جدید کے بعد موجودہ ترتیب چونکہ سابق ترتیب سے بالکل مختلف ہوگئی ہے لہٰذا مسائل کی مکمل فہرست موجودہ ابواب کے مطابق نئے سرے سے مرتب کرنا پڑی۔

www.alahazratnetwork.org

(۷) کتاب الشتی میں داخل تمام رسائل کے مندرجات کی مکمل ومفصل فہرستیں مرتب کی گئی ہیں۔

۲۸ اٹھائیسویں جلد

یہ جلد ۲۲ سوالوں کے جوابات اور مجموعی طور پر ۶۸۴ صفحات پر مشتمل ہے، اس جلد کی عربی فارسی عبارات کا ترجمہ راقم الحروف نے کیا ہے سوائے رسالہ الزلال الانقی، شمائم العنبر اور تنزیہ المکانۃ الحیدریۃ کے کہ ان میں سے اول الذکر کا ترجمہ جانشین مفتی اعظم، فقیہ اسلام حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اختر رضاخاں صاحب بریلوی ازہری دامت برکاتہم العالیہ اور ثانی الذکر کا ترجمہ بحر العلوم حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبد المنان صاحب اعظمی دامت برکاتہم العالیہ اور آخر الذکر کا ترجمہ حضرت علامہ مولانا محمد احمد مصباحی دامت برکاتہم العالیہ نے کیا ہے جبکہ فتاوی کرامات غوثیہ پر حواشی حضرت علامہ مولانا محمد جلال الدین قادری کے تحریر کردہ ہیں۔

پیش نظر جلد بنیادی طور پر کتاب الشتی حصہ سوم کے ابواب، اذان، نماز، مساجد اور فضائل ومناقب پر مشتمل ہے تاہم متعدد دیگر عنوانات سے متعلق کثیر مسائل ضمناً زیر بحث آئے ہیں، لہذا مذکورہ بالا بنیادی عنوانات کے تحت مندرج مسائل و رسائل کی مفصل فہرست کے علاوہ مسائل ضمنیہ کی الگ فہرست بھی تیار کردی گئی ہے تاکہ قارئین کو تلاش مسائل میں سہولت رہے۔

انتہائی وقیع اور گرانقدر تحقیقات و تدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل چھ رسائل بھی اس جلد کی زینت ہیں:

(۱) شمائم العنبر فی ادب النداء امام المنبر (۱۳۳۲ھ)
مسجد کے اندر اذان خطبہ کے عدم جواز پر انتہائی محققانہ بحث

(۲) فتاوی کرامات غوثیہ
غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی شب معراج بارگاہ رسالت میں حاضری سے متعلق تین سوالوں کے جواب

(۳) الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی (۱۳۰۰ھ)
افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالے عنہ کا بیان

(۴) طرد الافاعی عن حمی ھاد رفع الرفاعی (۱۳۲۶ھ)
سیدنا امام احمد رفاعی اور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہما کی عظمت کا بیان

www.alahazratnetwork.org

(۵) تنزیہ المکانۃ الحیدریۃ عن وصمۃ عھد الجاھلیۃ (۱۳۱۲ھ)

اس امر کا بیان کہ سیدنا حضرت صدیق اکبر اور سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا دامن ہمیشہ نجاستِ شرک سے پاک رہا۔

(۶) غایۃ التحقیق فی امامۃ العلی والصدیق (۱۳۳۱ھ)

حضرت صدیق اکبر و حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت کا بیان

ضروری بات

گو مفتیِ اعظم علیہ الرحمہ کے وصال پُر ملال سے جامعہ نظامیہ رضویہ کو ناقابلِ برداشت صدمہ سے دوچار ہونا پڑا مگر یہ اس سراپا کرامت وجود باجود کا فیضان ہے کہ ان کے فرزند ارجمند حضرت علامہ مولانا محمد عبدالمصطفیٰ ہزاروی مدظلہ العالی جو علوم دینیہ وعصریہ کے مستند فاضل اور حضرت مفتیِ اعظم علیہ الرحمہ کی علمی و تجرباتی وسعتِ فراست کے وارث و امین ہیں، نہایت صبر و استقامت کا مظاہرہ فرماتے ہوئے تمام شعبہ جات کی ترویج و ترقی کے لئے شب و روز ایک کئے ہوئے ہیں۔ فتاویٰ رضویہ جدید کی اشاعت وطباعت میں بھی بدستور مفتیِ اعظم علیہ الرحمہ کے نقوشِ جمیلہ پر گامزن ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حسبِ معمول سالانہ دو جلدوں کی اشاعت باقاعدگی سے ہو رہی ہے۔ بس آپ حضرات سے درخواست ہے کہ دعاؤں سے نوازتے رہئے تاکہ حضرت مفتیِ اعظم علیہ الرحمہ کے مشن کو ان کے جسمانی و روحانی نائبین حسن و خوبی ترقی سے ہمکنار کرنے میں اپنا کردار سرانجام دیتے رہیں فقط۔

ذیقعدہ ۱۴۲۵ھ
جنوری ۲۰۰۵ء

حافظ محمد عبدالستار سعیدی
ناظمِ تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ
لاہور، شیخوپورہ (پاکستان)

www.alahazratnetwork.org

فہرست مضامین مفصّل

اذان ، نماز ، مساجد

- فاسق اگر معلن ہو تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے ورنہ مکروہ تنزیہی اور اس کا اعادہ بہتر ہے۔ ۵۱
- یہ روایت محض بے اصل ہے کہ امام زین العابدین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یزید کو واسطے مغفرت کے کوئی نماز بتائی تھی۔ ۵۲
- ولد الزنا اگر حاضرین سے علم میں زائد نہ ہو تو اس کی امامت مکروہ تنزیہی ہے ورنہ اس کی امامت اولٰی ہے۔ ۵۲
- ولد الزنا کی خلافت وبیعت کا حکم۔ ۵۲
- رسالہ شمائم العنبر فی ادب النداء امام المنبر (خطبہ جمعہ کے لئے اذان مسجد سے باہر سنت ہے اور اس کے صحیح موقع و محل کا مدلل بیان) ۵۳
- مقدمہ مصنف۔ ۵۳
- حمد وصلوٰۃ۔ ۵۳
- کسی چیز کی خوبی اور خرابی کا معیار اللہ تعالٰی کا اسے خوب اور ناخوب فرمانا ہے۔ آدمی کی پسند اور ناپسند کو اس میں دخل نہیں۔ ۵۵
- ناپسندیدہ امور کی اشاعت کے اسباب۔ ۵۵
- اشاعت منکر کے لئے حکومت کی جد وجہد اور اس کے رسوخ و اثر کا استعمال۔ ۵۵
- متمردین کا اس کو رواج دینے کے لئے آمادہ ہونا۔ ۵۵

علمائے ربانیین کا لوگوں کے اتباع اور قبولِ حق سے مایوس ہونا۔ ۵۵

کسی امر کے نوپید ہونے کی علامت یہ ہے کہ اسلام کے ابتدائی عہد میں اس کا پتا نہ چلے بلکہ اس کے بعد عمل در آمد ہوتا رہا ہو۔ ۵۶

اس کا موجد اور عہد ایجاد پردۂ خفا میں ہوتا ہے۔ ۵۶

وقت کے ساتھ برائی اچھائی اور اچھائی برائی بن جاتی ہے۔ ۵۶

کسی وقت سنت پر عمل کرانا فطرت بدلنے یا پہاڑ منتقل کرنے یا اپنے پاس سے حکم گھڑنے کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ ۵۷

تخریجِ حدیث (حاشیہ) ۵۷

عادت کے خلاف حق بات بھی لوگ تسلیم نہیں کرتے ۵۷

قبولِ حق کے لئے سبقت کرنیوالوں کو بشارت ۵۸

انصاف اور قبولِ حق کی دعوت ۵۸

مسئلۂ دائرہ کا اجمالی بیان ۵۹

اذانِ جمعہ خطیب کے سامنے موضعِ صلوٰۃ سے باہر حدِ مسجد میں ہونی چاہیے۔ ۵۹

یہ حدیث ابو داؤد سے ثابت ہے۔ ۵۹

ان چھ مفسرین کے نام جنھوں نے اپنی اپنی تفاسیر میں اس حدیث پر اعتبار کیا۔ ۶۰

ان فقہائے کے نام جنھوں نے اپنی کتابوں میں منصوص طور پر یہ مسئلہ ذکر کیا۔ ۶۰

تائیدات مزید ۶۱

اندرونِ مسجد اذان دربارِ الٰہی کی بے حرمتی ہے۔ ۶۱

جوفِ مسجد میں اذان مشروعیتِ اذان کی مصلحت کے خلاف ہے۔ ۶۱

اندرونِ مسجد اذان پر قرآن وحدیث سے کوئی دلیل نہیں۔ ۶۱

اذان اندرونِ مسجد آج کل بہت سے مقامات پر شائع ذائع ہے مگر اس پر نہ اجماع ہوا نہ توارث ۶۱

متعدد حدیثوں سے احیاءِ سنت کا ثبوت اور اس کی فضیلت پر مختلف کتبِ حدیث سے ایسی حدیثوں کی تخریج۔ (حاشیہ) ۶۲

اس بات کا اشارہ کہ آئندہ صفحات میں بعنوان نفحات قرآن وحدیث وفقہ سے ہم اس اذان کا بیرونِ مسجد ہونا ثابت کرینگے۔ ۶۳

عنبر حدیث ۶۵

شمامۂ اولیٰ و نفحۂ نمبر اول ۶۵

حدیث ابو داؤد کی متعدد سندیں ۶۵

متنِ حدیث اور اس امر کی وضاحت کہ مدارِ حدیث محمد بن اسحٰق ہیں۔ ۶۶

سفیان بن عیینہ اور ابو معاویہ سے ابن اسحٰق کی توثیق۔ ۶۷

ابن اسحٰق کے خلاف چند الزامات کی تردید (حاشیہ) ۶۷

امام ابو اللیث امام شعبہ علی ابن مدینی امام زہری سے ابن اسحٰق کی تصدیق۔ ۷۰

عاصم بن عبداللہ بن قتادہ ابن حبان ابو یعلیٰ مکی

ابن معین ابن البرقی اور امام بخاری کی توثیقات
امام ابن ہمام امام بخاری وغیرہ کی تصحیح ۷۳
درجاتِ حسن میں روایت ابن اسحٰق اعلیٰ رجبہ
پر فائز ہیں، اور اسی کو ادنیٰ درجہ کی صحیح کہا جاتا ہے ۷۴
بعض ائمہ نے ابن اسحٰق کی حدیث کو صحیح اور بعض
نے حسن کہا۔ ۷۵
ان ائمہ کا ذکر جن کے نزدیک ابن اسحٰق میں
تدلیس کے علاوہ کوئی عیب نہیں۔ ۷۶
ابن اسحٰق کی کچھ مرویات ائمہ حدیث نے جن کی
تائید و توثیق فرمائی (حاشیہ) ۷۶
محمد ابن عبداللہ، یعقوب ابن شیبہ، ابن حبان،
مصعب زبیری کا ابن اسحٰق کی طرف سے دفاع ۷۶
نمبر ۲ ۷۷
ابن اسحٰق پر تشیع کے الزام کی حقیقت ۷۷
تشیع، غلو فی التشیع اور رفض کی تعریف ۷۷
ترتیب خلافت و فضیلت کی تشریح میں
علامہ تفتازانی، ابن حجر مکی اور امام مالک
رضی اللہ عنہم کا مسلک۔ ۷۸
عثمان غنی اور مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے
درمیان افضلیت میں ملا علی قاری علیہ الرحمہ
کا قول۔ ۷۸
لفظ شیعی اور رمی بالتشیع میں فرق ہے۔ ۷۹
روایت میں بدعتی کے قبول اور رد کا معیار ۷۹
نمبر ۳ ۷۹
اس روایت میں تدلیس نہیں ہے بلکہ حدثنی
زہری ہے۔ ۷۹
راوی کسی شیخ سے کثیر الروایات ہو تو لفظ عن
سے روایت میں بھی تدلیس نہیں۔ ۸۰
روایت بطور نزول ابن اسحٰق کی عادت تھی۔ ۸۰
مراسیل کے اعتبار اور عدم اعتبار کی تاریخ ۸۱
امام زین العابدین اور امام زید کا واقعہ۔ ۸۲
ایسے جلیل القدر ۳۸ ائمہ حدیث کا ذکر جن کی
عادت ارسال حدیث کی تھی۔ ۸۳
صحابہ کے مراسیل مطلقاً مقبول دوسروں کے
مراسیل بہ اتفاق امام اعظم و امام مالک و
ابن حنبل مقبول ہیں البتہ ظاہریہ اور جمہور محدثین
جو شافعی کے بعد ہوئے قبول نہیں کرتے۔ ۸۳
ابن اسحٰق کی مروی حدیث کو ابوداؤد نے
صحیح کہا۔ ۸۴
لیث ابن سلیم جو ثقہ مدلس ہیں امام منذری نے
ان کی سند کو حسن کہا۔ ۸۴
ابوزبیر کی معنعن بروایت لیث ہو تو مقبول ہے
صحیح مسلم کی چند حدیثیں بروایت ابوزبیر عن لیث
نہیں مگر امام مسلم نے انھیں بھی مقبول رکھا۔ ۸۵
زید بن ثابت سے شادی شدہ زانیوں کے
رجم کی روایت ہے، اسی روایت میں ہے
کہ عمر نے فرمایا کہ میں آیت کے نزول کے وقت
بارگاہِ رسالت میں تھا۔ ۸۵
اس حدیث کی کسی تخریج میں یہ روایت
عن عمر عن رسول اللہ نہیں سوائے مذکورہ روایت

www.alahazratnetwork.org

کے اور اس میں حضرت قتادہ کو مدلس کہا گیا اس کے باوجود روایت مقبول ہے۔ ۸۶

فتح مکہ کی دو روایتیں متعارض منقطع ہونے کے باوجود مقبول ہوئیں۔ ۸۶

قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ابن اسحٰق کی معنعن اور غیر معنعن دونوں ہی قسم کی روایتوں سے استدلال کیا اور علماء کے نزدیک مجتہد کا کسی حدیث سے استدلال کرنا اس کی تصحیح ہے۔ ۸۸

کتاب الخراج کی اہمیت۔ ۸۸

نفحہ ۴ ۸۹

ابو داؤد میں اس حدیث کا ہونا اس کی صحت کی دلیل ہے۔ ۸۹

ابو داؤد کی عظمت اور اس کی صحت پر چھ اماموں کے نصوص۔ ۸۹

مزید آٹھ اماموں کی توثیق ۹۰

نفحہ ۵ ۹۳

حدیث مبحوثہ میں امام زہری کے اکثر شاگردوں میں صرف ابن اسحٰق نے ہی علیٰ باب المسجد اور بین یدیہ کا اضافہ کیا مخالفین بین یدیہ کی زیادتی کو تسلیم کرتے ہیں اور علیٰ باب المسجد کی زیادتی کو رد کرتے ہیں یہ بڑی زیادتی ہے۔ ۹۳

اس قسم کے اختلاف کے اعتبار پر واقع ہونے والے عظیم اعتراض کا ذکر، اس سے ان محدثین پر اعتراض ہوگا جو مختلف روایتیں ایک ہی سیاق میں ذکر کرتے ہیں۔ ۹۳

اس سے پیغمبر خدا کی ایک حدیث پر اعتراض ۹۴

خود قرآن عظیم میں ایک ہی واقعہ کمی بیشی کے ساتھ کئی جگہ مروی ہے، اس کا کیا جواب ہوگا۔ ۹۴

نفحہ ۶ ۹۵

"بین یدیہ" اور "علیٰ باب المسجد" میں تعارض کے شبہہ کا جواب۔ ۹۵

نفحہ ۷ ۹۶

ماولین کی اس تاویل کا رد جو خطیب کی پشت پر دروازہ ہونا بیان کرتے ہیں۔ ۹۶

جو دروازہ خطیب کی پشت پر تھا وہ سائب ابن یزید کی ولادت سے سال دو سال پہلے بند ہو چکا تھا۔ ۹۶

مجاز در مجاز ۹۷

نفحہ ۸ ۹۷

علیٰ باب المسجد سے علیٰ مقابل الباب الذی یلی المنبر مراد لینا رکیک تبدیلی ہے۔ ۹۷

اس پر تین ایرادات ۹۸

نفحہ ۹ ۹۹

اس حدیث میں مجاز بالحذف کی ایک اور رکیک تاویل کا رد۔ ۹۸

ایک اور رکیک تاویل پر قاہر رد (حاشیہ) ۹۹

علیٰ باب المسجد کو اعلان اور بین یدیہ کو اذان کہنا بھی سخیف ہے۔ ۱۰۲

اس پر تین ایرادات۔ ۱۰۳

www.alahazratnetwork.org

نفحہ ۱۰ ۱۰۴
زمانۂ رسالت میں منبر کے محاذی کسی دروازہ کے
نہ ہونے کا قول اور اس کا رد۔ ۱۰۴
مزید دروازوں کی تفصیل اور اُن کا ذکر اور اس
امر کی کہ دروازوں کے نام بعد میں رکھے گئے (حاشیہ) ۱۰۴
بابِ شمالی کے منبر کے سامنے ہونے کی بخاری
میں تصریح۔ ۱۰۵
نفحہ ۱۱ ۱۰۵
یہاں دو سنتیں ہیں، اذان کا مسجد کے باہر ہونا
یہ تمام اذانوں کو عام ہے۔ اور اذانِ خطبہ کا خطیب
کے سامنے ہونا یہ اذان خطبہ کے ساتھ خاص ہے
روایتِ زید میں دونوں سنتوں کا بیان ہے۔ ۱۰۵
اذانِ جمعہ کے لئے دروازہ کی کوئی خصوصیت نہیں
حدودِ مسجد میں خطیب کے سامنے ہونے کی
خصوصیت ہے۔ ۱۰۶
مخالف کے اعتراضوں کا جواب ۱۰۶
دروازہ کی خصوصیت نہ ہونے کی حدیثِ انور
سے تصدیق۔ ۱۰۷
اذانِ خطبہ کے بابِ جمعہ میں مذکور نہ ہونے کی
وجہ۔ ۱۰۷
نفحہ ۱۲ ۱۰۷
اس حدیث کی عدمِ شہرت سے اس کے
متروک العمل ہونے کا استدلال غلط ہے۔ ۱۰۷
کتبِ تفاسیر میں اس حدیث کے چرچا
کا ثبوت۔ ۱۰۸

خازن، تفسیر کبیر اور کشاف کا حوالہ ۱۰۸
درشفاف، نہر الماد، تقریب، کشاف سے
استناد۔ ۱۰۹
تجرید، کشاف، تفسیر نیشاپوری، تفسیر خطیب،
فتوحاتِ الٰہیہ اور کشف الغمہ کے حوالے۔ ۱۱۰
دوسرا شمامۂ فقہیہ ۱۱۳
نفحہ ۱ ۱۱۳
نصوصِ فقہاء سے اذان بیرونِ مسجد کی
تصریح۔ ۱۱۳
دیواریں اور کونا بیرونِ مسجد ہے (حاشیہ) ۱۱۴
اذان اور اقامت کے مقامات مختلف ہیں ۱۱۶
خطبۂ جمعہ اور دونوں میں طہارت مسنون ہے
علت جامع مسجد میں خدا کا ذکر ہونا ہے۔ ۱۱۶
مدخل کی عبارت ۱۱۷
نفحہ ۲ ۱۱۷
یہ نصوص اپنے عموم و اطلاق پر ہیں۔ نکرہ
تحت النفی عموم ہے اور اطلاق عدم تقیید ہے ۱۱۷
متذنہ کا ذکر اذان خفیہ کے استثناء کیلئے ہے ۱۱۷
اذان متذنہ یا صحنِ مسجد میں ہو، اس کے
عموم کے لئے ہر ہر فرد کا حکم میں داخل ہونا
ضروری نہیں بلکہ دونوں فردوں میں کوئی ایک
بھی حکم میں داخل ہو گیا تو عموم ثابت ہے۔ ۱۱۸
اذان بیرونِ مسجد کا حکم بوقت نماز کے لئے ہونے
کا جواب۔ ۱۱۹
ائمہ کی عبارت فہمی کی قابلِ تعریف مثال

www.alahazratnetwork.org

اور اعلیٰحضرت کی دقیقہ رسی۔ ۱۱۹

نفحہ ۳ ۱۲۰

فقہاء کی عبارت میں آنے والے لفظ "قالوا" کے مختلف معانی کی عمدہ تفصیل۔ ۱۲۰

نفحہ ۴ ۱۲۲

عام سے خاص پر استدلال کا حدیث سے ثبوت۔ ۱۲۲

ہر ہر جزئی کیلئے علیحدہ علیحدہ خاص نص ضروری ہے ورنہ شریعت معطل ہوجائے گی۔ ۱۲۲

مسجد میں اذانِ جمعہ مکروہ ہونے کا ذکر۔ ۱۲۳

بابِ جمعہ میں نہ ہونے کا مزید تذکرہ۔ ۱۲۴

نفحہ ۵ ۱۲۴

امام قاضی خاں اور اُن کے ہم رتبہ ائمہ کی مرسل روایت بھی مسائلِ مذہب میں شمار ہوتی ہے۔ ۱۲۴

مسئلہ دائرہ اذان کا بھی یہی حکم ہے ورنہ دو ثلث یا تین ربع مسائلِ مذہب اکارت ہوجائینگے۔ ۱۲۵

نفحہ ۶ ۱۲۵

مخالفین کا ایک اور حیلہ کہ اذانِ خطبہ اذان کے حکم سے خارج ہے۔ ۱۲۵

ایک جاہل کا قول کہ عہدِ رسالت میں اذان ہوتی ہی نہیں تھی، اور دوسرے کا قول کہ عہدِ رسالت تک تو یہی اذان اذانِ خطبہ مگر عہدِ عثمان سے اعلانِ حاضرین ہے۔ ۱۲۶

مخالفین کی ان باتوں کا چار وجوہ سے تفصیلی رد۔ ۱۲۸

سنت بدلنے والوں کے لئے شدید وعیدیں ۱۳۰

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف تبدیلِ سنت کی نسبت سخت قبیح امر ہے۔ ۱۳۱

نفحہ ۷ ۱۳۲

اذانِ خطبہ کو اسکات حاضرین کے لئے مانا جائے تب بھی اس کی اندرونی ہال کے بجائے بیرونی سائبان میں زیادہ ضرورت ہے، تو لازم کہ باہری سائبان میں ہو۔ ۱۳۳

نفحہ ۸ ۱۳۴

اس جواب پر اقامت سے معارضہ کا جواب۔ ۱۳۴

اقامت کو بھی اذان کہا جاتا ہے، اس قیاس سے اذان کو بھی اندر ہونا چاہئے۔ ۱۳۴

اس قیاس کا تفصیلی جواب ۱۳۴

ایک مرجوح اور مخالف روایت "الاقامۃ احد الاذانین" کا تذکرہ۔ ۱۳۵

اذان و اقامۃ میں مغایرت کے وجوہ ۱۳۵

نفحہ ۹ ۱۳۶

مسجد کے اطلاقات کا بیان ۱۳۶

"انما یعمر مساجد اللہ" سے کیا مراد ہے ۱۳۷

قرآن شریف اور حدیث نبوی سے اس کی تائید۔ ۱۳۷

مسجد کا تیسرا اطلاق جس میں صحن اور منارہ بھی داخل ہیں۔ ۱۳۸

www.alahazratnetwork.org

اذان کی مسجد کی طرف اضافت اسی اطلاق کے لحاظ سے ہے۔	۱۳۹
مسجد کے اندر کنویں کی منڈیر، چبوترہ، منارہ، حوض کی لگر پر اذان اس وقت جائز ہے کہ ان کی بنا مسجدیت سے پہلے ہو۔	۱۴۰
تمام مسجدیت کے بعد مسجد میں، اس کی دیوار یا چھت پر کوئی اور تعمیر منع ہے۔	۱۴۱
مسئلہ کی اور وضاحت اور قطع صف کا مسئلہ۔	۱۴۱
منحۃ الخالق اور مدخل کی عبارتیں	۱۴۳
امام کافی کے قول کا محمل	۱۴۵
ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول کی توضیح۔	۱۴۵
لفظ "قام علی المسجد" کی تشریح	۱۴۶
خانیہ اور خلاصہ کی عبارت کا محمل۔	۱۴۷
جامع الرموز اور جلابی عبارتوں میں توفیق۔	۱۴۸
قہستانی کی روایت کی حیثیت	۱۴۸
قول مرجوح پر فتوٰی جہل اور خرق اجماع ہے	۱۴۹
نفحہ ۱۰	۱۴۹
خانیہ اور خلاصہ کے لفظ "ینبغی" سے مخالفین کا سہارا۔	۱۴۹
اور مصنف کے جوابات۔	۱۵۰
دوسری عبارتیں لفظ "لاینبغی" سے خالی ہیں اور جہاں یہ لفظ ہے لفظ "لایؤذن" پر داخل نہیں۔	۱۵۰
لفظ "ینبغی" کے معنی مستحب قرار دینا ائمہ متاخرین کی اصطلاح ہے، متقدمین کے یہاں یہ لفظ عام ہے۔	۱۵۰
استحباب میں سنت بھی داخل ہے اور سنت کا معاملہ آسان نہیں۔	۱۵۰
بسا اوقات "ینبغی" وجوب کے لئے ہی آتا ہے۔	۱۵۰
وجوب کی دو تین مثالیں	۱۵۱
عبارات خانیہ اور خلاصہ سے وجوب اور غیر وجوب دونوں ظاہر ہیں اور ترجیح نفی کو ہوتی ہے۔	۱۵۲
ابن امیر الحاج، غنیہ، بحر الرائق اور منحۃ الخالق سے مسئلہ پر استدلال۔	۱۵۲
علامہ طحطاوی سے تائید۔	۱۵۳
ایک اور ظاہر موافق مصنف	۱۵۴
کراہت مطلقاً شوافع کے نزدیک تنزیہی اور احناف کے نزدیک تحریمی ہے۔	۱۵۴
بیان جواز کے لئے افضل کا ترک حضور سے ثابت ہے جبکہ اذان کا مسجد میں ہونا ثابت نہیں۔	۱۵۴
جو امر کراہت تحریمی اور تنزیہی میں دائر ہو اس کا چھوڑنا ہی دانشمندی ہے۔	۱۵۵
قرآن شریف سے تیسرا اشمام	۱۵۶
نفحہ ۱۱	۱۵۶
نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز بلند کرنا منع اور اس کے فعل پر وعیدیں۔	۱۵۶

www.alahazratnetwork.org

یہ اہتمام صاحب مقام کی ہیبت اور جلال کے لئے ہے۔ ۱۵۷
مسجد دربار الٰہی ہے تو اس کی ہیبت وجلال کے لئے اجازت یا فتنوں کے علاوہ رفع صوت ممنوع ہوگا۔ ۱۵۷
حدیث ابن ماجہ سے اس کی تائید ۱۵۹
ابن عدی، ابن عبدالرزاق، عبداللہ بن مبارک، امام مالک کی حدیثوں سے مسئلہ کی تائید۔ ۱۵۹
امام مالک اور امام ابن مبارک کی مزید تصدیق۔ ۱۶۰
یہ حدیث ائمہ نے قبول کیا البتہ فقہاء کی دینی باتوں کا استثناء ہے۔ ۱۶۱
مسجد میں بلند آواز سے جب ذکر الٰہی منع ہے تو اذان بھی منع ہونا چاہئے کہ یہ خالص ذکر نہیں۔ ۱۶۱
امام عینی کی شرح بنایہ سے اس کی تائید۔ ۱۶۱
بحرالرائق سے مزید تائید۔ ۱۶۱
نفحہ ۲ ۱۶۳
بادشاہوں کے دربار سے مسئلہ کی توضیح ۱۶۳
موجودہ کچہریوں سے اس کی مثال۔ ۱۶۳
منکرین کو عملی تجربہ کی ہدایت۔ ۱۶۴
اس قسم کے معاملہ میں حکم منصوص نہ ہو تو معاملہ مشاہدہ پر موقوف ہوتا ہے۔ ۱۶۴
بزرگوں کے کلام سے اس کی نظیریں۔ ۱۶۴
محقق علی الاطلاق کی دو نظیریں اور حلیہ میں اس کی تعریف۔ ۱۶۴
حدیث شریف سے اس کی تصدیق ۱۶۶
اس حدیث اور حدیث ابن عمر کی تخریج اور مکمل تفصیل۔ ۱۶۷
نفحہ ۳ ۱۶۷
دوسری دلیل کا پہلا مقدمہ، انسانوں کے گھر میں انس پیدا کرنے، سلام کرنے اور اجازت کے ساتھ داخلہ کا حکم قرآن کی آیت میں۔ ۱۶۷
دوسرا مقدمہ، زمین میں اللہ تعالٰی کا گھر مسجدیں ہیں۔ ۱۶۸
دو حدیثوں سے مقدمہ دوم کی تائید ۱۶۸
نتیجہ اور حاصل کہ مسجد میں داخلہ کے لئے اذن اجازت بدرجۂ اولٰی ضروری۔ ۱۶۸
مقدمہ قیاس ثانی بے اجازت داخلہ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ جس کام کی اجازت ہے اس کے خلاف کام کیا جائے۔ ۱۶۹
بے اجازت داخلہ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ مسجد میں گم شدہ چیزیں تلاش کی جائیں۔ ۱۶۹
تین حدیثوں سے اس کا ثبوت ۱۶۹
بے اجازت داخلہ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ مسجد میں مصحف تلاش کرے، تلاوت کرنے کے لئے ہی کیوں نہ ہو۔ ۱۷۰
بے اجازت داخلہ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ کھوئی ہوئی امانت مسجد میں تلاش کرے حالانکہ ادائے امانت واجب ہے اور تلاش پانے کا مقدمہ یادینے کا ذریعہ۔ ۱۷۰
خلاصۂ کلام یہ کہ امانت کی تلاش واجب اور

کار آخرت مگر مسجد اس کار خیر کے لئے نہیں بنائی گئی۔ ۱۷۱

احادیث سے اس بات کا ثبوت کہ مسجد ذکر اللہ کے لئے بنائی گئی۔ ۱۷۱

اذان خالص ذکر اللہ نہیں تو مسجد کے اندر اس کی اجازت نہیں اور اس میں اذان دینا بے اجازت داخلہ میں داخل اور ممنوع ہے۔ ۱۷۲

چوتھا شمامہ دفع اعتراض کے لئے۔ ۱۷۳

اس مسئلہ پر مخالفین کے اعتراضات ڈوبنے والوں کے تنکے کے سہارے کی طرح ہے۔

جن میں پانچ اعتراضات میں سب متفق ہیں بقیہ انفرادی اعتراضات ہیں، مصنف کی سب سے بحث۔ ۱۷۴

نفحہ ۱ ۱۷۶

پہلا اجمالی اعتراض، فقہاء نے اذان خطبہ کے لئے عموماً بین یدیہ کا لفظ استعمال کیا ہے جس کے ظاہری معنی قریب خطیب اور ملاصق منبر ہیں۔ ۱۷۵

دوسرا اعتراض، فقہاء نے اس کے لئے لفظ عند بھی استعمال کیا ہے، اس کے معنی بھی قریب و الصاق کے ہیں۔ ۱۷۵

تیسرا اعتراض، بعض فقہاء نے علی المنبر کا لفظ بھی استعمال کیا ہے جو قرب سے بھی زائد پر دلالت کرتا ہے۔ ۱۷۵

چوتھا اعتراض، اذان لصیق المنبر کا عمل متوارث ہے مخالفین کی تعبیریں مختلف ہیں۔ ۱۷۵

تمام عالم اسلام میں سب کا اس پر تعامل ہے یہ اجماع ہے۔ ۱۷۶

پہلے اعتراض کا جواب، مؤذن کا خطیب کے سامنے ہونا سنت ہے لیکن لفظ بین یدیہ کی وجہ سے مؤذنوں کے متصل ہونا ضروری نہیں۔ ۱۷۶

لفظ بین یدیہ کا مفاد بے حائل مؤذن کا رُخ خطیب کی طرف ہونا ہے اور بس۔ ۱۷۶

لفظ بین یدیہ اندرون مسجد اور بیرون مسجد دونوں صورت کو شامل ہے، البتہ فقہاء نے اندرونِ مسجد کو منع کیا ہے۔ ۱۷۶

لفظ بین یدیہ ترکیبی کے معنی حقیقی کا بیان ۱۷۶

مسئلہ مبحوثہ میں لفظ بین یدیہ کے مجازی معنی مراد ہیں جو بلحاظ استعمال معنی حقیقی ہوگئے۔ ۱۷۷

پس لفظ بین یدیہ قرب و بُعد سے قطع نظر سامنے کے معنی میں ہے۔ ۱۷۷

اور قرب کا لحاظ ہو تو حاضر اور مشاہد کے معنی میں ہے۔ ۱۷۷

چونکہ قرب امر اضافی کلی مشکک ہے اس لئے اس کی تعیین موقع اور محل کے لحاظ سے بتقاضائے عقل ہوگی۔ ۱۷۸

لفظ بین یدیہ اصلاً ظرف مکان تھا اب زمانہ کے لئے بھی اس کا استعمال ہونے لگا۔ ۱۷۸

مجھ کو قرآن میں یہ لفظ (بین یدیہ) ۴۸ مقامات پر ملا۔ ۱۷۸

www.alahazratnetwork.org

۲۰ مقامات میں قرب پر اس کی کوئی دلالت نہیں ایک مقام پر قرب حقیقی ترکیبی کے لئے ہے اور ۷ مقامات پر قرب کے لئے جس میں اتصال حقیقی سے پانچ سو برس کی راہ تک پر اس کا اطلاق ہوا ہے۔ ۱۷۸

ان مقامات کی قرآنی آیات کا تفصیلی بیان۔ ۱۷۹

آیات مذکورہ کی دو قسمیں۔ ۱۷۹

قسم اول ۱۷۹

بجنسہٖ آیات کا بیان ۱۷۹

قسم ثانی ۱۸۳

اشارہ آیات کا بیان ۱۸۳

اکیس ائمہ لغت و تفسیر کی شہادت۔ ۱۸۸

تفصیل بالا سے ظاہر کہ لفظ بین یدی الخطیب کی دلالت اندرون مسجد پر نہیں منبر کے متصل تو دور کی بات ہے۔ ۱۹۰

لفظ بین یدیہ قرب کی دلالت کے لئے متعین نہیں۔ ۱۹۰

فقہاء کی غرض صرف خطیب کا سامنا بتانا ہے۔ ۱۹۱

اذان مسجد میں ہو یا باہر یہ ایک دوسرا مسئلہ ہے جو باب الاذان میں مذکور ہے۔ ۱۹۱

بین یدیہ کے معنی قرب تسلیم کرنے پر بھی قرب معنی اضافی ہے تو ہر چیز کا قرب اسی کے حساب سے ہوگا۔ ۱۹۱

قرب کے افراد مختلفہ کی آیات سے مثال۔ ۱۹۱

مزید مثالیں ۱۹۱

خطیب شربینی کی ایک عبارت سے دفع تعارض ۱۹۵

تنبیہ ۱۹۶

حاصل کلام، قرب کی آٹھ مذکورہ مثالوں سے ظاہر ہے کہ محض لفظ بین یدیہ سے کسی خاص قرب پر استدلال باطل ہے۔ ۱۹۸

صورت مسئولہ میں موذن کے قرب کی حد حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عمل سے خارج مسجد متعین ہے کہ حد و مسجد میں ہو تو اس حد سے دور اور مسجد کے اندر دونوں افراط و تفریط ہے۔ ۱۹۹

تنبیہ ۲ ۱۹۹

مفردات راغب کی عبارت سے قرب ملاصق پر استدلال کرنیوالے کا رد۔ وزیر، درباری اور عوام کی مثال کہ سب اپنے کو دربار سے آنیوالا بتاتے ہیں۔ ۱۹۹

راغب سے استدلال کرنیوالوں پر دوسری طرح قدح۔ ۲۰۱

مفردات راغب اور امام قدوری کی عبارتوں میں دفع تعارض کی ایک صورت۔ ۲۰۲

خود امام راغب کی اگلی عبارت مخالفین کی مراد کا رد کرتی ہے۔ ۲۰۲

امام راغب نے قرآن مجید اور توراۃ شریف کے درمیان دو ہزار سال کی مدت کو بھی قریب ہی بتایا۔ ۲۰۳

www.alahazratnetwork.org

مفردات راغب کی عبارت کے مزعومہ معنیٰ پر ایک اور طرح سے رد۔ ۲۰۳

مخالف کے اس اعتراف سے کہ بین یدیہ بعض مقام پر معنیٰ قرب سے خالی بھی ہوتا ہے مخالف پر رد۔ ۲۰۴

مستدل اور معترض کے موقف کا فرق۔ ۲۰۵

اسلوب بیان کی ایک خامی پر مخالف کو تنبیہ۔ ۲۰۵

نفحہ ۳ ۲۰۶

عند کے معنیٰ کی تحقیق۔ ۲۰۶

مختلف علمائے اصول کے بیان سے اس امر کا ثبوت کہ عند قرب حقیقی اور حکمی دونوں کے لئے آتا ہے۔ ۲۰۶

عند کا معنیٰ قرب داخل ہے مگر اس کے لئے اتصال ضروری نہیں۔ ۲۰۷

عند معنیٰ قرب میں بین یدیہ سے زیادہ وسیع ہے ۲۰۷

عند اور لدی کا فرق

عند بعد کے لئے اور لدی قرب کے لئے ہے۔ ۲۰۸

رضی کے قول سے استدلال ۲۰۸

ان الذین یغضون اصواتہم عند رسول اللہ کی تفسیر اور قرب و بعد کا نیرنگ۔ ۲۰۸

لا تنفقوا علیٰ من عند رسول اللہ کی تفسیر اور عند کے قرب کی وسعت۔ ۲۰۹

مختلف آیات قرآنی سے معنی عند کی وضاحت۔ ۲۱۰

مزید آیات اور احادیث سے معنی عند کی تفصیل۔ ۲۱۳

عند کے استعمال کے مواقع۔ ۲۱۳

کنز و ہدایہ، مجتبیٰ، فتح القدیر، بحرالرائق اور درمختار سے عند کے معنی (بحیث یراہ) جہاں سے دیکھا جا سکے۔ ۲۱۴

عند کے معنیٰ بین یدیہ سے زیادہ قریب کے نہیں۔ ۲۱۵

وہم کی بیماری ہرچہ پیدا می شود از دور پندارم قوی۔ ۲۱۵

نفحہ ۴ ۲۱۵

عند کے معنیٰ پر مفردات راغب اور مبسوط سے مخالفین کا استدلال۔ ۲۱۵

عند اور قریب دونوں کے معنیٰ متحد ہیں۔ ۲۱۵

محافظت کی حد۔ ۲۱۵

نفحہ ۵ ۲۱۸

عند ظرف ہے جو زمان اور مکان دونوں کیلئے آتا ہے۔ ۲۱۸

اذان عند المنبر سے مراد اذان وقت المنبر کیوں نہیں ہو سکتی۔ ۲۱۹

نفحہ ۶ ۲۱۹

اذان علی المنبر کی بحث ۲۱۹

بعض مخالفین نے اذان علی المنبر کے معنیٰ اذان عند المنبر بتایا اور خود عند کا حال معلوم ہو چکا۔ ۲۱۹

بعضوں نے علی کو باء الصاق کے معنی میں بتایا۔ ۲۱۹

اولاً یہاں علی کا معنی با میں ہونا محلِ نظر ہے، ۲۱۹

ثانیاً خود الصاق کے معنی اتصال حقیقی نہیں جیسا کہ صورت جزئیہ سے ظاہر ہے۔ ۲۱۹

اس مطلب پر قصہ ودن علیہا سے استدلال۔ ۲۲۰

بعض مخالفین نے علی المنبر کے معنی مجازی مبالغہ فی القرب بتایا۔ ۲۲۰

جواب، علی کے حقیقی معنی حسب تحریر کشف الاسرار وابن الہمام ورضی لزوم والتزام ہے۔ ۲۲۰

علی کے اس معنی کا قرآن عظیم سے ثبوت ۲۲۱

تو مخالفین کا معنی حقیقی درست ہوتے ہوئے معنی مجازی مراد لینا غلط ہوا۔ ۲۲۱

دوسرا جواب، علی کے دوسرے معنی مجازی مصاحبت کے ہیں۔ سیوطی، حدیث مبارک، قاموس اور فتوحاتِ الٰہیہ سے اس کی تائید۔ ۲۲۱

اذانِ خطبہ مصاحب جلوس علی المنبر ہے پس مخالف کا استدلال یا تو حقیقت مجاز کا تصادم یا مجازین کا احتمال ہے۔ ۲۲۲

علی وقت اور زمانیہ کے لئے بھی آتا ہے تو یہ عند زمانیہ کا ہم معنی ہے۔ ۲۲۳

جمعہ کے لئے سعی کا موجب اذان اول ہے یا اذانِ خطبہ، اس میں امام اعظم اور امام طحاوی رحمہما اللہ کا اختلاف ہے۔ ۲۲۳

اس اختلاف کے بیان کی اصل عبارت یہ ہے "والامام علی المنبر" (شرح نقایہ اور مرقات ملا علی قاری) ۲۲۳

بعض متأخرین نے اس کو اپنے طور پر مختصر کیا اور "اذان علی المنبر" بنادیا۔ پس اس موقع پر لفظ اذان علی المنبر سے استدلال وہم ہے۔ ۲۲۳

اس امر کی تائید مزید ۲۲۳

اصل یہ ہے کہ لفظ عند اور علی سب تعبیروں کا اختلاف ہے، معبر وہی علی باب المسجد ہے اور اسی کو سائب ابن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا۔ ۲۲۴

نقض ، ۲۲۵

مسئلہ کی وضاحت ایک اور طرح سے کہ ان تمام عبارتوں میں علی المنارہ یا منبر وغیرہ الفاظ بطور تعارف وعلامت مذکور ہیں، اور جملہ "لایؤذن" حکم ہے، اعتبار حکم کا ہے علامت کا نہیں۔ ۲۲۵

علامت کے لئے تو جائز ہونا بھی ضروری نہیں۔ ۲۲۶

ایک مثال سے مسئلہ کی وضاحت۔ ۲۲۶

شریعت میں اعتبار حکم منطقی ضمنی کا نہیں حکم حقیقی اصلی کا ہے۔ ۲۲۷

لفظ علیک السلام اور السلام علیک مسئلہ کی وضاحت۔ ۲۲۷

مخالفین کا استدلال معنی اشارۃ النص ہے اور جملہ لایؤذن اپنے معنی پر عبارۃ النص ہے تو استدلال میں اعتبار اسی کا ہے۔ ۲۲۷

www.alahazratnetwork.org

مگر اذان علی المنبر جملہ محتملہ ہے اور لایؤذن فی المسجد صراحۃ النص ہے، اس حیثیت سے بھی اعتبار اسی کا ہے۔ ۲۲۸

اجماع اور تعامل ۲۲۸

نفحہ ۸ ۲۲۹

اذان جمعہ کی تاریخ از روئے مذہب امام مالک ۲۲۹

مدخل، جواہر زکیہ اور زرقانی کی عبارتیں۔ ۲۲۹

امام مالک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی مذہبی روایات سے اندرون مسجد اذان متوارث ہونا تو بڑی بات ہے سنت بھی ثابت نہیں۔ ۲۳۱

حنفیہ اس کو مکروہ، مالکیہ اس کو بدعت کہتے ہیں۔ اور دوسرے ائمہ سے خلاف ثابت نہیں تو کہیں اس اذان کی کراہت ہی اجماعی نہ ہوئی۔ ۲۳۱

نفحہ ۹ ۲۳۳

تعامل عام کی بحث ۲۳۳

سکندری اور سقطی کی روایت ہے کہ اہل مغرب کا تعامل بیرون مسجد ہے۔ ۲۳۳

ہندوستان کے اکثر شہروں کی شاہی مساجد میں اس کام کے لئے چبوترے بنے ہوئے ہیں وہ مسجدوں کا حصہ نہیں۔ ۲۳۳

ایک غلط فہمی کا ازالہ، ایسے چبوتروں کو جو درحقیقت مسجد سے مستثنٰی ہیں، مسجد سمجھ کر لوگوں نے عام مسجدوں میں بھی اذان دینی جائز سمجھ لی۔ ۲۳۳

خلاف سنت تعامل جواز کی سند نہیں۔ ۲۳۴

فتاوٰی خانیہ کی ایک عبارت۔ ۲۳۴

ردالمحتار سے تعامل صحیح کی تعریف۔ ۲۳۴

اجماع اکثری کے دلیل ہونے کے لئے شافعی مذہب کی ایک شرط۔ ۲۳۴

اس باب میں مجدد الف ثانی کا ایک درد ناک مکتوب۔ ۲۳۴

حاشیہ شامی کتاب الاجارہ کا ایک حوالہ ۲۳۶

علامہ شامی کا قول ہے کہ یہ قدیم بُرائی ہے کہ لوگ حق بات کو بھی ناحق سمجھنے لگتے ہیں۔ ۲۳۷

نفحہ ۱۰ ۲۳۸

توارث کی بحث ۲۳۸

توارث تمام قرنوں کے تعامل کا نام ہے۔ ۲۳۸

اس مسئلہ میں عام قرنوں کا تعامل کیسے ثابت ہوگا جب موجودہ زمانہ کا تعامل ثابت نہیں۔ ۲۳۸

فتح القدیر سے توارث کا بیان ۲۳۸

مسئلہ توارث میں مصنف کی عظیم تحقیق۔ ۲۳۹

احوال کی چار قسم ہے: (ا) جس کا حادث ہونا معلوم ہو (ب) جس کے حدوث کا علم نہ ہو (ج) حدوث کا علم تفصیلی ہو کہ کب کس نے ایجاد کیا (د) حدوث کا علم ہو مگر کب اور کیسے کی تفصیل معلوم نہ ہو۔ ۲۳۹

ہر قسم کی مثال اور اس کا حکم، قسم رابع کا شرعی حکم معلوم کرنے کا قاعدہ کلیہ۔ ۲۳۹

سنت ثابتہ کی مخالفت کی ایک استثنائی صورت۔ ۲۴۱
مسئلہ اذان کی نوعیت کا تعین کہ اذان اندرونِ مسجد بدعت مردودہ ہے۔ ۲۴۳
اس اذان کے زمانہ عثمان غنی کی ایجاد اور اسی وقت متوارث ہونے پر تھانوی کا سخیف استدلال اور اعلیٰحضرت کا ردّ بلیغ۔ ۲۴۳
امام عینی کی عبارت کی تھانوی نے تحریف معنوی کی۔ ۲۴۴
تھانوی کا ایک اور مغالطہ اور لصیق المنبر اذان کی ایجاد کا سہرا ہشام ابن عبدالملک کے سر۔ ۲۴۵
اعلیٰحضرت کا اظہارِ حقیقت کہ ہشام نے اذان اول کو مقام زوراء سے منارہ کی طرف منتقل کیا اور دوسری اذان اپنے حال پر باقی رکھی جیسی عہدِ رسالت میں تھی۔ ۲۴۵
امام زرقانی کے بیان سے اصل حقیقت پر استشہاد
تھانوی کے قول سے لازم آتا ہے کہ ائمۂ ہدیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کی سنت چھوڑ کر ہشام کی پیروی کی۔ ۲۴۶

نفحہ ۱۱ ۲۴۷
مدعیانِ توارث کی عقلی ونقلی دلیل کا رد۔ ۲۴۸
ہندیہ کی ایک عبارت سے مخالفین کا غلط سہارا۔ ۲۴۸
اذان بین یدی الخطیب میں عہد رسالت کے بعد کسی قسم کا تغیر تاریخ سے ثابت نہیں ۲۴۸
عدم ثبوت کو دلیل عقلی قرار دینا بے عقلی ہے ۲۴۹
دلیل مذکور پر چھ سات اعتراضات۔ ۲۴۹

نفحہ ۱۲ ۲۴۹
توارث بعض غیر معتبر ہے۔ ۲۴۹
اذان فجر قبل فجر پر تعامل حرمین ہمارے ائمہ کے نزدیک غیر معتبر و نامقبول ہے۔ ۲۴۹
حضرت اکمل الدین بابرتی کا ارشاد۔ ۲۵۰

نفحہ ۱۳ ۲۵۱
حرم کے مؤذن کے فعل سے استدلال بھی غلط ہے۔ ۲۵۱
ملا علی قاری کی تصریح کہ آج بھی حرم میں اذان وہیں ہو رہی ہے جہاں حضور کے زمانہ میں ہوتی تھی۔ ۲۵۱
توسیع حرم کی وجہ سے وہ جگہ احاطہ میں ہوگئی ہے۔ ۲۵۱
چاہِ زمزم، مسجد نبوی میں اذان کے چبوترے سے تمثیل۔ ۲۵۱
مذکورہ بالا کا خلاصہ۔ ۲۵۲
خطبۂ جمعہ کے استماع کی خوشی کے حکم سے استشہاد۔ ۲۵۲
تبلیغ تکبیر چیخنے کی ممانعت سے استشہاد ۲۵۲
ایسے مکبر کی نماز کے فاسد ہونے کا فتویٰ دینے والے علماء کے اسماء۔ ۲۵۲
علمائے دیوبند کے دعویٔ اتباع علمائے حرم

www.alahazratnetwork.org

کی حقیقت۔ ۲۵۳

نفحہ ۱۴ ۲۵۳

توارث باطل کے سلسلہ میں گزشتہ ابحاث کا اجمالی اعادہ۔ ۲۵۳

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے سکوت کا شرعی عذر۔ ۲۵۳

بادشاہوں کے افعال پر علمائے حق کی خاموشی بوجہ دفع فتنہ کی مثال۔

مسجد نبوی کی آرائش پر ولید کے غیر معمولی مصارف کا بیان۔ ۲۵۶

علماء پر معاملہ مشتبہ ہو جاتا ہے۔ ۲۵۷

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا احیائے سنت اماتت بدعت قابل مدح ہے اور ان سے مقدم علماء سکوت میں معذور رہیں۔ ۲۵۷

دونوں فریق کے طرز عمل سے ایک دوسرے پر الزام نہیں۔ ۲۵۷

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمات احیائے سنت کا ذکر جمیل اور دیگر علماء کا عذر۔ ۲۵۸

انفرادی دلائل کی خبر گیری ۲۶۰

نفحہ ۱۵ ۲۶۱

اثر جویبر کا بیان ۲۶۱

اس اثر سے مخالفین کے استدلال کی تقریر۔ ۲۶۱

مسجد کے اطلاقات ثلثہ سے اس اثر کا

پہلا جواب۔ ۲۶۲

ابوداؤد کی صحیح حدیث سے اس کے تعارض کا بیان۔ ۲۶۲

محمد بن اسحاق اور جویبر کا تقابل ۲۶۳

کتب علل سے جویبر پر پندرہ اماموں کی جرح۔ ۲۶۳

مخالف کی الٹی سمجھ کہ ابن اسحاق کی معنعن حدیث نامقبول اور جویبر اپنے ضعف اور اس کا اثر منقطع ہونے کے باوجود مقبول۔ ۲۶۴

جویبر کے اثر پر صاحب فتح کی تین جرحیں

اثر جویبر اپنے مدلول پر اشارۃ النص ہے

مخالفین کا استدلال اثر جویبر کے مفہوم سے ہے جو نامقبول ہے۔ ۲۶۵

نفحہ ۱۶ ۲۶۶

حضرت طلق بن علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایات اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اثر کا جواب یہ ہے کہ ان الفاظ میں لفظ فی کی ظرفیت مجازی ہے، یہی صاحب فتح اور صاحب غایۃ البیان کی تقریر کا مفاد ہے۔ ۲۶۶

اثر عبداللہ بن عمر میں صلوٰۃ مسعودی کے غلط حوالہ سے لفظ فیہ کا اضافہ ہے۔ ۲۶۸

ابن ماجہ کی ایک اور ضعیف روایت اور اس سے مخالفین کا غلط استدلال۔ ۲۶۸

www.alahazratnetwork.org

ایک دوسری روایت میں روایت بالا کی توضیح و تفسیر۔ ۲۶۹

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت سے اندرونِ مسجد پر استدلال کی بیوقوفی۔ ۲۶۹

اسی ضمن میں حدیث نوار کی وضاحت ۲۷۰

نفحہ ۱۷ ۲۷۱

حضرت عبداللہ ابن زید کی حدیث "مسجد کی طرف جاؤ" سے مخالفین کا غلط استدلال۔ ۲۷۱

ان مدعیوں کو "مسجد میں جاؤ" اور "مسجد کی طرف جاؤ" کا فرق نہیں نظر آتا۔ ۲۷۱

حضرت عبداللہ بن زید حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی خدمت میں رات میں یا قریب صبح پہنچے۔ ۲۷۱

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس وقت حجرہ شریفہ میں رہے ہوں یا مسجد میں بہر صورت حضرت عبداللہ اس وقت مسجد میں تھے ایسی صورت میں حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے فرمان "مسجد کی طرف جاؤ" کا مطلب "مسجد میں جاؤ" ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ۲۷۲

مسجد کے مختلف اطلاقات میں بھی اس کا جواب ہے۔ ۲۷۲

نفحہ ۱۸ ۲۷۳

اذان اندرونِ مسجد کو قرآن سے ثابت کرنے کی جد وجہد۔ ۲۷۳

اللہ تعالٰے نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اعلان حج کا حکم دیا، آپ نے مقام ابراہیم پر کھڑے ہو کر اعلان کیا۔ ۲۷۳

اعلان حج کے وقت وہ پتھر مطاف میں دیوار کعبہ کے پاس تھا یعنی مسجد حرام میں تھا تو اعلان اندرونِ مسجد ثابت ہوا۔ ۲۷۵

واقعہ کی مختلف روایتیں۔ ۲۷۵

مخالفین کے اس استدلال پر اعلٰحضرت کی تنقیدیں: ۲۷۶

(۱) پتھر ایک اِدھر سے اُدھر ہونے والی چیز ہے، چھ ہزار سال سے برابر ایک جگہ پڑا رہنا بالکل خلافِ قیاس ہے تو ظاہر معترض کو مفید ہے مستدل کو نہیں۔ ۲۷۷

(۲) تاریخ قطبی میں اس پتھر کے تب سے اسی جگہ پڑا رہنے کی تصریح نہیں ہے تو روایت میں اس کا اضافہ غلط ہے۔ ۲۷۷

(۳) قطبی کی روایت سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس پتھر کا ٹھکانا کہیں اور تھا ضرورۃً یہاں لایا گیا اور لازمًا کام کے بعد اپنے ٹھکانے پر واپس کیا گیا۔ ۲۷۷

(۴) حرم شریف کے منبر اور سیڑھیوں سے اس کی تائید۔ ۲۷۷

(۵) پتھر کے دیوار کعبہ کے پاس ہونے سے اعلان اسی پر ہونا ضروری نہیں۔ ۲۷۸

(۶) اس امر کی تصریح کہ اعلان حج کے وقت پتھر دوسری جگہ تھا۔ ۲۷۸

www.alahazratnetwork.org

(۷) پتھر پر کھڑے ہو کر اعلان کرنے کی روایت
اسرائیلی ہے۔ ۲۷۸
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ اسرائیلی
روایت قبول کرتے تھے۔ ۲۷۹
سدرۃ المنتہٰی کے متعلق اسرائیلی روایت
حضرت مولا علی سے اس امر کی تفصیلی روایت
کہ اعلان ثبیر کی پہاڑی سے ہوا۔ ۲۸۰
یہ روایت اس لئے راجح ہے کہ مولا علی
اسرائیلیوں سے روایت نہیں کرتے تھے اور
واقعہ غیر قیاسی ہے اس لئے لازمًا اس کو
حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سنا۔ ۲۸۱
(۸) ابن عباس کی روایت کہ اعلان
جبل ابو قبیس سے ہوا۔ ۲۸۱
(۹) ایک روایت میں کوہ صفا کا بھی ذکر ہے ۲۸۲
حضرت ابن عباس کی روایت میں تین یا دو
اضطراب ہیں۔ ۲۸۳
بر تقدیر اعلان فی المسجد الحرام یہ حکم گزشتہ
شریعت کا ہے جو ہم پر حجت نہیں۔ ۲۸۳
(۱۰) مقام ابراہیم کا کتاب کی تصنیف کے وقت
مطاف میں ہونا خلاف مشاہدہ ہے۔ ۲۸۵
(۱۱) مطاف کی غلط تعریف ۲۸۵
نفحہ ۱۹ ۲۸۶
اندرونِ مسجد اذان پر مخالفین کا قرآن سے
ایک اور غلط استدلال۔ ۲۸۶
مسجد میں ذکرِ الٰہی کو روکنا از روئے قرآن وحدیث
منع ہے اور اذان ذکرِ الٰہی ہے۔ ۲۸۶
جواب: (۱) اذان محض ذکرِ الٰہی نہیں ہے۔ ۲۸۹
(۲) اذان روکنے کا مطلب ذکرِ الٰہی کو روکنا
نہیں بلکہ مسجد میں آواز بلند کرنے کو روکنا ہے ۲۸۷
ذکر بالجہر کی ممانعت حدیث سے ثابت ہے ۲۸۷
مسجد میں ذکر بالجہر کی ممانعت درر، مسلک
متقسط وغیرہ سے ثبوت۔ ۲۸۷
مخالفینِ ذکر نے ممانعت کی جو وعیدیں ذکر
کیں مذکورہ بالا علماء پر صادق نہیں۔ ۲۸۷
ذکر بالجہر کی مخالفت میں عبد اللہ بن مسعود کے
ایک اثر کی بحث۔ ۲۸۸
نفحہ ۲۰ ۲۸۹
امام مالک بھی مسجد میں اذان کو منع فرماتے ہیں
تو کیا ان پر بھی وہ وعیدیں صادق ہیں۔ ۲۸۹
اذانِ خطبہ میں اصحابِ مالک کے اختلاف
کا بیان۔ ۲۹۰
ملا علی قاری کی تاویلات بعیدہ کا ذکر۔ ۲۹۱
ملا علی قاری کی تاویلات بعیدہ پر تنقید۔ ۲۹۲
نفحہ ۲۱ ۳۰۳
اذانِ خطبہ سے متعلق قہستانی کا بیان اور
اس کے حل سے مخالفین کی درماندگی۔ ۳۰۳
قہستانی کا یہ بیان خود کوئی قابلِ اعتماد بات نہیں ۳۰۳
چند توضیحی مقدمات ۳۰۳
مقدمہ اولٰی ۳۰۳
فقہا بین یدی المنبر کہتے ہیں لیکن اس

www.alahazratnetwork.org

موقع پر مراد ان کی خطیب ہوتی ہے۔ ۳۰۴
بحرالرائق سے اس بات کی تصدیق اور عقل سے اس کی تائید ۳۰۵
مقدمہ ثانیہ ۳۰۶
مقدمہ لغویہ وَسَط اور وَسْط کا اطلاق وَسْط بالسکون سے دائرہ کے اندر کا کوئی بھی مقام اور وَسَط بتحریک سین سے مراد ٹھیک وسط ہوتا ہے ۳۰۶
آیات قرآنیہ، محاورہ اور صحاح سے اسکی تائید ۳۰۶
مقدمہ ثالثہ ۳۰۷
زاویہ قائمہ، منفرجہ اور حادہ کا مقام حدوث ۳۰۷
بیان مذکور کی تعبیرات مختلفہ ۳۰۷
اصولیہ ہندسیہ توضیحِ دعوٰی ۳۰۸
ثبوتِ دعوٰی کی تقریر ۳۰۹
مقدمہ رابعہ ۳۱۰
زاویہ غیر حادہ کے راس سے اس کے قاعدے پر نازل ہونے والا عمود قاعدہ کا نصف ہوگا۔ جب مثلث کی دونوں ساقیں مساوی ہوں۔ ۳۱۰
دعوٰی کی توضیح اور ثبوت ۳۱۱
زاویہ مختلف الساقین کے عمود کی مقدار کا بیان ۳۱۲
زاویہ منفرجہ کے عمود کی مقدار کا بیان ۳۱۳
توضیح اور ثبوت ۳۱۴
مقدمہ خامسہ ۳۱۴
مثلث کی دو شاخوں کے مختلف ملتقی پر پیدا ہونے والے زاویوں کا بیان۔ ۳۱۴
توضیح اور ثبوت ۳۱۵
دونوں قسم کے ملتقی پر تینوں زاویہ کے پیدا ہونے کا امکان۔ ۳۱۷
توضیحاتِ بالا کی روشنی میں مقام مؤذن کی توضیح۔ ۳۱۷
قہستانی کے لفظ قریبًا منہ کی وضاحت۔ ۳۱۸
مؤذن کے بین یدی الخطیب ہونے کا مطلب۔ ۳۱۸
عبارت قہستانی کی تقریر مخالف کی تغلیط۔ ۳۱۸
مقام مؤذن کی صحیح تعیین ۳۱۹
قہستانی کی عبارت کا اشارہ ۳۲۰
شکل ہندسی سے مقام مؤذن کی تصویر ۳۲۰
ایک اعتراض ۳۲۲
اعتراض کا جواب ۳۲۲
متعدد قرائن سے مؤذن کے رُوبقبلہ ہونے کی وضاحت۔ ۳۲۳
ایک دوسرا اعتراض اور اس کا جواب۔ ۳۲۳
مخالفین کے بیان کے مطابق مقام مؤذن کی ہندسی تصویر اور اس کا رد۔ ۳۲۴
قہستانی کی عبارت سے پانچ استدلالیوں کی غلط بیانیوں کی تفصیل۔ ۳۲۶
ایک نام نہاد طالبعلم کی تحریف۔ ۳۲۷
قہستانی کے بیان کی ہندسی تشریحات کرنیوالوں کی غلط بیانیوں کی تشریح۔ ۳۲۸

www.alahazratnetwork.org

غلط بیانیوں پر چار تنقیدیں ۳۲۹
مقدار عمود کی حقیقی نسبت کا بیان ۳۳۰
زاویہ قائمہ اور منفرجہ کے عمود کے فاصلے کا
بیان۔ ۳۳۰
ہندسی شکل ۳۳۱
دو مزید تنقیدیں ۳۳۲
اختتام کتاب ۳۳۳
اضافات افاضات ۳۳۵
نفحہ ۲۲ ۳۳۵
ایک عذر لنگ ۳۳۶
عرف کی بحث، مخالفین کا دعوٰی کہ ہم نے یمین
یدیہ کے جو معنٰی بتائے یہ عرف عوام ہے اس
لئے اس کو کسی اصطلاحی اور فنی تحریر سے رَد
نہیں کیا جاسکتا۔ ۳۳۶
اعلٰحضرت کی تنقیدیں ۳۳۶
معنیٔ قرب کا بیان اور مثالیں ۳۴۳
قرب کی اقسام ۳۴۳
قرب مطلق کی تفسیر میں گیارہ فقہی عبارتیں ۳۴۴
مزید دو تنقیدیں ۳۵۲
میزان فہم کا بیان اور ختم کتاب ۳۵۳

فضائل و مناقب

○ رسالہ طی الافاعی حمی ھاد
رافع الرفاعی (سیدنا امام احمد رفاعی اور
سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما

کی عظمت کا بیان) ۳۶۷
مقبولانِ بارگاہ احدیت میں ایک کو افضل
دوسرے کو مفضول نہ بتائے۔ ۳۶۸
حضرت سیدی احمد رفاعی رضی اللہ تعالٰی عنہ
سرداران اولیاء میں سے ہیں۔ ۳۶۹
حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دستِ مبارک
روضۂ انور سے بوسہ کے لئے نکالنا۔ ۳۷۰
حضور سرکار غوثیت کا سب سے پہلا حج ۳۷۰
سرکار غوث پاک نے حضرت احمد رفاعی کے
ہاتھ پر بیعت کی' غلط ہے۔ ۳۷۱
سرکار غوثیت کی عطا سے سید احمد رفاعی قطبیت
پر فائز ہوئے۔ ۳۷۱
ہر غوث اپنے دَور میں سب اقطاب کا افسر ہے ۳۷۳
سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بعد سے
غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی "تا ظہورِ
امام مہدی غوث الکل ہیں۔ ۳۷۳
حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی کرامات
بے شمار ہیں۔ ۳۷۵
سیدنا غوث پاک کی کرامت مُردے جلانا
بھی ہے۔ ۳۷۶
بہجۃ الاسرار مستند و معتبر کتاب ہے۔ ۳۸۰
کتاب بہجۃ الاسرار سے گیارہ احادیث ۳۸۱
حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا فرمانا
کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔ ۳۸۱
تمام جہان کے اولیاء نے گردنیں جُھکا دیں۔ ۳۸۳

حضور غوث پاک نے فرمایا کہ میں جن و ملک و انسان سب کا پیر ہوں۔ ۳۸۶

اللہ تعالیٰ نے اولیاء میں حضور غوث پاک کا مثل نہ پیدا کیا نہ کبھی پیدا کرے۔ ۳۸۷

حضرت احمد رفاعی نے فرمایا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی تمام اولیاء کے سردار ہیں۔ ۳۸۸

حضور سیدنا غوث پاک شریعت و طریقت و حقیقت کے امام ہیں۔ ۳۹۰

اللہ تعالیٰ نے حضور غوث پاک کے مخالف سے لڑائی کا اعلان فرما دیا ۳۹۱

تذییل ۳۹۱

امام ابن حجر مکی اور ملا علی قاری کی گیارہ عبارات ۳۹۲

حضور غوث پاک اور تمام مخلوقات میں بین آسمان کا فرق ہے ۳۹۳

آپ کی مشہور کرامت کہ جب چاہیں ظاہر ہوں جب چاہیں نظروں سے چھپ جائیں۔ ۳۹۴

فرمانِ غوث پاک ہے، بیشک میری آنکھ کی پتلی لوحِ محفوظ میں ہے۔ ۳۹۶

حضرت سید احمد رفاعی نے قدمی الخ ارشاد پر سر جھکا لیا۔ ۳۹۷

اولیاء متقدمین نے غوثیت مآب کی ولادت کی خبر تقریباً سو برس پہلے دی تھی۔ ۳۹۸

ابن السقا کا انجام اور اس کا سبب ۳۹۹

○ رسالہ فتاویٰ کراماتِ غوثیہ (غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شبِ معراج بارگاہِ رسالت میں حاضری سے متعلق تین سوال کے جواب) ۴۰۲

مسئلہ اولیٰ ۴۰۳

نظم ۴۰۳

شبِ معراج حضور پُرنور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سواری کے وقت براق کا شوخی کرنا، جبرئیل علیہ السلام کا اُسے تنبیہ فرمانا، براق کا شرمندگی سے پسینہ پسینہ ہونا اور ٹھہر کر زمین سے پیوست ہونا ثابت ہے۔ ۴۰۵

دلائل و حوالہ جات ۴۰۵

نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان کہ میرا قدم تیری گردن پر اور تیرا قدم اولیاء اللہ کی گردنوں پر۔ ۴۰۷

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آسمانوں میں ارواحِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، جنت میں بلال، مقعد صدق میں اویس قرنی اور بہشت میں زوجۂ ابوطلحہ وغیرہ کو دیکھا۔ ۴۰۸

روحِ غزالی کا جناب کلیم اللہ سے کلام کرنا۔ ۴۱۰

شیخ گنجوی کی غاشیہ برداری ۴۱۰

سدرۃ المنتہیٰ پر جلوہ گری ۴۱۰

نورِ عرش میں چھپا ہوا شخص ۴۱۱

مطالب چند قسم ہیں، ہر قسم کا مرتبہ جدا ہے ۴۱۱

اور ہر مرتبہ کا پایۂ ثبوت علیحدہ ہے۔ ۴۱۱

بعض مطالب کا احادیث میں ظہور نہ ہونا مضر نہیں بلکہ کلماتِ علماء و مشائخ کا ذکر کافی ہے۔ ۴۱۱

www.alahazratnetwork.org

دو روایتوں میں بظاہر تنافی کا جواب	٣١٢
مسئلہ دوم	٣١٢
ایک رسالہ کے مندرجات کے بارے میں پانچ سوالات اور ان کا جواب۔	٣١٣
کیا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے شبِ معراج حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کندھا دیا۔	٣١٣
کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان ہے کہ میرے بعد اگر نبی ہوتا تو وہ پیرانِ پیر ہوتے۔	٣١٣
کیا ارواح کی زنبیل غوثِ اعظم نے عزرائیل علیہ السلام سے چھینی تھی۔	٣١٣
کیا ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے روحِ غوثِ اعظم کو دودھ پلایا۔	٣١٣
عوام کے عقیدہ میں یہ بات بھی ہوتی ہے کہ غوث پاک کا مرتبہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بھی زیادہ ہے، اس کی کیا حیثیت ہے	٣١٣
جواب سوال نمبر ٢	٣١٣
اقدامِ نبوت میں غیر نبی کا حصہ نہیں۔	٣١٥
میرے بعد نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔	٣١٥
اگر ابراہیم جیتے تو صدیق و پیغمبر ہوتے۔	٣١٥
ابو محمد جوینی کا مقام	٣١٦
جواب سوال نمبر ٤	٣١٦
امور خارق للعادۃ اسباب ظاہرہ پر موقوف نہیں۔	٣١٧
روح فی نفسہا مادیہ نہ سہی تاہم مادے سے اس کا تعلق بدیہی ہے۔	٣١٧
جسم جسمِ شہادت میں منحصر نہیں، جسمِ مثالی بھی کوئی چیز ہے۔	٣١٧
شک نہیں کہ روحِ مفارق کی طرف نصوصِ متواترہ میں نزول وصعود ووضع وتمکن وغیرہ اعراضِ جسم وجسمانیات قطعاً منسوب ہیں۔	٣١٧
ارواحِ شہدا کا میوہ ہائے جنت کھانا ثابت ہے۔	٣١٧
حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جنت میں مدتِ رضاعت پوری کرنا	٣١٨
جواب سوال نمبر ٣	٣١٨
زنبیلِ ارواح چھین لینا خرافاتِ مخترعہ جہال سے ہے۔	٣١٨
رسل، ملائکہ، اولیاء بشر سے بالاجماع افضل ہیں۔	٣١٨
جواب سوال نمبر ٥	٣١٩
سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی افضلیت۔	٣٢٠
جواب سوال نمبر ١	٣٢٠
وقت رکوب براق یا صعود عرش غوث پاک کا پائے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نیچے گردن رکھنا نہ شرعاً محال ہے نہ عقلاً۔	٣٢٠
سدرۃ المنتہٰی باعتبار اجسام کے منتہائے عروج ہے نہ کہ باعتبار ارواح کے۔	٣٢٠
اکابر اولیاء کا عروج روحانی۔	٣٢٠

بندگانِ خدا کا حضور روحانی۔ ۴۲۱
شانِ بلال و ام سلیم رضی اللہ تعالٰی عنہما ۴۲۱
تذکرہ وعظمت حارثہ بن نعمان ونعیم بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ ۴۲۳
نورِ عرش میں غائب مرد۔ ۴۲۴
غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے مریدین سمیت سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیچھے شبِ اسرٰی بیت المعمور میں نماز پڑھی۔ ۴۲۴
مرثیہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ "بابی انت وامی یا رسول اللہ"۔ ۴۲۶
حضرات مشائخ کرام کے علوم سند ظاہری حدثنا فلان عن فلان میں منحصر نہیں۔ ۴۲۶
بہجۃ الاسرار اور اس کے مصنف کے خلاف ایک بحرینی کے رسالے کا ذکر۔ ۴۲۶
خلاصۂ کلام (بالجملہ) ۴۲۷
مسئلہ ثالثہ ۴۲۷
تحفۂ قادریہ شریف اعلٰی درجہ کی مستند کتاب ہے۔ ۴۲۹
خلاصہ جواب تھانوی و دیوبند ۴۳۱
خاتونِ جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا انسانی شکل میں حور ہیں اور حیض و نفاس سے پاک ہیں ۳۶۱
عقیدہ کیا چیز ہے۔ ۳۶۲
حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کون کون سے اولیاء سے افضل ہیں۔ ۳۶۲
مناقب غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ۳۶۲
انا شیخ الکل ۳۶۴

سرکارِ غوثِ اعظم کے دو ہمعصر ولیوں کا خراجِ تحسین ۳۶۳
سیدنا خضر علیہ السلام کا اظہارِ تعظیم ۳۶۴
اللہ عزوجل کے ناموں کا شمار نہیں کہ اس کی شانیں غیر محدود ہیں۔ ۳۶۵
رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نام بکثرت ہیں، مصنف علیہ الرحمہ نے تقریباً چودہ سو پائے ہیں۔ ۳۶۵
کثرتِ اسماء شرفِ مسمّٰی سے ناشی ہے۔ ۳۶۵
سورۂ فاتحہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صریح مدح ہے۔ ۳۶۶
الصراط المستقیم کیا ہے۔ ۳۶۶
انعمت علیہم کے چاروں فرقوں کے سردار انبیاء ہیں۔ ۳۶۶
انبیاء کے سردار محمد مصطفٰی ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ ۳۶۶
ایک تفسیر کے مطابق ہر آیت نعتِ مصطفٰی ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ ۳۶۶
اچھے خواب پر عمل خوب ہے اور اچھا وہ کہ موافقِ شرع ہو۔ ۳۶۶
مولائے علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لال کافر کو مارنے والا قصہ بے اصل ہے۔ ۳۶۶
استنِ حنانہ کو جنت کا درخت بنایا جائیگا۔ ۳۶۶

رسالہ تنزیہ المکانۃ الحیدریۃ عن وصمۃ عہد الجاھلیۃ (حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے کبھی بھی شرک کا ارتکاب نہ کرنے کا

www.alahazratnetwork.org

عمدہ مدلل بیان) ۴۳۳

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتنی عمر میں ایمان لائے۔ ۴۳۴

جو عاقل بچہ اسلام لائے حکم اسلام میں وہ مستقل بالذات ہے۔ ۴۳۴

بچہ قبل بلوغ دین میں اپنے والدین کا تابع ہے جبکہ خود مسلمان نہ ہوا ہو۔ ۴۳۶

حضرت حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پرورش سید الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کنارِ اقدس میں ہوئی۔ ۴۳۶

بتوں کی نجاست سے آپ کا دامن کبھی آلودہ نہ ہوا۔ ۴۳۶

لقب "کرم اللہ تعالیٰ وجہہ" کا سبب ۴۳۶

صدق مشتق قیام مبدأ کو مستلزم ہے۔ ۴۳۷

کفر تکذیب ہے۔ ۴۳۷

تکذیب بے ادراک و تمیز نامتصور۔ ۴۳۷

ثبوت کافی کے محتاج دو امر ۴۳۸

امر اول ۴۳۸

امر دوم ۴۳۸

اہل فترت تین قسم پر ہیں، موحد، مشرک اور غافل۔ ۴۳۸

قس بن ساعدہ اور زید بن عمرو بن نفیل کا تذکرہ (حاشیہ) ۴۳۸

علامہ زرقانی اور دیگر ائمہ کی (اہل فترت کے بارے میں) عبارات۔ ۴۳۹

آیت کریمہ "وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا" کی تفسیر۔ ۴۴۱

غیر قطعی الدلالۃ نص سے احادیث صحیحہ کے رد کا ارتکاب نہیں کیا جاسکتا۔ ۴۴۲

آیت کریمہ "ذٰلك ان لم یکن ربك مهلك القرٰی بظلم و اهلها غٰفلون" میں کون سے عذاب کی نفی ہے اور غفلت سے کیا مراد ہے۔ ۴۴۲

قبل بعثت وجوبِ ایمان اور حرمت کفر دونوں نہیں۔ ۴۴۴

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدین کریمین کفر سے منزہ ہیں۔ ۴۴۵

زمانۂ فترت میں حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا موحدہ یا غافلہ تھیں۔ ۴۵۰

باجماع ائمہ اشاعرہ حسن و قبح مطلقاً شرعی ہیں ۴۵۱

حسن و قبح کے بارے میں بعض ائمہ ماتریدیہ کا موقف۔ ۴۵۱

حسن و قبح کے بارے میں تین اقوال ہیں۔ ۴۵۲

کفر اخبثِ معاصی ہے۔ ۴۵۳

انتفائے عام مستلزم انتفائے خاص ہے ۴۵۳

ناسمجھ بچے کو "تبعیت والدین" یا "دار کافر" کہنے کا کیا معنی ہے۔ ۴۵۳

مسئلۂ مذکورہ میں عباراتِ علماء ۴۵۴

تکمیل ۴۵۶

مناقب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۴۵۶

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی بت پرستی

www.alahazratnetwork.org

نہیں کی بلکہ بچپن میں پتھر مار کر بُت کو مُنہ کے بل گرادیا۔ ۴۵۶

بوقتِ ولادتِ صدیقِ اکبر آپ کی والدۂ ماجدہ کو ہاتفِ غیبی کی بشارت۔ ۴۵۶

سولہ برس کی عمر سے لے کر آخر دم تک صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نبی پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی معیت وخوشنودی میں رہے اور قیامت تک رہیں گے بلکہ حضور پُرنور کے ساتھ خلدِ بریں میں داخل ہوں گے۔ ۴۵۷

اس سوال کا جواب کہ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ اگر ہمیشہ مسلمان تھے تو پھر تیرہ یا دس یا نو یا آٹھ برس کی عمر میں اسلام لانے کا کیا معنٰی ہے۔ ۴۵۸

حضرت مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ ہمیشہ سے مسلمان ہیں اور ابدالآباد تک رہیں گے۔ ۴۵۹

مذکورہ بالا دونوں بزرگوں کا عالمِ ذریت سے روزِ ولادت تک اسلام میثاقی، سنِ ولادت سے سنِ تمیز تک اسلام فطری اور سنِ تمیز سے روزِ بعثت تک اسلام توحیدی تھا۔ ۴۵۹

حکم بے تصور محکوم علیہ محال قطعی ہے۔ ۴۶۰

جس چیز سے ذہن اصلاً خالی ہو اس کی تصدیق و تکذیب دونوں ممتنع عقلی ہیں۔ ۴۶۰

زمانِ فترت میں صرف توحید مدارِ اسلام و مناطِ نجات و نافیِ کفر تھی۔ ۴۶۰

صدیق و مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما کی نسبت یہ الفاظ کہ فلاں دن مسلمان ہوئے، اس روز اسلام لائے۔ ان کے اسلامِ سابق کے مخالف نہیں۔ ۴۶۱

مصنف علیہ الرحمہ کی تقریر سے روافض کا نفی خلافتِ صدیقی پر ایک سفیہانہ استدلال اور یونہی تفضیلیہ کا قدمِ اسلام کو خاصۂ حضرت مرتضوی قرار دینے کا باطل خیال مدفوع ومقہور ہوگیا۔ ۴۶۲

مصنف علیہ الرحمہ کی تحقیقِ انیق۔ ۴۶۲

صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی افضلیت۔ ۴۶۲

عباراتِ علماء سے تائید۔ ۴۶۳

امیر المومنین فاروقِ اعظم و امیر المومنین عثمانِ غنی رضی اللہ تعالٰی عنہما کا مقام ومرتبہ۔ ۴۶۴

فضلِ جزئی اور فضلِ کُلّی میں فرق۔ ۴۶۴

فضلِ جزئی مفضول کو بھی افضل پر مل سکتا ہے۔ ۴۶۴

حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قدیم الاسلام ہونے کے بارے میں ایک سوال کا جواب۔ ۴۶۵

آیتِ کریمہ "ماکنت تدری ما الکتٰب و لاالایمان ولکن جعلنٰہ نورا" کی تفسیر۔ ۴۶۶

صفاتِ الٰہی کی دو قسمیں ہیں (۱) وہ جن کی معرفت عقلی دلیلوں سے ہوسکتی ہے (۲) وہ جن کی معرفت سمعی دلیلوں کے بغیر ممکن نہیں۔ ۴۶۶

www.alahazratnetwork.org

رسالہ غایۃ التحقیق فی امامۃ العلی والصدیق (حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت کا بیان) ۴۶۹

دو مسئلوں پر مشتمل استفتاء ۴۶۹

مسئلہ اول ۴۶۹

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے وقتِ رحلت یا کسی اور وقت اپنے بعد اپنا جانشین کس کو مقرر کیا۔ ۴۶۹

جانشینی ونیابت دو قسم پر ہے۔ ۴۶۹

قسم اول جزئی مقید کہ امام کسی خاص کام یا خاص مقام پر عارضی طور پر کسی خاص وقت کے لئے دوسرے کو اپنا نائب کرے۔ ۴۶۹

بعض جزئی مقید نائبین کے اسماءِ گرامی۔ ۴۷۰

قسم دوم کلی مطلق کہ حیاتِ مستخلف سے جمع نہیں ہوسکتی۔ ۴۷۱

جانشینیٔ کلی مطلق کے بارے میں علی الاعلان بتصریح نام کسی کے لئے رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے نصِ صریح نہیں فرمائی۔ ۴۷۱

مسئلہ مذکورہ کی تائید احادیث مبارکہ سے۔ ۴۷۱

خلفاء ثلثہ کی خلافت کے بارے میں ارشادِ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہم۔ ۴۷۲

نیابتِ کلی مطلق کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے اشاراتِ جلیلہ واضحہ۔ ۴۷۳

خلافتِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ۴۷۳

اشارہ نمبر۱ ۴۷۴

اشارہ نمبر۲ ۴۷۴

اشارہ نمبر۳ ۴۷۴

اشارہ نمبر۴ تا نمبر۷ ۴۷۵

اشارہ نمبر۸ و نمبر۹ ۴۷۶

اشارہ نمبر۱۰ ۴۷۷

مسئلہ دوم ۴۷۸

خلفاءِ ثلثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے آیا حضرت علی علیہ السلام افضل تھے یا کم۔ ۴۷۸

افضلیت خلفاء اربعہ۔ ۴۷۸

خلفاء اربعہ میں باہم ترتیب فضیلت۔ ۴۷۸

فضیلتِ شیخین رضی اللہ تعالےٰ عنہما پر چند ارشاداتِ ائمہ اہلبیت۔ ۴۷۸

چند احادیثِ مرتضوی ۴۸۰

حدیث اول، دوم، سوم ۴۸۰

حدیث چہارم ۴۸۱

حدیث پنجم وششم ۴۸۲

حدیث ہفتم، ہشتم، نہم ۴۸۳

حدیث دہم ۴۸۴

کتاب مستطاب "سبع سنابل" بارگاہِ رسالتمآب میں قبول عظیم پر واقع ہوئی۔ ۴۸۵

میر عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل وکمالات۔ ۴۸۵

مسئلہ تفضیل کے بارے میں کتاب "کاشف الاستار" کے چند اقتباسات۔ ۴۸۶

www.alahazratnetwork.org

کوئی ولی کسی نبی کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ ۴۸۷

○ رسالہ الزلال الانقٰی من بحر سبقۃ الاتقٰی (افضلیتِ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰے عنہ کا بیان) ۴۹۱

خطبۂ کتاب ۴۹۱

عربی اشعار در مدح علامہ مفتی نقی علی خاں علیہ الرحمہ ۴۹۶

عربی اشعار در مدح مولانا شاہ رضا علی نقشبندی علیہ الرحمہ ۴۹۶

سببِ تصنیفِ کتاب ۴۹۶

تاریخِ تصنیف ۴۹۹

یہ کتاب مصنف کی پندرھویں تصنیف ہے ۵۰۰

تفسیر آیت کریمہ یاایھا الناس انا خلقنٰکم الخ ۵۰۰

فضیلت کا مدار تقوٰی پر ہے ۵۰۱

شانِ نزول ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم۔ ۵۰۲

شانِ نزول اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس الخ۔ ۵۰۲

نسب پر فخر اور اموال پر گھمنڈ کی ممانعت (حدیث سے) ۵۰۳

شانِ نزول و سیجنبھا الاتقٰی الخ ۵۰۵

حضرت بلال کی آزمائش اور صدیق اکبر کا آزاد کرنا (رضی اللہ تعالٰے عنہما) ۵۰۶

حضرت عامر اور دیگر چھ صحابہ کو صدیق اکبر کا آزاد کرنا (رضی اللہ تعالٰے عنہم) ۵۰۹

سات ان صحابہ کرام کا نام جن کو صدیق اکبر نے آزاد فرمایا (رضی اللہ تعالٰی عنہم) ۵۰۹

شانِ نزول امّا من اعطٰی واتقٰی۔ ۵۱۰

صدیق اکبر نے حضرت بلال رضی اللہ تعالٰے عنہ کو کتنے میں خریدا۔ ۵۱۱

حضرت عمار بن یاسر کے اشعار صدیق اکبر و بلال کے بارے میں (رضی اللہ تعالٰی عنہم) ۵۱۱

الاتقٰی سے کون مراد ہے (تفاسیر کی روشنی میں) ۵۱۲

اتقٰی سے صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو مراد لینے پر دلیل عقلی۔ ۵۱۳

حضرت مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کا آغوشِ رسالت میں پرورش پانا۔ ۵۱۴

حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا فرمان مجھے کسی کے مال نے اتنا فائدہ نہ دیا جتنا ابوبکر کے مال نے۔ ۵۱۸

حضور ابوبکر کے مال سے اپنا قرض ادا فرماتے جس طرح اپنے مال سے۔ ۵۱۹

صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا چالیس ہزار دینار خرچ کرنا۔ ۵۱۹

فضیلتِ صدیق اکبر میں ایک ایمان افروز حدیث (رضی اللہ تعالٰے عنہ) ۵۲۰

ابوبکر پر کسی کا ایسا احسان نہ تھا جس کا بدلہ دیا جائے (رضی اللہ تعالٰے عنہ) ۵۲۲

حدیث: میں تو بانٹتا ہوں اللہ دیتا ہے۔ ۵۲۳

والدین کے احسان اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے احسان کا فرق۔ ۵۲۴

غلام کو آزاد کرنا ایسا ہے جیسے اسے زندہ کرنا ۵۲۵

www.alahazratnetwork.org

شکر نعمت پر بمعنی برائتِ ذمہ از شکر عقلاً محال ہے۔ ۵۲۶
فضیلتِ فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ۵۲۶
فرقۂ تفضیلیہ کا ردِّ بلیغ ۵۲۷
فضیلت سیدنا عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ اور انھیں افضل کہنے والوں کا رد۔ ۵۲۷
صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مراد لینا آیت اَلْاَتْقٰی میں اجماعی ہے۔ ۵۳۰
تفضیلیہ کے تین شبہات کا رد ۵۳۰
پہلا مقدمہ کہ الفاظ کو اپنے ظاہر سے پھیرنا منع مگر بحاجت شدیدہ۔ ۵۳۱
دوسرا مقدمہ کہ تفاسیر میں جو کچھ ہے سب واجب القبول نہیں۔ ۵۳۲
تفسیر مرفوع بہت تھوڑی ہے اور علم تفسیر کی اہمیت۔ ۵۳۲
تفسیر کے چار اصول اور موضوعات کی بحث ۵۳۳
تفسیر ابن عباس کی بحث ۵۳۹
موضوع اور ضعیف اقوال کے نقصانات ۵۴۲
حدیث سے دین کا نظام ہے مگر فقیہ کے سوا سب کو گمراہی کا اندیشہ ہے۔ ۵۴۶
فقہ، اثباتِ شبہات اور نادان عقل کو حاکم بناکر نہیں حاصل ہوتا۔ ۵۴۶
ضروری تنبیہ بابت تفاسیر قرآن ۵۴۶
مقتضائے لغت کے مطابق تفسیر کرنے کا بیان۔ ۵۴۸
تیسرا مقدمہ وجوہِ تاویل کے بیان میں ۵۴۹
وجوہِ تاویل کی مثالیں ۵۵۲
چوتھا مقدمہ: اتقٰی کی تفسیر تقی کرنے والا صرف ابوعبیدہ خارجی ہے۔ ۵۵۶
ابوعبیدہ قاسم بن سلام کی توثیق ۵۵۶
پانچواں مقدمہ: اشقٰی کی تفسیر شقی سے مخالف کے استدلال کا جواب۔ ۵۵۹
عبدالرحمٰن بن ملجم خارجی تھا ۵۶۲
صیغہ افعل التفضیل کا معنٰی ۵۶۳
تفسیر نارًا تلظّٰی اور انّھا تلظّٰی ۵۶۶
شانِ نزول انّ الشرک لظلمٌ عظیم۔ ۵۶۹
قاضی بیضاوی اور قاضی ابوبکر شافعی پر ایراد ۵۷۶
ابوعبیدہ کا رد اتقٰی کی تفسیر تقی سے کرنے پر ۵۷۸
ابوطالب کا نعتیہ قصیدہ اور عذاب میں تخفیف کا بیان۔ ۵۷۹
امام رازی کے قول کی تضعیف ۵۸۵
تقوٰی کے درجات میں پہلا درجہ کفر سے بچنا ہے ۵۸۶
اتقٰی کے معانی پر مزید بحث ۵۸۶
علماء نے استخدام اور توریہ کو بدیع کی علاوہ قسم شمار کیا ہے۔ ۵۸۹
تفسیر عزیزی کے ایک قول پر کلام ۵۹۳
ابوطالب کے عذاب میں تخفیف سے متعلق صحیحین کی حدیث۔ ۵۹۵
کفر وایمان کا کم زیادہ نہ ہونا اجماعی ہے اور اختلاف لفظی ہے۔ ۵۹۹

www.alahazratnetwork.org

شبہات کا جواب چند وجوہ سے ۶۰۱
تفسیر عزیزی میں منقول ایک شبہہ کا جواب ۶۰۲
اسم تفضیل کی تفصیل وتشریح ۶۰۲
علامہ جامی علیہ الرحمہ کے قول سے استدلال ۶۰۶
رضی استرابادی کے قول سے استدلال ۶۰۷
حضرت عیسٰی علیہ السلام کی حیات سے معارضہ کا جواب۔ ۶۰۸
حدیث "خاتمہ کا اعتبار ہے" سے معارضہ کا جواب۔ ۶۰۹
شاہ عبدالعزیز کے ایک ارشاد پر کلام ۶۰۹
راجح مذہب پر سیدنا عیسٰی علیہ السلام دنیا میں زندہ ہیں۔ ۶۱۰
معتمد ومختار یہ ہے کہ خضر علیہ السلام نبی ہیں ۶۱۰
صفت کا اطلاق کسی پر آئندہ کے لحاظ سے مجاز ہے۔ ۶۱۰
تحقیقِ رضوی بابت افعل التفضیل ۶۱۱
مجمل آیت کا اگر بیان نہ ہوا تو وہ متشابہات میں شمار ہوگی۔ ۶۱۲
صدیق اکبر کا پہلے اسلام لانا اشعارِ حسان کی روشنی میں (رضی اللہ تعالٰی عنہما) ۶۱۳
شانِ صدیق اکبر اشعارِ حسان کی روشنی میں (رضی اللہ تعالٰی عنہما) ۶۱۳
افضلیتِ صدیق اکبر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) ۶۱۶
تفضیلیہ کی ایک منطقی دلیل کا رد بوجوہ چند ۶۱۷
وجہ اول (۱) ۶۱۷
اہلِ جاہلیت کا نسب پر فخر کرنا ۶۱۸
وجہ ثانی (۲) ۶۲۰
اتقٰی اور اکرم (بمعنی افضل) میں فرق ۶۲۰
تقوٰی کی تعریف آیات واحادیث کی روشنی میں۔ ۶۲۰
وجہ ثالث (۳) ۶۲۲
بطرز دیگر اثبات مدعٰی پر منطقی دلیل ۶۲۵
وجہ رابعہ (۴) ۶۲۷
حدیث کہ تم میں افضل وہ ہے جو تم میں اتقٰی ہے۔ ۶۲۸
خطبۂ فتح مکہ ۶۳۰
آدمی کی دو قسمیں ہیں برّ وتقی اور فاجر وشقی۔ ۶۳۱
حدیث من سرّہ ان یکون اکرم الناس فلیتق اللہ۔ ۶۳۲
وجہ خامس (۵) ۶۳۲
ایک اعتراض کا جواب ۶۳۳
وجہ سادس (۶) ۶۳۳
حدیث الکرم التقوی والشرف التواضع ۶۳۴
حدیث الحیاء زینة والتقوی کرم ۶۳۴
حدیث مروءتہ عقلہ ۶۳۴
حدیث حسبہ خلقہ والشرف التواضع ۶۳۵
حدیث الکرم التقوی وکرم المرء دینہ ۶۳۵
موضوع ومحمول اور معرفہ ونکرہ سے متعلق ایک ضابطے کا افادہ۔ ۶۳۵
لام جب عہد کیلئے نہ ہو استغراق کیلئے ہوگا (ضابطہ نحویہ) ۶۳۷

www.alahazratnetwork.org

وجہ سابع (۷)	۶۳۷
حدیث احب الاعمال الی اللہ الصلوٰۃ الخ	۶۳۸
احادیث فضائل اعمال میں ترتیب کا معنی اور زعم عجیب کا رد۔	۶۳۸
تذییل اس بارے میں کہ کلام میں خبر کو مقدم یا مؤخر کرنا کیا حیثیت رکھتا ہے۔	۶۳۹
خبر کو مقدم کرنا کلام فصیح میں نادر نہیں۔	۶۳۹
تقدیم خبر پر بعض احادیث سے استدلال	۶۳۹
حدیث خیرکم لاھلہ الخ	۶۴۱
حدیث خیر نساء رکبن الابل الخ	۶۴۲
حدیث خیر الاصحاب عند اللہ خیرھم لصاحبہ الخ	۶۴۲
حدیث خیر الذکر الخفی	۶۴۳
حدیث افضل الصدقۃ سر الی فقیر	۶۴۳
آیت وان تخفوھا وتؤتوھا الفقراء فھو خیر لکم۔	۶۴۳
حدیث ان افضل الضحایا اغلاھا واسنھا۔	۶۴۴
حدیث افضل الاعمال الایمان باللہ ثم الجہاد الخ۔	۶۴۴
حدیث ان اشد الناس تصدیقا للناس الخ	۶۴۵
حدیث اکثر الناس ذنوبا یوم القیمۃ اکثرھم کلاما فیما لایعنیہ۔	۶۴۵
حدیث ان اولی الناس بی یوم القیمۃ اکثرھم علی الصلوٰۃ۔	۶۴۶
علمائے حدیث کی فضیلت پر استدلال	۶۴۷
حدیث اکثروا من الصلوٰۃ علی فی کل یوم جمعۃ الخ۔	۶۴۷
تکمیل ابتدا کو خبر پر مقدم کرنے کی بحث	۶۴۹
متون بسا اوقات اطلاق کی راہ چلتے ہیں اور ضروری قیدیں چھوڑ دیتے ہیں۔	۶۴۹
علم فقہ کثرت مراجعت، عبارات فقہا کی تلاش کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔	۶۵۰
چند غلط فتووں کی نشان دہی جو ناقص مفتیوں نے صادر کئے۔	۶۵۰
خبر کو مقدم کرنے کے نکات وحکم	۶۵۲
آیت ان اکرمکم سے متعلق ایک اور اعتراض کا شافی جواب (منطقی بحث)	۶۵۳
تنبیہ، سفہاء کے ایک اور اعتراض کا جواب بوجوہ ثلثہ۔	۶۶۰
حدیث لیس لاحد فضل علی احد الا بالدین الخ (کسی کو کسی پر فضیلت نہیں مگر دین سے)	۶۶۱
حدیث فانک لست بخیر من اسود واحمر الخ (سیاہ فام اور سرخ سے تم کو فضیلت نہیں مگر تقوٰی سے)	۶۶۳
حدیث خطبۃ الوداع	۶۶۳
کل اکرم اتقی کے معنی کی تحلیل تین قضیوں سے	۶۶۴
اشعار، قد قدر اللہ فلا تنکرا الخ (از اعلٰحضرت قدس سرہ)	۶۶۵
خاتمہ، افضلیت صدیق اکبر کی قطعیت پر بحث۔	۶۶۶

www.alahazratnetwork.org

Sani R-01

علمِ یقین کا منکر کافر اور علمِ طمانیت کا منکر گمراہ و بدمذہب ہے۔ ۶۶۷

وزنِ اعمال، رؤیتِ وجہِ کریم، مسئلہ اسراء سماوات وغیرہ قطعی بعلمِ طمانیت ہیں۔ ۶۶۷

معتزلہ اور اگلے روافض کی عدمِ تکفیر ۶۶۸

تفضیلیہ کی عدمِ تکفیر، لیکن ابتداع (بدمذہب ہونا) ثابت ہے۔ ۶۶۹

افضلیتِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ پر اجماعِ صحابہ۔ ۶۶۹

ذکر مطلع القمرین کا ۶۷۰

تعارضِ نصوص کا معنٰی اور اس کی قسمیں ۶۷۰

مسئلۂ افضلیت میں کلماتِ علماء کے درمیان تطبیق و توفیق۔ ۶۷۱

مسئلۂ ظنی میں آزادی اختیار کرنے والوں کو تنبیہ و تہدید۔ ۶۷۲

بعض کو خاطی جاننا بہتر اس سے کہ ائمۂ دین میں کسی فریق کو خاطی ٹھہرایا جائے۔ ۶۷۳

فرمانِ علی، جو مجھ کو ابوبکر و عمر پر فضیلت دے گا اس کو مفتری کی حد لگاؤں گا۔ ۶۷۴

حدیث ادرؤا الحدود (حدود کو دفع کرو) ۶۷۵

حدیث فان الامام الخ (امام کا درگزر میں خطا کرنا عقوبت میں خطا سے بہتر ہے) ۶۷۵

میمون بن مہران تابعی اور افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہما ۶۷۶

مالک بن انس " " " " " " ۶۷۶

امام اعظم ابوحنیفہ " " " " " ۶۷۷

امام شافعی " " " " " ۶۷۷

امام ابوالحسن اشعری۔ " " " " ۶۷۸

امام حجۃ الاسلام غزالی۔ " " " " ۶۷۸

حافظ ابن حجر عسقلانی۔ " " " " ۶۷۸

امام احمد بن محمد قسطلانی۔ " " " " ۶۷۸

امام عبدالباقی زرقانی۔ " " " " ۶۷۸

حضرت ملا علی قاری۔ " " " " ۶۷۸

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی " " " " ۶۷۸

لطیفہ، مفاتیح امام رازی سے سورہ والضحٰی اور والیل کے یکجا ہونے پر نکات عجیبہ۔ ۶۷۹

سورۃ الضحٰی، والیل کے سلسلے میں افادات امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ۔ ۶۸۰

لطیفہ، آیاتِ کریمہ سے تفضیلِ صدیق بر مولا علی پر ایک نکتہ عجیبہ۔ ۶۸۲

تمام اجلۂ صحابہ مقام فنا و بقا میں تمام اکابر اولیاء سے بلند و بالا ہیں۔ ۶۸۳

www.alahazratnetwork.org

فہرست ضمنی مسائل

عقائد وکلام

تشیع، غلو فی التشیع اور رفض کی تعریف ۷۷
ترتیب خلافت وفضیلت کی تشریح میں علامہ تفتازانی، ابن حجر مکی اور امام مالک کا مسلک ۷۸
عثمان غنی اور مولا علی رضی اللہ تعالٰی عنہما کے درمیان افضلیت میں ملا علی قاری علیہ الرحمہ کا قول۔ ۷۸
کفر وایمان کا کم زیادہ نہ ہونا اجماعی ہے اور اختلاف لفظی ہے۔ ۲۹۹
اللہ عزوجل کے ناموں کا شمار نہیں کہ اس کی ثنائیں غیر محدود ہیں۔ ۳۶۵
اقدامِ نبوت میں غیر نبی کا حصہ نہیں۔ ۳۱۵
ارواحِ شہدا کا میوہ ہائے جنت کھانا ثابت ہے۔ ۳۱۷
نبی ملائکہ، اولیاء، بشر سے بالاجماع افضل ہیں۔ ۴۱۸
جو عاقل بچہ اسلام لائے حکمِ اسلام میں وہ مستقل بالذات ہے۔ ۴۳۳
بچہ قبل بلوغ دین اپنے والدین کا تابع ہے جبکہ خود مسلمان نہ ہوا ہو۔ ۴۳۶
کفر تکذیب ہے۔ ۴۳۷
قبل بعثت وجوبِ ایمان اور حرمتِ کفر دونوں نہیں۔ ۴۴۴
باجماعِ ائمہ اشاعرہ حسن وقبح مطلقاً شرعی ہیں ۴۵۱
حسن وقبح کے بارے میں بعض ائمہ ماتریدیہ کا توقف۔ ۴۵۱
کفر اخبث معاصی ہے۔ ۴۵۳
ناسمجھ بچے کو بتبعیت والدین "یا دار کافر"

www.alahazratnetwork.org

کہنے کا کیا معنیٰ ہے۔ ۳۵۳
زمانِ فترت میں صرف توحید مدارِ اسلام و مناطِ نجات و نافیِ کفر تھی۔ ۳۶۰
فضلِ جزئی اور فضلِ کلی میں فرق۔ ۳۶۳
فضلِ جزئی مفضول کو بھی افضل پر مل سکتا ہے۔ ۳۶۳
فرقۂ تفضیلیہ کا ردِّ بلیغ۔ ۵۲۸
راجح مذہب پر سیدنا عیسٰی علیہ السلام دنیا میں زندہ ہیں۔ ۶۱۰
معتمد و مختار یہ ہے کہ خضر علیہ السلام نبی ہیں۔ ۶۱۰
علم الیقین کا منکر کافر اور علمِ طمانیت کا منکر گمراہ و بدمذہب ہے۔ ۶۶۷
وزنِ اعمال، رویتِ وجہِ کریم، مسئلۂ اسراء سماوات وغیرہ قطعی بعلمِ طمانیت ہیں۔ ۶۶۷
معتزلہ اور اگلے روافض کی عدمِ تکفیر۔ ۶۶۸
تفضیلیہ کی عدمِ تکفیر لیکن ابتداع (بدمذہب ہونا) ثابت ہے۔ ۶۶۹
افضلیتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ پر اجماعِ صحابہ۔ ۶۶۹
تمام اجلّۂ صحابہ مقامِ فنا و بقا میں تمام اکابر اولیاء سے بلند و بالا ہیں۔ ۶۸۳

سیرت وفضائل سید المرسلین

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نام

بکثرت ہیں، مصنف علیہ الرحمہ نے تقریباً چودہ سو پاتے ہیں۔ ۳۶۵
سورۂ فاتحہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صریح مدح ہے۔ ۳۶۶
انبیاء کے سردار محمد مصطفٰے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ ۳۶۶
ایک تفسیر کے مطابق ہر آیت نعتِ مصطفٰے ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ ۳۶۶
شبِ معراج حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سواری کے وقت بُراق کا شوخی کرنا، جبرئیل علیہ السلام کا اُسے تنبیہ فرمانا، بُراق کا شرمندگی سے پسینہ پسینہ ہونا اور ٹھہر کر زمین سے پیوست ہونا ثابت ہے۔ ۴۰۵
حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے آسمانوں میں ارواحِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، جنّت میں بلال، مقعدِ صدق میں اویس قرنی اور بہشت میں زوجۂ ابوطلحہ وغیرہ کو دیکھا۔ ۴۰۸
رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے والدین کریمین کفر سے منزہ ہیں۔ ۴۲۵
والدین کے احسان اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے احسان کا فرق۔ ۵۲۳

فوائدِ تفسیریہ

"اِنما یعمر مساجد اللہ" سے کیا مراد ہے؟ ۱۳۷
قرآن شریف اور حدیثِ نبوی سے اسکی تائید۔ ۱۳۷

www.alahazratnetwork.org

مجھ کو قرآن میں یہ لفظ (بعث یدیہ) ۳۸ مقامات پر ملا۔ ۱۷۸

ان مقامات کی قرآنی آیات کا تفصیلی بیان۔ ۱۷۹

مختلف آیاتِ قرآنی سے معنیٰ عند کی وضاحت۔ ۲۱۰

الصراط المستقیم کیا ہے۔ ۳۶۲

انعمت علیھم کے چاروں فرقوں کے سردار انبیاء ہیں۔ ۳۶۶

آیتِ کریمہ "وماکنا معذبین حتی نبعث رسولا" کی تفسیر۔ ۴۴۱

آیتِ کریمہ "ذٰلك ان لم یکن ربك مهلك القرٰی بظلم واهلها غٰفلون" میں کون سے عذاب کی نفی ہے اور غفلت سے کیا مراد ہے۔ ۴۴۲

آیتِ کریمہ "ماکنت تدری ما الکتٰب ولا الایمان ولکن جعلنٰه نورا" کی تفسیر۔ ۴۴۶

یہ کتاب مصنف کی پندرھویں تصنیف ہے۔ ۵۰۰

تفسیر آیتِ کریمہ یایها الناس انا خلقنٰکم الخ ۵۰۰

شانِ نزول "ان اکرمکم عند الله اتقٰکم"۔ ۵۰۲

شانِ نزول اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس الخ۔ ۵۰۲

شانِ نزول وسیجنبها الاتقی الخ۔ ۵۰۵

شانِ نزول اما من اعطی واتقی الخ۔ ۵۱۰

الاتقی سے کون مراد ہے (تفاسیر کی روشنی میں) ۵۱۲

تفسیر مرفوع بہت تھوڑی ہے اور علمِ تفسیر کی اہمیت۔ ۵۳۲

تفسیر کے چار اصول اور موضوعات کی بحث۔ ۵۳۳

تفسیر ابن عباس کی بحث۔ ۵۳۹

ضروری تنبیہ بابت تفاسیر قرآن ۵۴۶

مقتضائے لغت کے مطابق تفسیر کرنے کا بیان۔ ۵۴۸

تفسیر "نارا تلظّٰی" اور "انها تلظّٰی"۔ ۵۶۶

شانِ نزول ان الشرك لظلم عظیم۔ ۵۶۹

مجمل آیت کا اگر بیان نہ ہوا تو وہ متشابہات میں شمار ہوگی۔ ۶۱۲

آیت ان اکرمکم سے متعلق ایک اور اعتراض کا شافی جواب (منطقی بحث) ۶۵۳

لطیفہ، مفاتیح امام رازی سے سورہ والضحٰی اور واللیل کے یکجا ہونے پر نکاتِ عجیبہ۔ ۶۶۹

سورۃ الضحٰی واللیل کے سلسلے میں افاداتِ امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ۔ ۶۸۰

لطیفہ، آیاتِ کریمہ سے تفضیلِ صدیق بر مولا علی پر ایک نکتہ عجیبہ۔ ۶۸۲

فوائدِ حدیثیہ

متعدد حدیثوں سے احیاءِ سنت کا ثبوت اور اس کی فضیلت پر مختلف کتبِ حدیث سے ایسی حدیثوں کی تخریج۔ (حاشیہ) ۶۲

حدیث ابوداؤد کی متعدد سندیں۔ ۶۵

www.alahazratnetwork.org

متنِ حدیث اور اس امر کی وضاحت کہ مدارِ حدیث محمد بن اسحٰق ہیں۔ ٦٦
درجاتِ حسن میں روایت ابن اسحٰق اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں، اور اسی کو ادنیٰ درجہ کی صحیح کہا جاتا ہے ٧٤
بعض ائمہ نے ابن اسحٰق کی حدیث کو صحیح اور بعض نے حسن کہا۔ ٧٥
ابن اسحٰق کی کچھ مرویات ائمۂ حدیث نے جن کی تائید وتوثیق فرمائی۔ (حاشیہ) ٧٦
محمد ابن عبداللہ، یعقوب ابن شیبہ، ابن حبان، مصعب زبیری کا ابن اسحٰق کی طرف سے دفاع۔ ٧٦
روایت میں بدعتی کے قبول اور رد کا معیار ٧٩
اس روایت میں تدلیس نہیں ہے بلکہ حدثنی زہری ہے۔ ٧٩
راوی کسی شیخ سے کثیر الروایات ہو تو لفظ عن سے روایت میں بھی تدلیس نہیں۔ ٨٠
روایت بطور نزول ابن اسحٰق کی عادت تھی۔ ٨٠
مراسیل کے اعتبار اور عدمِ اعتبار کی تاریخ۔ ٨١
صحابہ کے مراسیل مطلقاً مقبول، دوسروں کے مراسیل باتفاقِ امام اعظم وامام مالک وابن حنبل مقبول ہیں، البتہ ظاہریہ اور جمہور محدثین جو ثلثمائہ کے بعد ہوئے قبول نہیں کرتے۔ ٨٣
ابن اسحٰق کی مروی حدیث کو ابوداؤد نے صحیح کہا ٨٤
لیث ابن سلیم جو ثقہ مدلس ہیں امام منذری نے ان کی سند کو حسن کہا۔ ٨٤
ابوزبیر کی معنعن بروایت لیث ہو تو مقبول ہے ٨٥
صحیح مسلم کی چند حدیثیں بروایت ابوزبیر عن لیث نہیں مگر امام مسلم نے انھیں بھی مقبول رکھا۔ ٨٥
زید بن ثابت سے شادی شدہ زانیوں کے رجم کی روایت ہے، اسی روایت میں ہے کہ عمر نے فرمایا کہ میں آیت کے نزول کے وقت بارگاہِ رسالت میں تھا۔ ٨٥
اس حدیث کی کسی تخریج میں یہ روایت عن عمر عن رسول اللہ نہیں سوائے مذکورہ روایت کے' اور اس میں حضرت قتادہ کو مدلس کہا گیا' اس کے باوجود روایت مقبول ہے۔ ٨٦
فتح مکہ کی دو روایتیں متعارض منقطع ہونے کے باوجود مقبول ہوئیں۔ ٨٦
قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ابن اسحٰق کی معنعن اور غیر معنعن دونوں ہی قسم کی روایتوں سے استدلال کیا اور علماء کے نزدیک مجتہد کا کسی حدیث سے استدلال کرنا اسکی تصحیح ہے۔ ٨٨
ابوداؤد کی عظمت اور اس کی صحت پر پچھلے اماموں کے نصوص۔ ٨٩
حدیث مبحوثہ میں امام زہری کے اکثر شاگردوں میں صرف ابن اسحٰق نے ہی علیٰ باب المسجد اور بین یدیہ کا اضافہ کیا، مخالفین بین یدیہ کی زیادتی کو تسلیم کرتے ہیں اور علیٰ باب المسجد کی زیادتی کو رد کرتے ہیں یہ بڑی زیادتی ہے۔ ٩٣
اس حدیث کی عدمِ شہرت سے اسکے متروک العمل

ہونے کا استدلال غلط ہے۔ ۱۰۷

ایک مرجوح اور مخالف روایت "الاقامۃ احد الاذانین" کا تذکرہ۔ ۱۳۵

اثر جویبر کا بیان ۲۶۱

ابوداؤد کی صحیح حدیث سے اس کے تعارض کا بیان۔ ۲۶۲

حضرت طلق بن علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایات اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اثر کا جواب یہ ہے کہ ان الفاظ میں لفظ فی کی ظرفیت مجازی ہے، یہی صاحبِ فتح اور صاحبِ غایۃ البیان کی تقریر کا مفاد ہے۔ ۲۶۶

اثر عبداللہ بن عمر میں صلٰوۃ مسعودی کے غلط حوالے سے لفظ فیہ کا اضافہ ہے۔ ۲۶۸

ذکر بالجہر کی مخالفت میں عبداللہ بن مسعود کے ایک اثر کی بحث۔ ۲۸۸

فوائد فقہیہ

"بین یدیہ" اور "علی باب المسجد" میں تعارض کے شبہہ کا جواب۔ ۹۵

دیواریں اور کونا بیرونِ مسجد ہے۔ (حاشیہ) ۱۱۴

اذان اور اقامت کے مقامات مختلف ہیں۔ ۱۱۶

فقہاء کی عبارت میں آنے والے لفظ "قالوا" کے مختلف معانی کی عمدہ تفصیل۔ ۱۲۰

اذان و اقامت میں مغایرت کے وجوہ۔ ۱۳۵

مسجد کے اطلاقات کا بیان۔ ۱۳۶

لفظ "ینبغی" کے معنی مستحب قرار دینا ائمہ متاخرین کی اصطلاح ہے، متقدمین کے یہاں یہ لفظ عام ہے۔ ۱۵۰

استحباب میں سنّت بھی داخل ہے اور سنّت کا معاملہ آسان نہیں۔ ۱۵۰

بسا اوقات "ینبغی" وجوب کے لئے ہی آتا ہے۔ ۱۵۰

کراہت مطلقاً شوافع کے نزدیک تنزیہی اور احناف کے نزدیک تحریمی ہے۔ ۱۵۴

جو امر کراہت تحریمی اور تنزیہی میں دائر ہو اس کا چھوڑنا ہی دانشمندی ہے۔ ۱۵۵

ردالمحتار سے تعامل صحیح کی تعریف۔ ۲۳۳

اذان فجر قبل فجر پر تعامل حرمین ہمارے ائمہ کے نزدیک غیر معتبر و نامقبول ہے۔ ۲۴۹

قربِ مطلق کی تفسیر میں گیارہ فقہی عبارتیں۔ ۳۴۴

علم فقہ کثرت مراجعت، عبارات فقہاء کی تلاش کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ ۶۵۰

افتاء

قولِ مرجوح پر فتوٰی جہل اور خرقِ اجماع ہے ۱۲۹

چند غلط فتووں کی نشان دہی جو ناقص مفتیوں نے صادر کئے۔ ۶۵۰

فوائد اصولیہ

عام سے خاص پر استدلال کا حدیث سے ثبوت ۱۲۲

www.alahazratnetwork.org

www.alahazratnetwork.org

ہر ہر جزئی کے لئے علیحدہ علیحدہ خاص نص ضروری
ہے ورنہ شریعت معطل ہو جائے گی۔ ۱۲۲
امام قاضی خاں اور اُن کے ہم رتبہ ائمہ کی مرسل
روایت بھی مسائل مذہب میں شمار ہوتی ہے ۱۲۳
مختلف علمائے اصول کے بیان سے اس امر کا
ثبوت کہ عند قرب حقیقی اور حکمی دونوں کیلئے
آتا ہے۔ ۲۰۶
عند کا معنی قُرب داخل ہے مگر اس کے لئے
اتصال ضروری نہیں۔ ۲۰۷
شریعت میں اعتبار حکم منطوق ضمنی کا نہیں حکم حقیقی
اصل کا ہے۔ ۲۲۷
کلمہ اذان علی المنبر جملہ محتملہ ہے اور
لا یؤذن فی المسجد صراحۃ النص ہے،
اس حیثیت سے بھی اعتبار اسی کا ہے۔ ۲۲۸
اجماع اور تعامل ۲۲۸
تعامل عام کی بحث ۲۳۳
خلافِ سُنّت تعامل جواز کی سند نہیں۔ ۲۳۳
توارث کی بحث ۲۳۸
توارث تمام قرنوں کے تعامل کا نام ہے۔ ۲۳۸
عدمِ ثبوت کو دلیل عقلی قرار دینا بے عقلی ہے ۲۴۹
توارث بعض غیر معتبر ہے۔ ۲۴۹
کثرتِ اسماء شرفِ مسمّٰی سے ناشی ہے۔ ۲۶۵
صدقِ مشتق قیام مبدأ کو مستلزم ہے۔ ۳۳۷
تکذیب بے ادراک وتمیز نا متصور ۳۴۷
غیر قطعی الدلالۃ نص سے احادیث صحیحہ کے
رد کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ۴۴۲
جس چیز سے ذہن اصلاً خالی ہو اس کی تصدیق
وتکذیب دونوں ممتنع عقلی ہیں۔ ۴۶۰
تعارضِ نصوص کا معنیٰ اور اُس کی قسمیں۔ ۶۷۰

اسماءُ الرجال

سفیان بن عیینہ اور ابو معاویہ سے ابن اسحٰق کی
توثیق۔ ۶۷
ابن اسحٰق کے خلاف چند الزامات کی تردید (حاشیہ) ۶۷
امام ابو اللیث امام شعبہ علی ابن مدینی امام زہری
سے ابن اسحٰق کی تصدیق۔ ۷۰
عاصم بن عبداللہ بن قتادہ ابن حبان ابو یعلیٰ
یحیٰی بن معین ابن البرقی اور امام بخاری کی
توثیقات۔ ۷۰
امام ابن ہمام امام بخاری وغیرہ کی تصحیح۔ ۷۱
ان ائمہ کا ذکر جن کے نزدیک ابن اسحٰق میں
تدلیس کے علاوہ کوئی عیب نہیں۔ ۷۶
ابن اسحٰق پر تشیع کے الزام کی حقیقت۔ ۷۷
محمد بن اسحٰق اور جویبر کا تقابل۔ ۲۶۳
ابو عبیدہ قاسم بن سلام کی توثیق۔ ۵۵۶

جرح وتعدیل

کُتبِ علل سے جویبر پر پندرہ اماموں
کی جرح۔ ۲۶۳
جویبر کے اثر پر صاحب فتح کی تین جرحیں۔ ۲۶۴

بلاغت

لفظ بین یدیہ ترکیبی کے معنی حقیقی کا بیان۔ ۱۷۶
مسئلۂ مبحوثہ میں لفظ بین یدیہ کے مجازی معنی مراد ہیں جو بلحاظ استعمال معنی حقیقی ہوں گے۔ ۱۷۷
پس لفظ بین یدیہ قُرب وبُعد سے قطع نظر "سامنے" کے معنیٰ میں ہے۔ ۱۷۷
اور قُرب کا لحاظ ہو تو حاضر اور مشاہد کے معنیٰ میں ہے۔ ۱۷۷
لفظ بین یدیہ اصلاً ظرف مکان تھا اب زمانہ کے لئے بھی اس کا استعمال ہونے لگا ۱۷۸
عند معنیٰ قُرب میں بین یدیہ سے زیادہ وسیع ہے۔ ۲۰۷
علماء نے استخدام اور توریہ کو بدیع کی عمدہ قسم شمار کیا ہے۔ ۵۸۹
صفت کا اطلاق کسی پر آئندہ کے لحاظ سے مجاز ہے۔ ۶۱۰
تذییل اس بارے میں کہ کلام میں خبر کو مقدم یا مؤخر کرنا کیا حیثیت رکھتا ہے۔ ۶۳۹
خبر کو مقدم کرنا کلام فصیح میں نادر نہیں۔ ۶۳۹
تقدیم خبر پر بعض احادیث سے استدلال ۶۳۹
تکمیل، مبتدا کو خبر پر مقدم کرنے کی بحث ۶۴۹
خبر کو مقدم کرنے کے نکات وحِکَم۔ ۶۵۲

لُغت

لفظ شیعی اور رمی بالتشیع میں فرق ہے۔ ۷۹
عند کے معنیٰ کی تحقیق۔ ۲۰۶
عند اور لدیٰ کا فرق۔ ۲۰۸
عند بُعد کے لئے اور لدیٰ قُرب کے لئے ہے۔ ۲۰۸
عند کے استعمال کے مواقع ۲۱۳
عند ظرف ہے جو زمان اور مکان دونوں کے لئے آتا ہے۔ ۲۱۸
علیٰ وقت اور زمانیہ کے لئے بھی آتا ہے تو یہ عند زمانیہ کا ہم معنیٰ ہے۔ ۲۲۳
مقدمۂ لغویہ وَسْط اور وَسَط کا اطلاق وَسْط بالسکون سے دائرہ کے اندر کا کوئی بھی مقام اور وَسَط بتحریک سین سے مراد ٹھیک وسط ہوتا ہے ۳۰۶
معنیٰ قُرب کا بیان اور مثالیں ۳۲۳
قُرب کی اقسام ۳۲۳
صیغۂ افعل التفضیل کا معنیٰ ۵۶۳
اتقٰی کے معانی پر مزید بحث ۵۸۳

نحو

اسم تفضیل کی تفصیل وتشریح ۶۰۲
علامہ جامی علیہ الرحمہ کے قول سے استدلال ۶۰۶
رضی استرابادی کے قول سے استدلال ۶۰۷
تحقیقِ رضوی بابت افعل التفضیل۔ ۶۱۱

www.alahazratnetwork.org

موضوع ومحمول اور معرفہ ونکرہ سے متعلق ایک ضابطے کا افادہ۔ ۶۲۵

لام جب عہد کے لئے نہ ہو استغراق کے لئے ہوگا۔ (ضابطۂ نحویہ) ۶۳۷

منطق

چونکہ قرب امر اضافی کلی مشکک ہے اس لئے اس کی تعیین موقع اور محل کے لحاظ سے بتقاضائے عقل ہوگی۔ ۱۰۸

انتفائے عام مستلزم انتفائے خاص ہے۔ ۳۵۳

حکم بے تصور محکوم علیہ محال قطعی ہے۔ ۴۶۰

تفضیلیہ کی ایک منطقی دلیل کا رد بوجوہ چند ۶۱۷

بطرز دیگر اثبات مدعٰی پر منطقی دلیل ۶۲۵

ترغیب وترہیب

سنت بدلنے والوں کے لئے شدید وعیدیں ۱۳۰

حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف تبدیل سنت کی نسبت سخت قبیح امر ہے۔ ۱۳۱

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز بلند کرنا منع اور اس فعل پر وعیدیں۔ ۱۵۶

مسئلہ ظنی میں آزادی اختیار کرنے والوں کو تنبیہ وتہدید۔ ۶۶۲

ہندسہ

زاویۂ قائمہ، منفرجہ اور حادہ کا مقام حدوث۔ ۳۰۶

بیان مذکور کی تعبیرات مختلفہ ۳۰۷

اصولیہ ہندسیہ توضیح دعوٰی ۳۰۸

ثبوت دعوٰی کی تقریر ۳۰۹

زاویہ غیر حادہ کے راس سے اس کے قاعدے پر نازل ہونے والا عمود قاعدہ کا نصف ہوگا جب مثلث کی دونوں ساقیں مساوی ہوں۔ ۳۱۰

دعوٰی کی توضیح اور ثبوت ۳۱۱

زاویہ مختلف الساقین کے عمود کی مقدار کا بیان ۳۱۲

زاویہ منفرجہ کے عمود کی مقدار کا بیان ۳۱۳

مثلث کی دو شاخوں کے مختلف ملتقے پر پیدا ہونے والے زاویوں کا بیان۔ ۳۱۴

دونوں قسم کے ملتقٰی پر تینوں زاویہ کے پیدا ہونے کا امکان۔ ۳۱۷

شکل ہندسی سے مقام مؤذن کی تصویر ۳۲۰

مقدار عمود کی حقیقی نسبت کا بیان ۳۲۰

زاویہ قائمہ اور منفرجہ کے عمود کے فاصلے کا بیان ۳۲۰

تاریخ وتذکرہ

یہ روایت محض بے اصل ہے کہ امام زین العابدین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یزید کو واسطے مغفرت کے کوئی نماز بتائی تھی۔ ۵۲

ان چند مفسرین کے نام جنہوں نے اپنی اپنی تفاسیر میں اس حدیث پر اعتبار کیا۔ ۶۰

ان فقہاء کے نام جنہوں نے اپنی کتابوں میں منصوص طور پر یہ مسئلہ ذکر کیا۔ ۶۰

www.alahazratnetwork.org

امام زین العابدین اور امام زید کا واقعہ ۸۲
ایسے جلیل القدر ۳۸ ائمہ حدیث کا ذکر جن کی عادت ارسالِ حدیث کی تھی۔ ۸۳
جو دروازہ خطیب کی پشت پر تھا وہ سائب ابن یزید کی ولادت سے سال دو سال بند ہو چکا تھا ۹۶
ایک نام نہاد طالبعلم کی تحریف۔ ۲۲۷
اذانِ جمعہ کی تاریخ اور فقہ مذہب امام مالک ۲۲۹
اس باب میں مجدد الف ثانی کا ایک دردناک مکتوب۔ ۲۳۴
اذان بین یدی الخطیب میں عہد رسالت کے بعد کسی قسم کا تغیر تاریخ سے ثابت نہیں۔ ۲۴۸
مسجد نبوی کی آرائش پر ولید کے غیر معمولی مصارف کا بیان۔ ۲۵۶
اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اعلانِ حج کا حکم دیا، آپ نے مقام ابراہیم پر کھڑے ہو کر اعلان کیا۔ ۲۷۴
اعلانِ حج کے وقت وہ پتھر مطاف میں دیوارِ کعبہ کے پاس تھا یعنی مسجد حرام میں تھا، تو اعلان اندرونِ مسجد ثابت ہوا۔ ۲۸۵
مولائے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لال کافر کو مارنے والا قصہ بے اصل ہے۔ ۲۹۶
حضرت سیدی احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سردارانِ اولیاء میں سے ہیں۔ ۳۶۹
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دستِ مبارک روضۂ انور سے بوسہ کے لئے نکالنا۔ ۳۷۰
حضور سرکار غوثیت کا سب سے پہلا حج۔ ۳۷۰
ابن السقا کا انجام اور اس کا سبب۔ ۳۹۹
روحِ غزالی کا جناب کلیم اللہ سے کلام کرنا۔ ۴۱۰
تذکرہ وعظمت حارثہ بن نعمان ونعیم بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ ۴۲۳
تحفہ قادریہ شریف اعلیٰ درجہ کی مستند کتاب ہے۔ ۴۲۹
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتنی عمر میں ایمان لائے۔ ۴۳۴
حضرت حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پرورش سید الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کنارِ اقدس میں ہوئی۔ ۴۳۶
بتوں کی نجاست سے آپ کا دامن کبھی آلودہ نہ ہوا۔ ۴۳۶
لقب "کرم اللہ تعالیٰ وجہہ" کا سبب ۴۳۶
قس بن ساعدہ اور زید بن عمرو بن نفیل کا تذکرہ (حاشیہ) ۴۳۸
زمانۂ فترت میں حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا موحدہ یا غافلہ تھیں۔ ۴۵۰
صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ نے کبھی بت پرستی نہیں کی بلکہ بچپن میں پتھر مار کر بت کو منہ کے بل گرا دیا۔ ۴۵۶
بعض جزئی مقید نائبین کے اسماء گرامی۔ ۴۷۰
تحریر مستطاب "سبع سنابل" بارگاہ رسالتماب میں قبول عظیم پر واقع ہوئی۔ ۴۸۵

میر عبد الواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل و کمالات۔ ۴۸۵

حضرت بلال کی آزمائش اور صدیق اکبر کا آزاد کرنا (رضی اللہ تعالٰی عنہما) ۵۰۶

حضرت عامر اور دیگر چھ صحابہ کو صدیق اکبر کا آزاد کرنا (رضی اللہ تعالٰی عنہم) ۵۰۹

سات ان صحابہ کرام کا نام جن کو صدیق اکبر نے آزاد فرمایا (رضی اللہ تعالٰی عنہم) ۵۰۹

حضرت مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کا آغوشِ رسالت میں پرورش پانا۔ ۵۱۴

صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا چالیس ہزار دینار خرچ کرنا۔ ۵۱۹

عبد الرحمٰن بن ملجم خارجی تھا۔ ۵۶۲

خلافت وبیعت

ولد الزنا کی خلافت وبیعت کا حکم۔ ۵۲

جانشینی ونیابت دو قسم پر ہے۔ ۴۶۹

قسم اول جزئی مقید کہ امام کسی خاص کام یا خاص مقام پر عارضی طور پر کسی خاص وقت کے لئے دوسرے کو اپنا نائب کرے۔ ۴۶۹

قسم دوم کلی مطلق کہ حیاتِ مستخلف سے جمع نہیں ہو سکتی۔ ۴۷۱

خلفائے ثلٰثہ کی خلافت کے بارے میں ارشادِ علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ ۴۷۲

خلافت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ ۴۷۳

خواب

اچھے خواب پر عمل خوب ہے اور اچھا وہ کہ موافقِ شرع ہو۔ ۳۶۶

٭ ٭ ٭

www.alahazratnetwork.org

کتاب الشتی (حصّہ سوم)

اذان و نماز و مساجد

مسئلہ ۱ از جونا مارکیٹ کراچی بندر مرسلہ حضرت سید پیر ابراہیم صاحب مدظلہ الاقدس ۱۵ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر غیر منکوحہ عورت سے لڑکا تولد ہوا اور قضائے الٰہی سے فوت ہوا اس کی قبر پر خانقاہیں بنانا اور واسطے مرادوں کے دُعا مانگنا اور صاحب القبر کو اولیا قبول کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اگر ایسا شخص صفتِ بالا میں متصف ہے اور مسجد میں امام ہے تو ہزاروں مقتدیوں کو تحقیق واقعات بالا کے نماز قبل از تحقیقات کا اعادہ کرنا افضل ہے یا نہیں؟

الجواب

جو شخص فاسق و فاجر ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے پھر اگر فاسق معلن ہے تو کراہت تحریمی ہے اور اعادہ واجب، ورنہ تنزیہی، اور اعادہ بہتر۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲ از موضع چاند پور ڈاکخانہ بمنوئی تحصیل سکندرہ راؤ ضلع علیگڑھ مسئولہ مرزا احسان بیگ صاحب زمیندار ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۹ھ

بعد سلام مسنون معروض خدمت ہوں کہ نماز غفیرا کی بابت میں ذکر الشہادتین دیکھا ہے کہ حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یزید کو واسطے مغفرت کے بتائی تھی مجھے اس نماز کی تلاش ہے میں پڑھنا چاہتا ہوں، براہِ مہربانی اس مسئلہ پر التفات مبذول فرما کر ترتیب نماز سے

www.alahazratnetwork.org

اطلاع دیجئے۔

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ۔ یہ روایت محض بے اصل ہے، حضرت نے کوئی نماز اس پلید کی مغفرت کے لئے اس کو تعلیم نہ فرمائی۔

مسئلہ ۳ از اسپتال دھام نگر ضلع بالیسر اوڑلیسہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں ایک شاہ صاحب نے اپنے ایک مرید کو خلیفہ بنایا ہے وہ مرید بظاہر پابند شریعت ہے ذکر و اذکار کا پابند ہے آپ کے عقیدہ ہے اور آپ کا مداح ہے علم انگریزی میں اچھی دخل ہے، مسائل شریعت سے بھی واقفیت ہے، سب باتیں صحیح ہیں لیکن وہ ولد الزنا ہے۔ اب حضور والا سے عرض ہے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہ؟ اور بیعت جو ہوگا وہ عند الطریقت صحیح ہے یا نہ؟ اور جو ولد الزنا کو خلیفہ بنادے وہ شاہ صاحب کیسے ہیں؟ اب خلیفہ سے جو مرید ہوا یا شاہ صاحب' دونوں مرید صحیح ہیں یا نہ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ولد الزنا کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ ہے جبکہ وہ حاضرین سے علم میں زائد نہ ہو ورنہ اُسی کی امامت اولیٰ ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

فی الاختیار ولو عدمت ای علۃ الکراھۃ بان کان الاعرابی افضل من الحضری والعبد من الحر وولد الزنا من ولد الرشدۃ والاعمی من البصیر فالحکم بالضد اھ ونحوہ فی شرح الملتقی للبھنسی وشرح درر البحار[1]۔	اختیار میں ہے کہ جب کراہت کی علت معدوم ہوجائے یعنی دیہاتی شہری سے، غلام آزاد سے، ولد الزنا ثابت النسب سے اور اندھا بینا سے افضل ہوجائے تو حکم برعکس ہوگا اور شرح ملتقی اور درر البحار میں بھی ایسا ہی ہے۔ (ت)

یونہی اگر وہ لائق خلافت ہے اُسے خلافت دینی اور عقیدت کے ساتھ اسکے ہاتھ پر بیعت کرنے میں کوئی حرج نہیں، نہ اس پر نہ اُس کے شیخ پر اس میں کچھ الزام قال اللہ تعالٰی لاتزر وازرۃ وزر اخرٰی[2] (کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔ ت)۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۷۶

[2] القرآن الکریم ۶/۱۶۴

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

شمائم العنبر فی ادب النداء امام المنبر

(منبر کے سامنے نداء کے بیان میں عنبر کے شمامے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم

اذان من اللہ الحق المبین ، ان الحمد للہ رب العٰلمین ، وافضل الصلوات واعلی التسلیمات علٰی من اذن باسمہ الکریم فی اطباق السمٰوٰت والارضین ، ویؤذن بحمدہ العظیم ، ووصفہ الفخیم علٰی رءوس الاولین والاٰخرین ، یوم الدین ، وعلٰی اٰلہٖ وصحبہ وابنہ الکریم الغوث الاعظم وسائر حزبہ اجمعین ، اٰمین!

حمد اس وجہ کریم کو جس کا یہ اعلان ہے کہ سب تعریفیں میری ذات کے لئے ہیں ، اور افضل ترین درود و سلام اس ذاتِ گرامی پر جن کے نام نامی کا اعلان اللہ تعالٰی نے آسمانوں کی بلندیوں اور زمینوں کی پستیوں میں فرمایا ، اور روزِ قیامت کی بھیڑ میں اولین و آخرین سے منتخب فرما کر آپ کو اپنی مخصوص حمد و ثنا کی اجازت اور اذن دے گا ۔ اور آپ کی آل و اصحاب پر اور آپ کے فرزند غوثِ اعظم پر ، اور حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ساری اُمّت پر ۔ آمین!

www.alahazratnetwork.org

وبعدُ ، فهٰذہ سطور ان عدّت یسیرة و یزیزة ، وفیها علوم ان شاء الله عزیزة عزیزة فی بیان ما هو السنة فی اذان الخطبة یوم الجمعة سمیتها "شمائم العنبر فی ادب النداء امام المنبر" والغرض بیان ما ظهر من حقائق من الحدیث الجلی و الفقه الحنفی معروضة علٰی سادا تنا علماء اهل السنة فی بلاد الاسلام للاستعانة بهم فی احیاء سنة نبینا الکریم علیه وعلٰی اٰله افضل الصلوٰة والتسلیم۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد ، یہ چند سطریں ہیں بظاہر تھوڑی اور مختصر، مگر ان میں اذانِ خطبہ سے متعلق علوم و فنون کا سمندر سمٹا ہوا ہے۔ ہم نے جس کا نام "ندائے منبر کے آداب میں عنبر کے شمامے" رکھا جس سے ہمارا مقصد حدیث رسول صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور فقہ حنفی سے روشن ہونے والے تابناک حقائق کو جملہ علمائے اہلسنت عموماً اور خصوصاً علمائے حرمین شریفین کی خدمات عالیہ میں پیش کرنا ہے (اللہ تعالٰی انھیں توفیقِ خیر عطا فرمائے، اور قیامت تک ان سے مذہب حق کی حفاظت و حمایت کا کام لے) تاکہ ہم رسولِ انام صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ایک مُردہ سنّت کی احیاء میں ان سے مدد حاصل کریں۔

والعبد الذلیل عائذ بجلال وجه ربه الجلیل ، وجمال محیا حبیبه الجمیل علیه وعلٰی اٰله الصلوٰت بالتجلیل من کل عین لا تنظر بالانصاف و تقوم بالخلاف علٰی قدم الاعتساف فضلا عمن یخلد فی ارض اتباع الرواج ، وتقدیمه علٰی سنة صاحب التاج والمعراج صلی الله تعالٰی علیه وسلم وعلٰی اٰله وصحبه وشرّف وکرّم۔

یہ بندہ عاجز اپنے جلیل و بزرگ پروردگار کے وجہ کریم کے جلال اور اس کے حبیب لبیب کے چہرۂ جمیل کی پناہ ڈھونڈتا ہے ایسی آنکھوں سے جو انصاف کو نہ دیکھ سکیں۔ اور ظلم و اختلاف کا ارادہ رکھیں۔ نہ کہ وہ جو رسم و رواج کی پابندی میں ثابت قدم ہوں اور حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی سنّت کریمہ پر اس کو ترجیح دیں۔

بسم الله الرحمٰن الرحیم

ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم

یقول العبد المستعین بربه العظیم وهو نعم المعین ، ثم بحبیبه الکریم وهو

بندہ اپنے ربِّ عظیم سے مدد مانگتے ہوئے (کہ وہی اچھا مددگار ہے) پھر اپنے حبیب رؤف و امین

www.alahazratnetwork.org

نعم الامین، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و علیٰ اٰلہ وصحبہ اجمعین حامدًا و مسلّمًا ومشھدًا و مصلّیًا۔

قد علمتم یا سادتی و اخوتی رحمنا اللہ تعالیٰ وایّاکم، و بالسلامۃ حیّانا وحیّاکم، انّ خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الھَدْیِ ھَدْیُ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، وشرّ الامور محدثاتھا، وان المعروف معروف وان صار منکرا، والمنکر منکر وان صار معروفا۔ فلربما یحدث حدث ویشیع وینکر علیہ بدء فیضیع امّا لامر الامارۃ اونفوس اٰمّارۃ۔

والعالم یقول الھوی متبع والقول لایسمع وقد قضیت ما علیّ فان سکتُّ فلا علیّ، فیدع، فلا یدعو، فالمنکر یربو و یفشو، وتنشؤ الصغار، فتقتفی الکبار، فیظنُّ متوارثا۔ وما کان الاحادثا، و اٰیۃ ذٰلک کونہ علیٰ خلاف السنّۃ المرویۃ، ومنافاۃ الخصلۃ المرضیۃ ومع ذٰلک اذا فتشتہ فی الصدر الاوّل، والقرون الاولی لم تر لہ اثرًا۔ وان سألت

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین کی حمایت چاہتے ہوئے، حمد وصلاۃ سلام وتشہد پڑھتے ہوئے، عرض پرداز ہے۔

اے ہمارے سردارو، اور بھائیو! اللہ تعالیٰ ہم پر اور آپ پر رحم فرمائے، اور ہم سب کو سلامتی کے ساتھ زندہ رکھے آپ خوب جانتے ہیں کہ تمام باتوں سے بہتر خدا کی کتاب ہے اور تمام سیرتوں سے برتر سیرتِ رسول ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اور سب چیزوں سے بُرے وہ نوایجاد ہیں (جن کی دلیل قرآن وحدیث سے نہ ہو) پسندیدہ چیز پسندیدہ ہی رہے گی چاہے لوگ اسے ناپسند کریں، اور ناپسندیدہ چیز ناپسندیدہ ہی رہے گی چاہے سب لوگ اس میں مبتلا ہوں۔

بہت ساری ناپسندیدہ باتوں کی سرگزشت یہ ہے کہ پیدا ہو کر پھیل جاتی ہیں۔ اہلِ حق اس پر نکیر بھی کرتے ہیں لیکن یہ رَدّ و قدح ضائع ہو جاتی ہے، جس کے چند اسباب ہوتے ہیں: (۱) ان نوایجاد امور کی اشاعت کے لئے حکومت اپنا اثر ورسوخ استعمال کرتی ہے۔ (۲) سرکش نفوس اسے رواج دینے پر آمادہ ہوتے ہیں۔ (۳) علماء جو انھیں روک سکتے تھے ان کا خیال ہوتا ہے لوگ اتباعِ نفس میں ایسا گرفتار ہیں کہ ہماری بات سننے کو تیار نہیں۔ اور ہم اس سلسلہ میں ہدایت کا حق ادا کر چکے ہیں۔ اب خاموش بھی رہیں تو ہم پر کوئی ذمہ داری نہیں۔ عالم یہ سوچ کر رُشد وہدایت

www.alahazratnetwork.org

متى حدث، ومن احدث
لم تجد به خبرًا فيجعل
الناس لعدم العلم بسببه علمًا بعدمه و
علمًا على قدمه، وما
اليه سبيل، مع خلاف
الدليل، وانما تحكيم
الحال عند الاحتمال و الا
فالحادث لاقرب اوقاته
ولغفلة الناس عن هذا
البناية تغوه الألسنة
انه السُنّة، وتصير النفوس اليه
مطمئنة و عند ذلك
يكون المعروف منكرًا
والمنكر معروفًا[1]. كما
في حديث[عله] عن المصطفى
صلى الله تعالى عليه وسلم
و يكذب الصادق و يصدق
الكاذب[2] كما قد صح[عله2].

چھوڑ دیتے ہیں اور گمراہی پھیلتی رہتی ہے اور بڑھتی رہتی ہے۔ چھوٹے لوگ اسے بڑھاوا دیتے ہیں اور بڑے لوگ ان کے پیچھے چلتے رہتے ہیں اور لوگ انھیں متوارث سمجھنے لگتے ہیں حالانکہ وہ ایک نو پید بات ہوتی ہے، اس کے نوزائیدہ ہونے کی علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ سنّت مرویہ کے خلاف اور خصائل حمیدہ کی ضد ہوتی ہے، اور اسلام کے ابتدائی عہد میں اس کا کہیں پتا ہی نہیں ہوتا۔ اسکی ایجاد کے وقت اور موجد کا پتا پوچھا جائے تو کچھ پتا ہی نہیں چلتا۔ لوگ اس لاعلمی کو اس بات کا ثبوت مان لیتے ہیں کہ یہ شروع سے ہی ایسے ہی ہو رہی ہے حالانکہ نہ تو تاریخ اس کی تائید میں ہوتی ہے نہ دلیل۔ سوائے اس امر کے پتا نہیں کب سے ایسا ہی ہو رہا ہے، لوگوں کی طبیعتیں اس درجہ خود فراموش واقع ہوئی ہیں کہ بہت سے قریب العہد نو پیدا امور کی تاریخ بھی ان لوگوں کو معلوم نہیں رہتی۔ اور لوگ اسی کو سنّت سمجھ کر مطمئن ہوجاتے ہیں اس وقت بُرائی اچھائی بن جاتی ہے اور اچھائی بُرائی۔ حدیث شریف میں ہے اچھے کو جھوٹا اور جھوٹے کو سچا سمجھا جانے لگتا ہے۔

عله رواه ابن عساكر عن محمد بن الحنفية والمسعودي عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ١٢ منه

عله۲ رواه ابن ابي الدنيا والطبراني في الكبير وأبونصر السجزي في الابانة و

عله ابن عساکر نے محمد بن حنفیہ اور مسعودی سے انھوں نے حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس کو روایت کیا۔ (ت)

عله۲ ابن ابی الدنیا، اور امام طبرانی نے معجم کبیر میں، امام ابونصر سجزی نے کتاب الابانۃ میں، امام

(باقی برصفحہ آئندہ)

۱؎ فیض القدیر تحت الحدیث ۹۹۸۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵/۲۶۲ ۲؎ المعجم الاوسط حدیث ۸۸۳۸ ۹/۲۹۳

www.alahazratnetwork.org

عن سید الاطائب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فمن القی علیھم السنۃ فکانما یحول جبلۃ او یحاول جبلا او یبتدع حکما من عندہ قبلا۔
وان القلب اذا امتلأ بشیئ لم یکد یقبل غیرہ لداب مستمر، فان

حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے صحیح حدیث بھی مروی ہے: "تو جو انھیں کسی سُنّت پر لا جائے گویا ان کی فطرت بدل رہا ہے یا پہاڑ منتقل کرنے کا قصد کر رہا ہے یا اپنے پاس سے کوئی حکم گھڑ رہا ہے۔
اور دل میں جب کوئی بات سما جاتی ہے تو آدمی اپنی عادت جاریہ کے خلاف کچھ قبول ہی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ابن عساکر فی تاریخ دمشق عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند لاباس بہ، والطبرانی فیہ والحاکم فی الکنی وابن عساکر عن عوف بن مالک الاشجعی والطبرانی فیہ والبیہقی فی البعث وابن النجار عن ابن مسعود والطبرانی فیہ عن ام المومنین ام سلمہ ونعیم ابن حماد فی الفتن عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم ولفظہ حدیث ام المومنین لیاتین علی الناس زمان یکذب فیہ الصادق ویصدق فیہ الکاذب الحدیث وھو قطعۃ احادیث عندھم جمیعا ۱۲ منہ

ابن عساکر نے تاریخ دمشق حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے لاباس بہ سند کے ساتھ اس کو روایت کیا۔ طبرانی نے کبیر میں، حاکم نے کنٰی میں اور ابن عساکر نے عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ طبرانی نے کبیر میں اور امام بیہقی نے بعث میں اور ابن نجار نے ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ طبرانی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے، اور نعیم بن حماد نے "فتن" میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے (اور سب نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی) ام المومنین کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: لیاتین علی الناس زمان یکذب فیہ الصادق ویصدق فیہ الکاذب الحدیث۔ اور یہ سب کے نزدیک حدیث کا ایک ٹکڑا ہے۔ ۱۲ منہ

ؑ المعجم الاوسط حدیث ۸۶۳۰ مکتبۃ المعارف الریاض ۹/۲۹۳

www.alahazratnetwork.org

قرأ لم یجاوز التراقی او سمع لم یجاوز الأذن وما بھذا أُمِرَ وانما قال لہ ربہ وقولہ الحق ووعدہ الصدق فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولٰئک الذین ھداھم اللہ و اولٰئک ھم اولوا الالباب[1]

نہیں کرتا۔ اگر کوئی بات اس کے خلاف پڑھتا ہے تو حلق کے نیچے نہیں اُترتی۔ اور سُنتا ہے تو کان سے آگے نہیں بڑھتی جبکہ لوگوں کو اس ہٹ دھرمی کا حکم نہیں دیا گیا ہے، وہ تو یوں فرماتا ہے "ہمارے ان بندوں کو بشارت دو جو اچھی بات سُن کر اس کی پیروی کرتے ہیں۔ اللہ تعالٰی نے انھیں ہدایت دی اور وہی اہلِ عقل و بصیرت ہیں۔"

فالسبیل الاستماع ثم الانتفاء ثم الاتباع، لاان یقنع ولایسمع، أو یکون من الذین سمعوا وھم لا یسمعون فھم بالقرآن لا ینتفعون۔

تو راستہ تو سن کر انتفاع اور اتباع کا ہے نہ کہ قناعت کرکے بیٹھ رہنے اور نہ سننے کا۔ یا سُن کر ان سُنی کر دینے کا۔ ایسے لوگ قرآن سے کچھ مستفید نہیں ہوتے۔

وانما النفع لمن کان لہ قلبٌ مریدٌ أو القی السمع وھو شھید۔

نفع تو ان لوگوں کو پہنچتا ہے جو ارادۂ قلبی اور سماع حضور کے ساتھ سنتے ہیں۔

فعلیک یا اخی القاء السمع وانقاء القلب عن الجزم اولا بایجاب اوسلب رجاء ان تجد حقا فتذعن فان الحکمۃ ضالۃ المومن فتدخل او ذاک فی بشارۃ مولاک واللہ یتولی ھدای وھداک۔

پس اے برادرانِ محترم! غایت توجہ اور عنایت قلب کے ساتھ قبل از مطالعہ یکطرفہ فیصلہ کئے بغیر اس ارادہ سے کہ حق ہوگا تو قبول کروں گا۔ ہمارے معروضات سنیں کہ حکمت مومن کا گمشدہ مال ہے، اور اللہ تعالٰی ہدایت دینے والا ہے، ہماری اور آپ دونوں کی ہدایت فرمائے۔

ولنجعل اولاً ما وجدہ الفقیر فی ھذہ المسألۃ من الحدیث الکریم

پہلے تو ہم احادیث کریمہ، فقہ مستقیمہ، بلکہ قرآن عظیم میں ایک فقہیہ مسئلہ دائرہ میں جو کچھ

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۱۷ و ۱۸

www.alahazratnetwork.org

والفقہ القویم، بل ومن القراٰن العظیم، ثم نفصلہ تفصیلا باذن الفتاح العلیم۔ لان التفصیل بعد الاجمال اوقع فی النفس واقمع للتخمین والحدث، ولا اریدکل التفصیل لمایداوفان المسئلۃ تحتمل مجلدا، ولکن ماقل وکفی، خیرمما کثروالھی۔ قالہ عــہ النبی المصطفی صلی اللہ علیہ وعلٰی اٰلہ افضل الصلوٰۃ والثنا۔

پاسکتا ہے اسے اجمالاً بیان کرتے ہیں۔ پھر ان شاء اللہ مسئلہ کی ضروری تفصیل بیان کرینگے کہ اجمال کے بعد تفصیل نفس میں زیادہ جاگزیں اور ظن وتخمین کو زائل کرنے والی ہوتی ہے' پوری تفصیل کے لئے تو صحیفے درکار ہیں مگر جب واجبی بیان سے کام چل جائے تو مکمل تفصیل کی کوئی خاص ضرورت بھی نہیں۔ حدیث شریف میں ہے: "جو کلام مختصر اور کفایت کرنے والا ہو۔ طویل اور الجھا دینے والے بیان سے اچھا ہے۔"

فاقول وبہ استعین: اُرشدنا الحدیث الصحیح الذی رواہ ابوداؤد فی سننہ وامام الائمۃ ابن خزیمۃ فی صحیحہ، والامام ابوقاسم الطبرانی فی معجمہ الکبیران السنۃ فی ھذا الاذان ان یکون بین یدی الامام اذا جلس علی المنبر فی حدود المسجد لا فی جوفہ ھکذا کان یفعل علی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعھد صاحبیہ ابی بکر وعمر

پس میں اس کی مدد کے ساتھ کہتا ہوں: سنن ابی داؤد، صحیح امام ابن خزیمہ، معجم کبیر امام ابوالقاسم الطبرانی کی حدیث سے پتا چلتا ہے کہ اذان خطبہ میں سنت یہ ہے کہ امام منبر پر بیٹھے تو اس کے سامنے حدود مسجد کے اندر (ذکر خاص مسجد میں) اذان دی جائے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور شیخین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہم کے عہد ہائے مبارکہ مسعودہ میں اور دیگر خلفاء راشدین وغیرہ صحابہ کرام و زمانۂ تابعین وائمہ مجتہدین میں ایسا ہی ہوتا رہا،

عــہ رواہ ابویعلٰی والضیاء المقدسی فی المختارۃ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ۔

عــہ ابویعلٰی اور ضیاء مقدسی نے مختارہ میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیا ۱۲ منہ (ت)

لے کنز العمال حدیث ۱۶۱۲۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۳۴۵

www.alahazratnetwork.org

رضی الله تعالیٰ عنهما[1]، ولم یاتنا عن احد من الخلفاء الراشدین وغیرهم من الصحابة والتابعین والائمة المجتهدین رضوان الله تعالیٰ علیهم اجمعین تصریح قط بخلاف ذلك وما كان لهم ان یقولوا والعیاذ بالله ترك ما هنالك۔

کسی سے اس کا خلاف مروی نہیں، اور معاذ اللہ رب العالمین وہ اس کے خلاف کہہ بھی کیسے سکتے تھے۔

وقد اعتمد هذا الحدیث كبار المفسرین فی تفسیر الكریمة اذا نودی للصلوٰة من یوم الجمعة[2] كالزمخشری فی الكشاف، والامام الرازی فی مفاتیح الغیب، والخازن فی لباب التاویل، والنیسابوری فی رغائب الفرقان، والخطیب والجمل وغیرهم واورده الامام الشعرانی فی كشف الغمة عن جمیع الامة، كما سیاتیك نصوصهم ان شاء الله تعالیٰ۔

اس حدیث پر بے شمار ائمہ مفسرین نے آیت مبارکہ اذا نودی للصلوٰة من یوم الجمعة کی تفسیر میں اعتماد کیا۔ چنانچہ کشاف میں زمخشری، مفاتیح الغیب میں امام رازی، لباب التاویل میں امام خازن، رغائب الفرقان میں امام نیشاپوری، خطیب و جمل وغیرہ نے اسے ذکر کیا۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کشف الغمہ عن جمیع الامۃ میں اس پر اعتماد کیا۔ عبارتیں سب کی آگے آرہی ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ثم تظافرت كلمات علمائنا فی الكتب المعتمدة علی النهی عن الاذان فی المسجد وانه مكروه، نص علیه الامام فقیه النفس فی الخانیة، والامام البخاری فی الخلاصة، والامام الاسبیجابی فی شرح الطحاوی، والامام الاتقانی فی غایة البیان،

ہمارے ائمہ فقہ نے کثرت کے ساتھ فقہ کی کتب معتمدہ میں مسجد کے اندر اذان کی ممانعت فرمائی کہ مکروہ ہے۔ فقیہ النفس امام قاضیخاں نے خانیہ میں، امام بخاری نے خلاصہ میں، امام اسبیجابی نے شرح طحاوی میں، امام اتقانی نے غایۃ البیان میں، امام عینی نے بنایہ میں،

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰة باب وقت الجمعة آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۵۵
المعجم الکبیر حدیث ۶۶۴۳ المکتبة الفیصلیة بیروت ۷/۱۴۶
[2] القرآن الکریم ۶۲/۹

www.alahazratnetwork.org

والامام العینی فی البنایة، والامام المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر، والامام الزندوستی فی النظم، والامام السمعانی فی خزانة المفتیین، ومختار الزاھدی فی المجتبٰی، والمحقق زین بن نجیم فی البحر الرائق، والمحقق ابراھیم الحلبی فی الغُنیة والبرجندی فی شرح النقایة، والقھستانی فی جامع الرموز، والسید الطحطاوی فی الحواشی علی مراقی الفلاح واصحاب الفتاوی العالمگیریة، والفتاوی التاتارخانیة، ومجمع البرکات، ولم یستثنوا منه فصلا، ویلموا بتخصیص اصلا، والھجوم علی تخصیص النصوص من دون خصوص، فھم مقصوص بل وھم مرصوص - ثم ولنا القراٰن العظیم والاحادیث والشاھد المطبق علیه فی القدیم والحدیث ان التاذین فی جوف المسجد اساءة ادب بالحضرة الالٰھیة - ثم ھو خلاف ما شرع له الاذان - ثم لیس علیه من حدیث ولا فقه دلیل ولا برھان ولا یعارض العلامة الحکم ولا الاشارة العبارة ولا المحتمل الصریح ولا المجاز علی الحقیقة - ثم ھو علی حاله ھذا وان شاع فی زماننا فی بعض الاصقاع لم ینعقد قط علیه الاجماع ولا علیه تعامل فی جمیع البقاع - ولا ھو متوارث من الصدر الاول،

امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں، امام زندوستی نے نظم میں، امام سمعانی نے خزانۃ المفتیین میں، مختار زاہدی نے مجتبٰی میں، محقق زین ابن نجیم نے بحرالرائق میں، محقق ابراہیم حلبی نے غنیہ میں، برجندی نے شرح نقایہ میں، قہستانی نے جامع الرموز میں، سید طحطاوی نے حواشی مراقی الفلاح میں، نیز اصحاب فتاوٰی عالمگیریہ، فتاوٰی تاتارخانیہ اور مجمع البرکات نے اس کی تصریح فرمائی۔ ان حضرات نے نہ تو کسی جزء کا استثنا کیا نہ تخصیص کی طرف اشارہ فرمایا۔ تو غیر مخصوص کی تخصیص کا ارادہ ایک ناقص رائے اور وہمی قیاس آرائی ہے۔ اس مسئلہ میں مزید چند امور بھی قابلِ غور ہیں (۱) جوفِ مسجد میں اذان دینا دربارِ الٰہی کی بے ادبی ہے۔ اس پر قرآن وحدیث اور عہدِ قدیم سے آج تک کا عرف شاہد ہے، (۲) جوفِ مسجد میں اذان مشروعیتِ اذان کے مقصد کے خلاف ہے۔ (۳) جوفِ مسجد میں اذان کے جواز پر قرآن وحدیث سے کوئی دلیل نہیں، اگر کہیں علامت یا اشارۃ النص یا احتمال ومجاز کے طور پر اس کا تذکرہ ہو بھی تو یہ اسی باب میں علی الترتیب حکم، عبارۃ النص اور صریح وحقیقت کے معارض نہیں ہوسکتے (۴) اندرونِ مسجد اذان گو آجکل بعض مقامات میں شائع وذائع ہو، مگر پورے عالمِ اسلام میں نہ تو اس پر اجماع ہُوا ہے، نہ عہدِ رسالت سے اس کا توارث ثابت ہے۔ پس ایسے امر کا جواز

www.alahazratnetwork.org

فمثل ھذا لا یحتمل ولا یقبل والمنکر لا یصیر معروفا وان فشا۔ ولا الحادث قدیما وان لم نعلم متی نشأ۔

نہ تو محتمل ہے نہ قابلِ قبول۔ اور جو فعل شرعًا ناپسندیدہ ہو، گو لاکھ معروف ومشہور ہو۔ گو ہم اس کے ایجاد کا زمانہ متعین نہ کرسکیں۔ مقبول ومعروف شرعی نہیں ہوسکتا۔

ویاسادتنا علماء السنة انتم المدخرون لاحیاء السنة وقد ندبکم الی ذٰلک نبیکم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی غیر ما احادیث[1] ووعدکم[2] علیہ اجر مائة

اے سردارانِ اُمّت علمائے اہلسنت! اللہ تعالٰی نے آپ لوگوں کو احیائے سنّت کے لئے تیار کر رکھا ہے۔ اور آپ کے رسول گرامی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے متعدد حدیثوں میں آپ کو اس کی دعوت دی ہے۔ اس پر سَو شہیدوں

---

[1] الترمذی عن بلال وابن ماجة عن عمرو بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، من احیا سنة من سنتی قد اُمیتت بعدی فان لہ من الاجر مثل اجر من عمل بہا من غیر ان ینقص من اجورہم شیئا۔ ۱۲ منہ

ترمذی نے حضرت بلال وابن ماجہ نے حضرت عمرو بن عوف رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین سے انہوں نے حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی: جس نے میری کسی مُردہ سنّت کو زندہ کیا اسے تمام عمل کرنے والوں کے اجر کے برابر ملے گا، ان کے اجر میں کچھ کمی نہ ہوگی۔

[2] البیہقی فی الزہد عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائة شہید[2]

امام بیہقی نے کتاب الزہد میں ابن عباس سے انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی: جس نے میری امت کے فساد کے وقت میری سُنّتوں پر مضبوطی سے عمل کیا اسے سَو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

---

[1] جامع الترمذی ابواب العلم باب الاخذ بالسنة الخ — امین کمپنی دہلی — ۲/۹۲
سنن ابن ماجہ باب من احیا سنة قد امیتت — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ص ۱۹
[2] کتاب الزہد الکبیر للبیہقی حدیث ۲۰۹ — دار القلم الکویت — ص ۱۵۱

www.alahazratnetwork.org

شهيد۔ وان عـه تكونوا به مع نبيكم فى دار المزيد۔

وانما تحيى اذا اميتت و انما تموت اذا ترك الناس العمل بها و سكت عنها علماؤهم لما قد مرّ او شبهة لهم، فلمن احيا لاحقا اجره و لمن سكت سابقا عذره، على ذلك مضى امر احياء السنن وتجديد الدين من سالف الزمن الى هذا الحين فالاستناد فى مثله بعمل الناس وعادتهم او سكوت من سلف قريب من سادتهم او زعم انه يلحقهم بذلك شين

کے اجر اور دارِ آخرت میں اپنی ہم نشینی کا وعدہ فرمایا ہے۔

سنت کا احیا جبھی ہوگا کہ لوگوں نے اسے مردہ کر ڈالا ہو۔ اور موت اسی صورت میں ہوگی کہ لوگ اس پر عملدرآمد ترک کر دیں۔ اور اس وقت کے علماء مذکورہ بالا وجوہ کی بنیاد پر ان کی اس حرکت پر خاموش رہے ہوں۔ پس جو ایسی سنت زندہ کرے اسے اس کا اجر ملے گا، اور جس نے خاموشی اختیار کی وہ معذور سمجھا جائے گا۔ اسی نہج پر احیائے سُنّت کا معاملہ عہدِ قدیم سے آج تک چلتا رہا ہے، اس لئے لوگوں کے عمل یا عادت یا کسی عمل پر ماضی قریب کے علماء کی خموشی سے استدلال، اور یہ خیال کہ اگر مسئلہ دائرہ خلافِ شرع ہوتا

عـه السجزی فى الابانة عن انس رضى الله تعالى عنه:
من احيا سنتى فقد احبنى و من احبنى كان معى فى الجنة [1]

و رواه الترمذى بلفظ من احب۔
اللّٰهم ارزقنا، آمين! ۱۲ منه۔

عـه امام سجزی نے کتاب الابانۃ میں حضرت انس اور انھوں نے حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی،
جس نے میری سنّت زندہ کی اس نے مجھ سے محبت رکھی، اور جس نے مجھ سے محبت رکھی وہ میرے ساتھ جنّت میں ہوگا۔

اور امام ترمذی نے لفظ احب کے ساتھ روایت فرمایا ہے۔ یا اللہ! ہم سب کو آپ کی محبت عطا فرما! ۱۲ منہ۔

---

[1] کنز العمال بحوالہ السجزی عن انس حدیث ۹۳۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۱۸۴

www.alahazratnetwork.org

مع جلالتھم۔

کل ذٰلک جھل واضح ووھم فاضح، و سدّ لباب احیاء السنۃ مع انہ مفتوح بید المصطفٰی سید الانس والجن صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و موعود علیہ عظیم المنۃ۔

و اما تفصیل کل ما اجملت ھنا ففی شمائم نزاکیات، فی کل شمامۃ نفحات طیبات وعلٰی حبیبنا و اٰلہ اطیب الصلٰوۃ و انمی التحیات۔

تو اس پر ان علماء کی خوشی ان کے لئے باعثِ عار ہوتی۔

یہ سب خیال کھلی جہالت اور واضح وہم پرستی ہے۔ اور احیائے سنّت کا سدِ باب ہے حالانکہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے احیائے سنت کا دروازہ کھلا رکھا ہے اور اس پر عظیم انعام و اکرام کا وعدہ فرمایا ہے۔

اب ہم مہکتے شماموں اور لپکتے نفحات میں اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں، اللہ تعالٰی ہمارے حبیب صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اور ان کے آل و اصحاب پر مقدس درود اور مبارک تسلیمات نازل فرمائے، آمین!

www.alahazratnetwork.org

الشمامة الاولیٰ من عنبر الحدیث

(عنبر حدیث کا شمامۂ اُولیٰ)

نفحہ ۱: أنبانا شیخنا العلامة الامام شیخ العلماء بالبلد الکرام السید احمد بن زین بن دحلان المکی قدس سرہ الملکی بمکة مکرمة ۱۲۹۶ھ عن الشیخ عثمان بن حسن الدمیاطی الازھری عن الشیخ محمد الامیر المالکی والشیخ عبد اللہ الشرقاوی الشافعی الازھریین ح وأنبانا المولی المفتی العلامة عبد الرحمٰن السراج مفتی البلد الحرام فی ذی الحجة ۱۲۹۵ھ عن مفتیھا المولی جمال بن عبد اللہ بن عمر ح وأنبانا عالیا بدرجة السید حسین بن صالح جمل اللیل المکی

نفحہ ۱: ہمارے شیخ شیخ علمائے حرم سیّد احمد ابن زین ابن دحلان مکی قدس سرہٗ نے مکہ مکرمہ میں ۱۲۹۶ھ میں ہم سے بیان کیا، ان سے شیخ عثمان بن حسن دمیاطی ازہری نے، ان سے شیخ محمد امیر مالکی نے اور شیخ عبد اللہ شرقاوی شافعی ازہری نے ح، ہم سے علامہ مولانا مفتی عبد الرحمٰن بن سراج مکی نے ذوالحجہ ۱۲۹۵ھ میں مولانا مفتی مکہ جمال ابن عبد اللہ ابن عمر کے واسطہ سے بیان کیا ح، ہمیں حسین ابن صالح جمل اللیل مکی نے باب صفا کے پاس اپنے گھر ذوالحجہ ۱۲۹۵ھ میں بیان کیا اور احمد ابن زید جمل اللیل نے بھی۔ دونوں حضرات

www.alahazratnetwork.org

ببيته عند باب الصفا فی ذی الحجة ۱۲۹۵ھ كلاهما عن الشيخ عابد السندی المدنی عن الشيخ صالح الفلانی والسيد عبد الرحمٰن بن سليمان الاهدل ويوسف بن محمد المزجاجی والسيد بن احمد وقاسم ابنی سليمٰن وعمه محمد حسين الانصاری ح و انبانا شيخنا السيد الامام العارف بالله الشاه آل الرسول الاحمدی فی جمادی الاولی ۱۲۹۴ھ عن الشاه عبد العزيز الدهلوی عن ابيه الشاه ولی الله الدهلوی عن الشيخ ابی طاهر بن ابراهيم الكردی المدنی ح و غيرهم من مشايخنا رحمهم الله تعالٰی جميعا باسانيدهم المعروفة الٰی ابی داؤد فی سننه قال حدثنا النفيلی، نا محمد بن سلمة عن محمد بن اسحٰق عن الزهری عن السائب بن يزيد رضی الله تعالٰی عنهما قال كان يؤذن بين يدی رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم اذا جلس علی المنبر يوم الجمعة علٰی باب المسجد وابی بكر وعمر رضی الله تعالٰی عنهما[1] هذا حديث حسن صحيح، محمد بن اسحٰق ثقة صدوق امام قال شعبة وابو زرعة والذهبی وابن حجر صدوق وقال الامام ابن المبارك

نے شیخ عابد سندھی اور انھوں نے شیخ صالح غلانی اور سید عبدالرحمٰن اہدل اور یوسف ابن محمد مزجاجی اور سید احمد و قاسم ابنائے سلیمان اور اپنے چچا محمد حسین انصاری سے ح ہمارے شیخ سید امام عارف باللہ شاہ آلِ رسول احمدی نے جمادی الاولیٰ ۱۲۹۴ھ میں ہم کو خبر دی انھیں شاہ عبدالعزیز دہلوی نے انھیں ان کے والد شاہ ولی اللہ دہلوی نے اور انھیں شیخ ابوطاہر بن ابراہیم کردی مدنی نے ح ان سب لوگوں نے اپنے مشائخ کرام سے جن کی معروف و مشہور سندیں امام ابوداؤد تک متصل ہیں انھوں نے اپنی سنن میں نفیلی، محمد بن مسلمہ، محمد بن اسحٰق، زہری عن سائب ابن یزید رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا "حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف لے جاتے تو آپ کے سامنے مسجد کے دروازہ پر حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ اذان دیتے۔ ایسا ہی ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے زمانہ میں ہوتا رہا۔" یہ حدیث حسن و صحیح ہے اسکے راوی محمد بن اسحٰق قابلِ بھروسہ نہایت سچے امام ہیں۔ ان کے بارے میں امام شعبی، محدث ابوزرعہ اور ابن حجر نے فرمایا یہ بہت سچے ہیں۔ امام عبداللہ

[1] سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب وقت الجمعۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۵۵

www.alahazratnetwork.org

انا وجدناه صدوقا، انا وجدناه صدوقا، انا وجدناه صدوقا۔[١] تلميذ له ائمة اجلاء كابن المبارك و شعبة و سفين الثورى و ابن عيينة والامام ابى يوسف واكثر عنه فى كتاب الخراج له۔

وقال ابو زرعة الدمشقى اجمع الكبراء من اهل العلم على الاخذ عنه قال وقد اختبره اهل الحديث فرؤه صدقا وخيرا۔[٢]

وقال ابن عدى لم يتخلف فى الرواية عنه الثقات والائمة ولا بأس به۔[٣]

وقال على بن المدينى ما رأيت احدا يتهم ابن اسحٰق۔[٤]

وقال سفين بن عيينه[ع] جالست

ابن مبارک فرماتے ہیں "ہم نے انھیں صدوق پایا، ہم نے انھیں صدوق پایا، ہم نے انھیں صدوق پایا۔"

امام عبداللہ ابن مبارک، امام شعبہ اور سفیان ثوری اور ابن عیینہ اور امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں بہت زیادہ روایتیں کیں اور ان کی شاگردی اختیار کی۔

امام ابو زرعہ دمشقی نے فرمایا، اجلّہ علماء کا اجماع ان سے روایت کرنے پر قائم ہے، اور آپ کو اہل علم نے آزمایا تو اہل صدق و خیر پایا۔"

ابن عدی نے کہا: "آپ کی روایت میں اکثر ثقات کو کوئی اختلاف نہیں، اور آپ سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔"

امام علی ابن المدینی نے کہا: "کسی امام یا محدث کو ابن اسحٰق پر جرح کرتے نہیں دیکھا۔"

امام سفیان ابن عیینہ فرماتے ہیں: میں

ع وبه ظهر كذب من زعم الأن ان قد جرحه سفين

ع سفیان ابن عیینہ کے اس قول سے اس شخص کا جھوٹ ظاہر ہو گیا۔ جو یہ کہتا ہے کہ حضرت سفیان

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[١] تہذیب التہذیب ترجمہ محمد بن اسحاق موسسۃ الرسالہ بیروت ٥٠٧/٣
کتاب الثقات لابن حبان " " " دار الکتاب العلمیۃ بیروت ٢٣٦/٤
[٢] تہذیب التہذیب " " " موسسۃ الرسالۃ بیروت ٥٠٥/٣
[٣] میزان الاعتدال " " " نمبر ٧١٩٧ دار المعرفۃ بیروت ٤٧٤/٣
[٤] تہذیب التہذیب " " " موسسۃ الرسالہ بیروت ٥٠٥/٣

www.alahazratnetwork.org

ابن اسحٰق منذ بضع سنین وسبعین سنۃ	ستر سال سے اوپر ابن اسحاق کی خدمت کرتا رہا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بن عیینۃ، حاشاہ بل قد تلمذ و ذبّ عنہ و قال رأیت الزھری: قال لمحمد بن اسحٰق، این کنت؟ فقال ھل یصل الیک احدٌ؟ فدعا حاجبہ و قال: لا تحجبہ اذا جاء۔ و قال ایضا: قال ابن شھاب: و سئل عن مغازیہ فقال ھذا اعلم الناس بھا، و قال ابن المدینی: قلت لسفیان، کان ابن اسحٰق جالس فاطمۃ بنت منذر، فقال اخبرنی ابن اسحٰق انھا حدثتہ وانہ دخل علیھا، و قال ابن عُیَینۃ ایضا،

ابن عیینہ نے ابن اسحٰق پر جرح کی ہے، خدا کی پناہ انھوں نے تو ابن اسحٰق کی شاگردی اختیار کی ہے اور ان کی طرف سے مدافعت کی ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ میں نے امام زہری کو دیکھا کہ ابن اسحٰق سے پوچھا آپ کہاں تھے؟ انھوں نے جواب دیا کوئی آپ کے یہاں باریابی بھی تو پائے (یعنی دربان روکے ہوتے تھا) تو امام زہری نے اپنے دربان کو بلا کر فرمایا آئندہ ابن اسحٰق کو اندر آنے سے کبھی بھی مت روکنا۔ حضرت ابن عیینہ کی ہی روایت ہے کہ کسی نے امام زہری سے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے غزوات کے بارے میں پوچھا انھوں نے ابن اسحٰق کی طرف اشارہ کرکے فرمایا یہ اس کو سب لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں۔ حضرت علی ابن المدینی روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سفیان سے پوچھا کہ ابن اسحاق فاطمہ منذر کے پاس بیٹھتے تھے؟ تو حضرت سفیان نے کہا کہ مجھ سے خود محمد بن اسحاق نے کہا

(بقیہ بر صفحہ آئندہ)

۱؎ تہذیب التہذیب ترجمہ ترجمہ محمد بن اسحٰق مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/۵۰۴
۲؎ " " " " " " " ۴/۵۰۴
۳؎ " " " " " " " ۴/۵۰۵

www.alahazratnetwork.org

وما يتهمه احد من اهل المدينة ولا يقول فيه شيئا[1]

وقال ابومعاوية كان اسحٰق

اہلِ مدینہ میں سے کسی نے ان پر اتہام نہیں رکھا۔ نہ ان پر کچھ تنقید کی۔"

امام ابومعاویہ نے فرمایا: "ابن اسحاق سب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

سمعت شعبة يقول، محمد بن اسحٰق امير المؤمنين في الحديث[2] فهذا ما جرحه به سفيان نعم ذكر ان الناس اتهموه بالقدر[3] ولو كان هذا جرحا فما اكثر المجروحين في الصحيحين، الا ترى انه كان يسمع هذا ثم لا يترك مجالسة ابن اسحاق ولا الاخذ منه، هل ليس منه ما يدل على تصديقه الناس في هذا فكم من تهمة لا اصل لها، وسيأتيك كلام ابن منير ۱۲ منہ۔

کہ مجھ سے فاطمہ نے حدیث بیان کی اور میں انکے پاس گیا (تو پاس بیٹھنے کی حقیقت صرف یہ تھی کہ ان سے حدیث سُنی) ابن عیینہ نے تو ابن اسحٰق کی تعدیل میں امام شعبہ کا وہ شاندار قول نقل کیا کہ یہ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں (کیا جرح ایسی ہی ہوتی ہے؟) ہاں آپ نے ابن اسحاق کے بارے میں یہ بھی فرمایا ہے کہ لوگوں نے ان پر قدری ہونے کا الزام لگایا ہے۔ لیکن کیا یہ جرح ہے، اگر جرح ہو تو بخاری و مسلم ایسے مجروح راویوں سے بھری پڑی ہیں ان کے بہت سے راویوں پر قدر کا الزام ہے۔ اگر یہ جرح ہوتی تو ابن عیینہ کا ابن اسحاق سے حدیث روایت کرنا تو بڑی بات ہے ان کا ساتھ بھی چھوڑ دیتے لیکن انھوں نے نہ تو ان کا ساتھ چھوڑا نہ ان کی شاگردی ترک کی، نہ ہی عوام کے الزام کی تصدیق کی، یہ تہمتیں بے اصل ہیں۔ مزید ابن منیر کا کلام آرہا ہے ۱۲ منہ۔

---

[1] تہذیب التہذیب ترجمہ محمد بن اسحٰق مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/۵۰۵

[2] " " " " " " ۴/۵۰۶

میزان الاعتدال " " " نمبر ۷۱۹۷ دارالمعرفۃ بیروت ۳/۴۶۹

[3] " " " " " " " " ۳/۴۶۹

www.alahazratnetwork.org

من احفظ الناس[1]، وقال الامام ابن معین اللیث بن سعد اثبت فی یزید بن ابی حبیب من محمد بن اسحق۔[2]

قلت ویزید هذا کما قال ابن یونس روی عنه الاکابر من اهل مصر، قلت کعمرو بن الحارث، وحیوة بن شریح، و سعید بن ابی ایوب، و اللیث بن سعد نفسه کلهم ثقات، اثبات، اُجلاء، و یحیی بن ایوب الغافقی صدوق، خمستهم من رجال الشیخین وعبد الله بن لهیعة صدوق حسن الحدیث علی ما استقر الامر علیه وعبد الله بن عیاش کلاهما من رجال مسلم و من غیرهم سلیمان التیمی البصری و زید بن ابی انیسة ثقتان من رجال الصحیحین وعبد الحمید بن جعفر المدنی الصدوق من رجال مسلم و آخرون کثیرون، ففی هذا تفضیل لابن اسحق علیهم جمیعا۔

وقال الامام شعبة، لو کان لی سلطان لامرت ابن اسحق علی المحدثین[3] وقال ایضا محمد بن اسحق امیر المومنین فی

لوگوں سے زیادہ دیاد رکھنے والے تھے۔" اور امام ابن معین نے فرمایا: یزید بن ابی حبیب سے روایت کرنے والوں میں لیث بن سعد، ابن اسحق سے زیادہ ثبت ہے۔"

ابن یونس فرماتے ہیں کہ ان یزید بن حبیب سے اکابر علمائے مصر نے روایت کی جیسے عمرو بن حارث، حیوۃ ابن شریح، سعید بن ابی ایوب اور خود لیث بن سعد، یہ سب کے سب ثقہ اور ثبت ہیں، اور پانچویں یحیی ابن ایوب غافقی صدوق ہیں اور پانچوں رجال شیخین میں سے ہیں، عبد اللہ ابن لہیعہ صدوق اور حسن الحدیث ہے۔ ان کے بارے میں اسی امر پر ائمہ رجال کی رائے مستقر ہوئی، اور عبد اللہ بن عیاش یہ دونوں مسلم کے راویوں میں سے ہیں، انکے علاوہ سلیمان تیمی بصری، زید بن ابی انیسہ دونوں حضرات ثقہ اور رواۃ صحیحین میں سے ہیں، اور عبد الحمید بن جعفر مدنی صدوق رجال مسلم سے ہیں، ان کے علاوہ اور بھی بہت سے افراد ہیں، تو اس سے ثابت ہوا کہ ابن اسحاق ان سب سے افضل ہیں۔

امام شعبہ نے فرمایا: "میری حکومت ہوتی تو میں ابن اسحق کو محدثین پر حاکم بناتا، یہ تو امیر المومنین فی الحدیث ہیں۔" ایک روایت میں ہے کہ

---

[1] تہذیب التہذیب ترجمہ محمد بن اسحاق موسسۃ الرسالہ بیروت ۵۰۴/۳
[2] میزان الاعتدال " " " ۱۹۷، دار المعرفہ بیروت ۴۷۳/۳
[3] " " " " " " " " " ۴۷۳/۳

الحدیث[1] - وفی روایة عنه قیل له لم قال لحفظه[2] وفی اخری عنه لو سوّد احد فی الحدیث لسوّد محمد بن اسحٰق[3]

کسی نے ان سے پوچھا، آپ ایسا کیوں کہتے ہیں ؟ تو حضرت شعبہ نے فرمایا، ان کے حفظ کی وجہ سے۔
دوسری روایت میں ہے ؛ حدیث والوں میں اگر کوئی سردار ہوسکتا ہے تو وہ محمد ابن اسحٰق ہیں۔

وقال علی بن المدینی مدار حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم علی ستة، فذکرهم ثم قال فصار علم الستة عند اثنی عشر فذکر ابن اسحٰق فیهم[4]

علی بن المدینی سے روایت ہے ، رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں چھ آدمیوں میں منحصر ہیں۔ پھر ان سب کے نام گنوائے۔ اور فرمایا اس کے بعد بارہ آدمیوں میں دائر ہوگئیں۔ اور ابن اسحاق اُن بارہ میں ہیں۔

وقال الامام الزهری لایزال بالمدینة علم جم ما کان فیها ابن اسحٰق[5] وقد کان یتلقف المغازی من ابن اسحٰق مع انه شیخه وشیخ الدنیا فی الحدیث - وقال شیخه الآخر عاصم بن عمر بن قتادة لایزال فی الناس علم ما بقی محمد ابن اسحٰق[6] - وقال عبد اللہ بن فائد کنا نجلس الی ابن اسحٰق فاذا

امام زہری فرماتے ہیں ، مدینہ مجمع العلوم رہے گا جب تک یہاں محمد ابن اسحاق قیام پذیر رہیں گے۔ آپ غزوات کی روایتوں میں ابن اسحٰق پر ہی بھروسا کرتے تھے ہر چند کہ آپ حدیث میں ان کے استاد تھے بلکہ دنیا بھر کے شیخ تھے۔
ابن اسحٰق کے دوسرے استاذ عاصم ابن عمر بن قتادہ نے فرمایا ، جب تک ابن اسحاق زندہ ہیں دنیا میں تمام علوم باقی رہیں گے۔ عبد اللہ ابن فائد نے کہا ؛ ہم لوگ ابن اسحاق کی مجلس میں

---

[1] تہذیب التہذیب — ترجمہ محمد بن اسحٰق — مؤسسة الرسالہ بیروت — ۳/۵۰۶
[2] " " — " — " " " — "
[3] " " — " — " " " — ۳/۵۰۴
[4] تہذیب الکمال — " ۵۶۴۴ — دار الفکر بیروت — ۱۶/۷۴
[5] تہذیب التہذیب — " — مؤسسة الرسالہ بیروت — ۳/۵۰۵
[6] تہذیب الکمال — " — دار الفکر بیروت — ۱۶/۷۳

www.alahazratnetwork.org

اخذ فی فن من العلوم ذہب المجلس بذٰلک الفن۔[1]

ہوتے تو جس فن کا تذکرہ شروع کر دیتے اس دن مجلس اسی پر ختم ہو جاتی۔

وقال ابن حبان لم یکن احد بالمدینۃ یقارب ابن اسحٰق فی علمہ ولا یوازیہ فی جمعہ وھو من احسن الناس سیاقا للاخبار۔[2]

ابن حبان نے کہا: مدینہ میں کوئی علمی مجلس حدیث کی ہو یا دیگر علوم و فنون کی۔ ابن اسحٰق کی مجلس کے ہمسر نہ ہوتی۔ اور خبروں کی حسن ترتیب میں یہ اور لوگوں سے آگے تھے۔

وقال ابو یعلی الخلیلی محمد بن اسحٰق عالم کبیر واسع الروایۃ والعلم ثقۃ۔[3]

ابو یعلی خلیلی نے فرمایا: محمد بن اسحاق بہت بڑے عالم حدیث تھے۔ روایت میں واسع العلم اور ثقہ تھے۔

وکذٰلک قال یحیٰی بن معین و یحیٰی بن یحیٰی وعلی بن عبد اللہ (ھو ابن المدینی شیخ البخاری) واحمد العجلی ومحمد بن سعد وغیرھم ان محمد بن اسحٰق ثقۃ۔[4]

یحیٰی ابن معین و یحیٰی ابن یحیٰی وعلی ابن عبد اللہ المدینی استاذ امام بخاری، احمد عجلی، محمد بن سعد وغیرہ نے کہا: محمد بن اسحٰق ثقہ ہیں۔

وقال ابن البرقی لم ار اھل الحدیث یختلفون فی ثقتہ وحسن حدیثہ[5] وقال الحاکم عن البوشنجی شیخ البخاری ھو عندنا ثقۃ۔[6]

حضرت ابن البرقی نے فرمایا: علم حدیث والوں میں محمد ابن اسحٰق کے ثقہ ہونے میں کوئی اختلاف نہیں اور ان کی حدیث حسن ہے۔ اور حاکم نے بوشنجی شیخ بخاری سے روایت کی کہ ابن اسحٰق ہمارے نزدیک ثقہ ہیں۔

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ محمد بن اسحٰق ۷۱۹۷ دار المعرفۃ بیروت ۳/۴۷۲

[2] تہذیب التہذیب " " " مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳/۵۰۴

کتاب الثقات لابن حبان " " " دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴/۲۳۶

[3] تہذیب التہذیب " " " مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳/۵۰۴

[4] میزان الاعتدال " " " ۷۱۹۷ دار المعرفۃ بیروت ۳/۴۷۵

تہذیب الکمال " " " ۵۶۳۴ دار الفکر بیروت ۱۶/۸۰ و ۸۱

[5] " " " " " مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳/۵۰۴

[6] " " " " " " " " " "

www.alahazratnetwork.org

وقال المحقق فی فتح القدیر اما ابن اسحٰق فثقة ثقة لا شبهة عندنا فی ذٰلك ولا عند محققی المحدثین[1]، وقال ایضا توثیق محمد بن اسحٰق[2] ھو الحق الابلج وما نقل عن کلام مالك فیہ لایثبت ولو صح لم یقبلہ اھل العلم[2] الخ۔ وقد اطال الامام البخاری فی توثیقہ فی جزء القراءة ولم یوردہ فی الضعفاء لہ وانکر صحة ما یذکر فیہ من کلام مالك وما نقل عن علی ما یشعر بانکار صحتہ ما عن ھشام۔

محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا: ابن اسحٰق ثقہ ہیں ثقہ ہیں، اس میں نہ ہمیں شبہہ ہے نہ محققین محدثین کو شبہہ ہے، محمد ابن اسحٰق کی توثیق حق صریح ہے۔ اور امام مالک سے ان کے بارے میں جو کلام مروی ہے وہ صحیح نہیں اور بر تقدیر صحت روایت ان کے کلام کو کسی محدث نے تسلیم نہیں کیا۔ اور امام بخاری نے تو جزء القراءة میں ان کی توثیق میں طویل کلام فرمایا اور ان کا تذکرہ اپنی کتاب "ضعفاء" میں بھی نہیں کیا، اور ان کی جرح میں امام مالک کا جو کلام نقل کیا گیا ہے اس کی صحت سے انکار کیا ہے۔ اور حضرت علی (کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم) سے ان کے بارے میں ہشام سے جو مروی ہے اس کا بھی انکار کیا ہے۔

وقد بینا وجھہ فی تحریراتنا الحدیثیة واوردہ ولدی المولوی مصطفٰی رضا خاں حفظہ اللہ تعالٰی فی کتابہ "وقایة اھل السنة عن مکر دیوبند والفتنة" صنفہ فی الرد علی وھابیة دیوبند اذ خالفوا فی ھٰذہ المسألة وھم الذین حکم ساداتنا علماء الحرمین الشریفین جمیعا بکفرھم وارتدادھم وان من شك فی کفرھم وعذابھم فقد کفر[3] لسبھم اللہ

ان سب باتوں پر ہم نے اپنی تحریروں میں جو علم حدیث سے متعلق ہیں روشنی ڈالی ہے، اور ان سب کو میرے عزیز فرزند مولوی مصطفٰی رضا خاں (سلمہ اللہ تعالٰی) نے اپنی کتاب "وقایہ اہل السنہ عن مکر دیوبند والفتنہ" میں جو وہابیہ دیوبندیہ کے رد میں ہے، بیان کیا ہے کہ انھوں نے بھی اس مسئلہ میں مخالفت کی تھی، اور اہل دیوبند پر تو ہمارے سادات علمائے حرمین طیبین نے کفر کا فتوٰی دیا ہے اور ان کے کفر میں شک کرنے والوں کی بھی تکفیر فرمائی ہے کیونکہ انھوں نے

---

[1] فتح القدیر کتاب الصلوٰة باب صلوٰة الوتر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۷۰

[2] ۱/ ۳۷۰ و تحفۃ الاحوذی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۳۹

[3] حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۳

www.alahazratnetwork.org

رب العلمین ومحمد اسید المرسلین صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وعلی جمیع النبیین۔

پروردگار عالم اور سید المرسلین محمد مصطفےٰ کو گالی دی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اور تمام نبیوں پر درود وسلام نازل فرمائے۔

ثم اجاب عنه البخاری فاجاد و اصاب وقد قال فیما قال ولم ینج کثیر من الناس من کلام بعض الناس فیهم نحو ما یذکر عن ابراهیم من کلامه فی الشعبی وکلام الشعبی فی عکرمة ولم یلتفت اهل العلم فی هذا النحو الا ببیان وحجة ولم تسقط عدالتهم الا ببرهان وحجة اھ[1]

امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بے سند تنقیدوں کا کیا خوب رد فرمایا ہے، آپ فرماتے ہیں، ایسی تنقیدوں سے کم لوگ ہی کامیاب ہوتے، جیسے امام شعبی کے بارے میں امام ابراہیم کا کلام حضرت عکرمہ کے بارے میں امام شعبی کا کلام اہل علم میں سے کسی نے اس قسم کی تنقیدوں کی طرف کوئی توجہ نہ کی جب تک جرح صریح اور مدلل نہ ہو اور ایسی تنقیدوں سے کسی کی عدالت پر اثر نہیں پڑتا۔[1]

وحسن الامام احمد و یحیٰی بن معین ومحمد بن عبدالله بن نمیر ومحمد بن یحیٰی کلهم شیوخ البخاری، وابوداؤد والمنذری والذهبی حدیثه وغیره الامام الذهبی ثم السیوطی فی اعلی مراتب الحسن، قال فی التدریب الحسن ایضًا علیٰ مراتب کالصحیح، قال الذهبی فاعلیٰ مراتبه بهز بن حکیم عن ابیه عن جده، و عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده، و ابن اسحاق عن التیمی، وامثال ذلك

امام احمد، امام یحیٰی بن معین اور محمد بن عبداللہ بن نمیر و محمد ابن یحیٰی، یہ سب امام بخاری کے استاذ ہیں۔ اور ابوداؤد، منذری اور ذہبی ان سب لوگوں نے محمد بن اسحٰق کی حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ اور امام ذہبی اور سیوطی نے ان کو حسن کے اعلیٰ مدارج میں گردانا ہے۔ تدریب میں ہے "صحیح کی طرح حسن کے بھی چند درجے ہیں" امام ذہبی فرماتے ہیں کہ اعلیٰ درجہ کی حسن بہز ابن حکیم عن ابیہ عن جدہٖ، اور عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہٖ، اور ابن اسحٰق عن تیمی اور ان کے امثال ہیں اور اسی کو

[1] تہذیب الکمال بحوالہ البخاری ترجمہ محمد بن اسحٰق ۵۶۴۴ دار الفکر بیروت ۱۶/۷۶ و ۷۷
تہذیب التہذیب " " " " " مؤسسۃ الرسالہ " ۲/۵۰۵

www.alahazratnetwork.org

مما قيل انه صحيح وهو ادنی مراتب الصحيح[1] وصححه ابن المدينی والترمذی وابن خزيمة والامام الطحاوی وقد حسن الدارقطنی بعض ما تفرد به ابن اسحٰق وصححه الحاكم عه وقد تبعهما عليه

ادنٰی درجہ کی صحیح بھی قرار دیا ہے۔ چنانچہ ابن مدینی، ترمذی، ابن خزیمہ اور امام طحاوی نے اس کو صحیح کہا، اور بعض وہ حدیثیں جن کے تنہا محمد بن اسحٰق راوی ہیں انھیں دارقطنی نے حسن کہا اور حاکم نے صحیح فرمایا۔ اور ان دونوں

عه اورد فی السنن حديث احمد بن خالد عن ابن اسحٰق عن مكحول عن محمود بن الربيع عن عبادة رضی اللہ تعالٰی عنه فی القراءة خلف الامام وقال قال علی بن عمر هذا اسناد حسن[2] واقره البيهقی وروی فی باب الصلوٰة علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم حديث ابی مسعود رضی اللہ تعالٰی عنه ان رجلا قال يا رسول اللہ! اما السلام عليك فقد عرفناه، فكيف نصلی عليك اذا نحن صلينا فی صلٰوتنا، وقال، قال الدارقطنی حسن متصل، واقره البيهقی وقال ابن الترکمانی لا اعلم احدا روی هذا الحديث بهذا اللفظ الا محمد بن اسحٰق[3]، واورده ايضا فی باب الصلوٰة علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی التشهد ثم حكی عن الحاكم تصحيحه، ثم عن الدارقطنی تحسينه واقرهما ۱۲ منه

عه سنن میں حدیث احمد بن خالد، ابن اسحٰق، مکحول، محمود بن ربیع، عبادہ ابن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ باب قراءۃ خلف الامام میں نقل کرکے فرمایا علی بن عمر نے اس سند کو حسن قرار دیا ہے، اور امام بیہقی نے اس کو ثابت رکھا ہے اور باب وجوب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کی اس حدیث کو نقل کیا "ایک شخص نے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیک وسلم! سلام کو تو ہم نے خوب سمجھ لیا ہے کہ نماز میں کیسے پڑھنا چاہئے اب یہ فرمائیے کہ جب ہم آپ پر درود پڑھیں اپنی نمازوں میں تو کیسے پڑھیں" اور فرمایا کہ دارقطنی اس کو حسن متصل قرار دیتے ہیں، اور بیہقی اس کو برقرار رکھتے ہیں۔ ابن ترکمانی کہتے ہیں یہ حدیث ان الفاظ میں ہمارے علم میں ابن اسحاق کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کی، پھر بھی حدیث "باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی التشہد" میں نقل کرکے کہا حاکم نے اس کی تصحیح کی اور دارقطنی نے تحسین، اور خود اسکو برقرار رکھا ۱۲ منہ

---

[1] تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی النوع الثانی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۴۸
[2] السنن الکبرٰی کتاب الصلوٰۃ ۲/۱۶۴ و ۲/۳۷۸ دار صادر بیروت
[3] الجوہر النقی بذیل السنن الکبرٰی باب وجوب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۲/۱۴۸، ۱۴۹

www.alahazratnetwork.org

البیھقی، ووصفہ المنذری والذھبی باحد الائمۃ الاعلام وانہ صالح الحدیث مالہ ذنب الا ما حشا فی السیرۃ من مناکیر[1]

حضرات کی امام بیہقی نے اتباع کی امام منذری اور امام ذہبی نے محمد بن اسحاق کو ائمہ اعلام میں شمار کیا اور صالح الحدیث قرار دیا، اور فرمایا کہ ان کا اس کے سوا کوئی گناہ نہیں کہ انھوں نے سیرت میں منکر حدیثیں درج کیں۔

واوردہ الحافظ العسقلانی فی طبقات المدلسین فیمن لم یضعف بشیئ لاعیب علیہ الا التدلیس۔

حافظ ابن حجر نے انھیں مدلسین کے طبقات میں ذکر کیا جن میں تدلیس کے علاوہ کوئی ضعف ہے، نہ علت۔

وقال الامام النووی لیس فیہ الا التدلیس، وقال محمد بن عبد اللہ بن نمیر رمی بالقدر وکان ابعد الناس منہ[2]

امام نووی بھی فرماتے ہیں کہ ان میں تدلیس کے علاوہ کوئی کمی نہیں۔ محمد بن عبد اللہ نمیری نے فرمایا، ان پر قدریہ ہونے کا الزام ہے لیکن وہ اس سے کوسوں دور ہیں۔

وقال یعقوب شیبۃ سألت ابن المدینی عن ابن اسحٰق قال حدیثہ عندی صحیح، قلت فکلام مالک فیہ قال مالک لم یجالسہ ولم یعرفہ[3]

یعقوب ابن شیبہ فرماتے ہیں، میں نے ان کے بارے میں علی ابن المدینی سے سوال کیا تو فرمایا کہ میرے نزدیک ان کی حدیثیں صحیح ہیں۔ میں نے امام مالک کی تنقیدوں کا ذکر کیا، تو فرمایا، وہ نہ ان کے ساتھ بیٹھے نہ انھیں پہچانا۔

وذکرہ ابن حبان فی ثقاتہ وان مالکا رجع عن الکلام فی ابن اسحٰق واصطلح معہ وبعث الیہ ھدیۃ[4]

ابن حبان نے انھیں ثقات میں شمار کیا، اور فرمایا، امام مالک نے ابن اسحٰق کی جرح سے رجوع فرمایا اور اُن سے صلح کرلی اور انھیں تحفہ بھیجا۔

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ محمد بن اسحاق ۷۱۹۷، دار المعرفۃ بیروت ۳/۴۶۹

[2] تہذیب التہذیب " " " مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳/۵۰۵

[3] میزان الاعتدال " " " دار المعرفۃ بیروت ۳/۴۷۵

[4] فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۰۰ و تحفۃ الاحوذی کتاب الصلوٰۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۳۹

www.alahazratnetwork.org

وقال مصعب الزبیری و دحیم وابن حبان لم یکن یقدح فیہ من اجل الحدیث[1]۔ وقد تکفل بالجواب عند الائمۃ احمد وابن المدینی والبخاری وابن حبان و المزی والذہبی والعسقلانی والمحقق حیث اطلق کما ہو مفصل مع زیادات کثیرۃ فی کتاب ولدی المحفوظ بکرم اللہ تعالٰی "وقایۃ اہل السنۃ" وللہ الحمد والمنۃ۔

مصعب زبیری، دحیم اور ابن حبان نے کہا، ان پر حدیث کی وجہ سے جرح نہیں کی گئی۔ اور ائمہ میں احمد، ابن مدینی، بخاری، ابن حبان، مزی، ذہبی اور محقق علی الاطلاق نے ان کی طرف سے دفاع کیا۔ یہ اور مزید اضافے میرے فرزند سلمہٗ کی کتاب "وقایۃ اہلسنۃ" میں ہیں والحمد للہ و المنۃ۔

نفحہ ۲ : من الجہل الوخیم رمیہ بالرفض اغترارا بقول التقریب رمی بالتشیع[2] ومابین التشیع و الرفض کما بین السماء والارض فربما اطلقوا التشیع علی تفضیل علی علی عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ وہو مذہب جماعۃ من ائمۃ اہل السنۃ لاسیما ائمۃ الکوفۃ قال صاحب التقریب نفسہ فی ہدی الساری التشیع محبۃ علی وتقدیمہ علی الصحابۃ فمن قدمہ علی ابی بکر وعمر فہو غال فی تشیعہ ویطلق علیہ رافضی والا فشیعی فان انضاف الی ذلک السب او

نفحہ ۲ : تقریب کے قول "ان پر تشیع کی تہمت لگائی گئی ہے" سے دھوکا کھاکر ان پر رفض کا عیب لگانا بدبودار جہالت ہے۔ رفض و تشیع میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ لبسا اوقات لفظ تشیع کا اطلاق حضرت مولا علی کو عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہم پر فضیلت دینے پر ہوتا ہے جبکہ یہ ائمہ بالخصوص اعلام کوفہ کا مذہب ہے، صاحب تقریب نے خود بھی "ہدی الساری" میں فرمایا "تشیع حضرت علی کی صحابہ سے زائد محبت کا نام ہے، تو اگر کوئی آپ کو ابوبکر وعمر پر فضیلت دیتا ہے تو وہ غالی شیعہ ہے، اور اسے رافضی بھی کہا جاتا ہے، اور اس کے ساتھ گالی اور بغض کا اظہار کرے تو غالی رافضی ہے

[1] تہذیب التہذیب بحوالہ ابن حبان ترجمہ محمد بن اسحاق مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳/۵۰۴
کتاب الثقات لابن حبان " " " " ۷۰۶۶ دار الکتب العلمیہ " ۴/۲۳۶
[2] تقریب التہذیب " " " ۵۷۴۳ " " " ۲/۵۴

www.alahazratnetwork.org

التصریح بالبغض فغال فی الرفض اھ[1] وتمام تحقیقہ فی تحریراتنا الحدیثیۃ۔

اور اس کی پوری تحقیق ہماری تحریرات حدیثیہ میں ہے۔

وفی المقاصد للعلامۃ التفتازانی الافضلیۃ عندنا بترتیب الخلافۃ مع تردد فیما بین عثمان وعلی رضی اللہ تعالٰی عنہما[2]

مقاصد علامہ تفتازانی میں ہے، ہمارے نزدیک خلفائے اربعہ میں فضیلت خلافت ترتیب پر ہے حضرت عثمان وعلی رضی اللہ تعالٰی عنہما میں تردد کے ساتھ۔

وفی شرحہا لہ قال اھل السنۃ الافضل ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی وقد مال بعض منہم الی تفضیل علی علی عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہما، والبعض الی التوقف فیما بینہما اھ[3]۔

شرح مقاصد للتفتازانی میں ہے: اہل سنت نے کہا کہ سب سے افضل ابوبکر پھر عمر پھر عثمان پھر علی، اور بعض حضرت علی کو عثمان سے افضل مانتے ہیں رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ اور بعض ان دونوں کے درمیان توقف کے قائل ہیں۔

وفی الصواعق للامام ابن حجر: جزم الکوفیون ومنہم سفیان الثوری بتفضیل علی علی عثمان، وقیل بالوقف عن التفاضل بینہما، وھو روایۃ عن مالک اھ[4]۔

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی صواعق محرقہ میں ہے، ائمہ کوفہ (انھیں میں سفیان ثوری ہیں) نے حضرت علی کو حضرت عثمان پر بالیقین افضل گردانا، اور امام مالک وغیرہ سے توقف مروی ہے۔

وفی تہذیب التہذیب فی ترجمۃ الامام الاعمش کان فیہ تشیع اھ[5]

تہذیب التہذیب میں حضرت امام اعمش کے حالات میں تحریر ہے کہ ان میں تشیع تھا، اور

وفی شرح الفقہ الاکبر لعلی قاری روی عن

شرح فقہ اکبر ملا علی قاری میں امام صاحب کے بارے

۱؎ ہدی الساری مقدمۃ فتح الباری فصل فی تمییز اسباب الطعن فی المذکورین مصطفی البابی مصر ۲/ ۲۳۱

۲؎ المقاصد علی ہامش شرح المقاصد المبحث السابع الافضلیۃ بترتیب الخلافۃ دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۲۹۶

۳؎ شرح المقاصد " " " " " "

۴؎ الصواعق المحرقۃ الباب الثالث الفصل الاول مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۵۷

۵؎ تہذیب التہذیب ترجمہ سلیمان بن مہران المعروف بالاعمش مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲/ ۱۱۰

www.alahazratnetwork.org

ابی حنیفة تفضیل علی علی عثمان رضی الله تعالیٰ عنهما والصحیح ما علیه جمهور اهل السنة وهو ظاهر من قول ابی حنیفة رضی الله تعالیٰ عنه علی ما رتبه هنا وفق مراتب الخلافة اھ[1]۔

میں لکھا ہے، حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت عثمان غنی پر حضرت علی کی فضیلت مروی ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) لیکن صحیح وہی ہے جس پر جمہور اہلسنت ہیں۔ اور فقہ اکبر میں اس کو ترتیب خلافت کے موافق رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی آپ کا قول بھی ہے۔

ثم لا یذهب عنك الفرق بین شیعی ورمی بالتشیع وکم فی الصحیحین ممن رمی به وقد عد فی هدی الساری عشرین منهم فی مسانید صحیح البخاری فضلا عن تعلیقاته، بل فیه مثل عباد بن یعقوب رافضی جلد۔ ثم الشبهة لا قیمة لها رأسا فکم فی الصحیحین ممن رمی بانواع البدع وقد تقرر عندهم ان المبتدع تقبل روایته اذا لم یکن داعیة۔

پھر لفظ شیعی اور رمی بالتشیع کا فرق بھی ملحوظ رہنا چاہئے۔ بخاری کے کتنے ہی ایسے راوی ہیں جن پر تشیع کا الزام ہے۔ "ہدی الساری" میں ایسی بیس سندوں کی تفصیل ہے جو خاص مسانید بخاری میں ہیں، تعلیقات کا تو ذکر ہی الگ رہا، بلکہ رواۃ بخاری میں تو عباد ابن یعقوب جیسا رافضی ہے جس پر کوڑے کی حد جاری کی گئی تھی۔ اور جرح میں شبہہ کی تو کوئی اہمیت ہی نہیں، خود بخاری ومسلم میں بہت سے راوی ہیں جن پر انواع واقسام کی بدعت کا شبہہ کیا گیا، اور اصول محدثین کی رُو سے خود بدعتی بھی اپنے مذہب نامہذب کا داعی ومبلغ نہ ہو تو اس کی روایت مقبول ہے۔

نفحہ ۳: اصل الحدیث رویناه فی المسند حدثنا یعقوب حدثنا ابی عن ابن اسحٰق قال حدثنی محمد بن مسلم بن عبید الله الزهری عن السائب

نفحہ ۳: اصل حدیث جسے ہم نے روایت کیا مسند احمد ابن حنبل میں اس سند کے ساتھ ہے یعقوب، ابی، ابن اسحٰق حدثنی محمد ابن مسلم عبید اللہ الزہری، سائب بن یزید، یہاں یہ

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر افضل الناس بعدہ الخ دار البشائر الاسلامیہ بیروت ص ۱۸۷

www.alahazratnetwork.org

بن یزید ابن اخت نمر[1] فقد صرح بالسماع فلا علیك من عنعنة هنا هذا وجه۔

وثانیا ابن اسحٰق کثیر الروایة عن الزهری والعنعنة عن مثل الشیخ تحمل علی السماع۔ قال الذهبی فی مثله متی قال "نا" فلا کلام ومتی قال "عن" تطرق الیه احتمال التدلیس الا فی شیوخ له اکثر عنهم فان روایته عن هذا الصنف محمولة علی الاتصال اھ[2]۔

لاسیما ابن اسحٰق فقد عرف منه النزول فی اشیاخ اکثر عنهم قال ابن المدینی حدیث ابن اسحٰق لیتبین فیه الصدق وهو من اروی الناس عن سالم بن ابی النضر وروی عن رجل عنه وهو من اروی الناس عن عمرو بن شعیب وروی عن رجل عن ایوب

حدیث لفظ حدثنی سے مروی ہے۔ تو اب اس روایت پر نہ تدلیس کا اعتراض ہوسکتا ہے نہ ارسال کا۔ ایک جواب تو یہ ہوا۔

دوسرا یہ ہے کہ امام محمد بن اسحٰق امام زہری سے کثیر الروایت ہیں۔ اور ایسے راوی کا عنعنہ بھی سماع پر محمول ہوتا ہے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں، راوی جب روایت میں لفظ عن سے کسی بات کا اضافہ کرے تو تدلیس کا احتمال ہوتا ہے مگر جب راوی ایسے شیخ سے روایت کرے جس سے وہ کثیر الروایت ہو تو یہ روایت متصل ہوگی۔

اور ابن اسحٰق کے بارے میں معروف و مشہور ہے کہ وہ ایسے اساتذہ کی حدیثوں کو بطور نزول بھی روایت کرتے جن سے وہ اکثر روایت کرتے ہیں۔ علی بن المدینی فرماتے ہیں، محمد بن اسحاق کی حدیثوں میں صدق ظاہر ہے۔ وہ سالم ابن ابی نضر سے بنسبت ان کے دوسرے شاگردوں کے کثیر الروایت ہیں۔ پھر بھی ان کی روایت عن رجل عن سالم (یعنی اپنے سے کم درجہ کے آدمی کے واسطہ سے بھی سالم سے ان کی روایت ہے) اسی طرح وہ عمرو بن شعیب کے شاگردوں میں بھی اروی الناس عنہ ہیں اور انکی

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث السائب بن یزید المکتب الاسلامی بیروت ۳/۴۴۹

[2] میزان الاعتدال ترجمہ ۳۵۱۷ سلیمان بن مہران دار المعرفۃ بیروت ۲/۲۲۴

www.alahazratnetwork.org

عنہ اھ[1]

قلت وکذا ھو من اروی الناس عن ابن شہاب وقد روینا فی کتاب الخراج للامام ابی یوسف حدثنی محمد بن اسحٰق عن عبد السلام عن الزھری[2]

روایت عن رجل عن ایوب عن عمرو بن شعیب بھی ہے۔

میں کہتا ہوں ابن اسحٰق امام زہری کے بھی اروی الناس شاگرد ہیں۔ مگر قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ "کتاب الخراج" میں فرماتے ہیں مجھ سے محمد بن اسحٰق نے بیان کیا کہ ان سے عبد السلام نے روایت کی اور ان سے امام زہری نے (تو ابن اسحاق کی یہ روایتیں لفظ عن سے ہونے کے باوجود تدلیس نہیں ہے، روایت متصل ہے)۔

وثالثا ھذا کلہ علی طریقۃ ھؤلاء المحدثین اما علی اصولنا معشر الحنفیۃ والمالکیۃ والحنبلیۃ الجمھور فزوال العنعنۃ ساقط عن راسہ فان مبناہ علی شبھۃ الارسال وحقیقتہ مقبولۃ عندنا وعند الجمھور فکیف بشبھتہ۔

تیسرا جواب: محمد ابن اسحاق کی تدلیس اور عنعنہ کے بارے میں اب تک جو بحث تھی وہ ان محدثین کے مسلک کی بنا پر تھی، جو حدیث کی جرح میں عنعنہ اور تدلیس کا لحاظ کرتے ہیں لیکن ہم حنفیوں، مالکیوں، حنبلیوں جمہور علماء کے اصول پر عنعنہ کا لحاظ ہی اصلاً ساقط ہے کیونکہ عنعنہ کے لحاظ کی وجہ تو یہ شبہہ ہے کہ تدلیس سے حدیث کے مرسل ہونے کا ڈر ہے، اور ہمارے اور جمہور کے نزدیک تو خود ارسال بھی سند کا عیب نہیں، اور حدیث مرسل مقبول ہے تو صرف شبہہ ارسال سے حدیث پر کیا اثر پڑے گا۔

قال الامام الجلیل السیوطی فی التدریب فی عنعنۃ

امام جلال الدین سیوطی نے تدریب میں فرمایا، جمہور علمائے کرام جو مراسیل قبول کرتے ہیں

---

[1] تہذیب التہذیب ترجمہ محمد بن اسحاق مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳/۵۰۶

[2] کتاب الخراج احادیث ترغیب وتحضیض دار المعرفۃ بیروت ص ۹

www.alahazratnetwork.org

المدلس، قال جمهور من یقبل المراسیل تقبل مطلقا اھ[1] و فیه عن الامام ابن جریر الطبری اجمع التابعون باسرهم علی قبول المرسل ولم یأت عنهم انکاره ولا عن احد من الائمة بعدهم الی راس المائتین اھ[2]۔

وہ عنعنہ کو بھی قبول کرتے ہیں۔ اسی میں امام جریر طبری سے منقول ہے کہ جملہ تابعین نے بالکلیہ مراسیل قبول کرنے پر اجماع کیا ہے۔ نہ تو تابعین نے مراسیل کا انکار کیا نہ ان کے بعد سنہ ۲۰۰ ہجری تک کسی اور نے۔

وفی صحیح مسلم وجامع الترمذی عن محمد بن سیرین التابعی قال لم یکونوا یسئلون عن الاسناد فلما وقعت الفتنة قالوا سموا لنا رجالکم اھ[3]۔

صحیح مسلم اور جامع میں محمد بن سیرین تابعی سے ہے کہ لوگ احادیث کی سند کے بارے میں کسی سے سوال ہی نہیں کرتے تھے۔ جب فتنہ واقع ہوا تو سوال کیا جانے لگا کہ اپنے راویوں کو ہم سے بیان کرو۔

قلت وهذا زید بن اسلم الامام مولی امیر المؤمنین الفاروق الذی کان الامام الاجل زین العابدین یجلس الیه و یتخطی مجالس قومه فقال له نافع ابن جبیر بن مطعم تخطی مجالس قومك الی عبد عمر بن الخطاب؟ فقال رضی الله عنه، انما یجلس الرجل الی من ینفعه فی دینه رواه البخاری فی تاریخه[4]، زید

میں کہتا ہوں کہ امام زید بن اسلم جو امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے ان کے پاس امام جلیل زین العابدین بیٹھا کرتے تھے اور اپنی قوم کی مجلس چھوڑ دیتے تھے۔ نافع بن جبیر بن مطعم نے آپ سے کہا آپ اپنے لوگوں کی مجلس چھوڑ کر عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کے غلام کی محفل میں بیٹھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا آدمی وہیں بیٹھتا ہے کہ جہاں اس کے دین کا فائدہ ہوتا ہے (تاریخ بخاری) انھیں زید نے ایک

---

[1] تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی النوع الثانی عشر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹۰

[2] " " " " " النوع التاسع " " " ۱/۱۶۳

[3] صحیح مسلم باب بیان ان الاسناد من الدین الخ " " " ۱/۱۱

[4] تاریخ البخاری باب الالف ترجمہ زید بن اسلم ۱۲۸۷ دار الباز للنشر والتوزیع مکۃ المکرمۃ ۲/۳۸۷

www.alahazratnetwork.org

هذا احدث بحديث فقال له رجل يا ابا اسامة عمن هذا؟ فقال يا ابن اخی، ماكنا نجالس السفهاء، قال له العطاف بن خالد۔[1]

قلت وقد اكثر الارسال ائمة التابعين سعيد بن المسيب والقاسم وسالم والحسن والبو العالية وابراهيم النخعی وعطاء بن ابی رباح ومجاهد وسعيد بن جبير وطاؤس والشعبی والاعمش والزهری وقتادة ومكحول وابو اسحٰق السبيعی وابراهيم التيمی ويحيٰی بن الكثير واسمٰعيل بن ابی خالد وعمرو بن دينار ومعٰوية بن قرة وزيد بن اسلم وسليمان التيمی۔ ثم الائمة مالك ومحمد والسفيانان افتراهم فعلوه لترد احاديثهم۔ وفی مسلم الثبوت وشرحه فواتح الرحموت، مرسل الصحابی يقبل مطلقا اتفاقا وان من غيره، فالاكثر ومنهم الائمة الثلثة ابوحنيفة ومالك واحمد رضی الله تعالٰی عنهم يقبل مطلقا، والظاهرية وجمهور المحدثين الحادثين بعد المائتين لا۔[2]

وفی فصول البدائع للعلامة

حدیث بیان کی، ایک آدمی نے ان سے کہا ابا اسامہ یہ کس سے آپ بیان کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا، اے بھتیجے! ہم سفہاء کے ساتھ نہیں بیٹھتے۔ یہ اسے عطاف بن خالد نے کہا۔

میں کہتا ہوں علمائے تابعین مثلاً سعید بن مسیب، قاسم، سالم، حسن، ابوالعالیہ، ابراہیم نخعی، عطاء بن ابی رباح، مجاہد، سعید بن جبیر، طاؤس، امام شعبی، اعمش، زہری، قتادہ، مکحول، ابواسحٰق سبیعی، ابراہیم تیمی، یحیٰی بن کثیر، اسمٰعیل بن ابی خالد، عمرو بن دینار، معاویہ بن قرہ، زید بن اسلم، سلیمٰن تیمی، امام مالک و محمد اور سفیانین۔ کیا یہ سب حضرات اس لئے ارسال کرتے تھے کہ ان کی حدیثیں رد کردی جائیں۔

مسلم الثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت میں ہے، صحابہ کرام کے مراسیل باتفاق ائمہ مطلقاً مقبول ہیں، اور دوسروں کے مراسیل باتفاق ائمہ جن میں امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد بن حنبل شامل ہیں، یہ سب لوگ اسے مطلقاً مقبول رکھتے ہیں۔ ہاں ظاہریہ اور جمہور محدثین جو ۲۰۰ھ ہجری کے بعد ہوئے قبول نہیں کرتے۔

فصول البدائع مولٰی خسرو میں ہے،

---

[1] تہذیب التہذیب ترجمہ زید بن اسلم موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۶۵۸

[2] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی الاصل الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/۱۷۴

www.alahazratnetwork.org

ومولٰی خسرو طعن المحدثین بما لا یصلح جرحا لا یقبل کالطعن بالتدلیس فی العنعنۃ فانہا توھم شبھۃ الارسال و حقیقۃ لیست بجرح[1] اھ۔

اور محدثین کا ایسا طعن جو جرح بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا، جیسے عنعنہ میں تدلیس کا طعن کہ اس میں شُبہہ ارسال ہے، حالانکہ خود ارسال اسبابِ طعن میں سے نہیں ہے۔

قلت: و روی ابوداؤد عن عبد اللہ بن حنظلۃ بن ابی عامر ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امر بالوضوء عند کل صلٰوۃ فلما شق ذٰلک علیہ امر بالسواک لکل صلٰوۃ[2]، فیہ ایضا۔ ابن اسحٰق وقد عنعن و مع ذٰلک قال الشامی فی سیرتہ اسنادہ جید و فیہ اختلاف لایضر[3] اھ۔

چوتھا جواب: ابوداؤد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت حنظلہ ابن ابی عامر سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو ہر وقت وضو کا حکم دیا گیا تھا لیکن یہ جب آپ پر مشقت ڈالنے لگا تو ہر نماز کے وقت آپ کو مسواک کرنے کا حکم ہُوا۔ اس حدیث میں بھی ابن اسحٰق نے لفظ عن سے روایت کی۔ اس کے باوجود امام شامی اپنی سیرت میں کہتے ہیں اس کی سند صحیح ہے اور اس میں اختلاف ہے جس سے کوئی ضرر نہیں۔

و روی احمد عن واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امرت بالسواک حتی خشیت ان یکتب علیّ[4]، نقل الزرقانی علی المواھب عن المنذری وغیرہ فیہ لیث بن ابی سلیم ثقۃ مدلس

پانچواں جواب: امام احمد نے واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالٰے عنہ سے یہ حدیث روایت کی کہ مجھے مسواک کے لئے اتنی بار حکم دیا گیا کہ مجھے ڈر ہوا کہ کہیں یہ فرض نہ کر دی جائے۔ امام زرقانی نے یہ حدیث مواہب کی شرح میں منذری وغیرہ سے روایت کی۔ اس روایت میں لیث بن ابی سلیم ہیں جو ثقہ مدلس ہیں،

---

[1] فصول البدائع
[2] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب السواک آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۷
[3]
[4] مسند احمد بن حنبل حدیث واثلۃ بن الاسقع المکتب الاسلامی بیروت ۳/۴۹۰

www.alahazratnetwork.org

وقد رواه بالعنعنة[1]۔ ومع ذلك قال عن المنذری اسناده حسن[2] اھ۔

وقال الحافظ العسقلانی فی نظم اللآلی معنعن ابی الزبیر غیر محمول علی الاتصال الا اذا کان من روایة اللیث عنه الخ[3]۔ وھذا امر مقرر عند ھؤلاء المحدثین و نجد فی صحیح مسلم احادیث عن ابی الزبیر عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنه لیست من روایة اللیث عنه قال الذھبی فی المیزان فی صحیح مسلم عدة احادیث مما لم یوضح فیھا ابوالزبیر السماع عن جابر وھی من غیر طریق اللیث عنه ففی القلب منھا[4] اھ۔

قلت، ولکن لم یکن منھا فی قلب مسلم شیئ فادرجھا فی صحیحه الذی جعله حجة بینه وبین ربه عزوجل۔

وروی ابن جریر عن زید بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنه، سمعت

اور حدیث کو لفظاً عن سے روایت کرتے ہیں، منذری کہتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔

چھٹا جواب: حافظ ابن حجر عسقلانی نے نظم اللآلی میں کہا: "ابو زبیر کی معنعن مقبول نہیں اور اتصال پر محمول نہیں، ہاں روایت لیث سے ہو تو مقبول ہے۔" محدثین کے نزدیک یہ بات مسلّم ہے لیکن امام مسلم کی صحیح میں چند حدیثیں ابوزبیر بواسطہ حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ مروی ہیں جن میں ابوزبیر حضرت لیث سے روایت نہیں کرتے، چنانچہ امام ذہبی میزان الاعتدال میں فرماتے ہیں کہ: "صحیح مسلم میں چند حدیثیں ایسی ہیں جن میں ابو زبیر جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بواسطہ لیث کی تصریح نہیں کی ہے جس سے دل میں کچھ شبہہ ہوتا ہے۔"

میں کہتا ہوں کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں تو ان حدیثوں کے بارے میں کوئی شبہہ نہیں تھا جبھی تو انھوں نے یہ روایتیں اپنی صحیح میں درج کیں جس کو اپنے اور اپنے رب کے درمیان حجت قرار دیا۔

ساتواں جواب: ابن جریر نے زید بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی میں نے

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد التاسع دار المعرفۃ بیروت ۷/۲۴۸
[2] " " " " " " " " "
[3] نظم اللآلی
[4] میزان الاعتدال ترجمہ محمد بن مسلم ابوالزبیر المکی ۸۱۹۹ دار المعرفۃ بیروت ۴/۳۹

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھا البتۃ فقال عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ لما نزلت اتیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1] الحدیث۔

آپ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ بڑھیا بوڑھے زنا کریں تو انھیں ضرور سنگسار کرو۔

حضرت عمر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے فرمایا جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ (الحدیث)

قال ابن جریر ھذا حدیث لا یعرف لہ مخرج عن عمر عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھذا اللفظ الا من ھذا الوجہ وھو عندنا صحیح سندہ لا علۃ فیہ توھنہ ولا سبب یضعفہ لعدالۃ نقلتہ وقد یعل بان قتادۃ مدلس ولم یصرح بالسماع والتحدیث[2]۔

ابن جریر نے کہا کہ اس حدیث کی کوئی تخریج عمر عن رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم یعنی بایں الفاظ سوائے اس روایت کے نہیں، پھر بھی یہ حدیث ہمارے نزدیک صحیح اور مستند ہے۔ اس میں کوئی ایسا عیب نہیں جو اس حدیث کو کمزور کرے۔ تو اس کے ضعیف ہونے کا کوئی راستہ نہیں کہ یہ عادل راویوں سے مروی ہے البتہ اس میں ایک علت یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس کے ایک راوی حضرت قتادہ مدلس ہیں اور انھوں نے نہ تو سماع کی بات کی نہ لفظاً حدثنا کہا۔

وھذا امام الحنفیۃ امام الفقھاء المحدثین الحافظ الناقد البصیر بعلل الحدیث الامام ابوجعفر احمد الطحاوی رحمہ اللہ تعالٰی روی فی کتاب الحجۃ فی فتح رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مکۃ عنوۃ حدیثین احدھما

آٹھواں باب و امام الحنفیہ، امام الفقہاء و المحدثین، حافظ، ناقد و بصیر، امام ابوجعفر احمد طحاوی نے شرح معانی الآثار "کتاب الحجۃ فی فتح رسول اللہ مکۃ عنوۃ" میں دو حدیثیں روایت کیں، ایک حضرت عکرمہ سے کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب اہل مکہ سے رخصت ہوئے، اور دوسری

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن جریر حدیث ١٣٤٨٢ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ٥/٤١٦

[2] " " " " " " " ٥/٤١٨ و ٤١٩

عن عکرمۃ قال لما وادع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اھل مکۃ، والاٰخر حدیث الزھری وغیرہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قد صالح قریشا، الحدیثین بطولھما، قال بعدہ، فان قلتم ان حدیثی الزھری و عکرمۃ الذین ذکرنا منقطعان قیل لکم وقد روی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما حدیث یدل علی مارویناہ حدثنا فھد بن سلیمٰن بن یحیٰی ثنا یوسف بن بھلول ثنا عبداللہ بن ادریس حدثنی محمد بن اسحٰق قال قال الزھری حدثنی عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما الحدیث فی نحو ورقۃ کبیرۃ قال فی اٰخرہ فھذا حدیث متصل الاسناد صحیح[1] اھ ومعلوم ان "قال فلان" کعن فلان لعدم بیان السماع فیھما۔

حدیث امام زہری وغیرہ سے جس میں ہے کہ "حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اہل مکہ سے مصالحت فرمائی"۔ یہ دونوں حدیثیں مکمل نقل فرما کر ارشاد فرمایا کہ "اگر کوئی اعتراض کرے کہ زہری و عکرمہ کی مذکورہ حدیثیں منقطع ہیں، تو جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسی کے ہم معنی حدیث مروی ہے۔ فہد بن سلیمٰن، یوسف بن بہلول، عبداللہ بن ادریس، محمد بن اسحٰق قال قال الزہری عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے یہ حدیث بیان کی۔ یہ حدیث حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی طویل ایک بڑے ورق کی مقدار میں روایت کرکے فرمایا، یہ حدیث متصل الاسناد صحیح ہے" حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ اصطلاح میں قال کا حکم لفظ عن کا ہے کیونکہ دونوں میں سماع کی تصریح نہیں۔

قال الامام النووی فی التقریب تدلیس الاسناد بان یروی عمن عاصرہ مالم یسمعہ منہ موھما سماعہ قائلا: قال فلان او عن فلان ونحوہ[2]، الا فی ماعنعنۃ ابن ا[illegible]ن حکم ھذا

اور امام نووی نے تقریب میں فرمایا کہ تدلیس اسناد یہ ہے کہ راوی اس سے روایت کرے جس کا معاصر ہو جب تک اس سے خود نہ سُنے اور الفاظ ایسے بولے جس سے وہم ہو کہ راوی نے خود اس سے سُنا ہے۔ جیسے قال فلان یا عن فلان۔ مگر ان روایتوں میں جن کو

---

[1] معانی الآثار کتاب الحجۃ فی فتح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ عنوۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۰۳ تا ۲۰۸

[2] التقریب للنواوی مع تدریب الراوی النوع الثانی عشر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۶

www.alahazratnetwork.org

قیل الامام الحجة انه متصل الاسناد وانه صحیح فقد رفع مکحول وابواسحٰق السبیعی کلتا الشبھتین الکلام فی ابن اسحٰق وعد التہ والاتیان من قبل عنعنة بلفظ ا لکریم الصریح، وللّٰه الحمد۔

وھذا امامنا ثانی ائمة مذھبنا الامام ابویوسف رضی اللّٰه تعالٰی عنھم قد اکثر فی کتاب الخراج الاحتجاج باحادیث محمد بن اسحٰق معنعنة وغیر معنعنة وقد قالوا کما فی رد المحتار وغیرہ ، ان المجتھد اذا استدل بحدیث کان تصحیحًا لہ ، فقد صحح الامام ابویوسف احادیث ابن اسحٰق وعنعنة کیف ؟ وقد ادرجھا فیما اوجب العمل بہ اذ قال فی مبدء کتابہ ان امیر المؤمنین ایدہ اللّٰه تعالٰی سألنی ان اضع لہ کتابا جامعا یعمل بہ فی جبایة الخراج والعشور والصدقات والجوالی وغیرہ ذٰلک مما یجب العمل بہ وقد فسرت ذٰلک و

محمد بن اسحاق نے لفظ عن سے روایت کیا ہو، بیشک ان کی ایسی روایت کا بھی حکم یہی ہے کہ وہ متصل الاسناد اور صحیح ہیں، وہ امام حجۃ ہیں مکحول اور ابواسحٰق سبیعی نے ان سے دونوں شبہوں کو دفع کیا ہے۔

ہمارے امام مذہب ثانی الائمہ قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے کثرت کے ساتھ کتاب الخراج میں ان حدیثوں سے استدلال فرمایا جو حضرت محمد ابن اسحٰق سے بصیغہ عن ولغیر عن مروی تھیں۔ اور علمائے حدیث نے تصریح کی ہے (جیسا کہ رد المحتار وغیرہ صحیفوں میں ہے) کہ مجتہد کا کسی حدیث سے استدلال کرنا، اس حدیث کی تصحیح شمار ہوتا ہے، تو قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ابن اسحٰق کی معنعن اور غیر معنعن حدیثوں کو اپنی کتاب میں داخل فرما کر ان کی تصحیح کی، اور استدلال بھی ایسی کتاب میں کیا جس کے واجب العمل ہونے کی تصریح خود اس کتاب کے مقدمہ میں فرمائی، آپ لکھتے ہیں، بے شک امیر المؤمنین نے (خدا ان کی مدد فرمائے) مجھ سے ایک ایسی جامع کتاب کی فرمائش کی جس پر وہ اپنی زندگی بھر جبایا خراج، عشر، صدقات اور جوالی وغیرہ میں عملدرآمد کریں اور وہ احکا[illegible] العما[illegible] تو میں نے

www.alahazratnetwork.org

شرحته[1] اھ۔

نفحہ ۴: کفانا المولی سبحانہ وتعالی النظر فی توثیق ابن اسحق وحجیۃ حدیثہ بان الذی الین لہ الحدیث کما الین لداؤد علیہ الصلوۃ والسلام الحدید[2] رواہ فی کتابہ الذی قالوا فیہ، من کان فی بیتہ فکانما فی بیتہ نبی یتکلم وسکت علیہ۔

○ وقد قال کما فی مقدمۃ الامام ابن الصلاح ذکرت فیہ الصحیح ومایشبہہ ویقاربہ[3]۔

○ وفی فتح المغیث عن الامام ابن کثیر روی عنہ ما سکت عنہ فہو حسن[4] اھ۔

○ وفی رسالتہ الی اھل مکۃ

ان کی تعبیر اور توضیح کردی۔

نفحہ ۴: روایت ابن اسحٰق کی تائید و توثیق اور ان کی طرف سے دفاع کی مشقت سے اللہ تعالٰی نے ہماری یوں کفایت کی کہ ان کی محولہ بالا حدیث کو اس امام نے اپنی مسند میں روایت کیا جن کے ہاتھ میں علم حدیث اس طرح نرم وملائم ہوگیا تھا جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے دستِ کریم میں لوہا نرم کردیا گیا تھا جن کے مجموعۂ حدیث کے بارے میں علمائے حدیث کی یہ شہادت ہے کہ جس گھر میں یہ کتاب ہو اس گھر میں گویا نبی ہے جو کلام کررہا ہے، ایسے امام میں یہ حدیث اپنی کتاب میں درج فرماکر سکوت کیا اور اس پر کوئی جرح نہیں کی۔

○ مقدمہ ابن صلاح میں حضرت ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول اس کتاب کے بارے میں منقول ہوا: "میں نے اپنی کتاب میں صحاح کو جمع کیا یا جو اس کے مشابہ اور قریب ہو۔"

○ فتح المغیث میں امام ابن کثیر سے انھیں کا یہ قول منقول ہوا: "اس کتاب میں میں جس حدیث پر سکوت کروں تو وہ حسن ہے۔"

○ ابوداؤد نے اہل مکہ کو ایک خط لکھا: "اس

---

[1] کتاب الخراج خطاب من المؤلف الی امیر المؤمنین ہارون الرشید دار المعرفۃ بیروت ص ۳

[2] فتح المغیث القسم الثانی الحسن دار الامام الطبری ۱/ ۸۰ ومعالم السنن للخطابی ۱/ ۵

[3] مقدمہ ابن الصلاح الثانی معرفۃ الحسن من الحدیث فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۸

[4] فتح المغیث القسم الثانی الحسن دار الامام الطبری ۱/ ۹۰

تدریب الراوی بحوالہ ابن کثیر النوع الثانی الحسن قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۵

www.alahazratnetwork.org

الباب کما اعترفت الأن، کیف لایکون الذی علی الباب محاذیا للامام ولاحائل ثمہ یحجبہ من النظر فصدق بین یدیہ فتاویلك باطل باستقامۃ المعنی الظاھر واستقامتہ تقتضی لبطلان التاویل فکان وجودہ حاکما بعدمہ وھذا ھو اشنع الاباطیل۔

نفحہ ۹: اشنع منہ زعم ان العاطف

کے سامنے اور محاذی ہے تو دروازہ پر کھڑا ہونیوالا امام کے محاذی و مقابل کیوں نہ ہوگا جب کہ دونوں کے درمیان حائل نہیں، تو جب آپ کی یہ تاویل علی الباب کے معنی ظاہر کی تائید کرتی ہے تو اس تاویل کی کیا ضرورت ہے۔ اسی لئے ہم نے کہا تھا کہ آپ کی تاویل اپنی تخریب کا سامان اپنے ساتھ ہی لائی ہے اور یہ بدترین بات ہے۔

نفحہ ۹: اس سے بری تاویل یہ ہے کہ

عہ ومثلہ، بل أبعد منہ قول اعجاز الحق، أن فی روایۃ محمد بن اسحٰق تقدیرا، یعنی، اذ جلس النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی المنبر أذن بین یدیہ (بعد ماکان) علی باب المسجد۔ فالنداء لا بالفاظ مخصوصۃ علی باب المسجد کان فی زمن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والشیخین، ثم جعل عثمٰنؓ ھذا النداء أذانا اعـ بالفاظ مخصوصۃ علی مقام عالٍ ھو الزوراء علی ماصرّح بہ فی المرقاۃ، فھذا ھو التحقیق الحقیق بالقبول۱؎

عہ اور اس سے بھی زیادہ بعید اعجاز الحق کا قول ہے کہ محمد بن اسحٰق کی روایت میں پورا ایک جملہ مقدر ہے یعنی عبارت یوں ہے: "حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب منبر پر تشریف فرما ہوتے تو دروازہ پر ہونے کے بعد اذان آپ کے سامنے ہوتی۔" یعنی وہ ندا جو دروازہ پر ہوتی اذان کے الفاظ میں نہیں ہوتی تھی، ایسا حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور شیخین کے زمانہ میں ہوتا رہا، پھر عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے زمانہ میں اس کو اذان ہی کے الفاظ میں مقام زوراء پر کہلانا شروع کیا جو مسجد سے دور ایک بلند جگہ تھی۔ ایسا ہی ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرمایا۔ یہ تحقیق لائق قبول ہے۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

۱؎ مرقاۃ المفاتیح باب الخطبۃ والصلوٰۃ تحت الحدیث ۱۴۰۴ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۳/ ۴۹۷

www.alahazratnetwork.org

ماکان فیہ حدیث منکر بینتہ بما انہ منکر[1]

کتاب میں اگر کوئی منکر حدیث ذکر کروں گا تو اس کا سبب بھی بیان کروں گا کہ یہ منکر ہے۔"

○ وقال ابوعمر بن عبدالبر: کل ما سکت علیہ فھو صحیح عندہ[2]

○ ابوعمرو بن عبدالبر نے کہا: "جس حدیث کو ذکر کرکے ابوداؤد نے سکوت کیا تو وہ انکے نزدیک صحیح ہے۔"

○ وقال المنذری: کل حدیث عزوتہ الی ابی داؤد وسکت عنہ فھو کما ذکر ابوداؤد ولا ینزل عن درجۃ الحسن وقد یکون علی شرط الصحیحین[3]

○ امام منذری نے فرمایا: "جس حدیث کی نسبت ابوداؤد کی طرف کروں اور ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہو، تو وہ ابوداؤد کے قول کے مطابق ہے یعنی درجہ حسن سے تو کم نہ ہوگی۔ بسا اوقات صحیحین کے اصول پر ہوتی ہے۔"

○ وقال ابن الصلاح ثم الامام النووی فی التقریب ما وجدنا فی کتابہ مطلقاً فھو حسن عند ابی داؤد۔[4]

○ ابن صلاح اور نووی دونوں اماموں نے فرمایا: "امام ابوداؤد کی کتاب میں جو حدیث مطلق مروی ہو وہ ان کے نزدیک حسن ہے۔"

○ وقال العلامۃ ابن الترکمانی فی الجوھر النقی اخرجہ ابوداؤد وسکت عنہ فاقل احوالہ ان یکون حسنا عندہ علی ما عرف[5]

○ امام ترکمانی جوہر النقی میں فرماتے ہیں: "ابوداؤد نے جس حدیث کی تخریج فرماکر سکوت کیا، اور اس پر کوئی جرح نہیں کی، تو اس حدیث کا کم سے کم درجہ حسن کا ہوگا جیسا کہ یہ بات مشہور و معروف ہے۔"

○ وقال الزیلعی فی نصب الرایۃ،

○ نصب الرایہ میں امام زیلعی فرماتے ہیں،

---

[1] مقدمۂ سنن ابی داؤد مع سنن ابی داؤد — آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳

[2] فتح المغیث القسم الثانی الحسن — دار الامام الطبری بیروت ۱/ ۸۸ و ۹۸

[2] " " " " " " " ۱/۹۱

[3] الترغیب والترہیب مقدمۃ الکتاب دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۱

[4] تقریب النواوی مع تدریب الراوی النوع الثانی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۳۴

[5] الجوہر النقی علی ہامش السنن الکبرٰی کتاب الدعوٰی والبینات حیدر آباد دکن ۱۰/۲۷۱

www.alahazratnetwork.org

ان اباداؤد روی حدیث القلتین وسکت عنه فهو صحیح عنده علی عادته فی ذلک[1]

"ابوداؤد نے حدیث قلتین روایت کیا اور اس پر سکوت فرمایا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح ہے۔"

○ وقال الحافظ العراقی ثم الشمس السخاوی فی المقاصد الحسنة، یکفینا سکوت ابی داؤد علیه فهو حسن[2]

○ حضرت عراقی اور شمس الدین سخاوی نے "مقاصد حسنہ" میں فرمایا: "اس حدیث پر ابوداؤد کا سکوت ہی ہمارے لئے کافی ہے، اور یہ حدیث حسن ہے۔"

○ وقال المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر، سکت ابوداؤد فهو حجة[3]

○ محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں لکھتے ہیں، "ابوداؤد نے اس حدیث پر سکوت کیا تو یہ حدیث حجت ہے۔"

○ وقال العلامة محمد بن امیر الحاج، رواه ابوداؤد وسکت علیه فیکون حجة علی ما هو مقتضی شرطه[4]

○ علامہ محمد ابن امیر الحاج فرماتے ہیں: "ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا تو یہ ان کی شرط کے موافق حجت ہے۔"

○ وقال العلامة ابراهیم الحلبی فی الغنیة سکت علیه ابوداؤد والمنذری بعده فی مختصره وهو تصحیح منهما اھ[5]

○ علامہ ابراہیم حلبی نے غنیہ میں فرمایا، ابوداؤد اور ان کے بعد امام منذری نے اپنی مختصر میں اس پر سکوت فرمایا۔ تو یہ ان دونوں کی طرف سے اس حدیث کی تصحیح ہے۔

○ وقال الخطابی فی معالم السنن، کتاب ابی داؤد جامع لهذین النوعین

○ علامہ خطابی نے معالم السنن میں تحریر کیا: "ابوداؤد کی کتاب صحیح اور حسن دونوں قسم کی

---

[1] نصب الرایة کتاب الطهارة باب الماء الذی یجوز به الوضوء الخ نوریہ رضویہ پبلیکیشنز لاہور ۱/۱۶۳

[2] المقاصد الحسنة تحت حدیث ۳۸۱ دار الکتاب العربی بیروت ص ۲۱۶

[3] فتح القدیر کتاب الطهارة مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۵

[4] حلیة المحلی شرح منیة المصلی

[5] غنیة المستملی شرح منیة المصلی فصل فی النوافل سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۸۶

www.alahazratnetwork.org

من الحدیث والحسن، اما السقیم فعلی طبقات شرها الموضوع ثم المقلوب ثم المجهول، وکتاب ابی داؤد خلی منها بری من جملة وجوهها اھ[1]۔

○ وقال الامام البخاری فی جزء القرأة قال علی بن عبداللہ نظرت فی کتاب ابن اسحٰق فما وجدت علیه الا فی حدیثین ویمکن ان یکون صحیحین اھ[2]

وبینهما القسوی عن علی لیس حدیثنا ھذا بحمد اللہ تعالٰی منهما احدھما عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم: اذا نعس احدکم یوم الجمعة[3]، والاٰخر عن زید بن خالد اذا مس احدکم فرجه فلیتوضأ[4]۔

وعلی ھذا ھو ابن المدینی شیخ البخاری الذی کان یقول فیه البخاری ما استصغرت

احادیث پر مشتمل ہے، اور حدیث سقیم کی کئی قسمیں ہیں۔ سب سے بے حیثیت موضوع، پھر مقلوب، پھر مجہول۔ اور ابوداؤد کی کتاب سقیم کی تمام قسموں سے خالی اور بری ہے۔

○ امام بخاری نے اپنی کتاب "جزء القرأۃ" میں لکھا، "علی ابن عبداللہ نے کہا کہ میں نے ابن اسحٰق کی کتابیں دیکھیں تو سوائے دو حدیثوں کے اور کسی میں کوئی عیب نہیں پایا، اور ممکن ہے کہ وہ دونوں بھی صحیح ہوں۔"

ان دونوں حدیثوں کو قسوی نے حضرت علی بن عبداللہ سے روایت کیا۔ بحمداللہ ہماری ذکر کردہ حدیث ان میں نہیں ہے۔ دونوں میں سے ایک حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور سے روایت کی کہ جب تم میں سے کوئی جمعہ کے روز اونگھے، اور دوسری حدیث زید بن خالد سے کہ تم میں سے کوئی جب اپنی شرمگاہ کو چھوئے تو وضو کرے۔

یہ علی ابن المدینی اس پائے کے محدث ہیں کہ ان کے شاگرد امام بخاری کہتے ہیں کہ سوائے علی بن المدینی کے اور کسی کے

۱؎ معالم السنن مع مختصر سنن ابی داؤد للمنذری مقدمۃ الکتاب المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل ۱/۱۱

۲؎ جزء القراءۃ خلف الامام للبخاری باب الدلیل علی ان القرآن رکن فی الصلوٰۃ ۱/۶۰

۳؎ جامع الترمذی ابواب الجمعۃ باب فی من ینعس یوم الجمعۃ امین کمپنی دہلی ۱/۶۹

۴؎ موارد الظمآن کتاب الطہارۃ باب ماجاء فی مس الفرج حدیث ۲۱۳ المطبعۃ السلفیۃ ص ۷۸

www.alahazratnetwork.org

نفسی الاعنده[1]، فثبت بحمد الله تعالٰی ان ابن اسحٰق ثقۃ وان الحدیث حسن صحیح۔

نفحہ ۵: اکثر اصحاب الزھری لم یذکروا فی الحدیث "علی باب المسجد" ولا "بین یدیہ" وھما زیادۃ ثقۃ فوجب قبولھما، ومن الظلم قبولہ فی ھذا، لا فی ذلک فلیس مستند کونہ "بین یدیہ" من الحدیث الا زیادۃ ابن اسحٰق ومن اشد الجھل زعم ان ذکرہ مالم یذکروا مخالفۃ لھم والا لاضطربت الاحادیث عن اٰخرھا الا افرادًا عدیدۃ۔ فما من حدیث اتی بطریقین او اکثر الا وفی بعضھا مالیس فی الاٰخر، الا نادرًا، ولا عبرۃ بالنادر، ھذا وجہ۔

وثانیا کثیرًا ما ترٰی الائمۃ المحدثین یجمعون الطرق فیقول احدھم حدثنا فلان، وفلان عن فلان یزید بعضھم علی بعض ثم

سامنے میں نے اپنے کو چھوٹا نہیں محسوس کیا۔ تو مذکورہ بالا تفصیلات سے بحمد اللہ ثابت ہوگیا کہ محمد بن اسحٰق ثقہ ہیں۔ اور اذانِ خطبہ کے بارے میں ان کی بیان کردہ حدیث صحیح ہے۔

نفحہ ۵: امام زہری کے اکثر شاگردوں نے حدیث میں "علی باب المسجد" اور "بین یدیہ" کا ذکر نہیں کیا ہے۔ ان دونوں ٹکڑوں کا ذکر صرف ابن اسحٰق نے کیا ہے جو ایک ثقہ راوی کا اضافہ ہے اور اس کا قبول کرنا واجب ہے، تو یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ "بین یدیہ" کو تو تسلیم کیا جائے اور "علی باب المسجد" کو ترک کردیا جائے اور اس سے بڑا ظلم یہ ہے کہ ابن اسحٰق کے اس اضافہ کو اس وجہ سے ترک کیا جائے کہ صرف ابن اسحاق اس کے راوی ہیں۔ اوروں نے اس کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اور اسی بنا پر اس اضافہ کو ان کی ثقہ راویوں کی مخالفت قرار دیا جائے، اور حدیث کو مضطرب قرار دیا جائے۔ اگر یہ ظلم روا رکھا جائے تو چند معدود اور مختصر روایتیں ہی اضطراب سے محفوظ رہیں گی، کیونکہ کون حدیث ہے جو دو یا دو سے زائد طریقوں سے مروی نہیں۔ اور ہر طریقہ روایت کے متن میں کچھ ایسا حصہ بھی ضرور ہے جو دوسرے میں نہیں۔ شاید ہی ایسا ہوگا کہ دونوں روایتوں کے الفاظ بالکلیہ یکساں اور برابر ہوں۔ اور نادر کا کیا اعتبار۔

ثانیًا اکثر دیکھا گیا ہے کہ ائمہ محدثین چند سندوں کو ایک ساتھ جمع کرتے ہیں مثلاً وہ کہتے ہیں فلاں فلاں

[1] میزان الاعتدال ترجمہ علی بن عبد اللہ ۵۸۴۷ دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۱۴۰

www.alahazratnetwork.org

یسوق الحدیث سیاقاً واحداً افتراهم یجمعون بین الضب و النون۔

اور فلاں نے فلاں سے روایت کی جس میں بعض نے بعض سے زائد بیان کیا۔ اور پھر پوری حدیث ایک ہی سیاق میں بیان کرتے ہیں، توکیا وہ لوگ مچھلی اور گوہ دونوں کو ایک ساتھ ہی ملادیتے ہیں۔

وثالثاً مفسرو القرأن العظیم من الصحابۃ والتابعین و ھلم جرًا کلما فسروا واقعۃ ذکرت فی القرأن المجید زادوا اشیاء لیست فی القرأن العظیم فاذن کلھم یخالفون القرأن الکریم، حاشاھم۔

ثالثاً قرآن عظیم کے مفسروں میں، صحابہ ہوں یا تابعین (بعد کے لوگوں کا بھی یہی حال ہے) کوکسی ایسے واقعہ کی تفسیر کرتے ہیں جو قرآن عظیم میں مذکور ہے۔ تو اس واقعہ میں کچھ ایسا اضافہ بھی کرتے ہیں جو قرآن عظیم میں نہیں ہے، توکیا سب کے سب نے قرآن عظیم کی مخالفت کی۔ پناہ بخدا!

ورابعاً فی الصحیحین عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا احدثکم حدیثا عن الدجال ماحدث بہ نبیٌّ قومہ انہ اعور الحدیث[1] فاذن یکون صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والعیاذ باللہ تعالٰی قد خالف جمیع الانبیاء علیھم الصلٰوۃ والسلام فی بیان واقعۃ وھذا لا یتفوہ بہ مسلم۔

رابعاً صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں "میں تم سے دجّال کے بارے میں وہ بات نہ بیان کروں جو کسی نبی نے اپنی قوم سے بیان نہ کیا" تو پیغمبر خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اور انبیاء سے زائد بات بتاکر ان سب انبیاء کی مخالفت کی۔ کون مسلمان یہ کہے گا؟

وخامساً السور القرأنیۃ تذکر قصۃ موسٰی وغیرھا یزید

خامساً قرآن شریف میں حضرت موسٰی وغیرہ انبیاء کرام علیہم السلام کے قصے مختلف

---

[1] صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب قول اللہ ولقد ارسلنا نوحًا الٰی قومہٖ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۷۰
صحیح مسلم کتاب الفتن باب ذکر الدجال " " " ۲/۴۰۰

www.alahazratnetwork.org

بعضہا علی بعض وحاشا القرآن ان یتخالف۔

جگہ بیان کئے گئے ہیں کہیں کم کہیں کچھ زیادہ، تو کیا قرآن شریف نے اپنے بیان کی خود مخالفت کی؟

نفحہ ۶: ما اجہل من زعم ان الحدیث متناقض بنفسہ فان قولہ بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یعارض قولہ علی باب المسجد فلو کان علی الباب کیف یکون بین یدیہ وھذا فہم لا یتصور الا من وھم۔ اذا جلست علی المنبر فتجاہ وجہک باب فالقائم علیہ ھل یکون بین یدیک ام خلفک۔ والصفوف الحیلولۃ بینکما لا تحجبہ عن نظرک الا تری ان اللہ تعالٰی سمّی السماء بین ایدینا اذ قال وقولہ الحق افلم یروا الٰی ما بین ایدیہم وما خلفہم من السماء والارض[1]۔ وکم من جبال بینہما وبیننا وسیأتیک زیادۃ وافیۃ فی تحقیق معنی "بین یدیہ" ان شاء اللہ تعالٰی۔

نفحہ ۶: وہ شخص بھی کیا خوب جاہل ہے جو یہ کہتا ہے کہ سائب بن یزید رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث خود ہی متناقض ہے اس لئے کہ حدیث کے الفاظ "خطیب کے سامنے" اور "مسجد کے دروازہ پر" میں تناقض ہے۔ تو اگر باب مسجد پر ہوگی تو خطیب کے سامنے کیسے ہوگی؟ یہ شبہہ سراسر وہم کی پیداوار ہے کیونکہ جب تم منبر پر بیٹھو اور تمہارے منہ کے سامنے مسجد کا دروازہ ہو تو دروازے پر کھڑا ہونے والا کیوں تمہارے سامنے نہ ہوگا؟ کیا اس کو تمہارے پیچھے کھڑا ہونیوالا کہا جائیگا؟ شاید یہ سوچتے ہوں گے کہ اس صورت میں امام اور مؤذن کے بیچ میں صفیں حائل ہیں پھر سامنے کیسے ہوا! صفیں بیچ میں ضرور ہیں لیکن وہ مؤذن اور امام میں حائل نہیں ہیں۔ اللہ تعالٰی نے قرآن عظیم میں ارشاد فرمایا: "کیا تم دیکھتے نہیں کہ آسمان و زمین تمہارے آگے پیچھے ہیں"! حالانکہ کتنے پہاڑ اس کے اور ہمارے درمیان میں حائل ہیں۔ "بین یدیہ" کی زیادہ تفصیل آگے آرہی ہے ان شاء اللہ تعالٰی۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۴/۹

www.alahazratnetwork.org

نفحہ: اذا بطل زعمۃ التناقض انتقض ما بنی علیہ من وجوب تاویل الحدیث فان الشجرۃ تنبئ عن الثمرۃ ولکن ان تعجب فعجب قولہ وان المراد بالباب الباب الذی کان فی جدار القبلۃ قبل تحویلھا الی الکعبۃ المشرفۃ فیا للانصاف باب کان وبان وصار جدارا والباب الحقیقی موجود الاٰن فاذا ذکر باب المسجد ھل یذھب ذھن احد الی ان القائل لم یرد الباب بل الجدار فمثل ھذا یکون تحویلا وتعطیلا وتبدیلا لا تاویلا ولا سیما والحاکی لھذا اعنی سیدنا السائب بن یزید رضی اللہ تعالٰی عنہ لم یشاھد ذلک الباب الکائن البائن قط۔

فانہ کان ابن سبع عند وفاۃ المصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فولادتہ سنۃ ثلاث

نفحہ: اور جب "بین یدیہ" اور "علی الباب" کا تناقض ختم ہوگیا تو اس پر حدیث کی جو تاویل مبنی تھی وہ بھی ختم ہوگئی کہ درخت بیج کے بغیر نہیں اُگ سکتا۔ لیکن اس تاویل میں حیرتناک بات یہ ہے کہ مؤول کے نزدیک سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں دروازہ سے مراد وہ دروازہ ہے جو دیوارِ قبلہ میں منبر کی پشت پر تھا، تو خطیب کے سامنے منبر کے بالکل متصل کھڑے ہونے والے مؤذن کو مسجد کے دروازہ پر کہہ دیا اگرچہ مؤذن اور دروازہ کے بیچ میں خود خطیب اور منبر حائل تھا۔ مگر کھڑے ہونے والے مؤذن کے سامنے ہی دروازہ تھا۔

یا للعجب! مؤول جس دروازہ کی بات کر رہا ہے وہ اب نہیں ہے اسے بند کرکے اب دیوار کردیا گیا ہے وہ تو مراد ہو سکتا ہے، اور حقیقی دروازہ جو فی الوقت موجود ہے اور خطیب کے سامنے ہے وہ مراد نہیں ہو سکتا۔ کیا ایسی صورت میں کوئی باب المسجد کہے تو کسی کا ذہن اس بات کی طرف منتقل ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد موجود اور مشاہد دروازہ موجود نہیں بلکہ یہ دیوار مراد ہے۔ اس کو تاویل نہیں کہتے، یہ تو تحویل ہے، تعطیل ہے اور تبدیل ہے خصوصًا اس صورت میں کہ سائب ابن یزید رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس بند شدہ دروازہ کو دیکھا بھی نہیں اس لئے کہ وہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے

او اربع من الهجرة الشريفة و
و تحويل القبلة في السنة الثانية
فهو يحكي ما شاهده فكيف يريد
بابا لم يشاهده - ثم انك
تحتاج فيه الى مجاز في مجاز
فان ذلك الباب كان في
الجدار القبلي و المنبر
دونه بينهما ممر شاة و
والمؤذن دون المنبر فكيف
يكون حقيقة على الباب افترى
انه كان يؤذن متقدما الى
جدار القبلة مستدبرا للنبي
صلى الله تعالى عليه وسلم او متوجها
الى ظهره الشريف مستدبرا القبلة
بل لو فرض هذا لم يكن
ايضا حقيقة على الباب المفقود
اى محله الموجود لانه الآن
مسدود.

نفحة ۸: ارادة الباب الشمالي
الموجود اذ ذاك و تاويل على
بالمحاذات اى كان يقوم المؤذن
متصلا بالمنبر بين يدى
النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وكونه اذ
ذاك على محاذات الباب الشمالي،
قيل له على باب المسجد كلام

وصال کے وقت سات سال کے تھے۔ اس
حساب سے ان کی ولادت ۳ھ ہجری میں
ہوئی جبکہ تحویلِ قبلہ کا واقعہ ۲ھ ہجری کا ہے
تو جب وہ اپنے مشاہدہ کی بات کر رہے ہیں
تو یہ کیسے سوچا جاسکتا ہے کہ وہ اس اَن دیکھے
دروازہ کی گواہی دیں گے۔ پھر اس تاویل میں
مجاز در مجاز ماننا پڑے گا کیونکہ یہ دروازہ قبلہ کی
دیوار میں تھا اور اسی کے پاس منبر تھا۔ اس دروازہ
اور منبر کے درمیان بکری کے گزرنے بھر جگہ تھی، اور
منبر کے بعد مؤذن کھڑا ہوتا تھا۔ ایسی صورت میں
مؤذن حقیقی معنی میں دروازہ پر کس طرح کھڑا ہو سکتا
ہے کیونکہ حقیقی معنی میں دروازہ پر ماننے کی صورت
تو یہ ہوگی مؤذن منبر سے آگے بڑھ کر قبلہ کی دیوار
کے اندر والے دروازہ پر کھڑا ہو کر حضور کی پشت
اقدس کے پیچھے قبلہ کی طرف پشت اور آپ کے
پشت کی طرف رُخ کرے، بلکہ سچ پوچھو تو یہ
اذان بھی دروازہ پر نہ ہوگی کہ دروازہ تو بند ہو کر
اس جگہ دیوار بنادی گئی تھی۔

نفحہ ۸: اور دروازہ سے مسجد کا بابِ شمالی
مراد لینا جو منبر کے سامنے واقع تھا۔ اور "علی
باب المسجد" کے علیٰ کو محاذات پر محمول کرنا،
اور مطلب یہ بتانا کہ مؤذن تو منبر سے متصل ہی
کھڑا ہوتا تھا، لیکن لفظ "علی باب المسجد"
سے اس کی تعبیر اس لئے کی گئی کہ دروازہ منبر کے
سامنے تھا تو مؤذن اور دروازہ میں آمنا سامنا

www.alahazratnetwork.org

مفسول مرذول۔

فاولاً تجوز بعید من دون قرینة والتکلم بمثله تغلیط للسامع وتلبیس للسنة فلا یظن بالصحابی۔

وثانیاً فیه تضییع قوله علی باب المسجد لان الباب لما کان محاذیا للامام فالقائم بین یدی الامام قائم علی محاذاة الباب قطعا اینما کان، فذکره بعد ذکره لیس فیه تخصیص ولا توضیح ولا افادة شیئ مقصود اذ لم یکن القصد شرعاً الا الی مواجهة الامام، لا الی محاذاة الباب فبقی لغوا، عبثا لا طائل تحته۔

وثالثاً ان من اخنع الاباطیل ما یقضی وجوده علیه بالرحیل وذلک ان التاویل انما یحتاج الیه اذا لم یستقم المعنی الظاهر وانما احلت الظاهرة لمنافاته بزعمك قوله بین یدیه وما مفهوم بین یدیه الا المحاذاة بلا حائل، کما اعترف به ابن اخت خالتك فالذی قام لصیق الامام اذا کان علی محاذاة

تھا، یہ بے وزن اور حقیر کلام ہے۔

اولاً بلا قرینہ معنی بعید مراد لینا اور ایسا کلام بولنا سامع کو غلط فہمی میں ڈالنا اور تلبیس سنت ہے، صحابی رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایسی حرکت نہیں کرسکتے۔

ثانیاً اس تاویل کی رُو سے "علی باب المسجد" کا لفظ بے سُود ہے کیونکہ دروازہ جب امام کے سامنے ہے تو جو امام کے سامنے کھڑا ہے وہ دروازہ کے سامنے بھی کھڑا ہے، تو لفظ "بین یدیہ" کے ذکر کے بعد لفظ "علی باب المسجد" نہ تو اس پہلے معنی کی توضیح ہوئی نہ تخصیص، اور نہ ہی اس لفظ سے کسی معنی کا افادہ مقصود، کیونکہ بقول مؤول مقصد تو امام کے سامنے کھڑا ہونا ہے دروازہ پر کھڑا ہونا نہیں۔ ایسی صورت میں لفظ علی باب المسجد لغو اور بیکار ہوا جس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں۔

ثالثاً اولاً یہ تاویل خود اپنے وجود کے ابطال کی دلیل ہے کیونکہ تاویل کی ضرورت تب ہوتی ہے کہ کلام کے معنی ظاہر درست نہ ہوں، اور مخالف نے علی باب المسجد کو محاذات پر اس لئے محمول کیا کہ اس کے نزدیک بین یدیہ اور علی باب المسجد میں تضاد تھا، اور بین یدیہ کے معنی محاذات بلاحائل ہیں۔ جیسا کہ تمہاری خالہ کے ابن اخت نے اس کا اعتراف کیا، اور اب تمہاری تاویل سے جب امام کے پاس کھڑا ہونے والا دروازہ

www.alahazratnetwork.org

محذوف قبل قولہ "علی باب المسجد" یہ کہا جائے کہ الفاظ حدیث میں لفظ "علی الباب"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وبہ ارتفع التعارض فی الروایات۔ وتزین القول بالفاظہ الفصیحۃ ۔ فھذا اشدۃ [شفاھتہ لاسزانتہ] لم یقنع بحذف حرف واحد ولتوھمہ أن "یؤذن" فی الحدیث علی .... ولعمر اللہ لوجوزت أمثال ھٰذہ الحذفات فی الکلام لھان تحویل کل نص، إلیٰ ما تھوی الانفس للئام فیقول من یبیح الزنا للاعزب: الحق أن فی قولہ تعالیٰ "ولا تقربوا الزنا"[1] تقدیرًا یعنی "بعد ما تزوجتم"؛ لان المتأھل عندہ ما یغنیہ من الزناء المحرم علیہ بخلاف الأعزب، فانہ محتاج الیہ۔ ویقول من یبیح قتل الشبان، الحق أن فی قولہ تعالیٰ: "ولا تقتلوا النفس التی

اور اس سے تمام روایتوں کا تعارض بھی اُٹھ جاتا ہے۔ مسمّی اعجاز الحق نے اپنی اس بات کو فصیح الفاظ سے آراستہ کیا ہے۔ لیکن اس کی یہ تاویل بھی سخت گندی ہے کہ اس نے ایک لفظ کے مقدر ماننے پر قناعت نہ کی، پورا مرکب غیر مفید مقدر کر ڈالا اور یہ سوچا کہ حدیث شریف میں یؤذن کا مطلب چونکہ اذان معروف ہے اس لئے باب مسجد والا اعلان ہوگا اور اس کو ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کر دیا، واللہ العظیم، اگر اس طرح کی خرافات کلام میں جائز ہوں تو ہر شخص کو اپنی ہوائے نفس کے مطابق قرآن عظیم کی آیتیں پھیرنا آسان ہوگا۔ مثلاً جو لوگ کہتے ہیں کہ غیر شادی شدہ کو زنا جائز ہے، وہ یہ کہنے لگیں گے کہ آیت شریفہ لا تقربوا الزنا (زنا کے قریب مت جاؤ) میں یہ ٹکڑا مقدر ہے بعد ما تزوجتم، یعنی جس کی شادی ہو چکی ہو وہ زنا کے قریب بھی نہ جائے، کیونکہ شادی کر لینے والے کو زنا کی حاجت نہیں بخلاف غیر شادی شدہ کے کہ اس کے پاس بیوی نہیں ہے

(باقی اگلے صفحہ پر)

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۳۲

www.alahazratnetwork.org

والمعنی کان الاذان تارۃ بین   سے پہلے واؤ یا أو محذوف ہے۔ اور مطلب یہ ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

حرم اللّٰہ[1]"، تقدیرًا ، یعنی بعد ماتحرم۔ لان القتل لدفع الایذاء والہرم أضعف من أن یؤذی أحدا بخلاف الشباب فانہ ان لو یوذ حالًا فیستطیع أن یوذی وقتل المؤذی قبل الایذاء۔ ثم ھو بنفسہ لم لا یستدل علی مزعومہ بآیۃ الجمعۃ قائلًا، الحق أن فی کلامہ تعالٰی " اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ " تقدیرًا یعنی أذا نودی للصلوٰۃ[2]" داخل المسجد لصیق المنبر یوم الجمعۃ۔ ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔ وما نسب التصریح بہ الی القاری فلم یصرح

تو کس طرح اپنی شہوت پوری کرے گا۔ اسی طرح جو لوگ جوانوں کا قتل جائز رکھتے ہیں وہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالٰی کے فرمان ولاتقتلوا النفس التی حرم اللہ میں یہ ٹکڑا مقدر ہے بعد ما تحرم اور مطلب بجائے اس کے کہ اللہ تعالٰی نے قتل نفس حرام کیا ہے۔ یہ ہے کہ بوڑھے ہونے کے بعد انسانوں کا قتل حرام ہے کیونکہ کسی کو قتل اس لئے کیا جاتا ہے کہ لوگوں کو اس کی ایذا سے نجات ملے، اور بڑھا ایذا پہنچانے کے لائق نہیں، تو اس کا قتل حرام ہونا چاہئے بخلاف جوانوں کے کہ فی الوقت ایذاء نہ دیں ایذا دے تو سکتے ہیں۔ اور موذی کو ایذاء سے پہلے قتل کردینا چاہئے۔ اس طرح آیت میں صرف بڈھوں کے قتل کی ممانعت ہے، جوانوں کے قتل کی نہیں۔ بلکہ خود یہ مؤول اسی مسئلہ میں قرآن کی آیت کو بھی اپنے مقصد کے موافق بنا سکتا ہے مثلاً قرآن شریف کی آیت مقدسہ اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ (جمعہ کے دن جب اذان پکاری جائے) میں یہ مقدر مانے

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۳۳
[2] القرآن الکریم ۶۲/ ۹

www.alahazratnetwork.org

يديه صلى الله تعالٰى عليه وسلم وتارة على باب المسجد۔ او كان يكون فى المحلين غيران الذى على الباب كان اعلاما بغير لفظ الاذان وهذا بحكايته يعنى عن نكايته۔ فما مثله الاكمن يقول فى قوله تعالٰى صيامُ شهرين متتابعين من قبل ان يتماسّا[1]۔ ان الواو بمعنى او محذوف قبل "من قبل" والمعنى اما

کہ اذان کبھی حضور کے سامنے منبر کے پاس ہوتی اور کبھی دروازہ پر۔ یا مطلب یہ ہے کہ موذن بانگ دونوں جگہ دیتا۔ منبر کے پاس والی تو اذان ہوئی اور دروازے کے پاس والا اعلان تھا جو اذان کے الفاظ میں نہیں ہوتا تھا۔ یہ بات خود ہی اپنا بطلان کررہی ہے کیونکہ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی کفارہ ظہار کی آیت صیام شهرين متتابعين من قبل ان يتماسا (صحبت سے قبل مسلسل دو مہینے روزہ رکھنا ہے) میں یہ کہے کہ آیت میں لفظ من قبل کے پہلے حرف واؤ جو بمعنی اَو ہے

(بقیہ صفحہ گزشتہ)

به ولم يكن، وانما ابدى من عند نفسه عدة احتمالات شتى لما سبق الى وهمه فاحتمال هو بعده للتوفيق كما يأتى بعونه تعالٰى بيانه الشافى فى نفحة عشرين من الشمامة الرابعة ۱۲ منه۔

اذا نودى للصلٰوة داخل المسجد لعيق المنبر من يوم الجمعة (جب مسجد کے اندر منبر سے متصل جمعہ کے دن اذان دی جائے) لاحول ولا قوة الا بالله العلى العظيم ـــــ رہ گئی اس قدر نامعقول کی نسبت ملّا علی قاری کی طرف تو یہ قطعاً غلط ہے۔ انھوں نے اس امر کی طرف نہ کنایہ کیا نہ تصریح، بلکہ انھوں نے ایک وہم کی بنا پر حدیث کے الفاظ میں اختلاف تصور کرتے ہوئے اپنی طرف سے چند احتمالات کا ذکر کیا کہ ان مخالف الفاظ میں توفیق ہو جائے لیکن اختلاف ان کا واہمہ تھا۔ تو یہ ساری توفیقیں اسی کی پیداوار مانی جائیں گی۔ اس کی پوری تفصیل ان شاء اللہ تعالٰی شمامہ چہارم نفحہ بستم میں آرہی ہے ۱۲ منہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/۴

www.alahazratnetwork.org

متتابعين او قبل ان يتماسا۔

مقدر ہے۔ اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ مسلسل دو مہینے روزہ رکھے یا عورت سے صحبت سے پہلے روزہ رکھے۔

ثم اولاً ليس مبناه الا على توهم المقابلة بين "بين يديه" و"على الباب" وما هو الا وهم في تباب فلو وجد العاطف لم يدل على التنويع بل على جمع الجميع وهو مرادنا۔

پھر اولاً اس تاویل کی بناء اس وہم پر ہے کہ لفظ بین یدی اور علی الباب میں تقابل ہے۔ دونوں ایک مصداق پر صادق نہیں آسکتے اور چونکہ یہ وہم باطل ہے اس لئے اَوْ بھی یہاں تقسیم کے لئے نہیں ہوگا بلکہ اس بات کے اظہار کیلئے ہوگا کہ لفظ بین یدیہ اور علی الباب دونوں ایک ہی ہیں، یعنی جمع کے لئے ہوگا۔

ثم ثانياً يلزم على الثاني وجود التثويب في الجمعة على عهد رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم وهو خلاف ما صرحوا به بل السائب نفسه رضي الله تعالٰى عنه يقول لم يكن للنبي صلى الله تعالٰى عليه وسلم مؤذن غير واحد وكان التاذين يوم الجمعة حين تجلس الامام يعني على المنبر رواه البخاري[1]۔

ثانیاً "علی الباب" اور "بین یدیہ" دو الگ الگ نداؤں سے متعلق ماننے پر یہ لازم آئیگا کہ عہدِ رسالت میں نمازِ جمعہ کے لئے تثویب ہوتی تھی۔ اور یہ تصریحاتِ علماء کے بالکل خلاف ہے بلکہ خود سائب بن یزید رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عہدِ مسعود میں ایک ہی مؤذن ہوتا تھا جو امام کے منبر پر بیٹھتے ہی اذان دیتا۔ یہ روایت بخاری شریف کی ہے۔

ثم ثالثاً هذا الاذان هو المحكوم عليه في الحديث بكونه بين يديه صلى الله تعالٰى عليه وسلم وبكونه على الباب فكيف تفصيل بينهما بان ما على

ثالثاً حدیث شریف میں تو ایک ہی اذان کے بین یدیہ اور علی الباب ہونے کی تنصیص ہے، اس تفصیل کی گنجائش کیسے نکل سکتی ہے کہ دروازہ پر اذان سے مختلف

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجمعة باب المؤذن الواحد یوم الجمعة قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۴

www.alahazratnetwork.org

الباب اعلام غير الاذان الا ان تقدر مع العاطف معطوفا وهو الاعلام او تحمل الاذان على عموم المجاز فترتكب مجازا على مجاز وترك الحقيقة من دون ضرورة ملجئة وثيقة اشنع مسلك واخنع طريقة وبالجملة امثال الهوسات لا يرتكبها الا من يكيد النصوص بالتعطيل و يريد التغير باسم التاويل۔

نفحة ۱۰: وبعض من تعيرنا به الجهل اراد ان يبدى فى الحديث علة تهدمه عن اصله فزعم أن لم يكن فى زمنه صلى الله تعالٰى عليه وسلم للمسجد الكريم باب تجاه المنبر، انما كان له ثلثة ابواب، باب جبريل[ع] فى الشرق وباب السلام و باب الرحمة فى الغرب وهذا هجوم على رد الحديث بالجهل الخبيث، كان للمسجد الكريم ثلثة ابواب، باب جبريل

کلمات میں اعلان ہوتا تھا۔ ہاں حرف عطف کے ساتھ معطوف کو بھی مقدر مانا جائے یعنی وبعد ماکان الاعلام علی باب المسجد (مسجد کے دروازہ پر اعلان ہونے کے بعد سامنے اذان ہوتی) یا لفظ یؤذن کو ہی عموم مجاز پر محمول کیا جائے جس سے ڈبل مجاز بلکہ بلا کسی قرینہ ملجئہ کے ترک حقیقت ماننا لازم آئے۔ تو یہ سب مخالفین کی ہوس ہے جس سے وہ حدیث کی تفسیر کے نام پر تغییر و تبدیل حدیث کرنا چاہتے ہیں۔

نفحہ ۱۰: اور مخالفین میں سے بعض جن کو ہم نے جہالت پر عار دلایا تھا اس نے حدیث پاک میں ایک ایسی علت پیدا کرنی چاہی جو جڑ سے اس حدیث سے استدلال کو ہی ختم کردے۔ وہ کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عہد پاک میں کوئی دروازہ منبر کے سامنے تھا ہی نہیں پوری مسجد نبوی شریف میں صرف تین دروازے تھے پوربی رُخ پر باب جبریل اور پچھم طرف باب السلام اور باب الرحمۃ (اور شمال و جنوب میں کوئی دروازہ تھا ہی نہیں) یہ خبیث جہالت سے حدیث کو رَد کرنا ہے۔ مسجد شریف میں یہ تین دروازے ضرور تھے

ع هذه الاسامى حادثة ولا يقيت الابواب فى محل الأبواب بل أحدثت على محاذاتها بعد الزيادات ۱۲ منه غفر له۔

ع ابواب کے نام بعد میں رکھے گئے ہیں، اور موجودہ دروازے بھی ٹھیک انھیں مقامات پر نہیں جہاں تھے بلکہ مسجد کی توسیع کے بعد انھیں دروازوں کی محاذات میں رکھے گئے۔ ۱۲ منہ غفرلہ

www.alahazratnetwork.org

في الشرق ثم زاد امير المؤمنين عمر رضي الله تعالى عنه باب النساء - وباب الرحمة في الغرب، ثم زاد امير المؤمنين عمر رضي الله تعالى عنه باب السلام - وباب ابي بكر في الشمال، ثم زاد امير المؤمنين بابا اخر، كما فصله عالم المدينة السيد السمهودي رحمة الله تعالى عليه في خلاصة الوفاء[1]۔ وحسبك حديث البخاري في ابواب الاستسقاء عن انس بن مالك رضي الله تعالى عنه ان رجلا دخل يوم الجمعة من باب كان وجاه منبر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قائم يخطب[2] الحديث۔

نفحة ۱۱: لا يذهبن عنك ان ههنا سُنّتين، سنة خاصه باذان الخطبة وهو كونه بين يدي الخطيب حين جلوسه على المنبر، و سنة عامة لكل اذان وهو كونه في حدود المسجد أو فنائه، لا في جوفه كما ستسمع نصوص

مگر اور دروازے بھی تھے جن کی تفصیل یوں ہے: پُوربی جانب باب جبریل، پھر امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اسی سمت باب النساء قائم فرمایا، پچھم طرف باب الرحمۃ، پھر اسی طرف امیر المومنین نے باب السلام قائم فرمایا۔ شمالی جانب باب ابی بکر، پھر اسی طرف امیر المومنین نے ایک دروازے کا اور اضافہ فرمایا۔ عالم مدینہ حضرت سید سمہودی رحمۃ اللہ علیہ نے خلاصۃ الوفاء میں اس کی تصریح فرمائی۔ پھر باب شمال کے لئے کسی دوسرے حوالہ کی ضرورت نہیں۔ بخاری شریف باب الاستسقاء کی یہ حدیث کافی ہے، انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی اس دروازہ سے، جو منبر کے سامنے تھا ایک جمعہ کو آیا آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس وقت خطبہ ارشاد فرمارہے تھے (الحدیث)۔

نفحہ ۱۱: یہ امر قابل لحاظ ہے کہ یہاں دو سنتیں ہیں جن میں ایک کا تعلق خاص اذانِ خطبہ سے ہے، یہ خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے وقت اذان کا اس کے سامنے ہونا ہے۔ اور ایک عام سنت ہے جو ہر اذان کو عام ہے، اور اذان کا حدودِ مسجد کے اندر اس کے صحن میں ہونا ہے نہ کہ خاص مسجد کے اندر۔ اسکی تصریح

---

[1] وفاء الوفاء الفصل الثالث عشر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۹۳ تا ۴۹۶

[2] صحیح البخاری ابواب الاستسقاء باب الاستسقاء فی المسجد الجامع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۶

www.alahazratnetwork.org

الفقهاء عليه وقد سردنا لك اسماءهم و قد ارشد حديث السائب رضی اللہ تعالٰی عنه اليهما معًا ـــــ فالاولٰی قوله بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اذا جلس علی المنبر، والاخری قوله علی باب المسجد فان باب المسجد فی حدوده لافی جوفه وخصوصية الباب ملغاة قطعًا۔ وانما لايكون عليه لكونه وجاه المنبر، لولا ذٰلك لم يكن علی الباب بل علی حافة المسجد أو فی فنائه بين يدی الامام۔ فانكشف به سوالان كثيرًا ما توردهما جهلة الهنود۔ الاول ان العلماء لم يذكروا من سنن هذا الاذان كونه علی الباب قل لهم لمّ يذكرونه مع انه غير مقصود فی هذا الباب و ماشله الاكمثل من يری حديث ان بلال رضی اللہ تعالٰی عنه كان يؤذن علٰی سطح بيت ستنا نوار أم زيد بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنهما فيحسب ان السنة فيه كونه من سطح بيت الجيران حتی لوكان علٰی منارة او علٰی جدار المسجد كان مخالفا للسنة، وهذا اجهل منه بان القصد كان علٰی محل عال لا الٰی خصوص

ان فقہاء کے نصوص میں ہے جن کا نام ہم بیان کرچکے ہیں، اور سائب ابن یزید رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی اس حدیث میں ان دونوں ہی سنتوں کا بیان کیا ہے کہ اذان خطبہ خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے بعد اس کے سامنے ہوئی اور یہ کہ اذان مسجد کے دروازہ پر ہوئی۔ اور دروازۂ مسجد مسجد کی حد پر ہوتا ہے مسجد کے اندر نہیں۔ لیکن اذان کی سنّت میں دروازہ کی کوئی خصوصیت نہیں، اہمیت صرف منبر کے سامنے ہونے کو ہے۔ اگر کسی مسجد میں منبر کے سامنے دروازہ نہ ہو تو ایسا نہیں ہے کہ دروازہ ڈھونڈ کر وہیں اذان دی جائے، بلکہ خطیب کے سامنے حدودِ مسجد اور صحنِ مسجد میں ہوگی۔ اس سے دو سوالوں کا جواب ہوگیا جو اکثر کیا جاتا ہے۔ اوّل یہ کہ علماء نے اس اذان کی سنّتوں میں اس کا دروازہ پر ہونا ذکر نہ کیا۔ جواب یہ ہے کہ اس لئے اس کا ذکر نہ کیا کہ دروازہ اس باب میں غیر مقصود ہے۔ اس حدیث میں اس کا ذکر ایسے ہی ہے جیسے دوسری حدیث میں سطحِ بیت نوار اُمِّ زید کا کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی نوار اُمِّ زید پر اذان دیتے تھے۔ تو اگر کوئی یہ گمان کرے کہ اذان میں یہ سنّت ہے کہ پڑوسیوں کے گھر کی چھت پر ہو اور کوئی شخص منارہ یا مسجد کے دروازے کے اوپر کھڑا ہو کر دے تو سنّت کے مخالف ہے تو غلط ہے کیونکہ اس گھر کی چھت کے ذکر سے مقصود تو یہ ہے کہ بلند جگہ پر اذان ہو نہ یہ کہ پڑوسی کے گھر کی چھت پر۔

www.alahazratnetwork.org

سقف جاءٍ، كذا ههنا۔ والثاني ان الفقهاء لا يذكرونه في باب الجمعة سنية اذان الخطبة خارج المسجد في حدوده انما يذكرون استنان كونه بين يدي الامام قل لهم، ولم يذكرونه ثمه فانه لايختص به بل هو حكم مطلق الاذان الشرعي فمحل ذكره هو باب الاذان لاباب الجمعة، وقد ذكروه فيه نعم كونه بين يديه كان من خصوصيات اذان الخطبة فذكروه في باب الجمعة اشتمل الحديث على حكمين، خاص وعام وكان من حقهما ان يذكرا لخاص في باب الخاص والعام في باب العام وكذلك فعلوا ولكن العوام لايفقهون، هذا على تسليم زعمهم والا فعلماؤنا لم يخلوا باب الجمعة ايضا عن افادة هذا الحكم كما سترى بعون العلي الاعلى۔

نفحہ ۱۲: اذا عجزوا من كل جهة قالوا هذا حديث لم يعرج عليه الناس فكان مهجورا عندهم وهذا كما ترى قول من لم يترعرع عن العامية شيئا الحديث وكل شيئ انما يطلب في معدنه ولا يضره عدم

دوسرا سوال یہ کہ فقہاء اس اذان کے لئے خارج مسجد ہونے کی شرط باب جمعہ میں ذکر نہیں کرتے بلکہ صرف اتنا بتاتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ امام کے سامنے ہو۔ جواب یہ ہے کہ خاص باب جمعہ میں ذکر نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ سنت صرف اذانِ جمعہ کے ساتھ مختص نہیں، بلکہ تمام اذانوں کی سنت ہے، اس لئے علمائے اس کو مطلق اذان کے باب میں ذکر کیا۔ ہاں خطیب کے سامنے ہونا اذانِ جمعہ کے ساتھ خاص تھا، تو اس کو باب جمعہ میں خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حدیث حضرت سائب ابن یزید رضی اللہ تعالٰی عنہ اذان کے دو خاص و عام حکم کو شامل تھی۔ اصولاً اس کو دو علیحدہ علیحدہ ابواب میں ذکر کرنا چاہئے تھا، فقہائے امت نے ایسا ہی کیا۔ یہ جواب اس تقدیر پر ہے کہ سائل کے قول کو تسلیم کیا جائے ورنہ ہمارے علماءِ کرام نے ابواب جمعہ کو بھی اس بیان سے خالی نہیں رکھا۔ ان شاء اللہ آئندہ ہم اس کی شہادتیں پیش کریں گے۔

نفحہ ۱۲: اور جب ہر طرف سے عاجز آگئے تو کہا کہ لوگوں نے اس حدیث کا چرچا ہی نہیں کیا تو یہ متروک العمل رہی، مگر یہ بات ایسے شخص کی ہو سکتی ہے جو عوام کے درجہ سے بالشت بھر بھی بلند نہ ہو سکا، کیونکہ ہر چیز کو وہیں تلاش کرنا چاہئے جہاں اس کا ٹھکانہ ہو۔ اور دوسری جگہ

www.alahazratnetwork.org

وجدانه فی غیره ومع ھذا ما ھی الا شھادۃ نفی، ولاسیما من قوم عمی، ولو ابصروا النظروا، ان العلماء لم یزالوا یوردونه و یعتمدونه۔

ففی تفسیر الخازن:

(اذا نودی للصلٰوۃ من یوم الجمعۃ) اراد بھذا الاذان عند قعود الامام علی المنبر لانه لم یکن فی عھد رسول اللہ تعالٰی علیه وسلم نداء سواہ، ولابی داؤد قال کان یؤذن بین یدی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علٰی باب المسجد[1] اھ مختصرًا۔

وفی تفسیر الکبیر:

قوله تعالٰی "اذا نودی" یعنی النداء اذا جلس الامام علی المنبر یوم الجمعۃ۔ وھو قول مقاتل و انه کما قال لانه لم یکن فی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم نداء سواہ، کان اذا جلس علیه الصلٰوۃ والسلام علی المنبر اذن بلال علی باب المسجد وکذا

نہ ملنے میں کوئی شکایت نہیں۔ اور یہ بات اسی قبیل سے ہے کہ کسی چیز کے نہ ہونے پر اندھوں کی گواہی پیش کی جائے، ورنہ علماء تو اس حدیث کا مسلسل ذکر کرتے رہے اور اس پر اعتماد کرتے رہے۔

تفسیر خازن میں ہے:

(جمعہ کے دن جب نماز کے لئے اذان دی جائے) اس سے وہ اذان مراد ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت ہوتی ہے، اس لئے کہ حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے زمانہ میں اسکے علاوہ اور اذان نہیں تھی۔ ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم جمعہ کے دن جب منبر پر بیٹھتے تو ان کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان دی جاتی تھی اھ مختصرًا۔

تفسیر کبیر میں ہے:

اللہ تعالٰے کا قول "جمعہ کے دن جب نماز کے لئے اذان دی جائے" یعنی ندا جو جمعہ کے دن امام کے منبر پر بیٹھتے وقت دی جاتی ہے یہی مقاتل کا قول ہے ——— اور ایسا ہی بیان کیا گیا ہے کہ حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے زمانہ میں اس اذان کے علاوہ کوئی اذان نہیں دی جاتی تھی۔ جمعہ کے دن جب حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم منبر پر بیٹھتے تو بلال رضی اللہ تعالٰے عنہ مسجد کے دروازہ پر اذان

---

[1] لباب التاویل فی معالم التنزیل (تفسیر الخازن) تحت آیۃ ۶۲/۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/۲۹۶

www.alahazratnetwork.org

علیٰ عہد ابی بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما[2] اھ

دیتے۔ ایسا ہی ابوبکر وعمر رضوان اللہ تعالیٰ علیہما کے زمانہ میں بھی تھا۔

وفی الکشاف :

تفسیر کشاف میں ہے :

النداء الاذان، وقالوا المراد بہ الاذان عند قعود الامام علی المنبر، وقد کان لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مؤذن واحد فکان اذا جلس علی المنبر اذن علی باب المسجد فاذا نزل اقام للصلٰوۃ ثم کان ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما علی ذٰلک، حتی اذا کان عثمٰن وکثر الناس وتباعدت المنازل زاد مؤذنا اٰخر فامر بالتأذین الاول علی دارہ التی تسمّٰی "زوراء" فاذا جلس علی المنبر اذن المؤذن الثانی فاذا نزل اقام للصلٰوۃ[2] اھ

(سورۂ جمعہ کی آیت میں) نداء سے مراد اذان ہے، کہتے ہیں کہ اس اذان کی طرف اشارہ ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت دی جاتی تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک ہی مؤذن آپ کے منبر پر بیٹھتے ہی مسجد کے دروازے پر اذان دیتا۔ خطبہ کے بعد آپ منبر سے اتر کر نماز قائم فرماتے۔ ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں بھی ایسا ہی ہوتا رہا، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے، اور لوگوں کی تعداد میں بڑا اضافہ ہوا۔ اور دُور دُور تک مکانات ہوگئے، تو آپ نے ایک مؤذن کا اور اضافہ فرمایا، اور اسے پہلی اذان کا حکم دیا جو آپ کے گھر موسوم بہ زوراء پر دی جاتی (یہ مکان مسجد سے دور بازار میں تھا) اور آپ جب منبر پر بیٹھتے تو دوسرے مؤذن اذان دیتے۔ پھر آپ منبر سے اتر کر نماز قائم فرماتے۔

وفی الدر الشفاف لعبد اللہ بن الہادی :

درشفاف لعبداللہ بن الہادی میں ہے :

کان لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مؤذن واحد

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک ہی مؤذن تھے

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۹/۶۲ میدان الجامع الازہر مصر ۳۰/۸

[2] الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل " " " دار الکتاب العربی بیروت ۴/۵۳۲

www.alahazratnetwork.org

فکان اذا جلس علی المنبر اُذّن علٰی باب المسجد فاذا نزل اقام الصلٰوۃ اھ۔[1]

جو آپ کے منبر پر بیٹھنے کے وقت دروازۂ مسجد پر اذان دیتے پھر آپ منبر سے اُتر کر نماز قائم فرماتے۔

وکذا فی النھر الماد من البحر لأبی حیان ، کذٰلک کان فی زمان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان اذا صعد علی المنبر اُذّن علٰی باب المسجد فاذا نزل بعد الخطبۃ اُقیمت الصلٰوۃ ۔ وکذا کان فی زمن ابی بکر وعمر الٰی زمن عثمان ، کثر الناس وتباعدت المنازل فزاد مؤذنا آخر علی دارہ التی تسمی الزوراء ، فاذا جلس علی المنبر اُذّن الثانی ، فاذا نزل من المنبر اقیمت الصلٰوۃ ولم یعب احد ذٰلک۔[2]

نہر الماد من البحر لابی حیان میں بھی اسی طرح ہے: حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں ایسا ہی ہوتا تھا کہ جب آپ منبر پر بیٹھتے تو مسجد کے دروازہ پر اذان ہوتی ، اور جب خطبہ کے بعد آپ اُترتے تو نماز قائم ہوتی ۔ ایسے ہی صاحبین کے عہد تا ابتداء عہدِ عثمان غنی رضوان اللہ علیہم اجمعین ہوتا رہا ۔ پھر عثمان کے زمانہ میں مدینہ شریف کی آبادی بڑھ گئی ، لوگ زیادہ ہوگئے اور مکانات دُور تک پھیل گئے تو آپ نے ایک مؤذن کا اضافہ فرمایا اور انھیں حکم فرمایا کہ پہلی اذان آپ کے مکان زوراء پر دیں ۔ پھر جب آپ منبر پر بیٹھتے تو مؤذن دوسری اذان دیتا ۔ پھر آپ منبر سے اُتر کر نماز قائم فرماتے ۔ اس اضافہ پر کسی نے آپ پر اعتراض نہیں کیا۔

وفی تقریب الکشاف (لابی الفتح محمد بن مسعود) ، کان لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وکذا لشیخین بعدہ مؤذن واحد یؤذن عند الجلوس علی المنبر علٰی باب المسجد اھ۔[3]

تقریب کشاف لابی الفتح محمد بن مسعود میں ہے: حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور آپ کے بعد شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے عہد میں ایک ہی مؤذن تھا جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت مسجد کے دروازے پر اذان دیتا تھا۔

---

[1] الدر الشفاف

[2] النہر الماد من البحر علٰی ہامش البحر المحیط تحت الآیۃ ۹/۶۲ دار الفکر بیروت ۸/۲۶۵

[3] تقریب الکشاف محمد بن مسعود

www.alahazratnetwork.org

و فی تجرید الکشاف لابی الحسن علیّ بن القاسم:

کان لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مؤذن واحد فکان اذا جلس علی المنبر اذّن علٰی باب المسجد فاذا نزل اقام الصّلوٰۃ [1]

وفی تفسیر النیسابوری:

النداء الاذان فی اول وقت الظھر وقد کان لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مؤذن واحد فکان اذا جلس علی المنبر اذن علی باب المسجد الامثل ما فی الکشاف۔

وفی تفسیر الخطیب ثم الفتوحات الالٰھیۃ، قولہ تعالٰی "اذا نودی للصّلوٰۃ" المراد بھٰذا النداء الاذان عند قعود الخطیب علی المنبر لانہ لم یکن فی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نداء سواہ فکان لہ مؤذن واحد اذا جلس علی المنبر اذّن علٰی باب المسجد فاذا نزل اقام الصّلوٰۃ ثم کان ابوبکر وعمر وعلی بالکوفۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم علٰی ذٰلک، حتی کان عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ وکثر الناس و

اور تجرید کشاف لابی الحسن علی بن القاسم میں ہے:

حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ایک مؤذن تھا، جب آپ منبر پر بیٹھتے تو وہ مسجد کے دروازے پر اذان دیتا تھا۔ اور آپ جب منبر سے اترتے تو نماز قائم فرماتے۔

تفسیر نیشاپوری میں ہے:

نداء اول وقت ظہر میں اذان ہے۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم کا ایک مؤذن تھا، جب آپ منبر پر بیٹھتے تو وہ مسجد کے دروازے پر اذان دیتا تھا الخ (موافق تفسیر کشاف)

تفسیر خطیب و فتوحاتِ الٰہیہ میں ہے:

اللہ تعالٰی کا فرمان "جمعہ کے دن جب نماز کیلئے اذان دی جائے" اس نداء سے وہ اذان مراد ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے پر دی جاتی ہے کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عہد میں اس اذان کے علاوہ کوئی ہی نہیں، ایک ہی مؤذن تھا، جب آپ منبر پر بیٹھتے تو وہ دروازہ پر اذان دیتا، جب آپ منبر سے اترتے تو نماز قائم ہوتی، پھر ابوبکر و عمر و علی (رضی اللہ تعالٰی عنہم) کوفہ میں اسی پر عامل رہے۔ مدینہ میں عہدِ عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہم میں آبادی

---

[1] تجرید الکشاف
[2] غرائب القرآن (تفسیر نیشاپوری) تحت الآیۃ ۹/۶۲ مصطفٰے البابی مصر ۲۸/۵۲

www.alahazratnetwork.org

تباعدت المنازل زادوا اذانا آخر[1] الخ۔

بڑھی اور مکانات دور دور تک پھیل گئے تو انھوں نے ایک اذان اور زائد کی۔

وفی کشف الغمۃ للامام الشعرانی:

کان الاذان الاول علٰی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وابی بکر وعمر رضی اللہ تعالٰی عنہما اذا جلس الخطیب علی المنبر الٰی قولہ وکان الاذان علٰی باب المسجد[2] اھ۔

کشف الغمہ للامام شعرانی میں ہے، اذان اول حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے زمانہ میں جب خطیب منبر پر بیٹھتا۔ اور اذان مسجد کے دروازہ پر ہوتی۔

---

[1] الفتوحات الالٰہیہ (الشہیر بالجمل) تحت الآیۃ ۹/۶۲ مصطفی البابی مصر ۴/۳۴۳

[2] کشف الغمہ باب صلٰوۃ الجمعہ فی الاذان والخطبۃ وغیرہا دار الفکر بیروت ۱/۱۸۵

www.alahazratnetwork.org

الشمامة الثانية من صندل الفقه

(شمامہ ثانیہ از صندل فقہ)

نفحہ ۱: الحمد للہ تظافرت النصوص علی کراھۃ الاذان فی المسجد والنھی عنہ بصیغۃ النفی الأکد من صیغۃ النھی۔ ففی الخانیۃ[1]، والخلاصۃ[2] وخزانۃ[3] المفتیین وشرح[4] النقایۃ للعلامۃ عبد العلی و الفتاوی[5] الھندیۃ والتاتارخانیۃ ومجمع البرکات:

ینبغی ان یؤذن علی المئذنۃ او خارج المسجد ولایؤذن فی المسجد اھ[1]۔

وفی البحر الرائق شرح کنز الدقائق وفی الخلاصۃ،

نفحہ ۱: اللہ تعالٰی کے لئے بے شمار حمد ہے کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہونے پر کثیر التعداد فقہی نصوص ہیں، وُہ بھی صیغہ نفی کے ساتھ، جو ممانعت میں نہی سے زیادہ مؤکد ہوتا ہے۔ خانیہ[1]، خلاصہ[2]، خزانۃ[3] المفتیین، شرح[4] نقایہ للعلامہ عبد العلی، فتاوٰی[5] ہندیہ، تاتارخانیہ، مجمع البرکات میں ہے:

مئذنہ پر اذان دینا چاہیے یا مسجد کے باہر، مسجد میں اذان نہ دی جائے۔

بحر الرائق شرح کنز الدقائق اور خلاصۃ الفتاوٰی میں ہے:

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الصلوٰۃ الباب الثانی الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۵
فتاوٰی قاضی خان مسائل الاذان ۱/۳۷ و خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الاول فی الاذان ۱/۴۹
خزانۃ المفتیین فصل فی الاذان ۱/۱۹ و شرح النقایۃ للبرجندی باب الاذان ۱/۸۴

www.alahazratnetwork.org

ولا یؤذن فی المسجد[1] اھ۔

مسجد میں اذان نہ دی جائے۔

وفی شرح[2] مختصر الامام الطحاوی للامام الاسبیجابی ثم المجتبیٰ شرح مختصر الامام[3] القدوری، لایؤذن الا فی فناء المسجد اوعلی المئذنۃ[4] اھ۔

شرح[2] مختصر الامام طحاوی للامام اسبیجابی اور مجتبیٰ[3] شرح مختصر للامام قدوری میں ہے، اذان نہ دی جائے مگر صحن متعلقہ مسجد میں یا منارہ پر۔

وفی البنایۃ[5] شرح الھدایۃ للامام العینی،

لایؤذن الا فی فناء المسجد او ناحیتہ[عہ][6] اھ

بنایہ[5] شرح ہدایہ للامام عینی میں ہے:

اذان نہ دی جائے مگر صحن مسجد میں یا مسجد کے کنارے۔

عہ الناحیۃ، الرکن، والجانب کلّھا بمعنیً فی القاموس، الناحیۃ، الجانب[7] اھ۔ وفی المصباح، الجانب، الناحیۃ[8]۔ وفی تاج العروس رکن الجبل والقصر جانبہ، واركان كل شئ جوانبہ التی یستند الیھا ویقوم بھا[9] اھ واللفظ مبنیٌ من التنحیّ والاعتزال

عہ ناحیہ، رکن اور جانب سب کے معنی ایک ہیں۔ قاموس میں ہے، ناحیہ جانب اور کنارے کو کہتے ہیں۔ مصباح میں ہے، الجانب الناحیۃ جانب اور کنارہ ہی ناحیہ ہے۔ تاج العروس میں ہے، پہاڑ اور محل کا رکن اس کا کونہ ہوتا ہے۔ اور ہر شئے کا رکن اس کا کنارہ ہی ہوتا ہے جس کی طرف اس کی نسبت ہوتی ہے۔ یا اس کے ساتھ

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] البحر الرائق کتاب الصلوٰۃ باب الاذان ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۵۵
خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الاول فی الاذان مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۴۹

[2]

[3]

[4]

[5]

[6]

[7] القاموس المحیط باب الواو والیاء فصل النون مصطفی البابی مصر ۴/۳۹۷

[8] المصباح المنیر تحت اللفظ "جنب" منشورات دار الہجرۃ قم ایران ۱/۱۱۰

[9] تاج العروس باب النون فصل الراء داراحیاء التراث العربی بیروت ۹/۲۱۹

www.alahazratnetwork.org

وفی الغنیة[1] شرح المنیة،
الاذان انما یکون فی المئذنة او خارج المسجد والاقامة فی داخلہ[1] اھ
وفی نظم[13] الامام الزندویستی ثم شرح[14] النقایة للشمس القہستانی ثم حاشیة[15] مراقی الفلاح لعلامة السید احمد الطحطاوی،
ویکرہ ان یؤذن فی المسجد[2] اھ۔
وفی غایة[16] البیان شرح الهدایة للعلامة الاتقانی وفی فتح القدیر شرح الهدایة

غنیہ[12] شرح منیہ میں ہے:
اذان مئذنہ پر یا خارج مسجد ہو اور اقامت مسجد کے اندر۔
نظم[13] امام زندویستی، شرح[14] نقایہ لشمس قہستانی، حاشیہ[15] مراقی الفلاح للعلامہ سید احمد طحطاوی میں ہے:
مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے۔
غایۃ[16] البیان شرح ہدایہ لعلامہ اتقانی، فتح[17] القدیر شرح ہدایہ لمحقق علی الاطلاق میں ہے،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کالمجانب من المجانبة والانفصال وتری رکنی الکعبة الکریمة الاسود والیمانی خارجة منها۔
وذکر فی خلاصة الوفاء ان عمر بن عبدالعزیز رضی الله تعالٰی عنہ جعل للمسجد اربع منارات فی زوایاته الاربع۔ ثم قال: کل ذٰلک من الهلال الی الارض خارج عن المسجد[3]۔ منہ غفر لہ۔

قائم ہوتا ہے۔ یہ لفظ علیحدگی اور جدائی کے معنی دیتا ہے۔ جیسے جانب دوری اور انفصال کے معنی دیتا ہے۔ اور کعبہ شریف کے دونوں رکن اسود اور یمانی کو دیکھا جا سکتا ہے کہ وہ دونوں کعبہ سے خارج ہیں۔
اور خلاصۃ الوفاء میں ذکر کیا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مسجد نبوی شریف کے چاروں کونوں پر چار مینار بنائے اور فرمایا کہ یہ چاروں مینار زمین سے لے کر چاند تک خارج مسجد ہیں (منہ غفرلہ)۔

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی سنن الصلٰوۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۷۷
[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب الاذان نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۰۷
[3] وفاء الوفاء الفصل السابع عشر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۲۶، ۵۲۷

www.alahazratnetwork.org

للمحقق على الاطلاق، قوله (ای الامام برهان الدین صاحب الهدایة) والمکان فی مسألتنا مختلف یفید کون المعهود اختلاف مکانهما وهو کذلك شرعا فالاقامة فی المسجد ولا بد واما الاذان فعلی المئذنة فان لم یکن ففی فناء المسجد وقالوا لایؤذن فی المسجد[1] اھ۔

مصنف امام برہان الدین صاحبِ ہدایہ کا قول کہ (مکان ہمارے مسئلہ میں مختلف ہے) اس امر کا فائدہ دیتا ہے کہ اذان و اقامت کے مقامات کا اختلاف ہی معہود و معروف نیز حکم شرعی ہے کہ اقامت مسجد میں ہونا ضروری ہے۔ اور اذان مئذنہ پر اور مئذنہ نہ ہو تو مسجد کے صحن میں۔ ائمہ نے فرمایا کہ مسجد میں اذان نہیں دی جائے گی۔

وقالا فی الکتابین[2] فی مسئلة سنیة الطهارة لخطبة الجمعة قیاسا علی الاذان ما نصه،

اور دونوں شارحین نے اپنی دونوں کتابوں میں جمعہ کے لئے طہارت مسنون ہونے کے مسئلہ میں اذان میں اذان پر قیاس کرتے ہوئے فرمایا:

الاولی ما عیّنه فی الکافی جامعا وهو ذکر الله تعالٰی فی المسجد ای فی حدوده لکراهة الاذان فی داخله[2] اھ

"کافی میں دونوں مسئلوں میں علت جامعہ یہ بتائی کہ خطبہ اور اذان دونوں ہی مسجد کے اندر خدا کا ذکر ہیں جن کے لئے طہارت سنت ہے۔ مسجد کے اندر کا مطلب حدودِ مسجد ہے کیونکہ اذان داخلِ مسجد مکروہ ہے۔"

فهذه تسعة عشر نصا وختم العشرین بکلام الامام ابن الحاج المکی المالکی فانه رحمه الله تعالٰی عقد فی المدخل فصلا للنهی عنه وفی نفی فعله من السلف الصالح مطلقا۔ فدخل فیهم ائمة المذاهب الاربعة جمیعا ومن قبلهم من الصحابة والتابعین رضی الله تعالٰی عنهم اجمعین وهذا ما نصه۔

یہ انیس نصوص ہیں اور بیسویں نص امام ابن الحاج مکی مالکی رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب مدخل میں ایک فصل تحریر فرمائی جس میں مسجد کے اندر اذان کی کراہت بیان فرمائی، اور بتایا کہ مطلقاً سلف صالحین نے اس فعل کی نفی کی ہے، تو اس عموم میں ائمہ اربعہ داخل ہوگئے۔ اور ان سے پہلے کے صحابہ و تابعین بھی۔

---

[1] فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ باب الاذان مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۱۵

[2] " " باب صلوٰۃ الجمعۃ " " " ۲/۲۹

www.alahazratnetwork.org

فصل فی النھی عن الاذان فی المسجد

وقد تقدم أنّ للاذان ثلٰثة مواضع، المنار، وعلی سطح المسجد، وعلی بابه، واذا کان ذٰلک کذٰلک فیمنع من الاذان فی جوف المسجد لوجوه احدھا انه لم یکن من فعل من مضی[1] الی اٰخره۔

نفحہ ۲: یرای منک ھذہ النصوص بعمومها واطلاقها فان الفعل کما عرف فی الاصول فی قوۃ النکرۃ وقد وقع فی حیز النفی فقولهم لایوذن فی المسجد عام والباقی مطلق و لااثر فیها للتخصیص والتقیید فوجب امرارها کماھی، والتی فیها ذکر المئذنة۔ فاقول اولاً لاتوذن بخروج اذان الخطبة فان الناس بعد الصدر الاول احدثوا اعلاء المنابر ودکۃً بحذائها لاذان الخطبة کما ھو مشهود ھٰھنا فی الجوامع السلطانیة وستعلم جواز ذٰلک بشرطه فیصدق علی ھذا الاذان

مدخل کی عبارت یہ ہے:

"مسجد میں اذان کی ممانعت کے بیان میں یہ گزر چکا کہ اذان کے لئے تین جگہیں ہیں مسجد کی چھت، مسجد کا دروازہ اور منارہ۔ اور جب ایسا ہے تو مسجد کے اندر اذان کی ممانعت کئی وجہ سے ثابت ہے، اوّل یہ کہ گزشتہ بزرگانِ دین مسجد کے اندر اذان نہیں دیتے تھے الخ۔"

یہ کل بتیس نصوص ہوئے۔

نفحہ ۲: یہ نصوص اپنے عموم واطلاق کے ساتھ سب کے سامنے ہیں۔ اور اصولِ فقہ سے یہ ظاہر ہے کہ فعل نکرہ کے حکم میں ہے۔ اور نفی کے تحت ہو تو عام ہے پس فقہاء کا قول لایوذن فی المسجد عام ہے، اور باقی اقوال مطلق ہیں جن میں تخصیص وتقیید کا کوئی اثر نہیں تو ان کو اپنے عموم پر ہی جاری رکھنا ہوگا۔

اور جن عبارتوں میں مئذنہ کا ذکر ہے تو وہ خطبہ کی اذان کو اس حکم سے نکالنے کے لئے نہیں اولاً اس لئے کہ صدرِ اول کے بعد ہی لوگوں نے بلند منبر اور ان کے سامنے اذانِ جمعہ کے لئے چبوترے بنائے جیسا کہ شاہی مسجدوں میں اب بھی دیکھا جاسکتا ہے (اور ان کی بنا مخصوص شرائط کے ساتھ جائز بھی ہے) تو اذانِ جمعہ کے لئے یہی مئذنہ ہوتے۔ اور

---

[1] المدخل فصل فی النھی عن الاذان فی المسجد دار الکتاب العربی بیروت ۲/۲۵۱

www.alahazratnetwork.org

ایضا انہ علی المئذنۃ وان لم تکن فی الفناء۔

وثانیًا الحکم علی مطلق اوعام بمفھوم مردّد انما یقتضی ان لایخلو شیئ من افرادہ عن کلا الوجھین۔ اما کون کل فرد یجری فیہ الوجھان فلا، وھذا ظاھر جدًّا۔ وعبارۃ نسختی الفتح والعنایۃ۔ واما الاذان فعلی المئذنۃ فان لم یکن بیاء تحتیۃ ای الاذان علیھا ففی فناء المسجد[1] وعدم کونہ علیھا یشمل الترک والکف فیدخل فیہ کل اذان، وکذا علی نسخۃ تکن بتاء فوقانیۃ والضمیر للمنارۃ فان المراد الکون الشرعی والوجود حسیًّا غیر الوجود لشیئ شرعا وعلی التنزل فزیادتہما لفظۃ قالوا قطعت ھذا الحکم عن سنن السابق وذلک لان لا یؤذن بمعنی لایفعل الاذان وھو بعمومہ

ان پر اذان "اذان علی المئذنۃ ہوتی، تو اس حکم میں کہ مئذنہ پر اذان نہ ہو تو صحن مسجد میں ہو" اذانِ جمعہ بھی داخل رہی۔

ثانیًا (یہ جملہ اذان مئذنہ پر ہونی چاہیے نہ ہو تو صحن مسجد میں دی جائے) مطلق یا عام (اذان) کے لئے ایک حکم مردد ہے۔ اور ایسے تردیدی حکم کا یہ تقاضا نہیں ہوتا کہ مطلق یا عام کا ہر ہر فرد حکم کے دونوں پہلوؤں سے متصف ہو، بلکہ مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ اس کا کوئی فرد بھی حکم کے دونوں پہلوؤں سے یکسر خالی نہ ہو کوئی فرد حکم کے ایک پہلو سے متصف ہو، اور کوئی دوسرے پہلو سے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(اس تشریح کی رُو سے مذکورہ بالا جملہ کا مطلب یہ ہوا کہ اذان خواہ پنج وقتہ ہو یا اذانِ خطبہ سب کو مئذنہ پر ہونا چاہیے (لائق اذان) مئذنہ ہی نہ ہو، یا اس پر اذان نہ ہو سکے تو صحنِ مسجد میں ہو۔ پس مذکورہ بالا حکم اذان جمعہ کو بھی شامل ہوا)

(**اعتراض**) فتح القدیر اور غایۃ البیان کی مذکورہ بالا عبارت کا ظاہر تو یہی ہے کہ یہ حکم صرف نماز پنجوقتہ کے ساتھ ہی خاص ہو کہ مئذنہ کی ضرورت اسی کے لئے ہے۔

---

[1] فتح القدیر کتاب الصلوۃ باب الاذان مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۱۵

www.alahazratnetwork.org

كان يشمل كل اذان لكن هذا التنزل الاخير لما كان الكلام في ما بين العبارتين في اذان المنار خاصة فلو لم ياتيا بقالوا لاشمل الظرف الحكم الى العهد ومقصودهما رحمهما الله تعالى مع الاستدلال به على المسئلة الخاصة افادة الحكم العام فاذا قالوا فصار حكما منقولا ولا عهد في المنقول عنه فلو يسر اليه عهد سياقه وبقى على محوضة اطلاقه. ولعمرى لايوقف على اثارا تهم الا بتوفيق من بركاتهم والله الموفق لارب سواه.

اذان جمعہ تو عدم محاذات کی وجہ سے متعارف مئذنوں پر منع ہے)

(جواب) ان دونوں کتابوں کی اصل عبارت یہ ہے: اما الاذان فعلى المئذنة وان لم یکن (ایک نسخہ) وان لم تکن (دوسرا نسخہ) ففی فناء المسجد، پہلے نسخہ کی تقدیر پر ترجمہ یہ ہوا: "اگر مئذنہ پر اذان نہ ہوئی۔" اذان نہ ہونے کی دو صورتیں ہیں: اوّل اذان کا مئذنہ پر ہونا تو ممکن تھا مگر مؤذن نے سستی وغیرہ کی وجہ سے اذان مئذنہ پر نہ دی۔ یہاں عدم اذان علی المئذنہ بوجہ ترک مؤذن ہے۔ اور دوسری صورت یہ کہ مؤذن مئذنہ پر اذان دینا چاہتا تھا لیکن وہ مئذنہ پر اذان اس لئے نہ دے سکا کہ شریعت نے اسے روک دیا کہ یہ مئذنہ خطیب کی محاذاۃ میں نہیں، اس لئے اس پر اذان منع ہے یہ عدم اذان مؤذن کو اذان سے کف ومنع کی وجہ سے ہے۔ ان میں پہلی صورت اذان پنجوقتہ میں ہے اور دوسری جمعہ کی اذانوں میں۔ اور عدم اذان کی ان دونوں صورتوں کے لئے حکم یہی ہے۔ اذان صحن مسجد میں ہو تو جمعہ کی اذان کو بھی یہ حکم شامل ہوا۔

اور دوسرے نسخہ کی رُو سے ترجمہ یہ ہوگا کہ اگر مئذنہ نہ ہو تو اذان صحن مسجد میں ہوگی۔ مئذنہ نہ ہونے کی بھی دو صورتیں ہیں، عدم حسی اور عدم شرعی، مسجد میں سرے سے کوئی مئذنہ ہی نہ ہو یہ عدم حسی ہے۔ اور مئذنہ تو ہو مگر خطیب کی محاذات میں نہ ہو تو عدم شرعی کی صورت ہے۔ اور حکم مذکور کا مدار عدم شرعی ہے اور جب متعارف منارے عدم محاذات کی وجہ سے خطبہ کی اذان کے لئے شرعًا معدوم ہیں، تو حکم مذکور اذان جمعہ کے لئے بھی ہوا کہ صحن مسجد میں ہو۔ تو بہر تقدیر اس حکم سے خطبہ کی اذان خارج نہ ہوئی، وللہ الحمد۔

اور کسی کو ضد ہی ہو کہ اس حکم میں جمعہ کے خطبہ کی اذان شامل نہیں، تو بر سبیل تنزل گزارش ہے کہ ان دونوں بزرگوں نے اس کا بھی خیال رکھا ہے۔ چنانچہ اپنی اسی عبارت میں مذکورہ بالا ٹکڑے کے بعد اسلوب بدل کر لفظ قالوا کے اضافہ کے ساتھ ایک عام اور تام حکم دیا۔ فرماتے ہیں: قالوا لا یؤذن فی المسجد فقہاء کا قول ہے کہ مسجد میں اذان نہیں دی جائے گی۔ اور یہ میں اس لئے کہتا ہوں کہ لا یؤذن فی المسجد کا حکم اپنے عموم کے ساتھ تمام اذانوں کو شامل ہے، لیکن بطور تنزل جب ہم نے سابقہ

www.alahazratnetwork.org

جملہ کو پنج وقتہ اذان کے لئے مخصوص مان لیا۔ تو یہ حضرات اگر عبارت کا اسلوب بدلے اور لفظ قالوا کا اضافہ کئے بغیر لایؤذن فی المسجد کہہ دیتے تو یہ وہم ہوسکتا تھا کہ حکم بھی اسی معہود اذان (پنجوقتہ) کیلئے ہے جس کا ذکر جملہ سابقہ میں ہے۔ لیکن جب عبارت کا سیاق بدل گیا اور قالوا کے اضافہ نے اسے ایک علیحدہ جملہ کر دیا تو وہ وہم بالکلیہ ختم ہوگیا اور یہ امر بالکل واضح ہوگیا کہ یہ ایک علیحدہ حکم جملہ اذانوں کے لئے مطلق اور عام ہے جس میں خطبہ کی اذان بھی شامل ہے۔ بزرگوں کے کلام میں ان دقائق کی طرف رہنمائی صرف توفیق الٰہی کا کرشمہ ہے۔ اللہ تعالٰی اس کے علاوہ آداب کی بھی توفیق بخشے۔ آمین!

نفحہ ۳: بتوفیقه تعالٰی ظهرت فائدة لفظة "قالوا" فی هاتین العبارتین ولیست فی غیرهما ولیس کلما قالوا "قالوا" ارادوا تبرأ۔ او افادة خلاف کما یشهد به التتبع ولا هو[عه] مصطلح کل احد بل قال السید العلامة فی حاشیة الدر المختار[1]...

وفی رد المحتار فی مسئلة مس المحدث کتب الاحادیث والفقه، قال فی الخلاصة یکره عندهما والاصح انه لایکره عنده ومشی فی الفتح علی الکراهة فقال قالوا یکره مس کتب التفسیر والفقه والسنن لانها لا تخلوا عن

نفحہ ۳: اللہ تعالٰی کی توفیق سے ان دونوں اماموں کی عبارت میں لفظ قالوا کا فائدہ ظاہر ہوا۔ بقیہ عبارتوں میں لفظ قالوا نہیں ہے۔ اور ایسا بھی نہیں ہے کہ جب لفظ قالوا کہیں تو ماسبق سے تبری اور افادہ خلاف کا ہی فائدہ مراد لیں۔ نہ یہ سب کی تسلیم شدہ اصطلاح ہے، جیسا کہ کلام علماء کے تتبع وتلاش سے ظاہر ہوا۔

ردالمحتار میں بے وضو آدمی کے حدیث وفقہ کی کتابوں کے چھونے کے بارے میں فرمایا "خلاصہ میں ہے کہ صاحبین کے نزدیک چھونا مکروہ ہے، اور صحیح یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک چھونا مکروہ نہیں ہے۔ اور فتح القدیر میں اس کی کراہت کا حکم فرمایا۔ اور کہا کہ لوگوں نے کہا کہ مکروہ ہے بے وضو کا تفسیر، فقہ اور سنت کی

عہ ومن نسب فی مسئلتنا هذه زیادة لفظة "قالوا" الی الامام فقیه النفس قاضی خان فقد کذب وافتری کما تری۔ منه حفظه ربه۔

عہ اور جس نے اس مسئلہ میں لفظ قالوا کی زیادتی کی نسبت امام قاضیخاں کی طرف کی غلط کیا جیسا کہ ان کی عبارت سے پتہ چلا۔ منہ حفظہ ربہ۔

[1] یہاں اعلیٰحضرت نے غالباً طحطاوی کی بھی کوئی عبارت نقل کی تھی جو پڑھی نہ گئی۔ عبدالمنان

www.alahazratnetwork.org

آیات القرآن وھذا التعلیل یمنع من شروح النحو اھ[1] فجعلہ مشیا علیہ۔

وفی نہر الفائق فی مسئلۃ ما اذا زوج البالغۃ غیر کفو فبلغھا فسکتت لایکون رضا عندھما وقیل فی قول الامام یکون رضا ان المزوج ابا اوجدا جزم فی الدرایۃ بالاول بلفظ قالوا اھ[2]۔

فجعلہ جزما بہ، کذا ھٰھنا جزم الامامین بوجھین، الاول مقصودھا ھٰھنا تعلیل القول المعتمد وھو قول الامام ان لا فصل بین اذان المغرب واقامتہ بجلسۃ، راجع الھدایۃ وانظر الی قولھما یفید کذا وھو کذٰلک شرعا فھما بصدد اثباتہ وتحقیقہ لا التبری عنہ وتزییفہ۔

والاٰخر ما نقلنا منھما من قولھما الاٰخر حیث اوّلا فیہ کلام الکافی ـ وجزما بکراھتہ داخل المسجد فوضح الحق

کتابوں کو چھونا۔ تو اس عبارت میں لفظ قالوا کہہ کر سابق حکم کی تائید ہی کی۔"

نہر الفائق میں ایک مسئلہ بیان کیا "بالغہ کی شادی غیر کفو میں کر دی گئی، اسے خبر ہوئی تو چپ رہی۔ یہ خموشی صاحبین کے نزدیک رضامندی نہیں ہے۔ اور امام صاحب کے قول پر رضامندی ہے بشرطیکہ شادی باپ دادا نے کی ہو۔ درایہ میں اول کو لفظ قالوا سے بیان کیا ہے۔"

اسی طرح ان دونوں اماموں نے یہاں دونوں ہی طرح اثباتِ مدعا کیا ہے کہ پہلے قول میں وہ امام کے قول معتمد کی علت بیان کرنا چاہتے ہیں (مغرب میں اذان اور اقامت کے بیچ میں جلسہ سے فصل جائز نہیں) اور قالوا لایوذن فی المسجد سے اس کی تائید کرنا چاہتے ہیں تاکہ اس کی مخالفت اور تبری کے درپے رہیں (تصدیق کے لئے ہدایہ کا یہ مقام اور اس کی وضاحت میں ان دونوں اماموں کا قول یفید کذا وھو کذٰلک شرعا دیکھا جائے)

اور دوسرے قول میں کافی کے قول ھو ذکر اللہ تعالٰی فی المسجد کی تاویل میں فرمایا ای فی حدودہ۔ اور بغیر لفظ قالوا کے یہ جزم فرمایا کہ اذان مسجد میں مکروہ ہے، تو یہاں

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۱۸

[2] النہر الفائق کتاب النکاح باب الاولیاء والاکفاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۰۳

www.alahazratnetwork.org

وللہ الحمد۔

نفحہ ۴: لیس بخاف علی کل من لہ حظ من علم او عقل علی ان الاستدلال علی الخاص بالعام صحیح نجیح تام وقد فعلہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذ تلا اٰیۃ "فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرًا یرہ"[1] الاٰیۃ۔ والصحابۃ بعدہ والائمۃ ولو کلفنا اثبات کل خاص بما یخصہ لبطلت الشرائع وترك الانسان سدًی، فان الشریعۃ لا تاتی الا باحکام عامۃ تشتمل الناس کافۃ فلو لم یکن الاحتجاج بالعام یطلب کل واحد حکمًا اتی لہ بالخصوص فما اجھل الوھابیۃ العنود ومن تابعھم من جھلۃ الھنود۔ اذ یقولون ایتونا للنھی فیہ ذکر اذان الخطبۃ خاصۃ ویدانیہ قول من یقول منھم ان الفقہاء انما ذکروا ھذا الحکم فی باب الاذان ومن لم یذکروہ فی باب الجمعۃ وقد مرّ کشف ھذہ الجھالۃ فی النفحۃ ۱۱ من

ہے قالوا کے تبری اور اظہار خلاف کے لئے یہ جملہ ہوا تو حق واضح ہوا۔ اور حمد اللہ تعالٰی کیلئے ہی ثابت ہے۔

نفحہ ۴: یہ بات کسی علم وعقل والے سے پوشیدہ نہیں ہے کہ عام سے خاص پر استدلال صحیح اور درست ہے۔ خود حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے آیت مبارکہ "فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرًا یرہ" (جس نے ذرہ بھر بھلائی کی اس کا بدلہ پائے گا) میں برتا۔ اور آپ کے بعد صحابہ و ائمۂ اعلام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسے اپنا دستور العمل بنایا۔ اگر ہر خاص کے ثبوت کے لئے خاص اسی کے بارے میں آیت اور حدیث کو ضروری قرار دیا جائے تو شریعت معطل ہو جائے گی اور انسان بے مقصد بھٹکتا پھریگا۔ حالانکہ شریعت میں احکام تو عام ہی ہوتے ہیں کہ سب لوگ اس پر عمل کریں۔ اگر نصوص عامہ سے استدلال صحیح نہ ہو تو ہر شخص مطالبہ کرے گا خاص میرے نام سے حکم لاؤ۔

تو یہ جاہل وہابیہ اور مسئلہ اذان میں انکی اتباع کرنے والے سنی جہلاء کس درجہ ناسمجھ ہیں جو ہم سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ہم کو ممانعتِ اذان کی کوئی حدیث دکھاؤ جس سے خاص طور سے اذانِ خطبہ کا ذکر ہو۔

اسی کے قریب ان لوگوں کی یہ بات بھی ہے کہ مسجد کے اندر اذان نہ دینے کا حکم اذان کے باب

[1] القرآن الکریم ۹۹/۷

www.alahazratnetwork.org

النفحات الحديثية اتزعم الجهلة ان اذان الخطبة ليس له من الحكم الا ما ذكر في باب الجمعة من كونه بين يدي الخطيب مثلا كلا بل يعتبر به سائر الاحكام المذكورة لمطلق الاذان في باب الاذان فلو لم يكفه البيان ثمه من اين تاتي تلك الاحكام لهذا الاذان وهذا شيئ لا يخفى حتى على الصبيان ولكن الوهابية و اتباعهم قوم لا يفقهون۔

هذا ما كان طريق العلماء رحمهم الله الامامين الاتقاني والمحقق على الاطلاق واجذل قربهما يوم الطلاق حيث داويا جهل هؤلاء بوجه لم يبق لهم عذرا ولا حيلة و ذلك ان الامام صاحب الهداية في مسئلة ندب الطهارة لخطبة الجمعة قاسها على الاذان و ذكر ما يوهم ان الجامع كونها شرطا لصلوة وهو ظاهر البطلان فالامامان الشارحان عدلا عنه الى ما عيّن الامام النسفي

میں ہے جمعہ کے باب میں نہیں۔ اس لئے یہ حکم اذان جمعہ کے لئے نہیں ہوگا۔

اس کا تفصیلی جواب تو نفحات حدیثیہ کے گیارھویں نفحہ میں گزرا۔ اس نفحہ فقہیہ میں بھی مزید گزارش ہے کہ شاید یہ نادان یہ سمجھ رہے ہیں کہ اذان جمعہ کے ساتھ وہی احکام خاص ہیں جو باب جمعہ میں مذکور ہیں۔ مثلاً اس اذان کا خطیب کے سامنے ہونا۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ وہ سارے ہی عمومی احکام جو اذان سے متعلق ہیں۔ گو صرف باب اذان میں ہی ان کا ذکر کیوں نہ ہو۔ سب کے سب اذان جمعہ پر بھی عائد ضرور ہوں گے۔ تو اگر صرف باب اذان کا بیان ہی اذان جمعہ کے لئے کافی نہ ہو۔ تو جمعہ کی اذان میں ان پہ عملدرآمد کی کیا سبیل ہوگی؟ یہ بات تو بچوں پر بھی واضح ہے مگر نادان وہابیہ نادانی سے باز نہیں آتے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے خطبۂ جمعہ باوضو مسنون فرمایا اور خطبہ کے مسئلہ کو اذان کے مسئلہ پر قیاس کیا کہ جیسے اذان کے لئے طہارت مسنون ایسے خطبہ کے لئے بھی۔ اس سے یہ وہم ہوا کہ ان دونوں کے درمیان علت جامعہ ان دونوں کا نماز کے لئے شرط ہونا ہے۔ یہ بات غلط تھی اس لئے ان دونوں شارحوں نے مذکورہ بالا علت کو چھوڑ کر اس کی علت جامعہ کی طرف رجوع کیا جس کو امام نسفی نے

www.alahazratnetwork.org

جامعًا فی الکافی وھو کونھا ذکر اللہ فی المسجد ای ذکرا موقتا کالاذان وکان یرد علیہ ان الاذان لیس ذکرا فی المسجد لکراھتہ فیہ فاولا بان المراد فی حدود المسجد فلو اُنّ اُذان الخطبۃ کان یکون فی المسجد لما احتیج الی التاویل اصلاً فقیاس خطبۃ الجمعۃ علی اذان الخطبۃ بجامع کون کل منھما ذکرا موقتا فی المسجد کان اذن صحیحا قطعا وای شیئ کان احق بقیاس الخطبۃ من اذانھا لکنھما اولا فارشا بارشادٍ بین من الشمس ان اذان الخطبۃ ایضا مکروہ فی المسجد، وای نص انص ترید من ھذا وللہ الحمد۔

اپنی کتاب کافی میں متعین طور سے ذکر کیا تھا کہ خطبہ جمعہ اور اس کی اذان کے درمیان علتِ مشترکہ ان کا ایسا ذکر ہونا ہے جو مسجد کے اندر ہوتا ہے۔ اس توجیہ پر یہ اعتراض وارد ہو رہا تھا کہ اذان تو مسجد کے اندر ہونے والا ذکر نہیں، یہ تو مسجد کے اندر مکروہ ہے۔ تو ان حضرات نے جواب دیا کہ تعلیل میں اذان کو ذکرِ مسجد کہنے کا مطلب قلبِ مسجد نہیں حدودِ مسجد ہے۔ اور اذانِ خطبہ اندرونِ مسجد نہ ہوتی ہو حدودِ مسجد میں تو ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے اس کو ذکرِ مسجد کہنا صحیح ہے۔ تو اذانِ خطبہ کے مسجد کے اندر مکروہ ہونے کی اس سے بڑی اور کون سی نص چاہئے۔

نفحہ ۵: لیست المسئلۃ من النوازل ولا عزوھا الی احد من المشائخ بل ارسلوھا ارسالا والذاکرون لھا اولئک الائمۃ الاجلاء وامثالھم کالامام قاضی خان ونظر انہ اذا ارسلوا دل علی انہ المذھب لما عرف من عادتھم عزو تخریجات المشائخ الی المشائخ قال فی الغنیۃ ذوی الاحکام فی مسئلۃ النعاس صرح بہ قاضی خان من غیر اسنادہ لاحد فاقتضی کونہ المذھب[1] اھ فالتشکیک فیہ بانہ غیر معزو

نفحہ ۵: یہ مسئلہ کتبِ نوازل کا نہیں ہے۔ نہ اسے مشائخ میں سے کسی کی طرف منسوب کیا گیا ہے راوی وہی ائمہ اعلام ہیں جیسے امام قاضی خاں اور ان کے ہم مرتبہ حضرات ائمہ۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ یہ لوگ جب کسی مسئلہ کو مرسل روایت کرتے ہیں تو یہ مسائلِ مذہب میں شمار ہوتے ہیں کیونکہ ان مشائخ کی عادت کریمہ یہ ہے کہ جب مشائخ میں سے کسی کی تخریج روایت کرتے ہیں تو مسئلہ کے ساتھ ان کا نام ضرور لیتے ہیں۔ چنانچہ غنیۃ ذوالاحکام میں ہے اونگھنے کے مسئلہ کی تصریح امام قاضی خاں نے فرمائی اور یہ مسئلہ جب کسی کی طرف منسوب نہیں ہے

[1] غنیۃ ذوی الاحکام علی ہامش الدرر الحکام کتاب الطہارۃ بیان نواقض الوضو میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/۱۵

www.alahazratnetwork.org

الیٰ سیدنا الامام الاعظم۔ ولیس حاصلہ الاثیثان رفع الامان عن عامۃ مسائل الشرع والفتاوی الغیر المعزیۃ الیٰ احد وابطال سائر ما فیہ من المعزیات الیٰ مشائخ المذاھب الیٰ مشائخ المذاھب۔ لان الاول اذا لم یقبل لعدم العلم بکونہ عن الامام فالأخر احری بالرد للعلم بعدم کونہ عن الامام وانت تعلم ان فیہ ابطال ثلثی مسائل المذھب اوثلثۃ ارباعھا وانما کان علینا اتباع ما رجحوہ وصححوہ کما قالوا افتونا فی حیاتھم فکیف بما اقوا بہ جازمین بہ من دون اشعار بخلاف فیہ واللہ الموفق۔

تو اس بات کی علامت ہے کہ یہ مذہب ہے۔ تو مسئلہ دائرہ میں یہ شک پیدا کرنا کہ یہ خاص طور سے امام اعظم رحمہ اللہ کی طرف منسوب نہیں اس لئے قابلِ قبول نہیں، اس کا مقصد دو باتیں ہیں، عام مسائل شرعیہ و فتاوی جن کی نسبت کسی کی طرف نہ ہو ان سے امام کی نسبت مرتفع ہو جائے اور بقیہ مسائل جو کسی شیخ یا امام کی طرف منسوب ہوں ان کا رد و ابطال ہو کہ جب غیر منسوب مسائل امام کی طرف منسوب نہ ہونے کی وجہ سے غیر مقبول ہوتے تو یہ مسائل جو بالتصریح غیر کی طرف منسوب ہیں۔ ان کے رد و ابطال میں کون سا تردد کہ ان کے بارے میں تو یہ بالیقین معلوم ہے کہ یہ مسائل امام سے مروی نہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مذہب کے دو ثلث یا تین ربع مسائل اکارت ہو جائیں گے جبکہ حقیقتِ حال یہ ہے کہ مشائخ نے جن مسائل کی تصحیح یا ترجیح فرمائی ان پر عمل کرنا بھی ضروری ہے کہ ان کی زندگی میں ان کے فتاوے مقبول اور معمول بہا تھے، تو ان مسائل سے کیوں رُوگردانی جائز ہوگی، جن کو ان بزرگوں نے یقین کے ساتھ کسی اختلاف کا اشارہ کئے بغیر روایت کیا۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

نفحہ ۶: اذلم یات لھم تخصیص النصوص حاولوا ان یخرجوا اذان الخطبۃ من جنس کی یخرج بنفسہ مما یشمل شیئ من احکام الاذان من دون حاجۃ الی تخصیص، وذٰلک ان الاذان اعلام الغائبین والاقامۃ

نفحہ ۶: جب نصوص کی تخصیص ان کے بس سے باہر ہوئی تو سوچا کہ اذانِ خطبہ کو ہی اذان کی جنس سے خارج کر دیں تاکہ یہ خود اذان کی جنس سے خارج ہو جائے اور ہم تخصیص کی زحمت سے نجات پا جائیں۔ تو وہ کہنے لگے کہ اذان تو غیر موجود مصلیوں کا بلاوا ہے، اور اقامت مسجد میں موجود مصلیوں کو اطلاع ہے۔ جیسا کہ ائمہ

www.alahazratnetwork.org

اعلام الحاضرین کما نص علیہ الائمۃ منھم الامام العینی فی عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری وفی الھدایۃ الاذان استحضار الغائبین[1] فجعلوا اذان الخطبۃ اعلاما للحاضرین لا نداء للغائبین کی لایکون اذانا وان کان بکلمات الاذان کالاذان فی اذن المولود والمھموم وخلف المسافر ولدفع الغیلان وعند الاقبار لتذکیر الجواب وطرد الشیطان وامثال ذلك حیث لایقصد بہ نداء الخاص الی مشھد او اعلاما لھم بدخول الوقت اصلاً بل التبرك واستدفاء البلاء بتلك الکلمات الکریمۃ۔

ائمہ نے اس کی تصریح کی ہے۔ علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے اور صاحبِ ہدایہ نے فرمایا "اذان غیر موجود مصلّیوں کا بلاوا ہے"۔

پس یہ لوگ اذانِ خطبہ کو حاضر مصلّیوں کی اطلاع مانتے ہیں، غائبین کا بلاوا تسلیم نہیں کرتے۔ اور اذان خطبہ اذان کے الفاظ کے ہوتے ہوئے بھی اذان نہیں جیسے وہ اذان جو تو مولود کے کان میں کہی جاتی ہے، غمزدہ انسان کے لئے یا مسافر کے پیچھے اور غول بیابانی کا اثر دُور کرنے کے لئے دی جاتی ہے، اور دفنِ میت کے وقت منکر ونکیر کا جواب یاد دلانے کے لئے اور شیطان کو بھگانے یا دیگر اغراض کے لئے پکاری جاتی ہے جن کا مقصد حاضریِ مسجد یا دخولِ وقت کا اعلان نہیں ہوتا بلکہ مبارک کلمات سے تبرک یا بلا کا اندفاع ہوتا ہے۔

ثم اضطرب وا فاجھلھم یقول لم یکن[عـہ] اذانا من لدن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واذا قیل لہ افکان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یصلی الجمعۃ من دون اذان قال لیس فیہ، انما

اس کے بعد ان کی باتوں میں اختلاف پیدا ہوگیا۔ ایک جاہل کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ میں اذان ہوتی ہی نہیں تھی، اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نمازِ جمعہ بے اذان کے ہی پڑھتے تھے، تو کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

عـہ: یہاں ایک بہت طویل حاشیہ ہے جو حل نہ ہو سکا۔ عبدالمنان

[1] الہدایۃ کتاب الصلوٰۃ باب الاذان المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۴۳

www.alahazratnetwork.org

كان يصلى الصلٰوة كلها بمكة بلا اذان۔ ولا يدرى هذا المسكين ان هذا انكار للاجماع و تصريح القراٰن فقد اجمعوا انه لم يكن من عهد رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم للجمعة الا هذا الاذان والله تعالٰى يقول يايها الذين اٰمنوا اذا نودى للصلٰوة من يوم الجمعة فاسعوا الٰى ذكر الله[1] وانما الامر بالسعى للغائبين دون الحاضرين لاستحالة تحصيل الحاصل والله تعالٰى يقول وذروا البيع[2]، وانما البيع و الشراء كان فى الاسواق لا فى المسجد فدل النص ان اذان الخطبة علٰى عهد رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم كان نداء للغائبين الى الصلٰوة هذا هو الاذان المصطلح شرعى وصلٰوة مكة كانت قبل نزول الاذان فقياس الجمعة عليها جهل لا يُقاس ولا يُهاب وغيره يقول نعم كان الاذان علٰى عهد رسول الله و صاحبيه صلى الله عليه وعليهما وسلم۔ فلما احدث ذوالنورين رضى الله تعالٰى عنه الاذان الاول كان هو الاذان وبقى هذا اعلامًا للحاضرين و عليه فرع مفرع منهم انه لما كان فى الزمن

تو مکہ میں ساری نمازیں بغیر اذان کے ہی پڑھتے تھے۔ اس مسکین کو یہ معلوم نہیں کہ یہ اجماعِ امت و تصریحِ قرآن کا انکار ہے، کیونکہ سب کا اس پر اجماع ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عہد میں خطبہ کے علاوہ کوئی اذان نہ تھی"۔ اور اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے کہ "اے ایمان والو! جمعہ کے دن اذان دی جائے تو اللہ تعالٰی کے ذکر کے لئے دوڑ پڑو"۔ یہ مسجد کی طرف سعی کا حکم غائبین کے لئے ہی تو ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ بیع و شراء چھوڑ دو۔ بیع و شراء تو بازار میں ہوتی ہے مسجد میں نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ میں اذانِ خطبہ مسجد میں موجود رہنے والوں کو نماز کے لئے بلانے کے لئے ہی ہوتی تھی۔ اور یہی اذان شرعی و اصطلاحی ہے، اور مکہ کی نماز نزولِ اذان سے قبل ہوتی تو کوئی مومن اس پر نمازِ جمعہ کو قیاس نہیں کر سکتا۔ اور دوسرے مخالف کا کہنا یہ ہے کہ بیشک حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور صاحبین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے زمانہ میں یہی اذان خطبہ تھی، لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے زمانہ میں جب انھوں نے اذانِ اول ایجاد کی تو یہ اذان حاضرین کا اعلان ہو گئی، تو جب پہلے زمانہ میں یہ اعلان تھی تو باب مسجد پر ہونا ہی مناسب تھا، اور عہدِ عثمان غنی میں جب یہ حاضرین کو خطبہ کیلئے

---

[1] القرآن الكريم ۶۲/۹

[2] ″ ″ ″/″

الاول للاعلام ناسب باب المسجد وفی زمن عثمٰن رضی اللہ عنہ صار للانصات فناسب داخل المسجد لدی المنبر۔

خاموش کرنے کے واسطے ہے تو اس کا مسجد کے اندر منبر کے قریب ہونا ہی مناسب ہوا۔

اقول وھذا ایضا من اُبین الاباطیل وخلاف اجماع ائمتنا الکرام، فاولا قد اجمعوا للجمعۃ اذانین۔ وثانیا یعاد اذان الجنب لااقامتہ علی المذھب وعللوہ بان تکرار الاذان مشروع دون الاقامۃ کما فی الھدایۃ[1] واستشھدوا علیہ باذان الجمعۃ۔ قال فی الکافی والتبیین والعنایۃ والدر المختار وغیرھا۔ فان تکرار الاذان مشروع فی الجملۃ کما فی الجمعۃ[2] الٰی ھنا متفقون ثم قال فی الکافی فاما تکرار الاقامۃ فغیر مشروع اصلاً[3]۔ وفی التبیین دون الاقامۃ[4]۔ وفی العنایۃ بخلاف الاقامۃ[5]۔

میں کہتا ہوں کہ یہ بات بھی بالکل غلط اور ظاہر البطلان ہے کہ یہ بھی ہمارے علمائے کرام کے اجماع کے خلاف ہے۔ (۱) سارے ائمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ جمعہ کے لئے دو اذانیں ہیں۔ (۲) جنبی کی اذان دُہرائی جائیگی اقامت نہیں دُہرائی جائے گی۔ دلیل یہ دی گئی کہ اذان کی تکرار مشروع ہے اقامت کی نہیں۔ ہدایہ میں اس کی تصریح ہے، اور تکرار اذان کے جواز کے ثبوت میں اذان جمعہ کو ہی پیش کیا گیا ہے۔ چنانچہ کافی، تبیین، عنایہ اور درمختار میں ہے "اذان کی تکرار فی الجملہ مشروع ہے" یہاں تک پانچوں کتابوں کی عبارت میں اتفاق ہے، آگے کافی میں فرماتے ہیں: "اقامت کی تکرار تو بالکل جائز نہیں"۔ تبیین میں صرف یہ ہے: "اقامت کا یہ حکم نہیں"۔ عنایہ میں ہے: "بخلاف اقامت

---

[1] الہدایۃ کتاب الصلوٰۃ باب الاذان المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۴۳

[2] العنایۃ علی ہامش فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ باب الاذان مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۲۰
تبیان الحقائق دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۲۴۹

[3] البحر الرائق کتاب الصلوٰۃ باب الاذان تحت قول المصنف "وکرہ اذان الجنب" ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۶۳

[4] تبیین الحقائق کتاب الصلوٰۃ باب الاذان دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۲۴۹

[5] العنایۃ علی ہامش فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ باب الاذان مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۲۰

www.alahazratnetwork.org

ونظم الدرر لمشروعية تكراره فی الجمعة دون تکرارها ۱ھ۔ فلو لم يكن الثانی اذانا مثل الاول فاين التكرار ۔ وثالثا صريح نص البحر فی البحر لان تكراره مشروع كما فی اذان الجمعة لانه لاعلام الغائبين فتكريره مفيد لاحتمال عدم سماع البعض بخلاف تكرار الاقامة اذ هو غير مشروع ۱ھ۲۔ ورابعا لم تغير الاذان عما كان عليه بحدوث الاول لان الاعلام حصل بالاول فلا يحصل بالثانی فانسلخ ضرورة عن الاذانية وكونه اعلاما للغائبين ام لان امير المؤمنين عثمٰن هو الذی قطعه عما كان الاول باطل اجماعا، فما التثويب الاعلام بعد الاعلام وكرهه المتقدمون واستحسنه المتاخرون فكان هذا اجماعا منهم على ان الاعلام مما يقبل 9

کے۔" اور درمختار کی عبارت یوں ہے: "اذان کی تکرار جمعہ میں مشروع ہے نہ کہ اقامت کی تکرار"۔ پس اذانِ ثانی اگر اذانِ اول کی طرح ہی اذان نہ ہو تو اس کی تکرار کس طرح ہوگی (۳) علامہ بحر نے اپنی کتاب بحرالرائق میں صریح عبارت ارشاد فرمائی، "اس لئے کہ اذان کی تکرار شرعاً جائز ہے، جیسے جمعہ کی اذان کہ بار بار ہوتی ہے اس لئے کہ وہ غائبین کے اعلان کے لئے ہے۔ تو اس کے بار بار کرنے میں فائدہ ہے کہ کسی نے پہلے نہ سنا ہو تو اب سُن لے گا، البتہ اقامت کی تکرار جائز نہیں"۔ (۴) اذانِ خطبہ کے اذان ہو کر اذان نہ ہونے کی وجہ یا تو یہ ہوگی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ایجاد کردہ اذان سے اعلامِ غائبین کی ضرورت پوری ہوگئی تو اب اذانِ خطبہ کی اس کے لئے ضرورت ہی نہیں رہی، تو یہ اذان نہ رہی۔ یا یہ وجہ ہوگی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے پہلی اذان ایجاد فرما کر یہ کہا کہ اب اذانِ خطبہ اذان نہ رہی بلکہ اس سے اطلاعِ حاضرین کا کام لیا جائے گا پہلی بات تو باطل ہے کہ تثویب بھی تو اعلام بعد الاعلام ہی ہے جسے متقدمین نے مکروہ کہا اور متاخرین نے مستحسن گردانا۔ تو متاخرین اور متقدمین دونوں نے مل کر یہ طے کر دیا اعلام

۱؎ الدرالمختار کتاب الصلٰوۃ باب الاذان مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۶۳
۲؎ بحرالرائق " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۶۳

www.alahazratnetwork.org

التكرار اذ لو استحال لاستحال ان يكون مكروھًا اوحسنًا وايضًا كفى للرد عليه كلام البحر والثانی اشد واشنع واشر واخنع ان يكون امير المؤمنين بدّل وحرّف سنة محمد صلی الله تعالٰی عليه وسلم حاشاه من ذلك نعم للخلفاء الراشدين ان يضيفوا سنة كما اضاف الاذان الاول يوم الجمعة وتبعه عليه المسلمون فی عامة البلاد واما ان يغيروا سنته فكلا، واجارھم الله تعالٰی عن ذلك الاترى الٰی ما قال رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم ستة لعنتهم ولعنهم الله وكل نبی مجاب وذكر منهم التارك لسنتی[1] رواه الترمذی عن ام المؤمنين عائشة رضی الله تعالٰی عنها والحاكم عنها وعن امير المؤمنين علی۔ رواه الطبرانی فی الكبير عن عمرو بن سعواء رضی الله تعالٰی عنهم بلفظ سبعة لعنتهم

تکرار کا امکان رکھتا ہے۔ اگر محال ہوتا تو نہ مستحسن ہوسکتا نہ مکروہ۔ پھر اس کے رَد کے لئے صاحب بحرالرائق کا کلام ہی کافی ہے۔ دوسری بات باطل ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت ہی بُری اور گندی بھی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور سید کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنّت بدل ڈالی۔ پناہ بخدا خلفائے راشدین اس سے بری ہیں وہ آپ کی سُنتوں میں اضافہ کرسکتے ہیں اس میں تغیر وتبدل نہیں کرسکتے۔ جیسا کہ آپ نے جمعہ کے دن اذان کی سنّت میں ایک اذان کا اضافہ کیا۔ جمیع اہل اسلام نے تمام شہروں میں اس کی اتباع کی۔ آپ کی سنت بدلنے سے اللہ تعالٰی نے انھیں محفوظ رکھا۔ تم نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان نہیں سنا، آپ فرماتے ہیں، "چھ آدمیوں پر میں نے لعنت کی، اور اللہ تعالٰی نے لعنت فرمائی اور ہر نبی مجاب الدعوات نے۔ ان چھ آدمیوں میں سے ایک سنت بدلنے والا ہے۔"[1] اس حدیث کو ترمذی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے، حاکم نے ام المؤمنین اور امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، اور طبرانی نے کبیر میں عمرو بن سعواء رضی اللہ تعالٰی عنہ بلفظ سبعة لعنتهم

---

[1] سنن الترمذی کتاب القدر حدیث ۲۱۶۱ دارالفکر بیروت ۴/ ۶۱
المستدرک للحاکم کتاب الایمان ستة لعنتهم الخ " " " ۱/ ۳۶
" " کتاب التفسیر تفسیر سورة والليل اذا يغشٰی " " " ۲/ ۵۲۵

وکل نبي مجاب[1] والعجب ممن یقول ان عدم اعتبار تغییر عثمٰن ضلالة بتعلیمه ولایدری المسکین ان نسبة تغییر السنة الٰی عثمٰن هو الضلال البعید، هذا وجه وکفٰی به وجها وجیها۔ الثانی حیث یسوغ الاعلام مکررا فمن ذا الذی اخبرکم ان عثمٰن قطعه عنه اقرانی قطعته ام امر المؤذن ان لایتوبه او امره ان یخففه او یخفیه ام تقولون علٰی عثمان مالا تعلمون ولا تعلمون انکم مسئولون قال تعالٰی، ولا تقف مالیس لك به علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولٰئك کان عنه مسئولا[2]۔ الثالث حصول الاعلام کان لازم الاذان ان کان علٰی وجه المعهود علی عهد الرسالة فلاینقطع عنه الا باحداث فیه یقعده عن الاعلام السالف وکیف یظن هذا بعثمٰن

وکل نبی مجاب روایت فرمایا، پس ان لوگوں کی کیسی بوالعجبی ہے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف تغیر سنت کی نسبت کا انکار کرنیوالوں کے فعل کو ضلالت شنیعہ بتاتے ہیں۔ اور خود ان مسکینوں کو یہ معلوم نہیں کہ آپ کی طرف تغیر سنت کی نسبت کرنا بہت بڑی گمراہی ہے اور اس کے مردود ہونے کی سب سے بڑی وجہ خود وہی ہے۔ دوسری بات کا یہ جواب بھی ہے کہ آپ لوگوں کو کیسے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اذانِ خطبہ کی اذانیت کو ختم کردیا۔ کیا انھوں نے خود اس کا اقرار کیا ہے یا انھوں نے مؤذن کو حکم دیا تھا کہ وہ اس اذان کی طرف رجوع نہ کرے یا انھوں نے مؤذن کو حکم دیا تھا کہ اس اذان میں تخفیف کرے یا اس کو پست آواز سے کہے، یا آپ لوگ امیرالمومنین پر بے جانے بوجھے افترا کررہے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ ہم سے بازپرس نہ ہوگی۔ اللہ تعالٰی تو فرماتا ہے: اس پر کان بھی نہ دھرو جس کا علم نہیں، بے شک کان، آنکھ، دل سب سے پوچھا جائے گا۔[2] اس پر یوں بھی غور کرنا چاہیے کہ عہد رسالت کی اذان خطبہ اگر حسب سابق اعلان کا فائدہ دے رہی تھی تو اس کو اذانیت سے نکالنے کے لئے اس میں کچھ ایسا تصرف ناروا ضروری تھا کہ اس سے اعلام

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۸۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/۴۳
[2] القرآن الکریم ۱۷/۳۶

www.alahazratnetwork.org

فان فیہ تقلیل الفائدۃ الشرعیۃ و ذلک انہ رضی اللہ تعالٰی عنہ احدث الاذان الاول لما کثر الناس فما ذا کان یغیرہ ھذا الثانی ان بقی علی ما کان علیہ فی عہد الرسالۃ والخلافتین کی یسمعہ من لم یسمع الاول کما تقدم عن البحر فالذی یزعم ان عثمٰن احدث فیہ ما قطعہ من کونہ اعلاما یقول بلا مِرْیہ ان عثمٰن غیر السنۃ ونقص الفائدۃ و نقض المصلحۃ فکان معاذ اللہ محض محادۃ للسنۃ ومضادۃ وان عدینا عنہ، فادنٰی احوالہ ان لا فائدۃ فیہ فیکون عبثا فی الدین و العبث کما فی الہدایۃ[1] حرام ویکون لغوا و الذین ھم عن اللغو معرضون[2]

کا فائدہ ختم ہو جائے۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بارے میں کسی ایسی حرکت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ دانستہ فائدہ شرعیہ کو ختم کرنا ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے تو دُور دراز تک پھیلے ہوئے لوگوں کی اطلاع کے لئے اذان اول کا اضافہ فرمایا تھا، تو اذانِ ثانی کو عہدِ رسالت اور عہدِ صاحبین کی طرح اعلامِ غائبین کے لئے باقی رکھنے میں کہ جن لوگوں نے پہلا اعلان نہ سنا ہو یہ دوسرا اعلان سُن کر تو مسجد میں ضرور آجائیں گے کیا حرج تھا کہ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ دوسری اذان کی اذانیت کو ختم کر دیتے، تو اس کی اذانیت کے ختم کرنے کی نسبت حضرت ذوالنورین کی طرف کرنا ان پر یہ الزام لگانا ہے کہ انھوں نے سنّت بدلی، فائدہ شرعیہ گھٹایا۔ اور دینی مصلحت توڑی۔ ورنہ اتنا تو ہے کہ ایک بے فائدہ کام کیا۔ اور ہدایہ میں ہے کہ العبث حرام ہے۔ ایک لغو فعل ہوا، اور قرآن عظیم ان کے اوصاف بیان کرتا ہے، وہ لغو سے پرہیز کرتے ہیں۔

نفحہ: تحرر ما تقرر ان بحث بقائہ بعد لخصوص الانصات غیر محرر بل وقع مصادما للنص ولحرمۃ الصحابۃ ولاجماع ائمتنا ونصوص فقہائنا فکیف یعرج علیہ، بل کیف یحل ان یلتفت الیہ

نفحہ: ہماری گزشتہ بحثوں سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اذان ثانی کو اب صرف مقتدیوں کو خطبہ کے لئے خموش کرانے کی غرض سے باقی رکھنا صحیح نہیں، بلکہ نص، حرمت صحابہ اور ہمارے ائمہ کے اجماع اور نصوص فقہائے کے خلاف و مصادم ہے تو اب یہ بات نہ ماننے کے قابل ہے نہ لائقِ التفات،

---

[1] الہدایۃ کتاب الصلٰوۃ فصل ویکرہ للمصلی المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۱۱۸
[2] القرآن الکریم ۲۳/۳

www.alahazratnetwork.org

ولکن الرزیۃ من ترك نصوص مذھبہ وتشبث بذلك البحث و تحمل کل ما مر۔ ثم زاد فی الشطر نجبغلۃ وھو ذلك تفریع الباطل انہ اذن ناسب داخل المسجد لدی المنبر ولم ذاك مع ان اھل المسجد الصیفی احوج الی ھذا الاعلام من اھل الشتوی فانھم یرون الامام باعینھم فینصتون والقیاس علی الاقامۃ جھل فان بالاقامۃ تترتب الصفوف من الاول فالاول قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ، اتموا الصف المقدم ثم الذی یلیہ فما کان من نقص ۔ فلیکن فی الصف المؤخر۔ رواہ احمد[1] فی المسند والنسائی وابن حبان وخزیمۃ والضیاء کلھم فی صحاحھم بسند صحیح عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ و لعمری ان ھذہ ایضا کادت ان تکون سنۃ مھجورۃ واللہ المستعان فناسب کون الاقامۃ فی الصف الاول بخلاف الاعلام بجلوس الامام فان اھل الخارج احوج الیہ کما تری۔

لیکن تباہی تو یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے اپنے مذہب کی نصوص چھوڑ کر مذکورہ بالا غیر مفید بحثوں کا سہارا لیا، اور بے مقصد زحمتیں برداشت کیں، پھر بے تکی حرکت یہ کی کہ اس پر ایک تفریع باطل لگا دی کہ لہذا مناسب یہ ہے کہ اذان خطبہ مسجد کے اندر منبر کے بالکل متصل ہو، حالانکہ اس اذان کی غرض اعلان سامعین مان بھی لی جائے تو اس اذان کے زیادہ ضرورتمند حصہ صیفی و بیرونی صحن کے لوگ ہیں، اندرونی دالان کے لوگ تو امام کو منبر پر بیٹھا دیکھ کر خود ہی خاموش ہو جائیں گے۔ ضرورت تو باہری صحن میں اذان دینے کی ہے تاکہ جو لوگ امام کو نہیں دیکھتے مطلع ہو جائیں۔ اس اذان کو اقامت پر قیاس کرنا جہالت ہے کیونکہ اس کا مطلب تو جماعت کے لئے صف لگانے کا ہے، اور صف کے لئے پہلی صف سے درجہ بدرجہ صفیں مکمل کرنے کا حکم ہے۔ چنانچہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، "پہلے پہلی صف مکمل کرو پھر اس کے بعد پھر اس کے بعد پھر اس کے بعد اور جو کمی ہو تو آخری صف میں ہو۔" اس حدیث کو امام احمد نے اپنی مسند، امام نسائی، ضیاء مقدسی، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحاح میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نقل فرمایا۔ اب لوگوں نے سرکار کی اس سنت کو بھی ترک کر دیا ہے تو خلاصہ یہ ہوا کہ اقامت تو پہلی ہی صف میں ہونی چاہیے، اور اذان خطبہ کے باہر والے زیادہ محتاج ہیں۔

[1] مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۳۲
سنن النسائی کتاب الامامۃ الصف المؤخر نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۱۳۱
موارد الظمآن باب ماجاء فی الصف للصلوٰۃ حدیث ۳۹۰ المکتبۃ السلفیہ ص ۱۱۴

www.alahazratnetwork.org

نفحہ ۸: عدة طلبة حاولوا نقض كلية الائمة "لا يؤذن في المسجد" بالاقامة فانها ايضا يقال عليها "الاذان" كما في حديث بين كل اذانين صلوة لمن شاء[1] مع انها في المسجد وفاقا وجهلوا ان اطلاق الاذان عليها تغليب او عموم مجاز، قال الامام العيني في عمدة القاري المراد من الاذانين الاذان والاقامة بطريق التغليب كالعمرين والقمرين[2] اھ وفي المواهب اللدنية عن امام الائمة ابن خزيمة قوله "اذانين" يريد الاذان والاقامة تغليبا[3] اھ قال الزرقاني لانه شرعا غير الاقامة[4] اھ وفي العيني ثم المواهب اولاشتراكهما في الاعلام[5] قال الزرقاني

نفحہ ۸: کچھ طلبہ اتردین کے اس کلیہ کو کہ کوئی اذان مسجد میں نہ دی جائے، یہ کہہ کر توڑنا چاہتے ہیں کہ اقامت کو بھی تو اذان کہا جاتا ہے جیسا کہ احادیث میں ہے: "ہر دو اذانوں کے بیچ میں اس کے لئے نماز ہے جو پڑھنا چاہے۔" حالانکہ اقامت کا مسجد کے اندر ہونا ہی ضروری ہے، تو فقہا کا یہ حکم کلی نہیں رہا، اور اقامت کی طرح اذان بھی مسجد میں دی جاسکتی ہے۔ ان بے چاروں کو یہ بھی نہیں معلوم کہ اقامت پر اذان کا اطلاق تغلیباً ہے یا بطور عموم مجاز۔ امام عینی عمدہ میں فرماتے ہیں: "اذانین سے مراد اذان واقامت ہے جیسا کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کو عمرین کہا جاتا ہے۔" اصطلاح بدیع میں اس کو تغلیب کہا جاتا ہے۔ مواہب لدنیہ میں امام الائمہ ابن خزیمہ سے ہے: "اذانین سے مراد اذان واقامت دونوں ہیں اور یہ تغلیب ہے۔" زرقانی میں ہے: "شریعت کے اذان اقامت سے الگ ہے۔" عینی اور مواہب میں تغلیب کی توجیہ کرتے ہوئے فرمایا: "اقامت کو اذان اس لئے کہہ دیا کہ اعلان ہونے میں

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاذان باب ما بین کل اذانین صلوۃ لمن شاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۷
[2] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب الاذان " " " " " دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵/۲۰۷
[3] المواہب اللدنیۃ الباب الثانی فی صلوۃ الجمعۃ الاذان لصلوۃ الجمعۃ المکتب الاسلامی بیروت ۴/۱۹۱
[4] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ " " " " " " دار المعرفۃ بیروت ۷/۳۸۰
[5] المواہب اللدنیۃ الباب الثانی " " " " المکتب الاسلامی بیروت ۴/۱۹۱
عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب الجمعۃ باب الاذان دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/۲۰۳

www.alahazratnetwork.org

فلا تغلیب لان الاذان لغۃ الاعلام وفی الاقامۃ اعلام بدخول وقت الصلوۃ کالاذان فھو حقیقۃ لغویۃ فی کل منھما[1]

دونوں شریک ہیں۔" زرقانی نے فرمایا: "ان دونوں میں تغلیب نہیں، اس لئے کہ اذان لغت کے اعتبار سے اعلان کے معنی میں ہے۔ اور اقامت میں دخولِ وقت کا اعلان ہوتا ہے، تو ان دونوں میں عام وخاص کا فرق ہے، اور دونوں کیلئے اذان کا اطلاق لغوی ہی ہے"۔

وما یقال فی تعلیل روایۃ مرجوحۃ مخالفۃ للمذھب ان الاقامۃ احد الاذانین فھو کقولھم "القلم احد اللسانین[2]" ولذا فسرہ الامام النسفی بان کل واحد منھما ذکر معظم کما یفسر ھذا بان کلا منھما یعرب عما فی الضمیر، الم تر ما قدمنا من نصوص الھدایۃ والکافی والزیلعی، والاکمل، والدر، والبحر، ان تکرار الاذان مشروع ولا یشرع تکرار الاقامۃ الم تعلم ما نصوا علیہ فی الکتب المذکورۃ جمیعا وغیرھا ان اذان الجنب یعاد، ولا تعاد اقامتہ[3]۔ الھ تسمع الی ما فی البحر عن الظھیریۃ لو جعل

ایک مرجوح اور مخالف روایت "الاقامۃ احد الاذانین" اقامت دو اذانوں میں سے ایک ہے۔ اس کو جو اس تعلیل کے سلسلہ میں بیان کیا جاتا ہے، تو وہ ایسا ہی ہے جیسے اہلِ زبان کا مقولہ ہے القلم احدی اللسانین قلم دو زبانوں میں سے ایک ہے۔ اسی لئے امام نسفی نے اس کی تفسیر میں کہا کہ اذان واقامت دونوں ہی ذکر معظم ہیں جیسا کہ القلم احدی اللسانین کی تفسیر کی جاتی ہے کہ دونوں ہی ما فی الضمیر کو بیان کرتے ہیں۔ ان دونوں میں مغایرت پر دلالت کرنے والی ہدایہ، کافی، زیلعی، اکمل، در اور بحر کی عبارتیں ہیں کہ "اذان کی تکرار مشروع ہے اقامت کی نہیں"۔ انھیں سب کتابوں میں اس کی بھی تصریح ہے کہ "جنبی کی اذان دہرائی جائے اور اقامت نہیں دہرائی جائے گی"۔ بحر الرائق میں ظہیریہ سے ہے کہ "اگر اذان کو اقامت کی طرح ادا کیا

---

[1] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ الباب الثانی کتاب الجمعۃ یوم الجمعۃ دار المعرفۃ بیروت ۷/ ۳۸۰

[2] فیض القدیر تحت الحدیث ۶۲۱۶ ضع القلم علی اذنک دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۳۳۶

[3] تبیین الحقائق باب الاذان ۱/ ۲۴۹ و بحر الرائق باب الاذان ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۶۳
الھدایۃ " ۱/ ۴۳ و العنایۃ علی ہامش فتح القدیر باب الاذان ۱/ ۲۲۰

www.alahazratnetwork.org

الاذان اقامة یعید الاذان ولوجعل الاقامة اذانا لایعید لان تکرار الاذان مشروع دون الاقامة اھ[1] وفیہ عن المحیط لو جعل الاذان اقامة لایستقبل ولوجعل الاقامة اذانا یستقبل[2] الخ۔ الی غیرذٰلک من مسائل باینوا فیھا بین الاذان والاقامة۔ وبالجملة الالزام باجراء احکام الاذان طرًّا فی الاقامة شیئ لایتفوہ بہ من شم رائحة العلم، ولکن الجھل اذا ترکب فھو الداء العضال۔

تو اذان دہرائی جائے۔ اور اگر اقامت کو اذان کی طرح کہا تو نہ دہرائی جائے کیونکہ تکرار اذان مشروع ہے تکرارِ اقامت نہیں"۔ اسی میں محیط سے ہے کہ "اگر اذان کو اقامت کیا تو استقبالِ قبلہ ضروری نہیں۔ اور اگر اقامت کو اذان قرار دیا تو استقبالِ قبلہ کرے"۔ اس کے علاوہ بھی کتنے مسائل ہیں جن میں اذان واقامت کا فرق ہے، ان سب ارشادات کا حاصل یہ ہُوا کہ اذان کے جملہ احکام کے اقامت پر طاری ان کا دعوٰی کوئی سمجھدار آدمی نہیں کرسکتا۔ ہاں جہل مرکب بڑی مشکل بیماری ہے۔

نفحہ ۹: اقول وباللہ التوفیق اعلم وفقنا اللہ تعالٰی وایاک ان للمسجد اطلاقین، احدھما موضع الصلٰوة من الارض الموقوفة لھا وھو الاصل وبھٰذا المعنی لایدخل فیہ البناء فان البناء من الاوصاف کالاطراف فالباب والجدار خارج عن المسجد۔ وکذا الدکة والمنار والحیاض والابار وان کانت فی حدودہ بل فی جوفہ اذا بنیت قبل تمام المسجدیة اما بعدہ فلایجوز تغییر شیئ من الاوقاف عن ھیئتہ الا بشرط الواقف

نفحہ ۹: اللہ تعالٰی ہم کو اور آپ کو سب کو علم کی توفیق بخشے۔ مسجد کی دو اطلاقات ہیں:

(ا) زمین کا وہ حصہ جو نماز کے لئے وقف کیا گیا ہو، مسجد کے حقیقی معنٰی یہی ہیں، اس اطلاق میں مسجد کی بنیادیں مسجد میں داخل نہیں کہ بنیادیں اوصاف کے حکم میں ہیں جیسے کہ اطراف وحدود، پس مسجد کا دروازہ اور دیواریں مسجد سے خارج ہیں۔ اسی طرح اذان کے چبوترے، مینار، حوض اور کنویں حدودِ مسجد یا جوفِ مسجد ہی میں کیوں نہ ہوں اگر تمام مسجدیت سے قبل بنائے گئے تو مسجد سے خارج ہیں، ہاں مسجد مکمل ہوجانے کے بعد اگر ان چیزوں کو مسجد میں بنایا تو یہ وقف کو بدلنا ہوا جو جائز نہیں۔ واقف نے وقف کی ضرورت

[1] بحرالرائق کتاب الصلٰوۃ باب الاذان ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۵۷
[2] " " " " " " "

www.alahazratnetwork.org

لحاجة الوقف ومصلحته فکیف بالمسجد فی برأته وحریته وتمنعه من حق عبد وخیرتہ فی وقف الدار من احکام المسجد لوبنی فوقه بیتا للامام لایضر لانه من المصالح اما لوتمت المسجدیة ثم اراد البناء منع ولوقال عنیت ذلك لم یصدق. تاتارخانیة، فاذا کان ھذا فی الواقف فکیف بغیرہ فیجب ھدمه ولوعلی جدار المسجد[1] اھ۔

کے لئے اس کی شرط لگائی ہو تو اور بات ہے۔ اور مسجد میں نا ممکن ہے کہ مسجد حقوق عبد سے بالکلیہ آزاد ہوتی ہے۔ درمختار کے کتاب الوقف باب احکام المسجد میں ہے: "اگر مسجد کے اوپر امام مسجد کے لئے کمرہ بنایا تو حرج نہیں کہ یہ مصالح مسجد میں سے ہے، لیکن مسجد مکمل ہوگئی تو مسجد کی چھت پر منع کیا جائیگا اگرچہ یہ کہے کہ میری نیت پہلے ہی کمرہ بنانے کی تھی، اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔" تاتارخانیہ میں ہے "جب خود واقف کا یہ حال ہے تو دوسرے کا کیا۔ ایسی تعمیر گو مسجد کی دیوار پر ہو اس کو بھی ڈھا دینا چاہیے۔"

والأخر الارض مع البناء وهو الاصل مع الوصف فالبنيان کالجدران والبنیان، داخل بهذا المعنی فیه وعلی الاول قوله تعالٰی انما یعمر مساجد اللّٰه من اٰمن باللّٰه والیوم الاٰخر[2] اخرج الائمة احمد والدارمی والترمذی وحسنه وابن ماجة وابن خزیمة وابن حبان والحاکم، وصححه عن ابی سعید الخدری رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم اذا رأیتم الرجل یعتاد المسجد

(ب) اس اطلاق میں زمین مع بنیادوں کے مسجد ہے، تو دروازے اور دیواریں سب مسجد میں داخل ہیں۔ اللہ تعالٰی کے فرمان انما یعمر مساجد اللّٰه من اٰمن باللّٰه (مسجدیں اللہ تعالٰی پر ایمان لانے والے تعمیر کرتے ہیں) میں یہی مراد ہے۔ امام احمد، دارمی اور ترمذی نے اس کو تخریج کیا اور ترمذی نے حسن کہا۔ ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم نے اس کی تصحیح کی روایت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ مسجد کی حاضری اس کی عادت بن چکی ہے تو

---

[1] الدرالمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۷۹

[2] القرآن الکریم ۹/ ۱۸

www.alahazratnetwork.org

فاشھدوالہ بالایمان[1] قال اللہ تعالٰی انما یعمر مساجد اللہ من اٰمن باللہ و الیوم الاٰخر[2] فعمارتھا بالصلٰوۃ فیھا لو لم یکن ثم بناء کالمسجد الحرام فی زمن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فماکان الاارضا حول الکعبۃ مخلاۃ للطواف۔ وعلی الاٰخر قولہ عزوجل لھدمت صوامع و بیع وصلوات و مساجد[3]۔ فما الھدم الا للبناء۔

اس کے ایمان کی گواہی دو۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے مسجد تو وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ تعالٰی اور یوم آخرت پر ایمان لائے۔" مسجد کی آبادی تو نماز پڑھنے سے ہے اگرچہ وہاں کوئی مسجد کی عمارت نہ ہو۔ جیسا حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد حرام کا حال تھا کہ وہ کعبہ کے گرد کی زمین تھی جو طواف کے لئے خالی چھوڑی ہوئی تھی۔ اور اس دوسرے معنی پر ہی اللہ تعالٰی کا یہ فرمان ہے، لھدمت الصوامع والبیع (تو البتہ یہود و نصارٰی کے صوامع اور عبادت خانے ڈھائے جاتے) اور بنی ہوئی عمارت ہی ڈھائی جاتی ہے۔

بل لاطلاق الثالث یشمل الفناء ولھذا اجاز للمعتکف دخولہ ولا یعد بہ الا معتکفا فی المسجد۔ فی البدائع ثم رد المحتار لو صعد المعتکف المنارۃ لم یفسد بلاخلاف

(ج) اور مسجد کا ایک تیسرا اطلاق بھی ہے۔ اس اطلاق پر صحن کا حصہ بھی شامل ہوتا۔ اسی لئے تو معتکف کو اس میں جانا جائز ہے۔ اور اس کے بعد بھی وہ معتکف ہی رہتا ہے۔ بدائع اور شامی میں ہے، معتکف ایسے منارہ پر چڑھ سکتا ہے جس کا دروازہ مسجد سے خارج

---

[1] جامع الترمذی ابواب الایمان باب ماجاء فی حرمۃ الصلٰوۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۸۶
مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۶۸
المستدرک للحاکم کتاب الصلٰوۃ دار الفکر بیروت ۱/ ۲۱۲ و ۲۱۳
موارد الظمآن باب الجلوس فی المسجد للخیر حدیث ۳۱۰ المکتبۃ السلفیۃ ص ۹۹
صحیح ابن خزیمۃ باب الشھادۃ بالایمان لعمار المسجد حدیث ۱۵۰۲ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۷۹
[2] القرآن الکریم ۹/ ۱۸
[3] " " ۲۲/ ۴۰

www.alahazratnetwork.org

وان کان بابها خارج المسجد لانها منه لانه یمنع فیها من کل ما یمنع فیه من البول ونحوہ فاشبه زاویة من زوایا المسجد[1] اھ۔ وعن هذا تسمع الناس یقولون قد اذن فی المسجد اذا سمعوا الاذان من منارته مثلا وان کانت واقعة خارج المسجد وھذه محاورة سائغة شائعة عربا وعجما۔ ولا یقول احد قوموا فقد اذن خارج المسجد، وعلی هذا نظائر قول ابن مسعود رضی الله تعالٰی عنه ان من سنن الهدی الصلٰوۃ فی المسجد الذی یؤذن فیه رواه مسلم[2]۔ وقول الفقهاء کرہ خروج من لم یصل من مسجد اذن فیه[3] اذا علمت هذا فاعلم ان الاذان انما یکرہ فی اصل المسجد لا فی وصفه ولا تبعه وان شئت قلت یکرہ فی المسجد بالمعنی الاول دون الثانیین الا تری الی ما قد تلونا علیك من نصوص الائمة کیف نهوا عن الاذان فی المسجد دون المئذنة وفنائه والحدود بمرأی منك حدیث الاذان علی باب

ہو کیونکہ وہ مسجد میں شمار ہوتا ہے اور وہاں پیشاب و پاخانہ منع ہے، تو وہ بھی مسجد کے ایک کونے کی طرح ہوا اھ۔ اسی لئے لوگ کسی مسجد کے منارہ سے ہونے والی اذان کو سن کر کہتے ہیں کہ فلاں مسجد میں اذان ہوگئی حالانکہ منارہ تو مسجد سے خارج بنا ہے اور چونکہ یہ محاورہ عرب و عجم میں شائع و ذائع ہے کہ اذانِ منارہ کو سن کر کوئی نہیں کہتا کہ چلو مسجد کے باہر اذان ہوگئی۔ اور یہی معنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کے بھی ہیں جو آپ نے فرمایا تھا: "جس مسجد میں اذان ہوتی ہو وہاں نماز پڑھنا سنتِ ہدی ہے" (مسلم)۔ اور فقہائے کرام کے اس قول کا بھی یہی مطلب ہے کہ "مسجد میں اذان ہوچکی ہو تو جماعت میں شریک ہوئے بغیر مسجد سے باہر جانا مکروہ ہے"۔ اس تفصیل کے بعد یہ جاننا چاہئے کہ اذان اصل مسجد میں مکروہ ہے وصفِ مسجد میں نہیں۔ اور تبعِ مسجد میں بھی نہیں۔ اس کی تعبیر یوں بھی کی جاسکتی ہے اذان مسجد بالمعنی الاول میں مکروہ ہے معنی ثانی اور ثالث میں نہیں۔ ائمہ کی نصوص سے بھی یہی ظاہر ہے کہ خاص مسجد کے اندر مکروہ ہے منارہ، صحن اور حدود میں نہیں۔ یہی حدیث سائب بن یزید رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بھی مفاد ہے: "کان

[1] ردالمحتار کتاب الصوم باب الاعتکاف داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۱۳۲
[2] صحیح مسلم کتاب المساجد باب صلٰوۃ الجماعۃ وبیان التشدید فی التخلف قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۳۲
[3] الدرالمختار کتاب الصلٰوۃ باب ادراک الفریضۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۹

www.alahazratnetwork.org

المسجد، واخرج ابو الشیخ فی کتاب الاذان عن عبد اللہ ابن زید الانصاری[1] رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ قال رأیت فیما یری النائم کان رجلا علیہ ثوبان اخضران علی سور المسجد یقول اللہ اکبر اللہ اکبر اربعا[1] الحدیث۔ وفی اخری عنہ رأیت رجلا علیہ ثوبان اخضران وانا بین النوم والیقظان فقام علی سطح المسجد فجعل اصبعیہ فی اذنیہ ونادی[2] الحدیث۔ وتقدم قول المدخل ان محل الاذان المنار او سطح المسجد او بابہ[3]۔

وبما قررنا وللہ الحمد تبنیت فوائد، الاولٰی یجوز الاذان الدکۃ والمنارۃ وشفیر البئر وحریم الحوض وان کانت ھٰذہ الاشیاء داخل المسجد اذا کان البانی بناھا قبل تمام المسجدیۃ لان ذٰلک یبقی مستثنٰی ولا تشملہ المسجدیۃ فیجوز لہ ان یبنی وللناس ان یستعملوھا کما اذا اُعد فیہ موضعا للوضوء وکذا اذا کانت بئر او حوض مثلاً فی فناء المسجد

الاذان علی باب المسجد" (اذان مسجد کے دروازہ پر ہوتی تھی)۔ ابو الشیخ نے کتاب الاذان میں حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ "میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص ہرا جوڑا پہنے ہوئے مسجد کی چھت پر کھڑا ہوا اللہ اکبر اللہ اکبر کہہ رہا تھا"۔ دوسری حدیث میں انہیں سے ہے کہ "میں نے خواب میں ایک شخص کو ہرا جوڑا پہنے ہوئے مسجد کی چھت پر کانوں میں انگلیاں دیئے ہوئے کھڑا دیکھا جو کہہ رہا تھا" (الحدیث)۔ مدخل کی عبارت ہم پہلے نقل کر آئے ہیں کہ "اذان منار پر یا سطح مسجد پر یا اس کے دروازہ پر ہونا چاہئے"۔

ان عبارتوں سے چند فوائد حاصل ہوئے:

(۱) اذان چبوترے پر، منارہ پر، کنویں کی منڈیر پر، حوض کی کگر پر، اگرچہ یہ چیزیں مسجد کے اندر ہی ہوں جائز ہے جب کہ بانی نے اس کی بنا مسجد سے پہلے کی ہو۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ ابتداء ہی مسجد سے مستثنٰی ہیں۔ تو بانی ان مذکورہ چیزوں کو بنا سکتا ہے۔ اور لوگ اس کو اسی غرض سے استعمال کرسکتے ہیں۔ ایسے ہی کوئی جگہ جو خاص مسجد میں تمام مسجدیت سے قبل ہی وضو کیلئے خاص کردی گئی ہو۔ یہ یوں بھی ممکن ہے کہ مسجد کے

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ حدیث ۲۳۱۴۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۸/۳۳۱
[2] " " " " ۲۳۱۴۳ " " ۸/۳۳۱
[3] المدخل فصل فی النہی عن الاذان فی المسجد دار الکتاب العربی بیروت ۲/۲۵۱

www.alahazratnetwork.org

فزید المسجد واحاط بها کبئر زمزم فی المسجد الحرام فان کونها اذ ذاك قبل المسجدیة ابین واظهر۔ اما بعد تمام المسجدیة فلا یجوز فی ارض اصل المسجد احداث دکة ولا منارة ولا بئر ولا حوض کما قدمنا عن الدر[1] من منع بناء فوق جدار المسجد او سطحه فکیف ارضه۔ وھذا ما نص علیه علماؤنا انه لا یحفر فی المسجد بئر ماء ولو کانت البئر قدیمة تترك کبئر زمزم اھ[2] خانیة وھندیة وغیرھما وتمام تحقیق المسألة فی جد الممتار تعلیقاتنا علی رد المحتار وقال فی الاشباہ والنظائر من احکام المسجد تکرہ المضمضة والوضوء فیه الا ان یکون ثمه موضع اعد لذلك لا یصلی فیه او فی اناء اھ[3] ونحوہ فی الدر قال الشامی رحمة اللہ تعالٰی علیه قوله "الا فیما اعد لذلك" انظر ھل یشترط

صحن میں کوئی حوض تھا، کنواں تھا، مسجد میں توسیع ہوئی یا مسجد کا احاطہ کیا گیا جیسے زمزم شریف کا کنواں کہ اب تو خاص مسجد حرام شریف میں ہے جبکہ اس کا اس جگہ مسجد حرام سے قبل ہونا بالکل ظاہر ہے، ہاں مسجد تمام ہونے کے بعد اصل مسجد میں نہ چبوترہ بنانا جائز ہے نہ منارہ نہ کنواں، نہ حوض۔ جیسا کہ ہم درمختار سے نقل آئے کہ "تمام مسجدیت کے بعد دیوار یا چھت پر کوئی اور عمارت منع ہے۔" ہمارے علماء نے اس بات پر تنصیص کی ہے کہ مسجد میں کنواں نہیں کھودا جاسکتا، پرانا ہو تو باقی رہ سکتا ہے۔ جیسا زمزم کا کنواں۔ خانیہ، ہندیہ وغیرہ۔ اسکی پوری تحقیق ہماری کتاب جد الممتار حاشیہ درمختار و شامی میں ہے۔ اشباہ و نظائر کے باب احکام المسجد میں ہے "مسجد میں کلی وغیرہ منع ہے، ہاں کوئی جگہ پہلے ہی سے ان امور کے لئے مقرر ہو تو اور بات ہے۔" ایسا ہی درمختار میں ہے۔ امام شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے مصنف کے قول الا ما اعد لذلك پر فرمایا "یہی امر غور طلب ہے کہ واقف کی طرف سے ان امور کے لئے جگہ

---

[1] الدر المختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۷۹

[2] فتاوٰی قاضیخاں فصل فی المسجد نولکشور لکھنؤ ۱/۳۱

خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الصلوٰۃ الفصل السادس والعشرون فی المسجد مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۲۲۷

[3] الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی احکام المسجد ادارۃ القرآن کراچی ۲/۲۳۰

www.alahazratnetwork.org

اعداد ذٰلک من الواقف امر لاٰ[1] اھ وکتب فی جد الممتار اقول نعم وشیئ اٰخر فوق ذٰلک وھو ان یکون الاعداد قبل تمام المسجدیۃ فان بعدہ لیس لہ ولا لغیرہ تعریضہ للمستقذرات ولا فعل شیئ یخل بحرمتہ اخذتہ مما یأتی فی الوقف من الواقف لو بنٰی فوق سطح المسجد بیتا لسکنی الامام اھ[2] ـ ثم فی احداثہا فی المسجد بعد ما صار مسجدا موانع اخری فانہا تشغل موضع الصّلوٰۃ وتقطع الصفوف وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من وصل صفا وصلہ اللہ ومن قطع صفا قطعہ اللہ ـ رواہ احمد و ابوداؤد[3] والنسائی وابن خزیمۃ والحاکم بسند صحیح عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما. قال العلامۃ القاری فی المرقاۃ

مقرر کرنا شرط ہے یا نہیں؟" میں نے جد الممتار میں اس پر لکھا: "یہ شرط تو ضروری ہے ہی، یہ بھی ضروری ہے کہ واقف مسجد مکمل ہونے سے پہلے ان امور کے لئے یہ جگہیں متعین کرے۔ مسجد مکمل ہونے کے بعد واقف کو اس تعین کا اختیار ہے نہ کسی اور کو کہ اس صورت میں مسجد کو گندگی کے لئے پیش کرتا ہے؟" میں نے اس کا استنباط کتاب الوقف کی اس عبارت سے کیا کہ "واقف بھی مسجد کے اوپر امام کے رہنے کے لئے کوئی گھر نہیں بنا سکتا"۔ مسجد مکمل ہونے کے بعد اس میں ان امور کے لئے جگہ نکالنے میں دوسری قباحتیں بھی ہیں مثلاً اس کی وجہ سے نماز کی جگہ گھر جائے گی اور اس کی وجہ سے صف منقطع ہو سکتی ہے جبکہ حدیث شریف میں ہے: "جس نے صفیں ملائیں اللہ تعالٰی نے اسے اپنی رحمت سے ملائے گا، اور جس نے صفیں قطع کیں اللہ تعالٰی اسے اپنی رحمت سے دور کریگا۔" (احمد، ابو داؤد، نسائی، ابن خزیمہ اور حاکم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند صحیح روایت کیا) ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے

---

[1] رد المحتار کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۴۳
[2] جد الممتار " " " المجمع الاسلامی اعظم گڑھ ہند ۱/ ۳۱۶
[3] سنن ابی داؤد " باب تسویۃ الصفوف آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۹۷
مسند احمد بن حنبل عن ابن عمر المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۹۸
المستدرک للحاکم کتاب الصلوٰۃ دار الفکر بیروت ۱/ ۲۱۳

www.alahazratnetwork.org

(من قطعه) ای بالغیبة او بعدم السد او بوضع شیئ مانع[1] اھ وقد نہی العلماء عن غرس الشجر فی المسجد وعللوہ بانہ یشغل مکان الصلٰوۃ کمافی الخانیۃ وخزانۃ المفتیین والھندیۃ وغیرھا۔ و اما اباحتہ لتقلیل النز اذاکانت الارض نزۃ لایستقر اساطینھا فللضرورۃ، والضرورات تبیح المحظورات، قال فی البحر فیغرس لیجذب عروق الاشجار ذٰلک النز فحینئذ یجوز، والا فلا[2] اھ ومثلہ فی الظھیریۃ والبزازیۃ وغیرھما قال فی منحۃ الخالق، وفی قولہ والا فلا دلیل علی انہ لایجوز احداث الغرس فی المسجد ولا ابقاؤہ فیہ لغیر ذٰلک العذر ولوکان المسجد واسعا کمسجد المقدس الشریف ولوقصد بہ الاستغلال للمسجد لان ذٰلک یؤدی الی تجویز احداث دکان فیہ او بیت للاستغلال او تجویز ابقاء ذٰلک بعد احداثہ ولم یقل بذٰلک احد بلا ضرورۃ داعیۃ ولان فیہ ابطال

مرقاۃ میں "قطعہ" کا مطلب یہ تحریر فرمایا کہ صف سے غائب ہوکر، یا صف میں لایعنی کام کرکے، یا کوئی چیز بیچ صف میں رکھ کر جو صف کے ملنے سے مانع ہو۔ علمائے کرام نے مسجد میں درخت لگانے سے منع کیا کہ وہ نماز کی جگہ گھیرے گا۔ ایسا ہی خانیہ، خزانۃ المفتیین وغیرہا میں لکھا ہے۔ اور مسجد میں نمی ہو تو اسے کم کرنے کے لئے درخت لگانا جائز ہے کہ یہ بضرورت ہے۔ اور ضرورتیں تو ممنوعات کو جائز کردیتی ہیں۔ بحرالرائق میں ہے: "مسجد کے نم فرش پر درخت لگا سکتے ہیں کہ اس کی جڑیں تری چوس لیں ورنہ درخت لگانا جائز نہیں"۔ ایسا ہی ظہیریہ و بزازیہ وغیرہ میں ہے۔ منحۃ الخالق میں بحر کے قول "والا فلا" پر فرمایا: "یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مسجد میں مذکورہ بالا ضرورت سے درخت لگانا جائز ہے اور ضرورت نہ ہو تو نہ درخت لگانا جائز ہے نہ اس کا باقی رکھنا۔ اور اگر مسجد وسیع ہو جیسے بیت المقدس، اور اس کے کسی حصہ میں سامان رکھنا ہو تو یہ بھی منع ہے کہ اس سے مسجد کو گودام اور دُکان بنانے کی راہ کھلے گی۔ اور اس کے باقی رکھنے میں جبکہ بلاضرورت ہو مسجد میں دکان ومکان باقی رکھنے کی راہ ہموار ہوگی حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں۔ اور مسجد میں ایسی چیزیں تیار کرنے سے مسجد کی تعمیر کی

---

[1] مرقاۃ المفاتیح کتاب الصلوٰۃ باب تسویۃ الصفوف حدیث ۱۱۰۲ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۳/ ۱۶۹
[2] بحرالرائق ؍؍ فصل لما فرغ من بیان الکراہۃ فی الصلوٰۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۵

www.alahazratnetwork.org

مابنی المسجد لاجله من صلٰوۃ واعتکاف ونحوھما وقد رأیت فی ھٰذہ المسألۃ رسالۃ بخط العلامۃ ابن امیر الحاج الحلبی الّفہا فی الرد علٰی من اجاز ذٰلک فی المسجد الاقصٰی ورأیت فی اٰخرھا بخط بعض العلماء انہ وافقہ علٰی ذٰلک العلامۃ الکمال ابن ابی الشریف الشافعی[1] اھ۔

اصلی غرض فوت ہوگی۔ اس مسئلہ میں ایک رسالہ ابن امیر الحاج کے ہاتھ کا لکھا ہوا میں نے دیکھا جسے آپ نے اس شخص کے رَد میں تحریر فرمایا تھا جس نے بیت المقدس میں اس کو روا رکھا تھا۔ اور اسی کے آخر میں بعض علماء کی تحریر تھی جس میں اس مسئلہ میں علامہ کمال ابن ابی شریف شافعی نے ابن امیر الحاج کی تائید کی تھی۔"

وقلت فی جد الممتار بعد نقل ماھنا وغیرہ من نظر ھٰذہ الکلمات الشریفۃ بعین الانصاف لم یلبث فی الحکم بتحریم کل احداث فی المسجد یکون فیہ شغل محل منہ لغیر ما بنی لہ سواء کان بیتا او حانوتا او دکۃ او منارۃ او غاسلا او خزانۃ او بئرا او حوضا او شجرا، أو، أو، أو الخ وعنیت بہ المسجد بالمعنی الاول۔

میں نے جد الممتار میں ان سب باتوں کو لکھ کر تحریر کیا جو ان کو انصاف کی نظر سے دیکھے گا بلا توقف اس قسم کی تمام ایجادات کو (جن سے تعمیر مسجد کی اصلی غرض میں خلل واقع ہو) حرام قرار دے گا چاہے گھر ہو یا دکان، چبوترہ ہو یا منارہ، خزانہ ہو یا گودام، کنواں ہو یا حوض، درخت ہو یا کچھ اور الخ ایسے تمام مقامات پر ہماری مراد مسجد سے قسم اول (اصل مسجد) ہے۔

وقال الامام ابن الحاج المکی فی المدخل ومن ھٰذا الباب ایضا ما احدثوہ فی المسجد من الصنادیق المؤبدۃ، وذٰلک غصب لموضع مصلی المسلمین[2] قال ومن ھٰذا الباب الدکۃ التی یصعد علیہا المؤذنون للاذان یوم الجمعۃ بل ھی اشد من الصنادیق اذیمکن نقل

امام ابن الحاج مکی نے مدخل میں فرمایا کہ "اسی قسم سے وہ صندوق ہیں جن کو مسجد میں رکھنے کا رواج لوگوں نے قائم کرلیا ہے، یہ نماز کی جگہ کو گھیرتا ہے۔ اور اسی قسم کے وہ چبوترے ہیں جو مسجدوں میں اذان خطبہ کے لئے بعد میں بنائے گئے ہیں بلکہ ان کا حکم صندوق سے زیادہ سخت ہے کہ وہ بضرورت کھسک بھی سکتے ہیں جبکہ چبوتروں میں

[1] منحۃ الخالق حاشیۃ بحر الرائق مع البحر فصل لما فرغ من بیان الکراہۃ فی الصلٰوۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۵
[2] المدخل فصل فی ذکر البدع التی احدثت فی المساجد دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۲۱۱

www.alahazratnetwork.org

الصناديق ولا يمكن نقلها[1]، قال ومن هذا الباب ايضا اعنى فى امساك مواضع فى المسجد وتقطيع الصفوف بها اتخاذ هذا المنبر العالى فانه اخذ من المسجد جزءً جيدًا وهو وقف على صلاة المسلمين[2] اھ ملتقطا فرحم الله من نصح ورحم الله من قبل.

پر نا ممکن ہے۔ اور اسی قسم سے یعنی مسجد کی جگہ روکنے والے اور صفیں قطع کرنے والے وہ رفیع منبر ہیں جن سے نماز کی قابلِ ذکر جگہ گھِر جاتی ہے جو مسلمانوں کی نماز کے لئے وقف تھی (ملخصاً) (اللہ تعالٰی نصیحت کرنے والے اور قبول کرنیوالے دونوں کو قبول فرمائے)

الثانیۃ، المراد فی قول الکافی انه ذکر فی المسجد المعنی الثانی الشامل للاصل والوصف فالخطبۃ فی الاصل والاذان فی الوصف فشملهما الکون فی المسجد وان تفرق المحل، وفی قول الغایۃ والفتح بکراھۃ الاذان فی داخل المعنی الاول فبدقۃ النظر لیس ما ذکر تاویل لکلامه، بل تبیین لمرامه اذ لیس فیه صرف عن ظاھره واللّٰه تعالٰی الموفق۔

(۲) امام کافی کے قول میں اذان کو جو ذکراً فی المسجد (مسجد کے اندر کا ذکر) کہا ہے تو اس سے مراد مسجد کی قسمِ ثانی ہے جس میں اصلِ مسجد اور وصفِ مسجد دونوں ہی شامل ہیں۔ خطبہ اصلِ مسجد میں ہوتا ہے اور اذان وصفِ مسجد میں۔ تو مسجد میں ہونا خطبہ اور اذان دونوں ہی کی صفت ہے، اگرچہ جگہ میں اختلاف ہو۔ اور غایۃ البیان اور فتح القدیر کے قول قالوا لایؤذن فی المسجد (مسجد میں اذان ممنوع ہے) اس سے مراد مسجد بمعنی اول ہے، تو دقتِ نظر سے یہ پتا چلے گا کہ یہ بھی ہدایہ کے قول کی تاویل اور اس کے مقصد کی تعیین ہے اس میں ان کے کلام کو ظاہر سے پھیرنا نہیں۔ اللہ تعالٰی ہی آدمی کو حق کی توفیق دینے والا ہے۔

الثالثۃ، المراد فی قول

(۳) اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے

[1] المدخل فصل فی ذکر البدع التی احدثت فی المساجد دارالکتاب العربی بیروت ۲/۲۱۱
[2] " " " " " " " " " " " ۲/۲۱۶

www.alahazratnetwork.org

ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ وقول الفقہاء العارین المعنیان الاخیران وکذا فی حدیث ابی داؤد وابی بکر بن ابی شیبۃ عن عبدالرحمٰن بن ابی لیلٰی۔ قال حدثنا اصحابنا جاء رجل من الانصار فقال یارسول اللہ رأیت رجلا کان علیہ ثوبین اخضرین فقام علی المسجد فاذن[1]۔ الاتراہ یقول قام علی المسجد، ولو اراد المعنی الاول لقال قام فی المسجد وقد اوضحتہ روایۃ ابی بکر بن ابی شیبۃ الاخری وابی الشیخ فی الاذان عن ابن ابی لیلٰی قال حدثنا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان عبداللہ بن زید الانصاری جاء الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال یارسول اللہ رأیت فی المنام کان رجلا قائم وعلیہ بردان اخضران علی جذمۃ حائط فاذن[2] الخ

قول "جس مسجد میں اذان ہوتی ہو وہاں سے اذان کے بعد بے جماعت چلا جانا منع ہے"۔ اور فقہائے کے اقوال جو ذکر کئے جاچکے، مسجد سے مراد معنی ثانی یا ثالث ہیں۔ ابی داؤد اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے عبدالرحمان ابن ابی لیلٰی سے صحابہ کا قول نقل کیا کہ "عہد رسالت میں ایک انصاری نے حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں عرض کی میں نے ایک آدمی کو دیکھا جس کے جسم پر دو ہرے رنگ کے کپڑے تھے اس نے مسجد میں کھڑے ہوکر اذان دی"۔ اس روایت میں لفظ قام علی المسجد ہے۔ اگر مسجد کے اندر کہنا ہوتا تو قام فی المسجد کہتے۔ اس حدیث شریف کی اور زیادہ تشریح و توضیح حضرت ابوبکر بن شیبہ اور ابوالشیخ ابن ابی لیلٰی کی دوسری روایت سے ہوتی ہے کہ "زید ابن عبداللہ انصاری نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی یارسول اللہ صلے اللہ علیک وسلم! میں نے خواب میں ایک آدمی کو ہرے رنگ کا جوڑا پہنے ہوئے ایک منہدم دیوار کے ٹیلے پر کھڑے دیکھا جو اذان دے رہا تھا"۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب کیف الاذان آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۷۴
المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الاذان والاقامۃ حدیث ۲۱۲۴ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۱۸۶

[2] " " " " " " ۲۱۱۸ " " ۱/۱۸۵
کنز العمال بحوالہ ش وابی الشیخ فی الاذان " ۲۳۱۴۶ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۸/۳۲۳

www.alahazratnetwork.org

ولسعید بن منصور فی سننه عن عبدالرحمٰن ابن ابی لیلٰی ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم اهتم للصلٰوة کیف یجمع الناس لها فانصرف عبداللّٰه بن زید فرأی الاذان فی منامه فلما اصبح غدا فقال یارسول اللّٰه رأیت رجلا علی سقف المسجد وعلیه ثوبان اخضران ینادی بالاذان[1] الحدیث۔ وتقدمت روایة سور المسجد وسطح المسجد۔

اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں عبدالرحمٰن بن ابی لیلٰی سے روایت کی کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک بار لوگوں کو اہتمام سے نماز کیلئے جمع کیا۔ حضرت عبداللہ بن زید انصاری نماز پڑھ کر واپس ہوئے تو خواب میں اذان ہوتے دیکھی صبح کو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ رات میں نے خواب میں اس طرح اذان ہوتے دیکھی کہ ایک آدمی ہرا جوڑا پہنے سقف پر اذان دے رہا ہے۔ اس روایت میں سقف کا لفظ ہے دوسری روایتوں میں سور اور سطح کا لفظ گزر چکا ہے۔

الرابعة، المعنی الثالث هو المراد فی فرع الخانیة والخلاصة ولا بأس بان یتخذ فی المسجد بیتا یوضع فیه الحصیر ومتاع المسجد به جرت العادة من غیر نکیر[2] اه ومن الدلیل علیه حدیث التعارف فانه المتعارف اوبناؤه قبل تمام المسجدیة اما ان یتم المسجد ثم یأخذ احد قطعة منه فیجعلها بیت البواری فلم تجر به العادة ولا یحل السکوت

(۴) خانیہ اور خلاصہ کی عبارت "اس میں کوئی حرج نہیں کہ مسجد میں ایک ایسا گھر بنا لیا جائے جس میں چٹائی وغیرہ اسباب رکھے جائیں کہ عام اہل اسلام کی عادت اسی پر جاری ہے" اس عبارت میں مسجد سے مراد اس کے تیسرے معنی ہیں اور اس پر دلیل اسی عبارت کا یہ ٹکڑا ہے کہ "اہل اسلام کی عادت اسی پر جاری" اس لئے کہ تعارف تو یہی ہے کہ مسجد بمعنی سوم میں ایسا کمرہ بنتا ہے، یا مسجد بمعنی اول میں تو اس جگہ کی مسجدیت مکمل ہونے سے پہلے۔ مسجد مکمل ہو جانے کے بعد اُسی کا ایک ٹکڑا چٹائی اور فرش وغیرہ رکھنے کے لئے

---

[1] کنز العمال عن عبدالرحمٰن ابن ابی لیلٰی حدیث ۲۳۱۵۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۸/۳۳۶

[2] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی المسجد نولکشور لکھنؤ ۱/۳۱

خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الصلٰوۃ الفصل السادس والعشرون مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۲۲۸

www.alahazratnetwork.org

عليه۔

الخامسة: قال فی جامع الرموز لا یؤذن فی المسجد فانه مکروہ کما فی النظم لکن فی الجلابی یؤذن فی المسجد، أو ما فی حکمه، لا فی البعید منه اھ[۱]، فمراد النظم المعنی الاول، ومراد الجلابی المعنی الثانی فالمعنی یؤذن فی حدود المسجد کما فسّر به الامامان کلام الکافی او ما فی حکمه ای فی فنائه فان فناء المسجد له حکم المسجد کما فی الهندیة عن الامام السرخسی قال الفناء تبع المسجد فیکون حکمه حکم المسجد اھ[۲]، ومثله فی کتب کثیرة ذکرناها فی جد الممتار، فلا استدراک بکلام الجلابی علی کلام النظم کما فعل القهستانی۔ الا تری ان العلامة الطحطاوی رحمه الله تعالٰی کیف اقتصر فی الحکم علی حکایة ما فی القهستانی

بنایا جائے، نہ عادت اس پر جاری نہ خاموشی اس پر جائز۔

(۵) جامع الرموز میں ہے کہ مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے، ایسا ہی نظم میں ہے۔ لیکن جلابی میں ہے کہ مسجد میں یا اس جگہ میں جو مسجد کے حکم میں ہے اس میں اذان دینی چاہئے مسجد سے دور اذان نہ دینی چاہئے، تو نظم میں مسجد بمعنی اول میں اذان دینے کو مکروہ کہا ہے اور جلابی میں مسجد بمعنی ثانی مراد ہے یعنی مسجد میں دی جانے کا مطلب حدود مسجد میں ہے جیسا کہ امام اتقانی اور ابن ہمام نے صاحب ہدایہ کے قول ذکر فی المسجد کی تفسیر فی حدود المسجد سے کی تو جلابی کی عبارت میں لفظ او ما فی حکم المسجد سے اسی کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ فنائے مسجد مسجد کے حکم میں ہے۔ ہندیہ میں بھی ایسا ہی امام سرخسی سے روایت ہے کہ "صحن مسجد کے حکم میں ہے" اور اسی کے مثل بہت ساری کتابوں میں ہے جس کی تفصیل ہم نے جد الممتار میں لکھی ہے، تو حقیقت میں امام جلابی کا کلام "نظم" کی تردید نہیں، جیسا کہ قہستانی نے سمجھا۔ حضرت امام طحاوی نے نظم کا یہ جزئیہ قہستانی سے ہی نقل کیا، لیکن قہستانی کے ادراک کو غیر معتبر جان کر

---

[۱] جامع الرموز کتاب الصلوٰۃ فصل الاذان مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۲۳
[۲] فتاوٰی ہندیہ الباب الحادی عشر فی المسجد الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۶۲

www.alahazratnetwork.org

عن النظم ولم یصرح علی استدراکہ اصلاً علمًا منہ بان الاستدراک مستدرک لایبتغی نقلاً ھکذا ینبغی التحقیق واللّٰہ تعالٰی ولی التوفیق۔ ولو لم یکن ھذا لکان ذکر جامع الرموز بمقابلۃ تلک المعتمدات العظیمۃ بل ما تفرد بہ الجلابی بازاء ما اتفق علیہ اولئک الاکابر الاجلۃ مما ینبغی ان یستحیٰ منہ فانہ لوفرض لکان خلافا لا اختلافا۔ وقد تقرر ان الحکم والفتیا بالمرجوح[1] جھل وخرق للاجماع فکیف ولاخلاف علی التحقیق لما علمت من جلیل التوثیق وباللّٰہ تعالٰی التوفیق۔

نفحۃ ۱۰: اذلم یقدروا علی شیئ، تعلق بعض الوھابیۃ بمافی

چھوڑ دیا۔ اور اگر ایسا نہ مانا جائے تو یا تو جامع الرموز والے قہستانی صاحب ائمہ اعلام کے مقابلہ میں اکیلے ہونگے یا امام جلابی ائمہ اکابر کے مقابلہ میں اکیلے ہوں گے اور یہ تسلیم کرلیا جائے تو جلابی اور قہستانی کا یہ قول اختلاف کی منزل سے ائمہ کے خلاف ایک قول مرجوح رہ جائے گا کہ ان کی حیثیت ائمہ سے اختلاف کرنے کی نہیں۔ اور یہ طے ہوچکا ہے کہ قول مرجوح کے موافق فتوٰی حکم جہل اور خرقِ اجماع ہے، اور سچ پوچھو تو خلاف بھی نہیں کہ ان کے قول فی المسجد کا معنی فی حدود المسجد واضح ہوگیا ہے۔

نفحہ ۱۰: جب مخالفین کسی بات پر قادر نہ ہوئے تو ان میں سے بعض نے خانیہ[ع] اور

ع خانیہ کی عبارت یوں ہے: ینبغی ان یؤذن علی المنارۃ اوخارج المسجد و لایؤذن فی المسجد[1] مخالفین کے مغالطہ کا مطلب یہ ہے کہ لفظ ینبغی کا تعلق دونوں سے ہے یعنی مسجد کے باہر اور منارہ پر اذان دینا مناسب ہے اور مسجد میں اذان دینا مناسب نہیں، بعد کی اذان زیادہ سے زیادہ خلافِ اولٰی ہوئی، تو اگر اندرونِ مسجد ہی اذان کا رواج ہوگیا تو کچھ کی بات نہیں۔ پھر اتنا واویلا کیوں؟ اعلیٰحضرت کے پہلے جواب کا مطلب یہ ہے کہ لفظ ینبغی کا تعلق صرف پہلے جملہ سے ہے۔ اور دوسرا جملہ (لایؤذن فی المسجد) اس سے خالی ہے جس کا مطلب اندرونِ مسجد اذان کی ممانعت ہے۔ جیسا کہ دیگر کتبِ فقہ میں لایؤذن یا یکرہ الاذان فی المسجد سے ظاہر ہے۔ اس کی تائید صاحب بحر کی عبارت سے ہوتی ہے جنھوں نے یہ عبارت خلاصہ کے حوالہ سے نقل کی اور ینبغی کا لفظ چھوڑ دیا۔ عبدالمنان اعظمی

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الصلوٰۃ مسائل الاذان نولکشور لکھنؤ ۱/۳۶

www.alahazratnetwork.org

نص الخانية والخلاصة من لفظ "ينبغي" يريد به ان الامر سهل لايعتنٰى به ۔ وانت ترٰى عامة النصوص عرية عنها، ثم لم يدخل على "لايؤذن فی المسجد" الا ترٰى ان البحر نقله عن الخلاصة هكذا ولم يلتفت الٰى "ينبغي" فی الجملة الاولٰى ۔

ثم استعماله فی الندب اصطلاح المتاخرين وهو فی كلام المشائخ اعم كما فی رد المحتار وغيرها قال هو فی القراٰن كثير، ماكان ينبغي لنا ان نتخذ من دونك اولياء، قال فی المصباح: ينبغي ان يكون كذا معناه يجب او يندب بحسب ما فيه من الطلب[1] اھ ۔

ثم ندبه يقابل الوجوب ويعم الاستنان، وامر السنة ليس بهين ۔ بل ربما جاء "ينبغي" للوجوب

خلاصہ میں آئے ہوئے لفظ ینبغی کا سہارا لیا اور سمجھا کہ معاملہ آسان ہے اس پر توجہ دینے کی ضرورت نہیں حالانکہ اوّلاً دوسری کتابوں کی عبارتیں لفظ ینبغی سے خالی ہیں اور جہاں یہ لفظ ہے جملہ "لایؤذن فی المسجد" پر داخل نہیں۔ خود صاحبِ بحر نے خلاصہ سے یہی عبارت نقل کی اور جملہ اولٰی میں آئے ہوئے لفظ ینبغی کی طرف توجہ نہ فرمائی۔

ثانیًا، لفظ ینبغی کو مستحب کے معنی میں قرار دینا ائمہ متاخرین کی اصطلاح ہے۔ کلامِ مشائخ میں یہ لفظ عام ہے جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ میں اس کی تصریح ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ ایسا قرآنِ عظیم میں بہت وارد ہے مثلاً آیت قرآنی: ماکان ینبغی لنا ان نتخذ من دونك اولیاء (ہمیں زیب نہیں دیتا کہ اللہ کے علاوہ کسی کو اپنا ولی بنائیں)۔ مصباح المنیر میں ہے، ینبغی کے معنی وجوب اور استحباب دونوں ہی حسبِ طلب ہوسکتے ہیں۔

ثالثًا، اس لفظ میں استحباب معنی سنت کو بھی شامل ہیں اور سنت کا معاملہ ایسا آسان نہیں بلکہ لفظ ینبغی بسا اوقات صرف معنی وجوب پر ہی دلالت کرتا ہے۔

[1] ردالمحتار، کتاب الجہاد لفظ "ینبغی" یستعمل فی المندوب الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۲۲۳

www.alahazratnetwork.org

کقول الھدایۃ والکنز وغیرھما من حلف علی معصیۃ ینبغی ان یحنث[1] اھ فان الحنث واجب قطعًا۔ وقول الھدایۃ وکثیرین "ینبغی للمسلمین ان لا یغدروا ولا یغلّوا ولا یمثّلوا[2]" اھ مع ان ترك الغدر والغلول فریضۃ، فانھما حرام وکذا المثلۃ قال فی الفتح۔ قولہ وینبغی للمسلمین ای یحرم علیھم ان یغدروا او یغلّوا او یمثّلوا[3] اھ۔ وقول القدوری والھدایۃ وغیرھما، ینبغی للناس ان یلتمسوا الھلال فی الیوم التاسع والعشرین من شعبان[4]۔ قال المحقق فی الفتح: ای یجب علیھم وھو واجب علی الکفایۃ[5] اھ۔ قال فی الجوھرۃ النیرۃ، ای یجب[6] الخ۔ وقال فی القنیۃ فی استحسان القاضی الصدر الشھید

ہدایہ وکنز وغیرہ میں ہے: "جس نے گناہ کرنے کی قسم کھائی تو اسے قسم توڑ دینا چاہیے۔" یہاں قسم توڑنا واجب ہے۔ صاحبِ ہدایہ اور بہت سارے ائمہ کا قول ہے: "مسلمانوں کو چاہیے کہ بے وفائی نہ کریں، مالِ غنیمت سے نہ چرائیں اور مثلہ نہ کریں۔" یہاں ترکِ غدر وغلول ومثلہ فرض ہے۔ فتح القدیر میں ہے: "مسلمانوں کو چاہیے یعنی ان پر حرام ہے کہ غدر، مالِ غنیمت کی چوری اور مثلہ کریں۔" اسی طرح امام قدوری اور صاحبِ ہدایہ وغیرہ کا قول ہے: "لوگوں کو چاہیے کہ شعبان کی انتیس تاریخ کو چاند تلاش کریں۔" محقق ابن ہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں: "یعنی ینبغی کے معنی ہیں کہ ان پر چاند کی تلاش واجب ہے اور تلاش واجب علی الکفایہ ہے۔" اور جوہرہ نیرہ میں ایسا ہی ہے یعنی قدوری میں ینبغی بمعنی یجب ہے۔" قنیہ میں ہے: "قاضی صدر الشہید کے استحسان

---

[1] الھدایۃ کتاب الایمان باب مایکون یمینًا الخ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/ ۴۶۲
کنز الدقائق " " " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۵۵
[2] الھدایۃ کتاب السیر باب کیفیۃ القتال المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/ ۵۴۱ و ۵۴۲
[3] فتح القدیر " " " " " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۲۰۱
[4] المختصر للقدوری کتاب الصوم ص ۵۶ و الھدایۃ کتاب الصوم المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/ ۱۹۳
[5] فتح القدیر کتاب الصوم فصل رؤیۃ الھلال المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ بسکھر ۲/ ۲۴۳
[6] الجوھرۃ النیرۃ " مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/ ۱۶۷

www.alahazratnetwork.org

ینبغی للاخ من الرضاع ان لایخلوا باختہ من الرضاع لان الغالب ھناك الوقوع فی الجماع[1] اھ، افاد العلامۃ البیری، اَنّ "ینبغی" معناہ الوجوب ھنا[2] اھ (الشامی) وکم لہ من نظیر۔

میں ہے کہ رضاعی بھائی کو رضاعی بہن کے ساتھ تنہائی میں نہیں رہنا چاہئے کہ ایسی حالت میں حرامکاری میں مبتلا ہونا غالب ہے اھ۔ علامہ بیری فرماتے ہیں کہ یہاں بھی لفظ ینبغی کا مطلب وجوب ہے (شامی) المختصر اس بات کی بے شمار مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں کہ کلامِ مشائخ میں "ینبغی" بول کر واجب مراد لیا جاتا ہے۔

ثم ان کان ھو ظاھرًا فعارضہ فی نفس الکلام ظاھر اٰخر۔ وھو النھی بصیغۃ الاخبار فانہ غالبًا فی کلامھم لایجاب الفعل والترك الا ان یصرف صارف۔ قال الامام ابن امیر الحاج فی الحلیۃ صفۃ الصلٰوۃ مسئلۃ القراءۃ فی الاخریین ظاھر قول المصنف "لایزید علیھما شیئًا" یشیر الٰی عدم اباحۃ الزیادۃ علیھما[3] اھ۔ وفی عید الغنیۃ، الا یرٰی الٰی قولہ لایترك واحد منھما فانہ اخبر بعدم الترك والاخبار فی عبارات الائمۃ والمشائخ یفید الوجوب[4] اھ۔

رابعًا، پھر خانیہ اور خلاصہ کے کلام کا ظاہر مطلب عدمِ وجوب ہو تو اسی کلام کا ایک اور ظاہر بھی ہے جو اس کے معارض ہے کہ نہی بصیغۂ اخبار کلامِ مشائخ میں عمومًا وجوبِ فعل یا وجوبِ ترک کے لئے ہوتی ہے۔ امام ابن امیر الحاج نے باب صفۃ الصلٰوۃ "مسئلہ قراءت" میں فرمایا: مسئلہ قراءت رکعتین اخریین مصنف کے قول لایزید علیھما شیئًا کا ظاہری مطلب یہی ہے کہ اس سے زائد قراءت مباح نہیں۔ اور غنیہ کے باب العید میں ہے: "مصنف کے قول "لایترك واحد منھما" کو دیکھنا کہ یہ عدمِ ترک کی خبر ہے، اور ائمہ ومشائخ کی عبارت میں اخبار وجوب کا فائدہ دیتا ہے۔"

[1] القنیۃ المنیۃ لتتمیم الغنیۃ کتاب الکراہیۃ والاستحسان باب فی الخلوۃ باجنبیۃ مطبوعہ کلکتہ بھارت ص۱۲۶
[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی النظر والمس دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۳۶
[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
[4] غنیۃ المستملی فصل فی صلٰوۃ العید سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۶۵

www.alahazratnetwork.org

وفی امامۃ البحرالرائق، قولہ فان فعلن تقف الامام وسطھن، افاد بالتعبیر بقولہ تقف انہ واجب فلو تقدمت اثمت کما صرح بہ فی فتح القدیر[1] اھ - وفی حاشیۃ العلامۃ الخیرالرملی علی البحر ثم منحۃ الخالق قبیل الاذان علی قول الاسبیجابی (اذاجیئ بجنازۃ بعد الغروب بدؤا بالمغرب ثم بہا ثم بسنۃ المغرب[2] اھ) الظاھر ان ذلک علی سبیل الوجوب لتعلیلھم بان المغرب فرض عین - والجنازۃ فرض کفایۃ ولان الغالب فی کلامھم فی مثلہ ارادۃ الوجوب تامل[3] اھ - وقال العلامۃ السید احمد الطحطاوی فی صوم حواشی الدر، وفیھا (ای فی النھایۃ) ولایفعل (ای الدھن) لتطویل اللحیۃ اذاکانت بقدر المسنون وھو یقتضی ان الدھن لھذا القصد یکرہ تحریما، لانہ یفضی الی المکروہ تحریما ولوکان مکروھا تنزیہیا

بحرالرائق کے باب الامامت میں ہے "مصنف کے قول" اگر عورتیں جماعت کریں تو امام ان کے بیچ میں کھڑی ہو" مطلب یہ ہے کہ ایسا کرنا واجب ہے جس پر لفظ تقف دلالت کرتا ہے، تو امام آگے بڑھ کر کھڑی ہو تو گنہگار رہوگی۔ اس کی تصریح فتح القدیر میں ہے۔" حاشیہ خیر رملی منحۃ الخالق میں باب الاذان سے تھوڑے پہلے اسبیجابی کے قول "جنازہ غروب آفتاب کے بعد لایا گیا تو پہلے مغرب کے فرض پڑھیں پھر جنازہ پڑھیں پھر سنتیں ادا کریں" پر تشریح ہے، ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم بر سبیل وجوب ہے کیونکہ علت یہ بیان کرتے ہیں کہ مغرب فرض عین ہے اور نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اور یوں بھی کہ عام طور پر فقہاء کے کلام میں ایسی عبارت سے وجوب ہی مراد ہوتا ہے۔" علامہ سید طحطاوی درمختار کے حواشی میں فرماتے ہیں: "نہایہ میں ہے کہ داڑھی جب بقدر سنت لمبی ہو تو زیادہ بڑھانے کیلئے تیل نہیں لگانا چاہئے، نہایہ کے اس قول کا تقاضا یہ ہے کہ اس نیت سے تیل لگانا مکروہ تحریمی ہے کہ ایک مکروہِ تحریمی کا ذریعہ بنے گا۔ اور اگر یہ فعل مکروہ تنزیہی ہوتا تو اس کو لفظ لایفعل

---

[1] بحرالرائق کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۵۱

[2] " " " " ۱/۲۵۲

[3] منحۃ الخالق علی ہامش بحرالرائق کتاب الصلوٰۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۵۲

www.alahazratnetwork.org

لما عبر بقوله و لا یفعل[1]، فظاہر ہذا غیر معارض من نصوص الاسبیجابی والمجتبٰی والبنایۃ والاتقانی وفتح القدیر۔

سے منع ذکر کرتے"۔ اور ہمارا یہ ظاہر اسبیجابی، مجتبٰی، بنایہ، اتقانی اور فتح القدیر کی عبارتوں کے معارض بھی نہیں (کہ یہ بے اعتبار ٹھہرے)۔

ثم ثمہ ظاہر آخر غیر معارض ہناك وھو اطلاق الکراھۃ فی النظم وشرح النقایۃ وحاشیۃ مراقی الفلاح وغایۃ البیان وفتح المحقق حیث اطلق فانھا کما عرف فی محلہ اذا اطلقت کانت ظاہرۃ فی التحریم الا بصارف وقال سیدی العارف باللہ العلامۃ عبدالغنی فی الحدیقۃ الندیۃ من آفات الید مانصہ۔ والکراھۃ عند الشافعیۃ اذا اطلقت تنصرف الی التنزیھیۃ لا التحریمیۃ بخلاف مذھبنا[2] اھ۔

خامسًا، یہاں ایک اور ظاہر غیر معارض بھی ہے کہ نظم، حاشیہ مراقی الفلاح، غایۃ البیان اور فتح القدیر میں ہے کہ لفظ کراہت مطلقًا بولا جائے تو کراہت تحریمی مراد ہوگی، ہاں کوئی قرینہ صارفہ ہو تو اور بات ہے۔ امام عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب حدیقہ ندیہ باب آفات الیدین میں رقمطراز ہیں "لفظ کراہت مطلق بولا جائے تو شوافع کے نزدیک کراہت تنزیہیہ پر محمول ہوگا اور ہمارے مذہب (احناف) میں تحریمی پر۔

ثم فیہ اساءۃ ادب بالحضرۃ الالٰھیۃ کما یاتی فی الشمامۃ الثالثۃ بعون اللہ تعالٰی فیجب التحرز عنہ۔

سادسًا، مسجد میں اذان دینے میں بارگاہِ الٰہی کی بے ادبی ہے جیسا کہ ہم ان شاء اللہ تیسرے شمامہ میں بیان کریں گے، تو اس سے پرہیز ضروری ہوا۔

ثم المعروف من عادتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ترك الفضیلۃ احیانا۔ بیانا للجواز ولم یؤثر قط اذانا فی زمنہ صلی اللہ تعالٰی

سابعًا حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عادتِ کریمہ یہ بھی کہ کبھی کبھی بیانِ جواز کے لئے افضل کو بھی ترک کر دیتے تھے جبکہ زمانۂ رسالت میں کبھی بھی اذان کا مسجد کے اندر ہونا ثابت نہیں۔ تو یہ

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الصوم باب ما یفسد الصوم الخ المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۱/ ۴۶۰

[2] الحدیقۃ الندیۃ الصنف الخامس من الاصناف التسعۃ فی بیان آفات الید نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۴۴۰

www.alahazratnetwork.org

علیه وسلم داخل المسجد فبمجموع هذا ینقدح فی الذهن انه یکره تحریما وان لم یقنع فلا اقل من ان الامر دائر بین کراھتین مکروه قطعا و یحتمل کراھة التحریم فما سبیله الا الترک عند العقل السلیم۔ ثم ان شئت فدع الاحتمال واقنع بالاجمال وقل ان الاذان فی المسجد مکروه منهی عنه فان ھذا القدر لامفر منه وفی ھذا کفایة لاولی الدرایة واللّٰه سبحٰنه ولی الهدایة۔

سب باتیں مل جل کر یہ ثابت کرتی ہیں کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ تحریمی ہے، اور جس کو اس سے تسلی نہ ہو تو کم از کم اتنا تو ہے کہ یہ مسئلہ کراہت تحریمیہ و کراہت تنزیہیہ میں دائر ہے، تو ایک امر مشکوک کو چھوڑ دینا دانشمندی ہے، اور کم از کم اتنا تو ہے جس کے مانے بغیر چارہ نہیں کہ مسجد میں اذان مطلقاً مکروہ ہے اور اہل عقل کے لئے ممانعت کا اتنا حکم ہی کافی ہے۔

www.alahazratnetwork.org

الشمامة الثالثة من مسك القرآن العظیم

(قرآن کریم کے مشک سے تیسرا شمامہ)

نفحہ ۱: اخرناها الی هنا لیکون "ختامه مسك وفی ذلك فلیتنافس المتنافسون[1]"۔

نفحہ ۱: ہم نے اس شمامہ کو یہاں تک اس لئے مؤخر کیا کہ اس کا اختتام مشک قرآن سے ہو تاکہ اس میں رغبت کرنے والوں کی رغبت میں اور اضافہ ہو۔

قال اللہ عزوجل: یایها الذین اٰمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی و لا تجهروا له بالقول کجهر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم و انتم لا تشعرون ○ ان الذین یغضون اصواتهم عند رسول اللہ اولٰئك الذین امتحن اللہ قلوبهم للتقوٰی

اللہ تبارک وتعالٰی فرماتا ہے: اے ایمان والو! نبی مکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز ایسے بلند نہ کرو جیسا آپس میں ایک دوسرے سے آواز بلند کرتے ہو کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے۔ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور اپنی آواز پست کرتے ہیں اللہ تعالٰی نے ان کے دلوں کو تقوٰی کے لئے آزمایا ہے

---

[1] القرآن الکریم ۸۳/۲۶ و ۲۷

www.alahazratnetwork.org

لهم مغفرة واجر عظیم[۱]

ارشدنا القرآن الکریم الی ادب حضرۃ الرسالۃ و انہ لایجوز رفع الصوت فیھا واوعد علیہ الوعید الشدید ان فیہ لخشیۃ حبط الاعمال والعیاذ باللہ تعالٰی۔ وندب الی غض الصوت عندہ ووعد علیہ الوعد الجمیل مغفرۃ من اللہ واجر عظیم۔

ولا شك ان لیس ذلك الالھیبۃ المقام واجلال صاحبہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فالحضرۃ الالٰھیۃ احق و اعظم الم تسمع ربك عزوجل یقول، وخشعت الاصوات للرحمٰن فلا تسمع الا ھمسا[۲]۔ وما المصلی الاحضرۃ العلی الاعلی عزوعلا وتبارك وتعالٰی۔ فلعمری لو تذکر الناس حین حضورھم المساجد قیامھم بین یدی ربھم عزوجل یوم القیامۃ واستحضروا عظمۃ المقام وتفطنوا این ھم وبین یدی من ھم لخشعت الاصوات للرحمٰن فلا یکاد یخرج صوت الا من اذن لہ الرحمٰن وقال صوابا کالقاری و

ان کے لئے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔

اللہ تعالٰی نے دربارِ مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ادب کی طرف رہنمائی کی کہ اس بارگاہ میں بلند آوازی جائز نہیں، اور ایسی شدید وعید فرمائی کہ اس میں (معاذ اللہ) عمل ضائع ہوجانے کا خطرہ ہے۔ اور وہاں پست آوازی پر اللہ تعالٰی نے مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ ہے۔

اور شبہہ نہیں کہ یہ اہتمام صاحب مقام کی ہیبت و اجلال کے لئے ہے (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) تو دربار الٰہی جل جلالہ کا ادب واحترام تو اس سے بدرجہا اعلٰی واہم ہے۔ اللہ تعالٰی کا یہ فرمان کس نے نہ سنا: "قیامت کے دن دربار الٰہی میں ساری آوازیں کمی ہوں گی، اور سرگوشی کے علاوہ کچھ بھی سن نہ سکو گے۔" مسجد اللہ تبارک و تعالٰی کا دربار عالی ہے، واللہ العظیم، اگر آدمی مسجد کی حاضری کے وقت قیامت میں رب العالمین کے حضور اپنا کھڑا ہونا یاد کرے اور مقام کی عظمت یاد کرکے سوچے کہ کہاں اور کس واسطے کھڑا ہے، تو اجازت یافتہ انسانوں کے علاوہ (یعنی قاری اور خطیب) کسی کی آواز نہ نکلے۔ پس اصل حکم یہی ہوا کہ مسجد میں اجازت یافتہ لوگوں کے سوا کسی کی سرگوشی کے علاوہ کچھ نہ سنا جائے

---

[۱] القرآن الکریم ۴۹/ ۲ و ۳

[۲] " " ۲۰/ ۱۰۸

www.alahazratnetwork.org

الخطیب فکان الاصل فی المساجد فیما لم یرد به الاذن ان لاتسمع الاھمسا ولذا اتت الاحادیث[عہ] تنہی عن رفع الصوت فیہا،

اسی لئے احادیث کریمہ میں مسجد میں آواز بلند کرنے کی ممانعت آئی،

عہ وللبیھقی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یکرہ العطسۃ الشدیدۃ فی المسجد[۱]، وفی البحرالرائق وغیرہ: قالوا و لایجوز أن تعمل فیہ الصنائع لانہ مخلص للہ تعالٰی۔ فلا یکون محلاً لغیر العبادۃ غیر أنھم قالوا فی الخیاط إذا جلس فیہ مصلحتہ من دفع الصبیان وصیانۃ المسجد لاباس بہ للضرورۃ۔ ولا یدق الثوب عند طیّہ دقا عنیفا[۲] انتھی۔ وماذا عسٰی ان یرتفع صوت الثوب بضرب الید علیہ عند طیّہ یستوی۔ وقد نھوا عنہ۔ وکذٰلک من یعرف الأدب، ولادین لمن لاادب لہ۔ نسأل اللہ حسن التوفیق۔ منہ عفی عنہ۔

بیہقی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم مسجد میں زور سے چھینکنے کو ناپسند جانتے۔ بحرالرائق وغیرہ میں ہے کہ مشائخ نے کہا مسجد میں کاروبار جائز نہیں کیونکہ مسجد خالص اللہ تعالٰی کی عبادت کی جگہ ہے لہذا وہ غیر عبادت کا محل نہ ہوگی سوائے اس کے جو انھوں نے درزی کے بارے میں کہا کہ جب وہ مسجد کی مصلحت کے لئے وہاں بیٹھے یعنی مسجد کی حفاظت اور بچّوں کو مسجد سے دور رکھنے کے لئے، تو اس ضرورت کے تحت اس کے لئے مسجد میں بیٹھ کر سلائی کرنے میں حرج نہیں، اور وہ کپڑوں کو تہ کرتے وقت انھیں سختی سے نہ جھاڑے انتہی۔ اور بسا اوقات کپڑوں کو لپیٹتے وقت ان پر ہاتھ مارکر سیدھا کرتے ہوئے آواز پیدا ہوجاتی ہے جس سے انھیں منع کیا گیا۔ ایسے ہی وہ شخص جو ادب کو پہچانتا ہے اور جو باادب نہیں اس کا کوئی دین نہیں، ہم اللہ سے اچھی توفیق کے طلبگار ہیں۔ (ت)

---

[۱] شعب الایمان فصل فی خفض الصوت بالعطاس حدیث ۹۳۵۶ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۳۲

[۲] بحرالرائق کتاب الصلوٰۃ فصل لما فرغ من بیان الکراہیۃ فی الصلوٰۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۵

(۱) ابن ماجة عن واثلة رضی الله تعالٰی عنه قال، قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم وشراءکم وبیعکم وخصوماتکم ورفع اصواتکم۔[1]

(۱) ابن ماجہ نے واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "اپنی مسجدوں کو اپنے بچوں، پاگلوں، خرید وفروخت، لڑائی جھگڑا اور بلند آوازی سے محفوظ رکھو۔"

(۲) وابن عدی والطبرانی فی الکبیر والبیهقی وابن عساکر عن مکحول عن واثلة وابی الدرداء وابی امامة رضی الله تعالٰی عنهم عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم وسل سیوفکم واقامة حدودکم ورفع اصواتکم وخصوماتکم۔[2]

(۲) ابن عدی اور طبرانی نے معجم کبیر میں اور بیہقی و ابن عساکر نے مکحول سے انہوں نے واثلہ سے اور ابوالدرداء و ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی: "اپنی مسجدوں کو اپنے بچوں، پاگلوں اور بے نیام تلواروں، حدیں قائم کرنے اور جھگڑنے سے محفوظ رکھو۔"

(۳) وعبدالرزاق فی مصنفه قال: حدثنا محمد بن مسلم عن عبد ربه بن عبد الله عن مکحول عن معاذ رضی الله تعالٰی عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم: جنبوا مساجدکم مجانینکم وصبیانکم ورفع اصواتکم وسل سیوفکم وبیعکم وشراءکم واقامة حدودکم وخصومتکم۔[3]

(۳) عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں محمد ابن مسلم، عبدربہ ابن عبداللہ، مکحول عن معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم روایت کی: "اپنی مسجدوں کو اپنے پاگلوں، بچوں اور آواز بلند کرنے، تلواریں بے نیام کرنے، بیع وشراء اور حدود قائم کرنے اور جھگڑوں سے محفوظ رکھو۔"

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب المساجد والجماعات باب یکرہ فی المسجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۵

[2] کنز العمال بحوالہ عد وطب وق وکر عن مکحول عن واثلہ وابی الدرداء وابی امامہ حدیث ۲۰۸۳۴ ۷/۶۷۰
تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ العلاء بن کثیر ۵۵۸۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۰/۱۵۴
المعجم الکبیر حدیث ۷۶۰۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/۱۵۶

[3] المصنف لعبدالرزاق حدیث ۱۷۲۶ المکتبۃ الاسلامی بیروت ۱/۴۴۲-۴۴۱

www.alahazratnetwork.org

(۴) والامام ابن المبارك عن عبيد الله بن ابی حفص يرفعه الى النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال، من اجاب داعی الله واحسن عمارة مساجد الله كانت تحفته بذلك من الله الجنة. قيل يارسول الله ما احسن عمارة مساجد الله قال لايرفع فيها صوت و لايتكلم فيها بالرفث[1]

(۴) امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے عبیداللہ بن ابی حفص سے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک سند پہنچائی کہ آپ نے فرمایا کہ "جس نے اللہ تعالٰی کی طرف بلانے والے کی پکار کا جواب دیا اور مسجد کو اچھی طرح آباد کیا تو بدلہ میں اس کا جنت کا تحفہ ملے گا۔ لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مسجد کو اچھی طرح آباد کرنا کس طرح ہوتا ہے؟ فرمایا اس میں آواز بلند نہ کرو اور یاوہ گوئی میں مبتلا نہ ہو۔"

(۵) والامام مالك والبيهقی عن سالم بن عبد الله ان عمر بن الخطاب رضی الله تعالٰی عنه، بنٰی الٰی جانب المسجد رحبة فسماها البطيحاء فكان يقول من اراد ان يلغط وينشد شعرا اويرفع صوتا فليخرج الٰی هٰذه الرحبة[2]

(۵) امام مالک اور امام بیہقی رحمہما اللہ سالم ابن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں: "حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مسجد کے پہلو میں ایک کشادہ جگہ نکال دی تھی جسے بُطیحاء کہا جاتا، تو آپ فرماتے جسے بیہودہ بات کرنی ہو یا شعر پڑھنا ہو یا آواز بلند کرنی ہو تو اس احاطہ میں آجائے۔"

(۶) والامام ابن المبارك وابراهيم بن سعد فی نسخته عن سعيد بن ابراهيم عن ابيه قال، سمع عمر بن الخطاب رضی الله تعالٰی عنه صوت رجل فی المسجد فقال اتدری این انت

(۶) امام ابن مبارک و ابراہیم بن سعد نے اپنے نسخہ میں سعید بن ابراہیم عن ابیہ روایت کی: "حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک آدمی کی آواز مسجد میں سُنی تو فرمایا تجھے معلوم نہیں کہ تو کہاں ہے، تجھے معلوم نہیں کہ تو

[1] کنز العمال بحوالہ ابن مبارک عن عبیداللہ حدیث ۲۰۸۴۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۷/ ۶۷۱
[2] موطا لامام مالک کتاب قصر الصلٰوۃ فی السفر باب جامع الصلٰوۃ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۴۲

www.alahazratnetwork.org

اتدری این انت کرہ الصوت[1]

11 وقد تقبلها ائمة الامة بالقبول حتی ان فقهائها نصوا علی کراهة رفع الصوت فی المسجد بالذکر الّا للمتفقهة کما فی الدر المختار[2] وغیرہ من معتمدات الاسفار فاذا کان هذا فی الذکر فما ظنك بما لیس بذکر خالص کالاذان لاشتماله علی الحیعلتین قال الامام العینی فی البنایة شرح الهدایة، فان قلت الاذان ذکر فکیف یقول انه شبه الذکر وشبه الشیئ غیرہ قلت هو لیس بذکر خالص علٰی مالا یخفٰی وانما اطلق اسم الذکر علیه باعتبار ان اکثر الفاظه ذکر اھ[3]۔

وفی البحر الرائق عن المحیط تحت قول الکنز "یستقبل بهما القبلة ویلتفت یمینا وشمالا بالصلاۃ والفلاح۔ لانه فی حالة الذکر والثناء علی اللہ تعالٰی والشهادۃ له بالوحدانیة ولنبیه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بالرسالة فالاحسن ان یکون مستقبلا فاما الصلوٰۃ والفلاح دعاء الی

کہاں ہے۔ آپ نے آواز کو ناپسند کیا۔

اس حدیث کو ائمہ نے قبول کیا۔ اور فقہاء نے یہاں تک تصریح فرمائی کہ مسجد میں بلند آواز سے ذکر کرنا بھی مکروہ ہے۔ ہاں اہلِ فقہ کی دینی بات چیت کا استثناء ہے۔ ایسا ہی درمختار وغیرہ کتبِ فقہ میں مرقوم ہے، تو جب ذکرِ الٰہی کا یہ حال ہے تو اذان جو خالص ذکر بھی نہیں کیونکہ اس میں حیعلین تو نماز کا بلاوا ہے۔ امام عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں فرمایا: "اگر شبہ ہو کہ اذان تو ذکر ہے اس کو ذکر کے مشابہ قرار دینا صحیح نہیں کیونکہ مشبہ اور مشبہ بہ میں مغایرت ہوتی ہے تو جواب یہ ہے کہ اذان ذکرِ خالص نہیں۔ ہاں اس کے بیشتر الفاظ ضرور ذکر ہیں۔ اسی کا لحاظ کرکے اس کو ذکر کہا جاتا ہے۔

کنز کے قول "کلمۂ شہادت کے وقت قبلہ کا استقبال اور صلاۃ وفلاح کے وقت دائیں بائیں مڑیں" کی تشریح میں بحرالرائق نے محیط سے نقل کیا: "اذان میں کلمۂ شہادتین حالتِ ذکر ہے کہ اللہ تعالٰی کی وحدانیت اور رسول کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی ہے اور اس وقت استقبالِ قبلہ ہی مناسب ہے اور صلاۃ وفلاح میں نماز کی طرف بلانا ہے۔

---

[1] الزہد لابن المبارک باب فضل المشی الی الصلوٰۃ والجلوس فی المسجد دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۱۳۷

[2] الدرالمختار کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۳

[3] البنایۃ شرح الہدایۃ کتاب الصلوٰۃ باب الاذان المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۱/ ۵۵۷

www.alahazratnetwork.org

الصلٰوۃ واحسن الداعی بان یکون مقبلا علی المدعوین[1]۔

وفی صلٰوۃ المسعودی رحمہ اللہ تعالٰی، ان فی الاذان مناجاۃ ومناداۃ۔ المناجاۃ ذکر اللہ تعالٰی والمناداۃ نداء الناس ومادام فی ذکر اللہ یستقبل القبلۃ واذا بلغ المناداۃ یحوّل وجہہ ثم قال الشیخ ابو القاسم الصفار رحمہ اللہ تعالٰی الدعاء الی الصلٰوۃ مناداۃ وباقیہ ذکر اللہ تعالٰی لکن ظاھر الروایۃ أنّ الاذان کلّہ من اوّلہ الٰی اٰخرہ دعاء الی الصلٰوۃ۔ ثم قال، ظاھر الروایۃ ان المؤذن اذا قال: حیّ علی الصلٰوۃ، ویقول المستمع "لاحول ولاقوۃ الّا باللہ"۔ فاذا قال حیّ علی الفلاح ویقول المستمع "ماشاء اللہ کان ومالم یشأ لم یکن"۔ قال شیخ الاسلام برھان الدین رحمہ اللہ تعالٰی: ماکان العبد فی ذکر الرحمٰن یفر الشیطان۔ فاذا جاء نداء الخلق یعود، فاذا قیل: "لاحول ولاقوۃ اِلّا باللہ

تو اس وقت یہی اچھا ہے کہ بلانے والا بلائے ہوؤں کی طرف متوجہ ہو۔

صلٰوۃ مسعودی میں ہے کہ بیشک اذان مناجات بھی ہے اور بلاوہ بھی، مناجات اللہ تعالٰی کا ذکر ہے جبکہ بلاوہ میں لوگوں کو پکارنا ہے، مومن جب تک اللہ تعالٰی کے ذکر میں ہوتا ہے تو وہ قبلہ کی طرف منہ کرتا ہے اور جب بلاوہ پر پہنچتا ہے تو اپنا چہرہ گھماتا ہے۔ پھر شیخ ابوالقاسم صفار رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا نماز کی طرف دعوت دینا منادات ہے اور باقی اللہ تعالٰی کا ذکر ہے لیکن ظاہر الروایہ یہ ہے کہ اذان اوّل سے آخر تک نماز کی طرف دعوت ہے۔ پھر فرمایا ظاہر الروایہ یہ ہے کہ مؤذن جب "حی علی الصلٰوۃ" کہے تو سننے والا "لاحول ولاقوۃ الّا باللہ" کہے، اور جب مؤذن "حی علی الفلاح" کہے تو سننے والا کہے "ماشاء اللہ کان ومالم یشأ لم یکن"۔ شیخ الاسلام برہان الدین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا کہ بندہ جب ذکرِ رحمان میں مشغول ہوتا ہے تو شیطان بھاگ جاتا ہے پھر جب مخلوق کو ندا کرتا ہے تو شیطان لوٹ آتا ہے۔ پھر جب کہا جاتا ہے "لاحول ولاقوۃ اِلّا باللہ

---

[1] بحرالرائق کتاب الصلٰوۃ باب الاذان ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۵۸

ماشاء الله كان" يفر[1]۔ انتہی ملتقطا مترجما۔

واذا كان ذٰلك كذٰلك ولم يرد في الشرع الاذن بالاذان في المسجد كان داخلا تحت النهي وهو المقصود۔

نفحہ۲: نسمع ربنا تبارك وتعالٰى يعاتب قوما اذ يقول عزمن قائل: فاذا فريق منهم يخشون الناس كخشية الله او اشد خشية[2]۔ وقال عزوجل: فالله احق ان تخشوه ان كنتم مؤمنين[3]۔ ولقد علم من غشی ابواب السلطان انه اذا كان قوم خارج الحضرة وامر الملك بدعائهم لم يكن للحجاب ان ينادوهم في الحضرة بل يخرجون فينادون ولو قاموا على راس السلطان وجعلوا يصيحون بالنداء لاساؤا الادب واستجلبوا الغضب واستحقوا التاديب، ومن لم ير الملوك فينظر قضاة بلادنا كفارهم ومسلموهم اذا امروا بنداء الخصوم او الشهود لم تقدر الاعوان ان

"ماشاء اللہ کان" تو شیطان پھر بھاگ جاتا ہے۔ انتہی التقاطا مترجما۔

پس جب صورت حال یہ ہے، اور شریعت مقدسہ میں مسجد کے اندر اذان دینے کا ثبوت نہیں تو اذانِ مسجد ممنوع ہوگی۔ ہمارا یہی کہنا ہے۔

نفحہ ۲: اللہ تبارک وتعالٰی ایک قوم کی حالت بیان کرتا ہے: "ایک گروہ آدمیوں سے خدا سے ڈرنے کی طرح ڈرتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ خوف کھاتا ہے۔" اللہ تعالٰی فرماتا ہے: "حالانکہ مومنوں کو اللہ تعالٰی سے ہی سب سے زیادہ ڈرنا چاہیے۔" اور جو آدمی بادشاہوں کے دربار میں حاضری دیتا ہے خوب جانتا ہے کہ جب کوئی شخص دربار کے باہر رہتا ہے اور بادشاہ اس کو بلانے کا حکم دیتا ہے۔ تو دربان دربار کے اندر سے ہی اُسے پکارنے نہیں لگتے، بلکہ باہر نکل کر آواز دیتے ہیں۔ اگر یہ دربان بادشاہ کے سر پر ہی کھڑے ہو کر چلانے لگیں تو بے ادبی کے مرتکب ہوں گے۔ بادشاہ کے غضب کے مستحق اور سزا کے مستوجب ہوں گے۔ اور جو بادشاہوں کے دربار میں نہ جا سکا ہو تو وہ ہمارے علاقہ کے ججوں کی کچہری میں حاضر ہو۔ جج مسلمان ہوں یا غیر مسلم وہ دیکھے گا کہ جج جب گواہوں یا مدعی و

---

[1] صلٰوۃ المسعودی باب بست وہم دربیان بانگ نماز درمطبع محمدی بمبئی ۲/۹۰

[2] القرآن الکریم ۴/۷۷

[3] " " ۹/۱۳

www.alahazratnetwork.org

ینادوھم فی دار القضاء بل یخرجون خروجا فیدعون وھذا مشھود کل یوم ومن انکر کونہ اساءۃ ادب فلیجرب علٰی نفسہ ولیقم بین یدی حاکمھم المسمّٰی عندھم جج۔ ویرفع صوتہ بیا فلان یا فلان لناس خارج المکان فسیرٰی مایبدل البیان بالعیان وما ذٰلک الا لادب المقام وخشیۃ الحکام فاللہ احق ان تخشوہ ان کنتم مؤمنین[1]۔ کیف وان امثال الامور المبنیۃ علی الاجلال۔ المبنیۃ من الادب انما تحال علی الشاھد فیما لم یرد بہ النص۔ والشاھد ھٰھنا ما ذکرنا فوجب المصیر الیہ وکان نداء الغائبین قائما فی حضرۃ المصلی اساءۃ ادب بالحضرۃ الاعلی وقلۃ خشیۃ من اللہ تعالٰی۔

واَمّا ما قلنا من الاحالۃ علی الشاھد فشئ یشھد بہ العقل السلیم والقلب الحاضر ومن تتبع وجد شواھدہ کثیرۃ فی کلام الاجلۃ الاکابر من ذٰلک قول الامام المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر: الثابت ھو وضع

مدعا علیہ کو حاضر کرنے کا حکم دیتے ہیں تو چپراسی انھیں کچہری کے کمرہ کے اندر سے نہیں بلاتے بلکہ دروازہ کے باہر آکر پکارتے ہیں۔ یہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے۔ اور جو اس کے بے ادبی ہونے میں شبہہ کرے وہ خود ہی اس کا تجربہ کرے کہ جج کے سامنے کھڑے ہو کر فلاں حاضر ہو فلاں حاضر ہو پکارنے لگے۔ تو ہمارا بیان اس کے لئے مشاہدہ میں تبدیل ہوجائے گا۔ تو اس کا سبب کچہری کا ادب اور حکام کا خوف ہی ہے۔ پس اے ایمان والو! اللہ تعالٰی سے تو اس سے زیادہ ڈرنا چاہئے۔ اور اس قسم کے امور تعظیم واظہار ادب میں جہاں کوئی شرعی حکم منصوص نہ ہو معاملہ مشاہدہ پر ہی موقوف ہوتا ہے۔ اور مشاہدہ کا حال ہم بیان کرچکے۔ تو اسی کی طرف پلٹنا چاہئے، اور غائب مصلیوں کو مصلّی کے اندر کھڑے ہو کر پکارنے کو بارگاہِ الوہیت میں بے ادبی ہی تصور کرنا چاہئے۔

ہم نے جو مسئلہ کو مشاہدہ پر محمول کرنے کی بات کہی وہ عقل سلیم کے نزدیک مسلّم ہے اور تتبع اور تلاش سے بزرگوں کے کلام میں اس کی بہت ساری نظیریں مل سکتی ہیں۔ چنانچہ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں "حدیث شریف سے اتنا ثابت ہے

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۳

www.alahazratnetwork.org

اليمنیٰ علی اليسریٰ وکونہ تحت السرۃ او الصدر کما قال الشافعی لم يثبت فيہ حديث يوجب العمل فيحال علی المعهود من وضعها حال قصد التعظيم فی القيام و المعهود فی الشاهد منہ تحت السرۃ اھ[1]۔

(کہ قیام کی حالت میں) دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا جائے یہ امر کہ وہ ناف کے نیچے ہو یا سینہ کے نیچے، جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے اس باب میں ایسی کوئی حدیث نہیں جس پر عمل واجب ہو۔ تو اس معاملہ کو مشاہدہ پر محمول کرنا چاہیے کہ حالت تعظیم میں جہاں ہاتھ باندھنا معلوم ومشہور ہو وہی اختیار کیا جائے، اور یہ زیر ناف ہے۔

ومن ذٰلک قولہ ایضاً واستحسنہ تلمیذہ المحقق ابن امیر الحاج الحلبی جدًا، مانصہ، لا اری تحریر النغم فی الدعاء کما یفعلہ القراء فی ھذا الزمان یصدر ممن فہم معنی الدعاء والسوال وما ذٰلک الا نوع لعب فانہ لو قدر فی الشاهد سائل حاجۃ من ملک ادی سوالہ بتحریر النغم فیہ من الرفع والخفض والتغریب والرجوع کالتغنی نسب البتۃ الی قصد السخریۃ واللعب اذ مقام طلب الحاجۃ التضرع لا التغنی اھ[2]۔

انہی نظیروں میں سے حضرت محقق کا یہ قول بھی ہے جس کی ان کے شاگرد ابن امیر الحاج نے تحسین بھی کی ہے: دعاء میں گلے بازی (گانا) کوئی جا نتا تصور نہیں کرتا جیسا کہ آج کل کے قاری کرتے ہیں۔ اور یہ فعل ایسے لوگوں سے بھی صادر ہوتا ہے جو سوال اور دعا کے معنی سمجھتے ہیں حالانکہ یہ ایک قسم کا کھیل اور مذاق ہے۔ اگر مشاہدے کے اعتبار سے دیکھا جائے تو کوئی سائل جو بادشاہ سے اپنی حاجت کی درخواست کر رہا ہو اپنے سوال کو گویوں کی طرح گا کر آواز کی بلندی اور پستی گٹکری اور آواز کی آرائش کے ساتھ مانگے تو ایسے سائل کو کھیل اور مذاق کی تہمت دی جائے گی کہ مقام الحاح زاری کا ہے نہ کہ گانے کا۔

---

[1] فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ صفۃ الصلوٰۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۴۹
[2] فتح القدیر " باب الامامۃ " " " ۱/۳۰۲

www.alahazratnetwork.org

قال فی الحلیۃ وقد اجاد رحمہ اللہ تعالٰی فیما اوضح وافاد[1] اھ۔

حلیہ میں اس کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا گیا، حضرت محقق نے بہت عمدہ توضیح و افادہ فرمایا۔

ومن ذلک اشیاء فیہ وفی الحلیۃ والغنیۃ وغیرھا۔ قلت ارشد الیہ حدیث: "استحیی اللہ استحیاءک من رجلین من صالحی عشیرتک۔" رواہ ابن عدی[2] عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اس قسم کی بہت سی نظیریں فتح القدیر، حلیہ اور غنیہ وغیرہ میں ہیں بلکہ میرا کہنا تو یہ ہے کہ خود حدیث شریف میں اس طرف رہنمائی ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: "تم اللہ تعالٰی سے ایسے ہی شرم کرو جیسے اپنے خاندان کے دو نیک مردوں سے شرم کرتے ہو۔" اس حدیث کو ابن عدی نے ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حضور سے روایت کی۔

وحدیث قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: "اللہ احق ان یستحیی منہ من الناس۔" رواہ احمد و ابوداؤد[3] والترمذی والنسائی وابن ماجۃ والحاکم عن معاویۃ بن حیدۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان ہے: "اللہ تعالٰی کو اس کا زیادہ حق ہے کہ آدمی اس سے انسانوں کی بہ نسبت زیادہ شرم کرے۔" اس حدیث کو احمد و ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا۔ اور نسائی اور ابن ماجہ اور حاکم نے معاویہ ابن حیدہ سے روایت کیا۔

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] الکامل لابن عدی ترجمہ جعفر بن الزبیر الشامی دارالفکر بیروت ۲/ ۵۶۰

[3] جامع الترمذی کتاب الادب باب ماجاء فی حفظ العورۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۱
سنن ابن ماجۃ کتاب النکاح باب التستر عند الجماع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۹
سنن ابی داؤد کتاب الحمام باب فی التعری آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۱

www.alahazratnetwork.org

وحدیث "اذا صلی احدکم فلیلبس ثوبیہ فان اللہ احق من یزین لہ۔"[۱] رواہ الطبرانی فی الاوسط والبیہقی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقد اوضحہ ابن عمر اذ کسا نافعا ثوبین وھو غلام فدخل المسجد فوجدہ یصلی متوشحا بہ فی ثوب فقال الیس لک ثوبان تلبسھما، ارأیت لو انی ارسلتک الی وراء الدار لکنت لابسھما؟ قال نعم، قال فاللہ احق ان تتزین لہ ام الناس، فقال بل اللہ۔ رواہ عبدالرزاق[۲] عن نافع۔

اور یہ حدیث: "نماز پڑھو تو پورے لباس میں کہ اللہ کے لئے زینت وآرائش کا سب سے زیادہ حق ہے۔" اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں اور امام بیہقی نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا اور اس کی وضاحت حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول ہوئی کہ انھوں نے اپنے غلام نافع کو دونوں کپڑے پہنائے (یعنی مکمل جوڑا دیا) پھر انھیں مسجد کے اندر ایک ہی چادر میں لپٹا ہوا دیکھا تو فرمایا کیا تمھارے پاس پہننے کے لئے پورا جوڑا نہیں ہے، اگر میں تم کو گھر سے باہر کسی کام کے لیے بھیجتا تو مکمل جوڑا پہن کر جاتے یا ایک چادر لپیٹ کر؟ حضرت نافع نے جواب دیا ضرور پورا لباس پہنتا۔ اس پر ابن عمر نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالٰی سے زیادہ کون اس بات کا مستحق ہے کہ اس کے لئے زینت کی جائے۔ حضرت نافع کو اقرار کرنا پڑا کہ اللہ تعالٰی۔ اسے عبدالرزاق نے نافع سے روایت کیا۔

نفحہ ۳ وقال المولٰی تبارک وتعالٰی، یایھا الذین اٰمنوا لاتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اھلھا

نفحہ ۳: اللہ تبارک وتعالٰی فرماتا ہے: اے ایمان والو! دوسرے کے گھر میں بے انس پیدا کئے اور گھروالوں کو سلام کئے بغیر داخل نہ ہو۔

۱؎ المعجم الاوسط حدیث ۹۳۶۴ مکتبۃ المعارف الریاض ۱۰/ ۱۸۰
السنن الکبرٰی کتاب الصلوٰۃ باب مایستحب للرجل ان یصلی فیہ من الثیاب دائرۃ المعارف العثمانیہ دکن ۲/ ۲۳۶
۲؎ المصنف لعبدالرزاق ؎ باب یکفی الرجل من الثیاب حدیث ۱۳۹۰ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۳۵۸

www.alahazratnetwork.org

ذٰلکم خیرلکم لعلکم تذکرون فان لم تجدوا فیھا احدا فلا تدخلوھا حتی یؤذن لکم[1]

یہ تمھارے لئے بہتر ہے تاکہ نصیحت حاصل کرو۔ اگر کسی کو گھر میں نہ پاؤ تو جب تک اجازت نہ ملے گھر میں داخل نہ ہو۔

نھی اللہ سبحانہ عن دخول الانسان فی بیت غیرہ بغیر اذنہ (تستانسوا تستاذنوا) والمساجد بیوت ربنا عزوجل اخرج الطبرانی فی الکبیر عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان بیوت اللہ فی الارض المساجد

اللہ تبارک وتعالٰی نے دوسرے انسانوں کے گھر میں بے اذن وانس داخلہ ممنوع فرمایا، اور مسجدیں اللہ رب العزت جل وعلا کے گھر ہیں۔ طبرانی نے کبیر میں ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ حضور نے فرمایا: روئے زمین پر مسجدیں اللہ تعالٰی کا گھر ہیں اور اللہ تعالٰی نے اپنے ذمہ کرم پر لیا کہ اس میں زیارت کو آنیوالوں

عہ فی الاٰیۃ امران الاستیذان والسلام، فالاستیذان فی المساجد کما نبین، امّا السلام فاقیم مقامہ السلام علٰی حبیبہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانہ حاضر دائما فی حضرتہ فامر کل من یدخل مسجدا، او یخرج منہ ان یقول، بسم اللہ والحمد للہ والسلام علٰی رسول اللہ الٰی اٰخر الدعاء الوارد فی الاحادیث صحیحۃ شھیرۃ کثیرۃ ۱۲ منہ۔

آیتِ کریمہ میں دو امر ہیں: (۱) استیذان (۲) سلام۔ استیذان مساجد میں ہوتا ہے جیسا کہ ہم بیان کریں گے۔ رہا سلام تو نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر سلام بھیجنا اس کے قائم مقام ہے، اس لئے کہ آپ کی بارگاہ میں حاضری دائمی ہے، چنانچہ مسجد میں داخل ہونے والے یا مسجد سے نکلنے والے ہر شخص کو حکم ہے کہ وہ یوں کہے" بسم اللہ والحمد للہ والسلام علٰی رسول اللہ" آخر تک پوری دعا پڑھے جو متعدد مشہور احادیث صحیحہ میں وارد ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۲۷، ۲۸

[2] الکتاب المصنف لابن ابی شیبۃ حدیث ۲۵۸۱۲ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۵/ ۲۵۶

www.alahazratnetwork.org

وان حقا علی اللہ تعالٰی ان یکرم من زارہ فیہ[1]۔ (رواہ ابوبکر بن شیبۃ عن امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ من قولہ۔

کی تکریم فرمائے گا"۔ ابوبکر ابن شیبہ نے اسکو حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول بتاکر نقل کیا۔

وروی الطبرانی فی الکبیر والضیاء فی المختارۃ عن ابی قرصافۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، ابنوا المساجد واخرجوا القمامۃ منہا فمن بنی اللہ مسجدا بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ[2]۔

اور امام طبرانی نے کبیر میں اور ضیاء نے مختارہ میں ابو قرصافہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے واسطہ سے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا قول نقل کیا: "مسجدیں بناؤ اور ان سے کوڑے صاف کرو تو جو خدا کے لئے گھر بنائے اللہ تعالٰی نے اس کے لئے جنّت میں گھر بنادیا۔"

وعدم الاذن فی الدخول لشیئ کمایکون برفع المقید کذالک برفع القید فمن اذن لہ بالدخول لشیئ ودخل بغیرہ فقد دخل بغیر الاذن والیہ یشیر قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، من سمع رجلا ینشد ضالۃ فی المسجد فلیقل لا ردھا اللہ علیک فان المساجد لم تبن لھذا[3] (رواہ احمد ومسلم وابوداؤد وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ

اور بے اجازت داخل ہونے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اجازت کسی اور کام کی ہے اور داخل ہونے والا کسی اور کام کی غرض سے داخل ہوا۔ اسی نکتہ کی طرف حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد میں اشارہ فرمایا: "جس نے کسی آدمی کو سُنا کہ مسجد میں اپنی کھوئی ہوئی چیز تلاش کررہا ہے تو دُعا کرے کہ خدا کرے تو اسے نہ پائے کہ مسجدیں اس کام کے لئے نہیں بنائی گئیں۔" امام احمد، امام مسلم، امام ابوداؤد،

---

[1] کنز العمال بحوالہ الطب عن ابن مسعود حدیث ۲۰۷۳۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۷/۶۵۱
[2] المعجم الکبیر حدیث ۲۵۲۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۳/۱۹
[3] صحیح مسلم کتاب المساجد باب النہی عن نشد الضالۃ فی المسجد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۱۰
مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۴۲۰
سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب کراہیۃ انشاد الضالۃ فیہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۶۸
سنن ابن ماجہ ابواب المساجد والجماعات باب النہی عن انشاد الضوال فی المسجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۶

www.alahazratnetwork.org

رضی اللہ تعالٰی عنہ)

ابن ماجہ نے اس حدیث کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے واسطے سے روایت کیا۔

وهم جميعا عن بريدة رضى الله تعالٰى عنه عن النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم ، لاوجدته لاوجدته لاوجدته انما بنيت هذه المساجد لما بنيت له[1]

مذکورہ بالا سبھی محدثین نے حضرت بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے واسطہ سے اس حدیث کو حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ان الفاظ میں روایت کیا: "تو اسے نہ پائے، تو اسے نہ پائے، تو اسے نہ پائے، مسجدیں اس کام کے لئے نہیں بنائی گئیں، وہ تو جس کے لئے بنائی گئی ہیں بنائی گئی ہیں۔"

ولعبد الرزاق عن ابى بكر بن محمد انه سمع رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم ، رجلا ينشد ضالة فى المسجد فقال النبى صلى الله عليه وسلم ايها الناشد غيرك الواجد ليس لهذا بنيت المساجد[2]

عبد الرزاق نے ابی بکر ابن محمد سے روایت کی: "رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک شخص کو مسجد میں کھوئی ہوئی چیز تلاش کرتے سنا تو فرمایا اے تلاش کرنیوالے! پانے والا تیرے علاوہ ہو مسجدیں اس کام کے لئے نہیں ہیں"۔

والاحاديث فى الباب كثيرة و هو بعمومه يشمل من ينشد مصحفا ليتلوه بل و من ينشد امانة ضلت عنه مع ان انشادها واجب عليه " ان الله يامركم ان تؤدوا الامانات

اس موضوع پر حدیثیں بہت ہیں۔ اور یہ اس صورت کو بھی شامل ہے کہ تلاوت کے لئے مصحف شریف کو ڈھونڈے یا کسی کی امانت جو اس کے پاس تھی کھو جانے پر مسجد میں تلاش کرے حالانکہ ایسی چیز کا تلاش کرنا واجب ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے: "اللہ تعالٰی تمہیں حکم دیتا ہے

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث بریدۃ الاسلمی المکتب الاسلامی بیروت ۵/۳۶۰
صحیح مسلم کتاب المساجد باب النہی عن نشد الضالۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۱۰
سنن ابن ماجہ ابواب المساجد والجماعات باب النہی عن انشاد الضالۃ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۶
[2] المصنف لعبد الرزاق حدیث ۱۷۲۲ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۴۴۰

www.alahazratnetwork.org

الیٰ اھلھا۔[1]

کر امانت والوں کی امانت واپس کردو۔"

فالانشاد مقدمۃ الوجدان والوجدان مقدمۃ الاداء والاداء واجب مقدمۃ الواجب واجب، وکذٰلک عمم الفقہاء فقالوا کرہ انشاد ضالۃ، ولم یستثنوا منہ فصلا، وذٰلک ان اتیان الواجب وان کان من اعمال الاٰخرۃ فما لکل عمل الاٰخرۃ بنیت المساجد انما بنیت لما بنیت لہ۔

"تلاش پانے کا مقدمہ ہے اور پانا دینے کا ذریعہ، اور جو واجب کا ذریعہ ہو وہ خود واجب ہے۔ فقہائے اس عموم میں ہر گمشدہ چیز کی تلاش کو داخل کیا اور کسی خاص گمشدہ کا استثناء نہیں کیا۔ اس کا رمز یہ ہے کہ واجب کی ادائیگی ہر چند کہ عمل آخرت ہے۔ پر ہر عمل آخرت کے لئے مسجد نہیں بنائی گئی۔ حضرات امام احمد

احمد ومسلم عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم" انّ ھٰذہ المساجد لا تصلح لشیئ من القذر والبول والخلاء وانما ھی لقراءۃ القراٰن وذکر اللہ والصلٰوۃ۔"[2]

ومسلم حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ اور وہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: "یہ مسجدیں گندگی، پیشاب و پاخانہ کے لئے نہیں یہ تو صرف تلاوتِ قرآن، ذکرِ الٰہی اور نماز کے لئے ہیں۔"

وللبخاری وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انما بنی لذکر اللہ والصلٰوۃ۔[3]

بخاری وابن ماجہ حضرت ابوہریرہ اور وہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، "یہ (مساجد) تو نماز اور ذکرِ الٰہی کے لئے ہی بنائی گئی ہیں۔"

ولاحمد فی الزھد عن ابی ضمرۃ عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ وانما بنیت للذکر۔

امام احمد نے کتاب الزہد میں حضرت ابوضمرہ عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالٰے عنہ صرف ذکر کا ہی ذکر کیا۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۵۸

[2] مسند الامام احمد بن حنبل عن انس بن مالک المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۹۱
صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب وجوب غسل البول الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۸

[3] کنز العمال بحوالہ خ عن ابی ہریرۃ حدیث ۲۰۷۹۵ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۷/ ۶۶۳

[4] کتاب الزہد (امام احمد بن حنبل) زہد ابی بکر حدیث ۵۰۹ دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۲۵۸

www.alahazratnetwork.org

وفی مسند الفردوس عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: کل کلام فی المسجد لغو الا القرآن وذکر اللہ تعالٰی ومسألۃ عن الخیر او اعطاؤہ۔[1]

مسند الفردوس میں بروایت ابوہریرہ مروی ہے حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "مسجد کے اندر تلاوتِ کلام اللہ، ذکرِ الٰہی اور بھلائی سے سوال اور اس کو دینے کے علاوہ ہر بات لغو ہے۔"

وقد علمت ان لیس الاذان خالص ذکر ولو کان المسجد یبنی لہ لاتی الشرع بایقاعہ فیہ ولنقل ولو مرۃ وکیف یعقل ان شیئا بنی لہ المسجد لایفعل فیہ قط علٰی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والخلفاء الراشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم فیقال فیہ ایضا ان المساجد لم تبن لہذا، کیف والاذان للدعاء الی الحضرۃ، والحضرۃ لاتبنی لنداء الناس الیہا وفیہا، واللہ الموفق۔ فہذا ما ظہر للعبد الضعیف من الکلام المجید والحدیث الحمید والفقہ السدید وحلہ کما تری واضح بلا امتراء وان کان اخرہ من قبیل المتابعات والشواھد، ولکن کلا لمن تحلی بالانصاف، ہیہات لما یقنع المکابر ولیقمع الاعتساف۔

یہ پہلے ہی معلوم ہوچکا ہے کہ اذان خالص ذکرِ الٰہی نہیں۔ اگر مسجد اس کے لئے بنی ہوتی تو شرع شریف مسجد کے اندر اذان کا حکم فرماتی اور اس پر عمل در آمد ایک بار ہی سہی مروی ضرور ہوتا۔ بھلا یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ جس کام کیلئے مسجد کی تعمیر ہوئی وہی مسجد میں کبھی نہ ہوا۔ نہ تو حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عہد میں نہ خلفائے راشدین کے عہد میں، تو یہی کہا جائیگا کہ مسجد اس کے لئے بنائی ہی نہیں گئی۔ اور ایسا ہوتا بھی کیسے، یہ تو دربارِ الٰہی کی حاضری کا اعلان ہے اور دربار اعلان کے لئے نہیں ہوتا اعلان تو دربار کے باہر ہوتا ہے۔ اللہ تعالٰے توفیق دینے والا ہے۔ اس ضعیف بندے پر کلام مجید حدیثِ مقدس اور فقہ مبارک سے یہی ظاہر ہوا، باتیں سب کی سب ظاہر ہیں، اگرچہ اخیر میں ہم نے شواہد اور متابعات سے کام لیا لیکن یہ سب بھی اہلِ انصاف کے نزدیک قطع مکابرہ اور دفعِ زیادتی کے لئے کافی ہے۔

---

[1] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۴۷۶۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۲۵۸

www.alahazratnetwork.org

ونسأل الله العفو والعافية و الرحمة الكافية والنعمة الوافية و العيشة الصافية، والحمد للّٰه رب العٰلمين وصلی اللّٰه تعالٰی وبارك وسلم علٰی سيدنا محمد وآله وابنه و حزبه اجمعين.

میں اللہ تعالٰی سے عفو وعافیت، رحمتِ کاملہ اور نعمت متکاثرہ اور عیش صافیہ کا طالب ہوں۔ اللہ تعالٰی کے لئے ہی حمد ہے، اور ہمارے سردار محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور ان کے آل واصحاب اور ان کے گروہ سب پر درود وسلام ہو۔

www.alahazratnetwork.org

الشمامة الرابعة من عود احراق الخلاف

(اختلاف کو خاکستر کر دینے والے عود وعنبر کا چوتھا شمامہ)

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، لیعلم سادتنا واخوتنا اھل الحق والھدی حفظنا اللہ تعالیٰ وایاھم عن الردیٰ۔ ان الوھابیۃ العنود ومن تبعھم من طلبۃ الھنود بذلوا جھدھم لیخرجوا حدیثًا صحیحًا او نصًّا فی الفقہ صریحًا یفید ان السنۃ فی ھذا الاذان کونہ فی جوف المسجد متصلا بالمنبر کما تعودوہ ھٰھنا فلم یقدروا۔ وما کان اللہ لیرفع لباطل راسًا۔ فجعلوا یتشبثون بکل حشیش فخمسۃ اتفقوا علی الاحتجاج

حمد اللہ تعالیٰ کے لئے ہی خاص ہے اور وہی ہمارے لئے کافی ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ورحمت ہو۔ حق وہدایت والے ہمارے بزرگوں اور بھائیوں کو معلوم ہو اللہ تعالیٰ انکی حفاظت فرمائے کہ معاند وہابیہ اور انکی پیروی کرتے ہوئے ابھرتے طلبہ سب کو اس امر نے تھکا دیا کہ ایک صحیح حدیث یا فقہ کی کوئی نص صریح پیش کریں جو اذان کے مسجد کے اندر منبر سے متصل ہونے کا افادہ کرے جیسا کہ آج کل رواج پڑ گیا ہے مگر وہ اس پر قادر نہ ہو سکے۔ اور اللہ تعالےٰ باطل کو سربلندی عطا نہیں کرتا۔ پس وہ تنکوں کا سہارا لینے لگے۔ ان میں پانچ باتوں میں تو سب متفق ہیں بقیہ کچھ لوگوں نے انفرادی

www.alahazratnetwork.org

بها ،

(١) نصوصهم ان هٰذا الاذان بين يدى الخطيب۔

(٢) وتعبير بعضهم فى مسئلة ان ايجاب السعى بالاذان الاول او الثانى هذا الاذان بالذى عند المنبر۔

(٣) وبعضهم بالذى على المنبر۔

(٤) وزعموا ان كونه داخل المسجد ملاصق المنبر هو التوارث۔ فمن احترس لنفسه يجمل ويقول من القديم والذى تجرأ يقول من لدن رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم وخلفائه الراشدين رضى الله تعالٰى عنهم اجمعين۔

(٥) وزعموا ان عليه التعامل فى جميع البلدان واجمع عليه جميع اهل الاسلام وتفرد بعضهم من بعض بشبهات اُخرٰى ذات عجر و بجر، والعبد الضعيف بتوفيق الملك اللطيف عز جلاله يريد ان يمر عليها طرداً طرداً ويبين عوارها فرداً فرداً، فلنبتدع بالاول، ثم نتبعها الباقى الاول وما توفيقى الا بالله عليه

بحثیں بھی کی ہیں۔ یہ بندہ ضعیف پہلے تو پانچوں متفقہ دلائل کا ذکر فرداً فرداً اور اس کا رد کرے گا پھر انفرادی لچر اور پوچ دلائل کی بھی خبر گیری کریگا پہلی پانچ باتیں یہ ہیں ،

(١) اذانِ جمعہ کے لئے تمام فقہائے نے بین یدیہ (خطیب کے سامنے) کا لفظ استعمال کیاہے جس سے ظاہر ہے کہ یہ اذان مسجد کے اندر منبر سے متصل ہونا چاہئے۔

(٢) اس مسئلہ کو بیان کرتے ہوکہ جس اذان کو سُن کر جمعہ کے لئے مسجد کی طرف جانا واجب ہوجاتاہے وہ اذان اول ہے یا ثانی۔ بعض فقہائے نے یوں تعبیر کی یہ وہی اذان ہے جو عند المنبر (منبر کے پاس) ہوتی ہے۔

(٣) اور بعض فقہائے نے علی المنبر (منبر کے اوپر) فرمایا جو پاس سے بھی زائد قریب پر دلالت کرتا ہے۔

(٤) معاندین کا یہ گمان فاسد ہے کہ اس اذان کا مسجد کے اندر منبر سے متصل ہونا متوارث ہے (یعنی خلفاً عن سلف ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے) توارث کے بیان میں جس نے احتیاط سے کام لیا تو اتنا کہہ کر رہ گیا کہ قدیم سے ایسا ہوتا آیا ہے، اور جو جرأت بے جا کرتاہے وہ کہتا ہے کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ اور خلفائے راشدین کے عہد مبارک سے ایسا ہی ہوتا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

توكلت واليه انيب۔

(۵) ان سب کا کہنا ہے کہ تمام ممالک میں اسی پر عملدرآمد ہے اور تمام اہل اسلام کا اس پر اجماع ہے۔

اب میں ان پانچ متفقہ باتوں کا تفصیلی رد اور بعد میں متفرقات سے بھی تعرض کروں گا اللہ تعالٰی سے ہی میری توفیق ہے اسی پر میرا بھروسا ہے اور اسی کی طرف میرا رجوع ہے۔

نفحہ ۱: قد بيّنا بالحديث و الفقه ان السنة فى هذا الاذان كونه بين يدى الخطيب اذا جلس على المنبر ولكن ليس فى لفظة بين يديه، ما يقرّ أعينهم ولا ما يميل اليه، انما مفادها ان يكون بحذاء المنبر قبالة وجه الخطيب من دون حائل يحجبه عنه وهذا يشمل داخل المسجد وخارجه الى حيث تبقى المحاذاة والمشاهدة، ليس فى مفاد اللفظ اكثر من هذا، غير ان الفقه دلنا على ان الاذان لا يكون فى جوف المسجد ولا بعيدا منه بحيث لا يعد النداء ثمه نداءً الى هذا المسجد بل فى حدوده و فنائه و ارشدنا الحديث فتعين هذا محلا له ولنكشف الستر عن وجه التحقيق فى مفاد هذا اللفظ۔

فاقول وبالله التوفيق۔ اللفظ مركب ومعناه الحقيقى بحسب اجزائه التركيبية وقوع الشئ فى

نفحہ ۱: ہم احادیث وفقہ سے یہ ثابت کر آئے ہیں کہ جب امام منبر پر بیٹھے تو اس اذان کا خطیب کے سامنے ہونا مسنون ہے لیکن "سامنے" کے لفظ میں مخالفین کی آنکھ ٹھنڈی کرنے والی کوئی بات نہیں، بلکہ اس کا مفاد صرف اتنا ہے کہ منبر کے سامنے خطیب کے چہرے کے مقابل ہو بیچ میں کوئی حائل نہ ہو جو روئے خطیب کا آڑ بنے۔ یہ بات مسجد کے اندر اور باہر دونوں ہی صورتوں کو شامل ہے اس حد تک کہ مشاہدہ اور مقابلہ باقی رہے۔ اصل لفظ بین یدیہ (سامنے) کا مفاد اس کے سوا نہیں۔ البتہ فقہ نے ہم کو بتایا کہ اذان مسجد کے اندر نہ ہونی چاہئے بلکہ مسجد سے اتنی دور ہونی چاہئے کہ مسجد میں نہ شمار کی جائے بلکہ مسجد کے حدود اور اس کی فناء میں ہو۔ احادیث مبارکہ نے بھی اسی کی طرف رہنمائی کی ہے جس سے اس مقام کی تعیین ہوتی ہے۔

اب میں اس لفظ کی تحقیق کرتا ہوں، لفظ "بین یدیہ" دو حرفوں سے مرکب ہے ان اجزائے ترکیبیہ کے اعتبار سے اس لفظ

www.alahazratnetwork.org

12 الفضاء المحصور بين هذين العضوين من المضاف سواء كان امامه اوخلفه اولا ولا والفضاء محققا او متخيلا فانك اذا ارسلت يديك فليس بينهما الاجنبك وفخذاك وان بسطتهما قبالة وجهك او وراء ظهرك فكل ما وقع في الفضاء المحصور بهما فهو بين يديك وهو امامك في الاول وخلفك في الثاني وليس اماملك ولا خلفك في صورة الارسال۔

وانت تعلم ان هذا المعنى لامساغ له هنا بل الامر ان المركب ربما لايلاحظ الى معاني اجزائه التفصيلية و يصير باجماله دالًا على معنى أخر لغة اوعرفًا فهو وان كان مجازا له بالنظر الى مفصله يكون حقيقةً لغوية او عرفية فيه باعتبار اجماله وذلك في لفظنا هذا معنى الامام والقدام اما مطلقا من دون تخصيص بالقرب او مع لحاظه، وحينئذ يفسر بالحاضر المشاهد لان شرط الرؤية العادية القرب و المقابلة فكل مرئي حين هو مرئي محاذ ا

جد الممتار

کے معنی حقیقی یہ ہوئے کہ "آدمی کے دونوں ہاتھ کے درمیان جو فضا ہے" چاہے وہ آدمی کے آگے کی فضا ہو چاہے پیچھے کی۔ کیونکہ دونوں ہاتھوں کو کھلا چھوڑ دیا جائے۔ تو ان کے بیچ میں آدمی کے دونوں پہلو اور دونوں رانیں ہوتی ہیں اور انھیں دونوں کو جب منہ کے آگے یا پشت کے پیچھے دراز کیا جائے، تو پہلی صورت میں آگے کی جانب دونوں ہاتھ کے بیچ کی فضا اور دوسری صورت میں پیچھے کی جانب کی اتنی فضا "بین یدیہ" ہے اور دونوں ہاتھ لٹکانے کی صورت میں آگے پیچھے کا سوال ہی نہیں۔

لفظ "بین یدیہ" کے معنی ترکیبی حقیقی تو یہی ہیں لیکن یہ یہاں مراد نہیں ہو سکتے اور معنی مرکب میں بسا اوقات یہی ہوتا ہے کہ معنی حقیقی تفصیلی چھوڑ کر دوسرے معنی اجمالی مراد ہوتے ہیں یہ اطلاق کبھی لغوی ہوتا ہے اور کبھی عرفی اپنے معنی تفصیلی کے لحاظ سے یہ دوسرے معانی اگرچہ مجازی قرار دیے جائیں لیکن استعمال کے لحاظ سے حقیقی ہوتے ہیں۔ لفظ بین یدیہ کا بھی یہی حال ہے کہ وہ سامنے اور مقابل کے معنی میں طے ہو گیا ہے۔ قرب کے معنی سے قطع نظر کرکے یا اس کا لحاظ کرتے ہوئے، اور اس وقت میں اس لفظ کی تفسیر حاضر اور مشاہد سے کی جاتی ہے کیونکہ رؤیت عادیہ کے لئے قرب و مقابلہ شرط ہے جو مرئی ہے دیکھنے کے وقت قریب

www.alahazratnetwork.org

قریب۔

وھذا منتھی مفاد اللفظ فی نفسہ واختلاف حدود القرب تنشؤ من خصوصیات المقام لانہ امر اضافی مشکک متفاوت غایۃ التفاوت، فیلاحظ لکل مقام مایستدعی وھی دلالۃ عقلیۃ من الخارج لا من اللفظ۔

ثم توسع فیہ علی الوجھین و استعیر ظرف المکان للزمان فارید بہ الماضی اما مطلقا او قریبا لان جھۃ المضی جھۃ الظھور کالامام او المستقبل کذلک لان کل آت قریب وانت متوجہ الی القابل فکانہ لک مقابل، وعلٰی ھٰذین الوجھین ورد فی القرآن العظیم والمحاورات وبھما فسرتہ ائمۃ اللغۃ والتفسیر الاثبات ووجدت اللفظۃ فی القرآن الکریم فی ثمان وثلٰثین موضعا۔ فی عشرین منھا لادلالۃ علی القرب وفی واحد جاء علٰی حقیقۃ اجزائہ الترکیبیۃ وفی سبعۃ عشر فید القرب علی تفاوت عظیم فیہ من الاتصال الحقیقی الی فصل مسیرۃ خمسمائۃ سنۃ، جعلنا ما لادلالۃ فیہ علی القرب فریقا والبواقی فریقا؛

بھی ہے اور متقابل بھی ہے۔

لفظ "بین یدیہ" کا اصل معناد یہی ہے، البتہ قرب چونکہ ایک امر اضافی، حددرجہ متفاوت المعنی کلی مشکک ہے اس لئے اس کے مختلف درجات میں سے کسی ایک کی تعیین مقام کی خصوصیت کے لحاظ سے ہوگی اور قرب وبعد کے مختلف مراتب پر دلالت لفظ کے تقاضا سے نہیں عقل کے تقاضا سے ہے۔

پھر اصل میں تو یہ لفظ ظرف مکان کے لئے تھا لیکن بعد میں ظرف زمان کے لئے مستعمل ہونے لگا، یا تو مطلقاً زمانہ ماضی یا ماضی قریب کے لئے، کیونکہ ماضی حضور کے قریب ہے، اور اسی طرح مستقبل میں بھی کہ آنے والا زمانہ بھی متقابل اور متوجہ ہے۔ قرآن عظیم اور محاورات عرب میں لفظ "بین یدیہ" ان دونوں معنی میں وارد ہوا مفسرین نے اسی معنی سے اس کی تفسیر کی، میں نے تتبع اور تلاش سے قرآن پاک میں ۳۸ جگہ یہ لفظ پایا جن میں بیس مقامات پر قرب پر کوئی دلالت نہیں۔ اور ایک مقام پر معنی ترکیبی حقیقی کے لئے ہے اور سترہ مقامات پر قرب کے لئے۔ مگر اس قرب میں بھی تفاوت عظیم ہے کہ اتصال حقیقی سے پانچ سو برس کی راہ کی دوری تک پر قرب کا اطلاق ہوا ہے۔ ہم نے ان سب آیتوں کو دو قسموں پر تقسیم کیا ہے:

www.alahazratnetwork.org

فن الاول

(۱) قول ربنا عزّ و جلّ فی سورۃ البقرۃ[1] (۲) فی طٰہٰ[2] (۳) فی الانبیاء[3] (۴) فی الحج "یعلم ما بین ایدیھم و ما خلفھم"[4] (۵) فی مریم" لہ ما بین ایدینا وما خلفنا وما بین ذٰلک"[5]

فعلم اللہ تعالٰی و ملکہ لایمکن اختصاصہ بقریب او بعید سواء اخذ الظرف مکانیا او زمانیا، او لوحظ معنی عام کما ھو الانسب بالمقام الافخم۔

(۶) فی سورۃ البقرۃ، فانہ نزلہ علٰی قلبک باذن اللہ مصدقا لما بین یدیہ[6]۔

(۷) فی اٰل عمران" نزل علیک الکتاب بالحق مصدقا لما بین یدیہ"[7]

(۸) فی سورۃ الانعام" وھذا کتاب انزلناہ مبارک مصدق الذی بین یدیہ"[8]

قسم اوّل

(۱) سورہ بقرہ (۲) سورہ طٰہٰ (۳) سورۂ انبیاء (۴) سورہ حج، ان سب سورتوں میں آیات کے الفاظ یکساں ہیں "یعلم ما بین ایدیھم و ما خلفھم" ان کے پس و پیش کا اسے علم ہے۔

(۵) سورہ مریم شریف کی آیت لہ ما بین ایدینا وما خلفنا وما بین ذٰلک۔ اللہ تعالٰی ہی کے لئے ہے ہمارے پس و پیش اور اس کے درمیان کی حکومت۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالٰی کی حکومت اور اس کا علم قریب یا بعید کے ساتھ خاص نہیں۔

(۶) سورہ بقرہ میں فانہ نزلہ علٰی قلبک مصدقا لما بین یدیہ اللہ پاک نے قرآن عظیم کو آپ کے قلب پر اتارا جو اپنے سے پہلے کی تصدیق کرتا ہے۔

(۷) آل عمران میں نزل علیک الکتاب بالحق مصدقا لما بین یدیہ آپ پر کتاب اتاری حق کے ساتھ جو گزرے ہوئے کی تصدیق کرتی ہے۔

(۸) سورہ انعام میں" ہم نے اس مبارک کتاب کو اتارا جو گزرے ہوئے کی تصدیق کرتی ہے۔"

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۵۵
[2] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۱۰
[3] " " " ۲۱/ ۲۸
[4] " " " ۲۲/ ۷۶
[5] " " " ۱۹/ ۶۴
[6] " " " ۲/ ۹۷
[7] " " " ۳/ ۳
[8] " " " ۶/ ۹۲

www.alahazratnetwork.org

(۹) فی یونس "وما کان ھٰذا القراٰن ان یفتری من دون اللہ ولکن تصدیق الذی بین یدیہ"[۱]

(۹) سورۂ یونس میں "یہ قرآن غیر خدا کی طرف سے افترا نہیں ہے یہ تو گزرے ہوئے کی تصدیق ہے"۔

(۱۰) فی یوسف "ما کان حدیثا یفتری ولکن تصدیق الذی بین یدیہ و تفصیل کل شیئ"[۲]

(۱۰) سورۂ یوسف میں "یہ کوئی بناوٹ کی بات نہیں لیکن اپنے سے پہلے کاموں کی تصدیق اور ہر شیئ کی تفصیل ہے۔"

(۱۱) فی سبا "وقال الذین کفروا لن نؤمن بھٰذا القراٰن ولا بالذی بین یدیہ"[۳]

(۱۱) سورہ سبا میں "کافروں نے کہا ہم نہ تو اس قرآن پر ایمان لاتے ہیں نہ اس پر جو گزشتہ ہے۔"

(۱۲) فی الملٰئکۃ "والذی اوحینا الیک من الکتاب ھو الحق مصدقا لما بین یدیہ"[۴]

(۱۲) سورہ ملٰئکہ میں "جو کتاب ہم نے آپ کی طرف وحی کی حق ہے اور گزرے ہوئے کی تصدیق ہے۔"

(۱۳) فی حٰم السجدۃ "وانہ لکتٰب عزیز لایاتیہ الباطل من بین یدیہ و لا من خلفہ"[۵]

(۱۳) سورہ حٰم السجدہ میں "یہ عزت والی کتاب کہ باطل کو اس کی طرف راہ نہیں، نہ اس کے آگے سے نہ پیچھے سے"۔

(۱۴) فی الاحقاف "قالوا یٰقومنا انا سمعنا کتٰبا انزل من بعد موسٰی مصدقا لما بین یدیہ"[۶]

(۱۴) سورہ احقاف میں "اے ہماری قوم! ہم نے ایک کتاب سُنی جو موسٰی کے بعد اتاری گئی اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی ہے۔"

(ان سب آیات میں ہے کہ قرآن عظیم گزشتہ کتابوں کی تصدیق کرتا ہے)

---

[۱] القرآن الکریم ۱۰/۳۷
[۲] القرآن الکریم ۱۲/۱۱۱
[۳] " " ۳۴/۳۱
[۴] " " ۳۵/۳۱
[۵] " " ۴۱/۴۲
[۶] " " ۴۶/۳۰

www.alahazratnetwork.org

فالقرآن الکریم مصدقا لکل کتاب الٰہی نزل قبلہ قریبًا او بعیدًا ولایخالفہ[1] شیئ من کتب اللہ تعالٰی والکفرۃ[2] بشیئ لایؤمنون۔

اور بلاشبہ قرآن عظیم تمام ہی گزری ہوئی آسمانی کتابوں کی تصدیق فرماتا ہے قریب کی ہو یا بعید کی، اور گزشتہ کتابوں میں کوئی بھی اس کی مخالفت نہیں کرتی۔ اور کافر کسی پر بھی ایمان نہیں لاتے۔

(۱۵) ومن ذٰلک فی اٰل عمران عن عبدہ عیسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام "ومصدقا لما بین یدی من التوراۃ"[1]

(۱۵) آل عمران کی یہ آیت بھی قسم اول میں ہی ہے جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کی حکایت کرتی ہے کہ "میں تصدیق کرتا آیا ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی۔"

(۱۶) فی المائدۃ "وقفینا علٰی اٰثارھم بعیسی ابن مریم مصدقا لما بین یدیہ من التوراۃ"[2]

(۱۶) سورہ مائدہ کی آیت "ہم ان نبیوں کے نشانِ قدم پر عیسٰے بن مریم کو لائے تصدیق کرتا ہوا توریت کی جو اس سے پہلے تھی۔

(۱۷) فی الصف "مصدقا لما بین یدی من التوراۃ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد"[3]

(۱۷) اور سورۂ صف کی آیت "میں اپنے سے پہلے کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوا اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔

فما فسروہ الا بالقبیلۃ حملا لہ علٰی نظائرہ فی القراٰن العزیز

ان آیات میں لفظ "بین یدیہ" کو حضور پر حمل کیا جاسکتا تھا لیکن مفسرین نے اس کی

---

[1] ناظر الی الاٰیۃ الثالثۃ عشر ۱۲ منہ علیہ الرحمۃ

[2] ناظر الی الاٰیۃ الحادیۃ عشر ۱۲ منہ

[1] تیرھویں آیت کی طرف اشارہ ہے۔

[2] گیارھویں آیت کی طرف اشارہ ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۵۰

[2] " " ۵/ ۴۶

[3] " " ۶۱/ ۶

www.alahazratnetwork.org

وھو الذی یسبق الی الفھم وان امکن حملہ ھٰھنا علی الحضور۔

تفسیر من قبلہ سے کی ہے کہ ذہن کا تبادر اسی طرف ہوتا ہے۔

(١٨) فی سورۃ البقرۃ فجعلنٰھا نکالا لما بین یدیھا وما خلفھا[1] علی التفسیر لما قبلھا وما بعدھا من الامم اذ ذکرت حالھم فی زبر الاولین واشتھرت قصتھم فی الاٰخرین (بیضاوی[2])۔

(١٨) اور سورۂ بقرہ میں "تو ہم نے (اس بستی کا) واقعہ اس کے آگے اور پیچھے والوں کے لئے عبرت کر دیا"۔ اس کی تفسیر یہی "اگلی اور پچھلی امتیں" کی گئی جس کا ذکر گزشتہ امتوں میں مذکور اور بعد والی قوموں میں مشہور ہوا (بیضاوی)۔

(١٩) وفی حم السجدۃ اذ جاءتھم الرسل من بین ایدیھم ومن خلفھم[3]، عن الحسن انذروھم من وقائع اللہ فیمن قبلھم من الامم وعذاب الاٰخرۃ لہ (نسفی[4]) او من قبلھم ومن بعدھم اذ قد بلغتھم خبر المتقدمین واخبرھم ھود وصالح عن المتاخرین داعین الی الایمان بھم اجمعین (بیضاوی[5])۔

(١٩) اور حٰم سجدہ میں "اور جب رسول ان کے آگے پیچھے پھرتے تھے" حضرت حسن بصری سے اس کی تفسیر مروی ہے کہ رسول انہیں پہلی امتوں کے حادثات اور آخرت میں آنے والے عذاب سے ڈراتے (نسفی) یا گزشتہ اور آئندہ قومیں انہیں پہلوں کی خبر پہنچی، اور ہود اور صالح علیہ السلام نے انہیں دعوت دیتے ہوئے متاخرین کا حال بتایا (بیضاوی)۔

(٢٠) فی الاحقاف (اذ انذر قومہ بالاحقاف وقد خلت النذر من بین یدیہ[6] ای من قبل ھود (ومن خلفہ) من بعدہ الی اقوامھم (ان لا تعبدوا

(٢٠) سورۂ احقاف میں "حضرت ہود نے اپنی قوم کو مقام احقاف میں ڈرایا اور اس کے پہلے سنانے والے گزر چکے تھے اور بعد میں آئے" یعنی حضرت ہود سے پہلے اور ان کے بعد اپنی

---

[1] القرآن الکریم ٢/٦٦
[2] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت الآیۃ ٢/٦٦ دار الفکر بیروت ١/٣٢٨
[3] القرآن الکریم ٤١/١٤
[4] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الآیۃ ٤١/١٤ دار الکتاب العربی بیروت ٤/٩٠
[5] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) " " دار الفکر بیروت ٥/١١٠
[6] القرآن الکریم ٤٦/٢١

الا اللہ (جلال)[1]۔

قوموں کی طرف کر سوائے خدا کے کسی اور کو نہ پوجو (جلالین)۔

ومن الثانی (۲۱) فی الاعراف "وھو الذی یرسل الریح بشرًا بین یدی رحمتہ"[2]

قسم ثانی (۲۱) سورہ اعراف میں "اللہ تعالٰی نے ہواؤں کو بارش سے پہلے بشارت دینے والی بنا کر بھیجا"۔

(۲۲) وفی الفرقان "وھو الذی ارسل الریح بشرًا بین یدی رحمتہ"[3]

(۲۲) سورہ فرقان میں "اللہ تعالٰی نے ہواؤں کو بارش سے پہلے بشارت دینے والی بنا کر بھیجا"۔

(۲۳) فی النمل "امن یھدیکم فی ظلمٰت البر والبحر ومن یرسل الریح بشرًا بین یدی رحمتہ"[4] (فانھا تدل علی قرب المطر)

(۲۳) سورہ نمل میں "یا وہ جو تمھیں راہ دکھاتا ہے اندھیریوں میں خشکی اور تری کی، اور وہ کہ ہوائیں بھیجتا ہے اپنی رحمت کے آگے خوشخبری سناتی"۔ (ان آیات میں لفظ بین یدیہ بارش کے قریب ہونے پر دلالت کرتا ہے)

(۲۴) فی الاعراف "لاٰتینھم من بین ایدیھم ومن خلفھم وعن ایمانھم وعن شمائلھم"[5] فلابد للموسوس من القرب والعیاذ باللہ تعالٰی۔

(۲۴) اعراف میں "ہم ان پر آئیں گے ان کے آگے ان کے پیچھے اور دائیں بائیں۔ اس آیت میں شیطانوں کے وسوسہ کا بیان ہے جس کے لئے ان کا ان لوگوں کے قریب ہونا ضروری ہے جن کو وسوسہ دیں گے اس سے خدا کی پناہ) ✓

---

[1] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۴۶/ ۲۱ اصح المطابع دہلی ص ۴۱۸

[2] القرآن الکریم ۷/ ۵۷

[3] " " ۲۵/ ۴۸

[4] " " ۲۷/ ۶۳

[5] " " ۷/ ۱۷

www.alahazratnetwork.org

(۲۵) فی الرعد "لہ معقبٰت من بین یدیہ ومن خلفہ"[۱] فان شان الحافظ القرب۔

(۲۵) سورہ رعد میں "اس کے نگران اس کے آگے پیچھے ہیں"۔ اس آیت میں نگرانی کا ذکر ہے جو قریب سے ہوتی ہے۔

(۲۶) فی سبا "افلم یروا الٰی مابین ایدیھم وماخلفھم من السماء والارض"[۲] یرید سماء الدنیا المرئیۃ لنا الاقرب الینا۔

(۲۶) سورہ سبا میں "تو کیا انھوں نے نہ دیکھا جو ان کے آگے اور پیچھے ہے آسمان و زمین"۔

اس آیت میں سماء سے مراد آسمانِ دنیا ہے جو نسبۃً ہم سے قریب ہے اور ہم پر سایہ فگن ہے۔

(۲۷) فیہا "ومن الجن من یعمل بین یدیہ باذن ربہ (الٰی قولہ عزوجل) یعملون لہ مایشاء من محاریب وتماثیل وجفان کالجواب وقدور راسیٰت"[۳]

فان المقصود من العمل بین یدی الملک ان یکون بمرأی منہ علٰی وفق مایشاء۔

(۲۷) اسی میں ہے "اور جنوں میں سے وہ جو اس کے آگے کام کرتے اس کے رب کے حکم سے، اس کے لئے بناتے جو وہ چاہتا اونچے اونچے محل اور تصویریں۔ اور بڑے بڑے حوضوں کے برابر لگن اور لنگردار دیگیں"۔

اس آیت میں بادشاہ کے حسبِ مرضی کام کرنیوالوں کے اس کے سامنے ہونے سے مراد اس کی نگاہ میں ہونا ہے۔

(۲۸) فیہا "وما بصاحبکم من جنۃ ان ھو الا نذیر لکم بین یدی عذاب شدید"[۴] دل علٰی قرب القیامۃ۔

(۲۸) اسی میں "تمھارے ان صاحب میں جنون کی کوئی بات نہیں، وہ تو نہیں مگر تمھیں ڈر سنانے والے ایک سخت عذاب کے آگے"۔

اس میں لفظ بین یدی قیامت کے قرب پر دلالت کرتا ہے۔

---

[۱] القرآن الکریم ۱۳/ ۱۱
[۲] " " ۳۴/ ۹
[۳] " " ۳۴/ ۱۲ و ۱۳
[۴] " " ۳۴/ ۴۶

www.alahazratnetwork.org

(۲۹) فی یٰسٓ "وجعلنا من بین ایدیهم سدًّا ومن خلفهم سدًّا"[1] هٰذا علی الاتصال الحقیقی لیورث العمٰی والعیاذ باللہ تعالٰی۔

(۲۹) سورہ یٰسٓ میں "ہم نے ان کے آگے ایک دیوار بنادی اور ان کے پیچھے ایک دیوار"۔ یہاں لفظ بین ایدی اتصال حقیقی کے لئے ہے تاکہ نابینائی پیدا ہو۔ (پناہ بخدا)۔

(۳۰) وفیها "(واذا قیل لهم اتقوا مابین ایدیکم" من عذاب الدنیا کغیرکم (وما خلفکم)[2] من عذاب الاٰخرة (جلال)[3]۔

(۳۰) اسی میں ہے "جب ان سے کہا گیا کہ سامنے اور پیچھے کے عذاب سے بچو"۔ یعنی دوسروں کی طرح کہا گیا کہ عذاب دنیا اور عذاب آخرت سے بچو۔ (جلالین)

(۳۱) فی حٰمٓ سجدة (وقیضنا لهم قرناء فزینوا لهم مابین ایدیهم من امر الدنیا و اتباع الشهوات (وما خلفهم)[4] من امر الاٰخرة۔ (جلال)[5]

(۳۱) حٰمٓ سجدہ میں "اور ہم نے ان پر کچھ ساتھی تعینات کئے، انھوں نے انھیں مزین کردیا جو ان کے آگے اور جو ان کے پیچھے ہے"۔ مابین ایدیهم سے مراد امورِ دُنیا اور شہوتوں کی اتباع اور خلفهم سے مراد امور آخرت۔ (جلالین)

(۳۲) فی الحجرات: "یٰایها الذین اٰمنوا لاتقدموا بین یدی اللہ ورسوله"[6]، فان المفاد النهی عن قطع امر قبل حکم اللہ ورسوله و تصویر

(۳۲) سورہ حجرات میں "اے ایمان والو! اللہ ورسول پر سبقت نہ کرو"۔ اس آیت میں نفی کا مفاد حکم خدا ورسول سے پہلے کسی امر کے فیصلہ کی ممانعت ہے۔ اور اسکی شناعت

---

[1] القرآن الکریم ۳۶/۹
[2] القرآن الکریم ۳۶/۴۵
[3] جلالین تحت الآیۃ ۳۶/۴۵ اصح المطابع دہلی ص ۳۷۰
[4] القرآن الکریم ۴۱/۲۵
[5] جلالین تحت الآیۃ ۴۱/۲۵ اصح المطابع دہلی ص ۳۹۸
[6] القرآن الکریم ۴۹/۱

www.alahazratnetwork.org

شناعۃ ھذا المحسوس وھو تقدم العبد علٰی مولاہ فی المسیر و انما یستھجن من قرب ما۔

کو محسوس کے ساتھ مثل کرکے دکھایا گیا۔ اگر چلنے میں غلام آقا سے آگے چلے تو بُرا ہے اور یہ بُرائی قُرب کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔

(۳۳) فی الحدید "یوم تری المؤمنین والمؤمنٰت یسعٰی نورھم بین ایدیھم و بایمانھم"[1] "کلمۃ "یسعٰی" تدل علٰی ارادۃ ما ینورلھم فالمدلول القرب اما النور فمتصل حقیقۃ۔

(۳۳) سورہ حدید میں "اس دن تم دیکھو گے کہ مومن مردوں اور عورتوں کا نور ان کے آگے اور دائیں چلے گا"۔ یہاں کلمہ "یسعٰی" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آگے اور دائیں سے مراد وہ جگہ ہے جو ان کے لئے روشن کی گئی ہے، تو یہاں بین یدیہ سے مراد قرب ہے اور نور تو مومنوں سے متصل ہی ہوگا۔

(۳۴) فی المجادلۃ "یایھا الذین اٰمنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوٰنکم صدقۃ"[2]

(۳۴) سورہ مجادلہ میں ہے: "اے ایمان والو! رسول کریم سے بات کرنا چاہو تو اس سے پہلے صدقہ پیش کرو۔"

(۳۵) فیھا "أ اشفقتم ان تقدموا بین یدی نجوٰنکم صدقٰت"[3]

فان المقصود تعظیم الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولا یظھر الا بالقرب۔

(۳۵) اسی میں ہے: "بات چیت سے قبل صدقہ پیش کرنے سے ڈر رہے ہو۔"

ان دونوں آیتوں میں مراد تعظیم رسول ہے تو یہ قُرب سے ہی ظاہر ہوگی۔

(۳۶) فی الممتحنۃ (ولا یاتین ببھتان یفترینہ بین ایدیھن و ارجلھن)[4] ای بولد ملقوط ینسبنہ الی الزوج

(۳۶) سورہ ممتحنہ میں ہے: "ایسا بہتان نہ لائیں جسے تم نے اپنے ہاتھوں اور پیروں کے بیچ گاڑا ہو۔" وہ لڑکا جو دوسرے کا ہو

---

[1] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۲

[2] " " ۵۸/ ۱۲

[3] " " ۵۸/ ۱۳

[4] " " ۶۰/ ۱۲

www.alahazratnetwork.org

ووصف بصفت الولد الحقیقی فان الامرا ذا وضعتہ سقط بین یدیھا ورجلیھا اھ (جلالین)[1] فھذا علی الحقیقۃ الترکیبیۃ۔

عورت اس کو اپنے شوہر کی طرف منسوب کرے اور اس کو شوہر کا حقیقی لڑکا بتائے۔ تو عورت جب بچہ جنے گی تو وہ حقیقتاً اس کے پاؤں اور ہاتھوں کے بیچ میں ہوگا اھ تو یہاں بین یدیہ کے معنی حقیقی ترکیبی مراد ہیں۔

(۳۷) فی التحریم، نورھم یسعٰی بین ایدیھم و بایمانھم[2]

(۳۷) سورہ تحریم میں "ان کا نور انکے آگے آگے اور دائیں چل رہا ہوگا"۔

(۳۸) فی الجن (عٰلم الغیب فلا یظھر علٰی غیبہ احدا الا من ارتضٰی من رسول فانہ یسلک[3]) یجعل ویسیر (من بین یدیہ) ای الرسول (ومن خلفہم رصدًا) ملئکۃ یحفظونہ حتی یبلغہ فی جملۃ الوحی (جلالین)[4] ھٰذہٖ واضحات۔

(۳۸) سورہ جن میں "اللہ تعالٰی عالم الغیب ہے وہ اپنے غیب پر اپنے پسندیدہ رسولوں کے سوا کسی کو مطلع نہیں کرتا ان رسولوں کے آگے پیچھے نگران چلتے ہیں"۔ یعنی فرشتے جو وحی کی تبلیغ تک ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ سب آیات واضح ہیں۔

ومنھا "فجعلنٰھا نکالا لما بین یدیھا وما خلفھا"[5] علی الاظھر الاشھر ای الامم التی فی زمانھا و

اسی سے ہے "ہم نے (اس بستی) کا یہ واقعہ اس کے آگے اور پیچھے والوں کیلئے عبرت کردیا" مشہور اور ظاہر یہی ہے کہ ما بین یدیہ اور خلفہ سے مراد وہ امتیں

---

[1] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۶۰/۱۲ اصح المطابع دہلی ص ۵۸۴

[2] القرآن الکریم ۶۶/۸

[3] " " ۷۲/۲۶ و ۲۷

[4] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۷۲/۲۶ و ۲۷ اصح المطابع دہلی ص ۴۷۷

[5] القرآن الکریم ۲/۶۶

www.alahazratnetwork.org

بعدھا (جلال[1]) اولما بحضرتھا من القری وما تباعد عنھا۔ او لاھل تلک القریۃ وما حوالیھا (بیضاوی[2])

وکذا "اذ جاءتھم الرسل من بین ایدیھم ومن خلفھم[3]"، علی معنی اتوھم من کل جانب وعملوا فیھم کل حیلۃ اھ (مدارک[4])

ہیں جو اس زمانہ میں تھیں اور ان کے بعد میں (جلالین) یا جو دیہات قریب تھے اور وہ جو دور تھے یا ان دیہاتوں والے (بیضاوی)

ایسا ہی آیت مبارکہ "جب اللہ تعالٰی کے بھیجے فرشتے آئے ان کے آگے اور پیچھے" اس آیت کے معنٰی یہ ہیں فرشتے ان کے پاس ہر طرف سے آئے اور ان کے ساتھ ہر طرح کے حیلے برتے (مدارک)

واما تفسیر ائمۃ اللغۃ والتفسیر، ففی الصحاح والقاموس، ثم مختار الصحاح وتاج العروس وغیرھا "بین یدی الساعۃ" ای قدامھا[5] اھ، وفی الصراح "بین یدی پیش روے او[6]" وفی التاج "یقال بین یدیک لکل شیئ امامک[7]" اھ وفی معالم التنزیل من الحجرات "معنی بین الیدین الامام والقدام[8]"۔ و

ائمہ تفسیر ولغت کا بیان یہ ہے، صحاح، قاموس، مختار الصحاح، تاج العروس وغیرہ میں بین یدی الساعۃ کے معنی قیامت سے پہلے، اور صراح میں آگے جانے والے۔ اور تاج العروس میں ہے کہ بین یدیک ہر اس چیز کو کہا جائے گا جو تمہارے آگے ہو۔ معالم التنزیل تفسیر سورہ حجرات میں بین الیدین کے معنی آگے ہے۔ اور

---

[1] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ٢/٦٦ اصح المطابع دہلی ص ١١

[2] انوار التنزیل (تفسیر بیضاوی) " " دار الفکر بیروت ١/٣٣٨

[3] القرآن الکریم ٤١/١٤

[4] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) " " دار الکتب العربی بیروت ٤/٩٠

[5] تاج العروس فصل الیاء من باب الواو والیاء (یدی) احیاء التراث العربی بیروت ١٠/٤١٩

[6] صراح باب الواو والیاء فصل الیاء مطبع مجیدی کانپور ص ٥٩٨

[7] تاج العروس فصل الیاء من باب الواو والیاء "یدی" احیاء التراث العربی بیروت ١٠/٤١٩

[8] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ٤٩/١ دار الکتب العلمیۃ بیروت ٤/١٨٦

www.alahazratnetwork.org

فی الخازن من اٰل عمران "مابین یدیه فهو مما امامه[۱] اھ" وفی ابی السعود[۲] والفتوحات الالٰہیة[۳] من یونس علیه الصلٰوۃ والسلام "بین یدیه ای امامه[۴] اھ"۔ وفی الجلال من الرعد "بین یدیه قدامه[۵] اھ" وفیه من مریم "ما بین ایدینا ای امامنا[۶] اھ" وفیه وفی غیرہ من البقرۃ وغیرھا "مصدقا لما بین یدیه قبله من الکتب[۷]"۔ ثم فی الانموذج الجلیل تحت الکریمة السادسة والعشرین "ما بین یدی الانسان ھو کل شیئ یقع نظرہ علیه من غیر ان یحول وجھه الیه[۸] اھ۔" وفی الکرخی ثم الفتوحات الالٰہیة ایضا تحتھا "من المعلوم ان ما بین یدی الانسان ھو کل ما یقع نظرہ علیه من غیر ان یحول وجھه الیه[۹] اھ۔" وفی تکملة مجمع البحار "فعلته بین یدیك ای بحضرتك[۱۰] اھ۔"

خازن[۹] میں بین یدیه کے معنی جو اس کے آگے ہو۔ تفسیر[۱۰] ابو سعود اور فتوحات الٰہیہ میں سورۂ یونس علیہ السلام میں بین یدیه کے معنٰی "اس کے آگے"۔ اور جلالین[۱۱] میں سورہ رعد کے لفظ بین یدیه کے معنٰی "اس کے آگے"۔ اسی[۱۲] میں سورہ مریم کے لفظ ما بین ایدینا کے معنی ہمارے آگے۔ اسی[۱۳] میں اور دیگر تفاسیر[۱۴] میں سورہ بقرہ اور دیگر سورتوں کے لفظ مصدقا لما بین یدیه کے معنی اس سے پہلے کی کتابیں۔ انموذج[۱۵] جلیل میں ۲۶ویں آیت کے تحت ہے، ما بین یدی الانسان ہر وہ چیز جس پر انسان کی نظر چہرہ پھیرے بغیر پڑے۔ کرخی[۱۵] اور فتوحات[۱۶] الٰہیہ میں اسی آیت کے تحت ہے، انسان کے ما بین یدیه وہ چیز ہے جس پر اسکی نظر چہرہ پھیرے بغیر پڑے۔ تکملہ[۱۷] مجمع البحار میں ہے، فعلته بین یدیك کا ترجمہ "میں نے اس کو تیرے حضور میں کیا"۔

---

[۱] لباب التاویل (تفسیر الخازن) تحت الآیة ۳/۳ دار الکتب العلمیة بیروت ۱/۲۲۴
[۲] الفتوحات الالٰہیة (تفسیر الجمل) .... ۱۰/۳۷ دار الفکر بیروت ۲/۳۰۳
[۳] تفسیر جلالین تحت الآیة ۱۳/۱۱ اصح المطابع دہلی ص ۲۰۱
[۴] " " " ۱۹/۶۴ " " " ص ۲۵۸
[۵] " " " ۲/۹۷ " " " ص ۱۵
[۶] الانموذج الجلیل
[۷] الفتوحات الالٰہیة (تفسیر الجمل) تحت الآیة ۹/۳۴ المصطفٰی البابی حلبی مصر ۳/۴۶۱
[۸] تکملہ مجمع بحار الانوار حرف الیاء "ید" مکتبہ دار سعودی عرب ۵/۲۳۱

www.alahazratnetwork.org

وفی عنایۃ القاضی من اٰیۃ الکرسی "اطلاق مابین ایدیھم علی امور الدنیا لانھا حاضرۃ والحاضر یعبر عنہ بذٰلک ۔ وامور الاٰخرۃ مستترۃ کما یستتر عنک ما خلفک[۱] اھ"۔

[۱۸] اور عنایۃ القاضی میں آیۃ الکرسی کے مابین یدیہ کے معنی لکھے ہیں کہ مابین یدیہ کا اطلاق امورِ دنیا پر ہے کہ وہ تمہارے سامنے ہیں ۔ اور حاضر کی تعبیر مابین یدیہ سے کی جاتی ہے ۔ اور امورِ آخرت تم سے پوشیدہ ہیں جیسے وہ چیز تمہارے پیچھے ہو ۔

وفی الجمل منھا "مابین ایدیھم) ای ماھو حاضر مشاھد لھم[۲] اھ"۔

[۱۹] اور جمل میں اسی آیت کی تفسیر میں مابین ایدیھم کے معنی "جو حاضر و مشاہد ہو" لکھے ہیں

وفی الخطیب الشربینی ثم الجمل (بین یدی اللہ ورسولہ) معناہ بحضرتھما لان ما یحضرہ الانسان فھو بین یدیہ ناظر الیہ[۳] الخ"۔ ویاتی تمامہ۔

خطیب شربینی اور جمل میں بین یدی اللہ ورسولہ کے معنی "ان دونوں کے حضور" کے ہیں کہ جو آدمی کے پاس ہو وہ بین یدیہ ہے، اور آدمی اس کو دیکھنے والا ہے ۔ (پوری بات آگے آرہی ہے)

فاستبان لک بالقراٰن العظیم والحدیث ونصوص ائمۃ القدیم والحدیث ان لادلالۃ اصلا لقول الفقہاء "یوذن بین یدی الخطیب" علی کون الاذان داخل المسجد فضلا عن کونہ لصیق المنبر۔

تو قرآن عظیم، احادیثِ کریمہ اور قدیم وجدید ائمہ کی نصوص سے ظاہر ہوگیا کہ قول فقہاء "یوذن بین یدی الخطیب" کی دلالت مسجد کے اندر ہونے پر بھی نہیں چہ جائیکہ منبر کے پاس ہو۔

فاوّلاً، لایتعین فی افادۃ القرب کما یظھر من عشرین

اوّلاً لفظ "بین یدیہ" افادہ قرب میں متعین نہیں، جیسا کہ پہلے ذکر کی ہوئی بیس

۱؎ عنایۃ القاضی حاشیۃ الشہاب علی تفسیر البیضاوی تحت الآیۃ ۲/۲۵۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۵۸۰
۲؎ الفتوحات الالٰہیۃ (تفسیر الجمل) تحت الآیۃ ۲/۲۵۵ المصطفی البابی حلبی مصر ۱/۲۰۴
۳؎ " " " ۱/۴۹ " ۴/۱۷۳
السراج المنیر (تفسیر الشربینی) " " نولکشور لکھنؤ ۴/۶۰

www.alahazratnetwork.org

اٰیۃ تلوناھا اولاً ومما ذکرنا من کتب اللغۃ والتفسیر سابقاً فانما غرضھم افادۃ ان السنۃ فی ھذا الاذان محاذاۃ الخطیب کما قال فی النافع شرح القدوری اذن المؤذنون بین یدی المنبر) ای فی حذائہ[1] فھذا ھو المقصود بالافادۃ ھٰھنا اما ان الاذان لایکون فی جوف المسجد ولا بعیدا عنہ بل فی حدودہ و فنائہ فمسألۃ اخری معلومۃ فی محلھا وبھا تتعین محل ھٰذہ المحاذاۃ کما قدمنا۔

وثانیاً سلمنا القرب فھو امر اضافی وقرب کل شیئ بحسبہ الا تری۔

(۱) الی الاٰیۃ الحادیۃ والعشرین دلت علی قرب المطر لکن لیس ان تھب الریاح فینزل بل کما قال عزوجل "حتی اذا اقلت سحاباً ثقالاً سقنٰہ لبلد میت فانزلنا بہ الماء"[2]

(۲) فی السادسۃ والعشرین

آیتوں سے ظاہر ہوا۔ اور پہلے ذکر کئے ہوئے ائمۂ لغت وتفسیر کی تصریحات سے ظاہر ہوا، فقہاء کی غرض تو یہ بیان کرنا ہے کہ اس اذان میں مسنون خطیب کا سامنا ہے۔ جیسا کہ نافع شرح قدوری کی عبارت سے ظاہر ہے کہ "جب مؤذنین خطیب کے سامنے اذان دے لیں" فقہاء کو اس عبارت سے صرف سامنا بتانا ہے یہ بات کہ اذان جوفِ مسجد میں نہ ہو نہ مسجد سے دُور ہو بلکہ مسجد کے حدود واطراف میں ہو، یہ ایک دوسرا مسئلہ ہے جس کو باب الاذان میں بیان کیا گیا ہے اور اس دوسرے مسئلہ سے سامنے کی دوری متعین ہوتی ہے۔

ثانیاً اور اگر "بین یدیہ" کے معنی قریب تسلیم بھی کرلئے جائیں تو قرب ایک امر اضافی ہے ہر چیز کا قرب اسی کے حساب سے ہوگا۔

(۱) دیکھو اکیسویں آیت میں "بین یدیہ" کے معنی بارش قریب ہونے کے ہیں، لیکن ایسا نہیں کہ ہوا چلی اور بارش آئی، بلکہ اس طرح جیسا قرآن عظیم میں ہے: "ہوا نے بادل کو اٹھالیا تو ہم نے اسے خشک علاقہ کی طرف روانہ کیا تو اس سے بارش ہوئی۔"

(۲) ۲۲ ویں آیت میں آسمان کو

---

[1] نافع شرح القدوری

[2] القرآن الکریم ۷/۵۷

www.alahazratnetwork.org

جعل السماء بین اید ینا و بینھا و بینہا مسیرۃ خمسمائۃ سنۃ ۔ وھذا ترجمان القراٰن علامۃ الکتاب من افصح العرب واعلمہا باللسان عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما یقول فی تفسیر اٰیۃ الکرسی یعلم ما بین ایدیھم یرید من السماء الی الارض وما خلفھم یرید فی السمٰوٰت (رواہ الطبرانی[1] فی کتاب السنۃ) ۔

ہمارے قریب (بین یدیہ) بتایا) اور وہ ہم سے پانچ سو برس کی راہ کی دُوری پر ہے ۔ حضرت ترجمان القرآن، علامۃ الکتاب، افصح العرب اور اعلم القوم باللسان سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آیۃ الکرسی کے "یعلم ما بین ایدیھم" کے معنی "زمین سے آسمان تک" بتائے، اور ما خلفھم کے معنی "آسمان" متعین فرمائے (طبرانی نے اسے کتاب السنہ میں روایت کیا)

(۳) وفی السابعۃ والعشرین ذکر عمل الجن بین یدی سیدنا سلیمٰن وھٰؤلاء الجن ھم الشیاطین کما قال تعالٰی، والشیاطین کل بناء وغواص[2] وما کان لھم ان یدخلوا الحضرۃ السلیمانیۃ لیعملوا اثمہ محاریب وتماثیل وجفان کالجواب وقدور راسیات تکفی واحدۃ منہا الف رجل ۔

(۳) ۲۷ ویں آیت میں کہا گیا کہ جن حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے (بین یدیہ) چیزیں بناتے تھے حالانکہ وہ شیاطین تھے، حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں داخل ہو کر وہ عظیم الشان عمارتیں، مجسّے اور میدانوں کی طرح وسیع وعریض لگن، بڑی بڑی دیگیں کہ ایک ہزار آدمیوں کے کھانے کو کافی ہوں نہ بنا ہی نہیں سکتے تھے ۔

وروی ابن ابی حاتم فی تفسیرہ عن سیدنا سعید بن جبیر قال" کان یوضع لسلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام ثلثمائۃ الف کرسی فیجلس مومنو الانس مما یلیہ ومؤمنو الجن من ورائھم[3] اھ ۔

ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں تین لاکھ کرسیاں بچھائی جاتیں جن پر مومن انسان بیٹھتے، ان کے پیچھے مومن جن ہوتے، تو شیطان توان

---

[1] الدر المنثور بحوالہ الطبرانی فی السنۃ تحت الآیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۱۹

[2] القرآن الکریم ۳۸/ ۳۷

[3] تفسیر القرآن العظیم تحت الآیۃ ۲۷/ ۱۶ حدیث ۱۶۱۹۰ مکتبہ نزار مصطفٰی الباز مکۃ المکرمۃ ۹/ ۲۸۵۵

www.alahazratnetwork.org

فما کانت الشیاطین الّا وراء کل ذٰلك۔

(۴) وفی الثامنة والعشرین ارشد الٰی ان بعثة نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بقرب القیامة کما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعثت انا والساعة کھاتین (رواہ احمد والشیخان عن سھل بن سعد وھم والترمذی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنھما) وقد امھل اللہ الامة المرحومة الٰی وقتنا ھذا الفا وثلثمائة وخمسا اربعین سنة وسنزید والحمد للہ الحمید ولم ینافِ ذٰلك الاٰیة ولا قوله صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعثت بین یدی الساعة بالسیف حتی یعبد اللہ تعالٰی وحدہ لاشریك له (رواہ احمد والبویعلی والطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنه وعلقه البخاری)۔

(۵) الانجیل بین یدی القراٰن وبینھما فی النزول اکثر من ستمائة

13

سب کے بعد میں ہی ہوں گے۔

(۴) اٹھائیسویں آیت میں ارشاد فرمایا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بعثت قیامت کے قریب ہے۔ خود حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا: میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح ساتھ ساتھ مبعوث کئے گئے (احمد و شیخان نے سہل بن سعد سے اور ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کو روایت کیا) اور اللہ تعالٰی نے آج ۱۳۴۵ھ تک امتِ مرحومہ کو مہلت دی، اور اس کے بعد بھی یہ امت باقی رہے گی۔ اس کے باوجود یہ مہلت نہ تو آیت کریمہ کے منافی ہے نہ حدیث مقدس کے۔ آپ کی حدیث ہے کہ مجھے قیامت کے قریب تلوار دے کر بھیجا گیا تاکہ لوگ ایک خدا کو پوجیں (احمد و ابو یعلٰی اور طبرانی نے کبیر میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس حدیث کو سند حسن کے ساتھ روایت کیا)۔

(۵) انجیل "بین یدی القراٰن" ہے۔ اور ان دونوں کے بیچ میں چھ سو سال

لہ صحیح البخاری کتاب الرقاق باب قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعثت انا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۶۳
صحیح مسلم کتاب الفتن باب قرب الساعة قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۴۰۶
مسند احمد بن حنبل عن انس بن مالک ۳/ ۱۲۴، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۹۳، ۲۳۷ و ۲۷۵
سلہ " " " عن عبد اللہ بن عمر المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۵۰ و ۹۲

www.alahazratnetwork.org

سنة والتوراة بين يدى الانجيل و بين عيسٰى وموسٰى على مافى الجمل الف وتسعمائة وخمس وسبعون سنة وكذا هى بين يدى الفرقان وبين نزوليهما نحو من ثلثة الاف سنة۔

سے زائد کا فاصلہ ہے۔ اور توریت انجیل کے "ما بین یدیہ" ہے ان دونوں کے درمیان حسب روایتِ جمل انیس سو پچھتر (۱۹۷۵) سال کا فاصلہ ہے۔ اور یونہی توراۃ قرآن کے بھی "بین یدیہ" ہے تو توریت و قرآن شریف کا فاصلہ لگ بھگ تین ہزار سال کا ہوا۔

(۶) لا یرتاب احد ان المواجه المغرب حین تدلت الشمس للغروب ان یقول "ان الشمس بین یدی" وبالفارسیة "آفتاب پیش روئے من است" او بالهندیة "سورج میرے منہ کے سامنے ہے۔" مع ان بینهما مسیرة ثلثة الاف سنة، وكذا یقول للثریا اذا واجهها و بینهما مسیرة ثمانیة الاف سنة۔

(۶) یہ بات یقینی ہے کہ غروبِ آفتاب کے وقت پچھم کی طرف رُخ کرکے کھڑا ہونیوالا عربی میں کہتا ہے: "الشمس بین یدی"۔ اور فارسی میں کہتا ہے: "آفتاب پیش روئے من است"۔ اور ہندی میں کہتا ہے "سورج میرے مُنہ کے سامنے ہے۔" حالانکہ ان دونوں کے درمیان تین ہزار سال کی مسافت ہے۔ اور یہی بات ثریا کی طرف رُخ کرکے بھی کہتا ہے جبکہ اس کے اور ثریا کے درمیان آٹھ ہزار سال کی راہ ہے۔

(۷) فی الکریمة التاسعة والعشرین ارید الاتصال الحقیقی لان العمی لا یحصل الا بذلك فظهر ان القلب المدلول بلفظ بین یدیه له عرض عریض منبسط من الاتصال الحقیقی الی مسیرة ثمانیة الاف سنة۔ وانما اصله الحاضر المشهود والاختلاف لاختلاف المحل والمقصود، فمثلا

(۷) انتیسویں آیت میں لفظ "بین یدیہ" سے مراد اتصالِ حقیقی ہے اس لئے کہ اندھا پن بے اس کے متحقق نہیں ہوسکتا۔ تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ لفظ بین یدیہ کے مدلول کی جولان گاہ اتصالِ حقیقی سے شروع ہوکر آٹھ ہزار سال کی مسافت تک پھیلی ہوئی ہے۔ تو اس کی اصل حاضر و مشہود کے لئے ہے۔ اور محل و مقصود کے لحاظ سے اس حضور میں اختلاف ہوسکتا ہے مثلاً

www.alahazratnetwork.org

(۱) الثریا تری من مسیرۃ کذا (۲) الشمس من کذا (۳) السماء من مسیرۃ خمسمائۃ سنۃ فکان ھی القرب فیہا (۴) وفی العملۃ من حیث یرون فلا یفترو اولا یزیغوا (۵) المصلی ماموربقصر نظرہ علٰی موضع سجودہٖ فہذا ھو موضع شہودہٖ فلن یکن المروربین یدیہ الا اذا مر بحیث لوصلی صلٰوۃ الخاشعین یقع علیہ نظرہ وھو المراد بموضع سجودہ کما افادہ المحققون (۶) فی قولک جلست بین یدیہ یحتاج الٰی قرب اکثر مما یفید مجرد الابصار فانہ یکون للمکالمۃ والسمع اقصر مدی من البصر والیہ اشاروا فی الکشاف والمدارک والشربینی وغیرھا بقولھم "حقیقۃ قولھم جلست بین یدی فلان ان یجلس بین الجہتین المسامتتین لیمینہٖ وشمالہ قریبًا منہ فسمیت الجہتان یدین لکونھما علٰی سمت الیدین مع القرب منھما توسعا کما یسمّی الشیئ باسم غیرہ اذا

(۱) ثریا اتنی دور سے (۲) اور سورج اتنی دور سے (۳) اور سیارے پانچ سو برس کی راہ سے، تو ان اشیاء میں یہ قریب کہا جائے گا (۴) اور مزدوروں میں اتنی دور سے کہ نگرانی ہوسکے، مزدور سست نہ پڑیں اور کھسک نہ سکیں (۵) اور مصلی کو حکم ہے کہ وہ اپنی نگاہ موضع سجود پر رکھے، تو اس کے موضع سجود میں اتنی ہی دوری اصل ہے، اور مصلی کے سامنے سے گزرنا تبھی کہا جائے گا جب گزرنے والا خشوع کے ساتھ نماز پڑھنے والے کی نگاہ کی زد میں آئے، اور یہ موضع سجود ہی ہے جس کی محققین نے تصریح کی ہے (۶) مقولہ "جلست بین یدیہ" میں مراد حدود بصر سے بھی کم اور محدود دائرہ ہوگا کہ یہ بیٹھنا بات چیت کیلئے ہے جس کا تعلق سماع سے ہے اور سماع کا دائرہ بصر کے دائرہ سے بھی محدود و مختصر ہے۔ چنانچہ کشاف، مدارک اور شربینی وغیرہ کے مصنفین نے اسی امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا قول "جلست بین یدی فلان کی حقیقت یہ ہے کہ دائیں بائیں کی دو متقابل جہتوں کے بیچ میں فلاں کے قریب بیٹھا جائے، ان دونوں جہتوں کو دو ہاتھ سے تعبیر کیا کہ یہ جہتیں انھیں دونوں ہاتھوں پر ان سے قریب ہیں، اور یہ مجازًا ہے جیسا کہ دو پاس والی چیزوں میں ایک کا نام دوسری کو

www.alahazratnetwork.org

جاوزه[1] اھ"۔

وھذا ھو تمام عبارۃ الخطیب الموعود قلت۔

تنبیہ: وفی قولھم اولا حقیقۃ قولھم و اٰخرا توسعا اشارۃ الی ماقدمت من انہ مجاز باعتبار معانی الاجزاء التفصیلیۃ حقیقۃ باعتبار الاجمال۔

(۷) یرید رجل قراءۃ القراٰن العظیم وھو محدث فیقول لعبدہ قم بالمصحف بین یدی فیدل علی القرب بحیث یمکنہ القراءۃ منہ ویختلف باختلاف نظرہ حدیدا او کلیلا واختلاف خط المصحف دقیقا وجلیلا۔

وھذا ما قالوا فی مصحف موضوع بین یدی المصلی، او رحل وھو لا یحمل ولا یقلب انما یقرأ منہ بالنظر فیہ لاتفسد فی الصلٰوۃ عندھما، وعندہ تفسد۔ کما فی الھندیۃ[2] وغیرھا۔

دے دیا جاتا ہے اھ۔

(خطیب شربینی کی یہی عبارت ہے جس کا ہم نے وعدہ کیا تھا)

تنبیہ: اس عبارت میں اس معنی کو شروع میں حقیقی کہا اور بعد میں مجازی قرار دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اجزائے تفصیلی کے معنی کے لحاظ سے تو یہ مجاز ہے اور اجمال کے لحاظ سے معنی حقیقی۔

(۷) ایک شخص قرآن کریم پڑھنا چاہتا ہے مگر خود بے وضو ہے، تو وہ اپنے خادم سے کہتا ہے میرے سامنے قرآن عظیم لے کر بیٹھ جاؤ۔ تو یہاں قریب سے ایسا قرب مراد ہوگا کہ پڑھنا ممکن ہو۔ اور یہ قرب تیز نگاہی اور ضعفِ بصارت کے اعتبار سے مختلف ہوگا۔ اور تحریر کے جلی اور خفی ہونے کے لحاظ سے بھی متعدد ہوگا۔

اور یہی بات مشائخ نے اس مصحف شریف کے بارے میں کہی جو نمازی کے سامنے رکھا ہوا ہے یا رحل میں ہے، نمازی نہ تو اُسے اٹھاتا ہے اور نہ ہی ورق الٹتا ہے بلکہ فقط اُس کو دیکھتا ہے اور قراءت کرتا ہے تو صاحبین کے نزدیک اسکی نماز فاسد نہ ہوگی جبکہ امام اعظم کے نزدیک فاسد ہوجائیگی جیسا کہ ہندیہ وغیرہ میں ہے۔

---

[1] تفسیر الکشاف تحت الآیۃ ۴۹/۱ دار الکتاب العربی بیروت ۴/۵۰ - ۳۴۹
مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) " " " " " " " ۴/۱۶۵
السراج المنیر (تفسیر الشربینی) " " نولکشور لکھنؤ ۴/۶۰

[2] الفتاوی الہندیۃ کتاب الصلوٰۃ الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۰۱

www.alahazratnetwork.org

(۸) تضع شیئا بین یدی احد لأکله فهذا علٰی ما تصل یده الیه لحدیث البخاری عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما ۔ جئت بقلیل رطب فوضعته بین یدی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاکله[1]

(۸) تم کسی کے آگے کچھ کھانے کے لیے رکھ دو تو یہ اسی حد تک ہوگا جہاں تک اُس کا ہاتھ پہنچ جائے جیسا کہ حدیث بخاری جو سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ "میں تھوڑی سی تر کھجوریں لایا اور حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آگے رکھ دیں جنھیں آپ نے تناول فرمایا۔"

(۹) مقابلان علٰی صحفة یاکلان منہا فیأخذ احد منہما شیئا منہا و یضع بین یدی صاحبه فهذا علٰی جانب الصحفة الذی یلی صاحبه لحدیث البخاری عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه فجعلت اتتبع الدباء واضعه بین یدیه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم[2]

(۹) دو شخص آمنے سامنے بیٹھ کر ایک پیالے میں کھا رہے ہوں اور ان میں سے ایک شخص پیالے سے کوئی شَے لے کر اپنے ساتھی کے آگے رکھتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پیالے کی اس جانب رکھتا ہے جو اس کے ساتھی کے قریب ہے جیسا کہ حدیث بخاری جو سیدنا انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ میں کدو تلاش کرنے لگا اور اسے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آگے رکھنے لگا۔

(۱۰) جعلنا من بین ایدیہم سدا[3] علی الاتصال الحقیقی کما علمت۔

(۱۰) ہم نے ان کے آگے ایک دیوار بنا دی ۔ یہ اتصال حقیقی پر محمول ہے جیسا کہ تُو نے جانا۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاطعمہ باب الرطب والتمر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۱۸

[2] " " " باب الثرید " " " " ۲/۸۱۵

[3] القرآن الکریم ۳۶/۹

www.alahazratnetwork.org

وبالجملة كل هٰذه الاختلافات انما تنشؤ من اختلاف المقامات ولا دلالة علٰى شئ منها للفظ بين يديه۔ واذا كان الامر علٰى ماوصفنا بطل الاستدلال به على الاتصال او القرب الاخص حتى يستفاد منه كون الاذان داخل المسجد فضلا عن كونه لصيق المنبر وهم المستدلون فليأتوا ببرهان ان كانوا صادقين وانّى لهم ذٰلك واذ قد عجزوا ولله الحمد فيسألونا ان نتبرع ونفيدهم ان القرب المدلول هو ان يكون ظاهرًا مشاهدا لا يحتاج معه فى رؤيته الٰى تحويل الوجه كما قدمنا التنصيص به عن الائمة هذا هو القدر المشترك والزيادة تستفاد من خصوص المقام كما علمت وهى ههنا كون الاذان فى حدود المسجد وفنائه فتم الامر وحصل النصر فظهر امر الله وهم كارهون

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قریب کے یہ مختلف معانی موارد اور مقامات کے اختلاف کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ ان معانی پر دلالت کرنے میں خود لفظ "بین یدیہ" کو کوئی دخل نہیں، اور جب صورت حال یہ ہے تو لفظ بین یدیہ سے کسی خاص قرب پر استدلال باطل ہے جس سے اذان کا منبر کے متصل یا مسجد کے اندر ہونا سمجھا جائے نہ کہ یہ حکم دیا جائے کہ اذان منبر سے لگ کر دی جائے اور چونکہ اس قرب کے مدعی وہ لوگ ہیں۔ اور لفظ بین یدیہ سے اس مدعی پر وہی لوگ استدلال کرتے ہیں تو انھیں ہی علٰحدہ سے کوئی دلیل لانی چاہیئے کہ یہاں اس لفظ سے مراد یہی قرب ہے اور یہ بھلا ان کے بس کی بات کہاں! اور وہ خود یہاں بین یدیہ کے معنی متعین کرنے سے عاجز ہوں، تو ہم سے دریافت کریں ہم تبرعًا انھیں بتاتے ہیں کہ یہاں وہی قرب مراد ہے جو اس لفظ کا مدلول ہے یعنی موجود مشاہد، جسے دیکھنے کے لئے چہرہ دائیں یا بائیں موڑنے کی ضرورت نہ پڑے۔ قرب کے تمام افراد میں یہی معنی مشترک ہے اور اس معنی پر اضافہ تو موقعہ استعمال کی خصوصیت سے مستفاد ہوتا ہے جو مسئلہ دائرہ میں مسجد کی باہری حدیں اور بیرونی صحن ہے۔ بات مکمل ہوگئی اور مسلک حق مؤید بالدلیل ہوگیا۔ اللہ تعالٰی کا

www.alahazratnetwork.org

والحمد للہ رب العلمین۔

ثالثاً ، نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الحکم العدل وما کان عہدہ فھو الفصل الو تسمع من الحدیث الصحیح ان ھذا الاذان کان یکون بین یدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی باب المسجد فعلم ان ھذا القدر من القرب ھو المراد ھٰھنا فمن زاد اونقص فقد تعدّی وظلم ای من زاد فی القرب فادخل الاذان فی المسجد بالمعنی الاول فقد تعدی فی سنۃ المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و من نقص منہ فجعل ھذا الاذان خارج المسجد بالمعانی الثلثۃ فقد ظلم ومن جعلہ داخل المسجد بالمعنیین الاٰخرین و خارج المسجد بالمعنی الاول فھو الذی بالحق حکم وحکم اللہ ورسولہ اجل و احکم جل وعز و تعالٰی و تکرم وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

نفحہ ۲ ، ظہر مما مر وللہ الحمد سفاھۃ من تشبث ھٰھنا یقول الراغب فی مفرداتہ یقول : یقال

فیصلہ ظاہر ہوگیا مگر یہ لوگ اس کو ناپسند کرتے ہیں، ہم تو اس ظہورِ حق پر اللہ تعالٰی کی حمد ہی کرتے ہیں۔

ثالثاً یہاں بین یدیہ کی حد متعین کرنے کیلئے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم حَکَمُ العدل ہیں اور جو حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عہد میں ہوتا تھا وہی حق و باطل کے درمیان امتیاز ہے جسے حدیث صحیح سے سنا جاچکا کہ حضور کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان ہوتی تھی، تو یہاں قرب کی بحکم رسول یہی حد مقرر ہوئی، اور جو اس پر اضافہ کرے یا اس میں کمی کرے وہ ظلم و تعدی کرنے والا ہے۔ پس جس نے اس قرب مروی میں اضافہ کرکے داخل مسجد کردیا تو اس نے سنّتِ رسول پر زیادتی کی، اور جس نے اس قرب میں کمی کی کہ ہر سہ معنی مسجد سے اس کو خارج کردیا اس نے بھی ظلم کیا اور جس نے دو آخری معنی کے اعتبار سے خارج مسجد کیا، اور معنی اول کے اعتبار سے داخل مسجد کیا اس نے حق کے موافق حکم کیا، اور حکم تو اللہ و رسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

نفحہ ۲ : الحمد للہ گزشتہ صفحات میں تحقیقات کے جو گلشن لہلہائے ان سے ان صاحب کی ناسمجھی ظاہر ہوگئی جنھوں نے اذان خطیب کے داخل مسجد ہونے پر مفردات امام راغب

www.alahazratnetwork.org

هذا الشیئ بین یدیك ای قریبا منك[1] اھ۔ وبکلام الکشاف والمدارك: حقیقۃ قولھم جلست بین یدی فلان[2] الخ فاولا، لا ننکران اللفظ ربما یلاحظ فیہ القرب ولکن قد علمت ان للقرب عرضا بعیدا۔

وثانیا، لو یدران الزیادۃ فی جلست بین یدیہ مستفاد من خصوص الجلوس کما بینا ولہ ایضا عرض عریض فالوزیر الاعظم والسوقی حضرا فامر السلطان بالجلوس، کلاھما یقول جلست بین یدی الملك ولکن شتان ما قرب الوزیر وقرب من فی صف النعال اولعلہ لم یجلس الاعلی عتبۃ الباب فینقلب السند علی من استند اذصدق علی من فی الباب کونہ بین یدی من فی صدر

اصفہانی کے اس قول سے استدلال کیا، کہا جاتا ہے کہ یہ چیز تمھارے سامنے ہے یعنی تم سے قریب ہے، اور کشاف اور مدارک کے مذکورہ بالا قول سے "میں فلاں کے سامنے بیٹھا الخ" اولاً ہم تو اس کا اعتراف ہی کرتے ہیں کہ لفظ بین یدیہ بسا اوقات قرب کے لئے استعمال ہوتا ہے لیکن خود قرب میں بھی تو بڑی وسعت ہے۔

ثانیاً انھیں یہ امر محسوس ہی نہ ہوا کہ یہاں لفظ بین یدیہ کے معنی مشترک حاضر و مشاہد پر قرب کی زیادتی جلوس کی خصوصیت سے مستفاد ہے پھر اس جلوس خاص کے بھی متعدد مراتب ہیں ایک بازاری آدمی اور وزیر اعظم دونوں بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں اور دونوں ہی اپنے بارے میں کہتے ہیں کہ میں بادشاہ کے پاس بیٹھا تھا، لیکن دونوں پاس میں کتنا فرق ہوتا ہے کہ وزیر بادشاہ کے ساتھ صدر میں ہوتا ہے اور عام آدمی جوتا نکالنے کی جگہ بلکہ چوکھٹ کے باہر، تو اس لفظ سے قرب پر استدلال الٹا گیا کہ دربار کے دروازہ کی چوکھٹ کے پاس بیٹھنے والا بھی صدر میں بیٹھنے

---

[1] المفردات فی غرائب القرآن الباء مع الیاء تحت اللفظ "بین" نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۶۹

[2] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الآیۃ ۴۹/۱ دار الکتاب العربی بیروت ۴/۱۶۵

تفسیر الکشاف " " " " " ۴/۳۴۹

www.alahazratnetwork.org

المجلس والمحراب۔

ثالثاً حفظت شیئا وغابت عنك اشیاء۔ ایها الراغب الی قول الراغب هل تظنه مخالفا للنصوص التی قدمنا عن ائمة اللغة وجهابذة التفسیر ام لا؟ فعلی الاول ما الذی راغبك عنهم الی من شذ وهم الجم الغفیر وعلی الثانی الم یکفك ما للحاضر المشاهد من القرب فان الرؤیة العادیة مشروطها القرب ام زعمت ان القرب حد معین لا تشکیك فیه فاذن لا یجاورك الا مثلك سفیه وهذا ربنا تبارك وتعالٰی قائلا وقوله الحق "اقتربت الساعة وانشق القمر"[1] بل قال عزوجل "اقترب للناس حسابهم وهم فی غفلة معرضون[2]" والحساب بعد قیام الساعة بنصف الیوم، والیوم کان مقداره خمسین الف سنة۔

والے کی طرح بایں یدیہ اور پاس ہے۔

ثالثاً راغب کے قول میں یہ رغبت ظاہر کرنے والوں کو کچھ یاد رہا اور کچھ بھول گئے کیونکہ مخالف نے امام راغب کے قول کے جو معنٰی بتائے وہ ان ائمہ لغت وتفسیر کے خلاف ہے یا موافق، اگر خلاف ہے تو آپ نے جمہور ائمہ لغت کی تصریحات کو چھوڑ کر امام راغب کے شاذ قول کی طرف کیوں رغبت ظاہر فرمائی، اور اگر خلاف نہیں تو حاضر ومشاہد میں جتنا قرب ہے اس پر قناعت کیوں نہیں، حالانکہ رؤیت عادیہ کے لئے قریب ہونے کی شرط لابدی ہے، یا تم قرب کی ایک متعین حد مانتے ہو اور اسے کلی مشکک نہیں مانتے۔ پھر تو آپ کا جواب آپ کے جیسا ناسمجھ ہی دے سکے گا۔

اللہ تبارک وتعالٰی اپنے قولِ حق میں فرماتا ہے: "قیامت قریب ہوئی اور چاند شق ہو چکا۔" بلکہ اسی قدوس وپروردگار نے فرمایا: "لوگوں کے حساب کی گھڑی آپہنچی اور وہ ابھی غفلت میں اعراض کر رہے ہیں۔" حالانکہ حساب قیامِ قیامت کے بعد آدھا دن گزار کر ہوگا اس وقت ایک دن کی مقدار آج کے پچاس ہزار سال کے برابر ہوگی۔

---

[1] القرآن الکریم ۵۴/۱

[2] " " ۲۱/۱

www.alahazratnetwork.org

وثالثا، ذکر الامام القدوری فی الکتاب الحرز علی ضربین منهما حرز بالحافظ[1] فقال فی الجوهرۃ النیرۃ "ھذا اذا کان الحافظ قریبا منه بحیث یراہ اما اذا بعد بحیث لایراہ فلیس بحافظ اھ[2]" فانظر جعل مایری قریبا ومالا یری بحیث لایری بعیدا فھذا ھو معنی القرب فی کلام الراغب موافق لما نص علیه الائمۃ الاطائب۔

وخامسا، یقول لك الراغب ایا راغب انت عن بقیۃ کلامی یاغفول فان کلامه ھکذا "یقال ھذا الشیئ قریبا منك وعلی ھذا قوله له مابین ایدینا و مصدقا لما بین یدی من التوراۃ الخ" وقوله قال الذین کفروا لن نؤمن بھذا القرآن ولا بالذی بین یدیه ای متقدما له

ثالثًا امام قدوری نے اپنی کتاب میں فرمایا: اشیاء کی حفاظت کے دو طریقے ہیں، (۱) نگران کے ذریعہ حفاظت، جوہرہ نیرہ میں اس کی تشریح فرمائی کہ محافظ چیز سے اتنا قریب ہو کہ اسے دیکھتا رہے۔ اور اگر اتنا دور ہوگیا کہ چیز نگاہ سے اوجھل ہوگئی تو یہ حفاظت نہیں ہے۔ امام قدوری اور صاحب جوہرہ نے قرب وبعد کا مدار دیکھنے نہ دیکھنے پر رکھا۔ تو کلام راغب میں بھی قرب سے مراد یہی حاضر و مشاہد ہونا چاہئے۔ جیسا کہ دیگر ائمہ لغت و تفسیر کی تحقیق ہے۔

خامسًا، اس مستدل سے خود امام راغب کو شکایت ہوگی کہ اس نے میری پوری بات یاد نہیں رکھی کیونکہ ان کی پوری بات تو یہ ہے، "محاورہ ہے کہ یہ چیز تمہارے سامنے یعنی تم سے قریب ہے، اللہ تعالٰی کے مندرجہ ذیل اقوال میں لفظ بین یدیہ سے یہی قرب مراد ہے (مثلاً اللہ تعالٰی نے فرشتوں کی زبان سے کہلایا) جو ہمارے سامنے ہے سب خدا کے لئے ہے (اور قرآن کیلئے خود فرمایا) اپنے سے آگے والے کتاب توراۃ

---

[1] المختصر للقدوری کتاب السرقۃ مطبع مجیدی کانپور ص ۲۵۰

[2] الجوہرۃ النیرۃ " مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/ ۲۶۱

من الانجیل و نحوہ[1] اھ (باختصار)

کی تائید کرتا ہے۔ اور کافروں کا قول نقل کیا کہ ہم نہ تو قرآن پر ایمان لائیں گے نہ اس سے پہلے کی کتابوں مثلاً انجیل وغیرہ پر۔"

فانظر علی ما حمل القرب و قد جعل مفرعا علیہ "لہ ما بین ایدینا" اتراہ یقول ان مراد الملٰئکۃ تخصیص ملک اللہ تعالٰی بما یلیھم۔

اس پوری عبارت میں امام راغب نے بین یدیہ کے معنی قریب بتا کر اس کا مصداق لہٗ ما بین ایدینا کو قرار دیا، تو کیا فرشتوں نے ہمارے سامنے کہہ کر صرف اپنے متصل اشیاء مراد لیں کیا صرف وہی اللہ تعالٰی کی ملک ہیں؟

وسادسًا، فرع علیہ "مصدقا لما بین یدی من التورٰۃ"[2] وبینھما الفا سنۃ فاذا لم یمنع ھذا الفصل الکثیر الزمانی من القرب لم یمنع منہ الفصل القلیل المکانی بین المنبر وحرف المسجد و ربما لا یبلغ مائۃ ذراع بل ولا فی کثیر من المساجد عشرین۔

سادساً، اسی معنی قریب کی فرع مصدقا لما بین یدی من التورٰۃ کو کہا جن میں دو ہزار سال کا فاصلہ ہے۔ تو جب یہ عظیم زمانی فاصلہ لفظ بین یدیہ کے معنی قرب کے منافی نہیں، تو قرب مکانی میں مسجد کے حدود اور اس سے متصل زمین کا فاصلہ بین یدیہ کے معنی قرب کے کیا منافی ہوگا جو عام طور سے سو ہاتھ بھی نہیں ہوتا بلکہ کئی مساجد میں بیس ہاتھ بھی نہیں ہوتا۔

وسابعًا، ثم قال الراغب، انزل علیہ الذکر من بیننا ای من جملتنا، وقولہ: لن نؤمن بھٰذا القراٰن ولا بالذی بین یدیہ ای

سابعاً، اگر امام راغب کے قول "قولہ وقال الذین کفروا" کو ماسبق والے قولہ پر ہی معطوف قرار دیجئے، تو اب لگ بھگ تین ہزار سال کا فاصلہ بھی قریب ہی ہوگا اور اس کو جملہ مستانفہ

---

[1] المفردات فی غرائب القرآن الباء مع الیاء تحت اللفظ "بین" نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۶۹

[2] القرآن الکریم ۳/ ۵۰

www.alahazratnetwork.org

متقدما له من الانجیل و نحوه[1] انتهى فهذا تفسیر آخر لبین یدیه اقتصر فیه على التقدم من دون تقیید بالقرب فقد افاد کلا الوجهین واقتصرت على الاول بالشین والمین۔

قرار دیا جائے۔ تو اب یہ لفظ بین یدیہ کے دوسرے معنی کا بیان ہوگا کہ بین یدیہ کے معنی (جیسے قریب ہوتے ہیں ویسے اس کے ایک معنی) جملہ کتب ماضیہ بھی ہیں جو بعید تر ہیں۔ اسی طرح امام راغب کے ہی بیان سے بین یدیہ کے معنی قریب وبعید دونوں ہی ثابت ہوتے، پھر آپ کو معنی قرب پر اصرار کیوں ہے؟

وثامنا، سلمنا لك ان مراد الراغب ما ترید ولکن هذا صاحب رسول الله صلى الله تعالى علیه وسلم السائب بن یزید العربی صاحب اللسان یقول کان یؤذن بین یدی رسول الله صلى الله تعالى علیه وسلم على باب المسجد[2]۔ هو اعلم باللسان ام انت وراغبك وبالجملة الحدیث فی جبهة حجاجکم کیة لاتمحى فلله الحمد۔

ثامنا، چلئے ہم نے امام راغب کے قول کی وہی مراد تسلیم کرلی جو آپ کو مرغوب ہے، مگر اس کو کیا کیجئے گا کہ صحابی رسول حضرت سائب بن یزید عربی رضی اللہ عنہ جو خود بھی صاحب زبان ہیں اور آپ اور آپ کے امام راغب دونوں سے زیادہ عربی زبان کی باریکیاں سمجھتے ہیں وہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اذان جمعہ کو بین یدی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھی کہتے ہیں اور علی باب المسجد بھی کہتے ہیں۔ یہ حدیث گرامی تو آپ کی کٹ حجتی کے منہ پر ایسی مہر ہے جس کا ٹوٹنا ناممکن ہے۔ ہم اس پر اللہ تعالٰی کی حمد بجالاتے ہیں۔

تاسعا، اعترف هذا المستدل بان بین یدیه فی بعض المواضع بحسب المقام تکون خالیا عن

تاسعا، مستدل نے یہ بھی اعتراف کیا ہے کہ بین یدیہ بعض مواقع میں قرب سے خالی بھی ہوتا ہے۔ اور صرف سامنے اور

---

[1] المفردات فی غرائب القرآن الباء مع الیاء تحت اللفظ "بین" نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص۶۹
[2] سنن ابی داؤد کتاب الصلوۃ باب وقت الجمعۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۵۵

www.alahazratnetwork.org

معنى القرب والأعلى مجرد المحاذاة ۔ قال كما صار واقعا فى بعض الأيات القرأنية ايضا لكن هٰهنا اى فى مسئلة الاذان لم يصرح بهٰذا فى كتاب (اھ مترجما) فقد اقر ان بين يديه يستعمل على كلا الوجهين وانه ورد فى القرأن العظيم ايضا بالوجهين ثم يقول لم يصرح به هٰهنا فى كتاب ۔ يا مسكين انت المستدل واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال فما ينفعك عدم التصريح به انما كان عليك ان تبدى تصريحا بنفيه ولكن الجهل بمسالك الاحتجاج ياتى بالعجائب ۔

مقابل کے معنی میں آتا ہے جیسا کہ بعض آیات قرآنی میں بھی واقع ہوا ہے ۔ مگر مسئلہ اذان میں جو لفظ بین یدیہ آیا ہے اس کے معنی صرف وہ محاذاۃ ہے جو قرب سے خالی ہو ۔ اس کی تصریح کسی نے نہیں کی ہے اھ۔ مقام حیرت ہے کہ "بین یدیہ" کو قریب وبعید دونوں کیلئے مان کر اور یہ تسلیم کرکے کہ قرآن عظیم میں ایسا وارد ہے ۔ اور مستدل ہوکر سادگی سے یہ کہنا کہ مسئلہ متنازعہ میں بین یدیہ کے معنی بعید ہونے کی تصریح کہیں سے ثابت نہیں (الٹی بھیرویں الاپنا ہے) اس عدم ثبوت سے مستدل کو کیا فائدہ پہنچے گا ۔ آپ کا استدلال تو اس احتمال کے تسلیم کرتے ہی ختم ہوگیا کہ "اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال" اب تو اگر آپ یہ ثابت کرسکتے ہیں کہ مسئلہ اذان میں اس لفظ کے معنی بعید نہیں مراد ہیں، تو بات بنتی، اور یہ آپ کے بس سے باہر ہے جبھی تو معنی محتمل مراد نہ ہونے کی تصریح کے عدم سے استدلال کرنے لگے ۔ سبحان اللہ! یہ بھی پتہ نہیں کہ مستدل کا موقف کیا ہے اور معترض کو کس بات سے فائدہ پہنچتا ہے ۔

ثم قوله لما لا يريده ولا يرضاه كما صار واقعا فى بعض أيات القرأن ايضا يلمح الى شئ اصعب فان مثل هذا الكلام فى مثل هذا المقام يقال

اسلوب بیان کی خامی

یہ جملہ جیسا کہ قرآن کی بعض آیات میں واقع ہوا، یہ بتانے کے لئے بولتے ہیں کہ یہ جو واقع ہوا سہوًا وخطاءً

www.alahazratnetwork.org

لما وقع سهواً وخطاءً علیٰ خلاف الجادۃ نسأل اللہ العفو و العافیۃ۔

واقع ہوا۔ کیا قرآنی آیات کے لئے یہ اسلوب بیان صحیح ہے۔ اللہ تعالٰی سے ہم عفو کے طالب ہیں۔

عاشراً، اذ قد ثبت فی القراٰن العظیم فلو انت راغب عنہ الیٰ قول الراغب و تزعم ان المفاد ھو الذی قالہ لاما وقع فی القراٰن الکریم فان زعمت ان ما انت فیہ لیس محلہ کان علیك ابداء ما ھو محلہ وانہ فی القراٰن لاھٰھنا و اثبات کل ذٰلك بالبیّنۃ والا فلم تقر بانہ فی القراٰن المجید ثم انت عنہ تحید ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العزیز الحمید۔

عاشراً، جب تم نے یہ تسلیم کر لیا کہ "بین یدیہ" کے معنی قرآن میں بعید مقابل کے لئے ہے تو اس سے منہ موڑ کر اس کو راغب کے بیان کے مطابق قریب لینے کی کیا وجہ ہے۔ اگر کوئی وجہ فرق تھی تو آپ کو دونوں ہی پہلو کے لئے دلیل دینی چاہئے تھی کہ قرآن میں بعید ہونے کی یہ وجہ ہے اور اذان میں قریب مراد ہونے کی دلیل یہ ہے۔ اور جب آپ کے پاس تفریق کی کوئی دلیل نہیں، تو قرآن عظیم سے رُخ موڑ کر راغب کا دامن پکڑنا کار ذلیل ہے۔

نفحہ ۳: نص ائمتنا فی الاصول أن "عند للحضور" قال الامام الاجل فخر الاسلام البزدوی فی اصولہ [1]، والامام صدر الشریعۃ فی التنقیح و التوضیح، و اقرہ العلامۃ سعد التفتازانی فی التلویح (عند للحضرۃ) و فی تحریر المحقق علی الاطلاق وشرحہ التقریر لتلمیذہ المحقق الحلبی (عند للحضرۃ) الحسیۃ

نفحہ ۳: ہمارے اماموں نے اصول کی کتابوں میں تحریر فرمایا کہ عند حضور کے لئے ہے، چنانچہ امام فخر الاسلام بزدوی نے اپنے اصول میں اور امام صدر الشریعۃ نے تنقیح و توضیح میں اور علامہ تفتازانی نے تلویح میں فرمایا کہ "عند حضور کے لئے ہے۔ محقق علی الاطلاق اور ان کے شاگرد رشید محقق حلبی کی شرح تقریر میں ہے کہ عند حضور حسی کے لئے ہے جیسے آیہ کریمہ فلما راٰہ مستقرا عندہٗ،

[1] اصول البزدوی باب حروف الجر نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۱۳

www.alahazratnetwork.org

نحو قلما راٰہ مستقرا عندہ ، والمعنویة نحو قال الذی عندہ علم من الکتٰب[1] اھ وقال الامام الاجل ابوالبرکات النسفی فی المنار وشرحه کشف الاسرار والعلامة شمس الدین الفناری فی الفصول البدائع فی الاصول الشرائع والعلامة مولٰی خسرو فی مرأة الاصول وشرحه مرقاة الوصول (عند للحضرة الحقیقیة او الحکمیة اھ[2]) وفی مسلم الثبوت للمدقق البهاری وشرحه فواتح الرحموت للملک العلماء بحرالعلوم عبدالعلی (عند للحضرة الحسیة) نحو عندی کوز (والمعنویة) نحو عندی دین لفلان[3] اھ۔ ومعلوم ان کل حاضر بالمرأی وکل ما بالمرأی قریب فلا القرب ینکر ولا فی الاتصال یحصر فمفاد عند اوسع من مفاد "بین یدیه" فضلاً عن ان یزید ضیقا علیه، وقد فرقوا بین لدی

اور حضور معنوی کے لئے جیسے وقال الذی عندہ علم من الکتاب اس نے کہا جس کے پاس علم کتاب تھا۔ اور اسی طرح امام اجل ابوالبرکات نسفی نے منار میں اور اس کی شرح کشف الاسرار میں اور علامہ شمس الدین الفناری نے فصول البدائع فی اصول الشرائع میں، مولا خسرو نے مرأت الاصول اور اس کی شرح مرقات الوصول میں فرمایا کہ عند حضور حقیقی یا حکمی کے لئے آتا ہے۔ مدقق بہاری نے مسلم الثبوت میں، ملک العلماء بحرالعلوم نے فواتح الرحموت میں فرمایا کہ عند حضور حقیقی کے لئے ہے، جیسے عندی کوز (میرے پاس پیالہ ہے) اور معنوی کے لئے جیسے عندی دین لفلان (مجھ پر فلاں کا قرضہ ہے)۔ اور یہ بالکل واضح ہے کہ حاضر پیش نگاہ ہے، اور جو پیش نگاہ ہے قریب ہی کہا جائے گا۔ تو نہ تو عند کے معنی سے قرب کے انکار کی گنجائش، اور نہ عند کے لئے ساتھ چپکا ہونا ضروری ہے اور سچ پوچھو تو عند اپنے مفاد میں بین یدیہ سے بھی زیادہ وسیع ہے نہ یہ کہ

---

[1] التقریر والتحبیر مسئلہ عند للحضرۃ دارالفکر بیروت ۲/ ۱۰۱

[2] مرقاۃ الوصول شرح مرآۃ الاصول
فصول البدائع فی اصول الشرائع

[3] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفٰی مسائل الظرف مسئلہ عند للحضرۃ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/ ۲۵۰

www.alahazratnetwork.org

وعند بان عند يستعمل فى القريب والبعيد ولدى مختص بالقريب . قال الرضى فى شرح الكافية ، عند اعم تصرفا من لدى لان عند يستعمل فى الحاضر القريب وفيما هو فى حيزك وان كان بعيدا بخلاف لدى فانه لا يستعمل فى البعيد[1] والقرب كما علمت ذو وسع بعيد ولنوضح ههنا ايضا بآيات الكلام الحميد .

(۱) قال الله عزوجل ،

"ان الذين يغضون اصواتهم عند رسول الله (الآية)."[2]

ومرت فى النفحة الاولى القرأنية امر كل من فى مشهده صلى الله تعالى عليه وسلم بغض الصوت ولا يختص بالذى يليه صلى الله تعالى عليه وسلم فسواء فيه من لديه ومن على الباب كلهم عند رسول الله بلا ارتياب

عند کو بین یدیہ سے تنگ مانا جائے۔ چنانچہ عند اور لدی میں یہی فرق بیان کیا جاتا ہے کہ عند قریب وبعید دونوں کے لئے ہے اور لدی خاص طور سے قریب پر دلالت کرتا ہے۔ رضی نحوی نے شرح کافیہ میں تحریر کیا: "عند اپنے تصرفات میں لدی سے اعم ہے کہ وہ پاس اور دور دونوں میں مستعمل ہے اور لدی کا استعمال بعید میں ہوتا ہی نہیں ہے۔" اور ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ خود قریب کی جولانگاہ بھی بہت وسیع ہے، مزید آیاتِ قرآنیہ سے ہم اسے واضح کرتے ہیں،

(۱) اللہ تعالٰی نے فرمایا:

"جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور اپنی آواز پست کرتے ہیں۔"

نفحۂ اولٰی قرآنیہ میں ہم واضح کر آئے ہیں کہ یہ حکم ہر اس شخص کے لئے ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیش نگاہ ہو حضور کے بالکل پاس بیٹھنے والوں کے لئے کچھ خاص نہیں بلکہ جو پاس ہے اور جو بابِ مسجد کے پاس ہے سب کے لئے یہی حکم ہے۔ محرابِ رسول اور دروازۂ مسجد پر بیٹھنے والے دونوں ہی عند رسول اللہ کہے جائیں گے۔ سبھی

---

[1] الرضی فی شرح الکافیۃ "الظروف" لدی ولدن وقط وعوض دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۱۲۳

[2] القرآن الکریم ۴۹/۳

www.alahazratnetwork.org

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولا یحل لاحد 14
ان یصیح ویصرخ فی حضرتہ او یرفع
صوتا فوق ضرورتہ ولو کان مفاد "عند"
ما یزعمون لشمل ھذا الوعد الجمیل
بمغفرۃ واجر عظیم من قام بحضرتہ
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی فصل
عدۃ اذرع فجعل یصیح مع اخر
صیاحا شدیدا منکرا فاذا کان
منہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
بفصل شبر مثلا او تکلم ھو صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم غض
صوتہ وھذا لا یقول
بہ مسلم لہ عقل۔

(۲) قال جل وعلا،
ھم الذین یقولون لا تنفقوا
علی من عند رسول اللہ
حتی ینفضوا[1]
وھذا اوسع من ذالک
یشمل کل من فی خدمتہ
وان لم یکن الان فی
حضرتہ۔

کے لئے چیخنا اور چلانا منع ہے بلکہ یہ کہتے کہ ضرورت
سے زیادہ آواز نکالنا منع ہے۔ اور اس
مقام پر اگر عند کے وہی معنی ہوں جو یہ لوگ
اذان عند منبر میں مراد لیتے ہیں تو آواز پست
رکھنے پر مغفرت اور اجر عظیم کے وعدہ کا مستحق
وہ بے ادب بھی ہو جائے گا جو رسول اللہ صلے
اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے چند ہاتھ کی دُوری
پر کھڑا چیخ رہا ہو، یا صرف اس کے لئے خاص
ہوگی جو حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے
ایک بالشت کی دُوری پر کھڑا ہو کر کسی سے
پست آواز میں بات کرے یا خود حضور ہی سے
کلام کرے، اور چار ہاتھ دُور کھڑا ہو کر کسی سے
پست آواز سے بات کرے تو وہ دائرہ رحمت و
مغفرت سے باہر ہے کہ (وہ عند رسول اللہ نہیں)
بھلا کون عقلمند مسلمان ایسا کہہ سکے گا۔

(۲) ارشادِ الٰہی ہے،
"یہ منافقین کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ
تعالٰی علیہ وسلم کے پاس رہنے والوں پر کچھ
خرچ نہ کرو تاکہ یہ اِدھر اُدھر منتشر ہو جائیں۔"
یہاں عند کا مفہوم پہلے والی آیت سے
بھی وسیع ہے کیونکہ یہاں تو عند سے مراد
وہ سبھی لوگ ہیں جو حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم
کی خدمت کرتے ہیں اگرچہ فی الحال حضور سے
بہت دُور ہوں۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۳/۷

www.alahazratnetwork.org

(۳) قال تبارك وتعالٰی: "یقولون طاعة فاذا برزوا من عندك بیّت طائفة منهم غیر الذی تقول واللہ یکتب ما یبیتون[1]"

(۳) اللہ تبارک وتعالٰی کا ارشادِ گرامی ہے (کہ منافق آپ کے سامنے کہتے ہیں) "ہم آپ کے فرمانبردار ہیں، اور جب آپ کے پاس سے دور ہوجاتے ہیں تو ان کی ایک جماعت اس کے خلاف بولنے لگتی جو آپ کے سامنے کہہ چکے"۔

ھذا فی المنافقین وما کانوا یلونه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی المجلس انما کان ذٰلك لابی بکر وعمر رضی اللہ تعالٰی عنهما ثم لا یختص بمن کان اقرب منهم بالنسبة الی الاٰخر یشمل هو جمیعًا۔

یہ منافقین کے حال کا بیان ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ منافقین رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دربار میں آپ سے بالکل پاس نہیں بیٹھتے تھے، قریب کی جگہ تو ابوبکر و عمر، عثمان و علی و دیگر مخلصین صحابہ کے لئے تھی منافقین تو اِدھر اُدھر آنکھ بچا کر بیٹھتے تھے، اگر کبھی کسی مجبوری سے آپ کے سامنے بیٹھ بھی گئے ہوں تو عند کہہ کر سبھی منافقین مراد ہیں۔ قریب بیٹھنے والے ہوں یا دُور۔

(۴) قال المولٰی سبحانه وتعالٰی، "ان المتقین فی جنّٰت ونهر فی مقعد صدق عند ملیك مقتدر[2]"

(۴) اللہ تعالٰے نے فرمایا: "بے شک متقین باغوں اور نہروں میں سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور رہوں گے"۔

عمت کل متق ولکن این احاد الصلحاء من العلماء والعلماء من الاولیاء والاولیاء من الصحابة والصحابة من الانبیاء

یہ آیت تو سارے ہی متقیوں کو گھیرے ہوئے ہے لیکن اس میں کہاں بہ نسبت علماء کے کسی صالح مسلمان کا درجہ، اور بہ نسبت اولیاء کے کسی عالم کا درجہ، اور بہ نسبت انبیاء کے

۱؎ القرآن الکریم ۴/۸۱
۲؎ 〃 〃 ۵۴/۵۴ و ۵۵

www.alahazratnetwork.org

والانبیاء من سیّد الانبیاء صلی الله تعالٰی علیه وسلم فرق لایقدر ولایقدر بشران یتصور اعظم بالوف الاف مرّات ممّا بین الفلك الاعلٰی وما تحت الثرٰی وقد شملت کلهم عند۔

(٥) مثله قوله عزوجل:

"انّ للمتقین عند ربهم جنّٰت النعیم[1]"۔

(٦) فی اٰیة اُخرٰی وقال العلی الاعلی تبارك وتعالٰی:

"اذ قالت رب ابن لی عندك بیتًا فی الجنة۔"[2]

ومعلوم ان الله تعالٰی قد استجاب لها وقد فرج لها فی الدنیا عن بیتها کما فی حدیث سلمان[3] وحدیث ابی هریرة بسند صحیح رضی الله تعالٰی عنهما وماکانت لتطلب اقرب المنازل وان تفضل علی الانبیاء والرسل علیهم وعلیها الصلوٰة والسلام بل قربًا یلیق بها وان لم یساوِ ما لخدیجة وفاطمة وعائشة رضی الله تعالٰی عنهن

کسی ولی کا درجہ، اور کہاں سید الانبیاء اور دیگر انبیاء علیہم السلام کا درجہ، ان مراتب میں تو فلک الافلاک اور تحت الثرٰی سے بھی زیادہ فاصلہ ہے مگر سب کو عند اللہ سے بیان کیا گیا ہے۔

(٥) اسی طرح اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے:

"بے شک متقین کے لئے رب کے پاس جنت نعیم ہے۔"

(٦) دوسری آیت میں اللہ تبارک وتعالٰی نے فرمایا:

"اس نے دعا مانگی یا اللہ! میرے لئے اپنے پاس جنت میں ایک مکان بنادے۔"

(مذکورہ بالا آیت کے تحت) حضرت سلمان وحضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالٰی نے ان پاک بی بی کی دعا قبول کرلی، توکیا وہ انبیاء واولیاء سے بھی زیادہ قربِ الٰہی کی طالب تھیں۔ وہ تو اس کی خواستگار تھیں کہ قرب کا وہ مقام جو ان کے لائق ہو، چاہے حضرت خدیجہ وفاطمہ وعائشہ رضوان اللہ تعالٰی عنہن کے درجہ کے ہم پلّہ بھی نہ ہو چہ جائیکہ

---

[1] القرآن الکریم ٦٨/ ٣٤

[2] ؍؍ ؍؍ ٦٦/ ١١

[3] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ٦٦/ ١١ داراحیاء التراث العربی بیروت ٢٨/ ١٩٢
الدر المنثور ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ٨/ ٢١٣

www.alahazratnetwork.org

فضلا عن الانبیاء الکرام علیهم الصلوٰة والسلام۔

انبیاء اولیاء عظام علیہم الرحمۃ والرضوان کے درجہ کے برابر ہو۔

(۷) وقال عزوعلا فی الشهداء، "بل احیاء عند ربهم"[۱]

واین رجل من احاد الشهداء من سیدهم حمزة رضی الله تعالٰی عنه بل من نبی الله یحیٰی وغیره ممن استشهد من الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام۔

(۷) اللہ تعالٰی نے شہدائے کرام کے بارے میں ارشاد فرمایا: "شہداء اللہ تعالٰی کے پاس زندہ ہیں"۔

تو بھلا کہاں سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مقام بلند اور کہاں اللہ تعالٰی کے نبی یحیٰی علیہ السلام کا مقام بلند اور کہاں عام شہداء کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم کی منزل، بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام میں شہادت پانے والوں کی منزلیں۔

(۸) قال جل ذکره فی الملٰئکة، "ان الذین عند ربک"۔[۲]

وتفاوتهم فیما بینهم معلوم غیر مفهوم "وما منا الا له مقام معلوم"۔[۳]

(۸) اللہ تعالٰی فرشتوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے: "جو فرشتے تمہارے رب کے پاس ہیں"۔

ان فرشتوں میں باہم درجات کا کتنا تفاوت ہے، ہم اس کی حقیقت تو نہیں جان سکتے مگر تفاوت ہونا یقیناً معلوم ہے۔ قرآن عظیم کا ارشاد ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کے لئے ایک متعین مقام ہے۔

(۹) قال عز من قائل؛ "وقد مکروا مکرهم وعند الله مکرهم"[۴]

وما کان لمکر الکفار ان یکون

(۹) اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: "کافروں نے خدا سے مکر کیا، ان کا مکر تو خدا ہی کے پاس ہے"۔

کافروں کے مکر کے لئے اللہ تعالٰی سے

---

۱ القرآن الکریم ۳/ ۱۶۹
۲ القرآن الکریم ۴۱/ ۳۸
۳ " " ۳۷/ ۱۶۴
۴ " " ۱۴/ ۴۶

www.alahazratnetwork.org

له قرب من العزیز الجبار لا مکاناً لاستحالته ولا مکانۃ لاستھانتہ وانما ھو للحضور ای حاضر بین یدیہ لایخفی علیہ فیرجع الی معنی العلم۔

کوئی قرب نہیں، نہ قربِ مکانی کہ یہ ذاتِ باری کے لئے محال ہے نہ قربِ مرتبی کہ مکر تو نہایت ذلیل چیز ہے۔ لامحالہ اس آیت میں قُرب سے مراد حضور ہے یعنی یہ اللہ تعالٰی کے سامنے ہے اُس سے پوشیدہ نہیں۔ تو یہ حضور علمی ہوا۔

(۱۰) قال سبحانہ ما اعظم شانہ، "ثم محلھا الی البیت العتیق"[1] یعنی البدن قال فی المعالم[2] ای عند البیت العتیق یرید ارض الحرم کلھا قال فلا یقربوا المسجد الحرام ای الحرم کلہ اھ" جعل جمیع اجزاء الحرم اذ کلھا منحر عند البیت العتیق و معلوم ان کثیرا منھا علی فصل فراسخ من البیت الکریم۔

(۱۰) اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا: "قربانی کے جانور ذبح کرنے کی جگہ بیت اللہ کے پاس ہے" معالم التنزیل میں فرمایا: الی البیت العتیق کا مطلب عند البیت العتیق ہے یعنی حرم کی پوری زمین (چنانچہ دوسری جگہ) ارشاد ہوا پورے حرم کے قریب نہ جاؤ۔ آیت مذکورہ بالا میں پورے حرم کو منحر عند البیت العتیق قرار دیا، جب کہ حدودِ حرم مختلف جہات میں بیت اللہ شریف سے کوسوں دُوری پر ہے۔

(۱۱) تری التابعین یقولون فی احادیثھم کنا عند عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا فلا ادری علی ای قرب یحملہ المبطلون۔

(۱۱) احادیثِ کریمہ میں بہت سے تابعین فرماتے ہیں: ہم ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے پاس تھے، پتہ نہیں یہ باطل کوش یہاں قربت کو کتنے قرب پر محمول کریں گے۔

(۱۲) یقول الحاجب جئت من عند الملک وما کان الا علی

(۱۲) دربان کہتا ہے میں ابھی بادشاہ کے پاس سے آرہا ہوں، حالانکہ وہ دروازہ سے

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۳

[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۲۲/ ۳۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۲۴۲

www.alahazratnetwork.org

الباب۔

آگے بڑھ نہیں سکتا۔

(۱۳) یقول مکی بیتی عند باب السلام وربما کان بینھما اکثر من مائتی ذراع۔

(۱۳) مکہ کا رہنے والا اپنا پتہ بتاتا ہے کہ میرا گھر باب السلام کے پاس ہے حالانکہ بسا اوقات دونوں کا فاصلہ دو سو ہاتھ سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔

(۱۴) یقول التلمیذ جلست عند شیخی ثلث سنین کوامل وان لم یکن قیامہ الافی مسجدہ وجلوسہ الافی اخریات مجلسہ۔

(۱۴) شاگرد استاذ سے اپنا تعلق بتاتے ہوئے کہتا ہے میں اپنے استاذ کے پاس مکمل تین سال رہا، حالانکہ قیام اس کا مسجد میں ہوتا ہے، اور شیخ کی مجلس میں اسے آخری صف میں بیٹھنے کی جگہ ملتی ہے۔

(۱۵) اتوخذ لفظۃ عند من کلام بعض الفقہاء ولا یوخذ ماابانوا من معنی عند، قال فی الکتاب الھدایۃ والکنز والتنویر وغیرھا واللفظ للکنز: من سرق من المسجد متاعاً وربہٗ عندہ قطع[1] اھ۔ فقال علیہ فی شروحھا المجتبٰی وفتح القدیر وبحرالرائق والدرالمختار وغیرھا والنظم للدر: "عندہ ای بحیث یراہ[2] اھ۔"

(۱۵) یہ کہاں کا انصاف ہے، فقہاء کے کلام میں آئے ہوئے لفظ عند سے تو اذانِ ثانی کے متصل منبر ہونے پر استدلال کیا جائے۔ اور فقہائے کرام نے خود لفظ عند کے جو معنی بتائے ہیں اس سے رُوگردانی کی جائے۔ ہدایہ، کنز، تنویر وغیرہا میں فرمایا، عبارت کنز کی ہے: "جس نے مسجد سے ایسا سامان چرایا جس کا مالک سامان کے پاس تھا اس کا ہاتھ کاٹا جائیگا۔" ان کی شروح مجتبٰی، فتح القدیر، بحرالرائق اور درمختار میں فرمایا، الفاظ درمختار کے ہیں: "سامان کے مالک کے پاس ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اتنی دُور ہو جہاں سے اپنا سامان دیکھ رہا ہو۔"

---

[1] کنزالدقائق کتاب السرقۃ فصل فی الحرز ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۹

[2] الدرالمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲۴

www.alahazratnetwork.org

فظهران معنی عند لا یزید علی ما بیّنّا من مفاد بین یدیہ ولا دلالۃ لشیئ منھما ان الاذان داخل المسجد فضلاً عن کونہ لصیق المنبر ولکن اذا رسخ فی القلب وھم فکلما یراہ یتخیلہ ایاہ وکلما یسمع یتوھمہ بمعناہ کما قیل لسغبان واحد مع واحد کم یصیر قال خبزان۔

مذکورہ بالا شواہد سے یہ ثابت ہوگیا کہ عند کے معنی بھی اس سے زیادہ نہیں جو ہم نے "بین یدیہ" کے معنی میں بیان کیا اور ان دونوں لفظوں کی کوئی دلالت اذان کے داخل مسجد ہونے پر نہیں، چہ جائیکہ منبر سے متصل مراد لی جائے۔ مگر جب کوئی وہم آدمی کے دماغ میں جم جاتا ہے تو وہ جو چیز بھی دیکھتا ہے اس کو وہی وہمی چیز سمجھتا ہے اور کوئی بات سنتا ہے تو وہی چیز اس کے خیال میں آتی ہے، جیسا کہ بھوکے سے پوچھا جائے کہ ایک ایک کتنا ہوتا ہے، تو وہ جواب دیتا ہے دو روٹی۔

نفحہ ۴: استبان مما بان وللّٰہ الحمد جھالۃ من تمسک ھنا بقول الراغب "عند" لفظ موضوع للقرب فتارۃ یستعمل فی المکان وتارۃ فی الاعتقاد نحو ان یقال عندی کذا وتارۃ فی الزلفٰی والمنزلۃ[1] اھ" وقول المبسوط "عند عبارۃ عن القرب[2]"

نفحہ ۴: والحمد للّٰہ رب العالمین گزشتہ اظہار سے ان لوگوں کی جہالت واضح ہوگئی جو اس موقع پر بھی امام راغب کے قول سے استدلال کرتے ہیں کہ "لفظ عند قرب کے لئے وضع کیا گیا ہے تو کبھی مکان کیلئے ہوتا ہے اور کبھی اعتقاد کے لئے، جیسے کوئی کہے میرے پاس ایسا ہے اور کبھی رتبہ اور مرتبہ کے لئے ہوتا ہے۔" یا مبسوط میں امام سرخسی کے قول سے استدلال کرتے ہیں، "عند قرب بیان کرنے کے لئے ہے۔"

وبان ترجمتہ بالفارسیۃ نزد وبالہندیۃ

عند کا ترجمہ فارسی میں "نزد" اور ہندی

---

[1] المفردات فی غرائب القرآن العین مع النون تحت اللفظ "عند" نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۵۵

[2] المبسوط للسرخسی کتاب الکفالۃ باب الکفالۃ بالنفس دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹/ ۲۲۲

www.alahazratnetwork.org

یاس۔ وقد افدناك من موارد القرب مایغنی عن اعادتہ وجمیع الاٰیات التی تلونا انما ترجموا عند فیھا باللسانین بلفظۃ "نزد و پاس" مع ما فیھا من العرض العریض کما بیّنا۔

میں "پاس" ہے کیونکہ ہم نے قرب کے تمام موارد کا ذکر کردیا ہے جس کے لئے آیات کے اعادہ کی ضرورت نہیں، اور یہ بھی بتادیا ہے کہ ان تمام آیتوں میں لفظ "عند" کا ترجمہ دونوں زبانوں میں لفظ نزد و پاس سے کیا گیا ہے جبکہ ان موارد میں قرب کے معنی میں بڑی وسعت ہے۔

وکذٰلك فی اقتربت الساعۃ[1] وفی اقترب للناس حسابھم[2]، وغیر ذٰلك مما لا یخفٰی علی الصبیان، وقد سئلنا ھم مرارًا عن مسئلۃ فقھیۃ فلم یجب احد منھم الی الاٰن وکیف یجیبوا ومالھم بہ یدان واذا بزغ الحق کل اللسان۔

اور خود لفظِ قرب کا بھی یہی حال ہے جیساکہ آیت اقتربت الساعۃ (قیامت قریب ہُوئی) اور آیۃ اقترب للناس حسابھم (لوگوں کے لئے ان کے حساب کا وقت قریب ہُوا) وغیرہ سے ظاہر ہے (کہ لفظِ قرب اپنے دامن میں صدیوں کا فاصلہ سمیٹے ہوئے ہے) اور یہ بات بچّوں تک واضح ہے۔ ہم نے ان سے بارہا ایک مسئلہ پوچھا جس کا جواب آج تک کوئی نہ دے سکا، اور وہ کیسے جواب دیتے، وہی جواب تو خود ان پر لوٹتا۔ بات یہ ہے کہ جب حق ظاہر ہوتا ہے زبانیں گونگی ہوجاتی ہیں۔

صورتہا زید صنع منبرا تبلغ قیمتہٗ دینارًا عشرۃ دراھم او اکثر وھو خفیف بحیث یذھب بہ رجل واحد لا ینوءُ بہ ولا یؤدہ شئی من

صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ زید نے ایک دینار مساوی دس درم یا زائد کا ایک ہلکا پھلکا منبر بنایا جسے ایک آدمی بلا تکلف و بے زحمت و مشقت جہاں چاہے اٹھالے جائے۔ اذان منبر

---

[1] القرآن الکریم ۵۴/ ۱

[2] " " ۲۱/ ۱

www.alahazratnetwork.org

حمله واذهابه فاذاجاء فی المسجد حین المنبرکان المتولی یستعیره من مالکه ثم اذافرغ یرده الیه و ذات یوم قضیت الصلوٰة وانتشروا فی الارض والمنبربعد فی مکانه و مالکه قام بحذائه علی باب المسجد اوفی فنائه اذدخل وهابی من باب اٰخر مسترقا وحانت التفاتة من زید فاخذ المنبروشرد فهل یقطع هٰذا الوهابی السارق شرعًا ام لا۔ فان قالوا لافقد خالفوا نصوص الائمة اذقالوا "من سرق من المسجد متاعا وربه عنده بحیث یراه قطع"[1] وان قالوا نعم فقد کان شرط القطع ان یکون ربه عنده لیکون محرزًا بالحافظ اذالمسجد لیس بحرز فقد اعترفوا ان القائم علی باب المسجد او فی حدوده او فنائه حذاء

کے وقت زید اسے مسجد میں لے کر پہنچا، متولی مسجد نے اسے مالک سے عاریۃً مانگ لیا کہ نماز سے فارغ ہوکر واپس کردیں گے۔ بعد نماز لوگ تو ادھر اُدھر منتشر ہوگئے اور منبر وہیں پڑا رہ گیا اور مالک سامنے مسجد کے دروازہ پر یا حدودِ مسجد کے اندر کھڑا رہ کر اسے دیکھتا اور نگرانی کرتا رہا۔ اس اثناء میں ایک وہابی چوری کی نیت سے مسجد کے اندر دوسرے دروازے سے داخل ہوا اور مالک کے ایک ذرا رُخ پھیرنے کا انتظار کرتا رہا، جیسے ہی مہلت پائی منبر لے کر نکل بھاگا۔ سوال یہ ہے کہ وہ وہابی چوری کی علت میں ماخوذ ہوگا یا نہیں اور اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا یا نہیں؟ تو داخلِ مسجد اذان کے حامی اگر یہ جواب دیں کہ نہیں تو ائمہ فقہ کی نص صریح کے خلاف ہوگا کہ ان کا ارشاد ہے: "جس نے مسجد کے اندر کے سامان کو چرایا جبکہ مالک اس سامان کے پاس ایسی جگہ ہو جہاں سے سامان نظر آرہا ہو تو اس کا ہاتھ کاٹا جائیگا۔" اگر یہ جواب دیں کہ ہاتھ کاٹا جائیگا تو کاٹنے کی شرط یہ تھی کہ مالک سامان کے اتنے پاس ہو کر اسکا محافظ قرار دیا جائے، کیونکہ مسجد خود محفوظ جگہ نہیں تو ان لوگوں نے یہ اعتراف کرلیا کہ مسجد کے دروازے

---

[1] البحر الرائق کتاب السرقۃ فصل فی الحرز ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۵۹
الدر المختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۳۳

www.alahazratnetwork.org

المنبر قائم عند المنبر فثبت ان الاذان فی فناء المسجد بحذاء المنبر اذان عند المنبر وذلك ما اردناه وللّٰه الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیه کما یحبه ویرضاه۔

کے پاس اس کے فناء میں منبر کے سامنے کھڑا ہونے والا منبر کے پاس ہی ہے۔ یہ تو ہمارا دعوٰی تھا جس کا اعتراف مخالف نے کیا۔ اللہ تعالٰی کے لئے بے شمار پاک اور مبارک تعریفیں جس سے وُہ راضی ہو اور جسے پسند کرے۔

نفحہ ۵: لئن نزلنا الٰی مثل مدارکھم فلا شك ان عند ظرف زمان ومکان قال تعالٰی: "خذوا زینتکم عند کل مسجد[1]" ای ثیابکم وقت کل صلٰوۃ۔ والوقت یضاف الی الامکنۃ وللاجسام ایضا اذا کان لہ اختصاص بھا۔ قال تعالٰی "یوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم[2]"

نفحہ ۵: اگر ہم ان لوگوں کے معیارِ فہم پر اُتر کر بھی بات کریں تو اتنا تو سب پر ظاہر ہے کہ عند ظرفِ زمان اور ظرف مکان دونوں ہی کے لئے ہے جیسا کہ ارشادِ باری ہے: "ہر مسجد کے پاس اپنی زینت اختیار کرو۔" یعنی ہر نماز کے وقت کپڑے پہنو، اور خود وقت بھی مکان اور اجسام دونوں ہی کی طرف مضاف ہوتا ہے جب کہ وقت کے ساتھ ان کو کوئی خصوصیت ہو۔ ارشادِ الٰہی ہے: "اور حنین کا دن یاد کرو جب تم اپنی کثرت پر اترا گئے تھے۔"

وانما حنین اسم مکان وکذا یوم بدر، یوم احد، یوم الدار، لیلۃ عقبۃ، لیلۃ المعراج، لیلۃ الغار۔ فی الصحیحین "من لھا یوم السبع[3]" سبْع بسکون الباء مکان المحشر

حُنین ایک جگہ کا نام ہے۔ یہی حال یوم بدر، یوم اُحد، یوم دار، لیلۃ العقبہ، لیلۃ المعراج اور لیلۃ الغار کا ہے۔ صحیحین کی حدیث ہے: "ومن لھا یوم السبع" سَبْع کا لفظ باء کے سکون کے ساتھ بھی مروی ہے

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۳۱
[2] " " ۹/ ۲۵
[3] صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب منہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۹۴

www.alahazratnetwork.org

او بضمتها الحیوان المفترس و علیه الاکثر ولا شك ان لهذا الوقت اختصاصًا بالمنبر ای وقته وحینه.

تو لفظ سبع سے مراد مکان محشر ہوگا، اور باء کے ضمہ کے ساتھ تو شیر مراد ہوگا۔ اکثر علماء کے نزدیک یہی راجح ہے۔ پس ان مقامات میں یوم کی نسبت مقام کی طرف ہے۔ تو ایسا کیوں صحیح نہ ہوگا کہ اذان عند المنبر کے معنٰی اذان وقت منبر ہو، کیونکہ اس اذان کو منبر سے ایک نسبت خاص ہے۔

نفحہ ٦: احتجوا بقول بعضهم "علی المنبر" نعم هٰؤلاء من یفسره بعند وقد علمت ان لیس فی عند ما یقر اعینهم واجهلهم یقول "علٰی" ههنا بمعنی الباء یرید ان الباء للالصاق فکان الاذان ملاصق المنبر مع ان الالصاق الذی فی الباء لیس قطعًا بمعنی الاتصال الحقیقی تقول مررت بزید اذا مررت بحیث تراه وان کان بینکما اکثر مما بین المنبر والباب، قال تعالٰی، وکاین من اٰیة فی السموات والارض یمرون علیها وهم عنها معرضون[1] هٰهنا لفظة علٰی نفسها وانت لا یبلغ الاسباب

نفحہ ٦: اذانیوں نے بعض فقہاء کے قول اذان علی المنبر سے استدلال کیا تو ان میں سے بعض نے علٰی کی تفسیر عند سے کی۔ اور ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ خود لفظ عند میں کوئی ایسی بات نہیں جس سے ان کے دل کو چین ملے۔ اور ان میں سب سے بڑے جاہل نے کہا کہ علٰی معنی میں باء کے ہے مطلب یہ کہ باء الصاق کے لئے آتا ہے۔ تو لفظ اذان علی المنبر کا مطلب ہوگا وہ اذان جو منبر کے متصل ہو۔ اس بات سے قطع نظر کہ یہاں علٰی کا باء کے معنی میں ہونا خود محلِ نظر ہے لطف یہ ہے کہ خود الصاق کے معنی اتصال حقیقی نہیں ہیں۔ عربی کے اس قول مررت بزید (میں زید کے ساتھ چلا) کا یہ مطلب نہیں کہ میں زید سے چپک کر چلا۔ بلکہ تم زید کے پیچھے پیچھے منبر اور دروازۂ مسجد کی دوری سے زائد فاصلہ پر بھی چلو اس طرح کہ تمہاری نظر زید پر رہے، تو تم کہہ سکتے ہو کہ میں زید کے ساتھ چلا۔ اللہ تبارک وتعالٰی

---

[1] القرآن الکریم ١٢/ ١٠٥

www.alahazratnetwork.org

اسباب السمٰوٰت حتی تلتصق بآیاتها انما المعنی تمر بحیث تراها وامثلهم طریقة یقول ان بعض الفقهاء اتی بعلی تاکیدًا للقرب یرید ان المراد المبالغة فی القرب حتی کانه علیه فوقه وکل هذا من هوساتهم۔

ارشاد فرماتا ہے "آسمان وزمین میں کتنی آیتیں ہیں جن پر وہ گزرتے ہیں اور وہ ان آیتوں سے اعراض کرتے ہیں۔" اس آیت میں خود لفظ علٰی ہی ہے تو کیا تم علٰی کو الصاق کے معنٰی میں لے کر آسمانی آیتوں سے متصل ہونے کے لئے آسمانوں تک بلند ہونے کی طاقت رکھتے ہو۔ پس اس آیت میں لامحالہ تمرون علیہا کے یہی معنٰی مراد لینے ہوں گے کہ تم ان آیتوں کو دیکھتے ہوئے گزرتے ہو (اس حال میں کہ تم میں اور ان آیتوں میں آسمان و زمین کی دُوری تھی) اور ان میں سب سے زیادہ سلیم الطبع نے یہ تشریح کی کہ بعض فقہاء کی عبارت میں علی المنبر کا لفظ قرب کی تاکید کے لئے ہے۔ مطلب یہ کہ مراد مبالغہ فی القرب ہے یعنی منبر کے اتنا قریب کہ گویا منبر پر ہی ہو لیکن یہ بھی ان کی ہوس ہی ہے۔

فاولًا، قد اجمع العقلاء ان اللفظ متی احتمل الحقیقة لامجاز عنها الی المجاز و معلوم ان علی بمعنی عند او بمعنی الباء او للمبالغة کل ذٰلك مجاز وهی حقیقة فی اللزوم۔ ففی اصول الامام شمس الائمة ثم کشف الامام البخاری "اما علی فللالزام باعتبار اصل الوضع[1]" اھ۔

اوّلًا تمام اہل زبان کا اس امر پر اتفاق ہے کہ لفظ کے معنی حقیقی جب تک بن سکیں معنی مجازی مراد لینے کی کوئی سبیل نہیں۔ اور یہ واضح ہے کہ علٰی کو عند یا باء یا مبالغہ کے لئے لینا، اس کے معنی مجازی ہوں گے کہ اس کے معنی حقیقی تو لازم کرنے کے ہیں جیسا کہ اصول امام شمس الائمہ اور کشف امام بخاری میں ہے "علٰی اصل وضع کے اعتبار سے الزام کے لئے ہے۔"

---

[1] کشف الاسرار عن اصول البزدوی بحث حروف الجر "کلمۃ علی" دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۱۶۳

www.alahazratnetwork.org

وفی تحریر الامام ابن الھمام وتقریر الامام ابن امیر الحاج "وھو ای اللزوم ھو بمعنی الحقیقی[1] اھ"۔ وفی الرضی الکافیۃ: "منہ سر علی اسم اللہ تعالٰی ای ملتزماً اھ"[2]

تحریر امام ابن ہمام اور تقریب امام ابن امیرالحاج میں ہے: "لزوم ہی علٰی کے معنی حقیقی ہیں۔"
اور رضی شرح کافیہ میں ہے: "اسی محاورہ سے ہے اللہ کے نام پر سیر کر، یعنی اس کو لازم پکڑو۔"

قال ربنا عزوجل "فجاءتہ احدٰھما تمشی علی استحیاء[3]"۔ ای ملازمۃ للحیاء۔

قرآن عظیم میں یہ لفظ اسی معنی میں وارد ہوا، ارشاد الٰہی ہے: "ان دو عورتوں میں سے ایک شرم کرتی ہوئی آئی" یعنی وہ شرم کو لازم کئے ہوئے تھی۔

ولاشك ان ھذا الاذان انما کان لازم ملازم للمنبر فانی تؤفکون۔

اور اذان خطیب اس امام کو لازم ہے جس نے منبر کا التزام کیا ہے تو یہ لوگ علٰی کو اس کے حقیقی معنی (لزوم) سے پھیر کر کدھر پلٹ رہے ہیں۔

وثانیاً الیست "علٰی" للمصاحبۃ۔ قال الامام الجلیل الجلال السیوطی فی الاتقان، علٰی حرف جر لھا معان (الٰی ان قال) ثانیھا للمصاحبۃ کمع نحو "واٰتی المال علٰی حبہ" ای مع حبہ۔ "وان ربك لذو مغفرۃ للناس علٰی ظلمھم[4] اھ"۔

ثانیاً علٰی مصاحبت کے لئے ہے۔
امام جلال الدین سیوطی اتقان میں فرماتے ہیں: "علٰی حرف جر ہے، اس کے چند معانی ہیں، دوسرا معنی مصاحبت ہے، جیسے لفظ مع قرآن عظیم میں ہے کہ مال کو محبت کے باوجود قرابت داروں کو دیا (دوسری مثال) تمہارا رب ظلم کے باوجود لوگوں کی مغفرت کرنیوالا ہے (یہاں علٰی ظلمہم کا مطلب مع ظلمہم ہے)"

---

[1] التقریر والتحبیر مسئلۃ علی للاستعلاء حسا دار الفکر بیروت ۲/۸۶
[2] الرضی فی شرح الکافیۃ حروف الجر "حرف علی" دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۳۳۲
[3] القرآن الکریم ۲۸/۲۵
[4] الاتقان فی علوم القرآن النوع الاربعون دار الکتاب العربی بیروت ۱/۴۹۸

www.alahazratnetwork.org

وفی الحدیث "زکاۃ الفطر علی کل حر وعبد"[1] قال فی النہایۃ "قیل علی بمعنی مع لان العبد لا تجب علیہ الفطرۃ وانما تجب علی سیدہ اھ"[2]. وفی القاموس "والمصاحبۃ کمع "واٰتی المال علی حبہ" اھ"[3]۔ وفی الفتوحات الالٰھیۃ تحت قولہ تعالٰی "تمشی علی استحیاء" علی بمعنی مع ای مع استحیاء اھ"[4] ولا شک ان ھذا الاذان مصاحب المنبر لا یتقدمہ ولا یتأخر عنہ فان کانت حقیقۃ فی المصاحبۃ فذاک والا ابطل مجازکم باحتمال مجاز اٰخر اذ انتم المستدلون۔

اور حدیث شریف میں ہے، زکوٰۃ فطر ہر آزاد اور غلام پر ہے۔ نہایہ میں فرمایا، علٰی یہاں بھی مع کے معنٰی میں ہے کہ صدقہ فطر غلام پر واجب نہیں وہ تو مالک پر ہے (تو مطلب یہ ہوا کہ غلام کا صدقہ بھی اپنے ساتھ دے)۔ قاموس سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے، "مع کی طرح علٰی بھی مصاحبۃ کے لئے آتا ہے جیسے اٰتی المال علٰی حبہ"۔ اور فتوحات الٰہیہ میں آیت مبارکہ تمشی علٰی استحیاء کی توضیح میں فرمایا، "آیت میں علٰی مع کے معنٰی میں ہے، یعنی شرماتے ہوئے۔" اور اذانِ خطبہ بلاشبہ جلوس علی المنبر کے مصاحب ہے۔ نہ اس سے قبل نہ بعد۔ پس مصاحبۃ اگر علٰی کے معنی حقیقی ہوں تو آپ کے مراد لئے ہوئے معانی مجازی ہوئے، اور مجاز حقیقت کے معارض نہیں ہوسکتا۔ اور یہ معنی مجازی اور آپ کے معانی بھی مجازی تو ایک اور معنی مجازی کا احتمال پیدا ہوا، اور احتمال استدلال کے لئے کتنا مضر ہے یہ سب کو معلوم ہے۔

ثالثاً قال ربنا عزوجل، "و

ثالثاً اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے "اور

---

[1] مجمع الزوائد باب صدقۃ الفطر دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۸۰
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب اسلامی بیروت ۲/ ۲۷۷
[2] النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر باب العین مع اللام المکتبۃ اسلامیہ ۳/ ۲۹۶
[3] القاموس المحیط فصل العین باب الواؤ والیاء مصطفی البابی مصر ۴/ ۳۶۹
[4] الفتوحات الالٰہیۃ الشہیر بالجمل تحت الآیۃ ۲۸/ ۲۵ " " " ۳/ ۳۴۴

www.alahazratnetwork.org

اتبعوا ماتتلوا الشیٰطین علٰی ملك سلیمٰن[1]۔ قال فی الاتقان والفتوحات الالٰھیۃ ۔۔ (ای فی زمن ملکہ[2])، وفی مدارك الامام النسفی: "ای علٰی عہد ملکہ وفی زمانہ[3]"۔ ولا شك ان ھذا الاذان علٰی عہد المنبر وفی زمانہ، فرجعت الٰی معنی عند الزمانیۃ۔

ورابعًا اصل الکلام انھم اختلفوا فی الاذان المعتبر لایجاب السعی وترك العمل ھل ھو الاذان الاول کما ھو الاصح وبہ قال الحسن بن زیاد عن سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ام اذان الخطبۃ لانہ لم یکن عند نزول الکریمۃ وغیرہ وبہ قال الامام الطحاوی رحمہ اللہ تعالٰی ونقل الشمنی فی شرح النقایۃ کلامہ ھکذا قال الطحاوی انما یجب السعی وترك البیع اذا اذن الاذان الذی یکون والامام علی المنبر لانہ الذی کان علٰی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وابی بکر وعمر رضی اللہ تعالٰی عنہما[4] اھ۔

انھوں نے ملك سلیمان پر شیطانوں کے پڑھے ہوئے کی اتباع کی۔" اتقان اور فتوحاتِ الٰہیہ میں ہے: "یعنی ان کی حکومت کے زمانہ میں"۔ مدارك امام نسفی میں ہے: "یعنی ان کی حکومت اور ان کے زمانہ میں"۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اذان خطبہ منبر کے وقت اور زمانہ میں ہے تو یہ عند زمانیہ کے ہم معنی ہوگیا۔

رابعًا اصل یہ ہے کہ فقہائے اس باب میں اختلاف کیا ہے کہ جمعہ کے لئے سعی کے وجوب میں کس اذان کا اعتبار ہے، اذان اول کا (احنفیہ کے نزدیک یہی صحیح ہے۔ اور حسن بن زیاد نے امام اعظم سے اس کی روایت کی) یا اذان خطبہ کا کیونکہ آیتِ سعی کے نزول کے وقت اذان اول تھی ہی نہیں (یہی امام طحاوی کا قول ہے جس کو شرح نقایہ میں امام شمنی نے نقل کیا)۔ امام طحاوی نے فرمایا کہ جمعہ کے وقت وجوبِ سعی اور ترکِ بیع کا حکم اس اذان کے وقت ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت دی جاتی ہے کیونکہ پہلی اذان عہدِ رسالت اور ابوبکر وعمر رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کے زمانہ میں نہ تھی۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۰۲

[2] الفتوحات الالٰہیۃ الشہیر بالجمل تحت الآیۃ ۲/ ۱۰۲ مصطفی البابی مصر ۱/ ۸۵

[3] مدارك التنزیل (تفسیر النسفی) " " دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۶۵

[4] مرقاۃ المفاتیح بحوالہ الطحاوی باب الخطبۃ والصلوٰۃ تحت الحدیث ۱۴۰۴ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۳/ ۴۹۰

www.alahazratnetwork.org

وفی مرقاۃ علی القاری: "قال الطحاوی: انما یجب السعی وترک البیع اذا اذن الاذان والامام علی المنبر لانہ الذی کان علی عہدہ علیہ الصلوۃ والسلام وزمن الشیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما اھ"[1]

وھکذا کما تری لامساغ لوھمھم فیہ، وکان بعض المتاخرین اختصروا مقالہ ولیراجع اصل لفظہ رحمہ اللہ تعالٰی فانی ارجوا ان لایکون فیہ ما اوقعھم فی الوھم وکیف ما کان فانما استدل بانہ الذی کان علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وابی بکر وعمر رضی اللہ تعالٰی عنہما وھکذا ذکر فی دلیلہ من عبرہ بالاذان علی المنبر عند المنبر کالکافی والکفایۃ والمبسوط وغیرھا، ومعلوم قطعًا انہ لم یکن علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فوق المنبر ولذا احتاج ھؤلاء ایضا الی تاویل علی بعند او الباء، او

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی مرقات میں بھی روایت ان الفاظ میں ہے: "امام طحاوی فرماتے ہیں کہ جمعہ کے لئے سعی اور ترک بیع کا وجوب امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت دی جانے والی اذان سے ہے کیونکہ عہدِ رسالت اور زمانہ شیخین میں صرف یہی اذان تھی۔"

ہر ایک پر روشن ہے کہ اس عبارت میں مخالفین کے شبہہ میں پڑنے کی کوئی گنجائش نہیں (کہ امام طحاوی نے امام کے منبر پر ہونے کی بات کہی ہے نہ کہ اذان کے) اور اسی عبارت کو بعض متاخرین نے اپنے طور پر مختصر کیا ہے۔ اصل عبارت کو دیکھا جائے تو اس شبہ کی کوئی بنیاد ہی نہیں۔ بھلا ایسے ہو سکتا ہے۔ امام طحاوی نے اپنے استدلال میں فرمایا وہ اذان جس پر سعی واجب ہوتی ہے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور صاحبین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے عہد مبارک میں یہی تھی، بعد کے جن لوگوں نے اس اذان کی تعبیر علی المنبر یا عند المنبر سے کی جیسے صاحب کافی وکفایہ اور مبسوط وغیرہ ان لوگوں نے بھی یہی کہا کہ یہی اذان حضور کے مبارک عہد میں ہوتی تھی، اور سب کو معلوم ہے کہ اذانِ خطبہ عہدِ رسالت میں منبر کے اوپر نہیں ہوتی تھی اسی لئے تو ان علماء نے بھی علی کو عند

---

[1] مرقاۃ المفاتیح کتاب الصلوۃ باب الخطبۃ والصلوۃ تحت الحدیث ۱۴۰۳ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۳/۴۹۶

www.alahazratnetwork.org

المبالغة فاذن یجب حمله ما کان علیه فی زمنه الکریم وکما لم یثبت کونه فی عهده صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم فوق المنبر، کذالک لم یثبت کونه ملاصق المنبر اوعند المنبر بالمعنی الذی یزعمون ـ وانما ثبت کونه علی باب المسجد فیجب ان لا یحمل الاعلی ما یوافقه عند کان اوعلٰی، ولکن الانصاف قد عز فی الاخلاف ـ

کے معنٰی میں لیا ۔ اور روایت سے یہ ثابت ہے کہ جس کو عند کہتے ہیں وہ علٰی باب المسجد ہے تو عبارت میں لفظ عند ہو یا علٰی سب کو اسی ثابت شدہ محل پر حمل کرنا چاہئے نہ کہ اس واقعہ کے انکار کے لئے معبرین کی تعبیر کو سند بنانا چاہئے مگر افسوس کہ انصاف دنیا سے ناپید ہو رہا ہے ۔

نفحہ : لئن تنزلنا لهم عن جمیع هٰذه التحقیقات التی ذکرنا بتوفیق ربنا علی الاعلٰی فی "عند وعلٰی"

نفحہ : اگر ہم عند اور علٰی کے بارے میں ذکر کی ہوئی تمام تحقیقات سے قطع نظر کرلیں تب بھی بات وہی ثابت ہوتی ہے جو ہم نے اللہ تعالٰی کی توفیق سے ذکر کی ہے ۔

فاولًا ما قولهم "المعتبر الاذان علی المنارة او الاذان علی المنبر او عند المنبر" الا حکایة حال للتعریف ویعرف کل احد حتی الصبیان انه لیس بحکم وقولهم "لا یؤذن فی المسجد" و "یکره الاذان فی المسجد" حکم والعبرة بالحکم لا بالحکایة ـ

اولًا ان تمام عبارتوں میں جہاں اذان علی المنارہ یا اذان علی المنبر یا عند المنبر کا لفظ آیا ہے بطور تعارف وحکایت حال کے ہے (یعنی وہ اذان جو فلاں جگہ ہوتی ہے اس میں کوئی حکم نہیں کہ اذان یہاں ہونی چاہئے) بخلاف ان اقوال کے جن میں مسجد میں اذان کی ممانعت آئی ہے جیسے لایؤذن فی المسجد (مسجد میں اذان نہ دی جائے) یا یکرہ الاذان فی المسجد (مسجد میں اذان مکروہ ہے) کہ یہ صاف صاف حکم ہے، اور اعتبار حکم کا ہے تعارف وحکایت کا نہیں ۔

وثانیًا الاذان الذی کذا

ثانیًا یہ طریقہ بیان (کہ جو اذان فلاں

بیان علامة له فلا یدل علی جوازہ فضلا عن استنانه قال الامام الاجل ابوزکریا النووی فی شرح صحیح مسلم، ثم العلامة المحدث طاھر فی مجمع بحار الانوار "ان العلامة تکون بحرام و مباح"[1]۔ ارأیت ان اجتمع فی صعید السلطان والامراء والناس فمن لا یعرف السلطان سأل عالما من فیھم الملك الذی یفترض علینا طاعته فی المعروف، فقال الذی علی راسه تاج الذھب، ھل یکون ذلك حکما منه بجواز لبس الذھب للرجال، کلا، علماؤنا قد ارشدوا الی الحکم ان لا یؤذن فی المسجد وانه مکروہ فی المسجد ومع ذلك لا شك ان لو فعل فیه کما یفعل ھؤلاء لکان موجبا للسعی وترك البیع علی قول الامام الطحاوی فلو فرض ان الناس احدثوہ ھکذا فعرفوہ به بیانا لحکم السعی کان ماذا۔

جگہ ہوتی ہے) علامت ہے۔ اور علامات کا مسنون ہونا تو بڑی بات ہے، جائز ہونا بھی ثابت نہیں ہوتا۔ امام اجل ابوزکریا نووی شرح صحیح مسلم اور علامہ محدث طاہر فتنی نے مجمع البحار میں فرمایا، "کسی چیز کی علامت مباح اور حرام دونوں ہی کو قرار دیا جاسکتا ہے۔" اس کی مثال یہ ہے کہ کسی میدان میں بادشاہ، امراء اور عوام سبھی جمع ہیں، ایک آدمی بادشاہ کو نہیں پہچانتا۔ اس نے ایک پرہیزگار عالم دین سے پوچھا ان لوگوں میں بادشاہ کون ہے جس کی اطاعت ہم پر واجب ہے، وہ عالم کہے گا کہ جس کے سر پر سونے کا تاج ہے دیکھئے یہاں سونے کے تاج کی علامت سے بادشاہ کو پہچنوایا گیا۔ تو کیا یہ تعارف اس بات کا حکم ہوگیا کہ مردوں کو سونے کا تاج پہننا جائز ہے! تو جب ہمارے علماء نے یہ حکم بتادیا کہ مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے اور یہ کہ مسجد کی اذان مکروہ ہے، تو اگر اس کے خلاف مسجد کے اندر اذان دی جانے لگے، جیسا کہ آجکل یہ لوگ کر رہے ہیں تو یہ اذان بھی امام طحاوی کے مسلک پر موجب سعی و ترک بیع ہوگی۔ ہم یہ فرض کئے لیتے ہیں کہ یہ اذان متصل منبر لوگوں نے از خود ایجاد کرلی ہے پھر بھی اس ممنوع اذان کو وجوب سعی کی علامت قرار دیں تو اس سے یہ اذان جائز تو ہو نہیں جائے گی۔

[1] شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الزکوٰۃ باب اعطاء المؤلفة الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۴۲

www.alahazratnetwork.org

ثالثًا الحکم الضمنی فی الوصف العنوانی حکم منطقی والحکم المنطقی ان کان قصدیا لم یلزم ان یکون شرعیا فکیف اذا کان ضمنیا الم تسمع الی ما قالہ العلماء فی حدیث علیك السلام تحیۃ الموتی[1]

ثالثًا قضیہ ضمنیہ میں دو حکم ہوتا ہے، ایک موضوع کے وصف کا صدق ذاتِ موضوع پر اور دوسرا وصفِ محمول کا صدق ذاتِ موضوع پر۔ پہلے والا حکم ضمنی منطقی ہوتا ہے اور دوسرا حکم صریحی، شرع کے نزدیک یہی معتبر ہے۔ حکم منطقی قصدی ہو تو تب بھی شرعًا معتبر نہیں۔ اور مسئلہ دائرہ میں تو اس اذان پر جو فی زمانہ متصل منبر ہوتی ہے۔ فقہائے اذان کا حکم ضمنًا لگایا ہے، تو یہ شرع کے نزدیک کب معتبر ہوگا؟ اس کی مثال یہ ہے کہ لفظ علیك السلام میں مخاطب پر سلام کا حکم منطقی قصدی ہے مگر شریعت نے اسے نامعتبر اور ناجائز بتایا۔ حدیث شریف میں ہے: "علیك السلام مُردوں کا سلام ہے۔"

رابعًا بعد التنزل والتحمل ان کان فمن باب "الاشارۃ" وقولہم لایؤذن فی المسجد و یکرہ الاذان فی المسجد "عبارۃ" وقد نصوا قاطبۃ ان العبارۃ مرجحۃ علی الاشارۃ وان الحکم والفتیا بالمرجوح جہل و خرق الاجماع، کما فی تصحیح القدوری والدر المختار[2]۔

رابعًا تمام بحث و مباحثہ کے بعد اذان علی المنبر سے اگر کوئی حکم ثابت ہو تو بطور اشارۃ النص ثبوت ہوگا۔ اور فقہاء کے قول "لایؤذن فی المسجد و یکرہ الاذان فی المسجد" عبارۃ النص ہے اور تمام علمائے اصول کا اجماع ہے کہ عبارۃ النص راجح اور اشارۃ النص مرجوح ہے اور درمختار میں ہے کہ قولِ مرجوح پر فتوٰی دینا جہالت اور خرقِ اجماع ہے۔

---

[1] المصنف لعبدالرزاق باب کیف السلام والرد حدیث ۱۹۴۳۴ المجمع الاسلامی بیروت ۱۰/۳۸۴

[2] الدر المختار مقدمۃ الکتاب مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۵

www.alahazratnetwork.org

وخامسًا فی معانیہ انواع الاحتمال، والنصان صریحان والمحتمل لا یعارض الصریح و اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

وسادسًا مع قطع النظر عن کل ما مرّ غایتہ تعارض حاظر ومبیح فیترجح الحظر بل الامر اذا تردّد بین السنۃ والکراھۃ کان سبیلہ الترک کما نص علیہ فی رد المحتار[1] والبحر وغیرھما، لان درء المفاسد اھم من جلب المصالح[2]، وفی معراج الدرایۃ للامام القوام الکاکی ثم منحۃ الخالق غض البصر مکروہ والجماعۃ سنۃ فترک السنۃ اولٰی من ارتکاب المکروہ[3] اھ فعلی کل حال ما النصر الا لنا ولا الدائرۃ الا علیھم وللّٰہ الحمد۔ فھذہ عشرۃ اجوبۃ عن "عند" و عشرۃ عن "علٰی" وللّٰہ الحمد العلی

وخامسًا اذان علی المنبر کے معنٰی میں مختلف قسم کے احتمال ہیں، اور ممانعت اذان فی المسجد کی عبارت نص صریح ہے، اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ محتمل صریح کا مقابل نہیں ہوسکتا اور کلام محتمل سے استدلال باطل ہے۔

سادسًا جو پہلے گزرا اس تمام سے قطع نظر کرتے ہوئے، اس کی غایت حظر و اباحت کی دلیل میں تعارض ہے تو ترجیح حظر کو ہوگی، بلکہ امر جب سنّت و کراہت میں دائر ہو تو اس کا راستہ ترکِ سنّت ہے جیسا کہ رد المحتار اور بحر وغیرہ میں اس پر نص کی گئی ہے۔ کیونکہ مفاسد سے بچنا منافع کے حصول سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ معراج الدرایہ اور منحۃ الخالق میں ہے غضِ بصر مکروہ اور جماعت سنّت ہے چنانچہ ترکِ سُنّت اولٰی ہے ارتکابِ مکروہ سے۔ بہر حال نصرت ہمارے لئے اور وبال ان پر ہے۔ اور تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں۔ یہ "عند" سے متعلق دس جواب ہیں، اور "علٰی" سے متعلق بھی دس جواب ہیں۔ اور تمام تعریفیں اللہ تعالٰی بلند و

---

[1] رد المحتار باب ما یفسد الصلوٰۃ ۱/ ۴۳۱ و البحر الرائق باب العیدین ۲/ ۱۶۵

[2] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الخامسۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۲۵

[3] منحۃ الخالق حاشیۃ البحر الرائق باب الامامۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۵۲

www.alahazratnetwork.org

الاعلیٰ۔

وانت خبیران کل ما ذکرنا فی ھٰذہ النفحۃ الاخیرۃ فانما ھو علٰی غایۃ التنزل وارخاء العنان و جری علٰی سنن المناظرۃ والاحققنا کلام الفقہاء الکرام بما لایبقٰی معہ للمنصف کلام ولا للمجادل مجال جدال واما المکابر فدادہ عضال نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔

نفحۃ ۸: اعلم ان السنۃ عند السادۃ المالکیۃ فی اذان الخطبۃ ایضًا ان یکون علی المنارۃ وصرحوا ان کونہ بین یدی الخطیب بدعۃ ومکروھۃ وقال الامام محمد العبدری الفاسی المالکی فی المدخل "ان السنۃ فی اذان الجمعۃ اذا صعد الامام علی المنبر ان یکون المؤذن علی المنار کذٰلک کان علٰی عھد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وابی بکر وعمر وصدرًا من خلافۃ عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہم، ثم زاد عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ اذانًا اٰخر بالزوراء وابقی الاذان الذی کان علٰی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی المنار والخطیب علی المنبر اذ ذاک" ثم لما تولی ھشام بن عبد الملک اخذ الاذان

اعلیٰ کے لئے ہیں۔

اس نفحہ میں جتنی باتیں ہم نے ذکر کیں اپنے منصب سے اُتر کر اور لگام ڈھیل کرکے، اور بطور مناظرہ۔ ورنہ ہم نے تو فقہائے کرام کے کلام کی وہ تحقیق کی ہے کہ جس کے بعد منصف کو کلام کی گنجائش ہی نہیں، بلکہ مجادل بھی جدل سے باز آئے۔ رہ گیا مکابر تو کلام تو یہ ایک گمراہی ہے جس سے ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔

نفحہ ۸: ائمہ مالکیہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک اذانِ خطبہ میں بھی سُنّت یہی ہے کہ منارہ پر ہو خطیب کے سامنے یہ اذان بدعت مکروہہ ہے۔ امام محمد عبدری فاسی مالکی مدخل میں فرماتے ہیں: "امام کے منبر پر چڑھنے کے وقت کی اذان میں سُنّت یہ ہے کہ مؤذن اس وقت منارہ پر ہو۔ ایسا سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور زمانہ ابوبکر وعمر اور عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہم کے ابتدائے خلافت تک رہا۔ اس کے بعد حضرت ذوالنورین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک اور اذان زیادہ فرمائی جو مقام زوراء پر دی جاتی اور عہدِ رسالت والی اذان کو جہاں کا تہاں باقی رکھا (یعنی جب خطیب منبر پر چڑھتا اس وقت اذان منارہ پر دی جاتی) ہشام ابن عبدالملک بادشاہ ہوا تو اس نے اذانِ اول کو مقامِ زوراء سے منارہ کی طرف

www.alahazratnetwork.org

الذی فعلہ عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ بالزوراء وجعلہ علی المنار، ثم نقل الاذان الذی کان علی المنار حین صعود الامام علی المنبر علٰی عھد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و ابی بکر وعمر وصدرًا من خلافۃ عثمان رضی اللہ تعالٰی عنھم بین یدیہ، قال علماؤنا رحمھم اللہ تعالٰی علیھم وسنۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اولٰی ان تتبع[1] اھ (باختصار)

منتقل کیا، اور اذانِ عہدِ رسالت وصاحبین اور ابتدائے عہدِ عثمانِ غنی میں (یعنی امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت) منارہ پر ہوتی تھی، اس کو امام کے سامنے دلانے لگا۔ ہمارے علمائے کرام فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنت کی پیروی اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔

وحواشی الجواھر الزکیۃ شرح المقدمۃ العشماویۃ للعلامۃ یوسف السفطی المالکی "الاذان الثانی کان علی المنار فی الزمن القدیم وعلیہ اھل المغرب الی الاٰن، و فعلہ بین یدی الامام مکروہ کما نص علیہ البرزلی وقد نھی عنہ مالک فعلہ علی المنار والامام جالس ھو المشروع[2] اھ سکندری۔

حواشی جواہر زکیہ شرح مقدمہ عشماویہ للعلامہ یوسف السفطی سکندری مالکی میں ہے: دوسری اذان زمانۂ قدیم سے منارہ پر ہوتی تھی اہلِ مغرب کا آج بھی اسی پر عملدرآمد ہے، اس اذان کے امام کے سامنے دینے کو امام برزلی نے مکروہ لکھا ہے۔ امام مالک نے اس سے منع فرمایا۔ امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت منارہ پر اذان مشروع ہے۔

وفی المواھب اللدنیۃ للامام احمد القسطلانی وشرحھا للعلامۃ محمد

مواہب لدنیہ میں امام احمد قسطلانی نے اور اس کی شرح میں علامہ زرقانی مالکی رحمہما اللہ تعالٰی

---

[1] المدخل فصل فی ذکر بعض البدع التی احدثت فی المسجد الخ دار الکتاب العربی بیروت ۲/۲۱۲

[2] حواشی الجوہر الزکیۃ شرح المقدمۃ العشماویۃ للعلامۃ یوسف السفطی المالکی

www.alahazratnetwork.org

الزرقانی المالکی رحمہما اللہ تعالٰی، قال الشیخ خلیل ابن اسحٰق فی التوضیح اسم شرحہ علی ابن الحاجب "اختلف النقل ھل کان یؤذن بین یدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او علی المنار الذی نقلہ اصحابنا انہ کان علی المنار نقلہ ابن القاسم عن مالك فی المجموعۃ ونقل ابن عبدالبر فی کافیہ عن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ ان الاذان بین یدی الامام لیس من الامر القدیم[1] الخ۔ وسیأتی تمامہ بعونہٖ تعالٰی۔

نے فرمایا: "شیخ خلیل ابن اسحٰق نے توضیح میں فرمایا جو ابن حاجب کی شرح ہے کہ علماء نے نقل نے اختلاف کیا کہ اذانِ ثانی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ کے سامنے ہوتی یا منارہ پر۔ ہمارے اصحاب سے منارہ پر ہونا ہی منقول ہے جیسا کہ ابن قاسم نے اس کو امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مجموعہ میں نقل کیا۔ ابن عبدالبر نے امام مالک سے یہی نقل کیا کہ امام کے سامنے اذان دینا قدیم معمول نہیں ہے" (پوری تفصیل ان شاء اللہ آگے آرہی ہے)۔

فھٰذہٖ نصوص الامام مالك واصحابہ علٰی ان کون الاذان بین یدی الخطیب بدعۃ من راسہ فضلًا عن کونہ فی المسجد وانما السنۃ فیہ ایضا کاذان سائر الصلوات کونہ علی المنار فظھر ان ادعائھم اجماع المسلمین علی الاذان داخل المسجد لصیق المنبر فریۃ منھم وای اجماع یقوم مع خلاف امام دار الھجرۃ وجماھیر اصحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنھم وکذا کذب من

امام مالک رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کے یہ نصوص "اذان بین یدی الخطیب" کے بالکلیہ بدعت ہونے کی تصریح ہیں چہ جائیکہ اس کا مسجد میں ہونا جائز ہو۔ سنت تو یہ ہے کہ باقی تمام اذانوں کی طرح یہ بھی منارہ پر ہو۔ تو مخالفین کا یہ افتراء ہے کہ اذانِ ثانی کا منبر کے متصل مسجد میں ہونا اجماعِ مسلمین سے ثابت ہے، بھلا امام دار الھجرۃ امام مالک اور ان کے خلفاء رضی اللہ تعالٰی عنہم کو چھوڑ کر کون سا اجماع منعقد ہو سکتا ہے، تنہا ائمہ مالکیہ کا اختلاف ہی قدحِ اجماع کے لئے کافی ہے جبکہ اس

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد التاسع الباب الثانی المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۶۲-۱۶۱
شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ " " دار المعرفۃ بیروت ۷/ ۳۸۰

www.alahazratnetwork.org

ادعٰی اجماع المذاھب الاربعۃ ولعل مالکا لیس عندہ من الاربعۃ۔ ھذا اذا لم یصرح ائمتنا الحنفیۃ بکراھۃ الاذان داخل المسجد فکیف وقد صرحوا۔ ولا نعلم خلافا فیہ عن غیرھم فلا یبعد ان الاجماع علٰی خلاف ماھم علیہ وباللہ التوفیق۔

مسئلہ میں ائمہ احناف رحمہم اللہ کی تصریح بھی موجود ہے کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے، اور احناف وغیرہ کسی سے بھی اس کے خلاف ہونے کا علم نہیں۔ تو کہیں ایسا تو نہیں کہ اذان بین یدی الخطیب کے مکروہ ہونے پر ہی اجماع ہو۔

نفحہ ۹: وبہ ظھر بطلان زعمھم تعامل جمیع المسلمین فی جمیع بلاد الاسلام بایقاع ھذا الاذان داخل المسجد لصیق المنبر الم تسمع السکندری ثم السفطی[1] ان الاذان الثانی کان علی المنار فی الزمن القدیم وعلیہ اھل المغرب الی الاٰن اھ ونرٰی فی معظم بلادنا الجوامع السلطانیۃ مبنیۃ فیھا دکک لھذا الاذان بعیدۃ عن المنبر وعلیھا یفعل الی الاٰن وقد قدمنا انہ اذان خارج المسجد لکن العوام لایعلمون، یعلمون ظاھرا من الحال وعن الحقیقۃ ھم غافلون، و اذ لم یھتدوا لھا ظنوہ اذانا فی المسجد فعن ھذا نشأ وفشا فیھم ھذا ثم قاسوا علیہ اذان سائر الصلوات، اذ لا فارق

نفحہ ۹: مذکورہ بالا بیان سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ ان لوگوں کا یہ گمان بھی باطل ہے کہ تمام اسلامی شہروں میں سارے مسلمانوں کا تعامل اسی پر ہے کہ یہ اذان مسجد کے اندر منبر کے متصل ہوتی ہے (تو تعامل کی دلیل سے اذان ثانی متصل منبر جائز ہوئی) کیونکہ سکندری پھر سفطی کا بیان سُن چکے کہ مالکیہ اور اہل مغرب کا تعامل بیرون مسجد کا ہے۔ خود ہندوستان کے اکثر شہروں میں شاہی جامع مسجدوں میں منبروں سے دُور چبوترے بنے ہوتے ہیں جن پر آج تک اذان ہوتی ہے۔ پہلے ہم یہ بتا آئے ہیں کہ یہ اذان بھی دراصل بیرونِ مسجد ہے، لیکن عوام لاعلمی کی وجہ سے حقیقت سے غافل اور ظاہر سے دھوکے میں پڑے ہیں، اور اس کو اذان اندرونِ مسجد سمجھتے ہیں، اور یہی ان میں شائع و ذائع ہے۔ اور پھر اسی لاعلمی پر اپنے ایک فاسد قیاس کی بنیاد رکھتے ہیں کہ مسجد مسجد سب برابر ہیں ان میں باہم نہ کوئی فرق ہے نہ کوئی فرق کا

---

[1] اشرح الجواہر الزکیۃ شرح المقدمۃ العشماویۃ للعلامۃ یوسف السفطی المالکی

www.alahazratnetwork.org

ولا قائل بالفرق فتراهم فی کل صلٰوۃ یقوم احدھم اینما شاء من بیت اللہ فیرفع عقیرتہ بالاذان، و اذا قیل لہ اتق اللہ قابل بالعناد والطغیان فصار عمل السنۃ عندھم منسیا و تصریحات الفقہ شیئا فریا احدثوا تعاملا فیما بینھم علٰی خلاف الشریعۃ ثم جعلوہ لابطال حکم الشرع ذریعۃ و الی اللہ المشتکی وھو المستعان۔

قائل۔ پس جب یہ اذان مسجد کے اندر ہوتی ہے تو پنجوقتہ نمازوں میں بھی اذان مسجد کے اندر ہونے میں کیا حرج ہے، اور نماز کے وقت دربارِ الٰہی کے جس حصہ میں بھی جی چاہتا ہے کھڑے ہوکر چیخنے لگتے ہیں اور جب انھیں کوئی تنبیہ کرتا ہے کہ اللہ سے ڈرو اور مسجد میں آواز بلند نہ کرو، تو عناد و فساد کرنے لگتے ہیں۔ اور اب صورتِ حال یہ ہوگئی ہے کہ سنّت کا عمل مُردہ ہوگیا ہے اور تصریحاتِ ائمہ جھوٹ قرار دی جاچکی ہیں، اور خلافِ سنت عمل کو تعامل قرار دے لیا ہے، اور حکمِ شرع کے ابطال کے لئے اسی کو دلیل بنالیا ہے۔ تو اللہ تعالٰی سے اس کے لئے فریاد ہے اور اسی سے مدد کی طلب ہے۔

ولو یعلموا ان مثل ھذا التعامل لاحجۃ فیہ والالکان الکذب والغیبۃ والنمیمۃ احدی بالجواز فانھا اکثر تعاملا و افشی فی الناس شرقا و غربا بعد قرون الخیر۔ قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، ثم یفشوا الکذب[1]۔

اور یہ نکتہ وہ لوگ سمجھ ہی نہیں پاتے کہ ایسا تعامل قطعاً سند نہیں، ورنہ جھوٹ، غیبت، چغل خوری اس سے زیادہ جواز کے مستحق ہونگے کہ ان کا تعامل قرونِ مشہود لہا بالخیر کے بعد مشرق و مغرب میں پھیل گیا ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: "پھر جھوٹ پھیل جائے گا۔"[1]

قال فی فتاوی الغیاثیۃ او اخر کتاب الاجارۃ عن السید الامام الشھید رحمہ اللہ تعالٰی، انما یدل علی

صاحبِ فتاوٰی غیاثیہ نے اواخر کتاب اجارہ میں سید امام شہید رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر کیا، "وہی تعامل جواز کی دلیل بنتا ہے جو

[1] جامع الترمذی ابواب الفتن باب فی لزوم الجماعۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۳۹

www.alahazratnetwork.org

الجواز مایکون علی الاستمرار من الصدر الاول فاذا لم یکن کذٰلک لایکون فعلهم حجة الا اذا کان ذٰلک من الناس کافة فی البلدان کلها، الا تری انهم لو تعاملوا علی بیع الخمر او علی الربا لا یفتی بالحل اھ۔[1]

صدرِ اول سے آج تک برابر جاری ہو۔ اور ایسا نہ ہو تو کسی عہد کے لوگوں کا فعل حجت نہیں یا ان تمام شہروں، قصبوں اور قریوں کے سبھی انسانوں کا تعامل ہو تو اور بات ہے اور یہ بالکل واضح امر ہے کہ اب اگر سب جگہ کے سب لوگ شراب پینے لگیں، سُودی کاروبار میں مبتلا ہوں تو بھی اس کے حلال ہونے کا فتوٰی نہیں دیا جائے گا۔"

وفی جمعة ردالمحتار: "التعارف انما یصلح دلیلًا علی الحل اذا کان عاما من عهد الصحابة والمجتهدین کما صرحوا به اھ۔[2]"

ردالمحتار کے باب الجمعہ میں ہے: "تعامل اس وقت جواز کی دلیل بنتا ہے جبکہ عام ہو اور عہد صحابہ ومجتہدین سے اس پر عملدرآمد ہو۔ ایسا ہی ائمہ نے تصریح کی ہے۔"

وفی جنائزه نقلا عن بعض المحققین من الشوافع بالتقریر ما نصه "هذا الاجماع اکثری و ان سلم فمحل حجیته عند صلاح الازمنة بحیث ینفذ فیها الامر بالمعروف والنهی عن المنکر وقد تعطل ذٰلک منذ ازمنة۔[3]"

اسی کتاب کے باب الجنائز میں بعض محققین شوافع سے منقول ہے: یہ اجماع اکثری ہے، اگر اس کو تسلیم بھی کرلیا جائے تو اس کے دلیل جواز ہونے کا تب اعتبار ہوگا کہ یہ امت کے صلاح کے وقت کا ہو۔ جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نافذ ہو۔ اور یہ تو زمانہ دراز سے معطل ہے۔

وفی المکتوب الرابع والخمسین

مجدد الف ثانی شیخ احمد العمری سرہندی

---

[1] فتاوٰی غیاثیہ کتاب الاجارات نوع فی النساج مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۱۶۰

[2] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب الجمعۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۵۱

[3] " " باب صلوۃ الجنائز " " " " " " ۱/ ۶۰۲

www.alahazratnetwork.org

من المجلد الثانی من المکتوبات الشیخ احمد العمری السرهندی الشهیر بمجدد الف ثانی ما ترجمته "غمرت الدنیا فی بحر البدعات واطمأنت بظلمات المحدثات من یستطیع دعوی رفع البدعة والتکلم باحیاء السنة اکثر علماء الزمن حماة البدع ومحاة السنن یحسبون شیوع البدع تعاملا فیفتون بجوازها بل استحسانها ویدلون الناس علی اتیانها یظنون ان الضلال اذا شاع والباطل اذا تعورف صار تعاملا ولا یدرون ان مثل هذا التعامل بشیئ لیس دلیلا علی حسنه انما العبرة بتعامل جاء من الصدر الاول او حصل اجماع جمیع الناس علیه" ثم احتج بعبارة الغیاثیة المذکورة ثم قال "ولا شك ان العلم بتعامل الناس کافة وعمل جمیع القری والبلدان خارج عن وسع البشر[1]"۔

واکثر المخالفین لنا فی المسئلة الدائرة انما یفتخرون بانهم من غلمان هذا الشیخ وقد قرئ علیهم قوله هذا مرارا فلا یسمعون

کے مکتوبات کی جلد ثانی مکتوب ۵۴ میں ہے، "دنیا بدعات کے سمندر میں غوطہ لگا چکی ہے اور محدثات کی تاریکیوں میں مطمئن ہے۔ رفع بدعت اور تکلم باحیاء سنت کا دعوٰی کون کرسکتا ہے۔ اس زمانہ کے اکثر علماء تو بدعات کے حامی اور سنت کے مٹانے والے ہیں۔ بدعات کے شیوع اور کثرت کو تعامل قرار دیتے ہیں، اور اس کے جواز بلکہ استحسان کا فتوٰی صادر کرتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ بدعت پھیل جائے اور گمراہی عام ہوجائے تو تعامل بن جاتا ہے۔ یہ لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ کسی چیز کا ایسا تعامل اس کے حسن ہونے کی دلیل نہیں، جز ایں نیست کہ وہ تعامل معتبر ہے جو صدر اوّل سے معمول بہا ہو یا اس پر تمام لوگوں کا اجماع ثابت ہو (پھر غیاثیہ کی مذکورہ بالا عبارت سے استدلال کرکے فرمایا) تمام لوگوں کا تعامل اور تمام شہروں اور دیہاتوں کا عمل معلوم ہونا آدمی کی وسعت وطاقت سے باہر ہے اھ۔"

مسئلہ اذان میں ہمارے مخالفین میں سے بہتوں کو اس پر فخر ہے کہ وہ شیخ مجدد کے غلاموں میں سے ہیں ہم نے بارہا شیخ مجدد کی یہ عبارت پڑھ کر انھیں سنائی بھی (کہ اب تک

[1] مکتوبات امام ربانی مکتوب پنجاہ وچہارم نولکشور لکھنؤ ۲/۱۰۳

www.alahazratnetwork.org

ولاینتہون عن ادعاء التعامل و لایرعوون انما اتخذوا شیخہم ھواھم فہم بفتوی الہوی یعملون نسأل الله العفو والعافیة۔

وہ اپنے تعامل مقبول کے دعوے سے باز آئیں) مگر وہ تعامل کے دعوی سے باز نہیں آتے۔ دراصل (حضرت مجدد) کے بجائے انھوں نے اپنے نفس کی خواہش کو اپنا شیخ بنالیا ہے اور اسی کے فتوے پر عمل کرتے ہیں، ہم اللہ تعالٰی سے عفو وعافیت طلب کرتے ہیں۔

قال العلامة الشامی فی ردالمحتار من الاجارات وفی رسالته "تحریر العبارة" وفی کتابه "العقود الدریة" کلها عن العلامة "قنالی زاده" عہ ان المسئلة البناء والغرس علی ارض الوقف کثیرة الوقوع فی البلدان و اذا طلب المتولی او القاضی رفع اجارتها الی اجر المثل، یتظلم المستاجرون ویزعمون انه ظلم، وهم ظالمون، وبعض الصدور والاکابر یعینونهم ویزعمون ان هذا تحریك فتنة علی الناس وان الصواب ابقاء الامور علی ماهی علیه وان

علامہ شامی نے ردالمحتار، کتاب الاجارہ، رسالہ تحریر العبارۃ، عقود دریہ سب میں علامہ قنالی زادہ سے نقل کیا کہ وقف کی زمین پر مکان بنانے اور درخت لگانے کا معاملہ وقف کے اجیروں میں کثیر الوقوع ہے۔ جب متولی اور قاضی سے ایسے اجاروں کے ختم کرنے کی درخواست کی جاتی ہے اور اجرت مثل پر ان زمینوں کے کرایہ پر اٹھانے کی بات کہی جاتی ہے تو ان زمینوں کے قدیم کرایہ دار اس کی فریاد کرتے ہیں اور اس کو ظلم قرار دیتے ہیں حالانکہ وہ خود ہی ظالم ہیں۔ اور بعض صدر واکابران کی مدد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنا ہے۔ اس لئے جیسا اب تک ہوتا آیا تھا ویسا ہی عملدرآمد ہوتے رہنا چاہئے کہ

عہ هکذا فی ردالمحتار طبع قسطنطنیة وفی تحریر العبارة قنلی زاده بغیر الالف وفی العقود الدریة منلی زاده بالمیم ۱۲ منه۔

عہ یہ لفظ ردالمحتار مطبوعہ قسطنطنیہ میں ہے اور تحریر العبارۃ میں قنلی زادہ بغیر الف کے ہے اور عقود الدریہ میں منلی زادہ میم کے ساتھ ہے ۱۲ منہ۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

شرالامور محدثاتھا ولا یعلمون ان الشر فی اغضاء العین عن الشرع وان احیاء السنۃ عند فساد الامۃ من افضل الجھاد و اجزل القرب اھ[1]۔"

ہربات سے بُری نئی بات پیدا کرنا ہے۔ اور وہ یہ نہیں جانتے کہ برائی کے وقت شرع سے چشم پوشی خود بُری ہے، اور اُمت میں فساد واقع ہونے کے وقت سنت کا زندہ کرنا جہاد سے بھی افضل اور بزرگ ترین عبادت ہے۔

وفی تحریر العبارۃ، "فعلم بھذا ان ھذہ علۃ قدیمۃ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم اھ[2]۔"

تحریر العبارۃ میں علامہ شامی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں، "اس سے معلوم ہوا کہ یہ پرانی بیماری ہے (کہ شر پھیل جائے تو لوگ چشم پوشی اختیار کرتے ہیں) لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔"

وفی ردالمحتار، "اذا تکلم احد بین الناس بذٰلک یعدون کلامہ منکرًا من القول وزورا وھذہ بلیۃ قدیمۃ اھ[3]۔"

ردالمحتار میں ہے، "لوگ آدمی کی حق بات کو بھی ناحق سمجھتے ہیں، یہ قدیم برائی ہے۔"

وفیہ وفی العقود الدریۃ، "وھذا علو فی ورق[4]۔"

اور اسی (ردالمحتار) میں اور عقود الدریہ میں ہے "یہ ایک ورق میں ہم نے علم عظیم ظاہر کیا۔"

وھذہ لعمرک حال الناس فی تھالکھم علی ھذا المحدث و

واللہ! اس اذان ممنوع و محدث سے لوگوں کے ہلاکت میں پڑنے کا حال بھی ایسا ہی ہے اور

---

[1] ردالمحتار کتاب الاجارۃ باب مایجوز من الاجارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۰

[2] تحریر العبارۃ فیمن ھو اولی بالاجارۃ رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۲/۱۵۷

[3] ردالمحتار کتاب الاجارۃ باب مایجوز من الاجارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۰

[4] العقود الدریۃ " مسئلۃ استبقاء البناء والغراس ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۱۲۵

www.alahazratnetwork.org

هٰذہٖ هی اعذارهم فی ایقاعه والقاء السنة ۔ والله المستعان، ولاحول ولاقوة الا بالله العلی العظیم۔

سنت چھوڑ کر اس امر مکروہ میں پڑے رہنے کیلئے لوگوں نے ایسے ہی اعذار باردہ تراش رکھے ہیں۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

نفحہ ۱۰: اذ قد ظهر ان لاتعامل الی الاٰن فما ظنك بالتوارث الذی به یلهجون واذا اخذوا بالحدیث والفقه فهم یتلجلجون۔

نفحہ ۱۰: جب یہ ظاہر ہوگیا کہ اذان متصل منبر کے تعامل کی کوئی اصل نہیں۔ پھر توارث کے ثبوت کی کون سی صورت ہے کہ اس سے بھی یہ لوگ پناہ پکڑتے ہیں، اور جب حدیث وفقہ سے ان امور پر مواخذہ کیا جاتا ہے تو کج مج بیانی دکھاتے ہیں۔

ویاسبحان الله انما التوارث التعامل فی جمیع القرون، فاذا لم یتحقق الی الاٰن کیف یثبت من سالف الزمان واذ قد ارشد الحدیث الصحیح ان الذی فی عهد الرسالة والخلافة الراشدة کان علٰی خلاف مایزعمون فانّی یصح التوارث والٰی من یسندون وعمن یرثون، قال المحقق حیث اطلق فی فتح القدیر مسألة الجهر فی الاولیین والاخفاء فی الاخریین قوله "هذا هو التوارث" یعنی انا اخذنا عمن یلینا الصلٰوة هکذا فعلا وهم عن یلیهم کذٰلك وهکذا الی الصحابة رضی الله عنهم وهم بالضرورة اخذوه عن صاحب الوحی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فلایحتاج الٰی ان ینقل فیه نص معین[1] اھ۔

سبحان اللہ! توارث تو تمام قرنوں کے تعامل کا نام ہے۔ اور جب آجکل کا تعامل ثابت نہ ہوسکا تو گزشتہ زمانوں کا کیسے ثابت ہوگا۔ اور حدیث صحیح سے پتہ چلا کہ عہدِ رسالت وزمانہ خلافت راشدہ میں عملدرآمد ان کے مزعومہ کے خلاف تھا، تو کہاں سے توارث ثابت ہوگا، کس سے اس کی نسبت ثابت کرینگے اور کس کا ورثہ اس کو قرار دیں گے۔ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا: "رکعتین اولیین میں قراءت جہری اور اخریین میں سِرّی ہی متوارث ہے یعنی ہم نے اس کو اپنے باپ دادا اور بزرگوں سے لیا اور انھوں نے اس کو اپنے بزرگوں سے اخذ کیا، ایسے ہی صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم تک، اور انھوں نے اس کو صاحبِ وحی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سیکھا اس لئے اس کے واسطے کسی نص معین کی ضرورت نہیں۔

[1] فتح القدیر کتاب الصلٰوۃ باب صفۃ الصلٰوۃ فی القراءۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۸۳

www.alahazratnetwork.org

فهٰذا معنى التوارث المحتج به شرعًا مطلقًا المستغنى عن ابداء سند خاص وانّى لهم بذٰلك وكيف يصح فيما قد علمنا عن صاحب الوحى صلى الله تعالٰى عليه وسلم وعن خلفائه الراشدين رضى الله تعالٰى عنهم خلافه۔

اقول وتحقيق المقام ان الاحوال اربع: (۱) العلم بعدم الحدوث (۲) وعدم العلم بالحدوث (۳) والعلم بالحدوث تفصيلا اى مع العلم بانه حدث فى الوقت الفلانى۔ (۴) والعلم به اجمالا ان علمنا انه حادث ولا نعلم متى احدث۔

ومن احدث فالشئ اذا كان ناشيا متعاملًا به فى عامة المسلمين، وعلمنا انه هو الذى كان على عهده صلى الله تعالٰى عليه وسلم فهو القسم الاول، وهو المتوارث الاعلٰى، واذ لم يعلم كيف كان الامر على عهد النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم ولا علم حادث بعده صلى الله تعالٰى عليه وسلم فيحمل على ان كل قرن اخذه عن سابقه ويجعل متوارثا تحكيمًا للحال

یہی توارث کے وہ معنی ہیں جس سے شرعًا دلیل پکڑنا درست ہے، اور جس کی سند ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں تو مسئلہ دائرہ میں یہ لوگ کیسے توارث ثابت کریں گے جبکہ ہم خوب جانتے ہیں کہ صاحبِ وحی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اور خلفائے راشدین سے اس کے خلاف روایت ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں) تحقیق مقام یہ ہے کہ احوال کی چار قسم ہے (۱) جس کا حادث نہ ہونا معلوم ہو (۲) جس کے حدوث کا علم نہ ہو۔ (۳) حدوث کا علم تفصیلی ہو کہ کب کس نے ایجاد کیا (۴) حدوث کا علم اجمالی ہو، یعنی یہ تو معلوم ہو کہ نو ایجاد ہے، لیکن یہ نہ معلوم ہو کہ کب اور کیسے ایجاد ہوا۔

جو چیز عامۃ المسلمین میں عام طور سے معمول بہ ہو اور اس کا عمل شائع و ذائع ہو، اور اس کے بارے میں یہ بھی معلوم ہو کہ حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں بھی ایسا ہی ہوتا تھا، یہ قسم اول ہے، اور اسی کو متوارث اعلٰی بھی کہتے ہیں۔ اور جب نہ یہ معلوم ہو کہ حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے زمانہ میں اس کا کیا حال تھا، نہ یہی پتہ چلے کہ اس کی ایجاد حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد ہوئی ہے، تو یہ سمجھا جائے گا کہ یہ چیز شروع سے اسی طرح ہوتی آرہی ہے، اور ہر بعد کے زمانہ والے نے اپنے سے پہلے زمانہ والوں سے لے کر حاصل کیا

www.alahazratnetwork.org

حملا علی الظاھر والاصل، اذ الاصل فی الامور الشرعیۃ ھو الاخذ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، والعمل بالسنۃ ھو الظاھر من حال عامۃ المسلمین" وھذا ھو القسم الثانی" وھذا ما یقال فیہ انہ لایحتاج الی سند خاص۔ اما اذا علم حدوثہ فلا یمکن جعلہ متوارثا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سواء علمنا وقت حدوثہ اولا، لان عدم العلم بوقت الحدوث لیس عدم العلم بالحدوث فضلا عن العلم بعدم الحدوث فرب حادث نعلم قطعا انہ حادث ولا نعلم متی حدث کاھرام مصر، بل والسماء والارض فی الحدوث المطلق ومعالیق الحجرۃ الشریفۃ التی تعلق حولھا من قنادیل الذھب والفضۃ ونحوھما فی الحدوث المقید قال السید السمھودی فی خلاصۃ الوفاء: ولم اقف علی ابتداء حدوثہا[1] الخ وحینئذ ینظر ھل یخالف

تو ایسی چیز کو حال کی دلیل پر عمل اور اصل و ظاہر کا لحاظ کرتے ہوئے متوارث حکمی کہا جاتا ہے کہ امور شرعیہ میں سنت پر عمل کرنا ہی اصل ہے، اور مسلمانوں کا ظاہر حال بھی یہی ہے کہ سنت پر عمل کریں، یہ متوارث کی قسم ثانی ہے، اس کے لئے کسی خاص سند کی ضرورت نہیں۔ اور جس چیز کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ یہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عہد مبارک کی ایجاد ہے۔ ایسی چیز کے بارے میں متوارث ہونے کا حکم نہیں لگایا جا سکتا، اس کے حدوث کے وقت کا علم ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ کسی چیز کے حدوث کے وقت کا علم نہ ہونے کے لئے یہ لازم نہیں کہ ہم اس کے حدوث سے ہی بے خبر ہوں، یا یہ جانتے ہوں کہ وہ حادث نہیں ہے کتنی چیزوں کے بارے میں ہمیں بالیقین معلوم ہوتا ہے کہ یہ حادث ہے لیکن اس کے حدوث کے وقت کا پتہ نہیں ہوتا جیسے اہرام مصر۔ بلکہ حدوث مطلق میں آسمان و زمین بھی۔ اور حدوث مقید میں جیسے وہ جھاڑ فانوس اور قندیلیں جو حجرۂ نبوی شریف کے آس پاس لٹکائی ہوتی ہیں، حضرت علامہ سمہودی نے خلاصۃ الوفاء میں فرمایا کہ "ہمیں ان کے ابتدائے حدوث کا وقت نہیں معلوم۔" تو ایسے نو پیدا امور جن کے حدوث کے وقت کا ہمیں علم نہ ہو۔ جب

---

[1] وفاء الوفاء الفصل الخامس والعشرون دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۸۴

هٰذا سنة ثابتة فی خصوص الامر اولا ـ 16
علی الثانی یحال الامر علی حال الشیئ فی نفسه فان کان حسنا داخلا تحت قواعد الحسن فحسن علی تفاوته من الاستحباب الی الوجوب حسب ما تقتضیه القواعد الشرعیة ، و قد یطلق علیه "المتوارث" اذ تقادم عهده کذکر العمین الکریمین فی الخطبة ، وهذا ادنی اقسامه، ولا اطلاق له علی مادونه اللهم الا لغة ، کتوارث التقیة فی الرافضة ، والکذب فی الوهابیة، وان کان قبیحا داخلا تحت قواعد القبح فقبیح علی تفاوته من الکراهة الی التحریم اولا ولا فلا ولا بل مباح بیه[عه]... والخروج عن العادة شهرة و مکروه کما نصوا علیه[1] ـ و ورد

قواعد شرعیہ ان کے بارے میں یہ دیکھنا ہوگا کہ کسی سنّتِ ثابتہ کے مخالف تو نہیں، مخالف نہ ہو تو اس کا معاملہ استحباب سے وجوب تک میں دائر ہوگا اور زمانہ کی قدامت کے اعتبار سے کبھی کبھی اس کو بھی "متوارث" کہہ دیا جاتا ہے جیسا کہ خطبۂ جمعہ میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دونوں چچاؤں کے ذکر کا رواج کہ حادث ہے پر یہ نہیں معلوم کہ کب سے رائج ہے۔ البتہ یہ کسی سنّتِ ثابتہ کے خلاف نہیں، تو یہ توارث کا سب سے ادنٰی درجہ ہے۔ اس کے بعد کی ایجاد کو متوارث بمعنی اصطلاح شرع نہیں کہا جائیگا' ہاں توارثِ لغوی ہوسکتا ہے، جیسے تقیہ شیعوں میں متوارث ہے، اور جھوٹ وہابیہ میں اَبًا عن جَدٍ رائج ہے۔ اور اگر ایسی نو پید چیز ہو جو بعد عہدِ رسالت ہوا اور اسکے حدوث کا وقت نہ معلوم ہو۔ اور وہ خود قبیح اور قواعدِ قبح کے تحت داخل ہو تو قبیح ہے اور اسکا دائرہ بھی مکروہ سے لے کر تحریم تک پھیلا ہوا ہے۔ اور اگر یہی حادث نہ سنّتِ ثابتہ کے خلاف ہو نہ قواعدِ قبح کے دائرے میں آتی ہو، تو یہ صرف مباح ہے، نہ قبیح ہے نہ مستحب۔ ہاں جب شہر و علاقہ کی عادت سے خارج ہو تو مکروہ ہوگا۔ چنانچہ

عہ بیاض فی الاصل

[1] الحدیقۃ الندیۃ من الآفات السحر فھو حرام مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۵۸۲

www.alahazratnetwork.org

"خالقوا الناس باخلاقھم"[1] و قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "بشروا ولا تنفروا"[2] وعلی الاول یرد ولا یقبل وان فشا ما فشا، وقد اجار اللہ الامۃ عن الاجتماع علٰی مثلہ الا ان یکون شیئ تغیر فیہ الحکم بتغیر الزمان کمنع النساء عن المساجد وھذا فی الحقیقۃ لیس مخالفاً للسنۃ الثابتۃ بل موافق لھا، وان خالف الواقع فی عھدہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لان الواقع کان لشیئ کان وبان والحادث لشیئ لوکان فی زمنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لکان۔ فھذا ھو التحقیق ومعلوم ان مسئلتنا ھذہ من القسم الرابع فی التقسیم الاول۔ والقسم الاول فی

علماء[عـہ] نے فرمایا کہ لوگوں سے ان کے اخلاق کے موافق معاملہ کرو۔ اور حدیث شریف میں ہے، "لوگوں کو بشارت دو نفرت نہ دلاؤ"۔ سنت ثابتہ کی مخالفت کرنے والی بات بدعت مردودہ ہوگی، اور گو وہ لاکھ پھیل گئی ہو اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور ایسے حادث امر پر پوری اُمتِ مسلمہ کا اجماع نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالٰی نے اس امت کو گمراہی پر مجتمع ہونے سے محفوظ رکھا ہے۔ ایک استثنائی صورت البتہ ہے کہ وہ بات ہے تو عہدِ رسالت کے بعد کی اور بظاہر مخالف سنت بھی ہے، لیکن زمانہ کی تبدیلی کی وجہ سے اس کا حکم شرعی بدل گیا، اور اس تبدیلی پر تمام مسلمانوں کا عملدرآمد جاری وساری ہوگیا، جیسے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عہدِ پُرنور میں عورتیں مسجد میں جاتی تھیں لیکن بعد میں ان کو عام طور سے مسجد میں حاضر ہونے سے روک دیا گیا ہے۔ ایسا نوزائیدہ امر حقیقت میں سنتِ ثابتہ کے مخالف نہیں ہوتا، اگرچہ بظاہر ایسا ہی نظر آتا ہے کہ اب جو بات پیدا ہوگئی ہے اگر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ میں

عـہ حدیث میں وارد ہے کہ لوگوں سے ان کی عادتوں کے موافق برتاؤ کرو۔ اقامۃ القیامۃ ص۲۰

رواہ مسندا وقال رواہ الحاکم وقال صحیح علٰی شرط الشیخین ۱۲ نظام الدین

[1] اتحاف السادۃ المتقین کتاب آداب العزلۃ الباب الثانی الفائدۃ الثانیہ دارالفکر بیروت ۶/ ۳۵۴ و ۵۷۲

[2] صحیح البخاری کتاب العلم باب ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولھم بالموعظۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶

[3] اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ حاکم کتاب السماع والوجد دارالفکر بیروت ۶/ ۵۷۲

www.alahazratnetwork.org

التقسیم الثانی ای نعلم انه حادث وان لم نعلم متی حدث ۔ ونعلم ان الواقع علی عهد رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم کان علی خلاف ذٰلك ولیس شیئا یتغیر فیه الحکم بتغیر الزمان و مع هٰذا تظافرت النصوص عن ائمة الفقه بنهی عام هو داخل فیه ، بل ارشد الائمة الی النهی عن خصوصه ، ودلت الادلة علی قبحه و شناعته کما تقدم کل ذٰلك ، فثبت انه یستحیل جعله متوارثا ۔ بل هو من المحدثات المردودة قطعًا ، والحمد لله ، وبه استبان ان الجهل بمبدأه لایجعله قدیما للعلم بحدوثه بل الجهل بالمبدأ یوخره جدا ، لان الحادث انما یضاف الی اقرب الاوقات و ناعم انه

ایسا ہوتا تو آپ بھی عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع فرمادیتے (کما قال ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا) ام المؤمنین حضرت عائشہ نے ایسا ہی فرمایا۔ یہ تحقیق مقام ہے، اور یہ معلوم ہے کہ ہمارا مسئلہ پہلی تقسیم کی چوتھی قسم سے ہے اور تقسیم ثانی کی پہلی قسم ہے یعنی اس کے بارے میں ہمیں حادث ہونا تو معلوم ہے لیکن یہ نہیں معلوم کہ اس کے حدوث کا وقت کب ہے، اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے زمانہ میں اس کے خلاف عملدرآمد رہا ہے، اور یہ ان امور سے بھی نہیں جس کا حکم زمانے کے بدلنے سے بدلتا ہو، اور اس کے ساتھ ہی ائمہ فقہاء کی بے شمار نصوص نہی عام کی صورت میں مروجہ ہیں بلکہ خاص اذان جمعہ کی ممانعت کی طرف بھی رہنمائی ہے، اور متعدد دلیلیں اس کے قبح و شناعت پر بھی دلالت کرتی ہیں، جیسا کہ ساری تفصیل گزرچکی۔ تو ثابت ہوا کہ اس کو متوارث قرار دینا محال ہے۔ اور یہ قطعًا یقینًا بدعات مردودہ میں سے ہے۔ اس سے یہ امر بھی روشن ہوگیا کہ کسی امر کے احداث کا وقت معلوم نہ ہونا اس کو قدیم نہیں بناتا جبکہ اس کے حادث ہونے کا علم ہو، بلکہ جس کے حدوث کی ابتداءً معلوم ہو، اس کے بارے میں یہ امر سمجھا جائے گا کہ یہ امر بالکل نو پید ہے کیونکہ حادث قریب ترین وقت کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ اور یہ گمان کرنا

www.alahazratnetwork.org

حدث من زمن سیدنا عثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہ فریۃ بلامریۃ۔ واحتجاج التانوی الوھابی لہ بانہ لما قال فی الھدایۃ "اذا صعد الامام المنبر جلس واذن المؤذنون بین یدی الامام بذلک جری التوارث[1] اھ" قال علیہ امام العینی فی البنایۃ "ای فی زمن عثمٰن[2]" اھ۔ ولا یمکن ان یراد بقولہ بین یدی المنبر مجرد المحاذاۃ لثبوتھا من زمن الرسالۃ، فلابد ان یراد بہ کونہ لدی المنبر متصلا بہ لیصح جعلہ متوارثا من زمن عثمان لا قبلہ اھ۔ وما زعم الوھابی المفتری وھذہ فریۃ فوق فریۃ، ولقد صدق رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: "اذا لم تستحی فاصنع ما شئت[3]"۔ فان عبارۃ البنایۃ ھکذا "م بذلک ش اے بالاذان بین یدی المنبر بعد الاذان الاول علی

کہ اس کا حدوث تو زمانہ عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے بلاشبہہ ایک افترا ہے۔ اور وہابی تھانوی کا ہدایہ کی اس عبارت سے استدلال کہ "امام منبر پر چڑھے اور بیٹھے تو مؤذن اس کے سامنے اذان دے کہ یہی متوارث ہے۔" اور امام عینی اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے ہے" غلط ہے۔ صاحبِ ہدایہ کے قول "یہی متوارث ہے" کا مطلب یہ نہیں ہے کہ "امام کے سامنے اذان ہونا" کیونکہ امام عینی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی روشنی میں کہنا پڑے گا کہ یہ منبر کے سامنے والی اذان زمانہ عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ایجاد ہے اور اسی وقت سے متوارث ہے، حالانکہ اس اذان کا تو عہدِ رسالت سے ہونا منقول متوارث ہے۔ اصل میں ان وہابی صاحب کا یہ زعم باطل، ہدایہ اور عینی کی عبارت میں ناجائز دست درازی کا نتیجہ ہے۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: "بے شرم ہوگئے ہو تو جو چاہو کرو۔" پوری عبارت یوں ہے: "یعنی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے زمانہ سے یہی جاری وساری ہوگیا کہ منارہ

---

[1] الہدایۃ کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ الجمعۃ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۱۵۱

[2] البنایۃ فی شرح الہدایۃ " المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۱/ جزء الثانی ص۱۰۱۳

[3] المعجم الکبیر حدیث ۶۵۸ و ۶۶۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/۲۳۷ و ۲۳۸

www.alahazratnetwork.org

المنارة مر بہ جری التوارث من زمن عثمان بن عفان الی یومنا هذا اھ[1]۔ فالاشارة الی التاذین بعد التاذین۔ لا الی التاذین بین یدیہ۔ ولکن الوھابیة قوم یفترون۔ ولاحول ولا قوة الا باللّٰہ العلی العظیم۔

وکذا ان عمہ بعد التنزل حدوثہ من زمن هشام بن عبد الملك وهذا انما قالہ بعض المالکیة فی التاذین بین یدی الامام لقولهم انہ محدث وانما کان هذا الاذان علی عهد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم وخلفائہ الراشدین رضی اللّٰہ تعالٰی عنهم علی المنار ایضا کما تقدم وقد ردہ محققوهم وبینوا ان هشاما لم یتغیر هذا الاذان شیئا انما غیر الاذان الاول الذی احدثہ عثمان رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ کان یفعل بالزوراء

پر پہلی اذان ہو، اور اس کے بعد منبر کے سامنے والی اذان ہوا کرتی ہے۔" حضرت امام عینی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اپنی عبارت میں ذالك کا مشار الیہ پہلی اذان کے بعد دوسری اذان ہونے کو قرار دیا ہے نہ کہ دوسری اذان کے منبر کے سامنے ہونے کو۔ اور اسی کو حضرت عثمان کے عہد سے آج تک جاری رہنے کو بتایا۔ اور تھانوی صاحب نے اس کو منبر کے سامنے سے جوڑ دیا۔ اور کیوں نہ ہوتا یہ وہابی قوم بڑی افترا پرداز ہوتی ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یونہی تھانوی صاحب کا یہ کہنا کہ "ہم اپنے منصب سے اتر کر یہ تسلیم کرتے ہیں کہ لصیق المنبر اذان ہشام ابن عبدالملک نے ایجاد کیا" زعم فاسد اور وہم کاسد ہے۔ حقیقت امر یہ ہے کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بعض متبعین اذان بین یدی الخطیب کو حادث و مکروہ قرار دیتے ہیں۔ ان کا یہ کہنا ہے کہ حضور سید العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں یہ اذان بھی منارہ پر ہوتی تھی۔ ہشام ابن عبدالملک نے اپنے زمانہ میں اس اذان کو جسے حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مقام زوراء پر دلانا جاری کیا تھا منارہ پر دلانا شروع کیا اور اس دوسری اذان کو منارہ کے

[1] البنایۃ فی شرح الہدایۃ کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ الجمعۃ المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ المجلد الاول الجزء الثانی ص۱۰۱۴

www.alahazratnetwork.org

فنقله هشام الی المسجد علی المنارة۔

بجائے خطیب کے سامنے کر دیا۔ مگر محققین مالکیہ نے اپنے ہی ہم مذہب علماء کے اس خیال کو رَد کر دیا کہ ہشام نے دوسری اذان میں کوئی ترمیم نہیں کی وہ عہدِ رسالت اور عہد شیخین بلکہ عہدِ عثمان و مابعد کے موافق برابر خطیب کے سامنے ہوتی رہی، ہشام نے تو صرف حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی اضافہ کردہ اذان کو مقام زوراء سے منتقل کرکے منارہ مسجد نبوی پر کرانا شروع کیا۔

قال العلامة الزرقانی المالکی رحمة الله تعالٰی علیه فی شرح المواهب (عبارة ابن الحاجب من المالکیة یحرم الاشتغال عن السعی عند اذان الخطبة وهو المعهود) فی زمانه صلی الله تعالٰی علیه وسلم، (فلما کان عثمان وکثروا امر بالاذان قبله علی الزوراء ثم نقله هشام الی المسجد وجعل الأخر بین یدیه بمعنی انه ابقاه بالمکان الذی یفعل فیه فلم یغیره بخلاف ماکان یفعل بالزوراء فحوله الی المسجد علی المنار اھ باختصار[1]

چنانچہ امام زرقانی مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مواہب لدنیہ میں ابن حاجب مالکی کی مندرجہ ذیل عبارت کی شرح میں فرمایا "خطبہ کی اذان شروع ہونے پر نمازِ جمعہ کے لئے سعی حرام ہے" (یعنی اذانِ خطبہ شروع ہونے سے قبل ہی مسجد میں پہنچ جانا چاہئے) زمانۂ رسالت میں یہی معہود و معروف تھا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا زمانہ آیا اور نمازیوں کی تعداد زیادہ ہوگئی تو حضرت ذوالنورین نے خطیب کے منبر پر بیٹھنے سے قبل بھی مقامِ زوراء پر ایک اذان پکارنے کا حکم دیا (پھر ہشام نے اس اذان کو مسجد کی طرف منتقل کیا اور دوسری اذان کو سامنے دلایا) مطلب یہ ہے کہ دوسری اذان وہیں دلائی جہاں عہدِ رسالت میں ہوتی تھی، اس میں کچھ تغیر نہیں کیا، البتہ حضرت عثمان غنی نے جو اذان مقامِ زوراء پر دلوانی شروع

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد التاسع الباب الثانی دار المعرفۃ بیروت ۷/ ۳۷۹

www.alahazratnetwork.org

ولئن فرضنا ان هشامًا هو الذی غیر السنة فمن هشام وماهشام حتی یعتبر بتغییرہ ویوخذ بفعله وتترك سنة محمد صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وخلفائه الراشدین لاجله لایرضی به احدٌ من اھل الدین۔ ونسبة الوھابی ایاہ الی ائمة الھدٰی مالك وابی حنیفة وغیرھما رضی اللہ تعالٰی عنھم، انھم اتبعوا ھشامًا فیه وترکوا السنة لاجله افتراء منه علیھم وسبّة غلیظة فی حقھم حاشاھم عن ذٰلك، ولکن اذ قد الخبیث اذ قد سب محمدًا و سب رب محمد جل وعلا و صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وطبعه و اشاعه فمن بقی نعوذ باللہ من حال کل مرتد وشقی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

نفحہ ۱۱: واذ قد طولبوا مرارًا انکم تدعون التوارث عن المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی

کی تھی اس کو مسجد کی طرف منتقل کیا یعنی اسے منارہ پر دلوانے لگا' اھ بالاختصار۔

اور اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ ہشام نے منبر کے سامنے والی اذان میں بھی تصرف کیا اور اسے منبر کے متصل دلانے لگا اور سنتِ رسول کو بدل دیا، تو یہ ہشام کون ہے اور کیا ہے کہ اسکے بدلنے کا لحاظ کیا جائے اور اس کی اتباع کی جائے، اور اس کی خاطر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کی سنت چھوڑ دی جائے۔ بھلا دینداروں میں سے کون اس پر راضی ہوگا! اور اس وہابی نے جو یہ کہا کہ ائمۂ ہدٰی مثل امام مالک و ابوحنیفہ وغیرہ رضی اللہ عنہم نے ہشام کی اتباع کی اور اسی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنت چھوڑ دی۔ یہ ان ائمۂ ہدٰی پر اس کی افتراء پردازی ہے اور ان کی طرف ایک غلیظ برائی کی نسبت ہے، ان کا دامن اس آلودگی سے پاک ہے، لیکن اس خبیث نے جب گنگوہی کو دو ٹکڑے کر دیا اور اللہ و رسول (جل وعلا وصلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کو گالی دی اور اسے چھاپ کر شائع کیا، تو اب کون رہ گیا، ہم مرتد کے حال سے اللہ تعالٰی کی پناہ مانگتے ہیں، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

نفحہ ۱۱: ان سے بار بار مطالبہ کیا گیا کہ تم لوگ اس باب میں زمانۂ رسالت سے آج تک کے توارث کے مدعی ہو تو کیا کسی ادنٰی

www.alahazratnetwork.org

علیہ وسلم فھل نص علیہ احد، اوعندکم علیہ من دلیل، ام انتم شاھدتموہ من زمنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، ام کل ماترونہ فی زمنکم فھو مستمر من زمنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اجاءھم اضطرار الغریق الی التشبث بکل حشیش فتمسکوا بمنقول ومعقول، اما المنقول فقول الھدایۃ والھندیۃ، اذن المؤذنون بین یدی المنبر وبذلک جری التوارث[1]۔" وھذا کما تری نزغۃ من جھلھم بمعنی بین یدیہ کما عرفت مفصلاً۔ فقول الھدایۃ حق وھدایۃ، وفھمھم منہ ان الاذان داخل المسجد متوارث من زمنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جھل وغوایۃ۔ واما المعقول فھو انہ لم یذکر فی شیئ من التواریخ ان ھذا الاذان سری الیہ التغیر بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فعلم انہ کما یفعل الأن کان ھکذا یفعل

نے بھی اس توارث پر نص کیا ہے، تمھارے پاس اس کی کوئی دلیل ہے یا تم لوگوں نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود رہ کر اس کا مشاہدہ کیا ہے یا آج تم لوگ کررہے ہو یا دیکھ رہے ہو حضور کے زمانہ سے آج تک مسلسل جاری ہے تو ان کو ڈوبنے والے کی بیقراری گھیرلیتی ہے جو ہر تنکے پر سہارے کے لئے ہاتھ مارتا ہے۔ اور یہ لوگ ایک عقلی اور ایک نقلی دلیل پیش کرتے ہیں۔ دلیل منقول میں ان لوگوں کا سہارا ہدایہ اور ہندیہ کا یہ قول ہے کہ "موذن نے منبر کے سامنے اذان دی اور اسی پر توارث ہوا۔" ان کی یہ دلیل اس جہالت کی پیداوار ہے کہ انھوں نے سامنے کے معنٰی متصل منبر قرار دے لیا جیسا کہ ہم پہلے بتاچکے، تو ہدایہ کی بات تو حق وہدایت ہے لیکن اس سے ان کا یہ سمجھنا کہ اذان کا منبر کے بالکل قریب ہونا متوارث ہے، ان کی جہالت ہے۔ اور عقلی دلیل ہے کہ تاریخ سے یہ ثابت نہیں کہ اذان بین یدی الخطیب میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کوئی تغیر ہوا۔ اور آج کل متصل منبر ہورہی ہے، تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ عہد رسالت سے ایسا ہی ہوتا آیا ہے ——

عہ فی الاصل ھکذا ولعلہ الجاء۔

[1] الہدایۃ کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ الجمعۃ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/ ۱۵۱
الفتاوی الہندیۃ " الباب السادس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۴۴

www.alahazratnetwork.org

على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وهذا قول من ليس له من العلم الا الاسم - فلا التواريخ التزمت ذكر جميع الحوادث الجزئية المتعلقة بالمسائل الشرعية، ولا كل كتب التواريخ وجد المدعى، ولا كل ما وجد طالعه برمته، ولا عدم الوجدان عدم الوجود ولا عدم الذكر ذكر العدم - ولو تنزلنا عن كل هذا فاذ قد ثبت بالحديث الصحيح ان الذي كان على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم خلاف ما شاع في هؤلاء فالتغير ثابت لا مرد له افتردون الحديث الصحيح، ام تكذبون العيان الصريح، بان التواريخ لم تتعرض لبيان التغير، ولكن الجهل اذا تملك لم يخش الفضوح والتعيير، ولا حول و لا قوة الا بالله العلي العظيم۔

نفحہ ۱۲: لا حجة في توارث البعض اذا خالف الحديث والفقه، الا ترى ان اجل توارث و اعظمه واهيبه وافخمه توارث اهل الحرمين المحترمين زادهما الله تعالى عزا وتعظيما واهلهما فضلا وتكريما

اس دلیل سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے قائل کو علم سے کچھ مَس ہی نہیں کیونکہ نہ تو تاریخ میں اس بات کا التزام ہے کہ مسائل جزئیہ شرعیہ سے متعلق ہر ہر جزئی کا اس میں بیان ہوگا۔ نہ مدعی نے اسلام کی ساری تاریخی کتابوں کو پایا، نہ سب کا حرفاً حرفاً مطالعہ کیا۔ ظاہر ہے کسی چیز کا نہ پانا اس کے نہ ہونے کی دلیل نہیں۔ یونہی کسی امر کا ذکر نہ ہونا اس بات کی تصریح نہیں کہ یہ ہُوا ہی نہیں۔ اور اگر سب کچھ من وعن تسلیم کرلیا جائے، تو یہاں تو صحیح حدیث سے یہ ثابت ہورہا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ میں جو ہو رہا تھا آج اس کے خلاف کیا جارہا ہے، تو تاریخ میں ذکر ہو نہ ہو، صحیح حدیث سے تو ثابت ہو رہا ہے کہ سنتِ رسول میں تغیر ہوا، تو کیا آپ لوگ اہل تاریخ کی خموشی کا سہارا لے کر صحیح حدیث کو جھٹلائیں گے، اور عین صریح کا انکار کریں گے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ جہل جس پر سوار ہوجاتا ہے اسے رسوائی یا عار دلانے کی قطعاً پرواہ نہیں ہوتی۔

نفحہ ۱۲: اور کچھ لوگوں کا توارث جب حدیث وفقہ کے خلاف ہو تو لائقِ استدلال نہیں ہوتا۔ سب جانتے ہیں کہ توارث میں سب سے عظیم وبزرگ اور پرہیبت حرمین محترمین زادہم اللہ شرفاً وتعظیماً کا توارث ہے وہ بھی قرونِ اولٰی کا۔ مگر ہمارے امام اعظم

www.alahazratnetwork.org

لاسیما فی القرون الاولٰی ومع ذٰلک لم یسلمہ امامنا الاعظم وجمیع ائمۃ الفتوٰی فی مسألۃ الاذان الفجر من اللیل لمجیئ الحدیث بخلافہ قال فی الہدایۃ "لایؤذن لصلوٰۃ قبل دخول وقتہا ویعاد فی الوقت لان الاذان للاعلام وقبل الوقت تجہیل وقال ابویوسف وہو قول الشافعی رحمہما اللہ تعالٰی یجوز للفجر فی النصف الاخیر من اللیل لتوارث اہل الحرمین و الحجۃ علی الکل قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لبلال رضی اللہ تعالٰی عنہ لاتؤذن حتی یستبین لک الفجر ھٰکذا ومد یدہ عرضاً اھ"[1] قال الامام الاکمل البابرتی فی العنایۃ، "قولہ والحجۃ علی الکل ای علی ابی یوسف والشافعی و اہل الحرمین یعنی ان الحدیث حجۃ علی الاخذ و الماخوذ منہ اھ"[2] فاذا کان ھذا فی توارث اہل الحرمین التابعین وتبع التابعین وہم ماہم فماظنک

اور تمام اہلِ فتاوٰی اذانِ فجر کے مسئلہ میں اسے تسلیم نہیں کرتے کیونکہ حدیث اس توارث کے خلاف مروی ہے، ہدایہ میں ہے: "نمازِ فجر کے لئے دخولِ وقت سے پہلے اذان نہ دی جائے، اور اگر پہلے دے دی گئی ہو تو وقت ہونے پر دُہرائی جائے کہ اذان وقت کے اعلان کے لئے ہے، اور وقت سے پہلے دینا لوگوں کو غلط فہمی میں ڈالنا ہے۔ امام ابویوسف اور امام شافعی رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ فجر کی اذان توارثِ حرمین شریفین کی وجہ سے فجر سے پہلے بھی دی جاسکتی ہے، اور دونوں کے خلاف دلیل حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ قول ہے جو آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا، اس وقت تک اذان نہ دو جب تک صبح یوں روشن نہ ہوجائے۔ اور آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو عرض میں پھیلادیا۔" حضرت امام اکمل الدین بابرتی فرماتے ہیں: "صاحبِ ہدایہ کا حجۃ علی الکل فرمانا امام شافعی، قاضی ابویوسف اور اہلِ حرمین سب کے لئے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث آخذ اور ماخوذ منہم سب پر حجت ہے۔" تو جب اہلِ حرمین وہ بھی تابعین اور تبع تابعین جیسے عظیم بزرگوں کا یہ حال ہے، پھر ان مذہبوں کے

---

[1] الہدایۃ کتاب الصلوٰۃ باب الاذان المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/ ۷۳ تا ۷۶
[2] العنایۃ علی ہامش فتح القدیر " " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۲۱

www.alahazratnetwork.org

بتوارث تدعيه الأن في بعض البلدان
وما فيكم ولا فيمن ولي كم او ولي من
ولي كم من يكون فعله او سكوته
حجة في الشرع فضلا عن ان يكون
حجة على الشرع والله يهدي من يشاء
الى صراط مستقيم۔

نفحة ۱۳: ظهر بهذا ولله الحمد
وهن تمسكه بفعل مؤذن الحرمين
الشريفين فمع ان هذا الاذان
في مكة زادها الله شرفا على
حاشية المطاف وما كان مسجد
الحرام على عهد سيد الانام عليه
افضل الصلوٰة والسلام الا قدر
المطاف كما في المسلك المتقسط
لعلي القاري وغيره فاذن محل
الاذان الأن هو محله القديم وان
احاط به المسجد بالزيادة كما
احاط ببئر زمزم۔ و في
المدينة المنورة صلى الله
تعالٰى على من نورها
وبارك وسلم على دكة بازاء
المنبر فامر قدمت و
قد تم الامر لما قدمنا ان
الدكاك ومئذنة خارجة عن المسجد بالمعنى
الاول غير ان الشأن في احداثها كما

مذموم توارث کا کیا حال ہوگا جس میں آپ
جیسوں سے پوستہ لوگ ہیں۔ ان کا فعل یا
سکوت شریعت میں حجت کب ہے کہ اس کو
شرع کے خلاف حجت قرار دیا جائے۔ بس
اللہ تعالٰی ہی جسے چاہتا ہے صراطِ مستقیم کی
ہدایت دیتا ہے۔

نفحہ ۱۳: اس توضیح سے ان لوگوں کے
استدلال کی کمزوری ظاہر ہوگئی جو حرمین شریفین
کے مؤذنوں کے فعل سے استدلال کرتے ہیں
کہ یہ اذان مکہ شریف میں مطاف کے حاشیہ
پر ہوتی ہے۔ اور حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم
کے عہد کریم میں مسجد حرام موجودہ مطاف کے
حدود میں ہی تھی، جیسا کہ ملا علی قاری کی
مسلک متقسط وغیرہ میں ہے، تو اس تقدیر
پر آج بھی حرم میں اذان وہیں ہو رہی ہے جہاں
حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے عہد میں ہوتی
تھی۔ اب مسجد کی توسیع کی وجہ سے اگرچہ
وہ جگہ مسجد کے احاطہ میں آگئی ہے، جیسا کہ
چاہِ زمزم بھی فی الحال مسجد کے احاطہ میں ہی
ہے، اور مدینہ منورہ علی صاحبہا الصلوٰۃ
والسلام میں چبوترے پر جو منبر کے مقابل ہے۔
تو اگر یہ چبوترے قدیمی ہوں تو بات مکمل ہوگئی
کیونکہ ہم بتا چکے ہیں کہ چبوترہ اور مئذنہ مسجد
بالمعنی الاول سے خارج ہے لیکن بات تو
ان کے حادث ہونے کی ہے۔ تو ان سے

www.alahazratnetwork.org

تقدم فكيف يحتج به، والله الهادي۔

اذ علمت ان امامنا رضي الله تعالىٰ عنه وجميع ائمة الفتوى بعده لم يقبلوا توارث التابعين وتبعهم من اهل الحرمين الشريفين لمخالفة الحديث فما ظنك بفعل مؤذن الزمان وهل يسوغ لحنفي ان يستبيح الجهر بكلام لمستمع الخطبة ولو كان صلوٰة على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم او ترضيا للصحابة او دعاء للسلطان اعز الله نصره وخذل اعدائه او لسيدنا الشريف حفظه الله تعالىٰ ۔ اليس قد اجمع ائمتنا على تحريم الكلام اذ ذاك ولو دينيا وفوق ذلك بكثير امر التمطيط في التكبير قد اقام عليه النكير المحقق في فتح القدير ولم يستبعد فساد صلوٰة من يفعله اي وكذا صلوٰة من يصلي بتكبيره وتبعه عليه في الحلية والنهر والدرر وغيرها وجزم بفساد الصلاة به السيد العلامة اسعد مفتي المدينة المنورة تلميذ

اذان کے اندرونِ مسجد ہونے پر استدلال کیسے صحیح ہوگا۔ اللہ تعالےٰ ہدایت دینے والا ہے۔

جب آپ جان چکے کہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بعد تمام اہل فتوی نے تابعین اور تبع تابعین کا توارث قبول نہیں کیا کہ یہ حدیث شریف کے خلاف ہے۔ تو آجکل کے مؤذنوں کی کیا حقیقت ہے، کیا کسی حنفی کو یہ اجازت ہے کہ خطبۂ جمعہ سننے والے کو بلند آواز سے بولنے کی اجازت دے، اگرچہ یہ کلام حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر درود شریف کی صورت میں ہی کیوں نہ ہو یا صحابہ کے لئے رضی اللہ عنہم ہی کیوں نہ ہو یا سلطانِ اسلام یا شریفِ مکہ کے لئے دعاءِ خیر ہی کیوں نہ ہو۔ کیا ہمارے ائمہ نے اس وقت دینی اور دنیاوی سبھی قسم کے کلاموں کی حرمت پر اجماع نہیں کیا؟ اور اس سے زیادہ اہم معاملہ تکبیر کے ابلاغ ہی کے لئے مکبر کا بہت بلند آواز سے گٹکری بھر کر تکبیر بولنے کا ہے۔ محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام نے اس کی سخت تردید کی اور فرمایا، "ایسا کرنے والے کی نماز فاسد ہونے کا ڈر ہے۔" یونہی اس کی نماز جو ایسے مکبر کی آواز پر بنا کرے اور صاحبانِ حلیہ و درر و نہر اور اس کے علاوہ علماء نے بھی اس کی متابعت فرمائی، اور اس کی نماز فاسد ہونے کا فتویٰ سید علامہ مفتی اسعد مفتیِ مدینہ منورہ نے دیا جو

www.alahazratnetwork.org

العلامة شیخی زادہ صاحب مجمع الانھر معاصر المدقق العلامۃ محمد الحصکفی صاحب الدر المختار رحمھم العزیز الغفار قد حکی فی اوائل فتاواہ من ھذا مایفضی الی العجب فراجعھا ان شئت۔

وبالجملۃ دلائل الشرع محصورۃ ولاحجۃ فی فعل کل احد لاسیما من لیس بعالم ولا تحت العلماء ولکن العجب کل العجب من ھٰؤلاء الوھابیۃ الملاحدۃ الزنادقۃ السابۃ ﷲ ولرسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، کیف یحتجون بفعل المؤذنین ویرمون حضرات سادتنا علماء الحرمین الشریفین نفعنا اللہ تعالٰی ببرکاتھم، فی کتبھم وخطبھم بشتائم فظیعۃ قد برأھم اللہ تعالٰی عنھا۔ والوھابیۃ قوم یکذبون ثم لایقتدون بعلماء الحرمین فی عقائدھم الحقۃ فضلاً عن اعمالھم الحسنۃ کمجلس المیلاد الشریف والقیام فیہ لتعظیم من عظم اللہ تعالٰی

شیخی زادہ صاحب مجمع الانہر کے شاگرد ہیں۔ اور صاحب درمختار کے ہمعصر ہیں۔ اللہ تعالٰی ان سب پر اپنی رحمت کی بارش برسائے، انھوں نے اپنے فتاوٰی کے شروع میں اس سلسلہ کی ایک عجیب بات نقل کی جسے دیکھا جاسکتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ شریعت کی دلیلیں محدود و مشہور ہیں، اور ان کے باہر کسی کے عمل سے استدلال نہیں ہوسکتا بالخصوص جبکہ وہ عالم بھی نہ ہو، نہ علماء کا زیرِ فرمان ہو۔ لیکن ان وہابیہ زنادقہ پر سخت تعجب ہے کہ کس طرح مؤذن کے فعل سے استدلال کرتے ہیں اور حرمین شریفین کے حضرات سادات علمائے کرام کو بدنام کرتے ہیں۔ یہ ذلیل قوم علمائے حرمین شریفین پر غلط اتہام رکھتی ہے اور ان کے حق فتووں کی اقتداء نہیں کرتی، تو ان کے اعمال حسنہ مثل میلاد و قیام کی کیا پیروی کریں گی! ان پر قولِ فیصل یہ ہے کہ انھیں سادات حرمین کا فتوٰی حسام الحرمین دکھا کر کہا جائے یہ علمائے حرمین کا فتوٰی نہیں ہے؟ تو اگر وہ اس کو رَد کرتے ہیں تو مؤذنینِ حرمین کے فعل سے ہم پر الزام کرنے کا کیا حق ہے؟ اور اقرار کرکے ان وہابیہ کی تکفیر کرتے ہیں تو ان سے کہا جائے کہ مسئلہ اذان میں آپ ان کا فروں کی کیوں اتباع کرتے ہیں آپ کو تو انکار کرنے کا حق ہے۔

(ہم اللہ تعالٰی سے عفو و عافیت کے طالب ہیں، اور اس کے علاوہ نہ کوئی قوت والا ہے

www.alahazratnetwork.org

شانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

نفحہ ۱۴: قدمنا من الخطبۃ ثم فی الاجمال فی بحث التوارث الباطل المظنون (وانہ کیف یسری الی الظنون) ما یکفی ویشفی وبینا الحق و رفعنا اللوم عن اساتذتکم واشیاخکم بل وعنکم ایضًا یا مخالفین ان رجعتم الی الحق بعد ما ظہر ولم تنکروا الصبح حین زہر فی اجمعہ فانہ مہم و من لم یرجع فہو جبل واقع بہم، ومن الدلیل علی ما ذکرت ان العالم ینکر فلا یسمع ما قدمت الاٰن عن رد المحتار من تعطل نفاذ الامر بالمعروف والنہی عن المنکر منذ ازمنۃ[1] وعلی ما ذکرت ان العالم یسکت حینئذ قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا رأیت الناس قد مرجت عہودہم وخفت اماناتہم وکانوا ھٰکذا و شبک بین انا ملہ فالزم بیتک و املک علیک لسانک وخذ ما تعرف ودع ما تنکر و علیک بخاصۃ امر نفسک ودع

نہ طاقت والا وہی علی وہی عظیم ہے جل جلالہ وعم نوالہ)

نفحہ ۱۴: توارث باطل و مظنون کے بارے میں خطبہ میں اور توارث کی اجمالی بحث میں ہم نے جو کچھ ذکر کیا وہ کافی اور شافی ہے۔ ہم نے حق واضح کیا اور مدعیان توارث کے استاذوں ان کے شیوخ اور خود ان سے بھی "سکوت عن الحق" کا الزام زائل کیا۔ کاش کہ یہ لوگ حق ظاہر ہونے کے بعد اس کی طرف رجوع کرتے اور صبح چمکنے کے بعد اس کا انکار نہ کرتے، حالانکہ وہ ان کے لئے اہم اور ایسا پتھر ہے جو بے توجہی سے انھیں کے اوپر آپڑے گا۔ ہمارے اس دعوی پر کہ "عالم انکار کرتا ہے مگر عوام اس کی پرواہ نہیں کرتے" دلیل صاحب رد المحتار کا مذکورہ بالا قول ہے کہ "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مدتوں سے معطل ہوچکا ہے۔" اور اس امر کی دلیل کہ "بسا اوقات عالم منکر دیکھ کر خاموش رہتا ہے" حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ قول ہے: "جب تم لوگوں کو اس حال میں دیکھو کہ ان کے عہد ایک دوسرے گتھ گئے ہیں اور امانتوں کو ہلکا سمجھنے لگے ہیں، اور وہ جال کی طرح بن گئے ہیں (حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل فرما کر جال کی صورت بنائی) تو تم اپنے گھر کو لازم پکڑو، اور اپنی زبان کو قابو میں

[1] رد المحتار کتاب الصلوٰۃ باب الجمعۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۰۲

www.alahazratnetwork.org

عنك امر العامة "۔ رواہ الحاکم[1] عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما و صححہ و اقرہ الترمذی۔

رکھو، خود اپنے نفس کی نگہداشت لازم جانو، اور عوام کا معاملہ ان پر چھوڑ دو۔" اسے حاکم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا اور اس کی تصحیح کی اور اسے ترمذی نے برقرار رکھا۔

وابن ماجۃ عن ابی ثعلبۃ الخشنی رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: ائتمروا بالمعروف وتناھوا عن المنکر حتی اذا رأیت شحا مطاعا وھوی متبعا ودنیا مؤثرۃ واعجاب کل ذی رأی برأیہ ورأیت امرا لا ید ان لک بہ فعلیک خویصۃ نفسک ودع امر العوام[2] (الحدیث)۔

ابن ماجہ نے ثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو تاآنکہ بخل کی حکومت دیکھو، خواہش نفس کی پیروی کی جانے لگے، اور لوگ دنیا کو اختیار کرچکے ہوں۔ ہر رائے والا اپنی رائے پسند کرے ایسے میں کوئی ضروری معاملہ درپیش ہو تو تم اپنے نفس کو لازم پکڑو اور عوام کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔"

ونظیر ما ذکرت من شیوع امر من قبل السلطنۃ ما فی الھدایۃ فی تکبیرات العیدین: "ظھر عمل العامۃ الیوم بقول ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما لامر بنیہ الخلفاء فاما المذھب فالقول الاول[3] اھ۔"

اور اس بات کا ثبوت کہ سلطنتوں کی طرف سے بھی بہت باتیں پھیلائی جاتی ہیں صاحب ہدایہ کا یہ قول ہے کہ: "تکبیراتِ عیدین میں آج کل عام طور سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب پر عمل ہو رہا ہے کیونکہ خلفائے بنو العباس نے اسی پر عملدرآمد کا حکم دیا، لیکن مذہب تو احناف کا قول اول ہے، (یعنی چھ زائد تکبیریں)۔"

[1] المستدرک للحاکم کتاب الادب دار الفکر بیروت ۴/ ۲۸۲ و ۲۸۳
[2] سنن ابن ماجہ کتاب الفتن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۹۹
[3] الہدایۃ کتاب الصلوٰۃ باب العیدین المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/ ۱۵۲

www.alahazratnetwork.org

وما ذکرت من سکوت العلماء علیہ سکوتہم وھم صحابۃ متوافرون وائمۃ اجلاء تابعون علی زخرفۃ الولید المسجد الشریف النبوی حتی انفق علی جدار القبلۃ وما بین السقفین خمسۃ واربعون الف دینار مع ان بعضہم قد انکر علی امیر المؤمنین عثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہ حین بناہ بالحجارۃ مکان اللبن وقصصہ وسقفہ بالساج مکان الجرید۔ قال الامام العینی فی العمدۃ "اول من زخرف المساجد الولید بن عبد الملک بن مروان وذلک فی اواخر عصر الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم وسکت کثیر من اھل العلم عن انکار ذلک خوفاً من الفتنۃ اھ[1]"

اور جو میں نے یہ کہا کہ ظہور منکرات کے وقت علماء خاموش رہے ہیں، اس کا ثبوت علمائے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین و تابعین کثیرہ متوافرہ ائمہ اجلہ کی وہ خاموشی ہے جو ولید کے مسجد نبوی شریف کے آرائش کرنے پر تھی اس نے دیوارِ قبلہ اور دونوں چھتوں کے مابین کی آرائش پر ۴۵ ہزار اشرفیاں خرچ کی تھیں حالانکہ انھیں میں بعض امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی اس بات پر نکیر کرچکے تھے کہ انھوں نے دیواروں کو اینٹوں کے بجائے منقش پتھروں سے بنوایا اور چھت کو کھجور کے پتوں کے بجائے ساج کی لکڑی سے۔ امام عینی عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں: "ولید بن عبدالملک بن مروان نے سب سے پہلے مسجد شریف کو مزین کیا، صحابہ کرام کے آخری عہد کی بات ہے، بہت سارے اہلِ علم اس وقت اس لئے خاموش رہے کہ فتنہ برپا ہوگا۔"

ولابن عدی فی الکامل والبیہقی فی الشعب عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "اذا رأیتم امراً لا تستطیعون تغییرہ فاصبروا حتی یکون اللہ ھو الذی یغیرہ[2]"

ابن عدی نے کامل میں اور بیہقی نے شعب میں ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے انھوں نے حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا "جب تم کوئی ایسا کام دیکھو جس کے بدلنے کی تم طاقت نہیں رکھتے تو صبر کرو یہاں تک کہ اللہ تعالٰی اسے بدل دے۔"

---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب بنیان المسجد تحت الحدیث ۴۴۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/۲۰۴

[2] شعب الایمان حدیث ۹۸۰۲ ۷/۱۴۹ و الکامل لابن عدی ترجمہ عفیر بن معدان الحمصی ۵/۲۰۱۷

www.alahazratnetwork.org

والدلیل علی ما ذکرت من 17
اشتباہ الامر فی ذٰلک علی المتاخرین
حتی العلماء بالتعامل ما اسلفت
عن الشیخ المجدد وقد کان
فی ما قررنا ابانۃ اعذار لمن
عبر ومن غبر فان لم یرض بہ
المخالفون فھم الذین یقضون
علی اساتذتھم و مشائخھم
اما بالجھل او بالسکوت عن الحق و
قد کانت لھم مندوحۃ عنہ الم یعلموا
ان الخلیفۃ الراشد امیر المومنین
عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ
کم من سنن احیاھا وظلمات بدع اجلاھا
فکان لہ الاجر الجزیل والذکر الجمیل والفخر
الجلیل ولم یکن عتب قط علی من قبلہ من
الصحابۃ الکرام واکابر ائمۃ التابعین
الاعلام رضی اللہ تعالٰی عنھم انھم جھلوا
الحق او سکتوا عنہ ولا قیل لامیر
المومنین انک تقحمت ما اجتنبوہ
او انکرت ما اقروہ افانت اعلم
منھم بالسنۃ او اتقی منھم
للفتنۃ وعلٰی ھذا درج امر کل مجدد
فانہ لا یبعث الا لتجدید ما خلق و
تشئید ما وھی وربما کان من
قبلہ اعلم منہ واتقی۔ وکذٰلک غیر المجددین

اور اس امر کی دلیل کہ اس معاملہ میں متاخرین پر معاملہ تعامل سے مشتبہ ہوگیا حتی کہ علماء بھی شبہہ میں پڑگئے شیخ مجدد کا وہ قول ہے جسے ہم نقل کرچکے ہیں۔ ہمارے اس بیان سے گزرنے والوں اور باقی رہنے والوں سبھی کا عذر ظاہر ہوگیا۔ اگر کوئی ہمارے اس بیان پر راضی نہ ہو تو خود اپنے ہی شیوخ اور اساتذہ پر جہل یا سکوت عن الحق کا فیصلہ کرتا ہے حالانکہ وہ اس سے بچ سکتا تھا۔ خلیفۂ راشد عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے کتنی سنتوں کا احیاء فرمایا اور کتنی بدعتوں کی تاریکیاں کافور فرمائیں۔ یہ امر ان کے لئے تو اجر عظیم اور بقائے ذکر حسن کا ذریعہ ہے اور بجا طور پر باعث فخر و مباہات ہے۔ لیکن ان سے قبل گزرنے والے صحابہ کرام اور اکابر ائمہ تابعین اعلام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے کسی عتاب یا عیب جوئی کا سبب نہیں کہ وہ لوگ حق سے غافل رہے یا اس سے خوشی اختیار کی۔ نہ اس سے امیر المومنین پر خوردہ گیری کی گئی کہ آپ نے ان چیزوں کی مزاحمت کیوں کی جس سے متقدمین ائمہ نے پرہیز کیا یا آپ نے ان امور کا انکار کیا، جسے ان بزرگوں نے باقی رکھا، تو کیا آپ ان سے زیادہ سنت کا علم رکھتے ہیں اور ان سے زیادہ ذکی و علیم ہیں؟ اور اسی میں تمام مجددین کا

جلد اول

www.alahazratnetwork.org

من كل عالم تصدّٰى لاحياء السنة او اخماد بدعة فانه يحمد ويوجر ولا يذم من مضٰى قبله ولا يعير بخلاف من غبر بل من المثل الدائر السائر كم ترك الاول للاٰخر و هٰذا سيدنا الغوث الاعظم القطب الاكرم سيد الاولياء وسند الائمة والعلماء صلى الله تعالٰى علٰى ابيه الاكرم وعليه وعلٰى اصوله و فروعه و مشائخه و مريديه وكل من انتمٰى اليه، روٰى عنه الائمة الكبار باسانيد صحيحة مفصلة فى البهجة الشريفة وغيرها من الكتب المنيفة: "انه قيل له رضى الله تعالٰى عنه ما سبب تسميتك محى الدين، قال رجعت من بعض سياحاتى مرة فى يوم جمعة فى سنة احدى عشرة وخمسمائة الى بغداد حافيا فمررت بشخص مريض متغير اللون نحيف البدن،

معاملہ شامل ہے کہ وہ بھیجے ہی اس لئے جاتے ہیں کہ جو کمزوری آگئی ہے اسے مضبوط کریں اور جو کہنہ معلوم ہو رہا ہے اس کو نیا کریں۔ اور بسا اوقات ان مجددین سے پہلے ان سے بڑے بڑے اور ان سے زیادہ پرہیز گار علماء گزر چکے ہوتے ہیں۔ اور علمائے غیر مجددین بھی احیائے سنت و اماتت بدعت ہی کے درپے ہوتے ہیں اور کسی بات پر ان کی تعریف ہوتی ہے جس کا انھیں اجر ملے گا۔ اور جو یہ کارنامے کئے بغیر گزر گئے تو ان کی برائی ہوتی ہے نہ کرنیوالوں کو عار دلایا جاتا ہے، اور یہ تو ایک مشہور مثل ہے کہ پہلے کے بزرگ بعد میں آنے والوں کیلئے بہت سے کام چھوڑ گئے۔ حضرت غوث اعظم قطب معظم، سید الاولیاء، سند الائمہ اللہ تعالٰی ان کے جد کریم، خود ان پر اور ان کے اصول و فروع، مشائخ و مریدین اور ان سے نسبت رکھنے والوں پر اپنی رحمت نازل فرمائے سے ائمہ کبار نے سند صحیح کے ساتھ بہجۃ الاسرار وغیرہ معتبرات میں روایت کی کہ: "آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا حضور! آپ کا لقب محی الدین کیسے ہوا؟ آپ نے جواب دیا میں ۵۱۱ھ میں اپنی کسی سیاحت سے جمعہ کے دن بغداد لوٹ رہا تھا اس وقت میرے پاؤں میں جوتے بھی نہ تھے راستہ میں ایک کمزور اور نحیف، رنگ پریدہ مریض آدمی پڑا ہوا ملا،

www.alahazratnetwork.org

فقال لی السلام علیك یا عبد القادر، فرددت علیہ السلام، فقال ادن منی فدنوت منہ، فقال لی اجلسنی فاجلستہ فنما جسدہ و حسنت صورتہ وصفا لونہ فخفت منہ، فقال اتعرفنی، فقلت لا، قال انا الدین وکنت دثرت کما رأیتنی و قد احیانی اللہ تعالٰی بك و انت محی الدین، فترکتہ وانصرفت الی الجامع فلقینی رجل و وضع لی نعلا و قال یا سیدی محی الدین، فلما قضیت الصلوۃ اھرع الناس الی یقبلون یدی ویقولون یا محی الدین، وما دعیت بہ من قبل[1] کلامہ الشریف۔

قلت وھذا وان بلغ اشدہ و بلغ اربعین سنۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فلو ان الاسلام لم یبلغ فی عھدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ الی ان یعد میتا فما الذی احیاہ وعلام سمی محی الدین وان کان بلغ الی تلك الغایۃ فما ظنك با ئمۃ اجلاء

اس نے مجھے عبد القادر کہہ کر سلام کیا میں نے اس کا جواب دیا تو اس نے مجھے اپنے قریب بلایا اور مجھ سے کہا کہ آپ مجھے بٹھا دیجئے۔ میرے بٹھاتے ہی اس کا جسم تر و تازہ ہوگیا صورت نکھر آئی اور رنگ چمک اٹھا مجھے اس سے خوف معلوم ہوا، تو اس نے کہا مجھے پہچانتے ہو، میں نے لاعلمی ظاہر کی، تو اس نے بتایا میں ہی دینِ اسلام ہوں اللہ تعالٰی نے آپ کی وجہ سے مجھے زندگی دی اور آپ محی الدین ہیں۔ میں وہاں سے جامع مسجد کی طرف چلا، ایک آدمی نے آگے بڑھ کر جوتے پیش کئے اور مجھے محی الدین کہہ کر پکارا، میں نماز پڑھ چکا تو لوگ چہار جانب سے مجھ پر ٹوٹ پڑے میرا ہاتھ چومتے اور مجھے محی الدین کہتے۔ اس سے قبل مجھے کسی نے محی الدین نہیں کہا تھا۔"

میں کہتا ہوں یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب آپ کمال کو پہنچ گئے تھے اور آپ کی عمر شریف چالیس سال ہو چکی تھی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس وقت اسلام کی ایسی حالت ہوگئی تھی کہ اس کو مردہ کہا جائے گا یا نہیں، اگر کہا جائے کہ نہیں، تو آپ نے زندہ کس کو کیا، اور آپ کا نام محی الدین کیوں ہوا۔ اور اگر ہاں کہا جائے تو وہ ائمہ عظام اور

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر فصول من کلامہ مرصعا بشیئ من عجائب احوالہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۱۰۹

www.alahazratnetwork.org

علماء واولياء كانوا قبله اهم كانوا عنه غافلين او تركوا نصره حتى بلغ الى ذلك الضعف المبين - ام تزعمون ان الارض كانت خلت عن ولى الله وعالم امين كل ذلك من اجلى الاباطيل لايذهب اليه عاقل ذودين۔

وانما الامر ما وصفنا ان لمن احيا لاحقا اجره ولمن سكت سابقا عذره، والاشياء مقسومة بيد التقدير القديم "ان الفضل بيد الله يؤتيه من يشاء"[1] "والله ذو الفضل العظيم"[2]

وبالجملة انما هم الشريعة يردون وباب احياء السنة يسدون اذ كلما قام عبد الله يحيي سنة او يميت بدعة يقال له الم يك قبلك علماء بالدين، اكانوا جاهلين، ام غافلين، ام انت اعلم منهم اجمعين، وما هو الا تصديق قوله صلى الله تعالى عليه وسلم "لياتين على الناس زمان يكذب فيه الصادق ويصدق فيه الكاذب"[3] - وحديث يكون المعروف

اولیاء، تمام جو آپ سے پہلے تھے کیا اسلام کی [illegible] وہ غافل تھے یا انھوں نے حق کی حمایت چھوڑ دی تھی کہ دین ضعف کی اس حد تک پہنچ گیا تھا یا پھر یہ گمان کیا جائے کہ دنیا علماء و اولیاء سے خالی ہوگئی تھی۔ حالانکہ یہ تینوں باتیں خلافِ واقعہ اور باطل ہیں۔

تو حقیقت وہی ہے جو ہم نے بیان کی کہ جس نے بعد میں احیائے دین کیا اس کیلئے اجر ہے، اور جو لوگ پہلے خاموش گزرے ان کے لئے عذر ہے۔ اشیاء کی تقدیر ازل سے ہی دستِ قدرت میں ہے۔ اور اللہ تعالٰی اپنے فضل بے نہایت سے جس کو چاہتا ہے فضیلت عطا فرماتا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مخالفین اذان بیرونِ مسجد شریعت کو رَد کرتے ہیں، اور احیاءِ سنت کا راستہ مسدود کرتے ہیں اس لئے کہ جب کوئی بندہ احیاءِ سنت و اماتتِ بدعت کیلئے اُٹھے اسے یہ کہہ کر رد کیا جاسکتا ہے، کیا آپ سے پہلے علمائے دین نہ تھے؟ کیا وہ سب جاہل تھے؟ کیا وہ سب غافل تھے؟ یا آپ ان سب سے بڑے عالم ہیں؟ تو یہ صورتِ حال اس حدیث کریم کا مصداق ہے جس میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک زمانہ وہ بھی آئے گا کہ سچا جھٹلایا جائے گا اور جھوٹے کو شاباش ملے گی، معروف و مشروع باتیں ناپسند

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۷۳

[2] القرآن الکریم ۳/ ۷۴

[3] المعجم الاوسط حدیث ۸۲۳۸ مکتبۃ المعارف ریاض ۹/ ۲۹۳

www.alahazratnetwork.org

منکرا والمنکر معروفا۔[1]

کما قدمنا فھذا ما یریدون والذین یکیدون وما یکیدون الا انفسھم ولکن لایشعرون۔ نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔

واذ قد فرغنا بحمد اللہ تعالٰی عن ابطال ما توافقوا علیہ فلنأت علٰی ما انفرد بہ بعضھم عن بعض و باللہ التوفیق۔

نفحہ ۱۵: ذکر بعضھم اثرا جعلہ من روایۃ جویبر فی تفسیرہ عن الضحاك عن برد بن سنان عن مکحول عن معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ، ان عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ امر مؤذنین ان یؤذنا للناس الجمعۃ خارجا من المسجد حتی یسمع الناس و امر ان یؤذن بین یدیہ کما کان فی عھد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و ابی بکر رضی اللہ عنہ ثم قال عمر نحن ابتدعناہ لکثرۃ المسلمین۔[2]

فدل بمفھومہ ان الاذان بین یدیہ لم یکن خارج المسجد و دل بقولہ کما کان انہ فی عھد النبی

ہوں گی اور منکرات کو قبول کیا جائے گا۔"

یہ ان لوگوں کی مراد اور حیلہ جوئیوں کا جواب ہے اور وہ جو مکر کرتے ہیں اور مکر سے آدمی اپنے نفس کو ہی دھوکا دیتا ہے۔ ہم تو اللہ تعالٰی سے عفو و عافیت کے طلبگار ہیں۔

یہاں تک ہم ان کی مشترکہ جد وجہد کی تنقید سے فارغ ہوچکے ہیں اور اب انفرادی کاوشوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، توفیقِ خیر تو اللہ تعالٰی کی طرف سے ہے۔

نفحہ ۱۵: بعضوں نے ایک اثر نقل کیا جسے جویبر نے اپنی تفسیر میں ضحاک عن برد بن سنان عن مکحول عن معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کیا کہ "حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مؤذنوں کو حکم دیا کہ جمعہ کے روز لوگوں کیلئے خارج مسجد اذان دیں تاکہ لوگ سن لیں، اور یہ حکم دیا کہ آپ کے سامنے اذان دی جائے جیسا کہ عہدِ رسالت اور عہدِ صدیقی میں ہوتا تھا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: ہم نے آدمیوں کی کثرت کی وجہ سے یہ نئی اذان شروع کی۔"

اس حدیث کا مفہوم مخالف یہ ہوا کہ اذان بین یدیہ خارج مسجد نہیں تھی۔ اور اس اذان کے لئے یہ کہنا کہ یہ اذان عہدِ رسالت

۱؎ فیض القدیر تحت الحدیث ۹۰۷۹ کان یجلس علی الارض دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵/ ۲۶۳

۲؎ فتح الباری کتاب الجمعۃ باب الاذان یوم الجمعۃ مصطفی البابی مصر ۲/ ۴۵

www.alahazratnetwork.org

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ ایضًا داخل المسجد۔

اور زمانہ صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ایسے ہی ہوتی تھی، اس لئے صراحۃً ثابت ہوا کہ یہ اذان ان زمانوں میں اندرونِ مسجد ہوتی تھی۔

اقول اولاً قد اعطیناك فی النفحۃ التاسعۃ الفقہیۃ من معانی المسجد ما یغنیك ویعینك علٰی کل ما یاتیك من امثال ھذا التشکیك فامر مؤذنین ان یؤذنا خارج المسجد بالمعنی الثانی او الثالث ایضًا کما فعلہ امیر المومنین ذوالنورین رضی اللہ تعالٰی عنہم اذ زاد اذانًا علی الزوراء عند کثرۃ المسلمین و یشیر الیہ فی نفس الاثر قولہ "حتی یسمع الناس" وقولہ "نحن ابتدعناہ لکثرۃ المسلمین" فلا یدل ان دل الاعلٰی کون الاذان بین یدیہ داخل المسجد باحد ھذین المعنیین وھو عین مرادنا "فلینظر ھل یذھبن کیدہ مایغیظ"۔

اقول (میں کہتا ہوں) اولاً ہم نویں فقہی نفحہ میں بیان کر آئے ہیں کہ مسجد کے تین اطلاقات ہیں، اسی اعتبار سے خارج مسجد کے بھی تین معنے ہوں گے۔ اثر مذکور میں آئے ہوئے لفظ حتی یسمع الناس اور ابتدعناہ عند کثرۃ المسلمین اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ یہاں خارج مسجد سے مراد معنی ثالث ہیں، اور معنی ثانی ہو تو بھی ہم کو کچھ ضرر نہیں کہ ہم بھی تو اسی کے قائل ہیں کہ حدودِ مسجد کے اندر ہو مگر موضع صلوٰۃ سے باہر ہو۔ مسجد کے اطلاق کی مذکورہ بالا توضیح ایسے تمام شبہوں کے لئے نسخہ شفا ہے۔

وثانیًا انظروا الی ظلم ھؤلاء یردون حدیث صحیح ابی داؤد لاجل محمد بن اسحٰق الذی اجمع عامۃ ائمۃ الحدیث والفقہ علی توثیقہ، و

وثانیًا یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ یہ حضرات حضرت ابوداؤد رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیثِ صحیح کو تو رَد کرتے ہیں بلکہ حدیث کے راوی محمد ابن اسحاق پر جرح کرتے ہیں جن کی توثیق پر عام ائمہ حدیث وفقہ متفق ہیں۔

۱؎ فتح الباری کتاب الجمعۃ باب الاذان یوم الجمعۃ مصطفی البابی مصر ۲/۴۵

www.alahazratnetwork.org

يحتجون باثر جويبر وما جويبر من ابن اسحٰق الا كالعتمة من الاصباح. رجل لم يذكر فی تهذيب الكمال و لا تذهيب التهذيب ولا تهذيب التهذيب ولا ميزان الاعتدال ولا اللآلی المصنوعة و لا العلل المتناهية ولا خلاصة التهذيب مع الزيادات توثيقاله عن احد من ائمة التعديل انما ذكروا عنهم جرحه. قال النسائی وعلی بن جنيد والدارقطنی "متروك"[1] قال ابن معين "ليس بشیء ضعيف"[2]. قال ابن المدينی "ضعيف جدا"[3]. وذكره يعقوب ابن سفيٰن[4] فی باب من يرغب عن الرواية عنهم[4]" وقال ابوداؤد هو علی ضعفه[5]" وقال ابن عدی "الضعف علی حديثه ورواياته بين[6]." وقال الحاكم ابواحمد "ذاهب الحديث[7]." قال الحاكم ابوعبدالله "انا ابرأ الی الله من عهدته[8]." وقال ابن حبان "يروی عن الضحاك اشياء مقلوبة[9]." وقال فی اللآلی هالك تالف متروك جدا[10]." ونقل فی ذيلها عن لسان الميزان

اور جویبر کے اثر سے استدلال کرتے ہیں حالانکہ جویبر اور ابن اسحٰق میں رات اور صبح صادق کا فرق ہے، نہ تو تہذیب الکمال میں جویبر کی توثیق کسی ائمہ تعدیل سے مروی، نہ تذہیب التہذیب میں، نہ تہذیب التہذیب میں، نہ میزان الاعتدال میں، نہ لآلی المصنوعہ، نہ علل المتناہیہ نہ خلاصۃ التہذیب مع زیادات میں، بے تو صرف جرح ہے۔ چنانچہ نسائی وعلی بن جنید اور دارقطنی فرماتے ہیں، متروک ہے ــــ ابن معین فرماتے ہیں، کچھ نہیں ضعیف ہے ــــ ابن المدینی فرماتے ہیں: بے حد ضعیف ہیں ــــ یعقوب بن سفیان نے ان لوگوں میں شمار کیا جن سے روایت نہ کی جائے ــــ امام ابوداؤد نے فرمایا: وہ ضعف پر ہیں ــــ ابن عدی فرماتے ہیں: ان کی حدیثوں اور روایتوں پر ضعف غالب ہے ــــ حاکم ابواحمد نے فرمایا: ان کی حدیثیں ضائع ہیں ــــ حاکم ابوعبداللہ نے فرمایا: میں ان کی حدیثوں سے اللہ تعالٰی کی طرف برائت ظاہر کرتا ہوں ــــ ابن حبان فرماتے ہیں، ضحاک سے الٹی پلٹی حدیثیں بیان کرتا ہے ــــ لآلی میں فرمایا: ہلاک کرنیوالے، برباد کرنیوالے سخت متروک ہیں ــــ اسی کے حاشیہ میں لسان المیزان سے

---

[1] تا [5] تہذیب التہذیب ترجمہ جویبر بن سعید موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۳۲۰
[6] تا [9] " " " " " " " " ۱/۳۲۱
[10] اللآلی المصنوعۃ

www.alahazratnetwork.org

"متروك الحديث عند المحدثين[1]." وقال فى التقريب "ضعيف جدًا[2]" وقال احمد بن سيار "حاله حسن فى التفسير وهو لين فى الرواية[3]" وعده يحيٰى ابن سعيد "ممن لا يوثقونه فى الحديث، هؤلاء لا يحمل حديثهم ويكتب التفسير عنهم[4]" وقال فى الاتقان بعد ذكر ان الضحاك عن ابن عباس منقطع "وان كان من رواية جويبر عن الضحاك فاشد ضعفا لان جويبرا شديد الضعف متروك[5]" ولكن اذا لم تستحى فاصنع ما شئت[6].

منقول ہے، محدثین کے نزدیک متروک الحدیث ہے — تقریب میں ہے: بے حد ضعیف ہیں — احمد بن سیار نے فرمایا: تفسیر میں ان کا حال ٹھیک ہے اور روایت میں کمزور ہیں۔ — یحیٰی ابن سعید نے فرمایا: حدیث میں ان پر بھروسا نہیں کیا جاتا، روایت نہیں کیجاتی، تفسیر لکھی جاتی ہے — اتقان میں ان کے ذکر کے بعد فرمایا: ضحاک کی روایت ابن اسحٰق سے منقطع ہے، اور اگر ضحاک سے جویبر روایت کریں تو اور شدید ہے، اور یہ متروک ہیں — تو کتنی بے شرمی کی بات ہے کہ جویبر جیسے متروک الحدیث کی روایت سے سند پکڑی جائے، اور محمد بن اسحٰق جیسے ثقہ کی روایت چھوڑ دی جائے۔

وثالثًا من ظلمهم الدندنة على حديث ابن اسحٰق بالعنعنة وما فى عنعنة المدلس الاحتمال الانقطاع ثم عادوا يتمسكون بهذا الاثر وفيه مكحول عن معاذ

ثالثًا ان حضرات کا ایک ظلم یہ بھی ہے کہ محمد ابن اسحٰق کی حدیث پر معنعن ہونے کا الزام لگاتے ہیں جبکہ مدلس کی معنعن حدیث میں روایت کے منقطع ہونے کا احتمال ہے اور روایت جویبر میں شدید ضعف کے ساتھ ساتھ مکحول عن

---

[1] ذیل اللآلی المصنوعۃ کتاب العلم المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل، شیخوپورہ ص ۴۳
[2] تقریب التہذیب ترجمہ ۹۸۹ جویبر بن سعید دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۱۶۸
[3] تہذیب التہذیب ترجمہ " " مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۳۲۱
[4] " " " " " " " " " "
[5] الاتقان النوع الثمانون فی طبقات المفسرین دار الکتاب العربی " ۲/۴۸۲
[6] المعجم الکبیر حدیث ۶۵۸ و ۶۶۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/۲۳۸، ۲۲۴

www.alahazratnetwork.org

منقطع قطعا۔

معاذ روایت ہے جو یقیناً منقطع ہے۔

ورابعًا من خیانتهم ان اثروا هذا الاثر عن فتح الباری و ترکوا قوله "هذا منقطع بین مکحول و معاذ"[1]

رابعًا ان حضرات نے جو یہ کے اثر کو فتح الباری سے نقل کیا اور اس پر خود صاحب فتح الباری کی یہ جرح چھوڑ دی کہ یہ اثر مکحول اور معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے درمیان منقطع ہے۔

وخامسًا ترکوا قوله "ولا یثبت لان معاذا کان خرج من المدینة الی الشام فی اول ما غزوا الشام واستمر الی ان مات بالشام فی طاعون عمواس[2]."

خامسًا صاحب فتح الباری کی یہ تنقید بھی ترک کردی "یہ روایت ثابت نہیں" کہ اس روایت میں ہے کہ عہد عمر کا یہ قصہ حضرت معاذ نے مکحول سے بیان کیا جب کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے آخری سال شام گئے، پھر وہیں رہ گئے، مدینہ شریف واپس نہیں آئے یہاں تک کہ طاعون عمواس میں ان کا وہیں انتقال ہوگیا۔

وسادسًا ترکوا قوله "وقد تواردت الروایات ان عثمٰن هو الذی زاده فهو المعتمد[3] اھ"

سادسًا ان لوگوں نے صاحب فتح کی یہ تنقید بھی چھوڑ دی کہ متعدد روایتوں سے یہ ثابت ہے کہ اذان اول کا اضافہ کرنے والے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰے عنہ ہیں۔

فقد افاد ان الاثر منقطع و معلول و منکر لمخالفته لاحادیث صحیح البخاری وغیرہ الکثیرۃ المشهورۃ فترکوا کل ذلك خائنین۔

ابن حجر کی ان تنقیدوں سے ثابت ہوا کہ یہ اثر منقطع ہے، معلول ہے، بخاری شریف کی احادیث صحیحہ مشہورہ کی مخالفت ہونے کی وجہ سے منکر ہے، اور ان حضرات نے سب کو چھوڑا تو خائن ہوئے۔

---

[1] تا [3] فتح الباری کتاب الجمعۃ باب الاذان یوم الجمعۃ مصطفی البابی مصر ۲/۴۵

www.alahazratnetwork.org

وسابعًا ان کان فیه شیئ فلیس الا مفهوم و ردہ عند ائمتنا معلوم لاسیما مفهوم اللقب الذی هو اضعف المفاهیم لم یقل به الا شرذمة قلیلة من الحنابلة ودقاق الشافعی وانداد المالکی۔

سابعًا اس عبارت سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو بطور عبارۃ النص نہیں بلکہ بطور مفہوم مخالف اور مفہوم مخالف بھی لقبی جو ائمہ احناف کے نزدیک اضعف المفاہیم ہے۔ یوں تو ہمارے ائمہ کے نزدیک مفہوم مخالف کا ہی اعتبار نہیں، مفہوم مخالف لقبی کا کیا ذکر جو مالکیہ کے ایک مختصر گروہ کے نزدیک معتبر ہے۔ اور دقاق شافعی اور انداد مالکی کا قول ہے۔

وثامنًا جاء الملک ثلثة سفراء ووصل احدهم الی باب تجاه الملک واثنان متاخران سأل عنهم الملک فقال الحاجب احدهم بین یدی الملک واثنان خارج الحضرة فهل یفهم منه ان الذی بین یدیه قد دخل جوف الدار ولیس علی الباب ولکن الجهل یاتی بالعجب العجاب۔

ثامنًا بادشاہ کے پاس تین نفر آئے، ایک تو بادشاہ کے سامنے آیا لیکن باہری دروازے تک، دو اور پیچھے رہے۔ بادشاہ نے ان کے بارے میں دریافت کیا۔ حاجب نے جواب دیا ایک تو بادشاہ کے سامنے ہے اور دو دربار سے باہر ہیں۔ تو حاجب نے جسے بادشاہ کے سامنے کہا کیا وہ دربار کے اندر تھا، وہ تو دروازہ پر ہی تھا لیکن جہالت عجب عجب گل کھلاتی ہے۔

نفخہ ۱۶: ظهر لک الجواب و للہ الحمد عن اثر النسائی عن طلق بن علی فخرجنا حتی قدمنا بلدنا فکسرنا بیعتنا ثم نضحنا مکانها واتخذناها مسجدًا فنادینا فیه بالاذان۔[1]

نفخہ ۱۶: مذکورہ بالا بیان سے حضرت طلق ابن علی کے اس اثر کا جواب بھی ہو گیا جو امام نسائی نے نقل کیا: ہم مدینہ سے چل کر اپنے ملک میں پہنچے اپنے گرجا کو ہم نے ڈھا دیا اور حضور کی خدمت سے لایا ہوا پانی وہاں چھڑک دیا اور گرجا کی جگہ مسجد بنائی اور اس میں اذان دی۔[1]

---

[1] سنن النسائی کتاب المساجد اتخاذ البیع مساجد نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۱۱۲

www.alahazratnetwork.org

واثر الترمذی عن مجاهد قال دخلت مع عبد اللّٰہ بن عمر مسجدًا وقد اذن فیہ و نحن نرید ان نصلی فیہ فثوب المؤذن فخرج عبد اللّٰہ[1] (الحدیث)

اور ترمذی کے اس اثر کا بھی جواب ہوگیا جو حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ "ہم حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ساتھ ایک مسجد میں گئے جس میں اذان ہوچکی تھی اور ہم اسی مسجد میں نماز پڑھنا چاہتے تھے تو مؤذن نے تثویب کہی تو حضرت عبد اللہ مسجد سے نکل گئے۔"

واثر اٰخر عن ابی الشعثاء قال خرج رجل من المسجد بعد ما اذن فیہ بالعصر وقال ابوھریرۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ "اما ھذا فقد عصی ابا القاسم صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم"[2]

ایک اور اثر جو ابو شعثاء سے مروی ہے کہ اذان عصر کے بعد ایک شخص مسجد سے نکل گیا تو حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا "اس نے ابو القاسم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نافرمانی کی ہے۔"

فانھما علی وزان اثر اقوی لم یعتد والہ وھو اثر مسلم عن عبد اللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ: ان من سنن الھدی الصلٰوۃ فی المسجد الذی یؤذن فیہ۔[3]

کما قدمنا فی النفحۃ التاسعۃ

یہ دونوں حدیثیں اسی روایت کے ہم پلہ ہیں جو امام مسلم نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ سند کے اعتبار سے یہ روایت مذکورہ بالا دونوں روایتوں سے قوی بھی ہے "جس مسجد میں اذان ہوتی ہے اس میں نماز پڑھنا سنن ہدٰی سے ہے۔"

یہ اثر ہم نفحۂ تاسعہ فقہیہ میں ذکر کر آئے

---

[1] جامع الترمذی ابواب الصلٰوۃ باب ما جاء فی تثویب الفجر امین کمپنی دہلی ۱/۲۸

[2] " " باب ما جاء فی کراہیۃ الخروج من المسجد بعد الاذان " " " ۱/۲۸

[3] صحیح مسلم کتاب المساجد باب صلٰوۃ الجماعۃ وبیان التشدید الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۳۲

www.alahazratnetwork.org

الفقهية وقد كفانا المؤنة الامامان الجليلان فی فتح القدیر وغایۃ البیان اذ قال فی المسجد ای فی حدودہ لکراھۃ الاذان فی داخلہ۔[1]

مگر ہمیں اس کے جواب کی ضرورت نہیں کہ ہماری طرف سے اس کا جواب دو جلیل القدر امام فتح القدیر اور غایۃ البیان میں دے چکے ہیں کہ ان حضرات نے مسجد کی شرح میں فرمایا، "مطلب یہ کہ جس مسجد کی حدود میں اذان ہوتی ہو وہاں نماز ادا کرنی سنّت ہے کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے۔"

والعجب ان المحتج باثر ابن عمر ھذا قد احتج بعبارۃ اختلقھا علی صلٰوۃ المسعودی لااثر لھا فیھا ولم یرفی صلٰوۃ المسعودی انہ ذکر ھذا الاثر ھکذا ان عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما دخل مسجدا لیصلی فخرج المؤذن فنادی بالصلٰوۃ[2] (الحدیث) وعزاہ الصلٰوۃ الامام السرخسی و صلٰوۃ الامام ابی بکر خواھر زادہ رحمھما اللہ تعالٰی ومثلہ فی الضعف بل اضعف التمسك بحدیث مرفوع لم یھتدوا الیہ ایضا وانما دللناھم علیہ فتعلق بہ بعضھم وھو حدیث ابن ماجۃ

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اثر سے استدلال کرنے والے نے اس عبارت میں اپنی طرف سے فیہ کا اضافہ کردیا۔ اور حوالہ میں صلٰوۃ مسعودی کا نام لکھا، حالانکہ صلٰوۃ مسعودی میں یہ روایت صلٰوۃ امام سرخسی اور صلٰوۃ امام ابوبکر خواہرزادہ سے ان الفاظ میں مروی ہے ان عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما دخل مسجدا لیصلی فخرج المؤذن فنادی بالصلٰوۃ (الحدیث) یعنی اصل عبارت میں فیہ کا لفظ نہیں ہے۔ سند اور استدلال کے اعتبار سے اس سے بھی زیادہ ضعیف ایک اور حدیث ہے جس سے وہ غافل تھے ہم نے ہی ان کی رہنمائی کی تھی، تو بعض نے اس سے بھی سند پکڑ لی۔ ابن ماجہ نے وہ حدیث عثمان بن عفان رضی اللہ

---

[1] فتح القدیر کتاب الصلٰوۃ باب صلٰوۃ الجمعۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۲۹

[2] صلٰوۃ المسعود باب بیست ویکم در بیان بانگ نماز مطبع محمدی بمبئی ۲/۹۵

www.alahazratnetwork.org

عن امیر المؤمنین عثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "من ادرکہ الاذان فی المسجد ثم خرج لم یخرج لحاجۃ وھو لایرید الرجعۃ فھو منافق"۔[1]

تعالٰی عنہ سے انہوں نے حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ان الفاظ میں روایت کی: "جس نے کسی مسجد میں اذان پائی اس کے بعد مسجد سے بلا ضرورت باہر ہوا اور واپس ہونے کا ارادہ بھی نہیں تو وہ منافق ہے"۔

فان فی المسجد ظرف الادراک دون الاذان الاتری الی المناوی فی التیسیر اذ یقول فی شرحہ (من ادرکہ الاذان) وھو (فی المسجد)[2]۔

استدلال ضعیف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں فی المسجد ادراک کا ظرف ہے (یعنی اذان سننے والا مسجد میں تھا خود اذان مسجد میں نہیں ہوئی تھی، امام مناوی نے اپنی شرح بنام تیسیر میں اس حدیث کی شرح میں فرمایا: جس نے اذان اس حالت میں سنی کہ وہ مسجد میں تھا)

بل کفی الحدیث شرحًا للحدیث فللامام احمد بسند صحیح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال امرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "اذا کنتم فی المسجد فنودی بالصلٰوۃ فلا یخرج احدکم حتی یصلی"[3]

بلکہ خود ایک دوسری حدیث میں اسکی شرح یہی فرمائی گئی، امام احمد سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں "جب تم مسجد میں ہو اور اذان دیجائے تو نماز پڑھے بغیر مسجد سے باہر نہ نکلو"۔

لکن السفیہ کل السفیہ والبلید کل البلید من تمسک بحدیث

اور انتہائی بیوقوفی یہ ہے کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ کی اس حدیث سے استدلال

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب الاذان باب اذا اذن وانت فی المسجد الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۴
[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث من ادرکہ الاذان الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۳۹۲
[3] مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۵۳۷

www.alahazratnetwork.org

ابی داؤد رأیت رجلا کان علیه ثوبین اخضرین فقام علی المسجد فاذن[1]، (وروایة ابی الشیخ فی هذا الحدیث) علی سطح المسجد فجعل اصبعیه فی اذنیه و نادی[2]. ورأی ذلك عبد الله بن زید فی المنام۔

وحدیث ابن سعد فی طبقاته عن نوار ام زید بن ثابت رضی الله تعالی عنهما قالت کان بیتی اطول بیت حول المسجد فکان بلال یؤذن فوقه من اول ما اذن الی ان بنی رسول الله صلی الله علیه وسلم مسجده فکان یؤذن بعد علی ظهر المسجد قد رفع له شیئ فوق ظهره[3].

فان فی هذه تصریحات بکون الاذان خارج المسجد بالمعنی الاول والجهول لایمیز بین المنافع والمضار وقد اسلفنا عدة روایات لهذا محتجین بها والسفیه یبحث عن حتفه بظلفه۔

کیا جائے:" میں نے ایک آدمی کو دیکھا جس پر دو ہرے کپڑے تھے تو اس نے مسجد کے اوپر کھڑے ہو کر اذان دی (اور ابوالشیخ نے اسی حدیث کی روایت میں لفظ علی سطح المسجد (مسجد کی چھت پر) کہا اور اپنی دونوں انگلیاں اپنے کان میں ڈالیں اور اذان دی (دراصل حضرت عبداللہ بن زید نے یہ معاملہ خواب میں دیکھا تھا)

اور طبقات ابن سعد میں حضرت زید ابن ثابت کی ماں نوار رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ "مسجد کے پڑوس میں میرا گھر سب سے اونچا تھا تو حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ ابتداء سے اسی پر اذان دیتے تھے لیکن جب حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مسجد بنا لی اور اس کی چھت پر کچھ اونچا کر دیا تو اسی پر اذان دینے لگے۔"

ہم بیان کر آئے ہیں کہ سب صورتیں مسجد بمعنی اول سے خارج ہیں، تو ان سے داخل مسجد اذان کے مدعیوں کو کیا حاصل؛ لیکن جاہل نفع اور نقصان میں فرق نہیں کرتا، اور بیوقوف اپنے کھر سے ہی اپنی موت کریدتا ہے۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب کیف الاذان آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۷۴

[2] کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ حدیث ۲۳۱۴۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۸/۳۳۱

[3] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ومن النساء بنی عدی بن النجار ترجمۃ النوار بنت مالک دار صادر بیروت ۸/۴۲۰

www.alahazratnetwork.org

نفحہ ۱۷: تعلق سفیہان منہم بروایۃ ابن ماجۃ عن عبد اللہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہ فیہا، قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان صاحبکم قد رأی رؤیا فاخرج مع بلال الی المسجد فالقہا علیہ ولینادی بلال فانہ اندی صوتا منک قال فخرجت مع بلال الی المسجد فجعلت القیہا علیہ وھو ینادی بہا[1] وھذا کما تری اشبہ بالہذیان۔

نفحہ ۱۷: دو بیوقوفوں نے ابن ماجہ کی اس حدیث سے استدلال کیا جو حضرت عبد اللہ بن زید سے مروی ہے: "حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے ساتھی (عبد اللہ بن زید) نے خواب دیکھا ہے۔ تو اے عبد اللہ! بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ساتھ مسجد کی طرف جاؤ تم تلقین کرو اور بلال پکار کر اعلان کریں کہ وہ تم سے بلند آواز ہیں۔ حضرت عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں بلال کے ساتھ مسجد کی طرف گیا، میں بلال پر کلمات اذان تلقین کرتا اور حضرت بلال اسے پکار کر دہراتے۔" یہ استدلال ہذیان جیسا ہے۔

فاولاً: این الخروج الی المسجد عن الدخول فی المسجد۔

اولاً: مسجد کی طرف جانے اور مسجد میں داخل ہونے میں زمین و آسمان کا فرق ہے (اور حدیث شریف میں مسجد کی طرف جانے کی بات ہے مسجد میں داخل ہونے کی نہیں)

ثانیاً: لم یکن لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مجلس غیر مسجدہ الکریم ولا بین المسجد والحجرات الشریفۃ شیئ انما کانت علی حافۃ المسجد الشرقیۃ واتیان عبد اللہ بن زید الیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان من اٰخر اللیل قریبا من الصباح کما جمع بہ

ثانیاً: حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی مسجد مبارک اور حجرات ازواج مطہرات میں کوئی فاصلہ نہ تھا حجرے مسجد کے مشرقی کنارہ پر تھے، تو دروازہ سے باہر حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نشست گاہ مسجد مبارک ہی میں تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت عبد اللہ بن زید کا آنا قریب صبح رات کے آخری حصہ میں تھا، اس کی تصریح امام ابوداؤد نے

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب الاذان باب بدأ الاذان ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۱

www.alahazratnetwork.org

بین روایۃ ابی داؤد "فلما اصبحت اتیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔"[1] و روایۃ ابن ماجۃ "فطرق الانصاری رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لیلا۔"[2]

اپنی روایت میں کی ہے۔ اور ابن ماجہ نے اپنی روایت میں جس کا حاصل یہ ہے کہ ان کی حاضری آخری شب میں فجر سے کچھ پہلے تھی، الفاظ دونوں روایتوں کے مندرجہ ذیل ہیں: "صبح کے وقت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں آیا" (ابی داؤد)۔ "رات میں انصاری رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں آئے" (ابن ماجہ)

و لم یکن ھذا اٰیان خروجہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن مسجدہ الکریم ولا دخول احد علیہ فی الحجرۃ الکریمۃ فلم یکن صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذ ذاک الا فی المسجد الشریف او الحجرۃ المنیفۃ۔ و علٰی کل کان عبد اللہ حین اتاہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی المسجد ھذا ھو الظاھر و لو لم یکن ظاھرا لکفانا الاحتمال لقطع الاستدلال و معلوم ان من کان فی المسجد اذا قیل لہ اخرج الی المسجد یستحیل ان یراد بہ اخرج حتی تدخل المسجد، وانما یراد بہ اخرج الٰی منتھٰی حد المسجد وحینئذ تکون

اور یہ وقت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے باہر جانے کا نہ تھا، نہ کسی کے حجرہ شریفہ میں داخل ہونے کا تھا، تو اس وقت حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا تو مسجد مبارک میں تھے یا حجرہ شریفہ میں، تو اس صورت حال کے پیش نظر حضرت عبد اللہ اس وقت مسجد میں ہی تھے روایات سے یہی ظاہر ہے ورنہ اس کا احتمال تو ہے ہی جو استدلال کو باطل کر دیتا ہے اور مسجد میں موجود رہنے والے سے یہ کہا جائے کہ مسجد کی طرف جاؤ۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہ ہوگا کہ مسجد سے نکل کر پھر مسجد میں آؤ۔ بلکہ مطلب یہ ہوگا کہ مسجد کی انتہائی حد تک جاؤ۔ گویا سرکار ان الفاظ سے یہ رہنمائی کرنا چاہتے ہیں کہ مسجد کی حدود میں اذان دی جائے۔ مسجد میں نہیں، نہ مسجد سے دور۔ جیسا کہ آسمان

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الصلٰوۃ باب کیف الاذان آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۷۲

[2] سنن ابن ماجہ ابواب الاذان باب بدأ الاذان ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۲

www.alahazratnetwork.org

الحکمۃ فی التعبیر بالی الارشاد الی ان
18 یؤذن فی حدود المسجد لا فیہ لا بعیدًا
منہ کما اراہ النازل من السماء علیہ
الصلوۃ والسلام فکان الحدیث دلیلًا لنا
علیہم والجہلۃ یعکسون ومما یشہد لہ
ان النازل من السماء اراہ الاذان
خارج المسجد اذ قام علی حصۃ الجدار
فوق السطح وماکان امرالنازل الا
للتعلیم فلذا امران یخرج من المسجد
الٰی حدودہ وللہ الحمد۔

وثالثًا: لو تنزلنا عن الکل فقد ذکرنا الجواب العام التام الشافی الکافی ان المراد بالمسجد احد المعنیین الاخیرین، وللہ الحمد۔

سے اترنے والے فرشتے نے انھیں دکھایا تھا۔ پس یہ حدیث تو مخالفین کے خلاف ہماری دلیل ہے، اور وہ اس کو الٹ رہے ہیں۔ اور اس بات کی دلیل کہ فرشتے نے انھیں مسجد سے باہر اذان دے کر دکھایا تھا۔ یہ ہے کہ وہ مسجد کی چھت پر دیوار کے اوپر کھڑا ہوا تھا اور وہ تعلیم کے لئے ہی آیا تھا اس لئے آپ نے حکم دیا کہ اندرونِ مسجد سے نکل کر مسجد کے کنارے کی طرف جاؤ، فالحمدللہ۔

ثالثًا: اور ان سب سے قطع نظر کیا جائے تو ہم ایک تام اور عام جواب دے چکے ہیں کہ ایسی تمام روایتوں میں مسجد سے اس کے دوسرے اور تیسرے معنٰی مراد ہیں۔

عہ واذا ضم الٰی ذٰلک قول الشرنبلالی فی مراقی الفلاح (یکرہ اذان قاعد) لمخالفۃ صفۃ الملک النازل[1] لکان حدیث الملک علٰی کثرۃ روایاتہ التی قدمنا کثیرًا منہا دلیلا براسہ علٰی کراھۃ الاذان داخل المسجد فافہم منہ حفظہ ربہ ۱۲۔

اور جب اس کے ساتھ مراقی الفلاح میں مذکور قولِ شرنبلالی کو ملایا جائے یعنی بیٹھ کر اذان دینا مکروہ ہے کیونکہ اس میں اذان کے لئے اترنے والے فرشتے کی صفت کی مخالفت ہے، تو فرشتے والی حدیث باوجود ان روایاتِ کثیرہ کے جن کو ہم بیان کر چکے ہیں مسجد کے اندر کی کراہیت پر دلیل ہو گی۔ پس اس کو سمجھ۔ (ت)

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی کتاب الصلوٰۃ باب الاذان دارالکتب العلمیۃ بیروت ص ۲۰۰

www.alahazratnetwork.org

نفحہ ١٨ : حاول بعض الوھابیۃ الفجرۃ ان یثبت مطلوبہ الباطل بأیات القرآن العظیم وحاش القرآن ان یکون لباطل ظھیرا قال قال عزوجل، "واذن فی الناس بالحج[1]" واخرج سعید بن منصور واٰخرون عن مجاھد قال لما امر ابراھیم ان یؤذن فی الناس بالحج قام علی المقام فنادی بصوت اسمع من بین المشرق والمغرب یایھا الناس اجیبوا ربکم[2]

واخرج ابن المنذر وابن ابی حاتم عن مجاھد قال تطاول بہ المقام حتی کان کاطول جبل فی الارض فاذن فیھم بالحج فاسمع من تحت البحور السبع[3]

واخرج ابن جریر عن مجاھد

نفحہ ١٨ : بعض وہابی صاحبان نے اپنا مقصد قرآن پاک سے ثابت کرنے کا قصد کیا ہے حالانکہ قرآن عظیم باطل کا مددگار نہیں ہوسکتا۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن عظیم نے فرمایا : "(اے ابراہیم) لوگوں میں حج کا اعلان کرو۔" اور سعید بن منصور اور دوسرے محدثین نے حضرت مجاہد سے روایت کی : جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حج کے اعلان کرنے کا حکم ہوا تو آپ نے مقام ابراہیم پر کھڑے ہوکر بلند آواز سے فرمایا (جسے مشرق و مغرب کے سبھی لوگوں نے سنا) کہ اے لوگو! اپنے رب کا جواب دو۔

ابن المنذر وابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام مقام ابراہیم پر اعلان کے لئے کھڑے ہوئے تو وہ انھیں لے کر بلند ہونے لگا یہاں تک کہ زمین کے تمام پہاڑوں سے بلند ہوگیا، آپ نے اسی بلندی پر سے لوگوں میں حج کا اعلان کیا جو سات سمندروں کی تہ سے بھی سنا گیا۔

ابن جریر نے حضرت مجاہد سے روایت کی

---

[1] القرآن الکریم ٢٢/ ٢٧

[2] الدرالمنثور بحوالہ سعید بن منصور تحت الآیۃ ٢٢/ ٢٧ داراحیاء العربی بیروت ٦/ ٣٣
تفسیر القرآن العظیم لابن ابی حاتم " " " " " حدیث ١٣٨٠٠ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکۃ المکرمۃ ٨/ ٢٤٨٦

[3] " " " " " " " " " " " " " " " " " "
الدرالمنثور بحوالہ ابن المنذر وابن ابی حاتم " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ٦/ ٣٣

www.alahazratnetwork.org

عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما قال قام ابراھیم خلیل اللہ علی الحجر فنادٰی "یاایھا الناس کتب علیکم الحج فاسمع من فی اصلاب الرجال و ارحام النساء"[1]

اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مقام ابراہیم پر کھڑے ہوکر پکارا "اے لوگو! اللہ تعالٰی نے تم پر حج فرض کیا۔" تو باپوں کی پشتوں سے اور ماؤں کے شکموں سے لوگوں نے ان کی آواز سنی۔

قال قال ونحن ندعی ان ھذا الحجر کان حین نادی علیہ خلیل اللہ داخل المطاف قریب جدار الکعبۃ لان علیا القاری قال فی شرح اللباب قال فی البحر "والذی رجحہ العلماء ان المقام کان فی عھد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ملصقا بالبیت قال ابن جماعۃ ھو الصحیح وروی الازرقی ان موضع المقام ھو الذی بہ الیوم فی الجاھلیۃ و عھد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وابی بکر وعمر رضی اللہ تعالٰی عنہما اھ۔ و الاظھر انہ کان ملصقا بالبیت ثم اخر عن مقامہ لحکمۃ ھنالک تقتضی ذٰلک اھ"[2]

مستدلین کا دعوٰی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اعلان کے وقت وہ پتھر مطاف کے اندر دیوارِ کعبہ کے قریب تھا۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ ملا علی قاری نے شرح لباب میں فرمایا، بحر میں کہا گیا کہ علماء نے اسی بات کو ترجیح دی ہے کہ مقام ابراہیم عہدِ رسالت میں کعبہ شریف سے بالکل متصل تھا۔ ابن جماعہ نے اسی کو صحیح کہا اور ازرقی نے روایت کی کہ مقام ابراہیم جہاں آج ہے وہیں جاہلیت اور عہدِ رسالت اور زمانۂ ابوبکر وعمر رضوان اللہ علیہما میں تھا۔ اور ظاہر یہی ہے کہ بیت اللہ شریف کے متصل ہی تھا پھر بعد میں کسی حکمت کی وجہ سے موجودہ مقام تک کھسکایا گیا۔

و ذٰلک لان ابراھیم صلوات اللہ علیہ بنی الکعبۃ قائما علیہ فاستمر

حکمت یہ تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی پر کھڑے ہوکر کعبہ شریف کی تعمیر کی تھی تو وہ

---

[1] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۲۲/۲۷ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۷/۱۶۹

[2] المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط مع ارشاد الساری مکتبۃ اسلامیہ کوئٹہ ص ۳۳۲

www.alahazratnetwork.org

من ذالك متصل الكعبة كما في تاريخ القطبي وسائر كتب السير" و كان ابراهيم عليه الصلوات والسلام يبني واسمعيل عليه الصلوة والسلام ينقل له الحجارة على عاتقه فلما ارتفع البنيان قرب له المقام فكان يقوم عليه ويبني[1]."

فثبت انه كان حين اذن عليه للحج متصل جدار الكعبة واستمر كذلك الى زمانه صلى الله تعالٰی علیه وسلم ثم انتقل عنه بوجه قال ولئن سلمنا ان محله منذ القديم حيث هو الأن فالمدعٰی ثابت ايضا لانه الأن ايضًا داخل المطاف لان المطاف هو الموضع المفروش بالرخام ومقام ابراهيم داخل فيه، فثبت ان التاذين في المسجد جائز مطلقا ولاكراهة فيه اصلا وليس بدعة بل هو سنة ابراهيم عليه الصلوٰة والتسليم (انتهٰی) (كلامه الردی السقيم مترجمًا)

اقول انعم به من برهان تزری بالهذيان ويغبط به المجانين والبله والصبيان۔

اسی حال پر دیوارِ کعبہ کے پاس ہی پڑا رہا۔ ایسا ہی تاریخ قطبی اور بقیہ کتبِ تاریخ میں تحریر ہے کہ "حضرت ابراہیم علیہ السلام دیواریں چنتے تھے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر اٹھا اٹھا کر دیتے تھے، جب دیواریں بلند ہوگئیں تو مقامِ ابراہیم اسی کے قریب لایا گیا اور آپ اسی پر کھڑے ہوکر دیواریں چنتے تھے۔"

اس سے ثابت ہوا کہ اعلانِ حج کے وقت بھی وہ پتھر وہیں پڑا رہا، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ تک وہیں پڑا رہا، بعد میں کسی مصلحت پر کچھ دور کھسکا دیا گیا، اور اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ عہدِ قدیم سے ہی وہ موجودہ مقام پر ہی ہے، تب بھی ہمارا دعوٰی ثابت ہے کہ موجودہ جگہ بھی مطاف میں ہی ہے، اس لئے کہ مطاف وہ جگہ ہے جہاں سنگِ مرمر بچھا ہوا ہے، اور مقامِ ابراہیم اسی میں ہے۔ تو ثابت ہوا کہ اذان داخلِ مسجد مطلقًا ناجائز ہے، اس میں نہ تو کوئی کراہت ہے اور نہ یہ بدعت ہے، یہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنّت ہے۔

اقول جواب اس کا یہ ہے کہ یہ استدلال ہذیان سے بھی آگے ہے اور پاگلوں، بیوقوفوں اور بچّوں کے لئے بھی قابلِ رشک ہے۔

---

[1] سبل الہدٰی والرشاد الرابعہ ۱/۱۵۵ و الکامل فی التاریخ ۱/۱۰۶ و "تاریخ مکۃ المشرفۃ" ص ۴۳/۴۴

www.alahazratnetwork.org

فاولاً کیف لزم من کون المقام ملصقًا بجدار البیت علٰی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وفی الجاھلیۃ کونہ کذٰلک علٰی عہد ابراھیم علیہ الصلٰوۃ والتسلیم و تحکیم الحال لایجری فی شیئ منقول غیرمرکوز وان فرض فظاھر والظاھر حجۃ فی الدفع لا للاستحقاق وانت مستدل لادافع۔

اوّلاً رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور عہدِ جاہلیت میں مقامِ ابراہیم کے دیوارِ کعبہ کے متصل ہونے سے یہ لازم نہیں کہ عہدِ خلیل علیہ السلام میں بھی وہیں رہا ہو۔ اور موجودہ حالت پر قیاس کرکے ایک اِدھر اُدھر منتقل ہونے والی چیز پر ماضی کا حکم لگانا جائز نہیں۔ اور ایسے قیاس سے کوئی یقینی بات ثابت نہیں ہوتی۔ اسی لئے تو اس کی تعبیر ظاہر اور اظہر سے کی ہے، اور ظاہر دلیل پکڑنے والے کے لئے مفید نہیں۔ اس سے معترض کو فائدہ پہنچتا ہے اور آپ مستدل ہیں۔

وثانیًا ما نقل عن تاریخ القطبی فای رائحۃ فیہ لما ادعاہ من انہ استمر منذ ذاک متصل الکعبۃ فالاستناد بہ جہل۔

ثانیًا تاریخ قطبی میں اس کا کوئی ذکر نہیں کہ وہ پتھر عہدِ ابراہیم علیہ السلام سے اسی مقام پر قائم ہے، پھر اس روایت کو سند میں ذکر کرنا جہالت ہے۔

وثالثًا بل فیہ فلما ارتفع البنیان قرب لہ المقام فدل علٰی ان محلہ کان بعیدًا انما قرب الاٰن للحاجۃ والعادۃ ان الشیئ اذا نقل لحاجۃ یرد الٰی محلہ الاول بعد قضائہا کما ھو مشاھد فی السلالیم وفی منبر یوضع لدٰی باب الکعبۃ یوم دخول العام۔

وثالثًا قطبی کی روایت سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ مقامِ ابراہیم کا ٹھکانا کہیں اور تھا، تعمیر کی ضرورت سے دیوارِ کعبہ کے پاس لایا گیا۔ اور عادت یہ ہے کہ جو چیز ضرورۃً کہیں رکھی جاتی ہے ضرورت پوری ہونے کے بعد وہاں سے علیحدہ کرلی جاتی ہے، خود حرم شریف میں یہ دستور دیکھا گیا کہ دخول عام کے دن سیڑھیاں اور منبر لگادئے جاتے ہیں پھر علیحدہ کرلئے جاتے ہیں اور ان کے اصل مقام پر انہیں لوٹا دیا جاتا ہے۔

ورابعًا ان فرض کونہ

رابعًا اور اگر یہ مان بھی لیا جائے

www.alahazratnetwork.org

لصیق الجدار الجمیل علی عہد خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بالتبجیل کان ایضا ان زعم انہ کان کذٰلک حین اذن علیہ للحج رجما بالغیب بلا دلیل غایتہ انہ لم ینقل انہ نقل حینئذ وعدم النقل لیس نقل العدم والاستصحاب غیر ذات للمستدل عند الاصحاب۔

کہ حضرت خلیل علیہ السلام کے زمانہ میں وہ پتھر دیوار کے قریب تھا تب بھی یہ گمان کرنا کہ اعلان بھی اسی مقام سے کیا گیا ہے، زعم باطل ہے جس کی کوئی دلیل نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہی کہا جاسکتا ہے کہ اس پتھر کے وہاں سے منتقل ہونے کی کوئی روایت نہیں۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ ظاہر یہی ہے کہ منتقل نہیں ہوا۔ تو ہم بتاچکے ہیں کہ یہ استصحاب ہے جس سے مستدل کو فائدہ نہیں پہنچتا۔

وخامسًا بل قد ورد ما یدل علی انہ کان فی غیر ہٰذا المحل حین اذن علیہ وکفٰی بہ قاطعا لشقشقتہ اخرج الازرقی عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ قال "سألت عبد اللہ بن سلام عن الاثر الذی فی المقام، فقال لما امر ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ان یوذن فی الناس بالحج قام علی المقام فلما فرغ امر بالمقام فوضعہ قبلہ، فکان یصلی الیہ مستقبل الباب[1]" (الحدیث)۔

خامسًا اس امر کی روایت ہے کہ مقام ابراہیم اعلانِ حج کے وقت موجودہ مقام پر موجود نہیں تھا جس سے تمام اوہام کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔ ازرقی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ "میں نے حضرت عبد اللہ ابن سلام رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مقام ابراہیم میں پڑے ہوئے نشان کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اعلانِ حج کا حکم دیا گیا تو آپ نے اسی پتھر پر کھڑے ہوکر اعلان فرمایا۔ اعلان سے فارغ ہوئے تو حکم دیا کہ اس پتھر کو لیجاکر کعبہ کے دروازہ کے سامنے رکھا جائے۔ اور آپ اسی پتھر کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھتے تھے۔

وسادسًا ان شئت قطعت

سادسًا اس شبہہ کو جڑ بنیاد سے

---

[1] الدرالمنثور بحوالہ الازرقی تحت الآیۃ ۲/ ۱۲۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۹۶-۲۹۵

راس الشبهة من راسها و ذٰلك لان روایة قیامه علیه الصلٰوة والسلام حین الاذان علی المقام روایة اسرائیلیة کما رأیت وسیّدنا ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما کان یاخذ عنهم کما هنا۔ وروی ابن ابی حاتم عن الربیع بن انس قال سمعنا عن ابن عباس انه حدث عن رجال من علماء اهل الکتاب ان موسٰی دعا ربه[1] (الحدیث) فی قصة ملاقاته الخضر علیهما الصلٰوة والسلام اقرها واخرج ابن ابی شیبة عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما قال سئلت کعبًا ما سدرة المنتهٰی؟ قال سدرة ینتهی الیها علم الملٰئکة وسئلته عن جنة الماوٰی فقال جنة فیها طیر خضر ترتقی فیها ارواح الشهداء[2]۔

اس طرح ختم کیا جاسکتا ہے کہ حضرت خلیل علیہ الصلٰوۃ والسلام کے اعلان حج کے وقت مقام ابراہیم پر کھڑے ہونے کی روایت اسرائیلی ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما بنی اسرائیل کی روایت قبول فرماتے تھے جیسا کہ اس مجوزہ روایت میں انھوں نے کیا۔ ابن ابی حاتم ربیع بن انس سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اہل کتاب سے روایت کیا کہ حضرت موسٰی علیہ السلام نے اپنے رب سے دُعا کی، یہ حضرت موسٰی وخضر علیہم السلام کی ملاقات کے قصہ میں ہے۔ مندرجہ ذیل روایت کو ابن ابی شیبہ نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہی ثابت رکھا کہ "میں نے حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سدرۃ المنتہٰی کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا کہ انتہائی حد پر ایک بیری کا درخت ہے جہاں تک فرشتوں کا علم پہنچتا ہے۔ اور میں نے ان سے جنۃ الماوٰی کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا ایسا باغ جس میں شہداء کی رُوحیں سبز پرندوں کے جسم میں رہ کر سیر کرتی ہیں۔"

واخرج ابن جریر عن شمر

ابن جریر نے شمر سے روایت کی کہ حضرت

---

[1] الدر المنثور بحوالہ ابن ابی حاتم سورۃ الکہف ۶۰ تا ۸۲ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۳۷۹

[2] الدر المنثور بحوالہ ابن ابی شیبہ تحت الآیۃ ۵۳/ ۱۴ " " " ۷/ ۵۴۲

www.alahazratnetwork.org

قال جاء ابن عباس الی کعب فقال حدثنی عن قول اللہ "سدرۃ المنتہٰی" (الحدیث)۱؎

ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ حضرت کعب کے پاس آئے اور سدرۃ المنتہٰی کے بارے میں پوچھا۔ (القصہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ اسرائیلی روایت قبول کرتے تھے اور روایت مبحوثہ بھی اسرائیلی ہے)

وقد صح عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ انہ اذن علٰی ثبیر، روی عبد الرزاق وغیرہ عن معمر قال قال ابن جریج قال ابن المسیب قال علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ لما فرغ ابراھیم من بنائہ، بعث اللہ جبریل فحج بہ حتی اذا اتی عرفۃ قال قد عرفت وکان اتاھا قبل ذٰلک مرۃ فلذٰلک سمیت عرفۃ حتی اذا کان یوم النحر عرض لہ الشیطان فقال احصب فحصبہ بسبع حصیات۔ ثم الیوم الثانی فالثالث فلذٰلک کان رمی الجمار قال اعل علٰی ثبیر فعلاہ فنادٰی یاعباد اللہ اجیبوا اللہ یا عباد اللہ اطیعوا اللہ فسمع

ادھر حضرت امیر المومنین مولا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صحیح روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوہ ثبیر پر چڑھ کر اعلانِ حج فرمایا تھا۔ عبد الرزاق وغیرہ نے معمر سے انھوں نے ابن جریج سے انھوں نے حضرت علی (رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین) سے روایت کی کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبہ کی بنا سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالٰی نے جبریل امین کو بھیجا اور انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حج کرایا، آپ نے عرفات کو دیکھ کر فرمایا میں اس میدان کو پہچان گیا ایک بار اس سے قبل بھی حضرت خلیل یہاں آئے تھے اور اسی وجہ سے اس کا نام "عرفہ" پڑا۔ یوم النحر کے دن شیطان نے آپ سے تعرض کیا تو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے اسے سات کنکریاں مارنے کی ہدایت کی، اور آپ نے ابلیس کو سنگسار کیا پھر دوسرے اور تیسرے دن بھی ایسا ہی ہوا۔ اسی لئے حج میں رمی جمار شروع ہوئی۔ حضرت جبریل امین نے فرمایا، کوہ ثبیر پر چڑھو۔ حضرت خلیل علیہ السلام نے

۱؎ جامع البیان تحت الآیۃ ۵۳/۱۴ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۷/۶۳

www.alahazratnetwork.org

دعوتہ من بیت الابحر السبع[۱] (الحدیث)۔

ثبیر کی پہاڑی پر چڑھ کر اعلان فرمایا، اے بندگانِ خدا! اللہ تعالٰی کی پکار کا جواب دو، اے بندگانِ خدا! اللہ تعالٰی کی اطاعت کرو۔ قرآن کا یہ اعلان ساتوں سمندر سے سُنا گیا۔

وھذا کما ترٰی سند صحیح علٰی اصولنا فھذا نص عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حکمالان الامر لا دخل فیہ للرأی وما کان امیر المؤمنین علی لیاخذ عن اھل الکتاب فلم یکن الا سماعًا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ فثبت ان الاذان کان علٰی جبلٍ بمزدلفۃ وسقط انہ کان داخل المسجد علی المقام ولک ان تقول لاخلف فان ثبیرًا من الحرم وقد افاد ابن عباس نفسہ "ان مقام ابراھیم الحرم کلّہ" اخرجہ عنہ عبد بن حمید وابن ابی حاتم بل اخرج ھذا عنہ قال "مقام ابراھیم الحج کلہ"۔[۲]

یہ سند ہمارے اصول پر صحیح ہے، اور یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ہی فرمان ہے اور معاملہ چونکہ قیاسی نہیں بالکلیہ سماعی ہے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم چونکہ اہل کتاب کی روایت قبول نہیں کرتے تھے۔ اس لئے لامحالہ یہ بات انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہی سُن کر بیان فرمائی۔ تو اس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ اعلانِ حج منٰی شریف کے پہاڑ سے ہوا۔ اور یہ بات ساقط الاعتبار ہوگئی کہ اعلانِ حج مسجد کے اندر مقام ابراہیم سے ہوا۔ اور ان دونوں روایتوں میں کوئی ایسا تعارض بھی نہیں کہ جبلِ ثبیر بھی حدودِ حرم کے اندر ہی ہے۔ چنانچہ عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی سارا حرم مقام ابراہیم ہے۔ بلکہ حضرت ابن عباس سے تو یہ بھی مروی ہے کہ مقام ابراہیم پورا حج ہے۔

وسابعًا اضطربت الروایۃ عن

سابعًا اعلان حج کے مقام میں حضرت

[۱] الدر المنثور بحوالہ عبدالرزاق تحت الآیۃ ۲۲/ ۲۶ دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/ ۳۱
[۲] " بحوالہ عبد بن حمید وابن ابی حاتم " ۲/ ۱۲۵ ۱/ ۲۹۲ و تفسیر ابن ابی حاتم تحت الآیۃ ۳/ ۹۶ ۳/ ۷۱۱
[۳] تفسیر القرآن العظیم تحت الآیۃ ۳/ ۹۶ حدیث ۳۸۲۴ و ۳۸۲۸ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکۃ المکرمۃ ۳/ ۷۱۱

www.alahazratnetwork.org

ابن عباس ففی بعضھا "اذن علی المقام" وفی بعضھا علی ابی قبیس رواہ عنہ ابن ابی حاتم رضی اللہ تعالٰی عنہ قال لما امر اللہ ابراھیم ان ینادی فی الناس بالحج صعد ابا قبیس فوضع اصبعیہ فی اذنیہ ثم نادی ان اللہ تعالٰی کتب علیکم الحج فاجیبوا ربکم[1] الحدیث، وفی اُخری لہ عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال صعد ابراھیم ابا قبیس، فقال اللہ اکبر اللہ اکبر، اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان ابراھیم رسول اللہ ایھا الناس ان اللہ امرنی ان انادی فی الناس بالحج ایھا الناس اجیبوا ربکم[2]

ابن عباس سے روایتیں مضطرب ہیں۔ بعض میں تو وہی مقام ابراہیم ہے، اور بعض میں یہ ہے کہ جبل ابوقبیس پر اعلانِ حج ہوا۔ چنانچہ ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ "حضرت ابراہیم علیہ السلام جبلِ ابوقبیس پر چڑھے اور کہا اللہ اکبر اللہ اکبر، اشھد ان لا الٰہ الا اللہ، واشھد ان ابراھیم رسول اللہ۔ اے لوگو! مجھے اللہ تعالٰی نے حکم دیا کہ میں لوگوں میں حج کا اعلان کروں تو تم لوگ اللہ تعالٰی کی پکار کا جواب دو۔"

وفی بعضھا علی الصفا رواہ عبد بن حمید عن مجاھد قال "امر ابراھیم ان یؤذن بالحج فقام علی الصفا فنادی بصوت سمعہ ما بین المشرق والمغرب یا ایھا الناس اجیبوا الی ربکم[3]"

اور بعض روایتوں میں جبلِ ابوقبیس کے بجائے کوہِ صفا کا ذکر ہے۔ ابن حمید کی یہ روایت امام مجاہد سے اس طرح مروی ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ مقام صفا پہ لوگوں کو حج کا اعلان کریں، آپ نے ایسی آواز سے پکارا کہ مشرق ومغرب کے لوگوں نے سنا۔ اعلان کے الفاظ یہ تھے، اے لوگو! اپنے رب کی پکار کا جواب دو۔

---

[1] تفسیر القرآن العظیم لابن ابی حاتم تحت الآیۃ ۲۲/ ۲۷ حدیث ۱۳۸۷۰ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکۃ المکرمۃ ۸/ ۲۴۸۶
الدر المنثور بحوالہ ابن ابی حاتم " دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/ ۳۴

[2] " " " " حدیث ۱۳۸۸۴ " " " " " ۸/ ۲۴۸۷ و ۲۴۸۸

[3] الدر المنثور بحوالہ عبد بن حمید ۲۲/ ۲۷ دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/ ۳۳

www.alahazratnetwork.org

وروی ھو وابن المنذر عن عطاء قال "صعد ابراھیم علی الصفا فقال یاایھا الناس اجیبوا ربکم"[1]

ومعلوم ان الروایۃ عن مجاھد روایۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم فالاضطراب بالتثلیث والا فلاشک فی التثنیۃ فکان من ھذا الوجہ ایضا حدیث امیرالمؤمنین احق بالاخذ ولذا مشی علیہ القطبی فی تاریخہ ولو یلتفت لما سواہ فانہ حضت الشبھۃ عن راس والحمد للہ رب الناس۔

ثامناً بعد اللتیا والتی ان کان فشریعۃ من قبلنا فلا تکون حجۃ الا اذا قصھا اللہ تعالٰی اور رسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من دون انکار کما نص علیہ فی اصول الامام البزدوی والمنار وسائر المتون الاصولیۃ والشروح قال الامام النسفی فی کشف الاسرار انا شرطنا فی ھذا ان یقص اللہ تعالٰی او رسولہ من غیر انکار اذ لاعبرۃ بما ثبت بقول اھل الکتاب؛

ابوحاتم اور ابن منذر نے عطاء سے روایت کی: حضرت ابراہیم علیہ السلام کوہِ صفا پر چڑھے اور پکارا: اے لوگو! اپنے رب کا جواب دو۔

یہ معلوم ہے کہ حضرت مجاہد کی روایت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہی ہے تو اس روایت میں تین اضطراب ہوئے، ورنہ دو ہونے میں تو شبہ ہی نہیں ہے۔ پس اس اعتبار سے بھی امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی روایت راجح اور اولٰی بالاخذ ہے اسی لئے قطبی نے اپنی "تاریخ" میں امیرالمومنین کی روایت پر ہی اعتماد کیا اور دوسری روایتوں کی طرف توجہ نہیں کی۔

ثامناً ساری بحث ومباحثہ کے بعد اعلانِ حج اگر مسجد حرام میں ہونا ثابت بھی ہو تو یہ گزشتہ شریعت کا ایک فعل ہوگا، اور گزشتہ شرائع کے احکام ہمارے لئے دلیل نہیں جب تک قرآن وحدیث میں اس کا بیان بلاانکار ہو۔ چنانچہ اصول امام بزدوی، منار اور فنِ اصول کے بقیہ تمام متون وشروح میں اس کی تنصیص ہے۔ امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے کشف الاسرار میں فرمایا: "ہم نے اس میں یہ شرط لگائی کہ اللہ ورسول بے انکار اس کا بیان فرمائیں، اہلِ کتاب کے قول کا کوئی اعتبار

---

[1] الدرالمنثور بحوالہ عبد بن حمید وابن المنذر تحت الآیۃ ۲۲/۲۷ دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/۳۳

www.alahazratnetwork.org

ولا بما ثبت بکتابھم لانھم حرفوا الکتب[۱] ولا بما ثبت بقول من اسلم منھم لانہ تلقی ذٰلک من کتابھم او سمع من جماعتھم اھ۔ ومثلہ فی کشف الاسرار للامام البخاری۔

نہیں۔ اور جو ان کی کتاب سے ثابت ہو اس کا بھی کہ ان لوگوں نے آسمانی کتابوں میں تحریف کر دی ہے۔ اور اسی طرح اہل کتاب اسلام لانے والوں کی بات کا بھی بھروسا نہیں کہ ان لوگوں نے انہی محرف کتابوں میں دیکھا ہوگا یا انہی کی جماعت سے سنا ہوگا۔ اور اسی طرح کشف الاسرار للامام بخاری میں ہے۔

وفی فواتح الرحموت لبحر العلوم فان قلت فلم لم یعتمد باخبار عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالٰی عنہ فانہ لا یحتمل کذبہ قلت ھب لکن التحریف وقع قبل وجودہ فھو لم یتعلم الا المحرف اھ[۲] بالالتقاط

بحر العلوم حضرت علامہ عبد العلی رحمۃ اللہ علیہ نے فواتح الرحموت میں فرمایا: خیال ہو سکتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بات پر اعتماد ہونا چاہیے کہ وہ تو بلاشبہہ سچے تھے، اور ان کی بات میں تو جھوٹ کا احتمال نہیں۔ لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ انھوں نے تو اسی محرف کو کلامِ الٰہی سمجھ کر سیکھا ہوگا کیونکہ تحریف تو ان کے پیدا ہونے سے پہلے ہی ہو چکی تھی۔

وھذا شیئ لم یقصہ ربنا ولا نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذ لم یرد فی حدیث مرفوع فالاحتجاج بہ رأسا مدفوع۔ ھذا علی التسلیم والا فقد علمت ان الذی

اور اعلان حج کی یہ روایت ایسی ہی ہے نہ تو قرآن عظیم میں اس کا بیان ہے نہ کسی حدیث مرفوع میں ہی اس کا تذکرہ ہے، تو سرے سے اس حدیث سے استدلال ہی غلط ہے، یہ بھی اس صورت میں کہ مخالفین کا دعوٰی

۱؎ کشف الاسرار شرح المصنف علی المنار فصل فی شرائع من قبلنا دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/۱۶۲
کشف الاسرار عن اصول البزدوی باب " " " دارالکتاب العربی " ۳/۲۱۳
۲؎ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفٰی المختار ۱/۲ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/۱۸۴

www.alahazratnetwork.org

يدعيه هذا الوهابي من انه اذن عليه في جوف المسجد لم يقصه مسلم ولا كتابي ولا كافر سواه فاحتجاجه به ليس الا احتجاجا بهواه۔

وتاسعًا ان تعجب فعجب قوله ان المقام الآن ايضًا داخل المطاف وهذا شئ يرده العيان ويشهد بكذبه كل من رزق حج البيت الحرام۔

وعاشرًا اعجب من الاحتجاج عليه بانه مفروش بالرخام وكان في باله ان كل ما فرش فيه الرخام صار المطاف الذي كان قدر المسجد الحرام على عهد رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم فليدخل ما حول زمزم ايضًا فيه ولو كان فرش بعض الملوك سائر المسجد الشريف ورواقاته بالرخام، لحكم هذا الجاهل بان المسجد كان الى الرواقات على عهد رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم واذا بلغ الجهل الى هذا النصاب سقط الخطاب وانما المطاف هي دائرة الرخام حول البيت الحرام وعلى حرفها باب السلام ولا شك ان قبة المقام خارجة عنها و

جن کا توں تسلیم کرلیا جائے، ورنہ تفصیل گزر چکی کہ مسجد حرام کے اندر اعلان حج کا تذکرہ نہ کسی مسلمان سے مروی نہ کتابی سے نہ کافر سے، اندرونِ مسجد کی بات تو صرف ان وہابی صاحب کی ہے، تو وہ اپنے دعوٰی میں اپنی خواہشِ نفس سے ہی استدلال کرتے ہیں۔

تاسعًا قابلِ تعجب بات تو یہ ہے کہ "مقامِ ابراہیم اب بھی مطاف کے اندر ہے" یہ تو مشاہدہ کے خلاف ہے جس کی شہادت ہر حاجی دے سکتا ہے۔

عاشرًا اس سے زیادہ حیرت ناک یہ انکشاف ہے کہ جہاں تک سنگِ مرمر بچھا ہے سب مطاف ہے جہاں تک عہدِ رسالت میں مسجد تھی، تو زمزم شریف کا اردگرد بھی عہدِ رسالت کی مسجد میں شامل ہوگیا کہ وہاں بھی سنگِ مرمر بچھا ہے۔ اور اگر کسی بادشاہ نے پوری مسجدِ حرام میں سنگِ مرمر بچھا دیا تو وہ بھی عہدِ رسالت کی مسجدِ حرام ہوگئی حالانکہ مطاف تو سنگِ مرمر کا گول دائرہ ہے جو کعبہ مکرمہ کے گرداگرد ہے، اور جس کے کنارہ پر باب السلام ہے اور بلاشبہ مقامِ ابراہیم کا قبہ اس سے باہر ہے اور اہلِ مکہ ایسے کم عقل تو نہ تھے کہ نفسِ مطاف میں قبہ بناتے اور لوگوں پر مطاف کو تنگ کرتے۔

www.alahazratnetwork.org

ماکان اھل مکۃ سفھاء کھٰذا لیبنوا قبۃ فی نفس المطاف ولیضیقوا المحل علی اھل الطواف نعوذ باللہ من الجھل والاعتساف۔

نفحہ ۱۹: ثم تمسک بقولہ تعالٰی، "ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ"[1]۔ وقولہ تعالٰی، "ومسٰجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا"[2] وقولہ تعالٰی: فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہ"[3] وفی حدیث الصحیحین[عہ]: ان ھذہ المساجد لا تصلح لشیئ من ھذا البول والقذر انما ھی لذکر اللہ والصلٰوۃ وقراءۃ القراٰن[4]۔

اقول اولا قضینا الوتر عن کشف ھذہ الشبھۃ فی النفحۃ الاولٰی القراٰنیۃ وبینا ان الاذان لیس ذکراً خالصاً۔

نفحہ ۱۹: مسجد کے اندر اذان جائز ہونے پر اس آیت سے بھی مخالفین نے استدلال کیا ہے "اس سے بڑا ظالم کون ہے جو مسجد میں اللہ کا نام لینے سے منع کرے" اور آیت مبارکہ "اور مسجد جس میں اللہ تعالٰی کا ذکر بہت ہوتا ہے" اور آیت گرامی "ان گھروں کو اللہ تعالٰی نے بلند کرنے کا اور ان میں اپنا نام لینے کا حکم دیا"۔ اور بقول صاحبِ مشکوٰۃ صحیحین کی ایک حدیث، ورنہ مخرجین نے اسے صرف مسلم کی حدیث قرار دیا ہے "یہ مسجدیں پیشاب اور گندگی کے لئے نہیں، یہ تو ذکرِ الٰہی، نماز اور تلاوتِ قرآن کے لئے ہیں۔

اقول (میں کہتا ہوں) اولاً ہم نفحہ قرآنیہ میں اس شبہ کو بالکلیہ حل کرچکے ہیں کہ اذان محض ذکرِ الٰہی ہی نہیں ہے۔

عہ تبع فیہ صاحب المشکوٰۃ وانما عزاہ المخرجون لمسلم وحدہ ۱۲ منہ

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۴ [2] القرآن الکریم ۲۲/ ۴۰

[3] " " ۲۴/ ۳۶

[4] صحیح مسلم کتاب الطھارۃ باب وجوب غسل البول الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۸

[5] مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ الصحیحین کتاب الطھارۃ باب تطہیر النجاسات الفصل الاول " " ص ۵۲

www.alahazratnetwork.org

وثانیاً منع الاذان فی المسجد منع رفع الصوت فیہ ومنع رفع الصوت بالذکر لیس منع الذکر فقد ثبت عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی بعض المواطن اذ قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "ایھا الناس اربعوا علٰی انفسکم فانکم لاتدعون اصم ولا غائبا ولکن تدعون سمیعا بصیرا۔"[1] وما کان لینھاھم عن ذکر اللہ تعالٰی وقد قدمنا عن الدرر والاشباہ وغیرھما کراھۃ رفع الصوت بالذکر فی المسجد[2] وفی المسلک المتقسط لعلی القاری "قد صرح ابن الضیاء ان رفع الصوت فی المسجد حرام ولو بالذکر اھ"[3] وصرح فی الکافی الامام الحاکم الشھید الذی جمع فیہ کلام الامام محمد وفی المحیط والفتح والبحر وشرح اللباب ورد المحتار وغیرھا بکراھۃ رفع

ثانیاً مسجد میں اذان منع کرنے کا مطلب آواز بلند کرنے کو منع کرنا ہے اور ذکر الٰہی کے ساتھ آواز بلند کرنے کی ممانعت ذکر کی ممانعت نہیں ہے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ بعض مواقع پر حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ذکر بالجہر سے منع فرمایا، ارشاد نبوی ہے: "اے لوگو! اپنے نفسوں پر آسانی کرو تم کسی غائب اور بہرے کو نہیں بلا رہے ہو، تم تو سننے والے اور دیکھنے والے کو پکار رہے ہو۔" بھلا حضور صلی اللہ تعالٰی کسی کو ذکر الٰہی سے روکتے تھے، ہم ماسبق میں درر وغیرہ کے حوالے سے واضح کرچکے ہیں کہ مسجد میں بلند آواز سے ذکر مکروہ ہے۔" ملا علی قاری کی مسلک متقسط میں ابن ضیاء کی تصریح ہے کہ مسجد میں آواز بلند کرنا حرام ہے چاہے ذکر الٰہی ہی کیوں نہ ہو۔"

کافی حاکم شہید مجموعہ کلام امام محمد اور محیط، فتح القدیر، بحرالرائق، شرح لباب وشامی وغیرہا میں ہے: "طواف میں بلند آواز سے قرآن شریف منع ہے۔" تو پناہ بخدا یہ کہنا

---

[1] صحیح البخاری کتاب الدعوات باب الدعاء اذا علا عقبۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۴۴
صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب خفض الصوت بالذکر " " " ۲/ ۳۴۶

[2] الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی احکام المسجد ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۲۳۳

[3] المسلک المتقسط مع ارشاد الساری فصل استلام الرکن الیمانی مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۱۱۰

www.alahazratnetwork.org

الصوت بالقراٰن فی الطواف[1] فہل تراھم (والعیاذ باللہ) داخلین فی ھٰذا الوعید الشدید حاشاھم عن ذٰلک بل انت فی ضلال بعید۔

وثالثاً انما یعود ھٰذا التشنیع الشنیع الی الائمۃ الاجلاء الذین نھوا عن الاذان فی المسجد ونصوا علی کراھۃ فیہ وقد اجارھم اللہ تعالٰی عن ھٰذا ومن شنع علیہم فعلیہ دائرۃ السوء وھو الملوم والمدحور۔

ورابعاً ھٰؤلاء الوھابیۃ ھم الذین یتمسکون فی بحث البدعۃ باثر سنن الدارمی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فی انکارہ علی الذین اجتمعوا فی المسجد حلقا جلوساً ینتظرون الصلوٰۃ فی کل حلقۃ رجل یقول کبروا مائۃ، ھللوا مائۃ، سبحوا مائۃ فیفعلون، فقال والذی نفسی بیدہ انکم لعلٰی ملۃ ھی اھدٰی من ملۃ محمدٍ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

جائے گا کہ سارے ائمہ وعلماء معاذ اللہ قرآن وحدیث کی مذکورہ بالا وعید میں داخل ہیں. وہ حضرات تو اس وعید سے بلاشبہہ پاک ہیں، یہ خود آپ کی اپنی گمراہی ہے۔

ثالثاً یہ وعید شدید ان ائمہ کرام پر بھی وارد ہوگی جنھوں نے مسجد کے اندر اذان کی کراہت پر تنصیص فرمائی، وہ تو بلاشبہہ اس سے اللہ تعالٰی کے امن میں محفوظ ہیں، ہاں جو ان پر طعن وتشنیع کرے وہی ہلاکت کے گڑھے میں مقہور ومردود ہے۔

رابعاً یہ وہابیہ حضرات بدعت کی بحث میں دارمی کے ایک اثر سے استدلال کرتے ہیں جو آپ سے مروی ہے کہ آپ نے ان لوگوں پر انکار کیا جو ایک مسجد میں گروہ درگروہ حلقہ بناکر بیٹھے نماز کا انتظار کررہے تھے، ہر حلقہ میں ایک آدمی کہتا سو بار اللہ اکبر کہو، سو بار لا الٰہ الا اللہ پڑھو اور سو بار تسبیح کرو۔ بقیہ لوگ اس کی بات پر عمل کرتے۔ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کیا تم لوگ اس ملت میں ہو جو محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بھی زیادہ

---

[1] رد المحتار کتاب الحج باب الاحرام دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۱۶۸
فتح القدیر " " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۳۹۰
بحرالرائق " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۲۹

www.alahazratnetwork.org

اومفتحوا باب الضلالة قالوا واللہ یا اباعبدالرحمٰن ما اردنا الا الخیر قال وکم من مرید الخیر لن یصیبه[1] (الحدیث)۔

ہدایت پر ہے یا تم لوگ گمراہی کا دروازہ کھول رہے ہو۔ ان لوگوں نے عرض کی یا ابا عبدالرحمٰن! اپنے اس فعل سے ہم لوگ بھلائی کے طلبگار تھے آپ نے فرمایا کتنے بھلائی کے طالب اس تک پہنچتے ہیں۔

وقد اجبنا عنه فی المجلد الحادی عشر من فتاوٰنا باجوبة شافیة، لکن این ذهب هذا انهم ههنا ام یدخلون عبداللہ بن مسعود ایضا فی وعید من اظلم نعم لاغرو فقد سبوا اللہ وسبوا رسوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[2]۔

ہم نے اپنے فتاوٰی کی گیارھویں جلد میں اس کے متعدد بھرپور جواب دے دئے ہیں، لیکن خود ان حضرات سے ان کی یہ محبوب دلیل کہاں رہ گئی، یا پھر یہ لوگ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بھی وعید "من اظلم" میں شامل کرتے ہیں اور ان سے کچھ بعید بھی نہیں یہ لوگ تو اللہ و رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو گالیاں دے چکے ہیں۔ تو قیامت میں انہیں پتہ چلے گا کہ کہاں پلٹائے گئے ہیں۔

نفحہ ۲۰: قدمنا فی النفحة الثامنة العودیة ان امام دار الھجرة عالم المدینة سیدنا مالکا رضی اللہ تعالٰی عنه وجماھیر اصحابه ذھبوا الی ان جعل ھذا الاذان بین یدی الامام بدعة مکروھة وانما السنة فیه ایضا المنارة وھذا مابلغ علمھم ولکن نطق حدیث ابی داؤد الصحیح ان فعله بین یدی

نفحہ ۲۰: ہم شمار عودیہ کے آٹھویں نفحہ میں ذکر کر آئے ہیں کہ امام دار الہجرۃ عالم مدینہ سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ اور ان کے اکثر اصحاب نے اس اذان کو بدعتِ مکروہہ قرار دیا ہے، اور اپنے علم کے اعتبار سے اس اذان کا مقام مسنون منارہ کو قرار دیتے ہیں، مگر ابوداؤد کی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ اس اذان کا خطیب کے سامنے ہونا مسنون ہے

[1] سنن الدارمی مقدمۃ الکتاب باب فی کراہیۃ اخذ الرای نشر السنۃ ملتان ۱/۶۰ و ۶۱

[2] القرآن الکریم ۲۶/۲۲۷

www.alahazratnetwork.org

الامام ھوالسنۃ من لدن سید الانام علیہ وعلٰی اٰلہ افضل الصلٰوۃ والسلام۔ فبعض محققی اصحابہ رحمہم اللہ تعالٰی و منھم الحافظ ابوعمر بن عبد البرخالف فی ذٰلک ووجہ الکلام الٰی بعض الاصحاب مع ذکرہ فی الکافی الفقھی عن صاحب المذھب رضی اللہ تعالٰی عنہ وکانہ وجد عنہ روایۃ اخرٰی اوسھا والانسان للنسیان فقال فی الاستذکار ما نقلہ الشیخ خلیل فی التوضیح وعنہ فی المواھب وھذا نصھا مع شرحھا للعلامۃ الزرقانی المالکی .

اور یہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ سے ثابت ہے، اسی لئے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اصحاب محقق نے جن میں حافظ ابوعمر بن عبد البر بھی ہیں، اس کی مخالفت کی اور اذانِ خطبہ کے منارہ پر مسنون ہونے کو بعض اصحاب مالک کا قول بتایا۔ حالانکہ کافی فقہی میں اسے امام مالک صاحبِ مذہب رحمۃ اللہ علیہ کا قول بتایا، تو ایسا بھی ممکن ہے کہ ابن عبد البر کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی دوسری روایت ملی ہو۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کو سہو لاحق ہوا ہو اور بھول چوک تو انسان کے لئے ہی ہے۔ ابن عبد البر نے اپنی کتاب استذکار میں جو فرمایا شیخ خلیل نے اسے اپنی توضیح میں نقل کیا۔ ان سے مواہب میں نقل ہوا۔ ہم استذکار کی عبارت امام زرقانی مالکی کی شرح کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔

فی الاستذکار اسم الشرح الصغیر علی الموطا لابن عبد البر ان ھذا اشتبہ علٰی بعض اصحابنا فانکر ان یکون الاذان یوم الجمعۃ بین یدی الامام کان فی زمنہ علیہ الصلٰوۃ والسلام وابی بکر وعمر و ان ذٰلک حدث من زمن ھشام[1] وھذا قول من قل علمہ بالاحادیث وکانہ یعنی الداؤدی ثم

استذکار (یہ موطا کی ایک مختصر شرح ہے جسے ابن عبد البر نے تحریر کیا ہے) میں ہے، کہ ہمارے بعض اصحاب پر یہ بات مشتبہ ہوگئی تو ان لوگوں نے عہدِ رسالت اور عہدِ شیخین میں اذانِ جمعہ کے خطیب کے سامنے ہونے سے انکار کیا اور یہ کہا کہ یہ تو ہشام ابن عبد الملک کے زمانہ کی ایجاد ہے۔ یہ علمِ حدیث سے کم واقفیت رکھنے والوں کا قول ہے اور اس سے صاحبِ استذکار

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد التاسع الباب الثانی دار المعرفۃ بیروت ۷/۳۸۱

www.alahazratnetwork.org

استشهد فی الاستذکار بحدیث السائب بن یزید المروی فی البخاری ثم قال "وقد رفع الاشکال فی ذلک روایة ابن اسحٰق عن الزهری عن السائب بن یزید۔ قال کان یؤذن بین یدی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة وابی بکر وعمر اھ[1]"۔

فانظر ان السادة المالکیة صاروا فرقتین جمهورهم علی ان الاذان بین یدی الامام بدعة وانما سنته علی المنارة۔ ونازعهم بعضهم بالحدیث فاستشهد بحدیث ابن اسحٰق ولابد اذ لا ذکر لبین یدیه الا فی حدیثه فحدیث ابن اسحٰق هو السند بهٰؤلاء وبه ردوا علٰی جمهورهم لا انهم ردوا علیه ایضا کما ردوا علٰی قول جمهورهم ولکن اشتبه الرد بالمردود علی العلامة علی فقال "اما الذی نقله بعض المالکیة عن ابن القاسم

کی مراد شاید داؤدی ہیں پھر اسی استذکار میں اپنے قول پر سائب ابن یزید رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث سے استدلال کیا جو بخاری میں مروی ہے پھر فرمایا کہ اس حدیث کا اشکال ابن اسحٰق عن زہری عن سائب ابن یزید رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے زائل کر دیا اس حدیث میں ہے کہ جمعہ کے دن جب حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم منبر پر بیٹھتے تو آپ کے سامنے اذان ہوتی، اور ایسا ہی ابوبکر وعمر رضوان اللہ علیہما کے زمانہ میں بھی ہوتا رہا اھ۔

تو دیکھئے کہ اعلام مالکیہ دو فرقہ ہوگئے۔ ان کے جمہور کا قول ہے کہ خطیب کے سامنے اذان بدعت ہے، سنت تو منارہ کی اذان ہے۔ اور جمہور کے اس قول کی مخالفت انھیں میں کے کچھ لوگوں نے کی کہ مسنون اذان تو خطیب کے سامنے کی ہے، اور اس کی شہادت میں ابن اسحٰق کی حدیث موالہ بالا پیش کی، اور یہ ضروری بھی تھا کہ ابن اسحٰق کی حدیث کے علاوہ کسی روایت میں "بین یدیہ" کا لفظ نہیں ہے تو حدیث ابن اسحٰق جمہور مالکیہ کی رائے کی مخالفت کرنے والوں کی سند ہے جسے وہ اپنے جمہور پر رَد کرتے ہیں، ایسا نہیں ہے کہ ان منازعین نے اس حدیث ابن اسحٰق کو بھی رَد کیا ہے۔ لیکن ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کو اشتباہ ہوا اور انھوں نے رَد کو بھی مردود سمجھ لیا (یعنی یہ سمجھا کہ منازعین اپنے جمہور کے قول کی طرح

[1] الاستذکار باب الجمعۃ باب ماجاء فی الانصات یوم الجمعۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۴۷

www.alahazratnetwork.org

عن مالك انہ فی زمنہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم لم یکن بین یدیہ بل علی المنارۃ. ونقل ابن عبد البر عن مالك ان الاذان بین یدی الامام لیس من الامر القدیم وما ذکرہ محمد بن اسحٰق عند الطبرانی وغیرہ فی ھذا الحدیث ان بلالاً کان یؤذن علی باب المسجد فقد نازعہ کثیرون ومنھم جماعۃ من المالکیۃ بان الاذان انما کان بین یدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کما اقتضتہ روایۃ البخاری ھٰذہ[1] اھ۔

ولیس فی روایۃ البخاری مایقتضی من ذٰلك شیئاً۔ اقول قد صدق ان روایۃ البخاری لایقتضی شیئا من کونہ بین یدیہ او علی المنارۃ ولکن الاستشھاد کان بروایۃ ابن اسحٰق وانما ذکر اسم البخاری ایذانا بان اصل الحدیث عندہ و اوصحتہ روایۃ ابن اسحٰق

حدیث ابن اسحٰق کو بھی رَد کرتے ہیں) اسی لئے وہ فرماتے ہیں، بعض مالکیہ نے ابن قاسم سے انہوں نے امام مالک سے روایت کی کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ میں اذانِ خطبہ خطیب کے سامنے نہیں بلکہ منارہ پر ہوتی تھی۔ ایسا ہی ابن عبدالبر نے امام مالک سے روایت کیا کہ امام کے سامنے اذان ہونا امرِ قدیم نہیں۔ اور محمد بن اسحٰق کی جو حدیث طبرانی وغیرہ نے روایت کی کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ دروازہ مسجد پر اذان دیتے تھے، اسکی مخالفت مالکی حضرات میں سے بہت سے لوگوں نے کی ہے وہ کہتے ہیں کہ اذان جو خطیب کے سامنے ہوتی تھی (دروازۂ مسجد پر نہیں) اور یہی روایتِ بخاری کا مقتضٰی ہے۔

(ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بالا تفصیل کے بعد دوسرے گروہ کے اس قول (اذان تو خطیب کے سامنے ہوتی جیسا کہ روایتِ بخاری کا مقتضا ہے" کا رَد کرتے ہوئے فرمایا) بخاری کی روایت میں نہ بین یدیہ کا ذکر ہے نہ بابِ مسجد کا۔ اقول ملا علی قاری کا یہ فرمانا کہ "روایتِ بخاری میں کسی بات کی تصریح نہیں" بجا ہے۔ لیکن منازعین کا استدلال دراصل روایت ابن اسحٰق سے ہے (جس میں لفظ بین یدیہ

---

[1] مرقاۃ المفاتیح باب الخطبۃ والصلوٰۃ تحت الحدیث ۱۴۰۴ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۳/ ۴۹۷

www.alahazratnetwork.org

كما هو صريح لفظ الاستذكار و كيف يرد على حديث ابن اسحٰق بان الاذان انما كان بين يديه صلى الله تعالٰى عليه وسلم مع ان حديث ابن اسحاق هو المصرح بهٰذا فيرد على الشیئ بنفس الشیئ ولكن الامر انه كتب هذا المحل معتمدا على ما فی الصدور ولو راجع كلام المنازعين لعلم انهم لا يقولون ان حديث البخاری يقضی بالرد على جمهورهم والرای انهم لا ينازعون حديث ابن اسحٰق بل به يستشهدون وبه على جمهورهم يردون و لا بعد ان كونه بين يديه صلى الله تعالٰى عليه وسلم مصرح به فی حديث ابن اسحٰق نفسه بل لا نعلم التصريح به الا فيه فكيف يرد عليه بمفاد نفسه ولكن نسی و لم يتفق له مراجعة الحديث و لا مراجعة كلام المنازعين

مذکور ہے) بخاری کا نام تو یہ بتانے کے لئے لیا گیا ہے کہ روایت ابن اسحٰق کی اصل بخاری میں ہے، بخاری نے یہ حدیث مختصر روایت کی اور ابن اسحٰق کی سند سے یہی حدیث ابوداؤد نے مفصل تخریج کی ہے، اور یہی استذکار کی عبارت سے ہویدا ہے۔ (ایسی صورت میں) بھلا حدیث ابن اسحاق پر اس بات سے کیسے رَد ہوسکتی ہے کہ "اذان حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے سامنے ہوتی تھی" خود حدیث ابن اسحٰق بھی تو اسی امر کو ثابت کر رہی ہے کہ یہ اذان حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے سامنے ہوتی تھی، تو ایک بات کو خود اسی سے رَد کرنے کے کیا معنٰی! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس مقام کو اپنی یادداشت پر بھروسا کرکے لکھا اگر منازعت کرنیوالوں کے کلام کو پھر دیکھ لیا ہوتا تو انھیں یہ معلوم ہوجاتا کہ منازعین یہ نہیں کہتے کہ حدیث بخاری میں جمہور ائمہ مالکیہ کا رد ہے حقیقت تو یہ ہے کہ وہ لوگ حدیث ابن اسحاق کا بھی رد نہیں کرتے، وہ تو اس حدیث کو اپنے جمہور کی رائے کے خلاف سند میں پیش کرتے ہیں، اور اس میں کوئی بعد بھی نہیں کیونکہ اذان کے خطیب کے سامنے ہونے کی تصریح صرف حدیث ابن اسحٰق میں ہے، تو جو بات خود حدیث ابن اسحٰق سے ہے، اسی سے اس حدیث کو رَد کیسے کیا جاسکتا ہے۔ لیکن حضرت علی قاری بھول گئے اور خود حدیث اور کلام منازعین کو بھی

www.alahazratnetwork.org

واللہ یفعل مایرید ولما سبق الی خاطرہ ان القائلین بکونہ بین یدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ینازعون حدیث ابن اسحاق ولا تمکن المنازعۃ الا اذا ارید بباب المسجد فی حدیثہ باب لیس وجاہ المنبر خطر ببالہ ان المراد باب الشرقی او الغربی واید ھذا الخطور انہ لم یکن فی زمنہ رحمہ اللہ تعالٰی بل منذ نحو مائۃ وخمسین سنۃ من قبلہ باب شمالی فی المسجد الکریم کان الناس بنوا ھنالک دورھم کما ذکرہ السید العلامۃ السمھودی رحمہ اللہ تعالٰی فحق لہ ان یدخل حدیث ابن اسحٰق فیما ینازعہ القائلون بکونہ بین یدیہ فکر علیھم بالرد بانہ لا مستدلھم فی انکار علی الباب ولا یقتضی حدیث البخاری شیئا من ذٰلک تقوی الی ھنا امر جمھور المالکیۃ وتم الرد علی المنازعین لانعدام مایثبت کونہ بین یدیہ، لکن کان ھذا ھو مذھبہ

نہیں دیکھا، اور جو اللہ تعالٰی چاہتا ہے وہی ہوتا ہے، اور جب ان کے دل میں یہ بات جم گئی کہ اذان بین یدیہ کے قائل مالکی حضرات حدیث ابن اسحٰق کا رد کرتے ہیں۔ اور اصحاب بین یدیہ کے قول اور روایت ابن اسحاق میں تبھی منازعت ہوگی کہ ان کی حدیث میں آتے ہوئے لفظ باب مسجد سے مراد مسجد نبوی کا ایسا دروازہ ہو جو منبر کے سامنے نہ ہو تو ان کے دل میں یہ خطرہ گزرا کہ حدیث ابن اسحٰق میں مذکور باب مسجد سے مراد یا تو مسجد کا مشرقی دروازہ ہے یا مغربی، اور اس کی مزید تائید اس امر سے ہوئی کہ ان کے زمانہ میں بلکہ ان کے عہد سے ڈیڑھ سو سال قبل سے ہی مسجد شریف کا شمالی دروازہ جو منبر کے بالمقابل تھا ختم ہوگیا تھا اور لوگوں نے وہاں اپنے گھر بنالئے تھے، جیسا کہ علامہ سمہودی نے تحریر فرمایا ہے، تو انھیں یہی معلوم ہوا کہ بین یدیہ اور باب المسجد دو مختلف سمتوں میں ہیں اسی لئے انھوں نے اصحاب بین یدیہ کو روایت ابن اسحاق کا مخالف سمجھا۔ پھر پلٹ کر اصحاب "بین یدیہ" کا رد کیا کہ حدیث بخاری میں تو "بین یدیہ" کا لفظ ہے ہی نہیں، پھر "بین یدیہ" روایت بخاری کا مقتضٰی کیونکر ہوا! اس لئے آپ حضرات کا علی الباب والی روایت کو رد کرنا صحیح نہیں ہے۔ لیکن خود احناف اذان "بین یدیہ" کے قائل ہیں، اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ بھی حنفی ہی ہیں اس لئے

www.alahazratnetwork.org

ومذهب ائمته الکرام فحاول التوفيق بما يرجع الی ماهو مذهبه بالتحقيق، فقال "لکن يمکن الجمع بين القولين بان الذی استقر فی اٰخر الامر هو الذی کان بين يديه صلی الله تعالٰی عليه وسلم[1]" ای لم يکن الاذان بين يديه صلی الله تعالٰی عليه وسلم فی اول الامر بل علی الباب الشرقی او الغربی (وهذا ما فی حديث ابن اسحٰق وکلام مالك) ثم استقر الامر اخيرًا علٰی کونه بين يديه (وهو مراد المنازعين فيه)۔

ان دونوں قولوں میں یوں تطبیق دی کہ ممکن ہے ابتدا میں مسجد شریف کے باب شرقی یا غربی پر اذان ہوتی رہی ہو، جیسا کہ روایت ابن اسحٰق یا کلام مالک میں ہے لیکن بعد میں معاملہ سامنے پر ہی مستقل ہوگیا اور یہی مراد کلام منازعین کی بھی ہے۔

اقول انت تعلم انه مبنی علی ماشبه له وتوجيه کلام مالك بما ذکر توجيه بما لايرضی به فقد اسلفنا عنه انه رضی الله تعالٰی عنه نهی عن الاذان بين يدی الامام۔

اقول (میں کہتا ہوں) ملا علی قاری کی یہ بات تو ایک اشتباہ پر مبنی ہے، پھر یہ توجیہ امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب کے بھی موافق نہیں کہ وہ تو مطلقًا اذان بین یدیہ کے منکر ہیں (پھر ایسی غیر مفید اور بے بنیاد تاویل سے کیا حاصل)

ثم حاول التطبيق بوجه اٰخر بعيد سحيق فقال او بان اذان بلال علی باب المسجد کان اعلاما فيکون اصل اعلام عمر وعثمٰن[2] اھ۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور بعید تاویل بھی کی ہے وہ کہتے ہیں ہوسکتا ہے کہ عہدِ رسالت میں حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ جو اذان باب مسجد پر دیتے تھے وہ اذان نہ ہو صرف اعلان رہا ہو، اور یہی حضرت عمر و عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہما کے اعلان کی اصل ہو اھ۔

[1] و [2] مرقاۃ المفاتیح باب الخطبۃ والصلوۃ تحت الحدیث ۱۴۰۴ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۳/ ۴۹۷

www.alahazratnetwork.org

يشير الى الاثر المذكور عن تفسير جويبر وقد كان قدمه ورده وذكره ثمه توفيقا ينبغى نقله ليتضح به مرامه بهذا التطبيق قال بعد ما ذكر ان عثمان رضى الله تعالٰى عنه هو الذى احدث الاذان الاول ما نصه "ولا يعارض ان عثمٰن هو المحدث لذٰلك ما روى ان عمر هو الأمر بالاذان الاول خارج المسجد يسمع الناس ثم الاذان بين يديه ثم قال نحن ابتدعنا ذٰلك لكثرة المسلمين لانه منقطع ولا يثبت وانكر عطاء ان عثمٰن احدث اذانًا و انما كان يامر بالاعلام ويمكن الجمع بان ما كان فى زمن عمر (رضى الله تعالٰى عنه) مجرد الاعلام واستمر فى زمن عثمٰن (رضى الله تعالٰى عنه) ثم رأى ان يجعله اذانًا على مكان عال

یہاں حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نام لے کر حضرت علی قاری جویبر کے مذکورہ بالا اثر کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جس کو خود ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کرکے اس کا رد کیا ہے اور وہیں ایک اور توجیہ بھی ذکر کی ہے۔ ہم ذیل میں اسے نقل کرتے ہیں، اس سے اس تاویل کا مطلب بھی کھلے گا۔ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت کا منشاء بھی ظاہر ہوگا۔ آپ حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اذان اول کا موجد قرار دے کر فرماتے ہیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اذان اول کا موجد ہونے کے معارض وہ اثر (اثر جویبر) نہیں ہو سکتا (جس میں یہ تصریح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اذانِ اول خارج مسجد دلائی کہ لوگ سن سکیں۔ پھر اذان بین یدیہ دلائی اور فرمایا کہ ہم نے آدمیوں کی کثرت کی وجہ سے یہ اذان ایجاد کی) کیونکہ یہ اثر منقطع ہے اس کا ثبوت نہیں۔ اور حضرت عطا رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اذان اول کا موجد نہیں مانتے۔ ان کے بقول حضرت عثمان تو صرف اعلان کرتے تھے۔ ان دونوں باتوں میں جمع اس طرح ممکن ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو اعلان شروع کرایا تھا حضرت عثمان کے دور تک جاری رہا، پھر انھوں نے اپنی رائے سے اس اعلان کے بجائے

www.alahazratnetwork.org

ففعل واخذ الناس بفعله فی جمیع البلاد اذ ذاك لکونه خلیفة مطاعا[1]۔

بلند مکان پر اذان دلانی شروع کر دی اور ان کے امام مطاع ہونے کی وجہ سے لوگوں نے اسی پر عملدرآمد جاری کر دیا۔

اقول ولا یذھب عنك ان ھذا قمع لاجمع اذ قد آل الامر الی انه جعله اذانا فقد احدث اذانا وعطاء ینکرہ فاین الجمع بل السبیل ما سلك فی فتح الباری وغیرہ ان المثبت مقدم علی النافی وقد ثبت احداث عثمٰن الاذان وانه ھو الذی احدثه لا امیر المؤمنین عمر باحادیث صحاح لامرد لھا فلا حجة فی انکار عطاء ولا فی روایة تفسیر جویبر:

اقول (میں کہتا ہوں) شیخ علی قاری کی یہ جد وجہد جمع کے بجائے قمع ہے، کیونکہ آخر میں انھوں نے یہ اقرار کیا کہ حضرت ذوالنورین نے ابتدائی اعلان کو اذان کر دیا، تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ اذانِ اول کے موجد ہوئے، اور حضرت عطاء ابن رباح سرے سے ان کے موجدِ اذان ہونے کا ہی انکار کرتے ہیں تو ملا علی قاری علیہ الرحمہ کی بات جمع بین القولین کیسے ہوئی! اس لئے جمع کا صحیح طریقہ وہی ہے کہ صاحبِ فتح الباری کی طرح کہا جائے (۱) مثبت روایت (یعنی ذوالنورین کا موجدِ اذانِ اول ہونا) نافی (یعنی قولِ عطاء) پر مقدم ہے (۲) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا اذانِ اول کا موجد ہونا ایسی روایتوں سے ثابت ہے جس کی تردید نہیں ہو سکتی، اس لئے نہ تو حضرت عطاء کے انکار کا کچھ فائدہ ہوگا نہ تفسیر جویبر کی روایت اثر انداز ہوگی۔

ولھذا الشیخ لما جمع بان عمر رضی اللہ تعالٰی عنه احدث اعلاما واستمر

المختصر ہماری اس تفصیل سے علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے معنی واضح ہو گئے کہ وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضور صلے اللہ تعالٰی

[1] مرقاۃ المفاتیح باب الخطبۃ والصلوٰۃ تحت الحدیث ۱۴۰۴ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۲۹۷/۳

www.alahazratnetwork.org

الیٰ زمن عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ وجعلہ بعد اذانا فالی ہذا یشیر بقولہ" فیکون اصل اعلام عمر وعثمٰن" و لما کان یرد علیہ ان علی تطبیقکم ہذا یکون تقدیم الاعلام علی الاذان ثابتا من زمن الرسالۃ فکیف یقول الفاروق نحن ابتدعناہ لکثرۃ المسلمین۔ حاول ان یرفو ہذا الخرق فقال" ولعلہ ترک ایام الصدیق او اواخر زمنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایضا فلہذا اسماہ عمر بدعۃ وتسمیۃ تجدید السنۃ بدعۃ علی منوال ما قال فی التراویح نعمت البدعۃ ہی[1] اھ۔

علیہ وسلم کی جس اذان کے بارے میں بین یدی الخطیب یا علی باب المسجد یا علی المنار ہونے کی بات کہی جارہی ہے وہ دراصل اذان نہ تھی نمازجمعہ کا اعلان تھا۔ اور یہی حضرات فاروق وعثمان کے اعلان بعدہ الاذان کی اصل ہے، لیکن حضرت علی قاری کی اس تطبیق پر بھی اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اس توجیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان سے پہلے اعلان کا رواج عہدِ رسالت سے ہی تھا، تو پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہی اعلان کرا کے یہ کیسے کہا کہ ہم نے اس کی ایجاد کی! ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے اس شبہ کا جواب اس طرح دیا کہ "یہ اعلان حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے آخری عہد اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پورے زمانے میں موقوف ہوگیا رہا ہوگا۔ حضرت عمر نے اس کی تجدید کی اور اس کا نام ایجاد رکھا ہوگا، جیسا کہ تراویح کی جماعت کو بھی آپ نے البدعۃ کہا تھا حالانکہ خود حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی حیات ظاہری میں دو تین یوم تراویح کی جماعت قائم فرمائی تھی۔

اقول ولا یخفی علیک ان الشیخ انما یبدی ہذہ الاشیاء

اقول (میں کہتا ہوں) ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تمام توجیہات کو

---

[1] مرقاۃ المفاتیح باب الخطبۃ والصلوٰۃ تحت الحدیث ۱۴۰۴ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۳/ ۴۹۶

www.alahazratnetwork.org

بیمکن ولعل وما بیداہ سند علٰی شیئ من ھٰذا ولا لہ فیہ سلف ولا بہ حصول مارام من التوفیق فان مآل ترجیاتہ واحتمالاتہ انہ کان علٰی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعلام بالجمعۃ علٰی باب المسجد ثم اذان بین یدیہ اذا جلس علی المنبر ثم ترک الاعلام فی اواخر عہدہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اوفی زمن الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ ثم ثم جددہ عمر لکثرۃ المسلمین وابقاہ عثمٰن ثم حولہ الی الاذان الذی فی حدیث ابن اسحٰق انہ کان علی الباب وفی کلام مالک انہ لم یکن بین یدیہ ھو ھٰذا الاعلام اما الاذان فما کان الا بین یدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانت تعلم انہ۔

اولاً لا یلائم قول مالک

"ہوسکتا ہے" اور "ممکن ہے" کے لفظ سے شروع کیا ہے، کسی بھی توجیہ کے لئے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں، نہ سلف صالحین میں سے کوئی ان کی کسی رائے میں ان کا ہمنوا ہے۔ نہ انکی اس جدوجہد سے مختلف اقوال وروایات میں باہمی تطبیق کا مقصد ہی کچھ حاصل ہوتا ہے کیونکہ ان کے تمام امکانات واحتمالات کا حاصل یہ ہے کہ عہدِ رسالت میں اعلانِ جمعہ مسجد نبوی کے دروازہ پر ہوتا تھا پھر امام جب منبر پر بیٹھے تو اس کے سامنے اذانِ خطبہ ہوتی پھر عہدِ نبوت کے آخری دور یا عہدِ صدیقی میں یہ اعلان متروک ہوگیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے عہد مبارک میں مصلیوں کی کثرت کی وجہ سے پھر اس اعلان کی تجدید کی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے عہد مبارک میں بھی اس اعلان کو جاری رکھا پھر ان کی رائے ہوئی کہ اعلان کے بجائے اذان ہی دی جائے۔ تو وہ اذان جس کا ذکر روایت ابن اسحاق میں ہے، جسے وہ مسجد کے دروازہ پر بتاتے ہیں، اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ خطیب کے آگے نہیں ہوتی تھی وہ دراصل یہی اعلان تھا اور اذان خطبہ تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے ہی ہوتی تھی (مگر اس پر مندرجہ ذیل اشکالات ہیں:)

اولاً امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ

www.alahazratnetwork.org

فانہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ینھی عن الاذان بین یدی الامام لا عن اعلام اٰخر قبلہ ولا کان فی عھدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اعلام بین یدی الامام غیرالاذان حتی ینکرہ ویقول انہ محدث لیس من الامر القدیم فاین التوفیق۔

امام کے سامنے خطبہ دینے سے منع کرتے تھے، اس سے قبل کے کسی اعلان کو نہیں۔ اور حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اذان کے علاوہ کوئی اعلان تھا ہی نہیں کہ امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اسے روکنے کی ضرورت پڑتی۔

وثانیاً لا یلائم حدیث ابن اسحٰق لانہ ذکران الذی کان علی باب المسجد کان ھو بین یدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حین یجلس علی المنبر فکیف یفرق بین الشئ ونفسہ و یقال ان ما علی الباب کان اعلامًا وما بین یدیہ کان اذانًا، فان کان الاذان فی حدیثہ بمعناہ فالذی کان علی الباب کان اذانًا و ان کان بمعنی الاعلام فالذی بین یدیہ کان اعلامًا فکیف التفریق واین التطبیق۔

ثانیاً یہ تاویل حدیث ابن اسحاق کے بھی خلاف ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے منبر پر تشریف فرما ہونے کے بعد جو چیز ہوتی تھی وہ دروازۂ مسجد پر ہوتی تھی، اور وہی آپ کے سامنے بھی تھی۔ اور آپ کی تاویل کا مقصد یہ ہے کہ بین یدیہ اور باب مسجد دو علیحدہ جگہیں ہیں۔ دروازہ پر اعلان ہوتا تھا اور بین یدیہ اذان ہوتی تھی۔ تو حدیث ابن اسحٰق میں جو چیز مذکور ہے اگر اذان ہے تو وہ در مسجد پر ہوتی تھی۔ اور اگر اعلان تھا تو حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے جو ہوتا تھا وہ بھی اعلان ہی تھا، پس دونوں باتوں میں کہاں موافقت ہوئی۔

وثالثًا اجمعت الامۃ ان الذی کان عند جلوسہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی المنبر کان ھٰذا الاذان المعروف وتظافرت الروایات واجمع من یعتد باجماعھم انہ لم یکن فی عھدہ صلی اللہ تعالٰی

وثالثًا اس امر پر امت کا اجماع ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے منبر پر بیٹھنے کے وقت یہی معروف مشہور اذان ہوتی تھی، اسی پر کثیر روایتوں کا اتفاق، اور جن اعلام کا اجماع قابلِ اعتماد ہے ان کا اجماع اسی بات پر ہے کہ عہدِ رسالت و

www.alahazratnetwork.org

علیہ وسلم للجمعۃ شیئ غیر ھذا ولا علٰی عھد الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ وانہ لم یکن علٰی عھدہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تثویب فی شیئ من الصلوات الا الفجر علٰی جعل قولہ الصلوٰۃ خیر من النوم تثویبا۔ فلو کان ھذا اعلامًا حملًا لحدیث ابن اسحٰق علیہ المصرح فیہ بکونہ اذا جلس علی المنبر بقیت الجمعۃ علٰی عھدہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بدون الاذان المعروف وھو خلاف الاجماع۔

عہدِ صدیقی میں اس اذان کے علاوہ کچھ نہ ہوتا تھا، ان زمانوں میں تثویب کا رواج بھی نہ تھا، ہاں نمازِ فجر کے لئے البتہ الصلوٰۃ خیر من النوم پکارا جاتا تھا اگر اسے تثویب قرار دیا جائے۔ پس اگر روایت ابن اسحاق کی مصرح اذان کو اعلان قرار دیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ عہدِ رسالت میں جمعہ کے لئے اذان ہوتی ہی نہیں تھی، اور یہ بھی خلافِ اجماع ہے۔

ورابعًا اذا ترک ھذا فی اواخر عھدہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اوفی زمن الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ بقیت الجمعۃ من دون ایذان لا اعلام ولا اذان وھذا خلاف الاجماع۔

رابعًا اور بقول حضرت ملّا علی قاری علیہ الرحمہ جب عہدِ رسالت کے اخیر یا عہدِ صدیقی میں یہ اعلان بھی موقوف ہوگیا تو ان دونوں مبارک زمانوں میں جمعہ کے لئے نہ کوئی اعلان ہوتا تھا نہ اذان۔ اور یہ بھی خلافِ اجماع ہے۔

وخامسًا اذن لا یستقیم قول عمر نحن ابتدعناہ لکثرۃ المسلمین[1] لا احداثا ولا تجدیدا لان الذی یفعل عند جلوس الامام لم یزل مستمرًا من زمنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

خامسًا اس صورت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول "ہم نے مسلمانوں کی کثرت کی وجہ سے اس کو ایجاد کیا" کا معنی درست نہ ہے گا نہ بطورِ احداث نہ بطورِ تجدید، کیونکہ جو ہوتا ہے وہ تو زمانۂ رسالت سے ہی چالو تھا۔

وسادسًا اذن کان اذان

سادسًا اس تقدیر پر اذانِ خطبہ

[1] فتح الباری کتاب الجمعۃ باب الاذان یوم الجمعۃ مصطفی البابی مصر ۲/۳۵

www.alahazratnetwork.org

الخطبة ھو المحدث فکان احق بقول عمر نحن ابتدعناہ۔

ہی تو نو ایجاد ہوئی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا اس کو اپنی ایجاد کہنا ہی صحیح ہوا۔

وسابعًا کیف یکون ھذا اصلا لاعلام عمر و عثمان فانہ کان قبل جلوس الامام و ھذا عند جلوسہ علی المنبر۔

سابعًا یہ اعلان حضرات فاروق و عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہما کے اعلان کی اصل کیسے ہوا۔ ان حضرات کا اعلان تو آپ ہی کے بیان کے مطابق اذان خطبہ سے پہلے ہوتا تھا، اور جس کو آپ ان کے اعلان کی اصل بتا رہے ہیں یہ تو عین امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت ہوتا ہے۔

وبالجملۃ فیہ مفاسد اظھر من ان تظھر واکثر من ان تحصر و انما الامر ما وصفنا انہ رحمہ اللہ تعالٰی کتب البحث من دون مراجعتہ للحدیث ولا لکلام

المختصر اس تاویل کے مفاسد بیان سے باہر اور شمار سے زائد ہیں، حقیقت وہی ہے جو ہم پہلے بیان کر آئے کہ حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے یہ پوری بحث احادیث اور کلام منازعین، اور کلام امام مالک

عـہ ولذا نسبہ للطبرانی مع وجودہ فی افضل السنن ابی داؤد وقال الزرقانی فی المقصد الثالث من شرح المواھب علی المؤلف المؤاخذۃ فی ترک الترمذی ان الحدیث اذا کان فی احد الستۃ لایعزی لغیرھا کما قال مغلطائی[1] انتھی منہ حفظہ ربہ۔

اسی لئے اس کو طبرانی کی طرف منسوب کیا باوجودیکہ یہ اس سے افضل سنن ابوداؤد میں موجود ہے۔ امام زرقانی نے شرح مواہب کے مقصد ثالث میں ترک ترمذی کے بارے میں مؤلف پر مواخذہ کرتے ہوئے فرمایا جب کوئی حدیث صحاح ستہ میں موجود ہو تو اسے ان کے غیر کی طرف منسوب نہ کیا جائے، جیسا کہ مغلطائی نے کہا ہے انتہی منہ حفظہ ربہ۔ (ت)

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ

www.alahazratnetwork.org

المنازعين، ولا لكلام مالك واصحابه الاكثرين والا لم تعرض تلك الاوهام ولم يستقم له تاويل حديث ابن اسحٰق ولا ما ينكر عليه مالك بالاعلام۔ فظهران تعلق بعض جهلة الزمان بهٰذا البحث الذی ليس له روح ليعيش انما هو تشبث الغريق بالحشيش وتقدم بعض ما يليق به فی النفحة التاسعة الحديثية۔

اور ان کے متبعین کی طرف مراجعت کے بغیر لکھ دیا، ورنہ یہ اوہام عارض ہوتے اور نہ حدیث ابن اسحٰق کی تاویل درست ہوتی۔ عہد حاضر کے بعض جاہلوں کا اس بے جان بحث سے زندگی کی مدد چاہنا، ڈوبنے والے کے تنکے کا سہارا ڈھونڈنے کے مترادف ہے، اس بحث سے متعلق بعض باتوں کو ہم نفحہ تاسعہ حدیثیہ میں ذکر کرچکے ہیں۔

ثم ليس فيه على ما قررنا ما يقر اعينهم اذ ليس فيه ان الاذان كان على عهده صلی الله تعالٰی عليه وسلم فی جوف المسجد وفيه الكلام والله المستعان ولله الحمد۔

لطف یہ ہے کہ اس بحث سے سہارا ڈھونڈنے والوں کا مقصد بھی پورا نہیں ہوتا کہ ان کا دعوٰی تو مسجد کے اندر اذان ہونے کا ہے، اور اس پوری بحث میں اندرونِ مسجد اذان ہونے کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔

نفحہ ۲۱: قال القهستانی فی شرح النقاية عند قولها (اذن ثانيا بين يديه) ای بين الجهتين المسامتين ليمين المنبر او الامام ويساره قريبا منه ووسطهما بالسكون فيشمل ما اذا اذن فی زاوية قائمة او حادة او منفرجة حادثة من خطين خارجين من هاتين الجهتين ولا بأس بشموله بحسب المفهوم ما اذا كان

نفحہ ۲۱: قہستانی نے شرح نقایہ میں مصنف کے قول "دوسری اذان خطیب کے سامنے ہوگی" کی شرح میں کہا: یعنی ان دونوں سمتوں کے درمیان جو منبر یا امام کے دائیں بائیں متوازی جارہی ہیں ان کے قریب اور ان دونوں کے درمیان (یہاں لفظ وَسط کی سین ساکن ہے)، تو زاویہ قائمہ کے اندر کھڑا ہو یا حادہ و منفرجہ، سبھی صورتوں کو شامل ہے، یہ سب زاویے ان دونوں جہتوں سے پیدا ہوتے ہیں جو ان دونوں خطوط متوازیہ سے بنتے ہیں۔ مفہوم کے اعتبار

www.alahazratnetwork.org

ظهر المؤذن الی وجہ ما یضاف الیہ الیدان، فان قرینۃ الاذان تدل ان وجہہ یکون الیہ لکن یشکل بما اذا کان ظہرہ الی ظہر المضاف الیہ الا اذا قیل باخراجہ بقرینۃ قولہ استقبلوہ مستمعین اھ[1]

سے یہ عبارت اس صورت کو شامل ہے کہ مؤذن کی پشت امام کے چہرہ کی طرف ہو، لیکن اذان کا قرینہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مؤذن کا چہرہ ہی امام کے چہرہ کی طرف ہو۔ اور اس صورت کو بھی شامل ہے کہ مؤذن کی پشت امام کی پشت کی طرف ہو۔ لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ حکم یہ ہے کہ سب امام کی طرف رُخ کریں اور اس کی بات سنیں اھ۔

اقول ھذا کلام تحیر ھؤلاء فی حلہ وتناقضوا فی حملہ واستشھد بہ بعضھم بجھلہ ولیس فیہ الامشتت لشملہ ومسفہ لعقلہ ثم ھو غیر محرر فی اصلہ فنذکر بتوفیقہ تعالٰی اولا ما یشرحہ ثم نکمل الفائدۃ ما یزیفہ ویجرحہ ثم نتوجہ الی اجھل ھؤلاء فنطرحہ ولنقدم لذلك مقدمات نوضحہ۔

اقول (میں کہتا ہوں) قہستانی کی اس عبارت نے مخالفین کو حیرت میں ڈال دیا ہے اور اس عبارت کا حل کرنا انھیں مشکل پڑ رہا ہے اور اس کا مطلب بیان کرنے میں وہ لوگ باہم متناقض ہیں۔ اور بعض نے تو اس سے اپنی جہالت کی دلیل فراہم کی۔ اور فی الحقیقت یہ عبارت مخالفین کے پریشاں خاطری کے اظہار کا ذریعہ اور ان کی بے وقوفی کے ظہور کا سبب بنی۔ اور لطف یہ کہ قہستانی کا یہ بیان بھی خود کوئی قابلِ اعتماد بات نہیں۔ تو بتوفیق اللہ تعالٰی پہلے ہم اس کلام کی تشریح کرتے ہیں، پھر اس کی کمزوری کا بیان کریں گے، پھر مخالفین کی جہالت واضح کریں گے۔ اس کے لئے چند توضیحی مقدمات کی تفہیم ضروری ہے۔

الاولٰی، المنبر فی قولھم

مقدمہ اولٰی: فقہاء کے قول

---

[1] جامع الرموز کتاب الصلوٰۃ فصل صلوٰۃ الجمعۃ مکتبۃ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۲۶۹-۲۶۸

www.alahazratnetwork.org

20 بین یدی المنبر مجاز عن الخطیب بالنقل والعقل المصیب اما النقل فقول العلامۃ المحقق البحر فی البحر "الضمیر فی قوله بین یدیه عائد الی الخطیب الجالس، وفی القدوری بین یدی المنبر وھو مجاز اطلاقا لاسم المحل علی الحال کما فی سراج الوھاج فاطلق اسم المنبر علی الخطیب[1] اھ" واما العقل فلان المنبر لو کان عریضا یسع رجالا فقام الامام علی احد طرفیه والمؤذن بحذاء طرفه الاخر فقد اخطأ السنة لانه لیس بین یدی المنبر مع انه بین یدی المنبر لاشك فعلم ان السنة ھو کونه بین یدی الخطیب دون المنبر اذ العود غیر مقصود وقد مرت السنون لم یکن منبر فما کان یواجه الا الامام امام الانام علیه وعلی اله افضل الصلوٰۃ والسلام ھذا ظاھر جدا۔

بین یدی المنبر میں لفظ منبر بول کر مجازاً خطیب مراد لیا گیا ہے۔ یہ نقلی دلیل سے بھی ثابت ہے اور عقلی دلیل سے بھی۔ دلیل نقلی صاحب بحرالرائق کا یہ قول ہے جو انھوں نے بحر میں فرمایا: "قول بین یدیه میں ضمیر خطیب کی طرف لوٹ رہی ہے جو منبر پر بیٹھا ہو۔" قدوری میں ہے: "لفظ بین یدی المنبر میں منبر سے مجازاً خطیب مراد ہے کہ اکثر محل بول کر حال مراد ہوتا ہے۔" ایسا ہی سراج الوہاج میں بھی ہے کہ "منبر کا لفظ بول کر خطیب مراد ہے۔" عقلی دلیل یہ ہے کہ منبر اگر اتنا چوڑا ہو کہ اس کے عرض میں کئی آدمی کھڑے ہوسکتے ہوں، تو اگر امام منبر کی ایک طرف بیٹھا اور مؤذن دوسری طرف سامنے کھڑا ہوا تو اس نے سنّت ترک کردی کیونکہ اس صورت میں وہ امام کے مقابل نہیں منبر کے سامنے البتہ ہے۔ تو معلوم ہوا کہ سنّت یہی ہے کہ مؤذن خطیب کے سامنے ہو منبر کے سامنے نہیں، اس لئے کہ توجہ کا مقصود لکڑی نہیں ہے۔ مسجد نبوی شریف میں کئی سال تک منبر تھا ہی نہیں تو لامحالہ مؤذن حضور امام الائمہ سید الانام رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف ہی رُخ کرتا تھا، یہ امر بالکل ظاہر ہے۔

[1] البحرالرائق کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ الجمعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۵۷

www.alahazratnetwork.org

الثانیۃ[1] فی المغرب الوسط بالتحریك اسم لعین ما بین طرفی الشیئ کمرکز الدائرۃ۔ وبالسکون اسم مبھم لداخل الدائرۃ مثلا ولذلك کان ظرفا فالاول یجعل مبتدأ او فاعلا ومفعولا بہ وداخلا علیہ حرف الجر ولا یصح شیئ من ھذا فی الثانی۔ تقول وسطہ خیر من طرفہ و تسع وسطہ، وضربت وسطہ، وجلست فی وسط الدار، وجلست وسطھا بالسکون لاغیر، ویوصف بالاول مستویا فیہ المذکر والمؤنث والاثنان والجمع وقال اللہ تعالٰی "جعلنٰکم امۃ وسطا"، وللہ علی ان اھدی شاتین وسطا الی بیت اللہ، او اعتق عبدین وسطا اھ و فی الصحاح کل موضع صلح فیہ بین فھو وسط بالتسکین

مقدمہ ثانیہ: مُغرب میں ہے:
الوَسَط سین کی حرکت کے ساتھ نام ہے کسی چیز کے دونوں کناروں کے ٹھیک بیچ کا، جیسے دائرہ کے لئے مرکز۔ اور الوَسْط سین کے سکون کے ساتھ اسم مبہم ہے، تو مثلاً دائرہ کے اندر کسی مقام کو بھی وسط کہا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ وسط بالسکون تو کلام میں صرف ظرف واقع ہوتا ہے۔ اور وسط بالتحریک مبتدا، فاعل، مفعول بہ واقع ہوتا ہے، اور اس پر حرف جر بھی داخل ہوتا ہے۔ اور وسط بالسکون ان میں سے کسی کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے "وَسَطُہ خیرٌ من طرفہٖ" اس کا بیچ کنارہ سے اچھا ہے۔ اس صورت میں وسط مبتدا واقع ہوا ہے۔ "وتسع وسطہ" یہ وسط کے فاعل ہونے کی مثال ہے کہ اس کا بیچ وسیع ہوا۔ "ضربت وسطہ" اس کے بیچ میں مارا۔ یہ مفعول بہ واقع ہونے کی مثال ہے۔ اور "جلست فی وسط الدار" تو گھر کے وسط میں بیٹھا، یہ فی داخل ہونے کی مثال ہے، لیکن وسْط بالسکون کے استعمال کی صورت صرف یہ ہے کہ یہ ترکیب میں ظرف واقع ہوتا ہے، جیسے جلست وسطہ میں گھر میں بیٹھا۔ یہاں وسط مفعول فیہ ظرف واقع ہے،

---

[1] البحرالرائق بحوالہ المغرب کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۵۱ و ۳۵۲

www.alahazratnetwork.org

"کجلست وسط القوم وان لم یصلح فیہ فھو بالتحریک" کجلست وسط الدار، وربما سکن ولیس بالوجہ اھ۔[1]

ایک علامت یہ بھی ہے کہ وَسَط بالتحریک مذکر، مؤنث، واحد، تثنیہ، جمع سب کی صفت بن سکتا ہے قرآن عظیم میں ہے "جعلنٰکم امۃ وسطا" ہم نے تم کو امتِ وسط بنایا' یہاں لفظ وسط مؤنث کی صفت ہے "للّٰہ علیّ ان اھدی شاتین وسطا" میں اللہ تعالٰی کے لئے دو متوسط بکریاں نذر کرتا ہوں۔ یہاں وسط تثنیہ مؤنث کی صفت ہے "واعتق عبدین وسطا" میں اللہ تعالٰی کے لئے دو متوسط قسم کے غلام آزاد کروں گا۔ یہاں وسط تثنیہ مذکر کی صفت ہے اھ۔ صحاح جوہری میں ہے: جہاں لفظ بین کا محل استعمال ہو وہاں وسط بالسکون پڑھا جائے جیسے جلست وسط القوم میں قوم کے درمیان بیٹھا۔ اور لفظ بین کا محل استعمال نہ ہو تو وسط بالتحریک ہوگا جیسے جلست وسط الدار میں گھر کے ٹھیک بیچ میں بیٹھا۔ کہیں بالسکون بھی کہہ دیتے ہیں مگر یہ صحیح نہیں اھ مجر۔

الثالثۃ کل زاویۃ جعل منتصف وترھا مرکزًا ورسمت علیہ ببعد احد طرفیہ قوس الی جہۃ الزاویۃ حتی وصلت الی الطرف الاٰخر فالزاویۃ ان کانت قائمۃ مرّ القوس براسھا او منفرجۃ فوراء راسھا او حادۃ فدونہ وبالعکس ان مرت القوس براسھا فھی قائمۃ او وقعت وراءہ فمنفرجۃ او دونہ فحادۃ۔

مقدمہ ثالثہ: جس کسی بھی زاویہ کے وتر کے منتصف کو مرکز مان کر وتر کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک زاویہ کی جہت میں کوئی قوس بنائی جائے۔ تو اگر زاویہ مذکورہ قائمہ ہوگا تو قوس اس کے راس سے گزرے، اور اگر زاویہ منفرجہ ہوگا تو قوس زاویہ کے وراء سے اور زاویہ حادہ ہوگا تو قوس اس زاویہ کے نیچے سے گزرے گی۔ اسی کو اُلٹ کر یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ اگر قوس زاویہ کے راس سے گزرے تو زاویہ قائمہ ہوگا اور قوس زاویہ کے وراء سے گزرے تو زاویہ منفرجہ ہوگا اور قوس زاویہ کے نیچے سے گزرے تو زاویہ حادہ ہوگا۔

---

[1] الصحاح تحت اللفظ "وسط" داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۹۷۵

www.alahazratnetwork.org

وبعبارۃ اخری کل خط نصف ورسمت علی منتصفہ ببعد احد طرفیہ قوس وصلت لطرفہ الاٰخر فاذا جعلت ھذا الخط قاعدۃ مثلث واقع الی جھۃ القوس فان وقع راسہ علی نفس القوس فزاویۃ قائمۃ او وراءھا فحادۃ او دونھا فمنفرجۃ وبالعکس ان کانت زاویۃ الراس قائمۃ تقع علی نفس القوس او حادۃ فوراءھا او منفرجۃ فدونھا۔

اسی مدعا کا اظہار بلفظ دیگر یوں بھی ہوسکتا ہے، کسی بھی خط کی تنصیف کے بعد اس منتصف پر خط کے ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک قوس بنائی جائے۔ اور یہ خط کسی ایسے مثلث کے قاعدے پر منطبق ہوجائے جو جانب قوس واقع ہے۔ تو اگر مثلث کا راس خود اسی قوس پر واقع ہو تو وہ زاویہ قائمہ ہوگا۔ اور اس قوس سے باہر کی طرف واقع ہو تو زاویہ حادہ ہے۔ اور قوس کے اندر واقع ہو تو زاویہ منفرجہ ہوگا۔ اور اسے الٹ کر یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ اگر زاویہ راس قائمہ ہو تو نفس قوس پر واقع ہوگا اور حادہ ہو تو قوس کے باہر۔ اور منفرجہ ہو تو قوس کے اندر واقع ہوگا۔

(توضیحِ دعوٰی)

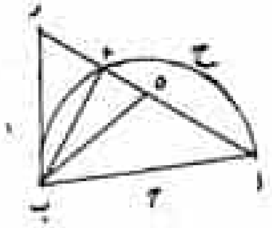

ولیکن ا ب خطاً رسمنا علی نصفہ ح ببعدہ قوس ا ح ب ثم جعلناہ قاعدۃ مثلثات ا ء ب، ا ر ب، ا ہ ب فزاویۃ الواقعۃ علی القوس قائمۃ والواقعۃ وراءھا

ہم نے مان لیا کہ ا ب ایک خط ہے جس کو مقام ح پر نصف کردیا گیا ہے اور اسی ح کو مرکز مان کر اسے شروع کر کے ح سے ہوتی ہوئی ب تک ایک قوس بنائی۔ ا ح ب، پھر اسی خط ا ب کو تین مثلثوں ا ء ب، ا ر ب، ا ہ ب کا قاعدہ

www.alahazratnetwork.org

حادة وه الواقعة دونهما منفرجة۔ وان كانت الزاوية قائمة تقع على نفس القوس مثل ۶، او حادة تقع خارجها مثل ر، او منفرجة فداخلها مثل ۵۔

قرار دیا تو زاویہ ۶ جو قوس پر واقع ہے قائمہ ہے، اور زاویہ ر جو قوس سے باہر ہے حادہ ہے، اور زاویہ ۵ جو قوس کے اندر ہے منفرجہ ہے۔ اور بالعکس یوں بھی کہہ سکتے ہیں اگر زاویہ قائمہ ہے تو قوس پر واقع ہے جیسے زاویہ ۶، اور حادہ ہے تو قوس سے باہر ہے۔ جیسے زاویہ ر اور اندر ہے تو زاویہ منفرجہ ہے جیسے زاویہ ۵۔

ثبوتِ دعوٰی کی تقریر

وذلك لان القوس نصف دائرة وقد وقعت فيها زاوية ۶ فهي قائمة بحكم لامن ثالثة الاصول فتكون ر حادة والا اجتمع في مثلث ب ۶ ر قائمتان وهو محال بحكم لب من اولى الاصول ۔ وكذا ب ۵ ۶ حادة لعين ذلك فب ۵ ا منفرجة بحكم يح من اولى ها۔

یہ اس لئے کہ قوس نصف دائرہ ہے اور اسی پر زاویہ ۶ واقع ہے اس لئے مقالہ ثالثہ کی تیسویں شکل کے حکم سے یہ ضرور قائمہ ہے، اور چونکہ زاویہ قائمہ کے پہلو والا زاویہ بھی قائمہ ہوتا ہے۔ اس لئے زاویہ ر کا حادہ ہونا ضروری ہے ورنہ مثلث ب ۶ ر میں بیک وقت دو زاویہ قائمہ ہونا لازم آئے گا جو مقالہ اولٰی کی شکل بتیس کی رو سے محال ہے اسی طرح اسی دلیل سے مثلث ب ۵ ۶ کا زاویہ ۵ بھی حادہ ہے (اور چونکہ حادہ کے پہلو والا زاویہ منفرجہ ہوتا ہے) اس لئے مثلث ب ۵ ا کا زاویہ ۵ ضرور منفرجہ ہے جیسا کہ مقالہ اولٰی کی تیرھویں شکل سے ظاہر ہے۔

ثم لتكن ۶ قائمة فلا موقع لها الا على نفس

یا یوں کہئے زاویہ ۶ قائمہ ہے تو لامحالہ نفس قوس پر واقع ہے اس لئے کہ یہ ر کی

www.alahazratnetwork.org

القوس اذ لو وقعت دونها مثل ہ او ورائها مثل ر وقد تبین ان ء ایضا قائمة لا تجتمع فی مثلث قائمتان، ولتکن ہ منفرجة فلا تقع الا داخل القوس اذ لو وقعت علیها کانت قائمة او ورائها کانت حادة لما مر۔

ولتکن ر حادة فلا وقوع لها الا خارج القوس اذ لو وقعت علیها کانت قائمة۔ او داخلها کانت منفرجة لما سبق، وذٰلك ما اردناه وبه تبینت العبارة الاولٰی اصلاً وعکساً۔

الرابعة کل زاویة غیر حادة نزل من راسها عمود علٰی قاعدتها فانه یکون نصف القاعدة ان کانت الزاویة قائمة متساویة الساقین والا اقل من نصفها سواء کانت منفرجة مطلقاً او قائمة مختلفة الساقین۔

طرح خارج قوس واقع ہو۔ یا ہ کی طرح تحت قوس ہو تو جس طرح زاویہ ء قائمہ ہے اسی طرح ہ اور ر بھی قائمہ ہو جائیں گے۔ اور ایک مثلث میں دو دو زاویہ قائمہ ہوں گے۔ یا یوں کہئے کہ اگر زاویہ ہ منفرجہ ہے تو لامحالہ داخل قوس ہوگا۔ کیونکہ اگر وہ نفس قوس پر ہو تو اس کا قائمہ ہونا لازم آئے گا، یا خارج قوس ہو تو حادہ ہونا لازم آئے گا دلیل مذکورہ بالا کی رو سے۔

یا یوں کہئے کہ زاویہ ر اگر حادہ ہے تو لامحالہ وہ خارج قوس ہوگا کیونکہ نفس قوس پر ہونے کی صورت میں لامحالہ وہ قائمہ ہو جائے گا، یا داخل قوس ہو تو منفرجہ ہونا لازم آئے گا۔ دلیل اوپر مذکور ہوئی۔ اور یہی ہمارا دعوٰی تھا۔ ہماری اس دلیل سے پہلی عبارت اصلاً وعکساً ثابت ہوئی۔

مقدمہ رابعہ: جب کسی زاویہ غیر حادّہ کے راس سے اس زاویہ کے قاعدے پر عمود کا نزول ہو تو وہ عمود ہمیشہ قاعدے کا نصف ہوگا بشرطیکہ زاویہ قائمہ متساویۃ الساقین ہو ورنہ عمود ہمیشہ قاعدے کے نصف سے بھی چھوٹا ہوگا (۲) خواہ زاویہ مطلقاً منفرجہ ہو (۳) یا قائمہ مختلفۃ الساقین ہو۔

www.alahazratnetwork.org

(ع۱ کی توضیح اور ثبوت)

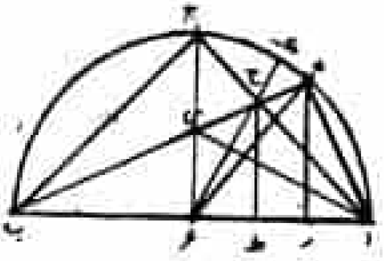

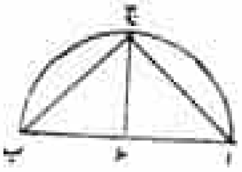

فلتکن اح ب قائمۃ متساویۃ الساقین فح ا نصف ا ب بوجوہ کثیرۃ منہا ان زاویتی ح ا ب، ح ب ا متساویتان بخامسۃ الاولٰی لتساوی الساقین و حیث ان ح قائمۃ فکلتاھما نصف قائمۃ بلب منہا و ح ء ب قائمۃ بحکم العمودیۃ فـ ح ب نصف قائمۃ بلب لح ء، ء ب متساویان بسادسۃ الاولٰی، وکذا بعین البیان ح ء، ء ا فیکون ا ء، ء ب متساویین، فکل منہما نصف ا ب مساویا لح ء۔

مان لیجئے کہ مثلث اح ب کا زاویہ ح قائمہ متساویۃ الساقین ہے تو عمود ح ا جو اس زاویہ کے راس سے اس کے قاعدے پر ڈالا گیا ہے وہ خط ا ب یعنی قاعدے کا نصف ہے۔ اس کی بہت سی دلیلیں ہیں، ایک دلیل مندرجہ ذیل ہے ح ا ب اور ح ب ا میں ا و ب دونوں زاویے مقالہ اولٰی کی پانچویں شکل (شکل ماموفی) کی رُو سے برابر ہیں کیونکہ اس مثلث کی دو ساقین ا ح اور ح ب برابر ہیں، اور جب ح زاویہ قائمہ ہے تو اس کے بقیہ دونوں زاویے یعنی ا اور ب نصف قائمہ ہوں گے مقالہ اولٰی کی بتیسویں [۳۲] شکل کی رو سے (اور زاویہ ج سے جو خط قاعدے تک آیا ہے اس سے دو مثلث بن گئے ہیں ا ء ح اور ح ء ب) اور اس خط کے عمودی ہونے کی وجہ سے زاویہ ء قائمہ ہے تو زاویہ ح نصف قائمہ ہوگا مقالہ اولی کی بتیسویں [۳۲] شکل کی رُو سے، اور زاویہ ب پہلے ہی بیان سے نصف قائمہ ثابت ہو چکا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

پس اس مثلث کی دونوں ساقین ح ء اور ء ب بھی مساوی ہوں گی مقالہ اولیٰ کی چھٹی شکل کی رو سے۔ اور اسی بیان سے دوسرے مثلث کی دونوں ساقین ح ء اور ا ء بھی مساوی ہوں گی تو قاعدے کے دونوں ٹکڑے ا ء اور ء ب مساوی ہو گئے۔ اور قاعدے ا ب کا نصف نصف ہوں گے۔ اور خط ح ء کے بھی مساوی ہوں گے کہ مساوی کا مساوی مساوی ہوتا ہے۔ تو ثابت ہوگیا کہ مثلث قائمۃ الزاویہ متساوی الساقین کے راس سے قاعدے پر اترنے والا خط قاعدے کا نصف ہوتا ہے۔

(ع۲ کی توضیح اور ثبوت)

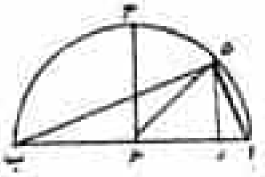

ثم لتكن ا ہ ب قائمة مختلفة الساقين فنقول ہ س اصغر من نصف ا ب اعني نصف القطر لان س ليس مركزاً و الا لكان في مثلثي ا س ہ ، ہ س ب ضلعا ا س ، س ب متساويين و ہ س مشترك و زاويتا س قائمتان

ہم نے فرض کیا کہ مثلث ا ہ ب میں زاویہ ہ قائمہ مختلف الساقین ہے۔ تو ہمارا دعویٰ یہ ہے خط ہ س نصف ا ب یعنی نصف قطر سے چھوٹا ہے اس لئے کہ س یہاں مرکز نہیں ورنہ پیشِ نظر دونوں مثلث یعنی ا س ہ اور ہ س ب میں دونوں خط ا س اور س ب برابر ہو جائیں گے اور ہ س دونوں مثلثوں میں مشترک۔ اور دونوں مثلثوں میں س زاویہ قائمہ (یعنی

www.alahazratnetwork.org

فبرابعة الاولى يتساوى اه ه ب بهف فليكن المركز ء وقلناه ء نصف القطر فلوكان ه س مساويا له تساوت بالماموف زاويتا س ء فاجتمع فی مثلث قائمتان۔

دو قائمے) پس مقالہ اولیٰ کی شکل رابع سے لازم آئے گا کہ اہ اور ہ ب دونوں ساقیں مساوی ہوجائیں اور یہ خلاف مفروض ہوگا (کہ ہم نے زاویہ قائمہ مختلف الساقین مانا تھا اور یہاں دونوں کا مساوی ہونا لازم آیا) جب س کو مرکز ماننے پر خلاف مفروض لازم آیا، تو مان لیجئے کہ مرکز دراصل ء ہے اور ہ کو ملا کر نصف قطر کرلیجئے۔ اس صورت میں ہ س ہ ء کے برابر ہو تو (مقالہ اولیٰ کی پانچویں شکل کے لحاظ سے زاویہ س اور زاویہ ء دونوں برابر ہونگے تو ایک مثلث کے دو زاویے قائمہ ہوگئے (اور یہ محال ہے تو لامحالہ ہ س، ہ ء دونوں ساقیں برابر نہیں)

وان کان ہ س اکبر من ہ ء کانت ء الموترة بالاکبر اکبر من س القائمة الموترة بالاصغر بحکم یح من الاولی فاجتمع فی مثلث قائمة ومنفرجة فلاجرم ان ہ س اصغر من اء۔

ایک صورت یہ بھی ہے کہ ہ س کو ہ ء سے بڑا مانا جائے۔ تو مقالہ اولیٰ کی اٹھارھویں شکل سے لازم آئے گا کہ زاویہ ء جس کے وتر ہ س کو ہم نے ہ ء سے بڑا مانا ہے، چھوٹے وتر والے زاویہ قائمہ یعنی س سے بڑا ہوجائے اور زاویہ قائمہ سے جو زاویہ بڑا ہوگا وہ منفرجہ ہی ہوگا۔ تو لازم آئے گا کہ ایک مثلث میں زاویہ قائمہ اور زاویہ منفرجہ دونوں جمع ہوگئے اور یہ بھی محال ہے اور ہ س کے نصف قطر سے بڑے اور برابر ہونے کی صورتیں محال ہوگئیں، تو لامحالہ ہ س، ہ ء نصف قطرہ سے چھوٹا ہے اور ہم اسی کے مدعی تھے۔

www.alahazratnetwork.org

(ع۳ کی توضیح اور ثبوت)

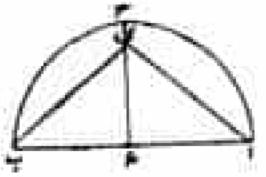

والامر فی المنفرجة اظهر سواء کانت متساویة الساقین مثل ای ب، او مختلفتهما مثل اح ب لانها تقع داخل القوس فالعمود النازل منها علی القطر ان مر بالمرکز مثل ی ہ کان جزءً من نصف القطر ح ء وان لم یمر به مثل ح ط۔

زاویہ منفرجہ میں اس خط نازل کا نصف قطر سے چھوٹا ہونا زیادہ واضح ہے زاویہ منفرجہ متساوی الساقین جیسے مثلث ای ب یا مختلف الساقین جیسے مثلث اح ب کیونکہ یہ زاویہ بہر تقدیر قوس کے اندر ہوگا، تو اس زاویہ سے جو عمود بھی قطر پر نازل ہوگا یا تو مثلث ای ب کی طرح مرکز سے ہوکر گزرے گا جیسے خط ہ ی تو وہ یقیناً نصف قطر یعنی خط ہ ح کا جز ہوگا (اور اگر زاویہ مختلف الساقین میں ہوگا جیسے ح ط کہ یہ مرکز سے ہوکر نہیں گزرتا)

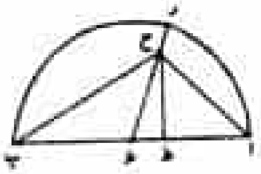

اخرجناح الی ء ک کان ح ء الاصغر من ء ک نصف القطر لکونه وتر القائمة اکبر من ح ط وتر الحادة بحکم ۱۸ من الاولی و ذٰلک ما اردناه۔

توہم ح کو ء ک کی طرف لے چلیں گے (اور ء ک نصف قطر ہے) تو ء ح، ء ک سے چھوٹا ہوگا کیونکہ ء ک زاویہ قائمہ کا وتر ہے جس کو ح ط سے بڑا ہونا چاہیے جو زاویہ حادہ کا وتر ہے مقالہ اولیٰ کی شکل ۱۸ کی رُو سے۔ اور یہی ہمارا مدعا ہے۔

الخامسة: کل خط اقیم علی نصفه عمود غیر محدود و اخرج

مقدمہ خامسہ: ہر وہ خط جس کے نصف پر کوئی عمود قائم کیا جائے، اور پھر اس خط کے

www.alahazratnetwork.org

من طرفيه خطان يحدثان معه زاويتين مجموعهما اصغر من قائمتين فان تساوت الزاويتان فملتقى الخطين على نفس العمود والا فخارجه وعلى كل تحتمل زاوية ملتقاهما ان تكون قائمة او حادة او منفرجة۔

دونوں کناروں سے ایسے دو خطوط کھینچیں جو پہلے خط پر ایسے دو زاویے پیدا کریں جس کا مجموعہ دو قائمہ سے کم ہو۔ اور اس صورت میں یہ دونوں زاویے برابر ہوں تو خطین کا ملتقی عمود پر ہوگا۔ اور برابر نہ ہوں تو دونوں خطوں کا ملتقی عمود سے باہر ہوگا۔ اور ہر صورت میں اس کا احتمال ہے کہ ان دونوں خطوں کے ملتقی کا زاویہ قائمہ یا حادہ یا منفرجہ ہو۔

(توضیح و ثبوت)

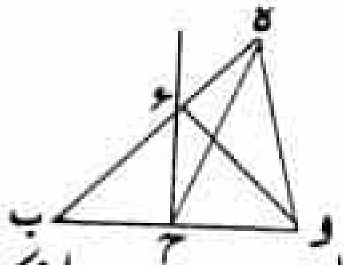

فليكن ا ب خطا نصف على ح و اقيم عليه عمود ح ء غير محدود فاخرج من جنبيه خطا ا ء ـ ب ء محدثين زاويتي ا ب متساويتين فانهما يلتقيان على نقطة ء من العمود والا فيلتقيا خارجه مثلا على ہ ووصلناہ ح ففي مثلثي ا ح ہ ب ح ہ نصفا ا ح ب ح متساويان بالفرض وكذا ا ہ ب ہ لخامسة الاولى لتساوي زاويتي ا ب

مان لیجئے کہ ا ب ایسا خط ہے جس کا نصف نقطہ ح ہے اور اس پر ایک غیر محدود عمود ح ء قائم کیا گیا، پھر اس خط کے دونوں کناروں سے دو خط ا ء اور ب ء ایسے کھینچے گئے جو خط اول کے اوپر دو برابر زاویے ا ب پیدا کرتے ہیں، تو وہ دونوں خطوط عمود کے نقطہ ء پر ملیں گے۔ اور دونوں زاویے برابر نہ ہوں تو لامحالہ یہ دونوں خطوط عمود سے خارج ملیں گے۔ مثلاً مانا گیا وہ نقطہ ہ پر ملے ہوئے ہیں ہم نے ہ ح کو ملادیا تو یہاں دو مثلث ا ح ہ اور ب ح ہ پیدا ہوئے جس میں خط مفروض کے دونوں نصف ا ح اور ب ح بالفرض برابر ہیں، اور چونکہ زاویہ ا اور

www.alahazratnetwork.org

بالفرض و ہ ح مشترك فبثامنة الاولٰی تتساوی زاویتا ا ح ہ، ہ ح ب فبحکم یج منہا کانتا قائمتین وقد کانت ا ح ء قائمۃ فتساوی الکل و الجزء ہف۔

زاویہ ب برابر فرض کیا گیا ہے اس لئے مقالہ اولیٰ کی شکل خامس سے جس طرح ا ح اور ب ح برابر ہیں اسی طرح ا ہ اور ب ہ بھی برابر ہونگے، اور ہ ح دونوں مثلث میں مشترک ہے۔ تو لامحالہ مقالہ اولیٰ کی شکل ثامن کی وجہ سے زاویہ ا ح ہ اور زاویہ ہ ح ب برابر ہونگے اور مقالہ اولیٰ کی شکل ۱۳ سے ثابت ہے کہ وہ دونوں مل کر دو قائمہ ہوں گے یعنی ہر زاویہ قائمہ ہوگا حالانکہ ا ح ء قائمہ ہے اور ا ح ہ بھی قائمہ ہوگیا (جو خود اس کا جز ہے) اور اس صورت میں جزء و کل کا مساوی ہونا لازم آتا ہے جو محال ہے۔

ولیخرج عن جنبیہ ا ہ ب ہ عن زاویتین مختلفتین فملتقاہما خارج العمود علٰی ہ و الا فیلتقیا علٰی ء من العمود ففی مثلثی ا ح ء، ء ح ب نصفا ا ح، ح ب متساویان و ء ح مشترك و زاویتا ح قائمتان فبالرابع تتساوی زاویتا ا ب و قد فرضنا مختلفین ہف فالحکم ثابت و ذلك ما اردناہ۔

• دوسری صورت کی توضیح یہ ہے کہ ہم خط مفروض کے دونوں کناروں سے ایسے دو خط ا ہ اور ب ہ کھینچتے ہیں خط کے اوپر مختلف زاویے بناتے ہیں، تو ہمارا دعویٰ یہ ہے ملتقی عمود سے خارج نقطہ ہ پر ہوگا ورنہ یہ ماننا پڑیگا کہ یہ دونوں خط بھی عمود کے نقطہ ء پر ملے ہیں اور یہاں مثلث ا ح ء اور مثلث ء ح ب میں خط کے دونوں نصف ا ح اور ح ب برابر ہیں۔ اور ء ح دونوں مثلثوں میں مشترک اور زاویہ ح دونوں مثلث میں قائمہ، اس لئے بشکل رابع زاویہ ا ب برابر ہوئے حالانکہ ہم نے ان دونوں کو مختلف فرض کیا تھا، اور یہ خلاف مفروض دعویٰ کو نہ ماننے سے لازم آیا، تو دعویٰ ثابت ہوا۔

www.alahazratnetwork.org

اما احتمال الزوايا الثلث في الملتقى على كل تقدير فظاهر لان الزاويتين الحادثتين منهما محادة سواء كانت الزاويتان على الخط الاول متساويتين اومختلفتين كل ذٰلك بلب من الاولٰى۔

تیسری صورت کہ دونوں قسم کے ملتقیٰ پر تینوں ہی قسم کے زاویے کا احتمال ہے۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ دونوں کناروں سے کھینچے خطوط اور خط اول سے پیدا ہونے والے دونوں زاویوں کا مجموعہ اگر قائمہ کے برابر ہے تو ملتقیٰ زاویہ قائمہ ہوگا اور مجموعہ زاویتین اگر قائمہ سے چھوٹا ہے تو ملتقیٰ کا زاویہ منفرجہ ہوگا، اور اگر مجموعہ قائمہ سے بڑا ہے تو ملتقیٰ کا زاویہ حادہ ہوگا خواہ خط اول پر پیدا ہونے والے زاویے باہم برابر ہوں یا نہ ہوں۔ یہ ساری باتیں مقالہ اولیٰ کی شکل ۳۲ سے ثابت ہیں۔

اذا عرفت هذا واعلمناك في النفحة الاولى العودية ان معنى بين يديه التركيبي الفضاء المحقق المحصور بالجارحتين عند بسطهما او الموهوم عند ارسالهما اعني الخط النافذ على الاستقامة من وسط احد كتفيك الى وسط الكتف الاخر ولا يمكن ارادته هنا وفي عامة استعمالات هذا اللفظ بل ان يد فيها باليدين الجهتان الواقعتان على سمتهما اي تخرج من طرفي كتفيه خطين

مذکورہ بالا توضیحات کی معرفت اور لفظ بین یدیہ کے معنی کو دوبارہ ذہن میں تازہ کرلینے کے بعد (لفظ بین یدیہ کی وضاحت ہم اسی شمار کے نفحۂ اولیٰ میں کر آئے ہیں کہ بین یدیہ مرکب اضافی ہے۔ تو ایک معنی مضاف اور مضاف الیہ کے تفصیلی ترجمہ کے لحاظ سے ہوں گے" دونوں ہاتھ کے درمیان" اسی معنی کے تین مصادیق ہیں۔ دونوں ہاتھ سامنے پھیلائیں تو وہ فضا جو دونوں ہاتھ کے درمیان محصور ہے

اور" ایسے ہی پیچھے پھیلائیں تو پیچھے کی فضا کہ جو دونوں ہاتھوں کے درمیان محصور ہے" اور" جب ہاتھ لٹکالیں تو دونوں مونڈھوں کے بیچ کی دُوری جس کو ایک خط کے ذریعے

www.alahazratnetwork.org

عمودین علی ذلك الخط الواصل بین کتفیه فهذان الخطان هما الجهتان السامتان لیمین من اضیف الیه الیدان وشماله کما قدمنا ثمه عن الکشاف والمدارك وغیرهما فکل ما وقع بین هٰذین الخطین بشرط القرب اللائق بالشیئ المتفاوت تفاوتا شدیدا بحسب المقام فهو بین یدیه۔

سمجھا جاسکتا ہے جو ایک مونڈھے کے وسط سے دوسرے مونڈھے کے وسط تک سیدھا فرض کیا جائے لیکن اس لفظ کے عام استعمال کا معاملہ ہو یا خاص بین یدی الخطیب کا موقع ہو عام طور سے اس لفظ کے معنی ترکیبی تفصیلی مراد نہیں ہوتے بلکہ دوسرے معنی اجمالی عرفی یا لغوی مراد ہوتے ہیں جس میں دونوں لفظ کے علٰحدہ علٰحدہ معنی مراد نہیں ہوتے بلکہ مرکب لفظ کو اکائی مان کر پورے مرکب کے ایک ہی اجمالی معنی مراد ہوتے ہیں، تو لفظ بین یدیہ کے اجمالی معنی کو یوں سمجھئے کہ دونوں مونڈھوں کے درمیان جو سیدھا خط ہم نے فرض کیا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ وہ جسم کے عرض میں ہی ہوگا، اس کے دونوں کناروں پر دو عمودی خطوط کو سامنے فرض کیا جائے جو اسی فاصلے پر بالکل متوازی سامنے چلے جائیں۔ ان دونوں خطوں کے درمیان جو بھی ہے اسی کو بین یدیہ کہا جائے گا۔ اس مضمون پر ہم مدارک اور کشاف کی شہادت بھی پیش کرچکے ہیں۔

کما افدناك تحقیقه بما لا مزید علیه الی هنا اتم معنی کلام القهستانی الی قوله قریبا منه۔

قہستانی کی مندرجہ بالا عبارت کے حسب ذیل جملہ کا مطلب مکمل ہوگیا؛

"دوسری اذان بین یدیہ ہوگی یعنی ان دونوں متوازی جہتوں کے درمیان جو منبر یا امام کے دائیں بائیں اور اس سے قریب ہو۔"

یہاں قہستانی کے لفظ قریبا منہ کے یہ معنی نہیں کہ موذن امام یا منبر کے متصل ہو بلکہ

www.alahazratnetwork.org

ایسا قریب مراد ہے جو محلِ استعمال کے مناسب ہے۔ اور یہاں جب مسجد کے اندر مطلقاً اذان منع ہے تو لامحالہ یہاں قریب کا مطلب مسجد سے باہر مسجد کی حدود کے اندر ہوگا۔ گزشتہ اوراق میں لفظ قریب پر بھی ہم بھرپور روشنی ڈال چکے ہیں۔

ثم اذا نصفت الخط الواصل بین الکتفین و نسمیه الخط الکتفی واقمت علیه عمودًا ثالثا وایاه نسمی العمود کان هو ومایقع علیه وسط الجهتین المذکورتین بینهما بالتحریك وماکان بینهما منحازا عن العمود فهو وسطهما بالسکون و وسطهما بالسکون فیشمل ما اذا اذن فی زاویة قائمة او حادة منفرجة حادثة من خطین خارجین من هاتین الجهتین[1]

اب ہم اس خط کو جو ہم نے دونوں مونڈھوں کے درمیان فرض کیا تھا اور جس کا نام ہم نے خط کتفی رکھا تھا اس کے ٹھیک بیچ میں ایک تیسرا عمود فرض کریں، تو یہ عمود دونوں متوازی خطوں کے بھی ٹھیک بیچ میں ہوگا جس کو اہلِ لغت وَسَط بالتحریک کہتے ہیں۔ اور ان دونوں متوازی خطوں کے درمیان جو کشادگی ہوگی اس کو وسط بالسکون کہا جاتا ہے۔ علامہ قہستانی کی بقیہ عبارت مندرجہ ذیل ہے: "اذانِ ثانی دونوں جہتوں کے وسط بالسکون میں ہوگی تو یہ ان سب صورتوں کو شامل ہوگی جب مؤذن زاویہ قائمہ اور حادہ یا منفرجہ میں کھڑا ہو۔ یہ سب زاویے ان دونوں خطوں کے نکتۂ ایصال پر پیدا ہونگے جو ان دونوں جہتوں سے نکل رہے ہیں۔"

فالأن یرید الشیخ یفید ان لیس شرط کون الشیٔ بین یدیك وقوعه علی العمود بل یکفی کونه بین خطی الجهة اینما کان فلذا قال و وسطهما بالسکون وهو عطف علی قریبًا

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مؤذن کے خطیب کے سامنے کھڑے ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ مؤذن کا عمود یعنی خط وَسَط پر کھڑا ہونا ضروری ہے بلکہ خط کتفی کے دونوں کناروں سے نکلنے والے خطوط متوازیہ کے درمیان کشادگی میں عمود وَسَط سے اِدھر اُدھر ہٹ کر کھڑا ہونا بھی

[1] جامع الرموز للقہستانی کتاب الصلٰوۃ فصل صلٰوۃ الجمعۃ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۲۶۸

www.alahazratnetwork.org

منه لانه قريب منه او على بين الجهتين تفسيرا له ثم فرع عليه جواز قيام المؤذن في زاوية قائمة او حادة او منفرجة وبيانه انه لا يمكن جعل الخط الكتفي وتر زاوية قائمة او منفرجة يقوم فيها اي بين ساقيها المؤذن لان ما بين كتفي الانسان نحو ذراع فان جعل وتر زاوية غير حادة كان ما بينها وبين الكتفي شبرا او اقل بحكم القاعدة الرابعة وقدم الانسان اكثر من شبر ولذا تعبر اهل الهيئة والمساحة ثلثي ذراع بالقدم حيث يقولون ان ارتفاع الناظر عن وجه الارض كذا قدما ينحط الافق كذا دقيقة كما ذكرنا ضابطته وتفاريعها

کافی ہے، جیسا کہ شیخ قہستانی کے قول وسطهما بالسکون سے ظاہر ہے۔ اب جی چاہے وسطهما کا عطف قریبا منه پر مانو کہ لفظ وسطهما اور قریبا منه پاس پاس ہی ہیں یا بین الجهتین پر عطف تفسیری مانو، ہر طرح معنی درست ہے۔ اسی عمود وسط کے آزاد بازو اور خطین متوازین کے درمیان کھڑے ہونے کو قہستانی ریاضی کی زبان میں سمجھانا چاہتے ہیں کہ مؤذن چاہے زاویہ قائمہ پر کھڑا ہو چاہے زاویہ حادہ پر اور چاہے منفرجہ پر، ہر طرح کھڑے ہونے کو بین یدی الخطیب کہا جائیگا۔ سوال یہ ہے کہ یہ زاویے جن کی ساقوں کے درمیان مؤذن کھڑے ہو کر اذان دے سکتا ہے مسجد کے اندر اس طرح کہ مفروضہ خط کتفی کو ان مثلثوں کا وتر مانا جائے اور اس کے دونوں کناروں سے نکل کر جو دو خط عمود وسط پر ملتے ہیں انھیں کے نکتۂ اتصال پر تطاور جو زاویہ منفرجہ اور قائمہ پیدا ہوتے ہیں وہی مؤذن کے کھڑے ہونے کا مقام ہو تو یہ ناممکن ہے، کیونکہ خط کتفی کل ایک ہاتھ لمبا ہوگا۔ اور اس کا نصف ایک بالشت ہوگا تو زاویہ اور وتر کے درمیان ایک بالشت یا اس سے بھی کم کی گنجائش ہوگی۔ جیسا کہ ہم مقدمہ رابعہ میں ثابت کر آئے ہیں، اور آدمی کے قدم کی لمبائی ایک بالشت سے زیادہ ہوتی ہے، جیسا کہ اہل مساحت

النفیسة المحتاجة الیہا فی علم الاوقات فی تحریراتنا فی فن التوقیت وباللہ التوفیق فلذا لم یخرج الخطین المحدثین زاویة مقام المؤذن بالتفافہما ونسبہما خط المقام عن یمین الامام وشمالہ بل عن موضع ما من امتداد خط الجہتین وذلک قولہ خارجین من ہاتین الجہتین[1]۔ 21

اور اہلِ ہیئت کا قول ہے کہ ایک قدم ذراع کا دو ثلث ہوتا ہے، جہاں وہ کہتے ہیں کہ زمین سے ناظر کی بلندی اتنے قدم پر ہو، یا وہ کہتے ہیں کہ خط افق سے اتنا قدم اور اتنا دقیقہ بلند ہو۔ ان مسائل کے ضابطے اور تفریعیں بھی ہم اپنی فن توقیت کی تصانیف میں بخوبی بیان کرچکے ہیں۔ تو جب مؤذن کا قدم ایک بالشت سے زائد ہوتا ہے اور وتر زاویہ میں بالشت بلکہ اس سے بھی کم کا فاصلہ ہے، تو وہاں مؤذن کیسے کھڑا ہوگا، اس جگہ پر تو خطیب ہی بیٹھا ہوگا اور وہاں امام کے دائیں بائیں بھی۔ ان دونوں خطوط متوازیہ سے نکلنے والے خطوط سے کوئی ایسا زاویہ نہیں نکل سکتا جس پر مؤذن کھڑا ہو (جس کا نام ہم خط مقام رکھ لیتے ہیں) تو لامحالہ خط کتفی سے آگے بڑھ کر طرفین کے خطوط متوازیہ میں کہیں اس مثلث کا قاعدہ تسلیم کرنا پڑے گا جس کے زاویوں کے اندر مؤذن کھڑا ہو۔ اسی کا اشارہ قہستانی کے اس قول سے بھی ہوتا ہے کہ وہ فرماتے ہیں: "زاویہ قائمہ حادہ یا منفرجہ جو ان دونوں خطوط سے پیدا ہوتے ہیں جو امام کی جانب یمین اور شمال سے نکلے ہیں۔"

وہما کما تری غیر محدودتین وانما یاتی التحدید من قبل قضیة المحل وہی ھنا کما بینا بدلائل قاہرة ونصوص باہرة

دونوں طرف کے یہ دونوں خطوط تو غیر محدود ہیں۔ ان کی تحدید تو محل و مقام کے تقاضے کے موافق ہوگی، جیسے ہم دلائلِ قاہرہ و نصوص باہرہ سے ثابت کر آئے ہیں کہ وہ مسجد سے خارج مسجد کے

[1] جامع الرموز للقہستانی کتاب الصلوٰة فصل صلوٰة الجمعة مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۲۶۷

www.alahazratnetwork.org

كونه خارج المسجد فى حدوده وفنائه فتعين هو وتر الزاوية المقام بحكم فقهاء الكرام وسنة الشارع سيد الانام عليه وأله افضل الصلوٰة و السلام فكان الشكل هذا :

حدود اور بیرونی صحن میں ہوگی۔ تو معلوم ہوا کہ مقام مؤذن کے زاویہ کا وتر فقہائے کے قول اور حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنت کے موافق مسجد کی آخری حد ہی ہوگی، اس کی شکل اس طرح ہوگی :

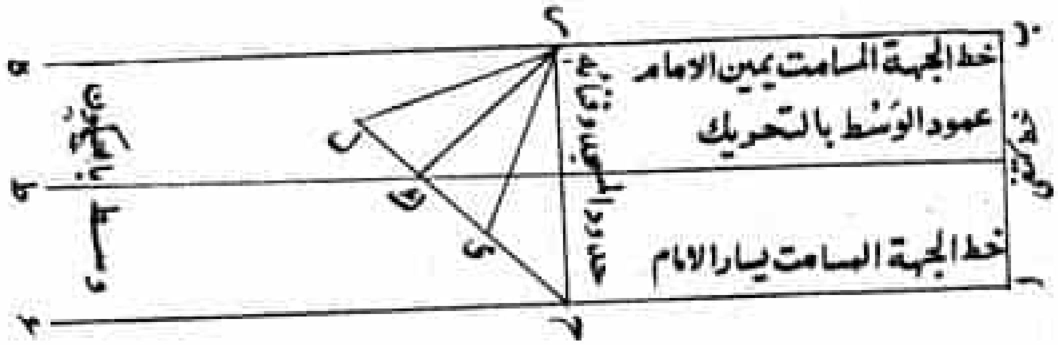

ا ب الخط الكتفى ا ء، ب ہ خطا الجهتين المسامتين ح ط العمود ح ر حد المسجد و فناؤه - اخرج من ح ر خطا المقام ح ك ر ك فالتقيا على العمود واحدثا قائمة ك او خطا ح ى ر ى فاحدثا ى المنفرجة او خطا ح ل ر ل فاحدثا حادة ل ففى ايها اذن المؤذن كان بين يديه والقيام فى ك غير متعين عليه -

مذکورہ بالا صورت میں خط ا ب خط کتفی ہے۔ اور ا ء، ب ہ دو خطوط جہت ہیں اور باہم متوازی ہیں۔ اور ح ط خط کتفی کے نصف پر عمود وسط بالتحریک ہے۔ ح ر مسجد کی حدود اور اس کا صحن ہے۔ مقام ح ر سے دو خط مقام مؤذن کے ح ك اور ر ك اور دونوں عمود پر ملے اور اس سے زاویہ قائمہ ك پیدا ہوا اور دونوں خط ح ى ر ى مقام ى پر ملے تو زاویہ منفرجہ پیدا ہوا۔ اور دو خط ح ل ر ل مقام ل پر ملے تو زاویہ حادہ پیدا ہوا۔ (علامہ قہستانی یہی کہنا چاہتے ہیں) کہ مقام ك پر مؤذن کا کھڑا ہونا ضروری نہیں۔ ان تینوں زاویوں میں سے جہاں بھی کھڑا ہوکر اذان دے گا بین یدی الخطیب ہوگا۔

www.alahazratnetwork.org

فان قلت هذا کما یشمل الزوایا یشمل ما اذا کان ظهر المؤذن الی وجہ الامام۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ جس طرح زوایا ثلٰث کو شامل ہے اس صورت کو بھی شامل ہے جب مؤذن کی پشت امام کی طرف ہو۔

قلنا نعم ھو داخل فی مفہوم بین یدیہ ولکن لیس کل ما یشملہ مفہوم اللفظ یکون مرادًا فان الاطلاق غیر العموم وقد دلت القرائن ھٰھنا ان المراد المواجھۃ بین الامام والمؤذن لان الامام علی المنبر مستدبر القبلۃ والمؤذن بین یدیہ وقد امران یستقبل القبلۃ فی الاذان فتعین ان یکون وجہہ الی وجہ الامام کما ان مفہوم بین یدیہ یشمل المتصل والمنفصل والخارج عن المسجد والداخل لکن دلت الدلائل ان داخل المسجد غیر مقصود ولا البعید بحیث لا یعد اذانہ اذانا لھذا المسجد فتعین کونہ فی حدود المسجد وفنائہ مرادًا والاعتراض علیہ بشمول مفہوم اللفظ جہل بعید کشمولہ لمستدبر القبلۃ۔

جواب یہ ہے کہ بیشک بین یدیہ کے مفہوم میں یہ صورت بھی داخل ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ لفظ کا مفہوم جس جس چیز کو شامل ہو سب لفظ سے مراد بھی ہوں، کیونکہ اطلاق عموم کے مغایر ہے، اور یہاں قرائن اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ لفظ بین یدیہ کا مراد و مطلب امام اور مؤذن میں سامنا ہے، اس لئے کہ امام منبر پر قبلہ کی طرف پیٹھ کئے ہوتا ہے اور مؤذن کو اس کے سامنے ہوکر اذان میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کا حکم ہے۔ تو متعین ہوگیا کہ مؤذن کا چہرہ امام کے چہرہ کی طرف ہوگا۔ اس کو ایسی طرح سمجھا جائے کہ لفظ بین یدیہ کے مفہوم میں امام سے متصل اس سے منفصل اور خارج مسجد سبھی داخل ہے، لیکن دلائل سے یہ ثابت ہوگیا کہ داخل مسجد مراد نہیں، نہ مسجد سے اتنا دور مراد ہے کہ اس اذان کو اس مسجد کی اذان کہا ہی نہ جا سکے۔ تو متعین ہوگیا کہ بین یدیہ سے مراد حدود مسجد اور صحن مسجد ہے۔ تو جیسے اس پر یہ اعتراض کرنا غلط ہوگا کہ داخل مسجد مفہوم بین یدیہ میں داخل ہے، اسی طرح یہ اعتراض بھی غلط ہے کہ یہ لفظ اس صورت کو بھی شامل ہے جب مؤذن قبلہ کی طرف پیٹھ کرکے اذان کرے۔

فان قلت قرینۃ امر

یہاں یہ اعتراض بھی کیا جا سکتا ہے کہ مؤذن کے

www.alahazratnetwork.org

المؤذن باستقبال القبلة لا تنفی ما اذا کان ظھر المؤذن لظھر الامام بان قام المؤذن بین الامام والقبلة متوجھا الکعبة وربما یترکون متسعا کبیرا بین المنبر والقبلة کما ھو مشاھد فی مکة المکرمة وذٰلك لان الجھتین المسامتین تمتدان خلف الیدین ایضا کما تمتدان امامھما.

قلنا نعم ھذا مشکل الا ان یقال باخراجه بقرینة قول الماتن واستقبلوہ فان المؤذن داخل فی عموم ھذا الجمع وفیه نظر لان عبارۃ المتن واستقبلوہ مستمعین وھذا بیان حال الخطبة و الاذان قبلھا ولذا مرضه بقوله الا اذا قیل الخ.[1] ھذا شرح کلامه حسب مرامه. اقول وفیه اولًا لا تفریع شمول الزوایا الثلث علی تسکین الوسط بل لوکان بتحریکه لشملھا ایضا کما علمت فی الخامسة.

رُو بقبلہ اذان دینے کا قرینہ اس صورت کی نفی تو نہیں کرتا کہ مؤذن کی پشت امام کی پشت کی طرف ہو، اور مؤذن امام اور قبلہ کے بیچ میں کعبہ کی طرف رُخ کرکے کھڑا ہو۔ کیونکہ بہت سی مسجدوں میں لوگ منبر اور دیوار قبلہ کے بیچ میں کافی وسیع جگہ چھوڑ دیتے ہیں۔ خود مکہ میں مسجد حرام کے اندر بھی ایسا ہی ہے کہ دو طرفہ متوازی جہتیں امام کے آگے اور پیچھے دونوں طرف ہی ہوسکتی ہیں۔

یہ اعتراض ضرور مشکل ہے مگر اس کا یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ متن میں سب کو امام کی طرف متوجہ ہونے کا حکم ہے اور اس سب میں مؤذن بھی داخل ہے، اس لئے اس کو بھی امام کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے، مگر کوئی کہہ سکتا ہے کہ امام کی طرف رُخ کرنے کا حکم خطبہ کی حالت میں ہے نہ کہ اذان کی حالت میں۔ قہستانی نے اسی لئے اس سوال کا جواب لفظ قیل سے دیا ہے جو جواب کے ضعف پر دلالت کرتا ہے۔ یہاں تک قہستانی کی پوری عبارت کی توجیہ انھیں کے حسب منشا ہوئی۔ مگر اس پر پہلا شبہہ یہ ہے کہ زوایا ثلث کی وسط بالسکون کے ساتھ کوئی خصوصیت نہیں یہ تو عمود پر ملتقی ہونے کی صورت میں بھی متحقق ہوں گے۔ یہ بات مقدمہ خامسہ میں ظاہر ہوچکی ہے۔

---

[1] جامع الرموز کتاب الصلوٰۃ فصل صلوٰۃ الجمعۃ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۲۶۹

www.alahazratnetwork.org

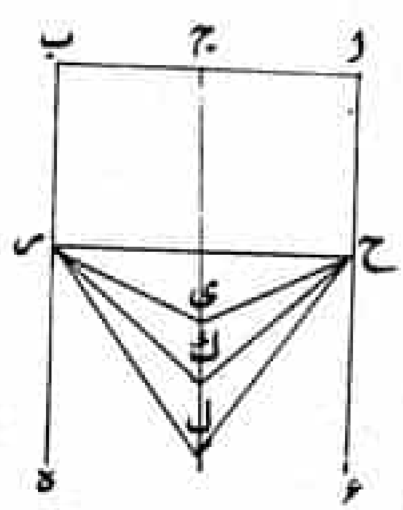

الا ترى عند تساوى زاويتى ح س تقع الكل على العمود لما تقدم فى الخامسة مع ان ى منفرجة و ك قائمة و ل حادة الا ان يقال ليس المراد مجرد شمول الاقسام بل الافراد والزوايا الثلث كما تحدث على العمود كذا خارجة فانما يشملها بالسكون۔

وثانيًا الذى استشكله ليس بوارد اصلًا فانك ان اردت المعنى التركيبى فالكل خارج وان اردت الاجمالى فهو للامام والقدام كما

مندرجہ ذیل صورت میں جب ح س کے زاویے برابر ہوں گے۔ تینوں زاویے عمود پر ہی واقع ہونگے۔ اس کی توضیح بھی مقدمۂ خامسہ میں ہوچکی ہے۔ زاویہ ی منفرجہ ہے اور ك قائمہ ہے اور ل حادہ ہے۔ مگر اس کا یہ جواب ہوسکتا ہے کہ یہاں اقسام کا شمول بتانا نہیں ہے افراد کا شمول بتانا ہے (یعنی یہ بتانا نہیں ہے کہ تینوں زاویے کس صورت میں متحقق ہوسکتے ہیں اور کس میں نہیں، بلکہ یہ بتانا ہے کہ یہ تینوں زاویے بیک وقت عمود اور اس کے اغل لغل میں وسط بالسکون میں متحقق ہوں گے)

دوسرا شبہہ یہ ہے کہ قہستانی نے جس دوسرے اعتراض کو مشکل کہہ کر پیش کیا ہے وہ سرے سے وارد ہی نہیں ہوتا کیونکہ بین یدیہ کے معنی تفصیل واجمال کے بیان میں ہم یہ بتا چکے ہیں کہ یہاں معنی تفصیل مراد ہی نہیں ہیں۔ تو

www.alahazratnetwork.org

نصوا عليه وقد مناه ولا يقال سمت وجهك الا الجهة توجهك وان امكن مد الخط خلفًا وقدامًا ووجه يديك الى جهة وجهك فلا يسامتهما الا الخط الممتد الى هذه الجهة فالصواب اسقاط هذا الاشكال، والاصوب ان يقول ووسطهما بالسكون فشمل ما اذا كانت جهة المؤذن على سمت جهة الخطيب او منحرفة عنهما الى احدى كتفيه ما لم يخرج عن الخطين كما ان مستقبل القبلة مستقبل لها ما لم يخرج عن الربع الذى الكعبة فى وسطه كما حققناه بتوفيق الله تعالى فى رسالتنا "هداية المتعال فى حد الاستقبال" هذا ما يتعلق بكلامه شرحًا وجرحًا.

اما هؤلاء فتعرض لهذه العبارة منهم وهابيان ضالان وأخران جاهلان وخامسًا من الطلبة.

معنی تفصیلی کے ایک رُخ سے اعتراض کے کیا معنی! اور معنی اجمالی مراد ہیں جس کا مطلب امام کے سامنے ہے۔ محاورہ میں سمت وجہت کہنے سے جدھر آپ کا چہرہ ہو وہی رُخ مراد ہوتا ہے۔ اسی طرح آدمی کے ہاتھ کا رُخ بھی اس کے چہرہ کی طرف ہی ہے۔ تو خطوط اگرچہ امام کے آگے پیچھے سبھی طرف نکل سکتے ہیں۔ لیکن ان ہاتھوں کے مقابل جو خط ہوگا وہ خطیب کے سامنے ہی ہوگا۔ تو بہتر یہ ہے کہ سرے سے یہ اعتراض ہی ساقط کر دیا جائے، اور وسطھما کے بجائے اوسطھما کہا جائے تاکہ عمود پر اور اس کے آزو بازو کے مقابل کھڑے ہونے کی سبھی صورتوں کو شامل ہو جب تک ان دو خطوں سے باہر نہ ہو جس کا استقبالِ کعبہ میں حکم ہے کہ دائرے کے جس رُبع کے وسط میں کعبہ واقع ہے اس پورے رُبع کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ استقبالِ قبلہ کا وافی اور کافی بیان بحمدہٖ اللہ ہماری کتاب "ہدایۃ المتعال فی حد الاستقبال" میں ہے۔ یہاں تک قہستانی کی عبارت کی تشریح اور اُن پر پڑنے والے شبہات کا بیان ختم ہوا۔

اب ہم آزادیانِ ہند کی تگ و دو کی طرف رخ کرتے ہیں۔ علامہ قہستانی کی اس عبارت پر خامہ فرسائی کرنے والے پانچ صاحبان سامنے آئے ہیں جن میں دو وہابی، دو جاہل،

www.alahazratnetwork.org

اما احد الضالين واضلّهما فجعله دليلًا على انه لاحاجة الى المحاذاة عينًا بين الخطيب والمؤذن وجعله ردًّا على كلام اهل الحق من هذه الجهة وهذا اجهل منه شديد فان المحاذاة سنة لاشك، وان اراد بها مسامتة جهتي المؤذن والامام فلا محاذاة مقصورة عليه ولا كلام اهل الحق يومي اليه لكن الجهلة لا يفهمون. والباقون استدلوا بها على ان هذا الاذان داخل المسجد لضيق المنبر فاما الضال الأخر فاقتصر على الاستدلال بقوله قريبًا منه. قد علمت ردّه مرارًا وفسر قوله الجهتين المسامتين الخ، بما بين جهتي الامام اما بيمينه او يساره. اترٰى مثل هؤلاء الجهلاء اهلا للمخاطبة. واما الذي يعد من الطلبة فزاد في الطنبور نغمة وفي الشطرنج

ایک نام نہاد طالب علم ہیں۔ ایک وہابی صاحب نے قہستانی کی اس عبارت سے یہ استدلال کیا ہے کہ اس عبارت سے ثابت ہے کہ مؤذن اور خطیب کا سامنا ضروری نہیں ہے، اور علمائے اہلسنت کے اس دعوٰی کا قہستانی کی عبارت رد ہے اور یہ اس کا جہل شدید ہے مؤذن اور خطیب کا سامنا بلاشبہ سنّت ہے۔" ہاں اگر سامنے کا مطلب یہ لیا جائے کہ دونوں کا چہرہ ٹھیک ایک دوسرے کے مقابل ہونا ضروری ہے، تو یہ نہ سنّت سے ثابت نہ اہل حق اس کے مدعی۔ ہم "سامنے" کا مطلب کافی وضاحت سے سمجھا آئے لیکن جاہل کیا سمجھیں۔ اور باقیوں نے اس عبارت سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ اذان ثانی مسجد کے اندر منبر سے متصل ہوگی۔ دوسرے وہابی صاحب نے اس مدعا پر لفظ قریبًا منه سے استدلال کیا ہے (کہ عبارت قہستانی میں اس اذان کے منبر کے قریب ہونے" کی تصریح ہے) لیکن اس سے کیا حاصل۔ "قریب" کے لفظ پر تو ہم بار بار روشنی ڈال چکے ہیں کہ یہ اپنے معنی میں کس قدر وسعت رکھتا ہے۔ اور اسی شخص نے قہستانی کے لفظ جہتین متسامتین کی تفسیر کی کہ امام کی یمین ویسار کی دو جہتوں کے درمیان۔ بھلا ایسے جاہل مخاطبہ کے لائق بھی ہیں۔ اور نام نہاد طالب علم صاحب نے تو اور گل کھلایا

www.alahazratnetwork.org

بغلة فزعم ان القهستانی ذکر قوله ای قریبا منه بعد قوله عند المنبر وھذا افتراء منه علیه فلیس ھنا فی کلام القهستانی لفظة "عند المنبر" اصلا ولا لفظة "ای" ولو کان لم یکن فیه ما یقرعینه فلا القرب ینکر ولا فی جوف المسجد یحصر کما تبین مرارا واما الجاھلان فاقتحما خوض بحر اغرقهما فقال احدھما ان وتر المثلث عرض المنبر وقد علمت مرة ان المراد بالمنبر الامام و ما بین کتفیه یستحیل ان یراد وترا وقال الأخر فی تفسیر کلام القهستانی یخرج خطان عن یمین الامام ویسارہ حتی یلتقیا علی زاویة قائمة او حادة او منفرجة فیقوم المؤذن فی ھذہ الزاویة ویؤذن قال وکان عرض منبر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم

کہ شطرنج کی بساط پر خچر دوڑا دیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ قہستانی نے لفظ قریبًا منه کو لفظ عند المنبر کے بعد رکھا، حالانکہ یہاں قہستانی کے پورے کلام میں عند المنبر کا لفظ کہیں نہیں۔ تو یہ طالب علم قہستانی پر افترا کررہے ہیں وہ افترا بھی بے مزہ، کیونکہ قہستانی کی اصل عبارت میں یہ لفظ ہوتا تب بھی ان کی تسلی کا کوئی سامان نہ تھا کہ ہم کو قریب منبر ہونے سے کب انکار ہے، ہمارا تو کہنا یہ ہے کہ قریب بحث سیع لعنی لفظ ہے' اس لئے قریب ہونے کیلئے اذان کا مسجد میں ہونا ضروری نہیں جیسا کہ بار بار واضح ہوچکا اور ان دو جاہل صاحبان نے (ریاضی کے) سمندر میں غوطہ لگایا جو خود انھیں کو لے ڈوبا۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ مثلث کا وتر منبر کی چوڑائی ہے، جبکہ ہم یہ طے کر آئے ہیں کہ علماء کی تحریروں میں منبر کے لفظ سے بھی امام اور اس کے دونوں مونڈھوں کا بیچ مراد ہے۔ اور یہ بھی ظاہر کر آئے ہیں کہ اس جگہ کا مذکورہ مثلث کا وتر ہونا محال ہے۔ اور دوسرے جاہل صاحب کا خیال ہے کہ قہستانی کے بقول دونوں خط امام کے دائیں بائیں سے نکل کر زاویہ قائمہ یا حادہ یا منفرجہ پر ملیں گے، اور موذن اسی زاویہ پر کھڑے ہوکر اذان دے گا اس نے کہا چونکہ حضور کے عہد مبارک میں آپ کے منبر کی چوڑائی دو ہاتھ کی تھی، اور آدمی کا قدم

www.alahazratnetwork.org

ذراعین وقدم الانسان شبر و ربع شبر فان اخذ المثلث متساوی الاضلاع تحدث زاویۃ حادۃ ویکون الفصل ذراعین الا قلیلا وفی القائمۃ اقل منہ وفی المنفرجۃ اقل من الاقل و الحادۃ وان امکن اخراجہا خارج باب المسجد لکن یسقط ھذا الاحتمال قید ان یوذن المؤذن قائما فی زاویۃ لان الباب ان بعد اربعین ذراعا والوتر کما تقدم ذراعان فالزاویۃ الحادثۃ خارج الباب تکون ضیقۃ جدا لاتسع عودا دقیقا فضلا عن الانسان مع ان المقصود القہستانی ان تمکن الزوایا الثلاث ثمہ و لا امکان ھناک لغیر الحادۃ اھ۔

سوا بالشت کا ہوتا ہے اور وہاں مثلث متساوی الاضلاع بنایا جائے تو زاویہ حادہ پیدا ہوگا اور فاصلہ دو ہاتھ سے ذرا کم ہوگا، اور قائمہ میں اس سے کم اور منفرجہ میں کم سے بھی کم۔ اور زاویہ حادہ مسجد سے باہر بھی فرض کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اس احتمال کو قہستانی کی یہ عبارت ساقط کردیتی ہے کہ مؤذن زاویہ کے اندر کھڑے ہوکر اذان دے کیونکہ دروازہ مسجد اگر منبر سے چالیس ہاتھ کی دوری پر ہو۔ اور مثلث کا وتر وہی دو ہاتھ کا ہو تو اس وتر پر چالیس ہاتھ کی دوری پر جو زاویہ حادہ پیدا ہوگا وہ بہت تنگ ہوگا، وہاں ایک باریک لکڑی کی بھی گنجائش نہ ہوگی چہ جائیکہ انسان کی، حالانکہ قہستانی کا مقصد تو یہ ہے کہ وہاں تینوں زاویے پیدا ہوں اور اس صورت مذکورہ بالا میں باب مسجد پر سوائے حادہ کے اور کسی زاویہ کا امکان ہی نہیں۔

ھذیانہ المتعلق بالمبحث الہندسی وقد علمت انہ جہل منہ وسوء فہم۔

میری گزارش یہ ہے کہ یہ ریاضی کی بحث تو کیا ہوگی یہ تو ہذیان ہے جو جہل اور سوء فہمی کی پیداوار ہے۔

فاولا : لم یخرج القہستانی خطی المقام عن کتفی الامام بل عن خطی الجہتین کما مر۔

اولا : قہستانی نے مقام مؤذن کے خطوط کو امام کے دونوں مونڈھوں سے نکلنے کی بات نہیں کی بلکہ وہ تو جہتین کے دونوں خطوط سے نکلتی ہیں مونڈھوں سے نہیں۔ جیسا کہ ہم واضح کر آئے ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

وثانیًا: لو اخرج من کتفیہ استحال قیام المؤذن فی قائمۃ او منفرجۃ کما علمت۔

وثالثًا: جرٰی علٰی لسانہ بعض الحق من حیث لایدری ان الملحظ ھٰھنا یمین الامام ثم عاد الی الباطل الصرف فجعل عرض المنبر مطمح النظر وقد علمت بطلانہ۔

ورابعًا: تخصیصہ الحادۃ بالمثلث المتساوی الاضلاع من ضیق العطن ولم یقدر علٰی تعیین قدر العمود فقال ذراعین الا قلیلا والعلم ان نسبۃ الٰی ذراعین کنسبت تاتنزما الطبد الی المرفوع ولو علم لقال فی القائمۃ ذراع او اقل ثم لا یجب ان یکون الفصل فی المنفرجۃ اقل منہ فی القائمۃ بل ربما یکون اکثر بکثیر مثلا:

ثانیًا: اور اگر امام کے دونوں مونڈھوں سے خط نکالا جائے تو ان پیدا ہونے والے زاویہ قائمہ اور منفرجہ میں موذن کا قیام ناممکن ہے، جیسا کہ واضح کیا جاچکا ہے۔

ثالثًا: اس جاہل کے منہ سے غفلت میں ایک سچی بات نکل گئی کہ لحاظ یہاں امام کے دائیں بائیں کا ہوگا، پھر وہ محض باطل کی طرف پلٹا تو اس نے منبر کی چوڑائی کو مطمح نظر بنایا حالانکہ اس کا بطلان بھی ظاہر ہوچکا ہے۔

رابعًا: زاویہ حادہ کی مثلث متساوی الاضلاع کے ساتھ تخصیص بھی از خود نطاق میں تنگی پیدا کرنا ہے (کہ زاویہ حادہ کچھ متساوی الاضلاع کے ساتھ ہی خاص نہیں) یہ جاہل عمود کی مقدار بھی متعین نہ کرسکا۔ اس کو اندازہ سے بیان کیا کہ دو ذراع سے ذرا کم، حالانکہ عمود کی نسبت ذراعین کی طرف، مرفوع کی طرف تاتنزما الطبد کی نسبت کی طرح ہے۔ اگر وہ جانتا تو کہتا کہ عمود ایک ذراع یا اس سے کم ہوگا۔ پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ زاویہ منفرجہ میں زاویہ اور وتر کا فصل قائمہ سے کم ہو، حالانکہ بسا اوقات منفرجہ کا فاصلہ قائمہ سے بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے:

www.alahazratnetwork.org

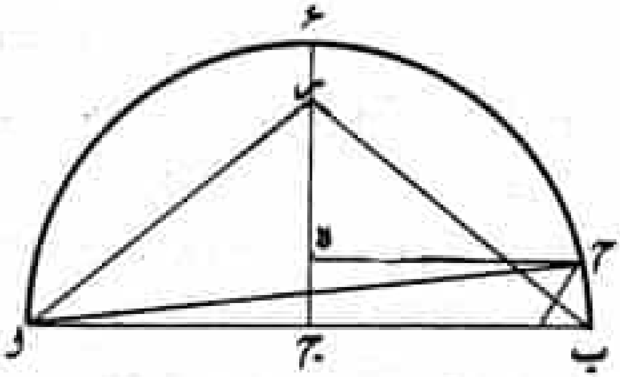

ادرنا علی ا ب القوس و اقمنا علی نصفہ ج عمود ج ء واخذنا ثمن ج ء فی الطرفین ج ہ ء س وصلنا ا س ب س فکانت ا س ب منفرجۃ عمودھا ج س و س سمنا من ہ ء ح موازی ح ب وصلنا ا ح ب ح فکانت ا ح ب قائمۃ نزلنا منھا عمود ح ط فکان مساویا لہ ہ بحکم لد من اولی الاصول وھو سبع ج س بالفرض فکانت فصل المنفرجۃ سبعۃ امثال فصل القائمۃ و یمکن ان یکون الف ضعف والف الف ضعف کما لایخفی۔

خط اب پر ہم نے ایک قوس بنائی، اور اب کے نصف پر ہم نے ایک عمود ج ء قائم کیا اور ہم نے عمود کے دونوں کناروں سے عمود کا ثمن ج ہ اور ء س ممتاز کیا، اور ا س ب کو ہم نے خطوط سے ملادیا، تو ایک مثلث منفرج الزاویہ پیدا ہوا (کہ زاویہ کا راس قوس سے نیچے ہے) جس کا عمود ج س ہے، پھر ح ب کے مقابل ہم نے ایک خط ہ ح کھینچا اور ہم نے ا ح ب ح کو بذریعہ خطوط ملادیا۔ یہ ایک مثلث بن گیا جس کا زاویہ ح قائمہ ہے (کیونکہ اس زاویہ کے راس پر قوس واقع ہے) اب ہم اس زاویہ قائمہ سے ایک عمود ح ط نازل کرتے ہیں تو یہ عمود مقالہ اولٰی کی ۳۴ ویں شکل کی رُو سے ج ہ کے برابر اس مقدار کو ہم ج س کا $\frac{1}{7}$ فرض کرتے ہیں، تو یہاں منفرجہ کا فاصلہ زاویہ قائمہ اور اس کے وتر کے فاصلہ سے سات گنا بڑھ گیا ہے اور ہزار گنا بلکہ لاکھ گنا بھی تفاوت ہوسکتا ہے تو یہ کہنا کہ منفرجہ کا وتر سے فاصلہ بنسبت قائمہ کے کم ہوگا مطلقاً صحیح نہیں ہوا۔ پس جب تینوں زاویوں کا حال یکساں ہے پھر حادہ کی تخصیص کیسی؟

خامسًا: من جهله الاشد حسبانه ان الزاوية القائمة او المنفرجة عند ملتقی خطیها تسع انسانا بخلاف الحادة الذی ذکر ولم یدران التقاء الخطین علٰی نقطة لاتتجزئ ولاسعة هناك لحبة خردل ولالعشرعشیرمعشارها مالم یلغ الجوهرالفرد۔

وسادسًا: ارسم له قائمة ساقاها قدرشعیرة اونصفها مثل هذا وقل له قم فی زاویة ا ب ج هذه بحیث تسعك و لایبقٰی شیئ منك خارجها فان قال لا استطیع فقد کذب نفسه لانه کانت تسعه حادة المثلث المتساوی الاضلاع عند المنبر وهذه اکبر منها بقدر نصفها لانها قائمة والقوائم کلها متساویة فکیف لاتسعك اکبرت او تخلخلت ام تکاثفت القائمة وضاقت حتی صارت اصغر من اصغر منها وحینئذٍ یصیر جهله

خامسًا: اس جاہل کا یہ گمان انتہائی جاہلانہ ہے کہ زاویہ قائمہ اور منفرجہ میں تو انسان کی گنجائش ہو سکتی ہے، مگر زاویہ حادہ علٰی باب المسجد میں گنجائش نہیں ہوگی اور یہ نہ سمجھ سکے کہ دو خطوں کا نقطۂ اتصال تو جزء لایتجزی ہوتا ہے جہاں رائی کے ہزارویں حصہ کی بھی گنجائش نہیں تا آنکہ وہ جوہر فرد نہ ہو جائے۔

سادسًا: اس جاہل نے کہا کہ زاویہ قائمہ اور منفرجہ میں تو آدمی کا کھڑا ہونا ممکن ہے زاویہ حادہ میں نہیں۔ تو انھیں سمجھانے کے لئے ایک مثلث بنایا جائے جس کی دونوں ساقیں جو یا نصف جو کے برابر ہوں اس طرح اور ان سے کہا جائے کہ یہ ایک زاویہ قائمہ ہے آپ اس میں یوں کھڑے ہو کر دکھائیے کہ آپ کے جسم کا کوئی حصہ اس سے باہر نہ ہو۔ تو اگر وہ یہ کہیں کہ تو میرے بس سے باہر ہے۔ تو انھوں نے اپنی کہی ہوئی بات جھٹلائی کہ زاویہ قائمہ میں انسان سما سکتا ہے کہ وہ کہہ آئے ہیں کہ منبر کے پاس مثلث متساوی الاضلاع کے زاویہ حادہ میں آدمی سما سکتا ہے۔ اور یہ زاویہ قائمہ اس حادہ سے دوگنا بڑا ہے کہ یہ زاویہ قائمہ ہے اور سارے ہی زاویے قائمے برابر ہوتے ہیں؛ تو وہاں تو حادہ میں وہ وسعت اور یہاں قائمہ تنگ پڑ گیا، ایسے یا تو آپ ہی بھاری بھر کم ہو گئے یا آپ میں تخلخل ہو گیا، یا قائمہ ہی تنگ ہو

www.alahazratnetwork.org

بمرأى عينيه فيعترف به اضطرار التجربة على نفسه ومشاهدته جهارًا ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم۔

وسابعًا: وزعمه ان لا امكان هنالك لغير الحادة شهادة منه بجهله الشديد مبنى على زعمه الطريد، ان الوتر عرض المنبر وقد علمت ما هو الحق به فظهر والحمد لله العلى الاكبر وليكن هذا اٰخر الكلام وقد اتينا بحمد الله تعالٰى على جميع ما ابدوا من الاوهام ولم نترك الا ما يستنكف الهذيان ان شبه به، وقد تكفل بالرد على قضها وقضيضها رسائل اولادی واصحابی فی هٰذه المسألة مثل "اٰذان من الله" و "وقاية اهل السنة" و "صلاة الله لاهل السنة" و "نفى العار" و "سيف القهار" و "تعبير خواب" و "حق نما فيصله" و "اللطمات و الاسواط" الٰى غير ذٰلك مما تافت عشرًا ولم تبق لاحد عذرًا والحمد لله فى الاولٰى والاخرٰى فالمرجو من سادتنا واخوتنا العلماء الكرام ادام الله بهم نفع الاسلام ان ينظروا بعين الانصاف ويسمحوا برفع الخلاف ويظهروا الحق

منکشف ہو گیا یہاں تک کہ اپنے سے چھوٹے سے بھی چھوٹا ہوگیا تب انھیں اپنی جہالت مشاہدہ میں آگئی اور خود بذاتہٖ علٰی رؤس الاشہاد تجربہ کرکے اعتراف کریں گے۔

سابعًا: اور ان کا یہ زعم کہ دروازہ پر زاویہ قائمہ اور منفرجہ متحقق نہیں ہوگا، اور بڑی جہالت ہے جس کا مبنٰی منبر کو وتر مثلث قرار دینا ہے، ورنہ ہم خوب ظاہر کرچکے ہیں کہ یہ تینوں زاویے خارج الباب کیسے پیدا ہوسکتے ہیں، اور یہ ہماری آخری بات ہے جو ان کے تمام اوہام کے ازالہ پر حاوی ہے۔ ان اوہام کی بات الگ ہے جس سے ہذیان بھی شرمائے۔ ویسے ان کی ہر چھوٹی بڑی کتھا کا رد میری اولاد اور میرے احباب کے رسائل میں ہے جیسے اذان من اللہ، وقایہ اہلسنت، سلامۃ اللہ لاہل السنۃ، نفی العار، سیف القہار، تعبیر خواب، حق نما فیصلہ واللطمات والاسواط وغیرہ جن کی تعداد دس تک پہنچتی ہے، اللہ تعالٰی کیلئے ابتداء اور اسی کیلئے انتہا میں حمد ہے۔ ہمارے سرداروں اور ان علمائے کرام سے (جن سے اللہ تعالٰی نے ہمیشہ نفع پہنچایا) امید ہے کہ ہماری اس تحریر کا انصاف سے مطالعہ کریں اور رفع خلاف میں کوشش کریں اور حق تعالٰی کیلئے حق کا اظہار کریں۔ بزرگ و برتر رب العالمین کے لئے حمد ہے، اور افضل درود اور مکمل سلام اس کے حبیب سید المرسلین خاتم النبیین اور ان کے آل و اصحاب عظام پر ہو

www.alahazratnetwork.org

لاجل الحق تعالٰی الحق وجل الحق۔
والحمد للّٰہ رب العالمین وافضل الصلوٰت
واکمل السلام علٰی سید المرسلین خاتم النبیین
واٰلہ الکریم وصحبہ العظام وابنہ الکرام و
حزبہٖ اجمعین عدد کل ذرۃ ذرۃ الف الف
مرۃ فی کل اٰن وحین الٰی ابد الاٰبدین
استراح القلم واستنار الحق ان شاء
الکریم الاکرم لعشر خلون من شوال المکرم
۱۳۳۳ھ من الھجرۃ القدسیۃ علٰی
صاحبہا الکریم واٰلہ الکرام اکرم الصلوٰۃ
والتحیۃ اٰمین۔ والحمد للّٰہ رب العٰلمین
سبحٰن ربک رب العزۃ عما یصفون
وسلام علی المرسلین والحمد للّٰہ رب العٰلمین
قالہ بفمہٖ ورقمہ بقلمہ احد کلاب باب
عبد القادر احمد رضا المحمدی السنی
الحنفی البریلوی غفر اللّٰہ لہ وحقق لہ
املہ واصلح عملہ بجاہ المصطفٰی واھلہ
صلی اللّٰہ تعالٰی وبارک وسلم علیہ وعلیہم
ابداً قدر حسنہٖ وجمالہٖ وجودہ ونوالہٖ و
افضالہٖ اٰمین، والحمد للّٰہ رب العٰلمین۔

ان کے صاحبزادے اور ان کی تمام جماعت پر ہو۔
ہر ذرہ کے بدلے ہزار ہزار بار ہر آن و ہر گھڑی
ابد الآباد تک۔۔ ۱۰ شوال ۱۳۳۳ھ (صاحبِ
ہجرت صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر بزرگ تحیۃ
اور سلام ہو) کو قلم نے آرام پایا اور حق روشن
ہوا۔ اللہ تعالٰے کے لئے حمد اور پاک پروردگار
کیلئے پاکی ہے اس سے جو اسکے بارے میں وہ کہتے رہتے ہیں اور
سلام ہے پیغمبروں پر، اور اسی کے لئے حمد ہے
جو رب العالمین ہے۔ اپنی زبان سے کہا،
اپنے قلم سے لکھا۔ شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ
تعالٰی عنہ کے دروازے کے کتے احمد رضا
محمدی سُنی حنفی بریلوی نے۔ اللہ تعالٰی اس کو
بخشے اس کی امیدیں پوری کرے اور اس کے
عمل کو صلاح و فلاح دے حضور نبی اکرم کے
عملِ مقبول کے طفیل ان پر اور ان کے آل و
اصحاب پر برکت و سلام اتارے، اپنے حسن
جمال اور جود و نوال اور انعامات و اکرامات کے
حساب سے۔ آمین!

www.alahazratnetwork.org

اضافات افاضات

اعلموا ان العبد الفقیر کان ختم الکتاب بحول الوھاب بما فیہ غنیۃ لاولی الالباب، ثم کتابۃ فی الاخریات کشفت عن وجھھا النقاب وقد انطوی کتابنا، وللہ الحمد علی ما یقضی علیھا بالتباب غیران زیادۃ خیر خیر للاحباب والتصریح احسن من التلویح لعامۃ الطلاب فاحببت اضافۃ افاضات تجلی الصواب وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ ماٰب۔

نفحہ ۲۲: متقاعس فی اللداد والعناد وشیمۃ الحساد بقی صامتا الی ان تمت الردود علی

جاننا چاہیے کہ میں بندہ محتاج اپنی کتاب ختم کرچکا تھا جس میں سمجھداروں کے لئے بے نیازی تھی کہ اک تحریر نے اخیر میں اپنے چہرہ سے نقاب اُلٹی، اور الحمدللہ ہماری کتاب میں وہ سب باتیں جمع ہیں جو اس تحریر کو سوخت کرسکتی ہیں لیکن احباب کے لئے بھلائی کی زیادتی بھلی ہے، اور عام طالبعلموں کے لئے تصریح تلویح (اشارہ وکنایہ) سے بہتر ہے۔ میں نے ایسے افاضات کے اضافہ کو پسند کیا جو حق کو ظاہر کریں۔ میری توفیق اللہ تعالٰی کی طرف سے ہے، میرا بھروسا اسی پر ہے، اور میرا لوٹنا اسی کی طرف ہے۔

نفحہ ۲۲: خصومت وعناد اور خصلت وحساد میں انتہا کو پہنچا ہوا رَد کے تمام ہونے پر خاموش رہا۔ اور پورے رَد پر غور وخوض کرکے

www.alahazratnetwork.org

کل مردود فنظر جمیع ذٰلک و حاول ان یستخرج له مخرجا من کل تلک المهالک فوسوس الیه وسواسه ان یفزع الی عرف عوام یخترعه مخالفا للغة والشرع واصطلاح الاصول جمیعا لیرد به جمیع ما سردنا من نصوص القرآن المجید والحدیث الحمید واقاویل ائمة التفسیر وشروح الحدیث وکبراء اللغة وعظماء الاصول فی تحقیق معانی "بین یدیه" و"عند". فزعم ان کل ذٰلک بمعزل عما هو فیه فان کلامنا فی العرف العام وفیه بین یدیه وعند کلاهما للقرب ولیس فیه القرب الالذلک الوجه المخصوص الذی یوجب التصاق الاذان بالمنبر. فتوهم بهٰذا النافذ قد خرج و شرد عن کل ما ورد فان ما فی القرآن والحدیث والتفسیر والشروح کل ذٰلک معنی شرعی وما فی کتب الاصول عرف خاص علمی والکلام فی العرف العام ولم یدر ان هٰذه حیلة هدمت کل ما بنی وضربت علی راسه نفسها فقضت علیها بالفناء۔

اس کے مہلکات سے بچنے کی راہ ڈھونڈتا رہا، تو اس کے شیطان نے یہ وسوسہ ڈالا کہ لغت، شرع، اصطلاح اصول سب کے خلاف عرف عام کی پناہ لے۔ اور اسی ایک حربہ سے قرآن وحدیث واقاویل ائمہ تفسیر وشروح حدیث اور ائمہ لغت واصول نے جو کچھ بھی لفظ بین یدیہ اور عند کی تحقیق میں کہا ہے سب سے چھٹکارا حاصل کرے کہ ہمارا کلام تو عرف عام ہے، اور عرف عام میں بین یدیہ اور عند دونوں کے معنی "قریب" کے ہیں۔ اور قریب بھی وہ جو ہم کہہ رہے ہیں، جس سے اذان منبر کے نزدیک اور متصل ہو۔ اور سوچا کہ اس سوراخ میں داخل ہوکر ان الفاظ کے سلسلہ میں تمام ارشادات سے نجات مل جائے گی جو قرآن وحدیث اور تفسیر میں وارد ہوئے ہیں کہ وہ سب عند اور بین یدیہ کے معنی شرعی کو بتاتے ہیں، اور لغات معنی لغوی کا اظہار کرتے ہیں۔ کتب اصول معنی اصطلاحی بیان کرتی ہیں، اور یہاں تو بحث عرف عام میں ہے اور یہ سمجھ نہ سکا کہ اس کی اس ایک حیلہ سازی نے اس کی ساری عمارت ہی ڈھادی اور کاتا کوتا کپاس کردیا۔

فاولاً استندت بقول الراغب فانما کتابه فی لغة العرب

اوّلاً آپ نے امام راغب اصفہانی کے قول سے استدلال کیا۔ ان کی کتاب

www.alahazratnetwork.org

او المحاورات الکریمۃ القرآنیۃ وقد عزلتھما معا وقولہ یقال ویستعمل[1] لایخرجہ عن لغۃ العرب الی العرف الجدید وان اخرج عندك فقد قال فی التاج "یقال بین یدیك لکل شیئ امامك[2]" وفی الرضی "ان عند یستعمل فی القریب والبعید[3]"۔

تو لغتِ عرب اور محاوراتِ قرآن میں ہے، اور آپ نے ان دونوں کو چھوڑ کر عرف عوام کی پناہ لی (پھر آپ نے اپنے نئے عرف کے لئے ان کی کتاب سے کیسے استدلال کیا) امام راغب کا یہ قول کہ لفظ اس معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس لفظ کو لغتِ عرب سے نکال کر عرف جدید تھوڑا ہی بنا دے گا۔ اور اگر آپ کو یہی اصرار ہے کہ استعمال کا مطلب جدید ہے، تو تاج العروس اور رضی نحوی کے بارے میں کیا کہیں گے، وہ بھی تو کہتے ہیں کہ بین یدیہ کے معنی "ہر وہ شے جو تمہارے سامنے ہو" (تاج) اور عند قریب اور بعید دونوں کے لئے مستعمل ہوتا ہے (رضی)

وثانیًا ما فزعك الی الکشاف والمدارك اولیسا من التفاسیر وانما ذکرا شرحا للمحاورۃ القرآنیۃ وھی عندك بمعزل عن الاستناد وقولھما "حقیقۃ قولھم[4]" والضمیر فیہ للعرب والعرب لاتتکلم الا بلغتھا واللغۃ

ثانیًا آپ نے کشاف اور مدارک کی پناہ کیسے ڈھونڈی، کیا یہ تفاسیر میں سے نہیں، ان دونوں نے جو کچھ کہا ہے محاورۂ قرآن کی شرح ہے، اور آپ قرآن عظیم کے محاورہ کے نام سے کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں۔ زمخشری یا امام نسفی نے اپنی تفسیروں میں جو فرمایا "حقیقۃ قولھم" (ان کے قول کی حقیقت) تو "ان" سے مراد عرب ہی ہیں، اور عرب کی

---

[1] المفردات فی غرائب القرآن العین مع النون لفظ "عند" نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۳۵۵

[2] تاج العروس فصل الیاء من باب الواو والیاء تحت اللفظ "ید" داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۰/ ۴۱۹

[3] الرضی فی شرح الکافیۃ الظروف منہا لدی ولدن دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۱۲۳

[4] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الآیۃ ۴۹/ ۱ دارالکتاب العربی بیروت ۴/ ۱۶۵

تفسیر الکشاف " " " " " ۱۰/ ۴۱۹ و ۳۵۰

www.alahazratnetwork.org

لاتثبت الا بکلامھما فھما متلازمان وفی الاصل ولا امکان لادعاء النقل الا بحجۃ وبرھان فصل کیف وان النقل خلاف الاصل۔

وثالثا کذلک القرآن العظیم انما نزل بلسان عربی مبین قال تعالٰی انا جعلناہ قرآنا عربیا[1] وقال تعالٰی انہ لحق مثل ما انکم تنطقون[2]۔ فما فیہ الا کا تواتحاورنہ فیما بینھم غیر ما ثبت فیہ النقل الشرعی فثبوت معنی فی القرآن ادل دلیل واجلہ علی محاورۃ العرب، اللھم الا ان یثبت النقل الشرعی ودون ثبوتہ خرط القتاد وادعاؤہ جزافا امر عظیم فی الفساد، قال المحقق علی الاطلاق فی الفتح و البحر فی البحر والشامی فی ردالمحتار: "الخطاب

بول چال تو لغت عرب ہے (تو پھر آپ لغت سے کیسے استدلال کرتے ہیں آپ تو عرف عام کے دعویدار ہیں) قصہ اصل یہ ہے کہ آپ کے عوام کا عرف بین یدیہ اور عندہ میں اگر ہوگا تو معنی منقول، اور چونکہ نقل خلاف اصل ہوتا ہے تو اس کے لئے بھی آپ کو دلیل لانا پڑے گی، وہ کہاں سے لائیں گے!

ثالثًا یونہی قرآن عظیم عربی مبین میں نازل ہوا، اس پاک کلام میں ہے "ہم نے اس کو عربی زبان میں اتارا" اور "یہ بیشک حق اور تمھارے ہی کلام کی طرح ہے"۔ تو قرآن کریم میں عرب کے ہی محاورے ہوں گے۔ عربیوں کے محاوروں کے خلاف اگر کچھ ہو تو اس کے لئے نقل شرعی کا ثبوت درکار ہے۔ تو قرآن میں کوئی لفظ کسی معنٰی میں بولا جانا یہ اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہوگی کہ اس لفظ کے محاورۂ عرب میں یہ معنٰی ہیں، اور معنی شرعی کے لئے نقل کا ثبوت ضروری۔ اور مسئلہ بین یدیہ میں اس کا ثبوت محال، اور خالی دعوٰی لا یعنی بڑ ہے۔ حضرت محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اور صاحب بحر نے بحر الرائق میں، اور علامہ شامی نے ردالمحتار میں فرمایا: "قرآن کا

---

[1] القرآن الکریم ۴۳/۳
[2] " " ۵۱/۲۳

www.alahazratnetwork.org

انما ھو باللغۃ العربیۃ ما لم یثبت نقل کلفظ الصلوٰۃ و نحوہ فیصیر منقولاً شرعیاً[1] اھ۔ وقال بحرالعلوم فی فواتح الرحموت دعوی النقل دعوی علی اللہ تعالٰی فلا بد لاثباتھا من قاطع ولیس ھٰھنا امارۃ ظنیۃ فضلا عن القاطع فلایلیق بحال مسلم ان یجترأ علی اللہ بما لم یعلم[2] اھ۔

خطاب لغتِ عرب میں ہی ہے جب تک کہ نقل سے ثابت نہ ہو جیسے لفظ صلوٰۃ وغیرہ۔ ثبوت نقل کے بعد البتہ یہ منقول شرعی ہوجائے گا۔"

حضرت مولانا عبدالعلی بحرالعلوم رحمۃ اللہ علیہ فواتح الرحموت میں فرماتے ہیں: " نقل کا دعوی اللہ تعالٰی پر ایک دعوٰی ہے تو اس کا ثبوت دلیل قطعی سے ضروری ہے اور فیما نحن فیہ علامت ظنی بھی نہیں چہ جائیکہ قطعی ہو تو مسلمان کیلئے یہ درست نہیں کہ بے جانے اللہ تعالٰی پر یہ جرأت کرے۔" (تو آپ جو یہ فرماتے ہیں کہ بین یدیہ کے معنی متصل منبر ہونا ہے۔ نہ محاورہ قرآنی ہے نہ حدیث کی بول چال ہے، نہ لغت و اصول میں ہے۔ یہ تو عرف عوام ہے۔ بے ثبوت آپ کا یہ عرف عام پیدا کہاں سے ہوگا!)

ورابعًا کل کلام انما یحمل علٰی عرف التکلم کما نصوا علیہ فی غیرما مقام و سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ تعالٰی عنھما من اھل اللسان ولا یتکلم الاعلٰی عرفھم و لم یکن لہ اصطلاح خاص علٰی خلاف العرف العام و قد اطلق "بین یدیہ" علی اذان کان

رابعًا ہر کلام میں متکلم کے محاورہ اور عرف عام کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ حضرت سائب ابن یزید رضی اللہ تعالٰی عنہ اہل عرب اور صاحبِ لسان عرب ہیں۔ آپ کا کلام بھی عربی بول چال اور عربی محاورہ میں ہی ہوگا۔ عرف کے خلاف ان کی کوئی خاص اصطلاح نہ ہوگی۔ انھوں نے "بین یدیہ" کا لفظ مسجد کے دروازہ پر اذان کیلئے استعمال کیا، اور اس معنٰی پر ہم نے

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح فصل فی المحرمات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۸۸

[2] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مسئلہ فی ان الحقیقۃ الشرعیۃ لاتحتاج الٰی قرینہ ۱/ ۲۲۳

www.alahazratnetwork.org

على باب المسجد وكذلك بينا في "عند" عدة محاورات عامة لا ينكرها الا مكابر فادعاء ان العرف العام خاص اللفظ بما يزعمونه جهل بالعرف اوفرية عليه۔

وخامسًا يا للعجب من زعم ذالك المدعى في رد كلمات ائمة الاصول المتواترة المتظافرة على ان عند للحضرة بقوله ان كل ذلك لغو لا يجدى شيئًا انما النظر الى الحقيقة العرفية وكل من سمع باسم اصول الفقه يعلم ان ما يذكر فيه اصول للفقه وليس مصطلح الفقه مخالفًا لما ذكر من معانى الالفاظ فى الاصول وانما البحث ههنا عن لفظ "عند" الواقع فى كلام الفقهاء فان فرض ان هناك عرفا جديدا للعامة مخالفا لعرف الفقه و الاصول لم يكن فيه ما يقرعينك فان كلام الفقهاء انما يحمل على عرف الفقهاء دون العوام ولكن التعصب اذا تملك اهلك۔

لفظ عند کے بھی کئی محاورے نقل کئے جس کا انکار ہٹ دھرمی ہے۔ اس کے بعد یہ دعوٰی کرنا کہ عرف عام نے ان لفظوں کو بالکل پاس کے معنی میں خاص کیا ہے، یا تو جہالت ہے یا افتراء پردازی۔

خامسًا علم اصول فقہ کا لفظ جو شخص سُنے گا وہی یہ فیصلہ کرے گا کہ فن علم فقہ کے قواعد وضوابط اور مصطلحات کیلئے وضع ہے، اور یہ بھی یقین کرے گا کہ فقہاء اور علم اصول فقہ کی اصطلاحات میں کوئی اختلاف نہیں، جس لفظ کا جو معنی ائمہ اصول فقہ نے متعین کیا فقہاء کے نزدیک بھی وہ مسلّم ہے۔ مسئلہ اذانِ ثانی میں فقہاء نے عند المنبر کا لفظ کتابوں میں استعمال کیا۔ ائمہ اصول فقہ نے "عند" کے معنی "حضور" قرار دیے۔ تو ظاہر ہے کہ فقہاء کے عرف میں بھی اس لفظ کے یہی معنٰی ہوں گے۔ بالفرض اس لفظ کے لئے کوئی دوسرا عرف بھی ہو۔ اور اس نے کوئی اور معنی قرار دیئے ہوں۔ تب بھی یہاں ضرورت تو فقہا کے عرف کی ہے کہ یہاں یہ لفظ انھیں کے کلام میں استعمال ہوا ہے، کسی دوسرے عرف سے کیا سروکار۔ دوسرا عرف تو یہاں کے لئے بالکل بیکار ہے۔ لیکن یہ کیسی بوالعجبی ہے کہ مدعی کس ڈھٹائی سے ائمہ اصول فقہ کی تصریحات سُن کر کہتا ہے کہ یہ سب فضول ہے۔

www.alahazratnetwork.org

یہاں تو عرفِ عوام کی ضرورت ہے۔ بھلا کلامِ فقہاء میں عرفِ عوام کی کیا ضرورت! سچ یہ ہے کہ تعصب آدمی کو اندھا اور بہرا کردیتا ہے۔

سادسًا ماذا یقول المعاند فی قول العلامۃ خیر الدین الرملی رحمہ اللہ تعالٰی فی فتاواہ[1] فی رجل حلف بالطلاق الثلاث انہ لایشتی عند زوجتہ فی البلد فشتی فی جامعہا لا یقع علیہا الطلاق لان الشرط کون التشتیۃ فی البلد عندہا و لم یوجد وعند للحضرۃ الاان ینوی ذٰلک واللہ تعالٰی اعلم اھ بالالتقاط فھٰذہ مسئلۃ الحلف انما مبنی الحلف علی العرف وقد افصح فیہ ان عند للحضرۃ فظھر ان ما ذکر ائمۃ الاصول ھو العرف، وبالجملۃ فالحق ان لاخلف ھٰھنا بین اللغۃ ولسان الشرع والاصول والفقہ والعرف کل ذٰلک متوافق علی ماذکرنا من معانی بین یدی وعند ولیس ھنا نقل ولا اشتراک ولا تجوز بل معنی مطلق منتخب علٰی مصادیقہ یتعین

سادسًا آخر یہ معاند اس کا کیا جواب دیں گے کہ علامہ خیر الدین رملی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاوٰی میں فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ میری بیوی کو تین طلاقیں اگر میں جاڑے میں اس شہر میں اپنی بیوی کے ساتھ رہوں۔ اور اس نے اس شہر کی جامع مسجد میں جاڑا گزارا تو اس عورت پر طلاق نہ پڑے گی کیونکہ شرط جاڑے میں شہر میں بیوی کے ساتھ رہنے کی تھی، اور وہ نہیں پائی گئی۔ اور عند کا لفظ حضور کے لئے ہے جبکہ ہٰذا البلد سے اس کی نیت جامع مسجد کی بھی ہو تو طلاق پڑجائے گی۔ مسائل حلف کی بنا عرف پر ہے۔ اور امام رملی نے صاف بیان کردیا کہ عند حضور کے لئے ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عند کے بارے میں ائمہ اصول نے جو فرمایا وہ بھی معنی عرفی ہی ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہاں لغوی معنی کا کوئی نائب نہیں۔ اور زبان شرع اور اصول وفقہ اور عرف سب لغوی معنی کے ہی موافق ہیں، جیسا کہ ہم نے بین یدیہ اور عند کے معنی

---

[1] فتاوٰی خیریۃ کتاب الطلاق دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۳۸ و ۳۹

www.alahazratnetwork.org

بعضها فی الکلام بقرائن الکلام کما فصلناہ وللّٰہ الحمد۔

وسابعًا لئن تنزلنا عن ھذا کلہ فالذی الجاء الیہ الحیلۃ امران الاول بین یدیہ وعند للقرب وقد استند لہ بالراغب وغیرہ وقد منا انہ غیر مستنکر ولا یفیدہ ولا یضرنا والاٰخر ان القرب فی العرف العام خاص بما یلصق المؤذن بالخطیب کما یزعمون وھذا ھو الذی فیہ مرامہ ولم یستند فیہ بشیئ سوی شقشقۃ اللسان و قد تقدم من المحاورات مایکذبہ فلو یرجع سعیہ الی طائل۔

وثامنًا تنزلنا عن ھذا ایضا فرضنا ان ثمہ عرفا کما تدعی لکن ان کان ففی نفر مثلک من العوام فمالک لا تفرق بین عرف العوام والعرف العام لانّ الکلام ھٰھنا فی عرف الفقہاء الکرام فھل عندک دلیل انھم یحصرون القرب فیما تزعم کلا بل کلامھم

میں بیان کیا ہے، وللہ الحمد۔

سابعًا اگر ان سب باتوں سے قطع نظر بھی کرلی جائے تو مذکورہ حیلہ کی ڈھال دو باتیں ہیں یہ کہ عند اور بین یدیہ کے معنی "قریب" کے ہیں۔ اس کے ثبوت میں راغب وغیرہ سے استدلال کیا ہے۔ ہم اس کے جواب میں کہہ چکے ہیں کہ اس سے ہم کو انکار نہیں۔ لیکن وہ آپ کو مفید نہیں اور اس سے ہمارا نقصان نہیں۔ دوسری بات یہ کہ قرب عرف عام میں خطیب کے بالکل متصل ہونے کے لئے خاص ہے، اور یہی مدعیوں کا خاص مقصد ہے، لیکن اس مقصد پر دراز لسانیوں کے علاوہ کوئی دلیل نہیں دی۔ اور ہم ایسے بہت سے محاورات ذکر کرچکے ہیں جس سے اس دعوٰی کی تکذیب ہوتی ہے تو یہ ساری دراز لسانیاں بے فائدہ ہیں۔

ثامنًا اگر اس سے بھی قطع نظر کرکے مان لیا جائے کہ یہاں حسب ادعائے مدعی کوئی عرف ہے۔ تو عوام کے کسی گروہ کا ہوگا۔ تو ایک بات تو یہ ہے کہ مدعی یہاں عرف عوام اور عرف عام میں فرق نہیں کرتا۔ دوسری بات یہ کہ یہاں ضرورت تو فقہاء کرام کے عرف کی ہے (نہ کہ عرف عوام یا عرف عام کی) تو کیا آپ کے پاس کوئی دلیل ہے جس سے ثابت ہو کہ فقہاء قرب کو اسی خاص معنی

www.alahazratnetwork.org

ناطق ببطلان ما تحکم ولنسرد علیك شیئا منه فتهتدی الی الحق ان اراد الله والا فیستهدی غیرك ممن هدی الله۔

فاقول وبالله التوفیق لاشك ان القرب امر اضافی فاذا ذکر الحاشیتان والتفاصل بینهما فلا یمتری غیر مجنون ان القرب لاینتهی الی حد لا یتجاوزہ مالم ینقطع العالم کله فکل بعید من شیئ مهما بعد اقرب الیه بالنسبة الی ما هو ابعد منه کالکرسی اقرب الی الارض من العرش مع انه ابعد الاجسام من الفرش بعد العرش بحیث لایقدر بعدہ الا خالقه عزوجل ثم من علمه لکن ربما تکون للشیئ بالنظر الی اٰخر حالة یطلق علیه بالنسبة الیه لفظ القریب مطلقا بدون لحاظ اضافته الی شیئ ثالث وله وجوہ کثیرة مختلفة باختلاف المقام۔ منها "قرب التناول" ان

میں بولتے ہیں۔ آپ کے اس دعوٰی کے بطلان پر بہت سی دلیلیں ہیں ان میں سے چند کو ہم بیان کرتے ہیں ممکن ہے آپ کو حق کی ہدایت ہو۔ اور اگر مرضی الٰہی یہ نہ ہو تو کسی دوسرے کو ہی ہدایت ہوگی۔

فاقول وباللہ التوفیق (پس میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں) بلاشبہہ قرب ایک اضافی چیز ہے، تو جب دونوں حدوں کا ذکر کردیا جائے تو پاگل ہی یہ خیال کرے گا کہ قرب اسی پر ختم ہے اور اس سے متجاوز نہ ہوگا وہ جب تک کل عالم ختم نہ ہو جائے۔ ہر اگلی منزل قریب ہو سکتی ہے کیونکہ کوئی چیز جو کسی چیز سے دور ہو۔ جب ہم اس کو اس سے دور والی چیز کی نسبت سے دیکھیں گے تو یہ قریب ہو جائے گی، جیسے کرسی زمین سے بہ نسبت عرش کے قریب ہے اور وہ بہ نسبت اجسام عرش کے بعد زمین سے سب سے زیادہ دُور ہے، اتنا دور کہ اس کی دوری کا اندازہ اس کا پیدا کرنے والا ہی کر سکتا ہے یا وہ جسے اللہ تعالٰی بتائے۔ لیکن بسا اوقات ایک چیز کو بہ نسبت دوسری چیز کے ایسی حالت ہوتی ہے جس پر لفظ قریب کا اطلاق ہوتا ہے، اور اس میں کسی تیسری چیز کی طرف اضافت کا لحاظ نہیں ہوتا۔ اس قرب کی اختلاف مقام کے لحاظ سے مختلف کثیر قسمیں ہیں۔ ان سے ایک قرب تناول ہے۔ اس کا مطلب

www.alahazratnetwork.org

یکون الشیئ منك بحیث تصل یداك الیہ کقولہ تعالٰی " فراغ الٰی اھلہ فجاء بعجل سمین فقربہ الیھم قال الا تاکلون[1] " ومنھا "قرب السمع" ان یبلغہ صوتك ۔ ومنھا قرب السیر" ان لا یلحقك کبیر حرج فی الوصول الیہ ۔ فلوخص الفقہاء القرب لقرب التناول صلح کلامك وحصل مرامك لکنھم براء عنہ قطعاً اکبر کلما تھم تراھم یطلقون القرب ویعنون بہ احد الوجوہ الثلثۃ الاخیرۃ حتی تافت عبارتھم فی تفسیر القرب المطلق عشراً فیما یحضر فی الأن ولعل مالم اتذکر نحوھا اواکثر ۔ وبیان ذالك فی مسائل :

المسألۃ الاولٰی اطبقوا ان الماء ان کان قریباً لم یجز التیمم للمسافر وان کان بعیداً جاز و اختلفوا ان ما یسمی قریبا بالاتفاق علی ان المراد قرب

یہ ہوتا ہے کہ وہ شے ایسی جگہ ہے جہاں تمہارا ہاتھ پہنچ سکے ۔ جیسے اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی اہل کی طرف گئے اور ایک گرم بھنا ہوا بچھڑا لائے اور لے فرشتوں کے قریب کیا اور ان سے کہا کیوں نہیں کھاتے ہو" اور ان سے ہے "قرب سمع" جہاں تک آپ کی آواز پہنچ سکے ۔ اور ان سے ہے "قرب سیر" یہ کہ وہاں تک پہنچنے میں آپ کو زیادہ حرج نہ لاحق ہو ۔ تو اگر فقہاء نے اپنے کلام میں قرب کو قرب تناول تک ہی خاص کیا ہوتا تو آپ کا کلام درست ہوتا اور آپ کا مقصد حاصل ہوتا، لیکن وہ حضرات اس سے قطعی طور پر بری ہیں ان کے بیشتر کلمات میں قرب کا لفظ بقیہ تین معنوں میں سے کسی ایک کے لئے استعمال ہوا ہے ۔ فی الوقت قرب مطلق کی تفسیر میں فقہاء کی دس نقل عبارتیں مجھے یاد ہیں (اور جو مستحضر نہیں وہ بھی اس سے زائد ہوں گی) جن کا بیان مندرجہ ذیل مسائل میں ہے :

مسئلہ ۱ : سب فقہاء کا اتفاق ہے کہ پانی قریب ہو تو مسافر کو تیمم جائز نہیں اور دور ہو تو جائز ہے اور قرب و بعد مسافت میں اس کے باوجود اختلاف ہوا کہ قرب سے مراد سب کے نزدیک وہی مسافت ہے جو

---

[1] القرآن الکریم ۵۱/ ۲۶ - ۲۶

www.alahazratnetwork.org

السیر والاجماع علی ان لیس المراد قرب التناول قال فی العنایة المنصوص علیه کون الماء معدوما وھٰھنا معدوم حقیقة لکن نعلم بیقین ان عدمه مع القدرة علیه بلاحرج لیس بمجوز للتیمم والالجاز لمن سکن بشاطئ البحر وقد عدم الماء من بیته فجعلنا الحد الفاصل بین البعد والقرب لحوق الحرج[1] اھ۔ وفی البنایة لیس له ان یتیمم اذا کان الماء قریبا منه[2] اھ وفیھا (م) "المیل ھو المختار فی المقدار" (ش) ای مقدار بعد الماء وجه کونه مختارا ان المسافة القریبة جدا مانع من جواز التیمم والبعد یجوزه فقدر البعد بالمیل لالحاق الحرج الی وصول الماء، وعند محمد رحمة اللہ تعالٰی علیه شرطه ان یکون بینه وبین المصر میلان وعن ابی یوسف رحمة اللہ تعالٰی علیه لو ذھب الیه وتوضأ تذھب

آسان ہو۔ مگر اس پر اجماع ہے کہ قرب تناول مراد نہیں۔ صاحبِ عنایہ فرماتے ہیں: "یہ بات شرع میں منصوص ہے کہ تیمم کے لئے پانی کا معدوم ہونا عذر ہے۔ اور صورت مسئولہ میں پانی حقیقۃً معدوم بھی ہے لیکن یہ بھی یقیناً معلوم ہے کہ پانی نہ ہو مگر بآسانی دستیاب ہوجائے۔ تو یہ جواز تیمم کے لئے عذر نہیں، ورنہ دریا کے کنارے گھر بنانے والے کے گھر میں پانی نہ ہو تو وہاں بھی وہ تیمم کرنے لگے گا۔ اس لئے قرب وبُعد میں حدِفاصل حرج کو قرار دیا گیا۔" بنایہ میں ہے کہ پانی قریب ہو تو آدمی کو تیمم کی اجازت نہیں۔" اسی میں ہے "مقدار میں ایک میل کی مسافت معتبر ہے" یعنی پانی کی دُوری کی مقدار میں اور اس مقدار کے معتبر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ پانی کا بہت قریب ہونا جوازِ تیمم کو مانع ہے اور بُعد سے تیمم جائز ہوتا ہے۔ تو اس کی مقدار ایک میل مقرر کی گئی کہ اس سے زائد حد مقرر کرنے میں مکلف کو پانی تک پہنچنے میں حرج لاحق ہوتا ہے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسافر اور شہر کے درمیان دو۲ میل کا فاصلہ شرط ہے۔ اور قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے یہاں دوری کی حد یہ ہے کہ پانی کی تلاش کیلئے

---

[1] العنایة علی ہامش فتح القدیر کتاب الطہارۃ باب التیمم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۰۸

[2] البنایة فی شرح الہدایة " " المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۱/ ۲۹۹

www.alahazratnetwork.org

القافلة و تغیب عن بصرہ ویجوز التیمم وھذا احسن جدا، وقیل اذا کان نائیا عن بصرہ واختلفوا فی النائی قیل قطع میل، وعن محمد قطع میلین وقیل فرسخ وقیل جواز قصر الصلوۃ، وقیل عدم سماع الاذان، وقیل عدم سماع اصوات الناس، وقیل لو نودی من اقصی المصر لایسمع، وفی البدائع ان ذھب الیہ لاینقطع عنہ جلبۃ البعیر ویحس اصواتھم واصوات وراء فھو قریب، وقیل ان کان بحیث یسمع اصوات اھل الماء فھو قریب۔ قال قاضی خان واکثر المشائخ علیہ وکذا ذکرہ الکرخی واقرب الاقوال اعتبار المیل، فان قلت النص مطلق عن اشتراط المسافۃ فلا یجوز تقییدہ بالرای قلت المسافۃ القریبۃ غیر مانعۃ بالاجماع والبعیدۃ غیر مانعۃ

آنے جانے میں قافلہ نگاہوں سے اوجھل ہوجائے تو تیمم جائز ہوگا اور یہ بہت عمدہ ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ پانی نگاہوں سے دُور ہو۔ دوری کی تعیین میں پھر اختلاف ہوا، تو کسی نے ایک میل کہا، امام محمد نے دو میل فرمایا۔ ایک قول ایک فرسنگ کا ہے۔ اور کہا گیا کہ اتنی دور جس کے بعد نماز قصر کی جاتی ہے۔ کسی نے کہا کہ جہاں تک اذان کی آواز نہ پہنچے۔ کسی نے کہا کہ اتنی کہ وہاں سے آبادی کا شور نہ سنائی دے۔ اور کہا گیا کہ اتنی دُور کہ شہر کے کنارے کھڑے ہوکر پکارا جائے تو مخاطب سُن نہ سکے۔ بدائع میں لکھا ہے: "اتنی دور کہ وہاں جانے پر قافلہ کا شور و غوغا سنتا رہے اور پیچھے والوں کی آواز بھی آتی رہے تو قریب ہے۔" ایک قول یہ بھی ہے کہ پانی کے پاس رہنے والوں کی آواز آتی رہے تو قریب ہے۔ قاضیخاں نے فرمایا کہ اکثر مشائخ اسی کو مانتے ہیں۔ ایسا ہی امام کرخی نے فرمایا۔ اور ہمارے نزدیک اقرب الاقوال ایک میل کا اعتبار ہے۔ اس پر اگر کوئی اعتراض کرے کہ آیت قرآنی تو مسافت کے اشتراط بارے میں مطلق ہے اسکو رائے سے مقید کرنا کیسے جائز ہوگا، تو میں کہوں گا کہ قریب کا مانع ہونا اور بعید کا نہ مانع ہونا ایک اجماعی مسئلہ

www.alahazratnetwork.org

بالاجماع فجعلنا الفاصل بینہما المیل اھ[1]

المسألۃ الثانیۃ فی التنویر

لوکانت البئر او الحوض او النھر فی ملک رجل فلہ ان یمنع مرید الشفۃ من الدخول فی ملکہ اذا کان یجد ماء بقربہ[2] (قال العلامۃ الشامی) قال العلامۃ المقدسی ولم ار تقدیر القرب وینبغی تقدیرہ بالمیل کما فی التیمم اھ[3] ورأیتنی کتبت علیہ اقول فیہ تامل فان العطشان ربما یتضرر بذھابہ میلا ولا فی طلب الماء کذلک المحدث فینبغی احالۃ الامر علی حالتہ ولعلہم لذا ارسلوہ ولم یقدروہ۔

المسألۃ الثالثۃ فی شہادات

الدر المختار یجب اداؤھا بالطلب بشروط سبعۃ مبسوطۃ فی البحر وغیرہ منہا عدالۃ

ہے اس لئے حدِ فاصل ایک میل کو قرار دیا گیا اھ

مسئلہ ۲: تنویرالابصار میں ہے "کنواں یا حوض یا نہر کسی آدمی کی ملک میں ہوں، اس سے قریب ہی کہیں اور پانی ہو تو کھانے، پینے، دھونے اور جانوروں کو پلانے والوں کو وہ اپنے کنویں وغیرہ سے روک سکتا ہے۔" علامہ شامی علامہ مقدسی کا قول نقل کرتے ہیں کہ "قرب کی مقدار کہیں نظر سے نہیں گزری تو تیمم کی طرح یہاں بھی ایک میل کو ہی حدِ فاصل مقرر ہونا چاہئے۔" میں نے شامی کی اس تحریر پر حاشیہ لکھا یہاں ایک میل کی مسافت میں تامل ہے کہ پیاسوں میں بسا اوقات اتنی دور جانے کی تاب نہیں رہتی، اور محدث کا یہ حال نہیں، شاید اسی وجہ سے علماء نے کوئی مقدار متعین نہیں کی۔ اور مقدار کا معاملہ مبہم چھوڑ دیا تو ہر ضرورتمند اپنی ضرورت کے حساب سے قرب و بُعد کی مقدار مقرر کرے۔

مسئلہ ۳: درمختار کے باب الشہادات میں ہے "مدعی کے طلب پر گواہ کو سات شرطوں کے ساتھ گواہی دینا واجب ہے جن کا ذکر بحرالرائق وغیرہ میں تفصیل سے ہے جس میں

---

[1] البنایۃ فی شرح الہدایۃ کتاب الطہارۃ باب التیمم المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۱/۲۹۹

[2] الدرالمختار شرح تنویر الابصار کتاب احیاء الموات فصل الشرب مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۷

[3] ردالمحتار " " " " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۸۳

www.alahazratnetwork.org

القاضی وقرب مکانه آه[1] قال البحر ثم الشامی فان کان بعیدا بحیث لا یمکنه ان یغدوا الی القاضی لاداء الشهادة ویرجع الی اهله فی یومه ذلک قالوا لا یأثم لانه یلحقه الضرر بذلک وقال الله تعالٰی ولا یضار کاتب ولا شهید[2] اھ۔

ایک قاضی کی عدالت اور ادائے شہادت کی جگہ کا قریب ہونا ہے۔ شامی اور بحرالرائق دونوں میں یہ تصریح ہے کہ "اگر قاضی دور ہو کر دن بھر میں گواہی دے کر گواہ اپنے گھر واپس نہ پہنچ سکے تو گواہی دینا واجب نہیں کہ اتنی دور تک آنے جانے سے گواہ کو ضرر پہنچے گا، اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ کاتب اور گواہ کو ضرر نہیں دیا جائیگا۔" دیکھئے ان تینوں مثالوں میں قرب سے مراد قرب یسیر ہے (قرب تناول مراد نہیں ہے)۔

المسألة الرابعة فی الذخیرة

ثم العالمگیریة اذا کان المدعی علیه خارج المصر انه علی وجهین الاول ان یکون قریبا من المصر فیعدیه بمجرد الدعوی وان کان بعیدا لا یعدیه والفاصل بین القریب والبعید انه اذا کان بحیث لو ابتکر من اهله امکنه ان یحضر مجلس الحکم ویجیب خصمه ویبیت فی منزله فهذا قریب وان کان یحتاج الی ان یبیت

مسئلہ ۴: ذخیرہ پھر عالمگیریہ میں ہے جب مدعا علیہ شہر سے باہر ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں، اگر وہ شہر کے قریب ہے تو قاضی مجرد دعوٰی کی بنا پر اس کو عدالت میں پیش ہونے کا حکم بھیجے گا اور اگر وہ دور ہے تو ایسا نہیں کرے گا، قریب وبعید میں فرق یہ ہے کہ اگر وہ ایسی جگہ ہو جہاں وہ صبح اپنے گھر والوں سے نکلے تو مجلس قضا میں حاضر ہو کر اپنے خصم کو جواب دے کر واپس اپنے گھر والوں میں آکر رات گزارنا ممکن ہو تو قریب شمار ہوگا اور اگر رات کہیں راستے میں گزارنا پڑے تو بعید شمار ہوگا۔ ذخیرہ میں یونہی

---

[1] الدر المختار — کتاب الشہادات — مطبع مجتبائی دہلی — ۲/ ۹۰
[2] رد المحتار — " " — دار احیاء التراث العربی بیروت — ۴/ ۳۷۰

www.alahazratnetwork.org

الطریق فھذا بعید۔ کذافی الذخیرۃ ملتقطاً۔

ہے۔ (التقاط)

المسألۃ الخامسۃ قال امامنا الثانی ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ فی کتاب الخراج: ثم حمل الاموال (ای الضحاک بن عبدالرحمٰن الاشعری) علی قدر قربھا وبعدھا فجعل علی کل مائۃ جریب زرع مما قرب دینارا، وعلی کل الف اصل کرم مما قرب دینارا، وعلی کل الفی اصل مما بعد دینارا (ومثلہ ذکر الفرق بین القریب والبعید من الزیتون) وکان غایۃ البعد عندہ مسیرۃ الیوم والیومین واکثر من ذٰلک وما دون الیوم فھو فی القرب وحملت الشام علی مثل ذٰلک وحملت الموصل علی مثل ذٰلک[2] (فھذہ کلھا قرب السیر)

مسئلہ ۵: ہمارے امام ثانی امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کتاب الخراج میں فرمایا: پھر اس (ضحاک بن عبدالرحمٰن اشعری) نے اموال کو ان کے قرب و بعد کی مقدار پر محصول کیا، چنانچہ قریبی کھیتی کے ہر سو جریب پر ایک دینار، قریبی باغ کے انگوروں کی ہر ہزار بیلوں پر ایک دینار، اور دوری کی صورت میں ہر دو ہزار بیلوں پر ایک دینار مقرر فرمایا (اور اسی طرح زیتون میں بھی قریب و بعید کے فرق کو ذکر کیا) اور بُعد کی حد ایک یا دو یا زیادہ دنوں کی مسافت ہے، جو اس سے کمتر ہو وہ قریب ہے۔ شام اور موصل بھی اسی پر محمول ہیں۔

المسألۃ السادسۃ فی مختار الفتاوٰی ثم الھندیۃ ان کان فی کرم اوضیعۃ یکتفی باذان

مسئلہ ۶: مختار الفتاوٰی پھر ہندیہ میں ہے: اگر کوئی شخص اپنی جائداد یا باغ میں ہے تو اس کے لئے اپنی بستی یا شہر کی اذان کافی

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب ادب القاضی الباب الحادی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۳۳۵ و ۳۳۶

[2] کتاب الخراج فصل فی ارض الشام والجزیرۃ دار المعرفۃ بیروت ص ۴۱

www.alahazratnetwork.org

القرية او البلدة ان كان قريبا والا فلا وحد القريب ان يبلغ الاذان اليه منها[1]

ہے بشرطیکہ قریب … فی نہ ہوگی۔ اور قریب ہونے کی حد یہ … سے اذان کی آواز اس تک پہنچتی … ۔

المسألة السابعة تتعلق

في الفتح يحرم في الخطبة الكلام وان كان امرا بمعروف او تسبيحا والاكل والشرب والكتابة (الى ان قال) هذا كله اذا كان قريبا بحيث يسمع فان كان بعيدا بحيث لا يسمع اختلف المتأخرون فيه فمحمد بن سلمة اختار السكوت ونصير بن يحيى اختار القراءة[2] الخ۔

مسئلہ ۷: محقق ابن ہمام نے فتح القدیر میں ارشاد فرمایا: خطبہ کی حالت میں کلام منع ہے گو امر بالمعروف ہی کیوں نہ ہو، یونہی تسبیح یا کھانا پینا اور کتابت سب منع ہے (الی ان قال) یہ احکام اس وقت ہیں کہ مقتدی امام کے اتنا قریب ہو کہ امام کی آواز سن رہا ہو، اور اگر دور ہو کہ امام کی آواز نہیں سن رہا تو متاخرین نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے، حضرت محمد ابن سلمہ سکوت پسند کرتے ہیں اور نصیر الدین یحیٰی قراءت پسند کرتے ہیں۔

المسألة الثامنة في الهندية

من تكبيرات العيدين عن المحيط عن محمد يرى تكبير ابن مسعود فكبر الامام غير ذلك اتبع الامام الا اذا كبر الامام تكبيرا لم يكبره احد من الفقهاء[3] اھ (ثم نقل عن البدائع) لكن هذا اذا كان بقرب الامام

مسئلہ ۸: عالمگیری کے باب تکبیرات عیدین میں ہے کہ "امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نماز عید میں تکبیرات زوائد کے بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول کو پسند کرتے تھے (یعنی چھ زائد تکبیریں) امام اگر اس کے علاوہ اتنی تکبیریں کہے جو کسی فقیہ کا مذہب نہ ہو تو مقتدی امام کی پیروی نہ کرے۔" پھر بدائع سے نقل کیا "یہ اس وقت ہے جب

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الصلوٰۃ الباب الثانی فی الاذان نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۴

[2] فتح القدیر باب صلوٰۃ الجمعۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۳۷، ۳۸

[3] الفتاوی الہندیۃ " الباب السابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۵۱

www.alahazratnetwork.org

يسمع التكبيرات منه فاما اذا كان يبعد منه يسمع من المكبرين يأتي بجميع ما يسمع وان خرج من اقاويل الصحابة رضي الله تعالى عنهم لجواز ان الغلط من المكبرين فلو ترك شيئا منها ربما كان المتروك ما اتى به الامام[1]

المسألة التاسعة في جمعة البحر الرائق ذكر في المضمرات قال الشيخ الاجل الامام حسام الدين تجب على اهل المواضع القريبة الى البلد التي هي توابع العمران الذين يسمعون الاذان على المنارة باعلى الصوت[2]

المسألة العاشرة في تنوير الابصار لا نقتل من امنه حرا او حرة لو فاسقا بشرط سماعهم ذلك من المسلمين فلا امان لو كان بالبعد منهم[3]

مقتدی امام کے قریب ہو کر خود اس کی آواز سن رہا ہو، اور اتنی دور ہو کر خود اس کی نہ سنتا ہو، بلکہ مکبروں سے سن کر ادا کرتا ہو تو جتنی سنے سب ہی ادا کرے اگرچہ وہ اقوال صحابہ سے بھی باہر ہو، کیونکہ غلطی کا امکان مکبروں کی طرف سے بھی ہے، تو کچھ تکبیریں چھوڑنے میں خطرہ ہے کہ کہیں امام کی کہی ہوئی تکبیریں ہی نہ چھوٹ گئی ہوں۔

مسئلہ ۹: بحرالرائق کے باب الجمعہ میں ہے: مضمرات میں ذکر کیا کہ شیخ امام اجل حسام الدین نے فرمایا کہ جمعہ شہر سے قریب والے مواضع کے باشندوں پر واجب ہے جو اتنے قریب ہوں کہ منارہ پر بلند آواز سے اذان کہی جائے تو سنیں۔"

مسئلہ ۱۰: تنویر الابصار میں ہے: "جس کافر کو کسی مسلمان آزاد مرد یا عورت نے امن دے دیا گو امن دینے والے فاسق ہی کیوں نہ ہوں اس کا قتل منع ہے اس شرط کے ساتھ کہ امن دینے والوں کی آواز انھوں نے خود سنی ہو، تو دور والوں کو امن نہیں ملے گا۔"

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الصلوٰۃ الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۵۱

[2] بحرالرائق " باب الاذان ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۴۱

[3] الدر المختار شرح تنویر الابصار کتاب الجہاد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۴۳

www.alahazratnetwork.org

المسألة الحادیۃ عشرۃ وفی شرح الدرر[1] وفی الدر المختار[2] اذا احیٰ مسلم او ذمی ارضاً غیر منتفع بھا و لیست بمملوکۃ لمسلم ولا ذمی و ھی بعیدۃ من القریۃ اذا صاح من باقصی العامر (ھو جھوری الصوت بزازیۃ) لایسمع بھا صوتہ ملکھا اھ[1]۔ وفی الکفایۃ من الذخیرۃ الفاصل بین القریب و البعید مروی عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی یقوم رجل جھوری الصوت من اقصی العمرانات علی مکان عال وینادی باعلٰی صوتہ فای موضع الذی لایسمع فیہ یکون بعیدا[2]۔

مسئلہ ۱۱: شرح درر اور درمختار میں ہے، "کسی مسلمان یا ذمی نے کوئی بنجر زمین آباد کی اور وہ کسی کی ملک نہ ہو، نہ مسلمان کی نہ ذمی کی۔ اور یہ آبادی سے اتنی دُور ہو کہ کنارۂ آبادی سے پکارا جائے اور پکارنے والا بلند آواز ہو، (بزازیہ) تو آواز سُننے میں نہ آئے تو آباد کرنے والا اس زمین کا مالک ہوگا۔" اور کفایہ میں ذخیرہ سے مروی ہے: "قریب و بعید کے درمیان حدِ فاصل حضرت قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا ایک بلند آواز آدمی آبادی کے انتہائی سرے سے کسی بلند جگہ کھڑے ہو کر پُوری طاقت سے پکارے اور آواز وہاں نہ پہنچے تو وہ بعید ہے۔"

المسألۃ الثانیۃ عشرۃ وفی الدر المختار لو وجد قتیلا فی الشارع الاعظم والسجن والجامع لاقسامۃ والدیۃ علی بیت المال ان کان نائیا ای بعیدا عن المحلات والا یکن نائیا بل قریبا منھا فعلی اقرب المحلات الیہ[3] (قال الشامی قولہ قریبا منھا) الظاھر ان

مسئلہ ۱۲: درمختار میں ہے: "اگر کوئی مقتول شارع عام میں، قیدخانہ میں اور مسجد جامع میں پایا گیا تو اس کا تاوان کسی پر نہیں ہے البتہ اس کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی۔ یہ جب ہے کہ وہ جگہیں محلوں سے بعید ہوں۔ اور اگر قریب ہوں تو جو محلہ وہاں سے سب سے قریب ہو اس پر تاوان ہے۔" امام شامی نے فرمایا کہ "ظاہر

---

[1] الدرالمختار کتاب احیاء الموات مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۵
[2] الکفایۃ مع فتح القدیر " " " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۹/ ۲
[3] الدرالمختار کتاب الدیات باب القسامۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۱۲

www.alahazratnetwork.org

المعتبر فیہ سماع الصوت[1]"

یہی ہے کہ یہاں قرب سے مراد آواز سننے کا قرب ہے۔"

23 المسألة الثالثة عشرۃ فی الہدایۃ وان وجد فی بریۃ لیس بقربہا عمارۃ فہو ھدر و تفسیر القرب ما ذکرنا من استماع الصوت[2] فہذہ کلہا قرب السمع۔

مسئلہ ۱۳: ہدایہ میں ہے: اور اگر ویرانہ میں مقتول پایا گیا جس کے قریب آبادی نہ ہو تو اس کا خون ضائع ہے۔ اور "قریب" کی تفسیر وہی ہے جو ہم نے بیان کی کہ وہاں سے آواز سنی جارہی ہو"۔ یہ سب مثالیں قرب سماع کی ہیں۔

المسألة الرابعة عشرۃ ما قدمنا

مسئلہ ۱۴: فتح ثانیہ عودیہ میں ہم ذکر

عہ: فی الہندیۃ عن الفتاوی الکبری وھی المسئلۃ الخامسۃ عشرۃ جرت بینہ و بین امرأتہ تشاجر من قبل اختہ فقال لہا ان سبت اختی بین یدی فانت طالق ثلثا ثم دخل الزوج علیہما وھی تشاجر مع اختہ وتسبہا فسمع الزوج ان سبتہا و ھی تراہ طلقت لانہا سبتہا بین یدیہ[3] کذا فی الفتاوی الکبری۔

ہندیہ میں بحوالہ فتاوی کبری وارد ہے، اور یہ پندرھواں مسئلہ ہے، خاوند اور اس کی بیوی کے درمیان خاوند کی بہن کے بارے میں جھگڑا واقع ہوا تو خاوند نے کہا اگر تُو نے میرے سامنے میری بہن کو گالی دی تو تجھے تین طلاقیں ہیں۔ پھر خاوند اپنی بیوی کے پاس آیا درانحالیکہ وہ اس کی بہن کے ساتھ جھگڑا کر رہی تھی اور اسے گالیاں دے رہی تھی جنھیں خاوند نے سنا۔ اگر گالی دیتے وقت بیوی خاوند کی طرف دیکھ رہی تھی تو طلاق واقع ہوگئی کیونکہ اُس نے خاوند کے سامنے اس کی بہن کو گالی دی۔ فتاوی کبری میں یونہی ہے۔(ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الدیات باب القسامۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۰۷

[2] الہدایۃ " " مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۶۳۸

[3] الفتاوی الہندیۃ کتاب الطلاق الباب الرابع الفصل الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۴۴۳

www.alahazratnetwork.org

فی النفحة الثانیة العودیة عن الجوھرة النیرة ھذا اذا کان الحافظ قریبًا منه اعنی بحیث یراہ اما اذا بعد بحیث لایراہ فلیس بحافظ[1] فھذا قرب البصر ھذہ مصادیق القرب المطلق فی عرف الفقھاء الکرام فان کان الرسم لدیکم ان خطیبکم یاکل المؤذن اومؤذنکم یبتلع المنبر فنعم لابد من قرب التناول والا فما المعین له والحامل علیه نسأل اللہ ارادة الحق والھدایة الیه اٰمین!

وتاسعًا قد اعترف الرجل ان فی العرف لعند فی کل محل حد علیحدة للقرب بقرینة القیام فکان علیه ان یثبت بالدلیل ان قضیة مقام الاذان فی القرب عن الامام الحد الفلانی لکنه ادعی وقنع بالادعاء اللسانی ولوکفت الدعوی للثبوت لقام بالبرھان کل مبھوت، فما لك تقر ولاتقر وتمیل الی الحق ثم تفر۔

وعاشرًا قال اللہ

کرآئے ہیں کہ جوہرہ نیرہ میں ہے: "یہ حکم تب ہے کہ نگراں اس سے اتنی قریب ہو کر اسے دیکھ رہا ہو اور اتنی دُور ہو کہ نہ دیکھے تو وُہ حافظ اور نگراں ہی نہیں۔" یہ قربِ بصر کی مثال ہے اور فقہاءِ کرام کے عرف میں یہ سارے مصادیق قربِ مطلق کے ہیں، تو اگر آپ کے وہاں یہی رسم ہو کہ خطیب مؤذن کو کھاتا ہو یا مؤذن منبر کو نگلتا ہو تو ضرور یہاں قرب سے قربِ تناول مراد ہوگا، ورنہ یہاں قربِ تناول کو متعین کرنے اور اس پر برانگیختہ کرنے والی کیا چیز ہے۔ ہم اللہ تعالٰی سے حق و ہدایت کے طالب ہیں۔

تاسعًا یہ شخص اعتراف کرچکا ہے کہ عند ہر مقام پر قرینہ کے لحاظ سے علیحدہ علیحدہ قرب کے لئے ہے۔ تو اس کو دلیل سے یہ ثابت کرنا چاہئے تھا کہ مسئلہ مقام اذان میں امام سے قرب کی یہ حد ہے۔ لیکن اس نے ایک دعوٰی کیا اور ثبوت کے لئے اسی دعوٰی کو کافی سمجھا۔ اگر ثبوت کے لئے صرف دعوٰی کافی ہوتا تو ہر مبہوت دلیل والا ہوتا۔ لیکن ان کا عجیب شیوہ ہے کہ اقرار کرکے انکار کرتے ہیں اور حق کی طرف مائل ہوکر اسی سے گریز بھی کرتے ہیں۔

عاشرًا اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

---

[1] الجوہرۃ النیرۃ کتاب السرقۃ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۲۶۱

www.alahazratnetwork.org

عزوجل "وزنوا بالقسطاس المستقیم[1]"، ولکل شیئ قسطاس و قسطاس الکلام لہ کفتان الشرع والعقل، فمن رزق حظا منھما لایحملہ الّا علٰی مایوافقھما اما الجاھل فلا بیدہ میزان ولا ھو یعرف الاوزان فاذا امرہ من یفترض علیہ طاعتہ ان قم فصل رکعتین فلا تتأخر لمحۃ فلعلہ یقول امرنی بالصلٰوۃ بغیر وضوء اذ لو ذھبت اسکب الماء ثم توضأت ثم الی محل الصلٰوۃ رجعت لفات الفور وقد نبأنی ان لا اتاخر لحظۃ۔

ولو حلف زید واللہ لایسکن ھذہ الدار فتاھب من فورہ للخروج وجعل ینقل المتاع ولم یقصر ومکث فی ھذا یوما مثلاً یظن الجاھل انہ قد حنث لانہ لم ینقل یوما لکن العالم یعلم ان قدر الوضوء مستثنٰی فی الاول شرعا وقدر ماتیسر لہ فیہ النقل مستثنٰی فی الثانی عقلا فلا ینتقض بھما الفور، فی الخانیۃ ثم الھندیۃ رجل حلف لایسکن ھذہ الدار

"درست میزان سے تولو"۔ اور میزان و معیار تو ہر چیز کے لئے ہے۔ چنانچہ زبان کے ترازو کے دو پلڑے ہیں: شرع اور عقل۔ تو جسے ان دونوں سے حصہ ملا ہے وہ ہر بات کو اسی کے موافق محمول کرے گا۔ اور جاہل کے ہاتھ میں نہ میزان ہے نہ وہ اوزان کو جانتا ہے۔ تو جب اس کا کوئی زبردست حاکم کہے کہ اٹھو اور ایک لمحہ کی تاخیر کے بغیر نماز پڑھو۔ تو وہ یہ سوچ سکتا ہے کہ مجھے تو فی الفور نماز پڑھنے کا بغیر وضو کے حکم ہے اگر میں وضو کرنے کے لئے پانی بہاؤں پھر محل نماز کی طرف لوٹوں تو تاخیر ہوجائے گی حالانکہ مجھے ایک لمحہ بھی تاخیر کی اجازت نہیں۔

یُونہی اگر زید نے قسم کھائی کہ اس گھر میں نہیں رہے گا۔ اور فوراً ہی نکلنے کی تیاری کرنے لگا۔ سامان منتقل کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ اور اسی میں ایک دن لگ گیا، تو جاہل گمان کرے گا کہ زید تو حانث ہوگیا کہ قسم کے بعد بھی ایک دن اسی گھر میں رہا۔ لیکن عالم خوب جانے گا کہ پہلی صورت میں وضو کرنے کی مقدار شرعاً مستثنٰی ہے اور دوسری صورت میں آسانی سے سامان جتنی دیر میں منتقل ہوسکے عقلاً مستثنٰی ہے تو اس دیر سے فوراً میں خلل نہیں پڑے گا۔ خانیہ اور ہندیہ میں ہے: جس شخص نے

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/۳۵

www.alahazratnetwork.org

فخرج بنفسه واشتغل بطلب دار اخری لینقل الیها الاهل و المتاع فلم یجد دارًا اخری ایامًا و یمکنه ان یضع المتاع خارج الدار لایکون حانثًا وکذا لو خرج واشتغل بطلب دابة لینقل علیها المتاع فلم یجد اوکانت الیمین فی جوف اللیل ولم یمکنه الخروج حتی الصبح اوکانت الامتعة کثیرة فخرج و هو ینقل الامتعة بنفسه و یمکنه ان یستکری الدواب فلم یستکر لایحنث فی جمیع ذلك، هذا اذا نقل الامتعة بنفسه کما ینقل الناس فان نقل لاکما ینقل الناس یکون حانثًا اھ[1]۔

وکذلك اذ جلس عالم یفید ویلقی الدرس او المسائل و الناس جلوس صفوفا حتی الباب فجاء احد من الطلبة او سائل المسائل فعاقته هیبة المجلس عن الاقتراب بهم و جعل یستمع من بعد

قسم کھائی کہ اس گھر میں نہیں رہے گا تو وہ خود گھر سے باہر ہوگیا اور منتقل ہونے کے لئے دوسرا گھر تلاش کرنے لگا جو چند دن نہ مل سکا۔ اہل و عیال اور اسباب اسی گھر میں رہے۔ اور ایسا ممکن تھا کہ اس مکان سے وہ اسباب باہر نکال لے مگر نہیں نکالا، تب بھی حانث نہیں ہوگا، یونہی سواری کی تلاش میں چند روز کی تاخیر ہوئی جس پر سامان لادکر لے جائے، یا قسم رات میں کھائی، اور رات کی وجہ سے صبح تک نکلنا ممکن نہ ہوسکا۔ یوں ہی سامان زیادہ تھا جسے وہ خود ہی اٹھاکر منتقل کرنے لگا تو اس میں تاخیر ہوئی۔ وہ سواری کرسکتا تھا مگر سواری نہیں کی۔ ان سب صورتوں میں وہ شخص حانث نہ ہوگا۔ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ اس نے از خود سامان اٹھانے میں کوئی کوتاہی نہ کی ہو، معمولاً جیسا اٹھاتے ہیں ویسا ہی اٹھایا، ورنہ حانث ہوگا۔"

ایسے ہی کوئی عالم افادہ وتعلیم یا درس مسائل کے لئے خطاب کر رہا تھا اور سامعین دروازہ تک صف در صف بیٹھے ہوئے تھے کوئی طالب علم یا سائل مسئلہ پوچھنے آیا اس کو مجلس کی ہیبت نے عالم کے قریب ہونے نہیں دیا، تو خود عالم نے اسے قریب ہونے کا حکم دیا،

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الایمان الفصل الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۵۷

www.alahazratnetwork.org

فامرہ العالم ان یقترب او امر السلطان بعض حواشیہ بالقرب، فالجاھل یقول القرب مطلق والمراد بہ فی العرف اقصی مایکون فیرکب اکتاف الناس ویتخطی رقابھم حتی یصل الی العالم ویجلس فی حجرہ ویطأ فراش الملک ویطلع سریرہ الی ان یلزق جنبہ بجنبہ فیستحق التعزیر فی الدنیا والتعذیب فی الاخرۃ، والعیاذ باللہ تعالٰی، والعاقل یعرف ان لیس المراد الا القرب السائغ شرعًا وعرفًا فالسائل ینتھی عند الباب دون مجلس العالم والحاشیۃ یتقدم الی منتھی منصبہ والبواب الی الباب، والوزیر الی قرب السریر ثم یقف ویعلم ان الجاھل المستند بالعرف ھو الذی اخطأ العرف فان المفھوم بالقرب المطلق ھو القدر السائغ دون تعدی الحد۔

وبالجملۃ اطباق الشرع والعقل والعرف جمیعًا ان الشیئ یذکر مرسلا ولا یراد الا علی ماعرف من شرطہ وقیودہ وادابہ ومن یقطع النظر عن کل ذٰلک مقتصرًا علی القدر الملفوظ فاسم المجنون اخف القابہ۔ قال الامام الزیلعی فی ذبائح التبیین

یا بادشاہ نے اپنے بعض حاشیہ نشینوں کو اپنے نزدیک آنے کا حکم دیا، تو جاہل تو یہی کہے گا کہ مطلقًا قریب ہونے کا حکم ہے اور عرف میں اس سے انتہائی قرب مراد ہوتا ہے۔ تو وہ لوگوں کے کندھوں پر سوار ہوتے اور گردنیں پھلانگتے ہوئے عالم کی گود میں جا بیٹھے گا، اور بادشاہ کے دربار میں فرش کو روندتا تخت پر چڑھ جائے گا اور بادشاہ کے پہلو سے پہلو ملا کر بیٹھ جائیگا اور بادشاہ کی تعذیر اور آخرت کی تعذیب کا مستحق ہوگا معاذ اللہ ———— اور عقلمند خوب سمجھے گا کہ یہاں وہی قرب مراد ہے جس کی شرعًا اور عرفًا گنجائش ہے، تو سائل دروازہ کے پاس مجلس عالم سے پرے اور بادشاہ کا حاشیہ نشین اپنے منصب تک، دربان دروازے تک اور وزیر تخت کے قریب کھڑا ہو جائیگا اور پتا چل جائیگا کہ عرف کے ساتھ دلیل پکڑنے والے جاہل نے عرف کے سمجھنے میں غلطی کی اس لئے کہ مطلقًا قرب کا مطلب وہ مقدار ہے جہاں تک بڑھنے کی گنجائش ہو نہ کہ تمام حدود کو پھلانگنے کا نام ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ لفظ مطلقًا بولا جاتا ہے اور عقل و شرع اور عرف سب اس پر متفق ہیں کہ مراد تمام شروط و قیود و آداب کو ملحوظ رکھنے والا مقام ہوتا ہے۔ اور جو ان سب کو بالائے طاق رکھ کر صرف لفظ کو دیکھے گا تو ایسے آدمی کا سب سے ہلکا لقب پاگل ہوتا ہے۔ امام زیلعی تبیین الحقائق کی کتاب الذبائح میں فرماتے ہیں

www.alahazratnetwork.org

الشیئ اذا عرف شروطه و ذکر مطلقا ینصرف الیها کقول اللہ تعالٰی اقم الصلوٰۃ ای بشروطہا[1] اھ۔

"کہ کسی شَے کے شرائط معروف ہوں اور اسے مطلق بولا جائے تو انھیں شرائط کے ساتھ ملحوظ ہوگا' جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ نماز قائم کرو' تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز کو شرائط کے ساتھ قائم کرو۔"

واذا عرفت ھذا فلئن فرضنا فرضا باطلا ان الفقہاء اذا اطلقوا القرب ارادوا بہ اقصٰی مایکون من القرب لم یکن فیہ الا ما یسخن عین السفیہ فانہ لایراد الا اقصٰی قرب سائغ شرعا۔ وقد عرف من الشریعۃ المطہرۃ کراھۃ الاذان فی المسجد فمنتہی قرب المؤذن علٰی حدود المسجد ثم فی الحد ایضا استماع واقرب مواضعہ من المنبر ما کان علٰی محاذاتہ لانا اذا اخرجنا من المنبر خطوطًا الٰی اسفل المسجد کان الخط الذاھب علٰی استقامۃ سمتہ وتر الحادۃ وسائرھن اوتار القائمۃ فان قام المؤذن فی احد الطرفین کان بعیدا عن المنبر وان قام بحذائہ کان قریبا منہ بحیث لاقرب فوقہ فکان ھذا معنی قولہم عند المنبر وھو

جب صورت حال یہ ہے تو مان لو کہ فقہاء نے قریب المنبر کہہ کر انتہائی قرب مراد لیا۔ لیکن اس پر نادانوں کی آنکھ ٹھنڈی نہ ہونا چاہیے، کیونکہ اس انتہائی قرب سے مراد بھی وہی قرب ہوگا جس کی شریعت میں گنجائش ہو، اور شرع مقدس کا یہ حکم شائع اور ذائع ہے کہ مسجد میں اذان مکروہ ہے، ایسی صورت میں قرب کی انتہا حدود مسجد تک ہوگی' اور اس حد میں بھی سمت کی گنجائش ہے کہ منبر سے سب سے قریب وہ مقام ہوگا جو اس کے ٹھیک مقابل ہو اس لئے کہ جب ہم منبر سے مسجد کی نچلی طرف خطوط کھینچیں تو جو خط سیدھا اس کی طرف جائے وہ حادہ کا وتر ہوگا۔ اور بقیہ خطوط قائمہ کے وتر ہوں گے۔ تو مؤذن اگر اِدھر اُدھر کے خطوط پر کھڑا ہوگا تو منبر سے دُور ہوگا، اور سامنے کھڑا ہوگا تو اتنا قریب ہوگا کہ اس سے زیادہ قرب ممکن نہیں، تو فقہاء کے قول قریبا منہ کے یہ معنی ہوئے کہ قریب ہونے کی جو انتہائی

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الذبائح دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۴۶۵

www.alahazratnetwork.org

اقصی مایسوغ لہ من القرب فوضح الحق۔

وللّٰہ الحمد و صلی اللّٰہ تعالٰی علٰی سیدنا و مولانا محمد و اٰلہ وصحبہ اجمعین افضل صلٰوۃ المصلین واکمل سلام المسلمین والحمد للّٰہ رب العٰلمین۔

گنجائش نکل سکتی ہے، وہاں کھڑا ہو، تو حق ظاہر ہوگیا۔

اللہ تعالٰی کے لئے حمد ہے اور ہمارے سردار سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور ان کے آل اور جمیع اصحاب پر پڑھنے والوں کا بہترین درود وسلام ہو۔ آخری دُعا یہ ہے کہ حمد اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔

رسالہ

شمائم العنبر فی ادب النداء امام المنبر

ختم ہوا

www.alahazratnetwork.org

www.alahazratnetwork.org

فضائل ومناقب

مسئلہ ۴:
بعض اُردو کتابوں میں ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا حیض ونفاس سے مبرا ومنزہ تھیں یہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب

یہ حدیث میں آیا ہے:

ان ابنتی فاطمۃ حوراء اٰدمیۃ لم تحض ولم تطمث[1]

بیشک میری صاحبزادی بتول زہرا انسانی شکل میں حُوروں کی طرح حیض ونفاس سے پاک ہے۔

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵: از بنگلور جامع مسجد سیدشاہ مرسلہ قاضی عبدالغفار صاحب مورخہ ۱۱ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے "قدمی ھٰذہٖ علٰی رقبۃ کل ولی اللہ[2]" (میرا یہ

---

[1] کنزالعمال برمز خط عن ابن عباس حدیث ۳۴۲۲۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۱۰۹

[2] بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار ذکر تعظیم الاولیاء لہ الخ مصطفی البابی مصر ص ۱۸

www.alahazratnetwork.org

قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔ت) فرمایا ہے، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن کی تفصیل قرآن واحادیث سے منصوص نہیں ایسے ماورا متقدمین ومتاخرین سے ان کو فضیلت ہے۔ اور حضرت شیخ احمد سرہندی کے آخر مکتوبات میں ہے کہ مجدد نائب مناب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے ہیں اصل منبع فیوض حضرت غوث الثقلین ہیں[1] پس اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ حضرت غوث الاعظم ان سب اولیاء سے افضل ہیں اور ان کے بعد خواجہ خواجگان بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہٗ وحضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ سب کے سب حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نائب ہیں تو یہ عقیدہ بخیال صوفیہ جائز ہے یا جائز نہیں؟

الجواب

عقیدہ وہ چیز ہے جس کا اعتقاد و مدار سنیت اور اس کا انکار بلکہ اس میں تردد گمراہی وضلالت، اس قسم کے امور اُن مسائل سے نہیں ہوتے، ہاں وہ مسلک جو ہمارے نزدیک محقق ہے اور بشہادت اولیاء و شہادت سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام بمرویات اکابر ائمہ کرام ثابت ہے یہی ہے کہ باستثنا انکے جن کی افضلیت منصوص ہے جیسے جملہ صحابہ کرام وبعض اکابر تابعین عظام کہ والذین اتبعوا باحسان[2] (اور جو بھلائی کے ساتھ اُن کے پیرو ہوئے۔ت) ہیں اور اپنے ان القاب سے ممتاز ہیں ولہذا اولیاء وصوفیہ ومشائخ ان الفاظ سے اُن کی طرف ذہن نہیں جاتا اگرچہ وہ خود سرداران اولیاء ہیں، وہ کہ ان الفاظ سے مفہوم ہوتے ہیں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے زمانہ میں ہوں جیسے سائر اولیائے عشرہ کہ احیائے موتٰی فرماتے تھے خواہ حضور سے متقدم ہوں جیسے حضرت معروف کرخی وبایزید بسطامی وسیدالطائفہ جنید و ابوبکر شبلی وابوسعید خراز، اگرچہ وہ خود حضور کے مشائخ ہیں اور جو حضور کے بعد ہیں جیسے حضرت خواجہ غریب نواز سلطان الہند وحضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی وحضرت سیدنا بہاؤ الملۃ والدین نقشبند اور ان اکابر کے خلفاء ومشائخ وغیرہم قدس اللہ اسرارھم وافاض علینا برکاتھم وانوارھم (اللہ تعالٰی ان کے اسرار کو مقدس بنائے اور اُن کی برکات وانوار ہمیں عطا فرمائے۔ت) حضور سرکار غوثیت مدار بلا استثناء ان سب سے اعلٰی واکمل وافضل ہیں، اور حضور کے بعد جتنے اکابر ہوئے اور تا زمانہ سیدنا امام مہدی ہوں گے کسی سلسلہ کے ہوں یا سلسلہ سے جدا افراد ہوں غوث، قطب امامین، اوتادِ اربعہ، بُدلائے سبعہ، ابدال سبعین، نُقبا، نُجبا، ہر دورہ کے عظماء، کبرا سب حضور

---

[1] مکتوبات امام ربانی دفتر سوم مکتوب ۱۲۳ منشی نولکشور لکھنؤ ۲۲۸/۳

[2] القرآن الکریم ۱۰۰/۹

www.alahazratnetwork.org

سے مستفیض اور حضور کے فیض سے کامل و مکمل ہیں ؎

یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پرتو آں ہر کجا مینگری انجمنے ساختہ اند
(اس گھر میں ایک ہی چراغ ہے اس کی روشنی سے جہاں کہیں تو دیکھے انجمن بنائے ہوئے ہیں۔ ت)

؎ یہ چشتی نقشبندی، سہروردی ہر اک تیری طرف آئل ہے یا غوث[1]

ملائک کے بشر کے جن کے حلقے تیری ضو ماہ ہر منزل ہے یا غوث
بخارا و عراق و چشت و اجمیر تری لَو شمع ہر محفل ہے یا غوث[2]

شجر سرو سہی کس کے اُگائے تیرے معرفت پھول سہی کس کا کھلایا تیرا
تُو ہے نوشاہ براتی ہے یہ سارا گلزار لائی ہے فصل سمن گوندھ کے سہرا تیرا
نہیں کس چاند کی منزل میں ترا جلوۂ نور نہیں کس آئینہ کے گھر میں اُجالا تیرا
مزرع چشت و بخارا و عراق و اجمیر کون سی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا
کس گلستاں کو نہیں فصلِ بہاری سے نیاز کون سے سلسلہ میں فیض نہ آیا تیرا
راج کس شہر میں کرتے نہیں تیرے خدام باج کس نہر سے لیتا نہیں دریا تیرا[3]

یہ ضرور ہے کہ ہر شخص اپنی سرکار کی بڑائی چاہتا ہے مگر من و تو زید و عمرو کے چاہے کچھ نہیں ہوتا، چاہنا اس کا ہے جس کے ہاتھ میزان فضل ہے، غلبۂ شوق اور چیز ہے۔ اور ثبوت دلائل اور۔ ہم جو کہتے ہیں خود نہیں کہتے بلکہ اکابر کا ارشاد ہے اجلّہ اعاظم کا جس پر اعتماد ہے، ایک تو خود حضور والا کا وہ فرمان واجب الاذعان کہ قدمی ھٰذہ علٰی رقبۃ کل ولی اللّٰہ[4] (میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔ ت)

---

[1] حدائق بخشش وصل سوم مکتبہ رضویہ کراچی ۲/ ۱۰
[2] " " وصل اول فضائل سرکار غوثیت رضی اللہ تعالٰی عنہ " " " ۲/ ۸
[3] " " وصل سوم در حسن مفاخر " " " " " " ۱/ ۷
[4] بہجۃ الاسرار و معدن انوار ذکر اخبار المشائخ عنہ بذلک مصطفی البابی مصر ص ۴

www.alahazratnetwork.org

کہ حضور والا سے متواتر ہوا اور اکابر اولیائے بحکم الٰہی اُسے قبول کیا اور قدمِ اقدس اپنی گردنوں پر لیا، نیز ارشادِ اقدس:

الانس لھم مشائخ والجن لھم مشائخ والملٰئکۃ لھم مشائخ وانا شیخ الکل لا تقیسونی باحد ولا تقیسوا علیّ احدا۔ رواہ الامام الاوحد ابوالحسن علی بن یوسف بن جریر اللخمی الشطنوفی نورالملۃ والدین ابوالحسن قدس سرہٗ فی بھجۃ الاسرار قال اخبرنا ابوعلی الحسن بن نجم الدین الحورانی قال اخبرنا الشیخ العارف ابومحمد علی بن ادریس الیعقوبی قال سمعت الشیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالٰی عنہ فذکرہ۔[1]

آدمیوں کیلئے شیخ ہیں جن کیلئے شیخ ہیں اور فرشتوں کیلئے شیخ ہیں اور میں اُن سب کا شیخ ہوں، مجھے کسی پر نہ قیاس کرو نہ کسی کو مجھ پر قیاس کرو (اس کو روایت کیا امام یکتا ابوالحسن علی بن یوسف بن جریر لخمی شطنوفی نور الملّۃ والدین قدس سرہٗ نے بہجۃ الاسرار میں، انھوں نے کہا ہمیں خبر دی ابوعلی حسن بن نجم الدین حورانی نے، انھوں نے کہا ہمیں خبر دی شیخ عارف ابومحمد علی بن ادریس یعقوبی نے، انھوں نے کہا میں نے شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو فرماتے سنا (آگے وہی حدیث ذکر کی) ۔ت)

حضور کے زمانہ اقدس کے دو ولی جلیل حضرت سیدی ابوالسعود بن احمد بن ابی بکر حریمی و حضرت سیدی ابوعمرو عثمٰن الصریفینی قدس اللہ سرہما فرماتے ہیں،

واللہ ما اظہر اللہ تعالٰی ولا یظہر الی الوجود مثل الشیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ رواہ ایضا فی بھجۃ الاسرار۔[2]

خدا کی قسم اللہ تعالٰی نے نہ کوئی ولی ظاہر کیا نہ ظاہر کرے مثل شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے۔(اس کو بھی بہجۃ الاسرار میں روایت کیا ہے۔ت)

سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں،

ما اوصل اللہ تعالٰی ولیا الی مقام الا وکان الشیخ عبدالقادر اعلاہ

اللہ سبحانہٗ وتعالٰی نے جس ولی کو کسی مقام تک پہنچایا شیخ عبدالقادر اس سے اعلٰی رہے،

---

[1] بہجۃ الاسرار ومعدن انوار ذکر کلمات اخبربہا عن نفسہ محدثا بنعمۃ ربہ مصطفی البابی مصر ص ۲۲ و ۲۳

[2] " " " " " ذکر فصول من کلامہ مرصعا بشیئ من عجائب احوالہٖ " " ص ۲۵

www.alahazratnetwork.org

ولا وھب اللہ المقرب حالا الا وکان الشیخ عبدالقادر اجلہ وما اتخذ اللہ ولیا کان اویکون الا وھو متأدب معہ الی یوم القیمۃ۔ رواہ ایضا فی بھجۃ الاسرار[1] عن الشیخ القدوۃ جمال الدین بن ابی محمد بن عبد البصری رضی اللہ تعالٰی عنہ عن سیدنا الخضر علیہ الصلوٰۃ والسلام مشافۃ بلاواسطۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اور جس مقرب کو کوئی حال عطا کیا شیخ عبدالقادر اُس سے بالا رہے اللہ کے جتنے اولیا ہوئے اور جتنے ہوں گے قیامت تک سب شیخ عبدالقادر کا ادب کرتے ہیں۔ (اس کو بھی بہجۃ الاسرار میں شیخ مقتدا جمال الدین بن ابو محمد بن عبدالبصری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور انھوں نے اس کو سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بالمشافہ بلاواسطہ روایت فرمایا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ ت)

مسئلہ ۱۷۶ از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مرسلہ نعمت علی صاحب ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مبین ان مسائل میں کہ،

(۱) جناب باری عزاسمہ کے کتنے نام ہیں اور شہنشاہِ جہاں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کتنے؟

(۲) سُورہ فاتحہ وسورہ اخلاص میں صرف خدا ہی کی تعریف ہے یا رسول کی بھی؟

(۳) جو بزرگ عالمِ حیات میں اپنے معتقدوں کو تعلیم فرماتے ہیں اگر بعد وصال کے خواب میں تعلیم کرے تو اس پر یعنی خواب کی باتوں پر شرع کی رُو سے چلنا کیسا ہے؟

(۴) سُنا ہے کہ حضرت مولا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے لال کا ذکر مارا اور وہ بھاگا اور ہنوز زندہ ہے، آیا اس کی کوئی خبر حدیث سے ہے؟ اور کب تک زندہ رہے گا؟ پھر ایمان لائے گا یا نہیں؟

(۵) حنانہ لکڑی جو آپ کے فرق میں نالاں تھی قیامت کے دن اُس کا کیا حال ہوگا؟

الجواب

(۱) اللہ عزوجل کے ناموں کا شمار نہیں کہ اس کی شانیں غیر محدود ہیں، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اسمائے پاک بھی بکثرت ہیں کہ کثرت اسما شرف مسمّٰی سے ناشی ہے، آٹھ سَو سے زائد

---

[1] بہجۃ الاسرار ومعدن انوار ذکر الشیخ ابومحمد القاسم بن عبدالبصری مصطفٰی البابی مصر ص ۱۶۳

www.alahazratnetwork.org

مواہب وشرح مواہب میں ہیں[1] اور فقیر نے تقریباً چودہ سو[۱۴۰۰] پائے اور حصر ناممکن۔

(۲) سورہ فاتحہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صریح مدح ہے الصراط المستقیم محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں اور ان کے اصحاب ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالٰی عنہما، النعمت علیہم چاروں فرقوں کے سردار انبیاء ہیں انبیاء کے سردار مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم۔ شیخ محقق نے اخبار الاخیار میں بعض اولیاء کی ایک تفسیر بتائی جس میں انھوں نے ہر آیت کو نعت کردیا ہے اس میں سورہ اخلاص بھی داخل ہے۔

(۳) اچھے خواب پر عمل خوب ہے اور اچھا وہ کہ موافقِ شرع ہو۔

(۴) یہ بے اصل ہے۔

(۵) وہ (استنِ حنانہ) جنّت کا ایک درخت کیا جائے گا، کما فی حدیث[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی دارالمعرفۃ بیروت ۳/۱۱۲ تا ۱۵۱

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

طرد الافاعی عن حمی ھادٍ رفع الرّفاعی
۱۳۳۶

(سانپوں (موذیوں) کو دور کرنا اس ہادی کی بارگاہ سے جس نے امام رفاعی کو رفعت بخشی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۱ از بڑودہ ملک گجرات محلہ راجپورہ متصل مانڈوی مرسلہ میاں محمد عثمان ولد عبد القادر
۲۶ شوال ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ جناب قطب الاقطاب غوث الثقلین میراں محی الدین ابو محمد سید عبد القادر جیلانی قدس سرہ اپنے وقت میں غوث یا قطب الاقطاب نہیں تھے بلکہ سیدنا احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ قطب الاقطاب اور غوث الثقلین تھے اور جناب سید عبد القادر جیلانی نے جناب سید احمد کبیر رفاعی سے مدینہ منورہ میں چند اولیاء کے ہمراہ بیعت کی ہے یہ بیعت اس وقت ہوئی کہ جب سید احمد کبیر رفاعی کے لئے مزار انور سے دست مبارک نکلا تھا اور اکثر عرب میں سید عبد القادر جیلانی کو مرقومہ بالا صفتوں سے کوئی نہیں مانتا، ہاں سید احمد کبیر رفاعی کو مانتے ہیں۔ عمرو کہتا ہے کہ سیدنا احمد کبیر رفاعی کی ولایت اور قطبیت میں ہمیں بالکل کلام نہیں، مگر ان کی تفضیل سیدنا جناب سید عبد القادر جیلانی قدس سرہ پر نہیں ہوسکتی، اور مدینہ منورہ کی بیعت کا کسی جگہ ثبوت نہیں ملتا، اور اکثر عرب سید عبد القادر جیلانی

www.alahazratnetwork.org

قدس سرہٗ کی بہت قدر و منزلت کرتے ہیں اور قطب الاقطاب و غوث الثقلین کی صفتیں حضرت پیران پیر صاحب ہی پر برتی جاتی ہیں۔

اس مضمون پر بڑودہ میں خفیہ خفیہ بحثیں ہُوا کرتی ہیں، زید کے پیر مرحوم بڑودہ کے رفاعی خاندان کے سجادہ نشین تھے چند روز ہوئے انتقال ہو گیا ہے، یہ انھیں کی تحریک و تحریص کا نتیجہ ہے۔ ہم مستفسر نیچے دستخط کرنے والے نہایت ادب سے عرض کرتے ہیں کہ سید احمد کبیر اور سید عبدالقادر میں قطب الاقطاب اور غوثِ اعظم کون ہے، اور علمائے ماسلف و حال کس کو مانتے ہیں۔

دوسرے مدینہ منورہ کی بیعت کا اور غوث پاک کی نسبت عقائد اہل عرب کا وافی و کافی ثبوت کتب معتبرہ سے تحریر فرما کر رہینِ منت فرمائیں، آپ کے فتوے کے آنے کے بعد ان شاء اللہ اندرونی نقیض کا بہت سہولت سے فیصلہ ہو جائے گا اور یہ ابتدائی مواد بڑھ کر مرضِ مہلک تک نہ پہنچے گا۔

محمد حسن ولد عبدالقادر بقلم خود، منشی سید قطب الدین، عظیم الدین بقلم خود، چھوٹے خاں، امام خاں بقلم خود، ننھے بھائی، رسول بھائی دستخط خود۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

قل ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء[1]

تم فرمادو کہ فضیلت اللہ کے ہاتھ ہے جسے چاہے عطا فرماتا ہے۔

اس آیہ کریمہ سے مسلمان کو دو ہدایتیں ہوئیں:

ایک یہ کہ مقبولانِ بارگاہِ احدیت میں اپنی طرف سے ایک کو افضل دوسرے کو مفضول نہ بتائے کہ فضل تو اللہ تعالٰی کے ہاتھ ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔

دوسرے یہ کہ جب دلیل مقبول سے ایک کی افضلیت ثابت ہو تو اس میں اپنے نفس کی خواہش اپنے ذاتی علاقہ نسب یا نسبت شاگردی یا مریدی وغیرہا کو اصلاً دخل نہ دے کہ فضل ہمارے ہاتھ نہیں

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۷۳

www.alahazratnetwork.org

کہ اپنے آباء و اساتذہ و مشائخ کو اوروں سے افضل ہی کریں جسے خدا نے افضل کیا وہی افضل ہے اگرچہ ہمارا ذاتی علاقہ اُس سے کچھ نہ ہو اور جسے مفضول کیا وہی مفضول ہے اگرچہ ہمارے سب علاقے اُس سے ہوں۔ یہ اسلامی شان ہے مسلمانوں کو اسی پر عمل چاہیے، اکابر خود رضائے الٰہی میں فنا تھے جسے اللہ عزوجل نے اُن سے افضل کیا، کیا وہ اس پر خوش ہوں گے کہ ہمارے متوسل ہمیں اس سے افضل بتائیں۔ حاش للہ! وہ سب سے پہلے اس پر ناراض اور سخت غضبناک ہونگے تو اس سے کیا فائدہ کہ اللہ عزوجل کی عطا کا بھی خلاف کیا جائے اور اپنے اکابر کو بھی ناراض کیا جائے۔ حضرت عظیم البرکۃ سیدنا سید احمد کبیر رفاعی قدسنا اللہ بسرہ الکریم بیشک اکابر اولیاء و اعاظم محبوبانِ خدا سے ہیں، امام اجل اوحد سیدی ابوالحسن علی بن یوسف نورالملۃ والدین لخمی شطنوفی قدس سرہ العزیز کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف میں فرماتے ہیں:

الشیخ احمد بن ابی الحسن الرفاعی رضی اللہ تعالٰی عنہ ھٰذا الشیخ من اعیان مشائخ العراق و اجلاء العارفین وعظماء المحققین وصدار المقربین صاحب المقامات العلیۃ و الجلالۃ العظیمۃ والکرامات الجلیلۃ والاحوال السنیۃ والافعال الخارقۃ و الانفاس الصادقۃ صاحب الفتح المونق والکشف المشرق والقلب الانور والسر الاظھر والقدر الاکبر۔[1]

یعنی حضرت سیدی احمد رفاعی رضی اللہ تعالٰی عنہ سرداران مشائخ و اکابر عارفین و اعاظم محققین و افسران مقربین سے ہیں جن کے مقامات بلند اور عظمت رفیع اور کرامتیں جلیل اور احوال روشن اور افعال خارق عادات اور انفاس سچے عجیب فتح اور چمکا دینے والے کشف اور نہایت نورانی دل اور ظاہر تر سر اور بزرگ تر مرتبہ والے۔

یوں ہی دو ورق میں اس جناب رفعت قباب کے مراتب عالیہ و مناقب سامیہ و کرامات بدیعہ و فضائل رفیعہ ذکر فرماتے ہیں۔ حضرت ممدوح قدس سرہ الشریف کا روضۂ انور سید اطہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر حاضر ہونا اور یہ اشعار عرض کرنا ہے:

فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلھا ۔۔۔ تقبل الارض عنی وھی نائبتی
وھٰذہ دولۃ الاشباح قد حضرت ۔۔۔ فامدد یمینک کی تحظی بھا شفتی[2]

---

[1] بہجۃ الاسرار و معدن الانوار الشیخ احمد بن ابی الحسن الرفاعی مصطفی البابی مصر ص ۲۲۵

[2] الحاوی للفتاوٰی تنویر الحلک فی امکان رؤیۃ النبی والملک دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۲۶۱

(زمانۂ دُوری میں میں اپنی روح کو حاضر کرتا تھا وہ میری طرف سے زمین بوسی کرتی، اب جسم کی نوبت ہے کہ حاضر بارگاہ ہے حضور دست مبارک بڑھائیں کہ میرے لب سعادت پائیں)

اس پر حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا دستِ مبارک روضۂ انور سے باہر کرنا اور حضرت احمد رفاعی کا اس کے بوسہ سے مشرف ہونا مشہور و ماثور ہے۔ تنویر الحلک فی امکانِ رؤیۃ النبی والملک للامام الجلیل السیوطی میں ہے:

لما وقف سیدی احمد الرفاعی تجاہ الحجرۃ الشریفۃ قال ؎

فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلھا
تقبل الارض عنی وھی نائبتی
وھذہ دولۃ الاشباح قد حضرت
فامدد یمینك کی تحظی بھا شفتی
فخرجت الیہ الید الشریفۃ فقبلھا[1]

جب میرے سردار احمد رفاعی حجرہ شریفہ کے سامنے کھڑے ہوئے تو یوں کہا ؎

جب میں دُور ہوتا تو اپنی روح کو بھیجتا تھا جو میری نائب ہوکر میری طرف سے زمین بوسی کرتی تھی، یہ زیارت کا وقت ہے میں خود حاضر ہوا ہُوں اپنا دستِ اقدس بڑھائیں تاکہ میرے ہونٹ دست بوسی کی سعادت پائیں۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک آپ کی طرف نکلا جس کو آپ نے چُوما۔ (ت)

اور بعینہٖ یہی کرامتِ جلیلہ حضور پُرنور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ کے لئے بھی مذکور و مزبور ہے۔ کتاب تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبدالقادر میں ہے:

ذکروا ان الغوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ جاء مرۃ الی المدینۃ المنورۃ وقرأ بقرب الحجرۃ الشریفۃ ھٰذین البیتین (فذکرھما کما مروقال) فظھرت یدہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فصافحھا ووضعھا علی رأسہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[2]

یعنی راویوں نے ذکر کیا کہ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہم نے ایک بار حاضر سرکار مدینۂ نور بار ہوکر روضۂ انور کے قریب وہ دونوں شعر پڑھے اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دستِ انور ظاہر ہُوا حضرت غوث نے مصافحہ کیا اور بوسہ لیا اور اپنے سر مبارک پر رکھا۔

اور تعدد سے کوئی مانع نہیں حضور سرکار غوثیت نے پہلا حج ۵۰۹ھ (پانسو نو ہجری) میں فرمایا جب عمر شریف اڑتیس ۳۸ سال تھی، حضور سیدی عدی بن مسافر رضی اللہ تعالٰی اس سفر میں ہمرکاب تھے حضرت

---

[1] الحاوی للفتاوٰی تنویر الحلک فی امکان رؤیۃ النبی والملک دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۶۱
[2] تفریح الخاطر مترجم مع اصل عربی متن المنقبۃ الثانیۃ والعشرون سنی دارالاشاعت فیصل آباد ص ۵۶ و ۵۷

www.alahazratnetwork.org

سیدی احمد رفاعی رضی اللہ تعالٰی عنہ اس وقت ام عبیدہ میں خورد سال تھے حضرت کو گیارھواں سال تھا[1]، ممکن کہ اس بار حضور سرکار غوثیت نے یہ اشعار بارگاہ عرش جاہ میں عرض کئے اور ظہور دست اقدس و بوسہ مصافحہ سے مشرف ہوئے ہوں۔ جب حضرت سید رفاعی رضی اللہ تعالٰی عنہ جوان ہوئے اور حج کو حاضر ہوئے باتباع سرکار غوثیت انھوں نے بھی وہ اشعار عرض کئے اور سرکار کرم کے اس کرم سے مشرف ہوئے ہوں، بہر حال اس پر وہ فقرہ تراشیدہ کہ اس وقت حضور قطب العالمین غوث العارفین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت رفیع رفاعی کے ہاتھ پر معاذ اللہ بیعت فرمائی کذب و افترائے خالص و دروغ بیفروغ ہے اور اللہ واحد قہار جھوٹ کو دشمن رکھتا ہے نہ کہ ایسا جھوٹ جس سے زمین و آسمان ہل جائیں قل هاتوا برهانکم ان کنتم صٰدقین[1] لاؤ اپنی دلیل اگر سچے ہو، فان لم یاتوا بالشهداء فاولٰئك عند الله هم الكٰذبون[2] پھر جب وہ گواہان عادل نہ لاسکے تو جو ایسا دعوٰی کریں اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں، وقد خاب من افترٰی[3] خاب وخاسر ہوا جس نے افتراء باندھا۔ حضرت رفیع رفاعی کی قطبیت سے کسے انکار ہے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے وصال اقدس کے بعد حضرت سیدی علی بن ہیتی رضی اللہ تعالٰی عنہ قطب ہوئے اور سرکار غوثیت کی عطا سے حضرت خلیل صرصری اپنی موت سے سات دن پہلے مرتبہ قطبیت پر فائز ہوئے۔ حضرت علی بن ہیتی کا وصال وصالِ اقدس سرکار غوثیت سے تین سال بعد ۵۶۴ھ میں ہے، پھر حضرت سید رفاعی قطب ہوئے

---

[1] ابن خلکان کی روایت میں چند مہینے ہی کے تھے زیادہ سے زیادہ، یا ابھی پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔

حیث قال احمد بن ابی الحسن المعروف بابن الرفاعی توفی یوم الخمیس الثانی والعشرین من جمادی الاولٰی سنة ثمان وسبعین وخمسمائة بام عبیدة وھو فی عشر السبعین رحمه الله تعالٰی[4]۔	اس نے کہا کہ احمد بن ابو الحسن جو کہ ابن رفاعی کے نام سے مشہور ہیں، کا وصال ۲۲ جمادی الاولٰی ۵۷۸ھ بروز جمعرات ام عبیدہ کے مقام پر ہوا، چنانچہ آپ ستر کی دہائی میں ہوئے رحمہ اللہ تعالٰی۔ (ت)

مگر روایت بہجۃ الاسرار شریف عنقریب آتی ہے اس پر ۵۶۱ھ میں سات آٹھ برس کے ہونگے انتہا درجہ دس سال کے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۱
[2] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۳
[3] القرآن الکریم ۲۰/ ۶۱
[4] وفیات الاعیان ترجمہ ۷ ابن الرفاعی دار الثقافۃ بیروت ۱/ ۱۷۲

www.alahazratnetwork.org

اور ۵۶۴ھ میں وصال ہوا۔ بہجۃ مبارکہ میں ہے :

الشیخ علی بن الھیتی رضی اللہ تعالٰی عنہ احد من تذکر عنہ القطبیۃ سکن بلدۃ من اعمال نھر الملک الی ان مات بھا سنۃ اربع وستین وخمسمائۃ۔[1]

جن کی قطبیت کا ذکر کیا جاتا ہے ان میں سے ایک شیخ علی بن ہیتی رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں جو نہر الملک کے ایک قریہ میں سکونت پذیر تھے یہاں تک کہ اسی قریہ میں ۵۶۴ھ میں وصال فرمایا۔ (ت)

اُسی میں ہے :

الشیخ احمد بن ابی الحسن الرفاعی احد من تذکر عنہ القطبیۃ سکن بام عبیدۃ قریۃ بارض البطائح الی ان مات بھا فی سنۃ ثمان وسبعین وخمسمائۃ وقد ناھز الثمانین۔[2]

جن کی قطبیت کا ذکر کیا جاتا ہے ان میں سے ایک شیخ احمد بن ابوالحسن رفاعی ہیں جو سرزمین بطائح کے قریہ ام عبیدہ میں ساکن تھے اور وہاں ہی ۵۷۸ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ نے اسّی برس کے قریب عمر پائی۔ (ت)

اُسی میں ہے حضرت شیخ جاکیر مرید جلیل تاج العارفین ابوالوفا نے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی رفعتِ شان و بے مثلی بیان کرکے فرمایا :

منہ انتقلت القطبیۃ الی سیدی علی بن الھیتی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[3]

ان سے قطبیت میرے سردار شیخ علی بن ہیتی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف منتقل ہوئی۔ (ت)

اُسی میں ہے :

اخبرنا الشیخ الشریف ابوجعفر محمد بن ابی القاسم العلوی الحسنی قال اخبرنا الشیخ العارف ابوالخیر محمد بن محفوظ قال کنت انا (وفلان وفلان عد عشرۃ انفس من طالبی الاٰخرۃ وثلثۃ من اھل الدنیا) حاضرین

ہمیں شیخ شریف ابوجعفر محمد بن ابوالقاسم علوی حسنی نے بحوالہ شیخ ابوالخیر خبر دی کہ ایک روز عارف باللہ محمد بن محفوظ اور دس حضرات اور طالبانِ آخرت اور تین شخص طالبانِ وزارت وغیرہا مناصب دنیا حاضر بارگاہ عالم پناہ سرکار غوثیت تھے حضور نے

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر الشیخ علی بن الھیتی دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۲۸۹ تا ۲۹۴
[2] بہجۃ الاسرار ذکر الشیخ احمد بن ابی الحسن الرفاعی مصطفی البابی مصر ص ۲۳۵ تا ۲۳۷
[3] " ذکر الشیخ جاکیر رضی اللہ عنہ " " " ص ۱۶۹

www.alahazratnetwork.org

عند شیخنا الشیخ محی الدین عبد القادر الجیلی رضی اللہ تعالٰی عنہ فقال لیطلب کل منکم حاجۃ اعطیہا لہ (فذکروا حوائجہم منہا) قال الشیخ خلیل بن الصرصری ارید ان لا اموت حتی انال مقام القطبیۃ قال فقال الشیخ عبد القادر رضی اللہ تعالٰی عنہ "کلا نمد ھٰؤلاء وھٰؤلاء من عطاء ربک وما کان عطاء ربک محظورا۔" قال فواللہ لقد نالوا کلہم ما طلبوا۔[1]

ارشاد فرمایا ہر ایک اپنی حاجت عرض کرے میں اُسے عطا فرماؤں، سب نے اپنی اپنی دینی و دنیوی مرادیں عرض کیں، ان میں شیخ خلیل صرصری کی عرض یہ تھی کہ میں اپنی زندگی میں مرتبۂ قطبیت پاؤں۔ حضور نے فرمایا "ہم ان کی اور انکی سب کی مدد کرتے ہیں رب کی عطا سے اور تیرے رب کی عطا پر روک نہیں۔" عارف موصوف فرماتے ہیں خدا کی قسم جس نے جو مانگا تھا پایا۔

اُسی میں حضرت سیدی ابوعمرو عثمٰن بن یوسف و حضرت علی بن سلیمٰن خبّاز و حضرت ابو الغیث ابن جمیل یمنی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہے کہ ان سب نے فرمایا:

قطب الشیخ خلیل الصرصری رحمہ اللہ تعالٰی قبل موتہ بسبعۃ ایام۔[2]

حضرت خلیل صرصری اپنی موت سے سات دن پہلے قطب کئے گئے۔

یہ قطبیت بمعنی غوثیت ہے اور اقطاب اصحابِ خدمت کو بھی کہتے ہیں جو ہر شہر و ہر لشکر میں ہیں، شک نہیں کہ ہر غوث اپنے دورہ میں ان سب اقطاب کا افسر و سرور ہے کہ وہ تمام اولیائے دورہ کا سردار ہوتا ہے تو اس معنٰی پر ہر قطب یعنی غوث قطب الاقطاب ہے بلکہ غوث کے نیچے جو عہدہ داران تمام اصحابِ خدمت کا افسر ہو باین معنٰی قطب الاقطاب ہے مگر قطب الاقطاب بمعنی اوّل یعنی غوث الاغواث کہ دوروں کے غوثوں کا غوث ہو غوثوں کو غوثیت اسی کی عطا سے ملتی ہو اور غوث اپنے اپنے دورے میں اسی کی نیابت سے غوثیت کرتے ہوں وہ سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بعد حضور پُر نور محی الشریعۃ والطریقۃ والحقیقۃ والدین ابو محمد ولی الاولیاء، امام الافراد، غوث الاغواث، غوث الثقلین، غوث الکل، غوث اعظم سیدنا شیخ عبد القادر حسنی حسینی جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں اور تا ظہور سیدنا امام مہدی رضی اللہ تعالٰی عنہ یہ مرتبۂ عظمٰی اسی سرکار غوثیت بار کے لئے رہے گا۔ حضرت رفاعی اور ان کے امثال قبل و بعد کے قطبوں کو حضور پر تفضیل دینی ہوس باطل ونقصان دینی ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ اس کے بیان کو ہم چند احادیث مرفوعۃ الاسانید امام اجل اوحد

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر فصول من کلامہ مرصعا بشیئ من عجائب احوالہ مختصرًا مصطفی البابی مصر ص ۳۰ و ۳۱
[2] " " " " " " " " " " " " " " " ص ۳۲

www.alahazratnetwork.org

سیدی نورالملۃ والدین ابوالحسن علی شطنوفی قدس سرہ الشریف کی کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار معدن الانوار سے ذکر کرتے ہیں اور اس سے پہلے اتنا واضح کردیں کہ یہ امام جلیل صرف دو واسطے سے حضور سرکار غوثیت کے مستفیضین بارگاہ میں ہیں ان کو محدث جلیل القدر ابوبکر محمد ابن امام حافظ تقی الدین انماطی سے تلمذ ہے اُن کو امام اجل شہیر علامہ موفق الدین ابن قدامہ مقدسی سے ان کو حضور قطب الاقطاب غوث الاغواث غوث الثقلین غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، نیز ان کو امام قاضی القضاۃ محمد ابن امام ابراہیم بن عبدالواحد مقدسی سے ان کو امام ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن منصور نقیب السادات سے ان کو حضور سید السادات سے، نیز ان کو شیخ جنید ابومحمد حسن بن علی لخمی سے ان کو ابوالعباس احمد بن علی دمشقی سے ان کو سرکار غوثیت سے، نیز ان کو امام صفی الدین خلیل بن ابی بکر مراغی و امام عبدالواحد بن علی بن احمد قرشی سے ان دونوں کو امام اجل ابونصر موسٰی سے ان کو اپنے والد ماجد حضور سیدنا غوث اعظم سے، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین، اور ان کے سوا اور بہت طرق سے ان امام جلیل کی سند حضور تک ثنائی یعنی صرف دو واسطے سے ہے، ۷۱۳ھ میں ان کا وصال شریف ہے، اکابر اجلّہ نے انھیں امام مانا یہاں تک کہ امام فنِ رجال شمس ذہبی نے باآنکہ **اوّلاً** ان کی نگاہ درباره رجال کس درجہ بلند و دشوار پسند واقع ہوئی ہے۔

ثانیاً انھیں حضرات صوفیہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم اور اُن کے علوم الٰہیہ سے بہت کم عقیدت بلکہ تقریباً بالکلیہ مجانبت ہے۔

ثالثاً اشاعرہ کے ساتھ اُن کا برتاؤ معلوم ہے خود اُن کے تلمیذ اجل امام تاج الدین سبکی ابن امام اجل برکۃ الانام تقی الملۃ والدین علی بن عبدالکافی قدس سرہما نے تصریح فرمائی کہ شیخنا الذھبی اذا مر باشعری لایبقی ولایذر[1] ہمارے استاذ ذہبی جب کسی اشعری پر گزرتے ہیں تو کچھ نہیں رکھتے کچھ باقی نہیں چھوڑتے۔ اور امام اجل صاحب بہجہ اشعری ہی ہیں۔

رابعاً معاصرت دلیل منافرت ہے اور ذہبی ان امام جلیل کے زمانے میں تھے ان کی مجلس مبارک میں حاضر ہوئے ہیں بایں ہمہ اُن کے مداح ہوئے اور اپنی کتاب طبقات المقرئین میں ان کو الامام الاوحد کے لفظ سے یاد فرمایا یعنی امام یکتا، امام الشان ذہبی کے یہ دو لفظ تمام مدائح و مدارج توثیق و تعدیل و اعتماد و تعویل کو جامع ہیں فرماتے ہیں:

علی بن یوسف بن جریر اللخمی الشطنوفی — علی بن یوسف بن جریر لخمی شطنوفی امام یکتا

---

[1]

www.alahazratnetwork.org

الامام الاوحد المقری نور الدین شیخ القراء بالدیار المصریة ابو الحسن اصله من الشام ومولده بالقاهرة سنة اربع واربعین وستمائة وتصدر للاقراء والتدریس بالجامع الازهر وقد حضرت مجلس اقرائه واستأنست بسمته وسکوته[1]

صاحبِ تعلیم فرقانِ حمید تمام بلادِ مصر میں شیخ القراء ابوالحسن کنیت ان کی اصل شام سے اور ولادت قاہرہ میں ۶۴۴ھ چھ سو چوالیس میں پیدا ہوئے اور جامع ازہر میں درس وتعلیم کی صدارت فرمائی میں اُن کی مجلسِ درس میں حاضر ہوا اور اُن کی روش وخاموشی سے انس پایا۔

امام جلیل عبداللہ بن اسعد یافعی قدس سرہ الشریف مرآۃ الجنان میں فرماتے ہیں:

اما کراماته رضی الله تعالٰی عنه فخارجة عن الحصر وقد ذکرت شیئا منها فی کتاب نشر المحاسن وقد اخبرنی من ادرکت من اعلام الائمة الاکابر ان کراماته تواترت وقریب من التواتر ومعلوم بالاتفاق انه لم یظهر ظهور کراماته لغیره من شیوخ الآفاق وها انا اقتصر فی هذا الکتاب علی واحدة منها وهی ماروی الشیخ الامام الفقیه العالم المقری ابوالحسن علی بن یوسف بن جریر بن معضاد الشافعی اللخمی فی مناقب الشیخ عبدالقادر رضی الله تعالٰی عنه بسنده من خمس طرق عن جماعة من الشیوخ الجلة اعلام الهدی العارفین المقتنین للاقتداء

یعنی حضور پُرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی کرامات شمار سے زیادہ ہیں انھیں سے کچھ ہم نے اپنی کتاب نشر المحاسن میں ذکر کیں اور جتنے مشاہیر اکابر اماموں کے وقت میں نے پائے سب نے مجھے یہی خبر دی کہ سرکار غوثیت کی کرامات متواتر یا قریب تواتر ہیں اور بالاتفاق ثابت ہے کہ تمام جہان کے اولیاء میں کسی سے ایسی کرامتیں ظاہر نہ ہوئیں جیسی حضور پُرنور سے ظہور میں آئیں اس کتاب میں اُن میں سے صرف ایک ذکر کرتا ہوں وہ جسے روایت کیا شیخ امام فقیہ العالم مقری ابوالحسن علی بن یوسف بن جریر بن معضاد شافعی لخمی نے مناقب حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ (کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف) میں اپنی پانچ سندوں سے اور عظیم اولیاء ہدایت کے نشانوں عارفین باللہ کی ایک جماعت (یعنی سیدی عمران کیمیاتی وسیدی عمر بزار وسیدی ابوالسعود

---

[1] طبقات المقرئین

قالوا جاءت امرأۃ بولدھا الحدیث۔ مدل وسیّدی ابوالعباس احمد صرصری و امام اجل سیّدنا تاج الملۃ والدین ابوبکر عبدالرزاق وسیّدی امام ابوعبداللہ محمد بن ابی المعالی بن قائد اوانی رضی اللہ تعالٰی عنہم (وقد خرجت عن حق فیہ للہ عزوجل ولک) سے کہ ایک بی بی اپنا بیٹا خدمت اقدس سرکار غوثیت میں چھوڑ گئیں کہ اس کا دل حضور سے گرویدہ ہے میں اللہ کے لئے اور حضور کے لئے اس پر اپنے حقوق سے درگزری حضور نے اسے قبول فرما کر مجاہدے پر لگادیا ایک روز اس کی ماں آئیں دیکھا لڑکا بھوک اور شب بیداری سے بہت زار نزار زرد رنگ ہوگیا ہے اور اُسے جَو کی روٹی کھاتے دیکھا، جب بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئیں دیکھا حضور کے سامنے ایک برتن میں مُرغی کی ہڈیاں رکھی ہیں جسے حضور نے تناول فرمایا ہے، عرض کی اے میرے مولٰی! حضور تو مرغ کھائیں اور میرا بچّہ جَو کی روٹی۔ یہ سُن کر حضور پُرنور نے اپنا دستِ اقدس اُن ہڈیوں پر رکھا اور فرمایا:

قومی باذن اللہ تعالٰی الذی یحیی العظام۔ جی اُٹھ اللہ کے حکم سے جو بوسیدہ ہڈیوں کو جِلائے گا۔

یہ فرمانا تھا کہ مرغی فوراً زندہ صحیح سالم کھڑی ہوکر آواز کرنے لگی، حضور اقدس نے فرمایا: جب تیرا بیٹا ایسا ہوجائے تو جو چاہے کھائے۔[1]

اور انھیں سب ائمہ عارفین نے فرمایا کہ ایک بار حضور کی مجلسِ وعظ پر ایک چیل چلاتی ہوئی گزری اُس کی آواز سے حاضرین کے دل مشوّش ہوئے حضور نے ہوا کو حکم دیا، اس چیل کا سر لے۔ فوراً چیل ایک طرف گری، اور اس کا سر دوسری طرف۔ پھر حضور نے کرسیِ وعظ سے اُتر کر اس چیل کو اٹھا کر اس پر دستِ اقدس پھیرا اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہا فوراً وہ چیل زندہ ہوکر سب کے سامنے اُڑتی چلی گئی۔[2]

؎ قادرا قدرت تو داری ہرچہ خواہی آں کُنی ۔۔۔ مُردہ را جانے دہی و زندہ را بے جاں کُنی

(اے قادر! تُو قدرت رکھتا ہے جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے، مردہ کو تو جان دیتا ہے اور زندہ کو بے جان کرتا ہے۔ ت)

امام محدث شیخ القرّاء شمس الملۃ والدین ابوالخیر محمد محمد محمد ابن الجزری رحمہ اللہ تعالٰی کتاب نہایۃ الدرایات

---

[1] مرآۃ الجنان سنۃ احدی وستین وخمس مائۃ ذکر نسبہ ومولدہ الخ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/۲۶۶ و ۲۶۷

[2] بہجۃ الاسرار فصول من کلامہ مرصعا بشیئ من عجائب احوالہ مختصراً مصطفی البابی مصر ص ۶۵

فی اسماء رجال القراءات میں فرماتے ہیں،

علی بن یوسف بن جریر بن فضل بن معضاد نورالدین ابوالحسن اللخمی الشطنوفی الشافعی الاستاذ المحقق الباسع شیخ الدیار المصریۃ ولد بالقاھرۃ سنۃ اربع واربعین وستمائۃ وتصدر للاقراء بالجامع الازھر وتکاثر علیہ الناس لاجل الفوائد والتحقیق وبلغنی انہ عمل علی الشاطبیۃ شرحًا فلوکان ظھر لکان من اجود شروحہا ولہ تعالیق مفیدۃ ، قال الذھبی وکان ذا عزام بالشیخ عبدالقادر الجیلی رضی اللہ تعالٰی عنہ جمع اخبارہ ومناقبہ فی ثلاث مجلدات ، قلت وھذا الکتاب موجود بالقاھرۃ بوقف الخانقاہ الصلاحیۃ واخبرنی بہ واجازہ شیخنا الحافظ محی الدین عبدالقادر الحنفی وغیرہ توفی یوم السبت اوان الظھر ودفن یوم الاحد العشرین من ذی الحجۃ سنۃ ثلٰث عشرۃ وسبعمائۃ رحمہ اللہ تعالٰی[1]

یعنی علی بن یوسف بن جریر بن فضل بن معضاد نورالدین ابوالحسن لخمی شطنوفی شافعی استاذ محقق بارع یعنی ایسے جلیل فضائل والے کہ انھیں دیکھ کر آدمی حیرت میں رہ جائے۔ تمام بلادِ مصریہ کے شیخ ۶۴۴ھ میں قاہرہ میں پیدا ہوئے اور جامع ازہر میں مسند درس پر جلوس فرمایا اور اُن کے فوائد وتحقیق کے باعث لوگوں کا اُن پر ہجوم ہوا اور مجھے خبر پہنچی ہے کہ شاطبیہ مبارکہ پر اُن کی شرح ہے اگر یہ شرح ملتی تو اُس کی سب شرحوں سے بہترین شروح میں ہوتی۔ انکے حواشی فائدہ بخش ہیں۔ ذہبی نے کہا اُن کو سرکار غوثیت سے عشق تھا۔ حضور کے حالات وکمالات تین مجلد میں جمع کئے ہیں۔ میں شمس جزری کہتا ہوں کہ یہ کتاب قاہرہ میں خانقاہ حضرت صلاح الدین انار اللہ برہانہ کے وقف میں موجود ہے۔ ہمارے استاذ حافظ الحدیث محی الدین عبدالقادر حنفی وغیرہ استاذوں نے ہمیں اس کتاب کی روایات کی خبر ومضامین کی اجازت دی۔ حضرت مصنف کتاب ممدوح کا روزِ شنبہ وقتِ ظہر وصال ہوا اور روزِ یکشنبہ بستم ذی الحجہ ۷۱۳ھ کو دفن ہوئے رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ۔

امام عمر بن عبدالوہاب عرضی حلبی نے اپنے نسخہ میں کتاب مبارک بہجۃ الاسرار شریف پر لکھا :

قد تتبعتہا فلم اجد فیہا نقلا الاولہ

یعنی بیشک میں نے اس کتاب بہجۃ الاسرار شریف کو

[1] نہایۃ الدرایات فی اسماء رجال القراءات

www.alahazratnetwork.org

فیہ متابعون وخالب ماا ورد ہ فیہا نقلہ الیافعی فی اسنی المفاخر و فی نشر المحاسن و روض الریاحین وشمس الدین الزکی الحلبی ایضا فی کتاب الاشراف واعظم شیئ نقل عنہ انہ احیی الموتی کاحیائہ الدجاجۃ ولعمری ان ہذہ القصۃ نقلہا تاج الدین السبکی و نقل ایضا عن ابن الرفاعی وغیرہ وانی لغبی جاہل حاسد ضیع عمرہ فی فہم ما فی السطور وقنع بذٰلک عن تزکیۃ النفس واقبالہا علی اللہ سبحٰنہ وتعالٰی وان یفہم ما یعطی اللہ سبحٰنہ و تعالٰی اولیاءہ من التصریف فی الدنیا و الاٰخرۃ ولہذا قال الجنید التصدیق بطریقتنا ولایۃ۔[1]

اوّل تا آخر جانچا تو اس میں کوئی روایت ایسی نہ پائی جسے اور متعدد اصحاب نے روایت نہ کیا ہو اور اسکی اکثر روایتیں امام یافعی نے اسنی المفاخر و نشر المحاسن و روض الریاحین میں نقل کیں۔ یوں ہی شمس الدین زکی حلبی نے کتاب الاشراف میں۔ اور سب سے بڑی چیز جو بہجہ شریفہ میں نقل کی حضور کا مُردے جلانا ہے جیسے وہ مرغ زندہ فرما دیا' اور مجھے اپنی جان کی قسم یہ روایت امام تاج الدین سبکی نے بھی نقل کی' اور یہ کرامت ابن الرفاعی وغیرہ اولیاء سے بھی منقول ہوئی' اور کہاں یہ منصب کسی غبی جاہل حاسد کو جس نے اپنی عمر تحریر سطور کے سمجھنے میں کھوئی اور تزکیہ نفس و توجہ الی اللہ چھوڑ کر اسی پر بس کی کہ اُسے سمجھ سکے جو کچھ تصرفوں کی قدرت اللہ عزّوجل اپنے محبوبوں کو دُنیا و آخرت میں عطا فرماتا ہے۔ اسی لئے سیدنا جنید رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا، ہمارے طریقے کا سچ ماننا بھی ولایت ہے۔

اقول بحمداللہ تعالٰی یہ تصدیق ہے امام مصنف قدس سرہٗ کے اُس ارشاد کی کہ خطبہ بہجہ کریمہ میں فرمایا کہ،

لخصتہ کتابا مفردا مرفوع الاسانید معتمدا فیہا علی الصحۃ دون

یعنی میں نے اُسے کتاب یکتا کرکے مہذب و منقح فرمایا اور اس کی سندیں منتہا تک پہنچائیں جن میں خاص اس صحت پر اعتماد کیا کہ شذوذ

عــہ یرید تکملتہ ۱۲ منہ غفرلہ

---

[1] حاشیۃ امام عمر بن عبدالوہاب علی بہجۃ الاسرار

www.alahazratnetwork.org

الشــاذ ۔[1]

سے منزہ ہو یعنی خالص صحیح و مشہور روایات لیں جن میں نہ ضعیف ہے نہ غریب شاذ۔ والحمدللہ رب العالمین۔

امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی رحمہ اللہ تعالٰی حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاہرہ میں فرماتے ہیں :

علی بن یوسف بن جریر اللخمی الشطنوفی الامام الاوحد نور الدین ابو الحسن شیخ القراء بالدیار المصریۃ ولد بالقاھرۃ سنۃ اربع اربعین وستمائۃ و تصدر للاقراء بالجامع الازھر وتکاثر علیہ الطلبۃ مات فی ذی الحجۃ سنۃ ثلاث عشر وسبعمائۃ۔[2]

علی بن یوسف بن جریر لخمی شطنوفی امام یکتا نور الدین ابو الحسن دیارِ مصر میں شیخ القراء قاہرہ میں ۶۴۴ھ میں پیدا ہوئے، اور جامع ازہر میں مسندِ تدریس پر جلوس فرمایا طلبہ کا اُن پر ہجوم ہوا، ذی الحجہ ۷۱۳ھ میں انتقال فرمایا۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ زبدۃ الآثار میں فرماتے ہیں :

بہجۃ الاسرار من تصنیف الشیخ الامام الاجل الفقیہ العالم المقری الاوحد البارع نور الدین ابی الحسن علی بن یوسف الشافعی اللخمی وبینہ وبین الشیخ واسطتان۔[3]

بہجۃ الاسرار تصنیف شیخ امام اجل فقیہ عالم مقری یکتا بارع نور الدین ابو الحسن علی بن یوسف شافعی لخمی اُن میں اور حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ میں دو واسطے ہیں۔

نیز اپنے رسالہ صلاۃ الاسرار میں فرماتے ہیں :

کتاب عزیز بہجۃ الاسرار و معدن الانوار معتبر و مقرر و مشہور و مذکور ست و مصنف آں کتاب از مشاہیر مشائخ و علمائے میان وے وحضرت شیخ رضی اللہ تعالٰی عنہ دو واسطہ است و مقدم است بر امام عبداللہ یافعی

کتاب عزیز بہجۃ الاسرار و معدن الانوار "قابل اعتبار" پختہ اور مشہور و معروف ہے۔ اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ مشہور علماء و مشائخ میں سے ہیں۔ آپ کے اور سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے درمیان دو واسطے ہیں، آپ امام عبداللہ

---

[1] بہجۃ الاسرار   خطبۃ الکتاب   مصطفی البابی مصر   ص ۲
[2] حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاہرۃ
[3] زبدۃ الآثار   مقدمۃ الکتاب   بکسنگ کمپنی واقع جزیرہ   ص ۵

www.alahazratnetwork.org

رحمۃ اللہ علیہ کہ ایشاں نیز از منتسبان سلسلہ ومحبان جناب غوث الاعظم اند[1]

یافعی علیہ الرحمہ پر مقدم ہیں۔ امام یافعی علیہ الرحمہ بھی سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سلسلہ عالیہ سے نسبت رکھنے والوں اور آپ سے محبت رکھنے والوں میں سے ہیں (ت)

اُسی میں ہے:

ایں فقیر در مکہ معظمہ بود در خدمت شیخ اجل اکرم اعدل شیخ عبدالوہاب متقی کہ مرید امام ہمام حضرت شیخ علی متقی قدس اللہ سرہما بودند فرمودند بہجۃ الاسرار کتاب معتبرست، ما نزدیک ایں زمان مقابلہ کردہ ایم وعادت شریف چناں بود کہ اگر کتابے مفید ونافع باشد مقابلہ می کردند وتصحیح می نمودند دریں وقت کہ فقیر رسید بمقابلہ بہجۃ الاسرار مشغول بودند[2]

یہ فقیر مکہ مکرمہ میں انتہائی جلالت، کرم اور عدل کے مالک شیخ عبدالوہاب متقی کی خدمت اقدس میں حاضر تھا جو امام ہمام حضرت شیخ علی متقی قدس اللہ سرہٗ کے مرید ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا کہ "بہجۃ الاسرار" ہمارے نزدیک معتبر کتاب ہے جس کا ہم نے حال ہی میں مقابلہ کیا ہے۔ آپ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ اگر کوئی کتاب فائدہ مند اور نفع بخش ہوتی تو اسکا مقابلہ کرتے اور تصحیح فرماتے تھے، جس وقت یہ فقیر وہاں پہنچا تو آپ بہجۃ الاسرار کے مقابلہ میں مصروف تھے۔ (ت)

الحمدللہ ان عبارات ائمہ واکابر سے واضح ہوا کہ امام ابوالحسن علی نورالدین مصنف کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار امام اجل امام یکتا محقق بارع فقیہ شیخ القراء منجملہ مشاہیر مشائخ وعلما ہیں، اور یہ کتاب مستطاب معتبر ومعتمد کہ اکابر ائمہ نے اس سے استناد کیا اور کتب حدیث کی طرح اس کی اجازتیں دیں۔ کتب مناقب سرکار غوثیت میں باعتبار علوّ اسانید اس کا وہ مرتبہ ہے جو کتب حدیث میں موطائے امام مالک کا۔ اور کتب مناقب اولیاء میں باعتبار صحت اسانید اس کا وہ مرتبہ ہے جو کتب حدیث میں صحیح بخاری کا بلکہ صحاح میں بعض شاذ بھی ہوتی ہیں اور اس میں کوئی حدیث شاذ بھی نہیں، امام بخاری نے صرف صحت کا التزام کیا اور اس امام جلیل نے صحت وعدم شذوذ دونوں کا، اور بشہادت علامہ عمر حلبی وہ التزام تام ہوا کہ اس کی ہر حدیث

---

[1] رسالہ صلوٰۃ الاسرار

[2] " " "

www.alahazratnetwork.org

کے لئے متعدد متابع موجود ہیں والحمد للہ رب العالمین ایسے امام اجل اوحد نے ایسی کتاب جلیل معتمد میں جو احادیث صحیحہ اس باب میں روایت فرمائی ہیں یہاں عدد مبارک قادریت سے تبرک کے لئے ان سے گیارہ حدیثیں ذکر کرکے باذنہٖ تعالٰی برکاتِ دارین لیں وباللہ التوفیق۔

حدیث اوّل: قال رضی اللہ تعالٰی عنہ اخبرنا ابو محمد سالم بن علی الدمیاطی قال اخبرنا الاشیاخ الصلحاء قدوۃ العراق الشیخ ابو طاھر بن احمد الصرصری والشیخ ابو الحسن الخفاف البغدادی والشیخ ابو حفص عمر البریدی والشیخ ابو القاسم عمر الدردانی والشیخ ابو الولید زید بن سعید والشیخ ابو عمرو عثمٰن بن سلیمٰن قالوا اخبرنا (الشیخان) ابو الفرج عبد الرحیم و ابو الحسن علی ابنا اخت الشیخ القدوۃ احمد الرفاعی رضی اللہ تعالٰی عنہ قالا کنا عند شیخنا الشیخ احمد بن الرفاعی بزاویتہٖ بام عبیدۃ فمد عنقہ وقال علٰی رقبتی فسألناہ عن ذٰلک فقال قد قال الشیخ عبد القادر الاٰن ببغداد قدمی ھٰذہٖ علٰی رقبۃ کل ولی للہ۔[1]

مصنف رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا کہ ہم سے ابو محمد سالم بن علی دمیاطی نے حدیث بیان کی کہا ہم کو خبر دی مشائخ کرام پیشوایانِ عراق حضرت ابو طاہر صرصری و ابو الحسن خفاف و ابو حفص بریدی و ابو القاسم عمرو و ابو الولید زید و ابو عمرو عثمان بن سلیمان نے خبر دی ان سب نے فرمایا کہ ہم کو حضرت سیدی احمد رفاعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے دونوں بھانجوں حضرت ابو الفرج عبد الرحیم و ابو الحسن علی نے خبر دی کہ ہم اپنے شیخ حضرت رفاعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس اُن کی خانقاہ مبارک میں کہ ام عبیدہ میں ہے حاضر تھے حضرت رفاعی نے اپنی گردن مبارک بڑھائی اور فرمایا: علٰی رقبتی میری گردن پر۔ ہم نے اس کا سبب پوچھا، فرمایا: اسی وقت حضرت شیخ عبد القادر نے بغداد میں فرمایا ہے کہ میرا یہ پاؤں تمام اولیاء اللہ کی گردن پر۔

حدیث دوم: (قال قدس سرہ) اخبرنا الشریف الجلیل ابو عبد اللہ محمد بن الخضر بن عبد اللہ بن یحیٰی بن محمد الحسینی الموصلی قال، اخبرنا ابو الفرج عبد المحسن ولیشی حسن بن محمد بن احمد بن

مصنف قدس سرہٗ نے کہا کہ ہم سے شریف جلیل ابو عبد اللہ محمد بن خضر بن عبد اللہ بن یحیٰی بن محمد حسینی موصلی نے حدیث بیان کی کہ ہم کو شیخ ابو الفرج عبد المحسن حسن بن محمد بن احمد بن دویرہ مقری حنبلی نے خبر دی کہ شیخ ابو بکر عتیق بن ابو الفضل محمد بن عثمٰن بن

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر من حنا رأسہ من المشایخ عندما قال ذٰلک الشیخ الخ مصطفٰی البابی مصر ص ۱۴

www.alahazratnetwork.org

الدويرة المقرى الحنبلى البصرى قال، قال الشيخ ابوبكر عتيق بن ابى الفضل محمد بن عثمٰن بن ابى الفضل البند لجى الاصل البغدادى المولد والدار والازجى المعروف بعتوق زرت الشيخ سيدى احمد بن ابى الحسن الرفاعى رضى اللّٰه عنه بام عبيدة فسمعت اكابر اصحابه و قدماء مريديه يقولون، كان الشيخ يومًا جالسًا فى هذا الموضع، فحنا رأسه وقال، على رقبتى، فسألوه عن ذٰلك فقال، قد قال الشيخ عبد القادر الاٰن ببغداد، قدمى هذه على رقبة كل ولى للّٰه، فارخنا ذٰلك الوقت فكان كما قال فى ذٰلك الوقت بعينه۔[1]

ابو الفضل بند لجی الاصل بغدادی المولد ازجی المعروف بعتوق نے کہا کہ میں نے شیخ احمد بن ابو الحسن رفاعی رضی اللہ عنہ کی ام عبیدہ میں زیارت کی تو میں نے آپ کے اکابر اصحاب اور قدیم مریدوں کو کہتے ہوئے سُنا کہ آج شیخ اس جگہ (برآمدے کی طرف انھوں نے اشارہ کیا) تشریف فرما تھے کہ اپنا سر جھکا دیا اور فرمایا کہ میری گردن پر۔ جب آپ سے لوگوں نے اس کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ ابھی ابھی بغداد میں شیخ سید عبد القادر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا ہے: میرا یہ پاؤں ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔ ہم نے اس تاریخ کو محفوظ رکھا تو جیسا آپ نے کہا بعینہٖ وہ اسی وقت میں رونما ہوا تھا۔(ت)

حدیث سوم: اخبرنا الشیخ الصالح ابو حفص عمر بن ابی المعالی نصر بن محمد بن احمد القرشی الهاشمی الطفسونجی المولد والدار الشافعی قال، اخبرنا الشیخ الاصیل الصالح ابو عبد اللّٰه محمد بن ابی الشیخ الصالح ابی حفص عمر بن الشیخ القدوة ابی محمد عبد الرحمٰن الطفسونجی قال: اخبرنا ابو حفص قال، حنا ابی یومًا عنقه بین اصحابه بطفسونج وقال، علی رأسی، فسألناه فقال، قد قال الشیخ عبد القادر الاٰن

ہمیں شیخ صالح ابو حفص عمر بن ابو المعالی نصر بن محمد بن احمد قرشی ہاشمی طفسونجی شافعی نے خبر دی کہ ہم سے شیخ اصیل صالح ابو عبد اللہ محمد بن ابو الشیخ صالح ابو حفص عمر بن شیخ القدوہ ابو محمد عبد الرحمٰن طفسونجی نے حدیث بیان کی کہ ہم سے ابو عمر نے حدیث بیان کی کہ ایک دن طفسونج میں میرے والد نے اپنے مریدوں کے درمیان گردن جھکائی اور کہا کہ میرے سر پر۔ ہمارے پوچھنے پر فرمایا کہ ابھی شیخ سید عبد القادر علیہ الرحمۃ نے بغداد میں فرمایا ہے کہ میرا یہ پاؤں ہر ولی اللہ کی گردن

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر من حنا رأسہ من المشائخ عندما قال ذٰلک الشیخ الخ مصطفٰے البابی مصر ص ۱۳

www.alahazratnetwork.org

ببغداد: قدمی هذه علی رقبة کل ولی اللّٰه، فأرخناه عندنا، ثم جاء الخبر من بغداد انه قال ذٰلک فی الیوم الذی أرخناه[1]۔

پر ہے۔ ہم نے اپنے پاس تاریخ نوٹ کرلی پھر بغداد سے خبر موصول ہوئی کہ شیخ عبدالقادر علیہ الرحمۃ نے بالکل اسی دن یہ اعلان فرمایا تھا جو تاریخ ہم نے نوٹ کر رکھی تھی۔ (ت)

حدیث چہارم: اخبرنا الفقیه ابوعلی اسحٰق بن علی بن عبداللّٰه بن عبدالدائم بن صالح الهمدانی الصوفی الشافعی المحدث قال: اخبرنا الشیخ الجلیل الاصل ابومحمد عبداللطیف ابن الشیخ ابی النجیب عبدالقاهر بن عبداللّٰه بن محمد بن عبداللّٰه السهروردی ثم البغدادی الفقیه الشافعی الصوفی قال: حضر ابی ابوالنجیب ببغداد بمجلس الشیخ عبدالقادر رضی اللّٰه عنهما، فقال الشیخ عبدالقادر: قدمی هٰذه علی رقبة کل ولی اللّٰه، فطأطأ ابی رأسه حتی کادت تبلغ الارض، وقال علی رأسی علی رأسی علی رأسی یقولها ثلاثا[2]۔

ہم سے فقیہ ابوعلی اسحاق بن علی بن عبداللہ بن عبدالدائم بن صالح ہمدانی صوفی شافعی محدث نے حدیث بیان کی کہ ہم سے شیخ جلیل الاصل ابومحمد عبداللطیف بن شیخ ابوالنجیب عبدالقاہر بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ سہروردی ثم بغدادی فقیہ شافعی صوفی نے حدیث بیان کی کہ میرے والد ماجد ابوالنجیب بغداد میں شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی مجلس میں حاضر تھے شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس مجلس میں فرمایا: میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔ تو میرے والد نے اس حد تک سر جھکایا کہ وہ زمین کے قریب جا پہنچا اور تین بار کہا: میرے سر پر، میرے سر پر، میرے سر پر۔ (ت)

عــه **نوٹ:** اعلٰیحضرت علیہ الرحمۃ نے تصریح فرمائی کہ یہاں ہم بہجۃ الاسرار سے گیارہ[11] حدیثیں ذکر کریں گے مگر حدیث دوم، سوم اور چہارم تین حدیثیں اصل (فتاوٰی رضویہ قدیم جلد ۱۲) میں موجود نہیں ہیں بلکہ ان کی جگہ بیاض چھوڑا ہوا ہے۔ حدیث دوم کی سند کا ابتدائی حصہ اصل میں مذکور ہونے کی وجہ سے اس کی نشان دہی ہوگئی مگر حدیث سوم و چہارم کے بارے میں معلوم نہیں ہوسکا کہ وہ کون سی تھیں، تاہم احادیث مذکورہ کے مضمون کو دیکھتے ہوئے حدیث دوم کے متصل بعد والی دو حدیثیں ہم نے بہجۃ الاسرار سے نقل کردی ہیں جن کا مضمون کافی حد تک احادیث مذکورہ سے یگانگت رکھتا ہے۔ اس طرح گیارہ[11] احادیث پوری ہوگئیں۔ واللہ تعالٰی اعلم بحقیقۃ الحال۔ (مترجم)

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر من حنا رأسہ من المشائخ عندما قال ذالک الشیخ الخ مصطفی البابی مصر ص ۱۳

[2] " " " " " " " " " " " " " " " " " ص ۱۳ و ۱۴

www.alahazratnetwork.org

حدیث پنجم: واخبرنا الفقیه الجلیل ابوغالب رزق الله ابن ابی عبدالله محمد بن یوسف الرقی قال اخبرنا الشیخ الصالح ابو اسحٰق ابراهیم الرقی قال اخبرنا منصور قال اخبرنا القدوة الشیخ ابوعبدالله محمد بن ماجد الرقی ح واخبرنا عالیا ابوالفتوح نصرالله بن یوسف بن خلیل البغدادی المحدث قال اخبرنا الشیخ ابوالعباس احمد بن اسمٰعیل بن حمزة الازجی قال اخبرنا الشیخان ابوالمظفر منصور بن المبارك والامام ابومحمد عبدالله بن ابی الحسن الاصبهانی قالوا سمعنا السید الشریف الشیخ القدوة ابا سعید القیلوی رضی الله تعالٰی عنه یقول لما قال الشیخ عبدالقادر قدمی هذه علٰی رقبة کل ولی لله تجلی الحق عزوجل علٰی قلبه وجاءته خلعة من رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم علٰی ید طائفة من الملٰئکة المقربین والبسها بمحضر من جمیع الاولیاء من تقدم منهم وما تاخر الاحیاء باجسادهم والاموات بارواحهم وکانت الملٰئکة ورجال الغیب حافین بمجلسه واقفین فی الهواء صفوفا حتی استد الافق بهم ولم یبق ولی فی الارض الا حنا عنقه۔[1]

مصنف قدس سرہ نے کہا کہ ہم سے فقیہ جلیل القدر رزق اللہ بن ابوعبداللہ محمد بن یوسف رقی نے حدیث بیان کی کہ ہم کو شیخ صالح ابواسحٰق ابراہیم رقی نے خبر دی کہ ہم کو منصور نے خبر دی کہ ہم کو شیخ امام ابوعبداللہ محمد بن ماجد رقی نے خبر دی۔ نیز ہمیں سند عالی سے ابوالفتح نصراللہ بن یوسف بن خلیل بغدادی محدث نے خبر دی کہ ہم کو شیخ ابوالعباس احمد بن اسمٰعیل بن حمزہ ازجی نے خبر دی کہ ہم کو شیخ ابوالمظفر منصور بن مبارک وامام ابومحمد عبداللہ بن ابی الحسن اصبہانی نے خبر دی ان سب حضرات نے فرمایا کہ ہم نے سید شریف شیخ امام ابوسعید قیلوی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو فرماتے سنا کہ جب حضرت شیخ عبدالقادر نے فرمایا کہ میرا یہ پاؤں ہر ولی اللہ کی گردن پر۔ اُس وقت اللہ عزوجل نے اُن کے قلب مبارک پر تجلی فرمائی اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک گروہ ملائکہ مقربین کے ہاتھ اُن کے لئے خلعت بھیجی اور تمام اولیائے اوّلین وآخرین کا مجمع ہوا جو زندہ تھے وہ بدن کے ساتھ حاضر ہوئے اور جو انتقال فرماگئے تھے اُن کی ارواح طیبہ آئیں، ان سب کے سامنے وہ خلعت حضرت غوثیت کو پہنایا گیا، ملائکہ اور رجال الغیب کا اُس وقت ہجوم تھا ہوا میں پَرے باندھے کھڑے تھے، تمام اُفق اُن سے بھر گیا تھا اور رُوئے زمین پر کوئی ولی ایسا نہ تھا جس نے گردن نہ جھکادی ہو۔ (ت) والحمدللہ رب العالمین ۔

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر اخبار المشائخ بالکشف عن ہیئۃ الحال حین قال ذلک مصطفی البابی مصر ص ۸ و ۹

www.alahazratnetwork.org

25

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا ۔۔۔ اُونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلٰی تیرا
سر بھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیسا تیرا ۔۔۔ اولیا ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا[1]
تاجِ فرقِ عرفا کس کے قدم کو کہئے ۔۔۔ سر جسے باج دیں وہ پاؤں ہے کس کا تیرا
گردنیں جھک گئیں سر بچھ گئے دل ٹوٹ گئے ۔۔۔ کشفِ ساق آج کہاں یہ تو قدم تھا تیرا[2]

حدیث ششم (قال اعلی اللہ تعالٰی مقاماتہ) اخبرنا ابو محمد الحسن بن احمد بن محمد وخلف بن احمد بن محمد الحریمی قال اخبرنا جدی محمد بن دلف قال اخبرنا الشیخ ابوالقاسم بن ابی بکر بن احمد قال سمعت الشیخ خلیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وکان کثیرا الرؤیا لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقلت لہ یارسول اللہ لقد قال الشیخ عبدالقادر قدمی ھذہ علٰی رقبۃ کل ولی اللہ، فقال صدق الشیخ عبدالقادر وکیف لا وھو القطب وانا ارعاہ[3]

مصنّف نے کہا (اللہ تعالٰی اس کے مرتبے بلند فرمائے) کہ ہم کو ابو محمد حسن بن احمد بن محمد اور خلف بن احمد بن محمد حریمی نے خبر دی کہ ہم کو میرے جد محمد بن دلف نے خبر دی کہ ہم کو شیخ ابوالقاسم بن ابی بکر احمد نے خبر دی کہ میں نے شیخ خلیفہ اکبر ملکی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سنا اور وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دیدار مبارک سے بکثرت مشرف ہوا کرتے تھے فرمایا خدا کی قسم بیشک میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا عرض کی یارسول اللہ! شیخ عبدالقادر نے فرمایا کہ میرا پاؤں ہر ولی اللہ کی گردن پر۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: عبدالقادر نے سچ کہا اور کیوں نہ ہو کر وہی قطب ہیں اور میں اُن کا نگہبان۔

کلب بابِ عالی عرض کرتا ہے الحمدللہ! اللہ نے ہمارے آقا کو اس کہنے کا حکم دیا، کہتے وقت انکے قلبِ مبارک پر تجلی فرمائی، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خلعت بھیجا، تمام اولیاء اوّلین وآخرین جمع کئے گئے، سب کے مواجہہ میں پہنایا گیا۔ ملائکہ کا جمگھٹ ہوا، رجال الغیب نے سلامی دی۔ تمام جہان کے اولیا نے گردنیں جھکا دیں۔ اب جو چاہے راضی ہو جو چاہے ناراض۔ جو راضی ہو اس کے لئے رضا جو ناراض ہو اس کیلئے ناراضی۔ جس کا جی چلے اس سے کہو موتوا بغیظکم ان اللہ علیم بذات

[1] حدائقِ بخشش وصل دوم در منقبت آقائے اکرم غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ مکتبہ رضویہ کراچی ص۳
[2] حدائقِ بخشش وصل سوم در حسن مفاخرت از سرکار قادریت رضی اللہ تعالٰی عنہ مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ص۸
[3] بہجۃ الاسرار ذکر اخبار المشائخ بالکشف عن ہیئۃ الحال حین قال ذٰلک مصطفی البابی مصر ص۱۰

www.alahazratnetwork.org

الصدور[۱] ۝ مرجاؤ اپنی جلن میں بے شک اللہ دلوں کی جانتا ہے۔ وللہ الحجۃ البالغۃ۔

حدیث ہفتم: (قال بیض اللہ تعالٰی وجہہ) اخبرنا الحسن بن نجیم الحورانی قال اخبرنا الشیخ العارف علی بن ادریس الیعقوبی قال سمعت الشیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالٰی عنہ یقول الانس لھم مشائخ والجن لھم مشائخ والملٰئکۃ لھم مشائخ وانا شیخ الکل قال وسمعتہ فی مرض موتہ یقول لاولادہ بینی وبینکم وبین الخلق کلھم بعد مابین السماء والارض لا تقیسونی باحد ولا تقیسوا علیّ اَحَدًا[۲]

مصنف نے کہا (اللہ تعالٰی اس کے چہرے کو روشن کرے) کہ ہم سے حسن بن نجیم حورانی نے حدیث بیان کی، کہا ہم کو ولیِ جلیل حضرت علی بن ادریس یعقوبی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے خبر دی، کہا میں نے حضرت سرکار غوثیت رضی اللہ تعالٰی عنہا کو سنا کہ فرماتے تھے، آدمیوں کے لئے پیر ہیں، قومِ جن کے لئے پیر ہیں، فرشتوں کے لئے پیر ہیں، اور میں سب کا پیر ہوں۔ اور میں نے حضور کو اس مرض مبارک میں جس میں وصالِ اقدس ہوا سنا کہ اپنے شاہزادگان کرام سے فرماتے تھے، مجھ میں اور تم میں اور تمام مخلوقاتِ زمانہ میں وہ فرق ہے جو آسمان و زمین میں۔ مجھے کسی کو نسبت نہ دو اور مجھے کسی پر قیاس نہ کرو۔

صدقت یاسیدنا وانت واللہ الصادق المصدوق۔

اے ہمارے آقا! آپ نے سچ کہا، خدا کی قسم! آپ صادق مصدوق ہیں (ت)

حدیث ہشتم: (قال طیب اللہ تعالٰی ثراہ) اخبرنا ابوالمعالی صالح بن احمد المالکی قال اخبرنا الشیخ ابوالحسن البغدادی المعروف بالخفاف والشیخ ابو محمد عبداللطیف البغدادی المعروف بالمطرز قال ابوالحسن اخبرنا شیخنا الشیخ ابوالسعود احمد بن ابی بکر الحریمی سنۃ ثمانین وخمسمائۃ وقال ابومحمد

مصنف (اللہ تعالٰی اس کی قبر کو خوشبودار بنائے) نے کہا کہ ہم کو ابوالمعالی صالح بن احمد مالکی نے خبر دی کہ ہم کو دو مشائخ کرام نے خبر دی، ایک شیخ ابوالحسن بغدادی معروف بہ خفاف، دوسرے شیخ ابو محمد عبداللطیف بغدادی معروف بہ مطرز۔ اول نے کہا ہمارے پیر و مرشد حضرت شیخ ابوالسعود احمد بن ابی بکر حریمی قدس سرہٗ نے ہمارے سامنے ۵۸۰ھ میں فرمایا، اور دوم نے کہا ہم کو ہمارے

---

[۱] القرآن الکریم ۳/۱۱۹

[۲] بہجۃ الاسرار ذکر کلمات اخبربہا عن نفسہ الخ مصطفی البابی مصر ص ۲۲ و ۲۳

www.alahazratnetwork.org

اخبرنا شیخنا عبدالغنی بن نقطۃ قال اخبرنا شیخنا ابو عمرو عثمٰن الصریفینی قالا واللہ ما اظہر اللہ تعالٰی ولا یظہر الی الوجود مثل الشیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالٰی عنہ[1]

مرشد حضرت عبدالغنی بن نقطہ نے خبر دی کہ اُن کے سامنے ان کے مرشد حضرت شیخ ابوعمرو عثمان صریفینی قدس سرہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم اللہ عزوجل نے اولیاء میں حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مثل نہ پیدا کیا نہ کبھی پیدا کرے۔

بقسم کہتے ہیں شاہانِ صریفین و حریم
کہ ہُوا ہے نہ ولی ہو کوئی ہمتا تیرا[2]

حدیث نہم: (قال رفع اللہ تعالٰی کتابہ فی علیین) اخبرنا الشیخ ابو المحاسن یوسف بن احمد البصری قال سمعت الشیخ العالم اباطالب عبدالرحمٰن بن محمد الہاشمی الواسطی قال سمعت الشیخ القدوۃ جمال الدین ابا محمد بن عبد البصری بہا یقول وقد سئل عن الخضر علیہ الصلٰوۃ والسلام أحی ھو ام میت قال اجتمعت بابی العباس الخضر علیہ الصلٰوۃ والسلام وقلت اخبرنی عن حال الشیخ عبدالقادر قال ھو فرد الاحباب وقطب الاولیاء فی ھذا الوقت وما ولّی اللہ تعالٰی ولیا الٰی مقام الا وکان الشیخ عبدالقادر اعلاہ ولا سقی اللہ حبیبا کأسا من حبہ الا وکان للشیخ عبدالقادر

مصنف (اللہ تعالٰی اس کے نامۂ اعمال کو علیین میں بلند کرے) نے کہا کہ ہم کو شیخ ابوالمحاسن یوسف بن احمد بصری نے خبر دی کہ میں نے شیخ ابوطالب عبدالرحمٰن بن محمد ہاشمی واسطی سے سُنا کہتے تھے میں نے شیخ امام جمال الملۃ والدین حضرت ابو محمد بن عبد بصری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بصرہ میں سنا، اُن سے سوال ہوا تھا کہ حضرت خضر علیہ الصلٰوۃ والسلام زندہ ہیں یا انتقال ہوا؟ فرمایا: میں حضرت خضر علیہ الصلٰوۃ والسلام سے ملا اور عرض کی: مجھے حضرت شیخ عبدالقادر کے حال سے خبر دیجئے۔ حضرت خضر نے فرمایا: وہ آج تمام محبوبوں میں یکتا اور تمام اولیاء کے قطب ہیں اللہ تعالٰی نے کسی ولی کو کسی مقام تک نہ پہنچایا جس سے اعلٰی مقام شیخ عبدالقادر کو نہ دیا ہو نہ کسی حبیب کو اپنا جامِ محبت پلایا جس سے خوشگوار تر شیخ عبدالقادر

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر فصول من کلامہ مرصعا بشیئ من عجائب احوالہ مختصراً مصطفی البابی مصر ص ۲۵

[2] حدائقِ بخشش فصل سوم در حسن مفاخرت از سرکار قادریت رضی اللہ عنہ مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ص

www.alahazratnetwork.org

اھناہ، ولا وھب اللہ لمقرب حالا الا وکان الشیخ عبد القادر اجلہ، وقد اودعہ اللہ تعالیٰ سرامن اسرارہ سبق بہ جمہور الاولیاء وما اتخذ اللہ ولیا کان او یکون الا وھو متأدب معہ الیٰ یوم القیٰمۃ[1]

لے نہ پایا ہو، کسی مقرب کو کوئی حال بخشا کہ شیخ عبد القادر اس سے بزرگ تر نہ ہوں۔ اللہ نے ان میں اپنا وُہ راز ودیعت رکھا ہے جس سے وہ جمہور اولیاء پر سبقت لے گئے، اللہ نے جتنوں کو ولایت دی اور جتنوں کو قیامت تک دے سب شیخ عبد القادر کے حضور ادب کئے ہُوئے ہیں۔

جو ولی قبل تھے یا بعد ہوئے یا ہوں گے
سب ادب رکھتے ہیں دل میں مرے آقا تیرا[2]

حدیث دہم: قال رفع اللہ تعالیٰ درجاتہ فی الفردوس اخبرنا الشریف ابو عبد اللہ محمد بن الخضر الحسینی الموصلی قال سمعت ابی یقول کنت یوما جالسا بین یدی سیدی الشیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فخطر فی قلبی زیارۃ الشیخ احمد رفاعی رضی اللہ عنہ فقال لی الشیخ احمد؟ قلت نعم فاطرق یسیرا، ثم قال لی یا خضر ھا الشیخ احمد فاذا انا بجانبہ فرأیت شیخا مھابا فقمت الیہ وسلمت علیہ فقال لی یا خضر ومن یری مثل الشیخ عبد القادر سید الاولیاء یتمنی رؤیۃ مثلی وھل انا الا من رعیتہ ثم غاب وبعد وفاۃ الشیخ انحدرت

مصنف نے کہا (اللہ تعالیٰ جنت فردوس میں اُن کے درجے بلند فرمائے) کہ ہم کو سید حسینی ابو عبد اللہ محمد بن خضر موصلی نے خبر دی کہ میں نے اپنے والد ماجد کو فرماتے سُنا کہ ایک روز میں حضرت سرکار غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور حاضر تھا میرے دل میں خطرہ آیا کہ شیخ احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کروں، حضور نے فرمایا، کیا شیخ احمد کو دیکھنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کی، ہاں۔ حضور نے تھوڑی دیر سر مبارک جھکایا پھر مجھ سے فرمایا، اے خضر! لو یہ ہیں شیخ احمد۔ اب جو میں دیکھوں تو اپنے آپ کو حضرت احمد رفاعی کے پہلو میں پایا اور میں نے اُن کو دیکھا کہ رُعب دار شخص ہیں میں کھڑا ہوا اور اُنھیں سلام کیا۔ اس پر حضرت رفاعی نے مجھ سے فرمایا، اے خضر! وہ جو شیخ عبد القادر

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر الشیخ ابو محمد القاسم بن عبد البصری مصطفی البابی مصر ص ۱۷۳

[2] حدائق بخشش وصل سوم در حسن مفاخرت سرکار قادریت رضی اللہ عنہ مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ص ۶

www.alahazratnetwork.org

من بغداد الى ام عبيدة لازوره فلما قدمت عليه اذا هو الشيخ الذي رأيته في جانب الشيخ عبد القادر رضي الله تعالى عنه في ذلك الوقت لم تجدد رؤيته عندي زيادة معرفة به فقال لي يا خضر الم يكفك الاولى[1]

کو دیکھے جو تمام اولیاء کے سردار ہیں وہ میرے دیکھنے کی تمنا میں تو انھیں کی رعیت میں سے ہوں۔ یہ فرما کر میری نظر سے غائب ہوگئے۔ پھر حضور سرکار غوثیت رضی اللہ تعالٰی عنہ کے وصال اقدس کے بعد بغداد شریف سے حضرت سیدی احمد رفاعی کی زیارت کو ام عبیدہ گیا انھیں دیکھا تو وہی شیخ تھے جن کو میں نے اُس دن حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پہلو میں دیکھا تھا۔ اس وقت کے دیکھنے نے کوئی اور زیادہ اُن کی شناخت مجھے نہ دی۔ حضرت رفاعی نے فرمایا، اے خضر! کیا پہلی تمھیں کافی نہ تھی!

حدیث یازدہم: (قال جمعنا الله تعالٰى واياه يوم الحشر تحت لواء الحضرة الغوثية) اخبرنا ابو القاسم محمد بن عُبادة الانصاري الحلبي قال سمعت الشيخ العارف ابا اسحٰق ابراهيم بن محمود البعلبكي المقرى قال سمعت شيخنا الامام ابا عبد الله محمد البطائحي قال انحدرت في حياة سيدي الشيخ محي الدين عبد القادر رضي الله تعالى عنه الى ام عبيدة واقمت برواق الشيخ احمد رضي الله تعالى عنه اياما فقال لي الشيخ احمد يوما اذكر لي شيئا من مناقب الشيخ عبد القادر وصفاته فذكرت له شيئا منها فجاء رجل في اثناء حديثي فقال لي مه لا تذكر عندنا مناقب غير مناقب هذا واشار الى الشيخ احمد فنظر

مصنف نے کہا (اللہ تعالٰی ہمیں اور اسے یوم محشر کو غوث اعظم کے جھنڈے کے نیچے جمع فرمائے) کہ ہم کو ابوالقاسم محمد بن عُبادہ انصاری حلبی نے خبر دی کہ میں نے شیخ عارف باللہ ابو اسحٰق ابراہیم بن محمود بعلبکی مقری کو فرماتے سنا، کہا میں نے اپنے مرشد امام ابو عبداللہ بطائحی کو سُنا کہ فرماتے تھے، میں حضور سرکار غوثیت رضی اللہ تعالٰی عنہ کے زمانے میں ام عبیدہ گیا اور حضرت سیدی احمد رفاعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خانقاہ میں چند روز مقیم رہا ایک روز حضرت رفاعی نے مجھ سے فرمایا ہمیں حضرت شیخ عبدالقادر کے کچھ مناقب و اوصاف سناؤ، میں نے کچھ مناقب شریفہ ان کے سامنے بیان کئے میرے اثنائے بیان میں ایک شخص آیا اور اُس نے مجھ سے کہا کیا ہے اور حضرت سید رفاعی کی طرف اشارہ کرکے کہا ہمارے سامنے اُن کے سوا کسی کے

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر احمد بن ابی الحسن الرفاعی مصطفٰی البابی مصر ص ۲۳۷، ۲۳۸

www.alahazratnetwork.org

الیہ الشیخ احمد مغضبا فوقع الرجل
من بین یدیہ میتا ثم قال ومن
یستطیع وصف مناقب الشیخ عبدالقادر
ومن یبلغ مبلغ الشیخ عبدالقادر
ذلک رجل بحر الشرعۃ عن
یمینہ و بحر الحقیقۃ عن
یسارہ من ایھما شاء اغترف
الشیخ عبدالقادر لاثانی لہ
فی عصرنا ھذا، قال و سمعتہ یوما
یوصی اولاد اختہ و اکابر
اصحابہ وقد جاء رجل
یودعہ مسافرا الی بغداد
قال لہ اذا دخلت الی بغداد
فلا تقدم علی زیارۃ الشیخ
عبدالقادر شیئا ان کان
حیا ولا علی زیارۃ قبرہ ان کان
میتا فقد اخذ لہ العھد ایما
رجل من اصحاب الاحوال
دخل بغداد ولم یزرہ سلب
حالہ ولو قبیل الموت، ثم قال
والشیخ محی الدین عبدالقادر
حسرۃ علی من لم یرہ[1] رضی اللہ عنہ۔

مناقب نہ ذکر کرو، یہ سنتے ہی حضرت سید رفاعی رضی اللہ
تعالٰی عنہ نے اُس شخص کو ایک غضب کی نگاہ سے دیکھا
کہ فوراً اس کا دم نکل گیا لوگ اس کی لاش اُٹھا کر
لے گئے، پھر حضرت سید رفاعی رضی اللہ تعالٰی عنہ
نے فرمایا شیخ عبدالقادر کے مناقب کون بیان کرسکتا
ہے، شیخ عبدالقادر کے مرتبہ کو کون پہنچ سکتا ہے،
شریعت کا دریا اُن کے دہنے ہاتھ پر ہے اور حقیقت
کا دریا اُن کے بائیں ہاتھ پر، جس میں سے چاہیں
پانی پی لیں، ہمارے اس وقت میں شیخ عبدالقادر
کا کوئی ثانی نہیں۔ امام ابوعبداللہ فرماتے ہیں ایک
دن میں نے حضرت رفاعی کو سنا کہ اپنے بھانجوں
اور اکابر مریدین کو وصیت فرماتے تھے ایک شخص
بغداد مقدس کے ارادے سے اُن سے رخصت
ہونے آیا تھا فرمایا جب بغداد پہنچو تو حضرت شیخ
عبدالقادر اگر دنیا میں تشریف فرما ہوں تو اُن کی
زیارت اور پردہ فرما جائیں تو اُن کے مزار مبارک
کی زیارت سے پہلے کوئی کام نہ کرنا کہ اللہ عزوجل
نے اُن سے عہد فرما رکھا ہے کہ جو کوئی صاحبِ حال
بغداد آئے اور اُن کی زیارت کو نہ حاضر ہو اُس کا
حال سلب ہوجائے اگرچہ اُس کے مرتے وقت۔
پھر حضرت رفاعی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا
شیخ عبدالقادر حسرت ہیں اس پر جسے اُن کا دیدار
نہ ملا۔

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر الشیخ احمد ابی الحسن الرفاعی مصطفی البابی مصر ص ۲۳۸

www.alahazratnetwork.org

یہ کمینہ بندہ بارگاہ عرض کرتا ہے ؎

اے حسرت آنانکہ ندیدند جمالت ۔۔۔ محروم مدار ایں سگ خود را ز نوالت[1]

(جنھوں نے آپ کا جمال نہ دیکھا ان پر حسرت ہے، اپنے اس کتے کو اپنی عطا سے محروم نہ رکھیں۔ ت)

بحرمة جدك الکریم علیه ثم علیك الصلٰوة والتسلیم (اپنے کریم نانا کے صدقے میں۔ ان پر پھر آپ پر درود وسلام ہو۔ ت)

مسلمان ان احادیث صحیحہ جلیلہ کو دیکھے اور اُس شخص کے مثل اپنا حال ہونے سے ڈرے جس کا خاتمہ حضرت غوثیت کی شان میں گستاخی اور حضرت سید رفاعی کے غضب پر ہوا، والعیاذ باللہ رب العالمین۔ اے شخص! ظاہر شریعت میں حضرت سرکار غوثیت کی محبت بایں معنی رکنِ ایمان نہیں کہ جو اُن سے محبت نہ رکھے شرع اُسے فی الحال کافر کہے یہ تو صرف انبیاء علیہم الصلٰوۃ والثناء کے لئے ہے مگر واللہ کہ اُن کے مخالف سے اللہ عزوجل نے لڑائی کا اعلان فرمایا ہے خصوص کا انکار نصوص کے انکار کی طرف لیجاتا ہے، عبدالقادر کا انکار قادر مطلق عزجلالہ کے انکار کی طرف کیوں نہ لے جائے گا ؎

بازِ اشہب کی غلامی سے یہ آنکھیں پھرنی ۔۔۔ دیکھ اُڑ جائے گا ایمان کا طوطا تیرا

شاخ پر بیٹھ کے جڑ کاٹنے کی فکر میں ہے ۔۔۔ کہیں نیچا نہ دکھائے تجھے شجرا تیرا[2]

والعیاذ باللہ القادر رب الشیخ عبدالقادر (شیخ عبدالقادر کے قدرت والے معبود کی پناہ، وصلی اللہ تعالٰی وبارك وسلم علی جد الشیخ عبدالقادر ثم علی الشیخ عبدالقادر اٰمین! (شیخ عبدالقادر کے نانا جان پھر خود شیخ عبدالقادر پر اللہ تعالٰی درود، برکت اور سلام نازل فرمائے، آمین!

تذییل: اخیر میں ہم دو جلیل القدر اجلّہ المشاہیر علمائے کبار مکّہ معظّمہ کے کلمات ذکر کریں جن کی وفات کو تین تین سو برس سے زائد ہوئے **اوّل** امام اجل ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ تعالٰی، **دوم** علامہ علی قاری مکی حنفی صاحبِ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ وغیرہا کتبِ جلیلہ۔ دو غرض سے:

ایک یہ کہ اگر دو مطرودوں، مخذولوں، گمناموں، مجہولوں واسطی و قرمانی کی طرح کسی کے دل میں

---

[1]

[2] حدائق بخشش وصل چہارم در منافحت اعدا و استعانت از آقا رضی اللہ عنہ مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ص ۹

www.alahazratnetwork.org

کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف سے آگے ہو تو ان سے لاگ کی تو کوئی وجہ نہیں یہ بالاتفاق اجلّہ اکابر علماء ہیں۔

دوسرے یہ کہ دونوں صاحب اکابر مکہ معظمہ سے ہیں، تو اُس افتراء کا جواب ہوگا جو مخالف نے اہلِ عرب پر کیا حالانکہ غالبًا تاریخ الحرمین وغیرہ میں ہے اور حاضری حرمین طیبین سے مشرف ہونے والا جانتا ہے کہ اہلِ حرمین طیبین بعد حضور پُر نور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اُٹھتے بیٹھتے حضور سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ذکر کرتے ہیں اور حضور کے برابر کسی کا نام نہیں لیتے۔ ان حضرات کی بھی گیارہ ہی عبارات نقل کریں،

(۱) علامہ علی قاری حنفی مکی متوفی ۱۰۱۴ھ کتاب نزہۃ الخاطر الفاتر فی ترجمۃ سیدی الشریف عبد القادر میں فرماتے ہیں،

لقد بلغنی عن بعض الاکابران الامام الحسن ابن سیدنا علی رضی اللہ تعالٰی عنہما لما ترك الخلافۃ لما فیہا من الفتنۃ والآفۃ عوضہ اللہ سبحٰنہ وتعالٰی القطبیۃ الکبرٰی فیہ وفی نسلہ وکان رضی اللہ تعالٰی عنہ القطب الاکبر وسیدنا السید الشیخ عبد القادر ھو القطب الاوسط والمھدی خاتمۃ الاقطاب[1]

بیشک مجھے اکابر سے پہنچا کہ سیدنا امام حسن مجتبٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جب بخیالِ فتنہ و بلا یہ خلافت ترک فرمائی اللہ عزوجل نے اس کے بدلے اُن میں اور انکی اولاد امجاد میں غوثیتِ عظمٰی کا مرتبہ رکھا۔ پہلے قطب اکبر خود حضور سیدنا امام حسن ہوئے اور اوسط میں صرف حضور سیدنا سید عبد القادر اور آخر میں حضرت امام مہدی ہوں گے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

اس عبارت میں لفظ حصر ملحوظ رہے۔

(۲) اُسی میں ہے،

من مشائخہ حماد الدباس رضی اللہ تعالٰی عنہ روی ان یوما کان سیدنا عبد القادر عندہ فی رباطہ ولما غاب من حضرتہ قال ان ھذا الاعجمی الشریف قدمایکون علی رقاب اولیاء اللہ یصیرما موراً من عند مولاہ

حضرت حماد دبّاس حضور سیدنا غوث اعظم کے مشائخ سے ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین ایک روز انہوں نے سرکار غوثیت کی غیبت میں فرمایا ان جوان سید کا قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہوگا انہیں اللہ عزوجل حکم دے گا کہ فرمائیں میرا یہ پاؤں ہر ولی اللہ

---

[1] نزہۃ الخاطر الفاتر فی ترجمۃ سیدی الشریف عبد القادر (قلمی) ص ۶

www.alahazratnetwork.org

بان یقول قدمی ھٰذہ علٰی رقبۃ کل ولی اللہ ویتواضع لہ جمیع اولیاء اللہ فی زمانہ ویعظمونہ لظہور شانہ[1]

کی گردن پر، اور ان کے زمانے میں جمیع اولیاء اللہ ان کے لئے سر جھکائیں گے اور ان کے ظہور مرتبہ کے سبب ان کی تعظیم بجالائیں گے۔

مامور من اللہ ہونا ملحوظ رہے اور جمیع اولیاء زمانہ میں بے شک حضرت سیدی رفاعی رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی داخل۔

(۳) اُسی میں حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا "قدمی ھٰذہ علٰی رقبۃ کل ولی اللہ[2]" فرمانا اور اولیاء حاضرین وغائبین کا گردنیں جھکانا اور قدم مبارک اپنی گردنوں پر لینا اور ایک شخص کا انکار کرنا اور اس کی ولایت سلب ہوجانا بیان کرکے فرماتے ہیں:

وھٰذا تنبیہ بینۃ علٰی انہ قطب الاقطاب والغوث الاعظم[3]

یہ روشن دلیل قاطع ہے اس پر کہ حضور تمام قطبوں کے قطب اور غوث اعظم ہیں۔

(۴) اُسی میں ہے:

ومن کلامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ تحدثا بنعم اللہ تعالٰی علیہ بینی وبینکم وبین الخلق کلھم بعد ما بین السماء والارض فلا تقیسونی باحد ولا تقیسوا علی احدا یعنی فلا یقاس الملوك بغیرھم وھٰذا کلہ من فتوح الغیب المبرء من کل عیب۔

حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اللہ عزوجل کی اپنے اوپر نعمتیں ظاہر فرمانے کو جو کلام ارشاد فرمائے اُن میں سے یہ ہے کہ فرمایا مجھ میں اور تمام مخلوقاتِ زمانہ میں وہ فرق ہے جو آسمان و زمین میں، مجھے کسی سے نسبت نہ دو اور مجھ پر کسی کو قیاس کرو۔ اس پر علامہ علی قاری فرماتے ہیں اس لئے کہ سلاطین کا رعیت پر قیاس نہیں ہوتا اور یہ سب غیب کے فتوحات سے ہے جو ہر عیب سے پاک وصاف ہے۔

---

[1] نزہۃ الخاطر الفاتر فی ترجمۃ سیدی الشریف عبدالقادر (قلمی) ص ۸
[2] " " " " " " " " " " ص ۹
[3] " " " " " " " " " " ص ۱۰

www.alahazratnetwork.org

(۵) اُسی میں ہے،

وعن عبداللہ بن علی بن عصرون التمیمی الشافعی قال دخلت وانا شاب الی بغداد فی طلب العلم وکان ابن السقا یومئذ رفیقی فی الاشتغال بالنظامیۃ وکنا نتعبد ونزور الصالحین وکان رجل ببغداد یقال لہ الغوث وکان یقال عنہ انہ یظہر اذا شاء ویخفی اذا شاء فقصدت انا وابن السقا والشیخ عبدالقادر الجیلانی وھو شاب یومئذ الی زیارتہ فقال ابن السقا ونحن فی الطریق الیوم اسألہ عن مسئلۃ لا یدری لہا جوابا فقلت وانا اسألہ عن مسئلۃ فانظر ماذا یقول فیہا وقال سیدی الشیخ عبدالقادر قدس سرہ الباھر معاذ اللہ ان اسألہ شیئا وانا بین یدیہ اذا انظر برکات رؤیتہ، فلما دخلنا علیہ لم نرہ فی مکانہ فمکثنا ساعۃ فاذا ھو جالس فنظر الی ابن السقا مغضبا وقال لہ ویلک یا ابن السقا تسألنی عن مسئلۃ لم ادر لہا جوابا، ھی کذا وجوابہا کذا، انی لاری نار الکفر تلھب فیک۔ ثم نظر الیّ وقال

امام عبداللہ بن علی بن عصرون تمیمی شافعی سے روایت ہے میں جوانی میں طلبِ علم کے لئے بغداد گیا اس زمانے میں ابن السقا مدرسہ نظامیہ میں میرے ساتھ پڑھا کرتا تھا، ہم عبادت اور صالحین کی زیارت کرتے تھے، بغداد میں ایک صاحب کو غوث کہتے' اور ان کی یہ کرامت مشہور تھی کہ جب چاہیں ظاہر ہوں جب چاہیں نظروں سے چھپ جائیں، ایک دن میں اور ابن السقا اور اپنی نوعمری کی حالت میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اُن غوث کی زیارت کو گئے، راستے میں ابن السقا نے کہا آج اُن سے وہ مسئلہ پوچھوں گا جس کا جواب اُنھیں نہ آئے گا۔ میں نے کہا میں بھی ایک مسئلہ پوچھوں گا دیکھوں کیا جواب دیتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہ الاعلیٰ نے فرمایا معاذ اللہ کہ میں اُن کے سامنے ان سے کچھ پوچھوں میں تو اُن کے دیدار کی برکتوں کا نظارہ کروں گا۔ جب ہم اُن غوث کے یہاں حاضر ہوئے اُن کو اپنی جگہ نہ دیکھا تھوڑی دیر میں دیکھا تشریف فرما ہیں ابن السقا کی طرف نگاہِ غضب کی اور فرمایا تیری خرابی اے ابن السقا! تو مجھ سے وہ مسئلہ پوچھے گا جس کا مجھے جواب نہ آئے تیرا مسئلہ یہ ہے اور اس کا جواب یہ، بے شک میں کفر کی آگ تجھ میں بھڑکتی دیکھ رہا ہوں۔ پھر میری طرف نظر کی اور فرمایا:

لہ نزہۃ الخاطر والفاتر فی ترجمۃ سید الشریف عبدالقادر (قلمی نسخہ) ص ۳۰

www.alahazratnetwork.org

یا عبد اللہ تسألنی عن مسألة لتنظر ما اقول فیها هی کذا وجوابها کذا لتخرجن علیك الدنیا الی شحمتی اذنیك باساءة ادبك۔ ثم نظر الی سیدی عبد القادر وادناه منه واکرمه وقال له یا عبد القادر لقد ارضیت اللہ ورسوله بادبك کانی اراك ببغداد وقد صعدت علی الکرسی متکلما علی الملأ وقلت قدمی هذه علی رقبة کل ولی للہ، وکانی اری الاولیاء فی وقتك وقد حنوا رقابهم اجلالا لك ثم غاب عنا لوقته فلم نره بعد ذلك قال واما سیدی الشیخ عبد القادر فانه ظهرت امارة قربه من اللہ عزوجل واجتمع علیه الخاص والعام وقال قدمی هذه علی رقبة کل ولی اللہ واقرت الاولیاء بفضله فی وقته وامّا ابن السقا فرأی بنتا للملك حسینة ففتن بها وسأل ان یزوجها به فابی الا ان یتنصر فاجابه الی ذلك۔ والعیاذ باللہ تعالی۔ وامّا انا فجئت الی دمشق واحضرنی السلطان نور الدین الشهید وولانی علی الاوقاف فولیتها واقبلت علیّ الدنیا اقبالا کثیرا قد صدق

اے عبد اللہ! تم مجھ سے مسئلہ پوچھو گے کہ میں کیا جواب دیتا ہوں تمھارا مسئلہ یہ ہے اور اس کا جواب یہ، ضرور تم پر دُنیا اتنا گوبر کرے گی کہ کان کی لُو تک اُس میں غرق ہو گے، بدلہ تمھاری بے ادبی کا۔ پھر حضرت شیخ عبد القادر کی طرف نظر کی اور حضور کو اپنے نزدیک کیا اور حضور کا اعزاز کیا اور فرمایا: اے عبد القادر! بے شک آپ نے اپنے حسنِ ادب سے اللہ و رسول کو راضی کیا گویا میں اس وقت دیکھ رہا ہوں کہ آپ مجمع بغداد میں کرسی وعظ پر تشریف لے گئے اور فرما رہے ہیں کہ میرا یہ پاؤں ہر ولی اللہ کی گردن پر، اور تمام اولیائے وقت نے آپ کی تعظیم کیلئے گردنیں جُھکائی ہیں۔ وہ غوث یہ فرما کر ہماری نگاہوں سے غائب ہو گئے پھر ہم نے انھیں نہ دیکھا۔ حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالٰی عنہ پر تو نشانِ قُرب ظاہر ہُوئے کہ وہ اللہ عزوجل کے قرب میں ہیں خاص و عام اُن پر مجتمع ہوئے اور انھوں نے فرمایا: میرا یہ پاؤں ہر ولی اللہ کی گردن پر۔ اور اولیاءِ وقت نے اس کا اُن کے لئے اقرار کیا اور ابن السقا ایک نصرانی بادشاہ کی خوبصورت بیٹی پر عاشق ہوا اس سے نکاح کی درخواست کی اس نے نہ مانا مگر یہ کہ نصرانی ہو جائے، اس نے یہ نصرانی ہونا قبول کر لیا، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ رہا میں، میرا دمشق جانا ہوا وہاں سلطان نور الدین شہید نے مجھے افسرِ اوقاف کیا اور دنیا بکثرت میری طرف آئی۔ غوث کا ارشاد ہم سب کے بارے میں

www.alahazratnetwork.org

کلام الغوث فینا کلنا۔ جو کچھ تھا صادق آیا۔[1]

اولیاء وقت میں حضرت رفاعی بھی ہیں۔ یہ مبارک روایت بہجۃ الاسرار شریف میں دو سندوں سے ہے اور ایک یہی کیا۔ علامہ علی قاری نے اس کتاب میں چالیس روایات اور بہت کلمات کہ ذکر کئے سب بہجۃ الاسرار شریف سے ماخوذ ہیں یُونہی اکابر ہمیشہ اس کتاب مبارک کی احادیث سے استناد کرتے آئے مگر محروم محروم ہے۔

(۶) اُسی میں ہے،

قال رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ وعزۃ ربی ان السعداء والاشقیاء یعرضون علی و ان بؤبؤ عینی فی اللوح المحفوظ انا حجۃ اللّٰہ علیکم جمیعکم انا نائب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم ووارثہ فی الارض ویقول الانس لھم مشائخ والجن لھم مشائخ والملٰئکۃ لھم مشائخ وانا شیخ الکل رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ ونفعنا بہ۔[2]

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا مجھے عزت پروردگار کی قسم! بے شک سعید و شقی مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں، بیشک میری آنکھ کی پُتلی لوح محفوظ میں ہے، میں تم سب پر اللہ کی حجت ہوں، میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا نائب اور تمام زمین میں اُن کا وارث ہوں۔ اور فرمایا کرتے، آدمیوں کے پیر ہیں، قوم جن کے پیر ہیں، فرشتوں کے پیر ہیں اور میں ان سب کا پیر ہوں۔ علی قاری اسے نقل کر کے عرض کرتے ہیں، اللہ عزّوجل کی رضوان حضور پر ہو اور حضور کے برکات سے ہم کو نفع دے۔

(۷) اُسی میں ہے،

روی عن السید الکبیر القطب الشھیر سیدی احمد الرفاعی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ انہ قال الشیخ عبد القادر بحر الشریعۃ عن یمینہ و بحر الحقیقۃ عن یسارہ من ایھما شاء اغترف السید

سید کبیر قطب شہیر سیدی احمد الرفاعی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ اُنھوں نے فرمایا، شیخ عبد القادر وہ ہیں کہ شریعت کا سمندر اُن کے دہنے ہاتھ ہے اور حقیقت کا سمندر اُن کے بائیں ہاتھ، جس میں سے چاہیں پانی پی لیں۔ اس ہمارے

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر اخبار المشائخ عنہ بذلک مصطفٰے البابی مصر ص ۹

[2] نزہۃ الخاطر الفاتر فی ترجمۃ سیدنا الشریف عبد القادر (قلمی نسخہ) ص ۳۲

www.alahazratnetwork.org

عبدالقادر لاثانی لہ فی عصرنا ھذا رضی اللہ تعالٰی عنہ[1]

وقت میں سیّد عبدالقادر کا کوئی ثانی نہیں رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

(۸) امام ابن حجر مکی شافعی متوفی ۹۷۴ھ اپنے فتاوٰی حدیثیہ میں فرماتے ہیں:

انھم قد یؤمرون تعریفا لجاھل اوشکرا وتحدثا بنعمۃ اللہ تعالٰی کما وقع للشیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ بینما ھو بمجلس وعظہ واذا ھو یقول قدمی ھذہ علٰی رقبۃ کل ولی اللہ تعالٰی فاجابہ فی تلك الساعۃ اولیاء الدنیا قال جماعۃ بل واولیاء الجن جمیعھم وطأطؤا رءوسھم وخضعوا لہ واعترفوا بما قالہ الارجل باصبھان فابٰی فسلب حالہ[2]

کبھی اولیاء کو کلمات بلند کہنے کا حکم دیا جاتا ہے کہ جو اُن کے مقاماتِ عالیہ سے ناواقف ہے اسے اطلاع ہو یا شکرِ الٰہی اور اس کی نعمت کا اظہار کرنے کے لئے جیسا کہ حضور سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے ہوا کہ انھوں نے اپنی مجلسِ وعظ میں دفعۃً فرمایا کہ میرا یہ پاؤں ہر ولی اللہ کی گردن پر، فوراً تمام دُنیا کے اولیاء نے قبول کیا (اور ایک جماعت کی روایت ہے کہ جملہ اولیاء جن نے بھی) اور سب نے اپنے سر جُھکا دئے اور سرکار غوثیت کے حضور جُھک گئے اور اُن کے اس ارشاد کا اقرار کیا مگر اصفہان میں ایک شخص منکر ہوا فوراً اُس کا حال سلب ہوگیا۔

(۹) پھر فرمایا:

وممن طأطأ رأسہ ابوالنجیب السھروردی وقال علٰی رأسی علٰی رأسی واحمد الرفاعی قال علٰی رقبتی وحمید منھم وسئل فقال الشیخ عبدالقادر یقول کذا وکذا ابو مدین فی المغرب وانا منھم اللھم انی اشھدك واشھد ملٰئکتك

حضور کے ارشاد پر جنھوں نے اپنے سر جھکائے اُن میں سے (سلسلۂ عالیہ سہروردیہ کے پیران پیر) حضرت سیّدی عبدالقاہر ابُوالنجیب سہروردی رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں انھوں نے اپنا سرِ مبارک جُھکادیا اور کہا (گردن کیسی) میرے سر پر میرے سر پر۔ اور اُن میں سے حضرت سیّدی احمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں انھوں نے کہا میری گردن پر، اور کہا

---

[1] نزہۃ الخاطر الفاتر فی ترجمۃ سیدالشریف عبدالقادر (قلمی نسخہ) ص ۳۴

[2] الفتاوی الحدیثیہ مطلب فی قول الشیخ عبدالقادر قدمی ہذہ الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ص ۴۱۴

انی سمعت و اطعت، وکذا الشیخ عبدالرحیم القناوی مد عنقه و قال صدق الصادق المصدوق[1]

یہ چھوٹا سا احمد بھی انھیں میں ہے جن کی گردن پر حضور کا پاؤں ہے۔ اس کہنے اور گردن جھکانے کا سبب پُوچھا گیا تو فرمایا کہ اس وقت حضرت شیخ عبدالقادر نے بغداد مقدس میں ارشاد فرمایا ہے کہ "میرا یہ پاؤں ہر ولی کی گردن پر"۔ لہٰذا میں نے بھی سر جھکایا اور عرض کی کہ یہ چھوٹا سا احمد بھی اُنھیں میں ہے، اور انھیں میں سے حضرت سیدی ابومدین شعیب مغربی رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں اُنھوں نے سرِ مبارک جھکایا اور کہا میں بھی اُنھیں میں ہوں الٰہی میں تجھے اور تیرے فرشتوں کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے قدمی کا ارشاد سُنا اور حکم مانا۔ اسی طرح حضرت سیدی شیخ عبدالرحیم قناوی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی گردن مبارک بچھائی اور کہا سچ فرمایا سچے مانے ہوئے سچے نے، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

(۱۰) پھر فرمایا:

ذکر کثیرون من العارفین الذین ذکرناهم وغیرهم انه لم یقل الا بامر اعلاما بقطبیته فلم یسع احدا التخلف بل جاء باسانید متعددة عن کثیرین انهم اخبروا قبل مولده بنحو مائة سنة انه سیولد بارض العجم مولود له مظهر عظیم یقول ذٰلك فتندرج الاولیاء فی وقته تحت قدمه[2]

اولیاء کرام کہ ہم نے ذکر کئے یعنی حضرت نجیب الدین سہروردی و حضرت سیدا احمد رفاعی و حضرت شعیب مغربی و حضرت عبدالرحیم قناوی رضی اللہ تعالٰی عنہم اُنھوں نے اور اُن کے سوا اور بہت عارفین کرام نے تصریح فرمائی کہ حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی طرف سے ایسا نہ فرمایا بلکہ اللہ عزوجل نے اُن کی قطبیت کبرٰی ظاہر فرمانے کے لئے انھیں اس فرمانے کا حکم دیا ولہٰذا کسی ولی کو گنجائش نہ ہُوئی کہ گردن نہ بچھاتا اور قدم مبارک اپنی گردن پر نہ لیتا بلکہ متعدد سندوں سے بہت اولیاء کرام متقدمین سے مروی ہُوا کہ انھوں نے سرکار غوثیت کی ولادتِ مبارکہ سے تقریبًا سو برس پہلے خبر دی تھی کہ عنقریب عجم میں ایک صاحب عظیم مظہر والے پیدا ہونگے اور یہ فرمائیں گے کہ "میرا یہ پاؤں ہر ولی اللہ کی گردن پر" اس فرمانے پر اُس وقت کے تمام اولیاء ان کے قدم کے نیچے سر رکھیں گے اور اُس

---

[1] الفتاوی الحدیثیة مطلب فی قول الشیخ عبدالقادر قدمی ہٰذا علی رقبة الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ص ۴۱۴

[2] " " " " " " " " " " " " "

www.alahazratnetwork.org

قدم کے سایہ میں داخل ہوں گے ــــــ اللھم لک الحمد صل علی محمد وابنہ و ذریتہ

(۱۱) پھر فرمایا :

وحکی امام الشافعیۃ فی زمنہ ابو سعید عبداللہ بن ابی عصرون قال دخلت بغداد فی طلب العلم فوافقت ابن السقا ورافقتہ فی طلب العلم بالنظامیۃ وکنا نزور الصالحین وکان ببغداد رجل یقال لہ الغوث[1] الٰی اٰخر الحدیث المذکور)

"امام ابو سعید عبداللہ بن ابی عصرون نے کہ اپنے زمانہ میں شافعیہ کے امام تھے ذکر فرمایا کہ میں بغداد مقدس میں طلب علم کے لئے گیا ابن السقا اور میں مدرسہ نظامیہ میں شریک درس تھے اور اُس وقت بغداد میں ایک شخص کو غوث کہتے تھے (وہی پوری حدیث کہ نمبرہ میں گزری، ان غوث کا ہمارے حضور رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بشارت دینا کہ آپ برسرِ منبر مجمع میں فرمائیں گے "میرا یہ پاؤں ہر ولی اللہ کی گردن پر" اور تمام اولیائے عصر آپ کے قدم پاک کی تعظیم کے لئے اپنی گردنیں خم کریں گے، اور پھر ایسا ہی واقع ہونا، حضور کا یہ ارشاد فرمانا اور تمام اولیائے عالم کا اقرار کرنا کہ بے شک حضور کا قدم ہم سب کی گردن پر ہے)

آخر میں ابن حجر نے فرمایا :

وھذہ الحکایۃ التی کادت ان تتواتر فی المعنی لکثرۃ ناقلیھا وعدالتھم[2]

یعنی یہ حکایت قریب تواتر ہے کہ اس کے ناقلین بکثرت ثقہ عادل ہیں۔

فتاوٰی حدیثیہ نے ابن السقا کی بد انجامی میں یہ اور زائد کیا کہ جب وہ بدبخت کہ بہت بڑا عالم جیّد اور علوم شرعیہ میں اپنے اکثر اہلِ زمانہ پر فائق اور حافظِ قرآن اور علمِ مناظرہ میں کمال سربرآوردہ تھا جس سے جس علم میں مناظرہ کرتا اُسے بند کر دیتا، ایسا شخص جب شانِ غوث میں گستاخی کی شامت سے معاذ اللہ معاذ اللہ نصرانی ہوگیا بادشاہ نصارٰی نے اُسے بیٹی تو دے دی مگر جب بیمار پڑا اُسے بازار میں پھنکوا دیا بھیک مانگتا اور کوئی نہ دیتا، ایک شخص کہ اُسے پہچانتا تھا گزرا اُس سے پُوچھا تُو تو حافظ تھا اب بھی قرآن کریم میں سے کچھ یاد ہے۔ کہا سب محو ہوگیا صرف ایک آیت یاد رہ گئی ہے :

ربما یود الذین کفروا لوکانوا مسلمین[3]

کتنی تمنائیں کریں گے وہ جنھوں نے کفر اختیار کیا کہ کسی طرح مسلمان ہوتے۔

---

[1] الفتاوی الحدیثیۃ مطلب فی قول الشیخ عبدالقادر قدمی ہذہ علی رقبۃ الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ص ۴۱۴

[2] " " " " " " " " " " " " ص ۴۱۵

[3] القرآن الکریم ۱۵/ ۲

www.alahazratnetwork.org

امام ابن ابی عصرون فرماتے ہیں پھر ایک دن میں اُسے دیکھنے گیا اُسے پایا کہ گویا اس کا سارا بدن آگ سے جلا ہوا ہے، وہ نزع میں تھا، میں نے اُسے قبلہ کی طرف کیا وہ پورب کو پھر گیا، میں نے پھر قبلہ کو کیا وہ پھر پھر گیا۔ اسی طرح میں جتنی بار اُسے قبلہ رُخ کرتا وہ پورب کو پھر جاتا یہاں تک کہ پورب ہی کی طرف مُنہ کئے اُس کا دم نکل گیا، وہ اُن غوث کا ارشاد یاد کیا کرتا اور جانتا تھا کہ اُسی گستاخی نے اس بلا میں ڈالا۔[1] والعیاذ باللہ تعالٰی انتہٰی۔"

اگر کہے پھر اسلام کیوں نہیں لاتا تھا، کلمہ پڑھ لینا کیا مشکل تھا؟ **اقول** اس کا جواب قرآن عظیم دے گا:

وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ رب العٰلمین۔[2]	تم کیا چاہو جب تک اللہ نہ چاہے جو مالک سارے جہان کا ہے۔

اور فرماتا ہے:

کلا بل ران علٰی قلوبھم ما کانوا یکسبون۔[3]	کوئی نہیں بلکہ اُن کی بداعمالیوں نے اُن کے دلوں پر زنگ چڑھا دی ہے۔

اور فرماتا ہے:

ذٰلک بانھم اٰمنوا ثم کفروا فطبع علٰی قلوبھم فھم لا یفقھون۔[4]	یہ اس لئے کہ وہ ایمان لائے پھر کفر کیا تو اُن کے دلوں پر مُہر لگادی گئی کہ اب انھیں کچھ سمجھ نہ رہی۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

امام ابن حجر فرماتے ہیں:

وفی ھذہ ابلغ زجر واکد ردع عن الانکار علٰی اولیاء اللہ تعالٰی خوفا من ان یقع المنکر فیما وقع فیہ ابن السقا من تلک الفتنۃ المھلکۃ الابدیۃ التی لا قبح منھا نعوذ باللہ	اس واقعہ میں اولیاء کرام پر انکار سے کمال جھڑکی اور سخت منع ہے اس خوف سے کہ منکر اس مہلک فتنے میں پڑ جائے گا جو ہمیشہ ہمیشہ کا ہلاک ہے اور جس سے بدتر کوئی خباثت نہیں جس میں ابن السقا پڑ گیا، اللہ عزوجل کی پناہ۔ ہم اللہ عزوجل سے

[1] الفتاوی الحدیثیۃ مطلب فی قول الشیخ عبدالقادر قدمی ہٰذہ علٰی رقبۃ الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ص ۳۱۳

[2] القرآن الکریم ۸۱/ ۲۹ [3] القرآن الکریم ۸۳/ ۱۴

[4] القرآن الکریم ۶۳/ ۳

www.alahazratnetwork.org

من ذٰلک، ونسألہ بوجھہ الکریم وحبیبہ الرؤف الرحیم ان یؤمننا من ذٰلک ومن کل فتنۃ ومحنۃ بمنہ وکرمہ وفیھا ایضا التحرّض علی اعتقادھم والادب معھم وحسن الظن بھم ما امکن [1] 26

اس کے وجہِ کریم اور اس کے حبیب رؤف رحیم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وسیلے سے مانگتے ہیں کہ ہم کو اپنے احسان وکرم کے ساتھ اس سے اور ہر فتنہ ومحنت سے امان بخشے۔ نیز اس واقعہ میں کمال ترغیب ہے اس کی کہ اولیاء کرام کے ساتھ عقیدت وادب رکھیں اور جہاں تک ہو اُن پر نیک گمان کریں۔

فقیر غفرلہ القادری اُمید کرتا ہے کہ اتنے بیان میں اہلِ انصاف وسعادت کے لئے کفایت ہو۔ اللہ عزّوجل مسلمان بھائیوں کو اتباعِ حق وادبِ اولیاء کی توفیق دے اور ابن السقا بجنم اُس شخص کے حال سے پناہ دے جس نے بزعمِ خود حضرت سیّد احمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بارگاہ میں حقِ نیازمندی ادا کیا اور نتیجہ معاذ اللہ وہ ہوا کہ سیّد کبیر کے غضب اور حضور غوثیت کی سرکار میں اساءتِ ادب پر خاتمہ ہوا والعیاذ باللہ تعالٰی۔

اے برادر! مقتضائے محبت اتباع وتصدیق ہے نہ کہ نزاع وتکذیب۔ سچا محب حضرت احمد کبیر کے ارشادات کو بالائے سر لے گا اور جس بارگاہِ ارفع کو اُنھوں نے سب سے ارفع بتایا اور اُن کا قدمِ اقدس اپنے سرِ مبارک پر لیا اُنھیں کو ارفع واعظم مانے گا۔ عبدالرزاق محدّث شیعی تھا مگر حضرات عالیہ شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو حضرت امیر المؤمنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ سے افضل کہتا، اُس سے پُوچھا جاتا تو جواب دیتا کفٰی بی اثمًا ان احب علیًا ثم اخالفہ [2] یعنی امیر المؤمنین نے خود حضرات شیخین کو اپنے نفسِ کریم سے افضل بتایا ہے مجھے یہ گناہ بہت ہے کہ علی سے محبت رکھوں پھر اُن کا خلاف کروں۔ واقعی تکذیب ومخالفت اگرچہ بزعمِ عقیدت ومحبت ہو اعلٰی درجہ کی عداوت ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی، اللہ عزّوجل اپنے محبوبوں کا حُسنِ ادب روزی کرے اور اُنھیں کی محبت پر خاتمہ فرمائے اور انھیں کے گروہ پاک میں اُٹھائے، آمین! آمین!

آمین بجاھھم عندک یا ارحم الراحمین

اے بہترین رحم فرمانے والے ان محبوبوں کا تیرے

---

[1] الفتاوی الحدیثیہ مطلب فی قول الشیخ عبدالقادر قدمی ہذا علٰی رقبۃ الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ص ۴۱۵

[2] میزان الاعتدال ترجمہ ۵۰۴۴ عبدالرزاق بن ہمام دار المعرفۃ بیروت ۲/۶۱۲

www.alahazratnetwork.org

26
26

وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا وآلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین الٰی یوم الدین عدد کل ذرۃ الف الف الف الف مرۃ فی کل اٰن وحین الٰی ابد الاٰبدین، اٰمین، والحمد للہ رب العٰلمین۔ واللہ تعالٰی اعلم

نزدیک جو مرتبہ ہے اس کے صدقے ہماری دعا قبول فرما۔ اللہ ہمیشہ ہمیشہ قیامت کے روز تک ہر گھڑی ہر لمحے ہمارے آقا ومولٰی انکی آل اصحاب، بیٹے اور ان کے گروہ سب پر کروڑوں درود بھیجے، آمین۔ اور سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو رب ہے تمام جہانوں کا۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

رسالہ

طرد الافاعی عن حمی ھاد رفع الرفاعی

ختم ہوا

---

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

فتاوٰی کراماتِ غوثیہ

مسئلہ اُولٰی

از اوجین ریاست گوالیار مرسلہ جناب محمد یعقوب علی خاں صاحب

۱۷ ربیع الآخر ۱۳۱۰ھ

مسئلہ ۱۲: کیا فرماتے ہیں علمائے حق الیقین اور مفتیان پابند شرع متین اس مسئلہ میں کہ عبارت نظم "شامِ ازل اور صبحِ ابد" سے بیٹھ جانا براق کا وقتِ سواری آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ثابت ہے۔

"مقولہ جبرئیل علیہ السلام"

نظم

مسند نشین عرشِ معلّٰی یہی تو ہے ✽ مفتاحِ قفلِ گنجِ فاوحٰی یہی تو ہے

مہتاب منزلِ شبِ اسرٰی یہی تو ہے ✽ خورشیدِ مشرقِ فتدلّٰی یہی تو ہے

ہمراز قربِ ہمدم اوقاتِ خاص ہے ✽ ہر ذرہ ہزار عالم رب کا خلاصہ ہے

سُن کر یہ بات بیٹھ گیا وہ زمیں پر ✽ تھامی رکاب طائرِ سدرہ نے دوڑ کر

رونق افزائے دینِ محمد سلطانِ بحر و بر ✽ کی عرض پھر براق نے یا سیدالبشر

محشر کو جب قدم سے گھر آرائش کیجئے ✽ اپنے غلام کو نہ فراموش کیجئے

www.alahazratnetwork.org

خیرالوریٰ نے دی اسے تسکین کماں کرہاں
خوش خوش وہ گئے مسجدِ اقصیٰ ہُوا ڑاں

صاحبِ "تحفۂ قادریہ" لکھتے ہیں کہ براق خوشی سے پھُولا نہ سمایا اور اتنا بڑا اور اونچا ہوگیا کہ صاحبِ معراج کا ہاتھ زین تک اور پاؤں رکاب تک نہ پہنچا۔ اربابِ معرفت کے نزدیک اس معاملہ میں عمدہ تر حکمت یہ ہے کہ جس طرح آج کی رات محبوب اپنا دولتِ وصال سے فرح (خوشحال) ہوتا ہے اسی طرح محبوب کا محبوب بھی نعمتِ قربِ خاص اور دولتِ اختصاص اور ولایتِ مطلق اور غوثیتِ برحق اور قطبیتِ اصطفٰی اور محبوبیت مجدِ علا سے آج مالامال ہی کر دیا جائے۔

چنانچہ صاحبِ "منازلِ اثنا عشریہ" "تحفۂ قادریہ" سے لکھتا ہے کہ اس وقت سیدی و مولائی، مرشدی و ملجائی، قطب الاکرم، غوث الاعظم، غیاث الدارین وغوث الثقلین، قرۃ العین مصطفوی نورِ دیدۂ مرتضوی، حسنی حسینی سروِ حدیقۂ مدنی، نور الحقیقت والیقین حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی رُوحِ پاک نے حاضر ہو کر گردنِ نیاز صاحبِ لولاک کے قدم سراپا اعجاز کے نیچے رکھ دی اور اس طرح عرض کیا: ؎ (بیت)

برسر و دیدہ ام بنہ اے مرنازنین قدم ۔۔۔ بود بسرنوشت من فیض قدم ازیں قدم
(اے نازنین میرے سر اور آنکھوں پر قدم رکھئے تاکہ اس کی برکت سے میری تقدیر پہ فیضانِ قدم ہو۔ ت)

خواجۂ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم گردنِ غوث الاعظم پر قدم رکھ کر براق پر سوار ہوئے اور اس رُوحِ پاک سے استفسار فرمایا کہ تُو کون ہے؟ عرض کیا: میں آپ کے فرزندانِ ذریاتِ طیبات سے ہوں اگر آج نعمت سے کچھ منزل بخشئے گا تو آپ کے دین کو زندہ کروں گا۔ فرمایا: تُو محی الدین ہے اور جس طرح میرا قدم تیری گردن پر ہے کل تیرا قدم کُل اولیاء کی گردن پر ہوگا۔

بیت قصیدۂ غوثیہ:

وکل ولی لہ قدم وانی ۔۔۔ علٰی قدم النبی بدر الکمال[1]

(ہر ولی میرے قدم بقدم ہے اور میں حضور سید الانبیاء صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر ہوں جو آسمانِ کمال کے بدرِ کامل ہیں۔ ت)

---

[1] فتوح الغیب علی حاشش بہجۃ الاسرار القصیدۃ الغوثیۃ مصطفی البابی مصر ص ۲۳۱

www.alahazratnetwork.org

پس ان دونوں عبارتِ کُتب سے کون سی عبارت محقق ہے؟ کس پر عمل کیا جائے؟ یا دونوں ازرُوئے تحقیق کے درست ہیں؟ بیان فرمائیے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

الجواب

حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سواری کے وقت براق کا شوخی کرنا، جبریلِ امین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسے تنبیہ فرمانا کہ،

"اے براق! کیا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ یہ برتاؤ! واللہ! تجھ پر کوئی ایسا سوار نہ ہُوا جو اللہ عزوجل کے حضور ان سے زیادہ رتبہ رکھتا ہو"

اس پر بُراق کا شرمانا، پسینہ پسینہ ہوکر شوخی سے باز رہنا، پھر حضور پُرنور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ کا سوار ہونا، یہ مضمون تو ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن حبان و طبرانی و بیہقی وغیرہم اکابر محدثین کی متعدد احادیث صحاح وحسان وصوالح سے ثابت۔

کما بسط اکثرھا المولی الجلال السیوطی قدس سرہ فی خصائصہ الکبرٰی[1] وغیرہ من العلماء الکرام فی تصانیفھم الحسنٰی۔

جیسا کہ اس میں سے اکثر کی تفصیل امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "الخصائص الکبرٰی" میں اور دیگر علمائے کرام نے اپنی شاندار تصانیف میں فرمائی ہے۔ (ت)

اور اس کا حیا کے سبب براہِ تذلل و انقیاد پست ہوکر لپٹ جانا بھی حدیث میں وارد ہے۔

ففی روایۃ عند ابن اسحٰق رفعا الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال فارتعشت حتّٰی لصقت بالارض فاستویت علیھا۔[2]

اور ایک روایت میں ابن اسحٰق سے مرفوعاً مروی ہے کہ حضور پُرنور صلوات اللہ وسلامہ علیہ فرماتے ہیں، جب جبریل نے اس سے کہا تو براق تھرا گیا اور کانپ کر زمین سے چپاں ہوگیا پس میں اس پر سوار ہوگیا۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم۔ (ت)

---

[1] الخصائص الکبرٰی باب خصوصیتہ صلے اللہ علیہ وسلم بالاسراء حدیث ام سلمہ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/ ۱۶۹
المواہب اللدنیۃ المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۱
السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ذکر الاسراء والمعراج دار ابن کثیر بیروت الجزآن الاول والثانی ص ۳۹۸

[2] المواہب اللدنیۃ بحوالہ ابن اسحٰق المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۳۹

www.alahazratnetwork.org

اور یہ روایت کہ سوال میں تحفۂ قادریہ سے ماثور، اس کی اصل بھی حضرات مشائخ کرام قدست اسرارہم میں مذکور ــــ فاضل عبدالقادر قادری بن شیخ محی الدین اربلی تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالٰی عنہ میں لکھتے ہیں کہ جامع شریعت وحقیقت شیخ رشید بن محمد جنیدی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کتاب حرز العاشقین میں فرماتے ہیں:

ان لیلۃ المعراج جاء جبرئیل علیہ السلام ببراق الٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسرع من البرق الخاطف الظاھر، ونعل رجلہ کالہلال الباھر،

یعنی شب معراج جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام خدمتِ اقدس حضور پرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں براق حاضر لائے کہ چمکتی اُچک لے جانیوالی بجلی سے زیادہ شتاب رو تھا، اور اس کے پاؤں کا نعل آنکھوں میں چکاچوند ڈالنے والا ہلال

عہ حضرت علامہ عبدالقادر قادری بن محی الدین الصدیقی الاربلی جامع علوم شریعت وحقیقت تھے۔ علمائے کرام اور صوفیۂ عظام میں عمدہ مقام پایا۔ آپ کے اساتذہ میں الشیخ عبدالرحمٰن الطالبانی جیسے اجلّہ فضلاء شامل ہیں۔ اور فرمیں ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء میں وصال پایا۔ آپ کی تصانیف میں سے مشہور کتابیں یہ ہیں:

(۱) آداب المریدین ونجاۃ المسترشدین
(۲) تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبدالقادر
(۳) النفس الرحمانیۃ فی معرفۃ الحقیقۃ الانسانیہ
(۴) الدر المکنون فی معرفۃ السر المصون
(۵) حدیقۃ الازھار فی الحکمۃ والاسرار
(۶) شرح الصلاۃ المختصرۃ للشیخ الاکبر
(۷) الدرر المعتبرۃ فی شرح الابیات الثمانیۃ عشرہ
(۸) شرح اللمعات لفخر الدین العراقی
(۹) القواعد الجمعیۃ فی الطرائق الرفاعیۃ
(۱۰) مجموعۃ الاشعار فی الرقائق والاثار
(۱۱) مرآۃ الشھود فی وحدۃ الوجود
(۱۲) مسک الختام فی معرفۃ الامام، مختصر فی کرامۃ
(۱۳) الالہامات الرحمانیۃ فی مراتب الحقیقۃ الانسانیۃ
(۱۴) حجۃ الذاکرین ورد المنکرین
(۱۵) الطریقۃ الرحمانیۃ فی الرجوع والوصول الی الحضرۃ العلیۃ

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

ا۔ معجم المولفین، عمر رضا کحالہ، الجزء الخامس ص ۲۵۴
ب۔ ہدیۃ العارفین، اسمٰعیل باشا البغدادی جلد اول ص ۶۰۵

www.alahazratnetwork.org

وصارہ کالانجم الظواھر، ولم یأخذہ السکون والتمکین لیرکب علیہ النبی الامین، فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیہ وسلم، فقال لہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم لم تسکن یا براق حتی ارکب علٰی ظھرك، فقال روحی فداك لتراب نعلك یارسول اللہ اتمنی ان تعاھدنی ان لاترکب یوم القیٰمۃ علٰی غیری حین دخولك الجنۃ، فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکون لك ما تمنیت، فقال البراق التمس ان تضرب یدك المبارکۃ علٰی رقبتی لیکون علامۃ لی یوم القیٰمۃ، فضرب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یدہ علٰی رقبۃ البراق، ففرح البراق فرحا حتی لو یسع جسدہ روحہ ونمٰی اربعین ذراعًا من فرحہ وتوقف فی رکوبہ لحظۃ لحکمۃ خفیۃ ازلیۃ فظھرت روح الغوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ وقال یاسیدی ضع قدمك علٰی رقبتی وارکب، فوضع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدمہ علٰی رقبتہ ورکب فقال قدمی علٰی رقبتك وقدمك علٰی رقبۃ کل اولیاء اللہ تعالٰی[1] انتہی۔

اور اس کی کیلیں جیسے روشن تارے۔ حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی سواری کے لئے اسے قرار وسکون نہ ہوا، سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُس سے سبب پوچھا۔ بولا: میری جان حضور کی خاکِ نعل پر قربان، میری آرزو یہ ہے کہ حضور مجھ سے وعدہ فرمالیں کہ روزِ قیامت مجھی پر سوار ہوکر جنت میں تشریف لے جائیں۔ حضور معلّی صلوات اللہ تعالٰے وسلامہ علیہ نے فرمایا: ایسا ہی ہوگا۔ براق نے عرض کی: میں چاہتا ہوں حضور میری گردن پر دستِ مبارک لگا دیں کہ وہ روزِ قیامت میرے لئے علامت ہو۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قبول فرمالیا۔ دستِ اقدس لگتے ہی براق کو وہ فرحتُ شادمانی ہوئی کہ روح اس مقدار جسم میں نہ سمائی اور طرب سے پھول کر چالیس ہاتھ اونچا ہوگیا۔ حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو ایک حکمت نہانی ازلی کے باعث ایک لحظہ سواری میں توقف ہوا کہ حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ کی روح مطہر نے حاضر ہوکر عرض کی: اے میرے آقا! حضور اپنا قدم پاک میری گردن پر رکھ کر سوار ہوں۔ سیدِ عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی گردنِ مبارک پر قدمِ اقدس رکھ کر سوار ہوئے اور ارشاد فرمایا: "میرا قدم تیری گردن پر اور تیرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر۔"

---

[1] تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبد القادر المنقبۃ الاولٰی سُنّی دار الاشاعت علویہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۳، ۲۵

نوٹ: زیرِ نظر نسخہ حضرت مولانا ابو المنصور محمد صادق قادری فاضل جامعہ رضویہ فیصل آباد کے ترجمہ کے ساتھ شائع ہوا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

اس کے بعد فاضل عبدالقادر اربلی فرماتے ہیں :

فایاك یا اخی ان تکون من المنکرین المتعجبین من حضور روحه لیلة المعراج لانه وقع من غیرہ فی تلك اللیلة کما ھو ثابت بالاحادیث الصحیحة کرؤیته صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ارواح الانبیاء فی السمٰوٰت و بلالا فی الجنة و اویسا القرنی فی مقعد الصدق و

یعنی اے برادر! بچ اور ڈر اس سے کہ کہیں تُو انکار کر بیٹھے اور شبِ معراج حضور غوث پاک رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حاضری پر تعجب کرے کیونکہ تو صحیح حدیثوں میں اوروں کے لئے وارد ہوا ہے۔ مثلاً حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے آسمانوں میں ارواحِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ملاحظہ فرمایا[1] اور جنت میں بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کو دیکھا اور مقعد صدق میں اویس قرنی اور

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو :
الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی تفضیلہ صلی اللہ علیہ وسلم المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/ ۱۳۵

[2] حدیث شریف میں ہے :

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لبلال صلٰوۃ الغداۃ یا بلال حدثنی بارجی عمل عملته عندك فی الاسلام منفعة فانی سمعت اللیلة خشف نعلیك بین یدی فی الجنة[1] الحدیث۔

ایک اور حدیث میں یوں ہے :

عن ابن عباس قال لیلة اسری برسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم دخل الجنة فسمع فی جانبها خشفا فقال یا جبریل من ھذا فقال ھذا بلال المؤذن فقال قد افلح بلال رأیت له کذا وکذا۔[2]

حضرت ابوامامہ کی روایت میں مرفوعاً ہے ، فقیل ھذا بلال یمشی امامك۔[3]

مذکورہ روایات اور احادیث کا مفہوم یہ ہے کہ شبِ معراج حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کو جنت میں ملاحظہ فرمایا۔

[1] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل ام سلیم ، ام انس بن مالک و بلال ۲/ ۲۹۲
[2] منتخب کنزالعمال علی ہامش مسند احمد بن حنبل المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۲۶۹
[3] الکامل لابن عدی ترجمہ یحیٰی بن ابی حیۃ ابوجناب الکلبی دارالفکر بیروت ۷/ ۲۶۶۰

www.alahazratnetwork.org

امرأۃ ابی طلحۃ فی الجنۃ وسماعہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خشخشۃ الغمیصاء | بہشت میں زوجۂ ابوطلحہ[1] کو اور جنت میں غمیصاء بنت ملحان کی پہچل سُننی، جیسا کہ ہم اس سے قبل ذکر کرچکے ہیں

---

[1] حدیث میں ہے:

عن جابر بن عبداللہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال اریت الجنۃ فرایت امرأۃ ابی طلحۃ الحدیث۔[1]

جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے جنت دکھائی گئی تو میں نے جنت میں ابوطلحہ کی زوجہ کو دیکھا۔

[2] حدیث شریف میں ہے:

عن انس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال دخلت الجنۃ فسمعت خشفۃ فقلت من ھذا قالوا ھٰذہ الغمیصاء بنت ملحان ام انس بن مالک۔[2]

ایک اور روایت میں یُوں بیان ہوا:

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دخلت الجنۃ فسمعت خشخشۃ بین یدی فاذا ھی الغمیصاء بنت ملحان ام انس بن مالک۔[3]

مسند احمد کی دوسری روایت یُوں ہے:

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دخلت فسمعت بین یدی خشفۃ فاذا انا بالغمیصاء بنت ملحان۔[4]

ان روایات کا مفہوم یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت انس بن مالک کی والدہ حضرت غمیصاء بنت ملحان رضی اللہ تعالٰی عنہما کی جنت میں پہچل سنی۔

نوٹ: یاد رہے کہ غمیصاء بنت ملحان یہی زوجۂ ابوطلحہ ہیں۔ فاعلم ذٰلک۔

(حاشیہ من جانب امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالٰی عنہ)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل ام سلیم ام انس بن مالک وبلال قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۹۲

[2] " " " " " " " " " " " " " " " " "

[3] مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۹۹

[4] " " " " " " " " ۳/ ۱۰۶

www.alahazratnetwork.org

بنت ملحان فی الجنۃ کما ذکرنا قبل ھذا و ذکر فی حرز العاشقین وغیرہ من الکتب ان نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لقی لیلۃ المعراج سیدنا موسٰی علیہ السلام فقال موسٰی مرحبا بالنبی الصالح والاخ الصالح انت قلت علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل، ارید ان یحضر احد من علماء امتک لیتکلم معی فاحضر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم روح الغزالی رحمہ اللہ تعالٰی الی موسٰی علیہ السلام (وساق القصۃ ثم قال) وفی کتاب رفیق الطلاب لاجل العارفین الشیخ محمد الجشتی نقلا عن شیخ الشیوخ قال قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انی رأیت رجالا من امتی فی لیلۃ المعراج ارانیھم اللہ تعالٰی (الٰی ان قال) وقال الشیخ نظام الدین الکنجوی کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم راکبا علی البراق و

اور حرز العاشقین وغیرہ کتابوں میں ہے کہ حضرت سیدنا موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی درخواست سے حضور پُر نور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے روحِ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو حکم حاضری دیا۔ روحِ امام نے حاضر ہوکر موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کلام کیا [علہ] ___ اور عارف اجل شیخ محمد چشتی نے کتاب رفیق الطلاب میں حضرت شیخ الشیوخ قدست اسرارہم سے نقل کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے شبِ معراج کچھ لوگ اپنی امت کے ملاحظہ فرمائے [علہ] ___ اور شیخ نظام الدین گنجوی رحمۃ اللہ تعالٰی فرماتے تھے: جب حضور پُر نور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ رونق افروز پشتِ براق پر تھے اور براق کا زین پوش میرے کندھے پر تھا ___ اور عمدۃ المحدثین امام نجم الدین غیطی کتاب المعراج میں فرماتے ہیں: جب حضور معلی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سدرۃ المنتہی تک تشریف لے گئے اس پر ایک ابر چھایا [علہ] جس میں ہر قسم کا رنگ تھا، جبریل امین

علہ (ا) نبراس شرح شرح عقائد، علامہ عبد العزیز پرہاروی، ص ۳۸۸
(ب) مقابیس المجالس اردو ترجمہ از واحد بخش سیال ص ۲۵۵
(ج) معراج النبی از علامہ سید احمد سعید کاظمی ص ۲۸ اور مابعد
(د) عرفانِ شریعت (مجموعہ فتاوٰی امام احمد رضا) مرتبہ مولانا محمد عرفان علی حصہ سوم ص ۸۴ تا ۹۱

علہ رفیق الطلاب مجتبائی دہلی ص ۲۸

علہ عمدۃ الفضلاء المحققین امام نجم الدین غیطی فرماتے ہیں: واما الوقوف فیحتمل ان السر ادبہ السحابۃ التی غشیتہ وفیہا من کل لون التی رواھا ابن ابی حاتم عن انس وعند ما غشیتہ تاخر عنہ جبریل۔ (کتاب المعراج (مؤلفہ رجب ۹۹۹ ھ) مطبوعہ مصر، ص ۸۹)

www.alahazratnetwork.org

غاشیته علی کتفی انتھی و قال عمدۃ المحدثین الامام نجم الدین الغیطی فی کتاب المعراج ثم رفع الی سدرۃ المنتھی فغشیہ سحابۃ فیھا من کل لون فتأخر جبریل علیہ السلام ثم عرج لمستو سمع فیہ صریف الاقلام ورأی رجلا مغیبا فی نور العرش فقال من ھذا أملك؟ قیل: لا۔ قال: أنبی؟ قیل: لا، ھذا رجل کان فی الدنیا لسانہ رطب من ذکر اللہ تعالٰی وقلبہ معلق بالمساجد ولم یستسب لوالدیہ قط[1] الخ ما فی التفریح ملخصًا۔

علیہ الصلوٰۃ والسلام پیچھے رہ گئے۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مستوٰی[عہ] پر جلوہ فرما ہوئے وہاں قلموں کے لکھنے کی آواز گوش اقدس میں آئی اور ایک شخص کو ملاحظہ فرمایا کہ نورِ عرش میں چھپا ہوا ہے، حضور نے دریافت فرمایا: کیا یہ فرشتہ ہے؟ جواب ہوا: نہیں۔ پوچھا: کیا یہ نبی ہے؟ کہا نہیں بلکہ یہ ایک مرد ہے کہ دنیا میں اس کی زبان یادِ خدا میں تر رہتی اور دل مسجدوں میں لگا رہتا۔ کبھی کسی کے ماں باپ کو بُرا کہہ کر اپنے والدین کو بُرا نہ کہلوایا[عہ۲] انتہی۔

یعنی جب معراج میں اتنے لوگوں کی ارواح کا حاضر ہونا احادیث و اقوالِ علماء و اولیاء سے ثابت ہے تو روحِ اقدس حضور پُرنور سید الاولیاء، غوث الاصفیاء رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حاضری کیا جائے تعجب و انکار ہے۔ بلکہ ایسی حالت میں حاضر نہ ہونا ہی محلِ استعجاب ہے۔ اک ذرا انصاف و اندازہ قدر قادریت درکار ہے۔

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور اللہ ہی کی طرف سے توفیق ہے۔ ت) فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اپنے رسالہ "ھدی الحیران فی نفی الفیئ عن سید الاکوان" میں بعونہ تعالٰی ایک فائدہ جلیلہ لکھا کہ مطالب چند قسم ہیں، ہر قسم کا مرتبہ جدا اور ہر مرتبہ کا پایہ ثبوت علیحدہ۔ اس قسم مطالب احادیث میں ظہور نہ ہونا مضر نہیں، بلکہ کلماتِ علماء و مشائخ میں ان کا ذکر کافی۔

عہ امام نجم الدین غیطی فرماتے ہیں، ثم عرج بہ حتی ظھر لمستوی سمع فیہ صریف الاقلام۔ (کتاب المعراج، مطبوعہ مصر، ص ۸۰، ۸۹)

عہ۲ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، کتاب المعراج ص ۹۔

---

[1] تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبدالقادر المنقبۃ الاولٰی سنی دار الاشاعت علویہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۵ تا ۲۸

www.alahazratnetwork.org

امام خاتمۃ المحدثین جلال الملۃ والدین سیوطی قدس سرہ الشریف نے "مناھل الصفاء فی تخریج احادیث الشفاء" میں اس روایت کی نسبت کہ امیرالمومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضور پُرنور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ کے وصال اقدس کے بعد کلامِ طویل میں حضور کو ہر جملہ پر بکلمہ "بابی انت وامی یارسول اللّٰہ" (یارسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیک وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ ت) ندا کرکے حضور کے فضائل جلیلہ وخصائص جمیلہ بیان کئے، تحریر فرمایا:

لم اجدہ فی شیئ من کتب الاثر لکن صاحب اقتباس الانوار وابن الحاج فی مدخلہ ذکراہ فی ضمن حدیث طویل وکفی بذلك سند المثلہ فانہ لیس مما یتعلق بالاحکام۔

یعنی میں نے یہ روایت کسی کتابِ حدیث میں نہ پائی مگر صاحب اقتباس الانوار اور امام ابن الحاج نے اپنی مدخل میں اسے ایک حدیث طویل کے ضمن میں ذکر کیا اور ایسی روایت کو اسی قدر سند کفایت کرتی ہے کہ انھیں کچھ باب احکام سے تعلق نہیں انتہی۔

علامہ شہاب الدین خفاجی مصری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض میں نقل کیا اور مقرر رکھا۔[1]

بالجملہ روح مقدس کا شبِ معراج کو حاضر ہونا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا حضرت غوثیت کی گردن مبارک پر قدمِ اکرم رکھ کر براق یا عرش پر جلوہ فرمانا، اور سرکار ابد قرار سے فرزند ارجمند کو اس خدمت کے صلہ میں یہ انعام عظیم عطا ہونا ــــ ان میں کوئی امر نہ عقلاً اور نہ شرعاً مہجور، اور کلماتِ مشائخ میں مسطور و ماثور، کتبِ حدیث میں ذکر معدوم، نہ کہ عدم مذکور، نہ روایات مشائخ اس طریقہ سند ظاہری میں محصور، اور قدرتِ قادر وسیع وموفور، اور قدرِ قادری کی بلندی مشہور۔ پھر رد وانکار کیا مقتضائے ادب وشعور۔

اب یہ رہا کہ اس حدیث میں کہ براق برق رفتار زمین سے لپٹ گیا ــــ اور اس روایت میں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم گردنِ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ پر قدم رکھ کر زیب پشتِ براق ہوئے، بظاہر تنافی ہے۔

اقول اصلاً منافات نہیں، بلکہ جب اسی روایت میں مذکور کہ براق فرطِ فرحت سے

---

[1] نسیم الریاض بحوالہ مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفاء الفصل السابع برکات رضا گجرات ہند ۱/ ۲۴۸

www.alahazratnetwork.org

چالیس ہاتھ اُونچا ہوگیا۔ اور پُر ظاہر کہ جو مَرکَب[1] اس قدر بلند ہو وہ کیسا ہی زمین سے ملصق[2] ہوجائے تاہم قامتِ انسان سے بہت بلند رہے گا اور اس پر سواری کے لئے ضرور حاجتِ نردبان[3] ہوگی۔

اب ایک چھوٹے سے جانور فیل[4] ہی کو دیکھئے کہ جب ذرا بلند و بالا ہوتا ہے اسے بٹھا کر بھی بے زینہ سواری قدرے دقت رکھتی ہے۔ تو اگر براق بوجہ حیاء و تذلل حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سواری کے لئے زمین سے لپٹ گیا ہو اور پھر بھی بوجہ طول ارتفاع حاجتِ زینہ ہو جس کے لئے رُوحِ سرکار غوثیت مدار رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حاضر ہو کر اپنے مہربان باپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زیرِ قدم اکرم اپنا شانہ مبارک رکھا ہو، کیا جائے استعجاب[5] ہے۔

وصلی اللہ تعالٰی علی الحبیب الاکرم و اٰلہ وصحبہ اھل الکرم وابنہ الکریم الغوث الاعظم وعلینا بجاھھم وبارک وسلم۔

اللہ تعالٰی اپنے حبیب اکرم، آپ کے کرم والے آل واصحاب، آپ کے کریم بیٹے غوثِ اعظم اور ان کے صدقے میں ہم پر رحمت، برکت اور سلام نازل فرمائے۔ (ت)

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ دوم

از کٹھور ضلع سورت اسٹیشن سائن پرب

مرسلہ مولوی عبدالحق صاحب ۱۶ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

مسئلہ ۱۳ تا ۱۷ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان اقوال کے باب میں:

اوّل: ایک رسالہ میں لکھا ہے کہ شبِ معراج میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ نے عرش معلی پر اپنے اوپر سوار کر کے پہنچایا یا کاندھا دے کر اوپر سوار کر کے پہنچایا، یا کاندھا دے کر اوپر جانے کی معاونت کی، یعنی یہ کام اوپر جانے کا براق اور حضرت جبریل علیہ السلام اور رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام سے انجام کو نہ پہنچا حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے یہ مہم سر انجام کو پہنچائی۔

---

[1] مَرکَب بمعنی سواری
[2] ملصق ہونا: چمٹ جانا، مل جانا۔
[3] سیڑھی
[4] ہاتھی
[5] تعجب

www.alahazratnetwork.org

دوسرے یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میرے بعد نبی ہوتا تو پیرانِ پیر ہوتے۔

تیسرے یہ کہ زنبیل ارواح کی عزرائیل علیہ السلام سے حضرت پیرانِ پیر نے ناراض اور غصہ میں ہوکر چھین لی تھی۔

چوتھے یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی روح کو دُودھ پلایا۔

پانچویں اکثر عوام کے عقیدہ میں یہ بات جمی ہوتی ہے کہ غوث الاعظم رحمہ اللہ تعالٰی حضرت ابوبکر صدیق سے زیادہ مرتبہ رکھتے ہیں۔

ان اقوال کا کیا حال ہے؟ مفصل بیان فرماکر اجرِ عظیم اور ثواب کریم پائیں اور رفع نزاع بین الفریقین فرمائیں۔

المستفتی
عبدالحق عفاعنہ، کٹھور، ضلع سورت، گجرات (بھارت)
مورخہ ۱۶ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

الجواب

اللّٰھم لک الحمد فقیر غفراللہ تعالٰی لہٗ کلمات چند مجمل و مفید[1] گزارش کرے اگرچہ فریقین میں سے کسی کو پسند نہ آئیں مگر بعونہٖ تعالٰے حق و انصاف ان سے متجاوز نہیں والحق احق ان یتبع واللہ الہادی الٰی صراط مستقیم (اور حق ہی اتباع کے زیادہ لائق ہے، اور اللہ تعالٰے سیدھی راہ دکھانے والا ہے۔ ت)

جواب سوال ۲:

یہ قول کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو حضور غوث پاک رضی اللہ تعالٰے عنہ نبی ہوتے اگرچہ اپنے مفہوم شرطی پر صحیح و جائز الاطلاق ہے کہ بے شک مرتبہ علیہ رفیعہ حضور پُرنور رضی اللہ تعالٰے عنہ کو مرتبہ نبوت سے[2] بلاشبہ متصل ہو

عہ۱ مفید

عہ۲ مرتبہ غوثیت، مرتبہ نبوت کے پیچھے اور اس سے نیچے ہے۔

www.alahazratnetwork.org

ہے۔ خود حضور مصطفےٰ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں :

"جو قدم میرے جدِّ اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اٹھایا میں نے وہیں قدم رکھا سوا اقدام نبوت کے، کہ ان میں غیرِ نبی کا حصہ نہیں ؎

از نبی برداشتن گام از تو بنہادن قدم
غیر اقدام النبوہ سد ممشاھا الختام [1]

(نبی کا کام قدم اٹھانا اور آپ کا کام قدم رکھنا ہے علاوہ اقدامِ نبوت کے، کہ وہاں ختمِ نبوت نے راستہ بند کر دیا ہے)

اور جوازِ اطلاق یوں کہ خود حدیث میں امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے وارد :

لوکان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب رواہ احمد والترمذی والحاکم عن عقبۃ بن عامر والطبرانی فی الکبیر عن عصمۃ بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہما۔[2]

میرے بعد نبی ہوتا تو عمر ہوتا (اس کو امام احمد، ترمذی اور حاکم نے عقبہ بن عامر سے جبکہ طبرانی نے معجم کبیر میں عصمہ بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

دوسری حدیث میں حضرت ابراہیم صاحبزادہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے وارد :

لوعاش ابراھیم لکان صدیقا نبیا۔ رواہ ابن عساکر[3] عن جابر بن عبد اللہ وعن ابن عباس وعن ابن ابی اوفی والباوردی

اگر ابراہیم جیتے تو صدیق و پیغمبر ہوتے۔ (اس کو ابن عساکر نے جابر بن عبد اللہ اور ابن عباس اور ابن ابی اوفٰی سے جبکہ الباوردی نے حضرت

---

[1]

[2] جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰۹
المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ لوکان بعدی نبی لکان عمر دار الفکر بیروت ۳/ ۸۵
المعجم الکبیر حدیث ۴۷۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/ ۱۸۰
مسند امام احمد بن حنبل حدیث عقبہ بن عامر المکتب الاسلامی " ۴/ ۱۵۴

[3] تاریخ دمشق الکبیر باب ذکر بنیہ وبناتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وازواجہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۵ تا ۲۹
کنز العمال بحوالہ الباوردی عن انس وابن عساکر عن جابر بن عبد اللہ وابن عباس وابن ابی اوفی حدیث ۳۲۲۰۴ ۱۱/ ۴۶۹

www.alahazratnetwork.org

عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ انس بن مالک سے روایت کیا، اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہوا۔ (ت)

علماء نے امام ابو محمد جوینی قدس سرہ کی نسبت کہا ہے کہ "اگر اب کوئی نبی ہو سکتا تو وہ ہوتے۔"

امام ابن حجر مکی اپنے فتاوٰی حدیثیہ میں فرماتے ہیں:

قال فی "شرح المھذب" نقلا عن الشیخ الامام المجمع علی جلالتہ وصلاحہ و امامتہ ابی محمد الجوینی الذی قیل فی ترجمتہ لوجاز ان یبعث اللہ فی ھذہ الامۃ نبیا لکان ابا محمد الجوینی[1]

شرح مہذب میں کہا نقل کرتے ہوئے اس شیخ وامام سے جن کی جلالت وصلاحیت وامامت پر اجماع ہے یعنی ابو محمد جوینی علیہ الرحمہ جن کے تعارف میں کہا گیا ہے کہ اگر اب اللہ تعالٰی کی طرف سے اس امت میں کسی نبی کو بھیجنا جائز ہوتا تو وہ ابو محمد جوینی ہوتے۔ (ت)

مگر ہر حدیث حق ہے، ہر حق حدیث نہیں۔ حدیث ماننے اور حضور اکرم سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنے کے لئے ثبوت چاہئے، بے ثبوت نسبت جائز نہیں، اور قول مذکور ثابت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

جواب سوال ۴:

حضرت ام المومنین محبوبہ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہا وسلم کا زوج اقدس سیدنا الغوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو دودھ پلانا، بعض مداحین حضور اسے واقعۂ خواب بیان کرتے ہیں کما رأیت فی بعض کتبھم التصریح بذٰلک (جیسا کہ میں نے ان کی بعض کتابوں میں اس پر تصریح دیکھی۔ ت)

اس تقدیر پر تو اصلاً استبعاد[عہ1] نہیں اور اب اس پر جو کچھ ایراد کیا گیا سب بے جا و بے محل ہے۔ اور اگر بیداری ہی میں مانا جاتا ہو تاہم بلاشبہہ عقلاً اور شرعاً جائز اور اس میں درایۃً کوئی استحالہ[عہ2] درکنار استبعاد بھی نہیں۔ ان اللہ علٰی کل شیئ قدیر[2] (بیشک اللہ ہر شے پر قادر ہے۔ ت)

عہ1: دور از قیاس

عہ2: محال ہونا

[1] الفتاوی الحدیثیۃ مطلب قیل لوجاز ان یبعث اللہ فی ھذہ الامۃ نبیا الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ص۳۲۲، ۳۲۵

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۰

نظاہر میں ام المومنین کے پاس شیر نہ ہونا کچھ اس کے منافی کہ امور خارقہ للعادۃ[عہ۱] اسباب ظاہر پر موقوف نہیں، نہ روح عام متکلمین کے نزدیک مجردات سے ہے اور فی نفسہا مادیہ نہ سہی تاہم مادہ سے اس کا تعلق بدیہی۔ نہ جسم جسم شہادت میں منحصر۔ جسم مثالی بھی کوئی چیز ہے کہ ہزاروں احادیث برزخ وغیرہ اس پر گواہ[عہ۲]، کیفما کان[عہ۳]۔ شک نہیں کہ روح مفارق[عہ۴] کی طرف نصوص متواترہ میں نزول و صعود و وضع و تمکن وغیرہ اعراض جسم وجسمانیات قطعًا منسوب اور وہ نسبتیں اہل حق کے نزدیک ظاہر پر محمول[عہ۵]۔ 27

یالیت شعری جب ارواح شہداء کا میوہ ہائے جنت کھانا ثابت۔

الترمذی عن کعب بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان ارواح الشہداء فی طیر خضر تعلق من ثمر الجنۃ[1]

(امام ترمذی کعب ابن مالک سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:) بے شک شہداء کی ارواح سبز رنگ کے پرندوں میں میوہ ہائے جنت سے لطف اندوز ہوتی ہیں۔

بلکہ دوسری روایت میں ارواح عام مومنین کے لئے یہی ارشاد:

الامام احمد عن الامام الشافعی عن الامام مالک عن الزھری عن عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نسمۃ المؤمن طائر یعلق فی شجر الجنۃ حتی یرجعہ اللہ تعالٰی فی جسدہ یوم یبعثہ[2]

امام احمد امام شافعی سے وہ امام مالک سے وہ زہری سے وہ عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک سے وہ اپنے باپ سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ) مومن کی روح پرندہ کی صورت میں جنت کے درختوں میں رہتی ہے یہاں تک کہ قیامت کے روز اللہ تعالٰی اسے اپنے جسم کی طرف لوٹا دے گا۔

عہ۱ عادت کے خلاف، کرامت وغیرہ۔

عہ۲ وہ احادیث جو احوالِ برزخ پر مشتمل ہیں ان میں جسم مثالی بکثرت ذکر آیا ہے لہٰذا وہ احادیث جسم مثالی کے وجود پر گواہ ہیں۔

عہ۳ کوئی بھی صورت ہو۔

عہ۴ جسم سے جدا روح۔

عہ۵ اہل سنت کے نزدیک اپنے ظاہری معنی پر ہیں ان میں کوئی تاویل نہیں کی گئی۔

---

[1] جامع الترمذی ابواب فضائل الجہاد باب ماجاء فی ثواب شہید امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۹۷

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث کعب بن مالک انصاری المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۵۵

www.alahazratnetwork.org

تو دودھ پلانے میں کیا استحالہ ہے۔ حالِ روح بعد فراق و پیش از تعلق میں فارق[عـــہ۱] کیا ہے؟ آخر حضرت ابراہیم علٰی ابیہ الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لئے صحیح حدیث میں ہے:
"جنت میں دو دایہ ان کی مدتِ رضاعت پوری کرتی ہیں۔"

رواہ احمد و مسلم عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان ابراھیم ابنی وانہ مات فی الثدی وان لہ ظئرین یکملان رضاعہ فی الجنۃ[۱]

اس کو امام احمد و مسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ابراہیم میرا بیٹا جو شیر خوارگی کی عمر میں وصال فرماگیا ہے بیشک جنت میں اس کیلئے دو دایہ ہیں جو اس کی مدتِ رضاعت پوری کریں گی۔ (ت)

بایں ہمہ یہ باتیں نافی استحالہ ہیں نہ مثبت وقوع[عـــہ۲] ۔ قول بالوقوع تا وقتیکہ نقل ثابت نہ ہو جزاف[عـــہ۳] و بے اصل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

جواب سوال ۳:

زنبیلِ ارواح[عـــہ۴] چھین لینا خرافات مخترعہ جہال سے ہے۔ سیدنا عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام رسل ملائکہ سے ہیں اور رسل ملائکہ اولیاء بشر سے بالاجماع افضل۔ تو مسلمانوں کو ایسے اباطیل واہیہ

عـــہ۱ روح کے جسم سے جدا ہونے کے بعد کی حالت اور جسم سے متعلق ہونے سے پہلے کی حالت میں کوئی فرق نہیں۔
عـــہ۲ ان دلائل سے استحالہ کی نفی ہوتی ہے لیکن اس کا واقع ہونا ثابت نہیں ہوتا۔
عـــہ۳ من گھڑت، جھوٹ، بیہودہ۔
عـــہ۴ روحوں کا تھیلا۔

---

[۱] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب رحمتہ صلی اللہ علیہ وسلم الصبیان والعیال الخ قدیمی کتب خانہ ۲/ ۲۵۴
مسند احمد بن حنبل عن انس بن مالک المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۱۲

www.alahazratnetwork.org

سے احتراز لازم۔ واللہ الہادی الیٰ سبیل الرشاد۔

جواب سوال ۵ :

یُونہی جس کا عقیدہ ہو کہ حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ حضرت جناب افضل الاولیاء المحمدیین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے افضل ہیں یا ان کے ہمسر ہیں،

عہ تنبیہ : بنائے انکار یہ طرز ادا ہے ورنہ ممکن کہ سیدنا عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کچھ روحیں بامر الٰہی قبض فرمائی ہوں اور حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی دعا سے باذن الٰہی پھر اپنے اجسام کی طرف پلٹ آئی ہوں کہ احیاء مردہ حضور پُرنور و دیگر محبوبانِ خدا سے ایسا ثابت ہے کہ جس کے انکار کی گنجائش نہیں۔

یُوں ہی ممکن کہ حضرت ملک الموت نے بنظرِ صحائف محو و اثبات قبض بعض ارواح شروع کیا اور علم الٰہی میں قضائے ابرام نہ پایا تھا برکت دعائے محبوب قبض سے باز رکھے گئے ہوں۔

امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب لواقح الانوار میں حالات حضرت سیدی شیخ محمد شربینی قدس سرہٗ میں لکھتے ہیں :

لما ضعف ولدہ احمد واشرف علی الموت وحضر عزرائیل لقبض روحہ قال لہ الشیخ ارجع الیٰ ربك فراجعہ فان الامر نسخ فرجع عزرائیل وشفی احمد من تلك الضعفۃ وعاش بعدھا ثلاثین عامًا[1]

یعنی جب اُن کے صاحبزادے احمد ناتواں ہو کر قریب مرگ ہوئے اور حضرت عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی رُوح قبض کرنے آئے حضرت شیخ نے ان سے گزارش کی کہ اپنے رب کی طرف واپس جائیے اس سے پوچھ لیجئے کہ حکم موت منسوخ ہوچکا ہے۔ عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام پلٹ گئے، صاحبزادے نے شفا پائی اور اس کے بعد تیس برس زندہ رہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] الطبقات الکبرٰی (لواقح الانوار) خاتمۃ الکتاب ترجمہ ۲۰ شیخ محمد الشربینی دار الفکر بیروت ۲/ ۱۸۵

www.alahazratnetwork.org

گمراہ بد مذہب ہے ۔ سبحان اللہ، اہل سنّت کا اجماع ہے کہ حضور صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ حضرت امام اولیاء مرجع العرفاء امیر المومنین مولی المسلمین سیدنا مولٰی علی کرم اللہ وجہہ سے بھی اکرم و افضل واتم و اکمل ہیں جو اس کا خلاف کرے اسے بدعتی، تشیعی، رافضی مانتے ہیں، نہ کہ حضور غوثیت مآب رضی اللہ تعالٰی عنہ کی تفضیل دینی کہ معاذ اللہ انکار آیات قرآنیہ و احادیث صحیحہ و خرق اجماع امت مرحومہ ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔

یہ مسکین اپنے زعم میں سمجھا کہ میں نے حق محبت حضور پُر نور سلطان غوثیت رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ادا کیا کہ حضور کو ملک مقرب پر غالب یا افضل بتایا، حالانکہ ان بیہودہ کلمات سے پہلے بیزار ہونے والے سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں، و باللہ التوفیق ۔

جواب سوال ۱:

رہا شب معراج میں روح پُر فتوح حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالٰی عنہ کا حاضر ہو کر پائے اقدس حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نیچے گردن رکھنا، اور وقت رکوب براق یا صعود عرش زینہ بننا، شرعاً و عقلاً اس میں بھی کوئی استحالہ نہیں ۔

سدرۃ المنتہٰی اگر منتہائے عروج ہے تو باعتبار اجسام نہ بنظر ارواح ۔ عروج روحانی ہزاروں اکابر اولیاء کو عرش بلکہ مافوق العرش تک ثابت و واقع، جس کا انکار نہ کرے گا مگر علوم اولیاء کا منکر ـــــ بلکہ باوضو سونے والے کے لئے حدیث میں وارد کہ،

"اس کی رُوح عرش تک بلند کی جاتی ہے ۔"

نہ اس قصہ میں معاذ اللہ بوئے تفضیل یا ہمسری حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے نکلتی ہے، نہ اس کی عبارت یا اشارت سے کوئی ذہن سلیم اس طرف جا سکتا ہے ۔ کیا عجب سواری براق سے بھی یہی معنی تراشے جائیں کہ اوپر جانے کا کام حضرت جبرائیل علیہ السلام اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے انجام کو نہ پہنچا براق نے یہ مہم سر انجام کو پہنچائی ـــــ در پردہ اس میں براق کو فضیلت دینا لازم آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بہ نفس نفیس تو نہ پہنچ سکے اور براق پہنچ گیا اس کے ذریعے سے حضور کی رسائی ہوئی ۔

؏ فضیلت دینا

www.alahazratnetwork.org

یا ھذا اخدمت کے افعال جو بنظرِ تعظیم و اجلال سلاطین بجالاتے ہیں کیا ان کے یہ معنٰی ہوتے ہیں کہ بادشاہ ان امور میں عاجز اور ہمارا محتاج ہے ؟ ——— علاوہ بریں کسی بلندی پر جانے کے لئے زینہ بننے سے یہ کیونکر مفہوم کہ زینہ بننے والا خود بے زینہ وصول پر قادر ——— نردبان[ع۱] ہی کو دیکھیں کہ زینہ صعود ہے اور خود اصلاً صعود پر قادر نہیں۔

فرض کیجئے کہ ہنگام بُت شکنی حضرت امیرالمؤمنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ کی عرض قبول فرمائی جاتی اور حضور پُر نور افضل صلوات اللہ و اکمل تسلیماتہ علیہ وعلٰی آلہٖ ان کے دوش مبارک پر قدم رکھ کر بُت گراتے تو کیا اس کا یہ مفاد ہوتا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو معاذ اللہ اس کام میں عاجز اور حضرت مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ قادر تھے ۔ غرض ایسے معنے محال، نہ ہرگز عبارت قصّہ سے مستفاد، نہ ان کے قائلین بے چاروں کو مراد، واللہ الھادی الٰی سبیل الرشاد (اور اللہ تعالٰی ہی درست راستے کی طرف ہدایت عطا فرمانے والا ہے۔ ت)

یہ بیان ابطالِ استحالہ و اثباتِ صحت بمعنی امکان کے متعلق تھا۔ رہا اس روایت کے متعلق بقیہ کلام، وہ فقیر غفر اللہ تعالٰی کے مجلد دوم[ع۲] العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ کی کتاب مسائل شتّٰی میں مذکور کہ یہ سوال پہلے بھی اجین سے آیا اور اس کا جواب قدرے مفصل دیا گیا تھا۔

خلاصۂ مقصد اس کا مع زیاداتِ جدیدہ یہ کہ اس کی اصل کلمات بعض مشائخ میں مسطور، اس میں عقلی و شرعی کوئی استحالہ نہیں، بلکہ احادیث و اقوال اولیاء و علماء میں متعدد بندگانِ خدا کے لئے ایسا حضور روحانی وارد۔

(۱ و ۲) مسلم اپنی صحیح اور ابوداؤد طیالسی مسند میں جابر بن عبداللہ انصاری اور عبد بن حمید بسند حسن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

دخلت الجنۃ فسمعت خشفۃ فقلت ماھذہ قالوا ھذا بلال ثم دخلت الجنۃ فسمعت خشفۃ فقلت ماھذہ

میں جب جنت میں داخل ہوا تو ایک پہچل سنی، میں نے پوچھا، یہ کیا ہے؟ ملائکہ نے عرض کی، یہ بلال ہیں۔ پھر تشریف لے گیا، پہچل سنی، میں نے پوچھا

ع۱ سیڑھی

ع۲ یاد رہے کہ فتاوٰی رضویہ قدیم میں یہ مسائل شاملِ اشاعت نہیں ہو سکے تھے اب ان کو اشاعت جدید میں کتاب الشتّٰی کی پیشِ نظر جلد میں شامل کر دیا گیا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

قالوا ھذہ الغمیصاء بنت ملحان[1] | یہ کیا ہے؟ عرض کیا، غمیصاء بنت ملحان، یعنی ام سلیم مادر انس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

ان کا انتقال خلافت امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہوا کما ذکرہ الحافظ فی التقریب[2] (جیسا کہ حافظ نے تقریب میں اس کو ذکر کیا۔ ت)

(۳) امام احمد و ابو یعلٰی بسند صحیح حضرت عبداللہ بن عباس اور

(۴) طبرانی کبیر اور ابن عدی کامل بسند حسن ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

دخلت الجنۃ فسمعت فی جانبھا وجسا فقلت یاجبرئیل ما ھذا قال ھذا بلال المؤذن[3] | میں شب معراج جنت میں تشریف لے گیا اسکے گوشہ میں ایک آواز نرم سنی، پوچھا: اے جبریل! یہ کیا ہے؟ عرض کی: یہ بلال مؤذن ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

(۵) امام احمد و مسلم و نسائی انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور والاصلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ فرماتے ہیں:

دخلت الجنۃ فسمعت خشفۃ بین یدی، فقلت ماھذہ الخشفۃ، فقیل الغمیصاء بنت ملحان[4] | میں بہشت میں رونق افروز ہوا، اپنے آگے ایک کھٹکا سنا، پوچھا: اے جبریل! یہ کیا ہے؟ عرض کی گئی، غمیصاء بنت ملحان۔

---

[1] کنز العمال بحوالہ عبد بن حمید عن انس والطیالسی عن جابر حدیث ۳۳۱۶۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۶۵۳
مسند ابی داؤد الطیالسی عن جابر حدیث ۱۷۱۹ دار المعرفۃ بیروت الجزء السابع ص ۲۳۸
صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل ام سلیم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۹۲

[2] تقریب التہذیب ترجمہ ۸۷۸۰ ام سلیم بنت ملحان دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۶۶۸

[3] کنز العمال حدیث ۳۳۱۶۲ و ۳۳۱۶۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۶۵۳
الکامل لابن عدی ترجمہ یحیٰی بن ابی حیۃ ابن جناب الکلبی دار الفکر بیروت ۷/ ۲۶۷۰

[4] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من ام سلیم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۹۲
مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۹۹

www.alahazratnetwork.org

(۶) امام احمد و نسائی و حاکم باسنادِ صحیح اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

دخلت الجنة فسمعت فیہا قراءة، فقلت من ھذا؟ قالوا حارثة بن نعمان کذٰلکم البر کذٰلکم البر۔[1]

میں بہشت میں جلوہ فرما ہوا، وہاں قرآن کریم پڑھنے کی آواز آئی، پوچھا: یہ کون ہے؟ عرض کی گئی: حارثہ بن نعمان۔ نیکی ایسی ہوتی ہے نیکی ایسی ہوتی ہے۔

یہ حارثہ رضی اللہ تعالٰی عنہ خلافتِ امیر معٰویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ میں راہی جنان ہوئے قالہ ابن سعد فی الطبقات وذکرہ الحافظ فی الاصابة[2] (ابن سعد نے طبقات میں اور حافظ نے اصابہ میں اس کو ذکر کیا۔ ت)

(۷) ابن سعد طبقات میں ابوبکر عدوی سے مرسلاً راوی حضور سید العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

دخلت الجنة فسمعت نحمة من نعیم۔[3] میں جنت میں تشریف فرما ہوا تو نعیم کی کھکارسُنی۔

یہ نعیم بن عبداللہ عدوی معروف بہ نحّام (کہ اسی حدیث کی وجہ سے ان کا یہ عرف قرار پایا) خلافت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ میں جنگِ اجنادین میں شہید ہوئے۔

کما ذکرہ موسٰی بن عقبة فی المغازی عن الزھری وکذا قالہ ابن اسحٰق ومصعب الزبیری و اٰخرون کما فی الاصابة۔[4]

جیسا کہ موسٰی بن عقبہ نے مغازی میں زہری کے حوالے سے اس کو ذکر کیا یوں ہی کہا ابن اسحٰق اور مصعب زبیری اور دیگر علماء نے جیسا کہ اصابہ میں ہے۔ (ت)

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۳۶
المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ مناقب حارثہ بن نعمان دار الفکر بیروت ۳/ ۲۰۸
الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ بحوالہ النسائی ترجمہ ۱۵۳۲ حارثہ بن نعمان دار صادر " ۱/ ۲۹۸

[2] " " " " " " " " " " " " ۱/ ۲۹۹
الطبقات الکبرٰی لابن سعد ترجمہ حارثہ بن نعمان " " " ۳/ ۴۸۸

[3] الطبقات الکبرٰی لابن سعد الطبقۃ الثانیۃ من المہاجرین و الانصار ترجمہ نعیم بن عبداللہ المعروف النحام دار صادر بیروت ۴/ ۱۳۶

[4] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ترجمہ نعیم بن عبداللہ ۸۷۷۶ دار صادر بیروت ۳/ ۵۶۸

www.alahazratnetwork.org

سبحان اللہ! جب احادیثِ صحیحہ سے احیائے عالم شہادت کا حضور ثابت تو عالمِ ارواح سے بعض ارواحِ قدسیہ کا حضور کیا دُور۔

(۸) امام ابوبکر بن ابی الدنیا ابوالمخارق سے مرسلاً راوی، حضور پُرنور صلوات اللہ وسلامہ علیہ فرماتے ہیں:

مررت لیلۃ اسری بی برجل مغیب فی نور العرش، قلت: من ھذا؟ املك؟ قیل: لا۔ قلت: نبی؟ قیل: لا۔ قلت: من ھذا؟ قال: ھذا رجل کان فی الدنیا لسانہ رطب من ذکر اللہ تعالٰی وقلبہ معلق بالمساجد ولم یستسب لوالدیہ قط۔[1]

یعنی شبِ اسرٰی میرا گزر ایک مرد پر ہوا کہ نورِ عرش کے نور میں غائب تھا، میں نے فرمایا: یہ کون ہے، کوئی فرشتہ ہے؟ عرض کی گئی: نہ۔ میں نے فرمایا: نبی ہے؟ عرض کی گئی: نہ۔ میں نے فرمایا: کون ہے؟ عرض کرنے والے نے عرض کی: یہ ایک مرد ہے دُنیا میں اس کی زبان یادِ الٰہی سے تر تھی اور دل مسجدوں سے لگا ہوا، اور (اس نے کسی کے ماں باپ کو بُرا کہہ کر) کبھی اپنے ماں باپ کو بُرا نہ کہلوایا۔

ثم **اقول** وباللہ التوفیق (پھر میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ت) کیوں راہ دور سے مقصد قریب نشان دیجئے، فیض قادریت جوش پر ہے، بحرِ حدیث سے خاص گوہرِ مراد حاصل کیجئے۔ حدیث مرفوع مروی کتب مشہورہ ائمہ محدثین سے ثابت کہ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ مع اپنے تمام مریدین واصحاب وغلامان بارگاہ آسمان قباب کے شبِ اسرٰی اپنے مہربان باپ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے حضورِ اقدس کے ہمراہ بیت المعمور میں گئے وہاں حضور پُرنور کے پیچھے نماز پڑھی، حضور کے ساتھ باہر تشریف لائے۔ والحمد للہ رب العٰلمین (سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ت)

اب ناظرِ غیر وسیع النظر متعجبانہ پُوچھے گا کہ یہ کیونکر؟ ــــــ ہاں ہم سے سُنئے۔ واللہ الموفق۔ ابن جریر وابن ابی حاتم وابویعلٰی وابن مردویہ وبیہقی وابن عساکر حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ

---

[1] الدرالمنثور بحوالہ ابن ابی الدنیا تحت الآیۃ ۲/۱۵۲ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۱/۱۴۹
الترغیب والترہیب بحوالہ " " کتاب الذکر والدعاء الترغیب فی الاکثار من ذکراللہ مصطفی البابی مصر ۲/۳۹۵

www.alahazratnetwork.org

تعالٰی عنہ سے حدیث طویل معراج میں راوی، حضور اقدس سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ثم صعدت الی السماء السابعۃ فاذا انا بابراھیم الخلیل مسند ظھرہ الی البیت المعمور (فذکر الحدیث الی ان قال) واذا بامتی شطرین شطر علیھم ثیاب بیض کانھا القراطیس و شطر علیھم ثیاب رمد فدخلت البیت المعمور ودخل معی الذین علیھم الثیاب البیض وحجب الاخرون الذین علیھم ثیاب رمد وھم علی خیر فصلیت انا و من معی من المؤمنین فی البیت المعمور ثم خرجت انا ومن معی[1] (الحدیث)۔

پھر میں ساتویں آسمان پر تشریف لے گیا، ناگاہ وہاں ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بیت المعمور سے پیٹھ لگائے تشریف فرما ہیں اور ناگاہ اپنی امت دو قسم پائی، ایک قسم کے سپید کپڑے ہیں کاغذ کی طرح، اور دوسری قسم کا خاکستری لباس۔ میں بیت المعمور کے اندر تشریف لے گیا اور میرے ساتھ سپید پوش بھی گئے، میلے کپڑوں والے رو کے گئے مگر ہیں وُہ بھی خیر وخوبی پر۔ پھر میں نے اور میرے ساتھ کے مسلمانوں نے بیت المعمور میں نماز پڑھی۔ پھر مَیں اور میرے ساتھ والے باہر آئے۔

ظاہر ہے کہ جب ساری امت مرحومہ بفضلہ عزوجل شرف باریاب سے مشرف ہوئی یہاں تک کہ میلے لباس والے بھی۔ تو حضور غوث الورٰی اور حضور کے منتسبان باصفا تو بلاشبہہ ان اجلی پوشاک والوں میں ہیں، جنھوں نے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ بیت المعمور میں جاکر نماز پڑھی، والحمد للہ رب العٰلمین (سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ ت)۔

اب کہاں گئے وہ جاہلانہ استبعاد کہ آج کل کے کم علم مفتیوں کے سدِّ راہ ہوئے، اور جب یہاں تک بحمداللہ ثابت تو معاملہ قدم میں کیا وجہِ انکار ہے کہ قولِ مشائخ کو خواہی نخواہی رُد کیا جائے۔ ہاں سند محدثانہ نہیں ــ پھر نہ ہو ــ اس جگہ اسی قدر بس ہے ــ سند معنعن عــہ کی حاجت نہیں؛

عــہ ایسی روایت جس میں ایک راوی دوسرے راوی سے "عن فلان" کے لفظ سے روایت کرے۔

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر باب ذکر عروجہ الی السماء الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۹۴

دلائل النبوۃ للبیہقی باب الدلیل علی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عرج بہ الی السماء دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۹۳-۳۹۲

الدر المنثور بحوالہ ابن جریر وابن حاتم وغیرہ الخ تحت الآیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۶۲

www.alahazratnetwork.org

کما بیّناہ فی رسالتنا ھدی الحیران فی نفی الفیئ عن سید الاکوان" (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ "ہدی الحیران فی نفی الفیئ عن سید الاکوان" میں اسے بیان کیا ہے ۔ت)

امام جلال الدین سیوطی نے مناھل الصفا فی تخریج احادیث الشفاء" میں مرثیہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ "بابی انت و امی یارسول اللہ الخ" (یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ت) کی نسبت فرماتے ہیں،

لم اجدہ فی شیئ من کتب الحدیث الاثر (الٰی قولہ) بالاحکام[1]

میں نے یہ روایت کسی کتاب حدیث میں نہ پائی مگر صاحب اقتباس الانوار اور امام ابن الحاج نے اپنی مدخل میں اسے حدیث طویل کے ضمن میں ذکر کیا اور ایسی روایت کو اسی قدر سند کفایت کرتی ہے کہ انھیں کچھ باب احکام سے تعلق نہیں۔

اور یہ تو کسی سے کہا جائے کہ حضرات مشائخ کرام قدست اسرارہم کے علوم اسی طریقۂ سند ظاہری حدثنا فلان عن فلان میں منحصر نہیں، وہاں ہزار ہا ابواب وسیعہ و اسباب رفیعہ ہیں کہ اس طریقۂ ظاہرہ کی وسعت ان میں سے کسی کے ہزارویں حصہ تک نہیں، تو اپنے طریقہ سے نہ پانے کو ان کی تکذیب کی حجت جاننا کیسی ناانصافی ہے۔

انسان کی سعادت کبرٰی ان مدارج عالیہ و معارک غالیہ تک وصول رہے ــــ اور اس کی بھی توفیق نہ ملے تو کیا درجۂ تسلیم، نہ کہ معاذ اللہ انکار و تکذیب کہ سخت مہلکہ یا کلمہ ہے، والعیاذ باللہ رب العٰلمین (اور اللہ تعالٰی کی پناہ جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ت) ــــ جیسے آج کل ایک بحرینی بے بہرہ نے رسالہ "لباب المعانی" سیاہ کرکے مصر میں چھپوایا اور صرف اس پر کہ حضرت امام عارف باللہ، ثقہ، حجت، فقیہ، محدث، امام القراء، سیدی ابوالحسن علی نورالملۃ والدین شطنوفی قدس سرہ العالی الصوفی نے کتاب بہجۃ الاسرار شریف میں باسناد صحیح حضرت امام اجل سیدی احمد رفاعی قدس سرہ الرفیع پر حضور پرنور سید الاولیا حضرت غوث الورٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی تفضیل روایت فرمائی، نہ صرف اس امام جلیل و کتاب جمیل بلکہ خاک بدہن گستاخ جناب اقدس میں

---

[1] نسیم الریاض بحوالہ مناھل الصفا فی تخریج احادیث الشفاء الفصل السابع مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/۲۴۸

[2] " " " " " " " " " " " " " "

www.alahazratnetwork.org

کوئی دقیقہ بے ادبی اٹھا نہ رکھا۔ نعوذ باللہ من الخذلان ولا حول ولا قوۃ الا باللہ القادر المستعان (ہم ذلت و رسوائی سے اللہ تعالٰی کی پناہ چاہتے ہیں جو قدرت والا ہے جس سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ ت)

یہ لباب عجاب اول تا آخر جہالاتِ فاضحہ و خرافاتِ واضحہ کا لب لباب ہے۔ کثرتِ مسائل سے نامِ فرصت عنقا نہ ہوتا تو فقیر اس کا رَد لکھ دیتا۔ مگر الحمدللہ نارِ باطل خود منطفی[1] ہے اور ہمارے بلاد میں اس کا شر بکثیر منتفی[2]۔ فلاحاجۃ الٰی اشاعۃ خرافاتہ ولو علٰی وجہ الرد (اس کی خرافات کو شائع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اگرچہ بطورِ رَد ہو۔ ت)

بالجملہ روایت نہ عقلاً ممنوع نہ شرعاً مہجور، اور کلماتِ مشائخ میں مسطور و ماثور اور کتبِ احادیث میں ذکر معدوم نہ کہ عدم مذکور ـــــ نہ روایاتِ مشائخ اس طریقۂ سندِ ظاہری میں محصور، اور قدرتِ قادر وسیع و موفور، اور قدرِ قادری کی بلندی مشہور، پھر رَد وانکار کیا مقتضائے ادب و شعور۔ والحمد للہ العزیز الغفور، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم و علمہ اتم واحکم (اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو عزت والا بہت بخشنے والا ہے، اور اللہ سبحانہ تعالٰی خوب جانتا ہے اور اس کا علم خوب تام اور خوب مضبوط ہے۔ ت)

مسئلہ ثالثہ

مسئلہ مسئولہ مولوی نور محمد صاحب کانپوری، ملازم کارخانہ میل کاٹ واقع دیوان، ۹ محرم الحرام ۱۳۳۰ھ۔

ماقولکم یا علماء الملۃ السمحۃ البیضاء و مفتی الشریعۃ الغراء فی ھٰذہ: آپ کا کیا ارشاد ہے اے فراخ و روشن ملت کے عالمو اور اے چمکدار شریعت کے مفتیو! اس مسئلہ میں: (ت)

مولود غلام امام شہید، صفحہ ۵۹ سطر ۱۱ میں لکھا ہے کہ:

"شبِ معراج میں حضرت غوث الاعظم شیخ محی الدین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی روحِ پاک

---

[1] بجھی ہوئی۔
[2] ختم، نیست و نابود۔

www.alahazratnetwork.org

نے حاضر ہوکر گردنِ نیاز صاحبِ لولاک کے قدم سراپا اعجاز کے نیچے رکھ دی اور خواجۂ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم گردنِ غوثِ اعظم پر قدم مبارک رکھ کر براق پر سوار ہوئے اور اس روح پاک سے استفسار فرمایا کہ تو کون ہے ؟ عرض کیا : میں آپ کے فرزندوں اور ذریاتِ طیبات سے ہوں، اگر آج اس نعمت سے کچھ منزلت بخشئے گا تو آپ کے دین کو زندہ کروں گا۔ فرمایا کہ : "تو محی الدین ہے اور جس طرح میرا قدم تیری گردن پر ہے اسی طرح کل تیرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہوگا۔"

اور اس روایت کی دلیل یہ لکھی ہے کہ صاحبِ منازل اثنا عشریہ بھی تحفۃ القادریہ سے لکھتے ہیں اسی کتاب کے صفحہ ۸۰ ، سطر ۵ میں مرقوم ہے کہ ،

"خواجۂ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خوش ہوکر سوار ہونے لگے براق نے شوخی شروع کی ، جبریل علیہ السلام نے کہا ، کیا بیحرمتی ہے تو نہیں جانتا کہ تیرا راکب کون ہے ؟ خلاصۂ ہژدہ ہزار عالم محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم (اٹھارہ ہزار جہانوں کے خلاصہ محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو اللہ کے سچے رسول ہیں ۔ ت) براق نے کہا کہ اے امینِ وحیِ الٰہی ! تم اس وقت خفگی مت کرو مجھے رسول مقبول صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی جناب میں ایک التماس ہے ۔ فرمایا ، بیان کرو ، عرض کیا ، آج دولتِ زیارت سے مشرف ہوں کل قیامت کے دن مجھ سے بہتر براق آپ کی سواری کے واسطے آئیں گے امیدوار ہوں کہ حضور سوائے میرے اور کسی براق کو پسند نہ فرمائیں ۔"

صاحب تحفۃ القادریہ لکھتے ہیں کہ ،

"وہ براق خوشی سے پھولا نہ سمایا اور اتنا بڑھا اور اونچا ہوا کہ صاحبِ معراج کا ہاتھ زین تک اور پاؤں رکاب تک نہ پہنچا ۔"

پس استفسار اس امر کا ہے کہ آیا یہ روایت صحاح ستہ وغیرہ احادیث وشفائے قاضی عیاض وغیرہ کتب معتبرہ فن میں موجود ہے یا نہ ۔ بیان کافی وشافی بالاسانید من المعتبرات المعتقدات بالبسط والتفصیل جزاکم اللہ خیرا ۔ بینوا توجروا (معتبر ومعتمد سندوں کے ساتھ کافی و شافی بیان پوری شرح وتفصیل کے ساتھ ارشاد فرمائیں ۔ اللہ تعالٰے آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے ۔ بیان کرو اجر پاؤ گے ۔ ت)

الجواب

کتب احادیث وسیر میں اس روایت کا نشان نہیں ۔ رسالہ غلام امام شہید محض نامعتبر، بلکہ صریح اباطیل وموضوعات پر مشتمل ہے ۔ منازل اثنا عشریہ کوئی کتاب فقیر کی نظر سے نہ گزری نہ کہیں اس کا

www.alahazratnetwork.org

تذکرہ دیکھا۔

تحفہ قادریہ شریف اعلیٰ درجہ کی مستند کتاب ہے میں اس کے مطالعہ بالاستیعاب سے بارہا مشرف ہوا، جو نسخہ میرے پاس ہے یا اور جو میری نظر سے گزرا اُن میں یہ روایات اصلاً نہیں[1]۔

بایں ہمہ اس زمانہ کے مفتیانِ جہول، مخطیانِ غفول[2] نے جو اس کا بطلان یوں ثابت کرنا چاہا کہ سدرۃ المنتہٰی سے بالا عروج کیا اور اس میں معاذ اللہ حضورِ اقدس و انور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر حضور پُر نور غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی تفضیل نکلتی ہے[3] یہ محض تعصب و جہالت ہے جس کا رَد فقیر نے ایک مفصل فتوٰی میں سترہ سال ہوئے، کیا، جبکہ ۱۶ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ کو کٹھور ضلع سورت سے ایک سوال آیا تھا[4]۔

فاضل عبدالقادر قادری ابن شیخ محی الدین اربلی نے کتاب "تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبدالقادر" رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں یہ روایت لکھی[5] ہے اور اسے جامع شریعت و حقیقت شیخ رشید بن محمد جنیدی رحمۃ اللہ

---

[1] تحفہ قادریہ، حضرت شاہ ابوالمعالی قادری (۱۱۱۶ھ) کی فارسی تالیف ہے جس میں حضور غوث الورٰی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حالات اور کرامات کا تذکرہ ہے۔ آپ اپنے وقت کے سربرآوردہ مشائخ میں شمار ہوتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کے ارشاد پر اشعۃ اللمعات اور شرح فتوح الغیب مکمل فرمائی۔ آپ کا مزار لاہور میں واقع ہے۔

تحفہ قادریہ کے قلمی نسخے اکثر کتب خانوں میں موجود ہیں، اصل فارسی نسخہ تاحال طبع نہ ہوا، البتہ اس کا اُردو ترجمہ (۱) سیرت الغوث مولفہ محمد باقر نقشبندی (۱۳۲۳ھ) مطبع منشی نول کشور پریس لاہور اور (۲) تحفہ قادریہ (اردو ترجمہ) مولفہ مولانا عبدالکریم (۱۳۲۴ھ) ملک فضل الدین تاجر کتب لاہور کے ناموں سے شائع ہو چکے ہیں۔

[2] جاہل، غافل اور خطا کار مفتی۔

[3] دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرفعلی تھانوی، مدرسہ دیوبند کے اساطین مولوی خلیل احمد اور مولوی رشید احمد انبیٹھوی کے فتاوٰی کی تردید ہو رہی ہے، یہ فتاوٰی موجودہ رسالہ مبارکہ میں شامل کر دئے گئے ہیں۔

[4] ملاحظہ ہو مسئلہ ثانیہ رسالہ ہذا۔

[5] تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالےٰ عنہ، المنقبۃ الاولےٰ، سُنی دارالاشاعت علویہ رضویہ، فیصل آباد، ص ۲۴ و ۲۵۔

www.alahazratnetwork.org

کی کتاب حرز العاشقین سے نقل کیا ہے۔ اور ایسے امور میں اتنی ہی سند بس ہے۔ اس کا بیان فقیر کے دوسرے فتوے میں ہے جس کا سوال ۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۰ھ کو اوجین سے آیا تھا۔[1] و باللہ التوفیق، واللہ تعالٰی اعلم (اور توفیق اللہ تعالٰی کی طرف سے ہے، اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ ت)۔

رسالہ
فتاوٰی کراماتِ غوثیہ
ختم ہوا

---

[1] ملاحظہ ہو مسئلہ ثانیہ، رسالہ ہذا۔

www.alahazratnetwork.org

خلاصہ جواب تھانوی و دیوبند

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف بلا دلیل شرعی کسی قول یا فعل کو منسوب کرنا جمہور کے نزدیک حرام اور بعض کے نزدیک کفر ہے۔ پس روح مقدس حضرت غوث اعظم پر آپ کا سوار ہو کر عرش پر پہنچنے کی نسبت فعل اور آپ کا فرمانا کہ میرے بعد نبی ہوتا تو پیران پیر ہوتے " قول کی نسبت بلا دلیل، پس سخت معصیت و حرام ہے۔

اور چونکہ منقولین اوران امور کے اصرار کرتے اور اس کو مستحسن سمجھتے ہیں پس اصرار علی المعصیۃ قریب کفر اور اس کا استحسان صریح کفر ہے۔ ایسے لوگوں کے ایمان میں کلام اور اشتباہ معلوم ہوتا ہے، بلکہ درپردہ اس قصہ میں حضرت غوث اعظم کو فضیلت دینا لازم آتا ہے حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ آپ تو وہاں نہ پہنچ سکے اور حضرت غوث اعظم پہنچ گئے اور ان کے ذریعہ سے آپ کی رسائی ہوئی، نعوذ باللہ منہ۔

قطع نظر اس سے سدرۃ المنتہیٰ کو اس لئے سدرۃ المنتہیٰ کہتے ہیں کہ وہ منتہی عروج مخلوقات کا ہے۔ پس جس کا عروج اس سے اوپر بالدلیل ہو، مستثنیٰ ہے۔ دوسرے کے عروج کا دعویٰ رجم بالغیب جس کی مذمت قرآن مجید میں منصوص ہے۔ اسی طرح یہ اعتقاد کہ زنبیل چھین لی، مخالف نص قرآنی منجر الی الکفر ہے۔ ایسے ہی حضرت عائشہ کا دودھ پلانا، اس کی بھی کچھ اصل نہیں۔ اول تو حضرت عائشہ کے دودھ ہی نہ تھا، دوسرے روح منہ اور لب اور پیٹ سے پاک ہے۔ یہ چیزیں خواص اجسام سے ہیں۔ پھر دودھ پینے کے کیا معنی۔ اور حضرت ابوبکر سے کسی بھی صحابی کو افضل سمجھنا خلاف اجماع امت ہے نہ کہ ایک ولی کو کہ سخت معصیت و بدعت و مخالف سنن مشہورہ کے ہے۔ اور یہ قول کہ "قدمی علی رقاب اولیاء" خود حضرت غوث صاحب سے ثقات نے نقل فرمایا ہے آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طرف دروغ ہے۔

کتبہ محمد اشرف علی

مُہر

www.alahazratnetwork.org

۲ - فی الواقع یہ اوہام خیالاتِ باطلہ اور جہالاتِ فاسدہ ہیں جو جُہال معتقدین اپنے معتقد علیہ کی نسبت شائع کیا کرتے ہیں۔ نعوذ باللہ من تلك الکفریات والھفوات۔

حررہٗ خلیل احمد (انبیٹھی) مدرسہ دیوبند

۳ - جواب صحیح ہے۔ رشید احمد گنگوہی

رشید احمد

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

تنزیہ المکانۃ الحیدریہ عن وصمۃ عہد الجاھلیہ ۱۳۱۲ھ

(زمانہ جاہلیت کے عیب سے مقام حیدری کی پاکی کا بیان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۹: از بنارس کندی گڈھ ٹولہ مسجد بی بی راجی شفاخانہ مرسلہ مولوی حکیم عبدالغفور صاحب ۹ جمادی الاخری ۱۳۱۲ھ

بخدمت لازم البرکت، جامع معقول و منقول، حاوی فروع و اصول، جناب مولٰینا مولوی احمد رضا خاں صاحب مدّ اللہ فیضانہ (اللہ تعالٰی آپ کا فیضان ہمیشہ جاری رکھے۔ ت) از جانب خادم الطلبہ عبدالغفور سلام علیک قبول باد، اس مسئلہ میں یہاں درمیان علماء کے اختلاف ہے لہذا مسئلہ ارسال خدمت لازم البرکت ہے امید کہ جواب سے مطلع فرمائیں۔

زید کہتا ہے کہ جناب علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ چونکہ قبل از بلوغ ایمان لائے اور نہ پہلے بت پرستی شرک و کفر وغیرہ کے آپ مبتلا ہوئے نیز بلحاظ حدیث شریف،

www.alahazratnetwork.org

كلّ مولودٍ يولد على الفطرة۔[1] ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے (ت)

یہ کہنا کہ آپ پہلے کافر تھے بعد ازاں مسلمان ہوئے صحیح نہیں، اور جملۂ مذکور بہ نسبت آپ کے سُوئے ادب میں داخل ہے۔

عمرو کہتا ہے چونکہ اطفال تابع والدین کے ہوتے ہیں اور والدین آپ کے حالتِ کفر پر تھے، لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ پہلے علی مرتضٰی کافر تھے بعد ازاں مسلمان ہوئے فقط۔ اس صورت میں زید کا قول صحیح ہے یا عمرو کا؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا (بیان فرمائیے اجر دیے جاؤ گے۔ت)

الجواب

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ، الحمد للّٰہ الذی کرم وجہ علیّ المرتضٰی ، فلم یزل محظوظا منہ بعین الرضٰی ، والصلوٰۃ والسلام علی السید العلی الرضی الارضٰی ، شفیع المذنبین یوم فصل القضاء ، وعلٰی اٰلہ وصحبہ بعدد کل من یاتی ومضٰی ۔

اللہ کے نام سے شروع نہایت مہربان رحم والا۔ ساری تعریف اللہ کے لئے جس نے علی مرتضٰی کے چہرے کو عزت وکرامت بخشی تو وہ ہمیشہ اس کی رضا وخوشنودی سے بہرہ ور رہے۔ اور درود وسلام جو بلند، پسندیدہ، پسندیدہ تر سردار، فیصلۂ قضا کے دن گنہگاروں کے شفیع پر اور اُن کی آل اور ان کے اصحاب پر تمام اگلے پچھلوں کی تعداد کے برابر۔ (ت)

قولِ زید حق وصحیح قولِ عمرو باطل وقبیح ہے۔

اقول وباللّٰہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ت) یہ تو ظاہر ومعلوم وثابت ہے کہ حضرت امیر المومنین مولی المسلمین سیدنا علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ الاسنٰی وقتِ بعثتِ سراپا برکت حضور پُر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فوراً مشرف بتصدیق وایمان ہوئے، اس وقت عمر مبارک حضرتِ مرتضوی آٹھ دس سال تھی اور بالیقین جو عاقل بچہ اسلام لائے

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ما قیل فی اولاد المشرکین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۵
سنن ابی داود کتاب السنۃ باب فی ذراری المشرکین آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۹۲
جامع الترمذی ابواب القدر باب ماجاء کل مولود یولد علی الملۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۳۶
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۳۳

www.alahazratnetwork.org

حکمِ اسلام میں مستقل بالذات ہے پھر کسی کی تبعیت سے اس پر حکمِ دیگر حلال نہیں۔

فی المواھب، کان سنُّ علیٍّ رضی اللہ تعالٰی عنہ اذ ذاک عشر سنین فیما حکاہ الطّبَری اھ[1]

مواہب لدنیہ میں ہے، اس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی عمر دس سال تھی، جیسا کہ طبری نے ذکر کیا ہے اھ۔

قال الزرقانی، وھو قول ابن اسحٰق واقتصر المصنّف علیہ لقول الحافظ انہ ارجح الاقوال[2]

زرقانی نے فرمایا، یہی ابن اسحٰق کا بھی قول ہے، مصنف نے صرف اسی قول کو اس لئے ذکر کیا ہے کہ حافظ ابن حجر نے فرمایا ہے کہ سب سے راجح قول یہی ہے۔(ت)

وروی ابن سُفیٰن باسناد صحیح عن عُروۃ قال اسلم علیٌ وھو ابن ثمان سنین و صدر بہٖ فی العیون[3] الخ۔

اور ابن سفیان نے بسندِ صحیح حضرت عروہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی آٹھ برس کی عمر میں اسلام لائے۔ عیون الاثر (لابن سید الناس) میں اسی قول کو پہلے ذکر کیا۔(ت)

وفی ردّ المُحتار، قولہ وسنُّہٗ سبع وقیل ثمان وھو الصحیح، واخرجہ البخاری فی تاریخہ عن عُروۃ۔ وقیل عشر اخرجہ الحاکم فی المستدرک۔ وقیل خمسۃ عشر وھو مردود وتمامُ ذٰلک مبسوط فی الفتح[4] اھ۔

ردالمحتار میں ہے، قولہ ان کی عمر سات سال تھی۔ اور کہا گیا کہ آٹھ سال تھی۔ یہی صحیح ہے، اسی کو امام بخاری نے اپنی تاریخ میں حضرت عروہ سے روایت کیا۔ اور کہا گیا کہ دس سال تھی، اسے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا —— اور کہا گیا کہ پندرہ سال تھی، یہ قول مردود و نامقبول ہے۔ پوری تفصیل فتح القدیر میں ہے اھ۔ (ت)

وفی نکاحہٖ عن احکام الصغار

ردالمحتار کتاب النکاح میں احکام الصغار

---

[1] المواہب اللدنیہ المقصد الاول اول من اٰمن المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۱۶

[2] و [3] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ؍؍ ؍؍ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۴۲

[4] ردّالمحتار کتاب الجہاد باب المرتد داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۰۶

www.alahazratnetwork.org

للاستروشنی انه قبل البلوغ تبع لابویه فی الدین مالم یصف الاسلام[1] قال، فافاد ان التبعیة لاتنقطع الا بالبلوغ او بالاسلام بنفسہ و به صرح فی البحر[عہ] والمنح من باب الجنائز اھ[1]۔

للاستروشنی سے نقل ہے، بچہ قبل بلوغ دین میں اپنے والدین کا تابع ہے جب کہ خود مسلمان ہوا ہو، شامی نے کہا، افادہ فرمایا کہ تبعیت بالغ ہونے یا خود اسلام لانے ہی سے ختم ہوتی ہے، اسی کی تصریح بحرالرائق[عہ] اور منح الغفار باب الجنائز میں بھی ہے اھ (ت)

تو بعدِ بعثت تو اس خیالِ شنیع کی زنہار گنجائش نہیں بلکہ اس سے پیشتر بھی کہ جب قریش مبتلائے قحط ہوئے تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابوطالب پر تخفیفِ عیال کے لئے امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کو اپنی بارگاہِ ایمان پناہ میں لے آئے تھے کما ذکرہ ابن اسحٰق[2] فی سیرته (جیسا کہ اس کو ابن اسحٰق نے اپنی سیرت میں ذکر کیا۔ ت)

حضرت مولٰی نے حضور مولی الکل سید الرسل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کنارِ اقدس میں پرورش پائی، حضور کی گود میں ہوش سنبھالا، آنکھ کھلتے ہی محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا جمالِ جہاں آرا دیکھا، حضور ہی کی باتیں سُنیں، عادتیں سیکھیں، صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہ وبارک وسلم۔ تو جب سے اُس جنابِ عرفان مآب کو ہوش آیا قطعًا یقینًا رب عزّ وجلّ کو ایک ہی جانا، ایک ہی مانا۔ ہرگز ہرگز بتوں کی نجاست سے اس کا دامنِ پاک کبھی آلودہ نہ ہوا۔ اسی لئے لقبِ کریم "کرّم اللہ تعالٰی وجہہ" ملا۔ ذٰلك فضل الله یؤتیه من یشاء

عہ ولفظه: ولا تزول التبعیة الی البلوغ، نعم تزول التبعیة اذا اعتقد دینا غیر دین ابویه اذا عقل الادیان فحینئذ صار مستقلا[3]۔

ولفظہ: تبعیت بلوغ تک ختم نہیں ہوتی، ہاں اس وقت تبعیت ختم ہو جاتی ہے جب ادیان کی سمجھ رکھ کر اپنے ماں باپ کے دین کے علاوہ کسی دین کا معتقد ہو جائے اب وہ (تابع نہ رہا) خود مستقل ہو گیا۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح باب نکاح الکافر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۹۴

[2] السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ذکران علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اول ذکر اسلم الجزء الاولین دار ابن کثیر بیروت ص ۲۴۶

[3] بحرالرائق کتاب الجنائز فصل السلطان احق بصلوتہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۹۰

www.alahazratnetwork.org

ذوالفضل المبین (یہ اللہ تعالٰی کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے وہ نمایاں فضل والا ہے۔ ت)

اب رہ گئے صرف چند برس جو روزِ پیدائش سے بالکل ناسمجھی کے ہوتے ہیں جن میں بچّہ نہ کچھ ادراک رکھتا ہے نہ سمجھ سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس عمر میں حقیقۃً تو کوئی بچّہ کافر نہیں کہا جاسکتاعہ کہ صدقِ مشتق قیامِ مبدء کو مستلزم۔ کفر تکذیب ہے، اور تکذیب بے ادراک وتمیز نامتصور بلکہ اس وقت تک ہر بچّے کا دینِ فطری اسلام ہے کما نطقت بہ صحاح الاحادیث (جیسا کہ صحیح احادیث اس پر ناطق ہیں۔ ت)

ہاں جس کے والدین کافر ہوں اس پر ان کی تبعیت کا حکم کیا جاتا ہے جبکہ تبعیت متصور بھی ہو ورنہ نہیں، جیسے وہ بچّہ جسے دارالاسلام میں اسیر کر لائیں اور اس کے کافر ماں باپ دارالحرب میں رہیں کہ بوجہِ اختلافِ دار تبعیتِ اَبَوَین منقطع ہوگئی، اب یہ تبعیتِ دار اُسے مسلم کہا جائیگا۔

فی جنائز الدر صبی سُبِیَ مع احد ابویہ لایصلی علیہ لانہ تبع لہ ولو سُبِیَ بدونہ فمسلم تبعا للدار اوللسابی اھ[1] ملخصا۔

درمختار کتاب الجنائز میں ہے: کوئی بچّہ اپنے حربی والدین میں سے کسی ایک کے ساتھ (دارالحرب سے) گرفتار کرکے (دارالاسلام میں) لایا گیا (اور مرگیا) تو اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی کیونکہ وہ (کافر حربی کے) تابع ہے۔ ہاں اگر تنہا گرفتار ہو تو دارالاسلام یا گرفتار کرنے والے کے تابع ہونے کے باعث مسلم ہے اھ ملخصا۔ (ت)

عہ نتیجہ یہ نکلا کہ کفر بے ادراک وتمیز غیر متصور ہے۔ لہٰذا ناسمجھ بچّہ کفر سے خالی ہوگا۔ جب کفر اس کے ساتھ قائم نہیں تو اس پر کافر کا اطلاق بھی درست نہیں کیونکہ کافر، کفر سے مشتق ہے اور کسی پر مشتق صادق ہونے کے لئے مصدر سے اس کا متصف ہونا لازم ہے جیسے لفظِ عالم کسی پر صادق آنے کے لئے علم سے اس کا متصف ہونا لازم ہے۔ لہٰذا بچہ جب مبدأ (کفر) سے خالی ٹھہرا تو اس پر مشتق (کافر) کا اطلاق بھی نہیں ہوسکتا ۱۲ محمد احمد مصباحی۔

[1] الدرالمختار کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ الجنازۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۳

www.alahazratnetwork.org

وفی نکاحہ : الولد یتبع خیر الابوین دیناً ان اتحدت الدار[1] الخ ۔
درمختار کتاب النکاح میں ہے : باعتبارِ دین ماں باپ میں سے جو بہتر ہو بچہ اُسی کا تابع ہوتا ہے اگر دار ایک ہو الخ (ت)

جب یہ امر منقح ہو لیا اب یہاں اس زرے تا سمجھ کی عمر پر بھی یہ ناگوار و ناسزا خیال، دو امر کے ثبوت کافی کا محتاج :

امرِ اوّل حضرت فاطمہ[علہ] بنت اسد رضی اللہ تعالٰی عنہا اور ابوطالب دونوں کا اس وقت تک کافر ہونا کہ ان میں ایک بھی مُوَحِّد ہو تو بچہ اس کی تبعیت سے موحد کہا جائے گا کافر کی تبعیت ہرگز نہ کرے گا لما نصوا علیہ قاطبۃ من ان الولد یتبع خیر الابوین دیناً[2] (کیونکہ تمام علماء نے نص فرمایا کہ ماں باپ میں سے باعتبارِ دین جو بہتر ہو بچہ اسی کے تابع ہوتا ہے ۔ ت)

امرِ دوم اس وقت حکمِ تبعیت صادق و ثابت ہونا۔

ان دو امر سے اگر ایک بھی پایۂ ثبوت سے ساقط رہے گا تو یہ بیہودہ خیال، خیال کرنیوالے کے منہ پر مارا جائے گا، مگر مولٰی علی کے رب جلّ وعلا کو حمد و ثنا ہے کہ بفضلہٖ تعالٰی ان دو میں سے ایک بھی ثابت نہیں۔

اوّلاً اہلِ فترت جنھیں انبیاء اللہ صلوات اللہ وسلامہ علیہم کی دعوت نہ پہنچی تین قسم ہیں :

اوّل مُوَحِّد جنھیں ہدایتِ ازلی نے اس عالمگیر اندھیرے میں بھی راہِ توحید دکھائی جیسے قس بن ساعدہ[علہ] و زید بن عمرو بن نفیل و عامر بن الظرب عدوانی و قیس بن عاصم تمیمی و صفوان

علہ حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی والدہ ماجدہ جو صحابیہ ہوئیں ۱۲ محمد احمد

علہ یہ دونوں مقبول بندے زمانۂ جاہلیت میں نہ صرف موحد تھے بلکہ پیش از بعثتِ محمدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعثتِ شریفہ پر بھی ایمان رکھتے۔ قس نے بازار عکاظ کے خطبے میں اپنی قوم سے فرمایا، عنقریب ادھر سے ایک حق ظاہر ہونے والا ہے۔ اور مکہ کی طرف اشارہ کیا، لوگوں نے

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] و [2] الدرالمختار کتاب النکاح باب نکاح الکافر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۰

www.alahazratnetwork.org

بن ابی امیہ کنانی و زہیر بن ابی سلمٰی شاعر وغیرہم[1] رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم۔

دوم مشرک کہ اپنی جہالتوں ضلالتوں سے غیر خدا کو پوجنے لگے، جیسے کہ اکثر عرب۔

سوم غافل کہ براہِ سادگی یا انہماک فی الدنیا اصلاً اس مسئلہ سے کوئی بحث ہی نہ ہوئی، بہائم کے مثل زندگی کی۔ اعتقادیات میں نظر سے غرض ہی نہ رکھی یا نظر وفکر کی مہلت نہ پائی۔ بہت زنان (عورتوں) وچوپایوں واہلِ بوادی (صحرا جنگل والوں) کی نسبت یہی مظنون (گمان) ہے۔

قال العلامۃ الزرقانی، ومن جاھلیۃ عم الجھل فیھا شرقا وغربا	علامہ زرقانی نے کہا، ایسا عہد جاہلیت جس میں مشرق ومغرب ہر طرف جہالت عام ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کہا وہ حق کیا ہے؟ کہا، لوی بن غالب کی اولاد سے ایک مرد کہ تمھیں کلمۂ اخلاص اور ہمیشہ کے چین اور دائمی نعمت کی طرف دعوت فرمائیگا تم اس کی بات ماننا، اگر میں جانتا کہ اس کی بعثت تک زندہ رہوں گا تو سب سے پہلے میں اس کی طرف دوڑ کر جاتا۔ رواہ ابونعیم فی دلائل النبوۃ[2] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما (اس کو ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں، مجھ سے زید بن عمرو نے کہا میں اپنی قوم کا مخالف اور دین ابراہیم واسمٰعیل کا تابع ہوا، وہ دونوں بتوں کو نہ پوجتے اور اس قبلہ کی طرف نماز پڑھتے تھے، میں اولادِ اسمٰعیل سے ایک نبی کے انتظار میں ہوں مگر میرے خیال میں اس کا زمانہ نہ پاؤں گا میں اس پر ایمان لاتا ہوں، میں اس کی تصدیق کرتا ہوں، میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ نبی ہے، اے عامر! اگر تمھاری عمر وفا کرے توانھیں میرا اسلام پہنچانا۔ عامر فرماتے ہیں، جب میں نے حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زید کا یہ قصہ بیان کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے سلام کا جواب دیا اور ان کے حق میں دعائے رحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا: میں نے اسے دیکھا کہ جنت میں دامن کشاں سیر کر رہا ہے۔ رواہ ابن سعد والفاکھی[3] عنہ، رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ غفرلہ (اس کو ابن سعد اور فاکہی نے عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

~~[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول باب وفاۃ امہ وما یتعلق بابویہ صلی اللہ علیہ وسلم دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۸۳~~

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ بحوالہ ابی نعیم فی دلائل النبوۃ المقصد الاول دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۸۳

[3] " " " " " " بحوالہ ابن سعد والفاکہی " " " " ۱/۱۸۳

www.alahazratnetwork.org

وفقد فیھا من یعرف الشرائع ویبلغ الدعوۃ علٰی وجھھا الانفرا یسیرا من احبار اھل الکتاب مفرقین فی اقطار الارض کالشام وغیرھا واذا کان النساء الیوم مع فشو الاسلام شرقًا وغربًا لایدرین غالب احکام الشریعۃ لعدم مخالطتھن الفقھاء فما ظنك بزمان الجاھلیۃ والفترۃ الذی رجالہ لایعرفون ذٰلك فضلا عن نسائہ، ولذا لما بعث صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تعجب اھل مکۃ وقالوا ابعث اللہ بشرا رسولا وقالوا لوشاء ربنا لانزل ملٰئکۃ ورُبما کانوا یظنون ان ابراھیم علیہ السلام بعث بما ھم علیہ فانھم لم یجدوا من یبلغھم شریعتہ علٰی وجھھا لدثورھا وفقد من یعرفھا اذ کان بینھم وبینہ ازید من ثلٰثۃ الاف سنۃ، قالہ فی مسالك الحنفاء والدرج المُنیفۃ[1] اھ باختصار۔

احکامِ شریعت جاننے والے اور صحیح طور سے دعوت کی تبلیغ کرنے والے ناپید ہیں، صرف چند علماء اہلِ کتاب ہیں جو اطرافِ زمین شام وغیرہ میں منتشر ہیں ۔۔۔ اور آج جبکہ اسلام شرق وغرب میں پھیل چکا ہے عورتوں کا یہ حال ہے کہ اکثر احکامِ شرع سے بے خبر رہتی ہیں کیونکہ علماء سے ان کا ربط اور وابستگی نہیں۔ پھر عہدِ جاہلیت اور زمانۂ فترت کی عورتوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جبکہ عورتیں درکنار مرد بھی ان سب سے ناآشنا ہوتے تھے، اسی لئے تو جب رسولِ خدا صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو اہلِ مکہ کو تعجب ہوا، بولے: کیا اللہ نے کسی انسان کو رسول بناکر مبعوث کیا ہے؟ اور بولے: اگر ہمارا رب چاہتا تو فرشتے اتارتا۔ وہ تو یہاں تک سمجھا کرتے تھے کہ جو کچھ وہ کررہے ہیں اُن ہی باتوں کو لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے، اس غلط خیالی کی یہی وجہ تھی کہ شریعتِ ابراہیمی کو صحیح طور سے کوئی پہنچانے والا ہی ان کو نہ ملا، کیونکہ اس کے نشانات مٹ گئے تھے اور اس کے جاننے والے بھی ناپید ہوچکے تھے، اس لئے کہ ان اہلِ مکہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان تین ہزار سال سے زیادہ کا عرصہ تھا۔ یہ مسالک الحنفاء اور الدرج المنیفہ میں فرمایا گیا ہے[1] اھ باختصار (ت)

---

[1] شرح الزرقانی علی مواہب اللدنیۃ المقصد الاول باب وفاۃ امہ وما یتعلق بابویہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۸۴

www.alahazratnetwork.org

جماہیر ائمہ اشاعرہ رحمہم اللہ تعالٰی کے نزدیک جب تک بعثتِ اقدس حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہوکر دعوتِ الٰہیہ انھیں نہ پہنچی یہ سب فرقے ناجی وغیر معذب تھے

لقوله تعالٰی وماکنا معذبین حتی نبعث رسولا۔[1]

اللہ تعالٰی کے اس قول کے مطابق: ہم عذاب فرمانے والے نہ تھے یہاں تک کہ بھیج لیں رسول۔

(والجواب بتعمیم الرسول العقل اوتخصیص العذاب بعذاب الدنیا خلاف الظاهر فلا یصار الیه الا بموجب ولا موجب اقول بلٰی احادیث صحیحة صریحة کثیرة بشیرة ناطقة بعذاب بعض اهل الفترة کعمرو بن لحی وصاحب المحجن وغیرهما وبه علوا ردها بجعلها معارضة للقطعی کما صدر عن العلامة الأبی والامام السیوطی وکثیر من الاشعریة لاسبیل الیه فان قطعیة الدلالة غیر مسلم فلا یهجم بمثل ذٰلك علٰی رد الصحاح والکلام

(اشاعرہ کے جواب میں یہ کہنا کہ رسول سے مراد عام ہے خواہ انسان ہو یا عقل یا یہ کہ عذاب سے مراد صرف عذابِ دنیا ہے (یعنی جب تک ہم کوئی رسول نہ بھیج لیں دنیا میں عذاب نہیں دیتے اور عذابِ آخرت دعوتِ رسول پہنچے بغیر بھی ہوسکتا ہے) یہ (تاویل) خلافِ ظاہر ہے جس کی طرف رجوع کا کوئی موجب نہیں۔ اقول کیوں نہیں بہت ساری صحیح صریح حدیثیں بعض اہلِ فترت کے عذاب (دنیاوی) پر ناطق ہیں جیسے عمرو بن لحی اور بڑے ڈنڈے والا آدمی (جو اپنے ڈنڈے سے لوگوں کی چیزیں اُچک کر چُرا لیتا تھا) اور اُن دونوں کے علاوہ ______ اس بیان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان صحیح حدیثوں کو رَد کرنے کی کوئی وجہ نہیں یہ کہتے ہوئے کہ یہ احادیث نصِ قطعی کے خلاف ہیں جیسا کہ علامہ اُبی، امام سیوطی اور بہت سے اشعریہ نے یہی کہہ کر رَد کر دیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اس معنٰی پر آیت کی دلالت

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۱۵

www.alahazratnetwork.org

ھھنا طویل لیس ھذا موضعہ ولا نحن بصددہ.)

قطعی ہونا مسلّم نہیں تو پھر غیر قطعی الدلالۃ نص سے احادیث صحیحہ کے رَد کا ارتکاب نہیں کیا جاسکتا۔ کلام یہاں پر طویل ہے جس کا یہ محل نہیں اور نہ ہی یہاں پر ہمارا مقصود ہے ۱۲ مترجم)

خصوصاً جُہّالِ عرب جنھیں قرآن عظیم جابجا اُمّی وجاہل و بے خبر و غافل بتا رہا ہے، صاف ارشاد ہوتا ہے:

تنزیل العزیز الرحیم ○ لتنذر قوما ما انذر اٰباؤھم فھم غٰفلون○[1]

اتارا ہُوا زبردست مہر والے کا کہ تُو ڈرائے ان لوگوں کو کہ نہ ڈرائے گئے ان کے باپ دادا تو وہ غفلت میں ہیں۔

اور خود ہی ارشاد ہوتا ہے:

ذٰلك ان لم یکن ربك مھلك القرٰی بظلم و اھلھا غٰفلون○[2]

یہ اس لئے کہ تیرا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں ظلم سے جب کہ ان کے رہنے والے غفلت میں ہوں۔

قلت ای وھذا وان کان ظاھرًا فی عذاب الدنیا وعذاب الاٰخرۃ منتف بالفحوٰی فان الملك الکریم الذی لم یرض للغافل بعذاب منقطع لایرضٰی بعذاب دائم من باب اَولٰی **اقول** لکن الغفلۃ انما ھی علٰی امرالرسالۃ والنبوۃ والسمعیات کبعث وغیرہ، وقد قلنا بموجبھا فی ذٰلك۔ امّا التوحید فلا غفلۃ عنہ مع وضوح الدلائل وکفایۃ العقل

قلت یہ آیت اگرچہ غفلت والے سے عذابِ دنیا کی نفی میں ظاہر ہے اور عذابِ آخرت کی نفی مفہوم سے ہوجاتی ہے کیونکہ جس بادشاہِ کریم نے غافل کے لئے دنیا کا فانی عذاب پسند نہ کیا وہ آخرت کا دائمی عذاب بدرجۂ اَولٰی پسند نہ فرمائیگا **اقول** لیکن یہ وہ غفلت ہے جو رسالت، نبوت اور سمعی عقائد بعث وغیرہ کے باب میں ہو اور اس باب میں مُوجبِ غفلت پائے جانے کے ہم قائل ہیں لیکن توحید سے غفلت کا کوئی موجب نہیں جب کہ اس کے دلائل واضح ہیں اور عقل اسکی

---

[1] القرآن الکریم ۳۶/ ۵ و ۶
[2] القرآن الکریم ۶/ ۱۳۱

www.alahazratnetwork.org

وقد قال اللہ تعالٰی، قل لمن الارض ومن فیہا ان کنتم تعلمون ○ سیقولون للہ ط قل افلا تذکرون ○ قل من رب السمٰوٰت السبع ورب العرش العظیم ○ سیقولون للہ ط قل افلا تتقون ○ قل من بیدہ ملکوت کل شیئ وھو یجیر ولا یجار علیہ ان کنتم تعلمون ○ سیقولون للہ ط قل فانّٰی تسحرون[1] ○ وقال تعالٰی، ولئن سألتہم من خلق السمٰوٰت والارض وسخر الشمس والقمر لیقولن اللہ ج فانّٰی یؤفکون[2] ○ الٰی غیر ذٰلک من الاٰیات ۔ کل ذٰلک مع قولہ عزمن قائل ۔ ان تقولوا انما انزل الکتٰب علٰی طائفتین من قبلنا وان کنا عن دراستہم لغٰفلین[3] ○ فافہم ۔

رہنمائی کے لئے کافی ہے ۔ باری تعالٰی کا ارشاد ہے، تم فرماؤ کس کی ہے زمین اور جو اس میں ہیں اگر تم جانتے ہو؟ بولیں گے اللہ کی ۔ تم فرماؤ پھر تم کیوں دھیان نہیں دیتے؟ تم فرماؤ کون ہے ساتوں آسمانوں کا مالک اور بڑے عرش کا مالک؟ بولیں گے، یہ اللہ ہی کی شان ہے ۔ فرماؤ پھر تم کیوں نہیں ڈرتے؟ تم فرماؤ کون ہے جس کے ہاتھ ہر چیز کا اقتدار ہے اور وہ پناہ دینے والا ہے اور اس کے خلاف پناہ نہیں دی جاسکتی اگر تم جانتے ہو؟ بولیں گے یہ اللہ ہی کی شان ہے ۔ فرماؤ پھر تم کس جادو کے فریب میں پڑے ہو ۔ اور ارشاد باری ہے اور اگر تم ان سے پوچھو کس نے بنائے آسمان اور زمین اور کام میں لگائے سورج اور چاند تو ضرور کہیں گے اللہ نے ۔ پھر کہاں اوندھے جاتے ہیں؟ ۔ اور ان کے علاوہ آیات ۔ ساتھ ہی یہ ارشاد بھی ہے، کبھی تم کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے کے دو گروہوں پر نازل کی گئی تھی اور ہم اس کے پڑھنے پڑھانے سے غافل تھے، غور کیجئے ۔ (ت)

ائمہ ماتریدیہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ائمہ بخارا وغیرہم بھی اسی کے قائل ہوئے ۔ امام محقق

---

[1] القرآن الکریم ۲۳/۸۴ تا ۸۹
[2] " " ۲۹/۶۱
[3] " " ۶/۱۵۶

www.alahazratnetwork.org

کمال الدین ابن الہمام قدس سرہٗ نے اسی کو مختار رکھا۔ شرح فقہ اکبر میں ہے:

قال ائمۃ بخاری عندنا لا یجب ایمان ولا یحرم کفر قبل البعثۃ کقول الاشاعرۃ۔[1]

ائمہ بخارا نے اشاعرہ کی طرح فرمایا، ہمارے نزدیک قبل بعثت وجوب ایمان اور حرمت کفر دونوں نہیں۔ (ت)

فواتح الرحموت میں ہے:

عند الاشعریۃ والشیخ ابن الھمام لایؤاخذون ولو اتوا بالشرك والعیاذ باللہ تعالٰی۔[2]

اشعریہ اور شیخ ابن الہمام کے نزدیک ان سے مواخذہ نہیں اگرچہ مرتکب شرک ہوں والعیاذ باللہ تعالٰی۔ (ت)

حاشیہ طحطاویہ علی الدر المختار میں ہے:

اھل الفترۃ ناجون ولو غیروا وبدلوا علٰی ماعلیہ الاشاعرۃ وبعض المحققین من الماتریدیۃ ونقل الکمال فی التحریر عن ابن عبد الدولۃ انہ المختار لقولہ تعالٰی، وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا ــــ وما فی الفقہ الاکبر من ان والدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ماتا علی الکفر فمدسوس علی الامام[3] الخ۔

اہل فترت ناجی ہیں اگرچہ تغییر و تبدیل کے مرتکب ہوں۔ اس پر اشاعرہ اور بعض محققین ماتریدیہ ہیں۔ کمال ابن ہمام تحریر میں ابن عبد الدولہ سے ناقل ہیں کہ یہی مختار ہے کیونکہ ارشاد باری تعالٰی ہے، ہم عذاب فرمانے والے نہیں جب تک کہ کوئی رسول نہ بھیج لیں ــــ اور فقہ اکبر میں جو ہے کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے والدین نے حالتِ کفر میں انتقال کیا تو یہ مصنفِ فقہ اکبر امام اعظم پر دسیسہ کاری ہے۔ (ت)

اس قول پر تو ظاہر کہ اہلِ فترت کو تا زمانِ فترت کافر نہ کہا جائے گا کہ وہ ناجی ہیں، اور کافر ناجی نہیں۔ تو شکل ثانی نے صاف نتیجہ دیا کہ وہ کافر نہیں۔

وعلٰی ھذا استدل بہ السید العلامۃ

اسی بنیاد پر اس سے سیّد علامہ طحطاوی نے

---

[1] منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبر معنی قرب الباری الخ دار البشائر الاسلامیہ بیروت ص ۳۰۷

[2] فواتح الرحموت بذیل المستصفی المقالۃ الثانیہ الباب الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/ ۲۹

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب النکاح باب نکاح الکافر المکتبۃ العربیہ کوئٹہ ۲/ ۸۰

www.alahazratnetwork.org

علی نزھۃ الابوین الشریفین عن الکفر۔ رضی اللہ تعالٰی عنہما و عن کل من احب اجلالہما اجلالا لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔	والدین کریمین کے کفر سے منزّہ ہونے پر استدلال کیا ہے۔ اللہ تعالٰی ان دونوں سے راضی ہوا اور ہر اس شخص سے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اکرام کی خاطر ان کا اکرام پسند کرے۔ (ت)

ولہذا ائمہ اشاعرہ میں کوئی انھیں مسلم کہتا ہے کوئی معنی مسلم میں۔

قال الزرقانی "ثم اختلفت عبارۃ الاصحاب فیمن لم تبلغہ الدعوۃ فاحسنہا من قال انہ ناج، و ایاھا اختار السبکی، و منہم من قال علی الفترۃ [عہ]، و منہم من قال مسلم قال الغزالی والتحقیق ان یقال فی معنی مسلم[1]"	زرقانی نے فرمایا: پھر اصحاب (ائمہ رحمہم اللہ) کی عبارتیں اس کے بارے میں مختلف ہوگئیں جسے دعوت نہ پہنچی سب سے عمدہ عبارت اس کی ہے جس نے کہا کہ وہ ناجی ہے۔ اسی کو امام سبکی نے اختیار کیا، کسی نے کہا وہ فترۃ پہ ہے کسی نے کہا مسلم ہے۔ امام غزالی نے فرمایا کہ تحقیق یہ ہے کہ اسے معنی مسلم میں کہا جائے۔ (ت)

اس طور تو خود ابوطالب پر حکم کفر اس وقت سے ہوا جب بعد بعثت اقدس تسلیم و اسلام سے انکار کیا، اور یہ وقت وُہ تھا کہ حضرت مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الاسنٰی خود اسلام لاکر حکم تبعیت سے قطعاً منزہ ہوچکے تھے وللہ الحمد۔

بعض علماء قائل تفصیل ہوئے کہ اہل فترت کے مشرک معاقب اور موحّد و غافل مطلقاً ناجی۔
یہ قول اشاعرہ سے امامین جلیلین نووی و رازی رحمہما اللہ تعالٰی کا ہے۔

وتعقبہ الامام الجلال السیوطی فی رسائلہ فی الابوین الکریمین	اس قول کا امام جلال الدین سیوطی نے اسلام والدین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما سے متعلق اپنے

عہ ھکذا ھو فی نسختی بالتاء و تراٰی لی انہ "الفطرۃ" بالطاء ۱۲ منہ۔	(اعلٰیحضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں) میرے نسخہ میں اسی طرح تاء سے ہے میرا خیال ہے کہ یہ طاء کے ساتھ "فطرۃ" ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول باب وفاۃ امہ الخ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۸۲

www.alahazratnetwork.org

رضی اللہ تعالٰی عنہما بما یرجع الی القول بالامتحان۔ والعلامۃ ابو عبداللہ محمد بن خلف الابی فی اکمال الاکمال شرح صحیح مسلم کما نقل کلامہ فی المواھب۔ اقول لکنہ عاد، اٰخر الی تسلیمہ حیث قال اوّلاً لما دلت القواطع علٰی انّہ لاتعذیب حتی تقوم الحجۃ علینا انھم غیر معذبین[1] ثم استشعر ورود الاحادیث وقسمھم اٰخر الکلام الٰی موحد و مبدل و غافل، ثم قال فیحمل من صح تعذیبہ علٰی اھل القسم الثانی لکفرھم بما تعدوا بہ من الخبائث واللہ سبحنہ وتعالٰی قد سمّی جمیع ھذا القسم کفارًا و مشرکین. فانا نجد القراٰن کلما حکی حال احد سجل علیھم بالکفر والشرک، کقولہ تعالٰی "ما جعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ" ثم قال اللہ تعالٰی ولکن الذین کفروا

رسائل میں تعاقب کیا ہے جس کا مآل یہ ہے کہ پہلے اہلِ فترت کا امتحان (پھر فیصلہ)۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلف اُبّی مالکی نے بھی اکمال الاکمال شرح صحیح مسلم میں قول مذکور کا تعاقب کیا ہے جیسا کہ مواہب لدنیہ میں ان کا کلام منقول ہے۔ اقول مگر آخر میں چل کر انھوں نے اس قول کو تسلیم کرلیا ہے اس طرح کہ پہلے فرمایا کہ جب قطعی نصوص نے بتایا کہ حجت قائم ہوئے بغیر عذاب نہ دیا جائے گا تو ہم نے جانا کہ ان پر عذاب نہ ہوگا۔ پھر انھیں خیال پیدا ہوا کہ تعذیب کے بارے میں تو حدیثیں بھی وارد ہیں تو آخر کلام میں اہلِ فترت کو انھوں نے تین قسموں موحّد، مبدّل اور غافل میں تقسیم کیا۔ پھر فرمایا کہ جن کی تعذیب کی صحت ثابت ہے انھیں قسم ثانی والوں پر محمول کیا جائیگا اس لئے کہ وہ اپنے بُرے افکار و اعمال کے ذریعہ حد سے تجاوز کرنے کے باعث کافر ہوئے اور اللہ تعالٰی نے اس قسم کے سارے لوگوں کو کفار و مشرکین کے نام سے موسوم کیا ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن ان میں سے جب کسی کا حال بیان فرماتا ہے تو صاف صاف ان کے کافر و مشرک ہونے کا حکم ثبت فرمادیتا ہے، جیسے یہ ارشاد باری ہے: اللہ نے مقرر نہ کیا بحیرہ (کان چرا) اور سائبہ۔ پھر یہ ارشاد ہے:

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الاول قضیۃ نجاۃ والدیہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۷۹

www.alahazratnetwork.org

یفترون علی اللّٰه الکذب ط و اکثرھم لا یعقلون[1] الخ فھذا کما ترٰی رجوع الٰی ما قالہ ھذان الامامان من تعذیب من اشرك منھم۔ اقول وفی استدلالہ بالاٰیۃ خفاء ظاھر اذ لیست نصًّا فی ان المراد بھم من اخترع ذٰلك من اھل الفترۃ بل الکفار لمّا تدینوا بتلك الاباطیل سجل علیھم بانھم یفترون علی اللّٰہ الکذب ــــ و بالجملۃ فمفاد الاٰیۃ ان الکافرین یفترون لا ان المفترین کلھم کافرون، حتّٰی یکون تسجیلا علٰی کفر اھل الفترۃ۔	لیکن جن لوگوں نے کفر کیا وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔ الخ تو جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو اسی کی طرف رجوع ہے جو امام نووی و امام رازی نے فرمایا کہ اہلِ فترت کے مشرکوں پر عذاب ہوگا ــــ اقول (میں کہتا ہوں) ہاں علامہ اُبّی نے آیتِ مذکورہ سے جو استدلال کیا ہے اس میں کھلا ہوا خفا ہے کیونکہ آیت اس بارے میں نص نہیں ان سے اہلِ فترت ہی کے (بحیرہ وغیرہ کا) اختراع کرنے والے مراد ہیں، بلکہ کفار نے جب ان باطل چیزوں کو اپنے دین و اعتقاد میں داخل کرلیا تو ان کے بارے میں یہ حکم ثبت فرمایا کہ وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ــــ حاصل کلام یہ کہ آیت کا مفاد یہ ہے کہ کافرین افترا کرتے ہیں، نہ یہ کہ سارے افترا کرنے والے کافر ہیں کہ اہلِ فترت کے کفر کی تصریح ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں یہی قول ائمہ بخارا کی طرف نسبت کیا،

علی خلاف ما قدمنا عن القاری والطحطاوی و بحرالعلوم رحمھم اللّٰہ تعالٰی، حیث قال نعم البخاریون من الماتریدیۃ وافقوا الاشاعرۃ، وحملوا قول الامام، لاعذر لاحد فی الجھل بخالقہ، علٰی ما بعد	اس کے برخلاف جو پہلے ہم نے مولانا علی قاری، طحطاوی اور بحرالعلوم رحمہم اللہ تعالٰی سے نقل کیا، علامہ شامی نے اس طرح فرمایا کہ ہاں ماتریدیہ میں سے ائمہ بخارا اشاعرہ کے موافق ہوئے انھوں نے امام اعظم کے قول "اپنے خالق سے جاہل رہنے میں کسی کے لئے کوئی عذر نہیں" کو

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الاول قضیۃ نجاۃ والدہ صلی اللہ علیہ وسلم المکتب الاسلامی بیروت ۱/۱۸۱

www.alahazratnetwork.org

البعثة، واختارہ المحقق ابن الہمام فی التحریر۔ لکن ھذا فی غیر من مات معتقد الکفر۔ فقد صرح النووی والفخر الرازی بان من مات قبل البعثۃ مشرکا فھو فی النار، وعلیہ حمل بعض المالکیۃ ما صح من الاحادیث فی تعذیب اھل الفترۃ الخ۔[1]

مابعدِ بعثت پر محمول کیا۔ اسی کو محقق ابن الہمام نے تحریر میں اختیار کیا۔ لیکن یہ قول جو لوگ کفر کا عقیدہ رکھتے ہوئے مرگئے ان کے علاوہ کے بارے میں ہے۔ امام نووی اور فخر الدین رازی نے تصریح فرمائی ہے کہ جو قبلِ بعثت حالتِ شرک میں مرگئے جہنم میں ہوں گے۔ اسی پر بعض مالکیہ نے تعذیب اہلِ فترت سے متعلق احادیث صحیحہ کو محمول کیا ہے۔ (ت)

جمہور ائمہ ماتریدیہ قدست اسرارہم کے نزدیک اہلِ فترت کے مشرک، معاقَب۔ موحِّد ناجی۔ غافلوں میں جس نے مہلتِ فکر و تامل نہ پائی، ناجی۔ پائی، معاقب۔

وھو المؤید بما نقل عن امام المذھب رضی اللہ عنہ من قولہ لاعذر لاحد[2] الخ۔ وحمل البخاریین لایجری فی قولہ الاٰخر فیما نُقِلَ عنہ وانہ لولم یبعث اللہ رسولا لوجب علی الخلق معرفتہ بعقولھم لکن اولہ المحقق بحمل الوجوب علی العرفی۔ ای لکان ینبغی لھم ذلک۔ اقول و یرد علٰی ظواھر ھذہ الاقوال جمیعا احادیث الامتحان وھی صحیحۃ

یہی قول تائید یافتہ ہے اس سے جو امام مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول ہے کہ کسی کے لئے اپنے خالق سے جاہل رہنے میں کوئی عذر نہیں الخ۔ اور اہلِ بخارا کا بعدِ بعثت والوں پر اس قول کو محمول کرنا امام سے منقول اس دوسرے قول میں نہ چل سکے گا کہ اگر اللہ تعالٰی کوئی رسول نہ مبعوث فرماتا تو بھی مخلوق پر اپنی عقلوں کے ذریعہ خالق کی معرفت واجب ہوتی۔ لیکن محقق ابن الہمام نے اسے وجوب عرفی پر محمول کرکے تاویل کی ہے یعنی ان کے لئے یہی مناسب ہوتا۔ اقول ان تمام اقوال کے ظاہر پر احادیثِ امتحان سے اعتراض وارد

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح باب نکاح الکافر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۸۶
[2] ردالمحتار " " " " " " " " " " " " "

www.alahazratnetwork.org

كثيرة ولا ترد ولا ترام.
29 وقد عد السيوطی جملة منها قال "والصحيح منها ثلثة -

الاول حديث الاسود بن سريع و ابی هريرة معًا مرفوعًا اخرجه احمد و ابن راهويه والبيهقی و صححه وفيه واما الذی مات فی الفترة فيقول رب ما اتانی لك رسول، فيأخذ مواثيقهم ليطيعنه، فيرسل اليهم ان ادخلوا النار، فمن دخلها كانت عليه بردًا و سلامًا ومن لم يدخلها سُحِبَ اليها[1]

والثانی حديث ابی هريرة موقوفًا وله حكم الرفع لان مثله لا يقال من قبل الرأی - اخرجه عبد الرزاق و ابن جرير و ابن ابی حاتم وابن المنذر فی تفاسيرهم، اسناده صحيح علی شرط الشيخين[2]

والثالث حديث ثوبان مرفوعًا، اخرجه البزار والحاكم فی المستدرك وقال صحيح علی شرط الشيخين، واقره الذهبی الخ[3]

ہوگا۔ اور یہ حدیثیں صحیح بھی ہیں کثیر بھی۔ اس قابل نہیں کہ رَد کی جائیں یا انھیں رَد کرنے کا ارادہ کیا جائے۔ امام سیوطی نے ان میں کچھ حدیثیں شمار کرائی ہیں، فرمایا کہ ان میں صحیح یہ تین ہیں:

اوّل، اسود بن سریع اور ابوہریرہ دونوں حضرات کی حدیث مرفوع، جس کی تخریج امام احمد اور ابن راہویہ اور بیہقی نے کی ہے۔ اور بیہقی نے اسے صحیح بھی کہا ہے۔ اس حدیث میں ہے: لیکن وہ جو فترت میں مرگیا تو عرض کرے گا خداوندا! میرے پاس تیرا کوئی رسول نہ آیا۔ تو اُن سے عہد و پیمان لے گا کہ اب ضرور اس کا حکم مانیں گے۔ تو انھیں پیغام بھیجے گا کہ دوزخ میں داخل ہوجاؤ، جو داخل ہوگا اس پر ٹھنڈک اور سلامتی ہوجائے گی۔ جو نہ داخل ہوگا اسے گھسیٹ کر لایا جائے گا۔

دوم، حضرت ابوہریرہ کی حدیث موقوف، یہ بھی مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ ایسی بات رائے سے نہیں کہی جاسکتی۔ اس کی تخریج عبدالرزاق نے کی ہے اور ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابن المنذر نے اپنی تفاسیر میں کی ہے اسکی اسناد صحیح برشرط شیخین ہے۔

سوم، حضرت ثوبان کی حدیث مرفوع، جس کی تخریج بزار نے کی ہے، اور حاکم نے مستدرک میں تخریج کرکے فرمایا کہ صحیح برشرط شیخین ہے اور ذہبی نے اسے مقرر رکھا۔

[1][2][3] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ بحوالۃ السیوطی المقصد الاول باب وفاۃ امہ الخ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۰۲-۰۳

www.alahazratnetwork.org

وذٰلك لان الامتحان یوجب الوقف والقول لشیئ یخالفه بیداق تمام وروده انما ھو علی الاشاعرۃ الذین اطلقوا القول بالنجاۃ امّا المفصلون من اصحابنا فلھم ان یقولوا ینجو ھذا ویعاقب ذاك۔ ولٰکن یکون ذٰلك بعد الامتحان۔ ولی ھٰھنا کلام اٰخر فی تحقیق المرام لا اذکرہ لخوف الاطالة وغرابة المقام فلنرجع الٰی ماکنّا فیه۔

وجہ اعتراض یہ ہے کہ جب فیصلہ بعدِ امتحان ہوگا تو ہم پر توقف لازم ہے، اور کوئی صریح حکم لگا دینا اس کے خلاف ہے، لیکن یہ سارا اعتراض ان اشاعرہ پر ہے جو مطلقاً نجات کے قائل ہیں لیکن ہمارے اصحاب میں سے اہلِ تفصیل یہ جواب دے سکتے ہیں کہ یہ ناجی ہوگا وہ معاقب۔ لیکن فیصلہ بعدِ امتحان ہوگا ــــ اور یہاں تحقیقِ مقصود میں میرا ایک دوسرا کلام ہے جسے خوفِ طوالت اور اجنبیتِ مقام کے باعث ترک کر رہا ہوں، اب ہم اصل بحث کی طرف رجوع کریں۔ (ت)

ان دونوں قولوں پر بس حکمِ کفر کے لئے صراحۃً اختیارِ شرک، یا بر قولِ آخر باوصفِ مہلتِ تامل، ترکِ توحید کا ثبوت لازم۔ ہم پوچھتے ہیں مخالف کے پاس کیا حجت ہے کہ زمانۂ فترت میں حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالٰی عنہا موحدہ یا غافلہ نہ تھیں حالانکہ بہت عورتوں کی نسبت یہی مظنون کما قدمنا عن الزرقانی عن السیوطی (جیسا کہ ہم بحوالہ زرقانی امام سیوطی سے ماقبل میں ذکر کرچکے ہیں۔ ت) مخالف جو دلیل رکھتا ہو پیش کرے اور جب نہ پیش کرسکے تو رجماً بالغیب حکمِ تبعیت پر کیونکر منہ کھول دیا۔ کیا اطلاقِ کفر اور وہ بھی معاذ اللہ ایسی جگہ محض اپنے تراشیدہ اوہام پر ہوسکتا ہے؟ کیا محتمل نہیں کہ وہ اُس وقت بھی ان لوگوں میں ہوں جو بالاتفاق ناجی ہیں؟ تو وَلَد انھیں کا تابع ہوگا اور بالتبع بھی حکمِ کفر ہرگز صحیح نہ ہوسکے گا۔ علامہ شامی قدس سرہ السامی ردالمحتار میں مسلم وکافرہ سے مولود بالزنا کی نسبت فرماتے ہیں:

یظھر لی الحکم بالاسلام للحدیث الصحیح کل مولود یولد علی الفطرۃ حتی یکون ابواہ ھما اللذان یھودانه او ینصرانه، فانھم قالوا انه صلی اللہ تعالٰی علیه

مجھے اس کے مسلمان ہونے کا حکم کرنا ہی سمجھ میں آتا ہے اس لئے کہ حدیث صحیح ہے کہ ہر بچہ دینِ فطرت پر پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کے ماں باپ دونوں ہی اس کو یہودی یا نصرانی بناتے ہیں۔ علماء نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ

www.alahazratnetwork.org

وسلم جعل اتفاقهما ناقلا له عن الفطرة فاذا لم یتفقا بقی علی اصل الفطرۃ، وایضًا حیث نظروا الجزئیۃ فی تلک المسائل احتیاطا فلینظر الیہا ھنا احتیاطا ایضا، فان الاحتیاط بالدین اولٰی ولان الکفر اقبح القبیح فلاینبغی الحکم بہ علٰی شخص بدون امرصریح[1] اھ ملخصا۔

تعالٰی علیہ وسلم نے ماں اورباپ دونوں کے اتفاق کو دین فطرت سے منتقل کرنے والا ٹھہرایا۔ تو اگر دونوں متفق نہ ہوں تو بچہ اصل فطرت پر رہے گا، دوسری وجہ یہ کہ علماء نے جب ان مسائل میں احتیاطاً جزئیت کا لحاظ کیا تو یہاں بھی احتیاطاً لحاظ جزئیت ہونا چاہیے کیونکہ دین کے معاملہ میں احتیاط ہی اولٰی ہے اور اس لئے بھی کہ کفر سب سے بدتر قبیح ہے تو کسی شخص پر کسی امرصریح کے بغیر حکم کفر لگانا مناسب نہیں اھ ملخصاً(ت)

سبحان اللہ! اس جرأت کی کوئی حد ہے کہ مدعا علیہ اسد اللہ الغالب اور دلیل وگواہ مفقود وغائب، اناللہ وانا الیہ راجعون (ہم اللہ ہی کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ت)۔

ثانیاً باجماع ائمہ اشاعرہ قدست اسرارہم حُسن وقُبح مطلقاً شرعی ہیں۔ توقبل شرع اصلاً کسی شیئ کی نسبت ایجاب یاتحریم کچھ نہیں۔ بعض ائمہ ماتریدیہ تمت انوارہم بھی باآنکہ قائل عقلیت ہیں مگر تعرف عقل قبل سمع کو مستلزم حکم وشغل ذمہ مکلف[عہ] نہیں جانتے۔ یہی مذہب امام ابن الہمام نے اختیار فرمایا اور انھیں کی تبعیت فاضل محب اللہ بہاری نے کی۔ مسلم الثبوت وفواتح الرحموت میں ہے:

(عندنا وعند المعتزلۃ عقلی لکن عندنا من متاخری الماتریدیۃ لایستلزم ھذا الحسن والقبح حکما

اشیاء کا حُسن وقُبح ہمارے نزدیک اور معتزلہ کے نزدیک عقلی ہے لیکن ہم متاخرین ماتریدیہ کے نزدیک یہ حُسن وقُبح بندے کے بارے میں اللہ

عہ یعنی بعض ائمہ ماتریدیہ مانتے ہیں کہ کچھ اشیاء کے حُسن وقُبح کا ادراک عقل سے ہوتا ہے مگر وہ اس کے قائل نہیں کہ شریعت آنے سے پہلے ہی محض عقل کے ادراک پر مکلف بندہ ذمہ دار ہوجائے اور اس پر کسی کام کا کرنا یا نہ کرنا لازم ہوجائے ۱۲ محمد احمد

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح باب نکاح الکافر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۹۴

www.alahazratnetwork.org

من اللہ سبحٰنہ فی العبد فما لم یحکم اللہ تعالٰی بارسال الرسل وانزال الخطاب لیس ھناك حکمٌ اصلاً ومن ھٰھنا اشترطنا بلوغ الدعوۃ فی تعلق التکلیف فالکافر الذی لم تبلغہ الدعوۃ غیر مکلّف بالایمان ایضاً ولا یؤاخذ بکفرہٖ[1] اھ ملخصًا۔

سبحٰنہ کی طرف سے کسی حکم کو مستلزم نہیں، توجب تک اللہ نے رسولوں کو بھیج کر اور خطاب نازل فرماکر کوئی حکم نہ فرمایا یہاں بالکل کوئی حکم نہیں۔ یہیں سے ہم نے کہا کہ مکلّف ہونے کا تعلق اس شرط کے ساتھ ہے کہ دعوت پہنچی ہو۔ تو وہ کافر جسے دعوت نہ پہنچی وہ ایمان کا بھی مکلف نہیں اور اس کے کفر پر بھی اس سے مواخذہ نہ ہوگا اھ ملخصاً (ت)

نیز فواتح میں ہے:

حاصل البحث ان ھٰھنا ثلثۃ اقوال: **الاوّل** مذھب الاشعریۃ ان الحسن والقبح فی الافعال شرعی وکذٰلك الحکم۔ **الثانی** انھما عقلیان وھما مناطان لتعلق الحکم۔ فاذا ادرك فی بعض الافعال کالایمان والکفر والشرك والکفران یتعلق الحکم منہ تعالٰی بذمۃ العبد وھو مذھب ھٰؤلاء الکرام والمعتزلۃ الا انہ عندنا لاتجب العقوبۃ بحسب القبح العقلی کما لاتجب بعد ورود الشرع لاحتمال العفو بخلاف ھٰؤلاء[2]۔

حاصلِ بحث یہ ہے کہ یہاں تین اقوال ہیں: **اول** مذہب اشعریہ کہ افعال کا حسن و قبح شرعی ہے۔ اسی طرح حکمِ افعال بھی شرعی ہے۔ **دوم** حسن و قبح عقلی ہیں اور ان پر تعلقِ حکم کا مدار ہے۔ توجب بعض افعال میں حکم کا ادراک ہوجائے جیسے ایمان کفر، شرک اور کفران میں تو اللہ تعالٰی کی طرف سے بندے کے ذمہ حکم متعلق ہوجائے گا، یہی ان علمائے کرام اور معتزلہ کا مذہب ہے، مگر یہ ہے کہ ہمارے نزدیک قبحِ عقلی کے اعتبار سے عقوبت واجب نہیں ہوجاتی جیسا کہ ورودِ شرع کے بعد واجب نہیں کیونکہ عفو کا احتمال ہے بخلاف معتزلہ کے کہ وہ واجب مانتے ہیں۔

الثالث عقلیان ولیسا موجبین للحکم

سوم حسن و قبح عقلی ہیں۔ اور اتنے ہی سے

---

[1] فواتح الرحموت بذیل المستصفی المقالۃ الثانیۃ الباب الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/ ۲۵

[2] " " " " " " ۱/ ۲۹

www.alahazratnetwork.org

ولاکاشفین عن تعلقہ، وھو مختار الشیخ ابن الھمام وتبعہ المصنف ورأیت فی بعض الکتب وجدت مشائخنا الذین لاقیتھم قائلین مثل قول الاشعریۃ[1] اھ بتلخیص۔

وہ تعلقِ حکم کے موجب یا مُظہر نہیں۔ یہی شیخ ابن الہمام کا مختار ہے اور مصنّف نے اسی کا اتباع کیا ہے۔ میں نے بعض کتابوں میں پڑھا کہ میں نے اپنے ان مشائخ کو جن سے میں نے ملاقات کی ہے اشعریہ کے قول کا قائل پایا اھ بتلخیص۔ (ت)

ان دونوں قولوں پر قبلِ شرع حکم اصلاً نہیں، تو عصیان نہیں، کہ عصیان مخالفتِ حکم کا نام ہے۔

ولذا قال الامام ابن الھمام کیف تحقق طاعۃ او معصیۃ قبل ورود امر و نھی۔

اسی لئے ابن الہمام نے فرمایا کہ امر و نہی وارد ہونے سے پہلے کسی طاعت یا معصیت کا تحقق کیسے! (ت)

اور جب عصیان نہیں کفر بالاولٰی نہیں کہ وُہ اخبثِ معاصی ہے اور انتفائے عام مستلزم انتفائے خاص۔ یُوں بھی خود ابوطالب پر تازمانِ فترت حکمِ کفر نہ تھا، جب کفر کیا تبعیت کا اصلاً محل نہ تھا۔

جماہیر ائمہ ماتریدیہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اگرچہ عقل کو مُعرِّف حکم مانتے ہیں، مگر نہ مطلقاً کہ یہ توسفاہتِ سفہائے معتزلہ و روافض وکرامیہ و براہمہ خذلھم اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی ان کو رُسوا کرے۔ت) ہے۔ بلکہ صرف امثالِ توحید وشکر وترکِ کفران وکفر وغیرہا امورِ عقلیہ غیر محتاج سمع میں۔ اس مذہب پر پھر وہی سوال ہوگا کہ حضرت فاطمہ بنت اسد کا زمانِ فترت میں ارتکابِ شرک واجتنابِ توحید ثابت کرو۔ اگر نہ ثابت کرسکو تو کیا مولی المسلمین ولی رب العلمین حبیب سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایسے شنیع لفظ کا اطلاق بے دلیل کر دیا جائے گا؟

ثالثاً اس سب سے تنزل کیجئے اور تاظہورِ بعثت ان دونوں زن وشو کا کفر مان ہی لیجئے تو اب ایک ذرا نظرِ انصاف درکار کہ امر دوم کا پتا نہ لگا رہا نہ رہے۔

نا سمجھ بچّے کو بہ تبعیتِ والدین یا دار کافر کہنے کے ہرگز ہرگز یہ معنی نہیں کہ وہ حقیقۃً کافر ہے کہ

---

[1] فواتح الرحموت بذیل المستصفی المقالۃ الثالثۃ الباب الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/ ۴۹

www.alahazratnetwork.org

یہ تو بداہۃً باطل۔ وصفِ کفر یقیناً اُس سے قائم نہیں، بلکہ اسلام فطری سے متصف ہے کما قدمنا (جیسا کہ پہلے گزر چکا۔ت) ـــ یہ اطلاق صرف از روئے حکم ہے یعنی شرعاً اس پر وہ احکام ہیں جو اس کے باپ یا اہلِ دار پر ہیں وہ بھی نہ مطلقاً بلکہ صرف دنیوی مثلاً وہ اپنے کافر مورث کا ترکہ پائے گا نہ مسلم کا، کافر وارث کو اس کا ترکہ ملے گا نہ مسلم کو، کافرہ سے اس کا نکاح ہوسکتا ہے نہ مسلمہ سے، وہ مرجائے تو اُس کے جنازے کی نماز نہ پڑھیں گے، مسلمانوں کی طرح غسل وکفن نہ دیں گے، مقابرِ مسلمین میں دفن نہ کریں گے الٰی غیر ذٰلک من الاحکام الدنیویۃ (اس کے علاوہ دیگر دنیوی احکام۔ت)۔

فتح القدیر میں ہے:

تبعیۃ الابوین اواحدھما ای فی احکام الدنیا لافی العقبٰی[1]

والدین یا ان میں سے کسی ایک کے تابع ہونا یعنی دنیوی احکام میں نہ کہ اُخروی احکام میں۔(ت)

بحرالرائق میں ہے:

اعلم ان المراد بالتبعیۃ التبعیۃ فی احکام الدنیا لافی العقبٰی[2]

تُوجان لے کہ تابع ہونے سے مراد دنیاوی احکام میں تابع ہونا ہے نہ کہ اُخروی احکام میں۔(ت)

شرنبلالیہ میں ہے:

التبعیۃ انما ھی فی احکام الدنیا لافی العقبٰی[3]

تابع ہونا تو محض دنیاوی احکام میں ہے نہ کہ اُخروی احکام میں۔(ت)

درمختار میں ہے:

تبع لہ ای فی احکام الدنیا لاالعقبٰی لمامر انھم خدم اھل

بچّہ والدین میں سے کسی کے تابع ہے یعنی دنیاوی احکام میں نہ کہ اُخروی احکام میں، کیونکہ گزر چکا ہے کہ ان کے بچّے جنتیوں کے خادم

---

[1] فتح القدیر باب الجنائز فصل فی الصلٰوۃ علی المیت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۹۴

[2] بحرالرائق کتاب الجنائز فصل السلطان احق بصلٰوتہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۹۰

[3] غنیۃ ذوی الاحکام حاشیۃ علی الدرر باب الجنائز میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶۶

www.alahazratnetwork.org

الجنۃ۔[1]

ہوں گے۔ (ت)

اور جب یہ تبعیت صرف احکامِ دنیوی میں ہے تو اس کا ثبوت احکامِ دنیا کے وجود پر موقوف۔ اگر دنیا میں کوئی حکم ہی نہ ہو تو تبعیت کس چیز میں ہوگی! اور پُر ظاہر کہ قبلِ بعثت ان امور میں کوئی حکمِ شرعی اصلاً اجماعاً متحقق نہ تھا۔ تو اس وقت تک کسی نا سمجھ بچے کا بہ تبعیت والدین کافر قرار پانا ہرگز وجہِ صحت نہیں رکھتا کہ نہ حکم نازل، نہ تبعیت حاصل۔ ھکذا ینبغی التحقیق واللہ سبحٰنہ ولی التوفیق (یونہی تحقیق چاہیے اور اللہ سبحٰنہ وتعالٰی توفیق کا مالک ہے۔ ت)۔

اس تحقیقِ انیق سے بتوفیق اللہ تعالٰی روشن ہوگیا کہ بحمدہٖ سبحٰنہ تبعاً حکماً اسماً وصفاً کسی طرح کسی نوع یہ لفظ شنیع حضرت مولٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنٰی پر صادق نہ ہوا۔ روزِ الست سے ابد الآباد تک ان کا دامنِ ایمان مامنِ اس لَوث (آلودگی) سے اصلاً جزماً قطعاً مطلقاً پاک و صاف و منزّہ رہا۔ والحمد للہ رب العلمین (سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ ت)

ھذا کلّہ ما فاض علٰی قلب الفقیر من فیض اللطیف الخبیر، واسأل اللہ تعالٰی ان یجعلہ ذریعۃ مقبولۃ لحفظ ایمان ھذا الضعیف الحقیر لیوم لقاء الملک الجواد القدیر، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی الکبیر، وصلی اللہ تعالٰی وبارک وسلم علی الامان المؤمن المولی النصیر الشفیع الرفیع المبشر البشیر، وعلٰی اٰلہ وصحبہ واھلہ وحزبہ وعلی المرتضی الامام الامیر وعلینا بھم ولھم وفیھم، اٰمین یاربنا السمیع البصیر۔

یہ سب وہ ہے جو قلبِ فقیر پر لطیف خبیر کے فیض سے فائض ہوا اور میں اللہ تعالٰی سے سوال کرتا ہوں کہ اس کو بادشاہ جواد قدیر کی ملاقات کے دن تک اس ضعیف حقیر کے ایمان کی حفاظت کا ذریعہ مقبولہ بنادے، اور کوئی طاقت و قوت نہیں مگر اللہ علی کبیر ہی سے، اور اللہ رحمت و برکت و سلامتی نازل فرمائے امن دینے والے امان، نصرت فرمانے والے مولٰی، بلند شفیع، خوشخبری دینے والے بشیر پر اور ان کی آل، اصحاب، اہلِ جماعت اور علی مرتضٰی امام امیر پر، اور ہم پر ان حضرات کے وسیلہ اور ان کے سبب سے اور ان کے زمرہ میں، قبول فرما اے ہمارے سننے دیکھنے والے رب!

[1] الدرالمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۳

www.alahazratnetwork.org

تکمیل بحمد اللہ تعالٰی یہی فضل اَجل و اجلٰی، بلکہ اس سے بھی اعلٰی و اکمل، نصیبِ حضرت امیر المومنین، امام المشاہدین، افضل الاولیاء المحمدیین، سیدنا و مولانا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے۔ حکمِ تبعیت تو انھیں وجوہِ بالا سے باطل۔ چند برس کی عمر شریف ہوئی کہ پرتوِ شانِ خلیل اللّٰہی بُت خانہ میں بت شکنی فرمائی۔ ان کے والد ماجد سیدنا ابو قحافہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (کہ وہ بھی صحابی ہوئے) اس زمانۂ جاہلیت میں انھیں بُت خانے لے گئے اور بُتوں کو دکھا کر کہا، ھٰذہٖ اٰلِھتک الشم العلٰی فاسجد لھا یہ تمھارے بلند و بالا خدا ہیں انھیں سجدہ کرو۔ وہ تو یہ کہہ کر باہر گئے، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ قضائے مبرم کی طرح بُت کے سامنے تشریف لائے اور براہِ اظہارِ عجزِ صنم و جہلِ صنم پرست ارشاد فرمایا، اِنِّیْ جَائِعٌ فَاَطْعِمْنِیْ میں بھوکا ہوں مجھے کھانا دے۔ وہ کچھ نہ بولا۔ فرمایا، اِنِّیْ عَارٍ فَاکْسُنِیْ میں ننگا ہوں مجھے کپڑا پہنا۔ وہ کچھ نہ بولا۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک پتھر ہاتھ میں لے کر فرمایا، میں تجھ پر پتھر ڈالتا ہوں فَاِنْ کُنْتَ اِلٰھًا فامنع نفسک اگر تُو خُدا ہے تو اپنے آپ کو بچا۔ وہ اب بھی نِرا بُت بنا رہا۔ آخر بقوتِ صدیقی پتھر پھینکا کہ وہ خدائے گمراہاں مُنہ کے بل گرا۔ والد ماجد واپس آتے تھے یہ ماجرا دیکھا، کہا: اے میرے بچے! یہ کیا کیا؟ فرمایا، وُہی جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ وہ انھیں ان کی والدہ ماجدہ حضرت ام الخیر رضی اللہ تعالٰی عنہا کے پاس (کہ وہ صحابیہ ہوئیں) لے کر آئے اور سارا واقعہ ان سے بیان کیا انھوں نے فرمایا، اس بچے سے کچھ نہ کہو، جس رات یہ پیدا ہوئے میرے پاس کوئی نہ تھا میں نے سُنا کہ ہاتف کہہ رہا ہے:

یا امۃ اللّٰہ علی التحقیق ٭ ابشری بالولد العتیق ٭ اسمہ فی السماء الصدیق ٭ لمحمد صاحب و رفیق ٭ رواہ القاضی ابو الحسین احمد بن محمد الزبیدی بسندہ فی "معالی الفرش الی عوالی العرش"[1] وقد ذکرنا الحدیث بطولہ فی کتابنا المبارک

اے اللہ کی سچی لونڈی! تجھے خوشخبری ہو اس آزاد بچے کی، اس کا نام آسمانوں میں صدیق ہے، محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یار و رفیق ہے۔ (اسے قاضی ابو الحسین احمد بن محمد زبیدی نے "معالی الفرش الی عوالی العرش" میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور ہم نے پوری حدیث طویل اپنی کتاب "مطلع القمرین فی

---

[1] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری بحوالہ معالی الفرش الی عوالی العرش باب اسلام ابی بکر دار الکتاب العربی بیروت ۶/ ۱۸۷، ۱۸۸

www.alahazratnetwork.org

ان شاء اللہ تعالٰی مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین۔

"مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین" میں بیان کیا ہے جو بابرکت (کتاب) ہے اگر اللہ نے چاہا۔ (ت)

سولہ برس کی عمر میں حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قدم پکڑے کہ عمر بھر نہ چھوڑے، اب بھی پہلوئے اقدس میں آرام کرتے ہیں، روزِ قیامت دست بدستِ حضور اٹھیں گے، سایہ کی طرح ساتھ ساتھ داخلِ خلدِ بریں ہوں گے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مبعوث ہوئے فوراً بے تامل ایمان لائے، ولہٰذا سیدنا امام ابوالحسن اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

لم یزل ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ بعین الرضا منہ[1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ ہمیشہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خوشنودی میں رہے۔ (ت)

امام قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

اختلف الناس فی مرادہ بھذا الکلام فقیل لم یزل مؤمنا قبل البعثۃ وبعدھا وھو الصحیح المرتضٰی[2]

اس کلام سے امام اشعری کی مراد میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ بیانِ مراد میں ایک قول یہ ہے کہ وہ ہمیشہ مومن رہے، قبلِ بعثت بھی، بعد بعثت بھی۔ یہی قول صحیح وپسندیدہ ہے۔ (ت)

امام اجل سیدی ابوالحسن علی بن عبدالکافی تقی الدین سبکی قدس سرہ الملکی فرماتے ہیں:

الصواب ان یقال ان الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ لم یثبت عنہ حالۃ کفر باللہ کما ثبتت عن غیرہ ممن اٰمن۔ وھو الذی سمعناہ من اشیاخنا ومن یقتدی بہ وھو الصواب ان شاء اللہ تعالٰی[3]

صحیح یہ کہنا ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے متعلق کوئی حالتِ کفر ثابت نہ ہوئی جیسا کہ دوسرے ایمان والوں سے متعلق ثابت ہوئی۔ یہی ہم نے اپنے شیوخ اور پیشواؤں سے سنا ہے اور یہی حق ہے ان شاء اللہ تعالٰی۔ (ت)

---

[1] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری باب اسلام ابی بکر رضی اللہ عنہ دارالکتاب العربی بیروت ۶/۱۸۶
[2] " " " " " " " " " " " " " "
[3] " " " " " " " " " " " " " "

www.alahazratnetwork.org

الحمدللہ یہ اجمالی جواب، موضعِ صواب، نہم جمادی الاخری روزِ شنبہ کو تمام اور بلحاظِ تاریخ "تنزیہ المکانۃ الحیدریۃ عن وَصْمَۃ عہد الجاھلیۃ" نام ہوا۔

و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین، وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ و سراج افقہ سیدنا ومولانا محمد و اٰلہ و صحبہ اجمعین، واللّٰہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم، وعِلْمُہٗ جل مجدہ اتم و حُکْمُہٗ عزّ شانہٗ احکم۔

اور ہماری دُعا کا اختتام یہ ہے کہ تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔ اللہ تعالٰی درود نازل فرمائے بہترین مخلوق، اس کے افق کے سراج ہمارے آقا و مولٰی محمد پر، آپ کی آل پر اور آپ کے تمام صحابہ پر۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ اس کا علم اتم اور اس کا حکم مضبوط ہے۔ (ت)

رسالہ

تنزیہ المکانۃ الحیدریۃ عن وصمۃ عہد الجاھلیۃ

ختم ہوا

مسئلہ ۲۰: از بنارس محلہ پترکنڈہ مرسلہ مولوی محمد عبدالحمید صاحب (رحمہ اللہ تعالٰی)

۶ رجب ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین ابقاھم اللّٰہ تعالٰی الٰی یوم الدین (اللہ تعالٰی انھیں روزِ جزا تک قائم رکھے۔ ت) اس میں کہ حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ ہمیشہ کے مسلمان تھے یا کہ علٰی ما فی تاریخ الخلفاء للسیوطی و رد المحتار لابن عابدین وجامع المناقب وغیرہ (جیسا کہ امام سیوطی کی تاریخ الخلفاء، علامہ ابن عابدین کی ردالمحتار اور جامع المناقب وغیرہ میں ہے۔ ت) تیرہ یا دس یا نو یا آٹھ برس کے سن میں ایمان لائے ہیں، اور اگر ہمیشہ مسلمان تھے تو پھر ایمان لانا چہ معنی دارد۔ بیّنوا بالتفصیل توجروا بالاجر الجزیل (تفصیل سے بیان کرو اجرِ عظیم دیا جائے گا۔ ت)

الجواب

حضرت امیر المومنین، مولی المسلمین، امام الواصلین، سیدنا علی المرتضٰی مشکل کشا

www.alahazratnetwork.org

کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنٰی اور حضرت امیر المومنین امام المشاہدین افضل الاولیاء المحمدیین سیدنا ومولانا صدیق اکبر عتیق اطہر علیہ الرضوان الاجل الاطہر دونوں حضرات عالم ذریت سے روزِ ولادت، روزِ ولادت سے سنِ تمیز، سنِ تمیز سے ہنگامِ ظہورِ پُرنور آفتاب بعثت، ظہورِ بعثت سے وقتِ وفات، وقتِ وفات سے ابد الآباد تک بحمد اللہ تعالٰی موحد موقن ومسلم ومومن وطیب وزکی وطاہر ونقی تھے، اور ہیں، اور رہیں گے، کبھی کسی وقت کسی حال میں ایک لحظہ ایک آن کو لوثِ کفر وشرک و انکار اُن کے پاک، مبارک، ستھرے دامنوں تک اصلاً نہ پہنچا نہ پہنچے، والحمد للہ رب العٰلمین (سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ ت)

عالمِ ذریت سے روزِ ولادت تک اسلام میثاقی تھا کہ الست بربکم، قالوا بلٰی[1] (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، انہوں نے کہا کیوں نہیں) روزِ ولادت سے سنِ تمیز تک اسلام فطری کہ کل مولود یولد علی الفطرۃ[2]۔ ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے (ت)

سنِ تمیز سے روزِ بعثت تک اسلام توحیدی کہ اُن حضراتِ والا صفات نے زمانۂ فترت میں بھی کبھی بُت کو سجدہ نہ کیا، کبھی غیر خدا کو خدا نہ قرار دیا ہمیشہ ایک ہی جانا، ایک ہی مانا، ایک ہی کہا ایک ہی سے کام رہا۔

ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم[3]۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ عظیم فضل والا ہے (ت)

پھر ظہورِ بعثت سے ابد الآباد تک حال تو ظاہر وقطعی ومتواتر ہے والحمد للہ رب العٰلمین (سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ ت) فقیر غفرلہ اللہ المولی القدیر نے یہ نفیس مطلب بقدرِ حاجت اپنے رسالہ موجزہ تنزیہ المکانۃ الحیدریۃ عن وصمۃ عہد الجاہلیۃ میں واضح کیا۔

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۷۲

[2] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ما قیل فی اولاد المشرکین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۵
سنن ابی داؤد کتاب السنۃ ۲/ ۲۹۲ و جامع الترمذی ابواب القدر ۲/ ۳۶
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۳۳

[3] القرآن الکریم ۶۲/ ۴

www.alahazratnetwork.org

ثم **اقول** وباللہ التوفیق (میں پھر کہتا ہوں اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے) ظاہر ہے کہ آوانِ (وقت) فترت اس زمانِ جاہلیت ومکانِ اُمیّت وہیجانِ غفلت میں سمعیات پر اطلاع کے توکوئی معنی ہی نہ تھے، اسی طرح نبوت وکتاب کہ وہ لوگ ان امور سے واقف ہی نہ تھے، و لہذا براہِ عجب کہتے: ابعث اللہ بشرا رسولا[1] کیا خدا نے آدمی کو رسول بنایا۔ اور کہتے:

مالِ لھٰذا الرسول یاکل الطعام و یمشی فی الاسواق[2] — یہ رسول کیسا ہے کہ ہماری طرح کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے۔

اور پر ظاہر کہ حکم، بے تصورِ محکوم علیہ محال قطعی۔ تو جس چیز سے ذہن اصلاً خالی اس کی تصدیق وتکذیب دونوں ممتنع عقلی۔

وقد قال تعالٰی: ما انذر اٰباؤھم فھم غٰفلون[3] — بے شک اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان کے باپ دادا نہ ڈرائے گئے تو وہ بے خبر ہیں۔ (ت)

لہذا اُس زمانے میں صرف توحید مدارِ اسلام ومناطِ نجات ونافیِ کفر تھی۔ موحدانِ جاہلیت کا مسئلہ اجماعیہ کسے نہیں معلوم؟ بایں ہمہ وہ اسلام ضروری تھا کہ اُس وقت اُسی قدر ممکن تھا اصلِ دین ومرضیِ رب العٰلمین جسے ان الدین عنداللہ الاسلام[4] (بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔ ت) فرمایا گیا تمام ایمانیات پر ایمان لانا ہے،

کل اٰمن باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ[5] — سب نے مانا اللہ اور اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو۔(ت)

یہ بغیر بعثت وبلوغِ دعوت ناممکن ـــــ اور اس کا بھی فردِ اکمل وہ ہے جس کی نسبت ابراہیم خلیل و اسمٰعیل ذبیح صلی اللہ تعالٰی علیہما وسلم نے دعا کی،

ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک[6] — اور ہماری اولاد میں سے ایک امت تیری فرمانبردار۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۹۴
[2] القرآن الکریم ۲۵/ ۷
[3] 〃 〃 ۳۶/ ۶
[4] 〃 〃 ۳/ ۱۹
[5] 〃 〃 ۲/ ۲۸۵
[6] 〃 〃 ۲/ ۱۲۸

www.alahazratnetwork.org

جس کی نسبت ارشاد ہوتا ہے،

ھو سمّٰکم المسلمین من قبل [1] اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اگلی کتابوں میں۔ (ت)

یعنی اس نبی کریم افضل المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلیہم اجمعین کی اُمّتِ مرحوم میں داخل ہونا ــــ یہ اسلام کا اطلاقِ اخص واکمل و اجلّ واجمل ہے ــــ ان دونوں معنٰی پر ان حضرات عالیات رضی اللہ تعالٰی عنہما کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ آٹھ یا دس برس کی عمر میں اسلام لائے۔ یہ ارشادِ اقدس سُنتے ہی فوراً بلا تامّل مسلمان ہوئے معہٰذا اس میں ایک بہتر یہ ہے کہ بعد بعثت وبلوغ دعوت صرف اُس اسلام ضروری پر قناعت کافی وجہِ نجات نہیں۔ اگر کوئی شخص فترت میں صد ہا سال مُوَحِّد رہتا اور بعد دعوت تصدیق نہ کرتا وہ اسلام سابق یقیناً زائل ہو کر کافر مخلد فی النار ہو جاتا ــــ تو جس نے فوراً تصدیق کی اس پر حکم اسلام اُس وقت سے تام وقائم ومحکم ومستقر ہوا۔

علاوہ بریں ربّ العزت عزوجل اپنے خلیل جلیل سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی نسبت فرماتا ہے،

اذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العٰلمین [2] جب اس سے فرمایا اس کے رب نے کہ اسلام لا، بولا میں اسلام لایا رب العالمین کیلئے۔

جب خلیلِ کبریا علیہ الصلوٰۃ والثناء کو اسلام لانے کا حکم ہونا اور اُن کا عرض کرنا کہ میں اسلام لایا، معاذ اللہ اُن کے ایمانِ قدیم واسلام مستمر کا منافی نہ ہوا کہ حضرات انبیاء علیہم التحیۃ والثناء کی طرف بعد نبوت وپیش از نبوت کبھی کسی وقت ایک آن کے لئے بھی غیر اسلام کو اصلاً راہ نہیں، تو صدیق و مرتضٰے رضی اللہ تعالٰے عنہما کی نسبت یہ الفاظ کہ فلاں دن مسلمان ہوئے اُس روز اسلام لائے، اُن کے اسلام سابق کے معاذ اللہ کیا مخالف ہو سکتے ہیں۔

ھذا کلہ واضح مبین۔ والحمد للہ رب العٰلمین۔ یہ سب واضح نمایاں ہے اور تمام تعریفیں اللہ تعالٰے کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۷۸

[2] " ۲/ ۱۳۱

www.alahazratnetwork.org

بحمد اللہ تعالٰی فقیر کی اس تقریر سے جس طرح روافض کا نفیِ خلافتِ صدیقی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے براہِ عناد ومکابرہ آیہ کریمہ لاینال عھدی الظّٰلمین[1] (میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔ ت) سے سفیہانہ استدلال، جس کا نہ صغرٰی صحیح نہ کبرٰی ٹھیک، ھباءً منثورا ہوگیا، یونہی تفضیلیہ کا وہ باطل خیال کہ "قدیم اسلام خاصہ حضرتِ مرتضوی کرم اللہ تعالٰی وجہہ ہے لہذا وہ خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے افضل" مدفوع ومقہور ہوگیا۔

فاقول وباللہ التوفیق (پس میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ ت) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لحاظ سے تو یہ تخصیص ہی غلط کہ وہ بھی اس فضل جلیل میں شریک حضرت اسد اللہ الغالب، بلکہ انصاف کیجئے تو شریک غالب ہیں اگرچہ دونوں حضرات قدیم الاسلام ہیں کہ ایک آن ایک لمحہ کو ہرگز ہرگز متصف بکفر نہ ہوئے، مگر اسلامِ میثاق واسلامِ فطری کے بعد اسلامِ توحیدی واسلامِ اخص دونوں میں صدیقِ اکبر کا پایہ ارفع واعلٰی ہے۔ توحیدی میں یُوں کہ صدیقِ اکبر کی ایک عمر کثیر اس زمانہ ظلمت وجہالت میں گزری۔ ابتداء میں مدتوں حضور پرنور سیدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہِ اسلام پناہ سے دُوری رہی۔ اس پر بچپنے کی کچی سمجھ میں انکے والد ماجد رضی اللہ تعالٰی عنہ کا کہ اس وقت تک مبتلائے شرک تھا اپنے دینِ باطل کی تعلیم دینا، بُت خانے میں لے جاکر سجدہ بُت کی تفہیم کرنا، غرض رہنما مفقود، رہزنی موجود۔ بایں ہمہ ان کا توحید خالص پر قائم رہنا "اللہ اکبر" کیسا اجل واعظم ہے۔ حضرت امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنٰی نے آنکھ کھولی تو محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہی کا جمالِ جہاں آرا۔ دیکھا، حضور ہی کی گود میں پرورش پائی، حضور ہی کی باتیں سنیں، حضور ہی کی عادتیں سیکھیں، شرک وبُت پرستی کی صورت ہی اللہ تعالٰی نے کبھی نہ دکھائی، آٹھ یا دس سال کے ہوئے کہ آفتاب جہانتاب رسالت اپنی عالمگیر تابشوں کے ساتھ چمک اُٹھا، والحمد للہ رب العلمین (اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ ت) اسلامِ اخص میں یُوں کہ صدیق اکبر نے فوراً اپنا اسلام سب پر ظاہر وآشکارا کردیا، ہدایتیں فرمائیں، کفار کے ہاتھوں سے اذیتیں پائیں، جن کی تفصیل ہماری کتاب مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین وغیرہ کُتبِ حدیث میں ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۲۴

www.alahazratnetwork.org

اور امیر المومنین مولیٰ علی کی نسبت آیا کہ کچھ دنوں اپنے باپ ابوطالب کے خوف سے کہ لازمۂ صغرسنی ہے اپنے اسلام کا اخفا فرمایا، امام حافظ الحدیث خیثمہ بن سلیمان قرشی و امام دارقطنی و محب الدین طبری وغیرہم حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضرت سیدنا علی مرتضیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

انّ ابابکر سبقنی الی اربع لم اوتھن، سبقنی الی افشاء السلام، وقدم الھجرۃ، ومصاحبتہ فی الغار، واقام الصلٰوۃ وانا یومئذ بالشعب، یظھر اسلامہ واخفیہ[1] الحدیث

بیشک ابوبکر چار باتوں کی طرف سبقت لے گئے کہ مجھے نہ ملیں: انھوں نے مجھ سے پہلے اسلام آشکارا کیا، اور مجھ سے پہلے ہجرت کی، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے یارِ غار ہوئے، اور نماز قائم کی اس حالت میں کہ میں ان دنوں گھروں میں تھا۔ وہ اپنا اسلام ظاہر کرتے اور میں چھپاتا تھا۔

امام قسطلانی مواہب اللدنیہ میں فرماتے ہیں:

اوّل من اسلم علی ابن ابی طالب وھو صبی لم یبلغ الحلم وکان مستخفیا باسلامہ، واول رجل عربی بالغ اسلم واظھر اسلامہ ابوبکر بن ابی قحافۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما[2]

سب سے پہلے ایمان لانے والے مذکر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں جبکہ آپ بچے تھے اور سنِ بلوغ کو نہ پہنچے تھے وہ اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھتے تھے، اور سب سے پہلے ایمان لانے والے عربی مرد جنہوں نے اسلام ظاہر کیا وہ ابوبکر بن ابی قحافہ رضی اللہ تعالٰی عنہما ہیں۔ (ت)

امام ابوعمر ابن عبدالبر روایت فرماتے ہیں:

سئل محمد بن کعب القرظی عن اول من اسلم علی او ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہما؟ قال

محمد بن کعب قرظی سے سوال کیا گیا کہ ابوبکر و علی میں سے پہلے اسلام لانے والا کون ہے؟

---

[1] المواہب اللدنیہ بحوالہ خیثمہ بن سلیمٰن ذکر اول من اٰمن اسلام علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۱۸ و ۲۱۹

[2] " " " " " " " " ۱/۲۱۸

www.alahazratnetwork.org

سبحان اللہ علیؓ اولہما اسلامًا وانما شبہ علی الناس لان علیًّا اخفی اسلامہ من ابی طالب واسلم ابوبکر فاظہر اسلامہ۔[۱]	تو انھوں نے کہا سبحان اللہ ان دونوں میں سے حضرت علی پہلے اسلام لائے مگر انھوں نے اسلام کو اپنے والد سے پوشیدہ رکھا جس وجہ سے ان کا اسلام لوگوں پر مشتبہ رہا جبکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا اسلام ظاہر فرمایا۔(ت)

ولہذا احادیث حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و آثار صحابہ کرام و اہلبیت عظام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ثابت کہ صدیق کا اسلام سب کے اسلام سے افضل، اور ان کا ایمان تمام امت کے ایمان سے ازید واکمل ہے کما بیناہ فی کتابنا المذکور والمبارک ان شاء اللہ تعالٰی (جیسا کہ ہم نے اس کو بیان کردیا ہے کتاب مذکور میں جو ان شاء اللہ بابرکت ہوگی۔ت)

رہے امیر المومنین فاروق و امیر المومنین غنی رضی اللہ تعالٰی عنہما مذہب جمہور اہلسنت میں امیر المومنین حیدر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے تو وہ دونوں افضل اور امیر المومنین صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ اگرچہ سب سے افضل مگر اس وجہ سے افضل نہیں کہ یہ قدیم الاسلام ہیں وہ جدید الاسلام، کہ یہ فضل جزئی ہے جو مفضول کو بھی افضل پر مل سکتا ہے۔ فضل کلی اور شَے ہے جس کی تحقیق انیق ہم نے کتاب مذکور میں ذکر کی۔ قدیم اسلام اگر موجب افضلیت ہو تو لازم آئے کہ من و تو زید و عمرو کہ بعونہ تعالٰی باپ دادا پردادا پشت با پشت سے مسلمان چلے آتے ہیں۔ عمر و عثمان ابو ذر و سلمان و حمزہ و عباس وغیرہم صحابہ کرام و اہلبیت عظام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے معاذ اللہ افضل ٹھہریں، تو اس بنا پر دعوی افضلیت محض جہالت اور فضل جزئی و کلی کے تفرقہ سے غفلت ہے۔

واللہ الھادی وولی الایادی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔	اللہ تعالٰی ہدایت دینے والا اور نعمتوں کا مالک ہے اور اللہ سبحانہ و تعالٰی خوب جانتا ہے اور اس کا علم اتم اور مستحکم ہے۔(ت)

مسئلہ ۲۱ از بنارس محلہ کندی گڑھ ٹولہ مسجد بی بی راجی شفاخانہ مرسلہ مولوی حکیم عبدالغفور صاحب ۴ رجب ۱۳۱۲ھ

ما قولکم ایہا العلماء ابقاکم اللہ تعالٰی	اے علمائے کرام اللہ تعالٰی یوم جزا تک آپ کو باقی

---

[۱] الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ترجمہ ۱۸۷۵ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۱۹۹

الٰی یوم الجزاء فی المسئلۃ الّتی نرسل الیکم۔

رکھے آپ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں جو ہم آپ کی طرف بھیج رہے ہیں۔(ت)

زید کہتا ہے چونکہ علی مرتضٰی نے آٹھ دس برس کی عمر میں اسلام قبول کیا اور اس سے پہلے کبھی دامن پاک آپ کا نجاست شرک وکفر سے آلودہ نہیں ہوا اور حدیث شریف؛

کل مولود یولد علی الفطرۃ۔[1]

ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے(ت)

دلالت کرتی ہے کہ کل بچے کا دین اسلام ہے۔ لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ جناب علی مرتضٰی ہمیشہ سے مسلمان تھے۔ عمرو کہتا ہے کہ جب علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ نے آٹھ دس برس کی عمر میں اسلام قبول کیا تو یہ کہنا کہ آپ ہمیشہ سے مسلمان تھے محض غلط ہے۔ بیّنوا توجروا (بیان کرو اجر دیے جاؤ گے۔ت)

الجواب

قولِ زید حق ومقبول وزعمِ عمرو باطل ومخذول ہے۔

کما حققنا بتوفیق اللہ تعالٰی فی "تنزیہ المکانۃ الحیدریہ عن وصمۃ عہد الجاھلیۃ۔"

جیسا کہ ہم نے "تنزیہ المکانۃ الحیدریۃ عن وصمۃ عھد الجاھلیۃ" میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے اس کی تحقیق کر دی ہے۔(ت)

ہاں عبارتِ زید میں یہ لفظ قابلِ گرفت ہے کہ "ہم کہہ سکتے ہیں" اس سے بوئے ضعف آتی ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ہم اعتقاد رکھتے ہیں، ہم بالیقین کہتے ہیں:

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ۔[2]

سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں اس کی راہ دکھائی اور ہم راہ نہ پاتے اگر اللہ ہمیں راہ نہ دکھاتا۔(ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ماقیل فی اولاد المشرکین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۵
سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی ذراری المشرکین آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۹۲
جامع الترمذی ابواب القدر باب ماجاء کل مولود یولد علی الملۃ امین کمپنی دہلی ۲/۳۶
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۳۳

[2] القرآن الکریم ۷/۴۳

www.alahazratnetwork.org

بیشک حضرت مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنٰی ہمیشہ سے مسلمان صحیح الایمان تھے اور بیشک انھوں نے آٹھ دس برس کی عمر میں اسلام قبول کیا، ان دونوں باتوں میں اصلاً تنافی نہیں۔ یہ اسلام متاخر وہ ہے جس کا ذکر (اللّٰھم صلّ علٰی علم الایمان اصل الایمان عین الایمان وآلہٖ وسلم۔ اے اللہ درود وسلام نازل فرما علامتِ ایمان، اصلِ ایمان، عینِ ایمان پر اور آپ کی آل پر۔ ت) آیۂ کریمہ:

ماکنت تدری ما الکتٰب ولا الایمان ولکن جعلنٰہ نورًا[1] الاٰیۃ۔

اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے نہ احکامِ شرع کی تفصیل، ہاں ہم نے اسے نور کیا۔ (ت)

یعنی اسلام خاص زمانِ بعثت کہ کتاب ورسول پر ایمان اور عقائدِ سمعیہ کے اذعان پر مشتمل ہو۔ یہ بے شک بعدِ بعثت حاصل ہوا۔ اس کا حدوث قدمِ اسلامِ توحیدی کا منافی نہیں،

کما لا یخفٰی علٰی من کان لہ قلب او القی السمع وھو شھید۔

جیسا کہ یہ پوشیدہ نہیں اُس شخص پر جو دل رکھتا ہو یا کان لگائے اور متوجہ ہو۔ (ت)

تفسیر کبیر میں زیرِ آیۂ کریمہ منجملہ وجوہِ تاویل مذکور:

الرابع الایمان عبارۃ عن الاقرار بجمیع ماکلف اللہ تعالٰی بہ وانہ قبل النبوۃ ماکان عارفا بجمیع تکالیف اللہ تعالٰی بل انہ کان عارفا باللہ تعالٰی وذٰلک لاینافی ماذکرناہ۔ الخامس صفات اللہ تعالٰی علٰی قسمین منہا مایمکن معرفتہ بمحض دلائل العقل ومنہا مالایمکن معرفتہ الّا بالدلائل السمعیۃ، فھٰذا القسم الثانی لم تکن معرفتہ حاصلۃ قبل النبوۃ۔[2]

وجہِ چہارم ایمان ان تمام چیزوں کے مان لینے کا نام ہے جن کا اللہ تعالٰی نے بندوں کو مکلف بنایا، اور حضور قبلِ نبوت اللہ تعالٰی کے عائد کردہ تمام احکام وتکالیف سے واقف نہ تھے بلکہ وہ خداوند تعالٰی کے عارف تھے اور یہ اس کے منافی نہیں جو ہم نے ذکر کیا (کہ قبلِ وحی بھی انبیاء کا کفر سے منزہ ہونا اجماعی ہے)۔ وجہِ پنجم، صفاتِ الٰہی کی دو قسمیں ہیں: (۱) وہ جن کی معرفت عقلی دلیلوں سے ہوسکتی ہے (۲) وہ جن کی معرفت سمعی دلیلوں کے بغیر ممکن نہیں۔ تو اسی قسم دوم کی معرفت قبلِ نبوت نہ تھی۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۲/ ۵۲

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۴۲/ ۵۲ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۲۷/ ۱۹۱

www.alahazratnetwork.org

تفسیر ارشاد العقل السلیم میں ہے:

ای الایمان بتفاصیل مافی تضاعیف الکتاب من الامور التی لاتھتدی الیھا العقول لا الایمان بما یستقبل بہ العقل والنظر، فان درایتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لہ مما لاریب فیہ قطعا[1]

اس آیت میں ایمان سے مراد اُن امور کی تفصیلات پر ایمان ہے جو کتاب کے وسیع صفحات میں مندرج ہیں جن تک ازخود عقلوں کی رسائی نہیں، ان امور سے متعلق ایمان کی نفی مراد نہیں جن کو عقل وفکر خود جان لیتی ہے اور کتاب وغیرہ کی محتاج نہیں ہوتی، قبل نبوت بھی اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آشنا ہونے میں قطعاً کوئی شک وشبہہ نہیں (ت)

اسی کے قریب قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالٰی نے شفا شریف میں نقل کرکے فرمایا، وھو احسن وجوھہ[2] (وجوہ تاویل میں یہ سب سے عمدہ ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

رسالہ

تنزیہ المکانۃ الحیدریہ عن وصمۃ عہد الجاھلیہ

ختم ہوا

---

[1] ارشاد العقل السلیم تحت الآیۃ ۴۲/۵۲ داراحیاء التراث العربی بیروت ۸/۳۸

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل واما عصمتہم من ہذا الفن قبل النبوۃ المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۲/۱۰۵

www.alahazratnetwork.org

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

غایۃ التحقیق فی امامۃ العلی والصدّیق

۱۳۱۳ھ

(تحقیق کی انتہا حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی امامت کے بارے میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اللہ ربّ محمد صلی علیہ وسلّما

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں :

مسئلہ ۲۲ اوّل رسول مقبول صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وعترتہٖ وسلم نے وقتِ رحلت یا کسی اور وقت اپنے بعد اپنا جانشین کس کو مقرر کیا ؟

الجواب

جانشینی ونیابت دو۲ قسم ہے :

اوّل۱ جزئی مقیدہ کہ امام کسی خاص کام یا خاص مقام پر عارضی طور پر کسی خاص وقت کے لئے دوسرے کو اپنا نائب کرے جیسے بادشاہ کا لڑائی میں کسی کو سردار بنا کر بھیجنا یا کسی ضلع کی حکومت دینا یا تحصیل خراج پر مامور کرنا یا کہیں جاتے ہوئے انتظامِ شہر سپرد کرجانا ، اس قسم کا استخلاف صریح حضور پُرنور سید یوم النشور صلے اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ وعترتہٖ وازواجہٖ وصحابتہٖ اجمعین وبارک

وسلم سے بارہا واقع ہوا، جیسے بعض غزوات میں امیر المومنین صدیق اکبر بعض میں حضرت اسامہ بن زید۔ غزوہ ذات السلاسل میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہم کو سپہ سالار بنا کر بھیجا۔ تحصیلِ زکوٰۃ پر امیر المومنین فاروقِ اعظم و حضرت خالد بن ولید وغیرہما رضی اللہ تعالٰی عنہم کو مقرر فرمایا۔ یہ بھی یقیناً حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نیابت تھی کہ اخذ صدقات اصل کام حضور والا صلوات اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ واصحابہ کا ہے۔ قال تعالٰی:

خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا وصل علیھم ان صلٰوتک سکن لھم۔[1]

اے محبوب ان کے مال میں سے زکوٰۃ تحصیل کرو جس سے تم انھیں ستھرا اور پاکیزہ کردو اور اُن کے حق میں دعائے خیر کرو بے شک تمھاری دُعا اُن کے دلوں کا چین ہے۔ (ت)

تعلیمِ قرآن و دین کے لئے قرائے کرام شہدائے عظام کو مقرر فرمایا۔ حضرت عتاب بن اسید کو مکہ معظمہ، حضرت معاذ بن جبل کو ولایتِ جَنَد، حضرت ابوموسٰی اشعری کو زبید و عدن، حضرت ابوسفیان والدِ امیر معاویہ یا حضرت عمرو بن حزم کو شہر نجران، حضرت زیاد بن لبید کو حضرموت، حضرت خالد سعید اموی کو صنعا، حضرت عمرو بن العاص کو عمّان کا ناظم صوبہ کیا۔ باذان بن ساسان کیانی مغل کو صوبہ داری یمن پر مقرر رکھا۔ امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کو ملک یمن کا عہدۂ قضا بخشا۔ ۸ھ میں حضرت عتاب، ۹ھ میں حضرت صدیق اکبر کو امیر الحاج بنایا۔ بعض وقائع میں امیر المومنین فاروقِ اعظم، بعض میں حضرت معقل بن یسار، بعض میں حضرت عقبہ کو حکم قضا دیا۔ غزوۂ تبوک کو تشریف لیجاتے وقت امیر المومنین علی مرتضٰی کو اہلبیتِ کرام اور غزوۂ بدر میں حضرت ابولبابہ، اور تیرہ ۱۳ غزوات و اسفار کو نہضت فرماتے حضرت عمرو ابن ام مکتوم کو مدینہ طیبہ کا امیر و والی فرمایا۔ از انجملہ غزوۂ ابوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا پہلا غزوہ تھا وغزوۂ بواط وغزوۂ ذی العُشیرہ وغزوۂ طلب کرز بن جابر وغزوۂ سویق وغزوۂ غطفان و غزوۂ احد وغزوۂ حمراء الاسد وغزوہ نجران وغزوۂ ذات الرقاع وسفر حجۃ الوداع کہ حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا پچھلا سفر تھا رضی اللہ تعالٰی علیہم اجمعین۔

لخصنا کل ذٰلک من صحیح البخاری

یہ سب ہم نے تلخیص کی صحیح بخاری اور اس کی

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۰۳

www.alahazratnetwork.org

وشروحه والمواهب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ وشرحہا للزرقانی والاصابۃ فی تمییز الصحابۃ للامام الحافظ العسقلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین۔

شرحوں، مواہب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ اور اس کی شرح زرقانی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی تصنیف الاصابہ فی تمییز الصحابہ سے۔ اللہ تعالٰی ان سب پر رحمت نازل فرمائے۔ (ت)

دوم کلی مطلق کرجیات مستخلف سے جمع نہیں ہوسکتی یعنی امام کا اپنے بعد کسی کیلئے امامتِ کبرٰی کی وصیت فرمانا اس کا نص صریح علی الاعلان بتصریح نام حضور اعلٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کسی کے واسطے نہ فرمایا ورنہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم ضرور پیش کرتے اور قریش وانصار میں دربارہ خلافت مباحثے مشاورے نہ ہوتے، امیر المومنین امام الاشجعین اسد اللہ الغالب علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے باسانید صحیحہ قویہ ثابت کہ جب اُن سے عرض کی گئی استخلف علینا ہم پر کسی کو خلیفہ کردیجئے۔ فرمایا: لا ولکن اترککم کما ترککم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں کسی کو خلیفہ نہ کروں گا بلکہ یونہی چھوڑوں گا جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چھوڑ گئے تھے۔ اخرجہ الامام احمد[1] بسند حسن والبزار بسند قوی والدارقطنی وغیرھم (اس کو امام احمد نے بسندِ حسن اور بزار نے بسند قوی اور دارقطنی وغیرہم نے روایت کیا۔ ت)۔

بزار کی روایت میں بسندِ صحیح ہے حضرت مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ نے فرمایا:

مااستخلف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاستخلف علیکم[2]۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کسی کو خلیفہ نہ کیا کہ میں کروں۔

دارقطنی کی روایت میں ہے، ارشاد فرمایا:

دخلنا علٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقلنا یا رسول اللہ

ہم نے خدمتِ اقدس حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوکر عرض کی: یارسول اللہ

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۳۰
الصواعق المحرقۃ الباب الاول الفصل الخامس دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۷۰
کشف الاستار عن زوائد البزار باب فی قتلہ حدیث ۲۵۷۲ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۲/ ۲۰۳
کنز العمال بحوالہ ک وابن السنی حدیث ۳۶۵۶۲ " " " ۱۳/ ۱۸۹
[2] الصواعق المحرقۃ بحوالہ البزار الباب الاول الفصل الخامس دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۷۰

www.alahazratnetwork.org

استخلف علینا قال لا ان یعلم الله فیکم خیرا یول علیکم خیرکم قال علی رضی الله تعالٰی عنه فعلم الله فینا خیرا فولی علینا ابابکر[1] (رضی الله تعالٰی علیهم اجمعین)

ہم پر کسی کو خلیفہ فرمادیجئے۔ ارشاد ہوا: نہ، اگر اللہ تعالٰی تم میں بھلائی جانے گا تو جو تم سب میں بہتر ہے اُسے تم پر والی فرمادے گا۔ حضرت مولٰی علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: رب العزۃ جل وعلا نے ہم میں بھلائی جانی پس ابوبکر کو ہمارا والی فرمایا رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

امام اسحٰق بن راہویہ و دارقطنی و ابن عساکر وغیرہم بطرق عدیدہ و اسانید کثیرہ راوی دو شخصوں نے امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے اُن کے زمانۂ خلافت میں دربارۂ خلافت استفسار کیا اعهد عهده الیك النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم ام رای رأیته کیا یہ کوئی عہد و قرارداد حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے ہے یا آپ کی رائے ہے۔ فرمایا: بل رای رأیته بلکہ ہماری رائے ہے اما ان یکون عندی عهد من النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم عهده الیّ فی ذٰلك فلا والله لئن کنت اوّل من صدّق به فلا اکون اوّل من کذب علیه رہا یہ کہ اسباب میں میرے لئے حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کوئی عہدہ قرارداد فرمادیا ہو سو خدا کی قسم ایسا نہیں اگر سب سے پہلے میں نے حضور کی تصدیق کی تو میں سب سے پہلے حضور پر افترا کرنے والا نہ ہوں گا ولو کان عندی منه عهد فی ذٰلك ما ترکت اخا بنی تیم بن مرة وعمر بن الخطاب یثوبان علٰی منبره ولقاتلتهما بیدی ولو لم اجد الا بردتی هذه اور اگر اسباب میں حضور والا صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے میرے پاس کوئی عہد ہوتا تو میں ابوبکر و عمر کو منبرِ اطہرِ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر جست نہ کرنے دیتا اور بیشک اپنے ہاتھ سے اُن سے قتال کرتا اگرچہ اپنی اس چادر کے سوا کوئی ساتھی نہ پاتا ولکن رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم لم یقتل قتلا ولم یمت فجأة مکث فی مرضه ایاما ولیالی یاتیه المؤذن فیؤذنه بالصلاة فیامر ابابکر فیصلی بالناس وهو یری مکانی ثم یاتیه المؤذن فیؤذنه بالصلاة فیامر ابابکر فیصلی بالناس

---

[1] الصواعق المحرقة بحوالہ الدارقطنی الباب الاول الفصل الخامس دارالکتب العلمیۃ بیروت ص ۲۰

www.alahazratnetwork.org

وھو یری مکانی بات یہ ہوئی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم معاذ اللہ کچھ قتل نہ ہوئے نہ یکایک انتقال فرمایا بلکہ کئی دن رات حضور کو مرض میں گزرے، مؤذن آتا نماز کی اطلاع دیتا، حضور ابوبکر کو امامت کا حکم فرماتے حالانکہ میں حضور کے پیشِ نظر موجود تھا، پھر مؤذن آتا اطلاع دیتا حضور ابوبکر ہی کو حکمِ امامت دیتے حالانکہ میں کہیں غائب نہ تھا ولقد ارادت امرأۃ من نسائہ ان تصرفہ عن ابی بکر فابی وغضب وقال انتن صواحب یوسف مروا ابا بکر فلیصل بالناس اور خدا کی قسم ازواجِ مطہرات میں سے ایک بی بی نے اس معاملہ کو ابوبکر سے پھیرنا چاہا تھا حضورِ اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نہ مانا اور غضب کیا اور فرمایا تم وہی یوسف (علیہ السلام) والیاں ہو ابوبکر کو حکم دو کہ امامت کرے فلما قبض رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نظرنا فی امورنا فاخترنا لدنیانا من رضیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لدیننا فکانت الصلٰوۃ عظیم الاسلام وقوام الدین فبایعنا ابا بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ فکان لذٰلک اھلا لم یختلف علیہ منا اثنان پس جبکہ حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انتقال فرمایا ہم نے اپنے کاموں میں نظر کی تو اپنی دُنیا یعنی خلافت کے لئے اسے پسند کرلیا جسے رسول صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمارے دین یعنی نماز کے لئے پسند فرمایا تھا کہ نماز تو اسلام کی بزرگی اور دین کی درستی تھی لہٰذا ہم نے ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیعت کی اور وہ اس کے لائق تھے ہم میں کسی نے اس بارہ میں خلاف نہ کیا۔ یہ سب کچھ ارشاد کرکے حضرت مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الاسنٰی نے فرمایا: فادیت الی ابی بکر حقہ وعرفت لہ طاعتہ وغزوت معہ فی جنودہ وکنت اٰخذ اذا اعطانی واغزو اذا اغزانی واضرب بین یدیہ الحدود بسوطی[1] پس میں نے ابوبکر کو اُن کا حق دیا اور اُن کی اطاعت لازم جانی اور اُن کے ساتھ ہوکر اُن کے لشکروں میں جہاد کیا جب وہ مجھے بیت المال سے کچھ دیتے میں لے لیتا اور جب مجھے لڑائی پر بھیجتے میں جاتا اور ان کے سامنے اپنے تازیانہ سے حد لگاتا ـــــــ پھر بعینہٖ یہی مضمون امیرالمومنین فاروق اعظم و امیرالمومنین عثمان غنی کی نسبت ارشاد فرمایا، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

ہاں البتہ اشاراتِ جلیلہ واضحہ بارہا فرمائے، مثلاً:

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۵۰۲۹ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴۵/ ۳۲۶ تا ۳۲۹
الصواعق المحرقۃ بحوالہ الدارقطنی وابن عساکر واسحٰق بن راہویہ الباب الاول الفصل الخامس دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۴۷

www.alahazratnetwork.org

(۱) ایک بار ارشاد ہوا میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک کنویں پر ہوں اُس پر ایک ڈول ہے میں اس سے پانی بھرتا رہا جب اللہ نے چاہا پھر ابوبکر نے ڈول لیا دو ایک بار کھینچا پھر وہ ڈول ایک چرس ہو گیا جسے چرس کہتے ہیں اُسے عمر نے لیا تو میں نے کسی سردار زبردست کو اس کام میں ان کے مثل نہ دیکھا یہاں تک کہ تمام لوگوں کو سیراب کر دیا کہ پانی پی پی کر اپنی فرودگاہ کو واپس ہوئے۔ رواہ الشیخان عن ابی ھریرۃ وعن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھم (اس کو شیخین نے ابوہریرہ اور ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ ت)

(۲) امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ فرماتے ہیں میں نے بارہا بکثرت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ ہوا میں اور ابوبکر و عمر، کیا میں نے اور ابوبکر و عمر نے، چلا میں اور ابوبکر۔ رواہ الشیخان عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما (اس کو شیخین نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

(۳) ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا آج کی رات ایک مرد صالح (یعنی خود حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے خواب دیکھا کہ ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متعلق ہیں اور عمر ابوبکر سے اور عثمان عمر سے۔ جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں جب ہم خدمتِ اقدس حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اُٹھے آپس میں تذکرہ کیا کہ مرد صالح تو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں اور بعض کا بعض سے تعلق وہ اس امر کا والی ہونا جس کے ساتھ حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مبعوث ہوئے ہیں۔ رواہ عنہ ابوداؤد والحاکم (اس کو جابر رضی اللہ عنہ سے ابوداؤد اور حاکم نے روایت کیا۔ ت)

---

[1] صحیح البخاری فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۱۷ و ۵۱۹ و ۵۲۰
〃 〃 کتاب التعبیر 〃 〃 ۲/۱۰۳۹ و ۱۰۴۰
صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل عمر 〃 〃 ۲/۲۷۵
الصواعق المحرقۃ بحوالہ الشیخین الباب الاول الفصل الثالث دارالکتب العلمیۃ بیروت ص ۳۹ و ۴۰
[2] صحیح البخاری فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبیل مناقب عمر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۱۹
مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ متفق علیہ باب مناقب ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما 〃 〃 ص ۵۵۹
[3] سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی الخلفاء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۸۱
المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دارالفکر بیروت ۳/۷۱ و ۷۲ و ۱۰۲

www.alahazratnetwork.org

(۴) انس رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں مجھے بنی المصطلق نے خدمتِ اقدس حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں بھیجا کہ حضور سے دریافت کروں حضور کے بعد ہم اپنے اموالِ زکوٰۃ کس کے پاس بھیجیں، فرمایا ابوبکر کے پاس۔ عرض کی اگر انھیں کوئی حادثہ پیش آجائے تو کسے دیں۔ فرمایا عمر کو۔ عرض کی جب ان کا بھی واقعہ ہو۔ فرمایا عثمان کو۔ رواہ عنہ فی المستدرك وقال ھذا حدیث صحیح الاسناد[1] (اسکو انس رضی اللہ عنہ سے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا اور فرمایا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ ت)

(۵) ایک بی بی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں اور کچھ سوال کیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ پھر حاضر ہو۔ انھوں نے عرض کی آؤں اور حضور کو نہ پاؤں۔ فرمایا مجھے نہ پائے تو ابوبکر کے پاس آنا۔ رواہ الشیخان[2] عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ (اس کو شیخین نے جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

(۶) یونہی ایک مرد سے ارشاد فرمانا مروی کہ میں نہ ہوں تو ابوبکر کے پاس آنا۔ عرض کی جب انھیں نہ پاؤں۔ فرمایا تو عمر کے پاس۔ عرض کی جب وہ بھی نہ ملیں۔ فرمایا تو عثمان کے پاس۔ اخرجہ ابونعیم[3] فی الحلیۃ والطبرانی عن سھل بن ابی حیثمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ابونعیم نے حلیہ میں اور طبرانی نے سہل بن ابی حیثمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کی تخریج کی۔ ت)

(۷) ایک شخص سے کچھ اونٹ قرضوں خریدے یہ واپس جاتا تھا کہ مولٰی علی کرم اللہ وجہہ ملے حال پوچھا۔ اس نے بیان کیا۔ فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں پھر حاضر ہو اور عرض کر اگر حضور کو کوئی حادثہ پیش آجائے تو میری قیمت کون ادا کرے گا۔ فرمایا ابوبکر۔ پھر دریافت کرایا اور جو ابوبکر کو کچھ حادثہ پیش آئے تو کون دے گا۔ فرمایا عمر۔ پھر دریافت کرایا انھیں بھی کچھ حادثہ درپیش ہو۔ فرمایا ویحك اذا مات عمر فان استطعت ان تموت فمت

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دارالفکر بیروت ۳/ ۷۷

[2] صحیح البخاری مناقب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فضائل ابی بکر رضی اللہ عنہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۱۶

" " کتاب الاحکام باب الاستخلاف " " " ۲/ ۱۰۷۲

صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابۃ باب من فضائل ابی بکر " " ۲/ ۲۷۳

[3] ازالۃ الخفاء عن سہل بن ابی حثمۃ فصل پنجم مقصد اول سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۱۲۴

www.alahazratnetwork.org

ہائے نادان جب عمر مرجائے تو اگر مرسکے تو مرجانا۔ رواہ الطبرانی[1] فی الکبیر عن عصمۃ بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ وحسنہ الامام جلال الدین سیوطی (طبرانی نے کبیر میں اس کو عصمہ بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے اس کو حسن قرار دیا۔ت)

(۸) انھیں اشارات جلیلہ سے ہے حضور پرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ایام مرض وفات اقدس میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اپنی جگہ امامت مسلمین پر قائم کرنا اور دوسرے کی امامت پر راضی نہ ہونا غضب فرمانا جس سے امیر المؤمنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم نے استناد فرمایا کہ رضیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لدیننا افلا نرضاہ لدنیانا[2] رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں چن لیا ہمارے دین کی پیشوائی کو، کیا انھیں ہم پسند نہ کریں اپنی دُنیا کی امامت کو۔ت)

(۹) اور نہایت روشن وصریح قریب نص وتصریح وہ ارشاد اقدس ہے کہ امام احمد[3] وترمذی نے بافادہ تحسین اور ابن ماجہ وابن حبان وحاکم نے بافادہ تصحیح اور ابوالمحاسن رویانی نے حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالٰی عنہما اور ترمذی وحاکم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ اور طبرانی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ اور ابن عدی نے کامل میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ حضور پرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ واصحابہ وبارک وسلم نے فرمایا انی لا ادری ما بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۴۷۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/ ۱۸۱

[2] الصواعق المحرقۃ بحوالہ ابن سعد الباب الاول الفصل الرابع دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۴۲، ۴۳

[3] مسند احمد بن حنبل حدیث حذیفہ بن الیمان المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۳۸۵ و ۳۹۹ و ۴۰۲

جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب ابی بکر وعمار بن یاسر امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰۷ و ۲۲۱

سنن ابن ماجہ فضل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰

کنزالعمال حدیث ۳۲۱۱۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۶۴۰

موارد الظمآن حدیث ۲۱۹۳ المطبعۃ السلفیۃ ص ۵۳۹

www.alahazratnetwork.org

وفی لفظ اقتدوا بالذین من بعدی من اصحابی ابی بکر وعمر[1] میں نہیں جانتا میرا رہنا تم میں کب تک ہو لہذا تمھیں حکم فرماتا ہوں کہ میرے اُن دو صحابیوں کی پیروی کرو جو میرے بعد ہوں گے ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

(۱۰) ایک بار آخر حیات اقدس میں نص صریح بھی فرما دینا چاہا تھا پھر خدا اور مسلمانوں پر چھوڑ کر حاجت نہ سمجھی، امام احمد و امام بخاری و امام مسلم اُم المومنین صدیقہ محبوبہ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وعلیہا وسلم سے راوی کہ وہ ارشاد فرماتی ہیں، قال لی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی مرضہ الذی مات فیہ ادعی لی اباك واخاك حتی اکتب کتابا فانی اخاف ان یتمنی متمنٍ ویقول قائل انا اولی ویابی اللہ والمؤمنون الا ابابکر[2] حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جس مرض میں انتقال فرمانے کو ہیں اس میں مجھ سے فرمایا اپنے باپ اور بھائی کو بلالے کہ میں ایک نوشتہ تحریر فرمادوں کہ مجھے خوف ہے کوئی تمنا کرنیوالا تمنا کرے اور کوئی کہنے والا کہہ اٹھے کہ میں زیادہ مستحق ہوں اور اللہ نہ مانے گا اور مسلمان نہ مانیں گے مگر ابوبکر کو۔ امام احمد کے ایک لفظ یہ ہیں کہ فرمایا: ادعی لی عبدالرحمٰن بن ابی بکر اکتب لابی بکر کتابا لایختلف علیہ احد ثم قال دعہ معاذ اللہ ان یختلف المؤمنون فی ابی بکر[3] عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو بلا لو کہ میں ابوبکر کے لئے نوشتہ لکھ دوں کہ اُن پر کوئی اختلاف

---

[1] الکامل لابن عدی ترجمہ حماد بن دلیل دار الفکر بیروت ٢/٦٦٦
المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ " " " ٣/٧٥
کنز العمال حدیث ٣٢٦٥٥ و ٣٢٦٥٩ موسسۃ الرسالہ بیروت ١١/٥٦٠ و ٥٥٧
المعجم الکبیر " ٨٤٢٦ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ٩/٦٨
مسند احمد بن حنبل عن حذیفہ المکتب الاسلامی بیروت ٥/٣٨٢

[2] صحیح البخاری کتاب المرضی ٢/٨٤٦ وکتاب الاحکام باب الاستخلاف ٢/١٠٧٢ قدیمی کتب خانہ کراچی
صحیح مسلم کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم باب من فضائل ابی بکر قدیمی کتب خانہ کراچی ٢/٢٧٣
مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ٦/١٤٤
الصواعق المحرقۃ الباب الاول الفصل الثالث دار الکتب العلمیہ " ص ٣٧

[3] مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ٦/٤٧

www.alahazratnetwork.org

نہ کرے۔ پھر فرمایا: رہنے دو خدا کی پناہ کہ مسلمان اختلاف کریں ابوبکر کے بارے میں۔ صلی اللہ تعالٰی علی الحبیب واٰلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ احکم۔

مسئلہ دوم: خلفائے ثلثہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم سے آیا حضرت علی علیہ السلام افضل تھے یا کم؟

الجواب

اہلسنت وجماعت نصرہم اللہ تعالٰی کا اجماع ہے کہ مرسلین ملائکہ ورسل وانبیائے بشر صلوات اللہ تعالٰی وتسلیماتہ علیہم کے بعد حضرات خلفائے اربعہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم تمام مخلوقِ الٰہی سے افضل ہیں۔ تمام اُمم عالم اولین وآخرین میں کوئی شخص ان کی بزرگی وعظمت وعزت ووجاہت وقبول وکرامت وقرب وولایت کو نہیں پہنچتا۔

ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم[1]

فضل اللہ تعالٰی کے ہاتھ میں ہے جسے چاہے عطا فرمائے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے (ت)

پھر ان میں باہم ترتیب یوں ہے کہ سب سے افضل صدیق اکبر، پھر فاروق اعظم، پھر عثمان غنی، پھر مولٰی علی صلی اللہ تعالٰی علٰی سیدہم ومولاہم وآلہٖ وعلیہم وبارک وسلم۔ اس مذہب مہذب پر آیاتِ قرآنِ عظیم واحادیثِ کثیرہ حضور پرنور نبی کریم علیہ وعلٰی آلہٖ وصحبہ الصلوٰۃ والتسلیم وارشاداتِ جلیلہ واضحہ امیر المؤمنین مولٰی علی مرتضٰی ودیگر ائمہ اہلبیت طہارت وارتضاء واجماعِ صحابۂ کرام وتابعین عظام وتصریحاتِ اولیائے امت وعلمائے اُمت رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے وہ دلائل باہرہ وحجج قاہرہ ہیں جن کا استیعاب نہیں ہوسکتا۔ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے اس مسئلہ میں ایک کتاب عظیم بسیط وضخیم دو مجلد پر منقسم نام تاریخی مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین ۱۲۹۷ھ سے تسمیہ تصنیف کی اور بخاص تفسیر آیۂ کریمہ ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم اور اس سے افضلیت مطلقہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی اثبات واحقاق اور اوہام خلاف کے ابطال وازہاق میں ایک جلیل رسالہ مسمّٰی بنام تاریخی الزلال الانقٰی من بحر سبقۃ الاتقٰی ۱۳۰۰ھ تالیف کیا اس بحث کی تفصیل اُن کتب پر موکول، یہاں صرف چند ارشادات ائمہ اہلبیت کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم پر

---

[1] القرآن الکریم ۵۷/ ۲۹

www.alahazratnetwork.org

پر اقتصار ہوتا ہے، اللہ عزوجل کی بیشمار رحمت و رضوان و برکت امیر المومنین اسد حیدر حق گو حق داں حق پرور کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنٰی پر کہ اُس جناب نے مسئلہ تفضیل کو بغایت مفصل فرمایا اپنی کرسی خلافت و عرش زعامت پر برسر منبر مسجد جامع و مشاہد و مجامع و جلوات عامہ و خلوات خاصہ میں بطرق عدیدہ تامدد مدیدہ سپید و صاف ظاہر و واشگاف محکم و مفسر بے احتمال دگر حضرات شیخین کریمین وزیرین جلیلین رضی اللہ تعالٰی عنہما کا اپنی ذات پاک اور تمام امت مرحومہ سید لولاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے افضل و بہتر ہونا ایسے روشن واضح طور پر ارشاد کیا جس میں کسی طرح شائبہ شک و تردد نہ رہا مخالف مسئلہ کو مفتری بتایا اسّی کوڑے کا مستحق ٹھہرایا حضرت سے ان اقوال کریمہ کے راوی اسّی سے زیادہ صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین صواعق امام ابن حجر مکی میں ہے :

قال الذهبی وقد تواتر ذٰلك عنه فی خلافته وکرسی مملکته و بین الجم الغفیر من شیعته ثم بسط الاسانید الصحیحة فی ذٰلك قال ویقال رواه عنه نیف وثمانون نفسا وعدد منهم جماعة ثم قال فقبح الله الرافضة ما اجهلهم[1] انتهی۔

ذہبی نے کہا امیر المومنین حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ان کے زمانہ خلافت میں جبکہ آپ کرسی اقتدار پر جلوہ گر تھے تواتر سے ثابت ہے کہ آپ نے اپنی جماعت کے جم غفیر میں افضلیت شیخین کو بیان فرمایا۔ کہا جاتا ہے کہ اسّی سے زائد افراد نے اس بارے میں آپ سے روایت کی ہے۔ ذہبی نے ان میں سے کچھ کے نام گنوائے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالٰی رافضیوں کا بُرا کرے وہ کس قدر جاہل ہیں انتہی (ت)

یہاں تک کہ بعض منصفان شیعہ مثل عبدالرزاق محدث صاحب مصنف نے باوصف تشیع تفضیل شیخین اختیار کی اور کہا جب خود حضرت مولٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنٰی انھیں اپنے نفس کریم پر تفضیل دیتے تو مجھے اس کے اعتقاد سے کب مفر ہے مجھے یہ کیا گناہ تھوڑا ہے کہ علی سے محبت رکھوں اور علی کا خلاف کروں۔ صواعق میں ہے :

ما احسن ما سلکه بعض الشیعة المنصفین کعبد الرزاق فانه قال افضل الشیخین

کیا ہی اچھی راہ چلے ہیں بعض منصف شیعہ جیسے عبدالرزاق کہ اس نے کہا میں اس لئے شیخین کو حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ پر فضیلت

---

[1] الصواعق المحرقہ الباب الثالث الفصل الاول دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۹۰ و ۹۱

www.alahazratnetwork.org

بتفضیل علی ایاھما علی نفسہ و الا لما فضلتھما کفی بی وزرا ان احبہ ثم اخالفہ[1]	دیتا ہُوں کہ حضرت علی نے انھیں فضیلت دی ہے ورنہ میں انھیں آپ پر فضیلت نہ دیتا میرے لئے یہ گناہ کافی ہے کہ میں آپ سے محبت کروں پھر آپ کی مخالفت کروں (ت)

اب چند احادیث مرتضوی سُنیے:

حدیث اوّل: صحیح بخاری شریف میں سیدنا و ابن سیدنا امام محمد بن حنفیہ صاحبزادہ مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجوہہما سے مروی:

قلت لابی ای الناس خیر بعد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ابوبکر قال قلت ثم من قال عمر[2]	میں نے اپنے والد ماجد کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے عرض کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد سب آدمیوں میں بہتر کون ہے؟ فرمایا ابوبکر۔ میں نے عرض کی پھر کون؟ فرمایا: عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

حدیث دوم: امام بخاری اپنی صحیح اور ابن ماجہ سنن میں بطریق عبداللہ بن سلمہ امیر المومنین کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے راوی کہ فرماتے تھے:

خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابوبکر و خیر الناس بعد ابی بکر عمر[3] رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ ھذا حدیث ابن ماجۃ۔	بہترین مرد بعد سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابوبکر ہیں اور بہترین مرد بعد ابوبکر عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ یہ حدیث ابن ماجہ کی ہے۔ (ت)

حدیث سوم: امام ابوالقاسم اسمٰعیل بن محمد بن الفضل الطلحی کتاب السنۃ میں راوی:

اخبرنا ابوبکر بن مردویہ ثنا سلیمٰن بن احمد ثنا الحسن	(ہم کو خبر دی ابوبکر بن مردویہ نے، ہم کو حدیث بیان کی سلیمان بن احمد نے، ہم کو حدیث بیان

---

[1] الصواعق المحرقۃ الباب الثالث الفصل الاول دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۹۳

[2] صحیح البخاری مناقب اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مناقب ابی بکر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۱۸

[3] سنن ابن ماجہ فضل عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱

www.alahazratnetwork.org

31 بن المنصور الرمانی ثنا داؤد بن معاذ ثنا ابو سلمۃ العتکی عبد اللہ بن عبد الرحمٰن عن سعید بن ابی عروبۃ عن منصور بن المعتمر عن ابراھیم عن علقمۃ قال بلغ علیا ان اقواما یفضلونہ علی ابی بکر و عمر فصعد المنبر فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال یا ایھا الناس انہ بلغنی ان قوما یفضلونی علی ابی بکر و عمر و لوکنت تقدمت فیہ لعاقبت فیہ فمن سمعتہ بعد ھذا الیوم یقول ھذا فھو مفتر علیہ حد المفتری ثم قال ان خیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا ابوبکر ثم عمر، ثم اللہ اعلم بالخیر بعد، قال وفی المجلس الحسن بن علی فقال واللہ لو سمی الثالث لسمی عثمٰن۔[1]

(کہ حسن بن منصور رمانی نے ، ہم کو حدیث بیان کی داؤد بن معاذ نے ، ہم کو ابوسلمہ عتکی عبد اللہ بن عبد الرحمٰن نے ، انھوں نے سعید بن ابوعروبہ سے ، انھوں نے منصور بن معتمر سے ، انھوں نے ابراہیم سے اور انھوں نے حضرت علقمہ سے روایت کی۔) حضرت علقمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں امیر المومنین کرم اللہ تعالٰی وجہہ کو خبر پہنچی کہ کچھ لوگ انھیں حضرات صدیق و فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما سے افضل بتاتے ہیں ، یہ سُن کر منبر پر جلوہ فرما ہوئے، حمد وثنائے الٰہی بجالائے ، پھر فرمایا : اے لوگو! مجھے خبر پہنچی کہ کچھ لوگ مجھے ابوبکر و عمر سے افضل کہتے ہیں اس بارہ میں اگر میں نے پہلے سے حکم سُنا دیا ہوتا تو بیشک سزا دیتا آج سے جسے ایسا کہتے سُنوں گا وہ مفتری ہے اس پر مفتری کی حد یعنی اسّی کوڑے لازم ہیں ۔ پھر فرمایا : بیشک نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد افضل امت ابوبکر ہیں پھر عمر پھر خدا خوب جانتا ہے کہ ان کے بعد کون سب سے بہتر ہے ۔ علقمہ فرماتے ہیں مجلس میں سیدنا امام حسن مجتبٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی تشریف فرما تھے انھوں نے فرمایا خدا کی قسم اگر تیسرے کا نام لیتے تو عثمان کا نام لیتے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین ۔ (ت)

حدیث چہارم : امام دارقطنی سنن میں اور ابوعمر بن عبد البر استیعاب میں حکم بن جحل سے

---

[1] ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء بحوالہ ابی القاسم فی کتاب السنۃ مسند علی بن ابی طالب سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۶۸

www.alahazratnetwork.org

راوی حضرت مولیٰ کرم اللہ تعالٰی وجہہ فرماتے ہیں :

لا اجد احدا فضلنی علی ابی بکر و عمر الاجلدتہ حد المفتری[1]

میں جسے پاؤں گا کہ مجھے ابوبکر و عمر سے افضل کہتا ہے اُسے مفتری کی حد لگاؤں گا۔

امام ذہبی فرماتے ہیں : یہ حدیث صحیح ہے۔

حدیث پنجم : سنن دارقطنی میں حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے صحابی اور امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ مقرب بارگاہ تھے جناب امیر انھیں وہب الخیر فرمایا کرتے تھے مروی :

انہ کان یری ان علیا افضل الامۃ فسمع اقواما یخالفونہ فحزن حزنا شدیدا فقال لہ علی بعد ان اخذ بیدہ و ادخلہ بیتہ ما احزنک یا اباجحیفۃ فذکر لہ الخبر فقال الا اخبرک بخیر ھذہ الامۃ خیرھا ابوبکر ثم عمر قال ابوجحیفۃ فاعطیت اللہ عھدا ان لا اکتم ھذا الحدیث بعد ان شافھنی بہ علی ما بقیت[2]

یعنی ان کے خیال میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ تمام امت سے افضل تھے انھوں نے کچھ لوگوں کو اس کے خلاف کہتے سُنا سخت رنج ہوا حضرت مولیٰ ان کا ہاتھ پکڑ کر کاشانۂ ولایت میں لے گئے غم کی وجہ پوچھی، گزارش کی، فرمایا: کیا میں تمھیں نہ بتادوں کہ امت میں سب سے بہتر کون ہے ابوبکر ہیں پھر عمر۔ حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں میں نے اللہ عزوجل سے عہد کیا کہ جب تک جیوں گا اس حدیث کو نہ چھپاؤں گا بعد اس کے کہ خود حضرت مولیٰ نے بالمشافہ مجھے ایسا فرمایا۔

حدیث ششم[3] : امام احمد مسند ذی الیدین رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ابن ابی حازم سے راوی :

قال جاء رجل الی علی بن الحسین رضی اللہ تعالٰی عنہما فقال ماکان منزلۃ ابی بکر و عمر

یعنی ایک شخص نے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمت انور میں حاضر ہوکر عرض کی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] الصواعق المحرقۃ بحوالہ الدارقطنی الباب الثالث الفصل الاول دارالکتب العلمیۃ بیروت ص ۹۱

[2] " " " " " " " " " ص ۹۲

www.alahazratnetwork.org

من النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال منزلتھما الساعۃ وھما ضجیعاہ[1]

کی بارگاہ میں ابوبکر و عمر کا مرتبہ کیا تھا فرمایا جو مرتبہ اُن کا اب ہے کہ حضور کے پہلو میں آرام کر رہے ہیں۔

حدیث ہفتم ۷: دارقطنی حضرت امام باقر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ ارشاد فرماتے ہیں:

اجمع بنو فاطمۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم علی ان یقولوا فی الشیخین احسن ما یکون من القول[2]

یعنی اولادِ امجادِ حضرت بتول زہرا صلی اللہ تعالٰی علٰی ابیہا الکریم وعلیہا وعلیہم وبارک وسلم کا اجماع و اتفاق ہے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حق میں وہ بات کہیں جو سب سے بہتر ہو (ظاہر ہے کہ سب سے بہتر بات اُسی کے حق میں کہی جائے گی جو سب سے بہتر ہو)۔

حدیث ہشتم ۸: امام ابن عساکر وغیرہ سالم بن ابی الجعد سے راوی:

قلت لمحمد بن الحنفیۃ ھل کان ابوبکر اول القوم اسلامًا؟ قال لا، قلت فبم علا ابوبکر وسبق حتی لا یذکر احد غیر ابی بکر قال لانہ کان افضلھم اسلامًا حین اسلم حتی لحق بربہ[3]

یعنی میں نے امام محمد بن حنفیہ سے عرض کی: کیا ابوبکر سب سے پہلے اسلام لائے تھے؟ فرمایا: نہ۔ میں نے کہا: پھر کیا بات ہے کہ ابوبکر سب سے بالا رہے اور پیشی لے گئے یہاں تک کہ لوگ ان کے سوا کسی کا ذکر ہی نہیں کرتے۔ فرمایا: یہ اس لئے کہ وہ اسلام میں سب سے افضل تھے جب سے اسلام لائے یہاں تک کہ اپنے رب عزوجل سے ملے۔

حدیث نہم ۹: امام ابوالحسن دارقطنی جندب اسدی سے راوی کہ امام محمد بن عبداللہ محض بن حسن مثنی بن حسن مجتبٰی بن علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجوہہم کے پاس کچھ اہلِ کوفہ و جزیرہ نے حاضر ہو کر

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث ذی الیدین رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۷۷
[2] الصواعق المحرقۃ بحوالہ الدارقطنی عن محمد الباقر الباب الثانی دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۸۰
[3] " " ابن عساکر عن سالم بن ابی الجعد " " " " " ص ۸۰

www.alahazratnetwork.org

ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے بارے میں سوال کیا امام ممدوح نے میری طرف ملتفت ہو کر فرمایا:

انظروا الٰی اھل بلادك یسألونی عن ابی بکر وعمر لھما عندی افضل من علی۔[1]

اپنے شہر والوں کو دیکھو مجھ سے ابوبکر و عمر کے بارے میں سوال کرتے ہیں وہ دونوں میرے نزدیک بلاشبہہ مولا علی سے افضل ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

یہ امام اجل حضرت امام حسن مجتبٰی کے پوتے اور حضرت امام حسین شہید کربلا کے نواسے ہیں ان کا لقب مبارک نفس زکیہ ہے، ان کے والد حضرت عبداللہ محض کہ سب میں پہلے حسنی حسینی دونوں شرف کے جامع ہوئے لہذا محض کہلائے، اپنے زمانے میں سردار بنی ہاشم تھے، ان کے والد ماجد امام حسن مثنٰی اور والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ صغرٰی بنت امام حسین صلی اللہ تعالٰی علٰی ابیہم وعلیہم وبارک وسلم۔

حدیث دہم: امام حافظ عمر بن شبہ حضرت امام اجل سید زید شہید ابن امام علی سجاد زین العابدین ابن امام حسین سعید شہید صلوات اللہ تعالٰی وتسلیماتہ علٰی جدہم الکریم وعلیہم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کوفیوں سے فرمایا:

انطلقت الخوارج فبرئت ممن دون ابی بکر وعمر، ولم یستطیعوا ان یقولوا فیھما شیئا وانطلقتم انتم فظفرتم ای وثبتم فوق ذٰلك فبرئتم منھما فمن بقی؟ فواللہ ما بقی احد الا برئتم منہ۔[2]

یعنی خارجیوں نے اُٹھ کر ان سے تبرّی کی جو ابوبکر و عمر سے کم تھے یعنی عثمان و علی رضی اللہ تعالٰی عنہم مگر ابوبکر و عمر کی شان میں کچھ کہنے کی گنجائش نہ پائی اور تم نے اسے کو فیو! اُوپر جست کی کہ ابوبکر و عمر سے تبرّی کی تو اب کون رہ گیا خدا کی قسم اب کوئی نہ رہا جس پر تم نے تبرّا نہ کہا ہو۔

والعیاذ باللہ رب العٰلمین اللہ اکبر (اور اللہ تعالٰی کی پناہ جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا، اللہ سب سے بڑا ہے۔ ت)

امام زید شہید رضی اللہ تعالٰی عنہ کا یہ ارشاد مجید ہم غلامانِ خاندانِ زید کو بحمداللہ کافی و وافی ہے، سید سادات بلگرام حضرت مرجع الفریقین، مجمع الطریقین، حبرِ شریعت، بحرِ طریقت،

---

[1] الصواعق المحرقۃ بحوالہ الدارقطنی عن جندب الاسدی الباب الثانی دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۸۳

[2] " " " الحافظ عمر بن شبہ " " " " " ص ۷۹

www.alahazratnetwork.org

بقیۃ السلف، حجۃ الخلف سیدنا ومولانا میر عبدالواحد حسینی زیدی واسطی بلگرامی قدس اللہ تعالٰی سرہ السامی نے کتاب مستطاب سبع سنابل شریف تصنیف فرمائی کہ بارگاہِ عالم پناہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں موقع قبولِ عظیم پر واقع ہوئی، حضرت مستفتی دامت برکاتہم کے جدِ امجد جد اور اس فقیر کے آقائے نعمت ومولائے اوحد حضرت اسد الواصلین محبوب العاشقین سیدنا ومولانا حضرت سید شاہ حمزہ حسینی زیدی مارہروی قدس سرہ القوی کتاب مستطاب کاشف الاستار شریف کی ابتدا میں فرماتے ہیں:

باید دانست کہ در خاندان ما حضرت سند المحققین سید عبدالواحد بلگرامی بسیار صاحب کمال برخاستہ اند قطب فلکِ ہدایت ومرکز دائرۂ ولایت بود در علم صوری ومعنوی فائق واز مشارب اہل تحقیق ذائق صاحبِ تصنیف وتالیف ست ونسب ایں فقیر بچہار واسطہ بذات مبارکش می پیوندد[1]

جاننا چاہئے کہ ہمارے خاندان میں حضرت سند المحققین میر سید عبدالواحد بلگرامی بہت صاحبِ کمال شخصیت ہیں۔ وہ فلکِ ہدایت کے قطب، دائرۂ ولایت کے مرکز، ظاہری وباطنی علم میں فوقیت رکھنے والے اصلِ تحقیق کے گھاٹوں کو چکھنے والے صاحبِ تصنیف وتالیف ہیں۔ اس فقیر کا نسب چار واسطوں سے آپ تک پہنچتا ہے۔ (ت)

پھر بعد چند اجزاء کے فرماتے ہیں:

اشہر تصانیف او کتاب سنابل ست در سلوک وعقائد حاجی الحرمین سید غلام علی آزاد سلمہ اللہ در مآثر الکلام می نویسد وقتے در شہر رمضان المبارک سنہ خمس وثلثین ومائۃ والف مؤلفِ اوراق در دار الخلافہ شاہجہان آباد خدمت شاہ کلیم چشتی قدس سرہٗ را زیارت کرد ذکر میر عبدالواحد قدس سرہٗ درمیان آمد شیخ مناقب ومآثر میر تا دیر بیان کرد فرمود شبے در

سلوک وعقائد میں آپ کی مشہور تصنیف کتاب سنابل ہے۔ حاجی حرمین سید غلام علی آزاد، اللہ انھیں سلامت رکھے، مآثر الکلام میں لکھتے ہیں جس وقت ۱۱۳۵ھ میں رمضان المبارک میں مؤلفِ اوراق نے دار الخلافہ شاہجہان آباد میں شاہ کلیم اللہ چشتی قدس سرہٗ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر آپ کی زیارت کی۔ میر عبدالواحد کا ذکر درمیانِ کلام میں آگیا حضرت شیخ نے کافی دیر تک میر صاحب کے فضائل ومناقب

---

[1] کاشف الاستار
مآثر الکرام از میر غلام علی آزاد بلگرامی (لاہور ۱۹۷۱ء) ص ۲۵

www.alahazratnetwork.org

مدینہ منورہ پہلو بر بستر خواب گزاشتم در واقعہ می بینم کہ من و سید صبغۃ اللہ بروجی معًا در مجلس اقدس رسالت پناہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم باریاب شدیم جمعے از صحابۂ کرام و اولیائے امت حاضر اند و درینہا شخصے ست کہ حضرت با و لب بہ تبسم شیریں کردہ حرفہا میزند و التفات تمام دارند چوں مجلس آخر شد از سید صبغۃ اللہ استفسار کردم کہ ایں شخص کیست کہ حضرت با او التفات بایں مرتبہ دارند گفت میر عبد الواحد بلگرامی، و باعث مزید احترام او اینست کہ سنابل تصنیف او در جناب رسالت پناہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مقبول افتادہ انتہی کلامہ انتہی مقالہ الشریف بلفظہ المنیف قدس اللہ تعالٰے سرہ اللطیف [1]

بیان کئے اور فرمایا کہ ایک رات میں مدینہ منورہ میں اپنے بستر پر لیٹا تو خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں اور سید صبغت اللہ بروجی اکٹھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس اقدس میں حاضر ہیں صحابہ کرام اور اولیاء امت کی ایک جماعت بھی حاضر ہے آپ کی مجلس اقدس میں ایک شخص بھی ہے اور آپ اسکی طرف نظر کرم کرتے ہوئے مسکرا رہے ہیں اور اس سے باتیں کر رہے ہیں اور اس کی طرف بھرپور توجہ فرمارہے ہیں۔ جب مجلس ختم ہوئی تو میں نے سید صبغت اللہ سے پوچھا یہ شخص کون ہے جس کی طرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس قدر توجہ فرماتے ہیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ یہ میر عبد الواحد بلگرامی ہیں اور ان کے اس قدر احترام کی وجہ یہ ہے کہ کتاب سنابل نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں مقبول ہوئی ہے۔ ان کا کلام ختم ہوا۔ مقالہ شریف ان ہی کے بلند پایہ لفظوں میں ختم ہوا۔ اللہ تعالٰی ان کے سر لطیف کو مقدس بنائے۔ (ت)

حضرت میر قدس سرہ المنیر نے اس کتاب مقبول و مبارک میں مسئلہ تفضیل بکمال تفصیل و تاکید جمیل و تہدید جلیل ارشاد فرمایا لفظ مبارک سے چند حروف کی نقل سے شرف حاصل کروں۔ اولیائے کرام و محدثین و فقہاء جملہ اہل حق کے اجماعی عقائد میں بیان فرماتے ہیں،

واجماع دارند کہ افضل از جملہ بشر بعد انبیاء

اور اس پر اجماع ہے کہ انبیاء کے بعد تمام

---

[1] کاشف الاستار ص ۴۱ ب

اصح التواریخ از مولانا محمد میاں قادری مارہروی (خانقاہ برکاتیہ مارہرہ ۱۳۴۷ھ) ۱/۱۶۸

مآثر الکلام از میر غلام علی آزاد بلگرامی (لاہور ۱۹۷۱ء) ص ۲۹

www.alahazratnetwork.org

ابوبکر صدیق ست و بعد از وے عمر فاروق ست و بعد از وے عثمان ذی النورین ست و بعد از وے علی مرتضیٰ ست رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ۱؎

انسانوں میں افضل ابوبکر صدیق، ان کے بعد عمر فاروق، ان کے بعد عثمان ذوالنورین، اور ان کے بعد حضرت علی المرتضیٰ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر راضی ہو۔(ت)

پھر فرمایا:

فضل ختنین از فضل شیخین کمتر ست بے نقصان و قصور ۲؎

ختنین (عثمان غنی و علی مرتضیٰ) کی فضیلت شیخین (صدیق و فاروق) سے کم ہے مگر اس میں کوئی نقص اور خامی نہیں۔(ت)

پھر فرمایا:

اجماع اصحاب و تابعین و تبع تابعین و سائر علمائے امت بہمیں عقیدہ واقع شدہ است ۳؎

صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین اور تمام علمائے اُمت کا اجماع اسی عقیدہ پر واقع ہُوا ہے۔(ت)

پھر فرمایا:

مخدوم قاضی شہاب الدین در تیسیر الاحکام نوشتہ کہ ہیچ ولی بدرجہ ہیچ پیغمبرے نرسد زیرا کہ امیر المومنین ابوبکر بحکم حدیث بعد پیغمبراں از ہمہ اولیا برتر ست و او بدرجۂ ہیچ پیغمبرے نرسید و بعد او امیر المومنین عمر بن خطاب ست و بعد او امیر المومنین عثمان بن عفان ست و بعد او امیر المومنین علی بن ابی طالب ست رضوان اللہ تعالٰے علیہم اجمعین

مخدوم قاضی شہاب الدین نے تیسیر الاحکام میں لکھا کوئی ولی کسی نبی کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا کیونکہ حدیث کی رُو سے صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰے عنہ انبیاء کے بعد تمام اولیاء سے افضل ہیں اور وہ کسی نبی کے مقام تک نہیں پہنچے۔ ابوبکر صدیق کے بعد امیر المومنین عمر بن خطاب، ان کے بعد امیر المومنین عثمان بن عفان اور ان کے بعد امیر المومنین علی بن ابی طالب کا مقام ہے اللہ تعالیٰ ان سب پر راضی ہو۔

۱؎ سبع سنابل سنبلۂ اول در عقائد و مذاہب مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۷

۲؎ " " " " " " " ص ۱۰

۳؎ " " " " " " "

کسیکہ امیر المومنین علی را خلیفہ نداند او از خوارج ست وکسیکہ اورا بر امیر المومنین ابوبکر وعمر تفضیل کند او از روافض ست۔[1]

جو شخص امیر المومنین علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو خلیفہ نہ مانے وہ خارجیوں میں سے ہے اور جو آپ کو ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے افضل جانے وہ رافضیوں میں سے ہے۔ (ت)

پھر فرمایا:

ازینجا باید دانست کہ در جہاں نہ ہمچو مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پیرے پیدا شد و نہ ہمچو ابوبکر مریدے ہویدا گشت، اے عزیز! اگرچہ کمالیت فضائل شیخین بر ختنین مفرط وفائق اعتقاد باید کرد امانہ بر وجہی کہ در کمالیت فضائل ختنین قصورے ونقصانے بخاطر رسد بلکہ فضائل ایشاں وفضائل جملہ اصحاب از عقول البشریہ وافکار انسانیہ بس بالاتر ست۔[2]

یہاں سے جاننا چاہئے کہ مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم جیسا پیر اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ جیسا مرید کائنات میں کوئی پیدا نہیں ہوا۔ اے عزیز! اگرچہ شیخین کی فضیلت کاملہ ختنین پر بہت زیادہ سمجھنی چاہئے مگر اس طور پر نہیں کہ تیرے دل میں ختنین کی فضیلت کاملہ کے قاصر وناقص ہونے کا خیال گزرے بلکہ اُن کے اور تمام صحابہ کے فضائل عقولِ بشریہ اور افکارِ انسانیہ سے بہت بلند ہیں۔

پھر فرمایا:

پس چوں اجماعِ صحابہ کہ انبیاء صفت اند بر تفضیل شیخین واقع شد ومرتضٰی نیز دریں اجماع متفق وشریک بود مفضلہ در اعتقاد خود غلط کردہ است اے خان وماں ما فدائے نام مرتضٰی باد واے دل وجان ما نثار اقدام مرتضٰی باد کدام بدبخت ازلی کہ محبت مرتضٰی در دلش نباشد وکدام راندۂ درگاہ مولٰی کہ اہانت او روا دارد، مفضلہ گمان

جب انبیاء جیسی صفات کے حامل صحابہ کرام کا اجماع واقع ہوگیا کہ شیخین کریمین افضل ہیں، اور حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی اس اجماع میں شامل اور متفق تھے۔ تو فرقہ تفضیلیہ نے خود اپنے اعتقاد میں غلطی کھائی ہے۔ میرا گھربار حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نام پر فدا اور میرا جان ودل آپ کے قدموں پر قربان ہو۔ کون ازلی بدبخت ہے جس کے دل میں محبت مرتضٰی

---

[1] سبع سنابل سنبلۂ اول در عقائد ومذاہب مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۱۰

[2] " " " " " " " " " ص ۱۴ و ۱۵

www.alahazratnetwork.org

بر دو است کہ نتیجہ محبت با مرتضیٰ تفضیل اوست بر شیخین، و نمیدانند کہ ثمرۂ محبت موافقت ست با او نہ مخالفت کہ چوں مرتضیٰ فضل شیخین و ذی النورین را بر خود روا داشت و اقتدار با ایشاں کرد و حکمہائے عہد خلافت ایشاں را امتثال فرمود شرط محبت با او آں باشد کہ در راہ و روش با او موافق باشد نہ مخالف۔[1]

نہیں ہے اور کون ہے بارگاہِ خداوندی کا دھتکارا ہوا جو توہینِ مرتضیٰ کو روا رکھتا ہے۔ مفضلہ (فرقہ تفضیلیہ) نے گمان کیا ہے کہ محبتِ مرتضیٰ کا تقاضا آپ کو شیخین پر فضیلت دینا ہے اور وہ نہیں جانتے کہ آپ کی محبت کا ثمرہ آپ کے ساتھ موافقت ہے نہ کہ مخالفت۔ جب حضرت مرتضیٰ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے شیخین اور ذوالنورین کو اپنے آپ سے افضل قرار دیا، ان کی اقتداء کی اور اُن کے عہدِ خلافت کے احکام کو تسلیم کیا تو ان کی محبت کی شرط یہ ہے کہ ان کی راہ و روش کے ساتھ موافقت کی جائے نہ کہ مخالفت۔ (ت)

حضرت میر قدس سرہ المنیر نے یہ بحث پانچ ورق سے زائد میں افادہ فرمائی ہے من طلب الزیادۃ فلیرجع الیہ (جو زیادہ تفصیل چاہتا ہے وہ اس کی طرف رجوع کرے۔ ت) یہ عقیدہ ہے اہل سنت وجماعت اور ہم غلامان دودمان زید شہید کا۔ واللہ تعالٰی اعلم (اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ ت)۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ

بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱ھ
عبد المصطفٰی احمد رضا خاں

رسالہ "غایۃ التحقیق فی امامۃ العلی والصدیق" ختم ہوا

---

[1] سبع سنابل سنبلۂ اول در عقائد و مذاہب مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۷

www.alahazratnetwork.org

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی

۱۳ ھ

(سب (اُمتیوں) سے بڑے پرہیزگار کی سبقت کے دریا سے صاف ستھرا میٹھا پانی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال تعالٰی وابتغوا الیہ الوسیلۃ[1] احمد رضا نقی علی رضا علی طیب ذکی بان یفضل الشیخین والضجیعین الجلیلین والامیرین الوزیرین فی درجات

اللہ تعالٰی فرماتا ہے: اور اللہ تعالٰی کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔ پاک برتر نبی (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وصحبہ وسلم) کی رضائے احمد (سب سے زیادہ سراہی ہوئی رضامندی) پسندیدہ برتر پاک ستھرے کے لئے ہے جو شیخین گرامی مرتبت مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی

---

[1] القرآن الکریم ۵/۳۵

www.alahazratnetwork.org

علیة علیه فباح به وافصح وبینه واوضح، ولوح به وصرح نادیا الیه لسانه وطیبا به جنانه۔

اذلم تک بحمد الله من الکبر وحب الجاه ذرة لدیه اصغه وصفا اجد به رشفا من بحر نعت مصطفی کانت له الجلائل وزانت به الفضائل وازدانت له الفواضل فیه کان بدؤها والیه کان فیئها فلا تنتمی الا الیه ولا تنتهی الا الیه انعته بمحامد تکون لی مصاعد الی ذروة حمد واحد له الحمد کله دقه وجله وکثره وقله واوله واٰخره وباطنه وظاهره یرفع من یشاء ویضع اذ میزان الفضل بیدیه فقولی هذا اقول وفی میدان الحمد اجول۔ بسم الله الرحمٰن الرحیم۔ قال تعالٰی وله الحمد فی الاولٰی والاٰخرة[1]، والحمد لله

علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں لیٹنے والے دونوں امیروں اور وزیروں کی درجاتِ بلند و بالا میں فضیلت مانتا ہے تو اس کو خوب واضح اور ظاہر کیا ہے اور اس کو مبین اور روشن کیا ہے اور اس کی تلویح و تصریح کی اس طرح کہ اس کی زبان اس عقیدہ کی طرف بلاتی اور اس کا دل اس پر خوش ہے۔

اس لئے کہ بحمد اللہ تکبر و محبتِ جاہ سے کوئی ذرہ اس کے پاس نہیں، میں اس کی ایسی تعریف کروں جس سے اس مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے بحرِ نعت کے قطرے لوں جس کے لئے بزرگیاں ہیں اور فضیلتیں اس سے مزین ہیں اور عظیم نعمتیں اس کی مطیع، تو اسی سے ان کا آغاز اور انتہی کی طرف ان کی رجوع تو اسی کی طرف منسوب ہوں اور اسی کی طرف منتہی ہوں، میں اوصافِ حمیدہ سے اس کی تعریف بیان کرتا ہوں جو حمدِ یکتا کی بلندی تک پہنچنے کے لئے میرا زینہ بنیں۔ سب تعریفیں اسی کو سزاوار تھوڑی اور بہت اول و آخر ظاہر و باطن جس کو چاہے بلند فرمائے اور جس کو چاہے پست کرے اس لئے کہ فضل کی ترازو اس کے دستِ قدرت میں ہے، میں اپنی یہ بات کہہ کر میدانِ حمد میں جولان کروں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے: اللہ ہی کے لئے حمد ہے دنیا و آخرت میں سب تعریفیں اللہ

---

[1] القرآن الکریم ۲۸/ ۷۰

www.alahazratnetwork.org

ربّ العٰلمین حمدًا منیعا علٰی ان فضل نبینا علی العٰلمین جمیعًا، واقامه یوم القیٰمة للمذنبین شفیعا، وحبا کل من رأه ولو لحظة من بعید فضلا وسیعا، ووعد من وقع فی واحد من الصحابة حمیمًا وضریعًا، واختار منهم الاربعة الکرام عناصر الاسلام و ائمة الانام اختیارًا بدیعًا، وبنی ترتیب الخلافة علٰی ترتیب الفضیلة وغلط من عکس غلطًا شنیعًا، فصلی اللّٰه وسلّم وبارك وترحم علی حبیب القلوب وطبیب الذنوب وأله الاطهار وصحبه الاخیار انه کان بصیرًا سمیعًا، صلوٰة اعظام یتلوها سلام و سلام اکرام تعقبه صلوٰة وتشیع کلا برکة وزکوٰة الی الابد تشیعا، واشهد ان لا الٰه الا اللّٰه سیده ومولاه ما اعظمه واعلاه واکبره واجله وحده لاشریك له الٰها رفیعا، وان محمدًا عبده ورسوله ورحمته ورفده، اجمله واکمله، وبدیع الحق ارسله لیمحو

کے لئے جو پروردگار ہے سب جہانوں کا، اللہ کے لئے حمد بلند ہے اس پر کہ اس نے ہمارے نبی (صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم) کو سب جہانوں پر فضیلت دی اور انھیں قیامت کے دن گنہگاروں کا شفیع مقرر کیا۔ اور ہر مسلمان کو جس نے انھیں ایک لحظہ دُور سے بھی دیکھا وسیع فضل دیا اور ان کے صحابیوں کے بدگویوں کو جہنم کے گرم پانی اور آگ کے کانٹوں کی غذا کی وعید سنائی اور ان صحابہ سے چار بزرگوں کا کہ اسلام کے عناصر اور مخلوق کے امام ہیں بے مثال انتخاب کیا اور خلافت کی ترتیب فضیلت کی ترتیب پر رکھی اور جس نے ترتیب اُلٹی اس نے بری غلطی کی، تو اللہ صلوٰۃ وسلام بھیجے اور رحمت و برکت اتارے دلوں کے پیارے اور گناہوں کے چارہ ساز اور اُن کی آل پاک اور نیک صحابہ پر، بیشک وہی سننے والا جاننے والا ہے عظمت کا درود جس کے پیچھے سلام چلے اور تکریم کا سلام جس کے پیچھے درود آئے، اور دونوں کو برکت وافزائش ہمیشہ کے لئے قوت دے، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک ان کا خدا ان کا آقا و مولٰی کس قدر بلند و برتر اور بالا و اعلٰی ہے، یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، عظمت والا معبود ہے، اور بیشک محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم) اس کے خاص بندے اور اللہ کے رسول ہیں اور اس کی رحمت اور اس کی عطا ہیں۔ اللہ نے انھیں سچے دین کے

www.alahazratnetwork.org

كل علة ويعلو الدين كله علوا سريعًا۔

وبعد فهذه ان شاء الله منحة عالية و سلعة غالية و رحمة ربانية لا نزغة شيطانية، واوراق ان رأيت قليلة، وان وعيت جليلة، اذا قرأت هانت، واذا فهمت لانت، وان انصفت زانت، وان تعسفت بانت، وجنات عالية قطوفها دانية[1]، فيها سرر مرفوعة و اكواب موضوعة، ونمارق مصفوفة، و زرابی مبثوثة[2]۔ قبولها القبول من قبل الفحول، و زينتها الرد من اهل الحسد فيها من كل الثمرات، وجنا الجنات عنب التحقيق و رطب التدقيق، وجوز الحقائق و لوز الدقائق تؤتی الفريقين اكلها مرتين مرة علا لارباب السنن، و اخرى ثمالاً[عـه] لاصحٰب الفتن فيها عيون حكمة تسمی سلسبيلا، فان شئت ريا فقم سل سبيلا، ماءها صاف و شاف و كاف

ساتھ بھیجا تاکہ وہ ہر خرابی مٹائیں اور سب دینوں پر جلد غالب آئیں۔

بعد حمد وصلوٰۃ ان شاء اللہ یہ گراں قدر عطا اور بیش بہا متاع اور ربانی رحمت ہے نہ کہ شیطانی وسوسہ، اور یہ اوراق دیکھو تو تھوڑے ہیں اور انھیں یاد کرلو تو گرانقدر ہیں اور پڑھو تو آسان اور سمجھو تو سہل، اور انصاف کرو تو سنواریں اور تعصب برتو تو جدا رہیں، اور یہ جنات عالیہ ہیں جن کے خوشے جھکے ہوئے ہیں اُن میں اونچے تخت ہیں اور چُنے ہوئے کوزے اور قالین بچھے ہوئے اور چاندنیاں ہیں پھیلی ہوئی، اس کی ضیا فضلا کو مقبول و منظور اور اس کی زینت یہ ہے کہ اہل حسد اسے قبول نہ کریں۔ اس میں سب باغوں کے ہر قسم کے پھل ہیں۔ تحقیق کے انگور اور تدقیق کی تروتازہ کھجور اور حقائق کے ناریل اور دقائق کے بادام، یہ اپنے پھل دو بار دیتی ہے ایک بار سُنیوں کے لئے ایسا پھل جو شہد کی طرح میٹھا ہو، اور دوسری بار گمراہوں کے لئے ایسا پھل جو اُن کے لئے مہلک زہر ہو۔ اس میں حکمت کے چشمے ہیں جن کا سلسبیل نام، اگر تو سیرابی چاہتا ہے تو اُٹھ راستہ تلاش کر، اس کا پانی صاف اور شافی اور کافی پہنچنے والے

عـه بضم الثاء السم المنقع كذا فی المعجم الوسيط۔

[1] القرآن الكريم ۶۹/ ۲۲ و ۲۳

[2] " " ۸۸/ ۱۳ تا ۱۶

www.alahazratnetwork.org

هٰلاًهِلُ عہ۲ مـــرٍ ولمن يستهقيه وهلهل مـرٍ لمن يتقيه، فيالها من جنة فى ظلها جنة للانس والجنة من شمس الافتتان وحريق المراء اصلها ثابت وفرعها فى السماء[1] تولى سقى اشجارها وفتق ازهارها واجتناء ثمارها عبده الكل عليه والمفتاق فى كل امر اليه عبد المصطفٰى الشهير باحمد رضا المحمدى دينًا، والسنى يقينًا، والحنفى مذهبًا، والقادرى منتسبًا، والبركاتى مشربًا، والبريلوى مسكنًا، والمدنى البقيعى ان شاء الله مدفنًا، فالعدنى الفردوسى برحمة الله موطنًا، كان الله له وحقق امله واصلح عمله وجعل اُخراه خيرًا من اولاه ابن الامام الهمام، والفاضل الطمطام والبحر الطام والبدر التام، حامى السنن وماحى الفتن، ذى تصانيف رائقة وتواليف

کے لئے بہت کثیر اور ستھرا جس سے وہ سیراب ہوجائیں اور جو اس سے بچے اس کیلئے زہر قاتل ہے کہ اس کو ہلاک کردے، تو یہ کیسی جنت ہے جس کے سایہ میں انسانوں اور جنّوں کیلئے گمراہی کی دُھوپ اور آتشِ جدل (ہٹ دھرمی) سے امان ہے، اس کی جڑ جمی ہوئی اور اسکی شاخیں آسمان میں[1] اس کے درختوں کی آبیاری اور اسکے پھُول کھلانے اور پھل چننے کا کام اللہ کے محتاج بندے سرانجام دیتے ہیں اور ہر کام میں اس کے فقیر بندے عبدالمصطفی عرف احمد رضا، جو دین کے اعتبار سے محمدی ہے اور عقیدہ کے اعتبار سے سُنّی اور مذہبًا حنفی ہے اور قادری انتساب ہے اور ارادۃً برکاتی اور مسکنًا بریلوی اور مدفن کے لحاظ سے ان شاء اللہ مدینہ و بقیع پاک والا اور اللہ کی رحمت سے مقام ابدی کے لحاظ سے بہشتی فردوسی نے خود انجام دیا اللہ اس کا ہو اور اُس کی اُمید بر لائے اور اس کے عمل نیک کرے اور اس کی عاقبت اس کی دُنیا سے بہتر فرمائے (احمد رضا) ابن امام ہمام فاضلِ عظیم، دریائے موجزن و ماہِ تمام، حامیِ سنّت، ماحیِ بدعت، صاحبِ تصانیفِ پسندیدہ و توالیف

عہ۱ بفتح الهاء الماء الكثير الصافى المعجم الوسيط۔
عہ۲ الهلهل، السم القتال، المعجم الوسيط۔

---

[1] القرآن الكريم ۱۴/ ۲۴

www.alahazratnetwork.org

فائقة شریفة منیفة لطیفة نظیفة بقیة السلف حجة الخلف، ناصح الامة، کاشف الغمة، حامی حمی الرسالة عن کید اھل الضلالة، ومما قلت فی بابه معتذرا الی جنابه ؎

فواللّٰه لم یبلغ ثنائی کماله
ولکن عجزی خیر مدحی لماله
فذا البحر لولا ان للبحر ساحلا
وذا البدر لولا البدر یخشی مآله

سیدی ومولائی وسندی ومأوای العالم العلم علامة العالم مولانا المولوی محمد نقی علی خان القادری البرکاتی الاحمدی الرسولی رضی اللّٰه تعالٰی عنه وارضاه بالنضرة والسرور لقاه ابن العارف الغریف السید الغطریف شمس التقی بدر النقی نجم الھدی علامة الوری ذی البرکات المتکاثرة والکرامات المتواترة والترقیات الرفیعة والتنزلات البدیعة قلت فی شانه راجیا لاحسانه ؎

اذا لم یکن فضل فما النفع بالنسب
وھل یصطفی خبث وان کان من ذھب
ولکننی ارجو الرضا منك یا رضا
وانت علی فازولی عالی الرتب

فاضل وبلند رتبہ ولطیف صافیہ، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، ناصح اُمت، دافع کربت، نگہبان حدودِ رسالت از مکر اہل ضلالت، اور میں نے ان کے باب میں ان کی جناب میں معذرت کے طور پر عرض کیا ہے ؎

اس کے کمال تک نہ پہنچا مرا بیاں
پر بہترین مدحت ہے عجز کی زباں
ساحل اگر نہ ہو تو وہ بحرِ بیکراں
کھٹکا نہ ہو غروب کا تو بدر ہر زماں

سیدی ومولائی وسندی وملجائی، کوہِ علم، علامہ عالم، مولانا مولوی محمد نقی علی خاں قادری برکاتی احمدی رسولی، اللہ ان سے راضی ہو اور انھیں راضی کرے اور انھیں تازگی وفرحت دے۔ ابن عارف مدبر سید و سردار کریم شمس تقوی ماہ تمام تقدس نجم ہدایت علامہ خلقت صاحب برکاتِ کثیرہ وکراماتِ مستمرہ و درجاتِ عالیہ و منازل بدیعہ میں نے ان کی شان میں اُن کے انعام کا اُمیدوار ہو کر کہا ؎

معدوم ہو کرم تو کس کام کا نسب
زر کا بھی میل ہو تو مقبول ہو وہ کب
لیکن امیدوار رضا تجھ سے ہوں رضا
اور تو علی ہے مجھ کو دے عالی قدر رتب

www.alahazratnetwork.org

حصنی وحرزی وذخری وکنزی
32 ذی القدر السنی والفخر السمی
مولانا المولوی محمد رضا علی خان النقشبندی
قدس اللہ سرہ وافاض علینا برہ اٰمین یا
رب العلمین، حملنی علی تصنیفھا واحسان
تالیفھا باحسان ترصیفھا ما رأیت ان
قد زاغت اقدام وزلت اقوام وضلت افہام عما
رفعت لہ الرایات الی
ارفع الغایات واشمخ النہایات
من توافر الاٰیات و
تظافر الاخبار وتواتر الاثار من العترۃ الاطہار
والصحابۃ الکبار والاولیاء الاخیار والعلماء
الابرار من تفضیل الشیخین علی ابی الحسنین
رضی اللہ تعالٰی عنہم، وجعلنا لہم ومنہم حتی
بلغنی ان بعض من قادۃ التخمین والظن
غیر امین الی اقتداء العمین فی ازدراء الثمین واجتبا
المھین تعلق بشکوک سخیفۃ لا لطیفۃ
ولا نظیفۃ وانما ھی کطعام من
ضریع لا یسمن ولا یغنی من
جوع[1]" فیما توافق علیہ
سادۃ النقی وقادۃ التقی

میری حرزِ جان اور میری امان اور میرے کنز و ذخیرہ صاحبِ قدرِ علی و فخرِ گرامی مولانا مولوی محمد رضا علی خاں نقشبندی اللہ ان کا باطن منزہ فرمائے اور ہم پر اُن کا فیض جاری فرمائے، آمین یا رب العلمین! مجھے اس کتاب کی تصنیف اور اس کی تالیف خوب اور اس کی ترتیب کو محکم کرنے پر اس امر نے اکسایا جو میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ منحرف ہوگئے اور کچھ قدم پھسلے اور کچھ ذہن اس سے گمراہ ہوگئے جس کے لئے نہایت بلندی تک علم بلند کئے گئے آیات، اخبار اور آثار کی کثرت سے اور اس پر صحابہ کبار، اہلبیت اطہار، پیشوایانِ اخیار اور علماء ابرار کا اجماع ہو چکا یعنی شیخین ابوبکر وعمر کی تفضیل ابوالحسنین علی پر، اللہ ہمیں ان کے لئے کرے اور انھیں میں ہمیں رکھے یہاں تک کہ مجھے خبر پہنچی کہ جن لوگوں کو ظن نے کھینچا اور ظن امین نہیں اندھوں کی اقتداء اور قیمتی چیز کی تحقیر اور ذلیل چیز کے انتخاب کی طرف وہی شبہات کہ نہ لطیف ہیں نہ نظیف ستھرے، بلکہ آگ کے کانٹوں کی غذا کی طرح ہیں کہ نہ فربہ کریں نہ بھوک سے بے نیاز کریں کا سہارا اس میں لیتا ہے جس پر سرداران تقدس وتقوٰی کا اتفاق ہے یعنی

علہ یعنی عقیدہ صحیحہ موافق اہلسنت وجماعت   علہ یعنی گمراہی

[1] القرآن الکریم ۸۸/ ۶ و ۷

www.alahazratnetwork.org

من الاحتجاج بکریمۃ "و سیجنبہا الاتقی"[1] وقام بعرضہا کلہا اوبعضہا احد المتدخلین فی عداد الاذکیاء وعلٰی بعض العصریین من النبلاء، و لم اعلم الام دارت رحی التقریر، وعلٰی اُی شق برك البعیر، فاشتد ذٰلك علیّ وعظم امرہ لدی فاستخرت اللہ تعالٰی فی عمل کتاب یبین الجواب عن کل ارتیاب و یکشف النقاب عن وجہ الصواب، مع اطلاعی علٰی قصور باعی وقصر ذراعی وعدم الظفر من اسفار التفاسیر الا بشیئ نزر یسیر و لو لا ما اقاسیہ من ھجوم ھموم و عموم غموم و تباعد اغراض و توارد اعراض وما لا محیص عنہ لمسلم من ایذاء موذ وایلام مولم کما اخبر النبی الاکرم صلی اللہ علیہ وسلم بید أن الفقیر العانی عاین عین اعیان المعانی تفیض علٰی فضا صدرہ او تثج الٰی ثجا کبار أفقوی ظنی ان صاحب التوفیق سیقوی الضعیف علٰی ما یطیق فاختلست الفرصۃ

کریمہ وسیجنبہا الاتقٰی سے فضیلتِ صدیقی رضی اللہ تعالٰی عنہ پر حجت قائم کرنا اور ان شبہات کو ایک شخص نے جواذکیاء کے شمار میں دخیل ہونا چاہتا ہے، فضلاء میں سے ایک ہمعصر پر پیش کیا اور مجھے معلوم نہ ہوا کہ تقریر بدگی کی ہو چکی کب تک چلی اور اونٹ کس کروٹ بیٹھا تو یہ مجھے دشوار گزرا اور اس کا معاملہ میرے نزدیک بڑا ہوگیا تو میں نے اللہ سے استخارہ کیا ایک کتاب کی تصنیف میں جو ہر شُبہہ کا روشن جواب دے اور صواب کے چہرے سے نقاب اُٹھا دے، باوجودیکہ میں اپنے قصورِ طاقت اور بساط کی قلت اور کتبِ تفاسیر سے بہت تھوڑا میسر ہونے سے واقف ہوں اور اگر سوائے اندوہ وغم کے ہجوم اور اغراض کی دوری اور امراض کے ورودِ پیہم کے اور موذی کی ایذا جس سے کسی مسلم کو چھٹکارا نہیں جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خبر دی، کچھ نہ ہو تو اس کام سے یہی مانع ہوتا مگر اس فقیرِ ذلیل نے دیکھا کہ معانی نفیسہ کا چشمہ اس کے قلب پر سراٹے سے اُبل رہا ہے اور وہ بڑی مقدار میں اس کی طرف بہہ کر آرہے ہیں تو میرا گمان غالب ہُوا کہ مالکِ توفیق (خدا) اس ضعیف کو اس کی قوت دے گا جس کی اسے قدرت نہیں

---

[1] القرآن الکریم ۹۲/ ۱۷

www.alahazratnetwork.org

خمسة ایام من آخر الشهر المبارك ذی الحجة الحرام حتی جاءت بحمد اللہ کما تری تروق الناظر و تجلو البصائر کاشفة عن وجوہ غوانی من حسان معانی لم تقرع الآذان، ونفائس تحقیق و عرائس تدقیق لم یطمثھن قبلی انس ولا جان فان صدق ظنی فکل ما فیه غیر ما انمیه مما سمح به فکری الفاتر، وادی الیه نظری القاصر، والانسان کما تعلم مساوق الخطاء والنسیان، فما کان صوابا فمن اللہ الرحمان، وانا ارجوا للہ سبحنہ فیه، وما کان خطأ فمنی ومن الشیطان وانا ابرؤ الی اللہ عن مساویه، ویأبی اللہ العصمة فی کل معنی و کلمة الا لکتابه الاعظم وکلام رسوله الاکرم صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم، ولما کان فض ختامھا و طلوع بدر تمامھا للیلة بقیت من المائة الثالثة عشر من سنی ھجرة سید البشر علیه من الصلوات

تو میں نے ماہِ مبارک ذوالحجۃ الحرام آخری پانچ دن کی فرصت لی یہاں تک کہ یہ کتاب بحمد اللہ ایسی ظاہر ہوئی جیسی کہ تم دیکھتے ہو جو دیکھنے والے کو خوش کرتی، بصیرتوں کو جلا بخشتی ہے، اور ایسے خوشنما معانی (جو کانوں سے نہ ٹکرائے) سے پردے ہٹاتی ہے جو خوبانِ بے نیاز آرائش کے چہرے ہیں اور تحقیق کی نفیس صورتیں اور تدقیق کی دلہنیں ہیں جنھیں مجھ سے پہلے کسی آدمی نے چھُوا نہ کسی جن نے، تو اگر میرا گمان سچا ہو تو سوائے اس کے جس کی میں کسی کی طرف نسبت کروں اس میں جو کچھ ہے وہ میری فکرِ قاصر کی دین ہے اور اس تک میری کوتاہ نظر پہنچی ہے اور انسان جیسا کہ تم جانتے ہو خطاء و نسیان کے ساتھ چلتا ہے، تو جو درست ہو وہ خدائے رحمان کی طرف سے ہے، اور میں اس کے سبب اللہ سے امیدوارِ ثواب ہوں، اور جو خطا ہو تو وہ میری اور شیطان کی جانب سے ہے اور میں اللہ کی طرف اس کی بدیوں سے برأت کرتا ہوں، اور اللہ ہر معنٰی اور ہر کلمہ میں عصمت (خطا سے محفوظ ہونا) اپنی کتابِ معظم اور اپنے رسول اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کلام کے سوا کسی کے لئے نہیں چاہتا، اور جب اس رسالہ کی مہر اختتام کی شکست اور اس کے تمام کا ماہِ تمام اس ایک رات میں طلوع ہُوا جو سیّد البشر کی ہجرت کے سالوں میں سے تیرھویں صدی میں باقی تھی ان پر درودوں

www.alahazratnetwork.org

انماها ومن التحیات ازکاها ناسب ان اسمیها "الزلال الأنقی من بحر سبقة الاتقی" لیکون العلم علما علی العام واللّٰہ تعالٰی ولی الانعام، وھو الخامس عشر من تصانیفی فی علوم الدین نفعنی اللّٰہ تعالٰی بھا و سائر المسلمین وجعلھا نورًا بین یدی و حجة لی لاعلیّ، انه علٰی ما یشاء قدیر و بالاجابة جدیر وحسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل، ولاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔

میں سب درودوں سے بڑھتا درود اور تحیات میں سب سے فزوں تحیت ہو مناسب ہے کہ اس کا نام الزلال الانقی من بحر سبقة الاتقی رکھوں تاکہ نام سالِ تصنیف کی نشانی ہوجائے اور اللہ تعالٰی ہی ولیِ نعمت ہے اور یہ میری تصانیف سے پندرہویں تصنیف ہے علومِ دین میں اللہ تعالٰی مجھے اور باقی مسلمانوں کو اس سے نفع بخشے، اور اللہ تعالٰی اسے میرے مابعد کیلئے نور بنائے اور میرے حق میں حجت نہ میرے خلاف، وہ جو چاہے کرسکتا ہے، اور قبولِ دعا اُسی کو سزاوار ہے، اور اللہ ہمیں کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے، اور بدی سے پھرنا اور نیکی کی طاقت اللہ علو وعظمت والے ہی سے ہے۔

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم ۝

قال ربنا تبارك وتعالٰی "یایها الناس انّا خلقنٰکم من ذکر وانثٰی وجعلنٰکم شعوبًا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقٰکم ان اللّٰہ علیم خبیر"[1]۔ اراد اللّٰہ سبحٰنه وتعالٰی رد ما کانت علیه الجاھلیة من التفاخر بالاٰباء والطعن فی الانساب وتعلی النسب علی

ہمارا رب تبارک وتعالٰی فرماتا ہے: "اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا پھر تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو، بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے" (ترجمہ رضویہ)

اللہ تعالٰی کی مراد اس طور کا رَد ہے جس پر اہلِ جاہلیت چلتے تھے کہ باپ دادا پر فخر کرتے اور دوسروں کے نسب پر طعنہ زن ہوتے

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۳

www.alahazratnetwork.org

غيره من الناس حتى كانه عبد له او اذل، وكان بدء هذه النزعة اللئيمة من الذليل الخبيس عدو الله ابليس اذ قال "انا خير منه خلقتني من نار وخلقته من طين[1]"، فرد الله سبحٰنه وتعالٰى عليهم بان اباكم واحد و امكم واحدة فانه تعالٰى "خلقكم من نفس واحدة و خلق منها زوجها و بث منهما رجالا كثيرا و نساء[2]" فما منكم من احد الا وهو يدلی بمثل ما يدلی به الاخر سواء بسواء، فلا مساغ للتفاضل فی النسب والتفاخر بالام والاب، واما ما رتبناكم علی اجيال تحتها شعوب تحتها قبائل فانما ذٰلك لتعارفوا فتصلوا ارحامكم ولا ينتمی احد الی غير ابيه، لا لان تتفاخروا ويزدری بعضكم بعضا نعم ان اردتم التفاضل فالفضل عندنا بالتقوی فكلما زاد

اور نسب کی وجہ سے آدمی دوسرے آدمی پر ایسی تعلی کرتا گویا کہ وہ اس کا غلام ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ خوار ہے، اور اس ذلیل طریقہ کی ابتداء ذلیل خبیس ابلیس سے ہوئی جس نے کہا تھا کہ اے رب! میں آدم سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے بنایا اور آدم (علٰی نبینا وعلیہ السلام) کو مٹی سے بنایا، تو اللہ نے ان کا یوں رد فرمایا کہ تمہارا باپ ایک ہے اور تمہاری ماں ایک ہے اس لئے کہ اللہ تعالٰی نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی کو بنایا اور ان دونوں سے بہت سارے مرد اور عورتیں پھیلا دیے تو تم میں ہر ایک اپنی اصل سے وہی اتصال رکھتا ہے جو دوسرا رکھتا ہے تو نسب میں ایک کو دوسرے پر فضیلت کی راہ نہیں اور ماں باپ سے ایک دوسرے پر فخر کی مجال نہیں رہا یہ کہ ہم نے تمہیں اصول پر مرتب کیا جن کے نیچے ان کی شاخیں ہیں اور ان کے نیچے قبیلے ہیں تو یہ محض اس لئے کہ آپس میں پہچان رکھو تو اپنے قریبی عزیزوں سے ملو اور کوئی باپ کے سوا اور کی طرف منسوب نہ ہو، اس لئے کہ تم نسب پر گھمنڈ کرو اور ایک دوسرے کو حقیر جانے، ہاں اگر فضیلت چاہو تو فضیلت ہمارے یہاں تقوٰی (پرہیزگاری) سے ہے تو جب انسان پرہیزگاری

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۲ و ۳۸/ ۷۶
[2] " " ۴/ ۱

www.alahazratnetwork.org

الانسان تقوی ن ادکرامة عند ربه تبارك و تعالیٰ، فاکرمکم عندنا من کان اتقی لا من کان انسب ۔ ان الله علیم بکرم النفوس و تقواھا خبیر بھم النفوس فی ھواھا۔

میں بڑھے اپنے رب کے یہاں عزت میں بڑھے۔ تو ہمارے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے نہ کہ وہ جو بڑے نسب والا ہے بیشک اللہ تعالٰی نفوس کی عزت اور ان کی پرہیزگاری کو جانتا ہے اور نفوس کی اپنی خواہش میں کوشش سے خبردار ہے۔

قال البغوی قال ابن عباس نزلت فی ثابت بن قیس وقوله للرجل الذی لم یفسح له: "ابن فلانة" یعیّره بامه قال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم "من الذاکر فلانة"؟ فقال ثابت انا یا رسول الله، فقال انظر فی وجوه القوم، فنظر، فقال ما رأیت یا ثابت؟ قال رأیت احمر وابیض واسود، قال فانك لا تفضلهم الا فی الدین والتقوٰی" فنزلت فی ثابت ھٰذه الاٰیة و فی الذی لم یتفسح له "یاایھا الذین اٰمنوا اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوا۔" وقال مقاتل لما کان یوم فتح مکة

امام بغوی نے فرمایا کہ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا یہ آیت حضرت ثابت بن قیس (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں اور اُن کے اُس شخص سے جس نے اُن کے لئے مجلس میں جگہ کشادہ نہ کی "فلانی کا بیٹا" کہنے کے باب میں اُتری تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کون ہے جس نے فلانی کو یاد کیا؟ حضرت ثابت نے عرض کیا: وہ میں ہوں یارسول اللہ! تو حضور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے فرمایا: لوگوں کے چہروں میں بغور دیکھو۔ تو اُنھوں نے دیکھا۔ پھر فرمایا: اے ثابت! تم نے کیا دیکھا؟ عرض کی: میں نے لال، سفید اور کالے چہرے دیکھے۔ سرکار (علیہ السلام والتحیۃ المدرار) نے فرمایا: تو بے شک تمھیں ان پر فضیلت نہیں مگر دین اور تقوٰی میں۔ تو حضرت ثابت کے لئے یہ آیت اُتری، اور جنھوں نے مجلس میں کشادگی نہ کی تھی ان کے حق میں ارشاد نازل ہوا، اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے مجلسوں میں جگہ دو تو جگہ دو۔ اور مقاتل کا قول ہے کہ جس دن مکہ فتح ہوا رسول اللہ

www.alahazratnetwork.org

امر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلالا حتی علا علٰی ظھر الکعبۃ واذن، فقال عتاب بن اُسَید بن ابی العیص، الحمد للّٰہ الذی قبض ابی حتی لم یرھذا الیوم۔ وقال الحارث بن ھشام اما وجد محمد غیرھذا الغراب الاسود مؤذنا۔ وقال سھل بن عمرو ان یرد اللّٰہ شیئا یغیرہ۔ وقال ابوسفیان انی لا اقول شیئا اخاف ان یخبربہ رب السماء، فاتی جبریل فاخبر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بما قالوا فدعاھم وسألھم عما قالوا فاقروا فانزل اللہ تعالٰی ھذہ الاٰیۃ وزجرھم عن التفاخر بالانساب والتکاثر بالاموال والازراء بالفقراء[1]

صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) کو حکم دیا (کہ اذان دیں) تو وہ کعبہ کی چھت پر چڑھے اور انھوں نے اذان کہی، تو عتاب بن اُسید بن ابی العیص نے کہا: اللہ کے لئے حمد ہے جس نے میرے باپ کو اٹھالیا اور انھوں نے یہ دن نہ دیکھا۔ اور حارث بن ہشام نے کہا: کیا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو اس کالے کوّے کے سوا کوئی اذان دینے والا نہ ملا۔ اور سہل بن عمرو نے کہا: اللہ کو اگر کوئی چیز ناپسند ہوگی وہ اسے بدل دے گا۔ اور ابوسفیان بولے، میں کچھ نہیں کہتا مجھے خوف ہے کہ آسمان کا رب انھیں خبردار کردے گا۔ تو جبریل (علٰی نبینا وعلیہ السلام) نازل ہوئے پھر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ان لوگوں کی باتیں بتادیں تو حضور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے ان سے ان کے اقوال کی بابت پُوچھا تو اُنھوں نے اقرار کیا، تو اللہ نے یہ آیت اتاری اور انھیں نسب پر فخر اور اموال پر گھمنڈ اور فقراء کی تحقیر سے منع فرمایا۔

قال العلامۃ النسفی فی المدارک تبعا للزمخشری فی الکشاف عن یزید بن شجرۃ مر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی سوق المدینۃ فرأی غلاما اسود یقول من اشترانی فعلٰی شرط ان لا یمنعنی

علامہ نسفی نے زمخشری کی اتباع کرتے ہوئے مدارک میں یزید بن شجرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ کے بازار میں گزرے تو ایک سیاہ فام غلام دیکھا جو کہتا تھا مجھے جو خریدے تو اس شرط پر خریدے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الاٰیۃ ۴۹/۱۳ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/۱۹۵

www.alahazratnetwork.org

من الصلوات الخمس خلف رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم، فاشتراہ بعضھم فمرض فعادہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلم ثم توفی فحضر دفنہ فقالوا فی ذٰلک شیئا فنزلت[1]۔

وبالجملۃ فمحصل الاٰیۃ نفی التفاخر بالانساب وان الکرم عند اللّٰہ تعالٰی انما ینال بالتقوٰی فمن لم یکن تقیا لم یکن لہ حظ من الکرامۃ وسلبہ کلیا لایصح الاعن کافر اذکل مؤمن یتقی اکبر الکبائر الکفر والشرک، ومن کان تقیا کان کریما ومن کان اتقی کان اکرم عند اللّٰہ تعالٰی ولعلک تظن ان سردنا تلک الروایات فی شان النزول مما لایغنینا فیما نحن بصددہ ولیس کذٰلک بل ھو ینفعنا فی نفس الاحتجاج وتکسر بہ سورۃ بعض الاوھام ان شاء اللّٰہ

و آلہٖ وسلم کے پیچھے پنجگانہ نماز سے نہ رہ گے گا۔ تو اُسے کسی نے خرید لیا۔ پھر وُہ بیمار پڑا تو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کی عیادت کو تشریف لائے، پھر اس کی وفات ہوگئی تو سرکار اس کے دفن میں رونق افروز ہوئے تو لوگوں نے اس بارے میں کچھ کہا تو یہ آیت اتری۔

مختصر یہ کہ آیتِ کریمہ کا حاصل نسب پر فخر کی نفی ہے اور یہ کہ اللہ کے یہاں عزت تقوٰی ہی سے ملتی ہے، تو جو متقی نہیں اس کے لئے عزت سے کچھ حصہ نہیں' اور تقوٰی کا سلب کُلی طور پر کافر کے سوا کسی سے نہیں' اس لئے کہ ہر مومن اکبر الکبائر کفر و شرک سے بچتا ہے اور جو متقی ہوگا وُہ باعزت ہوگا اور جو زیادہ تقوٰی والا ہوگا وہ زیادہ عزت دار اپنے رب کے یہاں ہوگا۔ اور شاید تمہیں گمان ہو کہ ہمارا ان روایتوں کو ذکر کرنا اس مدعٰی میں جس کے ثابت کرنے کے ہم درپے ہیں ہمیں نفع بخش نہیں حالانکہ بات یُوں نہیں بلکہ وہ ہمیں نفس استدلال میں فائدہ دے گا اور ہم اس سے کچھ وہمیوں کا زور توڑ دینگے ان شاء اللہ۔

---

[1] مدارک التنزیل تفسیر النسفی تحت الآیۃ ۴۹/۱۳ دار الکتاب العربی بیروت ۴/۱۶۳

www.alahazratnetwork.org

تعالیٰ، کما ستطلع علیه، فانتظر، ھذہٖ مقدمة

تعالیٰ، جیسا کہ تم عنقریب اس پر مطلع ہوگے تو انتظار کرو یہ ایک مقدمہ ہے

والمقدمة الاخرٰی

اور دوسرا مقدمہ یہ ہے

قال اللہ سبحٰنہ وتعالیٰ: وسیجنّبھا الاتقی الذی یؤتی مالہ یتزکّی وما لاحد عندہ من نعمة تجزٰی الا ابتغاء وجه ربه الاعلٰی ولسوف یرضٰی۔[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور بہت اس سے دُور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے اور بیشک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا

اجمع المفسرون من اھل السنة والجماعة علٰی ان الاٰیة نزلت فی الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنه وانه ھو المراد بالاتقی۔

اہلِ سنّت وجماعت کے مفسرین کا اجماع ہے اس پر کہ یہ آیت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں اُتری اور الاتقی سے وہی مراد ہیں۔

اخرج ابن ابی حاتم والطبرانی ان ابابکر اعتق سبعة کلھم یعذب فی اللہ فانزل اللہ تعالٰی قوله وسیجنبھا الاتقی الٰی اٰخر السورة[2]، قال البغوی قال ابن الزبیر وکان

ابن ابی حاتم وطبرانی نے حدیث روایت کی کہ ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان سات کو آزاد کیا جو سب کے سب اللہ کی راہ میں ستائے جاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنا فرمان (وسیجنبھا الاتقی تا آخر سورة) نازل فرمایا۔ بغوی نے فرمایا کہ ابن الزبیر کا قول ہے کہ ابوبکر

---

[1] القرآن الکریم ۹۲/۱۷ تا ۲۱

[2] الصواعق المحرقة بحوالہ ابن حاتم والطبرانی الباب الثالث الفصل الثانی دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۹۸

الدرالمنثور " " " تحت الآیة ۹۲/۱۷ تا ۲۱ داراحیاء التراث العربی ۸/۴۹۳

الحاوی للفتاوٰی الفتاوی القرآنیة سورة اللیل الفصل الاول دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۳۲۷

www.alahazratnetwork.org

ابوبكر يبتاع الضعفة فيعتقهم، فقال ابوه: اى بنى لو كنت تبتاع من يمنع ظهرك؟ قال منع ظهرى اريد، فنزل "وسيجنبها الاتقى" الى أخر السورة، وذكر محمد بن اسحٰق قال كان بلال لبعض بنى جمح وهو بلال بن رباح واسم أُمّه حمامة وكان صادق الاسلام وطاهر القلب، وكان امية بن خلف يخرجه اذا حميت الظهيرة فيطرحه على ظهره ببطحاء مكّة، ثمّ يامر بالصخرة العظيمة فتوضع على صدره، ثم يقول له لا تزال هٰكذا حتى تموت او تكفر بمحمد (صلى الله عليه وسلم) ويقول وهو فى ذٰلك البلاء: احد احد، وقال محمد بن اسحٰق عن هشام بن عروة عن ابيه قال مر به ابوبكر يوما وهم يصنعون به ذٰلك وكانت دار ابى بكر فى بنى جمح فقال لامية الا تتقى فى هذا المسكين؟ قال، ــــــ انت افسدته فانقذه مما

رضی اللہ تعالٰی عنہ کمزوروں کو خریدتے پھر انھیں آزاد کردیتے۔ تو ان سے ان کے والدین نے کہا، اے بیٹے! ایسے غلاموں کو خریدتے ہوتے جو تمھاری حفاظت کرتے۔ ابوبکر نے فرمایا: میں اپنی حفاظت ہی چاہتا ہوں۔ تو یہ آیت تا آخر سورت نازل ہوئی۔ اور محمد بن اسحٰق نے ذکر کیا بلال (رضی اللہ عنہ) قبیلہ بنی جمح کے غلام تھے اور ان کا نام بلال بن رباح ہے اور ان کی ماں کا نام حمامہ ہے اور بلال (رضی اللہ عنہ) اسلام میں سچے تھے اور پاک دل تھے، اور امیہ بن خلف انھیں باہر لاتا جب گرم دوپہر ہوتی تو انھیں پیٹھ کے بل مکہ کے ریتلے میدان میں ڈال دیتا پھر بڑی چٹان لانے کا حکم دیتا تو ان کے سینہ پر رکھدی جاتی پھر کہتا، تم ایسے ہی پڑے رہو گے یہاں تک کہ مرجاؤ یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کافر ہو۔ اور حضرت بلال احد احد فرماتے حالانکہ وہ اس بلا میں ہوتے۔ اور محمد بن اسحٰق نے ہشام بن عروہ سے روایت کی انھوں نے اپنے باپ سے روایت کی انھوں نے فرمایا، ابوبکر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کا گزر ایک دن بلال (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کے پاس سے ہوا اور وہ لوگ بلال (رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ساتھ یہی برتاؤ کر رہے تھے اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کا گھر بنو جمح میں تھا تو آپ نے فرمایا کہ کیا تو (امیہ بن خلف) اس بیچارے کے معاملہ میں

www.alahazratnetwork.org

ترى، قال ابوبكر افعل عندى غلام اسود اجلد منه و اقوى على دينك اعطيكه؟ قال قد فعلت فاعطاه ابوبكر غلامه واخذه فاعتقه، ثم اعتق معه على الاسلام قبل ان يهاجر ست رقاب بلال سابعهم، عامر بن فهيرة (رضى الله تعالٰى عنه) شهد بدرا و اُحدا و قتل يوم بئر معونة شهيدا، و ام عميس و زهرة فاصيب بصرها و اعتقها فقال قريش ما اذهب بصرها الا اللات و العزّٰى فقالت كذبوا و بيت الله ما تضر اللات و العزّٰى و ما تنفعان، فرد الله تعالٰى اليها بصرها واعتق النهدية و ابنتها و كانتا لامرأة من بنى عبد الدار فمر بهما و قد بعثتهما سيدتهما تطحنان لها و هى تقول والله لا اعتقكما ابدا،

اللہ سے نہیں ڈرتا، تو امیہ نے کہا آپ نے اسے بگاڑا ہے تو آپ اس گت سے اسے بچا لیں جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ ابوبکر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے فرمایا، میں بچائے لیتا ہوں میرے پاس ایک غلام ہے سیاہ فام جو بلال (رضی اللہ عنہ) سے زیادہ قوی اور طاقتور ہے اور تیرے دین پر ہے وہ تجھے دے دوں۔ امیہ بولا، مجھے منظور ہے۔ تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے امیہ کو اپنا غلام دے دیا اور بلال (رضی اللہ عنہ) کو لے لیا تو انھیں آزاد کردیا پھر ان کے ساتھ اسلام کی شرط پر ہجرت سے پہلے چھ غلاموں کو آزاد کیا، انکے ساتویں بلال ہیں۔ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ جو جنگِ بدر و احد میں شریک ہوئے اور بئر معونہ کی جنگ میں قتل ہوکر شہید ہوئے، اور ام عمیس و زہرہ کی آنکھ جاتی رہی، جب انھیں ابوبکر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے آزاد فرمایا تو قریش بولے کہ انھیں لات و عزّٰی نے اندھا کیا ہے، تو آپ بولیں، قریش کعبہ کی قسم جھوٹے ہیں لات و عزّٰی نہ ضرر دے سکیں نہ فائدہ پہنچا سکیں۔ تو اللہ نے انھیں ان کی بینائی پھیر دی۔ اور نہدیہ اور اس کی بیٹی کو آزاد کیا اور یہ دونوں بنی عبدالدار کی ایک عورت کی لونڈیاں تھیں، تو صدیق اکبر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) ان کے پاس سے گزرے اور ان کی آقا عورت نے انھیں بھیجا تھا کہ اس کا آٹا پیسیں اور وہ عورت کہتی تھی کہ خدا کی قسم! تمھیں کبھی آزاد نہ کروں گی۔

فقال ابوبکر کلا یا ام فلان، فقالت کلا انت أفسدتهما فاعتقهما، قال فبکم؟ قالت بکذا وکذا، قال قد أخذتهما وهما حرتان، ومر بجاریة بنی المؤمل وهی تعذب فابتاعها فاعتقها. وقال سعید بن المسیب بلغنی ان امیة بن خلف قال لابی بکر فی بلال حین قال اتبیعه؟ قال نعم ابیعه بنسطاس وکان نسطاس عبد لابی بکر صاحب عشرة آلاف دینار، وغلمان وجوار ومواش وکان مشرکا حمله ابوبکر علی الاسلام ان یکون ماله له، فأبی فابغضه ابوبکر، فلما قال له امیة ابیعه بغلامك نسطاس، اغتنمه ابوبکر وباعه منه فقال المشرکون ما فعل ذلك ابوبکر الا لید کانت لبلال عندہٗ فانزل الله تعالی

تو ابوبکر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے فرمایا: اے ام فلان! ہرگز نہیں۔ وہ بولی، ہرگز نہیں، آپ نے ان دونوں کو بگاڑا ہے تو آپ آزاد کریں۔ صدیق نے فرمایا: تو کتنے دام پر بیچتی ہے؟ وہ بولی: اتنے اور اتنے دام پر۔ ابوبکر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے فرمایا: میں نے ان دونوں کو لیا اور یہ دونوں آزاد ہیں۔ اور آپ کا گزر بنو مؤمل کی ایک لونڈی کے پاس سے ہوا جب اس پر ظلم ہو رہا تھا تو اُسے خرید کر اُسے آزاد کر دیا، اور سعید بن المسیّب (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے فرمایا کہ مجھے خبر پہنچی کہ اُمیّہ بن خلف نے ابوبکر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) سے بلال کے معاملہ میں اُس وقت جب اُنھوں نے اس سے پوچھا کہ کیا بلال کو فروخت کرے گا؟ کہا: ہاں میں اُسے نسطاس سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا غلام جو دس ہزار دینار اور بہت سے لونڈی اور غلام اور چوپایوں کا مالک تھا کے بدلے بیچتا ہوں، اور ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے چاہا تھا کہ نسطاس اسلام لے آئے اور اس کا مال اُسی کا رہے، تو وہ نہ مانا تو حضرت ابوبکر نے اس کو مبغوض جانا۔ پھر جب امیہ نے کہا: بلال کو میں آپ کے غلام کے بدلے دیتا ہوں۔ ابوبکر نے اس بات کو غنیمت جانا اور نسطاس کو اُمیّہ کے ہاتھ بیچ دیا، تو مشرکین بولے: ابوبکر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے ایسا صرف اس لئے کیا ہے کہ بلال (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کا ان پر کوئی احسان ہے، تو اللہ تعالٰی نے یہ آیت

www.alahazratnetwork.org

وما لاحد عندہ من نعمة تجزٰی[1]

اتاری وما لاحد عندہ الخ یعنی اور اس پر کسی کا کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے ۔

وذکر العلامة ابو السعود فی تفسیرہ قد روی عطاء والضحاک عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما (وذکر قصة شراء بلال واعتاقہ قال) فقال المشرکون ما اعتقہ ابوبکر الا لید کانت عندہ فنزلت[2] اھ ملخصًا۔

اور علامہ ابو السعود نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا کہ عطا اور ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا (اس روایت میں خریداری بلال اور ان کے آزاد ہونے کا قصہ ذکر کیا پھر کہا) تو مشرکین بولے، ابوبکر نے بلال کو ان کے کسی احسان ہی کی وجہ سے آزاد کیا ہے تو یہ آیت (مندرجہ بالا) اتری اھ ملخصًا۔

وفی الازالة عن عروة ان ابابکر الصدیق اعتق سبعة کلہم یعذب فی اللہ بلالاً وعامر بن فہیرة والنہدیة وابنتہا وزنیرة وام عیسٰی وامة بنی المؤمل، وفیہ نزلت وسیجنبہا الاتقی[3] الٰی اٰخر السورة۔

اور ازالہ میں عروہ سے ہے کہ ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے سات کو آزاد کیا، ان سب پر اللہ کی راہ میں ظلم توڑا جاتا تھا وہ بلال و عامر بن فہیرہ اور نہدیہ اور اس کی بیٹی اور زنیرہ اور ام عیسٰی اور بنی مؤمل کی کنیز ہیں اور انھیں کیلئے آیت اتری وسیجنبہا الاتقی اور اس سے (دوزخ) بہت دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے ۔ تا آخر سورت ۔

وعن عامر بن عبد اللہ بن الزبیر عن ابیہ قال قال ابو قحافة لابی بکر اراک تعتق رقابًا ضعافًا فلو انک اذا فعلت ما فعلت اعتقت رجالًا جلدًا یمنعونک

اور عامر بن عبد اللہ بن الزبیر سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے راوی ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ حضرت ابو قحافہ نے ابوبکر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) سے فرمایا: میں تمھیں دیکھتا ہوں کہ کمزور غلاموں کو آزاد کرتے ہو تو کاش! تم تندرست و

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیة ۹۲/ ۱۷ تا ۲۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۴۶۲-۴۶۳

[2] ارشاد العقل السلیم " " ۹۲/ ۱۹ دار احیاء التراث العربی " ۹/ ۱۶۸

[3] ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء فصل ہشتم مقصد اول مسلک اول سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۳۰۱

www.alahazratnetwork.org

ویقومون دونك فقال یا ابت انما ارید وجه الله، فنزلت ھذہ الآیۃ فاما من اعطی واتقی الی قولہ وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزی الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلی و لسوف یرضی[1]

تو ایسا غلام آزاد کرتے جو تمھاری حفاظت کرتے اور جنگ میں تمھاری سپر ہوتے۔ تو ابوبکر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے فرمایا: اے میرے باپ! میں تو صرف اللہ کی رضا چاہتا ہوں تو یہ آیت نازل ہوئی فاما من اعطٰی واتقٰی یعنی جس نے دیا اور پرہیزگاری کی ــــــــ اللہ تعالٰی کے قول وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزی تک یعنی ان پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے، اور بیشک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔

وعن سعید بن المسیب قال نزلت "وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزی" فی ابی بکر عتق ناسا لم یلتمس منھم جزاء ولاشکورا ستۃ او سبعۃ منھم بلال وعامر بن فھیرۃ۔[2]

اور سعید بن المسیب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ آیت کریمہ وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزی ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں اُتری کہ انھوں نے کچھ لوگوں کو آزاد کیا اُن سے نہ بدلہ چاہا نہ شکرگزاری، وہ آزاد شدہ چھ یا سات تھے، اُنھیں میں بلال وعامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما تھے۔

وعن ابن عباس فی قولہ تعالٰی "وسیجنبھا الاتقی" قال ھو ابوبکر الصدیق۔[3]

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے "وسیجنبھا الاتقی" کی تفسیر میں ہے فرمایا وہ ابوبکر صدیق ہیں (آیت میں جن کا ذکر ہے)

قلت وقد اخرج ابن ابی حاتم ابن مسعود (رضی اللہ تعالٰی عنہ) ان ابابکر اشتری بلالا من امیۃ بن خلف

میں کہتا ہوں اور ابن ابی حاتم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بسند خود روایت کی کہ امیہ بن خلف اور اُبی بن خلف سے حضرت ابوبکر

---

[1] ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء فصل ہشتم مقصد اول مسلک اول سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۳۰۱

[2] " " " " " " " " " " " " "

[3] " " " " " " " " " " " " "

www.alahazratnetwork.org

ببردة و عشرة اواق فاعتقه لله تعالٰی، فانزل الله تعالٰی هٰذه الاٰیة، ای ان سعی ابی بکر و امیة و ابی لمفترق فرقانا عظیما فشتان ما بینهما[1]۔ وقد قال السید ابن السید عمار بن یاسر رضی الله تعالٰی عنهما فی اشتراء الصدیق بلالًا و اعتاقه شعرًا ؎

جزی الله خیرًا عن بلال وصحبه عتیقا و اخزی فاکها و اباجهل
عشیة هما فی بلال بسوءة ولم یحذرا ما یحذر المرء ذوالعقل
بتوحید رب الانام و قوله شهدت بان الله ربی علی مهل
فان تقتلونی فاقتلونی فلم اکن لاشرك بالرحمٰن من خیفة القتل
فیا رب ابراهیم والعبد یونس وموسٰی وعیسٰی نجنی ثم تملی
لمن ظل یهوی الغی من اٰل غالب علی غیر برکان منه ولا عدل[2]

نے حضرت بلال کو ایک چادر اور دس اوقیہ سونے کے عوض خریدا پھر انہیں خاص اللہ کے لئے آزاد کردیا تو اللہ تعالٰی نے یہ آیت اتاری جس کا مطلب یہ ہے "بے شک تمہاری کوشش مختلف ہے" یعنی ابوبکر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) اور امیہ اور اُبی بن خلف کی کوششوں میں عظیم فرق ہے تو ان میں بون بعید ہے" اور سردار بن سردار عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے ابوبکر صدیق کے بلال رضی اللہ عنہ کو خرید کر آزاد کرنے کے بارے میں یہ اشعار کہے جن کا ترجمہ درج ذیل ہے: اللہ جزائے خیر دے بلال اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے عتیق (ابوبکر) کو اور امیہ اور ابوجہل کو رُسوا کرے، وہ شام یاد کرو جب اُن دونوں نے بلال کا بُرا چاہا اور اس سے نہ ڈرے جس سے ذی عقل آدمی ڈرتا ہے، انہوں نے بلال کا بُرا اس لئے چاہا کہ بلال نے خلق کے خدا کو ایک جانا اور اس نے یہ کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ میرا رب ہے، میں اس پر مطمئن ہوں تو اگر تم مجھے قتل کرو تو اس حال میں قتل کروگے کہ میں رحمان کا شریک نہیں ٹھہراتا قتل کے ڈر سے تو اے ابراہیم اور اپنے بندے یونس اور موسٰی و عیسٰی کے رب! مجھے نجات دے، پھر اسے مہلت نہ دے جو ناحق ظالمانہ آلِ غالب کی گمراہی کی آرزو کئے جاتا ہے۔

---

[1] الصواعق المحرقۃ بحوالہ ابن ابی حاتم الباب الثالث الفصل الثانی دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۹۹

[2] لباب التاویل فی معانی التنزیل (تفسیر خازن) تحت الآیۃ ۹۲/۱۷ " " " " ۴/ ۴۳۶

www.alahazratnetwork.org

هذا وقد قال البغوی فی الاتقی یعنی ابابکر الصدیق فی قول الجمیع[1]۔

اسے یاد رکھو اور امام بغوی نے الاتقی کی تفسیر میں کہا اس لفظ سے خدا کی مراد سب مفسرین کے قول کے بموجب ابوبکر صدیق ہیں۔

وقال الرازی فی مفاتیح الغیب "اجمع المفسرون منا علی ان المراد منہ ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ"[2]۔

امام رازی نے مفاتیح الغیب میں فرمایا "ہم سُنّیوں کے مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ اتقٰی سے مراد ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں"۔

ونقل ابن حجر فی الصواعق عن العلامۃ ابن الجوزی اجمعوا انہا نزلت فی ابی بکر[3]۔

صواعق میں ابن حجر نے علامہ ابن الجوزی سے نقل کیا، علماء اس پر متفق ہیں کہ یہ آیت ابوبکر کے حق میں نازل ہوئی۔

حتی بلغنی ان الطبرسی مع رفضہ لم یسغ لہ انکارہ فی تفسیرہ مجمع البیان، والفضل ماشہدت بہ الاعداء، والحمد للہ رب العٰلمین۔

یہاں تک کہ مجھے خبر پہنچی کہ طبرسی کو باوجود رفض اپنی تفسیر مجمع البیان میں اس کا انکار نہ بن پڑا اور فضل وہی ہے جس کی شہادت دشمن دیں، والحمد للہ رب العالمین۔

ثم ان الامام الفاضل فخر الدین الرازی حاول فی تفسیرہ اثبات ان الاٰیۃ لاتصلح الا للصدیق بطریق النظر والاستدلال علی ماھو دابہ رحمہ اللہ تعالٰی فقال "اعلم ان الشیعۃ باسرھم ینکرون ھذہ الروایۃ ویقولون انہا نزلت فی حق علی ابن ابی طالب علیہ السلام والدلیل علیہ قولہ تعالٰی "ویؤتون الزکوٰۃ وھم

پھر امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے اپنی عادت کے مطابق اپنی تفسیر میں عقلی استدلال و نظر کی راہ سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش فرمائی کہ آیت کا مفہوم صدیق اکبر کے سوا کسی کے لئے نہیں بنتا، تو انہوں نے فرمایا تمہیں معلوم ہو کہ تمام شیعہ اس روایت کے منکر ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ آیت علی بن ابی طالب کے حق میں اتری ہے اور اس کی دلیل اللہ کا فرمان ہے ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون یعنی وہ رکوع کی

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۹۲/۱۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/۴۶۳

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) " " المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۳۱/۲۰۵

[3] الصواعق المحرقۃ الباب الثالث الفصل الثانی دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۹۸

www.alahazratnetwork.org

راكعون"، فقوله "الاتقى الذى يؤتى
ماله يتزكى" اشارة الى ما فى تلك 33
الاٰية من قوله "يؤتون
الزكٰوة وهم راكعون" ولما
ذكر ذٰلك بعضهم فى محضرى
قلت اقيم الدلالة العقلية
علٰى ان المراد من هٰذه
الاٰية ابوبكر، وتقريرها ان
المراد من هذا الاتقى هو
افضل الخلق، فاذا كان كذٰلك
وجب ان يكون المراد هو ابوبكر،
فهاتان المقدمتان متى
صحتا صح المقصود، انما
قلنا ان المراد من هذا الاتقى
افضل الخلق لقوله تعالٰى "ان
اكرمكم عند الله اتقاكم" والاكرم
هو الافضل، فدل علٰى
ان كل من كان
اتقى وجب ان يكون الافضل،
فثبت ان الاتقى المذكور
ههنا لابد وان يكون
افضل الخلق عند الله
تعالٰى، فنقول لابد و
ان يكون المراد به ابابكر لان الامة مجمعة
علٰى ان افضل الخلق بعد رسول الله صلى الله

حالت میں زکوٰۃ دیتے ہیں تو اللہ تعالٰی کا قول "الاتقی الذی یؤتی مالہ یتزکّٰی" یعنی وہ سب سے بڑا پرہیزگار جو ستھرا ہونے کو اپنا مال دیتا ہے، اسی وصف کی طرف اشارہ ہے جو اس آیت میں مذکور ہوا یعنی اللہ کا یہ فرمانا "یؤتون الزکوٰۃ" الآیۃ اور جب ایک رافضی نے یہ بات میری مجلس میں کہی میں نے کہا میں اس پر دلیل عقلی قائم کروں گا کہ اس آیت سے مراد صرف ابوبکر ہیں اور تقریر دلیل یوں ہے کہ مراد اس بڑے پرہیزگار سے وہی ہے جو سب سے افضل ہے، تو جب معاملہ ایسا ہے تو ضروری ہے کہ اس سے مراد بس ابوبکر ہوں، تو جب یہ دونوں مقدمے صحیح ہونگے دعوٰی درست ہوگا۔ اور ہم نے یہ اسی لئے کہا کہ اس بڑے پرہیزگار سے مراد سب سے افضل ہے کہ اللہ تعالٰی کا قول ہے "اللہ کے یہاں سب سے زیادہ عزت والا وُہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہو"۔ اور اکرم ہی افضل ہے۔ تو آیت نے بتایا کہ ہر وہ شخص جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہوگا ضروری ہے کہ وہ سب سے زیادہ مرتبے والا ہو، تو ثابت ہوگیا کہ سب سے بڑا پرہیزگار جس کا یہاں (آیت میں) ذکر ہُوا ضروری ہے کہ اللہ کے یہاں سب سے افضل ہو۔ اب ہم کہتے ہیں کہ ساری اُمت اس پر متفق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد خلق سے افضل ابوبکر ہیں یا علی۔

www.alahazratnetwork.org

تعالٰی علیہ وسلم اما ابوبکر او علی؟ ولایمکن حمل هٰذه الاٰیة علٰی علی بن ابی طالب فتعین حملها علٰی ابی بکر، وانما قلنا انه لایمکن حملها علٰی علی بن ابی طالب لانه تعالٰی قال فی صفة هذا الاتقی "وما لاحد عنده من نعمة تجزٰی" وهذا الوصف لایصدق علٰی علی ابن ابی طالب لانه کان فی تربیة النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم لأنه اخذه من ابیه وکان یطعمه ویسقیه ویکسوه ویربیه، وکان الرسول صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم منعما علیه نعمة یجب جزاءها اما ابوبکر فلم یکن للنبی علیه الصلٰوة والسلام نعمة دنیویة بل ابوبکر کان ینفق علی الرسول علیه الصلٰوة والسلام بلٰی کان للرسول علیه الصلٰوة والسلام علیه نعمة الهدایة والارشاد الی الدین، الا ان هذا لایجزی لقوله تعالٰی "ما اسئلکم علیه من اجر" والمذکور ههنا لیس مطلق النعمة بل نعمة تجزی، فعلمنا ان هذه الاٰیة لا تصلح

اور یہ ممکن نہیں کہ یہ آیت علی پر محمول کی جائے تو ابوبکر کے لئے اس کا مصداق ہونا متعین ہوگیا اور ہم نے یہ اسی لئے کہا کہ آیت کو علی پر محمول کرنا ممکن نہیں کہ اللہ تعالٰی نے اس سب سے بڑے پرہیزگار کی صفت میں فرمایا ہے وما لاحد عندہ من نعمة تجزی یعنی اس پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے، اور یہ وصف علی بن ابی طالب پر صادق نہیں آتا اس لئے کہ وہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تربیت میں تھے بایں سبب کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے علی کو ان کے باپ سے لے لیا تھا اور حضور انھیں کھلاتے پلاتے، پہناتے اور پالتے تھے۔ اور حضور (رسول) صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی کے ایسے محسن ہیں کہ ان کے احسان کا بدلہ واجب ہوا۔ رہے ابوبکر، تو حضور (نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کا ان پر دنیوی احسان نہیں بلکہ ابوبکر رسول علیہ الصلٰوۃ والسلام کا خرچ اٹھاتے تھے۔ ہاں کیوں نہیں ابوبکر پر رسول علیہ الصلٰوۃ والسلام کا دین کی طرف ہدایت و ارشاد کا احسان ہے۔ مگر یہ ایسا نہیں جس کا بدلہ دیا جائے اس لئے کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا (حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے ارشاد کی حکایت کرتے ہوئے) میں تبلیغ پر تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا۔ اور یہاں مطلق احسان کا ذکر نہیں بلکہ بات اس احسان کی ہے جس کا بدلہ

www.alahazratnetwork.org

لعلی بن ابی طالب، واذا ثبت ان المراد بھذہ الآیۃ من کان افضل الخلق، وثبت ان ذلک الافضل من الامۃ اما ابوبکر اوعلی، وثبت ان الآیۃ غیر صالحۃ لعلی تعین حملھا علی ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ، وثبت دلالۃ الآیۃ ایضا علی ان ابابکر افضل الامۃ اھ[1] ملخصًا۔

قلت اما ماذکر الفاضل الامام ان علیا رضی اللہ تعالٰی عنہ کان فی تربیۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانہ اخذہ من ابیہ فقد ذکرہ محمد بن اسحٰق وابن ہشام وھذا لفظ ابن اسحٰق "حدثنی عبداللہ بن ابی نجیح عن مجاھد بن جبیر ابی الحجاج قال کان من نعمۃ اللہ تعالٰی علی علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ مما صنع اللہ تعالٰی لہ واراد بہ من الخیر ان قریشا اصابتھم ازمۃ شدیدۃ وکان ابوطالب ذاعیال کثیر فقال

دیا جائے تو ہم نے جان لیا کہ آیت کا یہ معنی علی بن ابی طالب کے لئے نہیں بنتا، اور جب یہ ثابت ہے کہ مراد اس آیت کی وہی ہے جو افضل خلق ہے اور یہ ثابت ہے امت میں سب سے افضل یا ابوبکر ہیں یا علی، اور یہ ثابت ہوچکا ہے کہ مفہوم آیت علی کے شایاں نہیں اس کا مصداق ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے متعین ہوگیا اور آیت کی دلالت اس پر بھی ثابت ہوگئی کہ ابوبکر ساری اُمت سے افضل ہیں اھ ملخصًا۔

میں کہتا ہوں کہ رہی یہ بات جو فاضل امام (فخرالدین رازی علیہ الرحمہ) نے فرمائی کہ علی رضی اللہ تعالٰی عنہ حضور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تربیت میں تھے اور آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُنھیں ان کے والد سے لیا تھا تو اس کا ذکر محمد ابن اسحٰق و ابن ہشام نے کیا ہے اور محمد بن اسحٰق کے الفاظ یوں ہیں، مجھ سے عبداللہ بن ابی نجیح نے حدیث بیان کی اُنھوں نے روایت کی مجاہد بن جبیر ابی الحجاج سے انھوں نے فرمایا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ پر اللہ تعالٰی کے احسان کے قبیل سے وہ ہے جو اللہ تعالٰی نے ان کے ساتھ کیا اور ان کی بھلائی کا ارادہ فرمایا وہ یہ کہ قریش پر سخت تنگی پڑی اور ابوطالب کی اولاد بہت تھی اس لئے رسول اللہ

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۹۲/۱۷ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۳۱/۲۰۵ و ۲۰۶

www.alahazratnetwork.org

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم للعباس عمہ وکان من ایسر بنی ہاشم یا عباس ان اخاک اباطالب کثیر العیال وقد اصاب الناس ما تری من ھذہ الازمۃ فانطلق بنا الیہ ، فلنخفف عنہ من عیالہ آخذ من بنیہ رجلا وتأخذ انت رجلاً ، فنکلھما عنہ قال العباس نعم فانطلقا حتی اتیا الی ابی طالب فقالا لہ انا نرید ان نخفف عنک من عیالک حتی ینکشف عن الناس ما ھم فیہ، فقال لہما ابوطالب اذا ترکتما لی عقیلاً فاصنعا ماشئتما، فاخذ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علیا فضمہ الیہ واخذ العباس جعفرا فضمہ الیہ فلم یزل علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی بعثہ اللہ تبارک وتعالیٰ نبیا فاتبعہ علی وآمن بہ علی وصدقہ ولم یزل جعفر عند العباس حتی اسلم و استغنی عنہ[1] انتھی۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے چچا عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فرمایا اور وہ بنی ہاشم کے بڑے مالداروں میں سے تھے ، اے عباس! آپ کے بھائی ابوطالب کی اولاد بہت ہے اور لوگوں پر جو سختی پڑی ہے وہ آپ دیکھ رہے ہیں تو ہمارے ساتھ ابوطالب کے یہاں چلئے کہ ہم ان کی اولاد کا بوجھ کم کریں ان کے بیٹوں سے ایک آدمی میں لے لوں اور ایک آدمی آپ لے لیں تو ہم دونوں ان کی کفالت کریں ، حضرت عباس نے عرض کی : جی ہاں ۔ تو دونوں حضرات چل کر ابوطالب کے پاس تشریف لائے تو ان سے کہا : ہم چاہتے ہیں کہ جب تک لوگوں کی مصیبت (جس میں وہ مبتلا ہیں) دور ہو آپ سے آپ کی اولاد کا بوجھ کم کر دیں ۔ تو ابوطالب ان سے بولے : اگر تم میرے لئے عقیل کو چھوڑ دو تو تم جو چاہو کرو ۔ تو رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علی کو لے کر اپنے سینے سے لگایا اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جعفر کو لیا اور چمٹالیا ۔ تو علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ رہے یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے سرکار کو نبی مبعوث فرمایا تو حضرت علی ان پر ایمان لائے اور ان کو سچا مانا اور جعفر عباس کے پاس رہے یہاں تک کہ اسلام لاکر ان سے بے نیاز ہوگئے اھ ۔

---

[1] السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ذکر ان علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ دار ابن کثیر بیروت الجزء الاول الثانی ص ۲۴۶

www.alahazratnetwork.org

قلت وتمام النعمة الکبرٰی
بتزویج البتول الزهراء صلوات الله
علیٰ ابیها الکریم وعلیها واما ما ذکر من
ان ابابکر کان ینفق علیٰ رسول الله صلی
الله تعالیٰ علیه وسلم فهذا اوضح و
اظهر عند من له خبرة بالاحادیث
والسیر۔ اخرج الامام احمد والبخاری
عن ابن عباس عن النبی صلی الله
تعالیٰ علیه وسلم قال، انه
لیس من الناس احدٌ اَمَنَّ علیّ
فی نفسه وماله من ابی بکر
بن ابی قحافة ولو کنت متخذا
من الناس خلیلاً لا اتخذت
ابابکر خلیلاً ولکن خُلّة الاسلام
افضل، سُدّوا عنّی کل خوخة
فی هٰذا المسجد غیر خوخة ابی بکر"[۱]
واخرج الترمذی عن ابی هریرة عن
النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم
ما لاحد عندنا ید الا وقد کافیناه
ما خلا ابابکر فان له عندنا
یدا یکافیه الله بها یوم القیٰمة
وما نفعنی مال احد قط ما نفعنی

میں کہتا ہوں اور نعمت کبرٰی کی تکمیل
بتول زہرا (فاطمہ) صلوات اللہ علیٰ ابیہا الکریم و
علیہا سے شادی ہوکر ہوئی۔ اور یہ جو ذکر کیا کہ
حضرت ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کا خرچ اٹھاتے تھے۔ تو یہ اس کے نزدیک
جس کو احادیث وکتب سیرت سے واقفیت
ہے بہت واضح اور خوب ظاہر ہے۔ امام احمد و
بخاری نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے انہوں
نے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے
روایت کیا کہ حضور نے فرمایا: "لوگوں میں سے
کوئی شخص نہیں جس کا اپنے جان و مال میں مجھ
پر زیادہ احسان ہو سوا ابوبکر بن ابی قحافہ کے،
اگر میں لوگوں میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو
خلیل بناتا، لیکن اسلامی خلت اور محبت
افضل ہے، اس مسجد میں ابوبکر کے دروازہ
کے سوا سب دروازے بند کردو" اور
ترمذی نے (اپنی سند سے) ابوہریرہ (رضی اللہ
عنہ) سے حدیث ذکر کی وہ نبی صلے اللہ تعالےٰ
علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں (کہ سرکار
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا): "ہر شخص کے
احسان کا بدلہ ہم نے اُسے دے دیا سوائے
ابوبکر کے کہ ان کا ہم پر وہ احسان ہے جس کا

---

[۱] صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب الخوخۃ والممر فی المسجد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۶۷
مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۷۰

www.alahazratnetwork.org

مال ابی بکر ولو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابا بکر خلیلا الا وان صاحبکم (ای محمدا صلی اﷲ تعالٰی علیہ وسلم) خلیل اﷲ[1]" واخرج ایضاً عن علی رضی اﷲ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اﷲ تعالٰی علیہ وسلم: رحم اﷲ تعالٰی ابا بکر زوجنی ابنتہ وحملنی الٰی دار الھجرۃ و اعتق بلالا من مالہ[2]"

بدلہ انھیں اﷲ تعالٰی قیامت کے دن دے گا، اور مجھے کسی کے مال نے وہ فائدہ نہ دیا جو فائدہ مجھے ابوبکر کے مال نے دیا، اور اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ضرور ابوبکر کو دوست بناتا، اور خبردار تمھارے صاحب (محمد صلی اﷲ تعالٰی علیہ وسلم) اﷲ تعالٰی کے دوست ہیں۔" اور ترمذی نے علی رضی اﷲ تعالٰی عنہ سے بھی حدیث ذکر کی انھوں نے نبی صلی اﷲ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت فرمائی: "اﷲ ابوبکر پر رحمت کرے مجھ سے اپنی بیٹی کا عقد کیا اور مجھے دار الہجرۃ (مدینہ) میں لائے اور اپنے مال سے بلال (رضی اﷲ تعالٰی عنہ) کو خرید کر آزاد کیا۔"

واخرج الامام احمد و ابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اﷲ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اﷲ تعالٰی علیہ وسلم: مانفعنی مال قط مانفعنی مال ابی بکر، فبکی ابوبکر وقال ھل انا ومالی الا لک یا رسول اﷲ[3]"

اور امام احمد و ابن ماجہ نے ابوہریرہ رضی اﷲ تعالٰی عنہ سے نبی صلی اﷲ تعالٰی علیہ وسلم کی یہ حدیث روایت کی: "مجھے کبھی کسی کے مال نے وہ فائدہ نہ دیا جو ابوبکر کے مال نے مجھے دیا، تو ابوبکر رو دیے اور عرض کی: یا رسول اﷲ! میں اور میرا مال آپ ہی کا تو ہے۔"

واخرج الطبرانی عن ابن عباس

اور طبرانی نے ابن عباس رضی اﷲ تعالٰی

---

[1] جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب ابی بکر الصدیق رضی اﷲ عنہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰۷

[2] " " " " علی رضی اﷲ عنہ " " ۲/ ۲۱۳

[3] سنن ابن ماجہ باب فضل ابی بکر الصدیق رضی اﷲ عنہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰

مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ رضی اﷲ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۵۳

www.alahazratnetwork.org

رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ما احد اعظم عندی یدًا من ابی بکر واسانی بنفسہ ومالہ وانکحنی ابنتہ[1]

واخرج ابو یعلٰی من حدیث ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا مرفوعًا مثل حدیث ابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ، قال ابن حجر قال ابن کثیر وروی ایضًا من حدیث علی وابن عباس وجابر بن عبد اللہ و ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہم واخرجہ الخطیب عن ابن المسیب مرسلًا وزاد وکان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقضی فی مال أبی بکر کما یقضی فی مال نفسہ۔ واخرج ابن عساکر من طرق عن عائشۃ وعروۃ ان ابابکر اسلم یوم اسلم لہ اربعون الف دینار وفی لفظ اربعون الف درھم فانفقھا علٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2] اھ۔

قلت ومروی ایضا من حدیث سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ

عنہما سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے یوں حدیث روایت کی: "مجھ پر ابوبکر سے بڑھ کر کسی کا احسان نہیں اس نے اپنی جان و مال سے میرا ساتھ دیا اور مجھ سے اپنی بیٹی کا نکاح کیا۔"

اور ابویعلٰی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی حدیث مرفوع حدیث ابن ماجہ بروایت ابوہریرہ کے مثل (یعنی انھیں الفاظ سے) روایت کی۔ ابن حجر نے فرمایا کہ ابن کثیر کا قول ہے کہ یہ حدیث علی وابن عباس وجابر بن عبداللہ و ابوسعید خدری سے بھی مروی ہے اور خطیب نے اسے ابن المسیب سے مرسل روایت کیا اور اتنا زیادہ کیا، "اور آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابوبکر کے مال سے اپنا قرض ادا فرماتے جس طرح اپنے مال سے ادا فرماتے۔" اور ابن عساکر نے متعدد سندوں سے حضرات عائشہ وعروہ سے روایت کیا ہے کہ ابوبکر جس دن اسلام لائے ان کے پاس چالیس ہزار دینار تھے، اور ایک روایت میں ہے چالیس ہزار درہم تھے، تو ابوبکر نے انھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اٹھا دیا اھ۔

میں کہتا ہوں یہ حدیث سیدنا انس بن مالک سے بھی مروی ہے جیسا کہ امام عدی نے

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۱۴۶۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/۱۹۱

[2] الصواعق المحرقۃ الباب الثانی الفصل الثانی دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۱۱۲

www.alahazratnetwork.org

كما اخرجه الامام ابن عدی فی الكامل
انبأنا المولی الثقة الحجة مفتی
الحنفية بمكة المحمية امام الفقهاء و
المحدثين سيدی واستاذی مولانا عبد الرحمٰن
بن عبد الله بن عبد الرحمٰن السراج عن
جمال العلماء السلف الخير فی منصب الافتاء
مولانا جمال بن عبد الله بن عمر المكی عن
خاتمة الحفاظ والمحدثين مولانا محمد
عابد بن الشيخ احمد علی السندی ثم
الزبيدی ثم المدنی عن المولی محمد صالح
الفلانی العمری عن الشيخ محمد بن السنة
الفلانی الفاروقی عن مولای السيد
الشريف محمد بن عبد الله عن الفاضل
المحدث سيدی علی الاجهوری عن الامام
شمس الدين الرملی عن شيخ الاسلام
زين الدين زكريا الانصاری عن علامة
الوری جبل الحفظ شهاب الدين ابی الفضل
احمد بن حجر العسقلانی عن ابی علی محمد بن
احمد المهدوی عن يونس بن ابی اسحٰق عن
ابی الحسن علی بن المقير انا ابو الكريم
الشهرزوری انا اسمٰعيل بن مسعدة
الجرجانی انا ابو القاسم حمزة بن
يوسف السهمی الجرجانی وابو عمرو
عبد الرحمٰن بن محمد الفارسی
انا ابو احمد عبد الله بن عدی الجرجانی

کامل میں اپنی سند سے روایت کیا ہے (سند
حدیث مذکور) ہمیں خبر دی مولٰی ثقہ حجۃ مفتی حنفیہ
بمکہ محمیہ پیشوائے فقہاء و محدثین سیدی واستاذی
عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن سراج نے انھوں
نے جمال علماء سلف خیر فی منصب الافتاء
(یعنی منصب افتاء میں مفتیوں کے لئے اچھے
پیشرو) مولانا جمال بن عبداللہ بن عمر مکی سے
روایت کی انھوں نے خاتمۃ الحفاظ والمحدثین
مولانا محمد عابد بن شیخ احمد علی سندی ثم زبیدی
ثم مدنی سے روایت کی انھوں نے مولٰی محمد صالح
فلانی عمری سے اُنھوں نے شیخ محمد بن السنۃ
فلانی فاروقی سے انھوں نے مولائی سید
شریف محمد بن عبداللہ سے انھوں نے فاضل محدث
سیدی علی اجھوری سے انھوں نے امام
شمس الدین رملی انھوں نے شیخ الاسلام
زین الدین زکریا انصاری سے انھوں نے علامۂ
عالم کوہِ حفظ شہاب الدین ابوالفضل احمد بن
حجر عسقلانی سے انھوں نے ابوعلی محمد بن احمد
مہدوی سے انھوں نے یونس بن اسحاق سے
انھوں نے ابوالحسن علی بن مقیر سے انھوں نے
کہا ہمیں خبر دی ابوکریم شہرزوری نے ہمیں خبر
دی اسمٰعیل بن مسعدہ بن جرجانی نے ہمیں
خبر دی ابوالقاسم حمزہ بن یوسف سہمی
جرجانی اور ابوعمرو عبدالرحمٰن بن محمد الفارسی نے
ہمیں خبر دی ابواحمد عبداللہ بن عدی جرجانی

www.alahazratnetwork.org

نا الحسین بن عبد الغفار الازدی نا سعید ابن کثیر بن عفیر نا الفضل بن مختار عن ابان عن انس قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لابی بکر ما اطیب مالک منہ بلال مؤذنی و ناقتی التی ھاجرت علیھا و زوجتنی ابنتک و واسیتنی بنفسک و مالک کانی انظر الیک علی باب الجنۃ تشفع لامتی۔[1]

نے ہم سے حدیث بیان کی حسین بن عبدالغفار ازدی نے ہم سے حدیث بیان کی سعید بن کثیر بن عفیر نے ہم سے حدیث بیان کی فضل بن مختار نے ابان سے انھوں نے روایت کی انس سے انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ابوبکر سے فرمایا، تمھارا مال کتنا ستھرا ہے اسی سے میرا مؤذن بلال ہے اور میری اونٹنی ہے جس پر میں نے ہجرت کی اور تم نے اپنی دختر میرے نکاح میں دی اور اپنی جان و مال سے میری مدد کی گویا میں تمھیں دیکھ رہا ہوں جنت کے دروازہ پر کھڑے ہو میری امت کیلئے شفاعت کررہے ہو۔

ھذا وقد استقصینا الکلام علی ھذین الفصلین الذین اشار الیھما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی تلک الاحادیث اعنی مواساۃ الصدیق للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بنفسہ ومالہ فصلین من الباب الثانی من کتابنا الکبیر فی التفضیل علی غایۃ التحقیق والتفصیل فارجع الیہ ان احببت۔ ھذا تقریر ما ذکر الفاضل الرازی وقد اوردہ الامام ابن حجر ایضا فی الصواعق

یہ تو ہوا اور ہم نے ان دونوں فصلوں پر (یعنی صدیق کا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مدد جان و مال سے کرنا) جن کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث میں اشارہ فرمایا۔ کامل گفتگو اپنی کتاب کبیر جو باب تفضیل میں ہے کے باب دوم کی دو فصلوں میں نہایت تحقیق و تفصیل کے ساتھ کی ہے اس کا مطالعہ کرلو اگر چاہو، یہ کلام اس کلام کی تائید ہے جو فاضل رازی نے ذکر کیا اور امام رازی کا یہ کلام امام ابن حجر نے صواعق محرقہ میں بھی لائے

---

[1] الکامل لابن عدی ترجمہ ابان بن ابی عیاش دار الفکر بیروت ۱/ ۳۷۵
الکامل لابن عدی ترجمہ الفضل بن مختار البصری " " " ۶/ ۲۰۴۱

وارتضاه۔

قلت ولمناقش ان يناقش فيه باربعة وجوه ينتظمها وجهان الاول انا لانسلم أن ابابكر لم يكن عليه لأحد نعمة تجزى فان من اعظم المنعمين على الانسان والديه قال تعالٰى، "ان اشكرلى ولوالديك[1]" ومعلوم ان لاشكر الا بمقابلة النعمة و نعم الوالدين من النعم الدنيوية التى تجرى فيها المجازاة دون الدينية التى قال الله تعالٰى فيها "قل ما اسئلكم عليه من اجر[2]" "ان اجرى الا على رب العلمين[3]" على انا نعتقد أن النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم قد تمت له خلافة الله العظمٰى ونيابته الكبرٰى فيده الكريمة عُليا وأيدى العلمين سفلى جعل سبحنه و تعالٰى خزائن رحمته و نعمه وموائد جوده وكرمه طوع يديه، و مفوضة اليه صلى الله تعالٰى عليه وسلم ينفق

اور اسے پسند فرمایا۔

میں کہتا ہوں کسی کو مجال ہے کہ اس میں چار وجہ سے بحث کرے جن کو دو وجہیں گھیرے ہیں پہلی وجہ یہ کہ ہمیں تسلیم نہیں کہ ابوبکر پر کسی کا ایسا احسان نہ تھا جس کا بدلہ دیا جائے اس لئے کہ انسان پر بڑے محسنوں میں اسکے ماں باپ ہیں۔ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: "حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا"۔ اور یہ معلوم ہے کہ شکر نعمت کے مقابل ہی ہوتا ہے اور والدین کے احسانات ان دنیوی احسانات سے ہیں جن میں بدلہ دینا جاری ہے اور دینی احسانات نہیں ہیں جن کی بابت اللہ کا فرمان ہے (حضور اکرم نے فرمایا) "میں تم سے اس پر کچھ اُجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو جہانوں کے پروردگار پر ہے۔" اس کے علاوہ ہمارا عقیدہ ہے کہ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالٰی کی خلافتِ عظمٰی اور نیابتِ کبرٰی کامل ہوچکی تو ان کا دستِ کرم بالا اور سب جہانوں کے ہاتھ پست، اللہ تعالٰی نے اپنی رحمت اور کل نعمت کے خزانے اور اپنے فیض و کرم کے خوان ان کے ہاتھوں کے مطیع کر دیئے، اور یہ سب انھیں سونپ دیا جسے چاہیں خرچ کریں

---

[1] القرآن الکریم ۳۱/۱۴
[2] القرآن الکریم ۲۵/۵۷ و ۳۸/۸۶
[3] " " ۲۶/۱۰۹ و ۱۲۷ و ۱۴۵ و ۱۶۴ و ۱۸۰۔

www.alahazratnetwork.org

كيف يشاء وهو خزانة السر وموضع نفوذ الامر فلا تنال بركة الا منه ولا ينقل خير الا عنه كما قال صلى الله تعالٰى عليه وسلم انما انا قاسم والله المعطى[1] فهو الذى يقسم الخيرات والبركات وسائر النعماء والألاء فى الارض والسماء والملك والملكوت والاول والأخر والباطن والظاهر أيقنت بها جماهير الفضلاء العظام ومشاهير الاولياء الكرام كما حققته فى رسالتى الملقبة بسلطنة المصطفٰى صلى الله تعالٰى عليه وسلم وفيها من المباحث الفائقة والمدارك الشائقة ما تقر به الاعين وتلذ به الأذان وتنشرح به الصدور والحمد لله رب العٰلمين فاذن ما كان لابى بكر وغيره من مال وبلوغ أمال الا بعطاء النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم فلم تنحصر النعم النبوية على صاحبها الصلوٰة والتحية فى النعم الدينية التى لا تجزى فكما أن عليا لم يصلح موردا للأية فكذلك ابوبكر سواء بسواء۔

اور وہ رازِ الٰہی کا خزانہ اور اس کے حکم کی جائے نفاذ ہیں تو برکت انھیں سے ملتی ہے اور خیر انھیں سے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: "میں تو بانٹتا ہوں اور اللہ دیتا ہے۔" تو وہی خیرات و برکات اور ساری نعمتیں آسمان و زمین و ملک و ملکوت اول و آخر باطن و ظاہر میں بانٹتے ہیں اس پر فضلاء عظام اور مشہور اولیائے کرام کے جمہور کا یقین ہے جیسا کہ میں نے اپنے رسالہ سلطنۃ المصطفٰی میں تحقیق کی اس میں کچھ ایسے مباحث فاضلہ اور پسندیدہ دلائل ہیں کہ ان سے آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں اور کان لطف اندوز ہوتے ہیں اور سینے کھلتے ہیں، تو جب یہ بات ہے (کہ ساری برکت و نعمت مصطفٰی علیہ التحیۃ والثناء کے سبب ہے) تو ابوبکر کو جو کچھ مال و منال حاصل ہوا وہ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عطا سے ہی حاصل ہوا لہٰذا نبوی احسانات علٰی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ ان دینی احسانات میں منحصر نہیں جن کا بدلہ نہیں دیا جاتا تو جس طرح علی (رضی اللہ تعالٰی عنہ) آیت کے مصداق نہ ٹھہرے اسی طرح ابوبکر بھی یکساں طور پر آیت کے مصداق نہیں۔

اقول والجواب عنه امّا اٰولاً فلانه

میں کہتا ہوں اس اعتراض کا جواب اول

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب من یرد اللہ خیرا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶
" " کتاب الجہاد باب قول اللہ تعالٰی فان قد مرا الخ " " " ۱/۴۳۹
" " کتاب الاعتصام باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاتزال طائفۃ من امتی " ۲/۱۰۸۷

www.alahazratnetwork.org

ان صح ما ذکرتم لتعطلت الاٰیۃ راسا ولم یوجد لھا مصداق ابدًا اذ لیس فی الصحابۃ من لم یلدہ ابواہ او لم ینعم علیہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی دینہ و دنیاہ۔

تو یہ ہے کہ اگر یہ صحیح ہو جو آپ نے ذکر کیا تو آیت بجرے سے معطل ہو جائے گی اور کبھی اس کا کوئی مصداق نہ پایا جائے گا اس لئے کہ صحابہ میں کوئی ایسا نہیں جو اپنے ماں باپ سے پیدا نہ ہو یا اس پر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دین و دنیا کا کوئی احسان نہ فرمایا ہو۔

واما ثانیا وھو الحل فلان نعم الدنیا لیست کلھا مما تجزی اذ المجازاۃ ھو المکافأت وحاصل نعمۃ الوالدین ان اللہ سبحٰنہ وتعالٰی جعلھما سببا لایجادہ وخروجہ من ظلمۃ العدم الی نور التکون، وبھما جعلہ بشرا حیینا بعد ان کان ماء مھینا وھذا مما لایمکن ان یجازی اذ لیس فی وسع احد ان یحیی ابویہ او یکونھما بعد ان لم یکونا ولذٰلک قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایجزی ولد والدہ الا ان یجدہ مملوکا فیشتریہ فیعتقہ[1] اخرجہ مسلم وابوداؤد۔

اور جواب دوم اور وہی حل ہے یہ کہ دنیا کے سب احسان ایسے نہیں جن کا بدلہ دیا جاتا ہو اس لئے کہ احسان کا بدلہ یہ ہے کہ احسان کے مساوی اس کی جزا دے، اور والدین کے احسان کا حاصل یہ ہے کہ اللہ سبحٰنہ وتعالٰی نے انھیں بچے کی ایجاد اور عدم کی ظلمت سے نورِ ہستی میں آنے کا سبب بنایا ہے اور ان کے سبب سے اس کے بعد کہ وہ بے قیمت پانی تھا خوبصورت انسان بنایا، اور یہ احسان کا بدلہ نہیں ہوسکتا، یوں کہ کسی کی مجال نہیں کہ وہ اپنے والدین کو زندہ کردے، یا عدم کے بعد انھیں موجود کردے۔ اسی لئے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "کوئی بچہ اپنے ماں باپ کا بدلہ نہیں چکا سکتا مگر یہ کہ اُسے غلام پائے تو اسے خرید کر آزاد کردے۔" یہ حدیث مسلم وابوداؤد

---

[1] صحیح مسلم کتاب العتق باب فضل عتق الوالد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۹۵
سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی برالوالدین آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۴۳

www.alahazratnetwork.org

والترمذی[1] ونسائی وابن ماجة
فاشار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الٰی
بعض المجازاة علٰی حسب
مایدخل تحت الامکان فان الرق
موت حکما اذ بہ تتعطل الاھلیة
ویلتحق الانسان العاقل البالغ
بالبھائم فالعتق کانہ احیاء لہ و
اخراج من ظلمة البھیمیة الٰی نور
الانسانیة فعن ھٰذا عد اداء لبعض
حقوقھما وکذٰلک النعم النبویة
علٰی صاحبہا الصلٰوة والتحیة علٰی
حسب ماقررنا علیک لیست مما تجزی
وتجری فیہ ذالک بوجہ لانہ صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم فی ذٰلک المقام
الرفیع والمنصب البدیع انما یتصرف
علٰی خلافة الملک المقتدر تبارک و
تعالٰی ونعم الملک لاتجزی فان الاحسان
لایجازی الا بالاحسان کما نطق بہ القرآن
العظیم ومایجازی بہ العبد لابد وان
یکون ایضا من عطایاہ صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم فکان مکافأت عطائہ

وترمذی ونسائی وابن ماجہ نے اپنی سندوں سے
روایت کی تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تھوڑے
بدلہ کی طرف (جو موافق مقدور بشر ہو) اشارہ
فرمایا اس لئے کہ غلامی موت کے حکم میں ہے اس
وجہ سے کہ اس کے سبب آدمی کی اہلیت معطل
ہوجاتی ہے اور عاقل بالغ انسان جانوروں کے مثل ہوجاتا ہے
لہذا اسے آزاد کرنا گویا اسکو زندہ کرنا اور بہیمیت کی تاریکی
سے انسانیت کی روشنی میں لے آنا ہے اسی لئے ماں
باپ کو آزاد کرنا ان کے بعض حقوق کی ادائیگی میں
شمار ہوا، اسی طرح نبوی احسانات علٰی صاحبہا
الصلٰوۃ والتحیۃ جیسا کہ ہم نے تمہارے لئے ثابت
کیا ایسے نہیں جن کا بدلہ دیا جائے اور ان میں یہ
معاملہ جاری ہو کہ یہ اس احسان کا بدلہ ہے اس
لئے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو اس
مقام رفیع اور اس منصب بے نظیر میں بادشاہ
قادر تبارک وتعالٰی کی خلافت پر فائز ہوکر متصرف
ہیں اور بادشاہ کی نعمتوں کا بدلہ نہیں ہوتا،
اس لئے کہ بدلہ بغیر احسان کے نہیں ہوتا، جیسا
کہ اس پر قرآن عظیم ناطق ہے، اور بندہ احسان کا
جو بدلہ دے گا لامحالہ وہ بھی سرکار علیہ الصلٰوۃ و
السلام کی عطا سے ہوگا تو سرکار کی عطا کی مکافات

---

[1] جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی حق الوالدین امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۳
سنن ابن ماجۃ ابواب الادب باب بر الوالدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۸
مشکوٰۃ المصابیح کتاب العتق باب اعتاق العبد المشترک الفصل الاول قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۲۹۴

www.alahazratnetwork.org

بعطائه وھو غیر معقول، وعن ھذا نعتقد ان اداء شکر اللہ سبحٰنہ وتعالٰی بمعنی فراغ الذمۃ منہ محال عقلاً اذ الشکر نعمۃ اخری فلیشکرھا حتی یخرج عن عہدتہ ویتسلسل الٰی مالا یتناھی، فثبت ان الدلیل لاغبار علیہ من ھذا الوجہ۔

الثانی ان المقدمۃ القائلۃ ان الامۃ مجمعۃ علی ان افضل الخلق بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اما ابوبکر او علی رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

مدخول فیہا اذ ھناک فرقتان اخریان تدعی احدٰھما تفضیل سیدنا الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ علٰی جمیع الامۃ، ومستندھا ما یروٰی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، انہ قال ما طلعت الشمس علی رجل خیر من عمر[1] وعنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، لوکان بعدی نبی لکان عمر بن خطاب[2]۔

وعنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ تعالٰی باھی باھل عرفۃ عامۃ وباھی لعمر خاصۃ[3]۔

سرکاری عطا سے ہوگی، اور یہ معقول نہیں، یہیں سے ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ سبحٰنہ وتعالٰی کا شکر بہ معنی برارت ذمہ از شکر عقلاً محال ہے اس لئے کہ شکر نعمت دیگر ہے تو بندہ اس دوسری نعمت کا شکر کرے کہ عہدہ برآ ہو اور یہ سلسلہ شکر کا نہایت کو نہ پہنچے تو ثابت ہوا کہ دلیل اس وجہ سے بے غبار ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ مقدمہ جس کا مضمون یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے بعد افضل یا ابوبکر ہیں یا علی رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ اس پر اجماع امت ہے۔

اس پر اعتراض کو مجال ہے اس لئے کہ یہاں دو فرقے اور ہیں، ان میں کا ایک دعوٰی کرتا ہے کہ سیدنا فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ ساری اُمت سے افضل ہیں، اور اسکی دلیل وہ حدیث ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ، "حضرت عمر سے بہتر کسی آدمی پر سورج طلوع نہیں ہوا۔" اور آپ سے مروی ہے کہ "اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر نبی ہوتے۔"

اور حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے روایت ہے کہ "اللہ تعالٰی نے عرفات میں جمع ہونے والوں پر عام طور سے فخر فرمایا اور عمر سے خاص طور

---

[1] کنز العمال حدیث ۳۲۷۳۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۷۷

[2] جامع الترمذی ابواب المناقب باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰۹

[3] کنز العمال حدیث ۳۲۷۲۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۷۵

" " ۳۵۸۵۸ " " " ۱۲/ ۵۹۶

www.alahazratnetwork.org

وان کان الاستدلال بہا و بامثالہا لا یقوم علی ساق امّا روایۃً او درایۃً او معاً کاستمساک المفضلۃ بحدیث علی خیر البشر وحدیث الطیر وحدیث الاستخلاف فی غزوۃ تبوک وما ضاھاھا فمنہا کذب مختلق ومنہا منکر واہ ومنہا ما لا یفیدھم شیئا وکذلک مضت سنۃ اللہ فی کل مبتدع یحتج ولا حجۃ ویجنح حیث لا محجۃ۔

سے مباہات فرمائی۔" اگرچہ اس روایت سے اور اس کے مشابہ روایتوں سے دلیل پائے ثبات پر قائم نہیں ہوتی یا بلحاظ روایت یا بلحاظ درایت یا دونوں کے لحاظ سے، جیسے تفضیلیہ کا حدیث علی خیر البشر علی سب انسانوں سے افضل ہیں اور حدیث طیر اور غزوۂ تبوک کے زمانہ میں سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علی (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کو اپنا خلیفہ مقرر فرمانے کی روایت سے تمسک کا حال ہے کہ ان میں کچھ تو نری تراشیدہ جھوٹ ہیں اور کچھ منکر واہی (راویان ثقہ کے مقابل راویان غیر ثقہ کی روایات ضعیف ہیں) اور کچھ انھیں بالکل فائدہ مند نہیں اور یونہی اللہ تعالٰی کی سنت ہر بدمذہب کے حق میں ہوئی کہ وہ استدلال کرے حالانکہ دلیل نہیں اور وہاں کا قصد کرے جہاں راستہ نہیں۔

والفرقۃ الاخری تدعی تفضیل سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما وکان ملحظہم وان لم یعطہ فہمہم قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیہ ان عم الرجل صنو ابیہ، وھو حدیث حسن اخرجہ الترمذی[1] وغیرہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ولا شک

اور دوسرا فرقہ سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما کو سب سے افضل کہتا ہے، گویا انکے مدنظر اگرچہ انکی مراد نہیں دیتا اس بارے میں حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بابت قول ہے کہ "آدمی کا چچا اس کے باپ کی مثل ہے"۔ اور یہ حدیث حسن ہے جسے ترمذی وغیرہ نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ اور کچھ شک نہیں کہ

[1] جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم العباس امین کمپنی دہلی ۲/۲۱۷

www.alahazratnetwork.org

انه رضی الله تعالٰی عنه شیخ المسلمین وسیدهم ومقدمهم وقائدهم وعز نفوسهم وتاج رؤسهم حتی الخلفاء الاربعة من هذا الوجه کما ان حضرة البتول الزهراء واخاها السید الکریم ابراهیم علی ابیهما وعلیهما الصلٰوة والتسلیم افضل الامة مطلقًا من جهة النسب والجزائیة وکرامة الجوهر والطینة۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ شیخ المسلمین ہیں اور ان کے سردار ہیں اور ان کے صدر و قائد اور اُن کی آبرو اور ان کے سروں کا تاج ہیں۔ اس وجہ سے چاروں خلفاء پر بھی انھیں فضیلت ہے۔ جیسے حضرت فاطمہ زہرا اور ان کے بھائی سیّد ابراہیم ان کے والد اور ان پر صلٰوۃ و سلام ہو۔ رُوئے نسب وجزئیت وکرامت جوہر وطینت تمام امت سے افضل ہیں۔

وبالجملة فلا یتعین احد من الشقوق الاربعة الا بابطال الثلٰثة الباقیة جمیعا فکیف قلتم ان الاٰیة لما لم تلتئم علی علی تعین ابوبکر مصداقا لها علٰی ان المسائل السمعیة لاتنال الامن قبل السمع۔

بالجملہ ان چار شقوں سے کوئی شق باقی تین وجوہ کو باطل کئے بغیر متعین نہیں ہوگی تو آپ نے کیونکر فرمایا کہ آیتِ کریمہ جب علی پر صادق نہ آئی تو ابوبکر اس کا مصداق متعین ہوگئے علاوہ اس کے مسائل سمعیہ دلیل سمعی ہی سے حاصل ہوتے ہیں۔

فالناظر المتفحص لامذهب له قبل ان ینظر فی دلیل فیظهر له سبیل فان کان تمام الدلیل موقوفا علی (التمذهب) بمذهب لزم الدور وهذا نظیر ما اجبنا به عن استدلال الائمة الشافعیة علی افتراض الترتیب فی الوضوء بدخول الفاء

تو صاحبِ نظر وجستجو کا کوئی مذہب اس سے پہلے نہیں ہوتا کہ وہ دلیل میں غور کرے تو کوئی راہ اس کو روشن ہو جائے تو اگر دلیل کا تام ہونا کسی مذہب سازی پر موقوف ہو تو دور لازم آئے گا اور یہ اس جواب کی نظیر ہے جو ہم نے ائمہ شافعیہ کی اس دلیل کے جواب میں کہا جو انھوں نے وضو میں فرضیتِ ترتیب پر آیتِ کریمہ میں وجوہ

www.alahazratnetwork.org

34 على الوجوه وعدم القائل بالفصل كما هو مذكور فى الخلافيات۔

اقول والجواب عنه ان مستندنا الاول الذى عليه المعول فى هذا الباب اجماع الصحابة والتابعين لهم باحسان رضى الله تعالٰى عنهم اجمعين كما نقله الامام الشافعى ثم البيهقى ثم اٰخرون ودلت عليه احاديث عند البخارى وغيره كما فصلته فى الكتاب واقمت الدليل الجليل على أن الاجماع تام كامل لم يثبت شذوذ منه ولا ندور وان الخلاف الذى ذكره ابو عمر بن عبدالبر فليس مما يعرج عليه او يلتفت اليه لا رواية ولا دراية وان سلمنا فالسواد الاعظم متبوع واتباع الشاذ ممنوع، وهذا القدر يكفينا للتمذهب فانتفى الدور نعم حديث الفرقتين قوى صحيح لكن لا يخل بالمقصود فان عمر وعباسا رضى الله تعالٰى عنهما لم يكونا مسلما حين نزول الاٰية كما يظهر بالرجوع الى التاريخ، فلم يقصدا بالاٰية قطعا وبه بطل الشقان الباقيان واٰل الدليل

پر دخولِ فاء اور قائل بالفصل کے معدوم ہونے سے قائم کی جیسا کہ خلافیات میں مذکور ہے۔

میں کہتا ہوں اور اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس باب میں ہماری اولین سند جس پر ہمارا اعتماد ہے جملہ صحابہ اور اچھے طریقے پر ان کے تمام پیروان کار تابعین کا اجماع ہے جیسا کہ امام شافعی پھر بیہقی پھر دیگر ائمہ نے اسے نقل کیا اور اس پر بخاری وغیرہ کی احادیث دلالت کرتی ہیں جیسا کہ میں نے اپنی کتاب میں مفصل بیان کیا ہے اور اس امر پر میں نے دلیل جلیل قائم کی کہ اجماع تام کامل ہے اور اس سے کسی کا خلاف ثابت نہیں اور یہ کہ جو خلاف علامہ ابو عمر بن عبدالبر نے ذکر کیا نہ روایت کے لحاظ سے نہ درایت کے لحاظ سے وہ اس قابل ہے کہ نظر اس پر گزرے یا اس کی طرف مڑ کے دیکھا جائے۔ اور اگر ہم مان لیں تو سوادِ اعظم ہی کی اتباع ہوگی اور شاذ و نادر کی اتباع ممنوع ہوگی اور اتنی بات ہمیں مذہب قرار دینے کو کافی ہے تو دور نہ رہا، ہاں ان دو فرقوں کی (جو حضرت عمر و عباس کی فضیلت پاتے ہیں) حدیث قوی و صحیح ہے، لیکن مقصود میں خلل انداز نہیں اس لئے کہ عمر و عباس آیت کے نزول کے وقت مسلمان نہ تھے، جیسا کہ مطالعۂ تاریخ سے ظاہر ہے، تو یہ دونوں قطعی آیت کے مقصود ہی نہ ہوئے، اور اسی وجہ سے باقی دو شقیں باطل ہوگئیں، اور آخر کار دلیل

www.alahazratnetwork.org

الی الاحسان والاحسان والحمد للہ ولی الاحسان غایۃ الامر ان الفاضل المستدل لم یطلع علی ھٰذین القولین اولم یعتد بہما لتناھیہما فی السقوط والشذوذ علٰی اُنا بحمد اللہ بعد ما ثبت الاجماع علی ان الصدیق ھو المراد فی غنی عن ھذہ التجشمات کما لایخفٰی اذا ثبت ھذا **فنقول** وصف اللہ سبحٰنہ وتعالی الصدیق بأنہ الاتقٰی و وصف الاتقی بأنہ اکرم انتجت المقدمتان أن الصدیق اکرم عند اللہ تعالٰی والأفضل والاکرم والارفع درجۃ والاعلٰی مکانۃ کلہا الفاظ متواردۃ علٰی معنی واحد فثبت الفضل المطلق الکلی للصدیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق ھذا تقریر الدلیل بحیث یشفی العلیل ویروی الغلیل والحمد للمولی الجلیل واعلم أن ھذا الاحتجاج اطبقت علیہ کلمات العلماء سلفا وخلفا وارتضوہ وتلقوہ بالقبول تلیدا وطارفا ولاشک انہ لجدیر بذلک لکن المفضلۃ لھم کلام فیہ بثلثۃ وجوہ نذکرھا نردھا بحیث لایبقی ولا یذر بتوفیق اللہ العلی الاکبر۔

فنقول الشبہۃ الاولٰی ان من المفسرین من فسر الاتقٰی بالتقی

34

مضبوط و مستحکم رہی، اس معاملہ کی نہایت کار یہ کہ فاضل مستدل کو ان دونوں مذہبوں کا علم نہ ہوا یا اس وجہ سے کہ سقوط و ندرت میں حد کو پہنچے ہونے کی وجہ سے انھیں شمار ہی نہیں فرمایا، مزید برآں بحمد اللہ اس پر اجماع کہ صدیق ہی مراد آیت ہیں کے ثابت ہونے کے بعد ہم ان تکلفات سے بے نیاز ہیں، جیسا کہ ظاہر ہے جب یہ بات ثابت ہوچکی تو ہم کہتے ہیں اللہ تعالٰی نے صدیق کا وصف بیان فرمایا کہ وہ اتقٰی ہیں اور اتقٰی کا وصف بتایا کہ وہ اکرم ہے ان دو مقدموں نے نتیجہ دیا کہ صدیق اللہ تعالٰی کے نزدیک اکرم (سب سے افضل) ہیں اور افضل و اکرم اور ارفع درجۃ اور اعلٰی منزلۃ یہ سب الفاظ ایک ہی معنی پر صادق آتے ہیں، لہذا فضل مطلق کلی صدیق کیلئے ثابت ہے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے اور تم جان لو کہ اس استدلال پر جملہ علماء سلف و خلف کا اتفاق ہے اور سب نے اسے پسند کیا اور قبول کے ہاتھوں لیا ہے اور کوئی شک نہیں کہ یہ اس کے قابل ہے، لیکن تفضیلیہ کو اس میں تین وجوہ سے کلام ہے ہم ان وجہوں کو خدائے بزرگ و برتر کی توفیق کے سہارے ذکر کرتے ہیں اور ان کا ایسا رد کرتے جو کوئی شبہہ باقی نہ چھوڑے اور کوئی شک نہ رہے۔

ہم کہتے ہیں کہ پہلا شبہہ یہ ہے کہ بعض مفسرین نے اتقٰی کی تفسیر تقی (صفت

www.alahazratnetwork.org

كما فى المعالم والبيضاوى وغيرهما من التفاسير فسقط الاحتجاج عن اصله اقول ولاعلينا ان نمهد اولا مقدمات تعينك ان شاء الله تعالٰى فى الجواب عن هٰذا الارتياب ثم نرفع الحجاب عن وجه الصواب بتوفيق العليم الوهاب فاستمع لما يلقٰى عليك۔

المقدمة الاولٰى ما تظافرت الادلة من العقل والنقل وناهيك بهما امامين علٰى أن الالفاظ لاتصرف عن ظواهرها مالم تمس حاجة شديدة لاتندفع الابه والا لم يكن هذا تاويلا بل تغييرا وتبديلا ولو فتح باب التصرفات من دون ضرورة تلجئ لارتفع الامان عن النصوص كما لايخفٰى وهذا بغاية ظهوره اغنانا عن تجشم اقامة الدليل عليه حتى ان بعض العلماء ادرجوه فى متون العقائد وانه لحقيق به فان قصارى همم المبتدعين عن اٰخرهم انما هو صرف النصوص عن الظواهر وارتكاب تاويلات

مشبہ جس میں فضیلت دوسرے پر ملحوظ نہیں کہ صرف تقوٰی سے اتصاف ہے) سے کی جیسا کہ معالم و بیضاوی وغیرہما تفاسیر میں ہے تو استدلال (جس کی بنیاد اتقی کے اسم تفضیل ہونے پر تھی) جڑ سے اکھڑ پڑا۔ میں کہتا ہوں ہمارا کوئی حرج نہیں اس میں کہ ہم پہلے کچھ ایسے مقدمات کی تمہید اٹھائیں جو جواب میں ان شاء اللہ تعالٰی تمھاری مدد کریں پھر ہم خدائے دانا و بخشندہ کی توفیق کے سہارے چہرہ صواب سے حجاب اٹھائیں تو سنو جو تم سے کہا جائے۔

پہلا مقدمہ عقل و نقل کی بکثرت دلیلیں (اور یہ دونوں امام تمھیں کافی ہیں) اس پر متفق ہیں کہ الفاظ کو اپنے ظاہری معنٰی سے پھیرنا منع ہے جب تک کہ سخت حاجت نہ ہو جو لفظ کو ظاہری معنٰی سے پھیرے بغیر دفع نہ ہو ورنہ یہ بے ضرورت پھیرنا تاویل نہ ہوگا بلکہ تغییر و تبدیل ٹھہرے گا اور اگر بے ضرورت پھیرنے کا دروازہ کھل جائے تو نصوص شرعیہ سے امان اٹھ جائے جیسا کہ پوشیدہ نہیں اور یہ مسئلہ چونکہ نہایت ظاہر ہے اس لئے اس نے ہمیں دلیل قائم کرنے کی زحمت سے بے نیاز کر دیا۔ بعض علماء نے اسے عقائد کے متون میں رکھا، اور یہ مسئلہ اسی کا سزاوار ہے اس لئے کہ سب بدمذہبوں کی ساری کوشش یہی ہے کہ عبارات شرعیہ کو ان کے ظاہری معنٰی سے پھیر دیں اور فاسد

www.alahazratnetwork.org

فاسدة واحتمالات كاسدة واعذار بارزة فوجب علينا حسم مادتها بايجاب حمل النصوص علٰی ما يعطيه ظاهرها الا بضرورة ابدًا وهذا ظاهر جدًا۔

تاویلوں اور کھوٹے احتمالوں اور نہ چلنے والے بہانوں کے مرتکب ہوں تو ہم پر واجب ہے کہ نصوص شرعیہ کو مقامِ ضرورت کے سوا ہمیشہ ان کے ظاہری معنٰی پر رکھنا واجب بتا کر ان تاویلات کا مادہ کاٹ دیں، اور یہ بات خوب ظاہر ہے۔

المقدمة الثانية ليس كل ما يذكر فی اكثر التفاسير المتداولة واجب القبول وان لم يساعده معقول ويؤيده منقول، والوجه فی ذلك ان التفسير المرفوع وهو الذی لا محيص عن قبوله ابدًا نزر يسير جدا لا يبلغ المجموع منه جزءا او جزئين۔

دوسرا مقدمہ بہت سی متداول تفسیروں میں جو مذکور رہتا ہے وہ سب ایسا نہیں جس کا قبول کرنا ضروری ہو اگرچہ نہ کوئی دلیل عقلی اس کی معین ہو نہ کوئی دلیل شرعی اس کی مؤید ہو، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تفسیر مرفوع (جو سرکار علیہ الصلٰوۃ والسلام نے ارشاد فرمائی) وہ بہت تھوڑی ہے جس کا مجموعہ دو جز بلکہ ایک جز کو بھی نہیں پہنچتا۔

قال الامام الجوينی علم التفسير عسير يسير اما عسره فظاهر من وجوه اظهرها انه كلام متكلم لم يصل الناس الٰی مراده بالسماع منه ولا امكان للوصول اليه بخلاف الامثال والاشعار ونحوها فان الانسان يمكن علمه منه اذا تكلم بان يسمع منه او ممن سمع منه، واما القراٰن فتفسيره علی وجه القطع لا يعلم الا بان يسمع من الرسول صلی الله تعالٰی عليه وسلم وذلك متعذر الا فی

امام جوینی کا قول ہے علم تفسیر مشکل اور کم ہے، اس کا مشکل ہونا تو کئی وجوہ سے ظاہر ہے، ان میں روشن تر وجہ یہ ہے کہ وہ ایسے متکلم (عزّ جلالہ) کا کلام ہے جس کی مراد کو لوگ اس سے سُن کر نہ پہنچے اور نہ اس کی طرف رسائی کا امکان ہے بخلاف امثال و اشعار اور ان جیسی اور باتوں کے کہ انسان کو بولنے والے کی مراد معلوم ہوسکتی ہے جب وہ بولے بایں طور کہ وہ اس سے خود سُنے یا اس سے سُنے جس نے اس سے سُنا ہو۔ رہی قرآن کی قطعی طور پر تفسیر تو وہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سُنے بغیر معلوم نہ ہوگی اور وہ (جو سرکار

www.alahazratnetwork.org

أیات متعددۃ قلائلُ فالعلم بالمراد یستنبط بأمارات ودلائل، والحکمۃ فیہ ان اللّٰہ تعالٰی اراد ان یتفکر عبادہ فی کتابہ فلم یامر نبیہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم بالتنصیص علی المراد فی جمیع أیاتہ[1] اھ۔

علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا گیا) چند گنتی کی آیتوں کے ماسوا میں متعذر ہے تو مراد الٰہی کا علم اُمارات و دلائل سے مستخرج ہوتا ہے اور حکمت اس میں یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے چاہا کہ اس کے بندے اس کی کتاب میں غور و فکر کریں لہذا اپنے نبی (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کو اپنی تمام آیات کی مراد واضح طور پر بتانے کا حکم نہ دیا اھ۔

وقال الامام الزرکشی فی البرھان للناظر فی القرأن لطلب التفسیر مآخذ کثیرۃ أمھاتھا اربعۃ الأول النقل عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم وھذا ھو الطراز الاول لکن یجب الحذر من الضعیف فیہ والموضوع فانہ کثیر[2] الخ۔ قال الامام السیوطی الذی صح من ذٰلک قلیل جدا بل اصل الموضوع منہ فی غایۃ القلۃ، وکذٰلک الماثور عن الصحابۃ الکرام و التابعین لھم باحسان قلائل لھٰذہ الطوامیر الکبر والاقاویل الذاھبۃ شذر مذر فیھا الاخبر ولا اثر وانما حدثت بعدھم لما کثرت الاراء و تجاذبت الاھواء قام کل لغوی و نحوی و بیانی و کل من لہ

اور امام زرکشی نے برہان میں فرمایا جو شخص قرآن میں تفسیر کے حصول کیلئے نظر کرتا ہے اس کے لئے بہت سے مراجع ہیں جن کے اصول چار ہیں: اول وہ تفسیر جو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول ہو اور یہی پہلو نمایاں طریقہ ہے لیکن اس میں ضعیف و موضوع سے احتراز واجب ہے اس لئے کہ وہ (ضعیف و موضوع) زیادہ ہے الخ۔ اور اسی طرح وہ تفسیر جو صحابہ کرام اور ان کے تابعین نیکوکار سے منقول ہے وہ ان بڑے طوماروں اور ان اقوال کے مقابل کم ہیں جو مختلف راہوں میں چلے گئے اور ان کے لئے کوئی حدیث یا صحابی و تابعی کا قول نہیں، یہ اقوال تو صحابہ و تابعین کے بعد ظاہر ہوئے۔ جب خیالات بسیار ہوئے اور مذاہب میں

---

[1] الاتقان بحوالہ الجوینی فصل الحاجۃ الی التفسیر دار الکتاب العربی بیروت ۲/۴۳۰

[2] البرہان فی علوم القرآن فصل فی امہات مآخذ التفسیر للناظر فی القرآن دار الفکر بیروت ۲/۱۵۶

www.alahazratnetwork.org

مماسة بشیٔ من انواع علوم القرآن یفسر الکلام العزیز بما سمح به فکرہ وادعی الیه نظرہ ثم جاء الناس مهرعین و بجمع الاقوال مولعین فنقلوا ما وجدوا وقلیلا ما نقدوا فعن هذا جاءت کثرۃ الاقاویل اختلاط الصواب بالأباطیل۔

وذکر ابن تیمیة کما نقله الامام السیوطی قائلا انه نفیس جدا لذلك وجهین احدهما قوم اعتقدوا معانی، ثم ارادوا حمل الفاظ القرآن علیها۔ والثانی قوم فسروا القرآن بمجرد ما یسوغ ان یریدہ من کان من الناطقین بلغة العرب من غیر نظر الی المتکلم بالقرآن والمنزل علیه والمخاطب به، فالاولون راعوا المعنی الذی رأوہ من غیر نظر الی ما یستحقه الفاظ القرآن من الدلالة والبیان۔ والآخرون راعوا مجرد اللفظ و ما یجوز ان یرید به العربی من غیر نظر الی ما یصلح للمتکلم وسیاق الکلام۔

کشاکش ہوئی تو ہر لغوی ہر نحوی اور ہر عالم بلاغت اور ہر وہ شخص جسے علوم قرآن کی قسموں سے کسی قسم کے علم کی ممارست تھی اس کلام سے کلام عزیز کی تفسیر کرنے لگا جو اس کی سمجھ تک تھا اور جس کی طرف اس کی نظر پہنچی۔ پھر لوگ رواں دواں اقوال کو جمع کرنے کے شائق ہوئے تو جو انھوں نے پایا اُسے نقل کردیا اور تحقیق کم کی تو اسی سے اقوال کی کثرت اور حق کی ناحق سے آمیزش آئی۔

اور ابن تیمیہ نے جیسا کہ امام سیوطی نے اس کا کلام یہ کہہ کر نقل کیا کہ وہ بہت نفیس ہے اس کی دو وجہیں ذکر کیں، پہلی وجہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے کچھ معانی کو عقیدہ ٹھہرالیا، پھر انھوں نے قرآن کے الفاظ کو ان پر رکھنا چاہا۔ اور دوسری وجہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے قرآن کی تفسیر محض ان الفاظ سے کی جو کسی عربی زبان بولنے والے کی مراد ہو سکتے ہیں انھوں نے قرآن کے متکلم (باری تعالیٰ) اور جس پر اُترا اور جو اس کا مخاطب ہے کی طرف نظر نہ کی تو پہلی جماعت نے تو اس معنی کی رعایت کی جو ان کا عقیدہ تھا، انھوں نے قرآن کے الفاظ کی دلالت اور بیان جس کے وہ الفاظ سزاوار ہیں کو نظر انداز کردیا۔ اور دوسروں نے صرف لفظ اور جو عربی کی مراد ہو سکتا ہے اس کا لحاظ کیا قطع نظر اس سے کہ متکلم کے شایان کیا ہے اور سیاق کلام کیا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

ثم هٰؤلاء کثیرًا مایغلطون فی احتمال اللفظ لذلك المعنی فی اللغۃ کما یغلط فی ذٰلك الذین قبلھم کما ان الاولین کثیرا ما یغلطون فی صحۃ المعنی الذی فسروا بہ القراٰن کما یغلط فی ذٰلك الاٰخرون وان کان نظر الاولین الی المعنی اسبق ونظر الاٰخرین الی اللفظ اسبق، والاولون صنفان تارۃ یسلبون لفظ القراٰن مادل علیہ واریدبہ وتارۃ یحملونہ علٰی مالم یدل علیہ ولم یرد بہ، وفی کلا الامرین قد یکون ما قصدوا نفیہ او اثباتہ من المعنی باطلا فیکون خطأھم فی الدلیل والمدلول وقد یکون حقا فیکون خطأھم فیہ فی الدلیل لا فی المدلول (الٰی ان قال) وفی الجملۃ من عدل عن مذاھب الصحابۃ والتابعین وتفسیرھم الٰی مایخالف ذٰلك کان مخطئا فی ذٰلك بل مبتدعا لانھم کانوا اعلم بتفسیرہ ومعانیہ کما انھم اعلم بالحق الذی بعث اللہ بہ رسولہ[1] اھ ملخصًا۔

پھر یہ لوگ بسا اوقات لغت کے اعتبار سے لفظ کے اس معنی کو (جو انھوں نے مراد لئے) محتمل ہونے میں خطا کرتے ہیں جیسا کہ ان کے پہلے والے بھی یہی غلطی کرتے ہیں جس طرح یہ اگلے اسی معنی کی صحت میں غلطی کرتے ہیں جس سے انھوں نے قرآن کی تفسیر کی جیسا کہ دوسرے لوگ بھی خطا کرتے ہیں اگرچہ پہلے والوں کی نظر معنی کی طرف پہلے پہنچتی ہے اور دوسروں کی نظر لفظ کی طرف سبقت کرتی ہے، اور پہلی جماعت دو صنف ہے کبھی تو لفظِ قرآن سے اس کا مدلول و مراد چھین لیتے ہیں اور کبھی لفظ کو اس پر رکھتے ہیں جو اس کا معنی و مطلب نہیں اور دونوں باتوں میں کبھی وہ معنی جس کی نفی اثبات ان کا مقصود ہوتی ہے باطل ہوتا ہے تو ان کی خطا لفظ و معنی دونوں میں ہوتی ہے اور کبھی حق ہوتا ہے تو ان کی خطا لفظ میں ہوتی ہے نہ کہ معنی میں۔ (ابن تیمیہ نے یہاں تک کہا) مختصر یہ کہ جو صحابہ و تابعین اور ان کی تفسیر سے پھر کر ان کا خلاف اختیار کرے گا وہ اس میں برسرِ خطا ہوگا بلکہ بدمذہب ہوگا اس لئے کہ صحابہ و تابعین کو قرآن کی تفسیر اس کے مطالب کا علم سب سے زیادہ تھا، جس طرح انھیں اس حق کی جس کے ساتھ اللہ نے اپنے رسول کو بھیجا خبر سب سے زیادہ تھی اھ ملخصًا۔

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۴۴۱ و ۴۴۲

www.alahazratnetwork.org

ولذا قال الامام ابو طالب طبری فی اوائل تفسیرہ فی القول فی آداب المفسر، ویجب ان یکون اعتمادہ علی النقل عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعن اصحابہ ومن عاصرھم ویتجنب المحدثات[1] الخ۔ وقال ابن تیمیۃ ایضا کان النزاع بین الصحابۃ فی تفسیر القرآن قلیلا جدا وھو (و)ان کان بین التابعین اکثر منہ بین الصحابۃ فھو قلیل بالنسبۃ الٰی ما بعدھم[2] الخ۔ وقال السیوطی بعد ما ذکر تفاسیر القدماء "ثم الف فی التفسیر خلائق فاختصروا الاسانید ونقلوا الاقوال بترا فدخل من ھنا الدخیل والتبس الصحیح بالعلیل، ثم صار کل من یسنح لہ قول یوردہ، ومن یخطر ببالہ شیئ یعتمدہ، ثم ینقل ذٰلک عنہ من یجیئ بعدہ ظانا ان لہ اصلا غیر ملتفت الٰی تحریر ما ورد عن السلف الصالح ومن یرجع الیھم فی التفسیر حتی رأیت

اور اسی لئے امام ابو طالب طبری نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں آداب مفسر کے بیان میں فرمایا کہ ضروری ہے کہ مفسر کا اعتماد اس پر ہو جو نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین سے منقول ہے اور نئی باتوں سے بچے۔ نیز ابن تیمیہ کا قول ہے صحابہ کے درمیان قرآن کی تفسیر میں بہت کم اختلاف تھا اور تابعین میں اگرچہ اختلاف صحابہ سے زیادہ ہوا مگر ان کے بعد والوں کی بہ نسبت تھوڑا تھا" اور سیوطی علیہ الرحمہ نے قدماء کی تفسیروں کا ذکر فرما کے فرمایا: "پھر تفسیر میں بہت لوگوں نے کتابیں تصنیف کیں تو انھوں نے سندوں کو مختصر کر دیا اور نا تمام اقوال نقل کئے تو اس وجہ سے دخیل گھسا اور صحیح و غیر صحیح مخلوط ہو گئے پھر ہر شخص جس کے دل میں کوئی بات آئی اس کو ذکر کرنے لگا۔ اور جس کے فکر میں جو خطرہ گزرا وہ اس پر اعتماد کرنے لگا۔ پھر اس کے بعد جو آتا رہا وہ اس کے یہ خیالات نقل کرتا رہا اس گمان میں کہ اس کی کوئی اصل ہے، سلف صالحین اور ان لوگوں سے جو تفسیر میں مرجع ہیں جو وارد ہوا اس کی تحقیق کی طرف توجہ نہ کی یہاں تک کہ میں نے

عہ سقطت ھذہ الواو من قلم الناسخ و زدناھا فی القوسین بعد ما رأینا الاتقان فوجدناھا فیہ۔ الازہری غفرلہ

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۲۳۵
[2] " " " " " بحوالہ ابن تیمیہ " " " " ۴/ ۲۳۷

من حکی فی تفسیر قولہ تعالٰی "غیر المغضوب علیہم ولا الضالین" نحو عشرۃ اقوال[1] وتفسیرھا بالیہود والنصارٰی ھو الوارد عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وجمیع الصحابۃ والتابعین و اتباعہم حتی قال ابن ابی حاتم لا اعلم فی ذٰلک اختلافا بین المفسرین[2] (الٰی ان قال)[3] فان قلت فای التفاسیر ترشد الیہ وتامر الناظر ان یعول علیہ۔

ایسے شخص کو دیکھا جس نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کی تفسیر میں تقریباً دس قول نقل کیے حالانکہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور تمام صحابہ وتابعین وتبع تابعین سے یہی منقول ہے کہ اس سے یہود ونصارٰی مراد ہیں یہاں تک کہ ابن ابی حاتم نے فرمایا کہ مجھے مفسرین کے درمیان اس میں کسی کا اختلاف معلوم نہیں (یہاں تک انھوں نے کہا) اب اگر تم کہو تو کون سی تفسیر کی طرف آپ رہنمائی فرماتے ہیں اور ناظر کو کس پر اعتماد کا حکم دیتے ہیں۔

قلت تفسیر الامام ابی جعفر بن جریر الطبری الذی اجمع العلماء المعتبرون علی انہ لم یؤلف فی التفسیر مثلہ[2] الخ و فی المقاصد والبرھان والاتقان وغیرھا عن الامام اجل احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ قال ثلثۃ لیس لہا اصل المغازی والملاحم والتفسیر[3] اھ۔ قلت وھذا ان لم یکن جاریا علی اطلاقہ لما[عہ] یشھد بہ الواقع الا انہ

میں کہوں گا تفسیر امام ابوجعفر بن جریر طبری کی تفسیر معتمد علماء نے جس کے لئے بالاتفاق فرمایا کہ تفسیر میں اس جیسی کوئی تالیف نہیں ہوئی الخ اور مقاصد، برہان اور اتقان وغیرہ میں امام اجل احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا، تین کتابوں کی کوئی اصل نہیں، کتب سیر وغزوات وتفسیر اھ۔ میں کہتا ہوں اگرچہ یہ بات اپنے اطلاق پر جاری نہیں جیسا کہ واقعہ اس کا گواہ ہے مگر یہ بات

عہ لعلہ کما۔ الازہری غفرلہ

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثمانون فی طبقات المفسرین دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۴۷۴ و ۴۷۵

[2] " " " " " " " " " " ۲/ ۴۷۶

[3] " " النوع الثامن والسبعون " " " ۲/ ۴۳۰

www.alahazratnetwork.org

لم يقله مالم ير الخلط غالبا عليها كما لايخفى وهذا فى زمانه فكيف بما بعده وفى مجمع بحار الانوار عن رسالة ابن تيمية "وفى التفسير من هذه الموضوعات كثيرة كما يرويه الثعلبى والواحدى والزمخشرى فى فضل السور، الثعلبى فى نفسه كان ذا خير ودين لكن كان حاطب ليل ينقل ماوجد فى كتب التفسير من صحيح وضعيف وموضوع والواحدى صاحبه كان ابصر منه بالعربية لكن هو ابعد عن اتباع السلف، والبغوى تفسيره مختصر من الثعلبى لكن صان تفسيره عن الموضوع والبدع[1] اھ وفيه عن جامع البيان لمعين بن صيفى قد يذكر محى السنة البغوى فى تفسيره من المعانى والحكايات ما اتفقت كلمة المتاخرين على ضعفه بل على وضعه[2] اھ وفيه عن الامام احمد رحمة الله تعالٰى عليه انه قال فى تفسير الكلبى

یقینی ہے کہ امام احمد نے یہ بات نہ کہی جب تک ان کتابوں میں صحیح و سقیم کے خلط کا غلبہ نہ دیکھ لیا جیسا کہ ظاہر ہے اور یہ ان کے زمانہ میں تھا تو ان کے بعد کیسی حالت ہوئی ہوگی۔ اور مجمع بحار الانوار میں رسالہ ابن تیمیہ سے منقول ہے اور تفسیر میں ان موضوعات سے بہت ہے جیسے وہ حدیثیں جو ثعلبی اور واحدی اور زمخشری سورتوں کی فضیلت میں روایت کرتے ہیں اور ثعلبی اپنی صفات میں صاحب خیر و دیانت تھے، لیکن رات کے لکڑہارے کی طرح تھے کہ تفسیر کی کتابوں میں صحیح، ضعیف، موضوع جو کچھ پاتے نقل کر دیتے تھے، اور ان کے ساتھی واحدی کو عربیت میں ان سے زیادہ بصیرت تھی لیکن وہ سلف کی پیروی سے بہت دُور تھا، اور بغوی کی تفسیر ثعلبی کی تلخیص ہے، لیکن اُنھوں نے اپنی تفسیر کو موضوعات اور بدعتوں سے بچایا ہے اور اسی میں جامع البیان مصنفہ معین بن صیفی سے ہے کہ کبھی محی السنۃ بغوی اپنی تفسیر میں وہ مطالب و حکایات ذکر کرتے ہیں جسے متاخرین نے یک زبان ضعیف بلکہ موضوع کہا ہے۔ اور اسی میں امام احمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے ہے کہ انھوں نے فرمایا: تفسیر کلبی میں شروع سے

---

[1] مجمع بحار الانوار نوع فی تعیین بعض الوضاع وکتبھم مکتبہ دار الایمان مدینۃ المنورۃ ۵/۲۳۱

[2] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

www.alahazratnetwork.org

من اوله الی اٰخرہ کذب لایحل النظر فیہا[1] اھ۔

وقد عد الخلیلی فی الارشاد اجزاء قلائل من التفسیر صحت اسانیدہا وغالبہا بل کلہا لاتوجد الاٰن اللّٰھم الا نقول عنہا فی اسفار المتاخرین" قال وھذہ التفاسیر الطوال التی اسندوہا الی ابن عباس غیر مرضیۃ ورواتہا مجاھیل کتفسیر جویبر عن الضحاك عن ابن عباس[2] الخ وقال فاما ابن جریج فانہ لم یقصد الصحۃ وانما روی ما ذکر فی کل اٰیۃ من الصحیح والسقیم، وتفسیر مقاتل بن سلیمان فمقاتل فی نفسہ ضعفوہ وقد ادرك الکبار من التابعین والشافعی اشار الٰی ان تفسیرہ صالح[3] اھ قال المولی السیوطی قدس اللہ سرہ واوھی طرقہ (یعنی تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما) طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس فان انضم الٰی ذلك روایۃ محمد بن مروان السدی

آخر تک جھوٹ ہے اس کا مطالعہ حلال نہیں اھ۔

اور بیشک خلیلی نے ارشاد میں تھوڑے تفسیر کے جُز ایسے شمار کئے جن کی سندیں صحیح ہیں اور ان کا اکثر بلکہ وہ سب اب نہیں ملتا۔ الٰہی! تیری مدد ہو، مگر چند نقول ان کی متاخرین کی کتابوں میں ہیں، ابن تیمیہ نے کہا اور یہ لمبی تفسیریں جن کی نسبت لوگوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے کی ہے ناپسندیدہ ہیں اور اس کے راوی مجہول ہیں جیسے تفسیر جویبر بروایت ضحاك عن ابن عباس الخ۔ اور کہا رہے ابن جریج تو انھوں نے صحیح روایتوں کا قصد نہ کیا اُنھوں نے ہر آیت کی تفسیر میں جو کچھ صحیح وسقیم مذکور ہوا روایت کردیا۔ اور مقاتل بن سلیمان کو علماء نے فی نفسہٖ ضعیف بتایا حالانکہ اُنھوں نے اکابر تابعین سے اور امام شافعی سے ملاقات کی یہ اشارہ ہے کہ ان کی تفسیر لائق قبول ہے اھ امام سیوطی قدس سرہٗ نے فرمایا اور تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی سب سے کمزور سند کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس ہے پھر اگر اس کے ساتھ محمد بن مروان سدی صغیر کی روایت مل جائے

---

[1] مجمع بحار الانوار نوع فی تعیین لبعض الوضاع وکتبہم مکتبہ دار الایمان مدینۃ المنورۃ ۵/۲۳۰

[2] الاتقان فی علوم القرآن بحوالہ الخلیلی النوع الثمانون دار الکتاب العربی بیروت ۲/۴۷۰

[3] " " " " " " " " " " " ۲/۴۷۱

www.alahazratnetwork.org

الصغیر فھی سلسلۃ الکذب وکثیرا ما یخرج منہا الثعلبی والواحدی، ولکن قال ابن عدی فی الکامل للکلبی احادیث صالحۃ وخاصۃ عن ابی صالح وھو معروف بالتفسیر ولیس لاحد تفسیر اطول منہ ولا اشبع، وبعدہ مقاتل بن سلیمان الا ان الکلبی یفضل علیہ لما فی مقاتل من المذاھب الردیئۃ وطریق الضحاک بن مزاحم عن ابن عباس منقطعۃ فان الضحاک لم یلقہ فان انضم الی ذلک روایۃ بشر بن عمارۃ عن ابی روق عنہ فضعیفۃ لضعف بشر، وقد اخرج من ھذہ النسخۃ کثیرا ابن جریر وابن ابی حاتم وان کان من روایۃ جویبر عن الضحاک فاشد ضعفا لان جویبرا شدید الضعف متروک[1] الخ قال ورأیت عن فضائل الامام الشافعی لابی عبداللہ محمد بن احمد بن شاکر القطان انہ اخرج بسندہ من طریق بن عبدالحکم قال سمعت الشافعی یقول لم یثبت عن ابن عباس فی التفسیر الاشبیہ

تو یہ جھوٹ کا سلسلہ ہے، اور ایسا بہت ہوتا ہے کہ ثعلبی اور واحدی اس سلسلہ سے روایت کرتے ہیں۔ لیکن ابن عدی نے کامل میں فرمایا کلبی کی احادیث قابلِ قبول ہیں اور خصوصاً ابوصالح کی روایت سے اور وُہ تفسیر کے سبب معروف ہیں اور کسی کی تفسیر ان سے زیادہ طویل اور بھرپور نہیں، اور ان کے بعد مقاتل بن سلیمان ہیں، مگر کلبی کو ان پر اس لئے فضیلت ہے کہ مقاتل کے یہاں ردّی خیالات ہیں، اور سند ضحاک بن مزاحم عن ابن عباس منقطع ہے اس لئے کہ ضحاک نے ابن عباس سے ملاقات نہ کی پھر اگر اس کے ساتھ روایت بشر بن عمارہ عن ابی روق مل جائے تو بوجہ ضعفِ بشر ضعیف ہے، اس نسخہ سے بہت حدیثیں ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے تخریج کیں اور اگر جویبر کی کوئی روایت ضحاک سے ہو تو سخت ضعیف ہے اس لئے کہ جویبر شدید الضعف متروک ہے، انھوں نے کہا اور میں نے فضائل امام شافعی مصنفہ ابوعبداللہ محمد بن احمد بن شاکر قطان میں دیکھا کہ انھوں نے اپنی سند بطریق ابن عبدالحکم روایت کیا کہ ابن عبدالحکم نے فرمایا میں نے امام شافعی کو فرماتے سُنا کہ ابن عباس (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کی تفسیر میں تقریباً سَو حدیثیں

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثمانون دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۴۷۱ و ۴۷۲

بمائة حديث[1]

قلت وهذه معالم التنزيل للامام البغوی مع سلامة حالها بالنسبة الى كثير من التفاسير المتداولة ودنوها الى المشرع الحديثی يحتوی على قناطير مقنطرة من الضعاف والشواذ والواهيات المنكرة وكثيرا ماتدور اسانيدها على هؤلاء المذكورين بالضعف والجرح كالثعلبی والواحدی والكلبی والسدی ومقاتل وغيرهم ممن قصصنا عليك اولم نقصص فما ظنك بالذين لا اعتناء لهم بعلم الحديث ولا اقتدار على نقد الطيب من الخبيث كالقاضی البيضاوی وغيره ممن يحذو حذوه، فلا تسئل عما عندهم من اباطيل لازمام لها ولا خطام دع عنك هذا ياليتهم اقتصروا على ذلك لكن بعضهم تعدوا ماهنالك وسلكوا مسالك تجر الى مهالك فادرجوا فی تفسير القرآن ما تقف له الشعر وتنكره القلوب وتمجه الاذان اذ قرن و اقصص الانبياء الكرام والملئكة العظام عليهم الصلوة والسلام

ثابت ہیں۔

میں کہوں گا اور یہ معالم التنزیل ہے جو امام بغوی کی تصنیف ہے، باوصف یہ کہ بہت سی رائج تفسیروں کے مقابل غلطیوں سے محفوظ ہے اور طرز حدیث سے قریب ہے، بہت ضعیف و شاذ اور واہی منکر روایتوں پر مشتمل ہے اور ایسا بہت ہوتا ہے کہ اس کی روایت کی سندیں ان پر دورہ کرتی ہیں جن کا نام ضعف وجرح کے ساتھ لیا جاتا ہے جیسے ثعلبی، واحدی، کلبی، سدی اور مقاتل وغیرہم جن کا ہم نے تم سے بیان کیا اور جن کا بیان نہ کیا تو تمہارا گمان ان کے ساتھ کیسا ہے جنھیں علم حدیث کا اہتمام نہیں اور ستھرے کو میلے سے الگ کرنے کی قدرت نہیں جیسے قاضی بیضاوی اور ان کے علاوہ جو بیضاوی کے طریقہ پر چلتے ہیں، تو ان کے پاس ان باطل اقوال کا حال نہ پوچھ جن کے لئے نہ لگام ہے نہ بندش کی رسّی، اس خیال کو اپنے سے دور رہنے دو، کاش یہ لوگ اسی پر بس کرتے، مگر ان میں سے کچھ لوگ اس سے آگے بڑھے اور ایسے رستے چلے جو ہلاکتوں کی طرف کھینچ کرلے جائیں تو انھوں نے قرآن کی تفسیر میں ایسی باتیں داخل کردیں جن سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور دل انھیں ناپسند کرتے اور کان انھیں پھینکتے ہیں اس لئے

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثمانون دار الکتاب العربی بیروت ۲/۴۰۲

www.alahazratnetwork.org

بما ینقض عصمتہم وینقص او یزیل عن قلوب الجہال عظمتہم کما یظہر علٰی ذٰلک من راجع قصۃ اٰدم وحواء وداؤد واوریا وسلیمان والجسد الملقی والالقاء فی الامنیۃ والغرانقۃ العُلٰی وھاروت وماروت وما ببابل جری فباللہ التعوذ والیہ المشتکی فاصابہم فی ذٰلک ما اصاب اھل السیر والملاحم فی نقل مشاجرات الصحابۃ اذ جاء کثیر منہا منا قضا للدین وموھنا للیقین وازداد خنا علی وخن وھنات علی ھنات ان اطلع علی کلامہم بعض من لیس عندہ اثارۃ من علم ولا متانۃ من حلم فضل واُضل اما اغترارًا بکلماتہم جہلا منہ بما فیہ من الوبال البعید والنکال الشدید واما ظلمًا وعلوًّا لاجترائہ بذلک علی ابانۃ ما فی قلبہ المرض من تنقیص الانبیاء وتفسیق الاولیاء فمضی علیہ الکبیر ونشاء علیہ الصغیر

انبیاء کرام وملائکہ عظام کے قصوں میں ایسی باتوں کو مقرر رکھا جن سے اس کی عصمت نہیں رہتی اور جاہلوں کے دل میں ان کی عظمت کم ہوجاتی ہے یا زائل ہوجاتی ہے۔ چنانچہ یہ بات آدم و حوا و داؤد واوریا اور سلیمان اور ان کی کرسی پر پڑے ہوئے جسم اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تلاوت کے دوران شیطان کے القا اور غرانیق عُلٰی کے واقعات اور ہاروت وماروت اور بابل کا ماجرا کا مطالعہ کرنے والے پر ظاہر ہے تو اللہ ہی کی پناہ اور اسی سے انکی شکایت ہے تو ان کو ان باتوں سے وہ مرض لگا جو مصنفین واقعاتِ سیرت ومغازی کو صحابہ کے اختلافات کو نقل کرنے سے لگا اس لئے کہ بہت باتیں دین کے مخالف اور ایمان کو کمزور کرنے والی ان لوگوں سے ظاہر ہوئیں اور فساد پر فساد اور خطاؤں پر خطائیں یُوں بڑھ گئیں کہ ان لوگوں کے کلام کی اطلاع کچھ ان لوگوں کو ہوگئی جن کے پاس نہ کچھ بچا کھچا علم تھا نہ عقل کی پختگی، تو وہ خود گمراہ ہوئے اور اوروں کو گمراہ کیا یا تو ان کے کلمات سے دھوکا کھا کر اس کے وبال شدید وسخت عذاب سے بے خبری میں یا ظلم وسرکشی کی وجہ سے اس لئے کہ ان باتوں سے انھیں اس کے اظہار کی جرأت ہوئی جو انبیاء کی تنقیص اور اولیاء کی تفسیق ان کے دل میں تھی تو اس پر بڑے گزرے اور چھوٹے پروان چڑھے اور یہ

www.alahazratnetwork.org

فاختلط دین کثیر من الناقصین وصاروا
شرًا من العوام العامیین اذ لم یقدروا علی
مطالعتھا فنجوا عن فتنتھا و قد بذل
علماؤنا النصح للثقلین فشددوا النکیر
علی کلا الفریقین اعنی التفاسیر الواھیۃ
والسیر الداھیۃ فاعلنوا انکارھا وبینوا اعوارھا
کالقاضی فی الشفاء والقاری
فی الشرح والخفاجی فی
النسیم والقسطلانی فی المواھب
والزرقانی فی الشرح والشیخ
فی المدارج وغیرھم فی غیرھا
رحمۃ اللہ علیھم اجمعین والحمد
للہ رب العالمین ولقد الان
القول ابوحیان اذ قال کما
نقل الامام السیوطی ان المفسرین
ذکروا مالا یصح من اسباب
نزول واحادیث فی الفضائل و
حکایات لاتناسب وتواریخ اسرائیلیۃ
ولا ینبغی ذکر ھذا فی علم
التفسیر[1] انتھی، واعلم ان ھناك
اقواما یعتریھم نزغۃ فلسفیۃ لما افنوا
عمرھم فیھا وظنوھا شیئا شھیا
فیولعون بابداء احتمالات

عامی لوگوں سے بدتر ہوگئے
کہ عامیوں کو ان کتابوں کے مطالعہ کی
قدرت نہ تھی تو وہ ان کے فتنہ سے بچے رہے اور
بے شک ہمارے علماء نے دونوں فریقوں کو بھرپور
نصیحت کی چنانچہ انھوں نے دونوں فریق کی
سخت مذمت کی یعنی واہی تفاسیر اور سیرت
کی ناپسندیدہ کتابوں کی تو انھوں نے ان کتابوں کا
ناپسندیدہ ہونا ظاہر کیا اور ان کا عیب کھولا جیسے
علامہ قاضی عیاض نے شفا میں اور علامہ خفاجی
نے نسیم الریاض میں اور علامہ قسطلانی نے مواہب
میں اور علامہ زرقانی نے اسکی شرح میں اور علامہ قاری
نے شرح شفا میں اور شیخ (محقق عبدالحق محدث
دہلوی) نے مدارج میں اور دوسروں نے دوسری
تصانیف میں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین والحمد للہ رب
العلمین، اور یقیناً ابوحیان نے بات کو سہل و نرم
کیا کہ انھوں نے کہا جیسا کہ امام سیوطی نے نقل
کیا کہ مفسرین نے ایسے اسباب نزول اور فضائل
میں وہ حدیثیں ثابت نہیں اور نامناسب حکایات
اور تواریخ اسرائیلی کو ذکر کیا ہے حالانکہ اس کا ذکر
تفسیر میں مناسب نہیں، اور تم جان لو کہ اس جگہ
کچھ لوگ ایسے ہیں جنھیں فلسفی وسوسے آتے ہیں
اس لئے کہ انھوں نے اپنی عمر اس میں فنا کی
اور اسے مرغوب شے گمان کیا تو ان کو دور از کار

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الکتاب العربی بیروت ۲/۲۶۳

www.alahazratnetwork.org

بعیدۃ ولولم یکن فیہا حلاوۃ ولاعلیہا طلاوۃ حتی ذکر بعضہم فی قولہ تعالٰی "وانشق القمر"[1] ماتعلقت بہ جہلۃ النصارٰی واٰخرون ممن یتلجلجون فی الایمان فیلہجون بکلمۃ الاسلام وفی قلوبہم من بغض النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانکار معجزاتہ جبال عظام فانا للہ وانا الیہ راجعون ھذا الذی اعیی السیوطی حتی تبرأ عنہا کلہا واقتصر علی الارشاد الٰی تفسیر ابن جریر کما مرنقلہ کما تضجر الذہبی عن خلاعۃ اکثر السیر والتواریخ فعافہا عن اٰخرہا واطمأن الٰی دلائل البیہقی قائلا انہ النور کلہ وقد دبّت ھذہ الفتنۃ الصماء والبلیۃ العمیاء الٰی کثیر من متاخری المتکلمین الذین اشتد عنایتہم بالتفلسف الخبیث ولم یحصلوا بصیرۃ فی صناعۃ الحدیث حتی انہم یذکرون فی بعض المسائل فضلا عن الدلائل مالیس من السنۃ فی شیئ واما

احتمالوں کو ظاہر کرنے کی لت ہے اگرچہ ان میں شیرینی ہو نہ ان پر رونق ہو، یہاں تک کہ کسی نے قولِ باری تعالٰی وانشق القمر (اور چاند شق ہوگیا) کی تفسیر میں وُہ بات ذکر کی جس سے جاہل نصرانی اور دوسرے وہ لوگ جو ایمان میں ثابت نہیں اس لئے زبان سے کلمۂ اسلام پڑھتے ہیں حالانکہ ان کے دلوں میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عداوت اور ان کے معجزات کے انکار کے بڑے پہاڑ ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون (ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہمیں اسی کی طرف پھرنا ہے) یہی سبب تھا کہ سیوطی اس درجہ عاجز ہوئے کہ تمام تفسیروں سے بیزاری فرمائی اور صرف تفسیر ابن جریر کی طرف رہنمائی پر بس کیا جیسا کہ اس کی حکایت گزری جس طرح ذہبی سیرت اور تاریخ کی اکثر کتابوں کی بے شرمی سے پریشان ہو تو اُنھوں نے اوّل سے آخر تک سب کو چھوڑا اور دلائلِ بیہقی پر مطمئن ہوئے اور فرمایا وہ سراسر نور ہے، اور یہ شدید فتنہ اور ہمہ گیر بلا بہت سے متاخر متکلمین کی طرف سرایت کرگئی (جن کی زیادہ توجہ خبیث فلسفہ پر تھی) اور انھوں نے فنِ حدیث میں بصیرت حاصل نہ کی یہاں تک کہ یہ لوگ کچھ مسائل میں چہ جائیکہ دلائل میں وہ باتیں ذکر کرتے ہیں جو باتیں سنت سے نہیں۔ رہ گیا

[1] القرآن الکریم ۵۴/ ۱

www.alahazratnetwork.org

مابینہم من قیل وقال وکثرۃ السؤال و
35 الشبہ والجدال ع
فکن حذرًا ولا تسئل عن الخبر او علی اللہ
الشکوٰی۔
فلقد بلغ الامر الی ان الناظر فی تلک
الکتب لا یکاد یعرف ان ھذا مما
جاء بہ ارسطو وافلاطون او ماجاء
بہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم وقد ثقل صنیعہم
ھذا علی العلماء المحتمین
للدین ان الامام العامل بعلمہ سیدی
الشیخ المحقق لما رأی ذلک منہم
فی مسئلۃ المعراج لم یتمالک نفسہ ان
اغلظ القول فیہم الی ان سماھم ضالین
مضلین ولم یکن بدعًا فی ذلک بل سبقہ فی اقامۃ
الطامۃ الکبری علیہم ائمۃ تشار
الیہم بالبنان وتقوم بہم ارکان
الایمان کما فصلہ الملا علی القاری
فی شرح الفقہ الاکبر ان شئت
فطالعہ فانک اذا رأیت ثم رأیت
عجبا کبیرا ومن ھذا القبیل
ما ذکرہ بعضہم فی مشاجرات
الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم
اذ نسب القول بتفسیق کثیر منہم
حتی بعض العشرۃ المبشرۃ ایضا

جو کچھ ان کے درمیان قیل وقال اور کثرتِ سوال و
شبہات وجدال ہیں۔
ان سے بہت ڈرتے رہو اور ان کی حالت پوچھو
آہ اللہ ہی سے فریاد ہے۔
اس لئے کہ نوبت یہاں پہنچی کہ ان کتابوں کو دیکھنے والا
یہ جانتا ہوا نہیں لگتا ہے کہ یہ بات ارسطو اور
افلاطون لائے یا یہ وہ ہے جسے محمد رسول اللہ
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لائے اور ان کا
یہ معاملہ دین کے لئے حمیت والے علماء پر
شاق گزرا یہاں تک کہ امام عالم باعمل
سیدی شیخ محقق (عبد الحق محدث دہلوی) نے
مسئلہ معراج میں جب ان کی یہ روش دیکھی تو
انھیں اپنے اوپر قابو نہ رہا انھوں نے ان لوگوں کے
بابت سخت کلام فرمایا یہاں تک کہ انھیں گمراہ و
گمراہ گر کا نام دیا اور اس میں وہ نئے نئے
نہیں بلکہ ان سے پہلے ان پر قیامت کبرٰی ان
پیشواؤں نے قائم کی جن کی طرف انگلیاں اٹھتی ہیں
اور جن سے ایمان کے ستون قائم ہیں جیسا کہ
ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں اس کو مفصل
بیان فرمایا ہے تم چاہو تو اس کا مطالعہ کرو اس
لئے کہ جب تم اس مقام کو دیکھو گے تو بڑی عجیب
بات دیکھو گے، اور اسی قبیل سے وہ ہے جو
بعض لوگوں نے صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے
اختلافات میں ذکر کیا ہے کہ انھوں نے بہت
صحابہ کے یہاں تک کہ دس صحابہ فرخندہ یافتگان

www.alahazratnetwork.org

الى كثيرمن اهل السنة والجماعة وهم والله ما قالوا ولا اذنوا فالحق ان الدين لا يقوم الا بالحديث والحديث مضلة الا للفقيه والفقه لا يحصل باتباع الشبه وتحكيم العقل السفيه نجانا الله والمسلمين عن شر الجهل و شر العلم فان شر العلم ادهى وأمَرُّ ولاحول ولا قوة الا بالله العزيز الحكيم وانما اطبنا الكلام فى هذا المقام حوطًا على السنن وكراهة للفتن ان تروج على المؤمنين او ترعرع الى الدين فيفسد اليقين الا فعض عليه بالنواجذ فالنصيح غير مفتون و إياك ان تخالفه وان افتاك المفتون۔

جنت میں سے کچھ کے فسق کا قول بہت سُنّی علماء کی طرف منسوب کردیا حالانکہ انھوں نے قطعاً خدا کی قسم یہ بات نہ کہی نہ کسی کے لئے روا رکھی تو حق یہ ہے کہ دین کا نظام تو حدیث سے ہے اور حدیث سے فقیہ کے سوا سب کو گمراہی کا اندیشہ ہے اور فقہ اثبات شبہات اور نادان عقل کو حاکم بنا کر حاصل نہیں ہوتا اللہ تعالٰی ہمیں اور سب مسلمانوں کو جہل کی شر اور علم کی شر سے بچائے اس لئے کہ علم کی شر بہت سخت اور بہت تلخ ہے اور برائی سے پھرنا اور نیکی کی قدرت اللہ ہی سے ہے جو غلبے والا حکمت والا ہے اور ہم نے اس مقام میں کلام طویل سنّت کی حفاظت کے لئے اور اس بات کی کراہیت کے سبب کیا کہ فتنے مسلمانوں میں رواج پائیں یا دین کی طرف چلے آئیں تو ایمان بگڑ جائے، سُنتا ہے تو اس کو مضبوطی سے پکڑ لو کہ نصیحت کرنے والا گمراہ نہیں ہوتا، اور خبردار اس کی مخالفت نہ کرنا اگرچہ فتوٰی دینے والے فتوٰی دیں۔

ایقاظ مهم اعيذك بالله ان يستفزك الوهم عن الذى القينا عليك فتفترى علينا غيره او يوسوسك قلة الفهم انا لا نكترث للتفسير ولا نلقى له

ضروری تنبیہ: میں تمھیں اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں اس بات سے کہ تمھیں وہم اس بات سے ڈگمگا دے جو ہم نے تم پر القا کیا، تو تم ہم پر اس سے جدا بات کا بہتان باندھو یا فہم کی کمی یہ وسوسہ ڈالے کہ ہم تفسیر کی پرواہ نہیں کرتے اور

www.alahazratnetwork.org

بالأولا نسلوله خيره وانما المعنى أن غالب الزبر المتداولة لا تسلم من الدخيل وتجمع من الاقوال كل صحيح وعليل فمجرد حكايتها لا يوجب التسليم ولا يصد الناقد عن نقد السقيم فما هي عندنا أسوء حالا من أكثر كتب الاحاديث اذ نعاملها مرة بالترك ومرة بالاحتجاج لما نعلم انها ترد كل مورد فتحمل تارة عذبا فراتا وتاتي مرة بملح اجاج، وبالجملة فالامر يدور على نظافة الحديث سندا ومتنا فاينما وجدنا الرطب اجتنينا وان كان في منابت الحنظل وحيثما رأينا الحنظل اجتنبنا وان نبت في مسيل العسل۔

ولقد علمت أن أكثر هذا الداء العضال انما دخل التفاسير من باب الاعضال وفي امثال تلك المحال اذا لم يعرف السند يؤل الامر الى نقد المقال فما كان منها يناضل النصوص ويرد المنصوص اوفيه ازراء بالرسل والانبياء او غير ذلك مما لا يحتمل علمنا انه قول مغسول

اس کا ہمیں کوئی خیال نہیں اور ہم اس کی اچھی بات بھی نہیں مانتے، مقصد صرف اتنا ہے کہ اکثر کتب متداولہ دخیل سے محفوظ نہیں اور وہ ہر صحیح وسقیم قول کو اکٹھا کرتی ہیں تو ان کتابوں میں کسی قول کی مجرد حکایت اس کو مان لینا واجب نہیں کرتی اور پرکھنے والوں کو کھوٹے کی پرکھ سے نہیں روکتی تو یہ ان کتابوں کا حال ہمارے نزدیک حدیث کی اکثر کتابوں سے زیادہ بُرا نہیں اس لئے کہ ہم ان کے ساتھ کبھی کسی قول کو چھوڑنے اور کبھی کسی کو حجت بنانے کا معاملہ کرتے ہیں یوں کہ ہمیں معلوم ہے کہ یہ ہر گھاٹ پر اترتی ہیں تو کبھی میٹھا پانی اٹھا لیتی ہیں اور کبھی سخت کھاری پانی جس سے منہ جل جائے لاتی ہیں، بالجملہ مدارِ کار حدیث کی نظافت (پاکیزگی) سند ومتن کے لحاظ سے ہے تو جہاں کہیں ہم میٹھا پھل پائیں گے اسے چن لیں گے اگرچہ وہ کسی خراب جگہ اگا ہو اور جہاں کہیں کڑوا پھل دیکھیں گے تو اس کو چھوڑ دیں گے اگرچہ شہد کی نہر میں اگا ہو۔

اور یقیناً تمہیں معلوم ہے کہ اس لاعلاج مرض کا بیشتر حصہ تفاسیر میں جہالت سند کے دروازہ سے گھسا اور ایسے مقامات میں جب سند معروف نہ ہو مآلِ کار بات کو پرکھنا ہے تو جو بات نصوص سے ٹکراتی اور منصوص کو رَد کرتی ہو یا اس میں رُسل وانبیاء کی تنقیص ہو یا اور کوئی بات جو قابلِ قبول نہ ہو ہم جان لیں گے کہ یہ قول دھو دینے کے قابل ہے اور اگر

www.alahazratnetwork.org

وان کان بریئا من الاٰفات نقیا من العاھات قبلناہ علی تفاوت عظیم بین قبول وقبول ولیس ھذا من باب ما نھینا عنہ من الاجتراء علی التفسیر بالاٰراء ومعاذ اللہ ان نجترئ علیہ فان علم التفسیر اشد عسیر ویحتاج فیہ الی ما لیس بحاصل ولا میسر کما قد فصل بعضہ العلامۃ السیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ وکذلک اذا اتانا منھا ما فیہ العدول عن ظاھر المدلول وصح ذلک عمن لا یعنا خلافہ اوکانت ھناک خلۃ لاتنسد الا بہ تعین القبول والا فدلالۃ کلام اللہ تبارک وتعالٰی احق بالتعویل من قال وقیل ھذا الذی قصد فلاتنقص ولا تزد۔

اور اگر خرابیوں سے بری، علتوں سے پاک ہو ہم اسے قبول کرلیں گے باوجودیکہ اسے قبول کرنے میں اور دوسرے قول کو قبول کرنے میں عظیم تفاوت ہے اور یہ تفسیر بالرائے کے باب سے نہیں ہے جس سے ہمیں روکا گیا، اور اللہ کی پناہ اس سے کہ ہم اس پر جرأت کریں اس لئے کہ علم تفسیر سخت دشوار ہے اور اس میں اس کی حاجت ہے جو ہمیں حاصل نہیں اور نہ اس کا حاصل ہونا آسان ہے جیسا کہ ان علوم ضروریہ سے بعض کی تفصیل علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمائی ہے اور یونہی جب ہمیں ان میں کوئی قول ایسا پہنچے جس میں ظاہر معنٰی سے عدول ہو اور وہ اس سے ثابت ہو جس کا خلاف ہمیں نہیں پہنچا یا کوئی حاجت ہو جو ظاہر سے عدول کے بغیر پوری نہ ہو تو اسے قبول کرنا متعین ہے ورنہ کلام الٰہی کی دلالت قیل وقال سے اعتماد کی زیادہ حقدار ہے یہی ہمارا مقصود ہے تو اس سے نہ کم کرو نہ زیادہ۔

قال الامام السیوطی قال بعضھم فی جواز تفسیر القراٰن بمقتضی اللغۃ روایتان عن احمد وقیل الکراھۃ تحمل علی صرف الاٰیۃ عن ظاھرھا الی معان خارجۃ محتملۃ یدل علیھا القلیل من کلام العرب ولا یوجد غالبا الا فی الشعر ونحوہ ویکون المتبادر خلافھا اھ[1]۔

امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے فرمایا بعض علماء نے فرمایا کہ مقتضائے لغت کے مطابق قرآن کی تفسیر کے جواز میں امام احمد سے دو روایتیں ہیں اور کچھ کا قول یہ ہے کہ کراہت اس پر محمول ہے کہ آیت کو اس کے ظاہری معنٰی سے پھیر کر ایسے معانی خارجہ محتملہ پر محمول کرے جن پر قلیل کلام عرب دلالت کرتا ہو اور وہ غالبا اور اس کے مثل کلام کے سوا عام بول چال میں نہ پائے جائیں اور ذہن کا تبادر اس کے خلاف ہو اھ۔

---

[1] الاتقان فی علوم القراٰن النوع الثامن والسبعون دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۴۴۴

www.alahazratnetwork.org

وقال عن برهان الزرکشی "کل لفظ احتمل معنیین فصاعدًا فهو الذی لا یجوز لغیر العلماء الاجتهاد فیه، وعلیهم اعتماد الشواهد والدلائل دون مجرد الرأی، فان کان احد المعنیین اظهر وجب الحمل علیه الا ان یقوم دلیل علی ان المراد هو الخفی اھ۔"[1]

وقال قال العلماء یجب علی المفسر أن یتحری فی التفسیر مطابقة المفسَّر وأن یتحرز فی ذلك من نقص عما یحتاج الیه فی ایضاح المعنی او زیادة لا تلیق بالغرض ومن کون المفسر فیه زیغ عن المعنی وعدول عن طریقه وعلیه بمراعاة المعنی الحقیقی والمجازی، ومراعاة التالیف والغرض الذی سیق له الکلام الخ۔[2]

المقدمة الثالثة

کثیرًا ما تری المفسرین یذکر بعضهم تحت الآیة وجهًا من التاویل والبعض الآخرون وجهًا آخر وربما جمعوا وجوهًا کثیرة، وغالبه لیس من باب الاختلاف

اور سیوطی نے برہان سے حکایت کیا ہر وہ لفظ جو دو یا دو سے زائد معنی کا احتمال رکھے اس میں تو غیر علماء کو اجتہاد جائز نہیں اور علماء کو لازم ہے کہ وہ شواہد و دلائل پر بھروسہ کریں نہ کہ محض رائے پر، تو اگر دو معنی میں سے ایک ظاہر تر ہے تو اسی پر محمول کرنا واجب ہے مگر یہ کہ دلیل قائم ہو کہ مراد خفی ہی ہے اھ۔

اور فرمایا علماء کا قول ہے کہ مفسر پر واجب ہے کہ وہ تفسیر میں یہ تجویز کرے کہ تفسیر لفظ مفسر کے مطابق ہو اور اس سے کم کرنے سے بچے جس کی حاجت توضیح مراد کے لئے ہو اور ایسے لفظ کو زیادہ کرنے سے احتراز کرے جو مقصد کے مناسب نہ ہو، اور اس بات کی احتیاط رکھے کہ تفسیر میں معنی سے انحراف اور اس کی راہ سے عدول نہ ہو، اور اس پر لازم ہے کہ معنی حقیقی ومجازی کی رعایت کرے اور ترکیب اور اس غرض کی جس کے لئے کلام ذکر کیا گیا رعایت رکھے۔

مقدمہ سوم

مفسرین کو تم بہت دیکھو گے کہ ان میں سے کوئی آیت کے تحت کوئی وجہ تاویل ذکر کرتا ہے اور بعض دوسرے دوسری وجہ ذکر کرتے ہیں اور کبھی بہت سی وجوہ جمع کر دیتے ہیں اور بیشتر وجوہ اختلاف و تردد کے

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۴۵۳

[2] " " " " " " " " ۲/ ۴۶۱

www.alahazratnetwork.org

او التردد المانع عن التمسك بأحدها لاسیما الاظهر الانور منها و انما هو تفنن فی المرام او بیان لبعض ما ینتظمه الکلام وذلك ان القرآن ذو وجوه وفنون و لکل حرف منه غصون و شجون و له عجائب لاتنقضی و معان تمد ولا تنتهی فجاز الاحتجاج به علی کل وجوهه و هذا من اعظم نعم الله سبحنه وتعالی علینا ومن ابلغ وجوه اعجاز القرآن و لو کان الأمر علی خلاف ذلك لعادت النعمة بلیة والاعجاز عجزًا والعیاذ بالله تعالی وقد وصف الله سبحنه وتعالی القرآن بالمبین فلیس تنوع معانیه کتذبذب المحتملات فی کلام مبهم مختلط لایستبین المراد منه و لقد قال الله تبارك وتعالی قل لوکان البحر مدادًا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثله مددا[1] و قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم علی ما اخرج ابو نعیم وغیره

باب سے نہیں جس میں سے کسی کو اخذ کرنا دوسری سے تمسک کا مانع ہو خصوصًا ان میں جو ظاہر تر اور روشن تر ہو بلکہ یہ وجوہ بیان مقصد میں تفنن عبارت ہے یا کلام جن وجوہ کو شامل ہے اس میں سے کچھ کو بیان کردینا ہے اور یہ اس لئے کہ قرآن مختلف وجوہ رکھتا ہے اور اس کے ہر لفظ کے متعدد معانی ہیں اور اس کے عجائب ختم نہیں ہوتے اور معانی بڑھتے ہیں اور کسی حد پر نہیں تھمتے، لہذا اس کی تمام وجوہ کو حجت بنانا جائز ہے اور یہ ہمارے لئے اللہ کی بڑی نعمتوں میں سے ایک ہے اور قرآن کے اعجاز کے اسباب بلیغہ سے ایک سبب ہے، اور اگر معاملہ اس کے برخلاف ہوتا تو نعمت مصیبت ہوجاتی اور اعجاز عجز ہوجاتا والعیاذ باللہ تعالٰی، اور اللہ تعالٰی نے قرآن کا وصف مبین فرمایا ہے تو اس کے معانی کا قسم قسم ہونا کلام مبہم میں جس کی مراد ظاہر نہ ہو محتملات کے تردد کی طرح نہیں اور یقینًا اللہ تبارک و تعالٰی فرماتا ہے، اے محبوب! تم فرمادو اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لئے روشنائی ہوجائے تو سمندر ختم ہوجائے گا اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی اگرچہ ہم اس جیسا اور اس کی مدد کو لے آئیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جیسا کہ ابو نعیم وغیرہ نے حضرت

---

[1] القرآن الکریم ۱۸/ ۱۰۹

www.alahazratnetwork.org

عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما القراٰن ذلول ذو وجوہ فاحملوہ علٰی احسن وجوھہ[1]۔ وقال سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کما اخرج ابن ابی حاتم عنہ ان القراٰن ذو شجون وفنون وظھور وبطون لاتنقضی عجائبہ ولا تبلغ غایتہ[2] الحدیث۔

قال السیوطی قال ابن سبع فی شفاء الصدور ورد عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال لا یفقہ الرجل کل الفقہ حتی یجعل للقراٰن وجوھا، وقد قال بعض العلماء لکل اٰیۃ ستون الف فھم[3] انتہی ملخصا۔ وللہ در الامام البوصیری حیث یقول ؎

لہا معان کموج البحر فی مدد
وفوق جوھرہ فی الحسن والقیم
فلا تعد ولا تحصی عجائبہا
ولا تسام علی الاکثار بالسام[4]

ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا قرآن نرم وآسان ہے مختلف وجوہ والا ہے تو اسے اس کی سب سے اچھی وجہ پر محمول کرو۔

اور سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا جیسا کہ ابن ابی حاتم نے ان سے روایت کی قرآن مختلف معانی ومطالب اور ظاہری وباطنی پہلو رکھتا ہے، اس کے عجائب بے انتہا ہیں اس کی بلندی تک رسائی نہیں (الحدیث)۔

سیوطی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ابن سبع نے شفاء الصدور میں فرمایا کہ ابو الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ آدمی اس وقت تک کامل فقیہ نہیں ہوتا جب تک کہ قرآن کے مختلف وجوہ نہ جان لے، اور بعض علماء کا قول ہے کہ ہر آیت کے ساٹھ ہزار مفہوم ہیں اور امام بوصیری کی خوبی اللہ ہی کے لئے ہے کہ وہ فرماتے ہیں قرآنی آیات کے وہ معانی کثیر ہیں جیسے سمندر کی موج افزائش میں، اور وہ حسن وقیمت میں سمندر کے گوہر سے بڑھ کر ہیں تو ان آیتوں کے عجائب کی نہ گنتی ہوسکے نہ شمار میں آئیں، اور اس کثرت کے باوجود ان سے اکتانے کا معاملہ نہیں کیا جاتا۔

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن بحوالہ ابی نعیم وغیرہ عن ابن عباس النوع الثامن والسبعون دار الکتاب العربی بیروت ۲/۴۶۴ و ۴۶۹

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ النوع الثامن والسبعون دار الکتاب العربی بیروت ۲/۴۶۰

[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/۴۶۰

[4] الکوکب الدریۃ فی مدح خیر البریۃ مرکز اہل سنت برکات رضا گجرات، ہند ص ۴۰

www.alahazratnetwork.org

فثبت بحمد الله ان بعض معانيه لاينافي بعضا ولا يوجب وجه لوجه رفضا من جراء هذا ترى العلماء لم يزالوا محتجين على احد التاويلات ولم يمنعهم عن ذلك علمهم بان هناك وجوها أُخر لا تعلق لها بالمقام وعلام كان يصدهم وقد علموا أن القرآن حجة بوجوهه جميعا وليس هذا الا تفننا وتنويعا هذا هو الاصل العظيم الذي يجب المحافظة عليه انبأنا المولى السراج عن المفتي الجمال عن السند السندي عن الشيخ صالح عن محمد بن السنة وسليمان الدرعي عن الشريف محمد بن عبد الله عن السراج بن الالجائي عن البدر الكرخي والشمس العلقمي كلهم عن الامام جلال الملة والدين السيوطي قال في الاتقان ناقلا عن ابن تيمية الخلاف بين السلف في التفسير قليل وغالب ما يصح عنهم من الخلاف يرجع الى اختلاف تنوع لا اختلاف تضاد۔ وذلك صنفان،

احدهما ان يعبر واحد منهم عن المراد بعبارة غير عبارة صاحبه تدل على معنى في المسمى غير المعنى الآخر مع اتحاد المسمى

اب بحمد اللہ ثابت ہوا کہ اس قرآن کا کوئی معنی دوسرے کے منافی نہیں اور کوئی وجہ دوسری وجہ کو چھوڑ دینا واجب نہیں کرتی اسی وجہ سے تم دیکھو گے کہ علماء ایک تاویل پر بنائے دلیل رکھتے ہیں اور اس بات سے باز نہیں رکھتا انھیں ان کا یہ علم کہ اس جگہ دوسری وجوہ بھی جن کو ان کے مقصد سے تعلق نہیں، اور کاہے کو باز رکھے حالانکہ انھیں خبر ہے کہ قرآن اپنی تمام وجوہ پر حجت ہے اور یہ اختلافِ وجوہ تو محض تفننِ کلام و تلونِ عبارت ہے۔ ہمیں خبر دی مولٰی سراج نے مفتی جمال سے انھوں نے سند سندی سے انھوں نے شیخ صالح سے انھوں نے محمد بن السنۃ اور سلیمان درعی سے انھوں نے شریف محمد بن عبداللہ سے انھوں نے سراج بن الالجائی سے انھوں نے بدر کرخی و شمس علقمی سے، ان سب نے جلال الملۃ والدین سیوطی سے روایت کی کہ انھوں نے اتقان میں ابن تیمیہ سے نقل فرمایا کہ تفسیر میں سلف کے درمیان اختلاف کم ہے اور اکثر اختلاف جو سلف سے ثابت ہے اختلافِ طرزِ تعبیر کی طرف لوٹتا ہے متضاد باتوں کا اختلاف نہیں اور یہ (تعبیروں کا اختلاف) دو صنف ہے:

ان میں سے ایک صنف یہ کہ ان لوگوں میں سے کوئی اپنی مراد کی تعبیر ایک عبارت سے کرے جو اس کے ساتھی کی عبارت سے جداگانہ ہو اور معنی ایک ہو جیسے علماء نے

www.alahazratnetwork.org

كتفسيرهم "الصراط المستقيم" بعض بالقرآن أى اتباعه و بعض بالاسلام فالقولان متفقان لأن دين الاسلام هو اتباع القرآن، ولكن كل منها نبه على وصف غير الوصف الاخر كما ان لفظ الصراط يشعر بوصف ثالث، وكذلك قول من قال هو السنة والجماعة وقول من قال هو طريق العبودية و قول من قال هو طاعة الله و رسوله و أمثال ذلك فهؤلاء كلهم اشاروا الى ذات واحدة ولكن وصفها كل منهم بصفة من صفاتها ؛

الصراط المستقیم کی تفسیر کسی نے قرآن کہا یعنی قرآن کی پیروی اور کسی نے اسلام تو یہ دونوں قول ایک دوسرے کے موافق ہیں اس لئے کہ دین اسلام تو قرآن کی پیروی ہے۔ لیکن ان دونوں نے ایک دوسرے کے وصف سے جُدا ایک وصف پر متنبہ کیا جیسے کہ لفظ صراط تیسرے وصف کی خبر دیتا ہے اسی طرح اس کی بات جس نے یہ کہا تھا کہ صراطِ مستقیم مسلک اہلسنت و جماعت ہے اور اس کی بات جس نے کہا کہ وہ طریقِ بندگی ہے اور اس کا قول جو بولا کہ وہ اللہ و رسول (جل وعلا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی اطاعت ہے اور جیسے اس طرح کے دوسرے اقوال اس لئے کہ ان سب نے ایک ذات کی طرف رہنمائی کی لیکن ہر ایک نے اس کی ایک صفت اس کی صفات سے بیان کر دی۔

الثانی ان یذکر کل منهم من الاسم العام بعض انواعه على سبيل التمثيل و تنبيه المستمع على النوع لا على سبيل الحد المطابق للمحدود فى عمومه و خصوصه مثاله ما نقل فى قوله تعالٰى "ثم اورثنا الكتٰب الذين اصطفينا الأية" فمعلوم أن الظالم لنفسه يتناول المضيع للواجبات والمنتهك للحرمات والمقتصد يتناول فاعل

دوسری صنف یہ ہے کہ ہر عالم لفظ عام کی کوئی قسم مثال کے اوپر ذکر کرے اور مخاطب کو اس نوع پر متنبہ کرے اور اس نوع کو ذکر کرنا ذات اس کے عموم و خصوص میں ذات کی حدِ تام و تعریف تمام کے طور پر نہ ہو اس کی مثال وہ جو اللہ تعالٰی کے قول ثم اورثنا الکتٰب الذین اصطفینا الأیۃ کی تفسیر میں منقول ہوا اس لئے کہ معلوم ہے کہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والا اس کو شامل ہے جو واجبات کو ضائع کرے اور حرمتوں کو توڑے اور مقتصد

www.alahazratnetwork.org

الواجبات وتارك المحرمات، و السابق يدخل فيه من سبق فتقرب بالحسنات مع الواجبات فالمقتصدون اصحاب اليمين والسابقون السابقون اولئك المقربون، ثم ان كلا منهم يذكر هذا في نوع من انواع الطاعات كقول القائل السابق الذی يصلی فی اول الوقت، و المقتصد الذی يصلی فی اثنائه والظالم لنفسه الذی يؤخر العصر الی الاصفرار او يقول السابق المحسن بالصدقة مع الزكوٰة، والمقتصد الذی يؤدی الزكوٰة المفروضة فقط، والظالم مانع الزكوٰة اھ۔

واجبات کی تعمیل اور محرمات کو ترک کرنے والے کو شامل ہے اور سابق میں وہ داخل ہے جو سبقت کرے تو واجبات کے ساتھ حسنات سے اللہ کی قربت حاصل کرے تو مقتصد لوگ دہنے ہاتھ والے ہیں اور سابق سابق ہیں وہی اللہ کے مقرب ہیں پھر ان میں سے ہر عالم اس مثال کو انواعِ عبادات میں سے کسی قسم میں ذکر کرتا ہے جیسے کسی نے کہا، سابق وہ ہے جو اول وقت میں نماز پڑھے اور مقتصد وہ ہے جو درمیان وقت میں پڑھے اور ظالم وہ ہے جو عصر کو سورج زرد ہونے تک مؤخر کردے۔ اور کوئی کہے، سابق وہ ہے جو صدقۂ نفل زکوٰۃ کے ساتھ دے کر نیکی کرے، اور مقتصد وہ ہے جو صرف زکوٰۃ فرض دے، اور ظالم وہ ہے جو زکوٰۃ نہ دے اھ۔

وعن الزركشی ربما يحكی عنهم عبارات مختلفة الالفاظ فيظن من لا فهم عنده ان ذلك اختلاف محقق فيحكيه اقوالاً، و ليس كذلك بل يكون كل واحد منهم ذكر معنى من الاٰية لكونه اظهر عنده أو اليق بحال السائل وقد يكون بعضهم يخبر عن الشئ بلازمه و نظيره والاٰخر بمقصوده

اور سیوطی نے زرکشی سے نقل کیا بسا اوقات علمائے مختلف عبارتیں منقول ہوتی ہیں جو فہم نہیں رکھتا یہ گمان کرتا ہے کہ یہ اختلاف حقیقی ہے تو وہ اس کو کئی قول بنا کر حکایت کرتا ہے حالانکہ بات یوں نہیں، بلکہ ہوتا یہ ہے کہ ہر عالم آیت کا ایک معنیٰ ذکر کرتا ہے اس لئے کہ وہ اس کے نزدیک ظاہر تر یا حالِ سائل کے زیادہ شایاں ہوتا ہے اور کبھی کوئی عالم شے کا لازم یا اس کی نظیر بتاتا ہے اور دوسرا اس کا مقصود

لے الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الکتاب العربی بیروت ۲/۴۳۸

www.alahazratnetwork.org

وثمرته والکل یؤول الی معنی واحد غالباً[1] الخ۔

وعن البغوی والکواشی وغیرھما التاویل صرف الاٰیۃ الی معنی موافق لما قبلھا وبعدھا تحتملہ الاٰیۃ غیر مخالف للکتاب والسنۃ من طریق الاستنباط غیر محظور علی العلماء بالتفسیر کقولہ تعالٰی "انفروا خفافًا و ثقالًا" قیل شبابا وشیوخا، وقیل اغنیاء وفقراء، وقیل عزابا ومتاھلین، وقیل نشاطا وغیر نشاط، وقیل اصحاء ومرضی، وکل ذلک سائغ والاٰیۃ تحتملہ[2] الخ، وھذا فصل عمیق بعید لو فصلنا فیہ الکلام خرج بنا عما نحن بصددہ من المراد وفیما اوردناہ کفایۃ لاولی الاحلام لاسیما من لہ اجالۃ نظر فی کلمات المفسرین وتمسکات العلماء بالقراٰن المبین۔

وثمرہ بتاتا ہے اور اکثر سب کا بیان ایک ہی معنی کی طرف لوٹتا ہے الخ۔

اور سیوطی علیہ الرحمۃ نے بغوی و کواشی وغیرہما سے نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا کہ تاویل براہ استنباط آیت کو ایسے معنی کی طرف پھیرنا ہے جو اس کی اگلی آمد پچھلی آیت کے موافق ہو، اور آیت اس کا احتمال رکھتی ہو، اور وہ معنی کتاب و سنت کے مخالف نہ ہو، ایسی تاویل ان لوگوں کو منع نہیں جنھیں تفسیر کا علم ہے، جیسے اللہ تعالٰی کے قول "انفروا خفافا وثقالا" (یعنی کوچ کرو ہلکی جان سے چاہے بھاری دل سے) میں کسی نے کہا: بوڑھے اور جوان۔ اور کسی نے کہا: غنی وفقیر۔ اور کسی کا قول ہے، شادی شدہ اور مجرد۔ اور کسی کا قول ہے، چست و سست۔ اور کسی نے کہا، صحت مند و بیمار (یعنی یہ سب کوچ کریں) اور یہ تمام وجوہ مبنی ہیں اور آیت سب کی محتمل ہے الخ اور یہ فصل وسیع و عریض ہے اگر ہم اس میں مفصل کلام کریں تو وہ کلام ہمیں ہمارے اس مقصود سے باہر کردے گا جس کے ہم درپے ہیں اور جو ہم نے ذکر کیا اس میں سمجھ والوں اور ان کے لئے جن کی نظر کلماتِ مفسرین اور علماء کے قرآن سے تمسکات میں رواں ہے کفایت ہے۔

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۴۴۴

[2] " " " " " " " " " " ۲/ ۴۴۸

www.alahazratnetwork.org

المقدمة الرابعة

هذا التاویل الذی فتحنا ابواب الکلام علی ایهامه اعنی تفسیر الاتقی بالتقی انما هو مروی عن ابی عبیدة کما صرح به العلامة النسفی رحمه الله تعالی فی مدارک التنزیل[1] وحقائق التاویل وابوعبیدة هذا رجل نحوی لغوی من الطبقة السابعة اسمه معمر بن المثنی کان یری رأی الخوارج وکان سلیط اللسان وقاعًا فی العلماء، وتلمیذه ابوعبید القاسم بن سلام احسن منه حالًا وابصر منه بالحدیث ابنأنا مفتی مکة سیدی عبدالرحمن عن جمال بن عمر عن الشیخ محمد عابد بن احمد علی بن الغلانی عن ابن السنة عن الولی الشریف عن محمد ابن ارکماش الحنفی عن حافظ ابن حجر العسقلانی قال فی التقریب معمر بن المثنی ابوعبیدة التیمی مولاهم البصری النحوی اللغوی صدوق اخباری وقد رمی برأی الخوارج من السابعة مات سنة ثمان ومائتین وقیل بعد ذلک وقد قارب المائة[2] انتهی۔

چوتھا مقدمہ

یہ تاویل جس کے ضعف بتانے کے لئے ہم نے کلام کے دروازے کھولے (یعنی اتقی کی تفسیر تقی سے کرنا) یہ صرف ابوعبیدہ سے منقول ہے۔ چنانچہ اس کی تصریح علامہ نسفی نے مدارک التنزیل میں کی ہے[1] اور یہ ابوعبیدہ ایک آدمی ہے نحو ولغت کا عالم، جو ساتویں طبقہ پر ایک فرد ہے، اس کا نام معمر بن المثنی ہے، خارجیوں کا عقیدہ رکھتا تھا، اور یہ بدزبان علماء کا بدگو تھا، اور اس کے شاگرد ابوعبید قاسم بن سلام کا حال اس سے اچھا تھا اور انھیں حدیث میں اس سے زیادہ بصیرت تھی۔ مجھے مفتی مکہ سیدی عبدالرحمن جمال بن عمر نے خبر دی انھوں نے شیخ محمد عابد بن احمد علی بن الغلانی سے روایت کی انھوں نے ابن السنۃ سے انھوں نے مولی شریف سے انھوں نے محمد بن ارکماش حنفی سے انھوں نے حافظ ابن حجر عسقلانی سے روایت کی کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے تقریب میں فرمایا معمر بن مثنی ابوعبیدہ تیمی بنوتیم کا آزاد کردہ، بصری نحوی لغوی سچا ہے تاریخ کا راوی ہے اور خوارج کے مذہب سے متہم کیا گیا، طبقہ ہفتم کے علماء سے ہے ۲۰۸ھ میں انتقال ہوا، اور بعض کا قول ہے کہ اس کے بعد وفات ہوئی اور عمر تقریباً سو سال ہوئی انتہی۔

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الآیۃ ۹۲/۱۷ دار الکتاب العربی بیروت ۴/۳۶۳

[2] تقریب التہذیب ترجمہ ۶۸۳۶ معمر بن المثنی دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۲۰۳

www.alahazratnetwork.org

وقد قال ابن خلکان کما نقل الفاضل عبد الحی فی مقدمۃ[عہ] الھدایۃ ابو عبید بغیر تاء مذکور فی باب الجنایات من کتاب الحج اسمہ القاسم بن سلام ذاباع طویل فی فنون الأدب والفقہ، قال القاضی احمد بن کامل کان ابو عبید فاضلاً فی دینہ متفننا فی اصناف العلوم من القراءات والفقہ والعربیۃ والأخبار حسن الروایۃ صحیح النقل روی عن ابی زید والاصمعی وابی عبیدۃ وابن الأعرابی والکسائی والفراء وغیرھم وروی الناس من کتبہ المصنفۃ بضعۃ وعشرین فی الحدیث والقراءات والامثال ومعانی الشعر وغریب الحدیث وغیر ذٰلک ویقال انہ اول من صنف فی غریب الحدیث، وقال الھلال مَنّ اللہ تعالٰی علی ھذہ الامۃ باربعۃ فی زمانھم بالشافعی فی فقہ الحدیث وباحمد بن حنبل فی المحنۃ ولولاہ لکفر الناس وبیحیٰی بن معین فی ذب الکذب عن الاحادیث وبابی عبید القاسم بن

اور ابن خلکان نے کہا جیسا کہ فاضل عبدالحی نے مقدمہ ہدایہ میں کہا، ابوعبید بغیر تاء کتاب الحج کے باب الجنایات میں مذکور ہوا ان کا نام قاسم بن سلام ہے ادب کے فنون وفقہ میں بڑی دسترس رکھتے تھے۔ قاضی احمد بن کامل نے فرمایا: ابوعبید اپنے دین میں فاضل مختلف علوم قراءت وفقہ وعربیت وتاریخ کے ماہر تھے ان کی روایت حسن ہے اور نقل صحیح ہے انھوں نے ابوزید واصمعی وابوعبیدہ وابن الاعرابی وکسائی وفراء وغیرہم سے روایت کی اور لوگوں نے ان کی تصنیفات سے حدیث وقراءت وامثال ومعنی شعر واحادیث غریبہ وغیرہا میں تیئیس[۲۳] سے اننتیس[۲۹] تک کتابوں کو روایت کیا، اور کہتے ہیں قاسم بن سلام نے سب سے پہلے غریب الحدیث میں تالیف فرمائی۔ اور ہلال نے فرمایا اللہ تعالٰی نے اس امت پر اپنے اپنے زمانہ میں چار شخصوں سے منت رکھی، شافعی سے فقہ حدیث میں اور احمد بن حنبل سے ان کی آزمائش کے سبب (یعنی وہ آزمائش جس میں حضرت امام احمد بن حنبل زمانہ مامون میں مخالفت عقیدۂ خلق قرآن کے سبب مبتلا ہوئے) اور اگر امام احمد نہ ہوتے تو لوگ

عہ فی الاصل بیاض وعبارۃ المقدمۃ منقولۃ من المترجم ۱۲ النعمانی

www.alahazratnetwork.org

سلام فی غریب الحدیث و کانت وفاته بمکة و قیل بالمدینة سنة اثنتین او ثلث وعشرین و مائتین و قال البخاری سنة اربع وعشرین. ویوجد فی بعض نسخ الهدایة فی الموضع المذکور ابوعبیدة بالتاء واسمه معمر بن المثنی وقد ذکرنا ترجمته فی الاصل وقال العینی فی شرحه ابوعبید اسمه معمر بن المثنی التیمی، وفی بعض النسخ ابوعبیدة بالتاء واسمه القاسم بن سلام البغدادی، والاول اصح انتهی، وهذا مخالف لما فی تاریخ ابن خلکان وغیره من التواریخ المعتمدة من ان اباعبید بغیر التاء کنیة القاسم وبالتاء کنیة معمر[1] والله اعلم

واما قدماء العلماء ککنیف ملئ علما حامل تاج المسلمین نعال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم سیدنا عبد الله بن مسعود وحبر الامة سلطان المفسرین عبد الله بن عباس وعروة بن زبیر وشقیقه عبد الله وافضل التابعین سعید

کافر ہو جاتے۔ اور یحیی بن معین سے یوں منت رکھی کہ انھوں نے احادیث سے دروغ کو الگ کردیا اور ابوعبید بن قاسم بن سلام سے غریب احادیث کو جمع کرنے میں، ان کی وفات مکہ میں ہوئی، اور ایک قول پر مدینہ میں ۲۲۳ھ یا ۲۲۲ھ میں ہوئی اور بخاری نے سن وفات ۲۲۴ھ میں فرمایا، اور ہدایہ کے بعض نسخوں میں یوں ہے موضع مذکور میں ابوعبیدۃ بالتاء اور ان کا نام معمر بن مثنی ہے اور ہم نے اس کے حالات اصل میں ذکر کئے اور عینی نے شرح ہدایہ میں فرمایا ابوعبید معمر بن مثنی بن تیمی ہے۔ اور بعض نسخوں میں ابوعبیدۃ بالتاء ہے اور ان کا نام قاسم بن سلام بغدادی ہے۔ اور پہلا قول اصح ہے۔ اور یہ بات اس کے مخالف ہے جو تاریخ خلکان وغیرہ تواریخ معتمدہ میں ہے کہ ابوعبید بغیر تاء قاسم کی کنیت ہے اور تاء کے ساتھ معمر کی کنیت ہے۔

رہے علمائے متقدمین جیسے علم سے بھرے ہوئے ظرف حامل تاج مسلمانان نعش پائے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سیدنا عبداللہ بن مسعود اور عالم امت سلطان المفسرین عبداللہ بن عباس اور عروہ بن زبیر اور ان کے سگے بھائی عبداللہ اور افضل التابعین سعید بن المسیب رضی اللہ عنہم

---

[1] مذیلۃ الدرایۃ لمقدمۃ الہدایۃ لعبدالحی مع الہدایۃ المکتبۃ العربیۃ کراچی ص ۴

www.alahazratnetwork.org

بن المسیب رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین فقد روینا لک ما قالوا فی الآیۃ۔

المقدمۃ الخامسۃ

لعلک یا من یفضل علیا علی الشیخین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین تفرح و تمرح ان ھٰؤلاء المفسرین انما عدلوا عن الاتقی الی التقی کیلا یلزم تفضیل الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ علی من عداہ وحاشاھم عن ذٰلک الا ترٰی انھم کما فسروا الاتقی بالتقی کذلک اولوا الاشقی بالشقی فاین ھذا من قصدک الذمیم الذی ترید لاجلہ تغییر القرآن العظیم وانما الباعث لھم علی ذالک ما ذکرہ ابو عبیدۃ بنفسہ۔

انبأنا سراج العلماء عن المفتی ابن عمر عن عابد سندی عن یوسف المزجاجی عن ابیہ محمد بن العلاء عن حسن العجیمی عن خیر الدین الرملی عن العلامۃ احمد بن امین الدین بن عبد العال عن ابیہ عن جدہ عن العز عبد الرحیم بن الفرات عن ضیاء الدین محمد بن محمد الصنعانی عن قوام الدین مسعود بن ابراھیم الکرمانی عن

توہم آیتِ کریمہ کی تفسیر میں ان کے اقوال تمہارے لئے روایت کرچکے۔

پانچواں مقدمہ

اے تفضیلیہ شاید تو خوش ہو اور فخر کرے کہ یہ مفسرین اتقی سے تقی کی طرف اسی لئے پھرے کہ صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی فضیلت ان کے ماسوا دوسرے صحابہ پر لازم نہ آئے اور وہ اس خیال سے بری ہیں۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ انھوں نے جس طرح اتقی کی تفسیر تقی سے کی یونہی اشقی کی تاویل شقی سے کی تو مفسرین کی اس روش کو تیرے اس بد ارادے سے کیا علاقہ ہے جس کے لئے تو قرآن عظیم کو بدلنا چاہتا ہے، ان کے لئے اس تفسیر پر ابو عبیدہ کا قول مذکور باعث ہوا۔

ہمیں سراج العلماء نے خبر دی مفتی ابن عمر سے انھوں نے روایت کی عابد سندی سے انھوں نے یوسف مزجاجی سے روایت کی انھوں نے اپنے باپ محمد بن علاء سے انھوں نے حسن العجیمی سے روایت کی انھوں نے خیر الدین رملی سے انھوں نے علامہ احمد بن امین الدین بن عبد العالی سے انھوں نے اپنے باپ سے پھر اپنے دادا سے انھوں نے عز عبد الرحیم بن فرات سے انھوں نے ضیاء الدین محمد بن محمد صنعانی سے انھوں نے قوام الدین مسعود بن ابراہیم کرمانی سے انھوں نے مولٰے

www.alahazratnetwork.org

المولی حافظ الدین ابی البرکات محمود النسفی قال فی مدارک التنزیل "قال ابوعبیدۃ الاشقی بمعنی الشقی وھو الکافر، والاتقی بمعنی التقی وھو المؤمن لانہ لا یختص بالصلی اشقی الاشقیاء ولا بالنجاۃ اتقی الاتقیاء وان زعمت انہ تعالٰی نکر النار فاراد نارًا مخصوصۃ بالاشقی، فما تصنع لقولہ وسیجنبھا الاتقی الذی لان التقی یجنب تلک النار المخصوصۃ لا الاتقی منھم خاصۃ"[1] انتھی۔

حافظ الدین ابوالبرکات محمود نسفی سے روایت کیا کہ (علامہ نسفی نے) مدارک التنزیل میں فرمایا ابوعبیدہ نے کہا اشقی بمعنی شقی کے ہے اور وہ کافر ہے، اور اتقی تقی کے معنی میں ہے اور اس سے مراد مومن ہے، اس لئے کہ آگ میں جانا سب اشقیاء سے بڑھ کر شقی کی خصوصیت نہیں ہے اور نجات پانا سب پرہیزگاروں سے افضل کے لئے مخصوص نہیں ہے اور اگر تم کہو کہ اللہ تعالٰی نے نار کو نکرہ فرمایا (اور نکرہ جب محلِ اثبات میں ہو تو اس سے مراد فردِ مخصوص ہوتا ہے) تو اللہ تعالٰی کی مراد ایک مخصوص نار ہے تو تم (یعنی اس سے بہت دور رکھا جائے گا سب سے بڑا پرہیزگار) کے ساتھ کیا کروگے اس لئے کہ ہر متقی اس نار مخصوص سے دور رکھا جائے گا نہ کہ خاص کر سب سے بڑا متقی۔

وتلخیص المقام ان قولہ سبحنہ وتعالٰی "فانذرتکم نارا تلظی لایصلٰھا الا الاشقی الذی کذب وتولی"[2] لایمکن اجراءہ علی ظاھرہ لانہ یقتضی قصر دخول النار علی اشقی الاشقیاء من الکفار فیلزم ان

مقامِ تلخیص یہ ہے کہ اللہ سبحنہ وتعالٰی کے قول فانذرتکم نارا تلظی لا یصلٰھا الا الاشقی الذی کذب و تولی (تو میں تمہیں ڈراتا ہوں اس آگ سے جو بھڑک رہی ہے نہ جائے گا اس میں مگر بڑا بدبخت جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا) کو اس کے ظاہری معنی پر جاری رکھنا ممکن نہیں اس لئے

[1] مدارک التنزیل (تفسیر المدارک) تحت الآیۃ ۹۲/۱۷ دار الکتاب العربی بیروت ۴/۳۶۳
[2] القرآن الکریم ۹۲/۱۴ تا ۱۶

www.alahazratnetwork.org

36 لا يدخلها احد غيره كالفجار والكافرين القاصرين عنه في الشقاء والاستكبار وهذا باطل قطعاً فاختار الواحدي والرازي والقاضي والمحلي وابو السعود وآخرون ما ملحظه أن ليس المراد بالاشقى رجل مخصوص يكون أشقى الاشقياء بل المعنى من كان بالغاً عـه في الشقاء

کہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ دوزخ میں وہی جائے جو کافروں میں سب بدنصیبوں سے بڑا بدنصیب ہو تو لازم آئے گا کہ وہ فجار و کفار جو بدنصیبی اور گھمنڈ میں اس سے کم رتبے کے بدنصیب ہوں دوزخ میں نہ جائیں، اور یہ قطعاً باطل ہے، لہذا واحدی و رازی و قاضی و محلی و ابوالسعود اور دیگر مفسرین نے یہ اختیار کیا جس میں یہ لحاظ ہے کہ اشقی سے مراد کوئی خاص نہیں جو سب سے بڑا اشقی ہو بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شقاوت میں حد کو پہنچا ہوا ہو اور

عـه قوله بالغا في الشقاء الخ انت خبير بانا قررنا كلامهم بحيث يندفع عنه ايراد قوي كان يتخالج في صدري تقرير الايراد ان المؤمن الفاجر له قسط من الشقاوة كما ان له قسطا عظيما من السعادة، وليس ان الشقاء يختص بالكفرة، ألا ترى أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم سمى الخبيث الشقي عبد الرحمن بن ملجم الذي قتل السيد الكريم المرتضى رضي الله تعالى عنه وخضب لحية الكريمة بدم راسه الاقدس اشقى الآخرين كما ورد بطريق عديدة عن سيدنا علي كرم الله تعالى وجهه وانما كان هذالك

(قولہ بدبختی میں حد کو پہنچا ہو الخ) تم خبردار ہو کہ ہم نے ان علماء کے کلام کی تقریر اس طور پر کی جس سے وہ قوی اعتراض جو میرے سینے میں متردد تھا دفع ہو جائے۔ اس اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ مومن فاجر کے لئے بدبختی سے ایک حصہ ہے جیسا کہ اس کے لئے سعادت سے عظیم بہرہ ہے اور ایسا نہیں کہ بدبختی کافروں کیلئے خاص ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس خبیث شقی عبدالرحمن بن ملجم کو جس نے سید کریم مرتضی (علی) رضی اللہ تعالٰی عنہ کو شہید کیا اور ان کی ریش مبارک کو ان کے سر اقدس کے خون سے رنگین کیا پچھلوں کا سب سے بڑا بدبخت فرمایا جیسا کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے متعدد سندوں سے روایت ہے اور یہ خبیث

(باقی برصفحہ آئندہ)

www.alahazratnetwork.org

متناهيا فيه وهم الكفار عن — اس مفہوم کے مصداق سارے کافر ہیں اور وہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الخبيث رجلاً من الخوارج واذا كان الامر هكذا فما لهؤلاء اولوا الاشقى بالشقى ثم خصوه بالكافر حتى عاد الاعتراض بخروج الفجار مع ان بعضهم يدخل النار قطعا، فلو انهم اجروه على العموم لسلموا من ذلك وتقرير الجواب انهم لما قطعوا الافعل عن معناه الحقيقي اعني الزائد في الاتصاف بالمبدء على كل من عداه كرهوا ان يذهبوا به مذهبا البعد من حقيقته كل البعد فارادوا به البالغ في الشقاء المتناهي فيه ابقاء لمعنى الزيادة المدلول عليها بصيغة التفضيل، والوجه في ذلك ان هناك ثلثة امور، الاول الاتصاف بالمبدء وهو مفاد اسم الفاعل، والثاني الكثرة فيه وهو مدلول صيغة المبالغة، والثالث الزيادة فيه عن غيره و

تو خارجیوں میں کا ایک شخص تھا یعنی کافر نہ تھا بلکہ گمراہ تھا) اور جب بات ایسی ہے تو ان لوگوں کو کیا ہُوا جنھوں نے اشقی کی تاویل شقی سے کی پھر اسے کافر کے لئے مخصوص کیا تو اعتراض لوٹا کہ فاجر مسلمان اس حکم سے نکل گئے حالانکہ بعض فاجر مسلمان یقیناً جہنم میں جائیں گے تو اگر اُنھوں نے حکم عام رکھا ہوتا تو اس اعتراض سے بچ جاتے، اور جواب کی تقریر یہ ہے کہ جب اُنھوں نے افعل (اسم تفضیل) کو اس کے حقیقی معنی سے مجرد کیا یعنی جو مصدر سے متصف ہونے میں اپنے ہر ماسوا سے زائد ہو تو انھیں یہ پسند نہ ہوا کہ اسم تفضیل کو ایسے مذہب پر لے جائیں جو اس کے حقیقی معنٰی سے بالکل دور ہو لہٰذا انھوں نے اشقی سے مراد لیا کہ بدبختی میں حد کو پہنچا ہوا تاکہ زیادتی کا مفہوم جس پر صیغہ افعل تفضیل دلالت کرتا ہو باقی رکھیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس جگہ تین امور ہیں پہلا مصدر سے موصوف ہونا اور یہ اسم فاعل کا مفاد ہے اور دوسرا امر اس وصف میں کثرت اور یہ مبالغہ کے صیغہ کا مفہوم ہے، اور تیسرا امر اس وصف میں دوسرے سے بڑھ جانا اور یہ وہ مفہوم ہے جس کے لئے اسم تفضیل

(باقی بر صفحہ آئندہ)

أخرجهم لانسلاخهم عن السعادة بالمرة، اما المؤمن الفاجر فان كان له وجه الى الشقاء الزائل فوجهه الأخر الى السعادة الابدية وهى الايمان، وهؤلاء القائلون لما رأوا مادة الايراد لم تنحسم اذ دخول بعض الفجار ايضا مقطوع فزعوا الى تاويل الصلى باللزوم، وزعم الواحدى انه معناه الحقيقى فقال كما نقل الرازى عنه "معنى "لايصلاها" لايلزمها فى حقيقة اللغة. يقال صلى الكافر النار اذا لزمها مقاسيا شدتها وحرها وعندنا ان هذه الملازمة لا تثبت الا الكافر اما الفاسق فاما ان لا يدخلها او ان دخلها تخلص منها انتهى.[1]

سعادت سے بالکل محروم ہیں۔ رہا مومنِ فاجر تو اس کا ایک پہلو شقاوتِ فانیہ کی طرف ہے تو دوسرا ابدی سعادت کی طرف ہے اور وہ سعادتِ ابدی ایمان ہے۔ اور ان لوگوں نے جب یہ دیکھا کہ اعتراض کا مادہ بالکل ختم نہ ہوا اس لئے کہ بعض بدعمل مسلمانوں کا دوزخ میں جانا بھی قطعی امر ہے۔ لہذا یہ لوگ صلی کی تاویل لزوم سے کرنے کی طرف راغب ہوئے۔ واحدی نے کہا کہ لزوم اس کا حقیقی معنی ہے جیسا کہ امام رازی نے نقل کیا ہے کہ "لایصلاھا" کا معنی حقیقت لغت میں "لایلزمھا" ہے۔ کہتے ہیں کہ صَلِیَ الکافرُ النارَ جب وہ اس حال میں آگ کو لازم پکڑے درانحالیکہ اس کی شدت وحرارت کو برداشت کرے اور ہماری رائے یہ ہے کہ یہ ملازمت فقط کافر کیلئے ثابت ہے۔ رہا فاسق تو وہ یا تو اس میں داخل ہی نہ ہوگا یا داخل تو ہوگا مگر اس سے چھٹکارا پالے گا انتہی[1]۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

هو الموضوع له اسم التفضيل فالثانى كالوسط بين الاول والثالث والعدول عن طرف الى طرف ابعد من الميل عن طرف الى الوسط فهذا الذى حملهم على ذلك فيما اظن والله تعالٰى اعلم منه عفا الله تعالٰى عنه أمين.

کی وضع ہے تو دوسرا جیسے اول وسوم کے درمیان ہے اور ایک کنارے سے دوسرے کنارے کی طرف پھرنا ایک کنارے سے درمیان کی طرف مائل ہونے سے زیادہ دور ہے تو میرے گمان میں یہی ان کو اس پر باعث ہوا، واللہ تعالٰی اعلم منہ عفا اللہ تعالٰی عنہ آمین!

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۹۲/۱۵ و ۱۶ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۳۱/۲۰۴

www.alahazratnetwork.org

اقول وما احسن ھذا تاویلا او اصفاہ لولا ان یکدرہ ماساذکرہ قریبًا فارتقب ورکن الرازی الٰی وجہ اٰخرمن التاویل وھو ان یخص عموم ھذا الظاھر بالاٰیات الدالۃ علٰی وعید الفساق[1]

میں کہتا ہوں کہ یہ تاویل کس قدر اچھی ہے اور یہ رنگ کتنا صاف تھا اگر اس کو اس بات نے مکدر نہ کیا ہوتا جو میں عنقریب ذکر کروں گا، تو انتظار کرو، اور رازی ایک دوسری تاویل کی طرف مائل ہوئے، اور وہ یہ کہ اس کے ظاہری معنی کا عموم ان آیات کے ساتھ خاص ہو جو فساق کی وعید پر دلالت کرتی ہو۔

اقول ھذا جمع بین التاویل والتخصیص وھو مستغنی عنہ اذ لو قیل بالتخصیص فکما دلت الاٰیات علٰی وعید الفساق کذٰلک دلت علٰی ایعاد سائر الکفار بدلالۃ اظھر واجلٰی. اللّٰھم الا ان یقال فیہ تکثیر التخصیص جدًا والقصر علٰی فرد واحد اشد بعدًا عنہ ھذا ولقد سلک

میں کہتا ہوں یہ تاویل وتخصیص کو یکجا کرنا ہے اور اس کی حاجت نہیں اس لئے کہ اگر تخصیص کا قول کیا گیا تو جس طرح آیات فساق کی وعید پر دلالت کرتی ہیں یونہی تمام کافروں کی وعید پر روشن اور صاف تر دلالت فرماتی ہیں۔ الٰہی! تو مدد فرما، مگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس میں بہت زیادہ تخصیص لازم آئے گی، اور ایک فرد پر منحصر کردینا بہت زیادہ مستبعد ہے یہ لو، اور

عہ اعلم ان العبد الضعیف لما فرغ من تحریر ھذہ المقدمات الخمس وبلغ الٰی اٰخر ما کتبنا فی جواب الشبھۃ الاولٰی استعار تفسیر فتح العزیز المتعلق بجزء عم یتساءلون من

عہ تمھیں معلوم ہو کہ بندۂ ناتواں جب ان پانچ مقدمات کی تحریر سے فارغ ہوا اور پہلے شبہہ کے جواب میں جو ہم نے لکھا اس کے آخر تک پہنچا تو ایک دوست سے تفسیر فتح العزیز جو جزء عم یتساءلون سے متعلق ہے عاریت لی تو

(باقی برصفحۂ آئندہ)

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الاٰیۃ ۹۲/۱۵ ۱۹ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۳/۲۰۳

www.alahazratnetwork.org

القاضی الامام ابوبکر کما | قاضی امام ابوبکر نے جیسا کہ امام فخر رازی نے مفاتیح الغیب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بعض الاصدقاء فطالعت فیہ من هذا المقام ورأیت المولی الفاضل استاذ استاذی عبدالعزیز ذکر الدفع هذا الایراد اعنی نقض الحصر فی الکفار بدخول بعض الفجار النار بوجهین اٰخرین جیدین الاول ان المراد بالنار نار مخصوصة بالکفار والثانی ان دخول بعض المؤمنین لما کان تطهیرا وتادیبا کان کلادخول وانما الدخول کل الدخول دخول لیس بعدہ خروج فالحصر بهذا المعنی وهو حق صحیح بلاامتراء انتهٰی

بالحاصل **اقول** ما انعمهما من وجهین وادفعهما لکل شیئ لکنك یاعریف انت خبیر بانهما یجریان ایضا بعد شیئ من تغییر العبارة فیما اذا حملنا الاشقی علی معناہ الحقیقی کما ستسمع منا ان شاء اللہ تعالٰی فیالیت المولی الفاضل لما تنبہ علی هذین کما تنبهنا تجنب التاویل کما اجتنبنا اذالبدایة بتاویل الاشقی بالشقی ثم التحصن بهذین الحصنین المانعین

میں نے اس میں اس مقام کا مطالعہ کیا اور میں نے دیکھا کہ مولٰی فاضل استاذ استاذی عبدالعزیز نے اس اعتراض کے دفع کے لئے یعنی اس حصر کا کفار میں بعض فجار کے آتش جہنم میں داخل ہونے سے منقوض ہونا دو اور بہتر وجہیں ذکر کیں، پہلی یہ کہ نار سے مراد وہ نار ہے جو کافروں کے لئے مخصوص ہے۔ دوسری یہ کہ بعض مسلمانوں کا آگ میں جانا جبکہ ان کی تطہیر و تہذیب کے لئے ٹھہرا۔ تو یہ آگ میں جانا نہ جانے کے مثل ہے اور آگ میں بالکل جانا وہ جانا ہے جس کے بعد آگ سے نکلنا نہ ہوگا تو آیت کا حصر کفار میں اس معنی پر ہے اور بے شک حق و صواب ہے۔

الحاصل میں کہتا ہوں یہ دونوں وجہیں کس قدر اچھی ہیں اور ہر خرابی کی کیسی دافع ہیں، لیکن اے جاننے والے! تم خبردار کہ یہ دونوں وجہیں عبارت کی قدرے تغیر کے بعد اس صورت میں بھی جاری رہتی ہیں جب ہم اشقی کو اس کے معنی حقیقی پر رکھیں جیسا کہ تم ہم سے سنو گے ان شاء اللہ۔ تو کاش مولائے فاضل جب ہماری طرح ان دونوں وجہوں پر متنبہ ہوئے اسی طرح تاویل سے بچتے جیسے ہم بچے، اس لئے کہ پہلے اشقی کی تاویل شقی سے کرنا پھر ان دو محکم وجہوں جو اصل تاویل سے مانع ہیں سے تمسک

(باقی برصفحہ آئندہ)

www.alahazratnetwork.org

اثرعنه الفخر الرازی فی مفاتیح الغیب[1] حسنا اذحاول ابقاء الاشقی علٰی معناه الحقیقی اعنی من لایدانیه احد فی الشقاء و ذکر لتصحیح الحصر وجھین یرتاح بھما اللبیب وینداحض کل شك مریب،

میں نقل کیا ہے ایک اچھا مسلک اختیار کیا اس لئے کہ انھوں نے اشقی کو اس کے حقیقی معنی پر باقی رکھنے کی کوشش کی اور حصر کی صحت کیلئے دو وجہیں ایسی ذکر کیں جن سے دانشمند چین پائے اور دھوکے میں ڈالنے والا ہر شک زائل ہوجائے،

الاول ان یکون المراد بقوله تعالٰی "نارًا تلظّٰی" نارًا مخصوصۃ من النیران لانھا درکات بقوله تعالٰی "ان المنٰفقین فی الدرك الاسفل من النار" فالاٰیۃ تدل علٰی ان تلك النار المخصوصۃ لایصلٰھا سوی ھٰذا الاشقی، ولاتدل علٰی ان الفاسق وغیرہ من ھذہ صفته من الکفار لایدخل سائر النیران[1] انتھٰی۔

پہلی وجہ یہ کہ قول خدا تعالٰی نارًا تلظّٰی سے دوزخ کی آتشوں سے ایک مخصوص آتش مراد ہو اس لئے کہ آگ کے مختلف طبقے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے کہ "بے شک منافق آگ کے سب سے نچلے طبقے میں ہیں"۔ اب آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ مخصوص آگ میں یہی اشقی جائے گا اور اس کا یہ معنی نہیں کہ اس بڑے بدنصیب کے سوا دوسرے کافر اور فاسق آگ کے باقی طبقوں میں نہ جائیں انتہٰی۔

اقول فکان کقوله تعالٰی "ویتجنبھا الاشقی الذی یصلی النار الکبرٰی"[2] ای اعظم النیران جمیعا علٰی احد وجوہ التاویلات

میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی کے فرمان "ویتجنبھا الاشقی الذی یصلی النار الکبرٰی" (دور رہے گا اس سے وہ بڑا بدنصیب جو بڑی آگ میں دھنسے گا) یعنی ایک تاویل پر سب سے بڑی آگ ذلیل ہوگی،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

عن اصل التاویل مما یفضی الی العجب فکان کمن تمنی غرضا ورمی غرضا فاخطأ بعد کاد ان یصیب، وما توفیقی الا باللہ علیه توکلت والیه انیب ۱۲ منه عفا اللہ تعالٰی عنه اٰمین۔

ایسی چیز ہے جو تعجب کا سبب ہے تو یہ ایسا ہوا جیسے کوئی ایک نشانہ چاہے اور دوسرے کو مارے تو نشانے پر تیر پہنچنے کے قریب ہو کر چوک جائے، اور میری توفیق اللہ ہی سے ہے اسی پر میں بھروسا کرتا ہوں اور اسی کی طرف جھکتا ہوں۔

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الاٰیۃ ۹۲/ ۱۴ و ۱۵ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۳۱/ ۲۰۴

[2] القرآن الکریم ۸۷/ ۱۱ و ۱۲

www.alahazratnetwork.org

وردّہ الرازی بان قولہ تعالٰی "نارًا تلظّٰی"[1] یحتمل ان یکون ذٰلک صفۃ لکل النیران وان یکون صفۃ لنار مخصوصۃ لکنہ تعالٰی وصف کل نار جہنم بھٰذا الوصف فی اٰیۃ اخرٰی فقال "انھا لظٰی نزّاعۃ للشوٰی"[2]۔

اور رازی نے اس قول کو یُوں رَد کیا کہ اللہ تعالٰی کے قول نارًا تلظّٰی میں احتمال ہے کہ وہ سب آتشوں کی صفت ہو اور ممکن ہے کہ مخصوص آتش کی صفت ہو۔ لیکن اللہ تعالٰی نے جہنم کی سب آتشوں کا یہی وصف دوسری آیت میں فرمایا اُس کا ارشادِ گرامی ہے "انھا لظٰی نزّاعۃ للشوٰی" (وہ تو بھڑکتی آگ ہے کھال اتار لینے والی)

اقول یتراءٰی من ھٰذہ العبارۃ للایراد وجہتان:

الاولٰی ان المورد کانہ ظن ان القاضی الامام یدعی تخصیص النار بصفۃ التلظی کما یتخصص الغلام فی قولنا جاء فی غلام عاقل بصفۃ العقل، ومن ھٰذا الطریق یقول ان المراد نار مخصوصۃ اعظم النیران فالایراد ظاھر الورود اذ الاوصاف انما تخصص اذا کانت خصائص توجد فی فرد دون اٰخر والتلظی لایختص بنار دون نار الا تری ان اللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی وصف النار مطلقا بانھا لظی نزاعۃ للشوٰی[2] ولکن لم یکن القاضی الامام

میں کہتا ہوں اس عبارت سے اعتراض کی دو جہتیں نظر آتی ہیں:

پہلی تو یہ ہے کہ گویا معترض نے یہ گمان کیا کہ قاضی امام ابوبکر آتشِ جہنم کے لپٹ مارنے کی صفت سے مخصوص ہونے کے مدعی ہیں اس طور پر جیسے غلام ہمارے قول جاء فی غلام عاقل میں صفتِ عقل سے مخصوص ہے ——— اور اس طریقے سے وہ فرماتے ہیں کہ مراد خاص آگ ہے جو سب سے بڑی آگ ہے، تو اعتراض کا ورود اس صورت میں ظاہر ہے اس لئے کہ اوصاف ذات کے ساتھ اسی وقت خاص ہوتے ہیں جبکہ وہ اس فرد کا خاصہ ہوں کہ دوسرے میں نہ پائے جائیں اور لپٹ مارنا ایسا نہیں کہ ایک آگ کی خاص صفت ہو دوسری کی نہ ہو، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ سبحٰنہ وتعالٰی مطلقاً آتشِ جہنم کا وصف بیان فرماتا ہے، انھا لظی نزاعۃ للشوی (یعنی وہ تو

---

[1] القرآن الکریم ۹۲/۱۴ و ۱۵

[2] القرآن الکریم ۷۰/۱۵ و ۱۶

www.alahazratnetwork.org

لیرید ھذا و انما ملحظہ الی ان التنکیر للتعظیم فقولہ تعالٰی نارًا ای نارًا عظیما لیس کمثلہ نار کانہ اشیر بالتنکیر الی انھا بشھرۃ امرھا و شیوع فزعھا و اخذ اھوالھا بمجامع القلوب صارت بمثابۃ لاتسبق الاذھان الا الیھا فاغنت شھرتھا و انتشار ذکرھا عن تعریف اسمھا کما یفید ذٰلك تنکیر الملیك فی قولہ تعالٰی فی مقعد صدق عند ملیك مقتدر[1] و تنکیر الظلم فی قولہ تعالٰی الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم[2] ای ظلم لاظلم کمثلہ و ھو الشرك۔

بھڑکتی آگ ہے کمال اتار لینے والی) لیکن حضرت قاضی امام یہ معنی مراد لینے والے نہیں ان کا اشارہ تو اس طرف ہے کہ نکرہ تعظیم کیلئے ہے تو اللہ تعالٰی کے فرمان نارًا کا مطلب یہ ہے کہ وہ بڑی آگ ہے اس جیسی کوئی آگ نہیں، گویا وہ اپنی حالت کی شہرت اور اس کی ہیبت کے عام چرچے اور اس کی ہولناکیوں کی پورے دلوں پر پکڑ کے سبب اس مقام پر ہے کہ ذہن اسی کی طرف سبقت کرتے ہیں تو اس کی شہرت اور اس کے عام ذکر نے اس سے بے نیاز کردیا کہ اس کا نام لے کر اسے معین کیا جائے، جس طرح یہی فائدہ لفظ ملیك اللہ تعالٰی کے قول "فی مقعد صدق عند ملیك مقتدر" (یعنی سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور) کا نکرہ ہونا دیتا ہے اور لفظ ظلم اللہ تعالٰی کے قول "الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم" میں یہی فائدہ دیتا ہے یعنی ایسا ظلم کہ کوئی ظلم اس جیسا نہیں اور وہ ظلم شرک ہے۔

انبأنا مولانا السید حسین جمل اللیل امام الشافعیۃ بمکۃ المحمیۃ عن خاتمۃ المحدثین محمد عابد السندی عن صالح الفلانی عن

ہمیں خبر دی مولانا سید حسین جمال اللیل نے جو مکہ میں امام شافعیہ ہیں وہ روایت کرتے ہیں خاتمۃ المحدثین محمد عابد سندی سے انھوں نے روایت کیا صالح فلانی سے انھوں نے روایت کی

[1] القرآن الکریم ٥٤/٥٥

[2] القرآن الکریم ٦/٨٢

www.alahazratnetwork.org

محمد بن سنة عن احمد العجلی عن قطب الدین النھروالی عن ابی الفتوح عن یوسف الھروی عن محمد بن شاہ بخت عن ابی النعمان الختلاف عن الفربری عن محمد بن اسمعیل البخاری ثنا ابوعدی ثنا شعبۃ عن سلیمان عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبد اللہ لما نزلت الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولٰئک لھم الامن وھم مھتدون[1]، قال اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اینا لم یظلم فنزلت اللہ ان الشرک لظلم عظیم۔

محمد بن سنہ سے انھوں نے احمد عجلی سے انھوں نے قطب الدین نہروالی سے انھوں نے ابو الفتوح سے انھوں نے یوسف ہروی سے انھوں نے محمد بن شاہ بخت سے انھوں نے ابو النعمان ختلانی سے انھوں نے فربری سے انھوں نے محمد بن اسمٰعیل بخاری سے بخاری نے فرمایا ہم سے ابو عدی نے حدیث بیان کی انھوں نے کہا ہم سے شعبہ نے حدیث بیان کی انھوں نے سلیمان سے انھوں نے ابراہیم سے انھوں نے علقمہ سے علقمہ نے عبداللہ بن مسعود سے روایت کی کہ جب یہ آیت کریمہ "الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانھم اولٰئک لھم الامن وھم مھتدون" (یعنی وہ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی ناحق کی آمیزش نہ کی انھیں کے لئے ایمان ہے اور وہی راہ پر ہیں) نازل ہوئی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے اصحاب بولے ہم میں کون ایسا ہے جس نے ظلم نہ کیا، اللہ تعالٰے نے آیہ کریمہ "ان الشرک لظلم عظیم" (بیشک شرک بڑا ظلم ہے۔ت) نازل فرمائی۔

اینا نا شیخ العلماء مولانا السید زینی دحلان المکی الشافعی عن العلامۃ عثمان بن حسن الدمیاطی

ہمیں شیخ العلماء مولانا سید احمد زینی دحلان مکی شافعی نے خبر دی انھوں نے علامہ عثمان بن حسن دمیاطی شافعی ازہری سے انھوں نے امیر کبیر

---

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ الانعام باب قولہ تعالٰی ولم یلبسوا ایمانھم بظلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۶۶
انوار التنزیل واسرار التاویل (تفسیر البیضاوی) ۲/ ۸۲ دار الفکر بیروت ۲/ ۳۲۵ و ۴۲۶

www.alahazratnetwork.org

الشافعی الازہری عن الامیر الکبیر العلامۃ محمد المالکی الازہری والشیخ عبد اللہ الشرقاوی الشافعی وسیدی محمد الشنوانی الشافعی واٰخرین باسانیدہم الی الامام مسلم بن الحجاج النیسابوری بسندہٖ الی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ قال فیہ قالوا اینا لایظلم نفسہ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لیس ھو کما تظنون انما ھو کما قال لقمان لابنہٖ "یابنی لاتشرک باللہ ان الشرک لظلم عظیم"[1] وھٰکذا اخرجہ الامام احمد والترمذی وقد اختار الرازی بنفسہٖ عین ھٰذا التوجیہ فی قولہ تعالٰی "ارأیت الذی ینھٰی عبدًا اذا صلّٰی" قال "التنکیر فی عبدًا یدل علی کونہٖ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کاملًا فی العبودیۃ کانہ تعالٰی انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عبد لایفی العالم بشرح

علامہ محمد مالکی ازہری اور شیخ عبد اللہ شرقاوی الشافعی اور سیدی محمد شنوانی شافعی اور دیگر علماء سے ان کی سندوں کے ساتھ جو امام مسلم بن حجاج نیشاپوری تک پہنچتی ہیں انھوں نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ تک اپنی سند سے روایت کیا کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا صحابہ نے عرض کی ہم میں کس نے ظلم نہ کیا، تو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا وہ ظلم نہیں جو گمان کرتے ہو یہ تو اس طرح ہے جیسے لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا: اے بیٹے! اللہ کا کسی کو شریک نہ کرنا کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ اور مسلم کی حدیث کے مثل امام احمد و ترمذی نے بھی روایت کیا اور خود رازی نے توجیہ اللہ تعالٰی کے قول "أرایت الذی ینھٰی عبدًا اذا صلّٰی" (بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھے) میں اختیار کی انھوں نے فرمایا کہ عبدًا کا نکرہ ہونا اس پر دلالت کرتا ہے کہ تمام جہان حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حقیقت کے بیان اور عبودیت میں ان کے اخلاص کی توصیف کا حق ادا نہیں

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب صدق الایمان و اخلاصہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷۷
جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ الانعام امین کمپنی دہلی ۲/۱۳۲
مسند احمد بن حنبل عن ابن مسعود المکتب الاسلامی بیروت ۱/۴۲۴

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۹۶/ ۹ و ۱۰ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۳۲/۲۲

www.alahazratnetwork.org

بانیہ وصفہ اخلاصہ فی عبودیتنا انتہی۔[1]

والثانیۃ أن توصیفہ بالتلظی ینافی ھذا التخصیص لانہ وصف مطلق النار لانار مخصوص۔ اقول ولیس بشیئ اذ لایمتنع توصیف فرد عظیم من جنس بوصف عام تشترک فیہ الأفراد جمیعا و انما الممتنع عکسہ اعنی توصیف جمیع الافراد بما یختص بہ فرد خاص، الاترٰی الٰی قولہ تعالٰی "وما محمد الارسول"[2] مع انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعظم الرسل واکرمھم بالاطلاق، والرسالۃ وصف عام یشترک فیہ المرسلون جمیعا ولیس فی الاٰیۃ مایدل علی القصر ینافی العموم، علٰی ان التلظی مقول بالتشکیک فیجوز ان یراد ھنا تلظ خاص لیس کمثلہ تلظ کما قال اللہ سبحٰنہ وتعالٰی "یایھا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لایضرکم من ضل اذا اھتدیتم"[3] اطلق الضلال و

کرسکتا۔

دوسری یہ کہ آگ کو تلظی (بھڑکنے) سے موصوف فرمانا اس تخصیص کے منافی ہے اس لئے کہ بھڑکنا مطلقًا ہر آگ کی صفت ہے نہ کہ کسی خاص آگ کی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اعتراض کوئی چیز نہیں اس لئے کہ کسی جنس کے عظیم فرد کو ایسے عام وصف سے جس میں سارے افراد شریک موصوف کرنا ممتنع نہیں، ممتنع تو اسکا عکس ہے یعنی تمام افراد کو ایسی صفت سے موصوف کیا جائے جو کسی خاص فرد کی صفت ہو کیا تم نہیں دیکھتے اللہ تعالٰی کے اس قول کی طرف" اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک رسول ہیں" حالانکہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سب رسولوں سے مطلقًا افضل و اعلٰی ہیں اور رسالت ایک وصف عام ہے جس میں سب رسول شریک ہیں، اور آیت میں کوئی لفظ ایسا نہیں جو حصر پر دلالت کرتا ہو کہ عموم کے منافی ہو، مزید برآں تلظی (بھڑکنا) کلی مشکک ہے لہذا جائز ہے کہ اس جگہ خاص تلظی (بھڑکنا) مراد ہو جس کے مثل کوئی تلظی نہ ہو، جیسے اللہ سبحٰنہ وتعالٰی نے فرمایا: "اے ایمان والو! تم اپنی فکر رکھو تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا وہ جو گمراہ ہوا جب کہ تم راہ پر ہو"

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیہ ۹۲/۹ و ۱۰ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۲۲/۳۲

[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۴۴

[3] " " ۵/ ۱۰۵

www.alahazratnetwork.org

اراد الضلال البعید وھو الکفر۔

ضلال بولا اور ضلال بعید مراد لیا اور وہ کفر ہے۔

اخرج الامام احمد والطبرانی وغیرھما عن ابی عامر الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ قال سألت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن ھٰذہ الاٰیۃ فقال لایضرکم من ضل من الکفار اذا اھتدیتم[1]۔

امام احمد و طبرانی وغیرہما نے ابوعامر اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی انھوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے دریافت کیا اس آیت کے بارے میں تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا وہ جو گمراہ ہوا یعنی کافرلوگ) جبکہ تم راہ پر ہو۔

والعجب ان الرازی جنح بنفسہ الٰی نحومن ھذا فی قولہ تعالٰی "نارٌ حامیۃ"۔ قال والمعنی ان سائرالنیران بالنسبۃ الیھا کانھا لیست حامیۃ وھذا القدر کاف فی التنبیہ علٰی قوۃ سخونتھا نعوذ باللہ منھا[2] الخ فما للتشعیر یوکل ویذم۔

اور تعجب تو یہ ہے کہ فخر رازی خود اس کے قریب توجیہ کی طرف مائل ہوئے اللہ تعالٰی کے قول نارٌ حامیۃ کی تفسیر میں انھوں نے فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ ہر آگ جہنم کی آگ کے مقابل گویا گرم ہی نہیں اور اتنی بات آتش جہنم کی سخت گرمی پر متنبہ فرمانے کو کافی ہے ہم اللہ کی اس سے پناہ مانگتے ہیں جَو کھایا جائے اور بُرا بھی کہا جائے۔

اقول لك ان تقول ان لظی من المجرد وتلظی من المزید و زیادۃ اللفظ تدل علٰی زیادۃ المعنی کما قالوا فی الرحمٰن والرحیم وغیر ذٰلك مع فیہ من التشدید

میں کہتا ہوں اور تمھیں پہنچتا ہے کہ تم کہو کہ لظی مجرد کے قبیل سے ہے اور تلظی مزید کے قبیل سے ہے اور لفظ کی زیادتی معنی کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے، جیسا کہ رحمٰن ورحیم وغیرہ میں علماء نے فرمایا اس کے ساتھ تلظی

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی عامر الاشعری المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۲۹ و ۲۰۱
مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی کتاب التفسیر سورۃ المائدۃ دارالکتاب ؍؍ ۷/ ۱۹
[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۱۰۱/ ۱۱ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۳۲/ ۷۴

www.alahazratnetwork.org

لفظا المنبئ عن الشدۃ معنی کما فی قتل وقتّل وقاتل وقتّال مع أن باب الادعاء واسع وقصر الوصف علی اعظم من یوصف شائع[1] قال تعالٰی فی المھاجرین "اُولٰئك ھم الصادقون"[1] و یمکن أن تجعل من ھذا القبیل امثال قولہ تعالٰی "انہ ھو السمیع العلیم"[2]، وقد حققنا المسألۃ فی خاتمۃ رسالتنا سلطنۃ المصطفٰی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم بما لامزید علیہ ھذا وکان قلب ابی عبیدۃ رکن الی ھذا الوجہ الذی ذکر القاضی الامام شیئا قلیلا ثم بدا لہ ما بدا فانحجم کما حکینا لك کلامہ ستسمع مناجوابہ ان شاء اللّٰہ تعالٰی۔

الثانی من وجھی القاضی ان المراد بقولہ تعالٰی "نارًا تلظی" النیران اجمع، ویکون المراد بقولہ تعالٰی "لایصلٰھا الا الاشقی" ای ھذا الاشقی بہ احق، وثبوت ھذہ الزیادۃ فی الاستحقاق

میں لفظی شدت ہے جو معنوی شدت کی خبر دیتی ہے جیسے لفظ قتل اور قتّل اور قاتل وقتّال میں، اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ ادعاء کا باب واسع ہے اور صفت کو سب موصوفین سے بڑے موصوف پر مقصود رکھنا عرف شائع ہے۔ اللہ تعالٰی کا مہاجرین کے بارے میں ارشاد ہے اولٰئك ھم الصادقون[1] (یہی لوگ سچے ہیں) اور ممکن کہ تم اللہ تعالٰی کے قول (بیشک وہی ہے سُنتا جانتا ہے) کو اسی قبیل سے قرار دو، اور ہم نے اس مسئلہ کی تحقیق اپنے رسالہ سلطنۃ المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خاتمہ میں ایسے کلام سے جس میں زیادتی نہیں ہو سکتی کی ہے اور اسی توجیہ کی طرف جو قاضی امام نے بیان فرمائی ابوعبیدہ کا دل کچھ مائل ہوا تھا پھر اس کو سوجھی جو سوجھی تو وہ اس سے منحرف ہوگیا جیسا کہ ہم تم سے اس کا کلام ذکر کر چکے اور عنقریب تم ہم سے اس کا جواب سنو گے ان شاء اللہ تعالٰی۔

قاضی کی ارشاد فرمودہ دو وجہوں میں سے دوسری یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کے قول نارًا تلظی سے مراد تمام آتشیں ہیں، اور اللہ تعالٰی کے قول لایصلٰھا الا الاشقی (اس میں نہ جائے گا مگر وہ سب سے بڑا بدبخت) سے مراد یہ ہے کہ یہ سب سے بڑا بدبخت ان تمام آزمائشوں کے

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/۸
[2] ؍؍ ؍؍ ۳۶/۴۱

www.alahazratnetwork.org

غیرحاصل الا لهٰذا الاشقى[1] انتہی۔ والى نحو من هٰذا يميل ما جزم به الزمخشری فی الکشاف مقتصرا علیه و نقله الامام النسفی رامزا اليه من ان الاٰية واردة فی الموازنة بین حالتی عظیم من المشرکین وعظیم من المؤمنین فاريد ان يبالغ فی صفتیهما المتناقضتین فقیل الاشقى وجعل مختصا بالصلی کان النار لم تخلق الا له، وقيل الاتقى وجعل مختصا بالنجاة کان الجنة لم تخلق الا له[2] انتہی۔

سب سے زیادہ سزاوار ہے اور استحقاق کی زیادتی اسی سبب سے بڑے بدبخت کو حاصل ہے انتہی۔ اور اسی سے قریب توجیہ کی طرف وہ توجیہ مائل ہے جس پر زمخشری نے جزم کیا کشاف میں اس پر اکتفا کرتے ہوئے اور زمخشری کی وہ توجیہ امام نسفی نے اس کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے نقل فرمائی وہ توجیہ یہ ہے کہ یہ آیت مشرکین کے ایک عظیم اور مؤمنین کے ایک عظیم کے دو متناقض صفتوں میں مبالغہ فرمایا جائے تو اشقٰی فرمایا گیا اور اسے آتش جہنم میں جانے کیلئے مخصوص ٹھہرایا گیا گویا جہنم کی آگ اسی کے لئے پیدا ہوئی ہے اور اتقٰی فرمایا گیا اور نجات کے لئے مخصوص فرمایا گیا گویا جنت اسی کے لئے بنی ہے انتہی۔

اقول هٰذا هو الحصر الادعائی الذی وصفنا لك ولا شك انه دائر سائر بین البلغاء يشهد بهٰذا من تتبع دواوين العرب وکلامهم فی المدح والهجاء، ومعلوم ان الزمخشری له ید طولى وکعب علیا فی فنون الادب وصنائع الادباء فقول الرازی انه ترك الظاهر من غیر دلیل[3] انتہی غیر مستحسن

میں کہتا ہوں یہی وُہ حصر ادعائی جس کا بیان ہم نے تم سے کیا اور کوئی شک نہیں کہ یہ بلغاء میں دائر و سائر ہے اس کی گواہی عرب کے دیوانوں کو اور مدح و ہجو میں ان کے کلام کو خُوب مطالعہ کرنے والا دے گا، اور یہ معلوم ہے کہ زمخشری کو فنونِ ادب اور ادیبوں کی صنعتوں میں بڑی دسترس ہے اور اونچا درجہ حاصل ہے تو فخر رازی کا زمخشری پر یہ اعتراض کہ اس کی یہ توجیہ ظاہر کو بے دلیل چھوڑنا ہے انتہی خوب نہیں

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الاٰیۃ ۹۲/۱۵ و ۱۶ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۳۱/۲۰۳
[2] مدارک التنزیل " " ۹۲/۱۷ دار الکتاب العربی بیروت ۴/۳۶۳
[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) " " " المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۳۱/۲۰۳

www.alahazratnetwork.org

وای شیئ اکبر دلالۃ من الاحتیاج الی تصحیح الکلام ولیس تاویل الاشقی بالشقی اقرب الی الظاھر من ھذا الحصر مع شیوعہ و کثرۃ وقوعہ نظماً و نثراً وتصحیح الکلام قرینۃ کافیۃ فی امثال ھذا المقام الاتری انک اذا سمعت رجلا یقول زید ھو الکریم علمت اول وھلۃ من دون تأمل ولا مھلۃ ان مرادہ ان لیس کریم مثلہ لا ان لاکریم مثلہ وھذا ظاھر جدا، ھذا اما یتعلق بحکم الاشقی ولا شک ان الکلام ھٰھنا محتاج بظاھرہ الی تاویل او توجیہ لکن اباعبیدۃ زاد فی الشطرنج بغلۃ ثم تتابع فی قوم من المتاخرین ینقلون کلامہ من دون تنقیح کما حکینا لک دیدنھم من کلام الامام العلامۃ السیوطی رحمہ اللہ تعالٰی حملہ علی ذلک ان ظن ان اٰیۃ الاتقی ایضا محتاجۃ الی التاویل حیث قال و ان زعمت انہ تعالٰی نکر النار الی اٰخرہ، ما نقلنا عنہ فلم یثبت ان اخذ الاتقی بمعنی التقی لیشمل کل مؤمن ووافقہ علی ذلک الزمخشری وغیرہ لکنھم

اور کلام کی تصحیح کی حاجت سے بڑی کون سی دلیل ہے؟ اور اشقٰی کی تاویل شقی سے اس حصر کی بہ نسبت ظاہر سے نزدیک تر نہیں باوجود اس کے یہ حصر عرف میں شائع ہے اور نظم و نثر میں بکثرت واقع ہے اور تصحیح کلام کی حاجت اس جیسے مقامات میں قرینہ کافیہ ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ جب تم کسی کو یہ کہتے سنو کہ زید ہی کریم ہے تو پہلی فرصت میں تم جان جاؤ گے کہ زید جیسا کوئی کریم نہیں نہ یہ کہ زید کے سوا کوئی کریم نہیں، اور یہ خوب ظاہر ہے، یہ تو حکم اشقٰی سے متعلق تھا اور کوئی شک نہیں کہ اس مقام پر کلام اپنے ظاہر سے تاویل یا توجیہ کا محتاج ہے لیکن ابوعبیدہ نے شطرنج کے مُہروں میں بغلہ (خچر) بڑھا دیا پھر متاخرین میں سے کچھ لوگ پے در پے اس کا کلام بغیر تنقیح کے نقل کرتے رہے، جیسا کہ ہم نے تم سے امام علامہ سیوطی کے کلام سے ان کی عادت کی حکایت کی اس کے لئے اس کا سبب یہ ہوا کہ اس نے یہ گمان کیا کہ وہ آیت بھی جس میں اتقٰی وارد ہوا تاویل کی حاجتمند ہے اس لئے کہ اس نے کہا کہ اگر تم کہو کہ اللہ تعالٰی نے نار کو نکرہ فرمایا الخ تو کچھ دیر نہ ٹھہرا کہ اتقٰی کو بمعنی تقی کے لیا تاکہ آیت ہر مومن کو شامل ہوجائے اور اسی بات میں زمخشری وغیرہ نے اس سے اتفاق کیا مگر اس کی تاویل

www.alahazratnetwork.org

لم یوافقه علی التاویل کما سمعت و هذا الکلام لا یقوم علی ساق اذ لیس فی قوله تعالٰی وسیجنبها الاتقی ما یدل علی الحصر والقصر وانما یصف اللّٰه سبحٰنه وتعالٰی عبدًا له اتقی بانه یجنب النار ویبعد عنها لانه لا یجنب النار الا هو ورحم اللّٰه الرازی حیث تفطن لهذا فذکر فی الاشقی قولا انه بمعنی الشقی ولم یذکره فی الاتقی رأسا بل صرح بخلافه حیث قال "هذا لا یدل علی حال غیر الاتقی الا علی سبیل المفهوم والتمسك بدلیل الخطاب[1] الخ۔

میں ان لوگوں نے اسکی موافقت کی جیسا کہ تُو نے سُنا اور یہ کلام پائے ثبات پر قائم نہیں اس لئے اللہ تعالٰی کے قول وسیجنبها الاتقی میں کوئی لفظ نہیں جو حصر پر دلالت کرتا ہو اللہ تعالٰی تو اپنے ایک بندے کا وصف بیان فرماتا ہے جو سب سے بڑا پرہیزگار ہو یوں کہ وہ جہنم کی آتش سے بہت دور رکھا جائے گا یہ مطلب نہیں کہ جہنم کی آگ سے وہی بچایا جائے گا۔ اور اللہ تعالٰی علامہ رازی پر اپنی رحمت فرمائے کہ انھوں نے اس امر کو سمجھ لیا لہذا اشقی میں ایک قول ذکر کیا کہ وہ بمعنی شقی کے ہے اور اتقی میں اسے بالکل ذکر نہ کیا بلکہ اس کے خلاف کی تصریح کی اُنھوں نے فرمایا یہ آیت کریمہ جس میں اتقی کے لئے بشارت ہے غیر اتقی کے حال پر دلالت نہیں کرتی مگر اپنے مفہوم کے اعتبار سے اور دلیل خطاب سے تمسک کے طور پر الخ۔

اقول بل ولا یتمشی علی مذهب القائلین بمفهوم الصفة ایضًا فان الکلام مسوق لمدح الاتقی کما یدل علیه سبب النزول ومقام المدح والذم مستثنٰی عندهم ایضًا کما هو مذکور فی کتب الاصول فیا للعجب من القاضی البیضاوی الشافعی

میں کہتا ہوں بلکہ یہ بات ان کے مذہب پر بھی نہیں چلتی جو مفہوم صفت کے قائل ہیں اس لئے کہ کلام مدحتِ اتقی کے لئے لایا گیا ہے جیسا کہ اس پر سبب نزول دلالت کرتا ہے اور ان لوگوں کے نزدیک مقام مدح وذم بھی مستثنٰی ہے جیسا کہ کتب اصول فقہ میں مذکور ہے تو قاضی بیضاوی شافعی پر تعجب ہے اُنھوں نے

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ۹۲/ ۱۷ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۳۱/ ۲۰۴

www.alahazratnetwork.org

كيف تمسك ههنا بالمفهوم، مع انه ليس محله بالاتفاق و أشد العجب من القاضي الامام ابي بكر الشافعي اذ زل قلمه فمال الى افادة الحصر مع انه يخالف ائمته في القول بالمفهوم رأساً، وهكذا يرينا الله أياته في الأفاق وفي انفسنا كيلا يغتر مغتر بدقة انظاره ولايسخر ساخر من عاثر في افكاره[1] اذ نرى كل صارم ينبو وكل جواد يكبو فعلام يزهو من يزهو وسقى الله عهد من قالوا وما ادريك من قالوا سادة كرام قادة الامة ابراهيم النخعي و مالك بن انس وغيرهما من الائمة اذ قالوا، ولنعم ما قالوا كل احد ماخوذ من كلامه و مردود عليه الا صاحب هذا القبر[2] صلى الله تعالى عليه وسلم، نسأل الله الوقاية في البداية و النهاية، والحمد لله رب العالمين۔

کیونکہ مفہوم سے استدلال کیا حالانکہ بالاتفاق یہ اس کا محل نہیں، اور سخت تعجب تو قاضی امام ابوبکر شافعی پر ہے کہ ان کے قلم نے لغزش کی تو وہ اس طرف مائل ہوئے کہ آیت حصر کا فائدہ دیتی ہے حالانکہ وہ قول بالمفہوم میں اپنے ائمہ کے بالکل مخالف ہیں، اور یونہی اللہ ہمیں اپنی نشانیاں آفاق میں اور ہمارے نفوس میں دکھاتا ہے تاکہ کوئی اپنی باریک بینی پر مغرور نہ ہو اور کوئی ہنسنے والا اپنے افکار میں لغزش کھانے والے سے نہ ہنسے، اس لئے کہ ہر تلوار اُچٹتی ہے اور ہر گھوڑا گرتا ہے تو گھمنڈ کرنیوالا کاہے کو گھمنڈ کرے، اور اللہ تعالٰی ان کے زمانے کو سیراب کرے جنھوں نے فرمایا اور تمھیں کیا خبر وہ کون لوگ ہیں جنھوں نے فرمایا سرداران بزرگ اُمت کے مقتدا ابراہیم نخعی و مالک بن انس وغیرہ ائمہ کہ انھوں نے فرمایا اور کیا خوب فرمایا کہ ہر شخص کی کوئی بات مقبول ہوتی ہے اور کوئی نامقبول، مگر اس قبر شریف کے ساکن یعنی حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ اُن کی ہر بات قبول ہے، ہم اللہ تعالٰی سے حفاظت مانگتے ہیں ابتداء وانتہا میں، والحمد للہ رب العالمین۔

---

[1] الیواقیت والجواہر المبحث التاسع والاربعون داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۷۸

[2] الانصاف لولی اللہ دہلوی مکتبہ حقیقۃ دار الشفقت استنبول ترکی ص ۱۳

www.alahazratnetwork.org

والأن اٰن اٰن نستکمل الرد علی ابی عبیدۃ فیما فرعنہ و فیما اطمأن علیہ فاقول و باللّٰہ التوفیق زعم الرجل اولًا ان تاویل الاشقی بالشقی ینجیہ عما فیہ اذ اٰل الکلام الٰی ان لایصلی النار الاکافر وھذا حق لاغبار علیہ۔

اور اب وقت آگیا ہے کہ ہم ابوعبیدہ کا رد اس میں جس سے اس نے فرار اختیار کیا اور جس پر وہ مطمئن ہوا تمام کریں تو میں کہتا ہوں اور اللہ سے ہی توفیق ہے اس شخص نے پہلے خیال یہ کیا کہ اشقی کی تاویل شقی سے اسے اس آفت سے نجات دے دے گی جس میں وہ مبتلا ہے اس لئے کہ کلام کا مآل یہ ہوا کہ دوزخ کی آگ میں کافر ہی جائے گا۔ اور یہ بات حق ہے جس پر کوئی غبار نہیں۔

قلنا نظرت الموصوف وترکت الصفۃ یقول اللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی لایصلٰھا الا الاشقی الذی کذب و تولّٰی[1]، ومعلوم ان من الکفار من لم یکذب النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم مدۃ عمرہ لابجنانہ ولا بلسانہ وانما اکفرہ ان سبق الکتاب و خذل التوفیق والعیاذ بوجہ المولی الکریم۔

ہم کہیں گے کہ تم نے موصوف کو دیکھا اور صفت کو چھوڑ دیا اللہ سبحٰنہ وتعالٰی فرماتا ہے لایصلٰھا الا الاشقی الذی کذب وتولّٰی (اس میں نہ جائے گا مگر وہ سب سے بڑا بدبخت جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا) اور یہ معلوم ہے کہ کافروں میں وہ بھی ہیں جنہوں نے اپنی تمام عمر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نہ جھٹلایا نہ اپنے دل سے نہ اپنی زبان سے، اس کا کفر تو یوں ہوا کہ اللہ کا لکھا غالب آیا اور توفیقِ الٰہی نے اس کا ساتھ نہ دیا اور مولائے کریم کی ذات کی پناہ ہے۔

اقول وھذا ابوطالب عم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم افنی عمرہ فی حفظہ وحمایتہ و بلغ الغایۃ القصوٰی

میں کہتا ہوں یہ ہیں ابوطالب رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چچا جنہوں نے اپنی عمر حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حفاظت و حمایت میں فنا کر دی اور وہ حضور صلے اللہ تعالٰی

---

[1] القرآن الکریم ٩٢/١٥ و ١٦

www.alahazratnetwork.org

من محبتہ وولایتہ قد کان حبہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُخذ بمجامع قلبہ حتی کان یفضلہ علی الاطفال الصغار من بنی صلبہ، و لما بعث اللہ تعالٰی نبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فدعا المشرکین الی التوحید وھجم علیہ الاعداء من کل شاء وبعید، قام ینا ضل عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاعظم برہ و لازم نصرہ وقاسی ماقاسی من شدائد لاتحصٰی فی مھاجرۃ المشرکین من عشیرتہ الاقربین۔ وھوالذی لما تمالأت قریش علی المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ونفرواعنہ من یرید الاسلام انشاء قصیدۃ تدل علی عظم حبہ للمصطفٰی وشدۃ بغضہ اعدائہ اللیام کما روی ابن اسحٰق وغیرہ من الثقات ومنھا ھٰذہ الابیات ؎

اعبد مناف انکم خیر قومکم
فلا تشرکوا فی امرکم کل واغل
فقد خفت ان لم یصلح اللہ امرکم
تکونوا کما کانت احادیث وائل
اعوذ برب الناس من کل طاعن
علینا بسوء او ملح بباطل

علیہ وسلم کی محبت اور نصرت کی انتہائی حد کو پہنچے، سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت نے ان کے پورے دل کو ایسا پکڑ لیا تھا کہ اپنے صلبی کم سن بچوں پر حضور علیہ السلام کو فضیلت دیتے تھے اور جب اللہ تعالٰی نے اپنے نبی علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تو سرکار نے مشرکین کو وحدانیت کی طرف بلایا اور دین کے دشمن ہر سمت دُور و دراز سے حملہ آور ہوئے ابوطالب ان کی حمایت کو کافروں سے لڑنے کو کھڑے ہو گئے تو سرکار کے ساتھ بڑی نیکی کی اور ہمیشہ ان کی مدد کی اور اپنے قریبی رشتہ دار مشرکوں کی طرف سے کیسی بے شمار سختیاں جھیلیں۔ یہ وہی ابوطالب تھے کہ جب سارے قریش مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مخالف ہوئے اور اسلام کے خواہشمند وں کو سرکار علیہ السلام سے دور کیا تو انھوں نے ایک قصیدہ کہا جو مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بڑی محبت اور ان کے کمین دشمنان سے شدید عداوت کی دلیل ہے، جیسا ابن اسحٰق نے معتمد راویوں سے روایت کیا ہے۔ اسی قصیدہ کے یہ شعر ہیں،

اے عبد مناف کے بیٹو! تم اپنی قوم میں سب سے بہتر ہو، تو تم اپنے معاملہ میں ہر خسیس کو شریک نہ کرو۔ بیشک مجھے اندیشہ ہے کہ اگر اللہ نے تمھارا حال ٹھیک نہ کیا تو تم وائل کے افسانوں کی طرح افسانہ ہو جاؤ گے میں لوگوں کے رب کی پناہ چاہتا ہوں ہر برائی کا طعنہ دینے والے اور باطل پر اصرار کرنے والے سے

www.alahazratnetwork.org

ومن کاشح یسعی لنا بعیبة
ومن ملحق فی الدین ما لم یحاول

اور کینہ پرور سے جو ہم پر گھمنڈ کی کوشش کرے، اور اس سے جو دین میں ایسی بات شامل کرے جو دین میں کبھی نہ پائی گئی ہو۔

وثور ومن أرسی ثبیرًا مکانہ
وراق لیبرّ فی حراء ونازل

اور کوہِ ثور سے اور اس سے جس نے کوہِ ثبیر کو اپنی جگہ جمایا اور کوہِ حرا میں عبادت کے لئے چڑھنے اور اُترنے والے سے۔

وبالبیت حق البیت فی بطن مکة
وباللہ ان اللہ لیس بغافل

اور اللہ تعالٰی کے سچے گھر کی قسم اور اللہ کی قسم بیشک اللہ تعالٰی بے خبر نہیں۔

کذبتم وبیت اللہ نبزی محمدًا
ولما نطاعن دونہ ونناضل

اللہ کے گھر کی قسم! اے کافرو! تم جھوٹے ہو اس گمان میں کہ ہم محمد (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کو چھوڑ دیں گے۔

ونسلمہ حتی نصرع حولہ
ونذھل عن ابنائنا والحلائل

حالانکہ ابھی ہم نے حضور علیہ السلام کے گرد نیزوں اور تیروں سے جنگ نہ کی اور کیا ہم محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تمہارے سپرد کر دیں گے جب تک کہ اپنے بیٹوں اور بیویوں سے غافل نہ ہو جائیں۔

لعمری لقد کلفت وجدا بأحمد
وأحببتہ داب المحب المواصل

مجھے اپنی جان کی قسم! مجھے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے شدید محبت ہے اور میں انھیں ایسا چاہتا ہوں جس طرح پیہم چاہنے والے کی عادت ہوتی ہے۔

فمن مثلہ فی الناس ای مؤمل
اذا قاسہ الحکام عند التفاضل

جب فیصلہ کرنے والے مقابلے کے وقت کسی کو ان پر قیاس کریں تو ان جیسا لوگوں میں کون ہے جس کے لئے یہ امید ہو کہ وہ ان کا ہم پلہ ہوگا۔

حلیم رشید عاقل غیر طائش
یوالی الاھا لیس عنہ بغافل

حلم والے، رشد والے، عقل والے، طیش والے نہیں وہ بیوقوف و بے قدرے محبت رکھتے ہیں جو ان سے غافل نہیں۔

www.alahazratnetwork.org

فواللہ لولا ان اجئ بسبۃ
تجرّ علی اشیاخنا فی المحافل

توخدا کی قسم اگر اس کا اندیشہ نہ ہوتا کہ میں ایسا کام کروں جو ہمارے بزرگوں پر محافل میں ملامت کا سبب بنے ۔

لکنا اتبعناہ علی کل حالۃ
من الدھر جدا غیر قول التھازل

توہم نے زمانہ کی ہر حالت میں ان کی پیروی کی ہوتی تو یہ بات سنجیدگی سے بے مذاق کے کہتا ہوں۔

فاصبح فینا احمد فی ارومۃ
تقصر عنہا سورۃ المتطاول

تو احمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمارے اندر ایسے عالی نسب ہیں جس کو فخر کرنے والے کی محبت پانے سے عاجز ہے۔

حدیت بنفسی دونہ وحمیتہ
ودافعت عنہ بالذرا والکلاکل[1]

میں نے اپنی جان کو ان کے سپرد کردیا اور ان کی حمایت کی اور سرداروں اور گروہوں کے ذریعہ (یا سروں اور سینوں کے ذریعہ) دشمنوں سے حضور کا بچاؤ کیا۔

ولقد کان یتبرک بالنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویتوسل بہ الی اللہ تعالٰی فی الدعاء کما یدل علیہ ما روی العلماء من سنۃ قریش وحدیث الاستسقاء[2]، وقد حث الناس علی اتباعہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واخبر عن امور لم تقع فصدق

اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے برکت طلب کرتے اور دعا میں آنجناب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وسیلہ بناتے چنانچہ اس پر قریش کی قحط سالی اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے بارش طلب کرنے کا واقعہ جسے علماء نے روایت فرمایا ہے دلالت کرتا ہے اور بیشک ابو طالب نے لوگوں کو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع پر ابھارا اور ان باتوں کی خبر دی جو واقع نہ ہوئی تھیں تو ایسا ہی

---

[1] السیرۃ النبویۃ لسید احمد زینی دحلان باب وفاۃ عبد المطلب المکتبۃ الاسلامیۃ بیروت ۱/۸۳
السیرۃ النبویۃ لابن ہشام شعر ابی طالب فی استعطاف قریش دار ابن کثیر بیروت الجزء الاول الثانی ص ۲۷۲ تا ۲۸۰

[2] صحیح البخاری ابواب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۳۷

www.alahazratnetwork.org

سبحٰنہ وتعالٰی ظنہ و وقع کمثل اخبارہ فوقع ولقد کان لہ موقع عظیم فی قلب النبی الکریم علیہ افضل الصلٰوۃ والتسلیم حتی انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لما جاءہ اعرابی فقال یا رسول اللہ اتیناك وما لنا صبی یغط ولا بعیر یئط وانشد ابیاتا فقام صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یجر رداءہ حتی صعد المنبر ورفع یدیہ الی السماء فواللہ ما رد یدیہ بکریمتین حتی التقت السماء بأبراقها وجاء وا یضجون الغرق ، فضحك صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی بدت نواجذہ وتذکر قول ابی طالب فی مدحہ حیث یقول:

وابیض یستسقی الغمام بوجہہ
ثمال الیتامی عصمۃ للارامل[1]

فقال للہ در أبی طالب لو کان حیا لقرت عیناہ من ینشدنا قولہ ، فقال علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ یا رسول اللہ

ہوا جیسا انھوں نے خبر دی اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں ان کے لئے مقام عظیم تھا یہاں تک کہ جب سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ایک اعرابی نے آکر عرض کی کہ ہم سرکار کے پاس آئے ہیں اور حال یہ ہے کہ ضعف سے ہمارے بچّوں کی آواز نہیں نکلتی اور ہمارے اونٹ لاغری سے کراہتے نہیں اور اس اعرابی نے سرکار کی مدح میں کچھ اشعار پڑھے تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام چادر اقدس کو گھسیٹتے ہوئے اٹھے اور منبر پر صعود فرمایا اور آسمان کی جانب اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے تو خدا کی قسم ابھی سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ہاتھ نیچے نہ کئے تھے کہ آسمان بجلیوں سے بھر گیا اور اس قدر بارش ہوئی کہ لوگ پکارتے ہوئے آئے کہ ہم ڈوبے ، تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تبسم فرمایا یہاں تک کہ دندان اقدس چمکے اور آپ کو اپنی تعریف میں ابوطالب کا قول یاد آیا جب انھوں نے عرض کیا تھا کہ:

سرکار گورے ہیں جن کے چہرے سے بارش طلب کی جاتی ہے جو یتیموں کی ٹیک اور بیواؤں کا سہارا ہیں۔

پھر سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اللہ کے لئے ابوطالب کی خوبی ہے اگر وہ زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوجاتیں کون ہمیں ان کے شعر سنائے گا؟ تو حضرت علی

---

[1] صحیح البخاری ابواب الاستسقاء باب سؤال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۳۷
دلائل النبوۃ للبیہقی باب استسقاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/۱۴۱

www.alahazratnetwork.org

كانك تريد قوله وابيض يستسقى، و
وذكر ابياتاً فقال صلى الله تعالى
عليه وسلم اجل كما اخرجه[1]
البيهقى فى دلائل النبوة عن
سيدنا انس رضى الله تعالى
عنه فانظر الى قوله
صلى الله تعالى عليه
وسلم "لله در ابى طالب"
وقوله صلى الله تعالى عليه
وسلم "لوكان حيا لقرت
عيناه" وقوله صلى الله
تعالى عليه وسلم "من
ينشدنا قوله" ولم ينقل عنه
مرة انه رد على النبى
صلى الله تعالى عليه وسلم
وكذبه فيه بل هو
القائل فى تلك
القصيدة مخاطبا لقريش ؎
لقد علموا ان ابننا لامكذب
لدينا و لايعنى بقول الاباطل[2]

ولذا كان اهون اهل

کرم اللہ تعالٰی وجہہ نے عرض کیا گویا سرکار کی مراد
ان کا وہ قصیدہ ہے جس میں انھوں نے عرض کی
"وہ گورے رنگ والے جن کے چہرے کے
ذریعہ بارش طلب کی جاتی ہے۔" اور سیدنا علی
کرم اللہ وجہہ نے چند شعر پڑھے تو سرکار علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے فرمایا، ہاں میں یہی چاہتا تھا۔
جیسا کہ بیہقی نے دلائل النبوۃ میں سیدنا انس
رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا تو سرکار
ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول "للّٰہ
درّ ابی طالب" (اللہ کے لئے ابوطالب کی
خوبی ہے) کو دیکھو اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ
وسلم کے اس فرمان کو دیکھو کہ "اگر ابوطالب زندہ
ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوجاتیں۔" اور
حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد پر
نظر کرو کہ "ہمیں کون ابوطالب کے شعر سنائے گا؟"
اور ایک بار بھی منقول نہ ہوا کہ ابوطالب نے سرکار
کی کسی بات کو رد کیا ہو یا سرکار کو جھٹلایا ہو، بلکہ
خود اسی قصیدہ میں قریش سے مخاطب ہوکر کہتے
ہیں کہ "خدا کی قسم لوگ جانتے ہیں کہ ہمارا فرزند
ہمارے نزدیک ایسا نہیں کہ جھٹلایا جائے اور
نہ اسے جھوٹی باتوں سے کام ہے۔"
اور اسی وجہ سے ابوطالب پر تمام دوزخیوں

---

[1] دلائل النبوۃ للبیہقی باب استسقاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۱۴۱
[2] السیرۃ النبویۃ سید احمد زینی دحلان باب وفاۃ عبدالمطلب المکتبۃ الاسلامیہ بیروت ۱/ ۸۳

www.alahazratnetwork.org

الناس عذابًا كما فی الصحاح[1] و نفعته شفاعة الشفيع المرتجی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی اخرج الٰی ضحضاحٍ علی خلاف من سائر الکافرين الذين لا تنفعھم شفاعة الشافعين، و یالیتہ لو اسلم لکان من افضل اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولکن قضاء اللہ لا یرد وحکمه لا یعقب و للہ الحجة السامية ولا حول ولا قوة الا باللہ العزيز الحكيم وقد فصلنا المسئلة فی بعض فتاوٰنا و اظهرنا بطلان قول من قال باسلامه واذا کان ذٰلك کذٰلك ظهر ان الحصر فی الشقی المکذّب ایضًا غیر مستقیم الٰی هٰذا اشار القاضی الامام حيث قال "لا يمكن اجراء هٰذه الاٰية علٰی ظاهرها و يدل علٰی ذٰلك ثلٰثة اوجه،

احدها أنه يقتضی ان لا یدخل النار "الا الاشقی الذی کذب وتولٰی"، فوجب فی الکافر

سے ہلکا عذاب ہے جیسا کہ صحیح حدیثوں میں وارد ہوا اور شفیع مرتجٰی (امیدگاہِ عاصیاں) صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شفاعت نے انھیں نفع دیا تو ان پر تخفیف کے لئے انھیں جہنم کے بالائی سرے پر رکھ دیا گیا اور یہ معاملہ ان کے ساتھ سارے کافروں کے برخلاف ہے جنھیں شفیعوں کی شفاعت کام نہ دے گی اور کاش وہ ایمان لاتے تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے افضل صحابہ سے ہوتے۔ لیکن اللہ کا لکھا نہیں ٹلتا اور اس کا حکم نہیں بدلتا اور اللہ ہی کے لئے حجت بلند اور معصیت سے پھرنے کی قوت اور طاعت کی طاقت اللہ عزیز حکیم کے دئے بغیر نہیں، اور ہم نے اس مسئلہ کو اپنے بعض فتاوٰی میں تفصیل سے بیان کیا اور ابوطالب کے اسلام کے قائل کی رائے کا بطلان ظاہر کیا ہے اور جب یہ بات یوں ہے تو ظاہر ہوا کہ حصر شقی مکذِّب (جھٹلانے والے) میں بھی درست نہیں اسی طرف امام ابوبکر نے اشارہ کیا چنانچہ انھوں نے فرمایا کہ اس آیت کو اس کے ظاہری معنٰی پر جاری کرنا ممکن نہیں اور اس پر تین وجوہ دلالت کرتی ہیں:

ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ حصر اس کا مقتضی ہے کہ جہنم میں وہی کافر جائے گا جو سب سے بڑا بدبخت ہو جس نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

---

[1] صحیح البخاری کتاب المناقب باب قصہ ابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۴۸

www.alahazratnetwork.org

الذی لم یکذب و لم یتول ان لا یدخل النار[1] الخ۔

کی تکذیب کی ہو اور ان کی سچائی کے دلائل میں نظر سے اعراض کرتا ہو، تو لازم آیا کہ وہ کافر جس سے تکذیب و اعراض سرزد نہ ہوا (جیسے ابوطالب) جہنم میں نہ جائے۔

قلت و بما قررنا المقال بان لك انخساف ما قال الرازی متعقبا للامام القاضی ان کل کافر لابد و ان یکون مکذبًا للنبی فی دعواہ و یکون متولیًا عن النظر فی دلالۃ صدق ذلك النبی[2] الخ وظھر ایضا ان ھذا التاویل الذی ارتضاہ کثیر من المتاخرین و لا یسد خلۃ و لا یشفی غلۃ و علیك بتلطیف القریحۃ۔

میں کہتا ہوں جس طور پر ہم نے اپنے مقالہ کی تقریر کی اس سے امام رازی کے اس قول کا ضعف ظاہر ہوگیا جو انھوں نے امام قاضی پر بطور اعتراض کیا ہے کہ ہر کافر کا نبی کو اس کے دعوے میں جھٹلانا ضروری ہے اور اس نبی کے دلائل صدق میں نظر سے روگردانی اسے لازم ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ یہ تاویل جسے بہت سے متاخرین نے پسند کیا کوئی حاجت پوری نہیں کرتی نہ تشنگی کو اکساتی بجھاتی ہے اور تم لطافت طبع کو لازم پکڑو۔

و زعم ثانیًا ان اٰیۃ الاتقی ایضا تفتقر الی التاویل لقرینتھا فارتکب ما کان فی مندوحۃ عنہ کما حققنا۔

اور ثانیًا اُسے گمان کیا کہ وہ آیت جو اتقی کے بارے میں ہے وہ بھی اپنے ساتھ والی آیت کی طرح محتاج تاویل ہے، تو اس کا ارتکاب کیا جس سے وہ بے نیاز تھے جیسا کہ ہم نے تحقیق کی۔

و زعم ثالثًا ان تاویلہ الاتقی بالتقی مما یفیدہ و یغنی زعما منہ ان غیر التقی المذکور

اور ثالثًا گمان کیا کہ اس کا اتقی کو تقی کی طرف مؤول کرنا اسے فائدہ دے گا اور غنا بخشے گا اس گمان کی بنا پر کہ اس کے نزدیک

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۹۲/ ۱۵ و ۱۶ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۳۱/ ۲۰۳

[2] " " " " " " " " " " ۳۱/ ۲۰۴

www.alahazratnetwork.org

فی الأیۃ لایجنب النار۔

اقول ولا یرد علیہ ما سیظن أن این رحمۃ اللہ تعالٰی علی العصاۃ وقد أذنت نصوص قواطع ان کثیرا من الفجار والمثقلین بالاوزار والہا لکین علی الاصرار لایمسون حسیس النار بمحض رحمۃ العزیز الغفار وفیض شفاعۃ الشفیع المختار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اذ التقوی درجات وفنون اولہا اتقاء الکفر وھذا یستوی فیہ المؤمنون وقد افصح ابوعبیدۃ عن مرادہ اذ قال الاتقی بمعنی التقی وھو المؤمن[1] انتہی۔

اقول وبہ اندفع ما یتراای من النقض بالصبیان والمجانین فان المراد بالتقی المؤمن والصبی ان عقل فاسلامہ معقول مقبول والجنون ان طرء فیستصحب الایمان السالف والا فینسحب علیہما حکم الفطرۃ الاسلامیۃ۔

لکنی **اقول** اولاً فما ذا تصنع باللام الداخلۃ علی الاتقی

آیت میں مذکور تقی کے سوا کوئی آتشِ دوزخ سے نہ بچایا جائے گا۔

میں کہتا ہوں اور اس پر وہ سوال وارد نہیں ہوتا جس کا عنقریب گمان کریگا کہ پھر اللہ تعالٰی کی رحمت گنہگاروں پر کہاں گئی حالانکہ قطعی دلیلیں بتا چکیں کہ بہت سے بدعمل اور گنا ہوں سے بوجھل اور مرتے دم تک گناہوں کے عادی محض رحمت عزیز غفار اور شفیع مختار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شفاعت کے سبب آتشِ دوزخ کی بھنک تک نہ سُنیں گے اس لئے کہ تقوٰی کے درجات اقسام ہیں ان کا پہلا درجہ کفر سے بچنا ہے جس میں مومن برابر ہیں اور ابوعبیدہ نے اپنی مراد ظاہر کردی کہ اس نے کہا اتقی بمعنی تقی کے ہے اور تقی مومن ہے اھ

میں کہتا ہوں اس تقریر سے وہ اعتراض دفع ہوگیا جو بچّوں اور پاگلوں سے نقض کے ذریعہ ابھتا معلوم ہوتا تھا اس لئے کہ تقی سے مراد مومن ہے اور بچہ اگر سمجھ والا ہے تو اس کا اسلام معقول اور مقبول ہے اور مجنون پر جنون اگر طاری ہے تو شرعاً اس کا ایمان سابق اس کے ساتھ مانا جائے گا ورنہ ان دونوں پر حکم فطرت اسلامیہ جاری (یعنی انھیں بہ حکم مسلمان جانیں گے)۔

لیکن میں کہتا ہوں کہ اوّلاً جب اتقی بمعنی تقی کے ٹھہرا تو اس صورت میں اس لام

---

[1] مدارک التنزیل (التفسیر النسفی) بحوالہ ابی عبیدہ تحت الآیۃ ۹۲/۱۷ دار الکتاب العربی بیروت ۴/۳۶۳

www.alahazratnetwork.org

اذ قد تقرر فی الاصول انہا ان لم تکن للعہد فللاستغراق[1]، ومعلوم ان من المؤمنین من یعذب ولا یجنب، ولا ینفع ارادۃ اللزوم بالصلی اذ الکنایۃ للنار دون الصلی، ولقد اغرب من تفطن لبعض من ھذا کالقاضی البیضاوی فحمل الکلام علی من یتقی الکفر والمعاصی **اقول** نعم الأن یصح الاستغراق ولکن من للحصر المزعوم الذی یرتکب لاجلہ تاویل الاتقی، اذ من الفجار من یجنب ولا یعذب کما ذکرنا وعلی ھذا یرد النقض ایضا بالصبی والمجنون۔

کے ساتھ کیا معاملہ کروگے جو اتقی پر داخل ہے اس لئے کہ اصول میں مقرر ہوچکا ہے کہ لام اگر عہد کے لئے نہ ہوگا تو استغراق کے لئے ہوگا۔

اور یہ معلوم ہے کہ مومنوں میں وہ ہیں جنھیں عذاب ہوگا اور وہ آتشِ دوزخ سے نہ بچائے جائیں گے اور یہ مفید نہیں کہ یصلٰی سے بجائے آگ میں جانے کے آگ کا لازم ہونا مراد لیا جائے اس لئے کہ یجنبہا (اس دوزخ سے دُور کیا جائیگا) میں ضمیر جہنم کی آگ کی طرف لوٹتی ہے نہ کہ صلی مصدر کی طرف (جس کا معنی آگ میں جانا ہے)

اور جس کا ذہن ان باتوں میں سے بعض کی طرف پہنچا اس نے عجیب وغریب کام کیا جیسے قاضی بیضاوی، تو انھوں نے کلام کو اس پر محمول کیا جو کفر اور گناہوں سے بچے لیکن اس حصر مزعوم کا مددگار کون جس کی وجہ سے اتقی کی تاویل کا ارتکاب کیا جاتا ہے اس لئے کہ فاجروں میں وہ بھی ہے جو دوزخ کی آگ سے دُور رہے گا اور اسے عذاب نہ ہوگا۔

واقول ثانیًا اغمضنا ھذا کلہ وترکناکم وشانکم فاذھبوا بالکلام الٰی ما تشتہیہ انفسکم الا انکم اغفلتم الصفۃ ھٰھنا ایضا غفولکم عنہا

اور ثانیاً میں کہتا ہوں کہ ہم نے ان تمام باتوں سے آنکھ میچی اور آپ کو آپ کے حال پر چھوڑا تو کلام کو جدھر چاہئے لے جائیے مگر آپ لوگ یہاں بھی صفت سے غافل رہے جس طرح اشقی (جس نے جھٹلایا اور منہ موڑا)

---

[1] التوضیح والتلویح نورانی کتب خانہ پشاور ص ۱۳۶

www.alahazratnetwork.org

فی "الاشقی الذی کذب و تولّٰی"[1] فان اللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی لم یرسل الاتقی ارسالا بل خصہ "بالذی یؤتی مالہ یتزکّٰی"[2] ومعلوم ان التقی الفقیر لامال لہ وانہ مجنب عن النار لاشک، فان کان الکلام علی الحصر کما زعمتم فالحصر لم یستقم بعد والا فما ذا یلجئکم الی التاویل والعدول عن ظاھر التنزیل عن ھذا نقول ان الوجہ ترک التکلف وصون اللفظین لاسیما الاُتقی عن التغییر والتصرف لانعدام الحاجۃ فی احدی الاٰیتین واندفاعھا بطریق اسلم فی الاُخرٰی کما یفیدہ الوجہان اللذان ذکرھما القاضی الامام مع ما شاھدنا ان التاویل یراد ولامفاد ویقاد ولاینقاد بید اُنی ما یدرینی لعل الجدال یوری نارًا موقدۃ تطلع علی الافئدۃ فیقوم قائل ان وجہی القاضی ایضا یعکر علیھما بشیئ فلامناص من تشدید الارکان

کے معاملہ میں آپ نے صفت سے غفلت کی اس لئے کہ اللہ تعالٰی نے اتقی کو مطلق نہ رکھا بلکہ اسے اس کے ساتھ خاص کیا جو اپنا مال سُتھرا ہونے کو راہِ خدا میں دے اور یہ معلوم ہے کہ تقی فقیر کے پاس مال نہیں ہے حالانکہ وہ آتشِ دوزخ سے بیشک دُور رہے گا۔ تو اگر کلام برسبیل حصر ہے جیسا کہ آپ لوگوں کا زعم ہے تو حصر تو اب بھی درست نہیں ہوا اور اگر حصر پر بنا نہیں تو آپ کو تاویل اور ظاہر تنزیل سے عدول کی طرف کون سی چیز مضطر کرتی ہے اسی سبب سے ہم کہتے ہیں کہ صحیح طریقہ یہی ہے کہ تکلّف چھوڑا جائے اور دونوں لفظوں خصوصًا اتقی کو تصرف وتغیر سے محفوظ رکھیں اس لئے کہ ایک آیت میں تاویل کی حاجت نہیں اور دوسری میں مسلک اسلم سے حاجت مندفع ہوجاتی ہے جیسا کہ ان دو وجہوں نے افادہ کیا جو قاضی امام نے ذکر فرمائیں باوجودیکہ ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ تاویل مراد ہوتی ہے حالانکہ کوئی مفاد نہیں ہوتا اور وہ کھینچی جاتی ہے جبکہ وہ نہیں کھنچتی۔ لیکن میں کیا جانوں شاید بحث روشن آگ کو بھڑکائے جو دلوں پر چڑھے تو کوئی قائل کھڑا ہوجائے اور کہے کہ قاضی کی مذکورہ دو وجہوں پر بھی کچھ غبار ہے لہذا ارکان کو مضبوط

---

[1] القرآن الکریم ۹۲/ ۱۶

[2] القرآن الکریم ۹۲/ ۱۸

www.alahazratnetwork.org

وتجدید الاوصاف علی حسب الامکان۔

فاقول وربی ولی الاحسان یستبعد علی الوجه الاول وصف الاتقی بانه یجنب تلك النار الکبری فان مدح اکرم القوم بانه لیس ارذل القوم مما لا یستملح۔

اقول والمخلص الاستخدام وهو شائع فی فصیح الکلام بل عدوه والتوریة اشرف انواع البدیع، بل منهم من قدمه فی الشرف علی الجمیع کما ذکر الامام العلامة السیوطی[1] ومنه فی القرآن العظیم قوله تعالٰی "ولقد خلقنا الانسان من سلٰلة من طین ثم جعلنٰه نطفة فی قرار مکین[2]"۔

کرنا اور اشیاء کی تجدید بقدرِ امکان ضروری ہے۔

تو میں کہتا ہوں اور میرا رب ولیِ نعمت ہے، پہلی وجہ پر اتقی کا یہ وصف بیان کرنا کہ وہ بڑی آگ سے دُور رکھا جائے گا مستبعد ہے اس لئے کہ قوم کے بزرگ ترین کے لئے یہ کہنا کہ وہ رذیل ترین نہیں ہے اس میں کوئی ملاحت نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں اور اس سے نجات دہندہ وہ استخدام ہے اور وہ کلامِ فصیح میں شائع ہے، بلکہ علماء نے استخدام و توریہ (ف) کو بدیع کی سب سے عمدہ قسم شمار کیا ہے، بلکہ بعض علماء نے استخدام کو شرف میں تمام اقسامِ بدیع پر مقدم رکھا ہے جیسا کہ علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ نے ذکر کیا ہے، اور اس قبیل سے قرآن عظیم میں اللہ تعالٰی کا قول ہے: "اور بیشک ہم نے آدمی کو چنی ہوئی مٹی سے بنایا پھر اسے پانی کی بوند کیا ایک مضبوط ٹھہراؤ میں۔"

ف: توریہ ایہام کو کہتے ہیں، اور اس کی تعریف یہ ہے کہ ایک لفظ کو لیں جس کے دو معنی ہوں ایک قریب دوسرا بعید۔ اور معنی قریب سے بعید معنی کا توریہ کریں، اور بعید معنی مراد ہو تو معنی قریب کو مورّی بہ اور معنی بعید کو مورّی علیہ کہتے ہیں۔

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والخمسون دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۱۵۳
[2] القرآن الکریم ۲۳/ ۱۲ و ۱۳

www.alahazratnetwork.org

المراد بالانسان ابونا اٰدم علیه السلام وبضمیر ولده، ومنه قوله تعالٰی "اتی امر الله فلا تستعجلوه"[1]۔

آیت میں انسان سے مراد ہم انسانوں کے باپ آدم علیہ السلام ہیں اور ضمیر سے مراد ان کی اولاد ہے اور اسی قبیل سے اللہ تعالٰی کا قول ہے کہ "اللہ تعالٰی کا حکم آیا تو اسکی جلدی نہ مچاؤ۔"

المراد بامر الله بعثة محمد صلی الله تعالٰی علیه وسلم علی احد الوجوه فی تاویله اخرج ابن مردویة عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنه فی قوله تعالٰی اتی امر الله قال محمد صلی الله تعالٰی علیه وسلم، والمراد بالضمیر قیام الساعة قاله العلامة السیوطی[2]، نفعنا الله تعالٰی بعلومه، اٰمین۔

اس آیت میں ایک وجہ پر امر اللہ سے مراد محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ ہے۔ ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ اللہ تعالٰی کے قول "اتی امراللہ" میں امراللہ سے مراد محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں۔ اور ضمیر سے مراد قیامت کا قائم ہونا ہے، یہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالٰی نے ذکر کیا ہے اللہ تعالٰی ہمیں ان کے علوم سے نفع بخشے آمین۔

اقول فان قلت اذا ارید بالنار اعظم النیران المخصوص بالاشقی الاشقیاء فما معنی انذار سائر الناس عنه قلت المعنی ان شاء الله تعالٰی ان الاشقی انما بلغ ما بلغ من کمال الشقاء وسوء الجزاء وجهد البلاء بما ثابر علیه من اللداد و

میں کہتا ہوں اب اگر تم کہو جبکہ آپ نے آیت میں مذکور نار سے دوزخ کی سب سے بڑی آگ مراد لی جو تمام اشقیاء سے بدتر شقی کے لئے مخصوص ہے تو سب لوگوں کو اس سے ڈرانے کا کیا مقصد ہے؟ تو میں کہوں گا کہ مقصد ان شاء اللہ تعالٰی یہ ہے کہ وہ سب سے بڑا اشقی کمال شقاوت اور بُری جزا اور سخت بلا کے جس درجہ پر پہنچا اسکا سبب وہی کفر وعناد ہے اور ہر ناہنجت اور

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/۱

[2] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والخمسون دار الکتاب العربی بیروت ۲/۱۵۴

www.alahazratnetwork.org

العناد والاصرار والاستکبار فاحذروا انتم یا ایہا الناس ان لم تنیبوا الی الحق ودمتم کد وامہ ان تعادلوہ فی الثقل فتلقوا اٰثاما کمثل اٰثامہ فکانت الاٰیۃ علی حد قولہ تعالٰی "فان اعرضوا فقل انذرتکم صاعقۃ مثل صاعقۃ عاد وثمود[1]" فانھم انما اصابھم ما اصابھم لمثل ھذا الاعراض فماذا یؤمنکم ان مضیتم علی دابھم ان تعذبوا بعذابھم اوحصل الانذار بانہ تعالٰی اخبر ان ھناک عدوا اشقی من یوجد ولہ جزاء اسوء مایکون والناس غیر دارین اللہ من ھو، ولم یذکر اللہ تعالٰی من صفاتہ الا التکذیب والتولی، فحق ان تنقطع قلب کل مکذب وینفلق کبد کل متول خوفا وفرقا ان یکون ھو ھو فمن ھذا الوجہ جاء الانذار لسائر الناس فاتقنہ فانہ من احسن السوانح بتوفیق الملک العلیم الفاتح جل جلالہ

گھمنڈ ہے جس پر وہ قائم رہا تو اے لوگو! تم ڈرو کہ اگر تم حق کو نہ مانو اور ناحق پر جمے رہو جیسا کہ وہ بڑا بدبخت جما رہا کہیں تم بدبختی میں اس کے برابر نہ ہوجاؤ تو اس کے عذاب جیسا عذاب پاؤ تو یہ آیت اللہ تعالٰی کے قول "پھر اگر وہ منہ پھیریں تو تم فرماؤ کہ میں تمھیں ڈراتا ہوں ایک کڑک سے جیسی کڑک عاد اور ثمود پر آئی تھی" کے طور پر ہے اس لئے کہ عاد وثمود پر جو مصیبت اتری وہ اسی طور کے اعراض (روگردانی) کے سبب اُتری تو تمھیں کون سی چیز بے خوف کرتی ہے، اگر تم ان اگلوں کی عادت پر جمے رہو ان جیسا عذاب پانے سے یا سب کے لئے تنبیہ ہوگئی کہ اللہ تعالٰی نے بتایا کہ آخرت میں اللہ تعالٰی کا ایک دشمن نہایت بدبخت ہوگا اور اس کے لئے نہایت بدترین سزا ہے اور لوگ نہیں جانتے کہ وہ کون ہے، اور اللہ تعالٰی نے اس کی صفات میں سے جھٹلانے اور منہ موڑنے کے سوا کچھ ذکر نہیں کیا تو بجا ہے کہ ہر جھٹلانے والے کا دل کٹ جائے اور ہر منہ موڑنے والے کا کلیجہ پھٹ جائے اس ڈر سے کہ کہیں وہی نہ سب سے بڑا بدبخت ہو جس کی یہ سزا سنائی گئی تو اس وجہ سے یہ تخویف سب لوگوں کے لئے آئی، اس نکتہ کو یاد رکھو کہ یہ بادشاہ علیم فاتح (علم والے عقدہ کھولنے والے جل جلالہ) کی توفیق سے ایک

[1] القرآن الکریم ۴۱/ ۱۳

www.alahazratnetwork.org

وهذا الكلام يجري بعضه في الوجه الثاني ايضاً لكن هنا دقيقة غامضة وهي أن امثال هذا الحصر الادعائي انما تناسب المقام اذا كان سوق الكلام لذم هذا الاشقى الملام، فكانه قيل انه بلغ من الشقاء مبلغاً تضمحل دونه سائر الشقاوات فكانه لا يلج النار الا هو، اما اذا سيق مساق الانذار لجميع الكفار أو قصد ذلك ايضاً مع قصد الذم فلعله لا يستحسن حينئذ حصر العقاب في رجل واحد، تأمل فانه موضعه والعبد الضعيف لهذا يجد نفسه اركن الى الوجه الاول دون الثاني وفيه الغنية و حصول المنية، والحمد لله معطي الاماني، ثم لما بلغت هذا المقام رجعت العزيزي بعد ما استعرته من بعض الاعزة فرأيت المولى عبد العزيز تجاوز الله تعالٰى عنا وعنه تنبه لهذا الاستبعاد الذي ذكرته في الوجه الاول وجهي القاضي و حق له ان يتنبه لانه العلم في الذكاء والفطانة، ثم اجاب عنه بجوابين ؛

الاول يقارب ما

اچھا خیال ہے اور یہ تقریر کچھ وجہِ ثانی میں بھی جاری ہے، لیکن یہاں ایک نہایت خفی نکتہ ہے اور وُہ یہ کہ ایسے حصرِ ادعائی موقع کے مناسب اسی وقت ہوں گے جبکہ سیاقِ کلام اس بڑے بدبخت و قابلِ ملامت کی مذمت کے لئے ہو، تو گویا یُوں فرمایا گیا کہ یہ شخص شقاوت کے اس درجہ تک پہنچا جس کے آگے سب شقاوتیں ہیچ ہیں تو گویا دوزخ میں اس کے سوا کوئی نہ جائے گا، مگر جبکہ یہ کلام تمام کافروں کی تخویف کے لئے ہو یا مذمت کے ساتھ یہ قصد بھی ہو تو شاید عذاب کو ایک شخص میں منحصر بتانا مستحسن نہیں، غور کرو کہ یہ مقامِ غور ہے اور یہ بندۂ ناتواں اسی لئے خود کو دوسری وجہ کے بجائے پہلی وجہ کی طرف زیادہ مائل پاتا ہے اور اسی میں بے نیازی اور مطلب کا حصول ہے، اور اللہ تعالٰی کے لئے حمد ہے جو مرادیں عطا فرماتا ہے، پھر میں جب اس مقام تک پہنچا میں نے تفسیر عزیزی اپنے بعض اعزہ سے عاریۃً لے کر دیکھی تو میں نے حضرت مولانا عبدالعزیز کو (اللہ تعالٰی ہمیں اور انھیں معاف فرمائے) دیکھا کہ وہ اس اعتراض کی طرف متنبہ ہوئے جو وجہ اول پر اعلٰحضرت نے فرمایا اور انھیں متنبہ ہونا ہی چاہئے اس لئے کہ وہ ذکاوت و فطانت کا پہاڑ ہیں پھر اس کے دو جواب دیئے :

پہلا تو وہی جو علماء نے اختیار فرمایا یعنی

www.alahazratnetwork.org

دنا التوفیق الیہ من القول بالاستخدام 38

والثانی ان التجنیب من تلك النار المخصوصة بالكفار ایضالھا عرض عریض وغایة القصوٰی مختصة بالاتقی وسائر المومنین وان كانوا مجنبین لكن لاكتجنبه انتھی معربا۔[1]

اقول الوجه الاول وعلیه عندی المعول واما ماذكر من الوجه الثانی فلیس بشیئ عندی وان كان ھو المرضی لدیه حتی اوردالاول بصیغة التمریض وذلك لان كون التجنیب مقولا بالتشكیك مسلم فی مطلق النار التی یمكن ان یدخلھا بعض المومنین ومعنی العرض العریض فیه كما یسبق الیه ذھنی القاصر ان الذنوب مقتضاھا الاصلی الذی لو خلیت ھی وطبایعھا ما اقتضت الا ایاہ انما ھو اصابة الجزاء الذی اوعد به علیھا وھذا ظاھر جدا، فكل من

استخدام کا طریقہ۔

دُوسرا یہ کہ اس نار سے دور رکھا جانا جو کافروں کے ساتھ خاص ہے اس میں بڑی وسعت ہے اور اس کی آخری حد اتقی کے لئے خاص ہے اور باقی مسلمان اگرچہ وہ بھی اس آگ سے دُور رہیں گے لیکن اس کی طرح نہیں اھ۔

میں کہتا ہوں وجہ تو پہلی ہے اور میرے نزدیک وہی معتمد ہے، اور جو دوسری وجہ ذکر کی وہ میرے نزدیک کوئی چیز نہیں اگرچہ شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کو دوسری پسند ہے کہ پہلی کو ایسے صیغہ سے ذکر کیا جس سے اس کے ضعف کی طرف اشارہ ہوتا ہے اس لئے کہ نار سے دُور رہنا اس کا کلی مشکک ہونا مطلق نار میں مسلم ہے جس میں بعض مومن داخل ہوسکتے ہیں اور تجنیب (نارِ دوزخ سے دور رہنا) میں بڑی وسعت کا معنی جیسا کہ میرا ذہن قاصر اس کی طرف سبقت کرتا ہے کہ گناہوں کا وہ مقتضائے اصلی کہ اگر گناہ اپنی طبیعت کے ساتھ چھوڑ دئے جائیں تو اسی کا تقاضا کریں تو یہ ہے کہ بندہ کو وہ سزا ملے جس کی اسے گناہوں پر وعید سنائی گئی اور یہ بہت ظاہر ہے، تو ہر وہ شخص جس نے

[1] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تحت الآیۃ ۹۲/۱۷ مسلم بکڈپو لال کنواں دہلی ص ۳۰۴

www.alahazratnetwork.org

اذنب ذنبا ولو مرۃ استحق بذنبہ ھذا ان یؤاخذہ الملک جل جلالہ، ولا تقبض حسناتہ المتکاثرۃ علی العزیز المقتدر اذ نفع الحسنات انما یعود الیہ، فکیف یمن علی اللہ تعالٰی بما عملہ لنفع نفسہ فکیف یجعلہ ذریعۃ الی ابطال منشور الجزاء عن رأسہ وقد قیل لہ بافصح بیان ان کما تدین تدان[1]، غایۃ الامران یقسم لبثہ فی الدارین علی مقدار لبثہ فی العملین کمًّا وکیفًا فیجوز ان تمسہ النار بما یعدل ھذا المقدار، وقد اعتقدنا نحن معشر اھل السنۃ والجماعۃ رزقنا اللہ سبحٰنہ وتعالٰی حظ الرحمۃ والشفاعۃ انہ تبارک وتعالٰی لہ ان یؤاخذ عبدہ کل جریرۃ ولو صغیرۃ کما ان لہ ان یتجاوز عن کل کبیرۃ، فضل و ذٰلک عدلٌ وما اللہ بظلام للعبید۔

ثم ان المولٰی جل وعلا بغایۃ عدلہ وضع الجزاء مشاکلًا للعمل و لذا یدم تنعیم المومن وتعذیب الکافر

ایک بار بھی گناہ کیا اللہ تعالٰی کی پکڑ کا مستحق ہے اور بندہ کی بکثرت نیکیاں خدائے غالب وقدیر کو مانع نہیں ہوسکتیں اس لئے کہ نیکیوں کا نفع تو بندہ ہی کو پہنچتا ہے تو کیسے اللہ تعالٰی کو اپنے بھلے کے لئے کئے ہوئے کام کا احسان جتائے گا اور کیونکر اسے سزا کے دستور کو سرے سے باطل کرنے کا ذریعہ بنائے گا، حالانکہ بندہ کو خوب واضح بیان سے کہہ دیا گیا ہے کہ جیسا تو کریگا ویسا تجھے بدلہ دیا جائے گا، غایت امر یہ ہے کہ دُنیا وآخرت میں بندہ کی مدتِ اقامت کو نیک وبد ہر دو عمل میں ٹھہرنے کی مقدار پر باعتبار قدر وکیفیت تقسیم کریں تو ممکن ہے کہ اسے آگ اتنی مدت تک چھوئے جو اس کے مقدارِ عمل کے برابر ہو اور ہم اہلسنت وجماعت (اللہ ہمیں رحمت وشفاعت سے نصیب عطا فرمائے) کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالٰی کو حق ہے کہ وہ بندے سے ہر جرم پر مواخذہ کرے اگرچہ صغیرہ ہو جس طرح کہ اس کو سزاوار ہے کہ ہر گناہ سے درگزر فرمائے اگرچہ کبیرہ ہو اور یہ اس کا فضل ہے اور وہ اس کا عدل سا اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

اسی لئے جنت میں مومنین کی آسائش اور جہنم میں کافر کا عذاب ہمیشہ ہوگا اس لئے کہ اللہ تعالٰی کو ان کی نیت اور مخفی ارادے کا

---

[1] کنز العمال حدیث ۴۳۰۳۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/۷۷۲

www.alahazratnetwork.org

اذ قد علم من نیتہما ومکنونات طویتہما أنہما عازمان علٰی ادامۃ ماھما من الکفر والایمان حتی لو داموا فی الدنیا لداموا علیہ الا تری الی قولہ تعالٰی "ولو ردوا لعادوا لما نہوا عنہ"[1] ولذٰلک لما انسلخ ابوطالب عن الکفار بشراشرہ واثبت قدمیہ علٰی تلک الملۃ الخبیثۃ نجا الدیان سبحٰنہ وتعالٰی سائر بدنہ من النار وسلط العذاب علٰی قدمیہ کما فی حدیث الشیخین[2] وغیرھما فقضیۃ المشاکلۃ أن من تساوت حسناتہ وسیأتہ یساوی لبثہ فی العذاب بلبثہ فی دار الثواب ومن اذنب ذنبا واحدا اذیق اثامہ ومن الم بسیئۃ ثم انقلع عنہا فجزاءہ المشاکل ان یدنی الی النار ثم یبعد عنہا لیذوق من الفزع والغم قدر ما ذاق من اللذۃ فی اللمم ھذا حکم العدل وحکم العدل ھوالاصل لکن المولی الجواد الکریم

علم ہے کہ یہ دونوں اپنی اپنی حالت کفر وایمان پر قائم ودائم رہنے کا عزم کئے ہوئے ہیں یہاں تک کہ اگر دنیا میں ہمیشہ رہتے اپنے حال پر ہمیشہ رہتے کیا تم اللہ کے فرمان کو نہیں دیکھتے "اور اگر واپس بھیجے جائیں تو پھر وہی کریں جس سے منع کئے گئے تھے" اور جب ابوطالب کفار سے تمام وکمال جُدا ہوئے اور اپنے قدم اس خبیث ملت پر جمائے رکھے جزا دینے والے رب سبحٰنہ وتعالٰی نے ان کے سارے بدن کو نار سے نجات دی اور عذاب کو ان کے قدموں پر مسلط فرمادیا جیسا کہ بخاری ومسلم وغیرہ کی حدیث میں ہے تو عمل وجزا میں مشاکلت کا مقتضٰی یہ ہے کہ جس کی نیکیاں اور بُرائیاں برابر ہوں اس کا عذاب میں رہنا ثواب کے گھر میں رہنے کے برابر ہوا، جو ایک گناہ کرے وہ اس کا عذاب چکھے اور جو برائی کے قریب جائے پھر اس سے جُدا رہے تو اس کی جزا مشابہ عمل یہ ہے کہ وہ نار کے قریب کیا جائے پھر اس سے دور رکھا جائے تاکہ غم اور گھبراہٹ کا مزہ ارادۂ گناہ میں لذت کے بقدر چکھے، یہ حکم عدل ہے اور حکم عدل ہی اصل ہے، لیکن جُود وکرم والے

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۲۸

[2] صحیح البخاری کتاب المناقب باب قصہ ابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۴۸
صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب " " ۱/ ۱۱۵

www.alahazratnetwork.org

الذی "کتب علٰی نفسه الرحمة"[1] وجعل لها السبقة علی الغضب منة ونعمة تشفع الیه شفیعان رفیعان وجیهان حبیبان لایردان ولا یخیبان رحمته الکاملة العامة الشاملة وهذا النبی الکریم المبعوث من الحرم بفیض الجود والکرم صلی اللّٰه تعالٰی علیه واٰله وبارك وسلم فوعد بالطاف جمیلة ورحمات جلیلة فضلا من لدیه من دون وجوب علیه وحاشاه أن یجب علیه شیئ "وهو یجیر ولا یجار علیه"[2] وبشر "أن الحسنات یذهبن السیئات"[3] وان اللمم معفو عنا ان شاء اللّٰه تعالٰی "ان ربك واسع المغفرة"[4] وان اللّٰه تجاوز لنا عما همت به انفسنا مالم تعمل او نتکلم وأن من تعادلت کفتاه لم یدخل النار وان لا یهلك علی اللّٰه الا مارد متمرد وهذا کله تفضل وتکرم من المولی الحی جلت

مولٰی نے اپنے اوپر رحمت کو لازم فرمایا اور اس کے لئے غضب پر سبقت رکھی اپنے کرم و احسان سے اس سے سفارش کی جو رفعت و وجاہت والے و پیارے شفیعوں نے جو نہ پھیرے جائیں نہ محروم ہوں ایک اللہ تعالٰی کی رحمتِ تمام و عام اور دوسرے یہ نبی کریم جو حرم سے فیضِ جود و کرم کے ساتھ مبعوث ہوئے تو اللہ تعالٰی نے جمیل مہربانیوں اور جلیل رحمتوں کا وعدہ فرمایا محض اپنے فضل سے نہ اس سبب سے کہ اس پر کچھ واجب ہے اور وہ اس سے منزّہ ہے کہ اس پر کچھ واجب ہو حالانکہ وہی پناہ دیتا ہے اور اس کے خلاف کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ اور اس نے خوشخبری دی کہ نیکیاں برائیوں کو دُور کر دیتی ہیں اور یہ کہ لمم (ارادۂ گناہ) پر ہمیں معافی دے دی گئی بے شک تمہارے رب کی مغفرت وسیع ہے اور بے شک اللہ تعالٰی ان باتوں سے درگزر فرماتا ہے جن کا ارادہ ہمارے نفوس کرتے ہیں جب تک ان کو انجام نہ دیں یا انہیں بولیں اور جس کے دونوں پلّے برابر ہوں گے وہ نار میں نہ جائے گا۔ اور یہ کہ اللہ تعالٰی کے یہاں صرف نہایت سرکش نِرا نافرمان ہی ہلاک ہوگا

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۲
[2] القرآن الکریم ۲۳/ ۸۸
[3] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۵
[4] القرآن الکریم ۵۱/ ۳۲

www.alahazratnetwork.org

آلاء وتوالت نعماؤه وله
الحمد كما يحب ويرضى
فكل من اذنب او الم ثم
جنبه المولى النار فانما
جنبه على استحقاق منه لجزاء
ما عمله كما قال تبارك
وتعالى "ان ربك لذو مغفرة
للناس على ظلمهم"[1]
بل لا معنى للمغفرة الا
تجاوز صاحب الحق عن
استيفاء حقه كلاً او بعضاً
فهذا تجنيب بعد تقريب
وانجاء بعد الجاء مع ما فيه
ايضاً من تفاوت الرتب
كما لا يخفى اما الذي بلغ
من التقوٰى غايته القصوى
حتى تنزه عن كل ما يكره
وفني عن الخلق وبقي
بالحق ارتفع شانه عن اتيان عصيان
ونظر بالرضى الى ما يبغض
الرحمٰن فهذا محال ان يكون
من النار في شيء او النار منه في
شيء لاسيما اتقى الاتقياء واصفى الاصفياء

(یعنی کافر) اور یہ سب مولائے غنی کریم کا فضل و
کرم ہے۔ اس کی نعمتیں جلیل ہیں اور اس کے
احسان پیہم ہیں، اور اسی کے لئے حمد ہے جیسی
وہ چاہے اور پسند فرمائے، تو ہر وہ شخص جس
نے گناہ کیا یا گناہ کے پاس جا کر رُک گیا پھر
اللہ تعالٰی نے اسے نار سے دُور رکھا تو اسے
اس کے استحقاق کی جہت سے اُس کے عمل کی
جزا دینے کو دُور رکھا چنانچہ اللہ تعالٰی نے
فرمایا کہ بے شک اللہ تعالٰی لوگوں کو بخشنے والا
ہے ان کے ظلم کے باوجود بلکہ مغفرت کا معنی
یہی ہے کہ صاحبِ حق اپنے حق کو لینے سے کلی
یا جزوی طور پر درگزر کرے تو یہ نار سے قریب
کرکے اس سے دُور رکھنا ہے اور نار کی طرف
لیجا کر اس سے بچانا ہے اس کے باوجود اس
میں رتبوں کا تفاوت ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں
مگر جو تقوٰی کی سب سے آخری حد تک پہنچ گیا،
یہاں تک کہ ہر ناپسندیدہ بات سے دور
رہا اور خلق سے فانی اور حق پر باقی ہوگیا اور
اس کی شان معصیت کے ارتکاب سے اور
رحمٰن کے مبغوض کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھنے سے
بلند ہوگئی تو محال ہے کہ ایسے شخص کو نار سے علاقہ
ہو یا نار کو اس سے کوئی تعلق ہو خصوصاً وہ
متقیوں کا متقی اور سارے اصفیا سے زیادہ

---

[1] القرآن الکریم ۱۳/ ۶

www.alahazratnetwork.org

الذی لم یزل من الحق بعین الرضا فی جمیع احوالہ، و لم یسوء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ و سلم فعلۃ من افعالہ، فذاك العبد ذاك العبد کلت الالسن عن شرح کمالہ وتاھت العقول فی تیہ جلالہ جالت وعالت فبقیت تکبو ثم رجعت فسئلت فقالت ھو ھو فغایۃ القول فیہ أنہ أولی العباد وأول المراد بقول الجواد " ان الذین سبقت لھم منا الحسنٰی اولئك عنہا مبعدون لایسمعون حسیسہا وھم فیما اشتھت انفسھم خالدون لایحزنھم الفزع الاکبر وتتلقٰھم الملئکۃ ھذا یومکم الذی کنتم توعدون[1]" ھذا معنی العرض العریض للتجنیب من مطلق النار علی حسب ما یطیقہ البیان، ولایاتی مثلہ فی النار المخصوصۃ بالکفار اذ انما ھی جزاء الکفر والمؤمنون کلھم متساوون فی التباعد عنہ اذ الکفر والایمان لایزیدان و لاینقصان و

صاف باطن جس کے تمام احوال پر حق کی چشم رضا رہی اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو جس کا کوئی کام بُرا نہ لگا تو یہی وُہ خدا کا بندہ ہے یہی وہ خاص بندہ ہے زبانیں جس کے کمال کو بیان کرنے سے عاجز ہیں جس کی عظمت کے صحرا میں عقلیں گُم ہیں اس میں عقلیں دوڑیں اور گھومتی پھریں پھر گرتی پڑتی رہیں پھر لوٹیں تو ان سے پوچھا تو بولیں وہی وہی ہے تو اس خاص بندہ کے بارے میں آخری بات یہ ہے کہ وہ سارے بندوں سے اولٰی اور خدائے جواد کے قول " بیشک وہ جن کے لئے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہوچکا وہ جہنم سے دُور رکھے گئے ہیں وہ اس کی بھنک نہ سنیں گے اور وُہ اپنی من مانی خواہشوں میں ہمیشہ رہیں گے انھیں غم میں نہ ڈالے گی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ اور فرشتے ان کی پیشوائی کو آئیں گے کہ یہ ہے تمھارا وُہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا " کی پہلی مراد ہے مطلق نار سے دُور رکھنے میں جو بڑی وسعت ہے اس کا مقدور بیان کے مطابق یہ معنی ہے اور ایسی بات اس نار کے بارے میں نہیں بنتی جو کفار کے ساتھ مخصوص ہے وہ تو کفر کی سزا ہے اور تمام مسلمان اس نار سے دُور رہنے میں برابر ہیں اس لئے کہ کفر و ایمان یہ دونوں وصف گھٹتے بڑھتے نہیں ہیں اور یہ

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۱ تا ۱۰۳

www.alahazratnetwork.org

المسئلة اجماعية والنزاع لفظی فوجب ان یتساووا فی البعد عن جزاء الکفر ایضا، و اما قوله تبارک و تعالٰی "ھم للکفر یومئذ اقرب منھم للایمان[1]" فھذا بالنظر الی الظاھر اذ الاٰیة فی المنافقین لقوله تعالٰی "یقولون بافواھھم مالیس فی قلوبھم واللّٰہ اعلم بما یکتمون[2]" یعنی انھم کانوا یتظاھرون بالایمان فیظن الجاھل بما فی السرائر انھم مؤمنون، لما کانوا یتباعدون بالسنتھم عن الکفر ثم لما انخزلوا عن عسکر المؤمنین وقالوا "لو نعلم قتالا لاتبعناکم[3]" تخرق الحجاب وغلب علی الظنون انھم لیسوا بمؤمنین مع تجویز ان یکون ھذا القول منھم تکاسلا واخلادا الی ارض الدعة، فھذا معنی القرب والبعد اوالمراد بالکفر والایمان اھلوھما

مسئلہ (کفر وایمان کا کم زیادہ نہ ہونا) اجماعی ہے اور اختلاف لفظی ہے تو ضروری ہے کہ مسلمان کفر کی سزا سے دور رہنے میں بھی برابر ہوں۔ رہا اللہ تعالٰی کا قول "اس دن وہ ظاہری ایمان کی بہ نسبت کہیں کفر سے زیادہ قریب ہیں" تو باعتبار ظاہر کے ہے اس لئے کہ آیت منافقین کے بارے میں ہے اس وجہ سے کہ اللہ تعالٰی نے ان کے بارے میں فرمایا: "اپنے منہ سے کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں اور اللہ کو معلوم ہے جو چھپا رہے ہیں"۔ مطلب یہ ہے کہ منافقین ظاہری طور پر ایمان والے بنتے تھے تو ان کے دلوں میں چھپی بات سے بے خبر یہ گمان کرتا تھا کہ وہ مسلمان ہیں چونکہ منافقین کفر سے دُوری ظاہر کرتے تھے پھر جب وہ مسلمانوں کے لشکر سے جدا ہوگئے اور بولے کہ "اگر ہم لڑائی ہوتی جانتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے"، ان کا پردہ فاش ہوگیا اور گمانوں پر غالب ہوگیا کہ یہ لوگ مسلمان نہیں اس احتمال کے ساتھ کہ منافقوں کی یہ بات سُستی اور آسائش کی زمین پکڑنے کی وجہ سے ہو تو قُرب اور بُعد کا یہ معنٰی ہے یا کفر و ایمان سے مراد صاحبانِ کفر و ایمان ہیں اس لئے

---

[1] القرآن الکریم ۳/۱۶۷
[2] القرآن الکریم ۳/۱۶۷
[3] " " ۳/۱۶۷

www.alahazratnetwork.org

اذ تقليلهم سواد المومنين بالانعزال عنهم تقوية للمشركين كذا قال المفسرون هذا ما عندی، والله سبحٰنه و تعالٰی اعلم۔

کرنا فقروں کا مسلمانوں کے گروہ کو کم کرنا مسلمانوں کے لشکر سے جدا ہو کر مشرکوں کو تقویت دینا ہے ایسا ہی مفسرین نے فرمایا ہے، یہ ہے وہ جو میری رائے ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

و بالجملة فهبت نسائم التحقيق على ان الوجه ابقاء اللفظين على ظاهرهما وانما تحتاج الى امرين لا يعد شئ منهما تكلفاً و لا تغيراً۔

خلاصہ یہ کہ اب تحقیق کی ہوائیں چلیں اس پر کہ وجہ تو یہی ہے کہ دونوں لفظوں کو ان کے ظاہر پر رکھا جائے اور تمھیں حاجت صرف دو امر کی ہوگی اور ان میں سے کوئی نہ تکلف کے شمار میں ہے نہ تغیر کی گنتی میں۔

الاول ان تنكير ناراً للتعظيم و هو كما ترى شائع فى الكلام الفصيح قرانا وقديما وحديثا واخذ التلظى بمعنى اشد ما يكون حملا للمطلق على فرده الكامل وهو ايضا منتشر مستطير۔

پہلی بات یہ کہ یہاں "ناراً" نکرہ تعظیم کے لئے ہے اور یہ اسلوب جیسا کہ تم جانتے ہو قرآن و حدیث اور قدیم و جدید کلام فصیح میں شائع ہے اور تلظی (آگ کی بھڑک) مطلق کو فردِ کامل پر محمول کرتے ہوئے سخت ترین بھڑکنے کے معنٰی میں لیا جائے اور یہ بھی خوب شائع ہے۔

والثانى الاستخدام وهو كما سمعت اعلٰى او من اعلى انواع البديع او ارجاع الضمير الى نفس الموصوف مجردا عن الصفة وهذا ليس من التاويل فى شئ على ان غرضنا يتعلق بأية الاتقى ولا مساغ فيه للتاويل بتا وقطعاً هكذا ينبغى التحقيق والله ولى التوفيق والحمد لله رب العالمين۔

اور دوسری بات استخدام، اور وہ جیسا کہ تم نے سُنا اقسامِ بدیع میں سب سے اعلٰی ہے یا منجملہ اعلی اقسام کے ہے یا ضمیر کو نفسِ موصوف کی طرف بلا لحاظ صفت لوٹائیں اور یہ تاویل سے کوئی لگاؤ نہیں رکھتا، علاوہ بریں ہماری غرض تو آیت اتقی سے ہے، اور اس میں قطعاً تاویل کی گنجائش نہیں، اسی طرح تحقیق چاہیے اور اللہ تعالٰی توفیق کا مالک ہے اور ساری خوبیاں اللہ کے لئے جو مالک ہے سب جہانوں کا۔

اذا وعيت هذا ودريت ما فيه

جب یہ بات ثابت ہوگئی اور تم نے اس کے

www.alahazratnetwork.org

وأُلقیت السمع وانت نبیه هان علیك الجواب عن هٰذه الشبهة الاولٰی بوجوه،

الاوّل ظاهر اللفظ واجب الحفظ الا بضرورة واین الضرورة۔

الثانی ما مالوا الیه لم یزدد الا قدحًا فوجب ان نضرب عنه صفحًا، وابوعبیدة فیما عاق لا أصاب ولا أغنٰی فکیف نترك ظاهر قول الله سبحٰنه وتعالٰی بقول رجل لو یکن معصومًا ولا صحابیًّا و لا تابعیًا ولا سنیًّا و لا مصیبًا فی ماطلب ولا مجدیا فی ما الیه هرب۔

ایها الناس انی سائلکم عن شیئ فهل انتم مخبرون أرأیتم لو ان الاٰیة وردت بلفظ التقی وفسره بالاتقی ابوعبیدة الغوی فتعلقنا بقوله وندبناکم الی قبوله ماذا کنتم فاعلین لکن الانصاف شیئ عزیز ولا یؤتی الا ذا حظ عظیم۔

الثالث سلمنا کونه فی الاٰیة وجهًا وجیهًا لکن هو الوجه فیها بل وجهنا هو الأوضح والأجلی

مضمون کو سمجھ لیا اور تم نے کان دھرا اور تم ذہین ہو تو تمھیں اس پہلے شبہہ کا جواب چند وجوہ سے آسان ہے،

پہلی وجہ یہ ہے کہ لفظ کے ظاہری معنی کی حفاظت واجب ہے یعنی لفظ کو ظاہر سے پھیرنا جائز نہیں مگر بضرورت، اور ضرورت کہاں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جس تاویل کی طرف لوگ مائل ہوئے اس سے تو قباحت ہی زیادہ ہوئی تو ضرور ہوا کہ ہم اس سے منہ پھیریں، اور ابوعبیدہ نے جو پاپڑ بیلے اس کاوش میں وہ نہ صواب کو پہنچا اور نہ کوئی مفید بات کہی تو ہم اللہ تعالٰی کے قول کے ظاہری معنی کو ایسے شخص کے کہنے سے کیسے چھوڑ دیں جو نہ معصوم تھا، نہ صحابی تھا، نہ تابعی، نہ سنّی، نہ اپنے مطلب میں صواب کو پانے والا، نہ اپنے مفر میں نفع بخش۔

اے لوگو! میں تم سے ایک بات پوچھوں تو کیا جواب دو گے، مجھے بتاؤ اگر آیت لفظ تقی کے ساتھ وارد ہوتی اور ابوعبیدہ لغوی اسے اتقی سے تفسیر کرتا تو ہم اس کے قول سے چمٹ جاتے اور تمھیں اسے قبول کرنے کی دعوت دیتے اب تم کیا کرتے، لیکن انصاف کمیاب شیئ ہے اور بڑے نصیب والے ہی کو ملتا ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ ہم نے آیت میں اس کا وجہ وجیہ ہونا مان لیا، مگر آیت میں کیا یہی وجہ ہے، بلکہ ہماری وجہ واضح تر اور زیادہ

www.alahazratnetwork.org

ولا تنافي بين نجاة التقي ونجاة الاتقى والقرآن محتج به على كل تاويل واحد الوجهين يوجب التفضيل والوجه الأخر لا ينافيه فوجب القبول والقول بما فيه

ولذلك ترى علمائنا رحمهم الله تعالٰى لم يزالوا محتجين بالآية الكريمة على تفضيل العتيق الصديق رضي الله تعالٰى عنه وهم ادرى منا ومنكم بما قاله أبو عبيدة وغيره ثم هذا لم يقعدهم عن سلوك تلك المسالك ولم ينكر عليهم احد ذلك فثبت ان مقصودنا بحمد الله حاصل ومزعومكم بحول الله باطل والحمد لله رب العٰلمين اياه نرجوا وبه نستعين -

الشبهة الثانية

ما نقله المولى الفاضل استاذ استاذي عبد العزيز بن ولي الله الدهلوي سامحنا الله واياهما بلطفه الخفي وفضله الوفي في تفسير فتح العزيز بعد ما ذكر استدلال اهل السنة والجماعة بالآية الكريمة على الطريق المشهور بين علماء الدهور قال وقالت اهل التفضيل ان الاتقى محمول على التقي منسلخ عن معنى التفضيل اذ لولاه لشمل باطلاقه النبي صلى الله تعالٰى

روشن ہے اور تقی اور اتقی کی نجات میں کوئی منافات نہیں ہے اور قرآن ہر تاویل پر حجت ہے، اور دو وجہوں میں سے ایک تفضیل کی مقتضی ہے اور دوسری اس کی منافی نہیں تو قبول کرنا اور اس وجہ کے مضمون کا قائل ضروری ہے۔

اسی لئے ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالٰی کو دیکھتے ہو کہ وہ اس آیت سے سیدنا عتیق صدیق کی فضیلت پر دلیل لاتے ہیں حالانکہ وہ ابوعبیدہ وغیرہ کے کلام کو ہم سے اور تم سے زیادہ جانتے ہیں، پھر بھی علماء کو اس بات نے ان مسالک پر چلنے سے نہ روکا، نہ کسی نے اس مسلک کو ناپسند کیا۔ اب ثابت ہوگیا کہ ہمارا مقصد بحمد اللہ حاصل ہے اور تمہارا زعم اللہ کی قدرت سے باطل ہے اور سب خوبیاں اللہ کے لئے ہیں جو مالک ہے سب جہانوں کا، ہم اُسی سے امید رکھیں اور اسی سے مدد چاہیں۔

دوسرا شبہہ وہ ہے جو میرے استاذ الاستاذ مولائے فاضل عبدالعزیز بن ولی اللہ الدہلوی (اللہ تعالٰی ہمیں اور انھیں اپنے لطف خفی اور فضل کامل سے معاف فرمائے) نے تفسیر فتح العزیز میں اس آیت کریمہ سے اہل سنت وجماعت کے استدلال کو علمائے زمانہ کے درمیان مشہور طریقہ پر ذکر کرنے کے بعد نقل فرمایا۔ انھوں نے فرمایا کہ تفضیلیہ نے کہا کہ اَتقی بمعنی تقی ہے، اور وہ (اسم تفضیل) معنی تفضیل سے مجرد ہے اس لئے کہ اگر یہ معنی نہ ہو تو اسم تفضیل کے اطلاق کے

www.alahazratnetwork.org

عليه وسلم فيلزم ان يكون الصديق اتقى منه صلى الله تعالى عليه وسلم وهو باطل قطعا بالاجماع قال و اجاب اهل السنة والجماعة ان حمل الاتقى على التقى يخالف اللسان العربي والقرآن انما نزل بها فحمله على ماليس منها غير سديد، وما ذكروا من الضرورة مندفع بان الكلام في سائر الناس دون الانبياء عليهم الصلوة والسلام لما علم من الشريعة ان الانبياء اعلى كرامة واشرف مكانة عند الله تبارك وتعالى فلايقاسون بسائر الناس ولا يقاس سائر الناس بهم فعرف الشرع حين جريان الكلام في مقام التفاضل وتفاوت الدرجة يخصص امثال هذا اللفظ بالامة والتخصيص العرفي اقوى من التخصيص الذكري كقول القائل خبز القمح احسن خبز لن يفهم منه تفضيله على خبز اللوز لأن استعماله غير متعارف وهو خارج عن المبحث اذ الكلام انما انتظم الحبوب دون الفواكه[1]، هذا كلامه في التفسير الفارسي اوردناه نقلا بالمعنى.

سبب صدیق کی فضیلت نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو شامل ہوگی تو لازم آئیگا کہ صدیق نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اتقی ہوں اور یہ قطعًا اجماعی طور پر باطل ہے۔
شاہ عبدالعزیز نے فرمایا کہ اہل السنت والجماعت نے جواب دیا کہ اتقی کو تقی کے معنٰی میں لینا عربی زبان کے خلاف ہے اور قرآن تو اسی میں اُترا، تو ایسے طریقہ پر محمول کرنا جو زبان عربی کے دستور میں نہ ہو صحیح نہیں ہے اور جو ضرورت تفضیلیہ نے ذکر کی وہ مندفع ہے، اس لئے کہ کلام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو چھوڑ کر باقی لوگوں میں ہے کیونکہ شریعت سے یہ معلوم ہے کہ انبیاء کی عظمت سب سے زیادہ ہے اور انکا مرتبہ بلند ہے تو انھیں باقی لوگوں پر قیاس نہ کیا جائے گا، نہ باقی لوگ ان پر قیاس کئے جائینگے تو شریعت کا عُرف مقام فضیلت اور تفاوت مراتب کی جاری گفتگو میں ایسے الفاظ کو اُمت کے ساتھ خاص کر دیتا ہے اور تخصیص عُرفی تخصیص ذکری سے زیادہ قوی ہے جیسے کوئی کہے گیہوں کی روٹی سب سے اچھی روٹی ہے، اس سے گیہوں کی روٹی کی فضیلت بادام کی روٹی پر نہ سمجھی جائیگی اس لئے کہ اس کا استعمال متعارف نہیں ہے اور وہ بحث سے خارج ہے اس لئے کہ کلام اناج کو شامل ہے نہ کہ میووں کو۔
یہ شاہ عبدالعزیز کا تفسیر فارسی میں کلام تھا جس کے مفہوم کو ہم نے نقل کیا۔

---

[1] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تحت الآیۃ ۹۲/۱۷ مسلم بکڈپو لال کنواں دہلی پ۳۰ ص ۳۰۴

www.alahazratnetwork.org

اقول وباللہ التوفیق اما ما ذکرمن ان ھذا یخالف اللسان العربیۃ فممنوع ومدفوع، الا تری الی قولہ تعالٰی "ھوالذی یبدؤا الخلق ثم یعیدہ وھو اھون علیہ[1]" ولیس شیئ اھون علی اللہ تعالٰی من شیئ و المعنی فی نظرکم علی احد تاویلات فی عسٰی ولعل الواردین فی القرآن، والی قولہ تعالٰی "اصحٰب الجنۃ یومئذ خیر مستقرا واحسن مقیلا[2]" ولا خیر للغیر ولا حسن لاھل الضیر ولا اٰیۃ جاریۃ علی سبیل التھکم بھم کما قال المفسرون لکن الامر ان

میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے، رہی وہ بات جو شاہ صاحب نے ذکر کی کہ یہ (التقی بمعنی تقی ہونا) ممنوع و مدفوع ہے، کیا تم نہیں دیکھتے اللہ تعالٰی کا قول "اور وہی ہے کہ اول بناتا ہے پھر اسے دوبارہ بنائیگا اور یہ تمہاری سمجھ میں اس پر زیادہ آسان ہونا چاہئے" حالانکہ اللہ تعالٰی کے لئے کوئی چیز دوسری چیز سے زیادہ آسان نہیں (یعنی اللہ تعالٰی کو ہر چیز پر یکساں قدرت حاصل ہے) اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ دوبارہ بنانا تمہاری نظر میں زیادہ آسان ہونا چاہئے اور یہ عسٰی و لعل جو قرآن میں وارد ہیں ان کی تاویلات میں سے ایک تاویل کی بنا پر ہے اور کیا تم نہیں دیکھتے اللہ تعالٰی کا یہ قول "جنت والوں کا اس دن (سب[عہ] سے) اچھا ٹھکانا اور حساب کی دوپہر کے بعد (سب سے) اچھی آرام کی جگہ" حالانکہ غیر کے لئے خیر نہیں اور خسارہ والوں کیلئے

عہ آیت کا ترجمہ ہم نے کنز الایمان سے نقل کیا ہے اور بریکٹ میں دو جگہ لفظ "سب سے" بڑھا دیا ہے تاکہ اس امر کی طرف اشارہ ہو کہ خیر اور احسن کا اسم تفضیل کے لحاظ سے اصل ترجمہ اس طرح ہونا چاہئے تھا، مگر قرینہ حالیہ کے سبب صحیح ترجمہ وہ ہے جو اعلٰحضرت علیہ الرحمہ نے کیا اور اس سے ظاہر ہے کہ یہاں خیر و احسن کا حقیقی معنی تفضیل والا نہیں۔ ازہری غفرلہ

---

[1] القرآن الکریم ۳۰/ ۲۷
[2] ؍؍ ؍؍ ۲۵/ ۲۴

www.alahazratnetwork.org

الافعل حقیقتہ فی التفضیل و لا یصار الی الانسلاخ عنہ الا لضرورۃ دعت بقرینۃ قامت کما فی الاٰیتین اللتین تلونا وحیث لا ضرورۃ ولا قرینۃ کما نحن فیہ لا نقول بہ والمصیر الیہ اشبہ بالتحریف منہ بالتفسیر کما قد حققنا وھذا القدر یکفی للرد علیہم، و اما ما ذکر من حدیث التخصیص عرفا فجری منہ علی تسلیم ما ادعی الخصم من أن اللفظ بصیغتہ یشمل الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وان بغیت الحق المر صوص فلا شمول ولا خصوص لأن الاتقی ان عم عم افرادہ وھم المفضلون المرجحون دون المرجوحین المفضل علیہم۔

وسر المقام بتوفیق الملک العلام ان الافضل لابد لہ من مفضل و مفضل علیہ والمفضل علیہ یذکر صریحا اذا استعمل مضافا او بمن اما اذا استعمل باللام فلا یورد فی الکلام

کوئی اچھائی نہیں، یا آیت کفار سے استہزا کے طور پر جاری ہے، جیسا کہ مفسرین نے فرمایا ہے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ اسم تفضیل کا معنی حقیقی تفضیل ہے اور تفضیل سے مجرد ہونے کی طرف بغیر ضرورت داعیہ یہ سبب قرینہ قائمہ نہ پھرے گی جیسا کہ ان دو آیتوں میں جو ہم نے تلاوت کیں اور جہاں نہ ضرورت ہو اور نہ قرینہ ہو وہاں ہم تفضیل سے مجرد ہونے کا قول نہ کرینگے اور اس طرف پھرنا تفسیر کی بہ نسبت تحریف سے زیادہ مشابہ ہے جیسا کہ ہم نے تحقیق کی اور اس قدر ان کے رَد کے لئے کافی ہے، اور رہی وہ تخصیص عرفی کی بات جو شاہ صاحب نے ذکر فرمائی تو ... مدعی کا وہ دعوی کہ لفظ اپنے صیغہ کے سبب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی شامل ہے تسلیم کرنے کی تقدیر پر جاری ہوئی اور اگر تم حق محکم کو چاہو تو نہ شمول ہے نہ خصوص ہے، اس لئے کہ اَتقٰی اسم تفضیل اگر عام ہے تو اپنے افراد کو عام و شامل ہے۔ اور اس کے افراد وہ ہیں جنہیں فضیلت و ترجیح دی گئی نہ کہ وہ مرجوح جن پر دوسروں کو فضیلت دی گئی۔

اور اس مقام میں علم والے بادشاہ کی توفیق سے راز یہ ہے کہ افضل کے لئے ایک مفضّل اور دوسرا مفضّل علیہ لازم ہے اور جب اسم تفضیل اضافت کے ساتھ یا مِن کے ساتھ مستعمل ہو تو مفضّل علیہ صراحۃً مذکور ہوتا ہے

www.alahazratnetwork.org

ولکن اللام تشیر الیہ علی سبیل العہد فی ضمن الاشارۃ الی المفضل لان ذاتا مالہ الفضل کما ھو مفاد لفظ افعل بلا لام لاتتعین الا وقد تعین المفضل علیہ فعہدھا یستلزم عہدہ واذلم یکن ھناک عہد فی اللفظ فالمصیر الی العہد الحکمی وقد عہد فی الشرع المطہر تفضیل بعض الامۃ علی بعض لاتفضیلھم علی الانبیاء الکرام فلا یقصدہ المتکلم ولا یفھمہ السامع فلم یدخلوا حتی یخرجوا۔ تأمل، انہ دقیق، وقد کنت أظن ھکذا من تلقاء نظری الی ان رایت علماء النحو صرحوا بما ابدی فکری وللہ الحمد۔

لیکن جب اسم تفضیل الف لام کے ساتھ آتا ہے تو اس میں مفضل علیہ کلام میں ذکر نہیں کیا جاتا لیکن لامِ تعریف بر سبیل عہد مفضل علیہ کی طرف مفضل کی طرف اشارہ کے ضمن میں اشارہ کرتا ہے اس لئے کہ کوئی ذات جس کو دوسرے پر فضیلت ہو جیسا کہ صیغۂ افعل کا مفاد ہے بغیر لام تعریف کے اسی وقت متعین ہوگی جب مفضل علیہ متعین ہو تو اس کی تعیین مفضل علیہ کی تعیین کو مستلزم اور جب کہ تعیین صراحۃً موجود نہیں تو مآل کار حکمًا تعیین ماننا ہے اور شرع مطہر میں بعض اُمتیوں کی تفضیل دوسرے امتیوں پر معروف ہے نہ کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر فضیلت ہو تو نہ متکلم کی مراد ہوتی ہے نہ مخاطب ہی یہ معنی سمجھتا ہے اب انبیائے کرام عموم میں داخل ہی نہیں کہ اس سے مستثنٰی کئے جائیں اس کلام میں غور کرے، بیشک یہ دقیق ہے اور میں اپنی سمجھ سے یہی گمان کرتا تھا یہاں تک کہ میں نے نحو کے عالموں کی تصریح اپنے نتیجۂ فکر کے مطابق دیکھی وللہ الحمد۔

قال المولی السامی نور الملّۃ والدّین الجامی قدس اللہ تعالٰی سرہ وضعہ لتفضیل الشیئ علٰی غیرہ فلابد فیہ من ذکر الغیر الذی ھو المفضل علیہ وذکرہ مع من والاضافۃ ظاھر، وامّا مع

حضرت بلند مرتبت نور الملّۃ والدین جامی قدس اللہ تعالٰی سرہٗ نے فرمایا اسم تفضیل کی وضع شئے کی غیر پر فضیلت بتانے کے لئے ہے، لہذا اس میں غیر جو مفضل علیہ کا مذکور ہونا ضروری ہے اور مِن اور اضافت کے ساتھ تو مفضل علیہ کا مذکور ہونا ظاہر ہے۔ رہا لام

www.alahazratnetwork.org

اللام فهو فی حکم المذکور ظاهرًا لانه یشار باللام الی معین بتعیین المفضل علیه مذکور قبل لفظًا او حکمًا کما اذا طلب شخص افضل من زید، قلت عمرو الافضل ای الشخص الذی قلنا انه افضل من زید فعلی ھذا لاتکون اللام فی افعل التفضیل الا للعہد انتہی۔

تعریف کے ساتھ تو مفضل علیہ ظاہرًا مذکور کے حکم میں ہے اس لئے کہ لام تعریف سے ایک معین کی طرف اشارہ ہوتا ہے جو لفظ میں مذکور یا حکم میں موجود مفضل علیہ کی تعیین سے متعین ہوتا ہے جیسے کہ اگر کوئی شخص زید سے افضل مطلوب ہو تو تم کہو کہ عمرو افضل ہے (لام تعریف کے ساتھ) تو مطلب یہ ہے کہ وہ شخص جسے ہم نے زید سے افضل کہا عمرو ہے، تو اس بناء پر صیغۂ افعل التفضیل میں لام عہد (تعیین) ہی کے لئے ہوگا انتہی۔

قلت وتنقیح السر امر بتحقیق المقام یستدعی بسطا نحن فی غنی عنه (**لطیفتان**) بمثل ما صرح المولی الجامی صرح الرضی الاستر آبادی الذی لو تکن فی مصرہ عمارۃ عصرہ الا بنحوہ لکنا لم ناثر عنه لان علی قلبه آفة لاحد لها فہم من فہم ھذا ثم ان المولی الفاضل نقل فی التفسیر جوابًا آخر عن بعض الجلة الاکابر ولعله یرید به اباہ وھو ان الاتقی ھٰھنا

قلت (میں نے کہا) مقصود کی تنقیح اس بحث کی تحقیق کے ذریعہ تفصیل کو چاہتی ہے جس سے ہم بے نیاز ہیں (دو لطیفے) جس طرح اسم تفضیل کے بارے میں فاضل جامی نے تصریح کی، ایسی ہی تصریح رضی استرآبادی نے بھی کی جس کے شہر میں اس کے زمانے میں اسی کی نہج ونحو پر عمارت قائم ہوئی، مگر ہم نے اس کا کلام نقل نہ کیا اس لئے کہ اس کے دل پر ایسی آفت ہے جس کی حد نہیں ہے، اس کو سمجھا جو سمجھا، پھر فاضل مولانا نے بعض گرامی قدر اکابر سے ایک اور جواب نقل کیا اور شاید ان کی مراد ان کے والد ہیں اور وہ یہ کہ اَلْاَتْقٰی اس جگہ اپنے معنی پر ہے یعنی جو تقوٰی میں اپنے

لہ شرح الجامی الاسماء والوافقہا بحث اسم التفضیل مطبع مصطفائی لکھنؤ ص ۲۷۷

www.alahazratnetwork.org

علیٰ معناہ اعنی من فضل فی التقوی علیٰ کل من عداہ نبیا کان او غیرہ الا انہ یختص بالاحیاء الموجودین فالصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوصف بہ فی اٰخر عمرہ حین خلافتہ بعد ارتحال المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وسیدنا عیسٰی علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام لما کان مرفوعا الی السماء لم یبق فی حکم الاحیاء، ولا یجب للاتقی ان یکون اتقی فی جمیع الاوقات وبالنسبۃ الیٰ کل احد من الاحیاء والاموات والا لم یوجد لہ فی العٰلمین مصداق اذ لا یتصوّر التقوی فی زمن الصبا وکل منصب محمود شرعًا فالعبرۃ فیہ باخر العمر کالعدل والصلاح والغوثیۃ والقطبیۃ والولایۃ والنبوۃ ولہٰذا یدعی بہٰذہ الاوصاف من تشرف بہا فی اواخر عمرہ وان لم یکن لہ ذٰلک من بدو امرہ، فالاتقی من فضل بالتقوی من سائر الموجودین فی اٰخر عمرہ الذی ھو وقت اعتبار الاعمال وبہ یثبت المدعی بلا تکلف ولا تاویل اصلًا بالتعریب وقد ارتضاہ المولی الفاضل جانحا الیہ وساکتا علیہ۔

ما سوا سے افضل ہو خواہ نبی ہو یا غیر نبی، مگر یہ کہ اس صورت میں یہ ان کے ساتھ خاص ہوگا جو زندہ موجود ہیں۔ پھر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ اتقی کے مصداق اپنی عمر کے آخری حصہ میں اپنی خلافت کے دور میں مصطفٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد ہوئے اور سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب آسمان پر اٹھالئے گئے تو وہ زندوں کے حکم میں نہ رہے اور اتقی کے لئے ضروری نہیں کہ وہ تمام اوقات میں اتقی ہو اور تمام احیاء و اموات سے افضل ہو، ورنہ عالم میں کوئی اس کا مصداق نہ ہوگا کیونکہ بچپن کے زمانہ میں تقوٰی متصور نہیں، اور ہر منصب جو شرعًا محمود ہو اس میں اعتبار آخر عمر کا ہے جیسے عدل و صلاح غوثیت و قطبیت ولایت و نبوت اسی لئے جو ان اوصاف سے مشرف ہوتا ہے اسے اس کے آخری ایام میں ان اوصاف کے ساتھ موسوم کرتے ہیں اگرچہ یہ اوصاف ان لوگوں کو ابتدائے حاصل نہیں ہوتے تو اتقی وہ ہے جو تمام موجودین کے بیچ تقوٰی میں سب سے افضل ہو اپنی اواخر عمر میں جس وقت اعمال کا اعتبار ہوتا ہے اور اس تقریر سے صدیق کی افضلیت کا دعوٰی بے تکلف و تاویل ثابت ہوجاتا ہے، عربی عبارت کا ترجمہ ختم ہوا اور اس تقریر کو فاضل مولانا نے اسکی طرف میلان اور اس پر سکوت کرتے ہوئے پسند کیا۔

لے فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تحت الآیۃ ۹۲/۱۶ مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی پارہ عم ص ۳۰۵-۳۰۴

www.alahazratnetwork.org

اقول وان جعل الله الفطانة بمرای العین من قلب وکیع اتقن وأیقن ان هذا لا یزید علی تلمیع هب ان حدیث "العبرة بالخواتیم"[1] حق واجب التسلیم لکن الیس العقل السلیم شهیدًا بانه اذا ذکر أحد من الاحیاء الموجودین بنعت من النعوت لا یفهم منه الاتصافه فی الحال لانه یصیر هکذا بالمآل والتبادر دلیل الحقیقة والافتیاق الی قرینة تصرف الافهام وتظهر السر امارة المجاز فماذا یحوجنا الیه مع استقامة الحقیقة من دون تکلف و لا تاویل اما علی طریقتنا فالأمر أبین واجلی واما علی طریقة الشیخ العزیز عبد العزیز فلان امثال تلك التخصیصات تکون مرتکزة فی الاذهان من دون حاجة الی البیان، ولیس دلالة هذا التلویح أدون من ارشاد التصریح ولهذا لا ینزل العام عن درجة القطعیة کما فی الکتب الاصولیة و العجب من هذا عده تکلفا وتاویلا مع شیوعه فی

اقول (میں کہتا ہوں) اور اگر اللہ تعالٰی ذہانت کو قلب کے سامنے رکھے تو وہ حکم لیقین کرلے گا کہ یہ ملمع سے زیادہ نہیں، مان لو کہ حدیث کا ارشاد ہے "خاتمہ کا اعتبار ہے" حق واجب التسلیم ہے لیکن کیا عقل سلیم شاہد نہیں کہ جب دنیا میں زندہ موجود لوگوں میں سے کوئی کسی وصف کے ساتھ مذکور ہو تو اس سے اس کا فی الحال متصف ہونا ہی مفہوم ہوتا ہے نہ یہ کہ وہ ایسا آئندہ ہوجائے گا، اور تبادر (معنی کی طرف سبقت فہم) معنی حقیقی کی دلیل ہے اور قرینہ کی حاجت جو ذہن کو دوسرے معنی کی طرف پھیرے اور مقصد ظاہر کرے مجازی معنی کی علامت ہے تو ہمیں مجاز کی ضرورت کس لئے پڑی باوجودیکہ حقیقت بغیر تکلف و بغیر تاویل درست ہے ہمارے طریقے پر، تو معاملہ خوب ظاہر و باہر ہے، اور شیخ عبد العزیز کے طریقہ پر حقیقی معنی کی درستگی اس لئے کہ ایسی تخصیصات عرفی اذہان میں مرتکز ہوتی ہیں جن کے بیان کی حاجت نہیں ہوتی اور عرف عام کے اس اشارہ کی دلالت صراحت کی دلالت سے کم رتبہ نہیں، اور اسی لئے عام درجہ قطعیت (تیقن) سے نہیں گرتا، جیسا کہ اصول فقہ کی کتب میں مصرح ہے، اور اس سے عجیب تر یہ ہے کہ شاہ عبد العزیز علیہ الرحمہ نے اس (تخصیص)

---

[1] صحیح البخاری کتاب القدر باب العمل بالخواتیم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۷۸
کنز العمال حدیث ۵۹۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۱۲۵

www.alahazratnetwork.org

النصوص حدیثا و تنزیلا فلوکان من باب التکلف فما اکثر التکلف فی افصح الکلام وکلام من ھو افصح الانام علیہ افضل الصلٰوۃ و اکمل السلام و اغرب من ھذا زعم طریقتہ بریئۃ من التکلف مع انھا تحتاج الٰی ماھو ابرد و ابعد فان الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ لم یکن بالحقیقۃ أتقی الموجودین فی حین من الاحیان لحیاۃ سیدنا عیسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام علٰی أرجح الاقوال و زعم التحاقہ بالاموات لارتفاعہ الی السمٰوٰت کلمۃ ھو قائلھا ما علیھا دلیل ولا برھان، وان سلم فاین انت من سیدنا الخضر علیہ السلام مع أن المعتمد المختار نبوتہ وحیاتہ[1]، فان قلت انہ مختف عن الابصار معتزل عن الامصار فالتحق بالاموات کان عذرًا أفسد من الاول فانھم علٰی أنا قد اثبتنا اطلاق الصفۃ علٰی من سیکون کذا تجوز ولا تجوز الّا بقرینۃ ولا قرینۃ الّا تخصیص الانبیاء

عرفی کو تکلف و تاویل میں شمار کیا باوجودیکہ یہ قرآن و حدیث کی نصوص میں شائع ہے تو اگر یہ تکلف کے باب سے ہو تو افصح الکلام (قرآن) اور سب سے زیادہ فصیح حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے کلام میں کس قدر تکلف ہوگا اور اس سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ شاہ صاحب نے اپنے پسندیدہ طریقہ کو تکلف سے بری کہا جب کہ وہ بہت دور کی اور بہت بارد تاویل کا محتاج ہے اس لئے کہ صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کسی وقت بھی تمام موجودین سے حقیقۃً زیادہ متقی نہ تھے اس لئے کہ راجح مذہب پر سیدنا عیسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام دنیا میں زندہ ہیں اور آسمانوں میں حضرت عیسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام کے ہونے کے سبب انھیں اموات سے ملحق بتانا ایسی بات ہے جو انھوں نے کہی اور اس پر کوئی دلیل و برہان نہیں ہے۔ پھر اگر یہ بات تسلیم کرلیں تو تم سیدنا خضر علیہ السلام سے کہاں غافل ہو باوجودیکہ معتمد و مختار یہ ہے کہ وہ نبی ہیں اور دنیا میں زندہ ہیں تو اگر تم کہو کہ وہ نگاہوں سے پوشیدہ اور شہروں سے جدا ہیں اس بنا پر اموات سے ملحق ہیں تو یہ عذر پہلے سے زیادہ فاسد ہوگا تو تم سمجھ لو، علاوہ ازیں ہم ثابت کرچکے کہ صفت کا اطلاق ایسے شخص پر جو آئندہ صفت کا مصداق ہوگا مجاز ہے اور مجاز بغیر قرینہ کے ماننا درست نہیں اور قرینہ شرعی انبیاء کی تخصیص ہے، تو کلام کو

---

[1] شرح المقاصد المقصد السادس الفصل الرابع المبحث السابع دار المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن ۲/ ۳۱۱

www.alahazratnetwork.org

شرعًا فباتکاثہ حمل الکلام علی الحقیقة اولٰی ام المصیر الی التجوز معتمدا علٰی تلك القرینة نفسہا؟ وقد بقی بعد خبایا فی زوایا لانذکرھا مخافة التطویل فحق الجواب والحق فی الجواب ماذکر العبد الذلیل وولی التوفیق ربی الجلیل۔

ثم اقول وھناك نکتة اخری أحق واحری بقبول النہٰی لم ار من تنبہ لہا وھی ان افعل التفضیل لامحید لہ من مفضل علیہ فالمحلی منہ باللام اما ان یکون مفادہ التفضیل علی جمیع من عہد التفاضل فیما بینہم فی امثال ھذا المقام کالمحبوب فی قولنا خبز البر ھو الاحسن والاکثر فیما نحن فیہ، او علی بعضہم دون بعض اولا ولا بل احتمالا علی الاول حصل المقصود والثانی باطل بالبداھة الا تری الی قولہ تعالٰی سبح اسم ربك الاعلٰی[1] وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی دعائہ دبر الصلٰوۃ اسمع و

حقیقت پر محمول کرنا اولٰی ہے یا مجاز کی طرف اسی قرینہ پر اعتماد کی وجہ سے پھیرنا انسب ہے اور کچھ پوشیدہ باتیں گوشوں میں رہ گئی ہیں جنھیں ہم طوالت کے ڈر سے ذکر نہیں کرتے تو جواب برحق اور جواب کا حق وہی ہے جو بندۂ ناتواں نے اپنے رب جلیل کی توفیق واعانت سے ذکر کیا۔

ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں) اس مقام میں ایک دُوسرا نکتہ ہے جو عقلوں کو قبول ہونے کا زیادہ سزاوار ہے، میں نے نہ دیکھا کہ کسی کو اس نکتہ کی طرف توجہ ہوئی ہو اور وہ نکتہ یہ ہے کہ افعل التفضیل کے لئے مفضل علیہ ضروری ہے تو اس صیغہ پر جب لام تعریف داخل ہوگا تو یا تو ایسے مقام میں ان تمام افراد پر فضیلت ہوگا جن کے درمیان ایسے مواقع پر عرف میں تفاضل سمجھا جاتا ہے جیسے اناج کی قسموں میں ہمارے جملہ "گیہوں کی روٹی ہی اچھی ہے" میں اور وہی زیادہ تر مستعمل ہے اس مقام میں جس کی بابت ہم گفتگو کررہے ہیں، یا اس صیغہ سے بعض پر فضیلت سمجھی جائے گی اور بعض پر فضیلت مفہوم نہ ہوگی یا نہ پہلی صورت ہوگی نہ دوسری، بلکہ دونوں کا احتمال ہوگا۔ پہلی تقدیر پر ہمارا مدعا حاصل ہے اور دوسری تقدیر پر بداہۃً باطل ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے اللہ تعالٰی کے قول "اپنے رب اعلٰی کی پاکی بولو"

---

[1] القرآن الکریم ۸۷/ ۱

www.alahazratnetwork.org

استجب الله اکبر و الاکبر علی روایۃ الرفع، اخرجہ[1] ابوداؤد و النسائی و ابن السنی و قول ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ بین الصفاء والمروۃ "رب اغفر وارحم انك انت الاعز الاکرم"، رواہ ابن ابی شیبۃ[2] بل الٰی قول کل مصل فی سجودہ "سبحٰن ربی الاعلٰی" و علی الثالث کانت الاٰیۃ مجملۃ فی حق المفضل علیھم والمجمل ان لم یبین عد من المتشابہات و لم یعدھا احد منھا لکنا بحمد اللہ وجدنا البیان من صاحب البیان علیہ افضل الصلٰوۃ والسلام، اخرج الامام ابوعمر بن عبدالبر من حدیث مجالد عن شعبی قال سألت ابن عباس او سئل ای الناس اول اسلامًا قال اما سمعت قول حسان بن ثابت

کی طرف اور نماز کے بعد حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے قول "اے رب! دعا سن لے اور قبول فرما، اللہ اکبر اللہ اکبر" کی طرف۔ اکبر کے مرفوع ہونے کی روایت پر اس حدیث کو روایت کیا ابوداؤد، نسائی اور ابن السنی نے، اور صفا و مروہ کے درمیان ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول "اے رب بخش دے اور مہر فرما بیشک تُو ہی عزت والا کرم والا ہے" کو نہیں دیکھتے۔ اسے روایت کیا ابن ابی شیبہ نے، بلکہ سجدے میں ہر نمازی کے قول "سبحان ربی الاعلٰی" کو نہیں دیکھتے اور تیسری تقدیر پر یہ آیت مفضل علیہم کے حق میں مجمل ہوگی اور مجمل آیت کا بیان اگر نہ ہوا ہو تو وہ متشابہ آیتوں میں شمار ہوگی حالانکہ اس آیت کو کسی نے متشابہات میں شمار نہ کیا، لیکن ہم نے بحمداللہ اس آیت کا بیان صاحب بیان حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام سے پایا۔ امام ابوعمر ابن عبداللہ نے روایت کی حدیث مجالد سے انھوں نے شعبی سے روایت کی کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالٰی عنہما) سے پوچھا یا ابن عباس سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے پہلے کون اسلام لایا، انھوں نے فرمایا: کیا تم نے حسان بن ثابت کے یہ شعر نہ سنے،

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الصلٰوۃ باب مایقول الرجل اذا سلم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۱۱
عمل الیوم واللیلۃ باب مایقول فی دبر صلٰوۃ الصبح دائرۃ المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن ص ۳۲
[2] المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الحج باب ۴۶۰ حدیث ۱۵۵۶۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۴۰۳

www.alahazratnetwork.org

اذا تذکرت شجوا من اخی ثقۃ
فاذکر اخاک ابابکر بما فعلا
خیر البریۃ اتقاھا و اعدلھا
بعد النبی واوفاھا بما حملا
والثانی التالی المحمود مشھدہ
واول الناس منھم صدق الرسلا انتھی

انبانا عبدالرحمٰن عن ابن عبداللہ المکی عن عابد الزبیدی المدنی عن الفلانی عن ابن السنۃ عن الشریف عن ابن ارکماش عن ابن حجر العسقلانی عن الکمال ابی العباس أنا ابو محمد عبداللہ بن الحسین بن محمد بن ابی التائب عن محمد بن ابی بکر البلخی عن الحافظ السلفی عن ابی عمران موسٰی بن ابی تلمید عن الامام ابی عمر یوسف بن عبدالبر، قال فی الاستیعاب یروی أن رسول اللہ

(ترجمۂ اشعار) "جب تجھے سچے دوست کا غم یاد آئے، تو اپنے بھائی ابوبکر کو ان کے کارناموں سے یاد کر جو نبی (صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم) کے بعد ساری مخلوق سے بہتر، سب سے زیادہ تقوٰی اور عدل والے، اور سب سے زیادہ عہد کو پورا کرنے والے، جو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ غار میں رہے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سفرِ ہجرت میں چلے، جن کا منظر محمود ہے اور لوگوں میں سب سے پہلے جنھوں نے رسولوں کی تصدیق کی" (صلے اللہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد، وسلم)۔

ہمیں خبر دی عبدالرحمٰن نے انھوں نے روایت کی ابن عبداللہ مکی سے انھوں نے روایت کی عابد زبیدی مدنی سے انھوں نے روایت کی فلانی سے وہ روایت کرتے ہیں ابن السنۃ سے وہ روایت کرتے ہیں شریف سے وہ روایت کرتے ہیں ابن ارکماش سے وہ روایت کرتے ہیں ابن حجر عسقلانی سے وہ راوی ہیں کمال ابوالعباس سے انھوں نے کہا ہمیں خبر دی ابومحمد عبداللہ بن حسین بن محمد بن ابی التائب نے محمد بن ابی بکر بلخی سے وہ راوی ہیں حافظ سلفی سے وہ راوی ہیں ابوعمران موسٰی بن ابی تلمید سے وہ روایت کرتے ہیں امام ابوعمر یوسف بن عبدالبر سے، ابن عبدالبر نے استیعاب میں فرمایا کہ

۱؎ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب حرف العین ترجمہ ۱۶۵۱ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/۹۳

www.alahazratnetwork.org

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لحسان "ھل قلت فی ابی بکر شیئا؟" قال نعم، وانشد ھذہ الابیات وفیھا بیت رابع وھی: ؎

والثانی اثنین فی الغار المنیف وقد
طاف العدو بہ اذ صعدوا الجبلا۔

فسر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بذلك فقال احسنت یا حسان[1] وقد روی فیھا بیت خامس: ؎

وكان حب رسول اللہ قد علموا
خیر البریۃ لم یعدل بہ رجلا[2]

انتھی۔

قلت ویروی بدلہ ع
من الخلائق لم یعدل بہ بدلا[3]

وحدیث ابن عباس رواہ

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حسان سے فرمایا کیا تم نے ابوبکر کے بارے میں کچھ کہا ہے؟ انھوں نے عرض کی: جی۔ اور حضرت حسان نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ شعر سنائے اور ان میں چوتھا شعر ہے وہ یہ ہے (ترجمہ) "غار شریف میں وہ دوسری جان درانحالیکہ دشمن اس کے گرد چکر لگاتے تھے جبکہ وہ دشمن (صدیق اکبر کی نظروں کے سامنے) پہاڑ پر چڑھے تھے"۔ تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اشعار کو سن کر خوش ہوئے اور فرمایا: اے حسان! تم نے اچھا کیا۔ اور ان میں پانچواں شعر بھی مروی ہوا،

(ترجمہ) "(شہرت، چمک یا حرارت محبت میں) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے محبوب لوگوں نے انھیں جانا، تمام مخلوق سے بہتر، جس کے برابر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کسی کو نہ رکھا۔"

قلت (میں کہتا ہوں) مصرعہ ثانی کے بجائے یوں بھی مروی:

(ترجمہ) "مخلوق سے کسی کو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کے برابر نہ رکھا۔"

اور حدیث ابن عباس کو طبرانی نے بھی

---

[1] الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ترجمہ ۱۶۵۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۹۳

[2] [3] المستدرک للحاکم " کتاب معرفۃ الصحابۃ " دار الفکر بیروت ۳/ ۶۴

www.alahazratnetwork.org

الطبرانی ایضا فی المعجم الکبیر[1] وعبد اللّٰہ بن احمد فی زوائد الزھد، و اما الحدیث المرفوع اعنی بہ استماع النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم اشعارہ و تحسینہ علیہا فاصلہ مروی ایضا عند الحاکم من حدیث غالب بن عبد اللّٰہ عن ابیہ عن جدہ جبیب بن[2] ابی حبیب وعند ابی سعد فی الطبقات وعند الطبرانی عن الزھری ورواہ الحاکم ایضا من حدیث مجالد عن الشعبی من قولہ کمثل حدیث[3] ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما والاصولی یعرف ان الموقوف فی مثل ھذا کالمرفوع اذ المجمل لایبین بالرائ ولھذا ان لم یبین وانقطع[عہ] نزول القرآن عاد متشابہا، ثم ان

روایت کیا معجم کبیر میں، اور عبداللہ بن احمد نے زوائد زہد میں۔ رہی حدیث مرفوع یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا حضرت حسان کے اشعار کو سن کر انھیں سراہنا تو اس کی اصل بھی مستدرک حاکم میں غالب بن عبداللہ کی حدیث میں بطریق غالب بن عبداللہ عن ابیہ عن جدہ جبیب بن ابی حبیب مروی ہے (یعنی یہ حضرت غالب بن عبداللہ نے اپنے والد عبداللہ سے سنی انھوں نے اپنے باپ غالب کے دادا حبیب بن ابی حبیب سے سنی) اور طبقات ابن سعد میں اور طبرانی میں زہری سے مروی ہے، اور نیز حاکم نے مجالد کی حدیث میں بروایت شعبی ان کا قول حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بلفظہ مشابہ روایت کیا، اور اصولی جانتا ہے کہ ایسی جگہ پر موقوف (صحابی کا قول) مرفوع (حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے قول) کی طرح ہے اس لئے کہ مجمل کا بیان رائے سے نہیں ہوتا لہذا اگر شارع نے بیان نہ کیا اور قرآن کا نزول بند ہوگیا

عہ یہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وفات سے کنایہ ہے ۱۲ منہ

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۲۵۶۲ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۸۹

[2] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دارالفکر بیروت ۳/ ۶۴ و ۴۸۶

کنز العمال حدیث ۳۵۶۷۳ و ۳۵۶۸۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۵۱۳ و ۵۲۳

الدرالمنثور بحوالہ ابن عدی وابن عساکر مکتبۃ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۳/ ۲۲۱

[3] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دارالفکر بیروت ۳/ ۶۴

www.alahazratnetwork.org

البیان یلتحق بالمبین اذ لا یفید الا رفع التشکیك وتعیین احد المحتملات فکان حکمہ کحکم القرینۃ والمفاد انما ینسب الی الکلام کما اوضحتہ الاصول فثبت بالاٰیۃ تفضیلہ رضی اللہ تعالٰی عنہ علٰی کل من عداہ فی التقوٰی والحمد للہ علٰی ما اولٰی۔

تو مجمل متشابہ ہوجائے گا، پھر بیان مبین (مجمل) سے ملحق ہوگا اس لئے کہ بیان کا یہی فائدہ ہے کہ شک دور کرے اور محتمل معانی میں سے کوئی ایک معین کردے تو بیان کا حکم وہی ہے جو قرینہ کا ہے اور کلام کا مفاد کلام ہی کی طرف منسوب ہوتا ہے جیسا کہ اصول فقہ نے واضح کیا تو اس آیت سے صدیق اکبر کی فضیلت تقوٰی میں ہر امتی پر ثابت ہے، اور اللہ تعالٰی کیلئے اس کی نعمتوں پر حمد ہے۔

اقول واخذ الافعل بمعنی کثیر الفعل فطام لہ عما یحتاج الیہ فی اصل وضعہ اعنی المفضل علیہ فیکون صرفا عن المعنی الحقیقی المتبادر فلابد من قرینۃ واین القرینۃ ولتکن حاجۃ وماذا الحاجۃ نعم ھذا مفاد صیغۃ المبالغۃ وشتان ماھما فلیتنبہ لھذا واللہ تعالٰی الموفق۔

میں کہتا ہوں اور افعل کو بمعنی کثیر الفعل لینا اس کو اس شے سے الگ رکھنا ہے جس کا وہ اصل وضع کے لحاظ سے محتاج ہے یعنی مفضل علیہ تو یہ معنی حقیقی متبادر سے پھیرنا ہوگا اب تو قرینہ ضروری ہے اور قرینہ کہاں، اور اس کے لئے حاجت بھی چاہئے اور حاجت کیا ہے، ہاں یہ مبالغہ کے صیغہ کا مفاد ہے اور اسم تفضیل اور مبالغہ میں فرق ہے۔

الشبھۃ الثالثۃ وھی تتعلق بالکبرٰی من قیاس اھل السنۃ والجماعۃ ان المحمول فی قولہ تعالٰی "ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم"[1] ھو الاتقٰی فکان حاصل المقدمتین ان

تیسرا شبہہ اس کا تعلق اہلسنت وجماعت کے قیاس کے کبرٰی کے ساتھ ہے کہ اللہ تعالٰی کے قول "ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم" میں محمول الاتقٰی ہے ________ تو دونوں مقدموں کا حاصل یہ ہوا کہ صدیق الاتقٰی ہیں اور

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۳

www.alahazratnetwork.org

الصديق اتقى وكل اكرم اتقى وهذا ليس من الشكل الاول فی شئ ولا ثانيا ايضًا لعدم الاختلاف فی الكيف وان عكستم الكبرٰی جاءت جزئية لا تصلح لكبروية الشكل الاول فمفاد الأيتين لا ينتج ولا ينفعكم ومن الشبهة هی اللتی بلغنی عن بعض المفضلة عرضها علٰی بعض المتكلمين منا ۔

ہر اکرم اتقی ہے، اور یہ کسی طرح شکل اول کے قبیل سے نہیں اور شکل ثانی بھی نہیں اس لئے کہ کیف میں اختلاف نہیں ہے، اور اگر کبرٰی کا عکس کر دیا جائے اس صورت میں موجبہ جزئیہ ہوگا جو شکل اوّل کے کبرٰی بننے کے لائق نہیں، تو دونوں آیتوں کا مفاد ہمیں مضر نہیں اور تمھیں مفید نہیں، اور یہ وہی شُبہہ ہے جس کے بارے میں مجھے خبر پہنچی کہ کسی تفضیلی نے ہمارے کسی عالم سے عرض کیا۔

وانا اقول وباللہ التوفیق ما استخفہ تشکیکا واضعفہ دخلًا رکیکًا غلط ساقط باطل عاطل لا یستحق الجواب ولکن اذا قیل وسئل فلا بد من ابانة الصواب فاعلم ان اللطیف الخفی وفقنی لازھاق ھذا التلبیس الفلسفی باثنی عشر وجھا امھاتھا ثلثة وجوہ کل منہا یکفی ویشفی ۔

اور میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ ہی سے ہے، یہ کتنی سخیف تشکیک ہے اور کس قدر ضعیف اعتراض رکیک ہے جو غلط ہے ساقط ہے باطل عاطل ہے جواب کا مستحق نہیں، لیکن یہ جب کہا گیا اور پُوچھا گیا تو صواب کو ظاہر کرنا ضروری ہے، اب تم جانو کہ اللہ لطیف خفی نے اس قیدِ فلسفی کے قلع قمع کے لئے مجھے بارہ[۱۲] وجوہ سے توفیق بخشی ان بارہ[۱۲] کی اصل تین[۳] وجہیں ہیں ان میں سے ہر ایک کافی و شافی ہے،

الاوّل لوکان لہذا القائل علم بمحاورات القراٰن اوالحدیث او بما روی العلماء فی شان النزول او التفسیر المرفوع الی جناب الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اوکلمات العلماء والائمة الفحول او رزق حظا من فہم الخطاب ودرک المفاد و

پہلی یہ کہ اگر اس معترض کو قرآن و حدیث کے محاورات یا شانِ نزول میں علماء کی روایات جناب رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف منسوب ومرفوع تفسیر یا علماء اور جلیل القدر ائمہ کے کلمات کا علم ہوتا یا نظمِ قرآن کی سمجھ اور مفاد ومعنی کی فہم اور کلام کو غرض مقصود پر رکھنے سے کچھ حصہ روزی ہوا ہوتا تو وہ جان لیتا کہ اکرم

www.alahazratnetwork.org

تنزیل الکلام علی الغرض المراد لعلوات حمل الاکرم ھو المعتبر وصدر الکلام بتصدیر الخبر وذٰلك لوجوہ اوقفنی اللّٰہ تعالٰی علیھا بمنہ وعمیم کرمہ۔

فاقول اولاً کانت الجاھلیۃ تتفاخر بالانساب وتظن ان الانسب ھو الافضل فجاءت کلمۃ الاسلام برد کلمۃ الجاھلیۃ ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقٰکم[1] فالنزاع انما وقع فی موصوف الافضل لا فی صفتہ وھذا کما اذا سأل سائل عن الذ الاطعمۃ فقال قائل الحامض الذ فتقول رادا علیہ لا بل الذھا احلاھا فانما ترید ان الاحلی ھو الالذ والوجہ ان الاتقی فی الاٰیۃ کالاحلی فی قولك ھذہ مرأۃ لملاحظۃ الذات والاکرم حکم علیہ کالالذ وانما الخبر ما حکم بہ

کو محمول بنانا ہی معتبر ہے تو کلام اس طرح صادر ہوا کہ اس میں تقدیم خبر ہے اور یہ دعوٰی چند دلیلوں سے ثابت ہے اس پر اللہ تبارک و تعالٰی نے مجھے اپنے احسان اور لطفِ عام سے مطلع کیا۔

فاقول (میں کہتا ہوں) **اولاً** اہلِ جاہلیت نسبت پر فخر کرتے تھے اور وہ گمان کرتے تھے کہ جس کا نسب بہتر ہے وہی افضل ہے تو اسلام کا کلمہ جاہلیت کے بول کو رَد کرتا ہُوا آیا انّ اکرمکم عند اللہ اتقاکم (بے شک اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے) تو نزاع تو اس میں ہے کہ وصفِ اول کا موصوف کون ہے نہ کہ صفت افضل میں۔ اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی پوچھنے والا پوچھے کہ کھانوں میں سب سے مزیدار کھانا کون سا ہے؟ تو کوئی کہے کہ الذّھا اخلاھا (کھٹا سب سے زیادہ مزیدار ہے) تو اس کا رَد کرنے کو تم یوں کہو نہیں بلکہ الذھا احلاھا (سب سے زیادہ مزیدار میٹھی چیز ہے) تو ہماری مراد یہی ہے کہ سب سے زیادہ میٹھا سب سے زیادہ مزیدار ہے، اور وجہ یہ ہے کہ اس آیت میں اتقٰی تمہارے اس قول "ذات کے ملاحظہ کیلئے یہ آئینہ ہے" میں احلی کی مثل ہے اور اکرم

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۳

www.alahazratnetwork.org

لا ما حکم علیہ ولقد دری من لہ قلیل ممارسۃ بکلام العرب ان الذھن اوّل ما تلقی الیہ امثال ھذا الکلام لایسبق الا الی ان المراد مدح الاتقیاء والترغیب فی التقوی والوعد الجمیل بان من یتق یکن کریما علینا عظیما لدینا وھکذا فھم المفسرون فھذا الزمخشری النکتۃ فی الادب الشامۃ فی معرفۃ کلام العرب یقول فی تفسیرہ المعنی ان الحکمۃ التی من اجلھا رتبکم علی شعوب و قبائل ھی ان یعرف بعضکم نسب بعض فلا یعتزی الی غیر اٰبائہ لا ان تتفاخروا بالاٰباء والاجداد وتدعوا التفاوت و التفاضل فی الانساب ثم بیّن الخصلۃ التی بھا یفضل الانسان غیرہ ویکتسب الشرف والکرم عند اللہ تعالٰی فقال ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم وقرئ اَنَّ بالفتح کانہ قیل لا یتفاخر بالانساب فقیل لان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم لا انسبکم[1] الخ وبمثلہ قال الامام

محکوم علیہ ہے جیسے الذ۔ اور خبر تو محکوم بہ ہوتی ہے نہ کہ محکوم علیہ۔ اور بیشک وہ سمجھتا ہے جسے کلام عرب سے تھوڑا سا سابقہ ہو کہ جیسے ہی ایسا کلام ذہن میں آتا ہے اس کی سبقت اسی طرف ہوتی ہے کہ مراد پرہیزگاروں کی تعریف اور تقوٰی کی رغبت دلانا ہے اور یہ وعدہ جمیل کہ جو تقوٰی اختیار کرے گا ہمارے یہاں عزت وکرامت والا ہوگا۔ اور اسی طرح مفسرین نے سمجھا تو یہ زمخشری جو ادب میں نکتہ کی مانند اور کلام عرب میں تل کی مثال سے ہے اپنی تفسیر میں قائل ہیں بیشک وہ حکمت جس کی وجہ سے تمہاری ترتیب کنبوں اور قبیلوں پر رکھی وہ یہ ہے کہ ایک دوسرے کا نسب جان لے۔ تو اپنے آباء واجداد کے سوا دوسرے کی طرف اپنی نسبت نہ کرے نہ یہ کہ تم آباء و اجداد پر فخر کرو اور نسب میں فضیلت اور برتری کا دعوٰی کرو پھر اللہ نے وہ خصلت بیان کی جس سے انسان دوسرے سے برتر ہوتا ہے اور اللہ کے یہاں عزت و بزرگی کا اکتساب کرتا ہے تو اللہ نے فرمایا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ اور ایک قراءت اَنَّ فتح ہمزہ کے ساتھ ہے گویا کہ کہا گیا ہے کہ نسب پر فخر کیوں کیا جائے تو بتایا گیا کہ اس وجہ سے کہ تم میں سب سے زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک وہ جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے نہ وہ جو سب سے بڑے نسب والا ہو الخ

[1] الکشاف تحت الآیۃ ۴۹/۱۳ دار الکتاب العربی بیروت ۴/۳۷۵

www.alahazratnetwork.org

النسفی فی المدارک[1]

اور اسی طرح امام نسفی نے مدارک میں فرمایا۔

واقول ثانیاً القراٰن انما نزل لبیان الاحکام التی لا یطلع علیہا الا باطلاع اللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی کالنجاۃ والھلاک والکرامۃ والھوان والرد والقبول والغضب والرضوان لا لبیان الامور الحسیۃ وکون الرجل تقیا او فاجرا مما یدرک بالحس ففی جعل الاکرم موضوعاً کقلب الموضوع ولقد کان ھذا الوجہ من اول ما سبق الیہ فکری حین استماع الشبھۃ ثم فی اثناء تحریر الرسالۃ لما راجعت مفاتیح الغیب رأیت الفاضل المدقق تنبہ للشبھۃ ودندن فی الجواب حول ما اومانا الیہ حیث یقول "فان قیل الاٰیۃ دلت علی ان کل من کان اکرم کان اتقی" وذلک لا یقتضی ان کل من کان اتقی کان اکرم، قلنا وصف کون الانسان اتقی معلوم مشاھد

اقول ثانیاً قرآن تو ان احکام کے بیان کے لئے نازل ہوا ہے جن کا علم اللہ سبحٰنہ وتعالٰی کے اطلاع کئے بغیر نہیں ہوسکتا جیسے کہ نجات و ہلاکت، عزت وذلت اور مردود و مقبول ہونا اور غضب ورضائے الٰہی، یہ محسوسات کے بیان کے لئے نہیں اترا اور آدمی کا پرہیزگار یا بدکار ہونا ان باتوں سے ہے جن کا علم احساس سے ہوتا ہے تو اکرم کو موضوع بنانا قلب موضوع ہے اور بیشک یہ وجہ ان باتوں سے ہے جن کی طرف میری فکر نے شبہہ کو سُن کر سبقت کی، پھر اس رسالہ کی تصنیف کے دوران جب میں نے تفسیر "مفاتیح الغیب" دیکھی تو میں نے فاضل مدقق کو دیکھا کہ وہ اس شبہہ کی طرف متنبہ ہوئے اور جواب میں جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا اس کے گرد مبہم کلام فرمایا اس لئے کہ وہ فرماتے ہیں پھر اگر کہا جائے کہ یہ آیت تو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ہر وہ شخص جو اکرم (بڑا عزت والا) ہوگا، اتقی (بڑا پرہیزگار) ہوگا، اور یہ اس بات کا مقتضی نہیں کہ ہر وہ شخص جو اتقی (بڑا پرہیزگار) ہو وہ اکرم (بڑا عزت دار) ہو۔ ہم کہیں گے کہ انسان کا اتقی ہونا وصفِ معلوم ومحسوس ہے

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الآیۃ ۴۹/ ۱۳ دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۱۶۳

www.alahazratnetwork.org

ووصف کونہ افضل غیر معلوم و لامشاھد والاخبار عن المعلوم بغیر المعلوم ھو الطریق الحسن اما عکسہ فغیر مفید، فتقدیر الاٰیۃ کانہ وقعت الشبھۃ فی ان الاکرم عند اللّٰہ من ھو؟ فقیل ھو الاتقی واذا کان کذٰلک کان التقدیر اتقٰکم اکرمکم عند اللّٰہ انتھی۔

اور انسان کا افضل ہونا نہ وصف معلوم ہے اور نہ محسوس۔ اور معلوم کے بارے میں وصف غیر معلوم کے ذریعہ خبر دینا، یہی بہتر طریقہ ہے۔ رہا اس کا عکس تو وہ مفید نہیں۔ تو آیت میں عبارت مقدر ہے، گویا کہ اس بارے میں شبہہ ہوا کہ اللہ کے نزدیک اکرم کون ہے؟ تو فرمایا گیا کہ اکرم اتقی ہے اور جب بات یوں ہے تو آیت کی تقدیر یوں ہوگی اتقٰکم اکرمکم عند اللّٰہ (تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار اللہ کے نزدیک تم سب میں عزت والا ہے)۔

قلت ولعلک لایخفی علیک مابین التقدیرین من الفرق و ما بین ھذا الوجہ و وجوھنا الباقیۃ من التفاوت العظیم "ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء" والحمد للّٰہ رب العٰلمین۔

قلت (میں کہتا ہوں) اور شاید تم پر پوشیدہ نہ ہو وہ فرق جو دونوں تقدیروں میں ہے اور وہ عظیم تفاوت جو اس وجہ میں اور ہماری باقی وجوہ میں ہے یہ اللہ کے فضل میں ہے جسے چاہتا ہے دے دیتا ہے۔ اور سب تعریفیں اللہ کے لئے جو رب ہے جہان والوں کا۔

ثم اقول عسی ان یزعجک الوھم الصئول فیلجئک ان تقوم تقول الیس التقوٰی من افعال القلوب، قال اللّٰہ سبحٰنہ و

ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں) قریب ہے کہ تمہیں وہم بے چین کرے پھر تمہیں مجبور کرے کہ تم کھڑے ہو کر یہ کہو کہ کیا تقوٰی افعال القلوب سے نہیں، اللہ سبحانہ وتعالٰی کا ارشاد

لہ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الاٰیۃ ۴۹/۱۳ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۲۸/۱۳۶
لہ القرآن الکریم ۵/۵۴

www.alahazratnetwork.org

تعالٰی "اولٰئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوٰی[1]" وقال تعالٰی " ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب[2]" وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "التقوٰی ھٰھنا، التقوٰی ھٰھنا، التقوٰی ھٰھنا، یشیر الٰی صدرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم"۔ اخرجہ مسلم[3] وغیرہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "لکل شیئ معدن ومعدن التقوٰی قلوب العارفین" اخرجہ الطبرانی[4] عن ابن عمر والبیھقی عن الفاروق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنھما، فکیف قلتم انھا من المحسوسات۔

قلت بلٰی ان التقوٰی مقامھا القلب وعن ھذا قلنا ان الصدیق لما کان اتقی الامۃ باسرھا وجب ان یکون اعرفھا باللہ تعالٰی

ہے: "یہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا ہے۔" اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے: "اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے"۔ اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "تقوٰی یہاں ہے، تقوٰی یہاں ہے، تقوٰی یہاں ہے" حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ فرماتے تھے"۔ اس حدیث کو مسلم وغیرہ نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا، اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی ہے: "ہر شے کے لئے کان ہے اور تقوٰی کی کان اولیاء کے دل ہیں"۔ اس حدیث کو طبرانی نے ابن عمر سے اور بیہقی نے فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا، تو آپ نے کیسے کہہ دیا کہ تقوٰی محسوسات سے ہے۔

قلت (میں جواب میں کہتا ہوں) ہاں بے شک تقوٰی کا مقام قلب ہے اور اسی وجہ سے ہم نے کہا کہ بے شک جب صدیق تمام امت سے زیادہ پرہیزگار ہوئے تو ضروری ہوا کہ وہ سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والے ہوں

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۳
[2] " " ۲۲/ ۳۲
[3] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۷
[4] المعجم الکبیر حدیث ۱۳۱۸۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۲/ ۳۰۳

www.alahazratnetwork.org

لکن القلب امیر الجوارح فاذا استولٰی
علیه سلطان شیئ اذعنت له الجوارح
طوعًا و لمعت علیها آثارہ جهرًا و هذا
مشاهد فی الحیاء والحزن والفرح
والغضب وغیر ذٰلک من صفات القلب
قال المصطفٰی صلی الله تعالٰی علیه وسلم
"الا ان فی الجسد مضغة اذا اصلحت صلح الجسد
کله واذا فسدت فسد الجسد کله الا وهی
القلب"[1] اخرجه الشیخان عن نعمان
ابن بشیر رضی الله تعالٰی عنه، وقال
صلی الله تعالٰی علیه وسلم "اذا رأیتم
الرجل یعتاد المسجد فاشهدوا له
بالایمان"[2] اخرجه احمد والترمذی
والنسائی وابن ماجة و
ابن خزیمة وابن حبان
والحاکم والبیهقی عن ابی سعید

لیکن قلب اعضاء کا امیر ہے، تو جب قلب پر کسی
شے کا سلطان غالب ہوتا ہے تو تمام اعضاء اس
کے تابع ہو جاتے ہیں اور اعضاء پر اس کے
آثار صاف جھلکتے ہیں اور حیا و غم و خوشی و غضب
وغیرہ صفاتِ قلب میں اس کا مشاہدہ ہوتا ہے
مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:
"خبردار! بیشک جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا
ہے جب وہ سدھرتا ہے پورا جسم سدھر جاتا ہے
اور جب وہ بگڑتا ہے پورا جسم بگڑ جاتا ہے سُن لو
ہو وہ قلب ہے۔" اس حدیث کو بخاری و مسلم
نے نعمان ابن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت
کیا اور حضور صلے اللہ تعالٰی نے فرمایا: جب
تم آدمی کو مسجد میں آنے جانے کا عادی پاؤ تو
اس کے مومن ہونے کی گواہی دو۔" اس
حدیث کو امام احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ،
ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم و بیہقی نے ابوسعید

---

[1] صحیح البخاری کتاب الایمان باب فضل من استبرأ لدینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۳
صحیح مسلم کتاب المساقات باب اخذ الحلال وترک الشبہات " " ۲/۲۸
[2] جامع الترمذی کتاب التفسیر تحت الآیۃ ۹/۱۸ امین کمپنی دہلی ۲/۱۳۵
سنن ابن ماجہ کتاب المساجد والجماعات باب لزوم المساجد الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۸
مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۳/۶۸
المستدرک للحاکم کتاب الصلوٰۃ لبشر المشائین فی الظلم الی المساجد الخ دار الفکر بیروت ۱/۲۱۲
السنن الکبرٰی کتاب الصلوٰۃ باب فضل المساجد الخ دار صادر بیروت ۳/۶۶
موارد الظمآن الٰی زوائد الظمآن باب الجلوس فی المسجد بالخیر حدیث ۳۱۰ المطبعۃ السلفیۃ ص ۹۹

www.alahazratnetwork.org

الخدری رضی الله تعالیٰ عنه۔

اقول ثالثا کل ما ذکر فی شان النزول فانما یستقیم و یطابق التنزیل اذا کان الموضوع هو الاتقی۔ اما اذا عکس فلا یتأتی ولا یأتی الرمی علی المرمی، اما روایة یزید بن شجرة فطریق الاستدلال فیها انکم استحقرتم هذا العبد لانه عبد اسود فقلتم عاد ذلیلا وحضر جنازة ذلیل لکنه عندنا کریم جلیل اذ کان متقیا والفضل عندنا بالتقوٰی فمن کان تقیا کان کریما عندنا وان کان عبدا اسود اجدع۔ وهذا الطریق هو المفهوم من الاٰیة عند کل من له ذوق سلیم اما علی ما زعمتم فیکون حاصل استدلال الله سبحٰنه و تعالیٰ انه کان کریما و کل کریم متق فلذا عاده نبینا صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وحضر دفنه، وهذا الطریق کما تری اذا کان ینبغی الاستدلال الاستدلال بامر مسلم عندهم لیستلزم ما لم یسلموہ کالتقوٰی علی تقریرنا۔

خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا۔

اقول ثالثاً جو کچھ آیت کریمہ کے شان نزول میں مسطور ہوا وہ تو اسی وقت راس آتا ہے اور تنزیل کے مطابق ہوتا ہے جب آیت کریمہ میں اتقی ہی موضوع ہو۔ رہی وہ صورت جب اس کا عکس کر دیں تو بات نہیں بنتی، ہر تیر نشانے پر نہیں بیٹھتا۔ رہی یزید ابن شجرہ کی روایت تو اس میں استدلال کا طریقہ یہ ہے کہ اے لوگو! تم نے غلام کو حقیر جانا اس لئے کہ سیاہ فام غلام ہے تو تم نے اعتراض کیا کہ ذلیل کی عیادت کی ذلیل کے جنازہ میں حاضر ہوئے، لیکن وہ غلام ہمارے نزدیک باعزت جلیل القدر ہے اس لئے کہ وہ متقی تھا اور ہمارے یہاں بزرگی تقوٰی سے ہے تو جو متقی ہوگا ہماری بارگاہ میں عزت والا ہوگا اگرچہ کالا نکٹا غلام ہو۔ اور آیت سے ہر ذوق سلیم والے سے یہی طریق استدلال مفہوم ہوتا ہے اور تمہارے زعم پر اللہ تبارک وتعالیٰ کے استدلال کا حاصل یوں ہوگا کہ وہ بے شک عزت والا تھا اور ہر عزت والا متقی ہے اسی لئے تو ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی عیادت کی اور اس کے دفن میں شریک ہوئے۔ اور یہ طریق استدلال جیسا ہے تمہیں معلوم ہے اس لئے کہ دلیل لانا ایسے امر سے چاہئے تھا جو کفار کو مسلّم ہو اور جو اس کو مستلزم ہو جس کو وہ تسلیم نہیں کرتے جیسے تقوٰی ہماری تقریر پر۔

www.alahazratnetwork.org

وأما الكرامة فلم تكن ثابتة
40 عندهم والا لما قالوا ما قالوا على
ان المقدمة المذكورة فى الآية تبقى
ح عبثاً والعياذ بالله تعالٰى فان
الرد عليهم تم بالمطوية القائلة
انه رجل كريم عند الله تعالٰى
وبعد ذلك اى حاجة الى ان
يقال كل كريم متقٍ اذ لم يكن
نزاعهم فى التقوٰى بل فى الكرم.
وبالجملة يلزم اخذ المدعى صغرى
واستنتاج ماليس بمدعى وهكذا
يجرى الكلام فى رواية مقاتل و
استحقار قريش سيدنا عتيق العتيق
اعتقنا الله بهما من عذاب
الحريق، أمين!

ولنقرر بعبارة أُخرٰى قال "كل جديد لذيذ" كان طريق استدلالهم على حقارته رضى الله تعالٰى عنه بانه عبد ولا شئ من العبد كريمًا فهو ليس بكريم والآية نزلت فى الرد عليهم فلا بد من نقض احدى المقدمتين من قياسهم لكن الصغرٰى لامرد لها، فتعين ان الآية انما تبطل الكبرٰى باثبات

رہی عزت (اس سیاہ فام غلام کی) کافروں کے نزدیک ثابت ہی نہ تھی ورنہ یہ کافر وہ کچھ نہ کہتے جو انھوں نے کیا۔ علاوہ ازیں وہ مقدمہ جو اس آیت میں ذکر ہوا اس تقدیر پر عبث ٹھہرے گا والعیاذ باللہ۔ اس لئے کہ کفار پر رد تو اس قضیۂ مطویہ (پوشیدہ) سے تمام ہو لیا جس میں یہ دعوٰی ہے کہ وہ غلام، اللہ کے نزدیک باعزت ہے۔ اس کے بعد کون سی حاجت ہے کہ کہا جائے کہ ہر کریم، متقی ہے اس لئے کہ کافروں کا نزاع تقوٰی میں نہ تھا بلکہ کرامت میں تھا۔ بالجملہ اس تقدیر پر لازم آتا ہے کہ مدعا صغرٰی ہو اور نتیجہ وہ نکلے جو مدعا نہیں اور یونہی کلام روایتِ مقاتل میں اور قریش کی جانب سے سیدنا عتیق العتیق (حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے غلام حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ) کی تحقیر میں جاری ہوگا۔ اللہ تبارک وتعالٰی ہمیں ان دونوں کے صدقے میں جہنم کے عذاب سے آزاد فرمائے۔ آمین!

اور ہم بلفظِ دیگر تقریر کریں اس لئے کہ "کُلُّ جَدِیْدٍ لَذِیْذٌ"، کفار کا طریقِ استدلال حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حقارت پر بایں طور تھا کہ وہ غلام ہیں اور کوئی غلام عزت والا نہیں ہوتا، تو عزت والے نہیں، اور یہ آیت کفار کے رد میں اُتری لہٰذا ان کے قیاس میں دو مقدموں میں سے ایک کا نقض ضروری ہے لیکن صغرٰی کا رد نہیں ہو سکتا۔ اب متعین ہوا کہ آیت کبرٰی کا ہی ابطال کرتی ہے اس کی نقیض

www.alahazratnetwork.org

نقیضہا وھو ان بعض العبید کریم ولا یمکن اثباتہ الا علی طریقتنا بان نقول بعض العبید یتقی اللہ تعالٰی ومن یتق اللہ تعالٰی فھو کریم ، اما علی طریقتکم فی اصل المقدمتین ان بعض العبید متق وکل کریم متق وھذا ھو القیاس الذی انتم دفعتموہ وھکذا یتمشی التقریر فی روایۃ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما بکلا الوجہین ۔

ولنقرر بعبارۃ ثالثۃ استحقر ثابت بن قیس رضی اللہ تعالٰی عنہ بعض اھل المجلس بقولہ یا ابن فلانۃ ای یا دنی النسب فرد اللہ سبحٰنہ وتعالٰی علیہ بانک ان زعمت ان بعض الادانی فی النسب لا یکون کریما فقولک ھذا صادق لکن علام استحقرت ھذا بخصوصہ اذ یجوز ان لایکون ھذا من ذلک البعض وان اردت السلب الکلی فباطل قطعا اذ لو صدق لصدق ان بعض المتقین لیس کریما لان بعضھم دنی النسب فلو یکن کریما عندک لکن التالی باطل

کے اثبات کے ذریعہ کفار کے کبرٰی کی نقیض یہ ہے کہ بعض غلام باعزت ہیں اور اس کا ثابت کرنا ممکن نہیں مگر ہمارے طریقے پر بایں طور کہ ہم کہیں بعض غلام اللہ تبارک وتعالٰی سے ڈرتے ہیں اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہی عزت والا ہے ۔ رہا اصل مقدمتین میں تمہارے طریقے پر یہ قیاس کہ بعض غلام متقی ہیں اور ہر عزت والا متقی ہے تو یہ وہی قیاس ہے جس کو تم دفع کرچکے ۔ اور یونہی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی روایت میں دونوں وجوہ کے ساتھ یہ تقریر چلے گی ۔

اور ہم تقریر مدعا تیسری عبارت سے کریں حضرت ثابت ابن قیس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بعض اہل مجلس کی تحقیر کی تھی "یا ابن فلانہ" (اے فلانی کے بیٹے) کہہ کر یعنی اے نسب میں کمتر ، تو اللہ تبارک وتعالٰی نے ان کا رد یوں فرمایا کہ تمہارا گمان یہ ہے کہ کچھ کمتر نسب والے شریف نہیں ہوتے تو تمہاری یہ بات سچی ہے لیکن تم نے خاص اس شخص کو کس بنیاد پر حقیر جانا ؟ اس لئے کہ ممکن ہے کہ یہ ان بعض میں سے نہ ہو اور اگر تمہاری مراد سلب کلی ہے تو یہ قطعًا باطل ہے اس لئے کہ اگر یہ صادق ہو تو یقینًا یہ صادق ہوگا کہ بعض متقی شریف نہیں اس لئے کہ ان میں کے بعض نسب میں کمتر ہیں تو تمہارے نزدیک شریف نہ ہوں گے لیکن تالی باطل ہے اس لئے

www.alahazratnetwork.org

لصدق نقیضہ وھو ان کل متق کریم فالمقدم مثلہ، ھذا علی طریقتنا اما علی طریقتکم فالمقدمة الاستثنائیة ان کل کریم متق وھو لایرفع اللازم فلا یرفع الملزوم اتقن ھذا فان الفیض مدرار۔ والحمد للہ۔

کہ اس کی نقیض صادق ہے اور وہ یہ کہ ہر متقی کریم ہے تو مقدم بھی اسی کی طرح باطل ہے یہ ہمارے طریقے پر ہے لیکن تمہارے طریقے پر تو مقدمۂ عـہ استثنائیہ یہ ہے کہ ہر شریف متقی ہے اور یہ لازم کو مرتفع نہیں کرتا تو ملزوم کو بھی مرتفع نہ کریگا اس تقریر کو خوب ضبط کر لو اس لئے کہ فیض (کا دریا) زوروں پر ہے، اور تمام خوبیاں اللہ ہی کی ہیں۔

اقول رابعًا الاحادیث التی

جاءت تفسیرا الأیة او ترد مورد مشرعھا او تلحظ ملحظ منزعھا انما تعطی ما ذکرنا من المفاد و تابی عما بغیتم من الافساد و منھا ما انبانا المولی السراج عن الجمال عن عبد اللہ السراج ح وعالیًا بدرجة عن ابیہ عبد اللہ السراج عن محمد بن ھاشم ح ومساویا للعالی عن الجمال عن السندی ح و شافھنی عالیا بدرجتین

اقول رابعًا وہ احادیث جو

اس آیت کی تفسیر کرتی ہے یا اس کے گھاٹ کے راستے پر چلیں یا اس جگہ اشارہ کرتی ہیں جہاں سے اس کا تیر کھینچا وہ تو وہی مفاد دیتی ہیں جو ہم نے ذکر کیا اور اس فساد انگیزی سے انکار کرتی ہیں جو تم نے چاہا، منجملہ ان حدیثوں کے یہ ہے کہ جس کی خبر ہمیں مولٰی سراج نے دی وہ روایت کرتے ہیں جمال سے وہ روایت کرتے ہیں عبداللہ سراج سے (ح) نیز ہم نے سراج سے یہ حدیث ایک درجہ عالی سند سے روایت کی وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ عبداللہ سراج سے وہ روایت کرتے ہیں محمد بن ہاشم سے (تحویل) نیز اس سند سے اس روایت کی جو سند عالی کے

عـہ مقدمہ استثنائیہ کو قیاس استثنائی بھی کہا جاتا ہے، اور قیاس استثنائی وہ ہے جس میں نتیجہ یا اس کی نقیض بالفعل مذکور ہو جیسے ہمارا یہ کہنا کہ "یہ اگر جسم ہے تو متحیز ہے" لیکن وہ جسم ہے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ متحیز ہے اور یہی بعینہ قیاس یعنی مقدمہ میں مذکور ہے اور نقیض کی مثال یہ کہ وہ متحیز نہیں تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ جسم نہیں اور اس کی نقیض کہ وہ جسم ہے مقدمہ میں مذکور ہے (تعریفات جرجانی ص ۱۵۹)

www.alahazratnetwork.org

سیدی جمل اللیل عن السندی کلاھما عن صالح العمری باسانیدہ الامامین الجلیلین بسندھما الی سیدنا ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ای الناس اکرم، فقال اکرمھم عند اللہ اتقٰھم[1]

مساوی ہے انھوں نے روایت کی جمالی سے وہ روایت کرتے ہیں سندی سے اور میرے اوپر دو درجہ عالی سند سے اس حدیث کو مجھے روایت کیا سیدی جمل اللیل نے وہ روایت کرتے ہیں سندی سے دونوں نے روایت کی صالح عمری سے ان امامین جلیلین (بخاری ومسلم) کی اسانید کے ساتھ ان دونوں اماموں نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سوال ہوا، لوگوں میں سب سے زیادہ عزت والا کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا اللہ کے نزدیک سب لوگوں سے بڑھ کر عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔[2]

اقول انظر الی اٰثار رحمۃ اللہ کیف یوضح الحجۃ ولا یدع لاحد حجۃ انما سئل المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بان ای الناس اکرم ای من الموصوف بہ لا ان الاکرم ما ھو بای نعت یزھو فاجاب بالاٰیۃ الکریمۃ فلولا ان الاتقی ھو الموضوع لما طابق الجواب

اقول (میں کہتا ہوں) اللہ تبارک وتعالٰی کی رحمت کے آثار دیکھو راستہ کو کس طرح واضح کرتا ہے کہ کسی کے لئے حجت نہیں چھوڑتا مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تو یوں سوال ہوا تھا کہ کون سا شخص سب سے زیادہ عزت والا ہے یعنی اس وصف سے کون موصوف ہے۔ یہ سوال نہ ہوا تھا کہ "اکرم کی ماہیت کیا ہے" "اکرم" (سب سے زیادہ عزت والا) اور کون سے وصف پر ناز کرتا ہے تو سرکار نے

---

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ یوسف قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۶۷۹

[2] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل یوسف علیہ السلام " " " ۲/۲۶۸

www.alahazratnetwork.org

السوال وعليك بتزكية الخيال ومن تمام نعمة الله تعالٰی ان فسر الشراح الحدیث بما یعین المراد و یقطع کل وھم یراد۔

آیہ کریمہ سے جواب دیا تو اگر بات یہ نہ ہوتی کہ اتقی (سب سے بڑا پرہیزگار) ہی موضوع ہے توجواب سوال کے مطابق نہ ہوتا اس پر خیال کا تزکیہ ہے، اور اللہ تبارک وتعالٰی کی نعمت کی تمامی سے یہ ہے کہ حدیث کے شارحین نے اس کی تفسیر اس جُملہ سے کر دی جو مراد کو متعین کر دیتا ہے اور وہم کا قاطع ہے۔

قال العلامة المناوی "اکرم الناس اتقھم لان اصل الکرم کثرۃ الخیر" فلما کان المتقی کثیرا لخیر فی الدنیا ولہ الدرجات العلٰی فی الاخرۃ کان اعم الناس کرما فھو اتقھم[1] انتھی۔

اس میں علامہ مناوی کا ارشاد ہے: اکرم الناس اتقاھم (سب لوگوں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے) اس لئے کہ کرم اصل میں کثرتِ خیر ہے، توجب متقی دنیا میں خیرِ کثیر والا ہے اور آخرت میں اس کے درجے بلند ہوں گے، تو سب سے زیادہ کرم والا وہی ہے جو سب سے زیادہ تقوٰی والا انتہی۔

انظر این ذھبت شبھتك الواھیۃ فھل تری لھا من باقیۃ، و منھا ما انبانا المولٰی عبد الرحمٰن عن الشریف محمد بن عبد اللہ کما مضی عن علی بن یحیٰی الزیادی عن الشھاب احمد بن محمد الرملی عن الامام ابی الخیر السخاوی عن

دیکھو تمہارا واہی شبہہ کہاں گیا، اب اس کا کچھ نشان دیکھتے ہو۔ اور ازانجملہ وہ حدیث ہے جس کی ہمیں خبر دی مولٰی عبد الرحمٰن نے انھوں نے روایت کی سید محمد بن عبداللہ سے جیسا کہ گزرا، اور وہ روایت کرتے ہیں علی بن یحیٰی زیادی سے وہ روایت کرتے ہیں شہاب احمد بن محمد رملی سے وہ روایت کرتے ہیں امام ابوالخیر سخاوی سے وہ روایت کرتے ہیں،

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث اکرم الناس اتقاھم مکتبۃ الامام الشافعی ۱/۲۰۳

www.alahazratnetwork.org

العز عبدالرحیم بن فرات عن الصلاح بن ابی عمر عن الفخر بن البخاری عن فضل الله ابی سعید التوقانی عن الامام محی السنة البغوی انا ابوبکر بن ابی الهیثم انا عبدالله بن احمد بن حمویة انا ابراهیم بن خزیم ثنا عبدالله بن حمید انا الضحاك بن مخلد عن موسٰی بن عبیدة عن عبدالله بن دینار عن ابن عمر ان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم طاف یوم الفتح علی راحلته یستلم الارکان بمحجنته فلما خرج لم یجد مناخا فنزل علی ایدی الرجال ثم قام فخطبهم فحمد الله واثنی علیه، وقال الحمد لله الذی اذهب عنکم غبیة الجاهلیة وتکبرها بآبائها انما الناس رجلان بر تقی کریم علی الله وفاجر شقی هین علی الله ثم تلا "یا ایها الناس انا خلقنکم من ذکر وانثٰی" ثم قال اقول قولی هذا واستغفر الله

عز عبدالرحیم بن فرات سے، وہ روایت کرتے ہیں صلاح بن ابی عمر سے، وہ روایت کرتے ہیں فخر ابن بخاری سے، وہ روایت کرتے ہیں فضل اللہ ابوسعید توقانی سے، وہ روایت کرتے ہیں امام محی السنہ بغوی سے، وہ فرماتے ہیں ہمیں خبر دی ابوبکر ابن ابی ہیثم نے عبداللہ ابن احمد ابن حمویہ سے، وہ فرماتے ہیں ہمیں خبر دی ابراہیم ابن خزیم نے، ہم سے حدیث بیان کی عبداللہ ابن حمید نے، ہمیں خبر دی ضحاک ابن مخلد نے، وہ روایت کرتے ہیں اسکو موسٰی ابن عبیدہ سے، وہ روایت کرتے ہیں عبداللہ ابن دینار سے، وہ روایت کرتے ہیں حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن اپنی سواری پر طواف کیا، ارکان کعبہ کا بوسہ اپنے عصائے مبارک سے لیتے تھے، تو جب باہر تشریف لائے تو سواری کو ٹھہرانے کی جگہ نہ پائی تو لوگوں میں سواری سے اُتر گئے پھر کھڑے ہوکر خطبہ دیا اور اللہ تبارک وتعالٰی کی حمد وثناء کی اور فرمایا: اللہ کے لئے حمد جس نے تم سے جاہلیت کا گھمنڈ اور آباء واجداد کا غرور دور کیا —— لوگوں میں دو قسم کے مرد ہیں: ایک نیک متقی اللہ کے یہاں عزت والا، دوسرا بدکار بدبخت، اللہ کی بارگاہ میں ذلیل۔ پھر یہ آیت پڑھی: "اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا"، پھر فرمایا: "میں یہ بات کہتا ہوں اور اللہ سے اپنے

www.alahazratnetwork.org

لی ولکم[1]

اقول انظر کیف قسم المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخلق الٰی قسمین برتقی و وصفھم بالکرم وفاجر شقی و وصفھم بالھوان وھذا صریح فیما قلنا۔

لئے اور تمھارے لئے مغفرت چاہتا ہوں۔

اقول دیکھو مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مخلوق کو دو قسم کیا ایک نیک پرہیزگار، اور ان کو عزت سے موصوف کیا۔ اور دوسرے بدکار، بدبخت، اور انھیں ذلیل بتایا۔ اور یہ ہمارے دعوٰی کی صریح دلیل ہے۔

ومنھا ما اخرج ابن النجار والرافعی عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من دعائہ، "اللھم اغننی بالعلم وزینی بالحلم واکرمنی بالتقوٰی وجملنی بالعافیۃ[2]۔" قال المناوی اکرمنی بالتقوٰی لاکون من اکرم الناس علیک ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم[3] اھ

ان احادیث میں سے ایک وہ ہے جس کی تخریج ابن نجار اور رافعی نے کی سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے، نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی دعا کے یہ کلمات مروی ہیں: "اے اللہ! مجھے علم کے ساتھ غنا، علم کے ساتھ زینت، تقوٰی کے ساتھ اکرام اور عافیت کے ساتھ جمال عطا فرما۔" مناوی نے (دعا کا مطلب بیان کرتے ہوئے) کہا: مجھے تقوٰی کے ساتھ اکرام عطا فرما تاکہ میں تیرے یہاں سب سے زیادہ عزت پانے والے لوگوں میں سے ہو جاؤں (بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے) اھ

اقول والوجہ حذف

میں کہتا ہوں صحیح یہ ہے کہ لفظ جس

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۴۹/۱۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/۱۹۶

[2] کنز العمال بحوالہ ابن النجار حدیث ۳۶۶۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲/۱۸۵ و ۲۰۲

الجامع الصغیر " ۱۵۳۲ دار الکتب العلمیۃ " ۱/۹۶

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث اللھم اغننی بالعلم الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/۲۲۱

www.alahazratnetwork.org

من وكانه اراد ما تريد الامة عند الدعاء به تاسيا بالنبي صلى الله تعالٰى عليه وسلم۔

کو حذف کیا جائے۔ گویا اس کی مراد وہ ہے جس کا ارادہ نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پیروی میں دُعا کرتے ہُوئے اُمّت کرتی ہے۔

ومنها ما اورد الزمخشری فی الکشاف ثم الامام النسفی فی المدارك عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من سرہ ان یکون اکرم الناس فلیتق اللہ[1] اھ ۔ وھذا ابین و اجلی۔

منجملہ ان حدیثوں میں سے یہ حدیث ہے جسے زمخشری نے کشاف میں پھر امام نسفی نے مدارک میں نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ذکر کیا فرمایا: جس کی یہ خوشی ہو کہ وہ سب لوگوں سے زیادہ عزت والا ہو تو اللہ تعالٰی سے ڈرے۔ اور یہ ظاہر تر ہے

واقول خامسًا العلماء ما فهموا من الاٰیة الامدح المتقین ولم یزالوا محتجین بها علٰی فضیلة التقوٰی و اهلها فلو کان الامر کما زعمتم لاندحض هذه التمسکات بحذافیرها اذ لما کان المعنٰی ان کل کریم متق وهولا یستلزم ان کل متق کریم فای مدح فیه للمتقین و بم ذا یفضلون علی الباقین الا تری ان کل کریم انسان وحیوان وجسمان

اقول خامسًا علمائے اس آیت سے متقی لوگوں کی تعریف ہی سمجھی اور اس آیت سے تقوٰی اور اہلِ تقوٰی کی فضیلت پر دلیل لاتے رہے، تو اگر معاملہ یوں ہوتا جیسا کہ تمہارا گمان ہے تو یہ تمام استدلال سرے سے باطل ہو جاتا اس لئے کہ جب معنٰی یہ ٹھہرے کہ ہر کریم متقی ہے اور یہ اس کو مستلزم نہیں کہ ہر متقی کریم ہو تو اس میں پرہیزگاروں کے لئے کون سی تعریف ہے اور پرہیزگار دوسروں سے کس وصف سے برتر ہوں گے کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہر کریم انسان، حیوان

---

[1] الکشاف تحت الآیۃ ۴۹/۱۳ دار الکتاب العربی بیروت ۴/۳۷۵
مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) " " " ۴/۱۶۳

www.alahazratnetwork.org

ولا یکون بهذا کل فرد من هٰؤلاء محمودا فی الدین۔

اور جسم ہے اور اس کے ساتھ ان تینوں میں سے ہر فرد محمود نہیں ہوتا۔

فان قلت ان التقوی وصف خاص بالکرماء فلہذا استحق الثناء بخلاف ما ذکرتم من الاوصاف۔

فان قلت (تو اگر تم کہو کہ) بے شک تقوٰی کریموں کے ساتھ خاص ہے لہذا یہ وصف تعریف کا مستحق ہے بخلاف ان اوصاف کے جو آپ نے ذکر کئے۔

قلت الاٰن اتیت الی ابیت فان التقوٰی اذا اختص بهم و لم یوجد فی غیرهم وجب ان یکون کل متق کریما وفیه المقصود قال المولی الفاضل الناصح محمد افندی الرومی البرکلی فی الطریقة المحمدیة بعد ما سرد الاٰیات فی فضیلة التقوٰی فتأمل فیما کتبنا من الاٰیات الکریمة کیف کان المتقی عند اللہ تعالٰی اکرم[1] انتہی۔

قلت (میں کہوں گا) اب تم اسی بات پر آگئے جس کا تم نے انکار کیا تھا اس لئے کہ تقوٰی جب کریموں کے ساتھ خاص ہے دوسروں میں نہیں پایا جاتا تو ضروری ہے کہ ہر متقی کریم ہو اور یہی ہمارا مقصود ہے۔ مولٰی فاضل ناصح محمد آفندی رومی برکلی طریقہ محمدیہ میں تقوٰی کی فضیلت میں آیات ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں تو ان آیاتِ کریمہ میں غور کرو جو ہم نے لکھیں کیونکہ متقی اللہ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ کریم ٹھہرا۔

قال المولی الشارح العارف باللہ سیدی عبد الغنی النابلسی فی شرحها الحدیقة الندیة اشارة الی الاٰیة الاولٰی من قوله تعالٰی "ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم"[2] انتہی۔

کتاب مذکور کے شارح مولا عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی اس کی شرح حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں مصنف کا اشارہ پہلی آیت یعنی اللہ تعالٰی کے قول "ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم" کی طرف ہے۔

واقول سادسا الیّ یا موفق تحقیق بالقبول احق اخرج

واقول سادسا اے توفیق والے میری طرف آ، یہ ایک تحقیق ہے جو قبول کی

---

[1] الطریقۃ المحمدیۃ الباب الثانی الفصل الثالث مکتبہ حنفیہ کوئٹہ ۱/ ۱۲۹

[2] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ " " " مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۴۱۰

www.alahazratnetwork.org

الامام احمد والحاکم والبیھقی عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کرم المرء دینہ و مروتہ عقلہ وحسبہ خلقہ[1]" واخرج ابن ابی الدنیا فی کتاب الیقین عن یحیٰی بن ابی کثیر مرسلا ینمیہ الی المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم" الکرم التقوٰی والشرف التواضع[2]" واخرج الترمذی محمد بن علی الحکیم عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنھما یرفعہ الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم" الحیاء زینۃ والتقی کرم[3]" انظر الی الاحادیث ما اجلاھا و افصحھا و احلٰھا و املحھا انظر الی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مروتہ

سزاوار ہے، امام احمد، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث روایت کی انہوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا: "آدمی کی عزت اس کا دین ہے اور اس کی مروت اس کی عقل ہے اور اس کا حسب اس کا خلق۔" اور ابن ابی الدنیا نے کتاب الیقین میں یحیٰی بن ابی کثیر سے بسند مرسل روایت کیا درانحالیکہ اس حدیث کی نسبت نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف کرتے تھے کہ فرمایا: "کرم، تقوٰی ہے اور شرف تواضع ہے"۔ اور ترمذی محمد ابن علی الحکیم نے جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا درانحالیکہ اس کو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف مرفوع کرتے تھے کہ فرمایا: "حیاء زینت ہے اور تقوٰی کرم ہے"۔ احادیث کو دیکھو کس قدر روشن اور کتنی فصیح ہیں اور کیسی شیریں اور کیسی ملیح ہیں۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ قول کہ آدمی کی مروت اس

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۶۵
المستدرک للحاکم کتاب العلم کرم المومن دینہ الخ دار الفکر بیروت ۱/ ۱۲۳
" " کتاب النکاح الحسب والمال والکرم الخ " " ۲/ ۱۶۳
السنن الکبرٰی " " باب اعتبار الیسار فی الکفاءۃ دار صادر بیروت ۷/ ۱۳۶
" " کتاب الشہادات باب بیان مکارم الاخلاق الخ " " " ۱۰/ ۱۹۵

[2] کتاب الیقین من رسائل ابن ابی الدنیا حدیث ۲۲ مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت ۱/ ۲۸

[3] نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول الاصل السادس والخمسون والمائتہ دار صادر بیروت ص ۲۰۰

www.alahazratnetwork.org

عقله فانما وصف العقل بالمروة لا المروة بالعقل وكذا قوله صلى الله تعالى عليه وسلم "حسبه خلقه والشرف التواضع" فانما حكم على الخلق بانه الحسب وعلى التواضع بانه الشرف حصًا لما يدعيه المدعون من ان المال هو الشرف، ولذا ان قال قائل ان الحسب خلق والمروة عقل والشرف تواضع لم يقبل قوله منه، وان عكس قبل فهكذا في الفقرتين اعني قوله صلى الله تعالى عليه وسلم الكرم التقوى وكرم المرء دينه۔

کی عقل ہے۔ دیکھو تو معلوم ہوگا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عقل ہی کو مروت سے موصوف کیا اور اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول "آدمی کا حسب اسی کا خلق ہے اور شرف تواضع ہے" تو آپ نے خلق پر حکم لگایا کہ وہ حسب ہے اور تواضع پر حکم فرمایا کہ وہی شرف ہے، مدعیوں کے دعوے کو رد کرنے کے لئے کہ مال ہی شرف ہے اسی لئے کہ اگر کوئی یوں کہے کہ بے شک حسب خُلق ہے اور مروت عقل ہے اور شرف تواضع ہے تو اس کا قول مقبول نہ ہوگا اور اگر اس کا عکس کر دے تو قبول کیا جائے گا تو اسی طرح دونوں حدیثوں میں اپنے بعد فقروں سے ملے ہوئے فقروں میں یعنی حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا قول کرم تقوٰی ہے اور آدمی کی عزت اس کا دین ہے (یعنی ان جملوں کا عکس مقبول نہ ہوگا)۔

وانا اعطيك ضابطة لهذا كلما رأيت في امثال هذا المقام اسمين معرفين باللام محمولا احدهما على الآخر فان صح ان يحمل الآخر على الاول مجردًا عن اللام فاعلم انه يجوز ان يكون محمولًا في تلك القضية ايضًا والا لا نظيره قول الشاعر ؎

اور میں تم کو اس کے لئے ایک ضابطہ دیتا ہوں جب کبھی تم ایسے مقامات میں دو اسم معرف باللام دیکھو کہ ان میں کا ایک دوسرے پر محمول ہوتا ہے تو اگر دوسرے کا پہلے کے لئے محمول بننا بغیر لام کے صحیح ہو تو جان لو کہ وہ اس قضیے میں بھی محمول ہو سکتا ہے ورنہ نہیں، اس کی نظیر شاعر کا شعر ہے: ؎

عــه اشاره به الى انك تقول الخ (المصنف)

www.alahazratnetwork.org

بنونا بنو ابناءنا و بنو
بناتنا ابناء الرجال

فانك ان قلت احفادنا ابناؤنا صدقت وان قلت ابناؤنا احفادنا كذبت فكان بنونا هو المحكوم به والسر فی ذلك ان المحمول یجوز تنکیره ابدًا وافادة القصر علی تسلیمه کلیًا امر زائد علی نفس الحکم والموضوع لاینکر تنکیرا محضا فلذلك لایقال الکرم تقوٰی او الکرم دین وانما تقول بالتعریف لان الاٰخر ھو الموضوع حقیقة لاجل ھذا ان عکست ونکرت صح اما رأیت ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لما قدم التقوٰی فی حدیث الحکیم نکر الکرم ولما عکس فی الحدیث الاٰخر عرف التقوٰی، اللھم لك الحمد علی تواتر اٰلائك و اخالك یا ھذا مغموسا فی غیابات الغباوة بحیث یعسر علیك الانتباه لما فی تلك الاحادیث

"یعنی ہمارے بیٹے ہمارے بیٹوں کے بیٹے ہیں اور ہماری بیٹیوں کے بیٹے اور مردوں کے بیٹے ہیں۔" اس لئے کہ اگر تم یُوں کہو کہ ہمارے پوتے ہمارے بیٹے ہیں تو یہ صادق ہوگا، اور اگر یوں کہو کہ ہمارے بیٹے ہمارے پوتے ہیں تو یہ کاذب ہوگا تو شعر میں "بنونا" ہی محکوم بہ ہے اور اس میں نکتہ یہ ہے کہ ہمیشہ محمول کو نکرہ لانا جائز ہے اور افادۂ قصر اگر اس کو امر کلی تسلیم کرلیں نفس حکم پر ایک زائد بات ہے اور موضوع کبھی نکرہ محضہ نہیں لایا جاتا ہے تو اس لئے یوں نہ کہا جائے گا کہ الکرم تقوٰی یا الکرم دین یعنی جبکہ جملے کا جزء ثانی مبتدا ٹھہرائیں تو اسکو نکرہ لانا جائز نہیں بلکہ تم یہ جملہ دوسرے جزء کی تعریف کے ساتھ بولو گے اس لئے کہ حقیقت میں دوسرا جزء ہی موضوع ہے اسی وجہ سے اگر اس جملے کا عکس کردو اور پہلے جزء کو نکرہ کردو تو صحیح ہوگا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جب تقوی کو مقدم کیا حکیم ترمذی کی گزشتہ حدیث میں تو کرم کو نکرہ لائے، اور دوسری حدیث میں جب اس کا عکس کیا تو تقوٰی کو معرفہ لائے۔ الٰہی! تیری پیہم نعمتوں پر تیرے لئے حمد اے شخص میں گمان نہیں کرتا کہ تو کم فہمی کی اندھیریوں

عــه اشارة الٰی انه مع اشتھاره فی کثیر من الناس الخ (المصنف)

www.alahazratnetwork.org

التقى جاءت مرة بتقديم الكرم واخرى بتصدير التقوى من لمعات بوارق يكاد سناها يخطف ابصار الشبهات ولاسيما حديث الترمذي مع ماتقرر في الاصول ان اللام ان لاعهد فللاستغراق بل الجنس ايضا مفيد اذحكمه لابدوان يستوى فيه الافراد. والله تعالٰى اعلم.

واقول سابعًا ان قيل لك اكرم الناس اتقاهم ثم من دونه في التقوى وهكذا يأتي ينزل تدريجا لاجرم ان تسلمه وتقول هذا لاريب فيه لكنك لوتدبرت قد انصرفت عما اقترفت وقد اعترفت بما انحرفت، قل لي ماذا محصل قولك ان اكرم الناس يوصف اولاً بانه اتقى وثانيًا بانه قليل التقوى وثالثًا بانه اقل هل هذا الا كلام مجنون تفوه بلفظ في الجنون وما درى وما عقل وهذه الشناعة

میں ایسا کھٹکا ہو کہ تیرے اوپر ان چمکتی تجلیوں سے تنبیہ ہونا دشوار ہو جن کی روشنی لگتا ہے کہ شبہات کی آنکھوں کو اچک لے گی جو ان احادیث میں ہیں جن میں کبھی کرم کو مقدم فرمایا اور کبھی تقوٰی کو صدر کلام میں لائے بالخصوص حدیث ترمذی باوجودیکہ اصول میں مقرر ہو چکا کہ لام جبکہ عہد کے لئے نہ ہو تو استغراق کے لئے ہوگا بلکہ جنس بھی مفید استغراق ہے اس لئے کہ ضروری ہے کہ جنس کے حکم میں سب افراد برابر ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اقول سابعًا اگر تم سے کہا جائے کہ سب لوگوں سے زیادہ باعزت سب سے زیادہ پرہیزگار ہے پھر جو تقوٰی میں اس سے کم ہے اور اسی طرح سے تدریجاً کم سے کم تر کی طرف نازل ہو لامحالہ تم اس کو تسلیم کرو گے اور کہو گے کہ اس میں کوئی شک نہیں لیکن تم نے نہیں سمجھا کہ تم اس سے پھر گئے جس کا تم نے ارتکاب کیا تھا اور انحراف کا اعتراف کر لیا مجھے بتاؤ تمہارے اس قول کا حاصل کیا ہے کہ اکرم الناس اولاً اتقی سے موصوف ہوتا ہے (سب سے زیادہ پرہیزگار) اور ثانیاً قلیل التقوٰی کے ساتھ اور ثالثاً اس سے بھی اقل کے ساتھ (یعنی اس صورت میں جبکہ جزء ثانی یعنی اتقی کو محمول مانیں) کیا یہ ایسے مجنون کا کلام نہیں جو جنون میں لفظ

www.alahazratnetwork.org

تکدس علیك زعمك العجیب فی کل ما جاء علی الترتیب وھو کثیر فی الاحادیث "قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "احب الاعمال الی اللہ الصلوٰۃ لوقتھا ثم بر الوالدین ثم الجھاد فی سبیل اللہ" اخرجہ الائمۃ احمد[1] والبخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فالمعنی علی ما عملك ان احب الاعمال یوصف اولاً بانہ صلوٰۃ ثم یمکث فیصیر برا ثم یلبث فیعود جھادًا وھذا من اعجب ما سمع السامعون۔

بولتا ہے اور سمجھتا نہیں ورنہ اسے خبر ہوتی اور یہ شناعت تمھارے زعم عجیب میں ان تمام احادیث کو مکدر کردے گی جن میں ترتیب کے ساتھ اعمال کی فضیلت بیان ہوئی اور یہ مضمون احادیث میں بہت ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا "اللہ کو سب کاموں سے زیادہ پیاری نماز ہے جو وقت پر پڑھی جائے، پھر ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک، پھر اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔" اس حدیث کو روایت کیا احمد، بخاری، مسلم، ابوداود، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے تو تمھارے زعم پر معنی یہ ہوگا کہ سب سے زیادہ محبوب کام پہلے صلوٰۃ کے ساتھ موصوف ہوتا ہے پھر کچھ دیر ٹھہر کر حسن سلوک بن جاتا ہے پھر کچھ دیر ٹھہر کر جہاد ہوتا ہے اور یہ سب سے زیادہ عجیب باتوں میں سے ہے جو سننے والوں نے سنی۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب فضل الصلوٰۃ لوقتہا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷۶
〃 〃 کتاب الجہاد باب فضل الجہاد 〃 〃 ۱/ ۳۹۰
〃 〃 کتاب الادب باب قولہ تعالٰی ووصینا الانسان بوالدیہ 〃 〃 ۲/ ۸۸۲
صحیح مسلم کتاب الایمان باب کون الایمان باللہ افضل الاعمال 〃 〃 ۱/ ۶۲
مسند احمد بن حنبل عن ابن مسعود المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۸، ۴۲۱، ۴۳۹، ۴۴۲، ۴۴۴، ۴۴۸، ۴۵۱
جامع الترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی الوقت الاول من الفضل امین کمپنی دہلی ۱/ ۲۳
〃 ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی بر الوالدین امین کمپنی دہلی ۲/ ۳
سنن النسائی کتاب المواقیت فضل الصلوٰۃ لمواقیتہا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۱۰۱
سنن ابی داود کتاب الصلوٰۃ باب المحافظۃ علی الصلوات آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۶۱

www.alahazratnetwork.org

تذئیل ایاك وان تظن ان تقدیم الخبر فی امثال ھذا المقام قلیل فی فصیح الکلام حتی یعد تادیلا للنزام بل ھو شائع متکثر بل ھو الاکثر الاوفر، ولو سردنا لك من الاحادیث الواردۃ علی ھذا المنوال لنافت علی مئات ورمیتنی بالاملال، ثم منھا ما فی نفس الحدیث دلیل علی ما نرید کتقدیم الصفات وتاخیر الذوات وغیر ذٰلك ومنھا ما شرح الشارحون بعکس الترتیب من دون حاجۃ الٰی ماھنالك فعلم انہ طریق شائع کثیرا مایجری الکلام علیہ وتتبادر الافہام الیہ بلا احتیاج الی صوارف ولا توقف علٰی موقف ولولا انا علی حذر من الاطناب لاریناك منھا العجب العجاب لکن لاباس ان تذکر طرفا من احادیث اکثرھا من القسم الثانی لانھا اوضح فی المقصود وضوحا جمیلا و نقدم علیھا حدیثا ذکر فیہ المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مقدمتین فاستنتج منھا العلماء کمثل صنیعنا فی الاٰیتین

تذئیل خبردار یہ گمان نہ کرنا کہ ایسے مقامات میں خبر کو مقدم رکھنا کلام فصیح میں نادر ہے یہاں تک کہ مقصود کے لئے تاویل کرنا ٹھیرے بلکہ وہ بکثرت شائع ہے بلکہ یہی اکثر و اوفر ہے اور اگر ہم تم سے ان احادیث میں سے کچھ کا ذکر کریں جو اس طریقے پر وارد ہوئیں تو گنتی میں تو سینکڑوں سے زیادہ ہوں گی اور تم مجھے اکتا دینے پر تہمت لگاؤ گے پھر ان میں سے وہ بھی ہے جو نفس حدیث میں ہمارے مدعا کی دلیل ہے جیسے صفات کو مقدم کرنا اور ذوات کو مؤخر کرنا اور اس کے علاوہ ان میں شارحین حدیث کا حدیث کی شرح میں ترتیب الٹ دینا بلاضرورت ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ خبر کو مقدم کرنا شائع ہے اور بسا اوقات کلام اس ڈھنگ پر چلتا ہے اور قرائن صارفہ کی حاجت کے بغیر لوگوں کی فہم اس کی طرف سبقت کرتی ہے اور کسی بتانے والے پر موقوف نہیں ہوتی اور اگر ہمیں تطویل کا ڈر نہ ہو تو ہم تمہیں ان احادیث کا عجیب و غریب نمونہ دکھاتے لیکن اس میں حرج نہیں کہ ہم ان احادیث کا ایک حصہ ذکر کریں جن میں اکثر قسم ثانی کے قبیل سے ہیں اس لئے کہ وہ مقصود میں خوب واضح ہیں اور ہم پہلے ایک حدیث ذکر کریں جس میں مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دو مقدمے ذکر کئے تو اس سے علماء نے نتیجہ نکالا جس طرح دونوں آیتوں میں

www.alahazratnetwork.org

ليكون هذا اشد تنكيلا انبأنا حسين الفاطمي عن عابد بن احمد عن صالح الفاروقي عن سليمان الدرعي عن محمد الشريف، عن الشمس العلقمي عن الامام السيوطي عن احمد بن عبد القادر بن طريف انا ابو اسحاق التنوخي انا ابو الحجاج يوسف بن الزكي المزي انا الفخر بن البخاري سماعًا بسماعه عن ابي حفص عمر بن طبرزد انا ابو الفتح عبد الملك ابن قاسم الكروخي، انا القاضي ابو عامر محمود بن القاسم الازدي و ابوبكر احمد بن عبد الصمد الغورجي انا ابو محمد عبد الجبار الجراحي المروزي انا ابو العباس محمد بن احمد بن المحبوب المحبوبي المروزي، انا الترمذي ثنا محمد بن يحيٰى نا محمد بن يوسف نا سفيٰن عن هشام بن عروة، عن ابيه عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم خيركم خيركم لاهله

ہم نے کیا تاکہ قید سخت ہو۔ ہم سے حدیث بیان کی حسین فاطمی نے، وہ روایت کرتے ہیں عابد بن احمد سے، وہ روایت کرتے ہیں صالح فاروقی سے، وہ روایت کرتے ہیں سلیمان بن درعی سے، وہ روایت کرتے ہیں محمد شریف سے، وہ روایت کرتے ہیں شمس علقمی سے، وہ روایت کرتے ہیں امام سیوطی سے، وہ روایت کرتے ہیں احمد بن عبد القادر ابن طریف سے، ہمیں خبر دی ابو اسحٰق تنوخی نے، ہمیں خبر دی ابو الحجاج یوسف ابن زکی مزی نے، ہمیں خبر دی فخر الدین ابن بخاری نے سماعًا ابو حفص عمر بن طبرزد سے سن کر، ہمیں خبر دی ابو الفتح عبد الملک ابن قاسم کروخی نے، ہمیں خبر دی قاضی ابو عامر محمود ابن قاسم ازدی اور ابوبکر احمد بن عبد الصمد غورجی نے، ہمیں خبر دی ابو محمد عبد الجبار جراحی مروزی نے، ہمیں خبر دی ابو العباس محمد بن احمد بن المحبوب المحبوبی المروزی نے، ہمیں خبر دی ترمذی نے، حدیث بیان کی ہم سے محمد ابن یحیٰی نے، حدیث بیان کی ہم سے محمد بن یوسف نے، حدیث بیان کی ہم سے سفیان نے، انھوں نے روایت کی ہشام ابن عروہ سے، انھوں نے روایت کی اپنے باپ سے، انھوں نے روایت کی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے، انھوں نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

www.alahazratnetwork.org

وانا خیرکم لاھلی واذا مات صاحبکم
فدعوہ۔ ھذا حدیث حسن 41
صحیح[1]۔

نے: "تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی کے لئے بہتر ہو اور میں اپنی بیوی کے لئے تم سب سے بہتر ہوں جب تمھارا کوئی ساتھی مرجائے تو اسے چھوڑ دو" (یعنی اس کا ذکر برائی سے نہ کرو) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

قلت وروی ایضا عند ابن ماجۃ[2] من حدیث ابن عباس وعند الطبرانی فی معجمۃ[3] الکبیر عن معٰویۃ بن ابی سفیٰن رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین قال الامام العلامۃ الشارح عبدالرؤف المناوی فی التیسیر شرح الجامع الصغیر للامام المولٰی جلال الحق و الدین السیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما فانا خیرکم مطلقا وکان احسن الناس عشرۃ لھم[4] انتہی۔

قلت (میں کہوں گا) یہ حدیث ابن ماجہ کے یہاں منجملہ حدیث ابن عباس سے مروی ہے اور طبرانی کے یہاں ان کے معجم کبیر میں معاویہ ابن ابوسفیان رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے امام علامہ عبدالرؤف مناوی نے تیسیر شرح جامع صغیر مصنفہ امام مولٰی جلال الحق والدین سیوطی رحمہما اللہ تعالٰی میں فرمایا: "تو میں مطلقاً تم سب سے بہتر ہوں" اور حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام اپنے اہل کے ساتھ سب سے بہتر سلوک فرماتے تھے۔"

اقول یاھذا ان ابدیت فرقا بین ھذا القیاس والقیاس

اقول (میں کہتا ہوں) اے شخص اگر تو اِس قیاس میں اور اُس قیاس میں جس کی صحت کا

---

[1] جامع الترمذی ابواب المناقب باب فضل ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم امین کمپنی دہلی ۲/۲۲۹
موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان حدیث ۱۳۱۲ المکتبۃ السلفیہ ص ۳۱۸
الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۸۵۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۱۴۰
الجامع الصغیر حدیث ۴۱۰۰ " " " ۲/۲۴۹

[2] سنن ابن ماجہ کتاب النکاح باب حسن معاشرۃ النساء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۳

[3] المعجم الکبیر حدیث ۸۵۳ مکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۹/۳۶۳

[4] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث خیرکم خیرکم لاھلہ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/۵۲۳

www.alahazratnetwork.org

الذی تنکر صحتہ لشکوک المفضلۃ ابدا ما کا نوا ولکن ھیہات ھیہات افی لک ذٰلک اخرج احمد والشیخان عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، خیر نساء رکبن الابل صالح نساء قریش۔[1]

تو منکر ہے فرق نمایاں کردے تو تفضیلیہ عمر بھر تیرے شکر گزار رہوں گے لیکن ہیہات ہیہات تجھ سے کیونکر ایسا ممکن ہے۔ امام احمد و بخاری و مسلم حضرت ابوہریرہ سے راوی انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی کہ فرمایا، اونٹوں پر سوار ہونے والی عورتوں میں سب سے بہتر قریش کی نیک عورتیں ہیں۔

قال الفاضل الشارح فالمحکوم لہ بالخیریۃ الصالحۃ منھن لاعلی العموم[2] اھ انظر کیف جعل الخیر محکومًا بہ اخرج احمد والترمذی والحاکم باسناد صحیح عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خیر الاصحاب عند اللہ خیرھم لصاحبہ وخیر الجیران عند اللہ خیرھم لجارہ۔[3] قال الفاضل الشارح فکل

فاضل شارح نے فرمایا تو جن کے لئے سب سے بہتر ہونے کا حکم فرمایا گیا وہ قریشی عورتوں میں نیک عورتیں ہیں اور یہ حکم اپنے عموم پر نہیں دیکھو کس طرح شارح نے خیر کو محکوم بہ قرار دیا۔ امام احمد، ترمذی اور حاکم بسند صحیح حضرت عبد اللہ ابن عمرو ابن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اصحاب میں سب سے بہتر اللہ کے نزدیک وہ ہے جو اپنے ساتھی کے لئے سب سے بہتر ہو اور ہمسایوں میں اللہ کے نزدیک سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۷۵ و ۳۹۳
صحیح البخاری کتاب النکاح باب الی من ینکح وای النساء خیر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۶۰
صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضائل نساء قریش " " " ۲/ ۳۰۸

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث خیر نساء رکبن مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۵۳۲

[3] مسند امام احمد بن حنبل عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۶۸
المستدرک للحاکم کتاب المناسک خیر الاصحاب عند اللہ الخ دار الفکر " ۱/ ۴۴۳
الجامع الترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی حق الجوار امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۶

www.alahazratnetwork.org

من کان اکثر خیرًا لصاحبه و جارہ فہو افضل عند اللہ والعکس بالعکس[1] اھ، اخرج احمد وابن حبان والبیہقی عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ باسناد صحیح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خیر الذکر الخفی[2]۔ قال الفاضل الشارح" ای ما اخفاہ الذاکر وسترہ عن الناس فہو افضل من الجہر[3] اھ، اخرج الطبرانی عن ابی امامۃ الباھلی رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم افضل الصدقۃ سر الی فقیر[4]۔ قال الفاضل الشارح" قال تعالٰی وان تخفوھا وتؤتوھا الفقراء فہو خیر لکم[5] اھ۔

ہمسایوں کے لئے سب سے بہتر ہو۔ فاضل شارح نے کہا تو ہر وہ شخص جو اپنے ساتھی اور پڑوسی کے لئے کثیر الخیر ہو وہ اللہ کے نزدیک افضل ہے اور اس کے برعکس ہو تو حکم برعکس ہے انتہی۔ امام احمد، ابن حبان اور بیہقی نے سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بسند صحیح روایت کیا وہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے راوی کہ سرکار نے فرمایا "سب سے بہتر ذکر ذکر خفی ہے"۔ فاضل شارح نے کہا یعنی وہ ذکر جسے ذاکر خفیہ رکھے اور لوگوں سے چھپائے وہ ذکر جہر سے افضل ہے انتہی۔ طبرانی، ابن ماجہ، ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی وہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا: "سب سے بہتر صدقہ وہ ہے جو خفیہ طور پر فقیر کو دیا جائے"۔ فاضل شارح نے کہا اللہ تعالٰی فرماتا ہے: وان تخفوھا وتؤتوھا الفقراء فہو خیر لکم۔ انتہی۔

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث خیر الاصحاب الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/۵۲۵

[2] مسند احمد بن حنبل عن سعد بن ابی وقاص المکتب الاسلامی بیروت ۱/۱۷۲

موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان حدیث ۲۳۲۳ المکتبۃ السلفیہ ص ۵۷۷

شعب الایمان حدیث ۵۵۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۴۰۷

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث خیر الذکر مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/۵۲۶

[4] المعجم الکبیر حدیث ۷۸۷۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/۲۵۹

[illegible]م الصغیر " ۱۲۷۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۹۸

[5] [illegible]شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث افضل الصدقۃ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/۱۸۵

www.alahazratnetwork.org

اقول انظر فقد اخرت الأية وقدم الحديث۔ اخرج احمد والحاکم عن رجل من الصحابة عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان افضل الضحایا اغلاھا واسمنھا[1] قال الفاضل الشارح فالاسمن افضل من العدد[2] اھ۔

اقول دیکھو آیت کریمہ نے خیر کو (جو موضوع ہے) مؤخر کیا اور حدیث نے اس کو مقدم کیا۔ امام احمد اور حاکم نے کسی صحابی سے دریافت کیا وہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا: "قربانی کے جانوروں میں سب سے بہتر سب سے قیمتی سب سے فربہ ہے"۔ فاضل شارح نے کہا تو جو سب سے فربہ ہے وہ عدد سے افضل ہے اھ۔

اخرج احمد والطبرانی فی الکبیر عن ماعز رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم افضل الاعمال الایمان باللہ ثم الجہاد ثم حجۃ برۃ تفضل سائر العمل[3]

امام احمد اور طبرانی معجم کبیر میں حضرت ماعز رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا کہ فرمایا: "سب سے بہتر عمل اللہ پر ایمان رکھنا ہے پھر جہاد، پھر حج مقبول تمام اعمال سے افضل ہے"۔

اقول انظر الی ھذہ الکلمۃ الاخرۃ صدر بالافضل ثم اخرہ۔

اقول (میں کہتا ہوں) اس کلمہ میں دیکھو، پہلے افضل کو مقدم کیا پھر اس کو موخر لائے۔

اخرج ابوالحسن القزوینی فی امالیہ الحدیثیۃ عن ابی امامۃ

ابوالحسن قزوینی اپنے امالی حدیثیہ میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث جد ابی الاشد السلمی المکتب الاسلامی بیروت ۳/۴۲۴
المستدرک کتاب الاضاحی باب افضل الضحی یا الخ دار الفکر بیروت ۴/۲۳۱
[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث ان افضل الضحایا مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/۲
[3] مسند احمد بن حنبل حدیث ماعز رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت
المعجم الکبیر حدیث ۸۰۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۰/

www.alahazratnetwork.org

عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اشد الناس تصدیقًا للناس اصدقھم حدیثا وان اشد الناس تکذیبًا اکذبھم حدیثًا۔[1] قال الفاضل الشارح فالصدوق یحمل کلام غیرہ علی الصدق لاعتقادہ قبح الکذب والکذوب یتھم کل مخبر بالکذب لکونہ شانہ، اھ۔[2]

وہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں "سب سے زیادہ لوگوں کی تصدیق کرنے والا وہ ہے جس کی بات سب سے زیادہ سچی اور لوگوں کو سب سے زیادہ جھوٹا بتانے والا وہ ہے جو اپنی بات میں سب سے بڑا جھوٹا ہو۔" فاضل شارح نے فرمایا وہ سچا دوسرے کے کلام کو سچائی پر محمول کرتا ہے اس لئے کہ وہ جھوٹ کو بُرا جانتا ہے اور جھوٹا ہر مخبر کو جھوٹ کی تہمت لگاتا ہے اس لئے کہ جھوٹ بولنا اس کا کام ہے اھ۔

اخرج احمد فی کتاب الزھد عن سلمان الفارسی واقفًا علیہ وابن لال وابن النجار عن ابی ھریرۃ والسجزی فی الابانۃ عن ابن ابی اوفی رافعین الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکثر الناس ذنوبًا یوم القیٰمۃ اکثرھم کلامًا فیما لایعنیہ[3]

امام احمد نے کتاب الزہد میں حضرت سلمان فارسی سے حدیث موقوف روایت کی اور ابن لال اور ابن نجار نے ابوہریرہ سے اور سجزی نے ابانہ میں ابن ابی اوفی سے ان سب نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مرفوعًا روایت کیا کہ فرمایا "سب لوگوں سے زیادہ قیامت کے دن اس کے گناہ ہونگے جو سب سے زیادہ لایعنی باتیں کرے۔"

قال الفاضل الشارح لان

فاضل شارح نے فرمایا اس لئے کہ

---

[1] کنز العمال حدیث نمبر ۶۸۵۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۳/ ۳۴۴
الجامع الصغیر 〃 ۲۲۰۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۳۴

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ان اشد الناس تصدیقا مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۳۱۱

[3] الجامع الصغیر بحوالہ ابن لال وابن نجار حدیث ۱۳۸۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۸۶
کتاب الزہد ۸۱۱ دار الکتاب العربی 〃 ص ۲۱۹

www.alahazratnetwork.org

من کثر کلامہ کثر سقطہ فتکثر ذنوبہ من حیث لا یشعر[1] اھ۔

جس کا کلام کثیر ہوگا تو اس میں مہمل خلافِ شرع باتیں زیادہ ہوں گی تو اس کے گناہ بڑھیں گے اور اس کو شعور نہ ہوگا اھ۔

اخرج البخاری فی التاریخ والترمذی وابن حبان بسند صحیح عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اولی الناس بی یوم القیٰمۃ اکثرھم علیّ صلوٰۃ[2]

امام بخاری تاریخ میں اور ترمذی اور ابن حبان بسندِ صحیح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی وہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا "قیامت کے دن سب لوگوں سے زیادہ مجھ سے قریب وہ ہوگا جو سب لوگوں سے زیادہ مجھ پر درود بھیجے گا۔

قال الفاضل الشارح ای اقربھم منی فی القیٰمۃ واحقھم بشفاعتی اکثرھم علیّ صلاۃ فی الدنیا لان کثرۃ الصلوٰۃ علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تدل علی صدق المحبۃ وکمال الوصلۃ فتکون منازلھم فی الاٰخرۃ منہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بحسب تفاوتھم فی ذلک[3] اھ۔

فاضل شارح نے فرمایا یعنی قیامت میں سب سے مجھ سے زیادہ قریب اور سب سے زیادہ میری شفاعت کا حقدار وہ شخص ہوگا جو دنیا میں مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھتا تھا اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود کی کثرت سچی محبت پر اور کمال ربط پر دلالت کرتی ہے، تو لوگوں کے مدارج حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قرب میں اس امر میں لوگوں کے تفاوت کے حساب سے ہوں گے۔ا

اقول انظر شرح اولاً لفظ الحدیث

اقول دیکھو پہلے لفظ حدیث کی شرح

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث اکثر الناس ذنوبا یوم القیٰمۃ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۲۰۰

[2] جامع الترمذی ابواب الوتر باب ماجاء فی فضل الصلوٰۃ علی النبی امین کمپنی دہلی ۱/ ۶۴
الجامع الصغیر حدیث ۲۲۴۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۳۶

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ان اولی الناس بی الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۳۱۶

www.alahazratnetwork.org

ثم علل بما لا یستقیم الا علی جعل الاولی محکومًا بہ، وابین من ھذا ان العلماء المحدثین افاض اللہ علینا من برکاتھم استدلوا بھذا الحدیث علی فضل اھل الحدیث، وانھم اولی الناس برسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لانھم اکثر الناس صلٰوۃ علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا یذکرون حدیثا الا ویصلون فیہ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عشرًا او خمسًا او مرتین او مرۃ لا اقل کما ھو معلوم مشاھد والحمد للہ۔

ارایتک ھذا الاستدلال الیس علی طبق احتجاجنا بالأیتین حذوا بحذو وسواء بسواء، ثم من تمام نعمۃ اللہ ان جاء حدیث عند البیھقی برجال ثقات عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "اکثروا من الصلٰوۃ علیّ فی کل یوم جمعۃ فان صلٰوۃ امتی تعرض علیّ فی کل یوم جمعۃ فمن کان اکثرھم علی

کی پھر علت وہ بیان کی جو اسی صورت میں ٹھیک بیٹھتی ہے جبکہ حدیث میں (وارد) لفظ اولٰی کو محکوم بہ ٹھہرائیں اور اس سے روشن تر یہ ہے کہ علماء محدثین نے (اللہ تبارک وتعالٰی ہمارے اوپر ان کی برکتیں برسائے) اس حدیث سے علمائے حدیث کی فضیلت پر استدلال کیا، اور اس پر دلیل پکڑی کہ وہ سب لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے قریب ہیں اس لئے کہ وہ سب سے زیادہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ جب کوئی حدیث ذکر کرتے ہیں تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر دس مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا دو مرتبہ یا کم از کم ایک مرتبہ درود پڑھتے ہیں جیسا کہ معلوم ہے اور اس کا مشاہدہ ہے، والحمد للہ۔

مجھے بتاؤ کیا یہ استدلال ان دونوں آیتوں سے ہمارے استدلال کے بالکل مطابق نہیں، پھر اللہ تبارک وتعالٰی کی تمامی نعمت سے یہ ہے کہ ایک حدیث بیہقی میں ثقہ راویوں کی روایت سے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے آئی انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا کہ فرمایا کہ ہر جمعہ کے دن بکثرت درود بھیجو اس لئے کہ تمھارا درود ہر جمعہ کے دن میرے اوپر پیش ہوتا ہے تو سب سے زیادہ جو میرے اوپر درود بھیجے گا وہ درجے

www.alahazratnetwork.org

صلٰوۃ کان اقربھم منی منزلۃ۔[1] فعلم انہ لایبالی فی امثال المقام بتقدیم ولاتاخیر لعدم الالتباس والسرفیہ ماالقینا علیک ان ھذہ احکام شرعیۃ لایطلع علیہا الاباطلاع الشارع فھی التی تلیق ان تجعل محمولات، ولاتسبق الاذھان الاالی ذلک مقدمۃ جاءت اومؤخرۃ وھذا کلہ واضح جلی کادان یقال بدیھی واولٰی لایسوغ انکارہ الاجاھل خرف اومتجاھل متعسف، ونخشی ان یعد اکثارنا ھٰذا من اقامۃ الدلائل علیہ شبیہا بالعبث عند العلماء لان اذانھم ممتلئۃ بالوف الوف من امثال تلک المحاورات، وھم العارفون باسالیب الکلام ومجاری البیان فی مناھج المرام، فحاشاھم ان یتعسر علیھم تمییز محمول من (ھٰھنا سقط ظاھر ولعل العبارۃ ھٰکذا ان یخطر ببالھم) یخطر ببالھم نحو ھٰذہ الخدشات لکنی اتنصل الیھم وعذری ان شاء اللہ تعالٰی واضح لدیھم

میں سب سے زیادہ مجھ سے قریب ہوگا۔ تو معلوم ہوا کہ ایسے مقامات میں تقدیم و تاخیر کی پرواہ نہیں کی جاتی اس لئے کہ اشتباہ نہیں ہوتا اور اس میں بھید وہی ہے جو ہم نے بتایا۔ تو یہ احکام شرعیہ ہیں جن پر بغیر شارع کے بتائے اطلاع نہیں ہوتی۔ تو یہی اس کے لائق ہیں کہ محمول بنائے جائیں، اور اذہان کی سبقت انھیں کی طرف ہوتی ہے خواہ مقدم آئیں یا مؤخر، اور یہ سب واضح و روشن ہے۔ قریب ہے کہ اس کو بدیہی و اولٰی کہا جائے اس کا انکار جاہل بے خرد یا جاہل بننے والے معاند کے سوا کسی کو نہ بن پڑے گا اور ہم کو ڈر ہے کہ ہمارا اس پر بکثرت دلائل قائم کرنا علماء کے نزدیک عبث کے مشابہ قرار دیا جائے اس لئے کہ ان کے کان اسی قسم کے ہزاروں محاورات سے بھرے پڑے ہیں اور وہ کلام کے اسالیب سے اور مقصود کے طریقوں میں بیان کی راہوں سے آگاہ ہیں تو وہ اس سے منزہ ہیں کہ انھیں محمول کی تمیز موضوع سے دشوار ہو اور یہ انکے ذہن میں ایسے خدشات جگہ پائیں لیکن میں ان کی طرف معذرت کرتا ہوں اور میرا عذر ان کے نزدیک ظاہر ہے اس لئے کہ میری مثال اور ان لوگوں کی مثال جو میری نہیں مانتے

---

[1] السنن الکبرٰی کتاب الجمعۃ باب مایؤمر بہ فی لیلۃ الجمعۃ الخ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۳/ ۲۴۹

www.alahazratnetwork.org

فانها مثلی ومثل الذین لاینقادون لی کجمال شردت عن صاحبها فھو یقصد اسرھا ویقتفی اثرھا لاتعلو شرفا و لاتھبط وادیا الا اتبعھا۔

ان اونٹوں کی سی ہے جو اپنے مالک کے پاس سے بھاگ کھڑے ہوں تو ان کا مالک ان کو پکڑنے کا قصد کرے اور ان کے پیچھے پیچھے چلے وہ کسی بلندی پر نہ چڑھیں اور نہ کسی گھاٹی میں اتریں مگر یہ کہ وہ ان کا پیچھا کرتا ہو۔

تکمیل: ومن ھھنا بان لك ان ما قالت النحاۃ من وجوب تقدیم المبتدا علی الخبر اذا کانا معرفتین او متساویین امر اکثری لاکلی وانما المعنی علی اللبس واذ لیس فلیس، بذلك صرح الشراح و لایغرنك اطلاق المتون فانھا ربما تمشی علی الاطلاق فی مقام التقیید فی علم الفقه فکیف بغیرہ من الفنون۔

تکمیل: یہاں سے تمہیں ظاہر ہوگیا کہ نحویوں نے جو یہ کہا کہ مبتدا کو خبر پر مقدم کرنا ضروری ہے جب دونوں معرفہ ہوں یا تنکیر و تعریف میں دونوں برابر ہوں اکثری قاعدہ ہے کلی قاعدہ نہیں اور معنی یہی ہے کہ مبتدا کی تقدیم ایسی صورت میں اس وقت واجب ہے جبکہ التباس کا اندیشہ ہو اور جب التباس کا اندیشہ نہ ہو تو واجب نہیں، شارحین نے اس کی تصریح کی تو ہرگز تمہیں متون کا اس مسئلہ کو مطلق کرنا دھوکا میں نہ ڈالے اس لئے کہ متون تو بسا اوقات اطلاق کی راہ پر چلتے ہیں مسئلہ کو مقید رکھنے کے مقام میں علم فقہ میں تو تمہارا کیا گمان ہے فقہ کے سوا دوسرے فنون میں۔

انبانا مفتی الحرم عن ابن عمر عن الزبیدی عن یوسف المزجاجی عن ابیه محمد بن علاء الدین عن حسن العجیمی عن العلامة خیرالدین الرملی عن ابی عبدالله محمد بن عبدالله الغزی التمرتاشی مصنف تنویر الابصار قال فی منح الغفار "ان العجب من اصحاب المتون

ہمیں خبر دی مفتی حرم نے، وہ روایت کرتے ہیں ابن عمر سے، وہ روایت کرتے ہیں زبیدی سے، وہ روایت کرتے ہیں یوسف مزجاجی سے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ محمد بن علاء الدین سے، وہ روایت کرتے ہیں حسن عجیمی سے، وہ روایت کرتے ہیں خیرالدین رملی سے، وہ روایت کرتے ہیں ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی مصنف تنویر الابصار سے، انھوں نے منح الغفار میں فرمایا اصحابِ متون سے تعجب ہے اس لئے کہ وہ اپنے

www.alahazratnetwork.org

فانهم یترکون فی متونهم قیودا لابد منها وهی موضوعة لنقل المذهب فیظن من یقف علی مسائله الاطلاق فیجری الحکم علی اطلاقه وهو مقید فیرتکب الخطاء فی کثیر من الاحکام فی الافتاء والقضاء[1] انتہی۔

متون میں ضروری قیدیں چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ یہ متون نقل مذہب کے لئے وضع کئے گئے ہیں کہ جو متن کے مسائل سے واقف ہوتا ہے وہ حکم کو مطلق گمان کرتا ہے تو اس حکم کو اس کے اطلاق پر جاری کرتا ہے حالانکہ وہ مقید ہوتا ہے تو وہ خطا کر جاتا ہے فتوٰی اور قضا کے دوران بہت سارے احکام میں۔ انتہی

انبأنا السراج بالسند المذکور الی العلامة الغزی عن العلامة زین بن نجیم المصری قال فی البحر الرائق قصدهم بذلک ان لایدعی علمهم الامن زاحمهم علیه بالرکب ولیعلم انه لایحصل الا بکثرة المراجعة وتتبع عباراتهم والاخذ عن الاشیاخ[2] انتہی۔

ہمیں خبر دی سراج نے علامہ غزی تک اسی سند مذکور سے، انھوں نے روایت کیا علامہ زین ابن نجیم مصری سے، انھوں نے بحر الرائق میں فرمایا کہ اس طریقے سے ان کا قصد یہ ہے کہ ان کے علم کا دعوٰی وہی کرے جو زانوؤں سے ان کا مزاحم ہو اور تاکہ معلوم ہو کہ یہ علم کثرتِ مراجعت اور فقہاء کی عبارات کی تلاش اور مشائخ فن سے حاصل کئے بغیر حاصل نہیں ہوتا، انتہی۔

اقول وقد واللّٰہ رأینا تصدیق هذا فی کثیر من ابناء الزمان ممن تصدر بالدعوی وتصدی للفتوی وماعنده مایردع عن الطغوی فمنهم من افتی بتوریث المنکوحة بالنکاح الفاسد واخر ببطلان تزویج الام الصغیرة من دون حضرة العم

اقول (میں کہتا ہوں) اور بے شک بخدا میں نے اس کی تصدیق آج کل کے ان لوگوں میں دیکھی جو زبانی دعوٰی سے خود صدر بن بیٹھے اور فتوٰی دینے کے درپے ہوئے حالانکہ ان کے پاس وہ علم نہیں جو انھیں حد سے گزر جانے سے باز رکھے ان میں کچھ وہ ہیں جنھوں نے نکاحِ فاسد سے بیاہی گئی عورت کے وارث ہونے کا فتوٰی دیا تو ان میں سے کسی دوسرے نے یہ فتوٰی دیا کہ چچا کی

---

[1] ردالمحتار کتاب الجہاد فصل فی کیفیة القسمة داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۳۵

[2] ردالمحتار بحوالہ البحر الرائق کتاب الصلوٰة باب صفة الصلوٰة " " " ۱/ ۳۰۳

www.alahazratnetwork.org

مع انہ متوقف لا باطل، وآخر باعطاء المسمّٰی من نکحت فی عدۃ اختہا۔ وآخر بتحریم بیع ھذہ القراطیس الافرنجیۃ المقدرۃ بقدر معلوم من الدراھم بما یزید علٰی ھذا المقدار او ینقص ظنا منہ انہ ربٰو مع عدم الاتحاد جنسا ولا قدرا، وآخر بتجویز اخذ الربٰو من کفار الہند زعما منہ انہا دار الحرب مع عدم الانقطاع عن دار الاسلام من کل جانب وشیوع بعض الشعائر الاسلامیۃ قطعا، وآخر بحل ما قطع من حیوان حی اخذا من قول الہدایۃ وما ابین من الحی "وان کان میتا فمیتتہ حلال"[1] حتی انتہت ریاسۃ الفتوٰی وانتمت السیادۃ الکبرٰی الٰی من اباح بنت الاخ رضاعا، وتقدمہ مجتہد اٰخر فجوز نکاح العمۃ النسبیۃ فالی اللہ المشتکٰی من فساد الزمان ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم وسیعلم ھذا من جرب

غیر موجودگی میں ماں کو صغیرہ (نابالغہ) کا عقد کردینا باطل ہے حالانکہ یہ متوقف ہے نہ کہ باطل ہے، اور کسی دوسرے نے فتوٰی دیا کہ اس عورت کو جو اپنی بہن کی عدت میں شادی کرے مہر مسمّٰی دیا جائے گا، اور دوسرے نے ان افرنگی کاغذوں کو جن پر روپوں کی ایک معین مقدار سے زائد یا کم پر بیچنے کو حرام ہونے کا فتوٰی دیا اپنی طرف سے اس گمان کی بنا پر کہ یہ تبادلہ سود ہے حالانکہ نہ جنس میں اتحاد ہے نہ مقدار میں۔ اور ایک اور نے فتوٰی دیا کہ ہندی کافروں سے سُود لینا جائز ہے اس زعم پر کہ ہندوستان دارالحرب ہے، حالانکہ یہ ملک دارالاسلام ہے ہر جانب سے کٹا ہوا نہیں اور بعض اسلامی شعار یقیناً جاری ہیں۔ اور ایک نے فتوٰی دیا کہ زندہ جانور کا جو عضو کاٹ لیا جائے حلال ہے، ہدایہ کی اس عبارت سے "اور اگر مردہ ہو تو اس کا مردار حلال ہے" اس مسئلہ کو اخذ کیا یہاں تک کہ ریاست اسی فتوٰی تک پہنچی اور سیادتِ کبرٰی اس سے منسوب ہوئی جس نے رضاعی بھائی کی لڑکی سے نکاح حلال ٹھہرایا۔ اور ایک دوسرا مجتہد اس سے آگے بڑھا تو اس نے حقیقی پھوپھی کا نکاح جائز ٹھہرادیا تو فسادِ زمانہ کی شکایت اللہ ہی سے ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، تو عنقریب اس کو وہ جان لے گا جو میرے جیسے تجربہ کرے گا

---

[1] الہدایۃ کتاب الذبائح فصل فیما یحل اکلہ ومالا یحل مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۴۴۱

www.alahazratnetwork.org

مثل تجربتی، اسأل الله تطہیر جنانی و تقویم لسانی وتسدید بنانی فبہ اعتصامی وعلیہ تکلانی، اٰمین!

اللہ سے میں اپنے قلب کی پاکی اور زبان کی درستگی اور ہاتھ کی صلاح طلب کرتا ہوں تو اسی سے میری حفاظت ہے اور اسی پر میرا بھروسا ہے۔ یا الٰہی! قبول فرما۔

تسجیل: ولعلك تقول لقد کشفت النقاب ورفعت الحجاب فبین لی ما النکتۃ فی تقدیم الخبر وانما حقہ ان یؤخر، قلت نعم فیہ نکت بدیعۃ منہا ان المحکوم بہ لما کان خفیا والمحکوم علیہ مدرکا جلیا اشبہ الاول بالمعرف والاخر بالتعریف فاستحسن تقدیمہ لیکون الاخیر کالتعریف لہ، ومنہا تشویق السامع لان النفوس متطلعۃ الی علم ما لا تعلم فاذا سمعت بما ھو خفی لدیہا ورجت ان یذکر بعدہ ما یظہرہ علیہا توجہت للاستماع وتفرغت للاطلاع فکان الکلام اوقع وامکن والنفس الیہ امیل واسکن، ومنہا ان الاعمال لا تقصد فی الشرع لذواتہا بل لما یترتب علیہا

تسجیل: اور شاید تم کہو بیشک تم نے نقاب اٹھا دیا اور حجاب کو دُور کر دیا تو مجھے بیان کرو کہ خبر کو مقدم کرنے میں کیا نکتہ ہے حالانکہ اس کا حق یہ ہے کہ اس کو موخر رکھا جائے۔ میں کہوں گا ہاں اس میں بدیع نکتے ہیں ان میں سے ایک یہ کہ محکوم بہ (خبر) جبکہ پوشیدہ ہو اور محکوم علیہ (مبتدا) ادراک میں ظاہر ہو تو پہلا (خبر) معرَّف کے مشابہ ہوگا اور دوسرا (مبتدا) تعریف کے مشابہ ہوگا لہذا اس کو مقدم کرنا مستحسن ہے تاکہ لفظ اخیر اس کیلئے تعریف کے مانند ہو جائے اور انھیں نکتوں میں سے سُننے والوں کو شوق دلانا ہے اس لئے کہ نفوس انجانی بات کو جاننے کے لئے جھکتے ہیں تو جب کسی ایسی چیز کو سنیں گے جو ان کے نزدیک پوشیدہ ہے اور امید رکھیں گے کہ اس کے بعد وہ ذکر کیا جائے جو ان پر ظاہر ہے۔ تو سننے کے لئے متوجہ ہوں گے اور جاننے کے لئے فارغ ہونگے تو اس صورت میں کلام زیادہ دلنشیں اور راسخ ہوگا اور نفس کو اس کی طرف زیادہ میلان اور سکون ہوگا اور ان میں سے یہ ہے کہ شریعت میں اعمال اپنی ذات کے لئے مقصود نہیں ہوتے

www.alahazratnetwork.org

من ثم اتیها فضلا من المولی سبحنه وتعالیٰ فکانت الثمرات هی المقاصد وحق المقاصد ان تقدم الی غیر ذلك مما لا یخفی علی اولی الالباب وفیما ذکرنا ما یغنی عن الاطناب والحمد لله رب العلمین هذا کله مما جادنی الملك الجواد تبارك وتعالیٰ فقد بان لك صدقی فی قولی ان هذا الزاعم لاخبرة له بمناهج الکلام فی النصوص ولا باسباب النزول فی هذا الخصوص ولا بالتفسیر المرفوع الی الجناب الرفیع ولا بتصریح القادة فی کلامهم البدیع ولا بشیئ مما خلا والحمد لله جل وعلا۔

من وجوه الجواب عن هذا الارتیاب اقول بتوفیق الوهاب لئن جئنا علی المماکسة والاستقصاء لما ترکناکم ان تزعموا ان الآیة لا تقتضی باکرمیة الاتقی وان سلمنا الموضوع

بلکہ ان ثمرات کے لئے مقصود ہوتے ہیں جو ان پر مرتب ہوتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل سے لہذا وہ ثمرات ہی مقاصد ہیں اور مقاصد کا حق یہ ہے کہ ان کو مقدم کیا جائے، اس کے علاوہ اس میں اور بھی نکتے ہیں جو عقل والوں پر پوشیدہ نہیں اور جو ہم نے ذکر کیا ان میں تطویل سے بے نیازی ہے، یہ سب ان عنایتوں سے ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے عطا کی، اب تمھیں میری سچائی ظاہر ہوگئی میری اس بات میں کہ اس زعم والے شخص کو نصوص میں کلام کے طریقوں کی خبر نہیں نہ ان نصوص میں اسباب نزول کو جانتا ہے اور نہ جناب رفیع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی تفسیر مرفوع سے خبر ہے اور نہ رہنمایانِ شریعت کی ان کے کلام بلیغ میں تصریحات کی واقفیت ہے اور نہ ان چیزوں سے جن کا ذکر گزرا اس کے پاس کچھ نہیں، والحمد للہ جل وعلا۔

اس شبہہ کے جواب میں دوسری وجہ، میں اللہ وہاب کی توفیق سے کہتا ہوں اگر ہم اس بحث کا دائرہ بند کرنے پر اور حد تک پہنچانے پر آجائیں تو ہم تم کو نہ چھوڑیں کہ تم یہ کہو کہ آیت اتقی کی فضیلت کا تقاضا نہیں کرتی اگرچہ ہم یہ تسلیم بھی کرلیں کہ آیت میں اکرم ہی

www.alahazratnetwork.org

هو الاکرم و ذلك لان اتقٰکم و اکرمکم لا یصدقان بل لا یصلحان لان یصدقا الا علی واحد ولا یجوز تعددهما بمعنی الصدق مرة علی هذا واخری علی ذاك فاذا ثبت اتحادهما فی الوجود کما هو مقتضی الحمل وجب التعاکس اذ لما اتحد مصداقهما وقد علمنا بطلان التعدد کانا کعلمین لجزئی واحد لك ان تجعل ایهما شئت مرآة لملاحظة وایهما شئت محمولاً علیه و له نظائر جمة تقول افضل الانبیاء اولهم خلقاً و اکرم الرسل اٰخرهم بعثاً و احسن الجنٰت اقربها الی العرش، و اعظم شجرة فی الجنة طوبٰی، ومنتهی جبریل سدرة المنتہٰی، و افضل الصلوات الصلٰوة الوسطی، و ابوك ابوه، و امك امه، و اول من دخل اٰخر من خرج، و اقل الاعداد اول الاعداد، والشمس النیر الاعظم، و اعلی

موضوع ہے یہ اس وجہ سے کہ اتقاکم اور اکرمکم صادق نہیں آتے بلکہ ان میں صلاحیت ہی نہیں اس کی کہ وہ ایک ذات واحد پر صادق آئیں تو ان دونوں کا تعدد جائز نہیں بایں معنی کہ کبھی اس پر صادق ہوں اور کبھی اس پر صادق ہوں، کہ جب ان کا وجود میں اتحاد ثابت ہوگیا تو دونوں کا باہم عکس ضروری ہوا اس لئے کہ جب دونوں کا مصداق ایک ہے اور ہم نے تعدد کا باطل ہونا جان لیا تو یہ دونوں ایک ذات واحد کے دو علم کی مثال ہوئے تمھیں اختیار ہے کہ جن کو چاہو ذات کے لئے مرآۃ ملاحظہ بناؤ اور جن کو چاہو محمول علیہ بناؤ اور اس کی بہت ساری مثالیں ہیں، تم کہتے ہو سب نبیوں سے افضل وہ ہیں جو سب سے پہلے مخلوق ہوئے اور سب رسولوں سے اکرم وہ ہیں جو سب کے بعد مبعوث ہوئے اور سب جنتوں سے بہتر وہ جنت ہے جو سب سے زیادہ عرش سے قریب ہے۔ اور جنت میں سب سے بڑا پیڑ طوبٰی ہے، اور جبریل کا منتہٰی سدرۃ المنتہٰی ہے۔ اور سب نمازوں سے بہتر بیچ کی نماز (عصر) ہے اور تمھارا باپ اس کا باپ ہے اور تمھاری ماں اس کی ماں ہے۔ اور سب سے پہلے داخل ہونے والا سب کے بعد نکلنے والا ہے، اور عدد میں سب سے کمتر پہلا عدد ہے۔ اور سورج نیرِ اعظم ہے

www.alahazratnetwork.org

الافلاك اکبرھا حجما، واخص الکلیات اقلھا افرادًا وفلک جوزہر ھو فلک القمر وسیارۃ لاتدور لھا ذکاء والمتحیرۃ السوداء زحل، والخانس الکانس الاحمر مریخ الٰی غیر ذلک مما لایعد ولایحصی ومحال ان تبدع مثالا یحمل فیہ افعل مضافا علٰی افعل مضافا الٰی اضیف الیہ الاول مع جریانھما علی معناھما الحقیقی ثم لایصح العکس۔ فاذا صدقت القضیۃ بالنظر الی الواقع کفانا ھذا الانتظام القیاس واستنتاج المدعی، والسر فی ذلک ان الموجبات انما تنعکس الی مالایصلح لکبرویۃ الاول لجواز عموم المحمول واذا کان ھناک مفھومان لیس لکل منھما الامصداق واحد بحسب ظرف الخارج اوالذھن ایضًا بطل عمومھما بحسب ذلک الظرف (فلایجوز ان یکون احدھما اعم من الاٰخر بمعنی شمولہ لہ ولغیرہ فی ذلک الظرف) فلم یبق باعتبارہ الا التساوی) او التباین ولا ثالث لھما فان صدقت الحملیۃ القائلۃ ان ھذا ذلک

اور سب سے اونچا فلک حجم میں سب سے بڑا ہے اور خاص تر کلی سب سے کم افراد والی ہے اور فلک جوزہر فلک قمر ہے۔ اور وہ سیارہ جس میں گولائی نہیں وہ سورج ہے اور سیارہ سیاہ متحیرہ زحل ہے اور سیدھے چل کر اُلٹے پھرنے والا اور غائب ہوجانے والا سرخ سیارہ مریخ ہے۔ اس کے علاوہ بہت ساری مثالیں جن کی گنتی اور شمار نہیں، اور محال ہے کہ تم ایسی مثال ظاہر کرو جس میں افعل التفضیل مضاف ہوکر دوسرے افعل التفضیل پر محمول ہو درانحالیکہ وہ اس کی طرف مضاف ہو جس کی طرف پہلا مضاف ہوا ہے اور اسی کے ساتھ دونوں اپنے معنی حقیقی پر جاری ہوں پھر ان دونوں کا عکس صحیح نہیں۔ تو جب قضیہ نظر بنفس الامر صادق ہے تو ہمیں نظم قیاس اور مدعا کا نتیجہ حاصل کرنے کے لئے یہی کافی ہے اور اس میں راز یہ ہے کہ موجبہ قضیے کا عکس وہ آتا ہے جو شکل اول کے کبرٰی بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس لئے کہ محمول کے عموم کا احتمال ہے اور جبکہ دو مفہوم وہاں ایسے ہوں کہ جن میں سے ہر ایک کے مصداق کا اعتبار اس کے محل خارجی کے اعتبار سے ایک ہو یا ذہن میں بھی متحد ہو تو ان دونوں کے مفہوم کا عموم باعتبار اس محل کے باطل ہے تو اس کے اعتبار سے نہ رہی مگر تساوی یا تباین اور ان دونوں کا ثالث نہیں تو اگر قضیہ حملیہ جس میں یہ دعوٰی ہو کہ بیشک یہ شخص وہی ہے تو ضروری ہے کہ قضیہ

www.alahazratnetwork.org

وجب صدق القائلة ان ذاك هذا
والا لجاز السلب فيتباينان فتبطل الاولى
هف فاذا بلغنا مثلا عن رجل
قولان احدهما قوله لعمرو زيد
ابوك والاٰخر قوله ابی ابوك
امكن لنا ان نعمل من
قوليه شكلا ينتج ان زيدا
ابی لانه اذا صدق قوله ابی
ابوك لزم صدق ابوك
ابی والا لتعدد ابواهما
فبطل الاول واذا صدقت
هذه انتظم الشكل بان
زيدا ابوك وابوك ابی
فزيد ابی، وافعل
التفضيل مضافا الی جماعة
اذا كان باقيا علی معناه
الحقيقی المتبادر منه شانه
هذا اذ لا يكون الفرد الاكمل
من جماعة الا واحدا
ولن يصدقن ابدا
قضيتان قائلتان بان
هذا اكملهم وذلك اكملهم
معا وهذا ظاهر جدا
بل شان هذا انور من
شان الشمس واخواتها فان العقل

حملیہ صادق آئے کہ وہ شخص یہی ہے ورنہ اس کا
سلب جائز ہوگا تو آپس میں دونوں متباین ہونگے
تو پہلا قضیہ باطل ہوجائیگا اور یہ خلاف مفروض
ہے لہذا اگر ہمیں ایک شخص سے دو باتیں پہنچیں
ان میں سے ایک اس کا قول عمرو سے مخاطب ہوکر
کہ زید تیرا باپ ہے اور دوسرا اس کا قول کہ
میرا باپ تیرا باپ ہے تو ہمیں ممکن ہے کہ ہم اسکے
دونوں قول سے ایک شکل بنائیں تو یہ نتیجہ دیں کہ
زید میرا باپ ہے اس لئے کہ جب اس کا یہ قول
کہ میرا باپ تیرا باپ ہے صادق ہے تو لازم ہے
کہ یہ قول صادق ہو کہ تیرا باپ میرا باپ ہے ورنہ
ان دونوں کے باپ متعدد ہوں گے تو پہلا قول
باطل ہوجائے گا اور جب یہ قضیہ صادق ہے تو
شکل اسی طور پر بنے گی کہ زید تیرا باپ ہے اور تیرا
باپ میرا باپ ہے، نتیجہ یہ ہوگا کہ زید میرا باپ ہے۔
اور افعل التفضیل جو ایک جماعت کی طرف
مضاف ہو جب وہ اپنے اس معنی حقیقی پر
باقی ہو جو اس سے متبادر ہوتے ہیں تو اس کی
شان یہی ہوتی ہے اس لئے کہ کسی جماعت سے
فرد اکمل ایک ہوگا اور ہرگز کبھی ایسے دو قضیے
صادق نہ آئیں گے جو یہ دعوی کرتے ہوں کہ یہ
شخص ساری جماعت سے اکمل ہے اور وہ شخص
ساری جماعت سے افضل ہے، اور یہ سب
ظاہر ہے بلکہ اس کا معاملہ سورج اور اس کے
امثال کے ظہور سے روشن تر ہے اس لئے کہ عقل

www.alahazratnetwork.org

يجوز صدقها على افراد كثيرة ثبيرة واذا وجد لها فى الخارج فرد لم يستبعد وجود اٰخر بخلاف افعلهم فانما يقبل الاشتراك علٰى سبيل البدلية واذا صدق فى الخارج على فرد احال العقل صدقه على اٰخر منحازًا عنه كذا اسماء الاشارة سواء بسواء فصدق العكس ههنا ابين واجلى، واما قول اهل الميزان لا تنعكس الموجبة الاجزئية معناه ان كلما جعلت موضوع موجبة كلية محمولًا ومحمولها موضوعًا واتيت بسور الكلية كانت القضية كاذبة فان الواقع يكذبه بل المعنى عدم الاطراد، وهم لا اقتصر نظرهم على الكليات لا يعتدون الا بالمطرد المضبوط الذى لا يتخلف فى مادة من المواد، وعدم الاطراد لا يستلزم اطراد العدم، ولا اقول انه عكس منطقى، ولا انها تلزم القضية لزومًا عامًا لكنها تلزم فى امثال المقام لا شك، فتصدق القضية بالنظر الى الواقع

شمس وغیرہ کے مفہومات کا صادق آنا بہت سارے افراد پر جائز جانتی ہے اور جب ان مفہومات کا خارج میں کوئی فرد پایا جائے تو عقل دوسرے فرد کے وجود کو بعید نہیں جانتی بخلاف اُفْعَلُہُمْ کہ یہ تو اشتراک کو بر سبیل بدلیت قبول کرتا ہے اور جب خارج میں کسی فرد پر اس کا مصداق پایا جائے تو عقل محال جانتی ہے کہ افعل التفضیل کا مصداق دوسرے پر صادق آئے جو اس سے منفرد ہو اس کا معاملہ اسمائے اشارہ کے مانند برابر برابر ہے تو یہاں پر عکس کا صادق ہونا روشن تر اور ظاہر تر ہے۔ رہا منطق والوں کا یہ قول کہ موجبہ کا عکس نہیں ہوتا مگر جزئیہ اس کا معنٰی یہ ہے کہ جب کبھی تم موجبہ کلیہ کے موضوع کو محمول بناؤ اور اس کے محمول کو موضوع بناؤ اور اس پر کلیہ کا سور لاؤ تو قضیہ کاذب ہوگا اس لئے کہ واقعہ اس بات کو جھٹلاتا ہے بلکہ معنٰی یہ ہے کہ یہ مطرد نہیں، اور منطقیوں کی نظر چونکہ کلیات تک محدود ہوتی ہے تو وہ اعتبار نہیں کرتے مگر اس مفہوم کا جو مطرد و منضبط ہو مواد میں سے کسی مادہ میں جس کا حکم متخلف ہو اور عدمِ اطراد اطرادِ عدم کو مستلزم نہیں ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ یہ عکس منطقی ہے نہ یہ دعوٰی کرتا ہوں کہ یہ قضیہ کو عام طور پر لازم ہے لیکن اس مقام کے امثال میں بلاشبہ عکس لازم ہوتا ہے تو قضیہ منعکسہ واقعہ پر نظر کرتے ہوئے

www.alahazratnetwork.org

سمّاها المیزانیون عکسا اولا وھذا
القدر یکفی لانتظام الشکل فان
صادقتین مستجمعتین للشرائط
لا تنتجان الا صادقۃ و لا یلزم اثبات
الصدق علی انھا عکس منطقی
لقضیۃ صادقۃ وانکار ھذا من
اخزی المکابرات ۔ ثم ھذا العکس
لم یرشدنا الیہ الا الاٰیۃ الکریمۃ
اذھی التی دلتنا علی اتحادھما فی
الوجود فاذا کان ھذان مفھومین
لا تعدد لمصداق شیئ منھما کان
ارشادًا الی التعاکس قطعًا، کما اذا
سمعت رجلًا یقول ابی زید
جاز لك ان تقول کان الرجل
یقول زید ابی لان زیدا
لا یتعدد وابو الرجل لا یتعدد
فاذا کان ابوہ زیدا کان زید
اباہ کذا ھذا من دون شك
ولا اشتباہ والحمد للّٰہ علی نعمائہ
وعلیك بتسکین الھواجس
یا فلسفیاہ ۔

الثالث من وجوہ الجواب
اقول وربی ھادی الصواب
اخترنا عن ھذا کلہ و سلمنا
ان مفاد الاٰیۃ الاولٰی قولنا

صادق ہے اہلِ منطق نے اس کا نام عکسِ اول رکھا
ہے اور اتنی مقدار انتظامِ شکل کے لئے کافی ہے
اس لئے کہ دو قضایا صادقہ جو شرائط کے جامع ہوں
ایک قضیہ صادق ہی کا نتیجہ دیں گے اور صدق کا
ثابت کرنا اس پر موقوف نہیں کہ وہ قضیہ صادقہ
عکسِ منطقی ہو اور اس کا انکار نہایت بے شرمی
کے مکابرات میں سے ہے۔ پھر اس عکس کی طرف
آیت کریمہ نے ہی رہنمائی کی اس لئے
کہ اسی نے ہم کو یہ دکھایا کہ دونوں قضیے وجود
میں متحد ہیں تو جب یہ حال ایسے دو مفہوموں میں
ہے کہ ان میں سے کسی شَے کا مصداق متعدد نہیں
تو یہ یقینًا دونوں قضیے کے باہم منعکس ہونے کی
طرف رہنمائی ہے جیسے کہ تم جب کسی شخص کو کہتے
سنو کہ میرا باپ زید ہے تو تمہیں جائز ہے کہ تم
کہو گویا کہ یہ شخص یوں کہہ رہا ہے کہ زید میرا باپ ہے
اس لئے کہ زید متعدد نہیں اور اس شخص کا باپ متعدد نہیں تو جب
اس کا باپ زید ہوا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زید اس
شخص کا باپ ہے، اسی طور پر بلاشک وشبہہ
یہ آیت ہے اور اللہ کے لئے اس کی نعمتوں
پر حمد، اور اے فلسفی! تجھے لازم ہے کہ وساوس
کو ساکن رکھ۔

وجوہِ جواب میں سے تیسری وجہ، میں
کہتا ہوں اور میرا رب راہِ صواب دکھانے
والا ہے ہم نے اس سب کو اختیار کیا اور
مان لیا۔ آیت اولٰی کا مفاد ہمارا یہ قول ہے کہ

www.alahazratnetwork.org

کل اکرم اتقٰی وینعکس بعکس النقیض الٰی قولنا "من لیس باتقٰی لیس باکرم" وقد اثبتنا فیما اسلفنا عرش التحقیق علٰی ان المراد بالاتقٰی فی الاٰیۃ الثانیۃ اعنی قولہ تعالٰی "وسیجنبہا الاتقٰی"[1] اتقی الصحابۃ جمیعًا فوجب ان لایکون احد من الصحابۃ اتقٰی منہ ولا مساویًا لہ فی التقوٰی اذا ثبت ھذا فنقول کل صحابی فھو لیس باتقٰی من ابی بکر ومن لیس باتقٰی منہ لیس باکرم منہ۔ انتج ان کل صحابی فھولیس باکرم من ابی بکر وصغرٰی القیاس معدولۃ کما لوحنا الیہ بتقدیم اداۃ الربط علٰی حرف السلب، ولك ان تجعلھا موجبۃ سالبۃ المحمول اعنی علٰی قول قوم من المتاخرین ویرشدك الٰی ما یزیح وھمك جعل السلب فی الکبرٰی مرآۃ لملاحظۃ افراد الاوسط، وان شئت لم تعکس الاٰیۃ الاولٰی ایضا وتسجت الشکل

کل اکرم اتقٰی (یعنی ہر اکرم سب سے بڑا متقی ہے) اور اس کا عکس نقیض ہمارا یہ قول ہے کہ من لیس باتقٰی لیس باکرم (جو اتقٰی سب سے بڑا متقی نہیں ہے وہ اکرم نہیں ہے) اور ہم نے ان کلمات میں جو ہم پہلے کہہ چکے عرشِ تحقیق کو ثابت کر دیا کہ مراد اتقٰی سے آیت ثانیہ یعنی اللہ تبارک وتعالٰی کے قول وسیجنبہا الاتقٰی میں تمام صحابہ سے زیادہ متقی شخص مراد ہے تو ضروری ہے کہ صحابہ میں کوئی اس سے بڑھ کر متقی نہ ہو اور تقوٰی میں اس کے کوئی مساوی ہو، جب ثابت ہوگیا تو ہم کہتے ہیں کہ ہر صحابی ابوبکر سے بڑھ کر متقی نہیں اور جو ان سے بڑھ کر متقی نہیں وہ کرامت میں ان سے بڑھ کر نہیں۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر صحابی ابوبکر سے زیادہ عزت والا نہیں اور اس قیاس کا صغرٰی معدولہ ہے جیسا کہ ہم نے اس کی طرف اداتِ ربط کو حرفِ سلب پر مقدم کرکے اشارہ کیا اور تمھیں اختیار ہے کہ تم اس قضیہ کو موجبہ سالبۃ المحمول بناؤ یعنی متاخرین میں سے ایک قوم کے قول پر اور تمھاری رہنمائی اس بات کی طرف جو تمھارے وہم کو دور کرنے سلب کو کبرٰی میں افراد اوسط کے لئے مرآۃِ ملاحظہ بنانے سے ہوگی اور اگر تم چاہو تو آیتِ اولٰی کا عکس نہ کرو اور شکل کو آیتِ ثانیہ کے طرز پر

[1] القرآن الکریم ۹۲/ ۱۷

www.alahazratnetwork.org

على منوال الثاني بان تقول لا شئ من الصحابة اكرم من ابي بكر وكل اكرم من ابي بكر اتقى منه انتج ان لا شئ من الصحابة اكرم من ابي بكر ولعلك ان تقرره قياسا استثنائيا برفع المقدم لرفع التالي فتقول لو كان احد من الامة اكرم من الصديق لكان اتقى منه لان كل اكرم اتقى لكنهم ليسوا باتقى منه للاٰية الثانية فليسوا باكرم منه وفيه المقصود۔

تنبيه: سيقول السفهاء من الناس ما ولّكم عن دعواكم التي كنتم عليها فان الثابت على هذه التقارير الثلثة الاخيرة انما هو نفي اكرم من الصديق وهو لا يستلزم اكرميته رضي الله تعالٰى عنه اذ يحتمل التساوي۔

اقول اوقد قالوا فلئن قالوا فلقد زاغوا۔

اما **اولاً** فنصوص الشرع ومحاورات البلغاء طافحة بسوق الكلام الى غرض التفضيل على الاطلاق على هذا المساق يقولون ليس احد افضل من فلان ويريدون انه افضل الكل وذلك لان التساوي

منتظم کرو بایں طور کہ تم کہو کوئی صحابی ابوبکر سے بڑھ کر عزت والا نہیں اور شاید تم اس کو قیاس استثنائی کے طور پر مقرر رکھو جو مقدم کو ارتفاع تالی کی وجہ سے مرتفع کردے تو تم یوں کہو امت میں اگر کوئی صدیق سے بڑھ کر عزت والا ہوتا تو وہ ضرور صدیق سے بڑھ کر متقی ہوتا اس لئے کہ ہر اکرم اتقی ہے لیکن ساری امت صدیق سے بڑھ کر متقی نہیں بدلیل آیت ثانیہ، تو وہ صدیق سے بڑھ کر عزت والے نہیں اور اسی میں ہمارا مقصود ہے۔

تنبیہ: اب کہیں گے بیوقوف لوگ اس دعوی سے جس پر تم قائم تھے کس چیز نے تمہیں پھیر دیا اس لئے کہ ان تین تقاریر اخیرہ پر جو ثابت ہوتا ہے وہ صدیق سے زیادہ عزت والے کی نفی ہے اور اس سے صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی (اولویت) سب پر لازم نہیں آتی اس لئے کہ تساوی کا احتمال ہے۔

اقول کیا ان بیوقوفوں نے یہ بات کہی اگر انھوں نے ایسا کہا تو بے شک وہ منحرف ہوگا،

اولاً نصوص شرع اور اہل بلاغت کے محاورے اس ڈھنگ سے بھرے ہیں کہ کلام کو علی الاطلاق فضیلت بتانے کی غرض سے اس طور پر لایا جاتا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ کوئی فلاں سے افضل نہیں ہے اور مراد لیتے ہیں کہ وہ سب سے افضل ہے اور یہ اس لئے کہ تساوی حقیقی عادتًا گویا

www.alahazratnetwork.org

الحقیق کالمحال عادۃ وعلیک بکلام شراح الحدیث۔

واما **ثانیًا** فلک ان تضم الیہ اجماع الامۃ علٰی وجود التفاضل والحق لا یخرج عن اقوالھم۔

واما **ثالثًا** ھو الظاھر ان المعلم ان العارف باسالیب الکلام یفھم من الاٰیۃ الاولٰی تسبب التقوٰی لایراث الکرامۃ وقصر حصولھا علی حصولہ وبہ صرحت الاحادیث الناشیۃ عن ارشاد الاٰیۃ اللاحظۃ الٰی ملحظ الکریمۃ۔

انبأنا سراج الحنفیۃ بالسند عن الشریف عن محمد بن ارکماش عن العلامۃ ابن حجر عسقلانی عن عبدالرحمٰن بن احمد بن المبارک الغزی عن احمد بن ابی طالب الحجار عن علی بن اسمٰعیل بن قریش عن الحافظ المنذری قال فی کتاب الترغیب والترھیب عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ان انسابکم ھذہ لیست بسباب علی احد وانما انتم ولد آدم طف الصاع لم تملؤوہ لیس لاحد فضل علی احد الا بالدین او

محال ہے اور تم شراحِ حدیث کے کلام کو لازم پکڑو۔

ثانیًا تمھیں یہ اختیار ہے کہ اس کے ساتھ وجودِ تفاضل پر امت کا اجماع ضم کرو اور حق اقوالِ اُمت سے باہر نہ ہوگا۔

ثالثًا اور وُہ جو ظاہر از معلم یہ کہ اسالیب کلام کا واقف آیت اولٰی سے سمجھتا ہے کہ تقوٰی عزت حاصل ہونے کا سبب ہے اور عزت کا حصول تقوٰی کے حصول پر منحصر ہے اسی کی تصریح ان احادیث نے کی جو ارشادِ آیت سے ناشی ہیں اور آیت کریمہ کے مطمح نظر کی طرف دیکھتی ہیں۔

ہمیں سراج الحنفیہ نے خبر دی اپنی سند سے وہ روایت کرتے ہیں شریف سے، وہ روایت کرتے ہیں محمد بن ارکماش سے، وہ روایت کرتے ہیں علامہ ابن حجر عسقلانی سے، وہ روایت کرتے ہیں عبدالرحمٰن ابن احمد ابن مبارک غزی سے، وہ روایت کرتے ہیں احمد بن ابی طالب حجار سے، وہ روایت کرتے ہیں علی ابن اسمٰعیل ابن قریش سے، وہ روایت کرتے ہیں حافظ منذری سے، اُنھوں نے فرمایا، کتاب الترغیب والترھیب میں کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارا یہ نسب کسی کیلئے گالی نہیں ہے تم تو آدم کی اولاد ہو پیمانہ کی طرح جو تم نے نہیں بھرا کسی کو کسی پر فضیلت نہیں مگر دین یا عمل صالح کے سبب۔ اس

www.alahazratnetwork.org

عمل صالح، رواہ احمد والبیھقی کلاھما من روایۃ ابن لھیعۃ۔ ولفظ البیھقی قال لیس لاحد علی احد فضل الا بالدین او عمل صالح حسب للرجل ان یکون بذیا بخیلا۔ وفی روایۃ لیس لاحد علی احد فضل الا بدین او تقوی وکفی بالرجل ان یکون بذیا فاحشا بخیلا، قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم طف الصاع بالاضافۃ ای قریب بعضکم من بعض[1]۔ اھ۔

حدیث کو روایت کیا احمد اور بیہقی دونوں نے ابن لہیعہ کی روایت سے، اور بیہقی کے لفظ یوں ہیں، کسی کو کسی پر فضیلت نہیں مگر دین یا عمل صالح سے، اور آدمی کے بُرا ہونے کے لئے کافی ہے کہ وہ بدزبان کنجوس ہو۔ اور ایک روایت میں ہے، کسی کو کسی پر فضیلت نہیں مگر دین یا تقوٰی سے، اور آدمی کے لئے کافی برائی ہے کہ وہ بدگو بے حیا کنجوس ہو۔ حدیث میں حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قول "طف الصاع" اضافت کے ساتھ کا معنٰی یہ ہے یعنی تم میں سے بعض بعض کے قریب ہے انتہی۔

قلت واخرجہ الطبرانی فی حدیث طویل من طریق ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما ولفظہ انما انتم من رجل و امرأۃ کجُمام الصاع لیس لاحد علی احد فضل الا بالتقوٰی[2] اھ۔ قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کجُمام الصاع جُمام بالضم ما یملأ والمعنی انکم متساوون فی القدر کحبات الصاع تکال فیعرف مقدارھا واستواءھا بمثلھا کیلا من

قلت (میں کہتا ہوں) اور طبرانی میں اس کی تخریج کی ایک حدیث طویل میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے طریق سے اور ان کے لفظ یہ ہیں، تم لوگ ایک مرد اور عورت سے ہو جُمام صاع کی طرح۔ کسی کو کسی پر فضیلت نہیں مگر تقوٰی سے انتہی۔ حدیث میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا قول جُمام صاع "جُمام" بضم جیم وہ چیز ہے جو پیمانہ میں بھری جاتی ہے، اور معنٰی یہ ہے کہ تم قدر میں ایک دوسرے سے برابر ہو پیمانہ کے حبّوں کی طرح جس کو پیمانہ میں بھرا جاتا ہے تو ان کی مقدار اور ان کے مثل کے ساتھ

---

[1] الترغیب والترھیب من احتقار المسلم وانہ لافضل لاحد الخ حدیث ۶۹ ۰ مصطفی البابی مصر ۳/ ۶۱۲

[2] الجامع لاحکام القرآن تحت الآیۃ ۴۹/ ۱۳ دار الکتاب العربی بیروت ۱۶/ ۸۲

www.alahazratnetwork.org

دون حاجة الى الوزن لتساويهما ثقلا واکتنازا۔ وبه قال المنذری عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لہ انظر فانک لست بخیر من احمر ولا اسود الا ان تفضلہ بتقوی، رواہ احمد ورواتہ ثقات مشہورون الا ان بکر بن عبداللہ المزنی لم یسمع من ابی ذر[1] اھ۔

ان کی برابری پیمانہ میں معلوم ہوتی ہے اور انھیں تولنے کی ضرورت نہیں ہوتی اس لئے کہ بوجھ اور موٹائی میں وہ برابر ہوتے ہیں۔ اور اسی مضمون کو منذری نے ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: "بے شک تم سیاہ فام سے اور سُرخ سے بہتر نہیں اور نہ سیاہ فام تم سے بہتر ہے مگر یہ کہ تم اس پر فضیلت پاؤ تقوٰی کی وجہ سے۔" اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا، اور اس کے راوی ثقہ معروف ہیں مگر یہ کہ بکر بن عبداللہ مزنی نے اس حدیث کو ابوذر سے نہیں سُنا۔ انتہی

قلت والمرسل مقبول عندنا وعند الجمہور۔ وبہ قال عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی اوسط ایام التشریق خطبۃ الوداع فقال یا ایہا الناس ان ربکم واحد وان اباکم واحد، الا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود ولا لاسود علی احمر الا بالتقوی ان اکرمکم عند اللہ اتقکم الاھل

قلت (میں کہتا ہوں) اور مرسل ہمارے نزدیک اور جمہور کے نزدیک مقبول ہے۔ اور اسی مضمون کی روایت کی جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انھوں نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایام تشریق کے درمیانی دن میں خطبۃ الوداع دیا کہ فرمایا: اے لوگو! بے شک تمھارا رب ایک ہے اور بیشک تمھارا باپ ایک ہے۔ سنتے ہو عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں اور نہ عجمی کو عربی پر اور نہ سرخ کو کالے پر اور نہ کالے کو سرخ پر فضیلت ہے مگر تقوٰی سے، بیشک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے،

---

[1] الترغیب والترہیب من احتقار المسلم وانہ لا فضل لاحد الخ حدیث ۸ مصطفی البابی مصر ۳/ ۶۱۲

www.alahazratnetwork.org

بلغت؟ قالوا بلٰی یارسول اللہ، قال فلیبلغ الشاھد الغیب، ثم ذکر الحدیث فی تحریم الدماء والاموال والاعراض رواہ البیھقی وقال فی اسنادہ بعض من یجھل انتہی[1]

قلت ولا یضرنا فی الشواھد واخرج الطبرانی فی الکبیر عن حبیب بن خراش رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم المسلمون اخوۃ لافضل لاحد علی احد الا بالتقوٰی[2]، وبالجملۃ فالاحادیث کثیرۃ فی ھذا المعنی ثم ان الکرامۃ والتقوی کلاھما مقولان بالتشکیک فکلما زادت زادت وکلما نقص نقصت والمتساویان فیہ یتساویان فیھا کالعصیان[عہ] سبب للھوان فیزداد بزیادتہ وینتقص بانتقاصہ وھکذا فاذا ثبت ھذا کان معنی قولنا کل اکرم اتقی منحلا الی ثلث قضایا احدیھا ھذہ والثانیۃ کل ناقص فی الکرم عن غیرہ ناقص عنہ فی التقوٰی

سنتے ہو کیا میں نے رب کا پیغام پہنچا دیا؟ صحابہ نے عرض کی کیوں نہیں یارسول اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)، فرمایا اب جو حاضر ہیں وہ غائبین کو پہنچا دیں۔ پھر حدیث ذکر کی جو لوگوں کے خون، مال اور آبرو کی حرمت میں ارشاد ہوئی۔ اسے بیہقی نے روایت کیا اور کہا اس کی سند میں بعض مجہول ہیں۔

قلت (میں کہتا ہوں) شواہد میں ہم کو راوی کی جہالت مضر نہیں۔ طبرانی نے معجم کبیر میں حبیب بن خراش رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں کسی کو کسی پر فضیلت نہیں مگر تقوٰی سے۔ بالجملہ اس معنی کی حدیثیں بکثرت وارد ہیں مگر کرامت اور تقوٰی دونوں تشکیک کے ساتھ بولے جاتے ہیں تو جب تقوٰی زیادہ ہوگا کرامت زیادہ ہوگی اور جب تقوٰی کم ہوگا کرامت کم ہوگی، اور تقوٰی میں متساوی کرامت میں متساوی ہوں گے جیسے کہ عصیان سبب ذلت کا، تو ذلت عصیان کی زیادتی سے زیادہ اور اس کی کمی سے کم ہوتی ہے اور یونہی جب یہ بات ثابت ہے تو ہمارے قول "کل اکرم اتقی" کے معنی کی تحلیل تین قضیوں کی طرف ہوگی ان کا ایک تو یہی ہے اور دوسرا

عہ ای فی اصل قضیۃ المجازاۃ اما تدارک الرحمۃ ففضل الٰہی یختص بہ من یشاء کما اسلفنا تحقیقہ ۱۲ منہ غفرلہ۔

یعنی اصل مقتضائے مجازات میں رہا تدارک رحمت تو یہ فضلِ الٰہی ہے اللہ تبارک وتعالٰی جسے چاہے اس کے ساتھ مخصوص فرماتا ہے، جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق گزشتہ میں کی ۱۲ منہ غفرلہ

---

[1] الترغیب والترہیب من احتقار المسلم وانہ لا فضل لاحد الخ حدیث ۹ مصطفی البابی مصر ۳/ ۶۱۲ تا ۶۱۳

[2] المعجم الکبیر حدیث ۳۵۴۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۴/ ۲۵

www.alahazratnetwork.org

والثالث کل متساویین فیھما متساویان فیه والآیة الثانیة ایضا تنحل الی ثلث مقدمات "ابوبکر اتقی الکل" وھو المنطوق ولا یزید علیه احد فی التقوی ولا یساویه احد فیه وعند ھذا یسھل علیك دفع الاشکال ونظم الاشکال لقطع الاحتمال والحمد لله المھیمن المتعال ھذا ما الھمنا المولی تبارك وتعالی بمنیع فضله ورفیع کرمه ومنحنا من عظام آلائه وحسان نعمه فی تقریر دلیل اھل السنة والجماعة ودفع شبھات (اھل) البطالة والخلاعة وارجوا ان تکون عامة ما فی تلك الخیام من عرائس بیض تجلوا الظلام وبسائم تکشر عن برد الغمام اکون انا ابا عذرتھا وماذون الدخول فی حجرتھا وکان قال الاول لیس علی الله بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد، فقلت انا قد قدر الله فلا تنکر ان لحق العاجز بالقادر، کیف وقد فاز بافضاله ال، کل فما ظنك بالقادری۔

یہ ہے کل ناقص فی الکرم عن غیرہ ناقص عنه فی التقوٰی (عزت میں دوسرے سے کمتر اس سے تقوٰی میں کمتر ہے) اور تیسرا کل متساویین فیھما متساویان فیه (ہر دو شخص جو تقوٰی میں برابر ہیں وہ عزت میں برابر ہیں) اور اس صورت میں تمھیں اشکال کا دفع کرنا قطع احتمال کے سبب آسان ہے اور سب تعریفیں اللہ کے لئے جو نگہبان و برتر ہے ـــــــــ یہ وہ ہے جو جو ہمیں اللہ تبارک وتعالٰی نے الہام فرمایا اپنے فضلِ عظیم اور کرمِ رفیع سے، اور بخشا ہمیں اپنے عظیم احسانوں سے اور حسین نعمتوں سے اہلسنت وجماعت کی دلیل کی تقریر میں تائید اور اہل بطالت وضلالت کے شبہات کے دفع کرنے کے لئے، اور میں امید کرتا ہوں کہ ان خیموں میں جو خوبصورت دلہنیں ہیں جو اندھیروں کو دُور کریں اور مسکراتی صورتیں جو بارش کے اولے دکھائیں ان میں سے اکثر کا میں ہی صاحب ہوں، اور ان کے حجرے میں دخول کا مجاز ہوں، اور مجھ سے پہلے نے کہا تھا کہ اللہ پر مستبعد نہیں کہ عالم کو ایک میں جمع کردے، تو میں نے کہا بے شک اللہ نے مقدر کیا تو اس کا انکار نہ کرنا کہ اللہ نے عاجز کو قادر سے ملحق کردیا، کیوں نہ ہو حالانکہ اللہ کے فضل سے سب بہرہ مند ہیں تو تیرا کیا گمان ہے قادری کے ساتھ۔

www.alahazratnetwork.org

خاتمہ: رزقنا اللہ تعالٰی حسنہا اٰمین۔ فان **قلت** لقد تفضل اللہ علیک یا وضیع القدر فنطقت بکلمات بلغن قاموس البحر فماذا تأمرنی فی المسئلۃ اقطع بتفضیل الصدیق نظرًا الٰی ھذا الاستدلال مع ما فی الاٰیۃ من تاویل واحتمال اذ ذھب ذاھبون الٰی ان الاتقی بمعنی التقی وان زیفت قولھم بتحقیق نقی۔

قلت نعم اقطع ولا تبال بما قیل او ما یقال اذ قاطعان لا یأتیان قط الا بقطع وقد سمعت ان الصدیق ھو المراد بالاتقی باجماع الامۃ قاطبۃ ولم ینقل فی ذٰلک شذوذ شاذ فکان قطعیا والاٰیۃ الاُخرٰی نص فی المرام لاشک اما ما ذکرت من حدیث من ذھب الٰی ما ذھب فقد سمعت ان الاٰیۃ لامساغ فیھا للتاویل واحتمال بلا دلیل لا ینزل التنزیل عن درجۃ برھان قاطع جلیل الاترٰی ان کل نص یحتمل التاویل ومع ذٰلک ھو قطعی قطعًا کما صرح بہ ائمۃ الاصول۔

خاتمہ: اللہ تبارک وتعالٰی ہمیں حسنِ خاتمہ نصیب کرے، اب اگر تم کہو بے شک اللہ نے اے کمترین! تیرے اوپر احسان فرمایا تو تُو نے وہ کلمات بولے جو سمندر کی گہرائیوں میں پہنچ گئے اب مجھے اس مسئلہ میں کیا حکم دیتا ہے آیا میں فضیلتِ صدیق کا یقین لاؤں اس استدلال پر نظر کرتے ہوئے باوجودیکہ اس آیت میں تاویل و احتمال ہے اس لئے کہ جانے والے اس طرف گئے کہ اتقٰی بمعنی تقی ہے اگرچہ تُو نے ان کا قول سُتھری تحقیق سے غلط ثابت کردیا۔

قلت (میں کہتا ہُوں) ہاں یقین کر اور قیل وقال کی پرواہ نہ کر، اس لئے کہ دو قطعی نتیجہ نہیں دیتے مگر قطعی کا، اور تم سُن چکے کہ صدیق ہی مراد ہیں اتقٰی سے ساری امت کے اجماع کے بموجب، اور اس میں کسی نادر کی رائے شاذ بھی منقول نہیں، تو یہ اجماع قطعی ہوا، اور دُوسری آیت مدعا میں نص ہے جس میں کوئی شک نہیں، رہی وہ بات جو تم نے اس رائے کی کہی جس کی طرف جانے والے گئے، تو تم سُن چکے کہ آیت میں تاویل کی گنجائش نہیں اور احتمال بے دلیل تنزیل کو برہان قاطع جلیل کے درجے سے نازل نہیں کرتا کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہر نص تاویل کی محتمل ہے اور وہ اس کے باوجود یقینًا قطعی ہے جیسا کہ ائمہ اصول نے اس کی تصریح کی۔

www.alahazratnetwork.org

وتحقیق المقام علی ما الھمنی الملك العلام ان العلم القطعی یستعمل فی معنیین،

احدھما قطع الاحتمال علی وجه الاستیصال بحیث لایبقی منه خبر ولا اثر، ھذا ھو الاخص الاعلی کما فی المحکم والمتواتر وھو المطلوب فی اصول الدین فلایکتفی فیھا بالنص المشھور۔

والثانی ان لایکون ھناك احتمال ناشئ من دلیل وان کان نفس الاحتمال باقیاً کالتجوز والتخصیص وسائر انحاء التاویل کما فی الظواھر والنصوص والاحادیث المشھورۃ والاول یسمی علم الیقین ومخالفه کافر علی الاختلاف فی الاطلاق کما ھو مذھب فقھاء الآفاق، والتخصیص بضروریات الدین کما ھو مشرب العلماء المتکلمین، والثانی علم الطمانیۃ ومخالفه مبتدع ضال ولامجال الی اکفارہ کمسئلۃ وزن الاعمال یوم القیٰمۃ قال تعالٰی "والوزن یومئذ ن الحق"[1] ویحتمل النقد احتمالاً لاصارف

اور مقام کی تحقیق اس طور پر جو مجھے اللہ ملک العلام نے الہام کیا ہے کہ علم قطعی دو معنی میں مستعمل ہوتا ہے،

ایک تو یہ کہ احتمال جڑ سے منقطع ہوجائے یایں طور کہ اس کی کوئی خبر یا اس کا کوئی اثر باقی نہ رہے، اور یہ اخص اعلٰی ہے جیسا کہ محکم اور متواتر میں ہوتا ہے۔ اور اصول دین میں یہی مطلوب ہے، تو اس میں نص مشہور پر کفایت نہیں ہوتی۔

دوسرا یہ کہ اس جگہ ایسا احتمال نہ ہو جو دلیل سے ناشی ہو اگرچہ نفس احتمال باقی ہو جیسے کہ مجاز اور تخصیص اور باقی وجوہ تاویل، جیسا کہ ظواہر اور نصوص اور احادیث مشہورہ میں ہے۔ اور پہلی قسم کا نام علم یقین ہے اور اس کا مخالف کافر ہے علماء میں اختلاف کے بموجب مطلقاً، جیسا کہ فقہائے آفاق کا مذہب ہے، یا ضروریات دین کی قید کے ساتھ یہ حکم مخصوص ہے جیسا کہ علمائے متکلمین کا مشرب ہے، اور دوسرے کا نام علم طمانیت ہے، اور اس کا مخالف بدعتی وگمراہ ہے، اور اس کو کافر کہنے کی مجال نہیں، جیسے کہ قیامت کے دن اعمال کو تولنے کا مسئلہ۔ اللہ تعالٰی کا قول ہے" اور قیامت کے دن تول ضرور برحق ہے"، اور یہ آیت نقد (پرکھ) کا ایسا احتمال رکھتی ہے

[1] القرآن الکریم ۷/ ۸

www.alahazratnetwork.org

اليه ولا دليل اصلا عليه فيكون كقولك "وزنته بميزان العقل" وهو رائج في العجم ايضا تقول "سخن سنج" اي ناقد الكلام، ومسئلة رؤية الوجه الكريم للمؤمنين رزقنا المولٰى بفضله العميم، قال تعالٰى "وجوه يومئذ ناضرة الٰى ربها ناظرة"[1] ويحتمل احتمالا كذلك ارادة الامل والرجاء وهو ايضا مما توافقت عليه العرب والعجم تقول "دست نگر من ست" اي يرجو عطائي ويحتاج الى نوالي وهكذا مسئلة الاسراء الى السمٰوٰت العلٰى والشفاعة الكبرٰى للسيد المصطفٰى عليه افضل التحية والثناء فكل ذٰلك ثابت بنصوص قواطع بالمعنى الثاني ولذا لا نقول باكفار المعتزلة والروافض الاولين المأولين وهكذا الظن له معنيان اذ مقابل الاعم اخص والاعم اخص كما لايخفٰى اذا عرفت هذا فمسئلتنا هذه ان اريد فيها القطع بالمعنى الاخص فهذا

جس کی طرف پھیرنے والی کوئی چیز نہیں اور نہ اصلاً اس پر کوئی دلیل ہے۔ اب آیت کا معنی تمہارے قول "میں نے اس کو میزانِ عقل سے تولا" کے مثل ہوگا، اور یہ عجم میں رائج ہے، تم کہتے ہو "سخن سنج" یعنی کلام کو پرکھنے والا، اور مومنین کے لئے اللہ تبارک وتعالٰی کے دیدار کا مسئلہ، مولائے کریم اپنے فضلِ عظیم سے نصیب فرمائے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: "کچھ منہ اس دن تر وتازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے" احتمال رکھتا ہے اسی طرح اُمید ورجاء کے ارادے کا، اور یہ بھی ان باتوں میں سے ہے جن پر اب عرب وعجم سب متفق ہیں، تم کہتے ہو "دستِ نگرِ من ست" یعنی میری عطا کی امید رکھتا ہے اور میری بخشش کا محتاج ہے۔ اور اسی طرح آسمانوں کی سیر اور شفاعتِ کبرٰی محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے کہ یہ تمام باتیں دوسرے معنی پر نصوصِ قطعی سے ثابت ہیں، اور اسی لئے ہم تاویل کرنے کے سبب معتزلہ اور اگلے روافض کی تکفیر نہیں کرتے اور اسی طرح ظن کے دو معنی ہیں اس لئے کہ اعم کا مقابل اخص ہے اور اعم اخص ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں، جب تم نے یہ جان لیا تو ہمارا یہ مسئلہ اگر اس میں قطعی بالمعنی الاخص مراد لیا جائے تو یہ

---

[1] القرآن الکریم ۷۵/ ۲۲ و ۲۳

www.alahazratnetwork.org

جبل وعر صعب المرتقی اذ ما ورد فیہا فاما نص او ظاہر وکلاھما یقبلان التاویل ولو قبولاً ضعیفاً بعیداً او ابعد اضعف ما یکون کالاتقی فیما نحن فیہ یحتمل التجوز بالبالغۃ فی التقوٰی والخیر والافضل فی الاحادیث یحتمل تقدیر من کقول القائل "فلان اعقل الناس" وما جاء من الاحادیث مفسّراً محکماً فاحاد تطرق الیہا الاحتمال من قبل النقل لکننا مالنا ولھذا القطع اذ لا نقول باکفار المفضلۃ ومعاذ اللہ ان نقول اما الابتداع فیثبت بخلاف القطع بالمعنی الثانی وھو حاصل لا شك فیہ لا یسوغ انکارہ الا لغافل او متغافل فقد تظافرت علیہ النصوص تظافراً جلیاً وبلغت الاخبار تواتراً معنویاً والاحتمالات الرکیکۃ السخیفۃ الناشیۃ من غیر دلیل لا تقدح فی القطع بھذا المعنی کما صرحت بہ علماء الاصول وزادنا نوراً الٰی نور ورشاداً الٰی رشاد اجماع الصحابۃ الکرام و

پہاڑ ہے سخت دشوار گزار چڑھائی والا، اس لئے کہ اس میں جو کچھ وارد ہوا ہے یا تو نص ہے یا ظاہر ہے اور دونوں تاویل کو قبول کرتے ہیں اگرچہ ضعیف بعید یا بہت زیادہ ابعد اضعف سہی، جیسے کہ ہمارے اسی مسئلہ میں جس میں ہمیں بحث ہے جیسے کہ اتقی، تقوٰی اور خیر میں بالغیت کے معنی مجازی کا احتمال رکھتا ہے اور احادیث میں لفظ افضل کے مقدر ہونے کا احتمال رکھتا ہے جیسے کوئی کہے "فلان اعقل الناس" (فلاں شخص لوگوں سے زیادہ عاقل ہے) اور جو احادیث مفسّر محکم آئیں تو وہ خبر واحد ہیں جن میں روایت کی طرف سے احتمال راہ پاتا ہے لیکن ہمیں اس طرز کے قطعی سے کیا کام، اس لئے کہ ہم تفضیلیوں کے کافر ہونے کا قول نہیں کرتے اور اللہ کی پناہ ہو کہ ہم یہ قول کریں، لیکن اُن کا بدعتی ہونا وہ تو ثابت ہے برخلاف قطعی بمعنی دیگر تو وہ بلاشک حاصل ہے جس کا انکار سوائے غافل یا غافل بننے والے کے کسی کو نہ بن پڑے گا اس لئے کہ اس پر واضح کثرت کے ساتھ نصوص آئیں اور احادیث تواتر معنوی کی حد کو پہنچ گئیں اور رکیک کمزور احتمالات جو کسی دلیل سے ناشی نہیں ہوتے اس معنی پر قطعی میں اثر انداز نہ ہوں گے، جیسا کہ علمائے اصول نے اس کی تصریح کی ہے اور ہمارے لئے نور پر نور بڑھایا اور ہدایت کے اوپر ہم کو ہدایت کی صحابہ کرام اور

www.alahazratnetwork.org

التابعین العظام کما نقله جمهور الائمة
الاعلام منهم سیدنا عبد الله بن عمر
وابوهریرة من الصحابة ومیمون بن مهران
من التابعین والامام الشافعی من الاتباع
وغیرهم من لا یحصون لکثرتهم ، و
حکایة ابن عبد البر لا معقولة فی الدرایة
ولا مقبولة فی الروایة کما حققناه فی
مطلع القمرین مع ما ارشدنا القرآن
العظیم واحادیث المصطفی الکریم علیه
افضل الصلوة والتسلیم الی دلائل
جمة توخذ منها بالاستنباط ووفق لها
هذا الفقیر الضعیف کما عقدنا لها الباب
الثانی من الکتاب الکبیر فلولا الا واحد
من هذه لشفی وکفی ودفع کل
ریب ونفی فکیف اذا کثرت وجلت
وعقدت وحلت ورعدت و
برقت واضاءت واشرفت
فلا وربك لم یبق للشك محل
ولا للریب مدخل والحمد لله
الاعلی الاجل ، اما قول
من قال انا وجدنا النصوص
متعارضة فهذا اخبار عن نفسه
فکیف یحتج به علی من نظر وابصر
ونقد واختبر فعقلها خبرا واحاط
بما لدیها علما علی

تابعین عظام کے اجماع نے جیسا کہ اس کو نقل کیا ہے
جمہور ائمہ اعلام نے، ان میں عبد اللہ بن عمر اور ابوہریرہ
صحابہ میں سے، اور میمون ابن مہران تابعین میں سے
اور امام شافعی تبع تابعین میں سے، اور ان کے
سوا جن کی گنتی نہیں بوجہ ان کی کثرت کے، اور
ابن عبد البر کی حکایت نہ تو از راہِ درایت معقول ہے
اور نہ روایۃً مقبول ہے، جیسا کہ ہم نے اسکی تحقیق
کی ہے مطلع القمرین میں مع ان دلائل کثیرہ کے جن
کی طرف ہماری رہنمائی قرآن عظیم اور احادیثِ مصطفی
کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم نے کی۔ یہ دلائل
قرآن وحدیث سے استنباط کے ذریعہ ماخوذ
ہیں اور ان کے لئے اس فقیر ناتواں کو توفیق ہوئی
جیسا کہ ہم نے اس کے لئے اپنی کتاب کبیر کا
باب دوم باندھا ہے تو اگر ان دلائل میں سے
نہ ہوتی مگر ایک دلیل تو وہ بھی شافی و کافی ہوتی اور
ہر شک کی دافع و نافی ہوتی تو کیا گمان ہے جبکہ یہ
دلائل کثیر وجلیل ہوں اور دین کی گرہیں باندھیں اور
شبہوں کی رسیاں کھولیں اور گرجیں اور چمکیں اور
روشن اور بلند ہوں تو تیرے رب کی قسم شک کا
محل باقی رہا نہ شبہہ کا مدخل، والحمد للہ الاعلی الاجل،
رہی اس کی بات جس نے کہا ہم نے نصوص کو متعارض
پایا تو یہ اس کی اپنی حالت کی خبر ہے، تو وہ کیسے
حجت لاتا ہے اس سے اس پر جس نے دیکھا اور
غور کیا اور جانچا اور پرکھا تو نصوص کو خوب پرکھ کے
جان لیا اور ان کے پاس جو علم ہے اس کا احاطہ

www.alahazratnetwork.org

انہ ان اراد التعارض الصوری وقد یطلق علیہ ایضًا کقول الاصولیین یقدم المحکم علی المفسر والمفسر علی النص والنص علی الظاهر عند التعارض مع انہ لاتعارض لضعیف مع قوی فهذا لایضرنا ولاینفعه وان اراد الحقیقی اعنی تزاحم الحجتین علی حد سواء فنقول معنا ناش عن غفول وعلی قائلہ او من یمشی بمشیہ ان ینور دعواه ببینۃ مبینۃ وانّٰی لهم ذٰلك ولیت شعری الام یودی ضیق العطن اذا رأی احادیث لاتخیروا بین الانبیاء[1]، ولا تفضلونی علی یونس بن متی[2]، وافضل الانبیاء اٰدم[3]، وذاك (ای) خیر البریۃ ابراهیم[4] ایقول بتعارض النصوص فی تفضیل المصطفٰی

کیا، علاوہ بریں یہ کہ اگر اس نے تعارض صوری مراد لیا اور کبھی تعارض کا اطلاق اس پر بھی آتا ہے جیسے اصولی کہتے ہیں کہ محکم کو مفسر پر اور مفسر کو نص اور نص کو ظاہر پر تعارض کے وقت مقدم کیا جائے گا حالانکہ بلاشبہہ ضعیف کا قوی کے ساتھ اصلاً تعارض نہیں ہوتا تو یہ ہم کو نقصان نہ دے گا نہ اس کو فائدہ دے گا، اور اگر اس نے تعارض حقیقی مراد لیا یعنی دو دلیلوں کا برابری کی حد پر ایک دوسرے کے مزاحم ہونا تو ہم کہیں گے یہ معنی غفلت سے ناشی ہے اور اس کے قائل پر یا جو اسکے طریقہ پر چلے لازم ہے کہ اپنے دعوٰی کو روشن دلیل سے منور کرے اور ان کو یہ کیونکر بن پڑے گا، اور کاش میں سمجھتا کہ بندش کی تنگی کا انجام کیا ہوگا جبکہ وہ یہ حدیثیں دیکھے کہ انبیاء میں باہم ایک دوسرے کو فضیلت نہ دو اور مجھے یونس ابن متی پر فضیلت مت دو، اور آدم افضل انبیاء ہیں اور ابراہیم خلق میں سب سے بہتر ہیں کیا وہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] صحیح البخاری کتاب الخصومات باب مایذکر فی الاشخاص قدیمی کتب خانہ کراچی ١/٣٢٥
صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل موسٰی علیہ السلام " " " ٢/٢٦٨
[2] اتحاف السادۃ المتقین کتاب قواعد العقائد "الاصل السابع" دار الفکر بیروت ٢/١٠٥
[3] المعجم الکبیر حدیث ١١٣٦١ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ١١/١٦٠
[4] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضائل ابراہیم علیہ السلام " " " ٢/٢٦٥

www.alahazratnetwork.org

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی العالمین جمیعا ام یرجع الی نفسہ فیدری ان التعارض شیئ ومجرد وجود النفی و الاثبات شیئ اٰخر وبھذا التحقیق البدیع الانیق الذی خصنا بہ المولٰی تبارک وتعالٰی امکن لنا التوفیق بین کلمات الائمۃ الکرام فمن قال بالقطع ونفی الظن فانما اراد القطع بالمعنی الاعم والظن بالمعنی الاخص وھو حق لامریۃ فیہ ومن عکس فقد عکس وھو صدق لاغبار علیہ، فان تخالج فی صدرك ان المسئلۃ من الاعتقادیات فکیف اکتفیتم بالقطع بالمعنی الثانی۔

قلت ھذا اشد ورودًا علی القائلین بالظن ان ارادوا الظن بالمعنی الاخص والحل ان المسئلۃ لیست من اصول الاسلام حتی یکفر جاحدھا کمسئلۃ امامۃ الخلفاء الراشدین رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین وبھذا المثال ینقطع قلب من قال من بطلۃ الزمان انھا اذا لم تکن من الاصول کما صرح بہ السید الشریف فی شرح المواقف[1]

کہ سب جہان پر فضیلت میں تعارض نصوص کو مانے گا یا اپنے نفس کی طرف لوٹے گا تو سمجھے گا کہ تعارض ایک شے ہے اور مجرد وجود نفی واثبات دوسری شے ہے اور اس تحقیق انیق وبے نظیر سے جو خاص اللہ تبارک وتعالٰی نے ہم کو عنایت کی ہم کو ائمہ کرام کے کلمات میں مطابقت ممکن ہے تو جس نے اس مسئلہ کو قطعی کہا اور ظن کی نفی کی تو اس نے قطعی بالمعنی الاعم ہی کو مراد لیا اور ظن بالمعنی الاخص، اور حق یہ ہے جس میں کوئی شبہہ نہیں اور جس نے عکس کیا تو اس نے عکس کیا اور وہ سچ ہے جس پر کوئی غبار نہیں اب اگر تمہارے سینے میں یہ خلش ہو کہ یہ مسئلہ تو اعتقادیات سے ہے تو تم نے معنی ثانی میں قطعی پر کیسے اکتفا کرلیا۔

قلت (میں کہتا ہوں) یہ اعتراض ان لوگوں پر جو ظنی کے قائل ہیں زیادہ سختی کے ساتھ وارد ہوتا ہے جبکہ وہ ظن بالمعنی الاخص مراد لیں، اور اس کا حل یہ ہے کہ یہ مسئلہ اصولِ اسلام سے نہیں ہے کہ اس کا منکر کافر ٹھہرے، جیسے کہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم کی خلافت کا مسئلہ، اور اس مثال سے اس کا دل ٹکڑے ہوجائے گا جو اس زمانے کے اہلِ باطل میں سے کہتا ہے کہ جب یہ مسئلہ اصول میں سے نہیں جیسا کہ سید شریف نے شرح مواقف

[1] شرح المواقف المرصد الرابع فی الامامۃ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/ ۳۴۴ تا ۳۰۱

www.alahazratnetwork.org

وغیرہ من المتکلمین الفحول وکذا 43
قد شهد علی نفسه بالرسة
الکبرٰی فی مناصب الجهل والسفاهة
من قال اذ لم تکن قطعیة قلنا ان
نطوی الکشح عن تسلیمها قل لهم
اترکوا الواجبات باسرها ثم انظروا
ما یأتیکم من وعید الشریعة وتأثیمها
واذ قد علمت ان هذا التحقیق یرفع
الخلاف ویورث التطبیق فعلیك به
اتفقت الاقوال او اختلفت اذ کلمة
جامعة خیر من آراء متدافعة
فان رأیت شیئا من کلمات
المتاخرین تأبی هذا النور المبین
فاعلم ان تخطیة هذا البعض
خیر من تخطیة احد الفریقین
من ائمة الدین لاسیما القائلین
بالقطع فهم العمد الکبار للدین
الحنیف وبهم تشید ارکان الشرع
المنیف فمنهم من هو اولهم واولٰهم
سیدهم ومولٰهم واکثرهم للتفضیل
تفصیلا واشدهم علی المخالف تنکیلا
سیدنا المرتضی اسد اللّٰه العلی الاعلی
کرم اللّٰه تعالٰی وجهه
الکریم اذ قد تواتر عنه فی
ایام امامته وکرسی زعامته

میں اور دوسرے علمائے متکلمین نے اس کی تصریح
کی اور یونہی مناسب جہل وحماقت میں اپنی زعامتِ
کبرٰی پر گواہی دی اس نے جس نے یہ کہا کہ جب
یہ مسئلہ قطعی نہیں ہے تو ہمیں اختیار ہے کہ ہم
اسے تسلیم کرنے سے پہلو تہی کریں ان سے کہو
سارے واجبات کو چھوڑ دو پھر دیکھو کہ تمہارے
پاس شریعت کی کیسی وعید اور تمہارے گنہگار
ہونے کی تہدید آتی ہے جب تم نے جان لیا کہ
یہ تحقیق خلاف کو اٹھاتی اور کلماتِ علماء میں
مطابقت پیدا کرتی ہے تو تم اس کو لازم
پکڑو اقوال متفق ہوں یا مختلف اس لئے کہ
ایک جامع بات باہم ٹکراتی باتوں سے بہتر ہے
تو اگر تم دیکھو کلماتِ متاخرین میں کوئی عبارت
اس نورِ مبین سے ابا کرتی ہے تو جان لو کہ اس بعض کو خاطی
جاننا بہتر ہے اس سے کہ ائمہ دین میں کسی فریق کو خاطی ٹھہرایا جائے
خصوصًا وہ ائمہ کرام جو اس مسئلہ کو قطعی کہتے ہیں
اس لئے کہ وہی دین حنیف کے بڑے ستون
ہیں اور انہیں سے شرع بلند و برتر کے ستون
قائم ہیں تو ان میں سے ایک وہ ہیں جو سب سے
اول و اولٰی اور ان سب کے سید و مولٰی اور
مسئلہ تفضیل کو سب سے زیادہ بیان
کرنے والے اور مخالفین کو سخت سزا کا
خوف دلانے والے سیدنا علی مرتضٰی اللہ بلند و
بالا کے شیر کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم اس لئے
کہ ان کے ایام خلافت اور کرسی زعامت میں

www.alahazratnetwork.org

تفضیل الشیخین علیٰ نفسه وعلیٰ سائر الامة، ورمی بها بین اکتاف الناس وظهورهم حتی جلیٰ ظلام شکوك مدلهمة، روی الدارقطنی عنه رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال لا اجد احدًا فضلنی علی ابی بکر وعمر الا جلدته حد المفتری۔[۱]

ان کا شیخین ابوبکر وعمر کو خود پر اور تمام امت پر فضیلت دینا تواتر سے ثابت ہوا اس کو لوگوں کے کندھوں اور پشتوں پر مارا یعنی اس مسئلہ کو لوگوں کے سامنے اور ان کے پیچھے خوب روشن کیا یہاں تک کہ تیرہ و تار شبہات کی اندھیری کو دور کردیا۔ دارقطنی نے اسی جناب سے روایت کیا فرمایا میں کسی کو نہ پاؤں گا جو مجھے ابوبکر وعمر پر فضیلت دے مگر یہ کہ میں اس کو مفتری کی حد ماروں گا۔

وقد کان رضی اللّٰه تعالٰی عنه یبوح بهذا فی المجامع الشاملة والمحافل الحافلة والمساجد الجامعة وفیهم من فیهم من الصحابة والتابعین لهم باحسان، ثم لم ینقل عن احد منهم انه رد قوله هذا ولقد کانوا اتقی للّٰه تعالٰی من ان یسکتوا عن حق اویقروا علی خطأ وهم الذین وصف اللّٰه سبحٰنه وتعالٰی فی القراٰن العظیم بانهم خیر امة اخرجت

اور سیدنا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ عام مجمعوں میں اور بھری محفلوں میں اور جامع مسجدوں میں اس بات کا اعلان فرماتے تھے اور لوگوں میں صحابہ اور تابعین کرام موجود ہوتے تھے پھر ان میں سے کسی سے یہ منقول نہیں کہ انھوں نے سیدنا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اس قول کو رَد کیا ہو اور بے شک وہ اللہ تعالٰی سے بہت ڈرنے والے تھے اور اس بات سے دُور تھے کہ حق بتانے سے خاموش رہیں یا کسی خطا کو مقرر رکھیں حالانکہ یہ وہ لوگ ہیں جن کا اللہ تبارک وتعالٰی نے قرآن عظیم میں یوں بیان فرمایا" تم بہترین اُمت ہیں جو لوگوں کے لئے پیدا
(باقی حاشیہ صفحہ

[۱] الصواعق المحرقۃ بحوالہ الدارقطنی الباب الثالث الفصل الاول دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۹۱

www.alahazratnetwork.org

قال سلطان الشان ابو عبد الله الذھبی حدیث صحیح۔

اس فن کے سلطان حضرت ابوعبداللہ ذہبی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

قلت انظر الی ھذا الوعید الشدید افتراہ معاذ اللہ مجترأعلی اللہ تعالٰی فی اجراء الحدود مع تعارض الظنون و ھو الراوی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ادرؤا الحدود[1]، اخرجہ عنہ الدارقطنی و البیہقی وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ادرؤا الحدود عن المسلمین مااستطعتم فان وجدتم

قلت (میں کہتا ہوں) اس وعید شدید کو دیکھو تو کیا تم حضرت علی کو گمان کروگے پناہ بخدا اللہ تبارک وتعالٰی پر جرأت کرنیوالا حدود کو جاری کرنے میں باوجود گمانوں کے تعارض کے حالانکہ وہی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ فرمایا: حدود کو دفع کرو، مولٰی علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیہقی ودارقطنی نے روایت کیا اور فرمایا حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے "مسلمانوں سے حدود کو دفع کرو جب تک تم کو استطاعت ہے، تو اگر تم مسلمان کے لئے کوئی راہِ خلاص پاؤ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر[2]، وائمتھم الکرام کانوا اتقی و منھم احرص علی الرشد والصواب وقد کانوا یحثون العلماء علی ابانۃ الحق ان اخطاء وتقویم الاود ان مالوا۔

بھلائی کا حکم دیتے اور بُرائی سے روکتے ہو۔" اور اس گروہ کے ائمہ کرام ان سے زیادہ متقی اور ہدایت وصواب پر ان سے زیادہ حریص تھے اور علماء کو حق ظاہر کرنے پر اکساتے تھے اگر ان سے خطا ہو اور کجی کو درست کرنے کی ترغیب دیتے تھے اگر وہ منحرف ہوں۔

---

[1] سنن الدارقطنی کتاب الحدود والدیات حدیث ۳۰۹۲/ ۹ دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۶
سنن الکبرٰی کتاب الحدود باب ماجاء فی درء الحدود بالشبہات دارصادر بیروت ۸/ ۲۳۸

[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۰

www.alahazratnetwork.org

للمسلم مخرجا فخلوا سبیله فان الامام ان یخطئ فی العفو خیر من ان یخطئ فی العقوبة رواہ ابن ابی شیبة والترمذی[1] والحاکم والبیہقی عن ام المؤمنین الصدیقة رضی اللہ تعالٰی عنہا ومنہم میمون ابن مہران من فقہاء التابعین سئل ابوبکر وعمر افضل ام علی؟ فقف شعرہ وارتعدت فرائصہ حتی سقطت عصاہ من یدہ وقال ماکنت اظن ان اعیش الی زمان یفضل الناس فیہ احدا علی ابی بکر وعمر اوکما قال رواہ ابو نعیم[2] عن فرات بن السائب، ومنہم عالم المدینة الامام مالک بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سئل عن افضل الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

تو اس کا راستہ چھوڑ دو اس لئے کہ امام کا درگزر میں خطا کرنا اس سے بہتر ہے کہ وہ عقوبت میں خطا کرے۔" اس حدیث کو ابن ابی شیبہ، ترمذی، حاکم اور بیہقی نے ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا، اور انھیں میں سے حضرت میمون ابن مہران ہیں جو کہ فقہائے تابعین سے ہیں ان سے سوال ہوا کہ سیدنا ابوبکر وعمر افضل ہیں یا علی؟ تو ان کے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور ان کی رگیں پھڑکنے لگیں یہاں تک کہ چھڑی ان کے ہاتھ سے گر گئی اور انھوں نے کہا کہ مجھے گمان نہ تھا کہ میں اس زمانہ تک جیوں گا جس میں لوگ ابوبکر وعمر پر کسی کو فضیلت دیں گے۔ یا جیسا انھوں نے فرمایا اس حدیث کو روایت کیا ابونعیم نے فرات بن سائب سے، اور انھیں میں سے عالم مدینہ امام مالک بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں ان سے سوال ہوا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد سب لوگوں سے افضل کے بارے میں، تو فرمایا ابوبکر وعمر پھر

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب الحدود باب ان وجدتم للمسلم مخرجا الخ دار الفکر بیروت ۴/ ۳۸۴
جامع الترمذی ابواب الحدود باب ماجاء فی درء الحدود امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۷۱
السنن الکبرٰی کتاب الحدود باب ماجاء فی درء الحدود بالشبہات دار صادر بیروت ۸/ ۲۳۸
المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الحدود باب فی درء الحدود بالشبہات حدیث ۲۸۴۹۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۵۰۸

[2] حلیة الاولیاء ترجمہ ۲۵۱ میمون بن مہران دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۹۲ و ۹۳

www.alahazratnetwork.org

فقال ابوبکر وعمر، ثم قال اوفی ذٰلك شك[۱]، ومنهم الامام الاعظم الاقدم الاعلم الاکرم سیدنا ابوحنیفة رضی الله تعالٰی عنه سئل عن علامات اهل السنة فقال ان تفضل الشیخین وتحب الختنین وتمسح علی الخفین[۲] ومنهم عالم قریش مالك طباق الارض علمًا سیدنا الامام محمد بن ادریس الشافعی المطلبی نقل اجماع الصحابة والتابعین علی تفضیل الشیخین ولم یحك خلافا[۳] ومنهم امام اهل السنة والجماعة صاحب الحکمة الیمانیة سیدنا الامام ابوالحسن الاشعری رحمة الله تعالٰی علیه کما نقل عنه العلماء الثقات ومنهم الامام الهمام حجة الاسلام ذکر فی قواعد عقائد الاماجد وذکر فیها مسئلة التفضیل وقال فی اٰخرها ان فضل

فرمایا کیا اس میں کوئی شک ہے، اور انھیں میں سے امام اعظم اقدم سب سے زیادہ علم رکھنے والے سب سے زیادہ مکرم سیدنا ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں ان سے سوال ہوا اہلسنت کی علامات کے بارے میں، توانھوں نے فرمایا اہلسنت کی پہچان یہ ہے کہ تو شیخین ابوبکر و عمر کو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل جانے اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دونوں دامادوں سے محبت کرے اور خفین پر مسح کرے، انھیں میں سے عالم قریش زمین کے طباق کو علم سے بھرنے والے سیدنا امام محمد ابن ادریس شافعی مطلبی انھوں نے صحابہ اور تابعین کا فضیلتِ شیخین پر اجماع نقل کیا اور انھیں میں امام اہلسنت وجماعت حکمتِ یمانیہ سیدنا امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ہیں، جیسا کہ ان سے علمائے ثقات نے نقل کیا اور انھیں میں امام ہمام حجۃ الاسلام (غزالی) انھوں نے قواعد العقائد میں مجد والے ائمہ کے عقائد کو ذکر کیا اور ان عقائد میں مسئلہ تفضیل کو ذکر کیا اور اسکے آخر میں کہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی

---

[۱] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد السابع الفصل الثالث دار المعرفۃ بیروت ۷/ ۳۸

[۲] تمہید ابی الشکور السالمی الباب الحادی عشر القول السادس دار العلوم حزب الاحناف لاہور ص ۱۶۵

خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الفاظ الکفر الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۸۱

[۳] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد السابع الفصل الثالث دار المعرفۃ بیروت ۷/ ۳۹

تدریب الراوی شرح تقریب النواوی النوع التاسع والثلاثون قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۹۶

www.alahazratnetwork.org

الصحابة رضی اللہ تعالٰی عنہم علٰی حسب ترتیبہم فی الخلافۃ اذحقیقۃ الفضل ماھو فضل عند اللہ عزوجل وذٰلک لایطلع علیہ الارسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وان یعتقد فضل الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم وترتیبہم وان افضل الناس بعد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضی اللہ تعالٰی عنہم[2] وان یعتقد والٰی ومنہم الامام جبل الحفظ علامۃ الورٰی سیدنا ابن حجر العسقلانی والامام العلام احمد بن محمد القسطلانی و المولی الفاضل عبدالباقی الزرقانی وناظم قصیدۃ بدء الامالی والفاضل الجلیل مولانا علی القاری وغیرہم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین ۔ حدثنا المولی الثقۃ الثبت سلالۃ العارفین السید الشریف الفاطمی سیدنا ابو الحسین احمد النوری قال سمعت شیخی و مرشدی سیدنا ومولانا اٰل الرسول الاحمدی قال سمعت الشاہ عبدالعزیز الدھلوی یقول تفضیل الشیخین قطعی او کالقطعی۔

فضیلت خلافت میں ان کی ترتیب کے موافق ہے اس لئے کہ حقیقتِ فضل وہ ہے جو اللہ کے نزدیک فضل ہو اور اس پر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سوا کسی کو اطلاع نہیں، یا آدمی صحابہ رضوان اللہ علیہم کی فضیلت اور اس میں ترتیب کا اعتقاد کرے اور یہ عقیدہ رکھے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل ابوبکر ہیں پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضی اللہ تعالٰی عنہم، اور انھیں میں امام حفظ کے پہاڑ علامۂ جہاں سیدنا امام ابن حجر عسقلانی اور امام علام احمد بن محمد قسطلانی اور مولٰی فاضل عبدالباقی زرقانی اور قصیدہ بدء الامالی کے ناظم اور فاضل جلیل مولانا علی قاری وغیرہم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین ہیں۔ ہم سے حدیث بیان کی مولٰی ثقہ ثبت سلالۃ العارفین سید شریف فاطمی سیدنا ابوالحسین نوری نے انہوں نے فرمایا میں نے سنا اپنے شیخ اور مرشد آل رسول احمدی سے انھوں نے فرمایا میں نے سنا شاہ عبدالعزیز دہلوی سے وہ فرماتے تھے شیخین کی فضیلت قطعی ہے یا قطعی جیسی ہے۔

---

[1] احیاء العلوم کتاب قواعد العقائد الفصل الثالث مطبعۃ المشہد الحسینی القاہرۃ ١/ ١١٥

[2] ″ ″ ″ ″ ″ الفصل الاول ″ ″ ″ ١/ ٩٣

www.alahazratnetwork.org

اقول ولك ان تحمل الترديد على التنويع دون التردد، فالمعنى قطعي بالمعنى الثاني وكالقطعي بالمعنى الاول، ومن ههنا بان لك ان من قال رأينا المجمعين ايضا ظانين غير قاطعين فقد صدق ان اراد الظن بالمعنى الاعم والقطع بالمعنى الاخص، ولا يضرنا ولا ينفعه وان عكس فقد غلط وهو محجوج بدلائل لا قبل له بها والله تعالٰی اعلم، هذا جملة القول فی هٰذا المقام وقد اشرنا الٰی نکت تجلو بها الظلام، اما التفصیل فقد فرغنا عنه فی کتاب التفضیل بتوفیق الملک الجلیل، و لاحول ولا قوة الا باللّٰہ۔

اقول (میں کہتا ہوں) اور تجھیں اختیار ہے کہ تردید کو تقسیم پر محمول کرو نہ کہ تردد پر۔ تو معنی یہ ہے کہ معنی ثانی پر تفضیلِ شیخین قطعی ہے اور معنی اول پر قطعی جیسی ہے اور یہاں سے تمہیں ظاہر ہوگیا کہ جس نے یہ کہا کہ ہم نے اس مسئلہ میں اجماع کرنے والوں کو دیکھا کہ وہ بھی ظنی پر قائم ہیں قطعی فیصلہ نہیں کرتے تو وہ سچا ہے اگر اس نے ظنی بالمعنی الاعم مراد لیا اور قطعی بالمعنی الاخص کا قصد کیا، اور یہ کہ ہم کو نقصان دہ نہیں اور اس کو سودمند نہیں، اور اگر وہ اس کا عکس مراد لے تو اس نے غلط کہا اور اس پر ان دلائل سے حجت قائم ہے جن کے مقابل کی اس کو طاقت نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔ اس مقام میں یہ مختصر قول ہے اور ہم نے تمہیں اشارہ کیا اُن نکتوں کی طرف جن سے اندھیرا چھٹ جاتا ہے۔ رہی تفصیل تو ہم اس سے فارغ ہوچکے کتاب تفضیل میں اللہ ملک جلیل کی توفیق سے، اور برائی سے پھرنے اور نیکی کی طاقت نہیں مگر اللہ سے۔

لطيفة: قال الامام الرازی فی مفاتیح الغیب سورة واللیل سورة ابی بکر وسورة والضحٰی سورة محمد علیه الصلٰوة والسلام ثم ما جعل بینهما واسطة لیعلم انه لا واسطة بین محمد صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم وابی بکر فان ذکرت اللیل اولاً وهو ابوبکر

لطیفہ: فرمایا امام رازی نے مفاتیح الغیب میں کہ سورۃ واللیل ابوبکر کی سورۃ ہے اور سورۃ والضحٰی محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سورت ہے، پھر اللہ تعالٰی نے ان سورتوں کے درمیان واسطہ نہ رکھا تاکہ معلوم ہو کہ محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور ابوبکر کے درمیان کوئی شخص واسطہ نہیں تو اگر تم پہلے واللیل کا ذکر کرو وہ ابوبکر ہیں پھر

www.alahazratnetwork.org

ثم صعدت وجدت بعدہ النہار وھو محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وان ذکرت والضحٰی اولاً وھو محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثم نزلت وجدت بعدہ واللیل وھو ابوبکر لیعلم انہ لا واسطۃ بینھما[1] انتہی۔

چڑھو تو اس کے بعد دن کو پاؤ گے تو وہ محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ہیں اور اگر تم پہلے والضحٰی کا ذکر کرو اور وہ محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں، پھر اترو تو اس کے بعد واللیل کو پاؤ گے اور وہ ابوبکر ہیں تاکہ معلوم ہوجائے کہ ان دونوں کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔

اقول وکان تقدیم واللیل علٰی ھذا التقدیر لانہا جواب عن طعن الکفار فی جناب الصدیق والضحٰی جواب عن طعنھم فی سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وتبرئۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتستلزم تبرئۃ الصدیق لانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعلی وبراءۃ الاعلی لاتوجب براءۃ الادنی وتبرئۃ الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ یحکم تبرئۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالطریق الاولٰی اذ انما برئ لانہ عبد ذلک البری النقی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فکان فی تقدیم واللیل استعجالاً الی الجواب عن الطعنین معاً ولو اخرلتأخر الجواب عن طعن الصدیق۔

اقول اور واللیل کی تقدیم اس تقدیر پر اس لئے ہے کہ وہ جناب صدیق کے بارے میں کفار کے طعنہ کا جواب ہے اور والضحٰی ان کے طعنہ کا جواب ہے سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارے میں، اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی برارت صدیق کی برارت کو مستلزم نہیں اس لئے کہ حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اعلٰے ہیں اور اعلٰی کی برارت ادنی کی برارت کو لازم نہیں کرتی اور صدیق رضی اللہ تعالٰے عنہ کی برارت بدرجۂ اولٰے نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی برارت کا حکم کرتی ہے اس لئے کہ صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ اسی لئے بری ہوئے کہ اس بری نقی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے غلام ہیں تو واللیل کی تقدیم میں ایک ساتھ دونوں طعنوں کے جواب کی جلدی ہوتی، اور اگر واللیل کو مؤخر کیا جاتا تو صدیق کے طعنہ کا جواب مؤخر ہوجاتا۔

اقول تسمیۃ سورۃ الصدیق

اقول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۹۳/ ۱تا ۲ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۳۱/ ۲۰۹

www.alahazratnetwork.org

باللیل و سورۃ المصطفٰی بالضحٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورضی اللہ تعالٰی عنہ کانہ اشارۃ الٰی ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نور الصدیق وھداہ ووسیلۃ الی اللہ بہ یبتغی فضلہ ورضاہ والصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ راحۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ووجہ انسہ وسکونہ واطمینان نفسہ وموضع سرہ ولباس خاصتہ فقد قال تبارک وتعالٰی "وجعلنا الیل لباسا[1]" وقال تعالٰی "وجعل لکم الیل والنہار لتسکنوا فیہ ولتبتغوا من فضلہ ولعلکم تشکرون[2]"، وتلمیح الٰی ان نظام عالم الدین انما یقوم بہما کما ان نظام عالم الدنیا یقوم بالملوین فلولا النہار لما کان ابصار ولو لا اللیل لما حصل قرار، فالحمد للہ العزیز الغفار۔

لطیفۃ: استنبط القاضی الامام ابوبکر الباقلانی من الاٰیات

تعالٰی عنہ کی سورت کو واللیل کا نام دینا اور مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سورت کا نام ضحٰی رکھنا گویا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صدیق کا نور اور ان کی ہدایت اور اللہ کی طرف ان کا وسیلہ جن کے ذریعہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا طلب کی جاتی ہے اور صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی راحت اور ان کے انس وسکون اور اطمینان نفس کی وجہ ہیں اور ان کے محرم راز اور ان کے خاص معاملات سے وابستہ رہنے والے اس لئے کہ اللہ تبارک تعالٰی فرماتا ہے: "اور رات کو پردہ پوش کیا۔" اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے: "تمھارے لئے رات اور دن بنائے کہ رات میں آرام کرو اور دن میں اس کا فضل ڈھونڈو اور اس لئے کہ تم حق مانو۔" اور یہ اس بات کی طرف تلمیح ہے کہ دین کا نظام ان دونوں سے قائم ہے جیسے کہ دنیا کا نظام دن رات سے قائم ہے تو اگر دن نہ ہو تو کچھ نظر نہ آئے اور رات نہ ہو تو سکون حاصل نہ ہو، تو اللہ عزیز غفار ہی کے لئے حمد ہے۔

لطیفہ: قاضی امام ابوبکر باقلانی نے اس آیہ کریمہ سے حضرت سیدنا مرتضٰی پر فضیلت

---

[1] القرآن الکریم ۷۸/ ۱۰
[2] القرآن الکریم ۲۸/ ۷۳

www.alahazratnetwork.org

الکریمۃ وجہا اٰخر لتفضیل سیدنا الصدیق علٰی سیدنا المرتضی لقاھما اللہ تعالٰی باحسن الرضا، انبانا السراج عن الجمال عن السندی عن الفلانی عن محمد سعید عن محمد طاھر عن ابیہ ابراھیم الکردی عن القشاشی عن الرملی عن الزین زکریا عن ابن حجر عن مجد الدین الفیروزآبادی عن الحافظ سراج الدین القزوینی عن القاضی ابی بکر التفتازانی عن شرف الدین محمد بن محمد الھروی عن محمد بن عمر الرازی قال فی مفاتیح الغیب "ذکر القاضی ابوبکر الباقلانی فی کتاب الامامۃ فقال اٰیۃ الواردۃ فی حق علی کرم اللہ وجہہ الکریم: انما نطعمکم لوجہ اللہ لا نرید منکم جزاءً ولا شکورا ۝ انا نخاف من ربنا یوما عبوسا قمطریرا ۝" والاٰیۃ الواردۃ فی حق ابی بکر "الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلٰی ولسوف یرضٰی" فدلت الاٰیتان

صدیق کی دوسری وجہ استنباط کی، اللہ تبارک و تعالٰی دونوں کو اپنی بہترین رضا سے ہمکنار کرے، ہمیں خبر دی سراج نے، وہ روایت کرتے ہیں جمال سے، وہ روایت کرتے ہیں سندی سے، وہ روایت کرتے ہیں محمد سعید سے، وہ روایت کرتے ہیں محمد طاہر سے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ ابراہیم کردی سے، وہ روایت کرتے ہیں قشاشی سے، وہ روایت کرتے ہیں رملی سے، وہ روایت کرتے ہیں زین زکریا سے، وہ روایت کرتے ہیں ابن حجر سے، وہ روایت کرتے ہیں مجد الدین فیروزآبادی سے، وہ روایت کرتے ہیں حافظ سراج الدین قزوینی سے، وہ روایت کرتے ہیں قاضی ابوبکر تفتازانی سے، وہ روایت کرتے ہیں شرف الدین محمد بن محمد الہروی سے، وہ روایت کرتے محمد بن عمر رازی سے، انھوں نے مفاتیح الغیب میں فرمایا قاضی ابوبکر باقلانی نے کتاب الامامۃ میں ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا کہ وہ آیت جو علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں وارد ہے: "ان سے کہتے ہیں ہم تمھیں خاص اللہ کے لئے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکرگزاری نہیں مانگتے بے شک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت ترش نہایت سخت ہے۔" اور وہ آیت جو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حق میں وارد ہوئی: "صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب

www.alahazratnetwork.org

ان کل احد منھما انما فعل ما فعل لوجہ اللہ الا ان اٰیۃ علی تدل علی انہ فعل ما فعل لوجہ اللہ وللخوف من یوم القیٰمۃ علی ما قال "انا نخاف من ربنا یوما عبوسا قمطریرا" واما اٰیۃ ابی بکر فانھا دلت علی انہ فعل ما فعل لمحض وجہ اللہ تعالٰی من غیر ان یشوبہ طمع فیما یرجع الی رغبۃ فی ثواب اورھبۃ من عقاب فکان مقام ابی بکر اعلٰی واجل[1] انتہی۔

سے بلند ہے اور بیشک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا"۔۔۔ یہ دونوں آیتیں دلالت کرتی ہیں کہ ان دونوں میں سے ہر ایک نے نیکی اللہ کی خوشنودی کے لئے کی مگر یہ کہ سیدنا علی کے حق میں جو آیت اتری وہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انھوں نے جو کچھ کیا وہ اللہ کی خوشنودی اور روزِ قیامت کے ڈر سے کیا اس بنا پر انھوں نے کہا، "بیشک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت ترش اور نہایت سخت ہے" اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حق میں اترنے والی آیت وہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ انھوں نے جو کچھ کیا محض اللہ کے لئے کیا بغیر اس کے کہ اس میں کچھ طمع کا شائبہ ہو اس امر میں جو ثواب میں رغبت یا عذاب میں ہیبت کی طرف لوٹتا ہے، تو ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مقام اعلٰی اور اجل ہوا انتہی۔

اقول والتحقیق ان جملۃ جلۃ الصحابۃ الکرام رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین ارقی فی مراقی الولایۃ والفناء عن الخلق والبقاء بالحق من کل من دونھم من اکابر الاولیاء العظام کائنین من کانوا وشانھم رضی اللہ تعالٰی عنھم ارفع واعلٰی من ان یقصدوا

اقول (میں کہتا ہوں) اور تحقیق یہ ہے کہ تمام اجلّۂ صحابۂ کرام مراتبِ ولایت میں اور خلق سے فنا اور حق میں بقا کے مرتبہ میں اپنے ماسوا تمام اکابر اولیاءِ عظام سے وہ جو بھی ہوں افضل ہیں اور ان کی شان ارفع و اعلٰی ہے اس سے کہ وہ اپنے اعمال سے غیر اللہ کا قصد کریں، لیکن مدارج متفاوت ہیں اور مراتب ترتیب کے ساتھ

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ٩٢/٢٠ و ٢١ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ٣١/٢٠٦

www.alahazratnetwork.org

باعمالھم غیر اللہ سبحٰنہ و تعالٰی لکن المدارج متفاوتۃ والمراتب مترتبۃ وشیئ دون شیئ وفضل فوق فضل، ومقام الصدیق حیث انتھت النھایات وانقطعت الغایات اذھو رضی اللہ تعالٰی عنہ کما صرح بہ امام القوم سیدی محی الملۃ والدین ابن عربی قدس اللہ تعالٰی سرہ الزکی امام الائمۃ و مالک الازمۃ ومقامہ فوق الصدیقیۃ ودون النبوۃ التشریعیۃ ولیس احد بینہ و بین مولاہ الاکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، وعلی اسم خاتم الرسالۃ ختمنا الرسالۃ، والحمد للہ مولی الجلالۃ۔

تم الکتاب علی ثناء الھاشمی
ختم الالٰہ لنا علی اسم الخاتم

سبحٰن ربک رب العزۃ عما یصفون وسلٰم علی المرسلین، والحمد للہ رب العٰلمین[1]۔

ہیں اور کوئی شے کسی شے سے کم ہے اور کوئی فضل کسی فضل کے اوپر ہے اور صدیق (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کا مقام وہاں ہے جہاں نہایتیں ختم اور غایتیں منقطع ہوگئیں اس لئے کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ امام القوم سیدی محی الدین ابن عربی قدس سرہ الزکی کی تصریح کے مطابق پیشواؤں کے پیشوا اور تمام کی لگام تھامنے والے اور ان کا مقام صدیقیت سے بلند اور تشریع نبوت سے کمتر ہے ان کے درمیان اور ان کے مولائے اکرم محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے درمیان کوئی نہیں، اور خاتم رسالت کے نام ہم نے اپنا یہ رسالہ تمام کیا اور اللہ کے لئے حمد ہے جو مالک ہے جلالت کا، کتاب رسول ہاشمی کی ثنا پر تمام ہوئی اور اللہ ہمارا خاتمہ فرمائے خاتم النبیین کے نام پر۔ سبحٰن ربک رب العزۃ عما یصفون وسلٰم علی المرسلین والحمد للہ رب العٰلمین۔

رسالہ الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی ختم ہوا

نوٹ

جلد ۲۸ کتاب الشتی حصہ سوم فضائل ومناقب کے عنوان پر اختتام پذیر ہوئی
جلد ۲۹ کتاب الشتی کے حصہ چہارم سے شروع ہوگی ان شاء اللہ تعالٰی۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۷/ ۱۸۰ تا ۱۸۲

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل عظیم الشان فقہی انسائیکلوپیڈیا

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

فتاوٰی رضویہ

جلد 29

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

تصنیف لطیف: اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ

ALAHAZRAT NETWORK

اعلحضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

www.alahazratnetwork.org

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان

فقہی انسائیکلوپیڈیا

جلد ۲۹

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ ـــــ ۱۳۴۰ھ

۱۸۵۶ء ـــــ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن ، جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ، لاہور، پاکستان (۵۴۰۰۰)

فون ۷۶۵۷۴۰۲ ۷۶۵۷۳۱۳

www.alahazratnetwork.org

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

1/1

نام کتاب ـــــــــ فتاوٰی رضویہ جلد ۲۹
تصنیف ـــــــــ اعلیحضرت شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ
فیضانِ کرامت ـــــــــ مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ
سرپرستی ـــــــــ صاحبزادہ مولانا محمد عبدالمصطفٰی ہزاروی ناظم اعلٰی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور شیخوپورہ
اہتمام ـــــــــ صاحبزادہ مولانا قاری نصیر احمد ہزاروی ناظم شعبہ نشرواشاعت
ترجمہ عربی وفارسی عبارات ـــــــــ حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور و شیخوپورہ
پیش لفظ ـــــــــ " " " " " " " " "
تبویب جدید ـــــــــ " " " " " " " " "
ترتیب فہرست ـــــــــ " " " " " " " " "
تخریج وتصحیح ـــــــــ مولانا نذیر احمد سعیدی، مولانا حافظ محمد شہزاد ہاشمی، مولانا غلام حسن
کتابت ـــــــــ محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالہ)
پیسٹنگ ـــــــــ مولانا محمد منشا تابش قصوری صدر مدرس وانچارج شعبہ فارسی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
صفحات ـــــــــ ۷۵۲
اشاعت ـــــــــ رجب المرجب ۱۴۲۶ھ / اگست ۲۰۰۵ء
ناشر ـــــــــ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
مطبع ـــــــــ
قیمت ـــــــــ

ملنے کے پتے

- رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
  ۰۳۰۰/۹۴۱۵۳۰۰ ۷۶۶۵۷۷۲
- مکتبہ اہلسنت، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
- ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور
- شبیر برادرز، ۴۰ بی اردو بازار، لاہور

www.alahazratnetwork.org

اجمالی فہرست

پیش لفظ ـــــــــــ ۵
فہرست مفصل ـــــــــــ ۱۳
فہرست ضمنی مسائل ـــــــــــ ۳۹
عروض و قوافی ـــــــــــ ۴۷
علم و تعلیم ـــــــــــ ۵۹
زبان و بیان ـــــــــــ ۶۵
وعظ و تبلیغ ـــــــــــ ۶۹
علم الحیوان ـــــــــــ ۷۳
تشریح ابدان ـــــــــــ ۷۵
علم حروف و ریاضی ـــــــــــ ۷۹
حقوق العباد ـــــــــــ ۸۳
لُغت ـــــــــــ ۸۵
خواب ـــــــــــ ۸۷
اجارہ ـــــــــــ ۸۹
عقائد و کلام و دینیات ـــــــــــ ۹۱

فہرست رسائل

○ قوارع القہار ـــــــــــ ۱۱۹
○ ثلج الصدر ـــــــــــ ۲۸۷
○ التحبیر ـــــــــــ ۳۰۳

www.alahazratnetwork.org

- اعتقاد الاحباب ۳۳۹
- رماح القہار ۴۱۱
- خالص الاعتقاد ۴۳۳
- انباء المصطفٰی ۴۸۵
- ازاحۃ العیب ۵۱۱
- انوار الانتباہ ۵۴۹
- اسماع اربعین ۵۷۱
- امور عشرین ۶۱۳
- شرح المطالب ۶۵۵

www.alahazratnetwork.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمدللہ ! اعلحضرت امام المسلمین مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے خزائنِ علمیہ اور ذخائرِ فقہیہ کو جدید انداز میں عصرِ حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظرِ عام پر لانے کے لئے مفتی اعظم پاکستان شیخ الحدیث، قدوۃ العلماء، حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی علیہ الرحمۃ کی زیرِ سرپرستی دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری کے ساتھ مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے اہداف کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا کی متعدد تصانیف شائع کر چکا ہے جن میں بین الاقوامی معیار کے مطابق شائع ہونے والی مندرجہ ذیل عربی تصانیف خاص اہمیت کی حامل ہیں:

(۱) الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ (۱۳۲۳ھ)
مع الفیوضات الملکیۃ لمحب الدولۃ المکیۃ (۱۳۲۶ھ)
(۲) انباء الحی ان کلامہ المصون تبیان لکل شیئ (۱۳۲۶ھ)
مع التعلیقات حاسم المفتری علی السید البری (۱۳۲۸ھ)
(۳) کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراھم (۱۳۲۴ھ)
(۴) صیقل الرین عن احکام مجاورۃ الحرمین (۱۳۰۵ھ)
(۵) ھادی الاضحیۃ بالشاۃ الھندیۃ (۱۳۱۴ھ)

www.alahazratnetwork.org

(۶) الصافیة الموحیة لحکم جلود الاضحیة (۱۳۰۷ھ)

(۷) الاجازات المتینة لعلماء بکة والمدینة (۱۳۲۴ھ)

مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویہ المعروف بہ فتاوی رضویہ کی تخریج و ترجمہ کے ساتھ عمدہ و خوبصورت انداز میں اشاعت ہے۔ فتاوی مذکورہ کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ/مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا اور بفضلہ تعالیٰ جل مجدہٗ و بعنایت رسولہ الکریم تقریباً پندرہ ۱۵ سال کے مختصر عرصہ میں انتیسویں ۲۹ جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس سے قبل شائع ہونے والی اٹھائیس ۲۸ جلدوں کے مشمولات کی تفصیل سنینِ اشاعت، کتب و ابواب، مجموعی صفحات، تعدادِ سوالات و جوابات اور ان میں شامل رسائل کی تعداد کے اعتبار سے حسب ذیل ہے،

نمبر جلد	عنوانات	مسئلہ جوابات	تعداد رسائل	سنین اشاعت	
۱	کتاب الطہارۃ	۲۲	۱۱	شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ — مارچ ۱۹۹۰ء	۸۳۸
۲	"	۳۳	۷	ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ — نومبر ۱۹۹۱ء	۷۱۰
۳	"	۵۹	۶	شعبان المعظم ۱۴۱۲ھ — فروری ۱۹۹۲ء	۷۵۶
۴	"	۱۲۵	۵	رجب المرجب ۱۴۱۳ھ — جنوری ۱۹۹۳ء	۷۶۰
۵	کتاب الصلوٰۃ	۱۴۰	۶	ربیع الاول ۱۴۱۴ھ — ستمبر ۱۹۹۳ء	۶۹۲
۶	"	۴۵۷	۴	ربیع الاول ۱۴۱۵ھ — اگست ۱۹۹۴ء	۷۳۶
۷	"	۲۶۹	۷	رجب المرجب ۱۴۱۵ھ — دسمبر ۱۹۹۴ء	۷۲۰
۸	"	۳۳۷	۶	محرم الحرام ۱۴۱۶ھ — جون ۱۹۹۵ء	۶۶۳
۹	کتاب الجنائز	۲۷۳	۱۳	ذیقعدہ ۱۴۱۶ھ — اپریل ۱۹۹۶ء	۹۴۶
۱۰	کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج	۳۱۶	۱۶	ربیع الاول ۱۴۱۷ھ — اگست ۱۹۹۶ء	۸۳۲
۱۱	کتاب النکاح	۴۵۹	۶	محرم الحرام ۱۴۱۸ھ — مئی ۱۹۹۷ء	۷۳۶
۱۲	کتاب النکاح، کتاب الطلاق	۳۲۸	۳	رجب المرجب ۱۴۱۸ھ — نومبر ۱۹۹۷ء	۶۵۶
۱۳	کتاب الطلاق، کتاب الایمان، کتاب الحدود والتعزیر	۲۹۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۱۸ھ — مارچ ۱۹۹۸ء	۶۸۸
۱۴	کتاب السیر	۳۳۹	۷	جمادی الاخریٰ ۱۴۱۹ھ — ستمبر ۱۹۹۸ء	۷۱۲

www.alahazratnetwork.org

۱۵	کتاب السیر	۸۱	۱۵	محرم الحرام ۱۴۲۰ — اپریل ۱۹۹۹	۷۴۴
۱۶	کتاب الشرکۃ، کتاب الوقف	۴۳۲	۳	جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ — ستمبر ۱۹۹۹	۶۳۲
۱۷	کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الکفالہ	۱۵۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۲۰ — فروری ۲۰۰۰	۷۱۶
۱۸	کتاب الشہادۃ، کتاب القضاء والدعاوی	۱۵۲	۲	ربیع الثانی ۱۴۲۱ — جولائی ۲۰۰۰	۷۴۰
۱۹	کتاب الوکالہ، کتاب الاقرار، کتاب الصلح، کتاب المضاربہ، کتاب الامانات، کتاب العاریہ، کتاب الہبہ، کتاب الاجارہ، کتاب الاکراہ، کتاب الحجر۔	۲۹۶	۳	ذیقعدہ ۱۴۲۱ — فروری ۲۰۰۱	۶۹۲
۲۰	کتاب الغصب، کتاب الشفعہ، کتاب القسمہ، کتاب المزارعہ، کتاب الصید والذبائح، کتاب الاضحیہ	۲۳۴	۳	صفر المظفر ۱۴۲۲ — مئی ۲۰۰۱	۶۳۲
۲۱	کتاب الحظر والاباحۃ	۲۹۱	۹	ربیع الاول ۱۴۲۳ — مئی ۲۰۰۲	۶۷۶
۲۲	〃 〃 〃	۲۴۱	۶	جمادی الاخریٰ ۱۴۲۳ — اگست ۲۰۰۲	۶۹۲
۲۳	〃 〃 〃	۴۰۹	۷	ذوالحجہ ۱۴۲۳ — فروری ۲۰۰۳	۷۶۸
۲۴	〃 〃 〃	۲۸۴	۹	ذوالحجہ ۱۴۲۳ — فروری ۲۰۰۳	۷۲۰
۲۵	کتاب المداینات، کتاب الاشربہ، کتاب الرہن، کتاب القسم، کتاب الوصایا۔	۱۸۳	۳	رجب المرجب ۱۴۲۴ — ستمبر ۲۰۰۳	۶۵۸
۲۶	کتاب الفرائض، کتاب الشتی حصہ اول	۳۲۵	۸	محرم الحرام ۱۴۲۵ — مارچ ۲۰۰۴	۶۱۶
۲۷	کتاب الشتی حصہ دوم	۳۵	۱۰	جمادی الاخریٰ ۱۴۲۵ — اگست ۲۰۰۴	۶۸۴
۲۸	کتاب الشتی حصہ سوم	۲۲	۶	ذیقعدہ ۱۴۲۵ — جنوری ۲۰۰۵	۶۸۴

فتاوٰی رضویہ قدیم کی پہلی آٹھ جلدوں کے ابواب کی ترتیب وہی تھی جو معروف و متداول کتب فقہ و فتاوٰی میں مذکور ہے۔ رضا فاؤنڈیشن کی طرف سے شائع ہونے والی تیس ۳۰ جلدوں میں اسی ترتیب کو

www.alahazratnetwork.org

ملحوظ رکھا گیا ہے مگر فتاوٰی رضویہ قدیم کی چار مطبوعہ جلدوں (جلد نہم، دہم، یازدہم، دوازدہم) کی ترتیب ابواب فقہ سے عدم مطابقت کی وجہ سے محلِ نظر تھی، چنانچہ ادارہ ہذا کے سرپرست اعلٰی محسنِ اہلسنت مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ و دیگر اکابر علما و مشائخ سے استشارہ و استفسار کے بعد ارکینِ ادارہ نے فیصلہ کیا تھا کہ بیسویں جلد کے بعد والی جلدوں میں فتاوٰی رضویہ قدیم کی ترتیب کے بجائے ابوابِ فقہ کی معروف ترتیب کو بنیاد بنایا جائے، نیز اس سلسلہ میں بحرالعلوم حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمنان صاحب اعظمی دامت برکاتہم العالیہ کی گرانقدر تحقیقِ انیق کو بھی ہم نے پیشِ نظر رکھا اور اس سے بھرپور راہنمائی حاصل کی۔ عام طور پر فقہ و فتاوٰی کی کتب میں کتاب الاضحیہ کے بعد کتاب الحظروالاباحۃ کا عنوان ذکر کیا جاتا ہے اور ہمارے ادارے سے شائع شدہ بیسویں جلد کا اختتام چونکہ کتاب الاضحیہ پر ہوا تھا لہذا اکیسویں (۲۱) جلد سے مسائلِ حظر واباحۃ کی اشاعت کا آغاز کیا گیا۔ کتاب الحظروالاباحۃ (جو چار جلدوں ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴ پر مشتمل ہے) کی تکمیل کے بعد ابواب مداینات، اشربہ، رہن، قسم، وصایا اور فرائض پر مشتمل پچیسویں (۲۵)، چھبیسویں (۲۶) جلد منصّۂ شہود پر آئی۔ باقی رہے مسائلِ کلامیہ و دیگر متفرق عنوانات پر مشتمل مباحث و فتاوائے اعلٰحضرت جو فتاوٰی رضویہ قدیم کی جلد نہم و دوازدہم میں غیر مبوب و غیر مرتب طور پر مندرج ہیں ان کی ترتیب و تبویب اگرچہ آسان کام نہ تھا مگر رب العالمین عزوجل کی توفیق، رحمۃ للعالمین صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین کی نظرِ عنایت، اعلٰحضرت اور مفتیٔ اعظم رحمۃ اللہ تعالٰے علیہما کے روحانی تصرف وکرامت سے راقم حقیر نے یہ گھاٹی بھی عبور کرلی اور کتاب الحظروالاباحۃ کی طرح ان بکھرے ہوئے موتیوں کو ابواب کی لڑی میں پروکر مرتبط ومنضبط کردیا ہے وللہ الحمد۔

اس سلسلہ میں ہم نے مندرجہ ذیل امور کو بطورِ خاص ملحوظ رکھا:

(ا) ان تمام مسائلِ کلامیہ و متفرقہ کو کتاب الشتی کا مرکزی عنوان دے کر مختلف ابواب پر تقسیم کردیا ہے۔

(ب) تبویب میں سوال واستفتاء کا اعتبار کیا گیا ہے نہ کہ جوابات میں مذکورہ مباحث کا۔

(ج) ایک ہی استفتاء میں مختلف ابواب سے متعلق سوالات مذکور ہونے کی صورت میں ہر سوال کو مستفتی کے نام سمیت متعلقہ ابواب کے تحت داخل کردیا ہے۔

(د) مذکورہ بالا دونوں جلدوں (نہم و دوازدہم قدیم) میں شامل رسائل کو اُن کے عنوانات کے مطابق متعلقہ ابواب کے تحت داخل کردیا ہے۔

(ھ) رسائل کی ابتداء اور انتہاء کو ممتاز کیا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

(۵) کتاب الشتی کے ابواب سے متعلق اعلیحضرت کے بعض رسائل جو فتاوٰی رضویہ قدیم میں شامل نہ ہوسکے تھے اُن کو بھی موزوں و مناسب جگہ پر شامل کردیا ہے۔

(٦) تبویب جدید کے بعد موجودہ ترتیب چونکہ سابق ترتیب سے بالکل مختلف ہوگئی ہے لہذا مسائل کی مکمل فہرست موجودہ ابواب کے مطابق نئے سرے سے مرتب کرنا پڑی۔

(۷) کتاب الشتی میں شامل تمام رسائل کے مندرجات کی مکمل و مفصل فہرستیں مرتب کی گئی ہیں۔

۲۹
انتیسویں جلد

یہ جلد ۲۱۵ سوالوں کے جوابات اور مجموعی طور پر ۷۵۲ صفحات پر مشتمل ہے، اس جلد کی عربی و فارسی عبارات کا ترجمہ راقم الحروف نے کیا ہے، البتہ رسالہ "خالص الاعتقاد" کی بعض عبارات کا ترجمہ حضرت مولانا تحسین رضا خاں صاحب نے کیا ہے جبکہ تیسیر بیاب التدبیر اور شرح الصدر لایمان القدر کی اکثر عبارات کا ترجمہ حضرت علامہ مولانا محمد احمد مصباحی دامت برکاتہم العالیہ کے رشحاتِ قلم کا ثمر ہے۔ رسالہ قوارع القہار کا ترجمہ مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی علیہ الرحمہ کا تحریر کردہ ہے۔ اور رسالہ اعتقاد الاحباب کی تزئین و ترتیب اور توضیح و تشریح خلیل العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی علیہ الرحمہ نے فرمائی ہے۔

پیشِ نظر جلد (کتاب الشتی حصہ چہارم) بنیادی طور پر مسائل کلامیہ و اعتقادیہ پر مشتمل ہے جو فتاوٰی رضویہ قدیم جلد نہم و دوازدہم میں متفرق طور پر مذکور ہیں ہم نے ان کو یکجا کردیا ہے۔ علاوہ ازیں اس جلد میں عروض و قوافی، علم و تعلیم، زبان و بیان، علم الحیوان، علم حروف و ریاضی، وعظ و تبلیغ، حقوق العباد، تشریح ابدان، خواب، لغت اور اجارہ کے بارے میں سوالوں کے جوابات بھی شامل ہیں۔ مذکورہ بالا عنوانات کے علاوہ متعدد عنوانات سے متعلق مسائل ضمناً زیر بحث آئے ہیں۔

انتہائی وقیع اور گرانقدر تحقیقات و تدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل گیارہ رسائل بھی اس جلد کی زینت ہیں:

(۱) قوارع القہار علی المجسمۃ الفجار المعروف بہ ضربِ قہاری (۱۳۱۸ھ)
آیات متشابہات پر آریوں کے اعتراضات کا منہ توڑ جواب

www.alahazratnetwork.org

(۲) ازاحۃ العیب بسیف الغیب
علمِ غیب کے موضوع پر مدلّل رسالہ
(۳) خالص الاعتقاد معہ تمہید زماح القہار علی کفر الکفار (۱۳۲۸ھ)
مسئلۂ علمِ غیب کا مدلل بیان
(۴) انباء المصطفیٰ بحال سر و اخفیٰ (۱۳۱۸ھ)
حضور انور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عالمِ ماکان ومایکون ہونے کا ثبوت
(۵) انوار الانتباہ فی حل نداء یارسول اللہ (۱۳۰۴ھ)
یارسول اللہ کہنے کے جواز پر زوردار دلائل
(۶) شرح المطالب فی مبحث ابی طالب (۱۳۱۶ھ)
ایمان ابوطالب کے بارے میں مفصل بحث
(۷) اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والآل والاصحاب (۱۲۹۸ھ)
اہلِ سنّت وجماعت کے دس عقائدِ حقہ کا بیان
(۸) التحبیر بباب التدبیر (۱۳۰۵ھ)
مسئلۂ تدبیر پر سیر حاصل بحث
(۹) ثلج الصدر لایمان القدر (۱۳۲۵ھ)
مسئلۂ قضاء و قدر کا روشن بیان
(۱۰) اسماع الاربعین فی شفاعۃ سید المحبوبین (۱۳۰۵ھ)

(۱۱) امورِ عشرین در عقائد سنیین
سُنّی اور غیر سنی میں امتیاز کرنے والے بیس امور کا بیان

ضروری بات

گو مفتیٔ اعظم علیہ الرحمۃ کے وصالِ پُرملال سے جامعہ نظامیہ رضویہ کو ناقابل برداشت صدمہ سے دوچار ہونا پڑا مگر یہ اس سراپا کرامت وجودِ باجود کا فیضان ہے کہ ان کے فرزندِ ارجمند حضرت علامہ مولانا محمد عبد المصطفیٰ ہزاروی مدظلہ العالی جو علومِ دینیہ وعصریہ کے مستند فاضل

www.alahazratnetwork.org

اور حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی علمی و تجرباتی وسعت و فراست کے وارث و امین ہیں، نہایت صبر و استقامت کا مظاہرہ فرماتے ہوئے تمام شعبہ جات کی ترویج و ترقی کے لئے شب و روز ایک کئے ہوئے ہیں۔ فتاویٰ رضویہ جدید کی اشاعت و طباعت میں بھی بدستور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے نقوش جمیلہ پر گامزن ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے شروع کردہ تمام تعلیمی، تصنیفی، تدریسی تبلیغی اور اشاعتی منصوبے حسب معمول جاری و ساری ہیں۔ آپ حضرات سے درخواست ہے کہ دعاؤں سے نوازتے رہیے تاکہ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے مشن کو ان کے جسمانی و روحانی نائبین بحسن و خوبی ترقی سے ہمکنار کرنے میں اپنا کردار سرانجام دیتے رہیں، فقط۔

حافظ محمد عبدالستار سعیدی
ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ
لاہور و شیخوپورہ، پاکستان

رجب المرجب ۱۴۲۶ھ
اگست ۲۰۰۵ء

www.alahazratnetwork.org

www.alahazratnetwork.org

فہرست مضامین مفصّل

عروض و قوافی

- کنز الآخرۃ نامی کتاب پر فنِ شاعری میں مہارت رکھنے والے ایک شخص کے چند اعتراضات اور مصنّفِ کنز الآخرۃ کی طرف سے ان کے جوابات پر اعلحضرت علیہ الرحمۃ کا علمی، تحقیقی اور فنی تبصرہ۔ ۴۷
- پہلا اعتراض اور اس کا جواب۔ ۴۷
- دوسرا اعتراض اور اس کا جواب۔ ۴۸
- اختلاف حرکت قافیہ میں اساتذہ کی سندیں حدِ تواتر پر ہیں۔ ۴۸
- تائید کے لئے کچھ اشعار۔ ۴۸
- تیسرا اعتراض اور اس کا جواب۔ ۴۹
- جمع کے قوافی میں مفرد کا لحاظ رکھا جائیگا مستحسن ضرور ہے لازم نہیں۔ ۴۹
- چند اشعارِ مؤیدہ۔ ۴۹
- چوتھا اعتراض اور اس کا جواب۔ ۵۰
- پانچواں اعتراض اور اس کا جواب۔ ۵۰
- قفرئیس کسے کہتے ہیں۔ ۵۰
- چھٹا، ساتواں، آٹھواں، نواں اور دسواں اعتراض اور ان کے جوابات۔ ۵۱
- اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا جواب۔ ۵۲
- اعتراضِ اول پر تبصرہ۔ ۵۲
- اعتراضِ دوم پر تبصرہ۔ ۵۲
- اعتراضِ سوم پر تبصرہ۔ ۵۳
- اعتراضِ چہارم پر تبصرہ۔ ۵۳
- اعتراضِ پنجم پر تبصرہ۔ ۵۳
- اعتراضِ ششم پر تبصرہ۔ ۵۳

www.alahazratnetwork.org

اعتراض ہفتم پر تبصرہ۔ ۵۵

اعتراض ہشتم پر تبصرہ۔ ۵۵

اعتراض نہم پر تبصرہ۔ ۵۵

اعتراض دہم پر تبصرہ۔ ۵۶

کرنا، کرلینا اور کر دینا میں فرق اور اس کی مثالیں۔ ۵۷

علم و تعلیم

پانچ سوالات پر مشتمل ایک استفتاء اور اس کا مفصل جواب۔ ۵۹

اللہ تعالٰی اور اس کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہماری ہر حاجت کے متعلق حق و باطل اور نفع و ضرر پر ہمیں مطلع فرمادیا۔ ۶۰

مسائل کو حیا کے پیرائے میں بیان کرنا چاہیے ۶۰

ترجمہ کرتے وقت کیا احتیاطیں ضروری ہیں ۶۰

ایک ہی بات اختلافِ طرزِ بیان سے تعظیم سے توہین تک بدل جاتی ہے۔ ۶۰

صحیح مقابلِ فرضی کا مطلب۔ ۶۰

مالابد اور مفتاح الجنۃ میں زیادات و الحاقات ہیں۔ ۶۰

بہشتی زیور اغلاط و ضلالت و بطالت و جہالت کا مجموعہ ہے۔ ۶۱

جاہل کے لکھے ہوئے مسئلہ کی علماء کو تصدیق نہیں کرنی چاہیے۔ ۶۱

تمام مسائل کہ صاحبِ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف بلفظ قال و عنہ نسبت کئے جاتے ہیں، کتب ظاہر الروایہ کے مسئلے ہیں اور ان تک اسانید متصلہ موجود، ہر مسئلہ کے لئے جدا سند کی حاجت نہیں۔ ۶۱

صاحبِ درمختار کی سند۔ ۶۲

صاحبِ بحر کی سند۔ ۶۳

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں مذکور ایک حدیث کے حوالہ کے بارے میں سوال کا جواب۔ ۶۴

زبان و بیان

زنائے خلافِ رضامندی و بلا رضامندی میں فرق ہے۔ ۶۵

وقف کے بارے میں درمختار اور ہدایہ کی عبارت کا مطلب۔ ۶۶

اس شعر کا مطلب، ؎

میری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی
ہیولی برقِ خرمن کا ہے خونِ گرم دہقاں کا ۶۷

تین اشعار کے مطلب کے بارے میں ایک سوال کا جواب۔ ۶۷

لفظ محمد کے عدد ۹۲ اور خدا کے عدد ۶۰۵ ہیں۔ ۶۸

رسل کرام کی سیر من اللہ الی الخلق ہے اور امت کی سیر من الرسل الی اللہ ہے۔ ۶۸

بے وساطتِ رسل اللہ تعالٰی تک رسائی محال ہے۔ ۶۸

www.alahazratnetwork.org

تصدیق سب رسولوں کی جزوِ ایمان ہے۔ ۶۸

برس کو عربی میں حول کہتے ہیں کہ تحویل سے مشعر ہے۔ ۶۸

برس بمعنی بارش ہے۔ ۶۸

ہر رسول کی رسالت بارشِ رحمت ہے۔ ۶۸

وعظ و تبلیغ

واعظ کے لئے شرطِ اول مسلمان ہونا، شرطِ دوم سُنّی ہونا، شرطِ سوم عالم ہونا اور شرطِ چہارم فاسق نہ ہونا۔ ۷۰

علم الحیوان

کتا اور کل جانور چرند پرند کس کی اولاد ہیں ۷۳

تشریحِ ابدان

کیا کسی شخص کے دو دل ہوسکتے ہیں۔ ۷۵

قلب کیا ہے۔ ۷۶

نکرہ تحت نفی مفید عموم و استغراق ہوتا ہے۔ ۷۶

زوجِ انسانی متجزی نہیں۔ ۷۷

علمِ حروف و ریاضی

تکمیل مجذور کے بارے میں نواب وزیر احمد خان قادری کے ایک سوال کا جواب۔ ۷۹

ایک آیت کریمہ کے عدد سے ایک رافضی کے غلط استدلال کا ردِ بلیغ۔ ۸۰

روافض کی بنائے مذہب اوہام بے سروپا در ہوا ہے۔ ۸۰

ہر آیتِ عذاب کے عدد اسماءِ اخیار سے مطابق کرسکتے ہیں اور ہر آیتِ ثواب کے عدد اسماءِ کفار سے کہ اسماء میں وسعت وسیعہ ہے۔ ۸۰

امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے تین صاحبزادوں کے نام ابوبکر و عمر و عثمان ہیں۔ ۸۰

حضرت امام حسن و حسین و محسن کے نام حضرت داود علیہ السلام کے بیٹوں شبر و شبیر و مشبر کے ہم وزن وہم معنیٰ ہیں۔ ۸۱

آیاتِ عذاب و اسماءِ اشرار اور آیاتِ مدح و اسماءِ اخیار کے عدد میں مطابقت کی سات مثالیں۔ ۸۱

حقوق العباد

اگر کوئی شخص کسی عورت سے بدفعلی کرے پھر اس کے خاوند سے معافی طلب کرے تو اس کے معاف کرنے سے معاف ہوجائے گا یا اس پر توبہ لازم ہے اور اگر فقط توبہ کرلے تو کیا یہ گناہ معاف ہوجائے گا۔ ۸۲

www.alahazratnetwork.org

لغت

تشکیل اور عقیل کا معنی کیا ہے۔ ۸۵

خواب

خواب کیا چیز ہے۔ ۸۷
خواب چار قسم ہے۔ ۸۷
پہلا حدیثِ نفس۔ ۸۷
دوسرا القاءِ شیطان۔ ۸۷
تیسرا القاءِ فرشتہ۔ ۸۷
چوتھا القاءِ الٰہی۔ ۸۸

اجارہ

جو شخص کسی کام کے لئے منتخب کیا گیا وہ اس کو پوری طرح ادا نہ کرے یعنی قاصر رہے تو اس کو کیا سمجھنا چاہیے۔ ۸۹

عقائد و کلام و دینیات

آٹھ سوالات پر مشتمل استفتاء کا جواب ۹۱
علمِ غیب ذاتی اللہ عزوجل کے لئے خاص ہے اور اللہ تعالٰی کے بتانے سے انبیاء کو معلوم ہونا ضروریاتِ دین سے ہے۔ ۹۲
آیات و احادیث سے تائید۔ ۹۲
رنڈیوں کا ناچ حرام ہے۔ اولیاء کرام کے عرسوں پر بے قید جاہلوں نے یہ معصیت پھیلائی ہے ۹۲
خاوند کے شراب پینے کا وبال اس پر ہے، عورت اسے جماع سے منع نہیں کرسکتی۔ ۹۳
امانت میں خیانت اور غدر و بدعہدی جائز نہیں۔ ۹۳
کسی جرم قانونی کا ارتکاب کرکے اپنے آپ کو ذلت پر پیش کرنا منع ہے۔ ۹۳
غدر اور قانونی جرم کے بغیر ہندو کا مال ملے تو اس کو لے لینا مباح ہے۔ ۹۴
عورت کی خواہش مرد سے بہت زیادہ ہے مگر اللہ تعالٰی نے اس پر حیا ڈال دی ہے ۹۴
کنگھے کے لئے شریعت میں کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہے۔ ۹۴
تقویۃ الایمان ایک گمراہی اور بے دینی کی کتاب ہے۔ ۹۴
وہابی کون ہیں، ان کی اصل کہاں سے نکلی اور ان کے عقائد کیا ہیں۔ ۹۵
مولود شریف کی حقیقت کیا ہے ۹۶
خواجہ حسن نظامی دہلوی کی کتاب محرم نامہ کے بارے میں سوال کا جواب۔ ۹۷
سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ جلیل القدر صحابی ہیں، آپ کے فضائل و مناقب۔ ۹۸
صحابہ سب کے سب اہلِ خیر و عدالت ہیں ۹۸
اولیاء اللہ کے بارے میں چھ سوالات پر مشتمل ایک استفتاء کا جواب۔ ۱۰۳

روحِ انسانی بعد موت بھی زندہ رہتی ہے۔ ١٠٣
موتِ روح کے قائل بدمذہب ہیں۔ ١٠٣
میّت اپنی قبر پر آنے والوں کو دیکھتا اور ان کی آواز کو سنتا ہے۔ ١٠٣
اولیاء اللہ کے تصرفات اور فیض رسانی کے بارے میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی عبارت۔ ١٠٣
حیاتِ شہداء و اولیاء کا ثبوت قرآن مجید سے ١٠٥
حضور سیدنا غوث اعظم ضرور دستگیر اور خواجہ معین الدین چشتی ضرور غریب نواز ہیں۔ ١٠٥
عباراتِ علماء سے تائید۔ ١٠٥
قرآن مجید میں جب سب کچھ موجود ہے تو پھر اماموں کا اختلاف کس بناء پر ہے۔ ١٠٦
علم ہونے کے باوجود رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا زمانۂ اقدس میں سکوت حکمت پر مبنی تھا۔ ١٠٨
سیدنا حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی والدہ ماجدہ کے بارے میں چھ سوالات پر مشتمل استفتاء کا جواب۔ ١٠٩
سیدہ مریم کے یوسف نجار کے ساتھ نکاح اور ان کے نبیہ ہونے کا شریعت مطہرہ میں کوئی ثبوت نہیں۔ ١٠٩
چار نبیوں کو ابھی تک موت کا لحوق نہیں ہوا ١٠٩
حیاتِ انبیاء کے منکر گمراہ بددین ہیں۔ ١١٠
تمام انبیاء بحیاتِ حقیقی دنیاوی جسمانی زندہ ہیں۔ ١١٠
حاشا کہ کوئی رسول رسالت سے معزول کیا جاتا ہے نہ سیدنا مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام معزول ہوں گے۔ ١١٠
حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا امتی ہونا رسالت کے خلاف نہیں۔ ١١١
منسوخ پر حکم باطل ہے۔ ١١١
مسلّم الثبوت کی ایک عبارت کے بارے میں سوال کا جواب۔ ١١٢
مصنف مسلّم الثبوت سُنّی حنفی ہیں آزاد خیال نہیں۔ ١١٢
ایک مجمل گول سوال پر تنبیہ ١١٢
حدیث لولاک کے بارے میں ایک سوال کا جواب۔ ١١٣
اللہ تعالٰی نے تمام جہان حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کیلئے بنایا۔ ١١٣
اللہ تعالٰی کو عرش پر سمجھنے کے بارے میں ایک غلط فتوٰی کا رد۔ ١١٦
اللہ تعالٰی مکان و تمکن سے پاک ہے، نہ عرش اس کا مکان ہے نہ دوسری جگہ۔ ١١٦
استواء علی العرش پر گفتگو۔ ١١٦
آیاتِ متشابہات کے بارے میں اہلسنت کے دو مسلک ہیں۔ ١١٧
ابن تیمیہ کو مادی اور مجرد عن المادہ کے درمیان فرق معلوم نہیں۔ ١١٧

www.alahazratnetwork.org

○ رسالہ قوامع القہار علی المجسمۃ الفجار (قرآن مجید کی آیاتِ متشابہات پر آریہ کے اعتراضات کا تحقیقی جواب) ۱۱۹

اللہ عزوجل کی تنزیہ میں اہل سنت وجماعت کے پندرہ عقیدے۔ ۱۱۹

آیات متشابہات کے باب میں اہلسنت و جماعت کا اعتقاد۔ ۱۲۱

ہدایت وضلالت کا بڑا منشاء قرآن مجید کی آیات کا دو قسم ہونا ہے، محکمات اور متشابہات۔ ۱۲۲

استوا علی العرش کے معنیٰ میں چار نفیس وجوہ تاویل۔ ۱۲۴

قرآن مجید میں استواء سات جگہ آیا ہے، ساتوں جگہ آفرینشِ زمین و آسمان کے ساتھ اور بلافصل اس کے بعد آیا ہے۔ ۱۲۶

آیت کریمہ "الرحمٰن علی العرش استوٰی" آیاتِ متشابہات میں سے ہے۔ ۱۲۸

بحث کتب سے تائید مسئلہ مذکورہ۔ ۱۲۸

چاروں اماموں کا اجماع ہے کہ استواء کے معنے کچھ نہ کہے جائیں اس پر ایمان واجب ہے اور معنی کی تفتیش حرام ہے۔ ۱۳۳

وہابیہ مجسمہ کی بے دینی۔ ۱۳۷

اکثر مسائل میں اہل سنت دو متناقض فرقوں کے وسط میں رہتے ہیں۔ ۱۳۷

جو شخص کہے کہ اللہ تعالٰی عرش پر بیٹھا ہے اور کہیں نہیں ہے، شرعًا اس کا کیا حکم ہے۔ ۱۳۹

نقل تحریر ضلالت تخمیر او رنجدی لبقیر۔ ۱۳۹

ضرب قہاری ۱۴۰

نجدی گمراہ کی چند سطری تحریر میں چھ جہالتوں اور ضلالتوں کا بیان۔ ۱۴۰

مذکورہ بالا جہالتوں اور ضلالتوں کی خبر لینے کے لئے مصنف علیہ الرحمہ کی طرف چھ تپانچے ۱۴۰

پہلا تپانچہ۔ ۱۴۱

مصنف علیہ الرحمہ کی طرف ۲۵۰ ضربیں۔ ۱۴۱

ضرب اول جو ۳۳ ضربوں پر مشتمل ہے۔ ۱۴۱

دوسرا تپانچہ۔ ۱۴۷

تیسرا تپانچہ۔ ۱۵۰

اصلی تپانچہ قیامت کا تپانچہ جس سے مجسمی گمراہی کا سُرمہ ہوجائے۔ ۱۵۰

جو اجسام پر روا ہے اللہ تعالٰی پر روا نہیں۔ ۱۵۲

مکانی چیز کا ایک آن میں دو مختلف مکانوں میں موجود ہونا محال ہے۔ ۱۵۳

واجب ہے کہ مولٰی تعالٰی مکان سے پاک ہو ۱۵۴

کسی مخلوق کو ازلی ماننا باجماعِ مسلمین کفر ہے۔ ۱۵۴

مکان کا مکین کو محیط ہونا لازم۔ ۱۵۵

اگر معبود کو مکانی فرض کیا جائے تو دو حال سے خالی نہ ہوگا کہ جزء لایتجزی کے برابر ہوگا یا اس سے بڑا ہوگا اور یہ دونوں باطل ہیں۔ ۱۵۵

جو مکانی ہو اور جزء لا یتجزیٰ کے برابر نہ ہو اسے مقدار سے مفر نہیں۔ ۱۵۷
مقدار غیر متناہی بالفعل باطل ہے۔ ۱۵۷
مقدار متناہی کے افراد نامتناہی ہیں۔ ۱۵۷
امور متساویۃ النسبۃ میں ایک کی ترجیح ارادے پر موقوف ہے۔ ۱۵۷
ہر مخلوق بالارادہ حادث ہے۔ ۱۵۷
مقداری کا وجود بے مقدار کے محال ہے۔ ۱۵۷
ہر مقدار متناہی قابلِ زیادت ہے۔ ۱۵۷
جہات فوق وتحت دو مفہوم اضافی ہیں ایک کا وجود بے دوسرے کے محال ہے۔ ۱۵۷
ازل میں سوا اللہ عزوجل کے کچھ نہ تھا۔ ۱۵۷
ہر ذی جہت قابل اشارہ حسیہ ہے۔ ۱۵۸
ہر قابل اشارہ حسیہ متحیز ہے۔ ۱۵۸
ہر متحیز جسم یا جسمانی ہے۔ ۱۵۸
ہر جسم وجسمانی محتاج۔ ۱۵۸
اللہ تعالٰے احتیاج سے پاک ہے۔ ۱۵۸
عرش زمین سے غایت بُعد پر ہے۔ ۱۵۸
عاجز و اسفل خدا نہیں ہوسکتا۔ ۱۵۸
مکان ومکانی کو جہت سے چارہ نہیں۔ ۱۵۸
جہات نفس امکنہ ہیں یا حدود امکنہ۔ ۱۵۸
زمین گول ہے اور اس کی ہر طرف آبادی ثابت ہے۔ ۱۵۹
اللہ تعالٰے کے لئے مکان وجہت کے اثبات پر ابن تیمیہ وغیرہ کی دلیل کا رَد۔ ۱۵۹

شرع مطہر نے تمام جہان کے مسلمانوں کو نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ ۱۶۰
صمد وہ ہے جس کا جوف نہ ہو۔ ۱۶۰
آسمان اعلٰی کو فلکِ اطلس اور فلک الافلاک کہتے ہیں۔ ۱۶۰
لاجرم ایمان لانا فرض ہے کہ وہ غنی بے نیاز مکان وجہت وجملہ اعراض سے پاک ہے۔ ۱۶۱
بحمد اللہ یہ بیش دلائل جلائل مثبت حق و مبطل باطل ہیں۔ ۱۶۲
رد جہالاتِ مخالف۔ ۱۶۲
ابن لہیعہ مدلس ہے۔ ۱۶۶
مدلس کا عنعنہ محدثین قبول نہیں کرتے۔ ۱۶۶
دراج پر جرح وتعدیل۔ ۱۶۶
ابوالہیثم سے دراج کی روایت ضعیف ہے۔ ۱۶۶
مکان ومنزل ومقام بمعنی مکانت ومنزلت ومرتبہ شائع الاستعمال ہیں۔ ۱۶۶
چوتھا تپانچہ ۱۷۰
آیات متشابہات میں اہلسنت کے صرف دو طریق ہیں۔ ۱۷۰
طریق اول، تفویض ۱۷۱
فائدہ جلیلہ (حاشیہ) ۱۷۱
طریق دوم (تاویل) ۱۷۲
پانچواں تپانچہ ۱۷۶
متواترات صرف معدودے چند ہیں۔ ۱۷۹

www.alahazratnetwork.org

چھٹا تپانچہ ۱۸۰
عرش کسی مکان میں نہیں بلکہ وہ بالائے تمام اجسام ہے۔ ۱۸۰
ضربِ فیصلہ ۱۸۸
ساتواں تپانچہ ۱۸۹
مسئلہ فرضوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ۱۸۹
کسی صحیح حدیث قولی و فعلی و تقریری سے عرش کا مکانِ الٰہی ہونا ثابت نہیں۔ ۱۸۹
کسی صحیح حدیث قولی و فعلی و تقریری سے فرضوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنے کی ممانعت ثابت نہیں۔ ۱۸۹
صحیح لذاتہ و صحیح لغیرہ و حسن لذاتہ و حسن لغیرہ سب حجت اور خود مثبتِ احکام ہیں۔ ۱۹۰
مقامِ فضائل میں ضعاف بالاجماع مقبول ہیں۔ ۱۹۰
مجہول العین بہت ائمہ محققین کے نزدیک مقبول ہے اور مجہول الحال میں بھی بعض اکابر کا مذہب مقبول ہے۔ ۱۹۰
جہالت عین جہالت حال کو مستلزم نہیں۔ ۱۹۰
مجہول پایۂ احتجاج سے ساقط ہے نہ کہ پایۂ اعتبار سے۔ ۱۹۰
مسئلہ غیر مقلدوں کے پیچھے نماز پڑھنا۔ ۱۹۳
لاکھوں تابعین اور ہزاروں صحابہ کرام مقلد تھے۔ ۱۹۴
تقلید واجب شرعی ہے اور زمانۂ رسالت سے شروع ہوئی۔ ۱۹۵
وجودِ آسمان پر دلائل اور فلاسفہ کا رد۔ ۲۰۰
حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ذات و صفات و فضائل و کمالات کبھی زوال پذیر نہیں بلکہ ہمیشہ مترقی ہیں۔ ۲۰۱
گیارھویں شریف اور بزرگوں کی یادگاری کے لئے دن مقرر کرنے کا بیان۔ ۲۰۲
ہمارے ملک میں میلاد خوانی و زیارتِ قبور وغیرہ کا منکر سوا وہابیہ کے کوئی نہیں۔ ۲۰۳
مولود شریف کرنا اور اس میں ذکر ولادت اقدس پر قیام کرنا۔ ۲۰۴
پیرانِ پیر کی گیارھویں شریف کرنا کیسا ہے۔ ۲۰۴
کھانا سامنے رکھ کر ختم دینا کیسا ہے۔ ۲۰۴
یا رسول اللہ کہنا، حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حاضر و ناظر اور عالم الغیب ماننا کیسا ہے۔ ۲۰۴
بزرگوں کی قبروں کی زیارت، ان کا طواف اور ان کو بوسہ دینا کیسا ہے۔ ۲۰۵
حیلہ اسقاط کا حکم شرعی کیا ہے۔ ۲۰۵
جمعہ کی نماز کے بعد احتیاط الظہر ۱۲ رکعت پڑھنا ضروری ہے یا نہیں۔ ۲۰۵
ایک دیوبندی مفتی کے فتوٰی کے بارے میں استفتاء کا جواب۔ ۲۱۱
عرس کے جواز پر شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمہ کا ارشاد۔ ۲۱۲

www.alahazratnetwork.org

سزا و جزا کے بارے میں ایک فارسی منظوم سوال وجواب۔ ۲۱۲

میلاد شریف کا رواج کب سے ہے اور خاص ذکر پیدائش کے وقت تعظیماً قیام کرنا کہاں سے ثابت ہے۔ ۲۱۳

جس طرح فقہ میں چار اصول ہیں عقائد میں بھی چار اصول ہیں۔ ۲۱۴

فقہ میں اجماع اقوی الادلہ ہے۔ ۲۱۵

سواد اعظم یعنی اہل سنت کا کسی مسئلہ عقائد پر اتفاق اقوی الادلہ ہے۔ ۲۱۵

بارہ خلفاء کے بارے میں پانچ سوالات پر مشتمل استفسار کا مفصل جواب۔ ۲۱۶

منکر میلاد شریف و تقبیل ابہامین کے پیچھے نماز پڑھنے کا شرعی حکم کیا ہے۔ ۲۱۹

مرتکب کبیرہ کو کافر کہنے والا خارجی اور نری کلمہ گوئی کو کافی جاننے والا نیچری ہے۔ ۲۲۰

اہل سنت کا مذہب۔ ۲۲۰

زید کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالٰی رسول مقبول صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے برابر پیدا کرسکتا ہے مگر کرے گا نہیں۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں۔ ۲۲۱

غنیۃ الطالبین سرکار غوث کی تصنیف نہیں ہے نیز اس میں الحاق بھی کردیا گیا ہے۔ ۲۲۲

کتاب مذکور میں تمام حنفیہ کو نہیں بلکہ بعض کو گمراہ کہا گیا ہے۔ ۲۲۳

بعض محتمل لفظ جب کسی مقبول سے صادر ہوں بحکم قرآن انھیں معنی حسن پر محمول کریں گے اور جب کسی مردود سے صادر ہوں جو صریح توہینیں کرچکا ہو تو اس کی خبیث عادت کی بنا پر معنی خبیث ہی مفہوم ہوں گے۔ ۲۲۴

"لا مھدی الا عیسٰی" حدیث صحیح نہیں۔ ۲۲۶

حضرت امام مہدی اور حضرت عیسٰے کے بارے میں حدیثیں حد تواتر تک پہنچی ہیں۔ ۲۲۶

صحابہ کرام کے فضائل اور ان کی تعظیم کی فرضیت کا بیان۔ ۲۲۷

سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اجتہادی خطا ہوئی۔ ۲۲۸

ہر صحابی کے ساتھ حضرت اور رضی اللہ تعالٰی عنہ کہا جائیگا۔ ۲۲۸

کوئی غیر نبی کسی نبی کے برابر نہیں ہوسکتا۔ ۲۲۸

مولٰی علی رضی اللہ تعالٰے عنہ کو کسی نبی کے برابر ماننا کفر خالص ہے۔ ۲۲۸

ایک افترائی مضحکہ خیز حکایت۔ ۲۲۸

انبیاء کے بعد سب سے افضل سیدنا صدیق اکبر پھر فاروق اعظم ہیں رضی اللہ تعالٰے عنہما۔ ۲۲۹

مذہبی تقریبات کے لئے تعیین یوم کا انکار آجکل وہابیہ کا شعار ہے۔ ۲۲۹

میلاد شریف کرانے اور اس میں قیام کرنے سے سُنّی وہابی کی پہچان نہیں ہوسکتی کیونکہ

www.alahazratnetwork.org

اکثر موقع پر وہابی بھی ایسا کر لیتے ہیں۔ ۲۲۹
جب سیدِ کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خود رحمت ہیں تو آپ پر رحمت بھیجنے کا کیا فائدہ ہے۔ ۲۳۰
حضورِ انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم قیامت تک کے تمام احوال کو دیکھتے ہیں۔ ۲۳۱
انبیاء کرام سے امام الانبیاء پر ایمان لانے کا وعدہ لینے میں حکمت کیا تھی۔ ۲۳۰
اللہ تعالٰی پر کچھ واجب نہیں تاہم تفضّل صحیح ہے۔ ۲۳۲
ولایت مطلقہ افضل ہے یا نبوت خاصہ۔ ۲۳۲
نبوت مطلقا ہر ولی غیر نبی کی ولایت سے ہزاروں درجے افضل ہے۔ ۲۳۳
صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سب اولیاء کرام تھے۔ ۲۳۳
افضل الصحابہ کون ہے۔ ۲۳۴
علم غیب سے متعلق ایک آیت کریمہ کے بارے میں سوال کا جواب۔ ۲۳۵
اسمٰعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی کے معتقدوں کے بارے میں استفتاء کا جواب۔ ۲۳۵
فضائل اعمال میں ضعاف بالاجماع مقبول ہیں۔ ۲۳۵
کشتی نوح علیہ السلام رجب میں چلی۔ ۲۳۵
تعزیہ بنانے والے کو کافر، قیام و مولود کو بدعت سیئہ اور حاضری اعراس بزرگان
کو فعل لغو کہنے والا شخص سنی حنفی ہے یا نہیں۔ ۲۳۶
دیوبندی اور غیر مقلدین میں سے زیادہ ضلالت پر کون ہے۔ ۲۳۶
جو شخص مزاراتِ اولیاء کو تودہ خاک کہے، قبورِ اولیاء سے استمداد و استفاضہ کا منکر ہو، یا رسول اللہ کہنے کو شرک قرار دے، طعامِ فاتحہ و نیاز کو حرام سمجھے اور رسالتمآب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علم غیب کا منکر ہو وہ شخص مسلمان ہے یا نہیں۔ ۲۳۶
مولوی قاسم دیوبندی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی اشرف علی تھانوی اور مولوی محمود حسن دیوبندی کس مذہب کے لوگ ہیں، ان کے ساتھ کیسا خیال رکھنا چاہئے۔ ۲۳۷
کتب وہابیہ سے چند گستاخانہ کفریہ عبارات باحوالہ۔ ۲۳۸
کھانا سامنے رکھ کر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ثبوت۔ ۲۴۵
وہابیہ کے سو روپے انعام کے مقابلے میں دو سو روپے انعام کا اعلان۔ ۲۴۷
میلاد شریف منانے کا ثبوت قرآن مجید سے۔ ۲۴۷
تحریر بر رسالہ شمس السالکین دربارہ مجلس مبارک و قیام۔ ۲۴۸

www.alahazratnetwork.org

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ شیطان تمثیل نہیں کرسکتا، ہاں نیک لوگوں کی شکل بن کر دھوکا دے سکتا ہے بلکہ اپنے آپ کو الٰہ ظاہر کرسکتا ہے۔ ۲۵۳

اٹھارہ ہزار عالم سے کیا مراد ہے۔ ۲۵۳

بعد میثاقِ الست جو بکم کیا ارواح معدوم کردی گئی تھیں۔ ۲۵۳

روح بعد ایجاد کبھی فنا نہ ہوگی۔ ۲۵۳

بدن کے ساتھ حدوث نفس خیال باطل فلاسفہ ہے۔ ۲۵۳

ایمان کی تعریف اور کامل ایمان۔ ۲۵۴

درود تاج پڑھنا اور حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دافع بلا سمجھنا۔ ۲۵۵

حضور پرنور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم مجلسِ میلاد میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔ ۲۵۷

نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی روح اقدس بارہا ستر ہزار صورتوں میں جلوہ گر ہوتی ہے ۲۵۸

چند قرآنی آیات کی تفسیر کے بارے میں استفسار۔ ۲۵۹

خبرِ الٰہی مثل علم الٰہی ہے ان میں سے کسی کا خلاف ممکن نہیں مگر یہ استحالہ بالغیر ہے نفی قدرت نہیں کرتا۔ ۲۶۲

مولا عزوجل کے وعدہ وعید کسی میں تخلف ممکن نہیں۔ ۲۶۲

صحابہ کرام کی عظمت وفضیلت اور انھیں لالچی کہنے والے کی مذمت وضلالت کا بیان۔ ۲۶۴

ایک مذہب پر قائم رہنا ضروری ہے اور جو ایک مذہب پر قائم نہیں رہتا وہ دہریہ یا غیر مقلد ہے۔ ۲۶۶

مجلس میلاد میں قیام مندوب ہے۔ ۲۶۶

شعار سنیت کا لحاظ ضرور مؤکد ہے۔ ۲۶۶

مرتد کے پیچھے نماز کیسی۔ ۲۶۷

ایمان بالغیب کے بارے میں ایک طویل استفتاء۔ ۲۶۷

جب لعنتِ الٰہی اترتی ہے تو دل کی آنکھیں پھوٹ جاتی ہیں۔ ۲۶۹

علم کے اسباب تین ہیں۔ ۲۷۰

سائنس والے صدہا باتوں میں خود مختلف ہیں ۲۷۰

اقلیدس کا ایک مسئلہ۔ ۲۷۰

ارثماطیقی کا ایک مسئلہ۔ ۲۷۰

جبر ومقابلہ کا ایک مسئلہ۔ ۲۷۰

قیام میلاد شریف کا ثبوت اور منکرین کا رد ۲۷۲

قبر میں سوال رُوح سے ہوتا ہے اور رُوح کبھی نہیں مرتی۔ ۲۷۳

حسنین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو خلفاء اربعہ سے افضل قرار دینے والے شخص کے غلط استدلال کا رد بلیغ۔ ۲۷۴

یہ عقیدہ کہ حضرت علی مرتضٰے رضی اللہ تعالٰے عنہ افضل ترین امت بعد رسولِ خدا صلے اللہ

www.alahazratnetwork.org

تعالیٰ علیہ وسلم میں اہلسنت کا نہیں بلکہ روافض کا ہے۔ ۲۷۷

مسلمان کی رُوح بعد انتقال جہاں چاہے جاتی ہے۔ ۲۸۱

زیارتِ قبور سنت ہے۔ ۲۸۲

اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو تمام اولین وآخرین، مشرق و مغرب، عرش و فرش، ماتحت الثریٰ اور جملہ ماکان ومایکون الیٰ آخر الایام کے ذرّے ذرّے کا تفصیلی علم عطا فرمایا۔ ۲۸۳

اذان میں نامِ اقدس سُن کر انگوٹھے چومنا مستحب ہے۔ ۲۸۳

بلاوجہ شرعی عمداً ترکِ جماعت گناہ ہے اور اس کا عادی فاسق گمراہ ہے۔ ۲۸۳

تقدیر سے متعلق ایک سوال کا جواب۔ ۲۸۵

روحیں ازل سے پیدا نہ ہوئیں، ہاں جسم سے دو ہزار برس پہلے بنیں۔ ۲۸۵

رسالہ ثلج الصدر لایمان القدر (مسئلہ قضا وقدر کا روشن بیان) ۲۸۷

جب اللہ تعالےٰ کی مشیت کے بغیر بندہ کچھ بھی نہیں کرسکتا تو پھر بندے سے مؤاخذہ اور بازپرس کیوں ہوگی۔ ۲۸۸

اللہ تعالےٰ نے رسول بھیج کر، کتابیں اتار کر، ہر بات کا حُسن وقبح جتا کر اپنی نعمت تمام فرمادی اور کسی عذر کی جگہ باقی نہ چھوڑی۔ ۲۸۸

خالق ہونا اللہ تعالےٰ ہی کا کام ہے یہ اختیار نہ اس نے کسی کو دیا نہ اس کا کوئی اختیار پاسکتا ہے۔ ۲۸۹

انسان سے بازپرس کیوں ہوتی ہے۔ ۲۹۱

انسان میں قصد وارادہ واختیار کا ہونا ایسا واضح وبدیہی امر ہے جس کا انکار نہیں کرسکتا مگر مجنون۔ ۲۹۱

ہر شخص سمجھتا ہے کہ مجھ میں اور پتھر میں ضرور فرق ہے۔ ۲۹۱

قرآن عظیم میں یہ کہیں نہیں فرمایا کہ ان اشخاص کو زیادہ ہدایت نہ کرو، ہاں یہ ضرور فرمایا ہے کہ ہدایت وضلالت سب اس کے ارادہ سے ہے۔ ۲۹۲

کسی بات کو حق جاننے کے لئے اس کی حقیقت کو جاننا لازم نہیں ہوتا۔ ۲۹۶

عقیدہ اہلسنت یہی ہے کہ انسان نہ تو پتھر کی طرح مجبور محض ہے نہ ہی خود مختار بلکہ ان دونوں کے درمیان میں ایک حالت ہے۔ ۲۹۹

سزا وجزا کیوں۔ ۳۰۰

یہود مغضوب علیہم ہیں۔ ۳۰۲

نصارٰی تین خدا مانتے ہیں۔ ۳۰۲

مجوسی دو خالق مانتے ہیں یزدان اور اھرمن۔ ۳۰۲

www.alahazratnetwork.org

○ رسالہ التحبیر بباب التدبیر

(مسئلۂ تدبیر پر سیر حاصل بحث) ۳۰۳

تدبیر کو مستحسن جاننے والے کو کافر کہنا کیسا ہے اور کافر کہنے والے پر کیا گناہ و تعزیر ہے۔ ۳۰۳

فی الواقع عالم میں جو کچھ ہوتا ہے سب اللہ جل جلالہ کی تقدیر سے ہے۔ ۳۰۴

تدبیر زنہار معطل نہیں۔ ۳۰۵

دنیا عالمِ اسباب ہے جس میں مسببات کو اسباب کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے۔ ۳۰۵

سنتِ الٰہیہ جاری ہوئی کہ سبب کے بعد مسبّب پیدا ہوتا ہے۔ ۳۰۵

تقدیر کو بھول کر تدبیر پر پھولنا کفار کی خصلت ہے۔ ۳۰۵

تدبیر کو محض عبث و مطرود اور فضول و مردود بتانا گمراہ یا مجنون کا کام ہے۔ ۳۰۵

حضرات مرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہم وسلم سے بڑھ کر کوئی متوکل نہیں اور نہ ہی ان سے زیادہ کسی کا تقدیر پر ایمان ہے۔ ۳۰۵

انبیاء و مرسلین ہمیشہ تدبیر فرماتے، اس کی راہیں بتاتے اور خود کسبِ حلال میں سعی فرماکر رزقِ طیب کھاتے تھے۔ ۳۰۵

آیاتِ قرآنیہ سے مسئلہ کی تائید۔ ۳۰۵

احادیث مبارکہ سے تائید۔ ۳۰۷

تدبیر کو مطلقاً مہمل ماننے کی قباحتیں۔ ۳۱۱

تدبیر کی بہت سی صورتیں مندوب و مسنون ہیں ۳۱۱

دعا کی حدیثیں متواتر ہیں۔ ۳۱۱

استعمالِ دوا سنت ہے۔ ۳۱۳

تدبیر کی بہت صورتیں فرض قطعی ہیں۔ ۳۱۳

حلال معاش کی طلب و تلاش کی فضیلتیں۔ ۳۱۴

ترک کسب سے ممانعت۔ ۳۱۸

تلاشِ حلال، فکرِ معاش اور تعاطی اسباب ہرگز منافی توکل نہیں بلکہ عین مرضی الٰہی ہے آدمی تدبیر کرے اور بھروسا تقدیر پر رکھے۔ ۳۱۸

تدبیر تقدیر سے باہر نہیں بلکہ وہ خود ایک تقدیر ہے ۳۱۹

آدمی کا ہمہ تن تدبیر میں منہمک ہو جانا ممنوع و مذموم ہے۔ ۳۲۱

مسلمان کو کافر کہنا سہل بات نہیں۔ ۳۲۵

مسلمان کو کافر کہنے والے پر توبہ اور تجدید نکاح لازم ہے۔ ۳۲۵

روح اصل خلقت میں پاک بے عیب، بداعتقادی و بدعملی سے ناپاک ہو کر مستحقِ عذاب ہو جاتی ہے۔ ۳۲۷

فرض کے لئے امکان شرط نہیں۔ ۳۲۸

جنت و دوزخ میں مناظرہ۔ ۳۲۸

ایک بے اصل جھوٹی حکایت۔ ۳۲۹

علمِ ہیئت کے بارے میں ایک سوال کا جواب۔ ۳۳۲

تمام انبیاء و ملائکہ معصوم ہیں۔ ۳۳۳

دور سے سننا اور حاضر و ناظر ہونا اللہ تعالٰی کی عطا سے اس کے محبوبوں کی شان ہے ۳۳۳

www.alahazratnetwork.org

مزارات کی مٹی منہ پر ملنا جائز ہے۔	۳۴۴
طوافِ تعظیمی صرف کعبہ معظمہ کا ہے۔	۳۴۴
انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سب دعائیں مقبول ہیں۔	۳۴۴
مزاراتِ اولیاء پر حاضری سنتِ رسول وسنتِ صحابہ ہے	۳۴۴
غیب کا معنیٰ	۳۴۴
انبیاء کے لئے علمِ غیب کا ثبوت۔	۳۴۴
نبی کا معنی۔	۳۴۴
ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ کس معنیٰ میں رؤیت باری تعالےٰ کا انکار فرماتی ہیں	۳۴۵
امام اعظم سرداران علماء میں داخل ہیں۔	۳۴۵
اہلسنت کے نزدیک امیر معاویہ کی خطاء خطاء اجتہادی تھی۔	
اجتہاد پر طعن جائز نہیں۔	
خطاء اجتہادی دو قسم پر ہے، مقرر ومنکر۔	۳۴۵
مشاجراتِ صحابہ کرام میں مداخلت حرام۔	۳۴۶
حضرت امام حسن مجتبےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو خلافت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد فرمائی اس سے مقصود صلح و بندشِ جنگ تھا۔	۳۴۶
○ رسالہ اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والآل والاصحاب (اہلسنت وجماعت کے دس سچے معتقدات کا روشن بیان)	۳۴۹
عقیدۂ اولیٰ (پہلا عقیدہ)	۳۴۹
ذات وصفاتِ باری تعالیٰ۔	۳۳۹
عقیدۂ ثانیہ (دوسرا عقیدہ)	۳۴۵
سب سے اعلیٰ وسب سے اولےٰ۔	۳۴۵
عقیدۂ ثالثہ (تیسرا عقیدہ)	۳۵۱
صدر نشینان بزمِ عزوجاہ۔	۳۵۱
عقیدۂ رابعہ (چوتھا عقیدہ)	۳۵۲
اعلیٰ طبقہ ملائکہ مقربین	۳۵۲
عقیدۂ خامسہ (پانچواں عقیدہ)	۳۵۳
اصحابِ سید المرسلین واہل بیت کرام	
تنبیہ ضروری	۳۶۳
صحابہ کرام کا ذکر جب بھی ہو خیر کے ساتھ ہی ہونا فرض ہے۔	۳۶۳
عقیدہ سادسہ (چھٹا عقیدہ)	۳۶۳
عشرہ مبشرہ وخلفاء اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم	۳۶۳
عقیدہ سابعہ (ساتواں عقیدہ)	۳۷۵
مشاجراتِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم	۳۷۵
عقیدۂ ثامنہ (آٹھواں عقیدہ)	۳۸۰
امامت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ	۳۸۰
عقیدۂ تاسعہ (نواں عقیدہ)	۳۸۲
ضروریات دین	۳۸۲
فائدہ جلیلہ	۳۸۵
مانی ہوئی باتیں چار قسم ہوتی ہیں، ضروریاتِ دین، ضروریاتِ مذہبِ اہل سنت، ثابتاتِ محکمہ، ظنیاتِ محتملہ۔	۳۸۵

www.alahazratnetwork.org

عقیدۂ عاشرہ (دسواں عقیدہ) ۳۸۶
شریعت وطریقت۔ ۳۸۶
نبی ہونے کے باوجود سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا امتی ہونے کی خواہش کیوں کی۔ ۳۹۰
عوام مومنین سے عوام ملائکہ کا مرتبہ زیادہ ہے یا نہیں۔ ۳۹۱
عوام مومنین کی تشریح۔ ۳۹۱
تقلید فرض قطعی ہے۔ ۳۹۲
فقہ کو نہ ماننے والا شیطان ہے۔ ۳۹۳
فقہ کو نہ ماننے کی قباحتیں۔ ۳۹۳
آمین بالجہر نماز میں درست نہیں۔ ۳۹۳
تعظیم کبھی قیام میں اور کبھی باادب بیٹھنے سے ہوتی ہے۔ ۳۹۴
راما سنگھم آریہ کے افتراء وجہالت و نافہمی و بے ایمانی پر مبنی ایک سوال کا جواب۔ ۳۹۵
صاحب کشاف معتزلی ہے۔ ۳۹۶
مسئلہ مغفرت ذنب کی بحث اور اس کے بارے میں آریہ کے اعتراضات اور ان کے جوابات کی تفصیل۔ ۳۹۶
راما سنگھم اب آریہ نہیں نصرانی ہے لہذا روئے جواب جانب نصاریٰ کرتے ہوئے سوال مذکور کا جواب باسلوب دیگر۔ ۴۰۲
حضور انور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کیلئے علم غیب عطائی کا ثبوت۔ ۴۰۴
مصنف علیہ الرحمہ کی تحقیق میں لفظ عالم الغیب کا اطلاق حضرت عزت عز جلالہٗ کے ساتھ خاص ہے کہ اس سے عرفاً علم بالذات متبادر ہے۔ ۴۰۵
حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ماکان ومایکون کے تمام غیب منکشف فرما دئے گئے۔ ۴۰۸
ملا علی قاری کی ایک عبارت کی توجیہ۔ ۴۰۸

○ رماح القہار علی کفر الکفار

(تمہید "خالص الاعتقاد") ۴۱۱
رسالہ "خالص الاعتقاد" کی وجہ تصنیف اور تفصیلی پس منظر۔ ۴۱۲
کفر پارٹی کی دو تدبیریں۔ ۴۱۳
تدبیر اول معارضہ بالمثل ۴۱۳
مسائل تین قسم کے ہوتے ہیں، ضروریات دین، ضروریات عقائد اہل سنت، علمائے اہل سنت میں مختلف فیہ۔ ۴۱۳
مسائل علم غیب کے اقسام واحکام۔ ۴۱۴
وہابیہ کی مکاریاں ۴۱۶
غایۃ المامول والے منور علی رامپوری کی چوری اور سرزوری۔ ۴۱۸
منور علی رامپوری کی بکٹ چراغی۔ ۴۱۹
منور علی رامپوری کی کتربیونت۔ ۴۱۹
تشر مسلی جھانولی۔ ۴۲۰
دوسری تدبیر۔ ۴۲۱

www.alahazratnetwork.org

نامۂ اول از حضرت سید حسین حیدر میاں مارہروی بنام اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہما ۴۲۹

نامۂ دوم۔ ۴۳۰

⊙ رسالہ خالص الاعتقاد

(مسئلہ علم غیب پر عظیم اور مدلل کتاب جو ایک سو بیس دلائل پر مشتمل ہے) ۴۳۳

مراسلۂ مصنف علیہ الرحمہ بنام حضرت سید حسین حیدر میاں مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۴۳۳

امر اول ۴۳۴

مخالفین کی افترا پردازیاں ۴۳۴

امر دوم ۴۳۸

بندوں کو علم غیب عطا ہونے کی سندیں اور آیاتِ نفی کی مراد۔ ۴۳۸

کون سا علمِ غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ ۴۳۸

اللہ تعالیٰ کی عطا سے علومِ غیب غیر محیط کا انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کو عطا ہونا قطعاً حق ہے۔ ۴۳۸

ایمان تصدیق ہے اور تصدیق علم ہے جس شئی کا علم ہی نہ ہو اس پر ایمان لانا کیونکر ممکن ہے۔ ۴۳۹

حوالہ جات۔ ۴۳۹

وہابیہ پر غضبوں کی ترقیاں ۴۴۳

امر سوم ۴۴۴

ذاتی وعطائی کی جانب علم کا انقسام اور علماء کی تصریحات۔ ۴۴۴

علم کا ذاتی وعطائی کی طرف انقسام یقینی اور محیط وغیر محیط کی طرف تقسیم بدیہی ہے۔ ۴۴۴

اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونے کے قابل صرف علم ذاتی وعلم محیط ہے۔ ۴۴۴

حوالہ جات وتصریحات ائمہ کرام ۴۴۵

آیت کریمہ "لا اعلم الغیب" کی تین نفیس تفسیریں۔ ۴۵۰

امر چہارم ۴۵۰

علم غیب سے متعلق اجماعی مسائل ۴۵۰

تمام مخلوق کے علوم کو علوم الٰہیہ سے وہ نسبت بھی نہیں جو کروڑہا کروڑ سمندروں سے ایک ذرا سی بوند کے کروڑویں حصے کو ہے۔ ۴۵۰

متناہی کو متناہی سے نسبت ضرور ہے۔ ۴۵۰

جو کچھ دو حدوں کے اندر ہو سب متناہی ہے۔ ۴۵۱

بالفعل غیر متناہی کا علم تفصیلی مخلوق کو مل ہی نہیں سکتا۔ ۴۵۱

علمِ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں وہابیہ کے عقائد۔ ۴۵۱

امر پنجم ۴۵۳

علم غیب کی اختلافی حدود اور مسلک عرفاء ۴۵۳

مجموعۂ ماکان ومایکون کا علم، علومِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے سمندر کی ایک لہر ہے۔ ۴۵۳

علم ماکان ومایکون سے متعلق ائمہ وعلماء کے حوالہ جات۔ ۴۵۴

ولی فرد تمام نشاۂ عنصری جسمانی پر مستولی

www.alahazratnetwork.org

ہوتا ہے۔ ۴۵۸
آیتِ کریمۂ "وعلّم اٰدم الاسماء کلہا" کے متعلق حضرت سید عبدالعزیز دباغ علیہ الرحمہ کا قول۔ ۴۶۲
اَشَر دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ۴۶۵
قسمِ اول، اَشِرِ قولی کہ زبان سے بک بک کرے۔ ۴۶۵
قسمِ دوم، اشرِ فعلی کہ زبان سے چُپ رہے اور خباثت سے باز نہ آئے۔ ۴۶۵
وہابیہ اشرِ قولی و اشرِ فعلی دونوں ہیں۔ ۴۶۵
سیدنا حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بعض ارشادات۔ ۴۶۵
جفر و جامعہ امیر المومنین سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی دو کتابیں ہیں۔ ۴۶۶
زمین در نظرِ ایں طائفہ چوں سفرہ ایست۔ ۴۶۹
رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو پانچوں غیبوں کا علم حاصل تھا۔ ۴۷۲
تنبیہِ جلیل ۴۷۷
تمام علماء، اولیاء، صحابہ اور انبیاء وہابیوں کی تکفیر کا نشانہ۔ ۴۷۹
امام احمد رضا کا سلسلۂ اعتقاد علماء، اولیاء، ائمہ اور صحابہ سے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور آپ سے اللہ رب العالمین تک مسلسل ملا ہوا ہے۔ ۴۸۲

○ رسالہ انباء المصطفٰی بحال سرّ و اخفٰی (نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عالمِ ماکان و مایکون ہونے کا بیان) ۴۸۵
اللہ تعالٰی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اولین و آخرین کا علم عطا فرمایا۔ ۴۸۶
علمِ عظیم مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وسعت کا بیان۔ ۴۸۶
آیاتِ قرآنی ۴۸۷
اہلِ سنت کے مذہب میں شَیٔ ہر موجود کو کہتے ہیں۔ ۴۸۷
علمِ مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم لوحِ محفوظ کو محیط ہے۔ ۴۸۷
لوحِ محفوظ میں کیا کیا لکھا ہے۔ ۴۸۷
نکرہ حیزِ نفی میں مفیدِ عموم ہوتا ہے۔ ۴۸۸
لفظِ کُل ایسا عام ہے جو کبھی خاص ہوکر مستعمل ہی نہیں ہوتا۔ ۴۸۸
عام افادۂ استغراق میں قطعی ہوتا ہے۔
نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول رہیں گی۔ ۴۸۸
تخصیص متراخی نسخ ہے۔ ۴۸۸
اِخبار کا نسخ ناممکن ہے۔ ۴۸۸
تخصیص عقلی عام کو قطعیت سے نازل نہیں کرتی۔ ۴۸۸
شرق و غرب، سماء و ارض، عرش و فرش کا کوئی ذرّہ حضور کے علم سے باہر نہیں۔ ۴۸۸

www.alahazratnetwork.org

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم گھٹانے کے لئے جتنے دلائل پیش کئے جاتے ہیں ان سب کا جواب۔ ۴۸۹

عموم آیاتِ قطعیہ قرآنیہ کی مخالفت میں اخبار و احاد سے استثناء محض غلط ہے ۴۸۹

براہین قاطعہ کی چند عبارات اور ان کا رَد۔ ۴۸۹

حدیث "واللہ لا ادری مایفعل بی و لا بکم" سے وہابیہ کے استدلال کا جواب۔ ۴۹۰

نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علم پر ایک اعتراض کا شیخ محقق کی طرف سے جواب۔ ۴۹۱

احادیثِ مبارکہ ۴۹۲

سب امت تمام اعمال سمیت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے پیش کی گئی۔ ۴۹۴

اقوالِ ائمہ کرام ۴۹۷

علمِ الٰہی اور علمِ خلق میں فرق۔ ۵۰۰

نصوصِ حصر ۵۰۲

علم باعتبارِ منشاء دو قسم کا ہے، ذاتی و عطائی۔ ۵۰۳

علم باعتبارِ متعلق دو قسم کا ہے، علمِ مطلق و مطلقِ علم۔ ۵۰۳

علمِ ذاتی و علمِ مطلق بلاشبہ اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہیں اور ہرگز کسی غیرِ خدا کے لئے ان کے حصول کا کوئی بھی قائل نہیں۔ ۵۰۳

نصوصِ حصر کو مدعائے مخالف سے اصلاً مَس نہیں بلکہ وہ اس کی صریح جہالت پر نص ہیں۔ ۵۰۳

اپنے خاتمے کا حال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معلوم نہ ماننا صریح کفر ہے۔ ۵۰۴

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمتِ شان میں جامع ترمذی کی ایک جامع حدیث۔ ۵۰۶

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دینے اور عیب لگانے والے کا حکم۔ ۵۰۷

جس نے کہا فلاں کا علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم سے زیادہ ہے اس نے آپ کو عیب لگایا۔ ۵۰۷

نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علمِ غیب کے بارے میں مصنف علیہ الرحمہ کی ایک مبسوط کتاب "مالئ الجیب بعلوم الغیب" کا تعارف۔ ۵۰۸

○ رسالہ ازاحۃ العیب بسیف الغیب (علمِ غیب کے مسئلہ پر مدلل تحریر اور اوہامِ وہابیہ کا رَدِ بلیغ) ۵۱۱

مدرسہ دیوبند سے ارسال کردہ ایک سوال۔ ۵۱۱

جواب از مصنف علیہ الرحمہ ۵۱۲

شبہاتِ وہابیہ کا دفعیہ۔ ۵۱۲

قرآن مجید نے ۲۳ برس میں بتدریج نزولِ اجلال فرمایا۔ ۵۱۲

حبیب اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو

جمیع ماکان و مایکون کا علم عطا ہوا۔ ۵۱۲
آیات قطعیہ کے خلاف کوئی حدیث احاد بھی مسلّم نہیں ہوسکتی اگرچہ سنداً صحیح ہو۔ ۵۱۳
قرآن عظیم کے خلاف پر جو دلیل قائم کرے اس پر چار باتیں ملحوظ رکھنا لازم ہیں۔ ۵۱۳
بہت علوم کا اظہار مصلحت نہیں ہوتا۔ ۵۱۳
نفی حقیقت ذاتیہ نفی حقیقت عطائیہ کو مستلزم نہیں۔ ۵۱۳
میدان محشر کا منظر اور حضور شافع محشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کرم نوازیاں۔ ۵۱۳
فائدہ ۵۱۵
شبہ اولیٰ کا رد ۵۱۵
امام ابن سیرین کی وفات سے ساڑھے ترپن برس بعد امام احمد بن حنبل کی ولادت ہوئی۔ ۵۱۵
ابن سیرین کا وصال ۹ شوال ۱۱۰ھ کو ہے جبکہ امام احمد بن حنبل کی ولادت ربیع الاول ۱۶۴ھ کو ہوئی۔ ۵۱۵
وہابیہ کو اوروں کے فضائل سے اتنی عداوت نہیں جتنی فضائلِ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے۔ ۵۱۶
لطیفہ جلیلہ ۵۱۶
گنگوہی صاحب کی تاریخی جہالت کہ امام ابویوسف کو حسین بن منصور حلاج کا ہمعصر سمجھ بیٹھے۔ ۵۱۶
امام ابویوسف کی وفات ۱۸۲ھ میں ہوئی۔ ۵۱۶
سلطان اورنگزیب عالمگیر کی ایک حکایت۔ ۵۱۷
باب تشبیہ واسع ہے۔ ۵۱۸
شبہ ثانیہ کا رد۔ ۵۱۸
شبہ ثالثہ کا رد۔ ۵۱۹
دیوبندی کا حدیث میں صریح افتراء ۵۱۹
اعمالِ اُمت بارگاہِ رسالت میں پیش ہوتے ہیں۔ ۵۱۹
سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ووفات اُمت کے لئے بہتر ہیں۔ ۵۱۹
ہر پیر اور جمعرات کو اعمال اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوتے ہیں اور جمعہ کو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ اور ماں باپ کے سامنے پیش ہوتے ہیں۔ ۵۲۰
رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے حضور روزانہ اعمال کی پیشی آپ کے خصائص میں سے ہے۔ ۵۲۲
شبہ رابعہ کا رد۔ ۵۲۲
حدیث ترمذی پر مصنف علیہ الرحمہ کی محدثانہ بحث اور راویوں کی جرح وتعدیل۔ ۵۲۲
وہابیہ کا عجب اوندھا پن کہ جو حدیث حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر روشن دلیل ہے اُس کو اُلٹی دلیلِ نفی ٹھہراتے ہیں۔ ۵۲۹
حضور انور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم شریعت و حقیقت دونوں کے حاکم ہیں لہذا آپ کے احکام کبھی شریعتِ ظاہر پر اور کبھی حقیقت

www.alahazratnetwork.org

باطنہ پر ہوتے ہیں۔ ۵۲۹

حقیقت باطنہ پر احکام کی مثالیں۔ ۵۲۹

ایک نمازی کو قتل کرنے کا حکم ۵۳۰

چور کو قتل کرنے کا حکم۔ ۵۳۱

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ آپ دو قبلوں اور دو ہجرتوں کے جامع ہیں اور شریعت و حقیقت دونوں آپ کے لئے جمع کردی گئی ہیں۔ ۵۳۲

امام سیوطی علیہ الرحمہ کی کتاب "خصائص کبرٰی" کی عبارت سے تائید مزید۔ ۵۳۳

عام انبیاء کو صرف ظاہر شرع، حضرت خضر کو صرف باطن پر جبکہ امام الانبیاء کو دونوں پر عمل کا اذن ہے علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ ۵۳۳

قیام ذکر ولادت سید الانام علیہ وعلٰی ذویہ افضل الصلوٰۃ والسلام بلاشبہ مستحب و مستحسن علمائے اعلام وعادت محبین کرام و غیظ وہابیہ لئام۔ ۵۴۰

مزارات پر جاکر مرادیں مانگنے سے منع کرنے والے شخص کے بارے میں سوال کا جواب ۵۴۳

حنفی کی تعریف ۵۴۴

محفل میلاد شریف میں قیام کرنا مستحسن ہے اور یہ قیام چاروں مذاہب کے علماء و عام اہل اسلام کرتے ہیں۔ ۵۴۴

اسمٰعیل دہلوی و تقویۃ الایمان کے ماننے والا یا اس کے مطابق عقائد رکھنے والا وہابی ہے ۵۴۴

اولیاء کرام بعد وفات زندہ ہیں مگر نہ مثل حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ ۵۴۵

سب مسلمان قبروں سے کفن میں اٹھیں گے ۵۴۵

اولیاء اللہ کو دور سے مشکل کے واسطے پکارنا کیسا ہے۔ ۵۴۵

"یا رسول اللہ" پکارنا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ آپ بذاتِ خود سنتے ہیں کیسا ہے۔ ۵۴۵

حیاتِ عیسٰی علیہ السلام کے بارے میں ایک سوال کا جواب۔ ۵۴۷

میلاد شریف کب سے نکلا، کس نے نکالا، امام اعظم نے کیا یا نہیں، زمانۂ صحابہ میں تھا یا نہیں۔ ۵۴۷

"یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ" کا وظیفہ جائز ہے۔ ۵۴۸

○ رسالہ انوار الانتباہ فی حل نداء یا رسول اللہ (یارسول اللہ کے جواز پر دلائل)

رسالہ انوار الانتباہ فی حل نداء یا رسول اللہ (یارسول اللہ کے جواز پر دلائل) ۵۴۹

یارسول اللہ کہنا بلاشبہ جائز ہے۔ ۵۵۰

احادیث اور ادعیہ ماثورہ سے اس کا ثبوت ۵۵۰

اقوالِ ائمہ اور فتاوٰی علماء سے ثبوت۔ ۵۵۲

تین شامی مجاہدین کا واقعہ کہ یہ تینوں تبع تابعی تھے۔ ۵۵۴

سیدنا غوث اعظم کی تعلیمات بسلسلہ ہذا۔ ۵۵۶

اولیاء کرام کو ندا کرنے کا طریقہ متوارثہ جو خود انھوں نے اپنے متوسلین کو تعلیم فرمایا۔ ۵۵۶

www.alahazratnetwork.org

اس سلسلہ میں چند واقعات ۵۵۸

علامہ جامی و شاہ ولی اللہ صاحب کی تصانیف سے اس مسئلہ کا اثبات ۔ ۵۶۱

"یا شیخ عبد القادر" و نادِ علی و دیگر وظائف کے ذریعہ ثبوت ۔ ۵۶۴

وہابیہ کے قول پر صحابہ سے لے کر شاہ ولی اللہ تک سب مشرک ٹھہرتے ہیں ۔ ۵۶۵

التحیات کے بعد ندا یا رسول اللہ کا اثبات ۔ ۵۶۶

وہابیہ کے مذہب پر نماز جو کہ عبادت ہے اس کے اندر شرک لازم آتا ہے ۔ ۵۶۶

التحیات میں معانی کا قصد کرتے ہوئے سرکار کی خدمت میں سلام عرض کرے ۔ ۵۶۷

اعمالِ اُمت بارگاہِ رسالت میں پیش ہوتے ہیں ۔ ۵۶۸

رسالہ اسماع الاربعین فی شفاعۃ سید المحبوبین (شفاعت کے بارے میں چالیس احادیث مقدسہ) ۵۷۱

ہزارہا محدثین احادیث شفاعت کے راوی ہیں حدیث کی ہر گونہ کتابیں صحاح، سنن، مسانید، معاجیم، جوامع، مصنفات ان سے مالا مال اہلسنت کا ہر متنفس، یہاں تک کہ زنان و اطفال بلکہ دہقانی جُہال بھی اس عقیدے سے آگاہ، خدا کا دیدار، محمد کی شفاعت ایک ایک بچے کی زبان پر جاری، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۔ ۵۷۲

شفاعت کے ثبوت میں چند آیاتِ قرآنیہ ۵۷۲

پہلی آیت ۵۷۲

دوسری آیت ۵۷۲

تیسری آیت ۵۷۳

چوتھی آیت ۵۷۳

پانچویں آیت ۵۷۳

احادیثِ کریمہ ۵۷۴

عرصاتِ محشر کی ہولناکی اور شفاعتِ کبرٰی کی حدیثیں ۔ ۵۷۴

بارگاہِ الٰہی میں جو وجاہت ہمارے آقا کی ہے کسی اور کی نہیں ۔ ۵۷۵

منصبِ شفاعتِ کبرٰی اسی سرکار کا خاصہ ہے ۔ ۵۷۵

حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بار بار شفاعت فرمائیں گے اور ہر مرتبہ بے شمار بندگانِ خدا کو نجات بخشیں گے ۔ ۵۷۵

مصنف علیہ الرحمۃ کی طرف سے ایسی چالیس احادیثِ شفاعت کا انتخاب جو مشہور احادیثِ شفاعت کے علاوہ ہیں اور گوشِ عوام تک کم پہنچی ہیں ۔ ۵۷۶

حدیث ۱ و ۲ ۔ ۵۷۷

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی

www.alahazratnetwork.org

شفاعت گناہوں میں آلودہ سخت خطاکاروں کے لئے ہوگی۔ ۵۷۷

حدیث ۳: بالکین کے لئے شفاعت ۵۷۷

حدیث ۴ تا ۸: اہلِ کبائر کیلئے شفاعت ۵۷۷

حدیث ۹: اہلِ ذنوب کیلئے شفاعت۔ ۵۷۸

حدیث ۱۰ و ۱۱: زمین کے پیڑوں، پتھروں اور ڈھیلوں کی تعداد سے زیادہ آدمیوں کی شفاعت۔ ۵۷۸

حدیث ۱۲: ہر سچے کلمہ گو کے لئے شفاعت ۵۷۹

حدیث ۱۳: ہر اس شخص کے لئے شفاعت جس کا خاتمہ عدمِ شرک پر ہوا۔ ۵۷۹

حدیث ۱۴: نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم جہنم کا دروازہ کھلوا کر ہر سچے کلمہ گو کو وہاں سے نکال لائیں گے۔ ۵۷۹

حدیث ۱۵: رب فرمائے گا اے محبوب! تیری کیا مرضی ہے میں تیری امت کے ساتھ کیا کروں۔ ۵۸۰

داروغۂ دوزخ عرض کرے گا کہ اے محبوب آپ نے اپنی اُمت میں رب کا غضب نام کو نہ چھوڑا۔ ۵۸۰

حدیث ۱۶ تا ۲۱: فرمانِ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کہ میرے سوا کسی نبی کو یہ منصب نہیں ملا۔ ۵۸۱

حدیث ۲۲ و ۲۳: ہر نبی کو ایک خاص مقبول دُعا عطا ہوئی جو انھوں نے دنیا میں استعمال کرلی مگر امام الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وہ دُعا آخرت کے لئے اٹھا رکھی جس کے ذریعے وُہ اپنی ساری امت کو بخشوائیں گے۔ ۵۸۱

حدیث ۲۴: تمام مخلوقِ الٰہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نیازمند ہوگی یہاں تک کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام بھی۔ ۵۸۳

حدیث ۲۵: اللہ تعالٰے نے اپنے محبوب کے لئے شفاعت چھپا رکھی کسی اور کو نہ دی ۵۸۴

حدیث ۲۶: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قیامت کے دن انبیاء کے پیشوا اور خطیب ہوں گے۔ ۵۸۵

حدیث ۲۷ تا ۴۰: جو شفاعت پر ایمان نہیں رکھتا وُہ شفاعت کا اہل نہیں۔ ۶ ۵۸۵

شبِ قدر میں تمام چیزیں سجدہ کرتی ہیں۔ ۵۸۶

ایک خط کا جواب جو دو مولوی صاحبان کے درمیان اختلافِ رائے کے بارے میں مولوی سید احمد نے لکھا۔ ۵۸۷

تعظیمِ سادات کی اہمیت۔ ۵۸۷

لوگ اپنے نسب پر امین ہوتے ہیں۔ ۵۸۷

حج سے واپسی پر احمد آباد میں قیام کا واقعہ۔ ۵۸۹

ایک رامپوری عالم کی تصنیف پر تقریظ لکھنے کا واقعہ۔ ۵۹۰

عوام کو ضروری باتوں کا علم سیکھنا ہی فرض ہے۔ ۵۹۱

www.alahazratnetwork.org

عوام مرتبے سے اونچے ہرگز نہ اڑیں۔ ۵۹۱

مولانا محرم علی چشتی علیہ الرحمہ صدر ثانی انجمن نعمانیہ لاہور کا دس سوالات پر مشتمل خط اور اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ کا جواب۔ ۵۹۱

اہل حق سے لغزش واقع ہو اس کا اخفاء واجب ہے۔ ۵۹۴

والد ماجد اعلیٰحضرت مولانا نقی علی خان و محب رسول مولانا عبدالقادر صاحب قدس سرہما کی جلالت شان۔ ۵۹۵

مصنف علیہ الرحمہ کی کسر نفسی۔ ۵۹۶

سن ۱۳۳۰ ہجری تک اعلیٰحضرت کی تعداد تصانیف کا بیان۔ ۵۹۶

انجمن نعمانیہ لاہور میں اعلیٰحضرت نے ۱۳۲۰ھ تک کے شائع شدہ رسائل خود ارسال کئے تھے۔ ۵۹۶

خالص اہلسنت کی ایک قوت اجتماعی کی ضرور ضرورت ہے مگر اس کے لئے تین چیزوں کی سخت حاجت ہے: (۱) علماء کا اتفاق (۲) تحمل شاق قدر بالطاق (۳) امراء کا اتفاق لوجہ الخلاق۔ ۵۹۷

حدیث کا ارشاد کہ وہ زمانہ آنے والا ہے کہ دین کا کام بھی بے روپیہ پیسے کے نہ چلے گا۔ ۵۹۹

اشاعت علم دین کے اہم طریقے۔ ۵۹۹

فہرست عقائد حنفیہ میں کچھ ترمیمات۔ ۶۰۲

ترمیمات سابقہ متروکہ کی دو قسمیں۔ ۶۰۳

قسم اول ۶۰۳

قسم دوم ۶۰۵

عرض اخیر ۶۰۷

اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ کی ہمہ وقتی دینی امور میں مشغولیت۔ ۶۰۸

مولانا سید دیدار علی شاہ اور اعلیٰحضرت کے درمیان گفتگو۔ ۶۱۰

○ رسالہ "امور عشرین در امتیاز عقائد سنیین" (سنی اور غیر سنی میں امتیاز کرنے والے بیس امور) ۶۱۳

(علاقہ ریاست جے پور (راجستھان) سے ارسال کردہ حافظ محمد عثمان کے خط کا جواب جس میں جناب مولوی احمد علی شاہ صاحب کے بارے میں مصنف علیہ الرحمہ سے استفسار کیا گیا تھا) ۶۱۳

نقل نامہ حافظ محمد عثمان صاحب بنام مصنف علیہ الرحمہ۔ ۶۱۳

نامہ مصنف علیہ الرحمہ بنام حافظ محمد عثمان صاحب۔ ۶۱۴

امور عشرین تصدیق طلب از جناب مولانا مولوی احمد علی شاہ صاحب مرزا پوری۔ ۶۱۵

مصنف علیہ الرحمہ کے امور مقررہ کی تصدیق از جناب مولانا مولوی احمد علی شاہ صاحب۔ ۶۱۷

تصدیقی تحریر از مصنف علیہ الرحمہ۔ ۶۱۷

www.alahazratnetwork.org

شیخ احمد نامی خادم روضۃ النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے ایک وصیت پر مشتمل اشتہار کے بارے میں استفسار۔ ٦١٨

عالم وجاہل کے گناہ میں فرق۔ ٦١٩

صاحبزادہ والا قدر حضرت مولانا سید محمد میاں مارہروی کے ایک خط کا جواب جس میں کنز الآخرۃ نامی کتاب کی تصحیح و اصلاح کا ذکر کیا گیا ہے۔ ٦٢٠

ایک امام مسجد کے بارے میں سوال جو کھانے کی اشیاء پر اس لئے فاتحہ پڑھنے سے انکار کرتا ہے کہ اگر اس میں سے کوئی حصہ زمین پر گر گیا تو بے ادبی ہوگی اور فاتحہ دینے والے کو اس پر گناہ ہوگا۔ ٦٢٥

نیکی و بدی تولنے والی میزان یہاں کے ترازو کے خلاف ہے وہاں نیکیوں کا پلڑا اگر بھاری ہے تو اوپر اُٹھے گا اور بدیوں کا پلڑا نیچے بیٹھے گا۔ ٦٢٦

حضرت منصور، بایزید بسطامی اور شمس تبریزی کے اقوال انا الحق، سبحانی ما اعظم شانی اور قم باذنی کی تحقیق۔ ٦٢٧

حضرت شاہ منصور علیہ الرحمہ کو سُولی کیوں دی گئی۔ ٦٢٨

سرکار غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ڈوبی کشتی ترانے والی کرامت۔ ٦٢٩

یہ روایت غلط و باطل ہے کہ غوثِ اعظم نے عزرائیل علیہ السلام کو تھپڑ مارا اور اس کو بیان کرنا حرام۔ ٦٢٩

مرسلین ملائکہ بالاجماع تمام غیر انبیاء سے افضل ہیں۔ ٦٢٩

توہین رسول کفر ہے۔ ٦٢٩

قرآنی کلمات پر مشتمل گمنام خط کے بارے میں سوال کا جواب۔ ٦٣٠

ارواح مومنین کا اپنے اپنے مکان میں آنے کا ثبوت۔ ٦٣٠

نو سوالات پر مشتمل ایک استفسار کا جواب ٦٣٢

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا فرمان روحانی معراج کے بارے میں ہے۔ ٦٣٢

معراج جسمانی کی تفصیل ٦٣٣

رات میں معراج ہونے کی حکمت ٦٣٥

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سب بحیاتِ حقیقی زندہ ہیں۔ ٦٣٧

چار نبی بے عروضِ موت اب تک زندہ ہیں ٦٣٧

حقیقی سادات پر عذاب سے مامون ہونے کی امید واثق ہے۔ ٦٣٨

حضرت فاطمہ اور ان کی تمام ذریت نار سے محفوظ ہے۔ ٦٣٨

اسی نوعیت کے ایک اور سوال کا جواب ٦٣٩

بدشگونی جائز نہیں اور ہندوانہ طریقہ۔ ٦٤١

کافر بیعت نہیں ہو سکتا۔ ٦٤٢

کافر کو مجاز و ماذون بیعت و خلیفہ بنانا

www.alahazratnetwork.org

کفر ہے۔ ۶۴۲
مومن اور ولی میں کون سی نسبت ہے۔ ۶۴۳
درود شریف میں علٰی ابراھیم وعلٰی
اٰل ابراھیم لانے کی وجہ۔ ۶۴۳
جس مضمون پر قرآن پاک دلالت کرے وہ
مدلولِ قرآنی ہے۔ ۶۴۳
متشابہات میں قیاس کرنا ضلالت ہے۔ ۶۴۳
آل کے اندر اصحاب بھی شامل ہیں۔ ۶۴۳
درجۂ ولایت باقی رہنے اور نبوت ختم ہونے
کی وجہ۔ ۶۴۴
نوشہ بغداد قدس سرہٗ کی تشریح اور وہم کا
صحیح علاج۔ ۶۴۵
عبادت کی جامع ومانع تعریف۔ ۶۴۶
غیرِ خدا کے لئے سجدۂ عبادت کفر ہے اور
سجدۂ تحیت حرام وکبیرہ ہے۔ ۶۴۹
قرآن مجید میں کلمہ طیبہ کے دونوں جز
موجود ہیں۔ ۶۵۴
حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے شافع محشر
ہونے کا ثبوت قرآن مجید سے۔ ۶۵۴

○ رسالہ شرح المطالب فی مبحث
ابی طالب (ایمانِ ابوطالب کے بارے
میں مفصل ومدلل بحث) ۶۵۵
فصل اول: آیاتِ قرآنیہ جن سے ابوطالب
کا مسلمان نہ ہونا ثابت۔ ۶۶۱
فصل دوم: احادیثِ صریحہ جن سے ابوطالب
کا عدمِ اسلام ثابت۔ ۶۷۳
فصل سوم: اقوالِ ائمۂ کرام وعلمائے اعلام
جن سے کفرِ ابی طالب ثابت۔ ۶۸۵
فصل چہارم: علماء کی تصریحیں کہ دربارۂ
ابوطالب قولِ تکفیر ہی حق وصحیح ہے۔ ۶۹۹
فصل پنجم: علماء کی تصریحیں کہ کفرِ ابی طالب
پر اجماعِ اہلسنت ہے۔ ۷۰۱
فصل ششم: علماء کی تصریحیں کہ اسلامِ
ابوطالب ماننا روافض کا مذہب ہے۔ ۷۰۳
فصل ہفتم: شبہاتِ مخالفین کا رَد۔ ۷۰۵
شبہہ اولٰی: کفالتِ نبی صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم۔ ۷۰۵
شبہہ دوم: نصرتِ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ
وسلم اور اس کے پانچ جواب۔ ۷۰۶
شبہہ سوم: محبتِ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
عدمِ اسلام ابی طالب کی حکمتیں۔ ۷۰۸
شبہہ چہارم: نعت شریف نبی صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم۔ ۷۱۱
شبہہ پنجم: نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا
استغفار فرمانا۔ ۷۱۲
شبہہ ششم: حکایت جامع الاصول اور
جواب میں اُن اہلبیت کا ذکر جنہوں نے
کفرِ ابی طالب کی تصریحیں کیں۔ ۷۱۳
شبہہ ہفتم: عبارت شرح سفر السعادۃ ۷۱۴
شبہہ ہشتم: وصیت نامہ اور اس کے

www.alahazratnetwork.org

تین جواب۔ ۷۱۴
شبہ نہم: روایت مغازی ابن اسحاق اور اس کے سات جواب۔ ۷۱۸
فصل ہشتم: کفر ابی طالب و ابولہب کا فرق اور کافر کے لئے دعائے مغفرت کا حرام ہونا ۷۳۸
فصل نہم: اُن اسّی صحابہ وتابعین و ائمہ و علماء کے نام جن سے کفر ابی طالب کی تصریح اس رسالہ میں منقول ہوئی۔ ۷۳۱
فصل دہم: اُن ایک سو تیس کتب تفسیر و عقائد وغیرہا کے نام جن کی سندیں اس رسالہ میں منقول ہوئیں۔ ۷۳۵
تذییل: وہ کتابیں جن سے اس رسالہ میں مدد لی گئی ۷۳۸

عقائد وکلام (ضمیمہ)

بے وساطتِ رسول اللہ تعالٰی تک رسائی محال ہے۔ ۶۸
تصدیق سب رسولوں کی جزوِ ایمان ہے۔ ۶۸

علم حروف وریاضی (ضمیمہ)

لفظ محمد کے عدد ۹۲ اور خمسا کے عدد ۶۰۵ ہیں۔ ۶۸
اقلیدس کا ایک مسئلہ ۲۷۰
ارثماطیقی کا ایک مسئلہ ۲۷۰
جبر ومقابلہ کا ایک مسئلہ ۲۷۰

لغت (ضمیمہ)

کرنا، کرلینا اور کردینا میں فرق اور اس کی مثالیں۔ ۵۷
برس کو عربی میں حول کہتے ہیں کہ تحویل سے مشعر ہے۔ ۶۸
برس بمعنی بارش ہے۔ ۶۸
مقام ومنزل ومقام بمعنی مکانت ومنزلت و مرتبہ شائع الاستعمال ہیں۔ ۱۶۶

٭

فہرست ضمنی مسائل

فضائل سید المرسلین

ہر رسول کی رسالت بارشِ رحمت ہے۔ ۶۸

اللہ تعالٰی نے تمام جہان حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے لئے بنایا۔ ۱۱۳

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ذات وصفات وفضائل وکمالات کبھی زوال پذیر نہیں بلکہ ہمیشہ مترقی ہیں۔ ۲۰۱

درود تاج پڑھنا اور حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دافع بلا سمجھنا۔ ۲۵۵

نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رُوح اقدس بارہا ستر ہزار صورتوں میں جلوہ گر ہوتی ہے ۲۵۸

نبی ہونے کے باوجود سیدنا موسٰی علیہ الصلوۃ والسلام نے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اُمتی ہونے کی خواہش کیوں کی۔ ۳۹۰

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی عظمتِ شان میں جامع ترمذی کی ایک جامع حدیث۔ ۵۰۶

میدانِ محشر کا منظر اور حضور شافع محشر علیہ الصلوۃ والسلام کی کرم نوازیاں۔ ۵۱۳

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور روزانہ اعمال کی پیشی آپ کے خصائص میں سے ہے۔ ۵۲۲

حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شریعت وحقیقت دونوں کے حاکم ہیں لہذا آپ کے احکام کبھی شریعتِ ظاہرہ پر اور کبھی حقیقتِ باطنہ پر ہوتے ہیں۔ ۵۲۹

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ آپ دو قبلوں اور دو ہجرتوں کے جامع ہیں اور شریعت وحقیقت دونوں آپ کے لئے جمع کردی گئی ہیں۔ ۵۳۲

www.alahazratnetwork.org

www.alahazratnetwork.org

بارگاہِ الٰہی میں وجاہت ہمارے آقا کی سے کسی اور کی نہیں۔ ۵۷۵

منصب شفاعت کبریٰ اسی سرکار کا خاصہ ہے۔ ۵۷۵

داروغۂ دوزخ عرض کرے گا کہ اے محبوب! آپ نے اپنی امت میں رب کا غضب نام کو نہ چھوڑا۔ ۵۸۰

فضائل ومناقب

سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰے عنہ جلیل القدر صحابی ہیں، آپ کے فضائل و مناقب۔ ۹۸

صحابہ سب کے سب اہلِ خیر وعدالت ہیں۔ ۹۸

حضور سیدنا غوثِ اعظم ضرور دستگیر اور خواجہ معین الدین چشتی ضرور غریب نواز ہیں۔ ۱۰۵

صحابۂ کرام کے فضائل اور ان کی تعظیم کی فرضیت کا بیان۔ ۲۲۷

انبیاء کے بعد سب سے افضل سیدنا صدیق اکبر پھر فاروق اعظم ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ ۲۲۹

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰے عنہم سب اولیاء کرام تھے ۲۳۳

افضل الصحابہ کون ہے۔ ۲۳۴

صحابۂ کرام کی عظمت وفضیلت اور انھیں لالچی کہنے والے کی مذمت وضلالت کا بیان۔ ۲۶۴

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ کس معنی میں رؤیت باری تعالٰی کا انکار فرماتی ہیں۔ ۳۰۳

امام اعظم سردارانِ علماء میں داخل ہیں۔ ۳۳۵

ولی فرد تمام نشأۃ عنصری جسمانی پر مستولی ہوتا ہے ۴۵۸

تعظیم سادات کی اہمیت۔ ۵۸۷

والد ماجد اعلیٰحضرت مولانا نقی علی خان و محبِ رسول مولانا عبدالقادر صاحب قدس سرہما کی جلالت شان۔ ۵۹۵

سرکار غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ڈوبی کشتی ترانے والی کرامت۔ ۵۲۹

مرسلین ملائکہ بالاجماع تمام غیر انبیاء سے افضل ہیں ۵۲۹

حقیقی سادات پر عذاب سے مامون ہونے کی امید واثق ہے۔ ۶۳۸

حضرت فاطمہ اور انکی تمام ذریت نار سے محفوظ ہے ۶۳۸

درود شریف میں علیٰ ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم لانے کی وجہ۔ ۶۴۳

نماز وامامت

شرع مطہر نے تمام جہان کے مسلمانوں کو نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ ۱۹۰

مسئلہ غیر مقلدوں کے پیچھے نماز پڑھنا۔ ۱۹۳

جمعہ کی نماز کے بعد احتیاط الظہر ۴ رکعت پڑھنا ضروری ہے یا نہیں۔ ۲۰۵

منکر میلاد شریف وتقبیل ابہامین کے پیچھے نماز پڑھنے کا شرعی حکم کیا ہے۔ ۲۱۹

زید کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالٰے رسول مقبول صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے برابر پیدا کرسکتا ہے مگر کرے گا نہیں، اس کے پیچھے نماز پڑھنا

www.alahazratnetwork.org

درست ہے یا نہیں۔ ۲۲۱
مرتد کے پیچھے نماز کیسی۔ ۲۶۷
بلا وجہ شرعی عمداً ترکِ جماعت گناہ ہے اور اس کا عادی فاسق گمراہ ہے۔ ۲۸۳
آمین بالجہر نماز میں درست نہیں۔ ۳۹۳
التحیات کے بعد ندا یا رسول اللہ کا اثبات ۵۶۶
وہابیہ کے مذہب پر نماز جو کہ عبادت ہے اس کے اندر شرک لازم آتا ہے۔ ۵۶۶
التحیات میں معانی کا قصد کرتے ہوئے سرکار کی خدمت میں سلام عرض کرے۔ ۵۶۶

جنائز

بزرگوں کی قبروں کی زیارت، ان کا طواف اور ان کو بوسہ دینا کیسا ہے۔ ۲۰۵
زیارتِ قبور سنت ہے ۲۸۲

فوائدِ تفسیریہ

ترجمہ کرتے وقت کیا احتیاطیں ضروری ہیں۔ ۶۰
استواء علی العرش پر گفتگو۔ ۱۱۶
آیاتِ متشابہات کے بارے میں اہلسنت کے دو مسلک ہیں۔ ۱۱۷
ہدایت وضلالت کا بڑا منشاء قرآن مجید کی آیات کا دو قسم ہونا ہے: محکمات اور متشابہات۔ ۱۲۲
استواء علی العرش کے معنٰی میں چار نفیس ۰۲
وجوہِ تاویل۔ ۱۲۴
قرآن مجید میں استواء سات جگہ آیا ہے، ساتوں جگہ آفرینشِ زمین وآسمان کے ساتھ اور بلا فصل اس کے بعد آیا ہے۔ ۱۲۶
آیتِ کریمہ "الرحمٰن علی العرش استوٰی" آیاتِ متشابہات میں سے ہے۔ ۱۲۸
آیاتِ متشابہات میں اہلِ سنت کے صرف دو طریق ہیں۔ ۱۴۰
چند قرآنی آیات کی تفسیر کے بارے میں استفسار۔ ۲۵۹
آیتِ کریمہ "لا اعلم الغیب" کی تین نفیس تفسیریں۔ ۴۵۰
آیتِ کریمہ "وعلّم اٰدم الاسماء کلھا" کے متعلق حضرت سید عبدالعزیز دباغ علیہ الرحمہ کا قول۔ ۴۶۲
قرآن مجید نے ۲۳ برس میں بتدریج نزولِ اجلال فرمایا۔ ۵۱۲
قرآن میں کلمہ طیبہ کے دونوں جز موجود ہیں۔ ۶۵۴

فوائدِ حدیثیہ

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں مذکور ایک حدیث کے حوالہ کے بارے میں سوال کا جواب۔ ۶۴
حدیث لولاک کے بارے میں ایک سوال کا جواب۔ ۱۱۳

www.alahazratnetwork.org

مدلس کا عنعنہ محدثین قبول نہیں کرتے۔ ۱۶۶

متواترات صرف معدودے چند ہیں۔ ۱۶۹

صحیح لذاتہ وصحیح لغیرہ وحسن لذاتہ وحسن لغیرہ سب حجت اور خود مثبتِ احکام ہیں۔ ۱۹۰

مقام فضائل میں ضعاف بالاجماع مقبول ہیں۔ ۱۹۰

مجہول العین بہت ائمہ محققین کے نزدیک مقبول ہے اور مجہول الحال میں بھی بعض اکابر کا مذہب مقبول ہے۔ ۱۹۰

"لامہدی الا عیسٰی" حدیث صحیح نہیں۔ ۲۲۶

حضرت امام مہدی اور حضرت عیسٰی کے بارے میں حدیثیں حدِ تواتر تک پہنچی ہیں۔ ۲۲۶

اسمٰعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی کے معتقدین کے بارے میں استفتاء کا جواب۔ ۲۳۵

فضائل اعمال میں ضعاف بالاجماع مقبول ہیں۔ ۲۳۵

دعا کی حدیثیں متواتر ہیں۔ ۳۱۱

براہین قاطعہ کی چند عبارات اور ان کا رد۔ ۴۸۹

حدیث "واللہ لا ادری مایفعل بی ولا بکم" سے وہابیہ کے استدلال کا جواب۔ ۴۹۰

حدیث ترمذی پر مصنف علیہ الرحمہ کی محدثانہ بحث اور راویوں کی جرح وتعدیل۔ ۵۲۲

عرصاتِ محشر کی ہولناکی اور شفاعتِ کبریٰ کی حدیثیں۔ ۵۲۴

مصنف علیہ الرحمہ کی طرف سے ایسی چالیس احادیثِ شفاعت کا انتخاب جو مشہور احادیثِ شفاعت کے علاوہ ہیں اور گوشِ عوام تک کم پہنچی ہیں۔ ۵۲۶

فوائد فقہیہ

حنفی کی تعریف ۵۴۴

عبادت کی جامع ومانع تعریف۔ ۶۴۰

فوائد اصولیہ

حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اُمّی ہونا رسالت کے خلاف نہیں۔ ۱۱۰

منسوخ پر حکم باطل ہے۔ ۱۱۰

امور متساویۃ النسبۃ میں ایک کی ترجیح ارادے پر موقوف ہے۔ ۱۵۷

ہر مخلوق بالارادہ حادث ہے۔ ۱۵۷

جہالت عین جہالت حال کو مستلزم نہیں۔ ۱۹۰

مجہول پایۂ احتجاج سے ساقط ہے نہ کہ پایۂ اعتبار سے۔ ۱۹۰

جس طرح فقہ میں چار اصول ہیں عقائد میں بھی چار اصول ہیں۔ ۲۱۴

www.alahazratnetwork.org

فقہ میں اجماع اقوی الادلہ ہے۔ ۲۱۵
سوادِ اعظم یعنی اہل سنت کا کسی مسئلہ عقائد پر اتفاق اقوی الادلہ ہے۔ ۲۱۵
نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول رہیں گی۔ ۴۸۸
تخصیص متراخی نسخ ہے۔ ۴۸۸
اخبار کا نسخ ناممکن ہے۔ ۴۸۸
تخصیص عقلی عام کو قطعیت سے نازل نہیں کرتی۔ ۴۸۸
عموم آیاتِ قطعیہ قرآنیہ کی مخالفت میں اخبارِ احاد سے استناد محض غلط ہے۔ ۴۸۹
آیاتِ قطعیہ کے خلاف کوئی حدیث احاد بھی مسلّم نہیں ہوسکتی اگرچہ سنداً صحیح ہو۔ ۵۱۳
نفی حقیقت ذاتیہ نفی حقیقت عطائیہ کو مستلزم نہیں۔ ۵۱۳
جس مضمون پر قرآن پاک دلالت کرے وہ مدلولِ قرآنی ہے۔ ۶۴۳
متشابہات میں قیاس کرنا ضلالت ہے۔ ۶۴۳

افتاء و رسم المفتی

جاہل کے لکھے ہوئے مسئلہ کی علماء کو تصدیق نہیں کرنی چاہیے۔ ۶۱
تمام مسائل کہ صاحبِ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف بلفظ قال و عنہ نسبت کئے جاتے ہیں، کتب ظاہر الروایہ کے مسئلے ہیں اور ان تک اسانید متصلہ موجود، ہر مسئلہ کے لئے جدا سند کی حاجت نہیں۔ ۶۱

اسماء الرجال

ابن لہیعہ مدلس ہے۔ ۱۶۶
دراج پر جرح و تعدیل ۱۶۶
ابوالہیثم سے دراج کی روایت ضعیف ہے ۱۶۶

بیعت و خلافت

کافر بیعت نہیں ہوسکتا۔ ۶۴۲
کافر کو مجاز و ماذون بیعت و خلیفہ بنانا کفر ہے۔ ۶۴۲

تقلید

لاکھوں تابعین اور ہزاروں صحابہ کرام مقلد تھے ۱۹۴
تقلید واجب شرعی ہے اور زمانۂ رسالت سے شروع ہوئی۔ ۱۹۵
تقلید فرض قطعی ہے۔ ۳۹۲
فقہ کو نہ ماننے والا شیطان ہے۔ ۳۹۳
فقہ کو نہ ماننے کی قباحتیں۔ ۳۹۳

تاریخ و تذکرہ

صاحبِ درمختار کی سند ۶۲
صاحب بحر کی سند ۶۲
امیر المومنین حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے تین صاحبزادوں کے نام ابوبکر و

عمرو عثمان ہیں۔ ۸۰

حضرت امام حسن وحسین ومحسن کے نام حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹوں شبر وشبیر ومبشر کے ہم وزن وہم معنیٰ ہیں۔ ۸۱

مصنف مسلم الثبوت سنی حنفی ہیں آزاد خیال نہیں۔ ۱۱۲

کشتی نوح علیہ السلام رجب میں چلی۔ ۲۳۵

صاحب کشاف معتزلی ہے۔ ۳۹۶

جفر و جامعہ امیر المؤمنین سیدنا علی مرتضٰے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دو کتابیں ہیں۔ ۴۶۶

امام ابن سیرین کی وفات سے ساڑھے تریپن برس بعد امام احمد بن حنبل کی ولادت ہوئی۔ ۵۱۵

ابن سیرین کا وصال ۹ شوال ۱۱۰ھ کو ہے جبکہ امام احمد بن حنبل کی ولادت ربیع الاول ۱۶۴ھ کو ہوئی۔ ۵۱۵

گنگوہی صاحب کی تاریخی جہالت کہ امام ابو یوسف کو حسین بن منصور حلاج کا ہمعصر سمجھ بیٹھے۔ ۵۱۶

امام ابو یوسف کی وفات ۱۸۲ھ میں ہوئی ۵۱۶

سلطان اورنگزیب عالمگیر کی ایک حکایت ۵۱۷

میلاد شریف کب سے نکلا، کس نے نکالا، امام اعظم نے کیا یا نہیں، زمانۂ صحابہ میں تھا یا نہیں۔ ۵۲۷

تین شامی مجاہدین کا واقعہ کہ یہ تینوں تبع تابعی تھے۔ ۵۵۳

اولیاء کرام کو ندا کرنے کا طریقہ متوارثہ جو خود انھوں نے اپنے متوسلین کو تعلیم فرمایا۔ ۵۵۶

اس سلسلہ میں چند واقعات۔ ۵۵۶

حج سے واپسی پر احمد آباد میں قیام کا واقعہ۔ ۵۸۹

ایک رامپوری عالم کی تصنیف پر تقریظ لکھنے کا واقعہ۔ ۵۹۰

سن ۱۳۳۰ ہجری تک اعلیٰحضرت کی تعداد تصانیف کا بیان۔ ۵۹۲

انجمن نعمانیہ لاہور میں اعلیٰحضرت نے ۱۳۲۰ھ تک کے شائع شدہ رسائل خود ارسال کئے تھے۔ ۵۹۶

اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ کی ہمہ وقتی دینی امور میں مشغولیت۔ ۶۰۸

مولانا سید دیدار علی شاہ اور اعلیٰحضرت کے درمیان گفتگو۔ ۶۱۰

حضرت منصور، بایزید بسطامی اور شمس تبریزی کے اقوال انا الحق، سبحانی ما اعظم شانی اور قم باذنی کی تحقیق۔ ۶۲۷

حضرت شاہ منصور علیہ الرحمہ کو سولی کیوں دی گئی۔ ۶۲۸

چار نبی بے عروضِ موت اب تک زندہ ہیں۔ ۶۳۷

www.alahazratnetwork.org

حدود وتعزیر

زنائے خلاف رضامندی و بلا رضامندی میں فرق ہے۔ ۶۵

فلسفہ وسائنس

روحِ انسانی متجزی نہیں۔ ۷۷
مکان کا مکین کو محیط ہونا لازم۔ ۱۵۵
اگر معبود کو مکانی فرض کیا جائے تو دو حال سے خالی نہ ہوگا کہ جزءِ لایتجزی کے برابر ہوگا یا اس سے بڑا ہوگا، اور یہ دونوں باطل ہیں۔ ۱۵۵
جو مکانی ہو اور جزءِ لایتجزی کے برابر نہ ہو اسے مقدار سے مفر نہیں۔ ۱۵۷
مقدار غیر متناہی بالفعل باطل ہے۔ ۱۵۷
مقدار متناہی کے افراد نامتناہی ہیں۔ ۱۵۷
مقداری کا وجود بے مقدار کے محال ہے ۱۵۷
ہر مقدار متناہی قابلِ زیادت ہے۔ ۱۵۷
جہات فوق وتحت دو مفہوم اضافی ہیں ایک کا وجود بے دوسرے کے محال ہے ۱۵۷
ہر ذی جہت قابل اشارۂ حسیہ ہے۔ ۱۵۸
ہر قابل اشارۂ حسیہ متحیز ہے۔ ۱۵۸
ہر متحیز جسم یا جسمانی ہے۔ ۱۵۸
ہر جسم وجسمانی محتاج ۱۵۸
مکان ومکانی کو جہت سے چارہ نہیں۔ ۱۵۸
جہات نفس امکنہ ہیں یا حدود امکنہ۔ ۱۵۸
آسمان اعلیٰ کو فلکِ اطلس اور فلک الافلاک کہتے ہیں۔ ۱۶۰
وجودِ آسمان پر دلائل اور فلاسفہ کا رَد۔ ۲۰۰
بدن کے ساتھ حدوث نفس خیال باطل فلاسفہ ہے۔ ۲۵۲
سائنس والے صدہا باتوں میں خود مختلف ہیں ۲۷۰
متناہی کو متناہی سے نسبت ضرور ہے۔ ۳۵۰
جو کچھ دو حدوں کے اندر ہو سب متناہی ہے ۳۵۱

وقف

وقف کے بارے میں درمختار اور ہدایہ کی عبارت کا مطلب۔ ۶۶

منطق

مومن اور ولی میں کون سی نسبت ہے۔ ۶۲۳

حظر واباحت

مسائل کو حیا کے پیرائے میں بیان کرنا چاہئے ۶۰
رنڈیوں کا ناچ حرام ہے۔ اولیاءِ کرام کے عُرسوں پر بے قید جاہلوں نے یہ معصیت پھیلائی ہے۔ ۹۲
خاوند کے شراب پینے کا وبال اس پر ہے عورت اسے جانے سے منع نہیں کرسکتی۔ ۹۳
امانت میں خیانت اور غدر و بدعہدی

www.alahazratnetwork.org

جائز نہیں۔ ۹۳

کسی جرم قانونی کا ارتکاب کرکے اپنے آپ کو ذلت پر پیش کرنا منع ہے۔ ۹۳

غدر اور قانونی جرم کے بغیر ہندو کا مال ملے تو اس کو لے لینا مباح ہے۔ ۹۴

کنگھے کے لئے شریعت میں کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہے۔ ۹۴

مجلسِ میلاد میں قیام مندوب ہے۔ ۲۶۶

استعمالِ دوا سنت ہے۔ ۳۱۳

آدمی کا ہمہ تن تدبیر میں منہمک ہوجانا ممنوع و مذموم ہے۔ ۳۲۱

بعض علوم کا اظہار مصلحت نہیں ہوتا۔ ۵۱۳

قیام ذکر ولادت سیدالانام علیہ وعلیٰ ذویہ افضل الصلوٰۃ والسلام بلاشبہ مستحب و مستحسن علمائے اعلام و عادت محبین کرام و غیظ وہابیہ لئام۔ ۵۴۰

"یاشیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ" کا وظیفہ جائز ہے۔ ۵۴۸

عوام مرتبے سے اونچے ہرگز نہ اڑیں۔ ۵۹۱

بدشگونی جائز نہیں اور ہندوانہ طریقہ۔ ۶۴۱

بلاغت

نکرہ تحت نفی مفید عموم و استغراق ہوتا ہے۔ ۷۶

لفظ کل ایسا عام ہے جو کبھی خاص ہوکر مستعمل ہی نہیں ہوتا۔ ۴۸۸

عام افادہ استغراق میں قطعی ہوتا ہے۔ ۴۸۸

بابِ تشبیہ واسع ہے۔ ۵۱۸

ہیئت

علم ہیئت کے بارے میں ایک سوال کا جواب۔ ۳۳۲

ردِ بدمذہباں و مناظرہ

نجدی گمراہ کی چند سطری تحریر میں چھ جہالتوں اور ضلالتوں کا بیان۔ ۱۴۰

مذکورہ بالا جہالتوں اور ضلالتوں کی خبر لینے کے لئے مصنف علیہ الرحمۃ کی طرف سے چھ تپانچے۔ ۱۴۰

اللہ تعالیٰ کے لئے مکان وجہت کے اثبات پر ابن تیمیہ وغیرہ کی دلیل کا رد۔ ۱۵۹

ردِ جہالات مخالف ۱۶۲

وہابیہ پر غضبوں کی ترقیاں ۴۴۲

وہابیہ کا عجب اوندھاپن کہ جو حدیث حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر روشن دلیل ہے اس کو الٹی دلیلِ نفی ٹھہراتے ہیں۔ ۵۲۹

* * *

www.alahazratnetwork.org

کتاب الشتّی (حصّہ چہارم)

عروض و قوافی

مسئلہ ۱: از سہارن پور ضلع ایٹہ مرسلہ جناب چودھری مولوی عبدالحمید خاں صاحب ۲۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۱ھ

اعلٰحضرت عظیم البرکت مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ عالی جناب مولوی مفتی احمد رضا خاں صاحب ادام اللہ تعالٰی ظلال اشادہ علٰی راس الطالبین، پس از آداب عجز و نیاز و سلام مسنون۔ مارہرہ سے ایک صاحب نے کنز الآخرہ پر مندرجہ پرچہ باضافہ و ترمیم کرکے بھیجا ہے جس کے جوابات ذیل بغرض ملاحظہ اعلٰحضرت ارسال ہیں۔ بعد ملاحظہ اس امر کی تنقیح فرمائی جائے کہ اعتراض کس حد تک صحیح ہیں اور جوابات کس حد تک کافی، تاکہ اس کے مطابق عملدرآمد کیا جائے۔ معترض صاحب فنِ شاعری میں دستگاہ قادر رکھتے ہیں اور عروض و قوافی میں مہارتِ کامل۔

(۱) صفحۂ ٹائٹل محمد الرسول اللہ۔

اعتراض: مضاف پر الف لام نہیں آتا۔

جواب: میں نے عنوانِ کتاب پر سوا نام کتاب کے کچھ تحریر نہ کیا، باقی سب عبارت تالیفِ کاتب ہے "لاتزر وازرۃ وزر اخرٰی[1]" (اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گی۔ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴

www.alahazratnetwork.org

(۲) ص ۴ و سے

وہ یگانہ ہے صفات و ذات میں نیز یکتا اس کے سب افعال ہیں

اعتراض: قافیہ صحیح نہیں، یوں ہو، ع

نیز یکتا ہو وہ ہر بات میں

جواب: اختلاف حرکت قافیہ میں اساتذہ کی سندیں حد تواتر پر ہیں۔ حضرت سعدی سے

(۱) چو خواہد کہ ویراں کند عالمے کند ملک در پنجۂ ظالمے[1]

(۲) برائے جہاندیدگاں کار کن کہ صید آزمودہ است گرگ کہن[2]

(۳) چو خدمت گزاریت گردد کہن حق سالیانش فرامش مکن[3]

(۴) کنونت کہ دستت خاری بکن دگر کے برآری تو دست از کفن[4]

(۵) بخائیدش از کینہ دنداں بزہر کہ دوں پرورست ایں فرومایہ دہر[5]

[(۱) جب وہ چاہتا ہے کہ کوئی ملک برباد ہو جائے تو وہ ملک کسی ظالم کے قبضہ میں دے دیتا ہے۔

(۲) جنھوں نے جہاں دیکھا ہوا ہے ان کی رائے کے مطابق عمل کر کیونکہ پرانے بھیڑیے کو شکار کا تجربہ ہوتا ہے۔

(۳) جب تیرا خدمتگار بوڑھا ہو جائے تو اس کے سالانہ وظیفے کو مت بھول۔

(۴) اب جبکہ تیرا ہاتھ (طاقت) ہے کوئی کانٹا نکال، پھر کفن سے کب ہاتھ باہر نکال سکے گا۔

(۵) کینہ کی وجہ سے اس کو زہریلے دانتوں سے چبائیں گے کیونکہ کینہ پرور ہے یہ کمینہ زمانہ۔ (ت)]

---

[1] بوستانِ سعدی باب اول مکتبہ شرکتِ علمیہ ملتان ص ۴۱

[2] " " " " " " " ۹۳

[3] " " " " " " " ۱۹

[4] " " " " " " " ۵۰

[5] " " " " " " " ۹۳

www.alahazratnetwork.org

مثنوی شریف : ؎

گفت پیغمبر بخن اے رائے زن　　　مشورت کالمستشار مؤتمن[۱]

مؤتمن بکسرِ میم ثانی یعنی امین ہے ۔

کاے خدا افغاں ازیں گرگ کہن　　　گویدش نک وقت آمد صبر کن[۲]

کمال اسمٰعیل : ؎

اے زرایت ملک و دیں در نازش و در پرورش　　　اے شہنشاہ فریدوں فر و اسکندر منش
سایۂ حق است و یارب سایہ اش پایندہ دار　　　زانکہ فرض ست ازمیان باد عائے دولتش

منش اور دولتش کا اختلاف اظہر من الشمس ہے ۔ مولوی حافظ عزیز الدین جلیسری مؤلف نادر الترتیب جواب بھی حیات ہیں اور بڑے استاد اور پرانے تجربہ کار شاعر ہیں نادر الترتیب میں لکھتے ہیں : ؎

چھ سو بارہ تیرہ فصل دو باب اس میں ہیں　　　تھوڑے تھوڑے حاشیہ پر ہیں لغت ہر باب میں

مہربان من اختلاف دکن قافیہ بے تکلف درست ہے ۔

(۳) ص ۴ : ؎

ہے وہی خلاق مخلوقات کا　　　ہے وہی رزاق حیوانات کا

اعتراض : مخلوقات وحیوانات میں ایکار ہے یوں چاہیے : "ہے وہی رزاق مرزوقات کا"

جواب : جمع کے قوافی میں مفرد کا لحاظ نہ رکھا جائیگا ، مستحسن ضرور ہے لازم نہیں ۔

مولانا روم : ؎

یاکریم العفو ، ستار العیوب !　　　انتقام از ما مکش اندر ذنوب[۳]
پس پیغمبر گفت استفت القلوب　　　گرچہ مفتی تاں بروں گوید خطوب[۴]

عیوب و ذنوب میں علامت جمع واو ہے اس کو علیحدہ کرکے دیکھا جائے تو عیب و ذنب کا قافیہ نہ بنے گا ۔ اسی طرح قلوب و خطوب ۔

آتش گلزار نسیم : ؎

حلوا اس دیو کو دکھلاؤ　　　گڑ سے جو مرے تو زہر کیوں دو

---

۱ مثنوی معنوی　دفتر اول　مؤسسہ انتشارات اسلامی لاہور　۱/۱۳۱

۲ " دفتر سوم " " " " "　۳/۵۰

۳ " دفتر اول " " "　۱/۱۴۵

۴ " دفتر ششم حامد اینڈ کمپنی لاہور　۶/۵۰

www.alahazratnetwork.org

یہاں بھی علامتِ جمع واؤ کے علیحدہ کرنے سے قافیہ مفرد کا صحیح نہیں رہتا، ایک استاد جن کا نام مجھ کو یاد نہیں فرماتے ہیں: ؎

تم درود اس نام پر پڑھتے رہو اے مومنیں! چھوڑ دو سب ذکر جب ہو ذکرِ ختم المرسلیں

(۴) صفحہ ۵: ؎

وہ کسی کا بھی نہیں محتاج ہے اس کے سب محتاج ہیں چھوٹے بڑے

اعتراض: قافیہ غلط، یوں چاہیے "اس کی ہی محتاج ہے ہر ایک شے"۔

جواب نمبر ۲ میں گزر چکا۔

(۵) صفحہ ۵:

پاک ہے وہ جسم و جوہر عرض سے مادہ سے اور مکاں سے مرض سے

اعتراض: جوہر کے مقابل عرَض بفتحتین ہے اور نیز مرَض۔ یوں چاہیے: ؎

بے عرَض اور جسم و جوہر سے وہ پاک مادہ سے اور مرَض اور گھر سے پاک

جواب: یہ بضرورت جائز ہے اس کا نام تفریس ہے، اگرچہ یہ تفریس قبیح ہے لیکن جائز ہونے میں شک نہیں، اکثر اہلِ فارس نے لغاتِ عربی میں بموجب شہرت عام کی ہے مثلاً حرکت بفتحاتِ ثلٰثہ۔ ملا فوقی؎

زبس خوش حرکت و شیریں ادا بود

کفن بفتحتین۔ لیکن شفائی کہتا ہے: ؎

از لتہ حیض خواہرش کفن کند

پس ایک زبان کے لغت کو دوسری میں تفریس کرکے لانا صحیح، ہاں عربی کو عربی، فارسی کو فارسی میں تفریس کرے تو ضرور ناجائز۔ بایں ہمہ اس تفریس کو میں بھی پسند نہیں کرتا اور اب میں نے ان تمام متغیر الحرکات لغات کو اصلی حرکات سے طلبیس کرکے درست کر لیا ہے۔ شعر کو جناب نے ترمیم فرما کر جو تحریر فرمایا ہے اس میں پاک ہر دو جگہ متحد المعنٰی ہے پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ قافیہ کیونکر درست ہوگا۔ ہاں اس طرح ترمیم کیا جائے ؎

وہ عرض اور جسم و جوہر سے ہے پاک مادہ سے اور مرض گھر سے ہے پاک

یا یوں: ؎

بے عرض اور جسم جوہر سے پاک مادہ سے اور مرض اور گھر سے پاک

www.alahazratnetwork.org

تب درست ہے۔ لیکن اس میں یہ قباحت ہے کہ ضمیر (وہ) کسی جگہ نہیں آتا۔ میں نے ترمیم اس طرح کی ہے: ؎

وہ مکاں سے اور مرض سے پاک ہے　　　جسم و جوہر سے عرض سے پاک ہے

اس میں اگرچہ کلمہ مادہ کا دُور ہوا جاتا ہے لیکن بندش میں شگفتگی ہوتی ہے اور مادہ کی توضیح یوں بھی ہو سکتی ہے کہ جب مرض سے پاک ہے لامحالہ مادہ سے بھی پاک ہے کہ مادی شئے کو مرض لازمی ہے۔

(۶) صفحہ ۵:

حاضر و ناظر وہی ہے ہر جگہ　　　کچھ نہیں پوشیدہ اس سے بے شبہ

اعتراض: شُبَہ غلط ہے۔ صحیح: ؎

حاضر و ناظر وہ ہے ہر ایک جا　　　اس سے پوشیدہ نہیں کوئی ذرا

جواب: چونکہ اس تقریس کو میں خود مقبوح کہہ چکا ہُوں لہٰذا اس سے مجھ کو اتفاق ہے۔

(۷) صفحہ ۶:

وہ مجیب عرض اور دعوات ہے　　　بیشبہ وہ قاضی الحاجات ہے

اعتراض: قافیہ، ترمیم: شرک و کفر و فسق سے نفرت اُسے۔

جواب: ترمیم تسلیم۔

(۸) صفحہ ۷:

ہے وُہ راضی طاعت و ایماں سے　　　شرک و کفر و فسق سے ناخوش وہ ہے

اعتراض: ترمیم: "بالیقیں وہ قاضی الحاجات ہے"

جواب نمبر ۲ مفصل گزرا، اس کو غلط سمجھنا معترض کی غلطی ہے۔

(۹) صفحہ ۸: ؎

حق ہے معراج محمد دیں پناہ　　　آسمانوں پر الٰی ماشاء اللہ

اعتراض: بغیر اضافت محمد دیں پناہ کی ترکیب اجنب ہے۔

جواب: جناب بغیر اضافت کیوں رکھتے ہیں، اگر محمد کی دال کو خفیف اضافت دی جائے تو کیا حرج ہے، شعر وزن سے نہیں گرے گا:

"حق ہے معراج محمدِ دیں پناہ　　　فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

(۱۰) الٰی ماشاء اللہ غلط ہے۔ ترمیم: ؎

www.alahazratnetwork.org

حق ہے معراجِ محمد بالیقیں　　آسمانوں پر گئے سلطانِ دیں

وقس ھذا البواقی۔

جواب: ماشاء کے ہمزہ کو آپ ظاہر کرکے کیوں پڑھتے ہیں، ہمزہ کو ماشاء اللہ کے الف اور اللہ کے لام میں ادغام کرکے پڑھئے۔ جناب نے ترمیمی شعر کہا ہے اس شعر اور اس کی خوبی میں زمین و آسمان کا فرق ہے "آسمانوں پر گئے سلطانِ دیں" اس میں انتہائے سیر معراج آسمانوں تک ثابت ہوتی ہے، اور شعر کتاب میں انی ماشاء اللہ کا کلمہ ایسا پُر معنیٰ ہے جس میں انتہائے سیر کی کچھ حد ہی نہیں رہتی اور جس کی تفسیر فکان قاب قوسین اوادنٰی سے مزین ہے کما لایخفٰی علی اھل البصیرۃ (جیسا کہ اہلِ بصیرت پر پوشیدہ نہیں۔ت)، تمت۔

الجواب

کامل النصاب چودھری صاحب زیدت معالیہ و بورکت ایام ولیالیہ۔ بعد اہدائے ہدیہ سنت ملتمس، نوازشنامہ اسی وقت تشریف لایا، بکمال اختصار جواب حاضر۔ جو کچھ حضرت معترض کے خلاف گزارش کرونگا اس پر نمبر حرفی ہوں گے [ا ب ج ء اور خلافِ جناب معروض ہوگا اس پر نمبر عددی ۱، ۲، ۳، ۴ اور مشترک پر مشترک۔

(اعتراض اول) (ا) بے محل ہے اور جواب کافی (ب) یہی زیر اعتراض لینے تھے تو اسم تاریخی الموسوم بہ کیوں ترک ہوا کون سی ترکیب ہے موسوم باسم تاریخی چاہئے تھا (ج) الموسوم بہ (ء) المعروف بہ کار ستھساعہ الف لام ہیں جنذ الپرتال معلوم بھیو ان کی بھی تغییر چاہئے تھی (ھ) (۱) ہاں کنز الاٰخرۃ کے نام ہونے پر ایک باریک مواخذہ برمحل ہوتا تائے مدورہ شکلاً ہا ہے اور لفظاً وقف میں ہا اور وصل میں تا اور اولاً عام اعتبار کتابت کا ہے اور تلفظ بھی لیجئے تو محل محلِ وقف ہے اور الف لام سے ترکیب ترکیب عربی، تو بہرحال ہ ہی عدد ہوئے نہ ۴۰۰، ہاں منطق عوام پر کنز الاٰخرت پڑھے تو باعتبار تلفظ تاریخ صحیح ہوسکتی ہے مگر ایک علمی تصنیف اس سے محفوظ رہنا اولٰی۔

(اعتراض دوم) (۲) میں اور ہاں کا قافیہ معیوب ضرور ہے (۳) عالمے ظالمے پر قیاس

عہ مطلب یہ ہے کہ الموسوم اور المعروف پر جو الف لام ہے۔ یہ کایستھ لوگ بولتے اور کاغذات پٹواری میں لکھتے ہیں "لاجنذ الپرتال معلوم بھیو" یعنی جانچ پرتال سے معلوم ہوا۔ اس جملے میں ان لوگوں نے ایک خرابی تو یہ کی جنذ کو جنذ کہا اور دوسری یہ کہ الف لام داخل کیا ۱۲ عبدالمنان اعظمی۔

www.alahazratnetwork.org

صحیح نہیں کہ رُوی جب متحرک ہو تو قبل کی حرکت میں اختلاف بالاجماع جائز و بے عیب ہے جیسے دلش و گلشن بخلاف اختلافِ دل کہ روی ساکن ہے جیسے یہاں۔ (۴) کُہن بفتح ہا و بضمتین دونوں طرح ہے جس کی سند یہی اشعار اور ان کی امثال بے شمار ہیں۔ حضرت مولوی قدس سرہ ؎

نفس فرعونے ست ہاں سیرش مکن تا نیارد یاد زاں کفرِ کہن[1]

(نفس فرعون ہے خبردار اس کو سیر مت کر، تاکہ وہ پرانے کفر کی یاد نہ لائے۔ ت)

اکابر نے اس کثرت سے کُہن کا قافیہ مَن یا بزن یا حَسن وغیرہا بھی کبھی باندھا (۵) "جاری بکُن" غلطی کاتب ہے صحیح "خارے بکَن" ہے (۶) زُہرہ و ذُہر دونوں بالفتح ہیں (۷) حدیث شریف میں مؤتمن بروزن معتمد بفتح میم دوم ہی ہے مؤتمن بالکسر امین دارندہ و بالفتح امین داشتہ شدہ یعنی جس سے مشورہ طلب کیا گیا اسے امین بنایا گیا تو خلاف مشورہ دینا خیانت ہے۔ لہٰذا فقیر کو ان گزارشوں پر جرأت ہے کہ یہی حکم شریعت و مقتضائے امانت ہے (۸) منش اور دولتش میں ضرور اختلاف حرکت ہے اور عیب ہے۔ کوئی عیب لفظی خواہ معنوی ایسا نہیں جس کی مثال اساتذہ کے کلام سے نہ دی گئی ہو اس سے نہ وہ جائز ہوتا ہے نہ عیب ہونے سے باہر آتا ہے اور نہ اس میں ان کی تقلید روا ہو۔ ائمہ محققین مثل ابن الہمام رحمہ اللہ تعالٰی نے تصریح فرماتے ہیں کہ ان کا باندھ جانا بے پرواہی پر محمول ہوگا کہ قادرِ سخن تھے دوسرا باندھتے تو جہل و عجز پر محمول ہوگا، میں نے اس مصرعہ کو یوں بدلا ہے:

وہ یگانہ ہے صفات و ذات میں حکم میں افعال میں ہر بات میں

(اعتراض سوم) کا (۹) وہ جواب صحیح ہے جو جناب نے دیا کہ اس کا لحاظ مستحسن ہے ورنہ اکابر کے کلام میں بکثرت موجود ؎

قلوب العارفین لہا عیون تری ما لا یراہ الناظرونا

واجنحۃ تطیر بغیر ریش الٰی ملکوت رب العالمینا

والسنۃ بسر قد تناجی بغیب عن کرام کاتبینا

(عارفوں کے لئے دل کی آنکھیں ہیں وہ دیکھتی ہیں جو ہم میں سے دیکھنے والے نہیں دیکھتے۔
اور ان کے بازو ہیں کہ وہ پروں کے بغیر اڑتے ہیں پروردگارِ عالم کی بادشاہی میں۔
اور ان کی زبانیں ہیں جو ایسے خفیہ راز کہہ دیتی ہیں جو کراماً کاتبین سے پوشیدہ ہیں۔ ت)

---

[1] مثنوی معنوی دفتر چہارم مؤسسہ انتشارات اسلامی لاہور ۴/۳۴۲

www.alahazratnetwork.org

(۹) مگر عیوب و ذنوب اور قلوب و خطوب کے قوافی سے استشہاد صحیح نہیں کہ کلام جمع سالم میں ہے۔ فقیر نے بھی یہ قافیہ نہ بدلا تھا کہ ضروری نہ تھا بعد اعتراض مرزوقات ہی بنا دینا انسب معلوم ہوا۔

(اعتراض چہارم) وہی دوم ہے والکلام الکلام میں نے یہاں پہلا مصرع یوں بدلا ہے، ؎

پاک ہے ہر حاجت و ہر عیب سے　　　اس کے سب محتاج ہیں چھوٹے بڑے

اس میں ایک مسئلہ کلیہ زائد ہوگیا۔

(اعتراض پنجم) (۱۰) یہ بھی ضرور قابلِ اخذ و واجب الترک ہے اور ایسے تصرفات کا ہم کو اختیار نہ دیا گیا نہ وہ کوئی قاعدہ ہے کہ سماع بے سماع ہر جگہ جاری کر سکیں اور ضرورت کا جواب وہی ہے کہ شعر گفتن چہ ضرور۔ حرکت و برکت اور ان کے امثال میں بوجہ توالی حرکات سکون ثانی بیشک عام طور پر مستعمل مگر مَرَض و عَرَض و عِرض و غَرض و حَرج و فَرس و امثالہا کو اس پر قیاس نہیں کر سکتے۔ میں نے یہاں دو شعروں کو تین سے یوں تبدیل کیا ہے، ؎

ہے منزہ جسم سے وہ پاک ذات　　　بے مکان و بے زمان و بے جہات

خالق ان کا ان سے پہلے جیسے تھا　　　ان کے ہونے پر بھی ویسا ہی رہا

جسم و جوہر سے عرض سے پاک ہے　　　مادہ سے اور مرض سے پاک ہے

مکان سے تنزیہہ شعر اول میں آگئی۔ (۱۱) پاک صفت ہے اور اس میں ضمیر مستتر ہے، ضمیر مظہر کی ضرورت نہیں جیسے اس شعر میں، ؎

جانتا ہے راز ہائے سینہ کو　　　دیکھتا ہے دل میں حُب و کینہ کو

(ز) حضرت معترض نے جو تبدیل فرمائی اس پر جناب کا اعتراض بہت صحیح ہے۔

(اعتراض ششم) بے شبہہ صحیح ہے جسے جناب نے بھی تسلیم فرمایا مگر (ح) شبہۂ صحیح بتانا خود غلط ہے صحیح شُبہہ ہے۔ (ط) (۱۲) حاضر و ناظر کا اطلاق بھی باری عزوجل پر نہ کیا جائے گا۔ علماء کرام کو اس کے اطلاق میں یہاں تک حاجت ہوئی کہ اس پر سے نفی تکفیر فرمائی۔ شرح الوہبانیہ و درمختار میں ہے "یاحاضر یا ناظر لیس یکفر"[۱] یعنی اللہ عزوجل کو یا حاضر یا ناظر کہنے سے کافر نہ ہوگا۔ میں نے اس شعر کو یوں بدلا ہے، ؎

ہے وہی ہر سینہ کا شاہد بصیر　　　کچھ نہیں پوشیدہ تجھ سے اے خبیر

مصرع ثانی میں التفات ہے کہ نفائس صنعت سے ہے۔

---

[۱] الدر المختار　کتاب الجہاد　باب المرتد　مطبع مجتبائی دہلی　۱/۳۶۱

www.alahazratnetwork.org

(اعتراض ہفتم) وہی ششم ہے مگر (ی) (۱۳) قاضی الحاجات باثبات یا برقرار رکھنا عجب ہے میں نے اسے یُوں بدلا ہے ؎

بالیقیں وہ قاضی حاجات ہے (یا)

(۱۴) اس کے پہلے مصرعہ "وہ مجیب عرض اور دعوات ہے" میں مجیب عرض ترکیب فارسی ہے لفظ "اور" سے اس پر عطف ناجائز ہے۔ اس پر اعتراض کیوں نہ ہوا۔ میں نے اسے یوں تبدیل کیا ؎

وہ مجیب العرض والدعوات ہے (ب)

(۱۵) اسی صفحہ کا ۱۱ شعر "بے دلیل وحجت و برہان لیک" میں بھی عطف بر ترکیب فارسی ہیں تو اظہار نون ناجائز اس پر بھی اعتراض نہ ہوا۔ میں نے اسے یوں بدلا ؎

حاجت حجت نہیں ایماں میں لیک (ج)

(۱۶) صفحہ ۲ کے پہلے مصرعہ "خالق خیر اور شر اللہ ہے" میں وہی بات ہے کہ ترکیب اور عطف ہندی اور اب وہ سخت معنی فاسد کو موہم کہ شر کا عطف معاذ اللہ خالق خیر پڑھو اور شر اللہ ہے" یہ بھی اعتراض سے رہ گیا میں نے اسے یُوں بدلا ؎

خالق ہر خیر و شر اللہ ہے

(اعتراض ہشتم) وہی دوم ہے والکلام (یہ) اس میں یوں تبدیل "شرک و کفر و فسق سے نفرت اسے" بہت سخت قبیح واقع ہوئی اگر کروڑوں قافیے تبدیل بلکہ روی رکھتے بلکہ ہر مصرعہ خارج از وزن ہوتا تو بھی ان کروڑوں کی شناعت اس تبدیلی کی کروڑویں حصہ کو نہ پہنچتی۔ نفرت بھاگنے اور بدکنے کو کہتے ہیں، اللہ عزوجل کی طرف اس کی نسبت حلال نہیں (یہ) (۱۷) نیز اس مصرعہ ہے وہ راضی طاعت و ایمان سے" میں ترکیب فارسی کے بعد اظہار نون ممنوع تھا۔ اس پر اعتراض نہ ہوا۔ میں نے یہ شعر یُوں بدلا ہے ؎

طاعت و ایمان سے راضی ہے وہ حی | شرک و کفر و فسق سے ناراض ہے

(یو) (۱۸) اسی صفحہ میں "بعض افضل بعض پر ہیں بالضرور" تھا لفظ ضرور ہے یا بالضرورۃ، بالضرور کوئی چیز نہیں۔ میں نے اسے یوں بدلا ہے ؎

بعض افضل بعض سے ہیں پُر ضرور

(اعتراض نہم) (یز) "حق ہے معراج محمد دیں پناہ" صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ فلک اضافت پر اعتراض بیجا ہے فلک تک دونک جگہ ملے گا۔ یہیں صٹ پر اول ان کے حضرت آدم ابو البشر

www.alahazratnetwork.org

میں بھی فک تھا وہ کیوں جائز رکھا گیا۔ (یح) اگر فک نامعقول ہو تو دیں پناہ کو صفت کیوں مانئے بلکہ بحذف مبتدا جملہ مستقلہ مدحیہ ہے یعنی وہ دیں پناہ ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اس کے نظائر خود قرآن عظیم میں ہیں (یط) یہ بھی نہ سہی کیوں نہ ٹھہرائیں کہ مخاطب سعید کو ندا ہے یعنی اے دیں پناہ (۱۹) یہ جواب کہ خفیف اضافت دی جائے صحیح نہیں اب وزن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن نہیں ہو سکتا فاعلن کی گنجائش تو پہلے ہی نہ تھی۔ "دیِ پناہ" فاعلات ہے اب کسرۂ دال پر تقطیع کر دے گا فاعلاتن فاعلات مفاعلن۔

(اعتراض دہم) صحیح ہے (۲۰) ماشاء اللہ یعنی جو اس طرح پڑھا جائے ماشال لاہ کسی قاعدہ کا مقتضی نہیں حذف ہمزہ بیشک جائز و شائع ہے مگر اب الف و لام میں التقائے ساکنین ہو کر الف گر جائے گا اور یوں پڑھا جائے گا ماشلاّ، میں نے اسے دو طرح بدلا ہے "آسمانوں پر الٰی ماشا الِالٰہ" یعنی ہمزہ محذوف اور الف شا بوجہ التقا ساقط ہو کر شین لام سے مل گیا۔ دوم "آسمانوں لماشاء الالٰہ" لام بمعنی الٰی بکثرت شائع اور خود قرآن عظیم میں واقع اور اصلاً کسی تکلف کی حاجت نہیں (ی) اس تبدیل پر جو اعتراض جناب نے کیا وہ صحیح ہے واقعی مفاد اصل و بدل میں زمین و آسمان کا تفاوت ہے۔ یہ ایک اربعین ہے مع انصاف تام یعنی بیس متعلق بحضرت معترض اور بیس متعلق بجناب والسلام فقیر کی رائے میں دوسری جگہ بھیجنے کی نہ حاجت نہ حصول منفعت کہ بہت تبدیلیں جو درکار ہیں رہ جائیں۔ بعض کو درکار نہیں عمل میں آئیں بعض کہ خود اشد اعظم تبدیل کے محتاج ہوں ظہور پائیں۔ اُمید کہ یہاں کی ترمیم کے بعد کوئی غلطی نہ شرعی باقی رہی نہ شعری، ان شاء اللہ تعالٰی۔ جناب کو فقیر نے لکھا تھا کہ اغلاط شعریہ سے قطع نظر کروں گا اس کے جواب میں فرمائش جناب پر وہ بھی زیر نظر رکھے گئے۔ میری عظیم بے فرصتی بعید کثرت کار اور اس پر ضعف تنہائی اور پھر علالت و نقاہت کا دس مہینے سے دورہ ضرور باعث دیر و تاخیر ہوں گے۔ اگر عجلت نہ فرمائیں اور منظور حضرت عز جلالہ ہو تو کام پورا اور تمام نقائص سے مبرا ہو جائے گا۔ آئندہ جو رائے سامی ہو۔ والتسلیم مع التکریم۔

مسئلہ ۲ از مطبع اہلسنت و جماعت بریلی مسئولہ منشی اعجاز احمد صاحب قیصر مراد آبادی کاتب مطبع مذکور ۵ رجب ۱۳۳۵ھ

س
اسی پر آپ کو قیصر مسلمانی کا دعوٰی ہے
کبھی یاد خدا کر لیں کبھی ذکرِ بتاں کر لیں

یہ بحر ہزج سالم ہے یا مزاحف مسبغ؟ 'کریں' اور 'کر لیں' میں کیا فرق ہے؟ اور 'کر لیں' کی فارسی کیا ہو گی؟

www.alahazratnetwork.org

الجواب

مثمن سالم ہے لیکن کا نون تقطیع میں حسبِ قاعدہ نہ آئے گا لہذا مسبغ نہیں، ہاں ایک مصرع مسبغ ہے

؏ اسیرانِ قفس کا دم گھٹا جاتا ہے اے صیاد

فعل کا اثر اپنے لئے حاصل کرنا ہو خواہ دوسرے کے لئے اُسے مطلقاً کرنا کہیں گے اور کرلینا وہاں کہ اپنے لئے تحصیل اثر مقصود ہو اگرچہ اس قدر کہ اُس سے فراغ حاصل ہوا میں نے بات کرلی یعنی کرچکا اور کردینا وہاں کہ دوسرے تک وصول اثر مقصود ہو نفع خواہ ضرر، نکاح کرلیا یعنی اپنا اور کردیا یعنی دوسرے سے اور کیا دونوں کو شامل ہے سر اپنا چاک کرلیا اور دوسرے کا کردیا اور کیا عام۔ فارسی میں اس مختصر ترکیب کا ترجمہ نہیں اور یہ فقط کرنے ہی سے خاص نہیں بلکہ ہر فعل میں ہے جیسے کھالو پی لو مگر دو دیں ہوگا جہاں دوسرے پر اثر پہنچے کھا دو نہ کہا جائے گا انار توڑ دو یعنی دوسرے کو اور توڑ لو یعنی اپنے لئے اور اگر دوسرے کے لئے توڑ رہا ہے اس سے کہا انار توڑ لو تو ایک بات نہیں یہاں وہی معنی فراغ ہے کہ یہ اثر اپنے لئے ہے فقط۔

---

www.alahazratnetwork.org

www.alahazratnetwork.org

علم و تعلیم

مسئلہ ۱ تا ۳ از اسارا ڈاکخانہ کرتپل ضلع میرٹھ مدرسہ حفاظت الاسلام مرسلہ منشی محمود علی مدرس مدرسہ مذکور ۲۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

(۱) اس زمانہ میں جبکہ عام جہالت کی گھٹا پھیلی ہوئی ہے تو اس وجہ سے قرآن پاک، حدیث شریف، فقہ حنفیہ کا بوجہ بعض مسائل شرمناک ہونے کے مثلاً حیض، نفاس، جماع، طلاق، ثبوت نسب وغیرہ کے کتب بالا کا ترجمہ کرکے عوام کے رُوبرو اظہار کرنا کیا منع ہے؟

(۲) کُتب فقہ جو مذہب حنفی کی درسی وغیر درسی مثلاً کنز الدقائق، شرح وقایہ، ہدایہ، درمختار، عالمگیری، شامی، قاضیخاں وغیرہ اور اُن کی شروح جو مشہور و مدارس عربیہ میں داخل درس ہیں آیا صحیح ہیں یا فرضی؟

(۳) جو مسائل کتب مذکورۂ بالا سے اخذ کرکے اُردو میں کردئے جائیں تاکہ عوام اُس سے فائدہ مند ہوں تو کیا وہ قابلِ یقین و عمل نہ ہوں گے جیسے کُتب فارسی و اردو مالابدمنہ، مفتاح الجنت، بہشتی زیور وغیرہ۔

(۴) جو شخص باوجود دعوئے حنفیت کرتے ہوئے کتب بالا سے انکار کرے اور کہے کہ انکے مسائل فرضی ہیں حنفی مذہب کے نہیں جس کی وجہ سے ایک گروہ عظیم کا کتب بالا سے اعتقاد خراب ہوجاتا ہے یہ لوگ اپنے دعوے میں مقلد ہونگے یا غیر مقلد؟

(۵) اکثر لوگ بہشتی زیور کے بعض مسائل پر کر متفرق طور سے فصل نجاست اور ثبوت نسب وغیرہ میں ہیں

www.alahazratnetwork.org

اعتراض کرتے ہیں ہم نے ان کی تحقیق کتب فقہ میں کی تو شرح وقایہ، درمختار، کنز الدقائق میں پائے جاتے ہیں ایک مفتی صاحب کہتے ہیں کہ مسائل فرضی ہیں اُن کا کہنا کیونکر صحیح ہے؟

الجواب

(۱) ایسے سوال میں قرآن عظیم کا شامل کرنا سوءِ ادب ہے اللہ و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہماری ہر حاجت کے متعلق حق و باطل، نفع و ضرر پر ہمیں مطلع فرمایا۔ جس طرح ہمیں نماز روزہ سکھایا یونہی جماع و استنجاء تعلیم فرمایا مگر امورِ شرم کا ذکر طرزِ بیان مختلف ہوجانے سے مختلف ہوجاتا ہے۔ ایک ہی مسئلہ اگر حیا کے پیرایہ میں بیان کیا جائے تو کنواری لڑکی کو اس کی تعلیم ہوسکتی ہے اور بے حیائی کے طور پر ہو تو کوئی مہذب آدمی مردوں کے سامنے بھی بیان نہیں کرسکتا۔ خصوصاً ترجمہ کہ وہ گویا متکلم کی طرف سے اُس کی زبان کا بیان ہوتا ہے، تو نہایت ضرور ہے کہ اس کی عظمت و شان ملحوظ رہے، وہ لفظ لکھے جائیں جو اُس کے کہنے کے ہوں، بعض گمراہوں نے ترجمۂ قرآن مجید میں اس کا لحاظ نہ رکھا یہ سخت سوءِ ادب ہے۔ غرض ایک ہی بات اختلافِ طرزِ بیان سے تعظیم سے توہین تک لے جاتی ہے جیسے اوش فرمایئے، تناول فرمایئے، نوشِ جان فرمایئے، کھاؤ، نگلو، ٹھوسو، زہر مار کرو اور تعظیم و توہین میں کس قدر مختلف ہیں تو صرف اتنا عذر کہ ہم نے ترجمہ کیا ہے کافی نہیں ہوسکتا جبکہ طرزِ بیان بیہودہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) صحیح مقابل فرضی کے لئے تو اس قدر بس ہے کہ وہ کتاب جس کی طرف نسبت کی جائے اُس کی ہو اگرچہ کتنے ہی اغلاط پر مشتمل ہو، جن کتابوں کے نام سائل نے لئے اُن میں کوئی فرضی نہیں، کنز سے قاضیخاں تک جتنے نام مذکور ہوئے یہ سب صحیح بمعنی معتمد بھی ہیں مگر اعتماد کیا حاصل اس کی تفصیل ہم نے اپنے فتاوٰی میں ذکر کی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) اگر کتب مذکورہ بالا سے صحیح ترجمہ کیا جائے اور طرزِ بیان بھی مقبول و محمود ہو اور اپنی طرف سے کچھ اضافہ نہ ہو تو وہ گویا انھیں کتابوں کا وجود ثانی ہوگا لیقین تو اعتقادیات میں درکار ہوتا ہے اور قابل عمل وہ مسئلہ جو مفتی بہ ہو۔ مالابد میں بھی یادداشتیں اور مفتاح الجنۃ تو وہابیہ کے ہاتھ میں رہی جس میں بہت کچھ "اصلاح" ہوئی اور بہشتی زیور اغلاط و ضلالت و بطالت و جہالت کا مجموعہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۴) کنز سے قاضیخاں تک جتنی کتابوں کے نام لئے ان کی نسبت کوئی حنفی نہیں کہتا کہ ان کے مسائل حنفیہ کے خلاف ہیں اور فرضی ہیں تو سوال ہی فرضی ہے۔ مالابد و مفتاح الجنۃ کے بعض زیادات الحاقات کو اگر کسی نے ایسا کہا تو بیجا نہ کہا اور بہشتی زیور لافی العیر ولا فی النفیر (نہ قافلے میں نہ لشکر میں، یعنی کسی شمار میں نہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

www.alahazratnetwork.org

(۵) بہشتی زیور کا حال بالاجمال اُوپر گزرا بیشک اس میں بہت مسائل باطل و ساختہ ہیں وہ کسی طرح اس قابل نہیں کہ کوئی مسلمان اُسے دیکھے یا اپنے گھر میں رکھے مگر عالم جید بغرض رَدّ و ابطال، مفتی صاحب کا اس پر اعتراض بجا ہے اور عوام اُس کے مسائل سے جتنی بھی نفرت کریں اُن کے حق میں مصلحت وخیر ہے۔ قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ایاکم و ایاھم لایضلونکم و لایفتنونکم[1] اُن سے دُور بھاگو اور اپنے سے دُور رکھو کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمھیں فتنہ میں نہ ڈالیں۔

علمائے کرام نے وصیت فرمائی کہ جاہل کے لکھے ہوئے مسئلہ پر تصدیق نہ کرو اگرچہ مسئلہ فی نفسہا صحیح ہو کہ اس کی تصدیق نگاہِ عوام میں وقعت کاتب کی موجب ہوگی، وہ یہ سمجھ لیں گے کہ یہ بھی کوئی مفتی ہے، پھر اور جو اپنی جہالت سے غلط فتوٰی لکھے گا اُس پر بھی اعتبار کریں گے، جب جاہل کے لئے یہ حکم ہے تو چہ جائے مبتدع چہ جائے مرتد۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از جے پور راجپوتانہ بازار ہوا محل مرسلہ محمد یوسف مدرس مدرسہ فیض محمدی ۲ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ درمختار و شرح وقایہ و ہدایہ و فتاوٰی عالمگیری و کنز الدقائق و قدوری و منیۃ المصلی وغیرہ کتب فقہیہ میں وہ مسائل جو بلفظ قال ابوحنیفۃ و عند ابی حنیفۃ (ابوحنیفہ نے فرمایا اور ابوحنیفہ کے نزدیک یُوں ہے۔ ت) منقول ہیں کیا اُن کی اسناد بالقاعدہ محدثین صاحب کتاب سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی علیہ تک پہنچتی ہیں تو ایک دو مسئلہ کی سند بطور نظیر کے ارقام فرمادیں۔

الجواب

تمام مسائل کہ صاحب مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف بلفظ قال و عند نسبت کئے جاتے ہیں کتب ظاہر الروایہ کے مسئلے ہیں اور اُن تک اسانید متصلہ موجود ہر مسئلہ کے لئے جُدا سند کی حاجت نہیں جس طرح صحیح بخاری تک ہم اسانید متصلہ رکھتے ہیں، صحیح کی تمام حدیثیں ہمارے پاس انھیں سندوں سے ہیں ہر حدیث میں جدید سند کی ضرورت نہیں۔ صاحب درمختار رضی اللہ تعالٰی عنہ درمختار میں فرماتے ہیں:

---

[1] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰

www.alahazratnetwork.org

انی امرویه عن شیخنا الشیخ عبد النبی الخلیلی عن المصنف (ای شیخ الاسلام ابی عبد الله محمد بن عبد الله الغزی التمرتاشی) عن ابن نجیم المصری (ای العلامة المحقق زین صاحب البحر الرائق) بسنده الی صاحب المذهب ابی حنیفة رضی الله تعالٰی عنه (الٰی قوله) کما هو مبسوط فی اجازاتنا بطرق عدیدة عن المشائخ المتبحرین الکبار۔[1]

میں اس (علم فقہ) کو روایت کرتا ہوں اپنے استاذ شیخ عبد النبی خلیلی سے، وہ روایت کرتے ہیں مصنف (یعنی شیخ الاسلام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی) سے وہ ابن نجیم مصری (یعنی علامہ محقق زین صاحب بحر الرائق) سے وہ اپنی سند کے ساتھ پہنچتا ہے صاحب مذہب امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ (مصنف کے اس قول تک کہ) یہ تبحر علمائے کبار سے متعدد طرق کے ساتھ ہماری اجازات میں مفصل مذکور ہے (ت)

علامہ صاحب بحر کی سند یہ ہے:

المحقق زین عن العلامة ابن الشلبی صاحب الفتاوی عن ابن الشحنة شارح الوهبانیة عن الامام ابن الهمام صاحب فتح القدیر وزاد الفقیر عن الامام العلامة قاری الهدایة عن العلامة علاء الدین السیرانی عن السید جلال الدین صاحب الکفایة عن الامام عبد العزیز البخاری صاحب کشف بزدوی عن الامام حافظ الدین النسفی صاحب الکنز والوافی والکافی عن الامام شمس الائمة الکردری عن الامام برهان الدین صاحب الهدایة وکفایة المنتهی والتجنیس عن الامام فخر الاسلام علی البزدوی عن

محقق زین روایت کرتے ہیں علامہ ابن شلبی صاحب فتاوٰی سے وہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ سے وہ امام ابن ہمام مصنف فتح القدیر و زاد الفقیر سے وہ علامہ قاری الہدایہ سے وہ علامہ علاء الدین سیرانی سے وہ سید جلال الدین صاحب کفایہ سے وہ امام عبد العزیز بخاری صاحب کشف بزدوی سے وہ کنز و وافی و کافی کے مصنف حافظ الدین نسفی سے وہ امام شمس الائمہ کردری سے وہ ہدایہ، کفایۃ المنتہی اور تجنیس کے مصنف امام برہان الدین سے وہ امام فخر الاسلام علی بزدوی سے وہ امام شمس الائمہ سرخسی صاحب مبسوط سے وہ امام شمس الائمہ حلوانی سے وہ قاضی ابو علی نسفی سے وہ امام

---

[1] الدر المختار مقدمۃ الکتاب مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳

www.alahazratnetwork.org

الامام شمس الائمۃ السرخسی صاحب المبسوط شرح کافی الامام الحاکم الشہید عن الامام شمس الائمۃ الحلوانی عن القاضی ابی علی النسفی عن الامام الفضل عن ابی عبداللہ السبذمونی عن ابی حفص الصغیر عن ابیہ الامام ابی حفص الکبیر عن الامام محمد عن سراج الامۃ الامام الاعظم وایضا عن محمد عن یعقوب عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم[1]

فضل سے وہ ابوعبداللہ سبذمونی سے وہ ابوحفص صغیر سے وہ اپنے والد امام ابوحفص کبیر سے وہ امام محمد سے وہ سراج الامہ امام اعظم ابوحنیفہ سے نیز امام محمد روایت کرتے ہیں امام یعقوب (ابویوسف) سے اور وہ امام ابوحنیفہ سے رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ (ت)

صاحبِ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ تک فقیر کی سند صدر جلد اول فتاوٰی فقیر اور بفضلہٖ تعالٰی کتب ظاہر الروایہ بلکہ کتب نوادر بلکہ بکثرت کتب علماء ومشائخ تک باسانید متصلہ موجود۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹: از احمد آباد گجرات محلہ جمالپور مرسلہ مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب ۹ صفر المظفر ۱۳۳۰ھ

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ملّا علی قاری کی عبارت اگر آپ کے زیر نظر ہو تو یہ پتا بتائیے کہ یہ مرقاۃ کی کون سے باب وفصل اور کون سے صحابی کی حدیث کی شرح میں ملّا علی قاری نے یہ حدیث نقل کی ہے اس کی بندہ کو ضرورت ہے ممنون ومشکور ہوگا عبارت یہ ہے:

انہ بلغنی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان من قال لا الٰہ الا اللہ سبعین الفا غفر اللہ تعالٰی لہ ومن قیل لہ غفر لہ ایضا۔

مجھ تک نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ حدیث پہنچی، آپ نے فرمایا کہ بے شک جس شخص نے ستر ہزار مرتبہ کہا لا الٰہ الا اللہ اللہ تعالٰی اس کی مغفرت فرمائے گا اور جس کیلئے یہ کہا گیا اس کی بھی مغفرت فرمائے گا۔ (ت)

---

[1] البحر الرائق

www.alahazratnetwork.org

الجواب

مولانا اکرمکم، السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ!

یہ عبارت مرقاۃ[1] کتاب الصلٰوۃ، باب ما علی الماموم من المتابعۃ، فصل ثانی، حدیث علی و معاذ بن جبل علیہما الرضوان کی شرح میں ہے۔ مطبع مصر جلد دوم صفحہ ۱۰۲۔

---

[1] مرقاۃ المفاتیح کتاب الصلوٰۃ الفصل الثانی حدیث ۱۱۴۲ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳/۲۲۲

www.alahazratnetwork.org

زبان و بیان

مسئلہ ۱۰: از ملک بنگال ضلع فریدپور مرسلہ شمس الدین صاحب

زنائے خلافِ رضامندی و بلا رضامندی میں کیا فرق ہے؟

الجواب

مہمل و بے حاصل سوال ہے۔ خلافِ رضا و عدمِ رضا میں عموم و خصوص مطلق ہے وہ بات جس کی طرف نہ رغبت نہ نفرت، خلافِ رضا نہیں بلا رضا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱:

اوّل: یزول ملکہ عن المسجد والمصلی بالفعل و بقولہ جعلتہ مسجدا۔[1]

مسجد اور عیدگاہ میں فعل نماز سے مالک کی ملکیت زائل ہوجاتی ہے اور یہ کہنے سے بھی ملکیت زائل ہوجاتی ہے کہ میں نے اس کو مسجد کردیا۔(ت)

یہ واو جس پر ؔ بنا ہوا ہے "یا" کے معنی دے گا یا "اور" کے؟

دوم: واذا بنی مسجدا لم یزل ملکہ عنہ حتی یفرزہ عن ملکہ بطریقہ

جس شخص نے مسجد بنائی تو اس سے بانی کی ملکیت زائل نہ ہوگی جب تک اس کا راستہ الگ کرکے

---

[1] الدرالمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷۹

www.alahazratnetwork.org

ویاذن للناس بالصلوٰۃ فیہ[1]

اُسے اپنی ملکیت سے جُدا نہ کردے اور جب تک لوگوں کو اس میں نماز پڑھنے کی عام اجازت نہ دے دے (ت)

یہ واو جس پر م دوسری جگہ ہے اس کے معنی "یا" کے ہونگے یا "اور" کے؟ اور وجہ کیا ہے؟

الجواب

پہلی عبارت درمختار کی ہے اور اس میں واو بمعنی "یا" ہے یعنی مسجد میں فعلِ نماز سے ملکِ مالک زائل ہوجاتی ہے اور مالک کے اس قول سے بھی کہ میں نے اس کو مسجد کردیا، دونوں میں جو ہو کافی ہے دونوں کا وجود ضروری نہیں۔ ردالمحتار میں اسی پر لکھا:

لم یرد انہ لایزول بدونہ لما عرفت انہ یزول بالفعل ایضا بلاخلاف[2] واللہ تعالٰی اعلم

اس سے یہ مراد نہیں کہ اس کے بغیر ملکیت زائل نہیں ہوگی اس لئے کہ تو جان چکا ہے کہ ملکیت تو محض فعل نماز سے بھی زائل ہوجاتی ہے اس میں نماز پڑھنے کی عام اجازت نہ دے دے۔ (ت)

دوسری عبارت ہدایہ کی ہے اور اس میں واو بمعنی "یا" نہیں بلکہ امران ضرور ہے اور اس کے بعد طرفین کے نزدیک ایک بار نماز باذن ہونا لازم، اور امام ابویوسف کے نزدیک صرف زبان سے کہہ دینا کافی کہ میں نے اسے مسجد کیا۔ اسی کو اس عبارت کے متصل ہدایہ میں بتایا:

وقال ابویوسف یزول ملکہ بقولہ جعلتہ مسجدا[3]۔

امام ابویوسف نے فرمایا اس کے صرف یہ کہہ دینے سے کہ میں نے اس کو مسجد کردیا ہے اس کی ملکیت زائل ہوجاتی ہے۔ (ت)

اور قولِ امام ابویوسف پر ہی فتوٰی ہے کہ دونوں میں سے جو ہو کافی ہے فعل وقول کا جمع ہونا ضرور نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

فی الدر المنتقی وقدم فی التنویر والدرر والوقایۃ وغیرھا قول ابی یوسف وعلمت ارجحیتہ فی الوقف والقضاء[4]۔

درر منتقٰی میں ہے کہ تنویر، درر اور وقایہ میں امام ابویوسف کے قول کو مقدم کیا گیا ہے اور وقف وقضا میں اس کا ارجح ہونا معلوم ہوچکا ہے (ت)

[1] الہدایۃ کتاب الوقف المکتبۃ العربیۃ کراچی ۶۲۳/۲
[2] ردالمحتار ″ مطلب فی احکام المسجد داراحیاء التراث العربی بیروت ۳۶۹/۳
[3] الہدایۃ ″ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۶۲۳/۲
[4] ردالمحتار ″ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳۷۰/۳

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۱۲ از مدرسہ منظر الاسلام بریلی مرسلہ مولوی اکبر حسین رامپوری طالب علم
۲۸ ربیع الاول شریف ۱۳۲۶ھ

بعالی خدمت اعلحضرت مدظلہ العالی عرض ہے کہ ایک شعر کے معنی میں نہایت فکر کرتا ہوں لیکن سمجھ میں نہیں آتا۔ امید کہ میں حضور کی ذاتِ اقدس سے کامیاب ہوں گا، شعر یہ ہے:

میری تعمیر میں مضمر اک صورت خرابی کی
ہیولیٰ برق خرمن کا ہے خون گرم دہقاں کا

الجواب

ہیولیٰ مادے کو کہتے ہیں جس میں شے کی قابلیت اور استعداد ہوتی ہے اور "خون گرم" سعی کا سبب کر دہقان کی سعی سے کھیتی کی پیداوار ہے۔ اور اس کا محاصل خرمن کہ برق گرے تو اسے بالکلیہ نیست و نابود کر دے۔ تو کہتا ہے کہ وہ خون گرم دہقان کے سبب پیدا ہوا۔ وہی برق خرمن کا مادہ بنا کہ حرارت میں برق بننے کی استعداد تھی اور وہی بالآخر اپنے پیدا کردہ خرمن پر بجلی ہو کر گرا اور اسے فنا کر گیا تو اس تعمیر میں ویرانی کی صورت پنہاں تھی کہ، ع

لدوا للموت وابنوا للخراب جو مرنے کے لئے اور عمارتیں بناؤ خراب و برباد ہونے کے لئے۔

مسئلہ ۱۳ از پیلی بھیت محلہ احمد زئی مرسلہ مولوی سید محمد عمر الہ آبادی سہروردی ۱۸ رجب ۱۳۳۲ھ

(۱) من آں وقت بودم کہ آدم نبود کہ حوا عدم بود آدم نبود
(۲) من آں وقت کردم خدا را سجود کہ ذات و صفات خدا ہم نبود
(۳) غور سے ہم نے محمد کو جو دیکھا از خدا تین سو ساٹھ برس پایا خدا سے پہلے

[(۱) میں اس وقت تھا کہ آدم نہ تھا، کہ حوا معدوم تھی اور آدم نہ تھا۔
(۲) میں نے اس وقت خدا کو سجدہ کیا کہ خدا کی ذات وصفات بھی موجود نہ تھیں۔ ت]

ان تینوں شعروں کا مطلب تحریر فرمائیے کہ یہ اشعار کس کے ہیں اور کس کتاب میں ہیں؟ ایک شخص نے مجھ سے ان شعروں کا مطلب دریافت کیا ہے مگر مجھے نہیں معلوم میں کیسے بتلاؤں۔ لہذا آنجناب سے سوال ہے کہ مطلب تحریر فرمائیے فقط المستفتی محمد عمر

الجواب

ایسے اشعار کا مطلب اس وقت پوچھا جاتا ہے جب معلوم ہو کہ قائل کوئی معتبر شخص تھا ورنہ

www.alahazratnetwork.org

بے معنی لوگوں کے ہذیان کیا قابلِ التفات۔

شعر اول کے مصرعہ اخیر میں "آں دم نبود" چاہئے ورنہ قافیہ غلط ہے، بہرحال اس کا مطلب صحیح وصاف ہے وجود ارواح قبل اجسام کی طرف اشارہ ہے۔

شعر دوم صریح کفر ہے۔

شعر سوم میں دراصل تین سو تیرہ برس کا لفظ ہے۔ فرحان ہمارے بریلی کے شاعر تھے ان کی زندگی میں انکی یہ غزل چھپی تھی۔ فقیر نے بھی دیکھی تھی اس میں تین سو تیرہ کا لفظ تھا، اس میں شاعر نے یہ مہمل وبیہودہ ولغو مطلب رکھا ہے کہ لفظ محمد کے عدد ۹۲ ہیں اور لفظ خدا کے عدد ۶۰۵، ظاہر ہے کہ ۶۰۵ سے ۹۲ بقدر ۵۱۳ کے مقدم ہے۔ بیہودہ معنی اور بے معنی بات، واستغفر اللہ العظیم۔ یہ وہ ہے جو شاعر صاحب نے سمجھا تھا اور اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ محمد سے مراد مرتبۂ رسالت حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین ہو جس کا سر صرف م ہے کہ رؤیت وروایت ورائے سب کا مبدأ ہے اور انہار رسالت کے یہی منابع ہیں۔ اس کے عدد ۲۰۰ ہیں اور رسول ۳۱۳ کہ حقیقۃً سب ظلال رسالت محمدیہ علٰی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ ہیں مجموع ۵۱۳ ہوا۔ رسل کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سیر من اللہ الی الخلق ہے اور امت کی سیر من الرسل الی اللہ۔ جب تک رسولوں پر ایمان نہ لائے اللہ عزوجل پر ایمان نہیں مل سکتا۔ پھر اس تک رسائی تو بے وساطت رسل محال ہے اور تصدیق سب رسولوں کی جزء ایمان ہے لا نفرق بین احد من رسلہ[1] (ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے) برس کو عربی میں حول کہتے ہیں کہ تحویل سے مشعر ہے، رسولوں کی بدلیاں بھی تحویل تھیں اور برس یعنی بارش ہے ہر رسول کی رسالت بارش رحمت ہے یعنی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے آدم سے خاتم تک رائے رسالت میں یہ تین سو تیرہ قطرے فرمائے تین سو تیرہ ابر رحمت برسائے جب تک ان سب کی تصدیق سے بہرہ ور نہ ہو خدا تک رسائی ناممکن ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۸۵

www.alahazratnetwork.org

وعظ و تبلیغ

مسئلہ ۱۴: از سہسرام ضلع گیا محلہ پٹھان ٹولی عرف نیم کا لے خاں مرسلہ حکیم سراج الدین احمد صاحب ۱۷ شوال ۱۳۳۵ھ

دیوبندی سہارنپوری، نانوتوی والہ آبادی وغیرہم واعظین مدارس و مساجد کی تعمیر و تحفظ میں بلا ترجیح یکدیگر جو کچھ اقوالِ مختلفہ بیان کرتے ہیں کہاں تک حق بجانب ہے تاوقتیکہ بدعت واجب، مندوب، مباح، حرام، مکروہ اور بدعت کی وجہ حسن و قبح اور فرق درمیان بدعت و مباح و تخصیص حدیثیں:

(۱) من سن سنۃ حسنۃ ومن سن سنۃ سیئۃ۔[۱] جس نے اچھا طریقہ ایجاد کیا اور جس نے برا طریقہ ایجاد کیا (ت)

(۲) من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد۔[۲] جو شخص ہمارے دین میں کوئی نئی بات نکالے وہ مردود ہے۔ (ت)

(۳) من ابتدع بدعۃ ضلالۃ لایرضاھا اللہ ورسولہ۔[۳] جس نے کوئی ایسی نئی بات نکالی جو بری ہے جسے اللہ و رسول پسند نہیں فرماتے (ت)

---

[۱] مسند الامام احمد بن حنبل المکتب الاسلامی بیروت ۴/۳۶۱ و صحیح مسلم کتاب العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۴۱

[۲] صحیح مسلم کتاب الاقضیۃ باب نقض الاحکام الباطلۃ الخ " " ۲/۷۷

[۳] جامع الترمذی کتاب العلم باب الاخذ بالسنۃ واجتناب البدعۃ امین کمپنی دہلی ۲/۹۲

www.alahazratnetwork.org

کے مطابق ہر امورِ حسنہ کو سیئہ سے پاک رہنے کا حال مفصل نہ کہہ سنائیں کہ عوام غلط فہمی سے حق تلفی کرکے امورِ حسنہ کو بآمیزش ممنوعات کے مذموم نہ کردیں اگر اس کا التزام مذکورین اپنے اپنے وعظ میں نہ کریں تو موردِ الزام ہوسکتے ہیں یا نہیں ؟

الجواب

واعظ کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ مسلمان ہو، دیوبندی عقیدے والے مسلمان ہی نہیں ان کا وعظ سننا حرام اور دانستہ انھیں واعظ بنانا کفر۔ علمائے حرمین شریفین نے فرمایا ہے کہ،

من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[1] جس نے ان کے کفر اور عذاب میں شک کیا اس نے کفر کیا۔ (ت)

اسی طرح تمام وہابیہ وغیر مقلدین فانھم جمیعا اخوان الشیاطین (کہ وہ سب شیطانوں کے بھائی ہیں۔ ت) دوسری شرط سُنی ہونا غیر سُنی کو واعظ بنانا حرام ہے اگرچہ بالفرض وہ بات ٹھیک ہی کہے۔ حدیث میں ہے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام[2] جس نے کسی بدمذہب کی توقیر کی اس نے دینِ اسلام کے ڈھانے پر مدد دی۔

تیسری شرط عالم ہونا، جاہل کو واعظ کہنا ناجائز ہے، جیسا کہ ارشاد ہے،

اتخذ الناس رؤساجھالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا[3] لوگوں نے جاہلوں کو سردار بنالیا پس جب ان سے سوال کیا گیا تو انھوں نے بے علم احکامِ شرعی بیان کرنے شروع کئے تو آپ بھی گمراہ ہوئے اور اوروں کو بھی گمراہ کیا۔

چوتھی شرط فاسق نہ ہونا، تبیین الحقائق وغیرہ میں ہے،

لان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ کیونکہ اسے امامت کے لئے مقدم کرنے میں اسکی

---

[1] الدرالمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۳۵۶/۱
حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین مطبع اہلسنت وجماعت بریلی ص ۹۴

[2] کنز العمال حدیث ۱۱۰۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲۱۹/۱

[3] صحیح البخاری کتاب العلم باب کیف یقبض العلم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۰/۱

www.alahazratnetwork.org

وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا[1]   تعظیم ہے حالانکہ شرعًا مسلمانوں پر اسکی توہین واجب ہے۔ (ت)

اور جب یہ سب شرائط مجتمع ہوں سُنی صحیح العقیدہ عالمِ دین متقی وعظ فرمائے تو عوام کو اس کے وعظ میں دخل دینے کی اجازت نہیں وہ ضرور مصالح شرعیہ کا لحاظ رکھے گا ہاں اگر کسی جگہ کوئی خاص مصلحت ہو جس پر اُسے اطلاع نہیں تو پیش از وعظ مطلع کردیا جائے کہ یہاں یہ حالت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] تبیین الحقائق باب الامامۃ والحدث فی الصلوٰۃ   المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر   ۱/۱۳۴

www.alahazratnetwork.org

www.alahazratnetwork.org

علم الحیوان

مسئلہ ۱۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع اس مسئلہ میں:
کتّا اور کُل جانور چرند وپرند کس کی اولاد میں ہیں؟

الجواب

ہر جانور کہ مادہ سے پیدا ہوتا ہے اپنی قسم کے اس پہلے جانور کی اولاد میں ہے جسے رب عزوجل نے ابتداءً بنایا تھا، مثلاً سب میں پہلا گھوڑا جو مٹی اور پانی سے رب عزوجل نے بنایا سب گھوڑے اس کی نسل ہیں، یونہی کُتّے وغیرہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

www.alahazratnetwork.org

www.alahazratnetwork.org

تشریحِ ابدان

مسئلہ ۱۶ مرسلہ مولوی نواب محمد سلطان احمد خاں صاحب ۲۹ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ

زید کہتا ہے حال میں دو شخص ایسے پائے گئے ہیں جن کے دو دو دل ہیں اور ڈاکٹروں نے بھی اس کو اپنے طور پر جانچ کیا ہے، بکر کہتا ہے کہ ایک شخص کے دو دل نہیں ہوسکتے کیونکہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

ماجعل اللہ لرجل قلبین فی جوفہ[1] اللہ تعالٰی نے کسی آدمی کے اندر دو دل نہ رکھے (ت)

اس پر خالد کہتا ہے خدائے تعالٰی نے یہ بھی تو فرمایا ہے:

ھوالذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء[2] وہی ہے جو تمہاری تصویر بناتا ہے ماؤں کے پیٹ میں جیسی چاہے۔ (ت)

پس یہ امر عجائبِ صنعِ باری سے ہے جیسے کہ ایک شخص ایسا بھی موجود ہے جس کا دل داہنی طرف ہے اسی طرح عجیب الخلقت بچے ہمیشہ پیدا ہوتے رہتے ہیں، کیا انسان کیا جانور۔ اور پہلی آیت تو اس شخص کے بارے میں اتری ہے جو دعوٰی کرتا تھا کہ اس شخص کے دو دل ہیں لہذا میں نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زیادہ علم وفہم رکھتا ہوں۔ چونکہ اس وقت میں لوگ طرح طرح سے آپ کی مخالفت پر کمربستہ تھے اس لئے اس شخص نے

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/۴

[2] 〃 〃 ۳/۶

www.alahazratnetwork.org

کہہ دیا جس سے لوگ آپ سے برگشتہ ہوجائیں تو خدا تعالٰی نے اس کا جھوٹ ظاہر کردیا۔ پس علماء دین قویم سے بقلب استفسار ہے کہ منشا ہر دو آیت کا کیا ہے اور اس بارہ میں کیا اعتقاد رکھنا چاہئے؟ القوا کلام نفیسکم فی قلبی توجروا من ربی (اپنا نفیس کلام میرے دل میں ڈالو، میرے رب سے اجر پاؤ گے۔ ت)

الجواب

قلب وہ عضو ہے کہ سلطان اقلیم بدن و محل عقل و فہم و منشا قصد و اختیار و رضا و انکار ہے ایک شخص کے دو دل نہیں ہوسکتے، دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند (ایک سلطنت میں دو بادشاہ نہیں ہوتے۔ ت) آیہ کریمہ میں رجل نکرہ ہے اور تحت نفی داخل ہے تو مفید عموم و استغراق ہے یعنی اللہ عزوجل نے کسی کے دو دل نہ بنائے، نہ کہ فقط اس شخص خاص کی نسبت انکار فرمایا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

الا ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب[1]۔ سنتے ہو بدن میں ایک پارہ گوشت ہے کہ وہ ٹھیک ہے تو سارا بدن ٹھیک رہتا ہے اور وہ بگڑ جائے تو سارا بدن بگڑ جاتا ہے، سنتے ہو وہ دل ہے۔

تو اگر کسی کے دو دل ہوں، اُن میں ایک ٹھیک رہے ایک بگڑ جائے تو چاہئے معاً ایک آن میں سارا بدن بگڑا اور سنبھلا دونوں ہو اور یہ محال ہے۔ جب دو دل ہیں ایک نے ارادہ کیا یہ کام کیجئے دوسرے نے ارادہ کیا نہ کیجئے تو اب بدن ایک کی اطاعت کرے گا یا دونوں کی یا کسی کی نہیں۔ ظاہر ہے کہ دونوں کی اطاعت محال ہے، اور کسی کی نہ ہو تو ان میں کوئی قلب نہیں کہ قلب تو وہی ہے کہ بدن اسی کے ارادے سے حرکت و سکون ارادی کرتا ہے اور اگر ایک کی اطاعت کریگا دوسرے کی نہیں تو جس کی اطاعت کرے گا وہی قلب ہے اور دوسرا ایک بدگوشت ہے کہ بدن میں صورت قلب پر پیدا ہوگیا جیسے کسی کے پنجے میں چھ انگلیاں اور بعض کے ایک ہاتھ میں دو ہاتھ لگے ہوتے ہیں ان میں جو کام دیتا ہے اور ٹھیک موقع پر ہے وہی ہاتھ ہے دوسرا بدگوشت ہے۔ ڈاکٹروں کا بیان اگر سچا ہو تو اس کی یہی صورت ہوگی کہ بدن میں

---

[1] صحیح البخاری کتاب الایمان باب فضل من استبرأ لدینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳
صحیح مسلم کتاب المساقات باب اخذ الحلال و ترک الشبہات " " " ۲/ ۲۸

www.alahazratnetwork.org

ایک بدگوشت بصورتِ دل زیادہ پیدا ہوگیا ہوگا ۔ ہاتھ میں تو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اصلی اور زائد دونوں ہاتھ کام دیں مگر قلب میں یہ ناممکن ہے ۔ آدمی روحِ انسانی سے آدمی ہے اور اسی کے مرکب کا نام قلب ہے اور روحِ انسانی متجزی نہیں کہ آدھی ایک دل میں رہے آدھی دوسرے میں ۔ تو جس سے وہ اصالۃً متعلق ہوگی تو وہی قلب ہے دوسرا سلب ہے ، اور آیۂ کریمہ یصوّرکم فی الارحام کیف یشاء[1] فرمایا ہے کہ ماں کے پیٹ میں تمھاری تصویر بناتا ہے جیسی وہ چاہے ۔ یہ نہیں فرمایا کہ کیف تشاؤن وتبخیلاتکم تخترعون جیسی تم چاہو اور اپنے خیالات میں گھڑ لو ویسی ہی تصویر بنادے ، یہ محض باطل ہے اور اس نے اپنی مشیت بتادی کہ کسی کے جوف میں میں نے دو دل نہ رکھے تو اس کے خلاف تصویر نہ ہوگی ۔ واللہ تعالٰی اعلم ۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۶

www.alahazratnetwork.org

www.alahazratnetwork.org

علمِ حروف و ریاضی

مسئلہ ۱: از شہر محلہ بہاری پور نواب وزیر احمد خاں صاحب قادری رضوی ۱۴ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

بعز عرض بندگانِ عالی متعالی خداوند نعمت میرساند۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آداب فدویانہ معروض۔ لا۲ = ۵،۵ لا + ۶ = ۳۰ اگر یہ نمونہ صحیح ہوجاتا تو اسی نمونے پر یہ مساوات قائم ہوجاتی $\frac{\text{لا}^2}{5،5}$ = (۳۰ - لا)۲ لا۲ = ۵،۵(۳۰ - لا)۲ یا لا۲ = ۵،۵(۹۰۰ - ۶۰ لا + لا۲) یا لا۲ = ۴،۹۵۰۰ - ۳۳۰ لا + ۵،۵ لا۲ یا -۴،۵ لا۲ + ۳۳۰ لا = -۴۹۵۰۰ تقسیم کیا -۲ سے ۲،۲۵ لا۲ - ۲۲۵۰ لا = ۲۲،۵۰۰۰ مربع کامل کیا ۲،۲۵ لا۲ - ۲۲۵۰ + $\frac{1}{2،25}$ $(\frac{2250}{2})^2$ = -۲۲،۵۰۰ + $\frac{1}{2،25}$ $(\frac{2250}{2})^2$ یا ۲،۲۵ لا۲ - ۲۲۵۰ لا + $\frac{1}{2،25}$ (۱۱۲۵)۲ = -۲۲،۵۰۰ + $\frac{1}{2،25}$ (۱۱۲۵)۲ یا $\sqrt{2،25\,\text{لا}^2}$ - $\sqrt{\frac{1}{2،25}(1125)^2}$ = $\sqrt{-22،500 + \frac{1}{2،25}(1125)^2}$

اس کو ملاحظہ فرمالیا جائے یہاں تک کہ اگر صحیح ہو تو آگے عمل کیا جائے۔

الجواب

مکرم کرمفرما چھوٹے نواب صاحب سلمہٗ۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ تکمیل مجذور کا یہ نیا قاعدہ ہے کہ سر مجذور کی طرف ایک کو نسبت کرکے مجذور نصف سر لا کا سر کرکے شامل کریں مجذور کامل ہوجائے میرے نزدیک یہ صحیح نہ آئے گا مثلاً ۲ لا۲ + ۶ لا = ۲۰ طور مذکور پر ۲ لا۲ + $\frac{1}{2}$ (۳)۲ = ۲۰ + $\frac{9}{2}$ = $\frac{49}{2}$ ہرگز مجذور کامل نہیں یا ۳ لا۲ - ۴ لا = ۴ بطور مذکور ۳ لا۲ - ۴ لا + $\frac{1}{3}$ (۲)۲ = ۴ + $\frac{4}{3}$ = $\frac{16}{3}$ ہرگز مربع نہیں۔

www.alahazratnetwork.org

(۲) مساوات درجہ دوم سے یہ بہت سہل حل ہوسکتا یہاں تک آپ لے آئے کہ ـ ۴ لا۲ + ۵۰۰ ۴ لا = ۹۶۵۰۰ یہاں نفی و اثبات کا قلب کرلیجئے مساوات یہ ہوجائیگی ۴ لا۲ ۔۔ ۴۵۰۰ لا = ـ ۹۶۵۰۰ پھر خواہ یوں عمل کیجئے لا۲ ـ ۴۵۰۰/۴ لا = ـ ۹۶۵۰۰/۴ طرفین میں ۲۲۵۰/۴ کا مجذور شامل کیجئے یا مساوات کو بحال رکھ کر ۴۹۶ میں ضرب دے کر طرفین میں (۹۶۵۰۰) شامل فرمائیے مدعا حاصل ہوگا۔

(۳) ہاں لطیف تر یہ ہے کہ درجہ دوم کا نام نہ آنے پائے صرف مساوات درجہ اول سے حاصل ہو اُسے بتائیے وُہ بہت آسان ہے فقط۔

مسئلہ ۱۸ مسئولہ قاضی فضل احمد صاحب لودیانوی ۲۲ صفر مظفر ۱۳۳۹ھ

علمائے کرام کا اس میں کیا ارشاد ہے ایک رافضی نے کہا آیۂ کریمہ انا من المجرمون منتقمون[1] (بے شک ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔ ت) کے عدد ۱۲۰۲ ہیں اور یہ ہی عدد ابوبکر، عمر، عثمان کے ہیں۔

الجواب

روافض لعنہم اللہ تعالٰی کی بنائے مذہب ایسے ہی اوہام بے سروپا در ہوا پر ہے۔

اوّلاً ہر آیت عذاب کے عدد اسماء اخیار سے مطابق کرسکتے ہیں اور آیت ثواب کے اسماء کفار سے کہ اسماء میں وسعت وسیعہ ہے۔

ثانیاً امیرالمومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کے تین صاحبزادوں کے نام ابوبکر و عمر و عثمان ہیں۔ رافضی نے آیت کو اُدھر پھیرا کوئی ناصبی ادھر پھیر دے گا اور دونوں ملعون ہیں، حدیث میں ہے سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ولادت پر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا، اردنی ابنی ما سمیتموہ[2] مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا۔ مولٰی علی نے عرض کی؛ حرب۔ فرمایا، نہیں بلکہ وہ حسن ہے۔ پھر سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ولادت پر تشریف لے گئے اور فرمایا؛ مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا؛ مولٰی علی نے عرض کی؛ حرب۔ فرمایا؛ نہیں بلکہ وہ حسین ہے۔ پھر امام محسن کی ولادت پر وہی فرمایا۔ مولٰی علی نے وہی عرض کی۔ فرمایا؛ نہیں بلکہ وہ محسن ہے۔ پھر فرمایا؛ میں نے اپنے بیٹوں کے نام داؤد علیہ الصلٰوۃ والسلام

---

[1] القرآن الکریم ۳۲/ ۲۲

[2] اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ باب الحاء والسین ترجمہ حسن بن علی ۱۱۶۵ دارالفکر بیروت ۱/ ۵۵۷

www.alahazratnetwork.org

کے بیٹوں پر رکھے شبّر، شبیر، مشبّر۔ حسن، حسین، محسن ان سے ہم وزن وہم معنی ہیں اس
سے مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کو تنبیہ ہوئی کہ اولاد کے نام اخیار کے ناموں پر رکھنے چاہئیں،
لہٰذا ان کے بعد اپنے صاحبزادوں کے نام ابوبکر، عمر، عثمان، عباس وغیرہا رکھے۔

6 ثالثاً رافضی نے عدد غلط بتائے۔ امیر المومنین عثمٰن غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نام پاک میں الف نہیں لکھا جاتا تو عدد بارہ سو ایک ہیں نہ کہ دو۔ ہاں او رافضی (۱) بارہ سو دو عدد کاہے کے ہیں ابن سینا رافضہ کے۔

(۲) ہاں او رافضی! بارہ سو دو عدد ان کے ہیں، ابلیس، یزید، ابن زیاد، شیطان الطاق کلینی، ابن بابویہ قمی، طوسی حلی۔

(۳) ہاں او رافضی! اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان الذین فرقوا دینہم وکانوا شیعا لست منہم فی شیء[2]
بے شک جنھوں نے اپنا دین ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور شیعہ ہوگئے اے نبی! تمھیں ان سے کچھ علاقہ نہیں۔

اس آیہ کریمہ کے عدد ۱۲۰۲ ہیں اور یہی عدد ہیں روافض اثنا عشریہ شیطٰنیہ اسمٰعیلیہ کے۔ اور اگر اپنی طرح سے اسمٰعیلیہ میں الف چاہے تو یہی عدد ہیں روافض اثنا عشریہ ونصیریہ واسماعیلیہ کے۔

(۴) ہاں او رافضی! اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

لہم اللعنۃ ولہم سوء الدار[3]
ان کے لئے ہے لعنت اور ان کے لئے ہے برا گھر۔

اس کے عدد چھ سو چوالیس ہیں اور یہی عدد ہیں شیطان الطاق طوسی حلی کے۔

(۵) نہیں او رافضی! بلکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اولٰئک ہم الصدیقون والشہداء عند ربہم لہم اجرہم[4]
وہی اپنے رب کے یہاں صدیق وشہید ہیں ان کے لئے ان کا ثواب ہے۔

اس کے عدد چودہ سو سینتالیس ہیں اور یہی عدد ابوبکر عمر عثمان علی سعد کے۔

---

[1] اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ باب الحاء والسین ترجمہ حسن بن علی ۱۱۶۵ دار الفکر بیروت ۱/ ۵۵۷
[2] القرآن الکریم ۶/ ۱۵۹
[3] القرآن الکریم ۱۳/ ۲۵
[4] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۹

www.alahazratnetwork.org

(۶) نہیں او رافضی! بلکہ مولیٰ تعالیٰ فرماتا ہے،

اولٰئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم لھم اجرھم ونورھم[1]۔ — وہی اپنے رب کے حضور صدیق و شہید ہیں اُن کیلئے ہے اُن کا ثواب اور اُن کا نور۔

اس کے عدد ۲۵۷۱ ہیں اور یہی عدد ہیں ابوبکر و عمر و عثمان و علی و طلحہ و زبیر کے۔

(۷) نہیں او رافضی! بلکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے،

والذین اٰمنوا باللہ ورسلہ اولٰئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم لھم اجرھم ونورھم[2] — جو لوگ ایمان لائے اللہ اور اس کے رسولوں پر وہی اپنے رب کے نزدیک صدیق و شہید ہیں ان کے لئے ہے ان کا ثواب اور ان کا نور۔

آیۂ کریمہ کے عدد ۳۰۱۶ اور یہی عدد ہیں صدیق فاروق ذوالنورین علی طلحہ زبیر سعد سعید ابوعبیدہ عبدالرحمٰن بن عوف کے۔

الحمدللہ آیۂ کریمہ کا تمام و کمال جملہ مدح بھی پُورا ہوگیا اور حضرات عشرہ مبشرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسمائے طیبہ بھی سب آگئے جس میں اصلاً تکلف و تصنع کو دخل نہیں، کچھ روزوں سے آنکھ دکھتی ہے یہ تمام آیات عذاب و اسمائے اشرار و آیت مدح و اسمائے اخیار کے عدد محض خیال میں مطابق کئے جن میں صرف چند منٹ صرف ہوئے اگر لکھ کر اعداد جوڑے جاتے تو مطابقتوں کی بہار نظر آتی مگر بعونہٖ تعالیٰ اس قدر بھی کافی ہے۔ وللہ الحمد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۵۷ / ۱۹

[2] " " ۵۷ / ۱۹

www.alahazratnetwork.org

حقوق العباد

مسئلہ ۱۹ ازشہر بریلی محلہ لودی ٹولہ مسئولہ نظیر احمد شہر کہنہ شنبہ ۲۲ شعبان ۱۳۳۴ھ

کوئی شخص اگر کسی کی عورت کے ساتھ بدفعلی کرے اور اس عورت کے خاوند سے معافی چاہے تو کیا معاف ہوجائے گا یا توبہ بھی اس پر لازم ہوگی؟ اگر فقط توبہ کرنے سے گناہ معاف ہوجائے تو اس وقت میری عرض یہ ہے کہ حق العباد تو معاف نہیں ہوتا تاوقتیکہ صاحب حق سے معافی نہ لے، کیا یہ حق العباد نہیں ہے؟ مفصلاً تحریر فرمائیں۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

عورت جس کا شوہر ہو یا باپ بھائی وغیرہم اولیاء جن کو اس امر سے عار پہنچے فرض کیجئے وہ دس شخص ہیں تو اس کے ساتھ معاذ اللہ بدکاری اگر بے اس کی رضا کے ہے تو بارہ حقوق میں گرفتاری ہے، ایک حق مولٰی عزوجل کا کہ اُس کی نافرمانی کی، دُوسرا اس عورت کا کہ اُس کی عصمت خراب کی، تیسرا اس کے شوہر کا۔ یوں ہی باقی دس حقداروں کا' جب تک یہ سب معاف نہ کریں معاف نہ ہوگا بجالیکہ ان کو اطلاع پہنچ جائے۔ اور اگر برضائے زن ہے تو عورت اور زانی دونوں گیارہ سخت حقوق میں گرفتار ہوئے، ایک حق مولٰی عزوجل کا' دس اُن دسوں کے، اور اس صورت میں عورت کا حق نہ ہوگا کہ وہ راضی ہے اور عورت زنا کے باعث نکاح سے خارج نہیں ہوتی مگر اُس حالت میں کہ شوہر کے باپ یا بیٹے سے یہ امر واقع ہو تو

www.alahazratnetwork.org

نکاح فاسد ہوجائے گا۔ شوہر پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوجائے گی کہ کبھی حلال نہیں ہوتی۔ شوہر پر فرض ہوگا کہ اسے چھوڑ دے مگر بے اس کے چھوڑے نکاح سے نکلے گی اب بھی نہیں، دوسری جگہ نکاح نہ کرسکے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

www.alahazratnetwork.org

لغت

مسئلہ ۲۰: از کانپور محلہ ناچ گھر قدیم مرسلہ مولانا مولوی محمد آصف صاحب قادری رضوی برکاتی ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

یاحبیب محبوب اللہ رُوحی فداک۔ قبلۂ قبلہ پرستان وکعبۂ ارباب ایقان مدظلہم العالی۔ بعد تسلیمات فدویانہ وتمنائے حضور شرف آستانہ۔ الفاظ شکیل وعقیل بمعنی دانا کی صحت وتغلیط سے مطلع فرمائیں۔ جناب جلال لکھنوی آنجہانی کو کمترین نے حسب ذیل تحریر بھیجی تھی ہر دو الفاظ مذکورہ اُن کے نزدیک غلط ہیں۔ شکیل اور عقیل ذوق مرحوم کے مندرجہ ذیل اشعار میں پائے جاتے ہیں:

نورِ معنی ہے بہر شکل نتیجہ اُس کا ۔۔۔ اللہ اللہ رے زہے شکل شہنشاہ شکیل

دانش آموز ہو گر تربیت عام تری ۔۔۔ بید مجنوں کو بنا دے ابھی انسان عقیل[1]

غیاث میں ہے:

عُقیل بفتح اول وکسر قاف مرد بزرگ وبسیار دانا و زانو بند شتر و نام پسر ابی طالب کہ دانا تر بود بہ نسبت قریش۔[2]

عقیل (ع پر زبر اور ق کے نیچے زیر) بزرگ اور بہت عقل والا آدمی۔ اور اُونٹ کا زانو بند۔ اور ابوطالب کے بیٹے کا نام کہ وہ قریش کی نسبت زیادہ عقلمند تھا۔ (ت)

---

[1]

[2] غیاث اللغات فصل عین مہملہ مع قاف نولکشور لکھنؤ ص ۳۶۶

www.alahazratnetwork.org

اس تحریر کا جواب جناب جلال نے یہ تحریر فرمایا تھا:

"ذوق نے جو شکیل و عقیل بمعنی دانا باندھا ہے آپ کے نزدیک وہ پایۂ اعتبار میں ہوگا میرے نزدیک نہیں، اس لئے کہ شکیل و عقیل بمعنی دانا کسی لغت معتبر میں مثل صراح و قاموس کے نہیں نکلا، نہ اساتذہ پارس کے اشعار میں ہے، پھر کیونکر میں مان لوں اور صاحب غیاث بھی عقیل کو بمعنی دانا لکھا کریں، مگر صاحب غیاث کا ماخذ جو لغت ہیں ان میں سے بھی کسی نے لکھا ہے۔" فافہم ہیچدان جلال۔

الجواب

صدہا الفاظ عربی ہیں کہ اردو میں غیر معنی عربی پر مستعمل ہیں، اُن معانی کو قاموس میں تلاش کرنا حماقت ہے بلکہ اردو کے اہل زبان سے دریافت کرنا چاہیے۔ ذوق مرحوم اس زبان کے مسلم اساتذہ سے تھے۔ معترض صاحب کا تخلص جلال ہے لفظ تخلص اس معنی پر کون سے قاموس میں ہے، اردو میں جلال "غصہ" کو کہتے ہیں، جلال آگیا۔ عربی میں اس معنی پر کب ہے بلکہ غصہ بھی عربی میں "گلے کا اچھو" ہے نہ کہ خشم۔ اس قسم کے الفاظ کی فہرست لکھی جائے تو ایک رسالہ ہو۔ انھیں میں شکیل و عقیل بھی ہیں۔ شکیل بمعنی حسین اور عقیل بمعنی صاحب عقل معترض کا کہنا کہ "ذوق نے شکیل و عقیل بمعنی "دانا" باندھا" محض نادانی ہے شکیل بمعنی "دانا" شعر ذوق میں کہاں سے سمجھا بلکہ عقیل و دانا میں بھی عقیل دانا کے نزدیک فرق ہے عقل و علم شیٔ واحد نہیں، علمہ اکبر من عقلہ (اس کا علم اس کی عقل سے بڑا ہے۔ ت) مشہور ہے، جہاں تک میرے کان کا سنا ہوا ہے معترض کا مذہب شیعی تھا ایسی حالت میں 'جناب' اور 'فرمایا' نہ چاہیے۔ والسلام مع الاکرام۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

www.alahazratnetwork.org

خواب

مسئلہ ۲۱ از کانپور محلہ موگلگنج مرسلہ امام الدین صاحب امام مسجد شکر اللہ صاحب سوداگر ۱۴ ربیع الآخر شریف

خواب کیا چیز ہے؟

الجواب

خواب چار قسم ہے:

ایک حدیث نفس کہ دن میں جو خیالات قلب پر غالب تھے جب سویا اور اس طرف سے حواس معطل ہوئے عالم مثال بقدر استعداد منکشف ہوا انھیں تخیلات کی شکلیں سامنے آئیں یہ خواب مہمل و بے معنی ہے اور اس میں داخل ہے وہ جو کسی خلط کے غلبہ اس کے مناسبات نظر آتے ہیں مثلاً صفراوی آگ دیکھے بلغمی پانی۔

دوسرا خواب القائے شیطان ہے اور وہ اکثر وحشتناک ہوتا ہے شیطان آدمی کو ڈراتا یا خواب میں اس کے ساتھ کھیلتا ہے اس کو فرمایا کسی سے ذکر نہ کرو کہ تمھیں ضرر نہ دے۔ ایسا خواب دیکھے تو بائیں طرف تین بار تھوک دے اور اعوذ پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ وضو کرکے دو رکعت نفل پڑھے۔

تیسرا خواب القائے فرشتہ ہوتا ہے اس سے گزشتہ و موجودہ و آئندہ غیب ظاہر ہوتے ہیں مگر اکثر پردۂ تاویل قریب یا بعید میں، ولہذا محتاجِ تعبیر ہوتا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

چوتھا خواب کہ ربّ العزۃ بلاواسطہ القا فرمائے وہ صاف صریح ہوتا ہے اور احتیاجِ تعبیر سے بری۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

www.alahazratnetwork.org

اجارہ

مسئلہ ۲۲: از کراچی میمن مسجد رام باغ گاڑی حاطہ ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

جو شخص جس کام کے لئے منتخب کیا گیا وہ اس کو پوری طرح سے ادا نہ کرے یعنی قاصر رہے تو اس کو کیا سمجھنا چاہئے؟ بینوا توجروا (بیان کیجئے اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

اس میں ہزاروں صورتیں ہو سکتی ہیں، ایسی گول بات قابلِ جواب نہیں ہوتی۔ کیا کام، کیسا انتخاب، کیونکر نہ کرنا، ایک ایسے کام کے لئے منتخب کیا تھا جو اس کے لئے مباح ہے نہ کیا تو کیا الزام، اور اگر اس پر فرض تھا اور نہ کیا تو سخت گناہگار اور حرام تھا اور نہ کیا تو بہت اچھا کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

www.alahazratnetwork.org

www.alahazratnetwork.org

عقائد و کلام و دینیات

مسئلہ ۲۳ تا ۲۹: از حسن پور ضلع مراد آباد بذریعہ طفیل احمد صاحب قادری برکاتی رضوی مرسلہ حافظ اکرام اللہ خاں ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

سوال اوّل: تقویۃ الایمان مولوی اسمٰعیل کی فخر المطابع لکھنؤ کی چھپی ہوئی کے صفحہ ۳۲۹ پر جو عرس شریف کی تردید میں کچھ نظم ہے اور رنڈی وغیرہ کا حوالہ دیا ہے اسے جو پڑھا تو جہاں تک عقل نے کام دیا سچا معلوم ہوا کیونکہ اکثر عرس میں رنڈیاں ناچتی ہیں اور بہت بہت گناہ ہوتے ہیں اور رنڈیوں کے ساتھ ان کے یار آشنا بھی آتے ہیں اور آنکھوں سے سب آدمی دیکھتے ہیں اور طرح طرح کے خیال آتے ہیں کیونکہ خیالِ بد و نیک اپنے قبضہ میں نہیں، ایسی اور بہت ساری باتیں لکھی ہیں جن کو دیکھ کر تسلی بخش جواب دیجئے۔

سوال دوم: اور اس کتاب کے صفحہ ۳۰۰ پر دربارۂ علمِ غیب کے جو فتوے درج ہیں کہ مچھر مارنے کا آپ کو علم ہو جاتا ہے اس کے جواب میں جو مولوی صاحب نے درج کی سورہ نمل آیۃ ستّے ۲۰ پارہ ۲۰، سورہ انعام آیت پنجم و سورۂ اعراف و سورۂ احقاف اور اس سے آگے حدیث شریف پیش کی ہیں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو علمِ غیب کیا کل کا بھی حال معلوم نہیں تھا کہ کیا ہوگا حدیث شریف سے ظاہر ہوتا ہے، اور یہ کہنا کہ شیطان کو علم زیادہ ہے اور آپ کو کم، تو عرض ہے کہ بہت ساری باتیں ایسی ہیں کہ ہمارے محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نہیں دی گئیں اور وہ ان کو دی گئیں

www.alahazratnetwork.org

مثل سلیمان علیہ السلام کو تخت اور لڑائی کے لئے گھوڑے اور اونٹ، اور ہمارے محمد صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نہیں پیدل چل کر لڑتے تھے۔ بہت ساری باتیں عرض حال ہے جس سے طول ہونے کا خیال ہے۔ تسلی بخش جواب بادلیل عنایت کیجئے اور وہ آیت مع ترجمہ کس سے کہ علم غیب معلوم ہوتا ہے اور حدیث شریف جس سے علم غیب پایا جاتا ہے اور وہ مثل حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالےٰ عنہا) کی جو تہمت لگائی گئی تھی اگر علم غیب ہوتا تو آپ کو کیوں خبر نہ ہوئی۔

سوال سوم: اگر کسی عورت کا خاوند شراب پیتا ہے اور شراب پی کر عورت سے جماع کرے تو اس عورت کو کیا کرنا چاہیے؟

سوال چہارم: اگر کوئی ہندو کوئی چیز میرے پاس نقد یا سامان رکھ گیا تو اس کو نہ دینا چاہئے، جائز ہے یا ناجائز؟ یا کوئی چیز بھول گیا تو میں نے اس کو اٹھالیا تو دینا چاہئے یا نہیں؟ غرض ہندوؤں کا مال چوری دھوکا دے کر لینا جائز ہے یا نہیں؟

سوال پنجم: یہ جو مشہور ہے کہ عورت کو خواہش نفس مرد سے نو حصے زیادہ ہے، اس کا پتہ شریعت سے چلتا ہے یا نہیں؟

سوال ششم: کنگھا داڑھی میں کس کس وقت کیا جائے؟

سوال ہفتم: مولوی اشرفعلی تھانہ بھون والے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال ہشتم: وہ کون سی باتیں ہیں جن کی وجہ سے کتاب تقویۃ الایمان خراب ہے؟

الجواب

جوابِ سوال اوّل: رنڈیوں کا ناچ بے شک حرام ہے، اولیائے کرام کے عرسوں میں بے قید جاہلوں نے یہ معصیت پھیلائی ہے۔

جوابِ سوال دوم: علم غیب ذاتی کہ اپنی ذات سے بے کسی کے دئے ہوئے اللہ عزوجل کے لئے خاص ہے اُن آیتوں میں یہی معنی مراد ہیں کہ بے خدا کے دئے کوئی نہیں جان سکتا اور اللہ کے بتائے سے انبیاء کو معلوم ہونا ضروریاتِ دین سے ہے، قرآن مجید کی بہت آیتیں اس کے ثبوت میں ہیں، از انجملہ سورۂ جن میں فرماتا ہے:

علم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من	اللہ ہے غیب کا جاننے والا تو اپنے خاص غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ

www.alahazratnetwork.org

رسول[1] رسولوں کے۔

اور فرماتا ہے:

تلك من انباء الغیب نوحیھا الیك[2] یہ غیب کی باتیں ہیں کہ ہم تمھیں بتاتے ہیں۔

اور فرماتا ہے:

وما ھو علی الغیب بضنین[3] یہ نبی غیب کی باتیں بتانے میں بخیل نہیں فرماتے۔

اس مسئلہ کے بیان کو رسالہ انباء المصطفیٰ و رسالہ خالص الاعتقاد دیکھئے کہ کتنی آیتوں، حدیثوں اور اقوالِ ائمۂ دین سے ثبوت ہے۔ جو شخص شیطان کے علم کو زیادہ بتاتا ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین کرتا ہے اور کافر ہے اس کے بیان کو علمائے حرمین شریفین کا فتوٰی حسام الحرمین دیکھئے، یہ سب کتابیں بریلی مطبع اہلسنت سے مل سکتی ہیں۔ کوئی دولت کوئی نعمت، کوئی عزت جو حقیقۃً دولت و عزت ہو ایسی نہیں کہ اللہ عزوجل نے کسی اور کو دی ہو اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو عطا نہ کی ہو، جو کچھ جسے عطا ہوا یا عطا ہوگا دنیا میں یا آخرت میں وہ سب حضور کے صدقہ میں ہے حضور کے طفیل میں ہے حضور کے ہاتھ سے عطا ہوا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما انا قاسم واللہ المعطی[4] دینے والا اللہ ہے اور بانٹنے والا میں۔

جواب سوال سوم: خاوند کے شراب پینے کا وبال اس پر ہے عورت اسے جماع سے منع نہیں کرسکتی۔

جواب سوال چہارم: امانت میں خیانت جائز نہیں اگرچہ ہندو کی ہو، غدر و بدعہدی جائز نہیں اگرچہ ہندو سے ہو، خیانت و غدر کے سوا اس کا بھی لحاظ ضرور ہے کہ کسی جرم قانونی کا ارتکاب کرکے اپنے آپ کو ذلت پر پیش کرنا بھی منع ہے۔ حدیث میں ہے:

من اعطی الذلۃ من نفسہ جو شخص بغیر کسی مجبوری کے اپنے آپ کو خوشی

---

[1] القرآن الکریم ۷۲/ ۲۶ و ۲۷

[2] ؎ 〃 〃 ۱۱/ ۴۵

[3] ؎ 〃 〃 ۸۱/ ۲۴

[4] صحیح البخاری کتاب العلم باب من یرد اللہ بہ خیرا یفقہ فی الدین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶

〃 〃 کتاب الجہاد باب قول اللہ تعالٰی فان للہ خمسہ الخ 〃 〃 〃 ۱/ ۴۳۹

www.alahazratnetwork.org

طائعا غیر مکرہ فلیس منا[1] — ذلت پر پیش کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

اور جب نہ غدر ہو نہ قانونی جرم تو پھر جس طرح اس کا مال ملے مباح ہے۔

جواب سوال پنجم: ضرور اس کی اصل ہے، حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ "عورت کو مرد سے سو حصے زائد خواہش (شہوت) ہے مگر اللہ تعالٰی نے اس پر حیا ڈال دی ہے[2]"۔

جواب سوال ششم: کنگھے کے لئے شریعت میں کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہے اعتدال کا حکم ہے، نہ تو یہ ہو کہ آدمی جناتی شکل بنا رہے نہ یہ ہو کہ ہر وقت مانگ چوٹی میں گرفتار، خیر الامور اوسطھا[3] (بہترین امر وہ ہے جو درمیانہ ہو۔ت)

جواب ہفتم: اشرف علی کی نسبت علمائے حرمین شریفین نے اپنی کتاب حسام الحرمین میں فرمایا ہے:

من شك فی کفرہ و عذابہ فقد کفر[4] — جو اس کے اقوال کفر پر مطلع ہو کر اس کے کافر و معذب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

جواب سوال ہشتم: "تقویۃ الایمان" ایک گمراہی اور بے دینی کی کتاب ہے۔ علمائے حرمین شریفین نے اس گروہ کو گمراہ و بے دین لکھا ہے اور فرمایا ہے:

اولٰئك حزب الشیطٰن الا ان حزب الشیطان ھم الخسرون[5] — یہ لوگ شیطان کے گروہ ہیں خبردار رہو شیطان ہی کے گروہ نقصان میں ہیں۔

اس کتاب اور اس کے مصنف کے کلماتِ کفر کو کبۂ شہابیہ میں بطور نمونہ ستّر کے قریب بیان کئے ہیں جس میں صفحات کے حوالہ سے اس کی عبارتیں اور پھر اس کے کلمۂ کفر ہونے پر آیتیں حدیثیں ائمہ کی روایتیں لکھی ہیں اور اس رسالہ کو دیکھئے تو آپ کو معلوم ہو کہ یہ شخص کیسا بے دین تھا بیدین کی کتاب دیکھنا حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] الترغیب والترہیب الترغیب فی الزہد فی الدنیا الخ حدیث ۶۰ مصطفی البابی مصر ۴/ ۱۲۹

[2] المقاصد الحسنہ حدیث ۲۰۵ دار الکتاب العربی بیروت ص ۲۰۴

کنز العمال حدیث ۴۵۳۸۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۳۴۵

[3] کشف الخفاء " ۱۲۴۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۳۴۶

[4] حسام الحرمین مع تمہید ایمان ـــــ مطبع اہلسنت بریلی ص ۹۴

[5] القرآن الکریم ۵۸/ ۱۹

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۳۰: از مراد آباد مدرسہ اہلسنت بازار دیوان مرسلہ مولوی ابوالمسعود عبدالودود صاحب طالب علم مدرسہ مذکور یکم جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

وہابی جو مشہور ہیں وہ کون سا فرقہ ہے، اور ان کی اصل کہاں سے نکلی، اور ان کے عقائد کیا ہیں، اور ان کی بابت حدیث میں کیا وارد ہے؟

الجواب

وہابی ایک بے دین فرقہ ہے جو محبوبانِ خدا کی تعظیم سے جلتا ہے اور طرح طرح کے حیلوں سے اُن کے ذکر و تعظیم کو مٹانا چاہتا ہے۔ ابتداء اس کی ابلیس لعین سے ہے کہ اللہ عزوجل نے تعظیم سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم دیا اور اُس ملعون نے نہ مانا اور زمانہ اسلام میں اس کا بادی ذوالخویصرہ تمیمی ہوا جس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شانِ ارفع میں کلمۂ توہین کہا اس کے بعد ایک پورا گروہ خوارج کا اس طریق پر چلا جن کو امیر المومنین مولٰی علی نے قتل فرمایا لوگوں نے کہا حمد اللہ کو جس نے ان کی نجاستوں سے زمین کو پاک کیا امیر المومنین نے فرمایا یہ منقطع نہیں ہوئے ابھی ان میں کے ماؤں کے پیٹوں میں ہیں باپوں کی پیٹھوں میں ہیں کلما قطع قرن نشأ قرن جب ان میں کی ایک سنگت کاٹ دی جائے گی دوسری سر اٹھائے گی حتی یکون اٰخرھم یخرج مع المسیح الدجال[1] یہاں تک کہ ان کا پچھلا گروہ دجال کے ساتھ نکلے گا۔ اس حدیث کے مطابق ہر زمانہ میں یہ لوگ نئے نئے نام سے ظاہر ہوتے رہے یہاں تک کہ بارھویں صدی کے آخر میں ابن عبدالوہاب نجدی اس فرقہ کا سرغنہ ہوا اور اس نے "کتاب التوحید" لکھی اور توحید الٰہی عزوجل کے پردے میں انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور خود حضور اقدس سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی توہین دل کھول کر کی اس کی طرف نسبت کرکے اس گروہ کا نام نجدی وہابی ہوا۔ ہندوستان میں اس فتنۂ ملعونہ کو اسمٰعیل دہلوی نے پھیلایا کتاب التوحید کا ترجمہ کیا اس کا نام "تقویۃ الایمان" رکھا، دلی عقیدہ وہ ہے جو تقویۃ الایمان میں کئی جگہ صاف لفظوں میں لکھ دیا کہ،

"اللہ کے سوا کسی کو نہ مان[2] اوروں کا ماننا محض خبط ہے[3]۔"

اس کے متبعین جو گروہ ہیں عقائد میں سب ایک ہیں مگر اعمال میں یوں متفرق ہوئے کہ ایک فرقہ نے

---

[1] کنز العمال حدیث ۳۱۲۴۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۲۰۵

[2] تقویۃ الایمان الفصل الاول مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۲

[3] " " مقدمۃ الکتاب " " " " " ص ۵

www.alahazratnetwork.org

تقلید کو بھی ترک کیا اور خود اہلحدیث بنے یہ غیر مقلد وہابی ہیں ان کا سرگروہ نذیر حسین دہلوی اور کچھ پنجابی بنگالی تھے اور ہیں، اور مقلد وہابیوں کے سرگروہ رشید احمد گنگوہی اور قاسم نانوتوی، اور اب اشرف علی تھانوی۔ جو ان لوگوں کو اچھا جانے یا تقویۃ الایمان وغیرہ ان کی کتابوں کو مانے یا ان کے گمراہ بددین ہونے میں شک کرے وہ وہابی ہے، وہابی کی علامت حدیث میں ارشاد ہوئی کہ ظاہراً شریعت کے بڑے پابند بنیں گے تحقرون صلٰوتکم مع صلٰوتھم وصیامکم مع صیامھم وعملکم مع عملھم[1] تم اپنی نمازکو ان کی نماز کے آگے حقیر جانو گے اور اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے آگے اور اپنے اعمال کو ان کے اعمال کے آگے۔ یقرؤن القراٰن ولایجاوز تراقیھم[2] قرآن پڑھیں گے مگر اُن کے گلے سے نہ اُترے گا یعنی دل میں اس کا کچھ اثر نہ ہوگا یقولون من خیر قول البریۃ[3] باتیں بظاہر بہت اچھی کریں گے۔ اور ایک روایت ہے، من قول خیرالبریۃ[4] حدیث حدیث بہت پکاریں گے۔ باینہمہ حال یہ ہوگا یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ نکل جائیں گے دین سے ایسے جیسے تیر نکل جاتا ہے نشانہ سے ثم لایعودون فیہ[5] پھر لوٹ کر دین میں نہ آئیں گے سیماھم التحلیق[6] ان کی علامت سرمنڈانا ہوگی مشمر الازار[7] تہبند یا پائچے بہت اونچے۔ اُن کے عقائد کا بیان ہمارے رسالہ نور الفرقان اور رسالہ کوکبۃ الشہابیہ میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۱: از مراد آباد مدرسہ اہلسنت بازار دیوان مرسلہ مولوی ابوالمسعود عبدالودود صاحب طالب علم مدرسہ مذکور یکم جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

مولود شریف کی حقیقت کیا ہے اور محفل میلاد میں خاص وقت ذکر ولادت شریف حضور

---

[1] کنز العمال حدیث ۳۰۹۶۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۱۴۳
[2] کنز العمال حدیث ۳۰۹۵۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۱۴۰
صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب اعطاء المؤلفۃ وبیان الخوارج قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۴۰ تا ۳۴۳
[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/ ۳۴۲
[4] کنز العمال حدیث ۳۰۹۵۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۱۴۱
[5] 〃 〃 ۳۰۹۴۴ 〃 〃 〃 ۱۱/ ۱۳۹
[6] 〃 〃 ۳۰۹۴۶ ۱۱/ ۱۳۹
[7] صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب اعطاء المؤلفۃ وبیان الخوارج قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۴۰

www.alahazratnetwork.org

پُرنور احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کھڑے ہونا اور لوگوں کو کھڑے ہونے کے لئے 7
حکم دینا اور نعتیہ اشعار خوش الحانی سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

یہ سب باتیں جائز و مستحسن و باعث برکات ہیں اور ان کی اصل قرآن عظیم کے ان احکام کا ماننا ہے کہ
امّا بنعمۃ ربّك فحدّث[۱] اپنے رب کی نعمت لوگوں کے سامنے خوب بیان کرو ، وذکّرھم
بایّام اللہ[۲] انھیں اللہ کے دن یاد دلاؤ ، قل بفضل اللہ وبرحمتہٖ فلیفرحوا[۳] تم حکم دو کہ اللہ کے
فضل اور اللہ کی رحمت کی خوشی منائیں ، لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزّروہ وتوقّروہ[۴] تاکہ تم اللہ اور
اس کے رسول کی تعظیم وتوقیر کرو ۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۳۲ رام نگر ضلع بنارس مرسلہ امام الدین صاحب ۹ جمادی الاولےٰ ۱۳۳۶ھ

گزشتہ محرم خواجہ حسن نظامی دہلوی نے ایک کتاب لکھی جس کا نام " محرم نامہ " رکھا ہے خواجہ صاحب ایک مشہور شخصیت کے آدمی ہیں اس لئے ان کی اس کتاب کی بڑی اشاعت ہوئی اس کا ایک نسخہ ناچیز کے ایک دوست نے بھی منگایا اس " محرم نامہ " میں خواجہ صاحب نے عام بنو امیہ پر اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر خصوصًا نہایت سخت وشدید حملے کئے ہیں اور ان کے متعلق ایسی باتیں لکھی ہیں سُنّی المذہب " محرم نامہ " پڑھنے والوں کے خیالات میں نہایت ہلچل پڑگئی ہے ، لہذا محرم نامہ مذکورہ سے اخذ کر کے کچھ حوالہ کرتا ہوں اور دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ باتیں کیسی ہیں تاکہ معلوم کر کے خود کو اور دیگر برادرانِ اہلِ سُنن کو خیالات کی کشمکش سے چھڑاؤں ، " محرم نامہ " میں ہے :

(۱) بغیر سوچے تم کو معلوم ہوجائے گا کہ حضرت عثمان کی شروع خلافت سے لے کر قتلِ عثمان تک جنگِ جمل ، جنگِ صفین ، فیصلہ صفین اور آخر تک ہر بڑے چھوٹے فساد کی بنیاد میں عمرو بن العاص کا ہاتھ ضرور تھا ۔

(۲) حضرت علی کو دھوکا دے کر خلافت حضرت عثمان کو انھوں نے دلوائی ۔

---

[۱] القرآن الکریم ۹۳ / ۱۱
[۲] 〃 〃 ۱۴ / ۵
[۳] 〃 〃 ۱۰ / ۵۸
[۴] 〃 〃 ۴۸ / ۹

www.alahazratnetwork.org

(۳) اور پھر سب سے پہلے مخالفت عثمان پر یہ آمادہ ہوئے۔

(۴) حضرت عثمان کی بہن کو طلاق دی۔

(۵) اور مسجد میں سخت کلامی کا افتتاح بھی انہی عمرو بن العاص نے حضرت عثمان کے ساتھ کیا۔

(۶) یہی عمرو بن العاص تھے جنھوں نے لوگوں کو علانیہ جوش دلا کر حضرت عثمان کے مار ڈالنے پر ترغیب دی۔

(۷) اور پھر یہی عمرو بن العاص تھے جو معاویہ کے وزیر بن کر حضرت علی سے خون عثمان کا انتقام لینے آئے۔

(۸) فیصلۂ خلافت میں ابو موسیٰ اشعری کو دھوکا دینے والے بھی یہی تھے۔

(۹) بنی امیہ اور عمرو بن العاص جیسے چند آدمیوں کی یہ آگ لگائی ہوئی ہے جو آج تک نہیں بجھی۔

مندرجہ بالا باتوں کا تعلق اگرچہ زیادہ تر تاریخ سے ہے لیکن چونکہ اس کا ایک ایک حرف مذہب پر اثر ڈال رہا ہے اس لئے ناچیز نے دار الافتاء کے دروازے ہی پر دستک دینی مناسب سمجھی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق تین باتیں اور پوچھنی ہیں:

(۱) حضرت کا نسب نامہ۔

(۲) آیا آپ کی حضور رسول خدا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی رشتہ داری تھی یا نہیں؟

(۳) کسی گروہ کو آپ کے صحیح النسب ہونے میں کلام ہے، محرم نامہ مذکور کی نسبت یہ دریافت کرنا ہے کہ آیا اس کا پڑھنا سنیوں کے لئے کیسا ہے اور اس کو درست سمجھنا؟

الجواب

سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابہ کرام سے ہیں ان کی شان میں گستاخی نہ کرے گا مگر رافضی۔ جس کتاب میں ایسی باتیں ہوں اس کا پڑھنا سننا مسلمان سنیوں پر حرام ہے ایسے مسئلہ میں کتابوں کے حوالے کی کیا حاجت، اہلسنت کے متون عقائد میں تصریح ہے، الصحابۃ کلھم عدول لا نذکرھم الا بخیر[1] صحابہ سب کے سب اہل خیر و عدالت ہیں ہم ان کا ذکر نہ کرینگے مگر بھلائی سے۔

اگر کوئی شخص اہل سنت کی کتابوں کو نہ مانے تو رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر افضل الناس بعدہٖ علیہ الصلوٰۃ والسلام مصطفی البابی مصر ص ۱۰۳

www.alahazratnetwork.org

ارشادات کو تو مانے گا، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اسلم الناس و اٰمن عمرو بن العاص۔ رواہ الترمذی[1] عن عقبۃ ابن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بہت لوگ وہ ہیں کہ اسلام لائے مگر عمرو بن العاص ان میں ہیں جو ایمان لائے (اس کو ترمذی نے عقبہ ابن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان عمرو بن العاص من صالحی قریش۔ رواہ الترمذی[2] والامام احمد فی مسندہ عن سیدنا طلحۃ بن عبید اللہ احد العشرۃ المبشرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین۔

عمرو بن العاص صالحین قریش سے ہیں۔ (ترمذی اور امام احمد نے اپنی مسند میں اسے سیدنا طلحہ بن عبید اللہ جو عشرہ مبشرہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے ایک ہیں سے روایت کیا۔ ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

نعم اھل البیت عبد اللہ و ابو عبد اللہ و ام عبد اللہ۔ رواہ البغوی[3] و ابو یعلٰی عن طلحۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بہت اچھے گھر والے ہیں عبد اللہ بن عمرو بن العاص اور عبد اللہ کا باپ اور اس کی ماں۔ اس کو بغوی اور ابو یعلٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

واخرجہ ابن سعد فی الطبقات بسند صحیح عن ابن ابی ملیکۃ و زاد (اس کو ابن سعد نے طبقات میں صحیح سند کے ساتھ ابن ابی ملیکہ سے روایت کیا اور اتنا زیادہ کیا) یعنی عبد اللہ بن عمرو بن العاص، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کو غزوہ ذات السلاسل میں اُسی الٰہی فوج کا سردار کیا جس میں صدیق اکبر و فاروق اعظم

---

[1] جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب عمرو بن العاص حدیث ۳۸۷۰ دار الفکر بیروت ۵/۴۵۶

[2] سنن الترمذی " " " " ۳۸۷۱ " " " " " "

مسند امام احمد بن حنبل عن طلحہ بن عبید اللہ حدیث ۱۳۸۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۶۰

[3] " " " " " ۱۳۸۴ " " " " " " ۱/۲۶۰

مسند ابی یعلٰی حدیث ۶۴۱ مؤسسۃ علوم القرآن " ۱/۳۱۲

www.alahazratnetwork.org

تھے رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

ایک بار اہل مدینہ طیبہ کو کچھ ایسا خوف پیدا ہوا کہ متفرق ہوگئے، سالم مولٰی ابی حذیفہ اور عمرو بن العاص دونوں صاحب رضی اللہ تعالٰی عنہما تلوار لے کر مسجد شریف میں حاضر رہے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خطبہ فرمایا اور اس میں ارشاد کیا،

الا کان مفزعکم الی اللہ والی رسولہ الا فعلتم کما فعل ھذان الرجلان المؤمنان[1]

کیوں نہ ہوا کہ تم خوف میں اللہ و رسول کی طرف التجا لاتے، تم نے ایسا کیوں نہ کیا جیسا ان دونوں ایمان والے مردوں نے کیا۔

منکر اگر احادیث کو بھی نہ مانے تو قرآن عظیم کو تو مانے گا، اللہ عزوجل فرماتا ہے،

لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلا وعد اللہ الحسنٰی واللہ بما تعملون خبیر[2]

تم میں برابر نہیں جنھوں نے فتح مکہ سے پہلے خرچ و قتال کیا وہ درجے میں اُن سے بڑے ہیں جنھوں نے بعد میں خرچ و قتال کیا اور دونوں فریق سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ کہ تم کروگے۔

اللہ عزوجل نے صحابہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دو قسم فرمایا: ایک مومنین قبل فتح مکہ، دوسرے مومنین بعد فتح مکہ۔ فریق اول کو فریق دوم پر فضیلت بخشی اور دونوں فریق کو فرمایا کہ اللہ نے اُن سے بھلائی کا وعدہ کیا۔ عمرو بن العاص مومنین قبل فتح مکہ میں ہیں۔ اصابہ فی تمییز الصحابہ میں ہے،

عمرو بن العاص بن وائل بن ھاشم بن سُعَید بالتصغیر ابن سھم بن عمرو ابن ھصیص بن کعب بن لوی قرشی السھمی امیر مصر یکنی اباعبد اللہ و ابامحمد اسلم قبل الفتح فی صفر سنۃ

عمرو بن عاص بن وائل بن ہاشم بن سُعَید (تصغیر کے ساتھ) بن سہم بن عمرو بن ھصیص بن کعب بن لوی قرشی سہمی امیر مصر جن کی کنیت ابو عبداللہ اور ابو محمد ہے وہ فتح مکہ سے پہلے ماہ صفر سنہ ہجری میں اسلام لائے اور

---

[1] مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث عمرو بن العاص المکتب الاسلامی بیروت ۴/۲۰۳
[2] القرآن الکریم ۵۷/۱۰

www.alahazratnetwork.org

ثمان وقیل بین الحدیبیۃ و خیبر[1] | کہا گیا ہے کہ حدیبیہ اور خیبر کے درمیان اسلام لائے۔ (ت)

اور بعد فتح تو راہِ خدا میں جو اُن کے جہاد ہیں آسمان و زمین اُن کے آوازے سے گونج رہے ہیں اور اللہ عزوجل نے دونوں فریق سے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور مریض القلب معترضین جو اُن پر طعن کریں کہ فلاں نے یہ کام کیا فلاں نے یہ کام کیا اگر ایمان رکھتے ہوں تو ان کا منہ تتمہ آیت سے بند فرمادیا کہ واللہ بما تعملون خبیر[2] مجھے خوب معلوم ہے جو کچھ تم کرنے والے ہو، مگر میں تو تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا۔ اب یہ بھی قرآن عظیم ہی سے پوچھ دیکھئے کہ اللہ عزوجل نے جس سے بھلائی کا وعدہ فرمایا اس کے لئے کیا ہے، فرماتا ہے:

ان الذین سبقت لھم منا الحسنی اولئک عنھا مبعدون لایسمعون حسیسھا وھم فی ما اشتھت انفسھم خلدون لایحزنھم الفزع الاکبر وتتلقٰھم الملئکۃ ھذا یومکم الذی کنتم توعدون[3]

بیشک وہ جن کے لئے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو جہنم سے دُور رکھے گئے ہیں اس کی بھنک تک نہ سنیں گے اور اپنی من مانتی نعمتوں میں ہمیشہ رہیں گے وہ قیامت سب سے بڑی گھبراہٹ انھیں غمگین نہ کرے گی اور ملائکہ ان کا استقبال کرینگے یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

ان ارشاداتِ الٰہیہ کے بعد مسلمان کی شان نہیں کہ کسی صحابی پر طعن کرے، بفرضِ غلط بغرض باطل طعن کرنے والا جتنی بات بتاتا ہے اُس سے ہزار حصے زائد سہی اس سے یہ کہئے ءانتم اعلم ام اللہ[4] کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ کیا اللہ کو ان باتوں کی خبر نہ تھی باینہمہ وہ ان سے فرما چکا کہ میں نے تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرمالیا تمہارے کام مجھ سے پوشیدہ نہیں۔ تو اب اعتراض نہ کرے گا مگر وہ جسے اللہ عزوجل پر اعتراض مقصود ہے۔ عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف العین ترجمہ عمرو بن العاص ۵۸۸۲ دار صادر بیروت ۲/ ۲

[2] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۰

[3] " " ۲۱/ ۱۰۱ و ۱۰۲

[4] " " ۲/ ۱۴۰

www.alahazratnetwork.org

جلیل القدر قریشی ہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے جدِامجد کعب بن لوی رضی اللہ تعالٰی عنہما کی اولاد سے، اور اُن کی نسبت وہ ملعون کلمہ طعن فی النسب کا اگر کہا ہوگا تو کسی رافضی نے، پھر وہ صدیق و فاروق کو کب چھوڑتے ہیں عمرو بن عاص کی کیا گنتی، رضی اللہ تعالٰے عنہم اجمعین۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1] واللہ تعالٰی اعلم

اور عنقریب ظالم جان لیں گے کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔(ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۳ تا ۳۸ از کانپور محلہ روئی گودام مسجد حسینی مستری مرسلہ محمد یعقوب خاں
۹ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

(۱) حضرات اولیاء اللہ بعد وصال زندہ رہتے ہیں یا نہیں؟ اگر زندہ رہتے ہیں تو کوئی دلیل قطعی ان کی حیاتِ ابدی پر ہے یا نہیں؟ اور اگر نہیں زندہ رہتے تو اس پر کوئی برہان قاطع ہے یا نہیں؟

(۲) اولیاء اللہ کے تصرفات اور اُن کے فیوض و انوار و برکات بعد وصال بھی موجود رہتے ہیں یا بعد موت ظاہری وہ سب ختم ہوجاتے ہیں؟ حاجتمندوں کا بزرگانِ دین کی درگاہوں سے فیضیاب ہونا برحق ہے اور اس پر کوئی دلیل شرعی ہے؟ اگر ہے تو کیا دلیل ہے اور اگر نہیں ہے تو کیا یہ سب محض توہمات ہیں؟ ان کے توہمات ہونے پر کیا دلیل ہے؟

(۳) بزرگانِ دین کی درگاہوں میں حاضر ہونا اور اُن سے یہ کہنا کہ آپ مستجاب الدعوات اور مقبولِ بارگاہ ہیں ہمارے لئے دعا کیجئے کہ خداوندِ عالم ہماری وہ غرض پوری کردے۔ شریعتِ غرا میں اس کی کوئی اصل ہے یا نہیں؟ اگر اس کی کوئی اصل ہے تو کس کتاب میں ہے؟

(۴) اولیاء اللہ کو مزارات پر جانے سے خبر ہوتی ہے یا نہیں؟ اور ان میں یہ احساس ہے تو بارگاہِ ذوالجلال میں عرض کرکے کسی مصیبت زدہ کی تکلیف و مصیبت کا ازالہ کرادیں یا نہیں۔

(۵) حضرت غوثِ پاک قدس سرہٗ کو دستگیر کہنا جائز ہے یا نہیں؟

(۶) حضرت خواجہ معین الدین سنجری قدس سرہٗ کو غریب نواز کے لقب سے پکارنا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

www.alahazratnetwork.org

الجواب

اہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ روح انسانی بعد موت بھی زندہ رہتی ہے، موت بدن کیلئے ہے روح کے لئے نہیں۔ انما خلقتم للابد[1] تم ہمیشہ رہنے کے لئے بنائے گئے ہو۔ امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں بعض ائمہ کرام سے نقل فرماتے ہیں کہ کسی نے ان کے سامنے موتِ روح کا ذکر کیا، فرمایا:

سبحٰن اللہ ھذا قول اھل البدع[2] سبحان اللہ! یہ بدمذہبوں کا قول ہے۔

اللہ عزّ وجل فرماتا ہے:

کل نفس ذائقۃ الموت[3] ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے۔

موت جب تک واقع نہ ہوئی معدوم کا مزہ کہاں سے آیا اور جب واقع ہوئی اگر روح مرجائے تو موت کا مزہ کون چکھے۔ یوں ہی اہلسنت وجماعت کا اجماع اور صحیح حدیثوں کی تصریح ہے کہ ہر میت اپنی قبر پر آنے والوں کو دیکھتا اور اس کا کلام سنتا ہے موت کے بعد سمع، بصر، علم، ادراک سب بدستور باقی رہتے ہیں بلکہ پہلے سے بہت زیادہ ہوجاتے ہیں کہ یہ صفتیں روح کی تھیں اور روح اب بھی زندہ ہے، پہلے بدن میں مقید تھی اور اب اس قید سے آزاد ہے۔ اولیائے کرام سے اس طرح عرضِ حاجت بلاشبہہ جائز ہے۔ امام اجل تقی الملۃ والدین علی بن عبدالکافی سبکی قدس سرہ الملکی نے کتاب مستطاب شفاء السقام اور شیخ محقق مولٰنا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اشعۃ اللمعات اور دیگر اکابر نے اپنی تصنیفات میں ان مسائل کی تحقیق جلیل فرمائی۔ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی تفسیر عزیزی میں زیر آیۂ کریمہ والقمر اذا اتسق لکھتے ہیں:

بعضے از خواص اولیاء اللہ راکہ آلہ جارحہ تکمیل وارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اند دریں حالت ہم تصرف در دنیا — اللہ تعالٰی کے بعض خاص اولیاء ہیں جن کو بندوں کی تربیت کاملہ اور راہنمائی کے لئے ذریعہ بنایا گیا ہے، انھیں اس حالت میں بھی

---

[1] شرح الصدور باب فضل الموت خلافت اکیڈمی سوات ص ۵

[2] " باب مقر الارواح " " " " ص ۱۰۶

[3] القرآن الکریم ۳/ ۱۸۵

www.alahazratnetwork.org

داده، و استغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمی گردد و اویسیان تحصیل کمالات باطنی از آنہا مے نمایند و ارباب حاجات و مطالب حل مشکلات خود از آنہا می طلبند و مے یابند[1]۔

دُنیا کے اندر تصرف کی طاقت و اختیار دیا گیا ہے اور کامل وسعتِ مدارک کی وجہ سے ان کا استغراق اس طرف متوجہ ہونے سے مانع نہیں ہوتا۔ صوفیائے اویسیہ باطنی کمالات ان اولیاء اللہ سے حاصل کرتے ہیں اور غرض مند و محتاج لوگ اپنی مشکلات کا حل ان سے طلب کرتے اور پاتے ہیں (ت)

نیز تفسیر عزیزی میں ہے :

سوختن گویا روح را بے مکان کردن است و دفن کردن گویا مکنے برائے رُوح ساختن است بنابریں از اولیائے مدفونین و دیگر صلحائے مومنین انتفاع واستفادہ جاری ست و آنہا را افادہ و اعانت نیز متصور[2]۔

جلادینا گویا کہ رُوح کو بے مکان کرنا ہے جبکہ دفن کرنا گویا کہ رُوح کے لئے ٹھکانہ بنانا ہے۔ اسی سبب سے دفن شدہ اولیاء اللہ اور دیگر صلحائے مومنین سے نفع و فائدہ کا حصول جاری ہے اور ان کے لئے امداد و فائدہ رسانی بھی متصور ہے۔ (ت)

نیز اسی میں تفسیر سورۃ مطففین میں ہے :

مقامِ علیین بالائے ہفت آسمان ست و پائین آں متصل بسدرۃ المنتہٰی است و بالائے آں متصل بپایۂ راست عرش مجید ست ارواح نیکاں بعد از قبض در آنجا می رسند و مقربان یعنی انبیاء و اولیاء دراں مستقر می مانند و عوام صلحاء را بحسبِ مراتب در آسمانِ دنیا یا درمیان آسمان و زمین یا در چاہِ زمزم قرار می دہند و تعلقے بقبر نیز ایں ارواح را می باشد کہ بحضورِ زیارت کنندگان و اقارب و دیگر دوستاں

مقامِ علیین ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے اس کا نچلا حصہ سدرۃ المنتہٰی اور اوپر والا عرش مجید کے دائیں پائے سے ملا ہوا ہے، نیک لوگوں کی روحیں قبض ہونے کے بعد وہاں پہنچتی ہیں، مقربین یعنی انبیاء و اولیاء تو وہیں برقرار رہتے ہیں جبکہ عام صالحین کو ان کے مراتب کے مطابق آسمانِ دُنیا یا آسمان و زمین کے درمیان یا چاہِ زمزم میں ٹھہراتے ہیں ان روحوں کا تعلق قبروں کے ساتھ بھی قائم رہتا ہے، چنانچہ وہ زیارت کیلئے قبر پر

---

[1] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) پارہ عم تحت آیت والقمر اذا اتسق ۱۹ مسلم بکڈپو لال کنواں دہلی ص ۲۰۶
[2] " " " سورۃ عبس استفادہ از اولیائے مدفونین " " " ص ۱۴۳

www.alahazratnetwork.org

برقبر مطلع و مستانس میگردند زیراکہ روح را قرب وبُعد مکانی مانع ایں دریافت نمی شود، و مثال آں در وجودِ انسانی روح بصری ست کہ ستارہا ئے ہفت آسمان درون چاہ مے تواند دید[1]	آنجہاں والے عزیز و اقارب اور دوستوں سے آگاہ ہوتے ہیں اور ان سے انس حاصل کرتے ہیں کیونکہ مکانی قُرب وبُعد روح کے لئے اس دریافت وعلم سے مانع نہیں ہوتا، اس کی مثال انسانی وجود میں رُوحِ بصری ہے جو ساتوں آسمانوں کے ستاروں کو چاہ کے اندر دیکھ سکتی ہے۔(ت)

حیات شہداء قرآنِ عظیم سے ثابت ہے اور شہداء سے علماء افضل، حدیث میں ہے:

"روزِ قیامت شہداء کا خون اور علماء کی دوات کی سیاہی تولے جائیں گے علماء کی دوات کی سیاہی شہداء کے خون پر غالب آئے گی۔"[2]

اور علماء سے اولیاء افضل ہیں، توجب شہداء زندہ ہیں اور فرمایا کہ انھیں مُردہ نہ کہو، تو اولیا کہ بدرجہا اُن سے افضل ہیں ضرور ان سے بہتر حی ابدی ہیں، قرآنِ عظیم کے ایجازات میں یہ بھی ہے کہ ادنٰی ارشاد فرماتے ہیں اور اس سے اس کے امثال اور اس سے اشد پر دلالت فرمادیتے ہیں، جیسے:

لا تقل لہما اُفٍّ ولا تنہرھما۔[3]	ان سے ہُوں نہ کہنا اور انھیں نہ جھڑکنا (ت)

ماں باپ کو ہُوں کہنے سے ممانعت فرمائی جو کچھ اس سے زیادہ ہو وہ خود ہی منع ہوگیا، اور یہیں دیکھئے حیاتِ شہداء کی تصریح فرمائی اور حیاتِ انبیاء کا ذکر نہیں کہ اعلٰی خود ہی مفہوم ہوجائے گا، اس دلالۃ النص میں اولیاء بلاشبہہ داخل۔

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ضرور دستگیر ہیں، اور حضرت سلطان الہند معین الحق والدین ضرور غریب نواز۔ سیدنا ابوالحسن نورالدین بہجۃ الاسرار شریف میں سیدنا ابوالقاسم عمر بزاز قدس سرہٗ سے روایت فرماتے ہیں:

قال سمعت السید الشیخ عبد القادر	یعنی میں نے اپنے مولٰی حضرت سید شیخ عبد القادر

---

[1] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) پارہ عم سورۃ مطففین مقام ارواح انبیاء وصلحاء مسلم بکڈپو دہلی ص ۱۴۳

[2] کنز العمال حدیث ۲۸۷۱۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۴۱

" " " ۲۸۸۹۹ و ۲۸۹۰۲ " " ۱۰/ ۱۴۳

[3] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۳

www.alahazratnetwork.org

الجیلی رضی اللہ تعالٰی عنہ یقول غیر مرۃ عثر اخی حسین الحلاج فلم یکن فی زمانہ من یاخذ بیدہ ولو کنت فی زمانہ لاخذت بیدہ وانا لکل من عثر بہ مرکوبہ من اصحابی ومریدی ومحبی الی یوم القیمۃ اٰخذ بیدہ[1]

جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بارہا فرماتے سنا کہ میرے بھائی حسین حلاج کا پاؤں پھسلا اُن کے وقت میں کوئی ایسا نہ تھا کہ ان کی دستگیری کرتا اُس وقت میں ہوتا تو ان کی دستگیری فرماتا اور میرے اصحاب اور میرے مریدوں اور مجھ سے محبت رکھنے والوں میں قیامت تک جس سے لغزش ہوگی میں اس کا دستگیر ہوں۔

والحمد للہ رب العٰلمین۔

تمام مسلمانوں کی زبانوں پر حضور کا لقب "غوث اعظم" ہے یعنی سب سے بڑے فریاد رس، شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالعزیز صاحب درکنار خود اسمٰعیل دہلوی نے جابجا حضور کو غوث اعظم یاد کیا ہے۔ یہ فریاد رسی و دستگیری نہیں تو کیا ہے۔ حضرت شیخ مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:

بعد از رحلت ارشاد پناہی قدس سرہ روز عید بزیارت مزار ایشاں رفتہ بود در اثنائے توجہ بمزار متبرک التفات تمام از روحانیت مقدسہ ایشاں ظاہر گشت و از کمال غریب نوازی نسبت خاصہ خود را کہ بحضرت خواجہ احرار منسوب بود مرحمت فرمودند[2]

مرشد گرامی کے وصال کے بعد عید کے روز ان کے مزار اقدس کی زیارت کے لئے حاضر ہوا، مزار مبارک کی طرف توجہ کے دوران مرشد گرامی کی روحانیت مقدسہ کا التفات تام ظاہر ہوا اور کمال غریب نوازی سے آپ نے وہ نسبت خاصہ عنایت فرمائی جو آپ کو حضرت خواجہ احرار علیہ الرحمۃ سے حاصل تھی۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۹: از موضع درو ضلع نینی تال مرسلہ منظور یار خاں ۹ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

اللہ تعالٰی کا جو فرمان ہے وہ کلام پاک ہے، اس میں سب فیصلے موجود ہیں، اس سے کوئی فیصلہ بچا نہیں ہے، اب اماموں کا جو اختلاف ہے وہ کس بنا پر ہے؟ ایک فعل حرام اور کسی کے یہاں وہی فعل حلال ہے اور کسی کے یہاں وہی فعل فرض اور کسی کے یہاں وہی فعل سنت، بعض کے

---

[1] بہجۃ الاسرار فضل اصحابہ وبشراہم مصطفی البابی مصر ص ۱۰۲

[2] مکتوبات مجدد الف ثانی مکتوب ۲۹۱ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۳۱۳

www.alahazratnetwork.org

یہاں واجب ________ مثلاً ایک فعل امام شافعی کے یہاں جائز ہے اور ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ناجائز، اور کچھ لوگ اُس فعل کو کرتے ہیں اور ہم بچتے ہیں، اور یہ بھی سُنا ہے کہ خدا کے حرام کو حلال جاننے والا کافر، اور یہ بھی سُنا ہے کہ غیر مقلد کے پیچھے نماز ناجائز نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے، حضور اس کی تسکین ہو۔

دوسرے یہ کہ جناب باری نے اپنے محبوب کو سب مراتب عنایت فرمائے ہیں اکثر وہابیہ کا جھگڑا سُننے کو ملتا ہے تو حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی مثال پیش کرتے ہیں تہمت والی۔

میرے حضور! گزارش یہ ہے کہ بعض موقع پر جناب باری کی طرف سے پردہ ہوتا تھا یا کیا؟

الجواب

قرآن عظیم میں بے شک سب کچھ موجود ہے مگر اُسے کوئی نہ سمجھ سکتا اگر حدیث اس کی شرح نہ فرماتی

قال اللہ تعالٰی:

لتبین للناس ما نزل الیھم[1] تاکہ تم لوگوں سے بیان کردو جو اُن کی طرف اترا۔ (ت)

اور حدیث بھی کوئی نہ سمجھ سکتا اگر ائمہ مجتہدین اس کی شرح نہ فرماتے، ان کی سمجھ میں مدارج مختلف ہیں۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

رب مبلغ یبلغہ اوعٰی لہ من سامع[2] بہت سے لوگ جن تک بات پہنچائی جاتی وہ سننے والے سے زیادہ اس کو یاد رکھنے والے ہوتے ہیں۔ (ت)

اور فرماتے ہیں:

رب حامل فقہ الٰی من ھو افقہ منہ[3] بہت سے فقہ اٹھانے والوں سے وہ زیادہ فقیہ ہوتا ہے جس کو وہ پہنچاتے ہیں۔ (ت)

اس تفقہ فی الدین میں اختلافِ مراتب باعثِ اختلاف ہوا اور اُدھر مصلحت الٰہیہ احادیث

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۴۴

[2] سنن ابن ماجہ باب من بلغ علماً ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۱

[3] جامع الترمذی ابواب العلم باب ماجاء فی الحث علی تبلیغ السماع امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۰

سنن ابن ماجہ باب من بلغ علماً ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۱

www.alahazratnetwork.org

مختلف آئیں، کسی صحابی نے کوئی حدیث سُنی اور کسی نے کوئی، اور وہ بلاد میں متفرق ہوئے، ہر ایک نے اپنا علم شائع فرمایا، یہ دوسرا باعثِ اختلاف ہوا۔ عبداللہ بن عمر کا علم امام مالک کو آیا، اور عبداللہ بن عباس کا امام شافعی کو، اور افضل العبادلہ عبداللہ بن مسعود کا علم ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ کو رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ حلال کو حرام یا حرام کو حلال جاننا جو کفر کہا گیا ہے وہ اُن چیزوں میں ہے جن کا حرام یا حلال ہونا ضروریاتِ دین سے ہے یا کم از کم نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہو۔ اجتہادی مسائل میں کسی پر طعن بھی جائز نہیں نہ کہ معاذ اللہ ایسا خیال۔ غیر مقلدوں کے پیچھے نماز باطل محض ہے کہ اصلاً ہوتی ہی نہیں، اس کی تفصیل ہمارے رسالہ النہی الاکید میں ہے ان غیر مقلدوں پر بحکم فقہائے کرام ستر وجہ سے کفر لازم ہے اور ان کے پیچھے نماز ہو سکنا کیا معنی۔ امام اعظم و امام ابویوسف و امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہم فرماتے ہیں:

لا تجوز الصلٰوۃ خلف اھل الاھواء[1] بد مذہبوں کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ (ت)

اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر قرآن عظیم اتارا کہ ہر چیز اُن پر روشن فرمادی۔ قال اللہ تعالٰی:

نزلنا علیك الکتاب تبیانا لکل شیئ[2] ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ (ت)

قرآن عظیم تھوڑا تھوڑا کر کے تیئیس برس میں نازل ہوا، جتنا قرآن عظیم اُترتا گیا حضور پر غیب روشن ہوتا گیا، جب قرآن عظیم پورا نازل ہوچکا روزِ اول سے روزِ آخر تک کا جمیع ماکان و مایکون کا علم محیط حضور کو حاصل ہوگیا، تمامی نزولِ قرآن سے پہلے اگر کوئی واقعہ کسی حکمتِ الٰہیہ کے سبب منکشف نہ ہوا ہو تو احاطۂ علمِ اقدس کا منافی نہیں معہذا زمانہ افک میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سکوت فرمایا جس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور کو علم نہ تھا، اپنے اہل کی براءت اپنی زبان سے ظاہر فرمانا یہ بہتر ہوتا یا یہ کہ رب السمٰوٰت والارض نے قرآن کریم میں سترہ آیتیں اُن کی براءت میں نازل فرمائیں جو قیامِ قیامت تک مساجد و مجالس و مجامع میں تلاوت کی جائیں گی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴
[2] القرآن الکریم ۱۶/۸۹

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۴۱ تا ۴۶: از شہر عقب کوتوالی مسئولہ عزیز الدین صاحب پیشکار ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

(۱) حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ ماجدہ کا نکاح بعد ولادت حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یوسف نجار حضرت مریم کے خالہ زاد بھائی سے ہوا ہے یا نہیں؟

(۲) حضرت مریم نبیہ ہیں یا نہیں؟

(۳) اب کے پیغمبر زندہ ہیں اور کہاں کہاں ہیں؟

(۴) حضرت عیسٰی علیہ السلام کیا چوتھے آسمان پر ہیں؟

(۵) ایک شخص زندہ ہونے پیغمبروں کا قائل نہیں ہے اور آیت قد خلت من قبلہ الرسل[1] (ان سے پہلے رسول ہوچکے۔ ت) کو استدلال میں لاتا ہے، اس آیت کا کیا مطلب ہے؟

(۶) اور اُسی کا یہ قول ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اگر اُتریں گے تو وہ رسول ہوں گے یا نہیں اور اگر وہ رسول نہ ہوں اور اُمتِ محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اُس وقت ہوں تو خلاف کلام پاک ہوگا کہ اللہ تعالٰی کسی کی رسالت نہ چھینے گا، اور کیا اُن کی اُمت بلا رسول کے رہ جائے گی؟

الجواب

(۱) شرع مطہر میں اس کا کہیں ثبوت نہیں، نصارٰی کے یہاں بھی صرف منگیتر لکھا ہے ہاں وُہ جنت میں حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے ہوں گی، کما فی الحدیث۔

(۲) نہیں، کوئی عورت نبیہ نہیں۔

(۳) ہاں بایں معنٰی کہ اب تک لحوقِ موت اصلاً نہ ہوا چار نبی زندہ ہیں، عیسٰی وادریس علیہما الصلوٰۃ والسلام آسمان پر اور الیاس وخضر علیہما الصلوٰۃ والسلام زمین پر۔

شرح مقاصد میں ہے:

ما ذھب الیہ العظماء من العلماء ان اربعۃ من انبیاء فی زمرۃ الاحیاء	بزرگ علماء اس طرف گئے ہیں کہ چار انبیاء زندوں کے زمرہ میں ہیں، حضرت خضر اور

---

[1] القرآن الکریم ۵/۷۵

www.alahazratnetwork.org

الخضر والیاس فی الارض و عیسٰی وادریس فی السماء علیہم الصلٰوۃ والسلام[1]

حضرت الیاس علیہما الصلٰوۃ زمین میں جبکہ حضرت عیسٰے اور حضرت ادریس علیہما الصلٰوۃ والسلام آسمان پر۔(ت)

(۴) حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے شبِ اسرٰی انھیں آسمانِ دوم پر پایا استقبالِ سرکار واقتدار حضور کے لئے تمام انبیاء کرام علیہ وعلیہم افضل الصلٰوۃ والسلام اوّلاً بیت المقدس میں جمع ہوئے پھر ہرنبی کو اُن کے محل میں دیکھا اس سے ظاہر یہ کہ مقام سیدنا مسیح علیہ السلام آسمانِ دوم ہے اور مشہور چہارم۔ واللہ تعالٰے اعلم

(۵) حیاتِ انبیاء علیہم الصلٰوۃ والثناء کا منکر گمراہ بددین ہے اور خلت سرے سے طریان موت پر بھی دلیل نہیں نہ کہ معاذ اللہ استمرار موت یہ لفظ صرف انقضائے عہد پر دال ہے جیسے بلا تشبیہ یہ کہنا کہ سلطان محمد خاں خامس سے پہلے اتنے سلاطین ہوگزرے اس سے یہ نہ سمجھا جائے گا کہ سلطان حمید خاں زندہ ہی نہیں۔

انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام سب بحیاتِ حقیقی دنیاوی جسمانی زندہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون[2]

انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔(ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللہ حرّم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق[3]

بے شک اللہ تعالٰے نے نبیوں کے جسم کو کھانا زمین پرحرام کردیا ہے چنانچہ اللہ تعالٰی کا نبی زندہ ہوتا ہے اس کو رزق دیا جاتا ہے۔(ت)

(۶) حاشا نہ کوئی رسول رسالت سے معزول کیا جاتا ہے نہ سیدنا مسیح علیہ الصلٰوۃ

---

[1] شرح المقاصد المحسنہ الفصل الرابع المبحث السابع دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۳۱۱

[2] مسند ابی یعلٰی حدیث ۳۴۱۲ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۳/ ۳۷۹

[3] سنن ابن ماجہ ابواب الجنائز باب ذکر وفاتہ ودفنہ صلے اللہ علیہ وسلم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۹

www.alahazratnetwork.org

والسلام رسالت سے معزول ہوں گے، نہ حضور کا امتی ہونا رسالت کے خلاف، وہ قبلِ نزول اپنے عہد میں بھی ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے امتی تھے اور بعد رفع بھی اُمتی ہو کر اتریں گے، تمام انبیاء و مرسلین اپنے عہد میں بھی حضور کے امتی تھے اور اب بھی امتی ہیں، جب بھی رسول تھے اور اب بھی رسول ہیں کہ ہمارے حضور نبی الانبیاء ہیں۔ قال اللہ تعالٰی:
لتؤمنن بہ ولتنصرنہ[1] (تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ت) ہاں اس وقت وہ اپنی شریعت پر حکم فرماتے تھے اب کہ شریعتِ محمدیہ علٰی صاحبہا افضل الصلٰوۃ والتحیۃ نے اگلی شریعتیں منسوخ فرمادیں، ایک حضرت مسیح نہیں جو کوئی رسول بھی اب ظاہر ہو شریعتِ محمدیہ پر ہی حکم کرے گا کہ منسوخ پر حکم باطل، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"اگر موسٰی میرا زمانہ پاتے تو میری اتباع کے سوا انہیں کچھ گنجائش نہ ہوتی"۔[2]

اور اس کا کہنا کہ "ان کی امت بلا رسول کے رہ جائے گی" اس کی سخت جہالت پر دلیل ہے اور اگر سمجھ کر کہے تو اس کی نصرانیت، کیا اب نصرانی امتِ مسیح ہیں، کیا اب وہ ان کے دین پر ہیں، حاشا کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم[3] (کتنا بڑا بول ہے کہ ان کے مونہوں سے نکلتا ہے۔ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۲: از بریلی مدرسہ اہلسنت وجماعت مسئولہ مولوی شفیع احمد صاحب بیسلپوری طالب علم مدرسہ مذکور ۴ جمادی الاولٰی ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلم الثبوت میں جو یہ دو مذہب بیان کئے ہیں یہ باطل ومردود ہیں یا نہیں؟ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف آزاد خیال شخص ہیں پہلے کی بنا پر ارادہ میں عبد مختار محض ہوا دوسرے کی بنا پر افعال قلوب جزئیہ کا خالق ہوا۔ عبارت یہ ہے:

وقیل بل موجود فیجب تخصیص القصد المصمم من عموم	اور کہا گیا ہے بلکہ قصد موجود ہے چنانچہ نصوص خلق کے عموم سے بندے کے مصمم ارادہ کی تخصیص

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۸۱

[2] مسند احمد بن حنبل عن جابر بن عبداللہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۳۸۷
دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الاول عالم الکتب بیروت الجزء الاول ص ۸

[3] القرآن الکریم ۱۸/ ۵

www.alahazratnetwork.org

الخلق بالعقل[1] | بقرینہ عقل واجب ہے۔ (ت)

ایک سطر بعد ہے،

وعندی مختار بحسب الادراکات الجزئیۃ الجسمانیۃ مجبور بحسب العلوم الکلیۃ العقلیۃ[2] | اور میرے نزدیک بندہ ادراکات جزئیہ جسمانیہ کے اعتبار سے مختار اور علوم کلیہ عقلیہ کے اعتبار سے مجبور ہے۔ (ت)

الجواب

پہلا مذہب باطل ہے، اس کا رَد فقیر کے رسالہ القمع المبین میں ہے۔ مذہب دوم محض مہمل و بے معنی ہے جس کا اصلاً کوئی محصل نہیں، مصنف سُنّی حنفی ہیں آزاد خیال نہیں، مگر اس بحرِ خونخوار میں غوطہ زنی سے ممانعت فرمائی گئی تھی اس پر جُرأت باعثِ لغزش و زلت ہوئی اور ہوتی ہی تھی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۸: از کانپور نئی سڑک مسجد حاجی شکر اللہ مرحوم مرسلہ امام الدین صاحب ۱۵ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

زید خدا کی شان میں یہ کلماتِ توہینیہ کہتا ہے گویا اب تو خدا اچھا خاصا ربڑ ہوگیا، آیا زید خدا کی شان میں ایسے کلماتِ توہینیہ کہنے سے کافر ہوگیا یا مسلمان رہا؟ مجھے چونکہ بجز حضور کی تحقیقاتِ علیہ کے تسکین نہیں ہوتی اس واسطے عریضہ خدمت میں روانہ کیا جاتا ہے۔

الجواب

ایسے مجمل گول مول سوال پر کوئی حکم نہیں ہوسکتا، لفظ اب تو صاف دلالت کررہا ہے کہ یہ کسی بات پر تفریع ہے، وہ بات کیا تھی اور اس کا قائل یہ تھا یا دوسرا، مثلاً کسی کافر یا مرتد یا منافق خبیث نے اپنے معبود کے لئے کوئی بات ایسی کہی جس سے اس کا پھیلنا سمٹنا ثابت ہو یا اسی قدر کہ یہ ناپاک تغیرات اس کی شان سے ٹھہریں اس پر کسی مسلمان نے اس اندھے کافر کی آنکھیں کھولنے کو یہ تنبیہ کی تو توہین اس کافر مرتد نے کی نہ کہ اس مسلمان نے، غرض اس میں بہت صورتیں ہوسکتی ہیں، مفصل بات کہی جائے تو حکم دیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] مسلم الثبوت فائدۃ عند الجمہیۃ لاقدرۃ فی العبد اصلا المطبع الانصاری دہلی ص ۹

[2] " " " " " " " " " " "

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۴۹ از تیلن پاڑہ اندرون باڑی عجب میاں ضلع ہگلی مرسلہ سلطان احمد خاں مرزا پوری
۱۵ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

لولاك لما خلقت الافلاك[1] کو علمائے دین ہمیشہ سے محفلِ میلاد شریف میں بیان کرتے آئے اور اب بھی بیان کرتے ہیں اور اکثر علمائے دین نے برسرِ مجلس اس حدیث کو بتلایا کہ یہ حدیث قدسی ہے اور بہت سی اردو میلاد کی کتابوں میں بھی لکھا ہے اور تمام دنیا کے میلاد خواں اسی کو پڑھتے ہیں مگر کسی عالم نے کبھی اس کی نسبت کچھ اعتراض نہ کیا اور مولانا غلام امام شہید کے میلاد شریف شہیدی میں بھی حاشیہ پر لکھا ہے کہ حدیث قدسی ہے، اسی طرح بہت سی اردو کی میلاد کی کتابوں میں ہے، اور لغات کشوری میں بھی لکھا ہے کہ قدسی ہے، برعکس اس کے مولانا محمد یعقوب صاحب نے اس حدیث کی بابت بیان کیا ہے کہ یہ حدیث قدسی نہیں ہے اور نہ کسی حدیث میں ہے۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم نے اکثر بزرگانِ دین سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ بیشک یہ کوئی حدیث نہیں ہے بلکہ اس کے معنی صحیح ہیں۔ اس حدیث کی نسبت جو کچھ حکم خدا و رسول کا ہو بیان فرمائیں۔

الجواب

یہ ضرور صحیح ہے کہ اللہ عزوجل نے تمام جہان حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے بنایا اگر حضور نہ ہوتے کچھ نہ ہوتا۔ یہ مضمون احادیثِ کثیرہ سے ثابت ہے جن کا بیان ہمارے رسالہ تلألؤ الافلاك بجلال احادیث لولاك میں ہے اور انہی لفظوں کے ساتھ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے اپنی بعض تصانیف میں لکھی مگر سنداً ثابت یہ لفظ ہیں:

خلقت الدنیا و اھلھا لاعرفھم کرامتك ومنزلتك عندی ولولاك یا محمد ماخلقت الدنیا[2]

(یعنی اللہ عزوجل اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ) میں نے دنیا اور اہل دنیا کو اس لئے بنایا کہ تمہاری عزت اور مرتبہ جو میری بارگاہ ہے ان پر ظاہر کروں، اے محمد! اگر تم نہ ہوتے میں دنیا کو نہ بناتا۔

اُس میں تو فقط افلاك کا لفظ تھا اس میں ساری دنیا کو فرمایا جس میں افلاک و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب داخل ہیں۔ اسی کو حدیث قدسی کہتے ہیں کہ وہ کلامِ الٰہی جو حدیث

---

[1] کشف الخفاء حدیث ۲۱۲۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۱۴۸

[2] تاریخ دمشق الکبیر ذکر عروجہ الی السماء دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۲۹۷

www.alahazratnetwork.org

میں فرمایا گیا ایسی جگہ لفظی بحث پیش کرکے عوام کے دلوں میں شک و شبہہ ڈالنا اور ان کے قلوب کو متزلزل کرنا ہرگز مسلمانوں کی خیرخواہی نہیں، اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

الدین النصح لکل مسلم[1]

دین یہ ہے کہ آدمی ہر مسلمان کی خیرخواہی کرے۔

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از قدمتلی پوسٹ باکچرام پور ضلع تپرہ مرسلہ طالب علی صاحب

۱۵ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

ذاتِ باری تعالٰی کو فقط عرش ہی پر سمجھے اور ماسوا فوق العرش کسی کو مخلوقات الٰہی سے بے ذات باری تعالٰی محیط نہ جاننا بلکہ یہ کہنا کہ فقط علمِ الٰہی ساری اشیاء کو محیط ہے اور ذات اس کی فقط عرش ہی پر ہے اور دوسری جگہ نہیں، یہ عقیدہ اہلِ سنّت کا ہے یا نہیں؟ اور جو معتقد اس عقیدے کا ہو نماز پیچھے اس کے ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

وانہم تحریر فرمایند کہ ایشاں ایں عقیدہ را منسوب بحنابلہ مے گویند فی الحقیقت عقائدِ حنابلہ ہمچنیں ست یا نہ؟

اور یہ بھی تحریر فرمائیں کہ لوگ اس عقیدے کو حنابلہ کی طرف منسوب کرتے ہیں، کیا درحقیقت عقائدِ حنابلہ ایسے ہیں یا نہیں؟ (ت)

ھوالمصوب ذاتِ پروردگار کو عرش پر سمجھنا بدوں بیان کیفیت استوا اور اس کے علم کو محیط تمام عالم سمجھنا اور آیت معیت و قرب وغیرہ کو قرب و معیت علمی پر حمل کرنا مذہب اہلسنت کا ہے اور معتقد اس مذہب کے پیچھے نماز درست ہے بلاکراہت۔ شرح حکمتِ نبویہ میں ہے،

نعتقد انہ علی العرش مستو علیہ استواء منزھا عن التمکن والاستقرار، و انہ فوق العرش مع ذٰلک ھو قریب من کل موجود وھو اقرب من حبل الورید ولا یماثل قربہ قرب الاجسام[2] اھ۔

ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ تعالٰی عرش پر ایسے استواء کے ساتھ مستوی ہے جو تمکن و استقرار سے منزہ ہے اور عرش پر جلوہ گر ہونے کے باوجود وہ ہر موجود کے نزدیک اور شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، اور اس کا قرب اجسام کے قرب کی مثل نہیں ہے اھ (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الایمان باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الدین النصیحۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۳
صحیح مسلم " باب بیان ان الدین النصیحۃ " " " ۱/۵۴ و ۵۵

[2] شرح حکمت نبویہ

www.alahazratnetwork.org

اور سیر النبلاء میں ہے:

قال اسحٰق بن راھویۃ اجمع اھل العلم علی انہ تعالٰی علی العرش استوی وھو یعلم کل شیئ فی اسفل الارض السابعۃ[1] انتھی۔

اسحاق بن راہویہ نے کہا: تمام اہلِ علم کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالٰی نے عرش پر استواء فرمایا اور وہ ساتویں زمین کے نیچے ہر شیئ کو جانتا ہے (انتہی)۔(ت)

اور جامع ترمذی میں بعد ذکرِ حدیث:

لو انکم دلیتم احدکم بحبل الی الارض السفلی لھبط علی اللہ ثم قرأ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھو الاول والاٰخر والظاھر والباطن وھو بکل شیئ علیم[2]۔

اگر تم کوئی رسی نیچے والی زمین کی طرف لٹکاؤ تو وہ اللہ تعالٰی کے پاس پہنچے گی۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: "وہی اول، وہی آخر، وہی ظاہر، وہی باطن، اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔" (ت)

مرقوم ہے:

قرأۃ الاٰیۃ تدل علی انہ اراد یھبط علی علم اللہ وقدرتہ وسلطانہ وعلم اللہ فی کل مکان وھو علی العرش کما وصف فی کتابہ[3] اھ۔

آیتِ کریمہ کی تلاوت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رسی کے اللہ تعالٰی کے پاس پہنچنے سے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالٰے کے علم، قدرت اور سلطنت میں پہنچتی ہے۔ اور اللہ تعالٰی کا علم ہر جگہ ہے جبکہ وہ خود عرش پر ہے۔ جیسا کہ اس نے اپنی کتاب میں خود اپنا یہ وصف بیان فرمایا ہے۔ (ت)

اور یہ جو مشہور ہے کہ یہ مذہب حنابلہ کا ہے، غلط ہے۔ بلکہ یہ مذہب جمہور محققین حنفیہ وشافعیہ و

---

[1] سیر اعلام النبلاء ترجمہ اسحاق بن راہویۃ ۷۹ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۱/ ۳۷۰
[2] جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ الحدید امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۶۲
[3] " " " " " "

www.alahazratnetwork.org

مالکیہ وحنابلہ ومحدثین وغیرہم کا ہے البتہ بعض حنابلہ استواء مع بیان الکیفیت کے قائل ہو گئے ہیں اور استقرار پر پروردگار کو مثل استقرار مخلوقات کے سمجھتے ہیں یہ مذہب مردود ہے، والتفصیل یستدعی بسطا بسیطا وفیما ذکرناہ کفایۃ، واللہ تعالٰی اعلم بالصواب (اور تفصیل بہت زیادہ وسعت کو چاہتی ہے جبکہ ہم نے جو کچھ ذکر کیا اس میں کفایت ہے، اور اللہ تعالٰی درست بات کو خوب جانتا ہے۔ ت) حررہٗ محمد کرامت علی عفی عنہ

الجواب

حاشا للہ! یہ ہرگز عقیدہ اہلسنت کا نہیں، وہ مکان وتمکن سے پاک ہے، نہ عرش اس کا مکان ہے نہ دوسری جگہ۔ عرش وفرش سب حادثات ہیں، اور وہ قدیم ازلی ابدی سرمدی جب تک یہ کچھ نہ تھے کہاں تھا، جیسا جب تھا ویسا ہی اب ہے اور جیسا اب ہے ویسا ہی ابد الآباد تک رہے گا۔ عرش وفرش سب متغیر ہیں، حادث ہیں، فانی ہیں اور وہ اور اس کی صفات تغیر وحدوث وفنا سب سے پاک۔ استواء پر اجماع نقل کرنے کی کیا حاجت۔ خود رحمٰن عزّ وجل فرماتا ہے:

الرحمٰن علی العرش استوٰی[1] وہ بڑا مہر والا اس نے عرش پر استواء فرمایا جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے (ت)

مگر اعتقاد اہلسنت کا وہ ہے جو ان کے رب عزوجل نے راسخین فی العلم کو تعلیم فرمایا:

والراسخون فی العلم یقولون اٰمنا بہ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب[2] اور وہ پختہ علم والے کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے، سب ہمارے رب کے پاس سے ہے، اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے۔ (ت)

اعتقاد اہل سنت کا وہ ہے جو ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا:

الاستواء معلوم والکیف مجہول والایمان بہ واجب والسؤال عنہ بدعۃ[3] استواء معلوم ہے اور کیفیت مجہول، اور اس پر ایمان واجب، اور اس کی تفتیش گمراہی۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۵

[2] " " ۳/ ۷

[3] الدر المنثور تحت الآیۃ ۷/ ۵۴ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۲۹/۳

فتح الباری کتاب التوحید باب قولہ وکان عرشہ علی الماء مصطفٰی البابی مصر ۱۷/ ۱۰۲

www.alahazratnetwork.org

اہلسنت کے دو مسلک آیاتِ متشابہات میں ہیں سلف صالح کا مسلک تفویض کا، ہم نہ ان کے معنی جانیں نہ ان سے بحث کریں جو کچھ اُن کے ظاہر سے سمجھ میں آتا ہے وہ قطعاً مراد نہیں اور جو کچھ ان کے رب عزوجل کی مراد ہے ہم اس پر ایمان لائے۔

اٰمنّا بہ کل من عند ربنا[1] ہم سب اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔(ت)

دوسرا مسلک متاخرین کا کہ حفظ دین عوام کے لئے معنی محال سے پھیر کر کسی قریب معنی صحیح کی طرف لے جائیں، مثلاً استواء بمعنی استیلا بھی آتا ہے: ؎

قد استوی بشر علی العراق من غیر سیف ودم مھراق[2]

(تحقیق بشر عراق پر غالب آگیا تلوار کے ساتھ خون بہائے بغیر۔ت)

مگر یہ مسلک باطل کہ آیاتِ معیت تو تاویل پر محمول ہیں اور آیت استواء ظاہر پر، یہ ہرگز مسلک اہل سنت نہیں۔ عرش پر ہے دوسری جگہ نہیں، یہ صاف تمکن کو بتا رہا ہے عرش پر معاذ اللہ اس کے لئے جگہ ثابت کی جب تو اور مکانات کی نفی کی۔ عالمگیریہ، طریقہ محمدیہ، حدیقہ ندیہ، تاتارخانیہ، خلاصہ، جامع الفصولین، خزانۃ المفتیین وغیرہا میں تصریح ہے کہ رب عزوجل کے لئے کسی طرح کسی جگہ مکان ثابت کرنا کفر ہے۔ متاخرین حنابلہ میں بعض خبثاء مجسمہ ہوگئے۔ جیسے ابن تیمیہ وابن قیم۔ ابن تیمیہ کہتا ہے کہ میں نے سب جگہ ڈھونڈا کہیں نہ پایا اور معدوم ہے ان دونوں میں کچھ فرق نہیں یعنی جو کسی جگہ نہیں ہے وہ ہے ہی نہیں لیکن رب عزوجل تو معاذ اللہ ضرور کسی جگہ ہے، اس احمق سفیہ کو اگر مادی اور مجرد عن المادہ کا فرق نہ معلوم ہو تو وہ سیف قاطع جو اوپر ہم نے ذکر کی اس کی گردن کاٹنے کو کافی جگہ حادث ہے جب جگہ تھی ہی نہیں کہاں تھا وہ شاید یہ کہے گا کہ جب جگہ نہ تھی وہ بھی نہ تھا یا یہ کہے گا کہ جگہ بھی قدیم ازلی ہے اور دونوں کفر ہیں جب اُس کا معبود اُس کے نزدیک بغیر کسی جگہ میں موجود ہوئے نہیں ہوسکتا تو جگہ کا محتاج ہُوا، اور جو محتاج ہے اللہ نہیں تو حقیقۃً ان پر انکار خدا ہی لازم ہے ایسے عقیدے والے کے پیچھے نماز ممنوع وناجائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۷

[2] فتح الباری کتاب التوحید باب قولہ وکان عرشہ علی الماء مصطفی البابی مصر ۱۷/ ۱۰۶

www.alahazratnetwork.org

www.alahazratnetwork.org

قوارع القہار علی المجسمۃ الفجّار
۱۳۱۸ھ

(جسمیتِ باری تعالٰی کے قائل فاجروں پر
قہر فرمانے والے (اللہ تعالٰی) کی طرف سے سخت مصیبتیں)

ملقب بلقب تاریخی

ضربِ قہّاری
۱۳۱۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سبحٰنك یا من تعالٰی عما یقول المجسمۃ الظالمون علوا کبیرا ۔ صل و سلم و بارك علٰی من اتانا بشیرًا نذیرًا ۔ داعیا الیك باذنك سراجًا منیرًا ۔ وعلٰی اٰلہ وصحابتہ واھلسنتہ وجماعتہ کثیرا کثیرا ۔

پاک ہے تُو اے وہ ذات جو بلند ترین ہے اس بات سے جو جسم ثابت کرنے والے ظالم لوگ کہتے ہیں ۔ رحمت، سلامتی اور برکت فرما اس شخصیت پر جو ہمارے پاس بشیر و نذیر بن کر تشریف لائے اور تیری طرف دعوت دینے والے تیرے حکم سے روشن چراغ ہیں اور اُن کی آل و صحابہ و اہلسنت و جماعت پر کثرت در کثرت سے ۔ (ت)

اللہ عزّوجلّ کی تنزیہ میں اہلسنت وجماعت کے عقیدے

(۱) اللہ تعالٰی ہر عیب ونقصان سے پاک ہے ۔
(۲) سب اس کے محتاج ہیں وہ کسی چیز کی طرف کسی طرح کسی بات میں اصلاً احتیاج

www.alahazratnetwork.org

نہیں رکھتا۔

(۳) مخلوق کی مشابہت سے منزہ ہے۔

(۴) اس میں تغیر نہیں آسکتا اَزل میں جیسا تھا ویسا ہی اب ہے اور ویسا ہی ہمیشہ ہمیشہ رہے گا، یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ پہلے ایک طور پر ہو پھر بدل کر اور حالت پر ہو جائے۔

(۵) وہ جسم نہیں جسم والی کسی چیز کو اس سے لگاؤ نہیں۔

(۶) اُسے مقدار عارض نہیں کہ اتنا یا اتنا کہہ سکیں، لمبا یا چوڑا یا دَلدار یا موٹا یا پتلا یا بہت یا تھوڑا یا گنتی یا تول میں بڑا یا چھوٹا یا بھاری یا ہلکا نہیں۔

(۷) وہ شکل سے منزہ ہے، پھیلا یا سمٹا، گول یا لمبا، تکونا یا چوکھونٹا، سیدھا یا ترچھا یا اور کسی صورت کا نہیں۔

(۸) حد و طرف و نہایت سے پاک ہے اور اس معنے پر نا محدود بھی نہیں کہ بے نہایت پھیلا ہوا ہو بلکہ یہ معنے کہ وہ مقدار وغیرہ تمام اعراض سے منزہ ہے، غرض نا محدود کہنا نفی حد کیلئے ہے نہ اثبات بے مقدار بے نہایت کے لئے۔

(۹) وہ کسی چیز سے بنا نہیں۔

(۱۰) اس میں اجزاء یا حصے فرض نہیں کر سکتے۔

(۱۱) جہت اور طرف سے پاک ہے جس طرح اُسے دَہنے بائیں یا نیچے نہیں کہہ سکتے یونہی جہت کے معنے پر آگے پیچھے یا اُوپر بھی ہرگز نہیں۔

(۱۲) وہ کسی مخلوق سے مل نہیں سکتا کہ اس سے لگا ہوا ہو۔

(۱۳) کسی مخلوق سے جُدا نہیں کہ اُس میں اور مخلوق میں مسافت کا فاصلہ ہو۔

(۱۴) اُس کے لئے مکان اور جگہ نہیں۔

(۱۵) اُٹھنے بیٹھنے اُترنے، چڑھنے، چلنے، ٹھہرنے وغیرہا تمام عوارض جسم و جسمانیات سے منزہ ہے۔

محل تفصیل میں عقائد تنزیہ بے شمار ہیں۔ یہ پندرہ[۱۵] کہ بقدر حاجت یہاں مذکور ہوئے اور ان کے سوا اُن جملہ مسائل کی اصل یہی تین عقیدے ہیں جو پہلے مذکور ہوئے اور ان میں بھی اصل الاصول عقیدۂ اولٰے ہے کہ تمام مطالب تنزیہیہ کا حاصل و خلاصہ ہے ان کی دلیل قرآن عظیم کی وہ سب آیات ہیں جن میں باری عزوجل کی تسبیح و تقدیس و پاکی و بے نیازی و بے مثلی و بے نظیری ارشاد

www.alahazratnetwork.org

ہوئی آیاتِ تسبیح خود کس قدر کثیر و وافر ہیں، وقال تعالیٰ: الملک القدوس السّلٰم[1] بادشاہ نہایت پاکی والا ہر عیب سے سلامت، وقال تعالیٰ: فان اللہ غنی عن العٰلمین[2] بے شک اللہ سارے جہان سے بے نیاز ہے، وقال تعالیٰ: فان اللہ ھو الغنی الحمید[3] بے شک اللہ ہی بے پرواہ ہے سب خوبیوں سراہا، وقال تعالیٰ: لیس کمثلہ شیئ[4] اس کے مثل کوئی چیز نہیں، وقال تعالیٰ: ھل تعلم لہ سمیا[5] کیا تو جانتا ہے اس کے نام کا کوئی، وقال تعالیٰ: ولم یکن لہ کفوا احد[6] اس کے جوڑ کا کوئی نہیں۔ ان مطالب کی آیتیں صدہا ہیں، یہ آیات محکمات ہیں، یہ اُم الکتاب ہیں، ان کے معنے میں کوئی خفا و اجمال نہیں، اصلاً دقت و اشکال نہیں جو کچھ ان کے صریح لفظوں سے بے پردہ روشن و ہویدا ہے بے تغیر و تبدیل بے تخصیص و تاویل اس پر ایمان لانا ضروریاتِ دینِ اسلام سے ہے، وباللہ التوفیق۔

آیاتِ متشابہات کے باب میں اہلسنت کا اعتقاد

قال اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا):

ھو الذی انزل علیک الکتٰب منہ اٰیٰت محکمٰت ھن ام الکتٰب و اُخر متشٰبھٰت ط فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ و ابتغاء تاویلہ ۵ و ما یعلم تاویلہ الا اللہ م و الراسخون فی العلم یقولون اٰمنا بہ کل من عند ربنا ج و ما یذکر الا

(موضح القرآن میں اس کا ترجمہ یوں ہے:) وہی ہے جس نے اتاری تجھ پر کتاب اس میں بعض آیتیں پکی ہیں سو جڑ ہیں کتاب کی، اور دوسری ہیں کئی طرف ملتی۔ سو جن کے دل میں پھرے ہوئے وہ لگتے ہیں اُن کے ڈھب والیوں سے۔ تلاش کرتے ہیں گمراہی اور تلاش کرتے ہیں اُن کی کل بیٹھانی، اور ان کی کل کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ کے۔ اور جو مضبوط علم والے ہیں سو کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے سب کچھ ہمارے رب کی طرف سے ہے، اور سمجھانے وہی سمجھتے ہیں

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/ ۲۳
[2] القرآن الکریم ۳/ ۹۷
[3] " " ۳۱/ ۲۶
[4] " " ۴۲/ ۱۱
[5] " " ۱۹/ ۶۵
[6] " " ۱۱۲/ ۴

www.alahazratnetwork.org

اولوا الالباب[1] جن کو عقل ہے۔[2]

اور اس کے فائدے میں لکھا،

"اللہ صاحب فرماتا ہے کہ ہر کلام میں اللہ نے بعضی باتیں رکھی ہیں جن کے معنے صاف نہیں کھلتے تو جو گمراہ ہو اُن کے معنے عقل سے لگے پکڑنے اور جو مضبوط علم رکھے وہ انکے معنے اور آیتوں سے ملا کر سمجھے جو جڑ کتاب کی ہے اس کے موافق سمجھ پائے تو سمجھے اور اگر نہ پائے تو اللہ پر چھوڑ دے کہ وہی بہتر جانے ہم کو ایمان سے کام ہے[3] انتہی۔"

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) بات یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے قرآن مجید اتارا ہے ہدایت فرمانے اور بندوں کو جانچنے آزمانے کو، یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا[4] اسی قرآن سے بہتوں کو گمراہ فرماتے اور بہتیروں کو راہ دکھاتے۔ اس ہدایت وضلالت کا بڑا منشا قرآن عظیم کی آیتوں کا دو قسم ہونا ہے، محکمات جن کے معنے صاف بے وقت ہیں جیسے اللہ تعالٰی کی پاکی وبے نیازی وبے مثلی کی آیتیں جن کا ذکر اوپر گزرا، اور دوسری متشابہات جن کے معنی میں اشکال ہے یا تو ظاہر لفظ سے کچھ سمجھ ہی نہیں آتا جیسے حروف مقطعات الٓمّٓ وغیرہ یا جو سمجھ میں آتا ہے وہ اللہ عزوجل پر محال ہے جیسے الرحمٰن علی العرش استوٰی[5] (وہ بڑا مہر والا اس نے عرش پر استواء فرمایا۔ ت) یا ثم استوی علی العرش[6] (پھر اس نے عرش پر استواء فرمایا۔ ت) پھر جن کے دلوں میں کجی وگمراہی تھی وہ تو ان کو اپنے ڈھب کا پاکر ان کے ذریعہ سے بے علموں کو بہکانے اور دین میں فتنے پھیلانے لگے کہ دیکھو قرآن میں آیا ہے اللہ عرش پر بیٹھا ہے، عرش پر چڑھا ہوا ہے، عرش پر ٹھہر گیا ہے۔ اور آیاتِ محکمات جو کتاب کی جڑ تھیں اُن کے ارشادوں سے جھلادئے حالانکہ قرآن عظیم میں تو استواء آیا ہے اور اس کے معنے چڑھنا، بیٹھنا، ٹھہرنا ہونا کچھ ضرور نہیں یہ تو تمھاری اپنی

---

[1] القرآن الکریم ۳/۷

[2] موضح القرآن ترجمہ وتفسیر شاہ عبدالقادر ۳/۲۱ تاج کمپنی لاہور ص ۶۲

[3] " " " " " " " " " " "

[4] القرآن الکریم ۲/۲۶

[5] " " ۲۰/۵

[6] " " ۷/۵۴ و ۱۰/۳ وغیرہ

www.alahazratnetwork.org

سمجھ ہے جس کا حکم خدا پر لگا رہے ہو ما انزل اللہ بہا من سلطن[1] (اللہ تعالٰی نے اس پر کوئی دلیل نازل نہ فرمائی۔ ت) اگر بالفرض قرآن مجید میں یہی الفاظ چڑھنا، بیٹھنا، ٹھہرنا آتے تو قرآن ہی کے حکم سے فرض قطعی تھا کہ انھیں ان ظاہری معنٰی پر نہ سمجھو جو ان لفظوں سے ہمارے ذہن میں آتے ہیں کہ یہ کام تو اجسام کے ہیں اور اللہ تعالٰی جسم نہیں مگر یہ لوگ اپنی گمراہی سے اسی معنٰی پر جم گئے انھیں کو قرآن مجید نے فرمایا:

الذین فی قلوبھم زیغ[2] ان کے دل پھرے ہوئے ہیں۔

اور جو لوگ علم میں پکے اور اپنے رب کے پاس سے ہدایت رکھتے تھے وہ سمجھے کہ آیات محکمات سے قطعاً ثابت ہے کہ اللہ تعالٰی مکان و جہت و جسم و اعراض سے پاک ہے بیٹھنے، چڑھنے، بیٹھنے سے منزہ ہے کہ یہ سب باتیں اس بے عیب کے حق میں عیب ہیں جن کا بیان ان شاء اللہ المستعان عنقریب آتا ہے اور وہ ہر عیب سے پاک ہے ان میں اللہ عزوجل کے لئے اپنی مخلوق عرش کی طرف حاجت نکلے گی اور وہ ہر احتیاج سے پاک ہے ان میں مخلوقات سے مشابہت ثابت ہوگی کہ اٹھنا، بیٹھنا، چڑھنا، اترنا، سرکنا، ٹھہرنا اجسام کے کام ہیں اور وہ ہر مشابہت خلق سے پاک ہے تو قطعاً یقیناً ان لفظوں کے ظاہری معنے جو ہماری سمجھ میں آتے ہیں ہرگز مراد نہیں، پھر آخر معنے کیا لیں۔ اس میں یہ ہدایت والے دو روش ہو گئے۔ اکثر نے فرمایا جب یہ ظاہری معنے قطعاً مقصود نہیں اور تاویلی مطلب متعین و محدود نہیں تو ہم اپنی طرف سے کیا کہیں، یہی بہتر کہ اس کا علم اللہ پر چھوڑیں ہمیں ہمارے رب نے آیات متشابہات کے پیچھے پڑنے سے منع فرمایا اور ان کی تعیین مراد میں خوض کرنے کو گمراہی بتایا تو ہم حد سے باہر کیوں قدم دھریں، اسی قرآن کے بتائے حصے پر قناعت کریں کہ اٰمنّا بہ کل من عند ربنا[3] جو کچھ ہمارے مولٰی کی مراد ہے ہم اس پر ایمان لائے محکم متشابہ سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔ یہ مذہب جمہور ائمہ سلف کا ہے اور یہی اسلم و اولٰی ہے، اسے مسلک تفویض و تسلیم کہتے ہیں۔ ان ائمہ نے فرمایا استواء معلوم ہے کہ ضرور اللہ تعالٰی کی ایک صفت ہے اور کیف مجہول ہے کہ اس کے معنے ہماری سمجھ سے وراء ہیں اور ایمان اس پر واجب ہے کہ نص قطعی قرآن سے ثابت ہے اور سوال اس سے بدعت

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/۴۰
[2] " " ۳/۷
[3] " " ۳/۷

www.alahazratnetwork.org

ہے کہ سوال نہ ہوگا مگر تعیینِ مراد کے لئے اور تعیین مراد کی طرف راہ نہیں اور بعض نے خیال کیا کہ جب اللہ عزوجل نے محکم متشابہ دو[2] قسمیں فرماکر محکمات کو ھن ام الکتٰب[1] فرمایا کہ وہ کتاب کی جڑ ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ہر فرع اپنی اصل کی طرف پلٹتی ہے تو آیۂ کریمہ نے تاویل متشابہات کی راہ خود بتادی اور ان کی ٹھیک معیار ہمیں سمجھادی کہ ان میں وہ درست و پاکیزہ احتمالات پیدا کرو جن سے یہ اپنی اصل یعنی محکمات کے مطابق آجائیں اور فتنہ وضلال و باطل ومحال راہ نہ پائیں۔ یہ ضرور ہے کہ اپنے نکالے ہوئے معنے پر یقین نہیں کرسکتے کہ اللہ عزوجل کی یہی مراد ہے مگر جب معنے صاف و پاکیزہ ہیں اور مخالفت محکمات سے بری و منزہ ہیں اور محاورات عرب کے لحاظ سے بن بھی سکتے ہیں تو احتمالی طور پر بیان کرنے میں کیا حرج ہے اور اس میں نفع یہ ہے کہ بعض عوام کی طبائع صرف اتنی بات پر مشکل سے قناعت کریں کہ ان کے معنے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے اور جب انھیں روکا جائے گا تو خواہ مخواہ ان میں فکر کی اور حرص بڑھے گی،

انّ ابن اٰدم لحریص علی ما منع[3] عہ انسان کو جس چیز سے منع کیا جائے وہ اس پر حریص ہوتا ہے۔ (ت)

اور جب فکر کریں گے فتنے میں پڑیں گے گمراہی میں گریں گے، تو یہی انسب ہے کہ ان کی افکار ایک مناسب ملائم معنی کی طرف کہ محکمات سے مطابق محاورات سے موافق ہوں پھیر دی جائیں کہ فتنہ وضلال سے نجات پائیں۔ یہ مسلک بہت علمائے متاخرین کا ہے کہ نظر بحال عوام اسے اختیار کیا ہے اسے مسلک تاویل کہتے ہیں یہ علماء بوجوہِ کثیرہ تاویل آیت فرماتے ہیں ان میں چار وجہیں نفیس و واضح ہیں :

اوّل استواء بمعنی قہر و غلبہ ہے، یہ زبانِ عرب سے ثابت و پیدا ہے عرش سب مخلوقات سے اوپر اور اونچا ہے اس لئے اس کے ذکر پر اکتفا فرمایا اور مطلب یہ ہوا کہ اللہ تمام مخلوقات پر قاہر و غالب ہے۔

عہ رواہ الطبرانی ومن طریقہ الدیلمی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اس کو طبرانی نے روایت کیا اور دیلمی نے طبرانی کے طریق پر ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۷

[2] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۸۰۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۳۱

[3] کشف الخفاء بحوالہ الطبرانی حدیث ۶۰۳ " " " ۱/ ۱۹۹

www.alahazratnetwork.org

دوم استواء بمعنی علو ہے، اور علو اللہ عزوجل کی صفت ہے نہ علو مکان بلکہ علو مالکیت و سلطان۔ یہ دونوں معنے امام بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں ذکر فرمائے جس کی عبارات عنقریب آتی ہیں ان شاء اللہ تعالٰی۔

سوم استواء بمعنی قصد و ارادہ ہے، ثم استوٰی علی العرش یعنی پھر عرش کی طرف متوجہ ہوا یعنی اس کی آفرینش کا ارادہ فرمایا یعنی اس کی تخلیق شروع کی، یہ تاویل امام اہلسنت امام ابوالحسن اشعری نے افادہ فرمائی۔ امام اسمٰعیل ضریر نے فرمایا: انہ الصواب[1] یہی ٹھیک ہے، نقلہ الامام جلال الدین سیوطی فی الاتقان[عہ] (اس کو امام جلال الدین سیوطی نے اتقان میں نقل کیا ہے۔ ت)

عــہ قالہ الفراء والاشعری وجماعۃ اھل المعانی ثم قال یبعدہ تعدیتہ بعلٰی ولوکان کما ذکروہ لتعدی بالٰی کما فی قولہ تعالٰی ثم استوی علی السماء[2] وفیہ ان حروف المعانی تنوب بعضہا عن بعض کما نص علیہ فی الصحاح وغیرھا و قد روی الامام البیہقی فی کتاب الاسماء والصفات عن الفراء ان تقول کان مقبلا علٰی فلان ثم استوی علیّ یشاتمنی والیّ سواء علٰی معنی اقبل الیّ وعلیّ[3] ۱۲ منہ

فراء، اشعری اور اہل معانی کی ایک جماعت کا یہ قول ہے، پھر امام سیوطی نے کہا کہ یہ قول اس کے علٰی کے ساتھ متعدی ہونے سے بعید ہے اگر مطلب وہی ہوتا جو انھوں نے ذکر کیا ہے تو یہ الٰی کے ساتھ متعدی ہوتا جیسا کہ اللہ تعالٰی کے ارشاد "ثم استوٰی الی السماء" میں ہے، مگر اس پر یہ اعتراض ہے کہ حروف ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے رہتے ہیں جیسا کہ صحاح وغیرہ میں اس پر نص کی گئی ہے اور امام بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں فراء سے روایت کیا ہے مثلاً تو کہے کہ وہ فلاں کی طرف متوجہ تھا پھر وہ مجھے برا بھلا کہتے ہوئے میری طرف متوجہ ہوا یعنی چاہے استوٰی الیّ کہے یا استوٰی علیّ دونوں برابر ہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثالث والاربعون فی المحکم والمتشابہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۹۰۵

[2] " " " " " " " " " " " " " " "

[3] کتاب الاسماء والصفات باب ما جاء فی قول اللہ تعالٰی الرحمٰن علی العرش استوٰی المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۵۴

www.alahazratnetwork.org

چہارم استوار بمعنی فراغ و تمامی کار ہے یعنی سلسلہ خلق و آفرینش کو عرش پر تمام فرمایا اُس سے باہر کوئی چیز نہ پائی، دنیا و آخرت میں جو کچھ بنایا اور بنائے گا دائرہ عرش سے باہر نہیں کہ وہ تمام مخلوق کو حاوی ہے۔ قرآن کی بہتر تفسیر وہ ہے جو قرآن سے ہو۔ استواء بمعنی تمامی خود قرآن عظیم میں ہے، قال اللہ تعالٰی:

فلما بلغ اشدہ و استوی[1]۔ جب اپنی قوت کے زمانے کو پہنچا اور اُس کا شباب پورا ہوا۔

اسی طرح قولہ تعالٰی:

کزرع اخرج شطأہ فاٰزرہ فاستغلظ فاستوٰی علٰی سوقہ[2]۔ جیسے پودا کہ اس کا خوشہ نکلا تو اس کو بوجھل کیا تو وہ موٹا ہوا تو وہ اپنے تنے پر درست ہوا۔ (ت)

میں استواء حالتِ کمال سے عبارت ہے، یہ تاویل امام حافظ الحدیث ابن الحجر عسقلانی نے امام ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال سے نقل کی اور یہ کلام امام ابوطاہر قزوینی کا ہے کہ سراج العقول میں افادہ فرمایا، اور امام عبدالوہاب شعرانی کی کتاب الیواقیت[3] میں منقول۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) اور اس کے سوا یہ ہے کہ قرآن عظیم میں یہ استواء سات جگہ مذکور ہوا، ساتوں جگہ ذکر آفرینش آسمان و زمین کے ساتھ اور بلا فصل اُس کے بعد ہے، سورہ اعراف و سورہ یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام میں فرمایا:

ان ربکم اللہ الذی خلق السمٰوٰت والارض فی ستۃ ایام ثم استوٰی علی العرش[4]۔ تمہارا رب وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا چھ دنوں میں پھر عرش پر استوا فرمایا (ت)

سورہ رعد میں فرمایا:

اللہ الذی رفع السمٰوٰت بغیر عمد اللہ تعالٰی وہ ذات ہے جس نے آسمانوں کو

---

[1] القرآن الکریم ۲۸/ ۱۴
[2] " " ۴۸/ ۲۹
[3] الیواقیت والجواہر بحوالہ سراج العقول المبحث السابع مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۰۲
[4] القرآن الکریم ۱۰/ ۳

www.alahazratnetwork.org

ترونہا ثم استوٰی علی العرش[1]	بغیر ستون کے بلند کیا تم دیکھ رہے ہو پھر عرش پر استواء فرمایا۔ (ت)

سورۂ طٰہٰ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں فرمایا:

تنزیلا ممن خلق الارض والسمٰوٰت العلٰی ○ الرحمٰن علی العرش استوٰی ○[2]	قرآن نازل کردہ ہے اس ذات کی طرف سے جس نے پیدا کیا زمین کو اور بلند آسمانوں کو، وہ رحمٰن ہے جس نے عرش پر استوا فرمایا۔ (ت)

سورۂ فرقان میں فرمایا:

الذی خلق السمٰوٰت والارض وما بینہما فی ستۃ ایام ثم استوٰی علی العرش[3]	وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو اور ان دونوں کے درمیان کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر عرش پر استواء فرمایا (ت)

سورۂ رعد میں فرمایا:

ھو الذی خلق السمٰوٰت والارض فی ستۃ ایام ثم استوٰی علی العرش[4]	وُہ ذات جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر عرش پر استواء فرمایا۔ (ت)

یہ مطالب کہ اول سے یہاں تک اجمالاً مذکور ہوئے صدہا ائمہ دین کے کلمات عالیہ میں ان کی تصریحات جلیلہ ہیں انھیں نقل کیجئے تو دفتر عظیم ہو، اور فقیر کو اس رسالہ میں التزام ہے کہ جن کتابوں کے نام مخالف گمنام نے اغوائے عوام کے لئے لکھ دئے ہیں اس کے رَد میں انہی کی عبارتیں نقل کرے کہ مسلمان دیکھیں کہ وہابی صاحب کس قدر بے حیا، بیباک، مکّار، چالاک، بددین، ناپاک ہوتے ہیں کہ جن کتابوں میں اُن کی گمراہیوں کے صریح رَد لکھے ہیں اُنہی کے نام اپنی سند میں لکھ دیتے ہیں حق

چہ دلاور ست دُزدے کہ بکف چراغ دارد

(چور کیسا دلیر ہے کہ ہاتھ میں چراغ لئے ہوئے ہے۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۳/ ۲

[2] " " ۲۰/ ۴ و ۵

[3] " " ۲۵/ ۵۹

[4] " " ۵۷/ ۴

www.alahazratnetwork.org

مباحث آئندہ میں جو عبارات اُن کتابوں کی منقول ہوں گی انھیں سے ان شاء اللہ العظیم یہ سب بیان واضح ہوجائیں گے یہاں صرف آیات متشابہات کے متعلق بعض عبارات نقل کروں جن سے مطلب سابق بھی ظاہر ہو اور یہ بھی کُھل جائے کہ آیہ کریمہ الرحمٰن علی العرش استوٰی آیات متشابہات سے ہے اور یہ بھی کہ جس طرح مخالف کا مذہب نامہذب یقیناً صریح ضلالت اور مخالف جملہ اہل سنت ہے۔ یونہی اجمالاً اس آیت کے معنے جاننے پر مخالف سلف صالح وجمہور ائمہ اہلسنت وجماعت ہے۔

(۱) موضح القرآن کی عبارت اوپر گزری۔

(۲) معالم ومدارک وکتاب الاسماء والصفات وجامع البیان کے بیان یہاں سُننے کہ یہ پانچوں کتابیں بھی انھیں کُتب سے ہیں جن کا نام مخالف نے گِن دیا۔ معالم التنزیل میں ہے،

اما اھل السنۃ یقولون الاستواء علی العرش صفۃ ﷲ تعالٰی بلاکیف یجب علی الرجل الایمان بہ ویکل العلم فیہ الی اللہ عزوجل[1]

یعنی رہے اہلسنت، وہ یہ فرماتے ہیں کہ عرش پر استواء اللہ عزوجل کی ایک صفت بے چونی وچگونگی ہے، مسلمان پر فرض ہے کہ اس پر ایمان لائے اور اس کے معنے کا علم خدا کو سونپے۔

مخالف کو سُوجھے کہ اُسی کی مستند کتاب نے خاص مسئلہ استواء میں اہلسنت کا مذہب کیا لکھا ہے شرم رکھتا ہے تو اپنی خرافات سے باز آئے اور عقیدہ اپنا مطابق اعتقاد اہلسنت کرے۔

(۳) اُسی میں ہے:

ذھب الاکثرون الی ان الواو فی قولہ "والراسخون" واو الاستئناف وتم الکلام عند قولہ "وما یعلم تاویلہ الا اللہ" وھو قول ابی بن کعب

یعنی جمہور ائمہ دین صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کا مذہب یہ ہے کہ والراسخون فی العلم سے جُدا بات شروع ہوئی پہلا کلام وہیں پُورا ہوگیا کہ متشابہات کے معنے اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا،

---

[1] معالم التنزیل تحت الآیۃ ۵/۲۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۱۳۷

www.alahazratnetwork.org

وعائشة وعروة بن الزبير رضی الله تعالٰی عنهم، وروایة طاؤس عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما وبه قال الحسن واکثر التابعین واختاره الکسائی والفراء والاخفش (الٰی ان قال) ومما یصدق ذٰلك قراءة عبدالله ان تاویله الا عند الله والراسخون فی العلم یقولون اٰمنّا وفی حرف ابی ویقول الراسخون فی العلم اٰمنّا به، وقال عمر بن عبد العزیز فی هٰذه الاٰیة انتهٰی علم الراسخین فی العلم تاویل القراٰن الٰی ان قالوا اٰمنّا به کل من عند ربنا وهٰذا القول اقیس فی العربیة واشبه بظاهر الاٰیة[1]

یہی قول حضرت سیّد قاریان صحابہ ابی بن کعب اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ اور عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہم کا ہے، اور یہی امام طاؤس نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا، اور یہی مذہب امام حسن بصری واکثر تابعین کا ہے، اور اسی کو امام کسائی و فراء و اخفش نے اختیار کیا اور اس مطلب کی تصدیق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی اس قراءت سے بھی ہوتی ہے کہ آیات متشابہات کی تفسیر اللہ عزّوجل کے سوا کسی کے پاس نہیں اور پکّے علم والے کہتے ہیں ہم ایمان لائے، اور ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ کی قراءت بھی اسی معنی کی تصدیق کرتی ہے۔ امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا ان کی تفسیر میں محکم علم والوں کا منتہائے علم بس اس قدر ہے کہ کہیں ہم ان پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے، اور یہ قول عربیت کی رُو سے زیادہ دلنشین اور ظاہر آیت سے بہت موافق ہے۔

(۴) مدارک التنزیل میں ہے:

منه اٰیٰت محکمٰت احکمت عبارتها بان حفظت من الاحتمال و

یعنی قرآن عظیم کی بعض آیتیں محکمات ہیں جن کے معنے صاف ہیں احتمال و اشتباہ کو ان میں

---

[1] معالم التنزیل تحت الآیۃ ۳/۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۲۱۴ و ۲۱۵

www.alahazratnetwork.org

الاشتباہ ھن ام الکتب اصل الکتاب تحمل المتشابہات علیہا وترد الیہا "واخر متشابہات" مشتبہات محتملات مثال ذٰلک الرحمٰن علی العرش استوٰی فالاستواء یکون بمعنی الجلوس وبمعنی القدرۃ والاستیلاء ولایجوز الاول علی اللّٰہ تعالٰی بدلیل المحکم وھو قولہ تعالٰی لیس کمثلہٖ شیئ، فاما الذین فی قلوبہم زیغ میل عن الحق وھم اھل البدع فیتبعون ماتشابہ فیتعلقون بالمتشابہ الذی یحتمل مایذھب الیہ المبتدع مما لایطابق المحکم ویحتمل مایطابقہ من قول اھل الحق "منہ ابتغاء الفتنۃ" طلب ان یفتنوا الناس دینہم ویضلوھم "وابتغاء تاویلہ" وطلب ان یؤولوہ التاویل الذی یشتہونہ "ومایعلم تاویلہ الا اللّٰہ" ای لایھتدی الٰی تاویلہ الحق الذی یجب ان یحمل علیہ الا اللّٰہ اھ مختصرًا۔

گمراہ نہیں یہ آیات تو کتاب کی اصل ہیں کہ متشابہات انھیں پر حمل کی جائیں گی اور اُن کے معنے انھیں کی طرف پھیرے جائیں گے اور بعض دوسری متشابہات ہیں جن کے معنی میں اشکال و احتمال ہے جیسے کریمہ الرحمٰن علی العرش استوٰی بیٹھنے کے معنے پر بھی آتا ہے اور قدرت و غلبہ کے معنے پر بھی، اور پہلے معنے اللہ عزوجل پر محال ہیں کہ آیات محکمات اللہ تعالٰی کو بیٹھنے سے پاک و منزہ بتا رہی ہیں اُن محکمات سے ایک یہ آیت ہے لیس کمثلہٖ شیئ اللہ کے مثل کوئی چیز نہیں، پھر وہ جن کے دل حق سے پھرے ہوئے ہیں اور وہ بدمذہب لگ ہوئے وہ تو آیات متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں ایسی آیتوں کی آڑ لیتے ہیں جن میں ان کی بدمذہبی کے معنے کا احتمال ہو سکے جو آیات محکمات کے مطابق نہیں اور اس مطلب کا بھی احتمال ہو جو محکمات کے مطابق اور اہلسنت کا مذہب ہے وہ بدمذہب اُن آیات متشابہات کی آڑ اس لئے لیتے ہیں کہ فتنہ اٹھائیں لوگوں کو سچے دین سے بہکائیں انکے وُہ معنے بتائیں جو اپنی خواہش کے موافق ہوں، اور اُن کے معنے تو کوئی نہیں جانتا مگر اللہ، اللہ ہی کو خبر ہے کہ ان کے حق معنی کیا ہیں جن پر اُن کا اتارنا واجب ہے انتہٰی۔

گمراہ شخص آنکھیں کھول کر دیکھے کہ یہ پاکیزہ تقریر یہ آیت و تفسیر اس کی گمراہی کا کیسا رَد واضح و

ؕ۱ مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) آیت ۳/ ۷ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۱۴۶

www.alahazratnetwork.org

منیر ہے والحمد للہ رب العٰلمین۔

(۵) امام بیہقی کتاب الاسماء والصفات میں فرماتے ہیں،

الاستواء فالمتقدمون من اصحابنا رضی اللہ تعالٰی عنہم کانوا لایفسرونہ ولایتکلمون فیہ کنحو مذھبھم فی امثال ذٰلک[1]

ہمارے اصحاب متقدمین رضی اللہ تعالٰی عنہم استواء کے کچھ معنے نہ کہتے تھے نہ اس میں اصلاً زبان کھولتے جس طرح تمام صفات متشابہات میں اُن کا یہی مذہب ہے۔

(۶) اُسی میں ہے،

حکینا عن المتقدمین من اصحابنا ترك الکلام فی امثال ذٰلك، ھذا مع اعتقادھم نفی الحد والتشبیہ والتمثیل عن اللہ سبحٰنہ و تعالٰی[2]

ہم اپنے اصحاب متقدمین کا مذہب لکھ چکے کہ ایسے نصوص میں اصلاً لب نہ کھولتے اور اس کے ساتھ یہ اعتقاد رکھتے کہ اللہ تعالٰی محدود ہونے یا مخلوق سے کسی بات میں متشابہ و مانند ہونے سے پاک ہے۔

(۷) اُسی میں یحیٰی بن یحیٰی سے روایت کی،

کنا عند مالك بن انس فجاء رجل فقال یا اباعبداللہ الرحمٰن علی العرش استوی فکیف استوٰی؟ قال فاطرق مالك رأسہ حتی علاہ الرحضاء ثم قال الاستواء غیر مجھول والکیف غیر معقول والایمان بہ واجب، والسؤال عنہ بدعۃ، وما اراك الامبتدعا فامر بہ ان یخرج[3]

ہم امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمت میں حاضر تھے ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کی اے ابوعبداللہ! رحمٰن نے عرش پر استواء فرمایا یہ استواء کس طرح ہے؟ اس کے سنتے ہی امام نے سر مبارک جھکا لیا یہاں تک کہ بدن مقدس پسینہ پسینہ ہوگیا، پھر فرمایا، استواء مجہول نہیں اور کیفیت معقول نہیں اور اس پر ایمان فرض اور اُس سے استفسار بدعت اور میرے خیال میں تو ضرور بدمذہب ہے۔ پھر حکم دیا کہ اسے نکال دو۔

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی قول اللہ تعالٰی الرحمٰن علی العرش استوٰی۔ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/۱۵۰

[2] " " " باب قول اللہ تعالٰی لعیسٰی علیہ السلام انی متوفیك ورافعك الیّ " " " " ۲/۱۶۹

[3] " " " باب ماجاء فی قول اللہ تعالٰی الرحمٰن علی العرش الخ " " " ۲/۱۵۰و۱۵۱

www.alahazratnetwork.org

(۸) اُسی میں عبداللہ بن صالح بن مسلم سے روایت کی:

سئل ربیعۃ الرای عن قول اللہ تبارک وتعالٰی "الرحمٰن علی العرش استوٰی" کیف استوٰی؟ قال الکیف غیر معقول والاستواء غیر مجہول ویجب علیّ وعلیک الایمان بذٰلک کلہ۔[1]

یعنی امام ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن استاذ امام مالک سے جنھیں بوجہ قوت عقل وکثرت قیاس ربیعۃ الرائے کہا جاتا یہی سوال ہوا، فرمایا کیفیت غیر معقول ہے اور اللہ تعالٰی کا استواء مجہول نہیں اور مجھ پر اور تجھ پر ان سب باتوں پر ایمان لانا واجب ہے۔

(۹) اُسی میں بطریق امام احمد بن ابی الحواری امام سفیٰن بن عیینہ سے روایت کی کہ فرماتے:

ما وصف اللہ تعالٰی من نفسہ فی کتابہ فتفسیرہ تلاوتہ والسکوت علیہ۔[2]

یعنی اس قسم کی جتنی صفات اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں اپنے لئے بیان فرمائی ہیں ان کی تفسیر یہی ہے کہ تلاوت کیجئے اور خاموش رہئے۔

بطریق اسحٰق بن موسٰی انصاری زائد کیا:

لیس لاحد ان یفسرہ بالعربیۃ ولا بالفارسیۃ۔[2]

کسی کو جائز نہیں کہ عربی میں خواہ فارسی کسی زبان میں اس کے معنی کہے۔

(۱۰) اُسی میں حاکم سے روایت کی انھوں نے امام ابوبکر احمد بن اسحٰق بن ایوب کا عقائد نامہ دکھایا جس میں مذہب اہلسنت مندرج تھا اس میں لکھا ہے:

الرحمٰن علی العرش استوٰی بلاکیف۔[3]

رحمٰن کا استواء بیچون وبیچگون ہے۔

(۱۱) اُسی میں ہے:

والاٰثار عن السلف فی مثل ھٰذا کثیرۃ وعلٰی ھٰذہ الطریقۃ یدل مذھب الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ

یعنی اس باب میں سلف صالح سے روایات بکثرت ہیں اور اسی طریقہ سکوت پر امام شافعی کا مذہب دلالت کرتا ہے اور یہی مسلک

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی قول اللہ عزوجل الرحمٰن علی العرش استوٰی المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۵۱

[2] " " " " " " " " " " ۲/ ۱۵۱ وباب ما ذکر فی الیمین والکف ۲/ ۱۵۱

[3] " " " " " باب ماجاء فی اثبات العین المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۴۲

[4] " " " " باب ماجاء فی قول اللہ عزوجل الرحمٰن علی العرش الخ " " " " ۲/ ۱۵۲

www.alahazratnetwork.org

والیھا ذھب احمد بن حنبل والحسین بن الفضل البلخی ومن المتاخرین ابوسلیمٰن الخطابی [1]

امام احمد بن حنبل وامام حسین بن فضل بلخی اور متاخرین سے امام ابوسلیمٰن خطابی کا ہے۔

الحمدللہ امام اعظم سے روایت عنقریب آتی ہے، ائمہ ثلٰثہ سے یہ موجود ہیں۔ ثابت ہوا کہ چاروں اماموں کا اجماع ہے کہ استواء کے معنی کچھ نہ کہے جائیں اس پر ایمان واجب ہے اور معنی کی تفتیش حرام۔ یہی طریقہ جملہ سلف صالحین کا ہے۔

(۱۲) اُسی میں امام خطابی سے ہے:

ونحن احری بان لانتقدم فیما تاخر عنہ من ھو اکثر علما واقدم زمانا وسنا، ولکن الزمان الذی نحن فیہ قد صار اھلہ حزبین منکر لما یروی من نوع ھٰذہ الاحادیث راسا ومکذب بہ اصلا، وفی ذٰلک تکذیب العلماء الذین رووا ھٰذہ الاحادیث وھم ائمۃ الدین ونقلۃ السنن والواسطۃ بیننا وبین رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، والطائفۃ الاخرٰی مسلمۃ للروایۃ فیھا ذاھبۃ فی تحقیق منھا مذھبا یکاد یفضی بھم الی القول بالتشبیہ ونحن نرغب عن الامرین معًا، ولا نرضی بواحد منھما مذھبا، فیحق علینا ان نطلب

یعنی جب اُن ائمہ کرام نے جو ہم میں سے علم میں زائد اور زمانے میں مقدم اور عمر میں بڑے تھے متشابہات میں سکوت فرمایا تو ہمیں ساکت رہنا اور ان کے معنے کچھ نہ کہنا اور زیادہ لائق تھا مگر ہمارے زمانے میں دو گروہ پیدا ہوئے ایک تو اس قسم کی حدیثوں کو سرے سے رَد کرتا اور جھوٹ بتاتا ہے اس میں علمائے رواۃ احادیث کی تکذیب لازم آتی ہے حالانکہ وہ دین کے امام ہیں اور سنتوں کے ناقل اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک ہمارے وسائط ووسائل۔ اور دوسرا اگر وہ ان روایتوں کو مان کر اُن کے ظاہری معنی کی طرف ایسا جاتا ہے کہ اس کا کلام اللہ عزوجل کو خلق سے مشابہ کر دینے تک پہنچا چاہتا ہے اور ہمیں یہ دونوں باتیں ناپسند ہیں ہم ان میں سے کسی کو مذہب بنانے پر راضی نہیں، تو ہمیں ضرور ہوا کہ اس باب میں

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب قول اللہ الرحمٰن علی العرش الخ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۵۲

www.alahazratnetwork.org

لما يرد من هٰذه الاحاديث اذا صحت من طريق فالنقل والسند، تاويلا يخرج على معانی اصول الدين ومذاهب العلماء و لا تبطل الرواية فيها اصلا، اذا كانت طرقها مرضية ونقلتها عدولا۔[1]

جو صحیح حدیثیں آئیں اُن کی وہ تاویل کر دیں جس سے اُن کے معنے اصول عقائد و آیات محکمات کے مطابق ہو جائیں اور صحیح روایتیں کہ علماء ثقات کی سند سے آئیں باطل نہ ہونے پائیں۔

(۱۳) امام ابوالقاسم لالکائی کتاب السنہ میں سیدنا امام محمد سردار مذہب حنفی تلمیذ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی کہ فرماتے :

اتفق الفقهاء كلهم من المشرق الى المغرب على الايمان بالقراٰن و بالاحاديث التي جاء بها الثقات عن رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم فی صفة الرب من غير تشبيه ولا تفسير فمن فسر شيئا من ذٰلك فقد خرج عما كان عليه النبی صلى الله تعالٰى عليه وسلم و فارق الجماعة فانهم لم يصفوا و لم يفسروا ولكن اٰمنوا بما فی الكتاب والسنة ثم سكتوا۔[2]

شرق سے غرب تک تمام ائمہ مجتہدین کا اجماع ہے کہ آیات قرآن عظیم و احادیث صحیحہ میں جو صفات الٰہیہ آئیں اُن پر ایمان لائیں بلا تشبیہ و بلا تفسیر تو جو ان میں سے کسی کے معنے بیان کرے وہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے طریقے سے خارج اور جماعتِ علماء سے جُدا ہوا اس لئے کہ ائمہ نے نہ ان صفات کا کچھ حال بیان فرمایا نہ اُن کے معنے کہے بلکہ قرآن وحدیث پر ایمان لاکر چُپ رہے۔

طرفہ یہ کہ امام محمد کے اس ارشاد و ذکر اجماع ائمہ امجاد کو خود ذہبی نے بھی کتاب العلو میں نقل کیا اور کہا محمد سے یہ اجماع لالکائی اور ابو محمد بن قدامہ نے اپنی کتابوں میں روایت کیا بلکہ خود ابن تیمیہ مخذول بھی اُسے نقل کر گیا وللہ الحمد و له الحجة السامية (حمد اللہ تعالٰی کے لئے ہے اور غالب حجت اسی کی ہے۔ ت)

(۱۴) نیز مدارک میں زیر سورۂ طٰہٰ ہے :

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ما ذکر فی القدم الرجل المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۸۶
[2] کتاب السنۃ امام ابوالقاسم لالکائی

www.alahazratnetwork.org

والمذهب قول علی رضی اللہ تعالٰی عنہ الاستواء غیر مجہول والتکیف غیر معقول والایمان بہ واجب والسوال عنہ بدعۃ لانہ تعالٰی کان ولامکان فھو علی ما کان قبل خلق المکان لم یتغیر عما کان[1]

مذہب وہ ہے جو مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ استواء مجہول نہیں اور اس کی چگونگی عقل میں نہیں آسکتی اس پر ایمان واجب ہے اور اس کے معنے سے بحث بدعت ہے اس لئے کہ مکان پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالٰی موجود تھا اور مکان نہ تھا پھر وہ اپنی اس شان سے بدلا نہیں یعنی جیسا جب مکان سے پاک تھا اب بھی پاک ہے۔

گمراہ اپنی ہی مستند کی اس عبارت کو سوجھے اور اپنا ایمان ٹھیک کرے۔

(۱۵) اسی میں زیر سورۂ اعراف یہی قول امام جعفر صادق و امام حسن بصری و امام اعظم ابوحنیفہ و امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہم سے نقل فرمایا[2]

(۱۶) یہی مضمون جامع البیان سورۂ یونس میں ہے :

الاستواء معلوم والکیفیۃ مجہولۃ والسؤال عنہ بدعۃ۔[3]

استواء معلوم ہے اور اس کی کیفیت مجہول ہے اور اس سے بحث و سوال بدعت ہے۔(ت)

(۱۷) یہی مضمون سورۂ رعد میں سلف صالح سے نقل کیا کہ ،

قال السلف الاستواء معلوم و الکیفیۃ مجہولۃ[4]

سلف نے فرمایا، استواء معلوم ہے اور کیفیت مجہول ہے۔(ت)

(۱۸) سورۂ طٰہٰ میں لکھا :

سئل الشافعی عن الاستواء فاجاب اٰمنت بلاتشبیہ واتہمت

یعنی امام شافعی سے استواء کے معنے پوچھے گئے ، فرمایا ، میں استواء پر ایمان لایا اور

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) آیۃ ۵/۳ دار الکتاب العربی بیروت ۴۸/۳
[2] " " " " آیۃ ۵۴/۷ " " " ۵۶/۲
[3] جامع البیان محمد بن عبدالرحمٰن الشافعی آیۃ ۳/۱۰ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ۲۹۲/۱
[4] " " " " " " ۲/۱۳ " " " " ۳۴۵/۱

www.alahazratnetwork.org

نفسی فی الادراك واسکت عن الخوض فیہ کل الامساك۔[۱]

وہ معنے نہیں ہوسکتے جن میں اللہ تعالٰی کی مشابہت مخلوق سے نکلے اور میں اپنے آپ کو اُس کے معنے سمجھنے میں متہم رکھتا ہوں مجھے اپنے نفس پر اطمینان نہیں کہ اس کے صحیح معنے سمجھ سکوں لہذا میں نے اُس میں فکر کرنے سے یک قلم قطعی دست کشی کی۔

(۱۹) سورۂ اعراف میں لکھا،

اجمع السلف علٰی ان استواءہ علی العرش صفۃ لہ بلا کیف نؤمن بہ و نکل العلم الی اللہ تعالٰی۔[۲]

سلف صالح کا اجماع ہے کہ عرش پر استواء اللہ تعالٰی کی ایک صفت بیچون و بے چگون ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اُس کا علم خدا کو سونپتے ہیں۔

(۲۰) طرفہ یہ کہ سورۂ اعراف میں تو صرف اتنا لکھا کہ اس کے معنے ہم کچھ نہیں جانتے اور سورۂ فرقان میں لکھا،

قد مر فی سورۃ الاعراف تفصیل معناہ۔[۳]

اس کے معنی کی تفصیل سورۂ اعراف میں گزری۔

یونہی سورۂ سجدہ میں لکھا قد مر فی سورۃ الاعراف[۴] (سورۂ اعراف میں گزرا۔ت) یونہی سورۂ حدید میں قد مر تفصیلہ فی سورۃ الاعراف وغیرھا[۵] (اس کی تفصیل سورۂ اعراف وغیرہ میں گزرچکی ہے۔ت)

دیکھو کیسا صاف بتایا کہ اس کے معنی کی تفصیل یہی ہے کہ ہم کچھ نہیں جانتے، اب تو کھلا کہ وہابیۂ مجسمہ کا اپنی سند میں کتاب الاسماء و معالم و مدارک و جامع البیان کے نام لے دینا

---

[۱] جامع البیان محمد بن عبدالرحمٰن الشافعی آیۃ ۵/۲۰ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ۲/۱۵ و ۱۶
[۲] " " " " " " " ۷/۵۴ " " " " " " ۱/۲۲۳
[۳] " " " " " " " ۲۵/۵۹ " " " " " " ۲/۸۹
[۴] " " " " " " " ۳۲/۴ " " " " " " ۲/۱۵۷
[۵] " " " " " " " ۵۷/۴ " " " " " " ۲/۳۳۶

www.alahazratnetwork.org

کیسی سخت بے حیائی تھا ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

وہابیہ مجسّمہ کی بد دینی

صفات متشابہات کے باب میں اہلسنت کا عقیدہ تو معلوم ہو لیا کہ ان میں ہمارا حصہ بس اس قدر ہے کہ اللہ تعالٰی کی جو کچھ مراد ہے ہم اس پر ایمان لائے، ظاہر لفظ سے جو معنے ہماری سمجھ میں آتے ہیں اُن سے اللہ تعالٰی یقیناً پاک ہے اور مرادِ الٰہی پر ہمیں اطلاع نہیں لہذا ہم اُن کے معنے کچھ کہہ ہی نہیں سکتے یا بطورِ تاویل کچھ کہیں بھی تو وہی کہیں گے جو ہمارے رب کی شانِ قدوسی کے لائق اور آیاتِ محکمات کے مطابق اور اہلسنت کو اللہ تعالٰی نے صراطِ مستقیم عطا فرمائی ہے وہ ہمیشہ راہ وسط ہوتی ہے اُس کے دونوں پہلوؤں پر افراط و تفریط دو ہولناک مہلک گھاٹیاں ہیں اسی لئے اکثر مسائل میں اہلسنت دو فرقہ متناقض کے وسط میں رہتے ہیں جیسے رافضی ناصبی یا خارجی مُرجی یا قدری جبری یا باطنی ظاہری یا وہابی بدعتی یا اسمٰعیل پرست گور پرست وعلٰی ہذا القیاس۔ اسی طرح یہاں بھی دو فرقہ باطلہ نکلے معطلہ و مشبہہ۔ معطلہ جنھیں جہمیہ بھی کہتے ہیں صفات متشابہات سے یکسر منکر ہی ہوگئے یہاں تک کہ ان کا پہلا پیشوا جعد بن درہم مردود کہتا کہ نہ اللہ تعالٰی نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اپنا خلیل بنایا نہ موسٰی کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے کلام فرمایا۔ یہ گمراہ لوگ اپنے افراط کے باعث اٰمنّا بہ کل من عند ربنا[1] (ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کی طرف سے ہے۔ ت) سے بے بہرہ ہوئے۔ اُن کی طرفِ نقیض پر انتہائے تفریط میں مشبہہ آئے جنھیں حشویہ و مجسّمہ بھی کہتے ہیں ان خبیثوں نے صاف صاف مان لیا کہ ہاں اللہ تعالٰی کے لئے مکان ہے جسم ہے جہت ہے۔ اور جب یہ سب کچھ ہے تو پھر چڑھنا اُترنا اُٹھنا بیٹھنا چلنا ٹھہرنا سب آپ ہی ثابت ہے، یہ مردود وہی ہوئے جنھیں قرآنِ عظیم نے فی قلوبھم زیغ[2] (ان کے دلوں میں زیغ ہے۔ ت) فرمایا اور گمراہ فتنہ پرداز بتایا تھا۔ وہابیہ ناپاک کو آپ جانیں کہ سب گمراہوں کے فضلہ خوار ہیں مختلف بدمذہبوں سے کچھ کچھ عقائدِ ضلالت لے کر اپنا بھرت پورا کیا ہے یہاں بھی نہ چُوکے، اور اُن کے پیشوا اسمٰعیل نے صراط نامستقیم میں جو اپنے جاہل پیر کی اللہ تعالٰی سے

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۷
[2] " " " ۳/ ۷

www.alahazratnetwork.org

دوستانہ ملاقات اور ہاتھ سے ہاتھ ملا کر گڈ مارننگ (GOOD MORNING) ثابت کی تھی (دیکھو کتاب مستطاب الکوکبۃ الشہابیہ علی کفریات ابی الوہابیہ) لہذا اس کے بعض سپوت صاف صاف مجسمہ مبہوت کا مذہب ممقوت مان گئے اور اس کی جڑ بھی وہی ان کا پیشوائے قبیح اپنے رسالہ ایضاح الحق الصریح میں جما گیا تھا کہ اللہ تعالٰی کو مکان وجہت سے پاک جاننا بدعت و ضلالت ہے جس کے رد میں کوکبہ شہابیہ نے تحفہ اثنا عشریہ شاہ عبدالعزیز صاحب کی یہ تحریر پیش کی تھی کہ اہل سنت و جماعت کے عقیدے میں اللہ تعالٰی کے لئے مکان نہیں، نہ اس کے لئے فوق یا تحت کوئی جہت ہو سکتی ہے[1]۔ اور بحرالرائق و عالمگیری کی یہ عبارت:

یکفر باثبات المکان للہ تعالٰی[2]۔	یعنی اللہ تعالٰی کے لئے مکان ماننے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔

اور فتاوٰی امام اجل قاضی خاں کی یہ عبارت:

رجل قال خدائے بر آسمان می داند کہ من چیزے ندارم یکون کفرا لان اللہ تعالٰی منزہ عن المکان[3]۔	یعنی کسی نے کہا خدا آسمان پر جانتا ہے کہ میرے پاس کچھ نہیں کافر ہو گیا اس لئے کہ اللہ تعالٰی مکان سے پاک ہے۔

اور فتاوٰی خلاصہ کی یہ عبارت:

لو قال نیزہ بردار و بآسمان بر آئے و با خدا جنگ کن یکفر، لانہ اثبت المکان للہ تعالٰی[4]۔	اگر کوئی یہ کہے نیزہ لے اور آسمان پر جا اور خدا سے جنگ کر، تو کافر ہو جائے گا کیونکہ اس نے اللہ تعالٰی کے لئے مکان مانا (ت)

(دیکھو کوکبہ شہابیہ)

انھیں مجسمہ گستاخ کے تازہ افراخ سے ایک صاحب سہسوانی بکا سہ لیسی گمراہ ہزاری غلام نواب بھوپالی قنوجی آنجہانی از سر نو اس فتنہ خوابیدہ کے بادی و بانی اور اس شبوح قدوس جل جلالہ

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ باب پنجم در الٰہیات سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۴۱

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب السیر الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۵۹

بحرالرائق " باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۱۲۰

[3] فتاوٰی قاضی خاں " باب مایکون کفرا من المسلم نولکشور لکھنؤ ۴/ ۸۸۳

[4] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الفاظ الکفر فصل ۲ جنس ۲ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۸۴

www.alahazratnetwork.org

کی شان میں مدعی عیوب جسمی و مکانی ہوئے، چہارم محرم الحرام ۱۳۱۸ہجریہ قدسیہ کو اس باب اور انھیں صاحب کے متعلق دو امر دیگر میں حضرت تاج المحققین عالم اہلسنت دام ظلہم العالی سے استفتاء ہوا حضرت نے نفس حکم بنہایت اجمال ارشاد فرمایا پونے دو مہینے کے بعد بست و ششم صفر ان کے متعلق ایک پریشان تحریر گمراہی و جہالت و سفاہت و ضلالت کی بولتی تصویر آئی ایسے ہذیانات کیا قابلِ التفات مگر حفظ عقائد عوام و نصرت سنت و اسلام کے لحاظ سے یہ چند سطور لوجہ اللہ مسطور، اہلِ حق بنگاہِ انصاف نظر فرمائیں اور امر عقائد میں کسی گمراہ مکار کے کہنے میں نہ آئیں، وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب (مجھے توفیق صرف اللہ تعالٰی سے ہے اسی پر میں نے توکل کیا ہے اور اسی کی طرف میرا رجوع ہے۔)

مسئلہ ۱۵ از سہسوان قاضی محلہ مرسلہ حاجی فرحت علی صاحب ۴ محرم ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص یہ کہے کہ اللہ رب العزت عرش پر بیٹھا ہے اور کہیں نہیں ہے شرعًا اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب

اللہ عزوجل مکان و جہت و جلوس وغیرہا تمام عوارض جسم و جسمانیات و عیوب و نقائص سے پاک ہے۔ یہ لفظ کہ اس شخص نے کہا سخت گمراہی کے معنے دیتا ہے اس پر توبہ لازم ہے عقیدہ اپنا مطابق اہل سنت کرے۔ واللہ الہادی۔

نقل تحریر ضلالت تخمیر از نجدی بقیر

مسئلہ اللہ تعالٰی کا عرش پر ہی ہونا۔

الجواب

الرحمٰن علی العرش استوٰی اللہ تعالٰی عرش پر بیٹھا یا چڑھا یا ٹھہرا۔ ان تین معنے کے سوا اس آیت میں جو کوئی اور معنے کہے گا وہ بدعتی ہے، اللہ تعالٰی نے اپنے کلام شریف میں سات جگہ اس مضمون کو ذکر فرمایا ہے۔ دیکھو فتح الرحمٰن تفسیر فارسی شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی و تفسیر موضح القرآن

www.alahazratnetwork.org

مؤلفہ شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی و ترجمہ لفظی شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی وکتاب الاسماء والصفات بیہقی وکتاب العلو امام ذہبی وتفسیر ابن کثیر و معالم التنزیل وجامع البیان و مدارک وغیرہا اور محیط ہونا باری تعالٰی کا ہر چیز پر فقط از روئے علم ہے۔ قال تعالٰی : احاط بکل شیئ علماً[1] (اللہ تعالٰی نے اپنے علم سے ہر چیز کا احاطہ کیا) ، احادیث صریحہ صحیحہ سے عرش کا مکان الٰہی ہونا ثابت ہے ، چنانچہ بخاری کی معراج کی حدیث میں فرمایا ،

وھو فی مکانہٖ[2] (اور وہ اپنے مکان میں ہے۔ ت)

اور مشکوۃ کے باب الاستغفار والتوبہ میں مسند احمد کی حدیث میں وارد ہے کہ ،

وعزتی وجلالی وارتفاع مکانی الخ[3] میری عزت، میرے جلال اور میرے بلند مکان کی قسم الخ (ت)

ہاں جن صفات سے کلام شارع ساکت ہے اُن میں سکوت لازم ہے بعض اشخاص بریلی نے جو علمِ منقول وعقائد اہل حق سے بے بہرہ ہیں اس عقیدہ صحیحہ کے معتقد کو بزور گمراہی گمراہ بنایا ومالھم بہ من علم[4] (ان کو اس کا علم نہیں۔ ت) ایسے شخص سے اہلِ اسلام کو بچنا چاہیے۔

ضربِ قہاری

۱۲ ھ ۱۸

مسلمانو ! دیکھو اس گمراہ نے ان چند سطروں میں کیسی کیسی جہالتیں ضلالتیں تناقض سفاہتیں اللہ ورسول پر افتراء علماء وکتب پر تہمتیں بھر دی ہیں :

اولاً ادعا کیا کہ استواء علی العرش میں بیٹھنے، چڑھنے، ٹھہرنے کے سوا جو کوئی اور معنٰے کہے بدعتی ہے اور اسی کی سند میں بکمال جرأت وبیحیائی اُن نو کتابوں کے نام گن دئے۔

ثانیاً زعم کیا کہ احاطہ الٰہی صرف از روئے علم ہے حالانکہ اس مسئلہ کا یہاں کچھ ذکر نہ تھا مگر اس نے اس بیان سے اپنی وہ گمراہی پالنی چاہی ہے کہ اللہ تعالٰے عرش پر ہے اور عرش کے سوا

---

[1] القرآن الکریم ۶۵ /۱۲

[2] صحیح بخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالٰی وکلم اللہ موسٰی تکلیما قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۱۱۲۰

[3] مشکوۃ المصابیح باب الاستغفار والتوبۃ الفصل الثانی " " " ص ۲۰۴

[4] القرآن الکریم ۵۳ /۲۸

www.alahazratnetwork.org

پیدا کرنا لیا یہ اُنھیں معنی سوم کے قریب ہے جو اُوپر گزرے۔

ضرب ۳۵ : اس سُورۃ اور سورۂ فرقان کے سوا کہ وہاں استواء کی تفسیر سے سکوت مطلق ہے باقی پانچوں جگہ اُس کے معنے استیلاء وغلبہ وقابو بتائے۔ حدید میں ہے :

ثم استوٰی استولٰی علی العرش[1] (پھر عرش پر استواء فرمایا۔ ت)

رعد میں ہے :

استولٰی بالاقتدار ونفوذ السلطان[2]

اقتدار اور حکومت کا مالک ہوا۔ (ت)

اعراف میں ہے :

اضاف الاستیلاء الی العرش وان کان سبحنہ وتعالٰی مستولیا علی جمیع المخلوقات لان العرش اعظمہا واعلاہا[3]

یعنی اللہ تعالٰی کا قابو اس کی تمام مخلوقات پر ہے خاص عرش پر قابو ہونے کا ذکر اس لئے فرمایا کہ عرش سب مخلوقات سے جسامت میں بڑا اور سب سے اوپر ہے۔

ضرب ۳۶ : سورۂ طٰہٰ میں بعد ذکر معنے استیلاء ایک وجہ یہ نقل فرمائی :

لما کان الاستواء علی العرش وھو سریر الملك مما یردف الملك جعلوہ کنایۃ عن الملك فقال استوی فلان علی العرش ای ملك وان لم یقعد علی السریر البتۃ وھذا کقولك ید فلان مبسوطۃ ای جواد وان لم یکن لہ ید راسا[4]

یعنی جبکہ تخت نشینی آثار شاہی سے ہے تو عرف میں تخت نشینی بولتے اور اس سے سلطنت مراد لیتے ہیں، کہتے ہیں فلاں شخص تخت نشین ہوا یعنی بادشاہ ہوا اگرچہ اصلاً تخت پر نہ بیٹھا ہو جس طرح تیرے اس کہنے سے کہ فلاں کا ہاتھ کشادہ ہے اُس کا سخی ہونا مراد ہوتا ہے اگرچہ وُہ سرے سے ہاتھ ہی نہ رکھتا ہو۔

حاصل یہ کہ استواء علی العرش بمعنی بادشاہی ہے حقیقۃً بیٹھنا ہرگز لازم نہیں، جب

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) آیۃ ۵۷/۴ دار الکتاب العربی بیروت ۴/۲۲۳
[2] " " " " ۱۳/۲ " " " ۲/۲۴۱
[3] " " " " ۷/۵۴ " " " ۲/۵۹
[4] " " " " ۲۰/۵ " " " ۳/۴۸

www.alahazratnetwork.org

کہیں نہیں۔

ثالثاً منہ بھر کر اُس سبوح قدوس کو گالی دی کہ اس کے لئے مکان ثابت ہے، عرش اس کا مکان ہے، اور اس کے ثبوت میں بزورِ زبان دو حدیثیں نقل کر دیں۔

رابعاً یہ تین دعوے تو منطوق عبارت تھے مفہوم استثناء سے بتایا کہ استواء علی العرش کے معنے اللہ تعالٰی کا عرش پر بیٹھنا، چڑھنا، ٹھہرنا مطابق سنت ہیں۔

خامساً اپنے معبود کو بٹھانے، چڑھانے، ٹھہرانے ہی پر قناعت نہ کی بلکہ ان لفظوں کے مفہوم سے کہ جن صفات سے کلامِ شارع ساکت ہے اُن میں سکوت لازم ہے تمام متشابہات استواء کی طرح اُنھیں معانی پر محمول کر لیں جو اُن کے ظاہر سے مفہوم ہوتے ہیں۔

سادساً باوصف ان کے اصل دعوٰی یہ ہے کہ خدا عرش کے سوا کہیں نہیں۔

ہم بھی ان چھ باتوں کی بعونہ تعالٰی اسی ترتیب پر چھ تپانچوں سے خبر لیں اور ساتویں تپانچے میں دو مسئلہ باقیہ کے متعلق اجمالی گوشمالی کریں وباللہ التوفیق۔

پہلا تپانچہ

گمراہ نے ادعا کیا کہ اللہ تعالٰی کے بیٹھنے، چڑھنے، ٹھہرنے کے سوا جو کوئی اور معنے استواء کے کہے بدعتی ہے، اور اس پر اُن نو کتابوں کا حوالہ دیا۔

ضربِ اوّل: فقیر نے اگر یہ التزام نہ کیا ہوتا کہ اُس کی گِنائی ہُوئی کتابوں سے سند لاؤں گا تو آپ سیر دیکھتے کہ یہ تپانچہ اس گمراہ کو کیونکر خاک و خون میں لٹاتا مگر اجمالاً اقوال مذکورہ بالا ہی ملاحظہ ہو جائیں کہ اس گمراہ نے کس کس امامِ دین و سنت کو بدعتی بنا دیا، امام ابوالحسن علی ابن بطال، امام ابن حجر عسقلانی، امام ابو طاہر قزوینی، امام عارف شعرانی، امام جلال الدین سیوطی، امام اسمٰعیل ضریر حتی کہ خود امام اہلسنت سیدنا امام ابوالحسن اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین، تو کم از کم اس ضرب کو سات ضرب سمجھئے بلکہ تیرہ۱۳ کہ امام نسفی و امام بیہقی و امام بغوی و امام علی بن محمد ابوالحسن طبری و امام ابوبکر بن فورک و امام ابو منصور بن ابی ایوب کے اقوال عنقریب آتے ہیں۔ یہ حضرات بھی اس بدعتی کے طور پر معاذ اللہ بدعتی ہوئے، اور بیس۲۰ ضرب اوپر گزریں جملہ تینتیس۳۳ ہوئیں، آگے چلئے اور اب صرف اس کے مستندوں سے اس کی خبر لیجئے۔

ضرب ۳۴: مدارک شریف سورۂ سجدہ میں استواء علی العرش کا حاصل اس کا احداث اور

www.alahazratnetwork.org

خلق کے باب میں یہ محاورہ ہے جن کا اٹھنا بیٹھنا سب ممکن تو خالق عزوجل کے بارے میں اُس سے معاذ اللہ حقیقۃً بیٹھنا سمجھ لینا کیسا ظلم صریح ہے۔

ضرب ۳۷ : معالم سورۂ اعراف کا بیان تو وہ تھا کہ اہلسنت کا طریقہ سکوت ہے اتنا جانتے ہیں کہ استواء اللہ تعالٰی کی ایک صفت ہے اور اس کے معنے کا علم اللہ کے سپرد ہے، یہ طریقۂ سلف صالحین تھا، سورۂ رعد میں استواء کو علو سے تاویل کیا۔ یہ معنی دوم ہیں کہ اوپر گزرے۔

ضرب ۳۸ : امام بیہقی نے کتاب الاسماء میں دربارۂ استواء ائمہ متقدمین کا وہ مسلک ارشاد فرمایا جس کا بیان اوپر گزرا۔ پھر فرمایا :

وذھب ابوالحسن علی بن اسمٰعیل الاشعری الٰی ان اللہ تعالٰی جل ثناؤہ فعل فی العرش فعلا سماہ استواء کما فعل فی غیرہ فعلا سماہ رزقا او نعمۃ او غیرھما من افعالہ ثم لم یکیف الاستواء الا انہ جعلہ من صفات الفعل لقولہ تعالٰی ثم استوٰی علی العرش و ثم للتراخی والتراخی انما یکون فی الافعال وافعال اللہ تعالٰی توجد بلا مباشرۃ منہ ایاھا ولا حرکۃ۔[1]

یعنی امام اہلسنت امام ابوالحسن اشعری نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے عرش کے ساتھ کوئی فعل فرمایا ہے جس کا نام استواء رکھا ہے جیسے من و تو زید و عمرو کے ساتھ افعال فرمائے اور اُن کا نام رزق و نعمت وغیرہ رکھا اُس فعل استواء کی کیفیت ہم نہیں جانتے اتنا ضرور ہے کہ اُس کے افعال میں مخلوق کے ساتھ ملنا، چھونا، اُس سے لگا ہوا ہونا یا حرکت کرنا نہیں جیسے بیٹھنے چڑھنے وغیرہ میں ہے اور استواء کے فعل ہونے پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا پھر عرش پر استواء کیا تو معلوم ہوا کہ استواء حادث ہے پہلے نہ تھا اور حدوث افعال میں ہو سکتا ہے اللہ تعالٰی کی صفات ذات حدوث سے پاک ہیں، تو ثابت ہوا کہ استواء اللہ تعالٰی کی کوئی صفت ذاتی نہیں بلکہ اس کے کاموں میں سے ایک کام ہے جس کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں۔

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ما جاء فی قول اللہ تعالٰی الرحمٰن علی العرش استوٰی المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۵۲

www.alahazratnetwork.org

ضرب ۳۹: ابوالحسن علی بن محمد طبری وغیرہ ائمہ متکلمین سے نقل فرمایا:

القدیم سبحٰنہ عال علی عرشہ لاقاعد ولاقائم ولامماس ولامباین عن العرش، یرید بہ مباینۃ الذات التی ھی بمعنی الاعتزال او التباعد لان المماسۃ والمباینۃ التی ھی ضدھا والقیام والقعود من اوصاف الاجسام، واللہ عزوجل احد صمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد، فلا یجوز علیہ ما یجوز علی الاجسام تبارک وتعالٰی[1]

مولٰی تعالٰی عرش پر علو رکھتا ہے مگر نہ اس پر بیٹھا ہے نہ کھڑا، نہ اس سے لگا ہوا نہ اس معنی پر جدا کہ اس سے ایک کنارے پر ہو یا دور ہو کہ لگا یا الگ ہونا اور اٹھنا بیٹھنا تو جسم کی صفتیں ہیں اور اللہ تعالٰی احد صمد ہے، نہ جنا نہ جنا گیا، نہ اس کے جوڑ کا کوئی، تو جو باتیں اجسام پر روا ہیں اللہ عزوجل پر روا نہیں ہوسکتیں۔

ضرب ۴۰: امام استاذ ابوبکر بن فورک سے نقل فرمایا کہ انھوں نے بعض ائمہ اہلسنت سے حکایت کی:

استوٰی بمعنی علا ولا یرید بذٰلک علوا بالمسافۃ والتحیز والکون فی مکان متمکنا فیہ ولکن یرید معنی قول اللہ عزوجل ءامنتم من فی السماء ای من فوقہا علٰی معنی نفی الحد عنہ وانہ لیس مما یحویہ طبق او یحیط بہ قطر[2]

یعنی استوار بمعنی علو ہے اور اس سے مسافت کی بلندی یا مکان میں ہونا مراد نہیں بلکہ یہ کہ وہ حد و نہایت سے پاک ہے عرش و فرش کا کوئی طبقہ اسے محیط نہیں ہوسکتا، نہ کوئی مکان اسے گھیرے، اسی معنی پر قرآن عظیم میں اسے آسمان کے اوپر فرمایا، یعنی اس سے بلند و بالا ہے کہ آسمان میں سما سکے۔

امام بیہقی فرماتے ہیں:

قلت وھو علٰی ھٰذہ الطریقۃ من

حاصل یہ کہ اس طریقہ پر استوار صفات ذات

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی قول اللہ تعالٰی الرحمٰن علی العرش استوٰی المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۵۲

[2] " " " " " " " " " " " " " " " " ۲/ ۱۵۲ و ۱۵۳

www.alahazratnetwork.org

صفات الذات وکلمۃ، ثم تعلقت بالمستوی علیہ، لا بالاستواء، وھو کقولہ عزوجل "ثم اللہ شھید علٰی ما یفعلون" یعنی ثم یکون عملھم فیشھدہ۔ وقد اشار ابوالحسن علی بن اسمٰعیل الٰی ھٰذہ الطریقۃ حکایۃ، فقال وقال بعض اصحابنا انہ صفۃ ذات ولا یقال لم یزل مستویا علٰی عرشہ کما ان العلم بان الاشیاء قد حدثت من صفات الذات، ولا یقال لم یزل عالما بان قد حدثت ولما حدثت بعد۔[1]

سے ہوگا کہ اللہ سبحٰنہ بذاتہ اپنی تمام مخلوق سے بلند و بالا ہے نہ بلندی مکان بلکہ بلندی مالکیت وسلطان، اور اب پھر کا لفظ نظر بحدوث عرش ہوگا کہ وہ بلندی ذاتی ہر حادث سے اُس کے حدوث کے بعد متعلق ہوتی ہے جیسے قرآن عظیم میں فرمایا کہ پھر اللہ شاہد ہے اُن کے افعال پر یعنی جب ان کے افعال پیدا ہوئے تو شہود الٰہی ان سے متعلق ہوا جس طرح علم الٰہی قدیم ہے مگر یہ علم کہ چیز حادث ہوگئی اس کے حدوث کے بعد ہی متعلق ہوگا یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ازل میں جانتا تھا کہ اشیاء پیدا ہوچکیں حالانکہ ہنوز ناپیدا تھیں۔

ضرب ۱۴۱: پھر امام اہلسنت قدس سرہٗ سے نقل فرمایا:

وجوابی ھو الاول وھو ان اللہ مستوی علٰی عرشہ وانہ فوق الاشیاء بائن منھا بمعنی انھا لا تحلہ ولا یحلھا ولا یمسھا ولا یشبھھا ولیست البینونۃ بالعزلۃ، تعالی اللہ ربنا عن الحلول والمماسۃ علوا کبیرا۔[2]

میرا قول وہی پہلا ہے کہ اللہ عزوجل نے عرش کے ساتھ فعلِ استوار کیا اور ایک عرش ہی کیا وہ تمام اشیاء سے بالا اور سب سے جُدا ہے بایں معنی کہ نہ اشیاء اس میں حلول کریں نہ وہ اُن میں، نہ وہ ان سے مَس کرے نہ اُن سے کوئی مشابہت رکھے، اور یہ جدائی نہیں کہ اللہ تعالٰی اشیاء سے ایک کنارے پر ہو، ہمارا رب حلول و مس و فاصلہ و عزلت سے بہت بلند ہے۔ جل و علا۔

دیکھو ائمہ اہلسنت بیٹھنے، چڑھنے، ٹھہرنے کی کیسی جڑ کاٹ رہے ہیں۔

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ما جاء فی قول اللہ تعالٰی الرحمٰن علی العرش استوٰی المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۵۳

[2] " " " " " " " " " " " " " "

www.alahazratnetwork.org

ضرب ۴۲: پھر امام اہلسنت سے نقل فرمایا،

وقد قال بعض اصحابنا ان الاستواء صفة الله تعالٰی ینفی الاعوجاج عنه[1]

یعنی بعض ائمۂ اہلسنت نے فرمایا کہ صفت استواء کے معنے ہیں کہ اللہ عزوجل کجی سے پاک ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) اس تقدیر پر استواء صفاتِ سلبیہ سے ہوگا جیسے غنی یعنی کسی کا محتاج نہیں، یونہی مستوی یعنی اس میں کجی اور اعوجاج نہیں اور باب علٰی ظرفِ مستقر ہوگا اور اسی علو ملک وسلطان کا مفید، اور ثمّ تراخی فی الذکر کے لئے، کقولہ تعالٰی ثم کان من الذین اٰمنوا[2] (پھر ایمان والوں میں ہوا۔ت) وقولہ تعالٰی خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون[3] (اس کو مٹی سے پیدا کیا پھر اس کو فرمایا ہوجا، تو وہ ہوگیا۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

ضرب ۴۳: پھر امام استاذ ابو منصور ابن ابی ایّوب سے نقل فرمایا کہ انھوں نے مجھے لکھ بھیجا،

ان کثیرا من متاخری اصحابنا ذھبوا الٰی ان الاستواء ھو القھر والغلبة، ومعناه ان الرحمٰن غلب العرش و قھره، وفائدته الاخبار عن قھره مملوکاته، وانھا لم تقھره وانما خص العرش بالذکر لانه اعظم المملوکات فنبه بالاعلٰی علی الادنی، قال والاستواء بمعنی القھر والغلبة شائع فی اللغة کما یقال استوٰی فلان علی الناحیة اذا غلب اھلھا وقال الشاعر فی

یعنی بہت متاخرین علمائے اہل سنت اس طرف گئے کہ استواء بمعنی قہر وغلبہ ہے، آیت کے معنی یہ ہیں کہ رحمٰن عزجلالہ عرش پر غالب اور اس کا قاہر ہے، اور اس ارشاد کا فائدہ یہ خبر دینا ہے کہ مولٰی تعالٰی اپنی تمام مملوکات پر قابو رکھتا ہے مملوکات کا اس پر قابو نہیں۔ اور عرش کا خاص ذکر اس لئے فرمایا کہ وہ جسامت میں سب مملوکات سے بڑا ہے تو اس کے ذکر سے باقی سب پر تنبیہ فرمادی اور استواء بمعنی قہر وغلبہ زبانِ عرب میں شائع ہے پھر نثر ونظم سے اس کی نظیریں پیش کیں کہ

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی قول اللہ تعالٰی الرحمٰن علی العرش استوٰی المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۵۳

[2] القرآن الکریم ۹۰/ ۱۷

[3] ؍؍ ؍؍ ۳/ ۵۹

www.alahazratnetwork.org

بشر بن مروان سے
قد استوٰی بشر علی العراق
من غیر سیف و دم مھراق

جب کوئی شخص کسی بستی والوں پر غالب آجائے تو کہا جاتا ہے "استوٰی فلان علی الناحیۃ" اور شاعر نے بشر بن مروان کے بارے میں کہا "تحقیق بشر عراق پر غالب آگیا تلوار کے ساتھ خون بہائے بغیر" شاعر کی مراد یہ ہے کہ وہ جنگ کے بغیر بستی والوں پر غالب آگیا۔ (ت)

یرید انہ غلب اھلہ من غیر محاربۃ۔[1]

گمراہ وہابیو! تم نے دیکھا کہ تمھاری ہی پیش کردہ کتابوں نے تمھیں کیا کیا سزائے کردار کو پہنچایا مگر تمھیں حیا کہاں!

دُوسرا تپانچہ

جاہل بے خرد نے بک دیا کہ اللہ تعالٰی کا احاطہ فقط از رُوئے علم ہے اس میں اللہ عزوجل کی قدرت کا بھی منکر ہوا، اللہ عزوجل کی صفتِ بصر سے بھی بے بصر ہوا، اپنی مستندہ کتابوں کا بھی خلاف کیا، خود اپنی بیہودہ تحریر سے بھی تناقض و اختلاف کیا۔ وجوہ سنئے:

ضرب ۴۴: قال اللہ تعالٰی:

الا انھم فی مریۃ من لقاء ربھم الا انہ بکل شیئ محیط۔[2]

سُنتا ہے وہ شک میں ہیں اپنے رب سے ملنے سے۔ سُنتا ہے خدا ہر چیز کو محیط ہے۔

ضرب ۴۵: قال اللہ تعالٰی:

وکان اللہ بکل شیئ محیطا۔[3]

اللہ ہر شے کو محیط ہے۔

ضرب ۴۶: قال اللہ تعالٰی:

واللہ من ورائھم محیط۔[4]

اللہ ان کے آس پاس سے محیط ہے۔

ان تینوں آیتوں میں اللہ عزوجل کو محیط بتایا ہے، احاطہ علم کی آیت جُدا ہے،

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ما جاء فی قول اللہ تعالٰی الرحمٰن علی العرش استوٰی المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۵۲

[2] القرآن الکریم ۴۱/ ۵۴

[3] " " ۴/ ۱۲۶

[4] " " ۸۵/ ۲۰

www.alahazratnetwork.org

وان اللّٰہ قد احاط بکل شیئ علما[1] بیشک اللہ تعالٰی کا علم ہر شے کو محیط ہے (ت)

ضرب ۴۷: ترجمہ رفیعیہ میں ہے:

"خبردار ہو تحقیق وہ بیچ شک کے ہیں ملاقات پروردگار اپنے کی سے، خبردار ہو تحقیق وہ ہر چیز کو گھیر رہا ہے"[2]

ضرب ۴۸: اُسی میں ہے:

"اور ہے اللہ ساتھ ہر چیز کے گھیرنے والا"[3]

ضرب ۴۹: اُسی میں ہے:

"اور اللہ اُن کے پیچھے سے گھیر رہا ہے"[4]

ضرب ۵۰: موضح القرآن میں ہے:

"سنتا ہے وہ دھوکے میں ہیں اپنے رب کی ملاقات سے، سنتا ہے وہ گھیر رہا ہے ہر چیز کو"[5]

ضرب ۵۱: اُسی میں زیر آیت ثالثہ ہے:

"اور اللہ نے اُن کے گرد سے گھیرا ہے"[6]

ان دونوں تیرے مستند مترجموں نے بھی یہ احاطہ خود اللہ عزوجل ہی کی طرف نسبت کیا۔

ضرب ۵۲: اُسی میں زیر آیت ثانیہ ہے:

"اللہ کے ڈھب میں ہے سب چیز"[7] یہ احاطہ از روئے قدرت لیا۔

ضرب ۵۳: جامع البیان میں زیر آیت اُولٰی ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/ ۱۲

[2] ترجمہ شاہ رفیع الدین آیۃ ۴۱/ ۵۴ ممتاز کمپنی لاہور ص ۵۲۹ و ۵۳۰

[3] " " " " ۴/ ۱۲۶ ممتاز کمپنی لاہور ص ۱۰۹

[4] " " " " ۸۵/ ۱۲ " " " ص ۶۵

[5] موضح القرآن ترجمہ و تفسیر شاہ عبدالقادر ۴۱/ ۵۴ تاج کمپنی لاہور ص ۵۱۱

[6] " " " " " " " " " " ص ۷۱۶

[7] " " " " " " " " " ص ۱۲۰

www.alahazratnetwork.org

الکل تحت علمہ و قدرتہ۔[1] یعنی سب اُس کے علم وقدرت کے نیچے ہیں۔

ضرب ۵۴: زیرِ آیت ثانیہ ہے:

بعلمہ و قدرتہ[2] اللہ علم وقدرت دونوں کی رُو سے محیط ہے۔

ضرب ۵۵: مدارک شریف میں زیرِ آیت ثالثہ ہے:

عالم باحوالہم وقادر علیہم وھم لایعجزونہ[3] یعنی اللہ اُن کے احوال کا عالم اور اُن پر قادر ہے وہ اسے عاجز نہیں کرسکتے۔

ضرب ۵۶: کتاب الاسماء میں ہے:

المحیط راجع الی کمال العلم و القدرۃ۔[4] اسم الٰہی محیط کے معنے کمال علم وقدرت کی طرف راجع ہیں۔

ان تیرے مستندوں نے احاطہ فقط از روئے علم ہونا کیسا باطل کیا۔

ضرب ۵۷: اللہ عزوجل کی بصر بھی محیط ہے، قال تعالٰی:

انہ بکل شیئ بصیر۝[5] اللہ تعالٰی ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔

ضرب ۵۸: اس کا سمع بھی محیط اشیاء ہے۔

کما حققہ عالم اھل السنۃ مدظلہ فی منہیات سبحٰن السبوح۔ جیسا کہ عالم اہلسنت نے "سبحٰن السبوح" کے منہیات میں اس کی تحقیق فرمائی ہے (ت)

ضرب ۵۹: قدرت بھی محیط ہے۔ قال تعالٰی:

ان اللہ علٰی کل شیئ قدیر۝[6] بیشک اللہ تعالٰی ہر شے پر قادر ہے (ت)

ضرب ۶۰: خالقیت بھی محیط ہے، قال تعالٰی:

خالق کل شیئ فاعبدوہ[7] - اللہ تعالٰی ہر شے کا خالق ہے پس اسی کی عبادت کرو۔ (ت)

---

[1] جامع البیان محمد بن عبدالرحمٰن آیۃ ۴۱/۵۴ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ۲/۲۵۲

[2] " " " " " ۴/۱۲۶ " " " " ۱/۱۲۶

[3] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) ۸۵/۲۰ دار الکتاب العربی بیروت ۴/۳۴۷

[4] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی جامع ابواب ذکر الاسماء التی تتبع فی التشبیہ الخ المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۱/۸۱

[5] القرآن الکریم ۶۷/۱۹ [6] القرآن الکریم ۲/۲۰ و ۲/۱۰۶ و ۲/۱۰۹ و ۲/۱۴۸ وغیرہ

[7] " " ۶/۱۰۲

www.alahazratnetwork.org

ضرب ۶۱ : مالکیت بھی محیط ہے، قال تعالٰی :

بیدہٖ ملکوت کل شیئ[1]   اسی کے ہاتھ میں ہر چیز کا قبضہ ہے (ت)

اس بے خرد وہابی نے فقط از روئے علم کہہ کر ان تمام صفاتِ الٰہیہ کے احاطہ سے انکار کردیا، آنکھیں رکھتا ہو تو سوجھے کہ اپنی گہری جہالت کی گھٹا ٹوپ اندھیری میں کتنی آیتوں کا رد کرگیا۔

بالجملہ اگر مذہب محققین لیجئے تو ہم اہلسنت کے ہمارے مولٰی تعالٰی کا علم محیط ہے جیسا کہ سورۂ طلاق میں فرمایا، اور احاطہ علم کے معنے ہمیں معلوم ہیں کہ

لایعزب عنہ مثقال ذرۃ فی السمٰوٰت ولا فی الارض[2]   اس سے غائب نہیں ذرہ بھر کوئی چیز آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔ (ت)

اور ہمارا مولٰی عزوجل محیط ہے جیسا کہ سورۂ نساء، سورۂ فصلت و سورۂ بروج میں ارشاد فرمایا، اور اس کا احاطہ ہماری عقل سے ورا ہے۔

اٰمنا بہ کل من عند ربنا[3]   ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔ (ت)

اور اگر مسلک متأخرین چلئے تو اللہ تعالٰی جس طرح از روئے علم محیط ہے یونہی از روئے قدرت از روئے سمع و از راہِ بصر و از جہت ملک و از وجہِ خلق وغیر ذلک، تو فقط علم میں احاطہ منحصر کردینا ان سب صفات و آیات سے منکر ہوجانا ہے۔

ضرب ۶۲ : بیوقوف چند سطر بعد مانے گا کہ جتنی صفتیں کلامِ شارع میں وارد ہیں ان سے سکوت نہ ہوگا یہاں احاطہ ذات سے سکوت کیسا، انکار کرگیا مگر وہابی را حافظہ نباشد، یہ کیسا صریح تناقض ہے۔

تیسرا تپانچہ

اصل تپانچہ قیامت کا تپانچہ جس سے مجسمی گمراہی کا منہ سر ہوجائے

بدمذہب گمراہ نے صاف بک دیا کہ اس کا معبود مکان رکھتا ہے عرش پر بستا ہے،

---

[1] القرآن الکریم ۳۶ / ۸۳
[2] " " ۳۴ / ۳
[3] " " ۳ / ۷

www.alahazratnetwork.org

تعالی اللہ عما یقول الظلمون علوا کبیرا ۵ (اللہ تعالٰی اس سے بہت بلند ہے جو ظالم کہتے ہیں۔ت)

ضرب ۶۳: وہابیہ مجسمہ کے پیر مغاں اسمٰعیل آنجہانی علیہ ما علیہ کے دادا پیر اور استاد اور باپ یعنی جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کا ارشاد اوپر گزرا کہ اہلسنت کے اعتقاد میں اللہ عزوجل مکان سے پاک ہے، اس کے بدعتی ہونے میں انھیں کا فتوٰی کافی۔

ضرب ۶۴ تا ۶۷: بحرالرائق و عالمگیری و قاضی خاں و فتاوٰی خلاصہ کی عبارتیں بھی اوپر گزریں کہ جو اللہ عزوجل کے لئے مکان مانے کافر ہے۔

یہ تو اوپر کے پانچ تھے اب اصل طرز کے لیجئے یعنی اُسی کی مستند کتابوں سے اُسے رگیدنا، پھر کچھ دلائل قاطعہ عقلیہ و نقلیہ کے جگردوز جوشن گزار تیروں سے مجسمیت کا کلیجا چھیدنا۔ و باللہ التوفیق ووصول التحقیق۔

ضرب ۶۸: مدارک شریف سورۂ اعراف میں ہے،

انہ تعالٰی کان قبل العرش ولا مکان وھو الاٰن کما کان لان التغیر من صفات الاکوان [1]	بیشک اللہ تعالٰی عرش سے پہلے موجود تھا جب مکان کا نام ونشان نہ تھا اور وہ اب بھی ویسا ہی ہے جیسا جب تھا اس لئے کہ بدل جانا تو مخلوق کی شان ہے۔

ضرب ۶۹: یونہی سورۂ طٰہٰ میں تصریح فرمائی کہ عرش مکانِ الٰہی نہیں، اللہ عزوجل مکان سے پاک ہے۔ عبارت سابقاً منقول ہوئی۔

ضرب ۷۰: سورۂ یونس میں فرمایا:

ای استولی فقد یقدس الدیان جل وعز عن المکان والمعبود عن الحدود [2]	استواء بمعنی استیلاء وغلبہ ہے نہ بمعنی مکانیت اس لئے کہ اللہ عزوجل مکان سے پاک اور معبود جل وعلا حد ونہایت سے منزّہ ہے۔

ہزار نفریں اُس بیحیا آنکھ کو جو ایسے ناپاک بول بول کر ایسی کتابوں کا نام لیتے ہوئے ذرا نہ جھپکے۔

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) آیت ۷/۵۴ دارالکتاب العربی بیروت ۲/۵۶

[2] " " " " ۱۰/۳ " " " " ۲/۱۵۳

www.alahazratnetwork.org

ضرب ۷۱: امام بیہقی کتاب الاسماء والصفات میں امام اجل ابو عبداللہ حلیمی سے زیر اسم پاک متعالی نقل فرماتے ہیں:

معناہ المرتفع عن ان یجوز علیہ مایجوز علی المحدثین من الازواج والاولاد والجوارح والاعضاء واتخاذ السریر للجلوس علیہ، والاحتجاب بالستور عن ان تنفذ الابصار الیہ، والانتقال من مکان الی مکان، ونحو ذٰلک فان اثبات بعض ھذہ الاشیاء یوجب النھایۃ وبعضہا یوجب الحاجۃ، وبعضہا یوجب التغیر والاستحالۃ، وشیئ من ذٰلک غیر لائق بالقدیم ولاجائز علیہ۔[1]

یعنی نام الٰہی متعالی کے یہ معنی ہیں کہ اللہ عزوجل اس سے پاک ومنزہ ہے کہ جو باتیں مخلوقات پر روا ہیں جیسے جورو، بیٹا، آلات، اعضاء، تخت پر بیٹھنا، پردوں میں چھپنا، ایک مکان سے دوسرے کی طرف انتقال کرنا (جس طرح چڑھنے اُترنے، چلنے، ٹھہرنے میں ہوتا ہے) اس پر روا ہو سکیں اس لئے کہ ان میں بعض باتوں سے نہایت لازم آئے گی بعض سے احتیاج بعض سے بدلنا متغیر ہونا اور ان میں کوئی امر اللہ عزوجل کے لائق نہیں، نہ اس کے لئے امکان رکھے۔

کیوں بچتا ہے تو نہ ہوگے کتاب الاسماء کا حوالہ دے کر، تُف ہزار تُف وہابیہ مجسمہ کی بے حیائی پر۔

ضرب ۷۲: باب ماجاء فی العرش میں امام سلیمٰن خطابی علیہ الرحمۃ سے نقل فرماتے ہیں:

لیس معنی قول المسلمین ان اللہ تعالٰی استوی علی العرش ھوانہ مماس لہ، او متمکن فیہ، اومتحیز فی جھۃ من جہاتہ، لکنہ بائن من جمیع خلقہ، وانما ھو خبر جاء بہ التوقیف فقلنا بہ ونفینا عنہ التکییف اذلیس کمثلہ شیئ وھو

مسلمانوں کے اس قول کے کہ "اللہ تعالٰی عرش پر ہے" یہ معنی نہیں کہ وہ عرش سے لگا ہوا ہے یا وہ اس کا مکان ہے یا وہ اس کی کسی جانب میں ٹھہرا ہوا ہے بلکہ وہ تو اپنی تمام مخلوق سے نرالا ہے یہ تو ایک خبر ہے کہ شرع میں وارد ہوئی تو ہم نے مانی اور چگونگی اس سے دور و مسلوب جانی اس لئے کہ اللہ کے مشابہ کوئی

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی جامع ابواب ذکر الاسماء التی تتبع نفی التشبیہ الخ المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۱/ ۲۹۰

www.alahazratnetwork.org

السمیع العلیم[1] چیز نہیں اور وہی ہے سننے دیکھنے والا۔

ضرب ۳ ۷: اُس سے گزرا کہ اللہ عزوجل کے علو سے اُس کا مکانِ بالا میں ہونا مراد نہیں، مکان اُسے نہیں گھیرتا۔

ضرب ۴ ۷: نیز یہ کلیہ بھی گزرا کہ جو اجسام پر روا ہے اللہ عزوجل پر روا نہیں۔

ضرب ۵ ۷: اُسی میں یہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے رِوایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے طبقاتِ آسمان پھر اُن کے اُوپر عرش پھر طبقاتِ زمین کا بیان کر کے فرمایا:

والذی نفس محمد بیدہ لو انکم دلیتم احدکم بحبل الی الارض السابعۃ لھبط علی اللہ تبارک وتعالٰی ثم قرأ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھو الاول والاخر والظاھر والباطن[2]

قسم اُس کی جس کے دستِ قدرت میں محمد (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی جان ہے اگر تم کسی کو رسی کے ذریعہ سے ساتویں زمین تک لٹکاؤ تو وہاں بھی وہ اللہ عزوجل ہی تک پہنچے گا۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ اللہ ہی ہے اول و آخر و ظاہر و باطن۔

اس حدیث کے بعد امام فرماتے ہیں:

الذی روی فی اٰخر ھٰذا الحدیث اشارۃ الٰی نفی المکان عن اللہ تعالٰی وان العبد اینما کان فھو فی القرب والبعد من اللہ تعالٰی سواء، وانہ الظاھر، فیصح ادراکہ بالادلۃ، الباطن فلا یصح ادراکہ بالکون فی مکان[3]

اس حدیث کا پچھلا فقرہ اللہ عزوجل سے نفی مکان پر دلالت کرتا ہے اور یہ کہ بندہ کہیں ہو اللہ عزوجل سے قُرب و بُعد میں یکساں ہے اور یہ کہ اللہ ہی ظاہر ہے تو دلائل سے اُسے پہچان سکتے ہیں اور وہی باطن ہے کسی مکان میں نہیں کہ یوں اُسے جان سکیں۔

اقول یعنی اگر عرش اُس کا مکان ہوتا تو جو ساتویں زمین تک پہنچا وہ اُس سے کمال دُوری و بُعد پر ہو جاتا نہ کہ وہاں بھی اللہ ہی تک پہنچتا اور مکانی چیز کا ایک آن میں دو مختلف

[1] کتاب الاسماء والصفات باب ماجاء فی العرش والکرسی المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/۱۴۹

[2] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی جماع ابواب ذکر الاسماء التی تتبع نفی التشبیہ الخ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ۲/۱۴۴

[3] " " " " " " " " " " " " " " " " " "

www.alahazratnetwork.org

مکان میں موجود ہونا محال، اور یہ اُس سے بھی شنیع تر ہے کہ عرش تا فرش تمام مکانات بالا و زیریں دفعۃً اس سے بھرے ہوئے مانو کہ تجزیہ وغیرہ صدہا استحالے لازم آنے کے علاوہ معاذ اللہ اللہ تعالٰی کو اسفل و ادنٰی کہنا بھی صحیح ہوگا لاجرم قطعاً یقیناً ایمان لانا پڑے گا کہ عرش و فرش کچھ اُس کا مکان نہیں، نہ وہ عرش میں ہے نہ ماتحت الثرٰی میں، نہ کسی جگہ میں، ہاں اس کا علم و قدرت و سمع و بصر و ملک ہر جگہ ہے جس طرح امام ترمذی نے جامع میں ذکر فرمایا۔

ضرب ۷۶: پھر فرمایا،

واستدل بعض اصحابنا فی نفی المکان عنہ تعالٰی بقول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "انت الظاھر فلیس فوقک شیئ وانت الباطن فلیس دونک شیئ" واذا لم یکن فوقہ شیئ ولا دونہ شیئ لم یکن فی مکان [1]

یعنی اور بعض ائمہ اہلسنّت نے اللہ عزوجل سے نفیِ مکان پر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس قول سے استدلال کیا کہ اپنے رب عزوجل سے عرض کرتے ہیں تُو ہی ظاہر ہے تو کوئی تجھ سے اُوپر نہیں، اور تُو ہی باطن ہے تو کوئی تیرے نیچے نہیں، جب اللہ عزوجل سے نہ کوئی اوپر ہوا نہ کوئی نیچے تو اللہ تعالٰی کسی مکان میں نہ ہوا۔

یہ حدیث صحیح مسلم شریف وسنن ابی داؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے ورواہ البیہقی فی الاسم الاول والاخر (اسے بیہقی نے اسم اول و آخر میں ذکر کیا ہے۔ ت)

اقول حاصلِ دلیل یہ کہ اللہ عزوجل کا تمام امکنہ زیر و بالا کو بھرے ہونا تو بداہۃً محال ہے ورنہ وہی استحالے لازم آئیں، اب اگر مکان بالا میں ہوگا تو اشیاء اس کے نیچے ہوں گی اور مکان زیریں میں ہُوا تو اشیاء اُس سے اُوپر ہوں گی اور وسط میں ہوا تو اُوپر نیچے دونوں ہونگی حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں، نہ اس سے اوپر کچھ ہے نہ نیچے کچھ۔ تو واجب ہوا کہ مولٰے تعالٰے مکان سے پاک ہو۔

ضرب ۷۷: عرش فرش جس جگہ کو معاذ اللہ مکانِ الٰہی کہو اللہ تعالٰے ازل سے اس میں متمکن تھا یا اب متمکن ہُوا، پہلی تقدیر پر وہ مکان بھی ازلی ٹھہرا اور کسی مخلوق کو ازلی ماننا باجماعِ مسلمین

---

[1] کتاب الاسماء والصفات باب ماجاء فی العرش والکرسی المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/۱۴۴

www.alahazratnetwork.org

کفر ہے دوسری تقدیر پر اللہ عزوجل میں تغیر آیا اور یہ خلافِ شانِ الوہیت ہے۔

ضرب ۷۸ : **اقول** مکان خواہ بُعد موہوم ہو یا مجرد یا سطح حاوی مکین کو اُس کا محیط ہونا لازم، محیط یا مماس بعض شے مکان بعض یا بعض مکان ہے نہ مکان شے، مثلاً ٹوپی کو نہیں کہہ سکتے کہ پہننے والے کا مکان۔ تم جوتا پہنے ہو تو یہ نہ کہیں گے کہ تمھارا مکان جُوتے میں ہے، تو عرش اگر معاذ اللہ مکانِ الٰہی ہو لازم کہ اللہ عزوجل کو محیط ہو، یہ محال ہے۔ قال اللہ تعالٰی : وکان اللّٰہ بکل شیئ محیطا[1] اللہ تعالٰی عرش و فرش سب کو محیط ہے۔ وہ احاطہ جو عقل سے ورائے ہے اور اس کی شانِ قدوسی کے لائق ہے اس کا غیر اسے محیط نہیں ہوسکتا۔

ضرب ۷۹ : نیز لازم کہ اللہ عزوجل عرش سے چھوٹا ہو۔

ضرب ۸۰ : نیز محدود و محصور ہو۔

ضرب ۸۱ : ان سب شناعتوں کے بعد جس آیت سے عرش کی مکانیت نکالی تھی وہی باطل ہوگئی، آیت میں عرش پر فرمایا ہے اور عرش مکانِ خدا ہو تو خدا عرش کے اندر ہوگا نہ کہ عرش پر۔

ضرب ۸۲ : **اقول** جب تیرے نزدیک تیرا معبود مکانی ہوا تو دو حال سے خالی نہیں جُزء لایتجزی کے برابر ہوگا یا اس سے بڑا، اول باطل ہے کہ اس تقدیر پر تیرا معبود ہر چھوٹی چیز سے چھوٹا ہوا، ایک دانۂ ریگ کے ہزارویں لاکھویں حصے سے بھی کمتر ہوا، نیز اس صورت میں صدہا آیات واحادیث عین وید و وجہ و ساق وغیرہا کا انکار ہوگا کہ جب متشابہات ظاہر پر محمول ٹھہریں تو یہاں بھی معانی مفہومۂ ظاہرہ مراد لینے واجب ہوں گے اور جزء لایتجزی کے لئے آنکھ، ہاتھ، چہرہ، پاؤں ممکن نہیں۔ اگر کہئے وہ ایک ہی جُزء ان سب اعضاء کے کام دیتا ہے، لہذا ان ناموں سے مسمّٰی ہوا تو یہ بھی باطل ہے کہ **اوّلاً** تو اس کے لئے یہ اشیاء مانی گئی ہیں نہ یہ کہ وہ خود یہ اشیاء ہے۔ **ثانیاً** باعیننا اور بل یداہ کا کیا جواب ہوگا کہ جزء لایتجزی میں دو فرض نہیں کرسکتے اور مبسوطتان تو صراحۃً اس کا ابطال ہے جو ہر فرد میں بسط کہاں، اور ثانی بھی باطل ہے کہ اس تقدیر پر تیرے معبود کے ٹکڑے ہوسکیں گے اس میں حصے فرض کرسکیں گے اور معبودِ حق عزجلالہٗ اس سے پاک ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۶

www.alahazratnetwork.org

ضرب ۸۳ : اقول جو کسی چیز پر بیٹھا ہو اس کی تین ہی صورتیں ممکن، یا تو وہ بیٹھک اس کے برابر ہے یا اس سے بڑی ہے کہ وہ بیٹھا ہے اور جگہ خالی باقی ہے یا چھوٹی ہے کہ وہ پورا اس بیٹھک پر نہ آیا کچھ حصہ باہر ہے۔ اللہ عزوجل میں یہ تینوں صورتیں محال ہیں، وہ عرش کے برابر ہو تو جتنے حصے عرش میں ہو سکتے ہیں اس میں بھی ہو سکیں گے، اور چھوٹا ہو تو اُسے خدا کہنے سے عرش کو خدا کہنا اولٰی ہے کہ وہ خدا سے بھی بڑا ہے اور بڑا ہو تو بالفعل حصے متعین ہو گئے کہ خدا کا ایک حصہ عرش سے ملا ہے اور ایک حصہ باہر ہے۔

ضرب ۸۴ : اقول خدا اس عرش سے بھی بڑا بنا سکتا ہے یا نہیں، اگر نہیں تو عاجز ہوا حالانکہ ان اللہ علٰی کل شیئ قدیر[1] (بے شک اللہ تعالٰی ہر چیز پر قادر ہے۔ ت) اور اگر ہاں تو اب اگر خدا عرش سے چھوٹا نہیں برابر بھی ہو تو جب عرش سے بڑا بنا سکتا ہے اپنے سے بڑا بھی بنا سکتا ہے کہ جب دونوں برابر ہیں تو جو عرش سے بڑا ہے خدا سے بھی بڑا ہے اور اگر خدا عرش سے بڑا ہے تو غیر متناہی بڑا نہیں ہو سکتا کہ لاتناہی ابعاد دلائل قاطعہ سے باطل ہے لاجرم بقدر متناہی بڑا ہو گا، مثلاً عرش سے دونا فرض کیجئے، اب عرش سے سواتی ڈیوڑھی یونی دگنی تگنی مقداروں کو پُوچھتے جائیے کہ خدا ان کے بنانے پر قادر ہے یا نہیں، جہاں انکار کرو گے خدا کو عاجز کہو گے اور اقرار کرتے جاؤ گے تو وہی مصیبت آڑے آئے گی کہ خدا اپنے سے بڑا بنا سکتا ہے۔

ضرب ۸۵ : اقول یہ تو ضرور ہے کہ خدا جب عرش پر بیٹھے تو عرش سے بڑا ہو ورنہ خدا اور مخلوق برابر ہو جائیں گے یا مخلوق اس سے بڑی ٹھہرے گی اور جب وہ بیٹھنے والا اپنی بیٹھک سے بڑا ہے تو قطعاً اس پر پورا نہیں آ سکتا جتنا بڑا ہے اتنا حصہ باہر رہے گا تو اس میں دو حصے ہوئے ایک عرش سے لگا اور ایک الگ۔ اب سوال ہو گا کہ یہ دونوں حصے خدا ہیں یا جتنا عرش سے لگا ہے وہی خدا ہے باہر والا خدائی سے جُدا ہے یا اس کا عکس ہے یا اُن میں کوئی خدا نہیں بلکہ دونوں کا مجموعہ خدا ہے، پہلی تقدیر پر دو خدا لازم آئیں گے، دوسری پر خدا و عرش برابر ہو گئے کہ خدا تو اتنے ہی کا نام رہا جو عرش سے ملا ہوا ہے، تیسری تقدیر پر خدا عرش پر نہ بیٹھا کہ جو خدا ہے وہ الگ ہے اور جو لگا ہے وہ خدا نہیں، چوتھی پر عرش خدا کا مکان نہ ہُوا کہ وہ اگر مکان ہے تو اُتنے ٹکڑے کا جو اس سے ملا ہے اور وہ خدا نہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۰ و ۱۰۶ و ۱۰۹ و ۱۴۸ وغیرہ۔

www.alahazratnetwork.org

ضرب ۸۶: اقول جو مکانی ہے اور جزء لایتجزیٰ کے برابر نہیں اُسے مقدار سے مفر نہیں اور مقدار غیر متناہی بالفعل باطل ہے اور مقدار متناہی کے افراد نامتناہی ہیں اور شخص معین کو اُن میں سے کوئی قدر معیّن ہی عارض ہوگی، تو لاجرم تیرا معبود ایک مقدار مخصوص محدود پر ہوا اس تخصیص کو علت سے چارہ نہیں مثلاً کروڑ گز کا ہے تو دو کروڑ کا کیوں نہ ہُوا، دو کروڑ کا ہے تو کروڑ کا کیوں نہ ہوا، اس تخصیص کی علت تیرا معبود آپ ہی ہے یا اس کا غیر، اگر غیر ہے جب تو سچا خدا وہی ہے جس نے تیرے معبود کو اِتنے یا اُتنے گز کا بنایا، اور اگر خود ہی ہو تاہم بہر حال اُس کا حادث ہونا لازم کہ امور متساویۃ النسبۃ میں ایک کی ترجیح ارادے پر موقوف، اور ہر مخلوق بالارادہ حادث ہے تو وہ مقدار مخصوص حادث ہوئی اور مقداری کا وجود بے مقدار کے محال، تو تیرا معبود حادث ہوا، اور تقدم الشیئ علی نفسہ کا لزوم علاوہ۔

ضرب ۸۷: اقول ہر مقدار متناہی قابل زیادت ہے تو تیرے معبود سے بڑا اور اس کے بڑے سے بڑا ممکن۔

ضرب ۸۸: اقول جہات فوق وتحت دو مفہوم اضافی ہیں ایک کا وجود بے دوسرے کے محال ہر بچہ جانتا ہے کہ کسی چیز کو اُوپر نہیں کہہ سکتے جب تک دوسری چیز نیچی نہ ہو، اور ازل میں اللہ عزوجل کے سوا کچھ نہ تھا۔ صحیح بخاری شریف میں عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

كان الله تعالٰى ولم يكن شيئ غيره.[1] اللہ تعالٰی تھا اور اس کے سوا کچھ نہ تھا۔

تو ازل میں اللہ عزوجل کا فوق یا تحت ہونا محال، اور جب ازل میں محال تھا تو ہمیشہ محال رہے گا ورنہ اللہ عزوجل کے ساتھ حوادث کا قیام لازم آئے گا اور یہ محال ہے۔ کتاب الاسماء والصفات میں امام ابو عبداللہ حلیمی سے ہے:

اذا قيل لله العزيز فانما يراد به الاعتراف له بالقدم الذي لايتهيأ معه تغيره عما لم يزل عليه من القدرة والقوة، و

جب اللہ تعالٰی کو عزیز کہا جائے تو اس سے اس کے قدم کا اعتراف ہے کہ جس کی بنا پر ازل سے اسکی قدرت وطاقت پر کوئی تغیر نہیں ہوا، اور اللہ تعالٰی کی پاکیزگی کی طرف راجع ہے ان چیزوں سے جو

---

[1] صحیح البخاری کتاب بدء الخلق باب ماجاء فی قول اللہ تعالٰی وھو الذی یبدؤ الخلق الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۵۳

www.alahazratnetwork.org

ذٰلک عائد الی تنزیھہ تعالٰی عمایجوز علی المصنوعین لاعراضھم بالحدوث فی انفسھم للحوادث ان تصیبھم وتغیرھم۔[1]	مخلوق کے لئے ہوسکتی ہیں کیونکہ وہ خود اور ان کے حوادث تغیر پاتے ہیں۔ (ت)

ضرب ۸۹ : اقول ہر ذی جہت قابل اشارہ حسیہ ہے کہ اُوپر ہوا تو اُنگلی اُوپر کو اٹھا کر بتا سکتے ہیں کہ وُہ ہے اور نیچے ہُوا تو نیچے کو۔ اور ہر قابل اشارہ حسیہ متحیز ہے اور متحیز جسم یا جسمانی ہے اور ہر جسم و جسمانی محتاج ہے اور اللہ عزّوجل احتیاج سے پاک ہے تو واجب ہوا کہ جہت سے پاک ہو، نہ اوپر ہو نہ نیچے، نہ آگے نہ پیچھے، نہ دہنے نہ بائیں تو قطعاً لازم کہ کسی مکان میں نہ ہو۔

ضرب ۹۰ : اقول عرش زمین سے غایت بُعد پر ہے اور اللہ بندے سے نہایت قرب میں۔ قال اللہ تعالٰی :

نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔[2]	ہم تمھاری شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں (ت)

قال اللہ تعالٰی :

اذا سألک عبادی عنی فانی قریب۔[3]	جب تجھ سے میرے متعلق میرے بندے سوال کریں تو میں قریب ہوں۔ (ت)

تو اگر عرش پر اللہ عزّوجل کا مکان ہوتا اللہ تعالٰی ہر دور تر سے زیادہ ہم سے دور ہوتا، اور وہ بنصِ قرآن باطل ہے۔

ضرب ۹۱ : مولٰی تعالٰی اگر عرش پر چڑھا بیٹھا ہے تو اس سے اُتر بھی سکتا ہے یا نہیں، اگر نہیں تو عاجز ہوا اور عاجز خدا نہیں، اور اگر ہاں تو جب اُترے گا عرش سے نیچے ہوگا تو اس کا اسفل ہونا بھی ممکن ہُوا اور اسفل خدا نہیں۔

ضرب ۹۲ : اقول اگر تیرے معبود کے لئے مکان ہے اور مکان و مکانی کو جہت سے چارہ نہیں کہ جہات نفس امکنہ ہیں یا حدود امکنہ، تو اب دو حال سے خالی نہیں، یا تو آفتاب کی طرح صرف ایک ہی طرف ہوگا یا آسمان کی مانند ہر جہت سے محیط۔ اوّل باطل ہے بوجوہ :

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی جماع ابواب ذکر الاسماء التی تتبع نفی التشبیہ الخ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۱/ ۲
[2] القرآن الکریم ۵۰/ ۱۶
[3] " " ۲/ ۱۸۶

www.alahazratnetwork.org

اولاً آیۂ کریمہ وکان اللہ بکل شیئ محیطا[1] (اللہ تعالٰی کی قدرت ہر چیز کو محیط ہے۔ ت) کے مخالف ہے۔

ثانیاً کریمۂ اینما تولوا فثم وجہ اللہ[2] (تم جدھر پھرو تو وہاں اللہ تعالٰی کی ذات ہے۔ ت) کے خلاف ہے۔

ثالثاً زمین کروی یعنی گول ہے اور اس کی ہر طرف آبادی ثابت ہوئی ہے اور بحمد اللہ ہر جگہ اسلام پہنچا ہوا ہے نئی پرانی دنیا میں سب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کلمے سے گونج رہی ہیں شریعتِ مطہرہ تمام بقاع کو عام ہے۔

تبٰرک الذی نزل الفرقان علٰی عبدہ لیکون للعٰلمین نذیرا[3]۔ وہ پاک ذات ہے جس نے اپنے خاص بندے پر قرآن نازل فرمایا تاکہ سب جہانوں کے لئے ڈر سنانے والا ہو۔ (ت)

اور صحیح بخاری میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان احدکم اذاکان فی الصلٰوۃ فان اللہ تعالٰی قبل وجہہ فلایتنخمن احد قبل وجہہ فی الصلٰوۃ[4]۔ جب تم میں کوئی شخص نماز میں ہوتا ہے تو اللہ تعالٰی اس کے منہ کے سامنے ہے تو ہرگز کوئی شخص نماز میں سامنے کو کھنکار نہ ڈالے۔

اگر اللہ تعالٰی ایک ہی طرف ہے تو ہر پارۂ زمین میں نماز پڑھنے والے کے سامنے کیونکر ہوسکتا ہے۔

رابعاً ان گمراہوں مکان وجہت ماننے والوں کے پیشواؤں ابن تیمیہ وغیرہ نے اللہ تعالٰی کے جہت بالا میں ہونے پر خود ہی یہ دلیل پیش کی ہے کہ تمام جہان کے مسلمان دعا ومناجات کے وقت ہاتھ اپنے سروں کی طرف اٹھاتے ہیں۔ ظاہر کہ یہ دلیل ذلیل طبل کلیل کہ ائمہ کرام جس کے پرخچے اڑا چکے اگر ثابت کرے گی تو اللہ عزوجل کا سب طرف سے محیط ہونا کہ ایک ہی طرف ہوتا تو دین کے

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۶

[2] " " ۲/ ۱۱۵

[3] " " ۲۵/ ۱

[4] صحیح البخاری کتاب الاذان باب ھل یلتفت لامر ینزل بہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰۴

www.alahazratnetwork.org

مسلمان سر کی طرف ہاتھ اٹھاتے جہاں وہ سروں کے مقابل ہے باقی اطراف کے مسلمان سروں کی طرف کیونکر اٹھاتے بلکہ سمت مقابل کے رہنے والوں پر لازم ہوتا کہ اپنے پاؤں کی طرف ہاتھ بڑھائیں کہ ان مجسمہ کا معبود اُن کے پاؤوں کی طرف ہے۔ بالجملہ پہلی شق باطل ہے۔ رہی دوسری اس پر یہ احاطۂ عرش کے اندر اندر ہرگز نہ ہوگا ورنہ استواء باطل ہوجائے گا، ان کا معبود عرش کے اوپر نہ ہوگا نیچے قرار پائے گا، لاجرم عرش کے باہر سے احاطہ کرے گا اب عرش ان کے معبود کے پیٹ میں ہوگا تو عرش اس کا مکان کیونکر ہوسکتا ہے بلکہ وہ عرش کا مکان ٹھہرا اور اب عرش پر بیٹھنا بھی باطل ہوگیا کہ جو چیز اپنے اندر ہو اس پر بیٹھنا نہیں کہہ سکتے کیا تمھیں کہیں گے کہ تم اپنے دل یا جگر یا طحال پر بیٹھے ہوئے ہو، گمراہو! حجۃ اللہ یوں قائم ہوتی ہے۔

ضرب ۹۳: اقول شرع مطہر نے تمام جہان کے مسلمانوں کو نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کا حکم فرمایا، یہی حکم دلیل قطعی ہے کہ اللہ عزوجل جہت و مکان سے پاک و بری ہے، اگر خود حضرت عزت جلالہ کے لئے طرف وجہت ہوتی تو محض مہمل و باطل تھا کہ اصل معبود کی طرف منہ کرکے اس کی خدمت میں کھڑا ہونا اس کی عظمت کے حضور پیٹھ جھکانا اُس کے سامنے خاک پر منہ ملنا چھوڑ کر ایک اور مکان کی طرف سجدہ کرنے لگیں حالانکہ معبود دوسرے مکان میں ہے، بادشاہ کا مجرئی اگر بادشاہ کو چھوڑ کر دیوان خانہ کی کسی دیوار کی طرف منہ کرکے آداب مجرا بجالائے اور دیوار ہی کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا رہے تو بےادب مسخرہ کہلائے گا یا مجنون پاگل۔ ہاں اگر معبود سب طرف سے زمین کو گھیرے ہوتا تو البتہ جہت قبلہ مقرر کرنے کی جہت نکل سکتی کہ جب وہ ہر سمت سے محیط ہے تو اس کی طرف منہ تو ہر حال میں ہوگا ہی، ایک ادب قاعدے کے طور پر ایک سمت خاص بنا دی گئی، مگر معبود ایسے گھیرے سے پاک ہے کہ یہ صورت دو ہی طور پر متصور ہے، ایک یہ کہ عرش تا فرش سب جگہیں اس سے بھری ہوں جیسے ہر خلا میں ہوا بھری ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ عرش سے باہر باہر افلاک کی طرح محیط عالم ہو اور بیچ میں خلا جس میں عرش و کرسی، آسمان و زمین و مخلوقات واقع ہیں، اور دونوں صورتیں محال ہیں، پچھلی اس لئے کہ اب وہ صمد نہ رہے گا، صمد وہ جس کے لئے جوف نہ ہو، اور اس کا جوف تو اتنا بڑا ہوا، معہذا جب خالق عالم آسمان کی شکل پر ہوا تو تمھیں کیا معلوم ہُوا کہ وہ یہی آسمان اعلٰی ہو جسے فلک اطلس و فلک الافلاک کہتے ہیں، جب تشبیہ ٹھہری تو اس کے استحالے پر کیا دلیل ہوسکتی ہے، اور پہلی صورت اس سے بھی شنیع تر و بدیہی البطلان ہے کہ جب مجسمہ گمراہوں کا وہی معبود عرش تا فرش ہر مکان کو بھرے ہوئے ہے تو معاذ اللہ ہر پاخانے غسل خانے میں ہوگا مردوں کے پیٹ اور عورتوں کے

www.alahazratnetwork.org

11 رحم میں بھی ہوگا، راہ چلنے والے اُسی پر پاؤں اور جُوتا رکھ کر چلیں گے معہذا اس تقدیر پر تمھیں کیا معلوم کہ وہ یہی ہوا ہو جو ہر جگہ بھری ہے۔ جب احاطۂ جسمانیہ ہر طرح باطل ہوا تو بالضرورۃ ایک ہی کنارے کو ہوگا اور شک نہیں کہ کرۂ زمین کے ہر سمت رہنے والے جب نمازوں میں کعبے کو منہ کریں گے تو سب کا منہ اس ایک ہی کنارے کی طرف ہوگا جس میں تم نے خدا کو فرض کیا ہے بلکہ ایک کا منہ ہے تو دوسرے کی پیٹھ ہوگی، تیسرے کا بازو، ایک کا سر ہوگا تو دوسرے کے پاؤں۔ یہ شریعت مطہرہ کو سخت عیب لگانا ہوگا۔ لاجرم ایمان لانا فرض ہے کہ وہ غنی بے نیاز مکان وجہت وجملہ اعراض سے پاک ہے وللہ الحمد۔

ضرب ۹۴: اقول صحیحین میں ابوہریرہ اور صحیح مسلم میں ابوہریرہ و ابوسعید رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ینزل ربنا کل لیلۃ الی سماء الدنیا حین یبقی ثلث اللیل الاٰخر فیقول من یدعونی فاستجیب لہ[1] الحدیث۔

ہمارا رب عزوجل ہر رات تہائی رات رہے اس آسمانِ زیریں تک نزول کرتا اور ارشاد فرماتا ہے: ہے کوئی دعا کرنے والا کہ میں اس کی دعا قبول کروں۔

اور ارصادِ صحیحہ متواترہ نے ثابت کیا ہے کہ آسمان و زمین دونوں گول بشکل کرہ ہیں آفتاب ہر آن طلوع و غروب میں ہے، جب ایک موضع میں طالع ہوتا ہے تو دوسرے میں غروب کرتا ہے، آٹھ پہر یہی حالت ہے تو دن اور رات کا ہر حصہ بھی یونہی آٹھ پہر باختلافِ مواضع موجود رہے گا اس وقت یہاں تہائی رات رہی تو ایک لحظہ کے بعد دوسری جگہ تہائی رہے گی جو پہلی جگہ سے ایک مقدار خفیف پر مغرب کو ہٹی ہوگی ایک لحظہ بعد تیسری جگہ تہائی رہے گی وعلٰی ہذا القیاس، تو واجب ہے کہ مجسمہ کا معبود جن کے طور پر یہ نزول وغیرہ سب معنی حقیقی پر حمل کرنا لازم، ہمیشہ ہر وقت آٹھوں پہر بارھوں مہینے اسی نیچے کے آسمان پر رہتا ہو، غایت یہ کہ جو جو رات سرکتی جائے خود بھی ان لوگوں کے محاذات میں سرکتا ہو خواہ آسمان پر ایک ہی جگہ بیٹھا آواز دیتا ہو بہرحال جب ہر وقت اسی آسمان پہ براج رہا ہے تو عرش پر بیٹھنے کا کون سا وقت آئے گا اور آسمان پر اُترنے کے کیا معنے ہوں گے۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب التہجد باب الدعاء والصلوٰۃ من آخر اللیل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۵۳
صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین باب صلوٰۃ اللیل وعدد رکعات الخ " " ۱/۲۵۸

www.alahazratnetwork.org

بحمد اللہ یہ بیس ۲۰ دلائل جلائل مثبت حق و مبطل باطل ہیں، تین ۳ افادہ ائمہ کرام اور سترہ افاضہ مولائے علام کہ بلا مراجعت کتاب ارتجالاً لکھ دیں، چودہ ۱۴ ایک جلسہ واحدہ خفیفہ میں اور باقی تین ۳ نماز کے بعد جلسہ ثانیہ میں۔ اگر کتب کلامیہ کی طرف رجوع کی جائے تو ظاہراً بہت دلائل ان میں ان سے جدا ہونگے بہت ان میں جدید و تازہ ہونگے اور عجب نہیں کہ بعض مشترک بھی ملیں مگر نہ زیادہ کی فرصت نہ حاجت، نہ اس رسالے میں کتب دیگر سے استناد کا قرارداد، لہذا اسی پر اقتصار و قناعت، اور توفیق الٰہی ساتھ ہو تو انھیں میں کفایت و ہدایت، والحمد للہ رب العٰلمین۔

اب ردِّ جہالاتِ مخالف لیجئے یعنی وہ جو اس بے علم نے اپنی گمراہی کے زور میں دو ۲ حدیثیں پیشِ نظر اپنی مفید جان کر پیش کیں۔

ضرب ۹۵: حدیث صحیح بخاری تو ان علامۃ الدہر صاحب نے بالکل آنکھیں بند کرکے لکھ دی اپنے معبود کا مکانی و جسم ہونا جو ذہن میں جم گیا ہے تو خواہی نخواہی بھی ہرا ہی ہرا سوجھتا ہے، حدیث کے لفظ یہ ہیں:

فقال وھو مکانہ یارب خفف عنا فان امتی لاتستطیع ھذا[1]

آپ نے اپنی جگہ پر فرمایا: اے رب! ہم پر تخفیف فرما کیونکہ میری امت میں استطاعت نہیں۔ (ت)

یعنی جب نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر پچاس نمازیں فرض ہوئیں اور حضور سدرہ سے واپس آئے آسمان ہفتم پر موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تخفیف چاہنے کے لئے گزارش کی حضور بمشورہ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پھر عازم سدرہ ہوئے اور اپنے اسی مکان سابق پر پہنچ کر جہاں تک پہلے پہنچے تھے اپنے رب سے عرض کی، الٰہی! ہم سے تخفیف فرمادے کہ میری امت سے اتنی نہ ہو سکیں گی۔

یہاں سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مکان ترقی کا ذکر ہے، باؤلے فاضل نے جھٹ ضمیر حضرت عزت کی طرف پھیر دی یعنی حضور نے عرض کی اس حال میں کہ خدا اپنے اسی مکان میں بیٹھا ہوا تھا کہیں چلا نہ گیا تھا ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ بصیر صاحب کو اتنی بھی نہ سوجھی کہ وھو مکانہ جملہ حالیہ قال اور اس کے مقولے کے درمیان واقع ہے

---

[1] صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالٰی وکلم اللہ موسٰی تکلیما قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۲۰

www.alahazratnetwork.org

تو اقرب کو چھوڑ کر بلادلیل کیونکر گھڑ لیا جائے کہ یہ حال حضور سے نہیں اللہ عزوجل سے ہے جو اس جملے میں مذکور بھی نہیں مگر ہے یہ کہ،

من لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور[1]

جس کے لئے اللہ تعالٰی نور نہ بنائے تو اس کے لئے نور نہیں۔(ت)

ضرب ۹۶: اپنی مستند کتاب الاسماء والصفات کو دیکھ کر اس حدیث کے باب میں کیا کیا فرماتے ہیں یہ حدیث شریک بن عبداللہ بن ابی نمر نے (جنھیں امام یحیٰی بن معین وامام نسائی نے لیس بالقوی[2] کہا ویسے قوی نہیں، اور تم غیر مقلدوں کے پیشوا ابن حزم نے اسی حدیث کی وجہ سے واہی وضعیف بتایا اور حافظ الشان نے تقریب[3] میں صدوق یخطئ فرمایا) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی جس میں جا بجا ثقات حفاظ کی مخالفت کی اس پر کتاب موصوف میں فرماتے ہیں،

وروی حدیث المعراج ابن شھاب الزھری عن انس بن مالک عن ابی ذر وقتادۃ عن انس بن مالک عن مالک بن صعصعۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ لیس فی حدیث واحد منھما شیئ من ذلک، وقد ذکر شریک بن عبداللہ بن ابی نمر فی روایتہ ھذا مایستدل بہ علی انہ لم یحفظ الحدیث کما ینبغی لہ[4]

یعنی یہ حدیث معراج امام ابن شہاب زہری نے حضرت انس بن مالک انھوں نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اور قتادہ نے حضرت انس بن مالک انھوں نے حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ان روایات میں اصلًا ان الفاظ کا پتہ نہیں اور بیشک شریک نے روایت میں وہ باتیں ذکر کی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حدیث جیسی چاہیے انھیں یاد نہ تھی۔

ضرب ۹۷: وجوہ مخالفت بیان کرکے فرمایا،

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۴۰

[2] میزان الاعتدال بحوالہ النسائی ترجمہ ۳۶۹۶ شریک بن عبداللہ دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۲۶۹

[3] تقریب التہذیب " ۲۷۹۶ " " " دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۴۱۸

[4] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی قول اللہ "ثم دنا فتدلّٰی الخ" المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۸۶

www.alahazratnetwork.org

ثم ان ھذہ القصۃ بطولہا انما ھی حکایۃ حکاھا شریک عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ من تلقاء نفسہ، لم یعزھا الٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولا رواھا عنہ ولا اضافہا الٰی قولہ، وقد خالفہ فیما تفرد بہ منہا عبداللہ بن مسعود و عائشۃ و ابوھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم وھم احفظ واکبر واکثر۔[1]

یعنی پھر یہ قصہ حدیث مرفوع نہیں شریک نے صرف حضرت انس کا اپنا قول روایت کیا ہے جسے نہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف نسبت کیا نہ حضور کا قول روایت کیا اور ان الفاظ میں ان کی مخالفت فرمائی حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت ام المومنین صدیقہ و حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہم نے، اور وہ حفظ میں زائد، عمر میں زائد، عدد میں زائد۔

ضرب ۹۸: پھر امام ابوسلیمٰن خطابی سے نقل فرمایا:

وفی الحدیث لفظۃ اخری تفرد بہا شریک ایضا لم یذکرھا غیرہ، وھی قولہ فقال وھو مکانہ والمکان لایضاف الی اللہ تعالٰی سبحٰنہ انما ھو مکان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومقامہ الاول الذی اقیم فیہ۔[2]

یعنی یہ لفظ مکان بھی صرف شریک نے ذکر کیا اوروں کی روایت میں اس کا پتہ نہیں اور مکان اللہ سبحٰنہ کی طرف منسوب نہیں، اس سے مراد تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مکان اور حضور کا وہ مقام ہے جہاں اس نزول سے پہلے قائم کئے گئے تھے۔

کیوں کچھے توڑ ہوئے ہوگئے، مگر توبہ وہابی گمراہ کو حیا کہاں!

ضرب ۹۹: **اقول** مسند امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث مسند سیدنا ابی سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ایک بار اس سند سے مروی:

حدثنا ابوسلمۃ انا لیث عن یزید بن الہاد عن عمرو عن ابی سعید الخدری۔[3]

دوبارہ یوں:

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی قول اللہ تعالٰی ثم دنا فتدلّی الخ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۸۶

[2] " " " " " " " " " " ۲/ ۱۸۸

[3] مسند احمد بن حنبل مروی از ابوسعید الخدری دارالفکر بیروت ۳/ ۲۹

www.alahazratnetwork.org

حدثنا یونس ثنا لیث الحدیث سندًا و متنًا۔[1]

ان میں صرف اس قدر ہے کہ رب عزوجل نے فرمایا، بعزتی وجلالی[2] مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم۔

ارتفاع مکانی کا اصلاً ذکر نہیں۔ سہ بارہ اس سند سے روایت فرمائی،

حدثنا یحیٰی بن اسحٰق انا ابن لھیعۃ عن دراج عن ابی الھیثم عن ابی سعید الخدری۔

یہاں سرے سے قسم کا ذکر ہی نہیں صرف اتنا ہے کہ،

قال الرب عزوجل لا ازال اغفر لھم ما استغفرونی۔[3] رب عزوجل نے فرمایا میں انھیں ہمیشہ بخشتا رہوں گا جب تک وہ مجھ سے استغفار کرینگے۔

امام اجل حافظ الحدیث عبدالعظیم منذری نے بھی یہ حدیث کتاب الترغیب والترھیب میں بحوالہ مسند امام احمد و مستدرک حاکم ذکر فرمائی انھوں نے بھی صرف اسی قدر نقل کیا کہ بعزتی وجلالی[4]۔ اور امام جلیل جلال الدین سیوطی نے جامع صغیر وجامع کبیر میں بھی بحوالہ مسند احمد و ابی یعلٰی و حاکم ذکر کی ان میں بھی اتنا ہی ہے ارتفاع مکانی کا لفظ کسی میں نہیں، ہاں بیہقی نے کتاب الاسماء میں یہ حدیث اس طریق اخیر ابن لھیعہ سے روایت کی،

حیث قال اخبرنا علی بن احمد بن عبدان انا احمد بن عبید ثنا جعفر بن محمد ثنا قتیبۃ ثنا ابن لھیعۃ عن دراج عن ابی الھیثم عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[5]

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از ابوسعید خدری دارالفکر بیروت ۳/ ۴۱

[2] " " " " " " " " " ۳/ ۲۹ و ۴۱

[3] " " " " " " " " " ۳/ ۷۱

[4] الترغیب والترھیب کتاب الذکر والدعاء الترغیب فی الاستغفار مصطفی البابی مصر ۲/ ۴۶۸

[5] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی اثبات العزۃ للہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۱/ ۲۲۱

www.alahazratnetwork.org

مرتبہ ایسے شائع الاستعمال نہیں کہ کسی ادنیٰ ذی علم پر مخفی رہیں مگر جاہل بیخرد کا کیا علاج۔

ضرب ۱۰۳: اقول ممکن کہ مکان مصدر میمی ہو تو اس کا حاصل کون و وجود و ارتفاع و اعتلائے وجود الٰہی ہوگا۔

ضرب ۱۰۴: اضافت تشریفی بھی کبھی کسی ذی علم سے سُنی ہے، کعبہ کو فرمایا: بیتی میرا گھر۔ جبریل امین کو فرمایا: روحنا ہماری رُوح۔ ناقۂ صالح کو فرمایا: ناقۃ اللہ اللہ کی اونٹنی۔ اب کہہ دینا کہ اللہ کا بڑا شیش محل تو اُوپر ہے اور ایک چھوٹی سی کوٹھری رات کو سونے کی مکے میں بنا رکھی ہے اور تیرا معبود کوئی جانور بھی ہے اونچی سی اونٹنی پر سوار بھی ہے حتّٰی

بیحیا باش وانچہ خواہی گوئے

(بے حیا ہو جا اور جو چاہے کہہ دے)

وہی تیری جان کے دشمن امام بیہقی جن کی کتاب الاسماء کا نام تو نے ہمیشہ کے لئے اپنی جان کو آفت لگا دینے کے واسطے لے دیا اُسی کتاب الاسماء میں بعد عبارت مذکورۂ سابق فرماتے ہیں:

قال ابوسلیمٰن وھٰھنا لفظۃ اخری فی قصۃ الشفاعۃ رواھا قتادۃ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیأتونی یعنی اھل المحشر یأتونی للشفاعۃ "فاستأذن علی ربی فی دارہ فیؤذن لی علیہ" اعـ فی دارہ التی دوّرھا لاولیائہ وھی الجنۃ، کقولہ عزوجل "لھم دار السلام عند ربھم" وکقولہ تعالٰی "واللہ یدعوا الٰی دار السلٰم" وکما یقال بیت اللہ و حرم اللہ، یریدون البیت الذی جعل اللہ مثابۃ

ابوسلیمان نے فرمایا کہ یہاں شفاعت کے واقعہ میں ایک دوسرا لفظ ہے جس کو حضرت قتادہ نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ اور انھوں نے نبی پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا، تو میرے پاس اہلِ محشر آئیں گے شفاعت کی درخواست کریں گے، تو میں اللہ تعالٰی سے اجازت طلب کروں گا اس کے گھر میں، تو مجھے اجازتِ شفاعت ہوگی، فی دارہ سے مراد وہ دار ہے جس کو اللہ تعالٰی نے اپنے اولیاء کے لئے دار بنایا اور وہ جنت ہے۔ جیسے اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے "اور اللہ تعالٰی دارالسلام کی طرف دعوت دیتا ہے (جنت کو اللہ تعالٰی کا دار کہنا) ایسے ہی ہے جیسے بیت اللہ اور حرم اللہ کہا جاتا ہے اور یہ مراد لیتے ہیں کہ وہ بیت جس کو

www.alahazratnetwork.org

للناس، والحرم الذی جعلہ امنا ومثلہ روح اللہ علی سبیل التفضیل لہ علی سائر الارواح، وانما ذلك فی ترتیب الکلام کقولہ جل وعلا (ای حکایۃ عن فرعون) ان رسولکم الذی ارسل الیکم لمجنون ○ فاضاف الرسول الیھم وانما ھو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارسل الیھم[1] اھ باختصار۔

اللہ تعالٰی نے لوگوں کے لئے مرجع بنایا اور وہ حرم جس کو اللہ تعالٰی نے لوگوں کے لئے جائے امن بنایا، اسی طرح روح اللہ کہا گیا کہ جس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالٰی نے اس کو باقی روحوں پر فضیلت دی اور یہ صرف کلامی ترتیب ہے جیسے اللہ تعالٰی کا ارشاد فرعون سے حکایت کرتے ہوئے ہے کہ اس نے کہا: بنی اسرائیل! تمہارا رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا وہ مجنون ہے۔ تو یہاں رسول کی اضافت بنی اسرائیل کی طرف کی حالانکہ وہ صرف اللہ کے رسول ہیں، صلی اللہ علیہ وسلم، جنہیں اللہ تعالٰی نے ان کی طرف بھیجا ہے اھ اختصاراً (ت)

ضرب ۱۰۵: کہ حدیث اول سے بھی جواب آخر ہے یہ دونوں حدیثیں بھی فرض کرلیں اور مکان اُسی تیرے گمان ہی کے معنی پر رکھیں اور اس کی نسبت جانب حضرت عزت بھی تیرے ہی حسب دلخواہ قرار دیں تو غایت یہ کہ دو حدیث آحاد میں لفظ مکان وارد ہوا اس قدر کیا قابلِ استناد ولائق احتجاج کہ ایسے مسائلِ ذات وصفاتِ الٰہی میں احادیث اصلاً قابل قبول نہیں وہی تیرے دشمن مستند، امام بیہقی اُسی کتاب الاسماء والصفات میں فرماتے ہیں:

ترك اھل النظر اصحابنا الاحتجاج باخبار الاحاد فی صفات اللہ تعالٰی اذا لم یکن لما انفرد منھا اصل فی الکتاب او الاجماع واشتغلوا بتاویلہ[2]

ہمارے ائمہ متکلمین اہلسنت وجماعت نے مسائل صفاتِ الٰہیہ میں اخبار آحاد سے سند لائی قبول نہ کی جبکہ وُہ بات کہ تنہا ان میں آئی اُس کی اصل قرآن عظیم یا اجماع امت سے ثابت نہ ہو اور ایسی حدیثوں کی تاویل میں مشغول ہوئے۔

اُسی میں امام خطابی سے نقل فرمایا:

---

[1] کتاب الاسماء والصفات باب ما جاء فی قول اللہ تعالٰی ثم دنا فتدلّٰی الخ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۸۹۔۱۸۸

[2] " " " باب ما ذکر فی القدم والرجل " " " " ۲/ ۹۲

www.alahazratnetwork.org

الاصل فی ھذا وما اشبھہ فی اثبات الصفات انہ لایجوز ذلک الا ان یکون بکتاب ناطق او خبر مقطوع بصحتہ، فان لم یکونا فیما یثبت من اخبار الاحادیث المستندۃ الی اصل فی الکتاب او فی السنۃ المقطوع بصحتہا او بموافقۃ معانیہا وما کان بخلاف ذلک فالتوقف عن اطلاق الاسم بہ ھو الواجب ویتأول حینئذ علی مایلیق بمعانی الاصول المتفق علیہا من اقاویل اھل الدین والعلم مع نفی التشبیہ فیہ، ھذا ھو الاصل الذی یبنی علیہ الکلام والمعتمد فی ھذا الباب۔[1]

اس میں اور اس قسم کی صفات کے اثبات میں قاعدہ یہ ہے کہ یہ اثبات صرف کتاب اللہ یا قطعی حدیث سے ہو، اگر ان دونوں سے نہ ہو پھر اس کا ثبوت ان احادیث سے ہو جو کتاب اللہ اور قطعی صحیح حدیث سے مستند کسی ضابطہ کے مطابق اور ان کے معانی کے موافق ہو، اور جو ان کے مخالف ہو تو پھر اس صفت کے اسم کے اطلاق پر ہی اکتفا کیا جانا ضروری ہوگا اور اس کی مراد کے لئے ایسی تاویل کی جائیگی جو اہلِ دین اور اہلِ علم کے متفقہ اقوال کے معانی کے موافق ہو، اور ضروری ہے کہ اس صفت میں کوئی تشبیہ کا پہلو نہ ہو۔ یہی وہ قاعدہ ہے جس پر کلام کو مبنی کیا جائے اور اس باب میں یہی قابلِ اعتماد قاعدہ ہے۔(ت)

ضرب ۱۰۶: اقول تیری سب جہالتوں سے قطع نظر کی جائے تو ذرا اپنے دعوے کو سوجھ کر احادیث صریحہ صحیحہ سے عرش کا مکانِ الٰہی ہونا ثابت ہے۔ صریح ہونا بالائے طاق ان احادیث سے اگر بفرضِ باطل ثابت ہوگا تو یہ تیرے معبود کے لئے تیرے زعم میں مکان ہے اس سے یہ کیونکر نکلا کہ وہ مکان عرش ہی ہے۔ خود اپنا دعوٰی سمجھنے کی لیاقت نہیں اور چلے صفاتِ الٰہیہ میں کلام کرنے۔

ضرب ۱۰۷: اقول بلکہ حدیث اول میں تو سدرۃ المنتہٰی کا ذکر ہے کہ:

ثم علا بہ فوق ذلک بما لایعلمہ الا اللہ حتی جاء سدرۃ المنتہٰی ودنا الجبار رب العزۃ فتدلّٰی حتی کان منہ قاب قوسین او ادنٰی فاوحی الیہ فیما اوحی خمسین

پھر آپ اس سے اوپر گئے جہاں کا صرف اللہ تعالٰی کو ہی علم ہے حتی کہ آپ سدرۃ المنتہٰی پر آئے اور رب العزت کا قرب پایا پھر اور قرب پایا حتی کہ دو کمانوں کے فاصلہ پر ہوئے یا اس سے بھی زیادہ قرب پایا، تو اللہ تعالٰی نے ان کی طرف وحی

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماذکر فی الاصابع المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۴۰

www.alahazratnetwork.org

صلوٰۃ۔[1] الحدیث۔ فرمائی جو فرمائی اس دن میں پچاس نمازیں بھی ہیں۔ الحدیث (ت)

تو اگر تیرے زعمِ باطل کے طور پر اطلاق مکان ثابت ہوگا تو سدرہ پر نہ عرش پر۔ انھیں کو احادیثِ صریحہ کہا تھا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

چوتھا تپانچہ

یہ ادعا کہ "استوار علی العرش" کے معنے بیٹھنا، چڑھنا، ٹھہرنا مطابق سنت ہیں۔

ضرب ۱۰۸: **اقول** تم وہابیہ کے وہم میں تشریع کا منصب تین قرن تک جاری رہا تھا اور اس کے بعد عمومات و اطلاقاتِ شرعیہ کا دروازہ بھی بند ہوگیا، تو نے اسی تحریر میں لکھا ہے، جو بات امورِ دین میں بعد قرونِ ثلثہ کے ایجاد ہوئی بالاتفاق بدعت ہے وکل بدعۃ ضلالۃ (اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ ت)۔

اب ذرا تھوڑی دیر کو مرد بن کر "استوار علی العرش" کے ان تینوں معنے کا صحابہ کرام یا تابعین یا تبع تابعین کے ائمہ سنت سے باسانیدِ صحیحہ معتمدہ ثبوت دیجئے ورنہ خود اپنے بدعتی گمراہ بددین فی النار ہونے کا اقرار کیجئے تیرہ صدی کے دو ایک ہندیوں کا لکھ دینا سنت نہ ثابت کرسکے گا۔

ضرب ۱۰۹: **اقول** تُو نے اسی تحریر میں نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کے انکار میں لکھا، کسی صحیح حدیث قولی و فعلی و تقریری سے ثابت نہیں، کچھ کی شرم اور غیر مقلدی کی لاج ہے تو ان تینوں معنے کا ثبوت بھی کسی حدیث صحیح سے دو ورنہ اپنے لکھے کو سر پر ہاتھ رکھ کر رو دو۔

ضرب ۱۱۰: **اقول** یہ تو الزامی ضربیں تھیں اور تحقیقاً بھی قرآن عظیم کے معنے اپنی رائے سے کہنا سخت شنیع و ممنوع ہے تو ایسے معنے کا سلف صالح سے ثبوت دینا ضرور، اور قولِ بے ثبوت مردود و مہجور۔

ضرب ۱۱۱: ہر عاقل سمجھتا ہے کہ مولٰی سبحٰنہ وتعالٰی نے استوار کو اپنی مدح و ثنا میں ذکر فرمایا ہے معاذاللہ بیٹھنے چڑھنے، ٹھہرنے میں اس کی کیا تعریف نکلتی ہے کہ ان سے اپنی مدح فرماتا اور مدح بھی ایسی کہ بار بار بتکرار سات سورتوں میں اس کا بیان لاتا تو ان معانی پر استوار کو لینا مدح و تعریف میں قدح و تحریف میں کر دینا ہے لاجرم بالیقین یہ ناقص و بے معنے معانی ہرگز مراد رب العزۃ نہیں۔

ضرب ۱۱۲: اوپر معلوم ہوچکا کہ آیاتِ متشابہات میں اہلِ سنت کے صرف دو طریق ہیں،

---

[1] صحیح البخاری کتاب التوحید باب کلم اللہ موسٰی تکلیما قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۲۰

www.alahazratnetwork.org

اوّل تفویض کہ کچھ معنے نہ کیے جائیں، اس طریق پر اصلاً ترجمے کی اجازت ہی نہیں کہ جب معنے ہم

عہ **فائدہ جلیلہ**: امام حجۃ الاسلام محمد محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی کتاب الجام العوام میں فرماتے ہیں:

یجب علی من سمع اٰیات الصفات و احادیثہا من العوام والنحوی و المحدث و المفسر والفقیہ ان ینزہ اللہ سبحٰنہ من الجسمیۃ وتوابعہا من الصورۃ والمکان والجہۃ فیقطع بان معناہ الحقیقی اللغوی غیر مراد لانہ فی حق اللہ تعالٰی محال وان لہذا معنی یلیق بجلالہ تعالٰی وان لا یتصرف فی الالفاظ الواردۃ لا بالتفسیر ای تبدیل اللفظ بلفظ اٰخر عربی او غیرہ لان جواز التبدیل فرع معرفۃ المعنی المراد ولا بالاشتقاق من الوارد کان یقول مستو اخذا من استوی ولا بالقیاس کان یطلق لفظۃ الساعد والکف قیاسا علی ورود الید وان یکف باطنہ عن التفکر فی ھذہ الامور فان حدثتہ نفسہ بذلک تشاغل بالصلٰوۃ والذکر وقراءۃ القراٰن فان لم یقدر علی الدوام علی ذلک تشاغل بشیئ من العلوم فان لم یمکنہ فبحرفۃ او صناعۃ فان لم یقدر فیلعب ولہو فان ذلک خیر من الخوض فی ھذا البحر

یعنی جو شخص عامی یا نحوی یا محدث یا مفسر یا فقیہ اس قسم کی آیات و احادیث سُنے اُس پر فرض ہے کہ جسمیت اور اُس کے توابع مثل صورت و مکان وجہت سے اللہ تعالٰی کی تنزیہ کرے یقین جانے کہ ان کے حقیقی لغوی معنے مراد نہیں کہ وہ اللہ تعالٰی کے حق میں محال ہیں اور جانے کہ ان کے کچھ معنے ہیں جو اللہ سبحٰنہ کے جلال کے لائق ہیں اور جو لفظ وارد ہوئے ان میں اصلاً تصرف نہ کرے نہ کسی دوسرے لفظ عربی سے بدلے نہ کسی اور زبان میں ترجمہ کرے کہ تبدیل و ترجمہ تو جب جائز ہو کہ پہلے معنے مراد ہولیں نہ لفظ وارد سے کوئی مشتق نکال کر اطلاق کرے جیسے استوٰی آیا ہے مستوی نہ کہے نہ لفظ وارد پر قیاس کرے ید آیا ہے اس کے قیاس سے ساعد و کف نہ بولے اور فرض ہے کہ اپنے دل کو بھی اس میں فکر سے روکے اگر دل میں اس کا خطرہ آئے تو فوراً نماز و ذکر و تلاوت میں مشغول ہوجائے، اگر ان عبادات پر دوام نہ ہوسکے تو کسی علم میں مشغول ہوکر دھیان بٹا دے، یہ بھی نہ ہوسکے تو کسی حرفت یا صنعت میں یہ بھی نہ جانے تو کھیل کود میں کہ متشابہات میں فکر کرنے سے کھیل کود ہی بھلا ہے بلکہ اگر گناہوں میں مشغول ہو تو اس

(باقی اگلے صفحہ پر)

www.alahazratnetwork.org

جانتے ہی نہیں ترجمہ کیا کریں؟ امیر المومنین عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد گزرا کہ ان کی تفسیر میں منتہائے علم بس اس قدر ہے کہ کہیں ہم ان پر ایمان لائے۔ کتاب الاسماء سے گزرا کہ ہمارے اصحاب متقدمین رضی اللہ تعالٰی عنہم استواء کے کچھ معنی نہ کہتے نہ اس میں اصلاً زبان کھولتے۔

امام سفیان کا ارشاد گزرا کہ ان کی تفسیر یہی ہے کہ تلاوت کیجئے اور خاموش رہئے، کسی کو جائز نہیں کہ عربی یا فارسی کسی زبان میں اس کے معنی کہے۔

سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد گزرا کہ ان کے معنی نہ کہنا ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول، اور اسی پر سلف صالح کا اجماع ہے۔

طریق دوم کہ متاخرین نے بضرورت اختیار کیا اس کا یہ منشا تھا کہ وہ معنی نہ رہیں جن سے اللہ عزوجل کا خلق سے مشابہ ہونا متوہم ہو بلکہ اس کے جلال و قدوسیت کے معنی پیدا ہو جائیں۔ بیٹھنا، چڑھنا، ٹھہرنا تو خاص اجسام کے کام اور باری عزوجل کے حق میں صریح عیب ہیں تو تم نے تاویل خاک کی بلکہ اور وہم کی جڑ جما دی۔

بالجملہ یہ تینوں معانی دونوں طریقہ اہلسنت سے دور و مہجور ہیں ان کو مطابق سنت کہنا نام زنگی کا فور رکھنا ہے اب آپ ملاحظہ ہی کرینگے کہ ائمہ اہلسنت نے ان معانی کو کیسا کیسا رد فرمایا ہے۔ دو ایک حنفیوں کے قدم نے اگر لغزش کی اور خیال نہ رہا کہ ان لفظوں سے ترجمہ ہرگز صحیح نہیں تو ان کا لکھنا ائمہ سلف و خلف کے اجماع کو رد نہیں کر سکتا نہ وہ مسلک اہلسنت قرار پا سکتا ہے مگر وہابیوں بلکہ سب گمراہوں کی ہمیشہ یہی حالت رہی ہے کہ ڈوبتا سوار پکڑتا ہے، جہاں کسی کا کوئی لفظ شاذ مہجور پکڑ لیا خوش ہو گئے اور اس کے مقابل تصریحات قاہرہ سلف و خلف بلکہ ارشادات صریحہ قرآن وحدیث کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بل لو اشتغل لملاهی البدنیة کان اسلم من الخوض فی هذا البحر البعید غورہ بل لو اشتغل بالمعاصی البدنیة کان اسلم فان ذٰلک غایته الفسق وهذا عاقبته الشرك[1] اھ مختصرًا۔

سے بہتر ہے کہ اُن کی نہایت فسق ہے اور اس کا انجام کفر، والعیاذ باللہ تعالٰی ۱۲ منہ

---

[1] الجام العوام

www.alahazratnetwork.org

بالائے طاق رکھ دیا مگر اہلِ حق بحمداللہ تعالٰی خوب جانتے ہیں کہ شاہراہِ ہدایت اتباعِ جمہور ہے جس سے سہواً خطا ہوئی اگرچہ معذور ہے مگر اس کا وہ قول متروک ومہجور ہے، وہ جانتے ہیں کہ لکل جواد کبوۃ لکل صارم نبوۃ ولکل عالم ھفوۃ ہر تیز گھوڑا کبھی ٹھوکر کھالیتا ہے اور ہر تیغِ بُراں کبھی کر جاتی ہے اور ہر عالم سے کبھی کوئی لغزش واقع پاتی ہے، وباللہ العصمۃ۔

ضرب ۱۱۳: اب اپنے مستندات سے ان معانی کا رَد سُنئے جائیے جنھیں آپ نے براہِ جہالت مطابق سنت بلکہ سنت کو انھیں میں منحصر بتایا، مدارک شریف سے گزرا:

الاستواء بمعنی الجلوس لایجوز علی اللہ تعالٰی[1] — استواء بیٹھنے کے معنے پر اللہ عزوجل کے حق میں محال ہے۔

ضرب ۱۱۴: کتاب الاسماء سے گزرا:

متعال عن ان یجوز علیہ اتخاذ السریر للجلوس[2] — اللہ عزوجل اس سے پاک و برتر ہے کہ بیٹھنے کے لئے تخت بنائے۔

ضرب ۱۱۵: اسی میں امام ابوالحسن طبری وغیرہ ائمہ متکلمین سے گزرا استوا کے یہ معنے نہیں کہ مولٰی تعالٰی عرش پر بیٹھا یا کھڑا ہے، یہ جسم کی صفات ہیں اور اللہ عزوجل ان سے پاک۔

ضرب ۱۱۶: اسی میں فرّا نحوی سے یہ حکایت کرکے کہ استوا بمعنی اقبال ہے اور ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے چڑھنے سے تفسیر کی، فرمایا:

استوی بمعنی اقبل صحیح لان الاقبال ھو القصد والقصد ھو الارادۃ وذٰلک جائز فی صفات اللہ تعالٰی، اما ما حکی عن ابن عباس — یعنی استوا بمعنی اقبال صحیح کہ اقبال قصد ہے اور قصد ارادہ ہے، یہ تو اللہ سبحٰنہ کی صفات میں جائز ہے، مگر وہ جو ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے حکایت کی کہ استواء چڑھنے کے معنے

عہ امام جلال الدین سیوطی نے اتقان میں فرمایا، مراد بانہ تعالٰی منزہ عن الصعود ایضاً یہ معنے یوں مردود ہوئے کہ اللہ تعالٰی چڑھنے سے پاک ہے ۱۲ منہ

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) آیت ۲/۷ دارالکتاب العربی بیروت ۱/۳۶

[2] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی جامع ابواب ذکر اسماء التی تتبع الخ المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۱/۱۷۱، ۲۰

[3] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثالث والاربعون دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۰۵

www.alahazratnetwork.org

رضی اللہ تعالٰی عنہما فانما اخذہ عن تفسیر الکلبی والکلبی ضعیف والروایۃ عنہ فی موضع اٰخر عن الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما استوٰی یعنی صعد امرہ[1] اھ ملخصًا۔

پر ہے یہ قرآنے کلبی کی تفسیر سے اخذ کیا اور کلبی ضعیف ہے اور خود ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کلبی نے دوسری جگہ یوں روایت کی کہ استوا کے معنے حکم الٰہی کا چڑھنا ہے۔

ضرب ۱۱۷: اُسی میں فرمایا:

عن محمد بن مروان عن الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فی قولہ تعالٰی "ثم استوٰی علی العرش" یقول استقر علی العرش، ھذہ الروایۃ منکرۃ وقد قال فی موضع اٰخر بھذا الاسناد استوٰی علی العرش یقول استقر امرہ علی السریر ورد الاستقرار الی الامر، وابو صالح ھذا والکلبی ومحمد بن مروان کلھم متروک عند اھل العلم بالحدیث لایحتجون بشیئ من روایاتھم لکثرۃ المناکیر فیھا وظھور الکذب منھم فی روایاتھم اخبرنا ابوسعید المالینی (فذکر باسنادہ) عن حبیب بن ابی ثابت قال کنا نسمیہ "دروغ زن" یعنی اباصالح مولی ام ھانی، واخبرنا ابوعبداللہ الحافظ (فاسند) عن سفیٰن قال قال الکلبی قال لی ابو صالح

یعنی محمد بن مروان نے کلبی سے اُس نے ابوصالح سے اس نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ اللہ تعالٰی کے قول "ثم استوی علی العرش" میں عرش پر استوا کے معنے ٹھہرنا ہے، یہ روایت منکر ہے، اور خود کلبی نے اسی سند سے دوسری جگہ یوں روایت کی کہ عرش پر استوا کے معنے حکم الٰہی کا ٹھہرنا ہے یہاں ٹھہرنے کو حکم کی طرف پھیرا، اور یہ ابوصالح اور کلبی اور محمد بن مروان سب کے سب علمائے محدثین کے نزدیک متروک ہیں ان کی کوئی روایت حجت لانے کے قابل نہیں کہ ان کی روایتوں میں منکرات بکثرت ہیں اور ان میں ان کا جھوٹ بولنا آشکارا ہے۔ حبیب بن ابی ثابت نے فرمایا ہم نے اس ابوصالح کا نام ہی "دروغ زن" رکھ دیا تھا۔ امام سفیان نے فرمایا خود کلبی نے مجھ سے بیان کیا کہ ابوصالح نے مجھ سے کہا جتنی حدیثیں میں نے تجھ سے بیان کی ہیں سب جھوٹ ہیں۔ نیز کلبی نے کہا

[1] کتاب الاسماء والصفات باب "الرحمٰن علی العرش استوٰی" المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/۱۵۴ و ۱۵۵

www.alahazratnetwork.org

کل ماحدثتك کذب ، و اخبرنا المالینی (بسندہ) عن الکلبی قال قال لی ابوصالح انظر کل شیئ رویت عنی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فلا تروہ ، اخبرنا ابو سہل احمد بن محمد المزکی ثنا ابو الحسین محمد بن حامد العطار اخبرنی ابو عبداللہ الرواسانی قال سمعت محمد بن اسمٰعیل البخاری یقول محمد بن مروان الکوفی صاحب الکلبی سکتوا عنہ لایکتب حدیثہ البتۃ[2] اھ مختصراً۔

مجھ سے ابوصالح نے کہا دیکھ جو کچھ تُو نے میرے واسطے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے اس میں سے کچھ روایت نہ کرنا۔ امام بخاری فرماتے ہیں کلبی کے شاگرد محمد بن مروان کوفی سے ائمہ حدیث نے سکوت کیا ہے یعنی اسکی روایات متروک کردیں اس کی حدیث کا ہرگز اعتبار نہ کیا جائے۔

ضرب ۱۱۸: پھر فرمایا:

وکیف یجوز ان یکون مثل ھذہ الاقاویل صحیحۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما ثم لایرویھا ولایعرفھا احد من اصحابہ الثقات الاثبات مع شدۃ الحاجۃ الی معرفتھا ، و ما تفردبہ الکلبی و امثالہ یوجب الحد والحد یوجب الحدث لحاجۃ الحد الٰی حاد خصہ بہ و الباری تعالٰی قدیم لم یزل[3]۔

بھلا کیونکر ہوسکتا ہے کہ ایسی باتیں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے صحیح ہوں پھر ان کے ثقہ شاگرد محکم فہم وحفظ والے نہ انھیں روایت کریں نہ اُن سے آگاہ ہوں حالانکہ اُن کے جاننے کی کیسی ضرورت ہے اور یہ جو کچھ کلبی اور اس کی حالت کے اور لوگ تنہا روایت کررہے ہیں اس سے تو اللہ عزوجل کا محدود ہونا لازم آتا ہے اور محدود ہونا حادث ہونے کو واجب کرتا ہے کہ حد کے لئے کوئی ایسا درکار ہے جو خاص اس حد معین سے اُس محدود کو مخصوص کرے اور اللہ عزوجل تو قدیم ہے ہمیشہ سے ہے۔

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب "الرحمٰن علی العرش استوٰی" المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۲۵۵ تا ۲۵۶

[2] " " " " " " " " " " " " " " " " " " ۲/ ۱۵۷

www.alahazratnetwork.org

ضرب ۱۱۹: اُسی میں ہے:

ان اللہ تعالٰی لامکان لہ ولا مرکب وان الحرکۃ والسکون والانتقال والاستقرار من صفات الاجسام واللہ تعالٰی احد صمد لیس کمثلہ شیئ[1] اھ باختصار۔

بے شک اللہ تعالٰی کے لئے نہ مکان ہے نہ کوئی چیز ایسی جس پر سوار ہو اور بے شک حرکت اور سکون اور ہٹنا اور ٹھہرنا یہ جسم کی صفتیں ہیں اور اللہ تعالٰی احد صمد ہے کوئی چیز اس سے مشابہت نہیں رکھتی اھ باختصار۔

ضرب ۱۲۰: مدارک شریف میں فرمایا:

تفسیر العرش بالسریر والاستواء بالاستقرار کما تقولہ المشبھۃ باطل[2]۔

عرش کے معنے تخت اور استواء کے معنی ٹھہرنا کہنا جس طرح فرقہ مجسمہ کہتا ہے باطل ہے۔

دیکھا تُو نے حق کیسا واضح ہوا، وللہ الحمد۔

پانچواں تپانچہ

اقول یہ تو اوپر واضح ہولیا کہ یہ مدعی خود ہی دعوے پر نہ جما اور جن صفات سے کلامِ شارع ساکت نہیں اُن سے سکوت درکنار اُن کا صاف انکار کرگیا مگر یہاں یہ کہنا ہے کہ اس مدعی بیباک کے نزدیک تسلیم وعدم سکوت کا وہ مطلب ہرگز نہیں جو اہلسنت کے نزدیک ہے یعنی کچھ معنے نہ کہنا صرف اجمالاً اتنی بات پر ایمان لے آنا کہ جو کچھ مرادِ الٰہی ہے حق ہے یا تاویل کرکے صاف وپاک معنی کی طرف ڈھال دینا جن میں مشابہت مخلوق وجسمیت ومکان وجہت کی بُو اصلاً نہ پیدا ہو۔ اس مسلک پر ایمان لاتا تو استواء کے معنے بیٹھنا، چڑھنا، ٹھہرنا نہ بتاتا ان کے علاوہ اور معانی کو کہ ائمہ اہلسنت نے ذکر فرمائے بدعت وضلالت نہ بتاتا لاجرم اس کا مسلک وہی مسلک مجسمہ ہے کہ جو کچھ وارد ہُوا وہ اپنے حقیقی لغوی معنے مفہوم ومتبادر پر محمول ٹھہرا کر مانا جائے گا۔ شروع سے اب تک جو لکھا گیا وہ اسی ضلالت ملعونہ کے رَد میں تھا اتنا اور اس کے کان میں ڈال دوں شاید خدا سمجھ دے اور ہدایت کرے کہ اے بے خرد! یہ ناپاک مسلک جو استوا میں خصوصاً اور باقی متشابہات میں مطلقاً تیرا ہے (کھلی گمراہی کا نجس رستہ ہے) اس طریقہ پر تیرا معبود جسے تُو اپنے

---

[1] کتاب الاسماء والصفات باب "ھل ینظرون الا ان یاتیہم اللہ الخ" المکتبۃ الاثریہ شیخوپورہ ۲/۱۹۴

[2] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) آیۃ ۷/۵۴ دار الکتاب العربی بیروت ۲/۵۶

www.alahazratnetwork.org

ذہن میں ایک صورت تراش کر معبود سمجھ لیا ہے اگر بُت خانۂ چین کی ایک صورت ہو کر نہ رہ جائے تو میرا ذمہ۔ جانتا ہے وہ تیرا اوہمی معبود کیسا ہے،

ضرب ۱۲۱ تا ۱۸۲

له وجه[1] كوجه الانسان فيه عينان[2] تنظران ولكن[3] من سخط عليه لا ينظر اليه ثم العجب[4] ان وجهه الى كل جهة واعظم[5] عجبا انه مع ذلك يصرفه عمن يغضب عليه فليت شعرى كيف يصرف عن جهة ما هو الى كل وجهة بل المصلى ما دام يصلى يقبل عليه بوجهه فاذا انصرف صرف[6] له صوت فلتكن خنجرة[7] ونفس ايضا بل قد[8] وجد من قبل اليمن له[9] اذنان[10] يأذن لمن يرضى عليه جعد[11] ذو وفرة[12] الى[13] شحمة اذنيه اما[14] اللحية فلم توجد بل شاب امرد له[15] يدان كالانسان[16] فيهما[17] يمين وشمال وساعد وكف[18] واصابع[19] مبسوطتان[20] الى بعيد وربما[21] قبض و قد[22] يحوله جنب[23] وضحكه يخبر عن فم يغفر واسنان تكشر له[24] حقو تعلقت به الرحم و رجلان[25] وساق[26] قد جلس على السرير[27] مدليا قدميه واضعهما[28] على كرسى وربما[29] استلقى

اس کا انسان جیسا چہرہ، اس میں دو آنکھیں دیکھتی ہیں لیکن جس پر وہ ناراض ہوا اسکی طرف نہیں دیکھتا پھر عجیب یہ کہ اس کا چہرہ ہر طرف ہے، اس سے بڑھ کر عجیب یہ کہ اس کے باوجود جس سے ناراض ہوا اس سے چہرہ پھیر لے، کاش مجھ ہوتی، جو ہر طرف ہو وہ کس طرح دوسری طرف پھر جائے، بلکہ جب تک نمازی نماز میں ہے تو وہ اپنے چہرہ کو نمازی کی طرف کرتا ہے اور جب وہ نمازی فارغ ہوجاتا ہے تو وہ بھی پھر جاتا ہے، اس کی آواز ہے تو آہٹ اور سانس بھی ہوگا، بلکہ یمن کی طرف سے پایا جاتا ہے، اس کے دو کان ہیں جس سے راضی ہوا اس پر کان لگاتا ہے، قدآور ہے اس کے سر کے بال دونوں کانوں سے نیچے تک بڑھے ہوئے ہیں، لیکن داڑھی نہیں بلکہ نوجوان بے داڑھی ہے، انسان کی طرح اس کے دو ہاتھ ہیں ان میں ایک دایاں دوسرا بایاں ہے، اس کا بازو اور ہتھیلی اور انگلیاں ہیں، دور تک اس کے ہاتھ پھیلے ہوئے، کبھی ہاتھوں کو بند کرتا ہے اور کبھی کھول کر پھرتا ہے، اس کا پہلو ہے، ہنستا ہے، اپنے منہ سے خبر بتاتا ہے، اس کے دانت ہیں جو چباتے ہیں، اس کا زیر جامہ ہے جس سے رحم لٹکتا ہے، دو پاؤں ہیں، پنڈلی ہے، تخت پر بیٹھ کر دونوں پاؤں کو لٹکاتا ہے اور ان دونوں کو کرسی پر رکھتا ہے اور کبھی چت لیٹ (

www.alahazratnetwork.org

12/12

واضعا[٣٠] احدى رجليه على الاخرى فلابد[٣١] من ظهر وقفا ويتأنس للصدر ايضا فمن نور صدره خلقت الملئكة قدماه[٣٢] في كل مسجد عليهما[٣٣] ليسجد الساجدون وبقية[٣٤] الاعضاء لم تفصل الاخبار اعم واشمل انه على صورة الانسان اذ خلق ادم على صورة الرحمن يصعد[٣٥] وينزل[٣٦] ويمشي ويهرول[٣٨] وقد[٣٩] يأتي الارض وكانت اخر وطأته بموضع وج ثم[٤٠] يجيئ يوم القيمة فيطوف الارض مكتسيا[٤١] ثيابا ازارا ورداء[٤٢] يستر[٤٣] المؤمن بكتفه رداءه على وجهه في جنة عدن له[٤٤] ظل ظليل يصيب به من يشاء ويصرف عنه من يشاء يأتي[٤٥] يوم القيام في ظلل من الغمام يتعجب[٤٦] ويستحيي[٤٨] ويمل[٤٩] ويتردد[٥٠] ويستهزئ[٥١] وقد[٥٢] يثقل نفسه شيئا تحمله وعرشه[٥٣] اربعة املاك[٥٤] اثنان[٥٥] تحت رجله اليمنى واثنان تحت رجله اليسرى تقبل[٥٦] شديد الوزر ويأط منه العرش اطيط الرحل الجديد من ثقل الراكب الشديد ربما[٥٧] لبس حلة خضراء ونعلين[٥٨] من ذهب وجلس[٥٩] على كرسي ذهب تحته[٦٠] فراش من ذهب ودونه[٦١] ستر من

ایک ٹانگ کو دوسری پر رکھتا ہے لہذا اس کی پیٹھ اور گدی ہوگی، اور چھاتی سے مانوس کرتا ہے اس کی چھاتی کے نور سے فرشتے پیدا ہوئے، اس کے قدم ہر مسجد میں ہیں تاکہ سجدہ کرنے والا ان قدموں پر سجدہ کرے اور باقی اعضاء جن کی تفصیل نہیں صرف یہ خبر عام و اشمل ہے کہ وہ انسانی صورت پر ہے کیونکہ اس نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا، چڑھتا ہے، اترتا ہے، چلتا ہے، دوڑتا ہے، کبھی زمین پر آتا ہے اور آخری قدم موضع وج میں ہوتا ہے، پھر قیامت کو آکر زمین پر چکر لگائے گا، لباس والا تہبند اور چادر پہنے ہوئے، اپنے دامن سے مومن کو ڈھانپتا ہے، اس کی چادر چہرہ پر ہے جنت عدن میں اس کا گہرا سایہ ہے جس کو چاہتا ہے اس پر ڈالتا ہے اور جس چیز پر نہیں چاہتا نہیں ڈالتا، قیامت میں بادل کے سایہ میں آئے گا۔ تعجب و حیا کرتا ہے، میلان آگے پیچھے ہوتا ہے مذاق کرتا ہے، کبھی کسی چیز سے گھن کرتا ہے، اس کا عرش چار ملک ہیں، دو اس کے داہنے قدم اور دو اس کے بائیں قدم کے نیچے ہیں، شدید بوجھ ڈالے تو اس سے عرش اس طرح آواز نکالتا ہے جیسے نیا کجاوا بھاری سوار سے آواز پیدا کرتا ہے، کبھی سبز جوڑا پہنتا ہے اور سونے کے جوتے ہیں اور سونے کی کرسی پر بیٹھا اور اس کے نیچے سونے کا بستر اور پاس موتیوں کے پردے لٹکتے ہیں؛

www.alahazratnetwork.org

لولوء رجلاه فی خضرۃ فی روضۃ خضراء الیٰ غیر ذٰلک مما نطقت ببعضہ الاٰیات ووردت بالباقی الاحادیث، اقتصر علیٰ اکثرھا فی کتاب الاسماء والصفات۔

اس کے پاؤں سبزے کے باغ میں سبزے پر ہوتے ہیں بعض ان میں وہ صفات ہیں جن کو قرآنی آیات نے بیان کیا اور باقی وہ جن کے بارے میں احادیث وارد ہوئی ہیں ان میں سے اکثر کو کتاب الاسماء والصفات میں پیش کیا ہے۔ (ت)

کیوں اے جاہل بے خرد! اے حدیث احاد وضعیف ارتقاء سے مکانی سے سند لاکر اپنے معبود کو مکانی ماننے والے! کیا ایسے ہی معبود کو پوجتا ہے پھر اس میں اور انسان کے جسم میں چھوٹے بڑے کے سوا فرق کیا ہے، مگر الحمدللہ اہلسنت ایسے سچے رب حقیقی معبود کو پوجتے ہیں جو احد، صمد، بے شبیہ وشمول و بیچون وبیگون ہے،

لم یلد ولم یولد ○ ولم یکن لہ کفوا احد ○[1]

نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا، اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی۔ (ت)

جسم وجسمانیات ومکان وجہات واعضا وآلات وتمام عیوب ونقصانات سے پاک ومنزہ ہے یہ سب اور اس کے مثل جو کچھ وارد ہوا اُن میں جو کچھ روایۃً ضعیف ہے اور زیادہ وہی ہوگا اور صریح تشبیہ کی صاف تصریحیں کرتا ویل محاوروں سے بعید پڑیں اُسی میں ملیں گی اُسے تو ریہ خدا کے موفق بندے ایک جَو کے برابر نہیں سمجھتے اور جو کچھ روایۃً صحیح مگر خبر احاد ہو اُسے بھی جبکہ متواترات سے موافق المعنیٰ نہ ہو پایہ قبول پر جگہ نہیں دیتے،

فان الاحاد لاتفید الاعتقاد فی باب الاعتقاد ولو فرضت فی اصح الکتب باصح الاسناد۔

اعتقاد کے باب میں اخبار احاد اگرچہ صحیح کتاب اور صحیح سند سے ہوں وہ اعتقاد کے لئے مفید نہیں ہیں۔ (ت)

رہ گئے متواترات، اور وہ نہیں مگر معدودے چند، اور وہ بھی معروف ومشہور محاوراتِ عرب کے موافق تاویل پسند مثل "ید" "وجہ" "عین" "ساق" "استواء" "اتیان" "نزول" وغیرہا، ان میں تاویل کیجئے تو راہ روشن، اور تفویض کیجئے تو سب سے احسن، نہ یہ کہ منہ بھر کر خدا کو گالی دیجئے اور اس کھلے صاف صاف مکان مان لیجئے، یا اٹھنا، بیٹھنا، چڑھنا، اُترنا، چلنا، ٹھہرنا، تسلیم کیجئے۔ اللہ عزوجل

---

[1] القرآن الکریم ۱۱۲/ ۳ و ۴

www.alahazratnetwork.org

اتباعِ حق کی توفیق دے اور مخالفتِ اہلسنت سے ہر قول و فعل میں محفوظ رکھے، آمین!

چھٹا تپانچہ

اقول طرفہ تماشا ہے جب اس گمراہ نے سب معائب اپنے سر پر اوڑھ لئے اپنے معبود کو مکانی کہہ دیا، جسم مان لیا، عرش پر متمکن ٹھہرا کر جہت میں جان لیا، پھر یہ کیا خبط سُوجھا کر اور کہیں نہیں کہہ کر طرح طرح اپنے ہی لکھے سے تناقض کیا۔

ضرب ۱۸۳: سچا ہے تو قرآن و حدیث سے ثبوت دے کہ اللہ تعالٰی عرش پر تو ہے اور عرش کے سوا کہیں نہیں، یہ "اور کہیں نہیں" کونسی آیت حدیث میں ہے؟ ام تقولون علی اللہ ما لا تعلمون[1] یا یہود کی طرح بے جانے بُوجھے دل سے گھڑ کر خدا پر حکم لگا دیتے ہو۔

ضرب ۱۸۴: جب تُو اس سبوح و قدوس جل جلالہ کو مکان سے پاک نہیں مانتا تو اب کوئی وجہ نہیں کہ اور آیات و احادیث جن کے ظاہر الفاظ سے اور جگہ ہونا مفہوم ہو اپنے ظاہر سے پھیری جائیں، تیرے طور پر اُن سب کو معنی لغوی حقیقی ظاہر متبادر پر عمل کرنا واجب ہوگا، اب دیکھ کہ تُو نے کتنی آیات و احادیث کا انکار کر دیا اور کتنی بار اپنے اس لکھے سے کہ جو شرع میں وارد ہے اس سے سکوت نہ ہوگا صاف تناقض کیا سب میں پہلے تو یہی حدیث صحیح بخاری وھو مکانہ[2] ہے جس میں تُو نے بزورِ زبان ضمیر حضرت عزت جل شانہ کی طرف ٹھہرا دی اور پھر مکانہ سے محض زبردستی عرش مراد لے لیا حالانکہ وہاں سدرۃ المنتہٰی کا ذکر ہے تو عرش ہی پر ہونا غلط ہوا کبھی سدرہ پر بھی ٹھہرا۔

ضرب ۱۸۵: صحیح بخاری حدیثِ شفاعت میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے،

فاستاذن علی ربی فی دارہ فیؤذن لی علیہ[3]

میں اپنے رب پر اذن طلب کروں گا اس کی حویلی میں، تو مجھے اس کے پاس حاضر ہونے کا اذن ملے گا۔

ظاہر ہے کہ تخت کو حویلی نہیں کہتے، نہ عرش کسی مکان میں ہے، بلکہ وہ بالائے جملہ اجسام ہے،

---

[1] القرآن الکریم ۲/۸۰

[2] صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالٰی وکلم اللہ موسٰی تکلیما قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۱۲۰

[3] " " باب " وجوہ یومئذ ناضرۃ الٰی ربہا ناظرۃ " " " ۲/۱۱۰۶

www.alahazratnetwork.org

لاجرم یہ حویلی جنت ہی ہوگی۔

ضرب ۱۸۶: صحیحین میں ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے،

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جنتان من فضۃ اٰنیتہما و ما فیہما، و جنتان من ذھب اٰنیتہما وما فیہما وما بین القوم وبین ان ینظروا الٰی ربھم عزوجل الا رداء الکبریاء علٰی وجہہ فی جنۃ عدن[1]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا دو جنتیں ہیں جن کے برتن اور تمام سامان چاندی کا ہے، دو جنتیں ہیں جن کے برتن اور تمام سامان سونے کا ہے اللہ تعالٰی کے دیدار اور قوم میں صرف کبریائی کی چادر ہوگی جو جنتِ عدن میں اس کے چہرے پر ہوگی حائل ہوگی۔(ت)

یہاں جنت عدن میں ہونے کی تصریح ہے۔

ضرب ۱۸۷: بزار و ابن ابی الدنیا اور طبرانی بسند جید قوی اوسط میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیثِ دیدار اہل جنت ہر روزِ جمعہ میں مرفوعاً راوی،

فاذا کان یوم الجمعۃ نزل تبارک و تعالٰی من علیین علٰی کرسیہ ثم حف الکرسی بمنابر من نور وجاء النبیون حتی یجلسوا علیہا[2] الحدیث۔

جب جمعہ کا روز ہوگا تو اللہ تبارک و تعالٰی علیین سے کرسی پر نزول فرمائے گا پھر اس کے گرد نور کے منبر بچھائے جائیں گے، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تشریف لاکر ان منبروں پر جلوہ گر ہوں گے۔ الحدیث (ت)

یہاں علیین سے اُتر کر کرسی پر حلقہ انبیاء و صدیقین و شہداء و سائر اہل جنت کے اندر تجلی ہے۔

ضرب ۱۸۸: قال تعالٰی: ءامنتم من فی السماء[3] (کیا تم اس سے نڈر ہوگئے ہو جس کی پادشاہی آسمان میں ہے)

---

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر ۲/ ۷۲۳ و کتاب التوحید ۲/ ۱۱۰۹ قدیمی کتب خانہ کراچی
صحیح مسلم کتاب الایمان " " " ۱/ ۱۰۰

[2] الترغیب والترہیب فصل فی نظر اہل الجنۃ الی ربہم حدیث ۱۲۹ مصطفی البابی مصر ۴/ ۵۵۴
کشف الاستار عن زوائد البزار باب فی نعیم اہل الجنۃ حدیث ۳۵۱۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۱۹۵
المعجم الاوسط حدیث ۶۷۱۳ مکتبۃ المعارف الریاض ۷/ ۳۶۴

[3] القرآن الکریم ۶۷/ ۱۶

www.alahazratnetwork.org

سلطنت آسمان میں ہے۔ت)

ضرب ۱۸۹: قال تعالٰی: ام امنتم من فی السماء[1] (کیا تم نڈر ہوگئے ہو اس سے جس کی سلطنت آسمان میں ہے۔ت)

ضرب ۱۹۰: احمد و ابن ماجہ و حاکم بسند صحیح ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث قبض روح میں مرفوعاً راوی:

فلایزال یقال لہا ذٰلک حتی تنتہی بہا الی السماء التی فیہا اللہ تبارک و تعالٰی[2]	روح کو یہ کہا جاتا رہے گا حتی کہ وہ اس آسمان تک پہنچ جائے جس میں اللہ تعالٰی ہے (ت)

ضرب ۱۹۱: مسلم و ابوداؤد و نسائی معٰویہ بن حکم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث جاریہ میں راوی:

قال لہا این اللہ قالت فی السماء قال من انا قالت انت رسول اللہ قال اعتقہا فانہا مؤمنۃ[3]	لونڈی کو فرمایا اللہ کہاں ہے؟ اس نے کہا آسمان میں۔ پھر پوچھا میں کون ہوں؟ تو اس نے کہا آپ رسول اللہ ہیں۔ تو آپ نے مالک کو فرمایا اس کو آزاد کردو کیونکہ مومنہ ہے۔(ت)

ضرب ۱۹۲: ابوداؤد و ترمذی با فادہ تصحیح عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء[4]	حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا: زمین والوں پر رحم کرو تم پر رحم کرے گا جو آسمان میں ہے(ت)

ضرب ۱۹۳: صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم	حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا: مجھے اس

---

[1] القرآن الکریم ۶۷/۱۶

[2] مسند احمد بن حنبل مروی از ابوہریرہ دارالفکر بیروت ۲/۳۶۴
سنن ابن ماجہ باب ذکر الموت والاستعداد لہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۵
کنز العمال حدیث ۴۲۲۹۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/۶۳۰

[3] صحیح مسلم کتاب المساجد باب تحریم الکلام فی الصلٰوۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۰۳
سنن ابوداؤد باب تشمیت العاطس فی الصلٰوۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۳۴

[4] جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۴
سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی الادب آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۱۹

www.alahazratnetwork.org

والذی نفسی بیدہ مامن رجل یدعو امرأتہ الٰی فراشہا فتابٰی علیہ الاکان الذی فی السماء ساخطا علیہا حتی یرضٰی عنہا[1]

ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جب کوئی خاوند اپنی بیوی کو جماع کے لئے طلب کرتا ہے اور وہ انکار کرتی ہے تو وہ ذات جو آسمان میں ہے بیوی پر ناراض ہوتی ہے۔ (ت)

ضرب ۱۹۴: ابویعلٰی وبزار وابونعیم بسند حسن ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لما القی ابراھیم فی النار قال اللھم انت فی السماء واحد وانا فی الارض واحد أعبدك[2]

حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا: جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو انھوں نے کہا: اے اللہ! تو آسمان میں ایک ہے اور میں زمین میں ایک ہوں تیری عبادت کرتا ہوں۔ (ت)

ضرب ۱۹۵: ابویعلٰی وحکیم وحاکم وسعید بن منصور وابن حبان وابونعیم اور بیہقی کتاب الاسماء میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعًا راوی، اللہ عزوجل نے فرمایا:

یا موسٰی لو ان السمٰوٰت السبع وعامرھن غیری والارضین السبع فی کفۃ ولا الٰہ الا اللہ فی کفۃ مالت بھن لا الٰہ الا اللہ[3]

اے موسٰی! اگر ساتوں آسمان اور ان میں موجود ہر چیز میرے سوا اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں ہوں اور دوسرے پلڑے میں "لا الٰہ الا اللہ" ہو تو لا الٰہ الا اللہ والا پلڑا سب پر بھاری ہوگا۔ (ت)

ان آیات واحادیث سے آسمان میں ہونا ثابت۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب النکاح باب تحریم امتناعہا من فراش زوجہا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۶۳

[2] حلیۃ الاولیاء مقدمۃ المؤلف دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۱۹

کنز العمال بحوالہ ابی یعلٰی حدیث ۳۲۲۸۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۸۴

[3] مسند ابویعلٰی حدیث ۱۳۸۹ مروی از ابوسعید خدری مؤسسۃ علوم القرآن بیروت ۲/ ۱۳۵

کتاب الاسماء والصفات باب ماجاء فی فضل الکلمۃ الباقیہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۱/ ۱۰۵

المستدرک للحاکم کتاب الدعاء دار الفکر بیروت ۱/ ۵۲۸

موارد الظمآن حدیث ۲۳۲۴ المطبعۃ السلفیہ ص ۵۷۷

www.alahazratnetwork.org

ضرب ۱۹۶ : ہررات آسمانِ دُنیا پر ہونے کی حدیث گزری اور احادیث اس باب میں بکثرت ہیں۔

ضرب ۱۹۷ : قال اللہ تعالٰی :

ھواللہ فی السمٰوٰت و فی الارض [1] — وہ اللہ آسمانوں اور زمینوں میں ہے (ت)

ضرب ۱۹۸ : قال تعالٰی :

و نحن اقرب الیہ من حبل الورید [2] — ہم اس کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں (ت)

ضرب ۱۹۹ : قال تعالٰی :

واسجد واقترب [3] سجدہ کر اور قریب ہو۔(ت)

ضرب ۲۰۰ : قال تعالٰی :

اذا سألك عبادی عنی فانی قریب [4] — جب آپ سے سوال کریں میرے بندے میرے متعلق تو میں قریب ہوں (ت)

ضرب ۲۰۱ : قال تعالٰی :

انہ سمیع قریب [5]۔ — وہ سمیع قریب ہے۔(ت)

ضرب ۲۰۲ : قال تعالٰی :

و نادینٰہ من جانب الطور الایمن و قربنٰہ نجیا [6] — اور ہم نے ان کو ندا دی طور کی دائیں جانب سے اور اس کو ہم نے قریب کیا مناجات کرتے ہوئے۔(ت)

ضرب ۲۰۳ : قال تعالٰی :

فلما جاءھا نودی ان بورك من فی النار ومن حولھا و سبحٰن اللہ رب العٰلمین [7] — جب وہاں آئے تو ندا دی گئی کہ جو آگ میں ہے اس کو برکت دی گئی اور اس کے ارد گرد والوں کو، اللہ پاک رب العالمین ہے (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶/۳
[2] القرآن الکریم ۵۰/۱۶
[3] 〃 〃 ۹۶/۱۹
[4] 〃 ۲/۱۸۶
[5] 〃 〃 ۳۴/۵۰
[6] 〃 ۱۹/۵۲
[7] 〃 〃 ۲۷/۸

www.alahazratnetwork.org

معالم میں ہے :

روی عن ابن عباس وسعید بن جبیر والحسن فی قولہ "بورک من فی النار" یعنی قدس من فی النار وھو اللہ تعالٰی عنی بہ نفسہ علٰی معنی انہ نادی موسٰی منہا واسمعہ کلامہ من جہتہا[1]	ابن عباس، سعید بن جبیر اور حسن رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا گیا کہ من بورک فی النار کے بارے میں، یعنی برگزیدہ ہے جو آگ میں ہے اور وہ اللہ کی ذات ہے جس کو اپنی ذات کے بارے میں فرمایا" یعنی یہ ہے کہ موسٰی نے ندا کی تو اسکو اپنا کلام سنایا اس جانب سے۔(ت)

ضرب ۲۰۴ : قال تعالٰی :

وھو معکم اینما کنتم[2]	وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو(ت)

ضرب ۲۰۵ : صحیحین میں ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا :

یایھا الناس اربعوا علٰی انفسکم فانکم لاتدعون اصم ولا غائبا انکم تدعونہ سمیعا قریبا وھو معکم[3]	اے لوگو! اپنے آپ پر نرمی کرو کیونکہ تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکارتے، تم تو پکارتے ہو سمیع قریب کو، وہ تمہارے پاس ہے۔(ت)

اسی حدیث کی ایک روایت میں ہے :

والذی تدعون اقرب الی احدکم من عنق راحلۃ احدکم[4]	وہ ذات جسے تم پکارتے ہو وہ تمہاری سواری کی گردن سے بھی قریب تر ہے۔(ت)

ضرب ۲۰۶ : مسلم، ابوداود ونسائی ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اقرب مایکون العبد من ربہ	بندہ اللہ تعالٰی کے قریب ترین ہوتا ہے جب

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) آیۃ ۲۷/۸ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/۳۴۸

[2] القرآن الکریم ۵۷/۴

[3] صحیح البخاری کتاب الجہاد باب مایکرہ من رفع الصوت الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۲۰
صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب استحباب خفض الصوت الخ " " " ۲/۳۴۶

[4] " " " " " " " " " " "

www.alahazratnetwork.org

وھو ساجد فاکثروا الدعاء[1] | وہ سجدہ کرتا ہے تو دُعا زیادہ کرو۔ (ت)

ضرب ۲۰۷: دیلمی ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

قال اللہ تعالٰی انا خلفك و امامك وعن یمینك وعن شمالك یاموسی انا جلیس عبدی حین یذکرنی و انا معہ اذا دعانی[2] | اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے موسٰی! میں تیرے پیچھے، آگے، دائیں اور بائیں ہوں، میں بندے کا ہم نشین ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے، اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب مجھے یاد کرتا ہے۔ (ت)

ضرب ۲۰۸: صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے:

انا عند ظن عبدی بی وانا معہ اذا ذکرنی[3] | میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے۔ (ت)

ضرب ۲۰۹: مستدرک میں بروایت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حدیث قدسی ہے:

عبدی انا عند ظنك بی وانا معك اذا ذکرتنی[4] | اے بندے میں تیرے گمان کے ساتھ ہوں جو تو میرے متعلق کرتا ہے اور میں تیرے ساتھ ہوتا ہوں جب تُو مجھے یاد کرتا ہے۔ (ت)

ضرب ۲۱۰: سعید بن منصور ابوعمارہ سے مرفوعاً راوی:

---

[1] صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب مایقال فی الرکوع الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹۱
سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب الدعاء فی الرکوع والسجود آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۲۸
سنن النسائی اقرب مایکون العبد من اللہ عزوجل نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۱۷۰
[2] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۴۵۳۳ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۱۹۲
[3] صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالٰی ویحذرکم اللہ نفسہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۰۱
صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء ۲/ ۳۴۳ وکتاب التوبۃ ۲/ ۳۵۴ " " "
[4] المستدرک للحاکم کتاب الدعاء باب قال اللہ عزوجل عبدی انا عند ظنك بی دارالفکر ۱/ ۴۹۷

www.alahazratnetwork.org

الساجد یسجد علی قدمی اللہ تعالٰی۔[1] سجدہ کرنیوالا اللہ تعالٰی کے قدموں پر سجدہ کرتا ہے (ت)

ان آیات واحادیث سے زمین پر اور طُور پر اور ہر مسجد میں اور بندے کے آگے پیچھے دہنے بائیں اور ہر ذاکر کے پاس اور ہر شخص کے ساتھ اور ہر جگہ اور ہر ایک کی شہ رگ گردن سے زیادہ قریب ہونا ثابت ہے۔

ضرب ۲۱۱: قال اللہ تعالٰی: ان طھرا بیتی[2] (تم دونوں میرے گھر کو صاف کرو۔ ت) یہاں کعبے کو اپنا گھر بتایا۔

ضرب ۲۱۲: معالم میں ہے مروی ہوا کہ توریت مقدس میں لکھا ہے:

جاء اللہ تعالٰی من سیناء و اشرف من ساعین واستعلی من جبال فاران[3] اللہ تعالٰی سیناء کے پہاڑ سے آیا اور ساعین کے پہاڑ سے چمکا اور مکہ معظمہ کے پہاڑوں سے بلند ہوا۔

ذکرہ تحت اٰیۃ بورك (اسے آیۂ بورك کے تحت ذکر کیا۔ ت)

ضرب ۲۱۳: طبرانی کبیر میں سلمہ بن نفیل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انی اجد نفس الرحمٰن من ھھنا و اشار الی الیمن[4] رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یمن کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: بیشک میں رحمان کی خوشبو یہاں سے پاتا ہوں۔

ضرب ۲۱۴: مسند احمد وجامع ترمذی میں حدیث سابق ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

والذی نفس محمد بیدہ لو انکم دلیتم بحبل الی الارض السفلی لھبط علی اللہ عزوجل، ثم اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جان ہے اگر تم سب سے نچلی زمین تک رسّی لٹکاؤ تو وہ رسّی اللہ تعالٰی پر گرے گی۔ پھر

---

[1] حلیۃ الاولیاء ترجمہ حسان بن عطیۃ دار الکتاب العربی بیروت ۶/ ۷۱

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۲۵

[3] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۲۷/ ۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۳۴۸

[4] المعجم الکبیر حدیث ۶۳۵۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۷/ ۵۲

کنز العمال " ۳۳۹۵۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۵۰

www.alahazratnetwork.org

قرأھو الاول و الاٰخر و الظاھر و الباطن وھو بکل شیئ علیم[1]	آپ نے ھو الاول و الاٰخر و الظاھر و الباطن وھو بکل شیئ علیم کو تلاوت کیا۔(ت)

یہاں سے ثابت کہ سب زمینوں کے نیچے ہے۔

ضرب فیصلہ[عـہ] ضرب ۲۱۵: اقول یہی آیات و احادیث ہر مجسم خبیث کی دہن دوزی اور ہر مسلم سُنّی کی ایمان افروزی کو بس ہیں اس مجسم سے کہا جائے کہ اگر ظاہر پر عمل کرتا ہے تو ان آیات و احادیث پر کیوں ایمان نہیں لاتا افتؤمنون ببعض الکتٰب وتکفرون ببعض[2] (قرآن پاک کی بعض آیتوں پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو۔ت) دیکھ تیرے اس کہنے میں کہ "عرش پر ہے اور کہیں نہیں" کتنی آیتوں حدیثوں کا صاف انکار ہے، اور اگر ان میں تاویل کی راہ چلتا ہے تو آیاتِ استوا و حدیثِ مکان میں کیوں حد سے نکلتا ہے، اب یہ تیرا بکنا صریح جھوٹ اور تحکم ٹھہرا کہ تیرا معبود مکان رکھتا اور عرش پر بیٹھتا ہے اور مومن سُنّی کو ان سے بحمد اللہ یوں روشن راستہ ہدایت کا ملتا ہے کہ جب آیات و احادیث عرش و کعبہ و آسمان و زمین و ہر موضع و مقام کے لیے وارد ہیں تو اب تین حال سے خالی نہیں، یا تو ان میں بعض کو ظاہر پر محمول کریں اور بعض میں تفویض و تاویل، یا سب ظاہر پر ہوں، یا سب میں تفویض و تاویل۔ اول تحکم بیجا و ترجیح بلا مرجح اور اللہ عزوجل پر بے دلیل حکم لگا دینا ہے، اور شق دوم قطع نظر اُن قاطعہ قاہرہ دلائل زاہرہ تنزیہ الٰہی کے یوں بھی عقلاً و نقلاً ہر طرح باطل کہ مکین واحد وقتِ واحد میں امکنہ متعددہ میں نہیں ہوسکتا تو ہر جگہ ہونا اُسی صورت پر بنے گا کہ ہوا کی طرح ہر جگہ بھرا ہوا ور اس سے زائد شنیع و ناپاک اور بداہتہً باطل کیا بات ہوگی کہ ہر نجاست کی جگہ، ہر پاؤں کے تلے، ہر شخص کے منہ، ہر مادہ کے رحم میں ہونا لازم آتا ہے۔ اور پھر جتنی جگہ مکانوں پہاڑوں وغیرہ اجسام سے بھری ہوئی ہے بعینہٖ اس میں بھی ہو تو تداخل ہے اور نہ ہو تو اس میں کروڑوں ٹکڑے پُرزے جوف سوراخ لازم آئیں گے اور جو نیا پیڑ اُگے نئی دیوار اُٹھے تیرے معبود کو سمٹنا پڑے ایک نیا جوف اس میں اور بڑھے اور اب استوا کے لیے عرش اور دار کے لیے

[عـہ] لفظ فیصلہ کے بھی ۲۱۵ عدد ہیں منہ

---

[1] جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ الحدید حدیث ۳۳۰۹ دار الفکر بیروت ۵/ ۱۹۵
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۷۰

[2] القرآن الکریم ۲/ ۸۵

www.alahazratnetwork.org

جنت بیت کے لئے کعبے کی کیا خصوصیت رہے گی۔ لاجرم شق سوم ہی حق ہے اور آیاتِ استواء سے لے کر یہاں تک کوئی آیت وحدیث ان محال وبیہودہ معنے پر محمول نہیں جو ناقص افہام میں ظاہر الفاظ سے مفہوم ہوتے ہیں بلکہ تفہیم عوام کے لئے اُن کے پاکیزہ معانی ہیں اللہ عزوجل کے جلال کے لائق جنہیں ائمہ کرام اور خصوصاً امام بیہقی نے کتاب الاسماء میں مشرحاً بیان فرمایا اور اُن کی حقیقی مراد کا علم اللہ عزوجل کو سپرد ہے۔

امنا بہ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب ۵ والحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد و الہ و صحبہ اجمعین، آمین!

ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔ اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے اور تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔ اور درود وسلام نازل ہو سید المرسلین محمد مصطفٰے پر اور آپ کی آل پر اور آپ کے تمام صحابہ پر۔ آمین (ت)

ساتواں تپانچہ

الحمد للہ مسئلہ عرش وردِ مکان سے فراغ پایا کہ یہی رسالے کا موضوع اصلی تھا اب تحریر وہابیت تخمیر کے دو حرف اخیر دو مسئلہ دیگر کے متعلق باقی ہیں اُن کی نسبت بھی سرسری دو چار ہاتھ لیجئے کہ شکایت نہ رہے۔

قولہ مسئلہ فرضوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا۔

الجواب

اقول ضرب ۲۱۶: کسی صحیح حدیث قولی وفعلی وتقریری سے فرضوں کے بعد دعا کیلئے ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں کسی صحیح حدیث قولی وفعلی وتقریری سے اللہ تعالٰی کا عرش کے سوا اور کہیں نہ ہونا ثابت نہیں دعا کیلئے ہاتھ اٹھانا بے حدیث صحیح بدعت مگر خدا پر حکم لگا دینے کو صرف تیرے زبانی ادعا کی حاجت ؎

نجدی بے شرم شرم ہم بدار

(بے شرم نجدی! کچھ شرم کر)

ضرب ۲۱۷: کسی صحیح حدیث قولی وفعلی وتقریری سے عرش کا مکانِ الٰہی ہونا ثابت نہیں، اپنے رب کے حضور التجا کے لئے ہاتھ پھیلانے کو حدیث صحیح کی ضرورت، مگر اللہ عزوجل کو گالی دینے اس کی مخلوقات سے مشابہ بنا دینے کو فقط تیری بدلگام زبان حجت ؎

مکن خود را مکان در قعرِ نار

(اپنا مکان مت بنا آگ کی گہرائی میں۔ ت)

www.alahazratnetwork.org

ضرب ۲۱۸: کسی صحیح حدیث قولی و فعلی و تقریری سے فرضوں کے بعد دُعا کے لئے ہاتھ اٹھانے کی ممانعت ثابت نہیں، پھر تم لوگ کس منہ سے منع کرتے ہو، کیا منع کی شریعت تمہارے اپنے گھر کی ہے یا جواز کیلئے حاجت دلیل ہے ممانعت دلیل سے مستغنی ہے۔

ضرب ۲۱۹: اگر صحیح سے مقابل حسن مراد تو ہر گز حجت اس میں منحصر نہیں صحیح لذاتہ وصحیح لغیرہ وحسن لذاتہ وحسن لغیرہ سب حجت اور خود مثبت احکام ہیں، اور اگر حسن کو بھی شامل تو انکار صرف بنظر خصوص محل ہے یا بمعنی عدم ثبوت مطلق، ثانی قطعاً باطل بکثرت صحیح معتمد احادیث قولی و فعلی و تقریری سے نماز کے بعد دعا مانگنا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت۔ یونہی ہاتھ اٹھانا دُعا کے آداب سے ہونا بکثرت احادیث صحیحہ ومعتبرہ قولی و فعلی و تقریری سے ثابت۔ یہ سب حدیثیں صحاح ومشکوٰۃ واذکار وحصن حصین وغیرہا میں مروی و مذکور، اور بعد ثبوتِ اطلاق بے اثبات تخصیص ممانعت خاص قاعدۂ علم سے دور و مہجور۔

ضرب ۲۲۰: مقام مقام فضائل ہے اور اس میں ضعاف بالاجماع مقبول۔ دیکھو حضرت عالم اہلسنت مدظلہ العالی کا رسالہ "الھاد الکاف فی حکم الضعاف" تو مطالبۂ صحت سراسر جہل و اعتساف۔

قولہ مصنف ابن ابی شیبہ کی حدیث جو بطریق اسود عامری بعض اہل بریلی کے فتوے میں منقول ہے وہ باتفاق محدثین ضعیف و پایۂ اعتبار سے ساقط ہے کیونکہ اسود عامری مجہول العین والحال ہے۔

اقول ضرب ۲۲۱: ادعائے اتفاق محض کذب و اختلاق، مجہول العین بہت ائمہ محققین کے نزدیک مقبول ہے اور مجہول الحال میں بھی بعض اکابر کا مذہب قبول ہے، امام نووی مقدمۂ منہاج میں فرماتے ہیں،

المجھول اقسام مجھول العدالۃ ظاھرا وباطنا ومجھولھا باطنا مع وجودھا ظاھرا وھو المستور والمجھول العین فاما الاول فالجمھور علٰی انہ لایحتج بہ واما الاخران فاحتج بھما کثیرون من المحققین[1]

مجہول کی کئی اقسام ہیں، مجہول العدالۃ ظاہراً وباطناً، مجہول العدالۃ باطناً مع وجود العدالۃ ظاہراً، یہ مستور ہے، اور مجہول العین، صرف پہلی قسم کو جمہور دلیل نہیں بناتے لیکن آخری دو قسموں کو محققین میں سے کثیر نے دلیل بنایا ہے۔ (ت)

---

[1] مقدمۂ منہاج للنووی مع صحیح مسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷

www.alahazratnetwork.org

(زیادہ تفصیل درکار ہو تو حضرت عالم اہلسنت مدظلہ العالی کی کتاب مستطاب منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین افادہ دوم صدر کتاب و فائدہ چہارم آخر کتاب کے مطالعے سے مشرف ہو)

ضرب ۲۲۲: اسود کی نسبت میزان الاعتدال میں صرف اسی قدر ہے:

ما روی عنه سوی ولده دلهم له حدیث واحد[1]

اس کے بیٹے دلہم کے بغیر اس سے کسی نے روایت نہیں کی اور محدثین کے ہاں اس کی ایک حدیث ہے۔ (ت)

اس سے فقط جہالت عین ظاہر ہوتی ہے وہ جہالت حالی کو مستلزم نہیں کہ مجہول العین بہت محققین کے نزدیک مقبول اور مجہول الحال مجروح، تو جہالت حال کا حکم آپ کی اپنی جہالت ہے یا ائمہ معتمدین سے روایت علی الثانی ثبوت دیجئے علی الاول آپ کیا اور آپ کی جہالت کیا، آپ کا علم تو جہل ہے جہل کیا ہوگا، آپ اللہ عزوجل ہی کو نہیں جانتے ہیں کہ اس کے لئے مکان مانتے ہیں۔

ضرب ۲۲۳: ذہبی نے بھی یہ قول اپنی طرف سے لکھا اور ان کی نقل نفی ائمہ کے مثل نہیں ہوسکتی، اب یہیں دیکھئے کہ وہ کہتے ہیں اسود کے لئے ایک حدیث ہے، میں کہتا ہوں ان کی ایک حدیث تو یہی ہے کہ ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کی، دوسری حدیث اُن سے سنن ابی داؤد میں ہے جس میں وفادت لقیط بن عامر کا ذکر فرما کر حدیث کے دو لفظ مختصر بطریق عبدالرحمن بن عیاش سمعی عن دلہم بن الاسود عن ابیه عن عمه[2] ذکر کئے اور تمام و کمال ایک ورق طویل میں متضمن بیانات علم غیب و حشر و نشر و حوض کوثر وغیرہا بطریق مذکور عبداللہ ابن الامام کے زوائد مسند میں ہے۔

ضرب ۲۲۴: محدث صاحب! آپ نے حافظ الشان کا قول منتخ بھی دیکھا وہ تصریح فرماتے ہیں کہ اسود عامری مقبول ہیں جاہل مجہول اگر جہل سے معذور تو زبان کھولنی کیا ضرور۔

ضرب ۲۲۵: حافظ الشان سے سوا وجہ اجل و اعظم لیجئے امام اجل ابوداؤد نے سنن میں حدیث مذکور اسود عامری سے روایت کی اور اس پر اصلاً جرح نہ فرمائی تو حسب تصریحات ائمہ حدیث صحیح یا حسن یا لااقل صالح تو ہوئی خود امام ممدوح اپنے رسالہ مکیہ میں فرماتے ہیں:

مالم اذکرہ فیه شیئا فهو صالح و

جس میں کوئی علت نہ بیان کروں تو وہ حدیث

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۹۸۲ اسود بن عبداللہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی رزین العقیلی لقیط بن عامر ۴/۱۳ المکتب الاسلامی بیروت

www.alahazratnetwork.org

بعضہا اصح من بعض[1]۔ درست ہوگی اور ان میں بعض سے بعض اصح ہوں گی۔ (ت)

اب اپنی جہالت کبرٰی دیکھو کہ ائمہ کرام تو اسود کو مقبول اور ان کی حدیث کو صالح فرمائیں اور تجھ جیسا بے تمیز بے ادراک پایۂ اعتبار سے ساقط بتائے۔

ضرب ۲۲۶: بالفرض اگر آپ کی جہالت مان بھی لیں اور بفرض غلط یہ بھی تسلیم کرلیں کہ مجہول الحال بالاتفاق نامقبول۔ پھر بھی بالاتفاق پایۂ اعتبار سے ساقط بتانا مردود و مخذول۔ محدث مسکین ابھی احتجاج واعتبار ہی کا فرق نہیں جانتے اور چلے حدیثوں پر جرح کرنے۔ محدث صاحب! مجہول اگر ساقط ہے تو پایۂ احتجاج سے نہ کہ پایۂ اعتبار سے، دیکھو رسالہ الھاد الکاف، اور یہاں پایۂ اعتبار تک ہونا کافی ووافی ہے بلاخلاف۔

ضرب ۲۲۷: یہ سب کلام اس تسلیم پہ ہے کہ اسود مذکور فی المیزان ہوں مگر حاشا اس کا تمہارے پاس کیا ثبوت، بلکہ دلیل اس کے خلاف کی طرف ناظر کہ ان اسود کے باپ صحابی نہیں مجہول ہیں کما نص علیہ الحافظ (جیسا کہ حافظ نے اس پر نص کی ہے۔ ت) اور اس اسود کے باپ صحابی کما ذکر فی نفس الحدیث صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الفجر (جیسا کہ اسی حدیث میں ذکر ہے کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی۔ ت)

قولہ اور ابن السنی کے عمل الیوم واللیلہ کی حدیث جو بروایت انس فتوٰی مذکور میں منقول ہے موضوع ہے کیونکہ اس میں عیسٰی راوی کذاب ہے۔ یہ دونوں حدیثیں میزان الاعتدال کے اخیر میں موجود ہیں۔

اقول ضرب ۲۲۸: عیسٰی تو کذاب نہیں مگر تم ضرور کذاب ہو اس کی سند میں عیسٰی کوئی راوی ہی نہیں ؎

ولے از مفتری نتواں برآمد کہ او از خود سخن می آفریند

(افترا پرداز سے چھٹکارا نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ خود بات بنالیتا ہے)

---

[1] مقدمہ سنن ابی داؤد الفصل الثانی آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۴

www.alahazratnetwork.org

ضرب ۲۲۹: حکم بالوضع بے دلیل ومردود ہے۔

ضرب ۲۳۰: میزان الاعتدال میں ان احادیث کا ذکر نہیں، کیا بلاوجہ بھی جھوٹ کی عادت ہے اور فاصبر کیا موقع پر ہے۔ 13

قولہ مسئلہ غیر مقلدوں کے پیچھے نماز نہ پڑھنا **الجواب** جو شخص کسی مسلمان کو بلاثبوتِ شرعی فاسق یا مبتدع یا کافر کہے خود اسی کا مصداق ہے۔

اقول ضرب ۲۳۱: بھلا کسی مسلمان کو بلاثبوت برا کہنا یہ جرم ہوا اور جو ناپاک بیباک اپنی گمراہی کی ترنگ میں مسلمانوں کے رب کے لئے نہ صرف بلاثبوت بلکہ قطعاً برخلافِ ثبوتِ شرعی مکان بتائے اسے اس کی مخلوق محتاج کے مانند بنائے وہ مردود کس لفظ کا مصداق ہے اُسے کس سزا کا استحقاق ہے؟

ضرب ۲۳۲: اپنے پیر مغاں اسمٰعیل دہلوی علیہ ما علیہ کی خوب خبر لی وہ اور اُس کی تمام ذریت اہلِ توہب و نجدیت اسی مرض مہلک میں گرفتار ہیں کہ مسلمانوں کو بلاثبوتِ شرعی محض بزورِ زبان و زورِ بہتان مشرک بدعتی بنانے کو تیار ہیں قاتلهم الله انّی یؤفکون[1] (اللہ انھیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ ت) مردک نے خود ہی شرک کی تعریف کی کہ جو باتیں خدا نے اپنی تعظیم کے لئے خاص کی ہیں وہ دوسروں کے لئے بجالانا اور پھر شرک کی مثالوں میں گنا دیا، کسی کی قبر پر شامیانہ کھڑا کرنا، کسی کی قبر کو مورچھل جھلنا، الحمدللہ کہ تم جیسے سپوتوں نے اس مردک کے خود مشرک ہونے کا اقرار کردیا۔

ضرب ۲۳۳: یونہی تم تتّی پود والے جن پرانوں سیانوں کے گرگے ہو یعنی یہی دہلوی اور اُس کے اذنابِ غوی تم سب کا مسلک ناپاک ہے کہ تقلیدِ ائمہ کو بلاثبوتِ شرعی شرک اور مقلدین کو مشرک کہتے ہو، الحمدللہ کہ تم خود اپنے منہ آپ مشرک بنے کہ کرد کہ نیافت۔

ضرب ۲۳۴: تمہارے طائفہ غیر مقلدین کا فساق مبتدعین ہونا بے ثبوتِ شرعی نہیں بلکہ علمائے عرب و عجم بکثرت دلائل قاہرہ سے ثابت فرما چکے سینہ زوری سے نہ ہارو تو اس کا کیا علاج۔

ضرب ۲۳۵: جناب شیخ مجدد الف ثانی رسالہ مبدء و معاد میں فرماتے ہیں:

مدتے آرزوئے آں داشت کہ وجہے پیدا شود وجیہ در مذہب حنفی تا در خلف امام قراءتِ فاتحہ نمودہ آید اما بواسطۂ رعایت مذہب بے اختیار

مدت تک یہ آرزو رہی کہ حنفی مذہب میں قراءت خلف الامام کی کوئی صورت بن جائے تاہم غیر اختیاری طور پر مذہب کی رعایت میں امام کی

---

[1] القرآن الکریم ۶۳/۴

www.alahazratnetwork.org

ترکِ قراءت میکرد و ایں ترک را از قبیل ریاضت مجاہدہ می شمرد، آخر الامر سبحانہ تعالٰی بہ برکت رعایت مذہب کہ نقل از مذہب الحاد ست، حقیقتِ مذہب حنفی در ترکِ قراءت ماموم ظاہر ساخت و قراءت حکمی از قراءت حقیقی در نظر بصیرت زیبا تر نمود[1]

اقتدا میں قراءت نہ کی، اس ترکِ قراءت کو تکلف محسوس کرتا رہا، بالآخر مذہب کی رعایت کی برکت سے مقتدی کے لئے ترکِ قراءت کی حقیقت ظاہر ہوگئی، جبکہ اپنے مذہب سے دوسرے مذہب میں منتقل ہونا الحاد ہے، چنانچہ حقیقی قراءت سے حکمی قراءت نظرِ بصیرت میں خوب تر معلوم ہوتی۔ (ت)

یہاں حضرت ممدوح غیر مقلدوں کو صاف صاف ملحد فرمارہے ہیں، آپ کے نزدیک یہ فرمانا مطابق ثبوت شرعی ہے جب تو آپ اور آپ کے سارے طائفے کو الحاد و بے دینی کا خلعت مبارک، پھر آپ فاسق و مبتدع کہنے پر کیوں بگڑیں۔ ہاں شاید یوں بگڑے ہو کہ مرتبہ گھٹا دیا ملحد زندیق سے نرا فاسق مبتدع رکھا، اور اگر یہ فرمانا بے ثبوتِ شرعی ہے تو آپ کے طور پر حضرت شیخ مجدد معاذ اللہ ملحد قرار پائیں گے، جلد بتاؤ کہ دونوں شقوں سے کون سی شق تمھیں پسند ہے، ہنوز لبس نہیں، جب جناب شیخ ایسے ٹھہریں گے تو شاہ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز صاحب کہاں بچیں گے کہ یہ اُن کے مرید اُن کے معتقد ہیں اُنھیں اکابر اولیا سے جانتے ہیں، اور جو کسی ملحد کو مسلم کہے خود ملحد ہے نہ کہ امام اسلام و ولی والا مقام کہنے والا، اور ابھی انتہا کہاں، جب یہ سب حضرات ایسے ہُوئے تو وہابیہ مخذولین کا شیخ مقتول اسمٰعیل مخذول علیہ ما علیہ کدھر بھاگے گا، یہ تینوں کا مداح تینوں کا غلام تینوں کو ولی کہے تینوں کو امام، تو یہ خود ملحد در ملحد ملحدوں کا ملحد ہُوا، اور اب تم کہاں جاتے ہو تم اس ایک کے ویسے ہی ہو جیسا وہ اُن تین کا، تو دیگ الحاد کی پچھلی کھرچن الحادی بوتل کی نیچے کی تلچھٹ تم ہُوئے، اب کہو کون سی شق پسند رہی، ہر شق پر الحاد کی آفت تمھارے ہی ماتھے گئی۔

قولہ ائمہ دین و مسلمانان قرونِ ثلثہ سب غیر مقلد تھے۔

اقول ضرب ۲۳۶: محض جھُوٹ ہے، تابعین و تبع تابعین ہیں تو لکھوکھا مقلدین تھے ہی، صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم میں بھی ہزاروں حضرات خصوصاً اعراب و اکثر طلقاء مقلد تھے۔ قرونِ ثلثہ کے کروڑوں مسلمانوں میں ہر شخص کو مجتہد جاننا آپ ہی جیسے فاضل اجہل کا کام ہے، ایمان

---

[1] مبدء و معاد مجدد الف ثانی مطبع مجددی امرتسر انڈیا ص ۳۷

www.alahazratnetwork.org

سے کہنا قرونِ ثلثہ میں کبھی کسی کا کسی عالم سے مسئلہ پوچھنا اور وہ جو فرمائے اس پر عمل کرنا ہوا یا نہیں، بیشک ہُوا اور ہر قرن میں ہوا اور شب و روز ہوتا رہا، اور تقلید کس چیز کا نام ہے۔ اگر کبھی خواب میں بھی کتبِ حدیث کی ہوا لگی ہوتی تو معلوم ہوتا کہ عوام و علماء کا یہ استفتا و افتا نہ صرف زمانہ صحابہ بلکہ زمانہ رسالت سے ہمیشہ رائج رہا۔

ضرب ۲۳۷: اہلِ زمانہ غیر مقلدین کے بارے میں سوال کریں کہ اُن کے پیچھے نماز کیسی ہے؟ علمائے سنّت جواب فرمائیں کہ ممنوع و مکروہ ہے۔ اس سوال و جواب کو ائمہ مجتہدین پر حمل کرنا جہالت نہیں بلکہ دیدہ و دانستہ حرامزدگی ہے غیر مقلد اس طائفہ تائفہ ضالہ حائفہ کا نام ہے جو بتقلیدِ شیطانِ لعین تقلیدِ ائمہ دین سے انکار رکھتا ہے، مقلدینِ ائمہ کو مشرک کہتا ہے، اپنے ہر خرنا شخص کو بے اتباعِ ارشاداتِ ائمہ اپنی عقلِ ناقص پر چلنے کا حکم دیتا ہے، ناموں کے معانی لغوی لے کر غیر مسمّٰی پر حمل کرنا کیسی حماریت کبریٰ ہے، یہ وہی مثل ہُوئی کہ قارورے کو قارورہ کیوں کہتے ہیں اس لئے کہ اس میں پانی کا قرار ہے تو تمہارا پیٹ بھی قارورہ ہوا کہ اس میں بھی پانی کا قرار ہوتا ہے۔ جرجیر کو جرجیر کیوں کہتے ہیں اس لئے کہ وہ تجرجُر یعنی حرکت کرتا ہے تو تمہاری داڑھی بھی جرجیر ہوئی کہ اُسے بھی جنبش ہوتی ہے۔

ضرب ۲۳۸: اگر بفرضِ باطل لفظ "غیر مقلدین" ائمہ مجتہدین کو بھی شامل مانیے تو لفظ کے مصداق جب دو قسم ہوں، ایک محمود، دوسری مذموم، اور محمود زمانہ سلف میں تھے اب تنہا مذموم باقی ہیں تو اب حکمِ مذمت میں قید و تخصیص کی ضرورت نہیں ہر عاقل کے نزدیک حکم انھیں موجودین کے لئے ہوگا اسے عام سمجھنے والا یا مکابر سرکش ہے یا مسکین بارکش، مثلاً ہر مسلمان کہتا ہے کہ یہود و نصارٰی کافر ہیں اس پر شخص جو اعتراض کرے کہ زمانہ موسوی کے یہود، عصرِ عیسوی کے نصارٰی کہ دینِ حق پر قائم تھے مومنین تھے تم نے سب کو کافر کہہ دیا تو یہ معترض انھیں دو حال سے خالی نہیں یا حرامزادہ شریر ہے یا خر مسکین۔

قولہ تقلید ایک امرِ مستحدث ہے اور چوتھی صدی میں ایجاد ہوئی۔

اقول ضرب ۲۳۹: سخت جھُوٹے ہو بلکہ تقلید واجب شرعی ہے، قرآن و حدیث نے لازم کی، زمانہ رسالت سے رائج ہوئی، قال اللہ تعالٰی:

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون[1] — اہلِ ذکر سے پوچھو اگر تم خود نہیں جانتے۔ (ت)

وقال رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم:

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/۴۳ و ۲۱/۷

www.alahazratnetwork.org

الاسألوا اذلم یعلموا فانما شفاء العی السؤال[1] — انھوں نے خود نہ جانتے پر پوچھا کیوں نہیں کیونکہ عاجز کا علاج پوچھنا ہے (ت)

ہاں تمہارے طائفہ گمراہ کی غیر مقلدی بہت نو پیدا حدث ہے کہ ابن عبدالوہاب نجدی نے بارھویں صدی میں نکالی، دیکھو سردار علمائے مکہ معظمہ شیخ العلماء حضرت سید احمد زین قدس سرہ کا رسالہ الدرر السنیہ فی الرد علی الوھابیہ۔

ضرب ۲۴۰: ہم اہلسنت کو ان گمراہوں سے نزاع اولاً تقلید کو شرک بتانے، ثانیاً اس کے حرام ٹھہرانے، ثالثاً بے لیاقت اجتہاد اس کا ترک جائز بتانے میں ہے، یہ چالاک عیار تینوں کو چھوڑ کر تقلید شخصی میں اُلجھنے لگتے ہیں یہ ان مکاروں کا قدیم طریقہ جان بچانے کا ہے، یہ نئی پرواز کے پٹھے بھی یہی چال چلے پھر بھی چوتھی صدی جھوٹ بنالی، ان کے شیخ مقتول اسمٰعیل مخذول کے دادا اور دادا استاد اور پردادا پیر شاہ ولی اللہ صاحب رسالہ "انصاف" میں انصاف کر گئے کہ،

بعد المائتین ظھر بینھم التمذھب للمجتھدین باعیانھم وقل من کان لایعتمد علی مذھب مجتھد بعینہ وکان ھذا ھوالواجب فی ذٰلک الزمان[2] — یعنی دو صدی کے بعد خاص ایک مجتہد کے مذہب کا پابند بننا اہلِ اسلام میں ظاہر ہوا کم ہی کوئی شخص تھا جو ایک امام معین پر اعتماد نہ کرتا ہو اور یہی واجب تھا اس زمانے میں۔

قولہ اور جو بات امورِ دین میں بعد قرونِ ثلثہ کے ایجاد ہوئی بالاتفاق بدعت ہے وکل بدعۃ ضلالۃ۔

اقول ضرب ۲۴۱: جیسی تمہاری غیر مقلدی کہ تین چھوڑ بارھویں قرن میں قرن الشیطان کے پیٹ سے نکلی۔

ضرب ۲۴۲: شیر کے بَن میں ڈکرانے والا بیل اپنی موت اپنے منہ مانگتا ہے، اللہ تعالٰی کے لئے مکان ثابت کرنا بتا تو دے کہ قرون ثلثہ میں کس نے مانا، تو تیرا قول بدتر از بَول تیرے ہی منہ سے بدعت و ضلالت و فی النار اور تو بدعتی گمراہ مستحقِ نار ہے۔

ضرب ۲۴۳: اللہ عزوجل کے احاطۂ ذاتیہ کا انکار قرون ثلثہ میں کس نے کیا، یہ بھی تیری بدعت و

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب المجذور یتیمم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۴۹
[2] رسالہ انصاف شاہ ولی اللہ باب حکایۃ حال الناس قبل المائۃ الرابعۃ الخ مکتبہ دارالشفقۃ استنبول ترکی ص ۱۹

www.alahazratnetwork.org

ضلالت ہے۔

ضرب ۲۴۴: صفاتِ الٰہیہ میں صرف علم کو محیط ماننا جس سے اُس کی قدرت، اُس کے سمع، اُس کی بصر، اُس کی مالکیت، اس کی خالقیت کے احاطے کا انکار ثابت ہوتا ہے۔ قرونِ ثلٰثہ میں کون اس کا قائل تھا، یہ بھی تیری گمراہی و بدمذہبی ہے۔

ضرب ۲۴۵: استواء کے وُہ تین معنے کہنا اور اُن کے سوا چوتھے کو بدعت بتانا قرونِ ثلٰثہ میں کس کا قول تھا، یہ بھی تیری ضلالت و بددینی ہے۔

ضرب ۲۴۶: فضائلِ اعمال کے ثبوت کو حدیث صحیح میں منحصر کردینا قرونِ ثلٰثہ میں کس کا مذہب تھا، یہ بھی تیری بدعت جسارت و بدزبانی ہے۔

ضرب ۲۴۷: بدعت کے یہ معنے لینا کہ جو بات امورِ دین میں بعد قرونِ ثلٰثہ کے حادث ہوئی اور اُسے بالاتفاق بدعتِ ضلالت کہنا اُمتِ مرحومہ پر افترا ہے، اس کی تحقیق علماء اہلسنت اپنی تصانیف کثیرہ میں فرما چکے، وُہ بحث لکھئے تو دفتر طویل ہو، اور پھر مخاطب ناقص العقل کیا قابلِ خطاب، مگر مدعی اپنے اس دعوٰی اطلاق پر اُمت کا اتفاق سند معتمد سے دکھائے ورنہ اپنی جہالت و ضلالت کا آپ سر کھائے۔

قولہ مفتی بریلی جو تقلید کو امر دینی گمجھتا ہے یقینی مبتدع ہوا اور اُس کے فتوے کے مطابق اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہوا کما ھو ظاہر افسوس کہ اس نادان دوست نے اپنے ائمہ رحمہم اللہ تعالٰی کے پیچھے بھی نماز پڑھنے کو ناجائز کردیا ؎

شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گزشتی	مجھے خوشی ہے کہ تم رقیبوں سے دامن بچا کر گزر گئے
گو مشتِ خاکِ ماہم بر باد رفتہ باشد	اگرچہ میری مشتِ خاک بھی برباد ہوگئی
نعوذ باللہ من ھفواتہ۔	اللہ تعالٰی اس کی بیہودہ باتوں سے بچائے۔ (ت)

اقول ضرب ۲۴۹: ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنہ پاکاں زند

(جب اللہ تعالٰی کسی کا پردہ چاک کرنا چاہتا ہے تو پاک لوگوں پر طعنہ میں اُسے مشغول کردیتا ہے۔ ت)

مسلمانوں نے دیکھ لیا کہ لفظ مبتدع کے مستحق معاذ اللہ علمائے اہلسنت ہیں یا یہ بددین گمراہ کہ اللہ کو مکانی ماننا

www.alahazratnetwork.org

جسمانی جاننا اس کی قدرت وسمع وبصر وخالقیت ومالکیت وغیرہا کو محیط نہیں سمجھنا ائمۂ دین سے باقرار خود رقابت رکھتا ہے عیاذاً باللہ وہ مبتدع ہیں یا اس وہابیہ کے نئے پنتھ کا پرانا گرو گھنٹال شیخ مقتول اسمٰعیل مخذول جس کے کفریات میں رسالہ مبارکہ الکوکبۃ الشہابیۃ علٰی کفریات ابی الوھابیۃ تصنیف ہوا اور علمائے عرب وعجم نے اُس کے ضلال بلکہ علمائے حرمین طیبین نے اس کے کفر پر فتوٰی دیا، یہاں اسے یہ دکھانا ہے کہ جب تقلید کو امر دینی سمجھنے والا معاذ اللہ مبتدع ہوا تو اب شاہ ولی اللہ کی خبریں کہئے جو نہ مطلق تقلید بلکہ دو صدی کے بعد خاص تقلید شخصی کو واجب کہتے ہیں جس کی عبارت ابھی گزری۔

ضرب ۲۵۰: اور جناب مجددیت مآب کی نسبت کیا حکم ہوگا جو تقلید نہ مطلق تقلید بلکہ خاص تقلید شخصی کو ایسا سخت ضروری ومہتم بالشان امر عظیم دینی مانتے ہیں کہ اس کے ترک کو الحاد و بے دینی جانتے ہیں، عبارت اُوپر گزری۔ اور سُنئے کہ وُہ صحیح ومستفیض حدیثوں کو فقہی روایت کے مقابل نہیں سنتے اور روایت بھی کیسی کہ خود مختلف آئی اور اختلاف بھی کیسا کہ اپنے ہی ائمہ کا فتوٰی تک مختلف امام محمد کی کتاب میں خود اُس کے خلاف، اور حدیثوں کے مطابق اپنا اور حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب مذکور کہ التحیات میں اشارہ کیا جائے، اور اس پر بھی ائمۂ فتوٰی نے فتوٰی دیا مگر صرف اس بنا پر کہ یہ روایت ہمارے امام سے مشہور نہیں احادیث پر عمل کرنا جائز نہیں بتاتے، اس سے بڑھ کر تقلید اور وہ بھی خاص شخصی کو دینی ضروری سمجھنا اور کیا ہوسکتا ہے۔ مکتوبات جلد اول مکتوب ۳۱۲ میں فرماتے ہیں:

مخدوما احادیث نبوی علٰی مصدرہا الصلٰوۃ والسلام درباب جواز اشارت سبابہ بسیار وارد شدہ اند وبعضے از روایات فقہیہ حنفیہ نیز دریں باب آمدہ وانچہ امام محمد گفتہ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یشیر ونصنع کما یصنع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثم قال ھذا قولی وقول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما از روایات نوادر ست ما مقلدان را نمی رسد کہ بمقتضائے احادیث عمل نمودہ جرأت دراشارت نمائیم

اے ہمارے مخدوم! تشہد میں شہادت کی انگلی سے اشارہ کی کثیر احادیث وارد ہیں، اور بعض حنفی حضرات کی اس بارے میں روایات فقہیہ بھی آئی ہیں، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے جو فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اشارہ فرماتے تھے اور ہم وہ کریں گے جو نبی پاک صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کرتے تھے۔ پھر انھوں نے فرمایا میرا اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا یہی قول ہے، تو یہ نادر روایات میں سے ہے، تو ہم مقلد لوگوں کو براہِ راست حدیث پر عمل نہیں کرنا چاہئے کہ اشارہ کرنے کی جرأت کریں،

www.alahazratnetwork.org

اگر گویند کہ علمائے حنفیہ بر جواز اشارت نیز فتوٰی دادہ اند گوییم ترجیح عدمِ جواز راست اھ ملتقطاً[1]

اگر کہا جائے کہ حنفی علماء نے اشارہ کے جواز پر فتوٰی دیا ہے تو میں کہوں گا کہ ترجیح عدمِ جواز کو ہے اھ ملتقطاً (ت)

اب جبتدی کہ خبریں کہئے اور تقریرِ سابق بھی یاد رکھئے کہ اُن کی شان میں کوئی کلمہ کہا اور ساتھ لگے شاہ ولی اللہ شاہ عبدالعزیز صاحب بھی گئے اور بلا پس و پیش تینوں کو جانے دو وہ سب میں چہیتے اسمٰعیل ہو گئے اور اُن کے صدقے گیہوں کے گھن اور تمہارے سب طائفے والے جہنمِ بدعت و ضلالت کے قعر میں پہنچے، افسوس کہ اس نامرد ہاتھی نے اپنی ہی فوج کا زیاں کیا اُس کچی پینڈی نے اپنے سفرہ و دستار خوان کا نقصان کیا، اسمٰعیل اور سارے طائفۂ مردود و ذلیل کو بدعتی گمراہ جہنمی مان لیا ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو جائز کر دیا ؎

شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گزشتی گو جائے ذکرِ ما ہم آں تنگ دل ندارد

(مجھے خوشی ہے کہ تم رقیبوں سے دامن بچا کر گزر گئے، اگرچہ ہمارے ذکر پر بھی وہ تنگ دل نہیں ہوتے۔ ت)

نعوذ باللہ من ھفواتہ وھنات اسمٰعیل وھناتہ رب انی اعوذ بک من ھمزات الشّیٰطین، واعوذ بک ان یحضرون ○ واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین، والصلٰوۃ والسلام علٰی سیّد المرسلین سیدنا محمد واٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین، اٰمین!

ہم اللہ تعالٰی کی پناہ چاہتے ہیں اس کے لغویات اور اسمٰعیل کی وسوسہ انگیزیوں اور باعثِ شرم باتوں سے۔ اے میرے رب! میں تیری پناہ چاہتا ہوں شیطان کی وسوسہ انگیزیوں سے، اور تیری پناہ چاہتا ہوں شیطانوں کی حاضری سے، اور ہماری آخری بات یہ ہے تمام حمدیں اللہ تعالٰی رب العالمین کیلئے ہیں اور صلٰوۃ وسلام ہو رسولوں کے سردار ہمارے آقا محمد اور ان کی آل و اصحاب سب پر، آمین! (ت)

الحمد للہ کہ یہ مختصر اجمالی جواب پانزدہم شہر النور والسرور ماہِ مبارک ربیع الاول ۱۳۱۶ھ ہجریہ قدسیہ علٰی صاحبہا الصلٰوۃ والتحیۃ کو باوصف کثرتِ کار و ہجومِ اشغالِ تعلیم و تدریس و مجالس مبارکہ میلاد سراپا تقدیس وقتِ فرصت کے قلیل جلسوں میں تمام اور بلحاظ تاریخ قوارع القہار علی المجسمۃ الفجار[۱۳۱۶]

---

[1] مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی مکتوب ۳۱۲ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۴۴۸ تا ۴۵۱

www.alahazratnetwork.org

تام ہوا اس التزام کے ساتھ کہ مسئلہ مکان میں صرف اسی شخص کی سند اگنائی ہوئی کتابوں کی عبارتیں پیش کروں گا عدد ڈھائی سو قریب ۲۵۰ تک پہنچا اور اس کی مستند کتابوں میں بھی تفسیر ابن کثیر موجود نہ تھی ورنہ ممکن تھا کہ عدد اور بڑھتا۔ یونہی کتاب العلو مضطرب منہافت اور اس کے علاوہ پاس بھی نہ تھی اور اگر قلم کو اس مخالفت کی اس قدر جاء تنگ میں محصور نہ کیا جاتا تو ضربوں کی کثرت لطف دکھاتی، پھر بھی اُن معدود مسطور پر ڈھائی سو ۲۵۰ کیا کم ہیں، وباللہ التوفیق، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی الھادی الی سواء الطریق وصلی اللہ تعالٰی علی النبی الکریم محمد و اٰلہ و بارك وسلم، اٰمین!

مسئلہ ۵۲ ازشہر مدرسہ اہلسنت وجماعت منظر اسلام مسئولہ مولوی اکبر حسین خاں رامپوری طالبعلم مدرسہ مذکور ۱۹ جمادی الاولٰی ۱۳۳۹ھ

کمترین خدمت خدامان حضرت میں عارض ہے انگریزوں کے یہاں بدلائل عقلیہ ثابت ہے کہ آسمان کوئی چیز نہیں اور یہ جو نیلگوں شے محسوس ہوتی ہے وُہ فضا ہے، اور اختلاف لیل و نہار سب حرکتِ ارض ہے، اور نہ ستاروں کی حرکت ہے، ہر ستارہ کی کشش دوسرے کو روکے ہوئے ہے جس طرح مقناطیس۔ امید کہ کوئی قوی دلیل عقلی ونقلی وجودِ آسمان پر افادہ فرمائی جائے۔

الجواب

وجودِ آسمان پر آسمانی کتابوں سے زیادہ کیا دلیل درکار ہے، تمام آسمانی کتابیں اثباتِ وجودِ آسمان سے مالامال ہیں۔ قرآن عظیم میں تو صدہا آیتیں ہیں جن میں آسمان کا ابتداء میں دُھواں ہونا بستہ چیز پھر رب العزت کا اُسے جدا جدا کرنا پھیلانا، سات پرت بنانا، اس کا چھت ہونا، اس کا نہایت مضبوط بنائے مستحکم ہونا، اس کا بے ستون قائم ہونا، اللہ تعالٰی کا اُسے اور زمین کو چھ دن میں بنانا، روزِ قیامت اُس کا شق ہونا، اٹھا کر زمین کے ساتھ ایک بار ٹکرا دیا جانا، پھر اس کا اور زمین کا دوبارہ پیدا ہونا وغیرہ وغیرہ صاف روشن ارشاد ہیں کہ ان کا انکار نہیں کرسکتا مگر وہ جو اللہ ہی کا منکر ہے، نیز قرآن عظیم میں جا بجا یہ بھی تصریح ہے کہ یہ جو ہم کو نظر آرہا ہے یہی آسمان ہے تو اس میں گمراہ فلسفیوں کا رَد ہے جو آسمانوں کا وجود تو مانتے ہیں مگر کہتے ہیں کہ وہ نظر نہیں آسکتے، یہ جو ہمیں دکھائی دیتا ہے کرۂ بخار ہے۔ ان نصرانیوں اور ان یونانیوں سب بطلانیوں کے رَد میں ایک آیہ کریمہ کافی ہے کہ،

الا یعلم من خلق وھو اللطیف کیا وہ نہ جانے جس نے بنایا اور وہی ہے پاک

www.alahazratnetwork.org

خبردار۔

بنانے والا جو فرمارہا ہے وہ تو نہ مانا جائے اور دل کے اندھے سمجھ کے اوندھے جو اٹکلیں دوڑاتے ہیں وہ سُنی جائیں۔ اس سے بڑھ کر گدھاپن کیا ہوسکتا ہے۔ یہ باکمیل جواب نصارٰی کے پاس ہے اس کی پہلی کتاب کا پہلا باب آسمان و زمین کے بیان پیدائش ہی سے شروع ہے۔ رہی دلیل عقلی، ذرا انصاف درکار۔ اتنا بڑا جسم جسے کروڑوں آنکھیں دیکھ رہی ہیں اس کا وجود محتاج دلیل ہے یا جو کہے یہ معدوم محض یہ سب آنکھوں کی غلطی ہے یہ بڑی دھوکا کی ٹٹی ہے اس کے ذمے ہے کہ دلیل قطعی سے اس کا عدم ثابت کرے یوں تو ہر چیز پر دلیل عقلی قائم کرنی ہوگی آفتاب جسے نصارٰی بھی مانتے ہیں کیا دلیل ہے کہ یہ فی نفسہٖ کوئی وجود رکھتا ہے، اور نگاہ کی غلطی نہیں غرض محسوسات سے بھی امان اُٹھ کر دین و دنیا کچھ قائم نہ رہیں گے عنادیہ کا مذہب آجائے گا، ولاحول ولا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۰ از لاہور حویلی میاں خاں نزد مکان حکیم محمد انور صاحب مرسلہ اللہ دیا شاعر ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

میں ایک حنفی المذہب شخص ہوں میں نے ایک مجمع میں جس میں غیر مقلد و مرزائی وغیرہ شامل تھے یہ کہا کہ رسول اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات لازال ہے اور اس کو زوال نہیں جس پر انھوں نے مجھے کافر مشرک اور بے دین کہا یہ بھی کہا کہ کسی عالم نے آج تک اس مسئلہ پر کچھ نہیں لکھا اس واسطے تم جھوٹے ہو۔ آپ کی خدمتِ اقدس میں عرض ہے کہ اس کے متعلق فتوٰی عنایت فرمائیں، میں نے لاہور کے چند علماؤں سے اس کے متعلق استفسار کیا تو انھوں نے فرمایا کہ تم راستی پر ہو اور انھوں نے مجھے فتوے بھی دئے، اب میری یہ آرزو ہے کہ میں ان فتووں کو جمع کرکے چھپوادوں، چونکہ آپ ہماری جماعت حقہ کے حکیم حاذق ہیں اور ہمیں آپ کی ذاتِ بابرکات پر بڑا فخر و ناز ہے۔

الجواب

بے شک حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی ذات وصفات وفضائل وکمالات کبھی زوال پذیر نہیں بلکہ ہمیشہ مترقی ہیں، قال اللہ تعالٰی،

وللاٰخرۃ خیر لک من الاولٰی۔[1] اور بیشک پچھلی تمہارے لئے پہلی سے بہتر ہے(ت)

یہاں کسی عاقل مسلم کی یہ مراد نہیں ہوسکتی کہ حرکت و انتقال منتفی ہے، نہ کوئی مسلمان اس کی نفی کرے گا کہ

[1] القرآن الکریم ۹۳/۴ [2] القرآن الکریم ۶۷/۱۴

www.alahazratnetwork.org

تصدیق وعدہ الٰہیہ کے لئے جو ایک آن کے لئے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو طریان موت ہو کر معاً حیاتِ حقیقی ابدی روحانی جسمانی بخشی جاتی ہے یہ حضور کے لئے نہ ہوئی بلکہ اس سے حضور کی برزخ میں حیاتِ ابدی اور فضائل اقدس میں ترقی دوامی مراد ہوگی بلاشبہہ اُس تصدیقِ وعدہ کے بعد سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے ابدیت ذات حاصل ہے، نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون[1] انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق[2] بیشک اللہ تعالٰی نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ نبیوں کے جسموں کو کھائے چنانچہ اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اس کو رزق دیا جاتا ہے (ت)

باوصف قرب معنی صحیح مسلمان کے کلام کو معنی قبیح بلکہ کفر صریح پر حمل کرنا مسلمان کا کام نہیں۔ واللہ اعلم

مسئلہ ۵۴: از رادھن پور گجرات قریب احمد آباد مرسلہ حکیم محمد میاں صاحب

۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

گیارھویں کے لئے آپ کیا فرماتے ہیں، گیارھویں کے روز فاتحہ دلانے سے ثواب زیادہ ہوتا ہے یا آٹھے دن فاتحہ دلانے سے بزرگوں کے دن کی یادگاری کے لئے دن مقرر کرنا کیسا ہے؟

الجواب

محبوبانِ خدا کی یادگاری کے لئے دن مقرر کرنا بیشک جائز ہے حدیث میں:

کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یاتی قبور شہداء اُحد علی راس کل حول[3] نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر سال کے اختتام پر شہدائے اُحد کی قبروں پر تشریف لاتے تھے (ت)

شاہ عبدالعزیز صاحب نے اسی حدیث کو اعراس اولیائے کرام کے لئے مستند مانا، اور شاہ ولی اللہ صاحب نے کہا،

---

[1] شرح الصدور باب احوال الموتٰی فی قبورہم الخ خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۸۷
مسند ابی یعلٰی حدیث ۳۴۱۲ مؤسستہ علوم القرآن بیروت ۳/۲۷۹

[2] سنن ابن ماجہ ابواب ماجاء فی الجنائز باب ذکر وفاتہ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۹

[3] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ ۱۳/۲۴ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۳/۱۷۰

www.alahazratnetwork.org

ازینجاست حفظ اعراس مشائخ[1] مشائخ کے عرس منانا اس حدیث سے ثابت ہے۔ (ت)

گیارھویں شریف کی تعیین بھی اسی باب سے ہے مگر ثواب کی کمی بیشی اس پر نہیں جب کریں ویسا ہی ثواب ہوگا، ہاں اوقاتِ فاضلہ میں اعمال فاضلہ زیادہ نورانیت رکھتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ازبریسال ڈاکخانہ مہر گنج محلہ چر لکھی مکان منشی عبدالکریم مرسلہ محمد حسن صاحب ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

آنان ملک ما برائے چند کلام ترنج بر نفع اند اولاً مابین علمائے چند فریق شدہ اند یکدیگرے را وہابی گویند و در پیش آں صلٰوۃ خوانی مکروہ تحریمی وعقائد قوم وجماعت وہابیہ اینکہ مولود خوانی و زیارتِ قبور و فاتحہ و تسبیح و تہلیل و عرس کردن ایں سب امور را حرام گویند و انجا افعال کنندہ را بدعتی گویند در پیش ایں جماعت را نماز نمی خواند وایں ہر دو جماعت بہمچاں فساد می کنند لکن کیفیت وہابی وسنی چیست نہ معلوم اند۔

ہمارے ملک میں چند اختلافی باتیں اٹھ کھڑی ہوئی ہیں جن میں سے پہلی یہ کہ علماء کے درمیان کچھ گروہ ہیں جو ایک دوسرے کو وہابی کہتے ہیں اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو مکروہِ تحریمی قرار دیتے ہیں۔ وہابی قوم کے عقائد یہ ہیں کہ وہ میلاد خوانی، زیارتِ قبور، فاتحہ، تسبیح وتہلیل اور عرس کرنے کو حرام کہتے ہیں۔ اور ایسے افعال کرنے والے کو بدعتی کہتے ہیں۔ اور ان کی جماعت میں نماز نہیں پڑھتے۔ یہ دونوں جماعتیں اسی طرح فساد کرتی ہیں لیکن وہابی اور سُنی کی کیفیت کیا ہے یہ معلوم نہیں۔ (ت)

الجواب

دریں دیار منکراں میلاد خوانی و زیارتِ قبور و فاتحہ و تسبیح و تہلیل جز وہابیہ نہ باشند و ہمچناں منکران نفس عرس۔ اما عرسیکہ مشتمل بر رقص باشد خود ناروا است نماز پسِ وہابیہ جائز نیست۔ در فتح القدیر است،

روی محمد عن ابی حنیفۃ وابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہم ان الصلٰوۃ خلف اھل الاھواء لاتجوز۔[2]

اس ملک میں میلاد خوانی، زیارتِ قبور، فاتحہ اور تسبیح وتہلیل کا منکر وہابیوں کے سوا کوئی نہیں، یونہی نفسِ عرس کا منکر بھی ان کے علاوہ کوئی نہیں۔ رہا رقص پر مشتمل عرس تو وہ خود ناجائز ہے۔ وہابیوں کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ فتح القدیر میں ہے،

امام محمد نے امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کی کہ بیشک بدمذہبوں کے پیچھے نماز جائز نہیں۔

---

[1] ہمعات ہمعہ ۱۱ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد پاکستان ص ۵۸

[2] فتح القدیر کتاب الصلٰوۃ باب الامامۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴

www.alahazratnetwork.org

انکار امورِ مذکورہ شعار وہابیہ است ہمچناں استمداد از انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و یارسول اللہ و یا علی گفتن را شرک می گویند و خلاصہ مذہب ایشاں آنست کہ امام آنہا در تقویۃ الایمان[1] گفت کہ جز خدا ہیچ کس را قائل مباش و مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم را خود ہمیں بزرگی داشت چنانکہ برادر کلاں را بر برادر خورد و ازیں قسم بسیار سخنہائے گستاخی بانبیاء و اولیاء و خود حضور سید الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء چاویدہ است حاصل مذہب ایں خبثاء آنست کہ حضرت مولوی قدس سرہٗ در مثنوی شریف فرمودہ

ہمسری با انبیاء برداشتند
اولیاء را ہمچو خود پنداشتند[2]

واللہ تعالٰی اعلم۔

امورِ مذکورہ کا انکار وہابیوں کا شعار ہے۔ اسی طرح اولیاء اللہ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے مدد مانگنے اور یارسول اللہ اور یا علی کہنے کو شرک قرار دیتے ہیں۔ ان کے مذہب کا خلاصہ وُہ ہے جو اُن کے امام نے تقویۃ الایمان میں کہا کہ اللہ تعالٰی کے سوا کسی کا قائل مت ہو اور محمد مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو خود پر صرف اتنی بڑائی دیتے ہیں جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہے۔ اس قسم کی بہت سی گستاخانہ باتیں نبیوں، ولیوں اور خود حضور سید الانبیاء صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم پر چسپاں کرتے ہیں، ان خبیثوں کے مذہب کا حاصل وہ ہے جو حضرت مولوی (مولانا روم) قدس سرہ نے مثنوی شریف میں فرمایا ہے انھوں نے نبیوں کے ساتھ برابری کا دعوٰی کھڑا کردیا اور اولیاء اللہ کو اپنے جیسا سمجھ لیا ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۶ تا ۶۲: از فورٹ سنڈیمن بلوچستان رسالہ ژوب ملیشیہ مرسلہ مستری احمد الدین
۳۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

(۱) مولود شریف کرنا کیسا ہے اور بوقتِ بیانِ ولادت شریف قیام کرنا کیسا ہے؟

(۲) گیارھویں حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی کرنی کیسی ہے؟

(۳) کھانا آگے رکھ کر ہاتھ اُٹھا کر ختم دینا جائز ہے یا ناجائز؟

(۴) اُٹھتے بیٹھتے یارسول اللہ کہنا، آپ کو حاضر ناظر جاننا اور عالم الغیب ماننا کیسا ہے؟

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثانی مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۲۱
[2] مثنوی معنوی حکایت مرد بقال الخ مؤسسہ انتشارات اسلامی لاہور دفتر اول ص ۵۰

www.alahazratnetwork.org

(۵) بزرگوں کی قبروں کی زیارت کے لئے دور دراز سے سفر کرنا عرس اور قبروں کا طواف اور بوسہ دینا جائز ہے یا نہیں ؟

(۶) ہر دو طریق پر میت کا اسقاط کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

(۷) جمعہ کی نماز کے بعد احتیاط الظہر ۱۲ رکعت پڑھنا ضروری ہے یا نہیں ؟

جواب ہر ہشتہ سوال

(۱) مولود شریف یعنی خاص بیانِ ولادت آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خالی از منکراتِ شرعیہ می باشد جائز ہست مگر قیام کردن و دست بر ناف بستن بریں اعتقاد کہ جناب رسالت مآب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم حاضر میشود مجلس مولود را غیر صحیح وخلافِ عقیدہ ہست۔

(۲) نذر دادن بر روحِ غوثِ اعظم علیہ الرحمۃ اگر خالصًا لوجہ اللہ از برائے ایصال الثواب بروحِ مقدس شاں مے باشد جائز بلکہ حسن ست لکن اگر در وقت نذر کردن خاص نام پیرانِ پیر علیہ الرحمۃ ذکر کند و نام خداوند تعالٰی ترک کند چنانچہ عادت جہال ست پس ناجائز بلکہ خوفِ کفر ہست۔

(۳) و دُعا کردن در وقت حضور طعام جائز ہست لیکن بہتر آں ہست کہ بعد فراغ از تناول طعام کردہ شود زیرا کہ حق طعام سابق ہست لکن آنکہ در بعضے شہرہا معروف ہست کہ طلبہ و ملایان را جمع می کنند و برایشاں ختم

(۱) مولود شریف یعنی خاص بیان ولادتِ سرکارِ دو عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم جو کہ منکراتِ شرعیہ سے خالی ہو جائز ہے مگر اس کے لئے قیام کرنا اور اس اعتقاد کے ساتھ ناف پر ہاتھ باندھنا کہ جناب رسالتمآب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم محفلِ میلاد میں حاضر ہوتے ہیں یہ صحیح نہیں اور عقیدہ کے خلاف ہے۔

(۲) غوثِ اعظم علیہ الرحمۃ کی روحِ پاک کی نذر دینی اگر خالصًا اللہ تعالٰی کی ذات کے لئے ہو اور سرکار غوث پاک کی روحِ مقدس کو ثواب پہنچانا مقصود ہو تو جائز بلکہ مستحسن ہے۔ لیکن اگر نذر کرتے وقت خاص پیرانِ پیر علیہ الرحمۃ کا نام ذکر کرے اور اللہ تبارک وتعالٰی کا ذکر چھوڑ دے تو جیسا کہ جاہلوں کی عادت ہے ناجائز ہے بلکہ کفر کا خوف ہے۔

(۳) کھانا سامنے رکھ کر دعا کرنا جائز ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ کھانا کھا کر فارغ ہونے کے بعد دعا کی جائے کیونکہ کھانے کا حق مقدم ہے لیکن جو بعض شہروں میں مروج ہے کہ طلباء اور ملاؤں کو جمع کرتے ہیں وہ قرآن مجید ختم کرتے ہیں اور تسبیح و

www.alahazratnetwork.org

قرآن شریف وتسبیح وتہلیل می کنند وبعوض آں ایشاں را نان وپیسہ ہا می دہند ناجائز ہست ختم کنندگان را گرفتن فلوس وخوردن طعام حرام ہست وصاحب طعام را ثواب خیرات نمی شود چنانچہ در طریقہ محمدیہ در فصل آخر ودر بحرالرائق و درشامی مذکور ہست۔

(۴) یارسول اللہ گفتن ماسوائے از مواضع بے ادبی در ہر وقت جائز ہست مگر حاضر دانستن جناب سرور کائنات صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم مخالف عقیدۃ اہلسنت وجماعت ہست صحیح نیست بلکہ درود شریف یا سلام بخود پیش کردہ مے شود بر روح پاک آنجناب علیہ السلام در مدینہ منورہ نہ آنکہ سید الانبیاء از برائے او حاضر مے شود، چنانچہ در حدیث نسائی شریف وارد شدہ ہست قال علیہ السلام ان صلٰوتکم تبلغنی حیث کنتم[1]۔ نیز جناب رسول اللہ صلی اللہ

تہلیل کرتے ہیں جس کے بدلے میں انھیں روٹی اور پیسے دیے جاتے ہیں دینا ناجائز ہے۔ ختم کرنے والوں کو پیسے لینا اور کھانا کھانا حرام ہے اور کھانا کھلانے والے کو خیرات کا ثواب حاصل نہیں ہوتا، جیسا کہ طریقہ محمدیہ کی فصل آخر، بحرالرائق اور شامی میں مذکور ہے۔

(۴) یارسول اللہ کہنا بے ادبی کی جگہوں کے سوا ہر وقت جائز ہے مگر سرورِ کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو حاضر جاننا عقیدۂ اہلسنت وجماعت کے خلاف ہے اور صحیح نہیں ہے بلکہ درود شریف یا سلام نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم کی روح پاک کو خود مدینہ منورہ میں پیش کیا جاتا ہے یوں نہیں کہ سید الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم اس کے لئے خود حاضر ہوتے ہیں جیسا کہ نسائی شریف کی حدیث میں وارد ہوا ہے۔ نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک تمھارا درود مجھ تک پہنچتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔

ف: انتہائی کوشش کے بعد بھی نسائی شریف میں ان الفاظ کے ساتھ حدیث نہیں مل سکی البتہ ان الفاظ کے قریب قریب معجم کبیر و مسند احمد بن حنبل میں ان الفاظ کے ساتھ حدیث ملی ہے، حیثما کنتم فصلوا علیّ فان صلٰوتکم تبلغنی۔

نذیر احمد سعیدی

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۲۷۲۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۳/۸۲
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ المکتب الاسلامی ” ۲/۳۶۷

www.alahazratnetwork.org

تعالٰی علیہ وسلم را عالم الغیب گفتن ناجائز ہست، چنانچہ ملا علی قاری در شرح فقہ اکبر تصریح میکند "ثم اعلم ان الانبیاء علیہم السلام لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ما علمہم اللہ احیانا و ذکر الحنفیۃ صریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالٰی قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ۔"[1]

نیز رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم کو عالم الغیب کہنا ناجائز ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری علیہ الرحمہ شرح فقہ اکبر میں تصریح کرتے ہیں، "پھر تو جان لے کہ بے شک انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام غیب اشیاء کو نہیں جانتے سوائے ان چیزوں کے جن کا علم انھیں اللہ تعالٰی کبھی کبھار عطا فرماتا ہے۔ اور حنفیہ نے اسکی تکفیر کا ذکر اس وجہ سے کیا ہے کہ وہ یہ عقیدہ رکھتا ہے نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم غیب جانتے ہیں اس لئے کہ ان کا یہ اعتقاد اللہ تعالٰے کے اس ارشاد کے مخالف ہے، اے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم! آپ فرمادیں کہ جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے وہ غیب نہیں جانتا سوائے اللہ تعالٰے کے۔"

(۵) سفر کردن از برائے زیارت قبور جائز ہست از جہت اطلاق قولہ علیہ السلام کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا[2] و آنچہ بعض علماء مثل ابن تیمیہ وغیرہ استدلال بر منع سفر کردہ اند بایں حدیث "لا تشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد[3] الخ" غلط ہست، چنانچہ امام غزالی علیہ الرحمہ در احیاء

(۵) زیارت قبور کے لئے سفر کرنا جائز ہے اس واسطے کہ نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا یہ ارشاد مطلق ہے، "میں تمھیں قبروں کی زیارت سے منع کیا کرتا تھا تو اب انکی زیارت کیا کرو۔" ابن تیمیہ وغیرہ بعض علماء کا منع سفر پر اس حدیث سے استدلال کرنا غلط ہے کہ "کجاوے مت باندھو مگر صرف تین مسجدوں کی طرف۔" چنانچہ امام غزالی علیہ الرحمہ احیاء العلوم

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر حکم تصدیق الکاہن بما یخبر بہ من الغیب مصطفی البابی مصر ص ۱۵۱

[2] صحیح مسلم کتاب الجنائز فصل فی الذہاب الی زیارۃ القبور قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۱۴

[3] " کتاب المساجد باب فضل المساجد الثلاثۃ " " " ۱/ ۴۴۷

www.alahazratnetwork.org

می فرمایند و ذھب بعض العلماء الی الاستدلال بھذا الحدیث فی المنع من الرحلۃ لزیارۃ المشاھد و قبور العلماء والصلحاء وما تبین لی ان الامر لیس کذٰلک بل الزیارۃ مامورۃ بھا قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور[1] الخ لکن بوسہ دادن وطواف کردن قبر و عرس وغیرہ ہمہ ناجائز وحرام ہست ونیز مخالف ہست از آداب وطریقہ زیارت کردن ۔ چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ در احیا می فرمودند وآداب الزیارۃ ان لا یقوم مستقبل القبر مستدبر القبلۃ و لایقبلہ ولاینحنی لہ[2] الخ بلکہ در انحناء وسجدہ کردن خوف کفر ست ۔

(۶) اسقاط کردن بطریق معروف اگرچہ در قرون ثلٰثہ بریں طریق جاری نبود لیکن علماء فقہ در کتب ہائے خود نقل کردہ ہست واز نصوص وآثار صحابہ ایں حکم را مستنبط کردہ اند چنانچہ علامہ ابن العابدین شامی دریں مسئلہ رسالہ مستقل چاپ کردہ ہست

میں فرماتے ہیں ، بعض علماء نے اس حدیث سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ علماء وصلحاء کی قبور اور مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کے لئے سفر کرنا منع ہے ، اور میرے لئے جو کچھ ظاہر ہوا ہے وہ یہ ہے کہ معاملہ اس طرح نہیں بلکہ زیارتِ قبور کا حکم دیا گیا ہے ۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا ، "میں تمھیں قبروں کی زیارت سے منع کرتا تھا تو اب انکی زیارت کیا کرو ۔" لیکن قبر کو بوسہ دینا ، طواف کرنا اور عرس وغیرہ سب ناجائز وحرام ہے ، اور ایسا کرنا زیارت کرنے کے طریقہ اور آداب کے خلاف ہے ۔ چنانچہ امام غزالی علیہ الرحمہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں ، زیارت کے آداب یہ ہیں کہ قبر کی طرف منہ کرکے اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرکے مت کھڑا ہو اور نہ قبر کو چُومے اور نہ ہی اس کے لئے جھکے الخ بلکہ قبر کے لئے جھکنے اور سجدہ کرنے میں کفر کا خوف ہے ۔

(۶) مروج طریقے پر حیلۂ اسقاط کرنا اگرچہ قرونِ ثلٰثہ میں اس طور پر جاری نہ تھا مگر علماءِ فقہ نے اپنی کتابوں میں اس کو نقل کیا ہے اور نصوص وآثارِ صحابہ سے اس حکم کو مستنبط کیا ہے ۔ چنانچہ علامہ ابن العابدین صاحبِ شامی نے اس مسئلہ میں ایک مستقل رسالہ شائع

---

[1] احیاء العلوم کتاب اسرار الحج فضیلۃ المدینۃ الشریفۃ الخ مطبعۃ المشہد الحسینی القاہرۃ ۱/۲۴۴

[2] " " کتاب ذکر الموت الباب السادس " " " " ۴/۴۹۱

www.alahazratnetwork.org

وثابت کردہ ہست کہ اسقاط میت جائز ہست و در نقل عبارت آں رسالہ بسیار طول لازم می شود ازیں وجہ ترک کردم۔

کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ میت کے لئے حیلۂ اسقاط جائز ہے۔ چونکہ اس رسالہ کی عبارات کو نقل کرنے میں بہت زیادہ طوالت لازم آتی ہے اس لئے میں نے ان عبارات کو ترک کر دیا ہے۔

(۷) در عدد رکعات نماز جمعہ اختلاف علماء ہست بعضے میگویند کہ بعد از فرض جمعہ شش رکعات سنت ہست وچہار رکعت فرض احتیاطی را منع می کنند چنانچہ صاحب بحرالرائق در کتاب خود تصریح کردہ ہست بر منع ومیگوید ومنشاء جھلھم صلٰوۃ الاربع بعد الجمعۃ بنیۃ الظھر وانما وضعھا بعض المتاخرین عند الشک فی صحۃ الجمعۃ بسبب روایۃ عدم تعددھا فی مصر واحد ولیست ھذہ الروایۃ بالمختارۃ و لیس ھذا القول اعنی اختیار صلٰوۃ الاربع بعدھا مرویا عن ابی حنیفۃ وصاحبیہ حتی وقع لی انی افتیت مرارًا بعدم صلٰوتھا خوفا علی اعتقاد الجھلۃ بانھا الفرض وان الجمعۃ لیست بفرض[1] الخ، پس از قول صاحب بحرالرائق مطلقًا منع کردن معلوم میشود و بعض علماء

(۷) نمازِ جمعہ کی رکعتوں کی تعداد میں علماء کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ فرضِ جمعہ کے بعد چھ رکعتیں سنت ہیں اور چار رکعت فرض احتیاطی (احتیاط الظہر) سے منع کرتے ہیں۔ چنانچہ صاحبِ بحرالرائق اپنی کتاب میں ممانعت پر تصریح فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ فرضیتِ جمعہ کے منکرین کی جہالت کا منشاء جمعہ کے بعد ظہر کی نیت سے چار رکعتیں نماز پڑھنا ہے جس کو بعض متاخرین نے صحتِ جمعہ میں شک کی بنیاد پر وضع کیا ہے، اور اس شک کا سبب ایک شہر میں تعددِ جمعات کے عدمِ جواز والی روایت ہے حالانکہ یہ روایت مختار نہیں اور نہ ہی یہ قول یعنی جمعہ کے بعد چار رکعتیں احتیاط الظہر پڑھنے کا مختار ہونا امام ابوحنیفہ اور ان کے صاحبین سے مروی ہے، حتی کہ میرے لئے ایسے واقع ہوا کہ میں نے بارہا ان چار رکعتوں کے عدمِ جواز کا فتوٰی دیا اس بات کا خوف کرتے ہوئے کہ جاہل لوگ ان چار رکعتوں کو فرض سمجھ لیں گے اور جمعہ کو فرض نہیں سمجھیں گے الخ صاحبِ بحرالرائق کے قول سے تو مطلقًا ممانعت

[1] بحرالرائق کتاب الصلٰوۃ باب صلٰوۃ الجمعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۳۹

www.alahazratnetwork.org

14/14

میگوید کہ بہتر ایں ہست کہ بعد از جمعہ دوازدہ[۱۲] رکعات گزاردہ شود چہار رکعت احتیاطی چنانچہ معروف ہست چنانچہ صاحب شامی نوشتہ ہست و نقل المقدسی عن المحیط کل موضع وقع الشك فی کونه مصرًا ینبغی لهم ان یصلوا بعد الجمعة اربعا بنیة الظهر احتیاطا[۱] الخ لکن نزد بندہ مختار ایں ہست کہ قول صاحب بحر الرائق حمل کردہ شود بر عوام الناس و عوام الناس را فتوی دادہ نہ شود بر گزاردن فرض احتیاطی زیرا کہ ایشاں را ضرور تردد واقع میشود در فرضیت جمعہ و قول صاحب شامی محمول ہست بر خواص ازیں وجہ کہ ایشاں واقف ہست از احوال نیت و اصل خلاف پس واقع نمی شود ایشاں را تردد در فرضیت جمعہ و دلیل گرفتہ ام بقول مقدسی حیث قال نحن لانامر بذلك امثال هذه العوام بل ندل علیه الخواص[۲] الخ حاصل آنکہ فرض احتیاطی در حق عوام الناس امر نکردہ شود بلکہ خواص را بہتر ہست فقط السلام علیکم و علی من لدیکم هذا ما وضع لی۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

معلوم ہوتی ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں بہتر یہ ہے کہ جمعہ کے بعد بارہ رکعتیں ادا کی جائیں، چار رکعتیں احتیاطی فرض جیسا کہ معروف ہے، چنانچہ صاحب شامی نے لکھا ہے کہ مقدسی نے محیط سے نقل کیا جس جگہ کے شہر ہونے میں شک ہو وہاں لوگوں کو چاہئے کہ جمعہ کے بعد چار رکعتیں فرض احتیاطی بنیت ظہر پڑھیں الخ لیکن بندہ کے نزدیک مختار یہ ہے کہ صاحب بحرالرائق کے قول کو عوام الناس پر محمول کیا جائے گا چنانچہ عوام الناس کو فرض احتیاطی پڑھنے کا فتوٰی نہیں دیا جائے گا کیونکہ ان کو ضرور جمعہ کی فرضیت میں تردد واقع ہوگا اور صاحب شامی کے قول کو خواص پر محمول کیا جائیگا اس لئے کہ وہ نیت کے احوال اور اصل خلاف سے واقف ہیں لہذا ان کو فرضیت جمعہ میں کوئی تردد نہ ہوگا۔ میں نے مقدسی کے قول سے دلیل پکڑی ہے جہاں انھوں نے فرمایا کہ ہم ایسے احکام کا عوام کو حکم نہیں دیتے بلکہ ان پر خواص کی رہنمائی کرتے ہیں الخ۔ خلاصہ یہ کہ فرض احتیاطی کا عوام کو حکم نہیں دیا جائیگا بلکہ یہ خواص کے لئے بہتر ہے، فقط۔ تم پر اور ان پر جو تمہارے پاس ہیں سلام ہو۔ یہ وہ ہے جو مجھے مہیا ہوا۔ اور اللہ تعالٰی درست بات کو خوب جانتا ہے۔ (ت)

محررہ فقیر مولوی سید بادشاہ ابن مولوی سید محمد صدیق الحسن زادہ ساکن دیوزئی مورخہ ۳ رمضان۔

---

[۱] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب الجمعۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۴۲

[۲]

www.alahazratnetwork.org

بخدمت اقدس حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ، استفتاء ہٰذا ارسال خدمت ہے ملاحظہ فرمائیں، یہ مولوی صاحب جنھوں نے جواب استفتاء ہٰذا تحریر فرمایا ہے تعلیم یافتہ مدرسہ دیوبند ہیں لیکن ان کے خیالات یہ ہیں جو انھوں نے ارقام فرمائے ہیں اب یہ تحریر فرمائیں کہ ان مولوی صاحب کو امام مسجد مقرر کرنا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے آیا اس شخص کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے ؟

الجواب

بعد مراسم سُنّت، وہ سوال جواب جوابات میں بہت چالاکی برتی گئی ہے پھر بھی اُن سے تو ہب کی جھلک پیدا ہے آپ نے مجیب کا دیوبند میں تعلیم پانا لکھا ہے وہاں یہ سوالات کرتے نہ تھے کہ ان میں غلط جواب دے جب بھی کافر تو نہ ہوگا دیوبندیوں کے عقائد تو وہ ہیں جن کی نسبت علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ :

من شك فی عذابه وکفره فقد کفر[1]   جو ان کے احوال پر مطلع ہو کر ان کے عذاب اور کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

ایسی جگہ تو یہ سوال کرنا چاہئے کہ رشید احمد گنگوہی و اشرف علی تھانوی و قاسم نانوتوی اور محمود حسن دیوبندی و خلیل احمد انبیٹھی اور ان سب سے گھٹ کر ان کے امام اسمٰعیل دہلوی اور ان کی کتابوں براہین قاطعہ و تحذیر الناس و حفظ الایمان و تقویۃ الایمان و ایضاح الحق کو کیسا جانتے ہو اور ان لوگوں کی نسبت علمائے حرمین شریفین نے جو فتوے دئے ہیں انھیں باطل سمجھتے ہو یا حق مانتے ہو اور اگر وہ ان فتووں سے اپنی ناواقفی ظاہر کرے تو بریلی مطبع اہلسنت سے حسام الحرمین منگا لیجئے اور دکھائیے اگر بکشادہ پیشانی تسلیم کرے کہ بیشک علمائے حرمین شریفین کے یہ فتوے حق ہیں تو ثابت ہوگا کہ دیوبندیت کا اُس پر کچھ اثر نہیں ورنہ علمائے حرمین شریفین کا وہی فتوٰی ہے کہ :

من شك فی عذابه وکفره فقد کفر[2]   جو اس کے عذاب اور کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ (ت)

---

[1] و [2] حسام الحرمین   مکتبہ نبویہ، لاہور   ص ۱۳

www.alahazratnetwork.org

اس وقت آپ کو ظاہر ہو جائے گا کہ جو شخص اللہ و رسول کو گالیاں دینے والوں کو کافر جاننا درکنار علمائے دین و اکابر مسلمین تجانے وہ کیونکر مسلمان۔ پھر مسئلہ عرس و فاتحہ و فرعی مسائل کا اس کے سامنے ذکر کیا ہے فقط۔

مسئلہ ۶۳ ۳ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ برادر دینی ویقینی مولوی محمد فاروق صاحب سلمہٗ

الجواب

بعد تحیۃ مسنونہ، اس وقت آپ کا خط تلاش کیا، نہ ملا، معلوم نہیں اور کیا لکھا تھا، ایک سوال دربارۂ عرس یاد ہے۔ عرس شریف کا ثبوت شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنے رسالہ ذبیحہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے دیا ہے۔ شاہ صاحب موصوف اور اُن کے اب وجد عرس کرتے ہیں۔ ایک پنجابی نے اس پر اعتراض کیا جس کا جواب شاہ صاحب نے حدیث سے دیا۔ کلام اُس عرس شریف میں ہے جو منکرات شرعیہ سے خالی ہو، اس میں خیر کے سوا کیا ہے، اور خیر کا بعینہٖ منقول ہونا کچھ ضرور نہیں۔ یہ مسئلہ صدیق و فاروق و صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم میں طے ہو لیا کہ اگرچہ حضرت اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نہ کیا مگر کام خیر ہے لہذا کیا جائے، اور اس پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اجماع ہوا۔ سوال کا جواب تو اتنا ہے، مگر مدارس کی تعمیر اور ان میں مدرسین کا تنخواہوں کے ساتھ تقرر اور اس میں درس نظامی یا اور کسی مقرر کردہ نصاب کا تعین اور اُن میں ماہانہ و سالانہ امتحان اور اس میں کامیابوں کے نمبر اور ان پر انعام اور کتابیں چھاپنا، کمیشن مقرر کرنا وغیرہ ہزاروں باتیں منکرین میں رائج ہیں وہ سب بھی اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں۔ مجھے تعجب ہے کہ ان باتوں کی تصریح امام اعظم سے کہاں انھیں ہاتھ لگی، یونہی اپنے اور اپنے اہل و عیال کے فرض و واجب نفقہ کا کوٹ انسپکٹری سے ادا کرنا بھی امام اعظم کے ارشاد سے کیوں نہ محتاج تصریح ہوا، بچوں کو دعا، فقط۔

مسئلہ ۶۴ از مدرسہ اہلسنت وجماعت بریلی مسئولہ مولوی محمد افضل صاحب کابلی طالب علم مدرسہ مذکور ۱۳ جمادی الاخری ۱۳۳۶ھ

سزائیم بر گناہم لازم آمد پس آنگہ رحمتش نہ باہم آمد
بگو گفتی غطائے یا صوابم بسا اسرار اینجا باہم آمد

(میرے گناہ پر مجھے سزا ملنا لازم ہے، تو اس وقت اس (اللہ تعالٰی) کی رحمت مہیا نہ ہوئی

www.alahazratnetwork.org

اے مفتی! بتا میں نے غلط کہا یا درست کہا، بہت سے راز اس جگہ حاصل ہوئے ہیں۔ (ت)

الجواب

۱	مسلماں را سزا لازم کہ گردست	کہ قول اعتزالی ظالم آمد
۲	وگر یابد سزا کامل نیابد	کہ عفوش بہر مومن لازم آمد
۳	وگر بالفرض از وچیزے نہ بخشد	ز نقصاں رحمتش خود سالم آمد
۴	کہ یرحم من یشاء لاکل فرد	یعذب من یشاء ہم قائم آمد
۵	بدنیا رحمتش بر جملہ عام ست	بعقبیٰ خاص حظ مسلم آمد
۶	ثوابش بہر مومن منتہی نیست	عذابش بہر کافر دائم آمد
۷	برائے ہر صفت مظہر بکار ست	کہ او ذوانتقام ورا حم آمد

واللہ تعالٰی اعلم

(۱۔ مسلمان کے لئے سزا کس نے لازم کی ہے کہ یہ تو ظالم معتزلی کا قول ہے۔

۲۔ اور اگر اس نے سزا پائی تو بھی کامل سزا نہ پائے گا۔ کیونکہ مومن کیلئے عفو اللہ تعالٰی کے ذمہ کرم پر لازم ہے۔

۳۔ اگر بالفرض اللہ تعالٰی نے مومن کی خطا معاف نہ فرمائے (تو بھی) ۔۔ اس کی رحمت نقصان سے مبرا ہے۔

۴۔ کیونکہ وہ جس پر چاہے رحم فرماتا ہے نہ کہ ہر فرد پر، جس کو چاہے عذاب دیتا ہے (یہ حکم) بھی قائم ہے۔

۵۔ دنیا میں اس کی رحمت سب کو عام ہے، آخرت میں خاص مسلمان کا حصہ ہے۔

۶۔ مومن کے لئے اس کے ثواب کی انتہا نہیں ہے، کافر کے لئے اس کا عذاب دائمی ہے۔

۷۔ اس کی ہر صفت کا کوئی مظہر ہے، کیونکہ وہ انتقام لینے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

مسئلہ ۶۵: از کانپور مرسلہ مولوی سلیمان صاحب مورخہ ۱۴ جمادی الاخرٰی ۱۳۳۶ھ

میلاد شریف کا رواج کب سے ہے اور خاص ذکر پیدائش کے وقت تعظیماً قیام کرنا کہاں سے ثابت ہے؟

www.alahazratnetwork.org

الجواب

مجلس میلاد مبارک و قیام کا ثبوت ہزاروں بار دے دیا، اور اب اجمالاً یہ ہے کہ ان کا ثبوت وہاں سے ہے جہاں سے وہابیہ کے کفر کا ثبوت آیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۶: مسئولہ شفیع احمد فقیر قادری رضوی طالب علم مدرسہ منظر اسلام ۲۱ جمادی الاخری ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شرح عقائد عضدیہ للمحقق الدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے خطبہ میں ہے:

یا من وفقنا لتحقیق العقائد الاسلامیۃ وعصمنا عن التقلید فی الاصول والفروع الکلامیۃ[1] ۔ اے وہ ذات جس نے ہمیں عقائد اسلامیہ کی تحقیق کی توفیق عطا فرمائی اور ہمیں اصولِ کلامیہ اور فروعِ کلامیہ میں تقلید سے بچایا (ت)

اور یہ بھی مشہور ہے:

لا تقلید فی الاعتقادیات[2] ۔ اعتقادیات میں تقلید نہیں (ت)

حضور! اگر ایسا ہے تو جاہل کے لئے یہ کیوں ہے کہ جب اس کے سامنے کوئی عقیدہ پیش کیا جائے اور یہ نہ جانتا ہو تو کہے "میرا وہ عقیدہ ہے جو اہل سنّت کا ہے" بلکہ کوئی جاہل بلکہ اکثر معمولی عالم اکثر عقائد کے استدلال نہیں جانتے اور ہم اکثر ثبوت عقائد میں اقوالِ ائمہ پیش کرتے ہیں اور یہ طریق اثبات تصانیف علمائے عظام میں موجود یا اس کے معنی یہ ہیں کہ عقائد کا علم یقینی مثل علم امر محقق ہو، نہ علم ظنی مثل علم مرد مقلد۔

الجواب

جس طرح فقہ میں چار اصول ہیں: کتاب، سنّت، اجماع، قیاس۔ عقائد میں چار اصول ہیں: کتاب، سنّت، سواد اعظم، عقل صحیح۔ تو جو ان میں ایک کے ذریعہ سے کسی مسئلہ عقائد کو جانتا ہے دلیل سے جانتا ہے نہ کہ بے دلیل محض تقلیداً اہل سنت ہی سواد اعظم اسلام ہیں، تو ان پر حوالہ دلیل پر حوالہ ہے نہ کہ تقلید۔ یوں ہی اقوالِ ائمہ سے استناد اسی معنٰی پر ہے کہ یہ اہلسنت کا مذہب ہے ولہذا ایک دو دس بیس علماء کبار ہی سہی اگر جمہور و سواد اعظم کے خلاف لکھیں گے اس

---

[1] الدوانی علی العقائد العضدیۃ خطبۃ الکتاب مطبع مجتبائی دہلی ص ۲

[2]

www.alahazratnetwork.org

وقت ان کے اقوال پر نہ اعتماد جائز نہ استناد کہ اب یہ تقلید ہوگی اور وہ عقائد میں جائز نہیں اس دلیل یعنی سوادِ اعظم کی طرف ہدایت اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی کمال رحمت ہے، ہر شخص کہاں قادر تھا کہ عقیدہ کتاب وسنت سے ثابت کرے، عقل تو خود ہی سمعیات میں کافی نہیں ناچار عوام کو عقائد میں تقلید کرنی ہوتی، لہذا یہ واضح روشن دلیل عطا فرمائی کہ سوادِ اعظم مسلمین جس عقیدہ پر ہو وہ حق ہے اس کی پہچان کچھ دشوار نہیں، صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے وقت میں تو کوئی بدمذہب تھا ہی نہیں اور بعد کو اگرچہ پیدا ہوئے مگر دنیا بھر کے سب بدمذہب ملا کر کبھی اہلسنت کی گنتی کو نہیں پہنچ سکے۔ للہ الحمد فقہ میں جس طرح اجماع اقوی الادلہ ہے کہ اجماع کے خلاف کا مجتہد کو بھی اختیار نہیں اگرچہ وہ اپنی رائے میں کتاب وسنت سے اس کا خلاف پاتا ہو یقیناً سمجھا جائے گا کہ یا فہم کی خطا ہے یا یہ حکم منسوخ ہوچکا ہے اگرچہ مجتہد کو اس کا ناسخ نہ معلوم ہو یونہی اجماعِ امت تو شئے عظیم ہے سوادِ اعظم یعنی اہلسنت کا کسی مسئلہ عقائد پر اتفاق یہاں اقوی الادلہ ہے کتاب وسنت سے اس کا خلاف سمجھ میں آئے تو فہم کی غلطی ہے، حق سوادِ اعظم کے ساتھ ہے، اور ایک معنی پر یہاں اقوی الادلہ عقل ہے کہ اور دلائل کی حجیت بھی اسی سے ظاہر ہوتی ہے، مگر محال ہے کہ سوادِ اعظم کا اتفاق کسی برہان صحیح عقلی کے خلاف ہو، یہ گنتی کے جملے ہیں مگر بحمدہ تعالٰی بہت نافع وسُود مند، فعضوا علیھا بالنواجذ (پس ان کو مضبوطی سے داڑھوں کے ساتھ پکڑ لو۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۷ تا ۷۱: از شہر محلہ کنبوہ کوٹھی حامد حسین خاں صاحب رئیس مسئولہ شمشاد علی خاں صاحب ۲۶ رجب ۱۳۳۶ھ

(۱) صحیح مسلم ودیگر صحاح میں بہ الفاظِ مختلفہ واتحادِ مطلب یہ حدیث وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ امر اسلام ہمیشہ غالب رہے گا اور اس میں بارہ ۱۲ خلیفہ ہوں گے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ اُن بارہ ۱۲ کے اسماءِ مبارک کیا ہیں؟

(۲) وہ خلفائے دوازدہ گانہ کُل کے کُل اخیار ہوں گے یا کہ بعض اچھے اور بعض بُرے، اور اگر کہا جائے کہ سب اُن میں اچھے نہ تھے بلکہ کچھ ایسے بھی تھے جو کہ خیرالناس نہیں کہے جاسکتے۔ یہ تفصیل حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمائی ہے یا دیگر علماء نے؟

(۳) وہ بارہ ۱۲ خلفاء زیب دہ مسندِ خلافت ہو چکے یا یہ کہ ابھی کچھ باقی ہیں؟

(۴) چونکہ احادیث متعلقہ خلفاء اثنٰی عشر میں یہ مسئلہ وارد ہوا ہے کہ اسلام ختم نہ ہوگا تاوقتیکہ بارہ ۱۲ خلفاء پُورے نہ ہولیں۔ اگر خلفاء دُنیا میں رونق افزائے عالم ہوکر اپنی تعداد پوری کرچکے ہیں تو اب

www.alahazratnetwork.org

حسبِ مفادِ حدیث اسلام و اسلامیان دنیا میں باقی ہیں یا گیا؟

(۵) شرح فقہ اکبر ملا علی قاری کے صفحہ ۱۰۴ یا کسی دوسرے صفحہ پر بارہ۱۲ خلفاء کے جو نام ظاہر کئے گئے ہیں وہ صحیح ہیں یا غلط؟

الجواب

اصل یہ ہے کہ امورِ غیب میں اللہ و رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جتنی بات بیان فرمائیں اتنی یقیناً حق ہے اور جس قدر ذکر نہ فرمائیں اس کی طرف یقین کی راہ نہیں کہ غیب بے خدا و رسول کے بتائے معلوم نہیں ہوسکتا لہذا اس حدیث کے معنٰی میں زمانۂ تابعین سے اشتباہ رہا۔ مہلب نے فرمایا:

لم الق احدا یقطع فی ھذا الحدیث بمعنی[1] میں نے کوئی ایسا نہ پایا کہ اس حدیث کی کوئی مراد قطعی بتاتا۔

امام قاضی عیاض مالکی نے شرح صحیح مسلم میں بہت احتمالات بتاکر فرمایا:

وقد یحتمل وجوھا اُخر واللہ اعلم بمراد نبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2] یعنی اس کے سوا حدیث میں اور احتمال بھی نکل سکتے ہیں اور اللہ اپنے نبی کی مراد خوب جانے، جل وعلا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

امام ابن جوزی کشف المشکل میں لکھتے ہیں:

قد اطلت البحث عن معنی ھذا الحدیث وطلبتہ فی مظانہ وسألت عنہ فما رأیت احدا وقع علی المقصود بہ[3] میں نے مدتوں اس حدیث کے معنٰی کی تفتیش کی اور جہاں جہاں گمان تھا وہ کتابیں دیکھیں اپنے زمانہ کے ائمہ سے سوال کئے مگر مراد متعین نہ ہوئی۔

اور ہو کیونکر کہ جس غیب کی اللہ و رسول تفصیل نہ فرمائیں اس کی تفصیل قطعاً کیونکر معلوم ہو، ہاں لوگ تکے لگاتے ہیں جن میں سے کسی پر یقین نہیں، البتہ یہ معیار صحیح ہے کہ حدیث میں جو جو نشان اُن بارہ۱۲ خلفاء کے ارشاد ہوئے جس معنٰی میں نہ پائے جائیں باطل ہیں اور جس میں پائے جائیں وہ احتمالی

---

[1] فتح الباری بحوالہ المہلب کتاب الاحکام تحت الحدیث ۷۲۲۲ و ۷۲۲۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴/ ۱۸۱

[2] شرح صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب الناس تبع لقریش قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۹

[3] کشف المشکل کتاب الاحکام باب الاستخلاف تحت الحدیث ۷۲۲۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۸/ ۲۹۵

www.alahazratnetwork.org

طور پر مسلم ہوگا نہ کہ یقینی۔ احادیث باب میں ان کے نشان یہ ہیں:

(۱) کلھم من قریش سب قرشی ہوں گے۔ رواہ الشیخان[1]

(۲) وہ سب بادشاہ و والیانِ ملک ہوں گے۔ صحیح مسلم میں ہے:

لایزال امر الناس ماضیا ما ولیھم اثنا عشر رجلا کلھم من قریش[2]

خلافت اس وقت تک جاری رہے گی جب تک بارہ مرد (خلفاء) حکمران رہیں گے جو سب قریش میں سے ہوں گے۔ (ت)

مسند احمد و بزار و صحیح مستدرک میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسندِ حسن ہے:

انہ سئل کم تملك ھذہ الامۃ من خلیفۃ فقال سألنا عنھا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال اثنا عشرۃ کعدۃ نقباء بنی اسرائیل[3]

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سوال کیا گیا کہ کتنے خلفاء اس امت کے حکمران بنیں گے؟ تو انھوں نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پوچھا تھا، آپ نے ارشاد فرمایا وہ بنی اسرائیل کے نقیبوں کی تعداد کے مطابق بارہ ہوں گے۔ (ت)

(۳) اُن کے زمانے میں اسلام قوی ہوگا۔ صحیح مسلم میں ہے:

لایزال الاسلام عزیزا الی اثنی عشر خلیفۃ کلھم من قریش[4]

بارہ خلفاء کی حکومت پوری ہونے تک اسلام غالب رہے گا، وہ سب قریشی ہوں گے۔ (ت)

(۴) اُن کا زمانہ زمانۂ صلاح ہوگا، بزار و طبرانی وابوجحیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

لایزال امر امتی صالحا[5]

(بارہ خلفاء کی خلافت تک) میری امت کا معاملہ درست رہے گا۔ (ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب الناس تبع لقریش قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۱۹

[2] " " " " " " ۲/۱۱۹

[3] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن مسعود المکتب الاسلامی بیروت ۱/۳۹۸

مجمع الزوائد بحوالہ البزار وغیرہ باب الخلفاء الاثنا عشر دارالکتاب " ۵/۱۹۰

[4] صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب الناس تبع لقریش قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۱۹

[5] کنز العمال بزمر طب وابن عساکر عن عون الخ حدیث ۳۳۸۴۹ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۲/۳۲

www.alahazratnetwork.org

(۵) اُن پر اجماعِ امت ہوگا یعنی اہلِ حل وعقد اُنھیں والیِ ملک وخلیفۂ صدق مانیں گے ـــــ

سنن ابی داؤد میں ہے:

لایزال ھذا الدین قائما حتی یکون علیکم اثنا عشر خلیفۃ کلھم تجتمع علیہ الامۃ۔[1]

یہ دین اس وقت تک قائم رہے گا جب تک تم پر بارہ خلفاء حاکم ہوں، جن پر تمام امت متفق ہوگی۔ (ت)

(۶ و ۷) وہ سب ہدایت ودینِ حق پر عمل کریں گے اُن میں سے دو اہلبیتِ رسالت سے ہوں گے۔ استاذ امام بخاری ومسلم مسدد کی مسند کبیر میں ابوالجلد سے ہے:

انہ لاتھلك ھذہ الامۃ حتی یکون منھا اثنا عشر خلیفۃ کلھم یعمل بالھدٰی ودین الحق، منھم رجلان من اھل بیت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[2]

بےشک یہ امت اس وقت تک ہلاک نہ ہوگی جب تک ان میں بارہ خلفاء حکمران ہوں گے، وہ سب ہدایت ودینِ حق پر عمل کریں گے، ان میں سے دو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اہلبیت میں سے ہوں گے۔ (ت)

لگے لگانے والوں میں جس نے سب طرقِ حدیث نہ دیکھے ایک آدھ طریق کو دیکھ کر کوئی احتمال نکال دیا جیسے ابوالحسین بن مناوی نے یہ معنی لئے کہ ایک وقت میں بارہ خلیفہ ہوں گے یعنی اس قدر اختلاف یہ فقط اُس لفظ مجمل بخاری پر بن سکتا تھا اور الفاظ دیکھئے تو کہاں اس درجہ افتراق اور کہاں اجماع اور ایسی حالت میں اسلام عزت قوی وغالب وقائم اور امرامت کے صالح ہونے کے کیا معنی؟ اسی قبیل سے علی قاری کا یہ زعم باتباع ابن حجر شافعی ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے آخر ولاۃ بنی امیہ تک ۱۲ ہوئے اور ان میں یزید پلید علیہ ما علیہ کو بھی گنا دیا حالانکہ اُس خبیث کے زمانہ کو قوتِ دین وصلاح سے کیا تعلق، یہ احادیث دیکھ کر اس قول کی گنجائش نہ ہوتی، مگر صرف ۱۲ سلطنتیں نگاہ میں تھیں اور حق یہ کہ اُس خبیث پر اجماع اہلِ حل وعقد کب ہوا، ریحانۂ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ اُس کے دستِ ناپاک پر بیعت نہ کرنے ہی کے باعث شہید ہوئے۔ اہلِ مدینہ نے اُس پر خروج کیا۔ عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب المہدی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۳۲

[2] فتح الباری بحوالہ مسدد فی مسندہ الکبیر تحت الحدیث ۷۲۲۲ و ۷۲۲۳، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۴/ ۱۸۳

www.alahazratnetwork.org

نے فرمایا:

واللہ ما خرجنا علٰی یزید حتی خفنا ان نرمی بالحجارۃ من السماء ان رجلا ینکح امہات الاولاد والبنات والاخوات ویشرب الخمر ویدع الصلٰوۃ۔[1]

خدا کی قسم ہم نے یزید پر خروج نہ کیا جب تک یہ خوف نہ ہوا کہ آسمان سے پتھر آئیں، ایسا شخص کہ بہن بیٹی کی آبروریزی کرے اور شراب پئے اور تارک الصلوٰۃ ہو۔ (ت)

غرض جمیع طرقِ حدیث سے یہ قول باطل ہے حدیث میں کہیں نہیں کہ وہ سب بلافصل یکے بعد دیگرے ہوں گے۔ ان میں سے آٹھ گزر گئے صدیق اکبر، فاروق اعظم، عثمان غنی، علی مرتضٰی، حسن مجتبٰی، امیر معٰویہ، عبداللہ بن زبیر، عمر بن عبدالعزیز۔ اور ایک یقیناً آنے والے ہیں حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین باقی تین کی تعیین اللہ ورسول کے علم میں ہے۔ عجب عجب ہزار عجب کہ ان میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما کہ صحابی ابن صحابی ہیں، امام عادل ہیں، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بھتیجے ہیں، صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نواسے ہیں، احد العشرۃ المبشرہ کے صاحبزادے ہیں شمار نہ کئے جائیں، اور وہ خبیث ناپاک معدود ہو جسے "امیر المومنین" کہنے پر امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو بیس تازیانے لگائے۔ فنسأل اللہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالٰی سے معافی وعافیت طلب کرتے ہیں۔ ت)۔ عبداللہ بن زبیر بھی درکنار، خود امام مجتبٰی کو ذکر نہ کیا کہ ان کی خلافت کا زمانہ قلیل تھا اور ولید کو گنا جس نے قرآن عظیم کو دیوار میں لٹکا کر تیروں سے چھیدا۔ ایسے بے سروپا بے معنی اقوال کی سند نہیں ہوتی بلکہ وہ ایک متاخر عالم کی خطائے رائے ہے عصمتِ انبیاء و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی کے لئے نہیں۔ فنسأل اللہ العفو والعافیۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲: مرسلہ موضع بھوبت پور ڈاکخانہ اتراؤں ضلع الٰہ آباد دیسائی امیر اللہ قصاب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عالم صاحب قیام محفل میلاد شریف کو منع کرتے ہیں جو کہ بروقت ذکر ولادت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کیا جاتا ہے اور کہتے ہیں کہ اس کا ثبوت کہیں نہیں ہے وغیرہ یہ بھی کہتے ہیں کہ نام جب آتا ہے تو لوگ انگوٹھا چومتے ہیں اس کا بھی کہیں ثبوت نہیں یہ سب بیجا ہے اور گناہ ہے ایسے عالم کے لئے کیا حکم ہے؟ اور ان سے مرید ہونا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اور یہ امور مذکورہ یعنی قیام اور بوسہ دینا انگوٹھے کا بروقت نام پاک آنے

---

[1] الصواعق المحرقہ الخاتمہ فی بیان اعتقاد اہل السنۃ مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۲۲۱

www.alahazratnetwork.org

صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے، کیا اس کا کہیں ثبوت ہے؟ امید کہ قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت دیا جائے، یہاں پر سخت جھگڑا اس کی بابت ہے، لہذا جواب جلد مرحمت ہو۔

الجواب

ایسا شخص عالم نہیں ہوسکتا جسے اتنی تمیز نہ ہو کہ منع کرنے اور گناہ کہنے کو ثبوتِ منع درکار ہے، جس چیز سے اللہ تعالٰی اور رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے منع نہ فرمایا یہ منع کرنے والا کون، اس کے لئے عدمِ ثبوت کافی جاننا سخت جہل شدید ہے، ثبوت تو منع کا بھی نہیں، تو اُسی کے منہ ثابت ہُوا کہ وہ اس ممانعت کے سبب گنہگار ہے۔ آج کل ان چیزوں کے مانعین اکثر وہابی ہوتے ہیں اور وہابی بے دین ہیں ان کی بات سُننا حرام ہے۔ اور ایسے شخص کا مرید ہونا سخت اشد گناہِ کبیرہ ہے اور اس کے پیچھے نماز باطل محض۔ کما حققناہ فی النھی الاکید (جیسا کہ ہم نے (رسالہ) النھی الاکید میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) قیام کا ثبوت ہمارے رسالہ اقامۃ القیامہ میں ہے، اور بوسہ انگشت میں ہماری مبسوط کتاب منیر العین ہے جسے طبع ہوئے ۲۳ برس ہوئے۔ واللہ تعالٰے اعلم۔

مسئلہ ۳ از شہر بانس منڈی دُکان عزیز اللہ مرسلہ کریم بخش چمڑہ فروش
۱۹ رمضان ۱۳۳۶ھ

زید نے کہا کہ جو شخص روزہ رکھے گا نماز پڑھے گا اور جتنے ارکانِ شرعی ہیں سب ادا کریگا وہ رسولِ مقبول صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی اُمت میں ہے اور وہ بہشت میں جائے گا، اور جو رسولِ مقبول صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے برخلاف ہوگا وہ دوزخ میں جائے گا اور نہ اس کی بخشش ہے اور نہ وُہ اُمت میں ہے۔ بکر نے کہا جو روزہ نہ رکھے نماز نہ پڑھے جتنے ارکانِ شرعی ہیں وہ سب نہ ادا کرے مگر کلمہ گو ہو وہ بخشا جائے گا۔

الجواب

دونوں قول گمراہی وضلالت ہیں۔ پہلا قول خارجیوں کا ہے کہ مرتکبِ کبیرہ کو کافر کہتے ہیں۔ دوسرا نیچریوں کا ہے کہ نری کلمہ گوئی کافی جانتے ہیں۔ مسلمانانِ اہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ جو ضروریاتِ دین میں سے کسی شے کا منکر ہو یا عزوجل یا قرآنِ عظیم یا نبی صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا کسی نبی یا ملک کی توہین کرے غرض کوئی قول یا فعل نافی ومنافی ایمان وقطعاً قاطع اسلام کرے وہ کافر ہے اگرچہ لاکھ کلمہ گو نمازی روزہ دار ہو، اور جو عقیدہ ودین میں مسلم سالم ہے، اگر ایک

www.alahazratnetwork.org

وقت کی نماز قصداً یا ایک فرض روزہ عمداً ترک کرے یا کسی گناہ کا مرتکب ہو اللہ عزوجل چاہے تو اس پر عذاب کرے اور یہ اس کا عدل ہے چاہے بخش دے اور یہ اس کا فضل ہے۔

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذٰلک لمن یشاء[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

بے شک اللہ تعالٰی اسے نہیں بخشتا کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے اور اس سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴۲: از اروہ نگلہ ڈاک خانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ مرسلہ صادق علی خاں صاحب ۲۸ شوال ۱۳۳۶ھ

زید کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالٰی ذات پاک رسول مقبول صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی برابر پیدا کر سکتا ہے مگر بموجب اپنے وعدہ کے پیدا نہیں کرے گا۔ زید کا امام نماز ہونا محققین علماء کے نزدیک درست ہے یا نہیں؟

الجواب

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے بہت فضائل جلیلہ و خصائص کریمہ ناقابل اشتراک ہیں جیسے افضل الانبیاء، خاتم النبیین، سید المرسلین، اول خلق اللہ، افضل خلق اللہ، اول شافع، اول مشفع، نبی الانبیاء صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم۔ اگر اس وقت اس طرف قائل کا ذہن نہ گیا محض عموم قدرت پیش نظر تھا اُسے تفہیم کی جائے، اگر تابع حق و طالب حق ہوگا ضرور سمجھ جائے گا اور اپنی غلطی سے باز آئے گا، اور اگر باوصف تفہیم عناد و استکبار و لدد و اصرار کرے تو ضرور بدمذہب ہے، اسے امام بنانا ہرگز جائز نہیں اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب، یہ بھی اُس وقت ہے کہ قول مذکور بعلت وہابیت نہ ہو، ورنہ اب دیوبندیوں نے وہابیہ میں اسلام کا نام نہ رکھا جو اُن کے شل اللہ ورسول کی شدید و واضح و ناقابل تاویل توہینیں کرتے ہیں خود کافر ہیں، ورنہ اتنا ضرور ہے کہ ان توہینوں کے کرنے والوں کو کافر نہیں کہتے یہ اُن کے صدقے میں کافر ہوئے علمائے حرمین شریفین دیوبندیوں کی نسبت تحریر فرما چکے کہ من شک فی کفرہ فقد کفر[2] جو ان کے کفر

---

[1] القرآن الکریم ۴/۴۸ و ۴/۱۱۵
[2] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۳

www.alahazratnetwork.org

میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی کی پناہ ۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۷: از کلکتہ ڈاک خانہ بالی گنج کڑایا روڈ نمبر ۱۰۱ مسئولہ فیض محمد تاجر در بازار مستری ۸ ماہ محرم

حضور قطب الاقطاب سیدنا و مولانا محبوب سبحانی غوث الصمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو اپنے رسالہ غنیۃ الطالبین میں مذہب حنفیہ کو گمراہ فرقہ میں مندرج فرمایا ہے اس کو اچھی طرح سے حضور واضح فرما کر تسکین و تشفی بخشیں کہ وسوسہ و خطرات نفسانی و شیطانی رفع ہو جائیں۔ عبدالعظیم نامی ضلع غازیپور کے باشندے نے ایک رسالہ تصنیف کیا ہے جس میں رسالہ تقویۃ الایمان عرف تقویۃ الایمان کے مضمون کو مکتوبات مخدوم الملک رحمۃ اللہ علیہ و مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ و اور بھی بزرگان دین کے مکتوبات سے دکھلایا ہے و ثابت کیا ہے کہ ان بزرگوں نے اپنے مکتوبات میں تقویۃ الایمان سے بھی سخت سخت الفاظ نام بنام لکھا ہے کہ اللہ چاہے تو فلاں کو مردود کردے و فرعون و نمرود کو چاہے مقبول کرے، سیکڑوں کعبہ تیار کردے وغیرہ وغیرہ۔

اب خاکسار عرض کرتا ہے کہ یا تو کوئی رسالہ اُن کے جواب میں شائع فرمایا ہو تو بذریعہ ریلوے ڈاک پارسل ارسال ہو یا واضح خلاصہ جواب ارقام ہو والسلام مع الاکرام۔

غنیۃ الطالبین کے مضمون سے زیادہ اس لئے انتشار ہے کہ دونوں حضرات سے تعلق و رشتہ و ایمان و ایقان کا سلسلہ ملحق ہے، حنفی اگر مذہب ہے تو قادری مشرب ہے، اب ذرا بھی ان دونوں پیشوا کی طرف سے ریب و شک دامنگیر ہوا کہ بہت بڑا حملہ ایمان پر ہونے کا خوف وڈر ہے لہٰذا میرے حالِ زار پر رحم فرمائیں اس وقت میرے لئے بہت بڑا امتحان مدنظر ہے۔ زیادہ حد ادب۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

مکرم کرم فرما اکرمکم اللہ تعالٰی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

اولاً کتاب غنیۃ الطالبین شریف کی نسبت حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا تو یہ خیال ہے کہ وہ سرے سے حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی تصنیف ہی نہیں۔ مگر یہ نفی مجرد ہے۔ اور امام حجر مکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے تصریح فرمائی کہ اس کتاب میں بعض مستحقین عذاب نے الحاق کر دیا ہے، فتاوٰی حدیثیہ میں فرماتے ہیں:

وایاك ان تغتر بما وقع — یعنی خبردار دھوکا نہ کھانا اس سے جو امام الاولیا

www.alahazratnetwork.org

فی الغنیۃ للامام العارف فین وقطب الاسلام والمسلمین الاستاذ عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ فانہ دسہ علیہ فیہا من سینتقم اللہ منہ و الا فھو بریئ من ذٰلك[1]

سردار اسلام ومسلمین حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی غنیہ میں واقع ہوا کہ اس کتاب میں اُسے حضور پر افتراء کرکے ایسے شخص نے بڑھا دیا ہے کہ عنقریب اللہ عزوجل اس سے بدلہ لے گا حضرت شیخ رضی اللہ تعالٰی عنہ اُس سے بری ہیں۔

ثانیاً اسی کتاب میں تمام اشعریہ یعنی اہلسنت وجماعت کو بدعتی، گمراہ، گمراہ گر لکھا ہے کہ:

خلاف ما قالت الاشعریۃ من ان کلام اللہ معنی قائم بنفسہ و اللہ حسیب کل مبتدع ضال مضل[2]

بخلاف اس کے جو اشاعرہ نے کہا کہ اللہ تعالٰی کا کلام ایسا معنی ہے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور اللہ تعالٰی ہر بدعتی، گمراہ و گمراہ گر کے لئے کافی ہے۔ (ت)

کیا کوئی ذی انصاف کہہ سکتا ہے کہ معاذ اللہ یہ سرکار غوثیت کا ارشاد ہے جس کتاب میں تمام اہلسنت کو بدعتی، گمراہ، گمراہ گر لکھا ہے اُس میں حنفیہ کی نسبت کچھ ہو تو کیا جائے شکایت ہے۔ لہذا کوئی محلِ تشویش نہیں۔

ثالثاً پھر یہ خود صریح غلط اور افترا بر افترا ہے کہ تمام حنفیہ کو ایسا لکھا ہے غنیۃ الطالبین کے یہاں صریح لفظ یہ ہیں کہ:

ھم بعض اصحاب ابی حنیفۃ[3] وہ بعض حنفی ہیں۔

اس سے نہ حنفیہ پر الزام آسکتا ہے نہ معاذ اللہ حنفیت پر، آخر یہ تو قطعاً معلوم ہے اور سب جانتے ہیں کہ حنفیہ میں بعض معتزلی تھے جیسے زمخشری صاحب کشاف وعبدالجبار ومطرزی صاحبِ مغرب و زاہدی صاحب قنیہ وحاوی ومجتبٰی، پھر اس سے حنفیت وحنفیہ پر کیا الزام آیا، بعض شافعیہ زیدی رافضی ہیں اس سے شافعیہ وشافعیت پر کیا الزام آیا۔ نجد کے وہابی سب حنبلی ہیں پھر

---

[1] الفتاوی الحدیثیۃ مطلب ان ما فی الغنیۃ للشیخ عبدالقادر مطبعۃ الجمالیہ مصر ص ۱۴۸

[2] الغنیۃ لطالبی طریق الحق فصل فی اعتقاد ان القرآن حروف مفھومۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۹۱

[3] " " " فصل واما الجہمیۃ الخ ادارہ نشرواشاعت علوم اسلامیہ پشاور ۱/۹۱

www.alahazratnetwork.org

اس سے حنفیہ و حنبلیت پر کیا الزام آیا۔ جانے دو رافضی، خارجی، معتزلی، وہابی سب اسلام ہی میں نکلے اور اسلام کے مدعی ہوئے پھر معاذ اللہ اس سے اسلام و مسلمین پر کیا الزام آیا۔

رابعاً کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار میں بسند صحیح حضرت ابوالتقی محمد بن ازہر صریفینی سے ہے مجھے رجال الغیب کے دیکھنے کی تمنا تھی مزار پاک امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حضور ایک مرد کو دیکھا دل میں آیا کہ مردانِ غیب سے ہیں وہ زیارت سے فارغ ہو کر چلے یہ پیچھے ہوئے ان کے لئے دریائے دجلہ کا پاٹ سمٹ کر ایک قدم بھر کا رہ گیا کہ وہ پاؤں رکھ کر اس پار ہو گئے انھوں نے قسم دے کر روکا اور ان کا مذہب پوچھا، فرمایا:

حنفی مسلم وما انا من المشرکین۔ ہر باطل سے الگ مسلمان، اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ (ت)

یہ سمجھے کہ حنفی ہیں، حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بارگاہ میں عرض کے لئے حاضر ہوئے حضور اندر ہیں دروازہ بند ہے ان کے پہنچتے ہی حضور نے اندر سے ارشاد فرمایا: اے محمد! آج روئے زمین پر اس شان کا کوئی ولی حنفی المذہب نہیں۔[1]

کیا معاذ اللہ گمراہ بدمذہب لوگ اولیاء اللہ ہوتے ہیں جنکی ولایت کی خود سرکار غوثیت نے شہادت دی۔ وہ وہابی رسالہ نظر سے نہ گزرا۔ یہاں چند امور واجب الحفظ ہیں:

اولاً وہ کلمات جو ان کتب سے مخالف نے نقل کئے اسمٰعیل دہلوی کے کلماتِ ملعونہ کے مثل ہوں ورنہ استشہاد مردود۔ یہاں یہ نکتہ بھی یاد رہے کہ بعض محتمل لفظ جب کسی مقبول سے صادر ہوں بحکم قرآن انھیں معنی حسن پر حمل کریں گے اور جب کسی مردود سے صادر ہوں جو صریح توہینیں کر چکا ہو تو اسکی خبیث عادت کی بنا پر معنی خبیث ہی مفہوم ہوں گے کہ:

کل اناء یترشح بما فیہ صرح بہ الامام ابن حجر المکی رحمہ اللہ تعالٰی۔ ہر برتن سے وہی کچھ باہر آتا ہے جو اس کے اندر ہوتا ہے، امام حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے (ت)

ثانیاً وہ کتاب محفوظ مصئون ہونا ثابت ہو جس میں کسی دشمن دین کے الحاق کا احتمال نہ ہو جیسے ابھی غنیۃ الطالبین شریف میں الحاق ہونا بیان ہوا، یونہی امام حجۃ الاسلام غزالی کے کلام

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر فصول من کلامہ مرصعا بشیئ من عجائب احوالہ مختصراً دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۱۵۲

میں الحاق ہوئے اور حضرت شیخ اکبر کے کلام میں تو الحاقات کا شمار نہیں جن کا شافی بیان امام عبدالوہاب
شعرانی نے کتاب الیواقیت والجواہر میں فرمایا اور رد فرمایا کہ خود میری زندگی میں میری کتاب میں حاسدوں 15
نے الحاقات کئے۔ اسی طرح حضرت حکیم سنائی و حضرت خواجہ حافظ وغیرہما اکابر کے کلام میں الحاقات
ہونا شاہ عبدالعزیز صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ میں بیان فرمایا۔ کسی الماری میں کوئی قلمی کتاب ملے اس میں
کچھ عبارت ملنی دلیل شرعی نہیں کہ بے کم و بیش مصنف کی ہے پھر اس قلمی نسخہ سے چھاپا کریں تو مطبوعہ
نسخوں کی کثرت کثرت نہ ہوگی اور ان کی اصل وہی مجہول قلمی ہے جیسے فتوحات مکیہ کے مطبوعہ نسخے۔

ثالثاً اگر بہ سند ہی ثابت ہو تو تواتر و تحقیق درکار۔ امام حجۃ الاسلام غزالی وغیرہ اکابر
فرماتے ہیں :

لاتجوز نسبۃ مسلم الی کبیرۃ من غیر تحقیق، نعم یجوز ان یقال قتل ابن ملجم علیا فان ذٰلک ثبت متواترا۔[1]

بلاتحقیق مسلمان کی طرف گناہِ کبیرہ کی نسبت کرنا جائز نہیں، ہاں یوں کہنا جائز ہے کہ ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو قتل کیا، کیونکہ یہ خبر متواتر سے ثابت ہے۔ (ت)

جب بے تحقیق تمام عام مسلمان کلمہ گو کی طرف گناہ کی نسبت ناجائز ہے تو اولیائے کرام کی طرف
معاذ اللہ کلمۂ کفر کی نسبت بلا ثبوت قطعی کیسے حلال ہو سکتی ہے۔

رابعاً سب فرض کرلیں تو اب وہابی کے جواب کا حاصل یہ ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم کی توہین بُری نہیں کہ فلاں فلاں نے بھی کی ہے کیا یہ جواب کوئی مسلمان دے سکتا ہے بالفرض غلط
توہین جس سے ثابت ہو وہ ہی مقبول نہ ہوگا نہ یہ کہ معاذ اللہ اس کے سبب توہین مقبول ہو جائے۔

ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، واللہ تعالٰی اعلم۔

نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت مگر بلندی وعظمت والے اللہ کی توفیق سے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۷۶ تا ۸۲: مرسلہ محمد عبدالواحد خاں صاحب بمبئی اسلام پورہ ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

(۱) لامھدی الاعیسٰی (حضرت عیسٰی علیہ السلام کے سوا کوئی مہدی نہیں۔ ت) کے متعلق کیا
رائے ہے ؟

---

[1] احیاء العلوم کتاب آفات اللسان الآفۃ الثامنۃ اللعن مطبعۃ المشھد الحسینی القاہرہ ۳/ ۱۲۵

www.alahazratnetwork.org

(۲) حضرت مہدی و عیسٰی کے متعلق کس قدر حدیثیں وارد ہیں؟

(۳) قرآن شریف کی کن کن آیتوں سے ان کا رَد ہو سکتا ہے؟

الجواب

(۱) یہ حدیث صحیح نہیں، اور بفرضِ صحت از قبیل،

لاوجع الاوجع العین ولاھم الاھم الدین ولافتی الاعلی ولاسیف الاذوالفقار۔	آنکھ کے درد کے سوا کوئی درد نہیں، دین کے غم کے سوا کوئی غم نہیں، حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ کے سوا کوئی سخی نہیں اور ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں۔(ت)

کے قبیل سے ہے۔

(۲) حضرت مہدی و عیسٰی کے بارے میں احادیث حدِ تواتر کو پہنچی ہیں یہاں تک کہ ائمہ دین نے ان کا نزول اور اُن کا ظہور عقائد میں داخل فرمایا۔

(۳) قرآن عظیم کی جتنی آیتیں تعظیم انبیاء علیہم السلام کا حکم دیتی ہیں ان کی تکذیب پر تکفیر فرماتی ہیں، معجزاتِ سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام گناتی ہیں، اُن کی نبوت و رسالت کی شہادت دیتی ہیں، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خاتم النبیین بتاتی ہیں، جھوٹے مدعی نبوت پر لعنت فرماتی ہیں، وہ سب قادیانی کے رَد ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۹ تا ۸۲: مرسلہ عبدالجبار خاں طبیب دھام پور ضلع بجنور ۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

(۱) جو شخص کہ خلیفہ برحق سے برسرِ بغاوت و برسرِ پیکار ہو کیا وہ شخص قابلِ عزت و لائقِ احترام ہے اور اس کے نام کو لفظ حضرت و رحمۃ اللہ علیہ یا رضی اللہ عنہ کے ساتھ یاد کرنا لازم ہے خواہ صحابی ہوں یا غیر صحابی؟

(۲) کیا حضرت امیر معاویہ بمقابلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ باغی اور خطاکار تھے یا بطور اجتہاد ان کی رائے مختلف تھی جس میں اُن پر بدنیتی اور عصیان کا الزام عائد نہ ہوگا۔ تفصیل واضح مطلوب۔

(۳) کیا حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کوئی انسان کسی نبی کے مرتبہ کے برابر ہو سکتا ہے یا زیادہ؟ یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مرتبہ انبیاءِ بنی اسرائیل کے برابر یا اُن سے بالاتر ماننا واجب ہے؟ ایک شخص یہ دلیل بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایسے ہی سوال کے جواب میں یہ فرمایا کہ تم یہ سمجھ لو کہ حضرت آدم ایک بار گندم کھانے سے مورد عتاب ہوئے

www.alahazratnetwork.org

اور میں نے اس قدر کھایا ہے وغیرہ۔ کیا یہ حدیث صحیح اور متواتر ہے اور کیا اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے جو شخص مذکور نکالتا ہے؟

(۴) کیا ہم کو اس بحث میں پڑنا زیبا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا رتبہ خلفائے ثلثہ سے بالاتر اور ان کا کمتر ہے اور کیا یہ حنفیوں کے عقائد ضروریہ میں سے ہے؟ فقط۔

الجواب

(۱) اہلسنت کے عقیدہ میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی تعظیم فرض ہے اور ان میں سے کسی پر طعن حرام اور ان کے مشاجرت میں خوض ممنوع۔ حدیث میں ارشاد:

اذا ذکر اصحابی فامسکوا۔[1] جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے (بحث و خوض سے) رُک جاؤ۔ (ت)

رب عزوجل کہ عالم الغیب والشہادہ ہے اس نے صحابہ سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی دو قسمیں فرمائیں، مومنین قبل الفتح جنھوں نے فتح مکہ سے پہلے راہِ خدا میں خرچ وجہاد کیا اور مومنین بعد الفتح جنھوں نے بعد کو، فریق اول کو دوم پر تفضیل عطا فرمائی کہ:

لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولٰئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد الفتح وقاتلوا۔[2] تم میں برابر نہیں وہ جنھوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنھوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا۔ (ت)

اور ساتھ ہی فرمادیا: وکلا وعد اللہ الحسنٰی[3] دونوں فریق سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمالیا۔ اور ان کے افعال پر جاہلانہ نکتہ چینی کا دروازہ بھی بند فرمادیا کہ ساتھ ہی ارشاد ہوا، واللہ بما تعملون خبیر[4] اللہ کو تمہارے اعمال کی خوب خبر ہے۔ یعنی جو کچھ تم کرنے والے ہو وہ سب جانتا ہے بایں ہمہ تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا خواہ سابقین ہوں یا لاحقین، اور یہ بھی قرآن عظیم سے ہی پوچھ دیکھئے کہ مولٰی عزوجل جس سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا اس کے لئے کیا فرماتا ہے:

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۴۲۷ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۲/ ۹۶
[2] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۰
[3] " " ۵۷/ ۱۰
[4] " " ۵۷/ ۱۰

www.alahazratnetwork.org

انّ الذین سبقت لھم منّا الحسنٰی اولٰئک عنھا مبعدون لایسمعون حسیسھا وھم فیما اشتھت انفسھم خٰلدون لایحزنھم الفزع الاکبر و تتلقّٰھم الملٰئکۃ ھذا یومکم الذی کنتم توعدون ۝[۱]

بیشک جن سے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہوچکا وہ جہنم سے دُور رکھے گئے ہیں اس کی بھنک تک نہ سنیں گے اور وہ اپنی من مانتی مرادوں میں ہمیشہ رہیں گے اُنھیں غم میں نہ ڈالے گی بڑی گھبراہٹ، فرشتے ان کی پیشوائی کو آئیں گے یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمھارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

سچّا اسلامی دل اپنے رب عزوجل کا یہ ارشادِ عام سُن کر کبھی کسی صحابی پر نہ سوءِ ظن کرسکتا ہے نہ اس کے اعمال کی تفتیش۔ بفرضِ غلط کچھ بھی کیا تم حاکم ہو یا اللہ، تم زیادہ جانو یا اللہ؟ اأنتم اعلم ام اللہ[۲] (کیا تمھیں علم زیادہ ہے یا اللہ تعالٰی کو۔ت) دلوں کی جاننے والا سچّا حاکم یہ فیصلہ فرماچکا کہ مجھے تمھارے سب اعمال کی خبر ہے میں تم سے بھلائی کا وعدہ فرماچکا، اس کے بعد مسلمان کو اس کے خلاف کی گنجائش کیا ہے، ضرور ہر صحابی کے ساتھ حضرت کہا جائے گا ضرور رضی اللہ تعالٰی عنہ کہا جائے گا، ضرور اس کا اعزاز و احترام فرض ہے، ولوکرہ المجرمون[۳] (اگرچہ مجرم بُرا مانیں۔ت)

(۲) اُس کا جواب بھی جواب اوّل سے واضح ہوچکا، بلاشُبہہ اُن کی خطا خطائے اجتہادی تھی اور اس پر الزامِ معصیت عائد کرنا اُس ارشادِ الٰہی کے صریح خلاف ہے۔

(۳) مسلمانوں کا اجماع ہے کہ کوئی غیر نبی کسی نبی کے برابر نہیں ہوسکتا، جو کسی غیر نبی کو کسی نبی کے ہمسر یا افضل جانے وہ بالاجماع کافر مرتد ہے۔ مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کا مرتبہ انبیائے بنی اسرائیل یا کسی نبی سے بالا یا برابر ماننا واجب درکنار کفرِ خالص ہے اور ملعون افترائی حکایت عجب مضحکہ خیز ہے، گیہوں کھانا ہی اگر دلیلِ افضلیت ہو تو مولٰی علی کرم اللہ وجہہ نے اتنے گیہوں ہرگز نہیں کھائے جتنے زید و عمرو آج کل کھا رہے ہیں، اُس بادشاہِ مُلکِ ولایت کی اکثر غذا باتباعِ سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جَو تھی اور وُہ بھی اکثر ایک وقت اور وہ بھی پیٹ بھر کر نہیں۔ اور زید و عمرو رات دن میں دو دو وقت گیہوں کھاتے ہیں تو یہ معاذ اللہ آدم علیہ السلام سے

۱؎ القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۱ تا ۱۰۳
۲؎ " " ۲/ ۱۴۰
۳؎ " " ۸/ ۸

www.alahazratnetwork.org

بھی اور مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے بھی افضل ہوئے، ایں فساد خوردن گندم بود (یہ گندم کھانے کا فساد ہے۔ ت)

(۴) یہ نہ فقط حنفیہ بلکہ تمام اہلسنت کے عقائد کے خلاف ہے۔ اہلسنت کے نزدیک بعد انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام تمام اولین وآخرین سے افضل امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ پھر امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۳: از فراشی ٹولہ بریلی مرسلہ مقصود علی خاں صاحب ۲۹ شعبان ۱۳۳۵ھ

زید کو لوگ عام طور پر کہتے ہیں کہ وہ وہابی ہے اور اس کے یہاں میلاد شریف اور تیجہ وغیرہ نہیں ہوتا اور قیام کے وقت بھی کھڑا نہیں ہوتا۔ زید نے میلاد شریف کرائی اور قیام کے وقت کھڑا ہوا اور دریافت کرنے پر وہ کہتا ہے کہ قرآن عظیم اور کلمہ شریف پڑھ کر ثواب میت کو پہنچانا جائز ہے لیکن تعین کے ساتھ تیجہ وبرسی وچھماہی یہ نہ کرنا چاہئے بلکہ خواہ میت کے دوسرے روز خواہ تیسرے روز خواہ چوتھے روز تکئے پر یا خرمے پر یا کسی شے پر کلمہ شریف پڑھ کر ثواب میت کی ارواح کو پہنچانا جائز ہے اور اسی طرح برسی وچھماہی کے لفظ سے اور گنتی دنوں سے نہ کرے بلکہ جس وقت چاہے کھانا پکوا کر فاتحہ دلوا دے۔ اور زید یہ بھی کہتا ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعریف میں یہ میرا عقیدہ ہے کہ خدا سے کم زیادہ سب سے کہے یہی کلمہ ہے شایان محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اور حضور کی تعظیم میں ذرا بھی فرق دل میں لائے تو وہ خارج از اسلام ہے، اور حضور پُرنور کو شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین سمجھے اور یہ سمجھے کہ مثل حضور کے نہ کوئی ہے نہ ہوا اور نہ ہو، اور اگر خداوند کریم حضور کو پیدا نہ کرتا تو تمام مخلوق کو پیدا نہ کرتا۔ ایسے عقیدے والے کو وہابی خیال کرنا چاہئے؟ اس پر اگر یہ خیال کیا جائے کہ اس نے کسی مصلحت سے ایسا کیا ہے لیکن اس کے دل میں ممکن ہے کہ اس کے خلاف ہو تو ایسی صورت میں کیا سمجھنا چاہئے اس کے زبانی اقرار کا اعتبار ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر دئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

تعینِ یوم کا انکار آج کل وہابیہ کا شعار ہے، اور جتنی باتیں اُس نے کہیں بڑے بڑے پکّے وہابی کہہ لیتے ہیں اور بڑے بڑے اشد موقع پر مجلس وقیام بھی کر لیتے ہیں ان باتوں سے پہچان نہیں ہو سکتی بلکہ زید سے مفصل عقائد وہابیہ دریافت کئے جائیں نیز اسمٰعیل دہلوی وتقویۃ الایمان وبراہین قاطعہ وتحذیر الناس وحفظ الایمان اور ان کے مصنفوں کی نسبت دریافت کیا جائے اگر سب باتوں کے جواب میں وہی کہے جو علمائے حرمین شریفین نے تحریر فرمایا تو ضرور اسے سُنّی سمجھا جائے گا جب تک اس کا

www.alahazratnetwork.org

خلاف ظاہر ہو اور اگر اُس میں کسی بات کا جواب خلاف دے یا جو کچھ علمائے حرمین شریفین اُن کتابوں اور اُن کے مصنفوں کی نسبت حکمِ ضلالت و کفر و ارتداد لگا چکے اُس کے ماننے میں ہیر پھیر کرے تو وہ بلاشبہہ سُنّی نہیں ضرور منہم (انہی میں سے) ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۳: مولوی افضل صاحب بخاری طالب علم مدرسہ منظر الاسلام بریلی ۲۱ صفر ۱۳۳۶ھ

(۱) عرض اینست کہ ورد خواندن شرائط بسیار مذکور ست عقل بعید می پندارد تا کہ در وقت خواندن در نفس خطرات پیدا می شود یعنی کہ حضرت مآب آیا می بیند و می شنود۔

(۱) عرض یہ ہے کہ ورد پڑھنے میں شرائط بہت زیادہ مذکور ہیں جن کو عقل بعید سمجھتی ہے یہاں تک کہ ورد پڑھتے وقت دل میں خیالات پیدا ہونے لگتے ہیں، یعنی کیا رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دیکھتے اور سُنتے ہیں؟

(۲) جناب سیدِ کائنات خود رحمت و بروح اقدس او رحمت فرستادن چہ فائدہ؟

(۲) سیدِ کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب خود رحمت ہیں تو ان پر رحمت (درود) بھیجنے کا کیا فائدہ ہے؟

(۳) پروردگارِ عالم چرا بر انبیاء علیہم السلام فرمود کہ اگر محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم بر زمان ہر یک اگر مبعوث شد تو بروے ایمان آورد وغیرہ چرا کہ بروے معلوم بود کہ زمان خاص جلوہ افروز میشود۔

(۳) پروردگارِ عالم نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ و التسلیمات کو کیوں ارشاد فرمایا کہ محمد مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اگر ان کے زمانہ میں مبعوث ہوئے تو وہ آپ پر ایمان لائیں حالانکہ اللہ تعالٰے کو معلوم تھا کہ آپ ایک خاص زمانے میں جلوہ افروز ہوں گے۔

(۴) عرض اینست کہ اگر شخصے ایں عقیدہ داشتہ باشد بایں طور کہ بر اللہ تعالٰے چیزے واجب نیست از جانب غیر لکن از طرف رحمت و فضل اگر خود بر خود واجب کردہ باشد جائز ست چگونہ۔

(۴) عرض یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ کسی غیر کی جانب سے اللہ تعالٰے پر کوئی شَے واجب نہیں لیکن وہ خود اگر اپنی رحمت و فضل سے اپنے ذمّہ کرم پر کچھ واجب کرلے تو جائز ہے، یہ کیسا ہے؟

الجواب

(۱) بلاشبہہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام

(۱) بلاشبہہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام

www.alahazratnetwork.org

می بیند و می شنود "انی اریٰ ما لا ترون واسمع ما لا تسمعون اطّت السماء وحق لہا ان تئط"[1] آواز اطیط آسمان از پانصد سالہ راہ می شنود از راہ دو یک ماہ چنان نشنود "ان اللہ تعالٰی قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیہا والی ما ھو کائن فیہا الی یوم القیٰمۃ کانی انظر الی کفی ھٰذہٖ"[2] آنچہ تا قیامت آمدنی ست ہمہ را ہمچو کف دست مبارکش می بیند آنچہ از حالا موجود ست چرا نہ بیند علیہ من الصلوات افضلہا ومن التحیات اکملہا۔ اینہا را عقل بعید نمی پندارد بلکہ وہم و ظن اکذب الحدیث ست چہ جائے وہم۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) حق سبحٰنہ وتعالٰی خود پاک وسبوح ست برائے او تسبیح گفتن چہ فائدہ؟ فائدہ خود ما راست ؎

من نگردم پاک از تسبیح شاں
پاک ہم ایشاں شوند و در فشاں

دیکھتے اور سنتے ہیں (فرمانِ رسول ہے) "بیشک میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ کچھ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے، آسمان نے چیخ ماری ہے اور اس کو چیخ مارنی چاہئے۔" جب وہ پانچ سو سال کی راہ سے آسمان کی چیخ کی آواز سنتے ہیں تو ایک دو ماہ کی راہ سے کیوں نہیں سنتے۔ (فرمانِ رسول ہے) "بیشک اللہ تعالٰی نے دنیا کو میری طرف بلند کردیا تو میں اس کی طرف اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے اس کی طرف دیکھ رہا ہوں گویا کہ میں اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔" جب وہ قیامت تک ہونے والی چیزوں کو اپنے دستِ مبارک کی ہتھیلی کی طرح دیکھتے ہیں تو جو کچھ اب موجود ہے اس کو کیوں نہیں دیکھ سکتے، ان پر افضل واکمل درود وسلام ہوں۔ عقل اس کو بعید شمار نہیں کرتی بلکہ وہم، اور جب ظن اکذب الحدیث ہے تو وہم کس گنتی میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) حق سبحٰنہ وتعالٰی جب خود پاک اور منزہ ہے تو پھر اس کی تسبیح (پاکی) بیان کرنے کا کیا فائدہ؟ فائدہ درحقیقت خود ہمارا ہے ؎

میں ان کی تسبیح سے پاک نہیں ہوتا (بلکہ تسبیح سے) وہ خود پاک اور ممتاز ہوتے ہیں۔

---

[1] جامع الترمذی کتاب الزہد باب ما جاء فی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو تعلمون ما اعلم الخ امین کمپنی دہلی ۲/۵۵

[2] کنز العمال حدیث ۳۱۹۷۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۴۲۰

www.alahazratnetwork.org

ہمچناں اینجا فائدہ ما راست کہ من صلّی علیّ واحدۃً صلّی اللہ علیہ عشرا[1]۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، وھو اعلم۔

اسی طرح یہاں (درود بھیجنے میں) بھی ہمارا اپنا فائدہ ہے۔ (فرمانِ رسول ہے) کہ جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا اللہ تعالٰی اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ اللہ تعالٰی آپ پر درود وسلام بھیجے۔ اور وہ خوب جانتا ہے۔

(۳) مقصود اظہار عزت وعظمت وسیادت مطلقہ واصالت کلیہ حضور پرنور علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام بود تا ہمہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام را در دائرۂ نبوت مطلقہ اش فراگیرد وامتی او گرداند، صلی اللہ علیہم اجمعین وبارك وسلم۔

(۳) حضور پرنور علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی عزت عظمت، سیادت مطلقہ اور اصالت کلیہ کو ظاہر کرنا مقصود تھا تاکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو آپ کی نبوتِ مطلقہ کے دائرہ میں لے کر آپ کا امتی بنادے۔ ان سب پر اللہ تعالٰی درود وسلام وبرکت نازل فرمائے۔

(۴) صحیح است وآں وجوب نیست تفضل ست کتب ربکم علٰی نفسہ الرحمۃ[2] وکان حقا علینا نصر المؤمنین[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۴) یہ صحیح ہے، اور وہ وجوب نہیں بلکہ اس کا فضل ہے۔ (فرمانِ الٰہی ہے) تمہارے رب نے اپنے ذمۂ کرم پر رحمت لازم کرلی ہے (مزید فرمایا) اور ہمارے ذمۂ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از شہر محلہ قلعہ متصل جامع مسجد مرسلہ حامد حسین خان صاحب ۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ آیا ولایت مطلقہ افضل ہے نبوت خاص سے یا نبوت خاص افضل ہے ولایت سے؟ اور صحابۂ کرام رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کون صحابی دارائے ولایت تھے؟ اور تمام صحابۂ کرام مرتبۂ ولایت پر فائز تھے یا بعض اُن

---

[1] صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد التشہد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۵

[2] القرآن الکریم ۶/ ۵۴

[3] " " ۳۰/ ۴۷

www.alahazratnetwork.org

میں سے۔ مفصل اور مشرح ارشاد ہو۔

الجواب

نبوت مطلقاً ہر ولی غیر نبی کی ولایت سے ہزاروں درجے افضل ہے کیسے ہی اعظم مرتبہ کا ولی ہو، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ نبی کی نبوت خود اس کی اپنی ولایت سے افضل ہے یا اس کی اپنی ولایت اسکی نبوت سے، اور اس اختلاف میں خوض کی کوئی حاجت نہیں۔ پہلی بات ضروریاتِ دین سے ہے اس کا اعتقاد مدارِ ایمان ہے جو کسی ولی غیر نبی حتی کہ صدیق کو کسی نبی سے افضل یا ہمسر ہی کہے کافر ہے، کما قد نص علیہ الاکابر الائمۃ فی غیرما کتاب (جیسا کہ اکابر امت نے متعدد کتابوں میں اس پر نص فرمائی ہے۔ ت) صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سب اولیائے کرام تھے۔ قال اللہ تعالٰی:

لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولٰئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلا وعد اللہ الحسنٰی واللہ بما تعملون خبیر[1]

تم میں برابر نہیں وہ جنھوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ کیا اور جہاد کیا، وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنھوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا، اور ان سب سے اللہ تعالٰی جنّت کا وعدہ فرما چکا، اور اللہ تعالٰی کو تمھارے کاموں کی خبر ہے۔ (ت)

وقال اللہ تعالٰی:

ان الذین سبقت لھم منا الحسنٰی اولٰئک عنھا مبعدون ○ لا یسمعون حسیسھا وھم فی ما اشتھت انفسھم خٰلدون ○ لا یحزنھم الفزع الاکبر وتتلقّٰھم الملٰئکۃ ھذا یومکم الذی کنتم توعدون ○[2]

بے شک جن کے لئے ہماری طرف سے نیکی کا وعدہ پہلے ہو چکا وہ اس (جہنم) سے دور رکھے گئے ہیں وہ اس کی بھنک سی آواز بھی نہ سنیں گے اور جو کچھ وہ چاہیں گے ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ انھیں غم میں نہ ڈالے گی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ، اور فرشتے ان کی پیشوائی کو آئیں گے کہ یہ ہے تمھارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۰

[2] " " ۲۱/ ۱۰۱ تا ۱۰۳

www.alahazratnetwork.org

وقال اللہ تعالٰی:

والذین اٰمنوا باللہ ورسلہ اولئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم لھم اجرھم و نورھم۔¹

اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں وہی ہیں کامل سچے اور اوروں پر گواہ اپنے رب کے یہاں ان کے لئے ان کا ثواب اور ان کا نور ہے۔ (ت)

وقال اللہ تعالٰی:

یوم لایخزی اللہ النبی والذین اٰمنوا معہ نورھم یسعٰی بین ایدیھم و بایمانھم۔²

جس دن اللہ تعالٰی رسوا نہ کرے گا نبی اور ان کے ساتھ کے ایمان والوں کو، ان کا نور دوڑتا ہوگا ان کے آگے اور ان کے داہنے۔ (ت)

صحابہ کرام میں سب سے افضل و اکمل و اعلٰی و اقرب الی اللہ خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم تھے اور ان کی افضلیت ولایت بترتیب خلافت۔ یہ چاروں حضرات سب سے اعلٰی درجے کے کامل مکمل ہیں اور وارائے نیابت نبوت ہوئے ہیں۔ شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کا پایہ ارفع ہے اور وارائے تکمیل ہونے میں حضرت مولا علی مرتضٰی شیر خدا مشکل کشا کا، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ واللہ اعلم

مسئلہ ۸۹: قصبہ بشارت گنج ضلع بریلی فتح محمد ۱۲ جمادی الآخر ۱۳۳۶ھ یوم ہفتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ پارہ ۹ سورہ اعراف میں آیہ کریمہ آتی ہے،

ولوکنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسّنی السّوء ان انا الّا نذیر و بشیر لقوم یؤمنون۔³

اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا کہ میں نے بہت بھلائی جمع کرلی اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچی میں تو یہی ڈر اور خوشی سنانے والا ہوں انھیں جو ایمان رکھتے ہیں (ت)

اس کے کیا معنی ہیں اور اس کی شانِ نزول کیا ہے اور اس سے علمِ غیب کی نفی ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب

"اگر میں اپنی ذات سے بے خدا کے بتائے غیب جانتا تو بہت سی خیر جمع کرلیتا اور مجھے کوئی برائی تکلیف نہ پہنچتی، میں تو ایمان والوں کو ڈر اور خوشخبری ہی سنانے والا ہوں۔" کافروں کے مہمل سوالات پر اتری تھی اس سے علمِ غیب ذاتی کی نفی ہوتی ہے کہ بے خدا کے بتائے مجھے علم نہیں ہوتا، اور خدا کے بتائے سے نہ ہونا مراد لیں تو صراحۃً قرآن مجید کا انکار اور کھلا کفر ہے۔ اس کی تفصیل ہمارے رسائل علم غیب میں دیکھو۔ واللہ اعلم

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۹۰ و ۹۱ از قصبہ شیش گڑھ ڈاک خانہ خاص بریلی مسئولہ سید محمد سجاد حسین صاحب ۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

(۱) زید باوجود ادعائے صدیقی الوارثی کے اسمٰعیل دہلوی کو حضرت مولانا مولوی محمد اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ لکھتا ہے۔

(۲) بکر اپنے آپ کو چشتی حیدری بتاتا ہے اور مندرجہ ذیل امور پر اعتقاد رکھتا ہے یعنی مسلمان جو حضرت پیران پیر جناب شیخ سید محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی گیارھویں شریف مقرر کرکے اُن کی رُوح پُرفتوح کو ثواب پہنچاتے ہیں اس کی بابت کہتا ہے کہ گیارھویں تاریخ مقرر کرنا مذموم ہے۔ ماہِ رجب کی بابت لکھتا ہے کہ اس ماہ کے نوافل، صلوٰۃ و صوم و عبادت کے متعلق بڑے بڑے ثوابوں کی بہت سی روایتیں ہیں اُن میں صحیح کوئی بھی نہیں۔ اور یہ بات بالکل غلط اور بے سند ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کا حکم ماہِ رجب میں ہوا تھا۔ ماہِ شعبان میں حلوا پکانا یا تیرھویں کو عرفہ کرنا، عید کے دن کھانے تقسیم کرنا ممنوع ہے۔ ماہِ محرم میں کھچڑا یا شربت خاص کرکے پکانا پلانا اور اماموں کے نام کی نیاز دلانا اور سبیل لگانا بہت بُری بدعتیں ہیں۔ ماہِ صفر میں کسی خاص ثواب یا برکت کا خیال رکھنا جہل ہے۔ سید احمد رائے بریلوی کو نیک بزرگ بلکہ ولی جانتا ہے۔ پس کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایسے اشخاص کے حق میں کہ اُن کا اصلی مذہب کیا ہے؟ اور امور مذکورہ بالا کی اصلیت مفصل طور سے تحریر فرمائی جائے۔

الجواب

(۱) صورت مذکورہ میں زید گمراہ بددین نجدی اسمٰعیلی ہے اور بحکم فقہائے کرام اس پر حکمِ کفر لازم، جس کی تفصیل کتاب الکوکبۃ الشہابیۃ فی کفریات ابی الوھابیہ سے ظاہر۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) بکر ہوشیار وہابی معلوم ہوتا ہے۔ گیارھویں شریف کو مذموم، شعبان کے حلوے، تیرھویں کے عرفے، عید کے کھانے کو مطلقاً بلا ممانعت شرعی ممنوع، محرم شریف کے کھچڑے، شربتِ ائمۂ اطہار کی سبیل کو مطلقاً بدعتِ شنیعہ کہنا شعارِ وہابیہ ہے۔ اور وہابیہ گمراہ، بددین۔ احادیثِ اعمالِ رجب کو صحیح نہ کہنا بڑی چالاکی ہے۔ اصطلاحِ محدثین کی صحت یہاں درکار نہیں فضائلِ اعمال میں ضعاف بالاجماع مقبول ہیں۔ رجب میں کشتی بنانے کا حکم نہ ہوا تھا بلکہ رجب میں کشتی چلی اور اعدا پر قہر اور محبوبوں پر وحملنٰہ علٰی ذات الواح ودسر ہ تجری

www.alahazratnetwork.org

باعیننا جزاء لمن کان کفر[1] (اور ہم نے نوح کو سوار کیا تختوں اور کیلوں والی پر کہ ہماری نگاہ کے رُو برو بہتی، اس کے صلہ میں جس کے ساتھ کفر کیا گیا تھا۔ ت) کا فضل اسی مہینہ میں ظاہر ہوا۔ یہ عبداللہ بن عباس وغیرہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی حدیثوں سے ثابت ہے۔ صفر و سرمہ عاشورہ کی نسبت اُس کا قول رَد نہ کیا جائے اگرچہ ثانی میں اختلاف کثیر ہے، اگر "صراط مستقیم" کے کلماتِ باطلہ کو باطلہ، کفریہ کو کفریہ، اسمٰعیل دہلوی کو گمراہ بددین جانتا ہے وہابیت سے جدا ہے تو سید احمد کو صرف بزرگ جاننے سے وہابی نہ ہوگا ورنہ قد بینا الاٰیات لقوم یعقلون کما ھدٰنا ربنا تبارك و تعالٰی عما یصفون (تحقیق ہم نے عقلمند قوم کے لئے نشانیاں ظاہر کردی ہیں، جیسا کہ ہمارے رب نے ہمیں ہدایت دی۔ ہمارا پروردگار ان کی باتوں سے بلند و بالا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۲ تا ۹۵: از بہار شریف محلہ خانقاہ حضرت مخدوم الملک بہاری رحمۃ اللہ علیہ مسئولہ نجم الدین احمد صاحب فردوسی نبیرۂ جناب حضرت سید شاہ امین احمد فردوسی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ۲۳ صفر ۱۳۳۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین ان مسائل مفصلۂ ذیل میں،

(۱) جو تعزیہ بنانے والے کو کافر اور اس کی اولاد کو حرامی اور قیامِ مولود کو بدعتِ سیئہ اور حاضریِ عراسِ بزرگانِ دین کو فعلِ لغو سمجھتا ہے وہ شخص کیسا ہے، سُنی حنفی ہے یا نہیں؟

(۲) دیوبندی مدعیِ تقلید و غیر مقلد مدعی اہل حدیث میں زیادہ کون ضلالت پر ہے اور دونوں فرقوں کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ اور ان دونوں گروہوں پر علمائے حرمین شریفین کا کیا فتوٰی ہے؟

(۳) جو شخص کہ اکابر اولیاء اللہ کے مزار اقدس کو تودۂ خاک کہے اور استمداد و استفاضہ کا اولیاء اللہ کے قبور سے منکر ہو اور "یارسول اللہ" کہنا شرک و ناجائز بتائے اور طعامِ فاتحہ و نیاز کا کھانا حرام سمجھے اور جناب رسالتمآب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے غیب کا منکر ہو وہ شخص مسلمان ہے یا نہیں؟

---

[1] القرآن الکریم ۵۴/ ۱۳ و ۱۴

www.alahazratnetwork.org

(۴) مولوی قاسم دیوبندی و مولوی رشید احمد گنگوہی و مولوی اشرف علی تھانوی و مولوی محمود حسن دیوبندی کس مذہب کے لوگ ہیں؟ ان کے ساتھ کیسا خیال رکھنا چاہئے؟ ارشاد فرمایا جائے کہ ہم سُنّیوں کو تقویت حاصل ہو۔ بیّنوا توجروا (بیان کرو اجر دئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

(۱) تعزیہ بنانا گناہ ہے کفر نہیں، کافر کہنے والا مسلمان کو کافر کہتا ہے اور اس حدیث میں داخل ہوتا ہے کہ بخاری اور مسلم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

من قال لاخیہ یاکافر فقد باء بھا احدھما فان کان کما قال و الا رجعت علیہ[1]

یعنی جو بظاہر کسی مسلم کو کافر کہے دونوں میں سے ایک پر یہ بلا ضرور پڑے اگر واقع میں کافر ہے تو خیر ورنہ یہ کہنا اس کہنے والے ہی پر پلٹ آئے گا۔

اور اس کی اولاد کو حرامی کہنا اس آیہ کریمہ میں داخل ہے۔

ان الذین یرمون المحصنٰت الغٰفلٰت المؤمنٰت لعنوا فی الدنیا و الاٰخرۃ ولھم عذاب عظیم[2]

وہ جو پارسا بے خبر ایمان والیوں کو زنا کی تہمت لگاتے ہیں اُن پر دُنیا اور آخرت میں لعنت ہے اور اُن کے لئے بڑا عذاب ہے۔

قیام مجلس مبارک کو بدعت سیئہ اور حاضری اعراس طیبہ کو لغو سمجھنا شعار وہابیہ ہے، اور وہابیہ سُنّی کیا مسلمان بھی نہیں کہ اللہ و رسول کی علانیہ توہین کرتے ہیں۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

قل اباللہ و اٰیٰتہ و رسولہ کنتم تستھزءون ○ لاتعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم[3]

ان سے فرمادو کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے بہانے نہ بناؤ تم کافر ہوچکے اپنے ایمان کے بعد۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم یاکافر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۷
صحیح البخاری کتاب الادب باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل فھو کما قال " " " ۲/ ۹۰۱
[2] القرآن الکریم ۲۴/ ۲۳ [3] القرآن الکریم ۹/ ۶۶

www.alahazratnetwork.org

ہاں بالفرض اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ وہابیت و وہابیہ سے جدا ہو وہابیہ کو گمراہ و بددین دیوبندیہ کو کفار مرتدین جانتا مانتا ہو صرف قیام و عرس میں کلام رکھتا ہو تو محض اس وجہ پر اسے سنیت و حنفیت سے خارج نہ کہا جائے گا مگر آج کل یہ فرض از قبیل فرض باطل ہے، آج وہ کون ہے کہ ان میں کلام کرے اور ہو سُنّی، اللھم مگر بہ تقیہ کہ وہابیہ میں روافض سے کچھ کم نہیں۔

(۲) دونوں میدانِ کفر میں کفرسی[عہ] رہان ہیں، دونوں کے پیچھے نماز باطل محض، جیسے مسیح چرن یا گنگا دین کے پیچھے۔

کما حققناہ فی النھی الاکید عن الصلٰوۃ وراء عدی التقلید وغیرہ من کتبنا وفتاوٰنا۔

جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق اپنے رسالہ النھی الاکید عن الصلٰوۃ وراء عدی التقلید اور دیگر کتب و فتاوٰی میں کر دی ہے۔ (ت)

فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہے،

روی محمد عن ابی حنیفۃ و ابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنھم ان الصلٰوۃ خلف اھل الاھواء لاتجوز[1]

امام محمد علیہ الرحمہ نے امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما سے روایت فرمایا کہ بدمذہب کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ (ت)

بظاہر غیر مقلد دیوبندیہ سے بدتر ہیں کہ عقائد کفر و ضلال میں دونوں متحد اور اُن میں انکار تقلید و بدگوئی ائمہ زائد خود امام الدیابنہ رشید گنگوہی کے فتاوٰی حصہ دوم صفحہ ۲۱ میں سر گروہ غیر مقلد میں نذیر حسین دہلوی کی نسبت ہے،

"ان کو مردود اور خارج اہل سنت سے کہنا بھی سخت بے جا ہے[2]"

عقائد میں سب متحد مقلد اور غیر مقلد ہیں۔ اور مفتی سے اگر غیر مقلدین اور دیوبندیہ کے بارے میں سوال ہوگا تو دیوبندیوں پر حکم سخت تر دے گا کہ اس کا مطمح نظر وصف عنوانی ہے ترکِ تقلید و بدگوئی ائمہ کو دیوبندیہ کے ان اقوال سے کیا نسبت ہے جو سرگروہانِ دیابنہ گنگوہی، نانوتوی و تھانوی کے ہیں کہ ابلیس کو علم غیب ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے مانے تو صریح مشرک۔

عہ دونوں ریس کے گھوڑوں کی مانند ہیں جو ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کی کوشش کرتے ہیں۔

---

[1] فتح القدیر کتاب الصلٰوۃ باب الامامۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴

[2] فتاوٰی رشیدیہ مولوی نذیر حسین اہلحدیث کو برا کہنے کا حکم محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب کراچی ص ۱۸۵

www.alahazratnetwork.org

(۲) شیطان کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخرِ عالم کی وسعتِ علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رَد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے [1]

(۳) شیطان خدا کی صفت خاصہ میں اُس کا شریک ہے [2]

(۴) شیطان اس عظیم فضیلت میں رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے زیادہ ہے نہ بایں معنی کہ حضور میں کم ہو اور اس میں زائد، بلکہ بایں معنی کہ یہ فضل جلیل ابلیس ہی کے لئے ہے حضور کے لئے ماننے والا مشرک بلکہ شیطان خود خدا ہے کہ اس کے لئے علمِ غیب ثابت ہے کوئی عوام میں بسبب افضلیت کے شیطان سے زیادہ نہیں تو اس کے برابر تو علمِ غیب بزعم خود ثابت کر دے [3]

براہین والے نے بزعمِ خود مخالف کا یہ زعم تراشا ہے کہ افضلیت موجب اعلمیت ہے اسی بنا پر کہتا ہے کہ اپنے اس زعم پر بربنائے افضلیت شیطان کے برابر تو علمِ غیب ثابت کر لے علمِ غیب کا لفظ کلامِ مخالف میں نہ تھا اور جو علم مخالف نے ثابت کیا اُسے براہین والا خود نصوص سے ثابت مانتا ہے اور اُسی کو علمِ غیب کہتا ہے اور واقعی وہ دیابنہ کے نزدیک علمِ غیب ہے بلکہ سب علوم غیب سے کروڑوں درجے زائد کہ اُن کے یہاں ایک پیڑ کے پتوں کی گنتی جان لینا علمِ غیب ہے، ایک جلسہ نکاح پر مطلع ہو جانا علمِ غیب ہے براہین قاطعہ ص ۹۴ فقط مجلس نکاح کے اعتقادِ علم میں کافر لکھا ہے [4] تو علم محیط زمین تو لاکھوں کروڑوں علم غیب کا مجموعہ ہوا جسے شیطان کے لئے ثابت مانا اور اثبات علمِ غیب غیر حق تعالےٰ کو شرک صریح ہے [5] (فتاوی گنگوہی حصہ تین ص ۸) تو ضرور شیطان ان کے یہاں غیر حق تعالیٰ نہیں ورنہ اُس کے لئے علمِ غیب مان کر شرکِ صریح میں نہ پڑتے۔ جو وقوعِ کذب باری کا قائل ہو یعنی صراحۃً کہے کہ اللہ (معاذ اللہ) جھوٹا ہے جھوٹ بولا ہے تو اس کو کافر یا بدعتی ضال کہنا نہ چاہئے اس کو کوئی سخت کلمہ نہ کہنا چاہئے، اس میں تکفیر علمائے سلف کی لازم آتی ہے حنفی شافعی پر طعن و تضلیل نہیں کر سکتا ایسے کو تفسیق سے مامون کرنا چاہئے (فتویٰ گنگوہی صاحب)

؎۱ البراہین القاطعۃ	بحث علم غیب	مطبع لے بلاساڈھور انڈیا	ص ۵۱
؎۲ " "	"	" " " " " "	ص ۵۱ و ۵۲
؎۳ البراہین القاطعۃ	بحث علم غیب	مطبع لے بلاساڈھور انڈیا	ص ۵۱
؎۴ " "	"	" " " " " "	
؎۵ فتاوی رشیدیہ	علم غیب شرک ہے	محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب کراچی	ص ۲۵

۶

www.alahazratnetwork.org

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خاتم النبیین بمعنی نبی آخر الزماں ہونا[۱۱] (جیسے خود رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے آج تک سب مسلمان سمجھ رہے) جاہلوں کا خیال ہے ناسمجھی ہے[۱۲] یہ وصف کریم نہ کوئی کمال ہے نہ اُسے[۱۳] فضیلت میں دخل نہ وہ[۱۴] مدح میں ذکر کرنے کے قابل[۱۵] آیت کے یہ معنی ہوں تو خدا پر زیادہ گوئی کا وہم[۱۶] قرآن کی عبارت بے ربط (تحذیر الناس نانوتوی صاحب ص ۲ و ۳) بلکہ اگر بالفرض[۱۷] بعد زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا[۱] (تحذیر الناس ص ۳۲) بڑوں (علماء و ائمہ وصحابہ خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کا فہم نہ پہنچا طفل ناداں (یعنی نانوتوی صاحب) نے ٹھکانے کی بات کہہ دی[۲] (تحذیر الناس ص ۳۴) یعنی یہ کہ خاتم النبیین کہنا محض جھوٹی ہوا بندی ہے اس لئے کہ ختم زمانی جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے آج تک تمام صحابہ وائمہ وعلماء ومسلمین (ان کے زعم میں) براہِ نافہمی سمجھے ہوئے تھے، اور ص ۱۱ تحذیر الناس پر خود برائے تصنع کہا تھا کہ اس کا منکر بھی کافر ہوگا[۳] وہ تو اس صورت میں کہ بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم[ع۱] بھی کوئی نبی پیدا ہو بدرجۂ اولٰی[ع۲] زائل ہو ہی گیا کہ وہ تو خود باقرار تحذیر الناس ص ۲ یہی تھا کہ آپ سب میں آخری نبی ہیں[۴]۔ جب حضور کے بعد اور نبی پیدا ہوا تو سب میں آخری کب رہیں گے یہ تو گیا ہی اور اس کے جاتے ہی نانوتوی صاحب کا ساختہ ختم ذاتی بھی ختم شد کہ اسے ختم زمانی لازم تھا تحذیر ص[۵] ۹ ختم نبوت بمعنی معروض کو تاخر زمانی لازم ہے[۶] لازم گیا تو ملزوم کہاں غرض نہ ختم زمانی رہا نہ ذاتی، سب فنا اور خاتمیت بجا اس میں کچھ فرق نہ آئے گا" كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ[۷] (اللہ تعالٰی یونہی مہر کردیتا ہے متکبر سرکش کے سارے دل پر۔ ت) یہ ہے وہ ٹھکانے کی بات

ع۱ و ع۲ ہم کہتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ غفرلہ

۱؎ تحذیر الناس	کتب خانہ رحیمیہ	دیوبند	سہارن پور		ص	۲۱
۲؎ 〃	〃	〃	〃	〃	〃	۲۵
۳؎ 〃	〃	〃	〃	〃	〃	۲۶
۴؎ 〃	〃	〃	〃	〃	〃	۱۰
۵؎ 〃	〃	〃	〃	〃	〃	۳
۶؎ 〃	〃	〃	〃	〃	〃	۸

۷؎ القرآن الکریم ۴۰/ ۳۵

www.alahazratnetwork.org

جو آج تک رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم بھی نہ سمجھے تھے نانوتوی صاحب نے سمجھی "بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور (یعنی نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم) کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔[1]" حفظ الایمان تھانوی ص ۷ ۔ 16

نبی اور غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے اور اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کلی کا ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے[2] حفظ الایمان ص ۸ ۔

ولہذا علمائے کرام حرمین شریفین نے فتاوی الحرمین میں غیر مقلد پر یہ حکم فرمایا :

هو من اهل البدعة والنار[3] — وہ بدعتی جہنمی ہے[4]

اور حسام الحرمین شریف میں دیوبندیوں کی نسبت یوں ارشاد فرمایا :

هٰؤلاء الطوائف کلهم کفار مرتدون خارجون عن الاسلام[5] — یہ طائفے سب کے سب کافر مرتد ہیں باجماع امت اسلام سے خارج ہیں[6]

اور تحقیق یہ ہے کہ ان صریح جلی ملعون کفروں کے ایجاد میں دیوبندی پیش قدم ہیں اور ان کے تسلیم میں وہ اور غیر مقلد سب یکساں و ہمدم ہیں کوئی وہابی ان لعین کفروں اور اللہ و رسول کو شدید غلیظ گالیوں پر دیوبندیوں کی تکفیر نہ کرے گا بلکہ اپنی چلتی ساتھ ہی دے گا اور علمائے کرام دیوبندیوں کو فرما چکے :

من شك فی کفره و عذابه فقد کفر[7] — جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے خود کافر ہے۔[8]

تو ملعون کفروں میں سب برابر ہوئے اور اللہ و رسول جل وعلا و صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو ان

---

[1] حفظ الایمان تھانوی محمد عثمان خاں تاجر کتب مالک کتب خانہ اشرفیہ دہلی ص ۸

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ص ۹

[3] فتاوی الحرمین

[4] ؍؍

[5] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۳۱

[6] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ص ۳۲

[7] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ص ۱۳

[8] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ص ۱۴

سخت گندی دشناموں کے بعد اس پر کیا نظر کہ اُنھوں نے ائمہ کو بھی بُرا اور تقلید کو ناجائز کہا اُن عظیم ملعون کفروں کے آگے یہ کیا قابلِ ذکر ہے لہٰذا دونوں گروہ کفر میں برابر اور سگِ زرد وشغال و سگِ سیاہ وخوک سے زیادہ باہم حقیقی برادر ہیں۔

(۳) یہ سب مسائلِ وہابیت ہیں اور ہم واضح کرچکے کہ وہابیہ مسلمان نہیں اگرچہ نفسِ مسائل فی انفسہا کفر نہ ہوں سوائے انکارِ علمِ غیب کہ اگر نہ صرف لفظ بلکہ معنی کا انکار ہو اور علی الاطلاق ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو اصلاً غیب پر اطلاع نہ دی گئی تو یہ انکار بذاتِ خود کفر ہے کہ آیاتِ قرآنیہ ونصوصِ قاطعہ کے علاوہ خود نفسِ نبوتِ حضور کا انکار کیا ہے۔ امام قسطلانی مواہبِ لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں،

النبوۃ ھی الاطلاع علی الغیب[1] یعنی نبوت کے معنٰی ہی یہ ہیں کہ غیب پر مطلع ہونا۔

(۴) یہ چاروں حضرات عناصرِ اربعۂ دیوبندیت ائمۃ الکفر۔ انھم لا ایمان لھم (یہ وہ ہیں جن کے پاس ایمان نہیں۔ ت) بکسرِ ہمزہ ہیں چہ جائے فتحہ۔ جواب دوم میں دیوبندیوں کی نسبت علمائے حرمین طیبین کا فتوٰی سُن چکے کہ یہ سب باجماعِ اُمت کافر مرتد ہیں جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر، اور انھیں اکابر نے تقریظاتِ حسام الحرمین شریف میں جابجا نام بنام بھی ثلثہ سابقہ پر حکمِ کفر فرمائے، صفحہ ۴۲،

ان غلام احمد القادیانی ورشید احمد ومن تبعہ کخلیل الانبیٹھی واشرفعلی وغیرھم لاشبھۃ فی کفرھم بلامجال بل لاشبھۃ فی من شك بل فیمن توقف فی کفرھم بحال من الاحوال[2]

غلام احمد قادیانی و رشید احمد اور جو اس کے پیرو ہوں جیسے خلیل احمد انبیٹھی اور اشرفعلی وغیرہ اُن کے کفر میں کوئی شبہہ نہیں، نہ شک کی مجال، بلکہ جو اُن کے کفر میں شک کرے بلکہ کسی طرح کسی حال میں انھیں کافر کہنے میں توقف کرے اس کے کفر میں شبہہ نہیں[2]

ص ۵۸: غلام احمد القادیانی و

غلام احمد قادیانی و رشید احمد و

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل الاول المکتب الاسلامی بیروت ۴۷/۲
[2] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۴۹
[3] " " " ۵۰

www.alahazratnetwork.org

رشید احمد وخلیل احمد واشرف علی من اھل الکفر الجلی[1]

خلیل احمد واشرف علی کھلے کافر ہیں[2]

ص ۶۰ :

رشید احمد واشرف علی وخلیل احمد من ذوی الکفر الجلی[3]

رشید احمد واشرف علی وخلیل احمد کھلے کفر والے ہیں[4]

ص ۶۸ و ۷۰ :

اطلعت علی کلام المضلین فوجدته موجبا لردتھم وھم اخزاھم اللہ تعالیٰ رشید احمد واشرف علی وخلیل احمد من ذوی الکفر الجلی[5]

میں اُن گمراہ گروں کے اقوال پر مطلع ہوا تو میں نے پایا کہ اُن کے اقوال اُن کے مرتد ہو جانے کے موجب ہیں اور وہ (انھیں اللہ رسوا کرے) رشید احمد واشرف علی وخلیل احمد ہیں جو کھلے کفر والے ہیں[6]

ص ۱۰۰ :

الفرقة المارقة التی تدعی بالوھابیة منھم المارق المنقص لشان الالوھیة والرسالة قاسم النانوتوی ورشید احمد گنگوھی وخلیل احمد انبٹھی واشرف علی تھانوی[7]

گروہ خارج از دین جسے وہابیہ کہا جاتا ہے اُن میں سے ہے دین سے نکلنے والا شان اُلوہیت و رسالت کا گھٹانے والا قاسم نانوتوی رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبٹھی، اشرف علی تھانوی[8]

---

۱ حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۶۵
۲ " " " " " ۶۶
۳ " " " " " ۶۷
۴ " " " " " ۶۸
۵ " " " " " ۷۵ و ۷۷
۶ " " " " " ۷۶ و ۷۸
۷ " " " " " ۱۰۷
۸ " " " " " ۱۰۸

www.alahazratnetwork.org

ص ۱۲۸ و ص ۱۳۰ :

والقاسمية قولهم صريح فی تجويز نبوة جديدة لاحد بعده و لا شك ان من جوّز ذٰلك فهو كافر باجماع المسلمين وعليهم وعلى من رضی بمقالتهم تلك ان لم يتوبوا غضب الله ولعنته الٰی يوم الدين[1]

قاسم نانوتوی کے قول سے صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوتِ جدیدہ ملنی جائز مان رہے ہیں اور کچھ شک نہیں کہ جو اسے جائز مانے وہ باجماعِ علمائے اُمت کافر ہے ان لوگوں پر اور جو ان کی اس بات پر راضی ہو اُس پر اللہ کا غضب اور اللہ کی لعنت ہے قیامت تک اگر تائب نہ ہوں[2]

ص ۱۳۲ و ۱۳۴ :

قول رشيد احمد الگنگوهی فی البراهين القاطعة كفر واستخفاف صريح برسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم وقد نص ائمة المذاهب الاربعة ان من استخف برسول الله كافر[3]

وہ جو رشید احمد گنگوہی نے براہین قاطعہ میں لکھا کفر ہے اور صاف صاف حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی شان گھٹانا ہے چاروں مذہب کے اماموں نے تصریحات فرمائی ہیں کہ شان اقدس گھٹانے والا کافر ہے[4]

ص ۱۳۴ :

قول اشرفعلی تهانوی كفر صريح بالاجماع اشد استخفافا برسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم من مقالة رشيد احمد فيكون كفرا بطريق الاولٰی موجبا لغضب الله

وہ جو اشرف علی تھانوی نے کہا وہ کھلا ہوا کفر ہے بالاتفاق اس میں رشید احمد کے قول سے بھی زیادہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی تنقیصِ شان ہے تو بدرجۂ اولیٰ کفر ہوگا اور قیامت تک اللہ تعالٰے کے غضب و لعنت کا

---

[1] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۳۵ و ۱۳۷
[2] " " " " ص ۱۳۶ و ۱۳۸
[3] " " " " ص ۱۳۹ و ۱۴۱
[4] " " " " ص ۱۴۰ و ۱۴۲

www.alahazratnetwork.org

لعنتہ الٰی یوم الدین [1] موجب [2]۔

رہے چوتھے دیوبندی صاحب یہ انھیں اگلے تین کے دیکھے ہیں مگر کروڑوں خداؤں کے پوجنے میں آگے ہیں انھوں نے ضمیمہ اخبار نظام الملک ۲۵ اگست ۱۸۸۹ء میں بے تکان چھاپ دیا کہ ان کا خدا چوری کرسکتا ہے کیونکہ آدمی چرا سکتا ہے تو خدا کیسے چور نہ ہو سکے گا، اب ملاحظہ ہو کوئی عاقل اپنی ملک لینے کو چوری نہیں کہہ سکتا تو ضرور ہے کہ بعض چیزیں ان کے خدا کی ملک سے باہر اور دوسرے کی ملک مستقل ہوں اور مالک مستقل نہ ہوگا مگر خدا کہ بندہ کا سب کچھ اس کے مولٰی کا ہے تو ضرور ہے کہ دوسرا خدا ہو جس کی ملک کو ان کا خدا چرا سکے پھر آدمی لاکھوں کروڑوں کی چوری کرسکتا ہے ان کا خدا اگر ایک ہی کی کرسکے تو پھر انسان سے قدرت میں گھٹ رہے تو ضرور ہے کہ دیوبندی کے لاکھوں کروڑوں خدا ہیں جن کی چوری ان کا یہ خدا کرسکتا ہے یہ ظاہر تو گنگوہی محمود حسن نے مگر اصل دلیل ان کے امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی کی ہے کہ یکروزی [3] میں لکھی کہ آدمی جھوٹ بول سکتا ہے خدا نہ بول سکے تو آدمی سے قدرت میں کم رہے۔ اس دلیل ذلیل کے بکثرت رد ہمارے رسائل مثل سبحٰن السبوح وغیرہ میں ہیں مگر وہابیہ پر اس کا ماننا لازم اور سب وہابی خود اس کے قائل ہیں، اب ہے دم تھانوی صاحب یا محمود حسن یا کسی دیوبندی یا کسی وہابی میں کہ اس کا جواب لاسکے اور اپنے کروڑوں خدا سے ایک ہی گھٹا سکے، کذٰلک العذاب ولعذاب الاٰخرۃ اکبر لوکانوا یعلمون [4] (مار ایسی ہوتی ہے اور بے شک آخرت کی مار سب سے بڑی ہے کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۶: از نصیر آباد راجپوتانہ مرسلہ شیخ عمر ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

اگر کسی کتاب میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول یا فعل سے کھانے پر فاتحہ ہاتھ اٹھا کر پڑھنے کا ثبوت ہو تو برائے مہربانی اس کتاب کا نام اور صفحہ سے بہت جلد اطلاع دیں کیونکہ ایسا دعوٰی مولوی عبدالحکیم غیر مقلد کرتا ہے جس کے پرچہ کی نقل جو میرے پاس آیا ہوا ہے کرکے خدمت میں روانہ کرتا ہوں ملاحظہ

---

[1] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۴۱
[2] " " " " ص ۱۴۲
[3] یک روزہ فارسی فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷
[4] القرآن الکریم ۶۸ / ۳۳

www.alahazratnetwork.org

فرمائیں (نقلِ رقعہ یہ ہے) میں عبدالحکیم اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ اگر کوئی عالم امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے یہ ثابت کردے کہ انھوں نے کھانا آگے رکھ کر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا ہے تو میں اس کام کو کروں گا اور علانیہ لوگوں میں توبہ کروں گا اور سَو روپیہ کی مٹھائی اس کے شکریہ میں تقسیم کروں گا۔

الجواب

امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب وہ ہے جو ان کی کتاب عقائد فقہ اکبر کی شرح میں ہے کہ،

ان دعاء الاحیاء للاموات وصدقتھم عنھم نفع لھم، خلافا للمعتزلۃ، الاصل فی ذٰلک عند اھل السنۃ ان للانسان ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلاۃ اوصوما اوحجا اوصدقۃ اوغیرھا، وعن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ واصحابہ یجوزون ذٰلک وثوابہ الی المیت[1] ملخصا۔

بیشک زندوں کا مُردوں کے لئے دُعا کرنا اور اُن کی طرف سے صدقہ دینا مُردوں کو نفع دیتا ہے معتزلہ گمراہ فرقہ اس میں مخالف ہے، اور اصل اس میں یہ ہے کہ اہلِ سنّت کے نزدیک آدمی اپنے ہر عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچا سکتا ہے نماز ہو یا روزہ یا حج یا صدقہ یا کچھ۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک یہ سب جائز ہے اور میّت کو اس کا ثواب پہنچتا ہے۔ (ت)

یہ مذہب ہے امام اعظم کا، اگر اس میں کوئی ثبوت دے دے کہ امام نے قرآن مجید اور کھانے کا ثواب پہنچانا جائز تو فرمایا لیکن کھانا آگے رکھنے کو منع فرمایا ہے، میّت کے لئے دُعا تو جائز فرمائی ہے لیکن اس میں ہاتھ اُٹھانا منع فرمایا ہے، تو اسے دو سَو روپے انعام دئے جائیں گے۔ نیز دیوبند وغیرہ وہابی مدارس میں جو نصابِ تعلیم ہے اور سالانہ جلسے طرزِ معلوم کے لئے امتحان اور ان کے نمبر اور روداد یں چھاپنا اور کتابیں چھاپ کر بیچنا اور ان پر کمیشن کاٹنا، اگر کوئی عالم اس کا ثبوت دے کہ امام اعظم نے ان باتوں کا حکم دیا ہے تو سَو روپیہ انعام پائے گا۔

مسئلہ ۹۷: از امرتسر کڑہ پرجہ مرسلہ غلام محمد دکاندار ۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

ثبوتِ مولود شریف پر سَو روپیہ انعام۔ آج کل جس رسم مولود کا رواج ہے ہمارے علم میں یہ بے ثبوت بات ہے اس کے ثبوت دینے پر انجمن ہذا کی طرف سے یکم ربیع الاول کو ایک اشتہار انعامی دس روپیہ شائع ہوچکا ہے مگر میاں فیروز الدین صاحب سوداگر آنریری مجسٹریٹ فرماتے ہیں کہ یہ انعام کم ہے اس مسئلہ

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر الدعاء للمیت ینفع خلافا للمعتزلۃ مصطفی البابی حلبی مصر ص ۱۲۹-۳۰

www.alahazratnetwork.org

کا فیصلہ ہونا ضروری ہے اس لئے میاں صاحب موصوف مروجہ مولود کا ثبوت قرآن یا حدیث یا فقہ میں سے دینے والے کو یک صد روپیہ انعام دینے کا اعلان کرنے کی ہم کو اجازت دیتے ہیں۔ امید ہے حامیانِ مولود شریف ضرور توجہ کرکے انعامِ مرقومہ کے علاوہ ثوابِ دارین بھی حاصل کریں گے۔

نوٹ: واضح رہے کہ ایچ پیچ کا کام نہیں، صرف حوالہ کتاب مع عبارت شائع کردینا کافی ہے جس میں لکھا ہو کہ ربیع الاول کے مہینہ میں مجلس مولود کیا کرو مجلسِ مولود کرنا ثواب ہے۔ ہماری طرف سے اجازت ہے کہ اماماں دین میں سے کسی ایک امام کا قول دکھادیں جو کسی مستند کتاب میں ہو، اگر اتنا بھی ثبوت نہیں تو پھر ایسی بے ثبوت بات کو چھوڑنے میں ذرا دیر نہ کریں ورنہ خدا کے سامنے جواب دہی ہوگی۔ والسلام

خاکسار محمد ابراہیم شال مرچنٹ نائب سیکریٹری انجمن اہل حدیث امرتسر ۱۳ دسمبر

الجواب

وہابیہ کو دو سو روپے انعام۔ حامداً و مصلیا و مسلما۔

(۱) اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

واما بنعمۃ ربك فحدث۔[1] اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

اگر وہابیہ ثبوت دے دیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ولادت نعمت نہیں یا مجلس میلاد مبارک اس نعمت کا چرچا نہیں تو ۲۰۰ روپے انعام۔

(۲) اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

وذکرھم بایام اللہ۔[2] انھیں اللہ کے دن یاد دلاؤ۔

اگر وہابیہ ثبوت دے دیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ولادت کا دن اللہ کے عظمت والے دنوں میں نہیں یا مجلسِ میلاد اس دن کا یاد دلانا نہیں تو ۲۰۰ روپے انعام۔

(۳) اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذٰلك فلیفرحوا۔[3] تم فرمادو کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت ہی پر لازم ہے کہ خوشیاں مناؤ۔

---

[1] القرآن الکریم ۹۳ /۱۱

[2] " ۱۴ /۵

[3] " ۱۰ /۵۸

www.alahazratnetwork.org

اگر وہابیہ ثبوت دیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی ولادت اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہیں یا مجلس میلاد اس فضل ورحمت کی خوشی نہیں تو ۴۰ روپے انعام۔

(۴) اللہ تعالٰے فرماتا ہے ،

وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا۔[1] جو رسول تمھیں دے وہ لو اور جس سے وہ منع کریں اس سے باز رہو۔

اگر وہابیہ ثبوت دیں کہ قرآن مجید یا حدیث شریف میں کہیں مجلس میلاد مبارک کو منع فرمایا ہے تو ۴۰ روپے انعام۔

ضروری اطلاع: واضح رہے کہ ایچ پیچ کا کام نہیں صرف وہ آیت یا مع حوالہ کتاب وصحیح اسناد وہ حدیث شائع کردینا کافی ہے جس میں لکھا ہو کہ ربیع الاول کے مہینے میں مجلس میلاد نہ کیا کرو مجلس میلاد کرنا عذاب ہے بلکہ ہماری طرف سے اجازت ہے کہ چاروں اماموں یا صحاح ستہ کے چھ مصنفوں میں سے کسی ایک امام ہی کا قول مذکور دکھادیں جو کسی مستند کتاب میں ہو، اگر منع کا اتنا ثبوت بھی نہیں تو پھر ایسے بے ثبوت منع کو چھوڑنے میں ذرا دیر نہ کریں ورنہ خدا کے سامنے جواب دہی ہوگی۔

(۵) اہلحدیث کی کانفرنس اور اس میں سکریٹری وغیرہ مقرر کرنا اور بننا اور اسکے بڑے سالانہ جلسے اور انکی ہیئت کذائی اور اہلحدیث کا اخبار چھاپنا اور اس کی پیشگی قیمت لینا اور رَدِّ ائمہ میں کتابیں چھاپنا اور ہیئتِ مروجہ پر مدرسے بنانا اور ان میں تنخواہ دار مدرسین رکھنا، سہ ماہی، ششماہی، سالانہ امتحان ہونا، ان میں پاس کے نمبر ٹھہرانا، کسی مسئلہ کا ثبوت مانگنے پر اشتہار چھاپنا، اس پر درس کا نصاب معین کرنا، انعام ٹھہرانا۔ ان سب باتوں کا اگر وہابیہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم یا صحابہ، تابعین یا چار امام یا چھ مصنف صحاح سے ثبوت دے دیں تو ۴۰ روپیہ انعام۔ اور ثبوت نہ دے سکیں تو پھر ایسی بے ثبوت باتوں کے چھوڑنے میں ذرا دیر نہ کریں ورنہ خدا کے سامنے جواب دہی ہوگی۔ والسلام علٰی من اتبع الھدٰی (اور سلامتی اسے جو ہدایت کی پیروی کرے۔ ت)

تحریر برسالہ شمس السالکین دربارۂ مجلس مبارک وقیام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی لاسیما الحبیب المصطفٰی واٰلہ وصحبہ اولی الصدق والصفا۔ فقیر غفرلہ المولی القدیر نے مولٰنا مولوی

[1] القرآن الکریم ۵۹/ ۷

www.alahazratnetwork.org

ابوالفضل حکیم محمد یعقوب صاحب حنفی قادری رامپوری کا یہ مختصر و کافی فتوٰی مسمّٰی بہ شمس السالکین مطالعہ کیا، مولٰی عزوجل مولٰینا کی سعی جمیل قبول فرمائے اور اس فتوٰی کو حقیقۃً سالکینِ راہِ ہُدٰی کے لئے آفتاب نورانی بنائے۔ مجلس مبارک وقیام اہلِ محبت کے نزدیک تو اصلاً محتاج دلیل نہیں۔ اہلِ حجت میں جو انصاف پر آئیں قرآن عظیم قولِ فیصل وحاکم عدل ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذٰلک فلیفرحوا[1]

تم فرمادو کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت ہی پر لازم ہے کہ خوشیاں مناؤ۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

وذکرھم بایام اللہ[2]

انھیں اللہ کے دن یاد دلاؤ۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

واما بنعمۃ ربک فحدث[3]

اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

انا ارسلنٰک شاھدا ومبشرا ونذیرا لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ[4]

اے نبی بے شک ہم نے تمھیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا، تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

فالذین اٰمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولٰئک ھم المفلحون[5]

تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اُسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اُترا، وہی بامراد ہوئے۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

لئن اقمتم الصلٰوۃ واٰتیتم الزکٰوۃ واٰمنتم

اگر تم نماز قائم رکھو اور زکٰوۃ دو اور میرے رسولوں

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۵۸
[2] القرآن الکریم ۱۴/ ۵
[3] القرآن الکریم ۹۳/ ۱۱
[4] القرآن الکریم ۴۸/ ۸ و ۹
[5] القرآن الکریم ۷/ ۱۵۷

www.alahazratnetwork.org

برسلی وعزرتموهم واقرضتم اللّٰه قرضا حسنا لاکفرن عنکم سیاٰتکم ولادخلنکم جنّٰت تجری من تحتها الانھٰر فمن کفر بعد ذٰلک منکم فقد ضل سواء السبیل[1]

پرایمان لاؤ اور اُن کی تعظیم کرو اور اللہ کو قرضِ حسن دو بے شک میں تمھارے گناہ اتار دُوں گا اور ضرور تمھیں باغوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے نہریں رواں، پھر اس کے بعد جو تم میں سے کفر کرے وہ ضرور سیدھی راہ سے بہکا۔ (ت)

پہلی تینوں آیتوں میں حکم فرماتا ہے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر شادیاں مناؤ، لوگوں کو اللہ کے دن یاد دلاؤ، اللہ کی نعمت کا خُوب چرچا کرو ــــ اللہ کا کون سا فضل ورحمت، کون سی نعمت اس حبیب کریم علیہ وعلٰی آلہٖ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی ولادت سے زائد ہے کہ تمام نعمتیں تمام رحمتیں تمام برکتیں اُسی کے صدقے میں عطا ہُوئیں۔ اللہ کا کون سا دن اس نبی اکرم صلّے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ظہورِ پُر نور کے دن سے بڑا ہے ــــ تو بلاشُبہہ قرآن کریم بھی حکم دیتا ہے کہ ولادتِ اقدس پر خوشی کرو۔ مسلمانوں کے سامنے اُسی کا چرچا خُوب زور شور سے کرو، اسی کا نام مجلسِ میلاد ہے ــــ بعد کی تین آیتوں میں اپنے رسولوں خصوصًا سیدالرسل صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم کی تعظیم کا حکم مطلق فرماتا ہے، اور قاعدہ شرعیہ المطلق یجری علٰی اطلاقہ[2] (مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے۔ ت) جو بات اللہ عزوجل نے مطلق ارشاد فرمائی وہ مطلق حکم عطا کرے گی جو جو کچھ اس مطلق کے تحت میں داخل ہے سب کو وہ حکم شامل ہے بلاتخصیص شرع جو اپنی طرف سے کتاب اللہ کے مطلق کو مقید کرے گا وہ کتاب اللہ کو منسوخ کرتا ہے، جب ہمیں تعظیم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا حکم مطلق فرمایا تو جمیع طرقِ تعظیم کی اجازت ہوئی جب تک کسی خاص طریقے سے شریعت منع نہ فرمائے۔ یونہی رحمت پر فرحت، ایام الٰہی کا تذکرہ، نعمتِ ربانی کا چرچا یہ بھی مطلق ہیں جس طریقہ سے کئے جائیں سب امتثال امرالٰہی ہیں جب تک شرع مطہر کسی خاص طریقہ پر انکار نہ فرمائے۔ تو روشن ہُوا کہ مجلس وقیام پر خاص دلیل نام لے کر چاہنا یا بعینہٖ اُن کا قرونِ ثلٰثہ میں وجود تلاش کرنا نری اوندھی جہالت ہی نہیں بلکہ قرآن مجید کو اپنی رائے سے منسوخ کرنا ہے۔ اللہ عزوجل تو مطلق حکم فرمائے اور منکرین کہیں کہ وہ مطلق کہا کرے ہم تو خاص وہ صورت جائز مانیں گے جسے بالتخصیص نام لے کر جائز کیا ہو یا جس کا بعینہٖ کذائی قرونِ ثلٰثہ میں

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۲

[2] التوضیح والتلویح فصل حکم المطلق مطبع میر محمد کراچی ۱/ ۱۶۹

www.alahazratnetwork.org

وجود ہوا ہو، انّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون[1] (ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے۔ ت) عقل و دین رکھتے تو جو طریقہ اظہارِ فرحت و تذکرۂ نعمت و تعظیمِ سرکارِ رسالت دیکھتے اس میں یہ تلاش کرتے کہ کہیں خاص اس صورت کو اللہ و رسول نے منع تو نہیں فرمایا، اگر اُس کی خاص ممانعت نہ پاتے یقین جانتے کہ یہ انھیں احکام کی بجاآوری ہے جو ان آیاتِ کریمہ میں گزرے مگر آدمی دل سے مجبور ہے، محبوب کا چرچا محب کا چین اور اس کی تعظیم آنکھوں کی ٹھنڈک، اور جس دل میں غیظ بھرا ہے وہ آپ ہی ذکر سے بھی جلے گا تعظیم سے بھی بگڑے گا، دوست دشمن کی یہ بڑی پہچان ہے، آخر نہ دیکھا کہ دل کی دبی نے بھڑک کر کہاں تک پھونکا، جانتے ہو کہ اب یہ منکرانِ مجلس و قیام کون ہیں، ہاں ہاں وہی ہیں جو اول تو اتنا کہتے تھے کہ وہ بڑے بھائی ہم چھوٹے بھائی، ان کی سروری ایسی ہی ہے جیسے گاؤں کا پدھان یا قوم کا چودھری، اُن کی تعریف ایسی ہی کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کی کرتے ہو بلکہ اس سے بھی کم۔ باتوں مثالوں میں چوڑھے چمار سے تشبیہ بھی دے بھاگتے تھے کہ یہ سب اوروں سے بہت زائد۔ ان کی دھرم پوتھی تقویۃ الایمان میں مصرح ہیں اور اب تو اور بھی کھیل کھیلے کہ "ان کے علم سے شیطان کا علم زیادہ ہے"[2] "جیسا علم غیب اُن کو ہے ایسا تو ہر پاگل ہر چوپائے کو ہوتا ہے"[3] وغیرہ وغیرہ کلماتِ ملعونہ۔ مسلمانو! یہ ہیں جو آج تمھارے سامنے مجلس مبارک و قیام سے منکر ہیں اب تو سمجھو کہ علت انکار کیا ہے واللہ واللہ بغضِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم دیکھو خبردار ہوشیار یہ ہیں وہ جن کی خبر حدیث میں دی تھی کہ ذیاب فی ثیاب[4] بھیڑیے ہونگے کپڑے پہنے، یعنی ظاہر میں انسانی لباس اور باطن میں گرگ خناس۔ اے مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی بھولی بھیڑو! اپنے دشمن کو پہچانو، نہیں نہیں تمھارے دشمن نہیں تمھارے پیارے مالک صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے دشمن جنھوں نے وہ ملعون گالیاں محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں لکھیں چھاپیں اور آج تک اُن پر مُصر ہیں۔

قد بدت البغضاء من افواھھم	اُن کی عداوتِ شدیدہ تو اُن کی باتوں سے ظاہر
وما تخفی صدورھم	ہوگئی اور وہ جو اُن کے دلوں میں چھپی ہے بہت .

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۵۶

[2] البراہین القاطعۃ بحث علم غیب مطبع لے بلاسا واقع ڈھور ص ۵۱

[3] حفظ الایمان قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۱۳ و دعوت فکر مکتبہ اعلحضرت لاہور ص ۷۶

[4]

www.alahazratnetwork.org

اکبر[1] زائد ہے۔

جو بظاہر اُن خبیث گالیوں کے خود مرتکب نہیں اُن سے پوچھ دیکھئے کہ جن خبثاء نے مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یوں منہ بھر کر گالیاں دیں وہ مسلمان رہے یا کافر ہوگئے، دیکھو ہرگز ہرگز انھیں کافر کہیں گے بلکہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مقابل اُلٹے اُن کی حمایت کو تیار ہو جائیں گے تاویلیں گھڑیں گے، بات بنائیں گے، حالانکہ علمائے کرام حرمین شریفین بالاتفاق اُن تمام دشنامیوں کو ایک ایک کا نام لے کر فرما چکے کہ:

من شك فی عذابه وکفره فقد کفر[2] جو اِن کے عذاب (اور) کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

مسلمانو! جب نوبت یہاں تک پہنچ چکی پھر اُسے مجلس یا قیام یا کسی مسئلہ اسلام میں بحث کا کیا موقع رہا، ______________ کافروں مرتدوں کو اسلامی مسائل میں دخل دینے کا کیا حق۔ مگر یہ ساری وقت اس کی ہے کہ بھائیو تم نے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دشمنوں کو ابھی نہ پہچانا، ان کے پاس بیٹھتے ہو، اُن کی بات سنتے ہو، ان کی تحریریں دیکھتے ہو۔ دیکھو یہ تمھارے حق میں زہر ہے، دیکھو تمھارے پیارے مولٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ واللہ تم سے بڑھ کر تم پر مہربان ہیں تمھیں ارشاد فرما رہے ہیں کہ:

فایاکم وایاھم لا یضلونکم و لا یفتنونکم[3] اُن سے دُور بھاگو انھیں اپنے سے دُور کرو کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

بھائیو! مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دامن سے لپٹا رہنا اچھا ہے یا معاذ اللہ ان کے دشمن کے پھندے میں پڑنا، اللہ تعالٰی اُن کا دامن نہ چھڑائے دنیا میں نہ آخرت میں، آمین!

وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین، اٰمین!

مسئلہ ۹۸-۹۹ ازجالندھر چوک امام ناصرالدین صاحب دکان ملک محمد امین مرسلہ ملک محمد امین ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸
[2] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۳ مکتبہ اہل سنت بریلی ص ۹۴
[3] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

www.alahazratnetwork.org

(۱) خواب میں شیطان کسی اچھی صورت میں ہوکر فریب دے سکتا ہے یا نہیں کہ میں محمد رسول اللہ ہوں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

(۲) اٹھارہ ہزار عالم سے کیا مراد ہے؟ کُل اشیاء درخت وغیرہ بھی اس میں شامل ہیں یا نہیں؟

الجواب

(۱) حضور اقدس علیہ افضل الصلوات والتسلیمات کے ساتھ شیطان تمثّل نہیں کرسکتا۔ حدیث میں فرمایا:

من رأنی فی المنام فقد رای الحق ان الشیطان لایتمثل بی[1]	جس نے مجھے خواب میں دیکھا بیشک اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا۔(ت)

ہاں نیک لوگوں کی شکل بن کر دھوکا دے سکتا ہے بلکہ اپنے آپ کو الٰہ ظاہر کرسکتا ہے۔

(۲) عالم اٹھارہ ہیں اور ہر ایک میں کثرتِ مخلوقات کے سبب اسے ہزار سے تعبیر کیا۔ تینوں موالید جمادات، نباتات، حیوانات، اور چاروں عناصر، اور سات آسمان، اور فلکِ ثوابت، فلکِ اطلس، کرسی، عرش۔ افادہ الشیخ الاکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از شہر بریلی محلہ سوداگراں مسئولہ شفیع احمد بیسلپوری ۵ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

حضور پُرنور، بعد میثاقِ الست بربکم کیا ارواح معدوم کردی گئی تھیں اور بعدہ خلقِ انسان کے وقت پھر خلقِ رُوح ہوتا ہے، اس میں اہلِ سنّت کا کیا عقیدہ ہے اور کیا دلیل؟ اور یہ عقیدہ کس مرتبہ میں ہے اتفاقی اجماعی یا ضروریاتِ اہلسنت سے، اس مسئلہ میں علماء کو تردد ہے، ابھی ضرورت ہے۔

الجواب

حاشا للہ، رُوح بعد ایجاد کبھی فنا نہ ہوگی انما خلقتم للابد[2] (تم ہمیشہ کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ ت) بدن کے ساتھ حدوث نفس خیال باطل فلاسفہ ہے، قال اللہ عزوجل:

وکنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم[3]	حالانکہ تم مردہ تھے اُس نے تمھیں جِلایا پھر تمھیں مارے گا پھر تمھیں جِلائے گا۔ (ت)

---

[1] کنز العمال حدیث ۴۱۴۸۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۳۸۴

[2] شرح الصدور باب فضل الموت خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۵

[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۸

www.alahazratnetwork.org

اگر بعد میثاق رُوحیں معدوم کردی گئی ہوتیں تو تین موتیں ہوتیں اور یوں فرمایا جاتا،

کنتم امواتا فاحیاکم ثم اماتکم ثم احیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم۔ تم مُردہ تھے اس نے تمھیں زندہ کیا، پھر مارا، پھر زندہ کیا، پھر مارے گا، پھر زندہ کرے گا (ت)

یہ عقیدہ اجماعی ہے مگر نہ اس درجہ پر واضح کہ جو شخص بحال ناواقفی اس کا خلاف کرے اُسے اہل سنت سے خارج کیا جائے بلکہ غلط کار خاطی ہے و بس، اور اس پر یہ الزام ہے کہ بے جانے لب کشائی کی جرأت کی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۱: ۱۱ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایمان کی تعریف کیا ہے؟ اور ایمان کامل کیسے ہوتا ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر دئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ہر بات میں سچا جانے، حضور کی حقانیت کو صدقِ دل سے ماننا ایمان ہے جو اس کا مقر ہو اسے مسلمان جانیں گے جبکہ اس کے کسی قول یا فعل یا حال میں اللہ و رسول کا انکار یا تکذیب یا توہین نہ پائی جائے اور جس کے دل میں اللہ و رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا علاقہ تمام علاقوں پر غالب ہو اللہ و رسول کے محبوں سے محبت رکھے اگرچہ اپنے دشمن ہوں اور اللہ و رسول کے مخالفوں بدگویوں سے عداوت رکھے اگرچہ اپنے جگر کے ٹکڑے ہوں، جو کچھ دے اللہ کے لئے دے جو کچھ روکے اللہ کے لئے روکے، سو اس کا ایمان کامل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من احب للّٰہ و ابغض للّٰہ و اعطی للّٰہ و منع للّٰہ فقد استکمل الایمان[1] واللّٰہ تعالٰی اعلم۔ جس نے اللہ تعالٰی کے لئے محبت کی اور اللہ تعالٰی کے لئے عداوت کی، اور اللہ تعالٰی کے لیے دیا اور اللہ تعالٰی کے لئے روکا اُس کا ایمان کامل ہے۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۲: از کھنڈل پوسٹ آفس کیوکٹو ضلع اکیاب مرسلہ محمد عبدالسلام مدرس چہارم گورنمنٹ اسلامیہ اردو اسکول ۱۴ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض وہابی عالم کہتے ہیں کہ درود تاج پڑھنا حرام ہے

[1] سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی رد الارجاء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۸۷

www.alahazratnetwork.org

اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حق میں دافع البلاء والوباء والقحط والمرض والالم (مصیبت، وبا، قحط سالی، بیماری اور دُکھ کو دُور کرنے والا۔ ت) کا استعمال نازیبا بلکہ شرعاً ممنوع اور ایمان جانے کا خوف ہے نعوذ باللہ من ذٰلک یہ قول حق ہے یا باطل؟ اگر حق ہو تو منکرین پر شرعاً کیا حکم؟

الجواب

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی بے شک دافع ہر بلا ہیں، ان کی شان عظیم تر ارفع و اعلٰی ہے، اُن کے غلام دفع بلا فرماتے ہیں۔ ابن عدی و ابن عساکر عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِنَّمَا سُمِّیْتُ اَحْیَدُ لِاَنِّیْ اُحِیْدُ عَنْ اُمَّتِیْ نَارَ جَھَنَّمَ۔[1] میرا نام اَحْیَدُ اس لئے ہوا کہ میں اپنی اُمت سے آتشِ دوزخ کو دفع فرماتا ہوں۔

دوزخ سے بدتر اور کیا بلا ہوگی جس کے دافع رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں۔

بیہقی دلائل النبوۃ اور ابوسعد شرف المصطفٰی میں راوی، خفاف بن نضلہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حاضرِ بارگاہ ہو کر عرض کی:

حتی وردت الی المدینۃ جاھدا کیما اراک فتفرج الکربا[2] میں کوشش کرتا ہوا مدینہ میں حاضر ہوا کہ زیارت اقدس سے مشرف ہوں تو حضور میری سب مشکلیں کھول دیں۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن کی عرض پسند کی اور تعریف فرمائی۔

منح المدح امام ابن سید الناس میں ہے حرب بن ریطہ صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی:

لقد بعث اللہ النبی محمدا بحق وبرھان الھدی یکشف الکربا[3]

(خدا کی قسم اللہ عزوجل نے اپنے نبی محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حق اور قطعی دلیل ہدایت کے ساتھ ایسا بھیجا کہ حضور دفعِ بلا فرماتے ہیں)

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر باب معرفۃ اسمائہ الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۱

[2] دلائل النبوۃ للبیہقی جامع ابواب المبعث سبب اسلام خفاف بن نضلہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۶۱
شرف المصطفٰی ذکر اسلام خفاف بن نضلہ حدیث ۵۳ دار البشائر الاسلامیہ ۱/ ۱۳۳

[3] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ بحوالہ ابن سید الناس ترجمہ ۱۶۵۹ حرب بن ریطہ دار صادر بیروت ۱/ ۳۲۰

www.alahazratnetwork.org

عمر بن شبہ بطریق عامر شعبی راوی اسود بن مسعود ثقفی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی،

انت الرسول الذی یرجی فواضلہ عند القحوط اذا ما أخطأ المطر[1]

یارسول اللہ! حضور وہ رسول ہیں جن کے فضل کی امید کی جاتی ہے قحط کے وقت جب مینہ خطا کرے۔

ابن شاذان عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے جنازے پر فرمایا،

یاحمزۃ یاکاشف الکربات یاحمزۃ یاذاب عن وجہ رسول اللہ[2]

اے حمزہ اے دافع البلا اے حمزہ اے چہرۂ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے دشمنوں کے دفع کرنے والے۔

کتب سابقہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذکر شریف میں ہے ان کے دو نائب ہوں گے ایک سن رسیدہ یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ اور دوسرے جوان یعنی فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ اما الفتی فخواض غمرات و دفاع معضلات[3] وہ جو جوان ہیں وہ سختیوں میں گھس پڑنے والے اور بڑے دافع البلا بڑے مشکلکشا ہونگے۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من کنت ولیہ فعلی ولیہ[4] قال المناوی فی شرحہ یدفع عنہ مایکرہ[5]

یعنی میں جس کا مددگار ہوں علی المرتضٰی اس کے مددگار ہیں کہ ہر مکروہ کو اس سے دفع کرتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ دہلوی ہمعات میں لکھتے ہیں،

از ثمرات ایں نسبت است در مہالک و مضایق صورت آں جماعت پدید آمدن و حل مشکلات بآں صورت منسوب شدن[6]

ہلاکتوں اور تنگیوں میں اس جماعت (اولیاء اللہ) کی صورت کا ظاہر ہونا اور حل مشکلات کا اس کی طرف منسوب ہونا اس نسبت کے ثمرات میں سے ہے۔ (ت)

---

[1] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ترجمہ ۱۶۹ اسود بن مسعود ثقفی دار صادر بیروت ۱/۴۶

[2] انسان العیون المعروف بالسیرۃ الحلبیۃ ذکر غزوۂ احد المکتبۃ الاسلامیۃ بیروت ۲/۲۴۷

[3]

[4] الجامع الصغیر حدیث ۹۰۰۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۵۴۲

[5] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث من کنت ولیہ الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/۴۴۲

[6] ہمعات ہمعہ ۱۱ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد ص ۵۹

www.alahazratnetwork.org

قاضی ثناء اللہ تذکرۃ الموتیٰ میں لکھتے ہیں :

17 ارواحِ ایشاں یعنی اولیا در زمین و آسمان و بہشت ہر جاکہ خواہند می روند و دوستان و معتقدان را در دنیا و آخرت مددگاری مے فرمایند و دشمناں را ہلاک می نمایند۔[1]

اولیاء اللہ کی روحیں زمین، آسمان اور جنت میں جہاں چاہتی ہیں چلی جاتی ہیں اور دنیا و آخرت میں اپنے دوستوں اور عقیدتمندوں کی مدد کرتی ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتی ہیں (ت)

اس مسئلہ کی کافی تفصیل ہماری کتاب "الامن والعلیٰ لناعتی المصطفیٰ بدافع البلاء" میں ہے۔ درود تاج پڑھنے کو حرام کی طرف نسبت وہی کرے گا جو خود منسوب بحرام ہو۔ وہابیہ مرتدین ہیں اُن کی بات سُننی جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال ثانی ازیں مقام وازیں سائل (سوال دوم اُسی جگہ سے اسی سائل کی طرف سے۔ ت)

با ادب داخل ہولے دل محفلِ میلاد میں
خود بدولت خود ہیں شامل محفلِ میلاد میں

ہمارے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا محفلِ مولود میں جلوہ افروز ہونا اس شعر سے صادق آتا ہے لیکن وہابی کہتا ہے کہ نہیں ہوسکتا۔ جلوہ افروز ہونے کی کیا دلیل ؟

الجواب

وہابی کذاب جھوٹا ہے۔ امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ تنویر میں فرماتے ہیں :

قد اخبرنی الثقات من اھل الصلاح انھم شاھدوہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مرارا عند قراءۃ المولود الشریف وعند ختم القرآن ولبعض الاحادیث۔[2]

مجھے ثقہ صالحین نے خبر دی کہ اُنھوں نے بارہا حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو مجلس میلاد شریف وجلسہ ختمِ قرآن عظیم وبعض احادیث میں مشاہدہ کیا۔

نیز امام ممدوح تنویر پھر امام محدث جلیل زرقانی شرح المواہب شریفہ میں فرماتے ہیں :

انہ وسائر الانبیاء صلی اللہ تعالٰی

بے شک رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم

---

[1] تذکرۃ الموتیٰ باب در مقر ارواح مطبع محمدی لاہور ص ۳۰

[2] تنویر الحوالک

www.alahazratnetwork.org

علیھم وسلم اذن لھم فی الخروج من قبورھم للتصرف فی الملکوت العلوی والسفلی[1]

اور تمام انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اجازت ہے کہ آسمان و زمین کی سلطنتِ الٰہی میں تصرف فرمانے کے لئے اپنے مزاراتِ طیبہ سے باہر تشریف لے جائیں۔

علامہ زرقانی فرماتے ہیں:

ونحوہ یاتی للمصنف فی غیر موضع من ھذا الکتاب[2]

یعنی اسی کے مثل امام احمد قسطلانی نے مواہب شریفہ میں جا بجا تصریح فرمائی ہے۔

امام ابن حجر مکی فتاوٰی کبرٰی باب الجنائز میں فرماتے ہیں:

روح نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ربما تظھر فی سبعین الف صورۃ[3]

ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی روح اقدس ستر ہزار صورتوں میں جلوہ گر ہوتی ہے۔

حضور پُر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شانِ اقدس تو بلند و بالا ہے، امام اجل عبداللہ بن مبارک و ابوبکر بن ابی شیبہ استاذ بخاری و مسلم حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے وقفًا اور امام احمد مسند اور حاکم صحیح مستدرک اور ابونعیم حلیہ میں بسند صحیح حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے رفعًا راوی، وھذا حدیث ابی بکر:

اذا مات المؤمن یخلی سربہ یسرح حیث شاء[4]

جب مسلمان کا انتقال ہوتا ہے اس کی راہ کھول دی جاتی ہے جہاں چاہے جاتا ہے۔

ہم نے اپنے رسالہ "اتیان الارواح لدیارھم بعد الرواح" میں اس پر بہت روایات ذکر کیں بلکہ حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مجالسِ طیبہ میں تشریف لانا بایں معنی نہیں کہ نہ تھے اور تشریف لائے کہ وہ تو ہر وقت مسلمانوں کے گھروں میں تشریف فرما ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

---

[1] الحاوی للفتاوٰی تنویر الحلک فی امکان رؤیۃ النبی والملک دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۶۳

[2]

[3] الفتاوٰی الکبرٰی کتاب الصلوٰۃ باب الجنائز دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۹

[4] اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ المصنف لابن ابی شیبہ کتاب ذکر الموت دار الفکر بیروت ۱۰/ ۲۲۶

www.alahazratnetwork.org

ملّا علی قاری شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں:

لان روح النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حاضرۃ فی بیوت اھل الاسلام[1] رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی روحِ اقدس ہر مسلمان کے گھر میں تشریف فرما ہے۔

بلکہ یہ معنی کہ مجلس مبارک میں تجلّی خاص فرماتے ہیں، یہ اُن کے کرم پر ہے ہر جگہ ضرور نہیں اور جس ذلیل سے ذلیل بندے کو نوازیں کچھ دُور نہیں ؎

اگر بادشہ بر در پیر زن بیاید تو اے خواجہ سلبت مکن

(اگر بادشاہ بوڑھی عورت کے دروازے پر تشریف لائے تو اے سردار! مونچھ مت اکھاڑ۔ ت)

وہابی کہ اسے محال مانتا ہے کیا دلیل رکھتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین[2] اپنی برہان لاؤ اگر سچے ہو

دلیل کچھ نہیں سوا اس کے کہ ؏

انبیا را بچو خود پنداشتند

(نبیوں کو وہ اپنے جیسا سمجھتے ہیں۔ ت)

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[3] عنقریب ظالم جان جائیں گے کہ کس کروٹ پر پلٹتے ہیں۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۴: از کانپور مرسلہ مولانا محمد آصف صاحب ۱۵ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم۔ یاحبیب محبوب اللہ روحی فداک، قبلہ کونین وکعبہ دارین دامت فیوضہم بعد تسلیمات فدویانہ وتمنائے حصول سعادت آستانہ بوسی، التماس اینکہ بفضلہ تعالٰی کمترین بخیریت ہے صحتوری حضور کی مدام بارگاہِ احدیت سے مطلوب۔ گرامی نامہ صادر ہو کر موجب عزت وسرفرازی ہوا۔ فدوی نے اس آیت قرآنی فمنھم شقی وسعید[4] (تو ان میں کوئی بدبخت ہے اور کوئی خوش نصیب۔ ت) کی تفسیر

---

[1] شرح الشفاء لملا علی القاری علی ہامش نسیم الریاض فصل فی المواطن الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۳/ ۴۶۴

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۱ و ۲۷/ ۶۴

[3] " ۲۶/ ۲۲۷

[4] " ۱۱/ ۱۰۵

www.alahazratnetwork.org

تفسیر کبیر میں دیکھی،

واما الذین سعدوا ففی الجنۃ خٰلدین فیہا مادامت السمٰوٰت والارض الا ماشاء ربك عطاء غیر مجذوذ[1]

اور وہ جو خوش نصیب ہوئے وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان و زمین رہیں مگر جتنا تمہارے رب نے چاہا، یہ بخشش ہے کبھی ختم نہ ہوگی۔ (ت)

کے متعلق لکھا ہے،

الاستثناء فی باب السعداء یجب حملہ علٰی احد الوجوہ المذکورۃ فیما تقدم وھنا وجہ اٰخر وھو انہ ربما اتفق لبعضہم ان یرفع من الجنۃ الی العرش والی المنازل الرفیعۃ التی لا یعلمہا الا اللہ تعالٰی[2]

خوش نصیبوں کے بارے میں استثناء کو ماقبل میں مذکور وجوہ میں سے کسی ایک پر محمول کرنا لازم ہے، اور یہاں پر ایک دوسری وجہ ہے وہ یہ کہ بسا اوقات بعض کے لئے یہ اتفاق ہوتا ہے کہ اسے جنت سے عرش اور ان بلند منزلوں کی طرف رفعت بخشی جاتی ہے جن کو اللہ تعالٰی کے سوا کوئی نہیں جانتا (ت)

اگر کوئی کہے کہ الفاظ غیر مجذوذ سے معلوم ہوا کہ عطا غیر منقطع ہوگی مگر استثناء ماشاء ربك سے قدرت منقطع کرنے پر معلوم ہوتی ہے اگرچہ ہرگز ہرگز مشیت منقطع کرنے کے لئے متعلق نہ فرمائے گا تو اس کا کیا جواب ہے، حضور کا رسالہ جلد اول سبحٰن السبوح فدوی کے پاس ہے، مولانا مولوی امجد علی صاحب سے چند کتابیں مثل ظفر الطیب وغیرہ و نیز جلد ثانی سبحٰن السبوح کی کمترین نے بذریعہ ویلو طلب کی ہیں، کتاب "صیانۃ الناس عن وساوس الخناس" تصنیف مولانا نذیر احمد خاں صاحب مرحوم رامپوری میں لکھا ہے، اخبار و عدہ ثواب کا قطعی ہونا اور مشیت پر مبنی نہ ہونا واجب ہے کہ اس کے خلاف میں لوم ہے جس سے خدائے تعالٰی پاک و منزہ ہے۔

قال عبد الحکیم فی الحاشیۃ علی الخیالی لعل مراد ذٰلك البعض بقولہم ان الخلف فی الوعید کرم ان الکریم اذا زجر بالوعید فاللائق بحالہ و

ملا عبد الحکیم نے خیالی کے حاشیہ میں کہا شاید اس بعض کی مراد اپنے اس قول سے کہ "وعید میں خلف کرم ہے" یہ ہو کہ کریم جب وعید کے ساتھ زجر فرمائے تو اس کے حال کے لائق اور

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۰۸

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ۱۱/ ۱۰۸ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۱۸/ ۶۷

www.alahazratnetwork.org

مقتضٰی کرمہ ان یبتنی اخبارہ علی المشیۃ فجمیع العمومات الواردۃ فی الوعید متعلقۃ بالمشیۃ وان لم یصرح بہا زجراً للعاصین ومنعاً لہم فلا یلزم الکذب والتبدیل بخلاف وعد الکریم فانہ یجب ان یکون قطعیا لان الخلف فیہ لوم فلا یجوز تعلیقہ بالمشیۃ۔[1]

اس کے کرم کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ وعید کے بارے میں اس کی خبر مشیت پر مبنی ہو۔ چنانچہ وعید کے سلسلے میں وارد تمام عمومات مشیت کے ساتھ متعلق ہیں اگرچہ نافرمانوں کی زجر و توبیخ اور انھیں گناہ سے باز رکھنے کی خاطر کریم نے اس کی تصریح نہ کی ہو لہٰذا اس میں جھوٹ اور تبدیلی لازم نہیں آتی بخلاف کریم کے وعدہ کے کہ اس کا قطعی ہونا واجب ہے اس لئے کہ اس میں خلف لوم ہے چنانچہ اس کو مشیت پر معلق کرنا جائز نہیں۔ (ت)

دوسرا خط عریضہ ملفوف تخمیناً بارہ روز ہوئے ہوں گے فدوی روانہ خدمت فیضدرجت کرچکا ہے ہنوز جواب سے محروم ہے، اس عریضہ میں متعلق آیت فمنہم شقی وسعید دریافت کیا تھا کہ اہل جنت کی بابت بعد ما دامت السمٰوٰت والارض (جب تک آسمان و زمین رہیں گے۔ ت) کے الا ما شاء ربك (مگر جتنا تمھارے رب نے چاہا۔ ت) سے اگر کوئی شبہہ کرے کہ قدرت خلود ابدی کے خلاف کرنے پر معلوم ہوتی ہے اگرچہ ہرگز خلاف وعدہ نہ فرمائے گا، چنانچہ صراحۃً بھی عطاء غیر مجذوذ فرمادیا ہے تو کیا شبہہ ہے۔ تفسیر ابن جریر و عرائس البیان میں ہے:

قال ابن مسعود لیاتین علٰی جہنم زمان تخفق ابوابہا لیس فیہا احد۔[2]

ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ جہنم پر ضرور ایک ایسا زمانہ آئے گا جب اس کے تمام دروازے خالی ہوجائیں گے اور اس میں کوئی ایک شخص بھی نہیں رہے گا۔ (ت)

اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ و نصلی علٰی رسولہ الکریم۔ مولانا المکرم اکرمکم،

---

[1] حاشیہ عبدالحکیم علی الخیالی مطبع یوسفی لکھنؤ ص ۱۲۶

[2] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیت ۱۱/ ۱۰۷ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۲/ ۱۴۲

www.alahazratnetwork.org

میں آج کل متعدد رسائل رَدِّ وہابیہ خذلہم اللہ تعالٰی میں مشغول تھا، خبرِ الٰہی مثل علمِ الٰہی ہے' ان میں سے کسی کا خلاف ممکن نہیں، مگر یہ استحالہ بالغیر ہے، نفیِ قدرت نہیں کرتا، علمِ الٰہی ازلی میں تھا کہ زید کو فلاں وقت پیدا کرے گا اب واجب ہوا کہ زید اس وقت پیدا ہو اگر نہ پیدا ہو تو معاذ اللہ جہل لازم آئے لیکن اس سے یہ لازم نہ آیا کہ مولا تعالٰی اس کو پیدا کرنے پر مجبور ہوگیا: پیدا کرنے قادر نہ رہا ورنہ پھر جہل لازم آئے کہ علم میں تو یہ تھا کہ اپنی قدرت سے اسے پیدا کرے گا اور یہ نہ ہوا بلکہ معاذ اللہ مجبور ہوگیا، حاشا بلکہ زید کا وجود و فنا ازلاً ابداً تحتِ قدرت ہے اور تعلق علم کے سبب جس وقت اس کا وجود علمِ الٰہی میں تھا وجود واجب ہے اور جس وقت فنا فنا واجب ہے کہ خلاف ہو تو جہل ہو اور جہل محال بالذات ہے اس محال بالذات نے ان ممکنات کو اپنے اپنے وقت میں واجب بالغیر کردیا اس سے معاذ اللہ نہ قدرت مسلوب ہوئی نہ جہل ممکن۔ بعینہٖ یہی بات خبرِ الٰہی میں ہے اس نے خبر دی کہ اہلِ جنت کو جنت میں ہمیشہ رکھے گا اُن کا خلود واجب ہوگیا' اگر نہ ہو تو معاذ اللہ کذب لازم آئے، مگر اس سے انقطاع پر قدرت مسلوب نہ ہوئی خلود و انقطاع دونوں ازلاً ابداً زیرِ قدرت ہیں مگر تعلق خبر نے خلود کو واجب بالغیر کیا اس سے نہ قدرت مسلوب ہوئی نہ معاذ اللہ کذب ممکن۔ کذب کے محال بالذات ہونے ہی نے تو اس ممکن کو واجب بالغیر کیا اگر اس سے کذب ممکن ہوجائے تو اسے واجب کون کرے۔ مولا عزوجل کے وعد و وعید کسی میں تخلف ممکن نہیں خود وعید ہی کے لئے ارشاد ہوا ہے: ما یبدل القول لدی[1] (میرے یہاں بات بدلتی نہیں۔ ت) جیسے وعدہ کو فرمایا: لن یخلف اللہ وعدہ[2] (اور اللہ تعالٰی ہرگز اپنا وعدہ جھوٹا نہ کرے گا۔ ت) بعض کے کلام میں کہ خلف وعید کا لفظ واقع ہوا تصریحات ہیں کہ اس سے مراد عفو ہے، یہ اگر معاذ اللہ امکانِ کذب ہو تو امکان کیسا وقوع ہوا کہ عفو یقیناً واقع ہوگا، اس کی مفصل بحث سبحٰن السبوح میں ہے آیۂ کریمہ الا ما شاء ربک[3] (مگر جتنا تمہارے رب نے چاہا۔ ت) کے وہ معنی بعونہٖ تعالٰی ذہنِ فقیر میں ہیں جن کے بعد ہرگز ہرگز کسی تاویل کی حاجت نہیں، معنیٔ ظاہر پر بلا تکلف مستقیم ہیں، خلودِ اہلِ دارین کو عمرِ آسمان و زمین سے مقدر فرمایا ہے ما دامت السمٰوٰت والارض[4] (جب تک آسمان و زمین رہیں گے۔ ت) ظاہر ہے کہ اس سے یہ بقائے آسمان و زمین مراد نہیں جو نفخِ صور پر منقطع ہے بلکہ سماء وارض کہ روزِ قیامت اعادہ کئے جائیں گے اُن کی عمر مراد ہے جو ابدی ہے اور کچھ شک نہیں کہ اس کی مقدار جنتیوں کے

---

[1] القرآن الکریم ۵۰/۲۹
[2] القرآن الکریم ۲۲/۴۷

www.alahazratnetwork.org

جنت دوزخیوں کے دوزخ میں رہنے کی مقدار سے صدہا سال زائد ہے کہ انتہا نہ ان کو نہ اس کو، مگر اس کی ابتدا۔ ان کی ابتدا سے سیکڑوں برس پہلے ہے۔ شروع روزِ قیامت میں آسمان و زمین پیدا ہو جائیں گے لیکن جنتی جنت اور دوزخی دوزخ میں بعد حساب جائیں گے اور باہم بھی مقدار میں مختلف ہوں گے فقراء اغنیاء سے پانچسو برس پہلے جنت میں جائیں گے تو جانب ابتدا میں ان کا خلود اُن سمٰوٰت و ارض کے دوام سے کم ہوا کسی کا مثلاً ہزار برس کم جیسی جس کے لئے مشیت ہوگی کسی کا دو ہزار برس کم الٰی غیر ذٰلک اس کو فرماتا ہے، الا ما شاء ربک[1] (مگر جتنا تمہارے رب نے چاہا۔ ت) روایت لیا تین علی جہنم[2] الخ دوزخ کے طبقۂ اولٰی کے لئے ہے جس کا نام جہنم ہے اگرچہ مجموعہ کو بھی جہنم کہتے ہیں یہ طبقہ عصاۃ موحدین کے لئے ہے یہ بیشک ایک روز بالکل خالی ہو جائے گا جب لا الٰہ الا اللہ کہنے والا کوئی اُس میں نہ رکھا جائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۵ ۱۷ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

علمائے اہل سنت و جماعت کی خدمت میں گزارش ہے کہ آج کل اکثر سنت والجماعت فرقۂ باطلہ کی صحبت میں رہ کر چند مسائل سے بدعقیدہ ہو گئے ہیں اگرچہ حضور کی تصانیف کثیرہ میں ہر قسم کے مسائل موجود ہیں لیکن احقر کی نگاہ سے یہ مسئلہ نہیں گزرا، اسی واسطے اس مسئلہ کی ضرورت ہوئی، اور نیز عوام کا ایمان تازہ ہوگا اور بدعقیدہ لوگ گمراہی سے باز آئیں گے، منجملہ اُن کے ایک مسئلہ ذیل میں تحریر ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت زید کہتا ہے کہ وہ لالچی شخص تھے، حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہٗ اور آلِ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یعنی امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ سے لڑ کر اُن کی خلافت لے لی اور ہزارہا صحابہ کو شہید کیا۔ بکر کہتا ہے کہ میں اُن کو خطا پر جانتا ہوں اُن کو امیر نہ کہنا چاہئے۔ عمرو کا یہ قول ہے کہ وہ اجلّہ صحابہ میں سے ہیں اُن کی توہین کرنا گمراہی ہے۔ ایک اور شخص جو اپنے آپ کو سُنّی المذہب کہتا ہے اور کچھ علم بھی رکھتا ہے (حق یہ ہے کہ وہ نرا جاہل ہے) وہ کہتا ہے کہ سب صحابہ اور خصوصاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ اور حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالٰی عنہما لالچی تھے (نعوذ باللہ منہا) کیونکہ رسول اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نعش مبارک رکھی تھی اور وہ اپنے اپنے خلیفہ ہونے کی فکر میں لگے ہوئے تھے۔ ان چاروں شخصوں کی نسبت کیا حکم ہے، ان شخصوں کو سنت والجماعت کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور حضور کا اس مسئلہ میں کیا مذہب ہے؟

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۰۷ و ۱۰۸

[2] جامع القرآن (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ ۱۱/ ۱۰۷ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۲/ ۱۴۲

www.alahazratnetwork.org

جواب مدلل عام ارقام فرمایئے۔

الجواب

اللہ عزوجل نے سورہ حدید میں صحابہ سید المرسلین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم کی دو قسمیں فرمائیں، ایک وہ کہ قبل فتح مکہ شرف بایمان ہوئے اور راہِ خدا میں مال خرچ کیا جہاد کیا۔ دوسرے وہ کہ بعد۔ پھر فرمایا، وکلاً وعد اللہ الحسنٰی[1] دونوں فریق سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا، اور جن سے بھلائی کا وعدہ کیا ہے اُن کو فرماتا ہے اولٰئک عنہا مبعدون وہ جہنم سے دُور رکھے گئے لا یسمعون حسیسہا اس کی بھنک تک نہ سنیں گے وھم فی ما اشتہت انفسھم خٰلدون ۝ لا یحزنھم الفزع الاکبر اور وہ اپنی من مانتی خواہشوں میں ہمیشہ رہیں گے قیامت کی سب سے بڑی گھبراہٹ اُنھیں غمگین نہ کرے گی وتتلقّٰھم الملٰئکۃ فرشتے اُن کا استقبال کریں گے ھٰذا یومکم الذی کنتم توعدون[2] یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ عزوجل بتاتا ہے، تو جو کسی صحابی پر طعن کرے اللہ واحد قہار کو جھٹلاتا ہے اور اُن کے بعض معاملات جن میں اکثر حکایات کاذبہ ہیں ارشادِ الٰہی کے مقابل پیش کرنا اہلِ اسلام کا کام نہیں، رب عزوجل نے اُسی آیت میں اس کا منہ بھی بند فرمادیا کہ دونوں فریق صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھلائی کا وعدہ کرکے ساتھ ہی ارشاد فرمایا واللہ بما تعملون خبیر[3] اور اللہ کو خوب خبر ہے جو کچھ تم کرو گے۔ بااینہمہ میں تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرماچکا اس کے بعد کوئی بکے اپنا سر کھائے خود جہنم جائے۔ علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح شفاء امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں،

ومن یکون یطعن فی معاویۃ فذالک کلب من کلاب الھاویۃ[4]	جو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کتوں میں سے ایک کتا ہے۔

اُن چار شخصوں میں عمر کا قول سچا ہے، زید و بکر جھوٹے ہیں۔ اور چوتھا شخص سب سے بدتر خبیث رافضی تبرائی ہے۔ امام کا مقرر کرنا ہر مہم سے زیادہ ہے تمام انتظامِ دین و دنیا اُسی سے متعلق ہے،

[1] القرآن الکریم ۵۷/۱۰
[2] القرآن الکریم ۲۱/۱۰۱ تا ۱۰۳
[3] " " ۵۷/۱۰
[4] نسیم الریاض الباب الثالث مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۳/۴۳۰

www.alahazratnetwork.org

اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جنازۂ انور اگر قیامت تک رکھا رہتا اصلاً کوئی خلل محتمل نہ تھا، انبیاء علیہم السلام کے اجسام طاہرہ بگڑتے نہیں، سیدنا سلیمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد انتقال ایک سال کھڑے رہے سال بھر بعد دفن ہوئے، جنازہ مبارکہ حجرہ ام المومنین صدیقہ میں تھا جہاں اب مزار انور ہے اس سے باہر لے جانا نہ تھا، چھوٹا سا حجرہ اور تمام صحابہ کو اس نماز اقدس سے مشرف ہونا ایک ایک جماعت آتی اور پڑھتی اور باہر جاتی دوسری آتی، یوں یہ سلسلہ تیسرے دن ختم ہوا۔ اور اگر تین برس میں ختم ہوتا تو جنازۂ اقدس تین برس یوں ہی رکھا رہنا تھا کہ اس وجہ سے تاخیر دفن اقدس ضروری تھی۔ ابلیس کے نزدیک یہ اگر لالچ کے سبب تھا تو سب سے سخت تر الزام امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ پر ہے یہ تو لالچی نہ تھے اور کفن دفن کا کام گھر والوں سے ہی متعلق ہوتا ہے یہ کیوں تین دن ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے انھیں نے رسول کا یہ کام کیا ہوتا پچھلی خدمت بجالاتے ہوتے۔ تو معلوم ہوا کہ اعتراض ملعون ہے اور جنازہ انور کا جلد دفن نہ کرنا ہی مصلحت دینی تھا جس پر علی مرتضٰی اور سب صحابہ نے اجماع کیا مگر ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد   عیب نماید بہ نگاہش ہنر

(بدخواہ کی آنکھ برباد ہوجائے اس کی نگاہ میں ہنر بھی عیب نظر آتا ہے)

یہ خبثا رخذلہم اللہ تعالٰی صحابہ کرام کو ایذا نہیں دیتے بلکہ اللہ و رسول کو ایذا دیتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے:

من اٰذاھم فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ ومن اٰذی اللہ یوشك ان یاخذہ[1]

جس نے میرے صحابہ کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ اسے گرفتار کرے۔ والعیاذ باللہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۶: از کوچین ضلع ملیبار محلہ مٹانچری مرسلہ مولانا حاجی طاہر محمد صاحب ۲۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک مذہب پر قائم رہنا فرض ہے یا واجب ہے یا سنت؟ جو ایک مذہب پر قائم نہیں وہ کون ہے؟ اس کا نام کیا ہے؟

---

[1] جامع الترمذی ابواب المناقب باب من سب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم امین کمپنی دہلی ۲/۲۲۶

www.alahazratnetwork.org

الجواب

مذہب اہلسنت پر قائم رہنا فرض اعظم ہے اور فقہ میں ایک مذہب مثلاً حنفی مذہب پر قائم رہنا، اور جو کسی مذہب پر قائم نہیں پہلی صورت میں دہریہ اور دوسری صورت میں غیر مقلد ہے اور یہ فرقہ بھی بدعتی ناری ہے۔ طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے:

فمن کان خارجاً عن ھذہ الاربعۃ فھو من اھل البدعۃ والنار[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

توجوکوئی چاروں سے خارج ہے وہ بدعتیوں اور جہنمیوں میں سے ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۱: از شہر بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ امام بخش طالب علم مدرسہ مذکور ۱۵ جمادی الآخرہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا یہ قول ہے کہ قیام ناجائز ہے، اور اس کی دلیل امام اعظم صاحب کا قول پیش کرتا ہے بطور افترا کہ ہمارے امام صاحب خود کبھی قیام نہیں فرماتے تھے، جب ہم ان کی تقلید کرتے ہیں تو ہر ایک بات میں تقلید کرنا چاہئے تو اس صورت میں کہ ہم قیام نہیں کرتے الزام نہیں ہوسکتا اور زید کا یہ قول کہ "امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی کبھی قیام نہیں فرماتے تھے" یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اگر زید امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی پر افترا کرتا ہے تو ایسے شخص کے واسطے کیا حکم ہے؟ زید کہتا ہے کہ صاحب مرقات کا قول یہ ہے کہ جو امر مندوب ہے اس پر تاکید کرنے سے مکروہ ہوجاتا ہے قیام مستحب ہے پھر اس پر اس قدر تاکید کیوں ہے یہاں تک کہ رسالے بازیوں تک نوبت پہنچ گئی۔ قبل نماز عصر چار رکعت سنت مستحب ہے اس پر تاکید کیوں نہیں کرتے، قیام پر کیا خصوصیت ہے اور قیام کرنے والوں کو کیا ثواب ملے گا؟ اور منکر قیام کو کیا عذاب ہوگا؟ میلاد شریف میں کچھ لوگوں نے قیام کیا اور کچھ لوگوں نے نہیں کیا اُن کے واسطے کیا حکم ہے؟ ـــــ جو لوگ صرف قیام کے منکر ہیں یا پورے دیوبندی خیال کے ہیں ان کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اس نے امام پر افترا کیا اور قیام مندوب ہے اگر بعض اوقات اس لحاظ سے کہ واجب نہیں ساری مجلس قیام نہ کرتی اور اس کے ساتھ یہ خیال وہابیت نہ ہوتا تو حرج نہ تھا اور اب یہ قیام شعار اہلسنت ہوگیا ہے اور اس سے ان کا شعار وہابیت اور شعار سنیت کا لحاظ ضرور مؤکد ہے۔

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الذبائح المکتبۃ الاسلامیہ کوئٹہ ۴/۱۵۳

www.alahazratnetwork.org

عصر سے پہلے کے نوافل نہ شعارِ سنیت ہیں نہ اُن کے ترک میں کوئی تہمت وگمراہی، خصوصاً اس حالت میں کہ مجلس قیام کرے اور بعض بالقصد مخالفتِ مسلمین کرکے بیٹھے رہیں منکرِ قیام اگر بالفرض ایسا پایا جائے کہ صرف اسی مسئلہ میں اس کو شبہہ ہے نہ بر علت وہابیت نہ بربنائے اصولِ وہابیت، اور تمام مسائل میں موافقِ اہلسنت ہے، وہابیہ کو گمراہ بے دین جانتا ہے تو اس کے پیچھے نماز میں حرج نہ ہوتا، مگر ہندوستان میں شاید ایسا شخص معدوم ہو۔ رہے دیوبندی اور اُن کے ہم خیال وہ مرتدین ہیں مرتد کے پیچھے نماز کیسی!

مسئلہ ۱۰۰: بمعرفت سید ضمیر الحسن صاحب ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

جناب بھائی صاحب دام اقبالہ مؤدبانہ گزارش ہے کہ جس رسالہ کے بارے میں تذکرہ کیا تھا وہ اس وقت موصول ہُوا، اس کا ایک اعتراض تحریر کرتا ہُوں کیونکہ دوسرے لیے چوڑے ہیں وہ بعد کو لکھوں گا آپ اس کو اعلٰحضرت قبلہ وکعبہ کی خدمتِ عالی میں پیش کریں اور جواب خاکسار کے پاس روانہ فرمائیں، وہ اعتراض یہ ہے کہ ہم جو کہ ایمانی حالت نہایت کمزور رکھتے ہیں ہمارے واسطے حکم ہوتا ہے یؤمنون بالغیب[1] بغیر دیکھے ایمان لاتے ہیں، من یخافہ بالغیب[2] کون ہے جو بے دیکھے ڈرتا ہے، الذین یخشون ربھم بالغیب وھم من الساعۃ مشفقون[3] یہ نصیحت نام ان لوگوں کے واسطے ہے جو بے دیکھے خدا سے ڈرتے ہیں اور قیامت سے ڈرتے ہیں، انما تنذر من اتبع الذکر وخشی الرحمٰن بالغیب[4] تم اُنھیں کو ڈراؤ جو سمجھانے پر چلے اور بغیر دیکھے رحمٰن سے ڈرے، من خشی الرحمٰن بالغیب وجاء بقلب سلیم ادخلوھا بسلام[5] جو شخص بے دیکھے خدا سے ڈرتا رہا اور دل گرویدہ لے کر حاضر ہوا ہم ایسے لوگوں سے فرمائیں گے سلامتی کے ساتھ اس بہشت میں داخل ہوجاؤ، من ینصرہ ورسلہ بالغیب[6] جو لوگ بغیر دیکھے خدا اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، ان الذین یخشون ربھم بالغیب لھم مغفرۃ واجر کبیر[7] جو لوگ خدا سے بغیر دیکھے ڈرتے ہیں اُن کے واسطے بڑا اجر ہے۔ غرضکہ متعدد آیات جن میں

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲
[2] القرآن الکریم ۵/۹۳
[3] " ۲۱/۴۹
[4] " ۳۶/۱۱
[5] " ۵۰/۳۳
[6] " ۵۷/۲۵
[7] " ۶۷/۱۲

www.alahazratnetwork.org

اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے کہ بغیر دیکھے ایمان لاؤ۔ آج کل فلسفہ، سائنس اور کیمسٹری نے وہ کچھ زور باندھا ہے کہ معمولی سے معمولی سمجھ والا بھی بغیر دیکھے ایمان لانے کو تیار نہیں۔ جن، بھوت، پری، چڑیل کے قصے چند روز ہوئے کہ ہمارے دلوں پر بڑا بھاری اثر کئے ہوئے تھے مگر اب جوں جوں سائنس کی ہوا لگتی جاتی ہے ان باتوں سے انکار ہوتا چلا جاتا ہے اور مشاہدے کے بغیر کسی بات کے ماننے کے واسطے ہم تیار ہی نہیں ہوتے، اس لئے آج کل یہ بڑی مشکل بات ہے کہ بلا مشاہدہ کے کوئی شخص کسی بات کو تسلیم کرلے جبکہ آج سے چند ہزار سال پہلے ایک اولو العزم بلکہ ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ قرآن شریف میں موجود ہے،

واذ قال ابراھیم رب ارنی کیف تحی الموتٰی قال اولم تؤمن قال بلٰی ولکن لیطمئن قلبی[1]

اور جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے کہا تھا کہ میرے رب مجھے دکھا کہ تو کس طرح مُردوں کو زندہ کرے گا، خدا نے پُوچھا کیا تو ہماری اس بات پر ایمان نہیں لاتا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ ہاں ایمان تو لایا ہوں مگر اطمینان قلب کی خاطر دیکھنا چاہتا ہوں۔

ہر شخص جانتا ہے کہ ایمان لانا دل کے ساتھ ہوتا ہے زبانی جمع خرچ کا نام ایمان نہیں، اگر فی الحقیقت حضرت ابراہیم علیہ السلام اس بات پر ایمان لائے ہوتے تو اطمینان قلب ضرور ہوتا۔ اب اعتراض یہ ہے کہ اس زمانہ میں جبکہ سائنس اور فلسفہ نے انسان کو اس قدر ہوشیار نہیں کیا تھا اُس وقت کے لوگ تو یہ حق رکھتے تھے کہ وہ دیکھ بھال کر کھوٹا کھرا جانچ کر ایمان لائیں تو بھلا یہ کس قدر انصاف پر مبنی ہے کہ اس روشنی کے زمانے میں یہ نادر شاہی حکم ہو کہ تم پوچھو گچھو دیکھو بھالو نہیں بغیر دیکھے ہی ایمان لے آؤ۔ اوّل تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نبی تھے اور نبی بھی ایسے نبی جن کی اولاد سے کئی ہزار نبی پیدا ہوئے اور خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان پر فخر کیا کہ قل بل ملۃ ابراھیم حنیفا[2] (تم فرماؤ بلکہ ہم تو ابراہیم علیہ السلام کا دین لیتے ہیں۔ ت) دوسرے نبی نبا سے نکلا ہے نبا خبر کو کہتے ہیں، نبی کے معنی غیب کی خبریں پانے والا۔ اور غیب کی خبر ایک ایسی نعمت غیر مترقبہ ہے کہ جو ہر مرتبہ ایمانی ترقی کا ذریعہ ہوتی ہے کائنات عالم کی خبریں اللہ تعالٰی انھیں

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۶۰
[2] " ۲/ ۱۳۵

www.alahazratnetwork.org

دیتا رہتا ہے جس کی وجہ سے وہ نہایت مسرور رہتے ہیں ان باتوں کو مدنظر رکھ کر اب غور کیجئے کہ جو رات دن خارق عادت خبریں پا رہے ہیں وہ تو یہ حق رکھیں کہ مجھے یہ دکھا دے کہ تو کس طرح مُردوں کو زندہ کرے گا؟ اور ہم جو کہ اس موجودہ سائنس اور فلسفہ کے روز افزوں سیلاب میں ڈوبے جا رہے ہیں ہمیں یہ نادر شاہی حکم ہو کہ بغیر دیکھے ایمان لے آؤ۔ کیا یہ انصاف ہے؟ لوگو! خدا کے لئے جواب دو۔ اس نئی روشنی نے جو غضب ڈھایا ہے وہ حسب ذیل نوٹ سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ جب تک یہ سائنسدان پیدا نہیں ہوئے تھے دنیا اس قدر نرم دل واقع ہوئی تھی کہ خدا کی ہستی سے انکار کسی کو بھی نہ تھا بلکہ معمولی سے معمولی چیزوں کو بھی وہ خدا تسلیم کر لیا کرتے تھے۔ چنانچہ تاریخ عالم آپ کو یہ بتا دے گی کہ کوئی مذہب ایسا نہیں تھا کہ جن کو ہستی باری تعالٰی سے انکار ہو۔ اس کے برعکس ایسے لوگ موجود تھے کہ آگ، پتھر، درخت، آفتاب، ستارہ، چاند، دریا، جانور تک کو خدا مانتے تھے۔ ایک چھوڑ کئی کئی خدا کے ماننے والے موجود تھے انکار کسی کو بھی نہ تھا مگر ڈارون جیسوں کی تھیوریز نے پیدا ہو کر سرے سے خدا ہی کو اڑا دیا اور کہنے لگے یہ سب کچھ خود بخود سے ہے کوئی خدا نہیں یہ جاہلوں کی باتیں ہیں۔ اب ذرا غور کریں کہ یہاں تو سرے سے خدا کا ہی انکار ہے اس حالت میں یہ کس طرح ممکن ہے کہ کوئی بلا دلیل خدا کے احکامات پر بلا دیکھے ایمان لا سکے تعجب ہے کہ جب حضرت انسان اپنی حقیقت سے بھی ناواقف تھا اور ایک وحشی کی طرح زندگی بسر کر رہا تھا اُس وقت تو اُس کو یہ حق حاصل تھا کہ دیکھ بھال کر ٹھونک بجا کر ایمان لائے اور جبکہ انسان آگ، پانی، ہوا، بجلی پر حکمرانی کرتے کرتے ترقی کے آسمان پر پرواز کر کے تاروں سے گفت وشنید کی فکر میں منہمک ہو اُس وقت کے واسطے یہ قانون پاس ہو جائے کہ جی بغیر دیکھے ایمان لے آؤ کس قدر انصاف ہے؟ اور پھر جبکہ نبی تو دیکھ بھال کر ایمان لائیں اور ہم کمزور انسانوں کے واسطے یہ حکم ہو کہ بغیر دیکھے ایمان لے آؤ، تمہیں بتاؤ کہ ہم اُن سے زیادہ حقدار ہیں یا نہیں؟ ہر شخص اس کا یہی جواب دے گا کہ ہاں بیشک ہم انبیا سے زیادہ دیکھ بھال کر ایمان لانے کے مستحق ہیں کیونکہ ہم نے تجلیات اللہ کا ایک پرتو بھی نہیں دیکھا اور نہ ہم دیکھ سکتے ہیں وحی الٰہی نبوت حضرت رسول کریم خاتم النبیین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ختم ہو گئی، اور بقول احمدیوں کے یہ بھی مان لیا جائے کہ نبوت کا راستہ بند نہیں ہوا تو یہ بھی بغیر ممکن ہے کہ تمام دنیا نبی بن جائے۔

الجواب

اللہ عزوجل اپنی لعنت سے بچائے، جب لعنتِ الٰہی اُترتی ہے دل کی آنکھیں پھوٹ جاتی ہیں اچھا خاصا ہوش وحواس والا پتا پاگل ہو جاتا ہے اُسے اپنی ہی ہستی سجھائی نہیں دیتی اپنے افعال

www.alahazratnetwork.org

اقوال رات دن کے مسلمات ایسا بھول جاتا ہے گویا نہ یہ انسان ہے نہ انسان کے نطفے سے بنا، نہ کبھی انسان کی اسے ہوا لگی، واقعات دیکھنے والی آنکھ بند ہو جاتی ہے اور مہملات بکنے والا منہ کھل جاتا ہے۔

(۱) علم کے اسباب تین ہیں، عقل، حواس، خبرِ صادق۔ حواس پانچ ہیں جن میں دیکھنا صرف ایک سے متعلق ہے تو علم کے سات ذریعہ ہوئے، جو اندھا کہے کہ بے دیکھے نہ مانیں گے وہ سات میں سے چھ ذریعہ علم کو باطل کر چکا اور اگر ظاہر کا بھی اندھا ہے تو وہ سا تواں بھی گیا۔

(۲) یہ تو گدھے سے بھی بدتر ہوا، وہ بھی جانتا ہے کہ دیکھنے کے سوا اور بھی ذرائع علم ہیں، دور سے شیر کی آواز سُنے گا یا بُو سونگھے گا تو جان توڑ کر سرپٹ بھاگے گا مگر یہ گدھے سے بھی احمق تر وہیں کھڑا رہے گا کہ شیر کو دیکھا تو ہے ہی نہیں، بے دیکھے ماننا کیا معنی۔

(۳) سائنس والے ہوا کے معتقد ہیں یا نہیں ہیں، تو بے دیکھے کیونکر۔

(۴) سائنس والے صدہا باتوں میں خود مختلف ہیں، دیکھی ہوئی بات میں اختلاف کیا، کیا سب اندھے ہیں یا ان میں سے ایک انکھیارا ضرور ہے دیکھی باتوں میں اٹکلیں دوڑاتے اور ہر ایک اپنی مانتا ہے۔

(۵) اقلیدس کا مسئلہ ہے کہ کرہ کی نسبت کرہ کی طرف، قطر کی نسبت قطر کی طرف ہے، مثلثہ بالتکریر مثلاً ایک کرہ کا قطر دوسرے کا $\frac{۱}{۲}$ ہے تو یہ کرہ اس کا $\frac{۱}{۸}$ ہوگا، یا $\frac{۱}{۴}$ ہے تو $\frac{۱}{۶۴}$ یہ کن آنکھوں سے دیکھ کر مانا۔

(۶) ارثماطیقی کا مسئلہ ہے کہ نسبت مجذور ین مجذور نسبت جذرین ہے، یہ کن آنکھوں سے دیکھی۔

(۷) جبر و مقابلہ کا مسئلہ ہے کہ نصف سر لا کا مجذور طرفین میں شامل کرنے سے یعنی جو مساوات اس صورت کی ہو، $لا^{۲} + ص\ لا = ط$ اس میں $\left(\frac{ص}{۲}\right)^{۲}$ یا $\frac{ص^{۲}}{۴}$ ملانے سے مجذور کامل ہو جاتا ہے اگرچہ پہلے بھی کامل ہو، یہ کن آنکھوں سے دیکھ کر مانا۔ اسی طرح ان فنون اور ان کے سوا دیگر علوم کے لاکھوں مسائل ہیں کہ بے دیکھے مان لیتے ہیں۔

(۸) یہ معترض اور ہر (شخص) اپنی ماں کو یقیناً اپنی ماں جانتا ہے ان میں سے کس نے اپنے آپ کو اس کے پیٹ سے پیدا ہوتے دیکھا ہے۔

(۹) ماں تو ماں اُن میں سے جو کوئی باپ رکھتا ہے اُسے کبھی شبہہ نہیں ہوتا کہ اس نے اپنے آپ کو اس کی پیٹھ سے اُترتے اور ماں کے پیٹ میں داخل ہوتے نہ دیکھا پھر کیونکر اس کے باپ ہونے پر اعتقاد رکھتا ہے۔

(۱۰) ان میں لاکھوں ہونگے جنھوں نے لندن آنکھوں سے نہ دیکھا پھر کیسا اندھا پن ہے کہ بے دیکھے

اس کا یقین رکھتے ہیں۔

(۱۱) ایسے پاگل پن کا اعتراض کرنے والوں کو نہ صرف قانونِ الٰہی بلکہ قانون گورنمنٹ پر بھی کھلا انکار ہوگا کہ ہم نے واضعانِ قانون کو یہ قانون بناتے نہ دیکھا ہم کیونکر مان لیں۔

(۱۲) قانون بالائے طاق وہ قیصرِ ہند کی سلطنت سے بھی انکار کریں گے کہ ہم نے نہ قیصرِ ہند کو دیکھا نہ ہمارے سامنے تاجپوشی ہوئی ہم کیوں تسلیم کریں۔

بالجملہ اس کی لاکھوں مثالیں ہیں جو اشقیاء خود روزمرہ برت رہے ہیں، مگر اللہ واحد قہار پر اعتراض کرنے کے لئے ان کو بھلاتے اور ناپاکی کا منہ پھیلاتے ہیں، رب عزوجل نے غیب پر بے دلیل ایمان لانے پر مجبور نہیں فرمایا بلکہ براہینِ قاطعہ و دلائلِ ساطعہ قائم فرمائے انبیاء بھیجے انہیں معجزات دیئے آفاق وانفس میں اپنی نشانیاں ظاہر فرمائیں ان کے ماننے کی طرف بلایا ہے کافر اس کی کیا شکایت کر اس نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھنے سے پہلے ایمان سے خالی بتایا مگر یہ کہے کہ اس واقعہ سے اس کا استدلال تحقیقاً ہے یا الزاماً، اگر تحقیقاً ہے تو خود اپنے سارے جھوٹ کو جہنم میں ڈال دیا، جہنم سے مراد دوزخ نہیں، اس پر تو وہ ایمان ہی نہیں رکھتا، اس دن ایمان لائے گا یوم یدعون الٰی نار جھنم دعا، ھٰذہ النار التی کنتم بھا تکذبون، افسحر ھٰذا ام انتم لا تبصرون[1] جس دن دھکے دے کر جہنم کی آگ میں ڈالے جائیں گے، یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے، کیا یہ جادو ہے یا تمہیں سوجھتا نہیں۔ بلکہ میری مراد یہ ہے کہ اس نے اپنی تمام جھوٹی خباثتوں کو بھڑکتی آگ میں ڈالکر بھسم کردیا، بے دیکھے کیونکر اعتقاد لایا کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ واقعہ ہوا۔ اور اگر الزاماً ہے تو خود اس گفتگو میں تصریح ہے کہ بیشک مجھے ایمان ہے اس کی کیفیت کی طلب کو تلاش ہے کہ اس کے وقوع کا کیا طریقہ ہوگا دیکھنے سے اس کا اطمینان چاہتا ہوں اندھا سوال ہی کو دیکھے یہ عرض نہ کی کہ رب اتحی الموتی اے میرے رب! کیا تو مُردے جلائے گا کہ معاذ اللہ جلانے میں شک سمجھا جائے بلکہ یہ عرض کی کہ رب ارنی کیف تحی الموتی[2] اے میرے رب! جس طرح تو مردے جلائے گا وہ صورت مجھے آنکھوں سے دکھا دے ولٰکن الظّٰلمین باٰیٰت اللہ یجحدون[3]، ولاحول ولاقوۃ

---

[1] القرآن الکریم ۵۲/ ۱۳ و ۱۴ و ۱۵
[2] " ۲/ ۲۶۰
[3] " ۶/ ۳۳

www.alahazratnetwork.org

الّا باللہ العلی العظیم ۔ واللہ تعالٰی اعلم (گمراہی لم اللہ تعالٰی کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں ۔ نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت مگر بلندی وعظمت والے خدا کی طرف سے ۔ واللہ تعالٰی اعلم ۔ ت)

مسئلہ ۱۰: قیام میلاد شریف کے بارے میں چند مستند حدیثوں کی ضرورت ہے ۔ مخالف وہابی کہتے ہیں رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قیام کے واسطے کوئی حکم نہیں دیا ہے اور کسی کتاب سے ثابت بھی نہیں ہے ، منع ہے ۔

الجواب

وہابی جھوٹے ہیں اور ان کا منع کہنا شریعت پر افترا ہے ، ان سے پوچھو کہ اللہ ورسول نے منع فرمایا ہے یا تم منع کرتے ہو ۔ اگر کہیں اللہ ورسول نے منع فرمایا ہے تو دکھائیں کس آیت کس حدیث صحیح میں ہے کہ قیام مجلس مبارک منع ہے ، اور اگر کہیں کہ ہم خود منع کرتے ہیں تو بکا کریں ، حکم ان کا نہیں بلکہ اللہ ورسول کا ہے جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۔ اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں جا بجا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم کا حکم فرمایا اور یہ قیام بھی اقسام تعظیم سے ہے تو جب تک اس خاص تعظیم کی ممانعت اللہ ورسول کے حکم سے ثابت نہ ہو یہ حکم قرآنی کے مطابق ہے ۔ قرآن عظیم سے بڑھ کر اور کیا دلیل درکار ہے ۔ زیادہ تفصیل ہمارے رسالہ اقامۃ القیامہ میں ہے ، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تکریم حضرت بتول زہرا کیلئے قیام فرماتے اور حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا تعظیم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے قیام کرتیں ۔ سعد بن معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ جس وقت حاضر ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انصار کرام کو ان کے لئے قیام کا حکم فرمایا ۔ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں جب حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم مجلس انور سے اٹھتے قمنا قیاما حتی نراہ قد دخل بعض بیوت ازواجہ[1] ہم سب کھڑے ہوجاتے اور کھڑے رہتے جب تک کہ حضور حجرات شریفہ میں سے کسی میں تشریف نہ لے جاتے ممانعت قیام اعاجم سے ہے کہ ان کا بادشاہ تخت پر بیٹھا ہوتا اور درباری تصویر بنے ہوئے سامنے کھڑے رہتے ۔ بعض وقت اس کی ناپسندی بطور تواضع ورفع تکلف ہے جیسے اب بھی کوئی معظم دینی آئے اور حاضرین اس کے لئے قیام کریں تو وہ کہتا ہے کہ تکلیف نہ فرمائیے تشریف رکھئے ۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ قیام سے شرعاً منع کرتا ہے بلکہ تواضعاً ۔ مانعین کے یہاں بھی قیام تعظیمی برابر رائج ہے اپنے ملّوں کے لئے قیام کریں گے اور لوگ ان کے لئے قیام کریں بعض بیٹھے رہیں تو ناراض ہونگے بے ادب

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی الحلم واخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۰۲

www.alahazratnetwork.org

جائیں گے مگر یہ تو اپنے بُتوں کی تعظیم ہے جن کی باطل عظمت سے دل بھرے ہوئے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی 18
علیہ وسلم کی عظمت اُن کے یہاں کہاں، اُس میں یہ شاخسانے سُوجھتے ہیں۔ شفاء شریف وغیرہا میں ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ حضور کے ذکرِ اقدس کی تعظیم ذات انور کی طرح ہے وقت تشریف آوری تعظیم ذات انور کی طرح ہے وقت تشریف آوری تعظیم ذات کریم قیام سے ہے تو ذکر شریف کی یہی تعظیم مسلمانوں نے صدہا سال سے مقرر کی کما فی عقد الجوھر وغیرہ (جیسا کہ عقد الجوہر وغیرہ میں ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۰ از رمضان پور ڈاک خانہ خاص ضلع بدایوں مرسلہ عبدالصمد عرف صوفی قادری برکاتی نوری ابوالحسینی ۱۴ رجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میّت کو جس وقت دفن کرکے واپس آتے ہیں کتبہائے سابقہ سے یہ بات ثابت ہے کہ ملائک قبر میں آتے ہیں پھر میّت کو زندہ کرکے حساب لیتے ہیں اس بات کا ثبوت کسی نص صریح یعنی اشارۃ النص یا دلالۃ النص۔ ایک فرقہ جدید پیدا ہوا ہے جو اپنے آپ کو اہلِ قرآن ظاہر کرتے ہیں وہ اس بات کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ زندہ کرنے کا ایک وقت معینہ مقرر ہے جس کو کہ قیامت کہتے ہیں باقی سب لغویات ہیں سائل بڑے فکر و تردد میں ہے کہ کس طرح سے جواب اس فرقہ کو دیا جائے۔

الجواب

سوال رُوح سے ہوتا ہے اور رُوح کبھی نہیں مرتی۔ رہا یہ کہ روح بدن میں اعادہ کی جاتی ہے یا نصف بدن میں آتی ہے یا بدن و کفن کے درمیان رکھی جاتی ہے اس کی تفصیل قطعیات سے نہیں نہ تفتیش کی حاجت۔ اور یہ جدید فرقہ جو بنام قرآنی نکلا ہے اسلام سے خارج ہے اس کی بات سننی نہ چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۱ از شہر بریلی بی بی جی کی مسجد مسئولہ حشمت علی صاحب طالب علم مدرسہ منظر الاسلام ۷ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے حقانیین اہلِ سنت و جماعت کثرہم اللہ نصرہم و امدادہم مسئلہ ذیل میں کہ زید بحمد اللہ تعالٰی کسی ضروری دینی کا انکار بلکہ اس میں شک بھی نہیں کرتا بلکہ ایسے شخص کو بھی کافر و مرتد جانتا ہے باوجود اس کے اُس کا یہ عقیدہ ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ اگرچہ افضل الناس بعد الانبیاء ہیں لیکن بحکم مامن عام الا وقد خص منہ البعض[1] (کوئی عام نہیں مگر اس میں سے بعض افراد کو

---

[1] التلویح علی التوضیح فصل فی حکم العام میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۰۹

www.alahazratnetwork.org

خاص کیا گیا ہے۔ت) اس ناکس سے حسنین رضی اللہ تعالٰی عنہما مستثنٰی ہیں کیونکہ حسنین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما شاہزادگان دُودمانِ نبوت ہیں اور حضرات خلفائے اربعہ وزرائے شہ سریر رسالت صلی اللہ تعالٰے ہیں اور وزراء سے شاہزادوں کا مرتبہ بڑا ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ حسنین رضی اللہ تعالٰی عنہما خلفائے اربعہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم سے افضل ہیں، اس پر عمر کہتا ہے کہ سیدنا مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ بلکہ سیدنا عثمٰن غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مرتبہ کے بعد ہیں تو کیا حسنین رضی اللہ تعالٰی عنہما اپنے والد ماجد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بھی افضل ہوجائیں گے، زید جواباً کہتا ہے کہ یہ محال نہیں بلکہ ممکن بلکہ واقع ہے، دریافت طلب امر ہے کہ زید کا استدلال کیسا ہے اور اس عقیدہ سے اس کی سنیت میں تو کوئی نقص نہ آیا۔

الجواب

اگر وہ یہ کہتا کہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما بوجہ جزئیت کریمہ ایک فضل جزئی حضرات عالیہ خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم پر رکھتے ہیں اور مرتبہ حضرات خلفاء کا اعظم و اعلٰی ہے تو حق تھا مگر اس نے اپنی جہالت سے فضل کلی سبطین کو دیا اور افضل البشر بعد الانبیاء ابوبکر الصدیق کو عام مخصوص منہ البعض ٹھہرایا اور انھیں امیر المؤمنین مولٰی علی سے افضل کہا یہ سب باطل اور خلافِ اہلسنت ہے اس عقیدہ باطلہ سے توبہ فرض ہے ورنہ وہ سُنّی نہیں اور اس کی دلیل محض مردود و ذلیل، اگر جزئیت موجب افضلیت مرتبہ عند اللہ ہو تو لازم کہ آج کل کے بھی سارے میر صاحب اگرچہ کیسے ہی فسق و فجور میں مبتلا ہوں اللہ عزوجل کے نزدیک امیر المومنین مولٰی علی سے افضل و اعلٰی ہوں اور یہ نہ کہے گا مگر جاہل اجہل مجنون یا ضال مضل مفتون۔ قال اللہ عزوجل،

قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون[1]

تم فرمادو کیا برابر ہوجائیں گے عالم اور بے علم۔

اور فرماتا ہے،

یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجٰت[2]

اللہ بلند فرمائے گا تم میں سے مومنوں اور بالخصوص عالموں کے درجے۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/۹

[2] " " ۵۸/۱۱

www.alahazratnetwork.org

تو عنداللہ فضل علم فضل نسب سے اشرف و اعظم ہے۔ یہ میر صاحب کہ عالم نہ ہوں اگرچہ صالح ہوں آج کل کے عالم سُنّی صحیح العقیدہ کے مرتبہ کو شرعاً نہیں پہنچتے نہ کہ ائمہ نہ کہ صحابہ نہ کہ مولٰی علی نہ کہ صدیق و فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

للشاب العالم ان یتقدم علی الشیخ الجاھل ولو قرشیا قال تعالٰی والذین اوتوا العلم درجٰت فالرافع ھو اللہ فمن یضعہ یضعہ اللہ فی جہنم[1]

نوجوان عالم کو بوڑھے جاہل پر تقدم کا حق حاصل ہے اگرچہ وہ (جاہل) قرشی ہو۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا، اللہ تعالٰی عالموں کے درجے بلند فرمائے گا۔ چونکہ بلندی عطا فرمانے والا اللہ تعالٰی ہے لہذا جو اس کو گھٹائے گا اللہ تعالٰی اسکو جہنم میں ڈالے گا۔ (ت)

فتاوٰی خیریہ امام خیرالدین رملی میں ہے:

کونہ قرشیا لایبیح لہ التقدم علی ذی العلم مع جہلہ اذ کتب العلم طافحۃ بتقدم العالم علی القرشی ولم یفرق سبحٰنہ وتعالٰی بین القرشی وغیرہ فی قولہ تعالٰی ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون[2]

جاہل کا قرشی ہونا عالم پر اس کے تقدم کو مباح نہیں کرتا، کیونکہ علم کی کتابیں عالم کے قرشی پر تقدم کے حق سے بھری پڑی ہیں اور اللہ سبحٰنہ وتعالٰی نے قرشی وغیر قرشی کے درمیان اپنے اس ارشاد میں کوئی فرق نہیں، فرمایا کہ کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہوسکتے ہیں۔ (ت)

اُسی میں ہے:

والعالم یقدم علی القرشی الغیر العالم والدلیل علٰی ذٰلک تقدم الصھرین علی الختنین و

قرشی غیر عالم پر عالم کو تقدم حاصل ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خسر آپ کے دامادوں پر مقدم ہیں

[1] الدرالمختار — مسائل شتّٰی — مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۵۱
[2] الفتاوی الخیریۃ — " — دارالمعرفۃ بیروت ۲/۲۳۳

www.alahazratnetwork.org

ان کان الختن اقرب نسبا منھم۔[1] حالانکہ نسب کے اعتبار سے داماد بنسبت سُسر کے اقرب ہوتا ہے۔(ت)

ولہذا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سرداری حضرات سبطین کریمین کو حفظ تعمیم کے لئے جوانانِ اہلِ جنت سے خاص فرمایا،

الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ۔ حسین وحسین رضی اللہ تعالٰی عنہما جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔(ت)

کہ خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کو شامل نہ ہو، اور متعدد صحیح حدیثوں میں اسی کے تتمہ میں فرمادیا،

وابوھما خیر منھما حسن وحسین جوانانِ اہلِ جنت کے سردار ہیں اور ان کا باپ ان سے افضل ہے۔[2]

رواہ ابن ماجۃ والحاکم عن ابن عمر والطبرانی فی الکبیر عن قرۃ بن ایاس بسند حسن وعن مالک بن الحویرث والحاکم وصححہ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنھم۔ اس کو ابن ماجہ اور حاکم نے ابن عمر سے اور طبرانی نے معجم کبیر میں قرہ بن ایاس سے سندِ حسن کے ساتھ مالک بن حویرث وحاکم سے روایت کیا ہے، اور ابن مسعود نے اس کی تصحیح کی ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم۔(ت)

اور ارشاد ہوا،

ابوبکر وعمر خیر الاولین والاٰخرین وخیر اھل السمٰوٰت وخیر اھل الارضین الا النبیین والمرسلین۔[3] ابوبکر وعمر سب اگلوں پچھلوں سے افضل ہیں اور سب آسمان والوں اور سب زمین والوں سے افضل ہیں سوا انبیاء ومرسلین کے علیہم الصلوٰۃ والتسلیم۔(ت)

---

[1] الفتاوی الخیریۃ مسائل شتّٰی دار المعرفۃ بیروت ۲/۲۳۵

[2] سنن ابن ماجہ فضل علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲
المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۳/۱۶۷
المعجم الکبیر حدیث ۶۵۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۹/۲۹۲

[3] کنز العمال حدیث ۳۲۶۴۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۵۶۰

مسئلہ ۱۱۲: از سیتاپور محلہ تامین گنج مرسلہ حکیم غلام حیدر صاحب ۱۰ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جناب خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی نے اپنی مؤلفہ کتاب "یزید نامہ" میں اپنے عقائد کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا ہے کہ "میں حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو افضل ترین امت بعد رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سمجھتا ہوں"۔ اور دعوٰی کیا ہے کہ یہی عقیدہ حقہ تمامی اہلسنت کا ہے جن کی چشم بصیرت بینا نہیں اُن سے قطع نظر تمام صوفیہ کرام و اولیائے عظام و بزرگانِ دین کا یہی عقیدہ و مسلک ہے۔ بحوالہ فتوحاتِ مکیہ حضرت ابنِ عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بھی یہی عقیدہ ظاہر کیا ہے۔ حضرت امیر معٰویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حالات میں بہت کچھ لکھا ہے کُل نقل باعثِ طوالت ہے، آخری فیصلہ یہ لکھا ہے کہ ہم کو اُن کے کفر و بے دینی کے ثبوت تلاش کرنے میں وقت ضائع نہ کرنا چاہئے، لہٰذا اس معاملہ کو خدا کے حوالہ کرتے ہیں۔ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی طاب ثراہ اپنی کتاب ازالۃ الخفا میں اس عقیدہ والے کو فرقہ تفضیلیہ و بدعتی و مستحقِ تعزیر قرار دیتے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول متعدد طُرق سے نقل فرماتے ہیں کہ فرمایا حضرت علی نے "کوئی شخص مجھے حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما پر فضیلت نہ دے ورنہ تہمت و افترا پردازی کے جُرم میں اَسّی درّے لگاؤں گا"۔[1] اس نازک زمانہ میں اس استفسار کی ضرورت اس وجہ سے ہوئی کہ "یزید نامہ" کو دیکھ کر عقائد سے ناواقف سُنّی جن میں اعلٰی درجے کے تعلیم یافتہ و گریجوایٹ حضرات بھی شامل ہیں اسی عقیدہ کو عقیدہ حقہ اہلسنت سمجھیں گے اُن کو واضح ہونا چاہئے کہ یہ عقائد فرقہ تفضیلیہ کے ہیں عقائدِ اہلسنت کو اس سے واسطہ نہیں: اُمید کہ علمائے اہلسنت اس پر کافی توجہ فرمائیں گے۔

الجواب

حاشا یہ ہرگز اہلسنت کا مذہب نہیں روافض کا مذہب ہے اسے اہلسنت کا مذہب کہنا بعینہٖ ایسا ہے کہ کوئی کہے رافضیوں کا مذہب تفضیل شیخین ہے یعنی صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما کو رافضی تمام امت سے افضل و اعلٰی مانتے ہیں جیسا اس کا قائل صریح جھوٹا مفتری ہے یونہی یہ کہنے والا کہ تمام اہلسنت کا عقیدہ مولا علی کو سب سے افضل جاننا ہے بلاشبہہ سخت کذاب جری ہے۔ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے پہلا شعار اہلسنت کا یہ بتایا ہے ان تفضل الشیخین[2] یہ کہ تو صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما کو تمام اُمت سے افضل مانے۔ یہ عقیدہ حمیدہ خود امیر المومنین مولا علی

---

[1] ازالۃ الخفاء مقصد اول فصل چہارم مسند علی رضی اللہ عنہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۶۸ و ۶۹

[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر افضل الناس بعدہ علیہ الصلوٰۃ والسلام الخ مصطفی البابی مصر ص ۶۳

www.alahazratnetwork.org

کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے اُسّی صحابہ وتابعین نے روایت کیا اس میں ہماری حافل کامل کتاب مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین ہے جس میں اس مطلب شریف پر قرآن عظیم واحادیث سیدالمرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین و آثار اہلبیت کرام وصحابہ عظام وارشادات امیرالمومنین حیدر رضی اللہ تعالٰی عنہم ونصوص ائمہ وعلماء واولیا وعرفا قدست اسرارہم سے دریا لہرا رہے ہیں۔ ہر بچہ جانتا ہے کہ اہل سنت کی تمام کتب عقائد میں افضل البشر بعد الانبیاء ابوبکر الصدیق (انبیاء کے بعد سب سے افضل انسان ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں۔ ت) ہے۔ اگر نہایت صاف دن میں کف دست میدان میں مُنہ پر آنکھیں ہوتے ہوئے ٹھیک دوپہر کو انکار آفتاب روا ہے تو اس کا انکار بھی اُسی منکر کا سا مجنون کرسکتا ہے[عہ] یونہی حضرات اولیائے کرام قدسنا اللہ تعالٰی باسرارہم کی طرف اس عقیدۂ باطلہ کی نسبت کُھلا افترا ہے۔ دلیل الیقین من کلمات العارفین میں افضلیت مطلقہ حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو صرف ارشادات اولیائے کرام سے ثابت کیا ہے اور خود ظاہر کہ جب یہ عقیدہ اہلسنت ہے اور عقیدہ میں اہلسنت کا مخالف مبتدع اور مبتدع کا ولی ہونا محال تو اس کے خلاف اعتقاد اولیا کیونکر ہوسکتا ہے ولکن الظلمین یفترون وفی الحق بعد ماتبین یمترون (لیکن ظالم جھوٹ گھڑتے اور حق ظاہر ہوجانے کے بعد اس میں شک کرتے ہیں۔ ت) اسی زمرہ میں فتوحات مکیہ پر بھی افترا جڑا۔ فتوحات کے صریح لفظ یہ ہیں:

اعلم انہ لیس فی امۃ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من ھو افضل من ابی بکر غیر عیسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام[2]

یعنی بالیقین جان کہ محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اُمت میں کوئی ایسا نہیں جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے افضل ہو سوا سیدنا عیسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام کے کہ وہ حضور کے امتی ہیں اور صدیق سے افضل ہیں کہ نبی ہیں۔

عہ بد دینی وگمراہی دوسری چیز ہے مگر ذی عقل مشہور کی طرف ایسے انکار آفتاب کی نسبت سے یہ سہل معلوم ہوتا ہے کہ کسی یزیدی نے "یزیدنامہ" لکھ کر اُس کے نام کردیا یا کم ازکم ایسی وقاحتیں اس میں ملادیں ۱۲ منہ

---

[1] شرح العقائد النسفیہ دارالاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ص ۱۰۷
[2] الفتوحات المکیۃ

www.alahazratnetwork.org

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اجلّہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم سے ہیں۔ صحیح ترمذی شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا فرمائی:

اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا واھد بہ[1]	الٰہی! اسے راہ نما راہ یاب کر اور اس کے ذریعہ سے لوگوں کو ہدایت دے۔

صحابہ کرام میں کسی کو کافر بے دین نہ کہے گا مگر کافر بے دین یا گمراہ بددین۔ عزیز جبار واحد قہار جل وعلا نے صحابہ کرام کو دو قسم کیا ایک وہ کہ قبل فتح مکہ جنہوں نے راہ خدا میں خرچ و قتال کیا دوسرے وہ جنہوں نے بعد فتح پھر فرمادیا کہ دونوں فریق سے اللہ عزوجل نے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور ساتھ ہی فرمادیا کہ اللہ کو تمہارے کاموں کی خوب خبر ہے کہ تم کیا کیا کرنے والے ہو باینہمہ اُس نے تم سب سے حُسنٰی کا وعدہ فرمایا۔ یہاں قرآن عظیم نے اُن دریدہ دہنوں، بیباکوں، بے ادب، ناپاکوں کے منہ میں پتھر دے دیا جو صحابہ کرام کے افعال سے اُن پر طعن چاہتے ہیں وہ بشرط صحت اللہ عزوجل کو معلوم تھے پھر بھی اُن سب سے حُسنٰی کا وعدہ فرمایا، تو اب جو معترض ہے اللہ واحد قہار پر معترض ہے جنت و مدارج عالیہ اس معترض کے ہاتھ میں نہیں اللہ عزوجل کے ہاتھ ہیں۔ معترض اپنا سر کھاتا رہے گا اور اللہ نے جو حُسنٰی کا وعدہ اُن سے فرمایا ہے ضرور پورا فرمائے گا اور معترض جہنم میں سزا پائے گا وہ آیہ کریمہ یہ ہے:

لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولٰئك اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلا وعد اللہ الحسنٰی واللہ بما تعملون خبیر[2]	اے محبوب کے صحابیو! تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح سے پہلے خرچ و قتال کیا وہ رتبے میں بعد والوں سے بڑے ہیں، اور دونوں فریق سے اللہ نے حُسنٰی کا وعدہ کرلیا، اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرنے والے ہو۔

اب جن کے لئے اللہ کا وعدہ حُسنٰی کا ہولیا اُن کا حال بھی قرآن عظیم سے سُنئے:

ان الذین سبقت لھم منا الحسنٰی اولٰئك عنھا مبعدون ○ لا یسمعون حسیسھا وھم فی ما اشتھت انفسھم	بیشک جن کے لئے ہمارا وعدہ حُسنٰی کا ہوچکا وہ جہنم سے دُور رکھے گئے ہیں اس کی بھنک تک نہ سُنیں گے اور ہمیشہ اپنی من مانتی مرادوں میں رہیں گے

---

[1] جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب معاویہ بن ابی سفیان امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۲۵

[2] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۰

www.alahazratnetwork.org

خٰلدون ۵ لایحزنھم الفزع الاکبر وتتلقّٰھم الملئکۃ ھٰذا یومکم الذی کنتم توعدون[1]
وہ بڑی گھبراہٹ قیامت کی ہلچل انھیں غم نہ دے گی اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تمھیں وعدہ دیا جاتا تھا۔

یہ ہے جمیع صحابہ کرام سیدالانام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے قرآن کریم کی شہادت، امیر المؤمنین مولی المسلمین علی مرتضٰی مشکلکشا کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم قسم اول میں ہیں جن کو فرمایا: اولٰئک اعظم درجۃ (اُن کے مرتبے قسم دوم والوں سے بڑے ہیں) اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہم قسم دوم میں ہیں، اور حسنٰی کا وعدہ اور یہ تمام بشارتیں سب کو شامل۔ ولہذا امیر المؤمنین مولٰی علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ابن عساکر کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

تکون لاصحابی زلّۃ یغفرھا اللہ لھم لسابقتھم معی ثم یأتی قوم بعدھم یکبھم اللہ علی مناخرھم فی النار[2]
میرے اصحاب سے لغزش ہوگی جسے اللہ عزوجل معاف فرمائے گا اُس سابقہ کے سبب جو انکو میری بارگاہ میں ہے پھر اُن کے بعد کچھ لوگ آئیں گے کہ انھیں اللہ تعالٰی اُن کے منہ کے بل جہنم میں اوندھا کرے گا۔

یہ ہیں وُہ کہ صحابہ کی لغزشوں پر گرفت کریگے، ولہذا علامہ شہاب خفاجی رحمہ اللہ تعالٰی نے نسیم الریاض شرح شفاء امام قاضی عیاض میں فرمایا:

ومن یکون یطعن فی معٰویۃ فذالک کلب من کلاب الھاویۃ[3]
جو امیر معاویہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کتوں سے ایک کتا ہے۔

واللہ یقول الحق ویہدی السبیل (اور اللہ تعالٰی سچ فرماتا ہے اور سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۱ و ۱۰۲   [2] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۰
[3] المعجم الاوسط حدیث ۳۲۴۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/ ۱۴۲ و مجمع الزوائد ۷/ ۲۳۴
[4] نسیم الریاض الباب الثالث مرکز اہلسنت گجرات الہند ۳/ ۴۳۰

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۱۱۳ تا ۱۱۷ از دھولقہ ضلع احمدآباد ملک گجرات فتح حسن کا پول مولوی نور نبی ابن حاجی ولی محمد صاحب ۱۶ رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم، اما بعد کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسائل میں:

(۱) روح بعد خروج جسم کے دُنیا میں آتی ہے یا نہیں؟ خصوصاً جبکہ حیاتِ انبیاء واولیاء وشہداء ثابت ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی روح پاک دنیا میں میلاد ومجلس شریف میں آسکتی ہے یا نہیں؟ اور کوئی ان کی پاک روح کی تشریف آوری کو بعید از امکان سمجھے وہ شخص دائرۂ اسلام میں کیسا سمجھا جائے گا؟

(۲) کوئی شخص قبورِ اہل اللہ کی زیارت اور اُن پر پھول چڑھانے کو بدعت بتلائے تو اس کی نسبت اہلِ اسلام کا کیسا خیال ہوگا؟

(۳) حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو علمِ غیب تھا یا نہیں؟ اور کوئی شخص کہے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو مطلق غیب نہ تھا بلکہ تمام انسان کو جتنا علم ہوتا ہے اُتنا ہی آپ کو علم تھا غرض علم حضور کا انکار کرے وہ کیسا سمجھا جائے گا؟

(۴) وقت اذان کے اشہد ان محمدا رسول اللہ کہا جائے اس وقت ہاتھوں کے انگوٹھے چومنا کیسا ہے؟ کوئی شخص انکار کرے وہ کیسا سمجھا جائے گا؟

(۵) جو شخص عمداً ترکِ جماعت کرے اس کی نسبت اہلِ اسلام کا کیا خیال ہوگا؟

الجواب

(۱) مسلمان کی رُوح بعد انتقال جہاں چاہے جاتی ہے، حدیث میں ہے:

اذا مات المؤمن یخلی سربہ یسرح حیث یشاء[1] جب مسلمان مرتا ہے اس کی راہ کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے جائے۔

اس کا مفصل بیان ہماری کتاب حیات الموات فی بیان سماع الاموات میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شانِ اقدس تمام جہان سے ارفع واعلٰی ہے وہاں یہ سوال کرنا بھی بیجا ہے۔ امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک وقت میں ستر ہزار جگہ تشریف فرما

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ المصنف لابن ابی شیبہ کتاب ذکر الموت فضیلۃ ذکر الموت دارالفکر بیروت ۱۰/ ۲۲۶

www.alahazratnetwork.org

ہوسکتے ہیں۔[1]

امام جلال الدین سیوطی خاتم حفاظ الحدیث فرماتے ہیں:

اذن للانبیاء ان یخرجوا من قبورھم ویتصرفوا فی العالم العلوی و السفلی[2]	تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اختیار ملا ہے کہ اپنے مزاراتِ طیبہ سے باہر تشریف لائیں اور جملہ عالم آسمان و زمین میں جہاں جو چاہیں تصرف فرمائیں۔

روحِ اقدس کی تشریف آوری کو بعید از امکان جاننا اگر براہِ جہل و بے علمی ہے تو جرأت و بے ادبی ہے اور بربنائے وہابیت ہے تو وہابیت خود کفر جلی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) زیارتِ قبور سنّت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اَلا فزوروھا فانھا تزھدکم فی الدنیا و تذکرکم الاٰخرۃ[3]	سُن لو، قبور کی زیارت کرو کہ وہ تمھیں دنیا میں بے رغبت کرے گی اور آخرت یاد دلائے گی۔

خصوصاً زیارتِ مزاراتِ اولیائے کرام کہ موجب ہزاراں ہزار برکت و سعادت ہے، اسے بدعت نہ کہے گا مگر وہابی نابکار، ابن تیمیہ کا فضلہ خوار۔ وہاں جاہلوں نے جو بدعات مثل رقص و مزامیر ایجاد کرتے ہیں وہ ضرور ناجائز ہیں، مگر اُن سے زیارت کہ سنت ہے بدعت نہ ہوجائے گی۔ جیسے نماز میں قرآن شریف غلط پڑھنا، رکوع و سجود صحیح نہ کرنا، طہارت ٹھیک نہ ہونا عام عوام میں جاری و ساری ہے اس سے نماز بُری نہ ہوجائے گی۔

قبرِ مسلمان پر پھول رکھنا مستحب ہے۔ ائمہ دین فرماتے ہیں وہ جب تک تر ہے تسبیحِ الٰہی کریگا اس سے مُردے کا دل بہلے گا، کما فی فتاوی الامام فقیہ النفس وغیرھا (جیسا کہ امام فقیہ النفس کے فتاوٰی وغیرہ میں ہے۔ت)

فتاوٰی عالمگیریہ وغیرہا میں ہے:

وضع الورد والریاحین علی	قبروں پر گلاب وغیرہ خوشبو دار پھول رکھنا

---

[1] الفتاوی الکبرٰی لابن الحجر الہیتمی باب الجنائز دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۹
[2] الحاوی للفتاوی تنویر الحلک فی امکان رؤیۃ النبی والملک دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۶۳
[3] سنن ابن ماجہ ابواب الجنائز باب ماجاء فی زیارۃ القبور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۴

www.alahazratnetwork.org

القبور حسن[1] | اچھا ہے۔ (ت)

اسے بدعت کہنا بھی آج کل وہابیہ ہی کی ضلالت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تمام اولین وآخرین و شرق وغرب وعرش و فرش و ماتحت الثرٰی وجملہ ما کان و مایکون الٰی آخر الایام کے ذرے ذرے کا علم تفصیلی عطا فرمایا، اس کا بیان ہمارے رسالہ انباء المصطفٰی و خالص الاعتقاد و الدولۃ المکیہ وغیرہا میں ہے، جو کہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو علم غیب مطلقاً نہ تھا یا حضور کا علم اور سب آدمیوں کے برابر ہے وہ کافر ہے۔ امام حجۃ الاسلام غزالی وغیرہ اکابر فرماتے ہیں:

النبوۃ ھی الاطلاع علی الغیب[2] | نبوت کا معنی غیب پر مطلع ہونا ہے (ت)

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

علم الغیب فلا یظھر علٰی غیبہ احدا الا من ارتضٰی من رسول[3] | غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

(۴) اذان میں نام اقدس سن کر انگوٹھے چومنا حسب تصریح کتب فقہ ردالمحتار حاشیہ درمختار وجامع الرموز شرح نقایہ و فتاوٰی صوفیہ وکنز العباد مستحب ہے۔ اس کا مبسوط بیان ہماری کتاب منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین میں ہے۔ اس پر انکار بھی آج کل شعار وہابیہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۵) بلا وجہ شرعی عمداً ترک جماعت گناہ ہے اور اس کا عادی فاسق گمراہ ہے۔ صحیح مسلم شریف میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

ولو انکم صلیتم فی بیوتکم کما یصلی ھذا المتخلف فی بیتہ لترکتم سنۃ نبیکم ولو ترکتم | اور اگر تم نے گھروں میں نماز پڑھی جیسا کہ یہ تارک جماعت اپنے گھر میں پڑھتا ہے تو تم اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنت چھوڑ دوگے اور اگر تم نے اپنے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب السادس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۱
[2] المواہب اللدنیہ المقصد الثانی الفصل الاول المکتب الاسلامی بیروت ۲/۴۷
[3] القرآن الکریم ۷۲/۲۶ و ۲۷

www.alahazratnetwork.org

سنۃ نبیکم لضللتم[1] اھ ای ضلال عن سبیل المتقین وان استحلہ او استخفہ فضلال فی الدین۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔ | نبی کی سنت چھوڑدی تو گمراہ ہوجاؤ گے اھ یعنی متقی لوگوں کے راستے سے ہٹ جاؤ گے اور اگر کسی نے ترکِ جماعت کو حلال جانا یا ہلکا سمجھا تو یہ دین سے گمراہ ہونا ہے۔ اللہ رب العالمین کی پناہ۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

ایک یہ بات نہایت ضروری و بکار آمد ہے کہ دیوبندیوں سے کوئی مسئلہ پوچھنا یا کسی مسئلہ میں اُن کی بات پر کان رکھنا ہرگز ہرگز جائز نہیں، تمام علمائے حرمین طیبین بالاتفاق دیوبندیوں کو مرتد لکھ چکے اور فرمادیا، من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[2] (جس نے اس کے کفر و عذاب میں شک کیا وہ بھی کافر ہوگیا۔ ت) جو اُن کے اقوال ملعونہ پر مطلع ہو کر انھیں مسلمان جاننا درکنار ان کے کفر میں شک بھی کرے وہ بھی کافر ہے۔ دیکھو حسام الحرمین شریف۔ واللہ الہادی۔

مسئلہ ۱۱۱ تا ۱۲۰: از میونڈی ڈاکخانہ شاہی ضلع بریلی مرسلہ سید امیر عالم حسن صاحب ۱۲ شوال ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) زید کہتا ہے جو ہُوا اور ہوگا سب خدا کے حکم سے ہی ہوا اور ہوگا پھر بندہ سے کیوں گرفت ہے اور اس کو کیوں سزا کا مرتکب ٹھہرایا گیا اس نے کون سا کام ایسا کیا جو مستحق عذاب کا ہوا جو کچھ اس نے تقدیر میں لکھ دیا ہے وہی ہوتا ہے کیونکہ قرآن پاک سے ثابت ہورہا ہے کہ بلا حکم اُس کے ایک ذرہ نہیں ہلتا پھر بندے نے کون سا اپنے اختیار سے وہ کام کیا جو دوزخی ہوا یا کافر یا فاسق، جو بُرے کام تقدیر میں لکھے ہوں گے تو بُرے کام کرے گا اور بھلے لکھے ہونگے تو بھلے، بہرحال تقدیر کا تابع ہے پھر کیوں اس کو مجرم بنایا جاتا ہے؟ چوری کرنا، زنا کرنا، قتل کرنا وغیرہ وغیرہ جو بندہ کی تقدیر میں لکھ دئے ہیں وہی کرتا ہے ایسے ہی نیک کام کرتا ہے۔

(۲) جب کسی عورت نے کسی شخص سے قربت کی اور اس کو حمل رہ گیا تو اس حمل کو حملِ حرام کیوں کہا گیا اور اس کی اس فعل قربت کو زنا کیوں کہا گیا؟ اور جب اس حمل سے بچہ پیدا ہوا تو اس بچہ کو

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساجد باب بیان فضل الجماعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۳۲

[2] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۳ مکتبہ اہل سنت بریلی ص ۹۴

www.alahazratnetwork.org

حرامی کیوں کہا جائے؟ کیونکہ جتنے افعال بندہ کرتا ہے وُہ سب تقدیر سے اور حکمِ خدا سے ہوتے ہیں تو اب اس عورت نے کیا اپنی قدرت اور حکم سے ان فعلوں کو کرلیا ' نہیں وہی کیا جو تقدیر میں لکھدیا تھا پھر اس کو زنا یا حرام کہنا کیونکر ہے؟

(۳) اُس بچے کی رُوح پاک تھی یا ناپاک؟ یا اُن رُوحوں میں کی روح تھی جو روزِ ازل میں پیدا ہوئی تھیں یا کوئی اور؟ اور اس کا کیا سبب جو بچہ حرامی ہوگیا اور روح پاک ہے، نہیں روح بھی ایسی ہے جیسا بچہ حرامی کیونکر ہوسکتا ہے؟ فقط۔

الجواب

(۱) زید گمراہ بے دین ہے، اُسے کوئی جوتا مارے تو کیوں ناراض ہوتا ہے، یہ بھی تو تقدیر میں تھا۔ اس کا کوئی مال دبالے تو کیوں بگڑتا ہے، یہ بھی تقدیر میں تھا۔ یہ شیطانی فعلوں کا دھوکا ہے کہ جیسا لکھدیا ایسا ہمیں کرنا پڑتا ہے بلکہ جیسا ہم کرنے والے تھے اُس نے اپنے علم سے جان کر وہی لکھا ہے۔

(۲) یہ وہی ابلیس ملعون کا دھوکا ہے جو بددینوں کو دیا کرتا ہے علم کسی کو مجبور نہیں کرتا۔ عورت زنا کرنے والی تھی اس لئے اس کا یہ آئندہ حال اس نے اپنے علمِ غیب سے جان کر لکھ لیا اگر وہ حلال کرنے والی ہوتی تو اسے حلال والی ہی لکھا جاتا۔

(۳) رُوحیں ازل میں پیدا نہ ہوئیں، ہاں جسم سے دو ہزار برس پہلے بنیں۔ ولد الحرام کا اپنا قصور نہیں مگر جبکہ وہ حرام سے پیدا ہوا ولد الحرام ہونے میں کیا شک ہے، نہ اس سے اس کی روح کی ناپاکی لازم۔ روح کفر و ضلالت سے پاک ہوتی ہے۔ بددین کی روح ناپاک ہے اگرچہ ولد الحلال ہو، اور دیندار کی رُوح پاک ہے اگرچہ اس کی ولادت حرام سے ہو، روح کے پاک ہونے سے جسم کا نطفہ حرام سے بننا کیونکر مٹ گیا، بے علم کو ایسی جہالتوں اور ایسی باتوں میں خوض سے فائدہ نہیں ہوتا سوا اس کے کہ شیطان کسی گھاٹی میں راہ مار کر ہلاک کردے۔ واللہ تعالٰی اعلم

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

ثلج الصدر لایمان القدر ۱۳۲۵ھ

(سینے کی ٹھنڈک، ایمان تقدیر کے سبب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۲۱: از ضلع کھیری ملک اودھ موضع کٹوارہ مرسلہ سید محمد مظفر حسین صاحب خلف سید رضا حسین صاحب تعلقدار کٹوارہ ۲۸ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ (کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں۔ت) قرآن میں جس آیت کے معنی یہ ہیں کہ "اے محمد! ان اشخاص کو زیادہ ہدایت مت کرو، ان کے لئے اسلام کے واسطے مشیت ازلی نہیں ہے، یہ مسلمان نہ ہونگے۔" اور ہر امر کے ثبوت میں اکثر آیاتِ قرآنی موجود ہیں، تو پس کیونکر خلافِ مشیتِ پروردگار کوئی امر ظہور پذیر ہوسکتا ہے، کیونکہ مشیت کے معنی ارادہ پروردگارِ عالم کے ہیں، تو جب کسی کام کا ارادہ اللہ تعالٰی نے کیا تو بندہ اس کے خلاف کیونکر کرسکتا تھا۔ اور اللہ نے جب قبل پیدائش کسی بشر کے ارادہ اُس کے کافر رکھنے کا کرلیا تھا تو اب وہ مسلمان کیونکر ہوسکتا ہے یھدی من یشاء[1]

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۲

www.alahazratnetwork.org

کے صاف معنی یہ ہیں کہ جس امر کی طرف اس کی خواہش ہوگی وُہ ہوگا۔ پس انسان مجبور ہے اس سے باز پرس کیونکر ہوسکتی ہے کہ اس نے فلاں کام کیوں کیا، کیونکہ اُس وقت اُس کو ہدایت از جانب باری عزّ اسمہٗ ہوگی وہ اختیار کرے گا۔ علم اور ارادہ میں بیّن فرق ہے، یہاں من یشاءُ سے اس کی خواہش ظاہر ہوتی ہے۔ پھر انسان باز پرس میں کیوں لایا جائے، پس معلوم ہُوا کہ جب اللہ پاک کسی بشر کو اہلِ جنان سے کرنا چاہتا ہے تو اس کو ایسی ہی ہدایت ہوتی ہے۔

الجواب

اللّٰھمّ ھدایۃ الحق والصواب، ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب، رب انی اعوذبک من ھمزات الشیطین و اعوذبک رب ان یحضرون۔

اے اللہ! میں تجھ سے حق اور درستی کا طلبگار ہوں، اے ہمارے رب! ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اس کے کہ تُو نے ہمیں ہدایت دی، اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر، بیشک تُو ہے بڑا دینے والا، اے میرے رب! تیری پناہ شیاطین کے وسوسوں سے، اور اے میرے رب! تیری پناہ اس سے کہ وہ میرے پاس آئیں ۱۲ (ت)

اللہ عزّوجل نے بندے بنائے، اور انھیں کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہا آلات و جوارح عطا فرمائے اور انھیں کام میں لانے کا طریقہ الہام کیا۔ اور اُن کے ارادے کا تابعِ فرمان بنا دیا کہ اپنے منافع حاصل کریں اور مضرتوں سے بچیں۔ پھر اعلیٰ درجہ کے شریف جوہر یعنی عقل سے ممتاز فرمایا جس نے تمام حیوانات پر انسان کا مرتبہ بڑھایا، عقل کو اُن امور کے ادراک کی طاقت بخشی۔ خیر و شر، نفع و ضرر یہ حواسِ ظاہری نہ پہچان سکتے تھے۔ پھر اسے بھی فقط اپنی سمجھ پر بےکس و بےیاور نہ چھوڑا، ہنوز لاکھوں باتیں ہیں جن کو عقل خود ادراک نہ کرسکتی تھی، اور جن کا ادراک ممکن تھا ان میں لغزش کرنے، ٹھوکر کھانے سے پناہ کے لئے کوئی زبردست دامن ہاتھ میں نہ رکھتی تھی۔ لہٰذا انبیاء بھیج کر، کتابیں اتار کر، ذرا ذرا بات کا حُسن و قبح خوب جتا کر اپنی نعمت تمام و کمال فرمادی، کسی عذر کی جگہ باقی نہ چھوڑی لئلا یکون للناس علی اللہ حُجۃ بعد الرسل[1] (کہ رسولوں کے بعد اللہ کے یہاں لوگوں کو کوئی عذر نہ رہے۔ ت) حق کا راستہ آفتاب سے زیادہ واضح ہوگیا۔ ہدایت و گمراہی پر کوئی پردہ نہ رہا لا اکراہ فی

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۶۵

www.alahazratnetwork.org

الدین قد تبین الرشد من الغی[1] (کچھ زبردستی نہیں دین میں، بے شک خوب جُدا ہوگئی ہے نیک راہ گمراہی سے۔ت) 19

بااین ہمہ کسی کا خالق ہونا، یعنی ذات ہو یا صفت، فعل ہو یا حالت، کسی معدوم چیز کو عدم سے نکال کر لباسِ وجود پہنا دینا، یہ اُسی کا کام ہے، یہ نہ اُس نے کسی کے اختیار میں دیا نہ کوئی اس کا اختیار پاسکتا تھا، کہ تمام مخلوقات خود اپنی حدِّ ذات میں نیست ہیں، ایک نیست دوسرے نیست کو کیا ہست بناسکے، ہست بنانا اُسی کی شان ہے جو آپ اپنی ذات سے ہستِ حقیقی و ہستِ مطلق ہے۔ ہاں یہ اُس نے اپنی رحمت اور اپنی غنائے مطلق سے عادات اِجراء فرمائے کہ بندہ جس امر کی طرف قصد کرے اپنے جوارح اُدھر پھیرے، مولا تعالٰے اپنے ارادہ سے اُسے پیدا فرمادیتا ہے مثلاً اُس نے ہاتھ دئے ان میں پھیلنے، سمٹنے، اُٹھنے، جُھکنے کی قوت رکھی۔ تلوار بنائی، اُس میں دھار، اور دھار میں کاٹ کی قوت رکھی۔ اس کا اٹھانا، لگانا، وار کرنا بنایا۔ دوست دشمن کی پہچان کو عقل بخشی، اسے نیک و بد میں تمیز کی طاقت عطا کی، شریعت بھیج کر قتلِ حق و ناحق کی بھلائی بُرائی صاف جتادی۔ زید نے وہی خدا کی بنائی ہُوئی تلوار، خدا کے بنائے ہوئے ہاتھ، خدا کی دی ہوئی قوت سے اُٹھانے کا قصد کیا۔ وُہ خدا کے حکم سے اُٹھ گئی، اور جُھکا کر ولید کے جسم پر ضرب پہنچانے کا ارادہ کیا، وُہ خدا کے حکم سے جُھکی اور ولید کے جسم پر لگی، تو یہ ضرب جن امور پر موقوف تھی سب عطائے حق تھے، اور خود جو ضرب واقع ہوئی بارادۂ خدا واقع ہُوئی۔ اور اب جو اس ضرب سے ولید کی گردن کٹ جانا پیدا ہوگا یہ بھی اللہ کے پیدا کرنے سے ہوگا۔ وُہ نہ چاہتا تو ایک زید کیا تمام انس وجن تک جمع ہو کر زور کرتے تو اٹھنا درکنار ہرگز جنبش نہ کرتی اور اس کے حکم سے اُٹھنے کے بعد اگر وہ نہ چاہتا تو زمین، آسمان، پہاڑ سب ایک لنگر بنا کر تلوار کے پیلے (نوک) پر ڈال دیے جاتے، تاہم کو بال برابر نہ جھکتی۔ اور اس کے حکم سے پہنچنے کے بعد اگر وہ نہ چاہتا گردن کٹنا تو بڑی چیز ہے ممکن نہ تھا کہ خط بھی آتا۔ لڑائیوں میں ہزاروں بار تجربہ ہوچکا کہ تلواریں پڑیں اور خراش تک نہ آئی، گولیاں لگیں اور جسم تک آتے آتے ٹھنڈی ہوگئیں، شام کو معرکے سے پلٹنے کے بعد سپاہیوں کے سر کے بالوں میں سے گولیاں نکلی ہیں — تو زید سے جو کچھ واقع ہوا سب خلقِ خدا و بارادۂ خدا تھا۔ زید کا بیچ میں صرف اتنا کام رہا کہ اس نے قتلِ ولید کا ارادہ کیا اور اِس طرف اپنے جوارح کو پھیرا اب اگر ولید شرعاً مستحقِ قتل ہے تو زید پر کچھ الزام نہیں رہا بلکہ بارہا ثوابِ عظیم کا مستحق ہوگا کہ اس نے اس چیز کا قصد کیا اور اس طرف جوارح کو پھیرا جسے اللہ عزوجل نے اپنے رسولوں کے ذریعے اپنی مرضی، اپنا پسندیدہ کام ارشاد فرمایا تھا۔ اور اگر قتل ناحق ہے تو یقیناً زید پر الزام ہے اور عذابِ الیم کا مستحق ہوگا کہ

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۵۶

www.alahazratnetwork.org

بمخالفت حکم شرع اُس شے کا عزم کیا، اور اُس طرف جوارح کو متوجہ کیا جسے مولیٰ تعالیٰ نے اپنی کتابوں کے واسطے سے اپنے غضب اپنی ناراضی کا حکم بتایا تھا۔ غرض فعل انسان کے ارادہ سے نہیں ہوتا بلکہ انسان کے ارادہ پر اللہ کے ارادہ سے ہوتا ہے۔ یہ نیکی کا ارادہ کرے اور اپنے جوارح کو پھیرے، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نیکی پیدا کردے گا اور یہ بُرے کا ارادہ کرے اور جوارح کو اس طرف پھیرے اللہ تعالیٰ اپنی بے نیازی سے بدی کو موجود فرما دے گا۔ دو پیالیوں میں شہد اور زہر ہیں اور دونوں خود بھی خدا ہی کے بنائے ہوئے ہیں، شہد میں شفا۔ اور زہر میں ہلاک کرنے کا اثر بھی اُسی نے رکھا ہے۔ روشن دماغ حکیموں کو بھیج کر بتا بھی دیا ہے کہ دیکھو یہ شہد ہے اس کے یہ منافع ہیں، اور خبردار! یہ زہر ہے اس کے پینے سے ہلاک ہوجاتا ہے۔ ان ناصح اور خیر خواہ حکمائے کرام کی یہ مبارک آوازیں تمام جہان میں گونجیں اور ایک ایک شخص کے کان میں پہنچیں۔ اس پر کچھ نے شہد کی پیالی اٹھا کر پی اور کچھ نے زہر کی۔ ان اٹھانے والوں کے ہاتھ بھی خدا ہی کے بنائے ہوئے تھے، اور ان میں پیالی اٹھانے، مُنہ تک لے جانے کی قوت بھی اُسی کی رکھی ہُوئی تھی۔ مُنہ اور حلق میں کسی چیز کو جذب کرکے اندر لینے کی قوت، اور خود مُنہ اور حلق اور معدہ وغیرہ سب اس کے مخلوق تھے، اب شہد پینے والوں کے جوف میں شہد پہنچا، کیا وہ آپ اُس کا نفع پیدا کرلیں گے؟ یا شہد بذاتِ خود خالقِ نفع ہوجائے گا؟ حاشا ہرگز نہیں، بلکہ اس کا اثر پیدا ہونا بھی اسی کے دستِ قدرت میں ہے اور ہوگا تو اسی کے ارادہ سے ہوگا۔ وُہ نہ چاہے تو مَنوں شہد پی جائے کچھ فائدہ نہیں ہوسکتا، بلکہ وُہ چاہے تو شہد زہر کا اثر دے، یُونہی زہر والوں کے پیٹ میں زہر جاکر کیا وہ آپ ضرر کی تخلیق کرلیں گے یا زہر خود بخود خالقِ ضرر ہوجائیگا؟ حاشا ہرگز نہیں، بلکہ اس کا اثر پیدا ہونا بھی اسی کے قبضۂ اقتدار میں ہے اور ہوگا تو اسی کے ارادہ سے ہوگا بلکہ وُہ چاہے تو زہر شہد ہو کر لگے۔ بااینہمہ شہد پینے والے ضرور قابلِ تحسین و آفریں ہیں۔ ہر عاقل یہی کہے گا کہ انھوں نے اچھا کیا، ایسا ہی کرنا چاہئے تھا۔ اور زہر پینے والے ضرور لائقِ سزا و نفریں ہیں، ہر ذی ہوش یہی کہے گا کہ یہ بدبخت خودکشی کے مجرم ہیں۔

دیکھو اوّل سے آخر تک جو کچھ ہوا سب اللہ ہی کے ارادہ سے ہوا۔ اور جتنے آلات اس کام میں لئے گئے سب اللہ ہی کے مخلوق تھے، اور اسی کے حکم سے انھوں نے کام دیئے، جو تمام عقلاء کے نزدیک ایک فریق کی تعریف ہے اور دُوسرے کی مذمت، تمام کچہریاں جو عقل سے حصہ رکھتی ہوں ان زہر نوشوں کو مجرم بنائیں گی، پھر کیوں بناتی ہیں، نہ زہر ان کا پیدا کیا ہوا نہ زہر میں قوتِ اہلاک اُن کی رکھی ہوئی، نہ ہاتھ اُن کا پیدا کیا ہُوا نہ اس کے بڑھانے اُٹھانے کی قوت ان کی رکھی ہوئی، نہ دہن و حلق ان کے پیدا کئے ہُوئے نہ ان میں جذب و کشش کی قوت اُن کی رکھی ہُوئی، نہ حلق سے اُترجانا ان کے ارادہ سے ممکن تھا۔ آدمی

www.alahazratnetwork.org

پانی پیتا ہے اور چاہتا ہے کہ حلق سے اُترے مگر اُچھو ہو کر نکل جاتا ہے اُس کا چاہا نہیں چلتا، جب تک وہی نہ چاہے جو صاحب سارے جہان کا ہے۔

اب حلق سے اُترنے کے بعد تو ظاہری نگاہوں میں بھی پینے والے کا اپنا کوئی کام نہیں۔ خون میں اس کا ملنا اور خون کا اُسے لے کر دَورہ کرنا اور دَورہ میں قلب تک پہنچنا اور وہاں جا کر اُسے فاسد کر دینا یہ کوئی فعل نہ اس کے ارادے سے ہے نہ اس کی طاقت سے۔ بہتیرے زہر پی کر نادم ہوتے ہیں۔ پھر ہزار کوشش کرتے ہیں جو ہونی ہے ہو کر رہتی ہے۔ اگر اس کے ارادہ سے ضرر ہوتا تو اس ارادہ سے باز آتے ہی زہر باطل ہو جانا لازم تھا، مگر نہیں ہوتا تو معلوم ہُوا کہ اس کا ارادہ بے اثر ہے۔ پھر اس سے کیوں بازپُرس ہوتی ہے؟ ہاں، بازپرس کی وہی وجہ ہے کہ شہد اور زہر اسے بتا دیے تھے۔ عالی قدر حکمائے عظام کی معرفت سب نفع نقصان جتا دیے تھے۔ دست و دہان و حلق اس کے قابو میں کر دیے تھے۔ دیکھنے کو آنکھ، سمجھنے کو عقل اُسے دے دی تھی۔ یہی ہاتھ جس سے اس نے زہر کی پیالی اٹھا کر پی، جامِ شہد کی طرف بڑھاتا اللہ تعالیٰ اُسی کا اٹھنا پیدا کر دیتا، یہاں تک کہ سب کام اوّل تا آخر اسی کی خلق و مشیت سے واقع ہو کر اس کے نفع کے مُوجِب ہوتے مگر اُس نے ایسا نہ کیا بلکہ کاسۂ زہر کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس کے پینے کا عزم لایا۔ وہ غنی بے نیاز دونوں جہان سے بے پروا ہے، وہاں تو عادت جاری ہو رہی ہے کہ یہ قصد کرے اور وہ خلق فرما دے۔ اُس نے اسی کاسہ کا اٹھنا اور حلق سے اُترنا، دل تک پہنچنا وغیرہ وغیرہ پیدا فرما دیا پھر یہ کیونکر بے جرم قرار پا سکتا ہے۔ انسان میں یہ قصد و ارادہ و اختیار ہونا ایسا واضح و روشن و بدیہی امر ہے جس سے انکار نہیں کر سکتا مگر مجنون۔ ہر شخص سمجھتا ہے کہ مجھ میں اور پتھر میں ضرور فرق ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ انسان کے چلنے پھرنے، کھانے پینے، اُٹھنے بیٹھنے وغیرہ وغیرہ افعال کے حرکات ارادی ہیں۔ ہر شخص آگاہ ہے کہ انسان کا کام کرنے کے لئے ہاتھ کو حرکت دینا اور وہ جنبش جو ہاتھ کو رعشہ سے ہو، اُن میں صریح فرق ہے۔ ہر شخص واقف ہے کہ جب وہ اُوپر کی جانب جست کرتا اور اس کی طاقت ختم ہونے پر زمین پر گرتا ہے ان دونوں حرکتوں میں تفرقہ ہے۔ اُوپر کودنا اپنے اختیار و ارادہ سے تھا اگر نہ چاہتا نہ کودتا اور یہ حرکت تمام ہو کر اب زمین پر آنا اپنے ارادہ و اختیار سے نہیں۔ ولہٰذا اگر رُکنا چاہے تو نہیں رُک سکتا۔ بس یہی ارادہ، یہی اختیار جو ہر شخص اپنے نفس میں دیکھ رہا ہے عقل کے ساتھ اس کا پایا جانا، یہی مدارِ امر و نہی و جزا و سزا و عتاب و پرسش و حساب ہے۔ اگرچہ بلا شبہہ بلا رَیب قطعاً یقیناً یہ ارادہ و اختیار بھی اللہ عزّوجل ہی کا پیدا کیا ہُوا ہے، جیسے انسان خود بھی اُسی کا بنایا ہوا ہے آدمی جس طرح نہ آپ سے آپ بن سکتا تھا نہ اپنے لئے آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں، زبان

www.alahazratnetwork.org

وغیرہا بنا سکتا تھا۔ یُونہی اپنے لئے طاقت، قوت، ارادہ، اختیار بھی نہیں بنا سکتا۔ سب کچھ اُس نے دیا اور اُسی نے بنایا۔ مگر اس سے یہ سمجھ لینا کہ جب ہمارا ارادہ و اختیار بھی خدا ہی کا مخلوق ہے تو پھر ہم پتھر ہوگئے قابلِ سزا و جزا و بازپرس نہ رہے، کیسی سخت جہالت ہے۔ صاحبو! تم میں خدا نے کیا پیدا کیا؟ ارادہ و اختیار۔ تو ان کے پیدا ہونے سے تم صاحبِ ارادہ، صاحبِ اختیار ہوئے یا مضطر، مجبور، ناچار۔ صاحبو! تمھاری اور پتھر کی حرکت میں فرق کیا تھا؟ یہ کہ وہ ارادہ و اختیار نہیں رکھتا اور تم میں اللہ تعالٰی نے یہ صفت پیدا کی، عجب عجب کہ وہی صفت جس کے پیدا ہونے نے تمھاری حرکات کو پتھر کی حرکات سے ممتاز کر دیا، اسی کی پیدائش کو اپنے پتھر ہو جانے کا سبب سمجھو۔ یہ کیسی اُلٹی مت ہے؟ اللہ تعالٰی نے ہماری آنکھیں پیدا کیں، اُن میں نور خلق کیا، اس سے ہم انکھیارے ہوئے، نہ کہ معاذ اللہ اندھے۔ یُونہی اس نے ہم میں ارادہ و اختیار پیدا کیا اس سے ہم اس کی عطا کے لائق مختار ہوئے، نہ کہ اُلٹے مجبور۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ جب وقتاً فوقتاً ہر فرد اختیار بھی اُسی کی خلق، اُسی کی عطا ہے، ہماری اپنی ذات سے نہیں، تو مختار کردہ ہوئے "خود مختار" نہ ہوئے۔ پھر اس میں کیا حرج ہے؟ بندے کی شان ہی نہیں کہ خود مختار ہو سکے۔ نہ جزا و سزا کے لئے خود مختار ہونا ہی ضرور۔ ایک نوعِ اختیار چاہئے، کسی طرح ہو، وہ بداہۃً حاصل ہے۔

آدمی انصاف سے کام لے تو اسی قدر تقریر و مثال کافی ہے۔ شہد کی پیالی اطاعتِ الٰہی ہے اور زہر کا کاسہ اس کی نافرمانی۔ اور وہ عالی شان حکماء، انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ اور ہدایت اس شہد سے نفع پانا ہے کہ اللہ ہی کے ارادہ سے ہوگا، اور ضلالت اس زہر کا ضرر پہنچانا کہ یہ بھی اسی کے ارادہ سے ہوگا، مگر اطاعت والے تعریف کئے جائیں گے اور تمرّد (سرکشی) والے مذموم و ملزم ہو کر سزا پائیں گے۔ پھر بھی جب تک ایمان باقی ہے یغفر لمن یشاء[1] (جسے چاہے بخش دے۔ ت) باقی ہے۔

والحمد للہ رب العٰلمین، لہ الحکم و الیہ ترجعون۔ | اور سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا، حکم اُسی کا ہے اور اسی کی طرف تمھیں لوٹنا ہے۔ (ت)

قرآن عظیم میں یہ کہیں نہیں فرمایا کہ ان اشخاص کو زیادہ ہدایت نہ کرو ـــــ ہاں یہ ضرور فرمایا ہے کہ ہدایت، ضلالت سب اس کے ارادہ سے ہے۔ اس کا بیان بھی ہو چکا اور آئندہ إن شاء اللہ تعالٰی اور زیادہ واضح ہوگا۔ نیز فرمایا ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۴

www.alahazratnetwork.org

ان الذین کفروا سواء علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لایؤمنون۔[1]

وہ جو علم الٰہی میں کافر ہیں انھیں ایک سا ہے چاہے تم ان کو ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان نہ لائیں گے۔

ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام جہان کے لئے رحمت بھیجے گئے جو کافر ایمان نہ لاتے ان کا نہایت غم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ہوتا، یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے فرمایا،

فلعلک باخع نفسک علٰی اٰثارھم ان لم یؤمنوا بھٰذا الحدیث اسفا۔[2]

شاید تم ان کے پیچھے اپنی جان پر کھیل جاؤ گے اس غم میں کہ وہ اس کلام پر ایمان نہ لائیں۔

لہذا حضور کی تسکین خاطر اقدس کو یہ ارشاد ہوا ہے کہ جو ہمارے علم میں کفر پر مرنے والے ہیں والعیاذ باللہ تعالٰی وہ کسی طرح ایمان نہ لائیں گے، تم اس کا غم نہ کرو۔ لہذا یہ فرمایا کہ تمھارا سمجھانا نہ سمجھانا" ان کو" یکساں ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ" تمھارے حق میں" یکساں ہے، کہ ہدایت معاذ اللہ امر فضول ٹھہرے۔ ہادی کا اجر اللہ پر ہے، چاہے کوئی مانے یا نہ مانے۔

وما علی الرسول الا البلاغ المبین۔[3]

اور رسول کے ذمہ نہیں مگر صاف پہنچا دینا (ت)

وما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علٰی رب العٰلمین۔[4]

اور میں تم سے اس پر کچھ اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے (ت)

اللہ خوب جانتا ہے اور آج سے نہیں ازل الآزال سے کہ اتنے بندے ہدایت پائیں گے اور اتنے چاہِ ضلالت میں ڈوبیں گے، مگر کبھی اپنے رسولوں کو ہدایت سے منع نہیں فرماتا کہ جو ہدایت پانے والے ہیں اُن کے لئے سببِ ہدایت ہوں اور جو نہ پائیں گے اُن پر حجت الٰہیہ قائم ہو، وللّٰہ الحجۃ البالغۃ (اور اللہ ہی کی حجت پُوری ہے۔ ت)

ابن جریر عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال لما بعث اللہ تعالٰی موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام الٰی فرعون نودی لن یفعل، فلم افعل؟ فقال فناداہ اثنا عشر ملکا

ابن جریر نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ جب سیدنا موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام کو مولٰی عزوجل نے رسول کرکے فرعون کی طرف بھیجا موسٰی علیہ السلام چلے تو ندا ہُوئی کہ اے موسٰی! فرعون ایمان نہ لائے گا۔ موسٰی علیہ السلام نے دل

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۶
[2] القرآن الکریم ۱۸/ ۶
[3] " " ۲۴/ ۵۴
[4] " " ۲۶/ ۱۰۹

www.alahazratnetwork.org

من علماء الملئکة، امضِ لما أمرت به، فانا جهدنا ان نعلم هذا فلم نعلمه[1]

میں کہا پھر میرے جاننے سے کیا فائدہ ہے؟ اس پر بارہ[2] علماء ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے کہا اے موسٰی! آپ کو جہاں کا حکم ہے جائیے۔ یہ وہ راز ہے کہ باوصف کوشش آج تک ہم پر بھی نہ کھلا۔

اور آخر نفعِ بعثت سب نے دیکھ لیا کہ دشمنانِ خدا ہلاک ہوئے، دوستانِ خدا نے ان کی غلامی، ان کے عذاب سے نجات پائی۔ ایک جلسے میں ستّر ہزار ساحر سجدہ میں گر گئے اور ایک زبان بولے،

اٰمنّا بربّ العٰلمین ربّ موسٰی وھارون[3]

ہم اس پر ایمان لائے جو رب ہے سارے جہان کا، رب ہے موسٰی وہارون کا۔

مولٰی عزّوجلّ قادر تھا اور ہے کہ بے کسی نبی و کتاب کے تمام جہان کو ایک آن میں ہدایت فرما دے۔

ولو شاء اللّٰه لجمعھم علی الھدٰی فلا تکونن من الجٰھلین[4]

اور اللہ چاہتا تو انھیں ہدایت پر اکٹھا کر دیتا تو اے سُننے والے! تُو ہرگز نادان نہ بن۔ (ت)

مگر اس نے دنیا کو عالمِ اسباب بنایا ہے اور ہر نعمت میں اپنی حکمتِ بالغہ کے مطابق مختلف حصے رکھا ہے وہ چاہتا تو انسان وغیرہ جانداروں کو بھوک ہی نہ لگتی، یا بھوکے ہوتے تو کسی کا صرف نام پاک لینے سے، کسی کا ہوا سُونگھنے سے پیٹ بھرتا۔ زمین جوتنے سے روٹی پکانے تک جو سخت مشقتیں پڑتی ہیں کسی کو نہ ہوتیں۔ مگر اس نے یونہی چاہا اور اس میں بھی بے شمار اختلاف رکھا کسی کو اتنا دیا کہ لاکھوں پیٹ اس کے دَر سے پلتے ہیں، اور کسی پر اس کے اہل وعیال کے ساتھ تین تین فاقے گزرتے ہیں۔

غرض ہر چیز میں اھم یقسمون رحمۃ ربك نحن قسمنا بینھم[5] (کیا تمھارے رب کی رحمت وہ بانٹتے ہیں، ہم نے ان میں ان کی زیست کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا۔ ت) کی نیرنگیاں ہیں۔ احمق بدعقل یا اجہل بددین وہ اس کے ناموس میں چوں وچرا کرے کہ یُوں کیوں کیا، یوں کیوں نہ کیا؟ — سنتا ہے! اسکی شان ہے یفعل اللّٰه ما یشاء[6] اللہ جو چاہے کرتا ہے — اس کی شان ہے ان اللّٰه یحکم ما یرید[7] اللہ

---

[1]

[2] القرآن الکریم ۷/ ۱۲۱ و ۱۲۲

[4] " ۶/ ۳۵

[5] القرآن الکریم ۴۳/ ۳۲

[6] " ۱۴/ ۲۷

[7] " ۵/ ۱

www.alahazratnetwork.org

جو چاہے حکم فرماتا ہے۔ اس کی شان ہے لایسئل عما یفعل وھم یسئلون[1] وہ جو کچھ کرے اس سے کوئی پُوچھنے والا نہیں۔ اور سب سے سوال ہوگا۔

زید نے روپے کی ہزار اینٹیں خریدیں، پانسو مسجد میں لگائیں، پانسو پاخانہ کی زمین اور قدمچوں میں۔ کیا اس سے کوئی اُلجھ سکتا ہے کہ ایک ہاتھ کی بنائی ہوئی، ایک مٹی سے بنی ہوئی، ایک آوے سے پکی ہوئی ایک روپے کی مول لی ہوئی ہزار اینٹیں تھیں۔ اُن پانسو میں کیا خوبی تھی کہ مسجد میں صرف کیں؟ اور ان میں کیا عیب تھا کہ جائے نجاست میں رکھیں۔ اگر کوئی احمق اس سے پُوچھے بھی تو وہ یہی کہے گا کہ میری مِلک تھیں میں نے جو چاہا کیا۔

جب مجازی جُھوٹی مِلک کا یہ حال ہے تو حقیقی سچی مِلک کا کیا پُوچھنا۔ ہمارا اور ہماری جان و مال اور تمام جہان کا وہ ایک اکیلا پاک نرالا سچا مالک ہے۔ اس کے کام، اس کے احکام میں کسی کو مجالِ دم زدن کیا معنی! کیا کوئی اس کا ہمسر یا اس پر افسر ہے جو اس سے کیوں اور کیا کہے۔ مالک علی الاطلاق ہے، بے اشتراک ہے، جو چاہا کیا اور جو چاہے کرے گا۔ ذلیل فقیر بے حیثیت حقیر اگر بادشاہِ جبار سے اُلجھے تو اس کا سر کُھجایا ہے، شامت نے گھیرا ہے۔ اس سے ہر عاقل یہی کہے گا کہ او بدعقل بے ادب! اپنی حد پر رہ۔ جب یقیناً معلوم ہے کہ بادشاہ کمالِ عادل اور جمیع کمالِ صفات میں یکتا و کامل ہے تو تجھے اس کے احکام میں دخل دینے کی کیا مجال! ؎

گدائے خاک نشینی تو حافظا مخروش　　　نظامِ مملکتِ خویش خسرواں دانند[2]

تو خاک نشین گدا گر ہے اے حافظ! شور مت کر، اپنی سلطنت کے نظام کو بادشاہ جانتے ہیں۔ ت)

افسوس کہ دُنیوی، مجازی، جُھوٹے بادشاہوں کی نسبت تو آدمی کو یہ خیال ہو اور مالک الملوک بادشاہِ حقیقی جل جلالہ کے احکام میں رائے زنی کرے۔ سلاطین تو سلاطین اپنا برابر زنی بلکہ اپنے سے بھی کم رتبہ شخص بلکہ اپنا نوکر یا غلام جب کسی صنعت کا استاد ماہر ہو اور خود یہ شخص اس سے آگاہ نہیں تو اس کے اکثر کاموں کو ہرگز نہ سمجھ سکے گا۔ یہ اُتنا ادراک ہی نہیں رکھتا۔ مگر عقل سے حصہ ہے تو اس پر معترض بھی نہ ہوگا۔ جان لے گا کہ یہ اِس کام کا استاد و حکیم ہے، میرا خیال وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/ ۲۳

[2] دیوانِ حافظ　ردیف شین معجمہ　سب رنگ کتاب گھر دہلی　ص ۲۵۸

www.alahazratnetwork.org

غرض اپنی فہم کو قاصر جاننے کا ذکر اس کی حکمت کو۔ پھر رب الارباب، حکیم حقیقی، عالم السر والخفی عزّ جلالہٗ کے اسرار میں خوض کرنا اور جو سمجھ میں نہ آئے اس پر معترض ہونا اگر بے دینی نہیں جنون ہے۔ اگر جنون نہیں بے دینی ہے، والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔

اے عزیز! کسی بات کو حق جاننے کے لئے اس کی حقیقت جاننی لازم نہیں ہوتی۔ دنیا جانتی ہے کہ مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے، اور مقناطیسی قوت دیا ہوا لوہا ستارۂ قطب کی طرف توجہ کرتا ہے۔ مگر اس کی حقیقت و کنہ کوئی نہیں بتا سکتا کہ اس خاکی لوہے اور اس افلاکی ستارے میں کہ یہاں سے کروڑوں میل دور ہے باہم کیا اُلفت؟ اور کیونکر اُسے اس کی جہت کا شعور ہے؟ — اور ایک یہی نہیں عالم میں ہزاروں ایسے عجائب ہیں کہ بڑے بڑے فلاسفہ خاک چھان کر مر گئے اور اُن کی کُنہ نہ پائی — پھر اس سے اُن باتوں کا انکار نہیں ہو سکتا۔ آدمی اپنی جان ہی کو بتائے وہ کیا شے ہے جسے یہ "میں" کہتا ہے، اور کیا چیز جب نکل جاتی ہے تو یہ مٹی کا ڈھیر بے حس و حرکت رہ جاتا ہے۔

اللہ جلّ جلالہٗ فرقانِ حکیم میں فرماتا ہے:

وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ رب العٰلمین[1] — تم کیا چاہو مگر یہ کہ چاہے اللہ رب سارے جہان کا۔

اور فرماتا ہے:

ھل من خالق غیر اللہ[2] — کیا کوئی اور بھی کسی چیز کا خالق ہے سوا اللہ کے۔

اور فرماتا ہے:

لہ الخیرۃ[3] — اختیارِ خاص اسی کو ہے۔

اور فرماتا ہے:

الا لہ الخلق والامر تبٰرک اللہ رب العٰلمین[4] — سنتے ہو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کے لئے ہے، بڑی برکت والا ہے اللہ مالک سارے جہان کا۔

یہ آیات کریمہ صاف ارشاد فرما رہی ہیں کہ پیدا کرنا، عدم سے وجود میں لانا خاص اُسی کا کام ہے، دوسرے کو اس میں اصلاً (بالکل) شرکت نہیں، نیز اصل اختیار اُسی کا ہے، نیز بے اس کی مشیت کے

---

[1] القرآن الکریم ۸۱/۲۹
[2] القرآن الکریم ۳۵/۳
[3] القرآن الکریم ۲۸/۶۸ و ۳۳/۳۶
[4] القرآن الکریم ۷/۵۴

www.alahazratnetwork.org

کسی کی مشیت نہیں ہوسکتی۔

اور وہی مالک و مولیٰ جل و علا اسی قرآن کریم میں فرماتا ہے،

ذٰلک جزینٰھم ببغیھم وانا لصٰدقون۔[1]

یہ ہم نے ان کی سرکشی کا بدلہ انھیں دیا، اور بیشک بالیقین ہم سچے ہیں۔

اور فرماتا ہے،

وما ظلمنٰھم ولکن کانوا انفسھم یظلمون۔[2]

ہم نے اُن پر کچھ ظلم نہ کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

اور فرماتا ہے،

اعملوا ما شئتم انہ بما تعملون بصیر۔[3]

جو تمہارا جی چاہے کئے جاؤ اللہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

اور فرماتا ہے:

وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا للظٰلمین نارا احاط بھم سرادقھا۔[4]

اے نبی! تم فرمادو کہ حق تمہارے رب کے پاس سے ہے تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے، بیشک ہم نے ظالموں کے لئے وہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کے سَراپردے انھیں گھیریں گے، ہر طرف آگ ہی آگ ہوگی۔

اور فرماتا ہے،

قال قرینہ ربنا ما اطغیتہ ولکن کان فی ضلال بعید ۵ قال لا تختصموا لدی وقد قدمت الیکم بالوعید ۵ ما یبدل القول لدی وما انا

کافر کا ساتھی شیطان بولا اے رب ہمارے! میں نے انھیں سرکش نہ کردیا تھا یہ آپ ہی دُور کی گمراہی میں تھا۔ رب عزوجل نے فرمایا میرے حضور فضول جھگڑا نہ کرو، میں تو تمھیں پہلے ہی سزا کا ڈر سُنا چکا تھا، میرے یہاں بات بدلی نہیں جاتی، اور نہ میں

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۴۶
[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۸
[3] القرآن الکریم ۴۱/ ۴۰
[4] القرآن الکریم ۱۸/ ۲۹

www.alahazratnetwork.org

بظلام للعبید [1] بندوں پر ظلم کروں۔

یہ آیتیں صاف ارشاد فرما رہی ہیں کہ بندہ خود ہی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے، وہ اپنی ہی کرنی بھرتا ہے وہ ایک عوام کا اختیار و ارادہ ضرور رکھتا ہے۔ اب دونوں قسم کی سب آیتیں قطعاً مسلمان کا ایمان ہیں ــــ بے شک بے شبہہ بندہ کے افعال کا خالق بھی خدا ہی ہے، بے شک بندہ بے ارادہ الٰہیہ کچھ نہیں کرسکتا، اور بے شک بندہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے، بے شک وہ اپنی ہی بداعمالیوں کے سبب مستحق سزا ہے۔

یہ دونوں باتیں جمع نہیں ہوسکتیں مگر یونہی کہ عقیدۂ اہلسنت وجماعت پر ایمان لایا جائے۔ وہ کیا ہے؟ وہ جو اہلسنت کے سردار و مولٰی، امیر المومنین علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم نے انہیں تعلیم فرمایا۔

ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں بطریق امام شافعی عن یحیی بن سلیم امام جعفر صادق سے، وہ حضرت امام باقر، وہ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار، وہ امیر المومنین مولٰی علی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی،

انہ خطب الناس یوما (فذکر خطبتہ ثم قال) فقام الیہ رجل ممن کان شھد معہ الجمل، فقال یا امیر المؤمنین اخبرنا عن القدر، فقال بحر عمیق فلا تلجہ، قال یا امیر المؤمنین اخبرنا عن القدر، قال سر اللہ فلا تتکلفہ، قال یا امیر المومنین اخبرنا عن القدر، قال اما اذا ابیت فانہ امر بین امرین لاجبر ولا تفویض، قال یا امیر المومنین ان فلانا یقول بالاستطاعۃ، وھو حاضر، فقال علیّ بہ فاقاموہ، فلما راٰہ، سل سیفہ قدر اربع اصابع، فقال الاستطاعۃ تملکھا

یعنی ایک دن امیر المومنین خطبہ فرمارہے تھے، ایک شخص نے کہ واقعۂ جمل میں امیر المومنین کے ساتھ تھے کھڑے ہوکر عرض کی، یا امیر المومنین! ہمیں مسئلۂ تقدیر سے خبر دیجئے۔ فرمایا، گہرا دریا ہے اس میں قدم نہ رکھ۔ عرض کی، یا امیر المومنین! ہمیں خبر دیجئے۔ فرمایا: اللہ کا راز ہے زبردستی اس کا بوجھ نہ اٹھا۔ عرض کی، یا امیر المومنین! ہمیں خبر دیجئے۔ فرمایا، اگر نہیں مانتا تو ایک امر ہے دو امروں کے درمیان، نہ آدمی مجبور محض ہے نہ اختیار اُسے سپرد ہے۔ عرض کی، یا امیر المومنین! فلاں شخص کہتا ہے کہ آدمی اپنی قدرت سے کام کرتا ہے، اور وہ حضور میں حاضر ہے۔ مولٰی علی نے فرمایا، میرے سامنے لاؤ۔ لوگوں نے اسے کھڑا کیا۔ جب امیر المومنین نے اُسے دیکھا تیغ مبارک چار انگل کے قدر نیام سے

---

[1] القرآن الکریم ۵۰ /۲۷ تا ۲۹

www.alahazratnetwork.org

مع اللہ او من دون اللہ ؟ وایاك ان تقول احدھما فتقتل فاضرب عنقك ، قال فما اقول یا امیر المؤمنین قال قل املکھا باللہ الذی ان شاء ملکنیھا۔[1]

نکال لی اور فرمایا، کام کی قدرت کا تو خدا کے ساتھ مالک ہے یا خدا سے جُدا مالک ہے ؟ اور سنتا ہے خبردار ان دونوں میں سے کوئی بات نہ کہنا کہ کافر ہوجائیگا اور میں تیری گردن مار دوں گا۔ اس نے کہا، یا امیر المومنین ! پھر میں کیا کہوں ؟ فرمایا، یوں کہہ کر اس خدا کے دیے سے اختیار رکھتا ہوں کہ اگر وہ چاہے تو مجھے اختیار دے بے اس کی مشیت کے مجھے کچھ اختیار نہیں۔

بس یہی عقیدۂ اہلِ سنت ہے کہ انسان پتھر کی طرح مجبورِ محض ہے نہ خود مختار، بلکہ ان دونوں کے بیچ میں ایک حالت ہے جس کی کُنہ رازِ خدا اور ایک نہایت عمیق دریا ہے ـــــ اللہ عزوجل کی بے شمار رضائیں امیر المؤمنین علی پر نازل ہوں کہ اِن دونوں الجھنوں کو دو فقروں میں صاف فرما دیا۔ ایک صاحب نے اسی بارے میں سوال کیا کہ کیا معاصی بھی بے ارادۂ الٰہیہ واقع نہیں ہوتے ؟ فرمایا تو کیا کوئی زبردستی اس کی معصیت کرلے گا اَفَیُعْصٰی قَھْرًا یعنی وہ نہ چاہتا تھا کہ اس سے گناہ ہو مگر اس نے کرہی لیا تو اس کا ارادہ زبردست پڑا معاذ اللہ خدا بھی دُنیا کے مجازی بادشاہوں کی طرح ہُوا کہ وہ ڈاکوؤں، چوروں کا بہتیرا بندوبست کریں پھر بھی ڈاکو اور چور اپنا کام کرہی گزرتے ہیں۔ حاشا وہ مَلِکُ الملوک بادشاہِ حقیقی قادرِ مطلق ہرگز ایسا نہیں کہ اُس کے مُلک میں بے اس کے حکم کے ایک ذرہ جنبش کرسکے۔ وہ صاحب کہتے ہیں فکانما اَلْقَمَنِیْ حَجَرًا[2] مولیٰ علی نے یہ جواب دے کر گویا میرے منہ میں پتھر رکھ دیا کہ آگے کچھ کہتے بن ہی نہ پڑا۔ عمرو بن عُبَید معتزلی کہ بندے کے افعال خدا کے ارادہ سے نہ جانتا تھا خود کہتا ہے کہ مجھے کسی نے ایسا الزام نہ دیا جیسا ایک مجوسی نے دیا جو میرے ساتھ جہاز میں تھا، میں نے کہا تو مسلمان کیوں نہیں ہوتا ؟۔ کہا خدا نہیں چاہتا۔ میں نے کہا خدا تو چاہتا ہے مگر شیطان تجھے نہیں چھوڑتے۔ کہا تو میں شریک غالب کے ساتھ ہوں ـــــ اسی ناپاک شناعت کے رد کی طرف مولیٰ علی نے اشارہ فرمایا کہ وہ نہ چاہے تو کیا کوئی زبردستی اس کی معصیت کرلے گا ؟ ـــــ باقی رہا اس مجوسی کا عذر، وہ بعینہٖ ایسا ہے کہ کوئی بھوکا ہے بھوک سے دَم نکلا جاتا ہے کھانا سامنے رکھا ہے اور نہیں کھاتا کہ خدا کا ارادہ نہیں، اس کا ارادہ ہوتا

---

[1] حلیۃ الاولیاء۔
[2] قول مولیٰ علی

www.alahazratnetwork.org

تو میں ضرور کھالیتا — اس احمق سے یہی کہا جائے گا کہ خدا کا ارادہ نہ ہونا تُو نے کاہے سے جانا! — اسی سے کہ تُو نہیں کھاتا، تُو کھانے کا قصد تو کر، دیکھ تو ارادہ الٰہیہ سے کھانا ہو جائے گا — ایسی اوندھی مت اُسی کو آتی ہے جس پر موت سوار ہے — غرض مولیٰ علی نے یہ تو اس کا فیصلہ فرمایا کہ جو کچھ ہوتا ہے بے ارادۂ الٰہیہ نہیں ہو سکتا۔

دوسری بات کہ جزا و سزا کیوں ہے!— اس کا یُوں فیصلہ ارشاد ہوا: ابن ابی حاتم و اصبہانی و لالکائی و خلعی حضرت امام جعفر صادق وہ اپنے والد ماجد حضرت امام باقر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں:

قال قیل لعلی بن ابی طالب ان ھھنا رجلا یتکلم فی المشیئۃ فقال لہ علی یاعبد اللّٰہ خلقك اللّٰہ لما یشاء او لما شئت؟ قال بل لما یشاء، قال فیمرضك اذا شاء او اذا شئت؟ قال بل اذا شاء، قال فیمیتك اذا شاء او اذا شئت؟ قال اذا شاء، قال فید خلك حیث شاء او حیث شئت؟ قال بل حیث یشاء، قال واللّٰہ لو قلت غیر ذلك لضربت الذی فیہ عیناك بالسیف۔ ثم تلا علی "وما تشاءون الا ان یشاء اللّٰہ ھو اھل التقوٰی و اھل المغفرۃ۔"[1]

مولیٰ علی سے عرض کی گئی کہ یہاں ایک شخص مشیت میں گفتگو کرتا ہے۔ مولیٰ علی نے اس سے فرمایا، اے خدا کے بندے! خدا نے تجھے اس لئے پیدا کیا جس لئے اُس نے چاہا یا اس لئے جس لئے تُو نے چاہا!۔ کہا: جس لئے اس نے چاہا۔ فرمایا، تجھے جب وہ چاہے بیمار کرتا ہے یا جب تُو چاہے! کہا: بلکہ جب وہ چاہے۔ فرمایا، تجھے اُس وقت وفات دے گا جب وہ چاہے یا جب تُو چاہے! کہا جب وہ چاہے۔ فرمایا، تو تجھے وہاں بھیجے گا جہاں وہ چاہے یا جہاں تُو چاہے! ۔ کہا: جہاں وہ چاہے۔ فرمایا: خدا کی قسم تو اس کے سوا کچھ اور کہتا تو یہ جس میں تیری آنکھیں ہیں (یعنی تیرا سر) تلوار سے مار دیتا۔ پھر مولیٰ علی نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: "اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ اللہ چاہے وہ تقوٰی کا مستحق اور گناہ عفو فرمانے والا ہے۔"

خلاصہ یہ کہ جو چاہا کیا اور جو چاہے گا کرے، بناتے وقت تجھ سے مشورہ نہ لیا تھا بھیجتے وقت بھی

---

[1] الدر المنثور بحوالہ ابن ابی حاتم واللالکائی فی السنۃ والخلعی فی فوائدہ عن علی تحت الآیۃ ۲۲/۲۳ دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/۱۸ و ۱۹

www.alahazratnetwork.org

نہ لے گا، تمام عالم اس کی ملک ہے، اور مالک سے در بارۂ ملک سوال نہیں ہو سکتا۔

ابن عساکر نے حارث ہمدانی سے روایت کی ایک شخص نے آکر امیر المومنین مولٰی علی سے عرض کی: یا امیر المؤمنین! مجھے مسئلۂ تقدیر سے خبر دیجئے۔ فرمایا: تاریک راستہ ہے اس میں نہ چل۔ عرض کی: یا امیر المومنین! مجھے خبر دیجئے۔ فرمایا: گہرا سمندر ہے اس میں قدم نہ رکھ۔ عرض کی: یا امیر المومنین! مجھے خبر دیجئے۔ فرمایا: اللہ کا راز ہے تجھ پر پوشیدہ ہے اسے نہ کھول۔ عرض کی: یا امیر المومنین! مجھے خبر دیجئے۔ فرمایا: ان اللّٰہ خالقك کما شاء او کما شئت اللہ نے تجھے جیسا اس نے چاہا بنایا یا جیسا تُو نے چاہا؟۔ عرض کی: جیسا اُس نے چاہا۔ فرمایا: فیستعملك کما شاء او کما شئت تو تجھ سے کام ویسا لے گا جیسا وُہ چاہے یا جیسا تُو چاہے؟ عرض کی: جیسا وُہ چاہے۔ فرمایا: فیبعثك یوم القیٰمۃ کما شاء او کما شئت تجھے قیامت کے دن جس طرح وہ چاہے اُٹھائے گا یا جس طرح تُو چاہے؟۔ کہا: جس طرح وہ چاہے۔ فرمایا: ایھا السائل تقول لاحول ولا قوۃ الا بمن اے سائل! تُو کہتا ہے کہ نہ طاقت ہے نہ قوت ہے مگر کس کی ذات سے؟۔ کہا: اللہ علی عظیم کی ذات سے۔ فرمایا: تُو اس کی تفسیر جانتا ہے؟۔ عرض کی: امیر المومنین کو جو علم اللہ نے دیا ہے اس سے مجھے تعلیم فرمائیں۔ فرمایا: ان تفسیرھا لا یقدر علی طاعۃ اللّٰہ ولا یکون قوۃ فی معصیۃ اللّٰہ فی الامرین جمیعا الا باللّٰہ اس کی تفسیر یہ ہے کہ نہ طاعت کی طاقت، نہ معصیت کی قوت، دونوں اللہ ہی کے دیے سے ہیں۔ پھر فرمایا: ایھا السائل الك مع اللّٰہ مشیئۃ او دون اللّٰہ مشیئۃ، فان قلت ان لك دون اللّٰہ مشیئۃ، فقد اکتفیت بھا عن مشیئۃ اللّٰہ وان زعمت ان لك فوق اللّٰہ مشیئۃ فقد ادعیت مع اللّٰہ شرکًا فی مشیئتہ اے سائل! تجھے خدا کے ساتھ اپنے کام کا اختیار ہے یا بے خدا کے؟ اگر تُو کہے کہ بے خدا کے تجھے اختیار حاصل ہے تو تُو نے ارادۂ الٰہیہ کی کچھ حاجت نہ رکھی، جو چاہے خود اپنے ارادے سے کرلے گا، خدا چاہے یا نہ چاہے، اور یہ کہے کہ خدا سے اوپر تجھے اختیار حاصل ہے تو تُو نے اللہ کے ارادے میں اپنے شریک ہونے کا دعوٰی کیا۔ پھر فرمایا: ایھا السائل اللّٰہ یشج ویداوی فمنہ الداء ومنہ الدواء اعقلت عن اللّٰہ امرہ اے سائل! بیشک اللہ زخم پہنچاتا ہے اور اللہ ہی دوا دیتا ہے تو اُسی سے مرض ہے اور اسی سے دوا، کیوں تُو نے اب تو اللہ کا حکم سمجھ لیا؟ — اس نے عرض کی: ہاں! — حاضرین سے فرمایا: الاٰن اسلم اخوکم فقوموا فصافحوہ اب تمہارا یہ بھائی مسلمان ہوا، کھڑے ہو اس سے مصافحہ کرو — پھر فرمایا: لو ان عندی رجلا من القدریۃ لاخذت برقبتہ ثم لا ازال اجرھا حتی اقطعھا فانھم یھود ھذہ الامۃ ونصارٰھا ومجوسھا اگر میرے پاس کوئی شخص ہو جو انسان کو اپنے افعال کا خالق

www.alahazratnetwork.org

جانتا اور تقدیرِ الٰہی سے وقوعِ طاقت ومعصیت کا انکار کرتا ہو تو میں اس کی گردن پکڑ کر دبوچتا رہوں گا یہاں تک کہ الگ کاٹ دوں، اس لئے کہ وہ اس اُمت کے یہودی و نصرانی و مجوسی ہیں۔

یہودی اس لئے فرمایا کہ ان پر خدا کا غضب ہے اور یہود مغضوب علیہم ہیں، اور نصرانی و مجوسی اس لئے فرمایا کہ نصاریٰ تین خدا مانتے ہیں۔ مجوسی یزدان و اہرمن دو خالق مانتے ہیں۔ یہ بے شمار خالقوں پر ایمان لا رہے ہیں کہ ہر جن و انس کو اپنے اپنے افعال کا خالق گا رہے ہیں، والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔

یہ اس مسئلہ میں اجمالی کلام ہے، مگر ان شاء اللہ تعالیٰ کافی ووافی وشافی جس سے ہدایت والے ہدایت پائیں گے، اور ہدایت اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔ وللہ الحمد واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

رسالہ

تلج الصدر لایمان القدر

ختم ہوا

---

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

التحبیر بباب التدبیر ۱۳۰۵ھ

(آرائشِ کلام مسئلۂ تدبیر کے بارے میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

مسئلہ ۱۲۲ مسئولہ مولوی اللہ یار خاں صاحب ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خالد یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ جو کچھ کام بھلا یا بُرا ہوتا ہے سب خدا کی تقدیر سے ہوتا ہے۔ اور تدبیرات کو کارِ دُنیوی و اُخروی میں امرِ مستحسن اور بہتر جانتا ہے۔

ولید خالد کو بوجہ مستحسن جاننے تدبیرات کے کافر کہتا ہے، بلکہ اسے کافر سمجھ کر سلام وجوابِ سلام بھی ترک کر دیا، اور کہتا ہے کہ تدبیر کوئی چیز نہیں، بالکل واہیات ہے اور جو اشخاص اپنے اطفال کو پڑھاتے لکھاتے ہیں (خواہ عربی خواہ انگریزی) وہ جھک مارتے ہیں، گوہ کھاتے ہیں، کیونکہ پڑھنا لکھنا تدبیر میں داخل ہے۔

www.alahazratnetwork.org

پس ولید نے خالد کو جو کافر کہا تو وہ کافر ہے یا نہیں ؛ اور نہیں ہے تو کہنے والے کے لئے کیا گناہ و تعزیر ہے ؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا (بیان فرماؤ اجر دیئے جاؤ گے ۔ ت)

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی قدّر الکائنات وربط بالاسباب المسبّبات ، والصّلٰوۃ والسلام علٰی سید المتوکلین سِرًّا وجھرًا ، وامام العالمین والمدبّرات امرًا ، وعلٰی اٰلہٖ وصحبہ الذین باطنھم توکل ، وظاھرھم فی الکدّ والعمل ۔

تمام تعریف اللہ کے لئے جس نے تمام ہونے والی چیزیں مقدر فرمائیں اور مسبّبات کا اسباب سے ربط رکھا اور درود وسلام خفیہ اور علانیہ توکل کرنے والوں کے سردار اور تمام عالموں کے امام پر اور ان پر جو کام کی تدبیر کرنیوالے ہیں اور ان کی آل واصحاب پر جن کا باطن متوکل ہے اور ان کا ظاہر محنت و عمل میں لگا ہوا ہے ۔ (ت)

بیشک خالد سچا اور اس کا یہ عقیدہ خاص اہلِ حق کا عقیدہ ہے ۔ فی الواقع عالم میں جو کچھ ہوتا ہے سب اللہ جل جلالہٗ کی تقدیر سے ہے ۔

قال تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا) :

کل صغیر وکبیر مستطر[1]

ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے ۔ (ت)

وقال تعالٰی (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا) :

وکلّ شیئ احصینٰہ فی امام مبین[2]

اور ہر چیز ہم نے گن رکھی ہے ایک بتانے والی کتاب میں ۔ (ت)

وقال تعالٰی (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا) :

ولا رطب ولا یابس الّا فی کتاب مبین[3]

اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو ۔ (ت)

الٰی غیر ذٰلک من الاٰیات والاحادیث (اس کے علاوہ اور بھی آیات واحادیث ہیں ۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۴/ ۵۳
[2] القرآن الکریم ۳۶/ ۱۲
[3] " ۶/ ۵۹

www.alahazratnetwork.org

20 مگر تدبیر زنہار معطل نہیں۔ دنیا عالم اسباب ہے۔ رب جل مجدہٗ نے اپنی حکمت بالغہ کے مطابق اس میں مسببات کو اسباب سے ربط دیا۔ اور سنّتِ الٰہیہ جاری ہوئی کہ سبب کے بعد مُسَبَّب پیدا ہو۔

جس طرح تقدیر کو بھول کر تدبیر پر پھولنا کفار کی خصلت ہے یونہی تدبیر کو محض عبث و مطرود وفضول و مردود بتانا کسی کھلے گمراہ یا سچے مجنون کا کام ہے، جس کی رُو سے صدہا آیات و احادیث سے اعراض اور انبیاء و صحابہ و ائمہ و اولیاء سب پر طعن و اعتراض لازم آتا ہے۔ حضرات مرسلین صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہم اجمعین (اللہ کے درود و سلام ہوں ان سب پر) سے زیادہ کس کا توکّل اور ان سے بڑھ کر تقدیرِ الٰہی پر کس کا ایمان، پھر وہ بھی ہمیشہ تدبیر فرماتے اور اس کی راہیں بتاتے اور خود کسبِ حلال میں سعی کرکے رزقِ طیّب کھاتے۔

(۱) داؤد علیہ السلام زرہیں بناتے۔ قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

وعلمنٰہ صنعۃ لبوس لکم لتحصنکم من بأسکم فھل انتم شاکرون[1] ۔ اور ہم نے اُسے تمہارا ایک پہناوا بنانا سکھایا کہ تمہیں تمہاری آنچ سے بچائے، تو کیا تم شکر کرو گے۔ (ت)

(۲) وقال تعالٰی (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

والنا لہ الحدید ان اعمل سٰبغٰت وقدر فی السرد واعملوا صالحا انی بما تعملون بصیر[2] ۔ اور ہم نے اس کے لئے لوہا نرم کیا کہ وسیع زرہیں بنا اور بنانے میں اندازے کا لحاظ رکھ۔ اور تم سب نیکی کرو بے شک میں تمہارے کام دیکھ رہا ہوں۔ (ت)

(۳) موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دس برس شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بکریاں اُجرت پر چرائیں۔ قال تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

قال انی ارید ان انکحک احدی ابنتی ھاتین علی ان تأجرنی ثمٰنی حجج فان اتممت عشرا فمن عندک وما ارید ان اشق علیک ستجدنی ۔ کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی دونوں بیٹیوں میں سے ایک تمہیں بیاہ دوں اس مہر پر کہ تم آٹھ برس میری ملازمت کرو، پھر اگر پورے دس برس کرلو تو تمہاری طرف سے ہے اور تمہیں مشقت میں ڈالنا

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/ ۸۰
[2] " ۳۴/ ۱۰ و ۱۱

www.alahazratnetwork.org

ان شاء اللّٰہ من الصّٰلحین ○ قال ذٰلک بینی و بینک ایما الاجلین قضیت فلا عدوان علیّ واللّٰہ علٰی ما نقول وکیل ○ فلما قضٰی موسی الاجل وسار باھلہٖ[1] ۔ الاٰیۃ

نہیں چاہتا قریب ہے ان شاء اللہ تم مجھے نیکوں میں پاؤ گے۔ موسٰی نے کہا یہ میرے اور آپ کے درمیان اقرار ہوچکا میں ان دونوں میں جو میعاد پوری کردوں تو مجھ پر کوئی مطالبہ نہیں۔ اور ہمارے اس کہے پر اللہ کا ذمہ ہے۔ پھر جب موسٰی نے اپنی میعاد پوری کردی اور اپنی بیوی کو لے کر چلا۔ (ت)

خود حضور پُرنور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضرت اُم المومنین خدیجہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا مال بطور مُضاربت لے کر شام کو تشریف فرما ہوئے۔ حضرت امیر المومنین عثمان غنی و حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہما بڑے نامی گرامی تاجر تھے۔ حضرت امام اعظم قُدِّسَ سِرُّہُ الْاَکْرَم بزّازی کرتے۔ بلکہ ولید منکرِ تدبیر خود کیا تدبیر سے خالی ہوگا؟ ہم نے فرض کیا کہ وہ زراعت، تجارت، نوکری، حرفت کچھ نہ کرتا ہو آخر اپنے لئے کھانا پکاتا یا پکواتا ہوگا — آٹا پیسنا، گوندھنا، پکانا یہ کیا تدبیر نہیں ہے — یہ بھی جانے دیجئے اگر بغیر اس کے سوال یا اشارہ و ایما کے خود بخود پکی پکائی اسے مل جاتی ہو تاہم نوالہ بنانا، منہ تک لانا، چبانا، نگلنا یہ بھی تدبیر — تدبیر کو معطل کرے تو اس سے بھی باز آئے کہ تقدیر الٰہی میں زندگی لکھی ہے بے کھائے جئے گا یا قدرتِ الٰہی سے پیٹ بھر جائے گا یا خود بخود کھانا معدے میں چلا جائے گا، ورنہ ان باتوں سے بھی کچھ حاصل نہ ہوگا کہ مذہب اہلسنت میں نہ پانی پیاس بجھاتا ہے نہ کھانا بھوک کھوتا ہے — بلکہ یہ سب اسباب عادیہ ہیں جن سے اللہ تعالٰی نے مسبّبات کو مربوط فرمایا، اور اپنی عادتِ جاریہ کے مطابق ان کے بعد سیری و سیرابی فرماتا ہے — وہ نہ چاہے تو گھڑے پی جائے، دھڑیوں[1] کھا جائے کچھ مفید نہ ہوگا — آخر مرضِ استسقاء و جوع البقر[2] میں کیا ہوتا ہے — وہی کھانا، پانی جو پہلے سیر و سیراب کرتا تھا اب کیوں محض بیکار جاتا ہے۔ اور اگر وہ چاہے تو بے کھائے پیئے بھوک پیاس پاس نہ آئے، جیسے زمانۂ دجال میں اہلِ ایمان کی پرورش فرمائے گا، اور ملائکہ کا بے آب و غذا زندگی کرنا کسے نہیں معلوم — مگر یہ انسان میں خرقِ عادت ہے، جس پر

---

[1] دھڑی، دس سیر یا پانچ سیر کا وزن ۱۲ مصباحی

[2] جوع البقر، اس بیماری میں کتنا بھی کھائے بھوک نہیں جاتی جس طرح استسقاء میں جس قدر بھی پیئے پیاس نہیں جاتی۔ م

---

[1] القرآن الکریم ۲۸/ ۲۷ تا ۲۹

www.alahazratnetwork.org

ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنا جہل وحماقت ــــ یہاں تک کہ اگر تقدیر پر بھروسے کا جھوٹا نام کرکے خورد ونوش کا عہد کرلے اور بھوک پیاس سے مرجائے، بیشک حرام موت مرے اور اللہ تعالٰی کا گنہگار ٹھہرے۔

مرگ بھی تو تقدیر سے ہے، پھر اللہ تعالٰی نے کیوں فرمایا،

(۴) ولاتلقوا بایدیکم الی التہلکۃ۔[1] اپنے ہاتھوں اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالو۔

ع گرچہ مُردن مقدر است ولے تو مرو در دہان اژدہا[2]

(اگرچہ موت مقدر ہے لیکن از خود اژدہوں اور سانپوں کے منہ میں نہ جا۔ ت)

ہم نے مانا کہ ولیدا اپنے دعوے پر ایسا مضبوط ہو کہ یک لخت ترکِ اسباب کرکے پیمانِ واثق (پکا عہد) کرلے کہ اصلاً دست وپا نہ ہلائے، نہ اشارۃً نہ کنایۃً کسی تدبیر کے پاس جائے گا، خدا کے حکم سے پیٹ بھرے تو بہتر ورنہ مرنا قبول، تاہم اللہ تعالٰی سے سوال کرے گا، یہ کیا تدبیر نہیں کہ دُعا خود مؤثرِ حقیقی کب ہے؟ صرف حصولِ مراد کا ایک سبب ہے۔ آخر تدبیر کا ہے کا نام ہے! ــــ رب جل جلالہ فرماتا ہے،

(۵) وقال ربکم ادعونی استجب لکم۔[3] تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

وہ قادر تھا کہ بے دُعا مراد بخشے، پھر اس تدبیر کی طرف کیوں ہدایت فرمائی؟ اور وہ بھی اس تاکید کے ساتھ کہ حدیث میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا،

(حدیث ۱):

مَنْ لَّمْ یَدْعُ اللّٰہَ غَضِبَ علیہ۔[4] جو اللہ سے دُعا نہ کرے گا اللہ تعالٰی اس پر غضب

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۵

[2]

[3] القرآن الکریم ۴۰/ ۶۰

[4] المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الدعاء باب فی فضل الدعا حدیث ۹۲۱۸ ادارۃ القرآن کراچی ۱۰/ ۲۰۰
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۴۳
جامع الترمذی ابواب الدعوات باب منہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۷۳
سنن ابن ماجہ ابواب الدعاء باب فضل الدعاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۸۰
المستدرک للحاکم کتاب الدعاء باب من لم یدع اللہ الخ دار الفکر بیروت ۱/ ۴۹۱

www.alahazratnetwork.org

رواہ الائمۃ احمد فی المسند و ابوبکر بن ابی شیبۃ واللفظ لہ فی المصنف، و البخاری فی الادب المفرد، والترمذی فی الجامع، و ابن ماجۃ فی السنن، والحاکم فی المستدرک عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

فرمائے گا۔ (اس کو ائمہ نے روایت کیا: احمد نے مسند میں، ابوبکر بن ابی شیبہ نے مصنف میں اور لفظ اُسی کے ہیں، بخاری نے ادب المفرد میں، ترمذی نے جامع میں، ابن ماجہ نے سنن میں اور حاکم نے مستدرک میں ابوہریرہ سے۔ اللہ تعالٰی ان پر راضی ہو۔ ت)

بلکہ خلافت و سلطنت و قضا و جہاد و حدود و قصاص وغیرہا یہ تمام امور شرعیہ عین تدبیریں کہ انتظام عالم و ترویج دین و دفع مفسدین کے لئے اس عالم اسباب میں مقرر ہوئے۔

(۶) قال تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم[1]

حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔ (ت)

(۷) وقال تعالٰی (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ و یکون الدین کلہ للہ[2]

اور اُن سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فساد باقی نہ رہے اور سارا دین اللہ کا ہوجائے۔ (ت)

(۸) وقال تعالٰی (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض ولکن اللہ ذو فضل علی العٰلمین[3]

اور اگر اللہ لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرے تو ضرور زمین تباہ ہوجائے مگر اللہ سارے جہان پر فضل کرنے والا ہے (ت)

(۹) وقال تعالٰی (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع و بیع وصلوات و مسٰجد یذکر فیھا

اور اللہ اگر آدمیوں میں ایک کو دوسرے سے دفع نہ فرماتا تو ضرور ڈھادی جاتیں خانقاہیں اور گرجے اور کلیسے اور مسجدیں جن میں اللہ کا بکثرت نام

---

[1] القرآن الکریم ۴/۵۹
[2] القرآن الکریم ۸/۳۹
[3] القرآن الکریم ۲/۲۵۱

www.alahazratnetwork.org

اسم اللہ کثیرا[1] | لیا جاتا ہے۔ (ت)

دیکھو صاف ارشاد فرمایا جاتا ہے کہ جہاد اسی لئے مقرر ہوا کہ فتنے فرو ہوں، اور دینِ حق پھیلے، اگر یہ نہ ہوتا تو زمین تباہ ہوجاتی اور مسجدیں اور عبادت خانے ڈھائے جاتے۔

(۱۰) وقال تعالٰی (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

الّا تفعلوہ تکن فتنۃ فی الارض وفساد کبیر[2] | ایسا نہ کروگے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہوگا۔ (ت)

فتنہ کفر کی قوت، اور فسادِ کبیر ضعفِ اسلام۔

(۱۱) وقال تعالٰی (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

ولکم فی القصاص حیٰوۃ یا اولی الالباب لعلکم تتقون[3] | اور خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے اے عقلمندو کہ تم کہیں بچو۔ (ت)

یعنی خون کے بدلے خون لوگے تو مفسدوں کے ہاتھ رکیں گے، اور بے گناہوں کی جانیں بچیں گی، اور اسی لئے حد جاری کرتے وقت حکم ہوا کہ مسلمان جمع ہوکر دیکھیں تاکہ موجب عبرت ہو۔

(۱۲) قال تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

ولیشھد عذابھما طائفۃ من المؤمنین[4] | اور چاہئے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہو۔ (ت)

بلکہ اور ترقی کیجئے تو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہا تمام اعمالِ دینیہ خود ایک تدبیر۔ اور رضائے الٰہی و ثواب نامتناہی ملنے، اور عذاب وغضب سے نجات پانے کے اسباب ہیں۔

(۱۳) قال تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

ومن اراد الاٰخرۃ وسعٰی لھا سعیھا وھو مؤمن فاولٰئک کان سعیھم مشکورا[5] | اور جو آخرت چاہے اور اس کی سی کوشش کرے اور ہو ایمان والا، تو انھیں کی کوشش ٹھکانے لگی۔ (ت)

اگرچہ ازل میں ٹھہرچکا کہ،

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۴۰

[2] القرآن الکریم ۸/ ۷۳

[3] " ۲/ ۱۷۹

[4] " ۲۴/ ۲

[5] " ۱۷/ ۱۹

www.alahazratnetwork.org

فریق فی الجنۃ وفریق فی السعیر[1] ایک گروہ جنت میں ہے اور ایک گروہ دوزخ میں۔(ت)

پھر بھی اعمال فرض کئے کہ جس کے مقدر میں جو لکھا ہے اُسے وہی راہ آسان، اور اُسی کے اسباب مہیا ہوجائیں گے۔

قال تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ت):

فسنیسرہ للیسرٰی[2] تو بہت جلد ہم اُسے آسانی مہیا کردینگے (ت)

وقال تعالٰی (اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا۔ت):

فسنیسرہ للعسرٰی[3] تو بہت جلد ہم اُسے دشواری مہیا کردینگے (ت)

(**حدیث ۲**) اسی لئے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"دوزخی، جنتی سب لکھے ہُوئے ہیں، اور صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ! پھر ہم عمل کاہے کو کریں، ہاتھ پاؤں چھوڑ بیٹھیں، کہ جو سعید ہیں آپ ہی سعید ہونگے اور جو شقی ہیں ناچار شقاوت پائیں گے۔ فرمایا: نہیں بلکہ عمل کئے جاؤ کہ ہر ایک جس گھر کے لئے بنا ہے اُسی کا راستہ اُسے سہل کردیتے ہیں، سعید کو اعمالِ سعادت کا اور شقی کو افعالِ شقاوت کا۔ پھر حضور نے یہی دو آیتیں تلاوت فرمائیں۔

اخرجہ الائمۃ احمد والبخاری ومسلم وغیرھم عن امیرالمومنین علی کرّم اللہ تعالٰی وجہہ قال، کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی جنازۃ فاخذ شیئا فجعل ینکت بہ الارض فقال ما منکم من احد الا وقد کتب مقعدہ من النار ومقعدہ من الجنۃ۔ قالوا یارسول اللہ! افلا نتکل علی کتابنا وندع

امام احمد، بخاری اور مسلم وغیرہ نے امیرالمومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک جنازہ میں شریک تھے، آپ نے کوئی چیز پکڑی اور زمین کو کریدنے لگے اور فرمایا: تم میں ایسا کوئی نہیں جس کا ایک ٹھکانہ دوزخ میں اور ایک ٹھکانہ جنت میں نہ لکھا جاچکا ہو۔ صحابہ نے عرض کی، یارسول اللہ! کیا ہم تحریر پر بھروسہ کرکے عمل کو چھوڑ نہ دیں،

---

[1] القرآن الکریم ۴۲/ ۷
[2] القرآن الکریم ۹۲/ ۷
[3] القرآن الکریم ۹۲/ ۱۰

www.alahazratnetwork.org

العمل (زاد فی روایۃ فمن کان من اھل السعادۃ فسیصیر الٰی عمل اھل السعادۃ ومن کان من اھل الشقاء فسیصیر الٰی عمل اھل الشقاوۃ) قال اعملوا فکل میسر لما خلق لہ اما من کان من اھل السعادۃ فیسر لعمل اھل السعادۃ واما من کان من اھل الشقاء فیسر لعمل اھل الشقاوۃ ثم قرأ، فاما من اعطٰی واتقٰی و صدق بالحسنٰی[1] الاٰیۃ۔

(ایک روایت میں یہ زائد ہے کہ جو اہلِ سعادت میں سے ہے وہ عنقریب اہلِ سعادت کے عمل کی طرف اور جو اہلِ شقاوت میں سے ہے وُہ عنقریب اہلِ شقاوت کے عمل کی طرف راغب ہوگا) آپ نے فرمایا: عمل کرتے رہو ہر کسی کو وہی میسر ہوگا جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا، جو اہلِ سعادت میں سے ہوگا اس کو اہلِ سعادت کا عمل اور جو اہلِ شقاوت میں سے ہوگا اس کو اہلِ شقاوت کا عمل میسر ہوگا۔ پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: "تو وہ جس نے دیا اور پرہیزگاری کی اور سب سے اچھی چیز کو سچ مانا۔" (ت)

یہاں سے ظاہر ہوا کہ اگر تدبیر مطلقاً مُہمَل (بیکار) ہو تو دین و شرائع (قوانینِ شرع) و انزالِ کُتب (کتابیں اتارنا) و اِرسالِ رُسُل (رسولوں کو بھیجنا) و اِتیانِ فرائض (فرائض کا کرنا) و اجتنابِ مُحرّمات (حرام کاموں سے بچنا) معاذ اللہ سب لغو و فضول و عَبَث ٹھہریں ـــــ آدمی کی رسّی کاٹ کر بجار (آزاد چھوٹا ہوا سانڈ) کردیں، دین و دنیا سب یکبارگی برہم ہوجائیں ـــــ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت مگر بلندی و عظمت والے خدا کی طرف سے۔ ت)

نہیں نہیں بلکہ تدبیر بیشک مستحسن ہے۔ اور اُس کی بہت صورتیں مندوب و مسنون ہیں ـــــ جیسے

دُعا و دَوا ـــــ

(حدیث ۳) دُعا کی حدیثیں تو خود متواتر ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ حضور نے یہ ارشاد فرمایا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

---

[1] صحیح البخاری کتاب القدر باب قولہ تعالٰی وکان امر اللہ قدرًا مقدورًا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۷۷
صحیح مسلم کتاب القدر باب کیفیۃ خلق الآدمی فی بطن امہ الخ " " ۲/ ۳۳۳
مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۳۰
سنن ابن ماجہ باب فی القدر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۹
مشکوٰۃ المصابیح باب الایمان بالقدر الفصل الاول اصح المطابع کراچی ص ۲۰

www.alahazratnetwork.org

لَا یَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ ۔ رواہ الترمذی وابن ماجۃ والحاکم بسند حسن عن سلمان الفارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[1]

تقدیر کسی چیز سے نہیں ٹلتی مگر دعا سے (یعنی قضائے معلق) (اس کو ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے سندِ حسن کے ساتھ سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

(**حدیث ۴**) دوسری حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لایغنی حذرمن قدر، والدعاء ینفع مما نزل ومما لم ینزل ان البلاء ینزل فیتلقاہ الدعاء فیعتلجان الی یوم القیٰمۃ ۔ رواہ الحاکم والبزار والطبرانی فی الاوسط عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا[2] قال الحاکم صحیح الاسناد وکذا قال۔[3]

تقدیر کے آگے احتیاط کی کچھ نہیں چلتی، اور دعا اس بلا سے جو اُتر آئی اور جو ابھی نہیں اُتری دونوں سے نفع دیتی ہے، اور بیشک بلا اترتی ہے دعا اس سے جا ملتی ہے دونوں قیامت تک کُشتی لڑتی رہتی ہیں، یعنی بلا کتنا ہی اترنا چاہے دُعا اسے اُترنے نہیں دیتی۔ (اس کو حاکم، بزار اور طبرانی نے اوسط میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔ حاکم نے کہا اس کا اسناد صحیح ہے اور یونہی ہے کہا۔ ت)

جسے دُعا کے بارے میں احادیثِ مجملہ ومفصلہ وکلیہ وجزئیہ دیکھنا ہوں وہ کتاب الترغیب و حصن و عُدہ و سلاح وغیرہا تصانیفِ علماء کی طرف رجوع کرے۔

(**حدیث ۵**) اور ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

تداووا عباد اللہ فان اللہ

خدا کے بندو! دوا کرو کہ اللہ تعالٰی نے کوئی بیماری

---

[1] جامع الترمذی ابواب القدر باب ماجاء لایرد القدر الا الدعاء امین کمپنی دہلی ۲/ ۳۶
سنن ابن ماجہ باب فی القدر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰
المستدرک للحاکم کتاب الدعاء لایرد القدر الا الدعاء دار الفکر بیروت ۱/ ۴۹۳

[2] 〃 〃 الدعاء ینفع الخ 〃 〃 〃 ۱/ ۴۹۲
المعجم الاوسط حدیث ۲۵۱۹ مکتبۃ المعارف ریاض ۳/ ۲۳۲

[3] المستدرک للحاکم کتاب الدعاء الدعاء ینفع الخ دار الفکر بیروت ۱/ ۴۹۲

www.alahazratnetwork.org

لم یضع داءً الا وضع لہ دواءً غیر داءٍ واحد الھرم۔ اخرجہ احمد وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ وابن حبان والحاکم عن اسامۃ بن شریک رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔

ایسی نہ رکھی جس کی دوا نہ بنائی ہو مگر ایک مرض یعنی بڑھاپا۔ (اس کو احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا۔ ت)

اور خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا استعمالِ دوا فرمانا اور اُمّتِ مرحومہ کو صدہا امراض کے علاج بتانا بکثرت احادیث میں مذکور، اور طبِّ نبوی وغیرہا فنونِ حدیثیہ میں مسطور (لکھا ہوا)۔

اور تدبیر کی بہت صورتیں فرض قطعی ہیں جیسے فرائض کا بجالانا، محرّمات سے بچنا، بقدرِ سدِّ رمق (جان بچانے کی مقدار) کھانا کھانا پانی پینا۔ یہاں تک کہ اس کے لئے بحالتِ مخمصہ (جان لیوا بھوک) شراب و مردار کی اجازت دی گئی۔

(حدیث ۶) اسی طرح جان بچانے کی کل تدبیریں اور حلال معاش کی سعی و تلاش جس میں اپنے اور اپنے متعلقین کے تن پیٹ کی پرورش ہو۔ حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

طَلَبُ کَسْبِ الْحَلَالِ فَرِیْضَۃٌ بَعْدَ الْفَرِیْضَۃِ۔ اخرجہ الطبرانی فی الکبیر والبیھقی فی شعب الایمان والدیلمی فی مسند الفردوس عن ابن مسعود

آدمی پر فرض کے بعد دوسرا فرض یہ ہے کہ کسبِ حلال کی تلاش کرے۔ (طبرانی نے کبیر میں، بیہقی نے شعب الایمان میں اور دیلمی نے مسندِ فردوس میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ

ل جامع الترمذی ابواب الطب باب ماجاء فی الدواء والحث علیہ امین کمپنی دہلی ۲/۲۵
سنن ابی داؤد کتاب الطب باب الرجل یتداوی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۸۳
سنن ابن ماجہ ابواب الطب باب ما انزل اللہ داء الا انزل لہ شفاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۵۳
مسند احمد بن حنبل حدیث اُسامۃ بن شریک المکتب الاسلامی بیروت ۴/۲۷۸
موارد الظمآن کتاب الطب حدیث ۱۳۹۵ المطبعۃ السلفیۃ ص ۳۳۹
ک شعب الایمان حدیث ۸۷۴۱ دار المعرفۃ بیروت ۶/۴۲۰
الفردوس بماثور الخطاب ″ ۳۹۱۸ دار الکتب العلمیۃ ″ ۲/۴۴۱
کنز العمال برمز طب، ق ″ ۹۲۳۱ مؤسسۃ الرسالۃ ″ ۴/۹

www.alahazratnetwork.org

رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

تعالٰی عنہ سے اس کی تخریج فرمائی۔ ت)

(**حدیث ۷**) اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

طَلَبُ الْحَلَالِ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ۔[1] اخرجہ الدیلمی بسند حسن عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

طلب حلال ہر مسلمان پر واجب ہے۔ (دیلمی نے سند حسن کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کی تخریج کی۔ ت)

(**حدیث ۸**) اسی لئے احادیث میں حلال معاش کی طلب و تلاش کی بہت فضیلتیں وارد۔ مسند احمد و صحیح بخاری میں ہے حضور پُرنور سید الکونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما اکل احد طعاما قط خیرا من ان یاکل من عمل یدہ وان نبی اللہ داؤد کان یاکل من عمل یدہ[2] — اخرجاہ عن مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

کبھی کسی شخص نے کوئی کھانا اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر نہ کھایا اور بیشک نبی اللہ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی دستکاری کی اُجرت سے کھاتے۔ (ان دونوں نے مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کی تخریج کی۔ ت)

(**حدیث ۹**) اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اطیب ما اکلتم من کسبکم — اخرجہ البخاری فی التاریخ[3] والدارمی وابوداؤد والترمذی والنسائی عن ام المومنین الصدیقۃ بسند صحیح۔

سب سے زیادہ پاکیزہ کھانا وہ ہے جو اپنی کمائی سے کھاؤ۔ (امام بخاری نے تاریخ، دارمی، ترمذی اور نسائی نے سند صحیح کے ساتھ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے اسکی تخریج کی۔ ت)

---

[1] کنز العمال برمز فر عن انس حدیث ۹۲۰۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/۵

[2] صحیح البخاری کتاب البیوع باب کسب الرجل وعملہ بیدہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۷۸
مسند احمد بن حنبل حدیث المقدام بن معدیکرب المکتب الاسلامی بیروت ۴/۱۳۱ و ۱۳۲

[3] جامع الترمذی ابواب الاحکام باب ما جاء ان الوالد یاخذ من مال ولدہ امین کمپنی دہلی ۱/۱۶۲
سنن ابی داؤد کتاب البیوع باب الرجل یاکل من مال ولدہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۴۱
التاریخ الکبیر ترجمہ ۱۳۰۱ دار الباز مکۃ المکرمۃ ۱/۳۰۷
سنن الدارمی کتاب البیوع حدیث ۲۵۴۰ نشر السنۃ ملتان ۲/۱۶۲

www.alahazratnetwork.org

(حدیث ۱۰ تا ۱۳) کسی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اَیُّ الکسب افضل؟ سب سے بہتر کسب کون سا ہے؟ فرمایا: عمل الرجل بیدہ وکل بیع مبرور اپنے ہاتھ کی مزدوری اور ہر مقبول تجارت کہ مفاسد شرعیہ سے خالی ہو۔[1]

اخرجه الطبرانی فی الاوسط والکبیر بسند الثقات عن عبداللہ بن عمر، وهو فی الکبیر واحمد والبزار عن[11] ابی بردة بن خیار، وایضا هذان عن[12] رافع بن خدیج، والبیهقی عن سعید بن عمیر مرسلا والحاکم عنه عن[13] امیر المؤمنین عمر الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنهم اجمعین۔

اس کی تخریج کی سند ثقات کے ساتھ طبرانی نے اوسط وکبیر میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے۔ اور طبرانی نے ہی کبیر میں اور احمد وبزار نے ابوبردہ بن نیار سے، نیز ان دونوں نے رافع بن خدیج سے اور بیہقی نے سعید بن عمیر سے مرسلاً اور حاکم نے انہی سے بحوالہ امیر المومنین عمر فاروق روایت کیا رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ (ت)

(حدیث ۱۴) اور وارد کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللہ یحب المؤمن المحترف۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر[2] والبیهقی فی الشعب وسیدی محمد الترمذی فی النوادر عن[14] ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنهما۔

بیشک اللہ تعالٰی مسلمان پیشہ ور کو دوست رکھتا ہے۔ (طبرانی نے کبیر، بیہقی نے شعب اور سیدی محمد ترمذی نے نوادر میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کی تخریج کی۔ ت)

(حدیث ۱۵ تا ۱۷) اور مروی کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من امسٰی کالا من عمل یدہ امسٰی مغفورا له۔ اخرجه الطبرانی[3] فی الاوسط عن[15] ام المؤمنین الصدیقة

جسے مزدوری سے تھک کر شام آئے اس کی وہ شام شامِ مغفرت ہو۔ اس کی تخریج کی طبرانی نے اوسط میں ام المومنین سیدہ صدیقہ

---

[1] الترغیب والترہیب کتاب البیوع الترغیب فی الاکتساب بالبیع مصطفی البابی مصر ۲/ ۵۲۳
الدر المنثور تحت آیۃ ۲/ ۲۶۸ منشورات مکتبہ آیۃ اللہ العظمٰی قم ایران ۱/ ۳۶۵
شعب الایمان حدیث ۱۲۲۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۸۴
[2] شعب الایمان ؍؍ ۱۲۳۷ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/ ۸۸
[3] المعجم الاوسط ؍؍ ۷۵۱۶ مکتبۃ المعارف ریاض ۸/ ۲۵۷

www.alahazratnetwork.org

ومثل ابی القاسم الاصبہانی عن[16] ابن عباس وابن عساکر عنہ وعن[17] انس رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

سے۔ اور مثل ابوالقاسم اصبہانی کے ابن عباس سے۔ اور ابن عساکر نے ابن عباس اور انس سے۔ اللہ تعالٰی ان سب پر راضی ہو۔ ت)

(**حدیث ۱۸**) اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

طوبٰی لمن طاب کسبہ، الحدیث۔ اخرجہ البخاری فی التاریخ والطبرانی[1] فی الکبیر والبیہقی فی السنن والبغوی والباوردی وابناء قانع وشاہین ومندۃ کلہم عن[18] رکب المصری رضی اللہ تعالٰی عنہ فی حدیث طویل، قال ابن عبدالبر حدیث حسن **قلت** ای لغیرہ۔

پاک کمائی والے کے لئے جنّت ہے (اس کی تخریج کی بخاری نے تاریخ میں، طبرانی نے کبیر میں، بیہقی نے سنن میں اور بغوی و باوردی نے۔ قانع، شاہین اور مندہ کے بیٹوں نے رکب مصری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ایک طویل حدیث میں اس کو روایت کیا۔ ابن عبدالبر نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔ میں کہتا ہوں یعنی حسن لغیرہ ہے۔ ت)

(**حدیث ۱۹، ۲۰**) ایک حدیث میں آیا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

الدنیا حُلوۃ خضرۃ، من اکتسب منہا مالاً فی حِلّہٖ وانفقہ فی حقّہ اثابہ اللہ علیہ واوردہ جنّتہ الحدیث۔ اخرجہ البیہقی فی الشعب عن[19] ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما **قلت** والمتن عند الترمذی عن[20] خولۃ بنت قیس امرأۃ سیّدنا حمزۃ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہم بلفظ "ان ھٰذا المال خضرۃ

دنیا دیکھنے میں ہری، چکھنے میں میٹھی ہے یعنی بظاہر بہت خوشنما وخوش ذائقہ معلوم ہوتی ہے جو اسے حلال وجہ سے کمائے اور حق جگہ پر اٹھائے اللہ تعالٰی اسے ثواب دے اور اپنی جنت میں لے جائے (اس کی تخریج کی بیہقی نے شعب میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے۔ میں کہتا ہوں اور متن ترمذی کے نزدیک خولہ بنت قیس زوجہ سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ان لفظوں کے ساتھ ہے کہ "یہ مال سبز و میٹھا

---

[1] الترغیب والترہیب الترغیب فی طلب الحلال مصطفی البابی مصر ۲/ ۵۴۷

[2] شعب الایمان حدیث ۵۵۲۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۳۹۶

www.alahazratnetwork.org

حُلوۃ فمن اصابہ بحقہ بورک لہ فیہ الحدیث[1]۔ قال الترمذی حسن صحیح۔ قلت و اصلہ عن خولۃ عند البخاری، مختصرًا۔

دکھائی دیتا ہے۔ چنانچہ جو اُسے حق جگہ پر پہنچائے اس کے لئے اس میں برکت دی جاتی ہے الحدیث۔ ترمذی نے کہا یہ حسن صحیح ہے۔ میں کہتا ہوں اس کی اصل بخاری کے نزدیک خولہ سے ہے۔ اختصارًا (ت)

(حدیث ۲۱) اور مذکور کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان من الذنوب ذنوبا لایکفرھا الصلٰوۃ ولا الصیام ولا الحج ولا العمرۃ، یکفرھا الھموم فی طلب المعیشۃ۔ رواہ ابن عساکر وابونعیم[2] فی الحلیۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

کچھ گناہ ایسے ہیں جن کا کفارہ نہ نماز ہو نہ روزے نہ حج نہ عمرہ۔ ان کا کفارہ وہ پریشانیاں ہوتی ہیں جو آدمی کو تلاشِ معاشِ حلال میں پہنچتی ہیں۔ (اس کو روایت کیا ابن عساکر نے اور ابونعیم نے حلیہ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔ ت)

(حدیث ۲۲) صحابہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم نے ایک شخص کو دیکھا کہ تیز وچست کسی کام کو جارہا ہے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا خوب ہوتا اگر اس کی یہ تیزی وچستی خدا کی راہ میں ہوتی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان کان خرج یسعٰی علٰی نفسہ یعفھا فھو فی سبیل اللہ، وان کان خرج یسعٰی علٰی ولدہ صغارا فھو فی سبیل اللہ، وان کان خرج یسعٰی علٰی ابوین شیخین کبیرین فھو فی سبیل اللہ، وان کان خرج یسعٰی ریاءً و مفاخرۃ فھو فی سبیل الشیطان۔ رواہ الطبرانی[3] عن کعب بن عجرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ و

اگر یہ شخص اپنے لئے کمائی کو نکلا ہے کہ سوال وغیرہ کی ذلت سے بچے تو اس کی یہ کوشش اللہ ہی کی راہ میں ہے، اور اگر اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کے خیال سے نکلا ہے جب بھی خدا کی راہ میں ہے، اور اگر اپنے بوڑھے ماں باپ کے لئے نکلا ہے جب بھی خدا کی راہ میں ہے، ہاں اگر ریاء و تفاخر کے لئے نکلا ہے تو شیطان کی راہ میں ہے۔ (اس کو طبرانی نے کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور اس کے

---

[1] جامع الترمذی ابواب الزہد باب ما جاء فی اخذ المال امین کمپنی دہلی ۲/ ۶۰
[2] حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۳۸۶ مالک بن انس رضی اللہ عنہ دار الکتاب العربی بیروت ۶/ ۳۳۵
[3] المعجم الکبیر حدیث ۲۸۲ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۹/ ۱۲۹

www.alahazratnetwork.org

رجالہ رجال الصحیح۔ (اس کے راوی) رجالِ صحیح کے رجال ہیں۔ ت)

(حدیث ۲۳) اسی لئے ترکِ کسب سے صاف ممانعت آئی ہے حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لیس بخیرکم من ترك دنیاہ لاٰخرتہ ولا اٰخرتہ لدنیاہ حتی یصیب منھما جمیعًا فان الدنیا بلاغ الی الاٰخرۃ ولا تکونوا کلًا علی الناس۔ رواہ ابن عساکر[1] عن[23] انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

تمھارا بہتر وہ نہیں ہے جو اپنی دنیا آخرت کے لئے چھوڑ دے اور نہ وہ جو اپنی آخرت دنیا کے لئے ترک کرے۔ بہتر وُہ ہے جو دونوں سے حصہ لے کہ دنیا آخرت کا وسیلہ ہے، اپنا بوجھ اوروں پر ڈال کر نہ بیٹھ رہو۔ (اس کو ابن عساکر نے انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

اِنھیں احادیث سے ثابت ہُوا کہ تلاشِ حلال و فکرِ معاش و تعاطیِ اسباب ہرگز منافیِ توکّل نہیں بلکہ عین مرضیِ الٰہی ہے کہ آدمی تدبیر کرے اور بھروسہ تقدیر پر رکھے۔

(حدیث ۲۴ و ۲۵) اسی لئے جب ایک صحابی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی اپنی اونٹنی یونہی چھوڑ دوں اور خدا پر بھروسہ رکھوں یا اُسے باندھوں اور خدا پر توکل کروں، ارشاد فرمایا، قیِّد وتوکّل باندھ دے اور تکیہ خدا پر رکھ۔ع

بر توکّل زانوے اشتر ببند

(اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اونٹنی کے گھٹنے باندھ۔ ت)

اخرجہ البیھقی[2] فی الشعب بسند جید عن[24] عمرو بن امیۃ الضمری، والترمذی فی الجامع عن[25] انس رضی اللہ تعالٰی عنھما واللفظ عندہ، اعقلھا وتوکل۔[3]

اس کی تخریج کی بیہقی نے شعب میں سندِ جید کے ساتھ عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور ترمذی نے جامع میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، اس کے نزدیک لفظ یہ ہیں: "اعقلھا وتوکل۔"

---

[1] کنز العمال برمز ابن عساکر عن انس حدیث ۶۳۳۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳/ ۲۲۰

[2] کنز العمال برمز ھب عن عمرو بن امیہ ۵۶۸۸ " " " ۳/ ۱۰۳

[3] جامع الترمذی ابواب صفۃ یوم القیمۃ باب منہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۷۴

www.alahazratnetwork.org

دیکھو کیسا صاف ارشاد ہے کہ تدبیر کرو مگر اس پر اعتماد نہ کرلو، دل کی نظر تقدیر پر رہے۔ مولانا قدس سرہٗ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں :

توکل کن بجنباں پا و دست　　　رزق تو بر تو ز تو عاشق تراست[1]

(توکل کر اور ہاتھ پاؤں حرکت میں لا کہ تیرا رزق تجھ پر تجھ سے زیادہ عاشق ہے۔ ت)

خود حضرت عزت جل مجدہٗ نے قرآن عظیم میں تلاش و تدبیر اور اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈنے کی ہدایت فرمائی۔

(۱۴) قال تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت) :

وتزودوا فان خیر الزاد التقوٰی واتقون یاولی الالباب ○ لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلاً من ربکم[2]

اور توشہ ساتھ لو کہ سب سے بہتر توشہ پرہیزگاری ہے، اور مجھ سے ڈرتے رہو اے عقل والو۔ تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔ (ت)

یمن کے کچھ لوگ بے زادِ راہ لئے حج کو آتے اور کہتے ہم متوکل ہیں، ناچار بھیک مانگنی پڑتی، حکم آیا توشہ ساتھ لیا کرو ۔۔۔ کچھ اصحاب کرام نے موسم حج میں تجارت سے اندیشہ کیا کہ کہیں اخلاص نیت میں فرق نہ آئے ۔۔۔ فرمان آیا کچھ گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل ڈھونڈو۔ اسی طرح تلاشِ فضل الٰہی کی آیتیں بکثرت ہیں۔

(۱۵) وقال تعالٰی (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت) :

یایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون[3]

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔ (ت)

صاف حکم دیتے ہیں کہ رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈو تاکہ مراد کو پہنچو۔ اگر تدبیر و اسباب معطل و مُہمل ہوتے تو اس کی کیا حاجت تھی!

بلکہ انصاف کیجئے تو تدبیر کب تقدیر سے باہر ہے، وہ خود ایک تقدیر ہے اور اس کا بجا لانے والا

---

[1]

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۷ و ۱۹۸

[3] 〃 ۵/ ۳۵

www.alahazratnetwork.org

ہرگز تقدیر سے رُوگرداں نہیں۔

(حدیث ۲۶) حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی گئی، دوا تقدیر سے کیا نافع ہوگی؟ فرمایا:

الدواء من القدر، ینفع من یشاء بما شاء۔ رواہ ابن السنی فی الطب والدیلمی فی مسند الفردوس[1] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما وصدرہ عنہ عند ابی نعیم والطبرانی فی المعجم الکبیر۔

دوا خود بھی تقدیر سے ہے، اللہ تعالٰی جسے چاہے جس دوا سے چاہے نفع پہنچا دیتا ہے۔ (اس کو روایت کیا ہے ابن سنی نے طب میں اور دیلمی نے مسند فردوس میں اور اس کی ابتداء ابن عباس سے ابونعیم کے نزدیک ہے اور طبرانی نے معجم کبیر میں اس کو روایت کیا۔ ت)

(حدیث ۲۷) امیرالمومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ جب بقصد شام وادی تبوک میں قریہ سرغ تک پہنچے سرداران لشکر ابوعبیدہ بن الجراح و خالد بن الولید و عمرو بن العاص وغیرہم رضوان اللہ تعالٰی علیہم انھیں ملے اور خبر دی کہ شام میں وبا ہے۔ امیرالمومنین نے مہاجرین و انصار وغیرہم صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو بلا کر مشورہ لیا، اکثر کی رائے رجوع پر قرار پائی، امیرالمومنین نے بازگشت کی منادی فرمائی۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا: أفرارا من اللہ کیا اللہ تعالٰی کی تقدیر سے بھاگنا؟ فرمایا:

لوغیرك قالہا یا اباعبیدۃ، نعم، نفر من قدر اللہ الی قدر اللہ۔ أرأیت لوکان لك ابل هبطت وادیا له عدوتان احدهما خصبۃ والاخری جدبۃ الیس ان رعیت الخصبۃ رعیتها بقدر اللہ وان رعیت الجدبۃ رعیتها بقدر اللہ۔

کاش اے ابوعبیدہ! یہ بات تمھارے سوا کسی اور نے کہی ہوتی (یعنی تمھارے علم و فضل سے بعید تھی) ہاں ہم اللہ کی تقدیر سے اللہ کی تقدیر ہی کی طرف بھاگتے ہیں، بھلا بتاؤ تو اگر تمھارے کچھ اونٹ ہوں انھیں لے کر کسی وادی میں اترو جس کے دو کنارے ہوں ایک سرسبز دوسرا خشک، تو کیا یہ بات نہیں ہے کہ اگر تم شاداب میں چراؤ گے تو خدا کی تقدیر سے اور خشک میں چراؤ گے تو خدا کی تقدیر سے۔

---

[1] کنز العمال برمز ابن السنی عن ابن عباس حدیث ۲۸۰۸۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۵

www.alahazratnetwork.org

21 اخرجه الائمة مالك[1] واحمد والبخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی[2] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اس کی تخریج کی ہے ائمہ یعنی مالک، احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے۔(ت)

یعنی بآنکہ سب کچھ تقدیر سے ہے پھر آدمی خشک جنگل چھوڑ کر ہرا بھرا چراگاہ کے لئے اختیار کرتا ہے اس سے تقدیر الٰہی سے بچنا لازم نہیں آتا، یونہی ہمارا اس زمین میں نہ جانا جس میں وبا پھیلی ہے یہ بھی تقدیر سے فرار نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ تدبیر ہرگز منافیِ توکل نہیں، بلکہ اصلاحِ نیت کے ساتھ عینِ توکل ہے ـــــ ہاں یہ بیشک ممنوع و مذموم ہے کہ آدم ہمہ تن تدبیر میں منہمک ہوجائے اور اس کی درستی میں جا و بیجا و نیک و بد وحلال و حرام کا خیال نہ رکھے ـــــ یہ بات بیشک اُسی سے صادر ہوگی جو تقدیر کو بھول کر تدبیر پر اعتماد کربیٹھا، شیطان اُسے ابھارتا ہے کہ اگر یہ بن پڑی جب تو کار برآری ہے ورنہ مایوسی و ناکامی۔ ناچار سب این وآں سے غافل ہوکر اس کی تحصیل میں لہو پانی ایک کردیتا ہے اور ذلّت وخواری، خوشامد و چاپلوسی، مکر و دغابازی جس طرح بن پڑے اس کی راہ لیتا ہے، حالانکہ اس حرص سے کچھ نہ ہوگا۔ ہونا وہی ہے جو قسمت میں لکھا ہے۔ اگر یہ علوِ ہمت و صدقِ نیت و پاسِ عزت و لحاظِ شریعت ہاتھ سے نہ دیتا رزق کہ اللہ عزوجل نے اپنے ذمے لیا جب بھی پہنچتا، اس کی طمع نے آپ اس کے پاؤں میں تیشہ مارا اور حرص و گناہ کی شامت نے خسر الدنیا والاٰخرۃ[3] (دنیا و آخرت دونوں کے اندر گھاٹے میں رہا۔ت) کا مصداق بنایا، اور اگر بالفرض آبرو کھو کر گناہ گار ہوکر دو پیسہ پائے بھی تو ایسے مال پر ہزار تف سے

بئس المطاعم حین الذل تکسبہا　　القدر منتصب والقدر مخفوض[4]

(بُری خوراک وہ جسے ذلّت کی حالت میں حاصل کرو قسمت بلند بھی ہے اور قسمت پست بھی۔ت)

(**حدیث ۲۸**) اسی لئے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

---

[1] صحیح البخاری کتاب الطب باب مایذکر فی الطاعون قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۵۳
صحیح مسلم کتاب السلام باب الطاعون والطیرۃ الخ " " " ۲/۲۲۹
مؤطا الامام مالک کتاب الجامع باب ماجاء فی الطاعون میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۳۹۹ و ۴۰۰

[2] القرآن الکریم ۲۲/۱۱

[3]

www.alahazratnetwork.org

اَجۡمِلُوۡا فِیۡ طَلَبِ الدُّنۡیَا فَاِنَّ کُلًّا مُیَسَّرٌ لِّمَا کُتِبَ لَہٗ مِنۡہَا۔ رواہ ابن ماجۃ[1] و الحاکم والطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی السنن و ابوالشیخ فی الثواب عن[2] ابی حُمَید الساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ باسناد صحیح واللفظ للحاکم۔

دنیا کی طلب میں اچھی روش سے عدول نہ کرو کہ جس کے مقدر میں جتنی لکھی ہے ضرور اس کے سامان مہیا پائے گا۔ (اس کو روایت کیا ابن ماجہ، حاکم، طبرانی نے کبیر میں، بیہقی نے سنن میں اور ابوالشیخ نے ثواب میں صحیح اسناد کے ساتھ ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور لفظ حاکم کے ہیں۔ ت)

(حدیث ۲۹ و ۳۰) اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

یا ایھاالناس اتقوا واجملوا فی الطلب فان نفسًا لن تموت حتی تستوفی رزقھا فان ابطأ عنھا فاتقوا اللہ واجملوا فی الطلب، خذوا ماحل ودعوا ماحرم۔ رواہ ابن[1] ماجۃ واللفظ لہ والحاکم وقال صحیح علی شرطھما وبسند اٰخر صحیح علی شرط مسلم[2] وابن حبان فی صحیحہ کلھم عن[29] جابر بن عبداللہ

اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور طلبِ رزق نیک طور پر کرو کہ کوئی جان دنیا سے نہ جائے گی جب تک اپنا رزق پورا نہ لے لے، تو اگر روزی میں دیر دیکھو تو خدا سے ڈرو اور روشِ محمود پر تلاش کرو، حلال کو لو اور حرام کو چھوڑ دو۔ (اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا اور لفظ اسی کے ہیں، اور حاکم نے روایت کرکے کہا کہ یہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے اور ایک دوسری سند کے ساتھ کہا کہ مسلم کی شرط پر صحیح ہے، اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔ سب نے

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب البیوع لاباس بالغنی لمن اتقی دارالفکر بیروت ۲/ ۳
سنن ابن ماجہ ابواب التجارات باب الاقتصاد فی طلب المعیشۃ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۵۶
السنن الکبرٰی کتاب البیوع باب الاجمال فی طلب الدنیا دارصادر بیروت ۵/ ۲۶۴
کنز العمال عن ابی حمید ساعدی حدیث ۹۲۹۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۲۰
الترغیب والترھیب الترغیب فی الاقتصاد فی طلب الرزق الخ مصطفی البابی مصر ۲/ ۵۳۴

[2] سنن ابن ماجہ ابواب التجارات باب الاقتصاد فی طلب المعیشۃ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۵۶
المستدرک للحاکم کتاب البیوع لاباس بالغنی لمن اتقی الخ دارالفکر بیروت ۲/ ۴

[3] " " " " " " " " " "

www.alahazratnetwork.org

وبمعناہ عند ابی یعلی بسند حسن ان شاء اللہ تعالٰی عن[۲] ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور اس کے ہم معنی ابویعلٰی کے نزدیک ان شاء اللہ تعالٰی سندِ حسن کے ساتھ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے۔ (ت)

(حدیث ۳۱ تا ۳۴) اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان روح القدس نفث فی روعی ان نفسا لن تموت حتی تستکمل اجلہا وتستوعب رزقہا۔ فاتقوا اللہ واجملوا فی الطلب ولا یحملن احدکم استبطاء الرزق ان یطلبہ بمعصیۃ اللہ، فان اللہ تعالٰی لاینال ما عندہ الا بطاعتہ۔ اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ[۱] واللفظ لہ عن[۲] ابی امامۃ الباھلی، والبغوی فی شرح السنۃ والبیہقی فی الشعب والحاکم فی المستدرک عن[۳] ابن مسعود، والبزار عن[۳] حذیفۃ الیمان ونحوہ للطبرانی فی الکبیر عن[۳] الحسن بن علی امیر المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین، غیر ان الطبرانی لم یذکر جبریل علیہ الصلٰوۃ والسلام۔

بیشک رُوح القدس جبریل نے میرے دل میں ڈالا کہ کوئی جان نہ مرے گی جب تک اپنی عمر اور اپنا رزق پُورا نہ کرلے، تو خدا سے ڈرو اور نیک طریقے سے تلاش کرو، اور خبردار رزق کی دیرنگی تم میں کسی کو اس پر نہ لائے کہ نافرمانیِ خدا سے اُسے طلب کرے کہ اللہ کا فضل تو اس کی طاعت ہی سے ملتا ہے۔ (ابونعیم نے حلیہ میں اس کی تخریج کی اور لفظ اسی کے ہیں، بغوی نے شرح السنہ میں، بیہقی نے شعب میں اور حاکم نے مستدرک میں ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، نیز بزار نے حذیفہ بن الیمان سے اور اسی کی مثل طبرانی کی کبیر میں حسن بن امیر المؤمنین علی سے مروی ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ مگر طبرانی نے جبریل علیہ الصلٰوۃ والسلام کا ذکر نہیں کیا۔ ت)

(حدیث ۳۵) اور مروی ہوا، فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اُطلبوا الحوائج بعزۃ الانفس فان الامور تجری بالمقادیر۔ رواہ تمام

حاجتیں عزتِ نفس کے ساتھ طلب کرو کہ سب کام تقدیر پر چلتے ہیں۔ (اس کو تمام نے

---

[۱] حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۴۵۷ احمد بن ابی الحواری دار الکتاب العربی بیروت ۱۰/ ۲۷
شرح السنۃ باب التوکل علی اللہ حدیث ۴۱۱۱ المکتب الاسلامی بیروت ۱۴/ ۳۰۴

www.alahazratnetwork.org

فی فوائدہ وابن عساکر[1] فی تاریخہ عن[35] عبداللہ بن بُسر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ فوائد میں اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں عبداللہ بن بُسر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

ان سب حدیثوں میں بھی تلاش وتدبیر کی طرف ہدایت فرمائی، مگر حکم دیا کہ شریعت وعزت کا پاس رکھو، تدبیر میں بیہوش ومدہوش نہ ہوجاؤ، دست درکار ودل بایار، تدبیر میں ہاتھ، دل تقدیر کے ساتھ، ظاہر میں اِدھر باطن میں اُدھر، اسباب کا نام، مسبّب سے کام، یُوں بسر کرنا چاہئے۔ یہی رَوِش ہُدیٰ ہے، یہی مرضیِ خدا، یہی سُنّتِ انبیاء، یہی سیرتِ اولیاء، علیہم جمیعا الصلٰوۃ والثناء (ان سب کیلئے درود اور ثناء ہو۔ ت)

بس اِس بارے میں یہی قولِ فیصل وصراطِ مستقیم ہے۔ اِس کے سوا تقدیر کو بھُولنا یا حق نہ ماننا، یا تدبیر کو اصلاً مُہمل جاننا دونوں معاذاللہ گمراہی ضلالت یا جنون وسفاہت، والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔

باب تدبیر میں آیات واحادیث اتنی نہیں جنھیں کوئی حصر کرسکے۔ فقیر غفراللہ تعالٰی لہ دعوٰی کرتا ہے کہ ان شاء اللہ تعالٰی اگر محنت کی جائے تو دس ہزار سے زائد آیات واحادیث اس پر ہوسکتی ہیں مگر کیا حاجت کہ ؏

آفتاب آمد دلیل آفتاب

(سورج کی دلیل خود سورج ہے۔ ت)

جس مسئلہ کے تسلیم پر تمام جہان کے کاروبار کا دارومدار، اُس میں زیادہ تطویل عبث وبیکار، اسی تحریر میں کہ فقیر نے پندرہ[15] آیتیں اور پینتیس[35] حدیثیں جملہ پچاس نصوص ذکر کئے اور صدہا بلکہ ہزارہا کے پتے دیے، یہ کیا تھوڑے ہیں! انھیں سے ثابت کہ انکارِ تدبیر کس قدر اعلٰی درجہ کی حماقت، اخبث الامراض، اور قرآن وحدیث سے صریح اعراض، اور خدا ورسول پر کھُلا اعتراض، ولاحول ولا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔

ولید پر فرض ہے کہ تائب ہو، اور کتاب وسُنّت سے اپنا عقیدہ درست کرے ورنہ بدمذہبی کی شامت سخت جانکاہ ہے والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔ باقی رہا اس کا عربی پڑھانے، علم سکھانے کی نسبت وہ شنیع لفظ کہنا، اگر اس تاویل کا درمیان نہ ہوتا کہ شاید وہ ان لوگوں پر معترض ہے جو

---

[1] کنزالعمال برمز تمام وابن عساکر عن عبداللہ بن بُسر حدیث ۱۶۸۰۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۵۱۰

www.alahazratnetwork.org

دُنیا کے لئے علم پڑھاتے ہیں، اور ایسے لوگ بیشک لائقِ اعتراض ہیں، تو صریح کلمۂ کفر تھا کہ اس نے علمِ دین کی تحقیر و توہین کی، اور اس سے سخت تر ہے اُس کا خالد کو اس بنا پر کافر کہنا کہ وہ باوجود ایمانِ تقدیر، تدبیر کو بہتر و مستحسن جانتا ہے حالانکہ جو اُس کا عقیدہ ہے وہی حق و صحیح ہے، اور ولید کا قول خود باطل و قبیح ــــ مسلمان کو کافر کہنا سہل بات نہیں ــــ

(حدیث ۳۶ تا ۳۹) صحیح حدیثوں میں فرمایا کہ "جو دوسرے کو کافر کہے اگر وہ کافر نہ تھا یہ کافر ہوجائے گا۔"[1]

كما اخرجه الائمة مالك واحمد والبخاري ومسلم وابوداؤد والترمذي عن[36] عبد الله بن عمر، والبخاري عن[37] ابي هريرة واحمد والشيخان عن[38] ابي ذر وابن حبان بسند صحيح عن[39] ابي سعيد الخدري رضي الله تعالٰى عنهم باسانيد عديدة والفاظ متباينة ومعانٍ متقاربة۔

جیسا کہ اس کی تخریج کی ہے ائمہ کرام یعنی امام مالک، احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے عبداللہ بن عمر سے اور بخاری نے ابوہریرہ سے اور احمد اور شیخین نے ابوذر سے اور ابن حبان نے سندِ صحیح کے ساتھ ابوسعید خدری سے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین متعدد سندوں کے ساتھ جن کے الفاظ مختلف مگر معانی قریب ہیں۔ (ت)

اور اگرچہ اہلسنت کا مذہب محقق و مُنقّح یہی ہے کہ نہیں تاہم احتیاط لازم، اور اتنی بات پر حکم تکفیر ممنوع و نامُلائم، اور احادیثِ مذکورہ میں تاویلاتِ عدیدہ کا احتمال قائم۔ مگر پھر بھی صدہا ائمہ مثل امام ابوبکر اعمش و جمہور فقہائے بلخ وغیرہم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم ظاہر احادیث ہی پر عمل کرتے، اور مسلمان کے مُکفِّر کو مطلقاً کافر کہتے ہیں کما فصلناه كل ذلك في رسالتنا "النهي الاكيد عن الصلوة وراء عدى التقليد" (جیسا کہ ہم نے اس تمام کی تفصیل اپنے رسالہ "النہی الاکید عن الصلوۃ وراء عدی التقلید" میں کردی ہے۔ ت)

تو ولید پر لازم کہ از سرِ نو کلمۂ اسلام پڑھے اور اگر صاحبِ نکاح ہو تو اپنی زوجہ سے تجدیدِ نکاح کرے۔

۱؎ صحیح البخاری کتاب الادب باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۱
صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم یا کافر " " " ۱/ ۵۷
مسند احمد بن حنبل عن ابن عمر المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۱۳

www.alahazratnetwork.org

فی الدر المختار عن شرح الوھبانیۃ للعلامۃ حسن الشرنبلالی مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا ومافیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح[1]۔

درمختار میں علامہ حسن شرنبلالی کی شرح وہبانیہ سے منقول ہے جو بالاتفاق کفر ہو اس سے عمل اور نکاح باطل ہوجائیں گے بلا تجدید ایمان و نکاح اس کی اولاد اولادِ زنا ہوگی، اور جس میں اختلاف ہے قائل کو استغفار، توبہ، تجدید نکاح کا حکم دیا جائے گا۔ (ت)

(**حدیث ۴۰**) اور جس طرح یہ کلمات شنیعہ علانیہ کہے یُونہی توبہ و تجدید ایمان کا بھی اعلان چاہئے ــــ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا عملت سیئۃ فاحدث عندھا توبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ۔ رواہ الامام احمد فی کتاب الزھد[2] والطبرانی فی المعجم الکبیر[3] عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

جب تو کوئی گناہ کرے تو فوراً از سرِ نو توبہ کر۔ پوشیدہ کی پوشیدہ، اور آشکارا کی آشکارا۔ (اس کو امام احمد نے کتاب الزہد میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں سند حسن کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

واللہ تعالٰی اعلم

رسالہ التحبیر بباب التدبیر ختم ہوا

مسئلہ ۱۲۳: از قصبہ مئوناتھ بھنجن ضلع اعظم گڈھ مدرسہ دار العلوم مرسلہ عبدالرحیم خاں
۱۱ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رُوح پاک ہے یا ناپاک؟ اگر پاک ہے تو بعد مُردن عذاب کیوں ہوتا ہے؟ اور اگر ناپاک ہے تو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قلب اطہر میں کیوں داخل ہوا؟

---

[1] الدر المختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۹
[2] الزہد لاحمد بن حنبل حدیث ۱۴۱ دار الکتاب العربی بیروت ص ۴۹
[3] المعجم الکبیر حدیث ۳۳۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۰/ ۱۵۹

www.alahazratnetwork.org

الجواب

روح اصل خلقت میں پاک ہے، پھر اگر بداعتقاد بداعمال اختیار کرے تو ان سے ناپاک ہوجاتی ہے جس کے سبب مستحقِ عذاب ہوتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۴: از سہاور ۲۴ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں باب کہ ایک صاحب نے دو مضامین ذیل بحوالہ حدیث بیان فرمائے اور اول کو حدیث قدسی کہا مضمون اول یہ ہے کہ اگر تمام مخلوقات کے قلب مثل قلب حضور سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والطیبات کے ہوجائیں یا مثل شیطان لعین کے ہوجائیں تو اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ مجھ کو مطلق پروا نہیں۔

دوسرا مضمون یہ ہے کہ بروزِ قیامت جنت و دوزخ میں حجت ہوگی۔ دوزخ کہے گی کہ میں محلِ جبابرہ و افاخرہ ہوں اور تو محلِ مساکین وغرباء ہے اس لئے میں افضل ہوں یا مستحق اس کی ہوں کہ تمام بنی آدم میرے حوالے ہوں، جنت کچھ جواب نہ دے گی مکالمہ میں کمزور پڑے گی، پس اللہ تعالٰی فیصلہ فرمائے گا کہ تم دونوں کو استحقاقِ حجت کسی طرح نہیں ہے میں جس کو جہاں چاہوں گا بھیجوں گا۔

پس سوال یہ ہے کہ آیا یہ دونوں مضمون اُن صاحب کے صحیح موافق حدیث کے ہیں یا نہیں ؟ اور برتقدیر اول یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ کوئی دوسرا قلب مثل قلب مبارک حضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہوجائے، علماء نے تو ایسی احادیث کو جو صاحب دُرِ منثور وغیرہ نے حبرالامۃ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما ارضاہما سے روایت کی ہے درجۂ اعتبار سے گرایا ہے، اور نیز دوسرے مضمون میں جبابرہ و افاخرہ کا ہونا دوزخ کے لئے کب موجب فضیلت و فوقیت ہوسکتا ہے کہ وہ مشرکین و کفار ہوں گے۔ امید کہ جواب باصواب عنایت ہو کہ ایک جماعت مسلین کا شک رفع ہو۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

حدیث اول میں ہرگز نامِ اقدس حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نہیں بلکہ یوں ہے کہ:

علی اتقی قلب رجل واحد منکم[1] تم میں کا جو بڑا پرہیزگار شخص ہو اس کے دل پر ہوجائیں۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم الظلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۱۹

www.alahazratnetwork.org

اور فرض کے لئے امکان شرط نہیں۔ قال اللہ تعالٰی:

قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین[1]
تم فرماؤ اگر بفرضِ محال رحمٰن کے کوئی بچہ ہوتا تو سب سے پہلے میں پُوجتا۔ (ت)

حدیث تو لفظ لَو سے ہے کہ:

لو ان اولکم و اٰخرکم و انسکم و جنکم کانوا علی اتقی الخ[2]
اگر تمھارے پہلے، پچھلے، انسان، اور جن سب سے بڑے پرہیزگار کے دل پر ہو جائیں الخ (ت)

اور آیہ کریمہ میں تو لفظ اِن ہے۔ بیان حدیث دوم میں غلط ہے کہ بحث روزِ قیامت ہوگی اور یہ بھی غلط کہ تمام بنی آدم میرے حوالہ ہوں اور یہ بھی غلط کہ جنت کچھ جواب نہ دے گی یا کمزور پڑے گی، اسی طرح بیان حدیث اول میں متعدد اغلاط تھے یہ حدیث یوں ہے:

تحاجت الجنۃ والنار فقالت النار اوثرت بالمتکبرین والمتجبرین وقالت الجنۃ فمالی لایدخلنی الا ضعفاء الناس[3] الحدیث۔
جنت اور دوزخ میں جھگڑا ہوا تو دوزخ نے کہا مجھے متکبروں اور جباروں کے سبب ترجیح دی گئی اور جنت نے کہا مجھے کیا ہے کہ میرے اندر صرف کمزور لوگ داخل ہوتے ہیں الحدیث۔ (ت)

یہ گزشتہ کی حکایت ہے اُس وقت نار کا علم اُسے محیط ہونا کیا ضرور کہ اس کے لئے کفار و مشرکین ہیں جس طرح جنت کا یہ کہنا بتا رہا ہے کہ اُسے ان کمزوروں کا فضل و تقرب معلوم نہ تھا جب سے معلوم ہوا خود اُن کی مشتاق ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۵: از بلوچستان مرسلہ قادر بخش ۵ ربیع الآخر ۱۳۲۸ھ

اندریں حکایت علمائے کرام چہ می فرمایند کہ قولے معتبر است آیا واعظ ذکر کند یا حقیقت است در کدام کتاب
اس حکایت کے بارے میں علماءِ کرام کیا فرماتے ہیں کہ کیا یہ کسی معتبر قول سے منقول ہے وعظ کرنے والا اس کو اپنے وعظ میں بیان کرسکتا

---

[1] القرآن الکریم ۴۳/ ۸۱
[2] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم الظلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۹
[3] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ قٓ " " " ۲/ ۷۱۹
صحیح مسلم کتاب الجنۃ باب جہنم اعاذنا اللہ منہا " " " ۲/ ۳۸۱

www.alahazratnetwork.org

این نقل است، آن حکایت این است،

ہے؟ اس کی کوئی حقیقت ہے؟ کون سی کتاب میں منقول ہے؟ حکایت یہ ہے،

(۱) یک حکایت یاد دارم از رسول — باد مقبول ہمہ اہل قبول

(۲) تا کہ معلوم تو گردد ہمتش — تا چہ حداست امتاں را شفقتش

(۳) بعد ازاں آیم بمدح چار یار — اے برادر یک زماں گوشش دار

(۴) جملہ شبہا مصطفٰی بیدار بود — اتفاقاً یک شبے خوابش ربود

(۵) بود اندر خواب تا وقتِ نماز — ناگہاں آمد خطابش بے نیاز

(۶) آفریدم من ترا از بہر آں — تا شدی پشت پناہ امتاں

(۷) اے محمد خواب تو زیبندہ نیست — ہر کہ در خدمت نباشد بندہ نیست

(۸) چوں بہ پروازی بخواب نیم شب — کردم اکنوں امتانت را غضب

(۹) دوزخ اندازم ہمہ از عام وخاص — یک تنے زیشاں نگردانم خلاص

(۱۰) چوں شنید ایں آیۃ خیر البشر — انت زانجا امتی گویا بدر

(۱۱) رفت زانجا او ندیدہ ہیچ کس — ماند اورا عالم الاسرار بس

(۱۲) چوں گزشت از دو سہ روز ایں قصہ را — خون دل خوردند یاراں غصہ را

(۱۳) عاقبت روز سوم بعد از نماز — جملہ پیش عائشہ رفتند باز

(۱۴) چوں بپرسیدند زام مومنیں — داد ایشاں را جواب ایں چنیں

(۱۵) گفت او شیں شب رسید از حق خطاب — امتاں را آیہ از بہر عذاب

(۱۶) چونکہ ایں آیۃ بگوشش در رسید — شد بروں از حجرہ اورا کس ندید

(۱۷) آنچناں برخاست از یاراں غریو — لرزہ افتادند اندر جن ودیو

(۱۸) ناگہاں دیدند یک چوپاں ز دور — یافت زاں چوپاں دل ایشاں سرور

(۱۹) پیش او رفتند و پرسیدند ازو — گر خبر داری ز پیغمبر بگو

(۲۰) گفت من کے مصطفٰی را دیدہ ام — بلکہ او را از کسے نشنیدہ ام

(۲۱) لیک سہ روز است پیغام خروش — از میان کوہ می آید بگوشش

(۲۲) جانوراں زنالہ او دل خستہ اند — از چراگاہ دہاں را بستہ اند

(۲۳) ہر زماں از دیدہ می رانند آب — بستہ اندازہ راہ دیدہ راہِ خواب

www.alahazratnetwork.org

(۲۴) چوں شنیدند ایں خبر را آں گروہ | جملہ آوردند روئے سوئے کوہ
(۲۵) شد نمایاں درمیان کوہ غار | دید ور آں غار آں صدر کبار
(۲۶) سر بسجدہ بردہ پیش بے نیاز | باخدائے خویشتن میگفت راز
(۲۷) گریہ میکرد و ہمی گفت اے الٰہ | تا نہ بخشی امتانم را گناہ
(۲۸) ما نہ بردارم سر خود از زمیں | تا بروزِ حشر نالم ایں چنیں
(۲۹) ایں چنیں می گفت و می نالد زار | اشک میبارید چوں ابر بہار
(۳۰) چوں شنیدند ایں خطاش را زور | جملہ را از نالہ اش خون شد جگر
(۳۱) گفت صدیق شفیع المومنین | از کرم بردار سر را از زمین
(۳۲) آنچہ من در عمر طاعت کردہ ام | انچہ در دنیا عبادۃ کردہ ام
(۳۳) آں ثواب از برائے امتاں | دارم اے پیغمبر آخر زماں

الی اٰخرالحکایت (حکایت کے آخر تک۔ ت)، یہ حکایت رسالہ میلاد غلام شہید میں ہے۔

(ترجمہ حکایت:

(۱) رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارے میں مجھے ایک حکایت یاد ہے جو تمام نیک لوگوں میں مقبول ہے۔

(۲) تاکہ تجھے آپ کی ہمتِ اقدس کا پتا چلے کہ امت پر آپ کی کس قدر شفقت ہے۔

(۳) اس کے بعد میں چار وں یاروں کی مدح کی طرف آؤنگا، اے بھائی! تھوڑا سا وقت غور سے سن۔

(۴) مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام راتیں بیدار رہتے، ایک رات اتفاقاً آپ پر نیند غالب آگئی۔

(۵) نماز کے وقت تک آپ نیند میں تھے، اچانک آپ کو خدائے بے نیاز کا حکم پہنچا۔

(۶) کہ میں نے آپ کو اس لئے پیدا فرمایا ہے کہ آپ امت کے پشت پناہ بنیں۔

(۷) اے میرے محبوب (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)! سونا آپ کو زیب نہیں دیتا، جو خدمت میں مشغول نہ ہو وہ بندہ نہیں ہے۔

(۸) جب آدھی رات کو نیند میں مشغول ہیں تو میں آپ کی اُمت پر غضب نازل کروں گا۔

(۹) ہر خاص وعام کو دوزخ میں ڈالوں گا ان میں سے کسی ایک کو چھٹکارا نہیں دوں گا۔

(۱۰) جب خیر البشر (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے یہ آیت سنی تو فوراً وہاں سے "امتی" کہتے ہوئے باہر نکل گئے۔

www.alahazratnetwork.org

(۱۱) وہاں سے آپ تشریف لے گئے، کسی نے آپ کو نہیں دیکھا، آپ کے بارے میں فقط چھپی باتیں جاننے والے کو علم تھا۔
(۱۲) اس قصّہ کو جب دو تین دن گزر گئے آپ کے دوست یعنی صحابہ کرام غم سے دل کا خون پیتے رہے۔
(۱۳) آخر کار تیسرے دن نماز کے بعد تمام صحابہ کرام سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے پاس گئے۔
(۱۴) جب انھوں نے اُمّ المؤمنین سے پوچھا تو آپ نے انھیں یہ جواب دیا۔
(۱۵) آپ نے کہا کہ پچھلی رات رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حق کی طرف سے خطاب ہوا، امت کے عذاب سے متعلق آیت نازل ہوئی۔
(۱۶) جب آپ کے کان مبارک تک یہ آیت پہنچی آپ حجرہ سے باہر چلے گئے کسی نے آپ کو نہیں دیکھا۔
(۱۷) نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دوستوں سے اس قدر شور بلند ہوا کہ جنّوں اور دیووں پر لرزہ طاری ہوگیا۔
(۱۸) صحابہ نے اچانک دُور سے ایک چرواہے کو دیکھا، اس چرواہے کو دیکھنے سے ان کے دلوں کو کچھ چین آیا۔
(۱۹) اس کے پاس پہنچے اور پُوچھا اگر پیغمبر صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کی تجھے کوئی خبر ہے تو بتا۔
(۲۰) اس نے کہا میں نے مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کو کب دیکھا ہے بلکہ میں نے ان کے بارے میں کسی سے سُنا بھی نہیں ہے۔
(۲۱) لیکن تین دنوں سے پہاڑ کے درمیان سے شور کی آواز میرے کانوں میں آتی ہے۔
(۲۲) اس کے رونے سے جانوروں کے دل زخمی ہوگئے ہیں، چراگاہ سے اُنھوں نے اپنے منہ بند کرلئے ہیں۔
(۲۳) ہر وقت آنکھوں سے آنسو بہاتے ہیں، نیند سے اُنھوں نے آنکھیں باندھ رکھی ہیں۔
(۲۴) جماعت صحابہ نے جب یہ خبر سُنی تو ان سب نے اپنا رُخ پہاڑ کی طرف کرلیا۔
(۲۵) پہاڑ کے درمیان ایک غار ظاہر ہوئی، اس غار کے اندر انھوں نے بڑوں کے سردار کو دیکھا۔
(۲۶) بے نیاز کی بارگاہ میں سر سجدہ میں رکھے ہوئے تھے اپنے خدا سے راز داری میں کہہ رہے تھے،
(۲۷) فریاد کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے اے اللہ! جب تک تُو میری اُمت کے گناہ نہیں بخشے گا
(۲۸) میں اپنا سر زمین سے نہیں اٹھاؤں گا، روزِ حشر تک میں اسی طرح روتا رہوں گا۔
(۲۹) اس طرح کہہ رہے تھے اور زار و قطار رو رہے تھے، موسم بہار کی طرح آنسو بہہ رہے تھے۔
(۳۰) جب غار کے چمگادڑوں اور صحابہ کرام نے گریہ وزاری کا یہ زور سُنا تو سرکار کے رونے سے سب کے جگر خون ہوگئے۔

---

www.alahazratnetwork.org

(۳۱) صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا اے مومنوں کی شفاعت فرمانے والے! مہربانی فرمائیں، زمین سے سر اٹھائیں۔

(۳۲) میں نے عمر بھر جو طاعت کی ہے، اور دنیا میں جتنی عبادت کی ہے،

(۳۳) اس کا ثواب آپ کی اُمت کے لئے دیتا ہوں میں اے نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)

الجواب

این نقل باطل و بے اصل ست و در ہیچ کتاب معتبر از و نشانے نیست۔ واللہ تعالٰی اعلم

یہ نقل باطل اور بے اصل ہے۔ کسی معتبر کتاب میں اس کا نام و نشان نہیں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۶: بریلی محلہ بہاری پور مرسلہ بمعرفت سلطان احمد خاں سائل پیر محمد عبداللہ ۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۰ھ

حالت مندرجہ ذیل کب واقع ہوگی، زہرہ برج حوت میں طالع ہو اور قمر برج سرطان میں بنظر تثلیث زہرہ ہو لیکن بتربیع و مقابلہ مریخ ناظر بزحل نہ ہو۔ امید کہ ماہرانِ علم ہیئت جواب باصواب دیں۔

الجواب

یہ سائل کی غلطی ہے کہ مریخ تربیع یا مقابلہ سے ناظر زحل نہ ہو بلکہ یہاں مقصود یہ ہے کہ ان دونوں میں سے کوئی زہرہ کو نظر دشمنی سے نہ دیکھتا ہو کہ تربیع یا مقابلہ ہے زہرہ سے اگر ساقط ہوں اور باہم نظرِ عداوت رکھتے ہوں کیا حرج ہے، بالجملہ غرض یہ ہے کہ زہرہ برج شرف میں ہو اور قمر اپنے بیت میں اور زہرہ کو بنظر تمام دوستی دیکھتا ہو اور زہرہ مریخ و زحل کی نظر عداوت تربیع و مقابلہ سے محفوظ ہو یہ صورت نہ اس سال ہے نہ سال آئندہ ہے، ہاں وہ کہ سائل نے بیان کی ۲۷ مارچ ۱۹۲۰ء کو ہوگی زہرہ حوت کے ۱۱ درجہ میں ہوگی قمر سرطان کے ۱۱ درجہ میں کہ پورے ۱۲۰ درجے (ایک سو بیس درجہ) کا فاصلہ اور کامل نظر تثلیث ہے۔ مریخ عقرب کے ۸ درجے ۶ دقیقے زحل سنبلہ کے ۶ درجے ۶ دقیقے کہ کامل نظر تسدیس نظر نیم دوستی ہے نہ تربیع ہے نہ مقابلہ، لیکن زہرہ و زحل کا فاصلہ ۶ برج سے صرف ۵ درجے زائد ہوگا، زہرہ اگرچہ مقابلہ زحل سے منصرف ہو چکی ہے مگر دونوں کے مطرح شعاع، ۹ ۹ درجے کے مجموعے کے نصف یعنی ۹ درجے سے فاصلہ کم ہے تو ہنوز حکم مقابلہ باقی ہے تیسرے دن زائل ہوگا جب تک ماہ سرطان سے بھی نکل جائے گا اور تثلیث سے بھی گزر جائے گا، ہاں مریخ اگرچہ زہرہ سے ساقط نہیں مگر تثلیث میں ہے کہ تمام دوستی ہے نہ تربیع و مقابلہ فقط۔

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۱۲۷ از شہر محلہ ملوکپور مسئولہ قدرت علی خاں ۱۵ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ جملہ انبیاء و ملائکہ علیہم السلام معصوم ہیں۔ دوسرا شخص کہتا ہے کہ سوائے پنجتن پاک کے کوئی معصوم نہیں۔ اور تیسرا شخص کہتا ہے کہ پنجتن پاک کوئی چیز نہیں ہیں سوائے خلفائے راشدین کے۔

الجواب

پہلے شخص کا قول حق و عقیدہ اہلسنت ہے، اور دوسرے کا قول صریح گمراہی و رفض و کلمہ کفر ہے۔ اور تیسرے شخص کا قول بدتر از بول میں بھی ایک کھلا پہلو کفر کا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۸ از نانکل ٹکری ضلع گوڑگانوہ ڈاکخانہ ڈ ھقبہ مسئولہ حافظ غلام کبریا صاحب پیش امام مسجد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) زید کہتا ہے اولیاء سے مدد مانگنا دُور سے' اور ہر وقت حاضر ناظر سمجھنا شرک ہے، کیونکہ یہ خاص اللہ تعالٰی کی صفت ہے دوسرے کی نہیں۔ قرآن شریف کا ثبوت دیتا ہے (نواں پارہ) کہہ دو میں نہیں مالک اپنی جان کا نہ نفع کا نہ ضرر کا۔

(۲) اولیاء اللہ کی قبروں کی خاک ہاتھ میں لے کر منہ پر ملنا کیسا ہے؛ طواف قبر اولیاء کا کرنا بعضے کہتے ہیں طواف صرف کعبہ شریف کے واسطے ہے۔

(۳) شیخ عبدالحق نے ترجمہ مشکوٰۃ میں فرمایا ہے پیغمبروں کی سب دُعا مقبول نہیں ہوتی۔

(۴) خانقاہ اولیاء پر جمع نہ ہونا حدیث کا ثبوت دیتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے یا اللہ! میری قبر کو عید گاہ نہ بنائیو۔

(۵) اگر نبی کو غیب داں سمجھے تو کافر ہے کیونکہ ان کو علم عطائیہ ہے وہ غیب نہیں ہو سکتا کیونکہ غیب کے معنی یہ ہیں کہ بے اطلاع کے معلوم ہو وہ غیب ہے۔

الجواب

(۱) جس نے کہا کہ دُور سے سُننا صرف اُس کی شان ہے اُس نے رب عزوجل کی شان گھٹائی وہ پاک ہے اس سے کہ دُور سے سُنے، وہ ہر قریب سے قریب تر ہے، دُور سے سُننا اس کی عطا سے اس کے محبوبوں ہی کی شان ہے، اُسے حاضر و ناظر بھی نہیں کہہ سکتے وہ شہید و بصیر ہے، حاضر و ناظر اس کی عطا سے اُس کے محبوب علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام ہیں، کما فی رسائل الشیخ عبدالحق محدث الدہلوی قدس سرہٗ۔ اُس آیہ کریمہ سے اس کا کیا ثبوت

www.alahazratnetwork.org

ہوا، جھوٹا دعوٰی کرنا اور قرآن مجید پر اُس کی تہمت رکھنا مسلمان کا کام نہیں۔ نفع وضرر کا مالک بالذات اُس واحد حقیقی کے سوا کوئی نہیں، آیت میں اسی کی نفی ہے، ورنہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں تو فرعون کو مالکِ نفع وضرر رکھا ہے۔ پھر محبوبانِ بارگاہ کا کیا کہنا وہ بے شک اس کی تملیک سے ہمارے نفع وضرر کے مالک ہیں، جس کا بیان آیات واحادیث سے کتاب الامن والعلٰی میں ہے۔

(۲) مزارات کی مٹی منہ پر ملنا جائز ہے اور طوافِ تعظیمی صرف کعبہ معظمہ کا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سب دُعائیں مستجاب ہیں، مومنین سے حضرت عزت کا وعدہ ہے مجھ سے دُعا کرو میں قبول فرماؤں گا، اور اس کا وعدہ خلاف نہیں ہوسکتا۔ پھر انبیاء تو انبیاء بعض وقت وہ اس اظہار کے لئے کہ یہ امر خلاف مقدر ہے اسے صورت دعا میں ظاہر کرتے ہیں وہ اعلٰی وجہ پر قبول ہوتی ہیں مگر مطلوب ظاہری واقع نہیں ہوتا نظر ظاہر اسے عدم قبول سے تعبیر کرتی ہے۔ شرح مشکوٰۃ میں اسی کا ذکر ہے۔

(۴) مزاراتِ اولیاء پر تشریف لے جانا خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وخلفائے راشدین سے ثابت ہے اور اُس حدیث میں اس کی کہیں ممانعت نہیں، اُس کا یہ مطلب ہے کہ میرے مزار کریم کو مسلمان عید نہ بنائیں جو سال میں ایک ہی بار آتی ہے بلکہ بکثرت حاضری دیں کہ انکے گناہ معاف ہوں اور انھیں برکات ملیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۵) غیب وہ ہے کہ بے بتائے معلوم نہ ہو سکے، جو کہے کہ انبیاء کو غیب کے علم نہ دئے گئے وہ کافر ہے کہ نبوت کا منکر ہے۔ ائمہ دین فرماتے ہیں،

النبی ھو المطلع علی الغیب[1] نبی وہی ہے جو غیب پر مطلع ہو۔

عطائے غیب نہ ہونا آیاتِ کثیرہ کی تکذیب ہے جو کارڈ پر نہیں لکھی جاسکتیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۳، ۱۳۴ از مقام رامہ تحصیل گوجر خاں ضلع راولپنڈی مرسلہ تاج الدین امام مسجد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا ہے کہ حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے معراج کی رات میں بچشم خود اللہ کو نہیں دیکھا۔

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل الاول المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۷

www.alahazratnetwork.org

(۲) حدیث اور آیت اس طور پر نہیں آئی کہ تم لوگ امام صاحب کے مذہب پر چلیں۔ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا (بیان فرمائیے اجر دیے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

(۱) ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا رؤیت بمعنی احاطہ کا انکار فرماتی ہیں کہ لاتدرکہ الابصار[1] سے سند لاتی ہیں اور احادیث صحیحہ میں رؤیت کا اثبات بمعنی احاطہ نہیں کہ اللہ عزوجل کو کوئی شَے محیط نہیں ہوسکتی وہی ہر شَے کو محیط ہے اور اثبات نفی پر مقدم۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) حدیث اور آیت اس طور پر آئی ہے کہ تمہیں علم نہ ہو تو علماء سے پوچھو۔ امام اعظم سرداران علما میں داخل ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۵ - ۱۳۶ از لاہور مسجد بیگم شاہی اندرون دروازہ مستی مرسلہ صوفی احمد الدین طالب علم ۲۶ صفر ۱۳۳۸ھ

حضرت ہادی و رہنمائے سالکاں قبلۂ دوجہاں دام فیضہٗ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مسائل ذیل میں حضرت کیا فرماتے ہیں:

(۱) حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ پر ایک روز خفا ہوئے اور روافض کہتے ہیں یہی وجہ ہے باغی ہونے کی۔ پھر ایک کتاب مولانا حاجی صاحب کی تصنیف اعتقاد نامہ ہے جو بچوں کو پڑھایا جاتا ہے اس میں یہ شعر بھی درج ہے: ؎

حق درآنجا بدست حیدر بود ٭ جنگ با او خطا و منکر بود

(حق وہاں حیدر کرار رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہاتھ میں تھا ان کے ساتھ جنگ غلط اور ناپسندیدہ تھی)

(۲) امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ نے خلافت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سپرد کی تھی واسطے دفع جنگ کے۔

الجواب

(۱) روافض کا قول کذب محض ہے۔ عقائد نامہ میں "خطا و منکر بود" نہیں ہے بلکہ "خطائے منکر بود"۔ اہل سنت کے نزدیک امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خطا خطاء اجتہادی تھی، اجتہاد پر طعن جائز نہیں۔ خطاء اجتہادی دو قسم ہے، مقرر و منکر۔ مقرر وہ جس کے صاحب کو اس پر برقرار

---

[1] القرآن الکریم ۶/۱۰۳

www.alahazratnetwork.org

دیکھا جائے گا اور اُس سے تعرض نہ کیا جائے گا، جیسے حنفیہ کے نزدیک شافعی المذہب مقتدی کا امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا۔ اور منکر وُہ جس پر انکار کیا جائے گا جبکہ اس کے سبب کوئی فتنہ پیدا ہوتا ہو جیسے اجلۂ اصحاب جمل رضی اللہ تعالٰی عنہم کہ قطعی جنتی ہیں اور اُن کی خطا یقیناً اجتہادی جس میں کسی نام سنیت لینے والے کو محلِ لب کشائی نہیں، بایں ہمہ اس پر انکار لازم تھا جیسا امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم نے کیا باقی مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم میں مداخلت حرام ہے، حدیث میں ہے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

اذا ذکر اصحابی فامسکوا[1] — جب میرے صحابہ کا ذکر آئے تو زبان روکو۔

دوسری حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

ستکون لاصحابی بعدی زلۃ یغفرھا اللہ لھم لسابقتھم ثم یاتی من بعدھم قوم یکبھم اللہ علی مناخرھم فی النار[2] — قریب ہے کہ میرے اصحاب سے کچھ لغزش ہو گی جسے اللہ بخش دے گا اُس سابقہ کے سبب جو ان کو میری سرکار میں ہے، پھر اُن کے بعد کچھ لوگ آئیں گے جن کو اللہ تعالٰی ناک کے بل جہنم میں اوندھا کر دے گا۔

یہ وُہ ہیں جو اُن لغزشوں کے سبب صحابہ پر طعن کریں گے، اللہ عزوجل نے تمام صحابۂ سیّد عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو قرآنِ عظیم میں دو قسم کیا مومنین قبل فتح مکہ و مومنین بعد فتح۔ اول کو دوم پر تفضیل دی اور صاف فرما دیا، وکلا وعد اللہ الحسنٰی[3] سب سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرما لیا۔ اور ساتھ ہی اُن کے افعال کی تفتیش کرنے والوں کا مُنہ بند فرما دیا واللہ بما تعملون خبیر[4] اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرنے والے ہو۔ بایں ہمہ وہ تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا پھر دوسرا کون ہے کہ ان میں سے کسی کی بات پر طعن کرے، واللہ الہادی، واللہ تعالٰے اعلم۔

(۲) بیشک امام مجتبٰی رضی اللہ تعالٰے عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰے عنہ کو خلافت سپرد فرمائی،

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۴۲۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/۹۶

[2] المعجم الاوسط حدیث ۳۲۴۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/۱۴۲ و مجمع الزوائد ۷/۲۳۴

[3] القرآن الکریم ۵۷/۱۰

[4] " ۵۷/۱۰

www.alahazratnetwork.org

اور اس سے صلح و بندشِ جنگ مقصود تھی اور یہ صلح و تفویضِ خلافت اللہ و رسول کی پسند سے ہوئی۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امام حسن کو گود میں لے کر فرمایا تھا: 22

ان ابنی ھذا سید لعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین[1] — میرا یہ بیٹا سید ہے میں امید کرتا ہوں کہ اللہ اس کے سبب سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرا دیگا۔

امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اگر خلافت کے اہل نہ ہوتے تو امام مجتبٰی ہرگز انھیں تفویض نہ فرماتے نہ اللہ و رسول اسے جائز رکھتے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب المناقب مناقب الحسن والحسین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۳۰
مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبع مجتبائی دہلی ص ۵۶۹

www.alahazratnetwork.org

22

22

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

اعتقاد الاحباب فی الجمیل و المصطفٰی و الاٰل و الاصحاب

۱۲۹۸

(احباب کا اعتقاد جمیل (اللہ تعالٰی)، مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی آل اور اصحاب کے بارے میں)

عقیدۂ اُولٰی[1] ____ ذات و صفاتِ باری تعالٰی

حضرت حق سبحانہٗ و تبارک و تعالٰی شانہٗ واحد ہے (اپنی ربوبیت و الوہیت میں۔ کوئی اس کا شریک نہیں۔ وہ یکتا ہے اپنے افعال میں۔ مصنوعات کو تنہا اسی نے بنایا۔ وہ اکیلا ہے اپنی ذات میں۔ کوئی اس کا قسیم نہیں۔ یگانہ ہے اپنی صفات میں۔ کوئی اس کا شبیہ نہیں۔ ذات و صفات میں یکتا و واحد مگر) نہ عدد سے (کہ شمار و گنتی میں آسکے اور کوئی اس کا ہم ثانی و جنس کہلا سکے تو اللہ کے ساتھ، اس کی

---

[1] عرضِ مرتّب: امام اہلسنت امام احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی بریلوی قدس سرہٗ کے رسالہ مبارکہ "اعتقاد الاحباب" کی زیارت و مطالعہ سے یہ فقیر جب پہلی بار حال ہی میں شرفیاب ہوا تو معاً خیال آیا کہ بتوفیقہٖ تعالٰی اسے نئی ترتیب اور اجمالی تفصیل کے ساتھ عامۃ الناس تک پہنچایا جائے تو ان شاء اللہ تعالٰی اس سے عوام بھی فیض پائیں۔ نصرتِ الٰہی کے بھروسا پر قدم اُٹھایا اور بفیضانِ اساتذہ کرام نہایت

(باقی بر صفحۂ آئندہ)

www.alahazratnetwork.org

ذات وصفات میں، شریک کا وجود، محض وہم انسانی کی ایک اختراع و ایجاد ہے) خالق ہے (ہر شئے کا ذوات ہوں خواہ افعال سب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں) نہ علت سے (اس کے افعال نہ علت و سبب کے محتاج، نہ اس کے فعل کے لئے کوئی غرض، کہ غرض اس فائدہ کو کہتے ہیں جو فاعل کی طرف رجوع کرے اور نہ اس کے افعال کے لئے غایت، کہ غایت کا حاصل بھی وہی غرض ہے) فعال ہے (ہمیشہ جو چاہے کر لینے والا) نہ جوارح (و آلات) سے (جب کہ انسان اپنے ہر کام میں اپنے جوارح یعنی اعضائے بدن کا محتاج ہے۔ مثلاً علم کے لئے دل و دماغ کا۔ دیکھنے اور سننے کے لئے آنکھ، کان کا۔ لیکن خداوند قدوس کہ ہر پست سے پست آواز کو سنتا اور ہر باریک سے باریک کو کہ خوردبین سے محسوس نہ ہو دیکھتا ہے۔ مگر کان آنکھ سے اس کا سننا دیکھنا اور زبان سے کلام کرنا نہیں کہ یہ سب اجسام ہیں۔ اور جسم و جسمانیت سے وہ پاک) قریب ہے (اپنے کمالِ قدرت و علم و رحمت سے) نہ (کہ) مسافت سے (کہ اس کا قرب ماپ و پیمائش میں سما سکے) ملک (و سلطان و شہنشاہ زمین و آسمان) ہے مگر بے وزیر (جیسا کہ سلاطین دنیا کے وزیر باتدبیر ہوتے ہیں کہ اس کے امور سلطنت میں اس کا بوجھ اٹھاتے اور ہاتھ بٹاتے ہیں)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

قلیل مدت میں اپنی مصروفیات کے باوجود کامیابی سے سرفراز ہوا۔

میں اپنے مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوا، اس کا فیصلہ آپ کریں گے، اور میری کوتاہ فہمی و قصور علمی آپ کے خیال مبارک میں آئے تو اس سے اس ہیچمداں کو مطلع فرمائیں گے۔

اور اس حقیقت کے اظہار میں یہ فقیر فخر محسوس کرتا ہے کہ اس رسالۂ مبارکہ میں حاشیے بین السطور اور تشریح مطالب (جو اصل عبارت سے جدا، قوسین میں محدود ہے۔ اور اصل عبارت خط کشیدہ) جو کچھ پائیں گے وہ اکثر و بیشتر مقامات پر اعلٰحضرت قدس سرہٗ ہی کے کتب و رسائل اور حضرت استاذی استاذ العلماء صدر الشریعہ مولٰنا الشاہ امجد علی قادری برکاتی رضوی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہورِ زمانہ کتاب "بہارِ شریعت" سے ماخوذ و ملتقط ہے۔

امید ہے کہ ناظرین کرام اس فقیر کو اپنی دعائے خیر میں یاد فرماتے رہیں گے کہ سفرِ آخرت درپیش ہے اور یہ فقیر خالی ہاتھ، خالی دامن، بس ایک انہیں کا سہارا ہے اور ان شاء اللہ تعالٰی وہی بگڑی بنائیں گے ورنہ ہم نے تو کمائی سب عیبوں میں گنوائی ہے۔ والسلام

العبد محمد خلیل خاں قادری البرکاتی المارہروی عفی عنہ

www.alahazratnetwork.org

والی) ہے۔ مالک وحاکم علی الاطلاق ہے۔ جو چاہے اور جیسا چاہے کرے مگر) بے مشیر (نہ کوئی اس کو مشورہ دینے والا۔ نہ وہ کسی کے مشورہ کا محتاج۔ نہ کوئی اس کے ارادے سے اسے باز رکھنے والا۔ ولایت، ملکیت، مالکیت، حاکمیت کے سارے اختیارات اسی کو حاصل۔ کسی کو کسی حیثیت سے بھی اس ذات پاک پر دسترس نہیں۔ ملک وحکومت کا حقیقی مالک کہ تمام موجودات اُس کے تحتِ ملک و حکومت ہیں۔ اور اس کی مالکیت وسلطنت دائمی ہے جسے زوال نہیں) حیاتؔ وکلامؔ وسمعؔ و بصرؔ و ارادہؔ وقدرتؔ وعلمؔ (کہ اس کے صفات ذاتیہ ہیں اور ان کے علاوہ تکوین وتخلیق ورزاقیت یعنی مارنا، جلانا، صحت دینا، بیمار کرنا، غنی کرنا، فقیر کرنا، ساری کائنات کی ترتیب فرمانا اور ہر چیز کو بتدریج اس کی فطرت کے مطابق کمال مقدار تک پہنچانا، انھیں ان کے مناسبِ احوال روزی رزق مہیا کرنا) وغیرہا (صفات جن کا تعلق مخلوق سے ہے اور جنھیں صفاتِ اضافیہ اور صفاتِ فعلیہ بھی کہتے ہیں اور جنھیں صفات تخلیق وتکوین کی تفصیل سمجھنا چاہیے۔ اور صفاتِ سلبیہ یعنی وُہ صفات جن سے اللہ تعالٰی کی ذات منزّہ اور مبرّا ہے مثلاً وہ جاہل نہیں عاجز نہیں، بے اختیار و بے بس نہیں۔ کسی کے ساتھ متحد نہیں جیسا کہ برف پانی میں گھل کر ایک ہوجاتا ہے۔ غرض وہ اپنی صفاتِ ذاتیہ، صفاتِ اضافیہ اور صفاتِ سلبیہ) تمام صفات کمال سے ازلاً ابداً موصوف (ہے۔ اور جس طرح اس کی ذات قدیم ازلی ابدی ہے اس کی تمام صفات بھی قدیم ازلی ابدی ہیں اور ذات وصفات باری تعالٰی کے سوا سب چیزیں حادث ونوپید، یعنی پہلے نہ تھیں پھر موجود ہوئیں۔ صفاتِ الٰہی کو جو مخلوق کہے یا حادث بتائے گمراہ بے دین ہے۔ اس کی ذات وصفات) تمام شیون (تمام نقائص تمام کوتاہیوں سے) وشین و عیب (ہر قسم کے نقص ونقصان) سے اوّلاً وآخراً بری (کہ جب وہ مجمع ہے تمام صفات کمال کا۔ جامع ہے ہر کمال وخوبی کا، تو کسی عیب کسی نقص کسی کوتاہی کا اس میں ہونا محال۔ بلکہ جس بات میں نہ کمال ہو نہ نقصان وہ بھی اس کے لئے محال)۔

ذات پاک اس کی ندؔ وضدؔ (نظیر ومقابل) شبیہ ومثل (مشابہ ومماثل) کیف وکم (کیفیت ومقدار) شکل وجسم وجہت ومکان وامد (غایت وانتہا اور) زمان سے منزّہ (جب عقیدہ یہ ہے کہ ذات باری تعالٰی قدیم ازلی ابدی ہے اور اس کی تمام صفات بھی قدیم ازلی ابدی ہیں تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہ ان تمام چیزوں سے جو حادث ہیں یا جن میں مکانیت ہے یعنی ایک جگہ سے دوسری طرف نقل وحرکت یا ان میں کسی قسم کا تغیر پایا جانا، ______ یا اس کے اوصاف کا متغیر ہونا، یا اس کے اوصاف کا مخلوق کے اوصاف کے مانند ہونا۔ یہ تمام امور اس کے لئے

www.alahazratnetwork.org

محال ہیں، یا یوں کہئے کہ ذاتِ باری تعالٰی ان تمام حوادث وحوائج سے پاک ہے جو خاصۂ بشریت ہیں) نہ والد ہے نہ مولود (نہ وہ کسی کا باپ ہے نہ کسی کا بیٹا، کیونکہ کوئی اس کا مجانس وہم جنس نہیں، اور چونکہ وہ قدیم ہے اور پیدا ہونا حادث ومخلوق کی شان) نہ کوئی شے اس کے جوڑ کی (یعنی کوئی اس کا ہمتا کوئی اس کا عدیل نہیں۔ مثل ونظیر وشبیہ سے پاک ہے اور اپنی ربوبیت والوہیت میں صفاتِ عظمت وکمال کے ساتھ موصوف)۔

اور جس طرح ذاتِ کریم اس کی، مناسبتِ ذوات سے مبرا اسی طرح صفاتِ کمالیہ اس کی مشابہت صفات سے معرّا (اس کا ہر کمال عظیم اور ہر صفت عالی۔ کوئی مخلوق کیسی ہی اشرف واعلٰی ہو اس کی شریک کسی حیثیت سے ــــ کسی درجہ میں نہیں ہو سکتی)

مسلمان پر لا الٰہ الا اللہ ماننا، اللہ سبحانہٗ وتعالٰی کو احد، صمد، لاشریک لہ جاننا فرضِ اول ومدارِ ایمان ہے کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، نہ ذات میں کہ لا الٰہ الا اللہ (اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں) نہ صفات میں کہ لیس کمثلہٖ شیئٌ[1] اس جیسا کوئی نہیں۔ نہ اسماء میں کہ ھل تعلم لہ سمیّا[2] کیا اس کے نام کا دوسرا جانتے ہو؟ نہ احکام میں کہ ولا یشرک فی حکمہٖ احدا[3] اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا، نہ افعال میں کہ ھل من خالق غیر اللہ[4] کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے، نہ سلطنت میں کہ ولم یکن لہ شریک فی الملک[5] اور بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ تو جس طرح اس کی ذات اور ذاتوں کے مشابہ نہیں یونہی اس کی صفات بھی صفاتِ مخلوق کے مماثل نہیں۔

اور یہ جو ایک ہی نام کا اطلاق اس پر اور اس کی کسی مخلوق پر دیکھا جاتا ہے جیسے علیم، حکیم، کریم، سمیع، بصیر اور ان جیسے اور، تو یہ محض لفظی موافقت ہے نہ کہ معنوی شرکت۔ اس میں حقیقی معنی میں کوئی مشابہت نہیں و لہذا مثلاً) اوروں کے علم وقدرت کو اس کے علم وقدرت سے (محض لفظی یعنی) فقط ع، ل، م۔ ق، د، رت میں مشابہت ہے (نہ کہ شرکت معنوی) اس (صوری و لفظی موافقت) سے آگے (قدم بڑھے تو) اس کی تعالی وتکبّر (برتری وکبریائی) کا سراپردہ کسی کو

---

[1] القرآن الکریم ۴۲/ ۱۱ [2] القرآن الکریم ۱۹/ ۶۵
[3] " ۱۸/ ۲۶ [4] " ۳۵/ ۳
[5] " ۲۵/ ۲

www.alahazratnetwork.org

بار نہیں دیتا (اور کوئی اس کی شاہی بارگاہ کے ارد گرد بھی نہیں پہنچ سکتا۔ پرندہ وہاں پر نہیں مار سکتا۔ کوئی اس میں دخل انداز نہیں) تمام عزتیں اس کے حضور پست (فرشتے ہوں یا جن یا انسان یا اور کوئی مخلوق، کوئی بھی اس سے بے نیاز نہیں، سب اس کے فضل کے محتاج ہیں۔ اور زبانِ حال و قال سے اپنی پستیوں، اپنی احتیاجوں کے معترف اور اس کے حضور سائل، اس کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلائے ہوئے، اور ساری مخلوقات چاہے وُہ زمینی ہوں یا آسمانی اپنی اپنی حاجتیں اور مرادیں اسی حق تعالٰی سے طلب کرتی ہیں) اور سب ہستیاں اس کے آگے نیست (نہ کوئی ہستی ہستی، نہ کوئی وجود وجود) کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ[1] (بقا صرف اس کی وجہ کریم کے لئے ہے باقی سب کے لئے فنا، باقی باقی، باقی فانی) وجود واحد (اسی حی و قیوم ازلی ابدی کا) موجود واحد (وہی ایک حی و قیوم ازلی ابدی) باقی سب اعتبارات ہیں (اعتبار کیجئے تو موجود ورنہ محض معدوم) ذراتِ اکوان (یعنی موجودات کے ذرہ ذرہ) کو اس کی ذات سے ایک نسبت مجہولۃ الکیف ہے (نامعلوم الکیفیت) جس کے لحاظ سے من و تو (ماوشما و این و آں) کو موجود و کائن کہا جاتا (اور ہست و بود سے تعبیر کیا جاتا) ہے۔ (اگر اس نسبت کا قدم درمیان سے اٹھا لیں۔ ہست نیست اور بود، نابود ہو جائے کسی ذرہ موجود کا وجود نہ رہے کہ اس پر ہستی کا اطلاق روا ہو) اور اس کے آفتاب وجود کا ایک پرتو (ایک ظل، ایک عکس، ایک شعاع) ہے کہ کائنات کا ہر ذرہ نگاہِ ظاہر میں جلوہ آرائیاں کر رہا ہے (اور اس تماشا گاہِ عالم کے ذرہ ذرہ سے اس کی قدرتِ کاملہ کے جلوے ہویدا ہیں) اگر اس نسبت و پرتو سے (کہ ہر ذرہ کون و مکان کو اس آفتاب وجود حقیقی سے حاصل ہے) قطع نظر کی جائے (اور ایک لحظہ کو اس سے نگاہ ہٹالی جائے) تو عالم ایک خواب پریشان کا نام رہ جائے۔ ہُو کا میدان عدم بحت کی طرح سنسان (محض معدوم و یکسر ویران)، تو مرتبہ وجود میں صرف ایک ذاتِ حق ہے باقی سب اسی کے پرتو وجود سے موجود ہیں۔ مرتبہ کون میں نور ابدی آفتاب ہے اور تمام عالم اس کے آئینے۔ اس نسبتِ فیضان کا قدم، درمیان سے نکال لیں تو عالم دفعۃً فنائے محض ہو جائے کہ اسی نور کے متعدد پرتوؤں نے بے شمار نام پائے ہیں۔ ذات باری تعالٰی واحد حقیقی ہے۔ تغیر و اختلاف کو اصلاً اس کے سراپردہ عزت کے گرد بار نہیں۔ پر مظاہر کے تعدد سے یہ مختلف صورتیں، بے شمار نام، بے حساب آثار پیدا ہیں۔ نورِ احدیت کی تابش غیر محدود ہے۔ اور چشم جسم و چشم عقل دونوں وہاں نابینا ہیں۔ اور اس سے زیادہ بیان

---

[1] القرآن الکریم ۲۸/ ۸۸

www.alahazratnetwork.org

سے باہر، عقل سے وراء ہے)

موجود واحد ہے نہ وہ واحد جو چند (ابعاض واجزاء) سے مل کر مرکب ہوا (اور شے واحد کا نام اس پر روا ٹھہرا) نہ وہ واحد جو چند کی طرف تحلیل پائے (جیسا کہ انسان واحد یا شے واحد کہ گوشت پوست خون و استخواں وغیرہا اجزاء و ابعاض سے ترکیب پا کر مرکب ہوا اور ایک کہلایا۔ اور اس کی تحلیل وتجزی اور تجزیہ، انھیں اعضاء و اجزاء و ابعاض کی طرف ہوگا جن سے اس نے ترکیب پائی اور مرکب کہلایا، کہ یہی جسم کی شان ہے۔ اور ذاتِ باری تعالیٰ عزّ شانہٗ جسم وجسمانیات سے پاک ومنزّہ ہے) نہ وہ واحد جو بہ تہمت حلول عینیت (کہ اس کی ذات قدسی صفات پر یہ تہمت لگائی جائے کہ وہ کسی چیز میں حلول کئے ہُوئے یا اس میں سمائی ہُوئی ہے یا کوئی چیز اس کی ذاتِ احدیت میں حلول کئے ہوئے اور اس میں پیوست ہے اور یُوں معاذاللہ وہ) اوج وحدت (وحدانیت ویکتائی کی رفعتوں) سے حضیض اثنینیت (دُوئی اور اشتراک کی پستیوں) میں اُتر آئے۔ ھو ولا موجود الاھو آیۂ کریمہ سبحانہٗ وتعالٰی عما یشرکون[1] (پاکی اور برتری ہے اسے ان شریکوں سے) جس طرح شرک فی الالوہیت کو رَد کرتی ہے (اور بتاتی ہے کہ خداوند قدوس کی خدائی اور اس معبودِ برحق کی الوہیت وربوبیت میں کوئی شریک نہیں۔ ھوالذی فی السماء الٰہٗ وفی الارض الٰہ[2] وہی آسمان والوں کا خدا اور وہی زمین والوں کا خدا۔ تو نفسِ الوہیت وربوبیت میں کوئی اس کا شریک کیا ہوتا، اس کی صفاتِ کمال میں بھی کوئی اس کا شریک نہیں، لیس کمثلہ شیئ[3] اس جیسا کوئی نہیں)

یونہی (یہ آیۂ کریمہ) اشتراک فی الوجود کی نفی فرماتی ہے (تو اس کی ذات بھی منزّہ اور اس کی تمام صفاتِ کمال بھی مبرا ان تمام نالائق امور سے جو اہلِ شرک وجاہلیت اس کی جانب منسوب کرتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ وجود اسی ذاتِ برحق کے لئے ہے، باقی سب ظلال و پرتو ہے)

غیرتش غیر در جہاں نہ گزاشت
لاجرم عین جملہ معنی شد

(اور وحدت الوجود کے جتنے معنی اور جس قدر مفاہیم عقل میں آسکتے ہیں وہ یہی ہیں کہ وجود واحد، موجود واحد۔ باقی سب اسی کے مظاہر اور آئینے کہ اپنی حدِ ذات میں اصلاً وجود وہستی سے بہرہ نہیں

---

[1] القرآن الکریم ۳۰/ ۴۰
[2] القرآن الکریم ۴۳/ ۸۴
[3] القرآن الکریم ۴۲/ ۱۱

www.alahazratnetwork.org

رکھتے۔ اور حاشا ثم حاشا یہ معنی ہرگز نہیں کہ من و تو، ما و شما، این و آں، ہر شئے خدا ہے۔ یہ اہلِ اتحاد کا قول ہے جو ایک فرقہ کافروں کا ہے۔ اور پہلی بات مذہب ہے اہلِ توحید کا، کہ اہلِ اسلام وہ صاحب ایمان حقیقی ہیں)

عقیدۂ ثانیہ ـــــ سب سے اعلیٰ، سب سے اَولیٰ

بایں ہمہ (کہ اُس کی ذاتِ کریم دوسری ذوات کی مناسبت سے معرّا ہے اور اس کی صفاتِ عالیہ اوروں کی صفات کی مشابہت سے مبرّا) اس نے اپنی حکمت کاملہ (و رحمت شاملہ) کے مطابق عالم (یعنی ماسوی اللہ) کو جس طرح وُہ (اپنے علم قدیم ازلی سے) جانتا ہے۔ ایجاد فرمایا (تمام کائنات کو خلعت وجود بخشا۔ اپنے بندوں کو پیدا فرمایا انھیں کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہ عطا فرمائے اور انھیں کام میں لانے کا طریقہ الہام فرمایا۔ پھر اعلیٰ درجہ کے شریف جوہر یعنی عقل سے ممتاز فرمایا جس نے تمام حیوانات پر انسان کا مرتبہ بڑھایا۔ پھر لاکھوں باتیں ہیں جن کا عقل ادراک نہیں کرسکتی تھی۔ لہذا انبیاء بھیج کر کتابیں اتار کر، ذرا ذرا سی بات بتادی۔ اور کسی کو عذر کی کوئی جگہ باقی نہ چھوڑی) اور مکلّفین کو (جو تکلیف شرعی کے اہل، امر و نہی کے خطاب کے قابل، بالغ عاقل ہیں) اپنے فضل و عدل سے دُو فرقے کردیا، فریقٌ فی الجنّۃ[۱] (ایک جنتی و ناجی، جس نے حق قبول کیا) وفریقٌ فی السعیر[۲] (دوسرا جہنمی و ہالک، جس نے قبولِ حق سے جی چرایا) اور جس طرح پرتو وجود (موجود حقیقی جل جلالہٗ) سے سب نے بہرہ پایا (اور اسی اعتبار سے وہ ہست و موجود کہلایا) اسی طرح فریقِ جنت کو اس کے صفاتِ کمالیہ سے نصیبہ خاص ملا (دنیا و آخرت میں اس کے لئے فوز و فلاح کے دروازے کُھلے اور علم و فضل خاص کی دولتوں سے اُس کے دامن بھرے) دبستان (مدرسہ) علّمك ما لم تكن تعلم[۳] (اور دار العلوم علّم الانسان ما لم يعلم[۴]) میں تعلیم فرمایا (کہ جو کچھ وہ نہ جانتا تھا اُسے سکھایا پھر) وكان فضل الله عليك عظيما[۵] نے اور رنگ آمیزیاں کیں (کہ اللہ تعالٰی کا فضلِ عظیم اس پر جلوہ گستر رہا۔ مولائے کریم نے گوناگوں نعمتوں سے اسے نوازا۔ بے شمار فضائل و محاسن سے اسے سنوارا۔ قلب و قالب، جسم و جاں، ظاہر و باطن کو رذائل اور خصائل قبیحہ مذمومہ سے پاک صاف اور محامد و اخلاق حسنہ سے اسے آراستہ

[۱] القرآن الکریم ۴۲/۷
[۲] القرآن الکریم ۴۲/۷
[۳] " ۴/۱۱۳
[۴] " ۹۶/۵
[۵] " ۴/۱۱۳

www.alahazratnetwork.org

پیراستہ کیا۔ اور قربِ خداوندی کی راہوں پر اُسے ڈال دیا) اور یہ سب تصدق (صدقہ و طفیل) ایک ذات جامع البرکات کا تھا جسے اپنا محبوب خاص فرمایا (مرتبۂ محبوبیت کُبریٰ سے سرفراز فرمایا کہ تمام خلق حتی کہ نبی و مرسل و ملک مقرب جویائے رضائے الٰہی ہے اور وہ ان کی رضا کا طالب)

مرکز دائرہ (کُن) و دائرہ مرکز کاف و نون بنایا اپنی خلافت کاملہ کا خلعتِ رفیع المنزلت اُس کے قامتِ موزوں پر سجایا کہ تمام افرادِ کائنات اُس کے ظلِ ظلیل (سایہ ممدود رافت) اور ذیل جلیل (دامن معمور رحمت) میں آرام کرتے ہیں۔ اعاظم مقربین (کہ اُس کی بارگاہِ عالی جاہ میں قرب خاص سے مشرف ہیں) (ان) کو (بھی) جب تک اس مامن جہاں (پناہ گاہ کون و مکان) سے توسل نہ کریں (انھیں اس کی جناب والا میں وسیلہ نہ بنائیں) بادشاہ (حقیقی عزّ اسمہٗ وجل مجدہٗ) تک پہنچنا ممکن نہیں کنجیاں، خزائن علم و قدرت، تدبیر و تصرف کی اس کے ہاتھ میں رکھیں۔ عظمت والوں کو مہ پارے (چاند کے ٹکڑے، روشن تارے) اور اس کو اس نے آفتاب عالم تاب کیا کہ اس سے اقتباس انوار کریں (عرفان و معرفت کی روشنیوں سے اپنے دامن بھریں) اور اس کے حضور انا زبان پر (اور اپنے فضائل محاسن، ان کے مقابل، شمار میں) نہ لائیں اس (محبوب اجل و اعلیٰ) کے سراپردہ عزت و اجلال کو وہ عزت و رفعت بخشی کہ عرش عظیم جیسے ہزاراں ہزار اس میں یوں گم ہو جائیں جیسے بیدائے ناپیدا کنار (وسیع و عریض بیابان، جس کا کنارہ نظر نہ آئے اس) میں ایک شلنگ ذرہ کم مقدار (کہ لق و دق صحرا میں اس کی اُڑان کی کیا وقعت اور کیا قدر و منزلت)

علم وہ وسیع و غزیر (کثیر در کثیر) عطا فرمایا کہ علوم اولین و آخرین اس کے بحر علوم کی نہریں یا جوشش فیوض کے چھینٹے قرار پائے (مشرق تا مغرب، عرش تا فرش انھیں دکھایا، ملکوت السمٰوٰت والارض کا شاہد بنایا۔ روز اوّل سے روزِ آخر تک کا سب ماکان و مایکون انھیں بتایا) ازل سے ابد تک تمام غیب و شہادت (غائب و حاضر) پر اطلاع تام (و آگاہی تمام انھیں) حاصل، الحمد للہ (اور ہنوز ان کے احاطۂ علم میں وہ ہزار در ہزار، بے حد و بے کنار سمندر لہرا رہے ہیں جن کی حقیقت وہ جانیں یا اُن کا عطا کرنے والا اُن کا مالک و مولیٰ جل وعلا) بصر (و نظر) وہ محیط (اور اس کا احاطہ اتنا بسیط) کہ شش جہت (پس و پیش، چپ و راست، زیر و بالا) اس کے حضور (ان کی نگاہوں کے رُوبرو) ایسے ہیں جیسے جہت مقابل (کہ بصارت کو ان پر اطلاع تام حاصل) دنیا اسکے سامنے اٹھالی کہ تمام کائنات تا بروز قیامت، آن واحد میں پیش نظر (تو وہ دنیا کو اور جو کچھ دنیا میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھ رہے ہیں جیسے اپنی ہتھیلی کو، اور ایمانی نگاہوں میں نہ یہ قدرتِ الٰہی

www.alahazratnetwork.org

پر دشوار نہ عزّت و وجاہتِ انبیاء کے مقابل بسیار) سمع والا کے نزدیک پانچ سو برس راہ کی صدا جیسے کان پڑی آواز ہے۔ اور (بعطائے قادرِ مطلق) قدرت (و اختیارات) کا تو کیا پوچھنا، کہ قدرت قدیر علی الاطلاق جل جلالہٗ کی نمونہ و آئینہ ہے۔ عالم علوی و سفلی (اقطار و اطراف زمین و آسمان) میں اس کا حکم جاری۔ فرمانروائی کن کو اس کی زباں کی پاسداری۔ مُردہ کو قُم کہیں (کہ بحکمِ الٰہی کھڑا ہوجا تو وہ) زندہ۔ اور چاند کو اشارہ کریں (تو) فوراً دو پارہ ہو۔ جو (یہ) چاہتے ہیں خدا وہی چاہتا ہے کہ یہ وہی چاہتے ہیں جو خدا چاہتا ہے۔ منشورِ خلافت مطلقہ (تامہ، عامہ، شاملہ، کاملہ) و تفویض تام (کا فرمان شاہی) ان کے نام نامی (اسم گرامی) پر پڑھا گیا۔ اور سکہ و خطبہ ان کا ملاءِ اوقی سے عالم بالا تک جاری ہوا۔ (تو وہ اللہ عزّوجلّ کے نائب مطلق ہیں اور تمام ماسوی اللہ، تمام عالم ان کے تحت تصرف ان کے زیر اختیار، ان کے سپرد کہ جو چاہیں کریں جسے جو چاہیں دیں اور جس سے جو چاہیں واپس لیں، تمام جہان میں کوئی ان کا پھیرنے والا نہیں، اور ہاں کوئی کیونکر ان کا حکم پھیر سکے کہ حکم الٰہی کسی کے پھیرے نہیں پھرتا۔ تمام جہان ان کا محکوم اور تمام آدمیوں کے وہ مالک، جو انھیں اپنا مالک نہ جانے حلاوتِ سُنّت سے محروم۔ ملکوت السمٰوات والارض ان کے زیر فرمان، تمام زمین اُن کی مِلک اور تمام جنّت ان کی جاگیر)۔ دنیا و دیں میں جو جسے ملتا ہے ان کی بارگاہِ عرش اشتباہ سے ملتا ہے (جنت و نار کی کُنجیاں دستِ اقدس میں دے دی گئیں۔ رزق و خیر اور ہر قسم کی عطائیں حضور ہی کے دربار سے تقسیم ہوتی ہیں۔ دُنیا و آخرت حضور ہی کی عطا کا ایک حصّہ ہے ؎

فانّ من جودك الدنيا وضرّتها[1]

(بے شک دُنیا و آخرت آپ کے جُود و سخا سے ہے)

تو تمام ماسوی اللہ نے جو نعمت، دنیاوی و اُخروی، جسمانی یا روحانی، چھوٹی یا بڑی پائی انھیں کے دستِ عطا سے پائی۔ اُنھیں کے کرم، انھیں کے طفیل، انھیں کے واسطے سے ملی۔ اللہ عطا فرماتا ہے اور انکے ہاتھوں ملا، ملتا ہے اور ابدالآباد تک ملتا رہے گا جس طرح دین و ملت، اسلام و سنّت، صلاح و عبادت، زُہد و طہارت اور علم و معرفت ساری دینی نعمتیں ان کی عطا فرمائی ہُوئی ہیں۔ یونہی مال و دولت، شفا و صحت، عزّت و رفعت اور فرزند و عشرت یہ سب دُنیاوی نعمتیں بھی اُنھیں کے دستِ اقدس سے ملی ہیں۔

---

[1] مجموع المتون قصیدۃ بردۃ فی مدحہ صلے اللہ علیہ وسلم الشئون الدینیۃ دولۃ قطر ص ۱۰

www.alahazratnetwork.org

قال الرضا ؎

بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے
حاشا غلط غلط، یہ ہوس بے بصر کی ہے[1]

وقال الفقیر ؎

بے اُن کے توسّل کے، مانگے بھی نہیں ملتا
بے اُن کے توسط کے، پرسش ہے نہ شنوائی)

وُہ بالا دست حاکم کہ تمام ماسوی اللہ ان کا محکوم اور ان کے سوا عالم میں کوئی حاکم نہیں۔ (ملکوت السمٰوات والارض میں ان کا حکم جاری ہے۔ تمام مخلوقِ الٰہی کو ان کے لئے حکمِ اطاعت وفرمانبرداری ہے۔ وہ خدا کے ہیں، اور جو کچھ خدا کا ہے سب ان کا ہے ؎

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا، تیرا[2]

جو سر ہے اُن کی طرف جُھکا ہوا، اور جو ہاتھ ہے وُہ ان کی طرف پھیلا ہوا)

سب اُن کے محتاج اور وہ خدا کے محتاج (وہی بارگاہِ الٰہی کے وارث ہیں اور تمام عالم کو اُنھیں کی وساطت سے ملتا ہے) قرآنِ عظیم ان کی مدح وستائش کا دفتر (اور) نام ان کا ہر جگہ نامِ الٰہی کے برابر ؎

(ورفعنا لك ذكرك کا ہے سایہ تجھ پر
ذکر اونچا ہے ترا، بول ہے بالا تیرا[3]

احکامِ تشریعیہ، شریعت کے فرامین، اوامر و نواہی سب ان کے قبضہ میں، سب ان کے سپرد، جس بات میں جو چاہیں اپنی طرف سے فرمادیں، وہی شریعت ہے۔ جس پر جو چاہیں حرام فرمادیں، اور جس کے لئے جو چاہیں حلال کردیں، اور جو فرض چاہیں معاف فرمادیں، وہی شرع ہے۔ غرض وہ کارخانۂ الٰہی کے مختارِ کل ہیں، اور خسروانِ عالم اس کے دستِ نگر و محتاج)۔

---

[1] حدائقِ بخشش ۔ حاضری بارگاہ بہیں جائے / حصہ اول مکتبہ رضویہ کراچی ص ۹۴
[2] " " وصل اول در نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم " " " " ص ۲
[3] " " وصل چہارم در منافحت اعداء الخ " " " " ص ۹

www.alahazratnetwork.org

(وہ کون؟) اعنی سید المرسلین (رہبرِ رہبراں)، خاتم النبیین (خاتمِ پیغمبراں)، قائد الغر
رحمۃ للعلمین (رحمتِ ہر دو جہاں)، شفیع المذنبین (شافعِ خطاکاراں)، قائد الغر
المحجلین (ہادیٔ نوریاں و روشن جبیناں)، سرّ اللہ المکنون (ربّ العزت کا رازِ سربستہ)،
دُرّ اللہ المخزون (خزانۂ الٰہی کا موتی، قیمتی و پوشیدہ)، سرور القلب المحزون (ٹوٹے دلوں کا
سہارا)، عالم ما کان وما یکون (ماضی و مستقبل کا واقف کار)، تاج الاتقیاء (نیکوکاروں کے سر کا تاج)،
نبی الانبیاء (تمام نبیوں کا سرتاج) محمدٍ (المصطفٰی) رسول رب العالمین صلی اللہ تعالٰی
علیہ وعلٰی اٰلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلّم الٰی یوم الدین۔

بایں ہمہ (فضائلِ جمیلہ و فواضلِ جلیلہ و محاسنِ حمیدہ و محامدِ محمودہ وہ) خدا کے بندہ و محتاج ہیں (اور یسئلہ من فی السمٰوٰت والارض[1] کے مصداق) حاش للہ کہ عینیت یا مثلیت کا گمان (تو گمان یہ وہم بھی ان کی ذاتِ کریم، ذاتِ الٰہی عزّشانہٗ کی عین یا اس کے مثل و مماثل یا شبیہ و نظیر ہے) کافر کے سوا مسلمان کو ہو سکے۔ خزانۂ قدرت میں ممکن (وحادث و مخلوق) کے لئے جو کمالات متصور تھے (تصور و گمان میں آسکتے تھے یا آسکتے ہیں) سب پائے، کہ دوسرے کو ہم عنانی (وہمسری اور ان مراتبِ رفیعہ میں برابری) کی مجال نہیں، مگر دائرۂ عبدیت و افتقار (بندگی و احتیاج) سے قدم نہ بڑھا، نہ بڑھا سکے۔ العظمۃ للہ خدائے تعالٰی سے ذات و صفات میں مشابہت (ومماثلت) کیسی۔ (اس سے مشابہ و مماثل ہونے کا شُبہ بھی اس قابل نہیں کہ مسلمان کے دل ایمان منزل میں اس کا خطرہ گزر سکے، جب کہ اہلِ حق کا ایمان ہے کہ حضورِ اقدس سرورِ عالم، عالم اعلم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم ان احساناتِ الٰہی کا جو بارگاہِ الٰہی سے ہر آن، ہر گھڑی، ہر لحظہ، ہر لمحہ ان کی بارگاہِ بیکس پناہ پر مبذول رہتے ہیں، ان انعامات اور ان) نعمائے خداوندی کے لائق جو شکر و ثنا ہے اسے پورا ادا بجا نہ لا سکے۔ نہ ممکن کہ بجا لائیں کہ جو شکر کریں وہ بھی نعمت آخر موجبِ شکر دیگر الٰی ما لانہایۃ لہٗ نعم و افضالِ خداوندی (ربانی نعمتیں اور بخششیں خصوصاً آپ پر) غیر متناہی ہیں۔ (ان کی کوئی حد و نہایت نہیں، انھیں کوئی گنتی و شمار میں نہیں لا سکتا) قال اللہ تعالٰی وللاٰخرۃ خیرٌ لّک من الاولٰی[2] (اے نبی بیشک ہر آنے والا لمحہ تمہارے لئے گزرے ہوئے لمحہ سے بہتر ہے اور ساعت بساعت آپ کے مراتبِ رفیعہ ترقیوں میں ہیں) مرتبہ "قاب قوسین

---

[1] القرآن الکریم ۵۵/ ۲۹

[2] القرآن الکریم ۹۳/ ۴

www.alahazratnetwork.org

او ادنیٰ[1]، کا پایا (اور یہ وہ منزل ہے کہ نہ کسی نے پائی اور نہ کسی کے لئے ممکن ہے اس تک رسائی۔ وہ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ شبِ اسریٰ مجھے میرے رب نے اتنا نزدیک کیا کہ مجھ میں اور اس میں دو کمانوں بلکہ اس سے بھی کم کا فاصلہ رہ گیا[2]) قسم کھانے کو فرق کا نام رہ گیا ہے

(کمانِ امکاں کے جھوٹے نقطو! تم اول آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے[3])

دیدارِ الٰہی بچشمِ سر دیکھا، کلامِ الٰہی بے واسطہ سُنا (بدن اقدس کے ساتھ، بیداری میں۔ اور یہ وہ قربِ خاص ہے کہ کسی نبی مرسل و ملک مقرب کو بھی نہ کبھی حاصل ہوا اور نہ کبھی حاصل ہو)

محلِ لیلیٰ (ادراک سے ماوراء) کروڑوں منزل سے کروڑوں منزل (دُور) (اور) خرد خردہ میں (عقلِ نکتہ دان، دقیقہ شناس) دنگ ہے۔ (کوئی جانے تو کیا جانے اور کوئی خبر دے تو کیا خبر دے) نیا سماں ہے نیا رنگ ہے (ہوش و حواس ان وسعتوں میں گم اور دامانِ نگاہ تنگ) قرب میں بُعد (نزدیکی میں دُوری) بُعد میں قرب (دُوری میں نزدیکی) وصل میں ہجر (فرقت میں وصال) ؏

(عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے[4])

عقل و شعور کو خود اپنا شعور نہیں۔ دست و پا بستہ خود گم کردہ حواس ہے۔ ہوش و خرد کو خود اپنے لالے پڑے ہیں۔ وہم و گمان دوڑیں تو کہاں تک پہنچیں۔ ٹھوکر کھائی اور گرے ؎

سراغِ این و متیٰ کہاں تھا، نشانِ کیف و الیٰ کہاں تھا
نہ کوئی راہی، نہ کوئی ساتھی، نہ سنگِ منزل، نہ مرحلے تھے[5]

جس راز کو اللہ جل شانہٗ ظاہر نہ فرمائے بے بتائے کس کی سمجھ میں آئے اور کسی بے وقار کی کیا مجال کہ درونِ خانۂ خاص تک قدم بڑھائے)

گوہر شناور دریا (گویا موتی پانی میں تیر رہا ہے) مگر (یوں کہ) صدف (یعنی سیپی) نے وہ

---

[1] القرآن الکریم ۵۳/۹
[2] صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ وکلم اللہ موسیٰ تکلیما قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۱۲۰
[3] حدائق بخشش معراج نظم نذر گدا بحضور سلطان الانبیاء الخ حصہ اول مکتبہ رضویہ کراچی ص ۱۰۵
[4] " " " " " " " " " ص ۱۱۰
[5] " " " " " " " " " ص ۱۱۰

www.alahazratnetwork.org

پردہ ڈال رکھا ہے کہ تم سے آشنا نہیں (قطرہ تو قطرہ، نمی سے بھی بہرہ ور نہیں) اے جاہلِ ناداں! علم (وکُنہِ حقیقت) کو علم والے پر چھوڑ اور اس میدان دشوار جولان سے (جس سے سلامتی سے گزر جانا جُوئے شیر لانا ہے اور سخت مشقتوں میں پڑنا) سمندِ بیان (کلام وخطاب کی تیز وطرار سواری) کی عنان (باگ ڈور) موڑ (اس والا جناب کی رفعتوں، منزلتوں اور قربتوں کے اظہار کے لئے) زبان بند ہے پر اتنا کہتے ہیں کہ خلق کے آقا ہیں، خالق کے بندے، عبادت (وپرستش) ان کی کفر (اور ناقابلِ معافی جُرم) اور بے ان کی تعظیم کے حبط (برباد، ناقابلِ اعتبار، منہ پر مار دیئے جانے کے قابل) ایمان ان کی محبت وعظمت کا نام (اور فعلِ تعظیم، بعدِ ایمان، ہر فرض سے مقدم) اور مسلمان وہ جس کا کام ہے نامِ خدا کے ساتھ، ان کے نام پر تمام والسلام علٰی خیر الانام والاٰل والاصحاب علی الدّوام۔

عقیدۂ ثالثہ ـــــــ صدر نشینانِ بزمِ عزّ وجاہ

اس جنابِ عرش قباب کے بعد (جن کے قبۂ اطہر اور گنبدِ انور کی رفعتیں عرش سے ملتی ہیں) مرتبہ اور انبیاء ومرسلین کا ہے صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کہ باہم ان میں تفاضل (اور بعض کو بعض پر فضیلت) مگر ان کا غیر، گو کسی مرتبۂ ولایت تک پہنچے، فرشتہ ہو (اگرچہ مقرب) خواہ آدمی صحابی ہو خواہ اہلبیت (اگرچہ مکرم تر ومعظم ترین) ان کے درجے تک (اس غیر کو) وصول محال۔ جو قربِ الٰہی انھیں حاصل، کوئی اس تک فائز نہیں۔ اور جیسے یہ خدا کے محبوب، دوسرا ہرگز نہیں۔ یہ وہ صدر (و بالا) نشینانِ بزمِ عزّ وجاہ ہیں۔ (اور والا مقامانِ محفلِ عزت و وجاہت اور مقربانِ حضرت عزت) کہ رب العالمین تبارک وتعالٰی خود اُن کے مولٰی وسردار (نبی مختار علیہ الصلوٰۃ والسلام الٰی یوم القرار) کو حکم فرماتا ہے: اولٰئک الذین ھدی اللہ فبھدٰھم اقتدہ[1] (اللہ اللہ! کوئی کیا اندازہ کرسکتا ہے اُس مقدس ذات، برگزیدہ صفات کا جسے اس کے رب تبارک وتعالٰی نے محامدِ جمیلہ، محاسنِ جلیلہ، اخلاقِ حسنہ، خصائلِ محمودہ سے نوازا۔ سرِ اقدس پر محبوبیتِ کبرٰی کا تاج والا ابتہاج رکھا۔ جسے خلافتِ عظمٰی کا خلعت والا مرتبت پہنایا۔ جس کے طفیل ساری کائنات کو بنایا۔ جس کے فیوض وبرکات کا دروازہ تمام ماسوی اللہ کو دکھایا۔ انھیں سے

---

[1] القرآن الکریم ۶/۹۰

www.alahazratnetwork.org

یہ خطاب فرمایا کہ) یہ وہ ہیں جنھیں خدا نے راہ دکھائی تو تو اُن کی پیروی کر۔ اور فرماتا ہے: فاتبعوا ملّۃ ابراھیم حنیفا[1] تو پیروی کر شریعتِ ابراہیم کی، جو سب ادیانِ باطلہ سے کنارہ کش ہو کر دینِ حق کی طرف جھک آیا۔

(غرض انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام الٰی یوم الدین میں سے، ہر نبی، ہر رسول بارگاہِ عزت جل مجدہٗ میں بڑی عزت و وجاہت والا ہے اور اس کی شان بہت رفیع، ولہٰذا ہر نبی کی تعظیم فرض عین بلکہ اصل جملہ فرائض ہے اور) ان کی ادنیٰ توہین مثل سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، کفر قطعی۔ (ان میں سے کسی کی تکذیب و تنقیص، کسی کی اہانت، کسی کی بارگاہ میں ادنیٰ گستاخی ایسے ہی قطعاً کفر ہے جیسے خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب پاک میں گستاخی و دریدہ دہنی۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ) اور کسی کی نسبت، صدیق ہوں خواہ مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان (حضرات قدسی صفات) کی خادمی و غاشیہ برداری (اطاعت و فرمانبرداری کہ یہ ان کے پیش خدمت و اطاعت گزار ہیں، اس) سے بڑھاکر (افضلیت و برتری در کنار) دعوی ہم سری (کہ یہ بھی مراتب رفیعہ اور ان کے درجات عُلیہ میں ان کے ہمسر و برابر ہیں) محض بے دینی (الحاد و زندیقی ہے) جس نگاہ اجلال و توقیر (تکریم و تعظیم) سے انھیں دیکھنا فرض (ہے اور دائمی فرض) حاشا کہ اس کے سُوحصے سے ایک حصہ ($\frac{1}{100}$) دوسرے کو دیکھیں آخر نہ دیکھا کہ صدیق و مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما جس سرکار ابد قرار (دستر بر کار) کے غلام ہیں، اسی کو حکم ہوتا ہے ان کی راہ پر چل اور اُن کی اقتدا سے نہ نکل (تا بہ دیگراں چہ رسد

اے عقل خبردار! یہاں مجالِ دم زدن نہیں)

عقیدۂ رابعہ ـــــــ اعلیٰ طبقہ، ملائکہ مقربین

ان (انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام) کے بعد اعلیٰ طبقہ ملائکہ مقربین کا ہے مثل سادا تنا وموالینا (مثلاً ہمارے سرداروں اور پیش رو مددگاروں میں سے حضرت) جبرائیل (جن کے ذمہ پیغمبروں کی خدمت میں وحی الٰہی لانا ہے) و (حضرت) میکائیل (جو پانی برسانے والے اور مخلوق خدا کو روزی پہنچانے پر مقرر ہیں) و (حضرت) اسرافیل (جو قیامت کو صور پھونکیں گے) و (حضرت) عزرائیل (جنھیں قبض ارواح کی خدمت سپرد کی گئی ہے) و حَمَلہ (یعنی حاملان) عرش جلیل، صلوات اللہ وسلامہ علیہم

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۹۵

www.alahazratnetwork.org

اجمعین۔ ان کے علوِ شان ورفعتِ مکان (شوکت وعظمت اور عالی مرتبت) کو بھی کوئی ولی نہیں پہنچتا (خواہ کتنا ہی مقرب بارگاہِ احدیت ہو) اور ان کی جناب میں گستاخی کا بھی بعینہٖ وہی حکم (جو انبیاء و مرسلین کی رفعت پناہ بارگاہوں میں گستاخی کا ہے کہ کفر قطعی ہے ان ملائکہ مقربین میں بالخصوص) جبرئیل علیہ السلام ہیں وجیہِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے استاذ ہیں عہ قال تعالٰی علّمہ شدید القوٰی[1] (سکھایا ان کو یعنی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سخت قوتوں والے طاقتور نے، یعنی جبرائیل علیہ السلام نے جو قوت و اجلال خداوندی کے مظہرِ اتم، قوت جسمانی و عقل ونظر کے اعتبار سے کامل، وحی الٰہی کے بار کے متحمل، چشم زدن میں سدرۃ المنتہٰی تک پہنچ جانے والے، جن کی دانشمندی اور فراست ایمانی کا یہ عالم کہ تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہوں میں وحی الٰہی لے کر نزولِ اجلال فرماتے اور پوری 23

عہ قال الامام الفخر الرازی وقولہ شدید القوٰی، فیہ فوائد الاولٰی ان مدح المعلم مدح المتعلم فلو قال علمہ جبرائیل ولم یصفہ ماکان یحصل للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بہ فضیلۃ ظاہرۃ، الثانیۃ ھی ان فیہ ردًّا علیھم حیث قالوا اساطیر الاولین سمعھا وقت سفرہ الی الشام فقال لم یعلمہ احد من الناس بل معلمہ شدید القوٰی[2] الخ ولھذا قال الامام احمد رضا ما قال وھو حق ثابت۔ واللہ اعلم۔

العبد محمد خلیل عفی عنہ

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی کے ارشاد "شدید القوٰی" میں کئی فائدے ہیں، پہلا فائدہ یہ ہے کہ معلم کی مدح متعلم کی مدح ہوتی ہے، اگر اللہ تعالٰی یوں فرماتا کہ اس کو جبرائیل نے سکھایا ہے اور وصف شدید القوٰی سے اس کو متصف نہ فرماتا تو اس سے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فضیلت ظاہرہ حاصل نہ ہوتی۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس میں رد ہے ان لوگوں کا جنھوں نے کہا یہ پہلے لوگوں کے قصے ہیں جن کو انھوں نے شام کی طرف سفر کے دوران سن لیا ہے، تو اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ انھیں لوگوں میں سے کسی نے نہیں سکھایا ان کا معلم تو شدید القوٰی ہے الخ، اسی لئے امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے جو کہا ہے وہ حق ثابت ہے (ت)

[1] القرآن الکریم ۵۳/ ۵
[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۵۳/ ۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۸/ ۲۴۵

www.alahazratnetwork.org

23
23

دیانتداری سے اس امانت کو ادا کرتے رہے) پھر وہ کسی کے شاگرد کیا ہوں گے جسے ان کا استاذ بنائے اسے سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا استاذ الاستاذ ٹھہرائیے یہ وہی ہیں جنھیں حق تبارک وتعالٰی رسولِ کریم[1] مکین امین[2] فرماتا ہے (کہ وہ عزت والے مالکِ عرش کے حضور بڑی عزت والے ہیں ملاءِ اعلیٰ کے مقتدا، کہ تمام ملائکہ ان کے اطاعت گزار و فرماں بردار، وحیِ الٰہی کے امانت دار، کہ ان کی امانت میں کسی کو مجال حرف زدن نہیں پیام رسانیِ وحی میں۔ امکان نہ سہو کا نہ کسی غلط فہمی و غلطی کا اور نہ کسی سہل پسندی اور غفلت کا منصبِ رسالت کے پوری طرح متحمل، اسرار و انوار کے ہر طرح محافظ۔ فرشتوں میں سب سے اونچا ان کا مرتبہ و مقام اور قربِ قبول پر فائز المرام، وہ صاحبِ عزت و احترام کہ) نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سوا دوسرے کے خادم نہیں (اور تمام مخلوقات میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علاوہ کوئی اور ان کا مخدوم و مطاع نہیں۔ اور جنگِ بدر میں فرشتوں کی ایک جمعیت کے ساتھ حضور کے لشکر کا ایک سپاہی بن کر شامل ہونا مشہور، زبان زدِ خاص و عام) اکابر صحابہ و اعاظم اولیاء کو (کہ واسطۂ نزولِ برکات ہیں) اگر ان کی خدمت (کی دولت) ملے دو جہاں کی فوز و سعادت جانیں پھر یہ کس کے خدمت گار یا غاشیہ بردار ہوں گے (اور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو بادشاہِ کون و مکاں، مخدوم و مطاع ہر دو جہاں ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین وبارک وسلم)

عقیدۂ خامسہ ———— اصحابِ سید المرسلین و اہل بیت کرام

ان (ملائکہ مرسلین و ساداتِ فرشتگانِ مقربین) کے بعد (بڑی عزت و منزلت اور قربِ قبول احدیت پر فائز) اصحاب سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین ہیں، اور انھیں میں حضرت بتولِ جگر پارۂ رسول، خاتونِ جہاں، بانوئے جہاں، سیدۃ النساء، فاطمہ زہرا (شامل) اور اس دو جہاں کی آقازادی کے دونوں شہزادے، عرش (اعظم) کی آنکھ کے دونوں تارے، چرخِ سیادت (آسمانِ کرامت) کے مہ پارے، باغِ تطہیر کے پیارے پھول، دونوں قرۃ العینِ رسول، امامین کریمین (ہادیانِ باکرامت وباصفا)، سعیدین شہیدین (نیک بخت و شہیدانِ جفا)، تقیین نقیین (پاک دامن، پاک باطن)، نیرین (قمرین، آفتاب رخ و ماہتاب رو)، طاہرین (پاک سیرت، پاکیزہ خو)، ابو محمد (حضرت

---

[1] القرآن الکریم ۸۱/ ۱۹

[2] ″ ″ ۸۱/ ۲۰ و ۲۱

www.alahazratnetwork.org

امام) حسن وابوعبداللہ (حضرت امام) حسین۔ اور تمام مادرانِ اُمّت، بانوانِ رسالت (امہات المومنین، ازواج مطہرات) علی المصطفٰی وعلیہم کلہم الصلٰوۃ والتحیۃ (ان صحابہ کرام کے زمرہ میں) داخل کہ صحابی ہر وہ مسلمان ہے جو حالتِ اسلام میں اس چہرہ خدا نما (اور اس ذات حق رسا) کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اور اسلام ہی پر دُنیا سے گیا (مرد ہو خواہ عورت، بالغ ہو خواہ نابالغ) ان (اعلٰی درجات والا مقامات) کی قدر ومنزلت وہی خوب جانتا ہے جو سیدالمرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عزت ورفعت سے آگاہ ہے۔ (اس کا سینہ انوارِ عرفان سے منور اور آنکھیں جمال حق سے مشرف ہیں۔ حق پر چلنا، حق پر جینا اور حق کے لئے مرتا ہے اور قبولِ حق اس کا وظیفہ ہے) آفتاب نیمروز (دوپہر کے چڑھتے سورج) سے روشن تر کہ محب (سچا چاہنے والا) جب قدرت پاتا ہے اپنے محبوب کو صحبتِ بد (بُرے ہم نشینوں اور بدکار رفیقوں) سے بچاتا ہے (اور مسلمانوں کا بچہ بچہ جانتا مانتا ہے کہ) حق تعالٰی قادرِ مطلق (اور ہر ممکن اس کے تحت قدرت ہے) اور (یہ کہ) رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کے محبوب وسیدالمحبوبین (تمام محبوبانِ بارگاہ کے سردار وسر کے تاج) کیا عقل سلیم (بشرطیکہ وہ سلیم ہو) تجویز کرتی (جائز وگوارہ رکھتی) ہے کہ ایسا قدیر (فعّال لما یرید، جو چاہے اور جیسا چاہے کرے) ایسے عظیم ذی وجاہت، جانِ محبوبی وکانِ عزت (کہ جو ہوگیا، جو ہوگا، اور جو ہو رہا ہے انھیں کی مرضی پر ہوا، انھیں کی مرضی پر ہوگا اور انھیں کی مرضی پر ہو رہا ہے) ایسے محبوب ایسے مقبول) کے لئے خیارِ خلق کو (کہ انبیاء ومرسلین کے بعد تمام خلائق پر فائق ہوں۔ حضور کا صحابی) جلیس وانیس (ہم نشین وغمخوار) ویار ومددگار مقرر نہ فرمائے (نہیں ہرگز نہیں تو جبکہ مولائے قادر وقدیر جل جلالہ نے انھیں، ان کی یاری ومددگاری، رفاقت وصحبت کے لئے منتخب فرمالیا تو اب) جو ان میں سے کسی پر طعن کرتا ہے جناب باری تعالٰی کے کمال حکمت وتمام قدرت (پر الزام نقص وناتمامی کا لگاتا ہے) یا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی غایت محبوبیت (کمال شانِ محبوبی) ونہایت منزلت (وانتہائے عزت ووجاہت۔ اور ان مراتب رفیعہ اور مناصب جلیلہ) پر حرف رکھتا ہے (جو انھیں بارگاہ صمدیت میں حاصل ہیں تو یہ مولائے قدوس تعالٰی شانہٗ کی بارگاہ میں یا اس کے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جناب پاک میں گستاخانہ زبان درازی ودریدہ دہنی ہے اور کھلی بغاوت) اسی لئے سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: اللہ اللہ فی اصحابی، لا تتخذوھم غرضا من بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم ط ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ط ومن اٰذاھم فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ ط ومن اٰذی اللہ فیوشک ان یاخذہ ط خدا سے ڈرو، خدا سے ڈرو میرے اصحاب کے حق میں انھیں نشانہ نہ بنالینا میرے بعد جو انھیں دوست رکھتا ہے میری

www.alahazratnetwork.org

محبت سے انھیں دوست رکھتا ہے، اور جو ان کا دشمن ہے میری عداوت سے ان کا دشمن ہے، جس نے انھیں ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی، اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی، اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ تعالٰی اس کو گرفتار کرلے (یعنی زندہ عذاب وبلا میں ڈال دے) رواہ الترمذی[1] وغیرہ۔

اب اے خارجیو، ناصبیو! (حضرت ختنین وامامین جلیلین سے خصوصاً اپنے سینوں میں بغض و کینہ رکھنے اور انھیں چنیں وچناں کہنے والو!) کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے (مذکورہ بالا) اس ارشاد عام اور جناب باری تعالٰی نے آیہ کریمہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ[2] سے (کہ اللہ تعالٰی ان سے یعنی ان کی اطاعت واخلاص سے راضی اور وہ اس سے یعنی اس کے کرم وعطا سے راضی) جناب ذوالنورین (امیرالمومنین حضرت عثمان غنی) وحضرت اسد اللہ غالب (امیرالمومنین علی بن ابی طالب) وحضرات سبطین کریمین (امام حسن وامام حسین) رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین (کو مستثنٰی کردیا اور اس استثناء کو تمھارے کان میں پھونک دیا ہے) یا اے شیعو! اے رافضیو! ان احکام شاملہ سے (کہ سب صحابہ کو شامل ہیں اور جملہ صحابہ کرام ان میں داخل ہیں) خدا ورسول (جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے (امیرالمومنین خلیفۃ المسلمین) جناب فاروق اکبر (وامیرالمومنین کامل الحیاء والایمان) حضرت مجہز جیش العسرۃ (فی رضی الرحمٰن عثمان بن عفان) وجناب ام المومنین، محبوبہ سید العالمین (طیبہ، طاہرہ، عفیفہ) عائشہ صدیقہ بنت صدیق وحضرات طلحہ وزبیر ومعاویہ (کہ اول کے بارے میں ارشاد وارد کہ "اے طلحہ! یہ جبریل ہیں تجھے سلام کہتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ میں قیامت کے ہولوں میں تمھارے ساتھ رہوں گا[3]" اور ثانی کے باب میں ارشاد فرمایا: "یہ جبریل ہیں تجھے سلام کہتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ میں روزِ قیامت تمھارے ساتھ رہوں گا یہاں تک کہ تمھارے چہرہ سے جہنم کی اڑتی چنگاریاں دور کردوں گا[4]" امام جلال الدین سیوطی جمع الجوامع میں فرماتے ہیں سَنَدُہٗ صحیح[5] اس حدیث کی سند صحیح ہے، اور

[1] جامع الترمذی کتاب المناقب باب فی من سب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۳۸۸۸ دارالفکر بیروت ۵/۴۶۳
مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن مغفل المزنی المکتب الاسلامی بیروت ۵/۵۴ و ۵۷

[2] القرآن الکریم ۹/۱۰۰

[3] کنز العمال حدیث ۳۶۷۳۶ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۳/۳۳۶ و ۳۳۷

[4] " " ۳۳۲۹۴ " " " ۱۱/۶۸۲

[5] " " ۳۶۷۳۶ " " " ۱۳/۳۳۷

www.alahazratnetwork.org

حضرت امیر معاویہ تو اوّل ملوکِ اسلام اور سلطنتِ محمدیہ کے پہلے بادشاہ ہیں اسی کی طرف توراۃ مقدس میں اشارہ ہے کہ:

مولدہ بمکۃ و مہاجرہ طیبۃ و ملکہ بالشام۔

وہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مکّہ میں پیدا ہوگا اور مدینہ کو ہجرت فرمائے گا اور اس کی سلطنت شام میں ہوگی۔

(تو امیر معاویہ کی بادشاہی اگرچہ سلطنت ہے، مگر کس کی! محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی) وغیرہم رضوان اللہ تعالٰی علیہم الی یوم الدین کو خارج کر دیا اور تمہارے کان میں (اللہ کے رسول نے چپ چاپ کہہ دیا کہ "اصحابی" سے ہماری مراد اور آیت میں ضمیر "ھم" کے مصداق ان لوگوں کے سوا (اور دوسرے صحابہ) ہیں جو تم اُن کے اے خوارج (اور اے روافض) دشمن ہو گئے۔ اور عیاذاً باللہ (انھیں) لعن طعن سے یاد کرنے لگے (اور شومیٔ بخت سے) نہ جانا کہ یہ دشمنی درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے دشمنی ہے۔ اور ان کی ایذا۔ حق تبارک وتعالٰی کی ایذا۔ (اور جہنم کا دائمی عذاب جس کی سزا) مگر اے اللہ! تیری برکت والی رحمت اور ہمیشگی والی عنایت اس پاک فرقہ اہلِ سنّت وجماعت پر، جس نے تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے سب ہم نشینوں اور گلستانِ صحبت کے گل چینوں کو (ہمیشہ ہمیش کسی استثناء کے بغیر) نگاہِ تعظیم واجلال (اور نظرِ تکریم وتوقیر) سے دیکھنا اپنا شعار و دثار (اپنی علامت و نشان) کرلیا اور سب کو چراغِ ہدایت کے ستارے اور فلکِ عزت کے سیارے جانا، عقیدہ کرلیا کہ ہر ہر فرد بشر ان کا (بار و نیکوکار) سرور عدول واخیار واتقیاء وابرار کا سر افراز اور اُمت کے تمام عدل گستر، عدل پرور، نیکوکار، پرہیزگار اور صالح بندوں کے سر کا تاج ہے) تابعین سے لے کر تا بقیامت امت کا کوئی ولی کیسے ہی پایہ عظیم کو پہنچے، صاحبِ سلسلہ ہو خواہ غیر ان کا، ہرگز ہرگز ان میں سے ادنٰی سے ادنٰی کے رتبہ کو نہیں پہنچتا، اور ان میں ادنٰی کوئی نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد صادق کے مطابق اوروں کا کوہِ اُحد کے برابر سونا ان کے نیم صاع (تقریباً دو کلو) جَو کے برابر نہیں[1]۔ جو قربِ خدا انھیں حاصل

---

[1] صحیح البخاری مناقب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فضل ابی بکر بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۱۸
صحیح مسلم کتاب الفضائل باب تحریم سب الصحابۃ " " " ۲/ ۳۱۰
سنن ابن ماجۃ فضل اہل بدر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۵
سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی النہی عن سب اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۸۳

www.alahazratnetwork.org

دوسرے کو میسر نہیں۔ اور جو درجات عالیہ پائیں گے غیر کو ہاتھ نہ آئیں گے (اہلسنت کے خواص تو خواص، عوام تک) ان سب کو بالاجمال (کہ کوئی فرد ان کا شمول سے نہ رہ جائے از اول تا آخر) پرلے درجے کا برّ و تقی (نیکوکار و متقی) جانتے اور تفاصیل احوال (کہ کس نے کس کے ساتھ کیا کیا اور کیوں کیا۔ اس) پر نظر حرام مانتے (ہیں) جو فعل (ان حضرات صحابہ کرام میں سے) کسی کا اگر ایسا منقول بھی ہوا جو نظر قاصر (و نگاہ کوتاہ ہیں) میں ان کی شان سے قدرے گرا ہوا ٹھہرے (اور کسی کوتاہ نظر کو اس میں حرف زنی کی گنجائش ملے) اسے محمل حسن پر اتارتے ہیں۔ (اور اسے ان کے خلوص قلب و حسن نیت پر محمول کرتے ہیں) اور اللہ کا سچا قول رضی اللہ عنہم[1] سن کر آئینہ دل میں زنگ تفتیش کو جگہ نہیں دیتے (اور تحقیق احوال واقعی کے نام کا میل کچیل، دل کے آئینے پر چڑھنے نہیں دیتے) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حکم فرما چکے:

اذا ذکر اصحابی فامسکوا[2]۔

جب میرے اصحاب کا ذکر آئے تو باز رہو۔

(سوءِ عقیدت اور بدگمانی کو قریب نہ پھٹکنے دو، تحقیق حال و تفتیش مآل میں نہ پڑو) ناچار اپنے آقا کا فرمان عالی شان۔ اور یہ سخت وعیدیں، ہولناک تہدیدیں (ڈراوے اور دھمکیاں) سن کر زبان بند کر لی اور دل کو سب کی طرف سے صاف کر لیا۔ (اور بلا چون و چرا) جان لیا کہ ان کے رتبے ہماری عقل سے وراء ہیں پھر ہم ان کے معاملات میں کیا دخل دیں ان میں جو مشاجرات (صورِ نزاعات و اختلافات) واقع ہوئے ہم ان کا فیصلہ کرنے والے کون؟ ؎

گدائے خاک نشینی تو حافظا مخروش

رموزِ مملکت خویش، خسرواں دانند[3]

(تو خاک نشین گدا اگر ہے اے حافظ! شورت کر کہ اپنی سلطنت کے بھید بادشاہ جانتے ہیں)

(فکر تیرا منہ ہے کہ تُو بولے یہ سرکاروں کی باتیں ہیں)

حاشا کہ ایک کی طرف داری میں دوسرے کو بُرا کہنے لگیں، یا ان نزاعوں میں ایک فریق کو

---

[1] القرآن الکریم ۹/۱۰۰

[2] المعجم الکبیر حدیث ۱۴۲۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/۹۶

[3] دیوان حافظ ردیف شین معجمہ سب رنگ کتاب گھر دہلی ص ۲۵۸

www.alahazratnetwork.org

دنیا طلب ٹھہرائیں بلکہ بالیقین جانتے ہیں کہ وہ سب مصالح دین کے خواستگار تھے (اسلام و مسلمین کی سربلندی ان کا نصب العین تھی پھر وہ مجتہد بھی تھے، تو) جس کے اجتہاد میں جو بات دینِ الٰہی و شرعِ رسالت پناہی جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے اصلح و انسب (زیادہ مصلحت آمیز اور احوالِ مسلمین سے مناسب تر) معلوم ہوئی اختیار کی، گو اجتہاد میں خطا ہوئی اور ٹھیک بات ذہن میں نہ آئی۔ لیکن وہ سب حق پر ہیں (اور سب واجب الاحترام) ان کا حال بعینہٖ ایسا ہے جیسا فروعِ مذہب میں (خود علمائے اہلسنت بلکہ ان کے مجتہدین مثلاً امام اعظم) ابوحنیفہ و (امام) شافعی (وغیرہما) کے اختلافات نہ ہرگز ان منازعات کے سبب، ایک دوسرے کو گمراہ فاسق جاننا نہ ان کا دشمن ہوجانا (جس کی تائید مولٰی علی کے اس قول سے ہوتی ہے کہ:

اخواننا بغوا علینا۔[1]

یہ سب ہمارے بھائی ہیں کہ ہمارے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔

مسلمانوں کو تو یہ دیکھنا چاہئے کہ سب حضرات آقائے دو عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جاں نثار اور سچے غلام ہیں، خدا و رسول کی بارگاہوں میں معظم و معزز اور آسمانِ ہدایت کے روشن ستارے ہیں اصحابی کالنجوم[2])

بالجملہ ارشاداتِ خدا و رسول عزّ مجدہٗ و صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے (اس پاک فرقہ اہلِ سنت و جماعت نے اپنا عقیدہ اور) اتنا یقین کرلیا کہ سب (صحابہ کرام) اچھے اور عدل و ثقہ، تقی، نقی ابرار (خاصانِ پروردگار) ہیں۔ اور ان (مشاجرات و نزاعات کی) تفاصیل پر نظر گمراہ کرنے والی ہے۔ نظیر اس کی عصمتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء ہے کہ اہلِ حق (اہلِ اسلام، اہلسنت و جماعت) شاہراہِ عقیدت پر چل کر (منزل) مقصود کو پہنچے۔ اور اربابِ (غوایت و اہلِ) باطل تفصیلوں میں خوض (و ناحق غور) کرکے مغاک (ضلالت اور) بددینی (کی گمراہیوں) میں جاپڑے کہیں دیکھا وعصٰی اٰدم ربہ فغوٰی[3] (کہ اس میں عصیاں اور بظاہر تعمیل حکم ربانی سے رُوگردانی کی نسبت حضرت آدم علیہ السلام کی جانب کی گئی ہے)

---

[1] السنن الکبرٰی کتاب قتال اہل البغی دار صادر بیروت ۸/ ۱۷۳

[2] کشف الخفاء حرف الہمزہ مع الصاد حدیث ۳۸۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۱۸

[3] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۲۱

www.alahazratnetwork.org

کہیں سُنا لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك و ما تأخر[1] (جس سے ذنب یعنی گناہ و غفران ذنب یعنی بخشش گناہ کی نسبت کا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جناب والا کی جانب گمان ہوتا ہے)

کبھی موسٰی (علیہ السلام) و قبطی (قوم فرعون) کا قصہ یاد آیا (کہ آپ نے قبطی کو آمادہ ظلم پاکر ایک گھونسا مارا اور وہ قبطی قعرِ گور میں پہنچا[2])

کبھی (حضرت) داؤد (علیہ الصلٰوۃ اور اُن کے ایک اُمتی) اوریاہ کا فسانہ سُن پایا (حالانکہ یہ الزام تھا یہود کا حضرت داؤد علیہ السلام پر، جسے اُنھوں نے خوب اُچھالا اور زبان زد عوام الناس ہوگیا۔ حتی کہ بربنائے شہرت، بلاتحقیق و تفتیشِ احوال بعض مفسرین نے اس واقعہ کو من وعن بیان فرمادیا، جبکہ امام رازی فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ میری تحقیق میں سراسر باطل ولغو ہے[3]۔

غرض بے عقل بے دینوں اور بے دین بدعقلوں نے یہ افسانہ سُن پایا تو)

لگے چون وچرا کرنے تسلیم و گردن نہادوں کے زینہ سے اُترنے پھر ناراضیِ خدا و رسول کے سوا اور بھی کچھ پھل پایا؟ اور (الٹا) خضتم کالذی خاضوا[4] (اور تم بیہودگی میں پڑے جیسے وہ پڑے تھے اور اتباع باطل میں ان کی راہ اختیار کی) نے ولکن حقت کلمۃ العذاب علی الکفرین[5] (مگر عذاب کا قول کافروں پر ٹھیک اُترا) کا دن دکھایا الاٰن یشاؤ من بی اٰن ربك فعال لما یرید[6]۔

(مسلمان ہمیشہ یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلٰوۃ والسلام کبیرہ گناہوں سے مطلقًا اور گناہ صغیرہ کے عمدًا ارتکاب، اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لئے باعثِ نفرت ہو اور مخلوقِ خدا ان کے باعث ان سے دُور بھاگے نیز ایسے افعال سے جو وجاہت و مروت اور معززین کی شان و مرتبہ کے خلاف ہیں قبل نبوت اور بعد نبوت بالاجماع معصوم ہیں)

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/ ۲ [2] القرآن الکریم ۲۸/ ۱۵

[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۳۸/ ۲۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۶/ ۱۶۵

[4] القرآن الکریم ۹/ ۶۹

[5] " ۳۹/ ۷۱

[6] " ۶/ ۸۰

[7] " ۱۱/ ۱۰۷

www.alahazratnetwork.org

اللّٰھم اثبات علی الھدیٰ انک انت العلی الاعلیٰ۔

(اے اللہ! ہم تجھ سے ہدایت پر ثابت قدمی مانگتے ہیں بے شک تو ہی بلند و برتر ہے)

صحابہ کرام کے باب میں یاد رکھنا چاہیے کہ

(وہ حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم انبیاء نہ تھے، فرشتے نہ تھے کہ معصوم ہوں۔ ان میں سے بعض حضرات سے لغزشیں صادر ہوئیں مگر ان کی کسی بات پر گرفت اللہ و رسول کے احکام کے خلاف ہے۔

اللہ عزوجل نے سورۂ حدید میں صحابۂ سید المرسلین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی دو قسمیں فرمائیں،

۱ - من انفق من قبل الفتح وقٰتل[1]

۲ - الذین انفقوا من بعد وقاتلوا[2]

یعنی ایک وہ کہ قبل فتح مکہ مشرف بایمان ہوئے راہ خدا میں مال خرچ کیا اور جہاد کیا جب کہ ان کی تعداد بھی بہت قلیل تھی اور وہ ہر طرح ضعیف و درماندہ بھی تھے، انھوں نے اپنے اوپر جیسے جیسے شدید مجاہدے گوارا کر کے اور اپنی جانوں کو خطروں میں ڈال ڈال کر بے دریغ اپنا سرمایہ اسلام کی خدمت کی نذر کر دیا۔ یہ حضرات مہاجرین و انصار میں سے سابقین اولین ہیں، ان کے مراتب کا کیا پوچھنا۔

دوسرے وہ کہ بعد فتح مکہ ایمان لائے، راہ مولا میں خرچ کیا اور جہاد میں حصہ لیا۔ ان اہل ایمان نے اس اخلاص کا ثبوت جہاد مالی و قتالی سے دیا، جب اسلامی سلطنت کی جڑ مضبوط ہو چکی تھی اور مسلمان کثرت تعداد اور جاہ و مال ہر لحاظ سے بڑھ چکے تھے، اجر ان کا بھی عظیم ہے لیکن ظاہر ہے کہ ان سابقون اولون والوں کے درجہ کا نہیں۔

اسی لئے قرآن عظیم نے ان پہلوں کو ان پچھلوں پر تفضیل دی۔

اور پھر فرمایا،

کُلًّا وعد اللہ الحسنیٰ[3]

ان سب سے اللہ تعالےٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔

کہ اپنے اپنے مرتبے کے لحاظ سے اجر ملے گا سب ہی کو، محروم کوئی نہ رہے گا۔

اور جن سے بھلائی کا وعدہ کیا ان کے حق میں فرماتا ہے،

---

[1] القرآن الکریم ۵۷/۱۰

[2] " ۵۷/۱۰

www.alahazratnetwork.org

اولئک عنہا مبعدون[1]

وہ جہنم سے دُور رکھے گئے ہیں۔

لایسمعون حسیسہا[2]

وہ جہنم کی بھنک تک نہ سُنیں گے۔

وھم فی ما اشتہت انفسھم خٰلدون[3]۔

وہ ہمیشہ اپنی من مانتی جی بھاتی مرادوں میں رہیں گے۔

لایحزنھم الفزع الاکبر[4]

قیامت کی وُہ سب سے بڑی گھبراہٹ انھیں غمگین نہ کرے گی۔

تتلقٰھم الملٰئکۃ۔

فرشتے ان کا استقبال کریں گے۔

ھٰذا یومکم الذی کنتم توعدون[5]۔

یہ کہتے ہُوئے کہ یہ ہے تمھارا وُہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلّم کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ عزوجل بتاتا ہے تو جو کسی صحابی پر طعن کرے اللہ واحد قہار کو جھٹلاتا ہے۔

اور ان کے بعض معاملات جن میں اکثر حکایاتِ کاذبہ ہیں ارشادِ الٰہی کے مقابل پیش کرنا اہلِ اسلام کا کام نہیں۔

رب عزّوجل نے اسی آیت حدید میں اس کا منہ بھی بند کر دیا کہ دونوں فریق صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بھلائی کا وعدہ کرکے۔ ساتھ ہی ارشاد فرمادیا،

واللہ بما تعملون خبیر[6]۔

اور اللہ کو خُوب خبر ہے جو تم کرو گے۔

بایں ہمہ اس نے تمھارے اعمال جان کر حکم فرمادیا کہ وہ تم سب سے جنّت بے عذاب وکرامت

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۱ [2] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۲
[3] " ۲۱/ ۱۰۲ [4] " ۲۱/ ۱۰۳
[5] " ۲۱/ ۱۰۳ [6] " ۵۷/ ۱۰

www.alahazratnetwork.org

ثواب بے حساب کا وعدہ فرما چکا ہے۔

تو اب دوسرے کو کیا حق رہا کہ ان کی کسی بات پر طعن کرے، کیا طعن کرنے والا اللہ تعالیٰ سے جدا اپنی مستقل حکومت قائم کرنا چاہتا ہے، اس کے بعد جو کوئی کچھ بکے وہ اپنا سر کھائے اور خود جہنم میں جائے۔

علامہ شہاب الدین خفاجی، نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں فرماتے ہیں،

"جو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کتوں میں سے ایک کتا ہے۔"[1]

(احکام شریعت وغیرہ)

تنبیہ ضروری

اہل سنت کا یہ عقیدہ کہ و نکف عن ذکر الصحابۃ الا بخیر[2] یعنی صحابہ کرام کا جب بھی ذکر ہو تو خیر ہی کے ساتھ ہونا فرض ہے۔ انھیں صحابہ کرام کے حق میں جو ایمان وسنت و اسلام حقیقی پر تادم مرگ ثابت قدم رہے اور صحابہ کرام جمہور کے خلاف، اسلامی تعلیمات کے مقابل، اپنی خواہشات کے اتباع میں کوئی نئی راہ نہ نکالی اور وہ بدنصیب کہ اس سعادت سے محروم ہو کر اپنی دکان الگ جما بیٹھے اور اہل حق کے مقابل، قتال پر آمادہ ہو گئے۔ وہ ہرگز اس کا مصداق نہیں اس لئے علماء کرام فرماتے ہیں کہ جنگ جمل وصفین میں جو مسلمان ایک دوسرے کے مقابل آئے ان کا حکم خطائے اجتہادی کا ہے۔ لیکن اہل نہروان جو مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی تکفیر کر کے بغاوت پر آمادہ ہوئے وہ یقیناً فساق، فجار، طاغی و باغی تھے اور ایک نئے فرقہ کے ساعی و ساتھی جو خوارج کے نام سے موسوم ہوا اور اُمت میں نئے فتنے اب تک اسی کے دم سے پھیل رہے ہیں۔ (سراج العوارف وغیرہ)

عقیدۂ سادسہ ——— عشرہ مبشرہ و خلفائے اربعہ

اب ان سب میں افضل و اعلیٰ و اکمل حضرات عشرہ مبشرہ ہیں۔ وہ دس صحابی جن کے قطعی جنتی ہونے کی بشارت و خوشخبری رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی زندگی ہی میں سنادی تھی وہ عشرہ مبشرہ کہلاتے ہیں۔ یعنی حضرات خلفائے اربعہ راشدین، حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت زبیر بن العوام،

---

[1] نسیم الریاض الباب الثالث مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۳/۴۳۰

[2] شرح عقائد النسفی دار الاشاعۃ العربیہ قندھار افغانستان ص ۱۱۶

www.alahazratnetwork.org

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح۔

ده یار بہشتی اند قطعی   بوبکر و عمر، عثمان و علی
سعد ست سعید و بوعبیدہ   طلحہ ست و زبیر و عبدالرحمٰن

اور ان میں خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین اور ان چار ارکان قصر ملت (ملت اسلامیہ کے عالی شان محل کے چار ستونوں) و چار انہار باغ شریعت (اور گلستان شریعت کی ان چار نہروں) کے خصائص وفضائل کچھ ایسے رنگ پر واقع ہیں کہ ان میں سے جس کسی کی فضیلت پر تنہا نظر کیجئے یہی معلوم (وعتباد رومفہوم) ہوتا ہے کہ جو کچھ ہیں یہی ہیں ان سے بڑھ کر کون ہوگا ؎

بہر گلے کہ ازیں چار باغ می نگرم   بہار دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

(ان چار باغوں میں سے جس پھول کو میں دیکھتا ہوں تو بہار میرے دل کے دامن کو کھینچتی ہے کہ اصل جگہ تو یہی ہے)

علی الخصوص شمع شبستان ولایت، بہار چمنستان معرفت، امام الواصلین، سید العارفین (واصلان حق کے امام، اہل معرفت کے پیش رو) خاتم خلافت نبوت، فاتح سلاسل طریقت، مولی المسلمین، امیر المومنین، ابو الائمۃ الطاہرین (پاک طینت، پاکیزہ خصلت، اماموں کے جد امجد طاہر مطہر، قاسم کوثر، اسد اللہ الغالب، مظہر العجائب والغرائب، مطلوب کل طالب، سیدنا و مولانا علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم وحشرنا فی زمرتہ فی یوم عقیم کہ اس جناب گردوں قباب (جن کے قبہ کی کلس آسمان برابر ہے ان) کے مناقب جلیلہ (اوصاف حمیدہ) و محامد جمیلہ (خصائل حسنہ) جس کثرت وشہرت کے ساتھ (کثیر و مشہور، زبان زد عام وخواص) ہیں دوسرے کے نہیں۔

(پھر) حضرات شیخین، صاحبین صہرین (کہ ان کی صاحبزادیاں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے شرف زوجیت سے مشرف ہوئیں اور امہات المومنین، مسلمانوں ایمان والوں کی مائیں کہلائیں) وزیرین (جیسا کہ حدیث شریف میں وارد کہ میرے دو وزیر آسمان میں جبرائیل ومیکائیل اور دو وزیر زمین پر ہیں ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالٰی عنہما) امیرین (کہ ہر دو امیر المومنین ہیں) مشیرین (دونوں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مجلس شورٰی کے رکن اعظم) ضجیعین (ہم خوابہ اور دونوں اپنے آقا و مولٰی کے پہلو بہ پہلو آج بھی مصروف استراحت) رفیقین (ایک دوسرے کے یار وغمگسار) سیدنا و مولٰنا عبداللہ العتیق

---

[1] کنز العمال   حدیث ۳۲۶۶۱   مؤسسۃ الرسالہ بیروت   ۱۱/۵۶۳

www.alahazratnetwork.org

ابوبکر صدیق و جناب حق مآب ابوحفص عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما کی شان والا سب کی شانوں سے جدا ہے اوران پرسب سے زیادہ عنایت خدا اور رسول خدا جل جلالہ و صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ہے بعد انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین کے جو مرتبہ اُن کا خدا کے نزدیک ہے دوسرے کا نہیں اور رب تبارک وتعالٰی سے جو قرب و نزدیکی اور بارگاہِ عرش اشتباہ رسالت میں جو عزت و سربلندی اُن کا حصّہ ہے اوروں کا نصیبا نہیں اور منازل جنت و مواہب عــہ بے منت میں انھیں کے درجات سب پر عالی فضائل و فواضل (فضیلتوں اور خصوصی بخششوں) وحسنات طیبات (نیکیوں اور پاکیزگیوں) میں انھیں کو تقدم و پیشی (یہی سب پر مقدم، یہی پیش پیش) ہمارے علماء و ائمہ نے اس (باب) میں مستقل تصنیفیں فرماکر سعادتِ کونین و شرافتِ دارین حاصل کی (ان کے خصائل تحریر میں لائے، ان کے محاسن کا ذکر فرمایا، ان کے اولیات و خصوصیات گنائے) ورنہ غیر متناہی (جو ہماری فہم و فراست کی رسائی سے ماوراء ہو۔ اس) کا شمار کس کے اختیار واللہ العظیم اگر ہزاروں دفتر ان کے شرح فضائل (اور بسط فواضل) میں لکھے جائیں یکے از ہزار تحریر میں نہ آئیں ؎

وعلی تفنن واصفیہ بحسنہ ۔۔۔ یفنی الزمان وفیہ مالم یوصف

(اور اس کے حُسن کی تعریف کرنے والوں کی عمدہ بیانی کی بنیاد پر زمانہ غنی ہوگیا اور اس میں ایسی خوبیاں ہیں جنھیں بیان نہیں کیا جاسکتا)

مگر کثرتِ فضائل و شہرتِ فواضل (کثیر در کثیر فضیلتوں کا وجود اور پاکیزہ و برتر عزتوں مرحمتوں کا مشہور ہونا) چیزے دیگر (اور بات ہے) اور فضیلت و کرامت (سب سے افضل اور بارگاہ عزت میں سب سے زیادہ قریب ہونا) امرے آخر (ایک اور بات ہے اس سے جُدا و ممتاز) فضل اللہ تعالٰی کے ہاتھ ہے جسے چاہے عطا فرمائے قُل ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء[1]

اس کی کتاب کریم اور اس کا رسول عظیم علیہ وعلٰی آلہ الصلوٰۃ والتسلیم علی الاعلان گواہی دے رہے ہیں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے والد ماجد مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کرتے ہیں

عــہ مطبوعہ رسالہ میں "وزاب بے منت" مطبوع ہے اور حاشیہ پر تحریر کہ اصل میں ایسا ہے، فقیر نے اسے مواہب لکھا جبکہ "منازل" کا ہم قافیہ ہے "مناہل" یعنی چشمے، اور انسب یہی ہے ۱۲ محمد خلیل

[1] القرآن الکریم ۳/ ۷۳

www.alahazratnetwork.org

کروہ فرماتے ہیں:

کنت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاقبل ابوبکر وعمر فقال یا علی ھذان سیدا کہول اھل الجنۃ و شبابھا بعد النبیین والمرسلین۔[1]

(رواہ الترمذی وابن ماجہ وعبداللہ بن الامام احمد)

"میں خدمت اقدس حضور افضل الانبیاء صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر تھا کہ ابوبکر و عمر سامنے آئے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علی! یہ دونوں سردار ہیں اہل جنت کے سب بوڑھوں اور جوانوں کے، بعد انبیاء و مرسلین کے۔"

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے راوی، حضور کا ارشاد ہے:

ابوبکر وعمر خیر الاولین والاٰخرین وخیر اھل السمٰوٰت وخیر اھل الارضین الا النبیین والمرسلین۔[2]

(رواہ الحاکم فی الکنی وابن عدی وخطیب)

"ابوبکر و عمر بہتر ہیں سب اگلوں پچھلوں کے، اور بہتر ہیں سب آسمان والوں سے، اور بہتر ہیں سب زمین والوں سے، سوا انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے۔"

خود حضرت مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ نے بار بار اپنی کرسی مملکت و سطوت (و دبدبہ) خلافت میں افضلیت مطلقہ شیخین کی تصریح فرمائی (اور صاف صاف واشگاف الفاظ میں بیان فرمایا کہ یہ دونوں حضرات علی الاطلاق بلا قید جہت و حیثیت تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں) اور یہ ارشاد ان سے بتواتر ثابت ہوا کہ اسّی سے زیادہ صحابہ و تابعین نے اسے روایت کیا۔ اور فی الواقع اس مسئلہ (افضلیت شیخ کریمین) کو جیسا حق مآب مرتضوی نے صاف صاف واشگاف بکرّات و مرّات (بار بار موقع بہ موقع اپنی جلوات و خلوات (عمومی محفلوں، خصوصی نشستوں) و مشاہد عامہ و مساجد جامعہ (عامۃ الناس کی

[1] مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۸۰
جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب ابی بکر الصدیق حدیث ۳۶۸۵ دار الفکر بیروت ۵/ ۳۷۶
سنن ابن ماجہ فضل ابی بکر الصدیق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰
[2] کنز العمال بحوالہ الحاکم فی الکنی حدیث ۳۲۶۴۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۶۰
الصواعق المحرقۃ بحوالہ الحاکم وابن عدی والخطیب الباب الثالث الفصل الثالث دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۱۱۹

www.alahazratnetwork.org

مجلسوں اور جامع مسجدوں) میں ارشاد فرمایا، دوسروں سے واقع نہیں ہوا (ازاں جملہ وہ ارشاد گرامی کہ) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت محمد بن حنفیہ صاحبزادہ جناب امیر المومنین علی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال قلت لابی ای الناس خیر بعد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم؟ قال ابوبکر. قال قلت ثم من؟ قال عمر[1] یعنی میں نے اپنے والد ماجد امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد سب آدمیوں سے بہتر کون ہیں؟ ارشاد فرمایا: ابوبکر۔ میں نے عرض کیا پھر کون؟ فرمایا: عمر۔

ابوعمر بن عبداللہ، حکم بن جحل سے اور دارقطنی اپنی سنن میں راوی، جناب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ تعالٰی فرماتے ہیں:

لا اجد احدا فضلنی علی ابی بکر وعمر الا جلدتہ حد المفتری[2] جسے میں پاؤں گا کہ شیخین (حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما) سے مجھے افضل بتاتا (اور مجھے ان میں سے کسی پر فضیلت دیتا) ہے اسے مُفتری (افترا و بہتان لگانے والے) کی حد ماروں گا کہ اسّی کوڑے ہیں۔

ابوالقاسم طلحی کتاب السنۃ میں جناب علقمہ سے راوی:

بلغ علیا ان اقواما یفضلونہ علی ابی بکر وعمر فصعد المنبر فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال ایھا الناس! انہ بلغنی ان اقواما یفضلونی علی ابی بکر وعمر ولو کنت تقدمت فیہ لعاقبت فیہ فمن سمعتہ بعد ھذا الیوم یقول ھذا فھو مفتر، علیہ حد المفتری، ثم قال ان خیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابوبکر ثم عمر ثم اللہ اعلم بالخیر بعد، قال وفی المجلس الحسن بن علی فقال واللہ لو سمی الثالث لسمی عثمٰن[3] یعنی جناب مولٰی علی کو خبر پہنچی کہ لوگ انھیں حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما پر تفضیل دیتے (اور حضرت مولٰی کو ان سے افضل بتاتے) ہیں، پس منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ تعالٰی کی حمد و ثنا کی، پھر فرمایا: اے لوگو! مجھے خبر پہنچی کہ کچھ لوگ مجھے ابوبکر و عمر سے افضل بتاتے ہیں اور اگر میں نے پہلے سے

---

[1] صحیح البخاری مناقب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم باب فضل ابی بکر بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۱۸

[2] الصواعق المحرقۃ بحوالہ الدارقطنی الباب الثالث دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۹۱

[3] ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء بحوالہ ابی القاسم مسند علی بن ابی طالب سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۶۸

www.alahazratnetwork.org

سنا ہوتا تو اس میں سزا دیتا یعنی پہلی بار تفہیم (و تنبیہ) پر قناعت فرماتا ہوں پس اس دن کے بعد جسے ایسا کہتے سنوں گا تو وہ مفتری (بہتان باندھنے والا) ہے اس پر مفتری کی حد لازم ہے۔ پھر فرمایا بیشک بہتر اس امت کے بعد ان نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ابوبکر ہیں، پھر عمر۔ پھر خدا خوب جانتا ہے بہتر کو ان کے بعد۔ اور مجلس میں امام حسن (رضی اللہ تعالٰی عنہ) بھی جلوہ فرما تھے انھوں نے ارشاد کیا خدا کی قسم! اگر تیسرے کا نام لیتے تو عثمان کا نام لیتے۔

بالجملہ احادیثِ مرفوعہ و اقوالِ حضرت مرتضوی و اہلبیت نبوت اس بارے میں لاتعد و لاتحصی (بے شمار و لا انتہا) ہیں کہ بعض کی تفسیر فقیر نے اپنے رسالہ تفضیل[1] میں کی۔ اب اہل سنت (کے علمائے ذوی الاحترام) نے ان احادیث و آثار میں جو نگاہ غور کو کام فرمایا تو تفضیل شیخین کی صدہا تصریحیں (سیکڑوں صراحتیں) علی الاطلاق پائیں کہیں جہت و حیثیت کی قید نہ دیکھی کہ یہ صرف فلاں حیثیت سے افضل ہیں اور دوسری حیثیت سے دوسروں کو افضلیت (حاصل ہے) لہذا انھوں نے عقیدہ کرلیا کہ گو فضائل خاصہ و خصائص فاضلہ (مخصوص فضیلتیں اور فضیلت میں خصوصیتیں) حضرت مولٰی (علی مشکل کشا کرم اللہ تعالٰی وجہہ) اور ان کے غیر کو بھی ایسے حاصل (اور بعطائے الٰہی وہ ان خصوصیات کے تنہا حامل) جو حضرات شیخین (کریمین جلیلین) نے نہ پائے جیسے کہ اس کا عکس بھی صادق ہے (کہ امیرین وزیرین کو وہ خصائص غالیہ اور فضائل عالیہ، بارگاہ الٰہی سے مرحمت ہوئے کہ ان کے غیر نے اس سے کوئی حصہ نہ پایا) مگر فضل مطلق کلی (کسی جہت و حیثیت کا لحاظ کئے بغیر فضیلت مطلقہ کلیہ) جو کثرتِ ثواب و زیادتِ قربِ ربّ الارباب سے عبارت ہے وہ انھیں کو عطا ہوا (اوروں کے نصیب میں نہ آیا)

(یعنی اللہ عزوجل کے یہاں زیادہ عزت و منزلت جسے کثرتِ ثواب سے بھی تعبیر کرتے ہیں وہ صرف حضرات شیخین نے پائی۔ اس سے مراد اجر و انعام کی کثرت و زیادت نہیں کہ بارہا مفضول کے لئے ہوتی ہے۔

حدیث میں ہمراہیانِ سیدنا امام مہدی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت آیا کہ ان میں سے ہر ایک کے لئے پچاس کا اجر ہے۔ صحابہ نے عرض کیا ان میں کے پچاس کا یا ہم میں کے؟ فرمایا "بلکہ تم میں کے۔" تو اجر

---

[1] اعلٰحضرت قدس سرہ العزیز نے مسئلہ تفضیل شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما پر نوّے جز کے قریب ایک کتاب مسمّٰی بہ "منتہی التفصیل لمبحث التفضیل" لکھی، پھر "مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین" میں اس کی تلخیص کی۔ غالباً اس ارشاد گرامی میں اشارہ اسی کی طرف ہے، واللہ تعالٰی اعلم محمد خلیل القادری عفی عنہ

www.alahazratnetwork.org

ان کا زائد ہوا۔ انعام ومعاوضہ محنت انھیں زیادہ ملا مگر افضلیت میں وہ صحابہ کے ہمسر بھی نہیں ہو سکتے، زیادت درکنار، کہاں امام مہدی کی رفاقت اور کہاں حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صحابیت! اس کی نظیر بلا تشبیہ یُوں سمجھئے کہ سلطان نے کسی مہم پر وزیر اور بعض دیگر افسروں کو بھیجا، اس کی فتح پر ہر افسر کو لاکھ لاکھ روپے انعام دیئے اور وزیر کو خالی پروانۂ خوشنودیٔ مزاج دیا، تو انعام انھیں افسروں کو زیادہ ملا اور اجر ومعاوضہ انھوں نے زیادہ پایا مگر کہاں وُہ اور کہاں وزیرِ اعظم کا اعزاز۔ (بہارِ شریعت) 24

اور (یہ اہلسنّت وجماعت کا وُہ عقیدہ ثابتہ محکمہ ہے کہ) اس عقیدہ کا خلاف اوّل تو کسی حدیث صحیح میں ہے ہی نہیں، اور اگر بالفرض کہیں بُوئے خلاف پائے بھی تو سمجھ لے کہ یہ ہماری فہم کا قصور ہے (اور ہماری کوتاہ فہمی) ورنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور خود حضرت مولٰی (علی) و اہلبیت کرام (صاحب البیت ادرٰی بما فیہ کے مصداق، اسرارِ خانہ سے مقابلۃً واقف تر) کیوں بلا تقیید (کسی جہت وحیثیت کی قید کے بغیر) انھیں افضل وخیرِ امت وسردارِ اوّلین وآخرین بتاتے کیا آیہ کریمہ فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنت اللہ علی الکٰذبین[1] (تو ان سے فرمادو کہ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمھارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمھاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمھاری جانیں پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں) وحدیث صحیح من کنت مولاہ فعلی مولاہ[2] (جس کا میں مولا ہُوں تو علی بھی اس کا مولا ہے) اور خبر شدید الضعف وقوی الجرح (نہایت درجہ ضعیف وقابل شدید جرح وتعدیل) لحمك لحمی ودمك دمی[3] (تمھارا گوشت میرا گوشت اور تمھارا خُون میرا خُون ہے)

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۶۱

[2] جامع الترمذی ابواب المناقب باب مناقب علی رضی اللہ عنہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۱۳

مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۸۴ و ۱۱۸ و ۱۱۹ و ۱۵۲

سُنن ابن ماجہ فضل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۲

المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ من کنت مولاہ فعلی مولاہ دار الفکر بیروت ۳/ ۱۱۰

المعجم الکبیر حدیث ۳۰۴۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۳/ ۱۸۹

کنز العمال حدیث ۳۲۹۰۴ و ۳۲۹۴۶ و ۳۲۹۵۰ و ۳۲۹۵۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۶۰۲ و ۶۰۹ و ۶۱۰

[3] کنز العمال حدیث ۳۲۹۳۶ " " " ۱۱/ ۶۰۷

www.alahazratnetwork.org

24/24

برتقدیرِ ثبوت (بشرطیکہ ثابت وصحیح مان لی جائے) وغیرذٰلک (احادیث واخبار) سے انھیں آگاہی نہ تھی (ہوش وحواس، علم وشعور اور فہم وفراست میں یگانہ روزگار ہوتے ہُوئے ان اسرارِ درون خانہ سے بیگانہ رہے اور اسی بیگانگی میں عمریں گزار دیں) یا (اُنھیں آگاہی اور ان اسرار پر اطلاع) تھی تو وہ (ان واضح الدلالۃ الفاظ) کا مطلب نہ سمجھے (اور غیرت وشرم کے باعث اور کسی سے پُوچھ نہ سکے) یا سمجھے (حقیقتِ حال سے آگاہ ہوئے) اور اس میں تفضیلِ شیخین کا خلاف پایا (مگر خاموش رہے اور جمہور صحابہ کرام کے برخلاف عقیدہ رکھنا زبان پر اس کا خلاف نہ آنے دیا اور حالانکہ یہ ان کی پاک جنابوں میں گستاخی اور ان پر تقیۂ ملعونہ کی تہمت تراشی ہے) تو (اب ہم) کیونکر خلاف سمجھ لیں (کیسے کہہ دیں کہ ان کے دل میں خلاف تھا زبان سے اقرار) اور تصریحات بیّنہ وقاطع الدلالۃ (روشن صراحتوں قطعی دلالتوں) وغیر محتملۃ الخلاف کو (جن میں کسی خلاف کا احتمال نہیں کوئی ہیر پھیر نہیں) کیسے پس پشت ڈال دیں الحمد للہ ربّ العٰلمین کہ حق تبارک وتعالٰی نے فقیر حقیر کو یہ ایسا جواب شافی تعلیم فرمایا کہ منصف (انصاف پسند ذی ہوش) کے لئے اس میں کفایت (اور یہ جواب اس کی صحیح رہنمائی وہدایت کے لئے کافی) اور متعصب کو (کہ آتشِ غلو میں سُلگتا اور ضد ونفسانیت کی راہ چلتا ہے) اس میں غیظ بے نہایت (قل موتوا بغیظکم[1] انھیں آتشِ غضب میں جلنا مبارک) (ہم مسلمانانِ اہلسنّت کے نزدیک' حضرت مولٰی کی ماننا) یہی محبتِ علی مرتضٰی ہے اور اس کا بھی (یہی تقاضا) یہی مقتضٰی ہے کہ محبوب کی اطاعت کیجئے اور اس کے غضب اور اتنی کوڑوں کے استحقاق سے بچئے (والعیاذ باللہ)۔

اللہ! اللہ! وُہ امام الصدیقین، اکمل الاولیاء العارفین سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ جس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم ومحبت کو حفظِ جان پر مقدم رکھا حالانکہ جان کا رکھنا سب سے زیادہ اہم فرض ہے۔ اگر بوجہ قلّتِ عدو مکابرہ وغیرہ نماز پڑھنے میں معاذ اللہ ہلاکِ جان کا یقین ہو تو اس وقت ترکِ نماز کی اجازت ہوگی۔

یہی تعظیم ومحبت وجاں نثاری وپروانہ واری شمع رسالت علیہ الصلٰوۃ والتحیۃ ہے جس نے صدیق اکبر کو بعد انبیاء ومرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہم اجمعین تمام جہان پر تفوق بخشا اور ان کے بعد تمام عالم، تمام خلق، تمام اولیاء، تمام عرفاء سے افضل واکرم واکمل واعظم کردیا۔

وہ صدیق جس کی نسبت حدیث میں آیا کہ "ابوبکر کو کثرتِ صوم وصلٰوۃ کی وجہ سے تم پر فضیلت نہ ہُوئی

---

[1] القرآن الکریم ۳/۱۱۹

www.alahazratnetwork.org

بلکہ اس سر کے سبب جو اس کے دل میں راسخ و متمکن ہے۔[1]"

وہ صدیق جس کی نسبت ارشاد ہوا: "اگر ابوبکر کا ایمان میری تمام اُمت کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ابوبکر کا ایمان غالب آئے۔"[2]

وہ صدیق کہ خود اُن کے مولائے اکرم وآقائے اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کسی کا ہمارے ساتھ کوئی ایسا سلوک نہیں ہے جس کا ہم نے عوض نہ کر دیا ہو سوا ابوبکر کے، کہ ان کا ہمارے ساتھ وہ حسن سلوک ہے جس کا بدلہ اللہ تعالٰی انھیں روزِ قیامت دے گا۔"[3]

وہ صدیق جس کی افضلیت مطلقہ پر قرآن کریم کی شہادت ناطقہ ہے کہ فرمایا: ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم[4] تم میں سب سے زیادہ عزت والا اللہ کے حضور وہ ہے جو تم سب میں اتقٰی ہے۔

اور دوسری آیۂ کریمہ میں صاف فرمادیا: وسیجنبھا الاتقٰی[5] قریب ہے کہ جہنم سے بچایا جائے گا وہ اتقٰی۔

بشہادت آیت اُولٰی ان آیات کریمہ سے وہی مراد ہے جو افضل واکرم امت مرحومہ ہے اور وہ نہیں مگر اہل سنت کے نزدیک صدیق اکبر۔ اور تفضیلیہ و روافض کے نزدیک یہاں امیرالمومنین مولٰی علی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

مگر اللہ عزوجل کے لئے حمد کہ اس نے کسی کی تلبیس و تدلیس اور حق و باطل میں آمیزش و آویزش کو جگہ نہ چھوڑی، آیۂ کریمہ نے ایسے وصفِ خاص سے اتقٰی کی تعیین فرمادی جو حضرت صدیق اکبر کے سوا کسی پر صادق آہی نہیں سکتا۔

فرماتا ہے: وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزٰی[6] اس پر کسی کا ایسا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔

---

[1] کشف الخفاء حدیث ۲۲۲۶ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/۱۷۰

[2] تاریخ الخلفاء فصل فیما ورد من کلام الصحابۃ الخ دار صادر بیروت ص ۸۷

شعب الایمان حدیث ۳۶ دارالکتب العلمیۃ " ۱/۶۹

[3] جامع الترمذی ابواب المناقب باب مناقب ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ امین کمپنی دہلی ۲/۲۰۷

[4] القرآن الکریم ۴۹/۱۳ [5] القرآن الکریم ۹۲/۱۷

[6] " ۹۲/۱۹

www.alahazratnetwork.org

اور دُنیا جانتی مانتی ہے کہ وُہ صرف صدیق اکبر ہی ہیں جن کی طرف سے ہمیشہ بندگی و غلامی و خدمت و نیازمندی اور مصطفےٰ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے براہ بندہ نوازی قبول و پذیرائی کا برتاؤ رہا یہاں تک کہ خود ارشاد فرمایا کہ "بیشک تمام آدمیوں میں اپنی جان و مال سے کسی نے ایسا سلوک نہیں کیا جیسا ابوبکر نے کیا۔"[1]

جب کہ مولیٰ علی نے مولائے کُل، سیّد الرسل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کنارِ اقدس میں پرورش پائی، حضور کی گود میں ہوش سنبھالا، اور جو کچھ پایا بظاہر حالات یہیں سے پایا۔ تو آیۂ کریمہ وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزٰی[2] (اس پر کسی کا ایسا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے) سے مولا علی قطعاً مراد نہیں ہوسکتے بلکہ بالیقین صدیق اکبر ہی مقصود ہیں، اور اسی پر اجماعِ مفسرین موجود۔

وُہ صدیق جنھیں حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرضیتِ حج کے بعد پہلے ہی سال میں امیر الحجاج مقرر فرمایا اور انھیں کو اپنے سامنے اپنے مرض الموت شریف میں اپنی جگہ امام مقرر فرمایا۔ حضرت مولیٰ علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰے وجہہ کا ارشاد ہے کہ "نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد جب ہم نے غور کیا (تو اس نتیجہ پر پہنچے) کہ نماز تو اسلام کا رُکن ہے اور اسی پر دین کا قیام ہے اس لئے ہم نے امورِ خلافت کی انجام دہی کے لئے بھی اسی پر رضامندی ظاہر کردی، جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا تھا، اور اسی لئے ہم نے ابوبکر کی بیعت کرلی۔"[3]

اور فاروق اعظم تو فاروق اعظم ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ وُہ فاروق جن کے لئے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دُعا مانگی کہ،

اللّٰھم اعزّ الاسلام بعمر بن خطاب خاصۃ۔[4]

الٰہی! اسلام کو خاص عمر بن خطاب کے اسلام سے عزتیں بڑھا۔

اس دُعائے کریم کے باعث عمر فاروق اعظم کے ذریعہ سے جو جو عزتیں اسلام کو ملیں، جو جو بلائیں اسلام و مسلمین سے دفع ہوئیں مخالف موافق سب پر روشن و مبیّن، ولہذا سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] جامع الترمذی ابواب المناقب باب مناقب ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰۷

[2] القرآن الکریم ۹۲/ ۱۹

[3] الصواعق المحرقۃ الباب الاول الفصل الرابع دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۴۳

[4] سنن ابن ماجہ فضل عمر رضی اللہ عنہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱
المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۳/ ۸۳

www.alahazratnetwork.org

فرماتے ہیں کہ:

مازلنا اعزۃ منذ اسلم عمر[1] (بخاری)

ہم ہمیشہ معزز رہے جب سے عمر اسلام لائے۔

وہ فاروق جن کے حق میں خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔"[2] (رضی اللہ عنہ)

(یعنی آپ کی فطرت اتنی کاملہ تھی کہ اگر دروازۂ نبوت بند نہ ہوتا تو محض فضلِ الٰہی سے وہ نبی ہو سکتے تھے کہ اپنی ذات کے اعتبار سے نبوت کا کوئی مستحق نہیں)

وہ فاروق جن کے بارے میں ارشادِ محبوبِ رب العالمین موجود کہ:

"عمر کہیں ہو حق اس کی رفاقت میں رہے گا۔"[3]

وہ فاروق جن کے لئے صحابہ کرام کا اجماع کہ "عمر علم کے نو حصے لے گئے۔"[4] جبکہ ابوبکر صدیق صحابہ میں سب سے زیادہ علم والے تھے۔

وہ فاروق کہ جس راہ سے وہ گزر جائیں شیاطین کے دل دہل جائیں۔[5]

وہ فاروق کہ جب وہ اسلام لائے ملاءِ اعلیٰ کے فرشتوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تہنیت ومبارکبادیوں کی ڈالیاں نذرانے میں پیش کیں۔[6]

وہ فاروق کہ ان کے روزِ اسلام سے اسلام ہمیشہ عزتیں اور سربلندیاں ہی پاتا گیا، ان کا اسلام فتح تھا، اُن کی ہجرت نصرت، اور ان کی خلافت رحمت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔

اور جب ثابت ہوگیا کہ قربِ الٰہی (معرفت وکثرتِ ثواب میں) شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو مزیت

---

[1] صحیح البخاری کتاب مناقب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مناقب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۲۰

[2] جامع الترمذی ابواب المناقب " " " امین کمپنی دہلی ۲/۲۰۹

المستدرک للحاکم معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۳/۸۳

[3] کنز العمال حدیث ۳۲۷۱۵ و ۳۲۷۳۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۵۷۳ و ۵۷۷

[4] تاریخ الخلفاء ذکر عمر بن الخطاب فصل فی اقوال الصحابۃ فیہ دار ابن حزم بیروت ص ۹۸

[5] صحیح البخاری مناقب عمر فاروق رضی اللہ عنہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۲۰

[6] کنز العمال حدیث ۳۲۷۳۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۵۷۷

www.alahazratnetwork.org

تفوّق (زیادت و فوقیت) ہے تو ولایت (خاصّہ جوکہ ایک قُربِ خاص ہے کہ مولیٰ عزّوجل اپنے برگزیدہ بندوں کو محض اپنے فضل وکرم سے عطا فرماتا ہے یہ) بھی انھیں کی اعلیٰ ہوئی (اور ولایتِ شیخین، جملہ اکابر اولیاء کی ولایت سے بالا)

(ہاں) مگر ایک درجہ قُربِ الٰہی جل جلالہ ورزقنا اللہ کا (ضروری اللحاظ اور خصوصًا حضرات علماء و فضلاءِ اُمّت کی توجہ کا مستحق ہے اور وُہ یہ ہے کہ مرتبۂ تکمیل پر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جانبِ کمالاتِ نبوت حضرات شیخین کو قائم فرمایا اور جانبِ کمالاتِ ولایت حضرت مولا علی مشکل کشا کو، تو جملہ اولیائے مابعد نے مولیٰ علی ہی کے گھر سے نعمت پائی، انھیں کے دست نگر تھے، انھیں کے دست نگر ہیں اور انھیں کے دستِ نگر رہیں گے)۔

پر ظاہر ہے کہ سیر الی اللہ میں تو سب اولیاء برابر ہوتے ہیں اور وہاں لانفرق بین احد من رسلہ[1] (ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے) کی طرح لانفرق بین احد من اولیائہ (ہم اس کے دوستوں میں کوئی تفریق نہیں کرتے)۔

کہا جاتا ہے (یعنی تمام اولیاء اللہ اصل طریق ولایت یعنی سیر الی اللہ میں برابر ہوتے ہیں اور ایک دوسرے پر سبقت وفضیلت کا قول باعتبار سیر فی اللہ کیا جاتا ہے کہ جب سالک عالمِ لاہُوت پر پہنچا سیر وسلوک تمام ہُوا، یعنی سیر الی اللہ سے فراغت کے بعد سیر فی اللہ ہوتی ہے اور اس کی نہایت وحد نہیں) جب (عالمِ لاہوت پر پہنچ کر) ماسوائے الٰہی آنکھوں سے گر گیا اور مرتبۂ فنا تک پہنچ کر آگے قدم بڑھا تو وہ سیر فی اللہ ہے اس کے لئے انتہا نہیں اور یہیں تفاوت قُرب (بارگاہِ الٰہی میں عزت ومنزلت اور کثرتِ ثواب میں فرق) جلوہ گر ہوتا ہے، جس کی سیر فی اللہ زائد وہی خدا سے زیادہ نزدیک، پھر بعضے بڑھتے چلے جاتے ہیں (اور جذبِ الٰہی انھیں اپنی جانب کھینچتا رہتا ہے ان کی یہ سیر کبھی ختم نہیں ہوتی) اور بعض کو دعوتِ خلق (ورہنمائی مخلوقِ الٰہی) کے لئے منزل ناسُوتی عطا فرماتے ہیں (جسے عالمِ شہادت وعالمِ خلق وعالمِ جسمانی وغیرہ بھی کہتے ہیں، اور اس منزل میں تعلق مع اللہ کے ساتھ ان میں خلائق سے علاقہ پیدا کر دیا جاتا ہے اور وُہ خلقِ خدا کی ہدایت کی طرف بھی متوجہ رہتے ہیں) ان سے طریقہ خرقہ وبیعت کا رواج پاتا ہے اور سلسلۂ طریقت جنبش میں آتا ہے، مگر یہ معنی اسے مستلزم نہیں (اور اس سے یہ لازم نہیں آتا) ان کی سیر فی اللہ اگلوں سے بڑھ جائے (اور یہ دعوتِ خلق ورہنمائی مخلوق کے باعث

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۵

www.alahazratnetwork.org

بارگاہِ الٰہی میں ان سے سوا عزت و منزلت اور ثواب میں کثرت پاجائیں)

ہاں یہ ایک فضل جداگانہ ہے کہ انھیں ملا اور دوسروں کو عطانہ ہوا تو کیا! (اور اسی کی تخصیص کیسی!) اس کے سوا صد ہا خصائص حضرت مولیٰ کو ایسے ملے کہ شیخین کو نہ ملے۔ مگر (بارگاہِ الٰہی میں) قرب و رفعتِ درجات میں انھیں کو افزونی رہی (انھیں کو مزیت ملی اور انھیں کے قدم پیش پیش رہے) ورنہ کیا وجہ ہے کہ ارشاداتِ مذکورہ بالا میں انھیں ان سے افضل و بہتر کہا جاتا ہے (اور وہ بھی علی الاطلاق کسی جہت و حیثیت کی قید کے بغیر) اور ان (یعنی حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ) کی افضلیت (اور ان کی ان حضرات پر تفضیل) کا بہ تاکید اکید (مؤکد در مؤکد) انکار کیا جاتا ہے حالانکہ ادنیٰ ولی' اعلیٰ ولی سے افضل نہیں ہوسکتا ہے۔ آخر دیکھئے حضرت امیر (مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم) کے خلفائے کرام میں حضرت سبطِ اصغر (سیدنا امام حسین) و جناب خواجہ حسن بصری کو تنزل ناسوتی ملا اور حضرت سبطِ اکبر (سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کوئی سلسلہ جاری نہ ہوا حالانکہ قرب و ولایت امام مجتبیٰ (سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ولایت و قرب خواجہ (حسن بصری) سے بالیقین اتم و اعلیٰ (برتر و بالا) اور ظاہر احادیث سے سبطِ اصغر شہزادہ گلگوں قبا (شہید کرب و بلا) پر بھی ان کا فضل ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

عقیدہ سابعہ ــــــــ مشاجراتِ صحابۂ کرام

حضرت مرتضوی (امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنھوں نے مشاجرات و منازعات کئے (اور اس حق مآب صائب الرائے کی رائے سے مختلف ہوئے اور ان اختلافات کے باعث ان میں جو واقعات رُونما ہُوئے کہ ایک دوسرے کے مدِ مقابل آئے، مثلاً جنگِ جمل میں حضرت طلحہ و زبیر و صدیقہ عائشہ اور جنگِ صفین میں حضرت امیر معاویہ بمقابلہ مولےٰ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم)۔

ہم اہلسنت ان میں حق، جانب جناب مولیٰ علی (مانتے) اور ان سب کو (مورد لغزش) بر غلط و خطا اور حضرت اسد اللّٰہی کو بدرجہا ان سے اکمل و اعلیٰ جانتے ہیں مگر بایں ہمہ بلحاظ احادیث مذکورہ (کہ ان حضرات کے مناقب و فضائل میں مروی ہیں) زبانِ طعن و تشنیع ان دوسروں کے حق میں نہیں کھولتے اور انھیں ان کے مراتب پر جو ان کے لئے شرع میں ثابت ہوئے رکھتے ہیں، کسی کو کسی پر اپنی ہوائے نفس سے فضیلت نہیں دیتے، اور ان کے مشاجرات میں دخل اندازی کو حرام جانتے ہیں، اور ان کے اختلافات

www.alahazratnetwork.org

کو ابوحنیفہ و شافعی جیسا اختلاف سمجھتے ہیں۔ تو ہم اہلسنت کے نزدیک ان میں سے کسی ادنٰی صحابی پر بھی طعن جائز نہیں چہ جائیکہ اُمّ المومنین صدیقہ (عائشہ طیّبہ طاہرہ) رضی اللہ تعالٰی عنہا کی جناب رفیع (اور بارگاہِ وقیع) میں طعن کریں، حاشا! یہ اللہ و رسول کی جناب میں گستاخی ہے۔ اللہ تعالٰی ان کی تطہیر و برّیت (پاکدامنی وعفت اور منافقین کی بہتان تراشی سے برأت) میں آیات نازل فرمائے اور ان پر تہمت دھرنے والوں کو وعیدیں عذابِ الیم کی سنائے[1]۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انھیں اپنی سب ازواجِ مطہرات میں زیادہ چاہیں، جہاں منہ رکھ کر عائشہ صدیقہ پانی پئیں حضور اُسی جگہ اپنا لبِ اقدس رکھ کر وہیں سے پانی پئیں؛ یوں تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سب ازواج (مطہرات، طیبات، طاہرات) دنیا و آخرت میں حضور ہی کی بیبیاں ہیں مگر عائشہ سے محبت کا یہ عالم ہے کہ ان کے حق میں ارشاد ہوا کہ یہ حضور کی بی بی ہیں دنیا و آخرت میں۔ حضرت خیر النساء یعنی فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کو حکم ہوا ہے کہ فاطمہ! تو مجھ سے محبت رکھتی ہے تو عائشہ سے بھی محبت رکھ کہ میں اسے چاہتا ہوں۔ (چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سیّدہ فاطمہ سے فرمایا:

اَیْ بُنَیَّۃ ! الستِ تحبّین ما احب؟ فقالت بلٰی. قال فاحبّی ھٰذہٖ۔[2]

پیاری بیٹی! جس سے میں محبت کرتا ہوں کیا تو اس سے محبت نہیں رکھتی؟ عرض کیا، بالکل یہی درست ہے (جسے آپ چاہیں میں ضرور اُسے چاہوں گی)۔ فرمایا، تب تو بھی عائشہ سے محبت رکھا کر)

سوال ہوا سب آدمیوں میں حضور کو کون محبوب ہیں؟ جواب عطا ہوا: "عائشہ"[3]۔

نوٹ: بریلی شریف سے شائع ہونے والے رسالہ میں مذکور کہ یہاں اصل میں بہت بیاض ہے؛ درمیان میں کچھ ناتمام سطریں ہیں مناسبتِ مقام سے جو کچھ فہمِ قاصر میں آیا بنادیا ۱۲۔ اس فقیر نے ان اضافوں کو اصل عبارت سے ملاکر قوسین میں محدود کردیا ہے تاکہ اصل و اضافہ میں امتیاز رہے اور ناظرین کو اس کا مطالعہ سہل ہو۔ اس میں غلطی ہو تو فقیر کی جانب منسوب کیا جائے۔ محمد خلیل عفی عنہ

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۹

[2] صحیح مسلم کتاب الفضائل فضائل عائشہ رضی اللہ عنہا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۸۵

[3] صحیح البخاری ابواب مناقب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم " " " ۱/ ۵۱۷

صحیح مسلم باب فضائل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ " " " ۲/ ۲۷۳

مسند احمد بن حنبل عن عمرو بن العاص المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۲۰۳

www.alahazratnetwork.org

(وہ عائشہ صدیقہ بنت الصدیق، اُمّ المومنین، جن کا محبوبۂ رب العالمین ہونا آفتابِ نیم روز سے روشن تر۔ وہ صدیقہ جن کی تصویر بہشتی حریر میں رُوح القدس خدمتِ اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر لائیں۔ وہ ام المومنین کہ جبریل امین بآں فضل مبین انھیں سلام کریں اور ان کے کاشانۂ عزت و طہارت میں بے اذن حاضر نہ ہوسکیں۔ وہ صدیقہ کہ اللہ عزوجل وحی نہ بھیجے ان کے سوا کسی کے لحاف میں۔ وہ ام المومنین کہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اگر سفر میں بے ان کے تشریف لے جائیں ان کی یاد میں "واعروساہ" فرمائیں۔[1] وہ صدیقہ کہ یوسف صدیق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی براءت و پاکدامنی کی شہادت اہلِ زلیخا سے ایک بچہ ادا کرے۔ بتولِ مریم کی تطہیر و عفت مآبی رُوح اللہ کلمۃ اللہ فرمائیں، مگر ان کی براءت، پاک طینتی، پاک دامنی و طہارت کی گواہی میں قرآن کریم کی آیاتِ کریمہ نزول فرمائیں۔ وہ ام المومنین کہ محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کے پانی پینے میں دیکھتے رہیں کہ کوزے میں کس جگہ لب مبارک رکھ کر پانی پیا ہے حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے لب ہائے مبارک وخدا پسند وہیں رکھ کر پانی نوش فرمائیں۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہا وعلٰی ابیہا وبارک وسلم۔

آدمی اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھے اگر کوئی اس کی ماں کی توہین کرے اس پر بہتان اٹھائے یا اُسے بُرا بھلا کہے تو اس کا کیسا دشمن ہوجائے گا اس کی صورت دیکھ کر آنکھوں میں خُون اُتر آئے گا' اور مسلمانوں کی مائیں یُوں بے قدر ہوں کہ کلمہ پڑھ کر ان پر طعن کریں تہمت دھریں اور مسلمان کے مسلمان بنے رہیں۔ لاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم)

اور زبیر و طلحہ ان سے بھی افضل کہ عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ وہ (یعنی زبیر بن العوام) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی اور حواری (جانباز، معاون و مددگار) اور یہ (یعنی طلحہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چہرہ انور کے لئے سپر۔ وقت جاں نثاری (جیسے ایک جاں نثار نڈر سپاہی سرفروش محافظ)۔

رہے امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ تو اُن کا درجہ اُن سب کے بعد ہے۔

اور حضرت مولٰی علی (مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنٰی) کے مقام رفیع (مراتب بلند و بالا) و شانِ منیع (عظمت و منزلت محکم و اعلا) تک تو ان سے وہ دور دراز منزلیں ہیں جن ہزاروں ہزار رہوار برق کردار (ایسے کشادہ و فراخ قدم گھوڑے جیسے بجلی کا کوندا) صبا رفتار (ہوا سے بات کرنیوالے، تیز رَو،

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/۲۴۸

www.alahazratnetwork.org

تیزگام) تھک رہیں اور قطع (مسافت) نہ کرسکیں۔

مگر فضلِ صحبت (وشرفِ صحابیت وفضل) وشرف سعادت خدائی دین ہے (جس سے مسلمان آنکھ بند نہیں کرسکتے تو ان پر لعن طعن یا ان کی توہین تنقیص کیسے گوارا رکھیں اور کیسے سمجھ لیں کہ مولٰی علی کے مقابلے میں انھوں نے جو کچھ کیا بربنائے نفسانیت تھا، صاحبِ ایمان مسلمان کے خواب وخیال میں بھی یہ بات نہیں آسکتی۔

ہاں ایک بات کہتے ہیں اور ایمان لگتی کہتے ہیں کہ ہم تو بحمداللہ سرکار اہلبیت (کرام) کے غلامانِ خانہ زاد ہیں (اور موروثی خدمت گار، خدمت گزار) ہمیں (امیر) معاویہ (رضی اللہ تعالٰی عنہ) سے کیا رشتہ، خدانخواستہ ان کی حمایت بے جا کریں مگر ہاں اپنی سرکار کی طرفداری (اور امرِ حق میں ان کی حمایت وپاسداری) اور ان (حضرت امیر معاویہ) کا (خصوصًا) الزام بدگویاں (اور دریدہ دہنوں، بدزبانوں کی تہمتوں) سے بری رکھنا منظور ہے کہ ہمارے شہزادۂ اکبر حضرت سبط (اکبر حسن) مجتبٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حسبِ بشارت اپنے جدِّ امجد سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد اختتام مدت (خلافت راشدہ کہ منہاج نبوت پر تیس سال رہی اور سیدنا امام حسن مجتبٰی رضی اللہ تعالٰی کے چھ ماہ مدتِ خلافت پر ختم ہوئی) عین معرکۂ جنگ میں (ایک فوج جرار کی ہمراہی کے باوجود) ہتھیار رکھ دیئے (بالقصد والاختیار) اور ملک (اور امورِ مسلمین کا انتظام و انصرام) امیر معاویہ کو سپرد کردیا (اور ان کے ہاتھ پر بیعتِ اطاعت فرمالی) اگر امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ العیاذ باللہ کافر یا فاسق تھے یا ظالم جائر تھے یا غاصب جابر تھے (ظلم وجور پر کمربستہ) تو الزام امام حسن پر آتا ہے کہ اُنھوں نے کاروبارِ مسلمین وانتظام شرع ودین باختیارِ خود (بلا جبر واکراہ بلا ضرورت شرعیہ، باوجود مقدرت) ایسے شخص کو تفویض فرمادیا (اور اس کی تحویل میں دے دیا) اور خیر خواہی اسلام کو معاذاللہ کام نہ فرمایا (اس سے ہاتھ اٹھالیا) اگر مدتِ خلافت ختم ہوچکی تھی اور آپ (خود) بادشاہت منظور نہیں فرماتے (تھے) تو صحابۂ حجاز میں کوئی اور قابلیتِ نظم ونسقِ دین نہ رکھتا تھا جو انھیں کو اختیار کیا (اور انھیں کے ہاتھ پر بیعتِ اطاعت کرلی) حاش للہ بلکہ یہ بات خود رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک پہنچتی ہے کہ حضور نے اپنی پیش گوئی میں ان کے اس فعل کو پسند فرمایا اور ان کی سیادت کا نتیجہ ٹھہرایا کما فی صحیح البخاری (جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے) صادق ومصدوق صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت فرمایا:

ان ابنی ھذا سید لعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین۔[1]

---

[1] صحیح البخاری کتاب الصلح باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم للحسن الخ ومناقب الحسن والحسین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۷۳ و ۵۳۰

www.alahazratnetwork.org

("میرا یہ بیٹا سید ہے، سیادت کا علمبردار) میں امید کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل اس کے باعث دو بڑے گروہِ اسلام میں صلح کرا دے۔"

آیۂ کریمہ کا ارشاد ہے:

ونزعنا ما فی صدورھم من غل۔[1]

اور ہم نے ان کے سینوں میں سے کینے کھینچ لئے۔

"جو دنیا میں ان کے درمیان تھے اور طبیعتوں میں جو کدورت و کشیدگی تھی اسے رفق و الفت سے بدل دیا اور اُن میں آپس میں نہ باقی رہی مگر مودت و محبت۔"

اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی کہ آپ نے فرمایا کہ "ان شاء اللہ تعالےٰ میں اور عثمان اور طلحہ و زبیر ان میں سے ہیں جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ ونزعنا الآیۃ۔"

حضرت مولیٰ علی کے اس ارشاد کے بعد بھی ان پر الزام دینا عقل و خرد سے جنگ ہے، مولیٰ علی سے جنگ ہے، اور خدا اور رسول سے جنگ ہے۔ والعیاذ باللہ۔

جب کہ تاریخ کے اوراق شاہد عادل ہیں کہ حضرت زبیر کو جونہی اپنی غلطی کا احساس ہوا انھوں نے فوراً جنگ سے کنارہ کشی کرلی۔

اور حضرت طلحہ کے متعلق بھی روایات میں آتا ہے کہ انھوں نے اپنے ایک مددگار کے ذریعے حضرت مولیٰ علی سے بیعت اطاعت کرلی تھی۔

اور تاریخ سے ان واقعات کو کون چھپا سکتا ہے کہ جنگِ جمل ختم ہونے کے بعد حضرت مولیٰ علی مرتضےٰ نے حضرت عائشہ کے برادر معظم محمد بن ابی بکر کو حکم دیا کہ وہ جائیں اور دیکھیں کہ حضرت عائشہ کو خدانخواستہ کوئی زخم وغیرہ تو نہیں پہنچا۔ بلکہ بعجلت تمام خود بھی تشریف لے گئے اور پوچھا "آپ کا مزاج کیسا ہے؟"

انھوں نے جواب دیا: "الحمدللہ اچھی ہوں۔"

مولیٰ علی نے فرمایا: "اللہ تعالےٰ آپ کی بخشش فرمائے۔"

حضرت صدیقہ نے جواب دیا: "اور تمھاری بھی۔"

پھر مقتولین کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر حضرت مولیٰ نے حضرت صدیقہ کی واپسی کا انتظام کیا اور پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ محمد بن ابی بکر کی نگرانی میں چالیس معزز عورتوں کے جھرمٹ میں ان کو

---

[1] القرآن الکریم ۷/۴۳

www.alahazratnetwork.org

جانب حجاز رخصت کیا۔ خود حضرت علی نے دُور تک مشایعت کی، ہمراہ رہے۔ امام حسن میلوں تک ساتھ گئے۔ چلتے وقت حضرت صدیقہ نے مجمع میں اقرار فرمایا کہ "مجھ کو علی سے نہ کسی قسم کی کدورت پہلے تھی اور نہ اب ہے، ہاں ساس، داماد (یا دیور، بھاوج) میں کبھی کبھی جو بات ہو جایا کرتی ہے اس سے مجھے انکار نہیں۔"

حضرت علی نے یہ سُن کر ارشاد فرمایا: "لوگو! حضرت عائشہ سچ کہہ رہی ہیں خدا کی قسم مجھ میں اور ان میں اس سے زیادہ اختلاف نہیں ہے، بہرحال خواہ کچھ ہو یہ دنیا و آخرت میں تمھارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زوجہ ہیں (اور ام المومنین)۔"

اللہ اللہ! ان یارانِ پیکر صدق وصفا میں باہمی یہ رفق ومودّت اور عزّت واکرام، اور ایک دوسرے کے ساتھ یہ معاملۂ تعظیم واحترام، اور ان عقل سے بیگانوں اور نادان دوستوں کی حمایتِ علی کا یہ عالم کہ ان پر لعن طعن کو اپنا مذہب اور اپنا شعار بنائیں اور اُن سے کدورت و دشمنی کو مولیٰ علی سے محبت و عقیدت ٹھہرائیں، ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔

مسلمانانِ اہلسنّت اپنا ایمان تازہ کرلیں اور سُن رکھیں کہ اگر صحابۂ کرام کے دلوں میں کھوٹ، نیتوں میں فتور اور معاملات میں فتنہ و فساد ہو تو رضی اللہ عنہم کے کوئی معنی ہی نہیں ہو سکتے۔

صحابۂ کرام کے عنداللہ مرضی وپسندیدہ ہونے کے معنی یہی تو ہیں کہ وہ مولائے کریم ان کے ظاہر وباطن سے راضی، ان کی نیتوں اور ما فی الضمیر سے خوش ہے اور ان کے اخلاق واعمال بارگاہِ عزّت میں پسندیدہ ہیں۔ اسی لئے ارشاد فرمایا ہے کہ:

ولکن اللہ حبّب الیکم الایمان وزیّنہ فی قلوبکم[1] الآیۃ۔

"یعنی اللہ تعالٰی نے تمھیں ایمان پیارا کردیا ہے اور اسے تمھارے دلوں میں آراستہ کردیا ہے اور کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی تمھیں ناگوار کردی ہے۔"

اب جو کوئی اس کے خلاف کہے اپنا ایمان خراب کرے اور اپنی عاقبت برباد۔ والعیاذ باللہ۔

عقیدۂ ثامنہ ــــــ امامت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نیابتِ مطلقہ کو امامتِ کبرٰی اور اس منصبِ عظیم پر فائز

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۷

www.alahazratnetwork.org

ہونے والے کو امام کہتے ہیں۔

امام المسلمین حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی نیابت سے مسلمانوں کے تمام امور دینی و دنیوی میں حسب شرع تصرف عام کا اختیار رکھتا ہے اور غیر معصیت میں اس کی اطاعت تمام جہان کے مسلمانوں پر فرض ہوتی ہے۔

اس امام کے لئے مسلمان آزاد، عاقل، بالغ، قادر، قرشی ہونا شرط ہے۔ ہاشمی علوی اور معصوم ہونا اس کی شرط نہیں۔ ان کا شرط کرنا روافض کا مذہب ہے جس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ برحق امرائے مومنین خلفائے ثلثہ ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ تعالٰے عنہم کو خلافت رسول سے جدا کردیں۔ حالانکہ اُن کی خلافتوں پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اجماع ہے۔ مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم و حضرات حسنین رضی اللہ تعالٰے عنہما نے اُن کی خلافتیں تسلیم کیں اور علویت کی شرط نے تو مولٰی علی کو بھی خلیفہ ہونے سے خارج کردیا۔ مولا علی کیسے علوی ہوسکتے ہیں۔ رہی عصمت تو یہ انبیاء و ملائکہ کا خاصہ ہے امام کا معصوم ہونا روافض کا مذہب ہے۔ (بہارِ شریعت)

ہم مسلمانانِ اہلسنت وجماعت کے نزدیک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد (خلافت و امامتِ صدیقِ اکبر (رضی اللہ تعالٰے عنہ) بالقطع التحقیق (قطعاً، یقیناً، تحقیقاً) حقہ راشدہ ہے (ثابت و درست، رُشد و ہدایت پر مبنی) نہ غاصبہ جائرہ (کہ غصب یا جور و جبر سے حاصل کی گئی) رحمت و رافت (مہربانی و شفقت) حسنِ سیادت (بہتر و لائق تر امارت) و لحاظِ مصلحت (تمام مصلحتوں سے ملحوظ) و حمایتِ ملت (شریعت کی حمایتوں سے معمور) و پناہ امت سے مزین (آراستہ و پیراستہ) اور عدل و داد (انصاف و برابری) و صدق و سداد (راستی و درستی) و رشد و ارشاد (راست روی و حق نمائی) و قطع فساد و قمع اہل ارتداد (مرتدین کی بیخ کنی) سے محلّٰی (سنواری ہوئی) اول تلویحات و تصریحات (روشن و صریح ارشادات) سید الکائنات علیہ و علٰی آلہٖ افضل الصلوات والتحیات اس بارے میں بہ کثرت وارد۔

دوسرے خلافت اس جناب تقوٰی مآب کی باجماعِ صحابہ واقع ہوئی۔ (اور آپ کا حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد تختِ خلافت پر جلوس فرمانا، فرامین و احکام جاری کرنا، ممالک اسلامیہ کا نظم و نسق سنبھالنا، اور تمام امورِ مملکت و رزم و بزم کی باگیں اپنے دستِ حق پرست میں لینا وہ تاریخی واقعہ مشہور و متواتر اظہر من الشمس ہے، جس سے دنیا میں موافق مخالف حتّٰی کہ نصارٰی و یہود و مجوس و ہنود کسی کو انکار نہیں۔ اور ان محبانِ خدا و نوابانِ مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ابدًا ابدًا تہ شیعانِ علی"

www.alahazratnetwork.org

کو زیادہ عداوت کا مبنیٰ یہی ہے کہ ان کے زعم باطل میں استحقاقِ خلافت حضرت مولیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ میں منحصر تھا۔

جب بحکمِ الٰہی خلافتِ راشدہ، اوّل ان تین سرداران مومنین کو پہنچی روافض نے انھیں معاذاللہ مولیٰ علی کا حق چھیننے والا اور ان کی خلافت وامامت کو غاصبہ جائرہ ٹھہرایا۔

اتنا ہی نہیں بلکہ تقیۂ شقیہ کی تہمت کی بدولت حضرت اسداللہ غالب کو عیاذاً باللہ سخت نامرد و بزدل و تارکِ حق و مطیع باطل ٹھہرایا۔ ع

دوستیٔ بے خرداں دشمنی ست

(بے عقلوں کی دوستی دشمنی ہوتی ہے)

(الغرض آپ کی امامت وخلافت پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہے) اور باطل پر اجماعِ امت (خصوصاً اصحابِ حضرت رسالت علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتحیۃ کا) ممکن نہیں (اور مان لیا جائے تو غصب وظلم پر اتفاق سے عیاذاً باللہ سب فساق ہوئے، اور یہی لوگ حاملانِ قرآنِ مبین و راویانِ دینِ متین ہیں، جو انھیں فاسق بتلائے اپنے لئے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک دوسرا سلسلہ پیدا کرے یا ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اسی طرح ان کے بعد خلافتِ فاروق، پھر امامتِ ذی النورین، پھر جلوہ فرمائی ابوالحسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

عقیدۂ تاسعہ ۹ ـــــ ضروریاتِ دین

نصوصِ قرآنیہ (اپنی مراد پر واضح آیاتِ فرقانیہ) واحادیثِ مشہورہ متواترہ (شہرت اور تواتر سے مؤید) واجماعِ امت مرحومہ مبارکہ (کہ یہ قصرِ شریعت کے اساسی ستون ہیں اور شبہات و تاویلات سے پاک، ان میں سے ہر دلیل قطعی، یقینی، واجب الاذعان والثبوت، ان) سے جو کچھ دربارۂ الوہیت (ذات وصفاتِ باری تعالیٰ) ورسالت (ونبوت انبیاء ومرسلین، وحی رب العٰلمین) (وکتب سماوی، وملائکہ وجن وبعث وحشر ونشر وقیامِ قیامت، قضاء وقدر) وماکان ومایکون (جملہ ضروریاتِ دین) ثابت (اور ان دلائلِ قطعیہ سے مدلل، ان براہین واضحہ سے مبرہن) سب حق ہے اور ہم سب پر ایمان لائے۔ جنت اور اس کے جانفزا احوال (کہ لاعین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر ببال احدٍ وہ عظیم نعمتیں

---

¹ صحیح البخاری کتاب التفسیر تحت آیۃ ۱۷/۳۲ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۰۲
جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ السجدۃ امین کمپنی دہلی ۲/۱۵۱
سنن ابن ماجہ ابواب الزہد باب صفۃ الجنۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۳۱

www.alahazratnetwork.org

وہ نعیم عظمتیں اور جان و دل کو مرغوب و مطلوب وُہ لذتیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سُنا اور نہ کسی کے دل پر اُن کا خطرہ گزرا) دوزخ اور اس کے جاں گزا حالات (کہ وہ ہر تکلیف واذیت جو ادراک کی جائے اور تصور میں لائی جائے ایک ادنٰی حصہ ہے اس کے بے انتہا عذاب کا، والعیاذ باللہ) قبر کے نعیم و عذاب (کہ وہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا) منکر نکیر سے سوال وجواب روزِ قیامت حساب وکتاب ووزنِ اعمال (جس کی حقیقت اللہ جانے اور اس کا رسول) وکوثر (کہ میدانِ حشر کا ایک حوض ہے اور جنت کا طویل وعریض چشمہ) وصراط (بال سے زیادہ باریک، تلوار سے زیادہ تیز، پشتِ جہنم پر ایک پُل) وشفاعۃ عصاۃ اہل کبائر (یعنی گنہگارانِ اُمتِ مرحومہ کہ کبیرہ گناہوں میں طوث رہے ان کے لئے سوالِ بخشش) اور اس کے سبب اہلِ کبائر کی نجات الٰی غیر ذالک من الواردات سب حق (ہے اور سب ضروری القبول) جبر وقدر باطل (اپنے آپ کو مجبورِ محض یا بالکل مختار سمجھنا دونوں گمراہی) ولٰکن امرٌ بین امرین (اختیارِ مطلق اور جبرِ محض کے بَین بَین راہِ سلامتی اور اس میں زیادہ غور وفکر سببِ ہلاکت، صدیق وفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما اس مسئلہ میں بحث کرنے سے منع فرمائے گئے، ما و شما کس گنتی میں) جو بات ہماری عقل میں نہیں آتی (اس میں خواہ مخواہ نہیں الجھتے اور اپنی اندھی اوندھی عقل کے گھوڑے نہیں دوڑاتے بلکہ) اس کو موکول بخدا کرتے (اللہ عزوجل کو سونپتے کہ واللہ اعلم بالصواب) اور اپنا نصیبہ اٰمنّا بہٖ کلٌّ من عند ربّنا بناتے ہیں (کہ سب کچھ حق کی جانب سے ہے سب حق ہے اور سب پر ہمارا ایمان ہے)

مصطفٰے اندر میاں آنگہ کہ می گوید بعقل ۔۔۔ آفتاب اندر جہاں آنگہ کہ می جوید سہا

(مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم تشریف فرما ہوں تو اپنی عقل سے کون بات کرتا ہے
سورج دنیا میں جلوہ گر ہو تو چھوٹے سے ستارے کو کون ڈھونڈتا ہے۔ ت)

(قال الرضا)

عرش پہ جا کے مرغِ عقل تھک کے گرا غش آگیا ۔۔۔ اور ابھی منزلوں پرے، پہلا ہی آستان ہے

یاد رکھنا چاہئے کہ وحی الٰہی کا نزول، کتبِ آسمانی کی تنزیل، جنّ وملائکہ، قیامت وبعث، حشر ونشر،

---

۱ القرآن الکریم ۳/ ۷

۲

۳ حدائق بخشش ۔۔۔ مکتبہ رضویہ کراچی ۔۔۔ حصہ اول ۔۔۔ ص ۹۷

www.alahazratnetwork.org

حساب و کتاب، ثواب و عذاب اور جنت و دوزخ کے وہی معنیٰ ہیں جو مسلمانوں میں مشہور ہیں اور جن پر صدرِ اسلام سے اب تک چودہ سو سال کے کافہ مسلمین و مومنین دوسرے ضروریاتِ دین کی طرح ایمان رکھتے چلے آتے ہیں مسلمانوں میں مشہور ہیں۔

جو شخص ان چیزوں کو توحق کہے اور ان لفظوں کا تو اقرار کرے مگر ان کے نئے معنیٰ گھڑے مثلاً یوں کہے کہ جنت و دوزخ وحشر و نشر و ثواب و عذاب سے ایسے معنیٰ مراد ہیں جو ان کے ظاہر الفاظ سے سمجھ میں نہیں آتے یعنی ثواب کے معنیٰ اپنے حسنات کو دیکھ کر خوش ہونا۔ اور عذاب اپنے بُرے اعمال کو دیکھ کر غمگین ہونا ہے۔ یا یہ کہ وہ روحانی لذتیں اور باطنی معنیٰ ہیں وُہ کافر ہے کیونکہ ان امور پر قرآن پاک اور حدیث شریف میں کھُلے ہوئے روشن ارشادات موجود ہیں۔

یُونہی یہ کہنا بھی یقیناً کفر ہے کہ پیغمبروں نے اپنی اپنی اُمتوں کے سامنے جو کلام، کلامِ الٰہی بتا کر پیش کیا وہ ہرگز کلامِ الٰہی نہ تھا بلکہ وُہ سب انھیں پیغمبروں کے دلوں کے خیالات تھے جو فوارے کے پانی کی طرح انھیں کے قلوب سے جوش مار کر نکلے اور پھر انھیں کے دلوں پر نازل ہو گئے۔

یونہی یہ کہنا کہ نہ دوزخ میں سانپ، بچھو اور زنجیریں ہیں اور نہ وُہ عذاب جن کا ذکر مسلمانوں میں رائج ہے۔ نہ دوزخ کا کوئی وجود خارجی ہے بلکہ دنیا میں اللہ تعالےٰ کی نافرمانی سے جو کلفت روح کو ہوتی تھی بس اسی روحانی اذیت کا اعلیٰ درجہ پر محسوس ہونا اسی کا نام دوزخ اور جہنم ہے۔ یہ سب کفر قطعی ہے۔

یُونہی یہ سمجھنا کہ جنّت میں میوے ہیں نہ باغ، نہ محل ہیں نہ نہریں ہیں، نہ حُوریں ہیں، نہ غلمان ہیں، نہ جنّت کا کوئی وجود خارجی ہے بلکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی جو راحت روح کو ہوتی تھی بس اسی روحانیت کا اعلیٰ درجہ پر حاصل ہونا اسی کا نام جنت ہے، یہ بھی قطعاً یقیناً کفر ہے۔

یونہی یہ کہنا کہ اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں جن فرشتوں کا ذکر فرمایا ہے نہ ان کا کوئی اصل وجود ہے نہ اُن کا موجود ہونا ممکن ہے، بلکہ اللہ تعالےٰ نے اپنی ہر ہر مخلوق میں جو مختلف قسم کی قوتیں رکھی ہیں جیسے پہاڑوں کی سختی، پانی کی روانی، نباتات کی فزونی، بس انھیں قوتوں کا نام فرشتہ ہے، یہ بھی بالقطع و الیقین کفر ہے۔

یونہی جن و شیاطین کے وجود کا انکار اور بدی کی قوت کا نام جن یا شیطان رکھنا کفر ہے، اور ایسے اقوال کے قائل یقیناً کافر اور اسلامی برادری سے خارج ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

فائدۂ جلیلہ

25

مانی ہوئی باتیں چار قسم ہوتی ہیں :

(۱) **ضروریاتِ دین** ان کا ثبوت قرآن عظیم یا حدیث متواتر یا اجماعِ قطعی قطعیات الدلالات واضحۃ الافادات سے ہوتا ہے جن میں نہ شبہے کی گنجائش نہ تاویل کو راہ۔ اور ان کا منکر یا ان میں باطل تاویلات کا مرتکب کافر ہوتا ہے۔

(۲) **ضروریاتِ مذہبِ اہلِ سنّت وجماعت** ان کا ثبوت بھی دلیل قطعی سے ہوتا ہے مگر ان کے قطعی الثبوت ہونے میں ایک نوع شبہہ اور تاویل کا احتمال ہوتا ہے اسی لئے ان کا منکر کافر نہیں بلکہ گمراہ بدمذہب، بددین کہلاتا ہے۔

(۳) **ثابتاتِ محکمہ** ان کے ثبوت کو دلیل ظنی کافی، جبکہ اس کا مفاد اکبر رائے ہو کر جانب خلاف کو مطروح ومضمحل اور التفاتِ خاص کے ناقابل بنادے۔ اس کے ثبوت کے لئے حدیث احاد، صحیح یا حسن کافی، اور قول سوادِ اعظم وجمہور علماء کا سند وافی، فان ید اللہ علی الجماعۃ (اللہ تعالٰی کا دستِ قدرت جماعت پر ہوتا ہے۔ ت)

ان کا منکر وضوحِ امر کے بعد خاطی وآثم خطاکار وگنہگار قرار پاتا ہے، نہ بددین وگمراہ نہ کافر وخارج از اسلام۔

(۴) **ظنّیاتِ محتملہ** ان کے ثبوت کے لئے ایسی دلیل ظنی بھی کافی، جس نے جانبِ خلاف کیلئے بھی گنجائش رکھی ہو۔ ان کے منکر کو صرف مخطی وقصوروار کہا جائے گا نہ گنہگار، چہ جائیکہ گمراہ، چہ جائیکہ کافر۔

ان میں سے ہر بات اپنے ہی مرتبے کی دلیل چاہتی ہے جو فرقِ مراتب نہ کرے، اور ایک مرتبے کی بات کو اس سے اعلٰی درجے کی دلیل مانگے وہ جاہل بیوقوف ہے یا مکار فیلسوف ؎

ہر سخن وقتے وہر نکتہ مقامے دارد

(ہر بات کا کوئی وقت اور ہر نکتے کا کوئی خاص مقام ہوتا ہے۔ ت)

اور ؎

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

(اگر تو مراتب کے فرق کو ملحوظ نہ رکھے تو زندیق ہے۔ ت)

www.alahazratnetwork.org

اور بالخصوص قرآنِ عظیم بلکہ حدیث ہی میں تفریح صریح ہونے کی تو اصلاً ضرورت نہیں حتّٰی کہ مرتبہ اعلیٰ اعنی ضروریاتِ دین میں بھی۔

بہت باتیں ضروریاتِ دین سے ہیں جن کا منکر یقیناً کافر مگر بالتصریح ان کا ذکر آیات و احادیث میں نہیں، مثلاً باری عزّوجل کا جہل محال ہونا۔

قرآنِ عظیم میں اللہ عزّوجل کے علم و احاطہ کا لاکھ جگہ ذکر ہے مگر امتناع و امکان کی بحث کہیں نہیں پھر کیا جو شخص کہے کہ واقع میں تو بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے عالم الغیب والشہادۃ ہے، کوئی ذرہ اس کے علم سے چھپا نہیں۔

مگر ممکن ہے کہ جاہل ہو جائے تو کیا وہ کافر نہ ہوگا کہ اس کے امکان کا سلبِ صریح قرآن میں مذکور نہیں۔ حاش للہ! ضرور کافر ہے اور جو اسے کافر نہ کہے خود کافر، تو جب ضروریاتِ دین ہی کے ہر جزئیہ کی تفریح صریح، قرآن و حدیث میں ضرور نہیں تو ان سے اُتر کر اور کسی درجے کی بات پر یہ مرغِ جاہلی کہ ہمیں تو قرآن ہی میں دکھاؤ ورنہ ہم نہ مانیں گے نِری جہالت ہے یا صریح ضلالت۔ مگر جنون و تعصب کا علاج کسی کے پاس نہیں۔

تو خوب کان کھول کر سُن لو اور لوحِ دل پر نقش رکھو کہ جسے کہتا سنو "ہم اماموں کا قول نہیں جانتے ہمیں تو قرآن و حدیث چاہیے" جان لو کہ یہ گمراہ ہے۔ اور جسے کہتا سنو کہ "ہم حدیث نہیں جانتے ہمیں صرف قرآن درکار ہے" سمجھ لو کہ یہ بددین، دینِ خدا کا بدخواہ ہے۔

مسلمانو! تم ان گمراہوں کی ایک نہ سنو، اور جب تمہیں قرآن میں شُبہہ ڈالیں تم حدیث کی پناہ لو۔ اگر حدیث میں این و آں نکالیں تم ائمۂ دین کا دامن پکڑو۔ اس درجے پر آکر حق و باطل صاف کھل جائے گا اور ان گمراہوں کا اُڑایا ہوا سارا غبار حق کے برستے ہوئے بادلوں سے دُھل جائے گا اور اس وقت یہ ضالّ مضلّ طائفے بھاگتے نظر آئیں گے کَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ[1] (گویا وہ بھڑکے ہوئے گدھے ہوں کہ شیر سے بھاگے ہوں)۔ (الصارم الربانی ملخصاً)

عقیدۂ عاشرہ[1] —— شریعت و طریقت

شریعت و طریقت، دو راہیں متباین نہیں (کہ ایک دوسرے سے جدا اور ایک دوسرے کے خلاف ہوں) بلکہ بے اتباعِ شریعت خدا تک وصول محال۔ شریعت تمام احکامِ جسم و جان و روح و قلب

---

[1] القرآن الکریم ۷۴/ ۵۰ و ۵۱

www.alahazratnetwork.org

وجملہ علوم الٰہیہ ومعارفِ نامتناہیہ کو جامع ہے جن میں سے ایک ایک ٹکڑے کا نام طریقت ومعرفت ہے ولہٰذا باجماعِ قطعی جملہ اولیائے کرام کے تمام حقائق کو شریعتِ مطہرہ پر عرض کرنا فرض ہے۔ اگر شریعت کے مطابق ہوں حق ومقبول ہیں ورنہ مردود ومخذول (مطرود و نامقبول)۔

(تو یقیناً قطعاً شریعت ہی اصل کار ہے، شریعت ہی مناط ومدار ہے شریعت ہی محک ومعیار ہے اور حق وباطل کے پرکھنے کی کسوٹی۔

شریعت راہ کو کہتے ہیں اور شریعت محمدیہ علٰی صاحبہا الصّلٰوۃ والتحیۃ کا ترجمہ ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی راہ۔ اور یہ قطعاً عام ومطلق ہے نہ کہ صرف چند احکام جسمانی سے خاص۔

یہی وہ راہ ہے کہ پانچوں وقت' ہر نماز ہر رکعت میں اس کا مانگنا اور اس پر صبر واستقامت کی دُعا کرنا ہر مسلمان پر واجب فرمایا ہے کہ" اھدنا الصراط المستقیم[1]" (ہم کو سیدھا راستہ چلا) ہم کو محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی راہ پر چلا، ان کی شریعت پر ثابت قدم رکھ۔

یونہی طریق، طریقہ، طریقت راہ کو کہتے ہیں نہ کہ پہنچ جانے کو۔ تو یقیناً طریقت بھی راہ ہی کا نام ہے اب اگر وہ شریعت سے جُدا ہو تو بشہادتِ قرآن عظیم خدا تک نہ پہنچائے گی بلکہ شیطان تک جنت تک نہ لے جائے گی بلکہ جہنم میں کہ شریعت کے سوا سب راہوں کو قرآن عظیم باطل ومردود فرما چکا۔

لاجرم ضرور ہُوا کہ طریقت یہی شریعت ہے اسی راہ روشن کا ٹکڑا ہے، اس کا اس سے جدا ہونا محال وناسزا ہے۔ جو اسے شریعت سے جُدا مانتا ہے اسے راہِ خدا سے توڑ کر راہِ ابلیس مانتا ہے مگر حاشا، طریقت حقہ راہِ ابلیس نہیں قطعاً راہِ خدا ہے) نہ بندہ کسی وقت کیسی ہی ریاضات ومجاہدات بجالائے (کیسی ہی ریاضتوں، مجاہدوں اور چلہ کشیوں میں وقت گزارا جائے) اس رتبہ تک پہنچے کہ تکالیفِ شرع (شریعت ومطہرہ کے فرامین واحکام امر ونہی) اس سے ساقط ہو جائیں اور اسے اسپ بے لگام وشتر بے زمام کرکے چھوڑ دیا جائے۔

(قرآن عظیم میں فرمایا:

انّ ربّی علٰی صراطٍ مستقیم[2]۔

بیشک اسی سیدھی راہ پر میرا رب ملتا ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۱/ ۵

[2] ؍؍ ۱۱/ ۵۶

www.alahazratnetwork.org

اور فرمایا:

وانّ ھٰذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل[1] الاٰیۃ۔

شروع رکوع سے احکامِ شریعت بیان کرکے فرماتا ہے "اور اے محبوب! تم فرمادو کہ یہ شریعت میری سیدھی راہ ہے تو اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا اور راستوں کے پیچھے نہ لگ جاؤ کہ وہ تمھیں خدا کی راہ سے جُدا کردیں گے۔"

دیکھو قرآن عظیم نے صاف فرمادیا کہ شریعت ہی صرف وہ راہ ہے جس کا منتہا اللہ ہے، اور جس سے وصول الی اللہ ہے۔ اس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا اللہ کی راہ سے دُور پڑے گا۔"

طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے شریعت ہی کے اتباع کا صدقہ ہے ورنہ بے اتباعِ شرع بڑے بڑے کشف راہبوں، جوگیوں، سنیاسیوں کو دیے جاتے ہیں، پھر وہ کہاں تک لے جاتے ہیں اسی نارِ جحیم و عذاب الیم تک پہنچاتے ہیں۔ (مقال العرفاء)

صوفی وہ ہے کہ اپنے ہوا (اپنی خواہشوں، اپنی مرادوں) کو تابع شرع کرے (بے اتباعِ شرع کسی خواہش پر نہ لگے) نہ وہ کہ ہوا (وہوس اور نفسانی خواہشوں) کی خاطر شرع سے دست بردار ہو (اور اتباعِ شریعت سے آزاد) شریعت غذا ہے اور طریقت قوت، جب غذا ترک کی جائے گی قوت آپ زوال پائے گی، شریعت آنکھ ہے اور طریقت نظر (اور) آنکھ پھوٹ کر نظر (کا باقی رہنا) غیر متصور (عقلِ سلیم قبول نہیں کرتی تو شریعتِ مطہرہ میں کب مقبول ومعتبر) بعد ازوصول (منزل) اگر اتباعِ شریعت سے بے پروائی ہوتی (اور احکامِ شرع کا اتباع لازم وضرور نہ رہتا یا بندہ اس میں مختار رہتا) تو سیّد العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور امام الواصلین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ اس کے ساتھ احق ہوتے (اور ترکِ بندگی واتباعِ شرع کے باب میں سب سے مقدم وپیش رفت) نہیں (یہ بات نہیں اور ہرگز نہیں) بلکہ جس قدر قرب (حق) زیادہ ہوتا ہے شرع کی باگیں اور زیادہ سخت ہوتی جاتی ہیں (کہ) حسنات الابرار سیّئات المقربین[2] (ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کے لئے عیب ہوتی ہیں)

ع نزدیکاں رابیش بود حیرانی

(قریب والوں کو حیرت زیادہ ہوتی ہے)

---

[1] القرآن الکریم ۶/۱۵۳

[2] کشف الخفاء حدیث ۱۱۳۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۳۱۶

www.alahazratnetwork.org

اور حظ

جن کے رتبے ہیں سوا ۰ ان کو سوا مشکل ہے

آخر نہ دیکھا کہ سید المعصومین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رات، رات بھر عبادات و نوافل میں مشغول اور کارِ امّت کے لئے گریاں وطول رہتے۔ نمازِ پنجگانہ تو حضور پر فرض تھی ہی نمازِ تہجد کا ادا کرنا بھی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر لازم بلکہ فرض قرار دیا گیا جب کہ اُمّت کے لئے وہی سنّت کی سنّت ہے۔

حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عرض کیا گیا کہ کچھ لوگ زعم کرتے ہیں کہ احکامِ شریعت تو وصول کا ذریعہ تھے اور ہم واصل ہو گئے یعنی اب ہمیں شریعت کی کیا حاجت۔ فرمایا "وہ سچ کہتے ہیں، واصل ضرور ہوئے مگر کہاں تک ؟ جہنم تک۔

چور اور زانی ایسے عقیدے والوں سے بہتر ہیں اگر ہزار برس جیوں تو فرائض و واجبات تو بڑی چیز ہیں، جو نوافل و مستحبات مقرر کر دیے ہیں بے عذرِ شرعی ان میں کچھ کم نہ کروں۔"

تو خلق پر تمام راستے بند ہیں مگر وہ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نشانِ قدم کی پیروی کرے سے

خلافِ پیمبر کسے راہ گزید ... کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید[1]

(جس کسی نے پیغمبر صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے خلاف راستہ اختیار کیا ہرگز منزلِ مقصود پر نہ پہنچے گا)

توہینِ شریعت کفر (اور علمائے دین کو سب وشتم، آخرت میں فضیحت و رسوائی کا موجب) اور اس کے دائرہ سے خروج فسق (و نافرمانی) صوفی (تقوٰی شعار) صادق (اہل) عالم سُنّی صحیح العقیدہ پر خدا و رسول کے فرمان (واجب الاذعان کے مطابق) ہمیشہ یہ عقیدت رکھتا ہے کہ (یہاں اصل میں بیاض ہے) (علمائے شرح مبین وارثانِ خاتم النبیین ہیں اور علومِ شریعت کے نگہبان و علمبردار، تو ان کی تعظیم و تکریم صاحبِ شریعت صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم ہے اور اس پر دین کا مدار) اور عالمِ متدین خدا طلب (خدا پرست، خدا ترس، خدا آگاہ) ہمیشہ صوفی سے (یہاں اصل میں بیاض ہے) (بتواضع و انکسار پیش آئے گا کہ وہ حق آگاہ اور حق کی پناہ میں ہے) اور اسے اپنے سے افضل و اکمل جانے گا (کہ وُہ دنیاوی آلائشوں سے پاک ہے) جو اعمال اس (صوفی صافی حق پرست و حق آگاہ) کے اس کی نظر میں قانونِ تقوٰی سے باہر نظر آئیں گے (ان سے صرفِ نظر کرکے معاملہ عالم الغیب

---

[1] بوستان سعدی ... دیباچہ کتاب ... مکتبہ شرکتِ علمیہ ملتان ... ص ۸

www.alahazratnetwork.org

والشہادۃ پر چھوڑے گا بمصداق : ؎

ایکہ حمالِ عیب خویشتید طعنہ برعیب دیگراں مکنید

(اے اپنے عیبوں کو اٹھانے والو! دوسروں کے عیب پر طعنہ زنی مت کرو)

اے اللہ! سب کو ہدایت اور اس پر ثبات واستقامت (ثابت قدمی) اور اپنے محبوبوں اور سچے پکے عقیدوں پر جہان گزران سے اٹھا۔ آمین یا ارحم الراحمین!

اللّٰھم لک الحمد والیک المشتکٰی وانت المستعان ط ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علی الحبیب المصطفٰی وعلٰی اٰلہ الطیبین وصحبہ الطاہرین اجمعین۔

رسالہ اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفٰی والاٰل والاصحاب ختم ہوا

مسئلہ ۱۳۷: از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ مولوی محمد افضل صاحب ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

موسٰی علیہ الصلوۃ والسلام خواہش امتی بودن سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چرا کرد حالانکہ از مرتبہ نبوت دیگر مرتبہ نیست فوق آں و مرتبہ امت اسفل ازاں ودیگر اینکہ ایں طور حدیث را بر عقائد چکار زیراکہ انبیاء علیہم السلام درعلو تمام عالم احتیاج ایشاں انداایشاں احتیاج کسے نیستند۔ بینوا توجروا۔

حضرت موسٰی علیہ الصلوۃ والسلام نے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا امتی ہونے کی خواہش کیوں کی حالانکہ مرتبہ نبوت سے کوئی اور مرتبہ بلند نہیں ہے، اور امت کا مرتبہ نبوت کے مرتبہ سے نیچے ہے، پھر اس طرح کی حدیث عقائد میں کیسے کارآمد ہوسکتی ہے اس لئے کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام بلندی کے اس مقام پر فائز ہیں کہ تمام جہان ان کا محتاج ہے وہ کسی کے محتاج نہیں۔ بیان فرماؤ اجر دئے جاؤ گے۔ (ت)

الجواب

افضل غنی از فضل نیست سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم را مرتبہ از محبوبیت کبرٰی وجملہ فضائل عالیہ چناں بخشیدند کہ مرکب کسے بغبار او نرسد تیرہ دروناں بر فضل دیگراں حسد برند و اہلِ کمال چوں بینند کہ ما را بآں دسترس نیست انتساب بآں محبوب خواہند

افضل فضیلت سے مستغنی نہیں ہوتا۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کو محبوبیت کبرٰی کا بلند مرتبہ اور تمام فضائل عالیہ اس طور پر حاصل ہوئے کہ کسی کا مرکب ان کے غبار تک نہیں پہنچ سکتا۔ تاریک دل والے دوسروں کی فضیلت پر حسد کرتے ہیں اور اہلِ کمال جب دیکھتے ہیں کہ ہمیں اس عظیم

www.alahazratnetwork.org

کہ در زیر عنایتش بروجہے خاص باشند انبیاء را بدیگراں احتیاج نبودن مسلّم فاما بسید انبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمہ را نیاز ست چنانکہ کریمۂ اخذ میثاق از انبیاء و حدیث صحیح مسلم یرغب الیّ الخلق کلھم حتی خلیل اللہ ابراھیم[1] براں شاہد عدل ست ایں چنیں احادیث را باہیچ عقیدہ خلاف نیست۔ واللہ تعالٰی اعلم

مقام تک رسائی حاصل نہیں تو وہ اس عظیم محبوب کی طرف اپنی نسبت کرنے کو پسند کرتے ہیں تاکہ بطور خاص اس کی نظرِ عنایت میں ہوجائیں، یہ بات مسلّم ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام دوسروں کے محتاج نہیں لیکن سیّد انبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سب کو محتاجی ہے، جیسا کہ انبیائے اخذِ میثاق والی آیت کریمہ اور صحیح مسلم کی یہ حدیث اس پر شاہد عادل ہے کہ تمام مخلوق میری طرف راغب ہے حتی کہ جناب ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی۔ اس قسم کی حدیثیں کسی عقیدہ کے مخالف نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۸: از گونڈل مرسلہ قاضی قاسم میاں صاحب ۲۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عوام مومنین سے عوام ملائکہ کا مرتبہ زیادہ ہے یا نہیں؟ عوام مومنین کی تشریح فرمائیں۔

الجواب

حدیث میں ہے رب العزۃ جل وعلا فرماتا ہے:

عبدی المؤمن احب الیّ من بعض ملٰئکتی[2] میرا مسلمان بندہ مجھے میرے بعض فرشتوں سے زیادہ پیارا ہے۔

ہمارے رسول ملائکہ کے رسولوں سے افضل ہیں، اور ملائکہ کے رسول ہمارے اولیاء سے افضل ہیں، اور ہمارے اولیاء عوام ملائکہ یعنی غیر رسل سے افضل ہیں، اور یہاں عوام مومنین سے یہی مراد ہیں، نہ فسّاق و فجّار کہ ملائکہ سے کسی طرح افضل نہیں ہوسکتے۔ انسان صفت ملکوتی و بہیمی وسبعی و شیطانی سب کا جامع ہے جو صفت اس پر غلبہ کرے گی اس کے منسوب الیہ سے زائد ہوجائے گا کہ اگر ملکوتی صفت غالب ہوئی کروڑوں ملائکہ سے افضل ہوگا اور بہیمی غالب ہوئی تو بہائم سے بدتر اولٰئک کالانعام بل ھم

---

[1] صحیح مسلم کتاب فضائل القرآن باب بیان القرآن انزل علی سبعۃ احرف قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۷۳

[2] اتحاف السادۃ المتقین کتاب اسرار الصوم دار الفکر بیروت ۴/۱۹۳

www.alahazratnetwork.org

اضل [1] (وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ ہیں۔ ت) یونہی سبعی و شیطانی وہابیہ کو دیکھو شیطان کن سے سبق لیتا ہے، ابلیس کو ہزاروں برس کی عمر میں نہ سُوجھی تھیں جو انھیں سُوجھتی ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۹ تا ۱۴۱: از دار الطلبہ مدرسہ سبحانیہ الہ آباد مرسلہ مولوی ابراہیم صاحب ۱۷ رمضان ۱۳۳۸ھ

(۱) زید کہتا ہے کہ تقلید شخصی واجب نہیں کہ قرآن و حدیث سے ثابت نہیں اگر واجب ہوتی تو احادیث میں کہیں نہ کہیں ذکر ہوتا۔ عمرو کہتا ہے واجب ہے بالخصوص امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی۔ زید کا قول صحیح ہے یا عمرو کا؟

(۲) زید کہتا ہے قرأت خلف الامام کرنی چاہئے نہ کیجائے گی تو نماز صحیح نہ ہوگی، اور اس کے ثبوت میں احادیث پیش کرتا ہے۔ عمرو کہتا ہے نہ کرنا چاہئے۔ زید احادیث و تفاسیر کے علاوہ اور کسی دلیل کو نہیں مانتا، کہتا ہے کہ فقہ قیاسی ہے احادیث و تفاسیر کے مقابل قابلِ عمل نہیں۔

(۳) زید کہتا ہے آمین بالجہر کرنا چاہئے کہ احادیث سے ثابت ہے۔ عمرو مانع ہے۔ کس کا قول ٹھیک ہے؟

الجواب

(۱) تقلید فرض قطعی ہے، قال اللہ تعالٰی:

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون [2] — تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمھیں علم نہیں ہے (ت)

وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الاسئلوا اذ لم یعلموا فانما شفاء العی السؤال [3] — اگر وہ نہیں جانتے تو پوچھتے کیوں نہیں کیونکہ جہالت کی شفاء سوال کرنا ہے۔ (ت)

اگر ایک مذہب کی پابندی نہ کی جائے تو یا وقت واحد میں شئی واحد کو حرام بھی جانے گا اور حلال بھی، جیسے قرأت مقتدی شافعیہ کے یہاں واجب اور حنفیہ کے یہاں حرام اور وقت واحد میں شے کا

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۷۹
[2] " ۱۶/ ۴۳
[3] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب المجدور یتیمم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۴۹

www.alahazratnetwork.org

حرام وحلال دونوں ہونا محال، یا یہ کرے گا کہ ایک وقت حلال سمجھے گا دوسرے وقت حرام، تو یہ اس آیت میں داخل ہونا ہوگا کہ یحلونہ عاما و یحرمونہ عاما[1] (ایک سال اسے حلال ٹھہراتے ہیں اور ایک سال اسے حرام ٹھہراتے ہیں۔ ت) لاجرم پابندیٔ مذہب لازم، اور اس کی تفصیل ہمارے فتاوٰی میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) فقہ کا نہ ماننے والا شیطان ہے۔ ائمہ کا دامن چھوڑ تھامے وہ قیامت تک کوئی اختلافی مسئلہ حدیث سے ثابت نہیں کرسکتا، جیسے دعوٰی ہو سامنے آئے۔ اور زیادہ نہیں اسی کا ثبوت دے کہ کتا کھانا حلال ہے یا حرام؟ کون سی حدیث میں آیا ہے کہ کتا کھانا حرام ہے؟ آیت نے تو کھانے کی حرام چیزوں کو صرف چار میں حصر فرمایا ہے: مردار، اور رگوں کا خون، اور خنزیر کا گوشت، اور وہ جو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا جائے تو کتا، ورکنار سوئر کی چربی اور گردے اور اوجھڑی کہاں سے حرام ہوگی، کسی حدیث میں ان کی تحریم نہیں۔ اور آیت میں لحم فرمایا ہے جو ان کو شامل نہیں، غرض یہ لوگ شیاطین ہیں، ان کی بات سننا جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) عمرو کا قول ٹھیک ہے۔ آمین دُعا ہے اور دُعا کے اخفا کا قرآن عظیم میں حکم ہے اور حدیث مرفوع بھی اسی کا افادہ فرماتی ہے کہ:

واذقال ولاالضالین قولوا اٰمین فان الامام یقولہا[2]۔ جب امام ولاالضالین کہے تم آمین کہو کہ امام بھی کہے گا۔

معلوم ہوا کہ آہستہ کہے گا، اصل یہ ہے کہ امام کے فعل کے ساتھ اس کا فعل ہو اگر وہ آمین بالجہر کہتا مقتدیوں کو معلوم ہوتا تو یہ فرمایا جاتا کہ جب وہ آمین کہے تم بھی کہو، یہاں یہ نہ فرمایا بلکہ اس کا فعل بتایا کہ جب وہ ولاالضالین کہے تم اٰمین کہو، اور اس کی موافقت کہ خفی تھی ظاہر فرمادی کہ وہ بھی کہے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۲: از شہر محلہ سوداگران مسئولہ احسان علی طالبعلم مدرسہ منظر الاسلام ۱۰ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ قیام میلاد شریف اگر مطلقاً ذکر خیر ل

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۳۷

[2] سنن النسائی کتاب الافتتاح باب جہر الامام بآمین نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۱۴۷
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۷۰

www.alahazratnetwork.org

وجہ سے کیا جاتا ہے تو اول وقت سے کیوں نہیں کیا جاتا اس لئے کہ اول سے ذکرِ خیر ہی ہوتا ہے اور اگر اس خیال سے کیا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رونق افروز ہوتے ہیں تو کیا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اول وقت سے رونق افروز نہیں ہوتے اگر ہوتے تو ابتداءِ مجلس مبارک قیام ہی سے کیوں نہیں ہوتا اور اگر نہیں تو کیا فظھر فولد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) ہی کے وقت جلوہ افروز ہوتے اور تا قیام تشریف فرما رہتے اور فوراً لوگوں کے بیٹھتے ہی تشریف لے جاتے ہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کا آنا لوگوں کے قیام و نیز میلاد خواں کے فظھر فولد کہنے پر موقوف ہے، کیا یہ زید کا کہنا لغو ہے یا نہیں اور اس کا کافی جواب کیا ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اجر دئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

زید کی یہ سب احمقانہ جاہلانہ سفاہتیں ہیں مہمل و لایعنی شقوق اپنی طرف سے ایجاد کئے اور جو وجہ حقیقی ہے اس کی طرف اسے ہدایت نہ ہوئی، تعظیم ذکرِ اقدس مثل تعظیم ذاتِ انور ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، تعظیم ذات باختلافِ حالات مختلف ہوتی ہے، معظم کے قدوم کے وقت قیام کیا جاتا ہے اور اس کے حضور کے وقت باادب اس کے سامنے بیٹھنا تعظیم ہے، ذکر شریف میں بھی ذکرِ قدوم کی تعظیم قیام سے ہے اور باقی وقت کی تعظیم باادب قعود سے۔ ولکن الوھابیۃ قوم لایعقلون (لیکن وہابی بے عقل قوم ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۳۲: مسئولہ مولٰنا مولوی سید غلام قطب الدین صاحب پردیسی جی برہمچاری از شہر محلہ باسمنڈی ۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اب کی دس جنوری کی اشاعت میں راما سنگھم نے قرآن عظیم کی تین آیات کا حوالہ دے کر محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) گنہگار قرار دیا ہے ان میں سے پہلی دو میں رسول مقبول (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کو یوں مخاطب کیا ہے "تو اپنے گناہوں کی معافی مانگ"۔ تیسری آیت کا مطلب یہ ہے "فی الواقعی ہم نے تیرے واسطے بلاشبہہ کامیابی حاصل کی ہے کہ خدا تیرے اگلے پچھلے گناہ معاف کرتا ہے۔" مسٹر حسن ہم کو اس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ ان آیات میں "تو" سے مراد تو ہرگز نہیں ہے بلکہ اس کا اشارہ اسلام کے نبی کے پیروؤں کے گناہوں اور غلطیوں کی طرف ہے یہ بات مشکل ہے کہ اس مباحثہ کو قابلِ یقین سمجھا جائے کیونکہ اگر عربی زبان ایسی ہی پیچیدہ ہے کہ ہر ایک پڑھنے والا اپنی خواہش کے مطابق مطلب لے سکتا ہے تب قرآن عظیم سے جو چاہیں مطلب لے سکتے ہیں، تاہم مسٹر حسن کا یہ بیان ہے کہ وہ آیات زیر مباحثہ کے ان معنوں پر اعتقاد

www.alahazratnetwork.org

رکھتے اور قرآن عظیم کے مفسرین کی صنعت کو مانتے ہیں مجھ کو خوف ہے کہ مسٹر حسن نے تفسیروں کو غور سے نہیں پڑھا ہے کیونکہ میں ذیل میں یہ دکھاؤں گا کہ قرآن عظیم کے مسلّم مفسرین محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے گنہگار ہونے کو (معاذ اللہ) صاف طور سے مانتے ہیں اور بعض موقعوں پر ان خاص گناہوں کو بتاتے ہیں جن کی بابت رسول مقبول (صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم) سے معافی مانگنے کو کہا گیا ہم وہ تین آیات لیتے ہیں جو راما سنگھم نے نقل کی ہیں۔ اوّل سورۂ محمد (صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم) کی انیسویں آیت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ "تو معافی مانگ اپنے گناہوں اور اپنے معتقدین کی خواہ مرد ہوں خواہ عورت" یہاں پر کسی حالت میں بھی "تو" کے معنی پیروؤں کے نہیں ہوسکتے چونکہ ان لوگوں کا ذکر خود بھی آچکا ہے" اور" حرف عطف سب پیچیدگیوں کو صاف کردیتا ہے نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے پہلے اپنی اور بعد کو اپنے پیروؤں کی معافی مانگنے کو کہا گیا ہے۔
دوسری سورۂ مومن کی پچپیسویں آیت ہے اور اس کا مطلب یہ ہے "تو اپنے گناہوں کی معافی مانگ" اس بات کو یقین کرنا دشوار ہے کہ آپ کے مسٹر حسن نے درحقیقت مفسرین سے دریافت کیا ہوگا اگر وہ دریافت کرلیتے تو کبھی نہ کہتے کہ وے لوگ اس بات کو راما سنگھم پر صاف عیاں کردیں گے کہ مسلمانوں کے پیغمبر (صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم) ہر گناہ سے معصوم ہیں اس سے کہیں دور وہ صاف طور سے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی گنہگاری کو مانتے ہیں ابن عباس بڑے بھاری مفسرین میں سے ہیں اور اپنی تفسیر میں اس طرح سے کہتے ہیں: واستغفر لذنبك لتقصیر والشکر علی ما انعم اللہ علیك وعلٰی اصحابك۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ تو معافی مانگ اپنے گناہوں کی وہ یہ کہ تُو نے خدا کی اس مہربانی کے شکرگزار ہونے میں غفلت کی جو کہ خدا نے تیرے پیروؤں پر کی۔

زمخشری ایک بڑے بھاری مفسر اپنی تفسیر الکشاف میں یوں لکھتے ہیں، لکن لیغفر اللہ لك ما تقدم من ذنبك قبل الوحی وما تاخر وما یکون بعد الوحی الی الموت۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ خدا تیرے گناہ جو کہ وحی آنے کے قبل ہوئے ہیں اور اس کے بعد میں یعنی مرتے وقت تک معاف کردے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اس سوال میں آریہ نے افترا و جہالت و نافہمی و بے ایمانی سے کام لیا۔

عـہ ھکذا بخطہ ۱۲ منہ

www.alahazratnetwork.org

(۱) عبارت کہ کشاف کی طرف نسبت کی محض بہتان ہے، کشاف میں اُس کا پتہ نہیں۔

(۲) بالفرض اگر کشاف میں ہوتی تو وہ ایک معتزلی بدمذہب بے ادب کی تصنیف ہے اس کا کیا اعتبار۔

(۳) یہ تفسیر کہ منسوب بسیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما ہے نہ اُن کی کتاب ہے نہ اُن سے ثابت، یہ بسند محمد بن مروان عن الکلبی عن ابی صالح مروی ہے اور ائمہ دین اس سند کو فرماتے ہیں کہ یہ سلسلہ کذب ہے۔ تفسیر اتقان شریف میں ہے:

واوھی طرقہ طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس فان انضم الی ذٰلک روایۃ محمد بن مروان السدی الصغیر فھی سلسلۃ الکذب[1]۔

اس کے طرق میں سے کمزور ترین طریق کلبی کا ابو صالح سے اور اس کا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرنا اگر اس کے ساتھ محمد بن مروان اسدی کی روایت مل جائے تو کذب کا سلسلہ ہے۔ (ت)

(۴) اس کے ترجمے میں بھی آریہ نے تحریف کی ہے، عبارت یہ ہے:

لتقصیرالشکر علی ما انعم اللہ علیک وعلٰی اصحابک۔

یعنی اللہ عزوجل نے آپ پر اور آپ کے اصحاب پر جو نعمتیں فرمائیں ان کے شکر میں جس قدر کمی واقع ہوئی اس کے لئے استغفار فرمائیے۔

کہاں کمی اور کہاں غفلت، نعمائے الٰہیہ ہر فرد پر بے شمار حقیقۃً غیر متناہی بالفعل ہیں کما حققہ المفتی ابو السعود فی ارشاد العقل السلیم (جیسا کہ مفتی ابوالسعود نے ارشاد العقل السلیم میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) قال اللہ عزوجل: وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا[2] اگر اللہ کی نعمتیں گننا چاہو تو نہ گن سکو گے۔ جب اس کی نعمتوں کو کوئی گن نہیں سکتا تو ہر نعمت کا پورا شکر کون ادا کرسکتا ہے: ؎

از دست و زباں کہ برآید   کز عہدہ شکرش بدر آید

(کس کے ہاتھ اور زبان سے ممکن ہے کہ اس کے شکر سے عہدہ برآ ہو سکے۔ ت)

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع التاسع والسبعون فی غرائب التفسیر مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۸۹

[2] القرآن الکریم ۱۴/ ۳۴

www.alahazratnetwork.org

شکر میں ایسی کمی ہرگز گناہ بمعنی معروف نہیں بلکہ لازمۂ بشریت ہے نعمائے الٰہیہ ہر وقت ہر لمحہ ہر آن ہر حال میں متزاید ہیں خصوصاً خاصوں پر خصوصاً اُن پر جو سب خاصوں کے سردار ہیں اور بشر کو کسی وقت کھانے پینے سونے میں مشغول ضرور، اگرچہ خاصوں کے یہ افعال بھی عبادت ہی ہیں مگر اصل عبادت سے تو ایک درجہ کم ہیں اسی کمی کو تقصیر اور اس تقصیر کو ذنب سے تعبیر فرمایا گیا۔

(۵) بلکہ خود نفس عبارت گواہ ہے کہ یہ جسے ذنب فرمایا گیا ہرگز حقیقۃً ذنب بمعنی گناہ نہیں — ما تقدّم سے کیا مراد لیا' وحی اترنے سے پیشتر کے۔ اور گناہ کسے کہتے ہیں مخالفتِ فرمان کو۔ اور فرمان کاہے سے معلوم ہوگا' وحی سے۔ تو جب تک وحی نہ اُتری تھی فرمان کہاں تھا، جب فرمان نہ تھا مخالفتِ فرمان کے کیا معنی، اور جب مخالفتِ فرمان نہیں تو گناہ کیا۔

(۶) جس طرح ما تقدّم میں ثابت ہولیا کہ حقیقۃً ذنب نہیں۔ یوں ہی ما تاخّر میں نقد وقت ہے قبل ابتدائے نزول فرمان جو افعال جائز ہوئے کہ بعد کو فرمان اُن کے منع پر اُترا اور انھیں یوں تعبیر فرمایا گیا حالانکہ ان کا حقیقۃً گناہ ہونا کوئی معنی ہی نہ رکھتا تھا۔ یونہی بعد نزول وحی وظہور رسالت بھی جو افعال جائزہ فرمائے اور بعد کو اُن کی ممانعت اُتری اُسی طریقے سے ان کو ما تاخّر فرمایا کہ وحی بتدریج نازل ہوئی نہ کہ دفعۃً۔

(۷) نہ ہر تفسیر معتبر نہ ہر مفسر مصیب۔ مشرک کا ظلم ہے کہ نام لے آیات کا اور دامن پکڑے نامعتبر تفسیرات کا۔ ایسا ہی ہے تو وہ لغویات وہزلیات وفحشیات کہ ایک مہذب آدمی کو انھیں بکتے بلکہ دوسرے آدمی سے نقل کرتے عار آئے جو آریہ کے ویدوں میں اہل گہلی پھر رہی ہیں اور خود بندگان وید نے اس کے ترجموں میں وہی حد بھر کے گندے گھناؤنے فحش لکھے اُن سے آریہ کی جان کیونکر چھوٹنے کی مثلاً یجروید میں ایشور کی بیماری کا حال لکھا کہ بستر بیماری پر پڑے پکار رہے ہیں کہ" او سیکڑوں کی طرح کی عقل وعلم رکھنے والو! تمھاری سیکڑوں ہزاروں طرح کی بوٹیاں ہیں ان میں سے میرے شریر کو نروگ کرو۔ اے اماں جان! تو بھی ایسا ہی کر" نیز یہ بھی فرمارہے ہیں کہ" اے بوٹیوں کے مانند فائدہ دینے والی دیوی ماتا! میں فرزند تجھکو بہت نصیحت کرتا ہوں" ماتا جی کہتی ہیں" اے لائق بیٹے! میں والدہ تیرے گھوڑے گائیں زمین کپڑے، جان کی حفاظت وپرورش کرتی تو مجھے نصیحت مت کر۔" اسی یجروید کے ادھیائے ۳۱ منتر اول میں ایشور کے متعلق ہے" اس کے ہزار سر ہیں ہزار آنکھیں ہیں ہزار پاؤں ہیں زمین پر وہ سب جگہ ہے اتنا سید حا تب بھی دس انگل کے فاصلے پر ہر آدمی کے آگے بیٹھا ہے۔" نیز ویدوں میں اس کا نام "سروبیاپک" ہے یعنی وہ ہر جگہ سمایا ہوا' ہر چیز میں رما ہوا' ہر خلا میں گھسا ہوا ہے، ہر جانور کی مقعد ہر مادہ کی فرج ہر پاخانہ کی ڈھیری میں ایشور

www.alahazratnetwork.org

ہی ایشور ہے۔ دیانند نے محض زبردستی اُن کی کایا پلٹ کی اور انھیں فحش سے نکالا مگر اور مترجموں کا ترجمہ کہاں مٹ جائے گا مفسر تو اپنی طرف سے مطلب کہتا ہے اور مترجم خود اصل کلام کو دوسری زبان میں بیان کرتا ہے ترجمے کی غلطی اگر ہوتی ہے تو وہ ایک لفظ کے معنی میں نہ کہ سارے کا سارا کلام محض فحش سے حکمت کی طرف پلٹ دیا جائے اور اگر سنسکرت ایسی ہی پیچیدہ زبان ہے جس کی سطروں کی سطریں چاہے فحش سے ترجمہ کردو خواہ حکمت سے تو وہ کلام کیا ہوا بھان متی کا گورکھ دھندا ہُوا اور اس کے کس حرف پر اعتماد ہوسکتا ہے، نہیں معلوم کہ مالا جپی ہے یا گالی بکی ہے۔

(۸) استدلال بڑی ذمہ داری کا کام ہے آریہ بیچارہ کیا کھا کر اس سے عہدہ برآ ہوسکتا ہے ؎

نباشد بہ آئین تحقیق دال ۔۔۔ کچوری و پوری و بھجیا و دال

شرط تمامی استدلال قطع ہر احتمال ہے علم کا قاعدہ مسلّمہ ہے:

اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال[۱] ۔۔۔ جب احتمال آجائے تو استدلال باطل ہوجاتا ہے۔ (ت)

سورۂ مومن و سورۂ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی آیات کریمہ میں کونسی دلیل قطعی ہے کہ خطاب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہے، مومن میں تو اتنا ہے، واستغفر لذنبک[۲] اے شخص اپنی خطا کی معافی چاہ، کسی کا خاص نام نہیں کوئی دلیل تخصیص کلام نہیں، قرآن عظیم تمام جہان کی ہدایت کیلئے اترا نہ صرف اس وقت کے موجودین بلکہ قیامت تک کے آنے والوں سے وہ خطاب فرماتا ہے، اقیموا الصلوٰۃ[۳] نماز برپا رکھو۔ یہ خطاب جیسا صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے تھا ویسا ہی ہم سے بھی ہے اور تاقیام قیامت ہمارے بعد آنے والی نسلوں سے بھی۔ اسی قرآن عظیم میں ہے:

لانذرکم بہ ومن بلغ[۴] ۔۔۔ تاکہ میں اس سے تمھیں ڈراؤں اور جن جن کو پہنچے۔ (ت)

کتب کا عام قاعدہ ہے کہ خطاب ہر سامع سے ہوتا ہے بدان اسعدک اللہ تعالٰی (تو جان لے اللہ تعالٰی

---

[۱]

[۲] القرآن الکریم ۴۰/ ۵۵

[۳] " " ۲/ ۴۳

[۴] " " ۶/ ۱۹

www.alahazratnetwork.org

تجھے سعادت مند بنائے۔ ت) میں کوئی خاص شخص مراد نہیں۔ خود قرآن عظیم میں فرمایا،

ارءیت الذی ینھی o عبدا اذا صلی o ارءیت ان کان علی الھدی o او امر بالتقوی o [1] (ابوجہل لعین نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نماز سے روکنا چاہا اس پر یہ آیات کریمہ اتریں) کیا تُو نے دیکھا اُسے جو روکتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھے، بھلا دیکھ تو اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو یا پرہیزگاری کا حکم فرمائے۔

یہاں بندے سے مراد حضور اقدس ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم، اور غائب کی ضمیریں حضور کی طرف ہیں اور مخاطب کی ہر سامع کی طرف، بلکہ فرماتا ہے،

فمایکذبک بعد بالدین [2] (ان روشن دلیلوں کے بعد) کیا چیز تجھے روزِ قیامت کے جھٹلانے پر باعث ہو رہی ہے۔

یہ خطاب خاص کفار سے ہے بلکہ ان میں بھی خاص منکران قیامت مثل مشرکین آریہ و ہنود سے، یونہی دونوں سورۂ کریمہ میں کاف خطاب ہر سامع کے لئے ہے کہ اے سُننے والے اپنے اور اپنے سب مسلمان بھائیوں کے گناہ کی معافی مانگ۔

(۹) بلکہ آیت محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم میں تو صاف قرینہ موجود ہے کہ خطاب حضور سے نہیں، اس کی ابتداء یوں ہے،

فاعلم انہ لا الٰہ الا اللہ واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنٰت [3] جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنی اور مسلمان مردوں اور عورتوں کی معافی چاہ۔

تو یہ خطاب اُس سے ہے جو ابھی لا الٰہ الا اللہ نہیں جانتا ورنہ جاننے والے کو جاننے کا حکم دینا تحصیل حاصل ہے، تو معنٰی یہ ہوئے کہ اے سُننے والے جسے ابھی توحید پر یقین نہیں کسے باشد توحید پر یقین لا اور اپنے اور اپنے بھائی مسلمانوں کے گناہ کی معافی مانگ، تتمہ آیت میں اس عموم کو واضح فرما دیا کہ،

واللہ یعلم متقلبکم ومثوٰکم [4] اللہ جانتا ہے جہاں تم سب لوگ کروٹیں لے رہے ہو، اور جہاں تم سب کا ٹھکانا ہے۔

اگر فاعلم میں تاویل کرے تو ذنبک میں تاویل سے کون مانع ہے، اور اگر ذنبک میں تاویل نہیں

---

[1] القرآن الکریم ۹۶/ ۹ تا ۱۱
[2] القرآن الکریم ۹۵/ ۷
[3] القرآن الکریم ۴۷/ ۱۹
[4] القرآن الکریم ۴۷/ ۱۹

www.alahazratnetwork.org

کرتا تو فاعلموا میں تاویل کیسے کرسکتا ہے، دونوں پر ہمارا مطلب حاصل، اور مدعی معاند کا استدلال زائل۔

(۱۰) دونوں آیہ کریمہ میں صیغہ امر ہے اور امر انشا ہے اور انشا وقوع پر دال نہیں تو حاصل اس قدر کہ بفرض وقوع استغفار واجب، نہ یہ کہ معاذ اللہ واقع ہوا، جیسے کسی سے کہنا اکرم ضیفک اپنے مہمان کی عزت کرنا، اس سے یہ مراد نہیں کہ اس وقت کوئی مہمان موجود ہے نہ یہ خبر ہے کہ خواہی نخواہی کوئی مہمان آئیگا ہی بلکہ صرف اتنا مطلب ہے کہ اگر ایسا ہو تو یوں کرنا۔

(۱۱) ذنب معصیت کو کہتے ہیں اور قرآن عظیم کے عرف میں اطلاق معصیت عمد ہی سے خاص نہیں، قال اللہ تعالٰی، وعصٰی اٰدم ربہ[1] آدم نے اپنے رب کی معصیت کی حالانکہ خود فرماتا ہے، فنسی ولم نجد لہ عزما[2] آدم بھول گیا ہم نے اس کا قصد نہ پایا۔ لیکن سہو نہ گناہ ہے نہ اس پر مؤاخذہ۔ خود قرآن کریم نے بندوں کو یہ دعا تعلیم فرمائی:

ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا[3] — اے ہمارے رب! ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں۔

(۱۲) جتنا قرب زائد اسی قدر احکام کی شدت زیادہ ؎

جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

بادشاہ جبار جلیل القدر ایک جنگلی گنوار کی جو بات سن لے گا جو برتاؤ گوارا کرے گا ہرگز شہریوں سے پسند نہ کریگا شہریوں میں بازاریوں سے معاملہ آسان ہوگا اور خاص لوگوں سے سخت اور خاصوں میں درباریوں اور درباریوں میں وزراء ہر ایک پر بار دوسرے سے زائد ہے اس لئے وارد ہوا: حسنات الابرار سیئات المقربین[4] نیکوں کے جو نیک کام ہیں مقربوں کے حق میں گناہ ہیں۔ وہاں ترک اولٰی کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ ترک اولٰی ہرگز گناہ نہیں۔

(۱۳) آریہ بیچارے جن کے باپ دادا نے بھی کبھی عربی کا نام نہ سنا، اگر نہ جانے تو ہر ادنٰی

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۲۱
[2] " " ۲۰/ ۱۱۵
[3] " " ۲/ ۲۸۶
[4] لباب التاویل (تفسیر الخازن) تحت آیۃ ۴۷/ ۱۹ مصطفی البابی مصر ۶/ ۱۸۰
ارشاد العقل السلیم " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۸/ ۹۷

www.alahazratnetwork.org

طالب علم جانتا ہے کہ اضافت کے لئے ادنٰی ملابست بس ہے بلکہ یہ عام طور پر فارسی، اردو، ہندی سب زبانوں میں رائج ہے مکان کو جس طرح اس کے مالک کی طرف نسبت کریں گے یونہی کرایہ دار کی طرف۔ یونہی جو عاریت لے کر بس رہا ہے اس کے پاس جو ملنے آئے گا یہی کہے گا کہ ہم فلانے کے گھر گئے تھے بلکہ پیمائش کرنے والے جن کھیتوں کو ناپ رہے ہوں ایک دوسرے سے پوچھے گا تمہارا کھیت کَے جریب ہوا، یہاں نہ ملک نہ اجارہ نہ عاریت اور اضافت موجود، یونہی بیٹے کے گھر سے جو چیز آئے گی باپ سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے یہاں سے یہ عطا ہوا تھا، تو ذنبك سے مراد اہلبیت کرام کی لغزشیں ہیں، اور اس کے بعد وللمؤمنین والمؤمنٰت تعمیم بعد تخصیص ہے یعنی شفاعت فرمایئے اپنے اہلبیت کرام اور سب مردوں عورتوں کے لئے۔ 26

اب آریہ کے اس جنون کا بھی علاج ہوگیا کہ پیروؤں کا ذکر تو بعد کو موجود ہے تعمیم بعد تخصیص کی مثال خود قرآن عظیم میں ہے:

رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مومنا وللمؤمنین والمؤمنٰت۔[1]

اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور جو میرے گھر میں ایمان کے ساتھ آیا اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو۔

(۱۴) اسی وجہ پر آیۂ کریمہ سورۂ فتح میں لام لك تعلیل کا ہے اور ما تقدم من ذنبك تمہارے اگلوں کے گناہ یعنی سیدنا عبداللہ و سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے منتہائے نسب کریم تک تمام آبائے کرام و امہات طیبات باستثناء انبیاء کرام مثل آدم و شیث و نوح و خلیل و اسمٰعیل علیہم الصلوٰۃ والسلام، اور ما تاخر تمہارے پچھلے یعنی قیامت تک تمہارے اہلبیت و امت مرحومہ، تو حاصل آیہ کریمہ یہ ہوا کہ ہم نے تمہارے لئے فتح مبین فرمائی تاکہ اللہ تمہارے سبب سے بخش دے تمہارے علاقہ کے سب اگلوں پچھلوں کے گناہ۔ والحمدللہ رب العالمین۔

(۱۵) ما تقدم وما تاخر سے قبل و بعد نزول وحی کا ارادہ جس طرح عبارت تفسیر میں مصرح تھا آیت میں قطعاً محتمل، اور ہم ثابت کر چکے کہ اب حقیقت ذنب خود مندفع، وللہ الحمد وصلی اللہ تعالٰی علٰی شفیع المذنبین وبارك وسلم الٰی یوم الدین وعلٰی اٰلہ وصحبہ اجمعین، واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۷۱/ ۲۸

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۱۴۴: از شہر مسئولہ مولوی غلام قطب الدین صاحب ۴ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

رامائنگم اب آریہ نہیں نصرانی ہے، رُوئے جواب جانبِ نصارٰی ہونا چاہئے۔

الجواب

بحمد اللہ وہ جواب کافی ووافی ہے صدرِ کلام اور ع۶ و ع۸ میں آریہ کی جگہ نصرانی لکھ لیجئے اور ۵ کا شعر کاٹ دیجئے اور ع۱۲ میں آریہ کی جگہ کرسچن۔ ہاں ع۷ بالکل تبدیل ہوگا اُسے یوں لکھئے:

(۷) نہ ہر تفسیر معتبر نہ ہر مفسر معیب، نصرانی کا ظلم ہے کہ نام لے آیات کا اور دامن پکڑے نامعتبر تفسیرات کا۔ عربی زبان تو لسان مبین ہے، نہ ہر محل قابلِ تاویل، نہ ہر تاویل لائقِ تحویل کہ ہر شخص جہاں چاہے اپنی خواہش کے مطابق مطلب بنالے، اور محل محتمل میں تاویل صحیح کا باب بیشک واسع اور ہر زبان اور ہر قوم میں شائع وذائع، اس کا انکار نہ کرے گا مگر مکابر مفتون، اور اس کا اقرار نہ کرے گا مگر دیوانہ مجنون۔ ہاں بائبل کی زبان ایسی پیچیدہ ہے کہ اور تو اور خود مصنف محرف کی سمجھ میں نہیں آتی۔ تواریخ کی دوسری کتاب باب ۲۱ درس ۲۰ اور باب ۲۲ درس اور ۲ میں لکھا "وہ بتیس برس کی عمر میں بادشاہ ہوا ۸ برس بادشاہت کی اور جاتا رہا داؤد کے شہر میں گاڑا گیا یروشلم کے باشندوں نے اس کے چھوٹے بیٹے اخزیاہ کو اس کی جگہ بادشاہ کیا اخزیاہ ۴۲ برس کی عمر میں بادشاہ ہوا۔" یعنی باپ ۴۰ برس کی عمر میں مرا اس وقت بیٹا ۴۲ برس کا تھا۔ باپ سے دو برس پہلے پیدا ہولیا تھا۔ متی کی انجیل میں مسیح وداؤد علیہما الصلوٰۃ والسلام کے بیچ میں صرف ۲۶ پشتیں ہیں اور اس میں عدد بھی گنا دیا ہے کہ مسیح تا داؤد ۲۸ شخص ہیں۔ لیکن لوقا کی انجیل میں مسیح سے داؤد تک ۴۳ آدمی ہیں، ۱۵ پشتیں زائد اور اسماء بھی بالکل نامطابق۔ ایضاً انجیل متی باب ۵ درس ۱۷: "یہ خیال مت کرو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابیں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پوری کرنے آیا ہوں۔ درس۱۸: کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان و زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت کا ہرگز نہ مٹے گا۔" یہاں تو نسخ کا اس شدت سے انکار ہے اور جابجا انجیل ہی میں نسخ احکام توریت کا اظہار ہے۔ اسی انجیل کے اسی باب درس ۳۱ و ۳۲ میں ہے: "یہ بھی لکھا گیا کہ جو کوئی اپنی جورو کو چھوڑ دے اسے طلاق نامہ لکھ دے پر میں تمہیں کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی جورو کو زنا کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑ دیوے اس سے زنا کرواتا ہے اور جو کوئی اس چھوڑی ہوئی سے بیاہ کرے زنا کرتا ہے۔" ایضاً درس ۳۳ و ۳۴: "تم سن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا کہ اپنی قسمیں خداوند کے لئے پوری کر پر میں تمہیں کہتا ہوں کہ ہرگز قسم نہ کھانا۔" ایضاً درس ۳۸ و ۳۹: "تم سن چکے ہو کہ کہا گیا آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت، پر میں تمہیں کہتا ہوں کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو تیرے

www.alahazratnetwork.org

دہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اُس کی طرف پھیر دے۔" ایضاً باب ۱۹ درس ۸ و ۹ "موسٰی نے جوروؤں کو چھوڑ دینے کی اجازت دی پر میں تم سے کہتا ہوں جو کوئی اپنی جورو کو سوا زنا کے اور سبب سے چھوڑ دے اور دوسری سے بیاہ کرے زنا کرتا ہے اور جو کوئی اس چھوڑی ہوئی عورت کو بیاہے زنا کرتا ہے۔" یہی مضمون انجیل مرقس باب ۱۰ درس ۲ تا ۱۲ میں ہے ان کے سوا بہت نظائر تناقض و نافہمی کے ہیں تو ثابت ہوا کہ عبری زبان ہی ایسی پیچیدہ ہے کہ اس میں کتاب تصنیف کرنے والا خود اپنی نہیں سمجھتا۔ اور (۱۵) کے بعد یہ نمبر اور اضافہ کیجئے۔

(۱۶) ہر صغیرہ سے صغیرہ کو گناہ کہہ سکتے ہیں اگرچہ قبل ظہور رسالت ہو اور تو سعاً خلاف اولٰی کو بھی جو ہرگز منافی نبوت نہیں لیکن نیک ہونا تو نبی کے لئے لازم ہے نہ وہ کہ جو خدا کا بیٹا ٹھہرے، مگر یہ انجیلیں کہتی ہیں کہ مسیح ہرگز نیک نہیں۔ دیکھو متی باب ۱۹ درس ۱۶ و ۱۷: "ایک نے اس سے کہا اے نیک استاد اس نے کہا تو کیوں مجھے نیک کہتا ہے، نیک تو کوئی نہیں مگر ایک یعنی خدا۔" یہی مضمون انجیل مرقس باب ۱۰ درس ۱۷ و ۱۸ و انجیل لوقا باب ۱۸ درس ۱۸ و ۱۹ میں ہے۔ وہاں اگر بعض مفسرین نے معاذ اللہ گناہگار ہونا مانا تھا تو یہاں تو خود انجیلیں مسیح کو معاذ اللہ صاف طور سے بد بتا رہی ہیں۔

(۱۷) گناہ نہیں مگر شریعت کی مخالفت لیکن بائبل تو شریعت کو رآسا باطل کر رہی ہے۔ گلیتوں کو پولس کا خط باب ۳ درس ۱۰ "وے سب جو شریعت ہی کے اعمال پر تکیہ کرتے ہیں سو لعنت کے تحت ہیں۔" درس ۱۱ "کوئی خدا کے نزدیک شریعت سے راستباز نہیں ٹھہرتا۔" درس ۱۲ "شریعت کو ایمان سے کچھ نسبت نہیں۔" اور مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام پکے راستباز و کامل الایمان ہیں تو ضرور شریعت سے جدا ہیں تو گناہگار ہیں کتاب یرمیاہ باب ۹ درس ۱۲ و ۱۳ میں ہے "سر زمین کس لئے ویران ہوتی اور بیابان کے مانند جل گئی خداوند کہتا ہے اسی لئے کہ انھوں نے میری شریعت کو ترک کر دیا اور اس کے موافق نہ چلے۔"

(۱۸) بلکہ ترک اولٰی یا کسی صغیرہ کا صدور یا بد ہونا بھی درکنار بائبل تو مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معاذ اللہ صاف ملعون بتاتی ہے، خط مذکور باب ۳ درس ۱۳ "مسیح نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کہ وہ ہمارے بدلے میں لعنت ہوا کیونکہ لکھا ہے جو کوئی کاٹھ پر لٹکایا گیا ہو سو لعنتی ہے۔" والعیاذ باللہ تعالٰی۔ ایسے پوچ و لچر مذہب کے پابند کیوں دین حق اسلام کے خدام سے الجھتے ہیں اپنے گریبان میں منہ ڈالیں اور اپنی پگڑی کہ کبھی نہ سنبھلے گی سنبھالیں۔ واللہ یھدی من یشاء الٰی صراط مستقیم (اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۱۴۵: از موضع پارہ پرگنہ مورانواں ضلع اناؤ مسئولہ محمد عبدالرؤف صاحب ۳ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا عقیدہ ہے کہ چونکہ عالم الغیب صفت مختصہ باری تعالٰی ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت لفظ عالم الغیب بالواسطہ یا بالعطایا کہنا بھی جائز نہیں اور نہ حضور پر نور کو کل علم غیب یعنی از روزِ ازل تا ابد شبِ معراج میں عطا فرمایا گیا تھا البتہ بعض بعض علوم غیبیہ کا قائل ہے اور اپنے عقیدہ کی دلیل میں چند واقعات بطور اثبات نوشتہ علمائے دیوبند پیش کرتا ہے، مثلاً سورۂ کہف کہ آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بجواب اس سوال کے کہ اصحابِ کہف کس مدت تک سوئے تھے فرمایا کل بتلاؤں گا، اور لفظ ان شاء اللہ تعالٰی نہ کہنے کی وجہ سے اٹھارہ روز تک وحی کا نزول نہ ہوا، اگر علم غیب ہوتا تو توقف نہ فرماتے۔

دوئم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا حادثہ کہ کفارِ مکہ نے آپ کو متہم کیا اور آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم طلاق دینے پر آمادہ ہوگئے، اگر آپ کو علم ہوتا تو تذبذب کیوں ہوتا، وحی کے نزول پر آپ مطمئن ہوئے۔ اور کہتا ہے کہ اگر کل علم غیب عطا فرمایا جاتا تو پھر وحی آنے کی کیا ضرورت تھی؟

(عقیدہ عمرو) برعکس اس کے عمرو کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور پر نور سید یوم النشور حضرت محمد مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر شبِ معراج میں اللہ رب العزت نے جملہ اولین وآخرین مانند آفتابِ درخشاں روشن کردیئے تھے اور تمام علم ماکان ومایکون سے صدرِ مبارک حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو جلوہ افروز کردیا تھا اور جن باتوں سے آپ نے جواب نہیں دیا بلکہ سکوت اختیار فرمایا ان کو خدا اور حبیبِ خدا کے درمیانی اسرارِ مخفی کی جانب مبذول کرتا ہے، اور روزِ اول سے لے کر یوم الحشر کے تمامی علوم کو حضور سرورِ کائنات ومفخر موجودات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علوم کے سمندر کی ایک لہر کی برابر تصور کرتا ہے۔

الجواب

اس مسئلہ میں بفضلہٖ تعالٰی یہاں سے متعدد کتابیں تصنیف ہوئیں۔ الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ پر اکابر علمائے مکہ معظمہ ومدینہ طیبہ وغیرہا بلادِ اسلامیہ نے مُہریں کیں، گرانقدر تقریظیں لکھیں، خالص الاعتقاد دس سال سے شائع ہے، انباء المصطفٰی بیس سال سے ہزار کی تعداد میں بمبئی وبریلی ومراد آباد میں چھپ کر تمام ملک میں شائع ہوا اور بحمدہٖ تعالٰی سب کتابیں آج تک لاجواب ہیں مگر وہابیہ اپنی بے حیائی سے باز نہیں آتے۔ علم غیب عطا ہونا اور لفظ عالم الغیب کا اطلاق اور بعض اجلہ اکابر کے کلام میں اگرچہ بندہ مومن کی نسبت صریح لفظ یعلم الغیب وارد ہے کما فی مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح

www.alahazratnetwork.org

للملا علی القاری (جیسا کہ ملا علی قاری کی مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں ہے۔ ت)

بلکہ خود حدیث سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما میں سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ارشاد ہے:

کان رجلا یعلم علم الغیب[1] وہ مرد کامل ہیں جو علم غیب جانتے ہیں (ت)

مگر ہماری تحقیق میں لفظ "عالم الغیب" کا اطلاق حضرت عزت عزجلالہ کے ساتھ خاص ہے کہ اس سے عرفاً علم بالذات متبادر ہے۔ کشاف میں ہے:

المراد بہ الخفی الذی لاینفذ فیہ ابتداء الاعلم اللطیف الخبیر ولھذا لایجوز ان یطلق فیقال فلان یعلم الغیب[2]

اس سے مراد پوشیدہ شے ہے جس تک ابتداءً (بالذات) سوائے باریکی جاننے والے یا خبیر (اللہ تعالٰی) کے کسی کے علم کی رسائی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علی الاطلاق یوں کہنا کہ فلاں غیب جانتا ہے جائز نہیں۔ (ت)

اور اس سے انکار معنی لازم نہیں آتا۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قطعاً بے شمار غیوب وماکان ومایکون کے عالم ہیں مگر عالم الغیب صرف اللہ عزوجل کو کہا جائے گا جس طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قطعاً عزت جلالت والے ہیں تمام عالم میں ان کے برابر کوئی عزیز وجلیل ہے نہ ہوسکتا ہے۔ مگر محمد عزوجل کہنا جائز نہیں بلکہ اللہ عزوجل و محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ غرض صدق وصورت معنی کو جواز اطلاق لفظ لازم نہیں نہ منع اطلاق لفظ کو نفی صحت معنی۔ امام ابن المنیر اسکندری کتاب الانتصاف میں فرماتے ہیں:

کم من معتقد لایطلق القول بہ خشیۃ ایھام غیرہ ممالا یجوز اعتقادہ فلاربط بین الاعتقاد والاطلاق[3]

بہت سے معتقدات ہیں کہ جن کے ساتھ قول کا اطلاق اس ڈر سے نہیں کیا جاتا کہ ان میں ایسے غیر کا ایہام ہوتا ہے جس کا اعتقاد جائز نہیں لہذا اعتقاد اور اطلاق کے درمیان کوئی لزوم نہیں۔ (ت)

یہ سب اس صورت میں ہے کہ مقید بقید اطلاق اطلاق کیا جائے یا بلاقید علی الاطلاق مثلاً عالم الغیب یا عالم الغیب علی الاطلاق، اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ بالواسطہ یا بالعطاء کی تصریح کردی جائے تو وہ محذور نہیں کہ ایہام زائل اور مراد حاصل۔ علامہ سید شریف قدس سرہٗ حواشی کشاف میں فرماتے ہیں:

وانما لم یجز الاطلاق فی غیرہ علم غیب کا اطلاق غیر اللہ پر اس لئے ناجائز ہے

---

[1] جامع البیان (تفسیر الطبری) تحت آیۃ وعلمنٰہ من لدنا علما دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵/۳۲۳
[2] الکشاف تحت آیۃ ۲/۳ انتشارات آفتاب تہران ۱/۱۲۱
[3] الانتصاف

www.alahazratnetwork.org

تعالیٰ لانه یتبادر منه تعلق علمه به ابتداء فیکون تناقضا و اما اذا قید و قیل اعلمه اللہ تعالٰی الغیب او اطلعه علیه فلا محذور فیه[1]

کہ اس سے غیر اللہ کے علم کا غیب کے ساتھ ابتداء (بالذات) متعلق ہونا متبادر ہوتا ہے تو اس طرح تناقض لازم آتا ہے۔ لیکن اگر علم غیب کے ساتھ کوئی قید لگا دی جائے اور یوں کہا جائے کہ اللہ تعالٰی نے اس کو غیب کا علم عطا فرمایا ہے یا اس کو غیب پر مطلع فرمایا ہے تو اس صورت میں کوئی ممانعت نہیں۔(ت)

زید کا قول کذب صریح و جہل قبیح ہے، کذب تو ظاہر کہ بے ممانعت شرعی اپنی طرف سے عدمِ جواز کا حکم لگا کر شریعت و شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام اور رب العزۃ جل وعلا پر افتراء کر رہا ہے۔

قال اللہ تعالٰی : ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال و ھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ۰ متاع قلیل ولھم عذاب الیم ۰[2]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا، اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھو، بیشک جو اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا، تھوڑا برتنا ہے، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔(ت)

اور جہل فاضح یہ کہ عالم الغیب صفت مختصہ باری تعالٰی ہونے پر بالواسطہ و بالعطا کہنے کے عدم جواز کو متفرع کر رہا ہے شاید اس کے نزدیک علم غیب بالواسطہ و بالعطا خاصہ باری تعالٰی ہے یعنی دوسرے کے دئے سے علم غیب خاص اللہ تعالٰی کو ہوتا ہے اس کے غیر کو علم غیب بالذات بلا واسطہ ہے ایسا ہے تو اس سے بڑھ کر اور کفر اشد کیا ہے۔ گنگوہی صاحب نے تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو علم غیب بالذات بے عطائے الٰہی ملنے کے اعتقاد کو کفر نہ مانا تھا صرف اندیشہ کفر کہا تھا اُن کے فتاوٰی حصہ اول صفحہ ۸۲ میں ہے :

"جو یہ عقیدہ رکھے کہ خود بخود آپ کو علم تھا بدون اطلاع حق تعالٰی کے تو اندیشہ کفر کا ہے

---

[1] حاشیۃ سید الشریف علی الکشاف تحت آیۃ ۲/۳ انتشارات آفتاب تہران ۱/۱۲۸

[2] القرآن الکریم ۱۶/۱۱۶ و ۱۱۷

www.alahazratnetwork.org

لہذا امام نہ بنانا چاہئے اگرچہ کافر کہنے سے بھی زبان کو روکے۔"[1]

حالانکہ گنگوہی صاحب کا یہ قول خود ہی صریح کفر ہے بلاشبہہ جو غیر خدا کو بے عطائے الٰہی خود بخود علم مانے قطعاً کافر ہے اور جو اس کے کفر میں تردد کرے وہ بھی کافر۔ اسمٰعیل دہلوی صاحب نے دوسری شق لی تھی کہ اللہ عزوجل کے علم غیب کو حادث و اختیاری مانا۔ تقویۃ الایمان میں ہے:

"غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کرلیجئے یہ اللہ صاحب کی ہی شان ہے۔"[2]

یہ بھی صریح کلمۂ کفر ہے مگر دونوں شقیں جمع کرنا کہ اللہ کا علم عطائی اور دوسرے کا ذاتی، یہ اسی نتیجۂ قول زید کا خاصہ ہے ——————— دو واقعے کہ زید نے پیش کئے اگرچہ ان پر ابحاث اور بھی ہیں مگر کیا "انباء المصطفٰی" میں صاف نہ کہہ دیا گیا تھا کہ "بحمد اللہ تعالٰی نص قطعی سے روشن ہوا کہ ہمارے حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے تمام موجودات جملہ ماکان ومایکون (جو ہوچکا اور جو ہوگا۔ ت) کا علم دیا، اور جب یہ علم قرآن عظیم کے تبیاناً لکل شیئ ہونے نے دیا اور پُر ظاہر کہ یہ وصف تمام کلام مجید کا ہے نہ ہر آیت یا سورت کا، تو نزول جمیع قرآن عظیم سے پہلے اگر بعض کی نسبت ارشاد ہو لم نقصص علیك (ہم نے آپ کے بیان نہیں کیا۔ ت) ہرگز احاطہ علم مصطفوی کا نافی نہیں، مخالفین جو کچھ پیش کرتے ہیں سب انھیں اقسام کے ہیں، ہاں ہاں تمام نجدیہ دہلوی گنگوہی جنگلی کو ہی سب کو دعوت عام ہے سب اکٹھے ہو کر ایک آیت یا ایک حدیث متواتر یقینی الافادۃ لائیں جس سے صریح ثابت ہو کہ تمام نزولِ قرآن کے بعد بھی ماکان ومایکون سے فلاں امر حضور پر مخفی رہا اگر ایسا نص نہ لاسکو اور ہم کہے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ لاسکو گے تو جان لو کہ اللہ راہ نہیں دیتا دغابازوں کے مکر کو"[3] اھ ملخصاً۔

اس کے بعد بھی ایسے وقائع پیش کرنا کیسی شدید بے حیائی ہے، بلاشبہہ عمرو کا قول صحیح ہے جمیع ماکان ومایکون جملہ مندرجات لوح محفوظ کا علم محیط حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علم کریم کے سمندروں سے ایک لہر ہے جیسا کہ علامہ قاری کی زبدہ شرح بردہ میں مصرح ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] فتاوٰی رشیدیہ

[2] تقویۃ الایمان الفصل الثانی مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۴

[3] انباء المصطفٰی رضا اکیڈمی بمبئی ص ۷ تا ۱۰

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۱۴۶: از سیتاپور محلہ نرائن پور مکان مولوی الٰہی بخش صاحب مسئولہ علی حسین خاں ۲۹ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص کہے کہ غیب کا حال سوائے خدا تعالٰی کے کوئی نہیں جانتا ہے حتی کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بھی نہیں معلوم تھا بر ثبوت اس روایت کے کہ ایک بار ابوجہل نے کنواں راستے میں کھود کر خس پوش کر دیا تھا اور خود بیماری کا حیلہ کرکے پڑ رہا تھا جس وقت حضور عیادت کو گئے تو چاہ مذکور علین رہگزر میں تھا اُس وقت جبرئیل علیہ السلام نے بذریعہ وحی معلوم کیا لہذا اولیاء اللہ بھی نہیں جان سکتے بجز کشف و الہام کے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

یہ حق ہے کہ غیب کا حال سوا رب عزوجل کے کوئی نہیں جانتا یعنی اپنی ذات سے بے اس کے بتائے، اور یہ باطل ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بھی نہیں معلوم تھا قرآن کریم و احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ ماکان ومایکون الٰی اٰخر الایام (جو ہوچکا اور قیامت تک ہوگا۔ ت) کے تمام غیب حضور اقدس علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام پر منکشف فرمادئے گئے اور حضور کے بتائے سے حضور کے غلام اولیائے کرام جانتے ہیں کشف و الہام دونوں ان کے جاننے کے ذریعہ ہیں اور ان پر کوئی حد بندی نہیں۔ ان تمام مضامین کی تفصیل ہماری کتاب انباء المصطفٰی و خالص الاعتقاد وغیرہما میں ہے اور وہ ابوجہل کے کنویں والی حکایت محض ساختہ و بے اصل ہے۔ وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۷: از ڈاکخانہ مولوی گنج ضلع گیا مسئولہ عبدالمجید ۲۹ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو غیب کی باتیں معلوم تھیں یا نہیں، مائۃ مسائل کے چوبیسویں سوال کے جواب میں روایت فقہی ملّا علی قاری کی شرح فقہ اکبر ہے "جاننا چاہئے کہ کوئی بات غیب کی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نہیں جانتے تھے مگر جس قدر کہ اللہ تعالٰی اُن کو کسی وقت کوئی چیز معلوم کرادیتا تھا تو جانتے تھے جو کوئی اس بات کا اعتقاد کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غیب کی باتیں معلوم کرلیتے تھے حنفیہ نے اس شخص پر صریح تکفیر کا حکم دیا ہے لمعارضۃ قولہ تعالٰی قل لایعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ ومایشعرون ایان یبعثون[1] (اللہ تعالٰی کے اس فرمان کے معارضہ کی وجہ سے، تم فرماؤ

[1] القرآن الکریم ۲۷/ ۶۵

www.alahazratnetwork.org

غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ اور انھیں خبر نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔ ت)

بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

زید عمرو کچھ کہیں مگر قرآن مجید و احادیث صحیحہ کا ارشاد یہ ہے کہ حضور اقدس علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کو روزِ ازل سے روزِ آخر تک کے تمام غیوب کا علم عطا فرمایا گیا یہ بیشک حق ہے کہ انبیاء غیب اسی قدر جانتے ہیں جتنا اُن کو ان کے رب نے بتایا بلاشبہہ بے اس کے بتائے کوئی نہیں جان سکتا اور یہ بھی حق ہے کہ احیاناً بتایا گیا کہ وحی حیناً بعد حین ہی اُترتی نزکر وقتِ بعثت سے وقتِ وفات تک ہر آن علی الاتصال مگر اس سے یہ سمجھ لینا کہ گنتی کی چیزیں معلوم ہوئیں اور ان کے علم کو قلیل و ذلیل قرار دینا مسلمان کا کام نہیں، اسی احیاناً تعلیم میں شرق و غرب و عرش و فرش کے ذرہ ذرہ کا حال روزِ ازل سے روزِ آخر تک تمام منکشف کر دیا، آیۂ کریمہ میں علم ذاتی کی نفی ہے کہ کوئی شخص بے خدا کے بتائے غیب نہیں جانتا، یہ بیشک حق ہے اور اسی کے معارضہ کو حنفیہ نے کفر کہا ہے ورنہ یہ کہ خدا کے بتائے سے بھی کوئی نہیں جانتا اس کا انکار صریح کفر اور بکثرت آیات کی تکذیب ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل انباء المصطفیٰ و خالص الاعتقاد میں دیکھنا چاہئے کہ ایمان درست ہو۔ وھو تعالٰی اعلم۔

www.alahazratnetwork.org

www.alahazratnetwork.org

رماح القہار علٰی کفر الکفار ۱۳۲۸

(قہار کا نیزہ مارنا کافروں کے کفر پر)

(تمہیدِ خالص الاعتقاد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ھادی القلوب وافضل الصلوٰۃ والسلام علی النبی المطلع علی الغیوب المنزہ من جمیع النقائص والعیوب وعلی الہ وصحبہ المطہرین من الذنوب القاھرین علی کل شقی مفترکذوب صلوٰۃ وسلاما یتجددان بکل طلوع وغروب۔

تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے جو دلوں کو ہدایت دینے والا ہے۔ اور افضل درود و سلام اس نبی کریم پر جو تمام غیبوں پر آگاہ اور تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے اور آپ کی آل پر اور صحابہ پر جو گناہوں سے محفوظ اور ہر بدبخت افترا پرداز (جھوٹے) پر غالب ہیں ایسا درود و سلام جو ہر طلوع و غروب کے ساتھ متجدد ہوتا رہتا ہے۔ (ت)

اللہ عزوجل جن قلوب کو ہدایت فرماتا ہے اُن کا قدم ثبات جادہ حق سے لغزش نہیں کرتا اگر ذریت شیطان اپنے وسوسے شوشے کچھ ڈالتی بھی ہے تو ہرگز اس پر اعتماد نہیں کرتے کہ ان کے

رب نے فرمادیا ہے :

ان جاء فاسق بنبأ فتبینوا۔[۱]
اگر کوئی فاسق تمھارے پاس خبر لائے تو فوراً تحقیق کرلو بے تحقیق اعتبار نہ کربیٹھو۔

پھر جب امرِ حق اپنی جھلک اُنھیں دکھاتا ہے فوراً ان کا وہ حال ہوتا ہے جو ان کے رب نے فرمایا،

ان الذین اتقوا اذا مسھم طٰئف من الشیطٰن تذکروا فاذا ھم مبصرون۔[۲]
بیشک وہ جو ڈر والے ہیں جب انھیں کسی شیطانی خیال کی ٹھیس لگتی ہے ہوشیار ہوجاتے ہیں اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ (ت)

معاً ہوشیار ہوجاتے اور ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں ابلیس لعین کی ذریت نے جو پردہ ڈالنا چاہا تھا دُھواں بن کر اُڑجاتا اور آفتابِ حق اپنی نورانی کرنوں سے شعاعیں ڈالتا چمک آتا ہے۔ وہابیہ خذلھم اللہ تعالٰی نے جب اللہ واحد قہار اور اس کے حبیب سید ابرار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین و تکذیب اس حد تک پہنچائی کہ ابلیس لعین کی ہزار ہا سال کی کمائی پر فوق لے گئی ادھر اللہ تبارک و تعالٰی نے اپنے بندہ عالم اہلسنت مجدد دین وملت دام ظلھم الاقدس کو ان خبثا کی سرکوبی پر مقرر فرمایا، الحمدللہ سرکوبی بھی وہ فرمائی جس سے عرب وعجم گونج اُٹھے، اکابر علمائے کرام حرمین شریفین نے ان شیاطین کے اقوال تکذیب وتوہین پر اُن کو کافر مرتد زندیق ملحد لکھا اور صاف فرمادیا کہ من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر۔[۳] جوالیوں کے ان اقوال پر مطلع ہوکر ان کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بھی انھیں طرح کافر ہے کہ اس نے اللہ عزوجل کی عزت محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عظمت کو ہلکا جانا اُن کے بدگویوں کو کافر نہ مانا، الحمدللہ یہ مبارک فتوٰی مسمّٰی بہ حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین (۱۳۲۴ھ) ایسا بے نظیر مرتب ہوا جس نے وہابیت کے دلوں میں رعب، قلعوں میں زلزلے ڈال دیئے۔ پھر نفیس و بے مثال تمہید ایمان بآیات قرآن (۱۳۲۶ھ) اس محمدی خنجر پر اور الٰہی صیقل ہوئی جس نے خدا ورسول کے دشنام دہندوں کے سب حیلے مٹا دیئے اور صاف صاف صرف قرآن عظیم کی آیتوں نے اُن پر حکم کفر لگا دیئے۔ کافروں کے پاس اس کے

---

[۱] القرآن الکریم ۴۹/۶

[۲] ؍؍ ۷/۲۰۱

[۳] حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین مطبع اہلسنت وجماعت بریلی ص ۹۴

www.alahazratnetwork.org

جواب کیا ہوتے اور بے توفیقِ الٰہی توبہ کیونکر کرتے ناچار مکروفریب، جھوٹ، کذب، تہمت، افترا، بہتان، گالیوں، ہذیانوں پر اُترے جو عاجزوں کی پچھلی تدبیر ہے خادمانِ سنت نے گالیوں سے اعراض اور اپنی ذات سے متعلق تہمتوں افتراؤں سے بھی اغماض ہی کیا، باقی دھوکے بازیوں کے جواب ظفر الدین الجید وکین کش پنجۂ پیچ و بارش سنگی و پیکانِ جانگداز و ضروری نوٹس و نیا زمانہ و کشفِ راز وغیرہا رسائل و اعلانات سے دیتے رہے ان رسالوں اشتہاروں کے جواب سے کفر پارٹی نے پھر ایک کان گونگا ایک بہرا رکھا اصلاً کسی بات کا جواب نہ دیا اور اپنی ٹائیں ٹائیں سے باز بھی نہ آئی۔ جب دیکھا کہ یوں کام نہیں چلتا بالآخر مرتا کیا نہ کرتا پارٹی نے **دو تدبیریں** وہ بے مثال سوچیں کہ ابلیس لعین بھی عش عش کر گیا کان ٹیک دیے ان کے حسن پر غش کر گیا۔

تدبیرِ اوّل معارضہ بالمثل یعنی علمائے اسلام نے کفر پارٹی کے کفر پر حرمین طیبین کا فتویٰ شائع فرمایا تمام اسلامی دُنیا میں کفر پارٹی ملعونہ پر تھو تھو ہو رہی ہے، پارٹی کے رنگ فق ہوئے، جگر شق ہوئے، دَم اُلٹ گئے، کلیجے پھٹ گئے مگر قہر قہار کا کیا جواب۔ اچھا اس کا جواب نہیں ہوسکتا تو لاؤ جاہلوں کے پھسلانے احمقوں کے بہکانے کو انوکھے افترا کے پاپڑ بیلیں، معارضہ بالمثل کا کُل کھیلیں یعنی پارٹی نے تو **ضروریاتِ دین کا انکار کیا** ہے اللہ عزوجل کو جھوٹا کہا ہے، ختمِ نبوت کا بکھیڑا اکھیڑا ہے، نئی نبوتوں کا راگ چھیڑا ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے علم سے کہیں آپ بزرگ ابلیس لعین کے علم کو بڑھایا ہے، کہیں پاگلوں چوپایوں کے علم کو علمِ اقدس کے مثل بنایا ہے، شیطان لعین کو خدا کی صفت میں شریک ٹھہرایا ہے، ان باتوں پر علمائے اسلام سے کفر و ارتداد کا حکم پایا ہے، دیکھو کسی نزعی اختلافی مسئلے میں عرب کے کسی مفتی کو ان علمائے کرام سے خلاف ہو تو اس کے متعلق کچھ لکھوائیں اور اس میں گھناؤنی تہمتیں گندے افترا اپنی طرف سے ملائیں، اور یا یں ہمہ حکم من مانتا نہ ملے تو حکم بھی جی سے نکال لیں افترا کی مشین تو گھر میں چل رہی ہے خانگی سانچے میں ڈھال لیں۔ بس نام کو کہیں بُونے خلاف ملنی چاہیے، پھر کیا ہے ابلیس دے اور ذریت لے، سوچتے سوچتے ایک مسئلہ علم خمس کا ملا جس میں مدینہ طیبہ کے شافعی المذہب مفتی برزنجی صاحب کو شبہ تھا اور ایک انھیں کو کیا یہ مسئلہ پہلے سے علمائے امت میں مختلف رہا ہے اکثر ظاہرین جانبِ انکار رہے اور اولیائے عظام اور ان کے غلام علمائے کرام جانب اثبات و اقرار رہے۔ ایسے مسئلے میں کسی طرف تکفیر چہ معنے، تضلیل کیسی، تفسیق بھی نہیں ہوسکتی۔ مسلمانو! مسائل تین قسم کے ہوتے ہیں:

ایک ضروریاتِ دین اُن کا منکر بلکہ اُن میں ادنٰی شک کرنے والا بالیقین کافر ہوتا ہے ایسا کہ

www.alahazratnetwork.org

جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔

دوم ضروریات عقائد اہلسنت، ان کا منکر بد مذہب گمراہ ہوتا ہے۔

سوم وہ مسائل کہ علمائے اہلسنت میں مختلف فیہ ہوں اُن میں کسی طرف تکفیر و تضلیل ممکن نہیں۔

یہ دوسری بات ہے کہ کوئی شخص اپنے خیال میں کسی قول کو راجح جانے خواہ تحقیقاً یعنی دلیل سے اُسے وہی مرجح نظر آیا خواہ تقلیداً کہ اُسے اپنے نزدیک اکثر علماء یا اپنے معتمد علیہم کا قول پایا۔ کبھی ایک ہی مسئلہ کی صورتوں میں یہ تینوں قسمیں موجود ہو جاتی ہیں۔ مثلاً اللہ عزوجل کے لئے ید و عین کا مسئلہ۔ قال اللہ تعالٰی، ید اللہ فوق ایدیھم[1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ت) وقال تعالٰی، ولتصنع علٰی عینی[2] (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا، اور اس لئے کہ تو میری نگاہ کے سامنے تیار ہو۔ت) ید ہاتھ کو کہتے ہیں، عین آنکھ کو۔ اب جو یہ کہے کہ جیسے ہمارے ہاتھ آنکھ ہیں ایسے ہی جسم کے ٹکڑے اللہ عزوجل کے لئے ہیں وہ قطعاً کافر ہے اللہ عزوجل کا ایسے ید و عین سے پاک ہونا ضروریات دین سے ہے۔ اور جو کہے کہ اس کے ید و عین بھی ہیں تو جسم ہی مگر نہ مثل اجسام، بلکہ مشابہت اجسام سے پاک و منزہ ہیں وہ گمراہ بد دین کہ اللہ عزوجل کا جسم و جسمانیات سے مطلقاً پاک و منزہ ہونا ضروریات عقائد اہلسنت وجماعت سے ہے، اور جو کہے کہ اللہ عزوجل کے لئے ید و عین ہیں کہ مطلقاً جسمیت سے بری و مبرا ہیں وہ اس کی صفات قدیمہ ہیں جن کی حقیقت ہم نہیں جانتے نہ اُن میں تاویل کریں وہ قطعاً مسلم سُنی صحیح العقیدہ ہے اگرچہ یہ عدم تاویل کا مسئلہ اہلسنت کا خلافیہ ہے متاخرین نے تاویل اختیار کی پھر اس سے نہ یہ گمراہ ہوئے نہ وہ کہ اجراعلی الظاہر بھی مذکور کرتے ہیں جس کا حاصل صرف اتنا کہ اٰمنا بہ کل من عند ربنا[3] (ہم اس پر ایمان لائے، سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔ت) بعینہٖ یہی حالت مسئلہ علم غیب کی ہے، اس میں بھی تینوں قسم کے مسائل موجود ہیں،

(۱) اللہ عزوجل ہی عالم بالذات ہے بے اُس کے بتائے ایک حرف کوئی نہیں جان سکتا۔

(۲) رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور دیگر انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اللہ عزوجل نے اپنے بعض غیوب کا علم دیا۔

(۳) رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا علم اوروں سے زائد ہے ابلیس کا علم معاذ اللہ

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/ ۱۰

[2] القرآن الکریم ۲۰/ ۳۹

[3] " " ۳/ ۷

www.alahazratnetwork.org

علمِ اقدس سے ہرگز وسیع تر نہیں۔

(۴) جو علم اللہ عزوجل کی صفت خاصہ ہے جس میں اُس کے حبیب محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شریک کرنا بھی شرک ہو وہ ہرگز ابلیس کے لئے نہیں ہو سکتا جو ایسا مانے قطعاً مشرک کافر ملعون بندۂ ابلیس ہے۔

(۵) زید و عمرو ہر بچے، پاگل، چوپائے کو علمِ غیب میں محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے مماثل کہنا حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی صریح توہین اور کھلا کفر ہے، یہ سب مسائل ضروریاتِ دین سے ہیں اور اُن کا منکر ان میں ادنےٰ شک لانے والا قطعاً کافر۔ یہ قسم اول ہوئی۔

(۶) اولیائے کرام نفعنا اللہ تعالےٰ ببرکاتہم فی الدارین کو بھی کچھ علومِ غیب ملتے ہیں مگر بوساطت رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ معتزلہ خذلہم اللہ تعالےٰ کہ صرف رسولوں کیلئے اطلاع غیب مانتے اور اولیائے کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کا علومِ غیب کا اصلاً حصہ نہیں مانتے گمراہ و بدمذہب ہیں۔

(۷) اللہ عزوجل نے اپنے محبوبوں خصوصاً سید المحبوبین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وعلیہم وسلم کو غیوب خمسہ سے بہت جزئیات کا علم بخشا جو یہ کہے کہ خمس میں سے کسی فرد کا علم کسی کو نہ دیا گیا ہزارہا احادیث متواترۃ المعنےٰ کا منکر اور بدمذہب خاسر ہے۔ یہ قسم دوم ہوئی۔

(۸) رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو تعیینِ وقتِ قیامت کا بھی علم ملا۔

(۹) حضور کو بلا استثناء جمیع جزئیات خمس کا علم ہے۔

(۱۰) جملہ مکنونات قلم و مکتوبات لوح یا بالجملہ روزِ اول سے روزِ آخر تک تمام ماکان ومایکون مندرجہ لوحِ محفوظ اور اس سے بہت زائد کا علم ہے جس میں ماورائے قیامت تو جملہ افرادِ خمس داخل اور دربارہ قیامت اگر ثابت ہو کہ اس کی تعیینِ وقت بھی درجِ لوح ہے تو اسے بھی شامل ورنہ دونوں احتمال حاصل۔

(۱۱) حضور پرنور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو حقیقتِ روح کا بھی علم ہے۔

(۱۲) جملہ متشابہات قرآنیہ کا بھی علم ہے۔ یہ پانچوں مسائل قسم سوم سے ہیں کہ ان میں خود علماء و ائمہ اہلِ سنت مختلف رہے ہیں جس کا بیان بعونہٖ تعالےٰ عنقریب واضح ہوگا ان میں مثبت و نافی کسی پر معاذ اللہ کفر کیا معنی ضلال یا فسق کا بھی حکم نہیں ہو سکتا جبکہ پہلے سات مسئلوں پر ایمان

رکھتا ہو اور ان پانچ کا انکار اُس مرضِ قلب کی بنا پر نہ ہو جو وہابیہ قاتلہم اللہ تعالٰی کے نجس دلوں کو ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے فضائل سے جلتے اور جہاں تک بنے تنقیص وکمی کی راہ چلتے ہیں فی قلوبہم مرض فزادھم اللہ مرضا ولاھل السنۃ من اللہ احسن رضا اٰمین! (ان کے دلوں میں بیماری ہے ان کی بیماری اور بڑھ گئی اور اہل سنت کیلئے اللہ تعالٰے کی طرف سے بہترین رضا ہو، آمین۔ ت)

وہابیہ کی مکّاریاں

اب وہابیہ کی مکّاریاں دیکھئے،

اوّلاً جب انھیں معلوم ہوا کہ سرکارِ اعظم مدینہ طیبہ میں مفتی شافعیہ کو باتباع اہل ظاہر بعض مسائل قسم سوم میں خلاف ہے، خبثاء کا اپنا خلاف تو مسائل قسم اول میں تھا انکار ضروریاتِ دین و توہینِ حضور پر نور سیّد المرسلین صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کرکے خود انھیں مفتی شافعیہ وجملہ مفتیانِ کرام ہر دو حرم محترم کے روشن فتووں سے کافر مرتد مستحق لعنتِ ابد ٹھہر چکے تھے جھٹ سب سے ہلکی قسم سوم میں خلاف لا ڈالا۔ دو فائدے سوچ کر ایک یہ کہ جب مسئلہ خود اہلسنّت کا خلافیہ ہے تو ادھر بھی عباراتِ علماء مل جائیں گی ناواقفوں کے سامنے غل مچانے کی گنجائش تو ہوگی دوسرے سب سے بڑا جل یہ کہ مفتی صاحب سے کوئی تحریر ہاتھ آسکے گی جسے بزورِ زبان و زورِ بہتان حسام الحرمین کا معاوضہ ٹھہرا سکیں اور گلے پھاڑ کر چیخنا شروع کیا کہ علمِ غیب میں مناظرہ کرلو۔ بیچے کی پھوٹوں سے کہئے کہ مسائل قسم اول تو اصل الاصول مسائل علم غیب ہیں، خبیثو! تم اُن کے منکر ہوکر باجماع علمائے حرمین شریفین کافر ٹھہر چکے ہو، انھیں چھوڑ کر سب سے ہلکے مسائل قسم سوم کی طرف کہاں دوڑے جاتے ہو جو خود ہم اہلسنت کے خلافیہ ہیں، پہلے مسلمان تو ہو لو پھر کسی فرعی مسئلہ کو چھیڑو، اسکی نظیر یہی ہوسکتی ہے کہ کوئی ملعون معاذ اللہ اللہ عزوجل کے لئے ہمارے ہی سے ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان، گوشت پوست، استخواں سے مرکب مانے۔ اور جب اہلِ اسلام اس کی تکفیر کریں تو ید و عین میں مسئلۂ خلافیہ تاویل وتفویض میں بحث کی آڑ لے، اس سے یہی کہا جائے گا کہ ابلیس کے مسخرے تو تو صراحۃً اس قدوس متعالی عزجلالہ کو اپنا سا جسم مان کر کافر ہو چکا ہے تجھے اور اس مسئلہ خلافیۂ اہلسنّت سے کیا علاقہ۔ دجّال کے گدھے پہلے آدمی تو بن مسلمان تو ہو۔ پھر تفویض وتاویل پوچھیو۔ مسلمانو! ان خبثاء کے علمِ غیب رٹنے کا یہ حاصل ہے تعالھم واضل

www.alahazratnetwork.org

اعمالھم (ان پر تباہی پڑے اور اللہ ان کے اعمال برباد کرے۔ ت)۔ 27

ثانیاً پیش خویش یہ منصوبہ گانٹھ کر ایک مقہور مخصوم آثم ماثوم زنگی کافر موسوم کو (کہ مکہ معظمہ میں بعون اللہ تعالٰی خائب وخاسر و ذلیل و مخصوم ہوچکا تھا یہاں تک کہ علمائے کرام حرم شریف نے اُس کا نام ہی بدل کر مخصوم رکھ دیا تھا) متعین کیا کہ مکہ معظمہ میں تو چھل جیج نہ چلا مجدد دین وملت کے انوار علم نے حرم شریف کے کُوچے کو جگمگا دیا ہے یہاں کے علمائے کرام بعون الملک العلام فریب میں نہ آئیں گے سرکار اعظم مدینہ طیبہ میں ہنوز الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ (۱۳۲۳ھ) کا آفتاب طالع نہیں ہوا اور مفتی شافعیہ کو جس میں اشتباہ ہے ہی وہاں جُل کھیلیں۔ مخصوم ماثوم عــه ذی ہوش سمجھا کہ اس قدر سے اپنے جگری چھیتوں کفر وارتداد کی مصیبت جیتوں کے اندرونی گھرے زخم جانکاہ کا کیا مرہم ہوگا کہ مسئلہ خود اہلسنت کا خلافیہ ہے بڑھ سے بڑھ اتنا ہوگا کہ مفتی صاحب اپنا قول مختار لکھ دیں اور دوسرے قول کو خلاف تحقیق بتائیں، یہ تو ائمہ وعلماء میں صحابہ کرام کے وقت سے آج تک برابر ہوتا آیا ہے اور ہوتا رہے گا اس سے کیا کام چلے گا، لہٰذا اس میں یہ نمک مرچ ملائے گئے کہ اعلٰیحضرت مجدد دین وملت نے اپنے رسالہ میں علم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سوا علوم ذات وصفاتِ الٰہی کے جملہ معلوماتِ الٰہیہ غیر متناہیہ بالفعل کو بتفصیل تام محیط ٹھہرایا اور اس احاطہ میں علم الٰہی وعلم نبوی میں صرف قِدم وحدوث کا فرق بتایا ہے **مفتریوں پر کمال قہر الٰہی** کا ثمرہ یہ کہ یہ من گھڑت باتیں رسالۂ اعلٰیحضرت کی طرف نسبت کیں جس میں صراحۃً ان اباطیل کا روشن رَد ہے جس کا ذکر بعونہٖ تعالٰی عنقریب آتا ہے رسالے میں اگر ان باتوں کی نسبت ہاں نہ، کچھ نہ ہوتا تو اُن کا اس کی طرف منسوب کرنا سخت خبیث افترا تھا ذکر رسالے میں بتصریح نام روشن وواضح طور پر جن باتوں کا رَد ہوا انھیں کو اسکی طرف نسبت کردیا جائے اس کی نظیر یہی ہوسکتی ہے کہ کوئی ملعون کہے قرآن عظیم میں جیسے مسیح کو خدا لکھا ہے ان اللّٰہ ھو المسیح ابن مریم[1] (بے شک اللہ مسیح ابن مریم ہی ہے۔ ت) اس سے یہی کہا جائے گا کہ او ملعون مجنون ابلیس کے مفتون سوجھ کر قرآن عظیم میں ایسا فرمایا ہے یا اس کا رَد ارشاد ہُوا ہے کہ:

عــه ماثوم مجرم سزایافتہ کہ خدائے کیفر کردارش بکنارش نہاد ۱۲۔

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۷

www.alahazratnetwork.org

27
27

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم قل فمن یملک من اللہ شیئا ان اراد ان یھلک المسیح ابن مریم و امہ و من فی الارض جمیعا ۱؎

بیشک کافر ہیں وہ جو مسیح ابن مریم کو خدا کہتے ہیں تم فرمادو کہ کسی کو اللہ پر کچھ اختیار ہے اگر وہ مسیح ابن مریم اور اُن کی ماں اور تمام اہل زمین کو فنا کر دینا چاہے۔

اعلٰیحضرت نے یہ مبارک رسالہ مکہ معظمہ میں تصنیف فرمایا اکابر علمائے مکہ نے خواہشیں کرکے اسکی نقلیں لیں اس رسالہ کی قسم اول جناب مفتی برزنجی صاحب نے پڑھوا کر سُنی حاش للہ ہزار ہزار بار حاش للہ زنہار معقول و مقبول نہیں کہ معاذ اللہ خود حضرت ممدوح ایسے اخبث انجس افترائے ملعون تراشیں یا اُن کا تراشنا روا رکھیں بلکہ ضرور ضرور ان دل کے اندھوں نے اس مقدس مفتی کی ظاہری نابینائی سے فائدہ اٹھایا اور کوئی نہ کوئی کارروائی دھوکے فریب یا تحریف تصحیف کی عمل میں لائی گئی۔ انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون ۲؎ (افتراء وہی باندھتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے۔ت) اپنے پرانوں المرجفون فی المدینۃ (مدینہ میں جھوٹ اڑانے والوں۔ت) کا ترکہ پایا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۳؎ (اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ت)۔

ثالثاً خباثئے نے کھایا بھی اور کال بھی نہ کٹا۔ مفتی صاحب نے ان افترائی اقوال پر بھی اتنا ہی حکم دیا کہ غلط اور تفسیر قرآن پر بے دلیل جرأت ہے اشقیاء کے طائفہ بھر کی چھاتیاں پھٹ گئیں کہ ہائے ہائے رسول کے شہر میں خدا کا قہر سر پر اوڑھا اور کچھ کام نہ چلا۔ اب رامپور، بریلی، دیوبند، تھانہ بھون، انبٹھہ، گنگوہ، دہلی، پنجاب وغیرہا کے سب پنج عیب جڑ جڑا کر کمیٹیاں ہوئیں اور رائے پاس ہوئی کہ ابلیسی مسخرو! تم اور غضب کرو۔ ارے افتراء کی مشین تو تمہارے گھر چل رہی ہے، مجدد ملت پر افترا جوڑ سکتے تھے حضرت مفتی صاحب پر جوڑتے ہوئے کیوں مرے جاتے ہو بنابر آں پہلے افترا میں وہ جو علوم ذات و صفات الٰہی کا استثناء رکھا تھا اب اپنے ہی چھپے ہوئے رسالے غایۃ المامول سے اُسے بھی اُڑا دیا جناب منور علی رامپوری اینڈ کو جو اس رسالہ غایۃ المامول کے لانے والے چھاپنے والے ہیں مسلمان سب سے پہلے انھیں کی دن دہاڑے چوری اور سرزوری ملاحظہ فرمائیں۔ رسالے کے صفحہ ۲ پر مفتی صاحب

۱؎ القرآن الکریم ۵/ ۱۷
۲؎ " ۱۶/ ۱۰۵
۳؎ " ۳۳/ ۶۰
۴؎ " ۲۶/ ۲۲۷

www.alahazratnetwork.org

کی طرف منسوب عبارت تو یہ چھاپی،

ذھب فیھا ای صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علمہ محیط بکل شیئ حتی المغیبات الخمس وانہ لایستثنٰی من ذٰلک الا العلم المتعلق بذات اللہ تعالٰی وصفاتہ۔

اس کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا علم ہر شے کو محیط ہے حتی کہ مغیباتِ خمسہ کو بھی۔ اور وہ اللہ تعالٰی کی ذات وصفات سے متعلق علم کے سوا کسی علم کو اس سے مستثنٰی نہیں کرتا۔(ت)

جس میں علم متعلق بذاتِ الٰہی وصفاتِ الٰہی کا صریح استثناء موجود ہے اور اس عبارت کے منگھڑت خلاصہ کا ترجمہ آخر کتاب میں یوں چھاپا کہ "رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا علم بھی ایسا ہی محیط ہے جیسے اللہ تعالٰی کا اور آپ کے علم اور اللہ تعالٰی کے علم میں کوئی فرق نہیں سوائے حدوث وقدم کے۔" ملاحظہ ہو کہ وُہ علم ذات وصفات کا استثناء یک لخت اڑگیا۔ اور بلا استثناء جمیع معلوماتِ الٰہیہ کو علم نبوی محیط ماننے کا بہتان جوڑ گیا۔ بیحیا بد دین لوگ اکثر افتراء گا نٹھا کرتے ہیں اس کا کچھ گلہ نہیں مگر

ع چہ دلاور است دُزدے کہ بکف چراغ دارد

(چور کتنا دلیر ہے کہ ہاتھ میں چراغ رکھتا ہے۔ ت)

کا سماں اور ہی مزہ رکھتا ہے۔ جس کتاب میں تحریف کریں اسی کے ساتھ اسی کی پُشت پر چھاپ دیں اور پھر سرِ بازار مسلمانوں کو آنکھیں دکھائیں۔ تف تف تف تف سے کیا ہوتا ہے جب خدا کی لعنت ہی کا خوف نہیں پھرا۔ پھر اس چالبازی کی کیا شکایت کہ مفتی صاحب کی طرف عبارت تو یہ منسوب کی العلمی علٰی رسالۃ ذھب فیھا، جس کا صاف مفاد یہ کہ یہ مضمون اس رسالہ کا ہے حالانکہ رسالہ میں اس کا صاف رَد لکھا ہے، اور باطنی طائفہ نجدیت کے امام معصوم سفلی آسمان کذب وافتراء کے بدر منور اس کا ترجمہ یُوں گانٹھتے ہیں، "اپنے دوسرے رسالہ علم غیب کی مجھ کو خبر دی اور اس کا یہ مدعا بیان کیا" یعنی یہ مدعا زبانی بیان میں تھا نہ کہ رسالہ میں تاکہ کوئی رسالہ کا تیاپانچہ دے کر جھوٹ بکنے والا لوٹ دے کہ مفتری رسالہ میں یہ قول لکھا ہے یا اس کا رَد کیا ہے۔ پھر اس ننھی سی کتر بیونت کا کیا گلہ کہ مفتی صاحب کی طرف عبارت تو یہ منسوب کی فلو ال جھدا فی بیان ان الاٰیۃ المذکورۃ لاتدل علٰی مدعاہ دلالۃ قطعیۃ

؎ اسمٰعیل دہلوی کی صراط مستقیم میں

www.alahazratnetwork.org

جس کا صاف ترجمہ یہ ہے کہ میں نے اپنی چلتی اس بیان میں کمی نہ کی کہ آیت اُن کے دعوٰی پر ایسی دلالت نہیں کرتی جو یقینی قطعی ہو۔ اب قصرِ وہابیت کے منور محل کا چمکتا ترجمہ سُنئے۔ آیت مذکورہ تمہارے دعوٰی کی دلیل نہیں ہوسکتی۔ کہاں نفی تیقن کہ یقینی طور پر اثبات نہیں اور کہاں استدلال کی دلیل ہو ہی نہیں سکتی۔ دو سطر کے ترجمہ میں یہ ڈھٹائیاں اور رواں گھاتیاں یہ دلربائیاں اور پھر دین و دیانت کا دعوٰی برقرار، ع

چوں وضوئے محکم بی بی تمیز (بی بی تمیز کے محکم مضبوط وضو کی طرح۔ ت)

پھر یہ شرمیلی جھانولی تو خاص انعام دینے کے قابل کہ اسی صفحہ ۲ عبارت مفتی صاحب میں قادیانی، پھر طائفہ امیریہ امیر حسن سہسوانی، پھر طائفہ نذیریہ نذیر حسین دہلوی، پھر طائفہ قاسمیہ قاسم نانوتوی، پھر رشید احمد گنگوہی، پھر اشرف علی تھانوی یہ سارے کے سارے نام بنام مذکور تھے اور ان سب پر جبکہ وہ اقوال ان کے ہوں احکام کفر و ضلال مسطور تھے، تن وہابیت کی منور جان جو سربائی نظروں سے اس کے ترجمہ پر آئیں تو یوں جھلک دے کر اوپ ہوجائیں کہ ہندوستان میں کچھ لوگ گمراہ اور اہل کفر ہیں جو ایسا ایسا کہتے ہیں منجملہ ان کے غلام احمد قادیانی وغیرہ وغیرہ۔ ملاحظہ ہو اپنے پانچوں کو کیا وغیرہ وغیرہ کے پردے میں بٹھایا، وغیرہ کی خاک ڈال کر بلّی کی طرح چھپایا ہے غرض ؎

عیار ہو مکّار ہو جو آج ہو تم ہو
بندے ہو مگر خوف خدا نہیں رکھتے

ارے بیباک! کیا کہنا ہے تیری اس وغیرہ کا
یہی پردہ ہے سارے ایرغیرا نتھو خیرا کا

بریلی کے وہابیہ بھی انھیں حضرت کی چال پر بھول کر اپنی بتیاں والی تحریر سربازار تشہیر کرا بیٹھے۔ مسلمانوں نے پانسو روپے انعام کا اشتہار دیا اگر ایک ہفتہ میں اپنے افتراؤں کا ثبوت دے دیں۔ میعاد گزری اور اس سے دوچند زمانہ گزرا اور پھر سہ چند تک نوبت پہنچی مگر کسی مفتری کذاب کے لب نہ کھلے فبھت الذی کفر، واللّٰہ لایھدی القوم الظّٰلمین[1] تو ہوش اڑ گئے کافر کے اور اللہ راہ نہیں دکھاتا ظالموں کو۔ ت)۔ بیس روز بعد بعض بے حیا پردہ نشینوں نے کسی اپنے سعید کی فرضی آڑ سے دیوبندی کھیلیوں کا نتیجہ چھاپا۔ پہلے وہ اندھیر تھے تو اس میں افترا بر افترا، افترا بر افترا کے ڈھیر تھے اور واقعی کوئی

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۵۸

www.alahazratnetwork.org

ملعون طائفہ اپنے لعنتی افتراؤں کا ثبوت کہاں سے لائے سوا اس کے کہ لعنتوں پر لعنت، غضبوں پر غضب اوڑھے۔ اس پر مسلمانوں نے العذاب البئیس علی انجس حلائل ابلیس ان پر نازل کیا اور تین ہزار روپے کا اعلان دیا اور ان کی مہلت تین ہفتے کردی اور بر سم شہادت ان کے الفاظ کی ڈگری در مجلس وغیرہ سب کے ظاہر پیر تھانوی صاحب کے سر دھر دی، اگرچہ برسوں کا تجربہ شاہد ہے کہ وہ نیں توڑے دیکھ کر بھی لب نہ کھولیں گے، اُن کی مُہرِ دہن جب ٹوٹے کہ کچھ گنجائش سوجھے خیر ایک تدبیر تو کفر پارٹی کی یہ تھی۔ دوسری تدبیر لعنت تحریر اشد ملعونی کی بولتی تصویر فلک شیطنت کی بدر منیر ابلیس لعین کی بڑی ہمشیر اللہ ورسول پر حملہ کے لئے کفر پارٹی کی ننگی شمشیر یعنی رسالہ ملعون وشقی ظلمٰ مسمّٰے سیف النقی۔ اس خبیثہ ملعونہ رسالہ نے وہ طرز اختیار کی کہ وہابیہ خذلہم اللہ تعالٰی پر سے ۳۵ برس کا قرضہ ایک دم میں اُتر وادے۔ آستانہ علویہ رضویہ سے پینتیس[۳۵] سال کامل ہوئے کہ وہابیہ کا رُد اشاعت پا رہا ہے اور آج تک بفضل وہاب جل وعلا لاجواب رہا ہے۔ کسی گنگوہی، نانوتوی، انبیٹھی، تھانوی، دیوبندی، دہلوی، امرتسری کو تاب نہ ہوئی کہ ایک حرف کا جواب لکھیں اور جب مطالبہ جواب کتب کا نام آیا ہے بحکلین طائفہ نے جو مناظرہ رٹ رہے ہیں وہ وہ چک پھیریاں لیں[عہ] وہ وہ اڑان گھاٹیاں دکھائیں جن کا بیان رسالہ الاستمتاع بذوات القناع سے ظاہر شریفہ ظریفہ رشیدہ رسیدہ نے اپنے اقبال وسیع سے ان کے ادبار پر وضیق کو ایسی فراخی حوصلہ کی لے سکھائی ہے کہ چاہیں تو ایک ایک منٹ میں اپنے خصموں کی ایک ایک کتاب کا جواب لکھ دیں، اور وہ بھی بے مثل و لاجواب لکھ دیں یعنی خصم کا جو قول چاہیں نقل کریں اور اس کے مخالف جتنی عبارات چاہیں خصم کے آباء و اجداد ومشائخ کی طرف سے گھڑ لیں اور ان کی تصانیف کے نام بھی تراش لیں، ان کے مطبع بھی اپنے افترائی سانچے میں ڈھال لیں اور سر بازار بکمال حیا آنکھیں دکھانے کو ہو جائیں کہ تم تو کہتے ہو اور تمہارے والد ماجد اس کے خلاف فلاں کتاب میں یوں فرماتے ہیں، تمہارے جدِ امجد کا فلاں کتاب میں یہ ارشاد ہے، فلاں مشائخ کرام فلاں فلاں کتاب میں یُوں فرما گئے ہیں، ان کتابوں کے یہ یہ نام ہیں، فلاں فلاں مطبع میں چھپی، ان کے فلاں فلاں صفحہ پر یہ عبارات ہیں، کہئے اس سے بڑھ کر پکا اور کامل ثبوت اور کیا ہوگا، اور بعنایتِ الٰہی حقیقت دیکھئے تو ان کتابوں کا اصلاً کہیں رُوئے زمین پر نام ونشان نہیں، نِری من گھڑت خیالی تراشیدہ خوابہائے پریشان جن کی تعبیر فقط اتنی کہ لعنۃ اللہ علی

عہ یہی واقع ہُوا دس برس سے زیادہ گزرے تھانوی صاحب خاموش باختہ ہوش۔

www.alahazratnetwork.org

الکذبین[1] (جھوٹوں پر اللہ کی لعنت۔ ت) مثلاً:

(۱) صفحہ ۳ پر ایک کتاب بنام تحفۃ المقلدین اعلیحضرت کے والد ماجد اقدس حضرت مولانا مولوی محمد نقی علی خاں قدس سرہ العزیز کے نام سے گھڑی اور بکمال بیحیائی کہہ دیا کہ مطبوعہ صبح صادق سیتاپور صفحہ ۱۵۔

(۲) صفحہ ۱۱ پر ایک کتاب بنام ہدایۃ الاسلام اعلیحضرت کے جدِ امجد حضور پُرنور سیدنا مولوی محمد رضا علی خاں صاحب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نام سے تراشی اور بکمال ملعونی کہہ دیا کہ مطبوعہ صبح صادق سیتاپور صفحہ ۳۰۔

(۳) صفحہ ۱۱ اور صفحہ ۲۰ پر ہدایۃ البریہ مطبوعہ صبح صادق کے علاوہ ایک ہدایۃ البریہ مطبوعہ لاہور اعلیحضرت کے والد روح اللہ روحہ کے نام سے گھڑی اور اپنی تراشیدہ عبارتیں اس کی طرف منسوب کردیں کہ صفحہ ۳۱ میں فرماتے ہیں، صفحہ ۴۱ میں فرماتے ہیں اور سب محض بناوٹ۔

(۴) صفحہ ۱۱ پر ایک کتاب بنام خزینۃ الاولیاء حضور اقدس انور حضرت سیدنا شاہ حمزہ مارہروی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نام اقدس سے گھڑی اور بکمالِ شقاوت کہہ دیا کہ مطبوعہ کانپور صفحہ ۱۵۔

(۵) صفحہ ۲۰ پر ایک کتاب بنام تحفۃ المقلدین اعلیحضرت کے جدِ امجد نور اللہ تعالٰی مرقدہ کے نام سے گھڑی اور بکمال شیطنت کہہ دیا مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۱۲۔

(۶) صفحہ ۲۱ پر حضرت اقدس حضور سیدنا شاہ حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ملفوظات دل سے گھڑے اور بکمال اہلبیت کہہ دیا کہ مطبوعہ مصطفائی صفحہ ۱۱، اور خبیثہ شقیہ نے جو عبارت جی سے گھڑی، وہ ہوتی تو مکتوب ہوتی نہ کہ ملفوظ اور اس کے اخیر میں دستخط بھی گھڑ لئے کتبہ شاہ حمزہ مارہروی عفی عنہ اللہ کی مُہر کا اثر کہ اندھی خبیثہ کو ملفوظ و مکتوب کا فرق تک معلوم نہیں اور دل سے گھڑنت کو آندھی۔ ع

عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیے

(۷) ع قدم فسق بیشتر بہتر

خبیثہ ملعونہ نے صفحہ ۱۴ پر ایک کتاب بنام مرأۃ الحقیقۃ حضور انور واکرم غوث دوعالم

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۶۱

www.alahazratnetwork.org

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسم مہر یا نور سے گھڑی اور بکمال بے ایمانی کہہ دیا کہ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۸۔

(۸) صفحہ ۲۰ پر اعلیٰحضرت کے والد ماجد عطر اللہ مرقدہٗ کی مہر مبارک بھی دل سے گھڑلی، اور اس کی یہ صورت بنائی،

نقی علی حنفی سُنّی ۱۳۰۱

حالانکہ حضرت والا کی مہر اقدس یہ تھی جو بکثرت کتب پر طبع ہوتی ہے،

۱۲۶۹
مولوی رضا علی
محمد نقی علی خاں ولد

(۹) حضرت اعلیٰ قدس سرہٗ کی وفات شریف ۱۲۹۷ھ میں واقع ہوئی خبیثہ نے مہر کا سن ۱۳۰۱ لکھا یعنی وصال شریف کے چار برس بعد مہر کندہ ہوئی۔ سچ ہے جب لعنت الٰہی کا استحقاق آتا ہے۔ آنکھ، کان، دل سب پٹ ہو جاتے ہیں۔

(۱۰) تقویت الایمان پر سے اعتراضات بزورِ زبان اٹھانے کو صفحہ ۲۰ پر ایک تقویت الایمان مطبوعہ مصطفائی گڑھی اور اس سے وہ عبارتیں نقل کر دیں جس کا دُنیا بھر کی کسی تقویت الایمان میں نشان نہیں۔

جب حالت یہ ہے تو اپنی طرف کی فرضی خیالی تصانیف گھڑ دینے کی کیا شکایت۔ محمد نقی اجمیری جو کوئی شخص اس کا مصنّف ٹھہرایا ہے، غالباً یہ بھی خیالی گھڑا یا کم از کم اسم فرضی ہے۔ ایک بزرگوار نے پہلے ایک اسی رنگ کا رسالہ حمایتِ اعلیٰحضرت میں لکھ کر یہاں چھاپنے کو بھیجا تھا جس میں مخالفانِ حضرت والا کے کلام ایسے ہی فرضی نقل کئے تھے۔ الحمدُ للہ اہل سنّت ایسی ملعون باتیں کب پسند کریں، یہاں سے دھتکار دیا تو مخالف ہو کر دامن وہابیوں کا پکڑا اور ان کو یہ رسالہ سیف النقی بھیجا۔ جھوٹے معبود کے پجاری تو ایسوں کے بھوکے ہی تھے باسم المعبود الکذاب اللئیم کہہ کر قبول کر لیا اور اعلان چھاپا کہ بندہ کی معرفت یہ رسالہ اشرف علی وغیرہ بزرگان کی جملہ تصانیف مل سکتی ہیں۔ راقم اصغر حسین مدرسہ دیوبند۔

مسلمان اپنی ہی عادت پر قیاس کرتا ہے، گمان تھا کہ وہ حضرات بھیا سے بے حیا ہوں'

www.alahazratnetwork.org

پھر بھی ایسی ہی سخت سے سخت ناپاک ترخبیث گندی گھناؤنی ابلیسی ملعون تحریر کا نام لیتے کچھ تو شرمائیے جس کی کمال بیحیائیوں ڈھٹائیوں کی نظیر جہان بھر میں کہیں نہ پائیں گے۔ مگر واضح ہوا کہ وہاں بغضب الٰہی ایک حمام میں سب ننگے ہیں، مدرسہ دیوبند سے اس کی اشاعت تو دیکھ ہی چکے، اب در بھنگی صاحب کی حیا ملاحظہ ہو۔ ۱۴ ربیع الآخر شریف کو جناب تھانوی صاحب سے رجسٹری شدہ نوٹس میں استفسار فرمایا تھا کہ کیا آپ مناظرہ کو آمادہ ہوئے ہیں۔ کیا آپ نے در بھنگی صاحب کو اپنا وکیل مطلق کیا ہے۔ آج سوا مہینہ گزرا تھانوی صاحب کو تو حسب عادت جو سُونگھ جاتا تھا سونگھ گیا یا دماغ شریف سونٹھ کی ناس سے اُونگھتا ہی رہتا ہے اور بھی اونگھ گیا، مگر ۲۰ ربیع الآخر شریف کو در بھنگی جی اُچھلے اور اپنی ہی خصلت و نسبت کے موافق بہت کچھ کلمات ناپاک اور غلیظ اپنے دہن شریف سے اُگلے۔ اور ایک دو ورق اپنے نصیبوں کی طرح سیاہ فرمایا جس کا حاصل صرف اسی قدر کہ ہاں ہم تھانوی صاحب کے وکیل ہیں۔ کیا ہم نہیں کہتے کہ ہم تھانوی کے وکیل ہیں۔ ہم نے معززوں کے سامنے کہہ دیا ہے کہ ہم تھانوی کے وکیل ہیں۔ ہاں ہاں لے لو، خدا کی قسم ہم تھانوی کے وکیل ہیں تھانوی جی سے کیوں پوچھو کہ تم نے وکیل کیا یا نہیں، ہم جو کہہ رہے ہیں کہ ہم تھانوی کے وکیل ہیں۔ اچھا تھانوی جی نہیں بولتے کہ ہم ان کے وکیل ہیں، تو ان کے نہ بولنے سے کیا یہ مٹ جائے گا کہ ہم تھانوی کے بول ہیں، ہم خود تو بول رہے ہیں کہ ہم تھانوی کے وکیل ہیں تو گنگوہی کی آنکھوں کی قسم ہم تھانوی کے وکیل ہیں۔ مسلمانو! خدا را انصاف یہ صورتیں مناظرہ کرنے کی ہیں۔ اللہ و رسول (جل وعلا، وصلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم) کی جیسی عزت ان کی نگاہوں میں ہے طشت از بام ہے اسی پر تو عرب و عجم میں حل و حرم میں ان پر لعنتوں کا لام ہے۔ ہاں بعض دنیاوی عزتوں کا بھاری بوجھ پڑا کہ دفع الوقتی کو در بھنگی صاحب مغالطہ دہی کے لئے اپنے مُنہ آپ جناب تھانوی صاحب کے وکیل بن بیٹھے۔ اوّل روز سے تھانوی صاحب پر تمام رسائل و اعلانات میں یہی تقاضا سوار تھا کہ خود مناظرہ میں آتے ہول کھاتے ہو، کھاؤ، اپنے مہر و دستخط سے کسی کو وکیل بناؤ، بارے اب خدا خدا کرکے وکالت کی بھنک سُنی تو اس کی تحقیقات حرام ہے۔ خود ساختہ وکیل صاحب کا جبروتی حکم ہے کہ جناب تھانوی صاحب کی مُہر کیسی، دستخط کہاں کے۔ ان سے پُوچھنا ہی بے ضابطہ ہے۔ ہم خود ہی جو کہہ رہے ہیں کہ ہم تھانوی کے وکیل ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہے۔ تھانوی کو رجسٹری شدہ نوٹس پہنچا جس میں وکیل کرنے نہ کرنے کو ان سے پوچھا وہ نہ بولے، لاکھ نہ بولیں، ان کے نہ بولنے سے کیا ہوا، بس اتنا ہی نہ کہ یہ سمجھا گیا کہ انھوں نے ہم در بھنگی صاحب کو وکیل ہرگز نہ کیا۔ پھر اس سے کیا ہوتا ہے ہم خود جو فرما رہے ہیں کہ ہاں ہم کو تھانوی جی نے وکیل کیا ہے۔ اس ہماری

www.alahazratnetwork.org

ہاں کے آگے تھانوی جی کے نائے نوئے یا بائے ہوئے یا ٹال مٹول یا اول فول یا قول فعل کسی حرکت کا اصلاً اعتبار ہی کیا ہے، آپ نے نہیں سُنا کہ ع

گھر سے آیا ہے معتبر نائی

مسلمانو! نہ فقط مسلمانوں بلکہ جہان بھر کے ذرا سی بھی عقل وتمیز رکھنے والو! کبھی اس مزہ کی وکالت کہیں سُنی ہے، گویا اس پیرانہ سالی میں دیوبندیوں نے گھیر گھار کر دوگزا ٹیا کیا سر پر لپیٹ دی۔ گورنمنٹ گنگوہیت نے درجنگی صاحب کے بیرسٹری کا بلا لٹکا دیا کہ موکل کے انکار اقرار کی کچھ حاجت نہیں فقط ان کا فرمانا کافی ہے، یا وہ تمام دیوبندیوں خواہ خواص تھانوی صاحب کے گھر کی عام مختاری کا ڈپلومہ اُن کے پرو دینا تھا جس کے بعد توکیل کی نسبت دریافت کرنا ہی بے ضابطگی ہے۔

مسلمانو! کیا وکالت یُونہی ثابت ہوتی ہے، کیا اس سے درجنگی صاحب کی محض جُھوٹی وکالت کا ہوائی بولا نہ پُھوٹ گیا۔ جناب تھانوی صاحب نے دبی زبان بھی اتنی بانک نہ دی کہ میں نے وکیل تو کیا ہے کیا ایسے ہی مُنہ مناظرہ کرنے کے ہوتے ہیں۔ اللہ اللہ جناب تھانوی صاحب کی یہ گریز، فرار، یہ ہول، یہ خوف، یہ صموت اور اس پر اذناب کی یہ حالتیں، اور پھر مناظرہ کا نام بدنام، ارے نامردی تو خدا نے دی ہے۔ مارمار تو کئے جاؤ ازلی ذلت نصیبو انھیں حالتوں پر علمائے اسلام کو لکھتے ہو کہ خدانے جو ذلت اور رسوائی آخری عمر میں آپ کی گردن کا طوق بنادیا ہے کیا ان ناپاک چالوں اور بے شرمی کے حیلوں سے ٹال سکتے ہیں۔ ضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ (ان پر مقرر کردی گئی خواری اور ناداری۔ ت) کے مصداق ہو کر عزت کی طلب فضول اور عبث ہے۔

ارے منافقو! تمھارے اگلے تو اس سے بھی بڑھ کر کہہ گئے تھے کہ،

لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منھا الاذل[1]۔ اگر ہم مدینہ پھر کر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نکال دے گا اُسے جو نہایت ذلت والا ہے (ت)

اس پر قرآن عظیم نے کیا جواب دیا:

وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنفقین لا یعلمون[2]۔ عزت تو اللہ و رسول اور مسلمانوں کے لئے ہے مگر منافقین کو خبر نہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۳/۸

[2] القرآن الکریم ۶۳/۸

www.alahazratnetwork.org

وہ ملاعنہ ہمیشہ الٰہی عزت کو ذلت ہی تعبیر کرتے یا اندھے ابلیس کی اندھی نسلوں کو عزت کی ذلت نہیں سوجھتی، اسی پر تو قرآن عظیم نے فرمایا،

قاتلھم اللہ انّٰی یؤفکون۔[1] خدا انھیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔

یہی ترکہ اگر آپ نے پایا کیا جائے شکایت ہے۔ واقعی جن کو اللہ عزوجل اوندھا کے انکی اوندھی اوندھی مت میں اس سے بڑھ کر ناپاک چال اور بے شرمی کا حیلہ کیا ہے کہ زید سے پوچھا جائے عمرو جو اپنے آپ کو تیرا وکیل بتاتا ہے کیا تو نے اسے وکیل کیا ہے اور کمال پاک چال اور بڑی شرمیلی حیلہ گری کیا ہے یہ کر ۲۵ سال خربیں کھا کر بعض دنیاوی رئیسوں کے دباؤ سے جب دم پر بنے تو ایک بے معنی خود وکیل بنے۔ جب فرضی موکل صاحب سے تصدیق طلب ہو کر کیا آپ نے اسے وکیل کیا تو پھر یا مظہر العجائب جواب مع عجیب غائب، بس اور تو کیا کہوں اور اس سے بہتر کہہ بھی کیا سکوں جو قرآن عظیم فرما چکا کہ،

قاتلھم اللہ انّٰی یؤفکون۔[2] خدا انھیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں (ت)

خیر یہ تو مناظرۂ دہلی کا خاتمہ تھا جو تھانوی صاحب کی کمال دہشت خواری بے تکان فراری یا در بھنگی بولوں میں ان کی آخری عمر کی سخت ذلت وخواری پر ہوا۔ اور ہونا ہی چاہئے تھا کہ قرآن پاک فرما چکا تھا:

ان اللہ لایھدی القوم الفٰسقین۔[3] بیشک اللہ تعالٰی فاسقوں کو راہ نہیں دیتا (ت)

اور صاف ارشاد کر دیا تھا،

قاتلھم اللہ انّٰی یؤفکون۔[4] خدا انھیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں (ت)

یہاں کہنا یہ ہے کہ رسالہ ملعونہ خبیثہ مذکورہ کے کوتک آپ ملاحظہ فرما چکے اور حاشا وہ اس کے چہارم کوتک بھی نہیں۔ خیال تھا کہ دیوبندی مدرسہ سے اگرچہ اس کی اشاعت کا اعلان ہے، مگر کوئی دیوبندی مُلّا ایسی ناپاک ملعونہ کو اپنی کتے کچھ تو لے جائے گا۔ لیکن یہ خیال غلط نکلا۔ اب یہی در بھنگی صاحب، نہیں نہیں بلکہ کچھ دنوں کے لئے ان کے منہ یہی تھانوی صاحب، ہاں ہاں یہی سارے کے سارے دیوبندیوں کے مشکلکشا، مناظر، بیرسٹر، پلیڈر، حاوی جملا اصول ونظائر اپنے اسی خواری نامہ ۳۰ ربیع الآخر میں فرماتے ہیں، تحریر میں بھی اب آپ کی حقیقت دیکھنی ہے۔ سیف النقی اور

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۳۰
[2] القرآن الکریم ۹/ ۳۰
[3] القرآن الکریم ۶۳/ ۶
[4] القرآن الکریم ۹/ ۳۰

www.alahazratnetwork.org

دین کا ڈنکا تو طبع ہو چکا ہے ملاحظہ سے گزرا ہو گا "الشہاب الثاقب" اور "رجوم" بھی طبع ہونے والا ہے وہ دیکھئے کس فخر کے ساتھ اس ملعونہ کا نام لیا ہے۔ اللہ اللہ مسلمانوں نہ صرف مسلمانوں، دنیا بھر کے عاقلوں سے پوچھ دیکھو کبھی کسی نے بے حیا ناپاک گھناؤنی سے گھناؤنی، بیباک سے بیباک، پاجی، کمینی، گندی قوم نے اپنے خصم کے مقابل بے دھڑک ایسی حرکات کیں۔ آنکھیں میچ کر گندا منہ پھاڑ کر ان پر فخر کئے۔ انھیں سر بازار شائع کیا اور ان پر افتخار ہی نہیں، بلکہ سنتے ہیں کہ ان میں کوئی نئی نویلی، حیادار، شرمیلی، بانکی، نکیلی، میٹھی، رسیلی، اچپل البیلی، چنچل انیلی، اجودھیا باشی آنکھ یہ تان لیتی اُٹھی ہے

نا چنے ہی کو جو نکلے تو کہاں کی گھونگھٹ

اس فاحشہ آنکھ نے کوئی نیا غمزہ تراشا اور اس کا نام شہاب ثاقب رکھا ہے کہ خود اسی کے شیطان بھیانی پر شہاب ثاقب ہے اس میں وہ حیا بریدہ گیسو بریدہ افتخار سے استناد، استناد سے اعتماد تک بڑھی ہے کہیں تو اسی ملعونہ بظلم مسمات سیف النقی کا آنچل پکڑ کے سند لائی اور اس کا بھی سہارا چھوڑ خود اپنی طرف سے وہی بے سری گائی وہ تازہ غمزہ یاروں تک پہنچا تو ان شاء اللہ العزیز اس کی جُدا خبر لی جائیگی۔

مسلمانو! بلکہ ہر مذہب کے عاقلو! کیا ایسوں سے کسی مخاطبہ کا محل رہ گیا کیا اُن کا عجز لاکھ آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو گیا۔ بد نصیبوں میں کچھ بھی سکت ہوتی تو ایسی ناپاک حرکت جس کی نظیر آریوں، پادریوں، ہندوؤں، بُت پرستوں کسی میں نہ ملے ہرگز اختیار نہ کی جاتی۔

ارے دم ہے کسی تھانوی، دربھنگی، سرہنگی، سربھنگی، انبہٹی، دیوبندی، نانوتوی، گنگوہی، امرتسری، دہلوی، جنگلی کوہی میں کہ اُن من گھڑت کتابوں، اُن کے صفحوں، اُن کی عبارتوں کا ثبوت دے اور نہ دے سکے تو کسی علمی بحث یا انسانی بات میں کسی عاقل کے لگنے کے قابل اپنا منہ بنا سکے ۔

اسی کو یہ تمکنت یہ لپکا کہ کوئی منہ لگے تیرے

جو تجھ سے بڑھ کے گندا ہو وہ پاجی منہ لگے تیرے

بھلا یہ تو اصغر حسین جی دیوبندی و مرتضیٰ حسن جی دربھنگی و حسین احمد جی اجودھیا باشی کے تانگے تھے خود پرانے جہان دیدہ گرم و سرد چشیدہ عالیجناب تھانوی صاحب کا چرخہ ملاحظہ ہو۔

ارے بے دم ہے کسی وہابی بے دم میں

اسی ذی القعدہ ۲۸ھ کی ۲۰ تاریخ کو اعلیٰحضرت مجدد دین و ملت نے "تھانوی صاحب کا چرخہ" کے نام ایک مفاوضہ عالیہ مسمّٰی بنام تاریخی ابحاث اخیرہ (۱۳۲۸ھ) امضا فرمایا جس کے تذکارات نمبر ۹ میں ارشاد ہوا: "یہ مانا کہ جب جواب بن ہی نہ پڑے تو کیا کیجئے مگر دیکھئے کس گھر سے دیکھئے نگر دالاجنایا! ایسی ایسی صورتوں

www.alahazratnetwork.org

میں انصاف یہ تھا کہ اپنے اتباع کا منہ بند کرتے معاملۂ دین میں ایسی ناگفتنی حرکات پر انھیں لجاتے شرماتے۔ اگر جناب کی طرف سے ترغیب نہ تھی تو کم از کم آپ کے سکوت نے انھیں شہ دی یہاں تک کر انھوں نے سیف النقی جیسی تحریر شائع کی جس کی نظیر آج تک کسی آریہ یا پادری سے بھی بن نہ پڑی۔"

پھر استفسارات میں فرمایا:

"(۷) آخر آپ بھی اللہ واحد قہار جل وعلا کا نام تو لیتے ہیں اُسی واحد قہار جبار کی شہادت سے بتائیے کہ یہ حرکات جو آپ کے یہاں کے علمائے مناظرین کر رہے ہیں صاف صریح اُن کے عجز کامل اور نہایت گندے حملۂ بزدل کی دلیل روشن ہیں یا نہیں۔

(۸) جو حضرات ایسی حرکات اور اتنی بے تکلفی اختیار کریں، چھپوائیں، بیچیں، بانٹیں، شائع و آشکار کریں، پیش کریں، حوالہ دیں، افتخار کریں، امور مذکورہ کو روا رکھیں، ترکِ انسداد و انکار کریں کسی عاقل کے نزدیک لائقِ خطاب ٹھہر سکتے ہیں یا صاف ظاہر ہوگیا کہ مناظرہ آخر ہوگیا۔

(۹) اُسی واحد قہار جل جلالہ کی شہادت سے یہ بھی بتا دیجئے کہ وہ رسالہ ملعونہ جو خاص جناب کے مدرسہ دیوبند سے اشاعت ہو رہا ہے اس اشاعت کی آپ کو اطلاع تو ظاہر مگر اس میں آپ کے مشورے آپ کی شرکت ہے یا نہیں؟ نہیں تو آپ کی رضا و رغبت ہے یا نہیں، نہیں تو آپ کو سکوت اور اس سکوت کا محصل اجازت ہے یا نہیں" الخ۔

تھانوی صاحب حسبِ عادت خاموش و خود فراموش، غرض بات وہی ہے کہ ایک حمام میں سب ننگے ؎

بیحیا باش آنچہ خواہی کن

(بے حیا ہو جا پھر جو چاہے کر۔ ت)

خیر ایسوں کے منہ کہاں تک لگیں اصل بات جس پر اس تمہید کا آغاز تھا عرض کریں کہ اللہ عزوجل جن قلوب کو ہدایت فرماتا ہے اُن کا قدم ثبات جادۂ حق سے لغزش نہیں کرتا اگر ذریتِ شیطان وسوسے ڈالے تو اس پر اعتماد نہیں کرتے پھر جب امرِ حق جھلک دکھاتا ہے معاً ہوشیار ہو جاتے اور اُن کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اس کی تصدیق والا حضرت بالا درجت معلّے برکت حضرت سید حسین حیدر میاں صاحب قبلہ حسینی زیدی واسطی مارہری دامت برکاتہم کا واقعہ نفیسہ ہے حضرت والا اجلہ سادات عظام و صاحبزادگان سرکار مارہرہ مطہرہ و تلامذۂ اعلٰحضرت تاج الفحول محب الرسول مولٰنا مولوی حافظ حاجی شاہ محمد عبدالقادر صاحب قادری عثمانی بدایونی قدس سرہ الشریف سے ہیں لکھنؤ اپنے بعض اعزہ کے

www.alahazratnetwork.org

معالجہ کو تشریف لائے تھے۔ شیاطین عزاب خوارِ دیوبندیہ کی غرابیں تو ہندوستان میں برساتی حشرات الارض کی طرح پھیلی ہیں حضرت جھوائی ٹولہ میں فروکش تھے دروازہ کے قریب ایک شب کچھ دیوبندی غرابوں کا آپس میں یہ ذکر کرتے سنا کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علم غیب کے قائل ہوگئے ہیں اور یہ عقیدہ کفر کا ہے اور حسبِ عادت افترا و تہمت بک رہے تھے حضرت کو بہت ناگوار گزرا، مگر اللہ اکبر اُدھر رب عزوجل کا ارشاد کہ:

ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا[1] جب کوئی فاسق تمہارے پاس کچھ خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کرلو۔

اُدھر حضرت میں دینِ متین کی حرارت، صبح ہی اعلٰحضرت مجدد المائۃ الحاضرہ کے نام والا نامہ تحریر فرمایا جس کے باشمی تیور یہاں تک تھے کہ "بہر نوع مجھکو اپنی تسکین کی ضرورت ہے اگر آپ سے ممکن ہو تو فرما دیجئے۔" حتی کہ ارشاد فرمایا تھا "اگر اس میرے عریضہ کا جواب شافی آپ نہ دینگے تو یہ عقیدہ علم غیب کا مجکو اپنا تبدیل کرنا پڑے گا۔"

اعلٰحضرت مجدد دین وملت نے فوراً یہ خط جو اس وقت بنام **خالص الاعتقاد** آپ کے پیشِ نظر ہے حضرتِ والا کو رجسٹری بھیجا اور اس کے ساتھ انباء المصطفٰی و حسام الحرمین و تمہید ایمان و بطش غیب و ظفر الدین الطیب وغیرہا بھی ارسال کئے۔ الحمد للہ کہ اُسی آیۂ کریمہ کا ظہور ہوا کہ تذکروا فاذاھم مبصرون[2] تقوٰی والوں پر شیطان کچھ وسوسہ ڈالے تو وہ معاً ہوشیار ہوجاتے اور ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ اس خط و رسائل کو تمام وکمال تین ہفتہ میں ملاحظہ فرما کر حضرت والا نے یہ دو گرامی نامے اعلٰحضرت کو ارسال فرمائے:

نامۂ اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم و بہ نستعین ونصلی ونسلم علٰی نبیہ الکریم

حضرت مولٰنا و بالفضل اولٰنا دام ظلہم و برکاتہم وعمرہم۔

از احقر سید حسین حیدر بعد تسلیم نیاز عرض خدمت عالی اینکہ نوازش نامہ عالی عرضدار لایا

عہ اب تک ان صاحبوں نے بھی کروٹ نہ لی وہ تو سب کو ایک ہی مرض الموت لاحق ہے ۱۲۔

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۶ [2] القرآن الکریم ۷/ ۲۰۱

www.alahazratnetwork.org

معزز فرمایا او تعالیٰ ذاتِ والا کو باعث تجدید و تاسیس دین متین سلامت رکھے اس صدی کے مجدد اللہ تعالیٰ نے ہمارے سب کے واسطے ذات عالی کو بھیجا ہے رسائل عنایت فرمودۂ جناب میں نے حرف بحرف پڑھے اور تمام دن انھیں کے مطالعہ میں گزرتا ہے اگرچہ اس مسئلہ میں جو کچھ میں نے وقتاً فوقتاً آپ کی زبان سے سنا تھا اسی حبلِ متین کو مضبوط پکڑے ہوئے تھا اب اس تقریر والا نے تو میرے اس عقیدہ کو ایسا فولاد کر دیا ہے کہ جس کا بیان نہیں فتویٰ انباء المصطفیٰ نے بوجہ اپنی طبع کے مجھ کو کوئی فائدہ نہیں دیا اور نہ اس تحریر کے بعد مجھ کو حاجت رہی، نسخہ "تمہید ایمان" کو دیکھ کر میں اپنی مسرت کا حال کیا عرض کروں علمائے حرمین شریفین نے جو کچھ تحریر فرمایا وہ مشتے نمونہ خروار ہے اور میرا یہی عقیدہ ہے اخوت اسلامی ورشتۂ خاندانی سے قطع نظر کر کے ابتدائے میرا یہی عقیدہ ہے کہ اب ہندوستان و عرب میں آپ کا مثل نہیں ہے اور یہ امر بلا مبالغہ میرے دل میں راسخ ہو گیا ہے وہ لوگ جن سے اس بات میں مجھ سے گفتگو ہوئی تھی ابھی تک مجھ کو نہیں ملے ہیں اب وہ ملیں تو رسالہ حرمین طیبین دکھاؤں اور جواب لوں میں نے دیوان نعت برادرم حسن رضا خان صاحب مرحوم کو لکھا مرحوم مجھ سے وعدہ فرما گئے تھے کہ بعد طبع تجھ کو ضرور بھیجوں گا اللہ تعالیٰ ان کو اپنی آغوشِ رحمت میں رکھے۔ مورخہ ۔ ربیع الثانی یوم دوشنبہ رسائل مطبوعہ جدید مجھ کو ضرور مع دیوان بھیج دیں آج کل انھیں سے دل بہلتا ہے مکرر یہی مطالعہ میں رہتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو زندہ وسلامت رکھے، زیادہ نیاز فقط، احقر سید حسین حیدر از لکھنؤ جھوائی ٹولہ، مکان حکیم حسن رضا مرحوم۔

اس مدت میں رسائل کین کش پنجہ پیچ و بارش سنگی و پیکان جانگداز بھی بفضلہٖ تعالیٰ تیار ہو گئے کہ حسب الحکم مع دیوان نعت شریف مصنف حضرت مولٰنا مولوی حاجی حسن رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روانہ خدمت حضرتِ والا کئے گئے اُدھر اس مدت میں حضرتِ والا کو وہ مخالفین بھی مل گئے جن کو یہ الٹی تلواریں دکھا کر حضرت نے پسپا کیا اور یہ دوسرا نامۂ نامی احضا فرمایا۔

نامۂ دوم

حضرت مولٰنا و بالفضل والمجد اولٰنا مد ظلہم و برکاتہم علیٰ سائر المسلمین۔ بعد تسلیم نیاز آنکہ پولندہ دیوان نعت شریف مع رسائل عطیہ حضور پہنچے اللہ آپ کو زندہ رکھے جن لوگوں سے میری گفتگو ہوئی تھی وہ انھیں مرتضیٰ حسن دربھنگی کے اتباع میں ہیں، بارش سنگی و اشتہارات میں نے سب سنائے

عہ مراد آباد کی طبع دوم کا بہت ناقص چھپا تھا کہ پڑھنے میں دقت تھی ۱۲

www.alahazratnetwork.org

اس پر بڑا تعجب ظاہر کیا، میں نے کہا کہ مولٰنا صاحب نے مناظرہ سے انکار نہ فرمایا، بلکہ ان شرائط پر مباحثہ و مناظرہ تمام طائفہ سے فرمایا، اشتہارات وغیرہ دیکھ کر کہا کہ یہ اُن تک پہنچے نہیں ورنہ وہ ایسے نہ تھے کہ رسالہ کا جواب فوری نہ دیتے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ تو پرانا منجھا ہوا پیچ ہے کہ ڈاک لُٹ گئی۔ اُس پر کہا کہ اب ہم تحریر کرتے ہیں رسائل کا نام وغیرہ جو جواب آئے گا آپ کو مطلع کریں گے، پھر کہا کہ مولوی صاحب کو لازم نہ تھا کہ علمائے دین کی تکفیر کرتے قلم ان کا بہت تیز ہے۔ میں نے کہا کہ یہ قوم اعداء اللہ پر جہاد کے لئے پیدا ہوئی ہے، اب تلوار نہیں رہی تو خدائے تعالٰی نے وہی کاٹ چھانٹ ان کے قلم کو عطا فرما دی ہے اثنائے ذکر میں یہ بھی کہا کہ مولوی رشید احمد صاحب کے ایک شاگرد کے مقابلہ میں مولوی صاحب کا سارا رعب دشمن ہوگیا اگر وہاں سے چلے نہ آتے تو بڑی مشکل پڑتی۔ میں نے کہا یہ ہی ایک فقرہ آپ نے سچ فرمایا ہے آپ کے مضمون کی شہادت جو علمائے حرمین نے دی ہے وہ میرے پاس ہے اسے دیکھ لیجئے کیسا کیسا بڑا لکھا مگر اس طرح کا کوئی فقرہ آپ نکال لائیں تو میں مانوں، عبارات میں نے پڑھنا شروع کیں اور اُن حیاداروں کا رنگ متغیر ہونا شروع ہوا میں لاحول پڑھ کر اٹھ کھڑا ہوا فقط ۲۹-۴-۱-

مسلمانو! حضرات کی عیاریاں مکاریاں حیاداریاں ملاحظہ کیں حضرت والا سید صاحب قبلہ دامت برکاتہم کی طرح جس بندہ کو خدا عقل و ایمان و انصاف دے گا وہ ان مکاروں ابلیس شعاروں پر لاحول ہی پڑھ کر اُٹھے گا۔ اب بعونہٖ تعالٰی خالص الاعتقاد مطالعہ کیجئے اور اپنے ایمان و یقین و محبت غلامی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تازگی دیجئے والحمد للہ رب العٰلمین و افضل الصلوٰۃ و اکمل السلام علٰی سیدنا و مولٰنا و اٰلہ وصحبہ و ابنہ وحزبہ اجمعین اٰمین۔

سید عبدالرحمٰن غفرلہ

؎ اب تک ان صاحبوں نے بھی کروٹ نہ لی تو وہ سب کو ایک ہی مرض الموت لاحق ہے ۱۲۔

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

خالص الاعتقاد

۲۸ ۱۳

(اعتقادِ خالص)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم

بشرفِ ملاحظۂ عالیہ حضرت والا درجت، بالا منزلت، عظیم البرکۃ حضرت مولنا مولوی سید حسین حیدر میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم العلیہ، بعد تسلیم وآداب خادمانہ عارض،

(۱) حضرتِ والا کو معلوم ہوگا کہ دیابنۂ گنگوہ و دیوبند و نانوتہ و تھانہ بھون و دہلی و سہسوان خذلہم اللہ تعالٰی نے اللہ عزّوجلّ و حضور پرنور سید الانبیاء علیہ افضل الصلوٰۃ والثناء کی شان میں کیا کیا کلماتِ ملعونہ

نوٹ: یہ کتاب حضرت گرامی مرتبت سید حسین حیدر میاں صاحب مارہروی علیہ الرحمۃ کے ان خطوط کے جواب میں بطور مراسلہ لکھی گئی جو موصوف نے بعض دیابنہ کی الزام تراشیوں سے پیدا شدہ صورتِ حال پر پریشان ہوکر تحقیق کے لئے مصنف علیہ الرحمۃ کو تحریر فرمائے تھے اور وہ خطوط چند صفحات قبل رسالہ کی تمہید میں مذکور ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

28 بکے لکھے اور چھاپے، جن پر عامۂ علماء عرب و ہند نے ان کی تکفیر کی۔ کتاب حسام الحرمین مع تمہید ایمان و خلاصۂ
28 فوائد فتاوٰی حاضر خدمت ہیں۔ زیادہ نہ ہو تو صرف دو رسالے اولین تمہید ایمان و خلاصۂ فوائد کو حرفاً حرفاً ملاحظہ فرمالیں کہ حق آفتاب سے زیادہ واضح ہے۔

(۲) اس کتاب مستطاب کی اشاعت پر خدا اور رسول (جل وعلا و صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم) کے بدگویوں کی جو حالتِ اضطراب و پیچ و تاب ہے بیان سے باہر ہے۔ دو سال سے اسی کتاب کی طبع کے بعد چیختے چلاتے اور طرح طرح کے غل مچاتے۔ پرچوں، اخباروں میں گالیوں کے انبار لگاتے، سو سو پہلو بدلتے، اِدھر اُدھر پلٹے کھاتے ہیں، مگر اصل مبحث کا جواب دینا درکنار اس کا نام لئے ہول کھاتے ہیں۔ بدگویوں میں مرتضٰے حسن چاند پوری دیوبندی اور ان کے یار غار ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد صرف اسی نے غل مچانے، بحثیں بدلنے، گالیاں چھاپنے کے لئے منتخب کئے گئے ہیں جن کے غل پر پانچ پانچ رسالے میرے احباب کے ان کو پہنچے ہوئے ہیں ان سب کا بھی جواب غائب اور پیچ بدستور۔ یہ تمام حال حضرتِ والا کو ملاحظہ رسالہ ظفر الدین الجید و ظفر الدین الطیب و اشتہار ضروری نوٹس و اشتہار نیا زمانہ کے ملاحظہ سے واضح ہوگا۔ سب مرسل خدمت ہیں، اور زیادہ تفصیل احباب فقیر کے رسالہ کین کش پنجہ پیچ و رسالہ بارش سنگی و رسالہ پیکان جانگداز کے ملاحظہ سے ظاہر ہوگی۔ یہ سب زیر طبع ہیں، بعد طبع بعونہٖ تعالٰی اُن سے کہہ دوں گا کہ ارسالِ خدمتِ اقدس کریں۔

(۳) اب چند امور ضروری مختصراً عرض کروں کہ بعونہٖ تعالٰی اظہارِ حق و ابطالِ باطل کو بس ہوں۔

امر اول

وہابیہ کی افترا پردازیاں

ان چالوں کے علاوہ خدا و رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بدگویوں نے ادھر یہ کرگانٹھا کہ کسی طرح معارضہ یا تقلیب کیجئے یعنی ادھر بھی کوئی بات ایسی نسبت کریں جس پر معاذ اللہ حکم کفر یا ضلال لگا سکیں۔

اس کے لئے مسئلہ غیب میں افترا چھانٹنے شروع کئے۔

(۱) کبھی یہ کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا علم ذاتی، بے عطائے الٰہی مانتا ہے۔

(۲) کبھی یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا علم، علمِ الٰہی سے مساوی جانتا ہے، صرف قدم و

www.alahazratnetwork.org

حدوث کا فرق کرتا ہے۔

(۳) کبھی یہ کہ باستثناء ذات و صفاتِ الٰہی باقی تمام معلوماتِ الٰہیہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا علم محیط بتاتا ہے۔

(۴) کبھی یہ کہ امورِ غیر متناہیہ بالفعل کو حضور پرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا علم بتفصیل تمام حاوی ٹھہراتا ہے۔

حالانکہ واحد قہار دیکھ رہا ہے کہ یہ سب ان اشقیاء کا افترا ہے۔

سچے ہیں تو بتائیں کہ ان میں سے کون سا جملہ فقیر کے کس رسالے، کس فتوے، کس تحریر میں ہے؟

قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین[1]	تم فرماؤ لاؤ اپنی دلیل اگر سچے ہو۔ (ت)
فاذ لم یاتوا بالشھداء فاولٰئک عند اللہ ھم الکٰذبون[2]	تو جب گواہ نہ لائے تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔ (ت)
انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون بایٰت اللہ واولٰئک ھم الکٰذبون[3]	جھوٹ بہتان وہی باندھتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے اور وہی لوگ جھوٹے ہیں۔ (ت)

یہی بیانات لوگوں کے سامنے بیان کرکے ان کو پریشان کرتے ہیں۔ ان کا پریشان ہونا حق بجانب ہے۔ اس پر اگر کوئی عالم مخالفت کرے تو ضرور راسے لائق و مناسب ہے۔ مفتریانِ کذّاب اگر ان کلمات کا خود مجھ سے استفتاء کرتے تو سب سے پہلے ان باطل باتوں کا رد و ابطال میں کرتا۔

فقیر نے مکہ معظمہ میں جو رسالہ "الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ" اس باب میں تصنیف کیا جس کی متعدد نقول علمائے کرام مکہ نے لیں اس میں ان تمام خرافات کا رد صریح موجود ہے۔ ان اباطیل کل یا بعض پر جو عالم مخالفت کرے یا رد لکھے وہ رد و خلاف حقیقۃً انھیں ملعون افتراؤں پر عائد ہوگا نہ اس پر جو ان اکاذیب سے بحمد اللہ ایسا بری ہے جیسے وہ مفتریانِ کذّاب دین و حیا سے۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[4]	اور اب جاننا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۱ [2] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۳
[3] " ۱۶/ ۱۰۵ [4] " ۲۶/ ۲۲۷

www.alahazratnetwork.org

حضرتِ والا کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ شفائے کامل وعاجل عطا فرمائے۔ اگر براہِ کرم قدوم لطف عمیم یہاں تشریف فرما ہو کر خادم نوازی کریں تو اصل رسالہ جس پر مولانا تاج الدین الیاس و مولانا عثمان بن عبد السلام مفتیانِ مدینہ منورہ کی اصل تقریظات اُن کی مُہری و دستخطی موجود ہیں، نظرِ انور سے گزاروں گا۔

فی الحال اُس کی دو چار عبارات عرض کرتا ہوں جن سے روشن ہو جائے گا کہ مفتریوں کے افترا کس درجہ باطل و بادر ہوا ہیں، جس کی نظیر یہی ہو سکتی ہے کہ کوئی بدباطن کہے "اہلسنّت کا مذہب صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ پر تبرّا اور صدیقہ طاہرہ (رضی اللہ تعالٰی عنہا) پر بہتان اُٹھانا ہے"۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔ میرے رسالہ کی نظر اول میں ہے:

(۱) العلم الذاتی مختص بالمولٰی سبحٰنہ وتعالٰی لایمکن لغیرہ ومن اثبت شیئا منہ ولو ادنٰی من ادنٰی، من ادنٰی من ذرۃ لاحد من العٰلمین فقد کفر واشرک[۱]

علمِ ذاتی اللہ عزوجل سے خاص ہے اس کے غیر کے لئے محال ہے، جو اس میں سے کوئی چیز اگرچہ ایک ذرّہ سے کمتر سے کمتر غیرِ خدا کے لئے مانے وہ یقیناً کافر و مشرک ہے۔

(۲) اُسی میں ہے:

اللاتناھی الکمی مخصوص بعلوم اللہ تعالٰی[۲]

غیر متناہی بالفعل کو شامل ہونا صرف علمِ الٰہی کے لئے ہے۔

(۳) اُسی میں ہے:

احاطۃ احد من الخلق بمعلومات اللہ تعالٰی علٰی جہۃ التفصیل التام محال شرعا وعقلا بل لوجمع علوم جمیع العٰلمین اولاً و اٰخراً لما کانت لہ نسبۃ ما اصلا الٰی علوم اللہ سبحٰنہ وتعالٰی حتی کنسبۃ حصۃ من الف الف حصص قطرۃ الی الف الف بحر[۳]

کسی مخلوق کا معلوماتِ الٰہیہ کو بتفصیلِ تام محیط ہو جانا شرع سے بھی محال ہے اور عقل سے بھی۔ بلکہ اگر تمام اہلِ عالم اگلے پچھلوں سب کے جملہ علوم جمع کئے جائیں تو اُن کو علومِ الٰہیہ سے وہ نسبت نہ ہوگی جو ایک بُوند کے دس لاکھ حصّوں سے ایک حصّے کو دس لاکھ سمندروں سے۔

---

[۱] الدولۃ المکیۃ النظر الاول مطبع اہلسنت بریلی ص ۶
[۲] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱۰
[۳] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱۰

www.alahazratnetwork.org

(۴) اُسی کی نظرِ ثانی میں ہے :

ظهر وبان بما تقرر ان شبهة مساواة علوم المخلوقين طرًا اجمعين بعلوم ربنا اله العٰلمين ما كانت لتخطر ببال المسلمين[1]

ہماری تقریر سے روشن و تاباں ہوگیا کہ تمام مخلوق کے جملہ علوم مل کر بھی علمِ الٰہی سے مساوی ہونے کا شبہہ اس قابل نہیں کہ مسلمان کے دل میں اس کا خطرہ گزرے۔

(۵) اسی میں ہے :

قد اقمنا الدلائل القاهرة على ان احاطة علم المخلوق بجميع المعلومات الالٰهية محال قطعًا، عقلًا وسمعًا[2]

ہم قاہر دلیلیں قائم کرچکے کہ علمِ مخلوق کا جمیع معلوماتِ الٰہیہ کو محیط ہونا عقل و شرع دونوں کی رو سے یقینًا محال ہے۔

(۶) اسی کی نظرِ ثالث میں ہے :

العلم الذاتى والمطلق والمحيط التفصيلى مختص بالله تعالٰى وما للعباد الا مطلق العلم العطائى[3]

علمِ ذاتی اور بالاستیعاب محیط تفصیلی یہ اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہیں بندوں کے لئے صرف ایک گونہ علم بعطائے الٰہی ہے۔

(۷) اسی کی نظرِ خامس میں ہے :

لا نقول بمساواة علم الله تعالٰى ولا بحصوله بالاستقلال ولا نثبت بعطاء الله تعالٰى ايضًا الا البعض[4]

ہم نہ علمِ الٰہی سے مساوات مانیں نہ غیر کے لئے علم بالذات جانیں، اور عطائے الٰہی سے بھی بعض علم ہی ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع۔

میرا مختصر فتوٰی انباء المصطفٰی بمبئی مراد آباد میں تین بار ۱۳۱۸ھ سے ہزاروں کی تعداد میں طبع ہو کر شائع ہوا، ایک نسخہ اسی کا کہ رسالہ الکلمۃ العلیا کے ساتھ مطبوع ہوا مرسلِ خدمت ہے۔ اس سے بڑھ کر جس امر کا اعتقاد میری طرف کوئی نسبت کرے مفتری کذاب ہے اور اللہ کے یہاں اس کا حساب۔

---

[1] الدولۃ المکیہ النظر الثانی مطبع اہلسنت بریلی ص ۱۵

[2] " " " " " ۱۶

[3] " " النظر الثالث " " ۱۹

[4] " " النظر الخامس " " ۲۸

ف : الکلمۃ العلیا مصنفہ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ

www.alahazratnetwork.org

امر دوم

بندوں کو علم غیب عطا ہونے کی سندیں اور آیاتِ نفی کی مراد

انھیں عبارات سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ علمِ غیب کا خاصۂ حضرتِ عزت ہونا بیشک حق ہے، اور کیوں نہ ہو کہ رب عزوجل فرماتا ہے:

قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ[1] تم فرمادو کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں۔

اور اس سے مراد وہی علم ذاتی وعلم محیط ہے کہ وہی باری عزوجل کے لئے ثابت اور اس سے مخصوص ہیں۔ علم عطائی کہ دوسرے کا دیا ہوا ہو، علم غیر محیط کہ بعض اشیاء سے مطلع بعض سے ناواقف ہو، اللہ عزوجل کے لئے ہو ہی نہیں سکتا اُس سے مخصوص ہونا تو دوسرا درجہ ہے۔ اور اللہ عزوجل کی عطا سے علوم غیب غیر محیط کا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ملنا بھی قطعاً حق ہے، اور کیوں نہ ہو کہ رب عزوجل فرماتا ہے:

(۱) وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء[2] اللہ اس لئے نہیں کہ تم لوگوں کو غیب پر مطلع کرے ہاں اللہ اپنے رسولوں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔

(۲) اور فرماتا ہے:

عالم الغیب فلا یظہر علٰی غیبہ احدا الا من ارتضٰی من رسول[3] اللہ عالم الغیب ہے تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوا اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

(۳) اور فرماتا ہے:

وما ھو علی الغیب بضنین[4] یہ نبی غیب کے بتانے میں بخیل نہیں۔

(۴) اور فرماتا ہے:

ذٰلک من انباء الغیب نوحیہ الیک[5] اے نبی! یہ غیب کی باتیں ہم تم کو مخفی طور پر بتاتے ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۷/ ۶۵
[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۷۹
[3] 〃 ۷۲/ ۲۶
[4] 〃 ۸۱/ ۲۴
[5] 〃 ۱۲/ ۱۰۲

www.alahazratnetwork.org

(۵) حق کہ مسلمانوں کو فرماتا ہے:

یؤمنون بالغیب[1] — غیب پر ایمان لاتے ہیں۔

ایمان تصدیق ہے اور تصدیق علم ہے جس شیئ کا اصلاً علم ہی نہ ہو اس پر ایمان لانا کیونکر ممکن، لاجرم تفسیر کبیر میں ہے:

(۶) لایمتنع ان تقول نعلم من الغیب مالنا علیہ دلیل[2] — یہ کہنا کچھ منع نہیں کہ ہم کو اس غیب کا علم ہے جس میں ہمارے لئے دلیل ہے۔

(۷) نسیم الریاض میں ہے:

لم یکلفنا اللہ الایمان بالغیب الاوقد فتح لنا باب غیبہ[3] — ہمیں اللہ تعالٰی نے ایمان بالغیب کا جبھی حکم دیا ہے کہ اپنے غیب کا دروازہ ہمارے لئے کھول دیا ہے۔

فقیر نے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے کہا تھا یہ ائمہ علماء جو اپنے لئے مان رہے ہیں معلوم نہیں کہ مخالفین ان پر کون سا حکم جوڑیں۔

(۸ و ۹) امام شعرانی کتاب الیواقیت والجواہر میں حضرت شیخ اکبر سے نقل فرماتے ہیں:

للمجتہدین القدم الراسخ فی علوم الغیب[4] — علم غیب میں ائمہ مجتہدین کے لئے مضبوط قدم ہے۔

(۱۰ و ۱۱) مولٰنا علی قاری (کہ مخالفین براہِ نافہمی اس مسئلہ میں ان سے سند لاتے ہیں) مرقاۃ شرح مشکوۃ شریف میں کتاب عقائد تالیف حضرت شیخ ابوعبداللہ شیرازی سے نقل فرماتے ہیں:

نعتقد ان العبد ینقل فی الاحوال حتی یصیر الی نعت الروحانیۃ فیعلم الغیب[5] — ہمارا عقیدہ ہے کہ بندہ ترقی مقامات پا کر صفتِ روحانی تک پہنچتا ہے اس وقت اسے علم غیب حاصل ہوتا ہے۔

(۱۲) یہی علی قاری مرقاۃ میں اُسی کتاب سے ناقل،

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۳

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ۲/ ۳ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۲/ ۲۸

[3] نسیم الریاض فصل ومن ذلک ما اطلع علیہ من الغیوب مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۳/ ۱۵۱

[4] الیواقیت والجواہر البحث التاسع والاربعون داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۸۰

[5] مرقاۃ المفاتیح کتاب الایمان الفصل الاول تحت حدیث ۲ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۱۲۸

www.alahazratnetwork.org

يطلع العبد علٰی حقائق الاشیاء ویتجلی لہ الغیب وغیب الغیب[1]

نورِ ایمان کی قوت بڑھ کر بندہ حقائقِ اشیاء پر مطلع ہوتا ہے اور اس پر غیب نہ صرف غیب بلکہ غیب کا غیب روشن ہوجاتا ہے۔

(۱۳) یہی علی قاری اسی مرقاۃ میں فرماتے ہیں،

الناس ینقسم الٰی فطن یدرك الغائب کالمشاھد وھم الانبیاء والٰی من الغالب علیھم متابعۃ الحس ومتابعۃ الوھم فقط وھم اکثر الخلائق فلا بدلھم من معلو یکشف لھم المغیبات وما ھو الا النبی المبعوث لھذا الامر[2]

آدمی دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ زیرک کہ غیب کو مشاہد کی طرح جانتے ہیں اور یہ انبیاء ہیں، دوسرے وہ جن پر صرف حس و وہم کی پیروی غالب ہے اکثر مخلوق اسی قسم کی ہے۔ تو ان کو ایک بتانے والے کی ضرورت ہے جو ان پر غیبوں کو کھول دے اور وہ بتانے والا نہیں مگر نبی کہ خود اس کام کے لئے بھیجا جاتا ہے۔

(۱۴ و ۱۵) یہی علی قاری شرح فقہ اکبر میں حضرت ابوسلیمان دارانی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ناقل،

الفراسۃ مکاشفۃ النفس ومعاینۃ الغیب وھی من مقامات الایمان[3]

فراستِ مومن (جس کا ذکر حدیث میں ارشاد ہوا ہے) وہ رُوح کا کشف اور غیب کا معاینہ ہے اور یہ ایمان کے مقاموں میں سے ایک مقام ہے۔

(۱۶ و ۱۷) امام ابن حجر مکی کتاب الاعلام، پھر علامہ شامی سل الحسام میں فرماتے ہیں،

الخواص یجوزان یعلموا الغیب فی قضیۃ او قضایا کما وقع لکثیر منھم اشتھر[4]

جائز ہے کہ اولیاء کو کسی واقعے یا وقائع میں علمِ غیب ملے جیسا کہ ان میں بہت کیلئے واقع ہوکر مشتہر ہوا۔

(۱۸ و ۱۹) تفسیر معالم و تفسیر خازن میں زیرِ قولہ تعالٰی "وما ھو علی الغیب بضنین[5]" ہے،

یقول انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

یعنی اللہ عزوجل فرماتا ہے، میرے نبی صلی اللہ تعالٰی

---

[1] مرقاۃ المفاتیح کتاب الایمان الفصل الاول تحت حدیث ۲ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۱/۱۱۹

[2] " " " " " " " " ۱/۱۲۰

[3] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر خوارق العادات الخ مصطفی البابی مصر ص ۸۰

[4] الاعلام بقواطع الاسلام مکتبۃ الحقیقۃ بشارع دار الشفقۃ استنبول ترکی ص ۳۵۹
سل الحسام رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۲/۳۱۱

[5] القرآن الکریم ۸۱/۲۴

یاتیہ علم الغیب فلا یبخل بہ علیکم بل یعلمکم[1]

علیہ وسلم کو غیب کا علم آتا ہے وہ تمھیں بتانے میں بخل نہیں فرماتے بلکہ تم کو بھی اس کا علم دیتے ہیں۔

(۲۰) تفسیر بیضاوی زیر قولہ تعالٰی "وعلمنٰہ من لدنا علما"[2] ہے:

ای مما یختص بنا و لا یعلم الا بتوفیقنا وھو علم الغیوب[3]

یعنی اللہ عزوجل فرماتا ہے وہ علم کہ ہمارے ساتھ خاص ہے اور بے ہمارے بتائے ہوئے معلوم نہیں ہوتا وہ علم غیب ہم نے خضر کو عطا فرمایا ہے۔

(۲۱) تفسیر ابن جریر میں حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے:

قال انک لن تستطیع معی صبرا وکان رجلا یعلم علم الغیب قد علم ذٰلک[4]

حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے موسٰی علیہ السلام سے کہا، آپ میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے خضر علم غیب جانتے تھے انھیں علم غیب دیا گیا تھا۔

(۲۲) اُسی میں ہے عبداللہ ابن عباس نے فرمایا: خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا:

لم تحط من علم الغیب بما اعلم[5]

جو علم غیب میں جانتا ہوں آپ کا علم اُسے محیط نہیں۔

(۲۳) امام قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں:

النبوۃ التی ھی الاطلاع علی الغیب[6]

نبوت کے معنی ہی یہ ہیں کہ علم غیب جاننا۔

(۲۴) اُسی میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اسم مبارک نبی کے بیان میں فرمایا:

النبوۃ ماخوذۃ من النباء وھو الخبر ای ان اللہ تعالٰی اطلعہ علٰی غیبہ[7]

حضور کو نبی اس لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالٰی نے حضور کو اپنے غیب کا علم دیا۔

---

[1] معالم التنزیل تحت آیۃ ۱۸/ ۲۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۴۲۲
لباب التاویل فی معانی التنزیل (تفسیر الخازن) " " " " " ۴/ ۳۹۹

[2] القرآن الکریم ۱۸/ ۶۵

[3] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت آیۃ ۱۸/ ۶۵ دارالفکر بیروت ۳/ ۵۱۰

[4] جامع البیان (تفسیر الطبری) " ۱۸/ ۶۷ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۵/ ۳۲۳

[5] " " " " ۱۸/ ۶۸ " " " " "

[6] المواہب اللدنیہ المقصد الثانی الفصل الاول المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۷

[7] " " " " " " " ۲/ ۴۵، ۴۶

www.alahazratnetwork.org

(۲۵) اُسی میں ہے ،

قد اشتھر وانتشر امرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بین اصحابہ بالاطلاع علی الغیوب[1]

بے شک صحابہ کرام میں مشہور و معروف تھا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو غیبوں کا علم ہے۔

(۲۶) اُسی کی شرح زرقانی میں ہے ،

اصحابہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جازمون باطلاعہ علی الغیب[2]

صحابہ کرام یقین کے ساتھ حکم لگاتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو غیب کا علم ہے۔

(۲۷) علی قاری شرح بُردہ شریف میں فرماتے ہیں ،

علمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حاو لفنون العلم (الٰی ان قال) ومنہا علمہ بالامور الغیبیۃ[3]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا علم اقسام علم کو حاوی ہے غیبوں کا علم بھی علم حضور کی شاخوں سے ایک شاخ ہے۔

(۲۸) تفسیر امام طبری اور تفسیر درمنثور میں بروایت ابو بکر بن ابی شیبہ استاذ امام بخاری و مسلم وغیرہ ائمہ محدثین سیدنا امام مجاہد تلمیذِ خاص حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہے ،

انہ قال فی قولہ تعالٰی ولئن سألتھم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب قال رجل من المنافقین یحدثنا محمد ان ناقۃ فلان بوادی کذا وکذا وما یدریہ بالغیب[4]

انھوں نے فرمایا اللہ کے قول "ولئن سألتھم" الخ کی تفسیر میں کہ منافقین میں سے ایک شخص نے کہا کہ محمد (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) ہم سے بیان کرتے ہیں کہ فلاں کی اونٹنی فلاں فلاں وادی میں ہے بھلا وہ غیب کی باتیں کیا جانیں۔ (ت)

یعنی کسی کا ناقہ گم ہوگیا تھا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ "وہ فلاں جنگل میں ہے۔" ایک منافق

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الثامن الفصل الثالث المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۵۵۴

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ " " " " دار المعرفۃ بیروت ۷/ ۲۰۰

[3] الزبدۃ العمدۃ شرح البردۃ تحت شعر وواقفون لدیہ عند حدھم الخ جمعیۃ علماء سکندریہ خیرپور سندھ ص ۵۷

[4] جامع البیان (تفسیر الطبری) تحت آیۃ ۹/ ۶۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۰/ ۱۹۶

الدر المنثور بحوالہ ابن ابی شیبہ وغیرہ " " " " " " " " ۴/ ۲۱۰

www.alahazratnetwork.org

بولا، "محمد غیب کیا جانیں"۔ اسی پر اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ اتاری کہ ان سے فرما دیجئے کہ "اللہ اور اس کے رسول اور اس کی آیتوں سے ٹھٹھا کرتے ہو، بہانے نہ بناؤ، تم کافر ہو چکے ایمان کے بعد۔
حضرت ملاحظہ فرمائیں کہ یہ آیت مخالفین پر کیسی آفت ہے!

وہابیہ پر غضبوں کی ترقیاں

ان پر **پہلا غضب** ائمہ کے اقوال تھے کہ دریا سے قطرہ عرض کئے ان پر تو یہیں تک تھا کہ یہ سب ائمہ دین ان مخالفینِ دین کے مذہب پر معاذ اللہ کافر و مشرک ٹھہرتے ہیں۔

دوسرا غضب اُس سے زیادہ آفت اُس حدیث ابن عباس میں تھی کہ معاذ اللہ عبد اللہ ابن عباس خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب بتا کر کافر قرار پاتے ہیں۔

تیسرا غضب اُس سے عظیم تر اشد آفت مواہب شریف اور زرقانی کی عبارات میں تھی کہ نہ صرف عبد اللہ ابن عباس بلکہ عام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب پر ایمان لاکر وہابیہ کے دھرم میں کافر ہوئے جاتے ہیں۔

چوتھا غضب اُس سے سخت تر ہولناک آفت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی دوسری حدیث میں تھی کہ سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی ہیں خود اپنے لئے علم غیب بتا کر معاذ اللہ (خاکم بدہن وہابیہ) کافر ٹھہرتے ہیں۔

پانچواں غضب اُس سے بھی انتہا درجہ کی حد سے گزری ہوئی آفت کہ سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ اجماعاً، قطعاً، یقیناً، ایماناً اللہ کے رسول و نبی اور اولوالعزم من الرسل سے ہیں وہابیہ کی تکفیر سے کہاں بچتے ہیں۔

خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود ان سے کہا کہ مجھے علم غیب ہے جو آپ کو نہیں، اور موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس پر کچھ انکار نہ فرمایا۔ کیا اس پر ایک وہابی نہ کہے گا کہ افسوس ایک ناؤ کا تختہ توڑ دینے یا گرتی دیوار بے اُجرت سیدھی کر دینے پر وہ اعتراض کہ باوصفِ وعدہ صبر نہ ہو سکا اور وہابی شریعت کی رُو سے مُنہ بھر کلمۂ کفر سُنا اور شربت کا گھونٹ پی کر چُپ رہے۔

خیر، ان سب آفتوں کا وہابیہ کے پاس یہیں کہا ؤتوں سے علاج تھا:
موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خضر کے لئے علم غیب تسلیم کیا تو وہابیہ کہہ سکتے تھے کہ موسیٰ بدین خود، عیسیٰ بدین خود، حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے لئے علم غیب بتایا تو وہ اس شیطانی مثل کی آڑ لے سکتے تھے

www.alahazratnetwork.org

کہ ناؤ کس نے ڈبوئی، خواجہ خضر نے۔

ابن عباس وصحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے علمِ غیب جانا تو کسی دبن دریدہ وہابی کو کہتے کیا لگتا کہ :

پیراں نمی پرند مریداں مے پرانند

(پیر نہیں اڑتے بلکہ مرید انھیں اڑاتے ہیں۔ ت)

لعنۃ اللہ علی الظٰلمین (ظالموں پر اللہ تعالٰی کی لعنت۔ ت)

مگر چھٹا غضب دُھر کی قیامت تو خود اللہ واحد قہار نے ڈھادی یُورا قہر اس آیہ کریمہ اور اس کی شانِ نزول نے توڑا، یہاں اللہ عزوجل یہ حکم لگا رہا ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی غیب دانی سے منکر ہو وہ کافر ہے، وہ اللہ و رسول سے ٹھٹھا کرتا ہے، وہ کلمہ گوئی کرکے مرتد ہوتا ہے، افسوس کہ یہاں اس چوتھی مثل کے سوا کچھ گنجائش نہیں کہ ع

ما ز یاراں چشم یاری داشتیم — خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

(ہم نے دوستوں سے دوستی کی امید رکھی تھی جو کچھ ہم نے گمان کیا وہ خود غلط تھا۔ ت)

بھلا جس خدا کی توحید بنی رکھنے کے لئے نبی سے بگاڑی، رسولوں سے بگاڑی، سب کے علم پر دولتی جھاڑی، غضب ہے وہی خدا وہابیہ کو چھوڑ کر رسول کا ہو جائے اُلٹا وہابیہ پر حکمِ کفر لگائے، سچ ہے اب کسی سے دوستی کا دھرم نہ رہا، معلوم نہیں کہ اب مخالفین اپنے سرگروہوں کا فتوٰی مانتے ہیں یا اللہ واحد قہار کا۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ (نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے نہ ہی نیکی کرنے کی قوت مگر بلندی وعظمت والے خدا کی طرف سے۔ ت)۔

امر سوم

ذاتی وعطائی کی جانب علم کا انقسام اور علماء کی تصریحات

مخالفین کو تو محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فضائلِ کریمہ کی دشمنی نے اندھا بہرا کر دیا، انھیں حق نہیں سوجھتا مگر تھوڑی سی عقل والا سمجھ سکتا ہے کہ یہاں کچھ بھی دشواری نہیں۔

علم یقیناً اُن صفات میں سے ہے کہ غیرِ خدا کو بعطائے خدا مل سکتا ہے، تو ذاتی وعطائی کی طرف اس کا انقسام یقینی، یونہی محیط وغیر محیط کی تقسیم بدیہی۔ ان میں اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہونے کے

www.alahazratnetwork.org

قابل صرف بر تقسیم کی قسم اول ہے یعنی علم ذاتی وعلم محیط حقیقی۔

تو آیات واحادیث واقوالِ علماء جن میں دوسرے کے لئے اثباتِ علمِ غیب سے انکار ہے اُن میں قطعاً یہی قسمیں مراد ہیں۔ فقہاء کہ حکم تکفیر کرتے ہیں انھیں قسموں پر حکم لگاتے ہیں کہ آخر بنائے تکفیر یہی تو ہے کہ خدا کی صفتِ خاصہ دُوسرے کے لئے ثابت کی۔ اب یہ دیکھ لیجئے کہ خدا کے لئے علم ذاتی خاص ہے یا عطائی۔ حاش اللہ علم عطائی خدا کے ساتھ ہونا درکنار خدا کے لئے محال قطعی ہے کہ دوسرے کے دئے سے اسے علم حاصل ہو پھر خدا کے لئے علم محیط حقیقی خاص ہے یا غیر محیط، حاشا اللہ علم محیط خدا کے لئے محال قطعی ہے جس میں بعض معلومات مجہول رہیں، تو علمِ عطائی غیر محیط حقیقی غیر خدا کے لئے ثابت کرنا خدا کی صفتِ خاصہ ثابت کرنا کیونکر ہوا یا تکفیر فقہاء اگر اس طرف ناظر ہو تو معنے یہ ٹھہریں گے کہ دیکھو تم غیر خدا کے لئے وہ صفت ثابت کرتے ہو جو زنہار خدا کی صفت نہیں ہوسکتی لہذا کافر ہو یعنی وہ صفت غیر کے لئے ثابت کرنی چاہیے تھی جو خاص خدا کی صفت ہے، کیا کوئی احمق سا احمق ایسا اخبث جنون گوارا کرسکتا ہے ولکن النجدیۃ قوم لا یعقلون (لیکن نجدی بے عقل قوم ہے۔ ت)

(۲۹ و ۳۰) امام ابن حجر مکی فتاوٰی حدیثیہ میں فرماتے ہیں:

وماذکرناہ فی الاٰیۃ صرح بہ النووی رحمہ اللہ تعالٰی فی فتاواہ فقال معناھا لایعلم ذلک استقلالاً وعلم احاطۃ بکل المعلومات الا اللہ تعالٰی[1]

یعنی ہم نے جو آیات کی تفسیر کی امام نووی رحمہ اللہ تعالٰی نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تصریح کی، فرماتے ہیں آیت کے معنٰی یہ ہیں کہ غیب کا ایسا علم صرف خدا کو ہے جو بذاتِ خود ہو اور جمیع معلومات کو محیط ہو۔

(۳۱) نیز شرح ہمزیہ میں فرماتے ہیں:

انہ تعالٰی اختص بہ لکن من حیث الاحاطۃ فلاینافی ذلک اطلاع اللہ تعالٰی لبعض خواصہ علٰی کثیر من المغیبات حتی من الخمس التی قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیھن خمس لایعلمھن الا اللہ[2]

غیب اللہ کے لئے خاص ہے مگر بمعنی احاطہ تو اس کے منافی نہیں کہ اللہ تعالٰی نے اپنے بعض خاصوں کو بہت سے غیبوں کا علم دیا یہاں تک کہ ان پانچ میں سے جن کو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے۔

---

[1] فتاوٰی حدیثیہ مطلب فی حکم ما اذا قال فلان یعلم الغیب مصطفٰی البابی مصر ص ۲۲۸

[2] افضل القراء لقراء ام القرٰی تحت شعر وسعت العلم الخ مجمع الثقافی ابوظبی ۳۳-۱۴۲

www.alahazratnetwork.org

(۳۲) تفسیر کبیر میں ہے :

قوله ولا اعلم الغیب یدل علی اعترافه بانه غیر عالم بکل المعلومات[1]

یعنی آیت میں جو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ارشاد ہوا تم فرمادو میں غیب نہیں جانتا ' اس کے یہ معنی ہیں کہ میرا علم جمیع معلوماتِ الٰہیہ کو حاوی نہیں۔

(۳۳ و ۳۴) امام قاضی عیاض شفا شریف اور علامہ شہاب الدین خفاجی اس کی شرح نسیم الریاض میں فرماتے ہیں :

(ھذہ المعجزۃ) فی اطلاعه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم علی الغیب (المعلومة علی القطع) بحیث لایمکن انکارھا اوالتردد فیھا لاحد من العقلاء (لکثرۃ رواتھا و اتفاق معانیھا علی الاطلاع علی الغیب) وھذا لاینافی الاٰیات الدالة علی انه لایعلم الغیب الا اللہ وقوله ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر فان المنفی علمه من غیر واسطة واما اطلاعه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم علیه باعلام اللہ تعالٰی له فامر متحقق بقوله تعالٰی فلایظھر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول[2]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا معجزہ علمِ غیب یقیناً ثابت ہے جس میں کسی عاقل کو انکار یا تردد کی گنجائش نہیں کہ اس میں احادیث بکثرت آئیں اور ان سب سے بالاتفاق حضور کا علمِ غیب ثابت ہے اور یہ ان آیتوں کے کچھ منافی نہیں جو بتاتی ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا اور یہ کہ نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو اس کہنے کا حکم ہوا کہ میں غیب جانتا تو اپنے لئے بہت خیر جمع کرلیتا۔ اس لئے کہ آیتوں میں نفی اس علم کی ہے جو بغیر خدا کے بتائے ہو اور اللہ تعالٰے کے بتائے سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو علمِ غیب ملنا تو قرآنِ عظیم سے ثابت ہے کہ اللہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوا اپنے پسندیدہ رسول کے۔

(۳۵) تفسیر نیشاپوری میں ہے :

لا اعلم الغیب فیه دلالة علی ان الغیب بالاستقلال لایعلمه الا اللہ[3]

آیت کے یہ معنی ہیں کہ علمِ غیب جو بذاتِ خود ہو وہ خدا کے ساتھ خاص ہے۔

---

[1] مفاتیح الغیب

[2] نسیم الریاض شرح الشفا للقاضی عیاض ومن ذٰلک ما اطلع علیہ من الغیوب مرکز اہلسنت برکات رضا ۳/ ۱۵۰

[3] غرائب القرآن (تفسیر النیسابوری) تحت آیۃ ۶/ ۵۰ مصطفی البابی مصر ۶/ ۱۱۰

(۳۶) تفسیر انموذج جلیل میں ہے:

معناہ لایعلم الغیب بلادلیل الا اللہ او بلا تعلیم الا اللہ او جمیع الغیب الا اللہ۔[1]

آیت کے یہ معنی ہیں کہ غیب کو بلادلیل و بلا تعلیم جاننا یا جمیع غیب کو محیط ہونا یہ اللہ تعالٰی کے ساتھ خاص ہے۔

(۳۷) جامع الفصولین میں ہے:

یجاب بانہ یمکن التوفیق بان المنفی ھو العلم بالاستقلال لا العلم بالاعلام او المنفی ھو المجزوم بہ لا المظنون ویؤیدہ قولہ تعالٰی اتجعل فیھا من یفسد فیھا الاٰیۃ لانہ غیب اخبر بہ الملٰئکۃ ظنا منھم او باعلام الحق فینبغی ان یکفر لو ادعاہ مستقلا لا لو اخبر بہ باعلام فی نومہ او یقظتہ بنوع من الکشف اذ لامنافاۃ بینہ وبین الاٰیۃ لما مر من التوفیق۔[2]

(یعنی فقہا نے دعوٰی علم غیب پر حکم کفر کیا اور حدیثوں اور ائمہ ثقات کی کتابوں میں بہت غیب کی خبریں موجود ہیں جن کا انکار نہیں ہوسکتا) اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں تطبیق یُوں ہوسکتی ہے کہ فقہاء نے اس کی نفی کی ہے کہ کسی کے لئے بذاتِ خود علم غیب مانا جائے، خدا کے بتانے سے علم غیب کی نفی نہ کی، یا نفی قطعی کی ہے نہ ظنی کی، اور اس کی تائید یہ آیت کریمہ کرتی ہے: فرشتوں نے عرض کی کیا تُو زمین میں ایسوں کو خلیفہ کرے گا جو اس میں فساد و خونریزی کریں گے۔ ملائکہ غیب کی خبر بولے مگر ظنًا یا خدا کے بتانے سے۔ تو تکفیر اس پر چاہئے کہ کوئی بے خدا کے بتائے علم غیب قطعی کا دعوٰی کرے نہ یُوں کہ براہِ کشف جاگتے یا سوتے میں خدا کے بتانے سے، ایسا علم غیب آیت کے کچھ منافی نہیں۔

(۳۸ و ۳۹) ردالمحتار میں امام صاحب ہدایہ کی مختارات النوازل سے ہے:

لو ادعی علم الغیب بنفسہ
اگر بذاتِ خود علم غیب حاصل کرلینے کا دعوٰی

---

[1]
[2] جامع الفصولین الفصل الثامن والثلاثون اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۰۲

www.alahazratnetwork.org

يكفر [1] | کرے تو کافر ہے۔

(۴۰ تا ۴۴) اسی میں ہے:

قال فی التتارخانیۃ وفی الحجۃ ذکر فی الملتقط انہ لایکفر لان الاشیاء تعرض علٰی روح النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وان الرسل یعرفون بعض الغیب قال اللہ تعالٰی عالم الغیب فلا یظہر علٰی غیبہ احدا الا من ارتضٰی من رسول اھ، قلت بل ذکروا فی کتب العقائد ان من جملۃ کرامات الاولیاء الاطلاع علٰی بعض المغیبات وردوا علی المعتزلۃ المستدلین بہذہ الاٰیۃ علٰی نفیہا [2]

تاتارخانیہ میں ہے کہ فتاوٰی حجہ میں ہے "ملتقط میں فرمایا کہ" جس نے اللہ و رسول کو گواہ کرکے نکاح کیا کافر نہ ہوگا اس لئے کہ اشیاء نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی روح مبارک پر عرض کی جاتی ہیں اور بیشک رسولوں کو بعض علم غیب ہے، اللہ تعالٰی فرماتا ہے: غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو"۔ علامہ شامی نے فرمایا کہ بلکہ ائمہ اہلسنت نے کتب عقائد میں فرمایا کہ بعض غیبوں کا علم ہونا اولیاء کی کرامت سے ہے اور معتزلہ نے اس آیت کو اولیاء کرام سے اس کی نفی پر دلیل قرار دیا۔ ہمارے ائمہ نے اس کا رد کیا یعنی ثابت فرمایا کہ آیہ کریمہ اولیاء سے بھی مطلقاً علم غیب کی نفی نہیں فرماتی۔

(۴۵) تفسیر غرائب القرآن و رغائب الفرقان میں ہے:

لم ینف الا الدرایۃ من قبل نفسہ وما نفی الدرایۃ من جہۃ الوحی [3]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اپنی ذات سے جاننے کی نفی فرمائی ہے خدا کے بتائے سے جاننے کی نفی نہیں فرمائی۔

(۴۶ و ۴۷) تفسیر جمل شرح جلالین و تفسیر خازن میں ہے:

المعنٰی لا اعلم الغیب الا ان

آیت میں جو ارشاد ہوا کہ میں غیب نہیں جانتا

---

[1] ردالمحتار کتاب الجہاد باب المرتد دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۹۷

[2] " کتاب النکاح قبیل فصل فی المحرمات " " " ۲/ ۲۶۹

[3] غرائب القرآن (تفسیر النیساپوری) تحت آیۃ ۴۶/ ۹ مصطفی البابی مصر ۲۶/ ۸

www.alahazratnetwork.org

يطلعني الله تعالٰی علیه[1]

اس کے معنی یہ ہیں کہ میں بے خدا کے بتائے نہیں جانتا۔

(۴۸) تفسیر البیضاوی میں ہے:

لا اعلم الغیب مالم یوح الی ولم ینصب علیه دلیل[2]

آیت کے یہ معنی ہیں کہ جب تک کوئی وحی یا کوئی دلیل قائم نہ ہو مجھے بذاتِ خود غیب کا علم نہیں ہوتا۔

(۴۹) تفسیر عنایۃ القاضی میں ہے:

وعندہ مفاتیح الغیب وجه اختصاصها به تعالٰی انه لا یعلمها کما ھی ابتداءً الا ھو[3]

یہ جو آیت میں فرمایا کہ غیب کی کنجیاں اللہ ہی کے پاس ہیں اُس کے سوا انھیں کوئی نہیں جانتا اُس خصوصیت کے یہ معنی ہیں کہ ابتداءً بغیر بتائے ان کی حقیقت دوسرے پر نہیں کھلتی۔

(۵۰) تفسیر علامہ نیشاپوری میں ہے:

(قل لا اقول لکم) لم یقل لیس عندی خزائن الله لیعلم ان خزائن الله وھی العلم بحقائق الاشیاء وماھیاتها عندہ صلی الله تعالٰی علیه وسلم باستجابة دعاءہ صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی قوله ارنا الاشیاء کما ھی ولکنه یکلم الناس علٰی قدر عقولهم (ولا اعلم الغیب) ای لا اقول لکم ھذا مع انه قال صلی الله تعالٰی علیه

یعنی ارشاد ہوا کہ اے نبی! فرمادو کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ یہ نہیں فرمایا کہ اللہ کے خزانے میرے پاس نہیں۔ بلکہ یہ فرمایا کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس ہیں تاکہ معلوم ہوجائے کہ اللہ کے خزانے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس ہیں مگر حضور لوگوں سے ان کی سمجھ کے قابل باتیں فرماتے ہیں، اور وہ خزانے کیا ہیں، تمام اشیاء کی حقیقت و ماہیت کا علم حضور نے اسی کے ملنے کی دعا کی اور اللہ عزوجل نے قبول فرمائی۔ پھر فرمایا

[1] لباب التاویل (تفسیر الخازن) تحت الآیۃ ۷/ ۱۸۸ ۲/ ۲۸۰ والفتوحات الالٰہیۃ (تفسیر الجمل) ۷/ ۱۸۸ ۲/ ۱۵۸

[2] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت آیۃ ۶/ ۵۰ دار الفکر بیروت ۲/ ۴۱۰

[3] عنایۃ القاضی علی تفسیر البیضاوی " ۶/ ۵۰ دار صادر بیروت ۴/ ۴۳

www.alahazratnetwork.org

وسلم علمت ماکان وماسیکون[1] اھ مختصرًا۔ | میں نہیں جانتا یعنی تم سے نہیں کہتا کہ مجھے غیب کا علم ہے۔ ورنہ حضور تو خود فرماتے ہیں مجھے ماکان و مایکون کا علم ملا یعنی جو کچھ ہو گزرا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے انتہی۔

الحمدُ للہ اس آیہ کریمہ کی کہ "فرمادو میں غیب نہیں جانتا" ایک تفسیر وہ بھی جو تفسیر کبیر سے گزری کہ احاطۂ جمیع غیوب کی نفی ہے، نہ کہ غیب کا علم ہی نہیں۔

دوسری وہ بھی جو بہت کتب سے گزری کہ بے خدا کے بتائے جاننے کی نفی ہے نہ یہ کہ بتائے سے بھی مجھے علمِ غیب نہیں۔

اب بحمد اللہ تعالٰی سب سے لطیف تر یہ تیسری تفسیر ہے کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ مجھے علمِ غیب ہے، اس لئے کہ اے کافرو! تم ان باتوں کے اہل نہیں ہو ورنہ واقع میں مجھے ماکان ومایکون کا علم ملا ہے۔ والحمد للہ رب العٰلمین۔

امرِ چہارم

علمِ غیب سے متعلق اجماعی مسائل

یہاں تک جو کچھ معروض ہوا جمہور ائمہ دین کا متفق علیہ ہے۔

(۱) بلاشبہہ غیرِ خدا کے لئے ایک ذرہ کا علم ذاتی نہیں اس قدر خود ضروریاتِ دین سے اور منکر کافر۔

(۲) بلاشبہہ غیرِ خدا کا علم معلوماتِ الٰہیہ کو حاوی نہیں ہو سکتا، مساوی درکنار تمام اولین و آخرین و انبیاء و مرسلین و ملائکہ و مقربین سب کے علوم مل کر علومِ الٰہیہ سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو کروڑہا کروڑ سمندروں سے ایک ذرا سی بوند کے کروڑویں حصے کو کہ وہ تمام سمندر اور یہ بوند کا کروڑواں حصہ دونوں متناہی ہیں اور متناہی کو متناہی سے نسبت ضرور ہے بخلاف علومِ الٰہیہ کہ غیر متناہی در غیر متناہی ہیں، اور مخلوق کے علوم اگرچہ عرش و فرش، شرق و غرب و جملہ کائنات از روزِ اول تا روزِ آخر کو محیط ہو جائیں آخر متناہی ہیں کہ عرش و فرش دو حدیں

---

[1] غرائب القرآن (تفسیر النیسابوری) تحت الآیۃ ۶/۵۰ مصطفی البابی مصر ۷/۱۱۲

www.alahazratnetwork.org

ہیں۔ روزِ اول و روزِ آخر دو حدیں ہیں۔ اور جو کچھ دو حدوں کے اندر ہو سب متناہی ہے۔ بالفعل غیر متناہی کا علم تفصیلی مخلوق کو مل ہی نہیں سکتا تو جملہ علوم خلق کو علم الٰہی سے اصلاً نسبت ہو نی ہی محال قطعی ہے نہ کہ معاذ اللہ توہم مساوات۔

(۳) یوں ہی اس پر اجماع ہے کہ اللہ عزوجل کے دیئے سے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو کثیر و وافر غیبوں کا علم ہے یہ بھی ضروریاتِ دین سے ہے جو اس کا منکر ہو کافر ہے کہ سرے سے نبوت ہی کا منکر ہے۔

(۴) اس پر بھی اجماع ہے کہ اس فضل جلیل میں محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا حصہ تمام انبیاء و تمام جہان سے اتم و اعظم ہے اللہ عزوجل کی عطا سے حبیب اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو اتنے غیبوں کا علم ہے جن کا شمار اللہ عزوجل ہی جانتا ہے مسلمانوں کا یہاں تک اجماع تھا مگر وہابیہ کو محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی عظمت کس دل سے گوارا ہو۔ انھوں نے صاف کہہ دیا کہ:

(۱) حضور کو دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں[1]

(۲) وہ اور تو اور اپنے خاتمے کا بھی حال نہ جانتے تھے[2] ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ

(۳) خدا کے بتانے سے بھی اگر بعض مغیبات کا علم ان کے لئے مانے جب بھی شرک ہے[3]

(۴) اس پر قہر یہ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو تو دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہ مانیں اور ابلیس لعین کے لئے تمام زمین کا علم محیط حاصل جانیں[4]

(۵) اس پر عذر کہ ابلیس کی وسعتِ علم نص سے ثابت ہے، فخرِ عالم کی وسعتِ علم کی کونسی نص قطعی ہے[5]

(۶) پھر ستم، قہر یہ کہ جو کچھ ابلیس کے لئے خود ثابت مانا محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم

[1] البراہین القاطعۃ		بحث علم غیب		مطبع بلاسا واقع ڈھور			ص ۵۱
[2]	" "	"	"	"	"	"	"
[3]	" "	"	"	"	"	"	"
[4]	" "	"	"	"	"	"	"
[5]	" "	"	"	"	"	"	"

www.alahazratnetwork.org

کے لئے اس کے ماننے پر جھٹ حکمِ شرک جڑ دیا یعنی خاص صفت ابلیس کے لئے تو ثابت ہے وہ تو خدا کا شریک ہے، مگر حضور کے لئے ثابت کرو تو مشرک ہو۔

(۷) اس پر بعض غالی اور بڑھے اور صاف کہہ دیا کہ جیسا علمِ غیب محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر پاگل، ہر چوپائے کو ہوتا ہے[1] انا للہ و انا الیہ راجعون (بے شک ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اُسی کی طرف پھرنا ہے۔ ت)

اصل بحث ان کلماتِ ملعونہ کی ہے، خبثاء کا وا کاٹ کر (پینترا بدل کر) اس سے بچتے اور علم کے خاص و غیر خاص ہونے کی بحث بے علاقہ لے دوڑتے ہیں کہ علمِ غیب کو آیات و احادیث نے خاص بخدا بتایا ہے۔ فقہائے نے دوسرے کے لئے اس کے اثبات کو کفر کہا ہے۔ اس کا جواب تو اوپر معروض ہو چکا کہ خدا کے ساتھ خاص وہی علم ذاتی و محیط حقیقی ہے غیر کے لئے اسی کے اثبات کو فقہاء کفر کہتے ہیں۔

علم عطائی غیر محیط حقیقی خدا کے لئے ہو ہی نہیں سکتا نہ کہ معاذ اللہ اس کی صفت خاصہ ہو یہ علم ہم نے نہ غیر خدا کے لئے مانا نہ وہ نصوص و اقوال ہم پر وارد۔ مگر ان حضرات سے پُوچھئے کہ آیات و احادیث حصر و اقوال فقہاء، علم عطائی غیر محیط حقیقی کو بھی شامل ہیں یا نہیں، اگر نہیں تو تمہارا کتنا جنون ہے کہ انھیں ہم پر پیش کرتے ہو ان کو ہمارے دعوے سے کیا منافات ہوئی اور اگر اسے بھی شامل ہیں تو اب بتائیے کہ گنگوہی صاحب آپ ابلیس کے لئے جو علم محیط زمین اور تھانوی صاحب آپ ہر پاگل ہر چوپائے کے لئے جو علم غیب کے قائل ہیں آیا اُن کے لئے علم ذاتی حقیقی مانتے ہیں یا اس کا غیر، بر تقدیر اول قطعاً کافر ہو، بر تقدیر ثانی بھی خود تمھارے ہی منہ سے وہ آیات وہ احادیث وہ اقوالِ فقہاء تم پر وارد۔ اور تم اپنے ہی پیش کردہ دلائل سے خود کافر و مرتد۔

اب کہئے، مفر کدھر؟

ہاں مفر وہی ہے کہ ابلیس اور پاگل اور چوپائے سب تو علمِ غیب رکھتے ہیں، آیات و احادیث و اقوالِ فقہاء اُن کے لئے نہیں، وہ تو صرف محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نفیِ علم کے لئے ہیں۔

الا لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین (خبردار! ظالموں پر اللہ تعالٰی کی لعنت ہے۔ ت)

---

[1] تغییر العنوان مع حفظ الایمان دریبہ کلاں دہلی بھارت ص ۱۷

www.alahazratnetwork.org

امرِ پنجم

علمِ غیب کی اختلافی حدود اور مسلکِ عرفاء

فضلِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے منکروں کو جہنم جانے دیجئے۔ تتمہ کلام استماع فرمائیے، ان تمام اجماعات کے بعد ہمارے علماء میں اختلاف ہوا کہ بے شمار علومِ غیب جو مولٰی عزوجل نے اپنے محبوب اعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو عطا فرمائے آیا وہ روزِ اول سے یومِ آخر تک تمام کائنات کو شامل ہیں جیسا کہ عمومِ آیات واحادیث کا مفاد ہے یا ان میں تخصیص ہے۔

بہت اہلِ ظاہر جانبِ خصوص گئے ہیں، کسی نے کہا متشابہات کا، کسی نے کہا خمس کا، کسی نے کہا ساعت کا، اور عام علماء باطن اور ان کے اتباع سے بکثرت علماء ظاہر نے آیات واحادیث کو ان کے عموم پر رکھا ماکان ومایکون بجمیع مذکور میں از انجا کہ غایت میں دخول وخروج دونوں محتمل ہیں ساعت داخل ہو یا نہیں بہرحال یہ مجموعہ بھی علومِ الٰہیہ سے ایک بعض خفیف بلکہ انباء المصطفٰی حاضر ہے۔

میں نے قصیدہ بردہ شریف اور اس کی شرح ملا علی قاری سے ثابت کیا ہے کہ علمِ الٰہی تو علمِ الٰہی جو غیر متناہی در غیر متناہی ہے، یہ مجموعہ ماکان ومایکون کا علم علومِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سمندر سے ایک لہر ہے، پھر علمِ الٰہی غیر متناہی کے آگے اس کی کیا گنتی۔ اللہ کی قدر نہ جاننے والے اسی کو معاذ اللہ علمِ الٰہی سے مساوات ٹھہراتے ہیں وما قدروا اللّٰہ حق قدرہٖ[1] (اللہ کی ویسی قدر نہ کی جیسی قدر کرنے کا حق ہے۔ ت)

اور واقعی جب ان کے امام الطائفہ کے نزدیک ایک پیڑ کے پتے گن دینے پر خدائی آگئی تو ماکان ومایکون تو بڑی چیز ہے۔ خیر انھیں جانے دیجئے یہ خاص مسئلہ جس طرح ہمارے علماءِ اہلسنت میں دائر ہے مسائل خلافیہ اشاعرہ وماتریدیہ کے مثل ہے کہ اصلاً محلِ لوم نہیں۔

ہاں ہمارا مختار قولِ اخیر ہے جو عام عرفائے کرام وبکثرت اعلام کا مسلک ہے، اس بارے میں بعض آیات واحادیث واقوالِ ائمہ حضرات کو فقیر کے رسالے انباء المصطفٰی میں ملیں گے، اور اللؤلؤ المکنون فی علم البشیر ماکان ومایکون وغیرہ رسائلِ فقیر میں بحمد اللہ تعالٰی کثیر ووافر ہیں

---

[1] القرآن الکریم ۳۴/۳۱

www.alahazratnetwork.org

اور اقوالِ اولیائے کرام وعلمائے عظام کی کثرت تو اس درجہ ہے کہ ان کے شمار کو ایک دفتر عظیم درکار، یہاں بطور نمونہ صرف بعض اشاراتِ ائمہ پر اقتصار، وما توفیقی الا باللہ العزیز الغفار۔ حدیث صحیح جامع ترمذی جس میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

تجلّٰی لی کلّ شیئ وعرفتُ۔[1] ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی۔

اور فرمایا:

علمت ما فی السمٰوٰت وما فی الارض۔[2] میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے۔

(۵۱) شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

"دانستم ہرچہ در آسمانہا و ہرچہ در زمینہا بود" عبارت ست از حصول تمامۂ علوم جزئی وکلی واحاطۂ آں۔[3] "میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں تھا" اس حدیث میں تمام علوم جزی وکلی کے حاصل ہونے اور ان کے احاطہ کرنے کا بیان ہے۔ (ت)

(۵۲) امام محمد بوصیری قصیدہ بُردہ شریف میں عرض کرتے ہیں:

فان من جودك الدنیا وضرتها
ومن علومك علم اللوح والقلم[4]

یارسول اللہ! دنیا وآخرت دونوں حضور کی بخشش سے ایک حصہ ہیں اور لوح وقلم کا علم (جس میں تمام ماکان ومایکون ہے) حضور کے علوم سے ایک ٹکڑا ہے۔

(۵۳) علامہ علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

کون علمهما من علومه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ان علومه تتنوع الی الکلیات والجزئیات وحقائق و لوح وقلم کا علم علوم نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ایک ٹکڑا اس لئے ہے کہ حضور کے علم متعدد انواع ہیں کلیات، جزئیات، حقائق،

---

[1] جامع سنن الترمذی کتاب التفسیر من سورۃ ص حدیث ۳۲۴۶ دارالفکر بیروت ۵/ ۱۶۰
[2] " " " " " " ۳۲۴۴ " " ۵/ ۱۵۹
[3] اشعۃ اللمعات کتاب الصلوٰۃ باب المساجد مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۳۳
[4] مجموع المتون متن قصیدۃ البردۃ الشئون الدینیۃ دولۃ قطر ص ۱۰

www.alahazratnetwork.org

دقائق وعوارف ومعارف تتعلق بالذات والصفات وعلمهما یکون سطرا من سطور علمه ونهرا من بحور علمه ثم مع هذا هو من برکة وجوده صلی الله تعالٰی علیه وسلم۔[1]

دقائق، عوارف اور معارف کہ ذات وصفاتِ الٰہی سے متعلق ہیں اور لوح وقلم کا علم تو حضور کے مکتوب علم سے ایک سطر اور اس کے سمندروں سے ایک نہر ہے پھر بایں ہمہ وہ حضور ہی کی برکت وجود سے تو ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

(۵۴) ام القرٰی شریف میں ہے:

وسع العٰلمین علما وحلما۔[2]

حضور کا علم وحلم تمام جہان کو محیط ہے۔

(۵۵) امام ابن حجر مکی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

لان الله تعالٰی اطلعه علی العالم فعلم علم الاولین والاٰخرین ماکان ومایکون۔[3]

اس لئے کہ اللہ تعالٰی نے حضور کو تمام عالم پر اطلاع دی تو سب اولین وآخرین کا علم حضور کو ملا جو ہو گزرا اور جو ہونے والا ہے سب جان لیا۔

(۵۶ و ۵۷) نسیم الریاض میں ہے:

ذکر العراقی فی شرح المهذب انه صلی الله تعالٰی علیه وسلم عرضت علیه الخلائق من لدن اٰدم علیه الصلٰوة والسلام الٰی قیام الساعة فعرفهم کلهم کما علم اٰدم الاسماء۔[4]

امام عراقی شرح مہذب میں فرماتے ہیں کہ آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام سے لے کر قیامت تک کی تمام مخلوقاتِ الٰہی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر عرض کی گئیں تو حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے ان سب کو پہچان لیا جس طرح آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام کو تمام نام تعلیم ہوئے تھے۔

(۵۸) اسی لئے امام بوصیری مدحیہ ہمزیہ میں عرض کرتے ہیں: ؎

---

[1] الزبدۃ العمدۃ فی شرح البردۃ ناشر جمعیۃ علماء سکندریہ خیر پور سندھ ص ۱۱۷

[2] مجموع المتون متن قصیدۃ الہمزیہ فی مدح خیر البریۃ الشئون الدینیۃ دولۃ قطر ص ۱۸

[3] افضل القراء القراء ام القرٰی

[4] نسیم الریاض الباب الثالث فصل فیما ورد من ذکر مکانتہ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۲/ ۲۰۸

www.alahazratnetwork.org

لك ذات العلوم من عالم الغيب ومنها لآدم الاسماء[1]

عالم غیب سے حضور کے لئے علوم کی ذات ہے اور آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے نام۔

(۵۹ و ۶۰) امام ابن حاج مکی مدخل اور امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں،

قد قال علماؤنا رحمهم الله تعالٰی ان الزائر یشعر نفسه بانه واقف بین یدیه صلی الله تعالٰی علیه وسلم کما هو فی حیاته اذ لافرق بین موته وحیاته صلی الله تعالٰی علیه وسلم اعنی فی مشاهدته لامته ومعرفته باحوالهم ونیاتهم وعزائمهم وخواطرهم وذلك عنده جلی لاخفاء فیه[2]

بیشک ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ زائر اپنے نفس کو آگاہ کردے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہے جیسا کہ حضور کی حیاتِ ظاہر میں، اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حیات و وفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ وہ اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں اور اُن کی حالتوں، نیتوں، ارادوں اور دل کے خطروں کو پہچانتے ہیں اور یہ سب حضور پر روشن ہے جس میں اصلاً پوشیدگی نہیں۔

(۶۱) نیز مواہب شریف میں ہے،

لا شك ان الله تعالٰی قد اطلعه علی ازید من ذلك والقی علیه علوم الاولین والاٰخرین[3]

کچھ شک نہیں کہ بلاشبہ اللہ تعالٰی نے اس سے بھی زائد حضور کو علم دیا اور تمام اگلے پچھلوں کا علم حضور پر القا فرمایا۔

(۶۲ تا ۶۴) امام قاضی پھر علامہ قاری پھر علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر امام سیوطی میں لکھتے ہیں:

النفوس القدسیة اذا تجردت

پاک جانیں جب بدن کے علاقوں سے جدا

---

[1] مجموع المتون من قصیدۃ الھمزیۃ الشئون الدینیۃ دولۃ قطر ص ۱۱

[2] المدخل لابن الحاج فصل فی الکلام علی زیارۃ سید المرسلین دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۵۲

المواہب اللدنیۃ المقصد العاشر الفصل الثانی المکتب الاسلامی ″ ۴/ ۵۸۰

[3] ″ ″ ″ المقصد الثامن الفصل الثالث ″ ″ ″ ۴/ ۵۶۰

www.alahazratnetwork.org

عن العلائق البدنیۃ اتصلت بالملاء الاعلٰی ولم یبق لہا حجاب فتری و تسمع الکل کالمشاھد۔[1]

ہوتی ہیں ملاءِ اعلٰی سے مل جاتی ہیں اور ان کیلئے کچھ پردہ نہیں رہتا توسب کچھ ایسا دیکھتی سنتی ہیں جیسے یہاں موجود ہیں۔

(۶۵) ملا علی قاری شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں:

ان روح النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حاضرۃ فی بیوت اھل الاسلام۔[2]

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی روحِ کریم تمام جہان میں ہر مسلمان کے گھر میں تشریف فرما ہے۔

(۶۶) مدارج النبوۃ شریف میں ہے:

ہرچہ در دنیا است از زمان آدم تا اوان نفخۂ اولٰی بروے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منکشف ساختند تا ہمہ احوال او را از اول تا آخر معلوم کرد و یاران خود را نیز از بعضے از اں احوال خبر داد۔[3]

جو کچھ دنیا میں ہے آدم علیہ السلام کے زمانے سے نفخۂ اولٰی تک حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر منکشف کر دیا ہے یہاں تک کہ تمام احوال آپ کو اول سے آخر تک معلوم ہوگئے ان میں سے کچھ اپنے دوستوں کو بھی بتا دئے۔

(۶۷) نیز فرماتے ہیں قدس سرہ:

وھو بکل شیئ علیم وے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دانا است برہمہ چیز از شیونات ذات الٰہی و احکام صفات حق و اسماء و افعال و آثار بجمیع علوم ظاہر و باطن اول و آخر احاطہ نمودہ ومصداق "فوق کل ذی علم علیم" شدہ۔ علیہ من الصلوات افضلہا و من التحیات اتمہا و اکملہا۔[4]

"وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے" اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام چیزوں کو جانتے ہیں۔ اللہ کی شانوں اور اس کے احکام اور صفات کے احکام اور اسماء و افعال و آثار میں، اور تمام علوم ظاہر و باطن اول و آخر کا احاطہ کرلیا اور "فوق کل ذی علم علیم" کا مصداق ہوگئے، ان پر اللہ کی بہترین رحمتیں ہوں اور اتم و اکمل تحیات ہوں۔

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث حیثما کنتم فصلوا علی الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۵۰۲

[2] شرح الشفاء لملا علی قاری فصل فی المواطن التی تستحب فیہا الصلوٰۃ والسلام دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۱۱۹

[3] مدارج النبوۃ باب پنجم، وصل خصائص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۴۴

[4] " مقدمۃ الکتاب " " " ۱/ ۳و۲

www.alahazratnetwork.org

(۶۸) شاہ ولی اللہ صاحب فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں:

افاض علی من جنابه المقدس صلی الله تعالٰی علیه وسلم کیفیة ترقی العبد من حیزه الی حیز القدس فیتجلی له حینئذٍ کل شیئ کما اخبر عن هذا المشهد فی قصة المعراج المنامی[1]

مجھ پر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ سے فائض ہوا کہ بندہ کیونکر اپنی جگہ سے مقامِ مقدس تک ترقی کرتا ہے کہ ہر شے اس پر روشن ہوجاتی ہے جیسا کہ قصہ معراج کے واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس مقام سے خبر دی۔

(۶۹) نیز اسی میں ہے:

العارف ینجذب الی حیز الحق فیصیر عبداللہ فتجلّٰی له کل شیئ[2]

عارف مقامِ حق تک کھنچ کر بارگاہِ قرب میں ہوتا ہے تو ہر چیز اس پر روشن ہوجاتی ہے۔

(۷۰) اُسی میں ولی فرد کے خصائص سے لکھا کہ وہ تمام نشاۃ عنصری جسمانی پر مستولی ہوتا ہے۔ پھر لکھا کہ یہ استیلا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں تو ظاہر ہے۔

واما فی غیرهم فمناصب وراثة الانبیاء کالمجددیة والقطبیة وظهور اٰثارها واحکامها والبلوغ الٰی حقیقة کل علم وحال[3]

رہے غیر انبیاء۔ ان میں وراثت کے منصب ہیں جیسے مجدد و قطب ہونا۔ اور ان کے آثار و احکام کا ظاہر ہونا اور علم و حال کی حقیقت کو پہنچ جانا۔

(۷۱) اسی میں تقریر مذکور و تفصیل دقائق فرد کے بعد ہے:

بعد ذٰلك کله جبلت نفسه نفسًا قدسیة لایشغلها شان عن شان ولا یاتی علیه حال من الاحوال الی التجرد الی النقطة الکلیة الا وهو خبیر

اور اس سب کے بعد بات یہ ہے کہ مرد کا نفس اصل خلقت میں نفس قدسی بنایا جاتا ہے اسے ایک بات دوسری سے مشغول نہیں کرتی (یعنی یہ نہیں ہوتا کہ ایک دھیان میں اور طرف کا خیال نہ رہے بلکہ ہر جانب اس کی نگاہ ایک سی رہتی ہے)

---

[1] فیوض الحرمین مشہد اللہ تعالٰی مخلوق کی طرف کتاب نازل کرنے کے وقت کیا کرتا ہے محمد سعید اینڈ سنز کراچی ص ۱۹۹
[2] " " قدمِ صدق عند ربہم کی تفسیر محمد سعید اینڈ سنز کراچی ص ۱۰۷
[3] " " مشہد آخر یعنی دقائق اور انکے اثرات " " " " " ص ۲۸۰ و ۲۸۱

www.alahazratnetwork.org

بها الاٰن وانما الاٰتی تفصیل لاجمال[1]

اور اب سے لے کر اُس وقت تک کہ وہ سب سے جُدا ہوکر مرکز عالم سے جا ملے یعنی وقتِ وفات تک جو کچھ حال اس پر آنے والا ہے اُس سب کی اس وقت اسے خبر ہے، وہ جو آئے گا اجمال کی تفصیل ہی ہوگا۔

(۷۲) امام قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں:

ھذا مع انه صلی الله تعالٰی علیه وسلم کان لایکتب ولکنه اوتی علم کل شیئ حتی قد وردت اٰثار بمعرفته حروف الخط وحسن تصویرها کقوله لاتمدوا بسم الله الرحمٰن الرحیم رواه ابن شعبان من طریق ابن عباس وقوله الحدیث الاٰخر الذی روی عن معٰویة رضی الله تعالٰی عنه انه کان یکتب بین یدیه صلی الله تعالٰی علیه وسلم فقال له الق الدواة وحرّف القلم واقم الباء وفرّق السین ولاتعور المیم وحسن الله ومدّ الرحمٰن وجوّد الرحیم[2]

یعنی حالانکہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لکھتے نہ تھے مگر حضور کو ہر چیز کا علم عطا ہوا تھا یہاں تک کہ بیشک حدیثیں آئی ہیں کہ حضور کتابت کے حروف پہچانتے تھے اور یہ کہ کس طرح لکھے جائیں تو خوبصورت ہوں گے، جیسے ایک حدیث ابن شعبان نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: بسم اللہ کشش سے نہ لکھو (سین میں دندانے ہوں بڑی کشش نہ ہو) دوسری حدیث (مسند الفردوس) میں امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہوئی کہ یہ حضور کے سامنے لکھ رہے تھے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ دوات میں صوف ڈالو اور قلم پر ترچھا قط دو اور بسم اللہ کی ب کھڑی لکھو اور اسکے دندانے جُدا رکھو اور میم اندھا نہ کردو (اس کے چشمہ کی سفیدی کھلی رہے) اور لفظ اللہ خوبصورت لکھو اور لفظ رحمٰن میں کشش ہو (رحمٰن یا رحـمٰن یا رحــمٰن) اور لفظ رحیم اچھا لکھو۔

(۷۳ و ۷۴) امام شعرانی قدس سرہ کتاب الجواہر والدرر نیز کتاب درۃ الغواص میں سید علی خواص

---

[1] فیوض الحرمین مشہد آخر ایعنی دقائق اور ان کے اثرات محمد سعید اینڈ سنز کراچی ص ۲۸۴-۲۸۵

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل ومن معجزاته الباهرة المطبعة الشرکة الصحافیة ۱/ ۲۹۸ و ۲۹۹

www.alahazratnetwork.org

رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ناقل:

محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فھو الاول والاٰخر والظاھر والباطن قد ولج حین اسری بہ عالم الاسماء الذی اولھا مرکز الارض واٰخرھا السماء الدنیا بجمیع احکامھا و تعلقاتھا ثم ولج البرزخ الی انتھائہ وھوالسماء السابعۃ ثم ولج عالم العرش الی مالا نھایۃ الیہ، و انفتح فی برزخیتہ تصور العوالم الالٰھیۃ والکونیۃ اھ[1] ملتقطاً۔

محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہی اول وآخر و ظاہر و باطن ہیں وہ شب معراج مرکز زمین سے آسمان تک تشریف لے گئے اور اس عالم کے جملہ احکام اور تعلقات جان لئے پھر آسمان سے عرش اور عرش سے لاانتہا تک اور حضور کے برزخ میں تمام عالم علوی وسفلی کی صورتیں منکشف ہوگئیں۔

(۷۵) تفسیر کبیر میں زیر آیۂ کریمہ "وکذٰلک نری ابراھیم ملکوت السمٰوٰت والارض"[2] (اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔ ت) فرمایا:

الاطلاع علی اٰثار حکمۃ اللہ تعالٰی فی کل واحد من مخلوقات ھذا العالم بحسب اجناسھا وانواعھا واصنافھا واشخاصھا و احوالھا مما لایحصل الا للاکابر من الانبیاء علیھم الصلٰوۃ والسلام ولھذا المعنی کان رسولنا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول فی دعائہ اللھم ارنا الاشیاء کما ھی[3]۔

اس عالم کی تمام جنسوں اور نوعوں اور صنفوں اور شخصوں اور جزئیوں ہر ہر مخلوق میں حکمت الٰہیہ کے آثار پر انہیں اکابر کو اطلاع ہوتی ہے جو انبیاء ہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام، اسی لئے حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ الٰہی! ہم کو تمام چیزیں جیسی وہ ہیں دکھا دے۔

اقول یہاں مقصود اس قدر ہے کہ ان امام اہلسنت کے نزدیک انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اس عالم کی تمام مخلوقات کے ایک ایک ذرہ کی جنس، نوع، صنف، شخص، جسم اور ان سب میں اللہ کی حکمتیں بالتفصیل

---

[1] الجواہر والدرر علی ہامش الابریز مصطفی البابی مصر ص ۲۱۱ تا ۲۱۳

[2] القرآن الکریم ۶/ ۷۶

[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ۶/ ۷۵ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۱۳/ ۴۵

www.alahazratnetwork.org

جانتے ہیں، وہابیہ کے نزدیک کافر ومشرک ہونے کو یہی بہت ہے، بلکہ ان کے نزدیک امام ممدوح کو کافر ومشرک سے بہت بڑھ کر کہنا چاہئے۔

گنگوہی صاحب نے صرف اتنی بات کو کہ دنیا میں جہاں کہیں مجلس میلاد مبارک ہو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اطلاع ہوجائے زمین کا علم محیط مانا اور صاف حکم شرک جڑ دیا کہ "شرک نہیں تو کون سا حصہ ایمان کا ہے۔"[۱]

تو امام کہ صرف زمین درکنار، زمین وآسمان وفرش وعرش وتمام عالم کے جملہ اجناس و انواع و اصناف و اشخاص و اجرام کو نہ صرف حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلکہ اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا بھی علم محیط مانتے ہیں۔ گنگوہی دھرم میں ان کو تو کئی لاکھ درجے ڈبل کافر ہونا چاہئے، والعیاذ باللہ تعالٰی، ورنہ اصل بات یہ ہے کہ اصالۃً علوم غیب اور ان کے عطا ونیابت سے ان کے خدام اکابر اولیائے کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو بھی ایک ایک ذرہ عالم کا تفصیلی علم عطا ہونا ہرگز ممنوع نہیں نہیں بلکہ بتصریح اولیاء واقع ہے، جیسا کہ عنقریب آتا ہے، وللہ الحمد۔

(۷۶) یہی مضمون شریف تفسیر نیشاپوری میں بایں عبارت ہے:

الاطلاع علی تفاصیل اٰثار حکمۃ اللہ تعالٰی فی کل احد من مخلوقات ھذہ العوالم بحسب اجناسہا و انواعہا و اصنافہا واشخاصہا وعوارضہا و لواحقہا کماھی لا تحصل الا لاکابر الانبیاء و لہذا قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی دعائہ "ارنی الاشیاء کماھی"۔[۲]

ان عالموں کی مخلوقات میں سے ہر ایک کے تمام آثار حکمت الٰہیہ پر ان کی جنسوں، نوعوں، قسموں اور فردوں نیز عوارض ولواحق حقیقیہ پر مطلع ہونا اکابر انبیاء کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دعا میں عرض کیا کہ مجھے اشیاء کی حقیقتیں دکھا۔ (ت)

اس میں اٰثار حکمۃ اللہ کے ساتھ تفاصیل زائد ہے اور ھٰذا العالم کی جگہ ھٰذہ العوالم ہے کہ نظر تفصیل پر زیادہ دلالت کرتا ہے، اور اجناس وانواع واصناف واشخاص کے ساتھ عوارض ولواحق بھی مذکور ہے کہ احاطہ جملہ جواہر و اعراض میں تصریح تر ہو، اگرچہ اجناس عالم

---

[۱] البراہین القاطعۃ بحث علم غیب مطبع بلاسا واقع ڈھور ص ۵۱

[۲] غرائب القرآن (تفسیر النیسابوری) آیۃ ۶/۷۵ مصطفی البابی مصر ۷/۱۴۱

www.alahazratnetwork.org

میں عوارض بھی داخل تھے پھران کے ساتھ کما ھی کا لفظ اور زیادہ ہے کہ صحت علم غیر مشوب بالخطاء والوہم (غلطی اور وہم کی آلائش سے پاک ۔ت) کی تاکید ہو۔ فجزاہم اللہ تعالٰی خیرجزاء آمین۔

(۷۷) نیشاپوری میں زیر آیہ کریمہ "وجئنابك علٰی ھٰؤلاء شھیدا[1]" (اور اے محبوب! تمھیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بناکر لائیں گے ۔ت) فرمایا:

لان روحہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شاھد علٰی جمیع الارواح والقلوب والنفوس لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اول ماخلق اللہ روحی[2]۔

یہ جو رب عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرمایا کہ "ہم تمھیں ان سب پر گواہ بناکر لائیں گے" اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی روحِ انور تمام جہان میں ہر ایک کی رُوح، ہر ایک کے دل، ہر ایک کے نفس کا مشاہدہ فرماتی ہے (کوئی روح، کوئی دل، کوئی نفس ان کی نظرِ کرم سے اوجھل نہیں، جب تو سب پر گواہ بناکر لائے جائیں گے کہ شاہد کو مشاہدہ ضرور ہے) اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے میری روح کریم کو پیدا کیا (تو عالم میں جو کچھ ہوا حضور کے سامنے ہی ہوا)۔

(۷۸) حافظ الحدیث سیدی احمد سجلماسی قدس سرہٗ اپنے شیخ کریم حضرت سیدی عبدالعزیز بن مسعود دباغ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کتاب مستطاب ابریز میں روایت فرماتے ہیں کہ انھوں نے آیہ کریمہ "وعلم اٰدم الاسماء کلھا[3]" (اور اللہ تعالٰی نے آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے نام سکھائے ۔ت) کے متعلق فرمایا:

المراد بالاسماء الاسماء العالیۃ لاالاسماء النازلۃ فان کل مخلوق لہ اسم عال واسم نازل، فالاسم النازل ھوالذی یشعر بالمسمی فی الجملۃ والاسم العالی ھوالذی

اس کلام نورانی و اعلام ربانی ایمان افروز، کفران سوز کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر چیز کے دو نام ہیں علوی و سفلی۔ سفلی نام تو صرف مسمّی سے ایک گونہ آگاہی دیتا ہے۔ اور علوی نام سنتے ہی یہ معلوم ہوجاتا ہے

---

[1] القرآن الکریم ۴/۴۱

[2] عرائس القرآن

[3] القرآن الکریم ۲/۳۱

www.alahazratnetwork.org

یشعر باصل المسمّٰی ومن ای شیئ ھو و بفائدۃ المسمّٰی ولای شیئ یصلح الفاس من سائر ما یستعمل فیہ وکیفیۃ صنعۃ الحداد لہ فیعلم من مجرد سماع لفظہ ھٰذہ العلوم والمعارف المتعلقۃ بالفاس وھٰکذا کل مخلوق، والمراد بقولہ تعالٰی "الاسماء کلھا" الاسماء التی یطیقھا اٰدم ویحتاج الیھا سائر البشر اولھم بھا تعلق وھی من کلّ مخلوق تحت العرش الٰی ما تحت الارض فیدخل فی ذٰلک الجنۃ والنار والسمٰوٰت السبع وما فیھن وما بینھن وما بین السماء والارض وما فی الارض من البراری والقفار والاودیۃ والبحار والاشجار فکل مخلوق فی ذٰلک ناطق اوجامدٌ الّا واٰدم یعرف من اسمہ تلک الامور الثلٰثۃ اصلہ وفائدتہ وکیفیۃ ترتیبہ ووضع شکلہ فیعلم من اسم الجنۃ من این خلقت ولای شیئ خلقت وترتیب مراتبھا وجمیع ما فیھا من الحور وعدد من یسکنھا بعد البعث ویعلم من لفظ النار مثل ذٰلک ویعلم من لفظ السماء مثل ذٰلک ولای شیئ کانت الاولٰی فی محلھا والثانیۃ وھٰکذا فی کل سماء ویعلم من لفظ الملٰئکۃ من ای شیئ خلقوا ولای شیئ خلقوا وکیفیۃ خلقھم وترتیب مراتبھم وبای شیئ استحق

کہ شئی کی حقیقت وماہیت کیا ہے اور کیونکر پیدا ہوا اور کاہے سے بنا اور کس لئے بنا۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام اشیاء کے یہ علوی نام تعلیم فرمائے گئے جس سے انھوں نے حسبِ طاقت وحاجتِ بشری تمام اشیاء جان لیں، اور یہ زیرِ عرش سے زیرِ فرش تک کی تمام چیزیں ہیں جس میں جنت و دوزخ و ہفت آسمان اور جو کچھ اُن میں ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور جو کچھ آسمان و زمین کے درمیان ہے اور جنگل اور صحرا اور نالے اور دریا اور درخت وغیرہ جو کچھ زمین میں ہے غرض یہ تمام مخلوقات ناطق و غیر ناطق ان کے صرف نام سُننے سے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معلوم ہوگیا کہ عرش سے فرش تک ہر شئے کی حقیقت یہ ہے اور فائدہ یہ ہے اور اس ترتیب سے اس شکل پر ہے۔ جنت کا نام سُنتے ہی انھوں نے جان لیا کہ کہاں سے بنی اور کس لئے بنی اور اُس کے مرتبوں کی ترتیب کیا ہے اور جس قدر اُس میں حوریں ہیں اور قیامت کے بعد اتنے لوگ اُس میں آجائیں گے، اسی طرح نار (دوزخ) یُوں ہی آسمان، اور یہ کہ پہلا آسمان وہاں کیوں ہُوا اور دوسرا دوسری جگہ کیوں ہوا، اسی طرح ملائکہ کا لفظ سُننے سے انھوں نے جان لیا کہ کاہے سے بنے اور کیونکر بنے اور ان کے مرتبوں کی ترتیب کیا ہے اور کس لئے یہ فرشتہ اس مقام کا مستحق ہوا اور دوسرا دوسرے کا۔ اسی طرح عرش سے زیرِ زمین تک ہر فرشتے کا حال۔ اور یہ

www.alahazratnetwork.org

هذا الملك هذا المقام واستحق غيره مقامًا اٰخر وهكذا فی کل ملك فی العرش الی ما تحت العرش فهذه علوم اٰدم واولاده من الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام والاولیاء الکمل رضی الله تعالٰی عنهم اجمعین و انما خص اٰدم بالذکر لانه اول من علم هذه العلوم ومن علمها من اولاده فانما علمها بعده ولیس المراد انه لا یعلمها الا اٰدم و انما خصصناها بما یحتاج الیه و ذریته و بما یطیقونه لئلا یلزم من عدم التخصیص الاحاطة بمعلومات الله تعالٰی وانما قال تنزلت اشارة الی الفرق بین علم النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم بهذه العلوم و بین علم اٰدم وغیره من الانبیاء علیهم الصلوٰة بها فانهم اذا توجهوا الیها یحصل لهم شبه مقام عن مشاهدة الحق سبحانه وتعالٰی واذا توجهوا نحو مشاهدة الحق سبحانه وتعالٰی حصل لهم شبه النوم عن هذه العلوم ونبینا صلی الله تعالٰی علیه وسلم لقوته لا یشغله هذا عن هذا فهو اذا توجه نحو الحق سبحانه وتعالٰی حصلت له المشاهدة التامة وحصل له مع ذلك مشاهدة هذه العلوم وغیرها مما لا یطلق واذا توجه نحو هذه العلوم حصلت له مع حصول هذه المشاهدة فی الحق

تمام علوم صرف آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کو نہیں بلکہ ہر نبی اور ہر ولی کامل کو عطا ہوتے ہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ آدم کا نام خاص اس لئے لیا کہ ان کو یہ علوم پہلے ملے، پھر فرمایا کہ ہم نے بقدر طاقت وحاجت کی قید لگا کر صرف عرش تا فرش کی تمام اشیاء کا احاطہ اس لئے رکھا کہ جملہ معلوماتِ الٰہیہ کا احاطہ نہ لازم آئے اور ان علوم میں ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں یہ فرق ہے کہ اور جب ان علوم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ان کو مشاہدۂ حضرت عزت جلالہٗ سے ایک گونہ غفلت سی ہو جاتی ہے اور جب مشاہدۂ حق کی طرف توجہ فرمائیں تو ان علوم کی طرف سے ایک نیند سی آجاتی ہے مگر ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ان کی کمال قوت کے سبب ایک علم دوسرے علم سے مشغول نہیں کرتا، وہ عین مشاہدۂ حق کے وقت ان تمام علوم اور ان کے سوا اور علموں کو جانتے ہیں جن کی طاقت کسی میں نہیں اور ان علوم کی طرف عین توجہ میں مشاہدۂ حق فرماتے ہیں اور ان کو نہ مشاہدۂ حق، مشاہدۂ خلق سے پردہ ہو نہ مشاہدۂ خلق مشاہدۂ حق سے، پاکی و بلندی اُسے جس نے اُن کو یہ علوم اور یہ قوتیں بخشیں، صلی اللہ

سبحنہ وتعالٰی فلا تحجبہ مشاھدۃ الحق عن مشاھدۃ الخلق ولا مشاھدۃ الخلق عن مشاھدۃ الحق سبحنہ وتعالٰی[1] | تعالٰی علیہ وسلم۔ 30

کیوں وہابیو! ہے کچھ دم؟ ہاں ہاں تقویۃ الایمان وبراہین قاطعہ کی شرک دانی لے کر دوڑیو، مشرک مشرک کی تسبیح بجائیو، کل قیامت کو کھل جائے گا کہ مشرک، کافر، مرتد، خاسر کون تھا۔ سیعلمون غدًا من الکذاب الاشر[2] (بہت جلد کل جان جائیں گے کون تھا بڑا جھوٹا اترونا۔ ت)۔

اَشر بھی دو قسم کے ہوتے ہیں:

(۱) اَشرِ قولی کہ زبان سے بک بک کرے۔

(۲) اَشرِ فعلی کہ زبان سے چُپ اور خباثت سے باز نہ آئے۔

وہابیہ اشرِ قولی واشرِ فعلی دونوں ہیں، قاتلھم اللہ انّٰی یؤفکون[3] (اللہ انھیں مارے کیا اوندھے جاتے ہیں۔

حضرت سیدی شاہ عبدالعزیز قدسنا اللہ بسرہ العزیز اجلّہ اکابر اولیاء عظام و اعاظم سادات کرام سے ہیں، بدلگام وہابیہ سے کچھ تعجب نہیں کہ ان کی شان کریم میں حسب عادت لئیم گستاخی و زبان درازی کریں، لہذا مناسب کہ اس پاک، مبارک، لاڈلے بیٹے کی تائید میں اس کے مہربان باپ، مسلمانوں کے مولٰی، اللہ واحد قہار کے غالب شیر، سیدنا امیر المومنین مولٰی علی مشکلکشا حاجت روا، کافر کش، مومن پناہ کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کے بعض ارشادات ذکر کروں کہ سگانِ زرد کے برادر شغال اُس اسدِ ذوالجلال کی بُو سونگھ کر بھاگیں اور شرک بکنے والے منہ میں قہر کے پتھروں اور پتھروں سے آگیں۔

(۹۷) ابن النجار ابوالمعتمر مسلم بن اوس وجاریہ بن قدامہ سعدی سے راوی کہ امیر المومنین ابو الائمۃ الطاہرین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

سلونی قبل ان تفقدونی فانی لا اُسأل عن شیئ دون العرش الّا	مجھ سے سوال کرو قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ کہ عرش کے نیچے جس کسی چیز کو مجھ سے پوچھا جائے میں

---

[1] الابریز الباب السابع دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۸۲ و ۳۸۳

[2] القرآن الکریم ۵۴/ ۲۶

[3] القرآن الکریم ۹/ ۳۰

www.alahazratnetwork.org

اخبرت عنه[1]	بتادوں گا۔

30
30

عرش کے نیچے کرسی، ہفت آسمان، ہفت زمین اور آسمانوں اور زمینوں کے درمیان جو کچھ ہے تحت الثریٰ تک سب داخل ہے۔ مولیٰ علی فرماتے ہیں کہ اس سب کو میرا علم محیط ہے ان میں جو شے مجھ سے پوچھو میں بتادوں گا۔ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

(۸۰) امام ابن الانباری کتاب المصاحف میں اور امام ابوعمر بن عبدالبر کتاب العلم میں ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی،

قال شهدت علی بن ابی طالب یخطب فقال فی خطبته سلونی فواللہ لا تسألونی عن شیئ الی یوم القیمة الاحد ثتکو به[2]	میں مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کے خطبہ میں حاضر تھا امیر المومنین نے خطبہ میں ارشاد فرمایا، مجھ سے دریافت کرو خدا کی قسم قیامت تک جو چیز ہونے والی ہے مجھ سے پوچھو میں بتادوں گا۔

امیر المومنین فرماتے ہیں کہ میرا علم قیامت تک کی تمام کائنات کو حاوی ہے۔ یہ دونوں حدیثیں امام جلیل جلال الملۃ والدین سیوطی نے جامع کبیر میں ذکر فرمائیں۔

(۸۱ تا ۸۴) ابن قتیبہ پھر ابن خلکان پھر امام دمیری پھر علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

الجفر جلد کتبه جعفر الصادق کتب فیه لاهل البیت کل مایحتاجون الی علمه وکل مایکون الی یوم القیمة[3]	جفر ایک جلد ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے لکھی اور اس میں اہل بیت کرام کے لئے جس چیز کے علم کی انھیں حاجت پڑے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب تحریر فرمادیا۔

(۸۵) علامہ سید شریف رحمہ اللہ تعالٰی شرح مواقف میں فرماتے ہیں:

الجفر والجامعة کتابان لعلی رضی اللہ تعالٰی	یعنی جفر و جامعہ امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم

[1]

[2] جامع بیان العلم وفضلہ باب فی ابتداء العالم جلساء بالفائدۃ وقول سلونی دار الفکر بیروت ۱/۱۳۸

[3] حیوۃ الحیوان الکبرٰی تحت لفظ الجفرۃ مصطفی البابی مصر ۱/۲۷۹
وفیات الاعیان ترجمہ عبدالمومن صاحب المغرب ۵۵۸ھ دار الثقافۃ بیروت ۳/۲۴۰

www.alahazratnetwork.org

عنه قد ذكر فيهما على طريقة علم الحروف الحوادث التي تحدث الى انقراض العالم وكانت الائمة المعروفون من اولاده يعرفونهما و يحكمون بهما وفي كتاب قبول العهد الذي كتبه علي بن موسى رضي الله تعالٰى عنهما الى المامون انك قد عرفت من حقوقنا ما لم يعرفه اٰباؤك فقبلت منك عهدك الّا ان الجفر والجامعة يدلان على انه لايتم ولمشائخ المغاربة نصيب من علم الحروف ينتسبون فيه الى اهل البيت ورأيت انا بالشام نظما اشير فيه بالرموز الى احوال ملوك مصر و سمعت انه مستخرج من ذينك الكتابين اھ۔[1]

کی دو کتابیں ہیں بیشک امیر المومنین نے اُن دونوں میں علم الحروف کی روش پر ختم دنیا تک جتنے وقائع ہونے والے ہیں سب ذکر فرما دیے ہیں اور ان کی اولاد امجاد سے ائمہ مشہورین رضی اللہ تعالٰی عنہم اُن کتابوں کے رموز پہچانتے اور ان سے احکام لگاتے تھے۔ اور مامون رشید نے جب حضرت امام علی رضا ابن امام موسٰی کاظم رضی اللہ تعالٰی عنہما کو اپنے بعد ولیعہد کیا اور خلافت نامہ لکھ دیا امام رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کے قبول میں فرمان بنام مامون رشید تحریر فرمایا اس میں ارشاد فرماتے ہیں کہ تم نے ہمارے حق پہچانے جو تمھارے باپ دادا نے نہ پہچانے اس لئے میں تمھاری ولیعہدی قبول کرتا ہوں۔ مگر جفر و جامعہ بتا رہی ہیں کہ یہ کام پورا نہ ہوگا (چنانچہ ایسا ہی ہوا اور امام رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مامون رشید کی زندگی ہی میں شہادت پائی) اور مشائخ مغرب اس علم سے حصہ اور اس میں اہل بیت کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اپنے انتساب کا سلسلہ رکھتے ہیں، اور میں نے ملک شام میں ایک نظم دیکھی جس میں شاہانِ مصر کے احوال کی طرف رمزوں میں اشارہ کیا ہے میں نے سُنا کہ وہ احکام انہی دونوں کتابوں سے نکالے ہیں انتہٰی۔

اس علم علوی شریف مبارک کی بحث اور اس کے حکم شرعی کی جلیل تحقیق بحمد اللہ تعالٰی فقیر کے رسالہ مُجتلی العروس و مراد النفوس ۱۳۲۸ھ میں ہے جو اس کے غیر میں نہ ملے گی۔

(۸۶) حضور پُرنور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

وعزة ربي ان السعداء والاشقياء ليعرضون علي عيني في اللوح

عزتِ الٰہی کی قسم بیشک سب سعید و شقی میرے سامنے پیش کئے جاتے ہیں میری آنکھ لوحِ محفوظ

---

[1] شرح المواقف النوع الثانی المقصد الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۶/ ۲۲

www.alahazratnetwork.org

المحفوظ [1] میں ہے۔

(۸۷) اور فرماتے ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہ :

لولا لجام الشریعۃ علٰی لسانی لاخبرتکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم انتم بین یدی کالقواریر یرٰی ما فی بواطنکم وظواھرکم۔[2]

اگر میری زبان پر شریعت کی روک نہ ہوتی تو میں تمھیں خبر دیتا جو کچھ تم کھاتے اور جو کچھ اپنے گھروں میں اندوختہ کرکے رکھتے ہو تم میرے سامنے شیشہ کی مانند ہو، میں تمھارا ظاہر و باطن سب دیکھ رہا ہوں۔

(۸۸) اور فرماتے ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہ :

قلبی مطلع علٰی اسرار الخلیقۃ ناظرالٰی وجوہ القلوب قد صفاہ الحق عن دنس رؤیۃ سواہ حتی صار لوحًا ینقل الیہ ما فی اللوح المحفوظ وسلم علیہ ازمّۃ امور اھل زمانہ وصرفہ فی عطائھم ومنعھم۔[3]

میرا دل اسرارِ مخلوقات پر مطلع ہے سب دلوں کو دیکھ رہا ہے، اللہ تعالٰی نے اسے رویت ماسوا کے میل سے صاف کردیا کہ ایک لوح ہوگیا جس کی طرف وہ منتقل ہوتا ہے، جو لوحِ محفوظ میں لکھا ہے (اللہ تعالٰی نے) تمام اہل زمانہ کے کاموں کی باگیں اسے سپرد فرمائیں اور اجازت فرمائی کہ جسے چاہیں عطا کریں جسے چاہیں منع فرمادیں۔

(۸۹ و ۹۰ و ۹۱) والحمد للہ رب العالمین یہ اور ان کے مثل اور کلمات قدسیہ اجلّہ اکابر ائمہ مثل امام اوحد سیدی نورالحق والدین ابوالحسن علی شطنوفی صاحب کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار، و امام اجل سیدی عبداللہ بن اسعد یافعی شافعی صاحب خلاصۃ المفاخر وغیرہما نے حضور سے براسانیدِ صحیحہ روایت فرمائے، اور علی قاری وغیرہ علماء نے نزہۃ الخاطر وغیرہا کتب مناقب شریفہ میں ذکر کئے۔

(۹۲) عارف کبیر احد الاقطاب الاربعہ سیدنا حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ تعالٰی عنہ ترقیات کاملِ کے بارے میں فرماتے ہیں :

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر کلمات اخبربھا عن نفسہ محدثا بنعمۃ ربہ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۵۰
[2] " " " " " " " " " " " ۵۵
[3] " " " " " " " " " " " " "

www.alahazratnetwork.org

اطلعه علی غیبه حتی لا تنبت شجرة ولا تخضر ورقة الا بنظره[۱]	اللہ تعالٰی اسے اپنے غیب پر مطلع کرتا ہے یہاں تک کہ کوئی پیڑ نہیں اُگتا اور کوئی پتہ نہیں ہریاتا مگر اس کی نظر کے سامنے۔

(۹۳) عارف باللہ حضرت سیدی رسلان دمشقی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں،

العارف من جعل الله تعالٰی فی قلبه لوحًا منقوشًا باسرار الموجودات و بامداده بانوار حق الیقین یدرك حقائق تلك السطور علی اختلاف اطوارها و یدرك اسرار الافعال فلا تتحرك حركة ظاهرةً ولا باطنة فی الملك والملكوت الا و یكشف الله تعالٰی عن بصیرة ایمانه و عین عیانه فیشهدها علمًا وكشفًا[۲]	عارف وہ ہے جس کے دل میں اللہ تعالٰی نے ایک لوح رکھی ہے کہ جملہ اسرار موجودات اس میں منقوش ہیں اور حق الیقین کے نوروں سے اسے مدد دی کہ وہ ان لکھی ہوئی چیزوں کی حقیقتیں خوب جانتا ہے باآنکہ انکے طور کس قدر مختلف ہیں اور افعال کے راز جانتا ہے تو ظاہری یا باطنی کوئی جنبش ملک یا ملکوت میں واقع نہیں ہوتی، مگر یہ کہ اللہ تعالٰی اس کے ایمان کی نگاہ اور اس کے معاینہ کی آنکھ کھول دیتا ہے تو عارف اسے دیکھتا ہے اور اپنے علم وکشف سے جانتا ہے۔

(۹۴) (مذکورہ بالا) یہ دونوں کلام کریم سیدی امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی نے طبقات کبرٰی میں نقل کئے۔

(۹۵) سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے امام حضرت عزیزان رضی اللہ تعالٰی عنہ فرمایا کرتے،

زمین در نظر ایں طائفہ چو سفرہ ایست[۳]	اس گروہ کی نظر میں زمین دسترخوان کی طرح ہے۔ (ت)

(۹۶) حضرت خواجہ بہاءُ الحق والدین نقشبند رضی اللہ تعالٰی عنہ یہ کلام پاک نقل کرکے فرماتے،

وما می گوئیم چوں روئے ناخنے ست ہیچ چیز از نظر ایشاں غائب نیست[۴]	ہم کہتے ہیں کہ ناخن کی سطح کی طرح ہے، کوئی چیز ان کی نظر سے غائب نہیں۔

---

[۱] قول سیداحمد رفاعی

[۲] الطبقات الکبرٰی ترجمہ ۲۰۳ رسلان الدمشقی دارالفکر بیروت ص ۲۱۴

[۳] نفحات الانس ترجمہ خواجہ بہاءُ الحق والدین النقشبندی انتشارات کتابفروشی ص ۳۸۰

[۴] " " " " " " " " " " " " " " " " " ص ۸۸-۳۸۷

www.alahazratnetwork.org

گنگوہی صاحب اب اپنے شیطانی شرک براہین کی خبر لیجئے۔

(۹۷) یہ دونوں ارشاد مبارک حضرت مولینا جامی قدس سرہ السامی نے نفحات الانس میں ذکر کئے۔

(۹۸) امام اجل سیدی علی وفا رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

لیس الرجل من یقیدہ العرش وما حواہ من الافلاك والجنۃ والنار وانما الرجل من نفذ بصرہ الٰی خارج ھذا الوجود کلہ وھناك یعرف قدر عظمۃ موجدہٖ سبحٰنہ وتعالٰی[1]

مرد وہ نہیں جسے عرش اور جو کچھ اس کے احاطہ میں ہے آسمان وجنت ونار یہی چیزیں محدود و مقید کرلیں، مرد وہ ہے جس کی نگاہ اس تمام عالم کے پار گزر جائے وہاں اُسے مُوجدِ عالم سبحٰنہ وتعالٰی کی عظمت کی قدر کھلے گی۔

(۹۹) یہ پاکیزہ کلام کتاب الیواقیت والجواھر فی عقائد الاکابر میں نقل فرمایا۔

(۱۰۰) ابریز شریف میں ہے:

سمعتہ رضی اللہ تعالٰی عنہ احیانا یقول ما السمٰوٰت السبع والارضون السبع فی نظر العبد المؤمن الاکحلقۃ ملقاۃ فی فلاۃ من الارض[2]

یعنی میں نے حضرت سید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بارہا سُنا کہ فرماتے، ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں مومن کامل کی وسعتِ نگاہ میں ایسے ہیں جیسے ایک میدانِ لق و دق میں ایک چھلا پڑا ہو۔

(۱۰۱) امام شعرانی کتاب الجواھر میں حضرت سیدی علی خواص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

الکامل قلبہ مرأۃ للوجود العلوی والسفلی کلہ علی التفصیل[3]

کامل کا دل تمام عالم علوی وسفلی کا بروجہ تفصیل آئینہ ہے۔

(۱۰۲) امام رازی تفسیر کبیر میں رَدِ معتزلہ کے لئے حقیقتِ کراماتِ اولیاء پر دلائل قائم کرنے میں فرماتے ہیں:

الحجۃ السادسۃ لاشك ان المتولی للافعال ھو الروح لا البدن ولھذا نری ان کل من کان اکثر علما باحوال عالم الغیب

یعنی اہل سنت کی چھٹی دلیل یہ ہے کہ بلاشبہ افعال کی متولی تو روح ہے نہ کہ بدن۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ جسے احوال عالم غیب کا علم زیادہ ہے اس کا

---

[1] الیواقیت والجواہر البحث الرابع والثلاثون دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۷۰
[2] الابریز الباب السادس مصطفٰی البابی مصر ص ۲۴۲
[3] الجواہر والدرر علی ہامش الابریز " " " " ۲۲۳

www.alahazratnetwork.org

کان اقوی قلبا ولهذا قال علی کرم الله تعالٰی وجهه والله ماقلعت باب خیبر بقوۃ جسدانیة ولکن بقوۃ ربانیة وکذٰلك العبد اذا واظب علی الطاعات بلغ الی المقام الذی یقول الله تعالٰی کنت له سمعًا وبصرًا فاذا صار نور اجلال الله تعالٰی سمعًا له سمع القریب والبعید واذا صار ذٰلك النور بصرًا له رای القریب والبعید واذا صار ذٰلك النور یدا له قدر علی التصرف فی الصعب والسهل والبعید والقریب[1]

دل زیادہ زبردست ہوتا ہے۔ ولہذا مولٰی علی نے فرمایا: خدا کی قسم میں نے خیبر کا دروازہ جسم کی قوت سے نہ اکھیڑا بلکہ ربانی طاقت سے۔ اسی طرح بندہ جب ہمیشہ طاعت میں لگا رہتا ہے تو اس مقام تک پہنچتا ہے جس کی نسبت رب عزوجل فرماتا ہے کہ وہاں میں خود اس کے کان آنکھ ہوجاتا ہوں تو جب جلالِ الٰہی کا نور اُس کا کان ہوجاتا ہے۔ بندہ نزدیک ودور سب سنتا ہے اور جب وہ نور اس کی آنکھ ہوجاتا ہے بندہ نزدیک و دور سب دیکھتا ہے اور جب وہ نور اس کا ہاتھ ہوجاتا ہے بندہ سہل ودشوار ونزدیک و دُور میں تصرفات کرتا ہے۔

(۱۰۳) حضرت مولوی معنوی قدس سرہ العلوی دفتر ثالث مثنوی شریف میں موزہ وعقاب کی حدیث مستطاب میں فرماتے ہیں حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ؎

گرچہ ہر غیبے خدا مارا نمود ۔۔۔ دل دراں لحظہ بخود مشغول بود[2]

(اگرچہ ہر غیب خدا نے ہم کو دکھایا ہے لیکن دل اس وقت اپنی ذات میں مشغول تھا۔)

(۱۰۴) مولانا بحر العلوم ملک العلماء قدس سرہٗ شرح میں فرماتے ہیں:

محمد رضا گفتہ اے فکر تن نداشت واز جہت استغراق بعضے مغیبات بر انبیاء مستور شوند انتہی، معنی بیت ایں چنیں ست کہ دل بخود مشغول بود کہ دل نفس دل را مشاہدہ می کرد و ذات باحدیت جمیع اسماء در دل ست پس بسبب

یعنی محمد رضا کہتا ہے دل کو بدن کی فکر نہ تھی اور استغراق کی وجہ سے بعض غیوب انبیاء سے چھپ جاتے ہیں انتہی، شعر کے معنی یہ ہیں کہ دل ذات دل کا مشاہدہ کر رہا تھا اور ذاتِ احدیت تمام اسماء کے ساتھ دل میں ہے، پس اس

---

[1] مفاتیح الغیب (تفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۱۸/۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۱/۷۷

[2] مثنوی معنوی ربودن عقاب موزۂ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نورانی کتب خانہ پشاور دفتر سوم ص۱۸

www.alahazratnetwork.org

استغراق دریں مشاہدات توجہ بسوئے اکوان نبود پس بعض اکوان مغفول عنہ ماند و ایں وجہ وجیہ است[1]

مشاہدہ میں مشغول ہونے کی وجہ سے توجہ عالم کی طرف نہ تھی اس لئے بعض حالات پوشیدہ رہے۔ یہ بہترین توجیہ ہے۔ (ت)

(۱۰۵ و ۱۰۶ و ۱۰۷ و ۱۰۸) امام قرطبی شارح صحیح مسلم، پھر امام عینی بدر محمود، پھر امام احمد قسطلانی شارح صحیح بخاری، پھر علامہ علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ حدیث وخمس لایعلمھن الا اللہ کی شرح میں فرماتے ہیں:

فمن ادعی علم شیئ منہا غیر مسند الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان کاذبًا فی دعواہ[2]

یعنی جو کوئی قیامت وغیرہ خمس سے کسی شَے کے علم کا ادعا کرے اور اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف نسبت نہ کرے کہ حضور کے بتائے سے مجھے یہ علم آیا، وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔

صاف معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان پانچوں غیبوں کو جانتے ہیں اور اس میں سے جو چاہیں اپنے جس غلام کو چاہیں بتا سکتے ہیں اور جو حضور کی تعلیم سے ان کے علم کا دعوٰی کرے اس کی تکذیب نہ ہوگی۔

(۱۰۹) روض النضیر شرح جامع صغیر امام کبیر جلال الملۃ والدین سیوطی سے اس حدیث کے متعلق ہے:

اما قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا ھو فمفسر بانہ لایعلمہا احد بذاتہ ومن ذاتہ الا ھو لکن قد تعلم باعلام اللہ تعالٰی فان ثمہ من یعلمہا وقد وجدنا ذٰلک لغیر واحد کما رأینا جماعۃ

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا کہ ان پانچوں غیبوں کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اس کے یہ معنٰی ہیں کہ بذاتِ خود اپنی ذات سے اللہ ہی جانتا ہے، مگر خدا کے بتائے سے کبھی ان کو بھی ان کا علم ملتا ہے بیشک یہاں ایسے موجود ہیں جو ان غیبوں کو جانتے ہیں اور ہم نے متعدد اشخاص

---

[1]

[2] عمدۃ القاری شرح البخاری کتاب الایمان باب سوال جبریل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۱/ ۲۹۰
ارشاد الساری شرح البخاری " " " " " دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۱۴۱

www.alahazratnetwork.org

علموا متی یموتون وعلموا ما فی الارحام حال حمل المرأۃ وقبلہ[1]

ان کے جاننے والے پائے ایک جماعت کو ہم نے دیکھا کہ ان کو معلوم تھا کب مریں گے اور انھوں نے عورت کے حمل کے زمانے میں بلکہ حمل سے بھی پہلے جان لیا کہ پیٹ میں کیا ہے۔

(۱۱۰) شیخ محقق قدس سرہٗ لمعات شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں:

المراد لا تعلم بدون تعلیم اللہ تعالٰی منہ[2]

مراد یہ ہے کہ قیامت وغیرہ غیب بے خدا کے بتائے معلوم نہیں ہوتے۔

(۱۱۱) علامہ بیجوری شرح بُردہ شریف میں فرماتے ہیں:

لم یخرج صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من الدنیا الا بعد ان اعلمہ اللہ تعالٰی بھٰذہ الامور ای الخمسۃ[3]

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دنیا سے تشریف نہ لے گئے مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالٰی نے حضور کو ان پانچ غیبوں کا علم دے دیا۔

(۱۱۲) علامہ شنوانی نے جمع النہایۃ میں اسے بطور حدیث بیان کیا کہ:

قد ورد ان اللہ تعالٰی لم یخرج النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی اطلعہ علٰی کل شیئ[4]

بیشک وارد ہوا کہ اللہ تعالٰی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دُنیا سے نہ لے گیا جب تک کہ حضور کو تمام اشیاء کا علم عطا نہ فرمایا۔

(۱۱۳) حافظ الحدیث سیدی احمد مالکی غوث الزمان سید شریف عبدالعزیز مسعود حسنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

ھو صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا یخفی علیہ شیئ من الخمس المذکورۃ فی الاٰیۃ الشریفۃ وکیف یخفی علیہ ذٰلک والاقطاب السبعۃ من امتہ

یعنی قیامت کب آئے گی، مینہ کب اور کہاں اور کتنا برسے گا، مادہ کے پیٹ میں کیا ہے، کل کیا ہوگا، فلاں کہاں مرے گا، یہ پانچوں غیب جو آیہ کریمہ میں مذکور ہیں ان میں سے کوئی چیز رسول اللہ صلے اللہ

---

[1] روض النضیر شرح الجامع الصغیر

[2] لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح تحت الحدیث ۲ مکتبۃ المعارف العلمیہ لاہور ۱/ ۶۳

[3] حاشیۃ الباجوری علی البردۃ تحت البیت فان من جودک الدنیا الخ مصطفی البابی مصر ص ۹۲

[4]

www.alahazratnetwork.org

الشریفۃ یعلمونہا وھم دون الغوث فکیف بالغوث فکیف بسید الاولین والاٰخرین الذی ھو سبب کل شیئ ومنہ کل شیئ [1]

تعالٰی علیہ وسلم پر مخفی نہیں، اور کیونکر یہ چیزیں حضور سے پوشیدہ ہیں، حالانکہ حضور کی امت سے ساتوں قطب ان کو جانتے ہیں اور اُن کا مرتبہ غوث کے نیچے ہے، غوث کا کیا کہنا پھران کا کیا پوچھنا جو سب اگلوں پچھلوں سارے جہان کے سردار اور ہر چیز کے سبب ہیں اور ہر شے انھیں سے ہے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

(۱۱۴) نیز ابریز عزیز میں فرمایا:

قلت للشیخ رضی اللہ تعالٰی عنہ فان علماء الظاھر من المحدثین وغیرھم اختلفوا فی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھل کان یعلم الخمس فقال رضی اللہ تعالٰی عنہ کیف یخفی امر الخمس علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والواحد من اھل التصرف من امتہ الشریفۃ لا یمکنہ التصرف الا بمعرفۃ ھذہ الخمس [2]

یعنی میں نے حضرت شیخ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عرض کی کہ علماء ظاہر محدثین مسئلہ خمس میں باہم اختلاف رکھتے ہیں، علماء کا ایک گروہ کہتا ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ان کا علم تھا، دوسرا انکار کرتا ہے۔ اس میں حق کیا ہے؟ فرمایا (جو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو پانچوں غیبوں کا علم مانتے ہیں وہ حق پر ہیں) حضور سے یہ غیب کیونکر چھپے رہیں گے حالانکہ حضور کی امت شریفہ میں جو اولیائے کرام اہل تصرف ہیں (کہ عالم میں تصرف فرماتے ہیں) وہ جب تک ان پانچوں غیبوں کو جان نہ لیں تصرف نہیں کر سکتے۔

(۱۱۵) تفسیر کبیر میں زیر آیہ کریمہ "عالم الغیب فلا یظھر علٰی غیبہ احدًا الا من ارتضٰی من رسول" [3] فرمایا:

ای وقت وقوع القیٰمۃ من غیب

یعنی قیامت کے واقع ہونے کا وقت اس غیب

---

[1]

[2] الابریز الباب الثانی مصطفٰی البابی مصر ص ۱۶۷ و ۱۶۸

[3] القرآن الکریم ۷۲/۲۶

www.alahazratnetwork.org

الذی لا یظہرہ اللہ لاحد فان قیل فاذا حملتم ذلک علی القیٰمۃ فکیف قال" الا من ارتضی من رسول" مع انہ لا یظہر ھذا الغیب لاحد قلنا بل یظھرہٗ عند قرب القیٰمۃ۔[1] (ملخصًا)

میں سے ہے جس کو اللہ تعالٰی کسی پر ظاہر نہیں کرتا اگر کہا جائے کہ جب تم نے آیت کو علمِ قیامت پر محمول کیا تو کیسے اللہ نے فرمایا الا من ارتضٰی من رسول' باوجودیکہ یہ غیب اللہ کسی پر ظاہر نہیں کرے گا، ہم جواب دیں گے کہ قیامت کے قریب ظاہر کریگا۔ (ت)

اس نفیس تفسیر نے صاف معنٰی آیت یہ ٹھہرائے کہ اللہ عالم الغیب ہے۔ وہ وقتِ قیامت کا علم کسی کو نہیں دیتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

(۱۱۶) علامہ سعد الدین تفتازانی شرح مقاصد میں فرقہ باطلہ معتزلہ خذلہم اللہ تعالٰی کے کرامات اولیاء سے انکار اور ان کے شبہاتِ فاسدہ کے ذکر و ابطال میں فرماتے ہیں:

الخامس وھو فی الاخبار عن المغیبات قولہ تعالٰی عالم الغیب فلا یظھر علٰی غیبہ احدًا الا من ارتضٰی من رسول خص الرسل من بین المرتضین بالاطلاع علی الغیب فلا یطلع غیرھم وان کانوا اولیاء مرتضین، الجواب ان الغیب ھٰھنا لیس للعموم بل مطلق او معین ھو وقت وقوع القیٰمۃ بقرینۃ السیاق ولا یبعد ان یطلع

یعنی معتزلہ کی پانچویں دلیل خاص علمِ غیب کے بارے میں ہے وہ گمراہ کہتے ہیں کہ اولیاء کو غیب کا علم نہیں ہوسکتا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر مسلط نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو، جب غیب پر اطلاع رسولوں کے ساتھ خاص ہے تو اولیاء کیونکر غیب جان سکتے ہیں۔ ائمہ اہلسنت[عہ] نے جواب دیا کہ یہاں غیب عام نہیں جس کے یہ معنی ہوں کہ کوئی غیب رسولوں کے سوا کسی کو نہیں بتاتا جس سے مطلقًا اولیاء کے علومِ غیب کی نفی

عہ **فائدہ**: اس نفیس عبارت کتاب عقائد اہلسنت سے ثابت ہوا کہ وہابیہ معتزلہ سے بھی بہت خبیث تر ہیں معتزلہ کو صرف اولیائے کرام کے علومِ غیب میں کلام تھا انبیاء کے لئے مانتے تھے، یہ خبیث خود انبیاء سے منکر ہوگئے، اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ائمہ اہلسنت انبیاء و اولیاء سب کے لئے مانتے ہیں وللہ الحمد ۱۲ منہ

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ۷۲/۲۶ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۳۰/۱۶۸

www.alahazratnetwork.org

عليه بعض الرسل من الملئكة او البشر فيصح الاستثناء[1]

ہوسکے بلکہ یہ تو مطلق ہے (یعنی کچھ غیب ایسے ہیں کہ غیر رسول کو نہیں معلوم ہوتے) یا خاص وقت وقوعِ قیامت مراد ہے (کہ خاص اس غیب کی اطلاع رسولوں کے سوا اوروں کو نہیں دیتے) اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ اوپر کی آیت میں غیب قیامت ہی کا ذکر ہے (تو آیت سے صرف اتنا نکلا کہ بعض غیبوں یا خاص وقت قیامت کی تعیین پر اولیاء کو اطلاع نہیں ہوتی' نہ یہ کہ اولیاء کوئی غیب نہیں جانتے ۔ اس پر اگر شبہہ کیجئے کہ اللہ تو رسولوں کا استثناء فرما رہا ہے کہ وہ ان غیبوں پر مطلع ہوتے ہیں جن کو اور لوگ نہیں جانتے ، اب اگر اس سے تعیین وقت قیامت لیجئے تو رسولوں کا بھی استثناء نہ رہے گا کہ یہ تو اُن کو بھی نہیں بتایا جاتا۔ اس کا جواب یہ فرمایا کہ) ملائکہ یا بشر سے بعض رسولوں کو تعیین وقت قیامت کا علم ملنا کچھ بعید نہیں تو استثنا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ضرور صحیح ہے۔

(۱۱۷) امام قسطلانی شرح بخاری تفسیر سورۂ رعد میں فرماتے ہیں ،

لا يعلم متى تقوم الساعة الا الله الا من ارتضى من رسول فانه يطلعه من يشاء من غيبه و الولى التابع له ياخذ عنه[2]

کوئی غیر خدا نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی سوا اس کے پسندیدہ رسولوں کے کہ انھیں اپنے جس غیب پر چاہے اطلاع دیتا ہے (یعنی وقتِ قیامت کا علم بھی ان پر بند نہیں) رہے اولیاء وہ رسولوں کے تابع ہیں ان سے علم حاصل کرتے ہیں۔

یہاں اس خاص غیب کے علم میں بھی اولیاء کے لئے راہ رکھی ، مگر یوں کہ اصالۃً انبیاء کو ہے اور ان کو ان سے ملتا ہے ، اور حق یہی ہے کہ آیۂ کریمہ غیر رسل سے علم غیوب میں اصالت کی نفی فرماتی ہے نہ کہ مطلق علم کی۔

(۱۱۸ و ۱۱۹) علامہ حسن بن علی مدابغی حاشیہ فتح المبین امام ابن حجر مکی اور فاضل ابن عطیہ فتوحات وہبیہ شرح اربعین امام نووی میں نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو علم قیامت عطا ہونے کے باب میں فرماتے ہیں ،

الحق كما قال جمع ان الله سبحنه

یعنی حق مذہب وہ ہے جو ایک جماعت علماء نے

---

[1] شرح المقاصد المبحث الثامن الولی ھو العارف باللہ تعالٰی دار المعارف النعمانیۃ لاہور ۲/ ۲۰۳ و ۲۰۵

[2] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ الرعد دار الکتاب العربی بیروت ۷/ ۱۰۶

www.alahazratnetwork.org

وتعالٰی لم یقبض نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی اطلعہ علی کل ما ابھمہ عنہ الا انہ امر بکتم بعض والاعلام ببعض[1]

فرمایا کہ اللہ عزوجل ہمارے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دنیا سے نہ لے گیا یہاں تک کہ جو کچھ حضور سے مخفی رہا تھا اس سب کا علم حضور کو عطا فرمادیا، ہاں بعض علوم کی نسبت حضور کو حکم دیا کہ کسی کو نہ بتائیں اور بعض کے بتانے کا حکم کیا۔

(۱۲۰) علامہ عشماوی کتاب مستطاب عجب العجاب شرح صلاۃ حضرت سیدی احمد بدوی کبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ میں فرماتے ہیں:

قیل انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اوتی علمہا (ای الخمس) فی اٰخر الامر لکنہ امر فیہا بالکتمان وھٰذا القیل ھو الصحیح[2]

یعنی کہا گیا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو آخر میں ان پانچوں غیبوں کا بھی علم عطا ہوگیا مگر ان کے چھپانے کا حکم تھا، اور یہی قول صحیح ہے۔

تنبیہ جلیل

الحمدللہ یہ بطور نمونہ ایک سو بیس[۱۲۰] عباراتِ قاہرہ ہیں جن سے وہابیت کی پوچ ذلیل عمارت نہ صرف منہدم ہوئی بلکہ قارون اور اس کے گھر کی طرح بفضلہٖ تعالٰی تحت الثرٰی پہنچی ہے، اور بحمدہٖ تعالٰی یہ کل سے جُز ہیں، ایسے ہی صدہا نصوص جلیلہ وعظیمہ دیکھنا ہوں تو فقیر کی کتاب مالئ الجیب بعلوم الغیب[۱۳] و رسالہ اللؤلؤ المکنون فی علم البشیر ما کان و ما یکون[۱۳] ملاحظہ ہو کہ نصوص کے دریا ہیں چھلکتے، اور حُبِّ مصطفٰی کے چاند چمکتے، اور تعظیمِ حضور کے سورج دمکتے، اور نورِ ایمان کے تارے جھلکتے، اور حق کے باغ لہکتے، اور تحقیق کے پھول مہکتے، اور ہدایت کے پھول چمکتے، اور نجدیت کے کوّے سسکتے، اور وہابیت کے بوم بلکتے، اور مذبوح گستاخ پھڑکتے، والحمدللہ رب العٰلمین۔

وہابیہ خذلہم اللہ تعالٰی ان نصوص قاہرہ کے مقابل اِدھر اُدھر سے کچھ عبارات دربارۂ تخصیص

عہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

[1]

[2] عجب العجاب شرح صلوٰۃ سید احمد کبیر بدوی

www.alahazratnetwork.org

غیوب نقل کرلاتے اور بغلیں بجاتے ہیں حالانکہ یہ محض جہالت، کج فہمی بلکہ صریح مکاری اور ہٹ دھرمی ہے۔

اضافۃً وہ ہمارے ہی بیان کا دوسرا پہلو دکھاتے ہیں۔

فقیر گزارش کرچکا کہ مسئلہ عموم وخصوص اُن اجماعات بعد کہ امر چہارم میں معروض ہوئے علمائے اہلسنت کا خلافیہ (اختلافی) ہے عامہ اولیائے کرام وبکثرت علمائے عظام جانب تعمیم ہیں اور یہی ظاہر نصوص قرآن عظیم ومفادِ احادیثِ حضور پرنور علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ہے۔

اور بہت اہلِ رسوم جانب خصوص گئے، اُن میں بھی شاید نرے متقشفوں کا یہ خیال ہو ورنہ ان کے لئے اس پر ایک باعث ہے جس کا بیان مع چند نظائر نفیسہ فقیر کے رسالے "انباء الحی ان کلامہ المصون تبیان لکل شیئ" (۱۳۲۰ھ) میں مشرح ہے تو ایسی عبارات سے ہمیں کیا ضرر، ہم نے کیا دعویٰ اجماع کیا تھا کہ خلاف دکھاؤ۔

وہاں تم اپنی جہالت سے مدعیِ اجماع تھے یہاں تک کہ مخالف کی تکفیر کر بیٹھے۔ تو ہر طرح تم پر قہر کی مار ہے ایجاب جزئی سے موجبہ کلیہ کا ثبوت چاہنا مجنون کا شعار ہے۔

تم دس عبارتیں خصوص میں لاؤ ہم سَو نصوص عموم میں دکھائیں گے، پھر ظواہر قرآن وحدیث وعامہ اولیائے قدیم وحدیث ہمارے ساتھ ہیں، اور اسی میں ہمارے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی فضیلت کی ترقی اور خود اسی بارے میں ان کا رب فرما چکا کہ علمك مالم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما[1] سکھا دیا تمھیں جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا فضل تم پر بڑا ہے۔

جسے اللہ بڑا کہے اسے گھٹانے کیونکر بنے، معہذا اگر بالغرض باطل خدا کا فضل عظیم چھوٹا اور مختصر ہی ہو، مگر ہم نے ظواہر قرآن وحدیث وتصریحات صدہا ائمہ ظاہر وباطن کے اتباع سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیادہ رفعت شان چاہ کر اُسے بڑا مانا تو بحمد اللہ تعالٰی اللہ کے فضل اور اس کے حبیب کی تعظیم ہی کی۔

اور اگر واقع میں وہ فضلِ الٰہی ویسا ہی بڑا ہے اور تم نے برخلاف ظواہر نصوص قرآن وحدیث اسے ہلکا اور چھوٹا جانا تو تمھارا معاملہ معکوس ہوا، فای الفریقین احق بالامن[2] خیال کرو کونسا فریق زیادہ مستحق امن ہے۔

غرض یہاں چند پریشان عبارات خصوص کا سنانا محض جہل ہے یا سخت مکر۔ کلام تو اس میں ہے

---

[1] القرآن الکریم ۴/۱۱۳

[2] القرآن الکریم ۶/۸۱

www.alahazratnetwork.org

کہ تم اقوال عموم بمعنی مرقوم بلکہ اس سے بھی لاکھوں درجے ہلکے پر حکمِ شرک و کفر جوڑتے ہو۔ گنگوہی جی کی قاطعہ براہین دیکھو صرف اتنی بات کو کہ جہاں مجلس میلاد مبارک ہو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اطلاع ہو جائے، علمِ محیطِ زمین ٹھہرا دیا۔ پھر اسے خدا کا خاصہ اور ساتھ ہی اپنے معبود ابلیس کی صفت بنا کر صاف حکمِ شرک پھٹا دیا اور شرک بھی کیسا جس میں کوئی حصہ ایمان کا نہیں۔ پھر عرش تا فرش کا علم تو زمین کے علمِ محیط سے کروڑہا کروڑ درجے بڑا ہے پھر ما کان وما یکون کا تو کیا ہی کہنا ہے۔ اسی طرح اور تعمیمات کہ کلامِ ائمۂ دین وعلمائے معتمدین میں گزریں، اس کا ماننے والا اگر معاذ اللہ ایک حصہ کافر تھا تو ان کا ماننے والا تو پدموں سنکھوں کافروں کے برابر ایک کافر ہوگا۔

یونہی تمہارا امام علیہ ما علیہ تقویۃ الایمان میں بعطائے الٰہی بھی غیب کی بات کا علم ماننے کو شرک کہہ چکا۔ پھر گنگوہی جی کا شرک تو میلاد مبارک کی اطلاع پر اُچھلا تھا، ان امام جی نے ایک پیڑ کے پتے ہی جاننے پر شرک اُگل دیا۔

تمام علماء، اولیاء، صحابہ، انبیاء وہابیوں کی تکفیر کا نشانہ

اب دیکھئے کہ گنگوہی و اسمٰعیل و وہابیہ نے معاذ اللہ کن کن ائمہ، علماء، ومحدثین وفقہاء، ومفسرین ومتکلمین واولیاء وصحابہ وانبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کو کافر بنا دیا۔

انھیں کو گنئے جن کے اقوال وارشادات اس مختصر میں گزرے،

(۱) شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی
(۲) مولٰنا ملک العلماء بحر العلوم
(۳) علامہ شامی صاحب رد المحتار
(۴) ائمۂ اہلسنت ومصنفان عقائد
(۵) شیخ محقق مولٰنا عبد الحق محدث دہلوی
(۶) علامہ شہاب الدین خفاجی
(۷) امام فخر الدین رازی
(۸) علامہ سید شریف جرجانی
(۹) علامہ سعد الدین تفتازانی
(۱۰) علی قاری مکی
(۱۱) امام ابن حجر مکی
(۱۲) علامہ محمد زرقانی
(۱۳) علامہ عبد الرؤف مناوی
(۱۴) علامہ احمد قسطلانی
(۱۵) امام قرطبی
(۱۶) امام بدر الدین عینی
(۱۷) امام بغوی (صاحب تفسیر معالم)
(۱۸) شیخ علاؤ الدین علی بغدادی (صاحب تفسیر خازن)
(۱۹) علامہ بیضاوی
(۲۰) علامہ نظام الدین نیشاپوری (صاحب تفسیر غرائب القرآن)

www.alahazratnetwork.org

(۲۱) علامہ جمل (شارح جلالین)

(۲۲) امام ابوبکر رازی (صاحب تفسیر انموذج جلیل)

(۲۳) امام قاضی عیاض

(۲۴) امام زین الدین عراقی (استاد امام ابن حجر عسقلانی)

(۲۵) حافظ الحدیث احمد سلجماسی

(۲۶) ابن قتیبہ

(۲۷) ابن خلکان

(۲۸) امام کمال الدین دمیری

(۲۹) علامہ ابراہیم بیجوری

(۳۰) علامہ شنوانی

(۳۱) علامہ عبد الغنی

(۳۲) علامہ ابن عطیہ

(۳۳) علامہ عشماوی

(۳۴) امام ناصر الدین سمرقندی (صاحب ملتقط)

۳۵ علامہ بدر الدین محمود بن اسرائیل (صاحب جامع الفصولین)

(۳۶) شیخ عالم بن صاحب تاتارخانیہ

(۳۷) امام فقیہہ صاحب فتاویٰ حجہ

(۳۸) امام عبد الوہاب شعرانی

(۳۹) امام یافعی

(۴۰) امام اوحد ابوالحسن شطنوفی

(۴۱) امام ابن حجر مکی

(۴۲) امام محمد صاحب مدحیہ بردہ شریف

(۴۳) حضرت مولانا جامی

(۴۴) حضرت مولوی معنوی

(۴۵) حضرت سید عبد العزیز دباغ

(۴۶) حضرت سیدی علی خواص

(۴۷) حضرت خواجہ بہاء الحق والدین

(۴۸) حضرت خواجہ عزیزان رامتینی

(۴۹) حضرت شیخ اکبر

(۵۰) حضرت سیدی علی وفا

(۵۱) حضرت سیدی رسلان دمشقی

(۵۲) حضرت سیدی ابو عبد اللہ شیرازی

(۵۳) حضرت سیدی ابوسلیمان دارانی

(۵۴) حضرت قطب کبیر سید احمد رفاعی

(۵۵) حضور قطب الاقطاب سیدنا غوث اعظم

(۵۶) حضرت امام علی رضا

(۵۷) حضرت امام جعفر صادق

(۵۸) حضرات عالیہ دیگر ائمہ اطہار

(۵۹) امام مجاہد

(۶۰) حضرت سیدنا عبد اللہ ابن عباس

(۶۱) حضور سیدنا امیر المومنین علی مرتضیٰ

(۶۲) عامہ صحابہ کرام

(۶۳) حضرت خضر بلکہ

(۶۴) حضرت موسیٰ بلکہ

(۶۵) (خاک بدہن دشمنان) خود حضور سید الانبیاء (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بلکہ

(۶۶) (لعنۃ اللہ علی الظالمین) خود اللہ رب العالمین۔

www.alahazratnetwork.org

31 ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔[1]	نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت مگر بلندی وعظمت والے خدا کی طرف سے۔ عنقریب ظالم جانیں گے کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ (ت)

یہ گنتی میں تو چھیاسٹھ ۶۶ ہیں اور ان میں ائمہ اہلسنت، مصنفانِ عقائد جن کا حوالہ علامہ شامی نے دیا، اور ائمہ اطہار جن کا حوالہ علامہ سید شریف نے اور تمام صحابہ کرام جن کا حوالہ امام قسطلانی وعلامہ زرقانی نے دیا سب خود جماعتیں ہیں۔

اور ہے یہ کہ جب اللہ ورسول تک نوبت ہے تو اگلے پچھلے جن وانس وملک تمام مومنین سب ہی وہابیہ کی تکفیر میں آگئے۔

ان بے دینوں کا تماشا دیکھو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بدگویوں کی جو تکفیر ہوئی اس پر کیا کیا روئے ہیں کہ ہائے سارے جہان کو کافر کہہ دیا (گویا جہان انھیں ڈھائی نفروں سے عبارت ہے) ہائے اسلام کا دائرہ تنگ کردیا (گویا اسلام ان بے دینوں کے قافیہ کا نام ہے اُن کا قافیہ تنگ ہوا تو اسلام ہی کا دائرہ تنگ ہوگیا)۔

اور خود یہ حالت کہ اشقیاء نہ علماء کو چھوڑیں نہ اولیاء کو نہ صحابہ کو نہ مصطفٰی (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کو نہ جنابِ کبریا (عزجلالہ) کو۔ سب پر حکمِ کفر لگائیں اور خود بنے کے بنے مسلمانوں کے بچے بنے رہیں، الالعنۃ اللہ علی الظٰلمین۔[2] (خبردار! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ ت)

ہاں ہاں وہابیو! گنگوہیو! دیوبندیو! تھانویو! دہلویو! امرتسریو! بات کے پکے اور قول کے سچے ہو تو آنکھیں بند کرکے منہ کھول کر صاف کہہ ڈالو کہ ہاں ہاں شاہ ولی اللہ سے لے کر فقہاء، محدثین، مفسرین، متکلمین، اکابر علماء، اکابر علماء سے لے کر اولیاء، اولیاء سے لے کر ائمہ اطہار، ائمہ اطہار سے لے کر انبیاءِ عظام، انبیاءِ عظام سے لے کر سید الانبیاء، سید الانبیاء (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) سے لے کر واحد قہار تک تمہارے دھرم میں سب کافر ہیں۔ اس کی بحث ہے اس میں کلام ہے۔ دوچار، دس بیس عبارات تخصیص دکھانے، کروٹیں بدلنے، کہنے، مکرنے، اُڑنے اُڑانے پھرنے سے کام نہیں چلتا۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۶ /۲۲۷

[2] القرآن الکریم ۱۱ /۱۸

www.alahazratnetwork.org

31 یہ کہنا آسان تھا کہ احمد رضا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علمِ غیب کا قائل ہوگیا اور یہ عقیدہ
31 کفر کا ہے، مگر یہ نہ دیکھی کہ احمد رضا کی جان کن کن پاک دامنوں سے وابستہ ہے، احمد رضا کا سلسلۂ اعتقاد علماء، اولیاء، ائمہ، صحابہ سے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اللہ رب العالمین تک مسلسل ملا ہوا ہے والحمد للہ رب العٰلمین ع

گرچہ خوردیم نسبتے ست بزرگ

(اگرچہ ہم چھوٹے ہیں مگر نسبت بلند ہے۔ ت)

حضرت مولوی معنوی قدس سرہٗ پر اللہ عزوجل کی بے شمار رحمتیں، کیا خوب فرمایا ہے: ؎

رومی سخن کفر نگفتست و نگوید، منکر مشویدش — کافر شود آنکس کہ بانکار برآمد مردود جہاں شد

(رومی نے کفر کی بات نہیں کہی ہے اور نہ کہے گا، اس کے منکر مت ہو۔ کافر وہ شخص ہوتا ہے جس نے انکار ظاہر کیا مردود جہاں ہوگیا۔ ت)

اب اپنا ہی حال سوچو کہ تمہاری آگ کا لوکا کہاں تک پہنچا جس نے علماء، اولیاء و ائمہ و صحابہ و انبیاء و مصطفٰی (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) و حضرت کبریا (جل وعلا) سب پر معاذ اللہ وہی ملعون حکم لگا دیا اور "کافر شود مردودِ جہاں شد" کا تمغہ لیا۔

پھر کیا تمہاری یہ آگ اللہ و رسول (جل وعلا و صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کو ضرر پہنچائے گی؟ حاش للہ، بلکہ تمہیں کو جلائے گی، اور بے توبہ مرے تو ان شاء اللہ القہار ابد الآباد تک "ذُق انک انت الاشرف الرشید" (اس کا مزہ چکھ بے شک تُو اشرف رشید ہے۔ ت) کا مزہ چکھائے گی۔

پھر بھی ہم کہیں گے انصاف ہی کی۔ تمام ائمہ و اولیاء و محبوبانِ خدا کو تم کافر کہو تو جائے شکایت نہیں، انھوں نے قصور ہی ایسا کیا ہے، ابلیس کی وسعتِ علم مانتی تمہارے کلیجے کا شکوہ آنکھوں کی ٹھنڈک ہوئی، براہین قاطعہ میں جس کا گیت گایا ہے، انھوں نے یہ تو کہا نہیں، لے کر چلے وسعتِ علم تمہارے دشمن محمد رسول اللہ اور ان کے غلاموں کی، صلے اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم۔ پھر ان پر کیوں نہ یہ حکم جڑو کہ کون سا ایمان کا حصہ ہے۔

یہاں تک تو تم پر آسانی تھی مگر ذرا خدا کی تکفیر ٹیڑھی کھیر ہوگی، کاذب تو کہہ دیا کافر کہتے کچھ تو آنکھ جھپکے گی، اور سب سے بڑھ کر پتھر کے تلے دامن جناب شاہ ولی اللہ صاحب کا معاملہ ہے جسے وہابیہ کے لئے سانپ کے منہ کی چھچھوندر کہئے تو بجا ہے، نہ اُگلتے بنتی ہے نہ نگلتے۔ وہ کہہ کر چل بسے کر

www.alahazratnetwork.org

محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم، ان کے غلاموں عارفوں پر ہر چیز روشن ہوتی ہے، وہ ہر علم ہر حال کی حقیقت کو پہنچے ہوتے ہیں، وفات تک جو کچھ آنے والا ہے ہر حال کی اس وقت خبر رکھتے ہیں۔" کہاں تو وہ مجالس میلاد پر اطلاع ماننے سے گنگوہی بہادر کا گھمنڈ شرک بلکہ اونہ حق جو میں ایک ہی نکاح کی خبر ماننے سے وہ فتاوی حنفیہ کی تکفیر یں اور کہاں یہ ولی اللّٰہی بڑے بول جو کھال لگی رکھیں نہ ڈھول۔ اب انھیں کافر نہیں کہتے تو غریب سُنّیوں کی تکفیر کیسے بن پڑے اور وہابیت کی مٹی پلید ہو وہ الگ۔ اور اگر دل کڑا کر کے ان پر بھی کفر کی جڑدی تو وہابیت بیچاری کا کٹھم ناٹھ ہوگیا۔ ان کے کافر ہوتے ہی اسمٰعیل جی کہ انھیں کے گیت گائیں، انھیں کو امام و مقتدا و پیر و پیشوا و حکیم اُمّت و صاحب وحی و عصمت مانیں۔ کافر در کافر، کافروں کے بچے، کافروں کے چیلے ہوئے اور تم سب کہ اسمٰعیل جی کے، شاہ صاحب کے معتقد و مدّاح بنتے تھے۔ تو ساتھ لگے گیہوں کے گھن تم سب کے سب کافرانِ کہن۔ اللہ اللہ کفر کو بھی تم سے کیا محبت ہے کہ کسی پہلو چلو، کوئی روپ بدلو وہ ہر پھر کر تمھارے ہی گلے کا ہار ہوتا ہے ؎

گر براند نرود ور برود باز آید ✲ مگس کفر بود خال رخ وہابی

(اگر بھگائے تو نہیں جاتی اور اگر جائے تو لوٹ آتی ہے کفر کی مکھی وہابی کے چہرے کا تل ہے۔ ت)

کذٰلک العذاب ولعذاب الاٰخرۃ اکبر لوکانوا یعلمون[1] وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد واٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین، والحمد للہ رب العٰلمین۔

مار ایسی ہوتی ہے اور بیشک آخرت کی مار سب سے بڑی ہے، کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے۔ اور درود نازل فرمائے اللہ تعالٰے ہمارے آقا و مولٰی محمد مصطفٰے پر اور آپ کی آل پر اور آپ کے تمام صحابہ پر۔ اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو پروردگار ہے سب جہانوں کا۔ (ت)

فقیر احمد رضا خاں قادری عفی عنہ

از بریلی ۱۴ ربیع الاول شریف روز شنبہ ۱۳۲۰ھ

رسالہ خالص الاعتقاد ختم ہوا

[1] القرآن الکریم ۶۸/ ۳۳

www.alahazratnetwork.org

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

اِنبآءُ المصطفٰی بحالِ سرّ واخفٰی

۱۳۱۸

(مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خبر دینا پوشیدہ کی اور پوشیدہ ترین کی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۳۸ از دہلی چاندنی چوک موتی بازار مرسلہ بعض علمائے اہلسنت ۲۱ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۸ھ

حضرات علمائے کرام اہلسنت کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ زید[عہ] دعوٰی کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حق تعالٰی نے علمِ غیب عطا فرمایا ہے۔ دنیا میں جو کچھ ہوا اور ہوگا حتی کہ بدء الخلق سے لے کر دوزخ وجنت میں داخل ہونے تک کا تمام حال اور اپنی امت کا خیر وشر تفصیل سے جانتے ہیں، اور جمیع اولین وآخرین کو اس طرح ملاحظہ فرماتے ہیں جس طرح اپنے کفِ دستِ مبارک کو، اور اس دعوے کے ثبوت میں آیات واحادیث واقوالِ علماء پیش کرتا ہے۔

بکر اس عقیدے کو کفر وشرک کہتا ہے اور بکمال درشتی دعوٰی کرتا ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کچھ نہیں جانتے، حتی کہ آپ کو اپنے خاتمے کا حال بھی معلوم نہ تھا، اور اپنے اس دعوے کے

عہ زید سے مراد جناب مولانا ہدایت رسول صاحب لکھنوی مرحوم ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

اثبات میں کتاب تقویۃ الایمان کی عبارتیں پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت یہ عقیدہ کہ آپ کو علم ذاتی تھا خواہ یہ کہ خدا نے عطا فرمادیا تھا' دونوں طرح شرک ہے۔

اب علمائے ربانی کی جناب میں التماس ہے کہ ان دونوں میں سے کون برسرِ حق موافق عقیدہ سلف صالح ہے اور کون بدمذہب جہنمی ہے، نیز عمرو کا دعوٰی ہے کہ شیطان کا علم معاذ اللہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے۔ اس کا گنگوہی مرشد اپنی کتاب براھین قاطعہ کے صفحہ ۴۷ پر یوں لکھتا ہے کہ "شیطان کو وسعتِ علم نص سے ثابت ہوئی فخرِ عالم کی وسعتِ علم کی کون سی نص قطعی ہے۔"[۱]

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم لک الحمد سرمدًا صل وسلم وبارک علٰی من علمتہ الغیب ونزھتہ من کل عیب وعلٰی اٰلہ وصحبہ ابدًا ربّ انی اعوذبک من ھمزات الشیٰطین واعوذبک ربّ ان یحضرون۔

اے اللہ تمام تعریفیں ہمیشہ تیرے لئے ہیں، درود وسلام اور برکت نازل فرما اس پر جس کو تُونے غیب کا علم عطا فرمایا ہے اور اُس کو ہر عیب سے پاک بنایا ہے اور اس کی آل واصحاب پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔ اے میرے پروردگار! تیری پناہ شیاطین کے وسوسوں سے، اور اے میرے پروردگار! تیری پناہ کہ وہ میرے پاس آئیں۔ (ت)

زید کا قول حق وصحیح اور بکر کا زعم مردود وقبیح ہے۔ بیشک حضرت عزت عزت عظمتہ نے اپنے حبیب اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تمامی اولین وآخرین کا علم عطا فرمایا۔ شرق تا غرب، عرش تا فرش سب انھیں دکھایا، ملکوت السمٰوٰت والارض کا شاہد بنایا، روزِ اول سے روزِ آخر تک سب ماکان وما یکون انھیں بتایا، اشیائے مذکورہ سے کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا۔ علمِ عظیم حبیب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ان سب کو محیط ہوا، نہ صرف اجمالاً بلکہ صغیر وکبیر، ہر رطب ویابس، جو پتہ گرتا ہے، زمین کی اندھیریوں میں جو دانہ کہیں پڑا ہے سب کو جدا جدا تفصیلاً جان لیا، فللّٰہ الحمد کثیرًا۔ بلکہ یہ جو کچھ بیان ہوا ہرگز ہرگز محمد رسول اللہ کا پورا علم نہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ وصحبہٖ اجمعین وکرم، بلکہ علمِ حضور سے ایک چھوٹا حصہ ہے، ہنوز احاطۂ علم محمدی میں وہ ہزار در ہزار بے حد وکنار سمندر

---

[۱] البراہین القاطعۃ بحث علم غیب مطبع بلاسا واقع ڈھور ص ۵۱

www.alahazratnetwork.org

لہرا رہے ہیں جن کی حقیقت کو وہ خود جانیں یا ان کا عطا کرنے والا ان کا مالک و مولٰی جل وعلا الحمد للہ العلی الاعلٰی۔

کتب حدیث و تصانیف علمائے قدیم و حدیث میں اس کے دلائل کا بسط شافی اور بیان وافی ہے اور اگر کچھ نہ ہو تو بحمد اللہ قرآن عظیم خود شاہد عدل و حکم فصل ہے۔

آیاتِ قرآنی

قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

ونزلنا علیک الکتٰب تبیانا لکل شیئ وھدی ورحمۃ وبشرٰی للمسلمین[1] اتاری ہم نے تم پر کتاب جو ہر چیز کا روشن بیان ہے اور مسلمانوں کے لئے ہدایت و رحمت و بشارت۔

قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

ماکان حدیثا یفترٰی ولکن تصدیق الذی بین یدیہ وتفصیل کل شیئ[2] قرآن وہ بات نہیں جو بنائی جائے بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور ہر شے کا صاف جدا جدا بیان ہے۔

وقال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

ما فرطنا فی الکتٰب من شیئ[3] ہم نے کتاب میں کوئی شے اٹھا نہیں رکھی۔

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی کی توفیق کے ساتھ۔ ت) جب فرقان مجید میں ہر شے کا بیان ہے اور بیان بھی کیسا، روشن، اور روشن بھی کس درجہ کا، مفصل، اور اہلسنت کے مذہب میں شے ہر موجود کو کہتے ہیں، تو عرش تا فرش تمام کائنات جملہ موجودات اس بیان کے احاطے میں داخل ہوئے اور منجملہ موجودات کتابت لوح محفوظ بھی ہے تو بالضرورت یہ بیانات محیط اس کے مکتوب بھی بالتفصیل شامل ہوئے۔ اب یہ بھی قرآن عظیم سے ہی پوچھ دیکھئے کہ لوح محفوظ میں کیا کیا لکھا ہے۔

قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

وکل صغیر وکبیر مستطر[4] ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۸۹
[2] القرآن الکریم ۱۲/ ۱۱۱
[3] " ۶/ ۳۸
[4] " ۵۴/ ۵۳

www.alahazratnetwork.org

وقال اللہ تعالٰی (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت)،

وکل شیئ احصینٰہ فی امام مبین[1] ہر شے ہم نے ایک روشن پیشوا میں جمع فرمادی ہے۔

وقال اللہ تعالٰی (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت)،

ولا حبۃ فی ظلمٰت الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتٰب مبین[2] کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک مگر یہ کہ سب ایک روشن کتاب میں لکھا ہے۔

اور اصول میں مبرہن ہوچکا کہ نکرہ حیز نفی میں مفید عموم ہے اور لفظ کُل تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہوکر مستعمل ہی نہیں ہوتا اور عام افادۂ استغراق میں قطعی ہے اور نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول رہیں گی۔ بے دلیل شرعی تخصیص وتاویل کی اجازت نہیں، ورنہ شریعت سے امان اُٹھ جائے، نہ احادیث احاد اگرچہ کیسے ہی اعلٰی درجے کی ہوں، عموم قرآن کی تخصیص کرسکیں بلکہ اس کے حضور مضمحل ہوجائیں گی بلکہ تخصیص متراخی نسخ ہے اور اخبار کا نسخ ناممکن اور تخصیص عقلی عام کو قطعیت سے نازل نہیں کرتی نہ اس کے اعتماد پر کسی ظنی سے تخصیص ہوسکے تو بحمد اللہ تعالٰی کیسے نص صحیح قطعی سے روشن ہوا کہ ہمارے حضور صاحب قرآن صلے اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وصحبہ وبارک وسلم کو اللہ تعالٰی عزوجل نے تمام موجودات جملہ ماکان ومایکون الٰی یوم القیٰمۃ جمیع مندرجاتِ لوحِ محفوظ کا علم دیا اور شرق وغرب وسما وارض وعرش وفرش میں کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا وللہ الحجۃ الساطعۃ اور جبکہ یہ علم قرآن عظیم کے تبیانا لکل شیئ[3] (ہر چیز کا روشن بیان۔ ت) ہونے نے دیا، اور پُر ظاہر کہ یہ وصف تمام کلام مجید کا ہے، نہ ہر آیت یا سورت کا۔ تو نزولِ جمیع قرآن شریف سے پہلے اگر بعض انبیا علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی نسبت ارشاد ہو لم نقصص علیک[4] (ان کا قصہ ہم نے آپ پر بیان نہیں کیا۔ ت) یا منافقین کے باب میں فرمایا جائے لاتعلمھم[5] (آپ ان کو نہیں جانتے۔ ت) ہرگز ان آیات کے منافی اور علمِ مصطفوی کا نافی نہیں۔

الحمدللہ جس قدر قصص وروایات واخبار وحکایات علم عظیم محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] القرآن الکریم ۳۶/۱۲
[2] القرآن الکریم ۶/۵۹
[3] " ۱۶/۸۹
[4] " ۴۰/۷۸
[5] " ۹/۱۰۱

www.alahazratnetwork.org

کے گھٹانے کو آیاتِ قطعیہ قرآنیہ میں پیش کی جاتی ہیں ان سب کا جواب انھیں دو فقروں میں ہوگیا ہے دو حال سے خالی نہیں، یا تو ان قصص سے تاریخ معلوم ہوگی یا نہیں، اگر نہیں تو ان سے استدلال درست نہیں کہ جب تاریخ مجہول تو ان کا تمامی نزولِ قرآن سے پہلے ہونا صاف معقول، اور اگر ہاں تو دو حال سے خالی نہیں، یا وہ تاریخ تمامی نزول سے پہلے کی ہوگی یا بعد کی، پہلی صورت میں استدلال کرنا درست نہیں، بر تقدیرِ ثانی اگر مدعائے مخالف میں نص صریح نہ ہو تو استناد محض خرط القتاد، مخالفین جو پیش کرتے ہیں سب انھیں اقسام کی ہیں۔ ان آیات کے خلاف پر اصلاً ایک دلیل صحیح صریح قطعی الافادہ نہیں دکھا سکتے اور اگر بالفرض غلط تسلیم ہی کرلیں تو ایک یہی جواب جامع و نافع و نافی و قامع سب کے لئے شافی و کافی، کہ عموم آیاتِ قطعیہ قرآنیہ کی مخالفت میں اخبار احاد سے استناد محض غلط ہے۔ اس مطلب پر تصریحاتِ ائمہ اصول سے احتجاج کروں اس سے یہی بہتر ہے کہ خود مخالفین کے بزرگوں کی شہادت پیش کروں ؎

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

نصوص قطعیہ قرآنِ عظیم کے خلاف پر احادیث احاد کا سنا جانا بالائے طاق، یہ بزرگوار صاف تصریح کرتے ہیں کہ یہاں خبرِ واحد سے استدلال ہی جائز نہیں، نہ اصلاً اس پر التفات ہوسکے۔ اسی براہین قاطعہ ماامر اللہ بہ ان یوصل میں اسی مسئلہ علم غیب کی تقریر یوں لکھتے ہیں:

"عقائد مسائل قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت ہوجائیں، بلکہ قطعی ہیں، قطعیات نصوص سے ثابت ہوتے ہیں کہ خبرِ واحد یہاں بھی مفید نہیں، لہذا اس کا اثبات اس وقت قابلِ التفات ہوکہ قطعیات سے اس کو ثابت کرے۔"[1]

نیز صفحہ ۸۱ پر لکھا:

"اعتقادات میں قطعیات کا اعتبار ہوتا ہے، نہ ظنیاتِ صحاح کا۔"[2]

صفحہ ۹۷ پر ہے:

"احاد صحاح بھی معتبر نہیں، چنانچہ فنِ اصول میں مبرہن ہے۔"[3]

الحمد للہ تمام مخالفین کو دعوتِ عام ہے فاجمعوا شرکاءکم (اپنے شرکاء کو جمع کرلو)

---

[1] البراہین القاطعہ بحث علم غیب مطبع بلا ساواقع ڈھور ص ۵۱

[2] " " شب جمعہ میں ارواح کے اپنے گھر آنے کے اثبات میں روایات سب مخدوش ہیں " ص ۸۹

[3] " " مسئلہ فاتحہ اعتقادیہ ہے اس میں ضعاف کیا احادِ صحاح بھی قابلِ اعتماد نہیں " ص ۹۶

www.alahazratnetwork.org

چھوٹے بڑے سب اکٹھے ہوکر ایک آیت قطعی الدلالۃ یا ایک حدیث متواتر یقینی الافادہ چھانٹ لائیں جس سے صاف صریح طور پر ثابت ہو کہ تمام نزولِ قرآن عظیم کے بعد بھی اشیائے مذکورہ ماکان و مایکون سے فلاں امر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر مخفی رہا جس کا علم حضور کو دیا ہی نہ گیا،

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا[1] فاعلموا ان اللہ لایھدی کید الخائنین[2] — اگر ایسی نص نہ لاسکو اور ہم کہے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ لاسکو گے، تو خوب جان لو کہ اللہ راہ نہیں دیتا دغابازوں کے مکر کو۔

والحمد للہ رب العالمین (اور سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ ت)

یہی مولوی رشید احمد صاحب پھر لکھتے ہیں،

"خود فخرِ عالم علیہ السلام فرماتے ہیں واللہ لا ادری ما یفعل بی ولا بکم (الحدیث)

(اور بخدا میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا۔ ت)

اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں[3]"۔

قطع نظر اس کے کہ حدیث اول خود احاد ہے، سلیم الحواس کو سند لانی تھی تو وہ مضمون خود آیت میں تھا، اور قطع نظر اس سے کہ اس آیت و حدیث کے کیا معنی ہیں اور قطع نظر اس سے کہ کس وقت کے ارشاد ہیں اور قطع نظر اس سے کہ خود قرآن عظیم و احادیث صحیحہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اس کا ناسخ موجود کہ جب آیۂ کریمہ:

لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر[4] — تاکہ اللہ بخش دے تمہارے واسطے سے سب اگلے پچھلے گناہ۔

نازل ہوئی تو صحابہ نے عرض کی:

ھنیئا لک یارسول اللہ لقد بین اللہ لک ماذا یفعل بک — یارسول اللہ! آپ کو مبارک ہو، خدا کی قسم! اللہ عزوجل نے یہ تو صاف بیان فرمادیا کہ حضور کے

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۴

[2] 〃 ۱۲/۵۲

[3] البراہین القاطعہ بحث علم غیب مطبع لے بلاسا واقع ڈھور ص ۵۱

[4] القرآن الکریم ۴۸/۲

www.alahazratnetwork.org

فما ذا یُفعل بنا[1]	ساتھ کیا کرے گا، اب رہا یہ کہ ہمارے ساتھ کرے گا۔

اس پر یہ آیت اُتری:

لیدخل المؤمنین والمؤمنٰت جنّٰت تجری من تحتھا الانھٰر خٰلدین فیھا ویکفر عنھم سیاٰتھم وکان ذٰلک عند اللہ فوزاً عظیما[2]	تاکہ داخل کرے اللہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ہمیشہ رہیں گے ان میں اور مٹا دے ان سے ان کے گناہ، اور یہ اللہ کے یہاں بڑی مراد پانا ہے۔

یہ آیت اور ان کے امثال بے نظیر اور یہ حدیث جلیل وشہیر۔

رہا شیخ عبدالحق کا حوالہ، قطع نظر اس سے کہ روایت وحکایت میں فرق ہے، اس بے اصل حکایت سے استناد اور شیخ محقق قدس سرہ العزیز کی طرف اسناد کیسی جرأت وو قاحت ہے۔ شیخ رحمہ اللہ تعالٰی نے مدارج شریف میں یُوں فرمایا ہے:

اینجا اشکال می آرند کہ در بعض روایات آمدہ است کہ گفت آں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من بندہ ام نمی دانم آں چہ در پس ایں دیوار است، جوابش آنست کہ ایں سخن اصلے ندارد، وروایت بداں صحیح نشدہ است[3]	اس موقعہ پر ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں بندہ ہوں مجھے معلوم نہیں کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں اور یہ روایت صحیح نہیں۔

ایسا ہی لاتقربوا الصلٰوۃ (نماز کے قریب مت جاؤ) پر عمل کروگے تو خوب چین سے رہو گے ع

اس آنکھ سے ڈریئے جو خدا سے نہ ڈرے آنکھ

امام ابن حجر عسقلانی (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) فرماتے ہیں لَا اَصْلَ لَہٗ[4] یہ حکایت محض

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی ۲/۶۰۰ و سنن الترمذی کتاب التفسیر حدیث ۳۲۷۴ ۵/۱۸۶

[2] القرآن الکریم ۴۸/۵

[3] مدارج النبوت "لا علم ما ورای جداری ایں سخنے اصل ندارد" مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷

[4] المواہب اللدنیۃ المقصد الثالث الفصل الاول المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۲۸

www.alahazratnetwork.org

بے اصل ہے۔

امام ابن حجر مکی نے افضل القرٰی میں فرمایا: لم یعرف سندٌ[1] اس کے لئے کوئی سند نہ پہچانی گئی۔

افسوس اسی منہ سے مقام اعتقادیات بتانا، احادیث صحاح بھی نامقبول ٹھہرانا، اسی منہ سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا علم عظیم گھٹا کر ایسی بے اصل حکایت سے سند لانا اور ملمع کاری کے لئے شیخ محقق کا نام لکھ جانا جو صراحۃً فرمارہے کہ اس حکایت کی جڑ نہ بنیاد۔ آپ اس کے سوا کیا کہئے کہ ایسوں کی داد نہ فریاد۔ اللہ اللہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مناقب عظیمہ اور باب فضائل سے نکلوا کر اس تنگنائے میں داخل کرائیں تاکہ صحیحین بخاری ومسلم کی حدیثیں بھی مردود بنائیں اور حضور کی تنقیص شان میں یہ فراخی دکھائیں کہ بے اصل بے سند مقولے سب سما جائیں ؎

حال ایمان کا معلوم ہے بس جانے دو

بالجملہ بحمد اللہ تعالٰی زید سنی حفظہ اللہ تعالٰی کا دعوٰی آیات قطعیہ قرآنیہ سے ایسے جلیل وجمیل طور سے ثابت جس میں اصلاً مجال دم زدن نہیں۔ اگر یہاں کوئی دلیل ظنی تخصیص سے قائم بھی ہوتی تو عموم قطعی قرآن عظیم کے حضور مضمحل ہوجاتی، نہ کہ صحیح مسلم وصحیح بخاری وغیرہا سنن وصحاح ومسانید ومعاجیم کی احادیث صریحہ، صحیحہ، کثیرہ، شہیرہ اس عموم واطلاق کی اور تاکید وتائید فرمارہی ہیں۔

احادیث مبارکہ

صحیحین بخاری ومسلم میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

قام فینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مقاماً ما ترك شیئا یکون فی مقامہ ذٰلك الی قیام الساعۃ الاحدث بہ حفظہ من حفظہ ونسیہ من نسیہ[2]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک بار ہم میں کھڑے ہوکر ابتدائے آفرینش سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا سب بیان فرمادیا، کوئی چیز نہ چھوڑی، جسے یاد رہا یاد رہا جو بھول گیا بھول گیا۔

---

[1] افضل القرٰی القراء ام القرٰی

[2] مشکوٰۃ المصابیح برمز متفق علیہ کتاب الفتن الفصل الاول مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۶۱

صحیح مسلم کتاب الفتن قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۹۰

مسند احمد بن حنبل عن حذیفہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۳۸۵ و ۳۸۹

www.alahazratnetwork.org

یہی مضمون احمد نے مسند، بخاری نے تاریخ، طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

قام فینا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مقامًا فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اھل الجنۃ منازلھم و اھل النار منازلھم حفظ ذٰلک من حفظہ ونسیہ من نسیہ[1]

ایک بار سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہم میں کھڑے ہو کر ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں کے جنت اور دوزخیوں کے دوزخ جانے تک کا حال ہم سے بیان فرمادیا، یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور بھول گیا جو بھول گیا۔

صحیح مسلم شریف میں حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، ایک دن رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نمازِ فجر سے غروبِ آفتاب تک خطبہ فرمایا، بیچ میں ظہر و عصر کی نمازوں کے علاوہ کچھ کام نہ کیا فاخبرنا بما ھو کائن الٰی یوم القیٰمۃ فاعلمنا احفظنا[2] اس میں سب کچھ ہم سے بیان فرمادیا جو کچھ قیامت تک ہونے والا تھا ہم میں زیادہ علم والا وہ ہے جسے زیادہ یاد رہا۔

جامع ترمذی شریف وغیرہ کتب کثیرہ ائمہ حدیث میں باسانید عدیدہ و طرق متنوعہ دس صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

فرأیتہ عزوجل وضع کفہ بین کتفی فوجدت بردانا ملہ بین ثدیی فتجلّٰی لی کل شیئ وعرفت[3]

میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا اس نے اپنا دستِ قدرت میری پشت پر رکھا کہ میرے سینے میں اس کی ٹھنڈک محسوس ہوئی اسی وقت ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے سب کچھ پہچان لیا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں:

ھذا حدیث حسن صحیح سألت محمد بن اسمٰعیل

یہ حدیث حسن صحیح ہے، میں نے امام بخاری سے

---

[1] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب ماجاء فی قول اللہ وھو الذی یبدؤا الخلق الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۵۳

[2] صحیح مسلم کتاب الفتن قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۹۰

[3] سنن الترمذی کتاب التفسیر حدیث ۳۲۴۶ دار الفکر بیروت ۵/۱۶۰

www.alahazratnetwork.org

عن ھذا الحدیث فقال صحیح[1] اس کا حال پوچھا، فرمایا صحیح ہے۔

اسی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسی معراجِ منامی کے بیان میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

فعلمت ما فی السمٰوٰت وما فی الارض[2] جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب میرے علم میں آگیا۔

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

پس دانستم ہرچہ در آسمانہا و ہرچہ در زمین ہا بود عبارت است از حصولِ تمامۂ علوم جزوی وکلی و احاطہ آں[3] چنانچہ میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے یہ تعبیر ہے تمام علوم کے حصول اور ان کے احاطہ سے چاہے وہ علوم جزوی ہوں یا کُلّی۔ (ت)

امام احمد مسند اور ابن سعد طبقات اور طبرانی معجم میں بسند صحیح حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالٰی عنہ اور ابویعلٰی و ابن منیع و طبرانی حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

لقد ترکنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وما یحرّک طائر جناحیہ فی السماء الا ذکر لنا منہ علما[4] نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیں اس حال پر چھوڑا کہ ہوا میں کوئی پرندہ پَر مارنے والا ایسا نہیں جس کا علم حضور نے ہمارے سامنے بیان نہ فرمادیا ہو۔

نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض و شرح زرقانی للمواہب میں ہے:

ھذا تمثیل لبیان کل شیئ تفصیلًا یہ ایک مثال دی ہے اس کی کہ نبی صلی اللہ

---

[1] سنن الترمذی کتاب التفسیر حدیث ۳۲۴۶ دارالفکر بیروت ۵/۱۶۱

[2] ″ ″ ″ ″ ۳۲۴۴ ″ ″ ۵/۱۵۹

[3] اشعۃ اللمعات کتاب الصلوٰۃ باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۳۳

[4] مسند احمد بن حنبل عن ابی ذر غفاری رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/۱۵۳

مجمع الزوائد عن ابی الدرداء کتاب علامات النبوۃ باب فیما اوتی من العلم دارالکتاب ۸/۲۶۴

www.alahazratnetwork.org

تامۃً واجمالاً اُخرٰی[1]

تعالٰی علیہ وسلم نے ہر چیز بیان فرمادی کبھی تفصیلاً کبھی اجمالاً۔

مواہب امام قسطلانی میں ہے :

ولا شك ان الله تعالٰی قد اطلعه علی اَزْیَدَ من ذٰلك والقٰی علیه علم الاولین والاٰخرین[2]

اور کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالٰی نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اس سے زیادہ علم دیا اور تمام اگلے پچھلوں کا علم حضور پر القا کیا، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

طبرانی معجم کبیر اور نعیم بن حماد کتاب الفتن اور ابونعیم حلیہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ان الله قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیها والٰی ماهو کائن فیها الٰی یوم القیامة کانما انظر الٰی کفی هذہ جلیان من الله جلاہ لنبیه کما جلاہ لنبیین من قبله[3]

بیشک میرے سامنے اللہ عزوجل نے دنیا اُٹھالی ہے اور میں اسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کچھ ایسا دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں اس روشنی کے سبب جو اللہ تعالٰی نے اپنے نبی کے لئے روشن فرمائی جیسے محمد سے پہلے انبیاء کے لئے روشن کی تھی۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اس حدیث سے روشن ہے کہ جو کچھ سماوات وارض میں ہے اور جو قیامت تک ہوگا، اس سب کا علم اگلے انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی عطا ہوا تھا اور حضرت عزت عزجلالہ نے اس تمام ماکان ومایکون کو اپنے ان محبوبوں کے پیش نظر فرمادیا، مثلاً مشرق سے مغرب تک سماک سے سمک تک، ارض سے فلک

---

[1] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل ومن ذٰلک ما اطلع الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۳/ ۱۵۳
شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثامن الفصل الثالث القسم الثانی دارالمعرفۃ بیروت ۷/ ۲۰۶
[2] المواہب اللدنیۃ " " " ما اخبر بہ صلی اللہ علیہ وسلم من الغیوب المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۵۶۰
[3] حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۳۳۸ حدیر بن کریب دارالکتاب العربی بیروت ۶/ ۱۰۱
کنزالعمال حدیث ۳۱۸۱۰ و ۳۱۹۷۱ مؤسسۃ الرسالہ " ۱۱/ ۳۷۸ و ۴۲۰

www.alahazratnetwork.org

تک اس وقت جو کچھ ہو رہا ہے سیدنا ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہزارہا برس پہلے اس سب کو ایسا دیکھ رہے تھے گویا اس وقت ہر جگہ موجود ہیں۔ ایمانی نگاہ میں یہ نہ قدرتِ الٰہی پر دشوار اور نہ عزت و وجاہت انبیاء کے مقابل بسیار، مگر معترض بیچارے جن کے یہاں خدائی کی حقیقت اتنی ہو کر ایک پیڑ کے پتے گن دیئے وہ آپ ہی ان حدیثوں کو شرک اکبر کہنا چاہیں اور جو ائمہ کرام و علمائے اعلام ان سے سند لائے، انھیں مقبول مسلم رکھتے آئے، جیسے امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی مصنف خصائص کبرٰی و امام شہاب احمد محمد خطیب قسطلانی صاحب مواہب لدنیہ و امام ابوالفضل شہاب ابن حجر مکی ہیتمی شارح ہمزیہ و علامہ شہاب احمد مصری خفاجی صاحب نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض و علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی شارح مواہب وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی انھیں مشرک کہیں۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔

صحیح مسلم و مسند امام احمد و سنن ابن ماجہ میں ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عرضت علیّ امتی باعمالہا حسنہا وقبیحہا[1] | میری ساری اُمت اپنے سب اعمالِ نیک و بد کے ساتھ میرے حضور پیش کی گئی۔

طبرانی اور ضیاء مختارہ میں حذیفہ بن اُسید رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عرضت علیّ امتی البارحۃ لدی ھٰذہ الحجرۃ حتی لانا اعرف بالرجل منھم من احدکم بصاحبہ[2] | گزشتہ رات مجھ پر میری اُمت اس حجرے کے پاس میرے سامنے پیش کی گئی بیشک میں ان کے ہر شخص کو اس سے زیادہ پہچانتا ہوں جیسا تم میں کوئی اپنے ساتھی کو پہچانے۔

والحمد للہ رب العالمین (سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساجد باب النہی عن البصاق فی المسجد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۰۷
مسند احمد بن حنبل عن ابی ذر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/۱۸۰
[2] المعجم الکبیر حدیث ۳۰۵۴ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۳/۱۸۱
کنز العمال حدیث ۳۱۹۱۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۴۰۸

www.alahazratnetwork.org

اقوال ائمہ کرام

امام اجل سیدی بوصیری قدس سرہ ام القریٰ میں فرماتے ہیں،

وسع العالمین علما و حکما[1] — رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا علم وحکمت تمام جہان کو محیط ہوا۔

امام ابن حجر مکی اس کی شرح افضل القریٰ میں فرماتے ہیں،

لان اللہ تعالٰی اطلعه علی العالم فعلم علم الاولین والاخرین وما کان وما یکون[2] — یہ اس لئے کہ بیشک عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تمام جہان پر اطلاع بخشی تو سب اگلے پچھلوں اور ماکان و مایکون کا علم حضور پرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حاصل ہوگیا۔

امام جلیل قدوۃ المحدثین سیدی زین الدین عراقی استاذِ امام حافظ الشان ابن حجر عسقلانی شرح مہذب میں پھر علامہ خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:

انه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم عرضت علیه الخلائق من لدن اٰدم علیه الصلٰوۃ والسلام الی قیام الساعة فعرفهم کلهم کما علم اٰدم الاسماء[3] — حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیام قیامت تک کی تمام مخلوقات الٰہی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو پیش کی گئی حضور نے جمیع مخلوقات گزشتہ اور آئندہ سب کو پہچان لیا جس طرح آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام کو تمام نام سکھائے گئے تھے۔

علامہ عبدالرؤف مناوی تیسیر میں فرماتے ہیں،

النفوس القدسیة اذا تجردت عن العلائق البدنیة اتصلت بالملاء الاعلٰی ولم یبق لها حجاب — پاکیزہ جانیں جب بدن کے علاقوں سے جدا ہوکر عالم بالا سے ملتی ہیں ان کے لئے کوئی پردہ نہیں رہتا ہے وہ ہر چیز کو ایسا دیکھتی اور

---

[1] مجموع المتون متن قصیدۃ الہمزیۃ فی مدح خیر البریۃ الشئون الدینیہ دولۃ قطر ص ۱۸

[2] افضل القرٰی القراء ام القرٰی

[3] نسیم الریاض الباب الثالث الفصل الاول فیما ورد من ذکر مکانتہ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۳/۲۰۸

www.alahazratnetwork.org

فترٰی وتسمع الکل کالشاھد[1] سنتی ہیں جیسے پاس حاضر ہیں۔

امام ابن الحاج مکی مدخل اور امام قسطلانی مواہب میں فرماتے ہیں :

قد قال علماؤنا رحمھم اللہ تعالٰی لا فرق بین موتہ و حیاتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی مشاھدتہ لامتہ ومعرفتہ باحوالھم ونیاتھم وعزائمھم وخواطرھم وذٰلک جلی عندہ لاخفاء بہ[2]

بیشک ہمارے علمائے کرام رحمہم اللہ تعالٰی نے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حالت دنیوی اور اس وقت کی حالت میں کچھ فرق نہیں ہے اس بات میں کہ حضور اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں' ان کے ہر حال' ان کی ہر نیت' ان کے ہر ارادے' ان کے دلوں کے ہر خطرے کو پہچانتے ہیں، اور یہ سب چیزیں حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایسی روشن ہیں جن میں اصلاً کسی طرح کی پوشیدگی نہیں۔

یہ عقیدے ہیں علمائے ربانیین کے محمد رسول اللہ کی جناب ارفع میں۔ جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

شیخ شیوخ علمائے ہند مولانا شیخ محقق نور اللہ تعالٰی مرقدہ الکرم مدارج شریف میں فرماتے ہیں :

ذکر کن اُو را و درود بفرست بروے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ، و باش در حال ذکر گویا حاضر ست پیش او درحالتِ حیات و می بینی تو او را متادب باجلال و تعظیم و ہیبت و امید بداں کہ وے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم می بیند و می شنود کلام ترا زیرا کہ وے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم

ان کی یاد کرو اور ان پر درود بھیج ۔ اور ذکر کے وقت ایسے ہو جاؤ گویا تم ان کی زندگی میں انکے سامنے حاضر ہو اور ان کو دیکھ رہے ہو، پورے ادب اور تعظیم سے رہو، ہیبت بھی ہو اور امید بھی، اور جان لو کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی تمھیں دیکھ رہے ہیں اور تمھارا کلام سن رہے ہیں کیونکہ وہ صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہیں اور

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث حیثما کنتم فصلوا علیّ الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۵۰۲

[2] المدخل لابن الحاج فصل فی الکلام علٰی زیارۃ سید المرسلین دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۵۲

المواہب اللدنیۃ المقصد العاشر الفصل الثانی المکتب الاسلامی ۴/ ۵۸۰

www.alahazratnetwork.org

متصف است بصفات اللہ و یکے از صفاتِ الٰہی آنست کہ انا جلیسُ من ذکرنی[1]

اللہ کی ایک صفت یہ ہے کہ جو مجھے یاد کرتا ہے میں اس کے پاس ہوتا ہوں۔

اللہ تعالٰی کی بے شمار رحمتیں شیخ محقق پر، جب نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دیکھنا ہمیں بیان کیا بڑا نکہ بڑھایا تاکہ اسے کوئی گڑیا کے نیچے داخل نہ سمجھے۔ غرض ایمانی نگاہوں کے سامنے اس حدیث پاک کی تصویر کھینچ دی کہ،

اعبد اللّٰہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔[2]

اللہ تعالٰی کی عبادت کر، گویا تُو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تُو اسے نہ دیکھے تو وہ تو یقیناً تجھے دیکھتا ہے

جل جلالہ صلے اللہ تعالٰی علٰی نبیہ وآلہٖ وبارک وسلم۔

نیز فرماتے ہیں،

ہرچہ در دنیا است از زمانِ آدم تا نفخہ اولٰی بروے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم منکشف ساختند تا ہمہ احوال را از اول تا آخر معلوم کرد و یارانِ خود را نیز بعضے از آں احوال خبر داد[3]

جو کچھ دنیا میں زمانہ آدم سے پہلے صُور پھونکے جانے تک ہے ان (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) پر منکشف کردیا یہاں تک کہ انھیں اول سے آخر تک تمام احوال معلوم ہوگئے۔ انھوں نے بعض اصحاب کو ان احوال میں سے بعض کی اطلاع دی۔

نیز فرماتے ہیں،

وھو بکل شیئ علیم ○ وے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دانا است ہمہ چیز از شیونات ذات الٰہی و احکام صفاتِ حق و اسماء و افعال و آثار و جمیع علوم ظاہر و باطن اول و آخر احاطہ نمودہ و مصداق فوق کل ذی علم علیم ○ علیہ من الصلوٰت افضلہا

وھو بکل شیئ علیم، اور وہ (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) سب چیزوں کو جاننے والے ہیں۔ احوالِ احکام الٰہی، احکام صفاتِ حق، اسماء، افعال آثار، تمام علوم ظاہر و باطن، اول و آخر کا احاطہ کئے ہوئے ہیں اور فوق کل ذی علم علیم○ کے مصداق ہیں۔ آپ پر افضل درود اور اتم

---

[1] مدارج النبوۃ باب یازدہم وصل نوع ثانی کہ تعلق معنوی است الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۶۲۱

[2] صحیح بخاری کتاب الایمان باب سوال جبریل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الایمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲

صحیح مسلم " قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۹

[3] مدارج النبوۃ " باب پنجم وصل خصائص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۴۴

www.alahazratnetwork.org

ومن التحیات اتمہا واکملہا[1] واکمل سلام ہو۔(ت)

شاہ ولی اللہ دہلوی، فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں:

فاض علیّ من جنابہ المقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم کیفیۃ ترقی العبد من حیّزہٖ الٰی حیّز القدس فیتجلّی لہٗ حینئذ کل شیئ کما اخبر عن ھذا المشھد فی قصۃ المعراج المنامی[2]

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہِ اقدس سے مجھ پر اس حالت کا علم فائض ہوا کہ بندہ اپنے مقام سے مقامِ قدس تک کیونکر ترقی کرتا ہے کہ اس پر ہر چیز روشن ہو جاتی ہے جس طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے اس مقام سے معراجِ خواب کے قصے میں خبر دی۔

قرآن وحدیث واقوالِ ائمہ حدیث سے اس مطلب پر دلائل بے شمار ہیں اور خدا انصاف دے تو یہی اقل قلیل کہ مذکور ہوئے بسیار ہوئے۔ غرض شمس وأمس کی طرح روشن ہوا کہ عقیدۂ مذکورۂ زید کو معاذ اللہ کفر وشرک کہنا خود قرآن عظیم پر تہمت رکھنا اور احادیثِ صحیحہ صریحہ شہیرہ کثیرہ کو رَدّ کرنا اور بکثرت ائمہ دین واکابر علمائے عاملین واعاظم علمائے کاملین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین، یہاں تک کہ شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز صاحب کو بھی عیاذًا باللہ کافر ومشرک بنانا اور بحکم ظواہر احادیث صحیحہ وروایاتِ معتمدہ فقہیہ خود کافر ومشرک بننا ہے اس کے متعلق احادیث وروایات واقوالِ ائمہ ترجیحات وتصریحات فقیر کے رسالہ النھی الاکید عن الصلٰوۃ وراء عدی التقلید ورسالہ الکوکبۃ الشھابیۃ علٰی کفریات ابی الوھابیۃ وغیرہما میں ملاحظہ کیجئے۔

افسوس کہ ان شرک فروش اندھوں کو اتنا نہیں سُوجھتا کہ علمِ الٰہی ذاتی ہے اور علمِ خلق عطائی۔ وہ واجب یہ ممکن، وہ قدیم یہ حادث، وہ نامخلوق یہ مخلوق، وہ نامقدور یہ مقدور، وہ ضروری البقا یہ جائز الفنا، وہ ممتنع التغیر یہ ممکن التبدل۔ ان عظیم تفرقوں کے بعد احتمالِ شرک نہ ہوگا مگر کسی مجنون کو بصیرت کے اندھے اس علم ماکان ومایکون بمعنی مذکور ثابت جاننے کو معاذ اللہ علمِ الٰہی سے مساوات مان لینا سمجھتے ہیں حالانکہ الحفظۃ للہ علمِ الٰہی تو علمِ الٰہی جس میں غیر متناہی علوم

---

[1] مدارج النبوۃ مقدمۃ الکتاب مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲ و ۳

[2] فیوض الحرمین مشہد اللہ تعالٰی مخلوق کی طرف کتاب نازل کرنے کے وقت کیا کرتا ہے محمد سعید اینڈ سنز کراچی ص ۱۹۹

www.alahazratnetwork.org

تفصیل فراوانی بالفعل کے غیر متناہی سلسلے غیر متناہی یا وہ جسے گویا مصطلح حساب کے طور پر غیر متناہی کا مکعب کہتے بالفعل و بالدوام ازلاً ابداً موجود ہیں۔ یہ شرق تا غرب و سماوات وارض وعرش تا فرش وما کان وما یکون من اوّل یوم الیٰ اٰخر الایّام سب کے ذرّے ذرّے کا حال تفصیل سے جاننا و بالجملہ جملہ مکتوبات لوح و مکنونات قلم کو تفصیلاً محیط ہونا علوم محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے، یہ تو ان کے طفیل سے ان کے بھائیوں حضرات مرسلین کرام علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ واکمل السلام بلکہ اُن کی عطا سے ان کے غلاموں، بعض اعاظم اولیائے عظام قدست اسرارہم کو ملا[ف] اور ملتا ہے۔ ہنوز علوم محمدیہ میں وہ بحار ذخار ناپیدا کنار ہیں جن پر ان کی افضلیت کلیہ اور افضلیت مطلقہ کی بنا ہے۔ اللہ عزوجل کی بے شمار رحمتیں امام اجل محمد بوصیری شرف الحق والدین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ پر۔ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں، ؎

فانّ من جودك الدّنيا وضرّتها　　　ومن علومك علم اللّوح والقلم[۱]

یعنی یارسول اللہ! دنیا و آخرت دونوں حضور کے خوانِ جود و کرم سے ایک ٹکڑا ہیں اور لوح وقلم کا تمام علم جن میں ماکان وما یکون مندرج ہے حضور کے علوم سے ایک حصہ۔ صلی اللہ تعالٰی علیك وسلم وعلٰی اٰلك وصحبك وبارك وسلم۔

مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری زبدہ شرح بردہ میں فرماتے ہیں،

توضیحه ان المراد بعلم اللوح ما اثبت فیه من النقوش القدسیة و الصور الغیبیة وبعلم القلم ما اثبت فیه کما شاء والاضافة لادنی ملابسة وکون علمهما من علومه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم	یعنی توضیح اس کی یہ ہے کہ علم لوح سے مراد نقوش قدس وصور غیب ہیں جو اس میں منقوش ہوئے، اور قلم کے علم سے مراد وہ ہیں جو اللہ عزوجل نے جس طرح چاہا اس میں ودیعت رکھے، ان دونوں کی طرف علم کی اضافت ادنٰی علاقے یعنی محلیت نقش واثبات کے باعث ہے اور ان

ف: تمام ماکان وما یکون کا علم علوم حضور سے ایک علم ہے، یہ تو ان کی عطا سے ان کے غلاموں اکابر اولیاء کو بھی ملتا ہے ۱۲ منہ

---

[۱] مجموع المتون　متن قصیدۃ البردۃ　الشئون الدینیۃ دولۃ قطر　ص ۱۰

www.alahazratnetwork.org

ان علومه تتنوع الی الکلیات والجزئیات وحقائق ومعارف وعوارف تتعلق بالذات والصفات وعلمهما انما یکون سطرًا من سطور علمه ونهرًا من بحور علمه ثم مع هذا هو من برکة وجوده صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1]

دونوں میں جس قدر علوم ثبت ہیں ان کا علم علوم محمدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ایک پارہ ہونا، اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علوم بہت اقسام کے ہیں، علوم کلیہ، علوم جزئیہ، علوم حقائق اشیاء، وعلوم اسرار خفیہ اور وہ علوم اور معرفتیں کہ ذات وصفات حضرت عزت جل جلالہ سے متعلق ہیں اور لوح وقلم کے جملہ علوم علوم محمدیہ کی سطروں سے ایک سطر، اور ان کے دریاؤں سے ایک نہر ہیں، پھر بر ایں ہمہ وہ حضور ہی کی برکت وجود سے تو ہیں، کہ اگر حضور نہ ہوتے تو نہ لوح وقلم ہوتے نہ اُن کے علوم، صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

منکرین کو صدمہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے لئے روزِ اول سے قیامت تک کے تمام ماکان ومایکون کا علم تفصیلی مانا جاتا ہے لیکن بحمد اللہ تعالٰے وہ جمیع علم ماکان و مایکون علوم محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے عظیم سمندروں سے ایک نہر بلکہ بے پایاں موجوں سے ایک لہر قرار پاتا ہے۔

والحمد للہ رب العٰلمین ۝ وخسر ھنالك المبطلون ۝ فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا ، وقیل بُعدًا للقوم الظّٰلمین ۝

اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ اور باطل والوں کا وہاں خسارہ ہے۔ ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کی بیماری اور بڑھائی۔ اور فرمایا گیا کہ دُور ہوں بے انصاف لوگ۔ (ت)

نصوصِ حصر

یعنی جن آیات واحادیث میں ارشاد ہوا ہے کہ علمِ غیب خاصہ خدا تعالٰی ہے، مولٰی عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا، قطعاً حق اور بحمد اللہ تعالٰے مسلمان کے ایمان ہیں مگر منکر مستکبر کا اپنے دعوائے باطلہ پر ان سے استدلال اور اس کی بنا پر حضور پُر نور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے علم ماکان وما یکون یعنی

---

[1] الذبدۃ العمدۃ فی شرح البردۃ ناشر جمعیت علماء سکندریۃ خیر پور سندھ ص ۱۱۷

www.alahazratnetwork.org

مذکور ماننے والے پر حکمِ کفر و ضلال، نصِ جنون و خام خیال بلکہ خود مستلزمِ کفر و ضلال ہے۔

علم بہ اعتبارِ منشا دو قسم کا ہے، ذاتی کہ اپنی ذات سے بے عطائے غیر ہو۔ اور عطائی کہ اللہ عزوجل کا عطیہ ہو۔ اور بہ اعتبارِ متعلق بھی دو قسم ہے، علمِ مطلق یعنی محیطِ حقیقی، تفصیلی فعلی فراوانی کہ جمیع معلوماتِ الٰہیہ عزوعلا، کو جن میں غیر متناہی معلومات کے سلاسل وہ بھی غیر متناہیہ وہ بھی غیر متناہی بار داخل اور خود کنہ ذاتِ الٰہی و احاطۂ تامہ صفاتِ الٰہیہ نامتناہی سب کو شامل فرداً فرداً تفصیلاً مستغرق ہو اور مطلق علم یعنی جاننا، اگرچہ محیط باحاطۂ حقیقیہ نہ ہو۔ ان تقسیمات میں علمِ ذاتی و علمِ مطلق یعنی مذکور بلا شبہہ اللہ عزوجل کے لئے خاص ہیں اور ہرگز کسی غیر خدا کے لئے ان کے حصول کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

ہم ابھی بیان کر آئے کہ علم ماکان ومایکون بمعنی مسطور اگرچہ کیسا ہی تفصیلی بروجہ اتم و اکمل ہو علومِ محمدیہ کی وسعتِ عظیمہ کو نہیں پہنچتا، پھر علومِ محمدیہ تو علومِ الٰہیہ ہیں، جل وعلا و صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اور مطلق علم ہرگز حضرت حق عزوعلا سے خاص نہیں بلکہ قسم عطائی تو مخلوق ہی کے ساتھ خاص ہے۔ مولٰی عزوجل کا علم عطائی ہونے سے پاک ہے، تو نصوصِ حصر میں یقیناً قطعاً وہی قسمِ اول مراد ہو سکتی ہے نہ کہ قسمِ اخیر، اور بداہۃً ظاہر کہ علم تفصیلی جملہ ذرات ماکان ومایکون بمعنی مزبور بلکہ اس سے ہزار در ہزار ازید و افزوں علم بھی کہ بہ عطائے الٰہی مانا جائے، اسی قسمِ اخیر سے ہوگا، تو نصوصِ حصر کو مدعائے مخالف سے اصلاً مس نہیں بلکہ وہ اس کی صریح جہالت پر نص ہیں وللہ الحمد، یہ معنی یا نکہ خود بدیہی و واضح ہے، ائمۂ دین نے اس کی تصریح بھی فرمائی۔

امامِ اجل ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاوٰی پھر امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاوٰی حدیثیہ میں فرماتے ہیں:

لایعلم ذٰلک استقلالاً و علم احاطۃ بکل المعلومات الا اللہ تعالٰی اما المعجزات والکرامات فباعلام اللہ تعالٰی لھم علمت و کذا ما عُلِمَ باجراء العادۃ۔[1]

یعنی آیت میں غیرِ خدا سے نفی علمِ غیب کے یہ معنی ہیں کہ غیب اپنی ذات سے بے کسی کے بتائے جاننا اور ایسا علم کہ جمیع معلوماتِ الٰہیہ کو محیط ہو جائے یہ اللہ تعالٰی کے سوا کسی کو نہیں، رہے انبیاء کے معجزے اور اولیاء کی کرامتیں، یہ تو اللہ عزوجل کے بتانے سے انھیں علم ہوا ہے یونہی وہ باتیں کہ عادت کی مطابقت سے جن کا علم ہوتا ہے۔

[1] فتاوٰی حدیثیہ مطلب فی حکم ما اذا قال قائل فلاں یعلم الغیب مصطفٰی البابی مصر ص ۲۲۸

www.alahazratnetwork.org

مخالفین کا استدلال محض باطل و خیال محال ہونا تو یہیں سے ظاہر ہوگیا، مگر فقیر نے اپنے رسائل میں ثابت کیا ہے کہ یہ استدلال ان ضلال کے خود اقراری کفر و ضلال کا تمغہ ہے، نیز انھیں میں روشن کیا کہ خلق کے لئے ادعائے علم غیب پر فقہا کا حکم کفر بھی درجۂ اولائے حقیقت حق میں اسی صورت علم ذاتی اور درجہ اخرائے طرزِ فقہا میں علم مطلق بمعنی مرقوم کے ساتھ مخصوص ہے، جیسا کہ محققین کے کلام میں منصوص ہے۔

بکر پر مکر کا وہ زعم مردود جس میں حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت "کچھ نہیں جانتے" کا لفظ ناپاک ہے وُہ بھی کلمۂ کفر و ضلال بیباک ہے۔ بکر نے جس عقیدے کو کفر و شرک کہا اور اس کے رَد میں یہ کلام بدفرجام بکا، خود اسی میں تصریح ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حضرت حق جل شانہ نے یہ علم عطا فرمایا ہے، لاجرم بکر کی یہ نفی مطلق شاملِ علم عطائی بھی ہے اور خود بعض شیاطین الانس کے قول سے استناد بھی اسی تعمیم پر دلیل جلی ہے کہ اس قول میں خواہ یوں اور خواہ یوں دونوں صورت پر حکمِ شرک دیا ہے۔ اب اس لفظ قبیح کے کلمۂ کفر صریح ہونے میں کیا تامل ہوسکتا ہے۔ قرآن عظیم کی روشن آیتوں کی تکذیب بلکہ سارے قرآن کی تکذیب رسالت نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا انکار بلکہ نبوت تمام انبیاء کا انکار، سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی تنقیص مکان بلکہ رب العزۃ جلالہ کی توہین شان۔ ایک دو کفر ہوں تو گنے جائیں۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔

یُوں ہی اس کا قول کہ "اپنے خاتمے کا بھی حال معلوم نہ تھا" صریح کلمۂ کفر و خسار اور بیشمار آیاتِ قرآنیہ و احادیثِ متواترہ کا انکار ہے۔ آیۂ کریمہ لیغفر لك اللّٰہ مع حدیث صحیحین بخاری و مسلم، بعض اور سنئے، قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت)،

وللاخرة خیرلك من الاولٰی [1] — اے نبی! بیشک آخرت تمھارے لئے دنیا سے بہتر ہے۔

وقال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

ولسوف یعطیك ربك فترضٰی [2] — بیشک نزدیک ہے کہ تمھارا رب تمھیں اتنا عطا فرمائے گا کہ تم راضی ہوجاؤ گے۔

ف: اپنے خاتمے کا حال حضور کو معلوم نہ ماننا صریح کفر ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۹۳/ ۴ [2] القرآن الکریم ۹۳/ ۵

www.alahazratnetwork.org

وقال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

یوم لایخزی اللہ النبی والذین اٰمنوا معہٗ نورھم یسعٰی بین ایدیھم وبایمانھم[1] — جس دن اللہ رسوا نہ کرے گا نبی اور انکے صحابہ کو ان کا نور ان کے آگے اور داہنے جولاں کریگا۔

وقال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

عسٰی ان یبعثک ربک مقاما محمودا[2]۔ — قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں تعریف کے مکان میں بھیجے گا جہاں اولین وآخرین سب تمہاری حمد کرینگے۔

وقال اللہ تعالٰی (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

تبٰرک الذی ان شاء جعل لک خیرا من ذٰلک جنّٰت تجری من تحتھا الانھٰر ویجعل لک قصورا[3] — بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اپنی مشیت سے تمہارے لئے اس خزانہ وباغ سے (جس کی طلب یہ کافر کر رہے ہیں) بہتر چیزیں کر دیں جنکے جن کے نیچے نہریں رواں اور وہ تمہیں بہشت بریں کے اونچے اونچے محل بخشے گا۔

علٰی قراءۃ الرفع قراءۃ ابن کثیر وابن عامر وبروایۃ ابی بکر عن عاصم۔ الٰی غیر ذٰلک من الاٰیات۔ — یجعل کو مرفوع پڑھنے کی تقدیر پر جوکہ ابن کثیر اور ابن عامر کی قراءۃ ہے اور ابوبکر کی عاصم سے یہ روایت ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی متعدد آیات ہیں۔ (ت)

اور احادیثِ کریمہ میں تو جس تفصیل جلیل سے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فضائل وخصائص وقتِ وفاتِ مبارک وبرزخ مطہر وحشر منور وشفاعت وکوثر وخلافت عظمٰی وسیادت کبرٰی ودخولِ جنت ورویت وغیرہا وارد ہیں، انھیں جمع کیجئے تو ایک دفتر طویل ہوتا ہے۔ یہاں صرف

عہ دوڑے گا ۱۲

---

[1] القرآن الکریم ۶۶/ ۸
[2] القرآن الکریم ۱۷/ ۷۹
[3] " " ۲۵/ ۱۰

www.alahazratnetwork.org

ایک حدیث تبرکاً سُن لیجئے۔

جامع ترمذی وغیرہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا اول الناس خروجا اذا بعثوا وانا خطیبھم اذا وفدوا، وانا خطیبھم اذا انصتوا، وانا مستشفعھم اذا حبسوا وانا مبشرھم اذا یئسوا الکرامۃ و المفاتیح یومئذ بیدی وانا اکرم ولد ادم علی ربی یطوف علی الف خادم کانھم بیض مکنون او لؤلؤ منثور[1]

جب لوگوں کا حشر ہوگا تو سب سے پہلے میں مزار اطہر سے باہر تشریف لاؤں گا، اور جب وہ سب دم بخود رہیں گے تو ان کا خطبہ خواں میں ہوں گا، اور جب وہ روکے جائیں گے تو ان کا شفاعت خواہ میں ہوں گا، اور جب وہ ناامید ہوجائیں گے تو ان کا بشارت دینے والا میں ہوں گا عزت کیلئے اور تمام کنجیاں اس دن میرے ہاتھ ہوں گی، لواء الحمد اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا، بارگاہِ عزت میں میری عزت تمام اولادِ آدم سے زائد ہے، ہزار خدمتگار میرے اردگرد گھومیں گے گویا وہ گرد و غبار سے پاکیزہ انڈے ہیں محفوظ رکھے ہوئے یا جگمگاتے موتی ہیں بکھیرے ہوئے۔

بالجملہ بکر پر مکر کے گم راہ و بددین ہونے میں اصلاً شبہہ نہیں، اور اگر کچھ نہ ہوتا تو صرف اتنا ہی کہ تقویۃ الایمان پر جو حقیقتاً تفویۃ الایمان ہے اس کا ایمان ہے، یہی اس کا ایمان سلامت نہ رکھنے کو بس تھا، جیسا کہ فقیر کے رسالہ الکوکبۃ الشھابیۃ وغیرہا کے مطالعے سے ظاہر ہے ؎

اذا کان الغراب دلیل قوم   سیھدیھم طریق الھالکینا

(جب کوا کسی قوم کا رہبر ہو تو وہ اس کو ہلاکت کی راہ پر ڈال دے گا۔ت)

والعیاذ باللہ تعالٰی۔

---

[1] جامع الترمذی ابواب المناقب باب منہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰۱
دلائل النبوۃ ذکر الفضیلۃ الرابعۃ باقسام اللہ بحیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الکتب بیروت ص ۱۳
سنن الدارمی باب ما اعطی النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۴۹ دارالمحاسن للطباعۃ ۱/ ۳۰
الدرالمنثور بحوالہ ابن مردویہ عن انس رضی اللہ عنہ مکتبہ آیۃ العظمٰی قم ایران ۶/ ۳۰۱

[2]

www.alahazratnetwork.org

وہ شخص جو شیطان کے علم ملعون کو علمِ اقدس حضور پُر نور عالم ماکان وما یکون صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زائد کہے اس کا جواب اس کفرستانِ ہند میں کیا ہو سکتا ہے ان شاء اللہ القہار (اگر بہت قہر فرمانے والے خدا نے چاہا۔ ت) روزِ جزا وہ ناپاک ناہنجار اپنے کیفرِ کفری گفتار کو پہنچے گا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1] (اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کونسی کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ ت) یہاں اسی قدر کافی ہے کہ یہ ناپاک کلمہ صراحتاً محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کو عیب لگانا ہے، اور حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو عیب لگانا کلمۂ کفر نہ ہوا تو اور کیا کلمۂ کفر ہوگا۔

والذین یؤذون رسول اللہ لہم عذاب الیم[2]

اور جو لوگ رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دُکھ کی مار ہے۔

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ ط واعد لہم عذابا مھینا[3]

جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ تعالٰے اور اس کے رسول کو، اللہ نے اُن پر لعنت فرمائی ہے دنیا اور آخرت میں، اور ان کے لئے تیار کر رکھی ہے ذلّت والی مار۔

شفائے امامِ اجل قاضی عیاض اور شرح علامہ شہاب خفاجی مسمّٰی بہ نسیم الریاض میں ہے:

جمیع من سب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او عابہ ھو اعم من السب فان من قال فلان اعلم منہ صلی اللہ علیہ وسلم فقد عابہ ونقصہ وان لم یسبہ (فھو ساب والحکم فیہ حکم الساب) من غیر فرق بینھما (لانستثنی منہ) (فصلا) ای صورۃ (ولا نمترء) فیہ تصریحا کان

یعنی جو شخص نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو گالی دے یا حضور کو عیب لگائے اور یہ گالی دینے سے عام تر ہے کہ جس نے کسی کی نسبت کہا کہ فلاں کا علم نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے اس نے ضرور حضور کو عیب لگایا، حضور کی توہین کی، اگرچہ گالی نہ دی، یہ سب گالی دینے والے کے حکم میں ہے۔ ان کے اور گالی دینے والے کے حکم میں کوئی فرق نہیں۔ نہ ہم اس سے کسی صورت کا استثناء کریں نہ اس میں شک و تردد کو

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷ [2] القرآن الکریم ۹/ ۶۱
[3] " ۳۳/ ۵۷

www.alahazratnetwork.org

اوتلویحًا وھذا کلّہ اجماعٌ من العلماء وائمۃ الفتوٰی من لدن الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم الٰی ھلّم جرّا[1] اھ مختصرًا۔
نسئل اللہ العفو والعافیۃ فی الدنیا والاٰخرۃ ونعوذ بہ من الحَور بعد الکَور ولاحول ولاقوۃ الاّ باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علٰی سید المرسلین واللہ سبحانہ تعالٰی اعلم۔

راہ دیں، صاف صاف کہا ہو یا کنایۃً، ان سب احکام پر تمام علماء اور ائمہ فتوٰی کا اجماع ہے کہ زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے آج تک برابر چلا آیا ہے۔ اھ مختصراً
ہم اللہ تعالٰی سے دنیا وآخرت میں معافی اور عافیت چاہتے ہیں، اور کثرت کے بعد قلت سے اسکی پناہ چاہتے ہیں۔ نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت مگر بلندی وعظمت والے خدا کی توفیق سے۔ اور درود نازل فرمائے اللہ تعالٰی رسولوں کے سردار پر۔ اور اللہ سبحٰنہ وتعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اس سوال کے ورود پر ایک مبسوط کتاب "بحر عباب" منقسم بچار باب مسمّی بہ نام تاریخی مآلی الجیب بعلوم الغیب[١٣] کی طرح ڈالی۔

باب اول فصوص یعنی فوائد جلیلہ ونفائس جزیلہ کہ ترصیف دلائل اہلسنّت کے مقدمات ہوں۔

باب دوم نصوص یعنی اپنے مدعا پر دلائل جلائل قرآن وحدیث واقوالِ ائمہ قدیم وحدیث۔

باب سوم عموم وخصوص کہ احاطہ علوم محمدیہ میں تحریر محل نزاع کرے۔

باب چہارم قطع اللصوص یعنی اس مسئلے میں تمام مہملات نجدیہ نو وکہن کی سرفگنی وتکبر شکنی، مگر فصوص ونصوص کے ہجوم ووفور نے ظاہر کردیا کہ اطالت تاحدِ ملالت متوقع، لہذا باذن اللہ تعالٰی نفع عامّہ کے لئے اس بحرِ ذخّار سے ایک گوہر شہوار لامع الانوار گویا خزانۃ الاسرار سے درِ مختار مسمّی بہ نام تاریخی اللؤلؤ المکنون فی علم البشیر ما کان وما یکون[١٣١] (پوشیدہ موتی بشیر صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علم ماکان ومایکون کے بارے میں۔ ت) چُن لیا، جس نے جمع وتلخیص کے عوض نقیح وتحقیق کی طرف بحمد اللہ زیادہ رُخ کیا، اس کے ایک ایک نور نے نور السمٰوٰت والارض جل جلالہ کے عون سے وہ تابشیں دکھائیں کہ ظلماتِ باطلہ کافور ہوتی نظر آئیں۔

---

[1] نسیم الریاض القسم الرابع الباب الاول مرکز اہل سنت برکاتِ رضا گجرات ہند ۴/ ۳۳۵ و ۳۲۶

www.alahazratnetwork.org

یہ چند حرفی فتوٰی کہ اس کے لمعات سے ایک مختصر شعشہ اور بلحاظ تاریخ بنام انباء المصطفٰی بحال سرّ و اخفٰی (مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو پوشیدہ اور پوشیدہ ترین کے حال کی خبر دینا۔ ت) مسمّٰی ہے۔ اس کے تمام اشارات خفیہ کا بیان مفصل اسی پر محول ذی علم ماہر تو ان ہی چند حروف سے ان شاء اللہ تعالٰی سب خرافات وجزافات مخالفین کو کیفر چشانی کرسکتا ہے مگر جو صاحب تفصیل کے ساتھ دست نگر ہوں بعونہٖ تعالٰی رسائل مذکورہ کے لآلی متلالی سے بہرہ ور ہوں۔ حضرات مخالفین سے بھی گزارش ہے کہ اگر توفیق الٰہی مساعدت کرے یہی حرف مختصر ہدایت کرے تو ازیں چہ بہتر، ورنہ اگر بوجہ کوتاہی فہم وغلبۂ وہم وقلتِ تدرّب وشدتِ تعصب اپنی تمام جہالات فاحشہ کی پردہ دری ان مختصر سطروں میں نہ دیکھ سکیں، تو اسی مہرِ جہاں تاب کا انتظار کریں جو بعنایتِ الٰہی واعانتِ رسالت پناہی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کی تمام ظلمتوں کی صبح کردے گا۔ ان کا ہر کاسۂ سوال آبِ زلالِ رَدّ و ابطال سے بھر دے گا۔

الا ان موعدھم الصبح الیس الصبح بقریب ط وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ اُنیب ط

خبردار! بے شک ان کا وعدہ صبح کے وقت ہے، کیا صبح قریب نہیں۔ اور میری توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے، میں نے اسی پر بھروسا کیا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ (ت)

کیا فائدہ کہ اس وقت آپ کا خواب غفلت کچھ ہذیانات[عہ] کا رنگ دکھائے، اور جب صبحِ ہدایت افقِ سعادت سے طالع ہو تو کھل جائے کہ ؎

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو کہا افسانہ تھا

معہذا طائفہ ارانب وثعالب کو یہی مناسب کہ جب شیر ژیاں کو جہل قدمی کرتا دیکھ لیں سامنے سے ٹل جائیں، اپنے اپنے سوراخوں میں جان چھپائیں، نہ یہ کہ اس وقت اس کے خرام نرم پر غرّہ ہو کر آئیں اس کی آتشِ غضب کو بھڑکائیں اپنی موت اپنے منہ بلائیں ؎

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوستر خواہند — شغالانِ ہزیمت مند خشم شیر ہیجا را

(اے دوست! نصیحت سُن کہ اپنی جان سے دُور چاہتے ہیں شکست پسند گیدڑ بپھرے ہوئے شیر کے غصّے کو۔ ت)

عہ بیہودہ گوئی ۱۲

www.alahazratnetwork.org

اقول قولی ھٰذا واستغفر اللہ لی ولسائر المؤمنین والمؤمنات و الصلوات الزاکیات والتحیات النامیات علٰی سیدنا محمدٍ نبی المغیبات مظہر الخفیات وعلٰی اٰلہ وصحبہ الاکارم السادات واللہ سبحٰنہ تعالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ جَلَّ مَجْدُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ۔

میں کہتا ہوں یہ میرا قول ہے اور میں اللہ تعالٰی سے اپنے لئے اور تمام مومن مردوں اور عورتوں کے لئے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ پاکیزہ درود اور بڑھنے والے سلام ہوں ہمارے سردار محمد پر جو غیب کی خبریں دینے والے اور پوشیدہ باتوں کو ظاہر فرمانے والے ہیں اور آپ کی آل و اصحاب پر جو بزرگی والے سردار ہیں، اور اللہ سبحانہ و تعالٰی خوب جانتا ہے، اور اللہ جل مجدہ کا کلام اتم اور مستحکم ہے۔ (ت)

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

رسالہ
انباء المصطفٰی بحال سرّ واخفٰی
ختم ہوا

---

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

ازاحۃ العیب بسیف الغیب

(عیب کو دُور کرنا غیب کی تلوار سے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم

مسئلہ ۱۴۹ از مدرسہ دیوبند، ضلع سہارن پور مرسلہ یکے از اہلسنت نصرہم اللہ تعالٰی بوساطت جناب مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدّث سُورتی سلمہ اللہ تعالٰی

تسلیمات دست بستہ کے بعد گزارش ہے بندہ اس وقت وہابی گڑھ مدرسہ دیوبند میں مقیم ہے، جناب عالی! (یعنی جناب مولانا وصی احمد صاحب محدّث سورتی) جو جو باتیں آپ نے ان لوگوں کے حق میں فرمائی تھیں وہ سب سچ ہیں سرِمُو فرق نہیں۔ عید کے دن بعد نماز جمیع اکابر علماء وطلباء ورؤسا نے مل کر عیدگاہ میں بقدر ایک گھنٹہ یہ دُعا مانگی کہ "اللہ تعالٰی جارج پنجم بادشاہِ لندن کو ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم رکھے اور اس کے والد کی خدا مغفرت کرے۔" اور جس وقت جارج پنجم ولایت سے بمبئی کو آیا اور مبلغ چوبیس روپیہ کا تار برائے خیر مقدم یعنی سلامی روانہ کر دیا اور بتاریخ ۱۳ ذی الحجہ ایک بڑا جلسہ کر دیا کہ جو چار گھنٹے مختلف علماء نے بادشاہ انگریز کی تعریف اور دُعا بیان کیا اور خوشی کے واسطے مٹھائی تقسیم کیا اور عین خطبہ میں بیان کیا کہ امام احمد بن حنبل نے خواب میں دیکھا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی

www.alahazratnetwork.org

علیہ وسلم کو، امام احمد نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم! میری کتنی عمر باقی ہے؟ آپ نے پانچ انگشت اٹھائیں۔ پھر برائے تعبیر محمد بن سیرین کے پاس آئے انھوں نے فرمایا، خمس لایعلمها الا ھو[1] (پانچ اشیاء ہیں جن کو اللہ تعالٰی کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ ت) تو معلوم ہوا کہ آپ مطلع علی الغیب نہیں۔ دوسرا ذوالیدین کی حدیث کو بیان کیا کہ آپ کو نماز میں سہو ہوگیا جب ذوالیدین نے بار بار استفسار کیا اور آپ نے صحابہ سے دریافت کیا تو پھر نماز کو پورا کیا۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے علم مشاہدہ میں نقصان ثابت ہوگیا علم غیب پر اطلاع تو ابھی دُور ہے انتہی۔ یہاں کے لوگ اس قدر بدمعاش ہیں کہ مولوی محمود حسن مدرس اول درجہ حدیث نے مسلم شریف کے سبق میں باب شفاعت اس حدیث میں کہ آپ نے جب تمام مسلمین کی شفاعت کی اور سب کو نجات دے دیا مگر کچھ لوگ رہ گئے یعنی منافقین وغیرہ، تو آپ نے ان کے واسطے شفاعت کی تو فرشتوں نے منع کردیا کہ تم نہیں جانتے ہو کہ ان لوگوں نے کیا کچھ نکالا بعد آپ کے، تو اس سے ظاہر ہوگیا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ "ہر جمعہ میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں" یہ غلط ہے، محض افتراء ہے، علم غیب کا کیا ذکر، اللہ اکبر۔ ترمذی شریف کے سبق ۲۱، صفحہ آخر میں ہے "ایک عورت کے ساتھ زنا ہوگیا اکراہ کے ساتھ" تو اس عورت نے ایک شخص پر ہاتھ رکھا، آپ نے اس شخص کو رجم کا حکم فرمایا، پس دوسرا شخص اٹھا، اس نے اقرار زنا کا کرلیا، پہلے شخص کو چھوڑا اور دُوسرا مرجوم ہوگیا۔ آپ نے فرمایا تاب توبۃ الخ (اس نے پکی توبہ کی الخ۔ ت)۔ اگر شخص ثانی اقرار نہ کرتا تو پہلے شخص کی گردن اڑا دیتے، یہ اچھی غیب دانی ہے۔ ھذا کلہ قولہ (یہ سب اس کا قول ہے۔ ت) اور بھی وقتاً فوقتاً احادیث میں کچھ نہ کچھ کہے بغیر نہیں چھوڑتے۔ اللہ اکبر، معاذ اللہ من شرہ (اللہ تعالٰی بہت بڑا ہے، اللہ کی پناہ اس کے شر سے۔ ت)۔

الجواب

اللہ عزوجل گمراہی وبے حیائی سے پناہ دے، فقیر نے انباء المصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مختصر جملوں میں ان شبہات اور ان جیسے ہزاروں ہوں تو سب کا جواب شافی دے دیا مگر وہابیہ اپنی خرافات سے باز نہیں آتے اور الدولۃ المکیہ اور اس کی تعلیق الفیوض الملکیہ میں بیان ابین ہے، میں پھر تذکیر کردوں کہ ان شاء اللہ بار بار سوال کی حاجت نہ ہو اور ذی فہم سُنّی ایسے لاکھ شُبہے ہوں تو سب کا جواب خود دے، فقیر نے قرآن عظیم کی آیاتِ قطعیہ سے ثابت کیا کہ قرآن عظیم نے ۲۳ برس میں بتدریج نزولِ اجلال فرماکر اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو جمیع ماکان ومایکون

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی عامر الاشعری المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۲۹ و ۱۶۴

www.alahazratnetwork.org

یعنی روزِ اول سے روزِ آخر تک کی ہر شے، ہر بات کا علم عطا فرمایا، اور اصول میں مبرہن ہوچکا کہ آیات قطعیہ کے خلاف کوئی حدیث احاد بھی مسلّم نہیں ہوسکتی اگرچہ سنداً صحیح ہو تو مخالف قرآن عظیم کے خلاف پر جو دلیل پیش کرے اس پر چار باتوں کا لحاظ لازم: 33

اول وہ آیت قطعی الدلالۃ یا ایسی ہی حدیث متواتر ہو۔

دوم واقعہ تمامی نزولِ قرآن کے بعد کا ہو۔

سوم اس دلیل سے راساً عدمِ حصولِ علم ثابت ہو کر مخالف مستدل ہے اور محل ذہول میں اس پر جزم محال، اور وہ منافی حصول علم نہیں بلکہ اس کا مثبت ومقتضی ہے۔

چہارم صراحۃً نفی علم کرے ورنہ بہت علوم کا اظہار مصلحت نہیں ہوتا اور اللہ اعلم یا خدا ہی جانے یا اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ایسی جگہ قطع طمع جواب کے لئے بھی ہوتا ہے اور نفی حقیقت ذاتیہ نفی عطائیہ کو مستلزم نہیں۔ اللہ عزوجل روزِ قیامت رسولوں کو جمع کرکے فرمائیگا ماذا اجبتم تم جو کفار کے پاس ہدایت لے کر گئے انھوں نے کیا جواب دیا؟ عرض کریں گے لا علم لنا[1] ہمیں کچھ علم نہیں۔

ان شبہات اور ان کے امثال کے رد کو بھی چار جملے بس ہیں، اور یہاں امر اہم اور ہے کہ وہ واقعہ روزِ اول سے قیامِ قیامت تک یعنی ان حوادث سے ہو جو لوح محفوظ میں ثبت ہیں کہ انھیں کے احاطہ کا دعوٰی ہے، امور متعلقہ ذات وصفات و ابد وغیرہ نامتناہیات سے ہو تو بحث سے خروج اور دائرہ جنونِ سفاہت میں صریح ولوج ہے۔ ان جملوں کے لحاظ کے بعد وہابیہ کے تمام شبہات برباد ہوجاتے ہیں کشجرۃ خبیثۃ اجتثت من فوق الارض مالہا من قرار[2] (جیسے ایک گندہ پیڑ کہ زمین کے اوپر سے کاٹ دیا گیا ہے اب اُسے قیام نہیں۔ ت) اب یہیں ملاحظہ کیجئے:

اولاً چاروں شُبہے امر اول سے مردود ہیں ان میں کون سی آیت یا حدیث قطعی الدلالۃ ہے۔

ثانیاً دوسرا اور چوتھا شُبہہ امر دوم سے دوبارہ مردود ہیں کہ یہ ایام نزول کے وقائع ہیں یا کم از کم ان کا بعد تمامی نزول ہونا ثابت نہیں۔

ثالثاً دوسرا شبہہ امر سوم سے سہ بارہ اور تیسرا دوبارہ مردود ہے، شبہہ دوم میں تو صریح بدیہی یقینی ذہول تھا، نماز فعل اختیاری ہے اور فعل اختیاریہ بے علم وشعور ناممکن مگر وہابیہ

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۰۹

[2] " " ۱۴/ ۲۶

www.alahazratnetwork.org

بدیہیات میں بھی انکار رکھتے ہیں ذٰلک بانھم قوم یکابرون (یہ اس لئے ہے کہ وہ حق کا انکار کرنے والی قوم ہے۔ ت) اور شبہہ سوم کا حال بھی ظاہر، روزِ قیامت کا عظیم ہجوم، تمام اولین و آخرین وانس و جن کا ازدحام، لاکھوں منزل کے دور میں مقام اور حوض و صراط و میزان پر گنتی شمار کی حد سے باہر، مختلف کام اور ہر جگہ خبر گیراں صرف ایک محمد رسول اللہ سیدالانام علیہ وعلٰی آلہٖ افضل الصلوٰۃ والسلام، اس سے کروڑویں حصے کا کروڑواں حصہ ہجوم، کارہائے عظیمہ مہمہ اگر ایسے دس ہزار پر ہوں جن کی عقل نہایت کامل اور حواس کمال مجتمع اور قلب اعلٰی درجہ کا ثابت تو ان کے ہوش پراں ہوجائیں، آئے حواس گم ہوں یہ تو محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سینہ پاک ہے جس کی وسعت کے حضور عرش اعظم مع جملہ عوالم صحرائے لق ودق میں بھنگے کے مانند ہیں جسے ان کا رب فرماتا ہے، الم نشرح لك صدرك[1] (کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا۔ ت) پھر ان عظیم و خارج از حد کاموں کے علاوہ وقت وہ سہناک کہ اکابر انبیاء و مرسلین نفسی نفسی پکاریں، رب عزوجل اس غضب شدید کے ساتھ تجلی فرمائے ہو کہ نہ اس سے پہلے کبھی ہوئی نہ اس کے بعد کبھی ہو۔ پھر ایک ایک مسلمان انھیں اس سے زیادہ پیارا جیسے مہربان ماں کو اکلوتا بچہ، وہ جوشِ ہیبت، وہ کام کی کثرت، وہ وفورِ رحمت، وہ لاکھوں منزل کا دورہ، وہ کروڑوں طرف نظر، سنکھوں طرف خیال۔ ایسی حالت میں اگر بعض باتیں ذہنِ اقدس سے اتر جائیں تو عین اعجاز ہے، جس سے بالا صرف علمِ الٰہی ہے و بس، ولکن الوھابیۃ قوم لایعقلون (لیکن وہابی وہ قوم ہیں جنھیں عقل نہیں۔ ت) اور اس پر صریح دلیل حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تمام امت کا دکھایا جانا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے تمام امت کے اعمال برابر عرض ہوتے رہنا تو ہے ہی، جس پر احادیث کثیرہ ناطق۔ اگرچہ وہابیہ اپنی ڈھٹائی سے انکار کریں مگر سب سے زیادہ صاف صریح دلیل قطعی یہ ہے کہ آخر روزِ قیامت کچھ لوگوں کی نسبت یہ واقعہ پیش آنے کی حدیث بیان کون فرمارہا ہے، خود حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہی تو ارشاد فرمارہے ہیں اگر اس ہجوم عظیم کارہائے خطیر میں ذہول نہ ہوتا تو یہ واقعہ ہی نہ ہوتا تو اس وقت اتنے ذہول سے چارہ نہیں لیقضی اللہ امرا کان مفعولا[2] (تاکہ اللہ پورا کرے جو کام ہونا ہے۔ ت) ولکن الوھابیۃ قوم یفرقون (لیکن وہابی تفریق پیدا کرنے والی قوم ہے۔ ت)

سابعاً پہلا شبہہ امر چہارم سے دوبارہ مردود ہے کسی کی مقدار عمر و وقتِ موت اسے بتادینا

---

[1] القرآن الکریم ۹۴/ ۱

[2] " " ۸/ ۴۴

www.alahazratnetwork.org

غالب اوقات اکثر ناس کے لئے مصلحتِ دینیہ کے خلاف ہے تو ایسے مہمل سوال کے جواب سے اگر اعراض فرمایا اور حوالہ بخدا فرمادیا، کیا مستبعد ہے۔

فائدہ: یہ انھیں جملوں سے ان چاروں شبہوں کے متعدد رَد ہوگئے اب بتوفیقہٖ تعالٰی بعض افادات ذکر کریں کہ وہابیہ کی کمال جہالت آفتاب سے زیادہ روشن ہو اور چاروں شبہوں میں ہی ایک پر چار چار رَد ہوجائیں۔

فاقول وباللّٰہ التوفیق (چنانچہ میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ت)

شبہہ اُولٰی کے دو رَد گزرے امر اول وچہارم سے، ثالثاً حضرات علمائے وہابیہ کی جہالت تماشا کردنی۔ امام احمد بن حنبل نے خواب دیکھا اور امام ابن سیرین سے تعبیر پوچھی۔ اے سبحان اللہ! جھوٹ گھڑے تو ایسا گھڑے، امام ابن سیرین کی وفات سے ساڑھے تریپن (۵۳½) برس بعد امام احمد کی ولادت ہوتی ہے، ابن سیرین کی وفات نہم شوال ایک سو دس (۱۱۰ھ) کو ہے اور امام احمد کی ولادت ربیع الاول ایک سو چونسٹھ (۱۶۴ھ) میں۔ تقریب میں ہے:

محمد بن سیرین ثقۃ ثبت عابد کبیر القدر مات سنۃ عشر ومائۃ۔[1]

محمد بن سیرین ثقہ، ثبت، عبادت گزار اور بڑی قدر ومنزلت والے ہیں، ان کا وصال ۱۱۰ھ میں ہوا۔ (ت)

وفیات الاعیان میں ہے:

محمد بن سیرین لہ الید الطولٰی فی تعبیر الرؤیا توفی تاسع شوال یوم الجمعۃ سنۃ عشر ومائۃ بالبصرۃ۔[2]

محمد بن سیرین جو کہ خوابوں کی تعبیر میں کامل مہارت رکھتے تھے نے ۹ شوال ۱۱۰ھ بروز جمعہ بصرہ میں وفات پائی۔ (ت)

تقریب میں ہے:

احمد بن محمد بن حنبل مات سنۃ احدی واربعین ولہ سبع وسبعون سنۃ۔[3]

امام احمد بن محمد بن حنبل نے ۲۴۱ھ میں وصال فرمایا جبکہ آپ کی عمر مبارک ۷۷ برس تھی۔ (ت)

---

[1] تقریب التہذیب ترجمہ ۵۹۶۶ محمد بن سیرین دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۸۵

[2] وفیات الاعیان ترجمہ ۵۹۵ " " دار الثقافۃ بیروت ۴/ ۱۸۲

[3] تقریب التہذیب ترجمہ ۹۶ احمد بن محمد بن حنبل دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۴۴

www.alahazratnetwork.org

وفیات الاعیان میں ہے :

الامام احمد بن حنبل خرجت اُمہ من مرو وھی حامل بہ فولدتہ فی بغداد فی شھر ربیع الاول سنۃ اربع وستین ومائۃ۔[1]

امام احمد بن حنبل کی والدہ ماجدہ مرو سے نکلیں جبکہ امام احمد ان کے شکم میں تھے، چنانچہ آپ کی والدہ نے آپ کو شہر بغداد میں ربیع الاول شریف ۱۶۴ھ میں جنا۔(ت)

مگر یہ لئے کہ امام احمد علیہ الرحمہ نے جبکہ اپنے جدِ امجد کی پشت میں نطفے تھے یہ خواب دیکھا اور امام ابن سیرین نے ما فی الارحام (جو رحموں میں ہے۔ت) سے بھی مخفی ترغیب ما فی الاصلاب (جو پشتوں میں ہے۔ت) کو جانا اور تعبیر بیان کی۔ یوں آپ کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی غیب دانی نہ ہوئی تو ابن سیرین کو علم غیب ہوا۔ یہ شاید حضرات وہابیہ پر آسان ہو کہ ان کو اوروں کے فضائل سے اتنی عداوت نہیں جتنی اصل اصول جملہ فضائل یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔

لطیفہ جلیلہ : دیوبندی علماء کی یہ جہالت اپنے قابل ہے، ان کے اکابر کی ان سے بھی بڑھ کر ان کے قابل تھی۔ عالیجناب امام الوہابیہ مولوی گنگوہی صاحب آنجہانی اپنے ایک فتوے میں اپنی داد قابلیت دیتے ہوئے فرماتے ہیں، حسین بن منصور کے قتل پر امام ابو یوسف شاگرد امام ابوحنیفہ جو کہ سید العلماء تھے اور سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ جو تمام سلاسل کے مرجع ہیں دونوں نے فتوٰی قتل کا دیا بجا ہے۔ (حاشیہ، قتل پر قتل کا فتوٰی بھی قابل تماشا ہے۔ یعنی قتل کو قتل کیا جائے یا قاتل کو ۱۲) درفن تاریخ ہم کمالے دارند (فنِ تاریخ میں بھی کمال رکھتے ہیں۔ت) سیدنا امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ کی وفات پنجم ربیع الاول یا ربیع الآخر ایک سو بیاسی ہجری (۱۸۲ھ) کو ہے اور حضرت حسین بن منصور حلاج قدس سرہٗ کا یہ واقعہ ۲۳ ذی القعدہ ۳۰۹ھ (تین سو نو ہجری) میں، دونوں میں قریب ایک سو اٹھائیس (۱۲۸) برس کے فاصلہ ہے مگر امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ کو غیب داں کہئے کہ اپنی وفات سے سوا سو برس بعد کے واقعہ کو جان کر حلاج کے قتل کا پیشگی فتوٰی دے گئے۔ تذکرۃ الحفاظ علامہ ذہبی میں ہے:

القاضی ابو یوسف الامام العلامۃ الفقیہ العراقین صاحب ابی حنیفۃ اجتمع

قاضی ابو یوسف امام، علامہ، اہل کوفہ وبصرہ کے فقیہ اور امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں، تمام مسلمان

---

[1] وفیات الاعیان ترجمہ ۲۰ احمد بن حنبل دار الثقافۃ بیروت ۱/۶۴

www.alahazratnetwork.org

علیہ المسلمون مات فی ربیع الآخر سنۃ ثنتین وثمانین ومائۃ عن سبعین سنۃ الاسنۃ ولہ اخبار فی العلم والسیادۃ[1]

آپ پر متفق ہیں۔ آپ نے ماہ ربیع الثانی ۱۸۲ ہجری کو ۶۹ برس کی عمر میں وصال فرمایا۔ علم وسیادت میں ان کی متعدد خبریں ہیں۔ (ت)

وفیات الاعیان میں ہے:

کانت ولادۃ القاضی ابی یوسف سنۃ ثلث عشرۃ ومائۃ وتوفی یوم الخمیس اول وقت الظہر لخمس خلون من شہر ربیع الاول سنۃ اثنتین وثمانین ومائۃ ببغداد[2]

قاضی ابویوسف کی ولادت ۱۱۳ھ کو اور وفات ۵ ربیع الاول ۱۸۲ھ بروز جمعرات بوقت اول ظہر بغداد میں ہوئی۔ (ت)

اسی میں تاریخ شہادت حضرت حلاج میں لکھا:

یوم الثلثاء لسبع بقین وقیل لست بقین من ذی القعدۃ سنۃ تسع وثلثمائۃ[3]

۲۳ یا ۲۴ ذوالقعدہ ۳۰۹ھ بروز منگل۔ (ت)

سلطان اورنگزیب محی الدین عالمگیر انار اللہ تعالٰی برہانہ کی حکایت مشہور ہے کہ کسی علی ولایت کا شہرہ سن کر اس کے پاس تشریف لے گئے، اس کی عمر طویل بتائی جاتی تھی، سلطان نے پوچھا: جناب کی عمر شریف کس قدر ہے؟ کہا: مجھے تحقیق تو یاد نہیں مگر جس زمانے میں سکندر ذوالقرنین امیر تیمور سے لڑ رہا تھا میں جوان تھا۔ سلطان نے فرمایا: علاوہ کشف وکرامات در فن تاریخ ہم کمالے وارند (کشف وکرامات کے علاوہ فن تاریخ میں بھی کمال رکھتے ہیں۔ ت)۔

دیوبندی صاحبوں نے تو ترپن چوّن ہی برس کا بل رکھا تھا جناب گنگوہی صاحب سوا سو برس سے بھی اونچے اُڑ گئے یعنی شملہ بمقدار علم۔ اس سنت پر قائم ہو کر اگر کوئی دیوبندی یا تھانوی حضرت گنگوہی صاحب کے تذکرہ میں لکھ دیتا کہ عالیجناب گنگوہیت مآب کو ابن ملجم نے غسل دیا اور یزید نے نماز پڑھائی اور شمر نے قبر میں اتارا، تو کیا مستبعد تھا بلکہ وہ اس سے قریب تر ہوتا دو وجہ سے:

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ترجمہ ۲۷۳ ۴/۳۲ ابویوسف یعقوب بن ابراہیم دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۲۱۴

[2] وفیات الاعیان ترجمہ ۸۲۲ قاضی " " " " " " دارالثقافۃ بیروت ۶/۳۸۸

[3] " " " ۱۸۹ الحلاج حسین بن منصور " " " " ۲/۱۴۵

www.alahazratnetwork.org

اوّلاً ممکن کہ اشتراکِ اسماء ہو، وفاتِ گنگوہی صاحب کے وقت جو لوگ ان کاموں میں ہوں انکے یہ نام ہوں۔

ثانیاً بابِ تشبیہ واسع ہے جیسے لکل فرعون موسٰی (ہر فرعون کے مقابلے میں موسٰی ہوتا ہے ت) مگر جناب گنگوہی صاحب کے کلام میں کہ امام ابویوسف شاگردِ امام ابوحنیفہ جو سید العلماء تھے کوئی تاویل بنتی نظر نہیں آتی سوا اس کے کہ اتنا عظیم جہل شدید یا حضرت امام پر اتنا بیباکانہ افترائے بعید۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العزیز المجید۔

ثالثاً بفرضِ صحتِ حکایت یہ معبّر کی اپنی مقدارِ علم ہے ممکن کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عمر ہی بتائی ہو خواہ مجموعہ خواہ باقی۔ پانچ انگلیوں سے اشارے میں پانچ یا چھ دن یا ہفتے یا مہینے یا برس یا ساٹھ بہتر برس یا تیس سال دس مہینے گیارہ دن یا اکتیس سال چار مہینے چند دن، بارہ۱۲ احتمال ہیں۔ کیا دلیل ہے کہ خواب دیکھنے والے کی عمر اگرچہ بفرضِ غلط امام احمد ہی ہوں روزِ خواب سے آخر تک ان میں سے کسی مقدار پر نہ ہوئی، امام احمد کی عمر شریف ستتر (۷۷) سال ہوئی، اگر پانچ برس کی عمر میں خواب دیکھا ہو تو سب میں بڑا احتمال بہتر سال ممکن ہے اور باقی زیادہ واضح ہیں یا اصل دیکھئے تو امام احمد و امام ابن سیرین کا نام تو دیوبندیوں نے بنالیا، کیا دلیل کہ واقعی خواب دیکھنے والے کی ساری عمر چار احتمال اخیر سے کسی شمار پر نہ ہوئی خواب دیکھنے والے کی تاریخ اور دیکھنے والے کی تاریخ ولادت و تاریخ وفات یہ سب صحیح طور پر معلوم ہوئیں اور ثابت ہو کہ اس کی مجموع عمر و باقی عمر کوئی ان میں سے کسی احتمال پر ٹھیک نہیں آتی، اس وقت اس کہنے کی گنجائش ہو کہ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس سے مقدارِ عمر کی طرف اشارہ نہ فرمایا، اور جبکہ ان میں سے کچھ ثابت نہیں تو ممکن کہ حضور نے عمر ہی بتائی ہو معبّر کو اس کے جاننے کی طرف راہ نہ تھی لہذا اپنی سمجھ کے قابل اسے غیوبِ خمسہ کی طرف پھیر دیا، دیوبندیوں کو تو شاید اس اشارے میں یہ بارہ۱۲ احتمال سمجھنے بھی دشوار ہوں حالانکہ وہ نہایت واضح ہیں اور ان کے سوا اور دقیق احتمال بھی تھے کہ ہم نے ترک کر دئے۔

شبہہ ثانیہ کے تین رد گزرے امر اوّل و دوم و سوم سے۔ **رابعاً** دیوبندیوں کی عبارت کہ آپ کے علم مشاہدہ میں نقصان ثابت ہوگیا علم غیب پر اطلاع تو ابھی دور ہے جس ناپاک و بیباک طرز پر واقع ہوئی اس کا جواب تو ان شاء اللہ تعالٰی روزِ قیامت ملے گا مگر ان سفیہوں کو دین کی طرح عقل سے بھی مس نہیں، امر اہم واعظم واجل واعلٰی میں اشتغال بار ہا امر سہل سے ذہول کا باعث ہوتا ہے ایسی جگہ اس کے ثبوت سے ہی اس کا انتفا ہوتا ہے نہ کہ اس کی نفی سے اس کی نفی پر استدلال کیا جائے، ولکن الوھابیۃ قوم یجھلون (لیکن وہابی جاہل قوم ہے۔ ت)۔

www.alahazratnetwork.org

شبہہ ثالثہ کے دو رد گزرے امر اول وسوم سے۔

ثالثًا یہ حدیث جس طرح دیوبندی نے بتائی صریح افترا ہے، نہ صحیح مسلم میں کہیں اس کا پتا ہے۔

رابعًا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اعمالِ اُمت پیش کئے جانے کو غلط و محض افترا کہنا غلط و محض افترا ہے۔ بزار اپنی مسند میں بسند صحیح جید حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حیاتی خیرلکم تحدثون ونحدث لکم، ووفاتی خیرلکم تعرض علی اعمالکم فما رأیت من خیر حمدت اللہ علیہ وما رأیت من شر استغفرت اللہ لکم[1]

میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے مجھ سے باتیں کرتے ہو اور ہم تم سے باتیں کرتے ہیں۔ اور میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائیں گے جب بھلائی دیکھوں گا حمدِ الٰہی بجالاؤں گا اور جب برائی دیکھوں گا تمہاری بخشش چاہوں گا۔ (ت)

اللھم صل وسلم وبارک علیہ صلٰوۃ تکون لک ولہ رضاء ولحقہ العظیم اداء اٰمین۔

اے اللہ! درود وسلام اور برکت عطا فرما آپ پر ایسا درود جو تیری اور ان کا رضا کا ذریعہ ہو اور اس سے ان کے عظیم حق کی ادائیگی ہو، آمین۔ (ت)

مسند حارث میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حیاتی خیرلکم تحدثون ونحدث لکم فاذا انا مت کانت وفاتی خیرا لکم تعرض علی اعمالکم فان رأیت خیرا حمدت اللہ وان رأیت شرا ذٰلک استغفرت اللہ لکم[2]

میری جینا تمہارے لئے بہتر ہے مجھ سے باتیں کرتے ہو اور ہم تمہارے نفع کی باتیں تم سے فرماتے ہیں، جب میں انتقال فرماؤں گا تو میری وفات تمہارے لئے خیر ہوگی، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائیں گے اگر نیکی دیکھوں گا حمدِ الٰہی کروں گا اور دوسری بات پاؤں گا تو تمہاری مغفرت طلب کروں گا۔

---

[1] البحر الزخار المعروف بمسند البزار حدیث ۱۹۲۵ مکتبۃ العلوم والحکم مدینۃ المنورۃ ۵/۳۰۸ و ۳۰۹

[2] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر ما قرب لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اجلہ دار صادر بیروت ۲/۱۹۴

ف: حدیث کے مذکورہ بالا الفاظ طبقات ابن سعد میں بکر بن عبداللہ مزنی سے منقول ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

اللھم صل وسلم و بارك علیه قدر رأفته و رحمته بامته ابدا أمین !

اے اللہ! آپ پر ہمیشہ اس قدر درود وسلام اور برکت نازل فرما جس قدر آپ اپنی امت پر مہربان ہیں، آمین! (ت)

ابن سعد طبقات اور حارث مسند میں اور قاضی اسمٰعیل بسند ثقات بکر بن عبداللہ مزنی سے مرسلاً راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حیاتی خیرلکم تحدثون و نحدث لکم فاذا انامت کانت وفاتی خیرا لکم تعرض علی اعمالکم فان رأیت خیرا حمدت اللہ وان رأیت شرا استغفرت لکم ۱؎

میری حیات تمہارے لئے بہتر ہے، جو نئی بات تم سے واقع ہوتی ہے ہم اس کا تازہ علاج فرماتے ہیں جب میں انتقال کروں گا میری وفات تمہارے لئے بہتر ہوگی تمہارے اعمال میرے حضور معروض ہوں گے میں نیکیوں پر شکر اور بدی پر تمہارے لئے استغفار فرماؤں گا۔

اللھم صل وسلم و بارك علی ھذا الحبیب الذی ارسلته رحمة وبعثته نعمة وعلی اٰله وصحبه عدد کل عمل وکلمة اٰمین!

اے اللہ! تمام اعمال اور تمام کلمات کی تعداد کے مطابق درود وسلام اور برکت نازل فرما اس حبیب پر جسے تُو نے رحمت اور نعمت بنا کر بھیجا ہے، آمین! (ت)

امام ترمذی محمد بن علی والد عبدالعزیز سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

تعرض الاعمال یوم الاثنین و یوم الخمیس علی اللہ تعالٰی و تعرض علی الانبیاء وعلی الاٰباء والامھات یوم الجمعة فیفرحون بحسناتھم و تزداد وجوھھم بیضا و نزھة فاتقوا

ہر دوشنبہ و پنجشنبہ کو اعمال اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں اور ہر جمعہ کو انبیاء اور ماں باپ کے سامنے، وہ نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہروں کی نورانیت اور چمک بڑھ جاتی ہے، تو اللہ سے ڈرو اور اپنے مُردوں کو اپنی بداعمالیوں

۱؎ کنز العمال بحوالہ ابن سعد عن بکر بن عبداللہ مرسلاً حدیث ۳۱۹۰۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۰۷
الجامع الصغیر " " حدیث ۳۷۷۱ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۲۹

www.alahazratnetwork.org

اللہ تعالٰی ولاتؤذوا موتاکم[1]

سے ایذا نہ دو۔

اللھم وفقنا لما ترضاہ وبرنا نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وتزداد وجوہ اٰبائنا وامھاتنا بیاضا واشراقا اٰمین۔

اے اللہ! ہمیں ایسے اعمال کی توفیق عطا فرما جن پر تُو اور ہمارا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خوش ہوں اور ان سے ہمارے ماں باپ کے چہروں کی نورانیت اور چمک میں اضافہ ہو۔ آمین! (ت)

ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اعمال امتی تعرض علیّ فی کل یوم جمعۃ واشتد غضب اللہ علی الزناۃ[2]

بے شک ہر جمعہ کے دن میری امت کے اعمال مجھ پر ہوتے ہیں اور زانیوں پر خدا کا سخت غضب ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

امام اجل عبداللہ بن مبارک سعید بن مسیب بن حزن رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی:

لیس من یوم الا تعرض فیہ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعمال امتہ غدوۃ وعشیۃ فیعرفھم بسیماھم واعمالھم[3]

کوئی دن ایسا نہیں جس میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم پر ان کی اُمت کے اعمال صبح وشام دو دفعہ پیش نہ ہوتے ہوں تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انھیں ان کی نشانی صورت سے بھی پہچانتے ہیں اور ان کے اعمال سے بھی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

تیسیر شرح جامع صغیر میں ہے:

وذلک کل یوم کما ذکرہ المؤلف وعدہ من خصوصیاتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وتعرض علیہ ایضا مع الانبیاء

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور میں پیشی تو ہر روز ہے جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی نے ذکر فرمایا اور اسے حضور کے خصائص سے گنا اور ہر دوشنبہ وپنجشنبہ کو بھی حضور صلی اللہ تعالٰی

---

[1] نوادر الاصول الاصل السابع والستون والمائۃ الخ دار صادر بیروت ص ۲۱۳

[2] حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۳۵۸ عمران القصیر دار الکتاب العربی بیروت ۶/۱۷۹

[3] کتاب الزہد باب فی عرض عمل الاحیاء علی الاموات حدیث ۱۶۶ دار الکتب العلمیہ بیروت الجزء الرابع ص ۴۲

www.alahazratnetwork.org

والاباء یوم الاثنین والخمیس[1]۔ قالہ تحت حدیث ابن سعد المذکور۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

علیہ وسلم پر اعمالِ امت انبیاء اور آباء کے ساتھ پیش ہوتے ہیں (یہ بات امام مناوی نے حدیث ابن سعد مذکور کے تحت فرمائی ہے اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ ت)

اس طرح بارگاہِ حضور میں اعمالِ اُمت کی پیشی روزانہ ہر صبح و شام کو الگ ہوتی ہے پھر ہر دو شنبہ اور پنجشنبہ کو جدا، پھر ہر جمعہ کو ہفتہ بھر کے اعمال کی پیشی جدا۔ بالجملہ دیوبندیوں کا اسے غلط و افترائے محض کہنا محض اسی بنا پر ہے کہ فضائلِ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے جلتے ہیں، صحیح حدیثوں کو کیا مانیں جب قرآن عظیم ہی سے بچ کر نکلتے ہیں اوندھے چلتے ہیں، فبای حدیث بعد اللہ واٰیتہ یؤمنون[2] (پھر اللہ اور اس کی آیتوں کو چھوڑ کر کونسی بات پر ایمان لائیں گے۔ ت)

شبہہ رابعہ کے دو رَد گزرے امر اول و دوم سے۔

ثالثاً حدیث ترمذی، جس سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر شدید اعتراض جمانا چاہا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[3] (اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ ت) اصول محدثین پر محلِ کلام اور اصولِ دین پر قطعاً حجیت سے ساقط ہے، ترمذی کے یہاں اس کے لفظ یہ ہیں:

حدثنا محمد بن یحیٰی ثنا محمد بن یوسف عن اسرائیل ثنا سماک بن حرب عن علقمۃ بن وائل الکندی عن ابیہ ان امرأۃ خرجت علٰی عہد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ترید الصلوٰۃ فتلقاھا رجل فتجللہا فقضی حاجتہ منہا فصاحت فانطلق ومر علیہا رجل فقالت ان ذٰلک الرجل فعل بی کذا وکذا ومرت بعصابۃ

علقمہ بن وائل کندی اپنے باپ (وائل) سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عہدِ اقدس میں ایک عورت نماز پڑھنے کیلئے نکلی تو اسے ایک مرد ملا جس نے اسے ڈھانپ لیا اور اس سے اپنی حاجت پوری کی وہ عورت چیخی تو وہ شخص چلا گیا، ایک اور شخص اس عورت کے پاس سے گزرا تو اس عورت نے کہا کہ اس مرد نے میرے ساتھ ایسا ایسا کیا ہے اور وہ خاتون مہاجرین کی

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث حیاتی خیر لکم مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/۵۰۲

[2] القرآن الکریم ۴۵/۶

[3] القرآن الکریم ۲۶/۲۲۷

www.alahazratnetwork.org

من المهاجرین فقالت ان ذاك الرجل فعل بی کذا کذا فانطلقوا فاخذوا الرجل الذی ظنت انه وقع علیها واتوھا فقالت نعم ھو ھذا فاتوا به رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فلما امر به لیرجم قام صاحبھا الذی وقع علیھا فقال یارسول الله انا صاحبھا فقال لھا اذھبی فقد غفر الله لك وقال للرجل قولاً حسناً وقال للرجل الذی وقع علیھا ارجموہ، وقال لقد تاب توبة لو تابھا اھل المدینة لقبل منھم۔ ھذا حدیث حسن غریب صحیح، وعلقمة بن وائل بن حجر سمع من ابیه وھو اکبر من عبدالجبار بن وائل وعبدالجبار بن وائل لم یسمع من ابیه۔[1]

ایک جماعت کے پاس سے گزری اور کہا اس مرد نے میرے ساتھ ایسا ایسا کیا ہے۔ وہ لوگ گئے اور اس مرد کو پکڑ لائے جس کے بارے میں اس خاتون نے گمان کیا تھا کہ اس نے اس کے ساتھ زنا کیا ہے، جب وہ اُسے خاتون کے پاس لائے تو اس نے کہا ہاں یہ وہی ہے۔ چنانچہ وہ اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس لے آئے، پھر جب آپ نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا تو وہ شخص اٹھ کر کھڑا ہوگیا جس نے فی الواقع اس عورت سے زنا کیا تھا اور عرض کی کہ یارسول اللہ! میں نے اس کے ساتھ زنا کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے اس عورت سے فرمایا، جا اللہ تعالٰی نے تیری مغفرت کردی اور پہلے مرد سے اچھا کلام فرمایا اور دوسرے مرد جس نے حقیقۃً زنا کیا تھا کے بارے میں فرمایا کہ اس کو سنگسار کردو۔ پھر فرمایا اس نے ایسی توبہ کی کہ اگر تمام اہل مدینہ یہ توبہ کرتے تو ان سے قبول کرلی جاتی۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ علقمہ بن وائل بن حجر نے اپنے باپ سے سماعت کی ہے اور وہ عبدالجبار بن وائل سے بڑے ہیں عبدالجبار نے اپنے باپ سے کچھ نہیں سُنا۔(ت)

(۱) وائل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے علقمہ کے سماع میں کلام ہے امام یحیٰی بن معین ان کی روایت کو منقطع بتاتے ہیں اور اسی پر حافظ نے تقریب میں جزم کیا، میزان میں ہے:

علقمة بن وائل بن حجر صدوق الا ان | علقمہ بن وائل بن حجر صدوق ہے مگر یحیٰی بن معین

---

[1] جامع الترمذی ابواب الحدود باب ماجاء فی المرأۃ اذا استکرھت علی الزنا امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۷۵

www.alahazratnetwork.org

یحیٰی بن معین یقول فیہ روایۃ عن ابیہ مرسلۃ[1]

کہتے ہیں کہ اس کی روایت اپنے باپ سے مرسل ہے۔ (ت)

تقریب میں ہے:

علقمۃ بن وائل صدوق الا انہ لم یسمع من ابیہ[2]

علقمہ بن وائل صدوق ہے مگر اپنے باپ سے اس نے کچھ نہ سنا۔ (ت)

(۲) پھر سماک بن حرب میں کلام ہے۔ تقریب میں ہے:

قد تغیر باخرہ فکان ربما یلقن[3]

آخر عمر میں وہ متغیر ہو گئے تھے چنانچہ بسا اوقات انھیں تلقین کی جاتی تھی (ت)

امام نسائی نے اس کے باب میں یہ فیصلہ کیا کہ جس حدیث کے تنہا وہی راوی ہوں حجت نہیں۔

میزان میں ہے:

قال النسائی اذا انفرد باصل لم یکن بحجۃ لانہ کان یلقن فیتلقن[4] اھ وقد انتقد الحافظ علی الترمذی تصحیحاتہ بل تحسیناتہ کما بیناہ فی مدارج طبقات الحدیث وغیرہا من تصانیفنا۔

نسائی نے کہا جس حدیث میں علقمہ منفرد ہو وہ حجت نہیں کیونکہ انھیں بات سمجھائی جاتی تب وہ سمجھتے اھ حافظ نے ترمذی پر اس کی تصحیحات بلکہ اس کی تحسینات پر تنقید کی۔ جیسا کہ ہم نے اپنی تصانیف مدارج طبقات الحدیث وغیرہ میں اس کو بیان کیا ہے۔ (ت)

اور اس پر ظاہر کہ اس حدیث کا مدار سماک پر ہے۔

(۳) ابوداؤد نے یہ حدیث بعینہٖ اسی سند سے روایت کی اور اسی میں یہ لفظ لیرجم (کہ اسے رجم کیا جائے۔ ت) جو منشاء اعتراض وہابی ہے اصلاً نہیں۔ اس کی سند یہ ہے:

حدثنا محمد بن یحیٰی بن فارس

ہمیں حدیث بیان کی محمد بن یحیٰی بن فارس نے وہ

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۵۷۹۱ علقمہ بن وائل دار المعرفۃ بیروت ۳/۱۰۸

[2] تقریب التہذیب ترجمہ ۴۷۰۰ " " " " دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۶۸۷

[3] " " " ۲۶۳۲ سماک بن حرب " " " ۱/۳۹۴

[4] میزان الاعتدال " ۳۵۴۸ " " " " دار المعرفۃ بیروت ۲/۲۳۳

www.alahazratnetwork.org

نا فریابی نا اسرائیل نا سماك بن حرب عن علقمة بن وائل عن ابیہ[1]

کہتے ہیں ہمیں فریابی نے وہ کہتے ہیں ہمیں اسرائیل نے وہ کہتے ہیں ہمیں سماک بن حرب نے علقمہ بن وائل سے انھوں نے اپنے باپ سے حدیث بیان کی (ت)

اور محل احتجاج میں لفظ صرف یہ ہیں :

فقالت نعم ھو ھذا فاتوا بہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلما امر بہ قام صاحبہا الذی وقع علیہا فقال یا رسول اللہ انا صاحبہا[2]

اس عورت نے کہا ہاں یہ وہی ہے۔ چنانچہ وہ لوگ اس کو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ جب آپ نے اُس کے بارے میں حکم دیا تو وہ شخص کھڑا ہوگیا جس نے فی الواقع اس عورت سے زنا کیا تھا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! میں نے اس کے ساتھ زنا کیا ہے۔ (ت)

آخر میں ہے :

قال ابوداؤد رواہ اسباط بن نصر ایضا عن سماك[3]

ابوداؤد نے کہا اس کو اسباط بن نصر نے بھی سماک سے روایت کیا ہے۔ (ت)

یہاں امر بہ مطلق ہے ممکن کہ تحقیقات کے لئے حکم فرمایا یہ بھی سہی کہ بقدر حاجت کچھ سخت گیری کرو قید کرو کہ اگر گناہ کیا ہو اقرار کرے کہ شرعاً متہم کی تعزیر جائز ہے۔ جامع ترمذی میں حسن بن معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے :

حدثنا علی بن سعید الکندی ثنا ابن المبارك عن معمر عن بھز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حبس

ہمیں حدیث بیان کی علی بن سعید کندی نے انھوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابن مبارک نے انھوں نے معمر سے انھوں نے بہز بن حکیم سے انھوں نے بواسطہ اپنے باپ اپنے دادا سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک شخص کو

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الحدود باب فی صاحب الحد یجیئ فیقر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۴۵

[2] " " " " " " " " " "

[3] " " " " " " " " " ۲/ ۲۴۶

www.alahazratnetwork.org

رجلا فی تہمۃ ثم خلی عنہ" قال الترمذی" وفی الباب عن ابی ھریرۃ حدیث بہز عن ابیہ عن جدہ حدیث حسن وقد روی اسمٰعیل بن ابراھیم عن بھز بن حکیم ھذا الحدیث اتم من ھذا واطول[1] قلت سند الترمذی حسن علی وبھز وحکیم کلھم صدوق ما اشار الیہ من روایۃ اسمٰعیل بن ابراھیم فقد رواھا ابن ابی عاصم فی کتاب العفو قال حدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ ثنا ابن عُلیۃ عن بھز عن ابیہ عن جدہ ان اخاہ اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال جیرانی علی ما اخذوا فاعرض عنہ فاعاد قولہ فاعرض عنہ وساق القصۃ قال فی اخرھا خلوا لہ عن جیرانہ[2]

کسی تہمت میں محبوس فرمایا پھر چھوڑ دیا۔ اس باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بھی روایت ہے۔ بہز کی حدیث بواسطہ اپنے باپ اپنے دادا سے حسن ہے بتحقیق اسمٰعیل بن ابراہیم نے بہز بن حکیم سے اس حدیث کو اتم و اطول روایت کیا ہے اھ۔ میں کہتا ہوں ترمذی کی سند حسن ہے، علی، بہز اور حکیم تمام صدوق ہیں۔ اسمٰعیل بن ابراہیم کی روایت سے جس حدیث کی طرف ترمذی نے اشارہ کیا ہے اس کو ابن ابی عاصم نے کتاب العفو میں روایت کیا، کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوبکر بن ابی شیبہ نے انھوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابن علیہ نے انھوں نے بہز سے انھوں نے بواسطہ اپنے باپ کے اپنے دادا سے روایت کی کہ اُن کے بھائی نے نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی کہ میرے پڑوسی کس بنیاد پر پکڑے گئے، آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے اعراض فرمایا، اُنھوں نے بات دُہرائی، آپ نے پھر اعراض فرمایا، اور پُورا قصہ بیان کیا۔ جس کے آخر میں ہے کہ آپ نے فرمایا اس کی خاطر اس کے پڑوسیوں کو چھوڑ دو۔ (ت)

(۴) امام بغوی نے مصابیح میں یہ حدیث ذکر کی اور اس میں سرے سے دوسرے شخص کا جس پر غلطی سے تہمت ہوئی تھی قصہ ہی نہ رکھا، مصابیح کے لفظ یہ ہیں:

عن علقمۃ بن وائل عن ابیہ

علقمہ بن وائل اپنے باپ وائل سے راوی ہیں کہ

---

[1] جامع الترمذی ابواب الدیات باب ماجاء فی الحبس فی التہمۃ امین کمپنی دہلی ۱/۱۷۰

[2] حدیث بالمفہوم سنن ابی داؤد کتاب القضاء ۲/۱۵۵ و مسند احمد بن حنبل ۵/۴

www.alahazratnetwork.org

ان امرأة خرجت علی عهد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تریں الصلٰوۃ فتلقاھا رجل فتجللہا فقضی حاجتہ منہا فصاحت صیحۃ وانطلق ومرت عصابۃ من المہاجرین فقالت ان ذٰلک فعل بی کذا وکذا فاخذوا الرجل فاتوا بہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال لہا اذھبی فقد غفر اللہ لک وقال للرجل الذی وقع علیہا ارجموہ و قال لقد تاب توبۃ لو تابہا اھل المدینۃ لقبل منہم[1]

ایک عورت نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں نماز کے ارادہ سے نکلی تو ایک مرد اسے ملا جو اس پر چھا گیا، اس نے عورت سے اپنی حاجت پُوری کر لی، وہ چیخی تو وہ مرد چلا گیا، مہاجرین کی ایک جماعت وہاں سے گزری تو وہ عورت بولی کہ اس شخص نے مجھ سے ایسا ایسا کیا ہے۔ لوگوں نے اُس شخص کو پکڑ لیا پھر اُسے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی خدمت میں لائے تو حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے اُس عورت سے فرمایا تُو جا تجھے اللہ تعالٰے نے بخش دیا ہے۔ اُس شخص کے بارے میں فرمایا جو اُس پر چھا گیا تھا کہ اُسے رجم کردو، اور فرمایا یقیناً اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر یہ توبہ سارے مدینہ والے کرتے تو ان کی توبہ قبول ہوجاتی۔

یہ بالکل صاف و بے دغدغہ ہے، مشکوٰۃ میں اسے ذکر کرکے کہا: رواہ الترمذی و ابوداؤد[2] (اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا۔ ت)۔

(۵) اس لفظ ترمذی میں اصل علّت یہ ہے کہ اگر کوئی عورت دھوکے سے کسی مرد پر زنا کی تہمت رکھ دے اور حاکم کے حضور نہ وہ مرد اقرار کرے نہ اصلاً کوئی شہادت معاینہ گزرے تو چار درکنار ایک گواہ بھی نہ ہو تو کیا ایسی صورت میں حاکم کو روا ہے کہ صرف عورت کے نام لے دینے سے اس کے رجم وقتل کا حکم دے دے، حاشا ہرگز نہیں، ایسا حکم قطعاً، یقیناً، اجماعاً قرآن عظیم شریعتِ مطہرہ کے بالکل خلاف اور صریح باطل وظلم وخونِ انصاف ہے۔ اس سے کوئی شخص انکار

---

[1] مصابیح السنۃ کتاب الحدود حدیث ۶۵۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۱۱۲
[2] مشکوٰۃ المصابیح ، الفصل الثانی قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۳۱۲

www.alahazratnetwork.org

نہیں کرسکتا، اور یہاں اسی قدر واقعہ تھا، ہمارے ائمہ کے یہاں مقبول ہے مگر انقطاعِ باطن باجماعِ علماء مردود و باطل و مخذول ہے اگرچہ کیسی ہی سندِ لطیف و صحیح سے آئے نزکریہ سند کر بوجوہ محلِ نظر ہے۔ سماک کے سوا اسرائیل میں بھی اختلاف ہے اگرچہ راجح توثیق ہے۔ امام علی مدینی نے فرمایا، اسرائیل ضعیف[1] (اسرائیل ضعیف ہے۔ت)، ابن سعد نے کہا، منهم من یستضعفه[2] (اُن میں سے بعض اُسے ضعیف قرار دیتے ہیں۔ت)، یعقوب بن شیبہ نے کہا، صالح الحدیث وفی حدیثه لین[3] (صالح الحدیث ہے اس کی حدیث میں کمزوری ہے۔ت)، میزان میں ہے، کان یحیٰی القطان لا یرضاه[4] (یحیٰی قطان اُسے پسند نہ کرتے تھے۔ت)، ابن حزم نے کہا، ضعیف، اور ان کی متابعت کر اسباط بن نصر نے کی، ان کا حال تو بہت گرا ہوا ہے۔ تقریب میں کہا،

صدوق کثیر الخطا یغرب[5] اھ۔

صدوق ہے بہت خطا کرتا ہے نوادرات بیان کرتا ہے اھ۔ (ت)

امّا ما حاول به التقصی عنه فی حاشیۃ نسخۃ الطبع اذ قال" لعل المراد فلما قارب ان یامر به و ذٰلك قاله الراوی نظرا الٰی ظاھر الامر حیث انھم احضروه فی المحکم عند الامام والامام اشتغل بالتفتیش عن حاله[6] اھ۔

مطبوعہ نسخے کے حاشیے میں محشی نے یوں کہہ کر اشکال سے بچنے کا ارادہ کیا ہے کہ شاید مراد اس سے یہ ہو کہ جب آپ رجم کا حکم دینے کے قریب ہوئے اور راوی نے ظاہر امر کو دیکھتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ آپ نے رجم کا حکم دیا۔ اس لئے کہ لوگوں نے اُس شخص کو امام کے پاس کچہری میں پیش کیا اور امام اُس کے حال کی تفتیش میں مشغول ہوئے اھ (ت)

فاقول لا یجدی نفعا

فاقول (تو میں کہتا ہوں) یہ کچھ نفع نہیں

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۸۲۰ اسرائیل بن یونس دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۰۹
[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
[4] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
[5] تقریب التہذیب ترجمہ ۳۲۱ اسباط بن نصر دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۴۶
[6] جامع الترمذی باب الحدود باب ماجاء فی المرأۃ اذا استکرھت علی الزنا (حاشیہ) امین کمپنی دہلی ۱/۱۷۵

www.alahazratnetwork.org

34 فان الاشتغال بالتفتیش لایفہم قرب الامر بالرجم ما لم یکن هناك شیئ یثبته وما کان هناك شهود ولا اقرار وما کان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم لیامر بقتل مسلم من دون ثبت فکیف یظهر للناظر قرب الامر بالرجم رجما بالغیب بل نسبة مثل هذا الفهم الرکیك الباطل الذی یترفع عنه احاد الناس الی الصحابة رضی الله تعالٰی عنهم ثم ادعاء انهم اعتمدوا علیه کل الاعتماد حتی نسبوا الامر بالرجم الی رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ازراء بالصحابة وهو یرفع الامان عن روایاتهم، و لاحول ولاقوة الا بالله العلی العظیم۔

دینا کیونکہ تفتیش میں مشغول ہونے سے رجم کا حکم دینے کے قریب ہونا نہیں سمجھا جاتا جب تک وہاں اسکو ثابت کرنے والی کوئی شے نہ پائی جائے، جبکہ وہاں نہ گواہ ہیں نہ اقرار اور نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم بغیر ثبوت کے کسی مسلمان کے قتل کا حکم نہیں دیتے تو ناظر پر محض تخمینے سے امرِ رجم کیسے ظاہر ہوگیا، بلکہ ایسے باطل ورکیک فہم جس سے عام لوگ بھی منزہ ہوں کی نسبت صحابہ کرام کی طرف کرنا پھر یہ دعوٰی کرنا کہ انھوں نے اس پر مکمل اعتماد کرلیا اور امرِ رجم کو انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف منسوب کردیا صحابہ کرام پر جسارت ہے اور یہ ان کی روایات سے امان کو اٹھادے گا۔ بلندی عظمت والے معبود کی توفیق کے بغیر نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے نہ نیکی کرنے کی قوت ہے۔ (ت)

رابعًا یہ سب علم ظاہر کے طور پر تھا اور علم حقیقت لیجئے تو وہابیہ کا عجب اوندھا پن قابلِ تماشا ہے وہ حدیث کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علوم غیب پر روشن دلیل ہے اس کو الٹی دلیل نفی ٹھہراتے ہیں۔ اللہ عزوجل نے ہمارے حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو شریعت وحقیقت دونوں کا حاکم بنایا حضور کے احکام شریعتِ ظاہرہ پر ہوتے اور کبھی حقیقتِ باطنہ پر حکم فرماتے مگر اس پر زور نہ دیا جاتا۔ ابن ابی شیبہ و ابویعلٰی و بزار و بیہقی انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں،

قال ذکروا رجلا عند النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فذکروا قوته فی الجهاد واجتهاده فی العبادة فاذاهم بالرجل مقبل فقال النبی صلی الله تعالٰی علیه و اٰله وسلم انی لاجد فی وجهه سفعة من الشیطان فلما دنی فسلم فقال له

صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم نے ایک شخص کی تعریف کی کہ جہاد میں ایسی قوت رکھتا ہے اور عبادت میں ایسی کوشش کرتا ہے، اتنے میں وہ سامنے سے گزرا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، میں اس کے چہرے پر شیطان کا داغ پاتا ہوں۔ اس نے پاس آکر سلام کیا، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی

www.alahazratnetwork.org

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم هل حدثت نفسك بانه ليس فی القوم احد خير منك ، قال نعم . ثم ذهب فاختط مسجدا او وقف يصلی ، فقال رسول اللہ ايكم يقوم فيقتله ، فقام ابوبكر فانطلق ، فوجده يصلی ، فرجع ، فقال وجدته قائما يصلی ، فهبت ان اقتله . فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ايكم يقوم فيقتله ، فقام عمر فصنع كما صنع ابوبكر . فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلم ايكم يقوم فيقتله ، فقال علی انا . قال انت ان ادركته فذهب فوجده قد انصرف فرجع . فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم هذا اول قرن خرج فی امتی لو قتلته ما اختلف اثنان بعده من امتی[1]

نے اس کے دل کی بات بتائی کہ کیوں تُو نے اپنے دل میں کہا کہ اس قوم میں تجھ سے بہتر کوئی نہیں۔ کہا ہاں۔ پھر چلا گیا اور ایک مسجد مقرر کرکے نماز پڑھنے کھڑا ہوا، حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون ایسا ہے جو اُٹھ کر جائے اور اُسے قتل کردے؛ صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ گئے، دیکھا وہ نماز پڑھتا ہے، واپس آئے اور عرض کیا کہ میں نے اُسے نماز میں دیکھا مجھے قتل کرتے خوف آیا۔ حضور نے پھر فرمایا، تم میں کون ایسا ہے کہ اُٹھ کر جائے اور اُسے قتل کردے؛ فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ گئے اور نماز پڑھتا دیکھ کر چھوڑ آئے اور وہی عذر کیا۔ حضور نے پھر فرمایا: تم میں کون ایسا ہے جو اٹھ کر جائے اور اسے قتل کردے؛ مولٰی علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کی: میں۔ حضور نے فرمایا، ہاں تم اگر اسے پاؤ۔ یہ گئے وہ جاچکا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: یہ میری امت سے پہلا سینگ نکلا تھا اگر یہ قتل ہوجاتا تو آئندہ اُمت میں کچھ اختلاف نہ پڑتا۔

خدمتِ اقدس میں ایک شخص حاضر کیا گیا جس نے چوری کی تھی، ارشاد ہوا اسے قتل کردو، عرض کی گئی اس نے چوری ہی تو کی ہے۔ فرمایا: خیر ہاتھ کاٹ دو۔ پھر اس نے دوبارہ چوری کی اور قطع کیا گیا، سہ بارہ زمانۂ صدیقِ اکبر میں پھر چرایا اور قطع کیا گیا، چوتھی بار پھر چوری کی اور قطع کیا گیا، پانچویں بار پھر چرایا،

---

[1] دلائل النبوۃ للبیہقی باب ما روی فی اخبارہ صلی اللہ علیہ وسلم الرجل الذی وصف الخ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۲۸۶ و ۲۸۸
مسند ابو یعلٰی عن انس حدیث ۳۶۵۶ و ۴۱۱۳ و ۴۱۲۸ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت ۳/ ۴۸۳ تا ۱۰ و ۴۱۵ و ۱۵۵ و ۱۹۲
کشف الاستار عن زوائد البزار کتاب اہل البغی باب علامتہم وجہادہم مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲/ ۳۶۰

www.alahazratnetwork.org

صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تیری حقیقت خوب جانتے تھے جبکہ اول ہی بار تیرے قتل کا حکم فرمایا تھا تیرا وہی علاج ہے جو حضور کا ارشاد تھا لے جاؤ اسے قتل کردو۔ اب قتل کیا گیا۔

ابویعلٰی اور شاشی اور طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک میں، ضیاء مقدسی صحیح مختارہ میں محمد بن حاطب اور حاکم مستدرک میں بافادہ تصحیح ان کے بھائی حارث بن حاطب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی،

قال اتی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلص فامر بقتلہ فقیل انہ سرق فقال اقطعوہ ثم جئ بہ بعد ذٰلک الی ابی بکر وقد قطعت قوائمہ فقال ابوبکر ما اجد لک شیئا الا ما قضی فیک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوم امر بقتلک فانہ کان اعلم بک فامر بقتلہ[1]

کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس ایک چور لایا گیا، آپ نے فرمایا، اس کو قتل کردو۔ عرض کی گئی کہ اس نے چوری ہی تو کی ہے۔ فرمایا، اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ پھر اسے صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس اس حال میں لایا گیا کہ اس کے تمام ہاتھ پاؤں کاٹے جاچکے تھے۔ تو آپ نے فرمایا، میں اس کے بغیر تیرا علاج نہیں جانتا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تیرے بارے میں فیصلہ فرمایا تھا کہ اس کو قتل کردو وہ تیرا حال خوب جانتے تھے۔ چنانچہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ (ت)

صحیح مستدرک کے لفظ حارث بن حاطب سے یہ ہیں،

ان رجلا سرق علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاتی بہ فقال اقتلوہ فقالوا انما سرق، قال فاقطعوہ ثم سرق ایضا فقطع

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں چوری کی اُسے آپ کی بارگاہ میں لایا گیا آپ نے فرمایا، اس کو قتل کردو، عرض کی گئی اس نے چوری ہی تو کی ہے۔ فرمایا، اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ اس

[1] کنز العمال بحوالہ ع والشاشی طب ک ص حدیث ۱۳۸۷۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۵/ ۵۳۸

www.alahazratnetwork.org

ثم سرق علی عہد ابی بکر فقطع، ثم سرق فقطع، حتی قطعت قوائمہ، ثم سرق الخامسۃ، فقال ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعلم بھذا حیث امر بقتلہ اذھبوا بہ فاقتلوہ[1]

نے پھر چوری کی پھر قطع کیا گیا۔ زمانۂ صدیقی میں پھر چوری کی پھر قطع کیا گیا، پھر چوری کی پھر قطع کیا گیا، یہاں تک کہ اس کے تمام ہاتھ پاؤں کاٹ دئے گئے۔ پانچویں مرتبہ اس نے پھر چوری کی۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کا حال خوب جانتے تھے جب کہ آپ نے پہلی مرتبہ ہی اس کے قتل کا حکم صادر فرمایا تھا۔ اس کو لے جاؤ اور قتل کردو۔ (ت)

ظاہر ہے کہ ان دونوں کے قتل کا حکم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے علوم غیب ہی کی بنا پر فرمایا تھا ورنہ ظاہر شریعت میں وہ مستحق قتل نہ تھے۔ امام جلیل جلال الملۃ والدین سیوطی سلمہ اللہ تعالٰی خصائص کبرٰی شریف میں فرماتے ہیں:

باب ومن خصائصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ جمع بین القبلتین والھجرتین وانہ جمعت لہ الشریعۃ والحقیقۃ ولم یکن للانبیاء الا احدھما بدلیل قصۃ موسٰی مع الخضر علیہما الصلوٰۃ والسلام وقولہ انی علی علم من علم اللہ لاینبغی لک ان تعلمہ وانت علی علم من علم اللہ تعالٰی لاینبغی لی ان اعلمہ

باب اور حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ دو قبلوں اور دو ہجرتوں کے جامع ہیں۔ اور یہ کہ آپ کے لئے شریعت وحقیقت کو جمع کردیا گیا۔ دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے کسی میں یہ دونوں وصف جمع نہ ہوئے بلکہ وہ صرف ایک وصف کے ساتھ متصف ہوئے۔ اس کی دلیل سیدنا موسٰی علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ ہے۔ اور حضرت خضر علیہ السلام کا وہ قول کہ آپ نے حضرت موسٰی علیہ السلام سے کہا "میں اللہ تعالٰی کی طرف سے ایسے علم کا حامل

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب الحدود حکایۃ سارق قتل فی الخامسۃ دارالفکر بیروت ۴/ ۳۸۲

www.alahazratnetwork.org

وقد كنت قلت هذا الكلام اولا استنباطا من هذا الحديث من غير ان اقف عليه في كلام احد من العلماء، ثم رأيت البدر بن الصاحب اشار اليه في تذكرته ووجدت من شواهده حديث السارق الذي امر بقتله والمصلي الذي امر بقتله وقد تقدم في باب الاخبار بالمغيبات.

ہوں جسے جاننا آپ کو مناسب نہیں اور آپ کو منجانب اللہ ایسا علم عطا ہوا جس کو جاننا مجھے مناسب نہیں۔ (امام سیوطی فرماتے ہیں) میں پہلے یہ بات حدیث سے استنباط کر کے کہا کرتا تھا بغیر اس کے کہ میں اس بارے میں کسی عالم کے کلام پر مطلع ہوتا۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ بدر بن الصاحب نے اپنے تذکرہ میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

اور میں نے اس کے شواہد میں وہ حدیث پائی جس میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک چور کو قتل کرنے کا حکم دیا اور وہ حدیث کہ جس میں آپ نے ایک نمازی کو قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا' دونوں مذکورہ حدیثیں اس سے قبل "الاخبار بالمغیبات" کے باب میں گزر چکی ہیں۔

زيادة ايضاح لهذا الباب فقد اشكل فهمه على قوم ولو تأملوا لاتضح لهم المراد بالشريعة الحكم بالظاهر وبالحقيقة الحكم بالباطن وقد نص العلماء على ان غالب الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام انما بعثوا ليحكموا بالظاهر دون ما اطلعوا عليه من بواطن الامور وحقائقها وبعث الخضر عليه السلام ليحكم بما اطلع عليه من بواطن الامور وحقائقها وكون الانبياء لم يبعثوا بذلك

اس باب کی مزید وضاحت؛ تحقیق لوگوں کو اس کے سمجھنے میں مشکل پیش آئی اور اگر وہ غور و فکر کرتے تو مطلب واضح ہو جاتا کہ شریعت سے مراد ظاہری حکم اور حقیقت سے مراد باطنی حکم ہے۔ بے شک علمائے کرام نے اس بات کی تصریح فرمائی کہ اکثر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اس لئے مبعوث ہوئے کہ وہ ظاہر پر حکم کریں نہ کہ امور باطنیہ اور ان کے حقائق پر جن سے وہ مطلع ہوتے۔ اور حضرت خضر علیہ السلام کی بعثت اس پر ہے کہ وہ اس پر حکم دیں اور جو امور باطنیہ اور اسکے حقائق سے متعلق ہیں اور جس پر ان کو اطلاع و

www.alahazratnetwork.org

انکر موسٰی علیه قتله الغلام وقال له "لقد جئت شیئا نکرا" لان ذٰلك خلاف الشرع فاجابه بانه امر بذالك وبعث به فقال "وما فعلته عن امری" (ذٰلك تاویل) وھذا معنی قوله له انك علی علم الٰی اٰخرہ۔

خبر ہے۔ چونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اس کے ساتھ بعثت نہیں ہوتی یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بچہ کے قتل پر اعتراض کیا جس کو حضرت خضر علیہ السلام نے قتل کیا تھا اور ان سے کہا "بے شک تم نے بہت بُری بات کی" اس لئے کہ قتلِ نفس شریعت کے خلاف ہے، لہذا اس کا جواب حضرت خضر علیہ السلام نے دیا کہ انھیں اسی کا حکم دیا گیا ہے اور اسی کے ساتھ بھیجا گیا ہے، اور کہا کہ یہ قتل میں نے اپنے ارادے سے نہیں کیا ہے اور یہی مطلب ان کے اس کہنے کا ہے جو کہ انھوں نے کہا تھا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے علم کا حامل ہوں جسے جاننا آپ کو مناسب نہیں الخ۔

قال الشیخ سراج الدین البلقینی فی شرح البخاری المراد بالعلم التنفیذ والمعنی لاینبغی لك ان تعلمه لتعمل به لان العمل به مناف لمقتضی الشرع ولاینبغی ان اعلمه فاعمل بمقتضاہ لانه مناف لمقتضی الحقیقة قال فعلی ھذا لایجوز للولی التابع للنبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم

شیخ سراج الدین بلقینی رحمۃ اللہ علیہ نے "شرح بخاری" میں فرمایا کہ علم سے مراد حکم کا نافذ کرنا ہے اور ان کے اس کہنے کا مطلب یہ تھا کہ مناسب نہیں ہے کہ آپ اس کا علم حاصل کریں تاکہ آپ اس پر حکم نافذ کریں، کیونکہ اس پر عمل کرنا تقاضائے شریعت کے خلاف ہے، اور نہ یہ مناسب ہے کہ میں اسے حاصل کروں اور اس کے مقتضاء پر عمل کروں کیونکہ یہ بھی مقتضائے حقیقت کے منافی ہے۔ شیخ سراج الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا اس قاعدے کے بموجب اس ولی کے لئے جائز نہیں ہے جو نبی کریم صلی اللہ

www.alahazratnetwork.org

اذا اطلع على حقيقة ان ينفذ ذلك بمقتضى الحقيقة و انما عليه ان ينفذ الحكم الظاهر انتہی۔

تعالٰی علیہ وسلم کا تابع ہے کہ جب وہ حقیقت پر مطلع ہو تو وہ بمقتضائے حقیقت اس کا نفاذ کرے۔ بے شک اس پر یہی لازم ہے کہ حکم ظاہر کو نافذ کرے، انتہی۔

وقال الحافظ ابن حجر فی الاصابة قال ابوحیان فی تفسیرہ الجمہور علی ان الخضر نبی وکان علمہ معرفة بواطن اوحیت الیہ وعلم موسٰی الحکم بالظاھر فاشار الی ان المراد فی الحدیث بالعلمین الحکم بالباطن و الحکم بالظاھر لا لامر اٰخر۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "الاصابہ" میں فرمایا کہ ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں بیان کیا کہ جمہور اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں اور ان کا علم ان امور باطنیہ کی معرفت تھی جس کی انھیں وحی کی گئی جبکہ حضرت موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم ظاہر پر حکم لگانا تھا۔ حدیث میں دو علوم جن کی طرف اشارہ فرمایا ہے اس سے مراد ظاہر و باطن پر حکم لگانا ہے، اس کے علاوہ کوئی دوسرا مطلب مراد نہیں ہے۔

وقد قال الشیخ تقی الدین السبکی ان الذی بعث بہ الخضر شریعة لہ فالکل شریعة و اما نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانہ امر اولا ان یحکم بالظاھر دون ما اطلع علیہ من الباطن والحقیقة کغالب الانبیاء علیہم الصلٰوة والسلام، ولهذا قال نحن نحکم بالظاھر، و فی لفظ انما اقضی بالظاھر

شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا وہ حکم جس کے ساتھ حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے وہ ان کی شریعت تھی لہذا یہ سب شریعت ہے۔ اور ہمارے نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو ابتداء میں یہ حکم فرمایا گیا کہ ظاہر پر حکم فرمائیں اور اس باطن وحقیقت پر حکم نہ دیں جس کی آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خبر ہے جس طرح کہ اکثر انبیاء علیہم السلام کا معمول تھا۔ اسی بناء پر حضور نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ہم تو ظاہر پر حکم دیتے ہیں"۔

www.alahazratnetwork.org

والله يتولى السرائر وقال انما اقضي بنحو ما اسمع فمن قضيت له بحق اخر فانما هي قطعة من النار وقال للعباس اما ظاهرك فكان علينا واما سريرتك فالى الله وكان يقبل عذر المتخلفين عن غزوة تبوك ويكل سرائرهم الى الله وقال في تلك المرأة لو كنت راجما احدا من غير بينة لرجمتها وقال ايضا لولا القرآن لكان لي ولها شان فهذا كله صريح في انه انما يحكم بظاهر الشرع بالبينة او الاعتراف دون ما اطلعه الله عليه من بواطن الامور وحقائقها ثم ان الله زاده شرفا واذن له ان يحكم بالباطن وما اطلع

ایک روایت میں اس طرح ہے "میں تو ظاہر پر فیصلہ دیتا ہوں باطنی حالات کا خدا عزوجل مالک ہے۔" اور یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "میں تو اسی پر فیصلہ دیتا ہوں جیسا کہ میں سنتا ہوں، لہذا میں نے جس کے لئے دوسرے کے حق کا فیصلہ کردیا ہے تو وہ یہ جان لے کہ وہ آگ کا ٹکڑا ہے۔" اور یہ کہ حضور پرنور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے فرمایا: "جہاں تک تمہارے ظاہر کا تعلق ہے تو وہ ہمارے ذمہ ہے لیکن جو تمہاری باطنی حالت ہے وہ اللہ عزوجل کے ذمہ ہے۔" اور یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم غزوہ تبوک سے رہ جانے والوں کی معذرت قبول فرماتے تھے اور ان کے باطنی حالات کو اللہ تعالٰے کے سپرد فرماتے تھے۔

اور یہ کہ حضور نبی کریم علیہ الصلٰوۃ والسلام نے ایک عورت کے بارے میں فرمایا: "اگر میں بغیر دلیل وشہادت کے کسی کو سنگسار کرتا تو ضرور اس عورت کو سنگسار کرتا۔" اور یہ بھی فرمایا کہ "اگر قرآن نہ ہوتا تو یقیناً میرے لئے اور اس عورت کے لئے کچھ اور ہی معاملہ ہوتا۔" یہ تمام نظائر اور شواہد اس بات کے مظہر ہیں کہ آپ کو دلیل و شہادت یا اعتراف و اقرار کے ساتھ ظاہر شریعت پر فیصلہ دینے کا حکم ہوا نہ کہ اس پر جو باطنی امور پر اللہ عزوجل نے آپ کو مطلع فرمایا

www.alahazratnetwork.org

عليه من حقائق الامور فجمع له بين ما كان للانبياء و ما كان للخضر خصوصية خصه الله بها و لم يجمع الامران لغيره، وقد قال القرطبي في تفسيره اجمع العلماء عن بكرة ابيهم انه ليس لاحد ان يقتل بعلمه الا النبي صلى الله تعالٰى عليه وسلم وشاهد ذٰلك حديث المصلي والسارق الذين امر بقتلهما فانه اطلع على باطن امرهما وعلم منهما ما يوجب القتل۔

اور اس کے حقائق آپ پر واضح فرمائے۔ اس کے بعد اللہ عزوجل نے آپ کے شرف کو اور زیادہ فرمایا اور آپ کو اجازت فرمائی کہ آپ باطن پر حکم لگائیں اور جن امور کی حقیقتوں کی آپ کو اطلاع دی گئی ہے اس پر فیصلہ فرمائیں۔ تو اس طرح آپ ان تمام معمولات کے جو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ و السلام کے لئے تھے اور اس خصوصیت کے ساتھ جو حضرت خضر علیہ السلام کے لئے اللہ عزوجل نے خاص فرمائے جامع تھے اور یہ امر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی اور نبی میں جمع نہیں کیا گیا۔ اور امام قرطبی علیہ الرحمہ نے اپنی تفسیر میں فرمایا علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ کسی کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ اپنے علم کے ساتھ کسی کے قتل کا حکم دے سوائے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے۔ اس کی شاہد اس نمازی اور چور والی حدیث ہے جن کے قتل کرنے کا حکم حضور پُرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیا تھا کیونکہ اللہ تعالٰی نے ان دونوں کے باطنی حالات پر آپ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو مطلع فرما دیا تھا اور ان دونوں کے بارے میں آپ کو علم ہو گیا تھا کہ واجب القتل ہیں اگرچہ ان کا قتل کچھ عرصہ بعد واقع ہوا)۔

ولو تفطن الذين لم يفهموا الى استشهادي بهذين الحديثين في اٰخر الباب

(امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) کاش کہ یہ علماء اعلام اس بات کو سمجھ سکتے جس کو انھوں نے نہیں سمجھا جس کی طرف میں نے آخر باب میں ان

www.alahazratnetwork.org

لعرفوا ان المراد الحکم بالظاهر والباطن فقط لاشیئ اخر لا یقوله مسلم و لا کافر ولا مجانین المارستان، وقد ذکر بعض السلف ان الخضر الی الاٰن ینفذ الحقیقة وان الذین یموتون فجاءة هو الذی یقتلهم فان صح ذٰلك فهو فی هٰذه الامة بطریق النیابة عن النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فانه صار من اتباعه کما ان عیسٰی علیه السلام لما ینزل یحکم بشریعة النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم نیابة عنه و یصیر من اتباعه وامته اھ۔

دونوں حدیثوں کے ساتھ استشہاد کیا ہے۔ اگر وہ یہ بات سمجھ جاتے تو یقیناً جان لیتے کہ مراد فقط ظاہر اور باطن کے ساتھ حکم فرمانا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ اس کے سوا اور کوئی بات نہ مسلمان کہہ سکتا ہے اور نہ کافر اور نہ مجنون و پاگل۔ بعض اسلاف رحمہم اللہ تعالٰی نے ذکر فرمایا ہے کہ حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام اب تک حقیقت کو نافذ کرتے ہیں، اور وہ لوگ جو اچانک مرجاتے ہیں وہ وہی ہوتے ہیں جن کو انھوں نے قتل کیا ہوتا ہے۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو ان کا یہ عمل اس اُمت میں نبی اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے بطور نیابت ہوگا اور وہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے متبعین میں سے ہوں گے جس طرح کہ حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب نازل ہوں گے تو وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شریعت کے ساتھ آپ کی نیابت میں حکم دیں گے وہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے متبعین اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی اُمت میں سے ہوں گے۔[1] (ت)

اس کلامِ نفیس سے ثابت کہ عام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو صرف ظاہر شرع پر عمل کا اذن ہوتا ہے، اور سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے علم مغیبات پر عمل کا حکم ہے ولہذا انھوں نے ناسمجھ بچہ کو بے کسی جُرم ظاہر کے قتل کردیا اور یہ کہ اب جو ناگہانی موت سے مرجاتے ہیں انھیں بھی وہی قتل فرماتے ہیں، اور ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو ظاہر شرع

[1] الخصائص الکبرٰی باب ومن خصائصه انه جمع بین القبلتین الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۲/ ۱۹۱ و ۱۹۲

www.alahazratnetwork.org

اور اپنے علومِ غیب دونوں پر عمل و حکم کا رب عزوجل نے اختیار دیا ہے۔ اور امام قرطبی نے اجماعِ علماء نقل فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اختیار ہے کہ محض اپنے علم کی بنا پر قتل کا حکم فرمادیں اگرچہ گواہ شاہد کچھ نہ ہو، اور حضور کے سوا دوسرے کو یہ اختیار نہیں، تو اگر اُس نماز والے یا اُس چور یا اُس شخص کو جس پر عورت نے دھوکے سے تہمت رکھی تھی قتل کا حکم فرمائیں تو یقیناً وہ حضور کے علومِ غیب ہی پر مبنی ہے نہ کہ ان کا نافی۔ کیوں وہابیو! اب تو اپنی اوندھی مَت پر مطلع ہوئے! فانی تؤفکون (تو تم کہاں اوندھے جاتے ہو۔ ت)

مسلمانو! وہابیہ کے مطلب پر بھی غور کیا، حکم کے دو ہی مبنے ہوئے، یا ظاہر شرع یا باطنی علومِ غیب۔ ظاہر ہے کہ یہاں ظاہر کی رُو سے تو اصلاً حکمِ رجم کی گنجائش نہ تھی، نہ ملزم کا اقرار، نہ اصلاً کوئی گواہ، صرف مدعی کا غلط دعوٰی سُن کر قتل کا حکم فرمادیں، نبی کی شان تو ارفع و اعلٰی ہے۔ آج کل کا کوئی عالم، نہ عالم کوئی جاہل حاکم ہی ایسا کر بیٹھے تو ہر عاقل اسے یا سخت جاہل یا پکا ظالم کہے تو حدیث صحیح مان کر راہ نہ تھی مگر اسی طرف کہ حضور نے بربنائے تہمت ہرگز یہ حکم نہ دیا بلکہ اپنے علومِ غیب سے جانا کہ یہ شخص قابلِ رجم ہے اس بنا پر حکمِ رجم فرمایا، اسے وہابیہ مانتے نہیں بلکہ بزعمِ خود اسی کے ابطال کو یہ حدیث لائے ہیں، تو اب سمجھ لیجئے کہ ان کا مطلب کیا ہوا اور اُنھوں نے تمھارے پیارے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم پر کیسا بھاری الزام قائم کیا، کیوں نہ ہو عداوت کا یہی مقتضٰی ہے۔

قد بدت البغضاء من افواههم وما تخفی صدورهم اکبر قد بینا لکم الاٰیٰت ان کنتم تعقلون[1]۝ والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم[2]۝ رب اعوذبک من ھمزات الشیطٰن واعوذبک رب ان یحضرون[3]۝ وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا و مولانا	بَیر ان کی باتوں سے جھلک اُٹھا اور وہ جو سینے میں چھپائے ہیں بڑا ہے ہم نے نشانیاں تمھیں کھول کر سُنا دیں اگر تمھیں عقل ہو۔ اور جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔ اے میرے رب تیری پناہ شیطانوں کے وسوسوں سے اور اے میرے رب تیری پناہ کہ وہ میرے پاس آئیں۔ اور اللہ درود نازل فرمائے ہمارے آقا و مولٰی

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸

[2] " " ۹/ ۶۱

[3] " " ۲۳/ ۹۷ و ۹۸

www.alahazratnetwork.org

محمد و اٰلہ وصحبہ اجمعین و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ مجدہ اتم و احکم۔

محمد مصطفٰی پر، آپ کی آل اور آپ کے تمام صحابہ پر۔ اور ہماری دعا کا خاتمہ یہ ہے کہ سب خوبیوں سراہا اللہ جو رب ہے سارے جہان کا۔ اور اللہ سبحنہ وتعالٰی خوب جانتا ہے۔ اور اس کا علم اتم واحکم ہے۔ (ت)

رسالہ "ازاحۃ العیب بسیف الغیب" ختم ہوا۔

مسئلہ ۱۵۰: از موضع پارہ پرگنہ موراانواں ضلع اناؤ مسئولہ محمد عبدالرؤف صاحب ۳ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا عقیدہ ہے کہ قیام کرنا بوقتِ ذکرِ ولادت شریف بدعت سیئہ ہے کیونکہ اس کا ثبوت قرآن وحدیث سے مطلق پایا نہیں جاتا اور نہ وہ بات جو بعد قرونِ ثلٰثہ قائم کی گئی قابل ماننے کے ہے۔ اور کہتا ہے کہ کیا اُسی وقت حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پیدائش ہوتی ہے جو یہ تعظیمی قیام کیا جاتا ہے یا یہ کہ اُسی وقت آپ کی تشریف آوری ہوتی ہے، اگر یہ صحیح ہے تو کس مقام مجلس میں آپ متجلی ہوتے ہیں، اگر حضارِ محفل میں آپ رونق افروز ہوتے ہیں، تو یہ اور بے ادبی ہے کہ میلاد خواں منبر پر اور آپ فرشِ زمین پر، اور اگر آپ منبر پر جلوہ فگن ہوتے ہیں تو یہ بھی بے ادبی ہوتی کہ برابری کا مرتبہ ظاہر ہوتا ہے، لہذا بہر نوع قیام بدعت سیئہ ہے۔ اسکے برعکس عمرو محفل میلاد شریف اور قیام تعظیمی وتقسیم شیرینی وغیرہ کو اپنا فرض منصبی اور نہایت درجہ مستحسن اور وسیلۂ نجات اور ذریعہ فلاحت دینی ودنیوی سمجھتا ہے، فقط۔

الجواب

قیام وقت ذکرِ ولادت سیدالانام علیہ وعلٰی ذویہ افضل الصلوۃ والسلام بلاشبہہ مستحب ومستحسن علمائے اعلام وعادت محبین کرام وغیظ وہابیہ لئام ہے ہم نے اپنے رسالہ "اقامۃ القیامۃ علٰی طاعن القیام لنبی تہامۃ" صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وغیرہا میں اُسے متعدد آیات قرآن مجید سے ثابت کیا، مگر وہابیہ کو کیا سُوجھے، لھم اعین لا یبصرون بھا[1] (وہ آنکھیں رکھتے ہیں

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۷۹

www.alahazratnetwork.org

جن سے دیکھتے نہیں۔ت) خصوصاً قرآن عظیم تک اُن کی فہم کیا پہنچے، قال اللہ تعالٰی،

وجعلنا علی قلوبھم اکنۃ ان یفقھوہ[1] ہم نے ان کے دلوں پر غلاف کردیئے کہ اسے نہ سمجھیں۔(ت)

ہم جو آیات تلاوت کریں اُن کا کان کیونکر سُنے وفی اٰذانھم وقرا[2] (اور ان کے کانوں میں گرانی۔ت) راہِ حق کی دعوت انھیں کیا نفع دے،

وان تدعھم الی الھدٰی فلن یھتدوا اذا ابدا[3] اور اگر انھیں تم ہدایت کی طرف بلاؤ تو جب بھی ہرگز کبھی راہ نہ پائیں گے۔(ت)

قرونِ ثلثہ کی بحث میں وہابیہ کو ہزاروں بار ان کے گھر پہنچا دیا گیا جس کا روشن بیان اصول الرشاد تصنیف لطیف امام العلماء حضرت سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد میں ہے۔ مدرسۂ دیوبند بایں قوانین مخترعہ تو قرونِ ثلثہ درکنار قرونِ اثنا عشر کے بعد قائم ہوا پہلے اس کی بناڈھائیں اینٹ سے اینٹ بجائیں، یا یہ مسئلہ صرف انھیں چیزوں کے حرام کرنے کو ہے جن میں تعظیم ومحبتِ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واولیاءِ کرام علیہم الرضوان الاتم ہے یہ قیام ذکر تشریف آوری کی تعظیم ہے دل میں عظمت ہو تو جانیں کہ تعظیمِ ذکر شریف مانند تعظیم ذاتِ اقدس ہے کما بینہ الامام القاضی عیاض رحمہ اللہ تعالٰی فی کتاب الشفاء والامام احمد القسطلانی فی المواھب الشریفۃ (جیسا کہ امام قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب الشفاء میں اور امام احمد قسطلانی نے مواہب شریفہ میں اسے بیان کیا۔ت) دل کے اندھے اُسے بھلا کر خود ذات کریم کی تشریف آوری ڈھونڈتے ہیں اور بے ادب گستاخ یہاں تک بڑھتے ہیں کہ "کیا اُسی وقت حضور کی پیدائش ہوتی ہے"۔ ہم مدعی نہیں کہ ہر مجلس مبارک میں تشریف آوری ضرور ہے' ہاں ہوتی ہے، اکابر اولیاء نے بارہا مشاہدہ کی ہے جیسا بہجۃ الاسرار امام اوحد ابوالحسن نور الدین علی شطنوفی وتنویر الحلک امام جلال الدین سیوطی و تصانیف شاہ ولی اللہ دہلوی وغیرہا میں مذکور ہے اور اس پر بیہودہ تشقیق کہ فرش پر تشریف رکھتے ہیں یا منبر پر جہل محض ہے۔ ایسا جاہلانہ سوال اُن تمام تشریف آوریوں پر ہوگا جن کا ذکر اٰئمہ

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۲۵

[2] " " ۶/ ۲۵

[3] " " ۱۸/ ۵۷

www.alahazratnetwork.org

اکابر نے فرمایا اور خود ظاہری حیاتِ اقدس میں تشریف آوری اور تشریف فرمائی کس طرح ہوتی تھی' اور صحیح بخاری شریف کی اُس حدیث کو تو بالکل چھیل کر پھینک دینا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد کریم میں حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے منبر بچھاتے اور وہ اس پر قیام کرکے نعتِ اقدس سناتے اُس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہاں تشریف رکھتے تھے' فرش پر حسان سے نیچے یا منبر پر حسان کے برابر ؟ جو وہاں جواب دے ویسا بلکہ اس سے اعلیٰ یہاں موجود ہے کہ جلوہ فرمائی چشمِ ظاہر سے غیر مشہود ہے اور نور کی جلوہ افروزی فرش وغیرہ سے جدا متعالی از معہود ہے۔ علامہ علی قاری شرح شفاء شریف میں فرماتے ہیں :

ان روح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضرۃ فی بیوت اھل الاسلام۔[1]

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی روحِ پاک تمام مسلمانوں کے گھروں میں تشریف فرما ہے۔

یہ تشریف فرمائی زمین پر ہے کہ چھت والے اونچے ہوں یا چھت پر کہ دو منزلہ والے بلند' اور جن کے چھت نہیں ایک نیچا چھپّر ہے اور اس کے گرد مکان اُس گھر میں تشریف فرمائی کس طرح ہے، بلکہ رب عزوجل فرماتا ہے :

ونحن اقرب الیہ من حبل الورید۔[2]

ہم آدمی سے اس کی رگِ گردن سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

اب ایک شخص لیٹا، دوسرا بیٹھا، تیسرا کھڑا، چوتھا سامنے کی چھت پر چڑھا ہے رب عزوجل کہ اس لیٹے کی شہ رگ سے قریب ہے کیا یہ تینوں اُس سے اونچے ہیں، کیسی سخت بے ادبی وگستاخی ہے۔ یونہی حدیث قدسی میں ہے، رب عزوجل فرماتا ہے :

انا جلیس من ذکرنی۔[3]

میں اپنے یاد کرنے والے کا ہمنشین ہوں۔

یاد وہ بھی کررہے ہیں جو فرش پر ہیں اور وہ بھی جو منبر پر، تو کیا ان سب کے برابر ہوا اور منبر والے سے نیچا! ولکن الوھابیۃ قوم لا یعقلون، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

لیکن وہابی بے عقل قوم ہے، اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر نہ گناہ سے بچا جاسکتا ہے اور نہ ہی کوئی

---

[1] شرح الشفاء لملا علی القاری علی ہامش نسیم الریاض فصل فی المواطن التی یستحب فیھا الصلوٰۃ الخ ۳/ ۴۶۴

[2] القرآن الکریم ۵۰/ ۱۶

[3] کشف الخفا حدیث ۶۱۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۸۳

www.alahazratnetwork.org

وصلی اللہ تعالٰی وسلم علٰی سیدنا و مولٰینا و ذویہ اجمعین ، واللہ تعالٰی اعلم ، و انما زدنا الوجہین الآخرین لابانۃ جہلہ فی قیاس الشاھد علی الغائب فاعلم و ربك اعلم۔

نیکی کرنے کی طاقت ہوتی ہے۔ ہمارے سردار و مالک اور ان کے تمام اصحاب پر اللہ تعالٰی درود و سلام بھیجے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ آخری دونوں وجہیں ہم نے صرف اس لئے زیادہ کر دی ہیں تاکہ شاہد کو غائب پر قیاس کرنے کے سلسلہ میں اس کی جہالت ظاہر ہو جائے، تو جان لے اور تیرا پروردگار خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۵۱: از شہر محلہ باغخانہ مسئولہ محمد بخش صاحب ۲۳ جمادی الاولٰی ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص میلاد شریف بھی کراتا ہے اور تمام اولیاء اللہ کی نیاز نذر بھی کرتا ہے اور سب کو مانتا ہے، اور وہ شخص یہ بات کہتا ہے کہ تمام کام کرو لیکن وہ شخص ان باتوں کو منع کرتا ہے کہ مزار شریف پر جاکر مرادیں مت مانگو بلکہ اللہ سے مراد مانگو اور مزار پر جاکر نیاز نذر سب کچھ کرو۔ اور کہتا ہے کہ مرادیں اس طریقہ پر مت مانگو کہ فلاں فلاں میری حاجت رفع ہو، مزار پر جاکر مت مانگو، مزار پر جاکر فاتحہ پڑھو ثواب پہنچاؤ، زیارت کرو کہ کیسے کیسے بزرگ آدمی گزرے ہیں۔ کچھ کرو لیکن مراد مت مانگو خدا سے عرض کرو۔

الجواب

اگر وہ شخص اور کوئی بات وہابیت کی نہیں رکھتا اور وہابیوں اور دیوبندیوں کو کافر جانتا ہے تو اتنا کہنے سے وہابی نہیں ہوسکتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۲ تا ۱۵۶: از قصبہ نظام آباد ضلع اعظم گڑھ مسئولہ سید علی اصغر ۹ شعبان چہار شنبہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسائل ذیل میں کہ:

(۱) حنفی کس کو کہتے ہیں، پوری پوری تعریف کیا ہے؟

(۲) زید ایک فارغ التحصیل علومِ عربیہ کا ہے اور اپنے کو حنفی مذہب کا مقلد کہتا ہے، آمین بالجہر، رفع یدین، قراءت فاتحہ خلف الامام کا قائل نہیں، تراویح بیس رکعت پڑھتا ہے اور وتر تین رکعت۔ کتب فقہیہ پر عمل کرتا ہے۔ مسلمانوں کو زید کے پیچھے نماز پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ اور ایسی صورت میں زید کو حنفی کہیں گے یا نہیں؟

(۳) محفلِ میلاد شریف میں قیام کرنا کیسا ہے؟

www.alahazratnetwork.org

(۴) زید محفل میلاد شریف میں شریک ہوتا ہے اور قیام کو مستحب کہتا ہے اور خود کرتا ہے اس کو حنفی کہیں گے یا وہابی؟

(۵) وہابی یا غیر مقلد کس کو کہتے ہیں؟ اور اس کی پہچان کیا ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دیے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

(۱) علماء کی اصطلاح میں حنفی وہ کہ فروع میں مذہب حنفی کا پیرو ہو، پھر اگر اصول میں بھی حق کا تبع ہے تو سُنّی حنفی ہے ورنہ گمراہ جیسے معتزلہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) ان باتوں سے اگر ثابت ہوا تو اتنا کہ زید فروعاً حنفی ہے اور اس قدر سے اس کے پیچھے صحتِ نماز لازم نہیں، پہلے تو معتزلہ تھے اب قطعی مرتد فرقے ایسے ہیں کہ اپنے آپ کو حنفی کہتے اور فروع میں فقہ حنفی پر چلنے کا دعوٰی رکھتے ہیں اُن کی حنفیت انھیں کیا مفید ہوسکتی ہے، امامت کے لئے سُنّی صحیح العقیدہ صحیح الطہارۃ صحیح القراءۃ جامع شرائطِ صحت وحلت ہونا چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) مستحسن علمائے کرام ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

(۴) مجلس میلاد مبارک وقیام چاروں مذہب کے علماء وعام اہل اسلام کرتے ہیں یہ کچھ حنفیہ سے خاص نہیں اور بعض وہابیہ بھی براہِ تقیہ ان کے عامل ہوتے ہیں جیسا کہ بارہا کا مشاہدہ ہے۔ تقویۃ الایمان کو گمراہی وضلالت اور دیوبندیت کو کفر وردت صراحۃً بلاغرض بکشادہ پیشانی مانے تو اسے وہابی نہ کہا جائے گا اور قلب کا علم عالم الغیب کو۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۵) اسمٰعیل دہلوی وتقویۃ الایمان کو ماننے والا یا اس کے مطابق عقائد رکھنے والا اگرچہ زبان سے اس کا ماننا نہ کہے وہابی ہے، اور یہی اس کی پہچان کو بس ہے۔ پھر اگر فقہ پر چلنے کا ادعا کرے تو مقلد وہابی ہے اور اگر اس کے ساتھ فقہ کو بھی نہ مانے تو غیر مقلد وہابی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۶: از شفاخانہ فریدپور ڈاک خانہ خاص اسٹیشن پتھر پور ضلع بریلی مسئولہ عظیم اللہ کمپونڈر ۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

اولیاءِ کرام بعد وفات کے حیات رہتے ہیں یا نہیں جیسے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی حیاۃ النبی ہیں؟ اور اولیاءِ کرام کے مزار پر جاکر ان کے توسط سے التجا کرنا اور ان سے دُعا کرانا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

www.alahazratnetwork.org

الجواب

اولیائے کرام بعد وفات زندہ ہیں مگر نہ مثل حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، انبیاء کی حیات روحانی جسمانی دنیاوی ہے بعینہٖ اسی طرح جسم کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں جس طرح دنیا میں تھے اور اولیاء کی حیات اُن سے کم اور شہدائے زائد، جن کے لئے قرآن عظیم میں دو جگہ ارشاد ہوا کہ "اُن کو مردہ نہ کہو وہ زندہ ہیں" یہ حیات حیاتِ روحانی وجسمانی برزخ میں ہے۔ حیاتِ روح سب کو حاصل ہے کہ رُوح بعد موت فنا نہیں ہوتی، اس کا مفصل بیان ہماری کتاب "حیاۃ الموات" میں ہے۔ اولیائے کرام سے توسّل اور اُن سے طلبِ دُعا بلاشبہہ محمود ہے اور علماء وصلحاء میں معمول ومعہود۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۸: از بنگالہ ڈاکخانہ تالکشہر موضع ایضاً مسئولہ عبدالصمد ۲۲ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ حشر کے دن سب مسلمان قبر سے کفن لے کر اٹھیں گے یا برہنہ؟

بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

کفن میں اُٹھیں گے پھر وُہ کفن طول مدت کی وجہ سے گل کر گر جائیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۹ و ۱۶۰: از نانگل لکڑی ضلع گوڑگانوہ پوسٹ ڈھینا ریاست مسئولہ حافظ غلام کبریا ۳ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:

(۱) اولیاء اللہ کو دُور سے مشکل کے واسطے پکارنا کیسا ہے؟ اولیاء اللہ دُور سے بعض وقت سُنتے ہیں یا سب وقت سُنتے ہیں؟

(۲) اگر کوئی یا رسول اللہ پکارے اور یہ اعتقاد رکھے کہ آپ بذاتِ خود سنتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ یہ اعتقاد ٹھیک نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں:

رُوح را قرب وبُعد مکانی یکساں ست[1] روح کے مکانی قُرب وبُعد برابر ہیں۔ (ت)

---

[1]

www.alahazratnetwork.org

تو وہ سب وقت سُن سکتے ہیں مگر ملاء اعلیٰ کی طرف توجہ اور اس میں استغراق اکثر کو ہر وقت سننے سے مانع ہوسکتا ہے مگر اکابر جن کو شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں لکھا،

استغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمی گردد و ارباب حاجات و مطالب حل مشکلات خود را از انہا می طلبند و می یابند۔[1]

کامل وسعت مدارک کی وجہ سے ان کا استغراق اس طرف متوجہ ہونے سے مانع نہیں ہوتا اور غرض مند محتاج لوگ اپنی مشکلات کا حل ان سے طلب کرتے اور پاتے ہیں۔ (ت)

یہ ہر وقت سنتے اور حاجت روائی فرماتے ہیں کہ باذنہٖ تعالیٰ اسم قاضی الحاجات کے مظہر ہیں۔

(۲) بذاتِ خود کے اگر یہ معنی کہ بے عطائے الٰہی خود اپنی ذاتی قدرت سے سنتے ہیں تو یہ بے شک باطل بلکہ کفر ہے اور یہ ہرگز کسی مسلمان کا خیال بھی نہیں۔ اور اگر بذاتِ خود کے یہ معنی کہ بعطائے الٰہی حضور کی قوتِ سامعہ تمام شرق و غرب کو محیط ہے سب کی عرضیں آوازیں خود سنتے ہیں اگرچہ آدابِ دربارِ شاہی کے لئے ملائکہ عرضِ درود و عرضِ اعمال کے لئے مقرر ہیں تو یہ بے شک حق ہے بلاشبہہ عرش و فرش کا ہر ذرہ اُن کے پیشِ نظر ہے اور ارض و سما کی ہر آواز ان کے گوشِ مبارک میں ہے۔ شاہ ولی اللہ کی فیوض الحرمین میں ہے:

لایشغلہ شأن عن شان[2]

اس کی ایک حالت اس کو دوسری حالت سے غافل نہیں کرتی۔ (ت)

وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۱: از دہلی بازار چتلی قبر چھتا مومن گراں مسئولہ محمد صاحب دادخاں
۶ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قادیانی کہتے ہیں حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ آسمان پر نہیں گئے بلکہ اپنی موت مرے، زندہ آسمان پر جانا نہ قرآن سے ثابت ہے نہ حدیث شریف سے، کیونکہ اس میں حضرت رسولِ مقبول محمد مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شانِ پاک گھٹتی ہے کہ حضور دونوں عالم سے افضل و اعلیٰ ہو کر وفات پائیں اور زمین کے نیچے رہیں اور حضرت عیسٰی

---

[1] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) پارہ عم سورۃ الانشقاق مسلم بکڈپو لال کنواں دہلی ص ۲۰۶
[2] فیوض الحرمین مشہد آخر یعنی دقائق اور انکے اثرات کے بیان میں محمد سعید اینڈ سنز قرآن محل کراچی ص ۲۷۱

www.alahazratnetwork.org

آسمان پر چلے جائیں یہ ممکن نہیں، اس خرافات کا کیا جواب ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

قادیانی مکاروں کا فریب ہے کہ مرزا کے صریح کفر اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام خصوصًا سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو اس نے بڑی بڑی گالیاں دی ہیں چھپاتے اور مسئلہ حیات و موتِ سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بحث کرتے ہیں جس کے ماننے نہ ماننے پر کچھ اسلام و کفر کا مدار نہیں۔ جمہور ائمہ کرام کا مذہب یہی ہے کہ سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابھی انتقال نہ فرمایا قریبِ قیامت نزول فرمائیں گے، دجال کو قتل کریں گے، برسوں رہ کر انتقال فرمائیں گے، روضۂ پاکِ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں ایک مزار کی جگہ خالی ہے وہاں دفن ہوں گے۔ اُس کا وہ جاہلانہ احمقانہ خیال تو یہیں سے دفع ہوگیا، اور فقط آسمان پر ہونا اگر موجبِ فضل ہو تو فرشتوں کو تو آسمان پر رہنے کا قال تعالٰی وکم من ملك فی السمٰوٰت[1] آسمانوں میں بہتیرے فرشتے ہیں۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دونوں عالم سے افضل کہہ رہا ہے کیا ملائکہ سے افضل نہ مانے گا یا حضور کے وفات پاکر زمین پر رہنے اور ملائکہ کے آسمان پر ہونے سے معاذ اللہ شانِ اقدس کا گھٹنا جانے گا، اور فرشتے بھی نہ سہی چاند سورج ستارے تو آسمان پر ہیں حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خاکِ پا اُن سے افضل ہے اور یہ تو کس سے کہا جائے کہ زمین آسمان سے افضل ہے خصوصًا محلِ تربتِ اقدس کہ عرشِ اعظم سے بھی اعلٰی وافضل ہے اندھوں نے جہت میں اوپر نیچے دیکھ لیا اور یہ نہ جانا کہ دل تمام اعضا کا سلطان اور سب سے افضل ہے اگرچہ بہت اعضاء اس سے اوپر ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میلاد شریف کب سے نکلا اور کس نے نکالا؟ اپنے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے زمانے میں تھا یا نہیں؟ اپنے امام صاحب نے اس کو کیا ہے یا نہیں؟ صحابہ کے زمانہ میں تھا یا نہیں؟ کسی نے محفل کی تھی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بیانِ میلاد شریف قرآن مجید نے نکالا اور اس نے متعدد آیتوں میں اس کا حکم دیا، کارڈ

---

[1] القرآن الکریم ۵۳/۲۶

www.alahazratnetwork.org

میں آیتیں نہیں لکھی جاسکتیں غرض مقصود سے ہے، نام نیا ہونے سے شے نئی نہیں ہوسکتی، جو اس سے مقصود ہے وہ خود حضور اقدس علیہ افضل الصلوۃ والسلام نے کیا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے خود حضور اقدس علیہ افضل الصلوۃ والسلام مسجد مدینہ طیبہ میں حضرت حسان بن ثابت انصاری علیہ الرضوان کے لئے منبر بچھاتے اور وہ اس پر قیام کرکے نعتِ اقدس سُناتے حضور اور صحابہ کرام سُنتے۔ وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۳ از ضلع ہوشنگ آباد مقام و ڈاکخانہ و اسٹیشن ۱۵ رموسارے

مسئولہ دولت الدین ۱۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض عالم و مولوی اعتراض کرتے ہیں کہ یاشیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کا وظیفہ کرنا ناجائز ہے، مہربانی فرما کر خلاصہ مسئلہ تحریر فرمائیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہ مبارک وظیفہ بیشک جائز ہے۔ فتاوٰی خیریہ علامہ خیر الدین رملی استاذ صاحبِ درمختار میں ہے:

اما قولھم "یاشیخ عبدالقادر" فنداء فما الموجب لحرمتہ[۲]	ان کا "یاشیخ عبدالقادر" کہنا ندا ہے تو اس کی حرمت کا موجب کیا ہے۔ (ت)

یہاں اس کو ناجائز کہنے والے وہابی ہیں اور وہابیہ بے دین ہیں ان کی بات سننی جائز نہیں۔ وھو تعالٰی اعلم۔

---

[۱] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء ان من الشعر حکمۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۷
احیاء العلوم بحوالہ الصحیحین کتاب آداب السماع والوجد مطبعۃ مشہد الحسینی قاہرہ ۲/ ۲۷۳
[۲] الفتاوٰی الخیریۃ کتاب الکراہیۃ والاستحسان دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۱۸۲

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

انوار الانتباہ فی حل نداء یا رسول اللہ

(یارسول اللہ کہنے کے جواز کے بارے میں نورانی تنبیہیں)

مسئلہ ۱۶۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید موحد مسلمان جو خدا کو خدا اور رسول کو رسول جانتا ہے، نماز کے بعد اور دیگر اوقات میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بکلمہ یا ندا کرتا اور الصلوۃ والسلام علیك یارسولَ اللہ یا اسئلك الشفاعۃ یارسولَ اللہ کہا کرتا ہے، یہ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ اسے اس کلمہ کی وجہ سے کافر و مشرک کہیں اُن کا کیا حکم ہے؟ بیّنوا بالکتاب توجروا یوم الحساب (کتاب سے بیان فرمائیے روزِ حساب اجر دئے جاؤ گے۔ ت)

www.alahazratnetwork.org

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفٰی والصلٰوۃ والسلام علٰی حبیبہ المصطفٰی وآلہ واصحابہ اُولی الصدق والصفا۔

کلماتِ مذکورہ بے شک جائز ہیں جن کے جواز میں کلام نہ کرے گا مگر سفیہ جاہل یا ضال مضل، جسے اس مسئلہ کے متعلق قدرے تفصیل دیکھنی ہو شفاء السقام امام علّام بقیۃ المجتہدین الکرام تقی الملۃ والدین ابوالحسن علی سبکی و مواہب اللدنیہ امام احمد قسطلانی شارح صحیح بخاری و شرح مواہب علامہ زرقانی و مطالع المسرات علامہ فاسی و مرقاۃ شرح مشکوٰۃ علامہ علی قاری و لمعات و اشعۃ اللمعات شروح مشکوٰۃ و جذب القلوب الٰی دیار المحبوب و مدارج النبوۃ تصانیف شیخ عبدالحق محدث دہلوی و افضل القرٰی شرح اُم القرٰی امام ابن حجر مکی وغیرہا کتب و کلام علمائے کرام و فضلائے عظام علیہم رحمۃ اللہ العلام کی طرف رجوع لائے یا فقیر کا رسالہ الاہلال بفیض الاولیاء بعد الوصال مطالعہ کرے۔

یہاں فقیر بقدرِ ضرورت چند کلمات اجمالی لکھتا ہے، حدیث صحیح مذیل بطراز گرانبہائے تصحیح جسے امام نسائی و امام ترمذی و ابن ماجہ و حاکم و بیہقی و امام الائمہ ابن خزیمہ و امام ابوالقاسم طبرانی نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور ترمذی نے حسن غریب صحیح اور طبرانی و بیہقی نے صحیح اور حاکم نے برشرطِ بخاری و مسلم جس میں حضورِ اقدس سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک نابینا کو دُعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز یُوں کہے:

اللھم انی اسئلك واتوجہ الیك بنبیك محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بك الٰی ربی فی حاجتی ھذہٖ لتقضٰی لی اللھم فشفعہ فیَّ۔[1]

اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے کہ مہربانی کے نبی ہیں، یارسول اللہ! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روا ہو۔ الٰہی ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

---

[1] جامع ترمذی ابواب الدعوات باب فی انتظار الفرج وغیر ذلک امین کمپنی دہلی ۱۹۷/۲
سنن ابن ماجۃ باب ماجاء فی صلٰوۃ الحاجۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰۰
المستدرک للحاکم کتاب الدعا مکتبہ اسلامیہ بیروت ۵۱۹/۱ و صحیح ابن خزیمۃ باب صلٰوۃ الترغیب ۲۲۶/۲

www.alahazratnetwork.org

امام طبرانی کی معجم میں یوں ہے:

انّ رجلاً کان یختلفُ الی عثمان بن عفّان رضی اللہ تعالٰی عنہ فی حاجۃٍ لہٗ وکان عثمان لایلتفت الیہ ولا ینظر فی حاجتہ فلقی عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ فشکٰی ذٰلك الیہ فقال لہ عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ ائتِ المیضاءۃ فتوضأ ثم ائت المسجد فصلّ فیہ رکعتین ثم قل اللّٰھمّ انّی اسئلك واتوجّہ الیك بنبینا نبی الرحمۃ یا محمد انّی اتوجہ بك الٰی ربّی فیقضی حاجتی، وتذکر حاجتك وروح الیّ حتّی اروح معك. فانطلق الرجل فصنع ما قال لہٗ ثمّ اتی بابَ عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ فجاء البوّابُ حتّی اخذہٗ بیدہٖ فادخلہ علٰی عثمان بن عفان رضی اللہ تعالٰی عنہ فاَجلسہٗ معہٗ علی الطّنفسۃ وقال حاجتك؟ فذکر حاجتہ فقضاھا لہ ثمّ قال ما ذکرت حاجتك حتی کانت ھذہ الساعۃ وقال ما کان لك من حاجۃ فأتنا، ثمّ انّ الرجل خرج من عندہٖ فلقی عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ فقال لہٗ جزاك اللہ خیرا ما کان ینظر فی حاجتی ولا یلتفت الیّ حتّی

یعنی ایک حاجتمند اپنی حاجت کے لئے امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمت میں آتا جاتا، امیر المومنین نہ اس کی طرف التفات فرماتے نہ اس کی حاجت پر نظر فرماتے، اس نے عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس امر کی شکایت کی، انھوں نے فرمایا وضو کرکے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھ پھر دعا مانگ: "الٰہی! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف اپنے نبی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وسیلے سے توجہ کرتا ہوں، یارسول اللہ! میں حضور کے توسّل سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ میری حاجت روا فرمائے۔" اور اپنی حاجت ذکر کر، پھر شام کو میرے پاس آنا کہ میں بھی تیرے ساتھ چلوں۔ حاجتمند نے (کہ وہ بھی صحابی یا لااقل کبار تابعین میں سے تھے) یوں ہی کیا، پھر آستانِ خلافت پر حاضر ہوئے، دربان آیا اور ہاتھ پکڑ کر امیر المومنین کے حضور لے گیا، امیر المومنین نے اپنے ساتھ مسند پر بٹھا لیا، مطلب پوچھا، عرض کیا، فوراً روا فرمایا، اور ارشاد کیا اتنے دنوں میں اس وقت اپنا مطلب بیان کیا، پھر فرمایا: جو حاجت تمھیں پیش آیا کرے ہمارے پاس چلے آیا کرو۔ یہ صاحب وہاں سے نکل کر عثمان بن حنیف سے ملے اور کہا اللہ تعالٰی تمھیں جزائے خیر دے امیر المومنین میری حاجت پر نظر اور میری طرف توجہ نہ فرماتے تھے یہاں تک کہ

www.alahazratnetwork.org

كلمته فى فقال عثمٰن بن حنيف رضى الله تعالٰى عنه و الله ما كلمته ولكن شهدت رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم و اتاه رجل ضرير فشكا اليه ذهاب بصره فقال له النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم ائت الميضاة فتوضأ ثم صل ركعتين ثم ادع بهذه الدعوات فقال عثمان بن حنيف رضى الله تعالٰى عنه فوالله ما تفرقنا وطال بنا الحديث حتى دخل علينا الرجل كانه لم يكن به ضرّ قط۔[1]

آپ نے ان سے میری سفارش کی۔ عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں نے تو تمہارے معاملے میں امیر المومنین سے کچھ بھی نہ کہا مگر ہُوا یہ کہ میں نے سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا حضور کی خدمتِ اقدس میں ایک نابینا حاضر ہُوا اور نابینائی کی شکایت کی حضور نے یونہی اس سے ارشاد فرمایا کہ وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھے پھر یہ دُعا کرے۔ خدا کی قسم ہم اُٹھنے بھی نہ پائے تھے باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ ہمارے پاس آیا گویا کبھی وُہ اندھا نہ تھا۔

امام طبرانی پھر امام منذری فرماتے ہیں والحدیث صحیح[2]۔ امام بخاری کتاب الادب المفرد[عہ] میں اور امام ابن السنی و امام ابن بشکوال روایت کرتے ہیں،

ان ابن عمر رضى الله تعالٰى عنهما خدرت رجله فقيل له اذكر احب الناس اليك فصاح يا محمداه فانتشرت[3]۔

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کا پاؤں سوگیا، کسی نے کہا انھیں یاد کیجئے جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ حضرت نے بآوازِ بلند کہا یا محمداہ! فوراً پاؤں کھل گیا۔

عہ ولفظ البخارى فى الادب المفرد خدرت رجل ابن عمر فقال له رجل اذكر احب الناس اليك فقال يا محمداه[4] ۱۲ منہ

[1] و [2] الترغیب والترہیب بحوالہ الطبرانی الترغیب فی صلوٰۃ الحاجۃ حدیث ا مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۷۳ تا ۴۷۶

مجمع الزوائد " " باب صلوٰۃ الحاجۃ دار الکتاب بیروت ۲/ ۲۷۹

[3] عمل الیوم واللیلۃ حدیث ۱۶۸ دائرۃ المعارف النعمانیہ ص ۴۷

[4] الادب المفرد حدیث ۹۶۴ مکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ص ۲۵۰

www.alahazratnetwork.org

امام نووی شارح صحیح مسلم رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب الاذکار میں اس کی مثل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے نقل فرمایا کہ حضرت عبداللہ[1] بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے پاس کسی آدمی کا پاؤں سوگیا تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا، تو اُس شخص کو یاد کر جو تمھیں سب سے زیادہ محبوب ہے۔ تو اس نے یا محمداہ کہا، اچھا ہوگیا۔[1] اور یہ امر ان دو صحابیوں کے سوا اوروں سے بھی مروی ہوا۔ اہل مدینہ[2] میں قدیم سے اس یا محمداہ کہنے کی عادت چلی آتی ہے۔

علامہ شہاب خفاجی مصری نسیم الریاض شرح شفاء امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

ھذا مما تعاھدہ اھل المدینۃ۔[2] یہ اہل مدینہ کے معمولات میں سے ہے۔(ت)

حضرت بلال بن الحارث مزنی سے قحط عام الرمادہ میں کہ بعد خلافتِ فاروقی ۱۸ھ میں واقع ہوا، ان کی قوم بنی مزینہ نے درخواست کی کہ ہم مرے جاتے ہیں کوئی بکری ذبح کیجئے، فرمایا بکریوں میں کچھ نہیں رہا ہے۔ انھوں نے اصرار کیا، آخر ذبح کی، کھال کھینچی تو نری سرخ ہڈی نکلی۔ یہ دیکھ کر بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ندا کی، یا محمداہ۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خواب میں تشریف لاکر بشارت دی۔ ذکرہٗ فی الکامل[3] (اس کو کامل میں ذکر کیا گیا۔ ت)

امام مجتہد فقیہ اجل عبدالرحمٰن ہذلی کوفی مسعودی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پوتے اور اجلۂ تبع تابعین و اکابر ائمہ مجتہدین سے ہیں سر پر بلند ٹوپی رکھتے جس میں لکھا تھا، مُحَمَّدٌ یامنصورُ۔ اور ظاہر ہے کہ اَلْقَلَمُ اَحَدُ اللِّسَانَیْنِ (قلم دو زبانوں میں سے ایک ہے۔ ت)۔ ہیثم بن جمیل انطاکی کہ ثقات علمائے محدثین سے ہیں انھیں امام اجل کی نسبت فرماتے ہیں:

رأیتہ وعلٰی رأسہ قلنسوتہ اطول من ذراع مکتوبٌ فیھا مُحَمَّدٌ یامنصورُ۔ ذکرہ فی تہذیب التہذیب وغیرہ۔[4] میں نے اُن کو دیکھا ان کے سر پر ہاتھ بھر سے لمبی ٹوپی تھی جس میں لکھا ہوا تھا محمد یا منصور۔ اس کو تہذیب التہذیب وغیرہ میں ذکر کیا ہے۔(ت)

امام شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری کے فتاوٰی میں ہے:

سُئِل عمّا یقعُ من العامّۃِ من قولھم لیعنی ان سے استفتاء ہُوا کہ عام لوگ جو سختیوں

[1] الاذکار باب مایقول اذا خدرت رجلہ دارالکتاب العربی بیروت ص ۲۷۱
[2] نسیم الریاض شرح الشفاء فصل فیما روی عن السلف مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۳/ ۳۵۵
[3] الکامل فی التاریخ لابن الاثیر ذکر القحط وعام الرمادہ دار صادر بیروت ۲/ ۵۵۶
[4] میزان الاعتدال فی نقد الرجال ترجمہ ۴۹۰۷ دار المعرفۃ للطباعۃ ۲/ ۵۷۴

www.alahazratnetwork.org

عند الشدائد یا شیخ فلان و نحو ذٰلك من الاستغاثة بالانبیاء والمرسلین والصالحین وھل للمشائخ اغاثة بعد موتھم ام لا؟ فاجاب بما نصہ ان الاستغاثة بالانبیاء والمرسلین والاولیاء والعلماء الصالحین جائزة وللانبیاء والرسل والاولیاء والصالحین اغاثة بعد موتھم[1] الخ۔

کے وقت انبیاء و مرسلین و اولیاء و صالحین سے فریاد کرتے اور یا شیخ فلاں (یا رسول اللہ، یا علی، یا شیخ عبدالقادر جیلانی) اور ان کی مثل کلمات کہتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اولیاء بعد انتقال کے بھی مدد فرماتے ہیں یا نہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ بیشک انبیاء و مرسلین و اولیاء و علماء سے مدد مانگنی جائز ہے اور وہ بعد انتقال بھی امداد فرماتے ہیں الخ۔

علامہ خیرالدین رملی اُستاذ صاحب دُرمختار، فتاوٰی خیریہ میں فرماتے ہیں:

قولھم یا شیخ عبدالقادر فھو نداء فما الموجب لحرمتہ[2]۔

لوگوں کا کہنا کہ "یا شیخ عبدالقادر" یہ ایک نداء ہے پھر اس کی حرمت کا سبب کیا ہے۔

سیدی جمال بن عبداللہ بن عمر مکی اپنے فتاوٰی میں فرماتے ہیں،

سئلت ممن یقول فی حال الشدائد یا رسول اللہ او یا علی او یا شیخ عبدالقادر مثلاً ھل ھو جائز شرعا ام لا؟ اجبت نعم الاستغاثة بالاولیاء و نداؤھم والتوسل بھم امر مشروع وشیئ مرغوب لاینکرہ الا مکابر او معاند وقد حرم برکة الاولیاء الکرام[3] الخ۔

یعنی مجھ سے سوال ہوا اس شخص کے بارے میں جو مصیبت کے وقت میں کہتا ہو یا رسول اللہ یا یا علی یا یا شیخ عبدالقادر مثلاً، آیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ میں نے جواب دیا ہاں اولیاء سے مدد مانگنی اور انھیں پکارنا اور ان کے ساتھ توسل کرنا شرع میں جائز اور پسندیدہ چیز ہے جس کا انکار نہ کرے گا مگر ہٹ دھرم یا صاحب عناد، اور بیشک وہ اولیاء کرام کی برکت سے محروم ہے۔

امام ابن جوزی نے کتاب عیون الحکایات میں تین اولیائے عظام کا عظیم الشان واقعہ بسند مسلسل

---

[1] فتاوٰی الرملی فی فروع الفقہ الشافعی مسائل شتّٰی دارالکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۷۳۳

[2] فتاوٰی خیریہ کتاب الکراہیۃ والاستحسان دارالمعرفۃ للطباعۃ بیروت ۲/ ۱۸۲

[3] فتاوٰی جمال بن عبداللہ بن عمر مکی

www.alahazratnetwork.org

روایت کیا کہ وہ تین بھائی سواران دلاور ساکنان شام تھے کہ ہمیشہ راہ خدا میں جہاد کرتے،

فاسرہ الروم مرّۃ قال لہم الملك افـ اجعل فیکم الملك و ازوّجکم بناتی و تدخلون فی النصرانیۃ فابوا و قالوا یا محمّداہ۔[1]

یعنی ایک بار نصاریٰ روم انھیں قید کرکے لے گئے، بادشاہ نے کہا میں تمھیں سلطنت دُوں گا اور اپنی بیٹیاں تمھیں بیاہ دوں گا تم نصرانی ہوجاؤ۔ انھوں نے نہ مانا اور ندا کی یا محمّداہ۔

بادشاہ نے دیگوں میں تیل گرم کراکر دو صاحبوں کو اس میں ڈال دیا، تیسرے کو اللہ تعالیٰ نے ایک سبب پیدا فرماکر بچالیا۔ وہ دونوں چھ مہینے کے بعد مع ایک جماعت ملائکہ کے بیداری میں ان کے پاس آئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمھاری شادی میں شریک ہونے کو بھیجا ہے۔ انھوں نے حال پوچھا۔ فرمایا:

ماکانت الّا الغطسۃ الّتی رأیت حتّٰی خرجنا فی الفردوس۔

بس وہی تیل کا ایک غوطہ تھا جو تم نے دیکھا اس کے بعد ہم جنت اعلیٰ میں تھے۔

امام فرماتے ہیں:

کانا مشہورین بذٰلك معروفین بالشام فی الزمن الاوّل۔

یہ حضرات زمانۂ سلف میں مشہور تھے اور ان کا یہ واقعہ معروف۔

پھر فرمایا، شعراء نے ان کی منقبت میں قصیدے لکھے، از انجملہ یہ بیت ہے: ؎

سیعطی الصادقین بفضل صدقٍ نجاۃً فی الحیٰوۃ وفی الممات[2]

"قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ سچے ایمان والوں کو اُن کے سچ کی برکت سے حیات و موت میں نجات بخشے گا۔"

یہ واقعہ عجیب، نفیس و روح پرور ہے۔ میں بخیال تطویل اسے مختصر کرگیا۔ تمام و کمال امام جلال الدین سیوطی کی شرح الصدور میں ہے من شاء فلیرجع الیہ (جو تفصیل چاہتا ہے اس کی طرف رجوع کرے۔ ت) یہاں مقصود اس قدر ہے کہ مصیبت میں "یارسول اللہ" کہنا اگر شرک ہے تو مشرک کی مغفرت و شہادت کیسی، اور جنت الفردوس میں جگہ پائی کیا معنی، اور ان کی شادی میں

---

[1] شرح الصدور بحوالہ عیون الحکایات باب زیارۃ القبور و علم الموتیٰ الخ خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۹۰

[2] ” ” ” ” ” ” ” ” ” ” ” ” ” ” ص ۹۰

www.alahazratnetwork.org

فرشتوں کو بھیجنا کیونکر معقول ؛ اور ان ائمۂ دین نے یہ روایت کیونکر مقبول اور ان کی شہادت و ولایت کس وجہ سے مسلّم رکھی۔ اور وہ مردانِ خدا خود بھی سلفِ صالح میں تھے کہ واقعہ شہر طرطوس کی آبادی سے پہلے کا ہے کما ذکرہٗ فی الرِّوَایۃ نفسھا (جیسا کہ خود روایت میں ذکر کیا ہے۔ ت) اور طرطوس ایک ثغر ہے یعنی دارالاسلام کی سرحد کا شہر جسے خلیفہ ہارون رشید نے آباد کیا کما ذکرہ الامام السیوطی[1] فی تاریخ الخلفاء (جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے تاریخ الخلفاء میں اس کو ذکر کیا ہے۔ ت)

ہارون رشید کا زمانہ زمانۂ تابعین و تبع تابعین تھا تو یہ تینوں شہدائے کرام اگر تابعی نہ تھے لااقل تبع تابعین سے تھے واللہ الھادی (اور اللہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔ ت)

حضور پُرنور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ارشاد فرماتے ہیں :

من استغاث بی فی کربۃ کشفت عنہ و من نادٰی باسمی فی شدۃ فرجت عنہ و من توسل بی الی اللہ عزوجل فی حاجۃ قضیت لہ و من صلی رکعتین یقرؤ فی کل رکعۃ بعد الفاتحۃ سورۃ الاخلاص احدٰی عشرۃ مرۃ ثم یصلی علٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد السلام ویسلم علیہ و یذکرنی ثم یخطو الٰی جھۃ العراق احدٰی عشرۃ خطوۃ یذکر فیھا اسمی و یذکر حاجتہ فانھا تقضٰی باذن اللہ[2]

یعنی جو کسی تکلیف میں مجھ سے فریاد کرے وہ تکلیف دفع ہو اور جو کسی سختی میں میرا نام لے کر ندا کرے وہ سختی دُور ہو اور جو کسی حاجت میں اللہ تعالٰی کی طرف مجھ سے توسل کرے وہ حاجت برآئے۔ اور جو دو رکعت نماز ادا کرے ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص گیارہ بار پڑھے پھر سلام پھیر کر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجے اور مجھے یاد کرے، پھر عراق شریف کی طرف گیارہ قدم چلے ان میں میرا نام لیتا جائے اور اپنی حاجت یاد کرے اس کی وہ حاجت روا ہو اللہ کے اذن سے۔

---

[1] شرح الصدور باب زیارۃ القبور مصطفی البابی مصر ص ۸۹

[2] بہجۃ الاسرار ذکر فضل اصحابہ و بشراہم " " " ص ۱۰۲

زبدۃ الاسرار ذکر فضل اصحابہ و مریدیہ و محبیہ بکسلنگ کمپنی بمبئی ص ۱۰۱

www.alahazratnetwork.org

اکابر علمائے کرام و اولیائے عظام مثل امام ابوالحسن نورالدین علی بن جریر لخمی شطنوفی و امام عبداللہ بن اسعد یافعی مکی، مولانا علی قاری مکی صاحب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، مولٰنا ابوالمعالی محمد سلمی قادری و شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اپنی تصانیف جلیلہ بہجۃ الاسرار و خلاصۃ المفاخر و نزہۃ الخاطر و تحفہ قادریہ و زبدۃ الآثار وغیرہا میں یہ کلمات رحمت آیات حضور غوث پاک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نقل و روایت فرماتے ہیں۔

یہ امام ابوالحسن نورالدین علی مصنف بہجۃ الاسرار شریف اعاظم علماء و ائمہ قراءات و اکابر اولیاء و سادات طریقت سے ہیں، حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالٰی عنہ تک صرف دو واسطے رکھتے ہیں، امام اجل حضرت ابوصالح نصر قدس سرہٗ سے فیض حاصل کیا انھوں نے اپنے والد ماجد حضرت ابوبکر تاج الدین عبدالرزاق نوراللہ مرقدہٗ سے اُنھوں نے اپنے والد ماجد حضور پُرنور سیدالسادات غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ زبدۃ الآثار شریف میں فرماتے ہیں،

یہ کتاب بہجۃ الاسرار کتاب عظیم و شریف و مشہور ہے اور اس کے مصنف علمائے قراءات سے عالم معروف و مشہور اور ان کے احوال شریفہ کتابوں میں مذکور و مسطور[1]۔

امام شمس الدین ذہبی کہ علم حدیث و اسماء الرجال میں جن کی جلالت شان عالم آشکارا اس جناب کی مجلس درس میں حاضر ہوئے اور اپنی کتاب طبقات المقرئین میں ان کے مدائح لکھے۔

امام محدث محمد بن محمد بن محمد بن الجزری مصنف حصن حصین اس جناب کے سلسلۂ تلامذہ میں ہیں اُنھوں نے یہ کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف اپنے شیخ سے پڑھی اور اس کی سند و اجازت حاصل کی[2]۔

ان سب باتوں کی تفصیل اور اس نماز مبارک کا دلائل شرعیہ و اقوال و افعال علماء و اولیاء سے ثبوت جلیل فقیر غفر اللہ تعالٰی لہٗ کے رسالہ انہار الانوار من یم صلٰوۃ الاسرار میں ہے فعلیك بما تجد فیہا مایشفی الصدور اس رسالہ کا مطالعہ تجھ پر لازم ہے اس میں تو

عہ امام جلال الدین سیوطی نے ان جناب کو الامام الاوحد لکھا یعنی امام یکتا بے نظیر ۱۲ منہ۔

[1] زبدۃ الآثار بکسلنگ کمپنی بمبئی ص ۲

[2] " " " " " "

www.alahazratnetwork.org

ویکشف العمی والحمد ﷲ رب العٰلمین۔	وہ کچھ پائے گا جو دلوں کو شفا دیتا ہے اور اندھاپن کو دُور کرتا ہے اور سب تعریفیں اﷲ تعالٰی کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے (ت)

امام عارف باﷲ سیّدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب مستطاب "لواقح الانوار فی طبقات الاخیار" میں فرماتے ہیں:

سیّدی محمد غمری رضی اﷲ تعالٰی عنہ کے ایک مرید بازار میں تشریف لئے جاتے تھے، ان کے جانور کا پاؤں پھسلا، باٰواز پکارا یاسیدی محمد یاغمری، اُدھر ابن عمر حاکم صعید کو بحکم سلطان چقمق قید کئے لئے جاتے تھے، ابن عمر نے فقیر کا ندا کرنا سُنا، پوچھا یہ سیّدی محمد کون ہیں؟ کہا میرے شیخ۔ کہا میں ذلیل بھی کہتا ہُوں یاسیدی یاغمری لاحِظنی اے میرے سردار اے محمد غمری! مجھ پر نظرِعنایت کرو۔ ان کا یہ کہنا کہ حضرت سیّدی محمد غمری رضی اﷲ تعالٰی عنہ تشریف لائے اور مدد فرمائی کہ بادشاہ اور اس کے لشکریوں کی جان پر بن گئی، مجبورانہ ابن عمر کو خلعت دے کر رخصت کیا۔[1]

اسی میں ہے:

سیّدی شمس الدین محمد حنفی رضی اﷲ تعالٰی عنہ اپنے حجرۂ خلوت میں وضو فرمارہے تھے ناگاہ ایک کھڑاؤں ہوا پر پھینکی کہ غائب ہوگئی حالانکہ حجرے میں کوئی راہ اس کے ہوا پر جانے کی نہ تھی، دوسری کھڑاؤں اپنے خادم کو عطا فرمائی کہ اسے اپنے پاس رہنے دے جب تک وہ پہلی واپس آئے، ایک مدت کے بعد ملکِ شام سے ایک شخص وہ کھڑاؤں مع اور ہدایا کے حاضر لایا اور عرض کی کہ اﷲ تعالٰی حضرت کو جزائے خیر دے جب چور میرے سینہ پر مجھے ذبح کرنے بیٹھا میں نے اپنے دل میں کہا یاسیدی محمد یاحنفی، اُسی وقت یہ کھڑاؤں غیب سے آکر اس کے سینہ پر لگی کہ غش کھا کر اُلٹا ہوگیا اور مجھے بہ برکتِ حضرت اﷲ عزوجل نے نجات بخشی۔[2]

---

[1] لواقح الانوار فی طبقات الاخیار ترجمہ ۳۲۴ الشیخ محمد الغمری مصطفی البابی مصر ۲/ ۸۸

[2] " " " " " " " ۳۲۵ سیدنا ومولانا شمس الدین حنفی " " ۲/ ۹۵

www.alahazratnetwork.org

اسی میں ہے :

ولی ممدوح قدس سرہ کی زوجہ مقدسہ بیماری سے قریب مرگ ہوئیں تو وہ یوں ندا کرتی تھیں یاسیدی احمد یا بدوی خاطرك معی اے میرے سردار اے احمد بدوی! حضرت کی توجہ میرے ساتھ ہے۔ ایک دن حضرت سیدی احمد کبیر بدوی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں، کب تک مجھے پکارے گی اور مجھ سے فریاد کرے گی تو جانتی نہیں کہ تو ایک بڑے صاحب تمکین (یعنی اپنے شوہر) کی حمایت میں ہے، اور جو کسی ولی کبیر کی درگاہ میں ہوتا ہے ہم اس کی ندا پر اجابت نہیں کرتے، یوں کہہ یاسیدی محمد یاحنفی، کہ یہ کہے گی تو اللہ تعالٰی تجھے عافیت بخشے گا۔ ان بی بی نے یونہی کہا، صبح کو خاصی تندرست اٹھیں، گویا کبھی مرض نہ تھا۔[1]

اسی میں ہے حضرت ممدوح رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے مرضِ موت میں فرماتے تھے :

من کانت لہ حاجۃ فلیأت الٰی قبری و یطلب حاجتہ اقضہا لہ فان ما بینی وبینکم غیر ذراع من تراب وکل رجل یحجبہ عن اصحبہ ذراع من تراب فلیس برجل۔[2]

جسے کوئی حاجت ہو وہ میری قبر پر حاضر ہو کر حاجت مانگے میں روا فرمادوں گا کہ مجھ میں تم میں یہی ہاتھ بھر مٹی ہی تو حائل ہے اور جس مرد کو اتنی مٹی اپنے اصحاب سے حجاب میں کردے وہ مرد کا ہے کا۔

اسی طرح حضرت سیدی محمد بن احمد فرغل رضی اللہ تعالٰی عنہ کے احوال شریفہ میں لکھا :

کان رضی اللہ تعالٰی عنہ یقول انا من المتصرفین فی قبورھم فمن کانت لہ حاجۃ فلیأت الٰی قبالۃ وجہی ویذکرھا لی اقضہا لہ۔[3]

فرمایا کرتے تھے میں اُن میں ہوں جو اپنی قبور میں تصرف فرماتے ہیں جسے کوئی حاجت ہو میرے پاس میرے چہرہ مبارک کے سامنے حاضر ہو کر مجھ سے اپنی حاجت کہے میں روا فرمادوں گا۔

اسی میں ہے :

مروی ہوا ایک بار حضرت سیدی مدین بن احمد اشمونی رضی اللہ تعالٰی نے وضو

---

[1] و [2] لواقح الانوار فی طبقات الاخیار ترجمہ ۳۲۵ سیدنا و مولنا شمس الدین الحنفی مصطفی البابی مصر ۲/۹۶

[3] لواقح الانوار فی طبقات الاخیار ترجمہ ۳۲۹ الشیخ محمد بن احمد الفرغل مصطفی البابی مصر ۲/۱۰۵

www.alahazratnetwork.org

فرماتے میں ایک کھڑاؤں بلادِ مشرق کی طرف پھینکی، سال بھر کے بعد ایک شخص حاضر ہوئے اور وہ کھڑاؤں اُن کے پاس تھی انھوں نے حال عرض کیا کہ جنگل میں ایک بدوضع نے ان کی صاحبزادی پر دست درازی چاہی، لڑکی کو اس وقت اپنے باپ کے پیرومرشد حضرت سیدی مدین کا نام معلوم نہ تھا یوں ندا کی یَا شَیْخَ اَبِیْ لَاحِظْنِیْ اے میرے باپ کے پیر مجھے بچائیے۔ یہ ندا کرتے ہی وہ کھڑاؤں آئی لڑکی نے نجات پائی، وہ کھڑاؤں اُن کی اولاد میں اب تک موجود ہے۔[1]

اسی میں سیدی موسٰی ابوعمران رحمہ اللہ تعالٰی کے ذکر میں لکھتے ہیں:

كان اذا ناداه مريده اجابه من مسيرة سنة او اكثر۔[2]

جب ان کا مرید جہاں کہیں سے انھیں ندا کرتا جواب دیتے اگرچہ سال بھر کی راہ پر ہوتا یا اس سے بھی زائد۔

حضرت شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاخیار شریف میں ذکر مبارک حضرت سید اجل شیخ بہاء الحق والدین بن ابراہیم عطاء اللہ الانصاری القادری الشطاری الحسینی رضی اللہ تعالٰی عنہ میں حضرت ممدوح کے رسالہ مبارکہ شطاریہ سے نقل فرماتے ہیں:

ذکر کشفِ ارواح یا احمد یا محمد در دو طریق ست، یک طریق آنست یا احمد را در راستا بگوید و یا محمد را در چپا بگوید و در دل ضرب کند یا رسول اللہ۔ طریق دوم آنست کہ یا احمد را در راستا گوید و چپا یا محمد و در دل وہم کند یا مصطفٰی۔ دیگر ذکر یا احمد یا محمد یا علی یا حسن یا حسین یا فاطمہ شش طرفی ذکر کند کشف جمیع ارواح شود دیگر اسمائے

کشف ارواح کے ذکر یا احمد و یا محمد میں دو طریقے ہیں، پہلا طریقہ یہ ہے کہ یا احمد دائیں طرف اور یا محمد بائیں طرف سے کہتے ہوئے دل پر یا رسول اللہ کی ضرب لگائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ یا احمد دائیں طرف اور یا محمد بائیں طرف سے کہتے ہوئے دل میں یا مصطفٰی کا خیال جمائے۔ اس کے علاوہ دیگر اذکار یا محمد، یا احمد، یا علی، یا حسن، یا حسین، یا فاطمہ کا چھ طرفی ذکر کرنے سے

---

[1] لواقح الانوار فی طبقات الاخیار ترجمہ ۲۲۶ الشیخ مدین بن احمد الاشمونی مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۰۲

[2] " " " " " " " ۳۱۲ الشیخ موسٰی المکنی بابی عمران " " " ۲/ ۲۱

www.alahazratnetwork.org

36 ملائکہ مقرب ہمیں تاثیر دارند یاجبریل ، یامیکائیل ، یا اسرافیل ، یا عزرائیل چہار ضربی ، ویگر ذکر اسم شیخ یعنی بگوید یا شیخ یا شیخ ہزار بار بگوید کہ حرفِ ندا را از دل بکشد طرف راست ابرد و لفظِ شیخ را در دل ضرب کند۔ [1]

تمام ارواح کا کشف حاصل ہوجاتا ہے۔ مقرب فرشتوں کے ناموں کا ذکر بھی تاثیر رکھتا ہے ، یا جبرائیل ، یامیکائیل ، یا اسرافیل ، یا عزرائیل کا چار ضربی ذکر کرے ۔ نیز اسم شیخ کا ذکر کرتے ہوئے یا شیخ یا شیخ ہزار بار اس طرح کرے کہ حرفِ ندا کو دل سے کھینچتے ہوئے دائیں طرف لے جائے اور لفظِ شیخ سے دل پر ضرب لگائے۔ (ت)

حضرت سیدی نور الدین عبدالرحمن مولانا جامی قدس سرہ السامی نفحات الانس شریف میں حضرت مولوی معنوی قدس سرہ العلی کے حالات میں لکھتے ہیں کہ مولانا روح اللہ روحہ نے قریب انتقال ارشاد فرمایا :

از رفتنِ من غمناک مشوید کہ نورِ منصور رحمہ اللہ تعالٰی بعد از صد و پنجاہ سال بر روحِ شیخ فرید الدین عطار رحمہ اللہ تعالٰی تجلی کرد و مرشد او شد [2]

ہمارے جانے سے غمگین مت ہوں کہ حضرت منصور علیہ الرحمۃ کا نور ایک سو پچاس سال بعد شیخ فرید الدین عطار کی روح پر تجلی کرتے ہوئے اُن کا مرشد ہوگیا۔ (ت)

اور فرمایا :

در ہر حالتے کہ باشید مرا یاد کنید تا من شما را مُمِد باشم در ہر لباسے کہ باشم [3]

تم جس حالت میں رہو مجھے یاد کرو تاکہ میں تمہارا مددگار رہوں میں چاہے جس لباس میں ہوں۔ (ت)

اور فرمایا :

در عالم مارا دو تعلق ست ، یکے بہ بدن و یکے بشما ، و چوں بہ عنایتِ حق سبحانہ وتعالٰی فرد و مجرد شوم و

دنیا میں ہمارے دو تعلق ہیں ، ایک بدن کے ساتھ اور دوسرا تمہارے ساتھ۔ جب حق تعالٰی کی عنایت سے میں فرد و مجرد ہوجاؤں گا اور عالم

---

[1] اخبار الاخیار ترجمہ شیخ بہاء الدین ابراہیم عطاء اللہ الانصاری مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۱۹۹

[2] و [3] نفحات الانس ترجمہ مولانا جلال الدین رومی کتابفروشی محمودی ص ۴۶۲ و ۴۶۳

www.alahazratnetwork.org

36 عالم تجرید و تفرید رُوئے نماید آں تعلق نیز ازآں شما خواہد بود[1]

36 تفرید و تجرید ظاہر ہوجائے گا تو یہ تعلق بھی تمہارے لئے ہوگا۔(ت)

شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم میں لکھتے ہیں:

وصلّی علیك اللہ یا خیرَ خلقہٖ ویاخیرَ ماٰمولٍ و یا خیرَ واھبِ

ویا خیرَ من یرجٰی لکشف رزیۃٍ ومن جودہٗ قد فاق جُودَ السحائبِ

وانت مجیری من ھجوم مُلِمّۃٍ اذا انشبت فی القلب شرّ المخالبِ[2]

اور خود اس کی شرح و ترجمہ میں کہتے ہیں:

(فصل یازدہم در ابتہال بجناب آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) رحمت فرستد بر تو خدائے تعالٰی اے بہترینِ خلقِ خدا، واے بہترین کسیکہ امید داشتہ شود، اے بہترین عطاکنندہ واے بہترین کسیکہ امید داشتہ باشد برائے ازالہ مصیبتے واے بہترین کسیکہ سخاوتِ او زیادہ است از باراں، بار یا گواہی میدہم کہ تو پناہ دہندہ منی از ہجوم کردن مصیبتے وقتیکہ بخلاند در دل بدترین چنگالہا را[3] اھ ملخصاً

(گیارھویں فصل حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کی بارگاہ میں عاجزانہ فریاد کے بارے میں) اے خلقِ خدا سے بہتر! آپ پر اللہ تعالٰی درود بھیجے۔ اے بہترین شخص جس سے امید کی جاتی ہے اور اے بہترین عطا کرنے والے۔ اے بہترین شخص کہ مصیبت کو دُور کرنے میں جس سے امید رکھی جاتی ہے۔ اور جس کی سخاوت بارش پر فوقیت رکھتی ہے۔ آپ ہی مجھے مصیبتوں کے ہجوم سے پناہ دینے والے ہیں جب وہ میرے دل میں بدترین پنجے گاڑتی ہیں۔(ت)

اسی کے شروع میں لکھتے ہیں:

ذکر بعض حوادثِ زماں کہ دراں حوادث لابدست از استمداد بروحِ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[4]

بعض حوادثِ زمانہ کا ذکر جن حوادث میں حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی روحِ اقدس سے مدد طلب کرنا ضروری ہے۔(ت)

---

[1] نفحات الانس ترجمہ مولانا جلال الدین الرومی کتابفروشی محمودی ص ۴۶۲ و ۴۶۳

[2] اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم فصل یازدہم مجتبائی دہلی ص ۲۲

[3] " " " " " " " " " " "

[4] " " " " " " فصل اول " ص ۲

www.alahazratnetwork.org

اُسی کی فصلِ اوّل میں لکھتے ہیں:

بہ نظر نمی آید مرا مگر آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ جائے دست زدن اندوہگین ست در ہر شدتے۔[1]	مجھے حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سوا کوئی نظر نہیں آتا کیونکہ ہر سختی میں غمزدوں کی پناہ گاہ آپ ہی ہیں۔ (ت)

یہی شاہ صاحب قصیدہ "مدحیہ حمزیہ" میں لکھتے ہیں: ؎

ینادی ضارعاً لخضوع قلب	وذل وابتھال والتجاء
رسول اللہ یا خیر البرایا	نوالک ابتغی یوم القضاء
اذا ما حل خطب مدلھم	فانت الحصن من کل البلاء
الیک توجّھی وبک استنادی	وفیک مطامعی وبک ارتجائی[2]

اور خود ہی اس کی شرح و ترجمہ میں لکھتے ہیں:

فصل ششم در مخاطبۂ جناب عالی علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات والتسلیمات ندا کند زار و خوار شدہ بشکستگیِ دل و اظہارِ بے قدریِ خود بہ اخلاص در مناجات و بہ پناہ گرفتن بایں طریق کہ اے رسولِ خدا! اے بہترینِ مخلوقات عطائے ترا خواہم روزِ فیصل کردن، وقتے کہ فرود آید کارِ عظیم در غایتِ تاریکی، پس توئی پناہ از ہر بلا، بسوئے تست رُو آوردنِ من و بتست پناہ گرفتنِ من و در تست امید داشتنِ من[3] اھ ملخصاً۔	چھٹی فصل عالی مرتبت سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو پکارنے کے بیان میں۔ آپ پر بہترین درود اور کامل ترین سلام ہو۔ ذلیل و خوار شخص شکستہ دل، ذلت و رسوائی، عجز و انکسار کے ساتھ پناہ طلب کرتے ہوئے یوں پکارتا ہے، اے اللہ تعالٰی کے رسول! اے بہترینِ خلق! میں فیصلے کے دن آپ کی عطا کا طلبگار ہوں۔ جب انتہائی اندھیرے میں بہت بڑی مصیبت نازل ہو تو ہر بلا میں پناہ گاہ تُو ہی ہے۔ میری توجہ تیری طرف ہے، تجھ ہی سے میں پناہ لیتا ہوں، تجھ ہی سے طمع و امید رکھتا ہوں اھ ملخصاً (ت)

---

[1] اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم فصل اول مجتبائی دہلی ص ۴

[2] 〃 〃 〃 〃 فصل ششم مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۲

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۲۳ و ۲۴

www.alahazratnetwork.org

یہی شاہ صاحب "انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ"[1] میں قضائے حاجت کے لئے ایک ختم کی ترکیب یوں نقل کرتے ہیں:

اوّل دو رکعت نفل، بعدازاں یک صد و یازدہ بار درود و بعدازاں یک صد و یازدہ بار کلمۂ تمجید و یک صد و یازدہ بار شیئاً للہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی۔

پہلے دو رکعت پڑھے پھر ایک سو گیارہ بار درود شریف، ایک سو گیارہ بار کلمۂ تمجید، پھر ایک سو گیارہ بار یہ پڑھے: اے شیخ عبدالقادر جیلانی! خدا را کچھ عطا فرمائیں۔ (ت)

اسی انتباہ سے ثابت کہ یہی شاہ صاحب اور اُن کے شیخ و استاذِ حدیث مولانا طاہر مدنی جن کی خدمت میں مدتوں رہ کر شاہ صاحب نے حدیث پڑھی اور ان کے شیخ و استاذ و والد مولینا ابراہیم کردی اور اُن کے استاذ مولینا احمد قشاشی اور ان کے استاذ مولینا احمد شناوی اور شاہ صاحب کے استاذ الاستاذ مولینا احمد نخلی کہ یہ چاروں حضرات بھی شاہ صاحب کے اکثر سلاسل حدیث میں داخل اور شاہ صاحب کے پیرومرشد شیخ محمد سعید لاہوری جنھیں انتباہ میں "شیخ معمر ثقہ" کہا اور اعیانِ مشائخ طریقت سے گنا اور اُن کے پیر شیخ محمد اشرف لاہوری اور ان کے شیخ مولینا عبدالملک اور ان کے مرشد شیخ بایزید ثانی اور شیخ شناوی کے پیر حضرت سید صبغۃ اللہ بروجی اور ان دو صاحبوں کے پیرومرشد مولانا وجیہ الدین علوی شارح ہدایہ و شرح وقایہ اور ان کے شیخ حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری علیہم رحمۃ الملک الباری، یہ سب اکابر نادِ علی کی سندیں لیتے اور اپنے تلامذہ و مستفیدین کو اجازتیں دیتے اور یا علی یا علی کا وظیفہ کرتے وللہ الحجۃ السامیۃ، جسے اس کی تفصیل دیکھنی ہو فقیر کے رسالہ انہار الانوار و حیات الموات فی بیان سماع الاموات کی طرف رجوع کرے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب نے بستان المحدثین میں حضرتِ ارفع واعلیٰ امام العلما نظام الاولیا

---

[1] الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ

نوٹ: الانتباہ دو حصوں پر مشتمل ہے، پہلے حصہ میں سلاسل طریقت بیان کئے گئے ہیں اور دوسرے حصہ میں فقہ و حدیث کی سندیں بیان کی گئی ہیں۔ دوسرا حصہ مکتبہ سلفیہ لاہور نے "وصاف النبیہ" کے نام سے شائع کیا تھا، ناشر نے مقدمہ میں تصریح کی ہے کہ اس حصہ کا ایک باب نہیں مل سکا اور وہ کچھ ضروری بھی نہ تھا، غالباً یہ حوالہ اسی "غیر ضروری" حصہ میں قلم زد ہو گیا ہے ۱۲ شرف قادری۔

www.alahazratnetwork.org

حضرت سیدی احمد زروق مغربی قدس سرہ استاذ شمس الدین لقانی و امام شہاب الدین قسطلانی شارح صحیح بخاری کی مدح عظیم لکھی کہ وہ جناب ابدالِ سبعہ و محققین صوفیہ سے ہیں، شریعت و حقیقت کے جامع، باوصف علوّ باطن، ان کی تصانیف علومِ ظاہری میں بھی نافع و مفید و بکثرت ہیں۔ اکابر علماء فخر کرتے ہیں کہ ہم ایسے جلیل القدر عالم و عارف کے شاگرد ہیں، یہاں تک کہ لکھا،

بالجملہ مردے جلیل القدر ست کہ مرتبۂ کمالِ اُو فوق الذکر است۔[1] خلاصہ یہ کہ وہ بڑی قدر و منزلت والے بزرگ ہیں کہ ان کا مقام و مرتبہ ذکر سے ماوراء ہے۔ (ت)

پھر اس جناب جلالت مآب کے کلام سے دو بیتیں نقل کیں کہ فرماتے ہیں، ؎

انا لمریدی جامع لشتاتہ | اذا ما سطا جورُ الزمان بنکبتہ
وان کنت فی ضیقٍ وکربٍ ووحشۃٍ | فنادبیا زروق اٰتِ بسُرعتہٖ[1]

یعنی میں اپنے مرید کی پریشانیوں میں جمعیت بخشنے والا ہوں جب ستمِ زمانہ اپنی نحوست سے اس پر تعدی کرے اور تو تنگی و تکلیف و وحشت میں ہو تو یوں ندا کر "یا زروق" میں فوراً آموجود ہوں گا۔

علامہ زیادی پھر علامہ اجہوری صاحبِ تصانیفِ کثیرہ مشہورہ، پھر علامہ داؤدی محشی شرح منہج، پھر علامہ شامی صاحب رد المحتار حاشیہ درمختار گم شدہ چیز ملنے کے لئے فرماتے ہیں کہ:

"بلندی پر جاکر حضرت سیدی احمد بن علوان یمنی قدس سرہٗ کے لئے فاتحہ پڑھے پھر انھیں ندا کرے کہ یا سیدی احمد یا ابن علوان۔"[2]

شامی مشہور و معروف کتاب ہے۔ فقیر نے اس کے حاشیہ کی یہ عبارت اپنے رسالہ حیاۃ الموات کے حاشیہ تکملہ پر ذکر کی۔

غرض یہ صحابۂ کرام سے اس وقت تک اس قدر ائمہ و اولیاء و علماء ہیں جن کے اقوال فقیر نے ایک ساعتِ قلیلہ میں جمع کئے۔ اب مشرک کہنے والوں سے صاف صاف پوچھنا چاہئے کہ

---

[1] بستان المحدثین حاشیۂ سید زروق فاسی علی البخاری ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۲
[2] حواشی الشامی علی رد المحتار کتاب اللقطہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۲۳/۳

www.alahazratnetwork.org

عثمان بن حنیف و عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن عمر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے لے کر شاہ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز صاحب اور اُن کے اساتذہ و مشائخ تک سب کو کافر و مشرک کہتے ہو یا نہیں؟ اگر انکار کریں تو الحمدللہ ہدایت پائی اور حق واضح ہوگیا اور بے دھڑک ان سب پر کفر و شرک کا فتوٰی جاری کریں تو ان سے اتنا کہئے کہ اللہ تمھیں ہدایت کرے۔ ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو تو کسے کہا اور کیا کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور جان لیجئے کہ مذہب کی بناء پر صحابہ سے لے کر اب تک کے اکابر سب معاذ اللہ مشرک و کافر ٹھہریں وہ مذہب خدا و رسول کو کس قدر دشمن ہوگا۔

صحیح حدیثوں میں آیا کہ "جو مسلمان کو کافر کہے خود کافر ہے"[1] اور بہت ائمہ دین نے مطلقاً اس پر فتوٰی دیا جس کی تفصیل فقیر نے اپنے رسالہ النہی الاکید عن الصلوۃ وراء عدی التقلید میں ذکر کی۔ ہم اگرچہ بحکم احتیاط تکفیر نہ کریں تاہم اس قدر میں کلام نہیں کہ ایک گروہ ائمہ کے نزدیک یہ حضرات کہ یارسول اللہ و یا علی و یا حسین و یا غوث الثقلین کہنے والے مسلمانوں کو کافر و مشرک کہتے ہیں خود کافر ہیں تو ان پر لازم کہ نئے سرے سے کلمۂ اسلام پڑھیں اور اپنی عورتوں سے نکاح جدید کریں۔ درمختار میں ہے:

مافیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح[2]

اور جس چیز کے کفر میں اختلاف ہو اسکے مرتکب کو استغفار و توبہ اور تجدید نکاح کا حکم دیا جائے گا۔(ت)

فائدہ: حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ندا کرنے کے عمدہ دلائل سے "التحیات" ہے جسے ہر نمازی ہر نماز کی دو رکعت پر پڑھتا ہے اور اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم سے عرض کرتا ہے السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ سلام حضور پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔

اگر ندا معاذ اللہ شرک ہے تو یہ عجب شرک ہے کہ عین نماز میں شریک و داخل ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اور یہ جاہلانہ خیال محض باطل کہ التحیات زمانۂ اقدس سے ویسے ہی چلی آتی ہے تو مقصود ان لفظوں کی ادا ہے نہ کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ

---

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۱
صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان حال الایمان من قال لاخیہ المسلم یا کافر " " ۱/ ۵۷
[2] الدرالمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۹

www.alahazratnetwork.org

وسلم کی نداء حاشا وکلا شریعتِ مطہرہ نے نماز میں کوئی ذکر ایسا نہیں رکھا ہے جس میں صرف زبان سے لفظ نکالے جائیں اور معنے مراد نہ ہوں۔ نہیں نہیں بلکہ قطعاً یہی درکار ہے التحیات للّٰہ والصلوات سے حمدِ الٰہی کا قصد رکھے اور السلام علیك ایّھا النبی ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ سے یہ ارادہ کرے کہ اس وقت میں اپنے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سلام کرتا اور حضور سے بالقصد عرض کر رہا ہوں کہ سلام حضور اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔

فتاوٰے عالمگیری میں شرح قدوری سے ہے:

لابدّ من ان یقصد بالفاظ التشھد معانیھا التی وضعت لھا من عندہ کانہ یُحیّ اللّٰہ تعالٰی ویسلم علی النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم وعلی نفسہ وعلٰی اولیاء اللّٰہ تعالٰی۔[1]

تشہد کے الفاظ سے ان معانی کا قصد کرنا ضروری ہے جن کے لئے ان الفاظ کو وضع کیا گیا ہے اور جو نمازی کی طرف سے مقصود ہوں۔ گویا کہ نمازی اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں نذرانۂ عبادت پیش کر رہا ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر، خود اپنی ذات پر اور اولیاء اللہ پر سلام بھیج رہا ہے۔ (ت)

تنویر الابصار اور اس کی شرح دُرِّ مختار میں ہے:

(ویقصد بالفاظ التشھد) معانیھا مرادۃ لہ علٰی وجہ (الانشاء) کانہ یحیّ اللّٰہ تعالٰی ویسلم علٰی نبیہ وعلٰی نفسہ واولیائہ (لاالاخبار) عن ذٰلك ذکرہ فی المجتبٰی۔[2]

الفاظِ تشہد سے اُن کے معانی مقصودہ کا بطورِ انشاء قصد کرے، گویا کہ وہ اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں اظہارِ بندگی کر رہا ہے اور اس کے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم، خود اپنی ذات اور اولیاء اللہ پر سلام بھیج رہا ہے، ان الفاظ سے حکایت وخبر کا قصد نہ کرے۔ اس کو مجتبٰی میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

علامہ حسن شرنبلالی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں فرماتے ہیں:

یَقْصُدُ مَعَانِیَہٗ مُرَادَۃً لَہٗ عَلٰی

قصد کرے معنی مقصودہ کا بایں طور کہ نمازی

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الصلٰوۃ الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۷۲
[2] الدر المختار شرح تنویر الابصار کتاب الصلٰوۃ باب صفۃ الصلٰوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۷

www.alahazratnetwork.org

اَنَّہٗ یُنْشِئُہَا تَحِیَّۃً وَّسَلَامًا مِّنْہُ[1]   اپنی طرف سے تحیہ اور سلام پیش کر رہا ہے۔ (ت)

اسی طرح بہت علماء نے تصریح فرمائی۔ اس پر بعض سفہائے منکرین یہ عذر گھڑتے ہیں کہ صلوٰۃ وسلام پہنچانے پر ملائکہ مقرر ہیں تو ان میں نداء جائز اور ان کے ماوراء میں ناجائز، حالانکہ یہ سخت جہالت بے مزہ ہے، قطع نظر بہت اعتراضوں سے جو اس پر وارد ہوتے ہیں ان ہوشمندوں نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ صرف درود وسلام ہی نہیں بلکہ اُمت کے تمام اقوال وافعال واعمال روزانہ دو وقت سرکار عرش وقار حضور سید الابرار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں عرض کئے جاتے ہیں۔ احادیثِ کثیرہ میں تصریح ہے کہ مطلقاً اعمالِ حسنہ وسیئہ سب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں اور یونہی تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور والدین واعزاء واقارب سب پر عرضِ اعمال ہوتی ہے۔ فقیر نے اپنے رسالہ "سلطنۃ المصطفٰی فی ملکوت کل الورٰی" میں وہ سب حدیثیں جمع کیں، یہاں اسی قدر بس ہے کہ امام اجل عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی،

لیس من یوم الا وتعرض علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعمالُ اُمتہٖ غدوۃ وعشیا فیعرفہم بسیماھم واعمالہم[2]

یعنی کوئی دن ایسا نہیں جس میں سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اعمالِ اُمت ہر صبح وشام پیش نہ کئے جاتے ہوں تو حضور کا اپنے اُمتیوں کو پہچاننا ان کی علامت اور ان کے اعمال دونوں وجہ سے ہے (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی آلہٖ وصحبہٖ وشرف وکرم)۔

فقیر غفراللہ تعالٰی لہٗ بتوفیق اللہ عزوجل اس مسئلے میں ایک کتاب مبسوط لکھ سکتا ہے مگر منصف کے لئے اسی قدر وافی، اور خدا ہدایت دے تو ایک حرف کافی۔

اکفنا شر المضلین یا کافٍ وصلّ علٰی سیدنا ومولٰنا محمدٍ الشافی واٰلہٖ وصحبہٖ حماۃ الدین

اے کفایت فرمانے والے! ہماری طرف سے گمراہ کرنے والوں کے شر کا دفاع فرما۔ ہمارے آقا ومولٰی محمد مصطفٰی پر درود نازل فرما

---

[1] مراقی الفلاح علٰی ہامش حاشیۃ الطحطاوی کتاب الصلوٰۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۵۵

[2] المواہب اللدنیۃ بحوالہ ابن المبارک عن سعید ابن المسیب المقصد الرابع الفصل الثانی بیروت ۲/ ۶۹۴

www.alahazratnetwork.org

الصافی أمین والحمد لله رب العالمین۔

جو شفا عطا فرمانے والے ہیں اور آپ کے آل واصحاب پر جو دین صافی کے حامی ہیں آمین والحمد للہ رب العٰلمین۔ (ت)

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱
عبدالمصطفیٰ احمد رضا خان

رسالہ
انوار الانتباہ فی حل نداء یارسول اللہ
ختم ہُوا

www.alahazratnetwork.org

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

اسماع الاربعین فی شفاعۃ سید المحبوبین

(محبوبوں کے سردار کی شفاعت کے بارے میں چالیس حدیثیں سنانا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۶۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا شفیع ہونا کس حدیث سے ثابت ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

الحمد للہ البصیر السمیع والصلٰوۃ والسلام علی البشیر الشفیع وعلٰی اٰلہ وصحبہ کل مساء وسطیع۔

سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے جو دیکھنے والا سننے والا ہے، اور درود وسلام نازل ہو بشارت دینے والے شفاعت کرنے والے پر اور اس کے آل واصحاب پر ہر شام کو اور ہر صبح کو۔ (ت)

سُبحان اللہ! ایسے سوال سُن کر تعجب آتا ہے کہ مسلمان و مدعیانِ سنیت اور ایسے واضح

www.alahazratnetwork.org

عقائد میں تشکیک کی آفت، یہ بھی قربِ قیامت کی ایک علامت ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

احادیثِ شفاعت بھی ایسی چیز نہیں جو کسی طرح چھُپ سکیں۔ بیسیوں صحابہ، صدہا تابعین، ہزارہا محدثین ان کے راوی، حدیث کی ہرگونہ کتابیں صحاح، سُنن، مسانید، معاجیم، جوامع، مصنّفات ان سے مالامال۔ اہلِ سنّت کا ہر متنفّس یہاں تک کہ زنان و اطفال بلکہ دہقانی جہّال بھی اس عقیدے سے آگاہ۔ خدا کا دیدار، محمد کی شفاعت ایک ایک بچے کی زبان پر جاری، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و بارک وشرّف ومجّد وکرّم۔

فقیر غفراللہ تعالٰی لہٗ نے رسالہ "سمع و طاعة لاحادیث الشفاعة" میں بہت کثرت سے ان احادیث کی جمع وتلخیص کی، (یہاں) بر نہایت اجمال صرف چالیس حدیثوں کی طرف اشارت، اور ان سے پہلے چند آیاتِ قرآنیہ کی تلاوت کرتا ہوں:

الآیات

آیت اُولٰی: قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا):

عسٰی ان یبعثک ربک مقاما محمودا[1] قریب ہے کہ تیرا رب تجھے مقامِ محمود میں بھیجے۔

حدیث شریف میں ہے حضور شفیع المذنبین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی گئی، مقامِ محمود کیا چیز ہے؟ فرمایا: ھو الشفاعة[2] وہ شفاعت ہے۔

آیت ثانیہ: قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا):

ولسوف یعطیک ربک فترضٰی[3] اور قریب تر ہے تجھے تیرا رب اتنا دے گا کہ تو راضی ہوجائے گا۔

دیلمی مسند الفردوس میں امیرالمومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہٗ سے راوی، جب یہ آیت اتری حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اذًا لا ارضٰی و واحد من امتی فی النار[4] یعنی جب اللہ تعالٰی نے مجھ سے راضی کردینے کا وعدہ فرمایا ہے تو میں راضی نہ ہوں گا اگر میرا ایک امتی بھی دوزخ میں ہو۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۷۹

[2] جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ بنی اسرائیل امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۴۲

[3] القرآن الکریم ۹۳/ ۵

[4] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ۹۳/ ۵ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۳۱/ ۲۱۳

www.alahazratnetwork.org

اللھم صل وسلم وبارك علیہ۔

طبرانی معجم اوسط اور بزار مسند میں جناب مولی المسلمین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اشفع لامتی حتی ینادینی ربی قد ارضیت یا محمد فاقول ای رب قد رضیت۔[1]

میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا یہاں تک کہ میرا رب پکارے گا اے محمد! تو راضی ہوا؟ میں عرض کروں گا، اے رب میرے! میں راضی ہوا۔

آیت ثالثہ[۳]: قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا):

واستغفر لذنبك وللمؤمنین والمؤمنٰت۔[2]

اے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔

اس آیت میں اللہ تعالٰی اپنے حبیب کریم علیہ افضل الصلٰوۃ والتسلیم کو حکم دیتا ہے کہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے گناہ مجھ سے بخشواؤ، اور شفاعت کاہے کا نام ہے!

آیت رابعہ[۴]: قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا):

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوك فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما۔[3]

اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں، تیرے پاس حاضر ہوں، پھر خدا سے استغفار کریں، اور رسول ان کی بخشش مانگے تو بیشک اللہ تعالٰی کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

اس آیت میں مسلمانوں کو ارشاد فرماتا ہے کہ گناہ کرکے اس نبی کی سرکار میں حاضر ہو اور اُس سے درخواستِ شفاعت کرو، محبوب تمہاری شفاعت فرمائیگا تو ہم یقیناً تمہارے گناہ بخش دیں گے۔

آیت خامسہ[۵]: قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا):

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۲۰۸۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۳/۴۳
الترغیب والترھیب کتاب البعث فصل فی الشفاعۃ مصطفٰی البابی مصر ۴/۴۴۶
الدر المنثور تحت الآیۃ ۵/۹۳ مکتبۃ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۶/۳۶۱

[2] القرآن الکریم ۴۷/۱۹

[3] " ۴/۶۴

www.alahazratnetwork.org

واذا قیل لھم تعالوا یستغفر لکم رسول اللہ لووا رءوسھم[1]
جب ان منافقوں سے کہا جائے کہ آؤ رسول اللہ تمھاری مغفرت مانگیں تو اپنے سر پھیر لیتے ہیں۔

اس آیت میں منافقوں کا حال بد مآل ارشاد ہوا کہ وہ حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے شفاعت نہیں چاہتے، پھر جو آج نہیں چاہتے وہ کل نہ پائیں گے۔ اللہ دنیا و آخرت میں ان کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائے ؎

حشر میں ہم بھی سیر دیکھیں گے
منکر آج ان سے التجا نہ کرے

وصلی اللہ تعالٰی علٰی شفیع المذنبین وآلہ وصحبہ وحزبہ اجمعین۔
اللہ تعالٰی درود نازل فرمائے گنہگاروں کی شفاعت فرمانے والے پر اور ان کی آل، اصحاب اور تمام امت پر۔ (ت)

الاحادیث

شفاعت کبرٰی کی حدیثیں جن میں صاف صریح ارشاد ہوا کہ عرصاتِ محشر میں وہ طویل دن ہوگا کہ کاٹے نہ کٹے اور سروں پر آفتاب اور دوزخ نزدیک۔ اُس دن سورج میں دس برس کامل کی گرمی جمع کریں گے اور سروں سے کچھ ہی فاصلہ پر لا رکھیں گے، پیاس کی وہ شدت کہ خدا نہ دکھائے، گرمی وہ قیامت کہ اللہ بچائے، بانسوں پسینہ زمین میں جذب ہو کر اوپر چڑھے گا یہاں تک کہ گلے گلے سے بھی اونچا ہوگا۔ جہاز چھوڑیں تو بہنے لگیں، لوگ اس میں غوطے کھائیں گے، گھبرا گھبرا کر دل حلق تک آجائیں گے۔

لوگ ان عظیم آفتوں میں جان سے تنگ آکر شفیع کی تلاش میں جابجا پھریں گے۔ آدم و نوح و خلیل و کلیم و مسیح علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس حاضر ہو کر جواب صاف سنیں گے۔ سب انبیاء فرمائیں گے ہمارا یہ مرتبہ نہیں ہم اس لائق نہیں ہم سے یہ کام نہ نکلے گا، نفسی نفسی، تم اور کسی کے پاس جاؤ۔ یہاں تک کہ سب کے بعد حضور پر نور خاتم النبیین، سید الاولین والآخرین، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونگے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انالہا انالہا[2]

---

[1] القرآن الکریم ۶۳/ ۵

[2] البدایۃ والنہایۃ ذکر ثناء اللہ ورسولہ الکریم علی عبدہ وخلیلہ ابراہیم مکتبۃ المعارف بیروت ۱/ ۱۷۱
صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۰

www.alahazratnetwork.org

فرمائیں گے یعنی میں ہُوں شفاعت کے لئے، میں ہوں شفاعت کے لئے۔

پھر اپنے رب کریم جل جلالہ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر سجدہ کریں گے ان کا رب تبارک وتعالیٰ ارشاد فرمائے گا،

یامحمد ارفع رأسك وقل تُسمع وسل تعطہ واشفع تشفع۔[1]

اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور عرض کرو تمھاری بات سُنی جائیگی اور مانگو کہ تمھیں عطا ہوگا اور شفاعت کرو کہ تمھاری شفاعت قبول ہے۔

یہی مقامِ محمود ہوگا جہاں تمام اولین وآخرین میں حضور کی تعریف وحمد وثناء کا غُل پڑ جائے گا اور موافق ومخالف سب پر کُھل جائے گا۔ بارگاہِ الٰہی میں جو وجاہت ہمارے آقا کی ہے کسی کی نہیں اور مالک عظیم جل جلالہ کے یہاں جو عظمت ہمارے مولیٰ کے لئے ہے کسی کے لئے نہیں۔ والحمد ﷲ رب العٰلمین (اور تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔ ت) اسی لئے اللہ تعالٰی اپنی حکمتِ کاملہ کے مطابق لوگوں کے دلوں میں ڈالے گا کہ پہلے اور انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پاس جائیں اور وہاں سے محروم پھر کر ان کی خدمت میں حاضر آئیں تاکہ سب جان لیں کہ منصبِ شفاعت اسی سرکار کا خاصہ ہے دوسرے کی مجال نہیں کہ اس کا دروازہ کھول سکے۔ والحمد ﷲ رب العالمین (اور تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔ ت)

یہ حدیثیں صحیح بخاری وصحیح مسلم تمام کتابوں میں مذکور اور اہلِ اسلام میں معروف ومشہور ہیں، ذکر کی حاجت نہیں کہ بہت طویل ہیں، شک لانے والا اگر دو حرف بھی پڑھا ہو تو مشکوٰۃ شریف کا اردو میں ترجمہ منگا کر دیکھ لے یا کسی مسلمان سے کہے کہ پڑھ کر سُنا دے۔ اور انھیں حدیثوں کے آخر میں یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ شفاعت کرنے کے بعد حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بخششِ گنہگاران کیلئے

---

[1] صحیح البخاری

صحیح البخاری	کتاب الانبیاء	باب قول اللہ تعالٰی ولقد ارسلنا نوحا الخ	قدیمی کتب خانہ کراچی			۱/۴۷۰
؍؍	کتاب الرقاق	باب صفۃ الجنۃ والنار	؍؍	؍؍	؍؍	۲/۹۷۱
؍؍	کتاب التوحید	باب قول اللہ تعالٰی لما خلقت بیدی	؍؍	؍؍	؍؍	۲/۱۱۰۲
؍؍	؍؍	باب قول اللہ تعالٰی وجوہ یومئذ ناضرۃ الخ	؍؍	؍؍	؍؍	۲/۱۱۰۸
		باب قول الرب یوم القیٰمۃ مع الانبیاء وغیرہم	؍؍	؍؍	؍؍	۲/۱۱۱۸
صحیح مسلم	کتاب الایمان	باب اثبات الشفاعۃ الخ	؍؍	؍؍	؍؍	۱/۱۰۸ تا ۱۱۱

اللھم صل وسلم وبارك علیہ والحمد ﷲ رب العٰلمین۔

اے اللہ! درود وسلام اور برکت نازل فرما ان پر، اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ت)

حدیث ۳: ابن عدی حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

www.alahazratnetwork.org

بار بار شفاعت فرمائیں گے اور ہر دفعہ اللہ تعالٰی وہی کلمات فرمائے گا اور حضور ہر مرتبہ بے شمار بندگانِ خدا کو نجات بخشیں گے۔

میں ان مشہور حدیثوں کے سوا ایک اربعین یعنی چالیس[۴۰] حدیثیں اور لکھتا ہوں جو گوشِ عوام تک کم پہنچی ہوں، جن سے مسلمانوں کا ایمان ترقی پائے، منکر کا دل آتشِ غیظ میں جل جائے بالخصوص جن سے اس ناپاک تحریف کا رَد شریف ہو جو بعض بد دینوں، خدا نا ترسوں، ناحق کوشوں، باطل کیشوں نے معنی شفاعت میں کیں اور انکارِ شفاعت کے چہرۂ نجس چھپانے کو ایک جھوٹی صورت نام کی شفاعت دل سے گھڑی۔

ان حدیثوں سے واضح ہو گا کہ ہمارے آقائے اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم شفاعت کے لئے متعین ہیں، انہی کی سرکار بیکس پناہ ہے، انہی کے در سے بے یاروں کا نباہ ہے، نہ جس طرح ایک بد مذہب کہتا ہے کہ جس کو چاہے گا اپنے حکم سے شفیع بنا دے گا۔ یہ حدیثیں ظاہر کریں گی کہ ہمیں خدا اور رسول نے کان کھول کر شفیع کا پیارا نام بتا دیا اور صاف فرمایا کہ وہ محمد رسول اللہ ہیں (صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم)، نہ یہ کہ بات گول رکھی ہو جیسے ایک بدبخت کہتا ہے کہ اسی کے اختیار پر چھوڑ دیجئے جس کو وہ چاہے ہمارا شفیع کر دے۔

یہ حدیثیں مژدۂ جانفزا دیں گی کہ حضور کی شفاعت نہ اس کے لئے ہے جس سے اتفاقی گناہ

پر شرک کے احکام،

انا للہ وانا الیہ راجعون، وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

بے شک ہم اللہ تعالٰے کے لئے ہیں اور ہم کو اسی کی طرف لوٹنا ہے، عنقریب ظالم جان لیں گے کہ کس کروٹ پر پلٹتے ہیں، اور اللہ بلند و عظیم کی توفیق کے بغیر نہ تو گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت۔ (ت)

حدیث ۴۳: صحیح مسلم میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مروی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اللہ تعالٰی نے مجھے تین سوال عطا فرمائے، میں نے دو بار تو دنیا میں عرض کر لی اللّٰھم اغفر لامتی، اللھم اغفر لامتی الٰہی! میری اُمت کی مغفرت فرما، الٰہی! میری اُمت کی مغفرت فرما۔ واخرت الثالثۃ لیوم یرغب الیّ فیہ الخلق حتی ابراھیم[۱] اور تیسری عرض اس دن کے لئے اٹھا رکھی جس میں مخلوقِ الٰہی میری طرف نیاز مند ہو گی یہاں تک کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

وصل وسلم و بارك علیہ والحمد للہ رب العلمین۔

اور درود و سلام و برکت نازل فرما ان پر۔ اور تمام تعریفیں اللہ تعالٰے کے لئے ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ت)

... حضور شفیع المذنبین صلے اللہ تعالٰے

www.alahazratnetwork.org

37 رب العلمین۔ جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔(ت)

حدیث ۱ و ۲: امام احمد بسند صحیح اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اور ابن ماجہ حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

خُیّرت بین الشفاعۃ وبین ان یدخل نصف امتی الجنۃ فاخترت الشفاعۃ لانھا اعم واکفی ترونھا للمتقین لا ولکنھا للمذنبین الخطائین المتلوثین[1]

اللہ تعالٰی نے مجھے اختیار دیا کریا تو شفاعت لو یا یہ کہ تمہاری آدھی امت جنت میں جائے۔ میں نے شفاعت لی کہ وہ زیادہ تمام اور زیادہ کام آنیوالی ہے، کیا تم یہ سمجھ لئے ہو کہ میری شفاعت پاکیزہ مسلمانوں کے لئے ہے؟ نہیں بلکہ وہ ان گنہگاروں کے واسطے ہے جو گناہوں میں آلودہ اور سخت خطاکار ہیں۔

اللّٰھم صل وسلم وبارك علیہ والحمد للہ رب العلمین۔

اے اللہ! درود وسلام اور برکت نازل فرما ان پر، اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ت)

حدیث ۳: ابن عدی حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

شفاعتی للھالکین من اُمتی[2]

میری شفاعت میرے ان امتیوں کے لئے ہے جنھیں گناہوں نے ہلاک کر ڈالا۔

حق ہے اے شفیع میرے، میں قربان تیرے، صلی اللہ علیک۔

حدیث ۴ تا ۸: حضرت ابوداؤد و ترمذی و ابن حبان و حاکم و بیہقی بافادہ تصحیح حضرت انس بن مالک اور ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان و حاکم حضرت جابر بن عبداللہ اور طبرانی معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن عباس

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب الزہد باب ذکر الشفاعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۹
مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمر المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۷۵
[2] الکامل لابن عدی ترجمہ عمرو بن الخزم دار الفکر بیروت ۵/ ۱۸۰۱
کنز العمال حدیث ۳۹۰۷۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴/ ۴۰۱

www.alahazratnetwork.org

اورخطیب بغدادی حضرت عبداللہ ابن عمر فاروق وحضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

شفاعتی یوم القیٰمۃ لاھل الکبائر من امتی [1]

میری شفاعت میری اُمت میں ان کے لئے ہے جو کبیرہ گناہ والے ہیں۔

صلی اللہ علیك وسلم، والحمد للہ رب العٰلمین۔

اللہ تعالٰی آپ پر درود وسلام نازل فرمائے اور تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے (ت)

حدیث ۹: ابوبکر احمد بن علی بغدادی حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا،

شفاعتی لاھل الذنوب من امتی۔

میری شفاعت میرے گنہگار امتیوں کے لئے ہے۔

ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی، وان زنٰی وان سرق (اگرچہ زانی ہو، اگرچہ چور ہو) فرمایا، وان زنٰی وان سرق علٰی رغم انف ابی الدرداء [2] (اگرچہ زانی ہو اگرچہ چور ہو برخلاف خواہش ابو درداء کے)۔

حدیث ۱۰ و ۱۱: طبرانی وبیہقی حضرت بریدہ اور طبرانی معجم اوسط میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب الزہد باب ذکر الشفاعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۹
سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی الشفاعۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۹۶
جامع الترمذی ابواب صفۃ القیٰمۃ باب ماجاء فی الشفاعۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۶۶
المستدرک للحاکم کتاب الایمان شفاعتی لاہل الکبائر من امتی دارالفکر بیروت ۱/ ۶۹
السنن الکبرٰی کتاب الجنایات ۸/ ۱۷ وکتاب الشہادات ۱۰/ ۱۹۰ دارصادر بیروت
المعجم الکبیر حدیث ۱۱۴۵۴ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/ ۱۸۹
موارد الظمآن الٰی زوائد ابن حبان حدیث ۲۵۹۶ المطبعۃ السلفیہ ص ۶۴۵
کنز العمال حدیث ۳۹۰۵۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴/ ۳۹۸

[2] تاریخ بغداد ترجمہ محمد بن ابراہیم الغازی ابن البصری دارالکتاب العربی بیروت ۱/ ۴۱۶

www.alahazratnetwork.org

ان اشفع یوم القیمۃ لاکثر مما علٰی وجہ الارض من شجر و حجر و مدر۔[1] | یعنی رُوئے زمین پر جتنے پیڑ، پتھر، ڈھیلے ہیں میں قیامت میں ان سب سے زیادہ آدمیوں کی شفاعت فرماؤں گا۔

حدیث ۱۲: بخاری، مسلم، حاکم، بیہقی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، واللفظ لھٰذین (اور لفظ حاکم وبیہقی کے ہیں۔ ت) حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

شفاعتی لمن شھد ان لا الٰہ الا اللہ مخلصا یصدق قلبہ لسانہ۔[2] | میری شفاعت ہر کلمہ گو کے لئے ہے جو سچے دل سے کلمہ پڑھے کہ زبان کی تصدیق دل کرتا ہو۔

حدیث ۱۳: احمد، طبرانی و بزار حضرت معاذ بن جبل و حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انھا اوسع لھم وھی لمن مات ولا یشرک باللہ شیئا۔[3] | شفاعت میں امت کے لئے زیادہ وسعت ہے کہ وہ ہر شخص کے واسطے ہے جو اللہ تعالٰی کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے یعنی جس کا خاتمہ ایمان پر ہو۔

حدیث ۱۴: طبرانی معجم اوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اٰتی جھنم فاضرب بابھا فیفتح لی فادخلھا فاحمد اللہ محامد ما حمدہ احد قبلی مثلھا ولا یحمد احد بعدی | میں جہنم کا دروازہ کھلوا کر تشریف لیجاؤں گا وہاں خدا کی تعریفیں کروں گا ایسی نہ مجھ سے پہلے کسی نے کیں نہ میرے بعد کوئی کرے، پھر دوزخ سے ہر اس شخص کو نکال

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن بریدہ الاسلمی المکتب الاسلامی بیروت ۵/۳۴۷
المعجم الاوسط حدیث ۵۳۵۶ مکتبۃ المعارف ریاض ۶/۱۶۲
کنز العمال حدیث ۳۹۰۶۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴/۳۹۹
[2] المستدرک للحاکم کتاب الایمان شفاعتی لمن شھد الخ دار الفکر بیروت ۱/۷۰
[3] مسند احمد بن حنبل عن ابی موسٰی الاشعری المکتب الاسلامی بیروت ۴/۴۰۴ و ۴۱۵
کنز العمال حدیث ۳۹۰۷۹ و ۳۹۰۸۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴/۴۰۳
مجمع الزوائد کتاب البعث باب ماجاء فی الشفاعۃ دار الکتاب بیروت ۱۰/۳۶۸ و ۳۶۹

www.alahazratnetwork.org

ثم اخرج منہا من قال لا الٰہ الا اللہ[1]، ملخصا۔ دُوں گا جس نے خالص دل سے لا الٰہ الا اللہ کہا۔

حدیث ۱۵: حاکم بافادہ تصحیح اور طبرانی و بیہقی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یوضع للانبیاء منابر من ذھب فیجلسون علیہا ویبقٰی منبری لَا اَجْلِسُ عَلَیْہِ اَوْ لَا اَقْعُدُ علیہ قائما بَیْنَ یَدَیْ رَبِّیْ مَخَافَۃَ اَنْ یَّبْعَثَ بِیْ اِلَی الْجَنَّۃِ وَیَبْقٰی اُمَّتِیْ بَعْدِیْ فاقول یا رَبِّ اُمَّتِیْ اُمتی، فیقولُ اللّٰہُ عزوجل یا محمد ما ترید اَنْ اَصْنَعَ بِاُمّتِکَ فاقول یا رب عَجِّلْ حسابہم فما ازال اشفع حتّٰی اُعطٰی صکاکًا برجال قد بُعث بہم الی النار حتی اَنّ مالکا خازن النار فیقول یا محمد ما ترکت لغضب ربک فی امتک من نقمۃ۔[2]

انبیاء کے لئے سونے کے منبر بچھائیں گے، وہ ان پر بیٹھیں گے، اور میرا منبر باقی رہے گا کہ میں اس پر جلوس نہ فرماؤں گا بلکہ اپنے رب کے حضور سروقد کھڑا رہوں گا اس ڈر سے کہ کہیں ایسا نہ ہو مجھے جنّت میں بھیج دے اور میری امت میرے بعد رہ جائے، پھر عرض کروں گا اے رب میرے! میری امت، میری امت۔ اللہ تعالٰی فرمائے گا اے محمد! تیری کیا مرضی ہے میں تیری امت کے ساتھ کیا کروں؟ عرض کروں گا اے رب میرے! ان کا حساب جلد فرمادے۔ پس میں شفاعت کرتا رہوں گا یہاں تک کہ مجھے اُن کی رہائی کی چٹھیاں ملیں گی جنہیں دوزخ بھیج چکے تھے یہاں تک کہ مالک داروغہ دوزخ عرض کرے گا اے محمد! آپ نے اپنی امت میں رب کا غضب نام کو نہ چھوڑا۔

اللّٰہم صل و بارک علیہ والحمد للہ رب العٰلمین۔

اے اللہ! درود و برکت نازل فرما اُن پر، اور تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ت)

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۳۸۵۵ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/ ۵۰۳

[2] المستدرک للحاکم کتاب الایمان باب للانبیاء منابر من ذھب دارالفکر بیروت ۱/ ۶۵ و ۶۶

المعجم الاوسط حدیث ۲۹۵۸ مکتبۃ المعارف ریاض ۳/ ۴۴۶ و ۴۴۷

الترغیب والترہیب کتاب البعث فصل فی الشفاعۃ مصطفی البابی مصر ۴/ ۴۳۶

www.alahazratnetwork.org

حدیث ۱۶ تا ۲۱ : بخاری ومسلم ونسائی حضرت جابر بن عبداللہ اور احمد بسندِ حسن اور بخاری تاریخ میں اور بزار اور طبرانی وبیہقی وابونعیم حضرت عبداللہ بن عباس، اور احمد بسندِ حسن وبزار بسندِ جید و دارمی وابن ابی شیبہ وابویعلٰی وابونعیم وبیہقی حضرت ابوذر، اور طبرانی معجم اوسط میں بسند حضرت ابوسعید خدری، اور کبیر میں حضرت سائب ابن یزید، اور احمد باسنادِ حسن اور ابن ابی شیبہ وطبرانی حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی،

واللفظ لجابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و اُعطیت ما لم یعط احدٌ قبلی الٰی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واعطیت الشفاعۃ۔[1]

اور لفظ حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے وہ کچھ عطا ہوا جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دیا گیا۔" یہاں تک فرمایا کہ "مجھے شفاعت دی گئی۔" (ت)

ان چھٔوں حدیثوں میں یہ بیان ہوا ہے کہ حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں میں شفیع مقرر کر دیا گیا اور شفاعت خاص مجھی کو عطا ہوگی میرے سوا کسی نبی کو یہ منصب نہ ملا۔

حدیث ۲۲ و ۲۳ : ابن عباس وابوسعید وابوموسٰی سے انھیں حدیثوں میں وہ مضمون بھی ہے جو احمد وبخاری ومسلم نے انس اور شیخین نے ابوہریرہ (رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین) سے روایت کیا کہ حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

---

[1] صحیح بخاری کتاب التیمم وقولہ تعالٰی فلم تجدوا ماءً قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۸
" کتاب الصلٰوۃ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم جعلت لی الارض مسجداً " " ۱/ ۶۲
صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلٰوۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹۹
سنن النسائی کتاب الغسل والتیمم باب التیمم بالصعید نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۷۴
مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۳۰۱
المعجم الکبیر " " حدیث ۱۱۰۸۵ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۱/ ۷۳
مسند احمد بن حنبل عن ابی ذر المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۱۶۲
الترغیب والترہیب بحوالہ البزار فصل فی الشفاعۃ مصطفی البابی مصر ۴/ ۴۳۳
المعجم الاوسط حدیث ۷۴۳۵ مکتبۃ المعارف ریاض ۸/ ۲۱۲
المعجم الکبیر عن سائب بن یزید حدیث ۶۶۷۴ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۷/ ۱۵۵
مسند احمد بن حنبل عن ابی موسٰی المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۴۰۴

www.alahazratnetwork.org

ان لکل نبی دعوۃ قد دعا بہا فی امتہ واستجیب لہ[1] وھذا اللفظ لانس ولفظ ابی سعید لیس من نبی الا وقد اعطی دعوۃ فتعجلہا[2] (ولفظ ابن عباس) لم یبق نبی الا اعطی سؤلہ[3] رجعنا الی لفظ انس والفاظ الباقین کمثلہ معنی قال وانی اختبأت دعوتی شفاعۃ لامتی یوم القیمۃ[4] (زاد موسٰی) جعلتہا لمن مات من امتی لایشرک باللہ شیئا[5]

ہر نبی کے لئے ایک خاص دعا ہے جو وہ اپنی امت کے بارے میں کرچکا ہے اور وہ قبول ہوئی ہے۔ یہ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لفظ ہیں۔ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لفظ یوں ہیں کہ نہیں ہے کوئی نبی مگر یہ کہ اُسے ایک خاص دعا عطا ہوئی جسے اس نے دنیا میں مانگ لیا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے لفظ ہیں کہ کوئی نبی نہ بچا جس کو خاص دُعا عطا نہ ہوئی ہو۔ ہم حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے الفاظ کی طرف رجوع کرتے ہیں، باقی راویوں کے الفاظ معنی کے اعتبار سے اُن ہی کی مثل ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "میں نے اپنی دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لئے بچا رکھا ہے۔" ابوموسٰی نے اضافہ کیا کہ میں ہر اُس امتی کے لئے شفاعت کروں گا جو اس حال پر مرا کہ اللہ تعالٰی کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا تھا۔)

یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اگرچہ ہزاروں دُعائیں قبول ہوتی ہیں مگر ایک دُعا انھیں خاص جناب باری تبارک وتعالٰی سے ملتی ہے کہ جو چاہے مانگ لو بیشک دیا جائے گا۔ تمام انبیاء آدم سے عیسٰی تک (علیہم الصلوٰۃ والسلام) سب اپنی آپنی وہ دُعا دنیا میں کرچکے اور میں نے آخرت کے لئے اٹھا رکھی

---

[1] صحیح بخاری کتاب الدعوات باب قول اللہ تعالٰی ادعونی استجب لکم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۳۲
صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ " " ۱/۱۱۳
مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۲۰۸

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری " " ۳/۲۰

[3] السنن الکبرٰی کتاب الصلوٰۃ باب ایضا ادرک من الصلوٰۃ فصل لو دار صادر بیروت ۲/۴۳۳

[4] صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۳
مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۲۰۸

[5] مسند احمد بن حنبل عن ابی موسٰی الاشعری " " ۴/۴۱۶

www.alahazratnetwork.org

وہ میری شفاعت ہے میری امت کے لئے قیامت کے دن، میں نے اسے اپنی ساری امت کے لئے رکھا ہے جو ایمان پر دنیا سے اُٹھی۔

اللّٰھم ارزقنا بجاھہ عندك اٰمین! اے اللہ! ہمیں اُن کی اس وجاہت کے صدقے میں عطا فرما جو اُن کو تیری بارگاہ میں حاصل ہے (ت)

اللہ اکبر! اے گنہگارانِ اُمت! کیا تم نے اپنے مالک و مولیٰ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یہ کمالِ رأفت و رحمت اپنے حال پر نہ دیکھی کہ بارگاہِ الٰہی عزجلالہ سے تین سوال حضور کو ملے کہ جو چاہو مانگ لو عطا ہوگا، حضور نے ان میں کوئی سوال اپنی ذات پاک کے لئے نہ رکھا، سب تمہارے ہی کام میں صرف فرمادئے، دو سوال دُنیا میں کئے وہ بھی تمہارے ہی واسطے، تیسرا آخرت کو اٹھا رکھا، وہ تمہاری اس عظیم حاجت کے واسطے جب اس مہربان مولٰی رؤف و رحیم آقا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سوا کوئی کام آنے والا، بگڑی بنانے والا نہ ہوگا (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)۔ حق فرمایا حضرت حق عزوجل نے،

عزیزٌ علیہ ماعنتم حریص علیکم بالمؤمنین رءوف رحیم[1] اُن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے، تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر کمال مہربان۔ (ت)

واللہ العظیم! قسم اس کی جس نے انھیں آپ پر مہربان کیا ہرگز ہرگز کوئی ماں اپنے عزیز پیارے اکلوتے بیٹے پر زنہار اتنی مہربان نہیں جس قدر وہ اپنے ایک امتی پر مہربان ہیں (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)، الٰہی! تو ہمارا عجز و ضعف اور اُن کے حقوق عظیمہ کی عظمت جانتا ہے۔ اے قادر! اے واجد! ہماری طرف سے اُن پر اور اُن کی آل پر وہ برکت والی درودیں نازل فرما جو ان کے حقوق کو وافی ہوں اور ان کی رحمتوں کو مکافی۔

اللّٰھم صلّ وسلم وبارك علیہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ قدر رأفتہ ورحمتہ بامتہ وقدر رأفتك ورحمتك بہ اٰمین اٰمین الٰہ الحق اٰمین! اے اللہ! درود وسلام اور برکت نازل فرما آپ پر، آپ کی آل پر اور آپ کے اصحاب پر جتنا کہ وہ اپنی اُمت پر مہربان ہیں اور جس قدر تو ان پر مہربان ہے۔ اے معبودِ برحق! ہماری دُعا قبول فرما۔ (ت)

سبحٰن اللہ! اُمتیوں نے ان کی رحمتوں کا یہ معاوضہ رکھا کہ کوئی افضلیت میں تشکیکیں نکالتا ہے، کوئی ان کی تعریف اپنی سی جانتا ہے، کوئی ان کی تعظیم پر بگڑا کرتا ہے، افعالِ محبت کا بدعت نام، اجلال وادب

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۲۸

www.alahazratnetwork.org

پر شرک کے احکام،

انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون ، و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ، و لا حول و لا قوۃ الّا باللّٰہ العلی العظیم۔

بے شک ہم اللہ تعالٰی کے لئے ہیں اور ہم کو اسی کی طرف لوٹنا ہے ، عنقریب ظالم جان لیں گے کہ کس کروٹ پر پلٹتے ہیں ، اور اللہ بلند و عظیم کی توفیق کے بغیر نہ تو گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت۔ (ت)

حدیث ۲۴ : صحیح مسلم میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اللہ تعالٰی نے مجھے تین سوال عطا فرمائے ، میں نے دو بار تو دنیا میں عرض کرلی اللّٰھم اغفر لامتی اللّٰھم اغفر لامتی الٰہی ! میری اُمت کی مغفرت فرما ، الٰہی ! میری اُمت کی مغفرت فرما۔ و اخرت الثالثۃ لیوم یرغب الی فیہ الخلق حتی ابراھیم اور تیسری عرض اس دن کے لئے اٹھا رکھی جس میں مخلوق الٰہی میری طرف نیاز مند ہوگی یہاں تک کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

وصل وسلم و بارک علیہ والحمد للّٰہ رب العٰلمین۔

اور درود وسلام و برکت نازل فرما اُن پر۔ اور تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ت)

حدیث ۲۵ : بیہقی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شبِ اسرٰی اپنے رب سے عرض کی ، تُو نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو یہ یہ فضائل بخشے۔ رب عزمجدہ نے فرمایا اعطیتک خیرا من ذٰلک (الٰی قولہ) خبأت شفاعتک و لم اخبأھا لنبی غیرک میں نے تجھے عطا فرمایا وہ ان سب سے بہتر ہے ، میں نے تیرے لئے شفاعت چھپا رکھی اور تیرے سوا دوسرے کو نہ دی۔

حدیث ۲۶ : ابن ابی شیبہ و ترمذی بافادہ تحسین و تصحیح اور ابن ماجہ و حاکم بحکم تصحیح حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ،

۱؎ مسند احمد بن حنبل عن ابی بن کعب المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۱۲۷

صحیح مسلم کتاب فضائل القرآن باب بیان ان القرآن انزل علی سبعۃ احرف قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۷۳

۲؎ الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الثالث الفصل الاول المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/ ۱۳۴

www.alahazratnetwork.org

اذاکان یوم القیمة کنت امام النبیین وخطیبھم وصاحب شفاعتھم غیر فخر[1]
قیامت کے دن میں انبیاء کا پیشوا اور ان کا خطیب اور ان کا شفاعت والا ہوں اور یہ کچھ فخر کی راہ سے نہیں فرماتا۔

حدیث ۲۷ تا ۴۰: ابن منیع حضرت زید بن ارقم وغیرہ چودہ۱۴ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی، حضرت شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

شفاعتی یوم القیمة حق فمن لم یؤمن بھا لم یکن من اھلھا[2]
میری شفاعت روزِ قیامت حق ہے جو اس پر ایمان نہ لائے گا اس کے قابل نہ ہوگا۔

منکر مسکین اس حدیثِ متواتر کو دیکھے اور اپنی جان پر رحم کرکے شفاعتِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایمان لائے۔

اللّٰھم انک تعلم ھدیت فاٰمنا بشفاعة حبیبک محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاجعلنا من اھلھا فی الدنیا والاٰخرة یا اھل التقوٰی واھل المغفرة واجعل اشرف صلواتک وانمی برکاتک وازکٰی تحیاتک علٰی ھذا الحبیب المجتبٰی والشفیع المرتجی وعلٰی اٰلہ وصحبہ دائما ابدا اٰمین یا ارحم الراحمین، والحمد للہ رب العٰلمین۔

اے اللہ! تُو جانتا ہے، بیشک تُو نے ہدایت عطا فرمائی ہے، تو ہم تیرے حبیب محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شفاعت پر ایمان لائے ہیں۔ اے اللہ! تو ہمیں دُنیا و آخرت میں لائقِ شفاعت بنادے۔ اے تقوٰی و مغفرت والے! اپنا افضل درود، اکثر برکات اور پاکیزہ تحیات بھیج اس منتخب محبوب پر جس کی شفاعت کی امید کی جاتی ہے اور آپ کی آل پر اور آپ کے صحابہ پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔ اے بہترین رحم فرمانے والے! ہماری دُعا کو قبول فرما۔ اور تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ت)

---

[1] جامع الترمذی ابواب المناقب باب منہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰۱
سنن ابن ماجہ ابواب الزہد باب ذکر الشفاعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۳۰
المستدرک للحاکم کتاب الایمان باب اذا کان یوم القیمۃ الخ دارالفکر بیروت ۱/ ۷۱

[2] کنز العمال بحوالہ ابن منیع عن زید بن ارقم الخ حدیث ۳۹۰۵۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴/ ۳۹۹

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۱۶۶: مسئولہ مولوی احمد شاہ ساکن موضع سادات

شب قدر میں تمام چیزیں مثل درخت و پتھر وغیرہ کے سجدہ کرتی ہیں یا نہیں؟

الجواب

ہاں ہر چیز سجدہ کرتی ہے، اولیاء نے اسے مشاہدہ کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۷: از اودے پور میواڑ راجپوتانہ مدرسہ اسلامیہ مسئولہ مولانا مولوی سید احمد صاحب مہتمم مدرسہ اسلامیہ ۱۵ ذوالقعدہ ۱۳۲۹ھ

قدوۃ العلماء زبدۃ الفقہاء حضرت مولانا صاحب دام فیوضہم۔ بعد سلام مسنون نیاز مشحون معروض خدمت بندگان والا ہوں۔ آپ کا مکرمت نامہ جس روز پہنچا اسی روز مولوی ظہیر حسن صاحب بھی پہنچے اور بخیریت ہیں، کارِ درس و تدریس انجام دے رہے ہیں۔ حضور نے یاد آوری بزرگانہ سے مشکور فرمایا۔ کارِ خدمت سے یاد فرمائیں۔

دیگر مکلف ہوں کہ مولوی عبدالرحیم صاحب احمد آبادی مع مولوی علاؤالدین صاحب سندھی سادات عظام و فقراء ذوی الاحترام کے پیچھے بلاوجہ پڑ رہے ہیں اور طرح طرح کے الزام ان کے ذمہ لگاکر تکفیر کے فتوے منگالئے ہیں۔ اسی طرح سے فقراء سے غرضیکہ ایسی فضول باتیں کرکے بزرگانِ دین کا دل دُکھاتے ہیں وجہ خاص اس کی یہ ہے کہ ان کو احمد آباد کے لوگ پہلے نہیں مانتے تھے۔ سادات اور فقرا کی حقارت کرنے میں اب پہنچ گئے۔ اس بارہ میں حضور کو اشارہ کافی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ایسے معاملہ میں جب تک فریقین کی جانب سے تحقیق نہ ہو تکفیر وغیرہ کا حکم نہ بخشا جائے، اور بلاوجہ سادات و فقراء کے پیچھے پڑنا اور جو بنیاد حقارت کے واسطے اکھڑنا شرعاً ناجائز ہے۔ چنانچہ حضرت فرید میاں صاحب سجادہ نشین حضرت خواجہ محمد حسین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں ہیں۔ اور اسی طرف سے قاضی احمد میاں قادر میاں صاحب قادری کی نسبت سادات نہ ہونے کی وعظ وغیرہ کہہ کر دل دُکھا جاتے ہیں۔ سو اب بطور فتوٰی ارقام فرمادیں کہ حضرت شاہ فرید میاں صاحب اور قادر میاں صاحب اور احمد میاں صاحب سادات کا دل دُکھانا اور کسرِ شان سادات و فقراء کی کرنا اور اُن سے سند طلب کرنا اور نہ ملنے پر بُرا کہنا کہاں تک جائز ہے اور ایسا کہنے والے کی نسبت شرع شریف میں کیا حکم ہے؟ سو برائے کرم اس کا فتوٰی صاف تحریر فرمائیں۔ زیادہ حدِ ادب۔ فقیر کو بھی بوجہ غلامانِ سادات ہونے کے سخت رنج ہے۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

بگرامی ملاحظہ مکرم ذی المجد والکرم جناب مولانا مولوی سید قاضی احمد علی صاحب مدنی دام مجدہم۔

بعد ادائے ہدیۂ سنّت ملتمس، نوازش نامہ تشریف لایا، ممنون یادآوری فرمایا۔ مولوی عبدالرحیم صاحب نے صرف ایک شخص کی نسبت مجھ سے دوبار فتوٰی لیا، ایک اس بارہ میں کہ اس نے حضرات ائمۂ اطہار کو نبی و رسول بتایا، اس کے بارے میں میں نے "جزاء اللہ عدوہ" لکھی جس کو طبع ہوئے بارہ ۱۲ برس گزرے۔ دوسرا اس بارے میں کہ وہ معوذتین کو قرآن نہیں مانتا اس پر میرا فتوٰی نذیر المنافقین میں چھپا جسے سال ہوئے۔ ان کے سوا میں نے ان کو کوئی فتوٰی کسی کے کفر پر لکھ کر نہ بھیجا۔ ہاں ایک شخص کے کچھ اشعار کی نسبت سوال تھا جس میں اس نے اپنے پیر کی تعریف میں بہت غلو و افراط کیا۔ اس پر میں نے صریح کفر ہونے کا فتوٰی نہ دیا بلکہ اس میں تاویلات کی طرف اشارہ کیا۔ اور یہ دو نام جو آپ نے تحریر فرمائے ان کی بابت مجھے اصلاً یاد نہیں کہ کسی امر کا کوئی فتوٰی کیسا ہی لکھا گیا ہو۔ ہاں زید و عمر کرکے کوئی سوال انھوں نے بھیجا اور میں نے جواب لکھا ہو تو معلوم نہیں، مگر کفر کا فتوٰی صرف انھیں باتوں پر لکھا نہیں بلکہ چھاپ کر بھیجا ہے جسے ۱۲ اور ۷ برس ہوئے۔ اور اشعار والا فتوٰی بھی غالباً وہیں طبع ہوگیا ہے۔

یہ فقیر ذلیل بحمدہٖ تعالٰی حضرات ساداتِ کرام کا ادنٰی غلام و خاکپا ہے۔ ان کی محبت و عظمت ذریعۂ نجات و شفاعت جانتا ہے، اپنی کتابوں میں چھاپ چکا ہے کہ سیّد اگر بدمذہب بھی ہوجائے تو اس کی تعظیم نہیں جاتی جب تک بدمذہبی حدِ کفر تک نہ پہنچے، ہاں بعدِ کفر سیادت ہی نہیں رہتی، پھر اس کی تعظیم حرام ہوجاتی ہے۔ اور یہ بھی فقیر بارہا فتوٰی دے چکا ہے کہ کسی کو سیّد سمجھنے اور اس کی تعظیم کرنے کے لئے ہمیں اپنے ذاتی علم سے اسے سیّد جاننا ضروری نہیں، جو لوگ سیّد کہلائے جاتے ہیں ہم ان کی تعظیم کریں گے، ہمیں تحقیقات کی حاجت نہیں۔ نہ سیادت کی سند مانگنے کا ہم کو حکم دیا گیا ہے۔ اور خواہی نخواہی سند دکھانے پر مجبور کرنا اور نہ دکھائیں تو بُرا کہنا مطعون کرنا ہرگز جائز نہیں۔ الناس امناء علی انسابھم (لوگ اپنے نسب پر امین ہیں)۔ ہاں جس کی نسبت ہمیں خوب تحقیق معلوم ہو کہ یہ سیّد نہیں اور وہ سیّد بنے اس کی ہم تعظیم نہ کریں گے نہ اُسے سیّد کہیں گے، اور مناسب ہوگا کہ ناواقفوں کو اس کے فریب سے مطلع کردیا جائے۔ میرے خیال میں ایک حکایت ہے جس پر میرا عمل ہے کہ ایک شخص کسی سیّد سے الجھا انھوں نے فرمایا میں سیّد ہوں، کہا

www.alahazratnetwork.org

کیا سند ہے تمہارے سیّد ہونے کی۔ رات کو زیارتِ اقدس سے مشرف ہوا کہ معرکۂ حشر ہے شفاعت خواہ ہوا، اعراض فرمایا۔ اس نے عرض کی میں بھی حضور کا امتی ہوں۔ فرمایا، کیا سند ہے تیرے امتی ہونے کی — میں مولوی عبدالرحیم صاحب کو اس بارے میں لکھوں گا، اور اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو منع کرونگا۔ امید ہے کہ وہ میری گزارش قبول کریں گے۔ آپ فقیر کی اسی تحریر کو فتویٰ تصور فرمائیں۔

فقیر احمد رضا غفرلہ از بریلی ۲۵ ذوالحجہ ۱۳۲۹ھ

مسئلہ ۱۶۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علٰی رسولہ الرؤف الرحیم

امّا بعد! سوال از فاضلِ اجل عالمِ بے بدل حضرت مولانا مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب ساکن بریلی عم فیضہ الصوری و المعنوی۔

مخدومی مکرمی معظمی مغتنمی حضرت حامی دین متین مولانا مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب دام مجدکم، بعد السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ واضح رائے عالی ہو کہ ہمارے یہاں شہر احمد آباد میں ایک رسالہ آٹھ صفحہ کا مطبع حمیدی پریس واقع احمد آباد بازار کالوپور میں چھپ کر شائع ہوا ہے۔ اس کے مشتہر مولوی شیر محمد بن شاہ محمد ساکن احمد آباد محلہ مرزاپور متصل قصابان گاؤ ہیں۔ اور اس میں رسالہ کی اشاعت کی تاریخ یہ لکھی ہے "مورخہ ۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۰ھ روز دوشنبہ" اور اس رسالہ کے صفحہ ۵ سے صفحہ ۸ تک ایک فتویٰ ہے اور وہ فتویٰ تاریخ ۱۱ جمادی الاولٰی یوم الاربعا ۱۳۲۴ھ کو لکھا گیا ہے۔

جناب مولانا صاحب! دست بستہ خدمت میں عرض یہ ہے کہ چھپا ہُوا فتویٰ آپ کی خدمت میں رجسٹرڈ حاضر کیا جاتا ہے۔ یہ فتویٰ آپ نے تحریر فرمایا ہے یا نہیں؟ یہاں بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے یہ فتویٰ نہیں لکھا، یہ فتویٰ مولانا صاحب کی طرف منسوب کر دیا ہے، مولانا اس فتویٰ کے لکھنے سے انکار فرماتے ہیں۔ یہ فرمانا ان حضرات کا صحیح ہے یا غلط ہے؟ اور یہ فتویٰ آپ نے چھ سال پہلے لکھا ہے یا نہیں؟ اور ہم نے آپ کا قلمی مُہر کیا ہُوا فتویٰ بھی مولوی شیر محمد صاحب کے پاس دیکھا ہے، اس کو ہم سچا سمجھیں یا نہیں؟ آپ ہم کو سمجھا دیجئے رب العالمین آپ کو اجرِ عظیم و ثوابِ جزیل عطا فرمائے گا۔

رقیمہ آپ کا خادم مہر باز خاں بن محمد خاں ساکن احمد آباد محلہ جمال پور کھاڑیہ متصل مسجد

www.alahazratnetwork.org

وادی بی مورخہ ۲۵ جمادی الثانی ۱۳۳۰ھ چہارشنبہ۔

الجواب

فقیر غفرلہ المولی القدیر جب جمادی الاولی ۱۳۲۳ھ میں بعد سفرِ مدینہ طیبہ کراچی آیا اور وہاں سے احباب احمد آباد لانے پر مُصر ہوئے۔ یہاں میرے معظم دوست حامی سنت ماحی بدعت مولانا مولوی نذیر احمد خاں صاحب مرحوم ومغفور کے دو معزز شاگردوں مولوی عبدالرحیم صاحب و مولوی علاؤالدین صاحب سلمہما اللہ تعالٰی میں نزاع تھی دو فریق ہورہے تھے۔ اور اس سے پہلے مولوی علاؤالدین صاحب غریب خانہ پر تشریف لائے تھے اور ایک رسالہ پیش کیا جس میں مولوی عبدالرحیم صاحب پر سخت الزام قائم کرنے چاہے حتی کہ نوبت بہ تکفیر پہنچائی تھی، فقیر نے انہیں سمجھایا اور اس رسالہ کی اشاعت سے باز رکھا اور ان الزامات کی غلطی پر دوستانہ متنبہ کیا۔ الحمدللہ مولوی علاؤالدین صاحب نے گزارش فقیر کو قبول کیا مگر باہم فریق بندی اس وقت تک تھی کہ فقیر حج سے واپس آیا اس وقت مولوی عبدالرحیم صاحب نے یہ سوال پیش کیا جس کا میں نے وہ جواب لکھا، وہ جواب میرا ہی ہے، مگر اس وقت کی حالت سے متعلق تھا، میں نے اس جواب ہی میں بتادیا تھا کہ مولوی علاؤالدین صاحب نے مولوی عبدالرحیم صاحب کی تکفیر عناداً نہ کی تھی بلکہ مسئلہ ان کی سمجھ میں یوں ہی آیا تھا جس سے انہوں نے بعد تفہیم فقیر رجوع کی تو اُن پر کوئی حکم سخت نہیں، ہاں اگر وہ بعد اس کے کہ حق سمجھ لئے پھر بلاوجہ شرعی تکفیر کی طرف رجوع کریں تو اُس وقت حکم سخت ہونا لازم ہے۔ اس کے بعد وہیں ایام اقامت فقیر میں فریقین فیصلۂ فقیر پر راضی ہوئے اور بحمداللہ تعالٰی باہم صلح کرادی گئی، میں نے اس وقت تک کوئی امر فریقین سے صلح شکن نہ پایا بلکہ قریب زمانہ میں جبکہ بعض فساد پسندوں نے تکفیر مولوی عبدالرحیم صاحب کا باطل وبے معنی غلغلہ پھر اٹھایا اور پرانا مہمل اشتہار مولوی قندھاری نے دوبارہ کسی شخص وزیرالدین کے نام سے چھاپا، اور مولوی عبدالرحیم صاحب کو دفع فتنہ کے لئے یہاں کے فتوٰی کی ضرورت ہوئی اور اس پر ان سے واقعات پُوچھے گئے جس کا مفصل جواب اُنھوں نے ہفتم ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ کو بھیجا، اُس خط میں بھی یہ لفظ موجود ہیں "احمد آباد میں آپ کے قدم مبارک کراچی سے رونق افروز ہوئے تھے اور آپ نے صلح بندے کی اور مولوی علاؤالدین صاحب کی کرائی تھی، جب سے اب تک بحمداللہ تعالٰی صلح ہے وہ میرے موافق ہیں انتہی بلفظہ۔" اُس کے بعد میرا یہی فتوٰی جواب شیر محمد صاحب نے چھاپا مولوی عبدالرحیم صاحب نے اس کی نقل مجھے بھیجی تھی اور اس میں سے اُن تمام سطروں پر کہ مولوی علاؤالدین صاحب کے متعلق تھیں سُرخی سے قلم پھیر دیا کہ اب اُن کی ضرورت نہیں۔ مولوی علاؤالدین صاحب

www.alahazratnetwork.org

کا جو خط فقیر کے نام آیا اس میں وہ بھی تصریح کرتے ہیں کہ ہم اس وقت تک بدستور صلح پر قائم ہیں، یوں ہی اس سے بھی تازہ تر عنایت نامہ جناب شاہ صاحب وجیہی علوی میں ہے پھر فقیر نہیں کہہ سکتا کہ اس فتوے کے چھاپنے کی کیا ضرورت ہوئی اور اس سے کیا نفع ہو سکتا ہے، اس میں تو مولوی علاؤالدین صاحب پر حکم سخت ہونا اس شرط سے مشروط تھا کہ وہ بعد کشف شبہہ تکفیر مسلم کی طرف معاذ اللہ پھر عود کریں۔ جب یہ شرط نہیں تو ہرگز اس فتوے سے نہ مولوی علاؤالدین صاحب کو ضرر نہ چھاپنے والے کو نفع۔ اور خدانخواستہ شرط متحقق ہوئی تو اس کا حال اللہ جانتا ہے۔ بالجملہ یہ امرِ دین ہے اور دین میں کسی کی رعایت نہیں۔ دونوں صاحب میرے دوست ہیں اور دونوں صاحب ذی علم اور ایک استاد کے شاگرد ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ بدستور صلح پر قائم ہوں گے جیسا کہ دونوں صاحبوں کی تحریر سے مجھے معلوم ہوا، ورنہ جس طرف سے نقضِ عہد واقع ہو وہ ضرور اپنے حکمِ شرعی کا مستحق ہوگا کائنا من کان (جو کوئی بھی ہو۔ ت)

فریقین اس آیۂ کریمہ کو پیشِ نظر رکھیں:

وقل لعبادی یقولوا التی ھی احسن ان الشیطٰن ینزغ بینھم ان الشیطٰن کان للانسان عدوا مبینا[1] ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اور میرے بندوں سے فرماؤ وہ بات کہیں جو سب سے اچھی ہو، بیشک شیطان ان کے درمیان فساد ڈال دیتا ہے۔ بیشک شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۶۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید بیان کرتا ہے کہ فخرِ عالم سلطان الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نورِ مبارک کو اللہ تعالٰی نے اپنے نورِ ذاتی سے پیدا کیا، اور وہ نورِ مقدس قدیم ہے۔ اور بکر بیان کرتا ہے اپنے نورِ مبارک سے مراد نورِ قدرت اس کی کا ہے اور وہ نور حادث ہے۔

اور مسئلہ دیگر یہ کہ زید بیان کرتا ہے کہ ثم دنٰی فتدلّٰی فکان قاب قوسین او ادنٰی[2] (پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا اور اس جلوے اور محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔ ت) سے مراد قربِ اللہ تعالٰی کا ہے کہ معراج شریف میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اتنے قریب ہوئے اللہ سے کہ درمیان فرق دو کمان کا رہ گیا۔ اور اکثر یہ بیان مولود شریف میں ذکر ہوتا ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۵۳

[2] القرآن الکریم ۵۳/ ۸ و ۹

www.alahazratnetwork.org

اور بکر بیان کرتا ہے کہ یہ قریب ہونا رسولِ مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اُس مقام پر مراد جبرئیل علیہ السلام سے ہے نہ خدائے تعالٰی سے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دئے جاؤ گے)

الجواب

عوام مسلمین کو نماز، روزے، وضو، غسل، قراءت کی تصحیح فرض ہے جس سے روزِ قیامت ان پر مطالبہ و مواخذہ ہوگا۔ اپنے مرتبہ سے اونچی باتوں میں کُھریاں جانا اور کھچڑیاں پکانا اور رائیں لگانا گمراہی کا پھاٹک ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۷ تا ۱۲۹: از لاہور انجمن نعمانیہ مرسلہ مولانا شاہ محرم علی صاحب چشتی صدر ثانی انجمن ۱۵ جمادی الاُخرٰی ۱۳۳۰ھ

جناب مخدوم معظم من حضرت مولانا صاحب ادام اللہ فیوضکم۔ بعد ہدیۂ سلام سنّت الاسلام گزارش۔ والا نامہ رجسٹری شدہ پہنچا۔ مولانا مولوی حاجی خلیفہ تاج الدین احمد صاحب وہ افتخار نامہ لے کر غریب خانہ پر تشریف لائے باوجودیکہ حضرت مولانا مولوی محمد اکرام الدین صاحب بخاری کی طبیعت پندرہ بیس روز سے سخت ناساز ہے، اسی وقت ان کو تکلیف دی گئی، اور وہ بھی تشریف لائے، عریضہ ہذا لکھنے کے وقت پر دو صاحبان غریب خانہ پر موجود ہیں۔ جناب نے جس روشن ضمیری: "امدادِ باطنی" سے قلم برداشتہ اس قدر عجلت میں ایسا بے نظیر و مستند فتوٰی[عہ] بنصوصِ صریحہ رقم فرمایا ہے اس کو دیکھ کر میرے دونوں ہم جلیس حاضرِ وقت تاحال حالتِ وجد میں ہیں اور بار بار اللّٰھم بارك فی عمرھم و اقبالھم ومجدھم وایمانھم وعلوشانھم فی الدارین (اے اللہ! ان کی عمر، بخت، بزرگی، بلند شان اور ایمان میں دونوں جہانوں میں برکت عطا فرما۔ ت) کا وظیفہ کر رہے ہیں۔ مجھے تاحال بغور مطالعہ کا موقع نہ ملا کیونکہ دونوں حضرات اس کو حرزِ جاں بنائے ہوئے ہیں اور دو دن تک اپنے پاس رکھنے کا اصرار کر رہے ہیں، اب آنجناب براہِ عنایت میرے سوالات کا جواب بھی ارشاد فرمائیں:

(۱) کیا اس مسئلہ میں جو غلطی فتوٰی دینے والوں کو ہوئی وہ بہت کھلی اور فاحش ہے یا بہت باریک قسم کی غلطی ہے جہاں اعلٰی درجہ کے علماء بھی مغالطہ میں پڑ سکتے ہیں؟

(۲) بریلی، بدایوں اور پیلی بھیت وغیرہ کے مستند علماء اور ان کے فیض یافتوں پر کس حد تک آنکھیں بند کر کے اعتماد کرنا چاہئے۔ یہ سوال ان بیچارے حنفی مسلمانوں کی طرف سے ہے

عہ یعنی فتوٰی المسمّٰی بہ "الجلی الحسن فی حرمۃ ولد اخی اللبن" کہ کتاب النکاح میں ہے۔ یہ رسالہ فتاوٰی رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور کی جلد ۱۱ صفحہ ۳۸۷ پر ہے۔

www.alahazratnetwork.org

جو میری طرح علم کی آنکھیں نہیں رکھتے اور جن کی تعداد کثیر ہے۔

(۳) ہمارے ہم اعتقاد حنیف حنفیوں کے مدرسہ کے علماء و مدرسین کا مصالحہ ہمیں کہاں سے فراہم کرنا چاہیے۔

(۴) یہ کہ انجمن نعمانیہ کو تاحال جناب کی خدمت میں اس قدر خصوصیت حاصل نہیں ہوئی کہ کم از کم آنجناب کی تصانیف مبارکہ طبع شدہ انجمن کے کتب خانہ کے لئے باوجود متواتر تحریری تقاضوں اور خود جناب خلیفہ تاج الدین احمد صاحب کی زبانی تقاضوں کے بھی ارسال کی جائیں حالانکہ انجمن ان کا ہدیہ ادا کرنے پر بھی ہمیشہ تیار رہی ہے۔ اگر اس فتوٰی کے وقت "سیف المصطفٰی علٰی ادیان الافتراء"، "نقد البیان لحرمۃ ابنۃ اخی اللبان" اور "کاسر السفیہ الواھم" کتب خانہ میں موجود ہوتیں تو یہی خاکسار ان کو نکال کے .... کی خدمت میں پیش کر دیتا۔

(۵) کیا جناب کی رائے میں حنیف حنفیوں کا مجموعی مرکز بنانے اور ان کو تقویت دینے کی ضرورت ہے یا نہیں، اگر ہے تو اس کی کیا تدبیر اور سامان جناب کے خیال میں ہیں؟

(۶) لامذہبوں کے پنجاب میں بالخصوص اور بدمذہبوں کے بالعموم حملوں کی مدافعت کی کیا تدابیر جناب کے خیال مبارک میں ہیں؟

(۷) عقائد حنفیہ کے متعلق جناب مولانا مولوی محمد حامد رضا خاں صاحب کی خدمت میں بالمشافہ گفتگو ہو کر قرارداد ہونے کے بعد بھی مسودہ عقائد حنفیہ آنجناب کی طرف سے نہ بھیجا، اور اس کے نہ پہنچنے پر مجبوراً یہاں سے مسودہ تیار کرکے آنجناب کی خدمت میں بھیجا گیا جس کی کوئی ترمیم و اصلاح یا تصدیق تو درکنار اس کی رسید بھی مرحمت نہ ہوئی۔ اس کم توجہی کی اصلی وجہ کیا ہے؟ اب عقائد حنفیہ جو حسب مشورۂ علماء ہم لوگوں نے شائع کئے ہیں، ارسال خدمت ہیں وہ بھی اس عریضہ کے ساتھ منسلک ہیں۔ اگر وہ صحیح ہیں تو اس پر دستخط تصدیق فرماکر واپس فرمائیں، دوسری زائد کاپی اپنے پاس رکھیں، ورنہ اصلاح فرماکر واپس فرمائیں۔

(۸) لامذہبوں یا بدمذہبوں کے ساتھ اگر زبانی مباحثہ کی ضرورت پڑے تو آنجناب کون کون سے علماء کو اس قابل سمجھتے ہیں جو علاوہ قابلیت کے تکلیف سفر وغیرہ بھی خالصاً للہ اٹھانے کے لئے آمادہ ہوں۔

www.alahazratnetwork.org

(۹) ایک فہرست ایسے علماءِ اسلام کی جو بالکل آپ کے ہم خیال اور مستند ہوں، مع ان کے پورے 38
پتہ کے کس لئے تاحال باوجود جناب مولانا مولوی محمد حامد رضا خاں صاحب کی خدمت میں گزارش کرنے کے نہیں پہنچی، اور کب تک وہ بہم پہنچ سکتی ہے؟

(۱۰) باوجود انجمن نعمانیہ کی آنجناب کے ساتھ تمام ہندوستان میں خصوصیات مشہور ہوجانے اور اراکینِ انجمن کو آنجناب کے ساتھ ایسا دلی خلوص اور نیاز ہونے کے احباب کی طرف سے کسی خاص التفات کا اس کی نسبت ظاہر نہ ہونا کونسی وجوہات پر مبنی ہے، اگر انجمن میں کوئی امور قابلِ اصلاح ہیں تو وہ کیا ہیں؟

الجواب

(۱) نظر بحالِ زمانہ تو یہ غلطی نہایت دقیق وعمیق بات میں خطاء فی الکفر کے قبیل سے ہونی چاہئے کہ مولوی اسحٰق صاحب دہلوی کے شاگردِ رشید مولوی عالم صاحب مراد آبادی نے کھائی۔ پھر غیر مقلدوں کے شیخ الکل فی الکل مجتہد العصر نذیر حسین صاحب نے کھائی، پھر ایک مدعی انا ولاغیری مولوی بردوانی صاحب نے کھائی اور ایک طویل تحریر بزعم خود اس کے اثبات میں لکھی پھر زمانۂ حال میں ان حضرات کے آڑے آئی۔ مگر نظر بواقع وہ بہت کھلی فاحش جس میں ہمارے سُنّی ذی علم حضرات کا وقوع صرف وہی جواب رکھتا ہے جو حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا جبکہ اس جناب سے سوال ہوا: أیزنی العارف (کیا عارف زنا کرسکتا ہے؟ -ت) دیر تک سر بگریباں رہے، پھر سر اُٹھا کر فرمایا: وکان امر اللہ قدرًا مقدورًا[1] (اللہ تعالٰی کا حکم تو ہو کر رہے گا) چونکہ قضا آید طبیب ابلہ شود اذا جاء القدر عمی البصر واذا جاء القضاء ضاق الفضاء (حکمِ تقدیر آتا ہے تو آنکھ اندھی ہوجاتی ہے اور حکمِ ربانی کے وقت فضا تنگ ہوجاتی ہے) نسأل اللہ العفو والعافیۃ، انا للہ وانا الیہ راجعون، لاعاصم الیوم الامن رحم ربی (ہم اللہ تعالٰی سے درگزر اور سلامتی طلب کرتے ہیں۔ بے شک ہم اللہ تعالٰی کا مال ہیں اور اسی کی طرف لَوٹنے والے ہیں، آج وہی بچے گا جس پر اللہ تعالٰی رحم فرمائے۔ت) لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ نیکی کرنے کی قوت مگر بلندی اور عظمت والے معبود کی توفیق سے۔ت) ——— مولانا! اس فتوٰی باطلہ کا ابقاء ہرگز ٹھیک نہیں؛

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۳۸

www.alahazratnetwork.org

38 باطل کا اعدام و افنا چاہئے نہ کہ تحفظ و ابقاء۔ بدمذہبوں گمراہوں سے جو اباطیل خارج از مسائل مذہب
38 واقع ہوں ان کی اشاعت مصلحتِ شرعیہ ہے کہ مسلمانوں کا ان پر سے اعتبار اُٹھے۔ ان کی ضلالات میں بھی اتباع نہ کریں۔ حدیث شریف میں ہے:

اترغبون عن ذکر الفاجر متی یعرفه الناس اذکروا الفاجر بما فیه یحذره الناس[1]۔

کیا فاجر کی برائیاں بیان کرنے سے پرہیز کرتے ہو لوگ اسے کب پہچانیں گے۔ فاجر میں جو برائیاں ہیں بیان کرو کہ لوگ اس سے حذر کریں۔

اور اہلسنت سے بتقدیرِ الٰہی جو ایسی لغزشِ فاحش واقع ہو اس کا اخفاء واجب ہے کہ معاذ اللہ لوگ ان سے بد اعتقاد ہوں گے۔ تو جو نفع ان کی تقریر اور تحریر سے اسلام و سنت کو پہنچتا تھا اس میں خلل واقع ہوگا۔ اس کی اشاعت اشاعتِ فاحشہ ہے۔ اور اشاعتِ فاحشہ بنصِ قرآنِ عظیم حرام۔ قال اللہ تعالٰی:

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی الذین اٰمنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاٰخرة[2]۔

جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں فاحشہ کی اشاعت ہو ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

خصوصاً جبکہ وہ بندگانِ خدا حق کی طرف بے کسی عذر و تامل کے رجوع فرما چکے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من عیر اخاه بذنب لم یمت حتی یعمله[3]۔

جس نے اپنے بھائی کو کسی گناہ کی وجہ سے عار دلایا وہ مرنے سے قبل اسی گناہ میں ضرور مبتلا ہوگا۔

قال ابن المنیع وغیرہ المراد ذنب تاب عنه، قلت وقد جاء کذا مقیدا فی الروایة کما فی الشرعة ثم فی الحدیقة الندیة۔

ابن منیع وغیرہ کہتے ہیں کہ گناہ سے مراد وہ ہے کہ اس سے توبہ کر لی گئی ہو۔ میں کہتا ہوں شرعہ اور حدیقہ میں روایت میں توبہ کی قید لگی ہوئی ہے۔ (ت)

---

[1] نوادر الاصول الاصل فی ذکر الفاجر بما فیہ للتحذیر منہ دار صادر بیروت ص ۲۱۳
[2] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۹
[3] جامع الترمذی ابواب صفۃ القیٰمۃ باب منہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۷۳
[4] شرح شرعۃ الاسلام فصل فی سنن الکلام وآدابہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۲۲۲

www.alahazratnetwork.org

ولہذا بتاکید اکید گزارش کہ عمائد و مشاہیر علمائے اہلسنت و جماعت جس امر میں متفق ہیں یعنی عقائد مشہورہ متداولہ ان میں ہمارے عام بھائی بلاد غدغہ ان کے ارشادات پر عامل ہوں۔ یونہی وہ فرعیات جو اہلسنت اور ان کے مخالفین میں مابہ الامتیاز ہورہے ہیں جیسے مجلس مبارک و فاتحہ و عرس و استمداد و ندا و امثالہا باقی رہیں فرعیاتِ فقہیہ جن میں وہ مختلف ہوسکتے ہیں خواہ بسبب اختلاف روایات، خواہ بوجہ خطاء فی الفکر یا بسبب عجلت و قلتِ تدبر یا بوجہ کمی ممارست و مزاولتِ فقہ۔ ان میں فقیر کیا عرض کرے ؎

مرا سوزیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد
وگر دم در کشم ترسم کہ مغزِ استخواں سوزد

(میرے دل میں جلن ہے اگر کہتا ہوں تو زبان جلتی ہے اور اگر چپ رہوں تو ڈر ہے کہ ہڈیوں کا مغز جل جائے گا۔ ت)

آہ آہ، آہ آہ! ہندوستان میں میرے زمانۂ ہوش میں دو۲ بندۂ خدا تھے جن پر اصول و فروع عقائد و فقہ سب میں اعتمادِ کلی کی اجازت تھی۔ اول اقدس حضرت خاتم المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد حاش للہ نہ اس لئے کہ وہ میرے والد و والی و ولی نعمت تھے بلکہ اس لئے کہ الحق والحق اقول، الصدق واللہ یحب الصدق (یہ حق ہے اور میں حق کہتا ہوں، یہ صدق ہے اور اللہ تعالٰی صدق کو محبوب رکھتا ہے۔ ت) میں نے اس طبیبِ صادق کا برسوں مطب پایا اور وہ دیکھا کہ عرب و عجم میں جس کا نظیر نظر نہ آیا اُس جنابِ رفیع قدس سرہ البدیع کو اصولِ حنفی سے استنباطِ فروع کا ملکہ حاصل تھا اگرچہ کبھی اس پر حکم نہ فرماتے، مگر یوں ظاہر ہوتا تھا کہ نادر و دقیق و معضل مسئلہ پیش نہ ہوا کہ کتبِ متداولہ میں جس کا پتہ نہیں، خادم کمینہ کو مراجعتِ کتب و استخراجِ جزئیہ کا حکم ہوتا اور ارشاد فرماتے "ظاہراً حکم یوں ہونا چاہیے" جو وہ فرماتے وہی نکلتا، یا بعض کتب میں اس کا خلاف نکلتا تو زیادتِ مطالعہ نے واضح کردیا کہ دیگر کتب میں ترجیح اسی کو دی جو حضرت نے ارشاد فرمایا تھا۔ عجم کی حالت تو آپ ملاحظہ ہی فرماتے ہیں، عرب کا حال یہ ہے کہ اس جنابِ قدس سرہٗ کا یہ ادنٰی خوشہ چیں و زلہ ربا، جو کہ معظمہ میں اس بار حاضر ہوا، وہاں کے اعلم العلماء و افقہ الفقہاء سے چھ چھ گھنٹے مذاکرۂ علمیہ کی مجلس گرم رہتی۔ جب انہوں نے ملاحظہ فرمایا کہ یہ فقہ حنفی کے دو حرف جانتا ہے اپنے زمانہ کے عہدِ افتاء کے مسائل کثیرہ جن میں وہاں کے علماء سے اختلاف پڑا یا اشتباہ رہا، اس ہیچ میرز پر پیش فرمانا شروع کئے جس مسئلہ و حکم میں اس احقر نے ان کی موافقت عرض کی آثارِ بشاشت ان کے چہرۂ نورانی پر ظاہر ہوئے اور جس میں عرض کردیا کہ فقیر کی رائے میں حکم اس کے خلاف ہے، سماعِ دلیل سے پہلے آثارِ حزن نمایاں ہوتے، اور

www.alahazratnetwork.org

خیال فرمالیتے کہ ہم سے اس حکم میں لغزش واقع ہوئی۔ یہ اسی طبیبِ حاذق کی کفش برداری کا صدقہ ہے۔

(۲) دوم والا حضرت تاج الفحول محب رسول مولانا مولوی عبد القادر صاحب قادری بدایونی قدس سرہ الشریف۔ پچیس برس فقیر کو اس جناب سے بھی صحبت رہی، ان کی سی وسعتِ نظر و قوتِ حفظ وتحقیقِ انیق ان کے بعد کسی میں نظر نہ آئی۔ ان دونوں آفتاب و ماہتاب کے غروب کے بعد ہندوستان میں کوئی ایسا نظر نہیں آتا جس کی نسبت عرض کروں کہ آنکھیں بند کرکے اس کے فتویٰ پر عمل ہو۔

فقیر نے جواب میں عمائد و مشاہیر علمائے اہلسنت کی تخصیص کی اور جناب نے فیض یافتوں سے بھی سوال فرمایا ہے فیض کے لئے عرض عریض ہے۔ میں یہاں مطلقاً اتنا بھی عرض نہیں کرسکتا جو حضرات عمائد کی نسبت گزارش کیا۔

مولانا! اس تقریر فقیر کو اصول کے ایک اختلافی مسئلہ میں اس قول پر محمول نہ فرمائیں کہ متکلم اپنے عمومِ کلام میں داخل نہیں ہوتا۔ حاشا فقیر تو ایک ناقص، قاصر، ادنیٰ طالب علم ہے، کبھی خواب میں بھی اپنے لئے کوئی مرتبۂ علم قائم نہ کیا۔ اور بحمدہ تعالےٰ بظاہر اسباب یہی ایک وجہ ہے کہ رحمتِ الٰہی میری دستگیری فرماتی ہے، میں اپنی بے بضاعتی جانتا ہوں، اس لئے پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہوں، مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اپنے کرم سے میری مدد فرماتے اور مجھ پر علمِ حق کا افاضہ فرماتے ہیں، اور انھیں کے رب کریم کے لئے حمد ہے۔ اور اُن پر ابدی صلوٰۃ وسلام۔

(۳) مدرس کے لئے ذی علم، ذی فہم، سُنّی صحیح العقیدہ ہونا کافی ہے۔ صحتِ عقیدہ کی جانچ کی نسبت جواب نمبر ہفتم میں گزارش ہوگی۔ اور یہ لوگ خود معروف نہ ہوں تو اہالی نمبر نہم کی معرفت لئے جائیں اور ان سے عرض کی جائے کہ حضرات کسی سفارش، خوشامد، رعایت پر کاربندی نہ فرمائیں المستشار موتمن پر۔

(۴) نیاز مند کی چار سَو تصانیف سے صرف کچھ اوپر سو اب تک مطبوع ہوئیں اور ہزاروں کی تعداد میں بلامعاوضہ تقسیم ہوئیں جس کے سبب جو رسالہ چھپا جلد ختم ہوگیا، بعض تین تین چار چار بار چھپے۔ انجمن نعمانیہ میں غالباً رمضان مبارک ۱۳۲۰ھ میں اس وقت تک کے تمام موجودہ رسائل میں نے خود حاضر کئے ہیں اور انجمن سے رسید بھی آگئی۔ ان کی فہرست اب فقیر کو یاد نہیں، غالباً دفترِ انجمن میں ہو، اگر وہ معلوم ہوجائے تو بقیہ رسائل جو ادھر چھپے اور مطبع میں ان کے نسخے رہے بالراس والعین نذرِ انجمن بلامعاوضہ ہوں گے۔ دو برس سے عنانِ مطبع ایک انجمن نے اپنے ہاتھ میں لی ہے جس نے طریقۂ فقیر تقسیم کثیر بلا عوض کو منسوخ کردیا، پھر بھی انجمنِ نعمانیہ کے لئے

www.alahazratnetwork.org

ہدیہ حاضر کرنے سے اس انجمن کو بھی انکار نہیں ہوسکتا۔

(۵) خالص اہل سنت کی ایک قوت اجتماعی کی ضرور ضرورت ہے، مگر اس کے لئے تین چیزوں کی سخت حاجت ہے ،

(۱) علماء کا اتفاق۔

(۲) تحمل شاق قدر بالطاق۔

(۳) امراء کا انفاق لوجہ الخلاق۔

یہاں یہ سب باتیں مفقود ہیں فانا للہ وانا الیہ راجعون ، ہمارے اغنیاء نام چاہتے ہیں، معصیت بلکہ صریح ضلالت میں ہزاروں اڑادیں ، خرافات کے منہ کھول دیں ، یونیورسٹی کے لئے کتنی جلد تیس لاکھ جمع ہوگیا۔ مدرسہ دیوبند کو ایک عورت نے پچاس ہزار دے دیا مگر کسی سنی مدرسہ کو بھی یہ دن نصیب ہوا ، اول تو تائید دین ومذہب جن کا نام لئے گھبرائیں گے ، میاں یہ ان مولویوں کے جھگڑے ہیں، اور شرماشرمی خفیف و ذلیل چندہ بھی مقرر کیا تو ،

لا یؤدہ الیک الا مادمت علیہ قائما[1] وہ تجھے پھیر کر نہ دے گا مگر جب تک سر پر سوار ہو۔ (ت)

بلکہ تقاضا کیجئے تو بگڑیں ، اور ڈھیل دیجئے تو سو رہیں ، ادھر ہمارے کارکنوں کو وہ چال وہ جال معلوم نہیں جس سے وہابیہ خذلہم اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی اُن کو رسوا کرے۔ ت) بندگانِ خدا کو چھل کر نہ صرف اپنے ہم مذہبوں بلکہ اپنے ہم مشربوں سے روپیہ اینٹھتے ہیں ، اس کے لئے ریا ونفاق ومکرو خداع و بے حیائی و بے عزتی لازم ہے ، وہ نہ آپ میں ہے نہ آپ کی شریعت اس کی اجازت دے پھر کیسے کام کیوں کر چلے۔ ابھی ایک نمبری وہابی ایک بااثر صوفی کے یہاں چندہ لینے گیا اُنھوں نے فرمایا سُنا ہے تم احمد رضا کے مخالف ہو۔ کہا حاشا میں تو اسی دَر کا کتا ہوں۔ کتا بن کر پانچ سو لے آیا ____ علماء کی یہ حالت ہے کہ رئیسوں سے بڑھ کر آرام طلب ہیں ، حمایتِ مذہب کے نام سے گھبراتے ہیں ، جو بندۂ خدا اپنی جان اس پر وقف کرے اُسے احمق بلکہ مفسد سمجھتے ہیں۔ مداہنت ان کے دلوں میں پیری ہوئی ہے۔ ایامِ ندوہ میں ہندوستان بھر کا تجربہ ہوا۔ عباراتِ ندوہ سُن کر ضلالت ضلالت کی رَٹ لگادیں۔ اور جب کہئے حضرت لکھ دیجئے ، بھائی لکھواؤ نہیں ، ہمارے فلاں دوست بُرا مانیں گے ،

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۷۵

www.alahazratnetwork.org

ہمارے فلاں استاد کو بُرا لگے گا، بہت کو یہ خیال کہ مفت میں اوکھلی میں سر دے کر مُوسل کون کھائے، بدمذہب دشمن ہو جائیں گے، دانتوں پر رکھ لیں گے۔ گالیاں، پھبتیاں اخباروں اشتہاروں میں چھاپیں گے۔ طرح طرح کے بہتان، افترا، اُچھالیں گے۔ اچھی بھلی جان کو کون جنجال میں ڈالے۔ بعض کو یہ کہ کہ حمایتِ مذہب کی تو صلح کُلی نہ رہے گی۔ ہر دل عزیزی جا کر پلاؤ، قورمے، نذرانہ میں فرق آئے گا، یا کم از کم آؤ بھگت تو عام نہ رہے گی۔

اتفاقِ علماء کا یہ حال کہ حسد کا بازار گرم، ایک کا نام جھوٹوں بھی مشہور ہوا تو بہتیرے سچے اس کے مخالف ہو گئے۔ اس کی توہین تشنیع میں گمراہوں کے ہم زبان بنے کہ "ہیں" لوگ اسے پوچھتے ہیں اور ہمیں نہیں پوچھتے۔ اب فرمائیں کہ وہ قوم کہ اپنے میں کسی ذی فضل کو نہ دیکھ سکے، اپنے ناقصوں کو کامل، قاصروں کو ذی فضل بنانے کی کیا کوشش کرے گی۔ حاشا یہ کلیہ نہیں مگر للاکثر حکم الکل (اکثر کا حکم وہی ہوتا ہے جو کُل کا ہوتا ہے۔ت) الحمد للہ یہاں تکلم عمومِ کلام سے ضرور خارج ہے ولوجہ ربی الحمد ابدا (میرے پروردگار کی ذات کے لئے ہمیشہ حمد ہے۔ت) فقیر میں لاکھوں عیب ہیں مگر میرے رب نے مجھے حسد سے بالکل پاک رکھا ہے۔ اپنے سے جسے زیادہ پایا اگر دنیا کے مال و منال میں زیادہ ہے قلب نے اندر سے اسے حقیر جانا، پھر حسد کیا حقارت پر؟ اور اگر دینی شرف و افضال میں زیادہ ہے اس کی دست بوسی و قدم بوسی کو اپنا فخر جانا، پھر حسد کیا اپنے معظم بابرکت پر؟ اپنے میں جسے حمایتِ دین پر دیکھا اس کے نشرِ فضائل اور خلق کو اس کی طرف مائل کرنے میں تحریرًا و تقریرًا ساعی رہا۔ اس کے لئے عمدہ القاب وضع کرکے شائع کئے جس پر میری کتاب "المعتمد المستند" وغیرہ شاہد ہیں۔ حسد شہرت طلبی سے پیدا ہوتا ہے اور میرے رب کریم کے وجہِ کریم کے لئے حمد ہے کہ میں نے کبھی اس کے لئے خواہش نہ کی بلکہ ہمیشہ اس سے نفور اور گوشہ نشینی کا دلدادہ رہا۔ جلسوں انجمنوں کے دَوروں سے دُور رہنا انھیں دو وجہ پر تھا، اول حُبِّ خمول۔ دوم ؎

زمانہ می نخرد عیب و غیر ازینم نیست ‌ ‌ ‌ ‌ کجا برم خرِ خود را باین کساد متاع[1]

(زمانہ عیب دار کو خریدتا نہیں اور میرے پاس اس کے علاوہ نہیں ہے۔ اس کھوٹے سامان کے ساتھ اپنے گدھے کو کہاں لے کر جاؤں۔ت)

اور اب تو سالہا سال سے شدتِ ہجومِ کار و انعدامِ کلی فرصت و غلبۂ ضعف و نقاہت نے بالکل ہی

---

[1] ؎

www.alahazratnetwork.org

بٹھادیا ہے، جسے میرے احباب نے نازک مزاجی بلکہ بعض حضرات نے غرور وتکبر پر محمول کیا۔ اور اللہ اپنے بندہ کی نیت جانتا ہے۔ بالجملہ اہلِ سنت سے امورِ ثلٰثہ مفقود ہیں، پھر فرمائیں صورت کیا ہو۔

دفع گمراہان میں جو کچھ اس حقیر ناچیز سے بن پڑتا ہے بحمد اللہ تعالٰی ۱۴ برس کی عمر سے اس میں مشغول ہے۔ اور میرے رب کریم کے وجہ کریم کو حمد کہ اس نے میری بساط، میرے حوصلے، میرے کاموں سے ہزاروں درجہ زائد اس سے نفع بخشا۔ باقی جو آپ چاہتے ہیں اسی قوتِ متفقہ پر موقوف ہے جس کا حال اوپر گزارش ہوا۔ بڑی کمی امراء کی بے توجہی اور روپے کی ناداری ہے۔ حدیث کا ارشاد صادق آیا[1] کہ "وہ زمانہ آنے والا ہے کہ دین کا کام بھی بے روپیہ کے نہ چلے گا"۔ کوئی باقاعدہ عالی شان مدرسہ تو آپ کے ہاتھ میں نہیں، کوئی اخبار پرچہ آپ کے یہاں نہیں۔ مدرسین، واعظین، مناظرین، مصنفین کی کثرت بقدرِ حاجت آپ کے پاس نہیں۔ جو کچھ کر سکتے ہیں فارغ البال نہیں۔ جو فارغ البال ہیں وہ اہل نہیں۔ بعض نے خونِ جگر کھا کر تصانیف کیں تو چھپیں کہاں سے۔ کسی طرح سے کچھ چھپا تو اشاعت کیونکر ہو۔ دیوان نہیں، ناول نہیں کہ ہمارے بھائی دو آنے کی چیز کا ایک روپیہ دے کر شوق سے خریدیں۔ یہاں تو سر چھپیٹنا ہے۔ روپیہ وافر ہو تو ممکن کہ یہ سب شکایات رفع ہوں۔

اوّل عظیم الشان مدارس کھولے جائیں۔ باقاعدہ تعلیمیں ہوں۔

ثانیاً طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نخواہی گرویدہ ہوں۔

ثالثاً مدرسوں کی بیش قرار تنخواہیں ان کی کارروائیوں پر دی جائیں کہ لالچ سے جان توڑ کر کوشش کریں۔

رابعاً طبائع طلبہ کی جانچ ہو جو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے معقول وظیفہ دے کر اس میں لگایا جائے۔ یوں ان میں کچھ مدرسین بنائے جائیں، کچھ واعظین، کچھ مصنفین، کچھ مناظرین، پھر تصنیف ومناظرہ میں بھی توزیع ہو، کوئی کسی فن پر کوئی کسی پر۔

خامساً ان میں جو تیار ہوتے جائیں تنخواہیں دے کر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریراً وتقریراً وعظاً ومناظرۃً اشاعتِ دین ومذہب کریں۔

مولانا! اس گئی گزری حالت میں تو کوئی بفضلہ تعالٰی آپ کے سامنے آ نہیں سکتا۔ دُور سے غل مچاتے اور وقت پر دُم دباتے ہیں۔ جب آپ کے اہلِ علم یوں ملک میں پھیلیں اس وقت کون

---

[1] کشف الخفاء حدیث ۳۲۶۹ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/۳۶۶

www.alahazratnetwork.org

ان کی قوت کا سامنا کر سکتا ہے۔

سادسًا حمایت (مذہب) و رَدِّ بدمذہباں میں مفید کُتب و رسائل مصنفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں۔

سابعًا تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل عمدہ اور خوشخط چھاپ کر ملک میں مفت شائع کئے جائیں۔

ثامنًا شہروں شہروں آپ کے سفیر نگران رہیں، جہاں جس قسم کے واعظ یا مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں۔ آپ سرکوبی اعداء کے لئے اپنی فوجیں میگزین رسالے بھیجتے رہیں۔

تاسعًا جو ہم میں قابلِ کار موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں وظائف مقرر کرکے فارغ البال بنائے جائیں، اور جس کام میں انھیں مہارت ہو لگائے جائیں۔

عاشرًا آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتًا فوقتًا ہر قسم کے حمایتِ مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت و بلاقیمت روزانہ یا کم از کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔

میرے خیال میں تو یہ تدابیر ہیں، آپ اور جو کچھ بہتر سمجھیں افادہ فرمائیں، بلکہ مولانا! روپیہ ہونے کی صورت میں اپنی قوت پھیلانے کے علاوہ گمراہوں کی طاقتیں توڑنا بھی ان شاء اللہ العزیز آسان ہوگا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ گمراہوں کے بہت سے افراد صرف تنخواہوں کے لالچ سے زہر اگلتے پھرتے ہیں۔ ان میں جسے دس کی جگہ بارہ دیجئے اب آپ کی سی کہے گا یا کم از کم برلقمہ دم ختہ بہ تو ہوگا۔ دیکھئے حدیث کا ارشاد کیسا صادق ہے کہ:

"آخر زمانہ میں دین کا کام بھی درم و دینار سے چلے گا۔"[1]

اور کیوں نہ صادق ہو کہ صادق و مصدوق صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا کلام ہے، عالم ماکان و مایکون صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خبر ہے۔

(۷) مسودہ عقائد حنفیہ کہ یہاں بنظرِ استصواب آیا تھا بعض ترمیمات ضروریہ کیا بھی، اور انجمن کو پہنچا بھی۔ اور انجمن نے اس میں اکثر ترمیمات کو قبول فرمایا بھی۔ اس پر گواہ خود یہ مسودہ تازہ ہے کہ جناب نے اب ارسال فرمایا ہے، یہ اکثر انھیں ترمیمات پر مشتمل ہے جو فقیر نے ایک نہایت سرسری نگاہ میں عرض کی تھیں، مگر جناب کا یہ فرمانا بھی کہ ترمیم یا تصدیق درکنار تو نے رسید بھی نہ بھیجی بجائے خود ہے۔ واقعی فقیر ترمیم کرکے بھیج چکا اور واقعی ترمیم کرکے فقیر نے نہ بھیجا۔ اس معمہ کا حل یہ ہے کہ فقیر بے حد عدیم الفرصت ہے، خاطر خواہ ترمیمیں (مگر دفترے دیگر

---

[1] کشف الخفاء حدیث ۳۲۶۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۳۶۶

www.alahazratnetwork.org

املاکند) کی مصداق ہوتیں، اس کے لئے وقت نہ ملتا تھا۔ ایک ضرورتِ شدیدہ سے پیلی بھیت جانا ہوا، حضرت مولانا محدث سورتی دامت برکاتہم نے اس کا ذکر فرمایا، فقیر نے عرض کی وقتِ فرصت سُن لوں گا۔ نصف شب کے قریب وہاں کی ضروریات اور احباب کی ملاقات سے فارغ ہوا اس وقت وہ مسودہ فقیر کو سُنایا گیا، جابجا تبدیلات و نقص و زیادات و محو و اثبات عرض کرتا گیا اور حضرت ممدوح تحریر فرماتے گئے۔ ۸۰ صفحے تک اُس وقت ہُوا پھر صبح بعد فراغ وظائف، جبکہ ریل کا وقت قریب تھا، بقیہ بعجلت تمام تمام کیا۔ مولوی ابوالعلاء امجد علی صاحب سلمہ بھی ہمراہ تھے، ان سے گزارش کی کہ آپ کے پاس بھی ایک مسودہ آیا ہُوا ہے یہی ترمیمات آپ بھی لکھ بھیجنا۔ اور اتفاقِ رائے فقیر سے بھی انجمن مبارک کو اطلاع دیں۔ مگر بریلی آکر مولوی صاحب کو کثرتِ کار میں یاد نہ رہا۔ یُوں وہ اصلاحات فقیر کی طرف سے پہنچیں بھی اور نہیں بھی۔

اب اَوّلاً اس مسودہ ثانیہ میں بعض تو اغلاطِ کاتب ہیں انہیں فقیر نے بنا دیا ہے۔ ان میں بعض بہت ضروری اللحاظ ہیں۔

ثانیاً بعض نئی ترمیمات اور خیال میں آئی ہیں، خواہ عبارتِ سابقہ پر، یا اب جو مسودہ ثانیہ میں خود انجمن نے محو و اثبات کیا اس پر۔

ثالثاً اصلاحاتِ سابقہ میں سے اکثر تو قبول فرمائی گئیں مگر بعض وہ بھی ہیں کہ اس مسودہ ثانیہ میں بھی متروک ہوئیں یا نظر سے رہ گئیں خصوصاً ان میں بعض کا نہ پانا زیادہ مشوش خیال ہو سکتا ہے کہ بحال عدم قبول رعایت و مداہنت کا سخت پہلو نکلتا ہے، ہاں سہواً ترک ہوا تو رفع عن امتی الخطاء والنسیان[1] (میری امت سے خطاء و نسیان کو معاف کردیا گیا ہے۔ ت) ارشادِ والا ہے۔

رابعاً ان سب کے بعد بھی بحکم المستشار مؤتمن[2] (جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہوتا ہے۔ ت) مجھے کچھ عرض کرنا ہے۔ یہ سب مقاصد اجمالاً یہاں گوش گزار کروں۔

(اگلا صفحہ ملاحظہ ہو)

---

[1] کشف الخفاء حدیث ۱۳۹۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۳۸۲

[2] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی المشورۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۴۳

جامع الترمذی ابواب الادب باب ما جاء ان المستشار مؤتمن امین کمپنی دہلی ۲/۱۰۵

www.alahazratnetwork.org

ترمیماتِ جدیدۃ یا ترمیماتِ جدیدہ مع بیانِ وجہ

صفحہ	سطر	مبدل	بدل	وجہ
۳	۹	کوئی لطف جزئی یا اصلاح جزئی	کوئی لطف یا اصلاح یا کوئی شے۔	قید جزئی احترازی نہ سمجھی جائے کہ وجوب کلی متوہم ہو حالانکہ لایجب علی اللہ شیئ (اللہ پر کچھ واجب نہیں۔ت)
۴	۴	کمی	بہت	کمی ترجمہ چند کا ہے۔
۶	۷	ختم نبوت	ختم نبوت وافضلیت مطلقہ وخلافت کبرٰی و اولویت فی الشفاعۃ و فی دخول الجنۃ واصالت فی کل فضل وساطۃ فی کل نعمۃ وغیرہا صفات کثیرۃ نامکنۃ الاشتراک۔	اعلاء کے شان اقدس وتفریح خاطر مومنین و رغم انف عدو۔
۶	۲۲	علم الٰہی غیر متناہی	علم الٰہی غیر متناہی بالفعل	بیان تمایز
"	"	آپ کا علم متناہی	حضور کا علم متناہی بالفعل وغیر متناہی بالقوۃ	عوام متناہی کو بمعنی منتہی ومنقطع نہ سمجھ لیں
۷	۲۰	زندہ بحیات خاصہ ہیں	زندہ بحیات حقیقیہ دنیاو جسمانیہ ہیں	حیاتِ خاصہ حیاتِ برزخیہ روحانیہ بھی ہے کہ ہر شخص کو حاصل۔
۸	۱۱و۱۲	تمام روئے زمین کی مخلوقات عاجز ہے	تمام مخلوقات عاجز ہے	تحدی اگرچہ جن و انس سے ہوئی مگر عجز سب کو شامل ہے۔
۹ ج[عہ]	۲۱	حضرت مہدی علیہ السلام	حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالٰی عنہ	صلٰوۃ وسلام بالاستقلال مخصوص بانبیاء وملائکہ ہے
۱۱	۹تا۱۱	مختلف اقوال امام میں ترجیح کے لئے	مختلف اقوال امام میں بعض اوامام خلاف قول مستقل امام کو ترجیح کیلئے	مجتہدین فی الفتوٰی سے امتیاز

عہ (ج) علامت جدید ترمیم کی ہے ۱۲ رضی اللہ عنہ

www.alahazratnetwork.org

۱۱	۱۴	ان کا کام صرف بعض کو ترجیح دینا	ان کا کام صرف بعض کو بحضور امام مستقر امام پر ترجیح دینا اور اصول امام کے موافق تازہ۔	حصر کی تصحیح اور مجتہدین فی الفتوٰی و مجتہدین فی المسائل سے امتیاز۔
۱۱	۱۵	ان کے بعد رحمت کا ظہور ہوا	ان کے بعد رحمت کا اور ظہور ہوا	یہ رحمتِ جدید ہے نہ کہ رحمت جدید ہے
ج ۱۱	۲۱	امام فخر الدین رازی	امام ابوبکر احمد ابن علی رازی	پہلے مسودہ میں صرف رازی تھا، اور وہ صحیح تھا۔ اس مسودہ میں فخر الدین بڑھایا گیا، اور یہ بھاری غلطی ہے امام فخر الدین رازی حنفی نہیں شافعی ہیں۔

ترمیمات سابقہ متروکہ (یہ دو قسم ہیں)

"قسم اوّل"

صفحہ	سطر	مبدل	بدل	وجہ
۱	۱۱	باقی صفات فعلیہ میں ان سب سے ازلاً متصف تھا۔	ان سب سے ازلاً متصف ہے باقی صفات فعلیہ و نفسیہ و سلبیہ و اضافیہ ہیں۔	باقی سب فعلیہ نہیں نہ سب باقیات ازلیہ
۲	۱۵	عدل کی چھ صورتیں ہیں	عدل و فضل کی الخ	ان میں یہ بھی معدود ہوا کہ کسی کے اعمال حسنہ سے ذرہ بھر نقصان نہیں فرماتا، یہ عدل ہو تو اس کا خلاف ظلم ہوا اور ظلم محال ہے، تو ثابت واجب ہو حالانکہ لایجب علی اللہ شیئ (اللہ پر کچھ واجب نہیں۔ ت)
۳	۱۹	اپنے بندوں میں سے کسی کو مصلحت یا اجر جزیل کوئی	اس کا فضل ہے کہ اپنے مسلمان بندوں پر جو مصیبت بھیجے اس میں بھی	مسودہ سابقہ میں بغیر غرض صحیح کا لفظ تھا، وہ تو بہت ہی بے جا تھا اب اسے مصلحت سے بدلا یہ مصلحت راجع الی العبد ہے یا الی اللہ، ثانی محال ہے بہر تقدیر

www.alahazratnetwork.org

		مصیبت نہیں دیتا	ان کے لئے اجر رکھتا ہے	اول کا ذکر شاہی جبل یا جزیرۂ بعیدہ میں رہتا ہو جس سے مسلمانوں کو کوئی ضرر نہ ہو بلکہ ذمی مطیع خدمت گار اسلام جس سے مسلمانوں کو منافع ملتے ہوں اس پر مصائب ڈالنے میں کس کی مصلحت یا کون اجر ہے ایلام بلا عوض کو خلافِ عدل ماننا معتزلہ کا مسلک ہے اہلِ سنّت کے نزدیک یفعل اللہ مایشاء[1] (اللہ تعالٰی جو چاہے کرتا ہے۔ ت) ہاں اس کا فضل ہے کہ مومن کو مصیبت پر بھی ماجور فرماتا ہے وللہ الحمد۔
۸	۲۲	ہر دو وحی سے جو اخبار و معارف قطعاً مفہوم ہوتے ہیں حق ہیں کوئی شبہ نہیں۔	ہر دو وحی سے جو معنی قطعاً ثابت ہیں حق ہیں کوئی شبہ نہیں۔	انتفائے شبہ قطعیت دلالت و ثبوت دونوں سے ہے، مجرد قطعاً ہونا کافی نہیں۔
۹	۱۵	سوال منکر و نکیر ضرور ہونے والا ہے	سوال منکر نکیر جس سے خدا چاہے ضرور ہونیوالا ہے	روئے سخن سوئے عوام ہے اور اطلاق میں عموم کا ایہام تو تصریح اوضح و امکن فی الافہام۔
۱۲	۱۳	ثقاہت	ثقہ ہونا	ثقۃٌ علۃٌ ہے نہ فِعَلٌ۔
۱۳	۱۰	حضرت امام حسن و امام حسین قطعی جنتی ہیں۔	حضرت امام حسن و امام حسین و اصحابِ بدر و بیعۃ الرضوان قطعی جنتی ہیں۔	ان کا قطعی جنتی ہونا بھی نصوص سے ثابت اور کتب میں مصرح ہے۔
۱۴	۱۵	خوش آوازی سے سن کر محبت بھڑکانا مستحسن ہے۔	مستحسن ہے جبکہ مزامیر وغیرہا منکراتِ شرعیہ سے خالی ہو۔	علماء فرماتے ہیں الاطلاق فی محل التقیید غیر سدید (تقیید کے محل میں اطلاق درست نہیں۔ ت) خصوصاً جہاں عوام و خواص کا لعوام

[1] القرآن الکریم ۱۴/ ۲۷

www.alahazratnetwork.org

۱۵	۲۲	بصورت انکار صریح مطلقاً کافر ہے۔	فقہاء کے نزدیک مطلقاً کفر ہے۔	اطلاق سے عموم تک پہنچتے ہوں۔ صرف اتنا ہی رہتا کہ جب منکراتِ شرعیہ سے پاک ہو جب بھی سد اطلاق کرتا ورنہ خوش آوازی میں غنائے زناں بھی داخل۔ اور بعض متصوفہ زمانہ اس پر عامل۔ متکلمین صرف انکارِ ضروریاتِ دین کو کفر جانتے ہیں وھو الاحوط (اور اسی میں زیادہ احتیاط ہے۔ ت) اور انکارِ اجماع میں نزاع طویل ہے۔

"قسم دوم"

۱	۸	تدبیرِ کائنات جزئی و کلی اسی کی ذات سے مختص۔	باختیارِ خود تدبیرِ کائنات الخ	اس کے دو محمل تھے تخصیص تعمیم و تعمیم تخصیص۔ اول یہ کہ تدبیر کا ہر فردِ کائنات کو عام و شامل ہونا مختص بحضرت الوہیت ہے۔ دوم یہ کہ کسی فرد میں کیسی ہی تدبیر مطلقاً مختص بذاتِ احدیت ہے۔ اول پر غیرِ خدا سے سلب عموم ہوگا اور ثانی پر عموم سلب۔ ثانی میں جب تک بالاستقلال یا باختیار خود کی قید نہ لگائیں عین مسلک وہابیت و مخالف کریمۂ فالمدبرات امرًا[1] (پھر کام کی تدبیر کریں۔ ت) وغیرہا نصوص قاطعہ ہے، بلکہ اہلِ حقیقت کے نزدیک اول بھی کہ حقیقت محمدیہ علٰی صاحبہا افضل الصلٰوۃ والتحیۃ مدبرۃ الکل ہے بالخلافۃ المطلقۃ عن حضرۃ الاحدیۃ (بارگاہِ احدیت سے خلافت مطلقہ کے سبب سے۔ ت) تو اس قید کا ترک وہابیہ کو گنجائش دے گا۔

---

[1] القرآن الکریم ۷۹/ ۵

www.alahazratnetwork.org

۲	۱۰	ذاتِ حق ان سے منزہ ہے۔	ذاتِ حق پر سب محال بالذات ہیں۔	لفظ تنزیہہ استحالہ ذاتیہ کی تعیین نہیں کرتا۔ اور بعدِ گزارش پھر وہی نگارش معلوم نہیں کس بنا پر ہے۔ کیا جہل و کذب وغیرہ وغیرہ میں کوئی عیب باری عزوجل کے لئے ممکن ہے یا اس زمانہ فتن میں کہ امکانِ کذب پر مکذبین جان دیتے ہیں۔ تصریحِ استحالہ سے پہلوتہی چاہئے۔
۵	۲۱	ان میں باتباعِ سلف جو وجوہ مباح تعظیم مروجہ ہر ملک ہوں۔	مسلمانوں میں جو الخ	کلام قابلِ تاویل ضرور تھا کہ غیر محلِ منع میں اطلاق تجویز ہی اتباعِ سلف ہے مگر وہابیہ کے لئے گنجائش تھی کہ فلاں فلاں امور سلف میں کب تھے، تو ان میں اتباعِ سلف کہاں!
۱۰	۳	عامۃ الناس احکام غیر منصوصہ میں تقلید پر مامور ہیں	عامۃ الناس احکام غیر منصوصہ قطعیہ میں الخ	غیر مقلد کہہ سکتے ہیں کہ رفعِ یدین و قراءت خلف الامام وجہر بہ آمین و امثالہا سب منصوصہ ہیں تو ائمہ مجتہدین کی تقلید نہیں۔ یہ وہی بات تو ہے کہ حدیث کے ہوتے ہوئے قولِ امام کی کیا حاجت!
۱۶	۱۴	قوائے انسانیہ کو ملائکہ قوت نظریہ کو جبرئیل ماننا خلافِ نص و اجماع ہے۔	خلافِ نص و اجماع اور کفر قطعی ہے کہ ضروریاتِ دین کا انکار ہے۔	اس اضافہ کے اسقاط میں مصلحت سمجھ میں نہ آئی کیا یہ کفر قطعی نہیں۔ کیا یہ انکار ضروریاتِ دین نہیں، یا کافر کو کافر کہنا خلافِ تہذیب ہے؟
۱۶	۷	بعدِ بعثتِ اقدس بعثتِ نبی کا قائل ہونا کفر ہے۔	بعدِ بعثتِ اقدس بعثتِ نبی کو جائز ماننا یا اس کو ختمِ نبوت میں مخل نہ جاننا کفر ہے۔	اس سے عدول کی مصلحت بھی مفہوم نہ ہوئی۔ کیا صرف قائل ہونا کفر ہے جائز ماننا کفر نہیں؟ یا اسے ختمِ نبوت میں مخل نہ جاننا کفر نہیں؟ یا کفار کی رعایت کرنی چاہئے۔ واغلظ علیہم[1]

[1] القرآن الکریم ۹/۷۳ و ۶۶/۹

				ولیجدوا فیکم غلظۃ[1] اور لتبیننہ للناس و لاتکتمونہ[2] اور لا یخافون لومۃ لائم[3] اور کونوا قوامین بالقسط شہداء للہ ولو علیٰ انفسکم[4] اور لا تاخذکم بھما رافۃ فی دین اللہ[5] وغیرہا آیات کا حکم؟ اور اس پر عمل فرض قطعی ہے یا نہیں؟

عرضِ اخیر

خوں شدم ز اندیشۂ انجام ایں معیارِ حق — کایں ہمہ اصلاحہا گرہست حاصل شد چہ شد
ہر کہ چوں من آزماید روشناسہ ہمچو من — ورنہ گر ابلیس آدم رخے شامل شد چہ شد

(اس معیارِ حق کے انجام کے اندیشہ سے میں خون ہوگیا ہوں۔ یہ تمام اصلاحات اگر حاصل ہوگئیں تو کیا ہوا، جو میری طرح آزمائے وہ میری طرح آشنا ہوگا، ورنہ اگر ابلیس انسانی شکل اختیار کرکے شامل ہوگیا تو کیا ہوا۔ ت)

من جرّب بتجربتی عرف معرفتی۔ — جس نے میری طرح آزمایا وہ میری طرح جان لے گا۔

مولانا! اس مسودہ سے بعض عقائدِ اہلسنت پر عوام کو صرف اطلاع دینا مقصود نہیں بلکہ ایک معیارِ سنیت قائم فرمانا ہے کہ جو اس پر تصدیق کردے ہمارا ہے ؎

چشم و دل را از دست نور سرور

(اس سے آنکھ اور دل کو خوشی کا نور حاصل ہوگا۔ ت)

اور جو نہ مانے بیگانہ ہے ؎

۱؎ القرآن الکریم ۹/ ۱۲۳ — ۲؎ القرآن الکریم ۳/ ۱۸۷
۳؎ القرآن الکریم ۵/ ۵۴ — ۴؎ القرآن الکریم ۴/ ۱۳۵
۵؎ القرآن الکریم ۲۴/ ۲

www.alahazratnetwork.org

سایہ اش دُور باد از ما دُور

(اس کا سایہ ہم سے دُور ہے۔ ت)

مگر بہ ہزار افسوس یہ گزارش کہ یہ غرض اس مسودہ سے ہرگز حاصل نہیں ہوسکتی جب تک وہ ضلالتیں کہ آج کل مدعیانِ اسلام بلکہ مدعیانِ سنیت میں پھیلی ہوئی ہیں، تصریحاً ان کا ذکر اور ان سے تبریہ نہ ہو۔

مولانا! مجھے تجربہ ہوا ہے، ایک دو نہیں صدہا ایسے ابلیس آدم رُو ملیں گے کہ ان مسائل پر دستخط کردیں گے، اور وہ نہ صرف سنیت بلکہ اسلام کے کٹر دشمن اور آپ کے جرگہ حق میں شامل ہوکر آپ کے مذہب کے بیخ کن ہونگے۔ اسی لئے تو ائمہ کرام نے ایسوں کے اسلام کو کلمۂ شہادت ہرگز کافی نہ جانا جب تک اپنے مسلک خبیثہ سے صراحۃً برارت نہ کریں۔ جامع الفصولین و وجیز کردری و بحرالرائق و دُرِمختار وغیرہا میں ہے:

ولو اتی بھما (ای بالشھادتین) علی وجہ العادۃ لم ینفعہ مالم یتبرأ[1]

عادۃً کلمۂ شہادت کا پڑھنا گمراہ کو مفید نہیں جب تک وہ اپنی ضلالتوں سے برارت نہ کرے۔

چند سال ہوئے ایک مولوی صاحب، شاہ صاحب، واعظ صاحب نے فقیر سے اپنی سنیت کی سند تحریری مانگی۔ فقیر نے انھیں لکھا: حضرت! تصریح نفی فتن درکار ہے۔

الم احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لایفتنون[2]

کیا لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اٰمنا کہنے سے چھٹی مل جائے گی اور وہ آزمائے نہ جائیں گے۔

پھر امور عشرین لکھ کر بھیجے، انھوں نے بے تکلف دستخط فرما دیے، فقیر نے سندِ سنیت انھیں بھیج دی۔ وہ امور بعض اضافاتِ جدیدہ (کہ ان برسوں میں ان کی حاجت ہوئی کہ فتن روزانہ متجدد ہیں) عرض کروں انھیں غور فرمائیں۔ انجمن اگر ان کی اشاعت پسند فرمائے اور ان پر بلادغدغہ تصدیق کو معیارِ سنیت ٹھہرائے تو ان شاء اللہ العزیز یہی کافی ووافی ہے زیادہ کی ضرورت نہیں، اور یہ نہ ہوں تو شرح عقائد و مقاصد و مواقف کے ترجمے چھاپ کر اس پر دستخط لیجئے ہرگز کفایت نہیں ـــــ مولانا! بحمد اللہ میں نے

---

[1] درمختار کتاب الجہاد باب المرتد مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

[2] القرآن الکریم ۲۹/۲

www.alahazratnetwork.org

آپ کے رنگِ تحریر سے سمجھا کہ آپ صاف گو ہیں اور امرِ حق میں اسی کو پسند فرماتے ہیں اور الحق کو یہی پسند حق ہے: 39

فاصدع بما تؤمر و اعرض عن المشرکین[1] — جس کا حکم دیا گیا وہ علی الاعلان فرمادیں اور مشرکین سے اعراض فرمائیں۔

بحمدہٖ سبحٰنہ یہی طریقہ فقیر کا ہے ؎

فاش می گویم و از گفتہ خود دلشادم — بندہ عشقم و از ہر دو جہاں آزادم

(میں کھلی بات کرتا ہوں اور اپنے کئے ہوئے پر میرا دل خوش ہے۔ میں عشق کا غلام ہوں اور دونوں جہاں سے آزاد ہوں۔ ت)

اب یہاں پانچ صورتیں ہیں:

(ا) اقوالِ ضلال کے قائلین اور کتب کی صریح تصریح

(ب) صرف نام کتب

(ج) متن میں صرف اقوال، اور حاشیہ پر نامِ قائل و کتاب

(د) حاشیہ پر صرف نامِ کتاب

(ہ) مجرد اقوال بے اشعار نامِ قائل و کتاب

حاش للہ! طریقہ خامسہ میں کفایت نہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے متعدد بار متعدد شہروں میں وہ دیکھے ہیں کہ ان عبارات کی نسبت ان سے سوال ہوا، صاف صاف حکم کفر و ضلال لکھ دیا۔ جب کہا گیا کہ یہ قول فلاں شخص یا فلاں کتاب کا ہے، فوراً پلٹ گئے کہ ان کو تو ہرگز نہ کہوں گا۔

مولانا! آج کل تو یہ حالتِ ایمان رہ گئی ہے، اللہ و رسول کو گالی دینا ضرور کفر ہے مگر زید گالی دے تو معاف ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بہر حال میں یہاں طریق اوسط اختیار کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ مبارک انجمن کون سا پسند فرماتی ہے وحسبنا اللہ ونعم الوکیل (اور اللہ تعالٰی ہمیں کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ ت)

میں نے قصد کیا تھا کہ امورِ عشرین سے وہ باتیں کہ مسودہ میں آگئی ہیں ساقط اور بعض جدید اضافہ کروں۔ اب یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ وہ تمام پہلے سے نفیس تر پیرایہ میں مع زیاداتِ کثیرہ جلیلہ

---

[1] القرآن الکریم ۱۵/ ۹۴

www.alahazratnetwork.org

جزئیہ ذکر کروں کہ انجمن پسند فرمائے تو یہی بس ہے ورنہ یادگار رہے گی۔ اور حق سبحانہٗ و تعالیٰ جس کے لئے چاہے گا کام دے گی و باللہ التوفیق۔

یہاں اسے لکھنا چاہا تھا مگر بفضلہ تعالیٰ ایک کافی و افی نفیس مستقل رسالہ ہوگیا جس کا نام "نور الفرقان بین جند الالٰہ و احزاب الشیطٰن" رکھا گیا۔ بعد تبییض ان شاء اللہ العزیز اگر انجمن مبارک کی خواہش ہوئی جداگانہ مرسل ہوگا، وللہ الحمد۔

(۸ و ۹) کے جوابات اس فہرست سے واضح ہوں گے جسے لکھنے کے لئے فقیر نے ابو العلاء امجد علی صاحب سے گزارش کر دی ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ اسی نیاز نامہ کے ساتھ مرسل ہوگی۔ وہ امور کہ بعض جوابات سابقہ میں گزرے ضرور ملحوظ خاطر رہیں۔

(۱۰) تلك عشرة كاملة[1] (یہ پورے دس ہوئے۔ ت) اللہ عزوجل انجمن کو مبارک تر کرے اور اہل سنت کو اس سے نفع عظیم پہنچائے۔ کئی سال سے بحمدہ تعالیٰ فقیر اسے خالص انجمن اہل سنت و جماعت سمجھتا ہے۔ اور بفضلہ تعالیٰ کوئی امر قابل شکایت معلوم نہ ہوا، مگر مولانا اس فقیر حقیر کے ذمہ کاموں کی بے انتہا کثرت ہے، اور اس پر نقاہت و ضعف قوت، اور اس پر محض تنہائی و وحدت، ایسے امور ہیں کہ فقیر کو دوسرے کام کی طرف متوجہ ہونے سے مجبورانہ باز رکھتے ہیں۔ خود اپنے مدرسہ میں قدم رکھنے تک کی فرصت نہیں ملتی۔ یہ خدمت کہ فقیر سراپا تقصیر سے میرے مولائے اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم محض اپنے کرم سے لے رہے ہیں، اہل سنت و مذہب اہل سنت ہی کی خدمت ہے۔ جو صاحب چاہیں جتنے دن چاہیں فقیر کے یہاں اقامت فرمائیں۔ مہینہ دو مہینہ سال دو سال۔ اور فقیر کا جو منٹ خالی دیکھیں یا جس وقت فقیر کو کوئی ذاتی کام کرتے دیکھیں، اسی وقت مواخذہ فرمائیں کہ تو اتنی دیر میں دوسرا کام کر سکتا تھا۔ اور جب بحمدہ تعالیٰ سارا وقت آپ ہی کے مذہب کی خدمت گاری میں گزرتا ہے تو اب یہ کام اگر فضول یا دوسرا اس سے اہم ہو تو مجھے ہدایت فرمائی جائے، ورنہ فقیر کا عذر قابل قبول ہے۔

مولوی سید دیدار علی صاحب و مولوی ابو الفرح عبد الحمید صاحب نے فقیر سے ایک انجمن قائم کرکے اس کی خدمات انجام دینے کو فرمایا۔ فقیر نے گزارش کی کہ جو کام اللہ عزوجل یہاں سے لے رہا ہے ضروری ہے یا نہیں؟ فرمایا: سخت ضروری۔ فقیر نے عرض کی، دوسرے کوئی صاحب

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۶

www.alahazratnetwork.org

اس پر مقرر فرمادیجئے اور مجھ سے کوئی اور خدمتِ اہلِ سنت لیجئے۔ فرمایا: نہ دوسرا کوئی اسے کرسکتا ہے نہ دس آدمی مل کر انجام دے سکتے ہیں۔ فقیر نے گزارش کی پھر عذر واضح ہے۔

غرض انجمن اہلِ سنت جو اہم مقاصد چاہے ان میں سے ایک میرے مقدور بھر بالفعل موجود ہے تو اسی کو خدمتِ انجمن تصور فرمائیں، میں جہاں ہوں اور جس حال میں ہوں مذہبِ اہلِ سنت کا ادنیٰ خدمت گار اور اپنے سُنّی بھائیوں کا خیر خواہ ہوں۔ البتہ وجوہِ مذکورہ بالا سے نہ کہیں آنے جانے کی فرصت نہ طاقت، نہ اپنا کام چھوڑ کر دوسرا کام لینے کی لیاقت۔

وحسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل، واللّٰہ یقول الحق ویھدی السبیل۔ اللہ تعالٰی ہمیں کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ اللہ تعالٰی حق فرماتا ہے اور سیدھی راہ کی ہدایت عطا فرماتا ہے۔ (ت)

اس نیاز نامہ میں جو امور معروض ہُوئے ہیں، جہاں کہیں مشورہ خیر ہو ضرور مطلع فرمائیں۔ فقیر کی کیا حاجت ہے۔ امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے زمانۂ خلافتِ راشدہ میں فرماتے:

لاخیر فیکم مالم تقولوا ولاخیر فی مالم اسمع[1]۔ تم مشورۂ خیر نہ دو تو تم میں بھلائی نہیں اور میں اس کو نہ سُنوں تو مجھ میں بھلائی نہیں۔

وفقنا اللّٰہ تعالٰی وایاکم وسائر اخواننا لکل خیر وحفظنا وایاکم من کل شر، وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولانا محمد واٰلہٖ وصحبہٖ وابنہ وحزبہ اجمعین وبارک وسلم اٰمین! اللہ تعالٰی ہمیں، تمہیں اور ہمارے تمام بھائیوں کو ہر خیر کی توفیق عطا فرمائے اور ہر شر سے محفوظ رکھے۔ اللہ تعالٰی ہمارے آقا و مولٰی محمد مصطفٰی، آپ کی آل، اصحاب، اولاد اور تمام امت پر درود وسلام اور برکت نازل فرمائے۔ آمین! (ت)

۲۷ جمادی الاُخرٰی ۱۳۳۰ھ

---

[1] ل

www.alahazratnetwork.org

www.alahazratnetwork.org

اُمورِ عشرین درامتیازِ عقائدِ سُنّیین

(سُنیوں کے عقائد کی پہچان میں بیس۲۰ امور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب الانس والجنّۃ، والصلوٰۃ والسلام علٰی نبینا العظیم والمنّۃ، المنقذ من النار والمعطی الجنّۃ الذی ذکرہ حرز وحبہ جُنّۃ وعلٰی اٰلہ وصحبہ واھل السنّۃ۔

تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو انسانوں اور جنّوں کا رب ہے۔ اور درود و سلام ہو ہمارے عظمت واحسان والے نبی پر جو جہنّم سے بچانے اور جنّت عطا فرمانے والا ہے، جس کا ذکر حفاظت اور اس کی محبت ڈھال ہے، اور آپ کی آل پر اور صحابہ پر اور اہلسنّت پر۔ (ت)

ماہِ رمضان المبارک ۱۳۱۶ھ ہجریہ قدسیہ علٰی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ میں فقیر کے پاس سانبھر علاقہ ریاست جے پور (راجستھان) سے ایک خط بایں تلخیص آیا:

نقل نامہ حافظ محمد عثمان صاحب بنام فقیر (مصنّف علیہ الرحمہ)

بخدمت فیض درجت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی محدّث و امام اہل سنت وجماعت

بعد سلام سنّت الاسلام کے عرض خدمت ہے کہ در حولا ہمارے ملک مارواڑ (راجستھان) کی بڑی خوش قسمتی ہے کہ آج کل یہاں سانبھر میں جناب مولانا مولوی احمد علی شاہ صاحب حنفی نقشبندی ولیسی

www.alahazratnetwork.org

تشریف لائے ہیں، ہم لوگ آپ کی تصنیفات گوناگوں سے مستفیض ہو چکے تھے۔ اب خوش بیانی، اثر پنہانی و توجہ قلبی سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ غیر مقلدین و دیگر عقائد باطلہ والے توبہ کرکے وعظ سے اُٹھتے ہیں کوئی وعظ ایسا نہیں ہوتا جس میں آپ ندوہ (یعنی صلح کلی الحاد) کی برائی بیان نہ کرتے ہوں، یہاں کے لوگ ندوے کے بڑے ثنا خواں تھے اب ایسے متنفر ہو گئے ہیں جیسے کسی خبیث (جن) سے کوئی متنفر ہوتا ہے۔ ایک مولوی ندوی بھی یہاں آگیا ہے وہ کہتا ہے اگر مولوی احمد علی شاہ صاحب مخالف ہیں تو خود جاہل و بد دین ہیں۔ چند لوگ اس کے کہنے سے بہک گئے، وہ کہتے ہیں اگر مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی دربارۂ مولوی احمد علی شاہ صاحب لکھ دیں تو ہم ان کی بات سنیں گے اور اپنے خیالات سے توبہ کریں گے۔ لہٰذا عرض خدمت ہے کہ مولوی احمد علی شاہ صاحب آپ کے علم میں جیسے ہوں تحریر فرمائیے، آپ کی یہ تحریر سرکشوں کے لئے بہت مفید ہوگی۔ العبد محمد عثمان

(سیدنا امام اہل سنت اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں) فقیر کو اس سے پہلے مولانا موصوف سے تعرف تفصیلی نہ تھا اور امر شہادت خصوصاً دربارۂ عقائد اہم و اعظم۔ لہٰذا جواب میں یہ خط ارسال فرمایا:

(مکتوب اعلیٰحضرت):

نامۂ فقیر (مصنف علیہ الرحمہ) بنام حافظ (محمد عثمان) صاحب

بملاحظہ کرم فرما حافظ محمد عثمان صاحب زید لطفہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

لطف نامہ آیا، ممنون یاد آوری فرمایا، مولوی احمد علی شاہ صاحب نے عزیب خانہ پر کرم فرمایا تھا پہلی ملاقات تھی، بعدہٗ جلسۂ عظیم آباد (پٹنہ بہار) میں نیاز حاصل ہوا، وہ اس سے بھی مجمل تھا کہ سوائے سلام و مصافحہ کے کسی مکالمہ کی نوبت نہ آئی۔ امر شہادت عظیم ہے، میں معاذ اللہ کوئی سوءِ ظن نہیں کرتا بلکہ مولانا موصوف کے جن فضائل کو اب اجمالاً و سماعاً (بذریعہ حافظ مذکور) جانتا ہوں تفصیلاً و عیاناً جان لوں۔ مولانا کی حق پسندی سے امید ہے کہ فقیر کی اس عرض پر کمال خوش و مسرور۔ آجکل غیر مقلدین یا ندوے ہی کا فتنہ ہندوستان میں ساری نہیں بلکہ معاذ اللہ صدہا آفتیں ہیں۔ فقیر چند امور حاضر کرتا ہے مولانا موصوف ان پر اپنی تصدیق کافی و وافی جس سے بکشادہ پیشانی تسلیم کامل روشن طور پر ثابت ہو تحریر فرماکر اپنی مہر سے مزین فرماکر فقیر کے پاس روانہ کر دیں۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

از بریلی ۲۷ رمضان مبارک ۱۳۱۸ھ

www.alahazratnetwork.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امورِ عشرین تصدیق طلب از جناب مولانا مولوی احمد علی شاہ صاحب مرزاپوری

(۱) سید احمد خاں علی گڑھی اور اس کے متبعین سب کفار ہیں۔

(۲) رافضی کہ قرآن عظیم کو ناقص کہے یا مولٰی علی کرم اللہ وجہہ یا کسی غیر نبی کو انبیاء سابقین علیہم السلام میں سے کسی سے افضل بتائے کافر و مرتد ہے۔

(۳) رافضی تبرائی فقہائے کے نزدیک کافر ہے اور اس کے گمراہ، بدعتی، جہنمی ہونے پر اجماع ہے۔

(۴) جو مولٰی علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما پر قربِ الٰہی میں تفضیل دے وہ گمراہ مخالفِ سنّت ہے۔

(۵) جنگِ جمل و صفین میں حق بدست حق پرست امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ تھا مگر حضرات صحابہ کرام مخالفین کی خطا خطائے اجتہادی تھی جس کی وجہ سے ان پر طعن سخت حرام، انکی نسبت کوئی کلمہ اس سے زائد گستاخی کا نکالنا بیشک رفض ہے اور خروج از دائرۂ اہلسنت۔ جو کسی صحابی کی شان میں کلمۂ طعن و توہین کہے، انھیں بُرا جانے، فاسق مانے، ان میں سے کسی سے بغض رکھے مطلقاً رافضی ہے۔

(۶) صدہا سال سے درجہ اجتہاد مطلق تک کوئی واصل نہیں ہے بے وصول درجۂ اجتہاد تقلید فرض، غیر مقلدین گمراہ بددین ہیں۔

(۷) اہلسنت صدہا سال سے چار گروہ میں منحصر ہیں جو ان سے خارج ہے بدعتی ناری ہے۔

(۸) وہابیہ کا معلّمِ اول ابن عبدالوہاب نجدی اور معلّمِ ثانی اسمٰعیل دہلوی مصنف تقویۃ الایمان، دونوں سخت گمراہ بددین تھے۔

(۹) تقویۃ الایمان و صراطِ مستقیم و رسالہ یکروزی و تنویر العینین تصانیف اسمٰعیل دہلوی صریح ضلالتوں، گمراہیوں اور کلماتِ کفریہ پر مشتمل ہیں۔

(۱۰) مائۃ مسائل مولوی اسحٰق دہلوی غلط و مردود مسائل و مخالفاتِ اہلِ سنّت و مخالفاتِ جمہور سے پُر ہیں۔

(۱۱) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء قدست اسرارہم سے استمداد و استعانت اور انھیں وقتِ حاجت توسل و استمداد کے لئے ندا کرنا یا رسول اللہ، یا علی،

www.alahazratnetwork.org

یاشیخ عبد القادر الجیلانی کہنا اور انھیں واسطۂ فیضِ الٰہی جاننا ضرور حق وجائز ہے۔

(۱۲) عالَم میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء قُدِّسَتْ اَسْرَارُھُمْ کا تصرف حیاتِ دنیوی میں اور بعد وصال بھی بعطاءِ الٰہی جاری اور قیامت تک اُن کا دریائے فیض موجزن رہے گا۔

(۱۳) عام اموات احیاء کو دیکھتے، ان کا کلام سُنتے سمجھتے ہیں، سماعِ موتٰی حق ہے، پھر اولیاء کی شان تو ارفع و اعلٰی ہے۔

(۱۴) اللہ عزوجل نے روزِ اوّل سے قیامت تک کے تمام ماکان و مایکون ایک ایک ذرّے کا حال اپنے حبیب اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بتا دیا حضور کا علم ان تمام غیبوں کو محیط ہے۔

(۱۵) امکانِ کذبِ الٰہی جیسا کہ اسمٰعیل دہلوی نے رسالہ یکروزی اور اب گنگوہی نے براہینِ قاطعہ میں مانا صریح ضلالت ہے۔ اللہ تعالٰی کا کذب قطعاً اجماعاً محال بالذات ہے مسئلہ خلفِ وعید کو ان کے اس ناپاک خیال سے اصلاً علاقہ نہیں۔

(۱۶) شیطان کے علم کو معاذ اللہ حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم کے علم سے زائد وسیع تر ماننا جیسا کہ براہین قاطعہ گنگوہی میں ہے صریح ضلالت و توہین حضرت رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیہ ہے۔

(۱۷) مجلس میلاد مبارک اور اس میں قیام تعظیمی جس طرح صدہا سال سے حرمین محترمین میں شائع و ذائع ہے جائز ہے۔

(۱۸) گیارھویں شریف کی نیاز اور اموات کی فاتحہ اور عرسِ اولیاء کرام جو مزامیر وغیرہا منکرات سے خالی ہو سب جائز و مندوب ہے۔

(۱۹) شریعت و طریقت دو متبائن نہیں ہیں، بے اتباعِ شرع وصول الی اللہ ناممکن، کوئی کیسے ہی مرتبہ عالیہ تک پہنچے جب تک عقل باقی ہے احکامِ الٰہیہ اس پر سے ساقط نہیں ہو سکتے۔ جو نئے متصوف کہ مخالفت شرع میں اپنا کمال سمجھتے ہیں سب گمراہ مسخرگانِ شیطان ہیں۔ وحدتِ وجود حق ہے اور حلول و اتحاد کہ آجکل کے بعض متصوفہ (بناوٹی صُوفی) بکتے ہیں صریح کفر ہے۔

(۲۰) ندوہ سرمایۂ ضلالت و مجموعۂ بدعات ہے، گمراہوں سے میل جول اتحاد حرام ہے، ان کی تعظیم موجبِ غضبِ الٰہی، اور ان کے رَد کا انسداد لعنتِ الٰہی کی طرف بلانا، انھیں دینی مجلس کا رکن بنانا دین کو ڈھانا ہے۔ ندوہ کے لیکچروں اور روئیدادوں میں وہ باتیں بھری ہیں جن سے اللہ و رسول بیزار و بری ہیں جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم، اللہ تعالٰی سب بدمذہبوں و گمراہوں

www.alahazratnetwork.org

سے پناہ دے اور سنّتِ حقّہ خالص پر ثابت قدم رکھے۔

○ حضرت فاضل بریلوی مدظلہ العالی کے ان امورِ مقررۂ مذکورہ کی تصدیق جناب مولانا شاہ احمد علی صاحب مرزاپوری نے فرمائی اور یہ عبارت لکھی :

"امورِ عشرین مندرجہ بالا بہت درست و ٹھیک ہیں۔ وحدتِ وجود حق ہے مگر اس میں بحث و مباحثہ فقیر کے نزدیک خوب نہیں، یہ امور کشفیہ سے ہیں اور متعلق بکیفیت ایسے امور کو اولیاء اللہ ہی خوب سمجھے ہوئے ہیں۔ چونکہ فقیر کے پاس مُہر نہیں لہٰذا دستخط ہی پر اکتفار کیا۔"

۲؍شوال ۱۳۱۸ھ روزِ چہار شنبہ

○ پھر امام اہلسنت فاضل بریلوی مدظلہم نے یہ تحریر فرما کر اپنے دستخط اور مہر ثبت فرمائی :

"آج کل بہت لوگ ادعائے سنیت کرتے اور عوام بیچارے دھوکے میں پڑتے ہیں، بعض مصلحتِ وقت کے لئے زبان سے کچھ کہہ جاتے اور موقعہ پاکر پھر پلٹا کھاتے ہیں، اکثر جگہ امتحان کے لئے ان شاء اللہ العزیز یہ امور عشرین بطور نمونہ کافی ہیں جو بعونہٖ تعالیٰ ذرا سنیت پر سچا قائم ہے بے تکلف دستخط کر دے گا ورنہ پانی مرنا آپ ہی نشیبِ ضلالت کی خبر دے گا۔

ومن نکث فانما ینکث علٰی نفسہٖ[1] ومن ینقلب علٰی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئًا[2] ومن یتول فان اللہ ھو الغنی الحمید[3] والحمد للہ رب العٰلمین۔

اور جس نے عہد توڑا اس عہد توڑنے کا وبال اسی پر پڑے گا۔ اور جو الٹے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا۔ اور جو منہ پھیرے تو بے شک اللہ ہی بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا۔ اور سب تعریفیں رب العالمین کے لئے ہیں۔ (ت)

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا بریلوی عفی عنہ

بمحمدٍ المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/ ۱۰
[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۴۴
[3] " " ۵۷/ ۲۴

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۱۸۰: از ضلع میرٹھ مسئولہ محمد فضل الرحمٰن صاحب ۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

ایک قطعہ اشتہار "پروانہ خداوندی" مجھے اس قصبہ میں دستیاب ہوا ہے، لہذا ارسال بحضور ہے۔ امید کہ مفصل مطلع فرمایا جائے کہ یہ اشتہار کہاں تک صحیح ہے۔

"پروانہ خداوندی"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، صلی اللہ علٰی سیدنا محمد وعلٰی اٰلہٖ واصحابہٖ وسلم۔ یہ وصیت حضرت جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے شیخ احمد خادمِ روضۃ النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہے کہ جمعہ کی رات کو خواب میں قرآن شریف کی تلاوت فرماتے ہوئے دیکھا اور فرمایا: اے شیخ احمد! یہ دوسری وصیت تیری طرف ہے علاوہ اس پہلی وصیت کے، وہ یہ ہے کہ تم جملہ مسلمین کو رب العالمین کی طرف سے خبر کردو کہ میں ان کے بابت ان کے کثرتِ گناہ ومعاصی کے سخت بیزار ہوں۔ جس کا سبب یہ ہے کہ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک (کلمہ گو) نوّے ہزار اموات ہوتی ہیں جن میں ستّر ہزار اسلام باقی تمام غیر اسلام یعنی کفر پر مرے ہیں۔ جس وقت ملائکہ نے یہ بات سُنی تو انھوں نے کہا: یا محمد! آپ کی امت گناہوں کی طرف بہت مائل ہوگئی ہے کہ انھوں نے اللہ تعالٰی کی عبادت چھوڑ دی ہے۔ پس اللہ تعالٰی نے ان کی صورتوں کی تبدیلی کا حکم فرمادیا۔ پھر حضرت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اے رب! ان پر تھوڑا صبر کر اور ان کو مہلت دے جب تک یہ خبریں ان کو پہنچادوں، پس اگر وہ تائب نہ ہوئے تو حکم تیرے ہاتھ میں ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ دائمی گناہوں، کبیرہ گناہوں، زناکاری، کم تولنے، کم میزان رکھنے، سُود کھانے، شراب کے پینے کی طرف بہت مائل ہوگئے ہیں۔ اور فقراء ومساکین کو خیرات نہیں دیتے۔ اور دنیا کی محبت آخرت کی نسبت زیادہ کرتے ہیں اور نماز کو ترک کر بیٹھے ہیں اور زکوٰۃ نہیں دیتے پس اے شیخ احمد! تو ان کو اس بات کی خبر دے، ان کو کہو کہ قیامت قریب ہے اور وہ وقت قریب ہے کہ آفتاب مغرب سے طلوع کرے ان شاء اللہ تعالٰی، اور ہم نے اس سے پہلے بھی وصیت پہنچائی تھی لیکن یہ لوگ نافرمانی اور غرور میں زیادہ دلیر ہوگئے۔ اور یہ آخری وصیت ہے۔ شیخ احمد خادم حجرہ شریف نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کہ جو کوئی اس کو پڑھے اور اس کی نقل کرکے ایک شہر سے دوسرے شہر تک پہنچائے وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا اور اس کی میں شفاعت کروں گا دن قیامت کے، اور جو اس کو پڑھے اور اس کی نقل نہ کرے وہ قیامت کو میرا دشمن ہوگا۔ اور کہا شیخ احمد نے میں اللہ سبحانہ وتعالٰی کی تین مرتبہ قسم کھاتا ہوں کہ یہ بالکل سچی بات ہے اور

www.alahazratnetwork.org

میں اس میں جھوٹا ہوں تو خدا مجھ کو دُنیا سے کافر کرکے نکالے۔ اور جو اس کی تصدیق کرے گا وہ دوزخ کی آگ سے نجات پائے گا صلّی اللہ علٰی سیدنا محمد وعلٰی اٰلہٖ واصحابہٖ وسلم۔

الجواب

جن باتوں کی اس میں ہدایت ہے وہ باتیں اچھی ہیں، ان کے احکام قرآن وحدیث میں موجود ہیں، ان پر عمل ضرور ہے۔ باقی یہ تمہید جو اشتہار میں لکھی گئی ہے بے اصل ہے۔ بارہا اس قسم کے اشتہار شائع ہوئے ہیں، کسی میں خادمِ روضۂ انور کا نام صالح ہے، کسی میں شیخ احمد ہے۔ اور ایسے ہی بے باکی کے کلمات لکھے ہیں کہ اتنے مسلمان مرے ان میں سے صرف اتنے ایمان کے ساتھ گئے اور باقی معاذ اللہ بے ایمان مرے۔ اس اشتہار میں تو اتنی رعایت ہے کہ نوّے ہزار اموات میں صرف بیس ہزار معاذ اللہ کافر رکھے ہیں اور اشتہاروں میں تو گنتی کے مسلمان رکھے۔ رب عزوجل سے جو حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عرض نسبت کی ہے کس قدر بے معنی ہے۔ نسأل اللہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور سلامتی کے طلبگار رہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۱: ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک جاہل نے کوئی گناہ کیا جس کو قطعی نہ جانتا تھا کہ حلال ہے یا حرام۔ اور اسی یا دوسرے گناہ کو عالم نے کیا تو ان دونوں کے لئے ازجانبِ شریعت حکم مختلف ہے یا نہیں؟ اور اگر مختلف ہے تو کیوں؟ اور اگر مختلف نہیں ہے تو کیوں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ذنب العالم ذنب واحد و ذنب الجاھل ذنبان[1]، قیل ولم یارسول اللہ، قال العالم یعذب علٰی رکوبہ الذنب والجاھل یعذب علٰی رکوبہ الذنب وترك التعلم[2]۔

عالم کا گناہ ایک گناہ ہے اور جاہل کا گناہ دوہرا گناہ۔ عرض کی: یا رسول اللہ! یہ کس لئے؟ فرمایا: عالم پر گناہ کرنے کا عذاب ہے اور جاہل پر ایک عذاب گناہ کرنے کا ہے اور ایک علم نہ سیکھنے کا۔

---

[1] الجامع الصغیر حدیث ۴۳۲۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۲۶۳

[2] فیض القدیر تحت حدیث ۴۳۲۵ دار المعرفۃ بیروت ۳/۵۶۵

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۱۸۲ ازمارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ سرکار کلاں مرسلہ سید محمد میاں صاحب دامت برکاتہم ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ دوشنبہ

مولانا المعظم ذوالمجد والکرم معظم ومکرم دام مجدہم۔ پس از سلام مسنون عارضِ خدمت ہوں۔ بفضلہٖ تعالٰی جناب کی صحت وعافیت کا مستدعی بخیر ہوں۔ میں نے جناب سے سیّد ظہور حیدر صاحب مرحوم کے لئے جو اُن کے نام سے ایک عدد کم کرکے تاریخ وفات ان کی کر دینے کو کہہ آیا تھا اور جناب نے وعدہ فرمایا تھا۔ اب اگر ہو گئی ہو تو روانہ فرمائیں۔ تقریظات الحدوث والقدوم اور التناسخ بھی روانہ ہوں جو بدایونی رسائل ہیں۔ اور اگر کوئی جدید رسالہ مبحث اذان میں شائع ہوا ہو تو روانہ ہو۔ کنز الآخرۃ جو چودھری صاحب سہاروی کی ہے وہ جدید الطبع سُنا ہے کہ جناب کی نظر واصلاح سے بتمامہا گزری ہے، آیا یہ درست ہے؟ اور اس میں جو صفحہ ۲، پر امامت کے مسائل ہیں، قبروں پر چادریں چڑھانے کو بدعت سیئہ کے قسم اعتقادیہ اور رباب زیارۃ القبور میں قبروں پر کچھ چڑھانے یا چومنے کو جو حرام اور بدعت لکھ دیا ہے، آیا یہ بھی جناب کے نزدیک صحیح ہے؟ اس سے مطلع فرمائیے۔ والسلام

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

بشرف ملاحظہ عالیہ حضرت صاحبزادہ والاقدر بالافخر حضرت جناب مولانا مولوی سید محمد میاں صاحب دامت برکاتہم بعد تسلیم مع التکریم ملتمس والاحضرت سیدنا شاہ مہدی میاں صاحب قبلہ کے حکم سے ان عظیم بے فرصتیوں میں یہ کتاب فقیر نے بنائی۔ اغلاطِ شدیدہ کثیرہ عظیمہ شرعیہ کا نکالنا تو لازم وواجب ہی تھا۔ حکم یہ ہوا کہ اشعار کی بھی اصلاح کر۔ جس سے بلامبالغہ اتنی بڑی کتاب نظم اور اتنے کثیر حواشی از سرِ نو تصنیف کرنی ہوئی۔ بلکہ تصنیفِ جدید میں اس کی نصف محنت بھی نہ ہوتی جو اس کے بنانے میں ہوئی۔ طبع اول کے صفحہ ۱۲۳ تک کہ طبع جدید کے صفحہ ۱۳۳ ہے، تمام اصلاحات کی نقل میں نے اپنے پاس رکھی، اور جناب چودھری صاحب کی خدمت میں گزارش کی کہ بعد تبییض یہاں پھر دیکھنے کو بھیج دیا کریں۔ جناب موصوف نے کچھ اجزاء کاپی شدہ دیکھنے کو بھیجے۔ اس کے مطالعہ سے واضح ہوا کہ اصلاح میں شدید تبدیلیں فرمادی ہیں۔ اس کے بعد مجھے چاہیے تھا کہ باقی کتاب واپس کرتا، مگر حکمِ حاکم

www.alahazratnetwork.org

سے چارہ نہ تھا۔ باقی کی بھی اسی محنت سے اصلاح کی اور چودھری صاحب سے عرض کر بھیجی کہ اب طبیضہ یہاں بھیجنے کی حاجت نہیں ۔ یہ مسئلہ چادر وغیرہ کا جو حضرت نے دریافت فرمایا ہے الحمدللہ کہ اسی صفحہ ۱۲۳ پر تھا جسے میں یہ دکھا سکتا ہوں کہ میری اصلاح یہ تھی، اور یہ حضرت خود ملاحظہ فرمالیں گے کہ طبع جدید میں اس کی کیا گت ہوگئی ہے ۔

طبع اول کے صفحہ ۸۵ و ۸۶ پر کہ اب صفحہ ۹۲ تا ۹۴ ہے، اس میں یہ شعر "کچھ چڑھانا قبر پر یا چومنا اُن" کاٹ کر یہ بنایا تھا: ؎

سجدۂ قبر اور طوافِ باخضوع
اُن کے آگے جھکنا تا حدِ رکوع[1]

طبع دوم میں وہی اپنا شعر رہا۔ یہیں میں نے یہ اشعار اضافہ کئے تھے: ؎

اولیاء سے استعانت ہے روا ۔۔۔ وہ وسائل ہیں بر سے پیشِ خدا
مُعطی و مالک فقط اللہ ہے ۔۔۔ واسطہ اپنا ولی اللہ ہے
ہے توسل کی طلب قرآن میں ۔۔۔ وابتغوا آیا ہے اس کی شان میں
دیکھ تفسیرِ عزیزی پارہ عم ۔۔۔ لکھتے ہیں یوں شاہ صاحب محترم
اولیاء کرتے ہیں امدادِ بشر ۔۔۔ جارحہ ہیں بہرِ امدادِ بشر
اہلِ حاجت ان سے حاجت مانگ کر ۔۔۔ اپنی مشکل کرتے ہیں حل سربسر
یہ بھی فرمایا کہ نذرِ اولیاء ۔۔۔ ہے تمام امت میں رائج بے خطا
ہے یہ مقصودِ شہِ عبدالعزیز ۔۔۔ نذر عرفی ہے، نہ شرعی اے عزیز
تحفہ جو لے جائیں شاہوں کے حضور ۔۔۔ نذر کہتے ہیں اسے اہلِ شعور
فرقِ عُرف و شرع سے غافل نہ ہو ۔۔۔ کہہ نہ مشرک اہلِ الّا اللہ کو
اُمّتِ احمد کو جو مشرک کہے ۔۔۔ خود ہے وہ نزدیک شرک و کفر ہے
اور سماع و علمِ موتی مطلقا ۔۔۔ اہلِ سنت کا ہے اجماع اے فتی
مُردے مومن ہوں کہ کافر لاکلام ۔۔۔ دیکھتے سُنتے سمجھتے ہیں مُدام
اس پہ ناطق ہے تواترِ حدیث ۔۔۔ ہے فنائے رُوح تو قولِ خبیث

---

[1] کنز الآخرۃ

www.alahazratnetwork.org

وُہ نہیں سُنتے تو کیوں اُن پر سلام　　کیا شریعت چاہے پتھر سے کلام
عام کے یہ دھڑ نہیں سُنتے ضرور　　ہیں یہی مُوتیٰ یہی مَن فی القبورٗ
یہ بھی جب حق چاہے سُنتے ہیں ندا
کیونکہ ان اللہ یسمع من یشاء[1]

ملاحظہ ہو طبعِ دوم میں ان کی کیا تبدیلی ہوئی ہے۔ سب سے زیادہ سخت افسوس مجھے ان اشعار کا ہوا کہ نعت شریف میں میں نے اضافہ کئے تھے وُہ یہ ہیں ؛

حضرتِ علامِ کُل بے شک و ریب　　بخشتا ہے انبیاء کو علمِ غیب
ان کو کرتا ہے مسلّط غیب پر　　اوروں کو ان کے توسط سے خبر
ان پہ کردیتا ہے روشن لاکلام　　ختم تک دُنیا و مافیہا تمام
مصطفےٰ کو سب سے بخشا ہے سوا　　مایکوں ماکان جس کا جُزء ہوا
علم مانے شر سے شیطاں کا وسیع　　کس سے جُز شیطاں ہو یہ کُفرِ شنیع
علمِ غیب اُن کا سا جو ثابت کرے　　بچے پاگل جانور کے واسطے
وُہ شقی مرتد عدو اللہ ہے　　کافروں سے بھی سوا گمراہ ہے
جو کریں تنقیصِ شانِ شاہِ دیں　　لعنۃ اللہ علیہم اجمعین
مصطفےٰ ہی ہیں قیامت میں شفیع　　ہے اُنھیں کا حصہ یہ شانِ رفیع
فاتحِ بابِ شفاعت ہیں وہی　　کہفِ اربابِ شفاعت ہیں وہی
جو کبائر والے بے توبہ مریں　　وُہ کریم ان کی شفاعت بھی کریں
جو کہے اس دن کے وہ شافع نہیں　　وُہ ہے گمراہ و خبیث اے اہلِ دیں
فضلہ خوارانِ سگانِ اعتزال　　بکتے ہیں ایسے بداقوالِ ضلال
اُن کی گمراہی سے تم مُنہ موڑنا　　اپنے مولا کا نہ دامن چھوڑنا
وُہ نہ ہوں شافع ہمارے گر وہاں
کہئے ہم سوں کا ٹھکانہ پھر کہاں[2]

ملاحظہ ہو کہ اس میں کتنا اور کیا باقی رہا۔ ان تمام اضافات پر حواشی تھے جن میں ہر لفظ کا آفتاب سے

---

[1] و [2] کنز الآخرۃ

www.alahazratnetwork.org

زیادہ ثبوت تھا وُہ بھی اکثر حذف ہوگئے۔ اب حضرت اپنی مسئول عبارت ملاحظہ فرمائیں، اشاعت اولٰی میں اس حاشیہ کی عبارت یہ تھی:

ص۵۳ ہوتی ہے مکروہ الخ یعنی فاسق فاجر اور نابینا اور اہلِ بدعت اور جاہل کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے ولیکن بعض کے پیچھے مکروہِ تحریمہ اور بعض کے پیچھے مکروہِ تنزیہی یعنی اہلِ بدعت اور وُہ جاہل جو قراءت توڑے اور ادھ کٹ حرفوں سے پڑھے، ان کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمہ ہوتی ہے اور نابینا و فاسق کے پیچھے اگر وہ اہلِ بدعت اور جاہل نہ ہوں تو نماز مکروہِ تنزیہہ ہوتی ہے اہلِ بدعت کے پیچھے۔ اس لئے کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من احدث فی امرنا ھذا الیس منه فھو رد۔[1] یعنی جس شخص نے نئی بات نکالی اپنی طرف سے بیچ دین میں ہمارے کے جو کہ کتاب وسنّت سے ثابت نہیں ہے (مراد اس سے بدعت سیئہ ہے) پس وہ شخص یعنی بدعتی مردود ہے۔

اور ایک جگہ فرمایا:

کل بدعة ضلالة۔[2] یعنی ہر بدعت گمراہی کا راستہ ہے۔

پس جو شخص مرتکب ایسی بدعت کا ہو اس کے پیچھے نماز ہرگز نہ پڑھنا چاہیے، اس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمہ ہوگی۔

واضح ہو کہ قبروں کو سجدہ کرنے والے اور اہلِ قبور سے منّت ماننے والے اور فرقہائے باطلہ مثلِ خوارج وجبریہ وقدریہ کے، اور وُہ اَن پڑھ جاہل جو کہ کتاب و سنت سے بالکل ناواقف و بے بہرہ ہیں اور پھر ترکِ تقلید کرتے ہیں، یہ لوگ اہلِ بدعت ہیں ان کی صحبت سے بچنا چاہیے۔ غرضیکہ جن باتوں پر صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کا اجماع ہوچکا ہے ان کے خلاف عقیدہ رکھنا بھی بدعت ہے۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الاقضیۃ باب نقض الاحکام الباطلۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۷

[2] صحیح مسلم کتاب الجمعۃ باب تخفیف الصلوٰۃ والخطبۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۸۵

سنن ابن ماجۃ باب اجتناب البدع والجدل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۶

www.alahazratnetwork.org

اس فقیر نے یُوں بنایا تھا:

شہ پچھلے دَور میں الخ یعنی جاہل اور نابینا اور ولد الزنا اور غلام، فاسق اور اہل بدعت کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے لیکن اگلے چار کے پیچھے مکروہِ تنزیہی اور پچھلے دو کے پیچھے مکروہِ تحریمی ہوتی ہے جبکہ وہ فاسق معلن ہو یعنی اس کا فسق ظاہر اور مشہور ہو، ورنہ اس کے پیچھے بھی مکروہِ تنزیہی ہوگی۔ اور جبکہ اس مبتدع کی بدعت و بدمذہبی حدِ کفر تک نہ پہنچی ہو، ورنہ اس کے پیچھے باطل محض ہوگی، جیسے آج کل کے روافض و وہابی و نیچری و قادیانی و چکڑالوی کہ اپنے آپ کو اہلِ قرآن کہتے ہیں، اور غیر مقلد۔ حدیث میں فرمایا:

کل بدعۃ ضلالۃ۔ یعنی ہر بدعت گمراہی ہے۔

اور اس سے مراد بدعت سیئہ ہے۔ پس جو شخص مرتکب ایسی بدعت کا ہو اس کے پیچھے نماز ہرگز نہ پڑھنا چاہیے اس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی ادا ہوگی۔

واضح ہو کہ بدعت سیئہ دو قسم ہے: عملی اور اعتقادی۔ عملی جیسے علَم، تعزیے اور قبروں کو سجدہ۔ اور اعتقادی جیسے تفضیلیہ و خوارج و جبریہ و قدریہ وغیرہ یہ لوگ اہلِ بدعت ہیں ان کی صحبت سے بچنا چاہیے۔ غرض جن باتوں پر صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کا اجماع ہوچکا ہے اس کے خلاف عقیدہ رکھنا بدعت ہے، پھر ان میں جن کی بدعت حدِ کفر کو نہ پہنچی ہو جیسے تفضیلیہ، اس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی ہے ورنہ باطل محض ۱۲ منہ

اب اشاعت ثانیہ میں جس طرح کرلیا گیا ہے وہ پیش نظر ہے۔ اسی طرح بیشمار تبدیلات ہیں، اشعار میں بھی پھر اسی قسم کی اغلاط نے عود کیا ہے صفحہ ۱۲۳ کے بعد کی اصلاحات یہاں نہ رہیں اگر وہ بھی ہوں اور یہ کتاب مطابق اصلاحِ فقیر کوئی صاحب چھاپیں تو کتاب ثالث ہوگی۔ اور بفضلہٖ تعالٰی اغلاطِ شرعیہ و شعریہ سے پاک۔

حضرت سید ظہور حیدر میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی تاریخ وصال بھی خیال میں آگئی تھی معروض ہے: ؎

نحو لقاء جدہٖ | امّ ظہور حیدر
حسن الی الجنان اذ | ثمّ ظہور حیدر

www.alahazratnetwork.org

قیل متٰی ھٰذا السفر	ھمّ ظھو رحید ر
قلت لان بقٰی السنة	تسّم ظھو رحید ر
۱۳۳۲	۱۳۳۳

بدایوں کے رسالہ تناسخ اور رسالہ حدوث وقدوم پر جو الفاظ نیازمند نے لکھے تھے ان کی نقل حاضر ہے۔ مولانا کے خط کی نقل گر بدایوں سے مل گئی ہو تو میں بھی دیکھتا۔

والاخدمت حضرت جناب سیدنا شاہ ابوالقاسم حاج سید اسمٰعیل حسن میاں صاحب قبلہ، تسلیم معروض۔ رسالہ "ہزار ضرب اقوی" جس میں مولوی عبدالغفار خاں صاحب کے چوتھے رسالہ "آثار المبتدعین" پر کامل ایک ہزار رد ہیں، تین چار روز میں ان شاء اللہ تعالٰی طبع ہوجائیگا بعونہ تعالٰی حاضر کیا جائے گا، کلکتہ والوں کا رد حاضر ہے، حسبِ تحریر اسمار تقسیم فرما دیا جائے فقط۔

مسئلہ ۱۸۳ مسئولہ احمد علی معمار محلہ برہی روز پنجشنبہ تاریخ ۹ محرم ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص امام مسجد شیرینی اور کھانے کی چیزوں پر فاتحہ پڑھنے سے انکار کرتا ہے اور عذر یہ پیش کرتا ہے کہ فاتحہ دی ہوئی چیز کا اگر کچھ حصہ زمین پر گر گیا یا اور کسی قسم کی بے ادبی ہوئی تو فاتحہ دینے والا گنہگار ہوگا۔ ایسے شخص پر شرعًا کوئی عذاب یا ثواب ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

اس کا یہ خیال باطل اور یہ عذر لاطائل ہے۔ زمین پر بلاقصد گر جانے میں کچھ گناہ کسی کے ذمہ نہیں۔ اور اگر کوئی وہابی یا رافضی معاذ اللہ قصدًا بے ادبی کرے تو اس کا گناہ اس کے سر کیوں باندھا جائے۔ قال اللہ تعالٰی:

لا تزر وازرة وزر اُخرٰی[1] اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ (ت)

ہاں اگر دینے والا جان کر وہابی یا رافضی اور کسی کافر کو دے تو وہ بے ادبی کہ لوگ کریں اس دینے والے

ع؎ بقی یبقٰی، سمع اور ضرب دونوں سے آتا ہے علاوہ ازیں ضرب سے بمعنی انتظار لغت معروف ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴

www.alahazratnetwork.org

کی طرف عائد ہوگی۔ شخص مذکور اگر واقعی یہ عقیدہ رکھتا ہے جو زبان سے کہا تو قرآن مجید کا مخالف ہے کما تلونا۔ ورنہ ظاہر یہ ہے کہ وہ باطن میں فاتحہ اولیاء کرام کا منکر ہے۔ اور براہِ تقیہ یہ عذرِ بیہودہ گھڑتا ہے۔ دونوں صورتوں میں یہ شخص مستحق عذاب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۴ مسئولہ جناب حکیم مقیم الدین صاحب بہیڑی ضلع بریلی ۱۱ رجب المرجب ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جب نیکی بدی میزان میں تولینگی تو نیکی کا پلّہ بھاری ہوگا یا بدیوں کا، کیونکہ قاعدے سے جب نیکیاں زیادہ ہوں نیکیوں کا پلّہ بھاری اور نیچا ہوگا اور بدیاں زیادہ ہوں تو بدی کا پلّہ بھاری اور نیچا ہونا چاہئے، اور کتابوں میں لکھا بھی ایسا ہی ہے کہ جب نیکیاں زیادہ ہوں گی تو نیکیوں کا پلّہ بھاری ہوگا اور جھکے گا، تو کیا واقعی نیکیاں زیادہ ہونگی تو نیکیوں کا پلّہ بھاری ہوگا۔ مفصل بیان ہو کیونکہ نیکیاں بمقابلہ گناہوں کے ہلکی ہونا چاہئیں۔

الجواب

وہ میزان یہاں کے ترازو کے خلاف ہے وہاں نیکیوں کا پلّہ اگر بھاری ہوگا تو اُوپر اُٹھے گا اور بدی کا پلّہ نیچے بیٹھے گا۔ قال اللہ عزوجل:

الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصلح یرفعہ[1] اسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام اور جو نیک کام ہے وہ اس کو بلند کرتا ہے (ت)

جس کتاب میں یہ لکھا ہے کہ نیکیوں کا پلّہ نیچا ہوگا غلط ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۵ از گونڈل علاقہ کاٹھیاوار مسئولہ عبدالستار بن اسمٰعیل بروز سہ شنبہ تاریخ ۱۳ رجب المرجب ۱۳۳۲ھ

بعض متصوفہ زندیقہ جو زید، عمر، بکر یہ وہ سب کا خدا ہی خدا کہتے ہیں وہ یہ دلیل لاتے ہیں کہ اس وجہ سے منصور نے دعوٰی انا الحق کا کیا، بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اسی لئے سبحانی ما اعظم شانی (میں پاک ہوں اور کتنی عظیم میری شان ہے۔ ت) فرمایا، اور شمس تبریزی نے اسی وجہ سے قم باذنی (اٹھ میرے حکم سے۔ ت) کہہ کر مردہ زندہ کیا۔ اب عرض یہ ہے کہ کیا واقعی یہ کلمات اوپر کے بزرگوں سے صادر ہوئے ہیں؟ اور کیا اس صوفی زندیق کا یہ کہنا صحیح ہے؟ اور اگر ہے تو کیا یہ کلمات عند الشرع مردود ہیں یا نہیں؟ اور

---

[1] القرآن الکریم ۳۵/ ۱۰

www.alahazratnetwork.org

اگر مردود ہیں تو اُوپر کے تینوں بزرگوں کے ساتھ اہل سنت وجماعت کس طرح کا عقیدہ رکھیں؟

الجواب الملفوظ

اُن زنادقہ کا یہ قول کفرِ صریح ہے اور ان کے قول کی صحت کا شک واقع ہونا سائل کے ایمان کو مضر ہے تجدید اسلام چاہئے۔ وُہ تینوں حضرات کرام اکابر اولیائے عظام سے ہیں قدسنا اللہ باسرارہم۔ حضرت شمس تبریز قدس سرہٗ سے یہ کلمہ ثابت نہیں، اور ثابت ہو تو معاذ اللہ اُسے ادعائے الوہیت سے کیا علاقہ! ایسی اضافات مجازیہ شائع ہیں۔ حضرت حسین منصور انا الحق نہیں کہتے تھے بلکہ انا الاحق (میں ہی احق ہوں۔ ت)، ابتلائے الٰہی کے لئے سامعین کی فہم کی غلطی تھی۔ ان کی بہن اکابر اولیائے کرام سے تھیں، ہر روز آخر شب میں جنگل کو تشریف لے جاتیں اور عبادتِ الٰہی میں مشغول ہوجاتیں، ایک روز حضرت حسین منصور کی آنکھ کھلی اور بہن کو نہ پایا، شیطان نے شبہہ ڈالا، دوسری رات قصداً جاگتے رہے، جب وُہ اپنے وقت معمول پر اُٹھ کر باہر چلیں یہ آہستہ اُٹھ کر پیچھے ہولئے، وہ جنگل میں پہنچیں اور عبادت میں مشغول ہوئیں، یہ پیڑوں کی آڑ میں چھپے دیکھتے تھے، قریب صبح انھوں نے دیکھا کہ آسمان سے سونے کی زنجیر میں یاقوت کا جام اترا اور وُہ ان کی بہن کے دہن مبارک کے پاس آگیا، انھوں نے پینا شروع کیا، یہ بے چین ہوئے اور چلاّ کر کہا: بہن! تمھیں خدا کی قسم تھوڑا میرے لئے بھی چھوڑ دو۔ انھوں نے صرف ایک جرعہ اُن کے لئے چھوڑا جس کے پیتے ہی ان کو ہر شجر و حجر و در و دیوار سے آواز آنے لگی کہ کون اس کا زیادہ احق ہے کہ ہماری راہ میں قتل کیا جائے؟ یہ اس کا جواب دیتے انا الاحق بیشک میں احق ہوں۔ لوگوں نے کچھ سُنا اور جو منظور تھا واقع ہوا۔

حضرت سیدی بایزید بسطامی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اُس سوال کا خود جواب ارشاد فرمادیا، فرمایا: میں نہیں کہتا وہ فرماتا ہے جسے فرمانا زیبا ہے۔ سالکوں نے اس پر دلیل چاہی، فرمایا: تم سب ایک ایک خنجر ہاتھ میں لے کر بیٹھ جاؤ اور جس وقت مجھے ایسا کہتے سُنو بے تامل خنجر مارو کہ ایسے قائل کی سزا قتل ہے۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ جب حضرت پر حالت وارد ہوئی اور وہی کلمہ نکلا اُن سب نے بے محابا خنجر مارے۔ جس نے جس جگہ کے قصد پر خنجر مارا تھا خود اُس کے اسی جگہ لگا۔ جب حضرت کو افاقہ ہوا ملاحظہ فرمایا کہ وہ سب گھائل پڑے ہیں۔ فرمایا: میں نہ کہتا تھا کہ میں نہیں کہتا وہ کہتا ہے جس کا کہنا بجا ہے۔ سیدنا موسٰی کلیم علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کوہِ طور پر اُس درخت میں سے ندا سنی کہ یا موسٰی انی انا اللہ

www.alahazratnetwork.org

رب العلمین[1] (اے موسٰی! میں ہوں اللہ رب سارے جہانوں کا۔ ت) کیا یہ درخت نے کہا تھا، حاشا بلکہ رب العالمین نے درخت پر تجلی فرمائی اور حضرت کلیم کو اُس میں سے ندا مسموع ہوئی، کیا وہ ایک درخت پر تجلی فرما سکتا ہے اور بایزید پر نہیں! کیا محال ہے کہ بایزید پر تجلی کرے اور سبحٰنی ما اعظم شانی (میں پاک ہوں اور کتنی عظیم میری شان ہے۔ ت) اور لوگوں کو ان میں سے ندا آئے۔ حضرت مولوی معنوی قدس اللہ سرہ الشریف فرماتے ہیں: ایک جن جس پر تسلط کرتا ہے اس کی زبان سے کلام کرتا ہے اس کے جوارح سے کام کرتا ہے[3] کیا تمہارے نزدیک رب عزوجل ایسا نہیں کرسکتا، کلام اس کا ہے اور زبان بایزید کی، بایزید شجرۂ موسٰی ہیں اور متکلم وہ جس نے فرمایا انی انا اللہ رب العلمین۔ فللّٰہ الحجۃ البالغۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۶

علمائے عظام ومشائخ کرام نے منصور کو کیوں سُولی دی؟ اگر بوجہ کفر سُولی دی گئی ہے تو کیا منصور کو اب مسلمان اور کاملین میں سے شمار کریں یا اُن کی نسبت کیا عقیدہ رکھیں؟

الجواب الملفوظ

ظاہر مسموع اُن کے کلام سے وُہ تھا جس پر شرعاً تعزیر قتل ہے لہذا حکمِ شرع پورا کیا گیا ؎

نہ بر حکم شرع آب خوردن خطاست
دگر خون بر فتوے بریزی رواست[4]

(کیا ایسا نہیں شرع کے حکم کے بغیر پانی پینا گناہ ہے، اور اگر شرعی فتوٰی کے ساتھ تُو خون بہائے تو جائز ہے۔ ت)

مسئلہ ۱۸۷ از ریاست رامپور کوچہ قاضی مرزا صابر حسین بروز شنبہ ۱۷ رجب ۱۳۳۴ھ

کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ومشائخ کرام اور اولیائے عظام اس مسئلہ میں کہ حضرت بڑے پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی چند مشہور کرامتیں جو کہ مولود شریف و وعظ وغیرہ میں بیان کی جاتی ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ ایک بُڑھیا لبِ دریا بیٹھی روتی تھی، اتفاقاً حضرت کا

---

[1] القرآن الکریم ۲۸/ ۳۰

[2] تذکرۃ الاولیاء (اردو) شیخ فریدالدین عطار ملک اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور ص ۸۳

[3] مثنوی معنوی دفتر چہارم قصہ سبحانی ما اعظم شانی مؤسسۃ انتشارات اسلامی لاہور ۴/ ۲۰۵

[4] بوستان سعدی باب اول پہلی گفتار مکتبہ شرکت علمیہ ملتان ص ۲۹

www.alahazratnetwork.org

اس طرف سے گزر ہوا، حضرت نے فرمایا کہ اس قدر کیوں روتی ہو؟ بڑھیا نے عرض کیا، حضرت! میرے لڑکے کی بارہ۱۲ برس ہوئے یہاں دریا میں مع سامان کے برات ڈوبی ہے میں یہاں آکر روزانہ روتی ہوں۔ آپ نے دعا فرمائی آپ کی دعا کی برکت سے بارہ۱۲ برس کی ڈوبی ہوئی برات مع کل سامان کے صحیح وسالم نکل آئی اور بڑھیا خوش وخرم اپنے مکان کو چلی گئی۔

دوسرے یہ کہ حضرت کے ایک مرید کا انتقال ہوگیا، موتی کا لڑکا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت سے عرض کیا کہ میرے والد کا انتقال ہوگیا۔ اس پر لڑکا زیادہ رویا پیٹا اور اڑ گیا، تو آپ کو رحم آیا آپ نے وعدہ فرمایا اور لڑکے کی تسکین کی۔ بعدہٗ حضرت عزرائیل علیہ السلام کو مراقب ہوکر روکا' جب حضرت عزرائیل علیہ السلام رُکے آپ نے دریافت کیا کہ ہمارے مرید کی رُوح تم نے قبض کی ہے؟ جواب دیا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: رُوح ہمارے مرید کی چھوڑ دو۔ عزرائیل علیہ السلام نے کہا کہ میں نے بحکم رب العالمین رُوح قبض کی ہے بغیر حکم نہیں چھوڑ سکتا۔ اس پر جھگڑا ہوا، آپ نے تھپڑ مارا' حضرت کے تھپڑ سے عزرائیل علیہ السلام کی ایک آنکھ نکل پڑی اور آپ نے اُن سے زنبیل چھین کر اُس روز کی تمام رُوحیں جو کہ قبض کی تھیں چھوڑ دیں۔ اس پر حضرت عزرائیل علیہ السلام نے رب العالمین سے عرض کیا وہاں سے حکم ہوا کہ ہمارے محبوب نے ایک رُوح چھوڑنے کو کہا تھا تم نے کیوں نہیں چھوڑی ہم کو اُن کی خاطر منظور ہے اگر انھوں نے تمام روحیں چھوڑ دیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔

شرعاً ان روایتوں کا بیان کرنا مجلسِ مولود شریف یا وعظ وغیرہ میں درست ہے یا نہیں؟ بحوالہ کُتبِ معتبرہ تحریر فرمائیے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دیے جاؤ گے۔ ت)

الجواب الملفوظ

پہلی روایت اگرچہ نظر سے کسی کتاب میں نہ گزری مگر زبان پر مشہور ہے، اور اُس میں کوئی امر خلافِ شرع نہیں، اس کا انکار نہ کیا جائے۔

اور دوسری روایت ابلیس کی گھڑی ہوئی ہے اور اُس کا پڑھنا اور سُننا دونوں حرام۔ احمق، جاہل، بے ادب نے یہ جانا کہ وہ اس میں حضور سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی تعظیم کرتا ہے حالانکہ وہ حضور کی سخت توہین کر رہا ہے، کسی عالم مسلمان کی اس سے زیادہ توہین کیا ہوگی کہ معاذ اللہ اُسے کفر کی طرف نسبت کیا جائے نہ کہ محبوبانِ الٰہی سیّدنا عزرائیل علیہ السلام مرسلین ملائکہ میں سے ہیں اور مرسلین ملائکہ بالاجماع تمام غیر انبیاء سے افضل ہیں کسی رسول کے ساتھ ایسی حرکت کرنا توہینِ رسول کے سبب معاذ اللہ اُس کے لئے باعثِ کفر ہے، اللہ تعالٰی جہالت ضلالت

www.alahazratnetwork.org

سے پناہ دے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۸: مرسلہ عبدالستار بن اسمٰعیل شہر گونڈل علاقہ کاٹھیاوار یکشنبہ ۹ شعبان ۱۳۳۴ھ

ان دنوں اکثر احباب کو گمنام خطوط بدیں مضمون ملے ہیں: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، قل ھو اللہ احد اللہ الصمد، ایاك نعبد و ایاك نستعین، انعمت علیھم۔ ۲۰ تین روز میں نوخط نو جگہ بھیجئے اس سے آپ کو بہت فائدہ ہوگا ورنہ نقصان۔

اب عرض یہ ہے کہ اس مضمون کا عندالشرع کیا اصل ہے؟ اس پر عمل ضروری ہے یا نہیں؟ اگر واجب العمل ہے تو بلا نام و نشان کے گمنام خط لکھنے کی کیا وجہ ہے؟

الجواب الملفوظ

یہ بدعتِ شنیعہ ہے کہ کسی جاہل نے ایجاد کی جو مسلمانوں کا بدخواہ ہے اور قرآن عظیم کے ساتھ بے ادبی کھلے ہوئے کارڈوں پر کلامِ الٰہی لکھ کر بھیجا جاتا ہے کہ چٹھی رساں جو اکثر ہنود اور عموماً بے وضو ہوتے ہیں اُسے مَس کرتے ہیں، ڈاکخانوں میں مُہریں لگانے والے بے وضو یا نجس ہاتھوں سے چھوتے ہیں زمین پر رکھ کر مُہر لگاتے ہیں اور خصوصاً زمین پر وہی رُخ ہوتا ہے جس پر آیات ہیں، یہ سب ناپاکیاں اس بدعتِ خبیثہ کے سبب ہیں۔ اور پھر یہ اللہ پر افترا ہے کہ ایسا کروگے تو نو دن میں خوشی ہوگی ورنہ آفت میں مبتلا ہوگے۔

ام تقولون علی اللہ ما لا تعلمون[1] یا اللہ تعالٰی پر وہ بات کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۹: الف خاں مہتمم مدرسہ انجمن اسلامیہ قصبہ سانگور ریاست کوٹہ راجپوتانہ یکشنبہ ۱۳۳۴ھ

ارواحِ مومنین یا کافر کا کسی وقت اپنے اپنے مکان میں آنا احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب الملفوظ

ارواحِ کفار کا آنا کیونکر ہو سکتا ہے وہ محبوس و مقید ہیں، اور روحِ مومنین کی نسبت حدیث میں ارشاد ہوا:

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۸۰

www.alahazratnetwork.org

اذا مات المؤمن یخلی سربه حیث شاء[1] اس کی راہ کھول دی جاتی ہے، جاتی ہے جہاں چاہے۔

"جہاں چاہے" میں اپنا گھر بھی داخل ہے، اور بارہا ارواحِ صالحین کا اپنے اور اپنے متعلقین کے گھر آنا اور مدد کرنا ثابت ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے ایک مریض کا واقعہ لکھا ہے کہ وہ صاحبِ فراش تھے، رات کو جب سو رہے تھے انھیں پیاس لگی اور کپڑا اوڑھنے کی ضرورت ہوئی، کوئی پاس نہ تھا، ان کے ایک بزرگ کی روح ظاہر ہوئی اُس نے پانی پلایا اور کپڑا اُڑھایا[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۰ تا ۱۹۸: مرسلہ محمد عبدالواحد خاں مسلم محلہ اسلام پورہ معرفت عبداللطیف ہیڈ ماسٹر میونسپل اردو سکول ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

واجب الاحترام والتعظیم اعلٰحضرت مدظلہم، قادیانی نے جس قدر تحریرات رسائل کتب اپنے دعوے کی تائید میں لکھے ہیں اگر آپ کے پاس ہوں اور ممکن ہو تو روانہ فرما دیجئے تاکہ اس کی تمام باتوں پر میں غور کرکے ایک رائے قائم کر لوں اور مباحثہ کے وقت سہولیت پیدا ہو جائے کیونکہ مخالف کتابیں دینے سے انکار کرتا ہے اگر یہ نہیں ہو سکتا ہے تو کم از کم ان کی کتابوں کے نام اور جگہ جہاں سے وہ دستیاب ہو سکتی ہیں تحریر فرما دیں، یہ تکلیف آپ کو دینا جائز نہیں مگر کوئی اور شخص ایسا نظر نہیں آتا جو اس کام کو انجام دے سکے، اب دوسری بات تردید یعنی جس قدر رسائل اشتہارات وغیرہ اس کے رد میں لکھے گئے ہوں روانہ فرمائے جائیں ورنہ آخر درجہ ان کی فہرست ہی سہی، اور مندرجہ ذیل شکوک رفع کر دیجئے (قرآن، صحاحِ ستہ ہی کے دلائل ہوں تو خوب ہے)۔

(۱) میں صحاحِ ستہ کو دیکھنا چاہتا ہوں مگر عربی نہیں جانتا، کیا کوئی اردو ترجمہ تحت اللفظ اس کا فراہم ہو سکتا ہے، اور کونسی کتاب زیادہ معتبر اور فائدہ رساں ہے؟

(۲) مشکوٰۃ شریف میں کیا بیان ہے، اس سے کیا مدد مل سکتی ہے؟

(۳) ہمارے یہاں سب سے زیادہ کون کون کتابیں معتبر ہیں؟

(۴) حضرت عائشہ کے مذہب پر آپ کی کیا رائے ہے؟

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین کتاب ذکر الموت فضیلۃ ذکر الموت دار الفکر بیروت ۱۰/ ۲۲۷

[2] انفاس العارفین مترجم اردو امداد اولیاء ص ۳۶۹

www.alahazratnetwork.org

(۵) حضرت مسیح (علیہ السلام) کے زندہ ہونے کی کن کن حدیثوں سے دلیل مل سکتی ہے؟

(۶) سُبحان الذی الخ میں سبحان کے لفظ میں کیا خصوصیت ہے؟

(۷) اور آپ کو رات کو کیوں معراج ہوا، دن کو کیوں نہ ہوا؟

(۸) ادریس، خضر، عزیر، الیاس (علیہم السلام) ان کے قصص قدرے صراحت کے ساتھ بیان کیجئے۔

(۹) حضرت مہدی اور عیسٰی (علیہما السلام) دونوں جُدا جُدا اشخاص ہونے کی کن کن حدیثوں میں خبر ہے؟

الجواب

(۱) صحاح ستّہ کے اُردو میں ترجمے ہوئے ہیں مگر عموماً وہابیہ نے کئے ہیں، اور ترجمہ دیکھ کر کوئی شخص قرآن وحدیث نہیں سمجھ سکتا۔

(۲) مشکوۃ شریف ایک جامع کتاب ہے، بہت باتوں میں مدد دیتی ہے مگر تنہا کوئی کتاب سوا قرآن عظیم کے کافی نہیں۔

(۳) ہمارے یہاں قرآن عظیم کے بعد حدیث میں صحیحین اور سنن اربعہ، مسانید امام اعظم، موطا و کتاب الآثار امام محمد، کتاب الخراج امام ابویوسف، کتاب الحج امام عیسٰی بن ابان، شرح معانی الآثار امام طحاوی، مشکلات الآثار امام طحاوی ــــــ عقائد میں فقہ اکبر، وصایا امام اعظم، عقائد امام مفتی الانس والجن نجم الدین عمر نسفی ــــ فقہ میں ہدایہ، بدائع، مبسوط، جامع صغیر، جامع کبیر، خانیہ، خلاصہ، بزازیہ، غرر، درر، تنویر الابصار، درمختار، غنیہ، حلیہ اور ہزار ہا کتب بے شمار۔

(۴) ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا شبِ معراج تک خدمتِ اقدس میں حاضر بھی نہ ہوئی تھیں بہت صغیر السن بچی تھیں، وہ جو فرماتی ہیں، اُن رُوحانی معراجوں کی نسبت فرماتی ہیں جو اُن کے زمانے میں ہوئیں۔ معراج جسمانی ان کی حاضری سے کئی سال پیشتر ہوچکا تھا۔

(۵) اس کے لئے دُرِ منثور و ابن جریر و تفاسیر دیکھنی چاہئیں، ابھی میں اوپر کہہ چکا ہوں کہ ان مسائل میں بحث یہ قادیانیوں کا دھوکا ہے بحث اس کے ان کفریات میں چاہئے جس کا نمونہ اُوپر مذکور ہوا۔

(۶) حضرت عزت جل وعلا اپنے محبوبوں کی مدح سے اپنی حمد فرمایا کرتا ہے، اس کی ابتداء

www.alahazratnetwork.org

کہیں ھوالذی سے ہوتی ہے جیسے :

ھوالذی بعث فی الامیین رسولا[1] — وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا۔ (ت)

ھوالذی ارسل رسولہ بالھدٰی ودین الحق[2] — وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا۔ (ت)

کہیں تبارك الذی سے :

تبارك الذی نزل الفرقان علٰی عبدہ لیکون للعٰلمین نذیرا[3] — بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو۔ (ت)

کہیں حمد سے ، جیسے :

الحمد للّٰہ الذی نزل علٰی عبدہ الکتٰب ولم یجعل لہ عوجا[4] — سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنے بندے پر کتاب اتاری اور اس میں اصلاً کجی نہ رکھی (ت)

یہاں تسبیح سے ابتداء فرمائی ہے :

سبحٰن الذی اسرٰی بعبدہ لیلا من المسجد الحرام[5] — پاکی ہے اُسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے۔ (ت)

اس میں ایک صریح نکتہ یہ ہے کہ جو بات نہایت عجیب ہوتی ہے اس پر تسبیح کی جاتی ہے ، سبحٰن الذی کیسی عمدہ چیز ہے ، سبحٰن کیسی عجیب بات ہے ، جسم کے ساتھ آسمانوں پر تشریف لے جانا ، کرۂ زمہریر طے فرمانا ، کرۂ نار طے فرمانا ، کروڑوں برس کی راہ کو چند ساعت میں طے فرمانا ، تمام ملک وملکوت کی سیر فرمانا۔ یہ تو انتہائی عجیب آیاتِ بیّنات ہیں ہی ، اُتنی بات کہ کفارِ مکہ پر حجت قائم فرمانے کے لئے ارشاد ہوتی کہ شب کو مکۂ معظمہ میں آرام فرمائیں صبح بھی مکۂ معظمہ میں تشریف فرما ہوں اور رات ہی رات بیت المقدس تشریف لے جائیں اور واپس تشریف لائیں

---

[1] القرآن الکریم ۶۲/۲
[2] القرآن الکریم ۴۸/۲۸ و ۶۱/۹
[3] " " ۲۵/۱
[4] " " ۱۸/۱
[5] " " ۱۷/۱

www.alahazratnetwork.org

کیا کم عجیب ہے! اسی لئے سبحٰن الذی ارشاد ہوا، کفار نے آسمان کہاں دیکھے، ان پر تشریف لے جانے کا اُن کے سامنے ذکر ایک ایسا دعوٰی ہوتا جس کی وُہ جانچ نہ کر سکتے بخلاف بیت المقدس جس میں ہر سال اُن کے دو پھیرے ہوتے رحلۃ الشتاء والصیف[1] (سردی اور گرمی میں کوچ کرنا۔ ت) اور وُہ خوب جانتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کبھی وہاں تشریف نہ لے گئے تو اس معجزے کی خوب جانچ کر سکتے تھے اور اُن پر حجتِ الٰہی پوری قائم ہو سکتی تھی، چنانچہ بحمداللہ تعالٰی یہی ہُوا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بیت المقدس تشریف لے جانا اور شب ہی شب میں واپس آنا بیان فرمایا، ابوجہل لعین اپنے دل میں بہت خوش ہوا کہ اب ایک صریح حجت معاذ اللہ ان کے غلط فرمانے کی مل گئی، ولہذا ملعون نے تکذیب ظاہر نہ کی بلکہ یہ عرض کی کہ آج ہی رات تشریف لے گئے؟ فرمایا: ہاں۔ کہا: اور آج شب میں واپس آ گئے؟ فرمایا: ہاں۔ کہا: اوروں کے سامنے بھی ایسا ہی فرما دیجئے گا؟ فرمایا: ہاں۔ اب اس نے قریش کو آواز دی اور وُہ جمع ہوئے، اور حضور سے پھر اُس ارشاد کا اعادہ چاہا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اعادہ فرما دیا۔ کافر بغلیں بجاتے صدیقِ اکبر کے پاس حاضر ہوئے، یہ گمان تھا کہ ایسی ناممکن بات سُن کر وہ بھی معاذ اللہ تصدیق سے پھر جائیں گے۔ صدیق سے عرض کی: آپ نے کچھ اور بھی سنا آپ کے یار فرماتے ہیں کہ میں آج کی رات بیت المقدس گیا اور شب ہی میں واپس ہوا۔ صدیقِ اکبر نے فرمایا: کیا وہ ایسا فرماتے ہیں؟ کہا: ہاں وہ یہ حرم میں تشریف فرما ہیں۔ صدیق نے فرمایا: تو واللہ حق فرمایا یہ تو مکہ سے بیت المقدس تک کا فاصلہ ہے میں تو اس پر اُن کی تصدیق کرتا ہوں کہ صبح شام آسمان کی خبر اُن کے پاس آتی ہے۔ پھر کافروں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بیت المقدس کے نشان پوچھے، جانتے تھے کہ یہ تو کبھی تشریف لے گئے نہیں کیونکر بتائیں گے، وہ جو کچھ پُوچھتے گئے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارشاد فرماتے گئے۔ کافروں نے کہا: واللہ! نشان تو پورے صحیح ہیں۔ پھر اپنے ایک قافلہ کا حال پوچھا جو بیت المقدس کو گیا ہوا تھا کہ وہ بھی راستہ میں حضور کو ملا تھا اور کہاں ملا تھا اور کیا حالت تھی کب تک آئے گا؟۔ حضور نے ارشاد فرمایا: فلاں منزل میں ہم کو ملا تھا اور یہ کہ اُتر کر ہم نے اُس میں ایک پیالہ سے پانی پیا تھا اور اُس میں ایک اونٹ بھاگا اور ایک شخص کا پاؤں

---

[1] القرآن الکریم ۱۰۶/۲

www.alahazratnetwork.org

ٹوٹ گیا اور قافلہ فلاں دن طلوعِ شمس کے وقت آئے گا۔ یہ مدت جو ارشاد ہوئی منزلوں کے حساب سے قافلہ کے لئے بھی کسی طرح کافی نہ تھی، جب وہ دن آیا کفار پہاڑ پر چڑھ گئے کہ کسی طرح آفتاب چمک آئے اور قافلہ نہ آئے تو ہم کہہ دیں کہ دیکھو معاذ اللہ وہ خبر غلط ہوئی۔ کچھ جانبِ شرق طلوعِ آفتاب کو دیکھ رہے تھے کچھ جانبِ شام راہِ قافلہ پر نظر رکھتے تھے اُن میں سے ایک نے کہا: وہ آفتاب چمکا، کہ اُن میں سے دوسرا بولا کہ وہ قافلہ آیا۔ یہ ہوتی ہے سچی نبوت جس کی خبر میں سرِ مُو فرق آنا محال ہے۔

قادیانی سے زیادہ تو اُن کفارِ مکہ ہی کی عقل تھی وہ جانتے تھے کہ ایک بات میں بھی کہیں فرق پڑ جائے تو دعوئ نبوت معاذ اللہ غلط ہو جائے گا۔ مگر یہ چھوٹا نبی ہے کہ جھوٹ کے چھکے اڑاتا ہے اور نہ وہ شرماتا ہے اور نہ اس کے ماننے والوں کو اس کا حس ہوتا ہے بلکہ دریکال شوخ چشمی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہتا ہے کہ ہاں ہاں اگلے چار سو انبیاء کی بھی پیشگوئیاں غلط ہوئیں اور وہ جھوٹے یعنی پنجاب کا چھوٹا کذاب نبی اگر دروغ گو نکلا کیا پرواہ ہے اس سے پہلے بھی چار سو نبی جھوٹے گزر چکے ہیں۔ یہ کوئی نہیں پوچھتا کہ جب نبوت اور جھوٹ جمع ہو سکتے ہیں تو انبیاء کی تصدیق شرطِ ایمان کیوں ہوئی ان کی تکذیب کفر کیوں ہوئی۔

ولکن لعنۃ اللّٰہ علی الظّٰلمین الذین یکذبون المرسلین۔	لیکن اللہ تعالٰی کی لعنت ہو ان ظالموں پر جو رسولوں کو جھٹلاتے ہیں۔ (ت)

ان عظیم وقائع نے معراجِ مبارک کا جسمانی ہونا بھی آفتاب سے زیادہ واضح کر دیا اگر وہ کوئی روحانی سیر یا خواب تھا تو اس پر تعجب کیا۔ زید و عمرو خواب میں حرمین شریفین تک ہو آتے ہیں اور پھر صبح اپنے بستر پر ہیں۔ رؤیا کے لفظ سے استدلال کرنا اور الا فتنۃ للناس نہ دیکھنا صریح خطا ہے۔ رؤیا بمعنی رؤیت آتا ہے، اور فتنہ و آزمائش بیداری ہی میں ہے نہ کہ خواب میں۔ ولہذا ارشاد ہوا:

سبحٰن الذی اسرٰی بعبدہٖ[1]	پاک ہے اُسے جو اپنے بندے کو لے گیا۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

(۷) رات تجلی لطفی ہے اور دن تجلی قہری، اور معراج کمالِ لطف ہے جس سے مافوق متصوّر نہیں لہذا تجلی لطفی ہی کا وقت مناسب تھا۔ معراج وصلِ محب و محبوب ہے اور وصال کے لئے

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۱

www.alahazratnetwork.org

عادۃً شب ہی انسب مانی جاتی ہے۔ معراج ایک معجزہ عظیم قاہرہ ظاہرہ تھا، اور سنتِ الٰہیہ ہے کہ ایسے واضح معجزہ کو دیکھ کر جو قوم نہ مانے ہلاک کر دی جاتی ہے اُن پر عذاب عام بھیجا جاتا ہے، جیسے اگلی امتوں میں بکثرت واقع ہُوا۔ معراج کو تشریف لے جانا اگر دن میں ہوتا تو یا سب ایمان لے آتے یا سب ہلاک کئے جاتے۔ ایمان تو کفار کے مقدر میں تھا نہیں تو یہ ہی شق رہی کہ اُن پر عذاب عام اُترتا اور حضور بھیجے گئے سارے جہان کے لئے رحمت، جنھیں اُن کا رب فرماتا ہے:

وما کان اللّٰہ لیعذبھم و انت فیھم[1] اے رحمتِ عالم! جب تک تم ان میں تشریف فرما ہو اللہ انھیں عذاب کرنے والا نہیں۔

لہذا شب ہی مناسب ہوئی۔

(۸) تصانیف علماء میں قصص الانبیاء دیکھئے اگر کوئی خاص بات دریافت کرنی ہو تو پوچھئے۔

حضرت عزیر علیہ السلام کا قصہ قرآن عظیم ہی میں مذکور ہے کہ اُن کی رُوح قبض فرمائی پھر سَو برس بعد زندہ فرمایا، کھانا پانی جو ساتھ تھا وہ اس سَو برس میں نہ بگڑا، اور سواری کے لئے جانور کی ہڈیاں بھی گل چکی تھیں، اُن کی نظر کے سامنے اس کی ہڈیاں اُبھاریں اُن پر گوشت چڑھایا اُسے زندہ فرمایا۔[2]

حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ سیدنا موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بھی قرآن عظیم میں ہے۔[3]

حضرت ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دُنیا سے مع جسم بہشت بریں میں اُٹھالیا،

واذکر فی الکتٰب ادریس انہ کان صدیقا نبیا و رفعنٰہ مکانا علیا۔[4] اور کتاب میں ادریس کو یاد کرو بیشک وہ صدیق تھا غیب کی خبریں دیتا اور ہم نے اسے بلند مقام کی طرف اٹھالیا۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۸/ ۳۳
[2] " " ۲/ ۲۵۹
[3] " " ۱۸/ ۶۵ تا ۸۲
[4] " " ۱۹/ ۵۶ و ۵۷

www.alahazratnetwork.org

الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام مرسلین کرام میں ہیں، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سب بحیاتِ حقیقی رُوحانی جسمانی زندہ ہیں، اُن کی موت صرف ایک آن کو تصدیقِ وعدۂ الٰہیہ کے لئے ہوتی ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک چار نبی بے عروضِ موت اب تک زندہ ہیں، دو آسمان پر سیدنا ادریس وسیدنا عیسٰی اور دو زمین میں، سیدنا الیاس وسیدنا خضر علیہم الصلوٰۃ والسلام، اور یہ دونوں حضرات ہر سال حج کرتے ہیں اور ختمِ حج پر زمزم شریف کے پاس باہم ملتے ہیں اور آبِ زمزم شریف پیتے ہیں کہ آئندہ سال تک اُن کے لئے کافی ہوتا ہے پھر کھانے پینے کی حاجت نہیں ہوتی۔ ان کلمات پر باہم ملاقات ختم فرماتے ہیں:

سبحان اللّٰہ ماشاء اللّٰہ لایسوق الخیر الا اللّٰہ ماشاء اللّٰہ لا یصرف السوء الا اللّٰہ ماشاء اللّٰہ ماکان من نعمۃ فمن اللّٰہ ماشاء اللّٰہ لاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ۔[1]

اللہ تعالٰی پاک ہے جو اللہ چاہے بھلائی نہیں لاتا مگر اللہ جس قدر چاہے، جو بھی نعمت ہے وہ اللہ ہی کی طرف سے ہے جس قدر اللہ چاہے، نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت ہے مگر اللہ تعالٰی کی توفیق سے۔ (ت)

الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام لشکرِ اقدس حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ایک غار میں یہ دعا کرتے ملے:

اللھم اجعلنی من امۃ احمد المرحومۃ المبارکۃ المستجاب لھا۔[2]

اے اللہ! مجھے احمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی امت سے بنا دے جس پر تیری رحمت وبرکت نازل ہوتی ہے اور جس کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں۔ (ت)

خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد وصالِ اقدس حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعزیت کے لئے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے پاس تشریف لائے، مسجدِ نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے راستہ میں امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ سے باتیں کرتے اور ان پر تکیہ لگائے ہوئے راہ چلتے نظر آئے، اکابر اولیاء کے پاس اکثر تشریف لایا کئے۔ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی مجالسِ وعظ میں بکثرت کرم فرمایا، اور اب تک اولیاء سے ملتے ہیں، جنگل میں بے بسی کے وقت

[1] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۱۰۰۲ الیاس بن عیسٰی علیہ السلام داراحیاء التراث العربی بیروت ۹/ ۱۵۵

[2] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۱۰۰۲ الیاس بن عیسٰی علیہ السلام داراحیاء التراث العربی بیروت ۹/ ۱۵۸

[3] " " " " " " " " " " " " " " " ۹/ ۱۵۹

www.alahazratnetwork.org

مسلمانوں کی مدد فرماتے ہیں۔

(۹) ان احادیث کی تفصیل خصائص کبرٰی امام جلال الدین سیوطی وکتاب الاشاعۃ فی اشراط الساعۃ سیدنا علامہ محمد ابن عبدالرسول برزنجی وغیرہما میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۹: مرسلہ حکیم عبدالجبار خاں دھام پور ضلع بجنور ۲۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

(۱) کیا سید پر دوزخ کی آنچ قطعاً حرام ہے اور وہ کسی بداعمالی کی پاداش میں دوزخ میں جا ہی نہ سکے گا؟

(۲) آلِ فاطمہ کا مخصوص اعزاز وامتیاز کیا حضرت فاطمہ خاتونِ جنّت کے ذریعہ سے ہے کیونکہ جناب سیّدہ موصوفہ سیدکونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں یا حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی ذات خاص کی بدولت یہ رتبہ سادات ہے فقط۔

الجواب

(۱) ساداتِ کرام جو واقعی علم الٰہی میں سادات ہوں اُن کے بارے میں رب عزوجل سے امیدِ واثق یہی ہے کہ آخرت میں اُن کو کسی گناہ پر عذاب نہ دیا جائے گا، حدیث میں ہے:

انما سمیت فاطمۃ لان اللہ تعالٰی حرمھا وذریتھا علی النار[۱]۔ ان کا فاطمہ نام اس لئے ہوا کہ اللہ تعالٰی نے ان کو اور ان کی تمام ذریت کو نار پر حرام فرمادیا۔

دوسری حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا سے فرمایا:

ان اللہ غیر معذبک ولا ولدک[۲] اوکما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اے فاطمہ! اللہ نہ تجھے عذاب کرے گا نہ تیری اولاد میں کسی کو، مگر حکم قطعی بے نص قطعی ناممکن ہے۔

(۲) امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی اولاد امجاد اور بھی ہیں قریشی ہاشمی علوی ہونے سے ان کا دامان فضائل مالامال ہے مگر یہ شرفِ اعظم کہ حضرت سادات کرام کو ہے اُن

[۱] الجامع الصغیر حدیث ۲۳۰۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۳۹
المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل الثانی المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۶۴
[۲] المعجم الکبیر حدیث ۱۱۶۸۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/ ۲۶۳

www.alahazratnetwork.org

کے لئے نہیں یہ شرف حضرت بتول زہرا کی طرف سے ہے کہ :

فاطمۃ بضعۃ منی[1] — فاطمہ میرا ٹکڑا ہے۔

کل بنی اٰدم ینتمون الی عصبۃ ابیھم الابنی فاطمۃ فانا ابوھم[2] — سب کی اولادیں اپنے باپ کی طرف نسبت کی جاتی ہیں سوائے اولادِ فاطمہ کے کہ میں ان کا باپ ہوں۔

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۱: از امروہہ مرسلہ رفیق احمد صاحب عباسی محلہ ۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ

مرشدی و مولائی مدفیوضکم العالی !

بعد آداب و نیاز غلامانہ گزارش ہے کہ یہاں بعض اشخاص اس امر کے مدعی ہیں کہ سادات بنی فاطمہ علیہا الصلوٰۃ والسلام میں سے کوئی متنفس خواہ وہ کوئی مشرب رکھتا ہو اور کیسے ہی اعمال کا ہو نارِ دوزخ سے بری ہے اور ثبوت میں آیتِ تطہیر و حدیث اکرموا اولادی[3] الخ (میری اولاد کا احترام کرو۔ت) وغیرہ کے علاوہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی فتوحات مکیہ کا باب سلمان فارسی پیش کرتے ہیں اس کے متعلق آں قبلہ کی جو کچھ رائے اقدس ہو اس سے مطلع فرمایئے۔ زیادہ آرزوئے قدمبوسی فقط۔

الجواب

سید کوئی مشرب رکھتا ہو یہ لفظ بہت وسیع ہے آجکل بہت مشرب صریح کفر و ارتداد کے ہیں جیسے قادیانی، نیچری، رافضی، وہابی، چکڑالوی، دیوبندی وغیرہم، جو مشرب رکھتا ہو ہرگز سید نہیں،

انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح[4] — وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں، بیشک اس کے کام بہت نالائق ہیں۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب المناقب مناقب فاطمۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۳۲
باب مناقب قرابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم " " ۱/۵۲۶
صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضائل من فاطمہ رضی اللہ عنہا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۹۰
[2] الاسرار المرفوعۃ فی اخبار الموضوعۃ حرف الکاف حدیث ۶۷۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۱۷۶
[3]
[4] القرآن الکریم ۱۱/۱۶

www.alahazratnetwork.org

ہاں سلامت ایمان کے اعمال کیسے ہی ہوں اللہ عزوجل کے کرم سے امید واثق یہی ہے کہ جو اس کے علم میں سید ہیں اُن سے اصلاً کسی گناہ پر کچھ مواخذہ نہ فرمائے، حدیث ہے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان فاطمۃ احصنت فرجھا فحرمھا اللہ وذریتھا علی النار[1]۔ رواہ البزار و ابویعلی والطبرانی فی الکبیر والحاکم وصحح وتمام فی فوائدہ کلھم عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بیشک فاطمہ نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی تو اللہ تعالٰی نے اس پر اور اس کی اولاد پر دوزخ کی آگ حرام فرمادی۔ اس کو بزار، ابویعلی، طبرانی نے معجم کبیر میں، اور حاکم نے روایت کیا اور اس کی تصحیح کی۔ یہ تمام اس کے فوائد میں ہے سب نے اس کو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

اسی باب میں اور احادیث بھی وارد ہیں کہ ذریت بتول زہرا عذاب سے محفوظ ہے۔

وزعم المناوی[2] اماھی وابناھا فالمراد فی حقھم التحریم المطلق، واما من عداھم فالمحرم علیھم نار الخلود[2] اھ وما ایتنی کتبت علیہ **اقول** قد علم المحفوظون من اھل السنۃ والجماعۃ ان نار الخلود محرمۃ علی کل من قال لا الٰہ الا اللہ فما خصوصیۃ ذریۃ الزھراء بل المعنی بحول العزیز المقتدر ھو التعمیم واللہ ذوالفضل العظیم۔

مناوی نے کہا کہ خود خاتونِ جنت اور ان کے دونوں بیٹوں کے حق میں تو مطلقاً دوزخ کا حرام ہونا مراد ہے۔ لیکن ان کے غیر میں دائمی طور پر دوزخ میں رہنا حرام ہے اھ۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے اس پر یُوں لکھا **اقول** (میں کہتا ہوں) اہلسنت وجماعت جو کہ محفوظ ہیں جانتے ہیں کہ دوزخ میں دائمی طور پر رہنا تو ہر اس شخص پر حرام ہے جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا۔ اس میں سیدہ زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کی اولاد کی کیا تخصیص ہوئی بلکہ عزت واقتدار والے معبود کی توفیق سے معنی میں تعمیم ہے یعنی مطلقاً حرمت۔ اللہ تعالٰی فضل عظمت والا ہے (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] الجامع الصغیر بحوالہ البزار وع طب ک حدیث ۲۳۰۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۳۹

[2] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر " " دارالمعرفۃ بیروت ۲/۴۶۲

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۲۰۲: مرسلہ از محمد ابراہیم موضع گردھرپور ڈاکخانہ رچھا ضلع بریلی

41 ایک شخص نجابت خاں جاہل اور بدعقیدہ ہے اور سُود خوار بھی ہے، نماز روزہ خیرات وغیرہ کرنا بیکار محض سمجھتا ہے۔ اس شخص کی نسبت عام طور پر جملہ مسلمانان واہلِ ہنود میں یہ بات مشہور ہے کہ اگر صبح کو اس کی منحوس صورت دیکھ لی جائے یا کہیں کام کو جاتے ہوئے یہ سامنے آجائے تو ضرور کچھ نہ کچھ دقت اور پریشانی اٹھانی پڑے گی اور چاہے کیسا ہی یقینی طور پر کام ہوجانے کا وثوق ہو لیکن ان کا خیال ہے کہ کچھ نہ کچھ ضرور رکاوٹ اور پریشانی ہوگی۔ چنانچہ اُن لوگوں کو ان کے خیال کے مناسب برابر تجربہ ہوتا رہتا ہے اور وہ لوگ برابر اس امر کا خیال رکھتے ہیں کہ اگر کہیں جاتے ہوئے سامنے پڑگیا تو اپنے مکان کو واپس جاتے ہیں اور چندے توقف کرکے یہ معلوم کرکے وہ منحوس سامنے تو نہیں ہے جاتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ان لوگوں کا یہ عقیدہ اور طرزِ عمل کیسا ہے؟ کوئی قباحتِ شرعیہ تو نہیں؟

الجواب

شرع مطہر میں اس کی کچھ اصل نہیں، لوگوں کا وہم سامنے آتا ہے۔ شریعت میں حکم ہے، اذا تطیرتم فامضوا[1] جب کوئی شگون بدگمان میں آئے تو اس پر عمل نہ کرو، وہ طریقہ محض ہندوانہ ہے مسلمان کو ایسی جگہ چاہئے کہ

اللّٰھم لاطیر الاطیرك ولا خیر الا خیرك ولا الٰہ غیرك[2] اے اللہ! نہیں ہے کوئی برائی مگر تیری طرف سے اور نہیں ہے کوئی بھلائی مگر تیری طرف سے اور تیرے بغیر کوئی معبود نہیں (ت)

پڑھ لے، اور اپنے رب پر بھروسا کرکے اپنے کام کو چلا جائے، ہرگز نہ رُکے نہ واپس آئے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۳ تا ۲۰۹: از اکبرآباد محلہ گھٹیا اعظم خاں مکان منشی مظفر حسین خاں مختار مرسلہ محمد رضی الدین چشتی نظامی
۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ،

(۱) مشرک داخلِ سلسلہ کسی مشائخ سلسلہ سے کس حیثیت سے اور کس طرح پر داخلِ سلسلہ ہوسکتا ہے؟

---

[1] فتح الباری کتاب الطب باب الطیرۃ مصطفی البابی مصر ۱۲/ ۳۲۳

[2] " " " ۱۲/ ۳۲۴
کنز العمال حدیث ۲۸۵۸۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۱۵

www.alahazratnetwork.org

41
41

مشرک کی آلودگی ظاہر اُس میں نمایاں ہو جیسے اہلِ ہنود میں سی۔

(۲) ایسے شخص کی بیعت کسی مشائخ سلسلہ سے کب معتبر اور کیسی ہوگی؟

(۳) ایسا مشرک کسی مشائخ سلسلہ کا خلیفہ اور صاحبِ اجازت یا صاحبِ مجاز ہو سکتا ہے جس کی نسبت یقیناً بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کا پابند نہیں، نہ اس نے احکامِ شریعت کی بظاہر پابندی کی، دائرۂ اسلام میں بظاہر شامل نہیں ہوا، نہ اس نے شرک وکفر وفسق وفجور سے کسی جلسہ عام مسلمانوں میں توبہ کی، نہ توبہ کا شاہد بنایا۔

(۴) عوام الناس اپنی اغراض نفسانی سے ایسے شخص کو جس کی نسبت عرض کیا جارہا ہے اس کو رشد و ہدایت کا اپنی ہادی بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

لا الٰہ الا اللہ کوئی کافر خواہ مشرک ہو یا موحد ہرگز نہ داخلِ سلسلہ ہو سکتا ہے نہ بے اسلام اس کی بیعت معتبر ہو سکتی ہے، نہ قبل اسلام اس کی بیعت معتبر ہو اگرچہ بعد کو مسلمان ہو جائے کہ بیعت ہو یا کوئی عمل سب کے لئے پہلی شرط اسلام ہے قال تعالٰی،

وقدمنا الٰی ما عملوا من عمل فجعلنٰہ هباءً منثورا[1] اور جو کچھ انھوں نے کام کئے تھے ہم نے قصد فرماکر انھیں باریک باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذرّے کر دیا کہ روزن کی دھوپ میں نظر آتے ہیں۔(ت)

جو اس کے کفر پر رہتے ہوئے اُسے مجاز و ماذونِ بیعت وخلیفۂ طریقت کرے اور جو اسے پیرِ رشد وہدایت سمجھے یہ سب کافر ہو جائیں گے۔ بزازیہ، مجمع الانہر و دُرمختار وغیرہ میں ہے،

من شك فی کفرہ فقد کفر[2] جس نے اس کے کفر میں شک کیا وہ کافر ہوگیا۔(ت)

ہاں اگر وقتِ بیعت اس نے کلمۂ طیبہ پڑھا اور دینِ اسلام کا مقر ہُوا تو بیعت صحیح ہوئی اور اُس کے بعد قبل اظہار کفر ماذون کیا تو پیر پر الزام نہیں مگر جب بعد کو اس نے کفر کیا مرتد ہوگیا بیعت فسخ ہوگئی اب جو اُسے ہادی بنائے یہ کافر ہوگا، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۲۵/۲۳
[2] الدرالمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۲۰۷ تا ۲۱۱ از کلکتہ نمبر ۲۴ پوسٹ شملہ مانک تلہ مرسلہ منصور علی میاں بنگال قدم رسول ۱۷ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ :

(۱) مومن اور ولی میں کون سی نسبت ہے ؟

(۲) درود شریف کے اندر بجائے علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم کے علٰی اٰل داؤد یا علٰی اٰل نوح کر یا دغیر ہما نہ آنے کی کیا وجہ ؟

(۳) جو مضمون قرآن شریف کے ہے اس کو مدلولِ قرآنی کہہ سکتے ہیں یا نہیں ؟ اور اگر کہہ سکتے ہیں تو طرحِ ابیقی وطرحِ اقلبی میں کیا فرق ہے ؟ اور اگر مدلول نص نہیں تو کیوں ؟

(۴) صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ واصحابہٖ وسلم میں اصحاب پر اٰل کو مقدم کیوں کیا ؟

(۵) درجہ ولایت باقی رہنے اور نبوت کے ختم ہوجانے کی کیا وجہ ہے ؟

الجواب

(۱) اگر ولایتِ عامہ مراد ہے تو تساوی اللہ ولی الذین اٰمنوا[1] (اللہ تعالٰی ایمان والوں کا ولی ہے۔ت) اور خاصہ تو عموم خصوص مطلق ان اولیاءہ الا المتقون[2] (اس کے ولی تو پرہیزگار ہیں۔ت)

(۲) آلِ ابراہیم علیہ السلام میں آلِ داؤد و آلِ زکریا علیہما السلام سب داخل ولاعکس۔

(۳) جس مضمون پر قرآن عظیم دلالت فرمائے مدلولِ قرآنی ہے یقینی اور قلبی میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور متشابہات میں قیاس جاری کرنا ضلالت اٰمنا بہٖ کل من عند ربنا[3] (ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔ت) نہ کہ من عند نفسك (تیرے نفس کے پاس سے۔ت)

(۴) آل اصحاب کو بھی شامل ہے ولاعکس یہ تخصیص بعد تعمیم ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۵۷

[2] " " ۸/ ۳۴

[3] " " ۳/ ۷

www.alahazratnetwork.org

(۵) اللہ عزوجل نے فرمایا:

ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین[1] — ہاں وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔ (ت)

اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتزال طائفۃ من امتی ظاھرین علی الحق لایضرھم من خذلھم ولامن خالفھم حتی یاتی امر اللہ وھم علی ذٰلک[2] واللہ تعالٰی اعلم۔ — میری اُمت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا ان کی رُسوائی کا ارادہ کرنے والا اور ان کا مخالف ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا یہاں تک کہ اللہ تعالٰی کا امر (قیامت) آجائے در آنحالیکہ وہ حق پر قائم ہوں گے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۱۲: از تھانہ فتحپور چوراسی ضلع اناؤ مرسلہ علی احمد خاں صاحب ہیڈ محرر ۲۳ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے تیسری لڑکی ہوئی، اس دن سے زید نہایت پریشان ہے۔ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ تیسری لڑکی اچھی نہیں ہوتی تیسرا لڑکا نصیب ور اور اچھا ہوتا ہے۔ زید نے ایک صاحب سے دریافت کیا انھوں نے فرمایا یہ سب باتیں اہل ہنود اور عورتوں کی بنائی ہوئی ہیں اگر تم کو وہم ہو صدقات کردو ایک گائے یا سات بکریاں قربانی کردو اور توشہ شاہنشاہ بغداد رضی اللہ تعالٰی عنہ کردو حق تعالٰی بتصدق سرکار غوثیت رضی اللہ تعالٰی عنہ ہر طرح کی بلا ونحوست سے محفوظ رکھے گا۔ توشہ دو ہیں:

ایک خشکہ گیلانی:

برنج (۵ مار)، روغن زرد (۵ مار)، شکر (۵ مار)، میوہ (۵ مار) تخم گاؤ (۵ مار)، زعفران (۵ تولہ)، گلاب (ایک بوتل)، کیوڑا (ایک بوتل)، الائچی خورد (۵ مار)، لونگ (۳ تولہ)۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۳ /۴۰

[2] الدرالمنثور بحوالہ مسلم والترمذی وابن ماجہ تحت آیۃ ولولا دفع اللہ الناس الخ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۱/ ۳۲۱
صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتزال طائفۃ من امتی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۴۳

www.alahazratnetwork.org

اس کو پکا کر نیاز شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالٰی عنہ کی کرکے مسلمانوں کو تقسیم کردیا جائے۔

دوسرا حلوہ اس طرح کہ:

میدہ گندم (۵ مار)، روغن زرد (۵ مار)، شکر (۵ مار)، میوہ (۵ مار)

حلوہ پکا کر کیوڑا، گلاب، ورقِ نقرہ لگا کر فاتحہ دے کر تقسیم کردیا جائے۔ پانچ سیر سے کم ہونا اچھا نہیں زیادہ کا اختیار ہے۔ چونکہ زید اور اس کی اہلیہ متبع حضور کے ہیں اس وجہ سے حضور کو تکلیف دی جاتی ہے کہ یہ باتیں صحیح ہیں یا غلط آپ کچھ صدقات تحریر فرمادیجئے تاکہ ان کی تعمیل زید کرسکے کیونکہ ان صدقات میں مبلغ ایک سو روپے صرف ہونگے اور زید کی تنخواہ صرف عـہ روپے ہے یا ان صدقات میں کمی فرمادیں۔

الجواب

یہ محض باطل اور زنانے اوہام اور ہندوانہ خیالات شیطانیہ ہیں ان کی پیروی حرام ہے۔ تصدق اور توشہ سرکار ابد قرار رضی اللہ تعالٰی عنہ بہت اچھی چیز ہے مگر اس نیت سے کہ اس کی نحوست دفع ہو جائز نہیں کہ اس میں اس کی نحوست مان لینا ہوا اور یہ شیطان کا ڈالا ہوا وہم تسلیم کرلینا ہوا والعیاذ باللہ تعالٰی۔ اس قسم کے خطرے وسوسے جب کبھی پیدا ہوں اُن کے واسطے قرآن کریم وحدیث شریف سے چند مختصر و بیشمار نافع دعائیں لکھتا ہوں انھیں ایک ایک بار خواہ زائد آپ اور آپ کے گھر میں پڑھ لیں اگر دل پختہ ہوجائے اور وُہ وہم جاتا رہے بہتر ورنہ جب وہ وسوسہ پیدا ہو ایک ایک دفعہ پڑھ لیجئے اور یقین کیجئے کہ اللہ ورسول کے وعدے سچے ہیں اور شیطان ملعون کا ڈرانا جھوٹا۔ چند بار میں بعونہٖ تعالٰی وہ وہم بالکل زائل ہوجائے گا اور اصلاً کبھی کسی طرح اُس سے کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ وہ دعائیں یہ ہیں:

لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا ھو مولٰینا وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون[1]

ہمیں نہ پہنچے گی مگر جو ہمارے لئے اللہ نے لکھ دی وہ ہمارا مولٰی، اور اللہ ہی پر بھروسا کرنا لازم۔

حسبنا اللہ ونعم الوکیل[2]

اللہ ہمیں کافی ہے اور کیا اچھا بنانے والا۔

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۵۱

[2] " " ۳/ ۱۷۳

www.alahazratnetwork.org

اللھم لایاتی بالحسنات الا انت ولایذھب السیئات الا انت ولاحول ولا قوۃ الا بک۔[1]	الٰہی! اچھی باتیں کوئی نہیں لاتا تیرے سوا اور بُری باتیں کوئی دور نہیں کرتا تیرے سوا اور کوئی زور طاقت نہیں مگر تیری طرف سے۔
اللھم لاطیر الا طیرک ولاخیر الا خیرک ولا الٰہ غیرک۔[2]	الٰہی! تیری ہی فال فال ہے اور تیری ہی خیر خیر، اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

یہ توشہ کہ انھوں نے بتایا نہایت مفید چیز ہے اور حاجتیں بر لانے کے لئے مجرب، ہمارے خاندان کے مشائخ میں اس کی ترکیب یوں ہے:

میدہ گندم (۵ سیر)، شکر (۵ سیر)، گھی (۵ سیر)، مغز بادام (۱ سیر)، پستہ (۱ سیر)، کشمش (۱ سیر)، ناریل (۱ سیر)، لونگ، دارچینی، چھوٹی الائچی ہر ایک سوا چھٹانک۔

حضور کی نیاز دے کر صالحین کو کھلائے اور اپنے مطلب کی دعا کرائے۔ اصل وزن یہ ہیں، بقدر قدرت ان میں کمی بیشی کا اختیار ہے۔ نصف، چوتھائی، آٹھواں حصہ یا جتنا مقدور ہو کرے وہی اثر دیگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۳: از مدرسہ نعمانیہ اسلامیہ محلہ فراشخانہ دہلی مسئولہ محمد ابراہیم احمد آبادی ۸ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ عبادت جس کے غیر خدا عزوجل کو کرنے سے آدمی مشرک ہوجاتا ہے اس کی کیا تعریف ہے جو جامع اور مانع ہو اور اپنی جنس، فصل یا عرض عام اور خاصہ پر مشتمل ہو۔

الجواب

امام لامشی پھر ابوالسعود ازہری پھر سید احمد طحطاوی پھر سید محمد شامی فرماتے ہیں:

العبادۃ عبارۃ عن الخضوع و التذلل وحدھا فعل لایراد	عبادت انتہائی عاجزی اور انکساری کا نام ہے، اس کی تعریف یہ ہے وہ ایک ایسا فعل ہے

---

[1] کنز العمال حدیث ۲۸۵۸۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۱۱۶

[2] " " ۲۸۵۸۰ " " " ۱۰/۱۱۵

www.alahazratnetwork.org

به الا تعظیم اللہ تعالٰی بامرہ[1]

جس سے اللہ تعالٰی کے حکم سے اس کی تعظیم کے بغیر کچھ بھی مراد نہیں ہوتا۔ (ت)

امام شیخ الاسلام زکریا انصاری پھر علامہ سید احمد حموی غمز العیون نیز علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

العبادۃ مایثاب علٰی فعلہ و یتوقف علٰی نیتہ[2]

عبادت وہ ہے کہ جس کے کرنے پر ثواب دیا جاتا ہے اور وہ ثواب کی نیت پر موقوف ہوتی ہے۔ (ت)

نیز شرح الاشباہ والنظائر میں ہے:

العبادۃ ما نُعُبِّد بہ بشرط النیۃ ومعرفۃ المعبود[3]

عبادت وہ فعل ہے جس کے ذریعے بندگی کا اظہار کیا جاتا ہے بشرطیکہ ثواب کی نیت ہو اور معبود کی معرفت حاصل ہو۔ (ت)

تعریفات علامہ سید شریف میں ہے:

العبادۃ ھو فعل المکلف علٰی خلاف ھوی نفسہ تعظیما لربہ[4]

عبادت مکلّف کا وہ فعل ہے جو وہ اپنے رب کی تعظیم کے لئے اپنے نفس کی خواہش کے خلاف کرے۔ (ت)

مفردات امام راغب میں ہے:

العبودیۃ اظہار التذلل والعبادۃ ابلغ منہا لانہا غایۃ التذلل ولا یستحقہا الا من لہ غایۃ الافضال وھو اللہ تعالٰی ولہذا قال لا تعبدوا الا ایاہ[5]

عبودیت، عجز و رسوائی کو ظاہر کرنا ہے اور عبادت اس سے زیادہ بلیغ ہے، کیونکہ وہ انتہائی عاجزی اور رسوائی کا نام ہے۔ چنانچہ عبادت کا مستحق اس کے سوا کوئی نہیں ہوسکتا جو انتہائی فضل والا ہو اور وہ اللہ تعالٰی ہے۔ اسی لئے اس نے فرمایا ہے کہ مت عبادت کرو مگر صرف اسی کی۔ (ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار مقدمۃ الکتاب المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۱/۴۴

[2] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الاولٰی ادارۃ القرآن کراچی ۱/۳۴

[3] " " " " " " " " " " " " " "

[4] کتاب التعریفات باب العین مطبعۃ الخیریۃ المنشاۃ بجمالیۃ مصر ص ۶۳

[5] المفردات فی غرائب القرآن " " کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۲۱

www.alahazratnetwork.org

تاج العروس میں نقل کیا:

العبادة فعل مایرضٰی بہ الرب[1] عبادت وہ فعل ہے جس کے کرنے پر رب راضی ہوتا ہے۔ (ت)

یہ تعریفیں بجائے خود قابلِ تعریف ہیں وانا اقول وباللہ التوفیق (اور میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی کی توفیق سے۔ ت) عبادت کسی کو اقصی غایات تعظیم کا مستحق جان کر اس کی تعظیم بجالانا ہے اور اسی سے باعتقاد مذکور اُس کے لئے تذلل نیز اُس کے امر کا امتثال اس حیثیت سے کہ اس کا امر ہے، اس تعریف کی تسجیل اور اُن تعریفات کے مالہا وما علیہا کی تفصیل موجب تطویل یہاں بعض نکت کے طرف ایما کریں فاقول وبہ استعین (تو میں کہتا ہوں اور اسی سے مدد چاہتا ہوں۔ ت):

(۱) عبادت حقہ کہ مستحقِ عبادت عزجلالہٗ کے لئے ہو اس میں اُس فعل کا واقعی تعظیم ہونا ضرور، مجرد زعم فاعل کافی نہیں اور عبادتِ باطلہ میں اس کا زعم بس۔ مکاء وتصدیہ مشرکین عبادتِ الٰہی نہ تھا اور بُتوں کے سامنے اُن کا سنکھ اور گھنٹی بجانا عبادت اگرچہ یہ بیہودہ افعال حقیقۃً تعظیم نہ ہوں۔ یونہی امتثال امر میں عبادت حقہ جب ہی ہے کہ واقعی وہ اس کا امر ہو، کفار کا امرنا اللہ بھذا[2] (اللہ نے ہمیں اس کا حکم دینا۔ ت) کہنا اگر واقعی اُن کے زعم میں بھی ہو مراد وہی اور عبادتِ باطلہ میں صرف زعم کافی۔

(۲) عبادت کے لئے نیت شرط ہے اور معرفتِ معبود لازم، جیسا کہ اس کی تعریف سے ظاہر ہے، اور کوئی کافر اصلاً رب عزوجل کو نہیں جانتا جس کی تحقیق ہمارے رسالہ باب العقائد والکلام میں ہے، اور امام رستغفنی نے تصریح فرمائی کہ:

الکفر ھو الجھل باللہ تعالٰی[3] کفر یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کو نہ جانے (ت)

ولہذا کافر نہ اہلِ نیت ہے نہ اہلِ عبادتِ حقہ، کما نصوا علیہ قاطبۃ (جیسا کہ اس پر سب نے نص فرمائی۔ ت) اور مشرک عبادت باطلہ کرتا ہے کہ اپنے معبود باطل کا تصور کرکے اسکی

---

[1] تاج العروس شرح القاموس فصل العین دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۱۰

[2] القرآن الکریم ۷/ ۲۸

[3]

www.alahazratnetwork.org

تعظیم کا قصد رکھتا ہے۔

(۳) عبادتِ باطلہ میں التزامِ عبادت و قول بہ الوہیت غیر ہی اُسے اقصٰی غایاتِ تعظیم کا مستحق جاننے پر دلیل واضح ہے اگرچہ مرتکب عناداً منکر ہو کر ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفٰی[1] (ہم تو انھیں صرف اتنی بات کے لئے پُوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے پاس نزدیک کردیں۔ ت) کہے، رب عزوجل اُن کی تکذیب فرماتا ہے کہ ثم الذین کفروا بربھم یعدلون[2] (پھر کافر لوگ اپنے رب کے برابر ٹھہراتے تھے۔ ت) خود مشرکین روزِ قیامت اعتراف کریں گے،

اذ نسویکم برب العٰلمین[3] جبکہ ہم تمھیں رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔ (ت)

(۴) بعض افعال کی وضع ہی عبادت کے لئے ہے تو ان سے تعظیم غیر کا قصد اور اس قصد باطل سے اُنھیں کرنا ہی مطلقاً حکمِ شرک لائے گا جیسے صلٰوۃ وصوم ورنہ قصد عبادت پر موقوف رہے گا جیسے سجدہ کہ فی نفسہٖ عبادت نہیں ولہذا سجدات اربعہ صلٰوۃ وسہو وتلاوت وشکر کے سوا سجدہ بے سبب حنفیہ کے نزدیک صرف مباح ہے کما فی الدرالمختار (جیسا کہ درمختار میں ہے۔ ت) اور شافعیہ کے نزدیک حرام کما فی الجوھر المنظم للامام ابن حجر المکی (جیسا کہ جوہر المنظم للامام ابن حجر مکی میں ہے۔ ت) ولہذا غیر خدا کے لئے سجدۂ عبادت کفر ہُوا اور سجدۂ تحیت حرام وکبیرہ ہے کفر نہیں کما فی الھندیۃ والدروغیرھما من الاسفار الغر وقد حققناہ فی رسالتنا مستقلۃ فی الرد علی بعض المضلۃ (جیسا کہ ہندیہ اور دُر وغیرہ روشن کتابوں میں ہے اس کی تحقیق ہم نے بعض گمراہوں کے رَد میں اپنے ایک مستقل رسالہ میں کردی ہے۔ ت)

(۵) عبادت کہ لغۃً خضوع ہے عبادتِ شرعیہ کو لازم ہے وہ تذلل سے خالی نہیں اگرچہ بظاہر صورۃً تذلل نہ ہو جیسے زکوٰۃ وجہاد کہ اسے حاکم وآمر وقاہر اور اپنے آپ کو محکوم و مامور ومقہور جان کے امتثال امر عین تذلل ہے مگر اقصٰی غایات تذلل ہونا ضرور نہیں کہ نماز زکوٰۃ سے زائد تذلل ہے بلکہ نماز کا سجدہ اس کے رکوع، رکوع قیام، قیام قعود سے اگرچہ اجزائے نماز سب عبادت ہیں۔ ہاں اُسے اقصٰی غایات تعظیم کا مستحق جاننا ضرور ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۳
[2] ″ ″ ۶/ ۱
[3] ″ ″ ۲۶/ ۹۸

www.alahazratnetwork.org

(٦) فقہا کبھی نفسِ فعل پر نظر کرتے ہیں اگر وہ وضعاً عبادت نہیں اسے عبادت نہیں کہتے جیسے عتق و وقف اور کبھی نیت مخصوصہ کے ساتھ دیکھتے اور عبادت کہتے ہیں جیسے قضا عنایہ میں اسے منجملہ اشرف عبادات بتایا ہے حتی کہ درمختار وغیرہ میں نکاح کو بھی عبادت فرمایا۔ علامہ حموی نے اس سے مراد جماع حلیلہ ٹھہرایا۔ اشباہ میں ہے:

اما العتق فعندنا لیس بعبادۃ وضعا بدلیل صحتہ من الکافر و لاعبادۃ لہ، فان نوی وجہ اللہ تعالٰی کان عبادۃ مثابا علیہ و ان اعتق بلانیۃ صح و لا ثواب لہ ان کان صریحا، و اما الکنایات فلابد لہا من النیۃ فان اعتق للصنم او للشیطان صح و اثم وان اعتق لاجل مخلوق صح وکان مباحا لا ثواب ولا اثم وینبغی ان یخصص الاعتاق للصنم بما اذا کان المعتق کافرا، اما المسلم اذا اعتق لہ قاصدا تعظیمہ کفر کما ینبغی ان یکون الاعتاق لمخلوق مکروھا والتدبیر والکتابۃ کالعتق، واما الجہاد فمن اعظم العبادات فلابد لہ من خلوص النیۃ، و اما الوصیۃ فکان لعتق

لیکن عتق تو وہ ہمارے نزدیک وضع کے اعتبار سے عبادت نہیں اس دلیل کے ساتھ کہ عتق کافر سے بھی صحیح ہوجاتا ہے جبکہ کافر کا کوئی فعل عبادت نہیں ہوتا۔ اگر آزاد کرنے والا اللہ کی رضا کی نیت کرے تو یہ عتق عبادت بن جائے گا جس پر ثواب دیا جائے گا، اور اگر اس نے نیت کے بغیر آزاد کیا تو صحیح ہے اور اس کے لئے کوئی ثواب نہیں ہوگا اگر یہ صریح ہے۔ رہے کنایات تو ان میں نیت ضروری ہے، اگر کسی نے بُت یا شیطان کے لئے غلام کو آزاد کیا تو صحیح ہے اور وہ گنہگار ہوگا۔ اور اگر مخلوق کے لئے آزاد کیا تو صحیح اور مباح ہے اس پر نہ تو اُسے ثواب ہوگا نہ ہی گناہ۔ اور بُت کے لئے آزاد کرنے میں یہ تخصیص ہونی چاہئے کہ جب آزاد کرنے والا کافر ہو۔ رہا مسلمان اگر وہ بُت کے لئے آزاد کرے درانحالیکہ وہ بُت کی تعظیم کا ارادہ کرنے والا ہو تو وہ کافر ہوجائے گا۔ جیسا کہ مخلوق کے لئے آزاد کرنا مکروہ ہونا چاہئے۔ مدبر بنانا اور مکاتب بنانا عتق کی طرح ہے لیکن جہاد تو وہ سب سے بڑی عبادتوں میں سے ہے چنانچہ اس کے لئے خلوصِ نیت ضروری ہے۔ لیکن وصیت تو وہ عتق کی مثل ہے۔

www.alahazratnetwork.org

ان قصد التقرب فله الثواب و الا فهي صحيحة فقط وامّا الوقف فليس بعبادة وضعا بدليل صحته من الكافر فان نوى القربة فله الثواب والا فلا۔ وامّا النكاح فقالوا انه اقرب الى العبادات حتى الاشتغال به افضل من التخلي لمحض العبادة وهو عند الاعتدال سنة مؤكدة على الصحيح فيحتاج الى النية لتحصيل الثواب وهو ان يقصد اعفاف نفسه وتحصينها وحصول ولد وقررنا الاعتدال في الشرح الكبير شرح الكنز ولما لم تكن النية فيه شرط صحته قالوا يصح النكاح مع الهزل وعلى هذا سائر القرب لابد فيها من النية بمعنى توقف حصول الثواب على قصد التقرب بها الى الله تعالٰى من نشر العلم تعليما وافتاء وتصنيفا واما القضاء فقالوا انه من العبادات فالثواب عليه متوقف عليها وكذلك اقامة الحدود والتعازير وكل

اگر تقرب کا ارادہ کرے گا تو اسے ثواب ملے گا ورنہ فقط وہ صحیح ہوجائیگی۔ رہا وقف تو وضع کے اعتبار سے عبادت نہیں ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ وہ کافر کی طرف سے بھی صحیح ہوجاتا ہے چنانچہ اگر تقرب کی نیت کرے گا تو اسے ثواب ملے گا ورنہ نہیں۔ لیکن نکاح اس کے بارے میں تو مشائخ نے کہا کہ وہ عبادات کے قریب ترین ہے یہاں تک کہ اس میں مشغول ہونا محض عبادت کے لئے خلوت سے افضل ہے۔ اور صحیح قول کے مطابق اعتدال کے وقت نکاح سنتِ مؤکدہ ہے۔ چنانچہ ثواب حاصل کرنے کے لئے اس میں نیت کی حاجت ہے اور وُہ یہ کہ نفس کی پاکدامنی اور اولاد حاصل کرنے کا قصد کرے، اور اعتدال کی تفسیر ہم نے کنز کی شرح "شرح الکبیر" میں کردی ہے۔ اور جب نکاح کے صحیح ہونے کے لئے نیت شرط نہیں ہے تو فقہا نے کہا ہے کہ نکاح ہزل کے ساتھ بھی صحیح ہوجائے گا۔ اسی پر باقی عبادات کو قیاس کیا جائے گا کہ ان میں نیت ضروری ہے بایں معنی کہ ثواب کا حصول اس بات پر موقوف ہے کہ ان میں اللہ تعالٰی کے تقرب کا ارادہ کرے جیسے علم کو پھیلانا چاہے کسی کو علم سکھا کر یا فتوٰی دے کر یا کوئی کتاب لکھ کر۔ رہا قاضی بننا تو مشائخ نے فرمایا کہ وُہ عبادات میں سے ہے چنانچہ اس میں ثواب عبادت کی نیت پر موقوف ہوگا۔ اسی طرح حدود و تعزیرات کا قائم کرنا اور

www.alahazratnetwork.org

مایتعاطاہ الحکام والولاۃ وکذا تحمل الشہادۃ واداؤھا[1]	ہر وُہ کام جس کو حاکم اور ولی سرانجام دیتے ہیں، اور یونہی گواہی کو اپنے ذمّے لینا اور اُسے ادا کرنا۔ (ت)

شرح التنویر للعلائی بلکہ خود اشباہ والنظائر فن ثانی میں :

لیس لنا عبادۃ شرعت من عہد اٰدم الی الاٰن ثم تستمر فی الجنۃ الا الایمان والنکاح[2]	ہمارے لئے کوئی عبادت ایسی نہیں جو آدم علیہ السلام کے زمانے سے اب تک مشروع رہی ہو پھر وُہ جنت میں بھی جاری رہے گی سوائے ایمان اور نکاح کے۔ (ت)

حموی میں ہے :

الظاہر ان المراد بالنکاح ھنا الوطی لا العقد وان کان حقیقۃ فی العقد عندنا[3]	ظاہر یہ ہے کہ نکاح سے مراد یہاں پر وطی ہے نہ کہ عقد، اگرچہ ہمارے نزدیک نکاح عقد میں حقیقت ہے۔ (ت)

بلکہ اس کے فنِ اوّل میں ہے :

المراد بالنکاح ھنا الوطی المترتب علی العقد الصحیح بقرینۃ قولہ حتی ان الاشتغال بہ افضل من التخلی لمحض العبادۃ[4] اھ اقول لادلالۃ فیہ بما یکون الاشتغال بتدبیر العقد اطول مکثا من الوطی بل القرینۃ قولہ	یہاں نکاح سے مراد وہ وطی ہے جو عقدِ صحیح پر مرتب ہوتی ہے۔ اس پر قرینہ مصنف کا یہ قول ہے "جہاں تک کہ نکاح میں مشغول ہونا محض عبادت کے لئے خلوت سے افضل ہے الخ" میں کہتا ہوں یہ کوئی دلالت و قرینہ نہیں لیسا اوقات عقد کی تدبیر میں مشغول ہونا وطی میں مشغول ہونے سے زیادہ طویل ہوتا ہے، بلکہ قرینہ اس پر مصنف

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الاولی ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۳۳، ۳۴
[2] " " الفن الثانی کتاب النکاح " " " " " ۱/ ۲۴۶
[3] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر " " " " " "
[4] " " " " " " " " " " " ۱/ ۳۳، ۳۴

www.alahazratnetwork.org

یستمر فی الجنۃ فلم یثبت وقوع العقد فیہا کما نقلہ الحموی فی النکاح عن العلامۃ محمد بن ابی شریف اقول وای حاجۃ الیہ بعد قولہ تعالٰی و زوجنٰھم بحور عین[1] کما لم تحتج الیہ ام المؤمنین زینب رضی اللہ تعالٰی عنہا بعد قولہ عزوجل زوجنٰکہا[2]۔

کا یہ قول ہے کہ "پھر وہ جنت میں جاری رہے گی" چنانچہ جنت میں وقوعِ عقد ثابت نہیں جیسا کہ اس کو علامہ حموی نے باب النکاح میں بحوالہ علامہ محمد بن ابو شریف نقل فرمایا ہے۔ میں کہتا ہوں اور اس کی کیا ضرورت ہے اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کے بعد "اور ہم نے انھیں بیاہ دیا بڑی آنکھوں والی حوروں کے ساتھ" جیسا کہ نہیں محتاج ہوئیں اس کی طرف ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ تعالٰی تعالٰی عنہا اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کے بعد "ہم نے وہ تمہارے نکاح میں دے دی۔" (ت)

اقول تحقیق یہ ہے کہ یہ اختلافِ حیثیت ہے ورنہ وضعاً ان میں سے کچھ عبادت نہیں ولہذا قضا بھی کافر سے صحیح ہے جبکہ امام نے اُسے ذمیوں کا قاضی بنایا ہو اور عتق بھی عبادت ہے جبکہ نیت مذکورہ کے ساتھ ہو اور ثواب نیت پر مطلقاً موقوف اگرچہ فعل عبادت نہ ہو اور یہیں سے ظاہر کہ اخیر میں جو افعال ذکر کئے یعنی اقامت حدود و تعزیرات و افعال حکام و ولاۃ و ادا و تحمل وشہادت سب کی تشبیہ قضا کے ساتھ بشرط عبادت ہوجانے میں بھی ممکن نہ صرف توقف ثواب علی النیۃ میں کہ مطلقاً ہر فعل کو حاصل ...... (جواب نامکمل دستیاب ہوا)

مسئلہ ۲۱۴: از بمبئی کلابا کافی شاپ سید وزیر علی صاحب مسئولہ محمد ابراہیم صاحب ۵ جمادی الآخرہ ۱۳۲۹ھ

بحضور فیض گنجور پیر روشن ضمیر جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی بعد آداب خادمانہ کے عرض پرداز ہوں کہ یہاں پر عیسائیوں کا (عیسائی) بہت زور شور ہے اور ہر وقت یہ لوگ پریشان کرتے ہیں فی الحال ان کے دو سوال جن کے حل کرنے کے واسطے عرض کی جاتی ہے ہم لوگ حضور کے خادم اور نام لینے والے حضور کو ہی ہماری لاج ہے کلمہ شریف (لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ) یہ قرآن میں کس جگہ لکھا ہے اگر نہیں تو وہ اس کی تشریح مانگتے ہیں۔

(۲) حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کہتے ہیں کہ وہ شافع محشر کس طرح سے؟ اس کا ثبوت

---

[1] القرآن الکریم ۵۲/ ۲۰

[2] " " ۳۳/ ۳۷

www.alahazratnetwork.org

دو کہ قرآن شریف میں کہاں لکھا ہے؟ حضور اس کو نہایت ضروری تصور فرماکر جلدی جواب سے سرفراز فرمائیں۔

الجواب

(۱) قرآن مجید سورۂ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں لا الٰہ الا اللہ [1] ہے اور اس کے متصل سورۂ فتح میں محمد رسول اللہ [2]۔

(۲) سورۂ بنی اسرائیل میں ہے،

عسٰی ان یبعثک ربک مقاما محمودا [3]۔ قریب ہے کہ تمھیں تمھارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمھاری حمد کریں۔(ت)

مقام محمود مقامِ شفاعت کا نام ہے۔ سورۂ نساء پارہ ۵ رکوع ۶ میں ہے،

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما [4]۔ اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کرلیں تو اے محبوب! تمھارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں (ت)

رسول کا گناہگاروں کے لئے استغفار کرنا شفاعت ہی ہے۔ بے علم آدمی کو کافروں سے بدمذہبوں سے اُلجھنا بحث کرنا سخت حرام ہے انھیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ حکم ہے ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم [5] اُن سے دُور رہو انھیں اپنے سے دور کرو وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمھیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم (اور اللہ تعالٰی کی پناہ، اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ت)۔

---

[1] القرآن الکریم ۴۷/ ۱۹

[2] " ۴۸/ ۲۹

[3] " ۱۷/ ۷۹

[4] " ۴/ ۶۴

[5] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی ۱/ ۱۰

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

شرح المطالب فی مبحث ابی طالب

۱۳۱۶

(مطالب کی وضاحت ابوطالب کی بحث میں)

مسئلہ ۲۱۵: از بدایوں ۱۲۹۴ھ بعبارت سوال وثانیا بالاجمال از احمد آباد گجرات، محلہ جمال پور قریب مسجد کانچ مرسلہ جماعت اہل سنت ساکنان احمد آباد ۶ جمادی الاولٰی ۱۳۱۶ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ابوطالب کو کافر اور ابولہب و ابلیس کا مماثل کہتا ہے اور عمرو بدین دلائل اس سے انکار کرتا ہے کہ اُنھوں نے جناب سرورِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی کفالت و نصرت و حمایت و محبت بدرجۂ غایت کی اور نعت شریف میں قصائد لکھے حضور نے ان کے لئے استغفار فرمائی، اور جامع الاصول میں ہے کہ:

"اہل بیت کے نزدیک وہ مسلمان مرے۔"

شیخ محقق علیہ الرحمۃ نے شرح سفر السعادۃ میں فرمایا:

کم ازان نہ باشد کہ دریں مسئلہ توقف کنند و صرفہ نگہدارند۔

کم از کم اس مسئلہ میں توقف کرتے ہیں اور احتیاط کو ملحوظ رکھتے ہیں۔(ت)

اور مواہب لدنیہ میں ایک وصیت نامہ اُن کا بنام قریش منقول جو حرفاً حرفاً اُن کے اسلام پر شاہد، ان دونوں میں کون حق پر ہے، اور ابوطالب کو مثل ابولہب و ابلیس سمجھنا کیسا اور اُن کے کفر میں کوئی حدیث

www.alahazratnetwork.org

صحیح وارد ہوئی یا نہیں، بر تقدیر ثانی اُنہیں ضامن وکفیل رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سمجھ کر رضی اللہ تعالٰی عنہ کہیں یا مثلِ کفار کہیں؟ بیّنوا بسند الکتاب توجروا من الملک الوھاب بیوم القیٰمۃ والحساب (کتاب کی سند کے ساتھ بیان فرمائیے قیامت اور حساب کے دن ملک الوہاب سے اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم ربنا ولوجھك الحمد احق ما قال العبد وکلنا لك عبد لامانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا راد لما قضیت ولا ینفع ذا الجد منك الجد لك الحمد علٰی ما ھدیت وعفوت وعافیت ومنحت واولیت تبارکت وتعالیت سبحٰنك رب البیت مستجیرین بجمال وجھك الکریم من عذابك الالیم وشاھدین بان لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم انت العزیز الغالب لایعجزك ھارب ولا یدرك ما منعت طالب ما علیك من واجب قدرت الاقدار ودورت الادوار وکتبت فی الاسفار ما انت کاتب یعمل عامل بعمل الجنان فیظن الظان من الانس والجان انہ سید خلھا وکان قد کان فیغلبہ الکتاب فاذا ھو خائب ویفعل فاعل افعال النیران فیحسب الجیران ومن طلع علیہ النیران ان

اے اللہ! ہمارے پروردگار! اور حمد تیری ذات کے زیادہ لائق ہے بنسبت اس کے جو بندے نے کہا۔ اور ہم سب تیرے بندے ہیں، جو تُو نے عطا فرمایا اُسے کوئی روکنے والا نہیں، اور جسے تُو نے روک دیا اُسے کوئی دینے والا نہیں، اور تیرے فیصلے کو کوئی رَد کرنیوالا نہیں، اور تیرے سامنے کسی تونگر کی تونگری اُس کے لئے نافع نہیں، تیرے لئے ہی حمد ہے اس پر جو تُو نے ہدایت دی، معاف فرمایا، عافیت دی، عطا فرمایا اور والی بنایا۔ تُو برکت والا ہے اور برتر ہے، اے ربِ کعبہ! ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں تیرے دردناک عذاب سے تیری ذات کی پناہ مانگتے ہوئے اور اس پر گواہی دیتے ہوئے کہ اللہ برتر وعظیم کی توفیق کے بغیر نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے نہ نیکی کرنے کی قوت۔ تُو عزّت والا غالب ہے، کوئی بھاگنے والا تیرے قابو سے باہر نہیں جاسکتا اور جو تُو روک دے کوئی طالب اس کو پا نہیں سکتا۔ تجھ پر کچھ بھی واجب نہیں، تُو نے تقدیریں مقدر فرمائیں اور ادوار کو گردش دی، اور جو تُو نے لکھنا تھا کتبِ تقدیر میں لکھ دیا۔ کوئی آدمی جنتیوں جیسے کام کرتا ہے تو انسانوں اور جنوں میں سے کچھ گمان کرنیوالے

www.alahazratnetwork.org

42 سیوردها وکأن قد حان قیدرکه القدر فاذا هو تائب ارسلت خیر خلقك وسراج افقك محمدا المبعوث بیسرك ورفقك بشیرا ونذیرا وسراجا منیرا ملأ ضوؤه المشارق والمغارب وعم نوره الاباعد والاقارب وحرم بقرب حضرته من حضرة قربه ابوطالب فلك الحجة السامیة صل علی محمد صلاۃ نامیة وعلی اٰله وصحبه واهله وحزبه صلاۃ ترضیك وترضیه وتحفظ المصلی عما یردیه وبارك وسلم ابدا ابدا والحمد لله دائما سرمدا اٰمین اٰمین یا ارحم الراحمین !

گمان کرنے لگتے ہیں کہ عنقریب یہ جنت میں داخل ہوجائے گا گویا کہ ایسا ہوگیا۔ پھر اس پر لکھا ہوا غالب آجاتا ہے تو وہ ناکام ہوجاتا ہے اور کوئی عامل جہنمیوں جیسے کام کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسکے پڑوسی اور دیگر لوگ سمجھنے لگتے کہ عنقریب یہ اُس میں داخل ہوگا اور گویا کہ اُس کا وقت قریب ہوچکا ہے پھر تقدیر اُس کو پالیتی ہے تو وہ تائب ہوجاتا ہے۔ تُو نے اپنی مخلوق میں سے بہترین کو بھیجا جو تیرے افق کا سراج ہے یعنی محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو تیری طرف سے آسانی اور نرمی کے ساتھ مبعوث ہوئے خوشخبری سناتے، ڈر سناتے، چمکا دینے والے چراغ جس کی روشنی نے مشرقوں اور مغربوں کو بھر دیا، اس کا نور دُور و نزدیک والوں کو عام ہے۔ اور ابوطالب اس کی بارگاہ کے قرب کے باوجود اس کی بارگاہِ قرب سے محروم رہے۔ چنانچہ تیری ہی حجت بلند ہے۔ محمد مصطفٰی، آپ کی آل، آپ کے اصحاب، آپ کے اہلِ خانہ اور آپ کی جماعت پر ایسا بڑھنے والا درود نازل فرما جو تجھے بھی پسند ہو اور انھیں بھی پسند ہو جو درود پڑھنے والے کو ہلاکت سے بچائے اور برکت وسلام نازل فرما ہمیشہ کے لئے۔ اور ہر حمد ہمیشہ ہمیشہ اللہ ہی کے لئے ہے۔ اے بہترین رحم فرمانے والے! ہماری دُعا کو قبول فرما۔ (ت)

اس میں شک نہیں کہ ابوطالب تمام عمر حضور سید المرسلین سید الاولین والآخرین سید الابرار صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ وسلم الٰی یوم القرار کی حفظ وحمایت وکفالت ونصرت میں مصروف رہے، اپنی اولاد سے زیادہ حضور کو عزیز رکھا اور اس وقت میں ساتھ دیا کہ ایک عالم حضور کا دشمنِ جاں ہوگیا تھا، اور حضور کی محبت میں اپنے تمام عزیزوں قریبوں سے مخالفت گوارا کی، سب کو چھوڑ دینا قبول کیا، کوئی دقیقہ غمگساری جاں نثاری کا نامرعی نہ رکھا، اور یقیناً جانتے تھے کہ حضور افضل المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں، ان پر ایمان لانے میں جنت ابدی اور تکذیب میں جہنم دائمی ہے، بنو ہاشم کو مرتے وقت وصیت کی کہ محمد صلی اللہ

www.alahazratnetwork.org

تعالٰی علیہ وسلم کی تصدیق کرو فلاح پاؤگے، نعت شریف میں قصائد ان سے منقول اور اُن میں براہِ فراست وہ امور ذکر کئے کہ اُس وقت تک واقع نہ ہوئے تھے بعد بعثت شریف اُن کا ظہور ہُوا، یہ سب احوال مطالعہ احادیث ومراجعت کُتبِ سِیَر سے ظاہر۔ ایک شعر اُن کے قصیدے کا صحیح بخاری شریف میں بھی مروی ہے:

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ ثمال الیتامٰی عصمۃ للارامل[1]

(وہ گورے رنگ والے جن کے رُوئے روشن کے توسّل سے مینہ برستا ہے، یتیموں کے جائے پناہ بیواؤں کے نگہبان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ ت)

محمد بن اسحٰق تابعی صاحبِ سیر ومغازی نے یہ قصیدہ تمامہا نقل کیا جس میں ایک سَو دس بیتیں مدحِ جلیل و نعتِ منیع پر مشتمل ہیں۔ شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ شرح صراط مستقیم میں اِس قصیدہ کی نسبت فرماتے ہیں:

دلالت صریح دارد بر کمال محبت ونہایت نبوت او[2] انتہی۔

یہ قصیدہ ابوطالب کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کمال محبت اور آپ کی نبوت کی انتہائی معرفت پر دلالت کرتا ہے۔ (ت)

مگر مجرد ان امور سے ایمان ثابت نہیں ہوتا۔ کاش یہ افعال واقوال اُن سے حالتِ اسلام میں صادر ہوتے تو سیّدنا عباس بلکہ ظاہراً سیّدنا حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بھی افضل قرار پاتے اور افضل الاعمام حضور افضل الانام علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوٰۃ والسلام کہلائے جاتے۔ تقدیر الٰہی نے بربنا اُس حکمت کے جسے وہ جانے یا اُس کا رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انھیں گروہِ مسلمین وغلامانِ شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں شمار کیا جانا منظور نہ فرمایا فاعتبروا یا اولی الابصار[3] (تو عبرت لو اے نگاہ والو! ۔ ت) صرف معرفت گو کیسی ہی کمال کے ساتھ ہو ایمان نہیں، دانستن وشناختن اور چیز ہے اور اذعان وگرویدن اور، کم کافر تھے جنھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سچے پیغمبر ہونے کا یقین نہ تھا جحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم[4] (اور اُن کے منکر ہوئے اور اُن کے دلوں میں ان کا یقین تھا۔ ت) اور علمائے اہل کتاب تو عموماً جزم کلی رکھتے تھے حتی کہ یہ امر ان کے نزدیک کالعیان سے بھی زائد تھا معائنہ میں بصر غلطی

---

[1] صحیح البخاری ابواب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۳۶

[2] شرح سفر السعادۃ فصل دربیان عیادت بیماراں مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۲۲۹

[3] القرآن الکریم ۵۹/۲

[4] القرآن الکریم ۲۷/۱۴

www.alahazratnetwork.org

بھی کرتی ہے اور یہاں کسی طرح کا شبہہ و احتمال نہ تھا۔ قال جل وعلا (اللہ جل وعلا نے فرمایا)۔

یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم۔[1] وُہ اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے آدمی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے۔ (ت)

وقال عزمن قائل،

فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکفرین۔[2] توجب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا اس کے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت منکروں پر۔ (ت)

وقال جل ذکرہ،

یجدونہ مکتوبا عندھم فی التورٰۃ والانجیل۔[3] لکھا ہُوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں۔ (ت)

بعض کورچشم بدباطن وہابیہ عصر کہ اس میں کلام کرتے اور کہتے ہیں اگر اہل کتاب کے یہاں حضور کا ذکر رسالت ہوتا تو ایمان کیوں نہ لاتے، نصوص قاطعہ سے انکار اور خدا و رسول کی تکذیب اور یہود و نصارٰی کی حمایت و تصدیق کرنے والے ہیں اعوذ باللہ من وسواس الشیطان (میں شیطان کے وسوسوں سے پناہ مانگتا ہوں۔ ت) شرح عقائد نسفی میں ہے:

لیست حقیقۃ التصدیق ان تقع فی القلب نسبۃ الصدق الی الخبر والمخبر من غیر اذعان وقبول بل ھو اذعان وقبول لذٰلک بحیث یقع علیہ اسم التسلیم علی ماصرح بہ الامام الغزالی۔[4] حقیقتِ تصدیق یہ نہیں کہ دل میں خبر یا مخبر کی سچائی کی نسبت واقع ہوجائے بغیر اذعان وقبول کے، بلکہ وُہ تو اذعان اور اس طرح قبول کرنا ہے کہ اس پر اسمِ تسلیم واقع ہو۔ جیسا کہ امام غزالی علیہ الرحمہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ (ت)

اسی میں ہے،

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۴۶

[2] القرآن الکریم ۲/ ۸۹

[3] " " ۷/ ۱۵۷

[4] شرح عقائد النسفی والایمان فی اللغۃ التصدیق دارالاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ص ۸۹

www.alahazratnetwork.org

بعض القدریة ذھب الی ان الایمان ھو المعرفة واطبق علماؤنا علی فسادہ لان اھل الکتاب کانوا یعرفون نبوة محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما کانوا یعرفون ابناءھم مع القطع بکفرھم لعدم التصدیق ولان من الکفار من کان یعرف الحق یقینا وانما کان ینکر عنادًا او استکبارًا، قال اللہ تعالٰی وجحدوا بھا واستیقنتھا انفسھم[1]

بعض قدریہ اس طرف گئے ہیں کہ ایمان فقط معرفت کو کہتے ہیں، اور ہمارے علماء کا اس قول کے فساد پر اجماع ہے، کیونکہ اہلِ کتاب محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نبوت کو ایسے پہچانتے تھے جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے تھے، اس معرفت کے باوجود ان کا کفر قطعی ہے کیونکہ وہاں تصدیق نہیں پائی گئی۔ اور اس لئے بھی کہ بعض کافر یقینی طور پر حق کو پہچانتے تھے اور محض عناد و تکبر کی وجہ سے انکار کرتے تھے، اللہ تعالٰی نے فرمایا "حالانکہ ان کے منکر ہوئے اور ان کے دلوں میں اُن کا یقین تھا۔" (ت)

محقق دوانی شرح عقائد عضدی میں فرماتے ہیں:

التلفظ بکلمتی الشھادتین مع القدرة علیہ شرط فمن اخل بہ فھو کافر مخلد فی النار ولا تنفعہ المعرفة القلبیة من غیر اذعان وقبول فان من الکفار من کان یعرف الحق یقینا وکان انکارہ عنادا واستکبارا کما قال اللہ تعالٰی وجحدوا بھا واستیقنتھا انفسھم ظلما وعلوا[2]

شہادتین (توحید و رسالت کی شہادت) کے دو کلموں کے ساتھ تلفظ کرنا جبکہ اس پر قادر ہو ایمان کی شرط ہے، تو جس نے اس میں کوتاہی کی تو وہ کافر ہے اور دائمی طور پر جہنم میں رہنے والا ہے، اور اذعان و قبول کے بغیر معرفتِ قلبی اس کو نفع نہیں دے گی، کیونکہ بعض کافر ایسے ہیں جو یقینی طور پر حق کو پہچانتے تھے۔ ان کا انکار عناد و تکبر کی وجہ سے تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: "اور ان کے منکر ہوئے حالانکہ اُن کے دلوں میں ان کا یقین تھا ظلم اور تکبر کی وجہ سے۔" (ت)

---

[1] شرح عقائد النسفی والایمان لا یزید ولا ینقص دار الاشاعت العربیة قندھار افغانستان ص ۹۲ و ۹۳

[2] الدوانی علی العقائد العضدیة والکفر عدم الایمان مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۰۱

www.alahazratnetwork.org

آیاتِ قرآنیہ واحادیثِ صحیحہ متواترہ متظافرہ سے ابوطالب کا کفر پر مرنا اور دمِ واپسیں ایمان لانے سے انکار کرنا اور عاقبت کار اصحابِ نار سے ہونا ایسے روشن ثبوت سے ثابت جس سے کسی سُنّی کو مجالِ دم زدن نہیں۔ ہم بیان کلام کو سات فصل پر منقسم کریں۔

فصل اوّل ــــ آیاتِ قرآنیہ

آیت اُولیٰ: قال اللہ تبارک وتعالیٰ (اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا۔ ت):

انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء وھو اعلم بالمھتدین[1]	اے نبی! تم ہدایت نہیں دیتے جسے دوست رکھو ہاں خدا ہدایت دیتا ہے جسے چاہے، وہ خوب جانتا ہے جو راہ پانے والے ہیں۔

مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیہ کریمہ ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی۔

معالم التنزیل میں ہے:

نزلت فی ابی طالب[2]۔	ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی۔ (ت)

جلالین میں ہے:

نزل فی حرصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی ایمان عمہ ابی طالب[3]۔	یہ آیت حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی آپ کے چچا ابوطالب کے ایمان لانے کی حرص میں نازل ہوئی۔ (ت)

مدارک التنزیل میں ہے:

قال الزجاج اجمع المفسرون انھا نزلت فی ابی طالب[4]	زجاج نے کہا کہ مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیت کریمہ ابی طالب کے حق میں نازل ہوئی۔ (ت)

کشاف زمخشری وتفسیر کبیر میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۲۸/ ۵۶

[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت آیۃ ۲۸/ ۵۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۳۸۴

[3] تفسیر جلالین " " اصح المطابع دہلی ص ۳۳۲

[4] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) " " دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۲۴۰

www.alahazratnetwork.org

قال الزجاج اجمع المسلمون انها نزلت فی ابی طالب[1]

زجاج نے کہا کہ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ آیہ کریمہ ابی طالب کے حق میں نازل ہوئی۔(ت)

امام نووی شرح صحیح مسلم شریف کتاب الایمان میں فرماتے ہیں :

اجمع المفسرون علی انما نزلت فی ابی طالب وکذا نقل اجماعھم علی ھذا الزجاج وغیرہ[2]

مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیت کریمہ ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی، اور جیسا کہ زجاج وغیرہ نے اس پر ان کا اجماع نقل کیا ہے۔(ت)

مرقاۃ شرح مشکوۃ شریف میں ہے :

لقولہ تعالٰی فی حقہ باتفاق المفسرین انك لا تھدی من احببت[3]

اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کی وجہ سے جو باتفاق مفسرین اُس (ابوطالب) کے بارے میں ہے : "اے نبی! تم ہدایت نہیں دیتے جسے دوست رکھو"۔(ت)

حدیث اوّل : صحیح حدیث میں اس آیہ کریمہ کا سبب نزول یوں مذکور کہ جب حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ابوطالب سے مرتے وقت کلمہ پڑھنے کو ارشاد فرمایا، صاف انکار کیا اور کہا مجھے قریش عیب لگائیں گے کہ موت کی سختی سے گھبرا کر مسلمان ہوگیا ورنہ حضور کی خوشی کر دیتا۔ اس پر رب العزۃ تبارک وتعالٰی نے یہ آیت کریمہ اتاری یعنی اے حبیب! تم اس کا غم نہ کرو تم اپنا منصب تبلیغ ادا کر چکے ہدایت دینا اور دل میں نور ایمان پیدا کرنا یہ تمہارا فعل نہیں اللہ عزوجل کے اختیار میں ہے اور اُسے خوب معلوم ہے کہ کسے یہ دولت دے گا کسے محروم رکھے گا۔

صحیح مسلم شریف کتاب الایمان وجامع ترمذی کتاب التفسیر میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعمہ (زاد مسلم فی اخری

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے چچا سے فرمایا (مسلم نے

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ۲۸/ ۵۶ المطبعۃ البہیۃ مصر ۲۵/ ۲
تفسیر الکشاف " " دار الکتاب العربی بیروت ۴۲۲/۳

[2] شرح صحیح مسلم للامام النووی کتاب الایمان باب الدلیل علی صحۃ الاسلام الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۱
[3] مرقاۃ المفاتیح کتاب الفتن باب صفۃ النار واھلہا تحت حدیث ۵۶۶۸ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۶۲۰/۹

www.alahazratnetwork.org

عند الموت) قل لا الٰہ الا اللہ اشہد لك بها يوم القيٰمة قال لولا ان تعيرنی قريش يقولون انما حمله علی ذٰلك الجزع لاقررت بها عينك فانزل الله عزوجل انك لا تہدی من احببت ولكن الله يہدی من يشاء[1]

دوسری روایت میں یہ اضافہ کیا کہ بوقتِ موت فرمایا) لا الٰہ الا اللہ کہہ دو میں تیرے لئے قیامت کے دن اس کی گواہی دُوں گا۔ اُس نے جواب دیا اگر یہ بات نہ ہوتی کہ قریش مجھے عار دلائیں گے کہ موت کی شدت کے باعث مسلمان ہوگیا ہے تو میں آپ کی آنکھ ٹھنڈی کردیتا۔ اس پر اللہ تعالٰی نے یہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی کہ "اے نبی! تم ہدایت نہیں دیتے جسے دوست رکھو، ہاں خدا ہدایت دیتا ہے جسے چاہے"۔ (ت)

معالم و مدارک و بیضاوی و ارشاد العقل السلیم و خازن و فتوحاتِ الٰہیہ وغیرہا تفاسیر میں اسی حدیث کا حاصل اس آیت کے نیچے ذکر کیا۔

آیتِ ثانیہ: قال جل جلالہ (اللہ جل جلالہ نے فرمایا۔ ت):

ماكان للنبی والذين اٰمنوا ان يستغفروا للمشركين ولو كانوا اولی قربٰی من بعد ماتبين لهم انهم اصحٰب الجحيم[2]

روا نہیں نبی اور ایمان والوں کو کہ استغفار کریں مشرکوں کے لئے اگرچہ وہ اپنے قرابت والے ہوں بعد اس کے کہ اُن پر ظاہر ہوچکا کہ وہ بھڑکتی آگ میں جانیوالے ہیں۔

یہ آیت کریمہ بھی ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی۔

تفسیر امام نسفی میں ہے:

هم عليه الصلوٰة والسلام ان يستغفر لابی طالب فنزل ماكان للنبی[3]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ ابوطالب کے لئے استغفار کریں تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ "نبی کو یہ روا نہیں"۔ (ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علی صحۃ الاسلام الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۰
جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ القصص امین کمپنی دہلی ۲/۱۵۰
[2] القرآن الکریم ۹/۱۱۳
[3] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت آیۃ ۹/۱۱۳ دار الکتاب العربی بیروت ۲/۱۳۸

www.alahazratnetwork.org

جلالین میں ہے :

نزل فی استغفارہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعمہ ابی طالب[1]۔

یہ آیت حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اپنے چچا ابوطالب کے لئے استغفار کرنے کے بارے میں نازل ہوئی۔ (ت)

امام عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں :

قال الواحدی سمعت اباعثمان الحیری سمعت ابا الحسن بن مقسم سمعت ابا اسحٰق الزجاج یقول فی ھٰذہ الاٰیۃ اجمع المفسرون انھا نزلت فی ابی طالب[2] یعنی واحدی نے اپنی تفسیر میں بسند خود ابواسحاق زجاج سے روایت کی کہ مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے حق میں اُتری۔

اقول ھکذا اثرہ ھٰھنا والمعروف عن الزجاج قولہ ھٰذا فی الاٰیۃ الاولٰی کما سمعت والمذکور ھٰھنا فی المعالم وغیرھا ان الاٰیۃ مختلف فی سبب نزولھا فلیراجع تفسیر الواحدی فلعلہ اراد اتفاق الاکثرین و لو یلق للخلاف بالا لکونہ خلاف ما ثبت فی الصحیح۔

میں کہتا ہوں یہاں تو وہ ایسا ہی منقول ہے حالانکہ زجاج کا یہ قول پہلی آیت کے بارے میں معروف ہے جیسا کہ تُو سُن چکا ہے۔ اور معالم وغیرہ میں اس مقام پر مذکور ہے کہ آیت کے سببِ نزول میں اختلاف ہے چنانچہ تفسیر واحدی کی طرف مراجعت کی جائے۔ ہوسکتا ہے کہ اُس کی مراد اکثر مفسرین کا اتفاق ہو اور اُس نے مخالفت کی اس بنیاد پر کوئی پروا نہ کی ہو کہ اس کے مخالف ہے جو صحیح میں ثابت ہوچکا ہے۔ (ت)

بیضاوی میں پہلا قول اس آیت کا نزول دربارہ ابی طالب لکھا۔

علامہ شہاب خفاجی اُس کی شرح عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی میں فرماتے ہیں :

ھوالصحیح فی سبب النزول[3] یعنی یہی صحیح ہے۔

اسی طرح اس کی تصحیح فتوح الغیب وارشاد الساری میں کی ہے اور فرمایا یہی حق ہے کما سیاتی

---

[1] تفسیر جلالین تحت آیۃ ۹/۱۱۳ اصح المطابع دہلی ص ۱۶۷

[2] عمدۃ القاری کتاب الجنائز تحت حدیث ۱۳۶۰ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۸/۲۶۲

[3] عنایۃ القاضی حاشیۃ الشہاب علی تفسیر البیضاوی تحت الآیۃ ۹/۱۱۳ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/۶۴۸

www.alahazratnetwork.org

وھذہ التصحیحات ایضاً اٰیۃ الخلاف کمالیس بخاف (جیساکہ عنقریب آئے گا، اور یہ تصحیحیں بھی مخالفت کی علامت ہیں جیساکہ پوشیدہ نہیں۔ ت)

حدیث دوم: صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن نسائی میں ہے:

واللفظ لمحمد قال حدثنا محمود فذکر بسندہٖ عن سعید بن المسیب عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہما ان اباطالب لما حضرتہ الوفاۃ دخل علیہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعندہ ابوجھل فقال ای عم قل لا الٰہ الا اللہ کلمۃ احاج لک بہا عند اللہ فقال ابوجھل وعبداللہ بن امیۃ یا اباطالب اترغب عن ملۃ عبدالمطلب فلم یزالا یکلمانہ حتی قال اٰخر شیئ کلمہم بہ علی ملۃ عبدالمطلب (زاد البخاری فی الجنائز وتفسیر سورۃ القصص کمثل مسلم فی الایمان وابی ان یقول لا الٰہ الا اللہ) فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاستغفرن لک مالم انہ عنہ، فنزلت ماکان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولوکانوا اولی قربٰی من بعد ماتبین لھم انھم اصحٰب

اور لفظ محمد کے ہیں، انھوں نے کہا ہم کو حدیث بیان کی محمود نے، پھر اپنی سند کے ساتھ سعید بن مسیب سے اور انھوں نے اپنے باپ سے ذکر کیا، رضی اللہ تعالٰی عنہما، کہ ابوطالب جب قریب الموت ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے جبکہ ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ وہاں موجود تھے، آپ نے فرمایا: اے چچا! کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ پڑھ لو میں اس کے ذریعے تمہارے لئے جھگڑا کروں گا۔ ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ نے کہا: اے ابوطالب! کیا عبدالمطلب کے دین سے اعراض کرلوگے! وہ دونوں مسلسل ابوطالب سے یہی بات کہتے رہے۔ یہاں تک کہ ابوطالب نے جو آخری بات انھیں کہی وہ یہ تھی کہ میں عبدالمطلب کے دین پر قائم ہوں (امام بخاری نے جنائز اور سورہ قصص کی تفسیر میں یہ اضافہ کیا جیساکہ امام مسلم نے کتاب الایمان میں کیا ہے کہ ابوطالب نے لا الٰہ الا اللہ کہنے سے انکار کردیا) تو نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک مجھے منع نہ کردیا گیا میں تیرے لئے ضرور استغفار کروں گا۔ چنانچہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: "روا نہیں نبی اور ایمان والوں کو کہ استغفار کریں مشرکوں کے لئے اگرچہ وہ اپنے قرابت والے ہوں بعد اس کے کہ ان پر ظاہر ہوچکا کہ وہ

www.alahazratnetwork.org

الجحیم ○ ونزلت انك لاتھدی من احببت[1]

بھڑکتی آگ میں جائیں گے، اور یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: "اے نبی! تم ہدایت نہیں دیتے جسے دوست رکھو۔" (ت)

اس حدیث جلیل سے واضح کہ ابوطالب نے وقتِ مرگ کلمۂ طیبہ سے صاف انکار کردیا اور ابوجہل لعین کے اغواء سے حضورِ اقدس سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد قبول نہ کیا۔ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس پر بھی وعدہ فرمایا کہ جب تک اللہ عزوجل مجھے منع نہ فرمائے گا میں تیرے لئے استغفار کروں گا۔ مولٰی سبحٰنہ وتعالٰی نے یہ دونوں آیتیں اتاریں اور اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ابوطالب کے لئے استغفار سے منع کیا اور صاف ارشاد فرمایا کہ مشرکوں دوزخیوں کے لئے استغفار جائز نہیں۔

نسأل اللہ العفو والعافیۃ، اما تزییف الزمخشری نزول الأیۃ فیہ بان موت ابی طالب کان قبل الھجرۃ و ھذا اٰخر ما نزل بالمدینۃ[2] فمردود بما فی ارشاد الساری عن الطیبی عن التقریب انہ یجوز ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یستغفر لابی طالب الی حین نزولھا والتشدید مع الکفار انما ظھر فی ھذہ السورۃ[3] قال اعنی القسطلانی

ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ رہا زمخشری کا ابوطالب کے بارے میں اس آیت کے نزول کو اس بنیاد پر ضعیف قرار دینا کہ ابوطالب کی موت ہجرت سے پہلے ہوئی جبکہ یہ آیت کریمہ آخری مرحلہ پر مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ تو وہ مردود ہے اُس دلیل کی وجہ سے جو ارشاد الساری میں طیبی سے بحوالہ التقریب مذکور ہے کہ ہوسکتا ہے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس آیت کے نزول تک ابوطالب کے لئے استغفار کرتے رہے ہوں۔ کافروں کے ساتھ

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب اذا قال المشرک عند الموت لاالٰہ الا اللہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۱
صحیح البخاری کتاب المناقب باب قصہ ابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۴۸
صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ البراءۃ باب ماکان للنبی والذین اٰمنوا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۷۵
" سورۃ القصص باب قولہ تعالٰی انك لاتھدی من احببت " " ۲/ ۷۰۳
صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علی صحۃ الاسلام من حضر الموت " " ۱/ ۴۰
سنن النسائی کتاب الجنائز النھی عن الاستغفار للمشرکین نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ۱/ ۲۸۶
[2] الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل تحت آیۃ ۹/ ۱۱۳ مکتبۃ الاعلام الاسلامی فی الحوزۃ العلمیۃ قم ایران ۲/ ۳۱۵
[3] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ توبہ دار الکتاب العربیۃ بیروت ۷/ ۱۵۸

قال فی فتوح الغیب وھذا ھو الحق وروایۃ نزولھا فی ابی طالب ھی الصحیحۃ[1] اھ وکذا اردہ الامام الرازی فی الکبیر وقال العلامۃ الخفاجی فی عنایۃ القاضی بعد نقل کلام التقریب اعتمدہ من بعدہ من الشراح ولاینافیہ قولہ فی الحدیث فنزلت لامتداد استغفارہ لہ الی نزولھا اولان الفاء للسببیۃ بدون تعقیب[2] اھ۔

شدت پسندی تو اس سورۃ میں ظاہر ہوتی ہے اھ امام قسطلانی نے فرمایا کہ فتوح الغیب میں ہے کہ یہی حق ہے اور اس کے ابوطالب کے بارے میں نزول والی روایت ہی صحیح ہے اھ امام رازی نے تفسیر کبیر میں یونہی زمخشری کا رد کیا ہے اور علامہ خفاجی نے عنایۃ القاضی میں تقریب کا کلام نقل کرنے کے بعد کہا کہ بعد والے تمام شارحین نے اس پر اعتماد کیا ہے اور یہ حدیث میں وارد راوی کے قول فنزلت کے منافی نہیں اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نزولِ آیت تک ابوطالب کیلئے استغفار میں استمرار فرمایا یا اس لئے کہ فاء سببیت کیلئے ہے نہ کہ تعقیب کے لئے اھ۔ (ت)

اقول والدلیل علی الاستمرار واستدامۃ الاستغفار قول سید الابرار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاستغفرن لک مالم انہ عنک[3] فھذا مقام الجزم دون التجویز والاستظہار علا ان الامام الجلیل الجلال السیوطی فی کتاب الاتقان[4] عقد فصلا لبیان

میں کہتا ہوں کہ استغفار کے استمرار و دوام پر دلیل سید الابرار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ میں تیرے لئے ضرور استغفار کروں گا جب تک مجھے منع نہ کیا گیا۔ لہٰذا یہ مقام جزم ہے نہ کہ مقام تجویز و تائید۔ علاوہ ازیں امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے کتاب الاتقان میں یہ بیان کرنے کے لئے ایک فصل قائم فرمائی ہے کہ کئی

---

[1] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ التوبۃ دار الکتاب العربی بیروت ۷/ ۱۵۸

[2] عنایۃ القاضی حاشیۃ الشہاب علی تفسیر البیضاوی تحت آیۃ ۹/ ۱۱۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۶۴۰

[3] صحیح البخاری کتاب المناقب قصہ ابی طالب ۱/ ۵۴۸ و سورۃ التوبۃ ۲/ ۶۷۵ و سورۃ القصص ۲/ ۷۰۳

صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علی صحۃ الاسلام الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۰

[4] الاتقان فی علوم القرآن فصل فی ذکر ما استثنی من المکی والمدنی دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۴۳

www.alahazratnetwork.org

ما نزل من اٰیات السور المکیة بالمدینة وبالعکس وذکر فیه عن بعضهم ان اٰیة ما کان للنبی اٰیة مکیة نزلت فی قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم لابی طالب لاستغفرن لك مالم انه عنه واقره[1] علیه فعلی هذا یزهق الاشکال من راسه ثم ان لفظ البخاری فی کتاب التفسیر فانزل الله بعد ذٰلك قال الحافظ فی فتح الباری الظاهر نزولها بعده بمدة لروایة التفسیر[2] اھ وهذا ایضا یطیح الشبهة من راسها افاد هٰذین العلامة الزرقانی فی شرح المواهب وبعد اللتیا والتی اذ قد افصح الحدیث الصحیح بنزولها فیه فکیف ترد الصحاح بالهوسات۔

سُورتوں کی کون سی آیات مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہیں اور اس کے برعکس (یعنی مدنی سُورتوں کی کون سی آیات مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہیں) اور اُس میں بعض مفسرین کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ آیت کریمہ "ماکان للنبی" مکی ہے اور نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بارے میں نازل ہوئی جو آپ نے ابوطالب سے فرمایا کہ "جب تک مجھے منع نہ کیا گیا میں تیرے لئے استغفار کروں گا۔" اور امام سیوطی نے اس کو برقرار رکھا، اس بنیاد پر تو اشکال سرے سے ہی دفع ہوجائے گا، پھر کتاب التفسیر میں بخاری کے لفظ یہ ہیں کہ "اس کے بعد اللہ تعالٰی نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔" حافظ نے فتح الباری میں کہا روایتِ تفسیر کی بنیاد پر ظاہر یہ ہے کہ اس کا نزول سرکارِ دو عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشادِ مذکور سے کچھ مدت کے بعد ہوا۔" یہ بھی سرے سے شبہہ کا ازالہ کردیتا ہے۔ علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں ان دونوں کا افادہ فرمایا۔ اس لمبی اور مختصر گفتگو کے بعد جب حدیث صحیح نے ابوطالب کے بارے میں نزولِ آیت کی تصریح کردی تو خواہشات کے ساتھ صحیح حدیثوں کو کیسے رَد کیا جاسکتا ہے۔ (ت)

آیت ثالثہ: قال عزّ مجدہ (اللہ عزّ مجدہ نے فرمایا۔ ت):

وهم ینهون عنه وینأون عنه وان یهلکون الا انفسهم و

وہ اس نبی سے اوروں کو روکتے اور باز رکھتے ہیں اور خود اس پر ایمان لانے سے بچتے اور دُور رہتے

---

[1] و [2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ ذکر وفاۃ خدیجۃ و ابی طالب دار المعرفۃ بیروت ١/ ٢٩٣

www.alahazratnetwork.org

ما یشعرون ۵[۱] | ہیں اور اس کے باعث خود اپنی ہی جانوں کو ہلاک کرتے ہیں اور انھیں شعور نہیں۔

یعنی جان بوجھ کر جو بے شعوروں کے سے کام کرے اُس سے بڑھ کر بے شعور کون و سلطان المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما اور اُن کے تلمیذ رشید سیدنا امام اعظم کے استاد مجید امام عطاء بن ابی رباح و مقاتل وغیرہم مفسرین فرماتے ہیں، یہ آیت ابوطالب کے باب میں اُتری۔

تفسیر امام بغوی محی السنہ میں ہے:

قال ابن عباس و مقاتل نزلت فی ابی طالب کان ینھی الناس عن اذی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و یمنعھم و ینأی عن الایمان بہ ای یبعد۔[۲]

ابن عباس و مقاتل نے فرمایا کہ یہ آیت ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی، وہ لوگوں کو حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تکلیف دینے سے روکتا تھا اور انھیں منع کرتا تھا اور خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایمان لانے سے دُور رہتا۔ (ت)

انوار التنزیل میں ہے:

ینھون عن التعرض لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و ینأون عنہ فلا یؤمنون بہ کابی طالب۔[۳]

وہ لوگوں کو رسول پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا تعاقب کرنے سے روکتے اور خود آپ سے دُور رہتے چنانچہ آپ پر ایمان نہیں لاتے جیسے ابوطالب۔ (ت)

حدیث سوم: فریابی اور عبدالرزاق اپنے مصنف اور سعید بن منصور سنن میں اور عبد بن حمید اور ابن جریر و ابن منذر و ابن ابی حاتم و طبرانی و ابوالشیخ و ابن مردویہ اور حاکم مستدرک میں بافادہ تصحیح اور بیہقی دلائل النبوۃ میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کی تفسیر میں راوی:

قال نزلت فی ابی طالب کان ینھی عن المشرکین ان یؤذوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و

یعنی یہ آیت ابوطالب کے بارے میں اُتری کہ وہ کافروں کو حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی

---

[۱] القرآن الکریم ۶/ ۲۶

[۲] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت آیۃ ۶/ ۲۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۵۰

[۳] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) " " دار الفکر بیروت ۲/ ۴۰۱

www.alahazratnetwork.org

يتباعد عما جاء به[1]

ایذا سے منع کرتے باز رکھتے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایمان لانے سے دُور رہتے۔

قال فی مفاتیح الغیب فیہ "قولان منھم من قال المراد انھم ینھون عن التصدیق بنبوتہ والاقرار برسالتہ وقال عطاء ومقاتل نزلت فی ابی طالب کان ینھی قریشا عن ایذاء النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ثم یتباعد عنہ ولایتبعہ علی دینہ، و القول الاول اشبہ لوجھین الاول ان جمیع الاٰیات المتقدمۃ علی ھذہ الاٰیۃ تقتضی ذم طریقتھم فکذٰلک قولہ "وھم ینھون عنہ" ینبغی ان یکون محمولا علی امر مذموم فلوحملناہ علی ان اباطالب کان ینھی عن ایذائہ لما حصل ھذا النظم، والثانی انہ تعالٰی قال بعد ذٰلک "وان یھلکون الا انفسھم" یعنی بہ ما تقدم ذکرہ ولا یلیق ذٰلک ان یکون المراد من قولہ "وھم ینھون عنہ" النھی

مفاتیح الغیب میں فرمایا اس میں دو قول ہیں، ان میں سے بعض نے کہا مراد یہ ہے کہ وہ حضور پُر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق اور آپ کی رسالت کے اقرار سے روکتے ہیں، جبکہ عطاء اور مقاتل نے کہا کہ یہ آیت کریمہ ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی وہ قریش کو نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ایذارسانی سے روکتے تھے پھر خود آپ سے دُور رہتے اور دین میں آپ کی اتباع نہیں کرتے تھے۔ قولِ اوّل دو وجہ سے زیادہ مناسب ہے، وجہ اوّل یہ ہے کہ اس آیہ کریمہ سے ماقبل والی تمام آیات قریش کے طریقہ کی مذمت کا تقاضا کرتی ہیں۔ اسی طرح یہ اللہ کا قول "وھم ینھون عنہ" (یعنی وہ اس سے روکتے ہیں) بھی امر مذموم پر محمول ہونا چاہئے۔ اگر ہم اس کو اس معنی پر محمول کریں کہ ابوطالب نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ایذارسانی سے روکتے تھے تو یہ نظم مذکور حاصل نہ ہوگا۔ وجہ ثانی یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے اس کے بعد فرمایا ہے کہ "وہ خود اپنی ہی جانوں کو ہلاک کرتے ہیں"؛ اس سے مراد وہی ہے جس کا ماقبل ذکر ہوچکا ہے۔

---

[1] الدرالمنثور بحوالہ الفریابی وعبدالرزاق وغیرہ تحت الآیۃ ۶/ ۲۶ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۳۷
جامع البیان (تفسیر طبری) تحت آیۃ ۶/ ۲۶ داراحیاء التراث العربی بیروت ۷/ ۲۰۲
دلائل النبوۃ للبیہقی جماع ابواب المبعث باب وفاۃ ابی طالب الخ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۳۴۰
تفسیر ابن ابی حاتم تحت آیۃ ۶/ ۲۶ مکتبہ نزار مصطفٰی الباز مکۃ مکرمہ ریاض ۴/ ۱۲۷۷

www.alahazratnetwork.org

عن اذیتہ لان ذٰلک حسن لایوجب الھلاک[1] اھ۔

اور یہ مناسب نہیں کہ اللہ تعالٰی کے ارشاد "اور وہ اس سے روکتے ہیں" سے مراد نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ایذا رسانی سے روکنا ہو اس لئے کہ یہ تو حسن ہے جو موجب ہلاکت نہیں ہوتا اھ (ت)

اقول اصل الذم للنأی وقد تشدد بالنھی فان الذنب بعد العلم اشد منہ حین الجھل فذکر النھی لابانۃ شدۃ مایلحقہ من الذم فی ذٰلک و عظمۃ مایعتریہ من الوزر فیما ھنالک فان العلم حجۃ اللہ مالک وعلیک الاتری الی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی ابی طالب ولولا انا لکان فی الدرک الاسفل من النار[2] کما سیأتی مع ما علم من حمایتہ وکفالتہ ونصرتہ ومحبتہ للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم طول عمرہ فانما کادیکون فی الدرک الاسفل لولاشفاعۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لما ابی الایمان مع کمال العرفان فالاٰیۃ

میں کہتا ہوں اصل مذمت تو نأی یعنی دُور رہنے کی وجہ سے ہے جو نہی کے سبب سے شدید ہوگئی، کیونکہ علم کے بعد گناہ اس گناہ سے زیادہ شدید ہوجاتا ہے جو زمانۂ جہالت میں کیا گیا ہو۔ چنانچہ نہی کا یہاں ذکر اس شدت وعظمت کے اظہار کے لئے جو اس سے ملحق گناہ اور بوجھ سے متعلق ہوتی ہے کیونکہ علم اللہ تعالٰی کی حجت ہے تیرے حق میں اور تیرے خلاف کیا تو ابوطالب کے بارے میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد کو نہیں دیکھتا کہ "اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتا"۔ جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ ابوطالب کی طرف سے تمام عمر نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حمایت، کفالت، نصرت اور محبت کے باوجود جو کہ معلوم ہے۔ اگر نبی اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شفاعت نہ ہوتی تو ابوطالب جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتے کیونکہ کمال معرفت کے باوجود انھوں نے ایمان سے انکار کیا،

---

[1] مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) تحت آیۃ ٦/ ٢٦ المطبعۃ البہیۃ مصر ١٢/ ١٨٦

[2] صحیح البخاری مناقب الانصار باب قصۃ ابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ١/ ٥٤٨

صحیح مسلم باب شفاعۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لابی طالب " " " ١/ ١١٥

www.alahazratnetwork.org

علی وزان قولہ تعالٰی "اتأمرون الناس بالبر وتنسون انفسکم و انتم تتلون الکتٰب افلا تعقلون۝"[1] فذکر فی سیاق الذم امرھم بالبر وتلاوتھم الکتاب و انما القصد الی نسیانھم انفسھم و ذکر ھذین للتسجیل بل قال جل ذکرہ "یایھا الذین اٰمنوا لم تقولون ما لا تفعلون۝ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون"[2] فشدد النکیر علی القول من دون عمل و ان کان القول خیرا فی نفسہ قال فی معالم التنزیل "قال المفسرون ان المؤمنین قالوا لو نعلم ای الاعمال احب الی اللہ عزوجل لعملناہ ولبذلنا فیہ اموالنا وانفسنا فانزل عزوجل ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا فابتلوا بذلک یوم احد فولوا مدبرین فانزل اللہ تعالٰی "لم تقولون ما لا تفعلون"[3] اھ و بہ ینحل الوجھان لمن انصف لاجرم ان قال الخفاجی

چنانچہ آیت مذکورہ اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کی طرز پر ہے کہ "کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تمھیں عقل نہیں"۔ ان کے نیکی کا حکم دینے اور کتاب پڑھنے کو مذمت کے سیاق میں ذکر کیا۔ مقصود تو ان کا اپنی جانوں کو بھلانا ہے اور ان دونوں باتوں کا ذکر بطور تمہید ہے بلکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: "اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے، کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو" تو یہاں پر قول بلا عمل پر سخت نفرت کا اظہار فرمایا اگرچہ فی نفسہٖ قول اچھا ہو۔ معالم التنزیل میں کہا کہ مفسرین نے فرمایا کہ مومنوں نے کہا "اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں محبوب ترین عمل کون سا ہے تو ہم اس کو ضرور کریں گے اور اس میں اپنے مال وجان قربان کردیں گے۔" تو اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی کہ "بے شک اللہ دوست رکھتا ہے انھیں جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں پرا باندھ کر"۔ پھر غزوۂ احد میں انھیں اس میں مبتلا کر دیا گیا تو پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے تو اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی کہ "کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے ہو"۔ اور اس سے منصف کے لئے دونوں وجہیں کھل گئیں۔ علامہ خفاجی نے

---

[1] القرآن الکریم ۲/۴۴

[2] " " ۶۱/۲ و ۳

[3] معالم التنزیل (تفسیر بغوی) تحت آیۃ ۶۱/۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/۳۰۷

www.alahazratnetwork.org

43 فی العنایة بعد نقله کلام الامام فیه نظر اھ[1] و بالجملة فعطاء اعلم منا و منکم باسالیب القرآن و نظمه فضلا عن ھذا الحبر العظیم الذی قد فاق اکثر الامة فی علم القرآن وفھمه، واللہ تعالٰی اعلم۔

عنایۃ میں امام کا کلام نقل کرنے کے بعد کہا: اس میں نظر ہے[1] اھ۔ خلاصہ یہ کہ عطاء قرآن مجید کے اسالیب و نظم کو ہم سے اور تم سے زیادہ جاننے والا ہے چہ جائیکہ یہ عظیم عالم متبحر جو قرآن مجید کے علم و فہم میں اکثر امت پر فوقیت رکھتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

فصل دوم ـــــ احادیث

حدیث چہارم: صحیحین و مسند امام احمد میں حضرت سیدنا عباس عم رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

انه قال للنبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ما اغنیت عن عمك فواللہ کان یحوطك و یغضب لك قال ھو فی ضحضاح من نار ولولا انا لکان فی الدرك الاسفل من النار[2]۔ وفی روایة وجدته غمرات من النار فاخرجته الی ضحضاح[3]۔

یعنی انھوں نے خدمت اقدس حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں عرض کی حضور نے اپنے چچا ابوطالب کو کیا نفع دیا؟ خدا کی قسم وہ حضور کی حمایت کرتا اور حضور کے لئے لوگوں سے لڑتا جھگڑتا تھا۔ فرمایا: میں نے اُسے سراپا آگ میں ڈوبا ہوا پایا تو اُسے کھینچ کر پاؤں تک آگ میں کردیا، اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں ہوتا۔

امام ابن حجر فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

یؤید الخصوصیة انه بعد ان امتنع

یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خصوصیت سے

[1] عنایۃ القاضی حاشیۃ الشہاب علی تفسیر البیضاوی تحت الآیۃ ۶/۲۶ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/۶۵
[2] صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار باب قصۃ ابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۴۸
صحیح البخاری کتاب الادب باب کنیۃ المشرک قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۱۰
صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب " " ۱/۱۱۵
مسند احمد بن حنبل عن العباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۰۷ و ۲۱۰
[3] صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب " " ۱/۱۱۵

www.alahazratnetwork.org

شفع له حتی خفف له العذاب بالنسبة لغیرہ[1]

ہوا کہ ابوطالب نے باآنکہ ایمان لانے سے انکار کیا پھر بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شفاعت نے اتنا کام دیا کہ بہ نسبت باقی کافروں کے عذاب ہلکا ہوگیا۔

حدیث پنجم: صحیحین ومسند امام احمد میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ذکر عندہ عمہ ابوطالب فقال لعلہ تنفعہ شفاعتی یوم القیٰمۃ فیجعل فی ضحضاح من النار یبلغ کعبیہ یغلی منہ دماغہ[2]۔

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے ابوطالب کا ذکر آیا، فرمایا: میں امید کرتا ہوں کہ روز قیامت میری شفاعت اُسے یہ نفع دے گی کہ جہنم میں پاؤں تک کی آگ میں کردیا جائے گا جو اس کے ٹخنوں تک ہوگی جس سے اس کا دماغ جوش مارے گا۔

یونس بن بکیر نے حدیث محمد بن اسحٰق سے یوں روایت کیا: یغلی منہ دماغہ حتی یسیل علٰی قدمیہ[3] اس کا بھیجا اُبل کر پاؤں پر گرے گا۔

عمدۃ القاری وارشاد الساری شروح صحیح بخاری ومواہب لدنیہ وغیرہا میں امام سہیلی سے منقول:

الحکمۃ فیہ ان اباطالب کان تابعا لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بجملتہ الا انہ استمر ثابت القدم علٰی دین قومہ فسلط العذاب علٰی قدمیہ خاصۃ لتثبیتہ ایاھما علٰی دین قومہ[4]۔

یعنی ابوطالب کے پاؤں تک آگ رہنے میں حکمت یہ ہے کہ اللہ عزوجل جزا ہمشکل عمل دیتا ہے، ابوطالب کا سارا بدن حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حمایت میں صَرف رہا، مگر کفر پر ثابت قدمی نے پاؤں پر عذاب مسلّط کیا۔

---

[1] فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ القصص باب قولہ انک لاتہدی الخ مصطفی البابی مصر ١٠/ ١٢٣

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ٣/ ٥٠
صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار باب قصۃ ابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ١/ ٥٤٨
صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب " " " ١/ ١١٥

[3] المواہب اللدنیۃ بحوالہ ابن اسحٰق ١/ ٢٦٣ و ارشاد الساری بحوالہ ابن اسحٰق تحت الحدیث ٣٨٨٥ ٨/ ٣٥١

[4] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری مناقب الانصار باب قصۃ ابی طالب حدیث ٣٨٨٥ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٧/ ٢٤
ارشاد الساری بحوالہ السہیلی تحت الحدیث ٣٨٨٥ ٨/ ٣٥١ و المواہب اللدنیۃ بحوالہ السہیلی ١/ ٢٦٤

www.alahazratnetwork.org

اسی طرح تیسیر[32] شرح جامع صغیر وغیرہ میں ہے۔

حدیث ششم: بزار وابویعلٰی وابن عدی وتمام حضرت جابر[33] بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قیل للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھل نفعت اباطالب قال اخرجتہ من غمرۃ جہنم الٰی ضحضاح منھا۔[1]

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی گئی، حضور نے ابوطالب کو کچھ نفع دیا؟ فرمایا: میں نے اُسے دوزخ کے غرق سے پاؤں کی آگ میں کھینچ لیا۔

امام عینی[34] عمدہ میں فرماتے ہیں:

فان قلت اعمال الکفرۃ ھباء منثور لافائدۃ فیھا قلت ھذا النفع من برکۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وخصائصہ۔[2]

اس کا بھی وہی مطلب ہے کہ ابوطالب کو یہ نفع ملنا صرف حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی برکت سے ہے ورنہ کافروں کے اعمال تو غبار ہیں ہوا پر اُڑائے ہوئے۔

حدیث ہفتم: طبرانی حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی:

ان الحارث بن ھشام اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوم حجۃ الوداع فقال یارسول اللہ انی کنت علٰی صلۃ الرحم والاحسان الی الجار وایواء الیتیم واطعام الضیف واطعام المسکین وکل ھذا قد کان یفعلہ ھشام بن المغیرۃ فما ظنک بہ یارسول اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی وسلم کل قبر لایشھد صاحبہ ان لا الٰہ الا اللہ فھو جذوۃ من النار وقد وجدت

یعنی حارث بن ہشام رضی اللہ تعالٰی نے روزِ حجۃ الوداع حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی: یارسول اللہ! میں ان باتوں پر عمل کرتا ہوں رشتہ داروں سے نیک سلوک، ہمسایہ سے اچھا برتاؤ، یتیم کو جگہ دینا، مہمان کو مہمانی دینا، محتاج کو کھانا کھلانا، اور میرا باپ ہشام یہ سب کام کرتا تھا تو حضور کا اُس کی نسبت کیا گمان ہے؟ فرمایا: جو قبر جس کا مُردہ لا الٰہ الا اللہ نہ مانتا ہو وہ دوزخ کا انگارا ہے، میں نے خود اپنے چچا ابوطالب کو

---

[1] مسند ابویعلٰی الموصلی عن مسند جابر بن عبداللہ حدیث ۲۰۴۳ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۲/۳۹۹

[2] عمدۃ القاری کتاب مناقب الانصار تحت الحدیث ۳۸۸۳ دارالکتب العلمیۃ " ۱۲/۲۳

www.alahazratnetwork.org

عمی اباطالب فی طمطام من النار فاخرجہ اللہ لمکانہ منی واحسانہ الیّ فجعلہ فی ضحضاح من النار۔[1]	سر سے اونچی آگ میں پایا، میری قرابت وخدمت کے باعث اللہ تعالٰی نے اُسے وہاں سے نکال کر پاؤں تک آگ میں کردیا۔

مجمع بحار الانوار میں بعلامت کاف امام کرمانی شارح بخاری سے منقول،

نفع اباطالب اعمالہ ببرکتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وان کان اعمال الکفرۃ ہباء منثورا۔[2]	یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی برکت سے ابوطالب کے اعمال نفع دے گئے ورنہ کافروں کے کام تو زرے برباد ہوتے ہیں۔

حدیث ہشتم: امام احمد مسند اور امام بخاری ومسلم اپنی صحاح میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اھون اھل النار عذابا ابوطالب وھو منتعل بنعلین من نار یغلی منھما دماغہ۔[3]	بیشک دوزخیوں میں سب سے کم عذاب ابوطالب پر ہے وہ آگ کے دو جوتے پہنے ہوئے ہے جس سے اس کا دماغ کھولتا ہے۔

نیز صحیحین میں نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی روایت سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اھون اھل النار عذابا من لہ نعلان وشراکان من نار یغلی منھما دماغہ کما یغلی المرجل ما یرٰی ان احدا اشد منہ عذابا وانہ لاھونھم عذابا۔[4]	دوزخ میں سب سے ہلکے عذاب والا وہ ہے جسے آگ کے دو جوتے اور دو تسمے پہنائے جائیں گے جن سے اس کا دماغ دیگ کی طرح جوش مارے گا وہ یہ سمجھے گا کہ سب سے زیادہ سخت عذاب اسی پر ہے حالانکہ اس پر سب سے ہلکا عذاب ہوگا۔

اسی حدیث میں امام احمد کی روایت یوں ہے:

[1] المعجم الکبیر عن ام سلمہ حدیث ۹۶۲ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۳/ ۴۰۵
المعجم الاوسط حدیث ۷۳۸۵ مکتبۃ المعارف ریاض ۸/ ۱۹۰
[2] مجمع بحار الانوار
[3] صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۱۱۵
[4] صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۱۱۵

www.alahazratnetwork.org

يوضع فى اخمص قدميه جمرتان يغلى منهما دماغه[1] | اُس کے تلووں میں انگارے رکھے جائیں گے جس سے بھیجا اُبلے گا۔

اور صحیحین میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

يقول الله لاهون اهل النار عذابا يوم القيٰمة لوان لك ما فى الارض من شئ اكنت تفتدى به، فيقول نعم، فيقول اردت منك اهون من هذا وانت فى صلب اٰدم ان لاتشرك بى شيئا فابيته ان لاتشرك بى[2] | دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والے سے اللہ عزوجل فرمائے گا تمام زمین میں جو کچھ ہے اگر تیرا ملک ہوتا تو کیا اُسے اپنے فدیہ میں دے کر عذاب سے نجات مانگنے پر راضی ہوتا؟ وہ عرض کرے گا ہاں۔ فرمائے گا میں نے تو تجھ سے روزِ میثاق جبکہ تو پشتِ آدم میں تھا اس سے بھی ہلکی اور آسان بات چاہی تھی کہ کسی کو میرا شریک نہ کرنا مگر تُو نے نہ مانا بغیر میرا شریک ٹھہرائے ہوئے۔

اس حدیث سے بھی ابوطالب کا شرک پر مرنا ثابت ہے۔

کتاب الخمیس فی احوال انفس نفیس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں ہے:

قيل ان النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم مسح اباطالب بعد موته والتى تحت قدميه ولذا ينتعل بنعلين من النار[3] | یعنی کہا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد مرگ ابوطالب کے بدن پر دستِ اقدس پھیر دیا تھا مگر تلووں پر ہاتھ پھیرنا یاد نہ رہا اس لئے ابوطالب کو روزِ قیامت آگ کے دو جُوتے پہنائے جائیں گے (باقی جسم برکتِ دستِ اقدس محفوظ رہے گا)

حدیث نہم: امام شافعی و امام احمد و امام اسحٰق بن راہویہ و ابوداؤد طیالسی اپنی مسانید اور ابن سعد

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن نعمان بن بشیر المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۲۷۴

[2] صحیح البخاری کتاب الرقاق باب صفۃ الجنۃ والنار قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۷۰
صحیح مسلم کتاب صفۃ المنافقین باب فی الکفار " " ۲/ ۳۷۴
مشکوٰۃ المصابیح باب صفۃ النار واھلھا الفصل الاول قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۵۰۲

[3] تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس وفاۃ ابی طالب مؤسسۃ شعبان بیروت ۱/ ۳۰۰

www.alahazratnetwork.org

طبقات اور ابوبکر بن ابی شیبہ مصنف اور ابوداؤد و نسائی سنن اور ابن خزیمہ اپنی صحیح اور ابن الجارود منتقی اور مروزی کتاب الجنائز اور بزار و ابویعلٰی مسانید اور بیہقی سنن میں بطرق عدیدہ حضرت سیدنا امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے راوی:

قال قلت للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان عمک الشیخ الضال قد مات قال اذھب فوار اباک[1]

یعنی میں نے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی: یا رسول اللہ! حضور کا چچا وہ بڈھا گمراہ مر گیا۔ فرمایا: جا اسے دبا آ۔

ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے مولا علی نے عرض کی:

ان عمک الشیخ الکافر قد مات فما تری فیہ، قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اری ان تغسلہ وامرہ بالغسل[2]

حضور کا چچا وہ بڈھا کافر گیا اس کے بارے میں حضور کی کیا رائے ہے یعنی غسل وغیرہ دیا جائے یا نہیں؟ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: نہلا کر دبا دو۔

امام شافعی کی روایت میں ہے:

فقلت یارسول اللہ انہ مات مشرکا قال اذھب فوارہ[3]

میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! وہ تو مشرک مرا۔ فرمایا: جاؤ، دبا آؤ۔

امام الائمہ ابن خزیمہ نے فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔

امام حافظ الشان اصابہ فی تمییز الصحابہ میں فرماتے ہیں: صححہ ابن خزیمۃ[4] (ابن خزیمہ نے اس کی تصحیح کی ہے۔ ت)

---

[1] نصب الرایۃ بحوالہ الشافعی واسحٰق بن راہویہ وابی داؤد الطیالسی وغیرہم کتاب الصلوٰۃ فصل فی الصلوٰۃ علی المیت الحدیث الحادی العشر النوریۃ الرضویۃ پبلشنگ کمپنی لاہور ۲/ ۲۸۹ و ۲۹۰
سنن ابی داؤد کتاب الجنائز باب الرجل یموت لہ قرابۃ مشرک آفتاب عالم پریس ۲/ ۱۰۲
مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۲۹ و ۱۳۰
السنن الکبرٰی کتاب الجنائز باب المسلم یغسل ذا قرابتہ دار صادر بیروت ۳/ ۳۹۸

[2] المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب الجنائز باب فی الرجل یموت لہ قرابۃ المشرک ادارۃ القرآن کراچی ۳/ ۳۴۸

[3] نصب الرایہ بحوالہ الشافعی کتاب الصلوٰۃ فصل فی الصلوٰۃ علی المیت النوریۃ الرضویۃ لاہور ۲/ ۲۹۰

[4] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الطاء ابوطالب دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۷

www.alahazratnetwork.org

اس حدیثِ جلیل کو دیکھئے ابوطالب کے مرنے پر خود امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں کہ حضور کا وہ گمراہ کافر چچا مرگیا، حضور اس پر انکار نہیں فرماتے نہ خود جنازے میں تشریف لے جاتے ہیں، ابوطالب کی بی بی امیر المومنین کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالٰی عنہا نے جب انتقال کیا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی چادر و قمیص مبارک میں انھیں کفن دیا، اپنے دستِ مبارک سے لحد کھودی، اپنے دستِ مبارک سے مٹی نکالی، پھر ان کے دفن سے پہلے خود اُن کی قبر مبارک میں لیٹے اور دُعا کی:

اللہ الذی یحیی ویمیت وھو حی لایموت اغفر لاُمّی فاطمۃ بنت اسد ووسّع علیھا مدخلھا بحق نبیک والانبیاء الذین من قبلی، فانک ارحم الراحمین[1]۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط وابن حبان والحاکم وصححہ وابونعیم فی الحلیۃ عن انس ونحوہ ابن ابی شیبۃ عن جابر والشیرازی فی الالقاب وابن عبدالبر وابونعیم فی المعرفۃ والدیلمی بسند حسن عن ابن عباس وابن عساکر عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

اللہ جلاتا ہے اور مارتا ہے اور خود زندہ ہے کہ کبھی نہ مرے گا، میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخش دے اور اُن کی قبر وسیع کر صدقہ اپنے نبی کا اور مجھ سے پہلے انبیاء کا، تو سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔ (روایت کیا اس کو طبرانی نے کبیر و اوسط میں، ابن حبان نے، حاکم نے اور اس نے اس کی تصحیح کی، ابونعیم نے حلیہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور اس کی مثل ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، شیرازی نے القاب میں، ابن عبدالبر نے، ابونعیم نے معرفہ میں، دیلمی نے سندِ حسن کے ساتھ ابن عباس سے اور ابن عساکر نے حضرت علی سے، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ ت)

کاش ابوطالب مسلمان ہوتے تو کیا سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُن کے جنازہ میں تشریف نہ لیجاتے، صرف اتنے ہی ارشاد پر قناعت فرماتے کہ "جاؤ اسے دبا آؤ"۔ امیر المومنین کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کی قوتِ ایمان دیکھئے کہ خاص اپنے باپ نے انتقال کیا ہے اور خود حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غسل کا فتوٰی دے رہے ہیں، اور یہ عرض کرتے ہیں کہ "یارسول اللہ! وہ تو مشرک مرا۔" ایمان ان بندگانِ خدا کے تھے کہ اللہ ورسول کے مقابلہ میں باپ بیٹے کسی سے کچھ علاقہ نہ تھا، اللہ ورسول کے مخالفوں کے دشمن تھے اگرچہ وہ اپنا جگر ہو، دوستانِ خدا و

---

[1] مجمع الزوائد کتاب المناقب باب مناقب بنت اسد دارالکتاب بیروت ۹/ ۲۵۷
کنز العمال حدیث [illegible] مؤسسۃ الرسالہ بیروت [illegible]

www.alahazratnetwork.org

رسول کے دوست تھے اگرچہ اُن سے دُنیوی ضرر ہو۔

اولٰئك كتب فی قلوبهم الايمان و ايدهم بروح منه و يدخلهم جنت تجری من تحتها الانهر خلدين فيها رضی الله عنهم و رضوا عنه اولٰئك حزب الله الا ان حزب الله هم المفلحون[1] جعلنا الله منهم بهم ولهم بفضل رحمة بهم انه هو الغفور الرحيم، والحمد لله رب العلمين وصلى الله تعالٰى على سيدنا ومولٰنا محمد و اٰله واصحابه اجمعين اٰمين!

یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انھیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں، ان میں ہمیشہ رہیں۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ یہ اللہ کی جماعت ہے۔ سُنتا ہے اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہے۔ اللہ تعالٰی ہمیں ان کے صدقے میں ان میں سے کردے۔ بیشک وہ ہی بہت بخشنے والا مہربان ہے۔ اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا، اور درود نازل فرمائے اللہ تعالٰی ہمارے آقا محمد مصطفٰے، آپ کی آل اور آپ کے تمام صحابہ پر، اے اللہ! ہماری دُعا قبول فرما! (ت)

حدیث دہم: بخاری و مسلم اپنی صحاح اور ابن ماجہ اپنی سُنن اور طحاوی شرح معانی الآثار اور اسمٰعیلی مستخرج علی صحیح البخاری میں بطریق امام علی بن حسین زین العابدین عن عمرو بن عثمان الغنی رضی اللہ تعالٰی عنہم سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی،

انه قال يا رسول الله اين تنزل فی دارك بمكة فقال وهل ترك عقيل من رباع اودور وكان عقيل ورث اباطالب هو وطالب ولم يرثه جعفر ولا علی رضی الله تعالٰی عنهما شيئا لانهما كانا مسلمين وكان عقيل وطالب كافرين فكان عمر بن الخطاب رضی الله تعالٰی عنه يقول لا يرث

یعنی انھوں نے خدمتِ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں عرض کی کہ یارسول اللہ! حضور کل مکہ معظمہ میں اپنے محلے کے کون سے مکان میں نزول اجلال فرمائیں گے۔ فرمایا: کیا ہمارے لئے عقیل نے کوئی محلہ یا مکان چھوڑدیا ہے۔ امام زین العابدین نے فرمایا: ہُوا یہ تھا کہ ابوطالب کا ترکہ عقیل اور طالب نے پایا، اور جعفر و علی

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲

www.alahazratnetwork.org

المؤمن الکافر[1]، ولفظ ابن ماجۃ والطحاوی فکان عمر من اجل ذلک یقول[2] الخ ولفظ الاسماعیلی فمن اجل ذلک کان عمر یقول[3]

رضی اللہ تعالٰی عنہما کو کچھ نہ ملا۔ یہ دونوں حضرات وقتِ موتِ ابی طالب مسلمان تھے اور طالب کافر تھا اور عقیل رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی اُس وقت تک ایمان نہ لائے تھے۔ اسی بناء پر امیرالمؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرمایا کرتے کہ کافر کا ترکہ مسلمان کو نہیں پہنچتا۔

تنبیہ: لاشک ان قولہ وکان عقیل ورث اباطالب مدرج فی الحدیث ولم یبین قائلہ فی الکتب الذی ذکرنا واخترت انا انہ الامام زین العابدین رضی اللہ تعالٰی عنہ و قال الامام العینی فی العمدۃ قولہ وکان عقیل ادرج من بعض الرواۃ ولعلہ من اسامۃ کذا قال الکرمانی[4] اھ والصواب ما ذکرتہ وقد کتبت علی ھامش العمدۃ ما نصہ۔

تنبیہ: اس میں شک نہیں کہ اس کا قول "اور عقیل وارث ہوا ابوطالب کا" حدیث میں داخل کیا گیا اس کا قائل ان کتابوں میں مذکور نہیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اور میں نے اختیار کیا ہے کہ وہ امام زین العابدین رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں۔ امام عینی نے عمدۃ القاری میں کہا کہ اس کا قول "وکان عقیل" بعض راویوں کی طرف سے حدیث میں داخل کیا گیا ہے ممکن ہے یہ ادراج و ادخال اسامہ کی طرف سے ہو۔ کرمانی نے یوں ہی کہا ہے اھ، اور درست وہی ہے جو میں نے ذکر کیا، اور میں نے عمدۃ القاری پر حاشیہ لکھا جس کی صراحت یہ ہے۔ (ت)

اقول بل ھو من علی بن حسین بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہم، بینہ

میں کہتا ہوں بلکہ وہ علی بن حسین بن علی ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم، اس کہ امام مالک نے اپنی کتاب موطا

---

[1] صحیح البخاری کتاب المناسک باب توریث دور مکۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۱۶
صحیح مسلم کتاب الحج باب النزول بمکۃ وتوریث دورھا " " " ۱/۴۳۶

[2] سنن ابن ماجہ ابواب الفرائض باب میراث اھل الاسلام من اھل الشرک ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۲۰۲

[3]

[4] عمدۃ القاری کتاب المناسک باب توریث دور مکۃ الخ تحت الحدیث ۱۵۸۸ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۹/۳۲۴

www.alahazratnetwork.org

مالك فی مؤطاه فانه اسند اولا عن ابن شهاب بالسند المذکور فی الکتاب اعنی صحیح البخاری ان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال لا یرث المسلم الکافر[1] ثم قال مالك عن ابن شهاب عن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب انه اخبره انما ورث ابا طالب عقیل و طالب ولم یرثه علی قال علی فلذٰلك ترکنا نصیبنا من الشعب[2] اه وھکذا رواه محمد فی مؤطاه عن مالك مفرقا مصرحا فقد بین واحسن احسن الله الیه والینا به اٰمین!

میں بیان فرمایا ہے، پہلے اس کو امام مالک نے ابن شہاب سے کتاب یعنی صحیح بخاری میں مذکور سند کے ساتھ ذکر کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کافر کا وارث نہیں بنتا اھ۔ پھر کہا مالک نے ابن شہاب سے روایت کی اس نے علی بن حسین بن علی بن ابو طالب سے، اس نے خبر دی کہ عقیل اور طالب ابو طالب کے وارث بنے جبکہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ اُس کے وارث نہ بنے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا یہی وجہ ہے کہ ہم نے شعب ابی طالب سے اپنا حصہ ترک کردیا۔ اسی طرح امام محمد نے اپنی کتاب مؤطا میں امام مالک سے جدا جدا روایت کیا۔ انہوں نے خوب ظاہر کیا اور احسان کیا، اللہ تعالٰی ان پر اور ہم پر احسان فرمائے۔ آمین! (ت)

حدیث یازدہم: عمر بن شبہ کتاب مکہ میں اور ابویعلٰی و ابوبشر اور سمویہ اپنے فوائد اور حاکم مستدرک میں بطریق محمد بن سلمہ بن ہشام بن حسان عن محمد بن سیرین قصۂ اسلام ابی قحافہ والد امیر المؤمنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہما میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی سے راوی:

قال فلما مد یده یبایعه بکی ابوبکر فقال النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم ما یبکیك قال لان تکون ید عمك مکان یده ویسلم ویقر

یعنی جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنا دست انور ابو قحافہ سے بیعت اسلام لینے کیلئے بڑھایا، صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ روئے، حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں روتے ہو؟ عرض کی، ان کے ہاتھ کی جگہ آج حضور کے

---

[1] مؤطا امام مالک کتاب الفرائض باب میراث اہل الملل میر محمد کتب خانہ کراچی ص ٦٦٦

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍

www.alahazratnetwork.org

اللہ عینك احب الی من ان یکون[1]

چچا کا ہاتھ ہوتا اور ان کے اسلام لانے سے اللہ تعالٰی حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی آنکھ ٹھنڈی کرتا تو مجھے اپنے باپ کے مسلمان ہونے سے زیادہ یہ بات عزیز تھی۔

حاکم نے کہا: یہ حدیث برشرطِ شیخین صحیح ہے۔ حافظ الشان نے اصابہ میں اسے مسلّم رکھا اور فرمایا: سندہ صحیح[2] (اس کی سند صحیح ہے۔ ت)

حدیث دوازدہم: ابو قرہ موسٰی بن طارق وہ موسٰی بن عبیدہ وہ عبداللہ بن دینار وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال جاء ابوبکر بابی قحافۃ یقودہ یوم فتح مکۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا ترکت الشیخ حتی ناتیہ قال ابوبکر اردت ان یأجرہ اللہ والذی بعثك بالحق لانا کنت اشد فرحا باسلام ابی طالب لوکان اسلم منی بابی[3]

یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ فتح مکہ کے دن ابو قحافہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے خدمتِ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر لائے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اس بوڑھے کو وہیں کیوں نہ رہنے دیا کہ ہم خود اس کے پاس تشریف فرما ہوتے، صدیق نے عرض کی کہ میں نے چاہا کہ اللہ ان کو اجر دے قسم اس کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا ہے مجھے اپنے باپ کے مسلمان ہونے سے زیادہ ابو طالب کے مسلمان ہونے کی خوشی ہوتی اگر وہ اسلام لے آتے۔ (ت)

اللہ اللہ یہ محبوب ہیں فنائے مطلق کا مرتبہ ہے صدق اللہ "والذین اٰمنوا اشد حبا للہ"[4] (اللہ تعالٰی نے سچ فرمایا اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی کی محبت نہیں۔ ت) اسی طرح

---

[1] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ بحوالہ عمر بن شبہ وغیرہ ذکر ابی طالب دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۶
[2] " " " " " " " ۴/ ۱۱۶
[3] " " " بحوالہ ابی قرۃ وغیرہ " " " ۴/ ۱۱۷
[4] القرآن الکریم ۲/ ۱۶۵

www.alahazratnetwork.org

امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ عمِ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کہا:

انا باسلامك اذا اسلمت افرح منی باسلام الخطاب۔ ذکرہ ابن اسحٰق[1] فی سیرتہ۔

مجھے آپ کے اسلام کی جتنی خوشی ہوئی اپنے باپ خطاب کے اسلام کی اتنی نہ ہوتی (اس کو ابو اسحٰق اس کی سیرت میں ذکر کیا۔ ت)

حدیث سیزدہم: یونس بن بکیر فی زیادات مغازی ابن اسحٰق عن یونس بن عمرو عن ابی السفر[1]،

قال بعث ابو طالب الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال اطعمنی من عنب جنتك فقال ابوبکر ان اللہ حرمها علی الکافرین[2]۔

یعنی ابو طالب نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کر بھیجی کہ مجھے اپنی جنت کے انگور کھلائیے۔ اس پر صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: بے شک اللہ نے انہیں کافروں پر حرام کیا ہے۔

حدیث چہاردہم: الواحدی من حدیث موسٰی بن عبیدۃ قال اخبرنا محمد[3] بن کعب القرظی،

قال بلغنی انه لما اشتکی ابو طالب شکواہ التی قبض فیها قالت له قریش ارسل الی ابن اخیك یرسل الیك من هٰذہ الجنة التی ذکرها یکون لك شفاء فارسل الیه فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ان اللہ حرمها علی الکافرین طعامها وشرابها ثم اتاہ فعرض علیه الاسلام، فقال لولا ان تعیربها

یعنی ابو طالب کے مرض الموت میں کافرانِ قریش نے صلاح دی کہ اپنے بھتیجے (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) سے عرض کرو کہ جنت جو وہ بیان کرتے ہیں اس میں سے تمہارے لئے کچھ بھیج دیں کہ تم شفا پاؤ۔ ابو طالب نے عرض کر بھیجی۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جواب دیا کہ اللہ تعالٰی نے جنت کا کھانا پانی کافروں پر حرام کیا ہے۔ پھر تشریف لاکر ابو طالب پر اسلام پیش کیا۔ ابو طالب نے کہا، لوگ حضور پر طعنہ کرینگے کہ

---

[1] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ بحوالہ ابن اسحٰق ذکر ابی طالب دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۷

[2] " " " " " " " ۴/ ۱۱۶

www.alahazratnetwork.org

فقال جزع عمك من الموت لاقررت بها عينك واستغفر له بعد ما مات فقال المسلمون ما یمنعنا ان نستغفر لاٰبائنا ولذوی قرابتنا قد استغفر ابراھیم علیہ السلام لابیہ ومحمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعمہ فاستغفروا للمشرکین حتی نزلت ما کان للنبی والذین اٰمنوا الاٰیۃ۔

حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کا چچا موت سے گھبراگیا اس کا خیال نہ ہوتا تو میں حضور کی خوشی کردیتا۔ جب وُہ مرگئے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے لئے دُعائے مغفرت کی، مسلمانوں نے کہا ہمیں اپنے والدوں قریبوں کے لئے دعائے بخشش سے کون مانع ہے، ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے باپ کے لئے استغفار کی، محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے چچا کے لئے استغفار کررہے ہیں۔ یہ سمجھ کر مسلمانوں نے اپنے اقارب مشرکین کے واسطے دعائے مغفرت کی۔ اللہ عزوجل نے آیت اتاری کہ مشرکوں کے لئے یہ دُعا نہ نبی کو روا نہ مسلمانوں کو جب کہ روشن ہوگیا کہ وہ جہنمی ہیں ــــــ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

حدیث پانزدہم ۵۴: ابونعیم حلیہ میں امیر المؤمنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

کانت مشیئۃ اللہ عزوجل فی اسلام عمی العباس ومشیتی فی اسلام عمی ابی طالب فغلبت مشیۃ اللہ مشیتی۔[2]

اللہ تعالٰی نے میرے چچا عباس کا مسلمان ہونا چاہا اور میری خواہش یہ تھی کہ میرا چچا ابوطالب مسلمان ہو، اللہ تعالٰی کا ارادہ میری خواہش پر غالب آیا کہ ابوطالب کافر رہا اور عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ مشرف باسلام ہوئے ــ فللّٰہ الحجۃ البالغۃ۔

فصل سوم

چون ۵۵ اقوال ائمہ کرام وعلمائے اعلام اُوپر گزرے اور بعد کلام خدا و رسول جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیا حالت منتظرہ باقی ہے خاتمہ کا حال خدا و رسول سے زیادہ کون جانے، عزمجدہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

---

[1]

[2] کنز العمال برمز ابی نعیم عن علی حدیث ۳۳۴۳۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۱۵۲

مگر تکثیر فوائد و تسکین زائد کے لئے بعض اور بھی کہ سرِ دست پیشِ نظر ہیں اضافہ کیجئے کہ زیادت خیر زیادت خیر ہے۔ وباللہ التوفیق۔

۵۵ امام الائمہ مالک الازمہ، کاشف الغمہ، سراج الامہ، سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

ابوطالب عمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مات کافرا[1]۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کی موت کفر پر ہوئی۔ والعیاذ باللہ۔

۵۶ امام برہان الدین علی بن ابی بکر فرغانی ہدایہ میں فرماتے ہیں:

اذا مات الکافر ولہ ولی مسلم فانہ یغسلہ ویکفنہ ویدفنہ بذلک امر علی رضی اللہ تعالٰی عنہ فی حق ابیہ ابی طالب لکن یغسل غسل الثوب النجس ویلف فی خرقۃ ویحفر حفیرۃ من غیر مراعاۃ سنۃ التکفین واللحد ولا یوضع فیہ بل یلقی[2]۔

جب کافر مرجائے اور اس کا کوئی مسلمان رشتہ دار موجود ہو تو وہ اس کو غسل دے، کفن پہنائے اور دفن کرے۔ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اُن کے باپ ابوطالب کے بارے میں ایسا ہی حکم دیا گیا۔ لیکن اس کو غسل ایسے دیا جائے جیسے پلید کپڑے کو دھویا جاتا ہے، اور کسی کپڑے میں لپیٹ دیا جائے اور اس کے لئے گڑھا کھودا جائے، کفن پہنانے اور لحد بنانے کی سنّت ملحوظ نہ رکھی جائے، اور نہ ہی اسکو گڑھے میں رکھا جائے بلکہ پھینکا جائے۔ (ت)

۵۷ امام ابوالبرکات عبداللہ نسفی کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں:

مات کافر یغسلہ ولیہ المسلم ویکفنہ ویدفنہ والاصل فیہ انہ لما مات ابوطالب اتی علی رضی اللہ تعالٰی عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقال ان عمک الشیخ الضال

کافر مرجائے تو اس کا مسلمان رشتہ دار اس کو غسل دے، کفن پہنائے اور دفن کرے۔ اس میں اصل یہ ہے کہ جب ابوطالب مرگئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ آپ کا بوڑھا گمراہ چچا

---

[1] الفقہ الاکبر مع وصیت نامہ ملک سراج الدین اینڈ سنز پبلشرز کشمیری بازار لاہور ص ۲۱

[2] الہدایۃ باب الجنائز فصل فی الصلٰوۃ علی المیت المکتبۃ العربیۃ دستگیر کالونی کراچی ۱/ ۹۲-۱۶۱

www.alahazratnetwork.org

قد مات فقال اغسلہ واکفنہ و ادفنہ و لا تحدث حدثا حتی تلقانی ای لا تصل علیہ[1] الخ۔

مرگیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اُس کو غسل دو، کفن پہناؤ اور دفن کرو اور کوئی نئی چیز نہ کرنا یہاں تک کہ مجھے آملو یعنی اس کی نمازِ جنازہ مت پڑھنا الخ۔ (ت)

علامہ ابراہیم حلبی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں :

مات للمسلم قریب کافر لیس لہ ولی من الکفار یغسلہ غسل الثوب النجس ویلفہ فی خرقۃ و یحفر لہ حفرۃ ویلقیہ فیہا من غیر مراعاۃ السنۃ فی ذٰلک لما روی ان اباطالب لما ھلک جاء علی فقال یا رسول اللہ عمک الضال قد مات[2] الخ۔

مسلمان کا کوئی قریبی کافر رشتہ دار مر گیا، اس کا کافروں میں کوئی وارث موجود نہیں ہے تو وہ مسلمان اُسے غسل دے جیسے پلید کپڑے کو دھویا جاتا ہے، ایک کپڑے میں لپیٹے اور ایک گڑھا کھود کر اُس میں پھینک دے اور اس سلسلے میں سنّت کا لحاظ نہ کرے کیونکہ مروی ہے کہ جب ابوطالب کا انتقال ہوا تو حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آکر کہا یا رسول اللہ! آپ کا گمراہ چچا مرگیا ہے الخ۔

علامہ ابراہیم طرابلسی برہان شرح مواہب الرحمٰن پھر علامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں زیر قول نور الایضاح ان کان للکافر قریب مسلم غسلہ (اگر کسی کافر کا کوئی قریبی رشتہ دار مسلمان ہو تو وہ اس کو غسل دے۔ ت) فرماتے ہیں :

الاصل فیہ ما رواہ ابوداؤد وغیرہ عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ قال لما مات ابوطالب[3] الحدیث۔

اصل اس میں وہ حدیث ہے جس کو ابوداؤد وغیرہ نے حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ جب ابوطالب مرگیا تو انھوں نے کہا، الحدیث۔ (ت)

علامہ زین بن نجیم مصری بحرالرائق میں فرماتے ہیں :

یغسل ولی مسلم الکافر و یکفنہ و

مسلمان رشتہ دار کافر کو غسل دے، کفن پہنائے اور

---

[1] الکافی شرح الوافی
[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الجنائز سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۰۳
[3] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب احکام الجنائز فصل السلطان احق بصلٰوتہ نور محمد کارخانہ کراچی ص ۳۲۹ و ۳۳۰

www.alahazratnetwork.org

يدفنه بذٰلك امر علی رضی اللّٰه تعالٰی عنه ان يغسل اباه حين مات[1] دفن کرے۔ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ایسا کرنے کا حکم دیا گیا جب اُن کا باپ مرگیا۔ (ت)

ان سب عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ مسلمان اپنے قرابتدار کافر مُردہ کو نہلا سکتا ہے کہ مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ نے اپنے باپ ابوطالب کو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اجازت سے نہلایا۔

فتح القدیر و کفایہ و بنایہ وغیرہا تمام شروحِ ہدایہ میں اِس مضمون کو مقبول و مقرر رکھا۔ کتبِ فقہ میں اسکی عبارات بکثرت ملیں گی سب کی نقل سے اطالت کی حاجت نہیں۔ واضح ہُوا کہ سب علمائے کرام ابوطالب کو کافر جانتے ہیں۔ یُونہی امام ابوداؤد نے اپنی سُنن میں باب الرجل يموت له قرابة مشرك[2] وضع فرمایا یعنی باب اُس شخص کا جس کا کوئی قرابت دار مشرک مرے۔ اور امام نسائی نے باب مواراة المشرك[3] یعنی دفنِ مشرک کا باب، اور دونوں نے اُس میں یہی حدیث موتِ ابی طالب ذکر کی، انھیں نسائی کے اِسی مجتبٰی میں ایک باب النھی عن الاستغفار للمشرکین[4] ہے اس میں حدیث دوم روایت کی، ابن ماجہ[5] نے سُنن میں باب میراث اھل الاسلام من اھل الشرك لکھا یعنی مشرک کا ترکہ مسلم کو ملے گا یا نہیں؛ اس میں حدیث دوم وارد کی۔

امام اجل صاحب المذہب سیدنا امام مالک[6] نے مؤطا شریف میں باب التوارث بين اهل الملل منعقد فرمایا یعنی مختلف دین والوں میں ایک کو دوسرے کا ترکہ ملنے کا حکم، اور اس میں حدیثیں مسلم و کافر کے عدمِ توارث کی روایت فرمائیں جن میں یہ حدیث امام زین العابدین دربارۂ ترکہ ابوطالب مذکور حدیث دہم بھی ارشاد کی۔

یونہی امام محرر المذہب سیدنا امام محمد نے مؤطا شریف میں باب لايرث المسلم الكافر منعقد فرماکر حدیث[7] مذکور ایراد کی۔

---

[1] بحرالرائق کتاب الجنائز فصل السلطان احق بصلٰوته ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۹۰

[2] سُنن ابی داؤد ؍؍ باب الرجل یموت لہ الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۰۲

[3] سُنن النسائی ؍؍ باب مواراة المشرک نور محمد کارخانہ کراچی ۱/۲۸۳

[4] ؍؍ ؍؍ باب النہی عن الاستغفار للمشرکین ؍؍ ؍؍ ۱/۲۸۶

[5] سُنن ابن ماجہ ابواب الفرائض باب میراث اہل الاسلام من اہل الشرک ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۰

[6] مؤطا الامام مالک کتاب الفرائض باب میراث اہل الملل میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۶۹۶

[7] مؤطا الامام محمد ؍؍ باب لایرث المسلم الکافر نور محمد کارخانہ کراچی ص ۳۱۹ و ۳۲۰

www.alahazratnetwork.org

44 امام اجل محمد بن اسمٰعیل بخاری نے جامع صحیح کتاب الجنائز میں ایک باب وضع فرمایا باب اذا قال المشرك عند الموت لا الٰہ الا اللہ[1] یعنی باب اس کے بیان کا کہ مشرک مرتے وقت لا الٰہ الا اللہ کہے تو کیا حکم ہے، اور اس میں حدیث دوم روایت فرمائی۔ اُسی کی کتاب الادب میں لکھا باب کنیۃ المشرك[2] اس میں حدیث چہارم روایت اور حدیث مذکور،

سمعت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول وھو علی المنبران بنی ھاشم بن المغیرۃ استاذنونی ان ینکحوا ابنتھم علی بن ابی طالب[3]۔

میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا جبکہ آپ منبر پر تشریف فرما تھے کہ بنی ہاشم بن مغیرہ نے مجھ سے اجازت طلب کی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح علی بن ابوطالب کے ساتھ کر دیں۔ (ت)

ذکر کی ــــ امام قسطلانی نے تطبیقِ حدیث و ترجمہ میں لکھا فذکر ابا طالب المشرك بکنیتہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ابوطالب مشرک کو کنیت سے یاد فرمایا۔ پھر لکھا:

قد جوزوا ذکر الکافر بکنیتہ اذا کان لایعرف الابھا کما فی ابی طالب اوکان علٰی سبیل التألف رجاء اسلامھم او تحصیل منفعۃ منھم لاعلی سبیل التکریم فانا مامورون بالاغلاظ علیھم[4]۔

علماء نے کافر کو کنیت سے ذکر کرنا جائز رکھا جب کہ وہ اور نام سے نہ پہچانا جائے جیسے ابوطالب یا بامید اسلام تالیف مقصود یا کام نکالنا ہو مگر بطور تکریم جائز نہیں کہ ہمیں ان پر سختی کرنے کا حکم ہے۔

عمدۃ القاری میں ہے:

قال ابن بطال فیہ جواز تکنیۃ المشرك[5]

امام ابن بطال نے فرمایا: اس حدیث سے مشرک کو بلفظ کنیت یاد کرنے کا جواز معلوم ہوا۔

اُسی میں ہے:

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب اذا قال المشرک عند الموت الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۱

[2] " کتاب الادب باب کنیۃ المشرک " " " ۲/۹۱۶

[3] " کتاب النکاح باب ذب الرجل عن ابنتہ فی الغیرہ الخ " " " ۲/۷۸۷

[4] ارشاد الساری کتاب الادب باب کنیۃ المشرک تحت الحدیث ۶۲۰۸ بیروت ۱۳/۲۰۷ و ۲۱۰

[5] عمدۃ القاری شرح البخاری کتاب الادب تحت الحدیث ۶۲۰۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۲/۳۲۹

www.alahazratnetwork.org

فیہ دلالۃ ان اللہ تعالٰی قد یعطی الکافر عوضاً من اعمالہ التی مثلہا یکون قربۃ لاھل الایمان باللہ تعالٰی لانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اخبران عمہ نفعتہ تربیتہ ایاہ وحیاطتہ لہ التخفیف[1] الخ۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل کافر کو بھی اس کے اعمال کا کچھ عوض دیتا ہے جو اہل ایمان کریں تو قربِ الٰہی پائیں۔ دیکھو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خبر دی کہ حضور کے چچا کو حضور کی خدمت وحمایت نے تخفیفِ عذاب کا فائدہ دیا۔الخ

امام عارف باللہ سیدی علی متقی مکی قدس سرہ الملکی نے اپنی کتب جلیلہ منہج العمال وکنز العمال و منتخب کنز العمال میں ایک باب منعقد فرمایا: الباب السادس فی اشخاص لیسوا من الصحابۃ[2] اُن شخصوں کے ذکر میں جو صحابی نہیں۔ اور اسی باب میں ابوطالب وابوجہل وغیرہما ذکر کیا۔

اسی طرح علامہ عبدالرحمٰن بن شیبانی نے تیسیر الوصول الی جامع الاصول میں احادیث ذکر ابی طالب کو فصل غیر صحابہ میں وارد کیا اور اس میں صرف حدیث دوم وچہارم وپنجم کو جلوہ دیا۔ اگر ابوطالب کو اسلام نصیب ہوتا تو کیا وہ شخص صحابہ سے خارج ہو سکتا جس نے بچپن سے حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو گود میں پالا اور مرتے دم تک حضر وسفر کی ہمرکابی سے بہرہ یابی کا غلغلہ ڈالا۔

یونہی امام حافظ الحدیث ابوالفضل شہاب الدین ابن حجر عسقلانی نے کتاب اصابہ فی تمیز الصحابہ میں ابوطالب کو باب الکنٰی حرف الطاء المہملہ کی قسم رابع میں ذکر کیا، یعنی وہ لوگ جنہیں صحابی کہنا مردود وغلط وباطل ہے۔

اسی بحث میں فرماتے ہیں:

وردمن عدۃ طرق فی حق من مات فی الفترۃ ومن ولد مجنونا ونحو ذٰلک ان کلامنہم یدلی بحجۃ ویقول لوعقلت او ذکرت لاٰمنت فترفع لہم نار ویقال لہم ادخلوھا فمن دخلہا

یعنی بہت اسانید سے حدیث آئی کہ جو زمانہ فترت میں اسلام آنے سے پہلے مرگیا یا مجنون پیدا ہوا اور جنون ہی میں گزر گیا اور اسی قسم کے لوگ جنہیں دعوتِ انبیاء علیہم الصلٰوۃ والثناء نہ پہنچی اُن میں ہر ایک روزِ قیامت ایک عذر پیش کرے گا کہ الٰہی! میں عقل رکھتا یا مجھے دعوت پہنچتی تو میں ایمان لاتا، اُن کے امتحان کو ایک

---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب الادب باب کنیۃ المشرک تحت حدیث ۶۲۰۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲۲/ ۳۳۹

[2] کنز العمال الباب السادس فی فضل اشخاص لیسوا من الصحابۃ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۱۵۰

www.alahazratnetwork.org

کانت علیھم بردًا و سلامًا ومن امتنع ادخلھا کرھًا ونحن نرجو ان ید خل عبد المطلب و اٰل بیتہ فی جملۃ من ید خلہا طائعًا فینجو لکن ورد فی ابی طالب ما یدفع ذٰلک وھو ما تقدم من اٰیۃ براءۃ وما فی الصحیح انہ فی ضحضاح من النار فھٰذا شأن من مات علی الکفر فلو کان مات علی التوحید لنجا من النار اصلا والاحادیث الصحیحۃ والاخبار المتکاثرۃ طافحۃ بذٰلک[1] اھ مختصرا۔

آگ بلند کی جائے گی اور ارشاد ہوگا اس میں جاؤ جو حکم مانے گا اور اس میں داخل ہوگا وہ اس پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جائے گی اور جو نہ مانے گا جبرًا آگ میں ڈالا جائے گا، اور ہمیں امید ہے کہ عبد المطلب اور ان کے گھر والے کہ قبل ظہور نورِ اسلام انتقال کر گئے وہ سب اُنھیں لوگوں میں ہوں گے جو اپنی خوشی سے اس امتحانی آگ میں جا کر ناجی ہو جائیں گے، مگر ابو طالب کے حق میں وُہ وارد ہو لیا جو اسے دفع کرتا ہے، سورۂ توبہ شریف کی آیت اور حدیث صحیح کا ارشاد کہ وُہ پاؤں تک کی آگ میں ہے۔ یہ حال اس کا ہے جو کافر مرے، اگر اخیر وقت اسلام لا کر مرا ہوتا تو دوزخ سے نجات کُلی چاہیے تھی، صحیح و کثیر حدیثیں کفرِ ابی طالب ثابت کر رہی ہیں اھ مختصرًا۔

پھر فرمایا:

وقد فخر المنصور علی محمد بن عبد اللّٰہ بن الحسن لما خرج بالمدینۃ وکاتبہ المکاتبات المشھورۃ ومنھا فی کتاب المنصور وقد بعث النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم ولہ اربعۃ اعمام فاٰمن بہ اثنان احدھما ابی وکفر بہ اثنان احدھما ابوك[2]

یعنی جب امام نفس زکیہ محمد بن عبد اللہ بن حسن مجتبٰی رضی اللہ تعالٰی عنہم نے خلیفۂ عباسی عبد اللہ بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما مشہور بہ منصور دوانیقی پر خروج فرمایا اور مدینہ طیبہ پر تسلط کر کے خلیفہ و امیر المومنین لقب پایا اُن میں اور خلیفہ کو رمنصور میں مکاتبات مشہورہ ہوئے، ازاں جملہ منصور نے ایک نامہ میں لکھا جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نبوت ظاہر ہوئی حضور کے چار چچا زندہ تھے حمزہ و عباس و ابو طالب و ابولہب۔ دو حضور پر ایمان لائے ایک اُن میں میرے باپ

---

[1] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الطاء القسم الرابع ابوطالب دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۸

[2] " " " " " " " " " " "

www.alahazratnetwork.org

ہیں یعنی حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ، اور دو کا فر ہے ایک اُن میں آپ کے باپ ہیں یعنی ابوطالب۔

یہ منصور علاوہ خلیفہ و اہلبیت ہونے کے خود بھی علمائے تبع تابعین و فقہاء محدثین سے ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے تاریخ الخلفاء میں انھیں فقیہ النفس وجید المشارکۃ فی العلم لکھا اور فرمایا:

ولد سنۃ خمس وتسعین وادرک جدہ ولم یروعنہ وروی عن ابیہ وعن عطاء بن یسار وعنہ ولدہ المھدی[1]

وہ ۹۵ھ میں پیدا ہوا، اپنے دادا کو پایا مگر ان سے روایت نہیں کی اپنے باپ اور عطاء بن یسار سے روایت کی اور اُس سے اُس کے بیٹے مہدی نے روایت کی۔ (ت)

اور امام اجل نفس زکیہ کو یُوں بے تامل لکھ بھیجنا اور امام کا اس پر رد نہ فرمانا بھی بتا رہا ہے کہ کفرِ ابی طالب واضح و مشہور بات تھی، اصابہ میں اس کے بعد فرمایا، ومن شعر عبد اللہ بن المعتز یخاطب الفاطمیین ؎

وانتم بنو بنتہ دوننا

ونحن بنو عمہ المسلم

یعنی عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن محمد بن ہارون بن محمد بن عبد اللہ بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما یا یُوں کہئے کہ چھ خلفاء کے بیٹے عبد اللہ بن المعتز باللہ ابن المتوکل ابن المعتصم ابن الرشید ابن المھدی ابن المنصور کا ایک شعر بعض ساداتِ کرام کے خطاب میں ہے کہ:

"تم حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نواسے ہو ہم نہیں، اور ہم حضور کے مسلمان چچا کے بیٹے ہیں۔"[2]

اِس میں بھی کفرِ ابی طالب پر صاف تعریض موجود ہے عبد اللہ اہلِ علم و فضل سے ہیں، حدیث میں علی بن حرب معاصر امام بخاری و مسلم کے شاگرد نیز امام ممدوح کتاب الاحکام پھر امام قسطلانی مواہب میں فرماتے ہیں:

نحن نرجو ان یدخل عبد المطلب

ہم امید کرتے ہیں کہ عبد المطلب اور ان کے اہلبیت

---

[1] تاریخ الخلفاء احوال المنصور ابوجعفر عبد اللہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۸۰

[2] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الطاء ترجمہ ۹۸۵ ابوطالب دارصادر بیروت ۴/ ۱۱۸

www.alahazratnetwork.org

وآل بیتہ الجنۃ الا ابا طالب فانہ ادرک البعثۃ ولم یؤمن[1] اھ باختصار۔	سب جنّت میں جائیں گے سوا ابوطالب کے کہ زمانۂ اسلام پایا اور اسلام نہ لائے۔

نیز فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں :

من عجائب الاتفاق ان الذین ادرکھم الاسلام من اعمام النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اربعۃ لم یسلم منھم اثنان واسلم اثنان وکان اسم من لم یسلم ینافی اسامی المسلمین وھما ابوطالب اسمہ عبد مناف وابولھب اسمہ عبد العزّی بخلاف من اسلم وھما حمزۃ والعباس[2]۔	عجائب اتفاق سے ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چار چچا زمانۂ اسلام میں زندہ تھے، دو اسلام نہ لائے اور دو مشرف باسلام ہوئے وہ دو کہ اسلام نہ لائے اُن کے نام بھی پہلے ہی سے مسلمانوں کے نام کے خلاف تھے، ابوطالب کا نام عبدمناف تھا اور ابولہب کا عبدالعزّی، اور دو کہ مسلمان ہوئے ان کے نام پاک وصاف تھے حمزہ وعباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

وکذا اثرہ الزرقانی فی شرح المواھب۔

امام احمد بن محمد خطیب قسطلانی مواہب لدنیہ ومنح محمدیہ میں فرماتے ہیں :

کان العباس اصغر اعمامہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولم یسلم منھم الا ھو وحمزۃ[3]۔	عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سب میں چھوٹے چچا تھے۔ حضور کے اعمام میں صرف یہ اور حضرت حمزہ مسلمان ہوئے وبس۔

امام محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حلیہ شرح منیہ اواخر صلوٰۃ اس مسئلہ کے بیان میں کہ کافر کے لئے دعائے مغفرت ناجائز ہے، آیت دوم تلاوت کرکے فرماتے ہیں :

ثبت فی الصحیحین ان سبب نزول	صحیحین میں ثابت ہوچکا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی

---

[1] المواہب اللدنیۃ قضیۃ نجاۃ والدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رأی المصنف فی المسئلۃ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۱۸۲
الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الطاء ترجمہ ۶۸۵ ابوطالب دارصادر بیروت ۴/۱۱۸

[2] فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب المناقب باب قصۃ ابی طالب مصطفی البابی مصر ۸/۱۹۶
شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ عام الحزن وفاۃ خدیجۃ وابی طالب دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۹۶

[3] المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل الرابع المکتب الاسلامی بیروت ۲/۱۱۱

www.alahazratnetwork.org

الآیۃ قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابی طالب لاستغفرن لك ما لم انہ عنك[1]	علیہ وسلم نے ابوطالب کے لئے دعائے مغفرت کی تھی (یعنی یہ کہا تھا کہ جب تک مجھے منع نہ کیا گیا میں تیرے لئے استغفار کروں گا) اس پر یہ آیت اتری۔

امام محی السنۃ بغوی معالم شریف اول رکوع سورۂ بقرہ میں زیر قولہ تعالٰی ان الذین کفروا سواء علیھم پھر قاضی حسین بن محمد دیاربکری مالکی کتاب الخمیس میں فرماتے ہیں، کفر چار قسم ہے؛ کفر انکار و کفر جحود و کفر عناد و کفر نفاق۔ کفر انکار یہ کہ اللہ عزوجل کو نہ دل سے جانے اور نہ زبان سے مانے، جیسے ابلیس و یہود۔ اور کفر نفاق یہ کہ زبان سے مانے مگر دل میں نہ جانے۔ وکفر العناد ھو ان یعرف اللہ بقلبہ ویعترف بلسانہ ولا یدین بہ ککفر ابی طالب حیث یقول ؎

ولقد علمت بان دین محمد
من خیر ادیان البریۃ دینا
لولا الملامۃ او حذار مسبۃ
لوجدتنی سمحا بذاك مبینا[2]

یعنی کفر عناد یہ کہ اللہ تعالٰی کو دل سے بھی جانے اور زبان سے بھی کہے مگر تسلیم وگرویدگی سے باز رہے جیسے ابوطالب کا کفر کہ یہ شعر کہے:

"واللہ! میں جانتا ہوں کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دین تمام جہان کے دین سے بہتر ہے، اگر ملامت یا طعنے سے بچنا نہ ہوتا تو تُو مجھے دیکھتا کہ میں کیسی اہل دلی کے ساتھ صاف صاف اس دین کو قبول کرلیتا۔"

امام ممدوح یہ چاروں قسمیں بیان کرکے فرماتے ہیں، جمیع ھذہ الاصناف سواء فی ان من لقی اللہ تعالٰی بواحد منھا لایغفر لہ[3] یہ سب قسمیں اس حکم میں یکساں ہیں کہ جو ان میں سے کسی قسم کا

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] تاریخ الخمیس وفاۃ ابی طالب مؤسسۃ شعبان بیروت ۱/۳۰۱
معالم التنزیل تفسیر البغوی تحت الآیۃ ۲/۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۲۱

[3] " " " " " " " " " " " "

www.alahazratnetwork.org

کفر کرے اللہ عزوجل سے ملے گا وہ کبھی اُسے نہ بخشے گا۔

امام شہاب الدین[۹۱] ابو العباس احمد بن ادریس قرافی نے شرح التنقیح پھر امام قسطلانی[۹۲] نے مواہب میں کفار کی ایک قسم یوں بیان فرمائی:

من اٰمن بظاھرہ و باطنہ وکفر بعدم الاذعان للفروع کما حکی عن ابی طالب انہ کان یقول انی لاعلم ان مایقولہ ابن اخی لحق ولو لا انی اخاف ان تعیرنی نساء قریش لاتبعتہ وفی شعرہ یقول ؎	یعنی ایک کافر وہ ہے جو قلب سے عارف زبان سے معترف ہو مگر اذعان نہ لائے جیسے ابو طالب سے مروی کہ بیشک میں یقیناً جانتا ہوں کہ جو کچھ میرے بھتیجے (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) فرماتے ہیں ضرور حق ہے اگر اس کا اندیشہ نہ ہوتا کہ قریش کی عورتیں مجھے عیب لگائیں گی تو ضرور میں اُن کا تابع ہو جاتا اور اپنے ایک شعر میں کہا:
لقد علموا ان ابننا لامکذب یقیناً و لا یعزی لقول الاباطل	خدا کی قسم کافرانِ قریش خوب جانتے ہیں کہ ہمارے بیٹے (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) یقیناً سچے ہیں اور معاذ اللہ کوئی کلمہ خلاف حق کہنا ان کی طرف نسبت نہیں کیا جاتا۔
فھذا تصریح باللسان و اعتقاد بالجنان غیرانہ لم یذعن[۱]	تو یہ زبان سے تصریح اور دل سے اعتقاد سب کچھ ہے مگر اذعان نہ ہوا۔

امام ابن اثیر[۹۳] جزری نہایہ، پھر علامہ زرقانی[۹۴] شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

کفر عناد ھوان یعرفہ بقلبہ ویعترف بلسانہ ولا یدین بہ کابی طالب[۲]	کفر عناد یہ ہے کہ دل سے پہچانے اور زبان سے اقرار کرے مگر تسلیم و انقیاد سے باز رہے جیسے ابو طالب۔

علامہ مجد الدین[۹۵] فیروز آبادی سفر السعادۃ میں فرماتے ہیں:

چون عم نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابو طالب	جب نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے چچا ابو طالب

---

[۱] المواہب اللدنیۃ عام الحزن وفاۃ ابی طالب المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۶۵

[۲] شرح العلامۃ الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ وفاۃ خدیجہ و ابی طالب دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۹۵

www.alahazratnetwork.org

بیمار شد باوجود آنکہ مشرک بود اور اعیادت فرمود و دعوتِ اسلام کرد ابوطالب قبول نہ کرد¹ اھ ملخصاً

بیمار ہوگئے تو ان کے کافر ہونے کے باوجود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی عیادت کی اور اسلام لانے کی دعوت دی جسے ابوطالب نے قبول نہ کیا۔ (ت)

۹۶ شیخ محقق مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:

حدیث صحیح اثبات کردہ است برائے ابوطالب کفر را۔²

حدیثِ صحیح نے کفرِ ابوطالب کو ثابت کردیا ہے (ت)

پھر بعد ذکر احادیث فرمایا:

۹۷ و در روضۃ الاحباب نیز اخبار موت ابوطالب بر کفر آوردہ³ الخ۔

روضۃ الاحباب میں بھی ابوطالب کے کفر پر مرنے کی احادیث لائی گئی ہیں الخ (ت)

۹۸ بحر العلوم ملک العلماء مولانا عبد العلی فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں:

احادیث کفرہ شھیرۃ وقد نزل فی حق رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی شان عمہ ابی طالب انک لاتھدی من احببت کما فی صحیح مسلم و سنن الترمذی وقد ثبت فی الخبر الصحیح عن الامام محمد الباقر کرم اللہ تعالٰی وجھہ الکریم ووجوہ اٰبائہ الکرام ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورث طالبا وعقیلا اباھما ولم یورث علیا وجعفرا قال علی ولذا ترکنا نصیبنا فی الشعب کذا فی موطا الامام مالک⁴

حدیثیں اُس کے کفر کی مشہور ہیں، نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ان کے چچا ابوطالب کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: "اے نبی! تم ہدایت نہیں دیتے جسے دوست رکھو"۔ جیسا کہ صحیح مسلم اور ترمذی میں ہے۔ تحقیق امام محمد باقر اللہ تعالٰی نے ان کے اور ان کے آباء واجداد کے چہرے کو کرم بنایا ہے خبرِ صحیح میں ثابت ہوچکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے طالب وعقیل کو ان کے باپ کا وارث بنایا مگر علی وجعفر کو وارث نہیں بنایا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا، اسی وجہ سے ہم نے شعب ابی طالب سے اپنا حصہ ترک کردیا، مؤطا امام مالک میں یونہی ہے۔ (ت)

---

¹ شرح سفر السعادت فصل در بیان عیادت بیماران ونماز جنازہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۲۴۹

² مدارج النبوۃ وفات یافتن ابوطالب " " " ۲/۴۸

³ " " " " " " " ۲/۴۹

⁴ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی منشورات الشریف رضی قم ایران ۲/۱۵۳ و ۱۵۴

www.alahazratnetwork.org

یعنی کفرِ ابوطالب کی حدیثیں مشہور ہیں پھر اس کے ثبوت میں آیت اولٰی کا اترنا اور حدیث دہم کفرِ ابی طالب کی وجہ سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا علی وجعفر کو ترکہ نہ دلانا بیان فرمایا۔

اقول وذکر الامام الباقر رضی اللہ تعالٰی عنہ وقع زلۃ من القلم وانما ھو الامام زین العابدین رضی اللہ تعالٰی عنہ کما اسمعناك من المؤطا والصحیحین وغیرھا۔

میں کہتا ہوں امام محمد باقر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ذکر قلم کی لغزش سے واقع ہوا۔ درحقیقت وہ امام زین العابدین ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہ، جیسا کہ ہم تجھے بحوالہ مؤطا و صحیحین وغیرہ بتا چکے ہیں۔(ت)

نسیم الریاض[1] شرح شفائے امام قاضی عیاض فصل الوجہ الخامس من وجوہ السب امام ابن حجر مکی سے نقل فرمایا:

حدیث مسلم ان ابی واباك فی النار اراد بابیہ عمہ اباطالب لان العرب تسمی العم ابا[1] (ملخصًا)۔

حدیث مسلم میں کہ میرا اور تیرا باپ جہنم میں ہیں، باپ سے مراد آپ کے چچا ابوطالب ہیں کیونکہ عرب چچا کو باپ کہہ دیتے ہیں (ملخصًا)۔(ت)

یعنی عرب کی عادت ہے کہ باپ کو چچا کہتے ہیں، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بھی اسی عادت پر اس حدیث میں اپنے چچا ابوطالب کو باپ کہہ کر فرمایا کہ وہ دوزخ میں ہے۔

امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی مسالک الحنفاء فی والدی المصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اسی حدیث کی نسبت فرماتے ہیں:

ما المانع ان یکون المراد بہ عمہ ابوطالب فکانت تسمیۃ ابی طالب ابا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شائعۃ عندھم لکونہ عمہ وکونہ رباہ وکفلہ من صغرہ[2] اھ ملخصًا۔

کون مانع ہے کہ اس حدیث میں ابوطالب مراد ہو کہ وہ دوزخ میں ہے، اُس زمانہ میں شائع تھا کہ ابوطالب کو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا باپ کہا جاتا چچا ہونے اور بچپن سے حضور اقدس کی خدمت وکفالت کرنے کے باعث۔

اقول جس طرح ابھی ابوطالب کے شعر سے گزرا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ابوطالب کی بی بی حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالٰی عنہا کو اپنی ماں فرمایا۔

---

[1] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل الوجہ خامس مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۴/۲۱۴

[2] الحاوی للفتاوی مسالک الحنفاء فی والد المصطفٰی دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۲۲۶ و ۲۲۰

www.alahazratnetwork.org

[102] اُسی میں فرماتے ہیں،

اخرج تمام الرازی فی فوائدہ بسند ضعیف عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذاکان یوم القیٰمۃ شفعت لابی و امی وابی طالب واخ لی کان فی الجاھلیۃ اوردہ المحب الطبری وھو من الحفاظ والفقہاء فی کتابہ ذخائر العقبٰی فی مناقب ذوی القربٰی وقال ان ثبت فھو مؤول فی ابی طالب علٰی ما ورد فی الصحیح من تخفیف العذاب عنہ بشفاعتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انتہی وانما احتاج الی تاویلہ فی ابی طالب دون الثلٰثۃ ابیہ وامہ واخیہ یعنی من الرضاعۃ لان اباطالب ادرک البعثۃ ولم یسلم والثلٰثۃ ماتوا فی الفترۃ۔[1]

یعنی تمام الرازی نے بسند ضعیف ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: میں روزِ قیامت اپنے والدین اور ابوطالب اور اپنے ایک رضاعی بھائی کی کہ زمانۂ جاہلیت میں گزرا شفاعت فرماؤں گا۔ امام محب [103] طبری نے کہ حافظانِ حدیث و علمائے فقہ سے ہیں ذخائر العقبٰی میں فرمایا یہ حدیث اگر ثابت بھی ہو تو ابوطالب کے بارے میں اس کی تاویل وہ ہے جو صحیح حدیث میں آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شفاعت سے عذاب ہلکا ہوجائے گا۔ امام سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، خاص ابوطالب کے باب میں تاویل کی حاجت یہ ہوئی کہ ابوطالب نے زمانۂ اسلام پایا اور کفر پر اصرار رکھا بخلاف والدین کریمین و برادر رضاعی کہ زمانۂ فترت میں گزرے۔

یعنی ایک حدیث ضعیف میں آیا کہ میں روزِ قیامت اپنے والدین اور ابوطالب اور اپنے ایک رضاعی بھائی کی کہ زمانۂ جاہلیت میں گزرا شفاعت فرماؤں گا۔

اقول یہاں تاویل بمعنی بیان مراد و معنی ہے جس طرح شرح معانی قرآن کو تاویل کہتے ہیں۔ کفار سے تخفیفِ عذاب بھی حضور سید الشافعین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اقسام شفاعت سے ہے شفاعت کبرٰی کہ فتح باب حساب کے لئے ہے تمام جہان کو شامل و عام ہے۔ امام نووی نے باآنکہ ابوطالب کو بالیقین کافر جانتے ہیں تبویب صحیح مسلم شریف میں حدیث چہارم و پنجم کا باب یوں لکھا،

باب شفاعۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لابی طالب والتخفیف عنہ بسببہ۔[2]

نبی اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ابوطالب کے لئے شفاعت اور اسکے عذاب میں تخفیف کا باب۔

---

[1] الحاوی للفتاوٰی مسالک الحنفاء فی والدی المصطفٰی دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۰۸

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۵

www.alahazratnetwork.org

امام بدرالدین زرکشی نے خادم میں ابن دحیہ سے نقل کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اقسامِ شفاعت سے وہ تخفیف عذاب ہے جو ابولہب کو بروز دوشنبہ ملتی ہے لسرورہ بولادۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واعتاقہ ثویبۃ حین بشربہ قال وانما ھی کرامۃ لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس لئے کہ اُس نے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے میلاد مبارک کی خوشی کی اور اس کا مژدہ سُن کر ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔ یہ حضور ہی کا فضل ہے جس کے باعث اس نے تخفیف پائی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، فقلہ فی المسالک ایضاً (اسے مسالک میں بھی نقل کیا گیا۔ ت)[1]

نیز مسالک الحنفا پھر شرح مواہب علامہ زرقانی میں ہے :

قد ثبت فی الصحیح واخبر الصادق المصدوق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اباطالب اھون اھل النار عذابا[2] الخ ملتقطا۔

بیشک صحاح میں ثابت ہے اور صادق مصدوق صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خبر دی کہ ابوطالب پر سب دوزخیوں سے کم عذاب ہے۔

اللھم اجرنا من عذابک الالیم بجاہ نبیک الرءوف الرحیم علیہ وعلٰی الہ افضل الصلٰوۃ وادوم التسلیم اٰمین! والحمد للہ رب العٰلمین۔

اے اللہ! ہمیں اپنے دردناک عذاب سے بچا رؤف و رحیم نبی کے صدقے میں، آپ پر اور آپ کی آل پر بہترین درود اور دائمی سلام ہو۔ اے اللہ! ہماری دعا قبول فرما۔ اور سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ت)

فصل چہارم

علامہ عبدالرؤف مناوی تیسیر پھر علامہ علی بن احمد عزیزی سراج المنیر شروح جامع صغیر میں زیر حدیث ہشتم فرماتے ہیں :

ھذا یؤذن بموتہ علٰی کفرہ وھو الحق ووھم البعض[3]

یعنی یہ حدیث بتاتی ہے کہ ابوطالب کی موت کفر پر ہوئی اور یہی حق ہے اور اس کا خلاف وہم ہے۔

امام عینی زیر حدیث دوم و چہارم فرماتے ہیں :

---

[1] الحاوی للفتاوٰی بحوالہ الزرکشی مسالک الحنفاء فی والد المصطفٰی دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۰۸

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ وفات خدیجہ وابی طالب ۱/ ۲۹۳ و الحاوی للفتاوٰی ۲/ ۲۲۸

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث اھون اھل النار عذابا الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۲۸۳

www.alahazratnetwork.org

ھذا کلہ ظاھر انہ مات علی غیر الاسلام فان قلت ذکر السھیلی انہ رأی فی بعض کتب المسعودی انہ اسلم قلت مثل ھذا لایعارض مافی الصحیح۔[1]

ان سب حدیثوں سے ظاہر ہے کہ ابوطالب کی موت غیر اسلام پر ہوئی، اگر تُو کہے کہ سہیلی نے ذکر کیا کہ انھوں نے مسعودی کی کسی کتاب میں دیکھا کہ ابوطالب اسلام لے آئے میں کہوں گا ایسی بے سروپا حکایت احادیث صحیح بخاری کی معارض نہیں ہوسکتی۔

اقول علاوہ بریں اگر یہ مسعودی علی بن حسین صاحب مروج ہے تو خود رافضی ہے اس کی کتاب مروج الذہب خلفائے کرام وصحابہ عظام عشرہ مبشرہ وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم پر صریح تبرا سے جابجا آلودہ وملوث ہے لوط بن یحیٰی ابومخنف رافضی خبیث ہالک کے اقوال ونقول بکثرت لاتا ہے جس کے مردود وتالف ہونے پر ائمہ جرح وتعدیل کا اجماع ہے اسی طرح اور رفاض وفساق وہالکین کے اخبار پر اسکی کتاب کا مدار ہے جیسا کہ اس کے مطالعہ سے واضح وآشکار ہے۔ فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے اپنے نسخہ مروج الذہب کے ہامش پر اس کی تنبیہ لکھ دی ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں:

ہشام کلبی مفسر کہ رافضی غالی ست وہمچنیں مسعودی صاحب مروج الذہب وابوالفرج اصبہانی صاحب کتاب الاغانی وعلٰی ہذا القیاس امثال اینہا را ایں فرقہ در اعداد اہلسنت داخل کنند وبمقولات ومنقولات ایشاں الزام اہلسنت خواہند۔[2]

ہشام کلبی مفسر جو کہ غالی رافضی ہے، اسی طرح مروج الذہب کا مصنف مسعودی اور ابوالفرج اصبہانی صاحب کتاب الاغانی اور علٰی ہذا القیاس ان جیسے دیگر رافضیوں کو یہ فرقہ، اہل سنت میں داخل کرتا ہے اور ان کے اقوال ومنقولات سے اہل سنت کو الزام دینا چاہتا ہے۔ (ت)

۱۰۹

علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

القول باسلام ابی طالب لایصح قالہ ابن عساکر وغیرہ۔[3]

ابوطالب کا اسلام ماننا غلط ہے امام ابن عساکر وغیرہ نے اس کی تصریح کی۔

---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار تحت حدیث ۳۸۸۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۷/ ۲۴

[2] تحفہ اثنا عشریہ باب دوم فصل دوم کید بست وسوم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۱

[3] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل الرابع دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۲۸۶

www.alahazratnetwork.org

اسی طرح اصابہ میں ہے کما سیأتی (جیسا کہ آگے آئے گا۔ ت)

علامہ شہاب[۱] نسیم الریاض میں فرماتے ہیں،

من الغریب ما نقله بعضهم ان الله تعالٰی احیاه له صلی الله تعالٰی علیه وسلم فاٰمن به کابویه واظنه من افتراء الشیعة[۱]

غرائب سے ہے یہ جو بعض نے نقل کیا کہ اللہ تعالٰی نے والدین رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرح ابوطالب کو بھی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے زندہ کیا کہ بعد مرگ جی کر مشرف باسلام ہوئے، میرے گمان میں یہ رافضیوں کی گھڑت ہے۔

اقول وضاع کذاب رافضیوں ہی میں منحصر نہیں مگر یہ اُن کے مسلک کے موافق ہے لہذا اس کی وضع کا گمان اُنھیں کی طرف جاتا ہے پھر بھی بے تحقیق جزم کی کیا صورت ممکن کہ کسی اور نے وضع کی ہو، اس بنا پر لفظ ظن فرمایا، ورنہ اس کے موضوع و مفتری ہونے میں تو شبہہ نہیں، کما لا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت)

علامہ صبان[۱۱] محمد بن علی مصری کتاب اسعاف الراغبین میں فرماتے ہیں:

اما اعمامه صلی الله تعالٰی علیه وسلم فاثنا عشرة حمزة والعباس وهما المسلمان وابوطالب والصحیح انه مات کافرا[۲]

حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارہ[۱۲] چچا تھے، حمزہ و عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما اور یہی دو مشرف باسلام ہوئے اور ابوطالب اور صحیح یہی ہے کہ یہ کافر مرے۔

فصل پنجم

شرح[۱۳] مقاصد و شرح[۱۴] تحریر پھر رد[۱۵] المحتار حاشیہ درمختار باب المرتدین میں ہے،

المصر علی عدم الاقرار مع المطالبة به کافر وفاقا لکون ذٰلک من امارات عدم التصدیق ولهذا اطبقوا

جس سے اقرارِ اسلام کا مطالبہ کیا جائے اور وہ اقرار نہ کرنے پر اصرار رکھے بالاتفاق کافر ہے کہ یہ دل میں تصدیق نہ ہونے کی علامت ہے،

---

[۱] نسیم الریاض القسم الاول الباب الاول الفصل الخامس مرکز اہلسنت گجرات الہند ۱/۲۱۰

[۲] اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفٰی علٰی ہامش نور الابصار دار الفکر بیروت ص ۹۲

www.alahazratnetwork.org

علی کفر ابی طالب[1]۔ اسی واسطے تمام علماء نے کفرِ ابی طالب پر اجماع کیا ہے۔

مولانا[2] علی قاری شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں:

اذا امر بھا وامتنع وابٰی عنھا کابی طالب فھو کافر بالاجماع[2] جسے شہادت کلمۂ اسلام کا حکم دیا جائے اور وہ باز رہے اور ادائے شہادت سے انکار کرے جیسے ابوطالب، تو وہ بالاجماع کافر ہے۔

مرقاۃ[3] شرح مشکوٰۃ میں اُس شخص کے بارے میں جو قلب سے اعتقاد رکھتا تھا اور بغیر کسی عذر ومانع کے زبان سے اقرار کی نوبت نہ آئی، علماء کا اختلاف کہ یہ اعتقاد بے اقرار اُسے آخرت میں نافع ہوگا یا نہیں، نقل کرکے فرماتے ہیں:

قلت لکن بشرط عدم طلب الاقرار منہ فان ابی بعد ذٰلک فکافر اجماعا لقضیۃ ابی طالب[3]۔ یعنی یہ اختلاف اُس صورت میں ہے کہ اُس سے اقرار طلب نہ کیا گیا ہو اور اگر بعد طلب باز رہے جب تو بالاجماع کافر ہے۔ ابوطالب کا واقعہ اس پر دلیل ہے۔

اُسی[4] کی فصل ثانی باب اشراط الساعۃ میں ہے:

ابوطالب لم یؤمن عند اھل السنۃ[4]۔ اہلِ سنّت کے نزدیک ابوطالب مسلمان نہیں۔

شیخ محقق[5] مولانا عبدالحق محدث دہلوی شرح سفرالسعادۃ میں فرماتے ہیں:

مشائخ حدیث وعلمائے سنّت بریں اند کہ ایمان ابوطالب ثبوت نہ پذیرفتہ ودر صحاح احادیث ست کہ آنحضرت صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم در وقتِ وفات وے بر سر وے آمد و مشائخِ حدیث اور علماءِ سنّت کا موقف یہ ہے کہ ابوطالب کا ایمان ثابت نہیں ہے۔ صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ ابوطالب کی وفات کے وقت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اُس کے

---

[1] ردالمحتار کتاب السیر باب المرتد داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۲۸۳ و ۲۸۴

[2]

[3]

[4] مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الفتن حدیث ۵۴۰۸ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۹/۳۶۰

www.alahazratnetwork.org

عرض الاسلام کرد وے قبول نہ کرد۔[1]

پاس تشریف لائے اور اسلام پیش فرمایا مگر اس نے قبول نہیں کیا۔ (ت)

فصل ششم

[119] امام ابن حجر مکی افضل القرٰی لقراء ام القرٰی میں ابوطالب کی بیت مروی صحیح بخاری کہ ہم نے شروع جواب میں ذکر کی لکھ کر فرماتے ہیں،

هذا البیت من جملة قصیدة له فیها مدح عجیب له صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم حتی اخذ الشیعة منها القول باسلامه۔[2]

یہ بیت ابوطالب کے ایک قصیدہ کا ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عجب نعت ہے یہاں تک کہ رافضیوں نے اس سے ابوطالب کا مسلمان ہونا اخذ کرلیا۔

پھر فرماتے ہیں،

صرائح الاحادیث المتفق علی صحتها ترد ذٰلک۔[3]

لیکن صاف اور روشن حدیثیں جن کی صحت پر اتفاق ہے اسلام ابوطالب کو رَد کر رہی ہیں۔

[120] علامہ محمد بن عبدالباقی شرح مواہب میں روایت ضعیفہ ابن اسحٰق کہ ان شاء اللہ تعالٰی عنقریب مع اپنے جوابوں کے آتی ہے ذکر کرکے فرماتے ہیں،

بهذا احتج الرفضة ومن تبعهم علی اسلامه۔[4]

رافضی اور جو اُن کے پیرو ہوئے وہ اسی روایت سے ابوطالب کے اسلام پر سند لاتے ہیں۔

[121] انوار التنزیل وارشاد العقل میں زیر آیہ کریمہ انک لاتهدی من احببت فرمایا،

الجمهور علی انها نزلت فی ابی طالب۔[5]

جمہور ائمہ کے نزدیک یہ آیت دربارۂ ابوطالب اتری۔

---

[1] شرح سفر السعادۃ فصل دربیان عیادت بیماراں ونماز جنازہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۲۴۹

[2] افضل القرٰی لقراء ام القرٰی تحت البیت ۵۴ المجمع الثقافی ابوظبی ۱/ ۲۸۶

[3] " " " " " " " " " " " "

[4] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ عام الحزن وفاۃ خدیجہ وابی طالب دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۹۱

[5] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت الآیۃ ۲۸/ ۵۶ دارالفکر بیروت ۴/ ۲۹۸

www.alahazratnetwork.org

[123] علامہ خفاجی اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں :

اشارۃ الی الرد علی بعض الرفضۃ اذ ذھب الی اسلامہ[1]

یہ اشارہ ہے بعض رافضیوں کے رَد کی طرف کہ وہ اسلام ابوطالب کے قائل ہیں۔

[124] اصابہ میں ہے :

ذکرجمع من الرفضۃ انہ مات مسلما، قال ابن عساکر فی صدر ترجمتہ قیل انہ اسلم ولایصح اسلامہ مختصر[2]۔

رافضیوں کا ایک گروہ کہتا ہے کہ ابوطالب مسلمان مرے۔ [125] امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں شروع تذکرۂ ابوطالب میں فرمایا بعض اسلام ابوطالب کے قائل ہوئے اور یہ صحیح نہیں۔ مختصر

[126] زرقانی میں ہے :

الصحیح ان اباطالب لم یسلم، وذکر جمع من الرفضۃ انہ مات مسلما وتمسکوا باشعار واخبار واھیۃ تکفل بردھا فی الاصابۃ[4]۔

صحیح یہ ہے کہ ابوطالب مسلمان نہ ہوئے، رافضیوں کی ایک جماعت نے اُن کا اسلام پر مرنا مانا اور کچھ شعروں اور واہیات خبروں سے تمسک کیا جن کے رَد کا امام حافظ الشان نے اصابہ میں ذمہ لیا۔

[127] نسیم فصل کیفیۃ الصلوۃ علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والتسلیم میں ہے :

ابوطالب توفی کافرا وادعاء بعض الشیعۃ انہ اسلم لااصل لہ[5]۔

ابوطالب کی موت کفر پر ہوئی اور بعض رافضیوں کا دعوٰی باطل کہ وہ اسلام لائے محض بے اصل ہے۔

[128] شیخ محقق شرح صراط المستقیم میں فرماتے ہیں :

---

[1] عنایۃ القاضی حاشیۃ الشہاب علی تفسیر البیضاوی تحت الآیۃ ۲۸/۵۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۷/۳۰۹

[2] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الطاء القسم الرابع ابوطالب دار صادر بیروت ۴/۱۱۶

[3] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۸۹۴۰ ابوطالب دار احیاء التراث العربی ۷۰/۲۲۸

[4] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل الرابع دار المعرفۃ بیروت ۳/۲۷۴

[5] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۳/۴۰۴

www.alahazratnetwork.org

45 شیخ ابن حجر در فتح الباری میگوید معرفت ابوطالب بر نبوت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم در بسیاری از اخبار آمدہ و تمسک کردہ بدان شیعہ بر اسلام وے و استدلال کردہ اند بر دعوی خود بچیزے کہ دلالت ندارد بر آں لے

شیخ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں ابوطالب کو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نبوت کی معرفت حاصل تھی۔ اس بارے میں متعدد احادیث وارد ہیں جن کو شیعہ اسلام ابوطالب کی دلیل بتاتے ہیں اور اپنے دعوٰی پر جس چیز سے استدلال کرتے ہیں وہ اُن کے دعوٰی پر دلالت نہیں کرتی۔ (ت)

اسی ۱۳۹ میں ہے :

مخفی نماند کہ صحتِ اسلام ابوین بلکہ سائر آبائے وے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مشہور ست و شیعہ اسلام ابوطالب را نیز ازیں قبیل دانند۲ اھ مختصراً

پوشیدہ نہ رہے کہ نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے والدین بلکہ تمام آباء واجداد کے اسلام کا صحیح ہونا مشہور ہے اور شیعہ اسلام ابوطالب کو بھی اسی قبیل سے سمجھتے ہیں اھ اختصار (ت)

فصل ہفتم

الحمدُ للہ کلام اپنی نہایت کو پہنچا بعد اس قدر نصوص علیہ وجلیہ قرآن وحدیث وارشاداتِ صحابہ وتابعین وتبع تابعین وائمہ قدیم وحدیث کے منصف کو چارہ نہیں مگر تسلیم اور شبہات کا حصہ نہیں مگر فنائے عیم پھر بھی تبیین مرام و تسکین اوہام مناسب مقام ۔ عمرو نے آٹھ شبہے ذکر کئے اور نواں کہ اگر شبہہ کہنے کے بھی کچھ قابل ہے تو وہی ہے اُس سے متروک ہوا ہم اُن سب کو ذکر کرکے بتوفیق اللہ تعالٰی اظہارِ جواب و ابانتِ صواب کریں۔

شبہہ اولٰی۔ کفالت — اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) ہاں بالیقین مگر کفالت نبی مستلزم اطاعتِ نبی نہیں، قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت) :

فالتقطہ اٰل فرعون لیکون لھم عدوا وحزنا۳ الاٰیۃ۔

تو اُسے اٹھالیا فرعون کے گھر والوں نے کہ وہ ان کا دشمن اور ان پر غم ہو الاٰیۃ (ت)

---

۱ سفر السعادت فصل در بیان عیادت بیماران الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۲۴۹

۲ " " " " " " " ص ۵۰-۲۴۹

۳ القرآن الکریم ۲۸ / ۸

www.alahazratnetwork.org

وقال تعالٰی (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت) :

قال الم نربك فینا ولیدا ولبثت فینا من عمرك سنین [1]

بولا کیا ہم نے تمھیں اپنے یہاں بچپن میں نہ پالا اور تم نے ہمارے یہاں اپنی عمر کے کئی برس گزارے۔ (ت)

شبہہ ثانیہ ـ نصرت وحمایت ـ نقول ضرور مگر مدعا سے دور، رافضی اس سے دلیل لائے اور علمائے سنت جواب دے چکے۔ اصابہ میں فرمایا :

استدل الرافضی بقول اللہ تعالٰی فالذین اٰمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی معہ اولٰئك ھم المفلحون " قال وقد عزرہ ابوطالب بما اشتھر وعلم ونابذ قریشا وعاداھم بسببہ ممالا یدفعہ احد من نقلۃ الاخبار فیکون من المفلحین انتھی وھذا مبلغھم من العلم وانا نسلم انہ نصرہ وبالغ فی ذٰلك لکنہ لم یتبع النور الذی معہ وھو الکتاب العزیز الداعی الی التوحید ولا یحصل الفلاح الا بحصول ما رتب علیہ من الصفات کلہا [2]

یعنی اسلام ابی طالب پر رافضی اس آیت سے دلیل لایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے جو لوگ اس نبی پر ایمان لائے اور اس کی نصرت و مدد کی اور جو نور اس نبی کے ساتھ اتارا گیا اس کے پیرو ہوئے وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ رافضی نے کہا، ابوطالب کی مدد ونصرت مشہور و معروف ہے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیچھے قریش سے مخالفت کی عداوت باندھ لی جس کا کوئی راوی اخبار انکار نہ کرے گا تو وہ فلاح پانے والوں میں ٹھہرے۔ رافضیوں کے علم کی رسائی یہاں تک ہے اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ابوطالب نے ضرور نصرت کی اور بدرجہ غایت کی مگر اس نور کا اتباع نہ کیا جو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ اترا یعنی قرآن مجید داعی توحید اور فلاح تو جب ملے کہ جتنی صفات پر اسے مرتب فرمایا ہے سب حاصل ہوں۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۱۸

[2] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الطاء ترجمہ ۶۸۵ ابوطالب دارصادر بیروت ۴/ ۱۱۶

www.alahazratnetwork.org

اقول اولاً نصرت وحمایت کا قصہ بارگاہِ رسالت میں پیش ہوچکا، عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ابوطالب چنیں وچناں کرتا اسے کیا نفع ملا؟ جواب جو ارشاد ہوا حدیث چہارم میں گزرا۔

ثانیاً بلکہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما پر خود رب العزت جواب دے چکا کہ اور وں کو نبی کی ایذا سے روکتے اور خود ایمان لانے سے بچتے ہیں، دیکھو آیت وحدیث سوم۔

ثالثاً اعتبار خاتمہ کا ہے انما الاعمال بالخواتیم[1] (اعمال کا دارومدار خاتموں پر ہے۔ ت)
جب ابوطالب کا کفر پر مرنا قرآن وحدیث سے ثابت تو اب اگلے قصے ستانا اور گزشتہ کفالت ونصرت سے دلیل لانا محض ساقط۔ صحاح ستہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے ایک حدیث طویل میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

فواللّٰہ الذی لا الٰہ غیرہ ان احدکم لیعمل بعمل اھل الجنۃ حتی مایکون بینہ وبینھا الا ذراع فیسبق علیہ الکتاب فیعمل بعمل اھل النار فیدخل النار[2]

قسم اللہ کی جس کے سوا کوئی خدا نہیں تم میں کوئی شخص جنتیوں کے کام کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس میں اور جنت میں صرف ایک ہاتھ کا فرق رہ جاتا ہے اتنے میں تقدیر غالب آجاتی ہے کہ وہ دوزخیوں کے کام کرکے دوزخ میں جاتا ہے۔ (والعیاذ باللہ رب العالمین)

رابعاً صرف اسلام مستلزم اسلام نہ ثبوت خاص نہ ثبوت عام، صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے غزوہ خیبر میں ایک مدعی اسلام نے ہمراہ رکاب اقدس سخت جہاد اور کافروں سے عظیم قتال کیا، صحابہ اس کے مداح ہوئے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: وہ دوزخی ہے۔ اس پر قریب تھا کہ بعض لوگ متزلزل ہوجاتے (یعنی ایسے عالی درجہ کے عمدہ کام ایسی جلیل وجمیل نصرت اسلام اور اس پر ناری ہونے کے احکام) بالآخر خبر پائی کہ وہ معرکہ میں زخمی ہوا درد کی تاب نہ لا یا رات کو اپنا گلا کاٹ کر مرگیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث سہل بن سعد المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۳۳۵
[2] صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول تعالٰی ولقد سبقت کلمتنا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۱۰
صحیح مسلم کتاب القدر باب کیفیۃ خلق الآدمی الخ " " " ۲/ ۳۳۲
سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب القدر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۹۲

www.alahazratnetwork.org

نے یہ خبر سُن کر فرمایا اللہ اکبر میں گواہی دیتا ہُوں کہ میں اللہ تعالٰی کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، پھر بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں میں منادی کردیں:

انہ لایدخل الجنۃ الانفس مسلمۃ وان اللہ لیؤید ھٰذا الدین بالرجل الفاجر۔[1]	بیشک جنت میں کوئی نہ جائے گا مگر مسلمان جان، اور بے شک اللہ اس دین کی مدد کرتا ہے فاسق کے ہاتھ پر۔

اسی کے قریب طبرانی نے کبیر میں عمرو بن نعمان بن مقرن رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔ نسائی و ابن حبان حضرت انس بن مالک اور احمد و طبرانی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بسند جید راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ یؤید ھٰذا الدین باقوام لاخلاق لھم۔[2]	بے شک اللہ عزوجل اس دین کی مدد ایسے لوگوں سے فرماتا ہے جن کا کوئی حصہ نہیں۔

طبرانی کبیر میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالٰی لیؤید الاسلام برجال ماھم من اھلہ۔[3]	بیشک اللہ تعالٰی اسلام کی تائید ایسے لوگوں سے کراتا ہے جو خود اہلِ اسلام سے نہیں۔

نسأل اللہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت مانگتے ہیں۔ ت)

شبہہ ثالثہ — محبت — اقول بے شک مگر حد طبعی تک جیسے چچا کو بھتیجے سے چاہیے اور بھتیجے بھی کیسے کہ حقیقی بھائی نوجوان گزرے ہوئے کی اکلوتی نشانی، پھر اس پر جمال صورت و کمال سیرت وہ کہ اپنے تو اپنے غیر دیکھیں تو فدا ہوجائیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، خاندان ہاشمی ایک اسی چراغ محمود و شمع بے دُود سے روشن تھا، خاندانی حمیت ہر عاقل کو ہوتی ہے خصوصاً عرب خصوصاً قریش خصوصاً بنی ہاشم میں اس کا عظیم مادہ ولہذا جب آیہ کریمہ، فاصدع

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الخیبر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۰۴
صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان غلظ تحریم قتل الانسان نفسہ " " ۱/ ۷۲
[2] کنز العمال برمز ن حب حل وحم طب عن ابی بکرہ حدیث ۲۸۹۵۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۸۴
[3] " برمز طب عن ابن عمرو " " " " " " "

www.alahazratnetwork.org

بما تؤمر و اعرض عن المشرکین[1] (تو اعلانیہ کہہ دو جس بات کا تمھیں حکم ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لو۔ ت) نازل ہوئی اور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے علانیہ دعوتِ اسلام شروع کی اشرافِ قریش جمع ہوکر ابوطالب کے پاس گئے اور کہا کہ تمام عرب میں سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے بڑھ کر اچھی اٹھان والا لڑکا ہم سے لے لو اُسے بجائے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پرورش کرو اور انھیں ہم کو دے دو، اور اسی ارادۂ فاسد پر عمارہ بن ولید کو لے کر گئے تھے کہ ابوطالب نے مانا تو اسے انھیں دے دیں گے، ابوطالب نے کہا،

واللہ لبئس ما تسوموننی اتعطوننی ابنکم اغذوہ لکم واعطیکم ابنی تقتلونہ ھذا واللہ ما لا یکون ابدا حین تروح الابل فان حنت ناقۃ الی غیر فصیلھا دفعتہ الیکم۔

خدا کی قسم کیا بُری گاہکی میرے ساتھ کر رہے ہو، کیا تم اپنا بیٹا مجھے دو کہ میں تمھارے لئے اسے کھلاؤں پرورش کروں اور میں اپنا بیٹا تمھیں دے دوں کہ تم اُسے قتل کرو۔ خدا کی قسم یہ کبھی ہونی نہیں، جب اُونٹ شام کو نکلتے ہیں تو اگر کوئی ناقہ اپنے بچّے کو چھوڑ کر دوسرے کی طرف میل کرتی ہو تو میں بھی تم سے اپنا بیٹا بدل لوں۔

لخصناہ حدیث ابن اسحٰق ذکرناہ بلاغا ومن حدیث مقاتل ذکرہ فی المواھب[2]۔

(ہم نے اس کو حدیث ابن اسحٰق سے ملخص کیا جسے انھوں نے مفصل بیان کیا اور ہم نے ملخص کیا حدیث مقاتل سے جس کو مواہب میں ذکر کیا گیا ہے۔ ت)

ابوطالب نے صاف بتادیا کہ ان کی محبت وہی ہے جو انسان تو انسان حیوان کو بھی اپنے بچّے سے ہوتی ہے، ایسی محبت ایمان نہیں، ایمان حُبِّ شرعی ہے، ابوطالب میں اس کی شان نہیں، محبت شرعی و ایمانی ہوتی تو نار کو عار پر اختیار اور دمِ مرگ کلمۂ طیبہ سے انکار اور ملّتِ جاہلیت پر اصرار کیوں ہوتا۔

(۳۱) امام قسطلانی ارشاد الساری میں فرماتے ہیں،

---

[1] القرآن الکریم ۱۵/ ۹۴

[2]

www.alahazratnetwork.org

قد کان ابوطالب یحوطه صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وینصرہ و یحبہ حبا طبعیا لاشرعیا فسبق القدر فیہ واستمر علی کفرہ و للہ الحجۃ السامیۃ۔[1]

یعنی ابوطالب نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نصرت وحمایت سب کچھ کی، طبعی محبت بہت کچھ رکھی، مگر شرعی محبت نہ تھی، آخر تقدیر الٰہی غالب آئی اور معاذ اللہ کفر پر وفات پائی، اور اللہ ہی کیلئے ہے حجت بلند۔

نسیم[۱۳۳] الریاض میں ہے:

حنونہ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومحبتہ لہ امر مشہور فی السیر وکان یعظمہ ویعرف نبوتہ ولکن لم یوفقہ اللہ للاسلام وفی الامتناع ان فیہ حکمۃ خفیۃ من اللہ تعالٰی لانہ عظیم قریش لایمکن احد منھم ان یتعدی علی ما فی جوارہ فکان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی بدء امرہ فی کنف حمایتہ یذبھم عنہ کما قال:

واللہ لن یصلوا الیک بجمعھم
حتی اوسد فی التراب دفینا

فلو اسلم لم یکن لہ ذمۃ عندھم ولذا لم یکن لہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد موتہ بد من الھجرۃ۔[2]

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ ابوطالب کی مہر ومحبت مشہور ہے اور تعظیم ومعرفت نبوت معلوم، مگر اللہ تعالٰی نے مسلمان ہونے کی توفیق نہ دی۔ اور کتاب[۱۳۴] الامتناع میں فرمایا، ابوطالب کے مسلمان نہ ہونے میں اللہ تعالٰی کی ایک باریک حکمت ہے وہ سردار قریش تھے کوئی ان کی پناہ پر تعدی نہ کرسکتا تھا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابتدائے اسلام میں ان کی حمایت میں تھے وہ مخالفوں کو حضور سے دفع کرتے تھے، خود ایک شعر میں کہا ہے،

خدا کی قسم تمام قریش اکٹھے ہوجائیں تو حضور تک نہ پہنچ سکیں گے جب تک میں خاک میں دبا کر لٹا نہ دیا جاؤں۔

تو اگر وہ اسلام لے آتے قریش کے نزدیک ان کی پناہ کوئی چیز نہ رہتی، آخر ان کے انتقال پر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ہجرت ہی فرمانی ہوئی۔

---

[1] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب المناقب باب قصۃ ابی طالب دارالکتاب العربی بیروت ۸/ ۲۰۱
[2] نسیم الریاض القسم الاول الباب الاول الفصل الخامس مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۱/ ۲۱۰

www.alahazratnetwork.org

اقول قربِ انتقال تک اسلام نہ لانے کی یہ حکمت ہوسکتی ہے، مرتے وقت کفر پر اصرار کی حکمت اللہ جانے یا اس کا رسول۔ شاید اس میں **اوّلاً** یہ نکتہ ہو کہ اگر اسلام لاکر مرتے مخالف گمان کرتے کہ اللہ کے رسول نے ہمارے ساتھ معاذ اللہ فریب برتا اپنے چچا کو مسلمان تو کرلیا تھا مگر پناہ و ذمہ رکھنے کے لئے ظاہر نہ ہونے دیا جب اخیر وقت آیا کہ اب وہ کام نہ رہا ظاہر کروایا۔

ثانیاً اُن مسلمانوں کی تسکین بھی ہے جن کے بزرگ حالتِ کفر میں مرے جس کا پتا حدیث ان ابی و اباك[1] دیتی ہے اول ناگوار ہوا جب اپنے چچا کو شامل فرمایا سکون پایا۔

ثالثاً مسلمانوں کے لئے اُسوۂ حسنہ قائم فرمانا کہ اپنے اقارب جب خدا کے خلاف ہوں اُن سے برا ءت کریں مرنے پر جنازہ میں شریک نہ ہوں، نماز نہ پڑھیں، دُعائے مغفرت نہ کریں کہ جب خود اپنے حبیب کو منع فرمایا تو اوروں کی کیا گنتی۔

رابعاً عمل میں اخلاص قلب وخوف و انقیاد کی ترغیب اور محبوبانِ خدا سے نسبت پر بھُول بیٹھنے سے ترہیب، جب ابوطالب کو ایسی نسبت قریبہ بآں کارہائے عجیبہ بوجہ نامنقادی کام نہ آئی تو اور کیا چیز ہے۔ الٰی غیر ذٰلك مما اللہ ورسولہ بہ اعلم جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (اس کے علاوہ دیگر وجوہ جنہیں اللہ تعالٰی جل جلالہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خوب جانتے ہیں۔ ت)

شبہہ رابعہ ــــ نعت شریف ــــ اقول یہ تو اور حجتِ الٰہیہ قائم ہوتا ہے جب ایسا جانتے ہو پھر کیوں نہیں مانتے یہود عنود قبلِ طلوعِ شمسِ رسالت کیا کچھ نعت و مدحت نہ کرتے جب کوئی مشکل آتی مصیبت مُنہ دکھاتی حضور سے توسّل کرتے جب دشمن کا مقابلہ ہوتا دُعا مانگتے:

اللّٰھم انصرنا علیھم بالنبی المبعوث فی اٰخر الزمان الذی نجد صفتہ فی التوراۃ[2]	الٰہی! ہمیں اُن پر مدد دے صدقہ نبی آخر الزماں کا جس کی نعت ہم توراۃ میں پاتے ہیں۔

پھر جان کر نہ ماننے کا کیا نتیجہ ہُوا یہ جو قرآن عظیم نے فرمایا:

وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی	اور اس سے پہلے وہ اس نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا تو اس سے منکر ہو بیٹھے، تو اللہ کی

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان ان من مات علی الکفر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۳

[2] البحر المحیط تحت الآیۃ ۲/۸۹ دارالفکر بیروت ۱/۳۰۳

www.alahazratnetwork.org

الکٰفرین[1]۝ | لعنت ہو منکروں پر۔(ت)

اصابہ میں فرماتے ہیں :

اما شہادۃ ابی طالب بتصدیق النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فالجواب عنہ وعما ورد من شعر ابی طالب فی ذٰلک انہ نظیر ما حکی اللہ تعالٰی عن کفار قریش "وجحدوا بہا واستیقنتھا انفسھم ظلماً وعلواً" فکان کفرھم عناداً ومنشؤہ من الانفۃ والکبر والی ذٰلک اشار ابو طالب بقولہ لولا ان تعیرنی قریش[2]۔

یعنی ابو طالب کے ان اشعار وغیرہا (جن میں تصدیق نبی کی شہادت ہے) کا جواب یہ ہے کہ وہ اسی قبیل سے ہے جو قرآن عظیم نے کفار کا حال بیان فرمایا کہ براہِ ظلم وتکبر منکر ہوتے اور دل میں خوب یقین رکھتے ہیں تو یہ کفر عناد ہوا اور اس کا منشاء تکبر اور اپنے نزدیک بڑی ناک والا ہونا ہے خود ابو طالب نے اس کی طرف اشارہ کیا کہ اگر قریش کی طعنہ زنی کا خیال نہ ہوتا تو اسلام لے آتا۔

شبہہ خامسہ ـــــ حضور کا استغفار فرمانا ـــ اقول اوّلاً اس کا جواب خود رب الارباب جل جلالہٗ دے چکا، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قید لگا دی تھی ما لم انہ عنہ تیرے لئے استغفار فرماؤں گا جب تک منع نہ کیا جاؤں گا۔ رب العزۃ جل جلالہ نے منع فرما دیا اب اس سے استناد خرط القتاد۔

ثانیاً خود یہ وعدہ ہی کلمہ طیبہ سے انکار سُن کر ارشاد ہوا تھا، دیکھو حدیث دوم۔ پھر اسے دلیل اسلام ٹھہرانا عجب ہے۔

شبہہ سادسہ ـــ حکایت جامع الاصول ـــ اقول سید اہلبیت رضی اللہ تعالٰی عنہم مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم ابو طالب کو مشرک کہتے یا وصف حکم اقدس غسل وکفن میں تامل عرض کرتے سید السادات سید الکائنات علیہ وآلہ افضل الصلوۃ واکمل التحیات اسے مقرر رکھتے، جنازہ میں شرکت سے باز رہتے، سیدنا جعفر بن ابی طالب وامیر المومنین علی رضی اللہ تعالٰی عنہما بوجہ اسلام ترکہ کفار سے محرومی پاتے، سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالٰی عنہ اس کی وجہ کفر ابی طالب بیان فرماتے۔ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ خلق اہل بیت اسے کافر کا ترکہ مومن کو نہ ملنے کی دلیل

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۸۹

[2] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الطاء ترجمہ ۶۸۵ ابو طالب دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۷

www.alahazratnetwork.org

ٹھہراتے۔ سیدنا عباس عمِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و رضی اللہ تعالٰی عنہ اُن کے حال سے سوال کرکے وہ جواب پاتے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما آیت وان یھلکون الا انفسھم کا ابوطالب کے حق میں نزول بتاتے اور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حدیث ہشتم اور اُم المومنین ام سلمہ زوجۂ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حدیث ہفتم امیر المومنین علی برادرِ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حدیث پانزدہم روایت فرماتے ہیں یہ سروران وسردارانِ اہلبیتِ کرام ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین، ان کے بعد وہ کون سے اہلبیت قائلِ اسلامِ ابوطالب ہوئے، کیا قرآن وحدیث واطباق ائمۂ قدیم وحدیث کے مقابل ایسی حکایات بے زمام وخطام کچھ کام دے سکتی ہیں، حاشا، لاجرم شیخ محقق مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:

از اعمام پیغمبر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غیر حمزہ وعباس مسلمان نہ شدہ اند وابوطالب وابولہب زمانِ اسلام را دریافتہ اما توفیق اسلام نیافتہ جمہور علماء برین اند و صاحبِ جامع الاصول آوردہ کہ زعم اہلبیت آن ست کہ ابوطالب مسلمان از دنیا رفتہ واللہ اعلم بصحتہ کذا فی روضۃ الاحباب[1]

پیغمبر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چچوں میں سے حضرت حمزہ وعباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے سوا کوئی مسلمان نہ ہوا۔ ابوطالب و ابولہب نے اسلام کا زمانہ پایا مگر اسلام لانے کی توفیق نہ پائی۔ جمہور علماء کا موقف یہی ہے۔ اور صاحبِ جامع الاصول نے ذکر کیا ہے کہ اہل بیت کا گمان یہ ہے کہ ابوطالب مسلمان ہوکر دنیا سے گئے ہیں، اس کی صحت کا حال اللہ خوب جانتا ہے، یونہی روضۃ الاحباب میں ہے۔ (ت)

اقول علماء کا جا بجا کفرِ ابی طالب پر اجماع نقل فرمانا اور اسلامِ ابی طالب کا قول مزعومِ روافض بتانا، جس کے نقول اگلے فصول میں مذکور ومنقول، اس حکایتِ بے سروپا کے رَد کو بس ہے، کیا باوصف خلاف ائمۂ اہلبیت اجماع منعقد ہوسکتا یا معاذ اللہ ان کا خلاف لایعتد بہ ٹھہراکر دعوی اتفاق فرمادیا جاتا اور جب خود اپنے ائمۂ کرام میں خلاف حاصل تو جانب ایمان اعنی روافض قصر نسبت پر کیا حامل، پس عند التحقیق یہ حکایت بے اصل اور محکی عنہ معدوم وباطل، ہاں اگر سادات زیدیہ کہ ایک فرقۂ روافض ہے مراد ہوں تو عجب نہیں اور شبہہ زائل۔

---

[1] مدارج النبوۃ باب سوئم در ذکر اعمام النبی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر پاکستان ۲/ ۴۹۰

www.alahazratnetwork.org

شبہہ سابعہ ــــ عبارت شرح سفر السعادۃ ــــ اقول یہ تہمت محض ہے

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کی عبارتیں خود اسی شرح صراط المستقیم وغیرہ تصانیف سے اوپر گزر چکیں جو اس کی تکذیب کو بس ہیں۔ شیخ فرماتے ہیں، حدیث صحیح ابوطالب کا کفر ثابت کرتی ہے علمائے اہل سنت ابوطالب کا کفر مانتے ہیں شیعہ انھیں مسلمان جانتے ہیں ان کے دلائل مردود و باطل ہیں۔ ان سب تصریحات کے بعد توقف کا کیا محل۔ ہاں یہ عبارت مدارج شریف میں نسبت آباء و اجداد حضور سید انام علیہ افضل الصلوۃ والسلام تحریر فرمائی ہے:

حیث قال متاخران ثابت کردہ اند کہ آباء و اجداد آں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پاک و مصفا بودند از دنس شرک و کفر باری کم ازاں نہ باشد کہ دریں مسئلہ توقف کنند و صرفہ نگاہ دارند[1]

جہاں فرمایا کہ متاخرین نے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آباء و اجداد شرک و کفر باری تعالٰی کی میل کچیل سے پاک و صاف ہیں کم از کم اس مسئلہ میں انھوں نے توقف کیا ہے اور احتیاط کو ملحوظ رکھا ہے۔ (ت)

شبہہ ثامنہ وصیت نامہ اقول اوّلاً

وہ ایک حکایت منقطعہ ہے جس کا منتہائے سند ایک رافضی غالی، مواہب شریف میں جس سے عمرو ناقل یہ وصیت نامہ یوں منقول:

حکی عن ھشام بن السائب الکلبی او ابیہ انہ قال لما حضرت ابا طالب الوفاۃ جمع الیہ وجوہ قریش[2] الخ۔

یعنی ہشام بن سائب کلبی کوفی یا اس کے باپ کلبی سے حکایت کی گئی کہ ابوطالب نے مرتے وقت عمدگان قریش کو جمع کرکے وصیت کی۔

ہشام و کلبی دونوں رافضی مطعون ہیں، میزان الاعتدال میں ہے:

قال البخاری ابوالنضر الکلبی ترکہ یحیٰی وابن مھدی قال علی ثنا یحیٰی عن سفیٰن قال الکلبی کلما حدثتک عن ابی صالح فھو کذب، و قال یزید بن زریع ثنا الکلبی

امام بخاری نے فرمایا ابوالنضر کلبی کو امام یحیٰی بن معین و امام عبدالرحمن بن مہدی نے اسے متروک کیا۔ امام سفین فرماتے ہیں: مجھ سے کلبی نے کہا جتنی حدیثیں میں نے آپ کے سامنے ابوصالح سے روایت کی ہیں وہ سب جھوٹ ہیں۔ یزید بن زریع نے کہا، کلبی رافضی

---

[1] مدارج النبوۃ باب سوم وفات یافتن ابوطالب مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۴۹

[2] المواہب اللدنیۃ عام الحزن وفاۃ ابی طالب المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۶۵

www.alahazratnetwork.org

وکان سبائیا قال الاعمش اتق ھذہ السبائیۃ فانی ادرکت الناس وانما یسمونھم الکذابین۔ البوذکی سمعت ھماما یقول سمعت الکلبی یقول انا سبائی عن ابی عوانۃ سمعت الکلبی یقول کان جبرئیل یملی الوحی علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلما دخل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخلاء جعل یملی علی علیؓ قال الجوزجانی وغیرہ کذاب وقال الدارقطنی وجماعۃ متروک وقال ابن حبان مذھبہ فی الدین ووضوح الکذب فیہ اظھر من ان یحتاج الی الاغراق فی وصفہ لایحل ذکرہ فی الکتاب فکیف الاحتجاج بہ[1] اھ ملتقطا۔

تھا۔ امام سلیمٰن اعمش تابعی نے فرمایا کہ ان رافضیوں سے بچو میں نے علماء کو پایا کہ ان کا نام کذاب رکھتے تھے۔ تبوذکی کہتے ہیں میں نے ہمام سے سُنا وہ کہتے ہیں میں نے خود کلبی کو کہتے سنا کہ میں رافضی ہوں۔ ابوعوانہ کہتے ہیں کلبی نے میرے سامنے کہا کہ جبرئیل نبی کو وحی لکھاتے تھے جب حضور بیت الخلا کو تشریف لے جاتے تو مولٰی علی (کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم) کو لکھانے لگتے۔ جوزجانی وغیرہ نے کہا: کلبی کذاب ہے۔ دارقطنی اور ایک جماعت علماء نے کہا: متروک ہے۔ ابن حبان نے کہا اس کا مذہب دین میں اور اُس میں کذب کا وضوح ایسا روشن ہے کہ محتاج بیان نہیں کتابوں میں اس کا ذکر کرنا حلال نہیں اور نہ اس سے سند لانا اھ ملتقطا

اُسی میں ہے:

ھشام بن محمد بن السائب الکلبی قال احمد بن حنبل انما کان صاحب سمر ونسب ما ظننت ان احدا یحدث عنہ وقال الدارقطنی وغیرہ متروک وقال ابن عساکر رافضی لیس بثقۃ۔[2]

امام احمد نے کلبی کے بیٹے ہشام کی نسبت فرمایا: وہ تو یہی کچھ کہانیاں کچھ نسب نامے جانتا تھا مجھے گمان نہ تھا کہ کوئی اس سے حدیث روایت کرے گا۔ امام دارقطنی وغیرہ نے فرمایا: متروک ہے۔ امام ابن عساکر نے کہا: رافضی نامعتمد ہے۔

ثانیاً خود اُسی وصیت نامہ میں وہ لفظ منقول جن میں صاف اپنے حال کی طرف اشارہ ہے کہ اُن حاضرین سے کہا:

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۷۵۷۴ محمد بن سائب الکلبی دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۵۵۷ تا ۵۵۹

[2] " " " ۹۲۳۷ ہشام بن محمد السائب " " ۴/ ۳۰۴

www.alahazratnetwork.org

قد جاء بامر قبله الجنان و انکره اللسان مخافۃ الشناٰن[1]

محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمارے پاس وہ بات لے کر آئے جسے دل نے مانا اور زبان نے انکار کیا اس خوف سے کہ لوگ دشمن ہوجائیں گے۔

علامہ زرقانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

لما تعیرونه به من تبعیته لابن اخیه[2]

یعنی وہ خوف یہ ہے کہ تم عیب لگاؤ گے کہ وہ اپنے بھتیجے کا تابع ہوگیا۔

یعنی بھتیجا تو بیٹے کی مثل ہے اُنھیں امام بناتے آپ غلام بنتے عار آتی ہے، تم طعنہ کرو گے اس نئے اسلام سے انکار ہے اگرچہ دل پر اُن کا صدق آشکار ہے۔

ثالثاً نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے باب میں اُن سے بعض وصایا ضرور منقول مگر جب اوروں کو وصیت ہو خود جاہلی میت ہو تو اس سے کیا حصول۔ قال اللہ تعالٰی:

کبر مقتا عند الله ان تقولوا ما لا تفعلون[3]

اللہ کو سخت دشمن ہے یہ بات کہ کہو اور نہ کرو۔

تندرستی میں بھی یہی برتاؤ تھا کہ اوروں کو ترغیب دینا اور آپ بچنا وہی انداز وقتِ مرگ برتا۔

اصابہ میں فرمایا:

وهو امر ابی طالب ولدیه باتباعه فترکه ذلك هو من جملة العناد وهو ایضا من حسن نصرته له و ذبه عنه و معاداته قومه بسببه[4]

رہا یہ کہ ابوطالب کا اپنے بیٹوں حیدر کرار و جعفر طیار رضی اللہ تعالٰی عنہما سے کہنا کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پیروی کرو تو خود اس کا ترک کرنا یہ عناد میں سے ہے اور یہ ترغیب پیروی بھی اُن کی اُسی خوبی مدد و حمایت اور حضور کے باعث اپنی قوم سے مخالفت ہی میں داخل ہے۔

---

[1] المواہب اللدنیہ عام الحزن وفاۃ ابی طالب المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۶۵

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ وفاۃ خدیجۃ وابی طالب دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۹۵

[3] القرآن الکریم ۶۱/۳

[4] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الطاء القسم الرابع ابوطالب دار صادر بیروت ۴/۱۱۷

www.alahazratnetwork.org

یعنی جہاں وُہ سب کچھ تھا ایں ہمہ بے علم ایمان بے اذعان ملنا کیا امکان، ولہذا علمائے کرام جہاں ابوطالب سے یہ امور نقل فرماتے ہیں وہیں موت علی الکفر کی بھی تصریح کرجاتے ہیں اسی مواہب لدنیہ اور اُن کی دوسری کتاب ارشاد الساری کے کتنے کلمات اوپر گزرے۔

مجمع ۱۲۸ البحار میں ہے:

فی العاشرۃ دنا موت ابی طالب فوصی بنی المطلب باعانتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومات فقال علی رضی اللہ تعالٰی عنہ ان عمک الضال قد مات قال فاغسلہ وکفنہ ووارہ غفر اللہ لہ فجعل یستغفر لہ ایاما حتی نزل "ما کان للنبی"[1]۔

یعنی نبوت سے دسویں سال ابوطالب کو موت آئی بنی عبدالمطلب کو مددگاری نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وصیت کرکے مرگئے۔ اس پر مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم نے عرض کی، حضور کا چچا مرگیا۔ فرمایا، نہلا کفنا کر دبا دے اللہ اُسے بخشے۔ وحاء مغفرت فرماتے رہے یہاں تک کہ آیت اتری نبی کو روا نہیں کہ مشرکوں جہنمیوں کی بخشش مانگے۔

علامہ ۱۲۹ حفنی حاشیہ شرح ہمزیہ میں لکھتے ہیں:

قال القرطبی فی المفہم کان ابوطالب یعرف صدق رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی کل مایقولہ ویقول لقریش تعلمون واللہ ان محمدا لم یکذب قط ویقول لابنہ علی اتبعہ فانہ علی الحق غیر انہ لم یدخل فی الاسلام ولم یزل علی ذٰلک حتی حضرتہ الوفاۃ فدخل علیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم طامعا فی اسلامہ وحریصا علیہ باذلا فی ذٰلک

یعنی امام ۱۳۰ قرطبی نے مفہم شرح صحیح مسلم میں فرمایا: ابوطالب خوب جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو کچھ فرماتے ہیں سب حق ہے قریش سے کہتے خدا کی قسم تمہیں معلوم ہے کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی کوئی کلام خلافِ واقع نہ فرمایا اپنے بیٹے علی کرم اللہ وجہہ سے کہتے ان کے پیرو رہنا کہ یہ حق پر ہیں یہ سب کچھ تھا مگر خود اسلام میں نہ آئے موت آنے تک اسی حال پر رہے اس وقت حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کے پاس تشریف فرما ہوئے اس امید پر کہ شاید مسلمان ہوجائیں، اس کی حضور کو سخت خواہش

[1] مجمع بحار الانوار فصل فی السیر بیان ارضاعہ مکتبہ دارالایمان مدینۃ المنورۃ ۵/۲۷۲

www.alahazratnetwork.org

جهده مستفرغا ما عنده ولكن عاقت عن ذلك عوائق الاقدار التي لا ينفع معها حرص ولا اعتذار[1] وحسبنا الله ونعم الوكيل ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم۔

تھی جو کچھ کوشش ممکن تھی سب خرچ فرما دی مگر وہ تقدیریں آڑے آئیں جن کے آگے نہ خواہش چلتی ہے نہ عذر۔
اور اللہ تعالٰی ہمیں کافی ہے کیا ہی اچھا کارساز ہے اور نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ نیکی کرنے کی قوت مگر بلندی و عظمت والے خدا کی توفیق سے۔ (ت)

شبہہ تاسعہ الحمدللہ عمرو کے سب شبہات حل ہوگئے اور وہ شبہات ہی کیا تھے محض مہملات تھے اب ایک شبہہ باقی رہا جس سے زمانہ قدیم میں بعض روافض نے اپنے رسالہ "اسلام ابی طالب" میں استناد کیا اور اکابر ائمہ و علمائے اہل سنت مثل امام اجل بیہقی و امام جلیل سہیلی و امام حافظ الشان ابن حجر عسقلانی و امام بدرالدین محمود عینی و امام احمد قسطلانی و امام ابن حجر مکی و علامہ حسین دیاربکری و علامہ محمد زرقانی و شیخ محقق دہلوی وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی نے متعدد وجوہ سے جواب دیا۔ سُنّی کے لئے تو اسی قدر سے جواب ظاہر ہوگیا کہ استدلال کرنے والا ایک رافضی اور جواب دینے والے ائمہ و علمائے اہلسنت مگر تتمیم فائدہ کے لئے فقیر غفرلہ المولی القدیر وہ شبہہ اور علماء کے اجوبہ ذکر کرکے جو کچھ فیض قدیر سے قلب فقیر پر فائض ہوا تحریر کرے وباللہ التوفیق، ابن اسحٰق نے سیرۃ میں ایک روایت شاذہ ذکر کی جس کا خلاصہ یہ کہ ابوطالب کے مرض الموت میں اشرافِ قریش جمع ہوکر ان کے پاس گئے کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سمجھا دو کہ ہمارے دین سے غرض نہ رکھیں ہم ان کے دین سے تعرض نہ کریں ابوطالب نے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بلاکر عرض کی، حضور پرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں یہ ایک بات کہہ لیں جس سے تم تمام عرب کے مالک ہوجاؤ اور عجم تمہاری مطیع۔ ابوجہل لعین نے عرض کی: حضور ہی کے باپ کی قسم ایک بات نہیں دس باتیں۔ فرمایا، تو لا الٰہ الا اللہ کہہ لو۔ اس پر کافر تالیاں بجاکر بھاگ گئے۔ ابوطالب کے منہ سے نکلا: خدا کی قسم حضور نے کوئی بے جا بات تو ان سے نہ چاہی تھی۔ اس کہنے سے سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو امید پڑی کہ شاید یہی مسلمان ہوجائے۔ حضور نے بار بار فرمانا شروع کیا، اے چچا! تو ہی کہہ لے جس کے سبب سے میں تیری شفاعت روزِ قیامت حلال کرلوں۔ جب ابوطالب نے حضور کی شدتِ خواہش دیکھی تو کہا، اے بھتیجے! میرے خدا کی قسم اگر یہ خوف نہ ہوتا

---

[1]

www.alahazratnetwork.org

کہ لوگ حضور کو اور حضور کے باپ (یعنی خود ابوطالب) کے بیٹوں کو طعنہ دیں گے کہ نزع کی سختی پر صبر نہ ہوا کلمہ پڑھ لیا، تو میں پڑھ لیتا، اور وہ بھی اس طرح پڑھتا لا اقولہا الا لاسرک بہا (میں نہ کہتا وہ کلمہ مگر اس لئے کہ آپ کو خوش کروں) صرف اس لئے کہ حضور کی خوشی کردوں۔ یہ باتیں نزع میں تو ہو ہی رہی تھیں جب روح پرواز کرنے کا وقت نزدیک آیا عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان کے لبوں کی جنبش دیکھی کان لگا کر سنا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی، یا ابن اخی واللہ لقد قال اخی الکلمۃ التی امرتہ ان یقولہا اے میرے بھتیجے! خدا کی قسم میرے بھائی نے وہ بات کہہ لی جو حضور اقدس اس سے کہلواتے تھے۔ قال فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم اسمع[1] سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا میں نے نہ سنی۔

یہ وہ روایت ہے علماء نے اس سے پانچ جواب دیئے:

اوّل یہ روایت ضعیف و مردود ہے، اس کی سند میں ایک راوی مبہم موجود ہے۔ یہ جواب امام بیہقی پھر امام حافظ الشان ابن حجر عسقلانی و امام بدر الدین محمود عینی و امام ابن حجر مکی و علامہ حسین دیار بکری و علامہ زرقانی وغیرہم نے افادہ فرمایا۔ خمیس میں ہے:

قال البیہقی انہ منقطع[2] الخ وسیأتی تمامہ۔

بیہقی نے کہا یہ منقطع ہے الخ اس کی پوری تفصیل عنقریب آرہی ہے۔ (ت)

عمدۃ القاری میں ہے:

فی سندہ من لم یسم[3]۔

اس کی سند میں ایک ایسا راوی ہے جس کا نام نہیں لیا گیا۔ (ت)

شرح مواہب میں ہے:

روایۃ ابن اسحٰق ضعیفۃ[4]۔

ابن اسحاق کی روایت ضعیف ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

---

[1] السیرۃ النبویۃ لابن ہشام وفاۃ ابی طالب وخدیجۃ دار ابن کثیر للطباعۃ والنشر القسم الاول ص ۴۱۸

[2] تاریخ الخمیس وفاۃ ابی طالب مؤسسۃ شعبان بیروت ۱/ ۳۰۰

[3] عمدۃ القاری کتاب المناقب الانصار باب قصۃ ابی طالب تحت حدیث ۳۸۸۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۷/ ۲۳

[4] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول وفاۃ خدیجۃ وابی طالب دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۹۱

www.alahazratnetwork.org

فیہ من لم یسم[1]

اس کی سند میں ایک ایسا راوی ہے جس کا نام نہیں لیا گیا۔ (ت)

شرح تمیز میں ہے :

روایۃ ضعیفۃ عن العباس انہ اسرالیہ الاسلام عند موتہ[2]

حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ایک ضعیف روایت ہے کہ ابوطالب نے بوقتِ موت رازداری سے انھیں اسلام کی خبر دی۔ (ت)

اصابہ میں ہے :

لقد وقفت علٰی تصنیف لبعض الشیعۃ اثبت فیہ اسلام ابی طالب منہا ما اخرجہ عن محمد بن اسحٰق الٰی ان قال بعد نقل متمسکات الرافضی اسانید ھٰذہ الاحادیث واھیۃ[3]

یعنی میں نے ایک رافضی کا رسالہ دیکھا جس میں اس نے بعض روایات سے اسلام ابی طالب ثابت کرنا چاہا ہے۔ ازاں جملہ یہ روایت ابن اسحٰق ہے۔ ان سب کی سندیں واہی ہیں۔

اقول وباللہ التوفیق ھٰھنا امور یجب التنبہ لہا :

اقول (میں کہتا ہوں) اور توفیق اللہ تعالٰی کی طرف سے ہے، یہاں چند امور ایسے ہیں جن پر آگاہ ہونا ضروری ہے :

اولہا لیس المنقطع ھٰھنا فی کلام البیہقی بالاصطلاح المشہور عند الجمہور انہ الذی سقط من سندہ راو اما مطلقًا او بشرط ان لایسقط ازید من واحد علی التوالی وھو المرسل علی

پہلا امر منقطع یہاں پر بیہقی کے کلام میں اس معنی میں استعمال نہیں ہوا جو جمہور کے نزدیک مشہور اصطلاح ہے، یعنی وہ حدیث جس کی سند سے کوئی راوی ساقط ہوگیا ہو یا تو مطلقًا یا اس شرط کے ساتھ کہ اس کی سند میں ایک سے زائد راوی پے درپے ساقط نہ ہوئے ہوں، بصورت اول

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول وفاۃ خدیجۃ وابی طالب دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۹۱

[2]

[3] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الطاء القسم الرابع ابوطالب دارصادر بیروت ۴/ ۱۱۶

www.alahazratnetwork.org

۸۱ الاول او منہ علی الثانی باصطلاح الفقہاء واھل الاصول واذا نظفت رجالہ فعندنا وعند الجمہور مقبول کیف و ذٰلک خلاف الواقع فی روایۃ ابن اسحٰق فان سندہ علٰی مارأیت فی سیرۃ ابن ھشام ونقلہ الحافظ وغیرہ فی الفتح وغیرہ ھکذا حدثنی العباس بن عبد اللہ بن معبد عن بعض اھلہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما[1] وھذا الانقطاع فیہ کما تری و لامساغ لارادۃ الانقطاع من قبل ان ابن عباس لم یدرک الواقعۃ فانہ انما ولد عام مات ابوطالب ولد قبل الھجرۃ بثلث سنین کما فی التقریب[2]، وکذٰلک اسرم ابن الجزار موت ابی طالب قبل ھجرتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بثلث سنین کما فی المواھب[3]، وذٰلک لان مراسیل

وہ مرسل ہے، اور بصورت ثانی مرسل کی ایک نوع ہے فقہاء اور اہلِ اصول کی اصطلاح میں۔ اور جب اس کے رجال عادل ہوں تو وہ ہمارے نزدیک اور جمہور کے نزدیک مقبول ہے۔ اور جمہور کی اصطلاح میں یہ کیسے منقطع ہوسکتی ہے حالانکہ ابن اسحٰق کی روایت میں معنیٰ مذکور کے خلاف واقع ہے، کیونکہ اس کی سند جیسا کہ میں نے سیرت ابن ہشام میں دیکھی اور حافظ وغیرہ نے اُس کو فتح الباری وغیرہ میں نقل کیا وہ یُوں ہے مجھے حدیث بیان کی عباس بن عبد اللہ بن معبد نے اپنے بعض گھروالوں سے انھوں نے عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے۔ اور اس میں جیسا کہ تُو دیکھ رہا ہے کوئی انقطاع نہیں اور نہ ہی اس جہت سے انقطاع مراد لینے کی کوئی گنجائش ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ واقعہ نہیں پایا کیونکہ آپ اس سال پیدا ہُوئے جس سال ابوطالب کا انتقال ہوا۔ آپ کی ولادت ہجرت سے تین سال قبل ہوئی جیسا کہ تقریب میں ہے اور یونہی ابوطالب کی موت کی تاریخ ابن جزار نے بیان کی وہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی کی ہجرت سے تین سال پہلے فوت ہوئے جیسا کہ مواہب میں ہے۔ اور یہ اس لئے کہ مراسیل

---

[1] السیرۃ النبویۃ لابن ہشام وفاۃ ابی طالب وخدیجہ دار ابن کثیر للطباعۃ القسم الاول ص ۴۱۷
[2] تقریب التہذیب ترجمہ ۳۴۲۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۵۰۳
[3] المواہب اللدنیۃ عام الحزن وفاۃ ابی طالب المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۶۲

www.alahazratnetwork.org

الصحابة مقبولة بالاجماع ولا عبرة بمن شذ[1] في تقريب النووي هذا كله في غير مرسل الصحابي اما مرسله فمحكوم بصحته على المذهب الصحيح[1] قال في التدريب قطع به الجمهور من اصحابنا وغيرهم واطبق عليه المحدثون[2] وفي مسلم الثبوت ان كان من الصحابي يقبل مطلقا اتفاقا ولا اعتداد لمن خالف[3] اھ وانما سماه البيهقي منقطعا على اصطلاح له ولشيخه الحاكم ان المبهم ايضا من المنقطع في التقريب والتدريب (اذا قال) الراوي في الاسناد (فلان عن رجل عن فلان فقال الحاكم) هو (منقطع ليس مرسلا وقال غيره مرسل) قال العراقي كل من القولين خلاف ما عليه الاكثرون فانهم ذهبوا الى انه متصل في سنده مجهول، وزاد البيهقي على هذا في سننه فجعل

صحابہ کے مقبول ہونے پر اجماع ہے اور جو تنہا اس موقف کے خلاف ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ تقریب نواوی میں ہے کہ یہ سب گفتگو مرسلِ صحابی کے غیر میں ہے۔ رہا مرسلِ صحابی تو صحیح مذہب میں اس کے صحیح ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ تدریب میں کہا کہ ہمارے اصحاب وغیرہ جمہور نے اس حکم کو قطعی قرار دیا اور محدثین نے اس پر اتفاق کیا ہے۔ مسلم الثبوت میں ہے مرسل اگر صحابی سے ہے تو مطلقاً قبول کی جائے گی اور جس نے مخالفت کی اس کا کوئی اعتبار نہیں اھ۔ بیہقی کا اُسے منقطع کہنا فقط ان کی اپنی اور انکے شیخ امام حاکم کی اصطلاح ہے کہ ان کے نزدیک مبہم بھی منقطع ہے۔ تقریب اور تدریب میں ہے راوی نے اسناد میں جب کہا کہ فلاں نے ایک مرد سے اور اس نے فلاں سے روایت کی تو امام حاکم نے فرمایا کہ یہ منقطع ہے مرسل نہیں ہے جبکہ اس کے غیر نے کہا یہ مرسل ہے۔ عراقی نے کہا یہ دونوں قول اکثریت کے مؤقف کے خلاف ہیں کیونکہ اکثر کا مؤقف یہ ہے کہ یہ متصل ہے اس کی سند میں راوی مجہول ہے۔ امام بیہقی نے اپنی سنن میں اس پر اضافہ کیا اور اس حدیث کو مرسل

---

[1] تقریب النواوی مع تدریب الراوی النوع التاسع المرسل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۱
[2] تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی " " " " " "
[3] مسلم الثبوت الاصل الثانی السنۃ مسئلہ تعریف المرسل مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۰۱

www.alahazratnetwork.org

ما رواہ التابعی عن رجل من الصحابۃ لم یسم مرسلا[1] اھ مختصرا، و فیہما (النوع العاشر المنقطع الصحیح الذی ذھب الیہ الفقہاء و الخطیب و ابن عبد البر وغیرھما من المحدثین ان المنقطع ما لم یتصل اسنادہ علی ای وجہ کان انقطاعہ) فھو و المرسل واحد (واکثر ما یستعمل فی روایۃ من دون التابعی عن الصحابۃ کمالك عن ابن عمر وقیل ھو ما اختل منہ رجل قبل التابعی) الصواب قبل الصحابی (محذوفا کان الرجل) (او مبہما کرجل) ھذا بناء علی ما تقدم ان فلانا عن رجل یسمی منقطعا و تقدم ان الاکثرین علی خلافہ، ثم ان ھذا القول ھو المشہور بشرط ان یکون الساقط واحدا فقط او اثنین لا علی التوالی کما جزم بہ العراقی و شیخ الاسلام[2] اھ ملخصا۔

قرار دیا جس کو تابعی نے صحابہ میں سے ایک مرد سے روایت کیا اس صحابی کے نام کی تصریح نہیں کی اھ اختصار۔ اور ان دونوں (تقریب و تدریب) میں ہے دسویں قسم منقطع، صحیح موقف جس کی طرف فقہاء کرام اور محدثین میں سے خطیب و ابن عبد البر وغیرہ گئے ہیں وُہ یہ ہے کہ منقطع اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند متصل نہ ہو، چاہے کسی وجہ سے انقطاع ہو، وہ اور مرسل ایک ہی ہیں۔ اور اس کا اکثر اطلاق ایسی حدیث پر ہوتا ہے جس میں تابعی سے نیچے درجے کا کوئی شخص صحابی سے روایت کرے جیسے امام مالک علیہ الرحمہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کریں۔ ایک قول کے مطابق منقطع وہ حدیث ہے جس میں تابعی سے قبل (صحیح یہ ہے کہ صحابی سے قبل) کوئی راوی مختل ہو، چاہے تو وہ محذوف ہو یا مبہم، جیسے کہا جائے "کوئی شخص"، یہ اس پر مبنی ہے جس کا پہلے ذکر ہو چکا "یعنی فلاں نے ایک شخص سے روایت کی" یہ منقطع کہلاتی ہے۔ اور ما قبل میں گزر چکا ہے کہ اکثریت اس کے خلاف ہے۔ پھر یہ قول اس شرط کے ساتھ مشہور ہے کہ ساقط فقط ایک راوی ہو یا دو ہوں مگر پے در پے نہ ہوں جیسا کہ اس پر عراقی اور شیخ الاسلام نے جزم کیا ہے اھ تلخیص۔

---

[1] تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی النوع التاسع المرسل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶۱ و ۱۶۲
[2] " " " " " النوع العاشر المنقطع " " ۱/۱۷۱ و ۱۷۲

www.alahazratnetwork.org

ثانیہا لیس المبہم من المجہول المقبول عندنا وعند کثیر من الفحول او اکثرہم فان الراوی اذا لم یرو عنہ الا واحد فمجہول العین نمشیہ نحن وکثیر من المحققین واذا زکی ظاہرا لا باطنا فمستور نقبلہ نحن واکثر المحققین کما بینتہ فی "منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین" وظاہر ان شیئا من ہذا لا یعرف الا بالتسمیۃ فالمبہم لیس منہما فی شیئ بل ہو کمجہول الحال الذی لم تعرف عدالتہ باطنا ولا ظاہرا وان خصصناہ ایضا بمن سمی فلیس من المجہول المصطلح علیہ اصلا وان کان یطلق علیہ اسم المجہول نظرا الی المعنی اللغوی، وتحقیق الحکم فیہ ان ابہام راو غیر الصحابی بغیر لفظ التعدیل کحدثنا ثقۃ لیس کحذفہ عندنا فی القبول فان الجزم مع الاسقاط امارۃ الاعتماد بخلاف الاسناد قال فی مسلم الثبوت وشرحہ فواتح الرحموت (قال رجل لا یقبل

دوسرا امر: مبہم اس مجہول میں سے نہیں جو ہمارے نزدیک اور تمام علماء ماہرین یا اکثر کے نزدیک مقبول ہے، اس لئے کہ اگر کسی راوی سے فقط ایک ہی شخص روایت کرے تو وہ مجہول العین ہے۔ ہم اور کثیر محققین اس کو قبول کرتے ہیں۔ اور اگر اس کا ظاہری طور پر تزکیہ ہوجائے مگر باطنی طور پر نہ ہو تو وہ مستور ہے، ہمارے اور اکثر محققین کے نزدیک مقبول ہے جیسا کہ میں نے اس کو رسالہ "منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین" میں بیان کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ مجہول کی دونوں قسموں میں سے کوئی نہیں پہچانا جاتا مگر نام ذکر کرنے سے تو مبہم ان دونوں قسموں میں سے کوئی قسم بھی نہ ہوا بلکہ وہ مجہول الحال کی مثل ہے جس کی عدالت نہ ظاہری طور پر معلوم ہوتی ہے نہ باطنی طور پر، اگر ہم اس (مجہول الحال) کو بھی مختص کرلیں اس کے ساتھ جس کا نام ذکر کیا جاتا ہے تو اس صورت میں مبہم بالکل ہی مجہول اصطلاحی میں سے نہیں ہوگا، اگرچہ معنی لغوی کے اعتبار سے اس پر مجہول کا اطلاق ہوگا۔ اس میں حکم کی تحقیق یہ ہے کہ غیر صحابی کا ابہام بغیر لفظ تعدیل کے جیسے مجھے حدیث بیان کی ایک ثقہ نے۔ ہمارے نزدیک قبولیت میں حذف راوی کی مثل نہیں۔ کیونکہ اسقاط راوی کے باوجود اس پر جزم، اعتماد کی نشانی ہے بخلاف اسناد کے۔ مسلم الثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت میں ہے کسی شخص نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی

www.alahazratnetwork.org

فی) المذھب (الصحیح) ولیس ھذا کالارسال کما نقل عن شمس الائمۃ لان ھذا روایۃ عن مجھول والارسال جزم بنسبۃ المتن الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھذا لایکون الا بالتوثیق فافترقا (بخلاف) قال ثقۃ او رجل من الصحابۃ لان ھذا روایۃ عن ثقۃ لان الصحابۃ کلھم عدول (ولو اصطلح علی معین) معلوم العدالۃ علی التعیین برجل (فلا اشکال) فی القبول[1] اھ،

اقول ویتراءی لی استثناء من ابھم وقد علم من عادتہ انہ لا یروی الا عن ثقۃ کامامنا الاعظم والامام احمد وغیرھما ممن سمیناھم فی "منیر العین" فان المبھم اما من مجھول الحال او کمثلہ وقد صرحوا فیہ بھذا التفصیل قال فی الکتابین (فی روایۃ العدل) عن المجھول (مذاھب) احدھا (التعدیل) فان شان العدل لایروی الا عن عدل (و) الثانی

ایک مرد نے، تو مذہب صحیح میں قبول نہیں کیا جائیگا۔ یہ ارسال کی مثل نہیں جیسا کہ شمس الائمہ سے منقول ہے، کیونکہ یہ مجہول سے روایت ہے جبکہ ارسال رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی طرف متن کی نسبت کا جزم ہے اور یہ بغیر توثیق کے نہیں ہوسکتا، تو اس طرح دونوں میں فرق ہوگیا بخلاف اس کے کہ اگر کسی نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی ایک ثقہ نے یا صحابہ کرام میں سے ایک مرد نے کیونکہ یہ ثقہ سے روایت ہے، اس لئے کہ تمام صحابہ عادل ہیں۔ اگر یہ اصطلاح بنالی جائے کہ فلاں معین شخص جس کی عدالت معلوم ہے کہ "ایک مرد" کے ساتھ تعبیر کیا جائے گا تو اس کے مقبول ہونے میں کوئی اشکال نہیں اھ اقول (میں کہتا ہوں) میرے لئے اُس شخص کا استثناء ظاہر ہوا جس نے ابہام کیا حالانکہ اس کی عادت معروف ہے کہ بغیر ثقہ کے کسی سے روایت نہیں کرتا جیسا کہ ہمارے امام اعظم اور امام احمد اور دیگر ائمہ کرام جن کے نام ہم نے "منیر العین" میں ذکر کئے ہیں۔ اس لئے کہ مبہم مجہول الحال سے ہوگا یا اس کی مثل ہے۔ تحقیق اس میں علماء نے اس تفصیل کے ساتھ تصریح فرمائی ہے، دونوں کتابوں میں کہا کہ مجہول سے عادل کی روایت کے بارے میں چند مذہب ہیں، ان میں سے ایک مذہب اس کی تعدیل ہے، کیونکہ عادل کی شان یہ ہے کہ وہ فقط عادل سے روایت کرتا ہے۔ دوسرا مذہب

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفٰی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/۱۴۶

www.alahazratnetwork.org

(المنع) لجواز روایتہ تعویلا علی المجتہد انہ لایعمل الا بعد التعدیل (و) الثالث (التفصیل بین من علم) من عادتہ (انہ لایروی الا عن عدل) فیکون تعدیلا (اولا) فلا (وھو) ای الثالث (الاعدل) وھو ظاہر[1] اھ باختصار۔

منع تعدیل ہے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے اُس نے مجتہد پر بھروسا کرتے ہُوئے یہ روایت کردی ہو کیونکہ مجتہد تعدیل کے بعد ہی عمل کرتا ہے۔ اور تیسرا مذہب تفصیل یعنی اگر اس کی یہ عادت معلوم ہے کہ وُہ فقط عادل سے روایت کرتا ہے غیر عادل سے نہیں، تو تعدیل ہوگی ورنہ نہیں۔ اور یہ تیسرا مذہب زیادہ عدل والا ہے اور وہ ظاہر ہے اھ اختصار۔

ثالثہا لیس الحکم علی کافر معلوم الکفر لاسیما المدرك صحۃ لغویۃ بطریان الاسلام من باب الفضائل المقبول فیہ الضعاف باتفاق الاعلام، کیف وانہ یبتنی علیہ کثیر من الاحکام کتحریم ذکرہ الا بخیر ووجوب تعظیمہ بطلب الترضی علیہ اذا ذکر بعد ما کان ذلك حراما بل ربما المنجر الی الکفر، والعیاذ باللہ تعالٰی، وقبول قولہ فی الروایات ان وقعت الی غیر ذلك والیقین لایزول بالشك والضعیف لایرفع الثابت وانما السر فی قبول الضعاف حیث تقبل انہا ثمہ لم تثبت شیئا لم یثبت کما حققناہ بمالا مزید علیہ

تیسرا امر: جس کافر کا کفر معلوم ہو خصوصًا جبکہ وُہ صحت لغویہ کو پانے والا ہو۔ اُس پر اسلام کے طاری ہونے کا حکم از قبیل فضائل نہیں ہے جس میں باتفاقِ علماء ضعیف حدیثیں بھی مقبول ہیں۔ ایسا کیونکر ہوسکتا ہے جبکہ اس پر بہت سے احکام کی بنیاد ہے مثلاً بھلائی کے سوا اس کے ذکر کا حرام ہونا، اس کی تعظیم کا واجب ہونا اور اس کے ذکر کے ساتھ رضی اللہ تعالٰی عنہ کہنا۔ بعد اس کے یہ حرام بلکہ بسا اوقات کفر تک پہنچا دینے والی چیز ہے، اور اللہ تعالٰی کی پناہ، اور روایات میں اس کے قول کو قبول کرنا جبکہ واقع ہوں وغیرہ ذالک، حالانکہ یقین شک کے ساتھ زائل نہیں ہوتا۔ اور ضعیف حدیث ثابت کو رفع نہیں کرسکتی۔ ضعیف حدیثیں جہاں قبول کی جاتی ہیں وہاں ان کو قبول کرنے میں راز یہ ہے کہ وہاں ضعیف حدیثیں کسی غیر ثابت چیز کو ثابت نہیں کرتیں جیسا کہ ہم اپنے رسالہ

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفٰی مسئلہ مجہول الحال الخ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/۱۵۰

www.alahazratnetwork.org

ما دفع الاوهام المتطرقۃ الیہ فی رسالتنا "الھاد الکاف فی حکم الضعاف" فاذا لم تکن لتثبت مالم یثبت فکیف ترفع ماقد ثبت ماھذا الاغلط و شطط وھذا واضح جدا فاتضح بحمد اللہ ان الروایۃ ضعیفۃ واھیۃ و انھا فی اثبات مارایم منھا غیرمغنیۃ ولاکافیۃ ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق۔

"الھاد الکاف فی حکم الضعاف" میں اس کی تحقیق کردی ہے جس پر زیادتی نہیں کی جاسکتی جس نے اس مسئلہ میں پیدا ہونے والے تمام وہموں کا ازالہ کردیا ہے۔ چنانچہ جب وہ ضعیف حدیثیں غیرثابت چیز کو ثابت نہیں کرسکتی ہیں تو ثابت شدہ چیز کو رفع کیسے کرسکیں گی۔ یہ محض غلط اور حق سے دُوری ہے، یہ خوب واضح ہے۔ بحمداللہ واضح ہوگیا کہ روایت مذکورہ ضعیف اور بیہودہ ہے اور اس سے جس مقصد کو ثابت کرنا مطلوب تھا اس کے لئے یہ مفید وکافی نہیں ہے۔ یونہی تحقیق چاہئے اور اللہ تعالٰی توفیق کا مالک ہے۔(ت)

ثانیاً اگر بالفرض صحیح بھی ہوتی تو ان احادیث جلیلہ جزیلہ صحاح اصح کے مخالف تھی لہذا مردود ہوتی نہ کہ خود صحیح بھی نہیں اب اُن کے مقابل کیا التفات کے قابل **اقول** جواب اول بنظر سند تھا یہ بلحاظ متن ہے یعنی اگر سنداً صحیح بھی ہوتی تو متناً شاذ تھی اور ایسا شذوذ قادح صحت یوں بھی ضعیف رہتی اب کہ سنداً بھی صحیح نہیں خاص منکر ہے اور بہرحال مردود و نامعتبر۔ یہ جواب بھی علمائے ممدوحین نے دیا اور امام قسطلانی و شیخ محقق نے بھی اسی کی طرف اشارہ کیا۔

خمیس[۱۴۱] میں بعد عبارت مذکورہ امام بیہقی سے ہے:

والصحیح من الحدیث قد اثبت لابی طالب الوفاۃ علی الکفر والشرک کما رویناہ فی صحیح البخاری[۱]

یعنی حدیث صحیح ابوطالب کا کفر و شرک پر مرنا ثابت کررہی ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں موجود۔

بعینہٖ اسی طرح مواہب[۱۴۲] میں ہے۔

عمدہ[۱۴۳] میں بعد عبارت مذکورہ اور زرقانی میں امام حافظ الشان سے ہے:

ولوکان صحیحا لعارضہ حدیث

اگر یہ صحیح بھی ہوتی تو اس باب میں وارد حدیث

---

[۱] تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس وصیت ابی طالب مؤسسۃ شعبان للنشر بیروت ۱/ ۳۰۰

www.alahazratnetwork.org

الباب لانه اصح منه فضلا عن انه لم یصح[1]

اس کے معارض ہوتی کیونکہ وہ اس سے اصح ہے چہ جائیکہ یہ صحیح ہی نہیں۔ (ت)

اصابہ میں بعد کلام سابق ہے:

وعلی تقدیر ثبوتھا فقد عارضھا ماھو اصح منھا[2]

اور اس کے ثبوت کی تقدیر پر وہ حدیث اس کے معارض ہے جو اس سے اصح ہے۔ (ت)

پھر حدیث دوم لکھ کر فرمایا:

فھذا ھو الصحیح الذی یرد الروایۃ التی ذکرھا ابن اسحٰق[3]

یہ حدیث صحیح روایت ابن اسحاق کو رد کر رہی ہے۔

شرح ہمزیہ کی عبارت اوپر گزری:

صرائح الاحادیث المتفق علی صحتھا ترد ذٰلک[4]

صریح حدیثیں جن کی صحت پر اتفاق ہے اسے رد کر رہی ہیں۔

مدارج النبوۃ میں ہے:

دراحادیث واخبار اسلام وے ثبوت نیافتہ جزآنچہ درروایت ابن اسحٰق آمدہ کہ وے اسلام آورد نزدیک بوقتِ مرگ وگفتہ کہ چوں قریب شد موت وے عباس گفت یا ابن اخی! واللہ تحقیق گفت برادر من کلمہ را کہ امر کردی تو اورا بداں کلمہ ودر روایتے آمدہ کہ آنحضرت گفت من نشنیدم با آنکہ حدیث

اخبار واحادیث میں ابوطالب کا اسلام ثابت نہیں ہوا سوائے اُس روایت کے جو ابن اسحاق سے مروی ہے کہ وہ وقتِ موت کے قریب اسلام لے آئے تھے۔ ابنِ اسحاق نے کہا کہ جب ابوطالب کا وقتِ موت قریب ہُوا تو حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا، اے میرے بھتیجے! بخدا میرے بھائی نے وُہ کلمہ کہہ دیا ہے جس کا

---

[1] عمدۃ القاری کتاب مناقب الانصار حدیث ۳۸۸۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۷/ ۲۳
شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ المقصد الاول دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۹۳
[2] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الطاء القسم الرابع دارصادر بیروت ۴/ ۱۱۶
[3] " " " " " " " " ۴/ ۱۱۷
[4] شرح ھمزیۃ

www.alahazratnetwork.org

صحیح اثبات کردہ است برائے ابو طالب کفر را، اھ مختصراً۔

آپ نے اس کو حکم دیا ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے نہیں سنا، باوجودیکہ حدیث صحیح نے کفر ابو طالب کو ثابت کردیا ہے اھ اختصار (ت)

یہ کلام حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالٰی کا ہے اور فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے یہاں ہامش مدارج پر اپنے دو حاشیے لکھے پائے جن کی نقل خالی از نفع نہیں۔

اول قول شیخ جز آنچہ در روایت ابن اسحٰق آمدہ بر بایں عبارت **اقول** ایں استثنا منقطع ست ائمہ فن ہمچو امام بیہقی و امام ابن حجر عسقلانی و امام عینی و امام ابن حجر مکی وغیرہم تصریح کردہ اند بضعف ایں روایت زیراکہ درو راوی مبہم واقع شدہ باز بمخالفت صحاح منکرست و شیخ در آخر کلام خود اشارہ بضعف او میکند کہ باآنکہ حدیث صحیح اثبات کردہ است الخ معلوم شد کہ ایں صحیح نیست۔[1]

اول شیخ کے قول "جز آنچہ در روایت ابن اسحٰق آمدہ" پر اس عبارت کے ساتھ حاشیہ لکھا: میں کہتا ہوں یہ استثناء منقطع ہے۔ ائمہ فن جیسے امام بیہقی، امام ابن حجر عسقلانی، امام عینی اور امام ابن حجر مکی وغیرہ نے اس روایت کے ضعیف ہونے کی تصریح کی ہے کیونکہ اس میں ایک راوی مبہم واقع ہوا ہے، پھر صحیح حدیثوں کی مخالفت کی وجہ سے منکر ہے۔ اور شیخ علیہ الرحمہ اپنے کلام کے آخر میں ان لفظوں کے ساتھ اس کے ضعف کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ "باوجودیکہ حدیث صحیح نے اس کے کفر کو ثابت کردیا ہے" معلوم ہوگیا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

دوم قول شیخ "و در روایتے آمدہ" بر بایں الفاظ **اقول** ایں لفظ ایہام میکند آں را کہ ایں جا دو روایت ست و روایت مذکورہ ابن اسحٰق عاری ست از ذکر رد فرمودن نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم بقول

دوم شیخ کے قول "و در روایتے آمدہ" پر ان الفاظ کے ساتھ حاشیہ لکھا: میں کہتا ہوں یہ وہم میں ڈالتا ہے کہ یہاں دو روایتیں ہیں، اور روایت ابن اسحٰق میں نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے یہ کلمات رد نہیں ہیں کہ "میں نے نہیں

---

[1] مدارج النبوۃ باب دوم وفات یافتن ابو طالب مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر پاکستان ۲/ ۴۸

www.alahazratnetwork.org

مبارکش لو اسمعہ حالانکہ نہ چناں ست بلکہ ایں تتمہ ہماں روایت ابن اسحٰق ست بریں معنی آگاہ باید بود۔[1] "سُنا" حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ اسی روایت ابن اسحٰق کا تتمہ ہے۔ اس معنی پر آگاہ ہونا چاہیے۔(ت)

ثالثاً خود قرآن عظیم اسے رَد فرما رہا ہے اگر اسلام پر موت ہوتی سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو استغفار سے کیوں ممانعت آتی۔ یہ جواب حافظ الشان کا ہے اور اُسے خمیس میں بھی ذکر کیا۔

اصابہ میں بعد عبارت مذکورہ قریبہ ہے:

اذ لوکان قال کلمۃ التوحید ما نھی اللہ تعالٰی نبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن الاستغفار لہ۔[2] اگر اس نے کلمہ توحید کہہ لیا ہوتا تو اللہ تعالٰی اپنے نبی کو اُس کے حق میں استغفار سے منع نہ فرماتا۔(ت)

اقول استغفار سے نہی کفر میں صریح نہیں حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابتدائے اسلام میں میت مدیون کے جنازہ پر نماز پڑھنے سے ممنوع تھے۔ علمائے متاخرین نے حدیث استاذنت ربی ان استغفر لامی فلم یاذن لی[3] (میں نے اپنے رب سے اذن طلب کیا کہ میں اپنی ماں کیلئے استغفار کروں تو اُس نے مجھے اذن نہ دیا۔ت) کا یہی جواب دیا ہے تو استدلال اسی آیت کریمہ کے لفظ للمشرکین و لفظ اصحٰب الجحیم سے اولٰی و انسب ہے اگر کلمہ اسلام پر موت ہوتی تو رب العزۃ ابوطالب کو مشرک کیوں بتاتا، اصحاب نار سے کیوں ٹھہراتا۔ لاجرم یہ روایت بے اصل ہے۔

رابعاً اقول اس میں ایک علت اور ہے، حدیث صحیح چہارم دیکھئے خود یہی عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ جن سے یہ حکایت ذکر کی جاتی ہے موت ابی طالب کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پُوچھتے ہیں، یارسول اللہ! حضور نے اپنے چچا ابوطالب کو بھی کچھ نفع دیا وہ حضور کا غمخوار طرفدار تھا، ارشاد ہوا ہم نے اُسے سراپا جہنم میں غرق پایا اتنی تخفیف فرمادی کہ ٹخنوں تک آگ ہے میں نہ ہوتا تو اسفل السافلین اس کا ٹھکانا تھا۔[4]

سبحٰن اللہ! اگر عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے کانوں سے مرتے وقت کلمہ توحید پڑھنا سُنتے تو

---

[1]

[2] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الطاء القسم الرابع ابوطالب دارصادر بیروت ۴/ ۱۱۷

[3] صحیح مسلم کتاب الجنائز فصل فی جواز زیارۃ قبور المشرکین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۱۴

[4] صحیح البخاری مناقب الانصار باب قصۃ ابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۴۸

صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/ ۱۱۵

مسند احمد بن حنبل عن العباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۰۶ و ۲۱۰

www.alahazratnetwork.org

اس سوال کا کیا محل تھا، وہ نہ جانتے تھے کہ الاسلام یجب ما قبلہ مسلمان ہو جانا گزرے ہوئے سب اعمالِ بد کو ڈھا دیتا ہے، کیا وہ نہ جانتے تھے کہ اخیر وقت جو کافر مسلمان ہو کر مرے بے حساب جنت میں جائے، من قال لا الٰہ الّا اللہ دخل الجنۃ[1] (جس نے لا الٰہ الّا اللہ کہا جنّت میں داخل ہوا۔ ت) اور پھر سوال میں کیا عرض کرتے ہیں وہی پُرانے قصّے نصرت و یاری و حمایت و غمخواری یہ نہیں کہتے یارسول اللہ! وہ تو کلمۂ اسلام پڑھ کر مرا ہے، یہ پُوچھتے ہیں کہ حضور نے اسے بھی کچھ نفع بخشا، یہ نہیں عرض کرتے کہ کون سے اعلٰی درجاتِ جنت عطا فرمائے، وہ حالت صحیح میں کہتے تو پرواز سوال یوں ہوتا کہ یارسول اللہ! ابو طالب کا خاتمہ ایمان پر ہوا اور حضور کے ساتھ اُن کی غایت محبت و کمال حمایت تو قدیم سے تھی اللہ عزوجل نے فردوسِ اعلٰی کا کون سا محل انھیں کرامت فرمایا تو نظرِ انصاف میں یہ سوال ہی اس روایت کی بے اصلی پر قرینۂ واضحہ ہے اور جواب تو جو ارشاد ہُوا ظاہر ہے والعیاذ باللہ تعالٰی ارحم الرّاحمین یہ جواب فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے اپنے فتوائے سابقہ مختصرہ میں ذکر کیا تھا اب شرح مواہب میں دیکھا کہ علامہ زرقانی نے بھی اس کی طرف ایما کیا، فرماتے ہیں:

فی سوال العباس عن حالہ دلیل علی ضعف روایۃ ابن اسحٰق لانہ لوکانت الشھادۃ عندہ لم یسأل لعلمہ بحالہ[2]

ابو طالب کے حال کے بارے میں حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سوال میں روایت ابن اسحٰق کے ضعف پر دلیل ہے، کیونکہ اگر ابو طالب نے حضرت عباس کے نزدیک کلمۂ شہادت پڑھ لیا تھا تو وہ یہ سوال نہ کرتے اس لئے کہ ان کو اس کا حال معلوم ہوتا۔ (ت)

اقول یونہی ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما جن کی طرف اس کی روایت کی نسبت جاتی ہے علاوہ اُس تفسیر کے جو آیت ثالثہ میں اُن سے مروی خود بسندِ صحیح معلوم کہ وہ حضور پُر نور سیّد یوم النشور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ابو طالب کے بارے میں وہ ارشادِ پاک حدیث ہشتم میں سُن چکے ہیں جس میں ناری ہونے کی صریح تصریح ہے یہ روایت اگر صحیح ہوتی تو اس کا مقتضٰی یہ تھا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما

---

[1] الدرالمنثور تحت الآیۃ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۶/ ۶۳
المستدرک للحاکم کتاب التوبۃ من قال لا الٰہ الا اللہ دار الفکر بیروت ۴/ ۲۵۱
المعجم الکبیر حدیث ۶۳۴۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۷/ ۴۸
[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد الاول وفاۃ خدیجہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۹۳

www.alahazratnetwork.org

ابو طالب کو ناجی جانیں کہ ان امور میں نسخ و تغییر کو راہ نہیں مگر لازم بحکم حدیث صحیح صحیح مسلم باطل تو ملزوم بھی حلیہ صحت سے عاطل، فافہم۔

خامسًا یقینًا معلوم کہ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ اُس وقت تک مشرف باسلام نہ ہوئے تھے کہیں گیارہ برس بعد فتح مکہ میں مسلمان ہوئے ہیں، اور اسی روایت میں ہے کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ابو طالب کا کلمہ پڑھنا نہ سُنا اور اُن کی عرض پر بھی اطمینان نہ فرمایا، یہی ارشاد ہوا کہ ہم نے نہ سُنا، اب نہ رہی مگر ایک شخص کی شہادت جو عدالت در کنار گواہی دیتے وقت مسلمان بھی نہیں وہ شرعًا کس قاعدہ و قانون سے قابلِ قبول یا لائقِ التفات اصحابِ عقول ہوسکتی ہے۔

اقول پہلے جوابوں کا حاصل سندًا یا متنًا روایت کی تضعیف تھی اس جواب میں اُسے ہرطرح صحیح مان کر کلام ہے کہ اب بھی اثبات مدعی سے مس نہیں اُس سے یہ ثابت ہُوا کہ ابو طالب نے کلمہ پڑھا بلکہ اس قدر معلوم ہُوا کہ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی غیر اسلام کی حالت میں ایسا بیان کیا پھر اس سے کیا ہوتا ہے، یہ جواب امام سہیلی نے روض الانف میں ارشاد فرمایا اور اُن کے بعد امام عینی و امام قسطلانی نے ذکر کیا۔ عمدہ میں ہے:

قال السہیلی ان العباس قال ذٰلک فی حال کونہ علی غیر الاسلام ولو اداہا بعد الاسلام لقبلت منہ[1]

سہیلی نے کہا کہ حضرت عباس نے یہ بات حالتِ غیر اسلام میں کہی اگر بعد اسلام وہ اس کو ادا کرتے تو مقبول ہوتی۔ (ت)

اقول وباللہ التوفیق خود اسی روایت کا بیان کہ سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن کی عرض پر یہی فرمایا کہ ہمارے مسامع قدسیہ تک نہ آیا۔ دلیل واضح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن کے بیان پر اطمینان نہ فرمایا اس گواہی کو مقبول و معتبر نہ ٹھہرایا ورنہ کیا عقل سلیم قبول کرتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو جس کے اسلام میں اس درجہ کوشش بلیغ ہو نفس النفیس اس حد شدت پر اُس کی خواہش فرماتی جب وہ امر عظیم محبوب و توقع میں آئی ایسے سہل لفظوں میں جواب دے دیا جائے، لاجرم اس ارشاد کا یہی مفاد کہ تمہارے کہنے پر کیا اعتماد ہم سُنتے تو ٹھیک تھا یہ صریح ردِّ شہادت ہے تو جو گواہی خدا و رسول رَد فرماچکے دُوسرا اس کا قبول کرنے والا کون!

وبہٰذا التحقیق الانیق استنار وللہ الحمد

اور اس عمدہ تحقیق سے بحمد اللہ روشن ہوگیا کہ امام عینی نے

---

[1] عمدۃ القاری کتاب الجنائز تحت حدیث ۱۳۶۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۸/۲۶۳

www.alahazratnetwork.org

ان الامام العینی لقد احسن اذ اقتصر فی نقل کلام الامام السہیلی علی مامرونعما فعل اذ لم یتعد الی ماتعدی الیہ الامام القسطلانی وتبعہ العلامۃ الزرقانی حیث اثوا کلامہ برمتہ واقرا علیہ و ھذا لفظھما (اجیب) کما قال السہیلی فی الروض (بان شہادۃ العباس لابی طالب لواداھا بعد مااسلم کانت مقبولۃ ولم ترد) شہادتہ (بقول علیہ الصلٰوۃ والسلام لم اسمع لان الشاھد العدل اذا قال سمعت وقال من ھو اعدل منہ لم اسمع اخذ بقول من اثبت السماع) قال السہیلی لان عدم السماع یحتمل اسبابا منعت الشاھد من السمع (ولکن العباس شھد بذلک قبل ان یسلم) فلا تقبل شہادتہ[1] اھ اقول فلیس الکلام فی ان عباسا اثبت والنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نفی،

امام سہیلی کے نقل کلام میں اقتصار کرکے بہت اچھا کیا اُس کی بُنیاد پر جو گزرا ' اور اس کی طرف تجاوز نہ کرکے بھی اچھا کیا جس کی طرف امام قسطلانی نے تجاوز کیا اور اُن کی اتباع کی علامہ زرقانی نے، کیونکہ ان دونوں نے اُس کے کلام کو پورا نقل کیا اور اس پر قائم رہے۔ اور یہ لفظ ان دونوں کے ہیں۔ (جواب دیا گیا) جیسا کہ امام سہیلی نے روض میں فرمایا کہ اگر ابوطالب کے بارے میں حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت آپ کے اسلام لانے کے بعد ہوتی تو مقبول ہوتی، اسکو حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے اس ارشاد کے ساتھ رد نہ کیا جاتا کہ "میں نے نہیں سُنا" کیونکہ عادل گواہ جب کہے کہ "میں نے سُنا ہے" اور اس سے زیادہ عدل والا کہے کہ "میں نے نہیں سُنا" تو اُس کے قول کو قبول کیا جائے گا جو سماع کو ثابت کرنے والا ہے۔ سہیلی نے کہا، اس کی وجہ یہ ہے کہ عدمِ سماع کئی ایسے اسباب کا احتمال رکھتا ہے جو گواہ کو سننے سے روکتے ہوں، لیکن چونکہ حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اسلام لانے سے قبل اس کی شہادت دی لہذا اُن کی شہادت قبول نہ ہوگی اھ۔ میں کہتا ہوں اس میں کلام نہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اثبات کیا اور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نفی فرمائی۔

---

[1] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ المقصد الاول وفاۃ خدیجۃ وابی طالب دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۹۱و۲۹۲

www.alahazratnetwork.org

فهما شہادتان جاء تا عندنا احدھما تثبت والاخری تنفی فتقدم التی تثبت لوکان صاحبہا عدلا و معاذ اللہ ان تقدم علی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یقبل شہادۃ العباس ولم یرکن الیہا فہو صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قاض لاشاھد اٰخرو انما الشاھد العباس وحدہ فاذا لم یقبلہا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فمن یقبلہا بعدہ ھذا ماعندی وانا فی عجب عاجب ھٰھنا من کلام ھٰؤلاء الاعلام الاکابر فامعن النظر لعل لہ معنی قصرت عنہ ید فہمی القاصر۔

یہ دو شہادتیں ہمارے پیش نظر ہیں، ایک ثابت کرنے والی اور دوسری نفی کرنے والی۔ لہٰذا مثبت گواہی نافی پر مقدم ہوگی جبکہ مثبت گواہی دینے والا عادل ہو اور معاذ اللہ کہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قول پر مقدم ہو۔ نبی اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت کو قبول نہیں فرمایا اور نہ ہی اس کی طرف میلان فرمایا، کیونکہ آپ تو قاضی تھے نہ کہ دوسرے گواہ، گواہ تو تنہا حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ تھے جب نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اسے قبول نہیں فرمایا تو آپ کے بعد کون قبول کرسکتا ہے۔ یہ وہ ہے جو میرے پاس ہے مجھے اس مقام پر ان اکابر علماء کے کلام پر سخت تعجب ہے میں نے گہری نظر سے دیکھا کہ شاید اس کا کوئی معنی بن سکتا ہو مگر میرے فہم قاصر کا ہاتھ اس سے قاصر رہا۔ (ت)

یہ اجوبۂ علماء ہیں اور بحمد اللہ کافی ووافی وصافی ہیں۔ وانا **اقول** وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت)

سادساً ہم تسلیم کرتے ہیں کہ روایت انھیں احادیث صحیحین کی مثل سنداً و متناً ہر طرح اعلٰی درجہ کی صحیح اور شہادتِ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی بروجہ کمال مقبول و نجیح، پھر بھی نہ مستدل کو نافع نہ کفرِ ابی طالب کی اصلاً دافع۔ آخر جب بحکم احادیثِ جلیلہ آیت قرآنیہ مشرک و ناری بتارہی ہے تو یہ کسی کے مٹائے مٹتا نہیں، یہ دوسری حدیث کہ فرضاً اسی پلّہ کی صحیح وجلیل ہے صرف اتنا بتاتی ہے کہ ابوطالب نے اخیر وقت لا الٰہ الا اللہ کہا، یہ نہیں بتاتی کہ وہ وقت کیا تھا، آخر وقت دو ہیں ایک وہ کہ ہنوز پردے باقی ہیں اور وہ وقتِ قبول ایمان ہے، دوسرا وہ حقیقی آخر جب حالت غرغرہ ہو کر پردے اٹھ جائیں جنت و نار پیش نظر ہوجائیں یؤمنون بالغیب کا محل نہ رہے کافر کا اس وقت اسلام لانا بالاجماع مردود و نامقبول ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

فلم یک ینفعھم ایمانھم لما راٰو باسنا سنۃ اللہ التی قد خلت

تو ان کے ایمان نے انھیں کام نہ دیا جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا، اللہ کا دستور جو اس کے

www.alahazratnetwork.org

فی عبادہٖ وخسر ھنالک الکٰفرون۔[1] | بندوں میں گزر چکا اور وہاں کافر گھاٹے میں ہیں (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ یقبل توبۃ العبد مالم یغرغر،[2] رواہ احمد والترمذی وحسنہ وابن ماجۃ والحاکم وابن حبان والبیہقی فی الشعب کلھم عن سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اللہ تعالٰی سکراتِ موت سے پہلے پہلے توبہ قبول فرماتا ہے۔ اس کو روایت کیا احمد نے، ترمذی نے اور ترمذی نے اس کو حسن کہا۔ نیز روایت کیا اس کو ابن ماجہ، حاکم، ابن حبان اور امام بیہقی نے شعب میں۔ ان تمام نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

اب اگر وقت اول کنا مانتے ہیں تو آیت قرآنیہ مع اُن احادیث صحیحہ کے اس حدیث صحیح معروض سے مناقض ہوگی اور کسی نہ کسی حدیث صحیح کو رد کے بغیر چارہ نہ ملے گا اور اگر وقت دوم پر مانتے ہیں تو آیت و احادیث سب حق و صحیح ٹھہرتے ہیں اور تناقض و تعارض بے تکلف دفع ہوجاتا ہے کلمہ پڑھا اور ضرور پڑھا مگر کب اُس وقت جب کہ وقت نہ رہا تھا لہذا حکم شرک و نار برقرار رہا۔ قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

حتی اذا ادرکہ الغرق قال اٰمنت انہ لا الٰہ الا الذی اٰمنت بہ بنو اسرائیل وانا من المسلمین[3] الٰئٰن وقد عصیت قبل وکنت من المفسدین[4]

یہاں تک کہ جب اُسے ڈوبنے نے آلیا تو بولا میں ایمان لایا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں مسلمان ہوں۔ کیا اب اور پہلے سے نافرمان رہا اور تو فسادی تھا۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۰/ ۸۵

[2] جامع الترمذی ابواب الدعوات باب ماجاء فی فضل التوبۃ الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۹۲
مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۳۲
المستدرک للحاکم کتاب التوبۃ باب ان اللہ یغفر لعبدہ دارالفکر بیروت ۴/ ۲۵۷

[3] القرآن الکریم ۱۰/ ۹۰

[4] " ۱۰/ ۹۱

www.alahazratnetwork.org

صورتِ اُولٰی ظاہر البطلان، لہذا شق اخیر ہی لازم الاذعان، اور فی الواقع اگر یہ روایت مطابق واقع تھی تو قطعاً یہی صورت واقع ہُوئی اور وہ ضرور قرینِ قیاس بھی ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کے قریب مرگ ہی جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ اسی حالت میں کفارِ قریش سے وہ محاورات ہوئے سیّدِ عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے بار بار باصرار دعوتِ اسلام فرمائی کفار نے ملتِ کفر پر قائم رہنے میں جان لڑائی، آخر پچھلا جواب وُہ دیا کہ ابوطالب ملتِ جاہلیت پر جاتا ہے' یہاں تک بات چیت کی طاقت تھی اب سینے پر دَم آیا پردے اُٹھے غیب سامنے آیا اُس نار نے جس پر عار کو اختیار کیا تھا اپنی مہیب صورت سے مُنہ دکھایا لیس الخبر کالمعاینۃ[1] (خبر مشاہدہ کی مثل نہیں۔ ت) اب کُھلا کہ یہ بلا جھیلنے کی نہیں' ڈوبتا ہوا سوار پکڑتا ہے اب لا الٰہ الا اللہ کی قدر آئی' کہنا چاہا طاقت نہ پائی، آہستہ لبوں کو جنبش ہُوئی مگر بے سُود کہ وقت نکل چکا تھا،

انا للہ وانا الیہ راجعون ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ہم اللہ تعالٰے کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں، نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ نیکی کرنے کی قوت ہے مگر بلندی وعظمت والے خدا کی توفیق سے۔ (ت)

توحضرت عباس رضی اللہ تعالٰے عنہ بھی سچے کہ کلمہ پڑھا' اور قرآن وحدیث توقطعاً سچے ہیں کہ حکم کفر بدستور رہا، والعیاذ باللہ رب العٰلمین (اللہ کی پناہ جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ ت)۔

سابعاً اس سے بھی درگزر یے، یہ بھی مانا کہ حالتِ غرغرہ سے پہلے ہی پڑھا ہے، پھر حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ تو ظاہر ہی کی گواہی دیں گے، دل کے حال کا عالم خدا ہے، کیا اگر کوئی شخص روزانہ لاکھ بار کلمہ پڑھے اور اللہ عزوجل اُسے کافر بتائے تو ہم اس کے کلمہ پڑھنے کو دیکھیں گے یا اپنے رب عزوجل کے ارشاد کو۔ ایمان زبان سے کلمہ خوانی کا نام نہیں، جب دلوں کا مالک اس کے کفر پر حاکم تو قطعاً ثابت کہ اس کے قلب میں اذعان و اسلام نہیں' آخر دُشنا کر جیتے جاگتے تندرستوں کے بڑی سے بڑی قسم کھا کر نشھد انک لرسول اللہ[2] (ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بیشک یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔ ت) کہنے پر کیا ارشاد ہُوا۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۷۱

[2] القرآن الکریم ۶۳/۱

www.alahazratnetwork.org

47 واللہ یعلم انك لرسولہ واللہ یشھد ان المنٰفقین لکٰذبون[1]

اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔(ت)

غرض لاکھ جتن کیجئے آیت برات سے برات ملے یہ شدنی نہیں رہے گی ہمان آتش درکاسہ (وہی قسمت وہی نصیب۔ت) کہ،

تبین لھم انھم اصحٰب الجحیم[2]

کُھل چکا کہ وُہ دوزخی ہیں۔(ت)

والعیاذ باللہ رب العٰلمین اللّٰھم ارحم الراحمین صل وسلم وبارك علی السید الامین الاتی من عندك بالحق المبین اللھم بقدرتك علینا وفاقتنا الیك ارحم عجزنا یا ارحم الراحمین اٰمین اٰمین اٰمین والحمد للہ رب العٰلمین لا الٰہ الا اللہ عدۃ للقاء اللہ محمد رسول اللہ ودیعۃ عند اللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد واٰلہ اجمعین والحمد للہ رب العٰلمین۔

اور اللہ تعالٰی کی پناہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اے اللہ بہترین رحم کرنے والے! درود، سلام اور برکت نازل فرما اُس امانت والے سردار پر جو تیری بارگاہ سے حق مبین لے کر آنے والا ہے۔ اے اللہ! اپنی قدرت کے ساتھ جو ہم پر ہے اور ہماری محتاجی تیری طرف ہے، ہمارے عجز پر رحم فرما اے بہترین رحم فرمانے والے۔ ہماری دُعا قبول فرما اور تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جو کل جہانوں کا پروردگار ہے۔ اللہ کے بغیر کوئی سچا معبود نہیں۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ اللہ تعالٰی کی ملاقات کا وعدہ اللہ تعالٰی کے پاس ودیعت ہے۔ نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت مگر اللہ کی توفیق سے۔ اللہ تعالٰی درود نازل فرمائے ہمارے آقا محمد مصطفٰی پر، آپ کی آل اور سب صحابہ پر۔ اور سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔(ت)

بحمد اللہ ازاحت شبہات سے بھی بروجہ احسن فراغ پایا،

وھناك شبھۃ اخری اوھن و اھون لم نوردھا اذ لم تعرض

یہاں ایک دُوسرا شبہ ہے جو بہت کمزور اور بہت ہلکا ہے ہم اس کو اس لئے وارد نہیں کرتے

---

[1] القرآن الکریم ٦٣/١

[2] ″ ٩/١١٣

www.alahazratnetwork.org

ولو تعرف فلا نطيل الكلام بايرادها و لنطوها على غرها لبعادها۔ | کر نہ تو اُس کا تعرض کیا گیا ہے اور نہ ہی وہ معروف ہے۔ چنانچہ ہم اس کو وارد کرکے کلام کو لمبا نہیں کرتے۔ لہذا چاہئے کہ ہم اس کے مقررہ وقت تک اُس کو اُس کے شکن پر لپیٹ دیں۔(ت)

اب بقیہ سوال کا جواب لیجئے اور اس رسالہ میں جن ائمہ وعلماء وکتب سے یہ مسئلہ ثابت کیا آخر میں اُن کے اسماء شمار کر دیجئے کہ جسے رسالہ دیکھنے میں کاہلی آئے ان ناموں ہی کو دیکھ کر خلاف سے ہاتھ اٹھائے لہذا تمین فصل کا وصل اور مناسب کہ تلك عشرة كاملة (یہ پورے دس ہوئے۔ت) جلوہ دکھائے۔

فصل ہشتم

جب ابوطالب کا کفر ادلہ کالنہار سے آشکار تو رضی اللہ تعالٰی عنہ کہنے کا کیونکر اختیار، اگر اخبار ہے تو اللہ عزوجل پر افترا، کفار کو رضائے الٰہی سے کیا بہرہ، اور اگر دُعا ہے کما ھو الظاھر (جیسا کہ ظاہر ہے۔ت) تو دعا بالمحال حضرت ذی الجلال سے معاذ اللہ استہزاء، ایسی دُعا سے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نہی فرمائی۔

كما فی الصحیحین[1] وقد بیّناه فی رسالتنا "ذیل المدعاء لاحسن الوعاء" التی ذیلنا بها رسالة "احسن الوعاء لأداب الدعاء" لخاتمة المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد۔ | جیسا کہ صحیحین[1] میں ہے، اور ہم نے اس کو اپنے رسالہ "ذیل المدعاء لاحسن الوعاء" میں بیان کر دیا۔ اس رسالے کو ہم نے حاشیہ بنایا رسالہ "احسن الوعاء لآداب الدعاء" کا جو تصنیف ہے خاتم المحققین ہمارے سردار والد گرامی قدس سرہٗ کی۔ (ت)

علماء نے کافر کے لئے دُعائے مغفرت پر سخت اشد حکم صادر فرمایا اور اس کے حرام ہونے پر تو اجماع ہے، پھر دُعائے رضوان تو اُس سے بھی ارفع واعلٰی،

فان السید قد یعفو عن عبدہ | اس لئے کہ مالک بعض دفعہ اپنے غلام کو معاف

---

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ البراءۃ باب ما کان للنبی والذین اٰمنوا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۷۵
صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علٰی صحۃ الاسلام من حضرہ الموت الخ " " ۱/ ۴۰

www.alahazratnetwork.org

وھو عنہ غیر راض کما ان العبد ربما یحب سیدہ وھو علی امرہ غیر ماض وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

کردیتا ہے حالانکہ وہ اس پر راضی نہیں ہوتا، جیسا کہ غلام بسا اوقات اپنے مالک کو پسند کرتا ہے مگر اُس کے حکم پر عمل پیرا نہیں ہوتا۔ اللہ ہمیں کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے۔(ت)

امام محمد محمد محمد حلبی حلیہ میں فرماتے ہیں:

صرح الشیخ شھاب الدین القرافی المالکی بان الدعاء بالمغفرۃ للکافر کفر لطلبہ تکذیب اللہ تعالٰی فیما اخبر بہ ولھذا قال المصنف وغیرہ ان کانا مؤمنین[1]

یعنی امام شہاب قرافی مالکی نے تصریح فرمائی کہ کفار کے لئے دعائے مغفرت کرنا کفر ہے کہ اللہ عزوجل نے جو خبر دی اس کا جھوٹا کرنا چاہتا ہے اس لئے منیہ وغیرہ کتب فقہ میں قید لگادی کہ ماں باپ کے لئے دعائے مغفرت کرے بشرطیکہ وہ مسلمان ہوں۔

پھر ایک ورق کے بعد فرمایا کہ تقدم انہ کفر[2] اوپر بیان ہوچکا ہے کہ یہ کفر ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

الدعاء بہ کفر لعدم جوازہ عقلاً ولا شرعاً ولتکذیب النصوص القطعیۃ بخلاف الدعاء للمؤمنین کما علمت فالحق ما فی الحلیۃ[3]

اس کی دُعا کفر ہے کیونکہ یہ عقلاً وشرعاً ناجائز ہے اور اس میں نصوص قطعیہ کی تکذیب ہے بخلاف مومنوں کے لئے دعا کے۔ جیسا کہ تُوجان چکا ہے، اور حق وہ ہے جو حلیہ میں ہے۔(ت)

درمختار میں ہے:

الحق حرمۃ الدعاء بالمغفرۃ للکافر[4]

حق یہ ہے کہ کافر کیلئے دعائے مغفرت حرام ہے۔

اسی طرح بحرالرائق میں ہے۔

---

[1] حلیۃ المحلی

[2] " "

[3] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ فصل واذا اراد الشروع فی الصلوٰۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۵۱

[4] الدرالمختار " " " " " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۸

www.alahazratnetwork.org

اقول ومانحا الیه العلامۃ الشامی من عدم جواز عفو الکفر عقلا فانما تبع فیہ الامام النسفی صاحب عمدۃ الکلام وشرذمۃ قلیلۃ من اھل السنۃ والجمھور علی امتناعہ شرعا وجوازہ عقلا کما فی شرح المقاصد والمسامرۃ وغیرھما وبہ تقضی الدلائل فھو الصحیح وعلیہ التعویل فاذن الحق ماذھب الیہ البحر وتبعہ فی الدر وتمام الکلام فی ھذا المقام فیما علقناہ علی ردالمحتار۔

اقول (میں کہتا ہوں) جس کا قصد علامہ شامی نے کیا یعنی کفر کی معافی کا عقلاً عدم جواز تو اس میں انھوں نے عمدۃ الکلام کے مصنف امام نسفی اور اہلسنت کے گروہ قلیل کی پیروی کی ہے، جبکہ جمہور کے نزدیک یہ شرعاً ممتنع اور عقلاً جائز ہے جیسا کہ شرح المقاصد اور مسامرہ وغیرہ میں ہے۔ اور دلائل اسی کے مؤید ہیں لہذا یہی صحیح اور اسی پر بھروسا ہے تو اب حق وُہ ہے جس کی طرف صاحب البحر گئے ہیں اور دُر میں اسی کی پیروی کی ہے، اور مکمل کلام اس مقام پر ردالمحتار پر ہمارے حاشیہ میں ہے (ت)

ہاں ابولہب وابلیس لعنہما اللہ کی مثل کہنا محض افراط اور خونِ انصاف کرنا ہے ابوطالب کی عمر خدمت وکفالت ونصرت وحمایتِ حضرتِ رسالت علیہ وعلٰی آلہ الصلوٰۃ والتحیۃ میں کٹی اور یہ ملاعنہ درپردہ وعلانیہ درپے ایذاء واضرار رہے کہاں وہ جس کا وظیفہ مدح وستائش ہوا اور کہاں وہ شقی جس کا وردِ ذم ونکوہش ہو ایک اگرچہ خود محروم اور اسلام سے مصروف مگر بتسخیر تقدیر نفع اسلام میں مصروف اور دوسرا مردود ومتمرد وعدو ومعاند ہمہ تن کسر بیضہ اسلام میں مشغوف ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

(ان میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ ت)

آخر نہ دیکھا جو صحیح حدیث میں ارشاد ہوا کہ ابوطالب پر تمام کفار سے کم عقاب ہے اور یہ اشقیاء اُن میں ہیں جن پر اشد العذاب ہے، ابوطالب کے صرف پاؤں آگ میں ہیں اور یہ ملاعنہ اُن میں کہ،

لھم من فوقھم ظلل من النار ومن تحتھم ظلل۔[1]

اُن کے اُوپر آگ کی تہیں ہیں اور اُن کے نیچے آگ کی تہیں۔

لھم من جھنم مھاد ومن فوقھم غواش۔[2]

ان کے نیچے آگ کا بچھونا اور اوپر آگ کے لحاف۔

سراپا آگ، ہرطرف سے آگ، والعیاذ باللہ رب العٰلمین (اور اللہ رب العالمین کی پناہ۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/۱۶

[2] القرآن الکریم ۷/۴۱

www.alahazratnetwork.org

بلکہ دونوں کا ثبوتِ کفر بھی ایک سا نہیں، ابوطالب کے باب میں اگرچہ قول حق وصواب وہی کفر وعذاب ہے اور اُس کا خلاف شاذ ومردود و باطل ومطرود، پھر بھی اس حد کا نہیں کہ معاذ اللہ خلاف پر تکفیر کا احتمال ہو اور ان اعداء اللہ کا کافر و ابدی جہنمی ہونا تو ضروریاتِ دین سے ہے جس کا منکر خود جہنمی کافر، تو فریقین کا نہ کفر یکساں نہ ثبوت یکساں، نہ عمل یکساں نہ سزا یکساں، ہر جگہ فرقِ زمین و آسمان، پھر مماثلت کہاں۔

نسأل اللہ سلوك سوی الصراط ونعوذ باللہ من التفریط والافراط۔

ہم اللہ تعالٰی سے سیدھے راستے پر چلنے کا سوال کرتے ہیں، اور افراط وتفریط سے اس کی پناہ مانگتے ہیں۔(ت)

فصل نہم

ان ائمہ دین وعلمائے معتمدین کے ذکر اسمائے طیبہ میں جنھوں نے کفرِ ابی طالب کی تصریح وتصحیح فرمائی اور اُن کے ارشادات کی نقل اس رسالہ میں گزری، **فمن الصحابۃ:**

(۱) امیر المومنین صدیق اکبر

(۲) امیر المومنین فاروق اعظم

(۳) امیر المومنین علی مرتضٰی

(۴) حبر الامۃ سیدنا عبداللہ بن عباس

(۵) حافظ الصحابہ سیدنا ابوہریرہ

(۶) صحابی ابن الصحابی سیدنا مسیب بن حزن قریشی مخزومی

(۷) حضرت سیدنا عباس عم رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

(۸) سیدنا ابوسعید خدری

(۹) سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری

(۱۰) سیدنا عبداللہ بن عمر فاروق

(۱۱) سیدنا انس بن مالک خادم رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

(۱۲) حضرت سیدتنا ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

پہلے چھ حضرات سے تو خود اُن کے اقوال گزرے اور انس وابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم کی تقریر اور باقی چار خود حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد بیان فرماتے ہیں اور ظاہر کہ یہاں اپنے کہنے سے نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا ارشاد بتانا اور بھی ابلغ ہے۔

ومن التابعین:

(۱۳) آدم آل عبا زین العابدین علی بن حسین بن علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰے عنہم وکرم وجوھھم۔

(۱۴) امام عطاء بن ابی رباح استاذ سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالٰے عنہما۔

(۱۵) امام محمد بن کعب قرظی کہ اجلۂ ائمہ محدثین ومفسرین تابعین سے ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

(۱۶) سعید بن محمد ابو السفر تابعی ابن التابعی ابن الصحابی نبیرۂ سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

(۱۷) امام الائمہ سراج الامہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ومن تبع تابعین:

(۱۸) عالم المدینہ امام دار الہجرۃ سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

(۱۹) محرر المذہب مرجع الدنیا فی الفقہ والعلم سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

(۲۰) امام تفسیر مقاتل بلخی۔

(۲۱) سلطان اسلام خلیفۃ المسلمین جن کے آنے کی سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے بشارت دی تھی کہ:

منا السفاح ومنا المنصور ومنا المہدی۔ رواہ الخطیب وابن عساکر وغیرہما بطریق سعید بن جبیر عنہ قال السیوطی قال الذہبی اسنادہ صالح۔

ہمیں میں سے ہوگا سفاح اور ہمیں میں منصور اور ہمیں میں مہدی۔ (اس کو خطیب وابن عساکر وغیرہ نے سعید بن جبیر کے طریق سے روایت کیا اور اُسی کے طریق سے امام سیوطی نے کہا۔ ذہبی نے کہا اس کا اسناد صالح ہے۔ ت)

بلکہ دو حدیثوں میں یہی الفاظ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے آئے،

رواہ کذلک الخطیب من طریق الضحاک عن ابن عباس وابن عساکر فی ضمن حدیث عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہم رفعاہ الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اس کو اسی طرح خطیب نے بطریق ضحاک سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا جبکہ ابن عساکر نے ایک حدیث کے ضمن میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور ان دونوں نے اس کا رفع نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک کیا۔ (ت)

یعنی امام ابو جعفر منصور نبیرہ زادہ ابن عم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ومن اتباع التبع ومن یلیہم:

(۲۲) امام الدنیا فی الحفظ والحدیث ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری۔

(۲۳) امام اجل ابو داود سلیمان بن اشعث سجستانی۔

(۲۴) امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی۔

www.alahazratnetwork.org

(۲۵) امام ابوعبداللہ بن یزید ابن ماجہ قزوینی۔

یہ چاروں ائمہ اصحاب صحاح مشہورہ ہیں اور یہی طبقہ اخیرہ عبداللہ بن المعتز کا ہے۔

وممن بعدھم من المفسرین،

(۲۶) امام محی السنہ ابومحمد حسین بن مسعود فراء بغوی۔

(۲۷) امام ابواسحٰق زجاج ابراہیم بن السری۔

(۲۸) جاراللہ محمود بن عمر خوارزمی زمخشری۔

(۲۹) ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری صاحب بسیط و وسیط و وجیز۔

(۳۰) امام اجل محمد بن عمر فخرالدین رازی۔

(۳۱) قاضی القضاۃ شہاب الدین بن خلیل خوبی دمشقی مکمل الکبیر۔

(۳۲) علامہ قطب الدین محمد بن مسعود بن محمود بن ابی الفتح سیرافی شفار صاحب تقریب۔

(۳۳) امام ناصرالدین ابوسعید عبداللہ بن عمر بیضاوی۔

(۳۴) امام علامۃ الوجود مفتی ممالک رومیہ ابوالسعود بن محمد عمادی۔

(۳۵) علامہ علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی صوفی صاحب تفسیر لباب شہیر بہ خازن۔

(۳۶) امام جلال الدین محمد بن احمد محلی۔

(۳۷) علامہ سلیمان جمل وغیرہم ممن یاتی۔

ومن المحدثین والشارحین،

(۳۸) امام اجل احمد بن حسین بیہقی۔

(۳۹) حافظ الشام ابوالقاسم علی بن حسین بن ہبۃ اللہ دمشقی شہیر بابن عساکر۔

(۴۰) امام ابوالحسن علی بن خلف معروف بابن بطال مغربی شارح صحیح بخاری۔

(۴۱) امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن احمد سہیلی۔

(۴۲) امام حافظ الحدیث علامۃ الفقہ ابوزکریا یحیٰی بن شرف نووی۔

(۴۳) امام ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم قرطبی شارح صحیح مسلم۔

(۴۴) امام ابوالسعادات مبارک بن محمد بن ابی الکرم معروف بابن اثیر جزری صاحب نہایہ وجامع الاصول۔

(۴۵) امام جلیل محب الدین احمد بن عبداللہ الطبری۔

(۴۶) امام شرف الدین حسن بن محمد طیبی شارح مشکوٰۃ۔

www.alahazratnetwork.org

(۴۷) امام شمس الدین محمد بن یوسف بن علی کرمانی شارح صحیح بخاری۔

(۴۸) علامہ مجدالدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی صاحب القاموس۔

(۴۹) امام حافظ الشان ابوالفضل شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی۔

(۵۰) امام جلیل بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی۔

(۵۱) امام شہاب الدین ابوالعباس احمد بن ادریس قرافی صاحب تنقیح الاصول۔

(۵۲) امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین ابوالفضل عبدالرحمن بن ابی بکر سیوطی۔

(۵۳) امام شہاب الدین ابوالعباس احمد بن خطیب قسطلانی شارح صحیح بخاری۔

(۵۴) علامہ عبدالرحمن بن علی شیبانی تلمیذ امام شمس الدین سخاوی۔

(۵۵) علامہ قاضی حسین بن محمد بن حسین دیار بکری مکی۔

(۵۶) مولانا الفاضل علی بن سلطان محمد قاری ہروی مکی۔

(۵۷) علامہ زین العابدین عبدالرؤف محمد شمس الدین مناوی۔

(۵۸) امام شہاب الدین احمد بن حجر مکی۔

(۵۹) شیخ تقی الدین احمد بن علی مقریزی اخباری۔

(۶۰) سید جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ شیرازی صاحب روضۃ الاحباب۔

(۶۱) امام عارف باللہ سیدی علاء الملۃ والدین علی بن حسام الدین متقی مکی۔

(۶۲) علامہ شہاب الدین احمد خفاجی شارح شفاء۔

(۶۳) علامہ علی بن احمد بن محمد بن ابراہیم عزیزی۔

(۶۴) علامہ محمد حفنی محشی افضل القریٰ۔

(۶۵) علامہ طاہر فتنی صاحب مجمع بحار الانوار۔

(۶۶) شیخ محقق مولانا عبدالحق بن سیف الدین بخاری۔

(۶۷) علامہ محمد بن عبدالباقی بن یوسف زرقانی مصری۔

(۶۸) فاضل محمد بن علی صبان مصری صاحب اسعاف الراغبین وغیرہم ممن مضی ویجیئ۔

ومن الفقہاء والاصولیین:

(۶۹) امام اجل شیخ الاسلام والمسلمین علی بن ابی بکر برہان الدین فرغانی صاحب ہدایہ۔

(۷۰) امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد حافظ الدین نسفی صاحب کنز۔

www.alahazratnetwork.org

(۷۱) امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام۔
(۷۲) امام جلال الدین کرلانی صاحب کفایہ۔
(۷۳) امام محقق محمد بن محمد بن محمد ابن امیر الحاج حلبی۔
(۷۴) امام ابراہیم بن موسٰی طرابلسی مصری صاحب مواہب الرحمن۔
(۷۵) علامہ ابراہیم بن محمد حلبی شارح غنیہ۔
(۷۶) علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی۔
(۷۷) علامہ محقق زین بن نجیم مصری صاحب بحر۔
(۷۸) ملک العلماء بحر العلوم عبد العلی محمد لکھنوی۔
(۷۹) علامہ سید احمد مصری طحطاوی۔
(۸۰) علامہ سید محمد آفندی ابن عابدین شامی وغیرہم ممن تقدم رحمہم اللہ تعالٰی علمائنا جمیعا ممن تاخر منہم ومن تقدم امین (اس کے علاوہ دیگر علماء جن کا پہلے ذکر ہوچکا ہے اللہ تعالٰی ہمارے تمام علماء متاخرین ومتقدمین پر رحم فرمائے، آمین۔ ت)

فصل دہم

اُن کتابوں کے نام جن کی نقول دربارہ ابوطالب اس رسالہ میں مذکور ہوئیں:

کتبِ تفسیر

(۱) معالم التنزیل امام بغوی (۲) مدارک التنزیل امام نسفی (۳) انوار التنزیل امام بیضاوی
(۴) ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم للمفتی العلامۃ العمادی (۵) کشاف حقائق التنزیل للزمخشری
(۶) مفاتیح الغیب للامام الرازی (۷) تکملۃ المفاتیح للشمس الخوبی (۸) جلالین
(۹) فتوحات الٰہیہ للشیخ سلیمٰن (۱۰) عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی للعلامۃ الشہاب
(۱۱) معانی القرآن للزجاج (۱۲) فتوح الغیب للطیبی (۱۳) تقریب مختصر الکشاف للسیرافی
(۱۴) بسیط للواحدی (۱۵) لباب التاویل فی معانی التنزیل للعلامۃ الخازن۔
(۱۶) الاحکام لبیان ما فی القرآن من الابہام للعسقلانی۔

www.alahazratnetwork.org

کتب حدیث

(۱۷) صحیح بخاری
(۱۸) صحیح مسلم
(۱۹) سنن ابی داؤد
(۲۰) جامع ترمذی
(۲۱) مجتبیٰ نسائی
(۲۲) سنن ابن ماجہ
(۲۳) مؤطا امام مالک
(۲۴) مؤطا امام محمد
(۲۵) مسند امام شافعی
(۲۶) مسند امام احمد
(۲۷) شرح معانی الآثار
(۲۸) مشکوٰۃ المصابیح
(۲۹) تیسیر الوصول الی جامع الاصول
(۳۰) جامع صغیر
(۳۱) منہج العمال للامام المتقی
(۳۲) کنز العمال لہ
(۳۳) منتخب کنز العمال لہ
(۳۴) مصنف عبدالرزاق
(۳۵) مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ
(۳۶) مسند ابوداؤد طیالسی
(۳۷) مسند اسحٰق بن راہویہ
(۳۸) طبقات ابن سعد
(۳۹) کتاب موسیٰ بن طارق ابوقرہ
(۴۰) زیادات مغازی ابن اسحٰق لیونس بن بکیر
(۴۱) صحیح ابن خزیمہ
(۴۲) منتقی ابن زود
(۴۳) مسند بزار
(۴۴) مسند ابی یعلیٰ
(۴۵) معجم کبیر طبرانی
(۴۶) معجم اوسط لہ
(۴۷) فوائد تمام رازی
(۴۸) کامل ابن عدی
(۴۹) کتاب الجنائز للمروزی
(۵۰) کتاب مکہ لعمر بن شبہ
(۵۱) کتاب ابی بشر
(۵۲) فوائد سمویہ
(۵۳) مستخرج اسمٰعیلی
(۵۴) مستدرک حاکم
(۵۵) حلیۃ الاولیاء لابی نعیم
(۵۶) سنن بیہقی
(۵۷) دلائل النبوۃ
(۵۸) سنن سعید بن منصور
(۵۹) مسند فریابی
(۶۰) مسند عبد بن حمید
(۶۱) تفسیر ابن جریر
(۶۲) تفسیر ابن المنذر
(۶۳) تفسیر ابن ابی حاتم
(۶۴) تفسیر ابوالشیخ
(۶۵) تفسیر ابن مردویہ
(۶۶) مغازی ابن اسحٰق علی ما قررنا وحررنا۔

شروحِ حدیث

(۶۷) منہاج شرح مسلم للنووی
(۶۸) عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری للعینی
(۶۹) ارشاد الساری شرح صحیح بخاری للقسطلانی
(۷۰) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ للقاری
(۷۱) تیسیر شرح جامع صغیر للمناوی
(۷۲) سراج المنیر شرح جامع صغیر للعزیزی
(۷۳) فتح الباری شرح صحیح بخاری للعسقلانی
(۷۴) کواکب الدراری شرح صحیح بخاری للکرمانی

www.alahazratnetwork.org

(۷۵) مفہم شرح صحیح مسلم للقرطبی

کتبِ فقہ

(۷۶) ہدایہ
(۷۷) کافی شرح الوافی کلاہما للامام النسفی
(۷۸) فتح القدیر للمحقق
(۷۹) کفایہ شرح ہدایہ
(۸۰) حلیہ شرح منیہ للامام الحلبی
(۸۱) غنیہ شرح منیہ للمحقق الحلبی
(۸۲) بحرالرائق شرح کنزالدقائق
(۸۳) طحطاوی علی مراقی الفلاح للشرنبلالی
(۸۴) ردالمحتار علی الدرالمختار
(۸۵) بنایہ شرح ہدایہ للعینی
(۸۶) برہان شرح مواہب الرحمٰن کلاہما للطرابلسی۔

کتبِ سِیَر

(۸۷) مواہب لدنیہ و منح محمدیہ
(۸۸) شرح مواہب للزرقانی
(۸۹) صراط المستقیم للمجد
(۹۰) شرح صراط المستقیم للشیخ
(۹۱) مدارج النبوۃ لہ
(۹۲) خمیس للدیاربکری
(۹۳) اسعاف الراغبین للصبان
(۹۴) روضۃ الاحباب
(۹۵) تاریخ ابن عساکر
(۹۶) روض سہیلی
(۹۷) امتاع الاسماع للمقریزی۔

کتبِ عقائد و اصول و علومِ شتّٰی

(۹۸) فقہ اکبر للامام اعظم
(۹۹) شرح المقاصد للعلامۃ الماتن
(۱۰۰) اصابہ فی تمیز الصحابہ للامام ابن حجر
(۱۰۱) مسالک الحنفاء فی والدی المصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم للامام السیوطی
(۱۰۲) افضل القرٰی لقرّاء ام القرٰی للامام ابن حجر۔
(۱۰۳) شرح شفا لعلی القاری
(۱۰۴) نسیم الریاض للخفاجی
(۱۰۵) حفنی شرح الہمزیہ
(۱۰۶) مجمع البحار للفتنی
(۱۰۷) فواتح الرحموت لبحرالعلوم
(۱۰۸) التقریر والتحریر فی الاصول للعلامۃ ابن امیر الحاج
(۱۰۹) نہایہ فی غریب الحدیث لابن اثیر

www.alahazratnetwork.org

(۱۱۰) شرح تنقیح الفصول فی الاصول کلاہما للقرافی (۱۱۱) ذخائر العقبٰی فی مناقب ذوی القربٰی للحافظ المحب الطبری

تذییل

وہ کتابیں جن سے اس رسالہ میں مدد لی گئی:

(۱۱۲) شرح عقائد نسفی
(۱۱۳) شرح عقائد عضدی
(۱۱۴) سیرت ابن ہشام
(۱۱۵) اتقان فی علوم القرآن
(۱۱۶) میزان الاعتدال
(۱۱۷) تقریب التہذیب
(۱۱۸) تقریب امام نووی
(۱۱۹) تدریب امام سیوطی
(۱۲۰) مسلم الثبوت
(۱۲۱) درمختار
(۱۲۲) تاریخ الخلفاء
(۱۲۳) تحفہ اثنا عشریہ
(۱۲۴) صحیح ابن حبان
(۱۲۵) القاب شیرازی
(۱۲۶) استیعاب ابوعمر
(۱۲۷) معرفۃ الصحابہ لابی نعیم
(۱۲۸) مسند الفردوس دیلمی
(۱۲۹) خادم الامام بدرالدین الزرکشی
(۱۳۰) شعب الایمان للامام البیہقی۔

ختم اللہ تعالٰی لنا بالایمان والامان آمین آمین الحمد للہ علی الاختتام ونسألہ حسن الختام۔

اللہ تعالٰی ایمان اور امان کے ساتھ ہمارا خاتمہ کرے، آمین۔ حُسنِ اختتامِ رسالہ پر تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں، اور ہم اللہ تعالٰی سے حُسنِ خاتمہ کا سوال کرتے ہیں۔(ت)

پہلے یہ سوال بدایوں سے آیا تھا جواب میں ایک موجز رسالہ چند ورق کا لکھا اور اس کا نام مُعتبر الطالب فی شیون ابی طالب[۱۳۱۲] رکھا، اب کہ دوبارہ احمد آباد سے سوال آیا اور بعض علمائے بمبئی نے بھی اس بارہ میں توجہ خاص کا تقاضا فرمایا حسبِ حالتِ راہنہ وفرصت حاضرہ شرح وبسط کافی کو کام میں لایا اور اسے اُس اجمالِ اوّل کی شرح بنایا نیز شرح مطالب وتسکین طالب میں بحمداللہ تعالٰی حافل وکافل پایا، لہذا شرح المطالب فی مبحث ابی طالب[۱۳۱۶] اس کا نام رکھا اور یہی اس کی تاریخ آغاز وانجام۔

والحمد للہ ولی الانعام وافضل

سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو انعام کا

www.alahazratnetwork.org

الصلوٰۃ و اکمل السلام علٰی سیدنا محمد ھادی الانام وعلٰی اٰلہ وصحبہ الغرالکرام وعلینا بھم ولھم الٰی یوم القیٰمۃ اٰمین یا ذا الجلال والاکرام، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

مالک ہے۔ اور افضل درود و اکمل سلام جو ہمارے آقا محمد مصطفٰی پر جو کل جہان کے ہادی ہیں، اور آپ کے روشن پیشانیوں والے اہل کرم آل و اصحاب پر اور ان کے صدقے میں ہم پر اور اُن کے لئے یوم قیامت تک ہماری دعا قبول فرما اے بزرگی اور اکرام والے۔ اللہ جلّہٗ و تعالٰی خوب جانتا ہے۔ اور اس کا علم اتم اور مستحکم ہے۔ (ت)

کـ۔ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ
بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادری
عبد المصطفٰی احمد رضا خاں

رسالہ

شرح المطالب فی مبحث ابی طالب

ختم ہوا

نوٹ

جلد ۲۹ "عقائد وکلام و دینیات" کے عنوان پر اختتام پذیر ہوئی، فتاوٰی رضویہ کی آخری جلد ۳۰ اِن شاء اللہ تعالٰی سیرت اور فضائلِ رسول صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عنوان پر مشتمل ہوگی۔

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

حیاۃ الموات

فی بیان

سماع الاموات

۱۳۰۵ھ

حیاتِ برزخی وسماعِ موتٰی کا مدلّل بیان

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ

رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۔ پاکستان

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل عظیم الشان فقہی انسائیکلوپیڈیا

اَلعطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

فتاوی رضویہ

جلد 30

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

تصنیف لطیف: اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا

ALAHAZRAT NETWORK

اعلحضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

فہرستِ مضامین مفصّل

شرح کلام علماء و صوفیاء

مصنف علیہ الرحمہ کی چار عبارات کے بارے میں سوال کا جواب۔ ۷۲
مسئلہ زیارۃ القبور للنساء۔ ۷۲
مسئلہ خطبۂ مختلطہ ۷۳
مسئلہ حضرات سادات کرام ۷۳
مسئلہ تسمیۂ منیر الدین ۷۷
حیٰوۃ الحیوان کی ایک عبارت کا مطلب ۷۸
جب اسناد حقیقی صحیح ہو تو وہی غالب ہوتی ہے اور اسناد صوری مغلوب۔ ۸۰
"وما رمیت اذ رمیت" میں نفی از روئے صورت اور اثبات از روئے حقیقت ہے۔ ۸۰
مولانا عبدالسمیع رامپوری اور شاہ احمد سعید مجددی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما کی عبارات کے بارے میں مولانا رکن الدین الوری علیہ الرحمہ کے سوال کا جواب۔ ۸۲
مصنف علیہ الرحمہ کے شعر؎

فرماتے ہیں یہ دونوں ہیں سردارِ دوجہاں
اے مرتضٰی عتیق و عمر کو خبر نہ ہو

کا مطلب۔ ۸۳
"عشاق روضہ سجدہ میں سوئے حرم جھکے" کا مطلب و شرح۔ ۸۴
تفہیم مسئلہ کے لئے آفتاب اور دھوپ کی تمثیل۔ ۸۴
حقیقتِ کعبہ مثل حقائق جملہ اکوان حقیقتِ محمدیہ کی ایک تجلی ہے۔ ۸۴
حضرت میر عبدالواحد بلگرامی کی کتاب سبع سنابل

www.alahazratnetwork.org

کے سنبلہ دوم میں بیان کردہ ایک حکایت پر اعتراض کا مصنف علیہ الرحمہ کی طرف سے جواب ۔ ۸۶

جواب اول ۸۶

ہر دور میں ایک ولی بنام خضر ہوتا ہے ۔ ۸۶

غوث کا نام عبداللہ و عبدالجامع اور اس کے دونوں وزیروں کا نام عبدالملک اور عبدالرب ہوتا ہے۔ ۸۶

اوتادِ اربعہ کا نام عبدالرحیم ، عبدالکریم ، عبدالرشید اور عبدالجلیل ہے۔ ۸۶

عہدۂ نقابت پر فائز ولی کا نام خضر ہوتا ہے ۔ ۸۶

اولیاء اللہ کے ایک دوسرے پر افضلیت کی ترتیب ۔ ۸۷

جواب دوم ۸۸

جواب سوم ۸۸

تعلیق اور تعلق کے متعدد معانی کا بیان ۔ ۸۹

تجوید و قرأت

ہر آیت لا پر وقف جائز ہے ۔ ۹۳

سورۃ الناس میں خناسِ الّذی پڑھا جائے گا یا خناسِ الّذی ۔ ۹۳

تراویح میں وقتِ ختمِ قرآن تین بار سورۃ اخلاص پڑھنا مستحسن ہے ۔ ۹۳

رسم القرآن

آٹھ سوالات پر مشتمل استفتاء ۔ ۹۵

جمع مذکر سالم اور لفظ کلام کی مانند دیگر کلمات کے لکھنے کے اصول ۔ ۹۵

لفظ کلام قرآن مجید میں چار جگہ آیا ہے ۔ ۹۵

لفظ قیام باثبات الف لکھا جائے یا بدون الف ۔ ۹۶

الولدان قرآن مجید میں مع الالف لکھا جائیگا یا بغیر الالف ۔ ۹۷

تنکوئی کی کتابت کیسے ہوگی ۔ ۹۷

سوءٰتکم وغیرہ کلمات قرآنیہ کو کیسے لکھا جائے گا ۔ ۹۸

ومن خزی یومئذ میں میم مفتوح ہوگا یا مکسور ۔ ۹۸

تعوذ کن الفاظ کے ساتھ مختار ہے ۔ ۹۸

جواب سوال اول ۹۹

علم رسم القرآن علم سمع ہے نہ قیاس ۔ ۹۹

جمع سالم کی کتابت سے متعلق دو ضابطے ملتے ہیں ۔ ۹۹

پہلا ضابطہ مطرد اور دوسرا اکثری ہے ۔ ۹۹

جواب سوال دوم ۱۰۱

جواب سوال سوم ۱۰۳

کلمہ "قیاما" قرآن مجید میں سات جگہ آیا ہے ۔ ۱۰۳

www.alahazratnetwork.org

جواب سوال چہارم ۱۰۴

جواب سوال پنجم ۱۰۴

جواب سوال ششم ۱۰۵

جواب سوال ہفتم ۱۰۵

جواب سوال ہشتم ۱۰۶

استعاذہ کے لئے تمام قاریوں کا مختار اور پسندیدہ لفظ اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ہے۔ ۱۰۷

ذاتا، واستبقا الباب، دعوا اللہ اور قالا الحمد کا الف پڑھا جائیگا یا نہیں ۱۱۰

تشریح افلاک وعلم توقیت وتقویم

ہمارے نزدیک کواکب کی حرکت نہ طبعیہ ہے نہ تبعیہ۔ ۱۱۳

ہمارے نزدیک نہ زمین متحرک ہے نہ آسمان۔ ۱۱۴

سبعہ سیارہ کا بیان کس آیت میں ہے ۱۱۵

قاعدۂ استخراج تقویمات کواکب از المنک۔ ۱۱۶

ایک قاعدۂ تقویم کے بارے میں سوال کا جواب۔ ۱۱۹

مطالع استوائیہ کواکب جو المنک میں مرقوم ہیں وہ صحیح اور حقیقی مطالع ہیں یا نہیں۔ ۱۲۱

رصدی آلہ کے مشاہدات سے براہین ہندسیہ کی تردید نہیں ہوسکتی۔ ۱۲۱

تقویس مطالع کواکب سے جو تقویم حاصل ہوتی ہے اس کا فرق تقویم اصلی سے زیادہ سے زیادہ کس قدر ہوسکتا ہے۔ ۱۲۱

تیسرے درجہ کے سنبلہ کے طلوع سے متعلق سوال کا جواب۔ ۱۲۲

جدول تحویل تاریخ عیسوی بہ ہجری کے بارے میں ایک سوال کا جواب۔ ۱۲۳

گھڑی کا موجد کون ہے۔ ۱۲۳

ائمہ کرام نے گھڑیوں کے ساتھ نماز و روزہ کا وقت کیوں مقرر نہیں فرمایا۔ ۱۲۳

گھڑی کے ساتھ نماز روزے کا وقت معین کرنے کے لئے گھڑی پر اعتماد کس کو جائز اور کس کو حرام ہے۔ ۱۲۳

دیوبندی علم توقیت سے اسی طرح ناآشنا ہیں جیسے دین سے۔ ۱۲۴

دیوبندی کے فتوے پر اعتماد کرنا گھڑی جیسے بے اعتبار آلہ پر اعتماد کرنے سے بڑھ کر حرام ہے۔ ۱۲۴

سیرت وفضائل وخصائص سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

ثویبہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دودھ پلایا۔ ۱۲۶

ابولہب کو کافر ہونے کے باوجود میلاد رسول کی خوشی منانے پر فائدہ کیونکر پہنچا۔ ۱۲۶

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے ابوطالب کے عذاب میں تخفیف ہوئی۔ ۱۲۶

قیام مولود شریف کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ ۱۲۷

www.alahazratnetwork.org

○ رسالہ تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین (اس بات کا بیان کہ ہمارے آقا تمام رسولوں سے افضل و اعلیٰ ہیں) ۱۲۹
حضور پُرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا افضل المرسلین ہونا قطعی واجماعی مسئلہ ہے۔ ۱۳۱
تفضیلِ شیخین پر مصنف علیہ الرحمہ کی نوّے جزء پر مشتمل ایک کتاب کا تذکرہ۔ ۱۳۲
ترتیب کتاب از مصنف ۱۳۳
فضائل سید المرسلین پر مصنف کی چند کتابوں کے نام۔ ۱۳۳
بشکلِ اول : آیاتِ قرآنیہ ۱۳۴
پہلی آیت: واذ اخذ الله میثاق النبیین الخ ۱۳۴
اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں عہد لیا قدیم سے سب امتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کی خوشیاں مناتی اور حضور کے توسّل سے اعداء پر فتح مانگتی آئیں۔ ۱۳۶
ابنِ مریم تم میں اُتریں گے اور تمھارا امام تم میں سے ہوگا۔ ۱۳۷
محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اصل الاصول اور رسولوں کے رسول ہیں۔ ۱۳۸
تحقیقِ مصنف کہ سید المرسلین کے بارے میں انبیاء کرام سے عہد کو قرآنِ عظیم نے دس تاکیدوں سے مؤکد فرمایا۔ ۱۳۹
دوسری آیت: وما ارسلناك الا رحمة للعالمین۔ ۱۴۱
تیسری آیت: وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه۔ ۱۴۲
تحقیق مصنف کہ آیت مذکورہ پانچ وجوہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی افضلیت مطلقہ پر حجت ہے۔ ۱۴۵
انبیاء کو ادائے امانت و ابلاغِ رسالت میں کن کن باتوں کی حاجت ہوتی ہے۔ ۱۴۶
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عقل مبارک۔ ۱۴۹
حضور کب سے نبی ہیں۔ ۱۴۹
چوتھی آیت: تلك الرسل فضلنا بعضهم علی بعض۔ ۱۵۰
پانچویں آیت: هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ و دین الحق۔ ۱۵۲
حضور کا دین تمام ادیان سے اور آپ کی اُمت تمام اُمتوں سے افضل ہے۔ ۱۵۳
چھٹی آیت: یاٰدم اسکن انت وزوجك الجنة۔ ۱۵۳
باقی انبیاء اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خطاب میں اسلوبِ قرآنی۔ ۱۵۳
ساتویں آیت: لعمرك انهم لفی سکرتهم یعمهون۔ ۱۵۸
قرآن نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

www.alahazratnetwork.org

شہر، آپ کی باتوں، آپ کے زمانے اور آپ کی جان کی قسم کھائی۔ ۱۵۹
خاکِ پا کی قسم، شیخ دہلوی کی توجیہ۔ ۱۶۲
آٹھویں آیت ۱۶۲
متعدد مثالیں کہ انبیاء کفار کی زبان درازی کا خود جواب دیتے مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے رب تعالیٰ نے جواب ارشاد فرماتے۔ ۱۶۲
یوسف، مریم اور عائشہ کی برات میں فرق ۱۶۹
نویں آیت: عسٰی ان یبعثک ربک مقاما محمودا۔ ۱۶۹
مقامِ محمود کیا ہے۔ ۱۷۰
اللہ تعالےٰ انھیں عرش پر اپنے ساتھ بٹھائے گا، اس کی توجیہ۔ ۱۷۲
دسویں آیت ۱۷۷
نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیاءِ کرام علیہم الصلوات والتسلیم کے درمیان بعض امتیازات۔ ۱۷۷
ہیکل دوم: احادیث جلیلہ ۱۸۵
تابش اول: چند وحی ربانی ۱۸۵
پہلی وحی ۱۸۵
آدم علیہ السلام کی قبولیت توبہ ۱۸۶
محبوب خلق الی اللہ ۱۸۶
دوسری وحی ۱۸۷
عیسٰی علیہ السلام کو وحی۔ ۱۸۸
وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہوں تو کچھ نہ ہو۔ ۱۸۸
تیسری وحی ۱۸۸
چوتھی وحی ۱۸۹
پانچویں وحی ۱۸۹
موسٰی علیہ السلام کی طرف وحی کہ میں منکرِ احمد کو دوزخ میں ڈالوں گا۔ ۱۹۰
احمد کون؟ ۱۹۰
موسٰی علیہ السلام کی دعا ۱۹۰
چھٹی وحی ۱۹۰
آخری نبی اور آخری امت بنانے کی حکمت ۱۹۱
ساتویں وحی ۱۹۱
تیرا ذکر میرے ذکر کے ساتھ ہوگا۔ ۱۹۲
آٹھویں وحی ۱۹۲
سرکار حبیب اللہ ہیں۔ ۱۹۲
نویں وحی ۱۹۲
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالےٰ کو بے حجاب دیکھا۔ ۱۹۳
دسویں وحی ۱۹۳
حضور سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم افضل الانبیاء اور آپ کی امت افضل الامم ہے۔ ۱۹۳
گیارھویں وحی ۱۹۳
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سراپا نور ہیں ۱۹۳
بارھویں وحی ۱۹۴
آدم علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی نورِ محمدی کو دیکھا ۱۹۴

www.alahazratnetwork.org

تیرھویں وحی ۱۹۴
عالم بالا میں حضور کا نام ہر جگہ خدا کے ساتھ مکتوب ہے۔ ۱۹۴
توسیلہ محمدی کی برکت ۱۹۵
چودھویں وحی ۱۹۵
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے ۱۹۵
پندرھویں وحی ۱۹۵
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر عزت والا کوئی پیدا نہیں ہوا۔ ۱۹۵
سولھویں وحی ۱۹۵
سرکار دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پہلے انبیاء پر اور آپ کی امت سے پہلے سابقہ امتوں پر جنت حرام ہے۔ ۱۹۶
سترھویں وحی ۱۹۶
اٹھارھویں وحی ۱۹۶
احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے فوائد اور ایمان نہ لانے کے نقصانات۔ ۱۹۷
تذییل ۱۹۷
خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم، خدا چاہتا ہے رضائے محمد۔ ۱۹۸
تابش دوم ارشادات سید المرسلین۔ ۱۹۸
جلوۂ اول ۱۹۸
نصوص جلیہ مسئلہ علیہ ۱۹۸
ارشاد اول اناسید الناس یوم القیٰمۃ ۱۹۸
دوسرا ارشاد ۱۹۹
اناسید ولد اٰدم یوم القیٰمۃ ۱۹۹
سب سے پہلے قبر سے میں باہر آؤں گا۔ ۲۰۰
پہلا شافع اور پہلا مشفع میں ہوں۔ ۲۰۰
تیسرا ارشاد ۲۰۰
قیامت میں لواء حمد میرے ہاتھ میں ہوگا اور سب میرے زیر لواء ہوں گے۔ ۲۰۰
چوتھا ارشاد ۲۰۰
سب سے پہلے جنت میں داخل ہونیوالا میں ہوں۔ ۲۰۰
پانچواں ارشاد ۲۰۰
جنت کا دروازہ میں کھلواؤں گا۔ ۲۰۱
چھٹا ارشاد ۲۰۱
حضور پرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فضائل وخصائص پر نفیس حدیث۔ ۲۰۱
ساتواں ارشاد ۲۰۲
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام محشر میں دو بار ہفتہ ہفتہ سربسجود ہوں گے پھر آپ کی عرض مسموع اور شفاعت قبول ہوگی۔ ۲۰۲
آٹھواں ارشاد ۲۰۳
اناسید العالمین ۲۰۳
نوواں ارشاد ۲۰۳
الا وانا حبیب اللہ ۲۰۴
دسواں ارشاد ۲۰۴
میدان محشر میں میں ہی لوگوں کا قائد، خطیب، شفیع اور بشیر ہوں گا۔ ۲۰۵

www.alahazratnetwork.org

اُس دن خزائن رحمت کی چابیاں اور لواءِ حمد
میرے ہاتھ میں ہوگا۔ ٢٠٥
گیارھواں ارشاد ٢٠٦
پیشوائے مرسلین وخاتم النبیین میں ہوں۔ ٢٠٦
محشر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خدام
ایک ہزار اور جنت میں بے شمار ہوں گے۔ ٢٠٦
بارھواں ارشاد ٢٠٧
حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم افضل الخلق
اور آپ کا خاندان تمام خاندانوں سے افضل ہے ٢٠٧
تیرھواں ارشاد ٢٠٧
مخلوق کی تمام تقسیمات میں حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام بہترین قسم میں ہوئے۔ ٢٠٧
چودھواں ارشاد ٢٠٨
بہترین اولادِ آدم پانچ ہیں اور حضور ان سب
سے بہتر ہیں۔ ٢٠٨
جلوۂ دوم ٢٠٨
جلائل متعلقہ بآخرت ٢٠٨
پندرھواں ارشاد ٢٠٩
ہم زمانے میں پچھلے، قیامت میں ہر فضل میں
اگلے ہیں اور ہم سب سے پہلے جنت میں
داخل ہوں گے۔ ٢٠٩
سولھواں ارشاد ٢٠٩
نحن الاٰخرون من اھل الدنیا و
الاولون یوم القیٰمۃ۔ ٢٠٩

سترھواں ارشاد ٢٠٩
ابراہیم خلیل اللہ، موسیٰ کلیم اللہ اور میں
حبیب اللہ ہوں۔ ٢٠٩
حدیث "اختصرلی اختصارا" کا معنی ٢١٠
تحقیقِ مصنف
ہر آیتِ قرآنی کے نیچے ساٹھ ساٹھ ہزار
علم ہیں۔ ٢١٠
کل کائنات کو ایسے دیکھتا ہوں جیسے اپنی
ہتھیلی کو۔ ٢١١
نمازیں پچاس سے پانچ اور زکوٰۃ چوتھے سے
چالیسواں حصہ ہوگئی مگر ثواب وفضل پہلے
والا برقرار ہے۔ ٢١١
اٹھارھواں ارشاد ٢١٢
ہر نبی کے لئے ایک دعا ہے جو وہ دنیا میں
کرچکے جبکہ میں نے اپنی دعا قیامت کے لئے
چھپا رکھی ہے۔ ٢١٢
انیسواں ارشاد ٢١٣
میں ہی حاشر ہوں کہ تمام لوگ میرے قدموں
پر اٹھائے جائیں گے۔ ٢١٣
بیسواں ارشاد ٢١٤
خاتونِ جنت قیامت میں حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی اونٹنی عضباء پر سوار ہوں گی۔ ٢١٤
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام براق پر سوار
ہوں گے۔ ٢١٥
حضرت بلال محشر میں ایک جنتی اونٹنی پر سوار

www.alahazratnetwork.org

ہوکر اس کی پشت پر اذان دیں گے۔ ۲۱۴
اکیسواں ارشاد ۲۱۴
میں سب سے پہلے زمین سے باہر تشریف
لے جاؤں گا پھر مجھے بہشتی جوڑا پہنایا
جائے گا۔ ۲۱۵
میں عرش کی دائیں طرف کھڑا ہوں گا جہاں
کوئی اور کھڑا نہیں ہوسکتا۔ ۲۱۵
بائیسواں ارشاد ۲۱۵
اگلے پچھلے مجھ پر رشک کریںگے۔ ۲۱۵
تیئیسواں ارشاد ۲۱۵
مجھے عمدہ بہشتی لباس پہنایا جائے گا کہ
تمام بشر اس کے لائق نہ ہوں گے۔ ۲۱۵
چوبیسواں ارشاد ۲۱۵
حضور انور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اور آپ
کی اُمت قیامت کے دن سب سے بلند
ہوں گے۔ ۲۱۵
پچیسواں ارشاد ۲۱۶
قیامت کے دن ہر ایک تمنا کرے گا کہ وہ
ہم سے ہوتا۔ ۲۱۷
چھبیسواں ارشاد ۲۱۷
اللہ تعالٰے نے مجھے تین سوال دیئے، دو میں
نے کرلئے، تیسرا اس دن کے لئے مؤخر
کردیا جس دن سب کو میری حاجت
ہوگی۔ ۲۱۷
قیامت کے دن جناب خلیل اللہ علیہ السلام
بھی میری دُعا کے خواہشمند ہوں گے۔ ۲۱۷
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی۔ ۲۱۷
احادیث شفاعت ۲۱۸
ستائیسواں ارشاد ۲۱۹
شفاعت سے متعلق وارد ہونیوالی احادیث
کی تلخیص از مصنف۔ ۲۲۰
اٹھائیسواں ارشاد ۲۲۶
قیامت کے دن میں تمام انبیاء کا امام،
ان کا خطیب اور ان کا شفاعت کرنیوالا
ہوں گا۔ ۲۲۶
انتیسواں ارشاد ۲۲۶
میں اپنی امت کا انتظار کروں گا۔ ۲۲۶
حضرت عیسٰے علیہ السلام کی بارگاہ محبوب
میں حاضری اور التماس۔ ۲۲۶
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وہ کچھ پائیں گے
جو نہ کسی مقرب فرشتہ کو ملا نہ کسی نبی مرسل
نے پایا۔ ۲۲۷
تیسواں ارشاد ۲۲۷
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے دروازۂ
جنت کسی کے لئے نہیں کھولا جائے گا۔ ۲۲۷
اکتیسواں ارشاد ۲۲۷
انا اول من یدخل الجنۃ ولا فخر ۲۲۷
بتیسواں ارشاد ۲۲۸
میں سب سے پہلا شفیع اور میرے پیروکار
سب نبیوں کی امتوں سے افزوں۔ ۲۲۸

www.alahazratnetwork.org

تینتیسواں ارشاد ۲۲۸
سب سے بلند نورانی منبر پر جلوہ گری ۲۲۸
قیامت میں نبی اُمّی کا اعزاز ۲۲۹
چونتیسواں ارشاد ۲۲۹
سب سے پہلے میں پُل صراط سے اپنی امت کو لے کر گزروں گا۔ ۲۲۹
پینتیسواں ارشاد ۲۲۹
دروازۂ جنت کُھلوانے کے لئے لوگ انبیاء کے پاس جائیں گے۔ ۲۲۹
چھتیسواں ارشاد ۲۳۱
سرکارِ دوعالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی جنت میں تشریف آوری سے قبل جنت سب پیغمبروں پر حرام ہوگی۔ ۲۳۱
سینتیسواں ارشاد ۲۳۱
افضلیت مطلقہ کے منکر یہودی کو جناب فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ کا تھپڑ اور سرکارِ دوعالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا اس یہودی کو خطاب۔ ۲۳۱
اڑتیسواں ارشاد ۲۳۲
میرے لئے اللہ سے وسیلہ مانگو ۲۳۲
مقام وسیلہ کیا ہے اور کس کو ملے گا۔ ۲۳۲
انتالیسواں ارشاد ۲۳۳
جنت النعیم کے اعلیٰ غرفہ میں جلوہ گری ۲۳۳
جلوۂ سوم ۲۳۳
ارشاداتِ انبیاء عظام و ملائکہ کرام ۲۳۳
چالیسواں ارشاد ۲۳۳
شبِ معراج تمام انبیاء نے حمد و ثناءِ الٰہی کے خطبے پڑھے اور آخر میں امام الانبیاء نے خطبہ پڑھا۔ اور ابراہیم علیہ السلام نے آپ کے افضل الانبیاء ہونے کا اعلان فرمایا۔ ۲۳۴
اکتالیسواں ارشاد ۲۳۴
قولِ جبریل کہ میں نے کوئی شخص محمد مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے افضل اور کوئی خاندان خاندانِ بنی ہاشم سے افضل نہ پایا۔ ۲۳۵
بیالیسواں ارشاد ۲۳۵
فرشتے کا مژدہ ۲۳۵
تینتالیسواں ارشاد ۲۳۵
قصہ ولادتِ رسول بزبان والدۂ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ ۲۳۵
چوالیسواں ارشاد ۲۳۶
براق کی مُنہ زوری اور جبرائیل علیہ السلام کی تسکین و توبیخ۔ ۲۳۶
پینتالیسواں ارشاد ۲۳۷
محبوب ترین و معزز ترین خلق۔ ۲۳۷
چھیالیسواں ارشاد ۲۳۷
احادیث امامۃ الانبیاء ۲۳۸
سینتالیسواں ارشاد ۲۳۸
شبِ اسراء حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی

www.alahazratnetwork.org

علیہ وسلم کا انبیاء کی امامت فرمانا۔ ۲۳۸
حضور نے ملائکہ ومرسلین کی امامت فرمائی ۲۴۲
فائدہ ۲۴۲
تذییل ۲۴۳
اڑتالیسواں ارشاد ۲۴۳
قیامت میں میرا ثواب سب انبیاء سے بڑا ہوگا۔ ۲۴۳
انچاسواں ارشاد ۲۴۳
ابراہیم وعیسٰی قیامت کے دن میری امت میں ہوں گے۔ ۲۴۳
پچاسواں ارشاد ۲۴۴
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام مخلوق سے بہتر اور منتخب ہیں۔ ۲۴۴
اکاونواں ارشاد ۲۴۴
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انبیاء و رسل کے خاتم، قائد اور سید ہیں۔ ۲۴۴
کل مخلوق کے رسول، مومنوں پر مہربان اور شفیع المذنبین۔ ۲۴۴
باونواں ارشاد ۲۴۴
لی مع اللہ وقت الخ ۲۴۴
ترپنواں ارشاد ۲۴۵
جبرائیل علیہ السلام کا بارگاہِ سید المرسلین میں سلام۔ ۲۴۵
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اول، آخر، ظاہر اور باطن ہیں۔ ۲۴۵
تابشِ سوم ۲۴۶
طرق روایات وحدیثِ خصائص ۲۴۶
حدیثِ خصائص متواتر المعنیٰ ہے ۲۴۶
حدیثِ خصائص کے راوی چودہ صحابہ کرام ہیں۔ ۲۴۶
خصائص ونقائص کی تعداد ۲۴۶
مجھے چھ وجوہ سے انبیاء پر فضیلت دی گئی مجھ سے پہلے وہ فضائل کسی کو نہ ملے۔ ۲۴۹
امام سیوطی نے خصائص کبرٰی میں تقریباً اڑھائی سو خصائص جمع فرمائے ہیں۔ ۲۵۳
علماءِ ظاہر سے علماءِ باطن کو زیادہ معلوم ہے ۲۵۳
اے ابوبکر! مجھے میرے رب کے سوا کسی نے نہیں پہچانا۔ ۲۵۴
تابشِ چہارم ۲۵۴
آثارِ صحابہ ۲۵۴
پہلی روایت ۲۵۴
حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قیامت میں اللہ تعالٰی کے حضور تمام مخلوق سے زیادہ عزت وکرامت والے ہوں گے۔ ۲۵۴
دوسری روایت ۲۵۴
اللہ تعالٰی نے محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنی ذات کریمہ کے لئے چن لیا۔ ۲۵۴
تیسری روایت ۲۵۵
عند اللہ تمام مخلوق سے زیادہ وجاہت والے ابوالقاسم ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ ۲۵۵

www.alahazratnetwork.org

چوتھی روایت ۲۵۵
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں
راہب کی زید بن عمرو بن نفیل کو پیشگوئی۔ ۲۵۵
پانچویں روایت ۲۵۵
ابو طالب و راہب کا قصہ ۲۵۶
ھٰذا سید العالمین وھٰذا رسول
رب العالمین۔ ۲۵۶
شجر و حجر نے سجدہ کیا۔ ۲۵۶
درخت اور بادل نے سایہ کیا۔ ۲۵۶
چھٹی روایت ۲۵۶
تمیم داری کو ہاتف غیبی کی بعثت سید المرسلین
کے بارے میں خبر۔ ۲۵۶
ساتویں روایت ۲۵۷
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں
ہاتف غیبی کے اشعار۔ ۲۵۷
آٹھویں روایت ۲۵۷
بارگاہِ رسالت میں ایک کنیز کا واقعہ۔ ۲۵۷
نویں روایت۔ ۲۵۸
سیدہ آمنہ طیبہ طاہرہ کو حمل کے چھٹے
ماہ میں بشارت۔ ۲۵۸
دسویں روایت ۲۵۹
سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا خواب ۲۵۹
گیارھویں روایت ۲۵۹
سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا
ایک اور خواب۔ ۲۵۹

بارھویں روایت ۲۵۹
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پردۂ عظمت
تک پہنچنا، اذان سننا اور اللہ تعالٰی کا
مؤذن کے کلمات کی تصدیق فرمانا۔ ۲۶۰
نور الختام (ضروری وضاحت) ۲۶۱
تنبیہ (اختصار جواب کا التزام) ۲۶۲
ان مآخذ کے نام جو ترتیب کتابت کے وقت
مصنف کے پیش نظر رہے۔ ۲۶۲
بشارتِ جلیلہ (متعلق قبولیت رسالہ) ۲۶۵
بشارت اعظم (مصنف کی مقبولیت
بارگاہِ رسول میں) ۲۶۶

رسالہ شمول الاسلام
لاصول الرسول الکرام

(حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
کے آباء و اجداد کے ایمان کا بیان) ۲۶۷
عبد مومن مشرک سے بہتر ہے۔ ۲۶۸
حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر قرن
و طبقہ میں تمام قرون بنی آدم کے بہتر سے
بھیجے گئے۔ ۲۶۸
روئے زمین پر ہر زمانے میں کم از کم
سات مسلمان ضرور رہے۔ ۲۶۹
واجب ہے کہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ
وسلم کے آباء و امہات ہر قرن و طبقہ
میں بندگانِ صالح و مقبول ہوں۔ ۲۶۹
پہلی دلیل ۲۶۹

www.alahazratnetwork.org

دوسری دلیل	۲۶۹
کسی کافر و کافرہ کے لئے کرم وطہارت سے حصہ نہیں۔	۲۷۰
تیسری دلیل	۲۷۱
حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نور پاک ساجدوں سے ساجدوں کی طرف منتقل ہوتا رہا۔	۲۷۱
چوتھی دلیل	۲۷۱
بارگاہ عزت میں سرکار کی وجاہت و محبوبیت۔	۲۷۱
ابوطالب کے عذاب میں تخفیف کیوں۔	۲۷۳
پانچویں دلیل	۲۷۵
دوزخ اور جنت والے برابر نہیں۔	۲۷۵
بعض عقائد اہل سنت	۲۷۶
حضرت عبدالمطلب داخل بہشت ہونگے	۲۷۶
چھٹی دلیل	۲۷۶
عزت وکرم مسلمانوں میں منحصر ہے۔	۲۷۷
کسی لئیم وذلیل کی اولاد سے ہونا کسی عزیز وکریم کے لئے باعث مدح نہیں۔	۲۷۷
کافر باپ دادوں کے انتساب سے فخر کرنا حرام ہے۔	۲۷۷
حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے اپنے فضائل کریمہ کے بیان اور مقام رجز ومدح میں بارہا اپنے آباء کرام و امہات کرام کا ذکر فرمایا۔	۲۷۷
غزوۂ حنین کا واقعہ۔	۲۷۷
نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جدات میں سے نو بیبیوں کا نام عاتکہ تھا۔	۲۸۰
ساتویں دلیل	۲۸۰
مسلم وکافر کا نسب منقطع ہے۔	۲۸۰
آٹھویں اور نویں دلیل	۲۸۱
زید بن عمرو جنتی ہیں۔	۲۸۲
حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اکیس پشتوں تک اپنا نسب نامہ بیان فرمایا۔	۲۸۲
دسویں دلیل	۲۸۳
نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے جن سے نکاح کا معاملہ فرمایا وہ جنتی ہیں	۲۸۴
تنبیہات باہرہ	۲۸۴
حدیث "ان ابی و اباک" میں باپ سے ابوطالب مراد لینا طریق واضح ہے۔	۲۸۴
آزر ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہ تھا بلکہ چچا تھا	۲۸۴
استغفار سے نہی معاذ اللہ عدم توحید پر دال نہیں۔	۲۸۴
سید الشافعین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بار بار شفاعت فرمائیں گے۔	۲۸۴
اللہ رب العزت نے اصحاب کہف کی طرح نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے والدین کریمین کو زندہ کیا وہ آپ پر ایمان لاکر شرف صحابیت پاکر آرام فرما رہے ہیں	۲۸۶

www.alahazratnetwork.org

حدیث ضعیف دربارۂ فضائل مقبول ہے ۲۸۶

امام ابن حجر مکی کی ایک عبارت ۲۸۶

احیاءِ والدین کریمین کی حکمت اور حافظ ابن دحیہ کے زعم کا اندفاع۔ ۲۸۷

مسئلہ مذکورہ میں توقف کرنے والے بعض علماء کا قول۔ ۲۸۸

آدمی جانب ادب میں خطا کرے تو لاکھ جگہ بہتر ہے اس سے کہ معاذ اللہ اس کی خطا جانب گستاخی جائے۔ ۲۸۹

امام کا معافی میں خطا کرنا عقوبت میں خطا کرنے سے بہتر ہے۔ ۲۸۹

مسلمان کی طرف گناہِ کبیرہ کی نسبت جائز نہیں ۲۸۹

حکمتِ الٰہیہ ۲۹۰

ظاہر عنوان باطن ہے اور اسم آئینہ مسمّٰی۔ ۲۹۰

الاسماء تنزل من السماء۔ ۲۹۰

اچھے نام کی اہمیت اور بُرے نام کی کراہت ۲۹۰

حبیبِ خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ مراعاتِ الٰہیہ کے الطافِ خفیہ۔ ۲۹۲

آپ کے والدین، مرضعات اور دائیوں وغیرہ کے اسماء کا عجب حسنِ انتخاب۔ ۲۹۲

نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت حلیمہ سعدیہ کے لئے قیام فرمایا اور اپنی چادر بچھا کر اس پر بٹھایا۔ ۲۹۳

حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقے میں آپ کی رضاعی ماں حلیمہ سعدیہ، رضاعی باپ حارث سعدی، رضاعی بھائی عبداللہ سعدی اور رضاعی بہن سیما سعدیہ سب کو دولتِ ایمان نصیب ہوئی۔ ۲۹۳

کسی نبی نے کوئی آیت وکرامت ایسی نہ پائی کہ ہمارے نبی اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اس کی مثل اور اس سے افضل عطا نہ ہوئی ہو ۲۹۵

فائدہ ظاہرہ ۲۹۷

پینتیس ائمہ کبار اور اعاظم علماء نامدار کے اسماءِ گرامی جو ابوین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حق میں نجات کا اعتقاد رکھتے ہیں ۲۹۷

مسئلہ مذکورہ کی تائید میں عباراتِ ائمہ وعلماء ۲۹۹

عائدہ زاہرہ ۳۰۱

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے ایمان افروز اشعار جو آپ نے اپنے وصال کے موقع پر اپنے ابن کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف نذر کرتے ہوئے کہے۔ ۳۰۱

سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی زبان پاک سے نکلے ہوئے آخری پُرمغز کلمات۔ ۳۰۳

عبرتِ قاہرہ ۳۰۳

مسئلہ ابوین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما میں متفکر رہنے والے ایک عالم کا انوکھا واقعہ۔ ۳۰۳

○ رسالہ تمہید ایمان بآیاتِ قرآن

(صرف قرآنی آیات سے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایمان کا مطلب) ۳۰۷

مسلمان بھائیوں سے عاجزانہ دست بستہ عرض ۳۰۷

www.alahazratnetwork.org

آیت ۱ ۳۰۸
تعظیم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدار ایمان ہے ۳۰۹
آیت ۲ ۳۰۹
رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت ماں باپ، اولاد اور سارے جہان سے زائد ہونی شرط نجات ہے۔ ۳۰۹
آیت ۳ ۳۱۰
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ومحبت کا زبانی ادعا، کافی نہیں بلکہ امتحان ہوگا۔ ۳۱۰
رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و محبت کا امتحان کیا ہے۔ ۳۱۰
آیت ۴ ۳۱۱
رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنیوالا اگرچہ اپنا باپ ہو جو اس سے محبت رکھے وہ مسلمان نہیں۔ ۳۱۲
رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گستاخ سے اگرچہ اپنا باپ ہو جو ایک لخت علاقہ توڑ دے اس کے لئے قرآن مجید نے سات فائدے بتائے۔ ۳۱۲
آیت ۵، ۶، ۷ ۳۱۳
جو ان کے گستاخ سے اگرچہ اپنا باپ ہو علاقہ رکھے اس پر قرآن مجید کے تازیانے۔ ۳۱۳
جو گستاخ سے دل میں خفیہ میل رکھے اس پر تازیانہ۔ ۳۱۳

جو اس سے میل جول رکھے خود کافر ہے۔ ۳۱۳
آیت ۸ و ۹ ۳۱۴
گستاخ پر دونوں جہان میں اللہ کی لعنت اور سخت عذاب ہے۔ ۳۱۴
گستاخوں پر سات کوڑے۔ ۳۱۴
مسلمانوں کو اللہ اور رسول یاد دلا کر بدگویوں کے کلمات کی نسبت استفسار اور روشن بیانوں سے خدا اور رسول کی شان میں ان کے دشنام ہونے کا اظہار۔ ۳۱۵
دشنامیوں کی پہلی دشنام نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو۔ ۳۱۶
دوسری دشنام ۳۱۶
تیسری دشنام ۳۱۷
چوتھی دشنام ۳۱۷
آیت ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳ ۳۱۸
قرآن کی بہت آیتیں تھانوی صاحب نے باطل کردیں۔ ۳۱۸
قرآن مجید اور ان کے خود اپنے اقرار سے ثابت کہ یہ بدگو چوپایوں سے بھی بڑھ کر گمراہ ہیں ۳۱۹
آیت ۱۴ ۳۲۰
آیت ۱۵ ۳۲۰
پانچویں دشنام ۳۲۱
اللہ کو دشنامیوں کی دشنامیں۔ ۳۲۱
چھٹی دشنام ۳۲۱

ساتویں دشنام ۳۲۱
آٹھویں دشنام ۳۲۲
دنیا کے پردے پر کوئی کافر فرقہ بھی ہرگز ایسا کفر نہیں بکتا۔ ۳۲۲
دیکھو ایمان کی خبر لو کہ امتحان سے تمہارے نزدیک اللہ ورسول سے ماں باپ، استاذ بڑھ کر ٹھہرتے ہیں۔ ۳۲۲
آیت ۱۶ ۳۲۲
یہاں دو فرقے ان احکام قرآن کے خلاف چلتے ہیں۔ پہلا فرقہ جہلاء، ان کا ایک عذر وہی رشتہ یا علاقہ استاذی وغیرہ۔ ۳۲۴
دوسرا عذر فلاں بدگو مولوی ہی اسے کیونکر برا کہیں۔ ۳۲۴
اس عذر کے رد میں تین آیتیں ۳۲۴
آیت ۱۷ ۳۲۴
آیت ۱۸ ۳۲۴
آیت ۱۹ ۳۲۵
دوسرا فرقہ معاندین ان کے پانچ مکر ہیں۔ ۳۲۶
پہلا مکر: کلمہ گو کیسے کافر ہوسکے اور قرآن مجید کی آیتوں سے اس کا رد۔ ۳۲۷
آیت ۲۰ ۳۲۸
آیت ۲۱ ۳۲۸
آیت ۲۲ ۳۲۸
نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے سے کیسا ہی کلمہ گو ہو کافر ہوجاتا ہے۔ ۳۲۸
آیت ۲۳ ۳۲۹
اللہ تعالٰی نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علم غیب سے منکر کو کافر فرمایا اگرچہ کلمہ پڑھتا ہو۔ ۳۲۹
اس آیت سے منکران علم غیب سبق لیں۔ ۳۳۰
مسئلہ علم غیب کا اجمالی بیان ۳۳۰
دوسرا مکر کہ اہل قبلہ کیونکر کافر ہو۔ ۳۳۱
آیت ۲۴ ۳۳۱
آیت ۲۵ ۳۳۱
آیت ۲۶ ۳۳۲
آیت ۲۷ ۳۳۲
نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں پہلودار بات سے گستاخی بھی کفر ہے نہ کہ صریح گستاخی ۳۳۲
یہ امام اعظم پر افتراء کرتے ہیں امام کا مذہب یہ ہے کہ کسی قطعی بات کا منکر کافر ہے اگرچہ اہل قبلہ ہو۔ ۳۳۳
نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ادنٰی تنقیص کرنے والے کلمہ گو اہل قبلہ کے باب میں ہمارے امام مذہب کا فتوٰی کہ وہ کافر ہوگیا اس کی عورت نکاح سے نکل گئی۔ ۳۳۴
اہل قبلہ کے صحیح معنٰی ۳۳۴
ائمہ دین کی تصریح کہ تمام امت کا اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بدگو کو جو کافر نہ کہے خود کافر ہے۔ ۳۳۵
ان بدگویوں کے اقوال شرعا میں بت کو سجدہ

www.alahazratnetwork.org

کرنے سے بدتر ہیں۔ ۳۳۷

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بدگو کی توبہ قبول نہ ہونے کا مسئلہ۔ ۳۳۸

تیسرا مکر کہ ننانوے باتیں کفر کی ہوں اور ایک اسلام کی اور قرآن مجید کی آیتوں سے اس کا رد۔ ۳۳۹

ان لوگوں کے نزدیک خدا کی بھاری غلطی کہ اس نے دائرۂ اسلام تنگ کردیا۔ ۳۴۰

آیت ۲۸ ۳۴۰

فقہائے کرام نے فرمایا کیا تھا اور ان مفتریوں نے کیا بنالیا۔ ۳۴۱

کسی کے لئے علمِ غیب ماننے میں کتنے پہلو ہیں اور ان کے کیا کیا احکام۔ ۳۴۱

فائدہ جلیلہ: کسی کی نسبت ادعائے علمِ غیب پر بعض متاخرین کی تکفیر کا مطلب۔ ۳۴۶

غیب کے علم ظنی کا ادعا کفر نہیں اگرچہ بذریعہ نجوم یا رمل ہو۔ ۳۴۶

ضروری تنبیہ ۳۴۸

احتمال کون سا معتبر ہوتا ہے۔ ۳۴۸

اس فرقے کا چوتھا مکر انکار یعنی مکر جانا اور اس کے رد میں آیت کریمہ۔ ۳۴۹

پانچواں مکر: علمائے اہلسنت پر افترا کہ انھوں نے بڑے بڑوں کو کافر کہہ دیا اور اس کے رد میں آیتیں۔ ۳۵۰

توبہ کرنی ہو تو علانیہ چھاپیں۔ ۳۵۱

آیت ۲۹ ۳۵۲

آیت ۳۰ ۳۵۲

آیت ۳۱ ۳۵۳

مدتوں کی مطبوعہ کتابوں سے روشن ثبوت کہ یہاں دربارۂ تکفیر کس قدر اعلٰی درجہ کی احتیاط ہے اور مفتریوں کی تہمت۔ ۳۵۳

آیت ۳۲ ۳۵۷

آیت ۳۳ ۳۵۷

○ رسالہ الامن والعلٰی لناعتی المصطفٰی بدافع البلاء (حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مشکل کشا، حاجت روا اور دافع البلاء ہونے کا مدلل ثبوت) ۳۵۹

استفتاء از دہلی، مرسلہ مولوی کرامت اللہ صاحب ۳۵۹

مقدمہ ۳۶۲

فائدہ قاہرہ ۳۶۲

نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جناب میں علماء اور ائمۂ دین کا عقیدہ۔ ۳۶۲

وہابیوں کا پیشوا چھ سو برس سے پہلے کے عالموں کو کافر کہتا تھا۔ ۳۶۳

وہابیوں کے نزدیک حضور کی تعریف میں کمی چاہئے۔ ۳۶۴

وہابیہ کے نزدیک درود شریف کی کثرت شرک ہے۔ ۳۶۴

وہابیہ کے طور پر شاہ عبدالعزیز صاحب اور

www.alahazratnetwork.org

شاہ ولی اللہ صاحب بدعتی تھے۔ ۳۶۴
ملاحظہ ہو امام الطائفہ (مولوی اسمٰعیل دہلوی) کا اپنے بڑوں کو صاف نبی اور صاحب شریعت و وحی و معصوم ماننا خاص دینی کاموں میں خاندان امام الطائفہ کا نئی نئی باتیں نکال کر وہابیہ کے طور پر بدعتی ہوجانا۔ ۳۶۴
ذرا تصور شیخ کا حکم ملاحظہ ہو۔ ۳۶۵
وظائف کے التزام کا حکم ۳۶۶
امام الطائفہ (مولوی اسمٰعیل دہلوی) کا خود بدعتی ہونا۔ ۳۶۶
وہابیہ کے طور پر سارا خاندان دہلی مشرک تھا ملاحظہ ہوں ان کے عقائد کہ حضور ہی ہر مصیبت کے کام آتے ہیں۔ ۳۶۷
حضور سب سے بہتر عطا فرمانے والے ہیں ۳۶۸
عاجزی کے ساتھ حضور کو ندا کرے۔ ۳۶۸
حضور ہی ہر بلا سے پناہ ہیں۔ ۳۶۸
اولیاء کا مشکل کشا ہونا۔ ۳۶۸
اولیاء کرام کی روحیں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں اپنے متوسلین کی مدد کرتی ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتی ہیں۔ ۳۶۹
مولیٰ علی سے نیاز ۳۶۹
بیماری میں مولیٰ علی کی طرف توجہ ۳۶۹
غوث پاک کی توجہ اور عنایت ۳۶۹
خواجہ نقشبند کی عنایت ان کی حمایت میں اہل وعیال کو سونپنا۔ ۳۷۰
اولیاء کرام بعد انتقال بھی دنیا میں تصرف فرماتے ہیں کمال وسیع علم رکھتے ہیں، اس عالم کی توجہ رکھتے ہیں۔ ۳۷۰
اولیاء کرام سے دنیا والوں کو فیض پہنچتا ہے ۳۷۱
یا علی یا علی کہہ کر مولیٰ علی کو پکارنا۔ ۳۷۲
نکتہ جلیلہ کہ وہابیہ کا مذہب انبیاء و ملائکہ یہاں تک کہ خود رب جل جلالہ کو (معاذ اللہ) مشرک کہتا ہے۔ ۳۷۳
نسبت و اسناد کی نفیس تحقیق ۳۷۴
فرق ذاتی و عطائی ۳۷۴
جو معنی شرک ہیں کسی مسلمان کو خواب میں بھی ان کا خیال نہیں گزرتا۔ ۳۷۵
وہابیہ کا ظلم کہ جو محاورے خود بولتے ہیں مسلمانوں کے مشرک بنانے کو ان سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ ۳۷۶
کلمہ گو کی نسبت ارادہ معنی شرکی کا ادعاء حرام کبیرہ و افتراء ہے۔ ۳۷۶
قائل کا موحد ہونا ہی گواہ ہے کہ معنی شرک مراد نہیں۔ ۳۷۶
حضور کو دافع البلاء کہنے کے شرک ہونے کی دو ہی صورتیں ہیں اور جو صورت مراد لو خدا اور رسول تک حکم شرک پہنچے گا۔ ۳۷۷
جو چیز اللہ کی قدرت میں ہے اسے غیر کے لئے بعطائے الٰہی ماننا بھی شرک نہیں ہوسکتا۔ ۳۷۷

www.alahazratnetwork.org

پہلا باب، اس میں چھ آیتیں اور ساٹھ حدیثیں ہیں۔ ۳۷۹

فصل اول آیت کریمہ میں۔ ۳۷۹

اللہ تعالیٰ یوں ہی گناہ بخش سکتا تھا مگر فرماتا ہے کہ قبول توبہ چاہو تو نبی کے حضور حاضر ہو۔ ۳۷۹

متعدد آیات و احادیث کہ نیکوں کے سبب بلا دفع ہوتی ہے۔ ۳۸۰

فصل دوم، احادیث عظیمہ میں۔ ۳۸۱

نیکوں کے باعث مدد ملتی ہے۔ ۳۸۱

اولیاء کے باعث مینہ اترتا ہے۔ ۳۸۴

اولیاء کے سبب زمین قائم ہے۔ ۳۸۶

اولیاء کے سبب زمین کی نگہبانی۔ ۳۸۶

حدیث کہ خلق کی موت زندگی سب اولیاء کی وساطت سے ہے۔ ۳۸۷

متعدد حدیثیں کہ صحابہ اور اہل بیت امت کی پناہ ہیں۔ ۳۸۸

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم کی پناہ ہیں (حدیث) ۳۹۰

سترہ حدیثیں کہ اللہ کے نیک بندوں سے اپنی حاجتیں مانگو۔ ۳۹۰

متعدد حدیثیں کہ اللہ کے نیک بندوں سے اپنی حاجتیں مانگو۔ ۳۹۰

متعدد حدیثیں کہ اللہ کے نیک بندے حاجت روائی کرتے ہیں۔ ۳۹۴

تین حدیثیں کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوزخ سے بچاتے ہیں۔ ۳۹۴

بارہ حدیثیں کہ اسلام نے عزت، مسلمانوں نے راحت فاروق اعظم کے سبب پائی۔ ۳۹۷

ہر بلا کا دفع ہر نعمت کا حصول نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعے سے ہوا۔ ۴۰۱

اللہ تعالیٰ کا سب کارخانہ سب لینا دینا نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطے سے ہے۔ ۴۰۱

اللہ تعالیٰ پر وہابیہ کے الزامات۔ ۴۰۳

باب دوم، اس میں ۴۴ آیتیں اور ۲۴۰ حدیثیں ہیں۔ ۴۰۵

فصل اول آیات شریفہ میں کہ خدا و رسول نے دولتمند کر دیا۔ ۴۰۵

دینے والے خدا اور رسول ہیں ان کے دینے کی توقع رکھو۔ ۴۰۵

خدا اور رسول نے نعمت دی۔ ۴۰۶

حافظ و نگہبان اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں۔ ۴۰۶

اللہ اور اللہ کے نیک بندے کافی ہیں۔ ۴۰۶

پانچ آیتیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا رب کہنا شرک نہیں جبکہ مجاز مراد ہو۔ ۴۰۷

یوسف علیہ السلام پر وہابیہ کے الزام۔ ۴۰۷

عیسےٰ علیہ السلام شافی ہوئے۔ ۴۰۸

عیسےٰ علیہ السلام زندہ کرنے والے ہوئے۔ ۴۰۸

عیسےٰ علیہ السلام پر وہابیہ کا الزام۔ ۴۰۸

www.alahazratnetwork.org

اپنے آپ کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بندہ کہنا شرک نہیں۔ ۴۰۹

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تکلیف سے نجات دی، مصیبت کاٹ دی۔ ۴۱۰

حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گناہوں سے پاک کرتے ہیں۔ ۴۱۰

حضور قیامت تک تمام اُمت کو پاک کرتے اور علم عطا فرماتے ہیں۔ ۴۱۱

محبوبانِ خدا اللہ کے حضور شفاعت کے مالک ہیں۔ ۴۱۳

بندے بندوں کو رزق دیتے ہیں۔ ۴۱۴

مجاہدین کو فرشتے ثابت قدم رکھتے ہیں۔ ۴۱۴

دنیا کے تمام کاروبار کی فرشتے تدبیر کرتے ہیں ۴۱۴

اولیاء کرام بعد انتقال تمام عالم پر تصرف کرتے ہیں اور جہاں بھر کے کاروبار کی تدبیر کرتے ہیں۔ ۴۱۶

مزاراتِ اولیائے کرام سے استمداد کے منکر ملحد بے دین ہوئے۔ ۴۱۶

آیات سے ثابت ہے کہ موت فرشتہ دیتا ہے۔ ۴۱۷

جبرائیل علیہ السلام پر وہابیہ کا الزام، جبرائیل نے بیٹا دیا۔ ۴۱۸

نبی بخش، عطا رسول، عطا علی وغیرہ نام رکھنا شرک نہیں۔ ۴۱۸

آیت کہ اللہ اور جبریل اور ابوبکر و عمر مددگار ہیں۔ ۴۱۸

اولیاء ہمارے مالک ہیں ہم ان کے مملوک ہیں اس میں کوئی شرک نہیں۔ ۴۱۹

یوسف علیہ السلام پر وہابیہ کا پانچواں الزام ۴۲۰

صرف اللہ و رسول اور اولیاء مددگار ہیں (بس)۔ ۴۲۰

آیت کہ حضور اپنی امت کے حافظ و نگہبان ہیں۔ ۴۲۲

وہابیوں کی جان پر لاکھوں من کے پہاڑ (یعنی امام الطائفہ مولوی اسمٰعیل صاحب اور شاہ عبدالعزیز صاحب میں شرک و توحید کا بگاڑ) ۴۲۳

سب کے ہاتھ حضور کی طرف پھیلے ہیں سب حضور کے آگے گڑگڑاتے ہیں حضور ساری زمین اور تمام مخلوق کے مالک ہیں۔

جو حضور کو اپنا مالک نہ جانے سنت کی حلاوت نہ پائے۔ ۴۲۳

امام الطائفہ نے انجانے میں گھر پھونک دیا ۴۲۵

بارہ حدیثیں کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اختیارات اور تصرفات کی کنجیاں عطا ہوئیں۔ ۴۲۶

مدد دینے کی کنجیاں، نفع پہنچانے کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں۔ ۴۲۷

زمین و آسمان کی سب مخلوق حضور کے

قبضہ میں ہے اور ساری دنیا حضور کی مٹھی میں۔ ۴۲۹

حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اللہ تعالٰی کے نائب ہیں (حدیث) ۴۳۰

وہابیہ کے نزدیک اللہ کا نائب گویا پتھر کا نائب ہے۔ ۴۳۰

آخرت میں عزت دینا حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے ہاتھ ہے۔ ۴۳۰

قیامت میں کل اختیارات حضور کو ہیں۔ ۴۳۰

اللہ تعالٰے کی بارگاہ سے جنت ونار کی کنجیاں حضور کو عطا ہوں گی اور حضور کی سرکار سے صدیق وفاروق کو۔ ۴۳۱

جنت و دوزخ کا اختیار خلفائے کرام کو دیا جائے گا۔ ۴۳۱

مولٰی علی قسیم نار ہیں۔ ۴۳۴

فصل دوم، احادیث منیفہ میں۔ ۴۳۶

وصل اول ۴۳۶

اللہ ورسول صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے غنی کر دیا۔ ۴۳۶

اللہ ورسول حافظ ونگہبان ہیں۔ ۴۳۶

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دنیا و آخرت میں کارساز ہیں۔ ۴۳۷

نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم روز قیامت میں اہلسنت کے نگہبان ہیں۔ ۴۳۷

متعدد حدیثیں کہ مال کے مالک اللہ و رسول ہیں۔ ۴۳۸

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جان ومال کے مالک ہیں۔ ۴۳۸

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے فضل کی امید۔ ۴۴۱

اعرابی صحابی کی بارگاہِ رسول میں عرض کہ حضور کے سوا ہمارا کون ہے جس کے پاس مصیبت میں بھاگ کر جائیں۔ ۴۴۱

نبی کریم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم یتیموں کی جائے پناہ اور بیواؤں کے نگہبان ہیں۔ ۴۴۱

ابوطالب کے اشعار جن کے سننے کی خود حضور نے خواہش کی جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مصیبت کے وقت بڑے بڑے ان کی پناہ لیتے ہیں۔ ۴۴۲

اصحاب انصار کی عرض کہ اللہ و رسول کا احسان زائد ہے، اللہ و رسول کا فضل بڑا ہے۔ ۴۴۴

تین حدیثیں کہ زمین کے مالک اللہ و رسول ہیں ۴۴۴

حدیث کہ نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم تمام آدمیوں کے مالک ہیں۔ ۴۴۶

نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی پناہ لینے میں پانچ حدیثیں۔ ۴۴۶

جانِ وہابیت پر لاکھ من کا پہاڑ، رسول صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی دُہائی۔ ۴۴۸

غلام کو مارنا، اس غلام کا اللہ کی دہائی دینا ۴۴۸

www.alahazratnetwork.org

پھر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھ کر حضور کی دہائی دینا۔ ۴۴۸

صحابی کا حضور کی دہائی سن کر مارنے سے ہاتھ روک لینا وغیرہ، وہابی اس کو شرک کہتے ہیں ۴۴۸

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پناہ لینے والے کے لئے امان کا وعدہ ہے۔ ۴۴۹

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے التجا کرنے والا نامراد نہیں رہتا (صحابی کا قول) کہ اللہ و رسول پر ہی بھروسہ ہے۔ ۴۵۳

صحابی عامر بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ کی عرض کہ یا رسول اللہ! ہمارے گناہ بخش دیجئے، یا رسول اللہ! ہم پر سکینہ اتاریے، یا رسول اللہ! ہمیں ثابت قدم رکھئے۔ یا رسول اللہ! ہم حضور کے فضل کے محتاج ہیں۔ ۴۵۴

ایک صحابی دوسرے صحابی کے لئے حضور سے عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ! حضور انھیں زندہ رکھتے تو ہمارے لئے بہتر ہوتا۔ ۴۵۷

(دو حدیثیں) کہ اللہ ورسول کی طرف توبہ کرنا ۴۵۸

تین حدیثیں کہ اللہ ورسول کے لئے صدقہ کرنا ۴۶۰

صدیق اکبر کا قول کہ میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بندہ ہوں۔ ۴۶۲

فاروق اعظم کا اپنے آپ کو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بندہ بتانا۔ ۴۶۲

عمر فاروق اعظم اور تمام صحابہ پر وہابیہ کے متعدد الزامات۔ ۴۶۳

بدعت حسنہ کے ماننے پر وہابیہ نے فاروق اعظم کو صاف گمراہ کہہ دیا۔ ۴۶۴

عمر فاروق کے تین قول کہ ہمارے سر پہ بال نبی نے اگائے۔ ۴۶۵

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دو جہاں کی دولت ایک جلہ فرماکر بخش دیتے ہیں۔ ۴۶۷

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مختار خزائن الٰہی ہونے کا نفیس ثبوت۔ ۴۶۹

اللہ تعالٰی کی رحمت کے خزانے نعمتوں کے خوان نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہاتھ کے نیچے ہیں سب تابع فرمان ہیں۔ ۴۷۰

آٹھ حدیثیں کہ مخلوق کو حشر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دیں گے۔ ۴۷۰

خدا کی شان میں ملا دینے کا رد ۴۷۳

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اپنی امت سے نار جہنم کا دفع فرمانا۔ ۴۷۴

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اللہ عزوجل کے قیدی کی سزا بدل دی۔ ۴۷۶

(ایک بی بی سے حضور نے فرمایا کہ) بچے اللہ ورسول کے سپرد ہیں۔ ۴۷۸

حضور کا ارشاد کہ سخت تر دشمن کے مقابلہ میں اللہ ورسول تمھیں کفایت فرمائیں گے۔ ۴۷۹

گھر والوں کے لئے اللہ ورسول کو باقی رکھنا۔ (قول ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ) حضور کا ارشاد کہ اللہ ورسول نے نعمت دی۔ ۴۸۰

www.alahazratnetwork.org

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے رزق دیا ۴۸۲

حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غافل دل زندہ کردیئے، اندھی آنکھیں روشن فرمادیں۔ بہرے کان سننے والے اور ٹیڑھی زبانیں سیدھی کردیں۔ ۴۸۲

نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے گمراہی سے پناہ دی، ہلاکت سے بچایا۔ ۴۸۳

حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خود تعلیم فرمایا کہ ہم سے استعانت کرو۔ ۴۸۴

وہابیہ عین ادعائے توحید میں شرک کرتے ہیں ۴۸۵

چاند کا حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اشارے پر چلنا۔ ۴۸۵

ملائکہ مدبرات امر بھی حضور کے زیرِ حکم ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے بھی رسول ہیں اور وہ حضور کے اُمتی۔ ۴۸۷

سلیمان علیہ السلام کے حکم سے سورج کے چلانے والے فرشتے ڈوبتے ہوئے سورج کو واپس لے آئے۔ ۴۸۷

کوئی حکم نافذ نہیں ہوتا مگر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دربار سے، اور کوئی شے کسی کو نہیں ملتی مگر حضور کی سرکار سے۔ ۴۸۸

حضور صلے اللہ علیہ وسلم جس بات کا ارادہ فرمائیں اس کے خلاف نہیں ہوتا کوئی ان کے حکم کا پھیرنے والا نہیں۔ ۴۸۸

حدیث دیکھو کہ حضور کا رب حضور کی اطاعت کرتا ہے۔ ۴۸۸

(حدیث) حضور کا رب اپنے محبوب سے مشورہ لیتا ہے۔ ۴۹۰

آفتاب طلوع نہیں کرتا جب تک حضور غوثِ اعظم محبوب سبحانی رضی اللہ تعالٰی عنہ پر سلام عرض نہ کرے۔ ۴۹۱

ایک ایک گھڑی کے حال کی حضور غوث اعظم کو خبر ہونا۔ ۴۹۲

ہر شقی وسعید کا ان پر پیش کیا جانا لوحِ محفوظ کا ان کے پیشِ نظر ہونا۔ ۴۹۲

(صحابی کی عرض کہ) یارسول اللہ! حضور جنت میں مجھے اپنی رفاقت عطا فرمائیں۔ ۴۹۳

دنیا وآخرت کی تمام نعمتیں حضور کے اختیار میں ہیں جسے جو چاہیں عطا فرمائیں۔ ۴۹۳

ماکان ومایکون (یعنی جو ہوچکا اور جو ہوگا) سب کا علم محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علوم سے ایک ٹکڑا ہے۔ ۴۹۵

رسول صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا تعلیم فرمانا کہ حاجت کے وقت ہمیں ندا کرو، ہم سے استعانت اور التجا کرو کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم! حضور میری حاجت روا فرمائیں۔ ۴۹۶

وہابیہ کے نزدیک ندا واستعانت میں صحابہ پر صریح شرک کا الزام۔ ۴۹۸

پیمانوں میں میں نے برکت رکھ دی ہے۔ ۴۹۹

www.alahazratnetwork.org

رسالہ (ضمنی) منیۃ اللبیب ان التشریع بید الحبیب (از صفحہ ۵۰۰ تا ۵۶۶)

(حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم مالکِ احکامِ شرع ہیں) ۵۰۰

ستر حدیثیں کہ مدینہ طیبہ کو نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حرم کردیا۔ ۵۰۰

پانچ حدیثیں کہ مکہ معظمہ کو ابراہیم علیہ السلام نے حرم کردیا۔ ۵۰۰

مکہ معظمہ کو ابراہیم علیہ السلام نے امن والا کردیا ۵۰۰

(فائدہ مہمہ) کہ نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم بہ تاکید تمام جس بات کا حکم فرمائیں وہابیوں کا پیشوا (تقویۃ الایمان میں) صراحۃً کہے یہ تو شرک ہے، اب دیکھیں وہابی کس کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ ۵۰۹

ذرا ملاحظہ ہو مدینہ طیبہ کے راستے میں نامعقول باتیں کرنا وہابیہ کا جزوِ ایمان ہے جو نہ کرے ان کے نزدیک مشرک ہوجائے۔ ۵۱۰

لطیفہ حقہ ۵۱۰

تعجب عجب کہ ہر راستے میں باہم جوتی پیزار ہونا وہابیہ کا جزوِ ایمان ہے نہ کریں تو اپنے امام کے حکم سے مشرک ہوجائیں۔ ۵۱۰

تذییل وتکمیل ۵۱۱

احکامِ الٰہیہ دو قسم ہیں: تکوینیہ وتشریعیہ۔ ۵۱۱

احکامِ تشریعیہ تکوینیہ میں کچے وہابیوں کا تفرقہ محض تحکم اور خود اپنے مذہب سے اندھاپن۔ ۵۱۱

وہابیوں کا امام نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو صرف مخبر اور پیغام رساں مانتا ہے۔ ۵۱۲

ایمان نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام عطا کرتے ہیں ۵۱۵

امام الوہابیہ کی دریدہ دہنی ۵۱۵

(اختیارات) نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حکم سے کام فرض ہوجاتا ہے اگرچہ فی نفسہٖ فرض نہ ہو۔ ۵۱۷

احکامِ شریعت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو سپرد ہیں جس بات سے جو چاہیں حکم فرمادیں اپنی طرف سے وہی شریعت ہے۔ ۵۱۸

(حقیقت ومجاز کا فرق) خدا کا فرض رسول کے فرض کئے ہوئے سے اقوٰی ہے

۸۵ حدیثیں جن سے معلوم ہوگا کہ حکم احکام شرع کے حضور کو سپرد ہیں۔ ۵۱۹

ایک خاص نکتہ کی اصل جس سے مجلس میلاد قیام وفاتحہ وتیجہ وغیرہا تمام مسائل بدعت وہابیہ طے ہوجاتے ہیں۔ ۵۲۴

نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم جس حکم شرع سے جس کو چاہتے مستثنٰی فرمادیتے۔ اس سلسلہ میں ۲۳ واقعے ۳۵ حدیثیں۔ ۵۲۴

(۱) حضرت ابوبردہ کے لئے ششماہہ بکری کی قربانی جائز فرمادی۔ ۵۲۵

(۲) ایک بار عقبہ بن عامر کے لئے بھی اسکی

اجازت عطا کی۔ ۵۲۶

(۳) ام عطیہ کو ایک جگہ نوحہ کرنے کی رخصت بخشی۔ ۵۲۶

(۴) ایک بار خولہ بنت حکیم کو نوحہ کی اجازت فرمادی۔ ۵۲۷

(۵) یونہی اسماء بنت یزید کو ایک دفعہ کی پروانگی عطا کی۔ ۵۲۷

(۶) اسماء بنت عمیس کو عدت کا سوگ معاف فرمادیا۔ ۵۲۸

(۷) ایک صحابی کو بجائے مہر کے سورۂ قرآن سکھانا کافی کردیا۔ ۵۲۹

(۸) خزیمہ بن ثابت کی (تنہا) گواہی کو شہادت کی نصاب کامل کردیا۔ ۵۳۰

(۹) ایک صحابی کے لئے روزہ کا کفارہ خود ہی کھالینا جائز فرمادیا۔ ۵۳۱

(۱۰) ایک صاحب کو جوانی میں ایک بی بی کا دودھ پینے کی اجازت دی اور اس سے حرمتِ رضاعت ثابت فرمادی۔ ۵۳۳

(۱۱) دو صاحبوں کو ریشمیں کپڑے پہننے کی اجازت دے دی۔ ۵۳۴

(۱۲) مولٰی علی کو بحالتِ جنابت مسجد اقدس میں رہنا مباح فرمادیا۔ ۵۳۴

(۱۳) کہ مخدرات اہلبیت (پردہ نشیں عورتیں) کو بحالت عارضہ ماہانہ مسجد مبارک میں آنا جائز فرمادیا۔ ۵۳۵

(۱۴) براء بن عازب کو سونے کی انگوٹھی پہننی جائز فرمادی۔ ۵۳۵

(۱۵) سراقہ کو سونے کے کنگن حضور کی اجازت سے پہنائے گئے۔ ۵۳۷

(۱۶) مولٰی علی کو اپنا نام اور کنیت جمع کرنے کی اجازت فرمائی۔ ۵۳۸

(۱۷) عثمان غنی کو بے حاضری جہاد سہم غنیمت کا مستحق قرار دیا اور عطا کیا۔ ۵۴۰

(۱۸) معاذ بن جبل کو اپنی رعیت سے تحائف لینا حلال فرمادیا۔ ۵۴۱

(۱۹) ایک صاحب کے لئے بیع میں خیار غبن مقرر فرمادیا۔ ۵۴۲

(۲۰) اُم المومنین کو عصر کے بعد دو رکعت نفل جائز فرمادیئے۔ ۵۴۳

(۲۱) ایک بی بی کے لئے احرام میں شرط لگانا جائز فرمادیا۔ ۵۴۵

(۲۲) ایک شخص نے اس شرط پر اسلام قبول فرمالیا کہ دو نماز سے زائد نہ پڑھے گا ۵۴۶

مسح موزہ کی مدت ۵۴۷

مسواک کا حکم ۵۵۱

حرام دو قسم ہے، ایک وہ جسے خدا نے حرام کیا، اور ایک وہ جس کو رسول نے حرام کیا، دونوں یکساں ہیں۔ ۵۶۲

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم دین کے شارع ہیں۔ ۵۶۳

www.alahazratnetwork.org

امام الوہابیہ کا مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صریح افتراء۔ ۵۶۳

امام الوہابیہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل وکمالات یکلخت اڑا دیئے۔ ۵۶۴

اس کے نزدیک حضور کو کسی نبی سے کچھ امتیاز نہیں۔ اور امتیوں میں فقط جاہلوں میں ممتاز ہیں نہ کہ عالموں سے (یہ ہے وہابیوں کا عقیدہ) ۵۶۴

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق صحابہ اور ائمہ کا عقیدہ کہ حضور تنہا حاکم ہیں، نہ ان کے سوا کوئی حاکم نہ وہ کسی کے محکوم۔ ۵۶۵

مسک الختام ۵۶۶

(حدیث) وفینا نبی الخ کی نفیس بحث ۵۶۶

(امام الوہابیہ) قرآن کے خلاف دعویٰ کرتا ہے کہ انبیاء کی طرف خدا کے بتانے سے بھی اطلاع غیب کی نسبت شرک ہے۔ ۵۶۶

امام الوہابیہ کے نزدیک اس کا معبود کسی کو اطلاع علی الغیب کا رتبہ دینے سے عاجز ہے۔ ۵۶۷

امام الوہابیہ نے صریح قرآن کی مخالفت کی مگر اسے حضر نہیں کہ اس کے نزدیک قرآن کا سچا ہونا ہی ضروری نہیں۔ ۵۶۸

امام الوہابیہ دعوے کے وقت آسمان پر اڑتا ہے اور دلیل لاتے وقت تحت الثریٰ پر بھی نہیں رکتا۔ ۵۶۸

قرآن سے ثبوت علم غیب ۵۶۸

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر امام الوہابیہ کا افتراء۔ ۵۶۹

امام الوہابیہ نے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بدحواس کہا۔ ۵۶۹

امام الوہابیہ کی اندھی مت۔ ۵۶۹

مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع غیب پر قدرت واختیار ہونے کا حدیث سے ثبوت۔ ۵۷۶

امام الوہابیہ اللہ عزوجل کو (معاذاللہ) صریح گالیاں دیتا اور صاف جاہل مانتا ہے۔ ۵۸۰

امام الوہابیہ کی صریح خیانت وعیاری ۵۸۲

اللہ ورسول چاہیں تو یہ کام ہو جائے گا اس قول کے متعلق نہایت نفیس بحث اور احادیث کا جمع۔ ۵۸۳

امام الوہابیہ کے نزدیک صحابہ کرام شرک کیا کرتے تھے اور نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منع نہ فرماتے۔ ۵۸۷

امام الوہابیہ کے طور پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شرک سے ممانعت پر اپنے یاروں کے لحاظ کو ترجیح دیتے تھے۔ ۵۸۷

امام الوہابیہ کے نزدیک صحابہ کرام اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پکی توحید (معاذاللہ) ایک یہودی نے سکھائی۔ ۵۸۷

امام الوہابیہ کے نزدیک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

www.alahazratnetwork.org

نے شرک سے منع بھی کیا تو صرف اس خیال سے کہ ایک مخالف اعتراض کرتا ہے۔ ۵۸۷

امام الوہابیہ کے نزدیک بعد اعتراض حضور نے جو تعلیم فرمایا وہ خود شرک ہے۔ ۵۸۷

احادیثِ مشیّت کی نفیس تقریر منیر ۵۸۸

امام الوہابیہ کی تصریح کہ بادشاہوں کو سلطنت امیروں کو امارت ملنے میں مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کی محبت کو دخل ہے۔ ۵۸۹

احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ ہمارا وہی اعتقاد ہے جو صحابہ کرام کا تھا۔ اور امام الوہابیہ کا وہ خیال جو ایک یہودی کا تھا۔ ۵۹۱

اہم نکتہ ۵۹۳

وصل دوم ۵۹۸

مانگ جو تیرا جی چاہے۔ ۵۹۹

موسیٰ علیہ السلام نے بوڑھی عورت کو جنت عطا کی۔ ۵۹۹

خود حدیث کا ارشاد کہ اللہ تعالیٰ کے تمام خزائنِ رحمت پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہاتھ پہنچتا ہے جو چاہیں جسے چاہیں عطا فرمادیں۔ ۶۰۰

یہی اعتقاد صحابہ کرام کا تھا کہ حضور کارخانۂ الٰہی کے مختار ہیں۔ ۶۰۰

موسیٰ علیہ السلام پر وہابیوں کا الزامِ شرک اللہ اور حبیب اور کلیم علیہما الصلوٰۃ والتسلیم سے امام الوہابیہ کا بگاڑ۔ ۶۰۰

موسیٰ علیہ السلام نے ایک بڑھیا کو جوانی پھیر دی۔ ۶۰۰

وہابیہ کے طور پر موسیٰ علیہ السلام کو وحی آئی اے موسیٰ! تو خدا بن جا۔ ۶۰۵

چالیس برس کی عمر آدم علیہ السلام نے عطا فرمائی۔ ۶۰۶

(حدیث) کہ نبی اور علی مددگار و کارساز ہیں ۶۰۸

(حدیث) رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا اور آخرت میں ہر مسلمان کے مددگار ہیں۔ ۶۰۹

حضرت بتول زہرا نے اپنے غلاموں کو دوزخ سے آزاد فرمایا۔ ۶۱۱

امیر المومنین حضرت عمر لوگوں کو دوزخ میں گرنے سے روکے ہوئے تھے۔ ۶۱۲

فاروقِ اعظم فرماتے ہیں زمین کے مالک ہم ہیں۔ ۶۱۳

عثمان غنی سے استعانت فرمانا۔ ۶۱۳

امیر المومنین عمر کی پناہ میں ایک فریادی کا آنا اور امیر المومنین کا ارشاد فرمانا کہ ہماری بارگاہ سچی جائے پناہ ہے۔ ۶۱۴

قحط سالی میں امیر المومنین کا عمرو بن عاص کو لکھنا: ارے فریاد کو پہنچو، ارے فریاد کو پہنچو۔ ۶۱۴

وہابیہ کے نزدیک مولیٰ علی خدائی بول بول رہے ہیں۔ ۶۱۶

www.alahazratnetwork.org

آپنے آپ کو غفار، ستار، قاضی الحاجات
بتاتے ہیں۔ ٦١٧
حضرت علی کا اپنے آپ کو حاجت روا فرمانا۔ ٦١٧
حسان رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مسلمانوں کو شفا
دی۔ ٦١٧
اسلام کو انصار نے پالا۔ ٦١٩
وصل سوم ٦١٩
جبریل علیہ السلام دعائیں قبول کرتے حاجتیں
برلاتے ہیں۔ ٦١٩
فرشتے روزی پہنچاتے، رزق کا سامان
کرتے ہیں، اور نیک بندوں کے لئے رزق
پاک اور آسان کرتے ہیں۔ ٦٢٠
متواضعوں کے رتبے فرشتہ بلند کرتا ہے۔ ٦٢٠
متکبروں کو فرشتہ ہلاک کرتا ہے۔ ٦٢٠
سانپ سے فرشتہ بچاتا ہے۔ ٦٢٠
فرشتہ نگہبانی کرتا ہے۔ ٦٢١
حدیث فرماتی ہے کہ تمام دنیا کے آنکھ، کان،
گوشت پوست، صورت سب فرشتوں کے
بنائے ہوئے ہیں۔ ٦٢١
حدیث فرماتی ہے کہ سب کے بدن میں جان
فرشتے کی ڈالی ہوئی ہے۔ ٦٢٢
تین حدیثیں کہ فرشتے نیک بات کی توفیق دیتے
ٹھیک راستے پر قائم رکھتے ہیں۔ ٦٢٢
تبارک الذی پڑھنے والے کو فرشتہ ہر برائی
سے محفوظ رکھتا ہے۔ ٦٢٥

مسلمان سے غیبت دفع کرنے پر فرشتہ آتش
دوزخ سے اس کا نگہبان ہے۔ ٦٢٦
جعفر طیار کو جبریل امین نے جنت میں زیادہ
مرتبہ عطا کر دیا۔ ٦٢٦
طلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو جبریل امین قیامت
کے ہر ہول سے بچائیں گے۔ ٦٢٧
حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت غوث
سے فرمایا اللہ تیرے دنیا کے کام بنا دے
تیری آخرت کا معاملہ تو میرے ذمہ ہے۔ ٦٢٨
تکملۂ کاملہ ٦٢٩
عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے حضور رسول
اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مکان بہشتی
کی ضمانت فرمائی۔ ٦٣٠
نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جنت کا
چشمہ عثمان غنی کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ ٦٣١
نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جنت
عثمان غنی کے ہاتھ بیچ ڈالی۔ ٦٣١
نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے طلحہ رضی اللہ
تعالٰی عنہ کو جنت دینا اپنے ذمہ کر لیا۔ ٦٣٢
نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہر نیک
بندے کے لئے جنت کی ضمانت فرمائی۔ ٦٣٢
امام الوہابیہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو
(معاذ اللہ) فضولی جانتا ہے۔ ٦٣٣
حدیث کہ جو شنبہ کو علی الصبح کسی حاجت کی
تلاش میں جائے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

www.alahazratnetwork.org

اس کی حاجت روائی کے ذمہ دار ہیں۔ ٦٣٣

جبکہ میں دور اور حاضری سے معذور ہوں تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام میری پناہ اور مجھے راحت ملنے کی جگہ ہیں۔ ٦٣٤

○ رسالہ منبہ المنیۃ بوصول الحبیب الی العرش والرؤیۃ

(اس بات کا بیان کہ شب معراج نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے سر کی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا اور یہ کہ آپ عرش سے آگے تشریف لے گئے) ٦٣٧

احادیث مرفوعہ ٦٣٧

رأیت ربی عزوجل (الحدیث) ٦٣٧

ابراہیم علیہ السلام کو خلت، موسٰی علیہ السلام کو کلام اور محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بے حجاب دیدار الٰہی عطا ہوا۔ ٦٣٨

آثار صحابہ ٦٣٩

اخبار تابعین ٦٤١

اقوال من بعدھم من ائمۃ الدین ٦٤٢

علمائے کرام نے اپنی تصانیف جلیلہ میں شب معراج حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے عرش پر تشریف لے جانے کی تصریحات فرمائی ہیں ٦٤٣

حدیث مرسل ومعضل باب فضائل میں بالاجماع مقبول ہے۔ ٦٤٤

مثبت نافی پر مقدم ہوتا ہے۔ ٦٤٤

عدم اطلاع اطلاع عدم نہیں۔ ٦٤٤

قصیدہ بردہ کے چند اشعار اور ان کی شرح میں ملا علی قاری کا کلام۔ ٦٤٤

بعض ائمہ نے کہا کہ شب اسرٰی میں دس معراجیں ہوئیں۔ ٦٤٥

حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہوا عطا ہوئی جو صبح وشام ایک مہینے کی راہ پر لے جاتی، ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو براق عطا ہوا جو آپ کو فرش سے عرش تک ایک لمحہ میں لے گیا۔ ٦٤٥

فرش سے عرش تک کی اقل مسافت سات ہزار برس کی راہ ہے۔ ٦٤٦

موسٰی علیہ السلام کے مشرف بہ کلام ہونے اور ہمارے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مشرف بکلام ہونے میں فرق۔ ٦٤٦

معراج بیداری میں بدن وروح کے ساتھ ہوئی۔ ٦٤٦

معراج کہاں تک ہوئی۔ ٦٤٧

نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم عرش پر پہنچے تو عرش نے آپ کا دامن تھام لیا۔ ٦٤٨

سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شب معراج دائرہ مکان وزمان سے باہر نکل گئے۔ ٦٥٣

حدیث مرسل کی تعریف اور حکم ٦٥٤

حدیث منقطع فضائل میں بالاجماع قابل عمل ہے ٦٥٥

حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد "انا قسیم النار" حکمًا مرفوع ہے۔ ٦٥٥

www.alahazratnetwork.org

عدمِ نقل وجود کی نفی نہیں کرتا۔ ۶۵۶

○ رسالہ صلاۃ الصفاء فی نور المصطفیٰ (اس بات کا بیان کہ حضور پُرنور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے اور باقی مخلوقات آپ کے نور سے پیدا ہوئی) ۶۵۷

امام عبدالرزاق کا تعارف ۶۵۸

حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۶۵۸

تمام مخلوقات سے پہلے نورِ محمدی پیدا ہوا۔ ۶۵۸

نورِ نبی سے کائنات کے پیدا ہونے کی کیفیت ۶۵۸

حدیثِ جابر کن ائمہ نے ذکر فرمائی۔ ۶۵۹

حدیثِ جابر حسن صالح مقبول معتمد ہے۔ ۶۵۹

تلقی علماء بالقبول وہ شئی عظیم ہے جس کے بعد ملاحظہ سند کی حاجت نہیں رہتی بلکہ سند ضعیف بھی ہو تو حرج نہیں کرتی۔ ۶۵۹

ہر چیز نورِ نبی سے بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم۔ ۶۵۹

انہ تعالیٰ نور لیس کالانوار۔ ۶۶۰

روحِ نبوی نورِ الٰہی کا لمعہ اور ملائکہ بشر ہیں۔ ۶۶۰

نورِ محمدی کے نورِ خدا سے پیدا ہونے کا کیا مطلب ہے۔ ۶۶۱

اللہ عزوجل اس سے پاک ہے کہ کوئی چیز اس کی ذات سے جدا ہو کر مخلوق بنے۔ ۶۶۱

باجماع علماء دربارۂ فضائل مصطفیٰ محدثین کی حاجت نہیں۔ ۶۶۱

تلقی بالقبول صحت حدیث کے لئے دلیل کافی ہے۔ ۶۶۱

نورِ محمدی کی نورِ خدا سے تخلیق کس اعتبار سے تشابہ ہے۔ ۶۶۱

شمع سے شمع روشن ہونے کے ساتھ تشبیہ ۶۶۱

نجاست سے آلودہ پیدا ہونے اور مثال چراغ سے متعلق ایک شبہہ اور اس کا ازالہ۔ ۶۶۲

مثال سمجھانے کو ہوتی ہے نہ کہ ہر طرح برابری بتانے کو۔ ۶۶۲

علم ہیأت کی رُو سے نوّے ہزار کامل چاند کی روشنی آفتاب کی روشنی کے برابر ہے ۶۶۳

رسول مقبول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نورِ ذاتی سے پیدا ہیں یا نورِ صفاتی سے۔ ۶۶۳

نور کیا چیز ہے۔ ۶۶۳

درود شریف پورا لکھنا چاہئے صاد، عم، صلعم وغیرہ ہرگز کافی نہیں۔ ۶۶۳

القلم احد اللسانین۔ ۶۶۳

اللہ عزوجل نورِ حقیقی ہے بلکہ حقیقۃً وہی نور ہے۔ ۶۶۵

مرتبۂ ذات میں اللہ تعالیٰ نے صرف حقیقتِ محمدیہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ظاہر فرمایا۔ ۶۶۶

مرتبۂ احدیت کیا ہے۔ ۶۶۶

انبیاء اللہ تعالیٰ کے اسماء ذاتیہ سے پیدا

www.alahazratnetwork.org

ہوئے، اولیاء اسمائے صفاتیہ سے اور بقیہ کائنات صفات فعلیہ سے جبکہ سید رسل ذاتِ حق سے۔ ۶۶۶

یا ابابکر لم یعرفنی حقیقۃ غیر ربی۔ ۶۶۷

حدیث لولاک۔ ۶۶۷

بغرض توضیح ایک مثالِ ناقص (آئینہ کی)۔ ۶۶۸

تقریر منیر مذکور حاصل شدہ چند فوائد۔ ۶۷۲

پہلا فائدہ (اولاً) ۶۷۲

علامہ شہابلسی کے اشکال کا اندفاع ۶۷۲

دوسرا فائدہ (ثانیاً) ۶۷۳

تیسرا فائدہ (ثالثاً) ۶۷۳

چوتھا فائدہ (رابعاً) ۶۷۴

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا۔ ۶۷۵

نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا نام محی ہے کیونکہ آپ جانِ جہاں ہیں۔ ۶۷۶

جس کامل کو جو خوبی ملی وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدد اور آپ کے ہاتھ سے ملی۔ ۶۷۷

کوئی موجود دو نعمتوں سے خالی نہیں، نعمتِ ایجاد اور نعمتِ امداد۔ دونوں میں نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم واسطہ ہیں۔ ۶۷۷

پانچواں فائدہ (خامساً) ۶۷۷

نورنا نبیک میں من نورہٖ کی طرح اضافت بیانیہ ہے۔ ۶۷۷

مصنف علیہ الرحمہ کی تحقیق ۶۷۸

علامہ زرقانی کی عبارت اور اس پر مصنف کا حاشیہ۔ ۶۷۸

حاصلِ حدیث ۶۸۰

نقلِ اشتہار (مرسلہ حکیم اظہر علی صاحب کلکتہ مرتبہ قاضی عبدالمہیمن) ۶۸۰

خلاصۃ اشتہار یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اللہ تعالٰی کا نورِ ذاتی یا ذاتی نور کہنا ناجائز ہے کہ اس سے کفر لازم آتا ہے البتہ نورِ خدا یا نورِ ذاتِ خدا یا نورِ جمالِ خدا کہنا جائز ہے۔ ۶۸۱

جوابِ اشتہار ۶۸۲

اس پر دلائل کہ نورِ ذاتی کہنا بھی نورِ ذات کہنے کی طرح جائز ہے اس میں کوئی قباحت نہیں۔ ۶۸۲

دلیل اول (اولاً) ۶۸۲

ذاتی کی یہ اصطلاح کہ عینِ ذات یا جزءِ ماہیت ہو خاص ایساغوجی کی اصطلاح ہے عرفِ عام میں نہ یہ معنی مراد ہوتے ہیں نہ ہرگز مفہوم۔ ۶۸۲

صفاتِ ذاتیہ سے کیا مراد ہے۔ ۶۸۳

دلیل دوم (ثانیاً) ۶۸۴

ذاتی میں یائے نسبت ہے۔ ۶۸۴

متاخرین میں ہر اضافت مصححِ نسبت ہوتی ہے۔ ۶۸۴

دلیل سوم (ثالثاً) ۶۸۴

نورِ ذات میں اضافت تشریفیہ ہے۔ ۶۸۴

www.alahazratnetwork.org

دلیل چہارم (رابعًا) ۶۸۵
نور کے دو معنی ہیں۔ ۶۸۵
جن خیالات سے نور ذاتی کہنا ایک درجہ ناجائز ہوگا تو نور ذات کہنا اور نور اللہ کہنا چار درجے ناجائز ہوگا۔ ۶۸۵
دلیل پنجم (خامسًا) ۶۸۵
مضاف و مضاف الیہ میں اگر مغایرت شرط ہے تو کیا منسوب و منسوب الیہ میں شرط نہیں؟ ۶۸۵
دلیل ششم (سادسًا) ۶۸۶
دلیل ہفتم (سابعًا) ۶۸۶
ایساغوجی کی اصطلاح میں ذاتی بمقابل عرضی ہے جبکہ عام محاورہ میں ذاتی بمقابل صفاتی ہے، تو نورِ ذاتی میں ذاتی سے مراد معنیٰ ثانی ہے نہ کہ اول۔ ۶۸۶
تقریظ جلیل ۶۸۷
مولانا حبیب علی علوی صاحب کی مسئلۂ عدمِ سایۂ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متعلق تحریر منیر پر مصنف علیہ الرحمہ کی زوردار تقریظ۔ ۶۸۷
ائمۂ کرام اور علمائے اعلام کی عبارات مؤیدہ ۶۸۸
امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالٰی ۶۸۸
امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالٰی ۶۸۸
علامہ سلیمان جمل رحمہ اللہ تعالٰی ۶۹۰
علامہ حسین بن محمد دیار بکری رحمہ اللہ تعالٰی ۶۹۰
علامہ زرقانی رحمہ اللہ تعالٰی۔ ۶۹۰
علامہ فاضل محمد بن صبان رحمہ اللہ تعالٰی ۶۹۱
مولانا رومی رحمہ اللہ تعالٰی ۶۹۱
بحر العلوم مولانا عبد العلی رحمہ اللہ تعالٰی ۶۹۱
حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالٰی ۶۹۱
امام ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ تعالٰی ۶۹۲
ملائکہ کا سایہ نہیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ کیسے ہوگا۔ ۶۹۳
متعدد اشیاء کا ذکر جن کا سایہ نہیں ہوتا ۶۹۳
جسمِ عنصری کے لئے سایہ ضروری نہیں۔ ۶۹۴
محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فضائل کو بیمار دل گوارا نہیں کرتا۔ ۶۹۴

○ رسالہ نفی الفیئ عمن

استنار بنورہٖ کل شیئ (نبی انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ ہونے کا مدلل بیان) ۶۹۵
ان علماء وائمہ کے اسمائے گرامی جنہوں نے عدمِ سایہ کی تصریح فرمائی ہے۔ ۶۹۶
حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں۔ ۶۹۶
دلائل مؤیدہ۔ ۶۹۶
عدمِ سایہ کی حکمت وسبب ۶۹۸
حضور کا ایک خاصہ یہ ہے کہ آپ کا سایہ نہ تھا۔ ۶۹۹
امام ابن سبع کے استدلال سے مصنف علیہ الرحمہ کی ترتیب شدہ دلیل بصورت

www.alahazratnetwork.org

شکل اول بدیہی الانتاج۔ ۷۰۶

دلیل کا صغری، کبری اور نتیجہ۔ ۷۰۶

اثباتِ صغری پر دلائل ۷۰۶

حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما ۷۰۷

حدیث وصاف رضی اللہ تعالٰی عنہ ۷۰۸

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد ۷۰۸

سیدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا ارشاد ۷۰۹

سیدہ آمنہ والدۂ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد۔ ۷۰۹

سرکار کے نور سے خانۂ تاریک روشن ہوجاتا۔ ۷۱۰

وہ بشر ہیں مگر عالم علوی سے لاکھ درجہ اشرف ۷۱۰

ارواح و ملائکہ سے الطف جسم انسانی ۷۱۰

ان کی مثل کوئی نہیں ۷۱۰

آدمی ہمہ تن اپنے محبوب کے نشر فضائل و تکثیر مدائح میں مشغوف رہتا ہے۔ ۷۱۱

ولادت و وصال کے وقت رب ھب لی امتی فرمایا۔ ۷۱۲

قیامت میں ان ہی کے دامن میں پناہ ملے گی۔ ۷۱۲

رسالہ مبارک قمر التمام کا خلاصہ ۷۱۳

○ رسالہ قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام (عدمِ سایۂ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارے میں انتہائی نفیس دلائل باہرہ وحجج قاہرہ پر مشتمل تحقیقی رسالہ) ۷۱۵

حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ ہونے کا مسئلہ احادیث و اقوال ائمہ سے ثابت ہے۔ ۷۱۶

مفتیِ عقل و قاضیِ نقل اس پر متفق ہیں، کسی ایک عالم کا اس پر انکار منقول نہیں۔ ۷۱۶

وجود سایہ پر زور دینے والوں پر مصنف علیہ الرحمہ کا اظہار حیرت۔ ۷۱۶

ایمان محبت رسول سے مربوط اور دوزخ سے نجات ان کی الفت پر منوط۔ ۷۱۶

سچی فضیلتوں کو مٹانا اور شام و سحر نفی اوصاف کی فکر میں رہنا دشمن کا کام ہے نہ کہ دوست کا۔ ۷۱۶

وہ کیسا محبوب ہے۔ ۷۱۶

محمد مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خوبیاں کسی کے مٹانے سے نہ مٹیں گی۔ ۷۱۸

ورفعنا لک ذکرک (بلندیِ ذکر کی صورتیں) ۷۱۸

فائدہ جلیلہ ۷۱۹

جب راوی کو ثقہ معتمد مان چکے تو پھر انکار کی وجہ کیا ہے۔ ۷۱۹

امر مذکور کی چند مثالیں۔ ۷۲۰

مثال اول ۷۲۰

جسم اقدس و لباس انفس پر کبھی نہ بیٹھتی۔ ۷۲۰

حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کی خصوصیات سے ہے کہ کبھی آپ کے کپڑوں پر کبھی نہ بیٹھتی، جوئیں آپ کو نہ ستاتی تھیں اور مچھر آپ کا خون نہ چوستے تھے۔ ۷۲۰

www.alahazratnetwork.org

"محمد رسول اللہ" کے سب حروف بے نقطہ ہیں ۲۰

علامہ خفاجی کی ایمان افروز عبارت اور رُوح پرور رباعی۔ ۲۱

دوسری مثال ۲۲

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص سے ہے کہ جوئیں آپ کے کپڑوں میں نہ پڑتی تھیں۔ ۲۲

تیسری مثال

جس جانور پر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سوار ہوتے عمر بھر ویسا ہی رہتا آپ کی برکت سے بُوڑھا نہ ہوتا۔ ۲۲

چوتھی مثال ۲۲

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسا روشنی میں دیکھتے ویسا ہی تاریکی میں دیکھتے۔ ۲۲

پانچویں مثال ۲۳

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کریمین زندہ ہو کر آپ پر ایمان لائے۔ ۲۳

عالَمِ علوی سے لاکھ درجہ اشرف بشر اور ارواحِ ملائکہ سے ہزار درجہ الطف انسان۔ ۲۵

الفقہ کے جواب ۲۶

بارگاہِ رسول صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم میں صحابہ کرام کا ادب۔ ۲۶

آدابِ بارگاہ ۲۹

مقدمہ ثانیہ ۲۹

پر ظاہر کہ آدمی بلاوجہ کسی بات کے درپے تفتیش نہیں ہوتا۔ ۲۹

امرِ مذکور کی چند مثالیں ۲۹

صحابہ کرام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آگے چلتے اور فرشتے آپ کے پیچھے چلتے۔ ۳۱

مقدمہ ثالثہ ۳۱

اکثر احادیث حلیہ شریفہ ہند ابن ابی ہالہ سے مشتہر ہوئیں۔ ۳۱

ہند ابن ابی ہالہ کا تعارف ۳۱

مقدمہ رابعہ ۳۳

صحابہ کرام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے سایہ دار پیڑ چھوڑ دیتے۔ ۳۳

قبل از بعثت ابر سایہ کے لئے متعین تھا ۳۳

صدہا معجزات قاہرہ غزوات و اسفار میں واقع ہوئے ہزاروں آدمیوں نے دیکھا مگر ہم تک بنقل احاد پہنچے۔ ۳۳

معجزات مذکورہ کی چند مثالیں ۳۳

تابعین و علمائے ثقات حدیث کو مرسلاً کب اور کیوں ذکر کرتے ہیں۔ ۳۴

رسالہ ھدی الحیران فی نفی الفیئ عن سید الاکوان (نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے سایہ نہ ہونے کے باب میں ایک مخالف کا ردِ بلیغ) ۳۷

فصل اول ۳۸

ارتفاعِ نزاع کے لئے چند تمہیدی مقدمات۔ ۳۸

مقدمۂ اولیٰ ۳۸ ء

بعد ثبوتِ ملزوم تحقق لازم خود محقق و معلوم اور تجشمِ دلیل کی حاجت معدوم۔ ۳۸ ء

مقدمۂ ثانیہ ۳۹ ء

دعاوی و مقاصد خواہشِ ثبوت میں متساویۃ الاقدام نہیں۔ ۳۹ ء

مقدمۂ ثالثہ ۴۰ ء

علماء کی تلقی بالقبول کو اثباتِ قوت میں اثر عجیب ہے۔ ۴۰ ء

مجیب مخالف کے سارے جواب کا مبنیٰ قصورِ نظر سے ناشی ایک زعمِ فاسد پر ہے۔ ۴۱ ء

حکیم ترمذی کی روایت کردہ حدیث "لم یکن له ظل لا فی الشمس ولا فی القمر" پر محدثانہ گفتگو۔ ۴۱ ء

نہ التزام تصحیح صحت کو مستلزم، نہ عدمِ التزام اس کا مزاحم۔ ۴۳ ء

اہلِ التزامِ تصحیح کی تصانیف میں بہت روایات باطلہ ہوتی ہیں اور التزام نہ کرنے والوں کی تصنیفوں میں اکثر احادیث صحیحہ۔ ۴۳ ء

مدارِ کار اسناد پر ہے، التزام و عدمِ التزام کوئی چیز نہیں۔ ۴۳ ء

مخالف کا قول "مسلمان کو ایک پر اصرار نہ چاہئے" کلمۂ عجیب ہے۔ ۴۵ ء

شک کرنے والے کو حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور بحت ہونے میں تامل ہے یا سایہ کو کثافت لازم ہونے میں تردد بصورتِ اول قضیہ "اشهد ان محمدا عبده ورسوله" کے لازمی احکام سے اپنا حکم دریافت کرلے اور بصورتِ ثانی مفتیٔ عقل کی بارگاہ سے جنون و دیوانگی کا فتویٰ مبارک۔ ۴۵ ء

ہر اس خس و خاشاک سے جو ایماناً و احتمالاً بوئے تنقیص رکھتا ہو ساحتِ نبوت کی تبریت اصولِ ایمان سے ہے۔ ۴۷ ء

سایہ کو کثافت لازم ہے۔ ۴۷ ء

لطافت کاملہ عدمِ سایہ کو مستلزم ہے۔ ۴۷ ء

لازمِ مذہب، مذہب قرار نہیں پاتا۔ ۴۷ ء

احتمالاتِ مجردہ جو منا شی صحیحہ سے ناشی نہ ہوں یکلخت پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں۔ ۴۷ ء

ضابطۂ مذکورہ کو نہ ماننے سے لازم آنیوالی خرابیاں اور مفاسد۔ ۴۷ ء

مجیب کے چار سطری جواب میں عجیب تماشے۔ ۴۸ ء

متکلمین تصریح کرتے ہیں کہ مسائلِ خلافت اصولِ دینیہ سے نہیں۔ ۴۹ ء

فصلِ دوم ۵۱ ء

فصلِ خزانی کی پامالی کے لئے نسیمِ ایمانی کی پھر روانی۔ ۵۲ ء

بنات النعش میں ایک ستارہ جس کو سہا کہتے ہیں۔ ۵۵ ء

سایہ کیا شے ہے۔ ۵۶ ء

www.alahazratnetwork.org

سالبہ جزئیہ موجبہ کلیہ کی نقیض ہوتا ہے۔ ۵۷

اہل اسلام کو بے راہ فلسفہ کی خرافات اور کُرہ ہوا و بخارسے کیا کام؟ ۵۷

حاجب ہونے اور کثیف ہونے میں عموم و خصوص مطلق ہے۔ ۵۸

جسم مثلث کا سایہ نہیں ہوتا۔ ۵۸

بارِ ثبوت مدعی کی گردن پر ہوتا ہے۔ ۵۹

دائمہ کا اثبات مطلقہ عامہ کے اثبات سے بہت زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ ۵۹

قصہ گو واعظوں اور جاہل مؤرخوں نے مجمع بڑھانے اور فساد پھیلانے کے لئے اپنی کتابوں میں بے سروپا حکایات اور فتنہ انگیز افسانے درج کردئے ہیں۔ ۶۳

مؤرخوں کے قول کا کوئی اعتبار نہیں۔ ۶۳

مخالف کے سوال کا جواب دینے سے پہلے مصنف علیہ الرحمہ کی طرف سے مخالف پر چند سوالات۔ ۶۵

تعارف عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ ۷۰

فضائل سید المرسلین (ضمیمہ)

حقیقتِ کعبہ مثل حقائق جملہ اکوان حقیقتِ محمدیہ کی ایک تجلی ہے۔ ۸۴

٭ ٭ ٭

www.alahazratnetwork.org

فہرست ضمنی مسائل

عقائد وکلام

ابولہب کو کافر ہونے کے باوجود میلادِ رسول کی خوشی منانے پر فائدہ کیونکر پہنچا۔ ۱۲۶
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے ابوطالب کے عذاب میں تخفیف ہوئی۔ ۱۲۶
حضور پُرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا افضل المرسلین ہونا قطعی واجماعی مسئلہ ہے ۱۳۱
ابن مریم تم میں اُتریں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ ۱۳۷
محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اصل الاصول اور رسولوں کے رسول ہیں۔ ۱۳۸
تعظیم نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مدارِ ایمان ہے ۲۰۹
رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی محبت ماں باپ، اولاد اور سارے جہان سے زائد ہونی شرطِ نجات ہے۔ ۲۰۹
عبدِ مومن مشرک سے بہتر ہے۔ ۲۶۸
کسی کافر و کافرہ کیلئے کرم وطہارت سے حصہ نہیں ۲۷۰
ابوطالب کے عذاب میں تخفیف کیوں۔ ۲۷۳
دوزخ اور جنت والے برابر نہیں۔ ۲۷۵
بعض عقائدِ اہلسنت ۲۷۶
عزت وکرم مسلمانوں میں منحصر ہے۔ ۲۷۷
رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والا اگرچہ اپنا باپ ہو جو اس سے محبت رکھے وہ مسلمان نہیں ۳۱۲
گستاخ پر دونوں جہان میں اللہ تعالٰی کی لعنت اور سخت عذاب ہے۔ ۳۱۴
نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں گستاخی

www.alahazratnetwork.org

کرنے سے کیسا ہی کلمہ گو ہو کافر ہو جاتا ہے۔ ۳۲۸

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علمِ غیب کے منکر کو کافر فرمایا اگرچہ کلمہ پڑھتا ہو۔ ۳۲۹

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں پہلودار بات سے گستاخی بھی کفر ہے نہ کہ صریح گستاخی۔ ۳۳۲

ائمہ دین کی تصریح کہ تمام امت کا اجماع ہے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بدگو کو جو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔ ۳۳۵

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بدگو کی توبہ قبول نہ ہونے کا مسئلہ۔ ۳۳۸

غیب کے علم ظنی کا ادعا کفر نہیں اگرچہ بذریعہ نجوم یا رمل ہو۔ ۳۴۶

نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب میں علماء اور ائمہ دین کا عقیدہ۔ ۳۶۲

جو چیز اللہ کی قدرت میں ہے اسے غیر کے لئے بعطائے الٰہی ماننا بھی شرک نہیں ہو سکتا۔ ۳۷۷

اپنے آپ کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بندہ کہنا شرک نہیں۔ ۴۰۹

(حدیث) کہ نبی اور علی مددگار و کارساز ہیں۔ ۶۰۸

(حدیث) رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا و آخرت میں ہر مسلمان کے مددگار ہیں ۶۰۹

اللہ عزوجل اس سے پاک ہے کہ کوئی چیز اس کی ذات سے جدا ہو کر مخلوق بنے۔ ۶۶۱

اللہ عزوجل نور حقیقی ہے بلکہ حقیقۃً وہی نور ہے۔ ۶۶۵

مرتبۂ ذات میں اللہ تعالیٰ نے صرف حقیقتِ محمدیہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ظاہر فرمایا۔ ۶۶۶

مرتبۂ احدیت کیا ہے۔ ۶۶۶

اس پر دلائل کہ نورِ ذاتی کہنا بھی نورِ ذات کہنے کی طرح جائز ہے اس میں کوئی قباحت نہیں۔ ۶۸۲

صفاتِ ذاتیہ سے کیا مراد ہے۔ ۶۸۳

ہر اس خس و خاشاک کو جو ایہاماً و احتمالاً بوئے تنقیص رکھتا ہو ساحت نبوت کی تربیت اصولِ ایمان سے ہے۔ ۷۴۷

فضائل و مناقب

خاتونِ جنت قیامت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اونٹنی عضباء پر سوار ہوں گی ۲۱۴

حضرت بلال محشر میں ایک جنتی اونٹنی پر سوار ہو کر اس کی پشت پر اذان دیں گے۔ ۲۱۴

قیامت کے دن ہر ایک تمنا کرے گا کہ وہ ہم سے ہوتا۔ ۲۱۷

میں سب سے پہلا شفیع اور میرے پیروکار سب نبیوں کی امتوں سے افزوں۔ ۲۲۸

www.alahazratnetwork.org

حضرت عبدالمطلب داخل بہشت ہوں گے ۔ ۲۷۶

نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جن سے نکاح کا معاملہ فرمایا وہ جنتی ہیں۔ ۲۸۴

آپ کے والدین، مرضعات اور دائیوں وغیرہ کے اسماء کا عجب حُسنِ انتخاب۔ ۲۹۲

نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت حلیمہ سعدیہ کے لئے قیام فرمایا اور اپنی چادر بچھا کر اس پر بٹھایا۔ ۲۹۳

حضور انور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے صدقے میں آپ کی رضاعی ماں حلیمہ سعدیہ، رضاعی باپ حارث سعدی، رضاعی بھائی عبداللہ سعدی اور رضاعی بہن شیما سعدیہ سب کو دولتِ ایمان نصیب ہوئی۔ ۲۹۳

اولیاء کا مشکل کشا ہونا۔ ۳۶۸

اولیاء کرام کی رُوحیں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں اپنے متوسلین کی مدد کرتی ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتی ہیں۔ ۳۶۹

اولیاء کرام بعد انتقال بھی دنیا میں تصرف فرماتے ہیں، کمال وُسعتِ علم رکھتے ہیں، اس عالم کی توجہ رکھتے ہیں۔ ۳۷۰

اللہ تعالےٰ یوں ہی گناہ بخش سکتا تھا مگر فرماتا ہے کہ قبولِ توبہ چاہو تو نبی کے حضور حاضر ہو۔ ۳۷۹

متعدد آیات واحادیث کہ نیکوں کے سبب بلا دفع ہوتی ہے۔ ۳۸۰

نیکوں کے باعث مدد ملتی ہے۔ ۳۸۱

اولیاء کے باعث مینہ اترتا ہے۔ ۳۸۴

اولیاء کے سبب زمین قائم ہے ۳۸۶

اولیاء کے سبب زمین کی نگہبانی۔ ۳۸۶

متعدد حدیثیں کہ صحابہ اور اہلِ بیت اُمت کی پناہ ہیں۔ ۳۸۸

بارہ حدیثیں کہ اسلام نے عزت، مسلمانوں نے راحت فاروقِ اعظم کے سبب پائی۔ ۳۹۷

آفتاب طلوع نہیں کرتا جب تک حضور غوثِ اعظم محبوبِ سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سلام عرض نہ کرے۔ ۴۹۱

ایک ایک گھڑی کے حال کی حضور غوثِ اعظم کو خبر ہونا۔ ۴۹۲

ہر شقی وسعید کا ان پر پیش کیا جانا لوحِ محفوظ کا ان کے پیشِ نظر ہونا۔ ۴۹۲

حضرت بتول زہرا نے اپنے غلاموں کو دوزخ سے آزاد فرمایا۔ ۶۱۱

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو دوزخ میں گرنے سے روکے ہوئے تھے ۶۱۲

فاروقِ اعظم فرماتے ہیں زمین کے مالک ہم ہیں۔ ۶۱۳

عثمان غنی سے استعانت فرمانا۔ ۶۱۳

اسلام کو انصار نے پالا۔ ۶۱۹

جعفر طیار کو جبریل امین نے جنت میں زیادہ مرتبہ عطا کر دیا۔ ۶۲۶

www.alahazratnetwork.org

طلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو جبریل امین قیامت کے ہر ہول سے بچائیں گے۔ ۶۲۷

حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے حضرت عوف سے فرمایا اللہ تیرے دنیا کے کام بنادے تیری آخرت کا معاملہ تو میرے ذمہ ہے۔ ۶۲۸

عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مکان بہشتی کی ضمانت فرمائی۔ ۶۳۰

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جنت کا چشمہ عثمانِ غنی کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ ۶۳۱

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے طلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو جنت دینا اپنے ذمہ کرلیا۔ ۶۳۲

فوائد تفسیریہ

"وما رمیت اذ رمیت" میں نفی از روئے صورت اور اثبات از روئے حقیقت ہے ۸۰

کلمہ "قیاماً" قرآن مجید میں سات جگہ آیا ہے۔ ۱۰۳

سبعہ سیارہ کا بیان کس آیت میں ہے ۱۱۵

ہر آیت قرآنی کے نیچے ساٹھ ساٹھ ہزار علم ہیں۔ ۲۱۰

فوائد حدیثیہ

شفاعت سے متعلق وارد ہونے والی احادیث کی تلخیص از مصنف۔ ۲۲۰

طرق روایات و حدیث خصائص۔ ۲۲۶

حدیث خصائص متواتر المعنٰی ہے۔ ۲۲۶

حدیث خصائص کے راوی چودہ صحابہ کرام ہیں۔ ۲۲۶

حدیث "ان ابی واباک" میں باپ سے ابو طالب مراد لینا طریق واضح ہے۔ ۲۸۳

حدیث ضعیف دربارۂ فضائل مقبول ہے۔ ۲۸۶

حدیث "وفینا نبی الخ" کی نفیس بحث ۵۶۶

اللہ و رسول چاہیں تو یہ کام ہو جائے گا اس قول کے متعلق نہایت نفیس بحث اور احادیث کا جمع۔ ۵۸۳

احادیث مشیت کی نفیس تقریر منیر۔ ۵۸۸

حدیث مرسل کی تعریف اور حکم ۶۵۴

حضرت علی مرتضٰے رضی اللہ تعالٰے عنہ کا ارشاد "انا قسیم النار" حکماً مرفوع ہے۔ ۶۵۵

نورِ نبی سے کائنات کے پیدا ہونے کی کیفیت ۶۵۸

حدیث جابر کن کن ائمہ نے ذکر فرمائی۔ ۶۵۹

حدیث جابر حسن صالح مقبول المعتمد ہے ۶۵۹

تلقی علماء بالقبول وہ شے عظیم ہے جس کے بعد ملاحظہ سند کی حاجت نہیں رہتی بلکہ سند ضعیف بھی ہو تو حرج نہیں کرتی۔ ۶۵۹

تلقی بالقبول صحتِ حدیث کے لئے دلیل کافی ہے۔ ۶۶۱

حدیث لولاک۔ ۶۶۷

تابعین وعلمائے ثقات حدیث کو مرسلاً کب اور کیوں ذکر کرتے ہیں۔ ۷۴۴

حکیم ترمذی کی روایت کردہ حدیث "لم یکن لہ ظل لا فی الشمس ولا فی القمر" پر محدثانہ گفتگو۔ ۷۴۱

اہلِ التزامِ تصحیح کی تصانیف میں بہت روایات باطلہ ہوتی ہیں اور التزام نہ کرنے والوں کی تصنیفوں میں اکثر احادیث صحیحہ۔ ۷۴۳

فوائد اصولیہ

احتمال کون سا معتبر ہوتا ہے۔ ۳۴۸

(اختیارات) نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حکم سے کام فرض ہوجاتا ہے اگرچہ فی نفسہٖ فرض نہ ہو۔ ۵۱۷

ایک خاص نکتہ کی اصل جس سے مجلس میلاد، قیام وفاتحہ وتیجہ وغیرہا تمام مسائل بدعت وہابیہ طے ہوجاتے ہیں۔ ۵۲۲

حرام دو قسم ہے، ایک وہ جسے خدا نے حرام کیا، اور ایک وہ جس کو رسول نے حرام کیا، دونوں یکساں ہیں۔ ۵۶۲

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دین کے شارع ہیں۔ ۵۶۳

حدیث مرسل ومعضل بابِ فضائل میں بالاجماع مقبول ہے۔ ۶۴۴

مثبت نافی پر مقدم ہوتا ہے۔ ۶۴۴

عدمِ اطلاع اطلاعِ عدم نہیں۔ ۶۴۴

حدیثِ منقطع فضائل میں بالاجماع قابلِ عمل ہے۔ ۶۵۵

عدمِ نقل وجود کی نفی نہیں کرتا۔ ۶۵۶

باجماعِ علماء دربارۂ فضائل مصطلحِ محدثین کی حاجت نہیں۔ ۶۶۱

بعدِ ثبوت ملزوم تحقق لازم خود محقق ومعلوم اور تجشمِ دلیل کی حاجت معدوم۔ ۷۳۸

دعاوی ومقاصد خواہشِ ثبوت میں متساویۃ الاقدام نہیں۔ ۷۳۹

علماء کی تلقی بالقبول کو ایراثِ قوت میں اثر عجیب ہے۔ ۷۴۰

نہ التزام تصحیح صحت کو مستلزم نہ عدمِ التزام اس کا مزاحم۔ ۷۴۳

مدارِ کار اسناد پر ہے، التزام وعدمِ التزام کوئی چیز نہیں۔ ۷۴۳

لازمِ مذہب، مذہب قرار نہیں پاتا۔ ۷۴۷

احتمالاتِ مجردہ جو مناشئ صحیحہ سے ناشئ نہ ہوں یکلخت پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں۔ ۷۴۷

متکلمین تصریح کرتے ہیں کہ مسائلِ خلافت اصولِ دینیہ سے نہیں۔ ۷۴۹

بارِ ثبوت مدعی کی گردن پر ہوتا ہے۔ ۷۵۹

مؤرخوں کے قول کا اعتبار نہیں۔ ۷۶۳

www.alahazratnetwork.org

تاریخ و تذکرہ

گھڑی کا موجد کون ہے۔ ۱۲۳

ثویبہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دودھ پلایا۔ ۱۲۶

قدیم سے سب امتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کی خوشیاں مناتی اور حضور کے توسل سے اعداء پر فتح مانگتی آئیں۔ ۱۳۶

حضور نے ملائکہ و مرسلین کی امامت فرمائی۔ ۲۴۲

امام سیوطی نے خصائص کبریٰ میں تقریباً ڈھائی سو خصائص جمع فرمائے ہیں۔ ۲۵۳

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں راہب کی زید بن عمرو بن نفیل کو پیشگوئی۔ ۲۵۵

ابوطالب و راہب کا قصہ ۲۵۶

تمیم داری کو ہاتف غیبی کی بعثت سید المرسلین کے بارے میں خبر۔ ۲۵۶

بارگاہ رسالت میں ایک کنیز کا واقعہ ۲۵۸

روئے زمین پر ہر زمانے میں کم از کم سات مسلمان ضرور رہے۔ ۲۶۹

غزوہ حنین کا واقعہ ۲۷۷

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جدات میں نو بیبیوں کا نام عاتکہ تھا۔ ۲۸۰

آزر ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہ تھا بلکہ چچا تھا۔ ۲۸۴

اللہ رب العزت نے اصحابِ کہف کی طرح نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین کریمین کو زندہ کیا وہ آپ پر ایمان لاکر شرفِ صحابیت پاکر آرام فرمارہے ہیں۔ ۲۸۶

پینتیس ۳۵ ائمہ کبار او راعاظم علماء نامدار کے اسماءِ گرامی جو ابوین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حق میں نجات کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ ۲۹۷

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ایمان افروز اشعار جو آپ نے اپنے وصال کے موقع پر اپنے ابن کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف تذکر کرتے ہوئے کہے۔ ۳۰۱

مسئلہ ابوین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں متفکر رہنے والے ایک عالم کا انوکھا واقعہ ۳۰۳

ابوطالب کے اشعار جن کے سننے کی خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواہش کی جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مصیبت کے وقت بڑے بڑے ان کی پناہ لیتے ہیں۔ ۴۴۲

امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پناہ میں ایک فریادی کا آنا اور امیر المومنین کا ارشاد فرمانا کہ ہماری بارگاہ سچی جائے پناہ ہے۔ ۶۱۴

قحط سالی میں امیر المومنین کا عمرو بن عاص کو لکھنا: اے فریاد کو پہنچو، ارے فریاد کو پہنچو۔ ۶۱۴

امام عبدالرزاق کا تعارف ۶۵۸

ان علماء و ائمہ کے اسماءِ گرامی جنہوں نے عدم سایہ کی تصریح فرمائی ہے۔ ۶۹۲

www.alahazratnetwork.org

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کریمین زندہ ہو کر آپ پر ایمان لائے۔ ۷۲۳
ہند ابن ابی ہالہ کا تعارف۔ ۷۳۱
تعارف عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالٰی عنہ ۷۷۰

تصوّف وطریقت

ہر دور میں ایک ولی بنام خضر ہوتا ہے۔ ۸۶
غوث کا نام عبداللہ و عبدالجامع اور اس کے دونوں وزیروں کا نام عبدالملک اور عبدالرب ہوتا ہے۔ ۸۶
اوتادِ اربعہ کا نام عبدالرحیم، عبدالکریم، عبدالرشید اور عبدالجلیل ہے۔ ۸۶
عہدۂ نقابت پر فائز ولی کا نام خضر ہوتا ہے ۸۶
اولیاء اللہ کے ایک دوسرے پر افضلیت کی ترتیب۔ ۸۷

حظر واباحت

کافر باپ دادوں کے انتساب سے فخر کرنا حرام ہے۔ ۲۷۷
آدمی جانب ادب میں خطا کرے تو لاکھ جگہ بہتر ہے اس سے کہ معاذ اللہ اس کی خطا جانبِ گستاخی جائے۔ ۲۸۹
امام کا معافی میں خطا کرنا عقوبت میں خطا کرنے سے بہتر ہے۔ ۲۸۹
مسلمان کی طرف گناہِ کبیرہ کی نسبت جائز نہیں ۲۸۹
اچھے نام کی اہمیت اور بُرے نام کی کراہت ۲۹۰
کلمہ گو کی نسبت ارادہ معنیٰ شرکی کا ادعاء حرام کبیرہ وافتراء ہے۔ ۳۷۶
نبی بخش، عطاء رسول، عطاء علی وغیرہ نام رکھنا شرک نہیں۔ ۴۱۸
درود شریف پورا لکھنا چاہئے صاد، عم، صلعم وغیرہ ہرگز کافی نہیں۔ ۶۶۳
اہل اسلام کو بے راہ فلسفہ کی خرافات اور کرۂ ہوا و بخار سے کیا کام۔ ۷۵۷

بلاغت ونحو

حیوٰۃ الحیوان کی ایک عبارت کا مطلب ۷۸
جب اسنادِ حقیقی صحیح ہو تو وہ غالب ہوتی ہے اور اسنادِ صوری مغلوب۔ ۸۰
نسبت واسناد کی نفیس تحقیق ۳۷۴
نورِ نبیک میں حن، نورہٖ کی طرح اضافت بیانیہ ہے۔ ۶۷۷
ذاتی میں یائے نسبت ہے۔ ۶۸۴
متغایرین میں ہر اضافت مصحح نسبت ہوتی ہے ۶۸۴
نورِ ذات میں اضافت تشریفیہ ہے۔ ۶۸۴
مضاف ومضاف الیہ میں اگر مغایرت شرط ہے تو کیا منسوب ومنسوب الیہ میں شرط نہیں۔ ۶۸۵

لُغت

نعلین اور نعل کے متعدد معانی کا بیان۔ ۸۹

www.alahazratnetwork.org

نور کے دو معنیٰ ہیں۔ ۶۸۵

منطق وفلسفہ

ہمارے نزدیک کواکب کی حرکت نہ طبعیہ ہے نہ قسریہ۔ ۱۱۳
ہمارے نزدیک نہ زمین متحرک ہے نہ آسمان۔ ۱۱۴
ذاتی کی یہ اصطلاح کہ عین ذات یا جزء ماہیت ہو خاص ایساغوجی کی اصطلاح ہے عرفِ عام میں نہ یہ معنیٰ مراد ہوتے ہیں نہ ہرگز مفہوم۔ ۶۸۲
ایساغوجی کی اصطلاح میں ذاتی بمقابل عرضی ہے جبکہ عام محاورہ میں ذاتی بمقابل صفاتی ہے، تو نورِ ذاتی میں ذاتی سے مراد معنی ثانی ہے نہ کہ اول۔ ۶۸۶
جسمِ عنصری کے لئے سایہ ضروری نہیں۔ ۶۹۶
امام ابن سبع کے استدلال سے مصنف علیہ الرحمہ کی ترتیب شدہ دلیل بصورت شکل اول بدیہی الانتاج۔ ۷۰۶
دلیل کا صغریٰ، کبریٰ اور نتیجہ ۷۰۶
اثباتِ صغریٰ پر دلائل ۷۰۶
سایہ کو کثافت لازم ہے۔ ۷۴۷
لطافتِ کاملہ عدمِ سایہ کو مستلزم ہے ۷۴۷
سایہ کیا شے ہے۔ ۷۵۶
سالبہ جزئیہ موجبہ کلیہ کی نقیض ہوتا ہے۔ ۷۵۷
حاجب ہونے اور کثیف ہونے میں عموم و خصوص مطلق ہے۔ ۷۵۸
جسمِ مثلث کا سایہ نہیں ہوتا۔ ۷۵۸
دائمہ کا اثبات مطلقہ عامہ کے اثبات سے بہت زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ ۷۵۹

ہیئت

علمِ ہیأت کی رُو سے نوّے ہزار کامل چاند کی روشنی آفتاب کی روشنی کے برابر ہے۔ ۶۶۳
بنات النعش میں ایک ستارہ جس کو سہا کہتے ہیں۔ ۷۵۵

ترغیب وترہیب

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے گستاخ سے اگرچہ اپنا باپ ہو جو ایک لخت علاقہ توڑ دے اس کے لئے قرآن مجید نے سات فائدے بتائے۔ ۳۱۲
جو قرآن کے گستاخ سے اگر اپنا باپ ہو علاقہ رکھے اس پر قرآن مجید کے تازیانے ۳۱۳
اس آیت سے منکرانِ علمِ غیب سبق لیں۔ ۳۳۰

رَدِّ بدمذہباں ومناظرہ

قرآن کی بہت آیتیں تھانوی صاحب نے باطل کردیں۔ ۳۱۸

www.alahazratnetwork.org

قرآن مجید اور ان کے خود اپنے اقرار سے ثابت کہ یہ بدگو چوپایوں سے بھی بڑھ کر گمراہ ہیں۔ ۳۱۹

ان بدگویوں کے اقوال شرع میں بُت کو سجدہ کرنے سے بدتر ہیں۔ ۳۳۷

وہابیوں کا پیشوا چھ سو برس سے پہلے کے عالموں کو کافر کہتا تھا۔ ۳۶۳

امام الطائفہ (مولوی اسمٰعیل دہلوی) کا خود بدعتی ہونا۔ ۳۶۶

اللہ تعالٰی پر وہابیہ کے الزامات ۴۰۳

وہابیہ کی جان پر لاکھ من کے پہاڑ ۴۲۲

جانِ وہابیت پر لاکھ من کا پہاڑ، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی دُہائی۔ ۴۴۸

عمر فاروق اعظم اور تمام صحابہ پر وہابیہ کے متعدد الزامات۔ ۴۶۳

وہابیہ عین ادعائے توحید میں شرک کرتے ہیں ۴۸۵

وہابیہ کے نزدیک ندا و استعانت میں صحابہ پر صریح شرک کا الزام۔ ۴۹۸

(فائدہ مہمہ) کہ نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم بہ تاکید تمام جس بات کا حکم فرمائیں وہابیوں کا پیشوا (تقویۃ الایمان میں) صراحۃً کہے یہ تو شرک ہے، اب دیکھیں وہابی کس کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ ۵۰۹

ذرا ملاحظہ ہو مدینہ طیبہ کے راستے میں نامعقول باتیں کرنا وہابیہ کا جزوِ ایمان ہے جو نہ کرے ان کے نزدیک مشرک ہو جائے۔ ۵۱۰

عجب عجب کہ بر راستے ہیں باہم جوتی پیزار یہ نا وہابیہ کا جزوِ ایمان ہے، نہ کریں تو اپنے امام کے حکم سے مشرک ہو جائیں۔ ۵۱۰

امام الوہابیہ کی دریدہ دہنی۔ ۵۱۵

امام الوہابیہ کا مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر صریح افترا۔ ۵۶۳

امام الوہابیہ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے فضائل وکمالات یکلخت اڑا دیئے۔ ۵۶۴

اس کے نزدیک حضور کو کسی نبی سے کچھ امتیاز نہیں۔ اور اقیموں میں فقط جاہلوں میں ممتاز ہیں نہ کہ عالموں سے (یہ ہے وہابیوں کا عقیدہ) ۵۶۴

(امام الوہابیہ) قرآن کے خلاف دعوٰی کرتا ہے کہ انبیاء کی طرف خدا کے بتانے سے بھی اطلاع غیب کی نسبت شرک ہے۔ ۵۶۶

امام الوہابیہ کے نزدیک اس کا معبود کسی کو اطلاع علی الغیب کا رتبہ دینے سے عاجز ہے۔ ۵۶۷

امام الوہابیہ نے قرآن کی صریح مخالفت کی مگر اسے مضر نہیں کہ اس کے نزدیک قرآن کا سچا ہونا ہی ضروری نہیں۔ ۵۶۸

امام الوہابیہ دعوے کے وقت آسمان پر اڑتا ہے اور دلیل لاتے وقت تحت الثرٰی پر بھی نہیں رکتا۔ ۵۶۸

امام الوہابیہ نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو

www.alahazratnetwork.org

بدحواس کہا۔ ۵۶۹
امام الوہابیہ کی اندھی مت۔ ۵۶۹
امام الوہابیہ کی صریح خیانت وعیاری۔ ۵۸۲
مجیب مخالف کے سارے جواب کا مبنیٰ قصورِ نظر سے ناشی ایک زعمِ فاسد پر ہے۔ ۷۴۱
مخالف کا قول "مسلمان کو ایک پر اصرار نہ چاہیے" کلمۂ عجیب ہے۔ ۷۴۵
مخالف کے سوال کا جواب دینے سے پہلے مصنف علیہ الرحمہ کی طرف سے مخالف پر چند سوالات۔ ۷۶۵

www.alahazratnetwork.org

کتاب الشتی

(حصہ پنجم)

شرحِ کلامِ علماء وصوفیاء

مسئلہ ۱۴۱: از پٹنہ عظیم آباد لودھی کٹرہ مرسلہ قاضی عبدالوحید صاحب ۲۷ رمضان ۱۳۲۱ھ

مخدومی ومولائی قبلہ مدظلہ العالی! تسلیم!

امورِ مفصلہ ذیل کا ازراہِ کرم مکمل جواب دیجئے کہ فقیر کو سخت تردد ہے، دوسرے بعض علماء سے بھی گفتگو آئی مگر تنقیح امور نہ ہو پائی۔ لہٰذا فقیر کو ابھی شک ہے، للہ دفع فرمائیے اور اجرِ عظیم پائیے:

(۱) زیارتِ قبور للنساء کو مولانا فضل رسول بدایونی رضی اللہ تعالٰی عنہ بضمن تردید الحق وہابی دہلوی جائز فرماتے ہیں نیز علامہ عینی بھی۔ جواب مکمل عطا ہو کہ رفعِ شُبہہ ہو۔

(۲) تحفۂ رجب میں مختلط خطبہ کو آپ غیر مناسب بوجہ عدمِ توارث بتاتے ہیں حالانکہ تاج الفحول بدایونی رحمہ اللہ اسے درست وجائز بتاتے ہیں، یہ شُبہہ بھی رفع ہو۔

(۳) جزاء اللہ عدوہ کے آخر میں جناب حضرات ساداتِ کرام کے متعلق فرماتے ہیں کہ ان پر طریانِ کفر ناممکن، نہ یہ نیچری وغیرہ ہوسکیں، حالانکہ مشاہدہ اس کے خلاف ہے۔ دوسرے جملہ سادات کی سیادت پر تیقن اُٹھ جائے گا۔ استدلال جناب بعموم آیت وحدیث شریف تحقیقات دیگر علماء ہے جو اسے مخصوص بحضرات طیبین رضی اللہ تعالٰی عنہما بتاتے ہیں۔ تیسرے پھر ساداتِ کرام بھی قطعی جنتی ہوئے انھیں اندیشۂ آخرت کیا باقی رہا!

(۴) اسمائے ذیل مثل ضیاء الدین، منیر الدین وغیرہ کو جناب قطعاً ناجائز بتاتے ہیں، جس شخص نے

www.alahazratnetwork.org

براہِ تفاؤلِ خیر رکھا، کیا حرج ہے؟ ورنہ کسی کا نام سعید وغیرہ بھی نہیں رکھ سکتے، جواب مرحمت فرمائیے۔

الجواب

حامیِ سنن، ماحیِ فتن، ندوہ شکن، ندوی فگن، مولانا وحید زمن، صین عن الفتن وحوادث الزمن امین یا ذالمنن! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

جوابِ مسائل اجمالاً حاضر، تفصیل کا وقت کہاں۔ قرآن مجید سن کر اس وقت آیا ہوں، بارہ بجا چاہتے ہیں، گیارہ بج کر ساڑھے باون منٹ آئے ہیں کہ یہ نیاز نامہ لکھ رہا ہوں۔ اور اگر کسی میں تفصیل طلب فرمائیں گے تو امتثالِ امر کے لئے ہوں۔ اور بارگاہِ عزت سے امید ایسی ہی ہے کہ آپ کا ذہن سلیم بحمد اللہ تعالٰی اسی اجمال سے ہی بہت کچھ تفصیل پیدا فرمائے گا۔

مسئلہ زیارۃ القبور للنساء

حبیبی اکرمکم اللہ تعالٰی! شے کے لئے حکم دو قسم ہے:

ذاتی کہ اس کے نفس ذات کے لحاظ سے ہو۔ اور عرضی کہ بوجہ عروض عوارض خارجیہ ہو۔ تمام احکام کہ بنظر سد ذرائع دئے جاتے ہیں جو مذہب حنفی میں بالخصوص ایک اصل اصیل ہے، اسی قسم دوم سے ہیں۔ یہ دونوں قسمیں بارہا نفی و اثبات میں مختلف ہوتی ہیں ہرگز متنافی نہیں کہ مناشی جدا جدا ہے۔ اس کی مثال حضور نساء فی المساجد ہے کہ نظر بذات ہرگز ممنوع نہیں کہ ان کا روکنا ممنوع ہے۔ صحیح حدیث میں ارشاد ہوا:

لاتمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ۔[1] اللہ کی باندیوں کو اللہ تعالٰی کی مساجد سے نہ روکو۔

اور نظر بحال زناں ممنوع کما صرح بہ الفقہاء الکرام (جیسا کہ فقہاء کرام اس کی تصریح فرماتی ہے۔ ت)

وقد قالت ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا لوراٰی رسول اللہ ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کہ عورتوں نے جو نئی باتیں پیدا کرلی ہیں اگر

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجمعۃ باب ھل علی من لایشھد الجمعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۳

www.alahazratnetwork.org

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مااحدث النساء لمنعھن المساجد کما منعت نساء بنی اسرائیل[1]۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انھیں دیکھتے تو اُن کو ایسا ہی مسجدوں سے روک دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں روکی گئیں۔

یُونہی دخول نساء فی الحمام کہ پردہ وستر وعدمِ فتنہ کے ساتھ ہو تو فی نفسہٖ اصلاً وجہ ممانعت نہیں رکھتا بلکہ طیب ونظافت میں داخل ہے بنی الاسلام علی النظافۃ[2] (اسلام کی بنیاد صفائی پر رکھی گئی ہے۔ ت) مگر نظر برحال کہ باہم کشفِ عورات کے عادی ہیں۔ امام ابن ہمام وغیرہ اعلام نے فرمایا کہ بسبیل اطلاق منع ہے، یہ حکم اسی قسمِ دوم کا ہے۔ بعینہٖ یہی لفظ آپ نے اس حکم میں پائے ہوں گے جو فقیر نے مسئلہ زیارت میں اختیار کیا۔ مجھے یاد نہیں کہ میں نے حرام لکھا ہو بلکہ غالباً تعلیم ادب کے ساتھ حلت کی طرف اشارہ کیا اور نظر بحال بسبیل اطلاق منع بتایا ہے، آپ میرے فتوٰی کو ملاحظہ فرمائیں مجھے اس وقت کہ بارہ بجکر دس منٹ آگئے اپنے مجموعہ سے اسے نکالنے اور دیکھنے کی فرصت نہیں۔

فظھر ان لاتعارض وان الحکمین کلا ھما صواب علیحدۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ظاہر ہوگیا کہ کوئی تعارض نہیں اور دونوں حکم علیحدہ علیحدہ درست ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ خطبہ مختلطہ

بوجہ عدمِ توارث نامناسب ہونے کی نہایت کراہت تنزیہی ہے کما نص علیہ فی حاشیۃ الطحطاویۃ ورد المحتار (جیسا کہ اس پر حاشیہ طحطاویہ اور ردالمحتار میں نص کی گئی ہے۔ ت) اور کراہت تنزیہی قسمِ مباح سے ہے وہ منافی جواز ودرستی واباحت نہیں بلکہ اباحت کے ساتھ جمع ہوتی ہے کما حققہ العلامۃ الشامی ولنا فی تحقیقہ مقالۃ سمیناھا "جمل مجلیۃ ان المکروھۃ تنزیھا لیس بمعصیۃ" اقمنا فیھا الطامۃ الکبرٰی علی ما زعم اللکنوی فی رسالتہ فی شرب الدخان ان المکروہ تنزیھا من الصغائر۔

جیسا کہ علامہ شامی نے اس کی تحقیق فرمائی ہے اس مسئلہ کی تحقیق میں ہمارا ایک مقالہ ہے جس کا نام ہم نے "جمل مجلیہ ان المکروہ تنزیہا لیس بمعصیۃ" رکھا ہے، اس میں ہم نے لکھنوی کے اس قول پر بڑی مصیبت قائم کی ہے جو اس نے شرب دخان (تمباکو نوشی) سے متعلق اپنے رسالہ

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاذان باب خروج النساء الی المساجد الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۰

[2] اتحاف السادۃ المتقین کتاب اسرار الطہارۃ دارالفکر بیروت ۲/۳۰۳ و ۳۱۱

کشف الخفاء حدیث ۹۲۰ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۲۵۸

www.alahazratnetwork.org

فاذا اعتید صار من الکبائر، وھذا جھل عظیم لایساعدہ نقل ولا عقل نسئل اللہ العفو والعافیۃ۔

میں ذکر کیا کہ مکروہ تنزیہی بھی گناہِ صغیرہ ہے جو تکرار و اعادہ سے کبیرہ ہوجاتا ہے یہ بہت بڑی جہالت ہے جس کی موافقت نہ تو عقل کرتی ہے نہ ہی نقل۔ ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔(ت)

تو ان دونوں حکموں میں بھی اصلاً تنافی نہیں۔ ہاں فتوٰی لکھنویہ نے کہ غلط کو مکروہِ تحریمی ٹھہرایا وہ ضرور حکم تاج الفحول قدس سرہ الشریف کے خلاف اور غلط و باطل عندالانصاف ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ حضرات سادات کرام

فاش میگویم واز گفتۂ خود دلشادم | بندۂ عشقم واز ھر دوجہاں آزادم

(میں کھل کر بات کرتا ہوں اور اپنے کہے ہوئے پر میرا دل خوش ہے، میں عشق کا غلام ہوں اور دونوں جہانوں سے آزاد ہوں۔ت)

سادات کرام (جعلنا اللہ تعالٰی فی الدنیا والاٰخرۃ من موالیھم فان مولی القوم منھم، اللہ تعالٰی ہمیں دنیا و آخرت میں ان کے غلاموں میں رکھے کیونکہ کسی قوم کا آزاد کردہ غلام اسی قوم سے شمار ہوتا ہے۔ت) پر عدم طریان کفر (کہ اسی قدر کا فقیر مدعی) نہ عدم امکان جس سے جیسی آپ نے تعبیر کیا، اور رفض و تبرئیت کی میں نے نفی کی تصریح کردی کہ اس سے وہی بدمذہبی مراد جس میں انکار بعض ضروریاتِ دین ہو اس کا حاصل بھی وہی سلب کفر ہے نہ سلب بدعت غیر کفریہ جو آپ کی تعبیر میں عطف سے موہوم ہیں خصوصاً وغیرہ کی زیادت کہ اور توسیع کی راہ دے کما عبرتم کہ "ان پر طریان کفر ناممکن نہ یہ رافضی تبری وغیرہ ہوسکیں" فقیر بحمدہ تعالٰی اس مسئلہ میں مبتدع نہیں متبع ہے، اس کا بیان جزاء اللہ عدوہ میں ضمناً آیا لہذا اختصار سے کام لیا ص۱۰ سے ص۱۱ تک جو کچھ کلمات مختصرہ معروض ہوئے ہیں ان پر دوبارہ نظر فرمائیں تو بعونہ تعالٰی ان تمام شبہات کا جواب ان میں پائیں۔ آیت و احادیث کہ فقیر نے ذکر کیں اس میں شک نہیں کہ ضرور عام و مطلق ہیں۔ اور شک نہیں کہ عام و مطلق ضرور اپنے عموم و اطلاق پر رہیں گے جب تک دلیل صحیح سے تخصیص و تقیید نہ ثابت ہو۔ اور شک نہیں کہ بلادلیل محض اپنے خیال کی بنا پر ادعائے تخصیص و تقیید ہرگز تحقیق نہ قرار پاسکے گا بلکہ تفسیق۔ اور شک نہیں کہ مسئلہ باب مناقب سے ہے نہ باب فقہ سے جو افعال مکلفین من حیث الحل والحرمۃ والصحۃ والسقام سے باحث ہو۔ اور جس میں بے معرفت دلیل

عہ: فی الاصل "الصہام"۔

www.alahazratnetwork.org

اتباع لازم ہو۔ اور یہ بھی سہی تو اتباع ائمہ مذہب کا ہوگا نہ بعض متاخرین کا، بعض متاخرین کے کلام کو ان اکابر کے کلام پر کیا وجہ ترجیح ہے جن سے فقیر نے استناد کیا سوا اس کے کہ یہ اطلاق آیت و احادیث سے متمسک ہیں جو یقیناً دلیل شرعی ہے اور وہ بلا دلیل مدعی تخصیص و تقیید ہیں اور اس کے امثال بہت نکات اس تحاور میں زیر نظر آئے مگر فقیر دیکھ رہا ہے کہ جہاں تک میں نے دعوٰی کیا ہے ان تجاذبات کے لئے مساغ ہی نہیں۔ جزاء اللہ پر نظر تازہ فرمائیے صفحہ عہ پر اشعار کردیا ہے کہ آیت کریمہ و احادیث مذکورہ کے دو محمل ہیں، نفی خلود و نفی دخول۔ ثانی کو ظاہر لفظ سے متبادر اور اسی طرف کلمات اہل تحقیق کو ناظر بتایا ہے مگر اپنا دعوٰی یعنی نفی کفر دونوں تقدیر پر ثابت ٹھہرایا ہے کلمات بعض دیگر علماء میں تخصیص سبطین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما اسی ظاہر متبادر اعنی نفی دخول کی نظر سے ہے وہ یہاں میرا دعوٰی نہ تھا بلکہ دونوں احتمال گزارش کردئے تھے اگرچہ ایک طرف تبادر و ظہور ہے اور اسی طرف میرا اور نہ صرف میرا بلکہ ان اکابر کا میلان قلوب اور اس میں ہمارا انشراح صدور ہے۔ رہی نفی خلود، کیا کہیں کلمات دیگر علماء میں اس کی تصریح کہیں ملاحظہ فرمائی ہے کہ مخلد فی النار نہ ہونے کی نفی حضرات ریحانتین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما سے خاص ہے باقی سادات کرام کے لئے نہیں تو میرے دعوٰی کا رد اس تخصیص و تحقیق دیگراں میں بھی نہیں۔ غایت یہ کہ یہاں عدم ذکر ہے نہ کہ ذکر عدم۔ رہا وہ دوسرا پہلو جس کی طرف ہمارے قلوب ارکن و امیل ہیں اور ہمیں اپنے رب جل و علا سے اس کی امید ہے اس میں حق ناصح یہ ہے کہ نظر علماء ایسے مواقع میں دو وجہ پر منشعب ہوجاتی ہے اور دونوں کے لئے شرع میں اصل اصیل ہے:

لکل وجھۃ ھو مولیھا۔[1] ہر ایک کے لئے توجہ کی ایک سمت ہے کہ وہ اسی کی طرف منہ کرتا ہے۔ (ت)

ایک حفظاً عامہ و سداً کہ اتکال نہ کر بیٹھیں جس طرح سیدنا امام رضا رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول ہوا اور علامہ زرقانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کی یہی توجیہ فرمائی یہ تخصیص کرتے ہیں۔ اور اس کا حاصل خصوص جزم ہے نہ جزم خصوص کہ معاذ اللہ بلا دلیل تخصیص عموم شرع لازم آئے۔ یہ نفیس تفرقہ محفوظ رکھنے کا ہے۔ جزم خصوص یہ کہ دعوٰی کردیا جائے کہ یہ حکم انھیں کے ساتھ خاص ہے ان کے ماوراء کے لئے ہرگز ثابت نہیں۔ اور خصوص جزم یہ کہ بالجزم والیقین اس کا حکم ماننا یہ انھیں کے ساتھ خاص ہے ان کے ماوراء

عہ فی الاصل ھٰکذا

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۴۸

www.alahazratnetwork.org

ہیں اس کے ثبوت پر قطع و یقین نہیں اگرچہ ظن و رجاء ہے۔

دوسرے بیان مفاد شرع و اظہار ما یعطی الدلیل و کل ذی حق حقہ خصوصاً جہاں محل وسعت و رجاء ہے کہ حدث عن البحر ولا حرج۔ خصوصاً محل مناقب جہاں ضعاف بالاجماع مقبول خصوصاً اپنے سرکار میں محبت و بندگی و نیاز و غلامی کا تقاضا کہ یہ سب پر بالا ہے یہ ظاہر و متبادر کا افادہ فرماتے ہیں اور جزم و قطع کو اس کے محل اور ظن و رجاء کو اس کے محل پر رکھتے ہیں۔ یہ مسلک تحقیق ہے اور وہ مسلک تشفیق اور دونوں صواب ہیں۔ حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! لوگوں کو چھوڑ دیجئے کہ عمل کریں، فرمایا تو چھوڑ دو۔ امید کرتا ہوں کہ اس بیان سے ظاہر ہو گیا ہوگا کہ اس طریق میں جو امام ابن حجر عسقلانی اور امام ابن حجر مکی و علامہ محمد زرقانی و حضرت امام الطریقۃ شیخ اکبر وغیرہم محققین رضی اللہ عنہم کا مختار ہے اور اسے طریق تخصیص سے اصلاً تنافی نہیں۔ ہر ایک منشاء صحیح سے ناشی اور اپنے محل پر حق ہے و باللہ التوفیق۔

مخالفت مشاہدہ کا جواب جزاء اللہ میں صفحہ ۱۰ پر بالقصد مذکور تھا۔ وہ سارا صفحہ اسی بیان میں ہے کیا مشاہدہ یہ ہوا کہ جو سید کہا جاتا تھا اس سے صدور ہوا تو ہمارے دعوٰی کے کب منافی۔ یا یہ مشاہدہ ہوا تھا کہ فلاں کہ فی الواقع سید ہے نہ انتساب میں کبھی ادعا نہ اور پھر اس نے کفر کیا تو ایسا مشاہدہ روئے زمین پر نہ ملے گا پھر اس کے باعث جملہ سادات کی سیادت سے ارتفاع یقین میری فہم قاصر میں نہ آیا، یقین سے مراد یقین کلامی ہو تو وہ تو یوں ہی حاصل ہو سکتا ہے کہ اللہ و رسول بالتعیین کسی کا نام لے کر فرمائیں کہ یہ فلاں نسب کا ہے ایسا یقین آج کل کیونکر ممکن۔ اور یقین فقہی مقصود ہو کہ نسب میں شہرت مانی جائے گی والناس امناء علی انسابھم (لوگ اپنے نسبوں پر امین ہوتے ہیں۔ت) تو جس خاص سے معاذ اللہ صدور منافی ہو اس سے ارتفاع یقینی ہوگا کہ دلیل اس کے خلاف پر پائی گئی باقیوں سے کیوں ارتفاع ہو جائے گا حالانکہ دلیل اعنی شہرت موجود اور منافی اعنی صدور کفر مفقود۔

تیسرا شبہہ کہ سادات کرام جنتی ٹھہریں گے، جیسی اس قضیے کے موضوع و محمول دونوں میں دو احتمال ہیں: سادات کرام یعنی وہ جو عند اللہ سادات کرام یا وہ جو بنام سیادت مشہور ہیں عام ازیں کہ نفس الامر اور علم الٰہی میں کچھ ہو اور قطعی جنتی یعنی بلا سبقت عذاب جس سے دخولِ نار کی نفی ہو یا قطعی جنتی بعاقبت و انجام جس سے خلود نار کی نفی ہو۔ اب یہ چار محمل ہیں اور فقیر کے دعوٰی سے ایک کو بھی مس نہیں۔ پہلے عرض کر چکا کہ غیر حسنین میں نفی دخول بطور رجا نظر بظہور و تبادر ہے پھر قطعیت کہاں، بلکہ نفی خلود بھی مسئلہ ظنیہ ہے اگرچہ بحمد اللہ تعالٰی یہ ظن غالب۔ اکثر رائے ملتحق بسرحد یقین ہے جسے فقہاء یقین ہی کے پلے میں رکھتے ہیں،

www.alahazratnetwork.org

مگر نہ یقین کلامی کہ مسئلہ عقائد قطعیہ سے قرار پائے اور اس میں ادنٰی شک کو راہ دینے والا گمراہ و خارج از اہلسنت ٹھہر جائے۔ جزاء اللہ ص ۱۰۱ میں امام ابن حجر کے الفاظ ملاحظہ فرمائے ہوں گے۔

لانی اکاد ان اجزم ان حقیقۃ الکفر لا تقع[1] الخ۔ اس لئے کہ بے شک میں اس بات پر جزم کرتا ہوں کہ صحیح النسب سید سے حقیقی کفر کا وقوع نہیں ہوتا الخ۔ (ت)

اور بالفرض نفی غلو بلکہ بفرض غلط نفی دخول ہی قطعی مان لی جائے تو کس کے لئے، ان کے لئے جو عند اللہ سادات کرام ہیں، نہ ہر اس شخص کے لئے جو سید کہلاتا ہو اگرچہ واقع میں نہ ہو اور اب کسی معین میں حصول وصف عنوانی پر قطع و یقین کی طرف راہ نہیں تو ثبوت وصف محمول کیونکر مقطوع بہ ہو جائیگا۔ اور کسی معین کو اندیشۂ آخرت کیوں اٹھ جائے گا کہ ہر ایک میں عدم علم نفس الامر کے سبب احتمال لگا ہوا ہے۔ جزاء اللہ ص ۱۰۵ میں عبارت اسعاف ملاحظہ ہو کہ،

من این تحقق ذٰلک لقیام احتمال[2] الخ۔ جب احتمال قائم ہے تو یہ کیسے متحقق ہوگا الخ (ت)

اور اندیشۂ آخرت تو انھیں بھی نہ اُٹھ گیا جنھیں بتعیین نام لے کر ارشاد ہو گیا کہ تم جنتی ہو۔ اعنی عشرۂ مبشرہ و نظرائہم رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ نہ انھیں اُٹھ گیا جن سے بالتحقیق فرمایا گیا،

اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم[3]۔ جو چاہو عمل کرو بے شک میں نے تمھیں بخش دیا ہے۔ (ت)

اعنی اصحاب بدر رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ تسمیہ منیر الدین

حبیبی اکرم اللہ تعالٰی! ہاں یہ مسئلہ فقہیہ ہے، اس میں خواہی نخواہی وہی حکم ہے کہ،

یجب اتباع المنقول وان لم یظہر للعقول کما فی اس میں منقول کا اتباع واجب ہے اگرچہ عقل پر اس کی وجہ ظاہر نہ ہو ایسے ہی

---

[1] جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ نوری کتب خانہ لاہور ص ۱۲۲

[2] " " " " " " " ص ۱۲۴

[3] کنز العمال حدیث ۳۷۹۵۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴/۶۹

www.alahazratnetwork.org

ردالمحتار[1] وغیرہ من کتب الفحول۔ ردالمحتار وغیرہ فحول علماء کی کتابوں میں لکھا ہے۔

فقیر نے اپنی رائے سے یہ حکم استنباط کیا ہوتا تو ضرور محلِ مواخذہ تھا۔ اب کہ علمائے کرام فقہائے اعلام تصریح فرماچکے اور ان کی عبارات فقیر نے فتوٰی میں نقل کردیں کہ اسی قدر عہدۂ مفتی تھا تو اب سوائے اتباع چارہ کیا ہے۔ تفاؤل ضرور حسن ہے جب تک مخالفت شرعیہ نہ ہو اور نہی عذر تفاؤل اصلاً مسموع نہیں۔ حق سبحانہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: لاتزکّوا انفسکم[2] (آپ اپنی جانوں کو ستھرا نہ بتاؤ۔ت) رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم جن کی شان کریم تھی کان یحب الفال الحسن (اچھی فال کو پسند فرماتے تھے۔ت) برّہ نام سے منع فرمایا اور اسے بدل کر جمیلہ کردیا۔ اور اس میں معذور شرعی وہی تزکیہ نفس ارشاد کیا برّہ کو تفاؤل پر حمل نہیں کرسکتے تھے، ضرور محمول ہوسکتا تھا مگر اس کا ظاہر تزکیہ نفس تھا۔ اور وہ حرام ہے لہذا منع فرمایا اور بدل دیا۔ پھر منیر الدین و امثالہ میں برّہ سے کہیں زیادہ تزکیہ ہے نکوکاری ایک عام بات ہے کہ فساق کے سوا سب کو حاصل۔ مگر اس مرتبۂ عظیمہ پر پہنچنا کہ دین ان صاحب کے نور سے منور ہوجائے سخت مشکل۔ تو ایسا شدید تزکیہ نفس کیونکر جائز ہوگا بخلاف سعید و امثالہ کہ ان کا حاصل صرف مسلم ہے ہر مسلمان سعید ہے اور ہر سعید مسلمان ہے، آیۂ کریمہ فمنھم شقی وسعید[4] (ان میں کوئی بدبخت اور کوئی نیک بخت ہے۔ت) میں دو ہی قسمیں ارشاد ہوئیں اور ان سے کافر و مومن مراد ہوئے تو سعید نام رکھنا ایسا ہی ہے جیسے مسلم اور اس میں تزکیہ نہیں۔ نظر بحال بیان واقع ہے اور نظر بمآل تفاؤل۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵: از جزیرہ کلمبو، مرسلہ حاجی محمود رئیس بوساطت سید حسین ابن سید عبداللہ بغدادی قادری
۱۲ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ

فی حیاۃ الحیوان الکبری للعلامۃ الدمیری رحمہ اللہ تعالٰی الجزء الثانی ص ۱۳۱ باب العلق، اذا ذکر العبد ربہ او حمدہ فما ذکر اللہ الا اللہ ولاحمد اللہ الا اللہ[5]۔

علامہ دمیری علیہ الرحمہ کی کتاب حیوۃ الحیوان الکبرٰی کے جزء ثانی باب العلق میں ہے۔ (ت) جب بندہ اپنے رب کا ذکر یا حمد کرتا ہے تو اللہ کا ذکر نہیں کرتا مگر اللہ اور اس کی حمد نہیں کرتا مگر وہی۔

[1] ردالمحتار باب التصرف فی الرہن والجنایۃ علیہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۳۳۱
[2] القرآن الکریم ۵۳/۳۲
[3] مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۳۳۲
[4] القرآن الکریم ۱۱/۱۰۵
[5] حیوۃ الحیوان الکبرٰی تحت اللفظ "العلق" مصطفی البابی مصر ۲/۷۱

www.alahazratnetwork.org

الجواب

اللهم لك الحمد لا يحصي احد ثناء عليك انت كما اثنيت نفسك فان حق الثناء بحق المعرفة ولا يحيط بكنه الله وصفات الله وكمال الله وجمال الله وجلال الله الا الله ولذلك لما امرنا ان نصلي على نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم رددنا الامر اليه وكان امتثال امره بقولنا اللهم صل وسلم عليه اذ لا تفي بقدره العظيم الا صلوة ربه الكريم۔ اعلم ان لكل فعل يصدر من العبد وجهتين وجهته الى خالقه عز وجل اذ لا وجود له الا به وليس للعبد من خلقه شئ ۔ ووجهته الى كاسبه اذ منه ظهر باظهار المولى سبحانه وتعالى ۔ وهذه الاخرى هي مناط الاسناد العام لغة وعرفا وشرعا۔ فلا يقال قام الا لمن قام به القيام لا لمن خلقه لكن من الافعال مايصح صدوره من الخالق عز وجل فيسوغ اسنادها اليه لارتفاع الايهام الى العبد على وجهه العام.

اے اللہ! تیرے لئے تعریف ہے کوئی تیری تعریف کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ تو ایسا ہی ہے جیسا تو نے اپنی تعریف کی۔ تعریف کا حق معرفت کے بعد ادا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی کنہ اور اس کے کمال، جمال و جلال کو سوائے خدا کے اور کون جان سکتا ہے اسی لئے تو جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم پر درود بھیجنے کو کہا تو ہم نے بات اسی کی طرف لوٹا دی اور حکم کی بجاآوری یوں کی کہ یا اللہ! تو ہی اپنے رسول پر درود بھیج، اس لئے کہ ان کے شایان درود تو ان کا رب کریم ہی بھیج سکتا ہے۔ جان لو کہ جو کام بھی بندے سے صادر ہوتا ہے اس کی دو وجہیں ہیں: ایک رب تبارک وتعالیٰ کی طرف کہ ہر شئی کا خالق وہی ہے بندے کو خلق سے کوئی حصہ نہیں۔ اور ایک رُخ کاسب کی طرف کیونکہ وہ فعل خدا کی قدرت سے اسی بندہ سے ظاہر ہوا۔ عام طور پر افعال کی نسبت کی بنیاد شریعت، لغت اور عرف عام میں یہی آخری وجہ یعنی اکتساب کی ہے۔ تو قیام کے خالق کے لئے قائم نہیں کہا جائے گا اس کے مباشر کے لئے کہا جائے گا۔ لیکن بعض افعال ایسے ہیں کہ ان کا صدور رب تبارک وتعالیٰ سے بھی ہوتا ہے تو اس کی نسبت رب اور بندے دونوں کی طرف ہوسکتی ہے جس کو ہم نے اسناد عام سے تعبیر کیا۔ کیونکہ یہاں کسی قسم کا ایہام پیدا

www.alahazratnetwork.org

وذٰلك کحمد وشکر وحمد وذکر لا کصلی وسجد وصام وعبد وقام وقعد لما تقدم والاول الحقیقۃ والاخر الصورۃ فاذا صحت الحقیقۃ غلبت واضمحلت عندہ الصورۃ فصح نفیہ عن کاسبہ وقصر اسنادہ علی خالقہ وذٰلك قولہ تعالٰی فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم[1]، وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی[2]، فاثبت ونفی صورۃ ومعنی وما توفیقی الا باللہ وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ۔ بل اذا نظرت بعین الحقیقۃ فلا وجود الا لہ عزجلالہ کل شیئ ھالك الا وجھہ، ھو الاول ھو الاٰخر والظاھر والباطن۔ وھذا سیدنا سواد ابن قارب رضی اللہ تعالٰی عنہ قائلا فیما عرضہ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

فاشھد ان اللہ لا رب غیرہ
وانت مامون علٰی کل غائب[3]

نہیں ہوتا اس کی مثال حمد، شکر، توحید بیان کرنا، ذکر کرنا، ہدایت کرنا اور یاد دلانا۔ صلٰوۃ، سجدہ، روزہ، عبادت، قیام وقعود ان افعال سے نہیں۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے۔ پہلی نسبت حقیقی اور دوسری صوری ہے۔ تو جب اسناد حقیقی صحیح ہو تو وہی غالب ہوجاتی ہے۔ اور اسناد صوری مغلوب مضمحل۔ ایسی صورت میں کاسب سے اس فعل کی نفی کرکے خالق کی طرف نسبت کردیجاتی ہے۔ جیسا کہ قرآن عظیم میں اللہ تعالٰی نے فرمایا: "کافروں کو تم نے قتل نہیں کیا ہم نے قتل کیا"۔۔۔ یارسول اللہ! آپ نے کنکری نہیں پھینکی ہم نے پھینکی"۔ پس نفی از روئے صورت ہے اور اثبات از روئے حقیقت ہے۔ اسی طرح ما توفیقی الا باللہ و ما تشاؤن الا ان یشاء اللہ ہے۔ بلکہ نگاہ حقیقت بیں سے دیکھو گے تو اللہ کے علاوہ کسی کا وجود ہی نہیں" اللہ کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے" "وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن"۔ ہمارے سردار سواد ابن قارب رضی اللہ تعالٰی عنہ سرکار (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم) کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں:

اللہ کے علاوہ کوئی چیز نہیں اور آپ
ہر غائب پر مامون ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۸/ ۱۷ [2] القرآن الکریم ۸/ ۱۷
[3] الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ترجمہ سواد بن قارب الدوسی ۱۱۱۴ دار الکتب العلمیۃ ۲/ ۲۳۴

www.alahazratnetwork.org

وصار کلمۃ التوحید لاوجود فلا الہ الا اللہ للناسکین لامعبود الا اللہ وللسالکین لامقصود الا اللہ وللواصلین لامشہود الا اللہ وللکاملین لاموجود الا اللہ والکل سدید والکل توحید من دون اتحاد فانہ الحاد نسئل اللہ سبیل الرشاد فافہم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

غور کیجئے کلمۂ تام کلمۂ توحید ہے نہ کلمۂ وجود، تو اللہ کے علاوہ کوئی معبود ہے ہی نہیں تو عبادت کرنے والے کہتے ہیں لامعبود الا اللہ اور سالکین کہتے ہیں لامشہود الا اللہ اور کاملین کہتے ہیں لاموجود الا اللہ سب درست ہے اور سب توحید ہے اتحاد کے بغیر کیونکہ وہ تو الحاد ہے۔ ہم اللہ سے ہدایت کا راستہ چاہتے ہیں، پس غور کرو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶: از جے پور مکان نواب واجد علی خاں صاحب مرسلہ جناب مولوی محمد رکن الدین صاحب الوری مورخہ ۱۴ صفر ۱۳۳۶ھ

تاج العلماء مایۂ ناز ماسنیان مخزن علوم حضرت مولانا الحاج مولوی احمد رضا خاں صاحب مد اللہ ظلالکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ایک مدت سے گو ذریعہ مراسلت دریافت خیریت مزاج وہاج سے قاصر ہوں مگر الحمد للہ کہ مردمان آیندگان کی زبانی خیریت معلوم ہونے سے مسرت ہوتی رہتی ہے، ایک عرصہ کے بعد حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ کے دربار دُربار میں حاضری کا اتفاق ہوا، واپسی میں جے پور بھی نواب واجد علی خاں صاحب کے طلب کرنے پر قیام کرنا پڑا۔ ایک مولوی وہابی سے گفتگو ہوئی اثنائے گفتگو میں مولوی عبدالسمیع صاحب مرحوم ومغفور کی اس عبارت پر کہ جو انھوں نے حدیث نبوی:

من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد[1]

جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی بات ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے (ت)

کی نسبت لکھا ہے کہ شارحین نے مالیس منہ کی شرح میں یہ لکھا ہے:

فیہ اشارۃ الی ان احداث مالا ینازع الکتاب والسنۃ لیس بمذموم[2]

اس میں اشارہ ہے کہ جو نئی بات کتاب و سنت کے مخالف نہ ہو اس کو ایجاد کرنا قابلِ مذمت نہیں ہے۔ (ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الاقضیۃ باب نقض الاحکام الباطلۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۷
[2] انوار ساطعہ در بیان مولود وفاتحہ بدعت کی اصل تحقیق مکتبہ حامدیہ گنج بخش روڈ، لاہور ص ۴۷

www.alahazratnetwork.org

یہ اعتراض کیا کہ یہ الفاظ کسی شرح میں نہیں ہیں اُس وقت صحیحین کو جو دیکھا گیا تو نہ مولوی احمد علی سہارنپوری کی شرح میں اور نہ نووی میں اس کا پتہ لگا۔ لہذا گزارش ہے کہ جناب اس عبارت کو تحریر فرمادیں کہ کون سی شرح میں ہے، کیونکہ مولوی عبدالسمیع صاحب مرحوم نے بھی کسی شرح کا حوالہ نہیں دیا، دوسرے شاہ احمد سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے تحقیق حق المسائل کے اندر ثبوت سوم و چہلم میں بحوالہ حاشیہ یہ عبارت نقل فرمائی ہے:

ان المسلمین یجتمعون فی کل عصر وزمان یقرؤن القرأن ویھدون ثوابہ لموتاھم وعلی ھذا اھل الصلاح والدیانۃ من کل مذھب من المالکیۃ والشافعیۃ وغیرھم ولاینکر ذلک منکر فکان اجماعا عند اھل السنۃ والجماعۃ خلافا للمعتزلۃ۔

ہر دَور اور ہر زمانے کے لوگ جمع ہوکر قرآن مجید پڑھتے ہیں اور اس کا ثواب اپنے مُردوں کو بخش دیتے ہیں، مالکیہ و شافعیہ وغیرہ ہر مذہب کے صالحین اور دیانتداروں کا یہی مؤقف ہے، جس کا کوئی انکار نہیں کرتا، تو اہلسنت وجماعت کے نزدیک اس پر اجماع ہے بخلاف معتزلہ کے۔ (ت)

شاہ صاحب موصوف نے بھی کسی شرح کا حوالہ نہیں دیا اس کے بارے میں بھی عرض ہے کہ جناب تحریر فرمادیں کہ یہ عبارت کون سی شرح میں موجود ہے۔ وہابی صاحب کا یہ اعتراض ہے کہ سُنّی یونہی جھُوٹے حوالے دیتے ہیں، فقیر کی بھی نظر سے نہیں گزرا۔ جواب باصواب اور روانہ فرمایا جائے، بفضلہ تعالٰی یہاں سے تو اس وہابی کو نکلوادیا ہے، مگر ہم کو بھی تو ان عبارتوں کی اصلیت معلوم ہونا چاہئے۔

زیادہ نیاز مسکین محمد رکن الدین نقشبندی قادری الوری

الجواب

مولٰنا المکرم ذی المجد الکرم اکرمکم الاکرم تعالٰی وتکرم، وعلیکم والسلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پہلی عبارت مرقاۃ شرح مشکوٰۃ علی قاری طبع مصر جلد اول ص ۲۰۰ سطر اخیر شروع باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں ہے[1]، اور دوسری بنایہ شرح ہدایہ للامام محمود العینی طبع لکھنؤ جزء ثانی از جلد اول اوائل ص ۱۶۱۲ آغاز باب الحج عن الغیر میں[2]۔ جناب مولانا! اہلسنت آئینہ ہیں، وہابی کو آئینے میں اپنا ہی منہ دکھا دیا، یہ شیوہ وہابیہ کا ہے کتابیں دل سے گھڑ لیں علماء دل سے تراش لئے، پھر عبارت گھڑ نی کیا مشکل ہے۔ والسلام

[1] مرقاۃ المفاتیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ حدیث ۱۴۰ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۳۶۶

[2] البنایۃ فی شرح الھدایۃ کتاب الحج باب الحج عن الغیر المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ المجلد الاول الجزء الثانی ص ۱۶۱۲

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ از شہر محلہ کڑہ چاند خاں مسئولہ منظور حسن صاحب قادری رضوی

۱۳ رمضان ۱۳۳۸ھ

اس وقت حضور کا دیوان پیش نظر ہے اس میں اس شعر کا مطلب کچھ نہ آیا ۔ ؎

فرماتے ہیں یہ دونوں ہیں سردارِ دو جہاں ‏ ‏ ‏ ‏ اے مرتضٰی عتیق و عمر کو خبر نہ ہو[1]

الجواب

یہ شعر ایک حدیث کا ترجمہ ہے :

ابوبکر و عمر خیر الاولین و خیر الاٰخرین وخیر اھل السمٰوٰت وخیر اھل الارضین الا الانبیاء والمرسلین لا تخبرھما یاعلی[2]

ابوبکر و عمر سب اگلوں پچھلوں سے افضل ہیں اور تمام آسمان والوں اور سب زمین والوں سے بہتر ہیں سوا انبیاء و مرسلین کے ، اے علی! تم ان دونوں کو اس کی خبر نہ دینا ۔

علامہ مناوی نے تیسیر میں اس کے یہ معنی بتائے ہیں کہ ارشاد ہوتا ہے اے علی (کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم) ! تم ان سے کہنا بلکہ ہم خود فرمائیں گے تاکہ اُن کی مسرت زیادہ ہو[3] ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از کانپور فیلخانہ قدیم مکان مولوی سید محمد اشرف صاحب وکیل

مسئولہ مولوی سید محمد آصف صاحب ‏ ‏ ‏ ‏ ۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم ط

یا حبیب محبوب اللہ روحی فداک قبلہ کونین وکعبہ دارین محی الملۃ والدین دامت فیوضہم وبعد تسلیمات فدویانہ وتمنائے حصول سعادت آستانہ بوسی اینکہ بفضلہ تعالٰی فدوی بخیریت ہے ملازمان سامی کی صحتوری مدام بارگاہ احدیت مطلوب ۔ حدائق بخشش کے صفحہ ۰ ۹ مصرع :

عشاق روضہ سجدہ میں سُوئے حرم جھکے[4]

کی شرح مطلب میں تحریر ہے کہ :

---

[1] حدائق بخشش ‏ ‏ مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ‏ ‏ ص ۵۹

[2] کنز العمال حدیث ۳۲۶۴۵ و ۳۲۶۵۲ ‏ ‏ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ‏ ‏ ۱۱/ ۶۱ ـ ۵۶۰

تاریخ بغداد ‏ ترجمہ عبداللہ بن ہارون ۵۳۳۱ ‏ ‏ دار الکتاب العربی بیروت ‏ ‏ ۱۰/ ۱۹۲

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث ابوبکر و عمر سیدا کہول اہل الجنۃ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۱۸

[4] حدائق بخشش ‏ حاضری درگاہ ابدی پناہ ‏ وصل دوم رنگ عشقی ‏ مکتبہ رضویہ کراچی ‏ حصہ اول ص ۱۰۶

www.alahazratnetwork.org

"کعبہ بھی انھیں کے نور سے بنا، انھیں کے جلوے نے کعبہ کو کعبہ بنادیا، تو حقیقتِ کعبہ وہ جلوہ محمدیہ ہے جو اس میں تجلی فرما ہے، وہی روحِ قبلہ اور اسی کی طرف حقیقۃً سجدہ ہے، اتنا یاد رہے کہ حقیقتِ محمدیہ ہماری شریعت میں مسجود الیہا ہے۔"

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقتِ کعبہ جلوہ محمدیہ ہے جس کی طرف حقیقۃً سجدہ ہے۔ آخر عبارت کے الفاظ کہ "حقیقت محمدیہ ہماری شریعت میں مسجود الیہا ہے" ان الفاظ سے اس ناقص الایمان والعلم والعقل کی ناقص فہم میں یہ آتا ہے کہ جلوہ محمدیہ ہی کو حقیقتِ محمدیہ کہا گیا ہے اور جب حقیقتِ کعبہ جلوہ محمدیہ بتائی گئی اور اسی کی طرف حقیقت سجدہ کہا گیا اور حقیقتِ محمدیہ کو مسجود الیہا کہا تو حقیقتِ کعبہ کا حقیقتِ محمدیہ ہونا لازم آتا ہے۔ والسلام مع الکرام۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ط

بملاحظہ مولانا المکرم ذوالمجد والکرم مولٰنا مولوی سید محمد آصف صاحب دامت فضائلہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اگر آپ آفتاب اور دھوپ کو دیکھیں تو فرق حقیقت و تجلی کی ایک ناقص مثال پیشِ نظر ہو۔ آفتاب گویا حقیقتِ شمس ہے اور دھوپ اس کا جلوہ۔ حقیقت صفات کثیرہ رکھتی ہے اور اپنے مجالی میں متفرق صفات سے تجلی کرتی ہے اُن صفات کے لحاظ سے جو آثار اُن مجالی کے ہیں وہ حقیقۃً حقیقت کے اور معاملات اُن مجالی سے بحیثیت مجالی ہیں وہ حقیقۃً حقیقت سے جیسا صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی نسبت فرمایا:

من احبہم فبحبی احبہم ومن ابغضہم فببغضی ابغضہم[1]

جس نے میرے صحابہ سے محبت کی تو اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔ (ت)

حقیقتِ کعبہ مثل حقائق جملہ اکوان حقیقت محمدیہ علٰی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کی ایک تجلی ہے کعبہ کی حقیقت وہ جلوہ ہے مگر وہ جلوہ عین حقیقتِ محمدیہ نہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

---

[1] جامع الترمذی ابواب المناقب سب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۲۶
مسند احمد بن حنبل حدیث عبداللہ بن مغفل المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۵۴، ۵۵، ۵۷

www.alahazratnetwork.org

بلکہ اُس کے غیر متناہی ظلال سے ایک ظل، جیسا کہ اُسی قصیدہ میں ہے ؎

کعبہ بھی ہے انھیں کی تجلی کا ایک ظل
روشن انھیں کے عکس سے پتلی حجر کی ہے[1]

حقیقتِ کریمہ نے اپنی صفت مسجودیت الیہا سے اس ظل میں تجلی فرمائی ہے لہذا کعبہ جس کی حقیقت یہی ظل وتجلی ہے مسجود الیہا ہوا اور حقیقت وہ حقیقت علیہ مسجود الیہا ہے کہ اسی کی اس صفت کے ساتھ اس پر تجلی نے اسے مسجود الیہا کیا۔ والسلام!

مسئلہ (ماخوذ از "مہر درخشاں" تصنیف مولانا مظفر احمد قادری)

اعتراض یہ کہ حضرت میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ السامی نے اپنی کتاب "سبع سنابل" سنبلۂ دوم ص ۹۱ میں یہ حکایت لکھی ہے کہ:

مردے بود از سلطان المشائخ منکر و از راہ وروش ایشاں متنفر واعتقاد بدرویشے دیگر داشت روزے ازاں درویش پرسید کہ مرا آرزوئے ملاقات خضر پیغامبر علیہ السلام بسیار است اگر بعنایت شما ملاقات میسر شود غایت بندہ نوازی وسرفرازی باشد آں درویش گفت روزے کہ در خانقاہ سلطان المشائخ سرود وسماع درمیدہند آں روز خضر علیہ السلام آنجا حاضر می شود و نگاہبانی نعلین و کفشہائے مردم می کند آں مرد از انکار خود پشیماں گشت در روز سماع در خانقاہ ایشاں آمد و با خضر علیہ السلام ملاقات کرد و ازوے فائدہ ہا گرفت[2]

ایک شخص حضرت سلطان المشائخ کے احوال کا منکر آپ کی راہ وروش سے متنفر اور ایک دوسرے درویش کا معتقد تھا، ایک روز اس درویش سے کہنے لگا کہ میری یہ آرزو ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کروں اگر سرکار کے کرم سے ملاقات ہوجائے تو انتہائی بندہ نوازی اور سرفرازی ہو۔ درویش نے جواب دیا کہ جس روز حضرت سلطان المشائخ کے یہاں مجلس سرود وسماع ہوتی ہے اس روز حضرت خضر علیہ السلام تشریف لاتے ہیں اور لوگوں کے جوتوں کی نگہبانی فرماتے ہیں۔ وہ شخص اب اپنے انکار پر پریشان ہوا اور قوالی والے دن آپ کی خانقاہ میں حاضر ہوگیا، حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی اور ان سے خوب فیض حاصل کیا۔ (ت)

---

[1] حدائق بخشش حاضری بارگاہ بہیں جاہ وصل اول رنگ علمی حصہ اول ص ۹۲

[2] سبع سنابل سنبلہ دوم دربیان پیری مریدی مکتبہ قادریہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۹۱

www.alahazratnetwork.org

تو حاصلِ اعتراض یہ کہ اس حکایت میں حضرت خضر کی (جو ایک قول پر نبی تک ہیں) توہین کی کہ انھیں حضرت سلطان المشائخ کا خدمت گار اور وہ بھی ایسا کہ ان کی مجلس سماع کے حاضرین کی نعلین (جوتیوں) کا نگہبان بتایا۔

اس اعتراض پر بحکم شریعت و بپاسِ حمایت جانب محبوبانِ خدا جو جوابات حضور سیدی اعلیٰحضرت امام اہلسنت علامہ الحاج مولٰنا الشاہ مفتی عبد المصطفٰے احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے تحریر فرمائے ملاحظہ ہوں:

جواب اوّل اولیائے کرام قدست اسرارہم کو اس میں اختلاف ہے کہ یہ حضرت خضر جو اکثر اکابر سے ملاقی ہوتے ہیں آیا وہ خضر موسٰی علیہما الصلوٰۃ والسلام ہیں جن کی نبوت میں اختلاف ہے اور صحابیت میں شبہہ نہیں یا ہر دَور ے میں ایک ولی بنام خضر ہوتا ہے یعنی مناصب ولایت سے ایک عہدے کا نام خضر ہے کہ جو اس عہدے پر قائم ہوگا اسی نام سے پکارا جائے گا جیسے غوث کا نام عبد اللہ و عبد الجامع اور اس کے دونوں وزیر دست چپ و راست کا نام عبد الملک و عبد الرب جن کو امامین کہتے ہیں اور اوتادِ اربعہ کا نام عبد الرحیم و عبد الکریم و عبد الرشید و عبد الجلیل، یونہی جو عہدۂ نقابت پر ہو اسے "خضر" کہا جائے گا اس کا اپنا نام کچھ ہو۔ ایک جماعت عظیم صوفیۂ کرام اسی قول پر ہے اور بہت حکایات سے اس کا پتہ ملتا ہے۔ حافظ الحدیث امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی قول کی تائید کی "اصابہ فی تمیز الصحابہ" میں فرماتے ہیں:

قول بعضہم ان لکل زمان خضرا وانہ نقیب الاولیاء وکلما مات نقیب اقیم نقیب بعدہ مکانہ و یسمی الخضر وھذا قول تداولتہ جماعۃ من الصوفیۃ من غیر نکیر بینھم ولا یقطع مع ھذا بان الذی ینقل عنہ انہ الخضر ھو صاحب موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام بل ھو خضر ذٰلک الزمان ویؤیدہ اختلافھم فی صفتہ فمنھم من یراہ

بعض اولیاء کا قول کہ ہر زمانے کے لئے ایک خضر ہوتا ہے اور وہ نقیب اولیاء ہوتا ہے جب ایک نقیب کا وصال ہو جائے تو اس کی جگہ کوئی اور نقیب مقرر کر دیا جاتا ہے جس کو خضر کہا جاتا ہے۔ میں نے یہی قول صوفیاء کی ایک جماعت سے حاصل کیا۔ اس کے بارے میں ان سے کوئی اختلاف نہیں۔ اس قول کی موجودگی میں اس پر یقین نہیں کیا جا سکتا کہ اعتراض میں منقول خضر سے مراد وہی خضر ہیں جو حضرت موسٰی علیہ السلام کے ساتھی ہیں بلکہ اس سے مراد اس زمانے کا خضر ہے۔ اور صفت خضر کے بارے میں دیکھنے والوں کا

www.alahazratnetwork.org

شیخا او کھلا او شابا وھو محمول علی تغایر المرئی و زمانہ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم

اختلاف بھی اس قول کا مؤید ہے۔ چنانچہ کسی نے انکو بوڑھا، کسی نے ادھیڑ عمر والا اور کسی نے جوان دیکھا یہ دکھائی دینے والے اور اس کے زمانے کے تغایر پر محمول ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

اس ولی مسمّٰی بخضر کا جمیع اولیاء دورکنار اپنے دورے کے اولیاء سے بھی افضل ہونا ضرور نہیں بلکہ افضل نہ ہونا ضرور ہے ——— غوث بالیقین اس سے افضل ہوتا ہے کہ وہ اپنے دورے میں سلطان کل اولیاء ہے۔ یونہی امامین، یونہی افراد، یونہی اوتاد، یونہی بُدلا، یونہی ابدال کہ یہ سب یکے بعد دیگرے باقی اولیائے دورہ سے افضل ہوتے ہیں۔ امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر میں فرماتے ہیں:

ان اکبر الاولیاء بعد الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم القطب ثم الافراد علی خلاف فی ذٰلک ثم الامامان ثم الاوتاد ثم الابدال[2] اھ۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے بعد سب سے بڑا ولی قطب ہوتا ہے، پھر افراد، اس میں اختلاف ہے، پھر امامان پھر اوتاد، پھر ابدال اھ۔

اقول والمراد بالابدال البدلاء السبعۃ لما ذکر بعدہ ان الابدال السبعۃ لایزیدون ولا ینقصون وھؤلاء ھم البدلاء اما الابدال فاربعون بل سبعون کما فی الاحادیث۔

میں کہتا ہوں ابدال سے مراد سات بدلاء ہیں اس دلیل کی وجہ سے جو اس کے بعد مذکور ہے کہ بے شک ابدال سات ہیں نہ زیادہ ہوتے ہیں نہ کم، اور یہی بُدلاء ہیں۔ رہے ابدال تو وہ چالیس بلکہ ستر ہیں جیسا کہ احادیث میں ہے۔ (ت)

تو کیا ضرور ہے کہ عہد کرامت مہد حضرت سلطان الاولیاء محبوب الٰہی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا خضر حضور سے افضل ہو بلکہ ممکن ہے کہ حضور کا خادم ہو۔ حضور کا لقب ساقِ عرش پر "قطب الدین" لکھا ہے اور یہ قطب اور غوث شیٔ واحد ہے نہ وہ قطب کہ ہر شہر ہر قریہ ہر لشکر کا جدا ہوتا ہے غالباً اس لئے حضور نام سلطان المشائخ ہوا کہ قطب سلطان اولیائے دورہ ہے، واللہ

۱؎ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ذکر خضر صاحب موسٰی علیہ السلام دار صادر بیروت ۱/۴۳۳

۲؎ الیواقیت والجواہر المبحث الخامس والاربعون داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۴۹

www.alahazratnetwork.org

تعالیٰ اعلم۔ اور خادم کا اپنے مخدوم کے مہمانوں کی خدمت کرے وہ درحقیقت مخدوم ہی کی خدمت ہے اور اس سے خادم کی کوئی اہانت نہیں ہوتی کہ ممکن ہے کہ اس دورے کا خضر خود حضرت سلطانی کا مرید ہو اور مرید تو کوچۂ شیخ کے کتوں کی بھی تعظیم کرتا ہے اور اس کی اہانت نہیں بلکہ اور ترقی عزت و بلندیٔ مرتبت ہے،

من تواضع للّٰہ رفعہ اللّٰہ۔ اللّٰھم ارزقنا حسن الادب من اولیائك بجاھھم عندك اٰمین۔ وانت محب السائلین۔ جو اللہ تعالیٰ کے لئے عاجزی کرے اللہ تعالیٰ اس کو رفعت عطا فرماتا ہے۔ اے اللہ ہم کو اپنے ولیوں سے حسن ادب عطا فرما اُس مرتبے کے صدقے میں جو ان کا تیرے ہاں ہے۔ ہماری دعا قبول فرما اور تو مانگنے والوں سے محبت فرمانیوالا ہے۔(ت)

جواب دوم حکایت مذکورہ میں صرف ذکر نگہبانی ہے یہ بیان نہیں کہ وہ حفاظت بطور خدمت تھی نہ حفاظت معنی خدمتگاری میں متعین، باپ اپنے بچوں یا استاد اپنے شاگردوں کو تعلیم شناوری کے لئے کہ سنت ہے اگر دریا میں بھیجے اور خود کنارے بیٹھا ان کے لباس و نعال کی حفاظت کرے کوئی عاقل اسے خدمتگاری نہ کہے گا بلکہ رحمت و شفقت و نوازش و پرورش۔ حکایت میں یہ صورت ہونا کس نے محال کیا فان واقعۃ عین یتطرق الیھا کل احتمال کما نص علیہ العلماء فی غیر ما مقال (کیونکہ معین واقعہ میں ہر احتمال راہ پاتا ہے، جیسا کہ علماء نے اس پر نص فرمائی ہے بغیر کسی قیل و قال کے۔ت)

جواب سوم یہ دونوں جواب اہلِ ظاہر کے مدارک پر تھے ورنہ لسان حقائق کے طور معاملہ بالکل معکوس ہے۔ وہم کرنے والا اصطلاح قوم سے ناواقفی کے باعث کمال عظمت کو معاذ اللہ موجب اہانت گمان کرتا ہے اور اہلِ ظاہر پر انکار کلمات اہل اللہ میں اکثر بلا اسی دروازے سے آتی ہے ان کی اصطلاح کو اپنے مفہوم پر حمل کرتے اور خطا میں گرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ ؎

ہندیاں را اصطلاح ہند مدح ۔۔۔ سندیاں را اصطلاح سند مدح
درحقِ او مدح در حقِ تو ذم ۔۔۔ درحقِ او شہد و درحقِ تو سم
درحقِ او درد و درحقِ تو خار ۔۔۔ درحق او نور و درحق تو نار
تو چہ دانی زبان مرغاں را ۔۔۔ کہ ندیدی گہے سلیماں را

؎ خود حضور سلطان المشائخ کی اس بارے میں حکایت ہے۔ (تاج العلماء محمد میاں علیہ الرحمۃ)

www.alahazratnetwork.org

(ہندیوں کے بتنہ کی اصطلاح مدح ہے سندھیوں کے لئے سندھ کی اصطلاح مدح ہے اس کے حق میں مدح اور تیرے حق میں مذمت، اس کے حق میں شہد اور تیرے حق میں زہر اس کے حق میں گلاب کا پھول اور تیرے حق میں کانٹا۔ اس کے حق میں نور اور تیرے حق میں نار، تو کیا جانے پرندوں کے نقصان کو، کہ تو نے سلیمان کے زبانے کو نہیں دیکھا۔ ت)

محمد شاہ بادشاہ دہلی کے حضور مجمع علماء تھا بعض کلمات منسوبہ باولیاء پر رائے زنی ہو رہی تھی، ہر ایک اپنی سی کہتا اور اعتراض کرتا ایک صاحب کہ اس جماعت میں سب سے اعلم تھے خاموش تھے، بادشاہ نے عرض کی: آپ کچھ نہیں فرماتے۔ فرمایا: یہ سب صاحب میرے ایک سوال کا جواب دیں تو میں کچھ کہوں۔ سب ان عالم کی طرف متوجہ ہوئے، انھوں نے فرمایا: آپ حضرات بولی کتے کی سمجھتے ہیں؟ سب نے کہا: نہ۔ کہا: بلی کی؟ کہا: نہ۔ کہا: سبحان اللہ تم مقر ہو کہ ارذل خلق اللہ کی بولی تم نہیں سمجھتے اولیاء کہ افضل خلق ہیں ان کا کلام کیونکر سمجھ لوگے!

امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علمائے مصر جمع ہو کر ایک مجذوب کی زیارت کو گئے انھوں نے انھیں دیکھتے ہی فرمایا:

مرحبا بعبید عبدی[1] مرحبا میرے بندے کے بندے کو۔

سب پریشان ہو کر لوٹ آئے، ایک صاحب جامع ظاہر و باطن سے ملے اور شکایت کی، انھوں نے فرمایا، ٹھیک تو ہے تم سمجھتے نہیں، تم خواہش نفس کے بندے ہو رہے ہو اور انھوں نے خواہش نفس کو اپنا بندہ کر لیا ہے تو ان کے بندے کے بندے ہوئے۔

اب سنئے اصطلاح قوم میں "نعلین" "کونین" کو کہتے ہیں، اللہ تعالٰی عزوجل نے اپنے بندے موسٰی علیہ الصلوٰۃ سے فرمایا:

فاخلع نعلیك انك بالواد المقدس طوی[2] اپنے دونوں جوتے اتار ڈالو کہ تم پاکیزہ جنگل طوٰی میں ہو۔

مفسر علام نظام الدین حسن بن محمد قمی غرائب القرآن و رغائب الفرقان معروف بتفسیر نیشاپوری میں اس آیہ کریمہ کی تاویل یعنی بطور اہل اشارات وحقائق میں فرماتے ہیں:

---

[1]

[2] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۲

www.alahazratnetwork.org

اترك الالتفات الی الکونین انك واصل الی جناب القدس[1] | یعنی نعلین سے "دونوں جہان" مراد ہیں انھیں اتار ڈالو یعنی ان کی طرف التفات نہ کرو کہ تم بارگاہ قدس میں پہنچ گئے۔

اقول نعل قطع راہ میں معین ہوتی ہے اور مقصد اولیاء وصول بحضرت کبریا ہے اور دنیا و آخرت دونوں اس راہ کی قطع میں معین۔ دنیا یُوں کہ اس میں اعمال سبب وصول جنت ہیں، اور آخرت یُوں کہ وہیں وعدۂ دیدار ہے۔ معہذا اطالبانِ مولیٰ لذاتِ کونین کو زیرِ قدم رکھتے ہیں، جو زیرِ قدم ہو اسے نعل کہنا مناسب ہے۔ حدیث میں ہے،

الدنیا حرام علی اھل الاٰخرۃ والاٰخرۃ حرام علی اھل الدنیا، والدنیا والاٰخرۃ حرام علی اھل اللّٰہ۔ رواہ الدیلمی[2] عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما۔ | یعنی دنیا حرام ہے آخرت والوں پر اور آخرت حرام ہے دنیا والوں پر، اور دنیا و آخرت دونوں حرام ہیں اللہ والوں پر۔ (اسے دیلمی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

نیز نعل "زوجہ" کو کہتے ہیں کما فی القاموس[3] وغیرہ (جیسا کہ قاموس وغیرہ میں ہے۔ ت) اور دنیا و آخرت دونوں سوتیں ہیں ؎

فان من جودك الدنیا وضرتھا ومن علومك علم اللوح والقلم[4]

(کیونکہ دنیا اور آخرت آپ کی بخششوں میں سے ہے اور لوح و قلم آپ کے علوم میں سے ہیں۔ ت)

اسی طرف اشارہ ہے۔ حدیث نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں ہے فرماتے ہیں،

من احب دنیاہ اضر باٰخرتہ ومن احب اٰخرتہ اضر بدنیاہ فاٰثروا ما یبقی علی ما یفنی۔ | جو اپنی دنیا کو پیار کرے گا اس کی آخرت کو نقصان ہوگا اور جو اپنی آخرت کو پیارا رکھے اس کی دنیا کو ضرر ہوگا تو باقی کو فانی پر ترجیح دو۔

---

[1] غرائب القرآن تحت آیۃ ۲۰/ ۱۲ مصطفی البابی مصر ۱۶/ ۱۱۹

[2] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۳۱۱۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۳۰

[3] القاموس المحیط باب اللام فصل النون مصطفی البابی مصر ۴/ ۵۹

[4] قصیدہ بردہ شریف مطبع انصار دہلی ص ۷۹

www.alahazratnetwork.org

رواہ احمد والحاکم عن ابی موسی الاشعری[1] رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔ (اس کو امام احمد و حاکم نے ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسندِ صحیح روایت کیا ہے)

اور مدارِ دُنیا بنیۂ بشری پر ہے اور مدارِ مثوبات آخرت عقلِ تکلیفی پر، اور وجد و سماع کے غلبے میں ان کے زوال کا اندیشہ، خصوصاً جب قوتِ ضعف ہو اور برکت صاحب مجلس سے تجلی اشد و اقوٰی واقع ہو تو بدن فنا یا عقل زائل ہوجانا کچھ بعید نہیں۔

حضور پُرنور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نماز پڑھا رہے تھے جب سجدے میں گئے مقتدیوں میں سے ایک مرید کا جسم گھلنا شروع ہوا یہاں تک کہ گوشت، پوست، استخواں کسی کا نام و نشان نہ رہا صرف ایک قطرہ پانی رہ گیا۔ حضور نے بعد سلام رُوئی کے پھوئے میں اٹھا کر دفن فرمایا اور فرمایا: سُبحان اللہ! ایک تجلی میں اپنی اصل کی طرف پلٹ گیا۔

لہذا سیدنا خضر علیہ الصلوۃ والسلام اپنی قوت و مدد سے ان کی دنیا و آخرت کی یعنی بنیۂ بشری و عقلِ تکلیفی کی حفاظت فرماتے تھے، کہئے یہ کمالِ عظمت ہے یا معاذاللہ اہانت! الخ مختصراً۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث ابوموسٰی اشعری رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۴۱۲

www.alahazratnetwork.org

تجوید و قراءات

مسئلہ ۱۰: از بندۂ درماندہ فدوی محمد عمر ۲۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۱ھ

آیۂ کریمہ:

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ۚ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۙ مُدْهَآمَّتٰنِ ۚ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ [1]

اور ان کے سوا دو جنتیں اور ہیں۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ نہایت سبزی سے سیاہی کی جھلک دے رہی ہیں۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ (ت)

کیا فرماتے ہیں قرّاءِ شریعت اس میں کہ آیۂ مذکورہ بالا میں جو آیت "لا" ہے اس پر ٹھہرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کے متعلق کیا اختلافات ہیں؟

الجواب

ہر آیت "لا" پر وقف جائز ہے، یوں بھی سنت سے ثابت ہے۔ قراء میں بھی دونوں طریقے ہیں، اور سب قراءتیں حق ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۵۵/ ۶۲ تا ۶۵

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۱۱: مرسلہ سید اشرف علی صاحب محلہ ذخیرہ بریلی ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۳۴ھ

بخدمت شریف جناب اعلحضرت صاحب قبلہ سلامت۔ عرض یہ ہے کہ سورۃ ناس میں خنّاس ۝ اَلَّذِیْ ہے یا خنّاسِ ۝ الَّذِیْ، کس طرح پڑھنا چاہئے؟ حضور دیگر عرض یہ ہے خنّاس الّذی میں الف آگیا یا نہیں؟

الجواب

دونوں طرح جائز ہے، اور اصل وہی ہے کہ خنّاس کا سین الّذی کے لام میں ملا کر پڑھیں اس میں الف گر جائے گا اور بحالتِ وصل اس کے گرانے کا ہی حکم ہے اور "س" پر وقف کر کے "الذی" مع "ا" پڑھے جب بھی کچھ حرج نہیں، دونوں طریقے سنّت سے ثابت ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲: از کانپور محلہ بانس منڈی مدرسہ امداد العلوم مسئولہ ابوالہادی محمد عبدالکافی روز یکشنبہ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

دربارہ اس مسئلہ میں کہ وقتِ ختمِ قرآن تراویح میں تین بار سورۃ اخلاص شریف کا پڑھنا مکروہ ہے یا مستحسن؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

مستحسن ہے، فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

قراءۃ قل ھو اللہ احد ثلاث مرات عقیب الختم یستحسنہا بعض المشائخ لجبر نقصان دخل فی قراءۃ البعض الا ان یکون ختم القراٰن فی الصلوۃ المکتوبۃ فلا یزید علی مرۃ واحدۃ۔[1]

ختمِ قرآن کے بعد تین مرتبہ قل ھو اللہ احد الخ پڑھنے کو بعض مشائخ نے مستحسن قرار دیا ہے تاکہ اس نقصان کا ازالہ ہو جائے جو بعض کے پڑھتے وقت پیدا ہوا ہے، مگر جب ختمِ قرآن فرض نماز کے اندر ہو تو صرف ایک ہی بار سورۃ اخلاص پڑھے زائد نہ پڑھے۔ (ت)

عقود الدریہ میں ہے: والعمل بما علیہ الاکثر[2] (اس پر عمل کیا جائے جس پر اکثریت کا عمل ہو۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۱۷

[2] العقود الدریۃ مسائل و فوائد شتی من الحظر والاباحۃ العمل بما علیہ الاکثر ارگ بازار، افغانستان ۲/۳۵۶

www.alahazratnetwork.org

رسم القرآن

مسئلہ ۱۳ تا ۱۴ مسئولہ حافظ میر عبدالجلیل صاحب مارہروی ۲۵ صفر مظفر ۱۳۲۲ھ

الفاظ جمع مذکر سالم مانند خاسئین، قانتون، کرھین، خیر الفاتحین و امثالہا

(۱) جن کو منشی اشرف علی نے اپنے مصحف میں محذوف الالف لکھا ہے اور اکثر جگہ حوالہ شمع قراءت اور خلاصۃ الرسوم وغیرہ کا دیا ہے اور مولوی احمد علی سہارنپوری نے الفاظ موصوفہ کو باثباتِ الف اپنے مصحف میں لکھا ہے بلکہ ایسے الفاظ قلیل الدور کی ایک فہرست اپنے مصحف کے ابتداء میں لکھ دی ہے کروہ باثباتِ الف ہیں۔ ان کی بابت آپ کا حکم کیا ہے؟

(۲) لفظ "کلام" ملک العلام میں صرف چار جگہ ہے، ایک جگہ سورۂ بقرہ میں یسمعون کلٰم اللہ[1] (اللہ کا کلام سنتے ہیں۔ت)۔ دوم سورۂ اعراف میں:

قال یا موسٰی انی اصطفیتك علی الناس برسٰلتی وبکلامی[2] فرمایا: اے موسٰی! میں نے تجھے لوگوں سے چن لیا اپنی رسالتوں اور اپنے کلام سے (ت)

سوم سورۂ توبہ میں: فاجرہ حتی یسمع کلٰم اللہ[3] (تو اسے پناہ دو کہ اللہ کا کلام سنے۔ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۷۵
[2] القرآن الکریم ۷/ ۱۴۴
[3] 〃 〃 ۹/ ۶

www.alahazratnetwork.org

چہارم سورۃ الفتح میں ہے :

یریدون ان یبدلوا کلٰم اللہ[1]	وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا کلام بدل دیں ۔ (ت)

ان سب کو بعض مصاحف وکتب رسم الخط میں باثبات الالف لکھا ہے اور بعض میں محذوف الالف اور بعض نے بعض کو مع الالف ______ اور بعض کو بغیر الالف لکھا ہے،

آپ کی ان کے باب میں کیا رائے ہے ؟

(۳) لفظ "قیام" دو مقام پر سورۂ نساء میں، اوّلاً :

ولا تؤتوا السفہاء اموالکم التی جعل اللہ لکم قیٰما[2]	بے عقلوں کو ان کے مال نہ دو جو تمہارے پاس ہیں جن کو اللہ نے تمہاری بسر اوقات کیا ہے (ت)

دوم :

فاذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلٰی جنوبکم[3]	اللہ کی یاد کرو کھڑے بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے ۔ (ت)

سوم سورۃ المائدہ میں :

جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیٰما للناس[4]	اللہ نے ادب والے گھر کعبہ کو لوگوں کے قیام کا باعث کیا (ت)

چہارم سورۂ فرقان :

والذین یبیتون لربھم سجدا وقیاما[5]	اور وہ جو رات کاٹتے ہیں اپنے رب کے لئے سجدے اور قیام میں ۔ (ت)

پنجم سورۂ زمر میں :

ثم نفخ فیہ اخرٰی فاذا ھم قیام ینظرون[6]	پھر وہ دوبارہ پھونکا جائیگا جبھی وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہوجائیں گے (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۸ /۱۵ [2] القرآن الکریم ۴ /۵
[3] " " ۴ /۱۰۳ [4] " " ۵ /۹۷
[5] " " ۲۵ /۶۴
[6] " " ۳۹ /۶۸

www.alahazratnetwork.org

ششم سورۂ ذاریات میں:

فما استطاعوا من قیام وما کانوا منتصرین [1] — تو وہ نہ کھڑے ہوسکے اور نہ وہ بدلہ لے سکتے تھے۔ (ت)

عام مصاحف میں یعنی مولوی احمد علی صاحب سہارنپوری اور ان کے مقلدین نے سورۂ نساء کے پہلے اور سورۂ مائدہ والے کو بدوں الف لکھا ہے۔ اور باقی سب جگہ مع الف۔ اور یہی رسالہ مرتبع الغزلان سے ثابت ہے مگر منشی اشرف علی نے حرف آخر کے تینوں کو باثبات الف اور اول کے تینوں کو بدوں الف لکھا ہے۔

(۴) للرجال نصیب مما ترك الوالدان والاقربون وللنساء نصیب مما ترك الوالدان والاقربون مما قل منه او کثر [2] — مردوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے اور عورتوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے ترکہ تھوڑا ہو یا بہت۔ (ت)

اور:

لکل جعلنا موالی مما ترك الوالدان الاٰیة [3]۔ — ہم نے سب کے لئے مال کے مستحق بنا دیئے ہیں جو کچھ چھوڑ جائیں ماں باپ۔ (ت)

یہ سب مصاحف مروجہ ہندی میں الف اول موجود اور ثانی مفقود ہے مگر مؤلف خلاصۃ الرسوم دونوں کا حذف فرماتے ہیں اور والدین یا وتون سے سب جگہ مع الالف ہے۔

(۵) لاتقربوا الصلوٰۃ وانتم سکٰرٰی [4] — نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ۔ (ت)

سورۂ نساء میں:

وتری الناس سکٰرٰی وما ھم بسکٰرٰی [5] — اور تو لوگوں کو دیکھے گا جیسے نشہ میں ہیں اور نشہ میں نہ ہوں گے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۱/ ۴۵
[2] القرآن الکریم ۴/ ۷
[3] 〃 〃 ۴/ ۳۳
[4] 〃 〃 ۴/ ۴۳
[5] 〃 〃 ۲۲/ ۲

www.alahazratnetwork.org

تینوں کو منشی اشرف علی اور مولوی ہادی علی صاحب نے اپنے مکتوب مصاحف میں محذوف الالف لکھا ہے، اور عام مصاحف میں خاص سورۂ نساء میں بدوں الف اور باقی دونوں کو مع الالف۔ خلاصۃ الرسوم اور رسالہ نور سرمدی سے قولِ اول ثابت ہے مگر مرتع الغزلان میں لکھا ہے: ؏

گیراز ج دو جا سُکٰرٰی یاد[1]

یعنی محذوفات میں دو کا ذکر کیا تیسرے سے کچھ تعرض نہ کیا۔

(۶) علامہ ابو عمرو الدانی ارشاد کرتے ہیں:

کذٰلک سوٰۃ وسوٰاتکو وسیئ و سیئت وبریئون وھنیئا مریئا وبریئا وشبھہ۔

یعنی ان سب کا ہمزہ بدوں مرکز ہے لیکن کل مصاحف ہندی میں سوٰاتکو وغیرہ الف سے مرقوم ہیں بالاتفاق کسی نے اس میں خلاف بھی بیان نہیں کیا۔

(۷) ومن خزی یومئذ[3] سورۂ ہود میں قرأت مفتوح المیم کو کتاب تیسیر میں نافع اور ابن عامر کے نام سے لکھا ہے،[2] اور خلاصۃ الرسوم میں مرقوم ہے:

بکسر میم ست بقرات غیر سوسی[4]

سوسی کے غیر کی قراءۃ میں میم کے کسرہ کے ساتھ ہے۔ (ت)

(۸) اعوذ باللہ کے باب میں روایت کتاب تحفۂ نذریہ مؤلفہ قاری عبدالرحمٰن پانی پتی یہ ہے کہ:

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم مختار جمیع قراء است[5]

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم تمام قراء کا مختار ہے (ت)

آگے بیان کرتے ہیں کہ:

اگر کسے لفظ دیگر در تعوذ گفت آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ازاں لفظ منع فرمود[6]

اگر کسی نے کوئی دوسرا لفظ تعوذ میں کہا تو حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس لفظ سے منع فرمایا ہے۔ (ت)

---

[1] مرتع الغزلان فی رسم خط القرآن

[2] التیسیر فی قواعد علم التفسیر للامام محمد بن سلمان

[3] القرآن الکریم ۱۱/ ۶۶

[4] خلاصۃ الرسوم

[5] و [6] تحفۂ نذریہ

www.alahazratnetwork.org

پھر لکھتے ہیں:

باوجود ایں منع وتعلیم الفاظ دیگر ہم مروی شدہ اند، پس تلفظ تعوذ باٰں الفاظ ہم جائز است اگرچہ مختار نیست[1] انتہی عبارتہ بقدر ضرورت۔

اس منع وتعلیم کے باوجود کچھ دوسرے الفاظ بھی مروی ہیں، چنانچہ ان الفاظ کے ساتھ بھی تعوذ جائز ہے اگرچہ مختار نہیں ہے۔ تحفہ نذریہ کی عبارت ختم ہوئی جس قدر ضرورت تھی۔ (ت)

اس کے باب میں آپ کا کیا حکم ہے؟

الجواب

(۱) یہ علم سمع ہے نہ قیاس۔ کلماتِ علمائے کرام سے دو ضابطے ملتے ہیں:

اوّل مطردہ کہ ہر جمع مذکر سالم کثیر الدور محذوف الالف ہے جبکہ اس الف پر مد نہ ہو۔

دوم اکثری یہ کہ الف پر مد ہو یعنی اس کے بعد ہمزہ یا حرفِ مشدد آئے تو ثابت الالف ہے مگر ذوات الہمزہ میں حذف بھی بکثرت پایا گیا ہے۔ اور جمع مؤنث سالم تو مطلق محذوف الالف والالفین ہے اگرچہ قلیل الدور ہو، اگرچہ الف ممدود ہو۔ مگر گنتی کے حروف جیسے سورۂ شورٰی میں روضٰت الجنّٰت، یونس میں اٰیاتنا بیّنٰت، اسی میں مکرفی اٰیاتنا، حٰم سجدہ میں سمٰوٰت، فاطر میں علٰی بیّنات علی الخلاف الٰی غیر ذٰلک من حروف قلائل۔

امام عمرو دانی رحمۃ اللہ علیہ مقنع میں فرماتے ہیں:

اتفقوا علٰی حذف الالف من جمع السالم الکثیر الدور من المذکر والمؤنث جمیعا الصّٰبرین والصّٰدقین والقٰنتین والشیٰطین والظّٰلمون والسّٰحرون والطیّبٰت والخبیثٰت والمتصدّقٰت والثیّبٰت والغرفٰت وماکان مثلہ۔ فان جاء بعد الالف ھمزۃ اوحرف مضعف نحو السّائلین والقائمین

تمام لوگوں نے جمع مذکر ومؤنث سالم کثیر الدور سے الف کے حذف کرنے پر اتفاق کیا، جیسے صٰبرین، صٰدقین، قٰنتین، شیٰطین، ظٰلمون، سٰحرون، طیّبٰت، خبیثٰت، متصدقٰت، ثیّبٰت، تیّبٰت، غرفٰت اور جو اس کے مثل ہو۔ اور الف کے بعد ہمزہ یا حرف مشدد آئے جیسے سائلین، قائلین، ظانین،

---

[1] تحفہ نذریہ

www.alahazratnetwork.org

والظانين والعادين وحافين وشبهه اثبت الالف على انى تتبعت مصاحف اهل المدينة واهل العراق القديمة فوجدت فيها مواضع كثيرة مما بعد الالف فيه همزة قد حذف الالف منها واكثر ماوجدته فى جمع المؤنث لثقله والاثبات فى المذكر اكثر

عادین، حافین اور اس کے مشابہ۔ مگر میں نے اہلِ مدینہ اور اہلِ عراق کے قدیم مصاحف کا تتبع کیا تو بہت سے مقامات پر جہاں الف کے بعد ہمزہ تھا وہاں سے بھی الف حذف کردیا ہے اور ایسا اکثر جمع مؤنث میں اس کے ثقل کی وجہ سے ہوا ہے۔ اور مذکر میں زیادہ طور پر الف کا اثبات ہے۔

قال ابوعمرو وما اجتمع فيه الفان من جمع المؤنث السالم فان الرسم فى اكثر المصاحف بحذفهما جميعا سواء كان بعد الالف حرف مضعف او همزة نحو الحفظت والصدقت والنزعت والصفت والعديت والصمت وغيبت وسحت وشبهه قد امعنت النظر فى ذلك فى مصاحف اهل العراق الاصلية اذ عدمت النص فى ذلك فلم ارها مختلف فى حذف ذلك .

امام ابوعمرو فرماتے ہیں جہاں جمع مؤنث سالم میں دو الف جمع ہوجائیں وہاں عام طور سے دونوں الف کو حذف کردیتے ہیں اس کے بعد ہمزہ اور حرف مشدد ہو یا نہ ہو، جیسے حفظت، صدقت، نزعت، صفت، عدیت، ضمت، غیبت، سحت اور اس کے اشباہ۔ میں نے اہلِ عراق کے اصلی مصاحف میں غور سے دیکھا جائے جہاں مجھے کوئی تصریح نہ ملی تو ہر جگہ انھیں کو محذوف پایا۔

وقال محمد بن عيسى اصفهانى فى كتابه هجاء المصاحف قوم طاغون والذاريت والطور وفى روضات الجنت فى عسق مرسومه بالالف .

محمد بن عیسیٰ اصفہانی اپنی کتاب "ہجاء المصاحف" میں فرماتے ہیں کچھ ذاریات اور طور میں طاغون کو اور روضات الجنت الف سے لکھتے ہیں۔

وقال ابوعمرو وكذا رأيتها انا فى مصاحف اهل العراق ورأيت فى بعضها كراما كاتبين بالالف

ابوعمرو فرماتے ہیں مصاحف اہلِ عراق میں کراماً کاتبین کو الف اور بغیر الف دونوں طرح تحریر

www.alahazratnetwork.org

فی بعضہا بغیر الالف[1] اھ مختصراً۔

پایا۔ انتہی مختصراً۔

اس کے سوا جمع مذکر سالم قلیل الدور عدیم المد کے لئے کوئی ضابطہ نہیں۔ اور خاص خاص الفاظ میں اختلاف مصاحف ثابت۔ مقنع میں ہے:

فی بعضہا فارھین وفی بعضہا فرھین بغیر الف وکذٰلک حاذرون و حذرون[2]

بعض مصاحف میں فارھین بالف اور بعض بغیر الف۔ اسی طرح حاذرون بھی دونوں طرح تحریر پایا گیا۔

اسی طرح دخان و طور و مطففین فاکھین اور یٰس کے فاکھون سب کو فرمایا کہ فی بعضہا بالف وفی بعضہا بغیر الف تو مطلقاً ایک حکمِ کلی اثبات خواہ حذف کا لگا دینا ہرگز صحیح نہیں، بلکہ ہر کلمہ میں رجوع بنقل پھر بحالتِ اتفاق اس کا اتباع لازم، اور بحالتِ اختلاف اکثر و اشہر کی تقلید کی جائے۔ اور تساوی ہو تو حذف و اثبات میں اختیار ہے۔ اور احسن یہ کہ جہاں اختلافِ قراءت بھی ہو جیسے فکھین اور فاکھین وہاں حذف معمول بہ رکھیں لیحتمل القراءتین۔ اور اگر نقل اصلاً نہ ملے تو ناچار رجوع بہ اصل ضرور، اور وہ اثبات ہے کہ اصل کتابت میں اتباعِ ہجا ہے۔ علامہ علم الدین سخاوی شرح عقیلہ میں زیر قول مصنف قدس سرہٗ ع و بالذی غار عن بعضہ الف فرماتے ہیں:

اصل ما جھل اصلہ ان یکتب بالالف علی ما ینطق[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جس کی اصل نہ معلوم ہو تو قاعدہ یہ ہے کہ جس طرح بالالف پڑھا جاتا ہے اسی طرح لکھا جائے۔

(۴) امام الاقاصی والادانی فی الرسم القرآنی ابو عمرو دانی فرماتے ہیں:

قال الغازی بن قیس العذاب والعقاب والحساب والبیان والغفار والجبار والساعۃ والنھار بالالف یعنی فی المصاحف وذٰلک علی اللفظ قال ابو عمرو

غازی بن قیس فرماتے ہیں کہ عذاب، عقاب، حساب، بیان، غفار، جبار، ساعۃ، نہار مصاحف میں الف کے ساتھ مرقوم ہے جیسا کہ لفظ ہے۔ ابو عمرو فرماتے ہیں یونہی

---

[1] المقنع فی رسم المصحف لعثمان بن سعید [2] المقطع فی رسم المصحف
[3] (شرح عقیلہ) الوسیلۃ فی کشف العقیلہ

www.alahazratnetwork.org

کذٰلک رسموا کل ما کان علٰی وزن فعال وفعال بفتح الفاء وکسرھا وعلٰی وزن فاعل نحو ظالم وفعال نحو خوار وفعلان نحو بنیان وفعلان نحو رضوان وکذٰلک المیعاد والمیقات والمیزان وما اشبھہ مما الفہ زائد البناء وکذٰلک ان کانت منقلبۃ من یاء اوواو حیث وقعت[1] اھ باختصار الامثلۃ۔

تحریر کیا ہر وہ لفظ جو فَعال او فِعال کے وزن پر ہو یا فاعل کے وزن پر ہو جیسے ظالم یا فعّال کے وزن پر ہو جیسے خوار اور فُعلان کے وزن پر ہو جیسے بنیان اور فعلان کے وزن پر ہو جیسے صفوان اور ایسے ہی میعاد، میقات، میزان اور اس کے مشابہ الفاظ جس میں الف زائد بناء کے لئے ہو۔ ایسے ہی یا اور واؤ سے بدلا ہوا بھی جہاں کہیں ہو۔ مثالوں میں اختصار کردیا ہے۔

یہ مبارک کلام مفیدِ عام کل سے ابتداء اور حیث وقعت پر انتہا ہو کر تاکیدًا افادۂ عموم لایا، اگرچہ بحکم:

مامن عام الاوقد خص منہ البعض حتی ھذہ القضیۃ لنفسھا بمثل قولہ سبحنہ وھو بکل شیئ علیم[2] کما لایخفی علی ذی عقل سلیم۔

کوئی عام نہیں کہ اس سے بعض کی تخصیص نہ ہو خاص اس قضیہ میں بھی اللہ تعالٰی کے قول ھو بکل شیئ علیم کی طرح جیسا کہ عقل سلیم پر ظاہر ہے۔

بعض مستثنیات رکھتا ہے، جنھیں خود امام ممدوح نے مقنع میں مواضع متفرقہ پر افادہ فرمایا ہے، مثل علم الغیب والبلٰغ وبلغا والضٰلل وضٰلل ومن خلٰلہ وظلٰلہ وغیرھا[3]۔

ولہذا "مرتع الغزلان فی رسم خط القرآن" میں فرمایا:

---

[1] المقنع فی رسم المصحف
[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۹
[3] المقنع فی رسم المصحف

www.alahazratnetwork.org

وزن فعّال و فاعل و فِعلان	فعّال اور فاعل اور فِعلان کا وزن
ہم فُعّال و فِعال وہم فُعلان	فُعّال اور فِعال اور فَعلان کا وزن
نیز فُعلان و مفعل و فعّال	فُعلان اور مفعل اور فعّال بھی
ہم فُعال و مفاعل و افعال	فُعال اور مفاعل اور افعال بھی
ہم مفاعیل و مفاعل و افعال	مفاعیل اور مفعل اور مفعال بھی
با فعالیٰ فواعل و فِعّال	فعالیٰ فواعل اور فِعّال
جملگی فعلہا و مصدرہا	اور افعال اور تمام مصادر
الف منقلب زواؤ و زیا	جن کا الف واؤ سے بدلا ہو یا یاء سے بدلا ہو
ہمہ گی ثابت است در ہمہ جا	تمام مقامات میں ایسا الف باقی اور ثابت رہے گا
جز حروفے کہ گشتہ مستثنیٰ [1]	البتہ چند حروف اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں۔

مگر شک نہیں کہ وہ ہمیں ایک ضابطہ نافعہ بتاتا ہے کہ مستثنیات کے سوا ایسے سب کلمے ثابتات الالف ہیں۔ تو جب تک بالخصوص نقل معتمد سے خلاف ثابت نہ ہو ثابت ہی رکھیں گے کہ وہی اصل اور وہی خود اصل رسم میں اصل۔ خلاصۃ الرسوم سے بکلمی اور بیسلوا کلم اللہ بالحذف مترشح ہے۔ اخیر کی وجہ ظاہر ہے کہ امام حمزہ و امام کسائی نے یہاں کَلِمَ بروزن کَتِفَ پڑھا ہے مگر کلامی میں مثل دو باقی فقیر کے نزدیک اثبات ارجح ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳) یہ کلمہ سات جگہ آیا ہے، سب سے پہلے سورہ آل عمران میں:

لاٰیٰت لاولی الالباب الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبہم [2]	نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لئے جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے (ت)

عام مصاحف میں یہاں بھی مع الالف ہے۔ صاحبِ خلاصۃ الرسوم علامہ عثمان طالقانی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف مائدہ کو ذکر کیا کہ

قیٰمًا بحذف الف مرسوم است از جہت اشتمال بر ہر دو قرأت یا بنام اختصار [3]	قیٰمًا الف کے حذف کے ساتھ لکھا گیا ہے، دونوں قراءات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے یا اختصار کیلئے۔ (ت)

---

[1] فرتع الغزلان فی رسم خط القرآن [2] القرآن الکریم ۳/ ۱۹۰ و ۱۹۱

[3] خلاصۃ الرسوم

www.alahazratnetwork.org

اور حرفِ اول نسآء کو اگرچہ لفظاً نہ بتایا مگر رسماً بحذف لکھا جس سے ظاہر باقی پانچ میں اثبات ہے اور یہی قول مرتع ع قیٰما وز ابتداء نسآء ع آخر مائدہ قیٰما دان[1] کا مفاد ہے اور اس کی وجہ واضح ہے کہ امام نافع اور امام اجل ابن عامر نے حرف نسآء جعل اللہ لکم قیٰما اور ابن عامر نے حرف مائدہ قیٰما للناس[2] کو بے الف پڑھا فی التیسیر، باقی سب میں اثباتِ الف ہے باتفاقِ قرّاءِ سبعہ والرسم یتبع اللفظ لاسیما وھو فِعَال کما مر۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۴) مصحف کریم میں والدِیا، والدین، والدیہ، والدیک، والدی، والدۃ، والدتی والدتک سب بالف بعدِ واو مرسوم ہیں۔ اور یہی مقتضائے قاعدۂ فاعل ہے حتی کہ والدات باآنکہ جمع مؤنث سالم ہے، حذفِ الف میں مختلف فیہ ہے۔ والدٰن میں حذفِ الف تثنیہ توحسبِ قاعدہ مطردہ ضرور ہے، حذفِ اول کی کوئی وجہ ظاہر نہیں اور عبارت خلاصۃ الرسوم اس نسخہ سقیمہ میں یوں مرسوم "الولدان ہردو بحذف الف تثنیہ مکتوب است بعد از واو و دال ہمہ جا" عبارت نے تو حذف الف تثنیہ بتایا ہے اور ہر دو سے مراد دونوں لفظ الولدٰن کہ اس آیۂ کریمہ میں واقع ہیں اور بعد از واو الف تثنیہ کے کوئی معنی نہیں۔ ظاہر الفظِ واوٗ زیادت قلم ناسخ سے ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۵) فعالی کا قاعدہ مرتع سے گزرا اور بعینہٖ یہی تخصص موضعین حج مفاد مقنع ہے۔ محذوفات نافع بیان کرکے فرماتے ہیں:

فھذا جمیع ما فی روایۃ عبد اللہ بن عیسٰی عن قالون عن نافع مما حذفت منہ الالف الرسم وحدثنا ابوالحسن بن غلبون قرأتہ منی علیہ حدثنا ابی حدثنا محمد ابن جعفر حدثنا اسمٰعیل ابن اسحٰق القاضی القالون عن نافع

یہ سب عبد اللہ بن عیسٰی کی روایت قالون سے ہے اور انھوں نے نافع سے روایت کی جہاں جہاں سے رسم میں الف محذوف ہوا ابوالحسن ابن غلبون نے مجھ سے بیان کیا کہ جب میں ان پر پڑھ رہا تھا انھوں نے کہا مجھ سے میرے والد نے ان سے محمد ابن جعفر نے ان سے اسمٰعیل بن اسحٰق قاضی نے انھوں نے قالون سے اور انھوں

---

[1] مرتع الغزلان فی رسم خط القرآن
[2] القرآن الکریم ۴/۵
[3] ر ر ۵/۹۷

www.alahazratnetwork.org

بعامة هذه الحروف و زاد فی الکھف فلا تصحبنی وفی الحج سکری وما ھم بسکری الخ[1]

نے امام نافع سے یہ سب روایت کی۔ اور سورۂ کہف میں فلا تصحبنی اور حج میں سکری وماھم بسکری کا اضافہ کیا۔

اور وہ واضح الوجہ ہے کہ حرفین حج کو امام حمزہ اور امام کسائی نے سَکْرٰی بروزن سَلْمٰی پڑھا ہے بخلاف حرف نساء کہ قرات سبعہ میں بالاتفاق سکارٰی بروزن فُعَالٰی ہے تو قول مرتع ہی اوضح اور اوجہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۶) مصاحفِ ہند نے اتباع "خلاصۃ الرسوم" کیا مگر کلام الامام امام الکلام ولا اقل دونوں مجوز ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۷) تیسیر میں ہود و معارج کے خزی یومئذ[2] اور عذاب یومئذ[3] میں فتح میم کو نافع اور کسائی کی طرف نسبت فرمایا اور اسی طرح دیگر ائمہ نے تصریح فرمائی۔ تیسیر میں ہے:

نافع والکسائی ومن خزی یومئذ و فی المعارج من عذاب یومئذ ببنیہ بفتح المیم والباقون بکسرھا[4]

نافع اور کسائی نے من خزی یومئذ اور سورۂ معارج میں من عذاب یومئذ ببنیہ کو میم کے فتحہ کے ساتھ اور باقیوں نے کسرہ کے ساتھ پڑھا۔

شاطبیہ میں ہے ؎

ویومئذ مع سال فافتح (ا) تی (ر) ضا وفی النمل (حصن) قبلہ النون (ث) ملا[5]

یومئذ کو اس سورۃ اور سورۃ معارج میں فتح میم سے پڑھ کر وہ پسندیدہ ہوکر آیا ہے اور سورۂ نمل میں فتح میم کو قیین اور نافع کیلئے ایک قلعہ ہے اور اس لفظ سے پہلے نون تنوین نے فتح کو سنوار دیا۔

شرح میں ہے:

امر بفتح المیم فی قولہ تعالٰی ومن خزی

اللہ تعالٰی کے قول من خزی یومئذ اور

---

[1] المقنع فی رسم المصحف

[2] القرآن الکریم ۱۱/ ۶۶

[3] " " " ۱۱/

[4] التیسیر فی قواعد علم التفسیر للامام محمد بن سلیمان

[5] حرز الامانی ووجہ التہانی سورۂ ہود مصطفٰی البابی الحلبی مصر ص ۶۲

www.alahazratnetwork.org

يومئذ ومن عذاب يومئذ ببنيه فی المعارج المشار الیهما بالهمزة والراء فی قوله اتی رضا وهما نافع والکسائی۔ ثم اخبران المشار الیهم بحصن وهم الکوفیون ونافع قرأوا بالنمل وهم من فزع یومئذ یومئذ فتعین لمن لم یذکره فی الترجمتین القراءة بکسرها اصله وهو علی الحقیقة الخفض فی المواضع[1] الخ۔

من عذاب یومئذ ببنیہ میں جو سورۂ معارج میں ہے میم کے فتح کا حکم دیا۔ اور ہمزہ اور راء سے مصنف کے قول "اتی رضا" میں نافع اور کسائی کی طرف اشارہ ہے۔ پھر یہ بتایا کہ لفظ حصن سے کوفیوں اور نافع کی طرف اشارہ ہے۔ ان لوگوں نے سورۂ نمل کے من فزع یومئذ کو یومئذ پڑھا، تو یہ ثابت ہوگئی کہ دونوں ترجموں میں جن لوگوں کا ذکر نہیں ہے وہ اصل حقیقی پر تینوں جگہ مکسور پڑھتے ہیں۔

غیث النفع میں ہے:

خزی یومئذ قرأ نافع وعلی بفتح المیم والباقون بالکسر[2]

خزی یومئذ کو نافع اور علی نے بفتح میم اور باقی قراء نے بالکسر پڑھا۔

بعینہٖ اسی طرح اس کی سورۂ سائل میں ہے ان اجلہ اکابر کی تصریحاتِ جلیلہ پر ہی اعتماد لازم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(٨) تعوذ میں یہ صیغہ مختار قراء کرام ہونا ضرور صحیح ہے، امام ابوعمرو دانی تیسیر میں فرماتے ہیں:

المستعمل عند القراء الحذاق من اهل الاداء فی لفظها اعوذ بالله من الشیطن الرجیم دون غیره وذلك لموافقة الکتاب والسنة فاما الکتاب ما جاء فی تنزیل العظیم قوله عز وجل لنبیه الکریم صلی الله تعالٰی

ادائے قرآن میں ماہر قاریوں میں استعاذہ کیلئے یہی الفاظ مستعمل ہیں اور نہیں، وجہ یہ ہے کہ یہ الفاظ قرآن وحدیث نبوی کے موافق ہیں، اللہ تعالٰی قرآن عظیم میں فرماتا ہے جب قرآن پڑھنا ہو تو اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھو۔ اور حضرت نافع ابن جبیر ابن مطعم اپنے

---

[1] سراج القاری لعلی بن عثمان المعروف بابن القاصح

[2] غیث النفع

www.alahazratnetwork.org

علیہ وسلم وھو اصدق القائلین "فاذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ من الشیطٰن الرجیم" واما السنۃ فما رواہ نافع ابن جبیر ابن مطعم عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنھما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ استعاذ قبل قرأۃ القرآن بھذا اللفظ بعینہ وبذٰلک قرأت وبہ اٰخذ[1]

والد سے وہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تلاوتِ قرآن سے قبل خاص انھیں الفاظ میں اعوذ باللہ پڑھتے۔ یہ حدیث سے ثبوت ہوا۔ امام ابوعمر فرماتے ہیں میں ایسا ہی پڑھتا ہوں اور یہی میرا مذہب ہے۔

غیث النفع میں ہے:

اما صیغتھا فالمختار عند جمیع القراء اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم وکلھم یجیز غیر ھذہ الصیغۃ من الصیغ الواردۃ نحو اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم واعوذ باللہ العظیم من الشیطٰن الرجیم واعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم انہ ھو السمیع العلیم واعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم[2]

صیغہ استعاذہ کے لئے تمام قاریوں کا مختار اور پسندیدہ لفظ اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ہے۔ اس کے باوجود دوسرے صیغوں کو بھی جائز قرار دیتے ہیں جو اس باب میں وارد ہیں جیسے اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم وغیرہ الخ۔

حرز الامانی امام محمد قاسم شاطبی قدس سرہٗ میں ہے:

اذا ما اردت الدھر تقرأ فاستعذ جھارا من الشیطٰن باللہ مسجلا علٰی ما اتی فی النحل یسرا وان تزد لربک تنزیھا فلست مجھلا[3]

زمانہ میں جب بھی قرآن شریف پڑھنا چاہو تو اعوذ باللہ علی الاعلان پڑھو، یہ سب قاریوں کا مسلک ہے۔ جیسا کہ سورۂ نحل شریف میں وارد جو آسان ہے اور اگر اللہ تعالٰی کی کچھ تنزیہات بھی بڑھا دو تو تم جاہل نہ ہوگے۔

[1] التیسیر فی قواعد علم التفسیر للامام محمد بن سلیمان [2] غیث النفع
[3] حرز الامانی ووجہ التہانی باب الاستعاذہ مصطفٰی البابی مصر ص ۱۰

www.alahazratnetwork.org

سراج القاری میں ہے:

قولہ مُسْجَلا ای مطلقا لجمیع القراء فی جمیع القراٰت (علی ما اٰتی فی النحل) ای استعذ علی اللفظ الذی نزل فی سورۃ النحل جاعلا مکان استعذ اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم ومعنی یسرًا ای میسرًا وتیسرہ قلۃ کلماتہ وزیادۃ التنزیہ ان تقول اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم انہ ھو السمیع العلیم، واعوذ باللّٰہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم ونحو ذٰلک وقولہ فلست مجھلا ای لست منسوبا الی الجھل لان ذٰلک کلہ صواب ومروی[1]

ماتن کا قول مُسْجَلا کا مطلب یہ ہے کہ تمام قراء قرآن کی قراءت میں ہر جگہ اسی کو راجح قرار دیتے ہیں۔ علی ما اتی فی النحل کا مطلب یہ ہے کہ سورۂ نحل شریف میں استعاذہ کے جو الفاظ وارد ہیں انھیں پڑھو اور یسرًا کے معنی یہ ہیں کہ چونکہ اس استعاذہ میں کلمات کم ہیں اس لئے ان کا پڑھنا آسان ہے اور تنزیہ کے اضافہ کا مطلب یہ ہے کہ اور روایتوں میں جو سمیع العلیم وغیرہ تعریفِ الٰہی کے کلمات وارد ہیں ان کا اضافہ کرو فلست مجھلا کا مطلب یہ کہ ایسا کرنے پر تم جاہل نہ قرار دیے جاؤ گے کیونکہ وہ زائد کلمات بھی درست اور مروی ہیں۔

مگر دیگر الفاظ مرویہ سے بھی منع ہرگز نہیں۔ وہ سب بھی باجماعِ قراء جائز ہیں۔ غیث وشاطبیہ وشروح کی عبارات ابھی گزریں۔ امام جلال الدین سیوطی اتقان میں فرماتے ہیں:

قال الحلوانی فی جامعہ لیس للاستعاذۃ حد ینتھی الیہ من شاء زاد ومن شاء نقص[2]۔

حلوانی نے اپنی جامع میں لکھا کہ استعاذہ کی کوئی حد نہیں ہے کہ اسی پر بس ہے۔ تو جو چاہے اضافہ کرے اور جو چاہے کم کرے۔

حضور پُرنور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دیگر الفاظ سے منع فرمانا ہرگز ثابت نہ ہوا، اور اگر ثابت ہوجاتا تو کیا معنی تھے کہ بعدِ منعِ اقدس پھر بھی دیگر الفاظ جائز رہتے۔ قاری صاحب نے یہاں عجیب بین المتنافیین کیا ہے کہ اور الفاظ سے منع فرمانا بالجزم

---

[1] سراج القاری لعلی بن عثمان المعروف بابن القاصح

[2] الاتقان فی علوم القرآن النوع الخامس والثلاثون دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۴۱

www.alahazratnetwork.org

حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت کہا حالانکہ وہ حدیث ضعیف ہے اور ضعیف کی بصیغہ جزم نسبت روا نہیں۔ پھر ان الفاظ کو بھی جائز رکھا حالانکہ بعد مخالفت رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جواز کی طرف راہ اصلاً نہیں بلکہ جواز وہی ہے کہ منع ثابت نہ ہوا۔ امام شاطبی بعد کلام مذکور فرماتے ہیں ؎

وقد ذکروا لفظ الرسول فلم یزد
ولو صح ھذا النقل لم یبق مجملا

حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے الفاظ میں استعاذہ میں اضافہ نہیں ہے، اگر یہ روایت صحیح ہوتی تو حکم قرآنی مجمل نہ ہوتا۔

شرح علامہ ابن قاصح میں ہے[1]؛

اشار الیٰ قول ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرأت علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقلت اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم فقال لی قل یا ابن ام عبد اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم وروی نافع عن ابن جبیر ابن مطعم عن ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ کان یقول قبل القراءۃ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم وکلا الحدیثین ضعیف واشار بقولہ ولو صح ھذا النقل الی عدم صحۃ الحدیثین وقولہ لم یبق مجملا ای لو صح نقل ترک الزیادۃ لذھب

مصنف نے اپنے قول سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسی حدیث کی طرف اشارہ کیا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور تلاوت کی تو اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم کہا تو مجھ سے آپ نے فرمایا: اے ام عبد کے لڑکے! صرف اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم کہو، اور نافع نے جبیر ابن مطعم سے انھوں نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تلاوت سے قبل اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھتے تھے اور یہ دونوں حدیثیں ضعیف ہیں۔ اور مصنف نے اپنے قول ولو صح ھذا النقل سے دونوں ہی حدیثوں کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے اور مصنف کے قول "مجمل نہ رہتی" کا مطلب یہ ہے

---

[1] حرز الامانی ووجہ التہانی باب الاستعاذہ مصطفےٰ البابی مصر ص ۱۰

www.alahazratnetwork.org

اجمال الاٰیۃ واتضح معناھا وتعین لفظ النحل دون غیرہ ولکنہ لم یصح فبقی اللفظ مجملا ومع ذٰلک فالمختار ان یقال اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم لموافقتہ لفظ الاٰیۃ وان کان مجملا لورود الحدیث بہ علی الجملۃ وان لم یصح لاحتمال الصحۃ۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

کہ اگر یہ روایت صحیح ہوتی کہ زیادتی کو ترک کیا تو آیت قرآنی کا اجمال ختم ہوجاتا اور اس کے معنی واضح ہوجاتے اور سورۂ نحل میں وارد الفاظ ہی متعین ہوجاتے لیکن جب حدیث صحیح نہیں تو آیت مجمل رہی رہی۔ اس کے باوجود راجح اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ہی ہے کیونکہ یہ قرآنی الفاظ کے موافق بھی ہے اور حدیث بھی ان الفاظ کے ساتھ وارد ہے، تو اگر روایت صحیح ثابت نہ ہو احتمالِ صحت تو ہے۔

مسئلہ ۲۱: از دھرم پور ضلع بلند شہر مرسلہ سید پرورش علی صاحب ۸ شعبان ۱۳۲۳ھ

چہ می فرمایند عالمانِ کتاب مبین کہ الف ذاقا، واستبقا الباب اور دعوا اللہ اور قالا الحمد خواندہ شود یا نہ؟ بیّنوا توجروا

کتاب مبین کے علماء کیا فرماتے ہیں کہ ذاقا، واستبقا الباب، دعوا اللہ اور قالا الحمد کا الف پڑھا جائے گا یا نہیں؟ بیان فرمائیے اجر دئے جاؤ گے۔(ت)

الجواب

در سجاوندی ایں چہار فتحہ را بقدر خفیف کہ تا الف تام نہ رسد اشباع فرمودہ است، سجاوندی کتاب معتبر ست و در دیگر کتب از تصریح بداں نیست خلافش نیز نیست وجہش موجہ است کہ تمیز تثنیہ از مفرد است پس عمل بداں محذورے ندارد و نظیرش فصل خفیف در قال اللہ تعالٰی علی ما

سجاوندی میں ان چار فتحوں میں ہلکا سا اشباع فرمایا گیا ہے تاکہ الف تام کی حد تک نہ پہنچے۔ سجاوندی معتبر کتاب ہے۔ دوسری کتابوں میں اگرچہ اس کی تصریح نہیں ہے مگر مخالفت بھی نہیں ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے تثنیہ مفرد سے ممتاز ہوجائے گا۔ لہذا اس پر عمل کرنے میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔ اس

ـــہ شرح الشاطبیۃ سراج القاری للعلامۃ علی بن عثمان المعروف بابن القاصح

www.alahazratnetwork.org

نقول وکیل[1]، وقال النار مثوٰکم[2] وامثالہا است تا ابتداء بفاعل ملتبس نشود. واللہ تعالٰی اعلم۔

کی نظیر اللہ تعالٰی کے ارشاد علی ما نقول وکیل وقال النار مثوٰکم اور اس جیسی دیگر مثالوں میں ہلکا سا فصل ہے تاکہ مبتداء کا فاعل کے ساتھ التباس لازم نہ آئے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۸ /۲۸

[2] " " ۶ /۱۲۸

www.alahazratnetwork.org

تشریح افلاک وعلم توقیت وتقویم

مسئلہ ۲۲: ازملک بنگالہ ضلع فریدپور موضع پتورا کاندے مرسلہ محمد شمس الدین صاحب
کواکب خود بالطبع آسمان میں گھومتے ہیں یا بحرکتِ قسری بالتبع چکر کھاتے ہیں؟

الجواب

ہمارے نزدیک کواکب کی حرکت نہ طبعیہ ہے نہ تبعیہ، بلکہ خود کواکب بامرِ الٰہی وتحریکِ ملائکہ آسمانوں میں دریا میں مچھلی کی طرح تیرتے ہیں۔

قال اللہ تعالٰی کل فی فلك یسبحون[1]، وقال اللہ تعالٰی والشمس تجری لمستقرلہا ذٰلك تقدیر العزیز العلیم[2]، وقال تعالٰی سخرلکم الشمس والقمر دائبین[3] وقال تعالٰی کل یجری الٰی اجل مسمّی[4]

اللہ تعالٰی فرماتا ہے ہر ستارہ ایک آسمان میں تیرتا ہے۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے سورج اپنے مستقر کیلئے جاری ہے یہ غالب علم والے کا حساب ہے۔ اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے سورج اور چاند کو تمہارے لئے مسخر فرمایا جو مسلسل چل رہے ہیں۔ اور فرمایا ایک مقررہ وقت کیلئے سب حرکت میں ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۶/ ۴۰
[2] القرآن الکریم ۳۶/ ۳۸
[3] " " ۱۴/ ۳۳
[4] " " ۳۱/ ۲۹

www.alahazratnetwork.org

ہمارے نزدیک نہ زمین متحرک ہے نہ آسمان۔

قال اللہ تعالٰی ان اللہ یمسك السمٰوٰت والارض ان تزولا ولئن زالتا ان امسکھما من احد من بعدہ[1]

(اللہ تعالٰی نے فرمایا) بے شک اللہ روکے ہوئے ہے آسمانوں اور زمینوں کو کہ ہٹ نہ جائیں اور جو وہ ہٹیں تو خدا کے سوا انھیں کون روکے۔

سعید بن منصور اپنی سنن اور عبد بن حمید اور ابن جریر اور ابن منذر اپنی تفاسیر میں شقیق سے راوی،

قال قیل لابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما ان کعبا یقول ان السماء تدور فی قطبۃ مثل قطبۃ الرحا فی عمود علی منکب ملك قال کذب کعب ان اللہ یمسك السمٰوٰت والارض ان تزولا۔ وکفی بھا زوالا ان تدور[2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بتایا گیا کہ حضرت کعب کا کہنا ہے کہ آسمان چکّی کے پاٹ کی طرح ایک کیل میں جو ایک فرشتے کے کندھے پر گھوم رہا ہے آپ نے فرمایا، کعب غلط کہتے ہیں اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ اس نے آسمان و زمین کو ٹلنے سے روک رکھا ہے اور حرکت کے لئے ٹلنا ضروری۔

عبد بن حمید قتادہ سے راوی،

ان کعبا کان یقول ان السماء تدور علی نصب مثل نصب الرحا فقال حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ تعالٰی عنہما کذب کعب ان اللہ یمسك السمٰوٰت والارض ان تزولا[3]

حضرت کعب احبار فرماتے تھے کہ آسمان چکّی کی طرح کیلے پر گھوم رہا ہے۔ حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا، اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے کہ ہم نے آسمان و زمین کو ٹلنے سے روک رکھا ہے۔

ان دونوں حدیثوں کا حاصل یہ ہے کہ حضرت افقہ الصحابہ بعد الخلفاء الاربعۃ سیدنا عبداللہ بن مسعود حضرت صاحب سِرّ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہم سے عرض کی گئی، کعب کہتے ہیں آسمان گھومتا ہے۔ دونوں صاحبوں نے کہا، کعب غلط کہتے ہیں۔ اور وہی آیۂ کریمہ اس کے رد میں تلاوت فرمائی۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۵/ ۴۱

[2] الدرالمنثور تحت آیۃ ۳۵/ ۴۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۷/ ۳۲

[3] " " " " " " " " ۷/ ۳۲

www.alahazratnetwork.org

اقول وان کان الذی اعم ان یزعم ان الزوال بمعنی الحرکۃ الاینیۃ ولکن کبراء الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم اعرف منا بتفسیر القراٰن فلایجوز الاستدراک علیھم عند من نور اللہ بصیرتہ جعلنا اللہ منھم بحرمتھم عندہ اٰمین!

میں کہتا ہوں کہ کوئی شخص یہ گمان کرسکتا ہے کہ زوال تو حرکت اینیہ کو کہتے ہیں لیکن بزرگ ترین صحابہ ہم سے زیادہ قرآن کی تفسیر کے جاننے والے تھے کہ ان کے کیے ہوئے کو (رضی اللہ تعالٰی عنہم) وہ شخص رَد نہیں کرے گا جسے خدا نے نورِ بصیرت دیا۔ اللہ ان کے صدقے میں ہمیں بھی انھیں کے ساتھ کرے آمین۔

مسئلہ ۲۳ ایضاً

سبع سیارہ کا بیان کس آیت میں ہے؟

الجواب

قال اللہ تعالٰی والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ[1]

اللہ تعالٰی فرماتا ہے: سورج، چاند اور ستارے سب اسی کے حکم کے فرمانبردار ہیں۔

اور کل فی فلک[2] سے بھی اس طرف اشارہ ہے کہ اس میں سات حرف ہیں اپنے نفس پر دار اور زمین کا بیان تو بکثرت فرمایا، خاص متحیرات خمسہ کا ذکر فلا اقسم بالخنس الجوار الکنس[3] میں ہے، میں قسم یاد فرماتا ہوں دُبک جانے والوں چلنے والوں کی۔ یہ ان کے وقوف، استقامت و رجعت کا بیان ہے کہ سیدھے چلتے ہیں پھر ٹھہر جاتے ہیں، پھر پیچھے ہٹتے ہیں، پھر ٹھہرتے ہیں، پھر سیدھے ہوجاتے ہیں۔ اسی لئے ان کو متحیرہ کہتے ہیں۔ ابن ابی حاتم تفسیر میں امیر المؤمنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے فلا اقسم بالخنس کی تفسیر میں راوی:

قال خمسۃ انجم زحل وعطارد والمشتری وبھرام والزھرۃ لیس فی الکواکب شیئ یقطع المجرۃ غیرھا[4]

فرمایا: وہ پانچ ستارے ہیں: زحل، عطارد، مشتری، مریخ، زہرہ۔ کوئی ستارہ ان کے سوا کہکشاں کو قطع نہیں کرتا۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۲
[2] ؍ ؍ ۳۶/ ۴۰
[3] ؍ ؍ ۸۱/ ۱۵ و ۱۶
[4] الدر المنثور بحوالہ ابن ابی حاتم تحت آیۃ فلا اقسم بالخنس دار احیاء التراث العربی بیروت ۸/ ۳۹۵

www.alahazratnetwork.org

یعنی ثوابت میں جو کہکشاں پر ہیں وہ وہیں ہیں جو اس کے اِدھر اُدھر ہیں، وہ وہیں ہیں ان کی حرکت بطیئہ خفیفہ خفیہ ایسی نہیں کہ ابھی کہکشاں سے اِدھر تھے چند ہی مدت میں اُس پار چلے گئے۔ یہ شان انھیں پانچ نجوم کی ہے۔ واللہ اعلم

مسئلہ ۲۴: از میرٹھ لال کرتی بازار مرسلہ جناب حاجی شیخ علاؤ الدین صاحب

۲۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۰ھ

قاعدہ استخراج تقویمات کواکب از المینک

کوکب مطلوب کے صفحات میں سے ماہ مطلوبہ کے مقابل کے خانہ اپرینٹ رائٹ اسینشن یعنی مطالع استواء سے رقم گھنٹہ منٹ سیکنڈ لے کر اس کی تحویل اجزائے محیط میں بموجب جدول پنجم کی دوسرے حصہ کے کرلیں بعد تحویل کے جدول نمبر دوم یعنی جدول مطالع البروج بخط الاستواء المبتدأ من اول الحمل میں دے کر مطالع کی تحویل میں طوالع میں کرلیں جو حاصل ہوگا وہ درجہ تقویمی کوکب یعنی منطقۃ البروج ہوگا۔ اب اگر اس تقویم بروج یونانیہ کو ہندی بروج کی تقویم میں تحویل کرنا ہو تو یونانی تقویم میں سے ۲۲ درجہ ۱۰ دقیقہ گھٹا دو حقیقی تقویم حاصل ہوجائیگی یعنی مشاہدہ جس برج پر اور جس درجہ میں وُہ کوکب ہوگا وُہ درجہ ان کا آئے گا۔ اور یہ وہ فرق ہے جو نقطہ حمل کے اپنے مرکز اصلی کے ہٹ جانے سے پیدا ہوگیا ہے۔

الجواب

یہ قاعدہ محض باطل ہے۔ واضع نے جزء عاشر کو جزء تقویمی سمجھ لیا۔ اس عمل سے فلک البروج کا وہ جزء حاصل ہوگا کہ ہنگام طلوع کوکب دائرہ نصف النہار پر ہوئیہ عاشر ہے نہ کہ تقویم۔ فقیر غفرلہ نے المنک سے تقویمات کواکب نکالنے کے چار طریق رکھے ہیں، نیز اس سے استخراج طالع وقت کے چار طریق اور ان کے بیان میں رسالہ مسفر المطالع للتقویم والطالع لکھا اس کے طریق سوم کا سب میں پہلا ابتدائی خفیف عمل یہی ہے جس کا نام واضع نے "قاعدہ استخراج تقویم" رکھا، ہم اس مقام سے اپنے رسالہ کے چند سطور نقل کریں کہ حال واضح ہو:

طریق سوم استعلام تقویم کوکب از مطالع ممر و میل او اقول (۱) ساعات مطالع ممرا درنہ زدہ در جدول مطالع استوائیہ معکوس کنند تا عاشر بدست آید۔ (واضع صاحب کا قاعدہ یہیں ختم ہوگیا، اس کے بعد ملاحظہ ہو کیا کیا درکار ہے کہ تقویم

تیسرا طریقہ ستاروں کی گزرگاہ اور اس کے میل سے تقویم کوکب (ستارے کے حال) کے معلوم کرنے کا ہے۔ میں کہتا ہوں: (۱) گزرگاہ کے مطالع کی ساعتوں کو نو (۹) سے ضرب دے کر مطالع استوائیہ کے جدول (نقشے) میں تقویس (جیب کے

www.alahazratnetwork.org

حاصل ہو)۔ (۲) میلش برآرند (۳) پس اگر موافق الجہتہ باشد با میل کوکب آنگاہ میل عاشر را بر تمام میل کوکب افزایند ورنہ کاہند۔ اگر در فزودن از صہ بیرون رود تمامش تا قف گیرند ارتفاع عاشر باشد (۴) ظل تمامش گرفتہ منحط گردہ محفوظ دارند (۵) باز زیر مطالع ممر معلوم ربع درفزودہ مجموع را درج سوا اعتبار کردہ جیب بعدش از اعتدال اقرب گیرند (۶) ایں جیب را در جیب میلی کلی منحط زدہ حاصل را در محفوظ زنند ظل تعدیل طالع بدست آید (۷) در جدول ظل متوس کنند کہ تعدیل است (۸) پس ہماں درج سوا از مطالع استوائیہ گیرند (۹) باز نظر کنند کہ میل کوکب شمالی ست یا جنوبی بحال شمالیت اگر عاشر در نصف جدوی اعنی از اول جدی تا آخر جوزا باشد تعدیل را بریں مطالع استوائیہ افزایند۔ مگر میل عاشر در ربع اول منطقہ ازید از میل کوکب باشد۔ و اگر در نصف سرطانی اعنی از اول سرطانی تا آخر قوس بود تعدیل را از مطالع مذکورہ کاہند مگر آنکہ عاشر زائد المیل در ربع دوم منطقہ بود بحال جنوبیت اگر عاشر در نصف سرطانی است تعدیل افزایند مگر آنکہ زائد المیل در ربع سوم باشد و اگر در منطقہ بود بحال نصف جدوی ست۔ کاہند مگر آنکہ با زیادت میل در ربع باشد (۱۰) ظل معلوم حسب حاجت کنند کہ تقویم است۔

مقابل آنے والی تقویس یعنی دائرے کے حصے کا معلوم کریں تاکہ عاشر (دسواں حصہ) ہاتھ آئے (واضع صاحب کا قاعدہ یہیں ختم ہوا) اس کے بعد ملاحظہ ہو کیا درکار ہے کہ تقویم حاصل ہو (۲) اس کا میل نکالیں (دائرہ معدل النہار سے آفتاب کی دوری کو میل اور دوسرے ستاروں کی دُوری کو بُعد کہتے ہیں، اس عبارت میں ستارے کی دُوری کو بھی میل کہا گیا ہے) (۳) پھر اگر میل، جہت میں موافق ہو میل کواکب کے تو اس وقت میل عاشر کو تمام میل کوکب پر بڑھائیں گے اور اگر جہت میں موافق نہ ہو تو کم کردینگے، اگر زیادہ کرنے کی صورت میں صہ (ساٹھ درجوں سے زائد ہو تو تمام میل قف (ایک سو اسّی درجے) تک لیں، یہ عاشر کا ارتفاع ہوگا (۴) اس کا ظل تمام سے لے کر کم کریں اور باقی محفوظ کرلیں (۵) پھر گزرگاہ کے مطلع پر چوتھائی حصے کو زائد کرکے مجموع کا اعتبار کرکے اس کے بعد کا جیب اعتدال سے قریب لیں۔ (۶) اس جیب کو میل کل سے کم کرکے محفوظ میں ضرب دیں ظل تعدیل طالع حاصل ہوجائے گا۔ (۷) ظل کے جدول میں اس کی تقویس کریں کہ تعدیل ہے (۸) پس اس مجموع کو مطالع استوائیہ سے لیں (۹) پھر دیکھیں کہ ستارے کا میل شمالی ہے یا جنوبی، اگر شمالی ہے اور عاشر نصف جدوی یعنی بُرج جدی کی ابتداء سے جوزا کے آخر تک ہے تو تعدیل کو ان مطالع استوائیہ پر زیادہ کریں گے، مگر اس صورت میں کہ عاشر کا میل منطقہ کے ربع اول میں میل کوکب سے زیادہ ہو

www.alahazratnetwork.org

اور اگر نصف سرطانی یعنی برج سرطان کی ابتداء سے لے کر برج قوس کے آخر تک ہو تو تعدیل کو مطالع مذکورہ سے کم کردیں گے مگر اس صورت میں کہ عاشر کا میل منطقہ کے ربع دوم میں زیادہ ہو میل کوکب سے اور اگر ستارے کا میل جنوبی ہے اگر عاشر نصف سرطانی میں ہے تو تعدیل کو زیادہ کریں گے مگر اس صورت میں کہ عاشر کا میل کوکب کے میل سے زیادہ ہو۔ اور اگر نصف جدی میں ہو تو تعدیل کو مطالع مذکورہ سے کم کردیں گے، مگر اس صورت میں کہ عاشر کا میل کوکب کے میل سے زیادہ ہو۔ اور اگر نصف جدی میں ہو تو تعدیل کو مطالع مذکورہ سے کم کردیں گے، مگر اس صورت میں کہ میل زیادہ ہو اور ربع میں ہو (۱۰) عمل معلوم حاجت کے مطابق کریں کہ یہی تقویم ہے۔ (ت)

زیج بہادرخانی سے مطالع استوائیہ کا ایک جدول بعینہٖ نقل کردیا ہے۔ ہم نے اپنے محاسبۂ خاصہ سے اس کی تجدید کی ہے، تاہم یہ بھی تقریب کو کافی ہے۔ بروج یونانیہ و ہندیہ میں ۱۰۲۲ کا فرق بشدت غلط ہے بلکہ اسی سال کے آغاز یعنی یکم محرم ۱۳۳۰ھ کو مالشم م لومہ فرق تھا یعنی ۲۲°، ۴۰، ۴۰، ۲۳ سے کچھ زائد اور روزانہ ترقی پر ہے یہاں تک کہ دنیا باقی رہی تو رجب ۹۲۷۰ھ میں پورے ایک برج کا تفاوت ہوجائے گا اس الثور سے ہندی سیکھ کی شکرانت ہوگی۔ اس ہندی حساب کو حقیقی تقویم کہنا ٹھیک نہیں حقیقی تقویم یہی ہے جو عمل تقاطع سے ہے، اسی سے حسابِ فصول ہے اسی سے حسابِ کمی بیشی روز و شب ہے، اسی سے حسابِ مطالع ہے، اسی سے حسابِ طلوع غروب و سائر اوقات ہے، ہندی تقویم تقویم صوری ہے کہ صورت پرستوں نے صورت کواکب پر اس کی بنا رکھی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵: از میرٹھ بازار لال کرتی مرسلہ شیخ علاؤ الدین صاحب ۱۱ شوال مکرم ۱۳۳۰ھ

حامیٔ سنّت ماحیٔ بدعت، مخدومی و معظمی حضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب مدظلکم العالی، بعد تقدیم ہدیۂ سلام و مراسم نیازمندی عرض ہے کہ مولوی عبداللہ صاحب جنہوں نے قاعدہ استخراج تقویم کواکب از مطالع استوائیہ مرقومہ المینک کمترین کو بتایا تھا ان سے جب کمترین نے ان کے قاعدہ کی غلطی کا اظہار کیا اور جناب والا کی تحریر دکھائی اس سے اطمینان نہ ہوا اور جناب والا کی تحریر کا مفہوم ان کی سمجھ میں نہیں آیا، بلکہ وہ کہتے ہیں کہ یہ قاعدہ بالکل ٹھیک ہے اور میں اپنی ولایتی ستارہ بیں مشاہدہ کواکب کو دکھا کر آپ کا اطمینان کراسکتا ہوں، چنانچہ کمترین نے ان سے وعدہ لیا ہے کہ بعد رمضان المبارک چند روز کے واسطے مع ستارہ بیں کے یہاں تشریف لاکر میرا اطمینان کردیں۔ لہٰذا امید

؎ مسفرا لمطالع للتقویم والطالع

www.alahazratnetwork.org

کہ اس وقت تک رسالہ صفی المطالع کے طبع کرانے میں توقف کیا جائے۔ زیادہ حدادب!

الجواب

اُس قاعدۂ تقویم کی نسبت گزارش ہے کہ:

(۱) ستارہ ہیں کہ آپ نے پرکیوں محمول فرمائیے خود المینک ایک اعلیٰ ستارہ ہیں ہے اس سے ملاحظہ کیجئے جس وقت اس نے دو کوکبوں کا قرآن لکھا ہو اگر ان میں ایک قمر ہے تو اس کی تقویم وقت قرآن کے لئے تعدیل مابین السطرین سے لیجئے اور دوسرے کی اس قاعدہ سے ملاحظہ ہو کر دونوں میں کتنا فرق آتا ہے۔

(۲) یہ بھی نہ سہی نہایت سہل امکان گزارش کروں قمر کی تقویم نصف النہار و نصف اللیل روزانہ مکتوب ہے اور ہر گھنٹہ کے مطالع مر بھی ان مطالع کو تحویل و تقویس کر کے دیکھ لیجئے کس قدر تفاوت پڑتا ہے مثلاً ایک مثال گزارش، اس سال اکتوبر ۱۲ بجے کے مطالع لکھے ہیں ۹ش ۵۵م ۳۵ء۰۵ درجات ہیں اس کی تحویل ہوئی۔ ح ح ٹ لط جدول مطالع استوائی میں اس کے طوالع ہوئے ۸ء ۳م ۲۰° ؛ حالانکہ اس وقت تقویم قمر ہے ۲۸؍ ۲۰° نصف درجہ کا فرق ہوا کہ ہرگز مخفی نہیں اور کہیں اس سے بھی زائد آئے گا کہیں کم کہیں قریب تطابق۔ یہ عقم قاعدہ کی دلیل روشن ہے یہی حال ہر کوکب میں ہوگا مگر شمس اس میں حاجت نہیں کہ اس کی جس وقت کے مطالع مر لکھے اُسی وقت کی تقویم ضرور بھی مکتوب ہے۔

(۳) اہل ہیئات جدیدہ سہولت کے کمال حریص ہیں حتی کہ اس کے لئے مساہلت گوارا کرتے ہیں جیسا کہ ان کے اعمال و حقائق اعداق کے مطالع پر مخفی نہیں یہاں بھی جو قواعد برہانیہ کہ فقیر نے استنباط کئے ایسے نہ تھے ان کی فکر وہاں تک پہنچی مگر طول اہل و کثرت عمل کے باعث اُن سہل انگاروں نے ان سے گریز کر کے یہ آسان قاعدہ رکھا جو میں نے آپ سے یہاں گزارش کیا تھا۔ اسی کی خاطر روزانہ ہر کوکب کا طول بفرض مرکزیت شمس اور عرض بفرض مذکور اور لوگارثم بُعد کے خانے دیتے اور اتنے اعمال گوارا کئے اگر وہ سہل سی بات کافی ہوتی تو کیا ان کا سر پھرا تھا کہ تحقیق و تدقیق چھوڑ کر تطویل میں پڑتے۔

(۴) صرف دو خط افق و نصف النہار تو کیا کام دے سکتے ہیں ہاں ایسے آلات میں ارتفاع بنانے کو اور خطوط بھی ہوتے ہیں مگر مقنطرات دوائر عرضیہ میں بون بعید ہے ہاں یہ کہ کوکب اول السموٰت پر ہو اور عرض اقلیم رویت مختفی وہ نادرہ ہے اور یہ بریلی و میرٹھ اور ان سے شمال میں آخر تک اور جنوب میں تقریباً ساڑھے تین سو میل تک عادۃً ناممکن ہے اگرچہ قدرت میں سب کچھ ہے۔

www.alahazratnetwork.org

(۵) ایک قولِ فیصل عرض کروں، دو حال سے خالی نہیں، ستارہ ہیں سے جو تقویم نظر آئی تقویم محسوب بقاعدہ مولوی صاحب سے مطابق ہوگی یا مخالف، اگر مخالف ہو جب تو صحت قاعدہ کا ثبوت ہی نہ ہوا، اور مطابق ہو تو اور اُلٹی غلطیٔ قاعدہ کا ثبوت ہوگیا کہ انکسار کدھر جائے گا اختلاف منظر کدھر جائے گا۔ تقویم مرئی کبھی تقویم حقیقی کے مطابق نہیں ہوتی حتی کہ اس وقت بھی کہ کوکب دائرہ نصف النہار پر ہو مگر صرف اس حالتِ نادرہ میں کہ عین سمت الراس پر ہو۔

جناب نے طبع رسالہ ابھی ملتوی رکھنے کو فرمایا ہے وہ خود ملتوی ہے۔ رَدِّ وہابیہ خذلہم اللہ تعالٰی کے دس رسالے زیرِ طبع ہیں،

(۱) سلی الثبوت (۲) ایجاب التکبیر (۳) سبحٰن السبوح (۴) مزق تلبیس (۵) الھیئۃ الجباریہ
(۶) دامان باغ (۷) پیکان جانگداز (۸) القمع المبین (۹) تعالی السبوح (۱۰) تازنہ غطیہ

پھر ان کے بعد ان شاء اللہ الکریم الدولۃ المکیہ، الفیوض الملکیہ، حاسم المفتری، القمع الخاصم، الکارعی فی العادی والغادی، الجسم الثانوی، اشد الباس، ادخال السنان، اقامۃ الموانۃ، نوس الغرقان کی باری ہے وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ وہابیہ کی خدمت گزاری سے فرصت ہو تو اور طرف توجہ ہو۔ لیکن اگر یہ فرمانا اس بنا پر ہے کہ شاید ستارہ ہیں قواعد رسالہ کی غلطی ثابت کرے تو کس سے اطمینان فرمائیں سوا اس قاعدہ کے جو میں نے جناب سے گزارش کیا اور معمول ہیأت جدیدہ ہے کہ تقریب قریب ہوتا ہے مگر تحقیق سے دقیقہ تک تفاوت لاتا ہے۔ قواعد کہ فقیر نے استنباط کئے مبرہن ببراہین ہندسیہ ہیں، اگر آلہ ان کے خلاف بتائے تو یقیناً آلہ غلط ہے نہ کہ براہین۔ بعض آلات خود ناقص ہوتے ہیں، بعض کو بنانے والا غلط بناتا ہے، بعض وقت صحیح آلہ غلط لگایا جاتا ہے، بعض وقت مدلول آلہ کو لگانے والا غلط ادراک کرتا ہے، آلہ اپنے منتہائے کار کے بعد بھی حساب کا محتاج ہے اور حساب اکثر محتاجِ آلہ نہیں، آلہ کیسا ہی دقیق ہو دقیق حساب تک نہیں پہنچ سکتا، حساب ثوانی ثوالث بتاتا ہے اور عام آلات صرف درجات یا غایت درجہ انصاف درجہ اگر دقائق بتائے تو اعجوبۂ دہر ہے مگر ثوانی ضرور نامتصور۔ آخر یہ تو قاعدہ کے متعلق سمع خراشی تھی اتنا فقیر کو معلوم کراس ستارہ ہیں کی قیمت اور جانے وجہ ان سے مطلع کیا جاؤں۔ جناب فرماتے ہیں بہت بیش قیمت ہے تو میں کہاں پاسکوں، مولوی صاحب نے کہاں سے حاصل فرمائی، کس طرح ملی، جب ایسی بیش قیمت ہے تو زحل کے حلقے مشتری کے چاروں قمر جو لودسطا وغیرہا کواکب جدیدہ بھی دکھاتی ہوگی۔ والسلام مع الاکرام

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۲۶ از میرٹھ محل مذکور ۱۲ شوال ۱۳۳۰ھ

حامی دین متین، ناصر شرع مبین مدظلکم العالی۔ بعد تقدیم ہدیہ سلام و مراسم نیازمندی مطالع استوائیہ کواکب جو المنک میں مرقوم ہیں وہ صحیح اور حقیقی مطالع ہیں یا نہیں، اور باعتبار مرکز زمین استخراج کئے گئے ہیں یا نہیں؟ امید کہ جواب سے جلد سرفراز بخشی جائے، نہایت مشکور امر باعث ہوگا۔ زیادہ نیاز۔ عریضہ کمترین علاؤالدین۔

الجواب

رئیس دین پرور دامت معالیہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ المنک میں جو مطالع مر شمس و قمر و ہر کوکب کے لئے ہیں سب بلحاظ مرکز زمین حقیقی اور بقدر کافی تحقیقی و صحیح ہیں مگر ان سے طوالع حاصل کرنا شمس میں ہمیشہ تقویم سے مطابقت لائے گا اور دیگر کواکب میں نادر، اکثر اختلاف دے گا، جس کی مقدار نصف درجہ سے بھی زائد تک ہوگی۔ وجہ یہ ہے کہ یہ مطالع حقیقۃً مطالع اجزاء منطقۃ البروج ہیں کہ انھیں کے میل و بعد عن الاعتدال الاقرب سے اخذ کئے جاتے ہیں۔ شمس دائماً ملازم منطقہ ہے تو اس کی تقویم ہمیشہ نفس منطقہ پر ہوتی ہے اور وہی طوالع مطالع ہیں بخلاف دیگر کواکب کے کہ اپنے تمام دورہ میں صرف دو بار منطقہ پر آتے ہیں جب کہ اپنے راس و ذنب پر ہوں یا تحیرات کے باعث دو چار بار اور اسی وقت تقویمی مطالع ان کی تقویم ٹھیک بتائے گی یا اس وقت کہ کوکب مارہ بالاقطاب الاربعہ پر ہو کہ اب میلیہ و عرضیہ متحد ہوجائیں گے باقی اوقات اختلاف دے گی۔ والسلام

مسئلہ ۲۷ از میرٹھ مرسلہ حاجی صاحب مذکور ۳۰ شوال ۱۳۳۰ھ

کمترین کو فی الحال بعد ملاقات مولوی عبداللہ صاحب کے بیشک یہ خیال پیدا ہوگیا تھا کہ اس ستارہ بین کے مشاہدے سے مولوی صاحب ممدوح کے قاعدہ کی تصدیق ہوجائے گی تو اس صورت میں رسالہ معلومہ کے قاعدہ میں کچھ سہو سمجھنا پڑے گا مگر چونکہ حضور والا کی تحریر سے معلوم ہوگیا کہ رصدی آلہ کے مشاہدات سے براہین ہندسیہ کی تردید نہیں ہوسکتی لہٰذا ایسی صورت میں ستارہ بین کے مشاہدات سے استدلال ہی فضول ہے۔ قبل ازیں کمترین کو یہ گمان تھا کہ آلہ رصد کے مشاہدات سے جو بات ثابت ہوئی اس میں غلطی کی گنجائش نہیں ہے اس وجہ سے کمترین نے رسالہ مسفر المطالع کے متعلق التوا کی درخواست کی تھی مگر اب چونکہ حقیقت اس کے خلاف نکلی لہٰذا اس کے طبع کرانے میں التوا کی ہرگز ضرورت نہیں ہے صرف ایک بات دریافت طلب رہ گئی ہے کہ تقویمی مطالع کواکب سے جو تقویم حاصل ہوتی ہے اس کا فرق تقویم اصلی سے زیادہ سے زیادہ کس قدر ہوسکتا ہے یعنی ایک درجے سے زیادہ فرق ہوسکتا ہے یا

www.alahazratnetwork.org

نہیں؛ امید کہ جواب سے سرفراز بخشی جائے۔ حضور کے دوسرے والانامہ سے یہ بالکل تحقیق ہوگئی کہ تقویس مطالع ممر سے دوسرے کواکب کی تقویم اصلی سوائے چند خاص نادر موقعوں کے نہیں نکل سکتی۔ اس قدر سمع خراشی اور تکلیف دہی کی جو ان تحریرات وغیرہ میں حضور والا کو ہوئی نہایت ادب سے معافی چاہتا ہوں۔ عریضہ کمترین علاؤالدین عفی عنہ۔

الجواب

ہاں ایک نہیں ڈیڑھ درجے سے بھی زائد غلطی دے گا۔ مثالِ حاضر ۸ رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ مطابق ۲۲ اگست ۱۸۱۲ء عطارد کے مطالع استوائی یعنی مطالع ممر حقیقی ۲۵ نہ قوس میں اس کی تحویل ممالہ بہ جدول مطالع استوائی میں اس کی تقویس ۲۵ ط م ف یعنی برج اسد ۵۲ ۱۲ ۲۷ یہ تو وہ قاعدہ ہوا۔ اب اصل قاعدہ سے پہلے تقویم عطارد بمرکز شمس ۳۹ ۱۹ ۹ ۳ تقویم شمس ۳ ۴۲ ۹ ۵ ۸ ۱۴ نظیر ش ۲ ۴۲ ۹ ۵ = ۳۲۸ تقویم کب۔ نظیر تقویم شمس = ۵۷ ۱۹ زاویۂ الشمس نصفہا ۵۹ ۹ ۴ ۹ - ۵۹ ۹ = ۱ ۵ ۹ ۸ محفوظ ظلہ ۲۷ ۳۶۲۲۷ ۵ رعرض عطارد بمرکزیت شمس ۱ ۵ ۶ نمارد ۹ ۳۰ جیبہ ۸۸۸ ۹۹۶۸ ۹۔ ۹ + لو بعد عطارد ۵۵۵۷ ۵۹۵ ۹۔ ۹ = ۳۳ ۴۴ ۹۲ ۵۹ ۹۔ ۹ معنی رق از بعد شمس ۵۹ ۱۸ ۴۰۰ ۱۰۔۰۰ = ۱۶ ۲۱ ۱۲ ۳ ۴ ۱۰ اقوسِ فی جدول انظل ۵ ۹۸ - ۵۳ ۵۰ = ۲۳ ۵۰ ظلہا ۴۳ ۵۱۷ ۹۴ ۹ + ظل محفوظ ۷ ۴۳ ۱۸۱ ۱۲ قوسِ فی انظل ۷ ۴ ۹۸ ۔ محفوظ ۔ ۷ ۴ ۹ ۸ = ۱۳ زاویۃ الارض ۔ تقویم شمس ۱۳ = ۳۴۲ ۹ ۴ ۸ ۴ ا یعنی اسد کے ۴۲ ۹ ۴ ۸ ۲۸ ملاحظہ ہو کہ واقع میں تقویم پونے انتیس درجے میں بھی زائد تھی اور اس قاعدہ نے ستائیس درجے سے بھی کم بتائی۔ والسلام مع الاکرام

فقیر غفرلہ از بریلی ۳۰ شوال المکرم ۱۳۳۰ ہجریہ

مسئلہ ۲۸ از شہر بہاریپور مرسلہ نواب سلطان احمد خاں صاحب ۷ شوال ۱۳۲۶ھ

آج کل تیسرے درجہ کا سنبلہ کس وقت طالع ہوتا ہے؟

الجواب

آج کل درجہ سوم سنبلہ کا طلوع صبح کے آٹھ بجے کے بعد اس تفصیل سے ہے۔

یوم	تاریخ قمری	تاریخ شمسی	وقت طلوع			انتہائے طلوع		
			گھنٹہ	منٹ	سکنڈ	گھنٹہ	منٹ	سکنڈ
پنجشنبہ	۸ شوال ۱۳۲۶	۱۸ جولائی ۱۹۰۸ء	۸	۲۸	۴۷	۸	۲۳	۲۳
جمعہ	۹	۱۹	۸	۲۴	۵۱	۸	۲۹	۲۷
شنبہ	۱۰	۲۰	۸	۲۰	۵۵	۸	۲۵	۳۱

www.alahazratnetwork.org

وقت ریلوے دیا ہے جو آجکل گھڑیوں میں رائج ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹ مسئولہ نواب امیر احمد خاں صاحب ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ

حضور عالی! جدول تحویل تاریخ عیسوی بہ ہجری میں میرے پاس مقابل چھ سو سال کے ابانبـ لہ ہے حضور نے ابانبـ ل لکھا ہے کیا اس جدول میں تبدیلی کی گئی ہے تو مجھ کو از سر نو نقل لینی ہوگی؟

الجواب

ابانبـ ل ہی ہے صحیح و بجا۔ یہ نبـ لہ کسی ابلہ نے لکھوا دیا، اس جدول میں ترمیم کا ضرور خیال ہے مگر ابھی ہوتی نہیں، وہ ترمیم اسے بالکل کایا پلٹ کر دے گی حتی کہ مداخل شہور وسنین بھی بدل جائیں گے اور وہی صحیح و اصح ہوں گے، اس وقت نہ یہ ابانبـ ل ہوگا نہ نبـ لہ کچھ اور ہی ہوگا۔ غالباً اہانب الہ ہو، فقط۔

مسئلہ ۳۰ از نسواد قادریہ جونیر مدرسہ ضلع چاٹگام مرسلہ مولوی جمال الدین صاحب ۱۷ رمضان ۱۳۳۸ھ

وقت نماز و صوم از گھڑی معین نمودن قطع نظر از آفتاب و ماہتاب آیا جائز شود یا چنانچہ بعض دیوبندی قائل آنست بر تقدیر عدم جائز چہ دلیل عقلاً و نقلاً باید و موجد گھڑی کیست و کدام وقت ایجادش گردید و چرا ائمہ از وے وقت صوم و صلٰوۃ مقرر نہ نمودند۔

نماز و روزہ کا وقت گھڑی سے معین کرنا سورج اور چاند سے قطع نظر کرتے ہوئے جائز ہے یا نہیں؟ بعض دیوبندی اس کے قائل ہیں ناجائز ہونے کی صورت میں اس پر کون سی عقلی و نقلی دلیل ہوگی، گھڑی کا موجد کون ہے اور کون سے زمانے میں ایجاد ہوئی، اور ائمہ کرام نے اس کے ساتھ نماز اور روزے کا وقت کیوں مقرر نہیں فرمایا۔ (ت)

الجواب

موجد آلہ ساعت مردے از منجمان زمانہ ہارون رشید راگفتہ اند واللہ اعلم بہ فاما تا زمانہ ائمہ بلکہ تا چند صد سال پیش از زمان ما رواجش نبود و اعتماد بر وے آنکس را کہ علم توقیت نداند حرام ست ہمچناں بریک آلہ ساعت اعتماد نشاید کہ

گھڑی کا موجد ہارون الرشید کے زمانے کا ایک نجومی مرد بتایا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ ائمہ کرام کے زمانے میں بلکہ ہمارے زمانے سے چند سو سال پہلے تک اس کا رواج نہ تھا۔ علم توقیت نہ جاننے والے شخص کے لئے اس

www.alahazratnetwork.org

دفعۃً خود بخود پیش وپس می شود آرے ہر کہ علم توقیت داند وآلہ ساعت را محافظت تواند بروکارش تواں کرد کما افادہ فی الدرالمختار، دیوبندیاں خود از توقیت ہمچناں بیگانہ اند کہ از دین و اعتماد بر فتوائے آنہا حرام تر از آنست کہ بر ساعت بے تمکین۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

آلہ پر اعتماد کرنا حرام ہے۔ اسی طرح صرف ایک گھڑی پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے کہ بعض اوقات خود بخود آگے پیچھے ہوجاتی ہے۔ ہاں جو شخص علم توقیت جانتا ہے اور گھڑی کی حفاظت کرسکتا ہے وہ اس پر عمل کرسکتا ہے جیسا کہ درمختار میں اس کا افادہ فرمایا ہے۔ دیوبندی تو خود علمِ توقیت سے اسی طرح ناآشنا ہیں جیسے دین سے۔ ان کے فتوے پر اعتماد کرنا گھڑی جیسے بے اعتبار آلہ پر اعتماد کرنے سے بڑھ کر حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

www.alahazratnetwork.org

سیرت فضائل وخصائص سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۳۱: ازمقام گنڈارہ تحصیل قیصر گنج ضلع بہرائچ مرسلہ عبداللہ میاں جی صاحب معرفت سید سلطان احمد صاحب ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آنحضرت صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی ولادت کی خبر جب ثویبہ جاریہ ابی لہب نے ابولہب کو سُنائی اُس وقت ابولہب نے خوش ہوکر ثویبہ کو آزاد کردیا پھر کئی دن تک ثویبہ نے حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دُودھ پلایا، پھر ابولہب کو اس کے مرنے کے بعد خواہ حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یا اور کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا، کیا حال ہے تیرا؟ - بولا، آگ میں ہوں لیکن تخفیف ہوتی ہے ہر دوشنبہ کی رات اور چُوستا ہُوں دو انگلیوں سے پانی جن کے اشارے سے آزاد کیا تھا ثویبہ کو۔ یہ قصہ اکثر معتبرین سے سُنا گیا ہے، اور علامہ جزری علیہ الرحمہ نے بھی اپنے رسالہ میلاد شریف میں اس کو لکھا ہے اور اس کے بعد یہ لکھا ہے:

اذاکان ھذا ابولھب الکافر الذی نزل القراٰن بذمہ جوزی فی النار بفرحہ لیلۃ مولد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بہ فما حال المسلم الموحد من

جب یہ حال ابولہب جیسے کافر کا ہے جس کی مذمت میں قرآن نازل ہُوا کہ نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی ولادت کی شب خوشی منانے کی وجہ سے اس کو بھی قبر میں بدلہ دیا گیا تو آپ کے موحد مسلمان

www.alahazratnetwork.org

امتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم[1] الیٰ آخرہ۔ امتی کا کیا حال ہوگا الخ۔ (ت)

اس پر ایک شخص کہتا ہے کہ یہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے جبکہ قرآن شریف میں اللہ جل شانہٗ خبر دیتا ہے ابولہب کی نسبت ما اغنیٰ عنہ مالہ وما کسب[2] کہ نہ نفع دیا اس کو اس کے مال اور اس کے فعل نے پس مال لونڈی اور فعل اس کا آزاد کرنا۔ ورنہ خواب خیال کی باتیں آیاتِ قرآنیہ کے مقابل میں کیونکر صحیح ہوں گی، پس اس کی تطبیق کیونکر صحیح ہوگی۔ بیان فرمائیے۔

الجواب

یہ روایت صحیح بخاری شریف میں ہے ائمہ نے اُسے مقبول رکھا اور اس میں قرآن عظیم کی اصلاً مخالفت نہیں۔ قطع نظر اس سے یہ اغنا نہ ہوا اس کا سبب حضور پرنور رحمتِ عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے علاقہ۔ حضور کی ولادتِ کریمہ پر خوشی کرنا نہ اس کا مال ہے نہ اس کا کسب و فعل اختیاری۔ یہ تو کیا ایسا فائدہ ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے علاقہ ابوطالب کو ایسا کام آیا کہ سراپا آگ میں غرق تھے حضور انور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے پایاب آگ میں کھینچ لیا کہ اب صرف تلووں میں آگ ہے حالانکہ کفار کے حق میں اصل حکم یہ ہے کہ:

لا یخفف عنہم العذاب و لا ھم ینظرون[3]۔ نہ اُن سے عذاب ہلکا کیا جائے نہ کوئی ان کی مدد کرے۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

نعم ھو فی ضحضاح من نار و لو لا انا لکان فی الدرک الاسفل من النار[4]، و فی روایۃ وجدتہ فی غمرات من النار ہاں وہ تھوڑی سی آگ میں ہے، اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہوتا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے اس کو جہنم کی

---

[1] المواہب اللدنیہ المقصد الاول المکتب الاسلامی بیروت ۱/۱۴۷
[2] القرآن الکریم ۱۱۱/۲
[3] " ۲/۱۶۲
[4] صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۵
صحیح البخاری کتاب الادب باب کنیۃ المشرک " " " ۲/۹۱۷

www.alahazratnetwork.org

فاخرجتہ الی ضحضاح[1] | گہرائیوں میں پایا تو اس کو تھوڑی سی آگ کی طرف نکال لیا۔

اسی طرح صحیحین میں ابوسعید خدری اور مسند بزار و ابویعلی و ابن عدی و تمام میں حضرت جابر بن عبد اللہ اور معجم کبیر طبرانی میں ام المؤمنین ام سلمہ سے ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین، امام عینی شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں،

فان قلت اعمال الکفرۃ ھباء منثور لا فائدۃ فیھا قلت ھذا النفع من برکۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وخصائصہ[2]

اگر تُو کہے کہ کافروں کے اعمال تو بکھرے ہوئے غبار کے ذروں کی طرح ہوتے ہیں جس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، تو میں کہوں گا یہ نفع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی برکت اور آپ کے خصائص سے ہے۔(ت)

امام ابن حجر کی فتح الباری شرح بخاری میں ہے،

یؤید الخصوصیۃ انہ بعد ان امتنع شفع لہ حتی خفف عنہ العذاب بالنسبۃ لغیرہ[3]

اس خصوصیت کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ ایمان لانے سے انکار کے بعد بھی آپ نے اس کے لئے شفاعت کی یہاں تک کہ اس کے عذاب میں دوسروں کی بنسبت تخفیف کر دی گئی۔(ت)

اسی طرح مجمع بحار الانوار وغیرہ میں ہے۔ ان سب کا حاصل یہ ہے کہ یہ نفع کافر کے عمل سے نہ ہوا بلکہ حضور رحمۃ للعٰلمین کی برکت سے، اور یہ خصائص علیہ حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲: ازبارکپور، مرغی محال، مسجد حافظ محمد جعفر صاحب مرسلہ پیش امام صاحب ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قیام مولود شریف فرض ہے یا واجب ہے یا سنت؟

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۵
[2] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب المناقب باب قصۃ ابی طالب ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۱۷/ ۱۶
[3] فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ القصص مصطفی البابی مصر ۱۰/ ۱۲۳

www.alahazratnetwork.org

عمرو کہتا ہے کہ قیامِ مولود شریف ہاتھ باندھ کر ہونا چاہئے، اور زید کہتا ہے کہ ہاتھ چھوڑ کر ہونا چاہئے، تو بتلائیے کہ کس کی بات سچ ہے؟

الجواب

ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا بہتر ہے جیسا کہ حاضریِ روضۂ انور کے وقت حکم ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

یقف کما یقف فی الصلٰوۃ[1] (ایسے کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔ ت)

اسی طرح لباب و شرح لباب و اختیار شرح مختار وغیرہا کتب معتبرہ میں ہے ــــ قیام مجلس مبارک مستحب ہے اور مجلس کھڑی ہو تو سنت، اور ترک میں فتنہ یا الزام وہابیت ہو تو واجب کما فی ردالمحتار فی قیام الناس بعضھم لبعض (جیسا کہ ردالمحتار میں بعض لوگوں کے بعض کی خاطر کھڑے ہونے کے بارے میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب المناسک مطلب زیارۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۶۵

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین ۱۳۰۵ھ

(یقین کا اظہار اس بات کے ساتھ کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں کے سردار ہیں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۳۳ از مونگیر لعل دروازہ معرفت حضرت مرزا غلام قادر بیگ غرہ شوال ۱۳۰۵ھ

حضرت اقدس دام ظلہم! یہاں وہابیہ نے ایک تازہ شگوفہ اظہار کیا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے افضل المرسلین ہونے سے انکار کیا۔ ہر چند کہا گیا کہ مسئلہ واضح ہے، مسلمانوں کا ہر بچہ جانتا ہے، مگر کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث سے دلیل لاؤ۔ یہاں کوشش کی، قرآن وحدیث میں دلیل نہ پائی، لہذا مسئلہ حاضر خدمت والا ہے، امید کہ بہ ثبوت آیات واحادیث مسلمانوں کو ممنون فرمائیں گے، فقط۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ارسل رسولہ بالھدٰی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون	سب خوبیاں اُسے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اُسے سب دینوں پر غالب کرے، اور پڑے بُرا مانیں مشرک، بڑی

www.alahazratnetwork.org

تبارک الذی نزّل الفرقان علی عبدہٖ
لیکون للعٰلمین نذیرا والی اقوامھم
خاصۃ ارسل الرسل سلفت
ھوالذی ارسل نبیّنا رحمۃ
للعٰلمین فادخل تحت ذیل رحمۃ
الانبیاء والمرسلین والملٰئکۃ المقربین
وخلق اللّٰہ اجمعین وجعلہ خاتم
النبیین فنسخ الادیان ولاینسخ لہ
دین وادخل فی امتہ جمیع المرسلین
اذ اخذ اللّٰہ میثاق النبیین،
سبحٰن الذی اسرٰی بعبدہٖ
لیلاً من المسجد الحرام الی
المسجد الاقصی الی السمٰوٰت العلٰی
الی العرش الاعلٰی، ثم دنا فتدلّٰی
فکان قاب قوسین اوادنٰی، فاوحٰی
الٰی عبدہٖ مااوحٰی ماکذب الفؤاد
مارأی افتمٰرونہ علٰی مایرٰی
ولقد رأہ نزلۃ اُخرٰی مازاغ
البصر وماطغٰی وانّ الٰی
ربک المنتہٰی وانّ علیہ النشأۃ
الاخرٰی یوم لایجد من
شفیعًا الّا المصطفٰی فلہ الفضل
فی الاولٰی والاخرٰی والغایۃ
القصوٰی والوسیلۃ
العظمٰی والشفاعۃ الکبرٰی

برکت والا ہے وُہ جس نے اپنے بندے پر قرآن اتارا 9
کہ وہ سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو۔ اور سب رسول 9
خاص اپنی ہی قوموں کی طرف بھیجے گئے۔ اُس نے
ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سارے جہان
کے لئے رحمت بھیجا' تو اُن کے دامنِ رحمت کے
نیچے انبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین اور تمام مخلوقِ
الٰہی کو داخل فرمایا، اور ان کو سب نبیوں کا خاتم
کیا، تو اُنھوں نے اور دین نسخ فرمائے، اور اُن
کے دین کا کوئی حرف منسوخ نہ ہوگا۔ اللہ نے اُن
کی امت میں تمام رسولوں کو داخل کیا، جبکہ خدا
نے پیغمبروں سے عہد لیا۔ پاکی ہے اُسے جو
راتوں رات اپنے بندے کو مسجدِ حرام سے لے گیا
مسجدِ اقصٰی تک بلند آسمانوں تک عرشِ اعلٰی
تک، پھر نزدیک ہوا تو تجلی فرمائی، تو دو کمانوں
بلکہ اس سے کم کا فاصلہ رہا۔ پس اپنے بندے کو
وحی کی، دل نے جو دیکھا اُس میں شک نہ کیا، تو
کیا تم اُن کے دیدار میں جھگڑتے ہو۔ اور قسم ہے
بے شک انھوں نے اسے دوبارہ دیکھا۔
آنکھ بیجا نہ چلی۔ اور نہ حد سے بڑھی۔ اور
بے شک تیرے رب ہی کی طرف انتہا ہے۔
اور بیشک اُسے سب کو دوبارہ پیدا کرنا ضرور
ہے۔ جس دن کوئی شفیع نہ پائیں گے سوائے
مصطفٰی کے، تو دُنیا اور آخرت میں اُنھیں کیلئے
فضیلت ہے' اور سب سے پرلے سرے کی
نہایت، اور سب سے بڑا وسیلہ اور سب سے

www.alahazratnetwork.org

والمقام المحمود والحوض المورود وما لا یحصٰی من الصفات العلٰی والدرجات العلیا فصلی اللہ تعالٰی وسلم وبارك علیہ وعلٰی اٰلہٖ وصحبہٖ وکل منتم الیہ دائما ابدا کما یحب ویرضٰی ھو وربہ العلی الاعلٰی۔

اعظم شفاعت اور وہ مقام جس میں سب اگلے پچھلے اُن کی حمد کریں گے۔ اور وہ حوض جس پر تشنگانِ اُمت آکر سیراب ہوں گے اور بے گنتی بلند صفتیں اور سب سے اونچے درجے، تو اللہ تعالٰی درود و برکت اتارے اُن پر اور ان کی آل و اصحاب اور ہر اُن کے نام لیوا پر ہمیشہ ہمیشہ جیسی اُنھیں اور ان کے بلند و بالاتر رب کو پسند و محبوب ہے۔

حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا افضل المرسلین وسید الاولین والآخرین ہونا قطعی ایمانی، یقینی، اذعانی، اجماعی، ایقانی مسئلہ ہے جس میں خلاف نہ کرے گا مگر گمراہ بد دین بندۂ شیاطین والعیاذ باللہ رب العلمین کلمہ پڑھ کر اِس میں شک عجیب ہے، آج نہ کھُلا تو کل قریب ہے، جس دن تمام مخلوق کو تبع فرمائیں گے، سارے مجمع کا دُولہا حضور کو بنائیں گے، انبیائے جلیل تا حضرت خلیل سب حضور ہی کے نیاز مند ہوں گے، موافق و مخالف کی حاجتوں کے ہاتھ اُنھیں کی جانب بلند ہوں گے، اُنھیں کا کلمہ پڑھا جاتا ہوگا، اُنھیں کی حمد کا ڈنکا بجتا ہوگا، جو آج بیاں ہے کل عیاں ہے، اُس دن جو مومن و مُقِر ہیں نور بار عشرتوں سے شادیاں رچائیں گے، الحمد للہ الذی ھدٰنا لھٰذا[1] (سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں اس کی راہ دکھائی۔ ت) اور جو مُبطل و منکر ہیں دلفگار حسرتوں سے ہاتھ چبائیں گے،

یالیتنا اطعنا اللہ و اطعنا الرسولا[2]، اللھم اجعلنا من المھتدین ولا تجعلنا فتنۃ للقوم الظلمین۔

ہائے کسی طرح ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا۔ اے اللہ! ہم کو ہدایت پانے والوں میں سے بنادے اور ہمیں ظالموں کے لئے آزمائش نہ بنا۔ (ت)

گروہ معتزلہ کہ ملائکہ کرام کو حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل مانتے ہیں وہ بھی حضور

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۴۳

[2] " " ۳۳/ ۶۶

www.alahazratnetwork.org

سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلیہم وعلی آلہ اجمعین کو بالیقین مخصوص ومستثنٰی جانتے ہیں ان کے نزدیک بھی حضور پرنور انبیاء و مرسلین وملائکہ مقربین وخلق اللہ اجمعین سب سے افضل و اعلٰی و بلند وبالا علیہ صلوٰۃ المولٰی تعالٰی۔ کلماتِ علمائے کرام میں اس کی تصریح اور فقیر کے رسالہ "اجلال جبریل بجعلہ خادما للمحبوب الجمیل" میں تحقیق وتوضیح۔

اما الزمخشری فقد سفہ نفسہ وتبع ھوسہ وجھل مذھبہ وتناھی فی الضلال حتی لم یعلم مشربہ کما نبہ علیہ اھل التحقیق، واللہ سبحٰنہ ولی التوفیق۔

رہا زمخشری، تو وہ دل کا احمق، اپنی نفسانی خواہش کا پیروکار، اپنے مذہب سے جاہل اور گمراہی میں انتہا کو پہنچا ہوا ہے، یہاں تک کہ اس کے مشرب کا پتا نہیں جیسا کہ اہلِ تحقیق نے اس پر تنبیہ فرمائی ہے۔ اور اللہ سبحٰنہ وتعالٰی توفیق کا مالک ہے۔ (ت)

فقیر کو جہاں ایسے صریح مسئلے پر طلب دلیل نے تعجب دیا وہاں اس کے ساتھ ہی طرزِ سوال کو دیکھ کر یہ شکر بھی کیا کہ الحمدللہ عقیدہ صحیح ہے، صرف اطمینانِ خاطر کو خواہش توضیح ہے، مگر اس لفظ نے بیشک حیرت بڑھائی کہ قرآن وحدیث میں دلیل نہ پائی۔ سبحان اللہ مسئلہ ظاہر، دلیلیں وافر، آیتیں متکاثر، حدیثیں متواتر۔ پھر سائل ذی علم ہو تو اطلاع نہ ملنے کی کیا صورت۔ اور جاہل بے علم ہو تو اپنے نہ پانے کی بیجا شکایت۔ فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے مسئلہ تفضیل حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما میں دلائل جلائل قرآن وحدیث سے جو اکثر بحمداللہ استخراجِ فقیر ہیں نوّے جزء کے قریب ایک کتاب مسمّٰی بہ "منتہی التفصیل لمبحث التفضیل" لکھی جس کے طول کو مخلِ خواطر سمجھ کر "مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین" میں اس کی تلخیص کی، پھر کہاں وہ بحث متناہی المقدار اور کہاں یہ بحرِ ناپیدا کنار، اللہ اللہ العظمۃ للہ۔

ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ من بعدہ سبعۃ ابحر ما نفدت کلمت اللہ۔[1]

اور اگر زمین میں جتنے پیڑ ہیں سب قلمیں بن جائیں اور سمندر اس کی سیاہی ہو، اس کے پیچھے سات سمندر اور، تو اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں (ت)

بلامبالغہ اگر توفیق مساعد ہو اس عقیدے کی تحقیق مجلدات سے زائد ہو، مگر بقدرِ حاجت و

---

[1] القرآن الکریم ۳۱/ ۲۷

www.alahazratnetwork.org

وقتِ فرصت قلبِ مومن کی تسکین وتثبیت اور منکرِ بدباطن کی تحزین وتبکیت کو صرف دس آیتوں اور تلو حدیثوں پر اقتصارِ مطلب۔ اور اس معجز عجالہ مسمّٰی بہ "قلائد نحور الحور من فرائد بحور النور" کو بلحاظ تاریخ "تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین" سے ملقب کرتا ہے۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب، وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ وسراج افقہ وٰالہ وصحبہ ومتبعیہ وحزبہ انہ سمیع قریب مجیب۔	اللہ تعالٰی کے بغیر میرے لئے کسی کی توفیق نہیں میں نے اُسی پر بھروسا کیا اور اسی کی طرف رجوع لاتا ہوں۔ اللہ تعالٰی درود نازل فرمائے اس پر جو اس کی تمام مخلوق سے بہتر اور اس کے افق کا سراج ہے اور آپ کی آل پر اور آپ کے اصحاب پر اور اس کے تمام پیروکاروں پر اور اس کی جماعت پر، بے شک وہ سننے والا، قریب، دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔ (ت)

یہ قلائد فرائد دو ہیکل پر مشتمل،

ہیکلِ اول میں آیاتِ جلیلہ۔

ہیکلِ دوم میں احادیثِ جلیلہ۔ یہ ہیکل نور افگن چار تابشوں سے روشن:

تابشِ اول چند وحی ربانی علاوہ آیاتِ کریمہ قرآنی۔

تابشِ دوم ارشاداتِ عالیہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلیہم اجمعین۔

اگر بعض کلماتِ انبیاء وملائکہ دیکھئے متبوع کی رکاب میں تابع سمجھئے۔

تابشِ سوم محض وخالص طرق وروایات حدیث خصائص۔

تابشِ چہارم صحابۂ کرام کے آثارِ رائقہ، اقوالِ علمائے کتبِ سابقہ، بشرائے ہواتف رؤیائے صادقہ۔ واللہ سبحٰنہ ھو المعین والحمد للہ رب العٰلمین (اور اللہ سبحٰنہ وتعالٰی ہی مددگار ہے اور تمام خوبیاں اللہ کو جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ ت) ان کے سوا اقوالِ علماء پر توجہ نہ کی کہ غرضِ اختصار کے منافی تھی جسے ان کے بعض پر اطلاع پسند آئے۔ فقیر کے رسائل "سلطنۃ المصطفٰی فی ملکوت کل الورٰی" و "قمر التمام لنفی الظل عن سید الانام" و "اجلال جبریل بجعلہ خادماً للمحبوب الجمیل" کی طرف رجوع لائے۔ واللہ الہادی وولی الایادی (اور اللہ تعالٰی ہی ہدایت دینے والا اور نعمتوں کا مالک ہے۔ ت)

www.alahazratnetwork.org

ہیکل اوّل میں جواہر زواہر آیاتِ قرآنیہ

آیت اُولیٰ: قال تبارک وتعالٰی، واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتٰب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال ءاقررتم واخذتم علٰی ذٰلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشٰھدین ہ فمن تولّٰی بعد ذٰلک فاولٰئک ھم الفاسقون[1]

پہلی آیت: اللہ تبارک وتعالٰی نے فرمایا، اور یاد کرائے محبوب! جب خدا نے عہد لیا پیغمبروں سے کہ جو میں تم کو کتاب وحکمت دوں، پھر تمہارے پاس آئے رسول تصدیق فرماتا اُس کی جو تمہارے ساتھ ہے تو تم ضرور ہی اس پر ایمان لانا، اور بہت ضرور اس کی مدد کرنا۔ پھر فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمّہ لیا۔ سب انبیاء نے عرض کی کہ ہم ایمان لائے۔ فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں سے ہوں۔ اب جو اس کے بعد پھرے گا تو وہی لوگ بے حکم ہیں۔

امام اجل ابوجعفر طبری وغیرہ محدثین اس آیت کی تفسیر میں حضرت مولی المسلمین امیر المومنین جناب مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے راوی:

لم یبعث اللہ نبیا من اٰدم فمن بعدہ الا اخذ علیہ العھد فی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لئن بعث وھو حی لیؤمنن بہ ولینصرنہ ویاخذ العھد بذٰلک علٰی قومہ[2]

یعنی اللہ تعالٰی نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر آخر تک جتنے انبیاء بھیجے سب سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارے میں عہد لیا کہ اگر یہ اس نبی کی زندگی میں مبعوث ہو تو وہ اُن پر ایمان لائے اور اُن کی مدد فرمائے اور اپنی امت سے اِس مضمون کا عہد لے۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۸۱

[2] المواہب اللدنیۃ عن علی المقصد الاول اخذ العہد علی الانبیاء المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۹۶
جامع البیان (تفسیر الطبری) ۳/ ۸۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۸۷

www.alahazratnetwork.org

اسی طرح حبر الامۃ عالم القرآن حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہوا، رواہ ابن جریر[1] وابن عساکر وغیرہما (اس کو ابن جریر اور ابن عساکر وغیرہ نے روایت کیا۔ت) بلکہ امام بدر زرکشی وحافظ عماد بن کثیر وامام الحفاظ علامہ ابن حجر عسقلانی نے اسے صحیح بخاری کی طرف نسبت کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ونحوہ اخرج الامام ابن ابی حاتم فی تفسیرہ عن السدی کما اوردہ الامام الاجل السیوطی فی الخصائص[2] الکبرٰی۔ اور اس کی مثل امام ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں سدی سے روایت کیا جیسا کہ امام اجل سیوطی علیہ الرحمہ نے خصائص کبرٰی میں وارد کیا ہے۔ (ت)

اس عہدِ ربانی کے مطابق ہمیشہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء نشرِ مناقب وذکرِ مناصب حضور سید المرسلین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین سے رطب اللسان رہتے اور اپنی پاک مبارک مجالس ومحافل ملائک منزل کو حضور کی یاد ومدح سے زینت دیتے، اور اپنی امتوں سے حضور پُرنور پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا عہد لیتے یہاں تک کہ وہ پچھلا مژدہ رساں کنواری بتول کا ستھرا بیٹا مسیح کلمۃ اللہ علیہ صلوات اللہ مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد[3] (اس رسول کی بشارت سُناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔ت) کہتا تشریف لایا۔ اور جب سب ستارے روشن ہو پارے مکمنِ غیب میں گئے آفتاب عالمتاب ختمیت آپ نے باہزاراں ہزار جاہ وجلال طلوعِ اجلال فرمایا صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین وبارک وسلم دھر الداھرین (اللہ تعالٰی آپ پر اور دیگر تمام رسولوں پر ہمیشہ ہمیشہ درود وسلام اور برکت نازل فرمائے۔ت)۔

عہ قال الزرقانی قال الشامی ولم اظفر بہ فیہ[4] ۱۲ منہ۔ زرقانی نے کہا، شامی نے فرمایا ہے کہ میں اسکو صحیح بخاری میں نہیں پاسکا (ت)

[1] جامع البیان (تفسیر الطبری) ۳/ ۸۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۸۷
[2] الخصائص الکبرٰی باب خصوصیۃ باخذ المیثاق علی النبیین الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/ ۸
[3] القرآن الکریم ۶۱/ ۶
[4] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۴۰

www.alahazratnetwork.org

ابن عساکر سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی،

لم یزل اللہ یتقدم فی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الی اٰدم فمن بعدہ ولم تزل الامم تتباشر بہ وتستفتح بہ حتی اخرجہ اللہ فی خیر امۃ، وفی خیر قرن وفی خیر اصحاب وفی خیر بلد[1]

ہمیشہ اللہ تعالٰی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارے میں آدم اور اُن کے بعد سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے پیشگوئی فرماتا رہا، اور قدیم سے سب اُمتیں تشریف آوری حضور کی خوشیاں مناتیں اور حضور کے توسل سے اپنے اعداء پر فتح مانگتی آئیں، یہاں تک اللہ تعالٰی نے حضور کو بہترین امم و بہترین قرون و بہترین اصحاب و بہترین بلاد میں ظاہر فرمایا، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اور اُس کی تصدیق قرآنِ عظیم میں ہے،

وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکٰفرین[2]

یعنی اِس نبی کے ظہور سے پہلے کافروں پر اس کے وسیلہ سے فتح چاہتے، پھر جب وہ جانا پہچانا اُن کے پاس تشریف لایا منکر ہو بیٹھے تو خدا کی پھٹکار منکروں پر۔

علماء فرماتے ہیں، جب یہود مشرکوں سے لڑتے دُعا کرتے،

اللّٰھم انصرنا علیھم بالنبی المبعوث فی اٰخر الزمان الذی نجد صفتہ فی التوراۃ[3]

الٰہی! مدد دے اُن پر صدقہ نبی آخر الزمان کا جس کی نعت ہم توراۃ میں پاتے ہیں۔

اس دُعا کی برکت سے اُنھیں فتح دی جاتی۔

اسی پہچانِ الٰہی کا سبب ہے کہ حدیث میں آیا حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابن عساکر باب خصوصیتہ باخذ المیثاق الخ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/۹

[2] القرآن الکریم ۲/۸۹

[3] الدر المنثور تحت الآیۃ ۲/۸۹ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۹۶

www.alahazratnetwork.org

نے فرمایا:

والذی نفسی بیدہ لو ان موسٰی کان حیًّا الیوم ما وسعہ الا ان یتبعنی۔ اخرجہ الامام احمد[1] و الدارمی والبیہقی فی شعب الایمان عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما، و ابونعیم فی دلائل النبوۃ و اللفظ لہ عن امیر المؤمنین[2] عمر الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

قسم اُس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آج اگر موسٰی دنیا میں ہوتے تو میری پیروی کے سوا ان کو گنجائش نہ ہوتی (اس کو امام احمد، دارمی اور شعب الایمان میں بیہقی نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اور ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے اور لفظ ابونعیم کے ہیں۔ ت)

اور یہی باعث ہے کہ جب آخر الزمان میں حضرت سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرمائیں گے باآنکہ بدستور منصب رفیع نبوت و رسالت پر ہوں گے، حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے امتی بن کر رہیں گے، حضور ہی کی شریعت پر عمل کریں گے، حضور کے ایک اُمتی و نائب یعنی امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم۔ اخرجہ الشیخان[3] عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

کیسا حال ہوگا تمہارا جب ابنِ مریم تم میں اتریں گے اور تمہارا امام تم ہی میں سے ہوگا (اس کو شیخین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اور اس عہد و اثق کی پوری تائید و توکید حق عزّ جلالہ نے توریت مقدس میں فرمائی جس کی بعض آیتیں ان شاء اللہ تابش اول ہیکل دوم میں مذکور ہوں گی۔

امام علامہ تقی الملۃ والدین ابوالحسن علی بن عبدالکافی سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن جابر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۳۸۷

[2] دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الاول عالم الکتب بیروت الجزء الاول ص ۸

[3] صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسٰی بن مریم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۹۰
صحیح مسلم کتاب الایمان " " " " " " " " ۱/ ۸۷

www.alahazratnetwork.org

تفسیر میں ایک نفیس رسالہ "التعظیم والمنۃ فی لتؤمنن بہ ولتنصرنہ" لکھا۔ اور اس میں آیت مذکورہ سے ثابت فرمایا کہ ہمارے حضور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ سب انبیاء کے نبی ہیں، اور تمام انبیاء و مرسلین اور ان کی امتیں سب حضور کے اُمتی۔ حضور کی نبوت و رسالت زمانہ سیدنا ابو البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روزِ قیامت تک جمیع خلق اللہ کو شامل ہے، اور حضور کا ارشاد "و کنت نبیا و اٰدم بین الروح والجسد"[1] (میں نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام رُوح و جسد کے درمیان تھے۔ ت) اپنے معنی حقیقی پر ہے۔ اگر ہمارے حضور حضرت آدم و نوح و ابراہیم و موسٰی و عیسٰی صلے اللہ تعالٰی علیہم وسلم کے زمانہ میں ظہور فرماتے، اُن پر فرض ہوتا کہ حضور پر ایمان لاتے اور حضور کے مددگار ہوتے۔ اِسی کا اللہ تعالٰی نے اُن سے عہد لیا اور حضور کے نبی الانبیاء ہونے ہی کا باعث ہے کہ شبِ اسرا تمام انبیاء و مرسلین نے حضور کی اقتدار کی، اور اس کا پُورا ظہور روزِ نشور ہو گا جب حضور کے زیرِ لواء آدم و من سواہ کافہ رُسل و انبیاء ہوں گے۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین۔ یہ رسالہ نہایت نفیس کلام پر مشتمل ہے امام جلال الدین نے خصائص کبرٰی اور امام شہاب الدین قسطلانی نے مواہب لدنیہ اور ائمہ مابعد نے اپنی تصانیف جلیلہ میں نقل کیا اور اسے نعمتِ عظمٰی و مواہبِ کبرٰی سمجھا من شاء التفصیل فلیرجع الٰی کلماتھم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین (جو تفصیل چاہتا ہے وہ اُن کے کلمات کی طرف رجوع کرے ان سب پر اللہ تعالٰی کی رحمت ہو۔ ت)۔

بالجملہ مسلمان بنگاہِ ایمان اِس آیہ کریمہ کے مفاداتِ عظیمہ پر غور کرے، صاف صریح ارشاد فرما رہی ہے کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اصل الاصول ہیں محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم رسولوں کے رسول ہیں، امتیوں کو جو نسبت انبیاء و رسل سے ہے وہ نسبت انبیاء و رسل کو اِس سید الکل سے ہے، امتیوں پر فرض کرتے ہیں رسولوں پر ایمان لاؤ اور رسولوں سے عہد و پیمان لیتے ہیں محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے گرویدگی فرماؤ۔ غرض صاف صاف جتا رہے ہیں کہ مقصود اصل ایک وہی ہیں باقی تم سب تابع و طفیلی ؎

مقصود ذاتِ اوست دگر جملگی طفیل

(مقصود ان کی ذات ہے باقی سب طفیل ہیں۔ ت)

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب الایمان دار الفکر بیروت ۲/ ۶۰۹
کنز العمال بحوالہ ابن سعد حدیث ۳۱۹۱۷ و ۳۲۱۱۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۰۹ و ۴۵۰

www.alahazratnetwork.org

آیہ لتؤمننّ بہ ولتنصرنّہ کے بعض لطائف

اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق کے ساتھ کہتا ہوں۔ ت) پھر یہی دیکھنا ہے کہ اِس مضمون کو قرآنِ عظیم نے کس قدر مہتم بالشان ٹھہرایا اور طرح طرح سے مؤکد فرمایا۔

اوّلًا انبیاء علیہم الصلٰوۃ والثناء معصوم ہیں۔ زنہار حکم الٰہی کا خلاف اُن سے محتمل نہیں۔ کافی تھا کہ رب تبارک وتعالٰی بطریقِ امر اُنھیں ارشاد فرماتا اگر وہ نبی تمہارے پاس آئے اُس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔ مگر اس قدر پر اکتفاء نہ فرمایا بلکہ اُن سے عہد و پیمان لیا، یہ عہد عہدِ الست بربکم (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ ت) کے بعد دوسرا پیمان تھا، جیسے کلمۂ طیبہ میں لا الٰہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ ت) کے ساتھ محمد رسول اللہ (محمد اللہ کے رسول ہیں۔ ت) تاکہ ظاہر ہو کہ تمام ماسوائے اللہ پر پہلا فرض ربوبیتِ الٰہیہ کا اذعان ہے۔ پھر اس کے برابر رسالتِ محمدیہ پر ایمان، صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم وبارک وشرف وبجل وعظم۔

ثانیًا اِس عہد کو لامِ قسم سے مؤکد فرمایا،

لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ[1] تم ضرور اس کی مدد کرنا اور ضرور اس پر ایمان لانا۔ (ت)

جس طرح نوابوں سے بیعتِ سلاطین پر قسمیں لی جاتی ہیں۔ امام سبکی فرماتے ہیں، شاید سوگند بیعت اِسی آیت سے ماخوذ ہوئی ہے۔

ثالثًا نونِ تاکید۔

رابعًا وہ بھی ثقیلہ لاکر ثقلِ تاکید کو اور دوبالا فرمایا۔

خامسًا یہ کمالِ اہتمام ملاحظہ کیجئے کہ حضرات انبیاء ابھی جواب نہ دینے پائے کہ خود ہی تقدیم فرما کر پوچھتے ہیں، ءَاَقْرَرْتُمْ کیا اِس امر پر اقرار لاتے ہو؟ یعنی کمالِ تعجیل وتسجیل مقصود ہے۔

سادسًا اس قدر پر بھی بس نہ فرمائی بلکہ ارشاد ہوا:

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۸۱

[2] 〃 〃 ۳/ ۸۱

www.alahazratnetwork.org

واخذتم علٰی ذٰلکم اصری [1] خالی اقرار ہی نہیں بلکہ اس پر میرا بھاری ذمہ لو۔

سابعًا علیہ یا علٰی ھٰذا کی جگہ علٰی ذٰلکم [2] فرمایا کہ بُعد اشارت عظمت ہو۔

ثامنًا اور ترقی ہوئی کہ فاشھدوا [3] ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ۔ حالانکہ معاذ اللہ اقرار کرکے مکر جانا اُن پاک مقدس جنابوں سے معقول نہ تھا۔

تاسعًا کمال یہ ہے کہ فقط اُن کی گواہیوں پر بھی اکتفا نہ ہوئی بلکہ ارشاد فرمایا:

وانا معکم من الشٰھدین [4]۔ میں خود بھی تمہارے ساتھ گواہوں سے ہوں۔

عاشرًا سب سے زیادہ نہایت کار یہ ہے کہ اس قدر عظیم جلیل تاکیدوں کے بعد باآنکہ انبیاء کو عصمت عطا فرمائی، یہ سخت شدید تہدید بھی فرمادی گئی کہ:

فمن تولّٰی بعد ذٰلک فاولٰئک ھم الفٰسقون [5] اب جو اس اقرار کے بعد پھرے گا فاسق ٹھہرے گا۔

اللہ اللہ! یہ وہی اعتنائے تام و اہتمام تمام ہے جو باری تعالٰی کو اپنی توحید کے بارے میں منظور ہوا کہ ملائکہ معصومین کے حق میں ارشاد کرتا ہے:

ومن یقل منھم انی الٰہ من دونہ فذٰلک نجزیہ جھنم کذٰلک نجزی الظّٰلمین [6] جو اُن میں سے کہے گا میں اللہ کے سوا معبود ہوں اُسے ہم جہنم کی سزا دیں گے، ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں ستمگاروں کو۔

گویا اشارہ فرماتے ہیں جس طرح ہمیں ایمان کے جزءِ اوّل لا الٰہ الا اللہ کا اہتمام ہے یونہی جزءِ دوم محمد رسول اللہ سے اعتنائے تام ہے، میں تمام جہان کا خدا کہ ملائکہ مقربین بھی میری بندگی سے سر نہیں پھیر سکتے اور میرا محبوب سارے عالم کا رسول ومقتدا کہ انبیاء و مرسلین بھی اُس کی بیعت وخدمت کے محیط دائرہ میں داخل ہوئے۔

والحمد للہ ربّ العٰلمین، وصلی اللہ تعالٰی علٰی سید المرسلین محمد و سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ اور اللہ تعالٰی درود نازل فرمائے

---

[1] القرآن الکریم ۳/۸۱
[2] القرآن الکریم ۳/۸۱
[3] " ۳/۸۱
[4] " ۳/۸۱
[5] " ۳/۸۲
[6] " ۲۱/۲۹

www.alahazratnetwork.org

اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین ۵ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ وان سیدنا محمدًا عبدہٗ ورسولہ سید المرسلین وخاتم النبیین واکرم الاولین والاٰخرین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلٰی اٰلہ واصحابہٖ اجمعین۔

رسولوں کے سردار محمد مصطفٰی پر، آپ کی آل پر اور آپ کے تمام صحابہ پر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالٰی کے بغیر کوئی لائقِ عبادت نہیں وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اور یہ کہ ہمارے سردار محمد مصطفٰی اس کے خاص بندے اور اس کے رسول ہیں۔ وہ تمام رسولوں کے سردار، تمام نبیوں میں آخری نبی اور اگلوں اور پچھلوں سے افضل ہیں۔ اللہ تعالٰی کے درود وسلام ہوں اُن پر، اُن کی آل پر اور ان کے تمام صحابہ پر۔ (ت)

اس سے بڑھ کر حضور کی سیادتِ عامّہ وفضیلتِ تامّہ پر کون سی دلیل درکار ہے، وللہ الحجۃ البالغۃ (اور اللہ کی حجت پُوری ہے۔ ت)۔

آیت ثانیہ: قال عزّ مجدہ، وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین[1]

دُوسری آیت: اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے محبوب! ہم نے تجھے نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

عالَم ماسوائے اللہ کو کہتے ہیں جس میں انبیاء وملائکہ سب داخل ہیں۔ تو لاجرم حضور پُرنور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُن سب پر رحمت ونعمتِ ربّ الارباب ہوئے، اور وہ سب حضور کی سرکارِ عالی مدار سے بہرہ مند وفیضیاب۔ اسی لئے اولیائے کاملین وعلمائے عاملین تصریحیں فرماتے ہیں کہ ازل سے ابد تک ارض وسماء میں اولٰی وآخرت میں دین ودنیا میں روح وجسم میں چھوٹی یا بڑی، بہت یا تھوڑی، جو نعمت ودولت کسی کو ملی یا اب ملتی ہے یا آئندہ ملے گی سب حضور کی بارگاہِ جہاں پناہ سے بٹی اور بٹتی ہے اور ہمیشہ بٹے گی۔ کما بیّنّاہ بتوفیق اللہ تعالٰی فی رسالتنا سلطنۃ المصطفٰی فی ملکوت کل الورٰی" (جیسا کہ ہم نے اس کو اللہ تعالٰی کی توفیق سے اپنے رسالہ "سلطنت المصطفٰی فی ملکوت الورٰی" میں بیان کیا ہے۔ ت)

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے اس آیہ کریمہ کے تحت لکھا:

لما کان رحمۃ للعٰلمین لزم ان

جب حضور تمام عالم کے لئے رحمت ہیں واجب

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۷

www.alahazratnetwork.org

یکون افضل من کل العلمین۔[1] ہُوا کہ تمام ماسوائے اللہ سے افضل ہوں۔

قلت وادعاء التخصیص خروج عن الظاھر بلا دلیل وھو لا یجوز عند عاقل فضلا عن فاضل واللہ الھادی۔

میں کہتا ہوں تخصیص کا دعوٰی کرنا ظاہر سے بلا دلیل خروج ہے اور وُہ کسی عاقل کے نزدیک جائز نہیں چہ جائیکہ کسی فاضل کے نزدیک۔ اور اللہ تعالٰی ہی ہدایت دینے والا ہے (ت)

آیت ثالثہ: قال جل ذکرہ: وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ۔[2]

تیسری آیت: اللہ تعالٰی نے فرمایا: نہ بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر ساتھ زبان اُس کی قوم کے۔

علماء فرماتے ہیں: یہ آیۂ کریمہ دلیل ہے کہ انبیائے سابقین سب خاص اپنی قوم پر رسول کرکے بھیجے جاتے۔

اگلے انبیاء صرف اپنی قوم کے رسول ہوتے اور ہمارے رسول ہر فرد مخلوق کے لئے

اقول وقال اللہ تعالٰی لقد ارسلنا نوحا الٰی قومہ۔[3] وقال تعالٰی والٰی عاد اخاھم ھودا۔[4] وقال تعالٰی والٰی ثمود اخاھم صٰلحا۔[5] وقال تعالٰی ولوطا اذ قال لقومہ۔[6] وقال تعالٰی والٰی مدین اخاھم شعیبا۔[7] وقال تعالٰی ثم بعثنا من بعدھم موسٰی باٰیٰتنا

اقول (میں کہتا ہوں) اللہ تعالٰی نے فرمایا: تحقیق ہم نے نوح کو بھیجا اس کی قوم کی طرف۔ اور فرمایا اللہ تعالٰی نے کہ عاد کی طرف ان کی برادری سے ہود کو بھیجا۔ اور فرمایا کہ ثمود کی طرف ان کی برادری سے صالح کو بھیجا۔ اور فرمایا: اور لُوط کو بھیجا جب اس نے اپنی قوم سے کہا۔ اور فرمایا: مدین کی طرف ان کی برادری سے شعیب کو بھیجا۔ اور فرمایا: پھر ان کے بعد ہم نے موسٰی کو اپنی نشانیوں کے ساتھ

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۲/۲۵۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/۱۶۵

[2] القرآن الکریم ۱۴/۴

[3] القرآن الکریم ۷/۵۹

[4] " ۷/۶۵

[5] " ۷/۷۳

[6] " ۷/۸۰

[7] " ۷/۸۵

www.alahazratnetwork.org

الیٰ فرعون وملائہٖ[1]۔ وقال تعالٰی و تلک حجتنا اٰتینٰہا ابراھیم علٰی قومہٖ[2] وقال تعالٰی فی یونس علیہ السلام وارسلناہ الٰی مائۃ الف او یزیدون[3]۔ وقال تعالٰی فی عیسٰی علیہ السلام ورسولا الٰی بنی اسرائیل[4]

فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا۔ اور فرمایا، اور یہ ہماری دلیل ہے کہ ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم پر عطا فرمائی۔ اور یونس علیہ السلام کے بارے میں فرمایا، اور ہم نے اسے لاکھ آدمیوں کی طرف بھیجا بلکہ زیادہ۔ اور عیسٰی علیہ السلام کے بارے میں فرمایا، اور رسول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف۔ (ت)

اسی لئے صحیح حدیث میں فرمایا،

کان النبی یبعث الٰی قومہ خاصۃ۔ رواہ الشیخان[5] عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

نبی خاص اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا۔ (اس کو شیخین نے حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

دوسری روایت میں آیا،

کان النبی یبعث الی قریتہ ولا یعدوھا۔ رواہ ابویعلٰی[6] عن عوف بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

نبی ایک بستی کی طرف مبعوث ہوتا جس کے آگے تجاوز نہ کرتا۔ (اس کو ابویعلٰی نے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے فرماتا ہے،

وما ارسلنٰک الا کافۃ للناس بشیرا و نذیرا ولکن اکثر الناس لایعلمون[7]۔

نہ بھیجا ہم نے تمھیں مگر سب لوگوں کیلئے خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا، پر بہت لوگ بے خبر ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۰۳ [2] القرآن الکریم ۶/ ۸۳
[3] " " ۳۷/ ۱۴۷ [4] " " ۳/ ۴۹
[5] صحیح البخاری کتاب التیمم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۸
صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ " " ۱/ ۱۹۹
[6] الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان بحوالہ ابی یعلٰی حدیث ۶۳۶۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۱۰۲
[7] القرآن الکریم ۳۴/ ۲۸

www.alahazratnetwork.org

وقال تعالٰی: قل یایها الناس انی رسول اللّٰه الیکم جمیعا[1]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا، تُو فرما اے لوگو! میں خدا کا رسول ہُوں تم سب کی طرف۔
وقال تعالٰی: تبارك الذی نزّل الفرقان علٰی عبدہ لیکون للعٰلمین نذیرا[2]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اُتارا قرآن اپنے بندے پر کہ ڈر سنانے والا ہو سارے جہان کو۔

اسی لئے خود حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اُرسلتُ الی الخلق کافۃ۔ اخرجه مسلم[3] عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰه تعالٰی عنه۔	میں تمام مخلوقِ الٰہی کی طرف بھیجا گیا (اس کو مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

حضور کی افضلیت مطلقہ کی یہ دلیل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے ارشادات[4] سے ہے۔ دارمی، ابویعلٰی، طبرانی، بیہقی روایت کرتے ہیں اُس جناب نے فرمایا:

ان اللّٰه تعالٰی فضل محمدا صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم علی الانبیاء وعلٰی اھل السماء۔	بیشک اللہ تعالٰی نے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تمام انبیاء و ملائکہ سے افضل کیا۔

حاضرین نے وجہِ تفضیل پوچھی، فرمایا:

ان اللّٰه تعالٰی قال: وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه، وقال لمحمد صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم وما ارسلنٰك الا کافۃ للناس فارسله الی الانس والجن[4]۔	یعنی اللہ تعالٰی نے اور رسولوں کے لئے فرمایا ہے ہم نے نہ بھیجا کوئی رسول مگر ساتھ زبان اس کی قوم کے۔ اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرمایا: ہم نے تمھیں نہیں بھیجا مگر رسول سب لوگوں کیلئے۔ تو حضور کو تمام انس وجن کا رسول بنایا۔

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۵۸ [2] القرآن الکریم ۲۵/ ۱

[3] صحیح مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلٰوۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹۹

[4] الدر المنثور تحت الآیۃ ۱۴/ ۴ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۵و۶

شعب الایمان حدیث ۱۵۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۷۳

سنن الدارمی باب ما اعطی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الفضل حدیث ۴۷ دار المحاسن للطباعۃ القاہرۃ ۱/ ۲۹و۳۰

www.alahazratnetwork.org

علماء فرماتے ہیں، رسالتِ والا کا تمام جن وانس کو شامل ہونا اجماعی ہے، اور محققین کے نزدیک ملٰئکہ کو بھی شامل، کما حققناہ بتوفیق اللہ تعالٰی فی رسالۃ "اجلال جبریل"۔ بلکہ تحقیق یہ ہے کہ حجر و شجر و ارض و سماء و جبال و بحار تمام ماسوا اللہ اس کے احاطۂ عامہ و دائرۂ تامہ میں داخل، اور خود قرآن عظیم لفظ علمین، اور روایت صحیح مسلم میں لفظ خلق وہ بھی مؤکد بکلمہ کافۃ۔ اس مطلب پر احسن الدلائل طبرانی معجم کبیر میں یعلٰی بن مرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ما من شیئ الا یعلم انی رسول اللہ الا کفرۃ الجن والانس[1]
کوئی چیز نہیں جو مجھے رسول اللہ نہ جانتی ہو مگر بے ایمان جن و آدمی۔

اب نظر کیجئے کہ یہ آیت کتنی[عہ] وجہ سے افضلیتِ مطلقہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر حجت ہے:

اولاً اس موازنہ سے تو واضح ہے کہ انبیائے سابقین علیہم الصلوۃ والتسلیم ایک ایک شہر کے ناظم تھے۔ اور حضور پُر نور سید المرسلین صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین سلطانِ ہفت کشور، بلکہ بادشاہ زمین و آسمان۔

ثانیاً اعبائے رسالت سخت گرانبار ہیں۔ اور اُن کا تحمل بغایت دشوار انا سنلقی علیک قولاً ثقیلا[2] (بے شک عنقریب ہم تم پر ایک بھاری بات ڈالیں گے۔ ت) اسی لئے موسٰی و ہارون سے عالی ہمتوں کو پہلے ہی تاکید ہوئی لاتنیا ذکری[3] دیکھو میرے ذکر سے سُست نہ ہوجانا۔ پھر جس کی رسالت ایک قوم خاص کی طرف اس کی مشقت تو اِس قدر جس کی رسالت نے انس و جن و شرق و غرب کو گھیر لیا اس کی مؤنت کس قدر۔ پھر جیسی مشقت ویسا ہی اجر، اور جتنی خدمت

عہ ان میں بعض وجوہ افادۂ علماء ہیں اور اکثر بحمد اللہ تعالٰی استخراجِ فقیر ۱۲ منہ

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۶۷۲ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۲/ ۲۶۲
کنز العمال بحوالہ الطبرانی عن یعلٰی بن مرہ حدیث ۳۱۹۲۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۱۱
[2] القرآن الکریم ۷۳/ ۵
[3] " " ۲۰/ ۴۲

www.alahazratnetwork.org

اتنی ہی قدر افضل العبادات احمزھا (سب سے افضل عبادت سب سے سخت ہوتی ہے۔ت)

ثالثاً جیسا کام جلیل ہو ویسا ہی جلالت والا اس کے لئے درکار ہوتا ہے۔ بادشاہ چھوٹی چھوٹی مہموں پر افسرانِ ماتحت کو بھیجتا ہے اور سخت عظیم مہم پر امیر الامراء و سردارِ اعظم کو لاجرم رسالتِ خاصہ و بعثتِ عامہ میں جو تفرقہ ہے وہی فرقِ مراتب اُن خاص رسولوں اور اس رسول الکل میں ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین۔

رابعاً یونہی حکیم کی شان یہ ہے کہ جیسے علوّشان کا آدمی ہو اُسے ویسے ہی عالیشان کام پر مقرر کریں کہ جس طرح بڑے کام پر چھوٹے سردار کا تعین اُس کے سرانجام نہ ہونے کا موجب، یُونہی چھوٹے کام پر بڑے سردار کا تقرر ننگا ہوں میں اس کے ہلکے پن کا جالب۔

خامساً جتنا کام زیادہ اُتنا ہی اس کے لئے سامان زیادہ۔ نواب کو اپنے انتظامِ ریاست میں فوج و خزانہ اُسی کے لائق درکار۔ اور بادشاہ عظیم خصوصاً سلطان ہفت اقلیم کو اس کے رتق وفتق و نظم ونسق میں اُسی کے موافق۔ اور یہاں سامان وہ تائیدِ الٰہی وتربیتِ ربانی ہے جو حضرات انبیاء علیہم الصلٰوۃ والثناء پر مبذول ہوتی ہے۔ تو ضرور ہے کہ جو علوم و معارف قلبِ اقدس پر القاء ہوئے معارف و علوم جمیع انبیاء سے اکثر و اوفی ہوں۔ افادہ الامام الحکیم الترمذی ونقلہ عنہ فی الکبیر الرازی (امام حکیم ترمذی نے اس کا افادہ فرمایا ہے اور اس سے امام رازی نے کبیر میں نقل کیا ہے۔ت)۔

اقول پھر یہ بھی دیکھنا کہ انبیاء کو ادائے امانت و ابلاغِ رسالت میں کن کن باتوں کی حاجت ہوتی ہے:

(۱) **حلم** کہ گستاخیِ کفار پر تنگ دل نہ ہوں۔

دع اذٰھم و توکل علی اللہ[1]	ان کی ایذا پر درگزر فرماؤ اور اللہ پر بھروسا رکھو۔(ت)

(۲) **صبر**، کہ ان کی اذیتوں سے گھبرا نہ جائیں۔

فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل[2]	تو تم صبر کرو جیسا ہمت والے رسولوں نے صبر کیا۔(ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/۴۸

[2] القرآن الکریم ۴۶/۳۵

www.alahazratnetwork.org

(۳) **تواضع**، کہ اُن کی صحبت سے نفور نہ ہوں۔

واخفض جناحك لمن اتبعك من المؤمنین[1]	اپنی رحمت کا بازو بچھاؤ اپنے پیرو مسلمانوں کے لئے۔ (ت)

(۴) **رفق ولینت**، کہ قلوب ان کی طرف راغب ہوں۔

فبما رحمة من الله لنت لھم[2]	تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی کہ اے محبوب ! تم ان کے لئے نرم دل ہوئے۔ (ت)

(۵) **رحمت**، کہ واسطۂ افاضۂ خیرات ہوں۔

و رحمة للذین اٰمنوا منکم[3]	اور جو تم میں مسلمان ہیں ان کے واسطے رحمت ہیں (ت)

(۶) **شجاعت**، کہ کثرتِ اعداء کو خیال میں نہ لائیں۔

انی لایخاف لدی المرسلون[4]	بے شک میرے حضور رسولوں کو خوف نہیں ہوتا۔ (ت)

(۷) **جُود وسخاوت**، کہ باعثِ تالیفِ قلوب ہوں۔

فان الانسان عبید الاحسان وجبلت القلوب علٰی حب من احسن الیہا، "ولا تجعل یدك مغلولة الٰی عنقك"[5]	کیونکہ انسان احسان کا غلام ہے اور دلوں میں خلقی طور پر احسان کرنے والوں کی محبت ڈال دی گئی ہے اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھو۔ (ت)

(۸) **عفو ومغفرت**، کہ نادان جاہل فیض پاسکیں۔

فاعف عنھم واصفح ان الله یحب المحسنین[6]	تو انھیں معاف کردو اور ان سے درگزر کرو بے شک احسان کرنے والے اللہ کو محبوب ہیں۔ (ت)

(۹) **استغناء وقناعت**، کہ جہّال اس دعوٰی عظمٰے کو طلبِ دُنیا پر محمول نہ کریں۔

لاتمدن عینیك الٰی ما متعنا بہ	اپنی آنکھ اٹھا کر اس چیز کو نہ دیکھو جو ہم نے ان کے

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۱۵ [2] القرآن الکریم ۳/ ۱۵۹
[3] " ۹/ ۶۱ [4] " ۲۷/ ۱۰
[5] " ۱۷/ ۲۹ [6] " ۵/ ۱۳

www.alahazratnetwork.org

ازواجا منہم۔[1] کچھ جوڑوں کو برتنے دی۔ (ت)

(۱۰) **کمالِ عدل**، کہ تشقیق وتادیب وتربیتِ امت میں جس کی رعایت کریں۔

وان حکمت بینہم فاحکم بالقسط۔[2] اور اگر ان میں فیصلہ فرماؤ تو انصاف سے فیصلہ کرو۔ (ت)

(۱۱) **کمالِ عقل**، کہ اصل فضائل ومنبعِ فواضل ہے، ولہذا عورت کبھی نبی نہ ہوئی۔

وما ارسلنا من قبلك الا رجالا۔[3] اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب مرد ہی تھے۔ (ت)

نہ کبھی اہلِ بادیہ و دُہقانِ دِہ کو نبوت ملی کہ جفا وغلظت ان کی طینت ہوتی ہے۔

الا رجالا نوحی الیہم من اھل القرٰی۔[4] جنھیں ہم وحی کرتے اور سب شہر کے ساکن تھے۔ (ت)

ای اھل الامصار۔

حدیث میں ہے، من بدا جفا[5] (جس نے دیہات میں رہائش اختیار کی اس نے ظلم کیا۔ ت) اسی نظافتِ نسب وحُسنِ سیرت وصورت سب کی صفاتِ جمیلہ کی حاجت ہے کہ اُن کی کسی بات پر نکتہ چینی نہ ہو۔ غرض یہ سب اُنھیں خزائن سے ہیں جو ان سلاطینِ حقیقت کو عطا ہوتے ہیں، پھر جس کی سلطنت عظیم اس کے خزائن عظیم۔ حدیث میں ہے،

ان اللہ تعالٰی ینزل المعونۃ علی قدر المؤنۃ و ینزل الصبر علی قدر البلاء۔[6] بے شک اللہ تعالٰی ذمہ داری کے مطابق معاونت نازل فرماتا ہے اور آزمائش کے مطابق صبر نازل فرماتا ہے۔ (ت)

تو ضرور ہوا کہ ہمارے حضور ان سب اخلاقِ فاضلہ واوصافِ کاملہ میں تمام انبیاء سے اتم واکمل واعلٰی واجل ہوں۔ اسی لئے خود ارشاد فرماتے ہیں،

---

[1] القرآن الکریم ۱۵/ ۸۸
[2] القرآن الکریم ۵/ ۴۲
[3] " " ۱۲/ ۱۰۹
[4] " " ۱۲/ ۱۰۹
[5] مسند احمد بن حنبل عن البراء المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۲۹۷
المعجم الکبیر حدیث ۱۱۰۳۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/ ۵۷
[6] کنز العمال بحوالہ عد وابن لال عن ابی ہریرۃ حدیث ۱۵۹۹۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۳۴۷

www.alahazratnetwork.org

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔ اخرجه البخاری فی الادب[1] وابن سعد والحاکم والبیهقی عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه بسند صحیح۔

میں اخلاقِ حسنہ کی تکمیل کے لئے مبعوث ہُوا۔ (اس کو بخاری نے ادب میں اور ابن سعد، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا۔ ت)

وہب بن منبّہ فرماتے ہیں، میں نے اکہتّر[2] کتبِ آسمانی میں لکھا دیکھا کہ روزِ آفرینشِ دنیا سے قیامِ قیامت تک تمام جہان کے لوگوں کو جتنی عقل عطا کی ہے وہ سب مل کر محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عقل کے آگے ایسی ہے جیسے تمام ریگستانِ دُنیا کے سامنے ریت کا ایک دانہ[2]۔

سادسًا ہم اُوپر بیان کر آئے کہ حضور کی رسالت زمانۂ بعثت سے مخصوص نہیں بلکہ سب کو حاوی۔ ترمذی جامع[4] میں فائدہ تحسین واللفظ له، اور حاکم و بیہقی و ابونعیم ابوہریرہ[1] رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔ اور احمد[2] مسند اور بخاری تاریخ[3] میں، اور ابن سعد و حاکم و بیہقی و ابونعیم میسرۃ الفجر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔ اور بزّار[4] و طبرانی و ابونعیم عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ اور ابونعیم[5] بطریق صنابحی امیر المومنین عمر الفاروق الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ اور ابن[6] سعد ابن ابی الجدعاء و مطرف بن عبداللہ بن الشخیر و عامر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے باسانید متباینہ و الفاظِ متقاربہ راوی حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی گئی: متٰی وجبت لك النبوۃ حضور کے لئے نبوت کس وقت ثابت ہوئی؟ فرمایا: وآدم بین الروح والجسد[7] جبکہ آدم درمیان رُوح اور جسد کے تھے۔ جبل الحفظ امام عسقلانی نے کتاب الاصابہ

---

[1] الادب المفرد حدیث ۲۷۳ المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل ص ۸۰
السنن الکبرٰی کتاب الشہادات باب بیان مکارم الاخلاق دار صادر بیروت ۱۰/ ۱۹۲
الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر مبعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ " " " ۱/ ۱۹۲ و ۱۹۳

[2] سبل الہدٰی والرشاد الباب الثالث دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۴۲۷

[3] التاریخ الکبیر ترجمہ ۱۶۰۶ میسرۃ الفجر دار الباز مکۃ المکرمۃ ۷/ ۳۷۴
الجامع الصغیر حدیث ۶۴۲۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۴۰۰

[4] جامع الترمذی کتاب المناقب باب فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰۱
المستدرک للحاکم کتاب التاریخ دار الفکر بیروت ۲/ ۶۰۹
کنز العمال بحوالہ ابن سعد حدیث ۳۱۹۱۷ و ۳۲۱۱۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۰۹ و ۴۵۰

www.alahazratnetwork.org

میں حدیثِ میسرہ کی نسبت فرمایا : سندہٗ قوی[1] (اس کی سند قوی ہے۔ ت) ؎

آدم سروتن بآب وگِل داشت کو حکم بملک جان جان ودل داشت

(آدم علیہ السلام ابھی گارے کا مجسمہ تھے کہ آنحضرت کی حکومت دل و جان کی مملکت میں تھی۔ ت)

اسی لئے اکابر علماء تصریح فرماتے ہیں کہ جس کا خدا خالق ہے محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔ شیخ محقق رحمہ اللہ تعالٰی علیہ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں :

چوں بود خلقِ آنحضرت صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم اعظم الاخلاق بعث کرد خدائے تعالٰی اُورا بسوئے کافۂ ناس ومقصور نگردانید رسالت اُورا بر ناس بلکہ عام گردانید جن وانس را، بلکہ بر جن وانس نیز مقصور نگردانید تا آنکہ عام شد تمامہ عالمین را، پس ہر کہ اللہ تعالٰے پروردگارِ اوست محمد صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم رسولِ اُوست[2]

چونکہ آنحضرت صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی پیدائش تمام مخلوق سے اعظم ہے لہٰذا اللہ تعالٰی نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا۔ آپ کی رسالت کو انسانوں میں منحصر نہیں فرمایا بلکہ جن و انس کے لئے عام کردیا بلکہ جن وانس میں بھی انحصار نہیں فرمایا یہاں تک کہ آپ کی رسالت تمام جہانوں کے لئے عام ہے۔ چنانچہ اللہ تعالٰی جس کا پروردگار ہے محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔ (ت)

اب تو یہ دلیل اور بھی زیادہ عظیم وجلیل ہوگئی کہ ثابت ہوا جو نسبت انبیائے سابقین علیہم الصلٰوۃ والتسلیم سے خاص ایک بستی کے لوگوں کو ہوتی وہ نسبت اس سرکار عرش وقار سے ہر ذرۂ مخلوق وہر فرد ماسوا اللہ یہاں تک کہ خود حضرات انبیاء ومرسلین کو ہے، اور رسول کا اپنی امت سے افضل ہونا بدیہی، والحمد للہ رب العٰلمین (اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ ت)

آیت رابعہ : تلک الرسل فضلنا بعضھم علٰی بعضٍ منھم

چوتھی آیت : اللہ تعالٰی نے فرمایا : یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں بعض کو بعض پر فضیلت دی

---

[1] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف المیم ترجمہ میسرۃ الفجر ۸۲۸۲ دار الفکر بیروت ۵/ ۲۱۷

[2] مدارج النبوۃ باب دوم در اخلاق عظیمہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۴

www.alahazratnetwork.org

من کلم اللہ و رفع بعضھم درجٰت[1] کچھ ان میں وہ ہیں جن سے خدا نے کلام کیا، اور ان میں بعض کو درجوں بلند فرمایا۔

ائمہ فرماتے ہیں یہاں اس بعض سے حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم مراد ہیں کہ انھیں سب انبیاء پر رفعت وعظمت بخشی۔

کما نص علیہ البغوی[2] والبیضاوی[3] والنسفی[4] والسیوطی والقسطلانی والزرقانی والشامی والحلبی وغیرھم واقتصار الجلالین[5] دلیل انہ اصح الاقوال لالتزام ذٰلک فی الجلالین۔

جیسا کہ اس پر نص فرمائی ہے بغوی، بیضاوی، نسفی، سیوطی، قسطلانی، زرقانی، شامی اور حلبی وغیرہ نے، اور جلالین میں اس پر اقتصار اس بات کی دلیل ہے کہ یہی اصح ہے کیونکہ جلالین میں اس کا التزام کیا گیا ہے (کہ اصح پر ہی اقتصار کیا جاتا ہے)۔(ت)

اور یوں مبہم ذکر فرمانے میں حضور کے ظہور افضلیت وشہرت سیادت کی طرف اشارہ تامہ ہے یعنی یہ وہ ہیں کہ نام لو یا نہ لو انھیں کی طرف ذہن جائے گا، اور کوئی دوسرا خیال نہ آئے گا۔ صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم۔ فقیر کہتا ہے اہل محبت جانتے ہیں کہ ابہام تام میں کیا لطف و مزہ ہے ؎

اے گل بتو خرسندم تو بوئے کسے داری

(اے پھول! تجھ پر شادمانی ہے کہ تو کسی کی خوشبو رکھتا ہے۔ ت)

؎ مژدہ اے دل کہ مسیحا نفسے مے آید
کز انفاس خوشش بوئے کسے می آید

(اے دل! خوشخبری ہو کہ مسیحا آتا ہے، جس کے عمدہ سانسوں سے کسی کی خوشبو آتی ہے۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۵۳

[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۲/۲۵۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۱۷۷

[3] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) " " دار الفکر بیروت ۱/۵۴۹ و ۵۵۰

[4] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) " " دار الکتاب العربی بیروت ۱/۱۲۶

[5] تفسیر جلالین " " اصح المطابع دہلی ص ۳۹

www.alahazratnetwork.org

؎ کسی کا دو قدم چلنا یہاں پامال ہو جانا

آیت خامسہ: قال تبارک اسمہ،

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدٰی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ ط وکفٰی باللہ شہیدا[1]

پانچویں آیت: اللہ تعالٰی نے فرمایا، وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول ہدایت اور سچا دین دے کر کہ اُسے غالب کرے سب دینوں پر۔ اور خدا کافی ہے گواہ۔

اور اس اُمّتِ مرحومہ سے فرماتا ہے،

کنتم خیر[عہ1] امۃ اخرجت للناس[2]

تم سب سے بہتر امّت ہو کہ لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی۔

عہ1 استدل الامام ابن سبع بھذہ الاٰیۃ علٰی ان شرعنا ناسخ الشرائع کما ذکرہ فی الخصائص الکبرٰی[3] فافاد ان الدین فی الاٰیۃ علی عمومہ الحقیقی شامل الادیان الحقۃ السابقۃ غیر مختص بادیان الکفار الموجودۃ فی زمن الاسلام فتم الکلام ۱۲ منہ۔

امام ابن سبع نے اس آیت کریمہ سے استدلال کیا کہ ہماری شریعت تمام شریعتوں کے لئے ناسخ ہے جیسا کہ امام سیوطی نے خصائص کبرٰی میں اس کو ذکر فرمایا اور یہ افادہ کیا کہ اس آیت میں دین اپنے حقیقی عموم پر ہے جو سابقہ تمام ادیانِ حقّہ کو شامل ہے اور زمانۂ اسلام میں پائے جانے والے ادیانِ کفار کے ساتھ مختص نہیں ہے۔ کلام پورا ہوا۔ منہ (ت)

عہ2 استدل بھذہ الاٰیۃ الرازی و التفتازانی والقسطلانی وابن حجر المکی وغیرھم والعبد الضعیف ضم الیھا الاٰیۃ الاولٰی فسلمت من الجدال کما یعرفہ المتامل ۱۲ منہ۔

اس آیتِ کریمہ سے امام رازی، تفتازانی، قسطلانی اور ابن حجر مکی وغیرہ نے استدلال کیا اور عبدِ ضعیف نے اس کے ساتھ پہلی آیت کو ملایا تو یہ جدال سے سلامت ہوئی جیسا کہ غور کرنے والا جانتا ہے۔ منہ

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/ ۲۸ [2] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۰

[3] الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۲/ ۱۸۷

www.alahazratnetwork.org

آیاتِ کریمہ ناطق کہ حضور کا دین تمام ادیان سے اعلیٰ و اکمل، اور حضور کی امت سب امم سے بہتر و افضل۔ تو لاجرم اِس دین کا صاحب اور اِس اُمت کا آقا سب دین و اُمت والوں سے افضل و اعلیٰ۔ امام احمد و ترمذی بافادۂ تحسین و ابن ماجہ و حاکم معٰویہ بن حیدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں :

انکم تتمون سبعین امۃ انتم خیرھا واکرمھا علی اللہ[1]۔ تم ستر امتوں کو پورا کرتے ہو کہ اللہ کے نزدیک اُن سب سے بہتر و بزرگ تر تم ہو۔

آیت سادسہ : قال جلت عظمتہ، یٰادم اسکن انت و زوجک الجنۃ[2]۔ **چھٹی آیت** : اللہ تعالٰی نے فرمایا : اے آدم! تو اور تیری بیوی جنت میں رہو۔ (ت)

وقال تعالٰی : یٰنوح اھبط بسلام منا[3]۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا : اے نوح! کشتی سے اتر ہماری طرف سے سلام۔ (ت)

وقال تعالٰی : یٰابراھیم قد صدقت الرؤیا[4]۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا : اے ابراہیم! بے شک تُو نے خواب سچ کر دکھایا۔ (ت)

وقال تعالٰی : یٰموسٰی انی انا اللہ[5]۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا : بے شک میں ہی ہوں اللہ۔ (ت)

وقال تعالٰی : یٰعیسٰی انی متوفیک[6]۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا : اے عیسٰی! میں تجھے پُوری عمر تک پہنچاؤں گا۔ (ت)

وقال تعالٰی : یٰداؤد انا جعلنٰک خلیفۃ[7]۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا : اے داؤد! بے شک ہم نے تجھے زمین میں نائب کیا۔ (ت)

---

[1] جامع الترمذی ابواب التفسیر تحت الآیۃ ۳/۱۱۰ امین کمپنی دہلی ۲/۱۲۵
مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۳/۶۱
کنز العمال حدیث ۳۴۴۶۳ و ۳۴۵۲۰ مؤسسۃ الرسالہ ۱۲/۱۵۶ و ۱۶۹

[2] القرآن الکریم ۲/۳۵
[3] القرآن الکریم ۱۱/۴۸
[4] القرآن الکریم ۳۷/۱۰۵
[5] القرآن الکریم ۲۸/۳۰
[6] القرآن الکریم ۳/۵۵
[7] القرآن الکریم ۳۸/۲۶

www.alahazratnetwork.org

وقال تعالیٰ، یٰزکریا انا نبشرک۔[1] اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے زکریا! ہم تجھے خوشی سناتے ہیں۔ (ت)

وقال تعالیٰ، یٰیحیٰی خذ الکتٰب بقوۃ۔[2] اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے یحیٰی! کتاب مضبوط تھام۔ (ت)

غرض قرآن عظیم کا عام محاورہ ہے کہ تمام انبیائے کرام کو نام لے کر پکارتا ہے مگر جہاں محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے خطاب فرمایا ہے حضور کے اوصاف جلیلہ و القاب جمیلہ ہی سے یاد کیا ہے یٰایھا النبی انا ارسلنٰک[3] اے نبی! ہم نے تجھے رسول کیا۔ یٰایھا الرسول بلغ ما انزل الیک[4] اے رسول! پہنچا جو تیری طرف اُترا۔ یٰایھا المزمل قم الیل[5] اے کپڑا اوڑھے لیٹنے والے! رات میں قیام فرما۔ یٰایھا المدثر قم فانذر[6] اے جھرمٹ مارنے والے! کھڑا ہو، لوگوں کو ڈر سنا۔ یٰسٓ ۝ والقراٰن الحکیم انک لمن المرسلین[7] اے یٰسٓ! یا اے سردار! مجھے قسم ہے حکمت والے قرآن کی، بے شک تو مرسلوں سے ہے۔ طٰہٰ ۝ ما انزلنا علیک القراٰن لتشقٰی[8] اے طٰہٰ! یا اے پاکیزہ رہنما! ہم نے تجھ پر قرآن اس لئے نہیں اتارا کہ تو مشقت میں پڑے۔

ہر ذی عقل جانتا ہے کہ جو ان نداؤں اور ان خطابوں کو سُنے گا بالبداہت حضور سید المرسلین و انبیائے سابقین کا فرق جان لے گا ؎

یا آدم است با پدر انبیاء خطاب ۔۔۔ یا ایھا النبی خطاب محمد است

("اے آدم" نبیوں کے باپ کے لئے خطاب ہے۔ اور محمد مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے لئے خطاب ہے "اے نبی"۔ ت)

امام عزّ الدین بن عبد السلام وغیرہ علمائے کرام فرماتے ہیں، بادشاہ جب اپنے تمام امراء کو نام لے کر پکارے، اور اُن میں خاص ایک مقرب کو یوں ندا فرمایا کرے، اے مقرب حضرت،

---

[1] القرآن الکریم ۱۹/۷
[2] القرآن الکریم ۱۹/۱۲
[3] " ۳۳/۴۵
[4] " ۵/۶۷
[5] " ۷۳/۱ و ۲
[6] " ۷۴/۱ و ۲
[7] " ۳۶/۱ تا ۳
[8] " ۲۰/۱ و ۲

www.alahazratnetwork.org

اے نائب سلطنت، اے صاحب عزت، اے سردار مملکت ـــــ تو کیا کسی طرح محلِ ریب وشک باقی رہے گا کہ یہ بندہ بارگاہِ سلطانی میں سب سے زیادہ عزت و وجاہت والا اور سرکار سلطانی کو تمام عمائد و اراکین سے بڑھ کر پیارا ہے۔

فقیر کہتا ہے، غفر اللہ تعالٰی لہٗ، خصوصاً یایھا المزمل¹ (اے کپڑا اوڑھے لیٹنے والے۔ت) و یایھا المدثر² (اے جھرمٹ مارنے والے۔ت) تو وہ پیارے خطاب ہیں جن کا مزہ اہلِ محبت جانتے ہیں۔ ان آیتوں کے نزول کے وقت سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالاپوش اوڑھے، جھرمٹ مارے لیٹے تھے، اُسی وضع وحالت سے حضور کو یاد فرما کر ندا کی گئی، بلاتشبیہ جس طرح سچا چاہنے والا اپنے پیارے محبوب کو پکارے، او بانکی ٹوپی والے، او دھانی دوپٹے والے، ع

او دامن اٹھا کے جانے والے

فسبحٰن اللہ والحمد والصلوٰۃ الزھراء علی الحبیب ذی الجاہ (اللہ تعالٰی کو پاکی ہے اور تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں اور روشن درود وجاہت والے محبوب پر۔ت)

ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں۔ت) نہایت یہ ہے کہ اشقیائے یہود مدینہ ومشرکین مکہ جو حضور سے جاہلانہ گفتگوئیں کرتے۔ اُن مقالاتِ خبیثہ کو بغرض رد و ابطال ومژدۂ رسانی عذاب و نکال بار ہا نقل فرمایا گیا مگر اُن گستاخوں کی اُس بے ادبانہ ندا کا کہ نام لے کر حضور کو پکارتے۔ محلِ نقل میں بھی ذکر نہ آیا۔ ہاں جہاں انھوں نے وصفِ کریم سے ندا کی تھی، اگرچہ ان کے زعم میں بطور استہزا رتھی، اُسے قرآن مجید نقل کر لایا کہ،

قالوا یایھا الذی نزل علیہ الذکر³ ، بولے اے وہ جس پر قرآن اترا۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

بخلاف حضرات انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کہ ان کے کفار کے مخاطبے ویسے ہی منقول ہیں۔

ینوح قد جادلتنا⁴ ، ءانت فعلت اے نوح! تم ہم سے جھگڑے، کیا تم نے یہ کیا

---

¹ القرآن الکریم ۷۳/۱
² القرآن الکریم ۷۴/۱
³ ؍؍ ۱۵/۶
⁴ ؍؍ ۱۱/۳۲

www.alahazratnetwork.org

هذا بالهتنا یا ابراهیم[1] یموسی ادع لنا ربك بما عهد عندك[2] یصلح اصلوتك تامرك ان نترك[3] یا شعیب ما نفقہ کثیرا مما تقول[4]	خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا اے ابراہیم۔ اے موسٰی ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کرو اس عہد کے سبب اس عہد کے سبب جو اس کا تمہارے پاس ہے۔ اے صالح! ہم پر لے آؤ جس کا تم وعدہ دے رہے ہو۔ اے شعیب! ہماری سمجھ میں نہیں آتیں تمہاری بہت سی باتیں۔ (ت)

بلکہ اُس زمانہ کے مطیعین بھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے یونہی خطاب کرتے ہیں۔ اور قرآن عظیم نے اُسی طرح اُن سے نقل فرمائی، اسباط نے کہا،

یموسی لن نصبر علی طعام واحد[5]	اے موسٰی! ہم سے تو ایک کھانے پر ہرگز صبر نہ ہوگا۔ (ت)

حواریوں نے کہا،

یعیسی ابن مریم هل یستطیع ربك[6]	اے عیسٰی بن مریم! آپ کا رب ایسا کرسکتا ہے۔ (ت)

یہاں اُس کا یہ بندوبست فرمایا کہ اس اُمتِ مرحومہ پر اس نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا نام پاک لے کر خطاب کرنا ہی حرام ٹھہرایا،

قال الله تعالٰی: لاتجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا[7]	اللہ تعالٰی نے فرمایا، رسول کا پکارنا آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

کہ اے زید، اے عمرو۔ بلکہ یوں عرض کرو،

یا رسول اللہ، یا نبی اللہ، یا سید المرسلین، یا خاتم النبیین، یا شفیع المذنبین، صلی اللہ تعالٰی علیك و سلم وعلٰی اٰلك اجمعین۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/ ۶۲
[2] القرآن الکریم ۷/ ۱۳۴
[3] " ۷/ ۷۷
[4] " ۱۱/ ۹۱
[5] " ۲/ ۶۱
[6] " ۵/ ۱۱۲
[7] " ۲۴/ ۶۳

www.alahazratnetwork.org

ابونعیم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں راوی،

قال کانوا یقولون یا محمد یا ابا القاسم فنھٰھم اللہ عن ذٰلک اعظامًا لنبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، فقالوا یا نبی اللہ، یا رسول اللہ۔[1]

یعنی پہلے حضور کو یا محمد یا ابا القاسم کہا جاتا اللہ تعالٰی نے اپنے نبی کی تعظیم کو اس سے نہی فرمائی، جب سے صحابہ کرام یا نبی اللہ، یا رسول اللہ کہا کرتے۔

بیہقی امام علقمہ و امام اسود اور ابونعیم امام حسن بصری و امام سعید بن جبیر سے تفسیر کریمہ مذکورہ میں راوی،

لاتقولوا یا محمد ولکن قولوا یا رسول اللہ، یا نبی اللہ۔[2]

یعنی اللہ تعالٰی فرماتا ہے، یا محمد نہ کہو بلکہ یا نبی اللہ، یا رسول اللہ کہو۔

اسی طرح امام قتادہ تلمیذ انس بن مالک سے روایت کی، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

ولہذا علماء تصریح فرماتے ہیں حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نام لے کر ندا کرنی حرام ہے۔

اور واقعی محلِ انصاف ہے جسے اس کا مالک و مولٰی تبارک و تعالٰی نام لے کر نہ پکارے غلام کی کیا مجال کہ راہِ ادب سے تجاوز کرے۔ بلکہ امام زین الدین مراغی وغیرہ محققین نے فرمایا: اگر یہ لفظ کسی دعا میں وارد ہو جو خود نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی جیسے دعائے یا محمد انی توجھت بک الٰی ربی[3] (اے محمد! میں آپ کے توسل سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا۔ ت) تاہم اس کی جگہ یا رسول اللہ، یا نبی اللہ چاہئے، حالانکہ الفاظِ دعا میں حتی الوسع تغیر نہیں کی جاتی۔ کمایدل علیہ حدیث نبیک الذی ارسلت و رسولک

---

[1] دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الاول عالم الکتب بیروت الجزء الاول ص ۷
الدر المنثور تحت الآیۃ ۲۴/۶۳ دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/۲۱۱
[2] تفسیر الحسن البصری " " المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمۃ ۲/۱۹۳
الدر المنثور بحوالہ عبد بن حمید عن سعید بن جبیر والحسن " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/۲۱۱
[3] المستدرک للحاکم کتاب صلوٰۃ التطوع دعاء رد البصر دار الفکر بیروت ۱/۳۱۳ و ۵۱۹ و ۵۲۶
سنن ابن ماجۃ کتاب اقامۃ الصلوٰۃ باب ماجاء فی حاجۃ الصلوٰۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰۰

www.alahazratnetwork.org

الذی ارسلت (جیسا کہ اس پر دلالت کرتی ہے حدیث مبارک "تیرا نبی جس کو تُو نے بھیجا اور تیرا رسول جس کو تو نے بھیجا"۔ ت)

یہ مسئلہ مہمہ جس سے اکثر اہلِ زمانہ غافل ہیں نہایت واجب الحفظ ہے۔ فقیر غفراللہ تعالٰی لہٗ نے اِس کی تفصیل اپنے مجموعۂ فتاوٰی مسمّٰی بہ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ میں ذکر کی، وباللہ التوفیق۔ خیر یہ تو خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا معاملہ تھا۔ حضور کے صدقہ میں اِس اُمتِ مرحومہ کا خطاب بھی خطابِ اُمَمِ سابقہ سے ممتاز ٹھہرا۔ اگلی اُمتوں کو اللہ تعالٰی یاایھا المساکین[1] فرمایا کرتا۔ توراتِ مقدس میں جابجا یہی لفظ ارشاد ہوا ہے، قالہ خیثمۃ رواہ ابن ابی حاتم واوردہ السیوطی فی الخصائص الکبرٰی (یہ خیثمہ نے کہا جس کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا اور امام سیوطی نے خصائص کبرٰی میں وارد کیا ہے۔ ت) اور اس امتِ مرحومہ کو جب ندا فرمائی ہے یاایھا الذین اٰمنوا[2] فرمایا گیا ہے، یعنی اے ایمان والو۔ اُمتی کے لئے اس سے زیادہ اور کیا فضیلت ہوگی۔ سچ ہے پیارے کے علاقہ والے بھی پیارے۔ آخر سُنا کر فرماتا ہے،

فاتبعونی یحببکم اللہ[3] — میری پیروی کرو اللہ کے محبوب ہوجاؤ گے۔

آیتِ سابعہ: وقال جل جلالہ لعمرك انهم لفی سكرتهم يعمهون[4] — **ساتویں آیت**: حق جل جلالہٗ اپنے حبیب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم سے فرماتا ہے، تیری جان کی قسم وُہ کافر اپنے نشہ میں اندھے ہو رہے ہیں۔

وقال تعالٰی: لا اقسم بھذا البلد ۝ وانت حل بھذا البلد ۝[5] — اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: میں قسم یاد کرتا ہوں اس شہر کی کہ تُو اس میں جلوہ فرما ہے۔

---

[1] نسیم الریاض الباب الاول الفصل الثالث مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/۱۸۸
[2] القرآن الکریم ۲/۱۸۳
[3] 〃 ۳/۳۱
[4] 〃 ۱۵/۷۲
[5] 〃 ۹۰/۱ و ۲

www.alahazratnetwork.org

وقال[عه] تعالٰی وقیلہ یٰرب ان ھٰؤلاء قوم لایؤمنون ؎۱

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: مجھے قسم ہے رسول کے اس کہنے کی کہ اے رب میرے! یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔

وقال تعالٰی: والعصر ؎۲

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: قسم زمان برکت نشان محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی۔

اے مسلمان! یہ مرتبہ جلیلہ اس جانِ محبوبیت کے سوا کسے میسر ہوا کہ قرآنِ عظیم نے اُن کے شہر کی قسم کھائی، ان کی باتوں کی قسم کھائی، اُن کے زمانے کی قسم کھائی، اُن کی جان کی قسم کھائی، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ ہاں اے مسلمان! محبوبیتِ کبرٰی کے یہی معنٰی ہیں۔ والحمد للہ رب العٰلمین (اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ ت)۔

ابن مردویہ اپنی تفسیر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما حلف اللہ بحیاۃ احد الا بحیاۃ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال تعالٰی لعمرک انھم لفی سکرتھم یعمھون ۝ وحیاتک یا محمد ؎۳

یعنی اللہ تعالٰی نے کبھی کسی کی زندگی کی قسم یاد نہ فرمائی سوائے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کہ آیۂ لعمرک میں فرمایا تیری جان کی قسم اے محمد![عه۲]

عه قلت اغفل الامام القسطلانی ھذہ الآیۃ فی المواھب وقد سوغ فیھا ھذا المعنی الامام النسفی فی المدارک ۱۲ منہ۔

میں کہتا ہوں امام قسطلانی نے مواہب میں اس کی طرف توجہ نہ فرمائی جبکہ تفسیر مدارک میں امام نسفی نے اس آیۂ کریمہ میں اس معنٰی کو روا رکھا ہے ۱۲ منہ (ت)

عه۲ ذکر ھذہ التاویل فی التفسیر الکبیر ثم القاضی البیضاوی فی تفسیرہ وتبعھما القسطلانی واقرہ الزرقانی ۱۲ منہ۔

اس تاویل کو (امام رازی نے) تفسیر کبیر میں پھر قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا۔ امام قسطلانی نے ان کی اتباع کی اور زرقانی نے اس کو برقرار رکھا۔ (ت)

؎۱ القرآن الکریم ۴۳/ ۸۸ ؎۲ القرآن الکریم ۱۰۳/ ۱

؎۳ الدر المنثور بحوالہ ابن مردویہ تحت الآیۃ ۱۵/ ۷۲ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۸۰

www.alahazratnetwork.org

ابویعلیٰ ابن جریر، ابن مردویہ، بیہقی، ابونعیم، ابن عساکر، بغوی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

ماخلق اللہ وماذرأ وما برأ نفسا اکرم علیہ من محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وما حلف اللہ بحیاۃ احد الا بحیاۃ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعمرك انھم لفی سکرتھم یعمھون[1]

اللہ تعالٰی نے ایسا کوئی نہ بنایا، نہ پیدا کیا، نہ آفرینش فرمایا جو اسے محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زیادہ عزیز ہو، نہ کبھی ان کی جان کے سوا کسی جان کی قسم یاد فرمائی کہ ارشاد کرتا ہے مجھے تیری جان کی قسم وہ کافر اپنی مستی میں بہک رہے ہیں۔

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی احیاء العلوم اور امام محمد بن الحاج عبدری کی مدخل اور

عہ ذکرہ فی الاحیاء والمدخل بطولہ وفی المواھب والنسیم کلمات منہ، وکذا الامام القاضی عیاض فی الشفاء وعزاہ الامام الجلال السیوطی فی مناھل الصفا صاحب اقتباس الانوار ولابن الحاج فی مدخلہ قال وکفی بذلك سندا لمثلہ فانہ لیس مما یتعلق بہ الاحکام اھ وذکرہ فی النسیم[2]۔

اس کو احیاء العلوم اور مدخل میں مفصل ذکر کیا ہے جبکہ مواہب ونسیم میں اس سے کچھ کلمات ذکر کئے گئے۔ اور یونہی امام قاضی عیاض نے شفاء میں ذکر فرمایا۔ امام سیوطی نے اس کو مناہل صفاء صاحب اقتباس الانوار کی طرف منسوب کیا۔ ابن الحاج نے اپنی کتاب مدخل میں کہا کہ اس کی مثل کے لئے یہ سند کافی ہے کیونکہ اس کے ساتھ شرعی احکام متعلق نہیں ہوتے اھ اور اس کو نسیم میں ذکر کیا ہے۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] الدرالمنثور بحوالہ ابی یعلٰی وابن جریر وابن مردویۃ والبیہقی تحت الآیۃ ۱۵/ ۷۲ بیروت ۵/ ۸۰
جامع البیان تحت الآیۃ ۱۵/ ۷۲ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴/ ۵۴ و ۵۵
دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الرابع عالم الکتب بیروت الجزء الاول ص ۱۲
[2] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض الفصل السابع مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/ ۲۴۸

www.alahazratnetwork.org

امام احمد محمد خطیب قسطلانی مواہب لدنیہ اور علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض میں ناقل حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ایک حدیث طویل میں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں:

بابی انت وامی یارسول اللہ لقد بلغ من فضیلتك عند اللہ تعالٰی ان اقسم بحیاتك دون سائر الانبیاء ولقد بلغ من فضیلتك عندہ ان اقسم بتراب قدمیك فقال

یارسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان بیشک حضور کی بزرگی خدا تعالٰی کے نزدیک اس حد کو پہنچی کہ حضور کی زندگی کی قسم یاد فرمائی نہ باقی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی۔ اور تحقیق حضور کی فضیلت خدا کے یہاں اس نہایت کی ٹھہری کہ حضور کی خاکِ پا کی قسم یاد فرمائی

(بقیہ صفحہ گزشتہ)

اقول وھو کلام نفیس طویل جلیل رثی بہ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حین تحقق لہ موتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بخطبۃ ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کما یظہر بمراجعۃ الحدیث بطولہ فما وقع فی شرح المواھب للعلامۃ الزرقانی فی المقصد السادس[1] تحت اٰیۃ لا اقسم بھذا البلد ان عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ قال للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واقرہ علیہ اھ سھو ینبغی التنبیہ لہ ۱۲ منہ۔

اقول (میں کہتا ہوں) وہ طویل ونفیس کلام ہے جس کے ساتھ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مرثیہ کہا جبکہ ان کے لئے صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے خطبہ سے آپ کی موت ثابت ہوگئی جیسا کہ طویل حدیث کی طرف رجوع کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ علامہ زرقانی کی شرح مواہب کے مقصد سادس میں آیت کریمہ لا اقسم بھذا البلد کے تحت جو واقع ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ بات نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے کہی اور آپ نے اس کو برقرار رکھا اھ سہو ہے جس پر متنبہ کرنا چاہئے ۱۲ منہ (ت)

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد السادس النوع الخامس الفصل الخامس ۶/ ۲۲۴

www.alahazratnetwork.org

لا اقسم بھذا البلد[1] کہ ارشاد کرتا ہے مجھے قسم اس شہر کی۔ (ت)

شیخ محقق رحمہ اللہ تعالٰی مدارج میں فرماتے ہیں:

ایں لفظ در ظاہر نظر سخت مے در آید نسبت بجناب عزت چوں گویند کہ سوگند مے خورد بخاکپائے حضرت رسالت و نظر بحقیقت معنے صاف و پاک است کہ غبارے نیست برآں تحقیق ایں سخن آنست کہ سوگند خوردن حضرت رب العزت جل جلالہ بچیزے غیر ذات و صفات خود برائے اظہار شرف و فضیلت و تمیز آں چیز است نزد مردم و نسبت بایشاں تا بدانند کہ آں امر عظیم و شریف است، نہ آنکہ اعظم است نسبت بوئے تعالٰی الخ۔[2]

یہ لفظ ظاہری نظر میں اللہ رب العزت کی طرف نسبت کرنے میں سخت ہیں۔ جب یوں کہتے ہیں کہ اللہ رب العزت حضرت رسالتمآب کی خاکِ پا کی قسم ارشاد فرماتا ہے اور نظرِ حقیقت میں معنٰی بالکل پاک وصاف ہے کہ اس پر کوئی غبار نہیں۔ اس کی تحقیق یہ ہے کہ اللہ رب العزت کا اپنی ذات وصفات کے علاوہ کسی چیز کی قسم یاد فرمانا اس لئے ہوتا ہے کہ لوگوں کے نزدیک لوگوں کی بنسبت اس چیز کا شرف، فضیلت اور ممتاز ہونا ظاہر ہوجائے تاکہ وہ جان لیں کہ یہ چیز عظمت و شرف والی ہے۔ یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ چیز اللہ تعالٰی کی بنسبت اعظم ہے الخ (ت)

آیتِ ثامنہ (آٹھویں آیت): قرآن عظیم میں جابجا حضرات انبیاء علیہم الصلٰوۃ والثناء سے کفار کی جاہلانہ جدال مذکور جس کے مطالعہ سے ظاہر کہ وہ اشقیاء طرح طرح سے حضرات انبیاء میں سخت کلامی وبیہودہ گوئی کرتے اور حضرات رسل علیہم الصلٰوۃ والسلام اپنے حلم عظیم وفضل کریم کے لائق جواب دیتے۔ سیدنا نوح علیہ الصلٰوۃ والسلام سے ان کی قوم نے کہا:

انا لنرٰک فی ضلٰل مبین[3] بیشک ہم تمھیں کھلا گمراہ سمجھتے ہیں۔

فرمایا:

یٰقوم لیس بی ضلٰلۃ و اے میری قوم! مجھے گمراہی سے کچھ علاقہ نہیں،

---

[1] المواہب اللدنیہ المقصد السادس النوع الخامس الفصل الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۲۱۵
نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض الباب الاول الفصل الرابع مرکز اہلسنت ہند ۱/ ۱۹۶
[2] مدارج النبوۃ باب سوم دربیان فضل وشرافت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۵
[3] القرآن الکریم ۷/ ۶۰

www.alahazratnetwork.org

لکنی رسول من رب العلمین ۔[1]	میں تو رسول ہوں پروردگارِ عالم کی طرف سے ۔

سیدنا ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عاد نے کہا :

انا لنرٰك فی سفاھۃ و انا لنظنك من الکٰذبین ۔[2]	یقیناً ہم تمھیں حماقت میں خیال کرتے ہیں، اور ہمارے گمان میں تم بے شک جھوٹے ہو۔

فرمایا :

یٰقوم لیس بی سفاھۃ ولٰکنی رسول من رب العٰلمین ۔[3]	اے میری قوم ! مجھ میں اصلاً سفاہت نہیں، میں تو پیغمبر ہوں رب العالمین کا۔

سیدنا شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مدین نے کہا :

انا لنرٰك فینا ضعیفا ۚ ولو لا رھطك لرجمنٰك وما انت علینا بعزیز ۔[4]	ہم تمھیں اپنے میں کمزور دیکھتے ہیں۔ اور اگر تمھارے ساتھ کے یہ چند آدمی نہ ہوتے تو ہم تمھیں پتھروں سے مارتے، اور کچھ تم ہماری نگاہ میں عزت والے نہیں۔

فرمایا :

یٰقوم ارھطی اعز علیکم من اللہ واتخذتموہ وراءکم ظھریا ۔[5]	اے میری قوم ! کیا میرے کنبے کے یہ معدود لوگ تمھارے نزدیک اللہ سے زیادہ زبردست ہیں اور اُسے تم بالکل بُھلائے بیٹھے ہو۔

سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرعون نے کہا :

انی لاظنك یٰموسٰی مسحورا ۔	میرے گمان میں تو اے موسیٰ ! تم پر جادو ہُوا۔

فرمایا :

لقد علمت ما انزل ھٰؤلاء الا رب السمٰوٰت والارض بصائر ۚ وانی لاظنك یٰفرعون	تو خوب جانتا ہے کہ انھیں نہ اتارا مگر آسمان و زمین کے مالک نے دلوں کی آنکھیں کھولنے کو، اور میرے یقین میں تو اے فرعون ! تو ہلاک

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۶۱
[2] القرآن الکریم ۷/ ۶۶
[3] " " ۷/ ۶۷
[4] " " ۱۱/ ۹۱
[5] " " ۱۱/ ۹۲
[6] " " ۱۷/ ۱۰۱

www.alahazratnetwork.org

مثبوراً[1] ہونے والا ہے۔

مگر حضور سید المرسلین افضل المحبوبین محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین کی خدمتِ والا میں کفار نے جو زبان درازی کی ہے ملک السمٰوٰت والارض جل جلالہٗ خود متکفل جواب ہوا ہے، اور محبوب اکرم مطلوب اعظم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے آپ مدافعہ فرمایا ہے۔ طرح طرح حضور کی تنزیہ و تبریت ارشاد فرمائی۔ جابجا رفع الزامِ اعدائے لیام پر قسم یاد فرمائی، یہاں تک کہ غنی مغنی عزّ مجدہ نے ہر جواب و خطاب سے حضور کو غنی کر دیا، اور اللہ تعالٰی کا جواب دینا حضور کے خود جواب دینے سے بدرجہا حضور کے لئے بہتر ہوا۔ اور یہ وُہ مرتبۂ عظمٰی ہے کہ نہایت نہیں رکھتا۔ ذٰلك فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ط واللہ ذوالفضل العظیم[2] (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ ت)

(۱) کفار نے کہا:

یایھا الذی نزّل علیہ الذکر انك لمجنون[3] ○	اے وہ جن پر قرآن اترا، بیشک تم مجنون ہو۔

حق جل وعلا نے فرمایا:

نٓ والقلم وما یسطرون ○ ما انت بنعمۃ ربك بمجنون[4]	قسم قلم اور نوشتہائے ملائک کی تو اپنے رب کے فضل سے ہرگز مجنون نہیں۔
وان لك لاجرًا غیر ممنون[5] ○	اور بے شک تیرے لئے اجر بے پایاں ہے۔

کہ تو ان دیوانوں کی بدزبانی پر صبر کرتا اور حلم و کرم سے پیش آتا ہے۔ مجنون تو چلتی ہوا سے اُلجھا کرتے ہیں، تیرا سا حلم و صبر کوئی تمام عالم کے عقلاء میں تو بتادے۔

وانك لعلٰی خلق عظیم[6] ○	اور بے شک تُو بڑے عظمت والے ادب تہذیب پر ہے۔

کہ ایک حلم و صبر کیا تیری جو خصلت ہے اس درجہ عظیم و باشوکت ہے کہ اخلاقِ عاقلانِ جہان

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۱۰۲
[2] القرآن الکریم ۵/ ۵۴
[3] 〃 ۱۵/ ۶
[4] 〃 ۶۸/ ۱ و ۲
[5] 〃 ۶۸/ ۳
[6] 〃 ۶۸/ ۴

www.alahazratnetwork.org

مجتمع ہوکر اُس کے ایک شمہ کو نہیں پہنچتے۔ پھر اُس سے بڑھ کر اندھا کون جو تجھے ایسے لفظ سے یاد کرے مگر یہ اُن کا اندھاپن بھی چندروز کا ہے۔

فستبصر ویبصرون ۵ بایکم المفتون[1] عنقریب تُو بھی دیکھے گا اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کسے جنون ہے۔

آج اپنی بے خردی و دیوانگی و کور باطنی سے جو چاہیں کہہ لیں، آنکھیں کھلنے کا دن قریب آتا ہے اور دوست و دشمن سب پر کھلا چاہتا ہے کہ مجنون کون تھا۔

(۲) وحی اُترنے میں جو کچھ دنوں دیر لگی کافر بولے:

ان محمدا ودعہ ربہ و قلاہ[2] بیشک محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو اُن کے رب نے چھوڑ دیا اور دشمن پکڑا۔

حق جل وعلا نے فرمایا:

والضحٰی والیل اذا سجٰی[3] قسم ہے دن چڑھے کی، اور قسم رات کی جب اندھیری ڈالے۔

یا قسم اے محبوب تیرے رُوئے روشن کی اور قسم تیری زلف کی جب چمکتے رخساروں پر بکھر آئے۔

ما ودعك ربك وما قلٰی[4] نہ تجھے تیرے رب نے چھوڑا اور نہ دشمن بنایا۔

اور یہ اشقیاء بھی دل میں خوب سمجھتے ہیں کہ خدا کی تجھ پر کیسی مہر ہے، اسی مہر ہی کو دیکھ دیکھ کر جلے جاتے ہیں اور حسد وعناد سے یہ طوفان جوڑتے ہیں اور اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑتے ہیں مگر یہ خبر نہیں کہ،

وللاٰخرۃ خیر لك من الاولٰی[5] بے شک آخرت تیرے لئے دنیا سے بہتر ہے۔

وہاں جو نعمتیں تجھ کو ملیں گی نہ آنکھوں نے دیکھیں، نہ کانوں نے سُنیں، نہ کسی بشر یا مَلک کے خطرے میں آئیں، جن کا اجمال یہ ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۶۸/ ۵ و ۶

[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۹۳/ ۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۳۶۵

[3] القرآن الکریم ۹۳/ ۱ و ۲

[4] القرآن الکریم ۹۳/ ۳

[5] " ۹۳/ ۴

www.alahazratnetwork.org

ولسوف یعطیک ربک فترضی [1] قریب ہے تجھے تیرا رب اتنا دے گا کہ تُو راضی ہوجائے گا۔

اُس دن دوست دشمن سب پر کُھل جائے گا کہ تیرے برابر کوئی محبوب نہ تھا۔ خیر اگر آج یہ اندھے آخرت کا یقین نہیں رکھتے تو تجھ پر خدا کی عظیم، جلیل، کثیر، جزیل نعمتیں رحمتیں آج کی تو نہیں قدیم ہی سے ہیں۔ کیا تیرے پہلے احوال اُنھوں نے نہ دیکھے اور اُن سے یقین حاصل نہ کیا کہ جو نظرِ عنایت تجھ پر ہے ایسی نہیں کہ کبھی بدل جائے، الم یجدك یتیما فاٰوٰی [2] الٰی اٰخر السورۃ۔ کیا اس نے تمھیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی (سورت کے آخر تک۔ ت)۔

(۳) کفار نے کہا: لست مرسلاً [3] تم رسول نہیں ہو۔ حق جل وعلا نے فرمایا:

یٰسٓ ۔ والقراٰن الحکیم انك لمن المرسلین [4] اے سردار! مجھے قسم ہے حکمت والے قرآن کی، تُو بیشک مرسل ہے۔

(۴) کفار نے حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کو شاعری کا عیب لگایا۔ حق جل وعلا نے فرمایا:

وما علمنٰہ الشعر وما ینبغی لہ [5] ان ھو الا ذکر وقراٰن مبین [6] نہ ہم نے انھیں شعر سکھایا اور نہ وہ ان کے لائق تھا۔ وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن بیان والا قرآن۔

(۵) منافقین حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتے اور اُن میں کوئی کہتا ایسا نہ ہو کہیں اُن تک خبر پہنچے۔ کہتے: پہنچے گی تو کیا ہوگا، ہم سے پوچھیں گے ہم مکر جائیں گے، قسمیں کھالیں گے، انھیں یقین آجائے گا، کہ ھُو اُذنٌ [7] وہ تو کان ہیں جیسی ہم سے سنیں گے مان لیں گے۔

حق جل وعلا نے فرمایا: اُذن خیر لکم [8] وہ تمھارے بھلے کے لئے کان ہیں۔ کہ جھوٹے

---

[1] القرآن الکریم ۹۳/ ۵
[2] القرآن الکریم ۹۳/ ۶
[3] " ۱۳/ ۴۳
[4] " ۳۶/ ۱ تا ۳
[5] " ۳۶/ ۶۹
[6] " ۳۶/ ۶۹
[7] " ۹/ ۶۱
[8] ۹/ ۶۱

www.alahazratnetwork.org

عذر بھی قبول کرلیتے ہیں۔ اور بکمال حلم وکرم چشم پوشی فرماتے ہیں۔ ورنہ کیا انھیں تمھارے بھیدوں اور خلوت کی چھپی باتوں پر آگاہی نہیں۔ یؤمن باللہ[1] خدا پر ایمان لاتے ہیں۔ اور وہ تمھارے اسرار انھیں مطلع کرتا ہے، پھر تمھاری جھوٹی قسموں کا انھیں کیونکر یقین آئے۔ ہاں ویؤمن للمؤمنین[2] ایمان والوں کی بات واقعی مانتے ہیں۔ کہ انھیں اُن کے دل کی سچی حالتوں پر خبر ہے۔ اس لئے ورحمۃ للذین اٰمنوا منکم[3] مہربانی ہے اُن پر جو تم میں ایمان لائے۔ کہ ان کے طفیل سے انھیں ہمیشگی کے گھر میں بڑے بڑے رُتبے ملتے ہیں۔ اور اگرچہ یہ بھی اُن کی رحمت ہے کہ دنیا میں تم سے چشم پوشی ہوتی ہے۔ مگر اس کا نتیجہ اچھا نہ سمجھو، کہ تمھاری گستاخیوں سے انھیں ایذا پہنچی ہے۔ والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم[4] اور جو لوگ رسول اللہ کو ایذا دیں ان کے لئے دُکھ کی مار ہے۔

(۶) ابن اُبی شقی ملعون نے جب وہ کلمہ ملعونہ کہا:

لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منھا الاذل[5]	اگر ہم مدینہ لوٹ کر گئے تو ضرور نکال باہر کریگا عزت والا ذلیل کو۔

حق جل وعلا نے فرمایا:

وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنٰفقین لایعلمون[6]	عزت تو ساری خدا اور رسول ومؤمنین ہی کے لئے ہے پر منافقوں کو خبر نہیں۔

(۷) عاص بن وائل شقی نے جو صاحبزادۂ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے انتقال پُرملال پر حضور کو ابتر یعنی نسل بریدہ کہا۔ حق جل وعلا نے فرمایا: انا اعطینٰک الکوثر[7] بیشک ہم نے تمھیں خیر کثیر عطا فرمائی۔ کہ اولاد سے نام چلنے کو تمھاری رفعت ذکر سے کیا نسبت، کروڑوں صاحب اولاد گزرے جن کا نام تک کوئی نہیں جانتا، اور تمھاری ثنا کا ڈنکا تو قیام قیامت تک اکناف عالم واطراف جہاں میں بجے گا اور تمھارے نام نامی کا خطبہ ہمیشہ ہمیشہ اطباق فلک آفاق

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶۱
[2] القرآن الکریم ۹/ ۶۱
[3] " ۹/ ۶۱
[4] " ۹/ ۶۱
[5] " ۶۳/ ۸
[6] " ۶۳/ ۸
[7] " ۱۰۸/ ۱

www.alahazratnetwork.org

زمین میں پڑھا جائے گا۔ پھر اولاد بھی تمھیں وہ نفیس وطیب عطا ہوگی جن کی بقا سے بقائے عالم مربوط رہیگی۔ اِس کے سوا تمام مسلمان تمھارے بال بچے ہیں، اور تم سا مہربان اُن کے لئے کوئی نہیں، بلکہ حقیقت کار کو نظر کیجئے تو تمام عالم تمھاری اولاد معنوی ہے کہ تم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا، اور تمھارے ہی نور سے سب کی آفرینش ہوئی۔ اسی لئے جب ابوالبشر آدم تمھیں یاد کرتے یوں کہتے، یا ابنی صورۃ و اباءی معنی[1] اے ظاہر میں میرے بیٹے اور حقیقت میں میرے باپ۔ پھر آخرت میں جو تمھیں ملنا ہے اس کا حال تو خدا ہی جانے۔ جب اُس کی یہ عنایت بیغایت تم پر مبذول ہو۔ تو تم ان اشقیاء کی زبان درازی پر کیوں ملول ہو بلکہ فصل لربك وانحر[2] رب کے شکرانہ میں اس کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ ان شانئك ھو الابتر[3] جو تمھارا دشمن ہے وہی نسل بریدہ ہے۔ کہ جن بیٹوں پر اُسے ناز ہے یعنی عمرو وہشام رضی اللہ تعالٰی عنہما، وہی اُس کے دشمن ہو جائیں گے۔ اور تمھارے دینِ حق میں آکر بوجہ اختلافِ دین اُس کی نسل سے جُدا ہوکر تمھارے دینی بیٹوں میں شمار کئے جائیں گے۔ پھر آدمی بے نسل ہوتا۔ تو یہی سہی کہ نام نہ چلتا۔ اس سے نام بد کا باقی رہنا ہزار درجہ بدتر ہے۔ تمھارے دشمن کا ناپاک نام ہمیشہ بدی و نفرین کے ساتھ لیا جائے گا، اور روزِ قیامت اِن گستاخیوں کی پوری سزا پائے گا۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

(۸) جب حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے قریب رشتہ داروں کو جمع فرماکر وعظ و نصیحت اور اسلام و اطاعت کی طرف دعوت کی۔ ابولہب شقی نے کہا:

تبا لك سائر الیوم لھذا جمعتنا[4]۔ ٹوٹنا اور ہلاک ہونا ہو تمھارے لئے ہمیشہ کو، کیا ہمیں اسی لئے جمع کیا تھا۔

حق جل وعلا نے فرمایا: تبت یدا ابی لھب وتب[5] ٹوٹ گئے دونوں ہاتھ ابولہب کے۔

---

[1] المدخل لابن الحاج فصل فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۳۴

[2] القرآن الکریم ۱۰۸/ ۲ [3] القرآن الکریم ۱۰۸/ ۳

[4] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ تبت یدا ابی لھب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۴۳
صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان من مات علی الکفر الخ " " " ۱/ ۱۱۴
تفسیر المراغی تحت الآیۃ ۱۱۱/ ۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۰/ ۲۶۰

[5] القرآن الکریم ۱۱۱/ ۱

www.alahazratnetwork.org

اور وہ خود ہلاک و برباد ہوا، ما اغنیٰ عنہ مالہ وما کسب[1] اُس کے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور جو کمایا۔ سیصلی نارا ذات لھب[2] اب بیٹھا چاہتا ہے بھڑکتی آگ میں۔ وامرأتہ حمالۃ الحطب[3] اور اس کی جورو لکڑیوں کا گٹھا سر پر لئے۔ فی جیدھا حبل من مسد[4] اُس کے گلے میں مونج کی رسّی۔

بالجملہ اس روش کی آیتیں قرآن عظیم میں صدہا نکلیں گی۔ اسی طرح حضرت یوسف و بتول مریم اور ادھر ام المؤمنین صدیقہ علٰی سیدہم وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے قصّے اس مضمون پر شاہدِ عدل ہیں۔ حضرت والد ماجد "سرور القلوب فی ذکر المحبوب" میں فرماتے ہیں،

"حضرت یوسف کو دُودھ پیتے بچے، اور حضرت مریم کو حضرت عیسٰی کی گواہی سے لوگوں کی بدگمانی سے نجات بخشی، اور جب حضرت عائشہ پر بہتان اُٹھا خود ان کی پاک دامنی کی گواہی دی، اور سترہ آیتیں نازل فرمائیں، اگر چاہتا ایک ایک درخت اور پتھر سے گواہی دلواتا۔ مگر منظور یہ ہوا کہ محبوبۂ محبوب کی طہارت و پاکی پر خود گواہی دیں اور عزت و امتیاز ان کا بڑھائیں[5]" انتہٰی۔

محلِ غور ہے کہ ارکین دولت و مقربان حضرت سے باغیان سرکش بگستاخی و بے ادبی پیش آئیں۔ اور بادشاہ ان کے جوابوں کو انھیں پر چھوڑ دے۔ مگر ایک سردار بلند وقار کے ساتھ یہ برتاؤ ہو کہ مخالفین جو زبان درازی اس کی جناب میں کریں۔ حضرت سلطان اُس مقرب ذی شان کو کچھ نہ کہنے دے بلکہ بہ نفس نفیس اس کی طرف سے تکفل جواب کرے۔ کیا ہر ذی عقل اس معاملہ کو دیکھ کر یقین قطعی نہ کرے گا کہ سرکار سلطانی میں جو اعزاز اس مقرب جلیل کا ہے دوسرے کا نہیں، اور جو خاص نظر اس کے حال پر ہے اوروں کا حصہ اس میں نہیں۔ والحمد للہ رب العٰلمین۔

آیت تاسعہ: قال تعالٰی عظمتہ، **نویں آیت**: اللہ تعالٰی نے فرمایا،

عسٰی ان یبعثک ربک مقاما قریب ہے تجھے تیرا رب بھیجے گا تعریف کے

---

[1] القرآن الکریم ۱۱۱/۲ [2] القرآن الکریم ۱۱۱/۳

[3] " ۱۱۱/۴

[4] " ۱۱۱/۵

[5] سرور القلوب فی ذکر المحبوب

www.alahazratnetwork.org

محموداً[1] مقام میں۔

صحیح بخاری و جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے فرمایا:

سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن المقام المحمود فقال ھو الشفاعۃ[2]

حضرت سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سوال ہوا: مقامِ محمود کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: شفاعت۔

اسی طرح احمد و بیہقی ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

سئل عنہا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یعنی قولہ عسٰی ان یبعثک ربک مقاما محمودا فقال ھی الشفاعۃ[3]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اللہ تعالٰی کے قول "قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں" کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا وہ شفاعت ہے۔ (ت)

اور شفاعت کی حدیثیں خود متواتر و مشہور اور صحاح وغیرہ میں مروی و مسطور، جن کی بعض ان شاء اللہ تعالٰی تجلی دوم میں مذکور ہوں گی۔

اُس دن آدم صفی اللہ سے عیسٰی کلمۃ اللہ تک سب انبیاء اللہ علیہم الصلوٰۃ والسلام نفسی نفسی فرمائیں گے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انا لہا انا لہا میں ہوں شفاعت کے لئے، میں ہوں شفاعت کے لئے۔ انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین سب ساکت ہوں گے اور وہ متکلم۔ سب سر بگریبان، وہ ساجد و قائم۔ سب محلِ خوف میں، وہ آمن و ناعم۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۷۹

[2] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ ۱۷ باب قولہ عسٰی ان یبعثک الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۸۶
جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ بنی اسرائیل امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۴۲

[3] مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۴۴
نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض بحوالہ احمد والبیہقی فصل فی تفضیلہ بالشفاعۃ ۲/ ۳۴۵
الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی تفضیلہ بالشفاعۃ المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/ ۱۸۰

www.alahazratnetwork.org

سب اپنی فکر میں، اُنھیں فکرِ عوالم۔ سب زیرِ حکومت، وُہ مالک و حاکم۔ بارگاہِ الٰہی میں سجدہ کرینگے۔ اُن کا رب انھیں فرمائے گا: یامحمد ارفع رأسك وقل تسمع وسل تعطہ و اشفع تشفع[1] اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور عرض کرو کہ تمھاری عرض سُنی جائے گی، اور مانگو کہ تمھیں عطا ہوگا، اور شفاعت کرو تمھاری شفاعت قبول ہے۔ اس وقت اولین و آخرین میں حضور (صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) کی حمد و ثناء کا غلغلہ پڑجائے گا اور دوست، دشمن، موافق، مخالف، ہر شخص حضور (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) کی افضلیتِ کبرٰی و سیادتِ عظمٰی پر ایمان لائے گا۔ والحمدللہ رب العٰلمین ؎

مقامِ تو محمود و نامت محمد ۔۔۔ بہ نیساں مقامے و نامے کہ دارد[2]

(آپ کا مقام محمود اور نام محمد ہے، ایسا مقام اور نام کون رکھتا ہے۔ت)

امام محی السنۃ بغوی معالم التنزیل میں فرماتے ہیں:

عن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال ان اللہ عزوجل اتخذ ابراھیم خلیلا وان صاحبکم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خلیل اللہ واکرم الخلق علی اللہ ثم قرأ "عسٰی ان یبعثك ربك مقاما محمودا" قال یجلسہ علی العرش[3]۔

یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی بیشک اللہ عزوجل نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خلیل بنایا۔ اور بیشک تمھارے آقا محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلیل اور تمام خلق سے زیادہ اُس کے نزدیک عزیز و جلیل ہیں۔ پھر یہ آیت تلاوت کرکے فرمایا اللہ تعالےٰ انھیں روزِ قیامت عرش پر بٹھائے گا۔

وعزا نحوہ فی المواھب[4] للثعلبی (اس کی مثل مواہب میں ثعلبی کی طرف منسوب ہے۔ت)

امام عبد بن حمید وغیرہ حضرت مجاہد تلمیذِ رشید حضرت حبر الامہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے اس آیت کی تفسیر میں راوی،

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰۹

[2]

[3] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۱۷/ ۷۹ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۱۰۹

[4] المواہب اللدنیۃ الفصل الثالث الشفاعۃ والمقام المحمود المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۶۴۳

www.alahazratnetwork.org

یُجلسہ اللہ تعالٰی معہ علی العرش[1] اللہ تعالٰی انھیں عرش پر اپنے ساتھ بٹھائے گا۔

یعنی معیتِ تشریف و تکریم کہ وہ جلوس و مجلس سے پاک و متعالی ہے ـــــ امام قسطلانی مواہب لدنیہ میں ناقل امام علامہ سید الحفاظ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں مجاہد کا یہ قول نہ از روئے نقل مدفوع نہ از جہت[2] نظر ممنوع، اور نقاش نے ابوداؤد صاحب سنن رحمہ اللہ تعالٰی

عہ رد علی الواحدی حیث بالغ فی الانکار علی ذٰلك وابلغ الجزاف منتہاہ کما قال الاول بلغ السیل زباہ حتی قال "لا یمیل الیہ الا قلیل العقل عدیم الدین"[2] اھ واللہ تعالٰی یسامح المسلمین واحتج لزعمہ بما لا حجۃ لہ فیہ وقد رد علیہ العلماء کما یظہر بالرجوع الی المواھب وشرحہ واعظم ماتشبث بہ فی ذٰلك انہ تعالٰی قال "مقاما محمودا"[3] لم یقل مقعدا والمقام موضع القیام لاموضع القعود۔ قال الزرقانی واجیب بانہ یصح علی ان المقام مصدر

یہ رَد ہے واحدی پر کیونکہ اس نے اس قول کے انکار میں بہت مبالغہ کیا اور اپنے بے تکے کلام کو انتہا تک پہنچایا جیسا کہ قولِ اوّل میں کیا اور سیلاب اپنی سیرابی تک پہنچا۔ اس نے کہا کہ اس کی طرف نہیں مائل ہوگا مگر کم عقل اور بے دین اھ اللہ تعالٰی مسلمانوں سے درگزر فرمائے۔ اور اس نے اپنے گمان کے مطابق جس چیز سے استدلال کیا اس میں اس کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے بیشک اس پر علمائے کرام نے رَد فرمایا جیسا کہ مواہب اور اس کی شرح کی طرف رجوع کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ سب سے بڑی دلیل جس سے اس نے تمسک کیا وہ یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے "مقاما محمودا" فرمایا ہے "مقعدا محمودا" نہیں فرمایا اور مقام موضعِ قیام ہے نہ کہ موضعِ قعود۔ زرقانی نے کہا اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ مقام مصدر

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] المواہب اللدنیۃ عن القسطلانی المقصد العاشر الفصل الثالث المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۶۴۲

شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ بحوالہ عبد بن حمید وغیرہ المقصد العاشر الفصل الثالث ۸/ ۳۶۸

[2] المواہب اللدنیۃ عن القسطلانی المقصد العاشر الفصل الثالث المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۶۴۳

[3] القرآن الکریم ۱۷/ ۷۹

www.alahazratnetwork.org

سے نقل کیا، من انکر ھذا القول فھو متھم[1] جو اس قول سے انکار کرے وہ متہم ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

میمی لا اسم مکان[2] اھ ای فیقوم مقام المفعول المطلق ای یبعثك بعثا محمودا۔

اقول و باللہ التوفیق ان الرفعۃ بعد التواضع من تواضع للہ رفعہ اللہ فالقعود انما یکون بعد ما یقوم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بین یدی ربہ تبارك وتعالٰی علی قدم الخدمۃ فذلك المکان مقام محمود و مقعد محمود وکلام اللہ سبحٰنہ وتعالٰی بما یقتصر علی بعض الشیئ کما فی قولہ تعالٰی سبحٰن الذی اسرٰی بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصٰی[3]، و قد ثبت فی الاحادیث انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یسجد بین یدی ربہ تبارك وتعالٰی ایاما اسبوعا او اسبوعین ثم یرفع راسہ[4]، وانما

میمی ہے نہ کہ ظرف مکان اھ یعنی یہ مفعول مطلق کے قائم مقام ہے اور معنٰی یہ ہوگا کہ اللہ تعالٰی تجھے اٹھائے گا ایسا اٹھانا جو محمود ہوگا۔

اقول (میں کہتا ہوں) اور توفیق اللہ تعالٰی کی طرف سے۔ علاوہ ازیں رفعت تواضع کے بعد ہے، جو اللہ تعالٰی کے لئے عاجزی کرتا ہے اللہ تعالٰی اس کو رفعت عطا فرماتا ہے، چنانچہ قعود اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قدمِ خدمت پر قیام کے بعد ہوگا تو وہی مکان مقام محمود اور مقعد محمود ہوگا اور اللہ کا کلام بعض شَے پر مقتصر ہے جیسا کہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے سبحٰن الذی الخ (پاک ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصٰی تک) اور تحقیق احادیث سے ثابت ہوچکا ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ تبارك و تعالٰی کی بارگاہ میں ایک ہفتہ یا دو ہفتے سجدہ ریز رہیں گے پھر سر اٹھائیں گے اس جگہ کا نام اللہ تعالٰی

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] المواہب اللدنیۃ عن العسقلانی المقصد العاشر الفصل الثالث المکتب الاسلامی بیروت ۴/۶۳۳

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ " " دارالمعرفۃ بیروت ۸/۳۶۸

[3] القرآن الکریم ۱۷/۱

[4]

اسی طرح امام دارقطنی نے اس قول کی تصریح فرمائی، اور اس کے بیان میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

سماہ اللہ تعالٰی مقامًا محمودًا لا مسجدًا فان لم ینف بہ امر السجود فلم ذا ینفی امر القعود قال الواحدی" واذا قیل السلطان بعث فلانا فھم منہ انہ ارسلہ الٰی قوم لاصلاح مھماتھم ولا یفھم منہ انہ اجلسہ مع نفسہ[1] قال الزرقانی وھذا مردود بان ھذا عادۃ یجوز تخلفھا علٰی ان احوال الاٰخرۃ لا یقاس علی احوال الدنیا[2] یبعثھم اللہ تعالٰی فی جمعھم عندہ لیحکم بینھم لا لیرسلھم الٰی قوم فجاز ان یکون ھذا البعث بالاجلاس لا للارسال مع ان الارسال کما یغایر الجلوس فکذا القیام عندہ ولکن الھوس یأتی بالعجائب والحل ان البعث من عندہ ھو الذی ذکرھا الواحدی والبعث من محل للحضور عندہ لاینافی

نے مقامِ محمود رکھا ہے مسجد نہیں رکھا۔ تو جب امرِ سجود اُس کے منافی کیسے ہوگا؟ واحدی نے کہا جب کہا جائے کہ فلاں کو بادشاہ نے مبعوث کیا تو اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ بادشاہ نے اس کو قوم کی طرف بھیجا ہے کہ ان کی مہمات کی اصلاح کرے، یہ نہیں سمجھا جاتا کہ بادشاہ نے اسے اپنے ساتھ بٹھالیا۔ زرقانی نے کہا یہ مردود ہے کیونکہ یہ ایک امرِ عادی ہے جس کے خلاف ہونا بھی جائز ہے۔ اس کے علاوہ یہ کہ احوالِ آخرت کو احوالِ دنیا پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالٰی کو مبعوث فرماکر سب کو ایک میدان میں جمع کریگا تاکہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائے نہ کہ ان کو اصلاح کے لئے کسی قوم کے پاس بھیجے گا۔ تو جائز ہے کہ یہ بعث بٹھانے کے ساتھ ہو نہ کہ بھیجنے کے ساتھ۔ باوجودیکہ ارسال جس طرح بیٹھنے کے مغایر ہے اسی طرح اس کے پاس کھڑے رہنے کے بھی مغایر ہے لیکن جنون عجیب وغریب امور کو لاتا ہے اور اس کا حل یہ ہے کہ جس بعث کو واحدی نے ذکر کیا ہے وہ ہے "بعث من عندہ" اپنے

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] المواہب اللدنیۃ بحوالہ الواحدی المقصد العاشر الفصل الثالث المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۶۴۳

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ " " " " " " " " دارالمعرفۃ بیروت ۸/ ۳۶۹

www.alahazratnetwork.org

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الجلوس عندہ کما لایخفی ۔ قال الزرقانی تحت قول الواحدی لایمیل الیہ الخ ھذا مجازفۃ فی الکلام لاتلیق بطالب فضلا عن عالم بعد ثبوت القول عن تابعی جلیل ووجد مثلہ عن صحابیین ابن عباس وابن مسعود[1] اھ قلت بل عن ثلثۃ ثالثھم ابن سلام کما نقلنا فی المتن رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین ثم بعد کتابتی ھذا المحل رأیت الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھٰھنا تم الٰھنا والحمد للہ الٰھنا قال الامام الجلیل الجلال فی الدر المنثور اخرج الدیلمی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عسٰی ان یبعثک ربک مقاما محمودا قال یجلسنی معہ علی

پاس سے بھگانا۔ اور وہ بعث جو کسی محل سے اُس کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے لئے ہو وہ اس کے پاس بیٹھنے کے منافی نہیں، جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ واحدی کے قول "لایمیل الیہ الخ" کے تحت زرقانی نے یہ کہا کہ یہ بے تُکا کلام ہے جو کسی طالب کے لائق بھی نہیں چہ جائیکہ عالم کے لائق ہو جبکہ ایک جلیل القدر تابعی سے یہ قول ثابت ہوچکا ہے اور اسی کی مثل دو صحابیوں یعنی ابن عباس اور ابن مسعود سے۔ میں کہتا ہوں بلکہ تین صحابہ سے۔ تیسرے ابن سلام ہیں جیسا کہ ہم نے متن میں نقل کیا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ پھر اس محل کی کتابت کے بعد میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث دیکھی، یہاں ہماری بحث تام ہوگئی، اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو ہمارا معبود ہے۔ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے درمنثور میں فرمایا دیلمی نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے آیت کریمہ "عسٰی ان یبعثک ربک مقاما محمودا" (قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں) کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالٰی

(باقی برصفحہ آئندہ)

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد العاشر الفصل الثالث دارالمعرفۃ بیروت ۸/ ۳۶۸

www.alahazratnetwork.org

چند اشعار[عہ] نظم کئے، کما فی نسیم الریاض (جیسا کہ نسیم الریاض میں ہے۔ت)۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

السریر[1] وقد عرفنا من ھٰھنا صدق ابن تیمیۃ فی قولہ فی الثعلبی ان الواحدی صاحبہ کان ابصر منہ بالعربیۃ لکنہ ابعد عن اتباع السلف[2] اھ وان کان ابن تیمیۃ نفسہ ابعد وابعد وبالجملۃ فاسمع ما اثرناہ عن الامام ابی داؤد والامام الدارقطنی والامام العسقلانی فہم الائمۃ الاجلۃ الشان وایاك وان تلتفت الی من عمہ لیس بذالك فی ھذا الشان والحمد للّٰہ رب العٰلمین ۱۲ منہ۔

مجھے اپنے ساتھ تخت پر بٹھائے گا۔ تحقیق ہم نے یہاں سے ثعلبی کے بارے میں ابن تیمیہ کے اس قول کی صداقت جان لی کہ واحدی جو ثعلبی کا ساتھی ہے وہ ثعلبی سے بڑھ کر عربیت میں مہارت رکھتا ہے مگر اسلاف کی اتباع سے بہت ہی دُور ہے اھ خلاصہ یہ کہ تو سُن لے اسکو جو ہم نے نقل کیا ہے امام ابو داؤد، امام دارقطنی اور امام عسقلانی سے، کیونکہ وہ انتہائی جلالتِ شان والے ائمہ ہیں، اور اس شخص کے قولِ باطل کی طرف التفات سے بچ جو ان کے ہم پلّہ نہیں ہے، اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ وہ اشعار یہ ہیں: ؎

حدیث الشفاعۃ عن احمد الی احمد المصطفٰی نسندہ

وقد جاء الحدیث باقعادہ علی العرش ایضا ولا نجحدہ

امروا الحدیث علی وجہہ ولا تدخلوا فیہ ما یفسدہ

ولا تنکروا انہ قاعد ولا تنکروا انہ یقعدہ

اوردھا فی النسیم[3] کلا انہ اجاد فی ذٰلك رحمہ اللہ تعالٰی رحمۃ واسعۃ اھ ۱۲ منہ۔ (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] الدر المنثور تحت الآیۃ ۱۷/ ۷۹ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۸۷

[2]

[3] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل فی تفضیلہ بالشفاعۃ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۲/ ۳۴۳

www.alahazratnetwork.org

ابوالشیخ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی :

ان محمدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوم القیٰمۃ یجلس علی کرسی الرب بین یدی الرب۔[1]	بیشک محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم روزِ قیامت رب کے حضور رب کی کرسی پر جلوس فرمائیں گے۔

معالم میں عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے : یقعدہ علی الکرسی[2] ۔ اللہ تعالٰی انھیں کرسی پر بٹھائے گا، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی اٰلہٖ و اصحابہ اجمعین ، والحمد للہ رب العٰلمین (اللہ تعالٰی درود نازل فرمائے آپ پر، آپ کی آل پر اور آپ کے تمام صحابہ پر، اور تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے جو کُل جہانوں کا پروردگار ہے۔ ت)

آیت عاشرہ (دسویں آیت) : قرآن شریف کے تفصیلی ارشادات ومحاورات و نقلِ اقوال و ذکرِ احوال پر نظر کیجئے، تو ہر جگہ اِس نبی کریم علیہ افضل الصلٰوۃ والتسلیم کی شان سب انبیائے کرام علیہم الصلٰوۃ والسلام سے بلند و بالا نظر آتی ہے، یہ وہ بحرِ ذخار ہے جس کی تفصیل کو دفتر درکار۔ علمائے دین مثل امام ابونعیم و ابن فورک و قاضی عیاض وجلال سیوطی و شہاب قسطلانی وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی نے ان تفرقوں سے بعض کی طرف اشارہ فرمایا۔ فقیر اول ان کے چند افراجات ذکر کرکے پھر بعض امتیاز کہ بانذک تامل اِس وقت ذہنِ قاصر میں حاضر ہوئے ظاہر کرے گا تطویل سے خوف اور اختصار کا قصد بہتل پر اقتصار کا باعث ہوا :

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

(ترجمہ اشعار : بحوالہ امام احمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مروی ہے ہم احمد مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک اس کی اسناد کرتے ہیں۔ یہ حدیث بھی آئی ہے کہ اللہ تعالٰی آپ کو عرش پر بٹھائے گا اور ہم اس کا انکار نہیں کرتے۔ انھوں نے حدیث کو درست بیان کیا ہے تم اس میں کلامِ فاسد کو داخل مت کرو، نہ اس بات کا انکار کرو کہ آپ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم عرش پر جلوہ گر ہوں گے اور نہ ہی اس بات کا انکار کرو کہ اللہ تعالٰی آپ کو عرش پر بٹھائے گا)

اسکو نسیم الریاض میں مکمل بیان کیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں انھوں نے خوب اشعار کہے ہیں اللہ تعالٰی ان پر وسیع رحمت نازل فرمائے (ت)

---

[1] المواہب اللدنیہ المقصد العاشر الفصل الثالث المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۶۴۳ و ۶۴۴

[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۱۷/ ۷۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۱۰۹

www.alahazratnetwork.org

(۱) خلیل جلیل علیہ الصلوٰۃ والتبجیل سے نقل فرمایا:

فلا تخزنی یوم یبعثون[1] مجھے رُسوا نہ کرنا جس دن لوگ اٹھائے جائیں۔

حبیبِ قریب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے خود ارشاد ہوا:

یوم لا یخزی اللہ النبی والذین اٰمنوا معہ[2] جس دن خدا رسوا نہ کرے گا نبی اور اس کے ساتھ والے مسلمانوں کو۔

حضور کے صدقے میں صحابہ بھی اس بشارتِ عظمٰی سے مشرف ہوئے۔

(۲) خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تمنائے وصال نقل کی، انی ذاھب الٰی ربی سیھدین[3] (بیشک میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں اور وہ مجھے راہ دے گا۔ ت) حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خود بلا کر عطائے دولت کی خبر دی: سبحٰن الذی اسرٰی بعبدہٖ[4] (پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا۔ ت)۔

(۳) خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آرزوئے ہدایت نقل فرمائی: سیھدین[5] (وہ مجھے راہ دے گا۔ ت)، حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے خود ارشاد فرمایا: ویھدیک صراطًا مستقیمًا[6] (اور تمہیں سیدھی راہ دکھا دے۔ ت)

(۴) خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے آیا فرشتے ان کے معزز مہمان ہوئے،

ھل اتٰک حدیث ضیف ابراھیم المکرمین[7] اے محبوب! کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر آئی! (ت)

حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے فرمایا فرشتے ان کے لشکری وسپاہی بنے،

وایدہٗ بجنود لم تروھا[8] یمددکم ربکم بخمسۃ اٰلاف من الملئکۃ مسومین[9] والملئکۃ بعد ذٰلک ظھیر[10] اور ان فوجوں سے اس کی مدد کی جو تم نے نہ دیکھیں، تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیجے گا اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۸۷
[2] القرآن الکریم ۶۶/ ۸
[3] 〃 ۳۷/ ۹۹
[4] 〃 ۱۷/ ۱
[5] 〃 ۳/ ۹۹
[6] 〃 ۴۸/ ۲
[7] 〃 ۵۱/ ۲۴
[8] 〃 ۹/ ۴۰
[9] 〃 ۳/ ۱۲۵
[10] 〃 ۶۶/ ۴

www.alahazratnetwork.org

(۵) کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو فرمایا، انھوں نے خدا کی رضا چاہی:

وعجلت الیک رب لترضٰی[1] اور تیری طرف میں جلدی کرکے حاضر ہوا کہ تو راضی ہو۔(ت)

حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے بتایا، خدا نے اُن کی رضا چاہی:

فلنولینک قبلۃ ترضٰھا[2] و لسوف یعطیک ربک فترضٰی[3] تو ضرور ہم تمھیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمھاری خوشی ہے۔ اور بیشک قریب ہے کہ تمھارا رب تمھیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہوجاؤ گے۔(ت)

(۶) کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بخوفِ فرعون مِصر سے تشریف لے جانا بلفظِ فرار نقل فرمایا:

ففررت منکم لما خفتکم[4] تو میں تمھارے یہاں سے نکل گیا جبکہ تم سے ڈرا۔(ت)

حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ہجرت فرمانا باحسن عبارات ادا فرمایا:

اذیمکر بک الذین کفروا[5] اور اے محبوب! یاد کرو جب کافر تمھارے ساتھ مکر کرتے تھے۔(ت)

(۷) کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے طُور پر کلام کیا اور اسے سب پر ظاہر فرمادیا،

انا اخترتک فاستمع لما یوحٰی o اننی انا اللہ لا الٰہ الا انا فاعبدنی، واقم الصلوٰۃ لذکری[6] الٰی اٰخرالاٰیات۔ اور میں نے تجھے پسند کیا، اب کان لگا کر سُن جو تجھے وحی ہوتی ہے، بیشک میں ہی ہوں اللہ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری بندگی کر اور میری یاد کے لئے نماز قائم رکھ۔ آیات کے آخر تک۔(ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۸۴ [2] القرآن الکریم ۲/ ۱۴۴
[3] " ۹۳/ ۵ [4] " ۲۶/ ۲۱
[5] " ۸/ ۳۰
[6] " ۲۰/ ۱۳ و ۱۴

www.alahazratnetwork.org

حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فوق السمٰوٰت مکالمہ فرمایا اور سب سے چھپایا:

فاوحٰی الٰی عبدہٖ ما اوحٰی[1] — اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔ ت

(۸) داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ارشاد ہوا:

لاتتبع الھوٰی فیضلك عن سبیل اللہ[2] — خواہش کی پیروی نہ کرنا کہ تجھے بہکا دے خدا کی راہ سے۔

حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارے میں قسم فرمایا:

ومایَنطق عن الھوٰی ان ھو الا وحیٌ یوحٰی[3] — کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کہتا، وہ تو نہیں مگر وحی کہ القا ہوتی ہے۔

اب فقیر عرض کرتا ہے وباللہ التوفیق:

(۹) نوح و ہود علیہما الصلوٰۃ والسلام سے دعا نقل فرمائی:

رب انصرنی بما کذبون[4] — الٰہی! میری مدد فرما بدلا اس کا کہ انھوں نے مجھے جھٹلایا۔

محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے خود ارشاد ہوا:

وینصرك اللہ نصرا عزیزا[5] — اللہ تیری مدد فرمائے گا زبردست مدد۔

(۱۰) نوح و خلیل علیہما الصلوٰۃ والتسلیم سے نقل فرمایا، انھوں نے اپنی اُمت کی دعائے مغفرت کی:

ربنا اغفرلی ولوالدی و[عہ] — اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ

عہ یہ لفظ دعائے خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہیں، اور دعائے نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام ان لفظوں سے ہے،

رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مؤمنا وللمؤمنین والمؤمنٰت[6] — اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اُسے جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں ہے اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کو۔ (ت)

[1] القرآن الکریم ۵۳/ ۱۰
[2] القرآن الکریم ۳۸/ ۲۶
[3] القرآن الکریم ۵۳/ ۳ و ۴
[4] القرآن الکریم ۲۳/ ۲۶
[5] القرآن الکریم ۴۸/ ۳
[6] القرآن الکریم ۷۱/ ۲۸

www.alahazratnetwork.org

للمؤمنین یوم یقوم الحساب[۱] کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔ (ت)

حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خود حکم دیا اپنی امت کی مغفرت مانگو:

واستغفر لذنبك وللمؤمنین والمؤمنٰت[۲] اور اے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔ (ت)

(۱۱) خلیل علیہ الصلٰوۃ والسلام کے لئے آیا، انھوں نے پچھلوں میں اپنے ذکر جمیل باقی رہنے کی دعا کی:

واجعل لی لسان صدق فی الاٰخرین[۳] اور میری سچی ناموری رکھ پچھلوں میں۔ (ت)

حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے خود فرمایا، ورفعنا لك ذكرك[۴] (اور ہم نے تمھارے لئے تمھارا ذکر بلند کردیا۔ ت) اور اس سے اعلٰی وارفع مژدہ ملا:

عسٰی ان یبعثك ربك مقاما محمودا۔[۵] قریب ہے کہ تمھارا رب تمھیں ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمھاری حمد کریں۔ (ت)

کہ جہاں اولین وآخرین جمع ہوں گے حضور کی حمد وثنا کا شور ہر زبان سے جوش زن ہوگا۔

(۱۲) خلیل علیہ الصلٰوۃ والسلام کے قصہ میں فرمایا، انھوں نے قوم لوط علیہ الصلٰوۃ والسلام سے رفع عذاب میں بہت کوشش کی یجادلنا فی قوم لوط (ہم سے لوط کے بارے میں جھگڑنے لگا۔ ت) یا ابراھیم اعرض عن ھٰذا[۶] اے ابراہیم! اس خیال میں نہ پڑ۔ عرض کی: ان فیھا لوطا[۷] اس بستی میں لوط جو ہے۔ حکم ہوا نحن اعلم بمن فیھا[۸] ہمیں خوب معلوم ہیں جو وہاں ہیں۔ حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ارشاد ہوا،

ماکان اللہ لیعذبھم وانت فیھم[۹] اللہ ان کافروں پر بھی عذاب نہ کرے گا جب تک اے رحمت عالم! تو ان میں تشریف فرما ہے۔

---

[۱] القرآن الکریم ۱۴/ ۴۱
[۲] القرآن الکریم ۴۷/ ۱۹
[۳] ؍؍ ۲۶/ ۸۴
[۴] ؍؍ ۹۴/ ۴
[۵] ؍؍ ۱۷/ ۷۹
[۶] ؍؍ ۱۱/ ۷۴
[۷] ؍؍ ۱۱/ ۷۶
[۸] ؍؍ ۲۹/ ۳۲
[۹] ؍؍ ۲۹/ ۳۲
[۱۰] ؍؍ ۸/ ۳۳

www.alahazratnetwork.org

(۱۳) خلیل علیہ الصلوۃ والسلام سے نقل فرمایا، ربنا وتقبل دعاء[1] الٰہی! میری دُعا قبول فرما۔ حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور اُن کے طفیلیوں کو ارشاد ہوا،

قال ربکم ادعونی استجب لکم[2] تمہارا رب فرماتا ہے مجھ سے دُعا مانگو میں قبول کروں گا۔

(۱۴) کلیم علیہ الصلوۃ والسلام کی معراج درخت دنیا پر ہوئی،

نودی من شاطئ الواد الایمن فی البقعۃ المبارکۃ من الشجرۃ[3] ندا کی گئی میدان کے دائیں کنارے سے برکت والے مقام میں پیڑ سے۔ (ت)

حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی معراج سدرۃ المنتہٰی و فردوسِ اعلٰی تک بیان فرمائی:

عند سدرۃ المنتہٰی ہ عندھا جنۃ الماوٰی[4] سدرۃ المنتہٰی کے پاس، اس کے پاس جنت الماوٰی ہے۔ (ت)

(۱۵) کلیم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے وقتِ ارسال اپنی دل تنگی کی شکایت کی،

ویضیق صدری ولا ینطلق لسانی فارسل الٰی ھٰرون[5] ط اور میرا سینہ تنگی کرتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی تو تُو ہارون کو بھی رسول کر۔ (ت)

حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خود شرحِ صدر کی دولت بخشی، اور اس سے منتِ عظمٰی رکھی۔

الم نشرح لک صدرک (کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا۔ ت)

(۱۶) کلیم علیہ الصلوۃ والتسلیم پر حجاب نار سے تجلی ہوئی،

فلما جاءھا نودی ان بورک من فی النار ومن حولھا[6] پھر جب وہ آگ کے پاس آیا، ندا کی گئی کہ برکت دیا گیا وہ جو اس آگ کی جلوہ گاہ میں ہے (یعنی حضرت موسٰی علیہ الصلوۃ والسلام)۔

حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر جلوۂ نور سے تجلی ہوئی اور وہ بھی غایت تفخیم و تعظیم کے لئے بالفاظِ ابہام بیان فرمائی گئی،

---

[1] القرآن الکریم ۱۴/۴۰
[2] القرآن الکریم ۴۰/۶۰
[3] " ۲۸/۳۰
[4] " ۵۳/۱۴ و ۱۵
[5] " ۲۶/۱۳
[6] " ۹۴/۱

www.alahazratnetwork.org

اذ یغشی السدرۃ ما یغشی[1] جب چھاگیا سدرہ پر جو کچھ چھایا

ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، بزار، ابویعلٰی، بیہقی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث طویل معراج میں راوی،

ثم انتہی الی السدرۃ فغشیہا نور الخلاق عزوجل فکلمہ تعالٰی عند ذٰلک فقال لہ سل[2] پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سدرہ تک پہنچے۔ خالق عزوجل کا نور اس پر چھایا۔ اس وقت جل جلالہ نے حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کلام کیا اور فرمایا: مانگو اھ ملخصاً۔

(۱۷) کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے اپنے اور اپنے بھائی کے سوا سب سے برأت و قطع تعلق فرمایا۔ جب انھوں نے اپنی قوم کو قتالِ عمالقہ کا حکم دیا اور انھوں نے نہ مانا۔ عرض کی:

رب انی لا املک الا نفسی واخی فافرق بیننا وبین القوم الفسقین[3] الٰہی! میں اختیار نہیں رکھتا مگر اپنا اور اپنے بھائی کا، تو جدائی فرمادے ہم میں اور اس گنہگار قوم میں۔

حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ظلِ وجاہت میں کفار تک کو داخل فرمایا:

ماکان اللہ لیعذبہم وانت فیہم[4] عسٰی ان یبعثک ربک مقاما محمودا[5] اور اللہ کا کام نہیں کہ انھیں عذاب کرے جب تک اے محبوب! تم ان میں تشریف فرما ہو۔ قریب ہے کہ تمھارا رب تمھیں اس جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمھاری حمد کریں۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۳/ ۱۶

[2] تفسیر ابن ابی حاتم تحت الآیۃ ۱۷/ ۱ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکۃ المکرمۃ ریاض ۷/ ۲۳۱۳
جامع البیان (تفسیر طبری) " ۵۳/ ۱۶ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲۷/ ۶۸
الدر المنثور بحوالہ البزار وابویعلٰی وابن ابی حاتم وابن مردویۃ والبیہقی تحت الآیۃ ۱۷/ ۱ ۵/ ۱۸۶

[3] القرآن الکریم ۵/ ۲۵

[4] " ۸/ ۳۳

[5] " ۱۷/ ۷۹

www.alahazratnetwork.org

یہ شفاعت کبرٰی ہے کہ تمام اہل موقف موافق و مخالف سب کو شامل۔

(۱۸) ہارون و کلیم علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے لئے فرمایا، انھوں نے فرعون کے پاس جاتے اپنا خوف عرض کیا،

ربنا اننا نخاف ان یفرط علینا او ان یطغٰی[1] اے ہمارے رب! بے شک ہم ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے یا شرارت سے پیش آئے (ت)

اس پر حکم ہوا،

لاتخافا اننی معکما اسمع و ارٰی[2] ڈرو نہیں، میں تمھارے ساتھ ہوں، سُنتا اور دیکھتا۔

حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خود فردہ نگہبانی دیا، واللہ یعصمك من الناس[3] (اور اللہ تمھاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے۔ت)

(۱۹) مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں فرمایا ان سے پرائی بات پر یوں سوال ہوگا:

یعیسی ابن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی و اُمی الٰھین من دون اللہ[4] اے مریم کے بیٹے عیسٰی! کیا تُو نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو خدا ٹھیرا لو۔

معالم میں ہے اس سوال پر خوفِ الٰہی سے حضرت روح اللہ صلوات اللہ وسلامہ علیہ کا بند بند کانپ اٹھے گا اور ہر بُن مُو سے خون کا فوارہ بہے گا پھر جواب عرض کریں گے جس کی حق تعالٰی تصدیق فرماتا ہے۔[5] حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جب غزوہ تبوک کا قصد فرمایا اور منافقوں نے جھوٹے بہانے بنا کر نہ جانے کی اجازت لے لی۔ اس پر سوال تو حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بھی ہوا مگر یہاں جو شان لطف و محبت و کرم و عنایت ہے قابل غور ہے ارشاد فرمایا،

عفا اللہ عنك لم اذنت لھم[6] اللہ تجھے معاف فرمائے، تُو نے انھیں اجازت کیوں دے دی۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/۴۵ [2] القرآن الکریم ۲۰/۴۶

[3] 〃 ۵/۶۷ [4] 〃 ۵/۱۱۶

[5] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۵/۱۱۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۶۶

[6] القرآن الکریم ۹/۴۳

www.alahazratnetwork.org

سبحان اللہ! سوال پیچھے ہے اور محبت کا کلمہ پہلے۔ والحمدللہ رب العالمین۔

(۲۰) مسیح علیہ الصلوۃ والسلام سے نقل فرمایا، انھوں نے اپنے امتیوں سے مدد طلب کی:

فلما احس عیسٰی منھم الکفر قال من انصاری الی اللہ ط قال الحواریون نحن انصار اللہ [1]

پھر جب عیسٰے نے ان سے کفر پایا، بولا کون میرے مددگار ہوتے ہیں اللہ کی طرف۔ حواریوں نے کہا ہم دین خدا کے مددگار ہیں۔

حبیب صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم کی نسبت انبیاء ومرسلین کو حکمِ نصرت ہوا: لتؤمنن بہ ولتنصرنہ [2] (تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ ت)۔

غرض جو کسی محبوب کو ملا وہ سب اور اس سے افضل واعلٰی انھیں ملا، اور جو انھیں ملا وہ کسی کو نہ ملا ؎

حسنِ یوسف دمِ عیسٰے یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری [3]

(آپ یوسف (علیہ السلام) کا حسن، عیسٰے (علیہ السلام) کی پھونک اور روشن ہاتھ رکھتے ہیں۔ جو کمالات وہ سارے رکھتے ہیں آپ اکیلے رکھتے ہیں۔ ت)

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی آلہ واصحابہ وبارک وکرّم، والحمدللہ رب العٰلمین۔

ہیکل دوم میں لآلی متلالی احادیث جلیلہ

تابش اوّل چند وحی ربانی علاوہ آیاتِ کریمہ قرآنی

وحی اول [عہ]: حاکم، بیہقی، طبرانی، آجری، ابونعیم، ابن عساکر امیرالمومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ

عہ وقال صحیح الاسناد واقرہ علیہ — اور کہا کہ اس کا اسناد صحیح ہے، علامہ ابن امیرالحاج

(باقی برصفحہ آئندہ)

۱؎ القرآن الکریم ۳/ ۵۲
۲؎ القرآن الکریم ۳/ ۸۱
۳؎

www.alahazratnetwork.org

سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لما اقترف اٰدم الخطیئۃ قال رب اسئلك بحق محمد لما غفرت لی، قال وکیف عرفت محمدا قال لانك لما خلقتنی بیدك ونفخت فی من روحك رفعت رأسی فرأیت علی قوائم العرش مکتوبا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ فعلمت انك لم تضف الی اسمك الا احب الخلق الیك قال صدقت یاٰدم ولولا محمد ما خلقتك وفی روایۃ عند الحاکم فقال اللہ تعالٰی صدقت یاٰدم انہ لاحب الخلق الی اما اذا سئلتنی بحقہ

یعنی آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خطا کا ارتکاب کیا تو انھوں نے اپنے رب سے عرض کی: اے رب میرے! صدقہ محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا میری مغفرت فرما۔ رب العٰلمین نے فرمایا: تُو نے محمد (صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم) کو کیونکر پہچانا؟ عرض کی، جب تُو نے مجھے اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور مجھ میں اپنی رُوح ڈالی میں نے سَر اٹھایا تو عرش کے پایوں پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا پایا، جانا کہ تُو نے اپنے نام کے ساتھ اسی کا نام ملایا ہے جو تجھے تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے آدم! تُو نے سچ کہا بے شک وُہ مجھے تمام جہان سے زیادہ پیارا ہے، اب کہ تُو نے اس کے حق کا وسیلہ کرکے مجھ سے مانگا تو میں تیری مغفرت کرتا ہوں اور اگر محمد (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نہ ہوتا تو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

العلامۃ ابن امیر الحاج فی الحلیۃ والسبکی فی شفاء السقام اقول والذی تحرر عندی انہ لاینزل عن درجۃ الحسن، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ۔

نے حلیہ میں اور سبکی نے شفاء السقام میں اس کو برقرار رکھا۔ میں کہتا ہوں جو میرے ہاں ثابت ہے وہ یہ کہ وہ درجہ حسن سے کمتر نہیں، اور اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے ۱۲ منہ (ت)

ـــــــــــــــــــــــــــــ

؎ دلائل النبوۃ للبیہقی باب ما جاء فی تحدث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بنعمۃ ربہ الخ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۴۸۹

تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ آدم علیہ السلام ؍؍؍ دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/ ۳۰۹

www.alahazratnetwork.org

فقد غفرت لك ولولا محمد ما غفرت وما خلقتك[1] — میں تیری مغفرت نہ کرتا، نہ تجھے بناتا۔

بیہقی و طبرانی کی روایت میں ہے: آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی:

رأیت فی کل موضع من الجنة مکتوبًا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ فعلمت انه اکرم خلقك علیك[2] — میں نے ہر جگہ جنت میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا دیکھا، تو جانا کہ وہ تیری بارگاہ میں تمام مخلوق سے زیادہ عزت والا ہے۔

آجری کی روایت میں ہے:

فعلمت انه لیس احد اعظم قدرًا عندك ممن جعلت اسمه مع اسمك[3] — مجھے یقین ہُوا کہ کسی کا رتبہ تیرے نزدیک اس سے بڑا نہیں جس کا نام تُو نے اپنے نام کے ساتھ رکھا ہے۔

وحی دوم: حاکم بافادۂ تصحیح عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی،

عــه داقرہ علیه السبکی فی شفاء السقام والسراج البلقینی فی فتاویه وکذا جزم بصحته العلامة ابن حجر فی افضل القرٰی اقول قد صرح المحقق ابن الهمام فی باب الاحرام من فتح القدیر ان الاقدام علی التحسین فرع معرفته حالا وعینا قلت فکیف بالتصحیح وانت تعلم ان من یعلم حجة علی من لا یعلم ۱۲ منه۔

امام سبکی نے شفاء السقام میں اور سراج بلقینی نے اپنے فتاوٰی میں اس کو برقرار رکھا۔ اور یونہی اسکی صحت پر جزم فرمایا امام ابن حجر نے افضل القرٰی میں۔ میں کہتا ہوں امام محقق ابن ہمام نے فتح القدیر کے باب الاحرام میں تصریح کی کسی کی تحسین فرع اسکے حال وعین کی معرفت سے کی ہے۔ میں کہتا ہوں پھر تصحیح کا حال کیسا ہے اور جانتے ہو کہ جاننے والا نہ جاننے والے پر حجت ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب التاریخ استغفار آدم بحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم دار الفکر بیروت ۲/ ۶۱۵
کنز العمال بحوالہ ک وغیرہ حدیث ۳۲۱۳۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۱۵

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الثالث الفصل الاول المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/ ۱۳۷ و ۱۳۸
نسیم الریاض بحوالہ البیہقی والطبرانی " " مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۲/ ۲۲۴

[3] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی " " المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/ ۱۳۸

www.alahazratnetwork.org

اوحی اللہ تعالٰی الٰی عیسٰی یا عیسٰی اٰمن بمحمد وأمر من ادرک من امتک ان یؤمنوا بہ فلولا محمد ما خلقت آدم ولولا محمد ما خلقت الجنۃ ولا النار ولقد خلقت العرش علی الماء فاضطرب فکتبت علیہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ فسکن[1]۔

اللہ تعالٰی نے عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی بھیجی اے عیسٰی! ایمان لا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر۔ اور تیری امّت سے جو لوگ اس کا زمانہ پائیں انھیں حکم کر کہ اس پر ایمان لائیں کہ اگر محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نہ ہوتا میں آدم کو نہ پیدا کرتا، نہ جنت و دوزخ بناتا، جب میں نے عرش کو پانی پر بنایا اسے جنبش تھی میں نے اس پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھ دیا، پس ٹھہر گیا۔

وحی سوم[3]: ابن عساکر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی گئی: اللہ تعالٰی نے موسٰی علیہ السلام سے کلام کیا، عیسٰی علیہ السلام کو روح القدس سے بنایا۔ ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل فرمایا۔ آدم علیہ السلام کو برگزیدہ کیا۔ حضور کو کیا فضل دیا۔ فوراً جبرائیل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نازل ہوئے اور عرض کی حضور کا رب ارشاد فرماتا ہے:

ان کنت اتخذت ابراھیم خلیلا فقد اتخذتک من قبل حبیبا وان کنت کلمت موسٰی فی الارض تکلیما۔ فقد کلمتک فی السماء۔ وان کنت خلقت عیسٰی من روح القدس فقد خلقت اسمک من قبل ان اخلق الخلق بالفی سنۃ ولقد وطئت فی السماء موطئا لم یطأہ احد قبلک ولا یطأہ احد بعدک۔ وان کنت اصطفیت اٰدم فقد ختمت بک الانبیاء وما خلقت

اگر میں نے ابراہیم کو خلیل کیا، تمھیں حبیب کیا۔ اور اگر موسٰی سے زمین میں کلام فرمایا تم سے آسمان میں کلام کیا۔ اور اگر عیسٰی کو روح القدس سے بنایا تو تمھارا نام آفرینش خلق سے دو ہزار برس پہلے پیدا کیا۔ اور بیشک تمھارے قدم آسمان میں وہاں پہنچے جہاں نہ تم سے پہلے کوئی گیا نہ تمھارے بعد کسی کی رسائی ہو۔ اور اگر میں نے آدم کو برگزیدہ کیا تمھیں ختم الانبیاء کیا اور تم سے زیادہ عزت و کرامت والا کسی کو

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب التاریخ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجود الناس بالخیر دار الفکر بیروت ۲/ ۶۱۵

www.alahazratnetwork.org

خلقا اکرم علی منك (وساق الحدیث الی ان قال) ظل عرشی فی القیامۃ علیك ممدود وتاج الحمد علٰی رأسك معقود وقرنت اسمك مع اسمی فلا اذکر فی موضع حتی تذکر معی۔ ولقد خلقت الدنیا واھلھا لاعرفھم کرامتك و منزلتك عندی، ولولاك ما خلقت الدنیا۔[1]

نہ بنایا، قیامت میں میرے عرش کا سایہ تم پر گسترد ہ، اور حمد کا تاج تمہارے سر پر آراستہ، تمہارا نام میں نے اپنے نام سے ملایا کہ کہیں میری یاد نہ ہو، جب تک تم میرے ساتھ یاد نہ کئے جاؤ اور بیشک میں نے دنیا و اہلِ دنیا کو اس لئے بنایا کہ جو عزت و منزلت تمہاری میرے نزدیک ہے ان پر ظاہر کروں، اگر تم نہ ہوتے میں دنیا کو نہ بناتا۔

وحی چہارم: دیلمی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اتانی جبریل فقال ان اللہ یقول لولاك ما خلقت الجنۃ ولولاك ما خلقت النار۔[2]

میرے پاس جبریل نے حاضر ہو کر عرض کی اللہ تعالٰی فرماتا ہے اگر تم نہ ہوتے میں جنت کو نہ بناتا، اور اگر تم نہ ہوتے میں دوزخ کو نہ بناتا۔

یعنی آدم و عالم سب تمہارے طفیلی ہیں، تم نہ ہوتے تو مطیع و عاصی کوئی نہ ہوتا، جنت و نار کس کیلئے ہوتیں، اور خود جنت و نار اجزائے عالم سے ہیں جن پر تمہارے وجود کا پرتو پڑا۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم ؎

مقصود ذات اوست دگر جملگی طفیل　　منظور نور اوست دگر جملگی ظلام

(مقصود ان کی ذات ہے باقی تمام طفیلی ہے، فقط انہی کا نور دکھائی دیتا ہے باقی سب تاریکیاں ہیں۔ت)

وحی پنجم: ابونعیم حلیہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر　باب ذکر عروجہ الی السماء الخ　داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۹۶ و ۲۹۷

[2] کنز العمال　بحوالہ الدیلمی عن ابن عباس　حدیث ۳۲۰۲۵　موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۳۱

[3]

www.alahazratnetwork.org

اوحی اللہ تعالٰی الٰی موسٰی نبی بنی اسرائیل انہ من لقینی وھو جاحد باحمد ادخلتہ النار قال یارب و من احمد قال ماخلقت خلقا اکرم علیّ منہ کتبت اسمہ مع اسمی فی العرش قبل ان اخلق السمٰوٰت والارض ان الجنۃ محرمۃ علٰی جمیع خلقی حتی یدخلھا ھو وامتہ قال و من امتہ قال الحمادون (وذکر صفتھم ثم قال) قال اجعلنی نبی تلک الامۃ، قال نبیھا منھا قال اجعلنی من امۃ ذٰلک النبی قال استقدمت واستاخر ولکن ساجمع بینک و بینہ فی دار الخلد[1]

اللہ تعالٰی نے موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی بھیجی بنی اسرائیل کو خبر دے دے کہ جو احمد کو نہ مانے گا اُسے دوزخ میں ڈالوں گا۔ عرض کی، اے میرے رب! احمد کون ہے؟ فرمایا، میں نے کوئی مخلوق اس سے زیادہ اپنی بارگاہ میں عزت والی نہ بنائی، میں نے آسمان و زمین کی پیدائش سے پہلے اُس کا نام اپنے نام کے ساتھ عرش پر لکھا، اور جب تک وہ اور اس کی اُمت داخل نہ ہولے جنت کو تمام مخلوق پر حرام کیا۔ عرض کی، الٰہی! اس کی امت کون ہے؟ فرمایا، وُہ بڑی حمد کرنے والی۔ اور اُن کی اور صفاتِ جلیلہ نے ارشاد فرمائیں۔ عرض کی الٰہی! مجھے اُس امت کا نبی کر۔ فرمایا: اُن کا نبی انھیں میں سے ہوگا۔ عرض کی، الٰہی! مجھے اُس نبی کی اُمت میں کر۔ فرمایا، تو زمانہ میں مقدم اور وُہ متاخر ہے، مگر ہمیشگی کے گھر میں تجھے اور اُسے جمع کردوں گا۔

وحی ششم: ابن عساکر و خطیب بغدادی انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لما اسری بی قربنی ربی حتی کان بینی وبینہ کقاب قوسین اوادنٰی، وقال لی یا محمد! ھل غمک ان جعلتک اٰخر النبیین قلت

شبِ اسرار مجھے میرے رب نے اتنا نزدیک کیا کہ مجھ میں اور اس میں دُو کمانوں بلکہ اس سے کم کا فاصلہ رہا۔ رب نے مجھ سے فرمایا: اے محمد (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم)! کیا تجھے کچھ بُرا معلوم ہوا کہ میں نے تجھے سب انبیاء سے

---

[1] الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابی نعیم فی الحلیۃ باب ذکرہ فی التوراۃ والانجیل الخ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/۱۲

www.alahazratnetwork.org

لا (یا رب[عه]) ۔ قال فهل غم امتك ان جعلتهم اٰخر الامم ۔ قلت لا (یا رب) قال اخبر امتك انی جعلتهم اٰخر الامم لا فضح الامم عندهم ولا افضحهم عند الامم[له]

متأثر کیا۔ عرض کی، نہیں اے رب میرے! ۔ فرمایا: کیا تیری اُمت کو غم ہوا کہ میں نے انھیں سب اُمتوں سے پیچھے کیا۔ میں نے عرض کی نہیں اے رب میرے! ۔ فرمایا: اپنی امت کو خبر دے میں نے انھیں سب اُمتوں سے اس لئے پیچھے کیا کہ اور اُمتوں کو ان کے سامنے رسوا کروں اور انھیں کسی کے سامنے رُسوا نہ کروں۔

وحی ہفتم: ابونعیم انس بن مالک اور بیہقی حضرت ابوہریرہ[علہ] رضی اللہ تعالٰی عنہما سے دلائل النبوۃ میں راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لما فرغت مما امرنی اللّٰه به من امر السمٰوٰت قلت یا رب انه لم یکن نبی قبلی الا وقد اکرمته جعلت ابراهیم خلیلا و موسٰی کلیما و سخرت لداؤد الجبال و لسلیمان الریاح والشیاطین واحییت لعیسی الموتی فما جعلت لی؛ قال

جب میں حسبِ ارشادِ الٰہی سیرِ سمٰوٰت سے فارغ ہوا اللہ تعالٰی سے عرض کی: اے رب میرے! مجھ سے پہلے جتنے انبیاء تھے سب کو تُو نے فضائل بخشے۔ ابراہیم (علیہ الصلٰوۃ والسلام) کو خلیل کیا، موسٰی (علیہ السلام) کو کلیم۔ داؤد (علیہ السلام) کے لئے پہاڑ مسخر کئے، سلیمان (علیہ السلام) کے لئے ہوا اور شیاطین۔ عیسٰی (علیہ السلام) کے لئے مُردے چلائے، میرے لئے کیا کیا؟ ارشاد

[عه] اللفظ لابن عساکر ولیست عنده لفظة یا رب فی الموضعین انما زدته من عند الخطیب استحلاء ۱۲ منه۔

[عه] لفظ ابن عساکر کے ہیں اور ان کے نزدیک لفظ "یا رب" دونوں جگہ نہیں ہے، اس کو میں نے خطیب کے ہاں سے حلاوت حاصل کرنے کیلئے بڑھا دیا ہے ۱۲ منہ (ت)

[علہ] واضح ہو کہ محدثین کے نزدیک تعدد صحابی سے حدیث متعدد ہو جاتی ہے ۱۲ منہ۔

[له] تاریخ دمشق الکبیر ذکر عروجہ الی السماء الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۹۴-۲۹۵
تاریخ بغداد ترجمہ احمد بن محمد النزولی، ۲۵۵۰ دار الکتاب بیروت ۵/ ۱۳۰

www.alahazratnetwork.org

اولیس اعطیتک افضل من ذٰلک کلّہ لا اذکر الّا ذکرت معی[1] الحدیث

ہوا، کیا میں نے تجھے ان سب سے بزرگی عطا نہ کی کہ میری یاد نہ ہو جب تک تُو میرے ساتھ یاد نہ کیا جائے۔

اور اس کے سوا اور فضائل ذکر فرمائے۔ یہ لفظ حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہیں۔ اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے یُوں ہے رب عزوجل نے فرمایا:

ما اعطیتک خیر من ذٰلک اعطیت الکوثر وجعلت اسمک مع اسمی ینادی بہ فی جوف السماء (الٰی ان قال) وخبأت شفاعتک ولم اخبأھا لنبی غیرک[2]

یعنی جو میں نے تجھے دیا وہ ان سب سے بہتر ہے، میں نے تجھے کوثر عطا فرمایا اور میں نے تیرا نام اپنے نام کے ساتھ کیا کہ جوفِ آسمان میں اس کی ندا ہوتی ہے، اور میں نے تیری شفاعت ذخیرہ کر رکھی ہے، اور تیرے سوا کسی نبی کو یہ دولت نہ دی۔

وحی ہشتم: امام اجل حکیم ترمذی و بیہقی و ابن عساکر ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اتخذ اللہ ابراھیم خلیلا و موسٰی نجیا واتخذنی حبیبا. ثم قال وعزتی وجلالی لاٰوثرن حبیبی علٰی خلیلی و نجیّی[3]

اللہ تعالٰی نے ابراہیم کو خلیل اور موسٰی کو نجی کیا، اور مجھے اپنا حبیب بنایا۔ پھر فرمایا: مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم بیشک اپنے پیارے کو اپنے خلیل اور نجی پر تفضیل دوں گا۔

وحی نہم: ابن عساکر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] الدر المنثور بحوالہ ابی نعیم فی الدلائل تحت الآیۃ ۹۴/۴ دار احیاء التراث العربی بیروت ۸/۵۰۳
دلائل النبوۃ للبیہقی باب الدلیل علی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عرج بہ الی السماء الخ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۴۰۲

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی القسم الاول الباب الثالث الفصل الاول المطبعۃ الشرکۃ الصحافیہ ۱/۱۳۳

[3] الدر المنثور تحت الآیۃ ۴/۱۲۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۵۶
کنز العمال حدیث ۳۱۸۹۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۱/۴۰۶

www.alahazratnetwork.org

قال لی ربی عزوجل نحلت ابراھیم خُلّتی وکلّمت موسٰی تکلیما و اعطیتک یا محمد کفاحا[1]۔ 1

مجھ سے میرے رب عزوجل نے فرمایا: میں نے ابراہیم کو اپنی خلّت بخشی اور موسٰی سے کلام کیا۔ اور تجھے اے محمد! اپنا مواجہہ عطا فرمایا (کہ پاس آکر بے پردہ وحجاب میرا وجہ کریم دیکھا)۔

وحی دہم[2]: بیہقی وہب بن منبہ سے راوی،

اوحی فی الزبور یاداؤد انہ سیاتی بعدک من اسمہ احمد ومحمد صادقا نبیا لااغضب علیہ ابدا ولایغضبنی ابدا (الی قولہ) امتہ مرحومۃ اعطیتہم من النوافل مثل ما اعطیت الانبیاء وافترضت علیھم الفرائض التی افترضت علی الانبیاء والرسل حتی یاتونی یوم القیٰمۃ نورھم مثل نور الانبیاء (الٰی ان قال) یاداؤد فانی فضلت محمدا وامتہ علی الامم کلھا[2] الٰی اٰخرہ۔

اللہ تعالٰی نے زبور مقدس میں وحی بھیجی: اے داؤد! عنقریب تیرے بعد وہ سچا نبی آئے گا جس کا نام احمد و محمد ہے، میں کبھی اس سے ناراض نہ ہوں گا اور نہ وہ کبھی میری نافرمانی کرے گا۔ اُس کی اُمّت اُمّتِ مرحومہ ہے، میں نے انھیں وہ نوافل عطا کئے جو پیغمبروں کو دیئے، اور ان پر وہ احکام فرض ٹھہرائے جو انبیاء اور رسل پر فرض تھے، یہاں تک کہ وہ لوگ میرے پاس روزِ قیامت اس حال پر حاضر ہوں گے کہ اُن کا نُور مثل نورِ انبیاء کے ہوگا۔ اے داؤد! میں نے محمد کو سب سے افضل کیا۔ اور اس کی امت کو تمام اُمتوں پر فضیلت بخشی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم۔

وحی یازدہم[3]: ابونعیم وبیہقی حضرت کعب احبار سے راوی، ان کے سامنے ایک شخص نے خواب بیان کیا، گویا لوگ حساب کے لئے جمع کئے گئے اور حضرات انبیاء بلائے گئے، ہر نبی کے ساتھ اس کی اُمّت آئی، ہر نبی کے لئے دو نور ہیں، اور اُن کے ہر پیرو کے لئے ایک نور جس کی روشنی میں چلتا ہے۔ پھر محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلائے گئے اُن کے سرِ انور و روئے منور کے ہر بال سے جُدا جدا نور کے

ع: یہاں صرف اسی قدر بیان میں آیا، ورنہ حضور کے سر انور سے پائے منور تک نور ہی نور ہوگا جیسا کہ تابش ۲، جلوہ ۲، ارشاد ۳۵ میں مذکور ہوگا ۱۲ منہ

[1] تاریخ دمشق الکبیر ذکر عروجہ الی السماء واجتماعہ الی الانبیاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۹۶

[2] دلائل النبوۃ باب صفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التوراۃ والانجیل الخ دار الکتب العلمیۃ ۱/ ۳۸۰

www.alahazratnetwork.org

ہوئے بلند ہیں جنھیں دیکھنے والا تمیز کرے، اور ان کے ہر پرو کے لئے انبیاء کی طرح دو نور ہیں جس کی روشنی میں راہ چلتا ہے۔ کعب نے خواب سُن کر فرمایا: باللہ الذی لا الٰہ الا ھو رأیت ھذا فی منامك تجھے قسم اللہ کی جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، تُو نے یہ واقعہ خواب میں دیکھا۔ کہا: ہاں؛ والذی نفسی بیدہ انہا الصفۃ محمد وامتہ وصفۃ الانبیاء واممہا فی کتاب اللہ تعالٰی فکانما قرأتہ فی التوراۃ۔[1] قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بیشک بعینہٖ کتاب اللہ میں یوں ہی صفت لکھی ہے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور اُن کی امت اور انبیائے سابقین اور ان کی امتوں کی، گویا تُو نے توریت میں پڑھ کر بیان کیا۔

وحی دوازدہم[12]: امام قسطلانی مواہب لدنیہ و منح محمدیہ میں رسالۂ میلاد امام علامہ ابن ظفر بک سے ناقل مروی ہوا، آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی: الٰہی! تُو نے میری کنیت ابومحمد کس لئے رکھی؟ حکم ہوا: اے آدم! اپنا سر اُٹھا۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سر اٹھایا سراپردۂ عرش میں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نور نظر آیا۔ عرض کی، الٰہی! یہ نور کیسا ہے؟ فرمایا:

ھذا نور نبی من ذریتك اسمہ فی السماء احمد و فی الارض محمد لولاہ ماخلقتك ولا خلقت سماء ولا ارضا۔[2]

یہ نور ایک نبی کا ہے تیری ذریت یعنی اولاد سے، اس کا نام آسمان میں احمد ہے اور زمین میں محمد، اگر وہ نہ ہوتا میں تجھے نہ بناتا، نہ آسمان و زمین کو پیدا کرتا۔

وحی سیزدہم[13]: وفیہ اعنی فی المواہب مروی ہوا، جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام جنّت سے باہر آئے، ساقِ عرش اور ہر مقام بہشت میں نام پاک محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام الٰہی سے ملا ہوا

عہ **اقول** باللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) جنت سے باہر آنا، اور خوفِ الٰہی کے عظیم پہاڑوں کا دلِ مبارک پر دفعۃً ٹوٹ پڑنا، پھر اپنی لغزش کی یاد اور اس پر ندامت، اور اللہ جل جلالہٗ سے حیاء و خجلت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اس وقت کی حالت احاطۂ تقریر و تحریر میں نہیں آسکتی۔ ایسے حال میں اگر آدمی اگلی جانی پہچانی بات بھی ذہول کرے تو اصلاً جائے تعجب نہیں فافہم، واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] الخصائص الکبرٰی باب ذکرہ فی التوراۃ والانجیل الخ مرکز اہلسنت برکاتِ رضا گجرات الہند ۱/ ۱۶

[2] المواہب اللدنیۃ طینتہ صلی اللہ علیہ وسلم المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۴۰

www.alahazratnetwork.org

لکھا دیکھا۔ عرض کی: الٰہی! یہ محمد کون ہے؟ فرمایا: ھذا ولدك الذی لولاہ ما خلقتك یہ تیرا بیٹا ہے، یہ اگر نہ ہوتا میں تجھے نہ بناتا۔ عرض کی: الٰہی! اس بیٹے کی حرمت سے اس باپ پر رحم فرما۔ ارشاد ہوا: اے آدم! اگر تو محمد کے وسیلہ سے تمام اہلِ آسمان و زمین کی شفاعت کرتا ہم قبول فرماتے۔[1]

وحی چہاردہم[14]: امام ابن سبع و علامہ عزفی سیدنا مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے ناقل:

ان اللہ تعالٰی قال لنبیہ من اجلك اسطح البطحاء و اموج الموج وارفع السماء واجعل الثواب والعقاب۔ ذکرہ الزرقانی فی الشرح۔

یعنی اللہ تعالٰی نے اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرمایا: میں تیرے لئے بچھاتا ہوں زمین، اور موجزن کرتا ہوں دریا، اور بلند کرتا ہوں آسمان، اور مقرر کرتا ہوں جزا و سزا۔ (اس کو زرقانی نے شرح میں ذکر کیا ہے[2])

ان سب روایات کا حاصل وہی ہے کہ تمام کائنات نے خلعتِ وجود حضور سید الکائنات صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے صدقہ میں پایا ہے

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے[3]

وحی پانزدہم[15]: فی فتاوی الامام سراج الدین البلقینی (امام سراج الدین بلقینی کے فتاوٰی میں ہے۔ ت) اللہ تعالٰی نے حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرمایا:

قد مننت علیك بسبعۃ اشیاء اولھا انی لم اخلق فی السمٰوٰت والارض اکرم علی منك[4]

میں نے تجھ پر سات احسان کئے، ان میں پہلا یہ ہے کہ آسمان و زمین میں کوئی تجھ سے زیادہ عزت والا نہ بنایا۔

وحی شانزدہم[16]: امام اجل فقیہ محدث عارف باللہ استاد ابوالقاسم قشیری اور مفسر

---

[1] المواہب اللدنیۃ — استشفاع آدم بہ صلے اللہ علیہ وسلم — المکتب الاسلامی بیروت ۱/۸۲
[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ بحوالہ ابن سبع عن علی رضی اللہ عنہ المقصد الاول ۱/۴۴
[3] حدائق بخشش — مکتبہ رضویہ کراچی ۱/۷۹
[4] المنح المکیۃ فی شرح الھمزیۃ بحوالہ السراج البلقینی فی فتاویہ شعر ۱ المجمع الثقافی ابوظبی ص ۱۲۱

www.alahazratnetwork.org

ثعلبی پھر علامہ احمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں حق عزّ جلالہ نے اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے فرمایا:

الجنۃ حرام علی الانبیاء حتی تدخلہا وعلی الامم حتی تدخلہا امتک[1]

جنت انبیاء پر حرام ہے جب تک تم داخل نہ ہو اور امتوں پر حرام ہے جب تک تمہاری امت نہ جائے۔

وحی ہفدہم: علامہ ابن ظفر کتاب خیر البشر بخیر البشر، پھر قسطلانی و شامی و حلبی و دلجی وغیرہم علماء اپنی تصانیفِ جلیلہ میں ناقل، رب العزت تبارک و تعالٰی کتاب شعیا علیہ الصلوٰۃ والسلام میں فرماتا ہے:

عبدی الذی سرت بہ نفسی انزل علیہ وحیی فیظہر فی الامم عدل ویوصیہم الوصایا ولا یضحک ولا یسمع صوتہ فی الاسواق یفتح العیون العور والاذان الصم ویحیی القلوب الغلف وما اعطیہ لا اعطی احدا مشفح یحمد اللہ حمدا جدیدا۔[2]

میرا بندہ جس سے میرا نفس شاد ہے اس پر اپنی وحی اتاروں گا، وہ تمام امتوں میں میرا عدل ظاہر کرے گا، اور انھیں نیک باتوں پر تاکیدیں فرمائے گا، بے جا نہ ہنسے گا، اور بازاروں میں اُس کی آواز نہ سُنی جائے گی، اندھی آنکھیں اور بہرے کان کھول دے گا، اور غافل دلوں کو زندہ کرے گا، میں جو اُسے عطا کروں گا وہ کسی کو نہ دُوں گا۔ مشفّح اللہ کی نئی حمد کرے گا۔

مشفّح ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام اور محمّد سے ہم وزن وہم معنٰی ہے یعنی بکثرت و بار بار سراہا گیا۔

وحی ہیجدہم: علامہ فاسی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں چند آیاتِ توریت نقل فرمائیں جن میں حق سبحانہٗ و تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

---

[1] المواہب اللدنیہ المقصد الخامس الاسراء والمعراج المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۹۳
تفسیر القشیری تحت الآیۃ ۵۳/ ۱۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۲۴۸
الکشف والبیان (تفسیر الثعلبی) " دار احیاء التراث العربی بیروت ۹/ ۱۳۹
[2] سبل الہدٰی والرشاد دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۵۱۴، المواہب اللدنیہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۵۴

www.alahazratnetwork.org

یا موسٰی احمد فی اذا مننت علیك مع کلامی ایاك بالایمان بأحمد و لو لم تقبل الایمان بأحمد ما جاورتنی فی داری و لا تنعمت فی جنتی یا موسٰی من لم یؤمن بأحمد من جمیع المرسلین و لم یصدقه و لم یشتق الیه کانت حسناته مردودة علیه و منعته حفظ الحکمة و لا أدخل فی قلبه نور الھدی و امحو اسمه من النبوة یا موسٰی من اٰمن بأحمد وصدقهٗ اولئك ھم الفائزون و من کفر بأحمد وکذبهٗ من جمیع خلقی اولئك ھم الخسرون اولئك ھم النادمون اولئك ھم الغافلون[1]

اے موسٰی! میری حمد بجا لا جبکہ میں نے تجھ پر احسان کیا کر اپنی ہمکلامی کے ساتھ تجھے احمد پر ایمان عطا فرمایا، اور اگر تو احمد پر ایمان لانا نہ مانتا میرے گھر میں مجھ سے قرب نہ پاتا، نہ میری جنت میں چین کرتا۔ اے موسٰی! تمام مرسلین سے جو کوئی احمد پر ایمان نہ لائے اور اس کی تصدیق نہ کرے اور اس کا مشتاق نہ ہو اسکی نیکیاں مردود ہوں گی اور اسے حکمت کے حفظ سے روک دوں گا اور اس کے دل میں ہدایت کا نور نہ ڈالوں گا اور اس کا نام دفترِ انبیاء سے مٹا دوں گا۔ اے موسٰی! جو احمد پر ایمان لائے اور اس کی تصدیق کی وہی ہیں مراد کو پہنچنے والے اور میری مخلوق میں جس نے احمد سے انکار اور اس کی تکذیب کی وہی ہیں زیاں کار، وہی ہیں پشیمان، وہی ہیں بے خبر۔

الحمدُ للہ یہ آیتیں خوب ظاہر فرماتی ہیں اس عہد و پیمان کو جو آیہ کریمہ لتؤمنن بہٖ و لتنصرنه[2] میں مذکور ہوا۔

تذییل : بعض روایات میں ہے حق عزّ جلالہٗ اپنے حبیب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم سے ارشاد فرماتا ہے :

یا محمد انت نوری نوری و سرّ سرّی و کنوز ھدایتی و خزائن معرفتی جعلت فداءك ملکی من العرش

اے محمد! تو میرے نور کا نور ہے اور میرے راز کا راز، اور میری ہدایت کی کان۔ اور میری معرفت کے خزانے! میں نے اپنا ملک عرش سے لے کر

---

[1] مطالع المسرات مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۳۵۵

[2] القرآن الکریم ۳/ ۸۱

www.alahazratnetwork.org

الیٰ ما تحت الارضین کلھم یطلبون رضائی وانا اطلب رضاک یا محمد[1]

تحت الثریٰ تک سب تجھ پر قربان کردیا۔ عالم میں جو کوئی ہے سب میری رضا چاہتے ہیں اور میں تیری رضا چاہتا ہوں یا محمد!۔

اللّٰھم رب محمد صل علیٰ محمد و اٰل محمد اسالک برضاک عن محمد ورضا محمد عنک ان ترضی عنا محمد او ترضی عنا بمحمد اٰمین اٰلہ محمد وصل علیٰ محمد و اٰل محمد و بارک وسلم۔

اے اللہ! اے رب محمد درود نازل فرما محمد مصطفیٰ اور ان کی آل پر۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں محمد مصطفیٰ پر تیرے راضی ہونے اور تجھ پر محمد مصطفیٰ کے راضی ہونے کے وسیلے سے کہ تو محمد مصطفیٰ کو ہم پر راضی کردے اور محمد مصطفیٰ کے وسیلے سے تو ہم پر راضی ہو جا۔ اے محمد مصطفیٰ کے معبود! ہماری دعا قبول فرما اور محمد مصطفیٰ اور آپ کی آل پر درود بھیج اور برکت و سلامتی نازل فرما۔ (ت)

تابش دوم ارشادات حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین

یہ تابش تین جلووں سے شعشہ افگن؛

جلوہ اوّل نصوص جلیہ مسئلہ علیہ

ارشادِ اوّل: احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا سید الناس یوم القیامۃ وھل تدرون مما ذٰلک یجمع اللہ الاولین والاٰخرین فی صعید واحد الحدیث

میں روزِ قیامت سب لوگوں کا سردار ہوں، کچھ جانتے ہو یہ کس وجہ سے ہے؟ اللہ تعالیٰ سب اگلے پچھلوں کو ایک ہموار میدان وسیع میں جمع کریگا۔ پھر حدیث طویل شفاعت

---

[1]

www.alahazratnetwork.org

بطولہ[1] ارشاد فرمائی۔

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے حضور (صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) کے لئے ثرید و گوشت حاضر آیا، حضور نے دستِ گوسفند کو ایک بار دندانِ اقدس سے مشرف کیا اور فرمایا:

انا سید الناس یوم القیٰمۃ۔ میں قیامت کے دن سردار مردم ہوں۔

پھر دوبارہ اس گوشت سے قدرے تناول کیا اور فرمایا:

انا سید الناس یوم القیامۃ۔ میں قیامت کے دن سردار جہانیاں ہوں۔

جب حضور نے دیکھا مکرر فرمانے پر بھی صحابہ[ع] وجہ نہیں پوچھتے، فرمایا: الاتقولون کیفہ پوچھتے نہیں کہ یہ کیونکر ہے؟ صحابہ نے عرض کی: کیف ھو یارسول اللہ ہاں اللہ کے رسول! یہ کیونکر ہے؟ فرمایا: یقوم الناس لرب العٰلمین لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔ پھر حدیثِ شفاعت ذکر فرمائی[2]۔

ارشادِ دوم: مسلم، ابوداؤد انہی سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا سیدُ وُلدِ اٰدم یوم القیٰمۃ و میں روزِ قیامت تمام آدمیوں کا سردار، اور

ع صحابہ کو اجمالاً حضور کی سیادتِ مطلقہ معلوم تھی، معہذا جو کچھ فرمائیں عین ایمان ہے، چون وچرا کی کیا مجال، لہٰذا وجہ نہ پوچھی، مگر یہ جانا کہ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اس وقت تفصیلاً اپنی سیادتِ کبریٰ کا بیان فرمانا چاہتے ہیں اور منتظر ہیں کہ بعد سوال ارشاد ہو تاکہ اوقع فی التفتن ہو۔ جب صحابہ مقصودِ والا کو نہ سمجھے تو حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے خود متنبہ فرماکر سوال کیا اور جواب ارشاد کیا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم ۱۲ منہ

---

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ بنی اسرائیل باب قول اللہ تعالیٰ ذریۃ من حملنا مع نوح الخ ۲/ ۶۸۴ و ۶۸۵
صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۱
سنن الترمذی کتاب صفۃ القیامۃ باب ماجاء فی الشفاعۃ حدیث ۲۴۴۲ دارالفکر بیروت ۴/ ۱۹۶
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۳۵

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۱

www.alahazratnetwork.org

اول ینشق عنہ القبر و اول شافع و اول مشفع[1]

سب سے پہلے قبر سے باہر تشریف لانے والا، اور پہلا شفیع، اور پہلا وہ جس کی شفاعت قبول ہو۔

ارشادِ سوم: احمد، ترمذی، ابن ماجہ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا سید ولد اٰدم یوم القیمۃ ولا فخر وبیدی لواء الحمد ولا فخر وما من نبی یومئذ اٰدم فمن سواہ الا تحت لوائی[2]۔ الحدیث۔

میں روزِ قیامت تمام آدمیوں کا سردار ہوں، اور یہ کچھ فخر سے نہیں فرماتا۔ اور میرے ہاتھ میں لوائے حمد ہوگا۔ اور یہ براہِ فخر نہیں کہتا۔ اُس دن آدم اور ان کے سوا جتنے ہیں سب میرے زیرِ لوا ہوں گے۔

ارشادِ چہارم: دارمی، بیہقی، ابونعیم انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا سید الناس یوم القیمۃ ولا فخر وانا اول من یدخل الجنۃ ولا فخر[3]۔

میں قیامت میں سردارِ مردمان ہوں اور کچھ تفاخر نہیں، اور میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گا اور کچھ افتخار نہیں۔

ارشادِ پنجم: حاکم و بیہقی کتاب الرؤیۃ میں عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا سید الناس یوم القیامۃ ولا فخر ما من احد الا وھو تحت

میں روزِ قیامت سب لوگوں کا سردار ہوں اور کچھ افتخار نہیں، ہر شخص قیامت میں میرے ہی

---

[1] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب تفضیل نبینا صلی اللہ علیہ وسلم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۴۵
سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی التخییر بین الانبیاء علیہم السلام آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۸۶

[2] الترمذی ابواب التفسیر سورۃ بنی اسرائیل حدیث ۳۱۵۹ دار الفکر بیروت ۵/ ۹۹ و ۱۰۰
〃 ابواب المناقب باب ماجاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۳۶۳۵ 〃 〃 ۵/ ۳۵۴
کنز العمال بحوالہ حم، ت، ہ عن ابی سعید حدیث ۳۱۸۸۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۰۴

[3] دلائل النبوۃ للبیہقی باب ماجاء فی تحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنجر بہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۴۷۹
سنن الدارمی باب ما اعطی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ حدیث ۵۲ دار المحاسن للطباعۃ القاہرۃ ۱/ ۳۱

www.alahazratnetwork.org

لوائی یوم القیمۃ ینتظر الفرج وان معی لواء الحمد انا امشی و یمشی الناس معی حتی اٰتی باب الجنۃ فاستفتح فیقال من ھذا؟ فاقول محمد، فیقال مرحبا بمحمد، فاذا رأیت ربی خررت لہ ساجدا انظر الیہ۔[1]

نشان کے نیچے کشائش کا انتظار کرتا ہوگا، اور میرے ہی ساتھ لوائے حمد ہوگا، میں جاؤں گا اور لوگ میرے ساتھ چلیں گے یہاں تک کہ درجنت پر تشریف لے جاکر کھلواؤں گا۔ پوچھا جائے گا کون ہے؟ میں کہوں گا: محمد۔ کہا جائے گا: مرحبا محمد کو (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم)۔ پھر جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا اس کے حضور سجدے میں گر پڑوں گا اس کے وجہ کریم کی طرف نظر کرتا۔

ارشادِ ششم: ابونعیم عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ارسلت الی الجن والانس والی کل احمر واسود و احلت لی الغنائم دون الانبیاء وجعلت لی الارض کلھا طھورا و مسجدا ونصرت بالرعب امامی شھرا فاعطیت خواتیم سورۃ البقرۃ وکانت من کنوز العرش وخصصت بھا دون الانبیاء فاعطیت المثانی مکان التوراۃ والمئین مکان الانجیل والحوامیم مکان الزبور وفضلت بالمفصل و انا سید ولد اٰدم فی الدنیا والاٰخرۃ ولا فخر و انا

میں جن وانس اور ہر سرخ سیاہ کی طرف رسول بھیجا گیا، اور سب انبیاء سے الگ میرے ہی لئے غنیمتیں حلال کی گئیں، اور میرے لئے ساری زمین پاک کرنے والی اور مسجد ٹھہری، اور میرے آگے ایک مہینہ راہ تک رعب سے میری مدد کی گئی، اور مجھے سورۂ بقرہ کی پچھلی کہ خزانہائے عرش سے تھیں عطا ہوئی، یہ خاص میرا حصہ تھا سب انبیاء سے جدا، اور مجھے توریت کے بدلے قرآن کی وہ سورتیں ملیں جن میں سَو سے کم آیتیں ہیں، اور انجیل کی جگہ سَو سَو آیت والیاں اور زبور کے عوض حٰمٓ کی سورتیں اور مجھے مفصّل سے تفضیل دی گئی کہ سورۂ حجرات سے آخر قرآن تک ہے

---

[1] کنز العمال بحوالہ ک وابن عساکر عن عبادۃ بن الصامت حدیث ۳۲۰۴۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۴۳۴

www.alahazratnetwork.org

اول تنشق الارض عنی و عن امتی ولا فخر وبیدی لواء الحمد یوم القیامۃ وجمیع الانبیاء تحتہ ولا فخر والی مفاتیح الجنۃ یوم القیٰمۃ ولا فخر وبی تفتح الشفاعۃ ولا فخر وانا سابق الخلق الی الجنۃ یوم القیٰمۃ ولا فخر وانا امامھم وامتی بالاثر[1]

اور دُنیا و آخرت میں مَیں تمام بنی آدم کا سردار ہُوں، اور کچھ فخر نہیں۔ اور سب سے پہلے مَیں اور میری اُمت قبور سے نکلے گی اور کچھ فخر نہیں، اور قیامت کے دن میرے ہی ہاتھ لوائے حمد ہوگا اور تمام انبیاء اس کے نیچے، اور کچھ فخر نہیں۔ اور میرے ہی اختیار میں جنت کی کُنجیاں ہوں گی، اور کچھ فخر نہیں۔ اور مجھی سے شفاعت کی پہل ہوگی، اور کچھ فخر نہیں۔ اور میں تمام مخلوق سے پہلے روزِ قیامت جنت میں تشریف لے جاؤں گا، اور کچھ فخر نہیں۔ میں اُن سب کے آگے ہوں گا اور میری امت میرے پیچھے۔

اللّٰھم جعلنا منھم فیھم ومعھم بجاھہ عندك اٰمین !

اے اللہ! ہمیں کردے ان سے، ان میں اور ان کے ساتھ، اپنے محبوب کی وجاہت کے صدقے میں جو تیرے ہاں ہے۔ یا الٰہی! قبول فرما۔ (ت)

فقیر کہتا ہے مسلمان پر لازم ہے کہ اس نفیس حدیث شریف کو حفظ کرلے تاکہ اپنے آقائے نامدار کے فضائل وخصائص پر مطلع رہے۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ارشاد ہفتم: احمد، بزار، ابویعلٰی اور ابن حبان اپنی صحیح میں حضرت جناب افضل الاولیاء الاولین والآخرین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث شفاعت میں راوی، لوگ آدم و نوح وخلیل وکلیم علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس ہوتے ہوئے حضرت مسیح کے پاس حاضر ہونگے، حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمائیں گے: لیس ذاکم عندی ولکن انطلقوا الٰی سیّد ولد اٰدم تمہارا یہ کام مجھ سے نہ نکلے گا مگر تم اس کے پاس حاضر ہو جو تمام بنی آدم کا سردار ہے۔ لوگ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوں گے حضور والا جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اپنے رب کے پاس اذن لینے کے لئے بھیجیں گے۔ رب تبارک وتعالٰی اذن دے گا، حضور حاضر ہو کر ایک ہفتہ ساجد رہیں گے، رب عزّ مجدہ فرمائے گا: سر اٹھاؤ اور عرض کرو کہ مسموع ہوگی، اور شفاعت کرو

---

[1] دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الرابع عالم الکتب بیروت ۱/ ۱۲

www.alahazratnetwork.org

کر قبول ہوگی۔ حضورِ اقدس (صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم) سر اٹھائیں گے تو ربِ عظیم کا وجہِ کریم دیکھیں گے فوراً پھر سجدے میں گریں گے، ایک ہفتہ اور ساجد رہیں گے۔ رب جل وعلا پھر وہی کلماتِ لُطف فرمائے گا۔ حضور (صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم) سرِ مبارک اٹھائیں گے پھر سہ بارہ قصدِ سجدہ فرمائیں گے۔ جبریلِ امین حضور کے بازو تھام کر روک لیں گے اس وقت حضور (صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم) اپنے ربِ کریم سبحانہٗ سے عرض کریں گے، یارب جعلتنی سید ولد اٰدم ولا فخر اے رب میرے! تُو نے مجھے سردارِ بنی آدم کیا اور کچھ فخر نہیں الٰی اٰخر الحدیث۔[1]

ارشادِ ہشتم: حاکم[1]* وبیہقی فضائل الصحابہ میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰے عنہا سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا سید العالمین[2] میں تمام عالم کا سردار ہوں۔

ارشادِ نہم: دارمی، ترمذی، ابونعیم بسندِ حسن[2]* عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما سے

---

*1 صححه الحاکم قاله ابن حجر المکی فی افضل القرٰی واقره علیه و فی الحدیث قصة، قلت واما انا فانا اوردته فی المتابعات ۱۲ منه۔

*1 اس کو امام حاکم نے صحیح قرار دیا۔ ابن حجر مکی نے افضل القرٰی میں یہی کہا اور اس کو برقرار رکھا اور حدیث میں قصہ ہے، میں کہتا ہوں کہ میں نے تو اس کو متابعات میں وارد کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

*2 تحسینه هو الذی حققه السراج البلقینی فی فتاوٰیه کما اثر عنه فی ام القرٰی وان خالف فیه ابویعلٰی رحمه الله تعالٰی ۱۲ منه۔

*2 سراج بلقینی نے اپنے فتاوٰی میں اس کو حسن قرار دیتے ہوئے اس کی تحقیق فرمائی جیسا کہ افضل القرٰی میں اس سے منقول ہے اگرچہ ابویعلٰے علیہ الرحمۃ نے اس کی مخالفت کی ۱۲ منہ (ت)

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۵
مسند ابی یعلٰی " " " " " مؤسسۃ علوم القرآن بیروت ۱/ ۵۹
موارد الظمآن حدیث ۲۵۸۹ المطبعۃ السلفیۃ ص ۶۴۲ و ۶۴۳
کنز العمال بحوالہ البزار حدیث ۳۹۷۵۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴/ ۶۲۸ و ۶۲۹

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) بحوالہ البیہقی تحت الآیۃ ۲/ ۲۵۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۱۹۸

www.alahazratnetwork.org

راوی، درِ اقدس پر کچھ صحابہ بیٹھے حضور (صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم) کے انتظار میں باتیں کر رہے تھے حضور تشریف فرما ہوئے، انھیں اِس ذکر میں پایا کہ ایک کہتا ہے اللہ تعالٰے نے ابراہیم کو خلیل بنایا۔ دوسرا بولا حضرت موسٰے سے بے واسطہ کلام فرمایا۔ تیسرے نے کہا، اور عیسٰے کلمۃ اللہ و رُوح اللہ ہیں۔ چوتھے نے کہا، آدم علیہ السلام صفی اللہ ہیں۔ جب وہ سب کہہ چکے حضور پُرنور صلوات اللہ وسلامہٗ علیہ قریب آئے اور ارشاد فرمایا، میں نے تمھارا کلام اور تمھارا تعجب کرنا سُنا کہ ابراہیم خلیل اللہ ہیں اور ہاں وہ ایسے ہی ہیں، اور موسٰی نجی اللہ ہیں اور بیشک وہ ایسے ہی ہیں، اور عیسٰے روح اللہ ہیں اور وہ واقعی ایسے ہی ہیں، اور آدم صفی اللہ ہیں اور حقیقت میں وہ ایسے ہی ہیں۔

الا وانا حبیب اللہ ولا فخر، وانا حامل لواء الحمد یوم القیٰمۃ تحتہٗ اٰدم فمن دونہ ولا فخر، وانا اول شافع واول مشفع یوم القیٰمۃ ولا فخر، وانا اول من یحرّك حلق الجنۃ فیفتح اللہ لی فیدخلنیھا ومعی فقراء المؤمنین ولا فخر، وانا اکرم الاوّلین والاٰخرین علی اللہ ولا فخر[1]

سُن لو، اور میں اللہ تعالٰی کا پیارا ہوں، اور کچھ فخر مقصود نہیں، اور میں روزِ قیامت لواء الحمد اٹھاؤں گا جس کے نیچے آدم اور ان کے سواسب ہوں گے، اور کچھ تفاخر نہیں۔ اور میں پہلا شافع اور مقبول الشفاعۃ ہوں اور کچھ افتخار نہیں۔ اور سب سے پہلے میں دروازہ جنت کی زنجیر ہلاؤں گا۔ اللہ تعالٰے میرے لئے دروازہ کھول کر مجھے اندر داخل کرے گا اور میرے ساتھ فقرائے مومنین ہوں گے، اور یہ ناز کی راہ سے نہیں کہتا۔ اور میں سب اگلے پچھلوں سے اللہ تعالٰے کے حضور زیادہ عزت والا ہوں، اور یہ بڑائی کے طور پر نہیں فرماتا۔

ارشادِ دہم[2]: دارمی اور ترمذی[عہ] بافادۂ تحسین اور ابویعلٰی و بیہقی و ابونعیم انس رضی اللہ

عہ هو عند الترمذی مختصرًا ۱۲ منہ۔ وہ ترمذی کے نزدیک مختصر ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] سُنن الترمذی ابواب المناقب باب ما جاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۳۶۳۶ دار الفکر بیروت ۵/ ۳۵۴
سُنن الدارمی باب ما اعطی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الفضل دار المحاسن للطباعۃ القاہرۃ ۱/ ۳۰

www.alahazratnetwork.org

تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا اوّل الناس خروجًا اذا بعثوا، وانا قائدھم اذا وفدوا، وانا خطیبھم اذا انصتوا، وانا مستشفعھم اذا حُبِسوا، وانا مبشرھم اذا یئسوا الکرامۃ، والمفاتیح یومئذ بیدی، ولواء الحمد یومئذ بیدی، انا اکرم ولد اٰدم علٰی ربی یطوف علیّ الف خادم کانّھم بیضٌ مکنون، ولؤلؤ منثور[1]

میں سب سے پہلے باہر تشریف لاؤں گا جب لوگ قبروں سے اُٹھیں گے۔ اور میں سب کا پیشوا ہوں گا جب اللہ تعالٰی کے حضور چلیں گے۔ اور میں اُن کا خطیب ہوں گا جب وہ دم بخود رہ جائیں گے۔ اور میں اُن کا شفیع ہونگا جب عرصۂ محشر میں روکے جائیں گے۔ اور میں انھیں بشارت دُوں گا جب وہ نا امید ہوجائینگے۔ عزت اور خزائنِ رحمت کی کنجیاں اُس دن میرے ہاتھ ہوں گی۔ اور لواء الحمد اُس دن میرے ہاتھ میں ہوگا۔ میں تمام آدمیوں سے زیادہ اپنے رب کے نزدیک اعزاز رکھتا ہوں۔ میرے گردوپیش ہزار[ع] خادم دوڑتے ہوں گے گویا وہ انڈے ہیں حفاظت سے رکھے ہوئے یا موتی ہیں بکھرے ہوئے۔

ع ظاہر حدیث یہ ہے کہ یہ خدام حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے گردوپیش عرصاتِ محشر میں ہوں گے، اور وہاں دوسروں کے لئے خدام ہونا معلوم نہیں۔

فلاحاجۃ الٰی ما قال الزرقانی ان ھذہ الالف من جملۃ ما اعد

چنانچہ اس کی کوئی ضرورت نہیں، جو زرقانی نے کہا کہ یہ ہزار ان میں سے ہوں گے جو آپ کیلئے

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] دلائل النبوۃ للبیہقی باب ماجاء فی تحدث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الخ دارالکتب العلمیہ بیروت ۵/۴۸۴
دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الرابع عالم الکتب بیروت الجزء الاول ۱/۱۳
سنن الدارمی باب ما اعطی النبی صلے اللہ علیہ وسلم من الفضل دارالمحاسن للطباعۃ القاہرۃ ۱/۳۰
سنن الترمذی ابواب المناقب حدیث ۳۶۳۰ دارالفکر بیروت ۵/۳۵۲

www.alahazratnetwork.org

ارشاد یازدہم: بخاری تاریخ میں، اور دارمی بسند ثقات، اور طبرانی اوسط میں، اور بیہقی و ابونعیم جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا قائد المرسلین ولا فخر، وانا خاتم النبیین ولا فخر[1]

میں پیشوائے مرسلین ہوں، اور کچھ تفاخر نہیں۔ اور میں خاتم النبیین ہوں اور کچھ افتخار نہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

له فقد روی ابن ابی الدنیا عن انس رفعه ان اسفل اهل الجنة اجمعین درجة من یقوم علی رأسه عشرة اٰلاف خادم وعنده ایضًا عن ابی هریرة ایضًا قال ان ادنی اهل الجنة منزلة ولیس فیهم دنی من یغدو ویروح علیه خمسة عشر الف خادم لیس منهم خادم الا معه طرفة لیست مع صاحبه اھ[2] فان هذا فی الجنة والذی له صلی الله تعالٰی علیه وسلم فیها لایعلم الا ربه تبارك وتعالٰی، والله تعالٰی اعلم ۱۲ منه.

تیار کئے گئے۔ ابن ابی الدنیا نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعًا روایت کیا کہ تمام اہل جنت سے نیچے درجے والے کے لئے دس ہزار خادم ہوں گے اور ان کے نزدیک ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ تمام اہل جنت سے ادنٰی منزل والے کے لئے کہ ان میں کوئی گھٹیا نہیں، صبح و شام پندرہ ہزار خادم ہوں گے، ان میں سے ہر خادم میں کوئی نئی خوبی ہوگی جو دوسرے میں نہیں ہوگی اھ کیونکہ یہ تمام جنت میں ہوں گے اور جنت میں سرکار دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے کتنے خادم ہوں گے سوائے آپ کے کوئی نہیں جانتا۔ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (ت)

---

[1] سنن الدارمی ما اعطی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الفضل دارالمحاسن للطباعۃ القاہرۃ ۱/ ۳۱
دلائل النبوۃ للبیہقی باب ماجاء فی تحدث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ دارالکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۴۸۰
التاریخ الکبیر حدیث ۲۸۳۷ دارالباز للنشر والتوزیع مکۃ المکرمۃ ۴/ ۳۸۶

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد العاشر دارالمعرفۃ بیروت ۸/ ۴۰۰

www.alahazratnetwork.org

ارشادِ دوازدہم[۱۲]: ترمذی بافادۂ تحسین حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سیدالمرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالٰی خلق الخلق فجعلنی فی خیرھم، ثم جعلھم فرقتین فجعلنی فی خیرھم فرقۃ، ثم جعلھم قبائل فجعلنی فی خیرھم قبیلۃ، ثم جعلھم بیوتا فجعلنی فی خیرھم بیوتا، فانا خیرھم نفسا وخیرھم بیتا۔[۱]

اللہ تعالٰی نے مخلوق پیدا کی تو مجھے بہترین مخلوقات میں رکھا۔ پھران کے دو گروہ کئے تو مجھے بہتر گروہ میں رکھا۔ پھر اُن کے خاندان بنائے تو مجھے بہتر خاندان میں رکھا۔ پس میں تمام مخلوقِ الٰہی سے خود بھی بہتر اور میرا خاندان بھی سب خاندانوں سے افضل۔

ارشادِ سیزدہم[۱۳]: طبرانی معجم اور بیہقی دلائل اور امام علامہ قاضی عیاض بسندِ خود شفاء شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور سیدالمرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ قسم الخلق قسمین فجعلنی من خیرھم قسما فذلک قولہ تعالٰی اصحاب الیمین واصحاب الشمال فانا من اصحاب الیمین وانا خیر اصحاب الیمین، ثم جعل القسمین اثلاثا فجعلنی فی خیرھا ثلثا وذلک قولہ تعالٰی اصحاب المیمنۃ واصحاب المشئمۃ والسابقون فانا من السابقین وانا خیر السابقین، ثم جعل الاثلاث قبائل فجعلنی من خیرھا قبیلۃ وذلک قولہ تعالٰی وجعلنٰکم شعوبا وقبائل فانا اتقی ولد اٰدم واکرمھم

اللہ تعالٰی نے خلق کی دو قسمیں کیں تو مجھے بہتر قسم میں رکھا۔ اور یہ وہ بات ہے جو خدا تعالٰی نے فرمائی۔ دہنے ہاتھ والے اور بائیں ہاتھ والے تو میں دہنے ہاتھ والوں سے ہوں، اور میں سب دہنے ہاتھ والوں سے بہتر ہوں۔ اور یہ خدائے تعالٰی کا وہ ارشاد ہے کہ دہنے ہاتھ والے اور بائیں ہاتھ والے۔ اور سابقین، تو میں سابقین میں ہوں، اور میں سب سابقین سے بہتر ہوں۔ پھر ان حصوں کے قبیلے بنائے تو مجھے بہتر قبیلے میں رکھا۔ اور یہ خدائے تعالٰی کا وہ فرمان ہے کہ ہم نے کیا تمھیں شاخیں اور قبیلے۔ (یعنی الی قولہ تعالٰی "ان اکرمکم

---

[۱] سنن الترمذی کتاب الدعوات حدیث ۳۵۴۳ دارالفکر بیروت ۵/۳۱۴

www.alahazratnetwork.org

علی اللہ ولا فخر، ثم جعل القبائل بیوتا فجعلنی من خیرھا بیتا و ذٰلک قولہ تعالٰی انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا۔[2] | عند اللہ اتقٰکم بیشک تم سب میں زیادہ عزت والا خدا کے یہاں وُہ ہے جو تم سب میں زیادہ پرہیزگار ہے) تو میں سب آدمیوں سے زیادہ پرہیزگار ہوں اور سب سے زیادہ اللہ کے یہاں یہاں عزت والا، اور کچھ فخر مراد نہیں۔ پھر ان

قبیلوں کے خاندان کئے تو مجھے بہتر خاندان میں رکھا۔ اور یہ اللہ تعالٰی کا وُہ کلام ہے کہ خدائے تعالٰی یہی چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی دُور کرے اے نبی کے گھر والو! اور تمہیں خوب پاک کر دے ستھرا کرکے۔

ارشادِ چہاردہم[14]: ابن عساکر و بزار بسندِ صحیح ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سیّد المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

خیار ولد اٰدم خمسۃ نوحٌ و ابراھیمُ و موسٰی وعیسٰی و محمدٌ وخیرھم محمدٌ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[3] | بہترین اولادِ آدم پانچ ہیں، نوح و ابراہیم و موسٰی و عیسٰی و محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اور ان سب بہتروں میں بہتر محمد ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

تنبیہ: ان کے سوا اور **نصوصِ واضحہ** ان شاء اللہ تعالٰی جلوۂ سوم و تابشِ چہارم میں آئیں گے و باللہ التوفیق۔

جلوۂ دوم جلائل متعلقہ بآخرت

تابشِ اوّل و جلوۂ اوّل میں بھی بہت حدیثیں اس مطلب کی گزریں اُن سے غفلت نہ چاہیے

---

[1] دلائل النبوۃ للبیہقی باب ذکر شرف اصل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۷۰ و ۱۷۱
المعجم الکبیر حدیث ۱۲۶۰۴ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۲/۱۰۳
الشفا بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الثالث الفصل الاول المکتبۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/۱۳۰ و ۱۳۱

[3] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن ابی ہریرۃ حدیث ۳۱۹۰۵ و ۳۲۲۸۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۴۰۶ و ۴۸۴

www.alahazratnetwork.org

واللہ الہادی۔

ارشاد پانزدہم ۱۵: صحیح بخاری و صحیح مسلم شریف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

نحن الاٰخرون السابقون یوم القیامۃ (زاد مسلم) ونحن اول من یدخل الجنۃ۔[۱][۲]

ہم (زمانے میں) پچھلے، اور قیامت کے دن (ہر فضل میں) اگلے ہیں۔ (مسلم میں یہ زیادہ ہے) اور ہم سب سے پہلے داخلِ جنت ہوں گے۔

ارشاد شانزدہم ۱۶: اسی میں حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امم سابقہ کی نسبت فرماتے ہیں:

ھم تبع لنا یوم القیامۃ نحن الاٰخرون من اھل الدنیا والاولون یوم القیمۃ المقضی لھم قبل الخلائق۔[۳]

وہ قیامت میں ہمارے توابع ہوں گے، ہم دنیا میں پیچھے آئے اور قیامت میں پیشی رکھیں گے تمام جہان سے پہلے ہمارے ہی لئے اللہ تعالٰی حکم فرمائے گا۔

ارشاد ہفدہم ۱۷: دارمی عمرو بن قیس ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالٰی ادرکنی فی الاجل المرحوم واختصرلی اختصارا فنحن الاٰخرون ونحن السابقون یوم القیامۃ وانی قائل قولا غیر فخر ابراھیم خلیل اللہ وموسٰی صفی اللہ

یعنی جب رحمتِ خاص کا زمانہ آیا اللہ تعالٰی نے مجھے پیدا فرمایا اور میرے لئے کمال اختصار کیا۔ ہم ظہور میں پچھلے اور روزِ قیامت رُتبے میں اگلے ہیں۔ اور میں ایک بات فرماتا ہوں جس میں فخر و ناز کو دخل نہیں۔ ابراہیم اللہ کے خلیل اور موسٰی اللہ کے

عہ قال الزرقانی فی کل شیئ ۱۲ منہ — زرقانی نے کہا کہ ہر شے میں۔ (ت)

---

[۱] صحیح البخاری کتاب الجمعۃ باب ھل علی من لایشھد الجمعۃ غسل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۳
[۲] صحیح مسلم کتاب الجمعۃ " " ۱/ ۲۸۲
[۳] " " " " " "

www.alahazratnetwork.org

وانا حبیب اللہ ومعی لواء الحمد یوم القیامۃ[1] الحدیث | میں اللہ کا حبیب ہوں، اور میرے ساتھ روزِ قیامت لواء الحمد ہوگا۔

قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اختصرلی اختصارا (نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشادِ مذکور "اختصرلی اختصارا" کے بارے میں علماء فرماتے ہیں۔ ت) یعنی مجھے اختصارِ کلام بخشا کہ تھوڑے لفظ ہوں اور معنی کثیر ——— یا[2] میرے لئے زمانہ مختصر کیا کہ میری امت کو قبروں میں کم دن رہنا پڑے۔

اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ت) یا[3] یہ کہ میرے لئے امت کی عمریں کم کیں کہ مکارہ دنیا سے جلد خلاص پائیں گناہ کم ہوں، نعمت باقی تک جلد پہنچیں ——— یا[4] یہ کہ میری اُمت کے لئے طول حساب کو اتنا مختصر فرمادیا کہ اے اُمتِ محمد! میں نے تمھیں اپنے حقوق معاف کئے۔ آپس میں ایک دوسرے کے حق معاف کرو اور جنت کو چلے جاؤ ——— یا[5] یہ کہ میرے غلاموں کے لئے پُل صراط کی راہ کہ پندرہ ہزار برس کی ہے اتنی مختصر کردے گا کہ چشم زدن میں گزرجائیں گے یا جیسے بجلی کوندگئی۔ کما فی الصحیحین عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ (جیسا کہ صحیحین میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے۔ت) ——— یا[6] یہ کہ قیامت کا دن کہ پچاس ہزار برس کا ہے میرے غلاموں کے لئے اس سے کم دیر میں گزرجائے گا جتنی دیر میں دو رکعت فرض پڑھتے ہیں۔ کما فی حدیث احمد[3] وابی یعلٰی وابن جریر وابن حبان وابن عدی والبغوی والبیہقی عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (جیسا کہ امام احمد، ابو یعلٰی، ابن جریر، ابن حبان، ابن عدی، بغوی اور بیہقی کی حدیث میں ہے۔ت) ——— یا[7] یہ کہ علوم ومعارف جو ہزار سال کی محنت وریاضت میں نہ حاصل ہوسکیں میری چند روزہ خدمت گاری میں میرے اصحاب پر منکشف فرمادئے ——— یا[8] یہ کہ زمین سے عرش تک لاکھوں برس کی راہ میرے لئے ایسی مختصر کردی کہ آنا اور جانا اور تمام مقامات کو تفصیلاً ملاحظہ فرمانا سب تین ساعت میں ہولیا ——— یا[9] یہ کہ مجھ پر کتاب اتاری جس کے معدود ورقوں میں تمام اشیاءِ گزشتہ وآئندہ کا روشن مفصل بیان جس کی ہر آیت کے

---

[1] سنن الدارمی باب ما اعطی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الفضل دارالمحاسن للطباعۃ القاہرۃ ۱/ ۳۲

[2] المواہب اللدنیۃ المقصد العاشر الفصل الثالث المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۶۶۶ و ۶۶۷

[3] الدرالمنثور بحوالہ احمد وابی یعلٰی وابن جریر وابن حبان والبیہقی تحت الآیۃ ۷۰/ ۴ بیروت ۸/ ۲۶۰

www.alahazratnetwork.org

نیچے ساٹھ ساٹھ ہزار علم جس کی ایک آیت کی تفسیر سے ستر ستر اونٹ بھر جائیں۔ اس سے زیادہ اور کیا اختصار متصور ــــ ۱۱۶ یہ کہ شرق تا غرب اتنی وسیع دُنیا کو میرے سامنے ایسا مختصر فرمادیا کہ میں اسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھ رہا ہوں کانما انظر الٰی کفی ھٰذہٖ جیسا میں اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں، کما فی حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما عند الطبرانی[1] وغیرہ (جیسا کہ طبرانی وغیرہ کے نزدیک ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث میں ہے۔ت) ــــ ۱۱۷ یہ کہ میری اُمت کے تھوڑے عمل پر اجر زیادہ دیا، کما فی حدیث الاجراء فی الصحیحین[2] قال ذٰلک فضلی اوتیہ من اشاء (جیسا کہ صحیحین میں اجیروں کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا یہ میرا فضل ہے جسے چاہوں عطا کرتا ہوں۔ت) ــــ ۱۱۸ اگلی اُمتوں پر جو اعمالِ شاقہ طویلہ تھے اُن سے اٹھالئے، پچاس نمازوں کی پانچ رہیں اور حساب کرم

عن ھذا ایدور علی الالسن وقع فی التفسیر فمنھم من ینسبہ لبنی اسرائیل کالبیضاوی و منھم من یعینہ الیھود کاٰخرین لکن رد علیھم الامام العلامۃ الجلال السیوطی قائلا انہ لم یفرض علٰی بنی اسرائیل خمسون صلٰوۃ قط بل ولاخمس صلوات ولو تجتمع الخمس الا لھٰذہ الامۃ وانما فرض علی بنی اسرائیل صلاتان فقط کما فی الحدیث[3] اھ وقام شیخ الاسلام

یہ لوگوں کی زبانوں پر دائر ہے، اور تفسیر میں واقع ہے، بعض نے اس کو بنی اسرائیل کی طرف منسوب کیا ہے جیسے بیضاوی۔ اور بعض نے یہود کو معین کیا ہے جیسے متاخرین۔ لیکن ان سب کا رَد امام سیوطی نے یہ کہہ کر کیا کہ بنی اسرائیل پر کبھی پچاس نمازیں فرض نہیں ہوئیں اور نہ ہی اس امت کے علاوہ کسی پر پانچ نمازیں مجتمع ہوئیں۔ بنی اسرائیل پر تو فقط دو نمازیں فرض ہوئی تھیں جیسا کہ حدیث میں ہے[3] اھ شیخ الاسلام ان پر غالب آنے کیلئے اٹھ کھڑے

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] کنز العمال حدیث ۳۱۸۱۰ و ۳۱۹۸۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۳۷۸ و ۴۲۰
[2] صحیح البخاری کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الٰی نصف النہار قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۰۲
" " " باب الاجارۃ الٰی صلٰوۃ العصر " " " "
[3]

www.alahazratnetwork.org

میں پُوری پچاس۔ زکوٰۃ میں چہارم مال کا چالیسواں حصّہ رہا اور کتاب فضل میں وہی رُبع کا رُبع، و علٰی ھذا القیاس، والحمد للہ رب العٰلمین۔ یہ بھی حضور کے اختصارِ کلام سے ہے کہ ایک لفظ کے اتنے کثیر معنی، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ارشاد ۱۷۴: امام احمد و ابن ماجہ[ع] و ابوداؤد طیالسی و ابویعلٰی عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انہ لم یکن نبی الا لہ دعوۃ قد تخیرھا فی الدنیا وانی قد اختبأت دعوتی شفاعۃ لامتی وانا سید ولد اٰدم یوم القیامۃ ولافخر، وانا اول من تنشق عنہ الارض ولافخر، وبیدی لواء الحمد ولافخر، اٰدم فمن دونہ تحت لوائی ولافخر

یعنی ہر نبی کے واسطے ایک دُعا تھی کہ وہ دنیا میں کرچکا اور میں نے اپنی دُعا روزِ قیامت کیلئے چھپا رکھی ہے، وہ شفاعت ہے میری امت کے لئے۔ اور میں قیامت میں اولادِ آدم کا سردار ہوں، اور کچھ فخر مقصود نہیں۔ اور اوّل میں مرقدِ اطہر سے اُٹھوں گا، اور کچھ فخر منظور نہیں۔ اور میرے ہی ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا، اور کچھ افتخار نہیں۔ آدم اور ان کے بعد جتنے ہیں سب

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)

ینتصر لھم بما ردہ علیہ الشمس الزرقانی وقد اخرج النسائی عن یزید ابن مالک عن انس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی حدیث المعراج قول موسٰی علیہ الصّلٰوۃ والسلام انہ تعالٰی فرض علٰی بنی اسرائیل صلاتین فما قاموا بھما[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ۔

ہُوئے اس کے سبب جو ان پر شمس الزرقانی نے رد کیا ہے، اور تحقیق نسائی نے یزید بن ابی مالک سے انھوں نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حدیث معراج میں موسٰی علیہ السّلام کا یہ قول روایت کیا کہ اللہ تعالٰی نے بنی اسرائیل پر دو نمازیں فرض کی تھیں تو وہ ان دو پر قائم نہ رہے، اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے ۱۲ منہ (ت)

[ع] ھو عند ابن ماجۃ مختصرًا ۱۲ منہ۔

وہ ابن ماجہ کے نزدیک مختصر ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] سنن النسائی کتاب الصلوٰۃ فرض الصلوٰۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۸۰

www.alahazratnetwork.org

(ثم ساق حدیث الشفاعة الیٰ ان قال) فاذا اراد الله ان یصدع بین خلقه نادی منادٍ این احمد وامته فنحن الاٰخرون الاولون نحن اٰخر الامم واول من یحاسب فتفرج لنا الامم عن طریقنا فنمضی غرًّا محجلین من اثر الطهور فیقول الامم کادت هٰذه الامة ان تکون انبیاء کلها الحدیث۔[1]

میرے زیرِ نشان ہوں گے، اور کچھ تفاخر نہیں۔ جب اللہ تعالٰی خلق میں فیصلہ کرنا چاہے گا ایک منادی پکارے گا، کہاں ہیں احمد اور ان کی اُمت؟ تو ہمیں آخر ہیں اور ہمیں اول ہیں ہم سب اُمتوں سے زمانے میں پیچھے اور حساب میں پہلے۔ تمام اُمتیں ہمارے لئے راستہ دیں گی۔ ہم چلیں گے اثرِ وضو سے رخشندہ رُخ وتابندہ اعضاء، سب امتیں کہیں گی، قریب تھا کہ یہ اُمت تو ساری کی ساری انبیاء ہوجائے الحدیث۔

؎ جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم[2]

(اس کے پرتو نے مجھ میں اثر کیا ہے ورنہ میں تو وہی خاک ہوں جو کہ ہوں۔ ت)

ارشاد نوزدہم ۱۹: مالک، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا الحاشر الذی یحشر الناس علٰی قدمی۔[3]

میں ہی حاشر ہوں کہ تمام لوگ میرے قدموں پر اٹھائے جائیں گے۔

یعنی روزِ محشر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم آگے ہوں گے اور تمام اولین وآخرین حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیچھے۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۸۱ و ۲۸۲
مسند ابی یعلٰی " " " " " " حدیث ۲۳۲۴ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۲/ ۵ تا ۶
[2] گلستانِ سعدی دیباچہ کتاب مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور ص ۳
[3] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ الصف قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۲۶
صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فی اسمائہ صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۶۱
سنن الترمذی ابواب الادب باب جاء فی اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۲۸۴۹ دار الفکر بیروت ۴/ ۳۸۲ و ۳۸۳

www.alahazratnetwork.org

ارشادِ بستم [۲۰]: ابن زنجویہ فضائل الاعمال میں کثیر بن مرّہ حضرمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی،

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تبعث ناقۃ ثمود لصالح فیرکبہا من عند قبرہ حتی توافی بہ المحشر قال معاذ اذن ترکب العضباء یارسول اللہ! قال لا ترکبہا ابنتی وانا علی البراق اختصصت بہ من دون الانبیاء یومئذ ویبعث بلال علی ناقۃ من نوق الجنۃ ینادی علی ظہرہا بالاذان فاذا سمعت الانبیاء وامہا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدا رسول اللہ قالوا ونحن نشہد علی ذٰلک[۱]

یعنی حضور سیدالمرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے ناقۂ ثمود اٹھایا جائے گا وہ اپنی قبر سے اس پر سوار ہوکر میدانِ حشر میں آئیں گے (فقیر کہتا ہے غفراللہ تعالٰی لہٗ عشاق کی عادت ہے کہ جب کسی جمیل باعزت کی کوئی خوبی سنتے ہیں فوراً ان کی نظر اپنے محبوب کی طرف جاتی ہے کہ اس کے مقابل اُس کے لئے کیا ہے) اسی بنا پر معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی نے عرض کی، اور یارسول اللہ! حضور اپنے ناقۂ مقدسہ عضباء پر سوار ہوں گے۔ فرمایا: نہ، اس پر تو میری صاحبزادی سوار ہوگی اور میں براق پر تشریف رکھوں گا کہ اُس روز سب انبیاء سے الگ خاص مجھی کو عطا ہوگا، اور ایک جنتی اُونٹنی پر بلال (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کا حشر ہوگا کہ عرصاتِ محشر میں اس کی پشت پر اذان دے گا۔ جب انبیاء اور اُن کی اُمتیں اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدا رسول اللہ سنیں گے سب بول اٹھیں گے کہ ہم بھی اس پر گواہی دیتے ہیں۔

سُبحان اللہ! جب تمام مخلوقِ الٰہی اوّلین وآخرین یکجا ہوں گے اُس وقت بھی ہمارے آقائے نامدار والاسرکار کے نامِ پاک کی دُہائی پھرے گی۔ الحمدللہ! اُس دن کُھل جائے گا کہ ہمارے حضور نبی الانبیاء ہیں۔ المنۃ للہ تعالٰی، اس دن موافق و مخالف پر روشن ہوجائے گا کہ مالک یوم الدین ایک اللہ ہے اور اس کی نیابت سے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ارشادِ بست ویکم [۲۱]: ترمذی بافادۂ تحسین وتصحیح ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[۱] تہذیب تاریخ دمشق الکبیر بحوالہ ابن زنجویہ ترجمہ بلال بن رباح دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۱۲

www.alahazratnetwork.org

انا اول من تنشق عنہ الارض فاکسٰی حلۃ من حلل الجنۃ اقوم عن یمین العرش لیس احد من الخلائق یقوم ذٰلک المقام غیری [1]	میں سب سے پہلے زمین سے باہر تشریف لے جاؤں گا، پھر مجھے جنّت کے جوڑوں سے ایک جوڑا پہنایا جائے گا، میں عرش کی داہنی طرف ایسی جگہ کھڑا ہوں گا جہاں تمام مخلوقِ الٰہی میں کسی کو بار نہ ہوگا۔

ارشاد بست و دوم ۲۲: احمد، دارمی، ابونعیم واللفظ لہٗ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اوّل من یکسی ابراھیم ثم یقعد مستقبل العرش ثم اوتی بکسوتی فالبسہا فاقوم عن یمینہ مقاما لایقوم احد غیری یغبطنی فیہ الاولون والاٰخرون [2]	سب سے پہلے ابراہیم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو جوڑا پہنایا جائے گا، وہ عرش کے نیچے بیٹھ جائیں گے۔ پھر میری پوشاک حاضر کی جائے گی۔ میں پہن کر عرش کی داہنی طرف ایسی جگہ کھڑا ہوں گا جہاں میرے سوا دوسرے کو بار نہ ہوگا، اگلے پچھلے مجھ پر رشک لے جائیں گے۔

ارشاد بست و سوم ۲۳: بیہقی کتاب الاسماء والصفات میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اُکسٰی حُلّۃ من الجنۃ لایقوم لہا البشر [3]	مجھے وہ بہشتی لباس پہنایا جائے گا کہ تمام بشر جس کی قدر و عظمت کے لائق نہ ہوں گے۔

ارشاد بست و چہارم ۲۴: طبری تفسیر میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے موقوفاً واللفظ لہٗ اور مثل احمد کعب بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعاً راوی:

یرقی ھو صلی اللہ تعالٰی علیہ	حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور حضور

---

[1] سنن الترمذی ابواب المناقب باب ماجاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۳۶۳۱ دارالفکر بیروت ۵/ ۳۵۲
[2] مسند احمد بن حنبل عن ابن مسعود المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۳۹۸ و ۳۹۹
الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابی نعیم باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۲/ ۲۱۶
[3] الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی العرش والکرسی المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ۲/ ۱۳۸

www.alahazratnetwork.org

وسلم وامتہ علی کوم فوق الناس [1] کی امت روزِ قیامت بلندی پر تشریف رکھیں گے سب سے اُونچے۔

ارشاد بست و پنجم [25]: ابن جریر وابن مردویہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی،

عہ تنبیہ: اصل الحدیث عند مسلم فی باب اثبات الشفاعۃ من کتاب الایمان موقوفا علی جابر [2] لکنہ وقع فیہ من الناسخین خبط و غلط فی جمیع الاصول حتی خرج اللفظ عن حد المعقول ولفظہ ھکذا قال نحن نجیئ یوم القیٰمۃ عن کذا کذا انظر ای ذٰلک فوق الناس [2] الحدیث، وانما صوابہ کما افاد الامام القاضی عیاض [3] اتبعتہ جماعۃ من العلماء واقر النووی فی المنہاج نجئی یوم القیٰمۃ علی کوم [3] والراوی اظلم علیہ ھذا الحرف فعبر عنہ بکذا وکذا وفسرہ بقولہ ای فوق الناس وکتب علیہ انظر تنبیھا فجمیع النقلۃ

تنبیہ: اصل حدیث امام مسلم علیہ الرحمہ کے نزدیک سیدنا حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ پر موقوف ہے جیسا کہ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب اثبات الشفاعۃ میں ہے۔ لیکن اس میں کاتبوں سے بے احتیاطی واقع ہوئی، یہاں تک کہ لفظ حدیث حد معقول سے خارج ہوگئے، اس کے لفظ یُوں ہیں کہ ہم قیامت کے دن ایسے ایسے آئیں گے یعنی تمام لوگوں سے بلندی پر ہوں گے الحدیث۔ درست حدیث یُوں ہے جیسا کہ قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے افادہ فرمایا اور علماء کی ایک جماعت نے ان کی پیروی کی اور منہاج میں امام نووی نے اس کو برقرار رکھا کہ "ہم قیامت کے دن بلندیوں پر تشریف فرما ہوں گے"۔ راوی پر یہ حرف "کوم" مخفی ہوگیا تو اُس نے اس کو کذا وکذا کے ساتھ تعبیر کردیا پھر اپنے قول "فوق الناس" کے ساتھ اس کی تفسیر کردی اور

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] جامع البیان (تفسیر الطبری) تحت الآیۃ ۱۷/۷۹ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۵/۱۶۹
[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰۶
[3] شرح صحیح مسلم مع مسلم " " " " " " " " " "

www.alahazratnetwork.org

حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

انا وامتی یوم القیامۃ علی کوم مشرفین علی الخلائق ما من الناس احد الا ود انہ منا[1] الحدیث۔

میں اور میری اُمت روزِ قیامت بلندیوں پر ہونگے سب سے اونچے، کوئی ایسا نہ ہوگا جو تمنا نہ کرے کہ کاش وہ ہم میں سے ہوتا۔

ارشاد بست وششم ۲۶: صحیح مسلم شریف میں ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ تعالٰی نے مجھے تین سوال دیے، میں نے دو بار عرض کی: اللّٰھم اغفر لامتی، اللّٰھم اغفر لامتی الٰہی! میری اُمت بخش دے، الٰہی! میری اُمت بخش دے۔ وَاَخَّرْتُ الثالثۃ لیوم یرغب الی فیہ الخلق کلھم حتی ابراھیم[2] اور تیسرا اس دن کے لئے اٹھا رکھا جس میں تمام خلق میری طرف نیازمند ہوگی یہاں تک کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اتفقوا ونسقوہ علی انہ متن الحدیث ثم استوضح ذٰلک القاضی لحدیث ابن عمر وحدیث کعب المذکورین۔ قلت والعجب انہ ذھل عن حدیث جابر نفسہ وقد کان ایضا عند الطبری کما رأیت ۱۲ منہ۔

بطور تنبیہ اس پر "انظر" لکھ دیا پھر تمام ناقلین اس پر مجتمع ہوگئے اور انھوں نے اس کو اس طور پر بیان کیا کہ گویا یہ متنِ حدیث سے ہے۔ پھر قاضی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ابن عمر اور ابن کعب کی حدیث سے اس میں کمی کرنا چاہی۔ میں کہتا ہوں حیرت ہے قاضی علیہ الرحمۃ خود حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی اپنی حدیث کو بھول گئے حالانکہ طبری کے نزدیک وہ بھی ہے جیسا کہ میں نے دیکھا ۱۲ منہ (ت)

---

[1] جامع البیان (تفسیر الطبری) تحت الآیۃ ۲/۱۴۳ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۱۳
الدر المنثور بحوالہ ابن جریر وابن ابی حاتم وابن مردویہ " " " " " ۱/۳۱۸

[2] صحیح مسلم کتاب فضائل القرآن باب بیان ان القرآن انزل علی سبعۃ احرف قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۷۳

www.alahazratnetwork.org

فائدہ: حدیث ان لکل نبی دعوۃ الحدیث[1] کہ مسند احمد وصحیحین میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، امام حکیم ترمذی نے بھی روایت کی اور اس کے اخیر میں یہ زیادت فرمائی:

وان ابراھیم لیرغب فی دعائی ذٰلک الیوم[2]۔ یعنی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی میری دعا کے خواہشمند ہوں گے۔

احادیث الشفاعۃ

شفاعت کی حدیثیں خود متواتر ہیں۔ اور یہ بھی ہر مسلمان صحیح الایمان کو معلوم کہ یہ قبائے کرامت اُس مبارک قامت شایانِ امامت سزاوارِ زعامت کے سوا کسی قد و بالا پر راست نہ آئی، نہ کسی نے بارگاہِ الٰہی میں اُن کے سوا یہ وجاہتِ عظمٰی و محبوبیتِ کبرٰی و اذنِ سفارش و اختیارِ گذارش کی دولت پائی۔ تو وہ سب حدیثیں تفضیلِ جمیل محبوبِ جلیل صلوات اللہ وسلامہ علیہ پر دلیل۔ مگر میں صرف وہ چند احادیث نقل کرتا ہوں جن میں تصریحاً سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا عجز اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی قدرت بیان فرمائی:

ع شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالٰی شرح مشکوٰۃ میں زیرِ حدیث اوّلین شفاعت فرماتے ہیں:

صواب است کہ ہمہ انبیاء و مرسلین صلوات اللہ علیہم اجمعین از درآمدن دریں مقام و درست بات یہ ہے کہ تمام نبی اور رسول صلوات اللہ علیہم اجمعین اس مقام پر

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الدعوات باب لکل نبی دعوۃ مستجابۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۳۲
صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ الخ " " ۱/ ۱۱۳
مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۲۹۲

[2] نوادر الاصول الاصل الثالث والسبعون ص۱۱۰ و الاصل الثانی عشر والمائۃ ص۱۴۵

www.alahazratnetwork.org

ارشاد بست و ہفتم ۲۷: حدیث موقف منتقل مطول احمد[1] و بخاری و مسلم و ترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور بخاری[2] و مسلم و ابن ماجہ نے انس[3] اور ترمذی و ابن خزیمہ نے ابو سعید خدری اور احمد و بزار و ابن حبان و ابویعلٰی نے صدیق اکبر[4] (رضی اللہ تعالٰی عنہ) اور احمد[5] و

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اقدام بریں کار عاجز و قاصر اند بجز سید المرسلین و امام النبیین کہ بنہایت قرب و عزت و مکانت مخصوص است و محمود و محبوب حضرت اوست۔[5]

جلوہ افروز ہوکر اقدامِ شفاعت سے عاجز و قاصر ہیں سوائے رسولوں کے سردار اور نبیوں کے امام کے جو کہ انتہائی قرب، عزت اور رفعتِ مکانی کے ساتھ مختص ہیں اور بارگاہِ الٰہی میں محبوب و محمود ہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] صحیح البخاری عن ابی ہریرۃ کتاب التفسیر سورہ بنی اسرائیل باب قولہ تعالٰی ذریۃ من حملنا ۲/۶۸۴ و ۶۸۵
صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۱
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۴۳۵ و ۴۳۶
سنن الترمذی کتاب صفۃ القیامۃ باب ماجاء فی الشفاعۃ حدیث ۲۴۴۲ دارالفکر بیروت ۴/۱۹۶ و ۱۹۷
المواہب اللدنیۃ المقصد العاشر الفصل الثالث المکتب الاسلامی بیروت ۴/۴۴۶ تا ۴۴۸

[2] صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالٰی لما خلقت بیدی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۱۰۱ و ۱۱۰۲
صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ " " " ۱/۱۰۸ تا ۱۱۰
سنن ابن ماجہ ابواب الزہد باب ذکر الشفاعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۹

[3] سنن الترمذی ابواب التفسیر سورۃ بنی اسرائیل حدیث ۳۱۵۹ دارالفکر بیروت ۵/۹۹ و ۱۰۰
" ابواب المناقب باب ماجاء فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم " ۳۶۳۵ " " " ۵/۱۵۴
الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمقام المحمود مرکز اہلسنت گجرات ہند ۲/۲۲۱ تا ۲۲۴

[4] مسند احمد بن حنبل عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۵
موارد الظمآن باب ماجاء فی البعث والشفاعۃ حدیث ۲۵۸۹ المطبعۃ السلفیۃ ص ۶۴۲ و ۶۴۳
مسند ابی یعلٰی عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۱/۵۹
کنز العمال بحوالہ البزار حدیث ۳۹۷۵۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴/۶۲۸ و ۶۲۹

[5] اشعۃ اللمعات کتاب الفتن باب الحوض والشفاعۃ الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۳۸۶

www.alahazratnetwork.org

ابویعلٰی[1] نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مرفوعاً الٰی سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور عبداللہ بن مبارک وابن ابی شیبہ وابن ابی عاصم وطبرانی[2] نے بسند صحیح سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے موقوفاً روایت کی۔ ان سب[عہ1] کے الفاظ جُدا جُدا نقل کرنے میں طول کثیر ہے۔ لہذا میں اُن کے متفرق لفظوں کو ایک منتظم سلسلہ میں یکجا کرکے اِس جانفزا قصہ کی تلخیص کرتا ہوں، وباللہ التوفیق ۔
ارشاد ہوتا ہے روزِ قیامت[عہ2] ا اللہ تعالٰی اولین وآخرین کو ایک میدانِ وسیع وہموار میں جمع کرے گا کہ سب دیکھنے والے کے پیشِ نظر ہوں اور پکارنے والے کی آواز سنیں۔ ۵ دن طویل ہوگا۔ ۹ او آفتاب کو اُس روز دس برس کی گرمی دیں گے۔ پھر لوگوں کے سروں سے نزدیک کرینگے یہاں تک کہ بقدر دو کمانوں کے فرق رہ جائے گا، پسینے آنے شروع ہوں گے۔ قدِ آدم پسینہ تو زمین میں جذب ہوجائے گا پھر اوپر چڑھنا شروع ہوگا یہاں تک کہ آدمی غوطے کھانے لگیں گے۔اور

عہ1 ہرچند یہ چھ صحابہ سے چھ حدیثیں ہیں مگر صرف دو ہی شمار میں آئیں کہ حدیث ابوہریرہ اُسی کا تتمہ ہے جو ارشادِ اوّل میں گزری، اور حدیث ابوسعید اگرچہ ترمذی نے اسی قدر مختصراً روایت کی جتنی ارشاد سوم میں گزری، مگر تفسیر میں بعین سند مطولاً لائے جس کی وجہ سے یہ حدیث اس کا تتمہ ہے، اور حدیث صدیق اکبر بعینہٖ حدیث ارشاد ھفتم ہے، اور حدیث ابن عباس حدیث ارشاد ھیجدھم۔ لہٰذا ان چار کا مکرر شمار نہ ہوا۔ اور صرف حدیث انس وحدیث سلمان تعداد میں آئیں، رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

عہ2 یہ حروف بحساب ابجد الف سے واؤ تک انھیں چھ حدیثوں کی طرف اشارہ ہیں کہ میں نے حدیث اول کو کہ میرے مطلب میں زیادہ مفصل ہے، اصل کیا، اور باقی پانچ میں جو زیادتیاں ہیں باشارہ حروف انھیں متمیز کردیا ۱۲ منہ۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۸۱ و ۲۸۲
مسند ابی یعلٰی " " " حدیث ۲۳۲۴ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت ۳/ ۵ تا ۷
[2] المعجم الکبیر عن سلمان رضی اللہ عنہ حدیث ۶۱۱۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۶/ ۲۴۸
السنۃ لابن ابی عاصم حدیث ۸۳۴ دار ابن حزم بیروت ص ۱۹۰ تا ۱۹۲
المصنف لابن ابی شیبۃ حدیث ۳۱۶۶۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۳۱۲

www.alahazratnetwork.org

غراپ غراپ کرینگے جیسے کوئی ڈبکیاں لیتا ہے۔ ل قرب آفتاب سے غم وکرب اُس درجہ کو پہنچے گا کہ طاقت طاق ہوگی تاب تحمل باقی نہ رہے گی۔ ج رہ رہ کر جی میں گھبراہٹیں لوگوں کو اٹھیں گی۔ ل آپس میں کہیں گے دیکھتے نہیں تم کس آفت میں ہو، کس حال کو پہنچے، کوئی ایسا کیوں نہیں ڈھونڈتے جو رب کے پاس شفاعت کرے۔ ب کہ ہمیں اس مکان سے نجات دے۔ ل پھر خود ہی تجویز کریں گے کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے باپ ہیں، اُن کے پاس چلا چاہیے، پس آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جائینگے۔ د اور پسینے کی وہی حالت ہے کہ منہ میں لگام کی طرح ہوا چاہتا ہے۔ ل عرض کریں گے و اے باپ ہمارے ل اے آدم! آپ ابوالبشر ہیں، اللہ تعالٰی نے آپ کو دستِ قدرت سے بنایا اور اپنی رُوح آپ میں ڈالی اور اپنے ملائکہ سے آپ کو سجدہ کرایا اور اپنی جنت میں آپ کو رکھا ب اور سب چیزوں کے نام سکھائے د اور آپ کو اپنا صفی کیا۔ ل آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیوں نہیں کرتے ب کہ ہمیں اس مکان سے نجات دے ل آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس آفت میں ہیں اور کس حال کو پہنچے۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمائیں گے ب لست ھناکم ک انہ لم یھمنی الیوم الا ل انّ ربی قد غضب الیوم غضبا لم یغضب قبلہ مثلہ ولن یغضب بعدہ مثلہ نفسی نفسی اذھبوا الٰی غیری میں اس قابل نہیں مجھے آج اپنی جان کے سوا کسی کی فکر نہیں، آج میرے رب نے وہ غضب فرمایا ہے کہ نہ ایسا پہلے کبھی کیا نہ آئندہ کبھی کرے، مجھے اپنی جان کی فکر ہے، مجھے اپنی جان کا غم ہے، مجھے اپنی جان کا خوف ہے، تم اور کسی کے پاس جاؤ۔ و عرض کرینگے پھر آپ ہمیں کس کے پاس بھیجتے ہیں۔ فرمائیں گے د اپنے پدر ثانی ل نوح کے پاس جاؤ ب کہ وہ پہلے نبی ہیں جنھیں اللہ تعالٰی نے زمین پر بھیجا و وہ خدا کے شاکر بندے ہیں۔ ل لوگ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے اے نوح و اے نبی اللہ ل آپ اہلِ زمین کی طرف پہلے رسول ہیں اللہ نے عبد شکور آپ کا نام رکھا د اور آپ کو برگزیدہ کیا اور آپ کی دُعا قبول فرمائی کہ زمین پر کسی کافر کا نشان نہ رکھا۔ ل آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس حال کو پہنچے، آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیوں نہیں کرتے ک کہ ہمارا فیصلہ کردے۔ ل نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمائیں گے ب لست ھناکم د لیس ذاکم عندی ک انہ لا یھمنی الیوم الا نفسی ل انّ ربی غضب الیوم غضبا لم یغضب قبلہ مثلہ ولن یغضب بعدہ مثلہ نفسی نفسی اذھبوا الٰی غیری میں اس قابل نہیں یہ کام مجھ سے نہ نکلے گا، آج مجھے اپنی جان کے سوا کسی کی فکر نہیں۔ میرے رب نے آج وہ غضب

www.alahazratnetwork.org

فرمایا جو نہ اس سے پہلے کیا اور نہ اس کے بعد کرے، مجھے اپنی جان کی فکر ہے مجھے اپنی جان کا کھٹکا ہے، مجھے اپنی جان کا ڈر ہے، تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ و عرض کرینگے پھر آپ ہمیں کس کے پاس بھیجتے ہیں۔ فرمائیں گے ب خلیل الرحمٰن ا ابراہیم کے پاس جاؤ د کہ اللہ نے انھیں اپنا دوست کیا ہے۔ ا لوگ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضر ہوں گے عرض کرینگے و اے خلیل الرحمٰن، اے ابراہیم! آپ اللہ کے نبی اور اہل زمین میں اس کے خلیل ہیں آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے کا کہ ہمارا فیصلہ کر دے۔ ا آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس مصیبت میں گرفتار ہیں۔ آپ دیکھتے نہیں ہم کس حال کو پہنچے۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمائیں گے ب لست ھناکم د لیس ذاکم عندی ک لا یھمنی الیوم الا نفسی ا ان ربی قد غضب الیوم غضبا لم یغضب قبلہ مثلہ ولن یغضب بعدہ مثلہ نفسی نفسی نفسی اذھبوا الی غیری میں اس قابل نہیں، یہ کام میرے کرنے کا نہیں، آج مجھے اپنی جان کا تردد ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ و عرض کرینگے پھر آپ ہمیں کس کے پاس بھیجتے ہیں۔ فرمائینگے ا تم موسیٰ کے پاس جاؤ ب وہ بندہ جسے خدا نے توریت دی اور اس سے کلام فرمایا، اور اپنا رازدار بنا کر قرب بخشا ک اور اپنی رسالت دے کر برگزیدہ کیا۔ ا لوگ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کرینگے اے موسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں اللہ تعالےٰ نے آپ کو اپنی رسالتوں اور اپنے کلام سے لوگوں پر فضیلت بخشی، اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیجئے، آپ دیکھتے نہیں ہم کس حال کو پہنچے، آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس صدمہ میں ہیں۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمائیں گے ب لست ھناکم د لیس ذاکم عندی ک انہ لا یھمنی الیوم الا نفسی ا ان ربی قد غضب الیوم غضبا لم یغضب قبلہ مثلہ ولن یغضب بعدہ مثلہ نفسی نفسی نفسی اذھبوا الی غیری میں اس لائق نہیں یہ کام مجھ سے نہ ہوگا، مجھے آج اپنے سوا دوسرے کی فکر نہیں، میرے رب نے آج وہ غضب فرمایا ہے کہ ایسا نہ کبھی کیا تھا اور نہ کبھی کرے، مجھے اپنی جان کی فکر ہے، مجھے اپنی جان کا خیال ہے، مجھے اپنا جان کا خطرہ ہے، تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ و عرض کریں گے پھر آپ ہمیں کس کے پاس بھیجتے ہیں۔ فرمائیں گے ا تم عیسےٰ کے پاس جاؤ وہ اللہ کے بندے ہیں اور اس کے رسول اور اس کے کلمہ اور اس کی روح د کہ مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتے اور مُردے جِلاتے تھے۔ ا لوگ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کرینگے اے عیسےٰ! آپ اللہ کے رسول

www.alahazratnetwork.org

ارشاد فرمائی۔ یہ نصف حدیث کا خلاصہ ہے۔ مسلمان اسی قدر کو بنگاہِ ایمان دیکھئے۔ اور اوّلاً حق جل وعلا کی یہ حکمتِ جلیلہ خیال کرے کہ کیونکر اہلِ محشر کے دلوں میں ترتیب وار انبیائے عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں جانا الہام فرمائے گا۔ اور دفعۃً بارگاہِ اقدس سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر نہ لائے گا کہ حضور تو یقیناً شفیع مشفع ہیں۔ ابتداءً یہیں آتے تو شفاعت پاتے۔ مگر اولین وآخرین وموافقین ومخالفین خلق اللہ اجمعین پر کیونکر کُھلتا کہ یہ منصب افخم اسی سیدِ اکرم مولائے اعظم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا حصۂ خاصہ ہے جس کا دامنِ رفیع جلیل ومنیع تمام انبیاء ومرسلین کے دستِ ہمت سے بلند وبالا ہے۔ پھر خیال کیجئے کہ دنیا میں لاکھوں کروڑوں کان اس حدیث سے آشنا اور بے شمار بندے اس حال کے شناسا عرصاتِ محشر میں صحابۂ وتابعین وائمۂ محدثین واولیائے کاملین وعلمائے عاملین سبھی موجود ہوں گے۔ پھر کیونکر یہ جانی پہچانی بات دلوں سے ایسی بُھلادی جائے گی کہ اتنی کثیر جماعتوں میں ان طویل مدتوں تک کسی کو اصلاً یاد نہ آئے گی۔ پھر نوبت بنوبت حضراتِ انبیاء سے جواب سنتے جائیں گے۔ جب بھی مطلق دھیان نہ آئے گا کہ یہ وہی واقعہ ہے جو سچے مخبر نے پہلے ہی بتایا ہے۔ پھر حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کو دیکھئے۔ وہ بھی یکے بعد دیگرے انبیائے مابعد کے پاس بھیجتے جائیں گے۔ یہ کوئی نہ فرمائے گا کہ کیوں بیکار ہلاک ہوتے ہو۔ تمہارا مطلوب اس پیارے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس ہے۔ یہ سارے سامان اُسی اظہارِ عظمت واشتہار وجاہتِ محبوب باشوکت کی خاطر ہیں لیقضی اللہ امراً کان مفعولا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (تاکہ اللہ پُورا کرے جو کام ہونا ہے اور درود وسلام نازل فرمائے اپنے محبوب پر۔ ت)۔

ثانیاً سوال شفاعت پر حضرات انبیاء کے جواب اور ہمارے حضور کا مبارک ارشاد ملا، دیکھئے یہیں مقامِ محمود کا مزہ آتا۔ اور ابھی کا شمس کُھلا جاتا ہے کہ سب نجوم رسالت ومصابیح نبوت میں افضل واعلٰی واجل واعظم واولٰے وبلند وبالا وہی عرب کا سورج حرم کا چاند ہے جس کے نور کے حضور ہر روشنی ماند ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وبارک وشرف ومجد وکرم (اللہ تعالٰی آپ پر درود وسلام وبرکت وکرم وشرف وبزرگی نازل فرمائے۔ ت) اور انبیائے خمسہ کی وجہِ تخصیص ظاہر کہ حضرتِ آدم اوّلِ انبیاء وپدرِ انبیاء ہیں، اور مرسلین اربعہ اولوالعزم مرسل اور سب انبیائے سابقین سے اعلٰی وافضل، تو ان پر تفضیل والحمدللہ الملک الجلیل۔

www.alahazratnetwork.org

ارشاد بست و ہشتم[۲۸]: احمد و ترمذی بافادۂ تحسین و تصحیح اور ابن ماجہ و حاکم و ابن ابی شیبہ بسندِ صحیح ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا کان یوم القیٰمۃ کنت امام النبیین وخطیبھم وصاحب شفاعتھم غیر فخر[۱]۔

جب قیامت کا دن ہوگا میں تمام انبیاء کا امام اور اُن کا خطیب اور اُن کا شفاعت والا ہوں گا اور کچھ فخر نہیں (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم)۔

ارشاد بست و نہم[۲۹]: امام احمد بسندِ صحیح انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انی لقائم انتظر امتی تعبر الصراط اذا جاء عیسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام فقال ھٰذہ الانبیاء قد جاء تك یا محمد یسألون او قال یجتمعون الیك یدعوا اللہ ان یفرق بین جمیع الامم الی حیث یشاء اللہ لغم ماھم فیہ فالخلق ملجمون فی العرق فاما المؤمن فھو علیہ کالزکمۃ و اما الکافر فیتغشاہ الموت قال قال یا عیسٰی انتظر حتی

میں کھڑا ہُوا اپنی امت کا انتظار کرتا ہوں گا کہ صراط پر گزر جائے، اتنے میں عیسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام آکر عرض کریں گے کہ اے محمد! انبیاء آپ حضور کے پاس التماس لے کر آئے ہیں کہ حضور اللہ تعالٰی سے عرض کردیں وہ امتوں کی اس جماعت کو جہاں چاہے تفریق کردے کہ لوگ بڑی سختی میں ہیں، پسینہ لگام کی مانند ہوگیا ہے (حدیث میں فرمایا) مسلمان پر تو مثلِ زکام کے ہوگا، اور کافروں کو اس سے موت گھیر لے گی، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی

---

[۱] مسندِ احمد بن حنبل عن ابی بن کعب المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۱۳۷
سنن الترمذی ابواب المناقب باب ماجاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۳۶۳۳ ۵/ ۳۵۳
سنن ابن ماجہ ابواب الزہد باب ذکر الشفاعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۳۰
المستدرک للحاکم کتاب الایمان دار الفکر بیروت ۱/ ۷۱
المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب الفضائل حدیث ۳۱۶۳۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۳۰۷

www.alahazratnetwork.org

ارجع الیک قال فذھب نبی اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقام تحت العرش فلقی مالم یلق ملک مصطفی ولانبی مرسل[1] الحدیث۔

علیہ وسلم فرمائیں گے، اے عیسٰی! آپ انتظار کریں یہاں تک کہ میں واپس آؤں۔ پھر حضور زیر عرش جاکر کھڑے ہوں گے وہاں وہ پائیں گے جو نہ کسی مقرب فرشتہ کو ملا نہ کسی نبی مرسل نے پایا الحدیث۔

ارشاد ۳۰ سیم: مسند احمد وصحیح مسلم میں انہیں سے مروی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اٰتی باب الجنۃ یوم القیامۃ فاستفتح فیقول الخازن من انت؟ فاقول محمد، فیقول بک امرت ان لا افتح لاحد من قبلک[2]۔

میں روزِ قیامت درِ جنت پر تشریف لاکر کھلواؤں گا، داروغہ عرض کرے گا: کون ہے؟ میں فرماؤں گا، محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ عرض کرے گا، مجھے حضور ہی کے واسطے حکم تھا کہ حضور سے پہلے کسی کے لئے نہ کھولوں۔

طبرانی کی روایت میں ہے داروغہ قیام کرکے عرض کرے گا:

لا افتح لاحد قبلک ولا اقوم لاحد بعدک[3]

نہ میں حضور سے پہلے کسی کے لئے کھولوں، نہ حضور کے بعد کسی کے لئے قیام کروں۔

اور یہ دوسری خصوصیت ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے۔

ارشاد ۳۱ سی ویکم: ابونعیم ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا اوّل من یدخل الجنۃ

میں سب سے پہلے جنت میں رونق افروز

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۷۸
الترغیب والترھیب بحوالہ احمد فصل فی الشفاعۃ وغیرہا مصطفی البابی مصر ۴/ ۴۳۶

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۲
مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۳۶

[3] انسان العیون المعروف بالسیرۃ حلبیۃ باب حین المبعث الخ المکتبۃ الاسلامیہ بیروت ۱/ ۲۳۱

www.alahazratnetwork.org

ولافخر۔[1] | ہوں گا، اور کچھ فخر نہیں۔

ارشاد سی و دوم[32]: صحیح مسلم میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا اکثر الانبیاء تبعا وانا اول من یقرع باب الجنۃ۔[2] | روزِ قیامت میں سب انبیاء سے کثرتِ امت میں زائد ہوں گا، اور سب سے پہلے میں ہی جنّت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔

مسلم کی دوسری روایت یوں ہے:

انا اول الناس یشفع فی الجنۃ وانا اکثر الانبیاء تبعا۔[3] | میں جنت میں سب سے پہلا شفیع ہوں، اور میرے پیرو سب انبیاء کی اُمتوں سے افزوں۔

ابن النجار نے ان لفظوں سے روایت کی:

انا اول من یدق باب الجنۃ فلم تسمع الاذان احسن من طنین الحلق علی تلک المصاریع۔[4] | میں سب سے پہلے جنّت کا دروازہ کوٹوں گا زنجیروں کی جھنکار جو اُن کواڑوں پر ہوگی اس سے بہتر آواز کسی کان نے نہ سُنی۔

ارشاد سی و سوم[33]: صحیح ابن حبان میں اُنھیں سے مروی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان لکل نبی یوم القیامۃ منبرا من نور وانی لعلی اطولھا وانورھا فیجیئ منادینادی این النبی الامی؟ قال فیقول الانبیاء کلنا | قیامت میں ہر نبی کے لئے ایک منبر نور کا ہوگا، اور میں سب سے زیادہ بلند و نورانی منبر پر ہوں گا، منادی آکر ندا کرے گا کہاں ہیں نبی اُمّی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ انبیاء کہیں گے ہم

---

[1] دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الرابع عالم الکتب بیروت الجزء الاول ص ۱۳

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۲

[3] " " " " " " " "

[4] کنز العمال بحوالہ ابن النجار عن انس حدیث ۳۱۸۸۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۴۰۳

www.alahazratnetwork.org

نبی امی فاُی اینا الرسل فیرجع الثانیۃ فیقول این النبی الامی العربی قال فینزل محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی یأتی باب الجنۃ فیقرعہ (و ساق الحدیث الی ان قال) فیفتح لہ فیدخل فیتجلی لہ الرب تبارک و تعالٰی ولا یتجلی لشیئ قبلہ فیخر لہ ساجدا[1] الحدیث۔

سب نبی اُمّی ہیں کسے یاد فرمایا ہے، منادی واپس جائے گا، دوبارہ آکریوں ندا کرے گا: کہاں ہیں نبی اُمّی عربی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے منبر اطہر سے اُتر کر جنت کو تشریف لے جائیں گے، دروازہ کھلوا کر اندر جائیں گے، رب عزّ جلالہٗ ان کے لئے تجلی فرمائے گا اور ان سے پہلے کسی پر تجلی نہ کرے گا۔ حضور اپنے رب کے لئے سجدہ میں گرینگے۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ و آلہٖ وسلم۔

ارشاد سی و چہارم[34]: صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یضرب الصراط بین ظہرانی جہنم فاکون اول من یجوز من الرسل بامتہ[2]

جب پشتِ جہنم پر صراط رکھیں گے میں سب رسولوں سے پہلے اپنی امت کو لے کر گزر فرماؤں گا۔

ارشاد سی و پنجم[35]: صحیح مسلم میں حضرت حذیفہ و حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور تصانیف طبرانی و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ میں عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یقوم المؤمنون حتی تزلف لہم الجنۃ فیأتون اٰدم فیقولون یا ابانا استفتح لنا

یعنی جب مسلمانوں کا حساب کتاب اور اُن کا فیصلہ ہوچکے گا، جنت اُن سے نزدیک کی جائیگی۔ مسلمان آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس

---

[1] موارد الظمآن باب جامع فی البعث والشفاعۃ حدیث ۲۵۹۱ المطبعۃ السلفیہ ص ۶۴۳ و ۶۴۴
الترغیب والترہیب بحوالہ صحیح ابن حبان فصل فی الشفاعۃ وغیرہا مصطفی البابی مصر ۴/ ۴۴۰

[2] صحیح البخاری کتاب الاذان باب فضل السجود قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۱
صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات رؤیۃ المؤمنین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰۰

www.alahazratnetwork.org

الجنۃ فیقول وھل اخرجکم من الجنۃ الاخطیئۃ ابیکم لست بصاحب ذٰلك ولکن اذھبوا الٰی ابنی ابراھیم خلیل اللہ قال فیقول ابراھیم لست بصاحب ذٰلك انما کنت خلیلا من وراء وراء اعمدوا الٰی موسٰی الذی کلمہ اللہ تکلیما قال فیأتون موسٰی فیقول لست بصاحب ذٰلك اذھبوا الٰی عیسٰی کلمۃ اللہ وروحہ فیقول عیسٰی لست بصاحب ذٰلك فیأتون محمدا فیقوم فیؤذن لہ الحدیث، ھذا حدیث مسلم[1]، وعند الباقین اذا جمع اللہ الاولین والاٰخرین وقضٰی بینھم وفرغ من القضاء یقول المؤمنون قد قضٰی بیننا ربنا وفرغ من القضاء یقول المؤمنون فمن یشفع لنا الٰی ربنا فیقولون اٰدم خلقہ اللہ بیدہ وکلمہ فیأتونہ فیقولون قد قضٰی ربنا وفرغ من القضاء قم انت فاشفع لنا الٰی ربنا اتوا نوحا (وساق الحدیث الٰی ان قال) فیاعیسٰی فیقول ادلکم علی العربی الامی فیأتونی فیأذن اللہ لی ان اقوم الیہ فیثور

حاضر ہوں گے کہ ہمارا حساب ہو چکا آپ حق سبحانہٗ سے عرض کرکے ہمارے لئے جنت کا دروازہ کھلوادیجئے۔ آدم علیہ السلام عذر کرینگے اور فرمائیں گے میں اس کام کا نہیں تم نوح کے پاس جاؤ۔ وہ بھی انکار کرکے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس بھیجیں گے۔ وہ فرمائیں گے میں اس کام کا نہیں تم موسٰی کلیم اللہ کے پاس جاؤ۔ وہ فرمائیں گے میں اس کام کا نہیں مگر تم عیسٰی روح اللہ وکلمۃ اللہ کے پاس جاؤ وہ فرمائیں گے میں اس کام کا نہیں مگر تمھیں عرب والے نبی اُمّی کی طرف راہ بتاتا ہوں۔ لوگ میری خدمت میں حاضر آئیں گے، اللہ تعالٰی مجھے اذن دے گا، میرے کھڑے ہوتے ہی وہ خوشبو مہکے گی جو آج تک کسی دماغ نے نہ سونگھی ہوگی، یہاں تک کہ میں اپنے رب کے پاس حاضر ہوں گا، وہ میری شفاعت قبول فرمائے گا اور میرے سر کے بالوں سے پاؤں کے ناخن تک نور کردے گا۔

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۲

www.alahazratnetwork.org

مجلسی من اطیب ریح شمتہا
احد قط حتی اُقی ربی یشفعنی
و یجعل لی نورا من شعر راسی
الیٰ ظفر قدمی [1]

ارشاد سی و ششم ۳۶: طبرانی معجم اوسط میں بسندِ حسن اور دارقطنی و ابن النجار امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

الجنۃ حرمت علی الانبیاء حتی ادخلہا وحرمت علی الامم حتی تدخلہا امتی [2]	جنت پیغمبروں پر حرام ہے جب تک میں اس میں داخل نہ ہوں، اور اُمتوں پر حرام ہے جب تک میری اُمت داخل ہو۔

اسی طرح طبرانی نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی۔

ارشاد سی و ہفتم ۳۷: اسحٰق بن راہویہ اپنی مسند اور ابن ابی شیبہ مصنف میں امام مکحول تابعی سے راوی، امیر المومنین عمر کا ایک یہودی پر کچھ آتا تھا اس سے فرمایا: قسم اس کی جس نے محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تمام بشر پر فضیلت بخشی، میں تجھے نہ چھوڑوں گا۔ یہودی نے قسم کھا کر حضور کی افضلیتِ مطلقہ کا انکار کیا۔ امیر المومنین نے اس کے طمانچہ مارا۔ یہودی بارگاہِ رسالت میں نالشی آیا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امیر المومنین کو تو حکم دیا تم نے اس کو تھپڑ مارا ہے راضی کر لو، اور یہودی کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا،

---

[1] الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمقام المحمود مرکز اہلسنت گجرات الھند ۲/ ۲۲۲
الدر المنثور بحوالہ الطبرانی و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ تحت الآیۃ ۴۴/ ۲۲ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۶
کنز العمال " " " " " " حدیث ۲۹۹۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲/ ۲۶ و ۲۷
[2] المعجم الاوسط حدیث ۹۴۶ مکتبۃ المعارف ریاض ۱/ ۵۱۲ و ۵۱۳

www.alahazratnetwork.org

بل یا یہودی اٰدم صفی اللہ ابراھیم خلیل اللہ وموسٰی نجی اللہ وعیسٰی روح اللہ وانا حبیب اللہ بل یا یہودی تسمّی اللہ باسمین سمّی بہما امتی ھو السلام وسمّی بہا امتی المسلمین وھو المؤمن وسمّی بہا امتی المؤمنین بل یا یہودی ان الجنۃ محرمۃ علی الانبیاء حتی ادخلہا وھی محرمۃ علی الامم حتی تدخلہا امتی۔[1]

بلکہ او یہودی! آدم صفی اللہ اور ابراہیم خلیل اللہ اور موسٰی نجی اللہ اور عیسٰی روح اللہ ہیں، اور میں حبیب اللہ ہوں۔ بلکہ او یہودی! اللہ تعالٰی نے اپنے دو ناموں پر میری امت کے نام رکھے، اللہ تعالٰی سلام ہے اور میری اُمت کا نام مسلمین رکھا، اللہ تعالٰی مومن ہے اور میری امت کا نام مومنین رکھا۔ بلکہ او یہودی! بہشت سب نبیوں پر حرام ہے یہاں تک کہ میں تشریف لے جاؤں۔ اور سب امتوں پر حرام ہے یہاں تک کہ میری امت داخل ہو۔

ارشاد سی و ہشتم ۳۸: احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سلوا اللہ تعالٰی لی الوسیلۃ فانہا منزلۃ فی الجنۃ لاتبغی الا لعبد من عباد اللہ وارجوا ان اکون انا ھو فمن سأل لی الوسیلۃ حلّت علیہ الشفاعۃ۔[2]

اللہ تعالٰی سے میرے لئے وسیلہ مانگو، وہ جنت کی ایک منزل ہے کہ ایک بندے کے سوا کسی کے شایانِ شان نہیں، میں اُمید کرتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہی ہوں، تو جو میرے لئے وسیلہ مانگے گا اس پر میری شفاعت اُترے گی۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیثِ مختصر میں ہے۔ صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ! وسیلہ

---

[1] المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب الفضائل حدیث ۳۱۷۹۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۳۲۱و۳۲۲

[2] صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب استحباب القول مثل قول المؤذن الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶۶

سنن الترمذی ابواب المناقب حدیث ۳۶۳۴ دارالفکر بیروت ۵/ ۳۵۳ و ۳۵۴

سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب مایقول اذا سمع المؤذن آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۷۷

سنن النسائی کتاب الاذان باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۱۱۰

مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو بن عاص المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۶۸

www.alahazratnetwork.org

کیا ہے؟ فرمایا:

اعلیٰ درجۃ فی الجنۃ لاینالھا الا واحد ارجوان اکون ھو[1] | بلند ترین درجاتِ جنت ہے جسے نہ پائے گا مگر ایک مرد۔ امید کرتا ہوں کہ وہ مرد میں ہوں۔

علماء فرماتے ہیں خدا و رسول جس بات کو بکلمۂ امید و ترجی بیان فرمائیں وہ یقینی الوقوع ہے بلکہ بعض علماء نے فرمایا: کلامِ اولیاء میں بھی رجاء تحقیق ہی کے لئے ہے۔

ذکرہ الزرقانی عن صاحب النور عن بعض شیوخہ فی اقسام شفاعۃ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[2] | زرقانی نے صاحبِ نور سے انھوں نے اپنے بعض شیوخ سے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شفاعت کی اقسام کے بارے میں ذکر کیا۔ (ت)

ارشادِ سی ونہم ۳۹: عثمان بن سعید دارمی کتاب الرد علی الجہمیۃ میں عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ رفعنی یوم القیامۃ فی اعلٰی غرفۃ من جنات النعیم لیس فوق الاحملۃ العرش[3] | اللہ تعالٰی مجھے روزِ قیامت جنۃ النعیم کے سب غرفوں سے اعلٰی غرفوں میں بلند فرمائے گا کہ مجھ سے اوپر بس خدا کا عرش ہوگا۔

والحمد للہ رب العٰلمین۔

جلوۂ سوم ارشاداتِ انبیائے عظام و ملائکۂ کرام علٰی سیدہم وعلیہم الصلوٰۃ والسلام

ارشادِ چہلم ۴۰: ابن جریر، ابن مردویہ، ابن ابی حاتم، بزار، ابویعلٰی، بیہقی بطریق ابو العالیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے معراج کی حدیثِ طویل میں راوی، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب کی حمد و ثنا کی اور اپنے فضائلِ جلیلہ کے خطبے پڑھے۔ سب کے بعد حضور پُرنور خاتم النبیین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] سنن الترمذی ابواب المناقب حدیث ۳۶۳۲ دارالفکر بیروت ۵/۳۵۳

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ تفضیلہ صلی اللہ علیہ وسلم بالشفاعۃ الخ دارالمعرفۃ بیروت ۸/۳۸۰

[3] الخصائص الکبرٰی بحوالہ کتاب الرد علی الجہمیۃ باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بالکوثر الخ مرکز اہلسنت ۲/۲۲۶

www.alahazratnetwork.org

کلھم اثنی علی ربہ و انی مثن علی ربی الحمد للہ الذی ارسلنی رحمۃ للعالمین وکافۃ للناس بشیرا و نذیرا و انزل علی الفرقان فیہ تبیان لکل شیئ وجعل امتی خیر امۃ اُخرجت للناس وجعل امتی امۃ وسطا وجعل امتی ھم الاولون والاٰخرون و شرح لی صدری ووضع عنی وزری ورفع لی ذکری وجعلنی فاتحا وخاتما۔

تم سب نے اپنے رب کی ثنا کی اور اب میں اپنے رب کی ثنا کرتا ہُوں۔ حمد اُس خدا کو جس نے مجھے تمام جہان کے لئے رحمت بھیجا اور کافۂ ناس کا رسول بنایا خوشخبری دیتا اور ڈر سُناتا، اور مجھ پر قرآن اتارا اس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے، اور میری امت سب امتوں سے بہتر، اور امت عادل، اور زمانہ میں مؤخر اور مرتبہ میں مقدم کی۔ اور میرے لئے میرا سینہ کھول دیا۔ اور مجھ سے میرا بوجھ اتار لیا۔ اور میرے لئے میرا ذکر بلند فرمایا۔ اور مجھے فاتح باب رسالت و خاتم دَورِ نبوت کیا۔

جب حضور اقدس خطبۂ جلیلہ سے فارغ ہُوئے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حضراتِ انبیاء سے فرمایا: بھذا افضلکم محمد اسی لئے محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم تم سے افضل ہُوئے (پھر جب حضور اپنے رب سے ملے رب تبارک وتعالٰی نے فرمایا: سَل مانگ کیا مانگتا ہے!) حضور نے اور انبیاء کے فضائل عرض کئے کہ تُو نے انھیں یہ یہ کرامتیں دیں، حق جل وعلا نے حضور کے فضائلِ اعلٰے واشرف ارشاد فرمائے کہ تمھیں یہ کچھ بخشا۔ حضور نے یہ واقعہ بیان فرماکر ارشاد فرمایا، فضّلنی ربّی مجھے میرے رب نے افضل کیا۔ اور اپنے فضائل وخصائصِ عظیمہ بیان فرمائے۔ یہ حدیث دو ورق طویل میں ہے۔

ارشاد چہل ویکم[۴۱]: حاکم کتاب الکنی اور طبرانی اوسط اور بیہقی وابونعیم دلائل النبوۃ میں، اور ابن عساکر و دیلمی وابن لال ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰے عنہا سے راوی، حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[۱] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۱۷/ ۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵/ ۱۳ تا ۱۵
دلائل النبوۃ للبیہقی باب الدلیل علی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عرج بہ الی السماء الخ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۴۰۰ تا ۴۰۴
الدر المنثور بحوالہ ابن مردویہ وابن ابی حاتم وغیرھما تحت الآیۃ ۱۷/ ۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۹۶ تا ۱۹۹
الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابن جریر وابن ابی حاتم وابن مردویہ وابو یعلٰی والبیہقی باب خصوصیتہ بالاسراء الخ ۱/ ۱۶۳ تا ۱۷۵

www.alahazratnetwork.org

قال لی جبریل قلبت الارض مشارقها ومغاربها فلم اجد رجلا افضل من محمد ولم اجد بنی اب افضل من بنی ھاشم۔[۱]

جبریل نے مجھ سے عرض کی: میں نے پورب پچھم ساری زمین اُلٹ پلٹ کر دیکھی کوئی شخص محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے افضل نہ پایا، نہ کوئی خاندان بنی ہاشم سے بہتر نظر آیا۔

امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں، صحت کے انوار اس متن کے گوشوں پر جھلک رہے ہیں، نقلہ فی المواھب[۲] (اس کو مواہب میں نقل کیا ہے۔ ت)

ارشاد چہل و دوم[۴۲]: ابونعیم کتاب المعرفہ میں اور ابن عساکر عبداللہ بن غنم سے راوی، ہم خدمتِ اقدس حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر تھے ناگاہ ایک ابر آیا، حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

سلّم علیّ ملك ثم قال لی لم ازل استأذن ربی فی لقائك حتّٰی کان ھذا اوان اذن لی انی ابشرك انه لیس احد اکرم علی اللہ منك۔[۳]

مجھ سے ایک فرشتہ نے سلام کے بعد عرض کی، مدت سے میں اپنے رب سے قدمبوسیِ حضور کی اجازت مانگتا تھا یہاں تک کہ اب اس نے اذن دیا، میں حضور کو مژدہ دیتا ہوں کہ اللہ تعالٰی کو حضور سے زیادہ کوئی عزیز نہیں۔

ارشاد چہل و سوم[۴۳]: امام ابوزکریا یحیٰی بن عائذ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضرت آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہا قصہ ولادت اقدس میں فرماتی ہیں، مجھے تین شخص نظر آئے

---

[۱] المعجم الاوسط حدیث ۶۲۸۱ مکتبۃ المعارف ریاض ۷/ ۱۵۵
المواہب اللدنیۃ بحوالہ ابی نعیم طہارۃ نسبہ من السفاح المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۸۷ و ۸۸
دلائل النبوۃ باب ذکر شرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونسبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۷۶
الخصائص الکبرٰی بحوالہ البیہقی والطبرانی وابن عساکر باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بطہارۃ نسبہ الخ مرکز اہلسنت ۱/ ۳۶
الفردوس بمأثور الخطاب حدیث ۴۵۱۶ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۱۸۷
فیض القدیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ۶۰۷۴ ″ ″ ″ ″ ۴/ ۶۵۴ و ۶۵۵
[۲] المواہب اللدنیۃ طہارۃ نسبہ من السفاح المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۸۸
[۳] الجامع الصغیر بحوالہ ابن عساکر حدیث ۴۶۹۸ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۸۹

www.alahazratnetwork.org

گویا آفتاب اُن کے چہروں سے طلوع کرتا ہے، اُن میں ایک نے حضور کو اٹھا کر ایک ساعت تک اپنے پروں میں چھپایا اور گوشِ اقدس میں کچھ کہا کہ میری سمجھ میں نہ آیا اتنی بات میں نے بھی سُنی کہ عرض کرتا ہے:

اَبشر یا محمد! فما بقی لنبی علم الّا وقد اعطیتہ فانت اکثرھم علما واشجعھم قلبًا معک مفاتیح النصرۃ قد البست الخوف والرعب لایسمع احد بذکرک الّا وجل فؤادہ وخاف قلبہ وان لم یرک یا خلیفۃ اللّٰہ۔

اے محمد! مژدہ ہو کہ کسی نبی کا کوئی علم باقی نہ رہا جو حضور کو نہ ملا ہو، تو حضور ان سب سے علم میں زائد اور شجاعت میں فائق ہیں جو نصرت کی کنجیاں حضور کے ساتھ ہیں، حضور کو رعب و دبدبہ کا جامہ پہنایا ہے، جو حضور کا نام پاک سُنے گا اس کا جی ڈر جائے گا اور دل سہم جائے گا اگرچہ حضور کو دیکھا نہ ہو اے اللہ کے نائب!۔

ابن عباس فرماتے ہیں:

کان ذٰلک رضوان خازن الجنان[1]

یہ رضوان داروغہ جنت تھے، علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

ارشاد چہل وچہارم[44]: احمد، ترمذی، عبد بن حمید، ابن مردویہ، بیہقی، ابونعیم حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ اور بزار حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے بصورتِ موقوف اور ابن سعد عبداللہ بن عباس و ام المومنین صدیقہ و ام المومنین ام سلمہ و ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہن سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف مرفوعًا راوی شبِ اسرٰی جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے براق پر سوار ہونا چاہا وہ چمکا، جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: ابمحمد تفعل ھذا[2] (وفی المرفوع)

---

[1] الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابی زکریا یحیٰی بن عائذ باب ما ظہر فی لیلۃ مولدہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من المعجزات والخصائص مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۱/۴۹

[2] سنن الترمذی ابواب التفسیر باب سورۃ بنی اسرائیل حدیث ۳۱۴۲ دارالفکر بیروت ۵/۹۰
الدرالمنثور بحوالہ احمد و عبد بن حمید والترمذی وابن مردویہ وابی نعیم والبیہقی تحت الآیۃ ۱/۱ ۵/۱۸۲
الخصائص الکبرٰی باب خصوصیتہ صلی اللہ علیہ وسلم بالاسراء مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/۱۵۶

www.alahazratnetwork.org

الا تستحیین یا براق[1]، (وعند البزار) اسکنی[2] (ثم اتفقوا فی المعنی واللفظ لانس)
فو اللہ ما رکبک خلق قط اکرم علی اللہ منہ کیا محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ یہ گستاخی۔
اے براق! تجھے شرم نہیں آتی۔ ٹھہر کہ خدا کی قسم تجھ پر کبھی کوئی ایسا شخص نہ سوار ہوا جو اللہ کے نزدیک
ان سے زیادہ عزت والا ہو۔ فارفض عرقا انس کہنے سے براق کو پسینہ چھوٹ پڑا۔ یہ روایت
بطریق قتادہ عن انس تھی۔ اور بیہقی و ابن جریر و ابن مردویہ نے بطریق عبدالرحمٰن بن ہاشم بن
عتبہ عن یونس یوں روایت کی کہ روح القدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: مہ یا براق فو اللہ
ما رکبک مثلہ[3] ہیں اے براق! اللہ کی قسم تجھ پر کوئی ان کا ہمرتبہ سوار نہ ہوا۔ اور یہی تینوں
محدث ابن ابی حاتم و ابن عساکر ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین
صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: کانت الانبیاء ترکبہا قبلی[4] مجھ سے پہلے انبیاء اس پر
سوار ہوا کرتے تھے۔

ارشاد چہل و پنجم[45]: آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول وحی اول میں گزرا کہ محمد صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم تمام مخلوقات سے زیادہ اللہ کو پیارے اور اس کی درگاہ میں سب سے
قدرت و عزت میں بلند ہیں[5]۔

ارشاد چہل و ششم[46]: مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول ارشاد ہفتم میں گزرا کہ

---

[1] الدر المنثور بحوالہ ابن سعد وام سلمہ وام ہانی وعائشہ وابن عباس تحت الآیۃ ۱۷/۱ بیروت ۵/۱۸۳
الخصائص الکبرٰی باب خصوصیتہ صلے اللہ علیہ وسلم بالاسراء مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۱/۱۶۹

[2] الدر المنثور بحوالہ البزار عن علی تحت الآیۃ ۱۷/۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۹۲
البحر الزخار (البزار) حدیث ۵۰۸ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ ۲/۱۴۶

[3] الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابن جریر و ابن مردویہ والبیہقی باب خصوصیتہ صلے اللہ علیہ وسلم بالاسراء ۱/۱۵۵
الدر المنثور " " " " " " " تحت الآیۃ ۱۷/۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۶۴

[4] " " عن ابی سعید الخدری " " " " " " " " " ۵/۱۶۰
الخصائص الکبرٰی " " باب خصوصیتہ صلے اللہ علیہ وسلم بالاسراء مرکز اہلسنت ۱/۱۶۷

[5] دلائل النبوۃ للبیہقی باب ما جاء فی تحت رسول اللہ الخ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵/۴۸۹
الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الثالث المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/۱۳۸

www.alahazratnetwork.org

محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سردار جملہ بنی آدم ہیں۔[1]

احادیث امامۃ الانبیاء

ان حدیثوں کو میں نے یہاں تک تاخیر کر دی کہ حضور پر نور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شبِ معراج اپنا امام الانبیاء ہونا خود بیان فرمایا اور جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضور کو امام کیا اور جمیع انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم نے اُسے پسند رکھا، تو ان حدیثوں کو ارشاد حضور والا وارشادِ ملائکہ وارشادِ انبیاء سب سے نسبت ہے۔ لہذا سب جلووں کے بعد ان کی تجلی مناسب ہوئی۔

ارشاد چہل و ہفتم ۴۷: شب اسرٰی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا انبیائے کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امامت فرمانا، حدیث ابوہریرہ وحدیث انس وحدیث ابن عباس وحدیث ابن مسعود وحدیث ابی لیلٰی وحدیث ابوسعید وحدیث امام ہانی وحدیث ام المومنین صدیقہ وحدیث ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم واثر کعب احبار رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے مروی ہوا۔ (ابوہریرہ) رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صحیح مسلم میں ہے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے آپ کو جماعتِ انبیاء میں دیکھا، موسٰی وعیسٰی و ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کو نماز پڑھتے پایا فحانت الصلوٰۃ فامتھم[2] پھر نماز کا وقت آیا میں نے امامت فرمائی۔ (انس) رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نسائی کی روایت میں ہے،

عــہ عزھذا المتن فی المواھب تصحیح مسلم من روایۃ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ ولم ار ہ فیہ عنہ انما ھو عندہ من ابی ھریرۃ وعجب ان الزرقانی ایضا اقرہ فاللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ۔

اس متن کو مواہب میں بروایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ صحیح مسلم کی طرف منسوب کیا ہے حالانکہ میں نے اس کو مسلم میں بروایت ابن مسعود نہیں دیکھا مسلم کے نزدیک تو یہ بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہے حیرت ہے کہ زرقانی نے بھی اس کو مقرر رکھا ہے۔ اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے ۱۲ منہ (ت)

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابی بکر الصدیق ۱/۵ و مسند ابی یعلٰی عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ ۱/۵۹ موارد الظمآن حدیث ۲۵۸۹ ص ۶۴۳و۶۴۲ و کنز العمال حدیث ۳۹۷۵۰ ۱۴/۶۲۸ و ۶۲۹

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب الاسراء برسول اللہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۹۶

www.alahazratnetwork.org

جمع لی الانبیاء فقدمنی جبریل حین امتھم[1]

میرے لئے انبیاء جمع کئے گئے، جبریل نے مجھے آگے کیا، میں نے امامت فرمائی۔

ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے:

فلم البث الا یسیرا حتی اجتمع ناس کثیر ثم اذن مؤذن واقیمت الصلٰوۃ فقمنا صفوفا ننتظر من یؤمنا فاخذ بیدی جبریل فقدمنی فصلیت بھم فلما انصرفت قال جبریل یا محمد اتدری من صلی خلفك؟ قلت لا، قال صلی خلفك کل نبی بعثہ اللہ[2]

مجھے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ بہت لوگ جمع ہوگئے، مؤذن نے اذان کہی اور نماز برپا ہوئی، ہم سب صف باندھے منتظر تھے کہ کون امام ہوتا ہے۔ جبریل نے میرا ہاتھ پکڑ کر آگے کیا، میں نے نماز پڑھائی، سلام پھیرا، تو جبریل نے عرض کی: حضور نے جانا کس کس نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی؟ فرمایا: نہ۔ عرض کی: ہر نبی کہ خدا نے بھیجا حضور کے پیچھے نماز میں تھا۔

طبرانی و بیہقی و ابن جریر و ابن مردویہ کی روایتِ موقوفہ میں ہے:

ثم بعث لہ اٰدم فمن دونہ من الانبیاء فامھم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[3]

حضور کے لئے آدم اور اُن کے بعد جتنے نبی ہوئے سب اٹھائے گئے، حضور نے ان کی امامت فرمائی، صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم۔

(ابن عباس) رضی اللہ تعالٰی عنہما سے احمد و ابونعیم و ابن مردویہ بسند صحیح راوی، جب حضور مسجدِ اقصٰی میں تشریف لائے نماز کو کھڑے ہوئے فاذا النبیون اجمعون یصلون معہ[4] کیا دیکھتے ہیں کہ سارے انبیاء حضور کے ساتھ نماز میں ہیں۔

---

[1] سنن النسائی کتاب الصلٰوۃ فرض الصلٰوۃ الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۸۰

[2] الدر المنثور بحوالہ ابن ابی حاتم تحت الآیۃ ۱۷/۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۶۳

الخصائص الکبرٰی باب خصوصیتہ صلی اللہ علیہ وسلم بالاسراء الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۱/۱۵۴

[3] " " " " " " " " " " " " " ۱/۱۵۶

الدر المنثور بحوالہ ابن جریر و ابن مردویہ والبیہقی تحت الآیۃ ۱۷/۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۶۵

[4] " " احمد و ابی نعیم و ابن مردویہ " " " " " " ۵/۱۸۸

الخصائص الکبرٰی " " باب خصوصیتہ صلی اللہ علیہ وسلم بالاسراء مرکز اہلسنت ۱/۱۵۹

www.alahazratnetwork.org

(ابن مسعود) رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حسن بن عرفہ و ابونعیم و ابن عساکر نے روایت کی [1]، میں مسجد میں تشریف لے گیا، انبیاء کو پہچانا، کوئی قیام میں ہے کوئی رکوع میں، کوئی سجود میں، ثم اقیمت الصلٰوۃ فاممتہم پھر نماز برپا ہوئی میں اُن سب کا امام ہوا۔

(ابویعلٰی) رضی اللہ تعالٰی عنہ سے طبرانی و ابن مردویہ راوی، حضور پُر نور و جبریل امین صلے اللہ تعالٰی علیہما وسلم بیت المقدس پہنچے، وہاں کچھ لوگ بیٹھے دیکھے، انھوں نے کہا: مرحبا بالنبی الاُمّی (نبی امی کو خوش آمدید۔ ت) اور اُن میں ایک پیر تشریف فرما تھے، حضور نے پوچھا، جبریل! یہ کون ہیں؟ عرض کی، یہ حضور کے باپ ابراہیم اور یہ موسٰی و عیسٰے ہیں، ثم اقیمت الصلٰوۃ فتدافعوا حتی قدموا محمدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم [2] پھر نماز قائم ہوئی، امامت ایک نے دوسرے پر ڈالی، یہاں تک کہ سب نے مل کر محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو امام کیا۔

(ابوسعید) رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ابن اسحاق راوی، ملاقات انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام ذکر کرکے کہتے ہیں، فصلّٰی بھم ثم اتی باناء فیہ لبن حضور نے انھیں نماز پڑھائی، پھر ایک برتن میں دُودھ حاضر کیا گیا، الحدیث [3]۔

(اُم ہانی) رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ابویعلٰی و ابن عساکر راوی، نشرلی رھط من الانبیاء فیھم ابراھیم وموسٰی وعیسٰی فصلیت بھم [4] ایک جماعتِ انبیاء جن میں ابراہیم و موسٰی و عیسٰے تھے میرے لئے اٹھائی گئی، میں نے انھیں نماز پڑھائی۔

---

[1] الدر المنثور بحوالہ ابن عرفہ وابی نعیم و ابن مردویہ و ابن عساکر تحت الآیۃ ۱۷/۱ بیروت ۵/۱۸۰
الخصائص الکبرٰی " " " باب خصوصیتہ صلے اللہ علیہ وسلم بالاسراء مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/۱۶۲
[2] " " " الطبرانی و ابن مردویہ " " " " " " " " " " " ۱/۱۶۱
الدر المنثور " " " " تحت الآیۃ ۱۷/۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۶۹
[3] السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ذکر الاسراء والمعراج دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۸۷

[4] الدر المنثور بحوالہ ابی یعلٰی و ابن عساکر تحت الآیۃ ۱۷/۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۸۲
الخصائص الکبرٰی " " " باب خصوصیتہ صلے اللہ علیہ وسلم بالاسراء مرکز اہلسنت ۱/۱۶۸

www.alahazratnetwork.org

امہات المومنین[1] و ام ہانی وابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ابن عساکر[2] نے

عــہ۱ یہ حدیث وہی ہے کہ زیر ارشاد چہلم و چہارم گزری۔

عــہ۲ وقع فی الدر المنثور للامام الجلیل الجلال السیوطی مانصہ اخرج ابن سعد وابن عساکر عن عبداللہ بن عمر وام سلمۃ وعائشۃ وام ھانئ وابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم[1] الخ اقول نقل ابن عمر من خطاء الناسخ وصوابہ ابن عمرو فان الامام قال فی الخصائص الکبرٰی قال ابن سعد انا الواقدی حدثنی اسامۃ بن زید اللیثی عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ عن ام سلمۃ الخ وقال فی اٰخرہ اخرجہ ابن عساکر[2] اھ ظھرت معہ فائدۃ اخرٰی وھو ان ابن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما انما یرویہ عن ام المؤمنین ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا فلایعد مغایرا عنھا وفائدۃ اُخرٰی عن ابن عساکر

امام جلال الدین سیوطی کی درمنثور میں واقع ہے جس کی نص یہ ہے کہ اس کو روایت کیا ہے ابن سعد اور ابن عساکر نے عبداللہ بن عمر، ام سلمہ، عائشہ، ام ہانی اور ابن عباس سے رضی اللہ تعالٰی عنہم الخ میں کہتا ہوں کہ ابن عمر کو نقل کرنا کاتبوں کی غلطی ہے، درست یہ ہے کہ وہ ابن عمرو ہیں کیونکہ امام نے خصائص کبرٰی میں فرمایا ابن سعد نے کہا ہمیں واقدی نے خبر دی ہے مجھے حدیث بیان کی اسامہ بن زید لیثی نے عمرو بن شعیب سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے اپنے دادا سے انھوں نے ام سلمہ سے الخ اس کے آخر میں کہا کہ ابن عساکر نے اس کی تخریج کی اھ۔ اس سے ایک اور فائدہ ظاہر ہوا، وہ یہ کہ ابن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما نے اس کو ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ لہذا اس کو ام سلمہ سے الگ حدیث شمار نہیں کیا جائے گا۔ ایک اور فائدہ یہ کہ ابن عساکر

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] الدرالمنثور تحت الآیۃ ۱۷/۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۸۳

[2] الخصائص الکبرٰی باب خصوصیتہ صلی اللہ علیہ وسلم بالاسراء مرکز اہلسنت گجرات الہند ۱/۱۶۹

www.alahazratnetwork.org

16 روایت کی :

16 رأیت الانبیاء جمعوا لی فرأیت ابراھیم وموسٰی وعیسٰی فظننت انہ لا بد لھم ان یکون لھم امام فقدمنی جبریل حتی صلیت بین ایدیھم[1]

میں نے ملاحظہ فرمایا کہ انبیاء میرے لئے جمع کئے گئے، میں نے ان میں خلیل وکلیم ومسیح کو بھی دیکھا، میں سمجھا اس جماعت کا کوئی امام ضرور چاہئے، جبریل نے مجھے آگے کیا، میں نے ان کی امامت فرمائی۔

(کعب احبار) رحمۃ اللہ علیہ سے امام واسطی راوی :

فاذن جبریل ونزلت الملٰئکۃ من السماء وحشر اللہ لہ المرسلین فصلی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالملٰئکۃ والمرسلین[2]

جبریل نے اذان کہی، اور آسمان سے فرشتے اُترے اور اللہ تعالٰی نے حضور کے لئے مرسلین جمع فرما کر بھیجے۔ حضور نے ملائکہ و مرسلین کی امامت فرمائی۔

فائدہ : امامتِ ملائکہ کی دوسری حدیث ان شاء اللہ تعالٰی تابشِ چہارم میں آئے گی۔ اور حدیثِ طویل ابی ہریرہ مذکور ارشادِ چہلم میں ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

انما اخرجہ بسندہ عن ابن سعد فلا ظھر ان یقال اخرج ابن سعد من طریقہ ابن عساکر۔ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ۔

نے اپنی سند کے ساتھ ابن سعد سے اس کی تخریج کی۔ چنانچہ زیادہ ظاہر یوں کہنا ہے کہ اس کی تخریج کی ابن سعد نے "ان کے طریق سے ابن عساکر نے"، اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

---

[1] الدر المنثور بحوالہ ابن سعد تحت الآیۃ ۱۷/۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۸۳
الخصائص الکبرٰی " " " باب خصوصیتہ صلی اللہ علیہ وسلم بالاسراء مرکز اہلسنت ہند ۱/۱۶۹
[2] الدر المنثور بحوالہ الواسطی تحت الآیۃ ۱۷/۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۹۹

www.alahazratnetwork.org

دخل فصلّی مع الملٰئکۃ[1] | داخل ہوئے اور فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ (ت)

اور ابن مردویہ راوی عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لما اسری بی الی السماء اذن جبریل فظنت الملٰئکۃ انہ یصلی بھم فقدمنی فصلیت بالملٰئکۃ[2]

ابن مردویہ نے ہشام بن عروہ سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: شبِ معراج جب میں آسمان پر تشریف لے گیا جبریل نے اذان دی، ملائکہ سمجھے ہمیں جبریل نماز پڑھائیں گے۔ جبریل نے مجھے آگے کیا، میں نے ملائکہ کی امامت فرمائی۔

تذییل

ارشاد چہل و ہشتم[48]: اُسی میں منقول شفا شریف میں حدیث نقل فرمائی:

اطمع ان اکون اعظم الانبیاء اجرًا یوم القیامۃ[3] | میں طمع کرتا ہوں کہ قیامت میں میرا ثواب سب انبیاء سے زیادہ ہو۔

ارشاد چہل و نہم[49]: اُسی میں منقول،

اما ترضون ان یکون ابراھیم و عیسٰی کلمۃ اللہ فیکم یوم القیامۃ ثم قال انھما فی امتی یوم القیٰمۃ[4] | کیا تم راضی نہیں کہ ابراہیم خلیل اللہ و عیسٰی کلمۃ اللہ روزِ قیامت تم میں شمار کئے جائیں۔ پھر فرمایا، وہ دونوں روزِ قیامت میری امت ہوں گے۔

---

[1] الدرالمنثور عن ابی ہریرۃ تحت الآیۃ ۱۷/۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۷۵
الخصائص الکبرٰی باب خصوصیتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالاسراء مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/۱۶۲

[2] " " بحوالہ ابن مردویہ " " " " " " " " " ۱/۱۶۹
الدرالمنثور " " " تحت الآیۃ ۱۷/۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۹۳

[3] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی تفضیلہ صلی اللہ علیہ وسلم فی القیمۃ المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/۱۶۹

[4] " " " " " " " " " " " " " " " " "

www.alahazratnetwork.org

ارشاد پنجاہم ۵۰: افضل القرٰی میں فتاوٰی امام شیخ الاسلام سراج بلقینی سے ہے جبریل علیہ الصلٰوۃ والسلام نے حضور سے عرض کی:

ابشر فانك خیر خلقه و صفوته من البشر حباك الله بما لم یحب به احد من خلقه لا ملکا مقربا و لا نبیا مرسلا الحدیث۔[1]

مژدہ ہو کہ حضور بہترین خلقِ خدا ہیں، اس نے تمام آدمیوں میں سے حضور کو چُن لیا، اور وُہ دیا کہ سارے جہان میں سے کسی کو نہ دیا، نہ کسی مقرب فرشتہ کو، نہ کسی مرسل نبی کو۔

ارشاد پنجاہ و یکم ۵۱: علامہ شمس الدین ابن الجوزی اپنے رسالہ میلاد میں ناقل، حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے حضرت جناب مولی المسلمین علی مرتضٰے کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے فرمایا:

یا ابا الحسن ان محمدا رسول رب العلمین و خاتم النبیین و قائد الغر المحجلین سید جمیع الانبیاء والمرسلین الذی تنبأ و ادم بین الماء و الطین رؤف بالمؤمنین شفیع المذنبین ارسله الله الی کافة الخلق اجمعین۔[2]

اے ابو الحسن! بیشک محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم رب العالمین کے رسول ہیں، اور پیغمبروں کے خاتم، اور روشن رُو، اور روشن دست وپا والوں کے پیشوا، تمام انبیاء و مرسلین کے سردار نبی ہوئے جبکہ آدم (علیہ الصلٰوۃ والسلام) آب و گِل میں تھے۔ مسلمانوں پر نہایت مہربان، گنہگاروں کے شفیع، اللہ تعالٰی نے انھیں تمام عالم کی طرف بھیجا۔

ارشاد پنجاہ و دوم ۵۲: بعض احادیث میں مذکور ہے:

لی مع الله وقت لا یسعنی فیه ملك ولا نبی مرسل۔ ذکره الشیخ فی مدارج النبوة۔[3]

میرے لئے خدا کے ساتھ ایک ایسا وقت ہے جس میں کسی مقرب فرشتے یا مرسل نبی کی گنجائش نہیں (اس کو شیخ نے مدارج النبوۃ میں ذکر فرمایا ہے۔ ت)

---

[1] افضل القرٰی لقراء ام القرٰی تحت الشعر ۱ المجمع الثقافی ابوظبی ۱/۱۲۱

[2] بیان المیلاد النبوی (اردو) ادارۂ معارف نعمانیہ لاہور ص ۱۰ و ۱۱

[3] الاسرار الموضوعۃ حدیث ۷۶۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۱۹۷
کشف الخفاء حدیث ۲۱۵۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۱۵۶

www.alahazratnetwork.org

ارشاد پنجاہ وسوم ۵۳: مولانا فاضل علی قاری شرح شفا میں علامہ تلمسانی سے ناقل، ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے روایت کی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جبریل نے آکر مجھے یوں سلام کیا:

السلام علیك یا اوّل ، السلام علیك یا اٰخر ، السلام علیك یا ظاھر ، السلام علیك یا باطن ۔	اے اول آپ پر سلام ، اے آخر آپ پر سلام ، اے ظاہر آپ پر سلام ، اے باطن آپ پر سلام ۔(ت)

میں نے کہا: اے جبریل! یہ تو خالق کی صفتیں ہیں مخلوق کو کیونکر مل سکتی ہیں؟ عرض کی، میں نے خدا کے حکم سے حضور کو یوں سلام کیا ہے اس نے حضور کو ان صفتوں سے فضیلت اور تمام انبیاء و مرسلین پر خصوصیت بخشی ہے، اپنے نام وصفت سے حضور کے لئے نام وصفت مشتق فرمائے ہیں۔ حضور کا **اوّل** نام رکھا ہے کہ حضور سب انبیاء سے آفرینش میں مقدم ہیں۔ اور **آخر** اس لئے کہ ظہور میں سب سے موخر، اور آخر امم کی طرف خاتم الانبیاء ہیں۔ اور **باطن** اس لئے کہ اللہ تعالٰی نے حضور کے باپ آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے ساق عرش پر سرخ نور سے اپنے نام کے ساتھ حضور کا نام لکھا اور مجھے حضور پر درود بھیجنے کا حکم دیا۔ میں نے ہزار سال حضور پر درود بھیجا یہاں تک کہ حق جل وعلا نے حضور کو مبعوث کیا خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے۔ اور اللہ تعالٰی کی طرف اس کے حکم سے بلاتے اور چراغ تاباں۔ اور **ظاھر** اس لئے حضور کا نام رکھا کہ اس نے اس زمانہ میں حضور کو تمام ادیان پر غلبہ دیا۔ اور حضور کا شرف وفضل سب آسمان و زمین پر آشکارا کیا، تو ان میں کوئی ایسا نہیں جس نے حضور پر درود نہ بھیجا، اللہ تعالٰی حضور پر درود بھیجے، حضور کا رب محمود ہے اور حضور محمد۔ اور حضور کا رب اول و آخر و ظاہر و باطن ہے اور حضور اول و آخر و ظاہر و باطن ہیں۔ یہ عظیم بشارت سن کر حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

الحمد للہ الذی فضلنی علٰی جمیع النبیین حتی فی اسمی وصفتی۔[1]	حمد اس خدا کو جس نے مجھے تمام انبیاء پر فضیلت دی یہاں تک کہ میرے نام اور صفت میں۔
ھکذا نقل وقال روی التلمسانی عن ابن عباس وظاھرہ انہ	یوں ہی نقل کیا ہے اور کہا کہ تلمسانی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے اور اس کا

---

[1] شرح الشفاء للملا علی القاری فصل فی تشریف اللہ تعالٰی بما سماہ بہ الخ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۵۱۵

www.alahazratnetwork.org

خرجہ بسندہ الی ابن عباس فان ذٰلک ھو الذی یدل علیہ "روی" کما فی الزرقانی، واللہ سبحانہٗ تعالٰی اعلم۔

ظاہر یہ ہے کہ تلمسانی نے ابن عباس تک اپنی سند کے ساتھ اس کی تخریج کی کیونکہ اس پر لفظ "روی" دلالت کرتا ہے جیسا کہ زرقانی میں ہے، اور اللہ سبحانہٗ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

تابش سوم طرق و روایات و حدیث خصائص

حدیث خصائص وہ حدیث ہے جس میں حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اپنے خصائص جمیلہ ارشاد فرمائے جو کسی نبی و رسول نے نہ پائے۔ اور اُن کی وجہ سے اپنا تمام انبیاء اللہ پر تفضیل فرمانا ذکر فرمایا۔ یہ روایت متواتر المعنٰی ہے۔ امام قاضی عیاض نے شفا شریف میں اسے پانچ صحابہ کی روایت سے آنا بیان فرمایا: ابوذر، ابن عمر، ابن عباس، ابوہریرہ، جابر رضی اللہ تعالٰے عنہم۔ پھر حدیث کے چار پانچ متفرق جملے نقل کئے۔ علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں فتح الباری شرح صحیح بخاری امام علامہ ابن حجر عسقلانی سے اخذ کرکے اس پر کلام لکھا جس میں احادیث حذیفہ وعلی مرتضی رضی اللہ تعالٰے عنہما کی طرف بھی اشارہ واقع ہوا، مگر سوا حدیث جابر و ابوہریرہ کے کہ صحیحین میں وارد ہے کوئی روایت پوری نقل نہ کی۔ فقیر غفر اللہ تعالٰے لہٗ نے کتب کثیرہ کے مواضع متفرقہ قریبہ و بعیدہ سے اُس کے طرق و روایات و شواہد و متابعات کو جمع کیا۔ تو اُس وقت کی نظر میں اسے چودہ صحابی کی روایت سے پایا: ابوہریرہ، حذیفہ، ابودردا، ابوامامہ، سائب بن یزید، جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن عمرو، ابوذر، ابن عباس، ابوموسٰی اشعری، ابوسعید خدری، مولا علی، عوف بن مالک، عبادہ بن رضی اللہ تعالٰے عنہم اجمعین۔ ان میں ہر ایک کی حدیث اس وقت کا علامیرے پیش نظر ہے۔ امام خاتم الحفاظ علامہ ابن حجر عسقلانی پھر امام علامہ احمد قسطلانی نے چھ طرق مختلفہ کی تطبیق سے اُن خصائص و نفائس کا عدد جو ان حدیثوں میں متفرقاً وارد ہوئے سولہ سترہ تک

ع وجہ التردد ان الامام نص علی انہ ینتظم بھا ای بھٰذہ الاحادیث سبع عشرۃ

تردد کی وجہ یہ ہے کہ امام قسطلانی نے نص فرمائی ہے کہ ان احادیث سے سترہ خصلتیں حاصل ہوتی ہیں الخ۔ لیکن ان کی حدیث بزار

(باقی برصفحہ آئندہ)

www.alahazratnetwork.org

پہنچایا۔ فقیر غفراللہ لہ نے ان کے کلام پر اطلاع سے پہلے مبلغ شمار تین سو تک پایا والحمد للہ رب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

خصلۃ[1] اھ لکن فیہا حدیث البزار عن ابن عباس فضلت علی الانبیاء بخصلتین کان شیطانی کافرا فاعاننی اللہ علیہ فاسلم وقال ونسیت الاخری[2] اھ وقد کان العدد قبل ذٰلک خمسۃ عشر فالحافظ ضم الخصلتین وجعلہا سبع عشرۃ وعندی فی عد المنسیۃ خصلۃ بحیالہا تامل ظاہر لجواز ان تکون بعض ماعدت وقول الزرقانی ہی مبنیۃ فی روایۃ البیہقی فی الدلائل عن ابن عمر مرفوعا فضلت علی اٰدم بخصلتین کان شیطانی کافرا فاعاننی اللہ علیہ حتی اسلم وکان ازواجی عونالی کان شیطان

بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما میں ہے کہ مجھے انبیاء پر دو خصلتوں سے فضیلت دی گئی۔ میرا شیطان کافر تھا اللہ تعالٰی نے اس پر میری مدد فرمائی تو وہ مسلمان ہوگیا، اور کہا کہ دوسری کو میں بھول گیا ہوں۔ اس سے پہلے تعداد پندرہ رہ تھی پھر حافظ نے دو خصلتیں انکے ساتھ ملا کر انھیں سترہ بنادیا۔ میرے نزدیک بھولی ہوئی خصلت کو الگ خصلت شمار کرنے میں تامل ظاہر ہے۔ اس لئے کہ ممکن ہے وہ انھی خصلتوں میں سے ایک ہو جن کا پہلے شمار کیا جاچکا ہے۔ اور زرقانی کا قول کہ وہ خصلتیں دلائل النبوۃ میں امام بیہقی کی اس روایت میں بیان ہوئی ہیں جو ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مرفوعا مروی ہے کہ مجھے آدم پر دو خصلتوں سے فضیلت دی گئی میرا شیطان کافر تھا تو اللہ تعالٰی نے میری اس پر مدد فرمائی یہاں تک کہ وہ مسلمان ہوگیا اور میری بیویاں

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الرابع الفصل الثانی المکتب الاسلامی بیروت ۲/۵۹۶

[2] " " " " " " " " " "

www.alahazratnetwork.org

العٰلمین ، یہ بھی انہی دو۲ اماموں کے اس فرمانے کی تصدیق ہے کہ بغور کامل تتبع احادیث کرے ۔ ممکن ہے کہ اس سے زائد پائے ۔ حالانکہ فقیر کو نہ اس وقت کمال تفحص کی فرصت ، نہ مجھ جیسے کوتاہ دست قاصر النظر کی ناقص تلاش میں داخل ۔ اگر کوئی عالم وسیع الاطلاع استقرار پر آئے تو عجب نہیں کہ عدد طرق و شمار خصائص اس سے بھی بڑھ جائے ۔ قصد کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ العزیز اس رسالہ اور اس کے بعد ان مسائل[ع۱] کثیرہ کے جواب سے جو حیدر[ع۲] آباد و بنگلور[ع۳]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ادم کافرًا وکانت زوجتہ عونا علیہ[۱] اقول لایعری عن بحث لان الکلام ھٰھنا فی التفضیل علٰی ادم وثم فی التفضیل علی الانبیاء طرًا واختصاصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باعانۃ الازواج من بین الانبیاء قاطبۃً یحتاج الٰی ثبوت ، وبالجملۃ لایلزم من ھذا ان تکون المنسیۃ ھو ھذہ واذا لم یتبیّن الامر جاز ان تکون احدی ما مرّت فلا یحسن عدھا مفرزۃ ۔ واللہ تعالٰی اعلم ۔

میری معاون ہیں جبکہ آدم علیہ السلام کا شیطان کافر تھا اور ان کی بیوی ان کے مخالف تھی۔ میں کہتا ہوں یہ بحث سے خالی نہیں کہ یہاں کلام آدم علیہ السلام پر افضلیت کے بارے میں ہے جبکہ وہاں تمام انبیاء پر افضلیت کے بارے میں ۔ اور نبی اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اعانت ازواج کے ساتھ تمام انبیاء کے درمیان اختصاص محتاجِ ثبوت ہے ۔ خلاصہ یہ کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بھول جانے والی خصلت یہی ہے ۔ اور جب معاملہ ظاہر نہ ہوا تو ممکن ہے کہ وہ خصلت گزشتہ خصلتوں میں سے ہی ایک ہو، چنانچہ اس کو الگ خصلت شمار کرنا مستحسن نہیں ہے ۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے ۱۲ منہ (ت)

ع۱ یعنی بست وہفتم مسئلہ چاردہ از حیدر آباد و چار از خیر آباد و پنج ازیں شہر و یک از بدایوں و باقی از باقی ۱۲ منہ ۔

یعنی ستائیس۲۷ مسئلے چودہ۱۴ حیدر آباد، چار خیر آباد، پانچ اسی شہر اور ایک بدایوں سے جبکہ باقی باقی شہروں سے ۱۲ منہ (ت)

ع۲ مرسلہ مولوی عبدالعزیز صاحب قادری از پربھنے ضلع حیدر آباد ۔

ع۳ مرسلہ مولوی سید فخر الدین صاحب واعظ صوفی از اڈکنڈ نیلگری ۱۲ منہ ۔

[۱] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الرابع الفصل الثانی دار المعرفۃ بیروت ۵/ ۲۰۶

www.alahazratnetwork.org

پنجاب[1] وسلطان پور[2] وخیرآباد[3] وغیرہا بلاد اور خاص شہر کے آئے ہوئے ہیں، اور اس مسئلہ مونگیری کی وجہ سے برعایت الاقدام فالاقدام ان کے جواب تعویق میں پڑے ہیں بحول اللہ تعالٰی فارغ پاکر اس حدیث کے جمع طرق میں ایک رسالہ بنام البحث الفاحص عن طرق حدیث الخصائص لکھوں، اور اس میں ہر طریق وروایت کو مفصل جداگانہ نقل کرکے خصائص حاصلہ پر قدرے کلام کروں وباللہ التوفیق لارب غیرہ (اور اللہ کی توفیق ہے اس کے سوا کوئی پروردگار نہیں۔ ت) یہاں بخوفِ تطویل صرف صدر احادیث کی طرف اشارہ کرتا ہوں جن میں ارشاد ہوا کہ مجھے سب انبیاء پر اِن وجوہ پر تفضیل ملی، مجھے وُہ خوبیاں عطا ہوئیں جو کسی نے نہ پائیں۔ کہ اس رسالہ کا مقصود اتنے ہی پارہ سے حاصل۔ وللہ الحمد۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مُسلم اور اُس کے قریب بزار نے بسندِ جید، اور ابن جریر وابن ابی حاتم وابن مردویہ وبزار وابویعلٰی وبیہقی نے حدیثِ معراج میں روایت کی، طریق اوّل میں ہے، فضلت علی الانبیاء بست[1] میں چھ وجہ سے سب انبیاء پر تفضیل دیا گیا۔ دوم میں اسی قدر اور زائد، ولم یعطھا کان قبلی[2] مجھ سے پہلے وہ فضائل کسی کو نہ ملے۔ سوم میں ہے، فضلنی ربی بست[3] مجھے میرے رب نے چھ باتوں سے تفضیل دی۔

حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے احمد، مسلم، نسائی، ابن ابی شیبہ، ابن خزیمہ، بیہقی، ابونعیم راوی، فضلنا علی الناس بثلث[4] ہمیں تین وجہ سے تمام لوگوں پر فضیلت ہوئی۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلٰوۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹۹
الخصائص الکبرٰی بحوالہ البزار عن ابی ہریرۃ باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بشرح الصدر مرکز اہلسنت ۲/۱۹۶

[2] "

[3] "

[4] صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلٰوۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹۹
کنز العمال بحوالہ ط وحم ون وابن خزیمہ حدیث ۳۱۹۱۲ و ۳۲۰۷۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۴۰۹ و ۴۲۱
المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب الفضائل حدیث ۳۱۶۴۰ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۶/۳۰۸
صحیح ابن خزیمۃ جماع ابواب التیمم حدیث ۲۶۴ المکتب الاسلامی " ۱/۱۳۳
دلائل النبوۃ للبیہقی باب ماجاء فی تحدث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنعمۃ ربہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۵/۴۷۵

www.alahazratnetwork.org

ابودرداء سے طبرانی کبیر میں راوی، فضلت باربع[1] میں نے چار وجہ سے فضیلت پائی۔

ابوامامہ کی حدیث بھی انھیں لفظوں سے شروع ہے، اخرجه احمد والبیهقی[2] (احمد و بیہقی نے اس کی تخریج کی ہے۔ت)۔

سائب بن یزید:

فضلت علی الانبیاء۔ رواه الطبرانی[3]۔ میں پانچ وجہ سے انبیاء پر فضیلت دیا گیا۔ (اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ت)

جابر بن عبداللہ:

اعطیت خمسا لم یعطهن احد قبلی۔ رواه البخاری[4] ومسلم والنسائی۔ میں پانچ چیزیں دیا گیا کہ مجھ سے پہلے کسی کو نہ ملیں (اس کو بخاری، مسلم اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ت)

عبداللہ بن عمرو بن العاص:

عند احمد والبزار والبیهقی باسناد صحیح۔ احمد، بزار اور بیہقی کے نزدیک صحیح اسناد کے ساتھ۔ (ت)

ابوذر، احمد، دارمی، ابن ابی شیبہ، ابویعلٰی، ابونعیم، بیہقی، بزار باسناد جید،

ابن عباس احمد والبخاری فی التاریخ والطبرانی والثلثة الاخرٰی فی حدیث بسند حسن (احمد اور بخاری نے تاریخ میں اور طبرانی اور تین دوسرے ایک حدیث میں سند حسن کے ساتھ۔ت)۔

---

[1] کنز العمال بحوالہ طب عن ابی الدرداء حدیث ۳۱۹۴۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۴۱۴

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابی امامۃ الباہلی المکتب الاسلامی بیروت ۵/۲۵۶

کنز العمال بحوالہ حق " " حدیث ۳۱۹۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۴۱۳

[3] المعجم الکبیر عن سائب بن یزید " ۶۶۷۴ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۷/۱۵۵

[4] صحیح البخاری کتاب التیمم وقولہ اللہ تعالٰی فلم تجدوا ماءً الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۸

صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ " " ۱/۱۹۹

سنن النسائی کتاب الغسل والتیمم باب التیمم بالصعید نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۷۳

www.alahazratnetwork.org

ابُوموسیٰ احمد وابن ابی شیبۃ والطبرانی باسناد حسن (احمد، ابن ابی شیبہ اور طبرانی سندِ حسن کے ساتھ۔ت)

ابوسعید الطبرانی فی الاوسط بسند حسن (طبرانی اوسط میں سندِ حسن کے ساتھ۔ت)

مولیٰ علی عند البزار وابی نعیم (بزار اور ابونعیم کے نزدیک۔ت) ان چھ روایات میں بھی پانچ ہی چیزیں ذکر فرمائیں کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پہلے کسی نے نہ پائیں۔ اول وثانی میں احد قبلی ہے۔ ثالث میں من الانبیاء۔ اور زائد باقیوں میں نبی قبلی ہے۔ اور حاصل سب عبارتوں کا واحد۔ اور مولیٰ علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے طریق دوم میں بے تعیین عدد ہے:

اعطیت مالم یعط احد من الانبیاء مجھے وہ ملا جو کسی نبی نے نہ پایا۔

۱؎ مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو بن العاص المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۲۲

۲؎ " " " عن ابی ذر رضی اللہ عنہ " " " ۵/ ۱۶۱

الترغیب والترھیب فصل فی الشفاعۃ وغیرہا مصطفی البابی مصر ۴/ ۴۳۳

کنز العمال بحوالہ الدارمی وغیرہ حدیث ۳۲۰۶۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۳۸

اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ ابی یعلٰی وغیرہ صفۃ الشفاعۃ دار الفکر ۱۰/ ۴۸۸

المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب الفضائل حدیث ۳۱۶۴۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۳۰۸

۳؎ التاریخ الکبیر ترجمہ ۲۱۵۲ سالم ابوحماد دار الباز مکۃ المکرمۃ ۴/ ۱۱۴

الخصائص الکبرٰی عن ابی ذر باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمقام المحمود مرکز اہلسنت ہند ۲/ ۲۲۳

۴؎ " " " " " " بالنصر بالرعب " " " ۲/ ۱۹۴

کنز العمال بحوالہ احمد والطبرانی حدیث ۳۲۰۶۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۳۹

اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ احمد والطبرانی صفۃ الشفاعۃ دار الفکر بیروت ۱۰/ ۴۸۸

المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب الفضائل حدیث ۳۱۶۳۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۳۰۸

المعجم الاوسط حدیث ۷۴۳۵ المکتبۃ المعارف ریاض ۸/ ۲۱۱

مجمع الزوائد بحوالہ البزار عن علی کتاب ذکر الانبیاء دار الکتاب بیروت ۸/ ۲۵۸

www.alahazratnetwork.org

اخرجه ابن[1] ابی شیبة۔ (ابن ابی شیبہ نے اس کی تخریج کی۔ ت)

طریق سوم میں ہے:

اعطیت اربعا لم یعطھن احد من انبیاء اﷲ تعالٰی قبلی۔ اخرجه احمد[2] و البیھقی بسند حسن۔
مجھے چار چیزیں عطا ہوئیں کہ مجھ سے پہلے کسی نبی اﷲ کو نہ ملیں۔ (احمد و بیہقی نے سندِ حسن کے ساتھ اس کی تخریج کی ہے۔ ت)

ابن عباس رضی اﷲ تعالٰی عنہما سے طریق دوم میں ہے:

فضلت علی الانبیاء بخصلتین۔ اخرجه البزار[3]۔
میں دو باتوں سے تمام انبیاء پر فضیلت دیا گیا۔ (بزار نے اس کی تخریج کی ہے۔ ت)

عوف بن مالک کی حدیث میں بھی پانچ ہیں۔ مگر یوں کہ:

اعطینا اربعا لم یعطھن احد کان قبلنا و سألت ربی الخامسة فاعطانیھا[4] (وھی ماھی)
ہمیں چار فضیلتیں ملیں کہ ہم سے پہلے کسی کو نہ دی گئیں۔ اور میں نے اپنے رب سے پانچویں مانگی اس نے وہ بھی مجھے عطا فرمائی، اور وہ تو وہی ہے، یعنی اُس پانچویں خوبی کا کہنا ہی کیا ہے۔

پھر چار بیان فرما کر وُہ نفیس پانچویں یُوں ارشاد فرمائی:

سألت ربی ان لا یلقاہ عبد من امتی یوحدہ الا ادخله الجنة۔ اخرجه ابو یعلٰی[5]۔
میں نے اپنے رب سے مانگا میری امت کا کوئی بندہ اس کی توحید کرتا ہوا اس سے نہ ملے مگر یہ کہ اس کو داخلِ بہشت فرمائے۔ ابویعلٰی نے اس کی تخریج کی ہے۔ ت)

---

[1] المصنف لابن ابی شیبة کتاب الفضائل حدیث ۳۱۶۳۲ دارالکتب العلمیة بیروت ۶/ ۳۰۸
[2] مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اﷲ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۵۸
[3] المواہب اللدنیة بحوالہ البزار عن ابن عباس المقصد الرابع الفصل الثانی المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۹۶
[4] الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان عن عوف بن مالک حدیث ۶۳۶۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۱۰۴
[5] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 بحوالہ ابی یعلٰی 〃 〃 〃 〃 〃

www.alahazratnetwork.org

عبادہ بن صامت کی روایت میں ہے:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خرج فقال ان جبریل اتانی فقال اخرج فحدث بنعمۃ اللہ التی انعم بھا علیك فبشرنی بعشر لم یؤتھا نبی قبلی۔ اخرجہ ابن ابی حاتم[1] وعثمٰن بن سعید الدارمی فی کتاب الرد علی الجھمیۃ وابونعیم۔

جبریل نے میرے پاس حاضر ہوکر عرض کی: باہر جلوہ فرماکر اللہ تعالٰی کے وہ احسان جو حضور پر کئے ہیں بیان فرمائیے۔ پھر مجھے دس فضیلتوں کا مژدہ دیا کہ مجھ سے پہلے کسی نے نہ پائیں۔ (ابن ابی حاتم اور عثمان بن سعید دارمی نے کتاب الرد علی الجھمیہ میں اور ابونعیم نے اس کی تخریج کی ہے۔ ت)

ان روایات ہی سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اعداد مذکورہ میں حصر مراد نہیں، کہیں دو فرماتے ہیں، کہیں تین، کہیں چار، کہیں پانچ، کہیں چھ، کہیں دس[عـه۱]۔ اور حقیقۃً سَو اور دو سَو پر بھی انتہا نہیں۔ امام علامہ جلال الدین سیوطی[عـه۲] قدس سرہٗ نے خصائص کبرٰی میں ڈھائی سَو کے قریب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خصائص جمع کئے۔ اور یہ صرف ان کا علم تھا، ان سے زیادہ علم والے زیادہ جانتے تھے۔ اور علمائے ظاہر سے علمائے باطن کو زیادہ معلوم ہے۔ پھر تمام علوم عالم اعظم حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہزاروں منزل ادھر منقطع ہیں۔ جس قدر حضور اپنے فضائل و خصائص جانتے ہیں دوسرا کیا جانے گا، اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زیادہ علم والا اُن کا مالک و مولٰی جل وعلا ان الٰی ربك المنتہٰی[2] (بیشک تمہارے رب ہی کی طرف منتہٰی ہے۔ ت)

عـه۱: عجائب لطائف سے ہے کہ فقیر کے پاس ان احادیث سے تیئس خاصے جمع ہوئے کما مر (جیسا کہ گزرا۔ ت) اور دو سے دس تک جو اعداد حدیثوں میں آئے انھیں جمع کئے تو تیئس ہی آتے ہیں ۱۲ منہ

عـه۲: حضرت والد قدس سرہ الماجد نے بھی النقادۃ النقویۃ فی الخصائص النبویۃ میں ایک جملہ صالحہ ذکر فرمایا۔ جزاہ اللہ عن علماء الامۃ خیر جزاء آمین ۱۲ منہ (اللہ تعالٰی علمائے امت کو بہترین جزا عطا فرمائے۔ آمین۔ ت)۔

---

[1] الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ مرکز اہلسنت گجرات الہند ۲/ ۱۸۸

[2] القرآن الکریم ۵۳/ ۴۲

www.alahazratnetwork.org

جس نے انھیں ہزاروں فضائلِ عالیہ وجلائلِ غالیہ دئے، اور بے حد و بے شمار ابدالآباد کے لئے رکھے وللاٰخرۃ خیرلك من الاولٰی[1] (اور بیشک پچھلی گھڑی آپ کے لئے پہلی سے بہتر ہے۔ت) اسی لئے حدیث میں ہے حضور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

یا ابابکر لم یعلمنی حقیقۃ غیر ربی۔ ذکرہ العلامۃ الفاسی فی مطالع المسرات[2]۔
اے ابوبکر! مجھے ٹھیک ٹھاک جیسا میں ہوں میرے رب کے سوا کسی نے نہ پہچانا۔ (اس کو علامہ فاسی نے مطالع المسرات میں ذکر فرمایا ہے۔ت)

ع تراچناں کہ توئی دیدہ کجا بیند   بقدرِ بینش خود ہر کسے کند ادراک
(تجھے جیسا کہ تُو ہے کوئی آنکھ کیسے دیکھ سکتی ہے، ہر کوئی اپنی بینائی کے مطابق ادراک کرتا ہے۔ت)

صلی اللہ تعالٰی علیك وعلٰی اٰلك واصحابك اجمعین۔

تابشِ چہارم آثارِ صحابہ وبقیہ موعوداتِ خطبہ

روایت اُولٰے: بیہقی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

ان محمدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکرم الخلق علی اللہ یوم القیامۃ[3]۔
بیشک محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قیامت میں اللہ تعالٰی کے حضور تمام مخلوقِ الٰہی سے عزت وکرامت میں زائد ہیں۔

روایت دوم[4]: احمد، بزار، طبرانی بسندِ ثقات اسی جناب سے راوی:

ان اللہ تعالٰی نظر الی قلوب العباد فاختار منھا قلب محمد صلی اللہ
اللہ تعالٰی نے اپنے بندوں کے دلوں پر نظر فرمائی، تو اُن میں سے محمد صلی اللہ تعالٰی

---

[1] القرآن الکریم ۹۳/۴

[2] مطالع المسرات مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۱۲۹

[3] الخصائص الکبرٰی بحوالہ البیہقی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بشرح الصدر مرکز اہلسنت ۲/۱۹۸

www.alahazratnetwork.org

تعالٰی علیہ وسلم فاصطفاہ لنفسہ[1] علیہ وسلم کے دل کو پسند فرمایا، اسے اپنی ذات کریم کے لئے چن لیا۔

روایت سوم[3]: دارمی وبیہقی عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

ان اکرم خلیقۃ اللہ علی اللہ ابو القاسم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2] بیشک اللہ تعالٰی کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ مرتبہ ووجاہت والے ابوالقاسم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں۔

روایت چہارم[4]: ابن سعد بطریق مجالد شعبی عن عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب سے راوی، زید بن عمرو بن نفیل کہتے تھے: میں شام میں تھا، ایک راہب کے پاس گیا اور اس سے کہا مجھے بت پرستی ویہودیت ونصرانیت سب سے نفرت ہے۔ کہا: تو تم دین ابراہیم چاہتے ہو، لے اہل مکہ کے بھائی! تم وہ دین مانگتے ہو جو آج کہیں نہیں ملے گا، اپنے شہر کو چلے جاؤ،

فان نبیا یبعث من قومک ببلدک یاتی بدین ابراھیم بالحنیفۃ وھو اکرم الخلق علی اللہ[3] کہ تمہاری قوم سے تمہارے شہر میں ایک نبی مبعوث ہوگا وہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا دین حنیف لائے گا، وہ تمام جہان سے زیادہ اللہ تعالٰی کو عزیز ہے۔

یہ زید بن عمرو موحدانِ جاہلیت سے ہیں، اور ان کے صاحبزادے سعید بن زید اجلہ صحابہ وعشرہ مبشرہ سے۔ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

روایت پنجم[5]: ابن ابی شیبہ وترمذی بافادہ تحسین اور حاکم بتصریح تصحیح اور ابونعیم

ع[5] حجۃ ابن حجر فی شرح الھمزیۃ

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن مسعود المکتب الاسلامی بیروت ۱/۳۷۹
البحر الزخار (مسند البزار) مسند عبداللہ بن مسعود حدیث ۱۷۰۲ مکتبۃ العلوم والحکم مدینۃ المنورۃ ۵/۱۱۹
المعجم الکبیر حدیث ۸۵۹۳ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۹/۱۲۱

[2] الخصائص الکبرٰی بحوالہ البیہقی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بشرح الصدر الخ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/۱۹۸

[3] الطبقات الکبرٰی ذکر علامات النبوۃ فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار صادر بیروت ۱/۱۶۲

www.alahazratnetwork.org

وخرائطی ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، ابوطالب چند سردارانِ قریش کے ساتھ ملک شام کو گئے، حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم ہمراہ تشریف فرما تھے، جب صومعہ راہب یعنی بحیرا کے پاس اُترے، راہب صومعہ سے نکل کر اُن کے پاس آیا، اور اس سے پہلے جو قافلہ جاتا تھا راہب نہ آتا، نہ اصلاً ملتفت ہوتا، اب کی بار خود آیا اور لوگوں کے بیچ گزرتا ہوا حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا۔ حضورِ اقدس کا دستِ مبارک تھام کر بولا: ھٰذا سید العٰلمین ھٰذا رسول ربّ العٰلمین یبعثہ اللہ رحمۃ للعٰلمین۔ یہ تمام جہان کے سردار ہیں، یہ رب العالمین کے رسول ہیں، اللہ تعالٰی انھیں تمام عالم کے لئے رحمت بھیجے گا۔ سردارانِ قریش نے کہا: تجھے کیا معلوم ہے؟ کہا: جب تم اس گھاٹی سے بڑھے کوئی درخت و سنگ نہ تھا جو سجدے میں نہ گرے، اور وہ نبی کے سوا دوسروں کو سجدہ نہیں کرتے، اور میں انھیں مُہرِ نبوت سے پہچانتا ہوں، ان کے استخوانِ شانہ کے نیچے سیب کے مانند ہے۔ پھر راہب واپس گیا اور قافلہ کے لئے کھانا لایا، حضور تشریف نہ رکھتے تھے، آدمی طلب کو گیا، تشریف لائے، ابر سر پر سایہ گستر تھا۔ راہب بولا: اُنظروا الیہ غمامۃ تظلّہ، وہ دیکھو ابر ان پر سایہ کئے ہے۔ قوم نے پہلے سے درخت کا سایہ گھیر لیا تھا، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جگہ نہ پائی دُھوپ میں تشریف فرما ہوئے، فوراً پیڑ کا سایہ حضور پر جھک آیا۔ راہب نے کہا: اُنظروا الٰی فیئ الشجرۃ مال الیہ[1] وہ دیکھو پیڑ کا سایہ ان کی طرف جھکتا ہے۔[2]

شیخ محقق نے لمعات میں فرمایا: امام ابن حجر عسقلانی اصابہ میں فرماتے ہیں، رجالہ ثقات اس حدیث کے راوی سب ثقہ ہیں۔

روایت ششم: ابونعیم حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، یہ ایک شب

---

[1] الخصائص الکبرٰی باب سفر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مرکز اہلسنت برکات رضا ہند ١/٨٣
سنن جامع الترمذی کتاب المناقب حدیث ٣٦٤٠ دار الفکر بیروت ٥/٣٥٦ و ٣٥٧
المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب المغازی ٣٦٥٣٠ دار الکتب العلمیۃ بیروت ٧/٣٢٨
المستدرک علی الصحیحین کتاب التاریخ استغفار آدم علیہ السلام دار الفکر بیروت ٢/٦١٥
دلائل النبوۃ (لابی نعیم) ذکر خروج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الی الشام عالم الکتب بیروت ١/٥٣

[2] الخصائص الکبرٰی باب سفر النبی صلی اللہ علیہ وسلم مع ابی طالب الی الشام مرکز اہلسنت ہند ١/٨٣

www.alahazratnetwork.org

صحرائے شام میں تھے، ہاتف جن نے انھیں بعثتِ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خبردی۔ صبح راہب کے پاس جاکر قصہ بیان کیا، کہا:

قد صدقوك يخرج من الحرم ومهاجره الحرم وهو خير الانبياء[1]

جنّوں نے تجھ سے سچ کہا، حرم سے ظاہر ہونگے اور حرم کو ہجرت فرمائیں گے، اور وہ تمام انبیاء سے بہتر ہیں۔

روایت ہفتم: ابن عساکر و ابو نعیم و خرائطی بعض صحابہ خثعمیین سے راوی: ہم ایک شب اپنے بُت کے پاس تھے اور اسے ایک مقدمہ میں پنچ کیا تھا ناگاہ ہاتف نے پکارا:

یاایھا الناس ذوو الاجسام | ما انتم وطائش الاحکام
ومسند الحکم الی الاصنام | ھذا نبی سید الانام
اعدل ذی حکم من الاحکام | یصدع بالنور وبالاسلام
ویزجر الناس عن الآثام | مستعلن فی البلد الحرام[2]

(اے بُت پرست لوگو! تم احکام کو بیان کرنے والے نہیں ہو، اپنا مقدمہ بُتوں کے پاس لے جانے والے ہو۔ یہ نبی ہے جو کائنات کا سردار ہے، احکام کے فیصلہ کرنے میں سب سے بڑا عادل ہے، نورِ اسلام کو کھول کر بیان کرتا ہے، لوگوں کو گناہوں سے روکتا ہے، بلدِ حرام (مکہ مکرمہ) میں ظاہر ہونے والا ہے۔ت)

ہم سب ڈر کر بُت کو چھوڑ گئے اور اس شعر کے چرچے رہے یہاں تک کہ ہمیں خبر ملی، حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم مکہ میں ظہور فرما کر مدینہ تشریف لائے، میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا۔[3]

روایت ہشتم: خرائطی و ابن عساکر مرداس بن قیس دوسی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، میں خدمت اقدس حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر ہوا حضور

---

[1] الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابی نعیم باب ما سمع من الکہان الخ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/۱۰۷

[2] تاریخ دمشق الکبیر اخبار الاحبار بنبوتہ الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۵۷

دلائل النبوۃ لابی نعیم ذکر ما سمع من الجن الخ عالم الکتب بیروت ۱/۳۳ و ۳۴

الخصائص الکبرٰی باب ما سمع من الکہان والاصوات الخ مرکز اہلسنت گجرات الہند ۱/۱۰۷

www.alahazratnetwork.org

کے پاس کہانت کا ذکر تھا کہ بعثت اقدس سے کیونکر متغیر ہوگئی۔ میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! ہمارے یہاں اس کا ایک واقعہ گزرا ہے میں حضور میں عرض کروں۔ ہماری ایک کنیز تھی خلصہ نام، کہ ہمارے علم میں ہر طرح نیک تھی، ایک دن آکر بولی: اے گروہِ دوس! تم مجھ میں کوئی بدی جانتے ہو؟ ہم نے کہا: بات کیا ہے؟ کہا: میں بکریاں چراتی تھی، دفعۃً ایک اندھیرے نے مجھے گھیرا اور وہ حالت پائی جو عورت مرد سے پاتی ہے مجھے حمل کا گمان ہے، جب ولادت کے دن قریب آئے ایک عجیب الخلقت لڑکا جنی جس کے کُتے کے سے کان تھے وہ ہمیں غیب کی خبریں دیتا اور جو کچھ کہتا اس میں فرق نہ آتا، ایک دن لڑکوں میں کھیلتے کھیلتے کُودنے لگا اور تہبند پھینک دیا اور بلند آواز سے چلّایا، اے خرابی! خدا کی قسم اس پہاڑ کے پیچھے گھوڑے ہیں اُن میں خوبصورت خوبصورت نوعمر۔ یہ سُن کر ہم سوار ہوئے، ویسا ہی پایا۔ سواروں کو بھگایا، غنیمت لوٹی۔ جب حضور کی بعثت ہوئی اُس دن سے جو خبریں دیتا جھوٹ ہوتیں۔ ہم نے کہا تیرا بُرا ہو یہ کیا حال ہے؟ بولا مجھے خبر نہیں کہ جو مجھ سے سچ کہتا تھا اب کیوں جھوٹ بولتا ہے، مجھے اس گھر میں تین دن بند کردو۔ ہم نے ایسا ہی کیا، تین دن پیچھے کھولا، دیکھیں تو وہ ایک آگ کی چنگاری ہو رہا ہے۔ بولا: اے قومِ دوس! حرست السماء و خرج خیر الانبیاء آسمان پر پہرہ مقرر ہوا اور بہترین انبیاء نے ظہور فرمایا۔ ہم نے کہا، کہاں؟ کہا، مکہ میں، اور میں مرنے کو ہوں مجھے پہاڑ کی چوٹی پر دفن کردینا، مجھ میں آگ بھڑک اُٹھے گی، جب ایسا دیکھو باسمک اللّٰھم (تیرے نام سے اے اللہ!) کہہ کر مجھے تین پتھر مارنا میں بجھ جاؤں گا۔ ہم نے ایسا ہی کیا۔ چند روز بعد حاجی لوگ آئے اور ظہورِ حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی خبر لائے۔[1]

اگرچہ یہ قول اس جنی اور حقیقۃً اُس جن کا تھا جس نے اُسے خبر دی، مگر ممکن تھا کہ اُسے احادیثِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں گنا جاتا کہ حضور نے سُنا اور انکار نہ فرمایا صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم۔

روایت نہم: ابونعیم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے حدیث طویل میلادِ جمیل میں راوی حضرت آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں: جب حملِ اقدس میں چھ مہینے گزرے ایک

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر اخبار الاخبار بنبوتہ الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۲۵۶
الخصائص الکبرٰی بحوالہ الخرائطی وابن عساکر باب حراسۃ السماء الخ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/ ۱۱۱ و ۱۱۲

www.alahazratnetwork.org

شخص نے سوتے میں مجھے ٹھوکر ماری اور کہا،

یا آمنۃ انک قد حملت بخیر العالمین طرّا فاذا ولدتہ فسمیہ محمدًا۔[1] | اے آمنہ! تمہارے حمل میں وہ ہے جو تمام جہان سے بہتر ہے۔ جب وہ پیدا ہوں ان کا نام محمد رکھنا صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

روایت دہم[10]: ابونعیم حضرت بریدہ و ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی، حضرت آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے ایام حمل مقدس میں خواب دیکھا کوئی کہنے والا کہتا ہے:

انکِ قد حملتِ بخیر البریۃ و سید العالمین فاذا ولدتہ فسمیہ احمد و محمدًا۔[2] | تمہارے حمل میں بہترین عالم و سردار عالمیاں ہیں، جب پیدا ہوں ان کا نام احمد و محمد رکھنا صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

روایت یازدہم[11]: ابن سعد و حسن بن جراح زید بن اسلم سے راوی، حضرت آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے جناب حلیمہ رضوان اللہ تعالٰی علیہا سے فرمایا: مجھ سے خواب میں کہا گیا:

انکِ ستلدین غلاما فسمیہ احمد وھو سید العالمین[3] | عنقریب تمہارے لڑکا ہوگا ان کا نام احمد رکھنا، وہ تمام عالم کے سردار ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم۔

روایت دوازدہم[12]: بزار[ع] حضرت امیر المومنین مولی المسلمین علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے راوی،

لما اراد اللہ ان یعلم رسولہ | جب حق جل وعلا نے اپنے رسول کو اذان

ع یہ حدیث اس حدیث مرتضوی کا تتمہ جو زیر ارشاد چہل و چہارم گزری لہذا جدا شمار نہ ہوئی ۱۲ منہ۔

---

[1] الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابی نعیم باب ما ظہر فی لیلۃ مولدہ الخ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/ ۴۸

[2] دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الحادی عشر عالم الکتب بیروت ۱/ ۴۲

[3] الطبقات الکبرٰی ذکر علامات النبوۃ الخ دار صادر بیروت ۱/ ۱۵۱

www.alahazratnetwork.org

الاذان اتاہ جبریل بدابۃ یقال لہ البراق (او ذکر جماحہا وتسکین جبریل ایاھا) قال فرکبہا حتی انتہی الی الحجاب الذی یلی الرحمٰن وساق الحدیث فیہ ذکر تاذین الملک وتصدیق اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقدمہ فامّ اھل السمٰوٰت فیھم اٰدم ونوح علیہما فیومئذ اکمل اللہ لمحمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الشرف علٰی اھل السمٰوٰت والارض[1]

سکھانی چاہی۔ جبریل براق لے کر حاضر ہوئے حضور سوار ہو کر اُس حجاب[عہ۲] عظمت تک پہنچے جو رحمٰن جل مجدہٗ کے نزدیک[عہ۳] ہے پردے سے ایک فرشتہ نکلا اور اذان کہی، حق اللہ عزوجلالہ نے ہر کلمہ پر موذن کی تصدیق فرمائی، پھر فرشتے نے حضور پر نور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دست اقدس تھام کر حضور کو آگے کیا۔ حضور نے تمام اہل سمٰوٰت کی امامت فرمائی جن میں آدم ونوح علیہما الصلوٰۃ والسلام بھی شامل تھے۔ اس روز حق تبارک وتعالٰی نے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا شرفِ عام اہل آسمان وزمین پر کامل کردیا۔

عہ۱ انت تعلم ان ھذا من تمام حدیث علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کما تری وھو کذٰلک عند ابی نعیم فی طریق اتی فلا ادری کیف جعلہ الامام القاضی فی الشفاء من قول راوی الحدیث سیدنا جعفر الصادق رضی اللہ تعالٰی عنہ واقرہ علیہ الشھاب فی النسیم۔

تو جانتا ہے کہ یہ حدیث علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا تتمہ جیسا کہ دیکھ رہا ہے اور وہ ابو نعیم کے نزدیک بھی ایسے ہی ہے اس طریق میں جس کو وہ لائے میں نہیں جانتا کہ امام قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے اس کو راوی حدیث سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول کیسے قرار دیا اور شہاب نے بھی نسیم میں اس کو برقرار رکھا ۱۲ منہ (ت)

عہ۲ حجاب مخلوق پر ہے، خالق جل وعلا حجاب سے پاک ہے وہ اپنی غایت ظہور سے غایت بطون میں ہے تبارک وتعالٰی ۱۲ منہ۔

عہ۳ شاید معنٰی یہ ہیں کہ عرش رحمٰن سے قریب۔ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ

---

[1] البحر الزخار (مسند البزار) حدیث ۵۰۸ مکتبۃ العلوم والحکم مدینۃ المنورۃ ۲/ ۱۴۶ و ۱۴۷
کشف الاستار عن زوائد البزار بدء الاذان حدیث ۳۵۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۱۷۸ و ۱۷۹
الخصائص الکبرٰی باب ذکرہ فی الاذان فی عہد آدم مرکز اہل سنت گجرات الہند ۱/ ۱۶۴

www.alahazratnetwork.org

اسی کی مثل ابونعیم نے بطریق امام محمد ابن حنفیہ ابن علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما روایت کی۔

اس کے اخیر میں ہے:

ثم قیل لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تقدم فام اہل السماء فتم لہ الشرف علٰی سائر الخلق۔[1]

پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کہا گیا آگے بڑھئے، حضور نے تمام اہل آسمان کی امامت فرمائی اور جمیع مخلوقاتِ الٰہی پر حضور کا شرف کامل ہوا۔

والحمد للہ رب العٰلمین (اور سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے کل جہانوں کا۔ت)

نور الختام

رزقنا اللہ تعالٰی حسنہ (اللہ تعالٰی ہمیں حُسنِ خاتمہ عطا فرمائے۔ت)

الحمد للہ کہ کلام اپنے منتہٰی کو پہنچا، اور دس آیتوں سَو حدیثوں کا وعدہ بر نہایت آسانی بہت زیادہ ہو کر پُورا ہوا۔ اِس رسالہ میں قصداً استیعاب نہ ہونے پر خود یہی رسالہ گواہی دے گا کہ تین سَو سے زائد حدیثیں مفید مقصد ایسی ملیں گی جن کا شمار اُن سَو میں نہ کیا۔ تعلیقات تو اصلاً تعداد میں نہ آئیں۔ اور ہیکل اول میں بھی زیر آیات بہت حدیثیں ثبت مراد گزریں، انھیں بھی حساب سے زیادہ رکھا، خصوصاً حدیث نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ یہ اُمت اللہ تعالٰی کے نزدیک سب اُمتوں سے بہتر اور افضل ہے۔ (زیر آیت خامسہ) حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کہ حضور کی امت سب امتوں سے بہتر اور حضور کا زمانہ سب زمانوں سے بہتر اور حضور کے صحابہ سب اصحاب سے بہتر، اور حضور کا شہر سب شہروں سے بہتر، وانما شرف المکان بالمکین (مکان کا شرف تو مکین کی وجہ سے ہوتا ہے۔ت) (زیر آیت اُولٰی) حدیث علی مرتضٰی، حدیث حبر الامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما کہ صفی سے مسیح تک تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے حضور کے بارے میں عہد لیا گیا (ہر دو زیر آیت نخستین) حدیث سلطان المفسرین رضی اللہ تعالٰی

---

[1] الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابی نعیم عن محمد بن الحنفیۃ باب خصوصیتہ صلی اللہ علیہ وسلم بالاسراء مرکز اہلسنت ۱/۱۹۳
الدر المنثور تحت الآیۃ ۱۷/۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۹۳

www.alahazratnetwork.org

عنہ نے محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے زیادہ قدر وعزت والا کسی کو نہ بنایا۔ (زیر آیت سابعہ)

حدیث عالم القرآن رضی اللہ تعالٰے عنہ اللہ تعالٰے نے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تمام انبیاء وملائکہ سے افضل کیا۔ (زیر آیت ثالثہ) کہ چھ حدیثیں تو نصوص جلیلہ اور قابلِ ادخال جلوۂ اول تابش دوم تھیں۔ ان چھ کے یاد دلانے میں میری ایک غرض یہ بھی ہے کہ تابشِ چہارم میں روایتِ ہفتم سے روایتِ یازدہم تک جو چھ حدیثیں قول ہاتف وکاہن ومنامات صادقہ کی گزریں۔ اگر بعض حضرات ان پر راضی نہ ہوں تو ان چھ تصریحات جلیلہ کو ان چھ کا نعم البدل سمجھیں۔ اور تنّو احادیث مسندہ معتمدہ کا عدد ہر طرح کامل جانیں۔ وللہ الحمد۔

تنبیہ: فقیر غفراللہ تعالٰے لہ نے اس عجالہ میں کہ نہایت جاوزت پر مبنی تھا۔ اکثر حدیثوں کی نقل میں اختصار بلکہ بہت جگہ صرف محلِ استدلال پر اقتصار کیا۔ مواقع کثیرہ میں موضع احتجاج کے سوا باقی حدیث کا فقط ترجمہ لایا۔ طرق ومتابعات بلکہ کبھی شواہد مقاربۃ المعنٰی میں بھی ایک کا متن لکھا بقیہ کا محض حوالہ دیا، اگرچہ وہ سب متون جدا جدا بالاستیعاب بحمداللہ میری پیش نظر ہوئے جہاں اتفاق سے کلماتِ علماء کی حاجت دیکھی وہاں تو غالباً مجرد اشارہ یا نقل بالمعنی یا التقاط ہی پر قناعت کی، ہاں تخریج احادیث میں اکثار استکثار پر نظر رکھی۔ ناظر متفحص بہت حدیثوں میں دیکھے گا کہ کتبِ علماء میں انھیں صرف ایک یا دو مخرجین کی طرف نسبت فرمایا۔ اور فقیر نے چھ چھ سات سات نام جمع کئے۔ متون اسانید کی تصحیح وتحسین کی طرف جو تلویح ہے اس کا ماخذ بھی ائمہ شان کی تنصیص وتصریح ہے۔ لہذا مناسب کہ طالبِ سند وجویائے تفصیل کے لئے ان بحار اسفار مواج زخار کے اسماء شمار ہوں جو ہنگام تحریر رسالہ میرے پیش نظر موجزن رہے، اور اپنے صدف خیز قعروں گہر ریز لہروں سے ان فرائد آبدار ولآلی شاہوار کے ماخذ ہوئے۔ الصحاح الستہ لاسیما الصحیحین وجامع الترمذی وموطا مالک وسنن الدارمی ومشکوۃ المصابیح، الترغیب والترہیب للامام الحافظ عبدالعظیم زکی الدین المنذری، الخصائص الکبرٰی لخاتم الحفاظ ابی الفضل السیوطی وھو کتاب لم یصنف فی بابہ مثلہ واکثر التقطت منہ مع زیادات فی التخاریج وغیرھا من تلقاء نظری اوکتب اُخرٰی فاللہ یجزیہ الجزاء الاوفٰی، کتاب الشفاء فی تعریف حقوق المصطفٰی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم للامام الھمام شیخ الاسلام عیاض الیحصبی، نسیم الریاض للعلامۃ الشہاب الخفاجی، الجامع الصغیر للامام السیوطی، التیسیر شرح جامع الصغیر للعلامۃ عبدالرؤف المناوی، المواہب اللدنیہ والمنح المحمدیہ للامام العلامۃ احمد بن محمد المصری القسطلانی، شرح المواہب للعلامۃ الشمس محمد بن الباقی الزرقانی، افضل القرٰی لقراء ام القرٰی

www.alahazratnetwork.org

المعروف بشرح الھمزیۃ للامام ابن حجر المکی، مفاتیح الغیب للامام الفخر محمد الرازی تکملتھا لتلمیذہ الفاضل العلامۃ الخوئی، معالم التنزیل للامام محی السنۃ البغوی، مدارک التنزیل للامام العلامۃ النسفی وربما اخذت شیئًا او اشیاء عن المنہاج للامام العلام ابی زکریا النووی وارشاد الساری للامام احمد القسطلانی والبیضاوی والجلالین والاحیاء والمدخل لمحمد العبدری والمدارج واشعۃ اللمعات للمولی الدہلوی ومطالع المسرات للعلامۃ الفاسی وشفاء السقام للامام المحقق الاجل السبکی والعلل المتناھیۃ للعلامۃ الشمس ابی الفرج ابن الجوزی ولم آخذ عنھا الا تخریجًا واحدا لحدیث ورسالۃ المولد لہ والحلیۃ شرح المنیۃ للامام محمد بن محمد بن محمد ابن امیر الحاج الحلبی وشرح الشفاء للفاضل علی القاری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین الی غیر ذٰلک مما منح المولٰی سبحٰنہ وتعالٰی۔

پھر ان کتابوں سے بھی بعض باتیں اُن کے غیر مظنہ سے اخذ کیں کہ اگر ناظر مجرد استقرائے مظان پر قناعت کرے ہرگز نہ پائے، لہٰذا متجسس کو تثبت وامعان نظر درکار وللہ العزیز الغفار۔

یہ رسالہ ششم شوال کو آغاز اور نوزدہم کو ختم۔ اور آج پنجم ذی القعدہ روز جہاں افروز دوشنبہ کو وقتِ چاشت مسودہ سے مبیضہ ہوا۔ والحمد للہ رب العالمین۔ ان اوراق میں پہلی حدیث حضرت امیر المؤمنین مولی المسلمین مولٰی علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنٰی سے ماثور، اور سب میں پچھلی حدیث بھی اسی جناب ولایت مآب سے مذکور۔ امید ہے کہ اس خاتم خلافت نبوت فاتح سلاسل ولایت رضی اللہ تعالٰی عنہ کے صدقہ میں حضور پُرنور عفوٌ غفورٌ، جوادٌ

عہ علی ما فی النسیم والکشف ولی فیہ تامل ۱۲ منہ۔

اس بنیاد پر جو نسیم وکشف میں ہے اور مجھے اس میں تامل ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ۲ عفو وغفور حضور کے اسماء طیبہ سے ہیں، کما فی المواھب[1] واستشھد لہ الزرقانی[2] بما فی التوراۃ ولکن یعفو ویغفر، رواہ البخاری ۱۲ منہ غفرلہ وعفی عنہ (جیسا کہ مواہب میں ہے اس کے لئے زرقانی نے تورات کی اس عبارت سے استشہاد کیا "لیکن وہ معاف فرماتا اور درگزر فرماتا ہے"۔ اس کو بخاری نے روایت کیا۔ ت)

---

[1] المواہب اللدنیہ المقصد الثانی الفصل الاول المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۹

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۱۳۹

www.alahazratnetwork.org

کریم، رؤف رحیم، صفوح زلات، مقیل عثرات، مصحح حسنات، عظیم الہبات، سیدالمرسلین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین محمد رسول رب العالمین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہ اجمعین کی بارگاہِ بیکس پناہ میں شرفِ قبول پائے۔ اور حق تبارک وتعالیٰ کاتب وسائل و واسطِ سوال وعامۂ مومنین کو دارین میں اس سے اور فقیر کی تصانیف سے نفع پہنچائے۔

انہ ولی ذٰلک والقدیر علیہ والخیر کلہ لہ وبیدیہ واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علٰی سیّد المرسلین محمد واٰلہ واصحابہ اجمعین، سبحٰنک اللّٰھم وبحمدک اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرک واتوب الیک والحمد للہ رب العٰلمین۔

بیشک وہ اس کا مالک اور اس پر قادر، بھلائی سب اس کے لئے ہے اور اس کے دستِ قدرت میں ہے، اور ہماری دعا کا اختتام اس پر ہے کہ سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو پروردگار ہے سب جہانوں کا۔ درود وسلام نازل ہو رسولوں کے سردار محمد مصطفٰی پر، آپ کی آل پر اور آپ کے تمام اصحاب پر۔ تجھے پاکی ہے اے اللہ! میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ (ت)

رسالہ

تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین

ختم ہوا

---

www.alahazratnetwork.org

الحمد للہ

بشارتِ جلیلہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لم یبق من النبوۃ الا المبشرات الرؤیا الصالحۃ۔ رواہ البخاری[1] عن ابی ھریرۃ وزاد مالك یراھا الرجل الصالح او تری لہ[2] وللاحمد وابن ماجۃ وابن خزیمۃ وابن حبان وصححاہ عن ام کرز ذھبت النبوۃ و بقیت المبشرات[3] وللطبرانی فی الکبیر عن حذیفۃ بسند صحیح ذھبت النبوۃ فلا نبوۃ بعدی الا المبشرات الرؤیا الصالحۃ یراھا الرجل او تری لہ[4]

یعنی نبوت گئی اب میرے بعد نبوت نہیں، ہاں بشارتیں باقی ہیں، اچھے خواب۔ اسے بخاری نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ اور مالک نے زیادہ کیا کہ نیک آدمی دیکھے یا اس کے لئے دیکھا جائے۔ احمد، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے روایت کیا اور اس کی تصحیح کی ام کرز سے کہ نبوت چلی گئی اور مبشرات باقی رہ گئے۔ اور طبرانی نے کبیر میں حذیفہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا کہ میرے بعد نبوت نہیں مگر بشارتیں باقی ہیں اچھا خواب کہ نیک آدمی دیکھے یا اس کے لئے دیکھا جائے۔ (ت)

الحمدُ للہ اس رسالہ کے زمانۂ تصنیف میں مصنّف نے خواب دیکھا کہ میں اپنی مسجد میں ہوں، چند وہابی آئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی فضیلتِ مطلقہ میں بحث

---

[1] صحیح البخاری کتاب التعبیر باب المبشرات قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۰۳۵

[2] موطا الامام مالک ماجاء فی الرؤیا میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۷۴۴

[3] سنن ابن ماجہ ابواب التعبیر الرؤیا باب الرؤیا الصالحۃ یراہا المسلم الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۸۶

مسند احمد بن حنبل حدیث ام کرز رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/۳۸۱

[4] المعجم الکبیر حدیث ۳۰۵۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۳/۱۷۹

www.alahazratnetwork.org

کرنے لگے۔ مصنف نے دلائل صریحہ سے اُنھیں ساکت کردیا کہ خائب وخاسر چلے گئے۔ پھر مصنف نے اپنے مکان کا قصد کیا (یہ مسجد شارع عام پر واقع ہے، دروازہ سے نکل کر چند سیڑھیاں ہیں کہ اُن سے اُتر کر سڑک ملتی ہے۔ اِس کے جنوب کی طرف ہندوؤں کے مندر اور ان کا کنواں ہے) مصنف ابھی اِس زینہ سے نہ اُترا تھا کہ بائیں ہاتھ کی طرف سے ایک مادہ خُوک (خنزیر) اور اس کے ساتھ اس کا بچہ سڑک پر آتے دیکھا، جب زینہ مذکورہ کے قریب آئے اِس بچہ نے مصنف پر حملہ کرنا چاہا، اِس کی ماں نے اسے دوڑ کر روکا اور غالباً اس کے منہ پر تپانچہ مارا۔ بہرحال اسے سختی کے ساتھ جھڑکا۔ اور ان وہابیہ کی طرف اشارہ کرکے بولی: دیکھتا نہیں کہ یہ تیرے بڑے تو اِس شخص سے جیتے نہیں تُو اس پر کیا حملہ کرے گا۔ یہ کہہ کر وہ سُوّر یا اس کا بچہ دونوں اس ہند وکنویں کی طرف بھاگتے چلے گئے والحمد للہ رب العٰلمین۔ اِس خواب سے مصنف نے بعونہٖ تعالٰی قبولِ رسالہ پر استدلال کیا، والحمدُ للہ۔

الحمدُ للہ

بشارتِ عظمٰی

اس سے کچھ پہلے مصنف نے خواب دیکھا کہ اپنے مکان کے پھاٹک کے آگے شارع عام پر کھڑا ہوں اور بہت دبیر بلور کا ایک فانوس ہاتھ میں ہے، میں اسے روشن کرنا چاہتا ہوں، دو شخص داہنے بائیں کھڑے ہیں وہ پھونک مار کر بجھا دیتے ہیں، اتنے میں مسجد کی طرف سے حضور پُرنور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم تشریف فرما ہوئے، واللہ العظیم۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھتے ہی وہ دونوں مخالف ایسے غائب ہو گئے کہ معلوم نہیں آسمان کھا گیا یا زمین میں سما گئے۔ حضور پُرنور ملجائے بیکساں مولائے دل وجاں صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم اس سگِ بارگاہ کے پاس تشریف لائے، اور اتنے قریب رونق افروز ہوئے کہ شاید ایک بالشت یا کم کا فاصلہ ہو، اور بکمالِ رحمت ارشاد فرمایا: پھونک مار، اللہ روشن کردے گا۔ مصنف نے پھونکا، وہ نورِ عظیم پیدا ہوا کہ سارا فانوس اس سے بھر گیا۔ والحمدُ للہ رب العٰلمین۔

---

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام ۱۳۱۵

(رسول کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آباء و اجداد کرام کا مسلمان ہونا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۳۴ از معسکر بنگلور، مسجد جامع مدرسہ جامع العلوم مرسلہ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد عبدالغفار صاحب قادری نسبًا و طریقۃً، اعلٰی مدرس مدرسہ مذکور ۲۱ شوال ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ سرورِ کائنات فخرِ موجودات رسولِ خدا محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے ماں باپ آدم علٰی نبینا وعلیہ السلام تک مومن تھے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا[1] (بیان کرو اجر پاؤ گے۔ت)

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم لک الحمد الدائم الباطن الظاھر اے اللہ! تیرے لئے ظاہری و باطنی طور پر دائمی

---

[1] اس سوال کے جواب میں "ہدایۃ الغوی فی اسلام آباء النبی" مصنفہ مولوی صاحب موصوف تھا، اسی کی تصدیق میں لکھا گیا۔

www.alahazratnetwork.org

صلِّ وسلِّم علی المصطفی الکریم نور لك الطیب الطاهر الزاهر الذی نزّھتہ من کل رجس اودعتہ فی کل مستودع طاھر ونقلتہ من طیب الی طیب فلہ الطیب الاول والاٰخر وعلٰی اٰلہ و صحبہ الاٰطائب الاٰطاھر، اٰمین!

حمد ہے۔ درود وسلام نازل فرما مصطفٰی کریم پر جو تیرا طیب وطاہر اور روشن نور ہیں جن کو تونے ہر نجاست سے منزّہ کیا ہے اور پاک محل میں ودیعت فرمایا ہے۔ اور ستھرے سے ستھرے کی طرف منتقل فرمایا ہے۔ اول وآخر اس کے لئے پاکیزگی ہے، اور اُن کی طیب وطاہر آل اور اصحاب پر۔ آمین! (ت)

اوّلاً (پہلی دلیل) اللہ عزوجل فرماتا ہے،

ولعبد مؤمن خیر من مشرك[1]

بیشک مسلمان غلام بہتر ہے مشرک سے۔

اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں،

بعثت من خیر قرون بنی اٰدم قرنًا فقرنًا حتی کنت من القرن الذی کنت منہ۔ رواہ البخاری[2] فی صحیحہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ہر قرن وطبقہ میں تمام قرونِ بنی آدم کے بہتر سے بھیجا گیا یہاں تک کہ اس قرن میں ہوا جس میں پیدا ہوا۔ (اس کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

حضرت امیر المومنین مولی المسلمین سیدنا علی مرتضٰے کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کی حدیث صحیح میں ہے،

لو یزل علی وجہ الدھر (الارض) سبعۃ مسلمون فصاعدًا فلولا ذٰلك ھلکت الارض ومن علیھا۔ اخرجہ عبد الرزاق[3] و ابن المنذر بسند صحیح علی شرط الشیخین۔

رُوئے زمین پر ہر زمانے میں کم سے کم سات مسلمان ضرور رہے ہیں، ایسا نہ ہوتا تو زمین و اہلِ زمین سب ہلاک ہوجاتے۔ (اس کو عبد الرزاق اور ابن المنذر نے شیخین کی شرط پر صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ت)

حضرت عالم القرآن حبر الامۃ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما کی

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۱

[2] صحیح البخاری کتاب المناقب باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۰۳

[3] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ بحوالہ عبد الرزاق وابن المنذر المقصد الاول دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۷۳

www.alahazratnetwork.org

حدیث میں ہے:

ماخلت الارض من بعد نوح من سبعۃ یدفع اللہ بھم عن اھل الارض[1]

نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد زمین کبھی سات بندگانِ خدا سے خالی نہ ہوئی جن کی وجہ سے اللہ تعالٰی اہلِ زمین سے عذاب دفع فرماتا ہے۔

جب صحیح حدیثوں سے ثابت کہ ہر قرن و طبقے میں رُوئے زمین پر لااقل سات مسلمان بندگانِ مقبول ضرور رہے ہیں اور خود صحیح بخاری شریف کی حدیث سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جن سے پیدا ہوئے وہ لوگ ہر زمانے میں، ہر قرن میں خیارِ قرن سے، اور آیتِ قرآنیہ ناطق کہ کوئی کافر اگرچہ کیسا ہی شریف القوم بالانسب ہو، کسی غلام مسلمان سے بھی خیر و بہتر نہیں ہوسکتا تو واجب ہوا کہ مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آباء و اُمہات ہر قرن اور طبقہ میں انھیں بندگانِ صالح و مقبول سے ہوں ورنہ معاذ اللہ صحیح بخاری میں ارشادِ مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم و قرآنِ عظیم میں ارشادِ حق جل وعلا کے مخالف ہوگا۔

اقول والمعنٰی ان الکافر لا یستاھل شرعاً ان یطلق علیہ انہ من خیار القرن لاسیما و ھناك مسلمون صالحون وان لم یرد الخیریۃ الا بحسب النسب، فافھم۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) کہ مراد یہ ہے کہ کافر شرعاً اس بات کا مستحق نہیں کہ اس کو خیر القرن کہا جاسکے بالخصوص جبکہ مسلمان صالح موجود ہوں اگرچہ خیریت نسب ہی کے لحاظ سے کیوں نہ ہو۔ چنانچہ تو سمجھ ۱۲۔ (ت)

یہ دلیل امام جلیل خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی قدس سرہ نے افادہ فرمائی فاللہ یجزیہ الجزاء الجمیل (اللہ تعالٰی اُن کو اجرِ جمیل عطا فرمائے۔ ت)

ثانیاً قال اللہ عزوجل انما المشرکون نجس[2]۔

دوسری دلیل: اللہ تعالٰی نے فرمایا، کافر تو ناپاک ہی ہیں۔ (ت)

اور حدیث میں ہے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ بحوالہ احمد فی الزہد الخ المقصد الاول دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۶۴
الحاوی للفتاوٰی بحوالہ احمد فی الزہد و الخلال فی کرامات الاولیاء الخ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۱۲
[2] القرآن الکریم ۹/ ۲۸

www.alahazratnetwork.org

لم یزل اللہ عزوجل ینقلنی من اصلاب الطیبۃ الی الارحام الطاھرۃ مصفی مھذبا لاتنشعب شعبتان الاکنت فی خیرھما۔ رواہ ابونعیم فی دلائل النبوۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔[1]

ہمیشہ اللہ تعالٰی مجھے پاک ستھری پشتوں میں نقل فرماتا رہا صاف ستھرا آراستہ جب دو شاخیں پیدا ہوئیں میں ان میں بہتر شاخ میں تھا۔ (اس کو نعیم نے دلائل النبوۃ میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

اور ایک حدیث میں ہے، فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لم ازل انقل من اصلاب الطاھرین الی الارحام الطاھرات[2]

میں ہمیشہ پاک مردوں کی پشتوں سے پاک بیبیوں کے پیٹوں میں منتقل ہوتا رہا۔

دوسری حدیث میں ہے، فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لم یزل اللہ ینقلنی من الاصلاب الکریمۃ والارحام الطاھرۃ حتی اخرجنی من بین ابوی۔ رواہ ابن ابی عمر العدنی فی مسندہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[3]

ہمیشہ اللہ عزوجل مجھے کرم والی پشتوں اور طہارت والے شکموں میں نقل فرماتا رہا یہاں تک کہ مجھے میرے ماں باپ سے پیدا کیا۔ اس کو ابن ابی عمرو العدنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی مسند میں روایت کیا۔ ت)

تو ضرور ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آبائے کرام طاہرین و امہات کرام طاہرات سب اہل ایمان و توحید ہوں کہ بنص قرآن عظیم کسی کافر کا فرد کا ذرہ کے لئے کرم و طہارت سے حصہ نہیں۔

یہ دلیل امام اجل فخر المتکلمین علامۃ الوری فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے افادہ فرمائی اور امام جلال الدین سیوطی اور علامہ محقق سنوسی اور علامہ تلمسانی شارح شفاء و امام ابن حجر مکی و علامہ محمد زرقانی

---

[1] الحاوی للفتاوی بحوالہ ابی نعیم مسالک الحنفاء فی والدی المصطفٰی دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۱۱
دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الثانی عالم الکتب بیروت الجزء الاول ص ۱۱ و ۱۲

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ بحوالہ ابی نعیم عن ابن عباس المقصد الاول دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۷۴
الحاوی للفتاوی مسالک الحنفاء فی والدی المصطفٰی دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۱۰

[3] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل واما شرف نسبہ المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ فی البلاد العثمانیۃ ۱/ ۶۳
نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض بحوالہ ابن ابی عمرو العدنی مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/ ۳۳۵

www.alahazratnetwork.org

شارحِ مواہب وغیرہم اکابر نے اس کی تائید وتصویب کی۔

ثالثًا قال اللہ تبارک و تعالٰی : وتوکل علی العزیز الرحیم ○ الذی یرٰک حین تقوم ○ وتقلبک فی السّٰجدین○[1]

تیسری دلیل، اللہ تبارک وتعالٰی نے فرمایا، بھروسا کر زبردست مہربان پر جو تجھے دیکھتا ہے جب تو کھڑا ہوا اور تیرا کروٹیں بدلنا سجدہ کرنیوالوں میں۔

امام رازی فرماتے ہیں، معنٰی آیت یہ ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نورِ پاک ساجدوں سے ساجدوں کی طرف منتقل ہوتا رہا[2]، تو آیت اس پر دلیل ہے کہ سب آبائے کرام مسلمین تھے۔

امام سیوطی و امام ابن حجر وعلامہ زرقانی وغیرہم اکابر نے اس کی تقریر وتائید وتاکید وتشیید فرمائی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کے مؤید روایت ابونعیم[3] کے یہاں آئی؛

وقد صرحوا ان القراٰن محتج بہ علی جمیع وجوھہ ولاینفی تاویلٌ تاویلا و یشھد لہ عمل العلماء فی الاحتجاج بالاٰیات علی احد التاویلات قدیما و حدیثا۔

علماء نے تصریح کی ہے کہ قرآن پاک کی ہر وجہ سے استدلال کیا جائے گا اور کوئی ایک تاویل دوسری تاویل کی نفی نہیں کرتی، اس کے لئے علماء کا عمل گواہ ہے کہ وہ پرانے اور نئے زمانے میں آیاتِ مبارکہ کی کئی تاویلات میں سے ایک سے استدلال کرتے رہے ہیں۔ (ت)

رابعًا قال المولٰی سبحنہ وتعالٰی، ولسوف یعطیک ربک فترضٰی[5]

چوتھی دلیل، اللہ تعالٰی نے فرمایا، البتہ عنقریب تجھے تیرا رب اتنا دے گا کہ تو راضی ہوجائے گا۔

اللہ اکبر ! بارگاہِ عزت میں مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عزت ووجاہت ومحبوبیت کرامت کے حق میں تو ربّ العزت جل وعلا نے فرمایا ہی تھا۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۱۷ تا ۲۱۹ [2] مفاتیح الغیب تحت آیۃ ۲۶/ ۲۱۹ ۲۴/ ۱۴۹

[3] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول باب وفات امہ صلی اللہ علیہ وسلم دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۷۴

[4] " " " " " " " " " " " " " " بحوالہ ابی نعیم

دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الثانی ذکر فضیلتہ صلی اللہ علیہ وسلم بطیب مولدہ عالم الکتب بیروت الجزء الاول ص ۱۱

[5] القرآن الکریم ۹۳/ ۵

www.alahazratnetwork.org

سنرضیك فی امتك ولا نسوؤك۔ رواہ مسلم[1] فی صحیحہ۔

قریب ہے کہ ہم تجھے تیری امت کے باب میں راضی کردیں گے اور تیرا دل بُرا نہ کریں گے۔ (اسے مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ ت)

مگر اس عطاء و رضا کا مرتبہ یہاں تک پہنچا کہ صحیح حدیث میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ابوطالب کی نسبت فرمایا:

وجدتہ فی غمرات من النار فاخرجتہ الی ضحضاح۔ رواہ البخاری[2] و مسلم عن العباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

میں نے اسے سراپا آگ میں ڈوبا پایا تو کھینچ کر ٹخنوں تک کی آگ میں کردیا (اس کو امام بخاری و امام مسلم نے ابن عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

دوسری روایت صحیح میں فرمایا:

ولولا انا لکان فی الدرك الاسفل من النار۔ رواہ ایضا[3] رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اگر میں نہ ہوتا تو ابوطالب جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں ہوتا (اس کو بخاری نے انہی سے روایت کیا۔ ت)

دوسری حدیث صحیح میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب دعاء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لامتہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۳

[2] صحیح البخاری کتاب المناقب قصہ ابی طالب " " " ۱/ ۵۴۸
" کتاب الادب کنیۃ المشرک " " " ۲/ ۹۱۶
صحیح مسلم باب شفاعۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لابی طالب الخ " " " ۱/ ۱۱۵
مسند احمد بن حنبل عن العباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۰۶

[3] صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۵
صحیح البخاری کتاب المناقب باب قصۃ ابی طالب " " " ۱/ ۵۴۸
" کتاب الادب باب کنیۃ المشرک " " " ۲/ ۹۱۶

www.alahazratnetwork.org

۱۲ اھون اھل النار عذابا۔ رواہ عن ابن[1] عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

دوزخیوں میں سب سے ہلکا عذاب ابوطالب پر ہے۔ (امام بخاری ومسلم نے یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی۔ ت)

اور یہ ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے جو قرب والدین کریمین کو ہے، ابوطالب کو اس سے کیا نسبت، پھر ان کا عذر بھی واضح کہ نہ انھیں دعوت پہنچی نہ انھوں نے زمانۂ اسلام پایا، تو اگر معاذ اللہ وہ اہل جنت نہ ہوتے تو ضرور تھا کہ ان پر ابوطالب سے بھی کم عذاب ہوتا اور وہی سب سے ہلکے عذاب میں ہوتے۔ یہ حدیث صحیح کے خلاف ہے تو واجب ہوا کہ والدین کریمین اہل جنت ہیں، وللہ الحمد، اس دلیل کی طرف بھی امام خاتم الحفاظ (جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالٰی) نے اشارہ فرمایا۔

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی کی طرف سے ہے۔ ت) تقریر دلیل یہ ہے کہ صادق ومصدوق صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خبر دی کہ اہل نار میں سب سے ہلکا عذاب ابوطالب پر ہے۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ ابوطالب پر یہ تخفیف کس وجہ سے ہے؟ آیا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یاری وغمخواری وپاسداری وخدمت گزاری کے باعث یا اس لئے کہ سید المحبوبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ان سے محبت طبعی تھی، حضور کو ان کی رعایت منظور تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عَمُّ الرَّجُلِ صِنْوُ اَبِیْہِ۔ رواہ الترمذی[2] بسند حسن عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن علی والطبرانی الکبیر عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

آدمی کا چچا اس کے باپ کے بجائے ہوتا ہے۔ اس کو امام ترمذی نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابوہریرہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے جبکہ طبرانی کبیر نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ (ت)

شِقِّ اوّل باطل ہے، قال اللہ عزوجل (اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا)،

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب اھون اھل النار عذابا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۵
مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ البخاری کتاب الفتن باب صفۃ النار واھلہا الفصل الاول " ۲/ ۵۰۲

[2] جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب ابی الفضل عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۱۶
المعجم الکبیر حدیث ۱۰۶۹۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۰/ ۳۵۳

www.alahazratnetwork.org

وقدمنا الٰی ما عملوا من عمل فجعلنٰہ هباءً منثورًا[1] ۝ اور جو کچھ انھوں نے کام کئے تھے ہم نے قصد فرما کر انھیں باریک باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذرّے کردیا کہ روزن کی دھوپ میں نظر آتے ہیں (ت)

صاف ارشاد ہوتا ہے کہ کافر کے سب عمل برباد محض ہیں، لاجرم شقِ ثانی ہی صحیح ہے اور یہی ان احادیثِ صحیحہ مذکورہ سے مستفاد، ابوطالب کے عمل کی حقیقت تو یہاں تک تھی کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سراپا آگ میں غرق پایا، عمل نے نفع دیا ہوتا تو پہلے ہی کام آتا، پھر حضور کا ارشاد کہ "میں نے اسے ٹخنوں تک کی آگ میں کھینچ لیا، میں نہ ہوتا تو جہنم کے طبقۂ زیریں میں ہوتا[2]"۔

لاجرم یہ تخفیف صرف محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا پاسِ خاطر اور حضور کا اکرام ظاہر و باہر ہے اور بالبداہۃ واضح کہ محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خاطرِ اقدس پر ابوطالب کا عذاب ہرگز اتنا گراں نہیں ہوسکتا جس قدر معاذ اللہ والدین کریمین کا معاملہ، نہ اُن سے تخفیف میں حضور کی آنکھوں کی وُہ ٹھنڈک جو حضراتِ والدین کے بارے میں، نہ ان کی رعایت میں حضور کا وہ اعزاز و اکرام جو حضرات والدین کے چھٹکارے میں، تو اگر عیاذًا باللہ وہ اہلِ جنت نہ ہوتے تو ہر طرح سے وہی اِس رعایت و عنایت کے زیادہ مستحق تھے، و بوجہ آخر فرض کیجئے کہ یہ ابوطالب کے حقِ پرورش و خدمت ہی کا معاوضہ ہے تو پھر کون سی پرورش جزئیت کے برابر ہوسکتی ہے، کون سی خدمت حمل و وضع کا مقابلہ کرسکتی ہے؛ کیا کبھی کسی پرورش کنندہ یا خدمت گزار کا حق، حقِ والدین کے برابر ہوسکتا ہے جسے رب العزت نے اپنے حقِ عظیم کے ساتھ شمار فرمایا،

ان اشکرلی ولوالدیک[3] ۔ حق مان میرا اور اپنے والدین کا۔

پھر ابوطالب نے جہاں برسوں خدمت کی، چلتے وقت رنج بھی وُہ دیا جس کا جواب نہیں، ہرچند حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کلمہ پڑھنے کو فرمایا، نہ پڑھنا تھا نہ پڑھا، جرم وہ کیا جس کی مغفرت نہیں۔ عمر بھر معجزات دیکھنا، احوال پر علمِ تام رکھنا اور زیادہ حجۃ اللہ قائم ہونے کا مُوجب ہوا بخلاف ابوین کریمین کہ نہ انھیں دعوت دی گئی، نہ انکار کیا، تو ہر وجہ، ہر لحاظ، ہر حیثیت سے یقینًا انھیں کا پلّہ بڑھا ہوا ہے، تو ابوطالب کا عذاب سب سے ہلکا ہونا یونہی متصور کہ ابوین کریمین اہلِ نار ہی سے نہ ہوں وھو المقصود والحمد للہ العلی الودود (اور وہی مقصود ہے۔ اور تمام تعریفیں بلندی و محبت

[1] القرآن الکریم ۲۵ /۲۳

[2] صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار قصۂ ابی طالب ۱/ ۵۴۸ و صحیح مسلم کتاب الایمان ۱/ ۱۱۵ مسند احمد بن حنبل عن العباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۰۷ و ۲۱۰

[3] القرآن الکریم ۳۱/ ۱۴

www.alahazratnetwork.org

والے اللہ کے لئے ہیں۔ ت)

خامسًا، اقول قال المولٰی عزوعلا: لایستوی اصحٰب النار واصحٰب الجنۃ ھم الفائزون[1] | **پانچویں دلیل، اقول** (میں کہتا ہوں کہ) مولٰی عزوعلا نے فرمایا: برابر نہیں دوزخ والے اور جنت والے، اور جنت والے ہی مراد کو پہنچے۔

حدیث میں ہے حضور پُرنور سیدالمرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اولادِ امجادِ حضرت عبدالمطلب سے ایک پاک طیبہ خاتون رضی اللہ تعالٰی عنہا کو آتے دیکھا، جب پاس آئیں، فرمایا:

ما اخرجك من بیتك؟ | اپنے گھر سے کہاں گئی تھیں؟

عرض کی:

اَتَیْتُ اَھْلَ ھٰذَا الْمَیِّتِ فَتَرَحَّمْتُ اِلَیْھِمْ وَعَزَّیْتُھُمْ بِمَیِّتِھِمْ۔ | یہ جو ایک میت ہوگئی تھی میں ان کے یہاں دعائے رحمت اور تعزیت کرنے گئی تھی۔

فرمایا:

لعلك بلغت معھم الکدٰی۔ | شاید تُو اُن کے ساتھ قبرستان تک گئی۔

عرض کی:

معاذاللہ ان اکون بلغتھا و قد سمعتك تذکر فی ذلك ما تذکر۔ | خدا کی پناہ کہ میں وہاں جاتی حالانکہ حضور سے سُن چکی تھی جو کچھ اس باب میں ارشاد کیا۔

سیدِعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لو بلغتھا معھم مارأیت الجنۃ حتی یراھا جد ابیك۔ | اگر تُو ان کے ساتھ وہاں جاتی تو جنت نہ دیکھتی جب تک عبدالمطلب نہ دیکھیں۔

رواہ ابوداؤد[2] والنسائی واللفظ لہ عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما اما ابوداؤد | اس کو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے، اور لفظ نسائی کے ہیں سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے، امام ابوداؤد

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/ ۲۰

[2] سنن النسائی کتاب الجنائز باب النعی نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۲۶۵ و ۲۶۶

سنن ابی داؤد " باب التعزیۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۸۹

www.alahazratnetwork.org

فادب وکنّی وقال فذکر تشدیدا فی ذٰلک واما ابوعبد الرحمٰن فادّٰی لتبلیغ العلم واداء الحدیث علٰی وجھہ لکلٍّ وِّجھۃ ھو مولیھا۔

نے ازراہِ ادب بطورِ کنایہ اس میں تشدید کا ذکر کیا لیکن امام ابوعبدالرحمٰن نے کُھل کر علم کو پہنچایا اور حدیث کا حق ادا کیا۔ ہر ایک کے لئے توجہ کی ایک سمت ہے جس کی طرف وُہ منہ کرتا ہے۔ (ت)

یہ تو حدیث کا ارشاد ہے، اب ذرا عقائدِ اہلسنت پیشِ نظر رکھتے ہوئے نگاہِ انصاف درکار، عورتوں کا قبرستان جانا غایت درجہ اگر ہے تو معصیت ہے، اور ہرگز کوئی معصیت مسلمان کو جنت سے محروم اور کافر کے برابر نہیں کرسکتی، اہل سنت کے نزدیک مسلمان کا جنت میں جانا واجبِ شرعی ہے اگرچہ معاذ اللہ مواخذہ کے بعد، اور کافر کا جنت میں جانا محالِ شرعی کہ ابدالآباد تک کبھی ممکن ہی نہیں، اور نصوص کو حتی الامکان ظاہر پر محمول کرنا واجب، اور بے ضرورت تاویل ناجائز، اور عصمت نوعِ بشر میں خاصۂ حضراتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء ہے، ان کے غیر سے اگرچہ کیسا ہی عظیم الدرجات ہو، وقوعِ گناہ ممکن ومتصور۔ یہ چاروں باتیں عقائدِ اہل سنت میں ثابت ومقرر، اب اگر بحکم مقدمۂ رابعہ مقابر تک بلوغ فرض کیجئے تو بحکم مقدمۂ ثالثہ جزاء کا ترتب واجب، اور اس تقدیر پر کہ حضرت عبدالمطلب کو معاذ اللہ غیر مسلم کہئے بحکم مقدمتین اولین ونیز بحکم آیتِ کریمہ محال وباطل، تو واجب ہوا کہ حضرت عبدالمطلب مسلمان واہل جنت ہوں اگرچہ مثلِ صدیق وفاروق وعثمان وعلی وزہرا وصدیقہ وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم سابقینِ اولین میں نہ ہوں۔ اب معنیٔ حدیث بلاتکلف اور بے حاجتِ تاویل وتصرف عقائدِ اہل سنت سے مطابق ہیں یعنی اگر یہ امر تم سے واقع ہوتا تو سابقینِ اولین کے ساتھ جنت میں جانا نہ ملتا بلکہ اس وقت جبکہ عبدالمطلب داخلِ بہشت ہوں گے ھٰکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق (یونہی تحقیق چاہئے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے۔ ت)۔

سادسًا، اقول قال ربنا

الاعز الاعلٰی عزوعلا: وللّٰہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولٰکن المنٰفقین لا یعلمون[1]

چھٹی دلیل، اقول

(میں کہتا ہوں کہ) ہمارے پروردگار اعز واعلٰی عزوعلا نے فرمایا، عزت تو اللہ ورسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کو علم نہیں۔

وقال تعالٰی: یاَیّھا النّاس انّا

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے لوگو!

[1] القرآن الکریم ۶۳/ ۸

www.alahazratnetwork.org

خلقنٰکم من ذکر و انثٰی وجعلنٰکم شعوبًا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم ان اللہ علیم خبیر[1]

ہم نے بنایا تمھیں ایک نر و مادہ سے اور کیا تمھیں قومیں اور قبیلے کہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو بے شک اللہ کے نزدیک تمھارا زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

ان آیاتِ کریمہ میں رب العزت جل وعلا نے عزت وکرم کو مسلمانوں میں منحصر فرمادیا اور کافر کو کتنا ہی قوم دار ہو، لئیم و ذلیل ٹھہرایا اور کسی لئیم و ذلیل کی اولاد سے ہونا کسی عزیز و کریم کے لئے باعثِ مدح نہیں ولہٰذا کافر باپ دادوں کے انتساب سے فخر کرنا حرام ہوا۔ صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من انتسب الی تسعۃ اٰباء کفار یرید بھم عزا وکرمًا کان عاشرھم فی النار۔ رواہ احمد[2] عن ابی ریحانۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔

جو شخص عزت وکرامت چاہنے کو اپنی نو پشت کافر کا ذکر کرے کہ میں فلاں ابن فلاں ابن فلاں کا بیٹا ہوں ان کا دسواں جہنم میں یہ شخص ہو۔ (اس کو امام احمد نے ابوریحانہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت فرمایا۔ ت)

اور احادیثِ کثیرہ مشہورہ سے ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے فضائلِ کریمہ کے بیان اور مقامِ رجز و مدح میں بارہا اپنے آبائے کرام و امہاتِ کرام کا ذکر فرمایا۔

روزِ حنین جب ارادۂ الٰہیہ سے تھوڑی دیر کے لئے کفار نے غلبہ پایا معدود بندے رکابِ رسالت میں باقی رہے، اللہ غالب کے رسولِ غالب پر شانِ جلال طاری تھی:

انا النبی لاکذب انا ابن عبد المطلب۔ رواہ احمد والبخاری[3] ومسلم والنسائی عن البراء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

میں نبی ہوں کچھ جھوٹ نہیں، میں ہوں بیٹا عبدالمطلب کا۔ (اس کو احمد، بخاری، مسلم اور نسائی نے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۳

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی ریحانہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۳۴

[3] صحیح البخاری کتاب الجہاد باب من قاد دابۃ غیرہ فی الحرب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۰۱

صحیح مسلم " باب غزوۃ حنین " " " ۲/ ۱۰۰

www.alahazratnetwork.org

حضور قصد فرمارہے ہیں کہ تنہا ان ہزاروں کے مجمع پر حملہ فرمائیں۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب وحضرت ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما بغلہ شریف کی لگام مضبوط کھینچے ہوئے ہیں کہ بڑھنہ جائے اور حضور فرمارہے ہیں:

انا النبی لا کذب
انا ابن عبد المطلب
رواہ ابوبکر بن[1] ابی شیبۃ وابونعیم عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

میں سچا نبی ہوں، اللہ کا پیارا، عبدالمطلب کی آنکھ کا تارا، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ (اس کو ابوبکر بن ابی شیبہ اور ابونعیم نے براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

امیر المؤمنین عمر لگام روکے ہیں اور حضرت عباس دُمچی تھامے، اور حضور فرمارہے ہیں:

قدِّماھا، انا النبی لاکذب، انا ابن عبد المطلب۔ رواہ ابن[2] عساکر عن مصعب بن شیبۃ عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اسے بڑھنے دو، میں ہوں نبی صریح حق پر، میں ہوں عبدالمطلب کا پسر، صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ (اس کو ابن عساکر نے مصعب بن شیبہ سے ان کے باپ کے واسطہ سے روایت کیا ہے۔ت)

جب کافر نہایت قریب آگئے، بغلۂ طیبہ سے نزولِ اجلال فرمایا، اس وقت بھی یہی فرماتے تھے:

انا النبی لاکذب، انا ابن عبد المطلب، اللّٰھم انزل نصرک۔ رواہ ابن ابی شیبۃ[3] وابن ابی جریر عن البراء رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

میں ہوں نبی برحق سچا، میں ہوں عبدالمطلب کا بیٹا، الٰہی! اپنی مدد نازل فرما۔ (اس کو ابن ابی شیبہ اور ابن جریر نے سیدنا حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

---

[1] المصنف لابن ابی شیبہ کتاب السیر حدیث ۳۳۵۲۰ دارالعلمیۃ بیروت ۶/ ۵۲۵
کنزالعمال بحوالہ ش وابی نعیم " ۳۰۲۰۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۵۴۰
[2] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۲۸۵۸ شیبۃ بن عثمان داراحیاء التراث العربی بیروت ۲۵/ ۱۶۲
[3] کنزالعمال بحوالہ ش وابن جریر حدیث ۳۰۲۰۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۵۴۱

www.alahazratnetwork.org

پھر ایک مُشتِ خاک دستِ پاک میں لے کر کافروں کی طرف پھینکی اور فرمایا:

شاھتِ الوجوہ۔[1] بگڑ گئے چہرے۔

وُہ خاک ان ہزاروں کافروں پر ایک ایک کی آنکھ میں پہنچی اور سب کے مُنہ پھر گئے، ان میں جو مشرف باسلام ہوئے وُہ بیان فرماتے ہیں جس وقت حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وہ کنکریاں ہماری طرف پھینکیں ہمیں یہ نظر آیا کہ زمین سے آسمان تک تانبے کی دیوار قائم کر دی گئی اور اس پر سے پہاڑ ہم پر ڈھکائے گئے، سوائے بھاگنے کے کچھ بن نہ آئی،

وصلی اللہ تعالٰی علی الحق المبین سید المنصورین وآلہٖ وبارك وسلم۔

اللہ تعالٰی درود وسلام اور برکت نازل فرمائے حقِ مبین پر جو مدد کئے ہوؤں کے سردار ہیں اور آپ کی آل پر۔ (ت)

اسی غزوہ کے رجز میں ارشاد فرمایا:

انا ابنُ العواتك من بنی سُلَیم۔ رواہ[2] سعید بن منصور فی سننہ والطبرانی فی الکبیر عن سبابة بن عاصم رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

میں بنی سلیم سے ان چند خاتونوں کا بیٹا ہوں جن کا نام عاتکہ تھا۔ (اس کو سعید بن منصور نے اپنی سنن میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں سبابہ بن عاصم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

ایک حدیث میں ہے، بعض غزوات میں فرمایا:

انا النبی لاکذب، انا ابنُ عبد المطلب، انا ابن العواتك۔ رواہ ابن عساکر[3] عن قتادہ۔

میں نبی ہوں کچھ جھوٹ نہیں، میں ہوں عبد المطلب کا بیٹا، میں ہوں ان بیبیوں کا بیٹا جن کا نام عاتکہ تھا (اس کو ابنِ عساکر نے حضرت قتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے) (ت)

---

[1] کنز العمال حدیث ۳۰۲۱۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۰/ ۵۴۱
جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ لقد نصرکم اللہ الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۰/ ۱۱۸

[2] کنز العمال بحوالہ ص طب حدیث ۳۱۸۷۴ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۱/ ۴۰۲
المعجم الکبیر " ۶۷۲۴ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۷/ ۱۶۹

[3] تاریخ دمشق الکبیر باب معرفۃ امہ وجداتہ الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۶۰

www.alahazratnetwork.org

علامہ مناوی صاحب تیسیر و امام مجدالدین فیروز آبادی صاحب قاموس و جوہری صاحب صحاح و صنعانی وغیرہم نے کہا: نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جدات میں نو بیبیوں کا نام عاتکہ تھا۔[1] ابن بری نے کہا: وہ بارہ[12] بیبیاں عاتکہ نام کی تھیں، تین سلمیات یعنی قبیلہ بنی سلیم سے، اور دو قرشیات، دو عدوانیات اور ایک ایک کنانیہ، اسدیہ، ہذلیہ، قضاعیہ، ازدیہ۔ ذکرہ فی تاج العروس[2] (اسے تاج العروس میں ذکر کیا گیا۔ ت)

ابوعبداللہ عدوسی نے کہا، وہ بیبیاں چودہ[14] تھیں، تین قرشیات، چار سلمیات، دو عدوانیات اور ایک ایک ہذلیہ، قحطانیہ، قضاعیہ، ثقفیہ، اسدیہ بنی اسد خزیمہ سے۔ رواہ الامام الجلال السیوطی فی الجامع الکبیر (اس کو امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے جامع کبیر میں روایت کیا ہے۔ ت) اور ظاہر ہے کہ قلیل نافی کثیر نہیں۔

حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے مقام مدح و بیان فضائل کریمہ میں اکیس[21] پشت تک اپنا نسب نامہ ارشاد کرکے فرمایا، میں سب سے نسب میں افضل، باپ میں افضل، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ تو بحکم نصوص مذکورہ ضرور ہے کہ حضور کے آباء و امہات مسلمین و مسلمات ہوں۔ وللہ الحمد (اور اللہ تعالٰی ہی کے لئے حمد ہے۔ ت)۔

سابعًا قال اللہ سبحٰنہ وتعالٰی: انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح[3]

ساتویں دلیل، اللہ سبحٰنہ وتعالٰی نے فرمایا: اے نوح! یہ کنعان تیرے اہل سے نہیں یہ تو ناراستی کے کام والا ہے۔ (ت)

آیہ کریمہ نے مسلم و کافر کا نسب قطع فرمادیا، لہذا ایک کا ترکہ دوسرے کو نہیں پہنچتا۔ اور حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

نحن بنو النضر بن کنانۃ لا ننتفی من ابینا۔ رواہ

ہم نضر بن کنانہ کے بیٹے ہیں، ہم اپنے باپ سے اپنا نسب جدا نہیں کرتے (اسکو

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث انا ابن العواتک مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/۲۸۵
الصحاح باب الکاف فصل العین تحت لفظ عتک دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۳۱۱

[2] تاج العروس باب الکاف فصل العین دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/۱۵۹

[3] القرآن الکریم ۱۱/۴۶

www.alahazratnetwork.org

ابوداؤد الطیالسی وابن سعد والامام احمد وابن ماجۃ والحارث والباوردی وسمویہ وابن قانع والطبرانی فی الکبیر وابونعیم والضیاء المقدسی فی صحیح المختارۃ عن الاشعث بن قیس الکندی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ابوداؤد طیالسی، ابن سعد، امام احمد، ابن ماجہ، حارث، باوردی، سمویہ، ابن قانع، طبرانی کبیر، ابونعیم اور ضیاء مقدسی نے صحیح مختارہ میں اشعث بن قیس الکندی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

کفار سے نسب بحکم احکم الحاکمین منقطع ہے، پھر معاذ اللہ جُدا ذکر نے کا کیا محل ہوتا۔

ثامناً وتاسعاً، اقول قال العلی الاعلٰی تبارک وتعالٰی ان الذین کفروا من اھل الکتب والمشرکین فی نار جہنم خٰلدین فیہا اولٰئک ھم شر البریۃ ه ان الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت اولٰئک ھم خیر البریۃ۔

آٹھویں اور نویں دلیل، میں کہتا ہوں علی اعلٰی تبارک وتعالٰی نے فرمایا: بیشک سب کافر کتابی اور مشرک جہنم کی آگ میں ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے، وہ سارے جہان سے بدتر ہیں، بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہ سارے جہان سے بہتر ہیں۔

اور حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

غفر اللہ عزوجل لزید بن عمرو ورحمہ فانہ مات علی دین ابراھیم۔

اللہ عزوجل نے زید بن عمرو کو بخش دیا اور ان پر رحم فرمایا کہ وہ دینِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ و

۱؎ کنز العمال بحوالہ الحارث والباوردی وسمویہ وغیرہ حدیث ۳۵۵۱۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۴۴۲
سنن ابن ماجۃ ابواب الحدود باب من نفی رجلا من قبیلۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص: ۱۹۰
مسند احمد بن حنبل حدیث الاشعث بن قیس الکندی المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۲۱۱، ۲۱۲
المعجم الکبیر حدیث ۲۱۹۰ و ۲۱۹۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۲۸۶
مسند ابی داؤد الطیالسی احادیث الاشعث بن قیس حدیث ۱۰۴۹ دار المعرفۃ بیروت الجزء الرابع ص ۱۴۱
الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر من انتمی الیہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دار صادر بیروت ۱/ ۲۳
دلائل النبوۃ للبیہقی باب ذکر شرف اصل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۸۳
۲؎ القرآن الکریم ۹۸/ ۶

www.alahazratnetwork.org

رواہ البزار والطبرانی[1] عن سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

السلام پڑھتے۔ (اس کو بزار اور طبرانی نے سیدنا سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور ایک اور حدیث میں ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کی نسبت فرمایا،

رأیتہ فی الجنۃ یسحب ذیولا۔ رواہ ابن سعد[2] والفاکھی عن عامر بن ربیعۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

میں نے اسے جنت میں ناز کے ساتھ دامن کشاں دیکھا (اس کو ابن سعد اور فاکہی نے حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اور بیہقی و ابن عساکر کی حدیث میں بطریق مالک عن الزہری عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں وھذہ روایۃ البیھقی (اور یہ بیہقی کی روایت ہے)،

انا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ھاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فھر بن مالک بن النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ ما افترق الناس فرقتین الاجعلنی اللہ فی خیرھما فاخرجت من بین ابوین فلم یصبنی شیئ من عھد الجاھلیۃ وخرجت من نکاح ولم اخرج من سفاح من لدن اٰدم حتی انتھیت الی ابی و امی فانا خیرکم نفسا و خیرکم ابا[3]، وفی لفظ فانا خیرکم

میں ہوں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ کبھی لوگ دو گروہ نہ ہوئے مگر مجھے اللہ تعالٰی نے بہتر گروہ میں کیا تو میں اپنے ماں باپ سے ایسا پیدا ہوا کہ زمانۂ جاہلیت کی کوئی بات مجھ تک نہ پہنچی اور میں خالص نکاحِ صحیح سے پیدا ہوا آدم سے لے کر اپنے والدین تک، تو میرا نفس کریم تم سب سے افضل اور میرے باپ تم سب کے آباء سے بہتر۔

---

[1] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ترجمہ سعید بن زید دار صادر بیروت ۳/ ۳۸۱

[2] فتح الباری بحوالہ ابن سعد والفاکہی کتاب المناقب حدیث زید بن عمرو بن نفیل مصطفی البابی مصر ۸/ ۱۴۷

[3] دلائل النبوۃ باب ذکر اصل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۷۴ تا ۱۷۹

تاریخ دمشق الکبیر باب ذکر معرفۃ نسبہ دار احیاء التراث العربی " ۳/ ۲۹ و ۳۸

www.alahazratnetwork.org

نسبا وخیرکم اباءً [1]

اس حدیث میں اول تو نفی عام فرمائی کہ عہدِ جاہلیت کی کسی بات نے نسبِ اقدس میں کبھی کوئی راہ نہ پائی، یہ خود دلیل کافی ہے اور امرِ جاہلیت کو خصوص زنا پر حمل کرنا ایک تو تخصیص بلا مخصص، دوسرے لفظ کو نفیِ زنا صراحۃً اس کے متصل مذکور۔

ثانیاً ارشاد ہوتا ہے کہ میرے باپ تم سب کے آباء سے بہتر۔ ان سب میں حضرت سعید بن زید بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما بھی قطعاً داخل تو لازم کہ حضرت والدِ ماجد حضرت زید سے افضل ہوں اور یہ بحکمِ آیت بے اسلام ناممکن۔

عاشرًا، اقول قال اللہ عزوجل: اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ [2]

دسویں دلیل، میں کہتا ہوں، اللہ عزوجل نے فرمایا: خدا خوب جانتا ہے جہاں رکھے اپنی پیغمبری۔

آیۂ کریمہ شاہد کہ رب العزۃ عزّوعلا سب سے زیادہ معزز و محترم موضع، وضعِ رسالت کے لئے انتخاب فرماتا ہے ولہٰذا کبھی کم قوموں رذیلوں میں رسالت نہ رکھی، پھر کفر و شرک سے زیادہ رذیل کیا شے ہوگی؟ وہ کیونکر اس قابل کہ اللہ عزوجل نورِ رسالت اس میں ودیعت رکھے۔ کفار محلِ غضب و لعنت ہیں اور نورِ رسالت کے وضع کو محلِ رضا و رحمت درکار۔

حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا پر ایک بار خوف و خشیت کا غلبہ تھا، گریہ و زاری فرمارہی تھیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے عرض کی: یا ام المومنین! کیا آپ یہ گمان رکھتی ہیں کہ رب العزت جل وعلا نے جہنم کی ایک چنگاری کو مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جوڑا بنایا؟ ام المومنین نے فرمایا:

فرجت عنی فرج اللہ عنک۔ [3]

تم نے میرا غم دور کیا اللہ تعالٰی تمہارا غم دور کرے۔

خود حدیث میں ہے، حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر باب ذکر معرفۃ نسبہ الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۰/۴

[2] القرآن الکریم ۶/ ۱۲۴

[3]

www.alahazratnetwork.org

ان اللہ ابٰی لی ان اتزوج او ازوج الا اھل الجنۃ۔ رواہ ابن عساکر عن ھند بن ابی ھالۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بے شک اللہ عزوجل نے میرے لئے نہ مانا کہ میں نکاح میں لانے یا نکاح میں دینے کا معاملہ کروں مگر اہل جنت سے۔ (اس کو ابن عساکر نے ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

جب اللہ عزوجل نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے پسند نہ فرمایا (کہ غیر مسلم عورت آپ کے نکاح میں آئے) خود حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نور پاک معاذ اللہ محلِ کفر میں رکھنے یا حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جسم پاک عیاذاً باللہ خونِ کفار سے بنانے کو پسند فرمانا کیونکر متوقع ہو۔

یہ بحمد اللہ دس دلیل جلیل ہیں، پہلی چار ارشادِ ائمہ کبار اور چھ اخیر فیضِ قدیر حصۂ فقیر، تلک عشرۃ کاملۃ، والحمد للہ فی الاولٰی والاٰخرۃ (یہ دس کامل ہوئیں، اور پہلی اور پچھلی میں سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں۔ت)

تنبیہاتِ باہرہ حدیث ان ابی واباک (بے شک میرا اور تیرا باپ۔ت) میں باپ سے ابوطالب مراد لینا طریقِ واضح ہے قال تعالٰی:

قالوا نعبد الٰھک والٰہ اٰبائک ابراھیم و اسمٰعیل واسحٰق۔[3]

بولے ہم پوجیں گے اسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے آباء ابراہیم واسمٰعیل واسحٰق کا۔(ت)

علمائے اسی پر لابیہ اٰزر کو محمل فرمایا۔ اہلِ تواریخ واہلِ کتابین (یہود ونصارٰی) کا اجماع ہے کہ آزر باپ نہ تھا سیدنا خلیل علیہ الصلوۃ السلام الجلیل کا چچا تھا۔ استغفار سے نہی معاذ اللہ عدمِ توحید پر دال نہیں، صدرِ اسلام میں سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مدیون (مقروض) کے جنازے پر نماز نہ پڑھتے جس کا حاصل اس کے لئے استغفار ہی ہے۔

اقول حدیث میں ہے، جب حضور سید الشافعین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باربار

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر رملۃ بنت ابی سفیان صخر بن حرب الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۷۰/ ۱۱

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان ان من مات علی الکفر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۴

[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۳۳

www.alahazratnetwork.org

شفاعت فرمائیں گے اور اہلِ ایمان کو اپنے کرم سے داخلِ جناں فرماتے جائیں گے، اخیر میں صرف وہ لوگ رہ جائیں گے جن کے پاس سوائے توحید کے کوئی حسنہ نہیں۔ شفیع مشفع صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پھر سجدے میں گریں گے، حکم ہوگا:

یا محمد ارفع رأسك وقل یُسمع لك وسل تعط واشفع تشفع۔

اے حبیب! اپنا سر اٹھاؤ اور عرض کرو کہ تمھاری عرض سُنی جائے گی اور مانگو کہ تمھیں عطا ہوگا اور شفاعت کرو کہ تمھاری شفاعت قبول ہوگی۔(ت)

سیدالشافعین صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم عرض کریں گے:

یا رب ائذن لی فیمن قال لا الٰہ الا اللہ۔

اے میرے رب! مجھے ان کی بھی پروانگی دے دے جنھوں نے صرف لا الٰہ الا اللہ کہا ہے۔

رب العزت عزّ جلالہٗ ارشاد فرمائے گا:

لیس ذاك الیك لکن وعزتی وکبریائی وعظمتی وجبریائی لاخرجن منہا من قال لا الٰہ الا اللہ۔ رواہ الشیخان[1] عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

یہ تمھارے لئے نہیں مگر مجھے اپنی عزت وجلال و کبریائی کی قسم میں ضرور ان سب کو نارسے نکال لوں گا جنھوں نے لا الٰہ الا اللہ کہا ہے (اسکو بخاری ومسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ والحمد للہ وصلی اللہ تعالٰی علی الشفیع الرفیع وآلہٖ وبارك وسلم۔

اللہ تعالٰی کے بغیر کوئی معبود نہیں اور محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اللہ تعالٰی کے سچے رسول ہیں۔ تمام تعریفیں اللہ تعالٰے کے لئے ہیں۔ اللہ تعالٰی درود وسلام اور برکت نازل فرمائے بلند شان والے شفیع پر اور ان کی آل پر۔(ت)

حضرات ابوین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما کا انتقال عہدِ اسلام سے پہلے تھا تو اس وقت تک وہ صرف اہلِ توحید واہلِ لا الٰہ الا اللہ تھے تو نہی از قبیلِ لیس ذٰلك لك ہے، بعدہٗ رب العزت

---

[1] صحیح البخاری کتاب التوحید باب کلام الرب یوم القیمۃ مع الانبیاء وغیرہم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۱۹
[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ واخراج الموحدین من النار " " ۱/ ۱۱۰

www.alahazratnetwork.org

جل جلالہ نے اپنے نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے صدقے میں ان پر اتمامِ نعمت کے لئے اصحابِ کہف رضی اللہ تعالٰے عنہم کی طرح انھیں زندہ کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر ایمان لاکر، شرفِ صحابیت پاکر آرام فرمایا لہذا حکمتِ الٰہیہ کہ یہ زندہ کرنا حجۃ الوداع میں واقع ہوا جبکہ قرآن کریم پُورا اتر لیا اور الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی[1] (آج میں نے تمھارے لئے تمھارا دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی۔ ت) نے نزول فرماکر دینِ الٰہی کو تام وکامل کردیا تاکہ ان کا ایمان پورے دین کامل شرائع پر واقع ہو۔

حدیثِ احیاء کی غایت ضُعف ہے کما حققہ خاتم الحفاظ الجلال السیوطی ولا عطر بعد العروس (جیسا کہ خاتم الحفاظ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے اس کی تحقیق فرمادی ہے اور عروس کے بعد کوئی عطر نہیں۔ ت) اور حدیثِ ضعیف دربارۂ فضائل مقبول کما حققناہ بمالامزید علیہ فی رسالتنا الہاد الکاف فی حکم الضعاف (جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق اپنے رسالہ "الہاد الکاف فی حکم الضعاف" میں کردی ہے۔ ت) بلکہ امام ابن حجر مکی نے فرمایا، متعدد حفاظ نے اس کی تصحیح کی۔ افضل القرٰی لقراء ام القرٰی میں فرماتے ہیں:

انّ اٰباء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غیر الانبیاء وامھاتہ الٰی اٰدم وحواء لیس فیھم کافر لان الکافر لایقال فی حقہ انہ مختار ولا کریم، ولا طاھر بل نجس، وقد صرحت الاحادیث بانھم مختارون وان الاٰباء کرام، والامھات طاھرات، وایضا قال تعالٰی "وتقلبک فی الساجدین" علٰی احد التفاسیر فیہ

یعنی نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے سلسلۂ نسب کریم میں جتنے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں وہ تو انبیاء ہی ہیں، ان کے سوا حضور کے جس قدر آباء واُمہات آدم وحوّاء علیہما الصلوٰۃ والسلام تک ہیں ان میں کوئی کافر نہ تھا کہ کافر کو پسندیدہ یا کریم یا پاک نہیں کہا جاسکتا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء واُمہات کی نسبت حدیثوں میں تصریح فرمائی گئی کہ وہ سب پسندیدۂ بارگاہِ الٰہی ہیں، آباء سب کرام، مائیں سب پاکیزہ ہیں اور آیۂ کریمہ وتقلبک فی الساجدین (اور نمازیوں میں تمھارے دورے کو) کی بھی ایک تفسیر یہی ہے کہ

---

[1] القرآن الکریم ۵/۳

www.alahazratnetwork.org

ان المراد تنقل نورہ من ساجد الی ساجد وحینئذ فھذا صریح فی ان ابوی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اٰمنۃ وعبد اللہ من اھل الجنۃ لانھما اقرب المختارین لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھذا ھو الحق بل فی حدیث صححہ غیر واحد من الحفاظ ولم یلتفتوا لمن طعن فیہ ان اللہ تعالٰی احیاھما فاٰمنا بہ اھ[1] مختصرا وفیہ طول۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نور ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہوتا آیا تو اب اس سے صاف ثابت ہے کہ حضور کے والدین حضرت آمنہ و حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما اہل جنت ہیں کہ وہ تو ان بندوں میں جنھیں اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے چُنا تھا سب سے قریب تر ہیں، یہی قول حق ہے بلکہ ایک حدیث میں جسے متعدد حافظانِ حدیث نے صحیح کہا اور اس میں طعن کرنے والے کی بات کو قابلِ التفات نہ جانا، تصریح ہے کہ اللہ عزوجل نے والدین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے زندہ فرمایا یہاں تک کہ وہ حضور پر ایمان لائے، مختصر حالانکہ اس حدیث میں طول ہے، ھکذا قال واللہ تعالٰی اعلم۔

اقول وبما قررت امر الاحیاء اندفع ما زعم الحافظ ابن دحیۃ من مخالفۃ لاٰیات عدم انتفاع الکافر بعد موتہ کیف وانا لانقول ان الاحیاء لاحداث ایمان بعد الکفر بل لاعطاء الایمان بمحمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وتفاصیل دینہ الاکرام بعد المضی علی محض التوحید

اقول (میں کہتا ہوں) یہ زندہ کرنے کا معاملہ جو تُو نے پڑھا ہے اس سے حافظ ابن دحیہ کا وہ قول مندفع ہوگیا کہ والدین کریمین کا ایمان ماننے سے ان آیاتِ کریمہ کی مخالفت لازم آتی ہے جن میں کافر کے مرنے کے بعد عدمِ انتفاع کا ذکر ہے۔ یہ مخالفت کیسے لازم آسکتی ہے حالانکہ ہم یہ نہیں کہتے کہ والدین کریمین رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کفر کے بعد ایمان دینے کیلئے زندہ کیا گیا بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ توحید پر انتقال فرمانے کے بعد انھیں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اور آپ کے

[1] افضل القرٰی لقراء ام القرٰی شرح ۶ المجمع الثقافی ابوظبی ۱ / ۱۵۱

www.alahazratnetwork.org

وحینئذ لاحاجۃ بنا الی ادعاء التخصیص فی الاٰیٰت کما فعل العلماء المجیبون۔

دینِ اکرم کی تفاصیل پر ایمان کی دولت سے مشرف فرمانے کے لئے زندہ کیا گیا، اس صورت میں ہمیں آیاتِ کریمہ میں تخصیص کا دعوٰی کرنے کی ضرورت نہیں جیسا کہ جواب دینے والے علماء نے کیا ہے (ت)

اپنا مسلک اس باب میں یہ ہے، ؎

ومن مذھبی حب الدیار لاھلھا ولناس فیما یعشقون مذاھب

(میرا مذہب تو شہر والوں کی وجہ سے شہر سے محبت کرنا ہے اور لوگوں کے لئے ان کی پسندیدہ چیزوں میں مختلف طریقے ہیں۔ ت)

جسے یہ پسند ہو فبہا ونعمت ورنہ آخر اس سے تو کم نہ ہو کہ زبان روکے، دل صاف رکھے، اِنّ ذٰلکم کان یؤذی النبیّ[1] (بیشک یہ بات نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اذیت پہنچاتی ہے۔ ت) سے ڈرے۔ امام ابنِ حجر مکی شرح میں فرماتے ہیں،

ما احسن قول بعض لمتوقفین فی ھذہ المسئلۃ الحذر الحذر من ذکرھما بنقص فان ذٰلک قد یؤذیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لخبر الطبرانی لاتؤذوا الاحیاء بسبب الاموات[2]

یعنی کیا خوب فرمایا بعض علماء نے جنھیں اِس مسئلے میں توقف تھا کہ دیکھو بچو والدین کریمین کو کسی نقص کے ساتھ ذکر کرنے سے کہ اِس سے حضور سیّدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ایذاء ہونے کا اندیشہ ہے کہ طبرانی کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: مُردوں کو بُرا کہہ کر زندوں کو ایذا نہ دو۔ (ت)

یعنی حضور تو زندۂ ابدی ہیں ہمارے تمام افعال واقوال پر مطلع ہیں اور اللہ عزوجل نے فرمایا ہے:

والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم[3]

جو لوگ رسول اللہ کو ایذاء دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/۵۳
[2] افضل القرٰی لقراء ام القرٰی شعر ۶ المجمع الثقافی ابوظبی ۱/۱۵۴
[3] القرآن الکریم ۹/۶۱

www.alahazratnetwork.org

عاقل کو چاہئے ایسی جگہ سخت احتیاط سے کام لے ؎

ہشدار کہ رہ بر مردم تیغ است قدم را

(ہوش کر کہ لوگوں پر چڑھائی کرنا قدم کے لئے تلوار ہے۔ ت)

یہ مانا کہ مسئلہ قطعی نہیں، اجماعی نہیں، پھر اُدھر کون سا قاطع کون سا اجماع ہے؟ آدمی اگر جانبِ ادب میں خطا کرے تو لاکھ جگہ بہتر ہے اس سے کہ معاذ اللہ اس کی خطا جانبِ گستاخی جائے۔ جس طرح حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فان الامام ان یخطئ فی العفو خیر له من ان یخطئ فی العقوبة، رواہ ابن ابی شیبة[1] والترمذی والحاکم وصححه والبیهقی عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنها۔

جہاں تک بن پڑے حدود کو ٹالو کہ بیشک امام کا معافی میں خطا کرنا عقوبت میں خطا کرنے سے بہتر ہے۔ (اس کو ام المومنین رضی اللہ تعالٰے عنہا سے ابن ابی شیبہ، ترمذی، حاکم اور بیہقی نے روایت کیا اور حاکم نے اس کی تصحیح فرمائی۔ ت)

حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں: "کسی مسلمان کی طرف گناہِ کبیرہ کی نسبت جائز نہیں جب تک تواتر سے ثابت نہ ہو[2]"

مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف معاذ اللہ اولادِ چنین وچناں سے ہونا کیونکر بے تواتر و قطع نسبت کردیا جائے، یقینِ برہانی کا انتفا حکمِ وجدانی کا نافی نہیں ہوتا، کیا تمہارا وجدانِ ایمان گوارا کرتا ہے کہ مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے سرکارِ نوربار کے ادنٰی ادنٰی غلاموں کے سگانِ بارگاہ جنّات النعیم میں سُرُرٌ مرفوعة[3] (بلند تختوں) پر تکیے لگائے چین کریں اور جن کی نعلینِ پاک کے تصدق میں جنت بنی ان کے ماں باپ دوسری جگہ معاذ اللہ غضب و عذاب کی مصیبتیں بھریں، ہاں یہ سچ ہے کہ ہم غنی حمید

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب الحدود دار الفکر بیروت ۴/۳۸۴
جامع الترمذی ابواب الحدود باب ماجاء فی درء الحدود امین کمپنی دہلی ۱/۱۷۱
السنن الکبرٰی کتاب الحدود باب ماجاء فی درء الحدود بالشبہات دار صادر بیروت ۸/۲۳۸
المصنف لابن ابی شیبة " " " " حدیث ۲۸۴۹۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵/۵۰۸
[2] احیاء العلوم کتاب آفات اللسان الآفة مطبعة المشہد الحسینی القاہرة ۳/۱۲۵
[3] القرآن الکریم ۸۸/۱۳

www.alahazratnetwork.org

عزجلالہ پر حکم نہیں کرسکتے پھر دوسرے حکم کی کس نے گنجائش دی ؛ ادھر کونسی دلیل قاطع پائی ؛ حاش ﷲ! 19/19 ایک حدیث بھی صحیح وصریح نہیں، جو صریح ہے ہرگز صحیح نہیں اور جو صحیح ہے ہرگز صریح نہیں جس کی طرف ہم نے اجمالی اشارات کردئے تو اقل درجہ وہی سکوت وحفظِ ادب رہا، آئندہ اختیارات بدست مختار۔

نکتۂ الٰہیہ اقول ظاہر عنوانِ باطن ہے اور اسم آئینۂ مسمّٰی الاسماء تنزل من السماء (اسماء آسمان سے نازل ہوتے ہیں۔ ت) سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

اذا بعثتم الیّ رجلا فابعثوہ حسن الوجہ حسن الاسم۔ رواہ البزار فی مسندہ والطبرانی[1] فی الاوسط عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن علی الاصح۔

جب میری بارگاہ میں کوئی قاصد بھیجو تو اچھی صورت اچھے نام کا بھیجو۔ (اس کو بزار نے اپنی مسند میں اور طبرانی نے اوسط میں سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے قول اصح کے مطابق سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

اعتبروا الارض باسمائھا۔ رواہ ابن عدی[2] عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ وھو حسن لشواھدہ۔

زمین کو اس کے نام پر قیاس کرو۔ (اس کو ابن عدی نے سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے اور وہ شواہد کے لئے حسن ہے۔ ت)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں،

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتفاءل ولا یتطیر وکان یعجبہ الاسم الحسن۔ رواہ الامام احمد[3] و

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نیک فال لیتے، بدشگونی نہ مانتے اور اچھے نام کو دوست رکھتے۔ (اس کو امام احمد، طبرانی اور بغوی نے شرح السنۃ

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۷۷۴۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۸/ ۳۶۵
کنز العمال بحوالہ البزار وطس عن ابی ھریرۃ حدیث ۱۴۷۷۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۳۵
[2] الجامع الصغیر بحوالہ عدی عن ابن مسعود " ۱۱۳۶ دارالکتب العلمیہ " ۱/ ۷۴
[3] مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۵۷ و ۳۰۴ و ۳۱۹
شرح السنۃ للبغوی حدیث ۳۲۵۴ المکتب الاسلامی بیروت ۱۲/ ۱۷۵
مجمع الزوائد بحوالہ احمد وطبرانی کتاب الادب باب ماجاء فی الاسماء الحسنۃ دارالکتاب بیروت ۸/ ۴۷

www.alahazratnetwork.org

الطبرانی والبغوی فی شرح السنۃ۔ میں روایت کیا ہے۔ت)

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یغیر الاسم القبیح۔ رواہ الترمذی[1]۔

مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بُرے نام کو بدل دیتے تھے (اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔ت)

وفی اخری عنہا (اور ام المومنین سے ہی دوسری روایت میں ہے۔ت):

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا سمع بالاسم القبیح حولہ الی ما ھو احسن منہ۔ رواہ الطبرانی[2] بسندہ، وھو عند ابن سعد عن عروۃ مرسلا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب کسی کا بُرا نام سُنتے تو اس سے بہتر بدل دیتے (اسکو طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ متصلاً روایت کیا ہے اور وہ ابن سعد کے نزدیک عروہ سے مرسلاً مروی ہے۔ت)

بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان لایتطیر من شیئ وکان اذا بعث عاملا سأل عن اسمہ فاذا اعجبہ اسمہ فرح بہ وروئی بشر ذلک فی وجہہ وان کرہ اسمہ روئی کراھیۃ ذلک فی وجہہ واذا دخل قریۃ سأل عن اسمہا فاذا اعجبہ اسمہا فرح بہا وروئی بشر ذلک فی وجہہ وان کرہ اسمہا روئی کراھۃ ذلک فی وجہہ۔ رواہ ابوداؤد[3]۔

مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کسی چیز سے بدشگونی نہ لیتے جب کسی عہدے پر کسی کو مقرر فرماتے اُس کا نام پُوچھتے اگر پسند آتا خوش ہوتے اور اس کی خوشی چہرۂ انور میں نظر آتی اور اگر ناپسند آتا ناگواری کا اثر چہرۂ اقدس پر ظاہر ہوتا، اور جب کسی شہر میں تشریف لے جاتے اُس کا نام دریافت فرماتے اگر خوش آتا مسرور ہوجاتے اور اس کا سرور رُوئے پُرنور میں دکھائی دیتا، اور اگر ناخوش آتا ناخوشی کا اثر روئے اطہر میں نظر آتا۔ (رواہ ابوداؤد)

---

[1] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی تغیر الاسماء امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۷

[2] کنز العمال بحوالہ ابن سعد عن عروۃ مرسلاً حدیث ۱۸۵۰۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۷/ ۱۵۷

[3] سنن ابوداؤد کتاب الکہانۃ والتطیر باب فی الطیرۃ والخط آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۹۱

www.alahazratnetwork.org

اب ذرا چشم حق بیں سے حبیب صلی اللہ تعالٰی کے ساتھ مراعاتِ الٰہیہ کے الطافِ خفیہ دیکھئے، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے والدِ ماجد رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نام پاک عبداللہ کہ افضل اسمائے اُمت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اَحَبُّ اسمائکم الی اللّٰہ عبد اللّٰہ و عبد الرحمٰن۔ رواہ مسلم[1] و ابو داؤد و الترمذی و ابن ماجۃ عن عبد اللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما۔

تمہارے ناموں میں سب سے زیادہ پیارے نام اللہ تعالٰی کو عبداللہ و عبدالرحمٰن ہیں (اسکو امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت)

والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا نام آمنہ کہ امن و امان سے مشتق اور ایمان سے ہم اشتقاق ہے ــــ جدِ امجد حضرت عبدالمطلب شیبۃ الحمد کہ اس پاک ستودہ مصدر سے اطیب و اطہر مشتق محمد و احمد و حامد و محمود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیدا ہونے کا اشارہ تھا ــــ جدّہ ماجدہ فاطمہ بنت عمرو بن عائذ، اِس نام پاک کی خوبی اظہر من الشمس ہے ــــ حدیث میں حضرت بتولِ زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کی وجہ تسمیہ یُوں آئی ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

انما سمیت فاطمۃ لان اللّٰہ تعالٰی فطمھا و محبیھا من النار، رواہ الخطیب[2] عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما۔

اللہ عزوجل نے اس کا نام فاطمہ اس لئے رکھا کہ اسے اور اس سے عقیدت رکھنے والوں کو نارِ دوزخ سے آزاد فرمایا۔ (اس کو خطیب نے سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت)

حضور کے جدِ مادری یعنی نانا وہب جس کے معنٰی عطا و بخشش، ان کا قبیلہ بنی زہرا جس کا

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی تغیر الاسماء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۲۰
جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء ما یستحب من الاسماء امین کمپنی دہلی ۲/۱۰۶
سنن ابن ماجہ " " " " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۷۳
[2] تاریخ بغداد بحوالہ خط عن ابن عباس ترجمہ ۶۷۷۲ عالم بن حمید الشمیری دار الکتاب العربی بیروت ۱۲/۳۳۱
کنز العمال حدیث ۳۴۲۲۶ و ۳۴۲۲۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۱۰۹

www.alahazratnetwork.org

حاصل چمک و تابش ـــ جدّۂ مادری یعنی نانی صاحبہ بَرّہ یعنی نیکوکار، کما ذکرہ ابن ھشام فی سیرتہ[1] (جیسا کہ ابن ہشام نے اس کو اپنی سیرت میں ذکر کیا ہے۔ ت)۔

بھلا یہ تو خاص اصول ہیں، دُودھ پلانے والیوں کو دیکھئے، پہلی مُرضعہ ثُوَیبہ کو ثواب سے ہم اشتقاق اور اس فضل الٰہی سے پوری طرح بہرہ ور حضرت حلیمہ بنت عبداللہ بن حارث۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اشج عبدالقیس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے فرمایا:

ان فیك خصلتین یحبھما اللہ الحلم والاناۃ۔[2] تجھ میں دو خصلتیں ہیں خدا اور رسول کو پیاری، درنگ اور بُردباری۔

ان کا قبیلہ بنی سعد کہ سعادت و نیک طالعی ہے، شرفِ اسلام وصحابیت سے مشرف ہوئیں، کما بینہ الامام مغلطائی فی جزء حافل سماہ التحفۃ الجسمیۃ فی اثبات اسلام حلیمۃ۔[3] جیسا کہ امام مغلطائی نے اس کو ایک بڑی جزء میں بیان فرمایا ہے جس کا نام انھوں نے "التحفۃ الجسمیۃ فی اثبات اسلام حلیمۃ" رکھا ہے۔ (ت)

جب روزِ حُنین حاضرِ بارگاہ ہوئیں، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے لئے قیام فرمایا اور اپنی چادرِ انور بچھا کر بٹھایا کما فی الاستیعاب[4] عن عطاء بن یسار (جیسا کہ استیعاب میں عطاء بن یسار سے مروی ہے۔ ت)

ان کے شوہر جن کا شیر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے نوش فرمایا حارث سعدی، یہ بھی شرفِ اسلام وصحبت سے مشرف ہوئے، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی قدم بوسی کو حاضر ہُوئے تھے، راہ میں قریش نے کہا: اے حارث! تم اپنے بیٹے کی سُنو وہ کہتے ہیں مُردے جئیں گے اور اللہ نے دو گھر جنت و نار بنا رکھے ہیں۔ اُنھوں نے حاضر ہو کر عرض کی کہ: اے میرے بیٹے! حضور کی قوم حضور کی شاکی ہے۔ فرمایا: ہاں میں ایسا فرماتا ہوں، اور اے میرے باپ! جب وہ دن آئے گا تو میں تمھارا ہاتھ پکڑ کر بتادوں گا کہ دیکھو یہ وہ دن ہے یا نہیں جس کی میں خبر دیتا تھا یعنی روزِ قیامت۔

---

[1] السیرۃ النبویۃ لابن ہشام زواج عبداللہ من آمنۃ بنت وھب دار ابن کثیر بیروت ۱/۱۵۶
[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب الامر بالایمان باللہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۵
[3] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل الرابع دار المعرفۃ بیروت ۴/۲۹۳
[4] الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ترجمہ ۳۳۳۶ حلیمۃ السعدیۃ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/۳۷۳

www.alahazratnetwork.org

حارث رضی اللہ تعالٰی عنہ بعد اسلام اس ارشاد کو یاد کرکے کہا کرتے، اگر میرے بیٹے میرا ہاتھ پکڑیں گے تو ان شاء اللہ نہ چھوڑیں گے جب تک مجھے جنت میں داخل نہ فرمالیں۔ رواہ یونس بن بکیر[1] (اس کو یونس بن بکیر نے روایت کیا ہے۔ ت)

حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

اَصْدَقُہَا حَارِثٌ وَھَمَّامٌ۔ رواہ البخاری فی الادب المفرد و ابوداؤد و النسائی عن ابی الھیثمی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[2] سب ناموں میں زیادہ سچے نام حارث وہمام ہیں (اس کو امام بخاری نے ادب مفرد میں اور ابوداؤد ونسائی نے ابوالہیثمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

حضور کے رضاعی بھائی جو پستان شریک تھے، جن کے لئے حضور سید العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پستانِ چپ چھوڑ دیتے تھے عبد اللہ سعدی، یہ بھی مشرف بہ اسلام وصحبت ہوئے کما عند ابن سعد فی مرسل صحیح الاسناد[3] (جیسا کہ ابن سعد کے نزدیک صحیح الاسناد مرسل میں ہے۔ ت)

حضور کی رضاعی بڑی بہن کہ حضور کو گود میں کھلاتیں، سینے پر لٹا کر دعائیہ اشعار عرض کرتیں، سلاتیں، اس لئے وہ بھی حضور کی ماں کہلاتیں شیما سعدیہ یعنی نشان والی، علامت والی، جو دُور سے چمکے، یہ بھی مشرف بہ اسلام ہوئیں رضی اللہ تعالٰی عنہا۔[4]

---

[1] الروض الانف بحوالہ یونس بن بکیر ابوہ من الرضاعۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۱۰۰
شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ " " المقصد الاول ذکر رضاعہ صلی اللہ علیہ وسلم دار المعرفۃ " ۱/ ۱۴۳
" " " " " " المقصد الثانی الفصل الرابع " " ۳/ ۲۹۴

[2] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی تغیر الاسماء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۲۰
الادب المفرد باب ۳۵۶ حدیث ۸۱۴ المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل ص ۲۱۱

[3] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر من ارضع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الخ دار صادر بیروت ۱/ ۱۱۳
شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول ذکر رضاعہ صلی اللہ علیہ وسلم دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۴۲ و ۱۴۳

[4] " " " " " " المقصد الثانی الفصل الرابع " " ۳/ ۲۹۵
" " " " " " المقصد الاول ذکر رضاعہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱/ ۱۴۶

www.alahazratnetwork.org

حضرت حلیمہ حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو گود میں لئے راہ میں جاتی تھیں تین نوجوان کنواری لڑکیوں نے وہ خدا بھاتی صورت دیکھی جوشِ محبت سے اپنی پستانیں دہنِ اقدس میں رکھیں تینوں کے دُودھ اُتر آیا، تینوں پاکیزہ بیبیوں کا نام عاتکہ تھا۔ عاتکہ کے معنٰے زنِ شریفہ، رئیسہ، کریمہ، سراپا عطر آلود، تینوں قبیلۂ بنی سلیم سے تھیں کہ سلامت سے مشتق اور اسلام سے ہم اشتقاق ہے، ذکرہ ابن عبد البر فی الاستیعاب[1] (اس کو ابن عبد البر نے استیعاب میں ذکر کیا ہے۔ ت)

بعض علماء نے حدیث "انا ابن العواتك من سلیم" (میں بنی سلیم کی عاتکہ عورتوں کا بیٹا ہوں۔ ت) کو اسی معنٰی پر محمول کیا۔ نقلہ السھیلی[2] (اس کو سہیلی نے نقل کیا ہے۔ ت)

اقول، الحق کسی نبی نے کوئی آیت وکرامت ایسی نہ پائی کہ ہمارے نبی اکرم نبی الانبیاء صلے اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم کو اس کی مثل اور اس سے اکمل عطا نہ ہوئی، یہ اُس مرتبے کی تکمیل تھی کہ مسیح کلمۃ اللہ صلوات اللہ وسلامہ علیہ کو بے باپ کے کنواری بتول کے پیٹ سے پیدا کیا حبیب اشرف بریۃ اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے تین عفیفہ لڑکیوں کے پستان میں دُودھ پیدا فرمادیا ع

آنچہ خُوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(جو کمالات سب رکھتے ہیں تُو تنہا رکھتا ہے۔ ت)

وصلی اللہ تعالٰی علیك وعلیہم وبارك وسلم۔

اللہ تعالٰی آپ پر اور ان (انبیاء سابقہ) پر درود وسلام اور برکت نازل فرمائے۔ (ت)

امام ابوبکر ابن العربی فرماتے ہیں:

لم ترضعہ مرضعۃ الا اسلمت۔ ذکرہ فی کتابہ سراج المریدین[3]۔

سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو جتنی بیبیوں نے دُودھ پلایا سب اسلام لائیں۔ (اس کو امام ابوبکر ابن العربی نے اپنی کتاب سراج المریدین میں ذکر کیا ہے۔ ت)

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ بحوالہ الاستیعاب المقصد الاول دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۳۷
[2] " " " " " " " " " " " " " " "
[3]

www.alahazratnetwork.org

بجلایہ تو دُودھ پلانا تھا کہ اس میں جزئیت ہے، مرضعۂ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام برکت اور اُمّ ایمن کنیت کریہ بھی یُمن وبرکت و راستی وقوت، یہ اجلّہ صحابیات سے ہوئیں رضی اللہ تعالٰی عنہن، سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انھیں فرماتے،

اَنْتِ اُمِّیْ بَعْدَ اُمِّیْ [1] تم میری ماں کے بعد میری ماں ہو۔

راہِ ہجرت میں انھیں پیاس لگی، آسمان سے نورانی رسّی میں ایک ڈول اُترا، پی کر سیراب ہوئیں، پھر کبھی پیاس نہ معلوم ہوتی، سخت گرمی میں روزے رکھتیں اور پیاس نہ ہوتی۔ رواہ ابن سعد [2] عن عثمان بن ابی القاسم (اس کو ابن سعد نے عثمان بن ابو القاسم سے روایت کیا ہے۔ت)

پیدا ہوتے وقت جنھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنے ہاتھوں پر لیا اُن کا نام تو دیکھئے شفاء، رواہ ابو نعیم عنہا [3] (اس کو ابو نعیم نے سیدہ شفاء رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔ت) یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ کی والدہ ماجدہ وصحابیہ جلیلہ ہیں۔ اور ایک بی بی کہ وقتِ ولادتِ اقدس حاضر تھیں فاطمہ بنتِ عبداللہ ثقفیہ، یہ بھی صحابیہ ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

اے چشم انصاف! کیا ہر تعلق ہر علاقہ میں ان پاک مبارک ناموں کا اجتماع محض اتفاقی بطور جزاف تھا؛ کلّا واللہ بلکہ عنایتِ ازلی نے جان جان کر یہ نام رکھے، دیکھ دیکھ کر یہ لوگ چُنے۔ پھر محلِ غور ہے جو اِس نورِ پاک کو بُرے نام والوں سے بچائے وُہ اسے بُرے کام والوں میں رکھے گا اور بُرا کام بھی کون سا معاذ اللہ شرک و کفر، حاشا ثم حاشا، اللہ اللہ! دائیاں مسلمان، کھلائیاں مسلمان، مگر خاص جن مبارک پیٹوں میں محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پاؤں پھیلائے، جن طیّب مطیب خونوں سے اِس نورانی جسم میں ٹکڑے آئے وہ معاذ اللہ چنین وچناں حاشَ للہ کیونکر گوارا ہو ع

خدا دیکھا نہیں قدرت سے جانا

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الاول حیاتہ صلے اللہ علیہ وسلم قبل البعثۃ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۱۷۴
" " المقصد الثانی الفصل الرابع " " " ۲/۱۱۷

[2] الطبقات الکبرٰی لابن سعد اُمّ ایمن واسمہا برکۃ دار صادر بیروت ۸/۲۲۴
شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل الرابع دار المعرفۃ بیروت ۳/۲۹۵

[3] دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الحادی عشر عالم الکتب بیروت الجزء الاول ص ۴۰

www.alahazratnetwork.org

ما بندہ عشقیم و دگر ہیچ ندانیم

(ہم عشق کے بندے ہیں اس کے علاوہ کچھ نہیں جانتے۔ت)

فائدۂ ظاہرہ دربارۂ ابوین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما یہی طریقۂ انیقہ اعنی نجات نجات کہ ہم نے بتوفیقہ تعالٰی اختیار کیا، تنوعِ مسالک پر مختار اجلۂ ائمہ کبار و اعاظم علمائے نامدار ہے، ازاں جملہ،

(۱) امام ابوحفص عمر بن احمد بن شاہین جن کی علوم دینیہ میں تین سو تیس تصانیف ہیں، از انجملہ تفسیر ایک ہزار جز میں اور مسند حدیث ایک ہزار تین جز میں۔

(۲) شیخ المحدثین احمد خطیب علی البغدادی۔

(۳) حافظ الشان محدث ماہر امام ابوالقاسم علی بن حسن ابن عساکر۔

(۴) امام اجل ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی صاحب الروض۔

(۵) حافظ الحدیث امام محب الدین طبری کہ علماء فرماتے ہیں بعد امام نووی کے ان کا مثل علم حدیث میں کوئی نہ ہوا۔

(۶) امام علامہ ناصر الدین ابن المنیر صاحب شرف المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

(۷) امام حافظ الحدیث ابوالفتح محمد بن محمد ابن سید الناس صاحب عیون الاثر۔

(۸) علامہ صلاح الدین صفدی۔

(۹) حافظ الشان شمس الدین محمد ابن ناصر الدین دمشقی۔

(۱۰) شیخ الاسلام حافظ الشان امام شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی۔

(۱۱) امام حافظ الحدیث ابوبکر محمد بن عبداللہ اشبیلی ابن العربی مالکی۔

(۱۲) امام ابوالحسن علی بن محمد ماوردی بصری صاحب الحاوی الکبیر۔

(۱۳) امام ابوعبداللہ محمد بن خلف شارح صحیح مسلم۔

(۱۴) امام عبداللہ محمد بن احمد بن ابوبکر قرطبی صاحب تذکرہ۔

(۱۵) امام المتکلمین فخر المدققین فخر الدین محمد بن عمر الرازی۔

(۱۶) امام علامہ زین الدین مناوی۔

(۱۷) خاتم الحفاظ مجدد القرن امام العاشر امام جلال الملۃ والدین عبدالرحمٰن ابن ابی بکر۔

(۱۸) امام حافظ شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی مکی صاحب افضل القرٰی وغیرہ۔

www.alahazratnetwork.org

(۱۹) شیخ نور الدین علی بن الجزار مصری صاحب رسالہ تحقیق آمال الراجین فی ان والدی المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بفضل اللہ تعالٰی فی الدارین من الناجین۔

(۲۰) علامہ ابوعبداللہ محمد ابن ابی شریف حسنی تلمسانی شارح شفاء شریف۔

(۲۱) علامہ محقق سنوسی۔

(۲۲) امام اجل عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی صاحب الیواقیت والجواہر۔

(۲۳) علامہ احمد بن محمد بن علی بن یوسف فاسی صاحب مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات۔

(۲۴) خاتمۃ المحققین علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی شارح المواہب۔

(۲۵) امام اجل فقیہ اکمل محمد بن محمد کردری بزازی صاحب المناقب۔

(۲۶) زین الفقہ علامہ محقق زین الدین ابن نجیم مصری صاحب الاشباہ والنظائر۔

(۲۷) علامہ سید احمد حموی صاحب غمز العیون والبصائر۔

(۲۸) علامہ حسین بن محمد بن حسن دیاربکری صاحب الخمیس فی انفس نفیس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

(۲۹) علامہ محقق شہاب الدین احمد خفاجی مصری صاحب نسیم الریاض۔

(۳۰) علامہ طاہر فتنی صاحب مجمع بحار الانوار۔

(۳۱) شیخ شیوخ علماء الہند مولانا عبدالحق محدث دہلوی۔

(۳۲) علامہ ..... صاحب کنز الفوائد۔

(۳۳) مولانا بحر العلوم ملک العلماء عبدالعلی صاحب فواتح الرحموت۔

(۳۴) علامہ سید احمد مصری طحطاوی محشی درمختار۔

(۳۵) علامہ سید ابن عابدین امین الدین محمد آفندی شامی صاحب ردالمحتار وغیرھم من العلماء الکبار والمحققین الاخیار علیہم رحمۃ الملک العزیز الغفار (ان کے علاوہ دیگر علماء کبار اور پسندیدہ محققین ان پر عزت والے، بخشنے والے بادشاہ کی رحمت ہو۔ ت)

ان سب حضرات کے اقوال طیبہ اس وقت فقیر کے پیش نظر ہیں مگر فقیر نے یہ سطور نہ مجرد نقل اقوال کے لئے لکھیں نہ مباحث طے کردہ علماء عظام خصوصاً امام جلیل جلال سیوطی کے ایراد بلکہ مقصود اس مسئلہ جلیلہ پر چند دلائل جمیلہ کا سُنانا اور بہ تصدق کفش برداری علماء جو فیوض تازہ قلب فقیر پر فائض ہوئے، انتفاع برادرانِ دینی کے لئے اُن کا ضبط تحریر میں لانا کہ شاید مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ تمام جہاں سے اکرم و ارحم و ابر و اوفی ہیں، محض اپنے کرم سے نظر قبول فرمائیں اور نہ کسی

www.alahazratnetwork.org

صلے میں بلکہ اپنے خاص فضل کے صدقے میں اس عاجز بے چارہ، بیکس، بے یار کا ایمان حفظ فرماکر دارین میں عذاب وعقاب سے بچائیں گے

بر کریماں کارہا دشوار نیست

(کریموں پر بڑے بڑے کام دشوار نہیں ہوتے۔ت)

پھر یہ بھی ان اکابر کا ذکر ہے جن کی تصریحات خاص اس مسئلہ جزئیہ میں موجود، ورنہ بنظر کلیت نگاہ کیجئے تو امام حجۃ الاسلام محمد محمد محمد غزالی وامام اجل امام الحرمین وامام ابن السمعانی و امام کیاہراسی وامام اجل قاضی ابوبکر باقلانی حتی کہ خود امام مجتہد سیدنا امام شافعی کی نصوص قاہرہ موجود ہیں جن سے تمام آباء وامہات اقدس کا ناجی ہونا کالشمس والامس روشن وثابت ہے بلکہ بالاجماع تمام ائمہ اشاعرہ اور ائمہ ماتریدیہ سے مشائخ بخارا تک سب کا یہی مقتضائے مذہب ہے کما لا یخفی علی من لہ اجالۃ نظر فی علمی الاصولین (جیسا کہ اس شخص پر پوشیدہ نہیں جس کی اصولی علموں پر نظر ہے۔ت)

امام سیوطی سُبل النجاۃ میں فرماتے ہیں:

مال الی ان اللہ تعالٰی احیاھما حتی اٰمنا بہ طائفۃ من الائمۃ و حفاظ الحدیث[1]

ائمہ اور حفاظِ حدیث کی ایک جماعت اس طرف مائل ہے کہ بیشک اللہ تعالٰی نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ابوین کریمین کو زندہ فرمایا یہاں تک کہ وہ آپ پر ایمان لائے (ت)

کتاب الخمیس میں کتاب مستطاب الدرج المنیفۃ فی الآباء الشریفۃ سے نقل کرتے ہیں:

ذھب جمع کثیر من الائمۃ الاعلام الی ان ابوی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ناجیان محکوم لھما بالنجاۃ فی الاٰخرۃ وھم اعلم الناس باقوال من خالفھم وقال بغیر ذٰلک و

(خلاصہ یہ کہ) یہ جمع کثیر اکابر ائمہ واجلہ حفاظِ حدیث، جامعانِ انواعِ علوم وناقدانِ روایات ومفہوم کا مذہب یہی ہے کہ ابوین کریمین ناجی ہیں اور آخرت میں ان کی نجات کا فیصلہ ہوچکا ہے ان اعاظم ائمہ کی نسبت یہ گمان بھی نہیں ہوسکتا کہ ان احادیث سے غافل تھے جن سے اس

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ بحوالہ سبل النجاۃ المقصد الاول دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۶۸

www.alahazratnetwork.org

لا یقصرون عنھم فی الدرجۃ ومن احفظ الناس للاحادیث والاٰثار و انقد الناس بالادلّۃ التی استدل بہا اولٰئک فانّھم جامعون لانواع العلوم ومتضلّعون من الفنون خصوصا الاربعۃ التی استمد منہا فی ھٰذہ المسألۃ فلایظن بھم انھم لم یقفوا علی الاحادیث التی استدل بہا اولٰئک معاذ اللہ بل وقفوا علیہا وخاضوا غمرتھا واجابوا عنہا بالاَجْوِبَۃ المرضیۃ التی لایردھا منصف واقاموا لما ذھبوا الیہ ادلّۃ قاطعۃ کالجبال الرواسی[1] اھ مختصرًا۔

مسئلے میں خلاف پر استدلال کیا جاتا ہے، معاذ اللہ ایسا نہیں بلکہ وہ ضرور اس پر واقف ہوئے اور تہ تک پہنچے اور اُن سے وہ پسندیدہ جواب دئے جنھیں کوئی انصاف والا رَد نہ کرے گا اور نجاتِ والدین شریفین پر دلائلِ قاطعہ قائم کئے جیسے مضبوط جمے ہوئے پہاڑ کہ کسی کے ہلائے نہیں ہِل سکتے۔

بلکہ علامہ زرقانی شرحِ مواہب میں ائمہ قائلینِ نجات کے اقوال و کلمات ذکر کرکے فرماتے ہیں:

ھذا ما وقفنا علیہ من نصوص علمائنا ولم نرلغیرھم مایخالفہ الامایشم من نفس ابن دِحیَۃ وقد تکفّل بردّہ القُرطبِیُّ[2]

یہ ہمارے علماء کے وُہ نصوص ہیں جن پر میں واقف ہُوا اور اُن کے غیر سے کہیں اس کا خلاف نظر آیا سوائے ایک بُوئے خلاف کے جو ابنِ دِحیہ کے کلام سے پائی گئی اور امام قرطبی نے بروجہِ کافی اِس کا رَد کردیا۔

تاہم بات وہی ہے جو امام سیوطی نے فرمائی:

ثم انی لم اَدّع ان المسألۃ اجماعیۃ بل ھی مسألۃ ذات خلاف

پھر میں نے یہ دعوٰی نہیں کیا کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے بلکہ یہ اختلافی مسئلہ ہے (اور اس کا حکم

---

[1] کتاب الخمیس القسم الثانی النوع الرابع مؤسسۃ شعبان بیروت ۱/ ۲۳۰

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ باب وفاۃ اُمّہٖ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۸۶

www.alahazratnetwork.org

فحکمہا کحکم سائر المسائل المختلف فیہا غیر انی اخترت لہ اقوال القائلین بالنجاۃ لانہ انسب بہذا المقام اھ[1]۔ و قال فی الدرج بعد ما درج فی الدرج الفریقان ائمۃ اکابر اجلاء[2]۔

بھی اختلافی مسائل جیسا ہوگا) مگر میں نے نجات کے قائلین کے اقوال کو اختیار کیا ہے کیونکہ یہی اس مقام کے زیادہ لائق ہے اھ۔ اور درج المنیفہ میں اس بحث کو درج کرنے کے بعد کہا کہ دونوں فریق جلیل القدر اکابر ائمہ ہیں۔ (ت)

اقول تحقیق یہ کہ طالبِ تحقیق مرہونِ دستِ دلیل ہے، ابتداءً ظواہر بعض آثار سے جو ظاہر بعض انظار ہوا ظاہر تھا کہ اُن سے جواباتِ شافیہ اور اس پر دلائل وافیہ قائم و مستقیم چارہ کار قبول و تسلیم بالاقل سکوت و تعظیم، اللہ الہادی الی صراط مستقیم۔

عائدۂ زاہرہ امام ابونعیم دلائل النبوہ میں بطریق محمد بن شہاب الزہری ام سماعہ اسماء بنت ابی رُہم، وہ اپنی والدہ سے راوی ہیں، حضرت آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے انتقال کے وقت حاضر تھی، محمد صلے اللہ تعالٰی کم سن بچے کوئی پانچ برس کی عمر شریف، ان کے سرہانے تشریف فرما تھے۔ حضرت خاتون نے اپنے ابن کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف نظر کی، پھر کہا، ؎

بارك فيك الله من غلام ... یا ابن الذی من حومۃ الحمام
نجا بعون الملك المنعام ... فودی غداۃ الضرب بالسھام
بمائۃ من ابل سوام ... ان صح ما ابصرت فی المنام
فانت مبعوث الی الانام ... من عند ذی الجلال والاکرام
تبعث فی الحل وفی الحرام ... تبعث فی التحقیق والاسلام
دین ابیك البر ابراھام ... فاللہ انھاك عن الاصنام
ان لا توالیہا مع الاقوام[3]

"اے ستھرے لڑکے! اللہ تجھ میں برکت رکھے۔ اے بیٹے ان کے جنھوں نے مرگ کے گھیرے سے نجات پائی بڑے انعام والے بادشاہ اللہ عزوجل کی مدد سے، جس صبح کو قرعہ ڈالا گیا سو بلند اونٹ ان کے فدیہ میں قربان کئے گئے، اگر وہ ٹھیک

---

[1] الدرج المنیفۃ فی الاباء الشریفۃ

[2] کتاب الخمیس بحوالہ الدرج المنیفۃ القسم الثانی النوع الرابع مؤسسۃ شعبان ۱/ ۲۳۰

[3] المواہب اللدنیۃ بحوالہ دلائل النبوۃ المقصد الاول المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۶۹

www.alahazratnetwork.org

اترا جو میں نے خواب دیکھا ہے تو تُو سارے جہان کی طرف پیغمبر بنایا جائے گا جو تیرے نکوکار باپ ابراہیم کا دین ہے، میں اللہ کی قسم دے کر تجھے بتوں سے منع کرتی ہوں کہ قوموں کے ساتھ ان کی دوستی نہ کرنا۔"

حضرتِ خاتون آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی اِس پاک وصیت میں جو فراقِ دُنیا کے وقت اپنے ابنِ کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کو کی بحمداللہ توحید و ردِ شرک تو آفتاب کی طرح روشن ہے اور اس کے ساتھ دینِ اسلام ملّتِ پاک ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا بھی پورا اقرار، اور ایمانِ کامل کسے کہتے ہیں، پھر اس سے بالاتر حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رسالت کا بھی اعتراف موجود اور وُہ بھی بیانِ بعثتِ عامہ کے ساتھ، وللہ الحمد۔

اقول وکلمۃ إن ان کانت للشك فھو غایۃ المنتھٰی اذ ذاك ولا تکلیف فوقہ والا فقد علم مجیئھا ایضا للتحقیق لیکون کالدلیل علی ثبوت الجزاء وتحققہ کقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنھا رأیتك فی المنام ثلٰث لیال یجیئ بك الملك فی سرقۃ من حریر فقال لی ھذہ امرأتك فکشفت عن وجھك الثوب فاذا ھی انت فقلت ان یکن ھذا من عند اللہ یمضہ۔ رواہ الشیخان[1] عنھا رضی اللہ تعالٰی عنھا۔

اقول (میں کہتا ہوں) کلمۂ اِن اگر شک کے لئے ہے تو وہ غایت منتہٰی ہے اور اس سے اوپر کوئی تکلیف نہیں، ورنہ اس کا تحقیق کیلئے آنا بھی معلوم ہے تاکہ یہ جزاء کے ثبوت و تحقق پر دلیل کی طرح ہوجائے، جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا اُمّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰے عنہا سے فرمانا کہ میں نے تجھے تین راتیں دیکھا فرشتہ (جبرائیل علیہ السلام) تجھے ایک ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر لایا اور مجھے کہا یہ آپ کی بیوی ہے۔ میں نے تیرے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو وہ تُو تھی۔ میں نے کہا اگر یہ اللہ تعالٰے کی طرف سے ہے تو وہ ضرور اس کو جاری فرمائے گا۔ اس کو شیخین نے ام المومنین سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اِس کے بعد فرمایا:

---

[1] صحیح البخاری کتاب النکاح باب النظر الی المرأۃ قبل التزویج قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۶۸
صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابۃ باب فضائل عائشہ رضی اللہ عنہا " " " ۲/۲۸۵

www.alahazratnetwork.org

كُلُّ حَيٍّ مَيِّتٌ وَّكُلُّ جَدِيْدٍ بَالٍ
وَّكُلُّ كَبِيْرٍ يَّفْنٰى وَاَنَا مَيِّتَةٌ وَّذِكْرِىْ
بَاقٍ وَّقَدْ تَرَكْتُ خَيْرًا وَّوَلَدْتُ
طُهْرًا[1]

ہر زندے کو مرنا ہے اور ہر نئے کو پرانا ہونا، اور کوئی کیسا ہی بڑا ہو ایک دن فنا ہونا ہے۔ میں مرتی ہوں اور میرا ذکر ہمیشہ خیر سے رہے گا، میں کیسی خیر عظیم چھوڑ چلی ہوں اور کیسا ستھرا پاکیزہ مجھ سے پیدا ہوا، صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

یہ کہا اور انتقال فرمایا، رضی اللہ تعالٰی عنہا وصلی اللہ تعالٰی علی ابنہا الکریم و ذویہ و بارك وسلم (اللہ تعالٰی اُن سے راضی ہو اور درود وسلام اور برکت نازل فرمائے اُن کے کریم بیٹے اور اس کے پیروکاروں پر۔ ت)

اور اُن کی یہ فراستِ ایمانی اور پیشین گوئی نورانی قابلِ غور ہے کہ میں انتقال کرتی ہوں اور میرا ذکر خیر ہمیشہ باقی رہے گا۔ عرب و عجم کی ہزاروں شاہزادیاں، بڑی بڑی تاج والیاں خاک کا پیوند ہوئیں جن کا نام تک کوئی نہیں جانتا، مگر اس طیبہ خاتون کے ذکر خیر سے مشارق و مغاربِ ارض میں محافلِ و مجالسِ اُنس و قدس میں زمین و آسمان گونج رہے ہیں اور ابد الآباد تک گونجیں گے وللہ الحمد۔

عبرتِ قاہرہ سید احمد مصری حواشی دُر میں ناقل کہ ایک عالم رات بھر مسئلۂ ابوین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما میں متفکر رہے کہ کیونکر تطبیقِ اقوال ہو۔ اسی فکر میں چراغ پر جھک گئے کہ بدن جل گیا۔ صبح ایک لشکری آیا کہ میرے یہاں آپ کی دعوت ہے۔ راہ میں ایک ترہ فروش ملے کہ اپنی دُکان کے آگے باٹ ترازو لئے بیٹھے ہیں، انھوں نے اُٹھ کر ان عالم کے گھوڑے کی بھاگ پکڑی اور یہ اشعار پڑھے: ؎

اٰمنت ان ابا النبی و اُمّہ ۔۔۔ احیاھما الحق القدیر الباری
حتی لقد شھدا لہ برسالۃ ۔۔۔ صدق فتلك کرامۃ المختار
وبہ الحدیث ومن یقول بضعفہ ۔۔۔ فھو الضعیف عن الحقیقۃ عاری

"یعنی میں ایمان لایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ماں باپ کو اس زندہ ابدی قادرِ مطلق خالقِ عالم جل جلالہ نے زندہ کیا یہاں تک کہ ان دونوں نے

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الاول ذکر وفاۃ آمنۃ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۱/۱۶۹

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب النکاح باب نکاح الکافر المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۲/۸۱

www.alahazratnetwork.org

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پیغمبری کی گواہی دی، اے شخص اس کی تصدیق کر کہ یہ مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے اعزاز کے واسطے ہے اور اس باب میں حدیث وارد ہوئی جو اسے ضعیف بتائے وہ آپ ہی ضعیف اور علم حقیقت سے خالی ہے۔"[1]

یہ اشعار سُنا کر ان عالم سے فرمایا: اے شیخ! انھیں لے اور نہ رات کو جاگ نہ اپنی جان کو فکر میں ڈال کر تجھے چراغ جلادے، ہاں جہاں جارہا ہے وہاں نہ جا کر لقمہ حرام کھانے میں نہ آئے۔

اُن کے اِس فرمانے سے وہ عالم بیخود ہو کر رہ گئے، پھر انھیں تلاش کیا پتا نہ پایا اور دکانداروں سے پُوچھا، کسی نے نہ پہچانا، سب بازار والے بولے، یہاں تو کوئی شخص بیٹھتا ہی نہیں۔ وہ عالم اس ربّانی ہادی غیب کی ہدایت سُن کر مکان کو واپس آئے، لشکری کے یہاں تشریف نہ لے گئے۔[1] انتہی۔

اے شخص! یہ عالم بہ برکت علم، نظرِ عنایت سے ملحوظ تھے کہ غیب سے کسی ولی کو بھیج کر ہدایت فرمادی خوف کر کہ تو اس ورطہ میں پڑ کر معاذ اللہ کہیں مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا باعثِ ایذا نہ ہو جس کا نتیجہ معاذ اللہ بڑی آگ دیکھنا ہو۔ اللہ عزوجل ظاہر و باطن میں مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سچی محبت سچا ادب روزی فرمائے اور اسبابِ مقت (ناراضگی) وحجاب و بیزاری و عتاب سے بچائے آمین آمین آمین!

یاارحم الراحمین ارحم فاقتنا یاارحم الراحمین ارحم ضُعفنا تبرأنا من حولنا الباطل و قوتنا العاطلة والتجأنا الی حولك العظیم و طولك القدیم و شھدنا بان لا حول ولا قوة الا باللّٰه العلی العظیم و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للّٰه رب العٰلمین وصلی اللّٰه تعالٰی علٰی سیدنا و مولٰنا محمد

اے بہترین رحم فرمانے والے! ہمارے فاقہ اور ضُعف پر رحم فرما، ہم اپنی باطل طاقت اور بیکار قوت سے براءت کرتے ہیں اور تیری عظیم طاقت اور قدیم قوت کی پناہ چاہتے ہیں اور اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ عزت و عظمت والے خدا کے سوا نہ تو گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی، اور ہماری گفتگو کا خاتمہ اس پر ہے کہ تمام تعریفیں اللہ تعالٰے کے لئے ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔ اور اللہ تعالٰے درود نازل فرمائے ہمارے آقا

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب النکاح باب نکاح الکافر المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۲/ ۸۱

www.alahazratnetwork.org

وآلہ وصحبہ و ذریتہ اجمعین امین ! | ومولٰی محمد مصطفٰی پر، آپ کی تمام آل پر، آپ کے تمام صحابہ پر اور آپ کی تمام اولاد پر۔ آمین (ت)

الحمدللہ یہ موجز رسالہ اواخر شوال المکرم ۱۳۱۵ھ کے چند جلسوں میں تمام اور بلحاظِ تاریخ "شمول الاسلام لاصول الرسول الکرامؑ" نام ہوا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

رسالہ

شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام

ختم ہوا

ع ؎ بضم الکاف بمعنی الکریم صفۃ الرسول او بکسرھا جمع الکرام نعت الاصول ۱۲

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

تمہیدِ ایمان بآیاتِ قرآن
۱۳۲۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علی سید المرسلین خاتم النبیین محمد و اٰلہ واصحابہ اجمعین الی یوم الدین بالتبجیل وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں اور عظمت کے ساتھ تا قیامت درود وسلام ہو سید المرسلین و خاتم النبیین پر اور آپ کی آل اور تمام اصحاب پر۔ ہمارے لئے اللہ تعالٰی کافی ہے۔ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ (ت)

مسلمان بھائیوں سے عاجزانہ دست بستہ عرض

پیارے بھائیو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اللہ تعالٰی آپ سب حضرات کو اور آپ کے صدقے میں اس ناچیز کثیر السیآت کو دینِ حق پر قائم رکھے اور اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سچی محبت دل میں اور عظمت دے اور اسی پر ہم سب کا خاتمہ کرے۔ آمین یا ارحم الراحمین!

www.alahazratnetwork.org

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

انا ارسلنٰک شاھدا ومبشرا و نذیرا ○ لتؤمنوا باللّٰہ ورسولہ وتعزروہ و توقروہ وتسبحوہ بکرۃ واصیلا ○[1]

اے نبی! بیشک ہم نے تمہیں بھیجا گواہ اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا، تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔

مسلمانو! دیکھو دینِ اسلام بھیجنے قرآن مجید اتارنے کا مقصود ہی تمہارے مولٰی تبارک وتعالٰی کا تین باتیں بتاتا ہے:

اوّل یہ کہ لوگ اللہ ورسول پر ایمان لائیں۔

دوم یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم کریں۔

سوم یہ کہ اللہ تعالٰی کی عبادت میں رہیں۔

مسلمانو! ان تینوں جلیل باتوں کی جمیل ترتیب تو دیکھو سب میں پہلے ایمان کو فرمایا اور سب میں پیچھے اپنی عبادت کو اور بیچ میں اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم کو، اس لئے کہ بغیر ایمان تعظیم بکار آمد نہیں، بہتیرے نصارٰی ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم اور حضور پر سے دفع اعتراضاتِ کافرانِ لئیم میں تصنیفیں کر چکے لیکچر دے چکے مگر جبکہ ایمان نہ لائے کچھ مفید نہیں کہ ظاہری تعظیم ہوئی، دل میں حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سچی عظمت ہوتی تو ضرور ایمان لاتے، پھر جب تک نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سچی تعظیم نہ ہو عمر بھر عبادتِ الٰہی میں گزارے سب بیکار و مردود ہے، بہتیرے جوگی اور راہب ترکِ دنیا کرکے اپنے طور پر ذکر و عبادتِ الٰہی میں عمر کاٹ دیتے ہیں بلکہ ان میں بہت وہ ہیں کہ لا الٰہ الا اللہ کا ذکر سیکھتے اور ضربیں لگاتے ہیں مگر از انجا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم نہیں کیا فائدہ، اصلاً قابلِ قبول بارگاہِ الٰہی نہیں۔ اللہ عزوجل ایسوں ہی کو فرماتا ہے:

وقدمنا الٰی ما عملوا من عمل فجعلنٰہ ھباءً منثورا ○[2]

جو کچھ اعمال انھوں نے کئے ہم نے سب برباد کر دیے۔

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/ ۸ و ۹

[2] " " ۲۵/ ۲۳

www.alahazratnetwork.org

ایسوں ہی کو فرماتا ہے:

عاملۃ ناصبۃ ۝ تصلی نارا حامیۃ ۝[1]

عمل کریں مشقتیں بھریں اور بدلہ کیا ہوگا یہ کہ بھڑکتی آگ میں بیٹھیں گے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

مسلمانو! کہو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم مدارِ ایمان، مدارِ نجات، مدارِ قبولِ اعمال ہوئی یا نہیں، کہو ہوئے اور ضرور ہوئے۔

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

قل ان کان اٰباؤکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال ن اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومسٰکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ واللہ لایھدی القوم الفسقین ۝[2]

اے نبی! تم فرمادو کہ اے لوگو! اگر تمہارے باپ تمہارے بیٹے تمہارے بھائی تمہاری بیبیاں تمہارا کنبہ تمہاری کمائی کے مال اور وہ سوداگری جس کے نقصان کا تمہیں اندیشہ ہے اور تمہاری پسند کے مکان، ان میں کوئی چیز بھی اگر تم کو اللہ اور اسکے رسول اور اس کی راہ میں کوشش کرنے سے زیادہ محبوب ہے تو انتظار رکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا عذاب اتارے اور اللہ تعالٰی بے حکموں کو راہ نہیں دیتا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جسے دُنیا جہان میں کوئی معزز، کوئی عزیز، کوئی مال، کوئی چیز اللہ و رسول سے زیادہ محبوب ہو وہ بارگاہِ الٰہی سے مردود ہے اُسے اللہ اپنی طرف راہ نہ دے گا اُسے عذابِ الٰہی کے انتظار میں رہنا چاہئے، والعیاذ باللہ تعالٰی۔

تمہارے پیارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین ۝[3]

تم میں کوئی مسلمان نہ ہوگا جب تک میں اُسے اسکے ماں باپ، اولاد اور سب آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۸۸/ ۳ و ۴ [2] القرآن الکریم ۹/ ۲۴

[3] صحیح البخاری کتاب الایمان باب حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم من الایمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷

صحیح مسلم " باب وجوب محبۃ " " ۱/ ۴۹

www.alahazratnetwork.org

یہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم میں انس بن مالک انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، اس نے تو بات صاف فرمادی کہ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو عزیز رکھے ہرگز مسلمان نہیں۔

مسلمانو! کہو محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تمام جہان سے زیادہ محبوب رکھنا مدارِ ایمان و مدارِ نجات ہُوا یا نہیں۔ کہو ہوا اور ضرور ہوا۔ یہاں تک تو سارے کلمہ گو خوشی خوشی قبول لیں گے کہ ہاں ہمارے دل میں محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عظیم عظمت ہے ہاں ہاں ماں باپ اولاد سارے جہان سے زیادہ ہمیں حضور کی محبت ہے۔ بھائیو! خدا ایسا ہی کرے مگر ذرا کان لگا کر اپنے رب کا ارشاد سُنو۔

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے :

الٓـمّٓ ۚ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لا یفتنون ۝[1]

کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اتنا کہہ لینے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی۔

یہ آیت مسلمانوں کو ہوشیار کر رہی ہے کہ دیکھو کلمہ گوئی اور زبانی ادعائے مسلمانی پر تمہارا چھٹکارا نہ ہوگا، ہاں ہاں سُنتے ہو آزمائے جاؤ گے آزمائش میں پورے نکلے تو مسلمان ٹھہرو گے۔ ہر شے کی آزمائش میں یہی دیکھا جاتا ہے کہ جو باتیں اس کے حقیقی واقعی ہونے کو درکار ہیں وہ اس میں ہیں یا نہیں۔ ابھی قرآن و حدیث ارشاد فرما چکے کہ ایمان کے حقیقی و واقعی ہونے کو دو باتیں ضرور ہیں :

(۱) محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم

(۲) اور محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی محبت کو تمام جہان پر تقدیم۔

تو اس کی آزمائش کا یہ صریح طریقہ ہے کہ تم کو جن لوگوں سے کیسی ہی تعظیم، کتنی ہی عقیدت، کتنی ہی دوستی، کیسی ہی محبت کا علاقہ ہو، جیسے تمہارے باپ تمہارے استاد تمہارے پیر تمہارے بھائی تمہارے احباب تمہارے اصحاب تمہارے مولوی تمہارے حافظ تمہارے مفتی تمہارے واعظ وغیرہ وغیرہ کسے باشد، جب وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کریں اصلاً تمہارے قلب میں اُن کی عظمت اُن کی محبت کا نام و نشان نہ رہے فوراً ان سے

---

[1] القرآن الکریم ۲۹/ ۱ و ۲

www.alahazratnetwork.org

الگ ہوجاؤ، دُودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو، اُن کی صورت اُن کے نام سے نفرت کھاؤ، پھر نہ تم اپنے رشتے علاقے دوستی الفت کا پاس کرو نہ اس کی مولویت شیخیت، بزرگی، فضیلت کو خطرے میں لاؤ کہ آخر میں یہ جو کچھ تھا محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہی کی غلامی کی بنا پر تھا جب یہ شخص انھیں کی شان میں گستاخ ہوا پھر ہمیں اس سے کیا علاقہ رہا، اس کے جُبّے عمامے پر کیا جائیں، کیا بہتیرے یہودی جُبّے نہیں پہنتے عمامے نہیں باندھتے، اس کے نام علم و ظاہری فضل کو لے کر کیا کریں کیا بہتیرے پادری بکثرت فلسفی بڑے بڑے علوم و فنون نہیں جانتے، اور اگر یہ نہیں بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مقابل تم نے اس کی بات بنائی چاہی اُس نے حضور سے گستاخی کی اور تم نے اس سے دوستی نباہی یا اُسے ہر بُرے سے بدتر بُرا نہ جانا یا اُسے بُرا کہنے پر بُرا مانا یا اسی قدر کہ تم نے اس امر میں بے پرواہی منائی یا تمھارے دل میں اُس کی طرف سے سخت نفرت نہ آئی تو للہ اب تمھیں انصاف کرلو کہ تم ایمان کے امتحان میں کہاں پاس ہوئے، قرآن و حدیث نے جس پر حصول ایمان کا مدار رکھا تھا اس سے کتنی دور نکل گئے۔ مسلمانو! کیا جس کے دل میں محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم ہو گی وہ ان کے بدگو کی وقعت کرسکے گا اگرچہ اُس کا پیر یا استاد یا پدر ہی کیوں نہ ہو کیا جسے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام جہان سے زیادہ پیارے ہوں وہ ان کے گستاخ سے فوراً سخت شدید نفرت نہ کرے گا اگرچہ اس کا دوست یا برادر یا پسر ہی کیوں نہ ہو۔ للہ اپنے حال پر رحم کرو اور اپنے رب کی بات سُنو دیکھو وہ کیونکر تمھیں اپنی رحمت کی طرف بلاتا ہے۔ دیکھو رب عزّوجل فرماتا ہے،

لاتجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادّون من حادّ اللہ ورسولہ ولو کانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم ط اولٰئک کتب فی قلوبھم الایمان و ایدھم بروح منہ ط ویدخلھم جنّٰت تجری من تحتھا الانھٰر خٰلدین فیھا ط رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ ط اولٰئک حزب اللہ ط الآ

تو نہ پائے گا اُنھیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ اور قیامت پر کہ اُن کے دل میں ایسوں کی محبت آنے پائے جنھوں نے خدا اور رسول سے مخالفت کی، چاہے وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہی کیوں نہ ہوں، یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کردیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی اور انھیں باغوں میں لیجائیگا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ہمیشہ رہیں گے ان میں، اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، یہی لوگ اللہ والے ہیں، سنتا ہے

www.alahazratnetwork.org

اِنّ حزب اللہ ھم المفلحون[1] اللہ والے ہی مراد کو پہنچے۔

اس آیت کریمہ میں صاف فرما دیا کہ جو اللہ یا رسول کی جناب میں گستاخی کرے مسلمان اُس سے دوستی نہ کرے گا جس کا صریح مفاد ہوا کہ جو اس سے دوستی کرے گا وہ مسلمان نہ ہوگا۔ پھر اس کا حکم قطعاً عام ہونا بالتصریح ارشاد فرمایا کہ باپ بیٹے، بھائی، عزیز سب کو گنایا یعنی کوئی کیسا ہی تمہارے زعم میں معظم یا کیسا ہی تمہیں بالطبع محبوب ہو ایمان ہے تو گستاخی کے بعد اُس سے محبت نہیں رکھ سکتے اس کی وقعت نہیں مان سکتے ورنہ مسلمان نہ رہو گے۔ مولیٰ سبحٰنہ وتعالیٰ کا اتنا فرمانا ہی مسلمان کے لئے بس تھا مگر دیکھو وہ تمہیں اپنی رحمت کی طرف بلاتا اپنی عظیم نعمتوں کا لالچ دلاتا ہے کہ اگر اللہ ورسول کی عظمت کے آگے تم نے کسی کا پاس نہ کیا کسی سے علاقہ نہ رکھا تو تمہیں کیا کیا فائدے حاصل ہوں گے۔

(۱) اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں ایمان نقش کردے گا جس میں ان شاء اللہ تعالیٰ حسنِ خاتمہ کی بشارت جلیلہ ہے کہ اللہ کا لکھا نہیں مٹتا۔

(۲) اللہ تعالیٰ روح القدس سے تمہاری مدد فرمائے گا۔

(۳) تمہیں ہمیشگی کی جنتوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔

(۴) تم خدا کے گروہ کہلاؤ گے خدا والے ہو جاؤ گے۔

(۵) مُنہ مانگی مرادیں پاؤ گے بلکہ امید وخیال وگمان سے کروڑوں درجے افزوں۔

(۶) سب سے زیادہ یہ کہ اللہ تم سے راضی ہوگا۔

(۷) یہ کہ فرماتا ہے میں تم سے راضی تم مجھ سے راضی۔ بندے کے لئے اس سے زائد اور کیا نعمت ہوتی کہ اس کا رب اس سے راضی ہو مگر انتہائے بندہ نوازی یہ کہ فرمایا، اللہ ان سے راضی اور وُہ اللہ سے راضی۔

مسلمانو! خدا لگتی کہنا اگر آدمی کروڑ جانیں رکھتا ہو اور وُہ سب کی سب ان عظیم دولتوں پر نثار کردے تو واللہ کہ مفت پائیں پھر زید وعمرو سے علاقۂ تعظیم ومحبت یک لخت قطع کردینا کتنی بڑی بات ہے جس پر اللہ تعالیٰ ان بے بہا نعمتوں کا وعدہ فرما رہا ہے اور اس کا وعدہ یقیناً سچا ہے۔ قرآن عظیم کی عادت کریمہ ہے کہ جو حکم فرماتا ہے جیسا کہ اس کے ماننے والوں کو اپنی نعمتوں کی بشارت دیتا ہے، نہ ماننے والوں پر اپنے عذابوں کا تازیانہ بھی رکھتا ہے کہ جو پست ہمت نعمتوں کے لالچ میں نہ آئیں

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/ ۲۲

www.alahazratnetwork.org

سزاؤں کے ڈر سے راہ پائیں وہ عذاب بھی سن لیجئے۔

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

یایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا اٰباءکم واخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان ومن یتولھم منکم فاولٰئک ھم الظٰلمون[۱]

اے ایمان والو! اپنے باپ اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم میں جو ان سے رفاقت کریں تو وہی لوگ ستمگار ہیں۔

اور فرماتا ہے:

یایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء (الٰی قولہ تعالٰی) تسرون الیھم بالمودۃ وانا اعلم بما اخفیتم وما اعلنتم ومن یفعلہ منکم فقد ضل سواء السبیل (الٰی قولہ تعالٰی) لن تنفعکم ارحامکم ولا اولادکم یوم القیٰمۃ یفصل بینکم واللہ بما تعملون بصیر[۲]

اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم چھپ کر ان سے دوستی کرتے ہو اور میں خوب جانتا ہوں جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو اور تم میں جو ایسا کرے گا وہ ضرور سیدھی راہ سے بہکا۔ تمہارے رشتے اور تمہارے بچے تمہیں کچھ نفع نہ دیں گے قیامت کے دن، اللہ تم میں اور تمہارے پیاروں میں جدائی ڈال دے گا کہ تم میں ایک دوسرے کے کچھ کام نہ آسکے گا اور اللہ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

اور فرماتا ہے:

ومن یتولھم منکم فانہ منھم ط ان اللہ لایھدی القوم الظٰلمین[۳]

جو تم میں ان سے دوستی کرے گا تو بیشک وہ انہیں میں سے ہے۔ بے شک اللہ ہدایت نہیں کرتا ظالموں کو۔

پہلی دو آیتوں میں تو ان سے دوستی کرنے والوں کو ظالم وگمراہ ہی فرمایا تھا اس آیۂ کریمہ نے

---

۱ القرآن الکریم ۹/ ۲۳

۲ " ۶۰/ ۱ تا ۳

۳ " ۵/ ۵۱

www.alahazratnetwork.org

بالکل تصفیہ فرمادیا کہ جو اُن سے دوستی رکھے وہ بھی انھیں میں سے ہے انھیں کی طرح کافر ہے اُن کے ساتھ ایک رسّی میں باندھا جائے گا۔ اور وہ کوڑا بھی یاد رکھئے کہ تم چھپ چھپ کر اُن سے میل رکھتے ہو اور میں تمھارے چھپے ظاہر سب کو خوب جانتا ہوں۔ اب وہ رسّی بھی سُن لیجئے جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والے باندھے جائیں گے۔

تمھارا رب عزوجل فرماتا ہے:

والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم[1]

جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔

اور فرماتا ہے:

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعدّ لھم عذابا مھینا۔[2]

بیشک جو لوگ اللہ و رسول کو ایذا دیتے ہیں اُن پر اللہ کی لعنت ہے دُنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اللہ عزوجل ایذا سے پاک ہے اُسے کون ایذا دے سکتا ہے، مگر حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کو اپنی ایذا فرمایا۔

ان آیتوں سے اُس شخص پر جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بدگویوں سے محبت کا برتاؤ کرے سات کوڑے ثابت ہوئے:

(۱) وہ ظالم ہے۔

(۲) گمراہ ہے۔

(۳) کافر ہے۔

(۴) اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔

(۵) وہ آخرت میں ذلیل وخوار ہوگا۔

(۶) اس نے اللہ واحد قہار کو ایذا دی۔

(۷) اس پر دونوں جہان میں خدا کی لعنت ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶۱

[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۷

www.alahazratnetwork.org

اے مسلمان اے مسلمان اے امتی سید الانس والجان صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم! خدارا ذرا انصاف کر، وہ سات بہتر ہیں جو ان لوگوں سے یک لخت علاقہ ترک کر دینے پر ملتے ہیں کہ دل میں ایمان جم جائے، اللہ مددگار ہو، جنت مقام ہو، اللہ والوں میں شمار ہو، مرادیں ملیں، خدا تجھ سے راضی ہو تو خدا سے راضی ہو۔ یا یہ سات بھلے ہیں جو اُن لوگوں سے تعلق لگا رہنے پر پڑیں گے کہ ظالم، کافر، جہنمی ہو۔ آخرت میں خوار رہو، خدا کو ایذا دے، خدا دونوں جہان میں لعنت کرے۔ ہیہات ہیہات کون کہہ سکتا ہے کہ یہ سات اچھے ہیں، کون کہہ سکتا ہے کہ وہ سات چھوڑنے کے ہیں، مگر جانِ برادر! خالی یہ کہہ دینا تو کام نہیں دیتا وہاں تو امتحان کی ٹھہری ہے ابھی آیت سن چکے الٓمّٓ احسب الناس کیا اس بھلاوے میں ہو کہ بس زبان سے کہہ کر چھوٹ جاؤ گے امتحان نہ ہوگا — ہاں یہی امتحان کا وقت ہے —

دیکھو یہ اللہ واحد قہار کی طرف سے تمہاری جانچ ہے۔ دیکھو وہ فرما رہا ہے کہ تمہارے رشتے علاقے قیامت میں کام نہ آئیں گے مجھ سے توڑ کر کس سے جوڑتے ہو۔ دیکھو وہ فرما رہا ہے کہ میں غافل نہیں، میں بے خبر نہیں تمہارے اعمال دیکھ رہا ہوں، تمہارے اقوال سن رہا ہوں، تمہارے دلوں کی حالت سے خبردار ہوں۔ دیکھو بے پرواہی نہ کرو پرائے پیچھے اپنی عاقبت نہ بگاڑو اللہ و رسول کے مقابل ضد سے کام نہ لو۔ دیکھو وہ تمہیں اپنے سخت عذاب سے ڈراتا ہے اس کے عذاب سے کہیں پناہ نہیں۔ دیکھو وہ تمہیں اپنی رحمت کی طرف بلاتا ہے بے اس کی رحمت کے کہیں نباہ نہیں۔ دیکھو اور گناہ تو نرے گناہ ہوتے ہیں جن پر عذاب کا استحقاق ہو مگر ایمان نہیں جاتا عذاب ہو کر خواہ رب کی رحمت حبیب کی شفاعت سے بے عذاب ہی چھٹکارا ہو جائے گا یا ہو سکتا ہے مگر یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم کا مقام ہے اُن کی عظمت اُن کی محبت مدارِ ایمان ہے قرآن مجید کی آیتیں سن چکے کہ جو اس معاملہ میں کمی کرے اس پر دونوں جہان میں خدا کی لعنت ہے۔ دیکھو جب ایمان گیا پھر اصلاً ابد الآباد تک کبھی کسی طرح ہرگز اصلاً عذابِ شدید سے رہائی نہ ہوگی گستاخی کرنے والے جن کا تم یہاں کچھ پاس لحاظ کرو وہاں وہ اپنی بھگت رہے ہوں گے تمہیں بچانے نہ آئیں گے اور آئیں گے تو کیا کر سکتے ہیں پھر ایسوں کا لحاظ کر کے اپنی جان کو ہمیشہ ہمیشہ غضبِ جبار و عذابِ نار میں پھنسا دینا کیا عقل کی بات ہے۔ للہ للہ ذرا دیر کو اللہ و رسول کے سوا سب اپنے آن سے نظر اٹھا کر آنکھیں بند کرو اور گردن جھکا کر اپنے آپ کو اللہ واحد قہار کے سامنے حاضر سمجھو اور نرے خالص سچے اسلامی دل کے ساتھ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عظیم عظمت، بلند عزت، رفیع وجاہت جو اُن کے رب نے انھیں بخشی اور ان کی تعظیم ان کی توقیر پر ایمان و اسلام کی بنا رکھی اُسے دل میں جما کر.

www.alahazratnetwork.org

انصاف وایمان سے کہو کیا جس نے کہا کہ شیطان کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخرِ عالم کی وسعتِ علم کی کون سی نص قطعی ہے[۱]، اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں گستاخی نہ کی؟ کیا اس نے ابلیس لعین کے علم کو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علمِ اقدس پر نہ بڑھایا، کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وسعتِ علم سے کافر ہو کر شیطان کی وسعتِ علم پر ایمان نہ لایا۔

مسلمانو! خود اسی بدگو سے اتنا ہی کہہ دیکھو کہ "او علم میں شیطان کے ہمسر!" دیکھو تو وہ بُرا مانتا ہے یا نہیں حالانکہ اُسے تو علم میں شیطان سے کم بھی نہ کہہ بلکہ شیطان کے برابر ہی بتایا پھر کم کہنا کیا توہین نہ ہوگی، اور اگر وہ اپنی بات پالنے کو اس پر ناگواری ظاہر نہ کرے اگرچہ دل میں قطعاً ناگوار مانے گا تو اُسے چھوڑیے اور کسی معظم سے کہہ دیکھئے اور پورا ہی امتحان مقصود ہو تو کیا کچہری میں جاکر آپ کسی حاکم کو انھیں لفظوں سے تعبیر کرسکتے ہیں دیکھئے ابھی ابھی کھلا جاتا ہے کہ توہین ہوئی اور بیشک ہوئی پھر کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین کرنا کفر نہیں، ضرور ہے اور بالیقین ہے۔ کیا جس نے شیطان کی وسعتِ علم کو نص سے ثابت مان کر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے وسعتِ علم ماننے والے کو کہا تمام نصوص کو رد کرکے ایک شرک ثابت کرتا ہے[۲]۔ اور کہا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے[۳]، اس نے ابلیس لعین کو خدا کا شریک مانا یا نہیں، ضرور مانا کہ جو بات مخلوق میں ایک کے لئے ثابت کرنا شرک ہوگی وہ جس کسی کے لئے ثابت کی جائے قطعاً شرک ہی رہے گی کہ خدا کا شریک کوئی نہیں ہوسکتا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے یہ وسعتِ علم ماننی شرک ٹھہرائی جس میں کوئی حصہ ایمان کا نہیں تو ضرور اتنی وسعت خدا کی وہ خاص صفت ہوئی جس کو خدائی لازم ہے جب تو نبی کے لئے اس کا ماننے والا مشرک ہوا اور اس نے وہی وسعت وہی صفت خود اپنے منہ ابلیس کے لئے ثابت مانی تو صاف صاف شیطان کو خدا کا شریک ٹھہرا دیا۔

مسلمانو! کیا یہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دونوں کی توہین نہ ہوئی، ضرور ہوئی، اللہ کی توہین تو ظاہر ہے کہ اس کا شریک بنایا اور وہ بھی کسے، ابلیس لعین کو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین یوں کہ ابلیس کا مرتبہ اتنا بڑھا دیا کہ وہ تو خدا کی خاص صفت

۱؎ البراہین القاطعہ بحث علم غیب مطبع لے بلاساڈھور ص ۵۱
۲؎ " " " " " " " "
۳؎ " " " " " " " "

www.alahazratnetwork.org

میں حصہ دار ہے اور یہ اس سے ایسے محروم کہ ان کے لئے ثابت مانو تو مشرک ہو جاؤ۔

مسلمانو! کیا خدا و رسول کی توہین کرنے والا کافر نہیں، ضرور ہے۔ کیا جس نے کہا کہ بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور (یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے[1]۔ کیا اس نے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو صریح گالی نہ دی۔ کیا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اتنا ہی علم غیب دیا گیا تھا جتنا ہر پاگل اور چوپائے کو حاصل ہے۔

مسلمان مسلمان اے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اُمتی! تجھے اپنے دین و ایمان کا واسطہ، کیا اس ناپاک ملعون گالی کے صریح ہونے میں تجھے کچھ شبہہ گزر سکتا ہے، معاذ اللہ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عظمت تیرے دل سے ایسی نکل گئی ہو کہ اس شدید گالی میں بھی ان کی توہین نہ جانے۔ اور اگر اب بھی تجھے اعتبار نہ آئے تو خود انھیں بدگویوں سے پُوچھ دیکھ کہ آیا تمھیں اور تمھارے استادوں پیروں کو کہہ سکتے ہیں کہ اے فلاں! تجھے اتنا ہی علم ہے جتنا سوٗر کو ہے تیرے استاد کو ایسا ہی علم تھا جیسا کُتّے کو ہے، تیرے پیر کو اسی قدر علم تھا جس قدر گدھے کو ہے، یا مختصر طور پر اتنا ہی ہو کہ او علم میں اُلّو، گدھے، کتے، سوٗر کے ہمسرو! دیکھو، تو وہ اس میں اپنی اور اپنے استاد و پیر کی توہین سمجھتے ہیں یا نہیں، قطعاً سمجھیں گے اور قابو پائیں تو سر ہو جائیں، پھر کیا سبب ہے کہ جو کلمہ اُن کے حق میں توہین و کسرِ شان ہو محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین نہ ہو، کیا معاذ اللہ اُن کی عظمت اِن سے بھی گئی گزری ہے، کیا اسی کا نام ایمان ہے، حاش للہ حاش للہ!

کیا جس نے کہا "کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے پھر اگر زید اس کا التزام کرلے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہوں گا تو پھر علم غیب کو منجملہ کمالاتِ نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبوت سے کب ہو سکتا ہے اور اگر التزام نہ کیا جائے تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے[2]" انتہی۔ کیا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور جانوروں پاگلوں میں فرق

---

[1] حفظ الایمان جواب سوال سوم کتب خانہ اعزازیہ دیوبند سہارنپور بھارت ص ٨

حفظ الایمان مع تغیر العنوان ۔ محمد عثمان تاجر الکتب فی دریبہ کلاں دہلی ص ٧ و ١٧

[2] ۔ ۔ جواب سوال سوم کتب خانہ اعزازیہ دیوبند سہارنپور بھارت ص ٨

۔ ۔ مع تغیر العنوان ۔ محمد عثمان تاجر الکتب فی دریبہ کلاں دہلی ص ٧ و ١٧

www.alahazratnetwork.org

نہ جاننے والا حضور کو گالی نہیں دیتا کیا اس نے اللہ عزوجل کے کلام کا صراحۃً رد و ابطال نہ کردیا۔

دیکھو تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

وعلمك مالم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما۔[1]

اے نبی! اللہ نے تم کو سکھایا جو تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا فضل تم پر بڑا ہے۔

یہاں نامعلوم باتوں کا علم عطا فرمانے کو اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کمالات و مدائح میں شمار فرمایا۔

اور فرماتا ہے:

وانه لذو علم لما علمنٰه۔[2]

بیشک یعقوب ہمارے سکھائے سے علم والا ہے۔

اور فرماتا ہے:

وبشروه بغلٰم علیم[3]

ملائکہ نے ابراہیم علیہ الصلٰوۃ والتسلیم کو ایک علم والے لڑکے اسحٰق علیہ الصلٰوۃ والسلام کی بشارت دی۔

اور فرماتا ہے:

وعلمنٰه من لدنا علما[4]

ہم نے خضر (علیہ الصلٰوۃ والسلام) کو اپنے پاس سے ایک علم سکھایا۔

وغیرہا آیات جن میں اللہ تعالٰی نے علم کو کمالاتِ انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام میں گنا۔ اب زید کی جگہ اللہ عزوجل کا نام پاک لیجئے اور علمِ غیب کی جگہ مطلق علم جس کا ہر چوپائے کو ملنا اور بھی ظاہر ہے اور دیکھئے کہ اس بدگوئے مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تقریر کس طرح اللہ عزوجل کا رد کر رہی ہے یعنی یہ بدگو خدا کے مقابل کھڑا ہو کر کہہ رہا ہے کہ آپ (یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام) کی ذاتِ مقدسہ پر علم کا اطلاق کیا جانا اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۳

[2] " ۱۲/ ۶۸

[3] " ۵۱/ ۲۸

[4] " ۱۸/ ۶۵

www.alahazratnetwork.org

امر ہے کہ اس علم سے مراد بعض علم ہے یا کُل علوم، اگر بعض علوم مراد ہیں تو اس میں حضور اور دیگر انبیاء کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی بات کا علم ہوتا ہے تو چاہیئے کہ سب کو عالم کہا جائے پھر اگر زید اس کا التزام کر لے کہ ہاں میں سب کو عالم کہوں گا تو پھر علم کو منجملہ کمالات نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالاتِ نبوت سے کب ہوسکتا ہے اور اگر التزام نہ کیا جائے تو نبی اور غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے اور اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیلِ نقلی و عقلی سے ثابت ہے انتہٰی[1] پس ثابت ہوا کہ خدا کے وہ سب اقوال اس کی اسی دلیل سے باطل ہیں۔

مسلمانو! دیکھا کہ اس بدگو نے فقط محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہی کو گالی نہ دی بلکہ ان کے رب جل وعلا کے کلاموں کو بھی باطل و مردود کر دیا۔

مسلمانو! جس کی جرأت یہاں تک پہنچی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علمِ غیب کو پاگلوں اور جانوروں کے علم سے ملا دے اور ایمان و اسلام و انسانیت سب سے آنکھیں بند کر کے صاف کہہ دے کہ نبی اور جانور میں کیا فرق ہے اُس سے کیا تعجب کہ خدا کے کلاموں کو رُد کر دے، باطل بتائے، پس پشت ڈالے، زیر پا ملے، بلکہ جو یہ سب کلام اللہ کے ساتھ کر چکا وہی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ اُس گالی پر جرأت کر سکے گا مگر ہاں اُس سے دریافت کرو کہ آپ کی یہ تقریر خود آپ اور آپ کے اساتذہ میں جاری ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو کیوں، اور اگر ہے تو کیا جواب۔ ہاں ان بدگویوں سے کہو کیا آپ حضرات اپنی تقریر کے طور پر جو آپ نے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں جاری کی خود اپنے آپ سے اس دریافت کی اجازت دے سکتے ہیں کہ آپ صاحبوں کو عالم فاضل مولوی مُلّا چنیں چناں فلاں فلاں کیوں کہا جاتا ہے اور حیوانات و بہائم مثلاً کُتّے سؤر کو کوئی ان الفاظ سے تعبیر نہیں کرتا۔ آں مناصب کے باعث آپ کے اتباع واذناب آپ کی تعظیم تکریم توقیر کیوں کرتے دست و پا پر بوسہ دیتے ہیں اور جانوروں مثلاً اُلو گدھے کے ساتھ کوئی یہ برتاؤ نہیں برتتا اس کی کیا وجہ ہے کل علم تو قطعاً آپ صاحبوں کو نہیں اور بعض میں آپ کی کیا تخصیص، ایسا علم تو اُلو، گدھے، کُتّے، سؤر سب کو حاصل ہے تو چاہیئے کہ ان سب کو عالم فاضل چنیں و چناں کہا جائے پھر اگر آپ اس کا التزام کریں کہ ہاں ہم سب کو

[1] حفظ الایمان جواب سوال سوم کتب خانہ اعزازیہ دیوبندیہ سہارنپور بھارت ص ۸
حفظ الایمان مع تغیر العنوان محمد عثمان تاجر الکتب فی دریبہ کلاں دہلی ص ۷ و ۱۷

www.alahazratnetwork.org

علماء کہیں گے تو پھر علم کو آپ کے کمالات میں کیوں شمار کیا جاتا ہے جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو گدھے، کتے، سور سب کو حاصل ہو وہ آپ کے کمالات سے کیوں ہوا اور اگر التزام نہ کیا جائے تو آپ ہی کے بیان سے آپ میں اور گدھے، کتے، سور میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے فقط۔

مسلمانو! یوں دریافت کرتے ہی بعونہٖ تعالٰی صاف کھل جائے گا کہ ان بدگویوں نے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کیسی صریح شدید گالی دی اور اُن کے رب عزوجل کے قرآن مجید کو جا بجا کیسا رد و باطل کردیا۔

مسلمانو! خاص اس بدگو اور اس کے ساتھیوں سے پوچھو ان پر خود ان کے اقرار سے قرآن عظیم کی یہ آیات چسپاں ہوئیں یا نہیں۔

تمھارا رب عزوجل فرماتا ہے:

ولقد ذرأنا لجہنم کثیرا من الجن و الانس ﺻﻠﮯ لہم قلوب لا یفقہون بہا ولہم اعین لا یبصرون بہا و لہم اٰذان لا یسمعون بہا ط اولٰئك کالانعام بل ہم اضل ط اولٰئك ہم الغفلون[1]

اور بیشک ضرور ہم نے جہنم کے لئے پھیلا رکھے ہیں بہت سے جن اور آدمی، ان کے وہ دل ہیں جن سے حق کو نہیں سمجھتے اور وہ آنکھیں جن سے حق کا راستہ نہیں سوجھتے اور وہ کان ہیں جن سے حق بات نہیں سنتے، وہ چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بڑھ کر بہکے ہوئے، وہی لوگ غفلت میں پڑے ہیں۔

اور فرماتا ہے:

ارءیت من اتخذ الٰہہ ھوٰىہ افانت تکون علیہ وکیلا ۝ ام تحسب ان اکثرہم یسمعون او یعقلون ط ان ہم الا کالانعام بل ہم اضل سبیلا ۝[2]

بھلا دیکھو تو جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنا لیا تو کیا تو اس کا ذمہ لے گا یا تجھے گمان ہے کہ ان میں بہت سے کچھ سنتے یا عقل رکھتے ہیں وہ تو نہیں مگر جیسے چوپائے بلکہ وہ تو اُن سے بھی بڑھ کر گمراہ ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۷۹
[2] ؍؍ ۲۵/ ۴۳ و ۴۴

www.alahazratnetwork.org

آن بدگویوں نے چوپاؤں کا علم تو انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے علم کے برابر مانا اب ان سے پوچھئے کہ تمہارا اعلم انبیاء یا خود حضور سید الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوۃ والثناء کے برابر ہے ظاہراً اس کا دعوٰی نہ کریں گے۔ اور اگر کہہ بھی دیں کہ جب چوپاؤں سے برابری کردی آپ تو دوپائے ہیں برابری ماننے کیا مشکل ہے، تو یُوں پُوچھئے کہ تمہارے استادوں پیروں مُلاّؤں میں کوئی بھی ایسا گزرا جو تم سے علم میں زیادہ ہو یا سب ایک برابر ہو آخر کہیں تو فرق نکالیں گے تو اُن کے وہ استاد وغیرہ تو ان کے اقرار سے علم میں چوپاؤں کے برابر ہوئے اور یہ اُن سے علم میں کم ہیں جب تو اُن کی شاگردی کی اور جو ایک مساوی سے کم ہو دوسرے سے بھی ضرور کم ہوگا تو یہ حضرات خود اپنی تقریر کی رُو سے چوپاؤں سے بڑھ کر گمراہ ہوئے اور ان آیتوں کے مصداق ٹھہرے۔ 21

کذٰلك العذاب ط ولعذاب الاٰخرۃ اکبر ۘ لو کانوا یعلمون [1]

مار ایسی ہوتی ہے اور بیشک آخرت کی مار سب سے بڑی، کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے (ت)

مسلمانو! یہ حالتیں تو اُن کلمات کی تھیں جن میں انبیائے کرام وحضور پُرنور سید الانام علیہ الصلوۃ والسلام پر ہاتھ صاف کئے گئے پھر ان عبارات کا کیا پُوچھنا جن میں اصالۃً بالقصد رب العزۃ عزجلالہٗ کی عزت پر حملہ کیا گیا ہو۔ خدارا انصاف! کیا جس نے کہا کہ میں نے کب کہا ہے کہ میں وقوعِ کذبِ باری کا قائل نہیں ہوں [2] یعنی وہ شخص اس کا قائل ہے کہ خدا بالفعل جھوٹا ہے جھوٹ بولا جھوٹ بولتا ہے اس کی نسبت یہ فتوٰی دینے والا کہ اگرچہ اس نے تاویل آیات میں خطا کی مگر تاہم اس کو کافر یا بدعتی ضال کہنا نہیں چاہئے [3]۔ جس نے کہا کہ اس کو کوئی سخت کلمہ نہ کہنا چاہئے۔ جس نے کہا کہ اس میں تکفیر علمائے سلف کی لازم آتی ہے حنفی شافعی پر طعن وتضلیل نہیں کرسکتا [4]۔ یعنی خدا کو معاذ اللہ جھوٹا کہنا بہت سے علمائے سلف کا بھی مذہب تھا یہ اختلاف حنفی شافعی کا سا ہے کسی نے ہاتھ ناف سے اوپر باندھے کسی نے نیچے، ایسا ہی اسے بھی سمجھو کسی نے خدا کو سچا کہا کسی نے جھُوٹا، لہٰذا ایسے کو تضلیل وتفسیق سے مامون کرنا چاہئے [5]۔ یعنی جو خدا کو جھوٹا کہے اسے گمراہ کیا معنی گنہگار بھی نہ کہو۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۸/ ۳۳

[2]

[3]

[4]

[5]

www.alahazratnetwork.org

21 کیا جس نے یہ سب تو اُس مکذب خدا کی نسبت بتایا اور یہیں خود اپنی طرف سے باوصف اس بے معنی اقرار
21 کے کہ قدرۃ علی الکذب مع امتناع الوقوع مسئلۂ اتفاقیہ ہے[1] صاف صریح کہہ دیا کہ وقوعِ کذب کے معنی درست ہوگئے[2] یعنی یہ بات ٹھیک ہوگئی کہ خدا سے کذب واقع ہوا۔ کیا یہ شخص مسلمان رہ سکتا ہے، کیا جو ایسے کو مسلمان سمجھے خود مسلمان ہو سکتا ہے۔

مسلمانو! خدارا انصاف، ایمان نام کاہے کا تھا تصدیقِ الٰہی کا۔ تصدیق کا صریح مخالف کیا ہے؟ تکذیب، تکذیب کے کیا معنٰی ہیں کسی کی طرف کذب منسوب کرنا۔ جب صراحۃً خدا کو کاذب کہہ کر بھی ایمان باقی رہے تو خدا جانے ایمان کس جانور کا نام ہے، خدا جانے مجوس و ہنود و نصارٰی و یہودیوں کا فر ہوتے اُن میں تو کوئی صاف صاف اپنے معبود کو جھُوٹا بھی نہیں بتاتا، ہاں معبودِ برحق کی باتوں کو یُوں نہیں مانتے کہ انھیں اس کی باتیں ہی نہیں جانتے یا تسلیم نہیں کرتے۔ ایسا تو دنیا کے پردے پر کوئی کافر سا کافر بھی نہ نکلے کہ خدا کو خدا مانتا اس کے کلام کو اُس کا کلام جانتا اور پھر بے دھڑک کہتا ہو کہ اس نے جھوٹ کہا اس سے وقوعِ کذب کے معنی درست ہوگئے۔ غرض کوئی ذی انصاف شک نہیں کر سکتا کہ ان تمام بدگویوں نے منہ بھر کر اللہ و رسول کو گالیاں دی ہیں، اب یہی وقتِ امتحانِ الٰہی ہے، واحد قہار جبار عزجلالہ سے ڈرو اور وہ آیتیں کہ اوپر گزریں پیشِ نظر رکھ کر عمل کرو۔ آپ تمھارا ایمان تمھارے دلوں میں تمام بدگویوں سے نفرت بھر دے گا ہرگز اللہ و محمد رسول اللہ جل وعلا و صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے مقابل تمھیں ان کی حمایت نہ کرنے دے گا تم کو ان سے گھِن آئے گی نہ کہ ان کی پچ کرو اللہ و رسول کے مقابل ان کی گالیوں میں مہمل و بیہودہ تاویل گھڑو۔

للہ انصاف! اگر کوئی شخص تمھارے ماں باپ استاد پیر کو گالیاں دے اور نہ صرف زبانی بلکہ لکھ لکھ کر چھاپے شائع کرے کیا تم اس کا ساتھ دوگے یا اس کی بات بنانے کو تاویلیں گھڑو گے یا اس کے بکنے سے بے پرواہی کرکے اُس سے بدستور صاف رہو گے، نہیں نہیں۔ اگر تم میں انسانی غیرت انسانی حمیت ماں باپ کی عزت، حُرمت عظمت محبت کا نام نشان بھی لگا رہ گیا ہے تو اس بدگو دشنامی کی صورت سے نفرت کروگے اُس کے سایہ سے دُور بھاگو گے، اُس کا نام سُن کر غیظ لاؤ گے جو اس کے لئے بناوٹیں گھڑے اُس کے بھی دشمن ہو جاؤ گے۔ پھر خدا کے لئے ماں باپ کو ایک پلّے میں رکھو

---

[1] ا

[2] امطار الحق رشید احمد گنگوہی کا عقیدہ وقوع کذب باری تعالٰی مطبع دت پرشاد بمبئی انڈیا ص۳

www.alahazratnetwork.org

اور اللہ واحد قہار و محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی عزت و عظمت پر ایمان کو دوسرے پلّے میں۔ اگر مسلمان ہو تو ماں باپ کی عزت کو اللہ و رسول کی عزت سے کچھ نسبت نہ مانو گے ماں باپ کی محبت و حمایت کو اللہ و رسول کی محبت و خدمت کے آگے ناچیز جانو گے تو واجب واجب واجب لاکھ لاکھ واجب سے بڑھ کر واجب کہ اُن کے بدگو سے وہ نفرت و دُوری و غیظ و جدائی ہو کر ماں باپ کے دشنام دہندہ کے ساتھ اس کا ہزارواں حصہ نہ ہو۔ یہ ہیں وہ لوگ جن کے لئے اُن سات نعمتوں کی بشارت ہے۔

مسلمانو! تمہارا یہ ذلیل خیرخواہ امید کرتا ہے کہ اللہ واحد قہار کی ان آیات اور اس بیان شافی واضح البینات کے بعد اس بارہ میں آپ سے زیادہ عرض کی حاجت نہ ہو تمہارے ایمان خود ہی ان بدگویوں سے وہی پاک مبارک الفاظ بول اٹھیں گے جو تمہارے رب عزوجل نے قرآن عظیم میں تمہارے سکھانے کو قوم ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے نقل فرمائے۔

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے،

قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراھیم والذین معہ ج اذ قالوا لقومھم انا برءٰؤا منکم و مما تعبدون من دون اللہ کفرنا بکم و بدا بیننا و بینکم العداوۃ و البغضاء ابدا حتی تؤمنوا باللہ وحدہ (الیٰ قولہ تعالیٰ) لقد کان لکم اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ و الیوم الاٰخر ط و من یتول فان اللہ ھو الغنی الحمید [1]

بیشک تمہارے لئے ابراہیم اور اس کے ساتھ والے مسلمانوں میں اچھی ریس ہے جب وہ اپنی قوم سے بولے بیشک ہم تم سے بیزار ہیں اور ان سب سے جن کو تم خدا کے سوا پوجتے ہو ہم تمہارے منکر ہوئے اور ہم میں اور تم میں دشمنی اور عداوت ہمیشہ کو ظاہر ہوگئی جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ بیشک ضرور اُن میں تمہارے لئے عمدہ ریس تھی اُس کے لئے جو اللہ اور قیامت کی امید رکھتا ہو اور جو منہ پھیرے تو بیشک اللہ ہی بے پرواہ سراہا گیا ہے۔

یعنی وہ جو تم سے یہ فرما رہا ہے کہ جس طرح میرے خلیل اور اُن کے ساتھ والوں نے کیا کہ میرے لئے اپنی قوم کے صاف دشمن ہو گئے اور تنکا توڑ کر ان سے جدائی کر لی اور کھول کر کہہ دیا کہ ہمیں تم سے کچھ علاقہ نہیں ہم تم سے قطعی بیزار ہیں تمہیں بھی ایسا ہی کرنا چاہئے یہ تمہارے بھلے کو تم سے فرما رہا ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۰/ ۴ تا ۶

www.alahazratnetwork.org

مانو تو تمھاری خیر ہے نہ مانو تو اللہ کو تمھاری کچھ پروا نہیں جہاں وہ میرے دشمن ہوئے ان کے ساتھ تم بھی سہی میں تمام جہان سے غنی ہوں اور تمام خوبیوں سے موصوف، جل وعلا وتبارک وتعالٰی۔

یہ تو قرآن عظیم کے احکام تھے، اللہ تعالٰی جس سے بھلائی چاہے گا ان پر عمل کی توفیق دے گا، مگر یہاں دو فرقے ہیں جن کو ان احکام میں عذر پیش آتے ہیں:

فرقہ اوّل: بے علم نادان۔ اُن کے عذر دو قسم کے ہیں:

عذر اوّل: فلاں تو ہمارا استاد یا بزرگ یا دوست ہے۔ اس کا جواب تو قرآن عظیم کی متعدد آیات سے سن چکے کہ رب عزوجل نے بار بار بتکرار صراحۃً فرما دیا کہ غضبِ الٰہی سے بچنا چاہتے ہو تو اس باب میں اپنے باپ کی بھی رعایت نہ کرو۔

عذر دوم: صاحب یہ بدگو لوگ بھی تو مولوی ہیں بھلا مولویوں کو کیونکر کافر یا بُرا مانیں۔ اس کا جواب تمھارا رب عزوجل فرماتا ہے:

افرءیت من اتخذ الٰھہ ھوٰىہ و اضلہ اللہ علٰی علم وختم علٰی سمعہ وقلبہ وجعل علٰی بصرہ غشٰوۃ ط فمن یھدیہ من بعد اللہ ط افلا تذکرون۔[1]

بھلا دیکھو تو جس نے اپنی خواہش کو خدا بنالیا اور اللہ نے علم ہوتے ساتے اسے گمراہ کیا اور اس کے کان اور دل پر مُہر لگادی اور اس کی آنکھ پر پٹی چڑھادی تو کون اُسے راہ پر لائے اللہ کے بعد۔ تو کیا تم دھیان نہیں کرتے۔

اور فرماتا ہے:

مثل الذین حملوا التوراۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا ط بئس مثل القوم الذین کذبوا بایٰت اللہ ط واللہ لا یھدی القوم الظٰلمین۔[2]

وہ جن پر توراۃ کا بوجھ رکھا گیا پھر انھوں نے اسے نہ اٹھایا اُن کا حال اُس گدھے کا سا ہے جس پر کتابیں لدی ہوں کیا بُری مثال ہے ان کی جنھوں نے خدا کی آیتیں جھٹلائیں اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا۔

اور فرماتا ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۴۵/ ۲۳

[2] القرآن الکریم ۶۲/ ۵

www.alahazratnetwork.org

واتل علیہم نبأ الذی اٰتینٰہ اٰیٰتنا فانسلخ منہا فاتبعہ الشیطٰن فکان من الغٰوین ○ ولو شئنا لرفعنٰہ بہا ولکنّہ اخلد الی الارض واتبع ھوٰہ ج فمثلہ کمثل الکلب ج ان تحمل علیہ یلھث او تترکہ یلھث ط ذٰلک مثل القوم الذین کذبوا باٰیٰتنا وانفسہم کانوا یظلمون ○ من یھد اللہ فھو المھتدی ج ومن یضلل فاولٰئک ھم الخٰسرون ○[1]	انھیں پڑھ کر سنا خبر اُس کی جسے ہم نے اپنی آیتوں کا علم دیا تھا وہ اُن سے نکل گیا تو شیطان اس کے پیچھے لگا کہ گمراہ ہوگیا اور ہم چاہتے تو اُس علم کے باعث اُسے گرنے سے اٹھا لیتے مگر وہ تو زمین پکڑ گیا اور اپنی خواہش کا پیرو ہوگیا تو اُس کا حال کتے کی طرح ہے تو اس پر حملہ کرے تو زبان نکال کر ہانپے اور چھوڑ دے تو ہانپے، یہ اُن کا حال ہے جنھوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں تو ہمارا یہ ارشاد بیان کر کہ شاید لوگ سوچیں کیا بُرا حال ہے اُن کا جنھوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور اپنی ہی جانوں پر ستم ڈھاتے تھے جسے خدا ہدایت کرے وہی راہ پائے اور جسے گمراہ کرے تو وہی سراسر نقصان میں ہیں۔

یعنی ہدایت کچھ علم پر موقوف نہیں خدا کے اختیار میں ہے۔ یہ آیتیں ہیں اور حدیثیں جو گمراہ عالموں کی مذمت میں ہیں اُن کا تو شمار ہی نہیں یہاں تک کہ ایک حدیث میں ہے دوزخ کے فرشتے بُت پرستوں سے پہلے انھیں پکڑیں گے یہ کہیں گے کیا ہمیں بُت پوجنے والوں سے بھی پہلے لیتے ہو؟ جواب ملے گا: لیس من یعلم کمن لا یعلم[2] عہ جاننے والے اور انجان برابر نہیں۔

بھائیو! عالم کی عزت تو اس بنا پر تھی کہ وہ نبی کا وارث ہے نبی کا وارث وہ جو ہدایت پر ہو

عہ یہ حدیث طبرانی نے معجم کبیر اور ابو نعیم نے حلیہ میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ۱۲ منہ

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۷۵ تا ۱۷۸

[2] شعب الایمان حدیث ۱۹۰۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۳۰۹

www.alahazratnetwork.org

اور جب گمراہی پر ہے تو نبی کا وارث ہُوا یا شیطان کا، اس وقت اس کی تعظیم نبی کی تعظیم ہوتی، اب اس کی تعظیم شیطان کی تعظیم ہوگی۔ یہ اس صورت میں ہے کہ عالمِ کفر سے نیچے کسی گمراہی میں ہو جیسے بدمذہبوں کے علماء۔ پھر اس کا کیا پُوچھنا جو خود کفرِ شدید میں ہو اُسے عالمِ دین جاننا ہی کفر ہے نہ کہ عالمِ دین جان کر اس کی تعظیم۔

بھائیو! علم اُس وقت نفع دیتا ہے کہ دین کے ساتھ ہو ورنہ پنڈت یا پادری کیا اپنے یہاں کے عالم نہیں، ابلیس کتنا بڑا عالم تھا پھر کیا کوئی مسلمان اس کی تعظیم کرے گا۔ اُسے معلم الملکوت کہتے ہیں یعنی فرشتوں کو علم سکھاتا، جب سے اس نے محمد رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم سے منہ موڑا حضور کا نور کہ پیشانی آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں رکھا گیا اُسے سجدہ نہ کیا[ع] اُس وقت سے لعنتِ ابدی کا طوق اُس کے گلے میں پڑا، دیکھو جب سے اس کے شاگردانِ رشید اُس کے ساتھ کیا برتاؤ کرتے ہیں ہمیشہ اُس پر لعنت بھیجتے ہیں، ہر رمضان میں مہینہ بھر اُسے زنجیروں میں جکڑتے ہیں قیامت کے دن کھینچ کر جہنم میں دھکیلیں گے۔ یہاں سے علم کا جواب بھی واضح ہوگیا اور اُستاذی کا بھی۔

بھائیو! کروڑ کروڑ افسوس ہے اُس ادعائے مسلمانی پر کہ اللہ واحد قہار اور محمد رسول اللہ سید الابرار صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے زیادہ استاد کی وقعت ہو اللہ و رسول سے بڑھ کر بھائی یا دوست یا دنیا میں کسی کی محبت ہو۔ اے رب! ہمیں سچا ایمان دے صدقہ اپنے حبیب کی سچی عظمت سچی رحمت کا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم، آمین!

فرقۂ دوم۔ معاندین و دشمنانِ دین کہ خود انکارِ ضروریاتِ دین رکھتے ہیں اور صریح کفر کرکے اپنے اوپر سے نام کفر مٹانے کو اسلام و قرآن و خدا و رسول کے ساتھ تمسخر کرتے اور براہِ اغوا و تلبیس و

ع: تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی ج ۲ صفحہ ۴۵۵ پر زیرِ قولہ تعالٰی تلک الرسل فضلنا، ان الملٰئکۃ امروا بالسجود لاٰدم لاجل ان نور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی جبھۃ اٰدم[1]۔ تفسیر نیشاپوری ج ۲ ص ۷: سجود الملٰئکۃ لاٰدم انما کان لاجل نور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الذی کان فی جبھتہ[2]۔ دونوں عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ فرشتوں کا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کرنا اس لئے تھا کہ ان کی پیشانی میں نور محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تھا ۱۲ منہ۔

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۲/۲۵۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/۱۶۹
[2] غرائب القرآن و رغائب الفرقان " " " مصطفی البابی مصر ۳/۷

www.alahazratnetwork.org

شیوۂ ابلیس وہ باتیں بناتے ہیں کہ کسی طرح ضروریاتِ دین ماننے کی قید اُٹھ جائے اسلام فقط طوطے کی طرح زبان سے کلمہ رٹ لینے کا نام رہ جائے، بس کلمہ کا نام لیتا ہو پھر چاہے خدا کو جھوٹا کذاب کہے چاہے رسول کو سڑی سڑی گالیاں دے اسلام کسی طرح نہ جائے۔

بل لعنھم اللہ بکفرھم فقلیلا ما یؤمنون[1]
بلکہ اللہ نے ان پر لعنت کی ان کے کفر کے سبب تو ان میں تھوڑے ایمان لاتے ہیں (ت)

یہ مسلمانوں کے دشمن اسلام کے عدو عوام کو چھلنے اور خدائے واحد قہار کا دین بدلنے کے لئے چند شیطانی مکر پیش کرتے ہیں،

مکرِ اوّل، اسلام نام کلمہ گوئی کا ہے، حدیث میں فرمایا،

من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ[2]
جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ لیا جنت میں جائیگا۔

پھر کسی قول یا فعل کی وجہ سے کافر کیسے ہوسکتا ہے۔ مسلمانو! ذرا ہوشیار، خبردار، اس مکر ملعون کا حاصل یہ ہے کہ زبان سے لا الٰہ الا اللہ کہہ لینا گویا خدا کا بیٹا بن جانا ہے، آدمی کا بیٹا اگر اُسے گالیاں دے جُوتیاں مارے کچھ کرے اس کے بیٹے ہونے سے نہیں نکل سکتا، یُونہی جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ لیا اب وُہ چاہے خدا کو جھُوٹا کذاب کہے چاہے رسول کو سڑی سڑی گالیاں دے اس کا اسلام نہیں بدل سکتا۔

اس مکر کا جواب ایک تو اسی آیۂ کریمہ الٓمّٓ o احسب الناس[3] میں گزرا کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ نرے ادعائے اسلام پر چھوڑ دیے جائیں گے اور امتحان نہ ہوگا۔ اسلام[4] اگر فقط

---

[4] حضرت شیخ مجدد الف ثانی مکتوبات میں فرماتے ہیں،

مجرد تفوہ بکلمۂ شہادت در اسلام کافی نیست تصدیق جمیع ما علم بالضرورۃ مجیئہ من الدین باید و تبری از کفر و کافر نیز باید تا اسلام صورت بندد ۱۲۔
محض زبانی کلمہ شہادت کہنا اسلام میں کافی نہیں بلکہ ان تمام امور کی تصدیق ضروری ہے جن کا ضروریاتِ دین سے ہونا بداہتًا معلوم ہے۔ کفر اور کافر سے برارت بھی لازمی ہے تاکہ اسلام کو صحیح صورت تشکیل پائے (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۸۸

[2] المعجم الکبیر حدیث ۶۳۴۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۷/ ۴۸
المستدرک للحاکم کتاب التوبۃ والانابۃ دار الفکر بیروت ۴/ ۲۵۱

[3] القرآن الکریم ۲۹/ ۱و ۲

[4] مکتوبات مجدد الف ثانی مکتوب دو صد و شصت و ششم نولکشور لکھنؤ ۱/ ۳۲۳

www.alahazratnetwork.org

کلمہ گوئی کا نام تھا تو وہ بے شک حاصل تھی پھر لوگوں کا گھمنڈ کیوں غلط تھا جسے قرآن عظیم رَد فرمارہا ہے
نیز تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

قالت الاعراب اٰمنّا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا ولمّا یدخل الایمان فی قلوبکم[1]

یہ گنوار کہتے ہیں ہم ایمان لائے تم فرمادو ایمان تو تم نہ لائے ہاں یوں کہو کہ ہم مطیع اسلام ہوئے ایمان ابھی تمہارے دلوں میں کہاں داخل ہوا۔

اور فرماتا ہے:

اذا جاءك المنٰفقون قالوا نشهد انك لرسول الله م والله یعلم انك لرسوله والله یشهد ان المنٰفقین لکٰذبون[2]

منافقین جب تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک حضور یقیناً خدا کے رسول ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ بے شک تم ضرور اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک یہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

دیکھو کیسی لمبی چوڑی کلمہ گوئی، کیسی کیسی تاکیدوں سے مؤکد، کیسی کیسی قسموں سے مؤید، ہرگز موجبِ اسلام نہ ہوئی، اور اللہ واحد قہار نے ان کے جھوٹے کذّاب ہونے کی گواہی دی تو من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ کا یہ مطلب گھڑنا صراحۃً قرآن عظیم کا رَد کرنا ہے۔ ہاں جو کلمہ پڑھتا اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو ہم اسے مسلمان جانیں گے جب تک اس سے کوئی کلمہ کوئی حرکت کوئی فعل منافیِ اسلام نہ صادر ہو، بعد صدورِ منافی ہرگز کلمہ گوئی کام نہ دے گی۔

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

یحلفون بالله ما قالوا ولقد قالوا کلمة الکفر وکفروا بعد اسلامهم[3]

خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے نبی کی شان میں گستاخی نہ کی اور البتہ بیشک وہ یہ کفر کا بول بولے اور مسلمان ہو کر کافر ہوگئے۔

ابن جریر و طبرانی و ابو الشیخ و ابن مردویہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۴
[2] " ۶۳/ ۱
[3] " ۹/ ۷۴

www.alahazratnetwork.org

کرتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک پیڑ کے سایہ میں تشریف فرما تھے ارشاد فرمایا عنقریب ایک شخص آئے گا کہ تمھیں شیطان کی آنکھوں سے دیکھے گا وہ آئے تو اس سے بات نہ کرنا۔ کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ ایک کرنجی آنکھوں والا سامنے سے گزرا، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اسے بلاکر فرمایا، تُو اور تیرے رفیق کس بات پر میری شان میں گستاخی کے لفظ بولتے ہیں۔ وہ گیا اور اپنے رفیقوں کو بُلا لایا سب نے آکر قسمیں کھائیں کہ ہم نے کوئی کلمہ حضور کی شان میں بے ادبی کا نہ کہا۔ اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری کہ خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے گستاخی نہ کی اور بیشک ضرور وہ یہ کفر کا کلمہ بولے اور تیری شان میں بے ادبی کرکے اسلام کے بعد کافر ہوگئے۔[1]

دیکھو اللہ گواہی دیتا ہے کہ نبی کی شان میں بے ادبی کا لفظ کلمۂ کفر ہے اور اس کا کہنے والا اگرچہ لاکھ مسلمانی کا مدعی کروڑ بار کا کلمہ گو ہو کافر ہوجاتا ہے۔

اور فرماتا ہے:

ولئن سألتهم ليقولن انما كنا نخوض و نلعب ط قل اباللّٰه و اٰيٰته و رسوله كنتم تستهزءون ○ لا تعتذروا قد كفرتم بعد ايمانكم ط[2]

اور اگر تم اُن سے پوچھو تو بیشک ضرور کہیں گے کہ ہم تو یُونہی ہنسی کھیل میں تھے تم فرمادو کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے بہانے نہ بناؤ تم کافر ہوچکے اپنے ایمان کے بعد۔

ابن ابی شیبہ و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ابوالشیخ امام مجاہد تلمیذ خاص سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت فرماتے ہیں:

انه قال في قوله تعالٰى "ولئن سألتهم ليقولن انما كنا نخوض ونلعب" ط قال رجل من المنافقين يحدثنا محمد ان ناقة فلان بوادي كذا وكذا وما يدريه

یعنی کسی شخص کی اونٹنی گم ہوگئی اس کی تلاش تھی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ ہے، اس پر ایک منافق بولا محمد (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے محمد غیب کیا

---

[1] الدر المنثور بحوالہ ابن جریر والطبرانی وابن مردویہ تحت آیۃ ۹/۷۴، دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۱۹

[2] القرآن الکریم ۹/۶۵ و ۶۶

www.alahazratnetwork.org

بالغیب۔ جانیں، اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ اتاری کہ کیا اللہ و رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو بہانے نہ بناؤ تم مسلمان کہلا کر اس لفظ کے کہنے سے کافر ہوگئے۔[1] (دیکھو تفسیر امام ابن جریر مطبع مصر جلد دہم صفحہ ۱۰۵ و تفسیر درمنثور امام جلال الدین سیوطی جلد سوم صفحہ ۲۵۴)

مسلمانو! دیکھو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں اتنی گستاخی کرنے سے کہ "وہ غیب کیا جانیں" کلمہ گوئی کام نہ آئی اور اللہ تعالٰی نے صاف فرمادیا کہ بہانے نہ بناؤ تم اسلام کے بعد کافر ہوگئے۔ یہاں سے وہ حضرات بھی سبق لیں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علوم غیب سے مطلقاً منکر ہیں، دیکھو یہ قول منافق کا ہے اور اس کے قائل کو اللہ تعالٰی نے اللہ و قرآن و رسول سے ٹھٹھا کرنے والا بتایا اور صاف صاف کافر مرتد ٹھہرایا، اور کیوں نہ ہو کہ غیب کی بات جاننی شانِ نبوت ہے جیسا کہ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی و امام احمد قسطلانی و مولٰنا علی قاری و علامہ محمد زرقانی وغیرہم اکابر نے تصریح فرمائی جس کی تفصیل رسائل علم غیب میں بفضلہٖ تعالٰی بروجہ اعلٰی مذکور ہوئی۔[ع1] پھر اس کی سخت شامت کمال ضلالت کا کیا پوچھنا جو غیب کی ایک بات بھی خدا کے بتائے سے بھی نبی کو معلوم ہونا محال و ناممکن بتاتا ہے اس کے نزدیک اللہ سے سب چیزیں غائب ہیں اور اور اللہ کو اتنی قدرت نہیں کہ کسی کو ایک غیب کا علم دے سکے اللہ تعالٰی شیطان کے دھوکوں سے پناہ دے، آمین! ہاں بے خدا کے بتائے کسی کو ذرہ بھر کا علم ماننا ضرور کفر ہے، اور جمیع معلوماتِ الٰہیہ کو علم مخلوق کا محیط ہونا بھی باطل اور اکثر علماء[ع2] کے خلاف ہے، لیکن روزِ اول سے روزِ آخر تک کا ماکان ومایکون اللہ تعالٰی کے معلومات سے وہ نسبت بھی نہیں رکھتا جو ایک ذرے کے لاکھویں کروڑویں حصے کو کروڑہا کروڑ سمندروں سے ہو بلکہ یہ خود علوم محمدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے، ان تمام امور کی تفصیل الدولۃ المکیہ وغیرہا میں ہے۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اور ان شاء اللہ العظیم بہت مفید تھا، اب بحث سابق

ع1: اس نئے شاخسانے کے رد میں بفضلہٖ تعالٰی چار رسالے ہیں، ازاحۃ العیب، جوانح الغیب، الجلاء الکامل، ابرار المجنون، سبیل الھداۃ، جن میں پہلا ان شاء اللہ مع ترجمہ عنقریب شائع ہوگا اور باقی تین بھی بعونہٖ تعالٰی اس کے بعد، وباللہ التوفیق ۱۲ کاتب عفی عنہ۔

ع2: اکثر کی قید کا فائدہ رسالہ "الفیوض المکیۃ لمحب الدولۃ المکیۃ" میں ملاحظہ ہوگا ان شاء اللہ تعالٰی ۱۲ کاتب عفی عنہ

[1] الدرالمنثور بحوالہ ابن ابی شیبۃ وابن المنذر وابن ابی حاتم وابی الشیخ عن مجاہد تحت الآیۃ ۹/ ۶۵ بیروت ۴/ ۲۳۱
جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۹/ ۶۵ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۰/ ۱۹۶

www.alahazratnetwork.org

اِلّآ اَنَّھُم کفروا باللہ وبرسولہ ولا یأتون الصلٰوۃ اِلّا وھم کُسالٰی و لا ینفقون الّا وھم کٰرھون ؁[1]

مگر اسی لئے کہ انھوں نے اللہ اور رسول کے ساتھ کفر کیا اور نماز کو نہیں آتے مگر جی ہارے، اور خرچ نہیں کرتے مگر بُرے دل سے۔

دیکھو اُن کا نماز پڑھنا بیان کیا اور پھر انھیں کافر فرمایا، کیا وہ قبلہ کو نماز نہیں پڑھتے تھے، فقط قبلہ کیسا' قبلۂ دل وجان کعبۂ دین وایمان سرورِ عالمیان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیچھے جانب قبلہ نماز پڑھتے تھے۔

اور فرماتا ہے:

فان تابوا واقاموا الصلٰوۃ و اٰتوا الزکٰوۃ فاخوانکم فی الدین ط ونفصل الاٰیٰت لقوم یعلمون ○ وان نکثوآ ایمانھم من بعد عھدھم و طعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمۃ الکفر لا انھم لا ایمان لھم لعلھم ینتھون ؁[2]

پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز برپا رکھیں اور زکوٰۃ دیں تو تمھارے دینی بھائی ہیں اور ہم پتے کی باتیں صاف بیان کرتے ہیں علم والوں کے لئے، اور اگر قول و قرار کرکے پھر اپنی قسمیں توڑیں اور تمھارے دین پر طعن کریں تو کفر کے پیشواؤں سے لڑو ان کی قسمیں کچھ نہیں شاید وہ باز آئیں۔

دیکھو نماز و زکوٰۃ والے اگر دین پر طعنہ کریں تو انھیں کفر کا پیشوا کافروں کا سرغنہ فرمایا۔ کیا خدا ورسول کی شان میں وہ گستاخیاں دین پر طعنہ نہیں، اس کا بیان بھی سُنئے۔

تمھارا رب عزّوجل فرماتا ہے:

من الذین ھادوا یحرفون الکلم عن مواضعہ ویقولون سمعنا وعصینا واسمع غیر مسمع وراعنا لیًّا بالسنتھم وطعنًا فی الدین ط ولو انھم قالوا سمعنا واطعنا واسمع وانظرنا لکان خیرًا لھم واقوم لا ولکن لعنھم اللہ

کچھ یہودی بات کو اس کی جگہ سے بدلتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے سُنا اور نہ مانا اور سُنئے آپ سُنائے نہ جائیں اور راعنا کہتے ہیں زبان پھیر کر اور دین پر طعنہ کرنے کو۔ اور اگر وہ کہتے ہم نے سُنا اور مانا اور سُنئے اور ہمیں مہلت دیجئے تو ان کے لئے بہتر اور بہت ٹھیک ہوتا لیکن ان کے کفر کے سبب

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۵۴
[2] " " ۹/ ۱۱ و ۱۲

www.alahazratnetwork.org

بکفرھم فلا یؤمنون الا قلیلا ۝[1] | اللہ نے ان پر لعنت کی ہے تو ایمان نہیں لاتے مگر کم۔

کچھ یہودی جب دربارِ نبوت میں حاضر آتے اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کچھ عرض کرنا چاہتے تو یوں کہتے سُنئے آپ سُنائے نہ جائیں، جس سے ظاہر تو دُعا ہوتی یعنی حضور کو کوئی ناگوار بات نہ سُنائے اور دل میں بددُعا کا ارادہ کرتے کہ سُنائی نہ دے، اور جب حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کچھ ارشاد فرماتے اور یہ بات سمجھ لینے کے لئے مہلت چاہتے تو راعنا کہتے جس کا ایک پہلو یہ ظاہر کہ ہماری رعایت فرمائیے اور مراد خفی رکھتے رعونت والا۔ اور بعض کہتے ہیں زبان دبا کر راعینا کہتے یعنی ہمارا چرواہا۔ جب پہلودار بات دین میں طعنہ ہُوئی تو صریح صاف کتنا سخت طعنہ ہوگی بلکہ انصاف کیجئے تو ان باتوں کا صریح بھی اِن کلمات کی شناعت کو نہ پہنچتا، بہرا ہونے کی دعا یا رعونت یا بکریاں چرانے کی طرف نسبت کو ان الفاظ سے کیا نسبت کہ شیطان سے علم میں کمتر یا پاگلوں چوپاؤں سے علم میں ہمسر اور خدا کی نسبت وُہ کہ جھُوٹا ہے جھُوٹ بولتا ہے جو اُسے جھُوٹا بتائے مسلمان سُنّی صالح ہے والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔

ثانیاً اس وہم شنیع کو مذہب سیّدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ بتانا حضرت امام پر سخت افترا و اتہام۔ امام رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے عقائد کریمہ کی کتاب مطہر فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

صفاتہ تعالٰی فی الازل غیر محدثۃ ولا مخلوق فمن قال انہ مخلوقۃ اومحدثۃ اووقف فیہا او شك فیہا فھو کافر باللہ تعالٰی[2] | اللہ تعالٰی کی صفتیں قدیم ہیں، نہ نوپیدا ہیں کسی کی بنائی ہُوئی، توجو انھیں مخلوق یا حادث کہے یا اس باب میں توقف کرے یا شک لائے وہ کافر ہے اور خدا کا منکر۔

نیز امام ہمام رضی اللہ تعالٰی عنہ کتاب الوصیۃ میں فرماتے ہیں:

من قال بان کلام اللہ تعالٰی مخلوق فھو کافر باللہ العظیم[3] | جو شخص کلام اللہ کو مخلوق کہے اس نے عظمت والے خدا کے ساتھ کفر کیا۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۴۶

[2] الفقہ الاکبر ملک سراج الدین اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور ص ۵

[3] کتاب الوصیۃ (وصیت نامہ) فصل لقربان اللہ تعالٰی علی العرش استوی الخ " " " " ص ۲۸

www.alahazratnetwork.org

شرح فقہ اکبر میں ہے:

قال فخر الاسلام قد صح عن ابی یوسف انہ قال ناظرت ابا حنیفۃ فی مسألۃ خلق القراٰن فاتفق رأیی ورأیہ علی ان من قال بخلق القراٰن فھو کافر وصح ھذا القول ایضا عن محمد رحمھم اللہ تعالٰی[1]

امام فخر الاسلام رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ انھوں نے فرمایا میں نے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مسئلہ خلق قرآن میں مناظرہ کیا میری اور ان کی رائے اس پر متفق ہوئی کہ جو قرآن مجید کو مخلوق کہے وہ کافر ہے اور یہ قول امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے بھی بصحت ثبوت کو پہنچا۔

یعنی ہمارے ائمہ ثلثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اجماع واتفاق ہے کہ قرآن عظیم کو مخلوق کہنے والا کافر ہے۔ کیا معتزلہ وکرامیہ وروافض کہ قرآن کو مخلوق کہتے ہیں اس قبلہ کی طرف نماز نہیں پڑھتے، نفس مسئلہ کا جزئیہ لیجئے امام مذہب حنفی سیدنا امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ کتاب الخراج میں فرماتے ہیں:

ایما رجل مسلم سب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اوکذبہ اوعابہ اوتنقصہ فقد کفر باللہ تعالٰی وبانت منہ زوجتہ[2]

جو شخص مسلمان ہوکر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دشنام دے یا حضور کی طرف جھوٹ کی نسبت کرے یا حضور کو کسی طرح کا عیب لگائے یا کسی وجہ سے حضور کی شان گھٹائے وہ یقیناً کافر اور خدا کا منکر ہوگیا اس کی جورو اس کے نکاح سے نکل گئی۔

دیکھو کیسی صاف تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تنقیص شان کرنے سے مسلمان کافر ہوجاتا ہے اس کی جورو نکاح سے نکل جاتی ہے کیا مسلمان اہل قبلہ نہیں ہوتا یا اہل کلمہ نہیں ہوتا سب کچھ ہوتا ہے مگر محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کے ساتھ نہ قبلہ قبول نہ کلمہ قبول والعیاذ باللہ رب العالمین۔

ثالثاً اصل بات یہ ہے کہ اصطلاح ائمہ میں اہل قبلہ وہ ہے کہ تمام ضروریاتِ دین پر ایمان رکھتا ہو

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر القرآن کلام اللہ غیر مخلوق دارالبشائر الاسلامیہ بیروت ص ۹۵

[2] کتاب الخراج للامام ابی یوسف فصل فی الحکم فی المرتد عن الاسلام دارالمعرفۃ بیروت ص ۱۸۲

www.alahazratnetwork.org

اُن میں سے ایک بات کا بھی منکر ہو تو قطعاً یقیناً اجماعاً کافر مرتد ہے ایسا کہ جو اُسے کافر نہ کہے خود کافر ہے۔ شفاء شریف وبزازیہ ودرر وغرر وفتاوٰی خیریہ وغیرہا میں ہے :

اجمع المسلمون ان شاتمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کافر ومن شك فی عذابہ وکفرہ کفر[1]

تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان پاک میں گستاخی کرے وُہ کافر ہے اور جو اس کے معذب یا کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

مجمع الانہر و درمختار میں ہے :

واللفظ لہ الکافر بسب نبی من الانبیاء لاتقبل توبتہ مطلقا ومن شك فی عذابہ وکفرہ کفر[2]

جو کسی نبی کی شان میں گستاخی کے سبب کافر ہوا اس کی توبہ کسی طرح قبول نہیں اور جو اُس کے عذاب یا کفر میں شک کرے خود کافر ہے۔

الحمد للہ یہ نفیس مسئلہ کا وہ گرانبہا جزئیہ ہے جس میں ان بدگویوں کے کفر پر اجماع تمام امت کی تصریح ہے اور یہ بھی کہ جو انھیں کافر نہ جانے خود کافر ہے۔

شرح فقہ اکبر میں ہے :

فی المواقف لایکفر اھل القبلۃ الافیما فیہ انکار ماعلم مجیئہ بالضرورۃ اوالمجمع علیہ کاستحلال المحرمات اھ ولایخفی ان المراد بقول علمائنا لایجوز تکفیر اھل القبلۃ بذنب لیس مجرد التوجہ الی القبلۃ فان الغلاۃ من الروافض الذین یدعون ان جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام غلط فی

یعنی مواقف میں ہے کہ اہلِ قبلہ کو کافر نہ کہا جائیگا مگر جب ضروریاتِ دین یا اجماعی باتوں سے کسی بات کا انکار کریں جیسے حرام کو حلال جاننا۔ اور مخفی نہیں کہ ہمارے علماء جو فرماتے ہیں کہ کسی گناہ کے باعث اہلِ قبلہ کی تکفیر روا نہیں اُس سے نرا قبلہ کو منہ کرنا مراد نہیں کہ غالی رافضی جو کہتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام کو وحی میں دھوکا ہوا اللہ تعالٰی نے انھیں مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی طرف بھیجا تھا

---

[1] الشفا بتعریف حقوق المصطفٰی القسم الرابع الباب الاول المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۲/۲۰۸
الفتاوی الخیریۃ باب المرتدین دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۰۳

[2] الدر المختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶
مجمع الانہر کتاب فصل فی احکام الجزیۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۷۷

www.alahazratnetwork.org

الوحی فان اللہ تعالٰی ارسلہ الی علی رضی اللہ تعالٰی عنہ وبعضہم قالوا انہ الٰہ وان صلوا الی القبلۃ لیسوا بمؤمنین وھذا ھو المراد بقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من صلی صلاتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذلک مسلم اھ مختصرًا۔

اور بعض تو مولٰی علی کو خدا کہتے ہیں یہ لوگ اگرچہ قبلہ کی طرف نماز پڑھیں مسلمان نہیں اور اس حدیث کی بھی یہی مراد ہے جس میں فرمایا کہ "جو ہماری سی نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کو منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے"۔

یعنی جبکہ ضروریاتِ دین پر ایمان رکھتا ہو اور کوئی بات منافیِ ایمان نہ کرے۔

اسی میں ہے:

اعلم ان المراد باھل القبلۃ الذین اتفقوا علی ماھو من ضروریات الدین کحدوث العالم وحشر الاجساد وعلم اللہ تعالٰی بالکلیات والجزئیات وما اشبہ ذٰلک من المسائل المھمات فمن واظب طول عمرہ علی الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم اونفی الحشر اونفی علمہ سبحٰنہ بالجزئیات لایکون من اھل القبلۃ وان المراد بعدم تکفیر احد من اھل القبلۃ عند اھل السنۃ انہ لایکفر مالم یوجد شیئ من امارات الکفر وعلاماتہ ولم یصدر عنہ شیئ من موجباتہ[2]

یعنی جان لو کہ اہلِ قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو تمام ضروریاتِ دین میں موافق ہیں جیسے عالم کا حادث ہونا اجسام کا حشر ہونا اللہ تعالٰی کا علم تمام کلیات وجزئیات کو محیط ہونا اور جو مہم مسئلے ان کی مانند ہیں تو جو تمام عمر طاعتوں عبادتوں میں رہے اور اس کے ساتھ یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ عالم قدیم ہے یا حشر نہ ہوگا یا اللہ تعالٰی جزئیات کو نہیں جانتا وہ اہلِ قبلہ سے نہیں اور اہلِ سنت کے نزدیک اہلِ قبلہ میں کسی کو کافر نہ کہنے سے یہ مراد ہے کہ اسے کافر نہ کہیں گے جب تک اس میں کفر کی کوئی علامت ونشانی نہ پائی جائے اور کوئی بات موجبِ کفر اس سے صادر نہ ہو۔

امام اجل سیدی عبدالعزیز بن احمد بن محمد بخاری حنفی رحمہ اللہ تعالٰی تحقیق شرح

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر مطلب فی ایراد الالفاظ المکفرۃ الخ دارالبشائر الاسلامیہ بیروت ص ۴۲۶
[2] " " " " " " " عدم جواز تکفیر اہل القبلۃ " " " ص ۴۲۹

www.alahazratnetwork.org

اصول حسامی میں فرماتے ہیں :

ان غلا فیہ (ای فی ھواہ) حتی وجب اکفارہ بہ لایعتبر خلافہ ووفاقہ ایضا لعدم دخولہ فی مسمی الامۃ المشھود لہا بالعصمۃ وان صلی الی القبلۃ واعتقد نفسہ مسلما لان الامۃ لیست عبارۃ من المصلین الی القبلۃ بل عن المؤمنین وھو کافر وان کان لایدری انہ کافر[1]

یعنی بدمذہب اگر اپنی بدمذہبی میں غالی ہو جس کے سبب اسے کافر کہنا واجب ہو تو اجماع میں اس کی مخالفت موافقت کا کچھ اعتبار نہ ہوگا کہ خطا سے معصوم ہونے کی شہادت تو اُمت کے لئے آئی ہے اور وہ اُمت ہی سے نہیں اگرچہ قبلہ کی طرف نماز پڑھتا اور اپنے آپ کو مسلمان اعتقاد کرتا ہو اس لئے کہ اُمت قبلہ کی طرف نماز پڑھنے والوں کا نام نہیں بلکہ مسلمان کا نام ہے اور یہ شخص کافر ہے اگرچہ اپنی جان کو کافر نہ جانے۔

ردالمحتار میں ہے :

لاخلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الاسلام وان کان من اھل القبلۃ المواظب طول عمرہ علی الطاعات کما فی شرح التحریر[2]

یعنی ضروریاتِ اسلام سے کسی چیز میں خلاف کرنے والا بالاجماع کافر ہے اگرچہ اہل قبلہ سے ہو اور عمر بھر طاعات میں بسر کرے جیسا کہ شرح تحریر امام ابن الہمام میں فرمایا۔

کتب عقائد وفقہ واصول ان تصریحات سے مالامال ہیں۔

رابعًا خود مسئلہ بدیہی ہے کیا جو شخص پانچ وقت قبلہ کی طرف نماز پڑھتا اور ایک وقت مہادیو کو سجدہ کرلیتا ہو کسی عاقل کے نزدیک مسلمان ہوسکتا ہے حالانکہ اللہ کو جھوٹا کہنا یا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنا مہادیو کے سجدے سے کہیں بدتر ہے اگرچہ کفر ہونے میں برابر ہے وذٰلک ان الکفر بعضہ اخبث من بعض (اور یہ اس لئے کہ بعض کفر بعض سے خبیث تر ہے) وجہ یہ کہ بُت کو سجدہ علامت تکذیبِ خدا ہے اور علامت تکذیب میں تکذیب کے برابر نہیں ہوسکتی اور سجدے میں یہ احتمال عقلی بھی نکل سکتا ہے کہ محض تحیت ومجرا مقصود ہو نہ کہ عبادت،

---

[1] التحقیق شرح الحسامی باب الاجماع نولکشور لکھنؤ ص ۲۰۸

[2] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۷۷

www.alahazratnetwork.org

اور محض تحیت[عــہ] فی نفسہٖ کفر نہیں، ولہذا اگر مثلاً کسی عالم یا عارف کو تحیۃً سجدہ کرے گنہگار ہوگا کافر نہ ہوگا امثال بُت میں شرع نے مطلقاً حکم کفر بربنائے شعار خاص کفار رکھا ہے بخلاف بدگوئی حضور پُرنور سیّد عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ فی نفسہٖ کُفر ہے جس میں کوئی احتمالِ اسلام نہیں۔

اور میں یہاں اس فرق پر بنا نہیں رکھتا کہ ساجدِ صنم کی توبہ باجماعِ امت مقبول ہے مگر سیدعالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے کی توبہ ہزارہا ائمۂ دین کے نزدیک اصلاً قبول نہیں، اور اسی کو ہمارے علمائے حنفیہ سے امام بزازی و امام محقق علی الاطلاق ابن الہمام و علامہ مولٰی خسرو صاحبِ دُرر و غُرر و علامہ زین بن نجیم صاحب بحرالرائق و اشباہ والنظائر و علامہ عمر بن نجیم صاحب نہرالفائق و علامہ ابوعبداللہ محمد بن غزی صاحب تنویرالابصار و علامہ خیرالدین رملی صاحبِ خیریہ و علامہ شیخی زادہ صاحب مجمع الانہر و علامہ مدقق محمد بن علی حصکفی صاحبِ

عــہ شرح مواقف میں ہے:

سجودہ لہا یدل بظاہرہ انہ لیس بمصدق ونحن نحکم بالظاہر فلذا حکمنا بعدم ایمانہ لا لان عدم السجود لغیر اللہ دخل فی حقیقۃ الایمان حتی لو علم انہ لم یسجد لہا علی سبیل التعظیم واعتقاد الالٰہیۃ بل سجد لہا وقلبہ مطمئن بالتصدیق لم یحکم بکفرہ فیما بینہ وبین اللہ وان اجری علیہ حکم الکفر فی الظاہر[1] ۱۲ منہ۔

اُس کا سورج کو سجدہ کرنا بظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کی تصدیق نہیں کرتا ہے اور ہم ظاہر پر حکم لگاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے اس کے عدمِ ایمان کا حکم لگایا ہے۔ یہ حکم اس وجہ سے نہیں لگایا کہ غیر اللہ کو سجدہ نہ کرنا ایمان کی حقیقت میں داخل ہے یہاں تک کہ اگر معلوم ہوجائے کہ اس نے سورج کو سجدہ بطور تعظیم اور اس کو معبود سمجھ کر نہیں کیا بلکہ اُسکو سجدہ کیا درآنحالیکہ اُس کا دل تصدیق وایمان کے ساتھ مطمئن تھا تو عنداللہ اُس کے کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا اگرچہ بظاہر اُس پر کفر کا حکم جاری کیا جائیگا۔ (ت)

---

[1] شرح المواقف المرصد الثالث المقصد الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/۳۲۹

www.alahazratnetwork.org

دُرمختار وغیرہم عمائد کبار علیہم رحمۃ العزیز الغفار نے اختیار فرمایا بیسن ان تحقیق المسألۃ فی الفتاوی الرضویۃ (علاوہ ازیں مسئلہ کی تحقیق فتاوی رضویہ میں ہے۔ت) اس لئے کہ عدم قبول توبہ صرف حاکم اسلام کے یہاں ہے کہ وہ اس معاملہ میں بعد توبہ بھی سزائے موت دے ورنہ اگر توبہ صدق دل سے ہے تو عند اللہ مقبول ہے کہیں یہ بدگو اس مسئلہ کو دستاویز نہ بنالیں کہ آخر توبہ قبول نہیں پھر کیوں تائب ہوں، نہیں نہیں توبہ سے کفر مٹ جائے گا مسلمان ہوجاؤ گے جہنم ابدی سے نجات پاؤ گے، اس قدر پر اجماع ہے کما فی ردالمحتار وغیرہ (جیساکہ ردالمحتار وغیرہ میں ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

اُس فرقۂ بے دین کا **مکر سوم** یہ ہے کہ فقہ میں لکھا ہے جس میں ننانوے ۹۹ باتیں کفر کی ہوں اور ایک بات اسلام کی تو اُس کو کافر نہ کہنا چاہئے۔

اوّلاً یہ مکر خبیث سب مکروں سے بدتر وضعیف جس کا حاصل یہ کہ جو شخص دن میں ایک بار اذان دے یا دو رکعت نماز پڑھ لے اور ننانوے ۹۹ بار بُت پوجے سنکھ پھونکے گھنٹی بجائے وہ مسلمان ہے کہ اس میں ننانوے باتیں کفر کی ہیں تو ایک اسلام کی بھی ہے یہی کافی ہے حالانکہ مومن تو مومن کوئی عاقل اُسے مسلمان نہیں کہہ سکتا۔

ثانیاً اُس کی رُو سے سوا دہریے کے کہ سرے سے خدا کے وجود ہی کا منکر ہو تمام کافر، مشرک، مجوس، ہنود، نصارٰی، یہود وغیرہم دُنیا بھر کے کفار سب کے سب مسلمان ٹھہرے جاتے ہیں کہ اور باتوں کے منکر سہی آخر وجودِ خدا کے تو قائل ہیں ایک یہی بات سب سے بڑھ کر اسلام کی بات بلکہ تمام اسلامی باتوں کی اصل الاصول ہے خصوصاً کفار فلاسفہ و آریہ وغیرہم کہ بزعمِ خود توحید کے بھی قائل ہیں اور یہود و نصارٰی تو بڑے بھاری مسلمان ٹھہریں گے کہ توحید کے ساتھ اللہ تعالٰی کے بہت سے کلاموں اور ہزاروں نبیوں اور قیامت وحشر وحساب وثواب وعذاب وجنت و نار وغیرہا بکثرت اسلامی باتوں کے قائل ہیں۔

ثالثاً اس کے رَد میں قرآن عظیم کی وہ آیتیں کہ اُوپر گزریں کافی ووافی ہیں جن میں باوصف کلمہ گوئی و نماز خوانی صرف ایک ایک بات پر حکمِ تکفیر فرمادیا کہیں ارشاد ہوا:

کفروا بعد اسلامھم[1] وہ مسلمان ہو کر اس کلمے کے سبب کافر ہوگئے۔

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۷۴

www.alahazratnetwork.org

کہیں فرمایا :

لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم[1] بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے ایمان کے بعد۔

حالانکہ اس مکر خبیث کی بنا پر جب تک ۹۹ سے زیادہ کفر کی باتیں جمع نہ ہو جاتیں صرف ایک کلمہ پر حکم کفر صحیح نہ تھا، ہاں شاید اس کا یہ جواب دیں کہ یہ خدا کی غلطی یا جلد بازی تھی کہ اس نے دائرۂ اسلام تنگ کر دیا کلمہ گویوں اہل قبلہ کو دھکے دے دے کر صرف ایک ایک لفظ پر اسلام سے نکالا اور پھر زبردستی یہ کہ لا تعتذروا عذر بھی نہ کرنے دیا نہ عذر سننے کا قصد کیا۔ افسوس ہے خدا نے پیر نیچر یا ندوہ نیچریا ان کے ہجیال کسی وسیع الاسلام ریفارمر سے مشورہ نہ لیا الا لعنۃ اللّٰہ علی الظّٰلمین (اے ظالموں پر خدا کی لعنت۔ت)

رابعًا اس مکر کا جواب :

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے :

افتؤمنون ببعض الکتٰب وتکفرون ببعض[2] فما جزاء من یفعل ذٰلک منکم الا خزی فی الحیٰوۃ الدنیا ویوم القیٰمۃ یردون الٰی اشد العذاب وما اللّٰہ بغافل عما تعملون ○ اولٰئک الذین اشتروا الحیٰوۃ الدنیا بالاٰخرۃ[3] فلا یخفف عنہم العذاب ولا ہم ینصرون ○

تو کیا اللہ کے کلام کا کچھ حصہ مانتے ہو اور کچھ حصے سے منکر ہو، تو جو کوئی تم میں سے ایسا کرے اس کا بدلہ نہیں مگر دنیا کی زندگی میں رسوائی اور قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب کی طرف پلٹے جائیں گے اور اللہ تمہارے کوتکوں سے غافل نہیں۔ یہی لوگ ہیں جنھوں نے عقبٰی بیچ کر دنیا خریدی تو نہ ان پر سے کبھی عذاب ہلکا ہو نہ ان کو مدد پہنچے۔

کلام الٰہی میں فرض کیجئے اگر ہزار باتیں ہوں تو ان میں سے ہر ایک بات کا ماننا ایک اسلامی عقیدہ ہے اب اگر کوئی شخص ۹۹۹ مانے اور صرف ایک نہ مانے تو قرآن عظیم فرما رہا ہے کہ وہ ان ۹۹۹ کے ماننے سے مسلمان نہیں بلکہ صرف اس ایک کے نہ ماننے سے کافر ہے، دنیا میں اس کی رسوائی ہوگی اور آخرت میں اس پر سخت تر عذاب جو ابد الآباد تک کبھی موقوف ہونا کیا معنے ایک آن

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶۶

[2] " ۱۱/ ۱۸

[3] " ۲/ ۸۵ و ۸۶

www.alahazratnetwork.org

کو بلکہ بھی نہ کیا جائے گا نہ کہ ۹۹ کا انکار کرے اور ایک کو مان لے تو مسلمان ٹھہرے، یہ مسلمانوں کا عقیدہ نہیں بلکہ بشہادتِ قرآن عظیم خود صریح کفر ہے۔

خامسًا اصل بات یہ ہے کہ فقہائے کرام پر ان لوگوں نے جتنا افترا اٹھایا انھوں نے ہرگز کہیں ایسا نہ فرمایا بلکہ انھوں نے بخصلت یہود یحرفون الکلم عن مواضعہٖ یہودی بات کو اس کے ٹھکانوں سے بدلتے ہیں تحریف تبدیل کرکے، کچھ کا کچھ بنا لیا، فقہائے یہ نہیں فرمایا کہ جس شخص میں ننانوے ۹۹ باتیں کفر کی اور ایک اسلام کی ہو وہ مسلمان ہے حاشا للہ بلکہ تمام امت کا اجماع ہے کہ جس میں ننانوے ۹۹ ہزار باتیں اسلام کی اور ایک کفر کی ہو وہ یقینًا قطعًا کافر ہے ننانوے قطرے گلاب میں ایک بوند پیشاب پڑجائے سب پیشاب ہوجائے گا مگر یہ جاہل کہتے ہیں کہ ننانوے قطرے پیشاب میں ایک بوند گلاب ڈال دو سب طیب طاہر ہوجائے گا حاشا کہ فقہا تو فقہا کوئی ادنٰی تمیز والا بھی ایسی جہالت بکے بلکہ فقہائے کرام نے یہ فرمایا ہے کہ جس مسلمان سے کوئی لفظ ایسا صادر ہو جس میں سو پہلو نکل سکیں اُن میں ننانوے پہلو کفر کی طرف جاتے ہوں اور ایک اسلام کی طرف تو جب تک ثابت نہ ہوجائے کہ اس نے خاص کوئی پہلو کفر کا مراد رکھا ہے ہم اُسے کافر نہ کہیں گے کہ آخر ایک پہلو اسلام کا بھی تو ہے کیا معلوم شاید اس نے یہی پہلو مراد رکھا ہو، اور ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ اگر واقع میں اس کی مراد کوئی پہلوئے کفر ہے تو ہماری تاویل سے اُسے فائدہ نہ ہوگا وہ عنداللہ کافر ہی ہوگا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ مثلاً زید کہے عمرو کو علم قطعی یقینی غیب کا ہے اس کلام میں اتنے پہلو ہیں:

(۱) عمرو اپنی ذات سے غیب داں ہے، یہ صریح کفر و شرک ہے۔

قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ[1]	تم فرماؤ غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ۔ (ت)

(۲) عمرو آپ تو غیب داں نہیں مگر جو علم غیب رکھتے ہیں اُن کے بتانے سے اسے غیب کا علم یقینی ہوجاتا ہے، یہ بھی کفر ہے۔

تبینت الجن ان لو کانوا یعلمون الغیب ما لبثوا فی العذاب المھین[2]	جنّوں کی حقیقت کھل گئی اگر غیب جانتے ہوتے تو اس خواری کے عذاب میں نہ ہوتے (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۷/۶۵

[2] القرآن الکریم ۳۴/۱۴

[3] " " ۴/۴۶

www.alahazratnetwork.org

(۳) عمرو نجومی ہے۔
(۴) رمّال ہے۔
(۵) سامندرک جانتا یا ہاتھ دیکھتا ہے۔
(۶) کوّے وغیرہ کی آواز۔
(۷) حشرات الارض کے بدن پر گرنے،
(۸) کسی پرندے یا وحشی چرندے کے دہنے یا بائیں نکل کر جانے،
(۹) آنکھ یا دیگر اعضاء کے پھڑکنے سے شگون لیتا ہے۔
(۱۰) پانسہ پھینکتا ہے۔
(۱۱) فال دیکھتا ہے۔
(۱۲) حاضرات سے کسی کو معمول بنا کر اُس سے احوال پوچھتا ہے۔
(۱۳) مسمریزم جانتا ہے۔
(۱۴) جادو کی میز،
(۱۵) روحوں کی تختی سے حال دریافت کرتا ہے۔
(۱۶) قیافہ داں ہے۔
(۱۷) علم زایرجہ سے واقف ہے ان ذرائع سے اُسے غیب کا علم قطعی یقینی ملتا ہے یہ سب بھی کفر ہیں؏، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اتی عرافا او کاھنا فصدقه فیما یقول فقد کفر بما انزل علٰی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رواہ احمد[1] والحاکم بسند صحیح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ

جو شخص نجومی اور کاہن کے پاس جائے اور اس کے بیان کو سچا جانے تو اس نے اس کا انکار کیا جو محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ امام احمد و حاکم نے بسند صحیح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

؏ یعنی جبکہ ان کی وجہ سے غیب کے علم قطعی یقینی کا ادعا کیا جائے جیسا کہ نفس کلام میں مذکور ہے ۱۲ منہ۔

[1] المستدرک علی الصحیحین کتاب الایمان التشدید فی اتیان الکاہن مکتب المطبوعات الاسلامیہ ۱/ ۸
مسند احمد بن حنبل مسند ابی ہریرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۲۹

www.alahazratnetwork.org

ولاحمد وابی داؤد عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فقد برئ مما نزل علٰی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1]

امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا: تو وہ قرآن اور دینِ اسلام سے الگ ہوگیا۔(ت)

(۱۸) عمرو پر وحی رسالت آتی ہے اس کے سبب غیب کا علم یقینی پاتا ہے جس طرح رسولوں کو ملتا تھا، یہ اشد کفر ہے۔

ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ط وکان اللہ بکل شیئ علیما ۝[2]

ہاں (محمد) اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔(ت)

(۱۹) وحی تو نہیں آتی مگر بذریعہ الہام جمیع غیوب اس پر منکشف ہوگئے ہیں اُس کا علم تمام معلوماتِ الٰہی کو محیط ہوگیا، یہ یوں کفر ہے کہ اس نے عمرو کو علم میں حضور پُر نور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ترجیح دے دی کہ حضور کا علم بھی جمیع معلوماتِ الٰہی کو محیط نہیں،

قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون ۝[3]

تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان۔(ت)

من قال فلان اعلم منہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقد عابہ فحکمہ حکم الساب نسیم الریاض[4]

جس نے کہا کہ فلاں شخص نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زیادہ علم والا ہے اس نے آپ پر عیب لگایا لہٰذا اس کا حکم شاتم جیسا ہے۔(نسیم الریاض)۔(ت)

(۲۰) جمیع کا احاطہ نہ سہی مگر جو علومِ غیب اسے الہام سے ملے اُن میں ظاہراً یا ظناً کسی طرح کسی رسول انس و ملک کی وساطت و تبعیت نہیں اللہ تعالٰی نے بلاواسطہ رسول اصالۃً اسے غیوب پر مطلع کیا، یہ بھی کفر ہے،

وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن

اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب کا

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الکہانۃ والتطیر باب النہی عن اتیان الکہان آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۸۹
[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰
[3] " ۳۹/ ۹
[4] نسیم الریاض فی شرح الشفاء الباب الاول مرکز اہلسنت گجرات الہند ۴/ ۳۳۵

www.alahazratnetwork.org

اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء[1]	علم دے دے ہاں اللہ چُن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔(ت)
عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا ○ الا من ارتضی من رسول[2]	غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔(ت)

(۲۱) عمرو کو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے واسطہ سے سمعًا یا عینًا یا الہامًا بعض غیوب کا علم قطعی اللہ عزوجل نے دیا یا دیتا ہے یہ احتمال خالص اسلام ہے تو محققین فقہا اس قائل کو کافر نہ کہیں گے کہ اگرچہ اس کی بات کے اکیس۲۱ پہلوؤں میں بیس کفر ہیں مگر ایک اسلام کا بھی ہے احتیاط و تحسین ظن کے سبب اُس کا کلام اسی پہلو پر حمل کریں گے جب تک ثابت نہ ہو کہ اس نے کوئی پہلو ئے کفر ہی مراد لیا نہ کہ ایک ملعون کلام تکذیب خدا یا تنقیص شانِ سیّد انبیاء علیہ و علیہم الصلوۃ والثناء میں صاف صریح ناقابل تاویل و توجیہ ہو اور پھر بھی حکمِ کفر نہ ہو اب تو اُسے کفر نہ کہنا کفر کو اسلام ماننا ہوگا اور جو کفر کو اسلام مانے خود کافر ہے۔ ابھی شفاء و بزازیہ و درر و بحر و نہر و فتاوٰی خیریہ و مجمع الانہر و درمختار وغیرہا کتبِ معتمدہ سے سُن چکے کہ جو شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تنقیصِ شان کرے کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے، مگر بیہودہ منش لوگ فقہائے کرام پر افترائے سخیف اور اُن کے کلام میں تبدیل و تحریف کرتے ہیں،

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[3]	اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔(ت)

شرح فقہ اکبر میں ہے،

قد ذکروا ان المسئلۃ المتعلقۃ بالکفر اذا کان لہا تسع وتسعون احتمالا للکفر واحتمال واحد فی نفیہ فالاولی للمفتی والقاضی	تحقیق مشائخ نے مسئلہ تکفیر کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ اگر اس میں ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال نفی کفر کا ہو تو اولٰی یہ ہے مفتی اور قاضی اُس کو نفی کفر کے احتمال

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۷۹
[2] " " ۷۲/ ۲۶ و ۲۷
[3] " " ۲۶/ ۲۲۷

www.alahazratnetwork.org

ان یحمل بالاحتمال النافی[1]

پر محمول کرے۔ (ت)

فتاوٰی خلاصہ و جامع الفصولین و محیط و فتاوٰی عالمگیریہ وغیرہا میں ہے:

اذا کانت فی المسألۃ وجوہ توجب التکفیر ووجہ واحد یمنع التکفیر فعلی المفتی والقاضی ان یمیل الی ذٰلک الوجہ ولا یفتی بکفرہ تحسینا للظن بالمسلم ثم ان کانت نیۃ القائل الوجہ الذی یمنع التکفیر فھو مسلم وان لم یکن لاینفعہ حمل المفتی کلامہ علی وجہ لا یوجب التکفیر[2]

اگر مسئلہ میں متعدد وجوہ موجبِ کفر ہوں اور فقط ایک تکفیر سے مانع ہو تو مفتی و قاضی پر لازم ہے کہ اُسی وجہ کی طرف میلان کرے اور مسلمان کے بارے میں حسنِ ظن رکھتے ہوئے اُس کے کفر کا فتوٰی نہ دے۔ پھر اگر درحقیقت قائل کی نیت میں وہی وجہ ہے جو تکفیر سے مانع ہے تو وہ مسلمان ہے ورنہ مفتی و قاضی کا کلام کو اس وجہ پر محمول کرنا جو موجبِ تکفیر نہیں ہے قائل کو کچھ نفع نہ دے گا۔ (ت)

اسی طرح فتاوٰی بزازیہ و بحرالرائق و مجمع الانہر و حدیقہ ندیہ وغیرہا میں ہے۔

تاتارخانیہ و بحر و سل الحسام و تنبیہ الولاۃ وغیرہا میں ہے:

---

[1] منح الروض الازہر فی شرح فقہ الاکبر مطلب یجب معرفۃ المکفرات الخ دارالبشائر الاسلامیہ ص ۴۴۵

[2] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الفاظ الکفر الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۸۲

جامع الفصولین الفصل الثامن والثلاثون فی مسائل کلمات الکفر اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۹۸

المحیط البرہانی فصل فی مسائل المرتدین واحکامہم داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۵۵۰

الفتاوی الہندیۃ کتاب السیر الباب التاسع دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۳۰۱

رد المحتار کتاب الجہاد باب المرتد داراحیاء التراث العربی " ۳/ ۲۸۵

الفتاوی البزازیۃ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الفاظ تکون اسلامًا او کفرًا نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۳۲۱

بحرالرائق کتاب السیر باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۱۲۵

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کتاب السیر باب المرتد داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۸۸

الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ والاستخفاف بالشریعۃ کفر الخ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۳۰۲

الفتاوی التاتارخانیۃ کتاب احکام المرتدین ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۵/ ۴۵۸

www.alahazratnetwork.org

لایکفر بالمحتمل لان الکفر نھایۃ فی العقوبۃ فیستدعی نھایۃ فی الجنایۃ و مع الاحتمال لانھایۃ[1]۔

احتمال کے ہوتے ہوئے تکفیر نہیں کی جائے گی، کیونکہ کفر انتہائی سزا ہے جو انتہائی جرم کا متقضی ہے اور احتمال کی موجودگی میں انتہائی جرم نہ ہوا۔ (ت)

بحرالرائق و تنویر الابصار و حدیقہ ندیہ و تنبیہ الولاۃ و سل الحسام وغیرہا میں ہے:

والذی تحرر انہ لایفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علٰی محمل حسن[2] الخ۔

جس نے ایسے مسلمان کی تکفیر کا فتوٰی دینے سے اجتناب کیا جس کے کلام کی تاویل ممکن ہے، اس نے اچھا کہا۔ (ت)

دیکھو ایک لفظ کے چند احتمال میں کلام ہے نہ کہ ایک شخص کے چند اقوال میں، اگر بیہودی بات کو تحریف کردیتے ہیں۔

فائدہ جلیلہ: اس تحقیق سے یہ بھی روشن ہوگیا کہ بعض فتاوٰی مثل فتاوٰی قاضی خاں وغیرہ میں جو اس شخص پر کہ اﷲ و رسول کی گواہی سے نکاح کرے یا کہے ارواحِ مشائخ حاضر و واقف ہیں یا کہے ملائکہ غیب جانتے ہیں بلکہ کہے مجھے غیب معلوم ہے حکمِ کفر دیا اس سے مراد وہی صورتِ کفریہ ادعائے علمِ ذاتی وغیرہ ہے ورنہ ان اقوال میں تو ایک چھوڑ متعدد احتمال اسلام کے ہیں کہ یہاں علمِ غیب قطعی یقینی کی تصریح نہیں اور علم کا اطلاق ظن پر شائع و ذائع ہے تو علمِ ظنی کی شق بھی پیدا ہو کر اکیس[3] کی جگہ بیالیس احتمال نکلیں گے

---

[1] الفتاوی التاتارخانیۃ کتاب احکام المرتدین ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ کراچی ۵/ ۴۵۹
سل الحسام الہندی لنصرۃ مولانا خالد النقشبندی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۲/ ۳۱۶
تنبیہ الولاۃ والحکام علٰی احکام شاتم خیر الانام " " " " " " " " " " ۱/ ۳۴۲
بحرالرائق کتاب السیر باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کراچی ۵/ ۱۲۵
[2] الدرالمختار شرح تنویر الابصار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶
بحرالرائق کتاب السیر باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۱۲۵
تنبیہ الولاۃ والحکام علٰی احکام شاتم خیر الانام الخ رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۳۴۳
سل حسام الہندی لنصرۃ مولانا خالد النقشبندی " " " " ۲/ ۳۱۶
الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ والاستخفاف بالشریعۃ کفر الخ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۳۰۲

www.alahazratnetwork.org

اور اُن میں بہت سے کفر سے جُدا ہوں گے کہ غیب کے علمِ ظنی کا ادعا کفر نہیں۔ بحر الرائق و ردالمحتار میں ہے:

علم من مسائلهم هنا ان من استحل ماحرمه الله تعالٰی علٰی وجه الظن لایکفر وانما یکفر اذا اعتقد الحرام حلالا ونظیره ماذکره القرطبی فی شرح مسلم ان ظن الغیب جائز کظن المنجم والرمال بوقوع شیئ فی المستقبل بتجربة امر عادی فهو ظن صادق والممنوع ادعاء علم الغیب والظاهر ان ادعاء ظن الغیب حرام لاکفر بخلاف ادعاء العلم[1] اھ زاد فی البحر الا تری انهم قالوا فی نکاح المحرم لو ظن الحل لایحد بالاجماع ویعزر کما فی الظهیریة وغیرها ولم یقل احد انه یکفر وکذا فی نظائره[2] اھ

ان مسائل سے معلوم ہوگیا کہ جس نے اللہ تعالٰی کے حرام کردہ کو حلال گمان کیا وہ کافر نہ ہوگا کافر تو حرام کو حلال اعتقاد کرنے سے ہوگا۔ اس کی نظیر وہ ہے جو قرطبی نے شرح مسلم میں ذکر کیا کہ ظنِ غیب جائز ہے جیسا نجومی اور رملی کا کسی امر عادی کے تجربہ کی بنیاد پر مستقبل میں کسی امر کے واقع ہونے کا ظن۔ یہ ظن صادق ہے۔ اور جو ممنوع ہے وہ علمِ غیب کا ادعا ہے اور ظاہر ہے کہ ظنِ غیب کا ادعاء حرام ہے کفر نہیں بخلاف علمِ غیب کے ادعاء کے اھ۔ بحر میں زائد ہے کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ نکاح محرم کے بارے میں مشائخ نے کہا ہے کہ اگر اس کو حلال کا ظن تھا تو بالاجماع حد نہیں لگائی جائیگی بلکہ تعزیر لگائی جائے گی جیسا کہ ظہیریہ وغیرہ میں ہے۔ اس کی تکفیر کا قول کسی نے کیا، یونہی اس کی نظائر میں ہے۔ (ت)

تو کیونکر ممکن کہ علما باوصف ان تصریحات کے کہ ایک احتمال اسلام بھی نافی کفر ہے جہاں بکثرت احتمالات اسلام موجود وہیں حکم کفر لگائیں لاجرم اس سے مراد وہی خاص احتمال کفر ہے مثلاً ادعائے علم ذاتی وغیرہ ورنہ یہ اقوال آپ ہی باطل اور ائمہ کرام کی اپنی ہی تحقیقاتِ عالیہ کے مخالف ہو کر خود ذاہب و زائل ہونگے، اس کی تحقیق جامع الفصولین و ردالمحتار و حاشیہ علامہ نوح وملتقط و فتاوٰی حجہ و تاتارخانیہ و مجمع الانہر و حدیقہ ندیہ و سل الحسام وغیرہا کتب میں ہے نصوص عبارات رسائل علم غیب مثل اللؤلؤ المکنون

---

[1] ردالمحتار کتاب الحدود باب الوطء الذی یوجب الحدود الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۵۴

[2] البحرالرائق " " " " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۱۶

www.alahazratnetwork.org

وغیرہا میں ملاحظہ ہوں وباللہ التوفیق یہاں صرف حدیقہ ندیہ شریف کے یہ کلمات شریفہ بس ہیں۔

جمیع ماوقع فی کتب الفتاوی من کلمات الکفر التی صرح المصنفون فیہا بالجزم بالکفر یکون الکفر فیہا محمولا علی ارادۃ قائلہا المعنی علّلوا بہ الکفر واذا لوتکن ارادۃ قائلہا ذٰلک فلاکفر[1] اھ مختصرا۔

یعنی کتب فتاوٰی میں جتنے الفاظ پر حکم کفر کا جزم کیا ہے ان سے مراد وہ صورت ہے کہ قائل نے ان سے پہلوئے کفر مراد لیا ہو ورنہ ہرگز کفر نہیں۔

ضروری تنبیہ: احتمال وہ معتبر ہے جس کی گنجائش ہو صریح بات میں تاویل نہیں سُنی جاتی ورنہ کوئی بات بھی کفر نہ رہے۔ مثلاً زید نے کہا خدا دو ہیں، اس میں یہ تاویل ہوجائے کہ لفظِ خدا سے بحذفِ مضاف حکم خدا مراد ہے یعنی قضا دو ہیں، مبرم و معلق۔ جیسے قرآن عظیم میں فرمایا:

الا ان یاتیہم اللّٰہ[2] ای امر اللّٰہ۔ مگر یہ کہ انکے پاس آئے اللہ تعالٰی یعنی اللہ تعالٰی کا امر آئے۔ (ت)

عمرو کہے میں رسول اللہ ہوں، اس میں یہ تاویل گھڑلی جائے کہ لغوی معنے مراد ہیں یعنی خدا ہی نے اس کی رُوح بدن میں بھیجی، ایسی تاویلیں زنہار مسموع نہیں۔ شفاء شریف میں ہے:

ادعاؤہ التاویل فی لفظ صراح لایقبل[3]۔ صریح لفظ میں تاویل کا دعوٰی نہیں سنا جاتا۔

شرح شفائے قاری میں ہے:

ھو مردود عند القواعد الشرعیۃ[4]۔ ایسا دعوٰی شریعت میں مردود ہے۔

نسیم الریاض میں ہے:

لایلتفت لمثلہ و یعد ھذیانا[5]۔ ایسی تاویل کی طرف التفات نہ ہوگا اور وہ ہذیان سمجھی جائے گی۔

فتاوٰی خلاصہ وفصول عمادیہ و جامع الفصولین وفتاوٰی ہندیہ وغیرہا میں ہے:

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ والاستخفاف بالشریعۃ کفرالخ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۳۰۴

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۱۰

[3] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی القسم الرابع الباب الاول المکتبۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۲/ ۲۰۹،۲۱۰

[4] شرح الشفاء لملا علی القاری " " دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۳۹۶

[5] نسیم الریاض " " مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۴/ ۳۴۳

www.alahazratnetwork.org

واللفظ للعمادی قال انا رسول الله او قال بالفارسیة من پیغمبرم یرید بہ من پیغام می برم یکفر۔[1]

عمادی کے الفاظ ہیں کوئی شخص کہے "میں اللہ کا رسول ہوں" یا فارسی میں کہے "میں پیغمبر ہوں" اور مراد یہ لے کہ میں پیغام لے جاتا ہوں قاصد ہوں تو وہ کافر ہوجائے گا۔ (ت)

یہ تاویل نہ سُنی جائے گی فاحفظ (تو اسے حفظ کرلیجئے۔ت)۔

مکرِ چہارم: انکار یعنی جس نے ان بدگویوں کی کتابیں نہ دیکھیں اُس کے سامنے صاف مکر جاتے ہیں کہ ان لوگوں نے یہ کلمات کہیں نہ کہے، اور جو اُن کی چھپی ہوئی کتابیں تحریریں دکھادیتا ہے اگر ذی علم ہوا تو ناک چڑھاکر منہ بناکر چل دیے یا آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بکمال بیحیائی صاف کہہ دیا کہ آپ معقول بھی کردیجئے تو میں وہی کہے جاؤں گا۔ اور بیچارہ بے علم ہُوا تو اس سے کہہ دیا ان عبارتوں کا یہ مطلب نہیں۔ اور آخر ہے کیا۔ یہ دربطن قائل، اس کے جواب کو وہی آیت کریمہ کافی ہے کہ،

یحلفون بالله ما قالوا ولقد قالوا کلمة الکفر وکفروا بعد اسلامھم۔[2]

خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے کہا حالانکہ بیشک ضرور وُہ یہ کفر کے بول بولے اور مسلمان ہوکر کافر ہوگئے۔

ہوتی آئی ہے کہ انکار کیا کرتے ہیں

اُن لوگوں کی وہ کتابیں[عہ۱] جن میں یہ کلماتِ کفریہ ہیں مدّتوں سے انھوں نے خود اپنی زندگی میں چھاپ کر شائع کیں اور ان میں بعض دو دو بار[عہ۲] چھپیں، مدتہامدت سے علمائے اہلسنت نے اُن کے رَد چھاپے مواخذے کیے وہ فتوے[عہ۳] جس میں اللہ تعالٰی کو صاف صاف کاذب جھوٹا مانا ہے اور جس کی اصل مہری دستخطی اس وقت تک محفوظ ہے اور اس کے فوٹو بھی لے گئے ہیں جن میں سے ایک فوٹو کہ علمائے

عہ۱: یعنی براہین قاطعہ وحفظ الایمان وتحذیر الناس وکتب قادیانی وغیرہ ۱۲ کاتب عفی عنہ

عہ۲: جیسے براہین قاطعہ وحفظ الایمان ۱۲ کاتب عفی عنہ

عہ۳: یعنی فتوائے گنگوہی صاحب ۱۲ کاتب عفی عنہ

---

[1] الفتاوی الہندیۃ بحوالۃ الفصول العمادیۃ کتاب السیر الباب التاسع نورانی کتبخانہ پشاور ۲/۲۶۳

[2] القرآن الکریم ۹/۷۴

www.alahazratnetwork.org

حرمین شریفین کو دکھانے کے لئے مع دیگر کتب دشنامیاں گیا تھا سرکار مدینہ طیبہ میں بھی موجود ہے۔ یہ تکذیب خدا کا ناپاک فتویٰ اٹھارہ برس ہوئے ربیع الآخر ۱۳۰۸ھ میں رسالہ صیانۃ الناس کے ساتھ مطبع حدیقۃ العلوم میرٹھ میں مع رَد کے شائع ہوچکا پھر ۱۳۱۸ھ میں مطبع گلزار حسنی بمبئی میں اس کا اور مفصل رَد چھپا پھر ۱۳۲۰ھ میں پٹنہ عظیم آباد مطبع تحفۂ حنفیہ میں اس کا اور قاہر رَد چھپا اور فتویٰ دینے والا جمادی الاخری ۱۳۲۳ھ میں مرا اور مرتے دم تک ساکت رہا، نہ یہ کہا کہ وہ فتویٰ میرا نہیں حالانکہ خود چھاپی ہوئی کتابوں سے فتویٰ کا انکار کردینا سہل تھا، نہ یہی بتایا کہ مطلب وہ نہیں جو علمائے اہلسنت بتا رہے ہیں بلکہ میرا مطلب یہ ہے، نہ کفر صریح کی نسبت کوئی سہل بات تھی جس پر التفات نہ کیا۔ زید سے اس کا ایک مُہری فتویٰ اس کی زندگی و تندرستی میں علانیہ نقل کیا جائے اور وہ قطعاً یقیناً صریح کفر ہو اور سالہا سال اس کی اشاعت ہوتی رہے لوگ اس کا رَد چھاپا کریں زید کو اس کی بنا پر کافر بتایا کریں۔ زید اس کے بعد پندرہ برس جئے اور یہ سب کچھ دیکھے سُنے اور اُس فتویٰ کی اپنی طرف نسبت سے انکار اصلاً شائع نہ کرے بلکہ دم سادھے رہے یہاں تک کہ دم نکل جائے کیا کوئی عاقل گمان کرسکتا ہے کہ اس نسبت سے اُسے انکار تھا یا اس کا مطلب کچھ اور تھا۔ اور اُن میں کے جو زندہ ہیں آج کے دم تک ساکت ہیں، نہ اپنی چھاپی کتابوں سے منکر ہوسکتے ہیں نہ اپنی دشناموں کا اور مطلب گھڑ سکتے ہیں، ۱۳۲۰ھ میں اُن کے ان تمام کفریات کا مجموع یکجائی رَد شائع ہوا۔ پھر ان دشناموں کے متعلق کچھ عمائد مسلین علمی سوالات ان میں[عہ] کے سرغنہ کے پاس لے گئے۔ سوالوں پر جو حالت سراسیمگی بجہ پیدا ہوئی دیکھنے والوں سے اس کی کیفیت پوچھئے مگر اُس وقت بھی نہ اُن تحریرات سے انکار ہوسکا نہ کوئی مطلب گھڑنے پر قدرت پائی بلکہ کہا تو یہ کہا کہ میں مباحثہ کے واسطے نہیں آیا، نہ مباحثہ چاہتا ہوں میں اس فن میں جاہل ہوں اور میرے اساتذہ بھی جاہل ہیں معقول بھی کر دیجئے تو وہی کہے جاؤں گا۔ وہ سوالات اور اس واقعہ کا مفصل ذکر بھی جبھی ۱۵ جمادی الاخری ۱۳۲۳ھ کو چھاپ کر سرغنہ و اتباع سب کے ہاتھ میں دے دیا گیا اسے بھی چوتھا سال ہے صدائے برنخاست ان تمام حالات کے بعد وہ انکاری مکر ایسا ہی ہے کہ سرے سے یہی کہہ دیجئے کہ اللہ و رسول کو یہ دشنام دہندہ لوگ دنیا میں پیدا ہی نہ ہوئے یہ سب بناوٹ ہے اس کا علاج کیا ہوسکتا ہے اللہ تعالٰی حیا دے۔

مکر پنجم: جب حضرات کو کچھ بن نہیں پڑتی کسی طرف مفر نظر نہیں آتی اور یہ توفیق اللہ واحد قہار

عہ یعنی تھانوی صاحب ۱۲ کاتب عفی عنہ

www.alahazratnetwork.org

نہیں دیتا کہ توبہ کریں اللہ عزوجل اور محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں جو گستاخیاں بکیں جو گالیاں دیں اُن سے باز آئیں جیسے گالیاں چھاپیں اُن سے رجوع کا بھی اعلان دیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا عملت سیئا فاحدث عندھا توبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ۔ رواہ الامام احمد فی الزھد[1] والطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی الشعب عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن جید۔

جب تو بدی کرے تو فوراً توبہ کر، خفیہ کی خفیہ اور علانیہ کی علانیہ۔ (اس کو امام احمد نے زہد میں، طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے شعب میں معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند حسن جید روایت کیا۔ ت)

اور بلغوائے کریمہ یصدون عن سبیل اللہ ویبغونہا عوجا[2] (اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی چاہتے ہیں۔ ت) راہِ خدا سے روکنا ضرور ناچار عوام مسلمین کو بھڑکانے اور دن دہاڑے اُن پر اندھیری ڈالنے کو یہ چال چلتے ہیں کہ علمائے اہلسنت کے فتوٰی تکفیر کا کیا اعتبار، یہ لوگ ذرا ذرا سی بات پر کافر کہہ دیتے ہیں، اِن کی مشین میں ہمیشہ کفر ہی کے فتوے چھپا کرتے ہیں، اسمٰعیل دہلوی کو کافر کہہ دیا، مولوی اسحٰق صاحب کو کہہ دیا، مولوی عبدالحی صاحب کو کہہ دیا، پھر جن کی حیا اور بڑھی ہوئی ہے وُہ اتنا اور ملاتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو کہہ دیا، شاہ ولی اللہ صاحب کو کہہ دیا، حاجی امداد اللہ صاحب کو کہہ دیا، مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب کو کہہ دیا۔ پھر جو پورے ہی حد حیا سے اونچے گزر گئے وہ یہاں تک بڑھتے ہیں کہ عیاذاً باللہ عیاذاً باللہ حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو کہہ دیا، غرض جسے جس کا زیادہ معتقد پایا اس کے سامنے اسی کا نام لے دیا کہ انھوں نے اسے کافر کہہ دیا، یہاں تک کہ ان میں کے بعض بزرگواروں نے مولٰنا مولوی شاہ محمد حسین صاحب الٰہ آبادی مرحوم مغفور سے جاکر جڑ دی کہ معاذ اللہ معاذ اللہ حضرت سیدنا شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ کو کافر کہہ دیا۔ مولٰنا کو اللہ تعالٰی جنت عالیہ عطا فرمائے انھوں نے آیہ کریمہ

---

[1] الزہد لاحمد بن حنبل حدیث ۱۴۱ دار الکتاب العربی بیروت ص ۴۹
المعجم الکبیر " ۳۳۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۰/ ۱۵۹
[2] القرآن الکریم ۷/ ۴۵

www.alahazratnetwork.org

اِن جاء کم فاسق بنبا فتبینوا[1] (اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو ۔ ت) پر عمل فرمایا، خط لکھ کر دریافت کیا جس پر یہاں سے رسالہ انجاء البری عن وسواس المفتری ۱۳۱۲ھ لکھ کر ارسال ہوا اور مولنا نے مفتری کذاب پر لاحول شریف کا تحفہ بھیجا غرض ہمیشہ ایسے ہی افترا اٹھایا کرتے ہیں اس کا جواب وہ ہے جو تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے :

انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون[2] جھوٹے افترا وہی باندھتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے۔

اور فرماتا ہے :

فنجعل لعنۃ اللّٰہ علی الکٰذبین[3] ہم اللہ کی لعنت ڈالیں جھوٹوں پر۔

مسلمانو! اس مکر سخیف وکید ضعیف کا فیصلہ کچھ دشوار نہیں ان صاحبوں سے ثبوت مانگو کہ کہدیا کہدیا فرماتے ہو کچھ ثبوت بھی رکھتے ہو کہاں کہدیا کس کتاب کس رسالے کس فتوے کس پرچے میں کہدیا، ہاں ہاں ثبوت رکھتے ہو تو کس دن کے لئے اٹھا رکھا ہے دکھاؤ اور نہیں دکھاسکتے، اور اللہ جانتا ہے کہ نہیں دکھاسکتے، تو دیکھو قرآن عظیم تمہارے کذاب ہونے کی گواہی دیتا ہے ۔

مسلمانو! تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے :

فاذلم یأتوا بالشھداء فاولٰئک عند اللّٰہ ھم الکٰذبون[4] جب ثبوت نہ لاسکیں تو اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں ۔

مسلمانو! آزمائے کو کیا آزمانا ۔ بارہا ہوچکا کہ ان حضرات نے بڑے زور شور سے یہ دعوے کئے اور جب کسی مسلمان نے ثبوت مانگا فوراً پیٹھ پھیر گئے اور پھر منہ نہ دکھا سکے مگر حیا اتنی ہے کہ وہ رٹ جو منہ کو لگ گئی ہے نہیں چھوڑتے اور چھوڑیں کیونکر کہ مرتا کیا نہ کرتا ۔ اب خدا ورسول کو گالیاں دینے والوں کے کفر پر پردہ ڈالنے کا آخری حیلہ یہی رہ گیا ہے کہ کسی طرح عوام بھائیوں کے ذہن میں جم جائے کہ علمائے اہلسنت یونہی بلاوجہ لوگوں کو کافر کہہ دیا کرتے ہیں ایسا ہی ان دشنامیوں کو بھی کہدیا ہوگا ۔ مسلمانو! اُن مفتریوں کے پاس ثبوت کہاں سے آیا کہ مَن گھڑت کا ثبوت ہی کیا ۔ و ان اللّٰہ

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۶
[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۵
[3] القرآن الکریم ۳/ ۶۱
[4] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۳

www.alahazratnetwork.org

لایھدی کید الخائنین[1]○ (اور اللہ دغابازوں کا مکر نہیں چلنے دیتا۔ت) ان کا ادعائے باطل تو اسی قدر سے باطل ہوگیا۔

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین[2] (فرماؤ) لاؤ اپنی برہان اگر سچے ہو۔

اس سے زیادہ کی ہمیں حاجت نہ تھی مگر بفضلہٖ تعالٰی ہم ان کی کذابی کا وہ روشن ثبوت دیں کہ ہر مسلمان پر اُن کا مفتری ہونا آفتاب سے زیادہ ظاہر ہوجائے۔ ثبوت بھی بحمد اللہ تعالٰی تحریری وہ بھی چھپا ہوا، وہ بھی نہ آج کا بلکہ سالہا سال کا۔ جن جن کی تکفیر کا اتہام علمائے اہلسنت پر رکھا ان میں سب سے زیادہ گنجائش اگر ان صاحبوں کو ملتی تو اسمٰعیل دہلوی میں کہ بیشک علمائے اہلسنت نے اس کے کلام میں بکثرت کلمات کفریہ ثابت کئے اور شائع فرمائے، بایں ہمہ **اوّلاً** سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح (۱۳۰۹ھ) دیکھئے کہ بار اول ۱۳۰۹ھ میں لکھنؤ مطبع انوار محمدی میں چھپا جس میں بدلائل قاہرہ دہلوی مذکور اور اس کے اتباع پر پچھتّر وجہ سے لزوم کفر ثابت کرکے صفحہ ۹۰ پر حکم اخیر یہی لکھا کہ علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے وھو الجواب و بہ یفتی وعلیہ الفتوی وھو المذھب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامۃ و فیہ السداد[3] یعنی یہی جواب ہے اور اسی پر فتوٰی ہوا اور اسی پر فتوٰی ہے اور یہی ہمارا مذہب اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامت اور اسی میں استقامت۔

ثانیاً الکوکبۃ الشھابیۃ فی کفریات ابی الوھابیۃ[4] دیکھئے جو خاص اسمٰعیل دہلوی اور اس کے متبعین ہی کے رَد میں تصنیف ہُوا اور بار اول شعبان ۱۳۱۶ھ میں عظیم آباد مطبع تحفہ حنفیہ میں چھپا جس میں نصوص جلیلۂ قرآن مجید و احادیث صحیحہ و تصریحات ائمہ سے بحوالہ صفحات کتب معتمدہ اس پر ستّر وجہ بلکہ زائد سے لزوم کفر ثابت کیا اور بالآخر یہی لکھا صفحہ ۶۲: ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار (یعنی کافر کہنے سے) کف لسان (یعنی زبان روکنا) ماخوذ و مختار و مناسب۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم[4]۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۵۲
[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۱
[3] سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح دار الاشاعت جامع گنج بخش داتا دربار لاہور ص ۱۰۲
[4] الکوکبۃ الشھابیۃ فی کفریات ابی الوھابیۃ رضا اکیڈمی بمبئی انڈیا ص ۶۲

www.alahazratnetwork.org

3

ثالثاً سل السیوف الہندیہ علٰی کفریات بابا النجدیہ[1] دیکھئے کہ صفر ۱۳۱۶ھ میں عظیم آباد چھپا اس میں بھی اسمٰعیل دہلوی اور اس کے متبعین پر بوجوہ قاہرہ لزوم کفر کا ثبوت دے کر صفحہ ۲۱ و ۲۲ پر لکھا یہ حکم فقہی متعلق بکلمات سفہی تھا مگر اللہ تعالٰی کی بے شمار رحمتیں بے حد برکتیں ہمارے علمائے کرام پر کہ یہ کچھ دیکھتے اس طائفہ کے پیر سے ناروا بات پر سچے مسلمانوں کی نسبت حکم کفر وشرک سنتے ہیں بااینہمہ نہ شدت غضب دامن احتیاط ان کے ہاتھ سے چھڑاتی ہے نہ قوت انتقام حرکت میں آتی وہ اب تک یہی تحقیق فرمارہے ہیں کہ لزوم والتزام میں فرق ہے اقوال کا کلمہ کفر ہونا اور بات اور قائل کو کافر مان لینا اور بات، ہم احتیاط برتیں گے سکوت کریں گے جب تک ضعیف سا ضعیف احتمال ملے گا حکم کفر جاری کرتے ڈریں گے[1] اھ مختصراً

رابعاً ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار[2] دیکھئے کہ بار اول ۱۳۱۷ھ میں عظیم آباد چھپا اس میں صفحہ ۱۰ پر لکھا ہم اس باب میں قول متکلمین اختیار کرتے ہیں اور ان میں جو کسی ضروری دین کا منکر نہیں، نہ ضروری دین کے کسی منکر کو مسلمان کہتا ہے اسے کافر نہیں کہتے۔[2]

خامساً اسمٰعیل دہلوی کو بھی جانے دیجئے یہی دشنامی لوگ جن کے کفر پر اب فتوٰی دیا ہے جب تک ان کی صریح دشناموں پر اطلاع نہ تھی۔ مسئلہ امکان کذب کے باعث ان پر اٹھتر[عہ] وجہ سے لزوم کفر ثابت کرکے "سبحٰن السبوح" میں بالآخر صفحہ ۸۰ طبع اول پر یہی لکھا کہ حاش للہ حاش للہ ہزار ہزار بار حاش للہ میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا ان مقتدیوں یعنی مدعیان جدید کو تو ابھی تک مسلمان ہی جانتا ہوں اگرچہ ان کی بدعت وضلالت میں شک نہیں اور امام الطائفہ (اسمٰعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اہل لا الٰہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہوجائے اور حکم اسلام کے لئے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے فان الاسلام یعلو ولا یعلٰی[3] (اس لئے کہ اسلام غالب ہے مغلوب نہیں ہے۔ ت)

عہ: گنگوہی وانبیٹھی اور ان کے اذناب دیوبندی ۱۲ کاتب عفی عنہ

[1] سل السیوف الہندیۃ علٰی کفریات بابا النجدیۃ — رضا اکیڈمی انڈیا — ص ۲۱ و ۲۲

[2] ازالۃ العار بحجر الکرائم من کلاب النار — " " بمبئی — ص ۱۸

[3] سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح — دارالاشاعت جامعہ گنج بخش لاہور — ص ۹۰ و ۹۱

www.alahazratnetwork.org

مسلمانو، مسلمانو! تمہیں اپنا دین و ایمان اور روزِ قیامت وحضور بارگاہِ رحمٰن یاد دلاکر استفسار ہے کہ جس بندۂ خدا کی دربارۂ تکفیر یہ شدید احتیاط، یہ جلیل تصریحات اُس پر تکفیر تکفیر کا افترا کتنی بے حیائی کیسا ظلم کتنی گھنونی ناپاک بات۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اور وہ جو کچھ فرماتے ہیں قطعاً حق فرماتے ہیں:

اذا لم تستحی فاصنع ما شئت۔[1] جب تجھے حیا نہ رہے تو جو چاہے کر۔

ع بے حیا باش وانچہ خواہی کن

(بیحیا ہو جا پھر جو چاہے کر۔ ت)

مسلمانو! یہ روشن ظاہر واضح قاہر عبارات تمہارے پیش نظر ہیں جنہیں چھپے ہوئے دس دس اور بعض کو سترہ اور تصنیف کو انیس سال ہوئے اور ان دشنامیوں کی تکفیر تو اب چھ سال یعنی ۱۳۲۰ھ سے ہوئی جب سے المعتمد المستند چھپی، ان عبارات کو بغور نظر فرماؤ اور اللہ و رسول کے خوف کو سامنے رکھ کر انصاف کرو یہ عبارتیں فقط اُن مفتریوں کا افترا ہی رد نہیں کرتیں بلکہ صراحۃً صاف صاف شہادت دے رہی ہیں کہ ایسی عظیم احتیاط والے نے ہرگز ان دشنامیوں کو کافر نہ کہا جب تک یقینی قطعی واضح، روشن، جلی طور سے ان کا صریح کفر آفتاب سے زیادہ ظاہر نہ ہولیا جس میں اصلاً اصلاً ہرگز ہرگز کوئی گنجائش کوئی تاویل نہ نکل سکی کہ آخر یہ بندۂ خدا وہی تو ہے جو ان کے اکابر پر ستّر ستّر وجہ سے لزومِ کفر کا ثبوت دے کر یہی کہتا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اہلِ لا الٰہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہوجائے اور حکمِ اسلام کے لئے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے۔[2] یہ بندۂ خدا وہی تو ہے جو خود ان دشنامیوں کی نسبت (جب تک اُن کی ان دشناموں پر اطلاع یقینی نہ ہوئی تھی) اٹھتّر اٹھتّر وجہ سے بحکمِ فقہائے کرام لزومِ کفر کا ثبوت دے کر یہی لکھ چکا تھا کہ ہزار ہزار بار حاش للہ میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا۔[3] جب کیا ان سے ملاپ تھا اب رنجش ہوگئی، جب اُن سے جائداد کی کوئی شرکت نہ تھی اب پیدا ہوئی۔ حاش للہ مسلمانوں کا علاقہ محبت و عداوت

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۶۵۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/ ۲۳۷

[2] سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح دارالاشاعت جامعہ گنج بخش، داتا دربار لاہور ص ۹۱

[3] " " " " " " " " " " " ص ۹۰ و ۹۱

www.alahazratnetwork.org

صرف محبت و عداوت خدا ورسول ہے جب تک ان دشنام دہیوں سے دشنام صادر[ع۱] نہ ہوئی یا اللہ و رسول کی جناب میں ان کی دشنام[ع۲] نہ دیکھی سنی تھی اس وقت تک کلمہ گوئی کا پاس لازم تھا غایت احتیاط سے کام لیا حتی کہ فقہائے کرام کے حکم سے طرح طرح ان پر کفر لازم تھا مگر احتیاطاً ان کا ساتھ نہ دیا اور متکلمین عظام کا مسلک اختیار کیا جب صاف صریح انکار ضروریاتِ دین و دشنام دہی رب العلمین و سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین آنکھ سے دیکھی تو اب بے تکفیر چارہ نہ تھا کہ اکابر ائمہ دین کی تصریحیں سن چکے کہ من شك فی عذابه وکفرہ فقد کفر[1] جو ایسے کے

[ع۱] جیسے تھانوی صاحب کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جناب میں ان کی سخت گالی ۱۳۱۹ھ میں چھپی اس سے پہلے اپنے آپ کو سُنّی ظاہر کرتے بلکہ ایک وقت وہ تھا کہ مجلس میلاد مبارک وقیام میں شریک اہلِ اسلام ہوتے ۱۲ کاتب عفی عنہ۔

[ع۲] جیسے گنگوہی صاحب و انبیٹھی صاحب کہ ان کے اتنے قول کی نسبت میرٹھ سے سوال آیا تھا کہ خدا جھوٹا ہو سکتا ہے اس کے بعد معلوم ہوا کہ شیطان کا علم رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علم سے زیادہ بتاتے ہیں۔ پھر گنگوہی صاحب کا وہ فتوٰی کہ خدا جھوٹا ہے جو اسے جھوٹا کہے مسلمان سُنّی صالح ہے۔ جب چھپا ہوا نظر سے گزرا کمال احتیاط یہ کہ دوسروں کا چھپوایا ہوا تھا اس پر وہ تیقن نہ کیا جس کی بنا پر تکفیر ہو جب وہ اصلی فتوٰی گنگوہی صاحب کا مُہری دستخطی خود آنکھ سے دیکھا اور بار بار چھپنے پر بھی گنگوہی صاحب نے سکوت کیا تو اس کے صدق پر اعتبار کافی ہوا۔ یونہی قادیانی دجال کی کتابیں جب تک آپ نہ دیکھیں اس کی تکفیر پر جزم نہ کیا جب تک صرف مہدی یا مثیل مسیح بننے کی خبر سُنی تھی جس نے دریافت کیا اتنا ہی کہا کہ کوئی مجنون معلوم ہوتا ہے، پھر جب امرتسر سے ایک فتوٰی اس کی تکفیر کا آیا جس میں اس کی کفریہ عبارتیں بحوالہ صفحات منقول تھیں اس پر بھی اتنا لکھا کہ "اگر یہ اقوال مرزا کی تحریروں میں اسی طرح ہیں تو وہ یقیناً کافر" دیکھو رسالہ السوء والعقاب علی المسیح الکذاب ۱۳۲۰ صفحہ ۱۸، ہاں جب اس کی کتابیں بچشمِ خود دیکھیں اس کے کافر مرتد ہونے کا قطعی حکم دیا ۱۲ کاتب عفی عنہ۔

---

[1] درمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

www.alahazratnetwork.org

معذب و کافر ہونے میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔ اپنا اور اپنے دینی بھائیوں عوام اہلِ اسلام کا ایمان بچانا ضرور تھا لاجرم حکم کفر دیا اور شائع کیا وذٰلک جزاء الظّٰلمین۔

تمھارا رب عزوجل فرماتا ہے:

قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا[1]	کہہ دو کہ آیا حق اور مٹا باطل، باطل کو ضرور مٹنا ہی تھا۔

اور فرماتا ہے:

لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی[2]	دین میں کچھ جبر نہیں، حق راہ صاف جدا ہوگئی ہے گمراہی سے۔

یہاں چار مرحلے تھے:

(۱) جو کچھ ان دشنامیوں نے لکھا چھاپا ضرور وہ اللہ و رسول جل وعلا وصلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین و دشنام تھا۔

(۲) اللہ و رسول جل وعلا وصلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین کرنے والا کافر ہے۔

(۳) جو انھیں کافر نہ کہے جو اُن کا پاس لحاظ رکھے، جو اُن کی اُستادی یا رشتے یا دوستی کا خیال کرے وہ انھیں میں سے ہے انھیں کی طرح کافر ہے قیامت میں اُن کے ساتھ ایک رسی میں باندھا جائے گا۔

(۴) جو عذر مکر جہالِ وضلال یہاں بیان کرتے ہیں سب باطل و ناروا و پا در ہوا ہیں۔

یہ چاروں بحمد اللہ تعالٰی بروجہ اعلٰی واضح و روشن ہوگئے جن کے ثبوت قرآن عظیم ہی کی آیات کریمہ نے دیے۔ اب ایک پہلو پر جنت و سعادت سرمدی، دوسری طرف شقاوت و جہنم ابدی ہے، جسے جو پسند آئے اختیار کرے، مگر اتنا سمجھ لو کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دامن چھوڑ کر زید و عمرو کا ساتھ دینے والا کبھی فلاح نہ پائے گا، باقی ہدایت رب العزۃ کے اختیار میں ہے۔

بات بحمد اللہ تعالٰی ہر ذی علم مسلمان کے نزدیک اعلٰی بدیہیات سے تھی مگر ہمارے عوام

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/۸۱
[2] " " ۲/۲۵۶

www.alahazratnetwork.org

بھائیوں کو مُہریں دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے، مُہریں علمائے کرام حرمین طیبین سے زائد کہاں کی ہوں گی جہاں سے دین کا آغاز ہُوا اور بحکم احادیثِ صحیحہ کبھی وہاں شیطان کا دَور دَورہ نہ ہوگا لہٰذا اپنے عام بھائیوں کی زیادت اطمینان کو مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ کے علمائے کرام و مفتیانِ عظام کے حضور فتوٰی پیش ہُوا، جس خوبی و خوشِ اسلوبی و جوشِ دینی سے اُن عمائدِ اسلام نے تصدیقیں فرمائیں بحمد اللہ تعالٰی کتاب مستطاب حسام الحرمین علٰی منحر الکفر والمین [۱۳۲۴] میں گرامی بھائیوں کے پیشِ نظر اور ہر صفحہ کے مقابل اردو میں اس کا ترجمہ مبین احکام و تصدیقات اعلام [۱۳۲۵] [۱۳۲۴ھ] جلوہ گر۔

الٰہی! اسلامی بھائیوں کو قبولِ حق کی توفیق عطا فرما اور ضد و نفسانیت یا تیرے اور تیرے حبیب کے مقابل زید و عمرو کی حمایت سے بچا صدقہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وجاہت کا۔ آمین آمین آمین! والحمد للہ رب العٰلمین وافضل الصلوٰۃ واکمل السلام علٰی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وحزبہ اجمعین، اٰمین!

رسالہ

تمہید ایمان بآیاتِ قرآن

ختم ہوا

---

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

الامن والعلٰی لناعتی المصطفٰی بدافع البلاء

کلمہ دافع البلاء کے ساتھ مصطفٰی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی نعت بیان کرنے والوں کے لئے (بلاؤں سے) امن اور (انکے مرتبے کی) بلندی ہے

مسمّٰی بہ نام تاریخی

اکمال الطامۃ علٰی شرک سوّی بالامور العامۃ ۱۳۱۱ھ

پوری قیامت ڈھانا (وہابیوں کے اس) شرک پر جو امورعامہ کی طرح (موجود کی ہر قسم پر صادق) ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۳۵

از دہلی بارہ ہندو راؤ مرسلہ مولوی محمد کرامت اللہ خانصاحب[1] ۲۱ جمادی الآخرہ ۱۳۱۱ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں زید کہتا ہے کہ پڑھنا درود تاج اور دلائل الخیرات کا

---

[1] مولانا کرامت اللہ خاں صاحب خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہما

www.alahazratnetwork.org

شرک محض اور بدعت سیئہ ہے اور تعلیم اس کی سم قاتل شرک اس لئے کہ درود تاج میں دافع البلاء والوباء والقحط والمرض والالم رسول اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں مذکور ہے اور بدعت سیئہ اس لئے کہ یہ درود بعد صدہا سال کے تصنیف ہوئے ہیں۔ عمرو جواب میں کہتا ہے کہ ورد اس درود مقبول کا موجب خیر وبرکت اور باعثِ ازدیادِ محبت ہے۔ زید عربیت سے جاہل ہے وہ نہیں سمجھتا کہ حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سبب ہیں دفع بلا کے، اگرچہ دافع البلاء حقیقتاً خدائے تعالٰی ہے۔ مختصر المعانی میں انبت الربیع البقل[1] (بہار نے سبزہ اگایا۔ت) کو بقولِ مومن مجاز اور بقولِ کافر حقیقت فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم[2] (اللہ تعالٰی ان کافروں پر عذاب نہ فرمائے گا جب تک اے محبوب تو ان میں تشریف فرما ہے۔ت) اور وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین[3] (ہم نے نہ بھیجا تمھیں مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔ت) ہمارے دعوے پر دو بزرگ گواہ ہیں، اور کیا سالِ ولادت حضرتِ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں قحطِ عام کی وبا دفع نہیں ہوئی، اس کے سوا جبریل خلیل کا مقولہ قرآن کریم میں اس طرح درج ہے، لاھب لك غلٰما زکیا[4] (میں عطا کروں تجھے ستھرا بیٹا۔ت)۔ یہاں بقولِ زید حضرت جبریل بھی معاذ اللہ مشرک ہو گئے کیونکہ وہ اپنے آپ کو وہاب فرمارہے ہیں۔ پس جو جواب زید کی طرف سے ہوگا وہی ہماری طرف سے۔ پھر چونکہ یہ درود معمول بہ اکثر علماء و مشائخ عظام ہے پس وہ سب بھی زید کے نزدیک مشرک ہوئے، اور طرہ یہ کہ خود زید بھی اس خواہ مخواہ کے شرک سے بچ نہیں سکتا کیونکہ وہ بھی سم[عہ] کو قاتل اور ادویہ کو دافع درد و رافع غثیان کہتا ہے۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قصیدۂ اطیب النغم میں آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دافع فرمارہے ہیں۔ سندیں تو اور بھی ہیں مگر اس مختصر میں گنجائش نہیں۔ رہا صدہا سال کے بعد تصنیف ہونے سے بدعتِ سیئہ ہونا، یہ بھی زید کی حماقت پر دال ہے۔ خود زید جو

عہ سم یعنی زہر۔

---

[1] مختصر المعانی احوال اسناد الخبر المکتبۃ الفاروقیہ ملتان ص ۸۵

[2] القرآن الکریم ۸/ ۳۳

[3] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۷

[4] القرآن الکریم ۱۹/ ۱۹

www.alahazratnetwork.org

مولوی اسمٰعیل صاحب کے خطبے جمعہ میں برسرِ منبر پڑھتا ہے اس کے لئے اس کے پاس کوئی حدیث ہے یا وہ زمانہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی تصنیف ہیں۔ سبحان اللہ ان خطبوں کا پڑھنا (جو صدہا سال بعد کی تصنیف ہیں) تو زید کے لئے سنّت ہو اور خاصانِ حق کی تصنیف درود کا پڑھنا بدعت سیئہ ٹھہرے، ہاں جو صیغے درود کے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول ہیں ان کا پڑھنا ہمارے نزدیک بھی افضل و بہتر ہے مگر علمائے راسخین و فقرائے کاملین نے حالتِ ذوق و شوق میں جو درود شریف بالفاظِ بدلیہ تصنیف فرمائے ہیں جن میں جناب غوث الثقلین محبوب سبحانی بھی شامل ہیں، اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے جذب القلوب میں درج فرمائے ہیں' اور خود حضرت شیخ نے ایک مستقل رسالہ اس بارہ میں تالیف فرمایا ہے، اور جتنے درود مشائخ عظام نے تصنیف فرمائے ہیں سب اس میں درج ہیں' اور شرح سفر السعادۃ میں ۳۶ صیغے رسولِ خدا سے منقول ہیں باقی صحابہ و تابعین نے زیادہ کئے ہیں۔ زید جاہل نے ان سب حضرات کو (معاذ اللہ) مشرک بنایا ہے۔ اب علمائے اعلام سے استفسار ہے کہ قول زید کا صحیح اور موافق عقائدِ سلف صالح کے ہے یا عمرو کا؟ بہ تشریح و تفصیل ارشاد ہو، اللہ آپ کو جزائے خیر عنایت فرمائے۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمد للہ علٰی ماعلّم وھدانا للذی اقوم وسلك بنا السبیل الاسلم وصلی ربنا و بارك وسلم علٰی دافع البلاء والوباء والقحط والمرض والالم سیدنا ومولٰنا ومالکنا وماوٰنا محمد مالك الارض ورقاب الامم وعلٰی اٰلہ وصحبہ اولی الفضل والفیض والعطاء والجود والکرم اٰمین قال الفقیر المستدفع البلاء من

تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں کہ اس نے ہمیں علم عطا فرمایا اور سب سے سیدھی راہ کی ہدایت فرمائی اور ہمیں سلامتی والے راستے پر چلایا۔ ہمارا پروردگار درود و سلام اور برکت نازل فرمائے بلاء، وباء، قحط، بیماری اور دکھوں کو دُور کرنیوالے ہمارے آقا و مولٰی و مالک و ماوٰی محمد پر' جو زمین اور امتوں کی گردنوں کے مالک ہیں، اور آپ کی آل اور آپ کے اصحاب پر جو فضل، فیض، عطاء، اور جُود و کرم والے ہیں، آمین۔ کہتا ہے فقیر عبدالمصطفٰی احمد رضا سُنی حنفی قادری

www.alahazratnetwork.org

فضل نبیه العلی الاعلیٰ صلی اللہ تعالٰی علیہ عبدالمصطفیٰ احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی دفع نبیہ عنہ البلاء وفتح قلبہ النور و الجلاء۔

برکاتی بریلوی جو نبی اعلیٰ کے بلند فضل کے طفیل مصیبت سے بچنے کا طلبگار ہے۔ نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم اس سے مصیبت کو دُور فرمائیں اور اس کے دل کو روشنی اور چمک عطا فرمائیں۔ (ت)

یہ مختصر جواب موضح صواب متضمن مقدمہ و دو باب و خاتمہ۔

مقدمہ اتمام الزام وتمہید مرام میں عائدۂ قاہرہ و فائدۂ زاہرہ پر مشتمل۔

عائدۂ قاہرہ

ایھا المسلمون دفع نبیکم عنکم بلاء المجنون وفتنۃ المفتون (اے مسلمانو! تمہارے نبی نے تم سے مجنون کی بلاء اور فتنہ انگیز کا فتنہ دور کردیا ہے۔ ت) زید بےقید کے ایسے کلمات کچھ محل تعجب نہیں کہ مذہب وہابیہ کی بنا ہی حتی الامکان حضور سیّد الانس والجان علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوٰۃ والسلام کے ذکر شریف مٹانے اور محبوبانِ خدا جل وعلا وعلیہم الصلوٰۃ والثناء کی تعظیم قلوب مسلمین سے گھٹانے پر ہے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1] (اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ ت) مگر تعجب ان مسلمانانِ اہلسنت سے کہ ایسے ناپاک اقوال پر کان دھریں، بہت کان کھانے والے دنیا میں ہوئے اور ہوتے رہیں گے، مسلمان صحیح العقیدہ اُن کی طرف التفات ہی کیوں کریں، ایسوں کا علاج حضور میں خاموشی اور غیبت میں فراموشی، اور اُٹھتے بیٹھتے ہر وقت ہر حال اپنے محبوب بے مثال صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذکر پاک کی زیادہ گرمجوشی کہ مخالف خود ہی اپنی آگ میں جل بُھن جائیں گے قل موتوا بغیظکم ان اللہ علیم بذات الصدور[2] (تم فرمادو کہ مرجاؤ اپنی گھٹن میں، اللہ خوب جانتا ہے دلوں کی بات۔ ت) اس تالفہ کے رَد میں اقوالِ ائمہ وعلماء پیش کرنے کا کوئی محل ہی نہیں کہ یہ تم اپنے اعتقاد سے ائمہ وعلماء کہتے ہو ان کے

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

[2] " " ۳/ ۱۱۹

www.alahazratnetwork.org

نزدیک وُہ بھی تمہاری طرح معاذ اللہ مشرک بدعتی تھے، درودمیں کتب وصیغ کثیرہ کی تصنیف واشاعت انھیں نے کی تمہارے پیارے نبی محمد مصطفٰی دافع البلاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اللہ عزوجل کا خلیفہ اکبر و مددبخش ہرخشک وتر وواسطۂ ایصال ہرخیروبرکت ووسیلۂ فیضان ہرجُود و رحمت وشافی و کافی وقاسم نعمت وکاشف کُرب ودافع زحمت وہی لکھ گئے جس کی تصریحات قاہرہ سے ان کی تصنیفات باہرہ کے آسمان گونج رہے ہیں۔ فقیر غفرا للہ لہ نے کتاب مستطاب سلطنۃ المصطفٰی فی ملکوت کل الورٰی ۱۲۹۷ھ میں بکثرت ارشادات جلیلہ ونصوص جزیلہ جمع کئے جن کے دیکھنے سے بحمد اللہ ایمان تازہ ہو اور رُوئے ایقان پر احسان کا غازہ تو اُن کے نزدیک حقیقۃً یہ شرک وبدعت تھیں وہی تھا گئے آخران کا بانی مذہب شیخ نجدی علیہ ما علیہ ڈنکے کی چوٹ کہتا تھا کہ ۶۰۰ برس سے جتنے علماء گزرے سب کافر تھے کما ذکرہ المحدث العلامۃ الفقیہ الفہامہ شیخ الاسلام زینت المسجد الحرام سیدی احمد بن زین ابن دحلان المکی قدس سرہ الملکی فی الدرر السنیۃ[1] (جیسا کہ حضرت محدث العلامہ الفقیہ الفہام شیخ الاسلام زینت المسجد الحرام سیدی احمد بن زین ابن دحلان المکی قدس سرہ الملکی نے اس کو الدرر السنیۃ میں ذکر کیا۔ ت)۔ احادیث دکھانے کا کیا موقع کہ آخر سب کتب حدیث صحاح وسنن ومسانید ومعاجیم وغیرہ حضور والاصلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ کے بعد تصنیف ہوئیں تو ان کے طور پر معاذ اللہ وہ سب بدعت اور مصنف بدعتی۔ رہی آیت کہ رب العزۃ جل وعلا نے بلا تخصیص لفظ و صیغہ ووقت وعدد مطلقاً اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود وسلام کی طرف بلاتا ہے

یاایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما[2]۔

اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

اللّٰھم صل وسلم وبارک علیہ وعلٰی اٰلہٖ وصحبہ اجمعین کلما ولع بذکرہ الفائزون ومنع من اکثارہ الھالکون۔

اے اللہ! درود وسلام اور برکت نازل فرما آپ پر اور آپ کی آل اور آپ کے تمام اصحاب پر، جب بھی آپ کے ذکر پر شیفتہ ہوں کامیاب ہونیوالے اور اس کی کثرت سے انکار کریں ہلاک ہونیوالے (ت)

---

[1] الدرر السنیۃ فی الرد علی الوہابیۃ مکتبۃ حقیقۃ دار الشفقۃ استانبول ترکی ص ۵۲

[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۶

www.alahazratnetwork.org

تو دلائل الخیرات و درود تاج وغیرہا سب اس حکم جانفزا کے دائرہ میں داخل، یہ بھی انھیں مقبول ہوتی نظر نہیں آتی کہ ان کتب وصیغ میں حضور والا دافع البلاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اوصاف عظیمہ جلیلہ ونعوتِ کثیرہ جزیلہ ہیں۔ اور اُن کے امام الطائفہ کا حکم ہے کہ "جو بشر کی سی تعریف ہو اس میں بھی اختصار کرو۔"[1]

علاوہ ازیں وظیفہ درود میں صدہا بار نام اقدس لینا ہوگا اور اُن کا امام لکھ چکا کہ نام جپنا شرک ہے۔ اب وہ اپنے امام کی تصریح مانیں یا تمھارے خدا کا اطلاق۔ ہاں اگر انھیں کے امام الطائفہ اور اس کے آباء و اجداد و اکابر کی تصانیف دکھاؤ تو شاید کچھ کام چلے کہ امام الطائفہ کو کچھ کہیں تو ایمان کی گت بری بنے اور اس کے اکابر سے مکابر رہیں تو اس سے کیونکر گاڑھی چھنے، ایسی ہی جگہ پر بدلگامی کا قافیہ تنگ ہوتا ہے کہ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن (نہ رہنے کا یارا نہ چلنے کی تاب۔ ت) مثلاً:

اوّلاً یوں پوچھئے کہ جیا دارو! بحرمت اس جرم پر کہ حضرات علمائے دین مصنفین کتب رحمہم اللہ تعالٰی زمانۂ اقدس حضور دافع البلاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں نہ تھے تم انھیں کی کتابیں بدعت اور وہ معاذ اللہ اہل بدعت قرار پائیں گے یا یہ حکم امام الطائفہ اور اس کے عم نسب و پدر شریعت و جدِ طریقت جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب اور اس کے جدِ نسب و جدِ شریعت و فرجدِ طریقت شاہ ولی اللہ صاحب اور فرجد نسب و تلمذ و جد الجد بیعت شاہ عبدالرحیم صاحب وغیرہم اکابر و عمائد خاندان دہلی کو بھی شامل ہوگا، کیا یہ حضرات زمانۂ اقدس میں تھے، کیا ان کی کتابیں جیسی تصنیف ہوتی تھیں، کیا انھوں نے اپنی تصانیف کے خطبوں میں بیسیوں مختلف صیغوں سے جو درود لکھے ہیں سب بعینہا حضور دافع البلاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہیں؟ اگر ہیں تو بتادو اور نہیں تو کیا ہٹ دھرمی سینہ زوری ہے کہ ان کی تصانیف بدعت اور یہ بدعتی نہ ٹھہریں، کیا وحی باطنی اسمٰعیل میں یہ حکم تشریعی بھی آچکا ہے کہ یجوز لاٰبائک مالایجوز لغیرھم (تیرے آباء کے لئے جائز ہے جو ان کے علاوہ کسی کے لئے جائز نہیں۔ ت) ان کا امام صاف صاف لکھ چکا کہ بعض غیر انبیاء پر بھی (جن میں اس نے اپنے پیر و پردادا کو بھی داخل کیا ہے) بے وساطت انبیاء وحی باطنی آتی ہے جس میں احکام تشریعی اُترتے ہیں وہ ایک جہت سے انبیاء کے پیرو اور ایک جہت سے خود محقق

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الخامس فی رد الاشراک الخ مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص۴۳

www.alahazratnetwork.org

ہوتے ہیں وہ شاگرد انبیاء بھی ہیں اور ہم استاد انبیاء بھی، وہ مثل انبیاء معصوم ہیں[1] (دیکھو صراط مستقیم مطبع ضیائی میرٹھ ص ۳۸ دو سطر اخیر تا ص ۳۹ سطر ۱۱ دو سطر اخیر ص ۴۱ سطر ۵ و ۶ تا ص ۴۲ سطر ۲ و ۳ و ۴) گمراہی بددینی کا منہ کالا، پھر نبوت کیا کسی پیڑ کا نام ہے، اللہ کی شان یہ حکم چلانے اپنے استادوں پیروں کو نبی بنانے والے تو امام اور ائمہ شریعت، اور علمائے سنت اس جرم پر کہ صیغہائے درود مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی کیوں کثرت کی معاذ اللہ بدعتی بدنام۔

ثانیاً یہ تمہارا حکم صرف حضور خاتم الانبیاء علیہ افضل الصلوٰۃ والثناء صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر درود میں ہے یا خاندان امام الطائفہ کے ایجادات میں بھی کہ شاہ صاحب کی قول الجمیل جن کے لئے ضامن و کفیل ہے اسی قول الجمیل میں اپنے اور اپنے پیران و مشائخ کے آداب طریقت و اشغال ریاضت کی نسبت صاف لکھا کہ ہماری صحبت و سلوک آمیزی تو نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تک متصل ہے وان لم یثبت تعیین الاٰداب ولا تلک الاشغال[2] اگرچہ ان خاص آداب کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثبوت ہے نہ ان اشغال کا۔ شاہ عبدالعزیز صاحب حاشیہ میں فرماتے ہیں :

"اسی طرح پیشوایانِ طریقت نے جلسات اور ہیئات واسطے اذکار مخصوصہ کے ایجاد کئے۔"[3]

مولوی خرم علی مصنف نصیحۃ المسلمین نے اسکے ترجمہ شفاء العلیل میں شاہ صاحب کا یہ قول نقل کرکے لکھا ہے :

"یعنی ایسے امور کو مخالفت شرع یا داخل بدعات سیئہ نہ سمجھنا چاہئے جیسا کہ بعض کم فہم سمجھتے ہیں۔"[4]

اور نیز اسی قول الجمیل میں اشغال مشائخ نقشبندیہ قدست اسرارہم میں تصور شیخ کی ترکیب لکھی ہے کہ،

---

[1] صراط مستقیم حب ایمانی کا دوسرا ثمرہ کلام کمپنی حیرت والس روڈ کراچی ص ۶۵
" " " (فارسی) المکتبۃ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور ص ۴۳
[2] القول الجمیل گیارھویں فصل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۳
[3] شفاء العلیل مع القول الجمیل چوتھی فصل " " " " ص ۷۰
[4] " " " " " " " " " " " "

www.alahazratnetwork.org

اذا غاب الشیخ عنہ یخیل صورتہ بین عینیہ بوصف المحبۃ والتعظیم فتفید صورتہ ماتفید صحبتہ [1]	شیخ غائب ہو تو اس کی صورت اپنے پیش نظر محبت و تعظیم کے ساتھ تصور کرے جو فائدے اس کی صحبت دیتی تھی اب یہ صورت دے گی۔

شفاء العلیل میں مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب سے نقل کیا:

"حق یہ ہے کہ سب راہوں سے یہ راہ زیادہ قریب ہے۔" [2]

مکتوبات مرزا صاحب جانجاناں میں ہے (جنھیں شاہ ولی اللہ صاحب اپنے مکتوبات میں نفس زکیہ قیم طریقہ احمدیہ داعی سنت نبویہ لکھتے ہیں):

دعائے حزب البحر وظیفہ صبح وشام وختم حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم ہر روز بجہت حل مشکلات باید خواند [3]	دعائے حزب البحر صبح وشام کا وظیفہ اور حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم کا ختم شریف مشکلات کے حل کے لئے ہر روز پڑھنا چاہئے۔ (ت)

ذرا اس صبح و شام و ہر روز کے الفاظ پر بھی نظر رہے کہ وہی التزام و مداومت ہے جسے ارباب طائفہ وجہ ممانعت قرار دیتے ہیں یہاں داعی سنت نے بدعت اور بدعت کا حکم دیا بلکہ اس ختم اور ختم مجددی کی نسبت انھیں مکتوبات میں ہے:

بعد حلقہ صبح لازم گیرد [4]	اس کے بعد صبح کے حلقے کو لازم قرار دے لیں (ت)

انھیں میں ہے:

بعد از حلقہ صبح براں مواظبت نمایند [5]	اس کے بعد صبح کے حلقے کی پابندی کرنی چاہئے۔ (ت)

سب جانے دو خود امام الطائفہ صراط مستقیم میں لکھتا ہے:

اشغال مناسبہ ہر وقت وریاضات ملائمہ ہر قرن جدا جدا می باشد ولہذا محققان	ہر وقت کے مناسب اعمال اور ہر زمانے کے مطابق ریاضتیں مختلف ہوتی ہیں یہی وجہ ہے کہ

---

[1] القول الجمیل چھٹی فصل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۸۱ و ۸۲

[2] شفاء العلیل مع قول الجمیل " " " " " ۸۰

[3] کلمات طیبات ملفوظات مظہر جان جاناں مطبع مجتبائی دہلی " ۷۴

[4] " " مکتوبات مرزا مظہر جان جاناں " " " " ۴۲

[5] " " "

www.alahazratnetwork.org

ہر وقت از اکابر ہر طریق در تجدید اشغال کوششہا کردہ اند بنا بر علیہ مصلحت دید وقت چناں اقتضا کرد کہ یک باب ازیں کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب ایں وقت ست تعیین کردہ شود الخ۔[1]

اکابرین سے ہر طریقے کے محققین نے اشغال و اعمال میں تبدیلی کرنے کی کوشش کی بایں وجہ جو مصلحت دیکھی یا حالات کا تقاضا ہوا اسی لئے اس کتاب کا ایک باب ایسے جدید اشغال کیلئے جو اپنے وقت کی مناسبت سے شروع کئے گئے متعین کیا گیا ہے۔ (ت)

ﷲ انصاف، یہ لوگ کیوں نہ بدعتی ہوئے۔ اور ذرا تصورِ شیخ کی تو خبریں کہئے جسے جناب شاہ صاحب مرحوم سب راہوں سے قریب تر راہ بتا رہے ہیں یہ ایمان تقویۃ الایمان پر ٹھیٹ بت پرستی تو نہیں یا یہ حضرات شریعت باطنہ اسمٰعیلی سے مستثنیٰ ہیں۔

ثالثاً بھلا حضور اقدس دافع البلاء مانع العطا صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دافع البلاء کہنا تو معاذ اللہ شرک ہوا اب جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی خبر لیجئے وہ اپنے قصیدۂ نعتیہ اطیب النغم اور اس کے ترجمہ میں کیا بول بول رہے ہیں:

بنظر نمی آید مرا مگر آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ جائے دست اندوہگین است در ہر شدتے۔[2]

ہمیں نظر نہیں آتا مگر آں حضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر مصیبت کے وقت غمخواری فرماتے ہیں۔ (ت)

پھر کہا:

جائے پناہ گرفتن بندگان و گریزگاہ ایشان در وقت خوف روز قیامت۔[3]

حضور قیامت کے دن خوفزدوں اور خوف سے بھاگنے والوں کی جائے پناہ ہیں (ت)

پھر کہا:

نافع ترین ایشانست مردماں را نزدیک ہجوم حوادث زماں۔[4]

زمانہ کے ہجوم کے وقت لوگوں کے لئے سب سے زیادہ نفع بخش ہیں۔ (ت)

---

[1] صراط مستقیم مقدمۃ الکتاب المکتبۃ السلفیۃ لاہور ص ۷ و ۸

[2] اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم فصل اول تحت شعر و معتصم المکروب فی کل غمرۃ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲

[3] " " " " " فصل دوم " ملاذ عباد اللہ ملجاء خوفہم " " " " ۴

[4] " " " " " فصل چہارم " واحسن خلق اللہ خلقاً وخلقۃ " " " " ۶

www.alahazratnetwork.org

پھر کہا:

اے بہترین خلقِ خدا و اے بہترین عطا کنندہ و اے بہترین کسیکہ امید او داشتہ شود برائے ازالہ مصیبتے۔[1]

اے خلقِ خدا میں بہترین، اے بہترین عطا والے اور اے بہترین شخصیت، اور مصیبت کے وقت امیدوار کی مصیبت کو ٹالنے والے۔ (ت)

پھر کہا:

تو پناہ دہندہ از ہجوم کردن مصیبتے۔[2]

آپ مصیبتوں کے ہجوم سے پناہ دینے والے ہیں۔ (ت)

اپنے دوسرے قصیدۂ نعتیہ ہمزیہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

آخر حالت مادحِ آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم را وقتیکہ احساس کند نارسائی خود را از حقیقت ثنا آنست کہ ندا کند خوار و زار شدہ باخلاص در مناجات و بہ پناہ گرفتن بایں طریق اے رسولِ خدا عطائے ترا میخواہم روزِ حشر (الٰی قولہ) توئی پناہ از ہر بلا بسوئے تست رو آوردن من و بہ تست پناہ گرفتن من و در تست امید داشتن من آہ ملخصاً۔[3]

حضور کی تعریف کرنے والا جب اپنی نارسائی کا احساس کرے تو حضور کو نہایت عاجزی اور اخلاص سے پکارے اور فریاد کرے اور حضور کی پناہ اس طرح چاہے کہ اے خدا کے رسول قیامت کے دن تیری عطا چاہتا ہوں تو ہی میری ہر بلا کی پناہ ہے جبھی تو میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور تجھ سے پناہ کا طلب گار ہوں اور میری امیدیں تجھ سے ہی وابستہ ہیں اھ ملخصا۔ (ت)

یہی شاہ صاحب ہمعات میں زیر بیان نسبت اویسیہ لکھتے ہیں:

از ثمرات ایں نسبت رویت آں جماعت ست در منام و فائدہ ہا ازیشاں یافتن و در مہالک و مضائق صورت آں جماعت پدید آمدن و

اس نسبت کے ثمرات یہ ہیں کہ اس جماعت (اویسیہ) کی زیارت خواب میں ہو جاتی ہے اور ہلاکت و تنگی کے اوقات میں وہ جماعت

---

۱ اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم فصل یازدہم تحت شعر و صلی علیک اللہ یا خیر خلقہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۲
۲ " " " " " " " وانت مجیری من ہجوم ملمۃ الخ " " " "
۳ " " " " فصل ششم " اشعار و آخر ما لمادح الخ " " " ص ۲۳، ۲۴

حل مشکلات وے بآں صورت منسوب شدن [1] ظاہر ہو کر مشکلیں حل فرماتی ہے۔ (ت)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی ان کے شاگرد رشید اور مرزا صاحب موصوف کے مرید تذکرۃ الموتیٰ میں ارواحِ اولیائے کرام قدس اسرارہم کی نسبت لکھتے ہیں:

ارواحِ ایشاں از زمین و آسمان و بہشت ہر جا کہ خواہند میروند و دوستاں و معتقداں را در دنیا و آخرت مددگاری میفرمایند و دشمناں را ہلاک می سازند [2]

ان کی ارواح زمین و آسمان اور بہشت سے ہر جگہ جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں اپنے دوستوں اور معتقدوں کی دنیا اور آخرت میں مدد فرماتی ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتی ہیں (ت)

اور دافع البلاء کس چیز کا نام ہے۔ مرزا صاحب کے ملفوظات میں ہے:

نسبتِ ما بجناب امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ میرسد و فقیر را نیاز خاص بآنجناب ثابت ست در وقت عروض عارضہ جسمانی توجہ بآنحضرت واقع می شود و سبب حصول شفا میگردد [3]

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے میری نسبت خاص وجہ سے ہے کہ فقیر کو آنجناب سے خاص نیاز حاصل ہے اور جس وقت کوئی عارضہ بیماری جسمانی پیش ہوتی ہے میں آنجناب کی طرف توجہ دیتا ہوں جو باعث شفا ہو جاتی ہے۔ (ت)

ذرا اس "نیاز خاص" پر بھی نظر رہے۔ یہی داعی سنتِ نبویہ فرماتے ہیں:

التفات غوث الثقلین بحال متوسلان طریقہ علیہ ایشاں بسیار معلوم شد بایچکس از اہل ایں طریقہ ملاقات نشدہ کہ توجہ مبارک بآنحضرت بحالش مبذول نیست [4]

حضور غوث الثقلین اپنے تمام متوسلین کے حالات کی طرف توجہ رکھتے ہیں کوئی ان کا مرید ایسا نہیں کہ اس کی طرف آنجناب کی توجہ نہ ہو۔ (ت)

ذرا اس عبارت کے تیور دیکھئے اور لفظ مبارک "غوث الثقلین" بھی ملحوظ خاطر رہے

---

[1] ہمعات ہمعہ ۱۱ اکادیمیۃ الشاہ ولی اللہ الدہلوی حیدرآباد پاکستان ص ۵۹
[2] تذکرۃ الموتیٰ مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۴۱
[3] کلمات طیبات ملفوظات مرزا مظہر جان جاناں مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۸
[4] " " " " " " " " " ص ۸۳

www.alahazratnetwork.org

اس کے یہی معنی ہیں نا کہ انس وجن سب کی فریاد کو پہنچنے والے۔

اور سُنئے، یہی نفس زکیہ فرماتے ہیں:

ہمچنیں عنایت حضرت خواجہ نقشبند بحال معتقدان خود مصروف است مغلاں در صحرا یا وقتِ خواب اسباب و اسپانِ خود بحمایت حضرت خواجہ می سپارند و تائیدات از غیب ہمراہ ایشاں می شود[1]

ایسا ہی حضرت خواجہ نقشبند اپنے معتقدین کے حالات میں ہمیشہ مصروف رہتے ہیں چرواہے اور مسافر جنگل میں یا نیند کے وقت اپنے اسباب اور چوپائے گھوڑے وغیرہ حضور خواجہ نقشبند کے سپرد کر دیتے ہیں غیبی تائید ان کے ساتھ ہوتی ہے۔ (ت)

اب تو شرک کا پانی سر سے اونچا ہو گیا، ایمان سے کہیو تمھارے ایمان پر کتنا بڑا بھاری شرک ہے جس پر مدد غیبی نازل ہوتی اور یہ بات حضرت خواجہ قدس سرہ العزیز کے مدائح میں گنی جاتی ہے، خدا کرے اس وقت کہیں تمھیں حدیث اعوذ بعظیم ھٰذا الوادی[2] (میں اس وادی کے حکمران کی پناہ چاہتا ہوں۔ت) یا آیہ کریمہ کان رجالٌ من الانس یعوذون برجال من الجن[3] (آدمیوں میں کچھ مرد جنوں کے کچھ مردوں کی پناہ لیتے تھے۔ت) یاد آجائے، پھر جناب مرزا صاحب اور ان کے مداح جناب شاہ صاحب کا مزہ دیکھئے، آخر تمھارا امام بھوت پریت جن پری اور اولیاء شہداء سب کو ایک ہی درجہ میں مان رہا ہے، مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں اکابر اولیاء کا حال بعد انتقال لکھتے ہیں:

دریں حالت ہم تصرف در دنیا دادہ و استغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمی گردد و اویسیان تحصیل مطلب کمالات باطنی از انہا می نمایند و اربابِ

اولیاء اللہ بعد انتقال دنیا میں تصرف فرماتے ہیں اور ان کے استغراق کا کمال اور مدارج کی رفعت ان کو اس سمت توجہ دینے کی مانع نہیں ہے اویسی اپنے کمالات باطنی کا اظہار فرماتے

---

[1] کلمات طیبات ملفوظاتِ مرزا مظہر جانجاناں مطبع مجتبائی دہلی ص ۸۳
[2] المعجم الکبیر حدیث ۴۱۶۶ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۴/۲۱۱
المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ ذکر خریم بن فاتک دار الفکر بیروت ۳/۶۲۱
[3] القرآن الکریم ۷۲/۶

www.alahazratnetwork.org

حاجات و مطالب حل مشکلات خود از انہا می طلبند و می یابند[1]

ہیں اور حاجت مند لوگ اپنی مشکلات کا حل اور حاجت روائی انھیں سے طلب کرتے ہیں اور اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے ہیں۔ (ت)

ذرا یہ "دنیا میں اولیاء کا تصرف بعد انتقال" ملحوظ رہے اور حل مشکل و دفع بلا میں کتنا فرق ہے (یا علی مشکلکشا مشکلکشا)۔

اور تحفہ اثنا عشریہ میں تو اس سے بھی بڑھ کر جانِ نجدیت پر قیامت توڑ گئے، فرماتے ہیں:

حضرت امیر و ذریۂ طاہرہ او در تمام امت بر مثال پیران و مرشدان می پرستند و امور تکوینیہ را بایشان وابستہ میدانند و فاتحہ و درود و صدقات و نذر بنام ایشان رائج و معمول گردیدہ چنانچہ جمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است[2] (تحفہ مطبوعہ کلکتہ ١٢٤٣ھ آخر ص ٣٩٦ و اول ٣٩٧)

حضرت امیر یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور ان کی اولاد طاہرہ کو تمام افرادِ امت پیروں مرشدوں کی طرح مانتے ہیں اور تکوینی امور کو ان حضرات کے ساتھ وابستہ جانتے ہیں اور فاتحہ اور درود و صدقات اور نذر و نیاز انکے نام ہمیشہ کرتے ہیں، چنانچہ تمام اولیاء اللہ کا یہی حال ہے۔ (ت)

کیوں صاحبو! یہ کتنے بُرے شرک ہائے اکبر و اعظم ہیں کہ شاہ صاحب جن پر اجماعِ امت بتاتے ہیں، اب تو عجب نہیں کہ روافض کی طرح امتِ مرحومہ کو معاذ اللہ امتِ ملعونہ لقب دیجئے بھلا دفع بلا بھی امورِ تکوینیہ میں ہے یا نہیں جو دامنِ پاک حضرت مولیٰ علی و اہلبیت کرام سے وابستہ ہے صلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدھم و مولاھم و علیھم و بارك وسلم۔

طرفہ تر سُنئے، شاہ ولی اللہ صاحب کے انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ سے روشن کہ شاہ صاحب والا مناقب اور ان کے بارہ اساتذہ علمِ حدیث و مشائخِ طریقت جن میں مولانا ابو طاہر مدنی اور اُن کے والد و استاذ و پیر مولانا ابراہیم کردی اور ان کے استاذ مولانا احمد قشاشی اور ان کے استاذ مولانا احمد شناوی اور شاہ صاحب کے استاذ الاستاذ مولانا احمد نخلی وغیرہم اکابر داخل ہیں کہ شاہ صاحب کے اکثر سلاسلِ حدیث انھیں علماء سے ہیں جواہر خمسہ حضرت شاہ محمد غوث

---

[1] تفسیر فتح العزیز تحت آیۃ ۸۴/۱۸ مطبع مسلم بکڈپو لال کنواں دہلی پارہ عم ص ۲۰۶

[2] تحفہ اثنا عشریہ باب ہفتم در امامت سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۱۴

www.alahazratnetwork.org

گوالیاری علیہ الرحمۃ الباری و خاص دعائے سیفی کی اجازتیں لیتے اور اپنے مریدین و معتقدین کو اجازت دیتے۔ اعمالِ جواہرِ خمسہ و دعائے سیفی کا زمانۂ اقدس حضور دافع البلاء صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے بعد تصنیف ہونے سے بدعت، اور اس وجہ سے ان صاحبوں کا بدعتی و مروّج بدعت قرار پانا درکنار، اسی جواہرِ خمسہ کی سیفی میں وہ جوہردار سیف خونخوار، جسے دیکھ کر دہابیت بیچاری اپنا جوہر کرنے کو تیار، وہ کیا کہ نادعلی کہ ایمان طائفہ پر شرکِ جلی۔ جواہر خمسہ میں ترکیب دعائے سیفی میں فرمایا:

نادعلی ہفت بار یا سہ بار یا یک بار بخواند و آں این ست نادعلیًّا مظہرِ العجائب،
تجدہ عونًا لك فی النوائب ،
کل ھمٍّ و غمٍّ سینجلی بولایتك
یا علیُّ یا علیُّ یا علیُّ [1]

نادعلی سات بار یا تین بار یا ایک بار پڑھنا چاہئے، اور وہ یہ ہے، علی (رضی اللہ عنہ) کو پکار جن کی ذاتِ پاک مظہرِ عجائب ہے، جب تو انھیں پکارے گا انھیں مصائب و افکار میں اپنا مددگار پائے گا ہر پریشانی و غم فوراً دور ہوجاتا ہے آپ کی مدد سے یاعلی یاعلی یاعلی۔ (ت)

یعنی پکار علی مرتضٰی (کرم اللہ وجہہ) کو کہ مظہرِ عجائب ہیں تو انھیں اپنا مددگار پائے گا مصیبتوں میں، سب پریشانی و غم اب دُور ہوتے جاتے ہیں حضور کی ولایت سے یاعلی یاعلی یاعلی۔

ذرا اب شرکِ طائفہ کا مول تول کیجئے، اس نفیس سند کی قدرے تفصیل درکار ہو تو فقیر کے رسائل "انہار الانوار من یم صلٰوۃ الاسرار" و "حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات" و "انوار الانتباہ فی حل نداء یارسول اللہ" ملاحظہ ہوں۔ ہے یہ کہ ان خاندانی اماموں نے طائفہ کی مٹی اور بھی خراب کی ہے وللہ الحمد۔

ف۱: رسالہ انہار الانوار من یم صلٰوۃ الاسرار فتاوٰی رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور جلد ہفتم میں صفحہ ٥٦٩ پر موجود ہے۔

ف۲: رسالہ حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات فتاوٰی رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور جلد نہم میں صفحہ ٦٧٥ پر موجود ہے۔

ف۳: رسالہ انوار الانتباہ فی حل نداء یا رسول اللہ فتاوٰی رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور جلد ٢٩ میں صفحہ ٥٣٩ پر موجود ہے۔

[1] جواہر خمسہ مترجم اردو مرزا محمد بیگ نقشبندی دارالاشاعت کراچی ص ٢٨٢ و ٤٥٣

www.alahazratnetwork.org

کیوں صاحبو! یہ سب حضرات بھی ایمان طائفہ پر مشرک، بے ایمان، واجب العذاب، مستحیل الغفران تھے یا تقویۃ الایمان کی آیتیں حدیثیں امام الطائفہ کا کنبہ چھوڑ کر باقی علمائے اہلسنت ہی کو مشرک بدعتی بنانے کے لئے اتری ہیں۔ اللہ ایمان و حیا بخشے۔ آمین!

غرض ان حضرات کے مقابل شاید ایسے ہی گرم دودھوں سے کچھ کام چلے جنھیں نہ نگلتے بنے نہ اُگلتے۔ وللہ الحجۃ الساطعۃ۔

فائدہ زاہرہ

خیر، یہ تو اجمالاً ان حضرات کی خدمت گزاری تھی، اور بدعت کی بحث تو علمائے سنت بہت کتب میں غایت قصوٰی تک پہنچا چکے ومن احسن من فصلہ وحققہ خاتم المحققین سیدنا الوالد رضی اللہ عنہ المولی الماجد فی کتابہ الجلیل المفاد "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" (خاتم المحققین سیدنا والد ماجد رضی اللہ عنہ نے اپنی جلیل ومفید کتاب "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" میں اس کی تحسین وتفصیل وتحقیق کی ہے۔ ت) فقیر غفراللہ تعالٰی نے بھی اپنے رسالہ "اقامۃ القیامۃ علی طاعن القیام لنبی تہامہ" وغیرہا رسائل میں بقدر کافی نکات چیدہ گزارش کئے اور اپنے رسالہ "منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین" وغیرہا میں خاندان مذکور کے بکثرت ایجاد و احداث لکھے کہ اس نو تصنیفی کی صفرا شکنی کو بس ہیں اور حضور دافع البلاء صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وبا و بلا و قحط و مرض و الم کو دفع فرمانے کے جزئیات و وقائع جو احادیث میں مروی اُن کے جمع کرنے کی ضرورت نہ حصر کی قدرت، اُن میں سے بہت سے بحمد اللہ تعالٰی کتب و خطب علماء میں مسلمانوں کے کانوں تک پہنچ چکے اور اب جو چاہے کتب سیر و خصائص و معجزات مطالعہ کرے۔

نکتہ جلیلہ کلیہ مگر فقیر غفراللہ تعالٰی لہ ایک نکتہ جلیلہ کلیہ بغایت مفید القا کرے کہ ان شاء اللہ تعالٰی تمام شرکیات وہابیہ کی بیخ کنی میں کافی و وافی کام دے، مسلمانو! کچھ خبر بھی ہے ان حضرات کا لفظ دافع البلاء اور اس کے مثال کو شرک

ف: رسالہ "منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین" فتاوی رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور جلد پنجم صفحہ ۴۲۹ پر موجود ہے۔ رسالہ "اقامۃ القیامۃ" جلد ۲۶ ص ۴۹۵ پر موجود ہے۔

www.alahazratnetwork.org

بتانے بلکہ یہ بات بات پر شرک پھیلانے سے اصل مدعا کیا ہے وہ ایک دائے باطنی و مرض خفی ہے کہ اکثر عوام بیچاروں کی نگاہ سے مخفی ہے ان نئے فلسفیوں پرانے فیلسوفوں کے نزدیک شرک امورِ عامہ سے ہے کہ عالم میں کوئی موجود اس سے خالی نہیں یہاں تک کہ معاذ اللہ حضرات علیہ انبیائے کرام و ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام تا آنکہ عیاذاً باللہ خود حضرت رب العزۃ و حضور پُر نور سلطان رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ، ولہذا امام الطائفہ نے جا بجا و بیجا مسائل جی سے گھڑے کریہ ناپاک چھینٹا وہاں تک بڑھے، جس کی بعض مثالیں مجموعہ فتاوی فقیر "العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ" کی جلد ششم "البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقۃ" میں ملیں گی، ان کی تفصیل سے تطویل کی حاجت نہیں، یہ حضرات کہ اس امام کے مقلد ہیں اِنّا علیٰ اٰثارِھم مقتدون[1] (ہم ان کی لکیر کے پیچھے ہیں۔ت) پڑھتے ہوئے اُسی ڈگر ہولئے، یہ حکم شرک بھی اُسی دبی آگ کا دُھواں دے رہا ہے، اجمال سے نہ سمجھو تو مجھ سے مفصل سنو۔

اقول وباللہ التوفیق، نسبت واسناد دو قسم ہے:

حقیقی کہ مسند الیہ حقیقت سے متصف ہو۔

اور مجازی کہ کسی علاقہ سے غیر متصف کی طرف نسبت کردیں جیسے نہر کو جاری یا جالس سفینہ کو متحرک کہتے ہیں، حالانکہ حقیقۃً آب و کشتی جاری و متحرک ہیں۔

پھر حقیقی بھی دو قسم ہے، ذاتی کہ خود اپنی ذات سے بے عطائے غیر ہو، اور عطائی کہ دُوسرے نے اُسے حقیقۃً متصف کردیا ہو خواہ وہ دوسرا خود بھی اس وصف سے متصف ہو جیسے واسطہ فی الثبوت میں، یا نہیں جیسے واسطہ فی الاثبات میں۔ ان سب صورتوں کی اسنادیں تمام محاوراتِ عقلائے جہان و اہل ہر مذہب وملت و خود قرآن وحدیث میں شائع و ذائع، مثلاً انسان عالم کو عالم کہتے ہیں، قرآن مجید میں جا بجا اولوا العلم وعلمٰوا بنی اسرائیل اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت لفظ علیم وارد، یہ حقیقت عطائیہ ہے یعنی بعطائے الٰہی وہ حقیقۃً متصف بعلم ہیں اور مولیٰ عزوجل نے اپنے نفس کریم کو علیم فرمایا یہ حقیقت ذاتیہ ہے کہ وہ بے کسی کی عطا کے اپنی ذات سے عالم ہے۔ سخت احمق وہ کہ کہ ان اطلاقات میں فرق نہ کرے۔ وہابیہ کے مسائل شرکیہ استعانت و امداد و علم غیب و

---

[1] القرآن الکریم ۴۳/ ۲۳

www.alahazratnetwork.org

تصرفات و ندا وسماع فریاد وغیرہا ایسے فرق نہ کرنے پر مبنی ہیں۔ فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے اس بحث شریف میں ایک نفیس رسالہ کی طرح ڈالی ہے اس میں متعلق نزاعات وہابیہ صدہا اطلاقات کو آیات واحادیث سے ثابت اور احکام اسنادات کو مفصل بیان کرنے کا قصد ہے ان شاء اللہ تبارک وتعالٰی حضور پرنور معطی البہار والسرور، دافع البلاء والشرور، شافع یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دافع البلاء کہنا بھی بمعنی حقیقی عطائی ہے مخالف متعسف کو یُوں توفیق تصدیق نہ ہو تو فقیر کا رسالہ "سلطنۃ المصطفٰی فی ملکوت کل الورٰی" مطالعہ کرے کہ بعونہٖ تعالٰی تحقیق و توثیق کے باغ لہکتے نظر آئیں اور ایمان وایقان کے پھُول مہکتے، خیر یہاں اس بحث کی تکمیل کا وقت نہیں تنزیلاً یہی سہی کہ احدالامرین سے خالی نہیں نسبت حقیقی عطائی ہے یا از انجا کہ حضور سبب و وسیلہ و واسطۂ دفع البلاء ہیں لہذا نسبت مجازی، رہی حقیقی ذاتی حاشا کہ کسی مسلمان کے قلب میں کسی غیر خدا کی نسبت اُس کا خطرہ گزرے۔

امام علامہ سیدی تقی الملۃ والدین علی بن عبدالکافی سبکی قدس سرہ الملکی (جن کی امامت و جلالت محل خلاف وشبہت نہیں، یہاں تک کہ میاں نذیر حسین دہلوی اپنے ایک مُہری مصدق فتوٰی میں انھیں بالاتفاق امام مجتہد مانتے ہیں) کتاب مستطاب شفاء السقام شریف میں ارشاد فرماتے ہیں:

لیس المراد نسبۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الی الخلق والاستقلال بالافعال ھذا لایقصدہ مسلم فصرف الکلام الیہ ومنعہ من باب التلبیس فی الدین والتشویش علی عوام الموحدین[1]

یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مدد مانگنے کا یہ مطلب نہیں کہ حضور خالق و فاعل مستقل ہیں یہ تو کوئی مسلمان ارادہ نہیں کرتا، تو اس معنے پر کلام کو ڈھالنا اور حضور سے مدد مانگنے کو منع کرنا دین میں مغالطہ دینا اور عوام مسلمانوں کو پریشانی میں ڈالنا ہے۔

صدقت یا سیدی جزاك اللہ عن الاسلام والمسلمین خیرا، اٰمین (اے میرے آقا! آپ نے سچ فرمایا ہے، اللہ تعالٰی آپ کو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے جزاءِ خیر عطا فرمائے۔ ت)

فقیر کہتا ہے ایک دفع بلا وامداد وعطا ہی پر کیا موقوف مخلوق کی طرف اصل وجود ہی کی اسناد

---

[1] شفاء السقام الباب الثامن فی التوسل والاستغاثۃ الخ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۱۷۵

www.alahazratnetwork.org

بمعنی حقیقی ذاتی نہیں پھر عالم کو موجود کہنے میں وہابیہ بھی ہمارے شریک ہیں کیا ان کے نزدیک عالم بذاتہٖ موجود ہے یا جو فسطائیہ کی طرح عقیدہ حقائق الاشیاء ثابتۃ (اشیاء کی حقیقت ثابت ہے۔ت) سے منکر ہیں اور جب کچھ نہیں تو کیا ظلم ہے کہ جو محاورے صبح وشام خود بولتے رہیں مسلمانوں کے مشرک بنانے کو اُن کی طرف سے آنکھیں بند کرلیں، کیا مسلمان پر بدگمانی حرام قطعی نہیں، کیا اس کی مذمت پر آیاتِ قرآنیہ و احادیثِ صحیحہ ناطق نہیں بلکہ انصاف کی آنکھ کھلی ہو تو اس ادعائے خبیث کا درجہ تو بدگمانی سے بھی گزرا ہوا ہے سُوئے ظن کے لئے اس گمان کی گنجائش تو چاہیے، مسلمان کے بارہ میں ایسے خیال کا احتمال ہی کیا ہے اس کا موحد ہونا ہی اس کی مراد پر گواہ کافی ہے کما لایخفٰی علٰی کل من لہ عقلٌ ودینٌ (جیسا کہ کسی صاحب عقل و دین پر پوشیدہ نہیں۔ت)

فتاوٰی خیریہ کتاب الایمان میں ہے:

سئل فی رجل حلف انہ لایدخل ھٰذہ الدار الاان یحکم علیہ الدھر فدخل ھل یحنث اجاب لاوھذا مجاز لصدورہ من الموحد واذا دخل فقد حکم ای قضی علیہ رب الدھر بدخولہا وھو مستثنی فلا حنث[1] اھ بتلخیص۔

ایک شخص کے بارے میں سوال کیا گیا کہ اس نے قسم کھائی ہے کہ جب تک مجھے دہر حکم نہیں دے گا میں اس گھر میں داخل نہیں ہوں گا، اور وہ داخل ہوگیا، کیا وہ قسم توڑنے والا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ تحریر ہے کہ حانث نہیں ہوا، یہ کلمہ مجازی ہے، موحد جو خدا کو ایک مانتا ہے اس سے شرک کا صدور ناممکن ہے۔ جب داخل ہوا تو رب الدہر یعنی خدا کے حکم سے داخل ہوا اس لئے وہ حانث نہیں ہوا اھ ملخصاً (ت)

تو ایسا ناپاک ادعا بدگمانی نہیں صریح افترا ہے، وہ بھی مسلمان پر، وہ بھی کفر کا، مگر قیامت تو نہ آئیگی حساب تو نہ ہوگا اُن خباثت کے دعووں سے سوال تو نہ کیا جائے گا، مسلمان کی طرف سے لا الٰہ الا اللہ جھگڑتا ہوا تو نہ آئے گا۔ ستمگر! جواب تیار رکھ اس سختی کے دن کا، وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[2] (اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ت)

---

[1] الفتاوی الخیریۃ کتاب الایمان دارالمعرفۃ بیروت ۱/۸۱

[2] القرآن الکریم ۲۶/۲۲۷

www.alahazratnetwork.org

بالجملہ اس احتمال کی تو یہاں راہ ہی نہیں بلکہ انھیں دو سے ایک مراد بالیقین یعنی اسناد غیر ذاتی کسی قسم کی ہو اب جو اسے شرک کہا جاتا ہے تو اس کی دو ہی صورتیں متصور بنظر مصداق[ع] نسبت یا بنفس حکایت۔

اول یہ کہ غیر خدا کے لئے ایسا اتصاف ماننا ہی مطلقاً شرک اگرچہ مجازی ہو، جس کا حاصل اس مسئلہ میں یہ کہ حضور دافع البلاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دفع بلا کے سبب و وسیلہ و واسطہ بھی نہیں کہ مصداق نسبت کسی طرح متحقق، جو غیر خدا کو ایسے امور میں سبب ہی مانے وہ بھی مشرک۔

دوم یہ کہ ایسی نسبت و حکایت خاص بذاتہ احدیت جل وعلا ہے غیر کے لئے مطلقاً شرک اگرچہ اسناد غیر ذاتی مانے، آدمی اگر عقل و ہوش سے کچھ بھی بہرہ رکھتا ہو تو غیر ذاتی کا لفظ آتے ہی شرک کا خاتمہ ہوگیا کہ جب بعطائے الٰہی مانا تو شرک کے کیا معنے برخلاف اس طاغی سرکش کے جو عقل کی آنکھ پر مکابرہ کی پٹی باندھ کر صاف کہتا ہے پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات اُن کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے[۱] کسی سفیہ مجنوں سے

[ع] فرق یہ کہ اول میں حکم منع حکایت بنظر بطلان و عدم مطابقت ہوگا یعنی واقعہ میں موضوع ایسے صفت سے متصف ہی نہیں جو اس حکایت کا مصحح ہو، اور دوم میں حکایت خود ہی محذور ہوگی اگر صادق ہو کہ صدق وصحت اطلاق الزام نہیں،

الا ترٰی انا نؤمن بان محمدًا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعزعزیز واجل جلیل من خلق اللہ عزوجل ولکن لا یقال محمد عزوجل بل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔	کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہمارا اعتقاد ہے کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مخلوقِ الٰہی میں ہر عزیز سے بڑھ کر عزیز اور ہر جلالت والے سے بڑھ کر جلیل ہیں مگر محمد عزوجل نہیں کہا جاتا بلکہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہا جاتا ہے۔ (ت)

تو درجہ اول میں ہمیں یہ بیان کرنا ہے کہ اسناد غیر ذاتی کا مطلقاً متحقق، اور دوم میں یہ کہ یہ اطلاق یقیناً جائز۔ مگر ظاہر کہ دلائل وجہ دوم سب دلائل وجہ اول بھی ہیں کہ حکایات الٰہیہ و نبویہ قطعاً صادق۔ لہٰذا ہم انھیں جانب کثرت بقلت توجہ کریں گے نصوص وجہ ثانی بکثرت لائیں گے و باللہ التوفیق ۱۲ منہ دامت فیوضہ۔

---

[۱] تقویۃ الایمان پہلا باب مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۷

www.alahazratnetwork.org

کیا کہا جائے گا کہ صفتِ الٰہی بعطائے الٰہی نہیں تو جو بعطائے الٰہی ہے صفتِ الٰہی نہیں، تو اس کا اثبات اصلاً کسی صفتِ الٰہی کا اثبات بھی نہ ہوا نہ کہ خاص صفت ملزومہ الوہیت کا کہ شرک ثابت ہو بلکہ یہ تو بالبداہۃ صفت ملزومہ عبدیت ہوئی کہ بعطائے غیر کسی صفت کا حصول تو بندہ ہی کے لئے معقول تو اس کا اثبات صراحتاً عبدیت کا اثبات ہوا نہ کہ معاذ اللہ الوہیت کا، ایک یہی حرف تمام شرکیاتِ وہابیہ کو کیفرِ چشانی کے لئے بس ہے، مگر مجھے تو یہاں وہ بات ثابت کرنی ہے جس پر میں نے یہ تمہید اٹھائی ہے یعنی ان صاحبوں کا حکمِ شرک اللہ و رسول تک متعدی ہونا ہاں اس کا ثبوت لیجئے ابھی بیان کر چکا ہوں کہ اس حکمِ ناپاک کے لئے دو ہی وجہیں متصور، ان میں سے جو وجہ لیجئے ہر طرح یہ حکم معاذ اللہ اللہ و رسول تک منجر جل جلالہٗ و صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

---

www.alahazratnetwork.org

باب اوّل

وجہ اول پر نصوص سُنئے۔ اس میں چھ آیتیں اور ساٹھ حدیثیں، جملہ چھیاسٹھ ۶۶ نص ہیں۔

فصل اوّل آیاتِ کریمہ میں

آیت ۱: قال اللہ عزوجل:

وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم[1] — اللہ ان کافروں پر عذاب نہ فرمائے گا جب تک اے محبوب! تو ان میں تشریف فرما ہے۔

سبحان اللہ! ہمارے حضور دافع البلاء صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کفار پر سے بھی سببِ دفعِ بلا ہیں پھر مسلمانوں پر تو خاص رؤف ورحیم ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

آیت ۲:

وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین[2] — ہم نے نہ بھیجا تمھیں مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

پُر ظاہر کہ رحمت سببِ دفعِ بلا و زحمت (خوب ظاہر ہے کہ رحمت سبب ہے مصیبت و زحمت کی دوری کا۔ ت)

آیت ۳:

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما[3] — اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تیرے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے بخشش چاہیں اور معافی مانگیں اُن کے لئے رسول، تو بیشک اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

آیہ کریمہ صاف ارشاد فرماتی ہے کہ حضور پُر نور عفوّ غفور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی

---

[1] القرآن الکریم ۸/ ۳۳
[2] " ۲۱/ ۱۰۷
[3] " ۴/ ۶۴

www.alahazratnetwork.org

بارگاہ میں حاضری سببِ قبولِ توبہ و دفعِ بلائے عذاب ہے بلکہ آیت بیمار دلوں پر اور بھی بلا و عذاب کہ رب العزت قادر تھا یونہی گناہ بخش دے مگر ارشاد ہوتا ہے کہ توبہ قبول ہونا چاہو تو ہمارے پیارے کی سرکار میں حاضر ہو صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم والحمد للہ رب العالمین۔

آیت ۴:

ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع[1]

اگر اللہ تعالٰی آدمیوں کو آدمیوں سے دفع نہ فرمائے تو ہر ملت و مذہب کی عبادت گاہ ڈھادی جائے۔

معلوم ہوا کہ مجاہدین آلہ و واسطۂ دفعِ بلا ہیں۔

آیت ۵:

ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض ولکن اللہ ذو فضل علی العلمین[2]

اگر نہ ہوتا دفع کرنا اللہ عزوجل کا لوگوں کو ایک دوسرے سے تو بیشک تباہ ہوجاتی زمین مگر اللہ فضل والا ہے سارے جہان پر۔

ائمہ مفسرین فرماتے ہیں: اللہ تعالٰی مسلمانوں کے سبب کافروں اور نیکوں کے باعث بدوں سے بلا دفع کرتا ہے۔

آیت ۶:

ولولا رجال مؤمنون ونساء مؤمنٰت لم تعلموھم ان تطؤھم فتصیبکم منھم معرۃ بغیر علم لیدخل اللہ فی رحمتہ من یشاء لو تزیلوا لعذبنا الذین کفروا منھم عذابا الیما[3]

اور اگر نہ ہوتے ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں جن کی تمھیں خبر نہیں کہیں تم انھیں روند ڈالو تو اُن سے تمھیں انجانی میں مشقت پہنچے تاکہ اللہ جسے چاہے اپنی رحمت میں لے لے، وہ اگر الگ ہوجاتے تو ہم ان میں سے کافروں کو دردناک عذاب دیتے۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۴۰

[2] " ۲/ ۲۵۱

[3] " ۴۸/ ۲۵

www.alahazratnetwork.org

یہ فتح مکہ سے پہلے کا ذکر ہے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عُمرے کے لئے مکہ معظمہ تشریف لائے ہیں اور کافروں نے مقام حدیبیہ میں روکا شہر میں نہ جانے دیا صلح پر فیصلہ ہوا ظاہر کی نظر میں اسلام کے لئے ایک دبتی ہوئی بات تھی اور حقیقت میں ایک بڑی فتح نمایاں تھی جسے اللہ عزوجل نے انا فتحنا لك فتحا مبینا[1] (بیشک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرمادی۔ ت) فرمایا اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کی تسکین کو یہ آیت نازل فرمائی کہ اس سال تمہیں داخل مکہ نہ ہونے دینے میں کئی حکمتیں تھیں مکہ معظمہ میں بہت مرد و عورت مغلوبی کے سبب خفیہ مسلمان ہیں جن کی تمہیں خبر نہیں تم قہراً جاتے تو وہ بھی تیغ و بند کے روندنے میں آجاتے اور اُن کے سوا بھی وہ لوگ ہیں جو ہنوز کافر ہیں اور عنقریب اللہ تعالٰی انہیں اپنی رحمت میں لے گا اسلام دے گا اُن کا قتل منظور نہیں ان وجوہ سے کفار مکہ پر سے عذاب قتل و قہر موقوف رکھا گیا یہ سب لوگ الگ ہو جاتے تو ہم ان کافروں پر عذاب فرماتے۔ کیسا صریح روشن نص ہے کہ اہلِ اسلام کے سبب کافروں پر سے بھی بلا دفع ہوتی ہے وللہ الحمد۔

فصل دوم احادیث عظیمہ میں

حدیث ۱: کہ رب العزت جل وعلا فرماتا ہے:

انی لاھم باھل الارض عذابا فاذا نظرت الٰی عُمّار بیوتی والمتحابین فیّ والمستغفرین بالاسحار صرفت عنھم۔ البیھقی فی الشعب عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ان اللہ تعالٰی یقول الحدیث[2]

میں زمین والوں پر عذاب اتارنا چاہتا ہوں جب میرے گھر آباد کرنے والے اور میرے لئے باہم محبت رکھنے والے اور پچھلی رات کو استغفار کرنے والے دیکھتا ہوں اپنا غضب ان سے پھیر دیتا ہوں۔ (بیہقی نے شعب الایمان میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انہوں نے حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کہ فرمایا اللہ تعالٰی یہ حدیث بیان فرماتا ہے۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/ ۱

[2] شعب الایمان	حدیث ۹۰۵۱	دار الکتب العلمیہ بیروت	۶/ ۵۰۰
کنز العمال	″ ۲۰۳۴۳	مؤسسۃ الرسالہ بیروت	۷/ ۵۲۹

www.alahazratnetwork.org

حدیث ۲: کہ حضور دافع البلا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لولا عباد للّٰہ رکع وصبیۃ رضع وبہائم رتع تصب علیکم العذاب صبا ثم رض رضا۔ الطبرانی[1] فی الکبیر والبیہقی فی السنن عن مسافع الدیلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اگر نہ ہوتے اللہ تعالٰی کے نمازی بندے اور دُودھ پیتے بچے اور گھاس چرتے چوپائے تو بیشک عذاب تم پر بسختی ڈالا جاتا پھر مضبوط و محکم کردیا جاتا (طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے سنن میں مسافع الدیلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللہ تعالٰی لیدفع بالمسلم الصالح عن مائۃ اھل بیت من جیرانہ البلاء۔

بیشک اللہ عزوجل نیک مسلمان کے سبب اُس کے ہمسائے میں سَو گھروں سے بلا دفع فرماتا ہے۔

ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے یہ حدیث روایت فرماکر آیہ کریمہ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض تلاوت کی۔

رواہ عنہ الطبرانی فی الکبیر[2] وعبد اللہ بن احمد ثم البغوی فی المعالم۔

طبرانی نے کبیر میں ابن عمر سے اور عبداللہ بن احمد پھر بغوی نے معالم میں اس کو روایت کیا۔ ت)

حدیث ۴: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من استغفر للمؤمنین والمؤمنات کل یوم سبعًا وعشرین مرۃ کان من الذین یستجاب

جو ہر روز ستائیس۲۷ بار سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کے لئے استغفار کرے وہ ان لوگوں میں ہو جن کی دُعا قبول ہوتی ہے

---

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب صلٰوۃ الاستسقاء باب استحباب الخروج الخ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ دکن ۳/۳۴۵
المعجم الکبیر حدیث ۷۸۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۲/۳۰۹
[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۲/۲۵۱ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۱۷۷
الترغیب والترھیب بحوالہ الطبرانی الترھیب من اذی الجار حدیث ۳۹ مصطفی البابی مصر ۳/۳۶۳
الدر المنثور تحت الآیۃ ۲/۲۵۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۷۲۶

www.alahazratnetwork.org

لهم ویرزق بهم اهل الارض۔[1] اور ان کی برکت سے تمام اہلِ زمین کو رزق ملتا ہے (طبرانی نے کبیر میں ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سندِ جید کے ساتھ روایت کیا۔ ت)

الطبرانی فی الکبیر عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند جید۔

حدیث ۵: فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

هل تنصرون وترزقون الا بضعفائکم۔[2] کیا تمہیں مدد و رزق کسی اور کے سبب بھی ملتا ہے سوائے اپنے ضعیفوں کے۔ (بخاری نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

البخاری عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

حدیث ۶: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللہ ینصر القوم باضعفهم۔[3] بیشک اللہ تعالٰی قوم کی مدد فرماتا ہے اُن کے ضعیف تر کے سبب۔ (حارث نے اپنی مسند میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

الحارث فی مسندہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهما۔

حدیث ۷: زمانۂ اقدس میں دو بھائی تھے ایک کسب کرتے، دوسرے خدمت والائے حضور دافع البلاء صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوتے۔ کمانے والے ان کے شاکی ہوئے، فرمایا:

لعلك ترزق به۔ الترمذی[4] وصححه والحاکم عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ کیا عجب کہ تجھے اس کی برکت سے رزق ملے۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا اور اس کی تصحیح کی، اور حاکم نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

---

[1] کنز العمال حدیث ۲۰۶۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۳۷۶
[2] صحیح البخاری کتاب الجہاد باب من استعان بالضعفاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۰۵
[3] کنز العمال حدیث ۱۰۸۸۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/۳۵۷
الجامع الصغیر " ۵۱۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۳۷
[4] سنن الترمذی کتاب الزہد حدیث ۲۳۵۲ دار الفکر بیروت ۴/۱۵۴
المستدرک للحاکم کتاب العلم خطبتہ صلے اللہ علیہ وسلم فی حجۃ الوداع " " ۱/۹۴

www.alahazratnetwork.org

حدیث ۸: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الابدال فی امتی ثلثون بھم تقوم الارض وبھم تمطرون وبھم تنصرون۔ الطبرانی فی الکبیر[1] عن عبادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔

ابدال میری امت میں تیس ہیں انھیں سے زمین قائم ہے انھیں کے سبب تم پر مینہ اُترتا ہے انھیں کے باعث تمھیں مدد ملتی ہے (طبرانی نے کبیر میں عبادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند صحیح روایت کیا۔ ت)

حدیث ۹: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ابدال شام میں ہیں اور وہ چالیس ہیں جب ایک مرتا ہے اللہ تعالٰی اس کے بدلے دوسرا قائم کرتا ہے۔

یسقی بھم الغیث وینتصر بھم علی الاعداء ویصرف عن اھل الشام بھم العذاب۔ احمد[2] عن علی کرم اللہ تعالٰی وجھہ بسند حسن۔

انھیں کے سبب مینہ دیا جاتا ہے انھیں سے دشمنوں پر مدد ملتی ہے انھیں کے باعث شام والوں سے عذاب پھیرا جاتا ہے (امام احمد نے حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے بسند حسن روایت کیا۔ ت)

دُوسری روایت یوں ہے:

یصرف عن اھل الارض البلاء والغرق۔ ابن عساکر[3] رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

انھیں کے سبب اہل زمین سے بلاء اور غرق دفع ہوتا ہے (ابن عساکر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۰: فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

---

[1] کنز العمال بحوالہ عبادۃ بن الصامت حدیث ۳۴۵۹۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۱۸۶
مجمع الزوائد باب ماجاء فی الابدال الخ دار الکتاب بیروت ۱۰/۶۳
الجامع الصغیر بحوالہ الطبرانی عن عبادۃ بن الصامت حدیث ۳۰۳۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۸۲
[2] مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۱۱۲
[3] تاریخ دمشق الکبیر باب ماجاء ان بالشام یکون الابدال دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۱۳

www.alahazratnetwork.org

ابدال شام میں ہیں،

بھم ینصرون وبھم یرزقون۔ الطبرانی فی الکبیر[1] عن عوف بن مالك وفی الاوسط عن علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما کلاھما بسند حسن۔

وہ انھیں کی برکت سے مدد پاتے ہیں اور انھیں کے وسیلہ سے رزق۔ (طبرانی نے کبیر میں عوف بن مالک سے اور اوسط میں علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے دونوں میں بسندِ حسن روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۱: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لن تخلوا الارض من اربعین رجلا مثل ابراھیم خلیل الرحمٰن فیھم تسقون وبھم تنصرون۔ الطبرانی فی الاوسط[2] عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

زمین ہرگز خالی نہ ہوگی چالیس اولیاء سے کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرتو پر ہوں گے، انھیں کے سبب تمھیں مینہ ملے گا اور انھیں کے سبب مدد پاؤ گے (طبرانی نے اوسط میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۲: کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لن یخلوا الارض من ثلثین مثل ابراھیم بھم تغاثون وبھم ترزقون وبھم تمطرون۔ ابن حبان[3] فی تاریخہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والثناء سے خُو بُو میں مشابہت رکھنے والے تیس شخص زمین پر ضرور رہیں گے، انھیں کی بدولت تمھاری فریاد سنی جائے گی اور انھیں کے سبب رزق پاؤ گے اور انھیں کی برکت سے مینہ دئے جاؤ گے (ابن حبان نے اپنی تاریخ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

---

[1] المعجم الکبیر عن عوف بن مالک حدیث ۱۲۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۸/۶۵
[2] المعجم الاوسط حدیث ۴۱۱۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۵/۶۵
کنز العمال ″ ۳۴۶۰۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۱۸۸
[3] کنز العمال بحوالہ حب فی تاریخہ عن ابی ہریرۃ حدیث ۳۴۶۰۲ ″ ″ ″ ۱۲/۱۸۷

www.alahazratnetwork.org

حدیث ۱۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لایزال اربعون رجلا من امتی قلوبھم علٰی قلب ابراھیم یدفع اللہ بھم عن اھل الارض یقال لھم الابدال۔[1] ابونعیم فی الحلیۃ عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

میری امت میں چالیس مرد ہمیشہ رہیں گے کہ اُن کے دل ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل پر ہوں گے اللہ تعالٰی اُن کے سبب زمین والوں سے بلا دفع کرے گا ان کا لقب ابدال ہوگا (ابونعیم نے حلیہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لایزال اربعون رجلا یحفظ اللہ بھم الارض کلما مات رجل ابدل اللہ مکانہ اٰخر وھم فی الارض کلھا۔[2] الخلال عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

چالیس مرد قیامت تک ہوا کریں گے جن سے اللہ تعالٰی زمین کی حفاظت لے گا جب اُن میں کا ایک انتقال کرے گا اللہ تعالٰی اسکے بدلے دوسرا قائم فرمائیگا، اور وہ ساری میں زمین میں ہیں۔ (خلال نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

بیشک اللہ تعالٰی کے لئے خلق میں تین سو اولیاء ہیں کہ ان کے دل قلبِ آدم پر ہیں، اور چالیس کے دل قلبِ موسٰی، اور سات کے قلب ابراہیم اور پانچ کے قلب جبریل، اور تین کے قلب میکائیل، اور ایک کا دل قلبِ اسرافیل پر ہے علیہم الصلوٰۃ والتسلیم۔ جب وہ ایک مرتا ہے تین میں سے کوئی اس کا قائم مقام ہوتا ہے، اور جب اُن میں سے کوئی انتقال کرتا ہے تو پانچ میں سے اس کا بدل کیا جاتا ہے اور پانچ والے کا عوض سات اور سات کا چالیس اور چالیس کا تین سو اور تین سو کا عام مسلمین سے،

---

[1] حلیۃ الاولیاء ترجمہ زید بن وہب ۲۶۳ دار الکتاب العربی بیروت ۴/۱۷۳
کنز العمال بحوالہ طب عن ابن مسعود حدیث ۳۴۶۱۲ مؤسسۃ الرسالہ ۱۲/۱۹۰
[2] ؍؍ ؍؍ الخلال عن ابن عمر ؍؍ ۳۴۶۱۴ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱۲/۱۹۱

www.alahazratnetwork.org

فیھم یحیی ویمیت ویمطر وینبت ویدفع البلاء۔ ابونعیم[1] فی الحلیۃ وابن عساکر عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

انہیں تین سو چھپن (۳۵۶) اولیاء کے ذریعہ سے خلق کی حیات موت، مینہ کا برسنا، نباتات کا اُگنا، بلاؤں کا دفع ہونا ہُوا کرتا ہے (ابونعیم نے حلیہ میں اور ابن عساکر نے ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۶: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

قرء القراٰن ثلثۃ (فذکر الحدیث الی ان قال) ورجل قرأ القراٰن فوضع دواء القراٰن علٰی داء قلبہ فاسھر بہ لیلہ واظمأ بہ نھارہ وقاموا فی مساجدھم واجبوا بہ تحت برانسھم فھٰؤلاء یدفع اللہ بھم البلاء ویزیل من الاعداء وینزّل غیث السماء فواللہ ھٰؤلاء من قرّاء القراٰن اعزّ من الکبریت الاحمر۔ ابن حبان[2] فی الضعفاء وابونصر السجزی فی الابانۃ والدیلمی عن بریدۃ رضی اللہ

تین قسم کے آدمیوں نے قرآن پڑھا (دو قسمیں دنیا طلب و قاری بے عمل بیان کرکے فرمایا) ایک وہ شخص جس نے قرآن عظیم پڑھا اور دوا کو اپنے دل کی بیماری کا علاج بنایا تو اس نے اپنی رات جاگ کر اور اپنا دن پیاس یعنی روزے میں کاٹا اور اپنی مسجدوں میں قرآن کے ساتھ نماز میں قیام کیا اور اپنی زاہدانہ ٹوپیاں پہنے نرم آواز سے اس کے پڑھنے میں روئے، تو یہ لوگ وہ ہیں جن کے طفیل میں اللہ تعالٰی بلا کو دفع فرماتا اور دشمنوں سے مال و دولت و غنیمت دلاتا اور آسمان سے مینہ برساتا ہے خدا کی قسم قاریانِ قرآن میں ایسے لوگ گوگردِ سُرخ سے بھی کمیاب تر ہیں۔ (ابن حبان نے الضعفاء میں اور ابونصر سجزی نے ابانۃ میں اور دیلمی نے حضرت بریدہ رضی اللہ

---

[1] حلیۃ الاولیاء مقدمۃ الکتاب دارالکتاب العربی بیروت ۱/ ۹
تاریخ دمشق الکبیر باب ما جاء ان بالشام یکون الخ داراحیاء التراث العربی " ۱/ ۲۲۳

[2] شعب الایمان حدیث ۲۶۲۱ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۵۳۱ و ۵۳۲
کنز العمال بحوالہ حب فی الضعفاء وابی نصر السجزی الخ حدیث ۲۸۰۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۶۲۳

www.alahazratnetwork.org

تعالٰی عنہ و رواہ البیھقی فی الشعب عن الحسن البصری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

تعالٰی عنہ سے اور بیہقی نے شعب میں حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

حدیث ۱۷: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

النجوم اَمَنَۃٌ للسماء فاذا ذھبت النجوم اتی السماء ما توعدُ، و انا اَمنۃ لاصحابی فاذا ذھبت اتی اصحابی ما یوعدون، واصحابی اَمنۃ لِاُمتی فاذا ذھب اصحابی اتی امتی ما یُوعدون۔

ستارے امان ہیں آسمان کے لئے، جب ستارے جاتے رہیں گے آسمان پر وہ آئے گا جس کا اس سے وعدہ ہے یعنی شق ہونا فنا ہو جانا۔ اور میں امان ہوں اپنے اصحاب کے لئے، جب میں تشریف لے جاؤں گا میرے اصحاب پر وہ آئے گا جس کا اُن سے وعدہ ہے یعنی مشاجرات۔ اور میرے صحابہ امان ہیں میری اُمت کے لئے، جب میرے صحابہ نہ رہیں گے میری امت پر وہ آئیگا جس کا اُن سے وعدہ ہے یعنی ظہورِ کذب و مذاہبِ فاسدہ و تسلّطِ کفار۔

صدق رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے۔ (ت)

احمد و مسلم[1] عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

امام احمد و مسلم نے حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

حدیث ۱۸ و ۱۹: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

النجوم امانٌ لاھل السماء و اھل بیتی امان لامتی[2]

ستارے آسمان والوں کے لئے امان ہیں اور میرے اہل بیت میری امت کے لئے پناہ۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب بیان ان بقاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم امان لاصحابہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۰۸
مسند احمد بن حنبل عن ابی موسی الاشعری المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۳۹۹

[2] الصواعق المحرقۃ باب الامان ببقائہم دار الکتب العلمیۃ ؍؍ ص ۳۵۱

www.alahazratnetwork.org

اقول اگر اہلبیت کرام میں تعمیم ہو جیسا کہ ظاہر حدیث ہے تو غالباً یہاں ہلاک مطلق و ارتفاع قرآن عظیم و ہدم کعبۂ معظمہ و ویرانی مدینۂ طیبہ سے پناہ مراد ہو کہ جب تک اہل بیت اطہار رہیں گے یہ جانگزا بلائیں پیش نہ آئیں گی۔ واللہ ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اور برتقدیر خصوص ظہور طوائف ضالہ مراد ہو،

كما فی روایة ابویعلی فی مسنده عن سلمة بن الاكوع رضی الله تعالٰی عنه بسند حسن والحاكم فی المستدرك وصححه وتعقب عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما ولفظه النجوم امان لاهل الارض من الغرق واهل بیتی امان لامتی من الاختلاف[1] الحدیث۔

جیسا کہ مسند ابویعلٰی کی روایت میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند حسن ہے۔ اور حاکم نے مستدرک میں اسے روایت کیا اور اسکی تصحیح کی اور ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کی پیروی کی، ان کے الفاظ یہ ہیں، ستارے زمین والوں کے لئے غرق ہونے سے امان ہیں اور میرے اہل بیت میری امت کے لئے اختلاف سے امان ہیں، الحدیث۔ (ت)

حدیث ۲۰ : کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

اهل بیتی امان لامتی فاذا ذهب اهل بیتی اتاهم ما یوعدون۔[2] الحاكم وتعقب عن جابر بن عبدالله رضی الله تعالٰی عنهما۔

میرے اہلبیت میری اُمت کے لئے امان ہیں جب اہل بیت نہ رہیں گے امت پر وہ آئیگا جو اُن سے وعدہ ہے (حاکم نے روایت کی اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کی پیروی کی۔ ت)

حدیث ۲۱ : عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے کہ انھوں نے فرمایا :

كان من دلائل حمل رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ان كل دابة كانت لقریش نطقت تلك

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حمل مبارک کی نشانیوں سے تھا کہ قریش کے جتنے چوپائے تھے سب نے اُس رات کلام کیا اور کہا رب کعبہ کی

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ اہل بیتی امان لامتی دار الفکر بیروت ۳/۱۴۹

[2] " " "

www.alahazratnetwork.org

اللیلۃ وقالت حُمِل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورب الکعبۃ وھو امان الدنیا وسراج اھلہا[1]۔

قسم! رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم حمل میں تشریف فرما ہوئے وہ تمام دنیا کی پناہ اور اہلِ عالم کے سورج ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

حدیث ۲۲ و ۲۳: کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اُطلبوا الحوائج الٰی ذوی الرحمۃ من امتی ترزقوا وفی لفظ اُطلبوا الفضل عند الرحماء من اُمتی تعیشوا فی اکنافھم فان فیھم رحمتی وفی لفظ اطلبوا الفضل من الرحماء وفی روایۃ اُخرٰی اطلبوا المعروف من رحماء امتی تعیشوا فی اکنافھم. العقیلی[2] والطبرانی فی الاوسط باللفظ الاول وابن حبان والخرائطی والقضاعی وابو الحسن الموصلی والحاکم فی التاریخ[3] بالثانی والعقیلی بالثالث کلھم عن سعید[4] الخدری والاخری للحاکم فی المستدرک[4] عن علی[4] المرتضی رضی اللہ

میرے رحم دل امتیوں سے حاجتیں مانگو رزق پاؤ گے۔ اور ایک روایت میں ہے ان سے فضل طلب کرو ان کے دامن میں آرام سے رہو گے کہ ان میں میری رحمت ہے۔ اور ایک اور روایت میں ہے میرے رحمدل امتیوں سے بھلائی چاہو ان کی پناہ میں چین سے رہو گے۔ عقیلی اور طبرانی نے اوسط میں بلفظ اول اور ابن حبان، خرائطی، قضاعی، ابوالحسن موصلی اور حاکم نے تاریخ میں بلفظ دوم جبکہ عقیلی نے بلفظ سوم روایت کیا ہے۔ ان سب نے ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے اور مستدرک حاکم میں دوسری روایت میں بروایت علی رضی اللہ تعالٰے

---

[1] الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابی نعیم عن ابن عباس باب ما ظہر فی لیلۃ مولدہ الخ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/ ۴۷

[2] کنز العمال بحوالہ عق، طس عن ابی سعید حدیث ۱۶۸۰۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۵۱۸

الجامع الصغیر " " " " " ۱۱۰۶ دارالکتب العلمیہ " ۱/ ۷۲

[3] " " بحوالہ الخرائطی فی مکارم الاخلاق " ۱۱۱۴ " " " " ۱/ ۷۲

کنز العمال بحوالہ " " " " " ۱۶۸۰۹ موسسۃ الرسالہ " ۶/ ۵۱۹

[4] المستدرک للحاکم کتاب الرقاق اہل المعروف فی الدنیا الخ دارالفکر " ۴/ ۳۲۱

کنز العمال حدیث ۱۶۸۰۷ موسسۃ الرسالہ " ۶/ ۵۱۹

www.alahazratnetwork.org

تعالیٰ عنہما۔ | عنہ ہے۔ (ت)

حدیث ۳۴ تا ۳۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،

أطلبوا الخیر والحوائج من حسان الوجوہ[1] | بھلائی اور اپنی حاجتیں خوشرویوں سے مانگو۔

ع کہ معنی بود و صورت خوب را

کہ یہ خوش رُو حضرات اولیائے کرام ہیں کہ حُسنِ ازلی جن سے محبت فرماتا ہے،

من کثرت صلوتہ باللیل حسن وجہہ بالنہار[2] | (جو رات کو کثرت سے نماز پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو دن کی روشنی جیسا حُسن عطا کردیتا ہے۔ت)

اور جود کامل وسخائے شامل بھی انھیں کا حصہ کہ وقتِ عطا شگفتہ رُوئی جس کا ادنیٰ ثمرہ۔

الطبرانی[1] فی الکبیر عن ابن عباس بھذا اللفظ والعقیلی والخطیب وتمام الرازی فی فوائدہ والطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی شعب الایمان عنہ، وابن ابی الدنیا فی قضاء الحوائج والعقیلی والدارقطنی فی الافراد والطبرانی فی الاوسط وتمام والخطیب فی رواۃ مالك عن ابی ھریرۃ، وابن عساکر والخطیب فی تاریخہما عن انس بن مالك، والطبرانی فی الاوسط والعقیلی والخرائطی فی اعتلال القلوب وتمام وابوسھل وعبدالصمد بن

طبرانی نے کبیر میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ان ہی لفظوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ عقیلی، خطیب، تمام رازی اپنی فوائد میں، طبرانی کبیر میں اور بیہقی شعب الایمان میں ان ہی سے راوی ہیں۔ ابن ابی الدنیا نے قضاء الحوائج میں، عقیلی و دارقطنی نے افراد میں، طبرانی نے اوسط میں، تمام اور خطیب نے بواسطہ مالک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ابن عساکر اور خطیب نے اپنی تاریخ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ طبرانی نے اوسط میں، عقیلی وخرائطی نے اعتلال القلوب میں، تمام و ابوسہل اور عبدالصمد بن

---

[1] المعجم الکبیر عن ابن عباس حدیث ۱۱۱۱۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸۱/۱۱
[2] کنز العمال حدیث ۲۱۳۹۴ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۷/۸۳

www.alahazratnetwork.org

عبد الرحمٰن البزار فی جزئه وصاحب المهرانیات فیهما عن جابر بن عبد الله، وعبد بن حُمَید فی مسنده وابن حبان فی الضعفاء وابن عدی فی الکامل و السلفی فی الطیوریات عن ابن عمر، وابن النجار فی تاریخه عن امیر المؤمنین علی، والطبرانی فی الکبیر عن ابی خُصَیفة وتمام عن ابی بکرة، والبخاری فی التاریخ و ابن ابی الدنیا فی قضاء الحوائج و ابو یَعلٰی فی مسنده، والطبرانی فی الکبیر والعُقَیلی والبیهقی فی شعب الایمان وابن عساکر عن ام المؤمنین الصدیقة کلهم بلفظ اطلبوا الخیر عند حسان الوجوه،[1] کما

عبدالرحمٰن بزار نے اس کو اپنی جزء میں اور صاحب مہرانیات نے مہرانیات میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ جبکہ عبد بن حمید نے اپنی مسند میں، ابن حبان نے ضعفاء میں، ابن عدی نے کامل میں اور سلفی نے طیوریات میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ابن نجار نے اپنی تاریخ میں امیر المومنین علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ طبرانی نے کبیر میں ابوخصیفہ سے اور تمام نے ابوبکرہ سے روایت کیا۔ بخاری نے تاریخ میں، ابن ابی الدنیا نے قضاء الحوائج میں، ابویعلٰی نے اپنی مسند میں، طبرانی نے کبیر میں عقیلی و بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن عساکر نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔ ان سب نے ان الفاظ ذکر کیا ہے کہ "خوشرویوں سے بھلائی طلب کرو" جیسا کہ

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین کتاب الصبر والشکر بیان حقیقۃ النعمۃ واقسامہا دار الفکر بیروت ۹/۹۱
کشف الخفاء تحت الحدیث ۳۹۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۱۲۲ و ۱۲۳
تاریخ بغداد ذکر شتی الاسماء دار الکتاب بیروت ۴/۱۸۵
" ترجمہ ایوب بن الولید ۳۴۸۳ " " " " ۷/۱۱
" " عبدالصمد بن احمد ۵۷۲۲ " " " " ۱۱/۴۳
" " عصمۃ بن محمد الانصاری ۱۷۱ " " " " ۱۳/۱۵۸
الضعفاء الکبیر حدیث ۱۳۲۶ دار الکتب العلمیۃ " ۳/۳۴۰
شعب الایمان تحت الحدیث ۳۵۴۳ " " " " ۲/۲۷۹

(باقی برصفحہ آئندہ)

www.alahazratnetwork.org

عند الاکثر او التمسوا[1] کما لتمام عن ابن عباس والخطیب عن انس والطبرانی عن ابی خصیفۃ او ابتغوا[2] کما للدارقطنی عن ابی ھریرۃ ولفظہ عند ابن عدی عن ام المؤمنین اطلبوا الحاجات وھو فی کاملہ[3] والبیہقی فی شعب

اکثر کے نزدیک ہے۔ یا اُطلبوا کی جگہ التمسوا ہے جیسا کہ تمام نے ابن عباس، خطیب نے حضرت انس اور طبرانی نے ابوخصیفہ سے روایت کیا رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ یا لفظ ابتغوا ہے جیسا کہ دارقطنی نے ابوہریرہ سے روایت کیا۔ ابن عدی کی کامل میں بروایت ام المؤمنین حدیث کے الفاظ یوں ہیں کہ اپنی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

موسوعۃ رسائل ابن ابی الدنیا قضاء الحوائج حدیث ۵۳ مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت ۲/ ۵۱

کنزالعمال بحوالہ قط فی الافراد حدیث ۱۶۷۹۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۵۱۶

الجامع الصغیر " " " ۴۳ دارالکتب العلمیۃ " ۱/ ۹

" " تخ " ۱۱۰۷ " " " ۱/ ۴۲

المعجم الاوسط عن ابی ہریرۃ " ۳۷۹۹ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/ ۴۷۲

کنزالعمال حدیث ۱۶۷۹۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۵۱۶

المعجم الاوسط عن جابر رضی اللہ عنہ حدیث ۶۱۱۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۷/ ۴۱

مجمع الزوائد باب ما یفعل طالب الحاجۃ وممن یطلبہا دارالکتاب بیروت ۸/ ۱۹۴ و ۱۹۵

الکامل لابن عدی ترجمہ سلیم بن مسلم دارالفکر بیروت ۳/ ۱۱۶۷

المنتخب من مسند عبد بن حمید حدیث ۱۵۷ عالم الکتب ص ۲۴۳

اعتلال القلوب للخرائطی حدیث ۳۴۲ و ۳۴۳ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکۃ المکرمۃ ۱/ ۱۶۶ و ۱۶۷

موسوعۃ رسائل ابن ابی الدنیا قضاء الحوائج حدیث ۵۱ و ۵۲ مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت ص ۵۰ و ۵۱

الضعفاء الکبیر ترجمہ سلیمان بن ارقم ۵۹۹ ۲/ ۱۲۱ و ترجمہ سلیمان بن کراز ۶۲۸ ۲/ ۱۳۹

شعب الایمان حدیث ۳۵۴۱ و ۳۵۴۲ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۲۷۸

[1] المعجم الکبیر عن ابی خصیفۃ حدیث ۹۸۳ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۲/ ۳۹۶

تاریخ بغداد ترجمہ محمد بن محمد ۱۲۸۷ دارالکتاب العربی بیروت ۳/ ۲۲۶

[2] کنزالعمال بحوالہ قط فی الافراد عن ابی ہریرۃ حدیث ۱۶۷۹۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۵۱۶

[3] الکامل لابن عدی ترجمہ الحکم بن عبداللہ دارالفکر بیروت ۲/ ۶۲۲

www.alahazratnetwork.org

عن عبد اللّٰہ بن جراد بلفظ اذا ابتغیتم المعروف فاطلبوہ عند حسان الوجوہ[1] واحمد بن منیع فی مسندہ عن یزید القسملی بلفظ اذا طلبتم الحاجات فاطلبوھا[2] وابن ابی شیبۃ فی مصنفہ عن ابن مصعب[3] الانصاری وعن عطاء وعن ابن شہاب الثلثۃ مراسیل رضی اللّٰہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

حاجات طلب کرو"۔ بیہقی نے شعب الایمان میں عبداللہ بن جراد سے بایں الفاظ روایت کیا ہے کہ "جب بھلائی طلب کرو تو خوشرویوں کے پاس طلب کرو"۔ احمد بن منیع نے اپنی مسند میں یزید القسملی سے ان لفظوں کے ساتھ روایت کیا ہے کہ "جب حاجات طلب کرو تو خوشرویوں کے پاس طلب کرو"۔ ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں ابن مصعب انصاری، عطاء اور ابن شہاب سے روایت کیا، یہ تینوں حدیثیں مرسل ہیں، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ (ت)

حدیث ۳۸: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اُطلبوا الایادی عند فقراء المسلمین فان لھم دولۃ یوم القیٰمۃ۔[4] ابونعیم فی الحلیۃ عن ابی الربیع السائح مُعْضَلًا۔

نعمتیں مسلمان فقیروں کے پاس طلب کرو کہ روزِ قیامت ان کی دولت ہے۔ (ابونعیم نے حلیہ میں ابوالربیع السائح سے معضل (سخت مشکل) روایت کی۔ ت)

حدیث ۳۹: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان للّٰہ تعالٰی عبادا اختصھم لحوائج الناس یفزع الناس الیھم فی حوائجھم اولٰئک الاٰمنون من عذاب اللّٰہ۔ الطبرانی

اللہ تعالٰی کے کچھ بندے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے انہیں حاجت روائی خلق کے لئے خاص فرمایا ہے لوگ گھبرائے ہوئے اپنی حاجتیں ان کے پاس لاتے ہیں، یہ بندے عذابِ الٰہی سے امان

---

[1] شعب الایمان حدیث ۱۰۸۷۶ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۴۳۵
[2] اتحاف السادۃ المتقین کتاب الصبر والشکر بیان حقیقۃ النعمۃ واقسامہا دارالفکر بیروت ۹/ ۹۱
کشف الخفا تحت الحدیث ۳۹۴ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۲۳
[3] المصنف لابن ابی شیبۃ حدیث ۲۶۲۶۷، ۲۶۲۶۸، ۲۶۲۶۹ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۵/ ۳۰۰
[4] حلیۃ الاولیاء ترجمہ ابی الربیع السائح ۴۱۸ دارالکتاب العربی بیروت ۸/ ۲۹۷

www.alahazratnetwork.org

فی الکبیر[1] عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند حسن۔

میں ہے (طبرانی نے کبیر میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا۔ ت)

حدیث ۴۰: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اذا اراد اللہ بعبد خیرا استعملہ علٰی قضاء حوائج الناس۔ البیہقی فی الشعب[2] عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جب اللہ تعالٰی کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس سے مخلوق کی حاجت روائی کا کام لیتا ہے (بیہقی نے شعب میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۴۱: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اذا اراد اللہ بعبد خیرا صیر حوائج الناس الیہ۔ مسند الفردوس[3] عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اللہ تعالٰی جب کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے لوگوں کا مرجع حاجات بناتا ہے (مسند فردوس میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا گیا۔ ت)

حدیث ۴۲ و ۴۳: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

میری تمہاری کہاوت ایسی ہے جیسے کسی نے آگ روشن کی، پنکھیاں اور جھینگر اس میں گرنا شروع ہوئے وہ انھیں آگ سے ہٹارہا ہے،

وانا اٰخذ بحجزکم عن النار وانتم تفلتون من یدی۔ احمد[4] ومسلم عن جابر و احمد

اور میں تمہاری کمریں پکڑے تمھیں آگ سے بچا رہا ہوں اور تم میرے ہاتھ سے نکلنا چاہتے ہو۔ (احمد اور مسلم نے حضرت جابر سے اور احمد نے

---

[1] کنز العمال بحوالہ طب عن ابن عمر حدیث ۱۶۰۰۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۳۵۰
[2] شعب الایمان حدیث ۷۶۵۹ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۱۱۷
[3] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۹۳۸ " " " ۱/ ۲۴۳
[4] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب شفقتہ صلی اللہ علیہ وسلم علٰی امتہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۴۸
مسند احمد بن حنبل عن جابر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۳۹۲
" " " عن ابی ہریرۃ " " " ۲/ ۵۴۰

www.alahazratnetwork.org

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ | حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ت)

حدیث ۴۴: کہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لیس منکم رجل الا انا ممسك بحجزته ان یقع فی النار۔[1] الطبرانی فی الکبیر عن سمرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

تم میں ایسا کوئی نہیں کہ میں اس کا کمر بند پکڑے روک نہ رہا ہوں کہ کہیں آگ میں نہ گر پڑے۔ (طبرانی نے کبیر میں سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۴۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اللہ عزوجل نے جو حرمت حرام کی اس کے ساتھ یہ بھی جانا کہ تم میں کوئی جھانکنے والا اُسے ضرور جھانکے گا،

الا وانی ممسك بحجزکم ان تھافتوا فی النار کما تھافت الفراش و الذباب۔[2] احمد والطبرانی فی الکبیر عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

سُن لو اور میں تمہارے کمر بند پکڑے ہوں کہ کہیں پے درپے آگ میں پھاند نہ پڑو جیسے پروانے اور مکھیاں۔ (احمد اور طبرانی نے کبیر میں ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

اللہ اکبر! اس سے زیادہ اور کیا دفع بلا ہوگا، ولکن الوھابیۃ لایعلمون (لیکن وہابی نہیں جانتے۔ت)۔

تنبیہ: بائیس ۲۲ سے چوالیس ۴۴ تک چوبیس ۲۴ حدیثیں قابلِ اندراج وجہ دوم تھیں کہ قطعاً للشغب یہیں درج ہوئیں۔

حدیث ۴۶ تا ۵۲: سیّد عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل سے دُعا کی:

---

[1] المعجم الکبیر عن سمرۃ رضی اللہ عنہ حدیث ۷۰۰۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۷/ ۲۶۹

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابن مسعود المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۴۲۴

المعجم الکبیر " " " حدیث ۱۰۵۱۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۰/ ۲۶۵

www.alahazratnetwork.org

: اللّٰھم اعزّ الاسلام باحبّ ھٰذین الرجلین الیك بعمر بن الخطاب او بابی جھل بن ھشام[1]۔ احمد وعبد بن حمید والترمذی وحسنہ وصححہ وابن سعد وابویعلٰی والحسن

الٰہی! اسلام کو عزت دے ان دونوں مردوں میں جو تجھے زیادہ پیارا ہو اُس کے ذریعہ سے یا تو عمر بن الخطاب یا ابوجہل بن ہشام۔ (روایت کیا اس کو احمد وعبد بن حمید وترمذی نے اور اسے حسن اور صحیح کہا۔ اور ابن سعد وابویعلٰی وحسن

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابن عمر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۹۵
المنتخب من مسند عبد بن حمید حدیث ۷۵۹ عالم الکتب " ص ۲۴۵
سنن الترمذی کتاب المناقب باب فی مناقب عمر بن خطاب حدیث ۳۷۰۱ دار الفکر بیروت ۵/ ۳۸۳
" " " " " " ۳۷۰۳ " " " ۵/ ۳۸۳
کنز العمال بحوالہ البغوی عن ربیعۃ السعدی حدیث ۳۲۷۷۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۵۸۳
" " حدیث ۳۲۷۷۱ و ۳۲۷۷۲ و ۳۲۷۷۳ و ۳۲۷۷۴ " " " ۱/ ۵۸۲
" " بحوالہ خیثمۃ فی فضائل الصحابۃ حدیث ۳۵۸۸۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۶۰۲
" " " یعقوب بن سفیان " ۳۵۸۴۰ " " " " " ۱۲/ ۵۹۲
تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ عمر بن الخطاب ۵۳۰۲ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۷/ ۵۰ تا ۶۸
کشف الخفاء تحت حدیث ۵۴۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۶۶
دلائل النبوۃ للبیہقی باب ذکر اسلام عمر بن الخطاب " " " ۲/ ۲۱۶ و ۲۲۰
الطبقات الکبرٰی لابن سعد ترجمہ ارقم بن ابی الارقم دار صادر بیروت ۳/ ۲۴۲ و ۲۶۷ و ۲۶۹
المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار صادر بیروت ۳/ ۸۳ و ۵۰۲
السنن الکبرٰی کتاب قسم الفیئ والغنیمۃ دار صادر بیروت ۹/ ۳۷۰
المعجم الکبیر عن ثوبان رضی اللہ عنہ حدیث ۱۴۲۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۹۷
" " ابن مسعود " ۱۰۳۱۴ " " " ۱۰/ ۱۹۷
تاریخ بغداد ترجمہ احمد بن بشر ۱۶۶۱ دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۵۴
المعجم الاوسط حدیث ۴۷۴۹ مکتبۃ المعارف ریاض ۵/ ۳۷۸
" " ۱۸۸۱ " " " ۲/ ۵۱۲

www.alahazratnetwork.org

بن سفین فی فوائدہ والبزار و ابن مَرْدَوِیَۃ وخیثمۃ بن سلیمان فی فضائل الصحابۃ و ابونعیم والبیہقی فی دلائلھما و ابن عساکر کلھم عن امیر المؤمنین عمر، والترمذی عن انس والنسائی عن ابن عمر واحمد بن حمید وابن عساکر عن خباب بن الارت والطبرانی فی الکبیر والحاکم عن عبداللہ ابن مسعود والترمذی والطبرانی وابن عساکر عن ابن عباس و البغوی فی الجعدیات عن ربیعۃ السعدی رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین، ورواہ ابن عساکر عن ابن عمر بلفظ اللھم اشدد[1]، و کابن النجار عنہ بلفظ الحدیث الثانی و ابوداؤد الطیالسی والشاشی فی فوائدہ والخطیب عن ابن مسعود بلفظ الصدیق الاٰتی۔

بن سفیان نے اپنی فوائد میں۔ اور بزار، ابن مردویہ، خیثمہ بن سلیمان فضائل صحابہ میں، ابونعیم وبیہقی دلائل النبوۃ میں اور ابن عساکر، یہ تمام امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں۔ ترمذی نے انس سے، نسائی نے ابن عمر سے، احمد بن حمید و ابن عساکر نے خباب بن الارت سے، طبرانی نے کبیر میں اور حاکم نے عبداللہ بن مسعود سے۔ ترمذی، طبرانی اور ابن عساکر نے ابن عباس سے اور بغوی نے جعدیات میں ربیعہ بن سعدی سے روایت کیا رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ اور ابن عساکر نے اس کو ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے "اللّٰھم اشدد" کے لفظ سے روایت کیا اور ابن نجار کی طرح اس کو بلفظ حدیث دوم روایت کیا۔ ابوداؤد طیالسی اور شاشی نے اپنی فوائد میں اور خطیب نے ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بلفظ صدیق روایت کیا جو آگے آرہا ہے، رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ (ت)

حدیث ۵۳ تا ۸۷: کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دعا فرمائی:

اللّٰھم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب الٰہی! خاص عمر بن الخطاب کے ذریعے سے

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ عمر بن الخطاب ۵۳۰۲ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴۷/ ۵۱

www.alahazratnetwork.org

خاصّۃً[1]۔ ابن ماجۃ وابن عدی والحاکم والبیہقی عن امّ المؤمنین الصدیقۃ وبلا لفظ خاصّۃ ابو القاسم الطبرانی عن ثوبان والحاکم عن الزبیر وابن سعد من طریق الحسن المجتبٰی وخیثمۃ بن سلیمان فی الصحابۃ واللالکائی فی السنۃ وابوطالب العشاری فی فضائل الصدیق وابن عساکر جمیعًا من طریق النزال بن سبرۃ عن امیر المومنین علی وابن عساکر عنہما اعنی الزبیر والامیر معًا کالطبرانی فی الاوسط عن ابی بکر الصدیق بلفظ اید الاسلام رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

اسلام کو عزت دے۔(ابن ماجہ، ابن عدی، حاکم اور بیہقی نے اس کو ام المومنین صدیقہ سے روایت کیا اور لفظ خاصّۃ کے بغیر اس کو ابو القاسم طبرانی نے ثوبان سے، حاکم نے زبیر سے، ابن سعد نے بطریق حسن مجتبٰی وخیثمہ بن سلیمان نے صحابہ میں اور لالکائی نے سنۃ میں اور ابوطالب عشاری نے فضائل صدیق میں اور ابن عساکر نے، ان سب نے بطریق نزال بن سبرہ امیر المومنین سیدنا حضرت علی سے اور ابن عساکر نے حضرت زبیر اور حضرت علی دونوں سے، جیسا کہ طبرانی نے اوسط میں حضرت ابوبکر صدیق سے "اید الاسلام" کے لفظوں کے ساتھ روایت کیا ہے، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ت)

اس دعائے کریم کے باعث عمر فاروق اعظم کے ذریعہ سے جو عزتیں اسلام کو ملیں جو بلائیں اسلام ومسلمین پر سے دفع ہوئیں مخالف وموافق سب پر روشن ومبین۔ ولہذا عبداللہ

---

[1] سنن ابن ماجۃ فضل عمر رضی اللہ عنہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱
الکامل لابن عدی ترجمہ مسلم بن خالد دارالفکر بیروت ۶/ ۲۳۱۰
المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ " " " ۳/ ۸۳
السنن الکبرٰی کتاب قسم الفیئ والغنیمۃ دار صادر بیروت ۶/ ۳۷۰
المعجم الکبیر عن ثوبان حدیث ۱۴۲۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۹۷
تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ عمر بن الخطاب ۵۳۰۲ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴۷/ ۵۲
کنز العمال بحوالہ خیثمہ واللالکائی والعشاری حدیث ۳۶۹۹۸ موسسۃ الرسالہ " ۱۳/ ۲۳۲
المعجم الاوسط حدیث ۹۲۴۹ مکتبۃ المعارف ریاض ۹/ ۱۱۹ و ۱۲۰

www.alahazratnetwork.org

بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

ما زلنا اعزۃ منذ اسلم عمر۔[1] البخاری فی صحیحہ وابوحاتم الرازی فی مسندہ وابن حبان عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ہم ہمیشہ معزز رہے جب سے عمر اسلام لائے۔ (امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی بخاری میں اور ابوحاتم رازی نے اپنی مسند میں اور ابن حبان نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

نیز فرماتے ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہ:

کان اسلام عمر فتحا وھجرتہ نصرا وامارتہ رحمۃ لقد رأیتنا وما نستطیع ان نصلی بالبیت حتی اسلم عمر۔[2] رواہ ابوطاھر السلفی واٰخرہ لابن اسحٰق فی سیرتہ بمعناہ۔

عمر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کا اسلام فتح تھا اور ان کی ہجرت نصرت اور ان کی خلافت رحمت، بیشک میں نے اپنے گروہ صحابہ کو دیکھا کہ جب تک عمر مسلمان نہ ہوئے ہمیں کعبہ معظمہ میں نماز پر قدرت نہ ملی۔ (اس کو روایت کیا ابوطاہر سلفی نے اور اس کے بعد سیرۃ ابن اسحٰق میں انہی معنوں میں۔ ت)

نیز فرماتے ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہ:

ما صلینا ظاھرین حتی اسلم عمر

جب تک عمر مسلمان نہ ہوئے ہم نے آشکار نماز

---

[1] صحیح البخاری کتاب المناقب مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۲۰
المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۳/۸۴
الطبقات الکبرٰی لابن سعد اسلام عمر رضی اللہ عنہ دار صادر بیروت ۳/۲۷۰
صفۃ الصفوۃ ذکر اسلام عمر رضی اللہ عنہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۷۳

[2] السیرۃ النبویۃ لابن ہشام اسلام ابن عمر رضی اللہ عنہ دار ابن کثیر بیروت الجزءین الاولین ص۳۴۲
اسد الغابۃ ترجمہ ۳۸۲۴ عمر بن الخطاب دار الفکر بیروت ۳/۶۴۸
الریاض النضرۃ الباب الثانی فی مناقب ″ ″ ″ حدیث ۵۸۶ دار المعرفۃ بیروت الجزء الثانی ص۲۴۳

ظہر الاسلام ودعا الی اللہ علانیۃً۔ اخرجہ الدولابی فی الفضائل[1] 2

نہ پڑھی جس دن سے وہ اسلام لائے دین نے غلبہ پایا اور انھوں نے علانیہ اللہ عزوجل کی طرف بلایا (دولابی نے فضائل میں اسے بیان کیا۔ت)

صہیب رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

لما اَسْلَمَ عمر جلسنا حول البیت حِلَقًا وطُفنا بہ وانتصفنا ممن غلظ علینا۔ اخرجہ ابوالفرج فی صفۃ الصفوۃ[2]۔

جب عمر مسلمان ہوئے ہم گردِ خانہ کعبہ حلقہ باندھ کر بیٹھ گئے اور طواف کیا اور ہم پر جو سختی کرتے تھے اُن سے اپنا انصاف لیا (ابوالفرج نے اسے صفۃ الصفوۃ میں بیان کیا۔ت)

حدیث ۵۸: عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اسلام لاتے ہی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی:

انی لَاَجِد صفتک فی کتاب اللہ یاایھا النبی انا ارسلنٰک شاھدًا و مبشرًا و نذیرًا الٰی قولہ لن یقبضہ اللہ حتّٰی یقیم بہ الملّۃ العَوْجاء حتّٰی یقولوا لاالٰہ الّا اللہ ویفتح بہ اَعْیُنًا عمیًا واٰذانًا صُمًّا و قلوبًا غُلْفًا[3]۔

بیشک میں حضور (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی صفت توراۃ میں پاتا ہوں: اے نبی! الغیب بتانے والے! ہم نے تجھے بھیجا گواہ اور اپنی اُمّت کے تمام احوال وافعال پر مطلع اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔ اللہ عزوجل اس نبی کو نہ اٹھائے گا یہاں تک کہ لوگ لا الٰہ الّا اللہ کہہ دیں اور اس نبی کے ذریعے

---

[1] الریاض النضرۃ الباب الثانی فی مناقب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حدیث ۵۸۶ دارالمعرفۃ بیروت الجزء الثانی ص ۲۴۳

[2] صفۃ الصفوۃ ذکر اسلام عمر رضی اللہ عنہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۷۴

[3] دلائل النبوۃ للبیہقی باب صفۃ رسول اللہ فی التوراۃ والانجیل دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۳۸۶
سنن الدارمی باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الکتب قبل مبعثہ دارالمحاسن للطباعۃ القاھرۃ ۱/ ۱۴
الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابن عساکر والدارمی والبیہقی باب ذکرہ فی التوراۃ الخ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/ ۱۰
الطبقات الکبرٰی ذکر صفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التوراۃ والانجیل دارصادر بیروت ۱/ ۳۶۰
تاریخ دمشق الکبیر باب ماجاء فی الکتب من نعتہ وصفاتہ داراحیاء التراث العربی ۳/ ۲۱۸ و ۲۱۹

www.alahazratnetwork.org

الطّبرانی وابونعیم فی الدلائل وابن عساکر عن محمد بن حمزة بن یوسف بن عبد اللہ بن سلام عن ابیه عن جدہٖ وابن عساکر ایضًا من طریق زید بن اسلم عن عبد اللہ بن سلام، والدارمی والبیہقی من طریق عطاء بن یسار عنه نحوہ ولهٗ طریق ثانٍ فی الباب الاٰتی ان شاء اللہ تعالٰی۔

سے اندھی آنکھیں اور بہرے کان اور غلاف چڑھے دل کھل جائیں گے (روایت کیا طبرانی اور ابونعیم نے دلائل میں، اور ابن عساکر محمد بن حمزہ بن یوسف بن عبد اللہ بن سلام سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے اپنے دادا سے، نیز ابن عساکر نے بطریق زید بن اسلم عبد اللہ بن سلام سے، اور دارمی اور بیہقی نے بطریق عطاء بن یسار انہی سے ایسے ہی۔ اور طریق دیگر آئندہ باب میں آئیگا ان شاء اللہ تعالٰی۔ ت)

حدیث ۵۹: کہ اللہ عزوجل نے شعیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی بھیجی:

انی باعث نبیًا اُمّیًّا افتح به اٰذانًا صُمًّا وقلوبًا غلفًا و اَعْیُنًا عمیًا الٰی ان قال اَھدی بهٖ من بعد الضلالة واُعَلِّمَ بهٖ بعد الجہالة وارفع به بعد الخمالة واسمی به بعد النکرة واُکثر به بعد القلّة واُغنی به بعد العَیلة واجمع به بعد الفُرقَة واُؤَلِّف به بین قلوب واَھواءٍ متشتتة وامم مختلفة۔ ابن ابی حاتم عن وھب بن منبه۔[1]

بیشک میں ایک نبی اُمّی کو بھیجنے والا ہوں جس کے ذریعے سے بہرے کان اور غلاف چڑھے دل اور اندھی آنکھیں کھول دوں گا اور اُس کے سبب گمراہی کے بعد ہدایت دوں گا، اس کے ذریعے سے جہل کے بعد علم دوں گا، اس کے وسیلے سے گمنامی کے بعد بلند نامی دوں گا، اس کے ذریعے سے ناشناسی کے بعد شناخت دوں گا، اس کے واسطے سے کمی کے بعد کثرت دوں گا، اس کے سبب سے محتاجی کے بعد غنی کر دوں گا، اس کے وسیلے سے پھُوٹ کے بعد یکدلی دوں گا، اس کے وسیلے سے پریشان دلوں، مختلف خواہشوں، متفرق اُمتوں میں میل کر دوں گا۔ (ابن حاتم نے وہب بن منبہ سے روایت کیا۔ ت)

---

[1] الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابن ابی حاتم عن وہب بن منبہ مرکز اہل سنت گجرات الہند ۱/ ۱۳

www.alahazratnetwork.org

للہ انصاف! یہ کس قدر بلاؤں کا حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم) کے وسیلے سے دفع ہونا ہے۔ وللہ الحمد۔

حدیث ۶۰: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لما خلق اللہ العرش کتب علیہ بقلم من نور طول القلم ما بین المشرق والمغرب لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، بہ اٰخذ وبہ اُعطی و اُمتہ افضل الامم وافضلہا ابوبکر الصدیق۔ الرافعی[1] عن سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جب اللہ تعالٰی نے عرش بنایا اس پر نور کے قلم سے جس کا طول مشرق سے مغرب تک تھا لکھا اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں محمد اللہ کے رسول ہیں، میں انہیں کے واسطے سے لوں گا اور انہیں کے وسیلے سے دوں گا، اُن کی اُمت سب اُمتوں سے افضل ہے اور ان کی اُمت میں سب سے افضل ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالٰی عنہ)۔ (رافعی نے حضرت سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے)

بحمد اللہ تعالٰی اسی حدیث جلیل جامع پر ختم کیجئے کہ اللہ عزوجل کی بارگاہ کا تمام لینا دینا اخذ وعطا سب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہاتھوں اُن کے واسطے سے ان کے وسیلے سے ہے، اسی کو خلافتِ عظمٰی کہتے ہیں۔ وللہ الحمد حمدًا کثیرًا۔

دیکھو! بشہادتِ خدا و رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رزق پانا، مدد ملنا، مینہ برسنا، بلا دُور ہونا، دشمنوں کی مغلوبی، عذاب کی موقوفی، یہاں تک کہ زمین کا قیام، زمین کی نگہبانی، خلق کی موت، خلق کی زندگی، دین کی عزت، اُمت کی پناہ، بندوں کی حاجت روائی، راحت رسانی سب اولیاء کے وسیلے اولیاء کی برکت اولیا کے ہاتھوں اولیاء کی وساطت سے ہے مگر مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دفع بلا کا واسطہ ماننا اور شرک پسندوں نے مشرک جانا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور بحمد اللہ تعالٰی تین حدیث اخیر نے روشن ومستنیر کردیا کہ جو نعمت ملی جو بلا ٹلی سب مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے باعث حاصل وزائل ہوئی بارگاہِ الٰہی کا لینا دینا سارا کارخانہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہاتھوں پر ہے ہاں ہاں لا واللہ

---

[1] کنز العمال بحوالہ الرافعی عن سلمان حدیث ۳۲۵۸۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۴۹ و ۵۵۰

www.alahazratnetwork.org

ثم باللہ ایک دفع بلا وحصول عطا کیا تمام جہان اور اس کا قیام سب اُنھیں کے دم قدم سے ہے عالم جس طرح ابتدائے آفرینش میں اُن کا محتاج تھا کہ لولاك لما خلقت الدنیا[1] (اگر آپ نہ ہوتے میں دُنیا کو پیدا ہی نہ کرتا۔ت) یُونہی بقا میں بھی اُن کا محتاج ہے، آج اگر ان کا قدم درمیان سے نکال لیں ابھی ابھی فنائے مطلق ہوجائے ؎

وُہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وُہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے[2]

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی اٰلہٖ وصحبہٖ وبارک وکرم۔

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر باب ذکر عروجہ الی السماء الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۹۷

[2] حدائق بخشش مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ۱/ ۷۹

www.alahazratnetwork.org

باب دوم

وجہ دوم پر نصوص لیجئے اور بحمد اللہ تعالٰی کیسے نصوص نجدیت شکن، جانِ وہابیت پر برق افگن، اس میں چوالیس آیتیں اور دو سَو چالیس حدیثیں ہیں۔

فصل اوّل آیاتِ شریفہ میں

آیت ۷ : قال ربنا تبارك وتعالٰی،

وما نقموا الا ان اغنٰھم اللہ ورسولہ من فضلہ[1]	اور انہیں کیا بُرا لگا یہی نا کہ انہیں دولتمند کردیا اللہ اور اللہ کے رسول نے اپنے فضل سے۔

ہاں یہ جگہ ہے کہ غیظ میں کٹ جائیں بیمار دل۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول نے دولتمند کردیا اپنے فضل سے۔

اے اللہ کے رسول! مجھے اور سب اہلسنت کو دین و دُنیا کا دولتمند فرما اپنے فضل سے۔ صلی اللہ تعالٰی علیک وسلم ؎

میں گدا تُو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا
نور دن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا[2]

آیت ۸ :

ولو انھم رضوا ما اٰتٰھم اللہ ورسولہ وقالوا حسبنا اللہ سیؤتینا اللہ من فضلہ ورسولہ انا الی اللہ راغبون[3]	اور کیا خوب تھا اگر وہ راضی ہوتے خدا اور رسول کے دِئے پر، اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب دے گا اللہ ہمیں اپنے فضل سے اور اس کا رسول، بیشک ہم اللہ کی طرف رغبت والے ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۹/۷۴

[2] حدائق بخشش مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ۲/۳

[3] القرآن الکریم ۹/۵۹

www.alahazratnetwork.org

یہاں رب العزت جل وعلا نے اپنے ساتھ اپنے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بھی دینے والا فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی ہدایت کی کہ اللہ و رسول سے امید لگی رکھو کہ اب ہمیں اپنے فضل سے دیتے ہیں جل جلالہ و صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

آیت ۹ :

انعم اللہ علیہ و انعمت علیہ[۱] — اللہ نے اُسے نعمت بخشی، اور اے نبی! تُو نے اُسے نعمت دی۔

آیت ۱۰ :

له معقبٰت من بین یدیه ومن خلفه یحفظونه من امر اللہ[۲] — آدمی کے لئے بدلی والے ہیں اس کے آگے اور اس کے پیچھے کہ اس کی حفاظت کرتے ہیں اللہ کے حکم سے۔

بدلی والے یہ کہ صبح کے محافظ عصر کو بدل جاتے ہیں اور عصر کے صبح کو، وللہ الحمد۔

آیت ۱۱ :

و یرسل علیکم حفظة۔[۳] — اللہ بھیجتا ہے تم پر نگہبانوں کو۔

ان آیات میں مولٰی سبحٰنہ و تعالٰی فرشتوں کو ہمارا حافظ و نگہبان فرماتا ہے۔

آیت ۱۲ :

یاایھا النبی حسبك اللہ ومن اتبعك من المؤمنین[۴] — اے نبی! کافی ہے تجھے اللہ اور جو مسلمان تیرے پیرو ہوئے۔

یہاں رب تبارک و تعالٰی اپنے نام پاک کے ساتھ صحابۂ کرام کو ملا کر فرماتا ہے: اے نبی! اب کہ عمر اسلام لے آیا تجھے اللہ اور یہ چالیس[۴] مسلمان کفایت کرتے ہیں۔

فی الجلالین حسبك اللہ و حسبك — جلالین میں ہے کافی ہے تجھے اللہ اور

---

[۱] القرآن الکریم ۳۳/۳۷
[۲] 〃 ۱۳/۱۱
[۳] 〃 ۶/۶۱
[۴] 〃 ۸/۶۴

www.alahazratnetwork.org

من اتبعك[1] — کافی ہے تجھے وہ جس نے تیری پیروی کی۔(ت)

ترجمہ شاہ ولی اللہ میں ہے:

اے پیغامبر کفایت ست ترا خدا و آنانکہ پیروی تو کردہ اند از مسلمانان[2] — اے پیغمبر! کافی ہے تجھے خدا اور وہ مسلمان جنہوں نے تیری پیروی کی۔(ت)

آیت ۱۳: یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

انه ربی احسن مثوای[3] — بیشک عزیز مصر میرا رب ہے اس نے مجھے اچھی طرح رکھا۔

فی الجلالین انه ای الذی اشترانی ربی سیدی[4] — تفسیر جلالین میں ہے بیشک وہ جس نے مجھے خریدا وہ میرا رب یعنی میرا آقا ہے۔(ت)

آیت ۱۴:

اما احدکما فیسقی ربه خمرا[5] — اے زندان کے ساتھیو! تم میں ایک تو اپنے رب کو شراب پلائے گا۔

آیت ۱۵:

وقال للذی ظن انه ناج منهما اذکرنی عند ربك[6] — اور یوسف نے کہا اس سے جسے اُن دونوں میں چھٹکارا پاتا سمجھا کہ اپنے رب کے پاس میرا چرچا کیجیو۔

یعنی بادشاہ مصر کے سامنے۔

آیت ۱۶: اس پر مولٰے تبارک وتعالٰی فرماتا ہے:

---

[1] جلالین کلاں تحت الآیۃ ۸/۶۴ اصح المطابع دہلی ص ۱۵۳
[2] فتح الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن (ترجمہ شاہ ولی اللہ) مطبع ہاشمی دہلی ص ۱۸۷
[3] القرآن الکریم ۱۲/۲۳
[4] جلالین کلاں تحت الآیۃ ۱۲/۲۳ اصح المطابع دہلی ص ۱۹۱
[5] القرآن الکریم ۱۲/۴۱
[6] " " ۱۲/۴۲

www.alahazratnetwork.org

فانسٰہ الشیطٰن ذکر ربہٖ[1] — تو اُسے بُھلا دیا شیطان نے اپنے رب بادشاہِ مصر کے آگے یوسف کا ذکر کرنا۔

فی الجلالین ای الساقی الشیطٰن ذکر یوسف عند ربہ[2] — جلالین میں ہے یعنی ساقی کو شیطان نے یوسف علیہ السلام کا ذکر اس کے رب کے آگے کرنا بُھلا دیا۔ (ت)

آیت ۱۷:

قال ارجع الٰی ربك فسئلہ ما بال النسوۃ الّٰتی قطعن ایدیھن[3] — یوسف نے کہا پلٹ جا اپنے رب کے پاس سو اس سے پوچھ کیا حال ہے ان عورتوں کا جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے۔

سبحان اللہ! بادشاہ وغیرہ کو تو مجازی پرورش کے باعث اس کا رب، تیرا رب، میرا رب کہنا صحیح ہو اللہ فرمائے اللہ کا رسول فرمائے اور مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دافع البلا کہنا شرک۔

آیت ۱۸: رب جل وعلا اپنے مبارک بندے عیسٰی ابن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام سے فرماتا ہے:

واذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیرًا باذنی وتبرئ الاکمہ والابرص باذنی واذ تخرج الموتٰی باذنی[4] — اور جب تُو بناتا مٹی سے پرند کی شکل میری پروانگی سے، پھر پھونک مارتا اس میں تو وہ ہو جاتی پرند میری پروانگی سے، اور تو اچھا کرتا مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو میری پروانگی سے، اور جب تو قبروں سے مُردے نکالتا میری پروانگی سے۔

دفعِ بلائے مرض وابرائے اکمہ وابرص میں کتنا فرق ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۴۲

[2] جلالین کلاں تحت الآیۃ ۱۲/ ۴۲ اصح المطابع دہلی ص ۱۹۳

[3] القرآن الکریم ۱۲/ ۵۰ [4] القرآن الکریم ۵/ ۱۱۰

www.alahazratnetwork.org

آیت ۱۹: حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والتسلیم فرماتے ہیں:

انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرًا باذن اللّٰہ وابرئ الاکمہ والابرص واحی الموتٰی باذن اللّٰہ وانبئکم بما تأکلون وما تدخرون فی بیوتکم (الٰی قولہ) ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم۔[1]

میں بناتا ہوں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی مورت پھر پھونکتا ہوں اس میں تو وہ ہو جاتی ہے پرند اللہ کی پروانگی سے، اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور بدن بگڑے کو، اور میں زندہ کرتا ہوں مُردے اللہ کی پروانگی سے، اور میں تمہیں خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے اور جو گھروں میں بھر رکھتے ہو تاکہ میں حلال کردوں تمہارے لئے بعض چیزیں جو تم پر حرام تھیں۔

سبحان اللہ! عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام جو فرما رہے ہیں میں خلق کرتا ہوں، شفا دیتا ہوں، مُردے جِلاتا ہوں، بعض حراموں کو حلال کئے دیتا ہوں۔ ان اسنادوں کی نسبت کیا حکم ہوگا!

آیت ۲۰:

وانکحوا الایامٰی منکم والصٰلحین من عبادکم وامائکم۔[2]

نکاح کردو اپنی بے شوہر عورتوں اور اپنے نیک بندوں اور کنیزوں کا۔

یہاں مولا عزوجل ہمارے غلاموں کو "ہمارا بندہ" فرما رہا ہے۔ اللہ کی شان زید کا بندہ، عمرو کا بندہ، اُس کا بندہ، اِس کا بندہ اللہ فرمائے رسول فرمائے صحابہ فرمائیں ائمہ فرمائیں مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بندہ کہا اور شرک فروشوں نے حکم شرک جڑا، شاید ان کے نزدیک زید وعمرو خدا کے شریک ہوسکتے ہوں گے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

آیت ۲۱:

الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التورٰۃ والانجیل یأمرھم

وہ لوگ کہ پیروی کریں گے اُس بھیجے ہوئے غیب کی باتیں بتانے والے بے پڑھے کی جسے لکھا پائیں گے اپنے پاس توریت وانجیل میں، وہ انہیں حکم

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۴۹ و ۵۰
[2] " ۲۴/ ۳۲

www.alahazratnetwork.org

بالمعروف وینھٰھم عن المنکر ویحل لھم الطیّبٰت ویحرّم علیھم الخبٰئث ویضع عنھم اصرھم والاغلٰل التی کانت علیھم[1]

دے گا بھلائی کا اور روکے گا بُرائی سے، اور حلال کرے گا اُن کے لئے سُتھری چیزیں اور حرام کرے گا اُن پر گندی چیزیں، اور اتارے گا اُن پر سے اُن کا بھاری بوجھ اور سخت تکلیفوں کے طوق جو اُن پر تھے۔(صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)

جانِ جہان و جہانِ جان جانِ اُنس جانِ جان وجانِ ایمان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاک مبارک ہاتھوں پر قربان جس نے ہماری پیٹھوں سے بھاری بوجھ اتار دئے ہماری گردنوں سے تکلیفوں کے طوق کاٹ دئے۔ للہ انصاف! اور دافعِ بلا کسے کہتے ہیں، صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم۔

آیت ۲۲: سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب عزوجل سے عرض کی:

ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم اٰیٰتك ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ ویزکیھم انك انت العزیز الحکیم[2]

اے رب ہمارے! اور اُن میں اُنھیں میں سے ایک پیغمبر بھیج کہ اُن پر تیری آیتیں پڑھے اور انھیں کتاب و حکمت سکھائے اور وہ پیغمبر انھیں گناہوں سے پاک کردے، بیشک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔

یہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہُوئے کہ،

انا دعوۃ ابی ابراھیم[3]

میں اپنے باپ ابراہیم کی دُعا ہوں (صلی اللہ تعالٰی علیہما وسلم)

آیت ۲۳: خود رب العزۃ جل وعلا فرماتا ہے:

کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم اٰیٰتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتٰب والحکمۃ ویعلمکم

جس طرح بھیجا ہم نے تم میں ایک رسول تمھیں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت کرتا اور تمھیں پاکیزہ بناتا اور تمھیں قرآن وعلم سکھاتا اور اُن باتوں کا

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۵۷

[2] " ۲/ ۱۲۹

[3] دلائل النبوۃ باب ذکر مولد المصطفٰی الخ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۸۱

الدر المنثور تحت الآیۃ ۲/ ۱۲۹ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۰۳ و ۳۰۴

www.alahazratnetwork.org

ما لم تکونوا تعلمون[۱]

تم کو علم دیتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔

آیت ۲۴:

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولًا من انفسھم یتلوا علیھم اٰیٰتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین[۲]

بیشک اللہ کا بڑا احسان ہُوا ایمان والوں پر جبکہ بھیجا اُن میں ایک رسول انھیں میں سے کہ پڑھتا ہے اُن پر آیتیں اللہ کی اور پاک کرتا ہے انھیں گناہوں سے اور علم دیتا ہے انھیں قرآن و حکمت کا اگرچہ تھے اس سے پہلے بیشک کُھلی گمراہی میں۔

آیت ۲۵:

ھو الذی بعث فی الامیین رسولًا منھم یتلوا علیھم اٰیٰتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین ۝ واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم ۝ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ۝[۳]

اللہ ہے جس نے بھیجا اَن پڑھوں میں ایک رسول انھیں میں سے کہ اُن پر آیاتِ الٰہیہ پڑھتا اور انھیں ستھرا کرتا اور انھیں کتاب وحقائق کا علم بخشتا ہے اگرچہ وہ اس سے پہلے کُھلی گمراہی میں تھے نیز پاک کرے گا اور علم عطا فرمائے گا اُن کی جنس کے اور لوگوں کو جو اب تک ان سے نہیں ملے اور وہی غالب حکمت والا ہے، یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

الحمدللہ! اس آیہ کریمہ نے بیان فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا عطا فرمانا، گناہوں سے پاک کرنا، ستھرا بنانا صرف صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے خاص نہیں بلکہ قیامِ قیامت تک تمام اُمتِ مرحومہ حضور کی ان نعمتوں سے محظوظ اور حضور کی نظرِ رحمت سے ملحوظ رہے۔ والحمد

۱؎ القرآن الکریم ۲/ ۱۵۱
۲؎ " ۳/ ۱۶۴
۳؎ " ۶۲/ ۲ تا ۴

www.alahazratnetwork.org

للہ رب العٰلمین۔

بیضاوی شریف میں ہے :

ھم الذین جاءوا بعد الصحابۃ الٰی یوم الدین[1]	یعنی یہ دوسرے جنھیں مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم علم دیتے اور خرابیوں سے پاک کرتے ہیں تمام مسلمان ہیں کہ صحابہ کرام کے بعد قیامت تک ہوں گے۔

معالم شریف میں ہے :

قال ابن زید ھم جمیع من دخل فی الاسلام بعد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (الٰی یوم القیٰمۃ) وھی روایۃ ابن ابی نجیح عن مجاھد[2]	ابن زید نے فرمایا : یہ دوسرے لوگ تمام اہلِ اسلام ہیں کہ مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد قیامت تک اسلام میں داخل ہوں گے۔ اور یہی معنی امام مجاہد شاگرد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ابن ابی نجیح نے روایت کئے۔

الحمدُ للہ ! قرآن عظیم میں حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ان تعریفوں کا اس قدر اہتمام ہے کہ چار جگہ یہ اوصاف بیان فرمائے' دو جگہ سورۂ بقرہ، تیسرے آل عمران، چوتھے سورۂ جمعہ' اور اس کے آخر میں تو وہ جانفزا کلمے ارشاد ہوئے جنھوں نے ہم خفتہ بختوں کی تقدیر جگادی بیمار دلوں پر بجلی گرادی۔ والحمد للہ رب العٰلمین۔

آیت ۲۶ : جب ابولبابہ وغیرہ بعض صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم نے غزوۂ تبوک میں ہمراہِ رکاب سعادت حاضر نہ ہوتے تھے اپنے آپ کو مسجد اقدس کے ستونوں سے باندھ دیا کہ جب تک حضور والا صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ نہ کھولیں گے نہ کھُلیں گے، آیت اُتری :

خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا	اے نبی ! لے لو ان توبہ کرنے والوں کے مالوں سے صدقہ کہ تم پاک کرو انھیں اور تم ستھرا کردو

---

[1] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت الآیۃ ۶۲/۳ دار الفکر بیروت ۵/۳۳۷

[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) " " " دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴/۳۱۱

www.alahazratnetwork.org

وصلّ علیهم انّ صلٰوتك سكن لهم[1]

انھیں گناہوں سے اُس صدقے کے سبب، اور دعائے رحمت کرو اُن کے حق میں کہ تمھاری دُعا اُن کے دلوں کا چین ہے۔

دیکھو حضور دافع البلاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں گناہوں سے پاک کیا اور حضور نے بلائے گناہ اُن کے سروں سے ٹالی، اور جب حضور کی دُعا اُن کے دلوں کا چین ہوا تو یہی دفعِ الم ہے صلی اللہ تعالٰی علٰی دافع البلاء والالم وعلٰی اٰلہ وصحبہ وبارك وسلم۔

آیت ۲۷:

لایملکون الشفاعة الا من اتخذ عند الرحمٰن عهدا[2]

اللہ عزوجل کے یہاں شفاعت کے مالک وہی ہیں جنھوں نے رحمٰن کے ساتھ عہد وپیمان کر رکھا ہے۔

آیت ۲۸:

ولا یملك الذین یدعون من دونه الشفاعة الا من شهد بالحق وهم یعلمون[3]

جنھیں مشرکین اللہ کے سوا پُوجتے ہیں اُن میں شفاعت کے مالک صرف وہی ہیں جنھوں نے حق کی گواہی دی اور وہ علم رکھتے ہیں (یعنی عیسٰی وعزیر وملائکہ علیہم الصلٰوۃ والسلام)

ان آیات میں مولٰی تعالٰی اپنے محبوبوں کو شفاعت کا مالک بتاتا ہے اور عہد وپیمان مقرر ہوجانے سے تقویۃ الایمان کی اس بدلگامی کا مُنہ بھی سی دیا کہ شفاعت میں کسی کی خصوصیت نہیں جسے چاہے گا کھڑا کردے گا۔

آیت ۲۹:

ولا تؤتوا السفهاء اموالكم التی جعل اللہ لكم قیاما وارزقوهم فیها و

نادانوں کو اپنے مال کہ خدا نے تمھاری ٹیک بنائے ہیں نہ دو اور انھیں ان میں سے رزق

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۰۳

[2] " ۱۹/ ۸۷

[3] " ۴۳/ ۸۶

www.alahazratnetwork.org

اکسوھم وقولوا لھم قولا معروفا[۱]	دو اور کپڑے پہناؤ اور اُن سے اچھی بات کہو۔

آیت ۳۰ :

واذا حضر القسمۃ اولوا القربٰی و الیتامٰی والمساکین فارزقوھم منہ و قولوا لھم قولا معروفا[۲]	جب ترکہ بانٹتے وقت قرابت والے اور یتیم اور مسکین آئیں تو انھیں ان میں سے رزق دو اور ان سے اچھی بات کہو۔

ان آیات میں بندوں کو حکم فرماتا ہے کہ تم رزق دو۔

آیت ۳۱ :

اذ یوحی ربک الی الملٰئکۃ انی معکم فثبتوا الذین اٰمنوا[۳]	جب وحی بھیجی تیرے رب نے فرشتوں کو کہ میں تمھارے ساتھ ہوں تم ثابت قدمی دو ایمان والوں کو۔

آیت ۳۲ :

فالمدبرات امرا[۴]	قسم ہے ان فرشتوں کی کہ تمام کاروبارِ دنیا اُن کی تدبیر سے ہے۔

یہ صفت بھی بالذات ذاتِ الٰہی جل وعلا کی ہے۔ قال اللہ تعالٰی :

یدبر الامر[۵] (کام کی تدبیر فرماتا ہے۔ ت)

خازن و معالم التنزیل میں ہے :

قال ابن عباس ھم الملٰئکۃ وُکلوا باموس عرفھم اللہ تعالٰی العمل بھا قال عبدالرحمٰن	یعنی عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا : یہ مدبرات الامر ملائکہ ہیں کہ اُن کاموں پر مقرر کئے گئے جن کی کارروائی اللہ عزوجل

---

[۱] القرآن الکریم ۴/ ۵

[۲] " ۴/ ۸

[۳] " ۸/ ۱۲

[۴] " ۷۹/ ۵

[۵] " ۳۲/ ۵

www.alahazratnetwork.org

بن سابط یدبر الامر فی الدنیا اربعة جبریل ومیکائیل وملك الموت واسرافیل علیهم السلام، اما جبریل فموکل بالریاح والجنود واما میکائیل فموکل بالقطر والنبات واما ملك الموت فموکل بقبض الانفس واما اسرافیل فهو ینزل علیهم بالامر[1]

نے انھیں تعلیم فرمائی عبدالرحمٰن بن سابط نے فرمایا، دنیا میں چار فرشتے کاموں کی تدبیر کرتے ہیں جبریل، میکائیل، عزرائیل، اسرافیل علیہم السلام۔ جبریل تو ہواؤں اور لشکروں پر مؤکل ہیں (کہ ہوائیں چلانا، لشکروں کو فتح و شکست دینا ان کا تعلق ہے) اور میکائیل باراں و روئیدگی پر مقرر ہیں (کہ مینہ برساتے اور درخت اور گھاس اور کھیتی اگاتے ہیں) اور عزرائیل قبضِ ارواح پر مسلط ہیں۔ اسرافیل ان سب پر حکم لے کر اترتے ہیں علیہم السلام اجمعین۔

اللہ اکبر! قرآن عظیم وہابیہ پر ایک سے ایک سخت تر آفت ڈالتا ہے۔ حدیث میں فرمایا،

القرآن ذو وجوه۔ رواه ابو نعیم عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم۔[2]

قرآن متعدد معانی رکھتا ہے (اس کو ابو نعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔ ت)

علماء فرماتے ہیں قرآن عظیم اپنے ہر معنے پر حجت ہے۔

ولم یزل الائمة یحتجون به علی وجوهه وذلك من اعظم وجوه اعجازه وقد فصلنا هذا المرام فی رسالتنا

ائمہ کرام ہمیشہ قرآن کے تمام معانی سے استدلال کرتے رہے ہیں۔ اور یہ بات قرآن مجید کے وجوہ اعجاز میں سے عظیم ترین وجہ ہے۔ اس کی تفصیل ہم نے اپنے رسالہ "الزلال الانقی

---

[1] لباب التاویل (تفسیر الخازن) تحت الآیۃ ۷۹/۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/۳۹۱
معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۷۹/۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/۴۱۱
[2] کنزالعمال بحوالہ ابی نعیم عن ابن عباس حدیث ۲۴۶۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۵۵۱

www.alahazratnetwork.org

الزُّلال الانقٰی من بحر سبقۃ الاتقٰی۔ "من بحر سبقۃ الاتقٰی" میں بیان کردی ہے۔(ت)

اب آیہ کریمہ کے دوسرے معنی لیجئے، تفسیر بیضاوی شریف میں ہے:

اوصفات النفوس الفاضلۃ حال المفارقۃ فانھا تنزع عن الابدان غرقا ای نزعا شدیدا من اغراق النازع فی القوس وتنشط الی عالم الملکوت وتسبح فیہ فتسبق الی حظائر القدس فتصیر لشرفھا وقوتھا من المدبرات[1]

یعنی یا ان آیاتِ کریمہ میں اللہ عزوجل ارواحِ اولیاء کرام کا ذکر فرماتا ہے جب وہ اپنے پاک مبارک بدنوں سے انتقال فرماتی ہیں کہ جسم سے بقوت تمام جدا ہوکر عالمِ بالا کی طرف سبک خرامی اور دریائے ملکوت میں شناوری کرتی حظیرہائے حضرت قدس تک جلد رسائی پاتی ہیں پس اپنی بزرگی وطاقت کے باعث کاروبارِ عالم کے تدبیر کرنے والوں سے ہوجاتی ہیں۔

اب توبحمد اللہ تعالٰی اولیائے کرام بعد وصال عالم میں تصرف کرتے اور اس کے کاموں کی تدبیر فرماتے ہیں فللہ الحجۃ البالغۃ۔

علامہ احمد بن محمد شہاب خفاجی عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی میں امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی وامام فخر رازی رحمۃ اللہ علیہ سے اس معنی کی تائید میں نقل فرماتے ہیں:

ولذا قیل اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اصحاب القبور الا انہ لیس بحدیث کما توھم ولذا اتفق الناس علی زیارۃ مشاھد السلف والتوسل بھم الی اللہ وان انکرہ بعض الملاحدۃ فی عصرنا والمشتکی الیہ ھو اللہ[2]

یعنی اسی لئے کہا گیا کہ جب تم کاموں میں متحیر ہو تو مزاراتِ اولیاء سے مدد مانگو۔ مگر یہ حدیث نہیں ہے جیسا کہ بعض کو وہم ہوا۔ اور اسی لئے مزاراتِ سلف صالحین کی زیارت اور انھیں اللہ عزوجل کی طرف وسیلہ بنانے پر مسلمانوں کا اتفاق ہے اگرچہ ہمارے زمانے میں بعض ملحد بے دین لوگ اس کے منکر ہوئے اور خدا ہی کی طرف ان کے فساد کی فریاد ہے۔

لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

---

[1] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت الآیۃ ۷۹/ ۵ دارالفکر بیروت ۵/ ۴۴۵

[2] عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی (حاشیۃ الشہاب علی البیضاوی) تحت الآیۃ ۷۹/ ۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۹/ ۳۹۹

www.alahazratnetwork.org

ہاں میں نے کہا تھا کہ یہ صفت حضرت عزت کی ہے، نہیں نہیں یہ خاص صفت اسی کی ہے۔

رب عزوجل فرماتا ہے:

قل من یرزقکم من السماء والارض امّن یملك السمع والابصار ومن یخرج الحیّ من المیّت ویخرج المیّت من الحیّ ومن یدبر الامر فسیقولون اللّٰہ ج فقل افلا تتقون ۝[1]

اے نبی! ان کافروں سے فرما وہ کون ہے جو تمہیں آسمان وزمین سے رزق دیتا ہے یا کون مالک ہے کان اور آنکھوں کا، اور کون نکالتا ہے زندہ کو مُردے سے اور نکالتا ہے مُردے کو زندہ سے اور کون تدبیر کرتا ہے کام کی، اب کہہ دیں گے کہ اللہ، تو فرما پھر ڈرتے کیوں نہیں۔

قرآن عظیم خود ہی فرماتا ہے کہ یہ صفت اللہ عزوجل کے لئے ایسی خاص ہے کہ کافر مشرک تک اس کا اختصاص جانتے ہیں اُن سے بھی پُوچھو کہ کام کی تدبیر کرنے والا کون ہے، تو اللہ ہی کو بتائیں گے دُوسرے کا نام نہ لیں گے۔ اور خود ہی اس صفت کو اپنے مقبول بندوں کیلئے ثابت فرماتا ہے کہ، قسم ان محبوبانِ خدا کی جو عالم میں تدبیر وتصرف کرتے ہیں۔ ایمان سے کہنا وہابیت کے دھرم پر قرآنِ عظیم شرک سے کیونکر بچا۔ اے ناپاک طائفے کی سنگت والو! جب تک ذاتی وعطائی کے فرق پر ایمان نہ لاؤ گے کبھی قرآن وحدیث کے قہروں سے پناہ نہ پاؤ گے، اور اس پر ایمان لاتے ہی یہ تمہاری شرکیات کے راگ متعلقہ تدبیر وتصرف واستمداد واستعانت ودافع البلا وحاجت روا ومشکلکشا وعلمِ غیب ونداوغیرہا سب کافور ہوجائیں گے اور اللہ تعالٰی کے مبارک منصور (نصرت دئے گئے، مدد دئے گئے) بندے آنکھوں دیکھے منصور نظر آئیں گے۔

الا ان حزب اللّٰہ ھم الغلبون۔[2] تو بیشک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے (ت)

آیت ۳۳:

قل یتوفّٰکم ملك الموت الذی وکل بکم۔[3]

تو فرما تمہیں موت دیتا ہے وہ مرگ کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۳۱
[2] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲
[3] 〃 〃 ۳۲/ ۱۱

www.alahazratnetwork.org

آیت ۳۴ :

توفته رسلنا[1] موت دی اسے ہمارے رسولوں نے۔

حالانکہ خود فرماتا ہے :

اللّٰہ یتوفی الانفس[2] اللہ ہے کہ موت دیتا ہے جانوں کو۔

آیت ۳۵ :

لاھب لك غلٰما زکیا[3] (جبریل نے مریم سے کہا) کہ میں عطا کروں تجھے ستھرا بیٹا صلے اللہ تعالٰی علیہم وسلم۔

اللہ اللہ! اب تو جبریل بیٹا دے رہے ہیں، بھلا نجدیہ کے یہاں اس سے بڑھ کر اور کیا شرک ہوگا۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

وہابیہ تو اسی کو روتے تھے کہ محمد بخش، احمد بخش نام رکھنا شرک ہے یہاں قرآن عظیم سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو جبریل بخش بتا رہا ہے، وللہ الحجۃ السامیۃ۔

آیت ۳۶ :

فان اللّٰہ ھو مولٰہ وجبریل وصالح المؤمنین والملٰئکۃ بعد ذٰلک ظھیر[4] O بیشک اللہ اپنے نبی کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک مسلمان اور اس کے بعد سب فرشتے مدد پر ہیں۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا :

صالح المؤمنین ابوبکر وعمر۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر[5] وابن مردویۃ والخطیب عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ یہ نیک مسلمان ابوبکر صدیق و عمر فاروق ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ (طبرانی نے کبیر میں اور ابن مردویۃ اور خطیب نے ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیا۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۱ [2] القرآن الکریم ۳۹/ ۴۲
[3] " ۱۹/ ۱۹ [4] " ۶۶/ ۴
[5] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۴۷۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۰/ ۲۵۳
الدر المنثور بحوالہ ابن مردویۃ وابی نعیم تحت الآیۃ ۶۶/ ۴ داراحیاء التراث العربی بیروت ۸/ ۲۰۸

www.alahazratnetwork.org

بلکہ سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ کی قراءت میں یوں ہی تھا،

وصالح المؤمنین ابوبکر وعمر والملٰئکۃ بعد ذٰلک ظہیر[1]

نیک مسلمان ابوبکر و عمر اور اس کے بعد فرشتے مددپر ہیں۔(ت)

یہاں اللہ عزوجل اپنے نام مبارک کے ساتھ اپنے محبوبوں کو فرماتا ہے اللہ اور جبریل اور ابوبکر و عمر مددگار ہیں۔

آیت ۳۷:

انی وجدت امرأۃ تملکھم و اُوتیت من کل شیئ ولھا عرش عظیم[2]

ہُدہُد نے مُلکِ سبا سے آکر سیدنا سلیمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی میں نے ایک عورت پائی کہ وہ اُن کی مالک ہے اور اسے سب کچھ دیا گیا ہے اور اس کا بڑا تخت ہے۔

یہاں بادشاہ کو رعایا کا مالک فرمایا تو رعایا کہ آزاد و غلام سب اس کے مملوک ہوئے مگر کوئی اگر محبوبانِ خدا کو اپنا مالک اور اپنے آپ کو اُن کا بندہ مملوک کہے و ہابیہ کے دین میں مشرک ٹھہرے۔

آیت ۳۸:

ومن احیاھا فکانما احیا الناس جمیعا[3]

جس نے ایک جان کو زندہ کیا اس نے گویا سب آدمیوں کو جِلا لیا۔

یہ آیت اُس کے بارے میں ہے جس نے کسی کے قتلِ ناحق سے احتراز کیا یا قاتل سے قصاص نہ لیا چھوڑدیا اسے فرماتا ہے کہ اس نے اس شخص کو زندہ کیا اور ایک اُسی کو کیا گویا تمام آدمیوں کو جِلا لیا۔

معالم شریف میں ہے:

ومن احیاھا وتورع عن قتلھا[4]

اور جس نے ایک جان کو زندہ کیا اور اس کے قتل سے اجتناب کیا۔(ت)

---

[1]

[2] القرآن الکریم ۲۷/ ۲۳

[3] ؍ ۵/ ۳۲

[4] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۵/ ۳۲ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۵

www.alahazratnetwork.org

اُس میں ہے :

ومن احیاھا ای عفا عنہ وجب علیہ القصاص لہٗ فلو یقتلہ[1]

اور جس نے اُسے زندہ کیا یعنی جو قصاص اُس پر واجب ہوچکا تھا وہ معاف کردیا اور قصاص میں اس کو قتل نہیں کیا۔ (ت)

وہابی صاحب بتائیں کہ دفعِ بلا زیادہ ہے یا زندہ کرنا جِلالینا حیات دینا۔

آیت ۳۹ :

الا ترون انی اُوفی الکیل وانا خیر المنزلین[2]

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا کیا تم دیکھتے نہیں کہ میں پورا پیمانہ عطا فرماتا ہوں اور میں سب سے بہتر اتارنے والا ہوں کہ جو میرے سایۂ رحمت میں اُترتا ہے اُسے وہ راحت بخشتا ہوں کہ کہیں نہیں ملتی۔

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو یہ فرمایا، اور رب عزوجل نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرماتا ہے :

وقل رب انزلنی منزلا مبارکا وانت خیر المنزلین[3]

اے نوح! جب تُو اور تیرے ساتھ والے کشتی پر ٹھیک بیٹھ لیں تو میری حمد بجالانا اور یوں عرض کرنا کہ اے رب میرے! مجھے برکت والا اتارنا اتار اور تُو سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔

یہ اللہ عزوجل کی خاص صفت نبی صدیق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے لئے کیسی ثابت فرمائی اور جب نبی صدیق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سب سے بہتر اتارنے والے راحت ونعمت بخشنے والے ہوئے تو دافع البلاء سے بھی بڑھ کر ہوئے کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت)۔

آیت ۴۰ :

انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین

یعنی اے مسلمانو! تمہارا مددگار نہیں مگر اللہ اور

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۲۵

[2] القرآن الکریم ۱۲/۵۹

[3] " ۲۳/۲۹

www.alahazratnetwork.org

اٰمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون[1]	اُس کا رسول اور وہ ایمان والے جو نماز قائم رکھتے اور زکوٰۃ دیتے اور وہ رکوع کرنے والے ہیں۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) یہاں اللہ اور رسول اور نیک بندوں میں مدد کو منحصر فرمادیا کہ بس یہی مددگار ہیں تو ضرور یہ مدد خاص ہے جس پر نیک بندوں کے سوا اور لوگ قادر نہیں عام مددگاری کا علاقہ تو ہر مسلمان کے ساتھ ہے۔ قال تعالٰی:

والمؤمنون والمؤمنٰت بعضھم اولیاء بعض[2]	مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔

حالانکہ خود ہی دوسری جگہ فرماتا ہے:

مالھم من دونہ ولی[3]	اللہ کے سوا کسی کا کوئی مددگار نہیں۔

معالم میں ہے:

(مالھم) ای مالاھل السمٰوٰت والارض (من دونہ) ای من دون اللہ (من ولی) ناصر[4]	نہیں ہے ان کے لئے یعنی آسمان اور زمین والوں کیلئے سوا اُس کے یعنی سوا اللہ تعالٰی کے کوئی ولی یعنی مددگار۔(ت)

وہابی صاحبو! تمہارے طور پر معاذ اللہ کیسا کھُلا شرک ہوا کہ قرآن نے خدا کی خاص صفت امداد کو رسول وصلحاء کے لئے ثابت کیا جسے قرآن ہی جا بجا فرما چکا تھا کہ یہ اللہ کے سوا دوسرے کی صفت نہیں مگر بحمد اللہ اہلِ سنّت دونوں آیتوں پر ایمان لاتے اور ذاتی و عطائی کا فرق سمجھتے ہیں اللہ تعالٰی بالذات مددگار ہے، یہ صفت دوسرے کی نہیں، اور رسول و اولیاء اللہ کے قدرت دینے سے مددگار ہیں، وللہ الحمد، اب اتنا اور سمجھ لیجئے مدد کاہے کےلئے ہوتی ہے؛ دفع بلاء کے واسطے۔ تو جب رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور اللہ کے مقبول بندے بنصِ قرآن مسلمانوں کے مددگار ہیں تو قطعاً دافع البلاء بھی ہیں، اور فرق وہی ہے کہ اللہ

---

[1] القرآن الکریم ۵/۵۵

[2] " " ۹/۷۱

[3] " " ۱۸/۲۶

[4] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۱۸/۲۶ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/۱۳۲

www.alahazratnetwork.org

سبحانہٗ بالذات دافع البلاء ہے اور انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء بعطائے خدا۔ والحمد للّٰہ العلی الاعلیٰ۔

پنج آیت از توارات وانجیل وزبورِ مقدسہ

آیت ۴۱: توارات شریف: امام بخاری حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما اور دارمی و طبرانی و یعقوب بن سفین حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ توارات مقدس میں حضور پُرنور دافع البلاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صفت یوں ہے:

یایھا النبی انا ارسلنٰک شاھدًا ومبشرا ونذیرا وحرزًا للامیین (الٰی قولہ تعالٰی) یعفو ویغفر[1]۔

اے نبی! ہم نے تجھے بھیجا گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا اور بے پڑھوں کے لئے پناہ (الٰی قولہ تعالٰی) معاف کرتا ہے اور مغفرت فرماتا ہے۔

حرز بھی رب العزت جل وعلا کی صفات سے ہے۔ حدیث میں ہے:

یاحرز الضعفاء یاکنز الفقراء[2]۔ اے ضعیفوں کی پناہ اے غریبوں کے خزانے۔

علامہ زرقانی شرح مواہب شریفہ میں فرماتے ہیں:

جعلہ نفسہ حرزًا مبالغۃ لحفظہ لھم فی الدارین[3]۔

یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پناہ دینے والے ہیں مگر رب تبارک وتعالٰی نے حضور کو بطور مبالغہ

---

[1] سنن الدارمی باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الکتب قبل مبعثہ دار المحاسن للطباعۃ قاہرۃ ۱/۱۴
دلائل النبوۃ للبیہقی باب صفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التورات والانجیل دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۳۷۶
صحیح البخاری کتاب البیوع ۱/۲۸۵ و کتاب التفسیر سورۃ الفتح ۲/۷۱۷ قدیمی کتب خانہ کراچی
الخصائص الکبرٰی باب ذکرہ فی التوراۃ والانجیل الخ مرکز اہلسنت گجرات الہند ۱/۱۰
الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر صفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التوراۃ والانجیل دار صادر بیروت ۱/۳۶۰ و ۳۶۲

[2]

[3] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ

www.alahazratnetwork.org

خود پناہ کہا (جیسے عادل کو عدل یا عالم کو علم کہتے ہیں اور اس وصف کی وجہ یہ ہے کہ) حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دنیا و آخرت میں اپنی اُمّت کے محافظ و نگہبان ہیں۔

والحمد للہ رب العٰلمین۔

آیت ۲۴، از توراۃ: ہاں ہاں خبردار ہوشیار، اے نجدیانِ نابکار، ذرا کم سن نوپیدا عیارہ خام پارہ وہابیت ناکارہ کے ننھے سے کلیجے پر ہاتھ دھر لینا توراۃ و زبور کی دو آیتیں تلاوت کی جائیں گی نوخیز وہابیت کی نادان جان پر قہرِ الٰہی کی بجلیاں گرائیں گی افسوس تمہیں توراۃ و زبور کی تکذیب کرتے کیا لگتا تھا جب تم قرآن کی نہ سنو اللہ کا کذب تم ممکن گنو مگر جان کی آفت گلے کا غُل تو یہ ہے کہ آیات جناب شاہ عبدالعزیز صاحب نے نقل فرمائیں کلامِ الٰہی بتائیں یہ امام الطائفہ کے نسب کے چچا، شریعت کے باپ، طریقت کے دادا۔ اب انہیں نہ مشرک کہے بنتی ہے نہ کلامِ الٰہی پر ایمان لانے کو رُوبھی وہابیت طتی ہے نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن (نہ رہنے کا یارا نہ چلنے کی تاب۔ ت) ؎

دو گونہ رنج و عذاب است جانِ لیلیٰ را بلائے صحبتِ مجنوں و فرقتِ مجنوں[1]

(لیلیٰ کی جان کو دو قسم کا دُکھ اور عذاب ہے، مجنوں کی صحبت اور اس کی جدائی کی مصیبت۔ ت)

ہاں اب ذرا گھبرائے دلوں، شرمائی چتونوں سے لجائی انکھڑیاں اُوپر اٹھائیے اور بحمد اللہ وہ سُننے کہ ایمان نصیب ہو تو سُنّی ہو جائیے، جناب شاہ صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں توراۃ کے سفر چہارم میں ہے:

قال اللہ تعالٰی لابراھیم انّ ھاجرَ تلد ویکونُ من ولدھا من یدہ فوق الجمیع وید الجمیع مبسوطۃ الیہ بالخشوع[2]

اللہ تعالٰی نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے فرمایا بیشک ہاجرہ کے اولاد ہوگی اور اس کے بچوں میں وہ ہوگا جس کا ہاتھ سب پر بالا ہے اور سب کے ہاتھ اُس کی طرف پھیلے ہیں عاجزی اور گڑگڑانے میں۔

وہ کون؟ محمد رسول اللہ سید الکون معطی العون صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ قربان تیرے اے بلند ہاتھ والے، اے دو جہان کے اُجالے۔ حمد اس کے وجہ کریم کو جس نے ہماری عاجزی و

---

[1]

[2] تحفہ اثنا عشریہ باب ششم در بحث نبوت و ایمان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۶۹

www.alahazratnetwork.org

محتاجی کے ہاتھ ہر لئیم بے قدرت سے بچائے اور تجھ جیسے کریم رؤف ورحیم کے سامنے پھیلائے، والحمد للہ رب العٰلمین ؎

اُسے حمد جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستاں بتایا[1]

آیت ۳۴، از زبور مقدس: نیز تحفہ میں زبور شریف سے منقول،

یا احمد فاضت الرحمۃ علٰی شفتیك من اجل ذٰلك اُبارِك علیك فتقلد السیف فان بھائك وحمدك الغالب (الٰی قولہ) والامم یخرون تحتك کتاب حق جاء اللہ بہ من الیمن والتقدیس من جبل فاران وامتلأت الارض من تحمید احمد وتقدیسہ وملك الارض ورقاب الامم[2]

اے احمد! رحمت نے جوش مارا تیرے لبوں پر، میں اس لئے تجھے برکت دیتا ہوں، تو اپنی تلوار حمائل کرکہ تیری چمک اور تیری تعریف غالب ہے، سب اُمتیں تیرے قدموں میں گریں گی، سچی کتاب لایا اللہ برکت وپاکی کے ساتھ مکہ کے پہاڑ سے، بھر گئی زمین احمد کی حمد اور اس کی پاکی بولنے سے، احمد مالک ہوا ساری زمین اور تمام امتوں کی گردنوں کا۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اے احمد پیارے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مملوکو خوشی وشادمانی ہے، تمہارے لئے تمہارا مالک پیارا سراپا کرم سراپا رحمت ہے، والحمد للہ رب العالمین ؎

عہد ما بالب شیریں دہناں بست خدا
ما ہمہ بندہ وایں قوم خداوندانند[3]

(ہمارا عہد وپیمان اللہ تعالٰی نے میٹھے منہ والوں کے لبوں کے ساتھ باندھ دیا ہے ہم سب غلام ہیں اور یہ قوم مالکوں کی ہے۔ ت)

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب ومحب میں نہیں میرا تیرا[4]

ولہذا حضرت امام اجل عارف باللہ سیدی سہل بن عبداللہ تستری رضی اللہ تعالٰی عنہ،

---

[1] حدائق بخشش مکتبہ رضویہ کراچی حصہ دوم ص ۵۳
[2] تحفہ اثناعشریہ باب ششم در بحث نبوت وایمان انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۶۹
[3]
[4] حدائق بخشش مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ص ۲

www.alahazratnetwork.org

پھر امام اجل قاضی عیاض شفا شریف پھر امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں نقلاً و تذکیراً، پھر علامہ شہاب الدین خفاجی مصری نسیم الریاض، پھر علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی شرح مواہب میں شرحاً و تفسیراً فرماتے ہیں،

من لم یر ولایۃ الرسول علیہ فی جمیع احوالہ ویر نفسہ فی ملکہ لایذوق حلاوۃ سنتہ[1]

جو ہر حال میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنا والی اور اپنے آپ کو حضور کی ملک نہ جانے وہ سنّتِ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حلاوت سے اصلاً خبردار نہ ہوگا۔

والعیاذ باللہ رب العلمین۔

فائدۂ عظیمہ: الحمدللہ سُنیوں کی اقبالی ڈگری۔ ان آیات توراۃ و زبور پر فقیر غفراللہ تعالٰی لہ کو دو آیت **توراۃ و انجیل مبارک** مع چند احادیث کے یاد آئیں مگر ان کے ذکر سے پہلے امام الطائفہ کے ایک انجان پنے کا اقرار سُن لیجئے۔ تقویۃ الایمان فصل ثانی اشراک فی العلم کے شروع میں لکھا،

"جس کے ہاتھ میں کُنجی ہوتی ہے قفل اسی کے اختیار میں ہوتا ہے جب چاہے تو کھولے جب چاہے نہ کھولے، انتہی[2]" ——— بھولا وان لکھتے تو لکھ گیا مگر ؎

کیا خبر تھی انقلابِ آسماں ہو جائیگا ۔۔۔ دینِ نجدی پائمالِ سُنّیاں ہو جائیگا

غریب مسکین کیا جانتا تھا کہ وہ تو چند ورق بعد یہ کہنے کو ہے کہ "جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں[3]" یہاں اس کے قول سے تمام عالم پر محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اختیارِ تام ثابت ہو جائیگا بیچارے مسکین عزیز کے دھیان میں اُس وقت بھی لوہے پیتل کی کنجیاں تھیں

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الثانی لزوم محبتہ صلے اللہ علیہ وسلم المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۲/ ۱۶
نسیم الریاض فی شرح القاضی عیاض " " " " " مرکز اہلسنت گجرات ہند ۳/ ۳۴۶ و ۳۴۷
المواہب اللدنیۃ المقصد السابع المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۲۹۹ و ۳۰۰
شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ الفصل الاول دارالمعرفۃ بیروت ۶/ ۳۱۳

[2] تقویۃ الایمان الفصل الثانی مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۴

[3] " " الفصل الرابع " " " " " " " " " ص ۲۸

www.alahazratnetwork.org

جو جامع مسجد کی سیڑھیوں پر بساطی[ف] پیسے پیسے بیچتے اس کی خواب میں بھی خیال نہ تھا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے رب جل وعلا نے اُس بادشاہ جبار جلیل الاقتدار عظیم الاختیار صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کیا کیا کنجیاں عطا فرمائی ہیں ہاں ہم سے سُن اور وہ سُن کر حق ہو جا۔

آیات واحادیث عطائے مفاتیح عالم بحضور پُرنور مولائے اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

آیت ۴۴، از توراۃ شریف: بیہقی وابونعیم دلائل النبوۃ میں حضرت ام الدرداء سے راوی میں نے کعب احبار سے پوچھا، تم توراۃ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نعت کیا پاتے ہو؟ کہا، حضور کا وصف توراۃ مقدس میں یوں ہے:

محمد رسول اللہ اسمہ المتوکل لیس بفظ ولا غلیظ ولا سخاب فی الاسواق واعطی المفاتیح لیبصر اللہ بہ اعینا عورا ویسمع بہ اٰذانا صما ویقیم بہ السنۃ معوجۃ حتی یشہدوا ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ یعین المظلوم ویمنعہ من ان یستضعف[۱]

محمد اللہ کے رسول ہیں ان کا نام متوکل ہے، نہ درشت خُو ہیں نہ سخت گو، نہ بازاروں میں چلّانے والے، وہ کنجیاں دیے گئے ہیں تاکہ اللہ تعالٰی اُن کے ذریعہ سے پھُوٹی آنکھیں بینا اور بہرے کان شنوا اور ٹیڑھی زبانیں سیدھی کردے یہاں تک کہ لوگ گواہی دیں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اس کا ساجھی نہیں وہ نبی کریم ہر مظلوم کی مدد فرمائیں گے اور اسے کمزور سمجھے جانے سے بچائیں گے۔

آیت ۴۵، از انجیل جلیل: حاکم بافادہ تصحیح اور ابن سعد و بیہقی وابونعیم روایت کرتے ہیں ام المومنین ومحبوبہ محبوب رب العالمین حضرت عائشہ صدیقہ صلے اللہ تعالٰی علٰی بعلہا وابیہا وعلیہا وسلم فرماتی ہیں، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صفت وثنا انجیل پاک میں مکتوب ہے:

---

[۱] الخصائص الکبرٰی باب ذکرہ فی التوراۃ والانجیل مرکز اہلسنت گجرات الہند ۱/ ۱۱
دلائل النبوۃ للبیہقی باب صفۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی التوراۃ والانجیل دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۳۷۷

ف: بساطی، خردہ فروش۔ ضرورت کی چھوٹی موٹی چیزیں بیچنے والا۔

www.alahazratnetwork.org

لا فظ ولا غلیظ ولا سخاب فی الاسواق واعطی المفاتیح[1] الخ مثل ما مر سواءً بسواءٍ۔

نہ سخت دل ہیں نہ درشت خُو، نہ بازاروں میں شور کرتے، اُنھیں کنجیاں عطا ہوئی ہیں۔ باقی عبارت مثل توراتِ مبارک ہے۔

حدیث ۶۱: بخاری ومسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور مالک المفاتیح صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بینا انا نائم اُتیت بمفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی[2]۔

میں سورہا تھا کہ تمام خزائنِ زمین کی کُنجیاں لائی گئیں اور میرے دونوں ہاتھوں میں رکھ دی گئیں۔

حدیث ۶۲: امام احمد وابوبکر بن ابی شیبہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے راوی حضور مالک مختار صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اعطیت مالم یعط احد من الانبیاء قبلی نصرت بالرعب واعطیت مفاتیح الارض[3] الحدیث۔

مجھے وہ عطا ہُوا جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ ملا، رعب سے میری مدد فرمائی گئی (کہ مہینہ بھر کی راہ پر دشمن میرا نام پاک سُن کر کانپے) اور مجھے ساری زمین کی کنجیاں عطا ہوئیں، الحدیث۔

امام جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کی تصحیح کی۔

حدیث ۶۳: امام احمد اپنی مسند اور ابن حبان اپنی صحیح اور ضیاء مقدسی صحیح مختارہ ابونعیم دلائل النبوۃ

---

[1] الخصائص الکبرٰی باب ذکرہ فی التوراۃ والانجیل الخ مرکز اہلسنت گجرات الہند ۱/ ۱۱
المستدرک للحاکم کتاب التاریخ کان اجود الناس بالخیر دارالفکر بیروت ۲/ ۶۱۴
الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر صفۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی التوراۃ والانجیل دارصادر بیروت ۱/ ۳۶۳

[2] صحیح البخاری کتاب الاعتصام باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعثت بجوامع الکلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۸۰
صحیح مسلم کتاب المساجد و موضع الصلٰوۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹۹

[3] مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۹۸
المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب المناقب حدیث ۳۱۶۳۸ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۳۰۸
الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بالنصر بالرعب مرکز اہلسنت گجرات الہند ۲/ ۱۹۳

www.alahazratnetwork.org

میں بسند صحیح حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور مالک تمام دنیا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اتیت بمقالید الدنیا علٰی فرس ابلق جاءنی بہ جبریل علیہ قطیفۃ من سندس [۱] — دنیا کی کنجیاں ابلق گھوڑے پر رکھ کر میری خدمت میں حاضر کی گئیں جبریل لے کر آئے اُس پر نازک ریشم کا زین پوش بانقش ونگار پڑا تھا۔

حدیث ۶۴: امام احمد مسند اور طبرانی معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور پُرنور ابوالقاسم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اوتیت مفاتیح کل شیئ الا الخمس [۲] — مجھے ہر چیز کی کنجیاں عطا ہوئیں سوا ان پانچ کے۔ یعنی غیوب خمسہ۔

علامہ حفنی حاشیہ جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

ثُمَّ اُعْلِمَ بِھَا بَعْدَ ذٰلِکَ [۳] — پھر یہ پانچ بھی عطا ہوئیں ان کا علم بھی دے دیا گیا۔

اسی طرح علامہ سیوطی نے بھی خصائص کبرٰی میں [۴] نقل فرمایا: علامہ مدابغی شرح فتح المبین امام ابن حجر مکی میں فرماتے ہیں یہی حق ہے۔ وللہ الحمد۔

حدیث ۶۵: بعینہٖ یہی مضمون احمد [۵] و ابویعلٰی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔

حدیث آخر ابونعیم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور مالک غیور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی تھیں:

---

[۱] مسند احمد بن حنبل عن جابر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۳۲۸
الخصائص الکبرٰی بحوالہ احمد وابن حبان وابی نعیم باب اختصاصہ بالنصر مرکز اہلسنت گجرات الہند ۲/ ۱۹۵
[۲] مسند احمد بن حنبل عن ابن عمر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۸۵
المعجم الکبیر ۱۲/ ۳۶۱
[۳] حواشی الحفنی علی الجامع الصغیر علٰی ہامش السراج المنیر الحدیث اوتیت مفاتیح الخ المطبعۃ الازہریۃ المصریۃ مصر ۲/ ۴۳
[۴] الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بالنصر بالرعب مرکز اہل سنت گجرات الہند ۲/ ۱۹۵
[۵] مسند احمد بن حنبل عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۳۸۶

www.alahazratnetwork.org

لما خرج من بطنی فنظرت الیہ فاذا انا بہ ساجدا ثم رأیت سحابۃ بیضاء قد اقبلت من السماء حتی غشیتہ فغیب عن وجھی ثم تجلت فاذا انا بہ مدرج فی ثوب صوف ابیض وتحتہ حریرۃ خضراء وقد قبض علی ثلثۃ مفاتیح من اللؤلؤ الرطب واذا قائل یقول قبض محمد علی مفاتیح النصرۃ ومفاتیح الربح ومفاتیح النبوۃ ثم اقبلت سحابۃ اخری حتی غشیتہ فغیب عن عینی ثم تجلت فاذا انا بہ قد قبض علی حریرۃ خضراء مطویۃ واذا قائل یقول بخ بخ قبض محمد علی الدنیا کلھا لم یبق خلق من اھلھا الا دخل فی قبضتہ۔ ھذا مختصر۔

جب حضور میرے شکم سے پیدا ہوئے میں نے دیکھا سجدے میں پڑے ہیں پھر ایک سفید ابر نے آسمان سے آکر حضور کو ڈھانپ لیا کہ میرے سامنے سے غائب ہو گئے، پھر وہ پردہ ہٹا تو میں کیا دیکھتی ہوں کہ حضور ایک اونی سفید کپڑے میں لپٹے ہیں اور سبز ریشمیں بچھونا بچھا ہے اور گوہر شاداب کی تین کنجیاں حضور کی مٹھی میں ہیں اور ایک کہنے والا کہہ رہا ہے کہ نصرت کی کنجیاں، نفع کی کنجیاں، نبوت کی کنجیاں، سب پر محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قبضہ فرمایا۔ پھر اور ابر نے آکر حضور کو ڈھانپا کہ میری نظر سے چھپ گئے۔ پھر روشن ہوا تو کیا دیکھتی ہوں کہ ایک سبز ریشم کا لپٹا ہوا کپڑا حضور کی مٹھی میں ہے اور کوئی منادی پکار رہا ہے واہ واہ ساری دنیا محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مٹھی میں آئی زمین و آسمان میں کوئی مخلوق ایسی نہ رہی جو ان کے قبضہ میں نہ آئی۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

والحمد للہ رب العالمین۔

حدیث ۶۶: حافظ ابوزکریا یحیٰی بن عائذ اپنی مولد میں بروایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما حضرت آمنہ زہریہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی، رضوان خازنِ جنت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعد ولادت حضور سید الکونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنے پروں کے اندر لے کر گوشِ اقدس میں عرض کی،

---

^1 الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابی نعیم عن ابن عباس باب ما ظہر فی لیلۃ مولدہ مرکز اہلسنت گجرات الہند ۱/۴۸

www.alahazratnetwork.org

معك مفاتیح النصرۃ قد البست الخوف والرعب لایسمع احد بذکرك الاوجل فؤادہ وخاف قلبہ وان لم یرك یا خلیفۃ اللہ[1]

حضور کے ساتھ نصرت کی کنجیاں ہیں رعب و دبدبہ کا جامہ حضور کو پہنایا گیا ہے جو حضور کا چرچا سُنے گا اس کا دل ڈر جائے گا اور جگر کانپ اٹھے گا اگرچہ حضور کو نہ دیکھا ہو اے اللہ کے نائب!

صلی اللہ تعالٰی علیك وعلٰی اٰلك وسلم۔

ایمان کی آنکھ میں نور ہو تو ایک اللہ کا نائب ہی کہنے میں سب کچھ آگیا، اللہ کا نائب ایسا ہی تو چاہئے کہ جس کا نام محمد ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ ایک دنیا کے کتے کا نائب کہیں کا صوبہ اسکی طرف سے وہاں کے سیاہ وسپید کا مختار ہوتا ہے مگر اللہ کا نائب کسی پتھر کا نائب ہے وما قدروا اللہ حق قدرہٖ[2] (اللہ کی قدر نہ جانی جیسی چاہئے تھی۔ت) بے دولتوں نے اللہ ہی کی قدرت نہ جانی لا واللہ اللہ کا نائب اللہ کی طرف سے اللہ کے ملک میں تصرفِ تام کا اختیار رکھتا ہے جب تو اللہ کا نائب کہلایا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

حدیث ۶۷: امام دارمی اپنی سنن میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور مالکِ جنت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا اول الناس خروجا اذا بعثوا وانا قائدھم اذا وفدوا وانا خطیبھم اذا انصتوا وانا شفیعھم اذا حبسوا وانا مبشرھم اذا یئسوا الکرامۃ والمفاتیح یومئذ بیدی ولواء الحمد یومئذ بیدی[3]

میں سب سے پہلے قبر سے باہر آؤں گا جب لوگ اُٹھائے جائیں گے، اور میں اُن کا پیشوا ہوں جب وہ حاضرِ بارگاہ ہوں گے اور میں اُن کا خطیب ہوں جب وہ دم بخود ہوں گے، اور میں اُن کا شفیع ہوں جب وہ محبوس ہوں گے، اور میں خوشخبری دینے والا ہوں جب وہ ناامید

---

[1] الخصائص الکبرٰی باب ماظہر فی لیلۃ مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم مرکز اہلسنت گجرات الہند ۱/۴۹

[2] القرآن الکریم ۶/۹۱ و ۳۹/۶۷

[3] مشکوۃ المصابیح بحوالہ الترمذی والدارمی باب فضائل سید المرسلین قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۵۱۴
سنن الدارمی باب ما اعطی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الفضل حدیث ۴۹ دار المحاسن للطباعۃ القاہرۃ ص ۳۰
الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بانہ اول من تنشق الارض عنہ مرکز اہلسنت گجرات الہند ۲/۲۱۶

www.alahazratnetwork.org

الحدیث۔

ہوں گے، عزت اور کنجیاں اس دن میرے ہاتھ ہوں گی اور لواء الحمد اس دن میرے ہاتھ ہوگا۔

والحمد للہ رب العٰلمین، شکر اس کریم کا جس نے عزت دینا اس دن کے کاموں کا اختیار پیارے رؤف و رحیم کے ہاتھ میں رکھا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اسی لئے شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مدارج شریف میں فرماتے ہیں:

دراں روز ظاہر گردد کہ وے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نائب ملک یوم الدین ست روز روز اوست وحکم حکم او بحکم رب العالمین[1]

اس دن ظاہر ہوجائے گا کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مالکِ یوم دین کے نائب ہیں۔ وہ دن آپ کا ہوگا اور اس میں رب العالمین کے حکم سے آپ کا حکم چلے گا۔ (ت)

حدیث ۶۸: ابن عبدربہ کتاب بہجۃ المجالس میں راوی کہ حضور پرنور افضل صلوات اللہ تسلیماتہ علیہ فرماتے ہیں:

ینصب الی یوم القیٰمۃ منبر علی الصراط وذکر الحدیث (الی ان قال) ثم یأتی ملکٌ فیقف علی اول مرقاۃ من منبری فینادی معاشر المسلمین من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا مُلکٌ خازن النار ان اللہ امرنی ان ادفع مفاتیح جہنم الٰی محمدٍ وان محمدًا امرنی ان ادفع الٰی ابی بکرٍ ھاہ اشھدوا ھاہ اشھدوا ثم یقف ملکٌ اٰخر علٰی ثانی مرقاۃ من منبری فینادی معاشر المسلمین من عرفنی

روزِ قیامت صراط کے پاس ایک منبر بچھایا جائیگا پھر ایک فرشتہ آکر اس کے پہلے زینہ پر کھڑا ہوگا اور ندا کرے گا اے گروہِ مسلمانان! جس نے مجھے پہچانا اس نے پہچانا اور جس نے نہ پہچانا میں مالک داروغہ دوزخ ہوں اللہ تعالٰی نے مجھے حکم دیا ہے کہ جہنم کی کنجیاں محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دے دوں اور محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا حکم ہے کہ ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کے سپرد کردوں، ہاں ہاں گواہ ہوجاؤ ہاں ہاں گواہ ہوجاؤ۔ پھر ایک اور فرشتہ دوسرے زینہ پر کھڑا ہوکر پکارے گا، اے گروہِ مسلمین! جس نے مجھے جانا

---

[1] مدارج النبوۃ

www.alahazratnetwork.org

فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا رضوان خازن الجنان ان الله امرنی ان ادفع مفاتیح الجنۃ الی محمد وان محمدا امرنی ان ادفعها الی ابی بکر هاء اشهدوا هاء اشهدوا الحدیث۔ (اوردہ العلامۃ ابراھیم بن عبد الله المدنی الشافعی فی الباب السابع من کتاب التحقیق فی فضل الصدیق من کتابہ الاکتفاء فی فضل الاربعۃ الخلفاء۔

اس نے جانا اور جس نے نہ جانا تو میں رضوان داروغہ جنت ہوں مجھے اللہ تعالٰی نے حکم فرمایا ہے کہ جنت کی کنجیاں محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دے دوں اور محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا حکم ہے کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے سپرد کردوں۔ ہاں ہاں گواہ ہوجاؤ ہاں ہاں گواہ ہوجاؤ۔ (علامہ ابراہیم بن عبداللہ المدنی الشافعی نے اپنی تحقیقی کتاب الاکتفاء فی فضل الاربعۃ الخلفاء کے ساتویں باب میں فضائل صدیق میں بیان کیا ہے۔ ت)

حدیث ۶۹: حافظ ابوسعید عبدالملک بن عثمان کتاب شرف النبوۃ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور پُرنور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا کان یوم القیٰمۃ تجمع الله الاولین والاٰخرین یؤتی بمنبرین من نور فینصب احدهما عن یمین العرش والاٰخر عن یسارہ ویعلوهما شخصان فینادی الذی عن یمین العرش معاشر الخلائق من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا رضوان خازن الجنۃ ان الله امرنی ان اُسلّم مفاتیح الجنۃ الی محمد وانّ محمدًا امرنی ان اسلمها الی ابی بکر وعُمَرَ لیدخلا محبیهما الجنۃ الا فاشهدوا

روزِ قیامت اللہ تعالٰی سب اگلوں پچھلوں کو جمع فرمائے گا دو منبر نور کے لاکر عرش کے داہنے بائیں بچھائے جائیں گے ان پر دو شخص چڑھیں گے، داہنے والا پکارے گا: اے جماعاتِ مخلوق! جس نے مجھے پہچانا اس نے پہچانا اور جس نے نہ پہچانا تو میں رضوان داروغہ بہشت ہوں مجھے اللہ عزوجل نے حکم دیا کہ جنت کی کنجیاں محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سپرد کروں اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ابوبکر وعمر (رضی اللہ تعالٰی عنہما) کو دوں کہ وہ اپنے دوستوں کو جنت میں داخل کریں۔ سنتے ہو گواہ ہوجاؤ۔

؎

۲۱ ثم ینادی الذی عن یسار العرش معاشر الخلائق مَن عرفنی فقد عرفنی و من لم یعرفنی فانا مالکٌ خازن النار اِنّ اللّٰه امرنی ان اُسلّم مفاتیح النار الٰی محمّدٍ و محمّدٌ امرنی ان اُسلّمہا الٰی ابی بکرٍ و عمر لیدخلا مبغضیہما النار اَلَا فاشہدوا[1]۔ اوردہٗ ایضًا فی الباب السابع من کتاب الاحادیث الغرر فی فضل الشیخین ابی بکرٍ و عمر من کتاب الاکتفاء۔

پھر بائیں والا پکارے گا : اے جماعاتِ مخلوق! جس نے مجھے پہچانا اس نے پہچانا اور جس نے نہ پہچانا تو میں مالک داروغۂ دوزخ ہوں مجھے اللہ عزوجل نے حکم دیا کہ دوزخ کی کنجیاں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سپرد کروں اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ابوبکر و عمر (رضی اللہ تعالٰی عنہما) کو دوں کہ وہ اپنے دشمنوں کو جہنم میں داخل کریں، سُنتے ہو گواہ ہوجاؤ۔ (اس کو بھی کتاب الاکتفاء میں کتاب الاحادیث الغرر فی فضل الشیخین ابی بکر و عمر میں باب ہفتم میں بیان کیا۔ ت)

یہی معنٰی ہیں اس حدیث کے کہ ابوبکر شافعی نے غیلانیات میں روایت کی،

ینادی یوم القیٰمۃ این اصحابُ محمّدٍ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم، فیؤتٰی بالخلفاء رضی اللّٰہ تعالٰی عنہم فیقول اللّٰہ لھم اُدخلوا مَن شئتم الجنّۃ و دَعُوْا مَن شئتم اوماھو بمعناہ[2] ذکرہ العلّامۃ الشہاب الخفاجی فی نسیم الریاض شرح شفاء الامام القاضی عیاض فی فصل ما اطلع علیہ النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم من الغیوب، وقال اوماھو بمعناہ۔

روزِ قیامت ندا کی جائے گی کہاں ہیں اصحابِ محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ پس خلفاء رضی اللہ تعالٰی عنہم لائے جائیں گے اللہ عزوجل ان سے فرمائے گا تم جسے چاہو جنت میں داخل کرو اور جسے چاہو چھوڑ دو۔ (علامہ شہاب خفاجی نے نسیم الریاض شرح شفاء الامام قاضی عیاض میں فصل "نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کن کن غیوب پر مطلع کیا گیا" میں اس کا ذکر کیا، اور فرمایا یا جو اس کے ہم معنٰی ہے۔ (ت)

---

[1] مناہل الشفاء ومناھل الصفاء بتحقیق شرف المصطفٰی حدیث ۲۲۸۸ دار البشائر الاسلامیہ بیروت ۴/۲۱۹ و ۲۲۰

[2] نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض بحوالہ الغیلانیات فصل ومن ذلک ما اطلع علیہ من الغیوب مرکز اہلسنت گجرات الہند ۳/۱۶۳

www.alahazratnetwork.org

حدیث ۷۰ : ولہذا سیدنا مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم نے فرمایا :

انا قسیم النار۔ میں قسیمِ دوزخ ہوں۔

یعنی وہ اپنے دوستوں کو جنّت اور اعداء کو دوزخ میں داخل فرمائیں گے۔

رواہ شاذان الفضیلی عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی جزء رد الشمس جعلنا اللہ ممن والاہ کما یحبہ و یرضاہ بجاہ جمال محبّاہ اٰمین۔

اس کو شاذان نے جزء رد الشمس میں روایت کیا ہے۔ اللہ تعالٰی ہمیں اس کے محبوں میں رکھے جیسا کہ وہ خود اس سے محبت فرماتا ہے اور اس پر راضی ہے اس کے محبوں کے جمال کے صدقے۔ آمین! (ت)

بلکہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالٰی نے اسے احادیثِ حضور والا صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ میں داخل کیا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت مولٰی علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) کو قسیم النار فرمایا۔ شفاء شریف میں فرماتے ہیں :

قد خرج اھل الصحیح والائمۃ ما اعلم بہ اصحابہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مما وعدھم بہ من الظھور علی اعدائہ (الٰی قولہ) وقتل علی وان اشقاھا الذی یخضب ھٰذہ من ھٰذہ ای لحیتہ من راسہ وانہ قسیم النار یدخل اولیاءہ الجنۃ و اعداءہ النار[2]

بیشک اصحابِ صحاح و ائمہ حدیث نے وہ حدیثیں روایت کیں جن میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو غیب کی خبریں دیں مثلاً یہ وعدہ کہ وہ دشمنوں پر غالب آئیں گے اور مولٰی علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) کی شہادت اور یہ کہ بدبخت ترین اُمت ان کے سر مبارک کے خون سے ریش مطہر کو رنگے گا، اور یہ کہ مولا علی (رضی اللہ تعالٰی عنہ) قسیمِ دوزخ ہیں اپنے دوستوں کو بہشت میں اور اپنے دشمنوں کو دوزخ میں داخل فرمائیں گے۔

رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنا بہ اٰمین! (اللہ تعالٰی اس سے راضی ہو اور اس کے صدقے ہم سے راضی ہو۔ آمین۔ ت)

---

[1] کنز العمال بحوالہ الشاذان الفضیلی فی رد الشمس حدیث ۳۶۴۷۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۱۵۲

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل ومن ذالک ما اطلع علیہ من الغیوب المکتبۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/ ۲۸۳ و ۲۸۴

www.alahazratnetwork.org

نسیم میں عبارت نہایہ :

ان علیاً رضی اللہ تعالٰی عنہ قال انا قسیم النار۔[1]

حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: میں قسیم دوزخ ہوں۔ (ت)

ذکر کرکے فرمایا:

ابن الاثیر ثقۃ و ما ذکرہ علی لایقال من قبل الرأی فھو فی حکم المرفوع اذ لامجال فیہ للاجتہاد اھ اقول کلام النسیم انہ لم یرہ مرویاً عن علی فاحال علٰی وثاقۃ ابن الاثیر وقد ذکرنا تخریجہ وللہ الحمد۔

ابن اثیر ثقہ ہے۔ اور جو کچھ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ذکر فرمایا وہ اپنی رائے سے نہیں کہا جاسکتا، لہٰذا وہ مرفوع کے حکم میں ہوگا کیونکہ اس میں اجتہاد کی مجال نہیں اھ۔ میں کہتا ہوں نسیم کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسکو حضرت علی سے مروی نہیں سمجھے چنانچہ انھوں نے اسے ابن اثیر کے ثقہ ہونے کی طرف پھیر دیا حالانکہ ہم نے اس کی تخریج کردی ہے وللہ الحمد۔ (ت)

مدارج شریف میں ہے:

آمدہ است کہ ایستادہ میکند او را پروردگار وے بیمین عرش و در روایتے بر عرش و در روایتے برکرسی و مے سپارد بوے کلید جنت۔[2]

مروی ہے کہ اللہ تعالٰی آپ کو عرش کی دائیں جانب کھڑا کرے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ عرش کے اوپر، اور ایک روایت میں ہے کہ کرسی پر کھڑا کریگا اور جنت کی چابی آپ کے سپرد فرمائے گا۔ (ت)

مُلّا جی! ذرا انصاف کی کنجی سے دیدۂ عقل کے کواڑ کھول کر یہ کنجیاں دیکھئے جو مالک الملک شہنشاہِ قدیر جل جلالہ نے اپنے نائب اکبر خلیفہ اعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہیں خزانوں کی کنجیاں، زمین کی کنجیاں، دنیا کی کنجیاں، جنت کی کنجیاں، نار کی کنجیاں۔ اور اب اپنا وہ بلائے جان اقرار یاد کیجئے "جس کے ہاتھ کنجی ہوتی ہے قفل اسی کے اختیار میں ہوتا ہے جب چاہے کھولے جب چاہے نہ کھولے"[3] دیکھو حجتِ الٰہی یوں قائم ہوتی ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

---

[1] نسیم الریاض فصل ومن ذالک ما اطلع علیہ من الغیوب مرکز اہلسنت گجرات الہند ۳/ ۱۶۳

[2] مدارج النبوۃ باب ہشتم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۷۴

[3] تقویۃ الایمان الفصل الثانی مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۴

www.alahazratnetwork.org

فصل دوم احادیثِ منیفہ میں

تین وصل پر مشتمل ،

وصلِ اوّل اعظم و اجل محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی طرف جانفزا اسناد میں جن سے ایمان کی جان میں جان آئے ایمان کی آنکھ نور و ایقان پائے، وباللہ التوفیق ۔

حدیث ۱ ۷ : بخاری شریف میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مروی ہے جب ابن جمیل نے زکوٰۃ دینے میں کمی کی سیّد عالم صلی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا :

ماینقم ابنُ جمیلٍ الّا انّہ کان فقیرًا فاغناہ اللہ ورسولہ[1]

ابن جمیل کو کیا بُرا لگا یہی نا کہ وہ محتاج تھا اللہ و رسول نے اُسے غنی کردیا، جل جلالہٗ و صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ۔

حدیث ۲ ۷ : فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم :

اللہ ورسولہٗ مولیٰ مَن لامولیٰ لہ ۔ الترمذی[2] وحسّنہ وابن ماجۃ عن امیرالمؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ ۔

جس کا کوئی نگہبان نہ ہو اللہ و رسول اس کے نگہبان ہیں (اسے ترمذی نے روایت کیا اور اسے حسن کہا، اور ابن ماجہ نے امیرالمؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا ۔ ت)

علامہ مناوی تیسیر میں اس کی شرح میں فرماتے ہیں :

ای حافظُ من لاحافظ لہ[3]

یعنی ارشادِ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس کا کوئی حافظ نہیں اللہ و رسول اُس کے حافظ ہیں ۔

حدیث ۳ ۷ : کہ جب سیدنا حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالٰے عنہ کی شہادت ہوئی حضورِ انور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اُن کے یہاں تشریف لے گئے اور ان کے یتیم بچوں کو خدمتِ اقدس میں

---

[1] صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ باب قول اللہ تعالٰی وفی الرقاب والغارمین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹۸

[2] سنن الترمذی باب ماجاء فی میراث الخال حدیث ۲۱۱۰ دارالفکر بیروت ۴/۳۳

سنن ابن ماجۃ ابواب الزکوٰۃ باب ذوی الارحام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۱

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث اللہ ورسولہ مولٰی من لامولٰی لہ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/۲۰۶

www.alahazratnetwork.org

یاد فرمایا وہ حاضر ہوئے حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالٰی عنہما اسے بیان کرکے فرماتے ہیں:

فجاءت اُمّنا فذکرت یتیمنا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العیلۃ تخافین علیھم وانا ولیھم فی الدنیا والاٰخرۃ۔ احمد والطبرانی[1] وابن عساکر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

میری ماں نے حاضر ہوکر حضور پناہِ بیکساں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہماری یتیمی کی شکایت عرض کی، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کیا ان پر محتاجی کا اندیشہ کرتی ہے حالانکہ میں ان کا ولی و کارساز ہوں دنیا و آخرت میں۔ (امام احمد اور طبرانی اور ابن عساکر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے روایت کیا۔ ت)

؎ غم نخورد آنکہ حفیظش توئی والی و مولٰی و ولیش توئی

(وہ غم نہیں کھاتا جس کا محافظ، والی، آقا اور ولی تو ہے۔ ت)

حدیث ۷۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

حبّ ابی بکر وعُمَرَ من الایمان وبغضھما کفر، وحبّ الانصار من الایمان وبغضھم کفر وحبّ العرب من الایمان وبغضھم کفر، ومن سبّ اصحابی فعلیہ لعنۃ اللہ، ومن حفظنی فیھم فانا احفظہ یوم القیٰمۃ۔ ابن[2] عساکر عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

محبت ابوبکر وعمر کی ایمان سے ہے اور ان کا بُغض کُفر، اور محبت انصار کی ایمان سے ہے اور اُن کا بُغض کفر، اور محبت عرب کی ایمان سے ہے اور اُن کا بُغض کفر، اور میرے اصحاب کو جو بُرا کہے اس پر اللہ کی لعنت، اور جو ان کے معاملہ میں میرا لحاظ رکھے میں روزِ قیامت اُس کا حافظ و نگہبان ہوں گا (ابن عساکر نے حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

وللہ الحمد۔

حدیث ۷۵ و ۷۶: دنیا کی ظاہری زینت و حلاوت اور مال حلال کماکر اچھی جگہ خرچ کرنے

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن جعفر المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۰۴ و ۲۰۵
تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۳۳۰۲ عبداللہ بن جعفر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲۹/ ۱۷۳و۱۷۲

[2] تاریخ دمشق الکبیر " ۵۳۰۲ عمر بن الخطاب " " " " " ۴۷/ ۱۸۱

www.alahazratnetwork.org

کی خوبی اور حرام کما کر بری جگہ اٹھانے کی برائی بیان فرماکر ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

ورُبّ متخوض فیما شاءت نفسہ من مال اللہ ورسولہ لیس لہ یوم القیٰمۃ الا النار۔ احمد[1] والترمذی وقال حسن صحیح عن خولۃ بنت قیس والبیھقی فی الشعب عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھم۔	اور بہت اللہ اور رسول کے مال سے اپنے نفس کی خواہشوں میں ڈوبنے والے ہیں جن کے لئے قیامت میں نہیں مگر آگ۔ (احمد اور ترمذی نے خولہ بنت قیس سے روایت کیا اور اس کو حسن صحیح کہا اور بیہقی نے شعب میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۷۷: جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، ما نفعنی مال قط ما نفعنی مال ابی بکر مجھے کسی مال نے وہ نفع نہ دیا جو ابوبکر کے مال نے دیا۔ صدیق اکبر روئے اور عرض کی، ھل انا ومالی الا لك یا رسول اللہ میری جان و مال کا مالک حضور کے سوا کون ہے یارسول اللہ۔

احمد[2] فی مسندہ بسند صحیح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	احمد نے اپنی مسند میں بسند صحیح ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔(ت)

حدیث ۷۸: آیہ کریمہ،

قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربٰی[3]	تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت۔(ت)

کے اسباب نزول میں مروی انصار کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور عاجزی کرتے ہوئے گھٹنوں کے بل کھڑے ہوئے اور عرض کی،

اموالنا وما فی ایدینا للہ و	ہمارے مال اور ہمارے ہاتھوں میں جو کچھ

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن خولہ بنت قیس رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۳۷۸
سنن الترمذی کتاب الزہد باب ماجاء فی اخذ المال حدیث ۲۳۸۱ دارالفکر بیروت ۴/ ۱۶۶
شعب الایمان حدیث ۵۵۲۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۳۹۶ و ۳۹۷
[2] مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۵۳
[3] القرآن الکریم ۴۲/ ۲۳

www.alahazratnetwork.org

رسولہ۔ ابناء جریر وابی حاتم ومردویۃ عن مقسم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔[1]	ہے سب اللہ ورسول کا ہے۔ (جریر کے بیٹوں اور ابی حاتم اور مردویہ نے مقسم سے انھوں نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۷۹: کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے روزِ حنین زنان وصبیانِ بنی ہوازن کو اسیر فرمایا اور اموال وغلام وکنیز مجاہدین پر تقسیم فرما دئے اب سردارانِ قبیلہ اپنے اہل وعیال واموال حضور (صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم) سے مانگنے کو حاضر ہوئے زُہیر بن صرد جشمی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: ؎

(۱) امنن علینا رسولَ اللہِ فی کرمٍ	فانک المرءُ نرجوہُ و ننتظرُ
(۲) امنن علٰی بیضۃٍ قد عاقھا قدرٌ	فشتّت شملھا فی دھرھا غِیَرُ
(۳) ابقت لنا الدھر ھتافا علی حَزَنٍ	علی قلوبھم الغماء و الغمرُ
(۴) ان لم تدارکھم نعماءُ تنشرھا	یا ارجح الناس حُلمًا حین یختبرُ

(۱) یارسول اللہ! ہم پر احسان فرمائیے اپنے کرم سے، حضور ہی وہ مردِ کامل و جامع فواضل ومحاسن وشمائل ہیں جس سے ہم امید کریں اور جسے وقتِ مصیبت کے لئے ذخیرہ بنائیں۔

(۲) احسان فرمائیے اس خاندان پر کہ تقدیر جس کے آڑے آئی اس کی جماعت تتر بتر ہوگئی اس کے وقت کی حالتیں بدل گئیں۔

(۳) یہ بدحالیاں ہمیشہ کے لئے ہم میں غم کے وہ مرثیہ خواں باقی رکھیں گی جن کے دلوں پر رنج وغیظ مستولی ہوگا۔

(۴) اور حضور کی نعمتیں جنھیں حضور نے عام فرمادیا ہے اُن کی مدد کو نہ پہنچیں تو ان کا کہیں ٹھکانا نہیں اے تمام جہان سے زیادہ عقل والے! (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم)

---

[1] جامع البیان (تفسیر طبری) تحت الآیۃ ۸/۴۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۰/۳
تفسیر ابن ابی حاتم " " مکتبہ نزار مصطفٰی الباز مکۃ المکرمۃ ۵/۱۷۰۳
الدر المنثور بحوالہ ابن جریر وابن ابی حاتم وابن مردویہ " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۶۵

www.alahazratnetwork.org

قال فلما سمع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھذا الشعر قال ما کان لی ولبنی عبد المطلب فھو لکم و قالت قریش ما کان لنا فھو للہ و لرسولہ وقالت الانصار ما کان لنا فھو للہ ورسولہ۔ الطبرانی فی ثلاثیات معجمہ الصغیر حدثنا عبید اللہ ابن رماحس القیسی برمادۃ الرملۃ سنۃ اربع وسبعین ومائتین ثنا ابو عمرو زیاد بن طارق وکان قد اتت علیہ عشرون ومائۃ سنۃ قال سمعت اباجرول زھیر بن صرد[1] الجُشَمِی یقول فذکرہ۔

یہ اشعار سُن کر سیدِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ میرے اور بنی عبدالمطلب کے حصے میں آیا وہ میں نے تمھیں بخش دیا۔ قریش نے عرض کی جو کچھ ہمارا ہے وہ سب اللہ کا ہے اور اس کے رسول کا ہے۔ انصار نے عرض کی جو کچھ ہمارا ہے وہ سب اللہ کا ہے اور اس کے رسول کا ہے جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ طبرانی نے معجم صغیر کی ثلاثیات میں کہا کہ ہمیں ۲۷۴ھ میں رمادہ رملہ پر عبید اللہ بن رماحس قیسی نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو عمرو زیاد بن طارق نے جن کی عمر ۱۲۰ سال ہوئی انھوں نے کہا میں نے ابوجرول زہیر بن صرد جشمی کو کہتے ہوئے سُنا، پھر انھوں نے اس کو ذکر کیا۔ (ت)

حدیث ۸۰: کہ اسود بن مسعود ثقفی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور پُر نور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی، ؎

انت الرسول الذی ترجٰی فواضلہٗ عند القحوط اذا ما اخطاء المطرٗ

حضور وہ رسول ہیں کہ حضور کے فضل کی امید کی جاتی ہے قحط کے وقت جب مینہ خطا کرے۔

عمر بن شبۃ من طریق عامر الشعبی ذکرہ الحافظ فی الاصابۃ و قال ذکرہ ابن فتحون فی الذیل[2]

(عمر بن شبہ نے بطریق عامر الشعبی سے روایت کیا، حافظ نے الاصابہ میں اس کا ذکر کیا اور فرمایا اس کا ذکر ابن فتحون نے ذیل میں کیا۔ ت)

[1] المعجم الکبیر عن زہیر بن صرد الجشمی حدیث ۵۳۰۳ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۵/ ۲۷۰- ۲۶۹
المعجم الصغیر من اسمہ عبید اللہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۳۶- ۲۳۶
المعجم الاوسط حدیث ۴۶۶۷ مکتبۃ المعارف ریاض ۵/ ۱۹- ۳۱۸
[2] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ترجمہ ۱۶۸ اسود بن مسعود ثقفی دار الفکر بیروت ۱/ ۷۵

www.alahazratnetwork.org

حدیث ۱۸ : ایک اعرابی نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی ،

(۱) اتیناك والعذراء یدمی لبابها   وقد شغلت امم الصبی عن الطفل

(۲) والقت بکفیها الفتی لِاستکانة   من الجوع ضعفاً لا یُمِرُّ ولا یُحلی

(۳) ولیس لنا الّا الیك فِرارُنا   واین فِرارُ الخَلقِ اِلّا الی الرُّسُلِ

(۱) ہم درِ دولت پر شدّتِ قحط کی ایسی حالت میں حاضر ہوئے کہ جو کنواری لڑکیاں ہیں (جنھیں ان کے والدین بہت عزیز رکھتے ہیں ناداری کے باعث خادم رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے کام کاج کرتے کرتے ان کے سینے شق ہو گئے) ان کی چھاتیوں سے خون بہہ رہا ہے مائیں بچّوں کو بھول گئی ہیں ۔

(۲) جوان قوی کو اگر کوئی لڑکی دونوں ہاتھوں سے دھکا دے تو ضُعفِ گرسنگی سے عاجزانہ زمین پر ایسا گر پڑتا ہے کہ منہ سے کڑوی میٹھی بات نہیں نکلتی ۔

(۳) اور ہمارا حضور کے سوا کون ہے جس کے پاس مصیبت میں بھاگ کر جائیں، اور خود مخلوق کو جائے پناہ ہے ہی کہاں مگر رسولوں کی بارگاہ میں ۔ صلی اللہ تعالٰی علیھم وبارك وسلم ۔

یہ فریاد سُن کر حضور رحمتِ عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم بنہایتِ عجلت منبرِ اطہر پر جلوہ فرما ہوئے اور دونوں دستِ مبارک بلند فرما کر اپنے رب عزوجل سے پانی مانگا، ابھی وہ پاک مبارک ہاتھ جھک کر گلوئے پُرنور تک نہ آئے تھے کہ آسمان اپنی بجلیوں کے ساتھ اُمڈا اور بیرونِ شہر کے لوگ فریاد کرتے آئے کہ یا رسول اللہ! ہم ڈوبے جاتے ہیں ۔ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ، حَوَالَیْنَا لَاعَلَیْنَا ہمارے گرد برس ہم پر نہ برس ۔ فوراً ابر مدینے پر سے کُھل گیا، آس پاس گِھرا تھا اور مدینہ طیبہ سے کُھلا ہوا ۔ یہ ملاحظہ فرما کر حضورِ اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے خندۂ دنداں نما کیا اور فرمایا : اللہ کے لئے ہے خوبی ابو طالب کی ، اس وقت وہ زندہ ہوتا تو اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں ، کون ہے جو ہمیں اس کے اشعار سنائے ۔

مولٰی علی کرّم اللہ تعالٰے وجہہ نے عرض کی : یا رسول اللہ! شاید حضور یہ اشعار سُننا چاہتے ہیں جو ابو طالب نے نعتِ اقدس میں عرض کئے تھے : ؎

(۱) واَبیضُ یُستَسقی الغمامُ بِوَجھِہٖ   ثِمالُ الیَتامٰی عِصمةٌ للاَرامِلِ

(۲) تَلُوذُ بِہِ الھُلّاكُ من اٰلِ ھاشمٍ   فھُم عندہٗ فی نِعمَةٍ وَّفواضِلِ

www.alahazratnetwork.org

(۱) وہ گورے رنگ والے کہ اُن کے مُنہ کے صدقے میں ابر کا پانی مانگا جاتا ہے۔ یتیموں کے جائے پناہ، بیواؤں کے نگہبان۔

(۲) بنی ہاشم (جیسے غیور لوگ) تباہی کے وقت اُن کی پناہ میں آتے ہیں اُن کے پاس اُن کی نعمت وفضل میں بسر کرتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، اَجَلْ ذٰلک اَرَدْتُ ہاں یہی نظم ہمیں مقصود تھی۔

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وسقانا بجاھہ عندہ الغیث النافع الاتم الاعم اٰمین!

اللہ تعالٰی آپ پر درود وسلام نازل فرمائے اور ہمیں آپ کے طفیل بارانِ رحمت عطا فرمائے جو نافع کامل ترین اور سب کو شامل ہو۔ آمین (ت)

البیہقی[1] فی الدلائل بسند صالح کما افادہ حافظ الشان العسقلانی والدیلمی فی مسند الفردوس کلاھما عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بیہقی نے دلائل میں بسند صالح روایت کیا جیسا کہ حافظ الشان العسقلانی نے اور دیلمی نے مسند الفردوس میں اس کا افادہ فرمایا ان دونوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

یہ حدیث نفیس بحمد اللہ تعالٰی اوّل تا آخر شفائے مومنین وشقائے منافقین ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پسندیدہ فرمودہ اشعار میں یہ الفاظ خاص ہمارے مقصودِ رسالہ ہیں کہ حضور کے سوا ہمارا کوئی نہیں جس کے پاس مصیبت میں بھاگ کر جائیں، خلق کیلئے جائے پناہ نہیں سوا بارگاہِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثنائے، وہ گورے رنگ والا پیارا جس کے چاند سے منہ کے صدقے میں مینہ اُترتا ہے، وہ یتیموں کا حافظ، وہ بیواؤں کا نگہبان، وہ ملجا وماوا کہ بڑے بڑے تباہی کے وقت اُسکی پناہ میں آکر اُس کی نعمت اس کے فضل سے چین کرتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ وبارک وسلم۔

حدیث ۸۲: کہ جب جعرانہ کے اموالِ غنیمت حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قریش و

---

[1] دلائل النبوۃ للبیہقی باب استسقاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/۱۴۱
فتح الباری شرح صحیح البخاری باب سوال الناس الامام الاستسقاء " " " ۲/۴۲۹

www.alahazratnetwork.org

دیگر اقوامِ عرب کو عطا فرمائے اور انصار کرام نے اُس میں سے کوئی شے نہ پائی انھیں (اس خیال سے کہ شاید حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ہم پر اب وہ نظرِ توجہ وکرم نہ رہی شاید اب اپنی قوم قریش کی طرف زیادہ التفات فرمائیں بمقتضائے سنتِ عُشّاق کہ دوسروں پر لطفِ محبوب زائد دیکھ کر رنجیدہ وکبیدہ ہوتے ہیں) ملال گزرا یہاں تک کہ بعض کی زبان پر بعض کلمات شکایت آمیز آئے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سُنا، خاطرِ انور پر ناگوار گزرا۔ انھیں جمع کرکے ارشاد فرمایا:

الم اجدکم ضُلّالا فھداکم اللہ، الم اجدکم عالۃ فاغناکم اللہ۔[1]

کیا میں نے تمھیں نہ پایا گمراہ پس اللہ عزوجل نے تمھیں راہ دکھائی، کیا میں نے تمھیں نہ پایا محتاج پس اللہ عزوجل نے تمھیں تونگری دی۔

اور صحیح بخاری وصحیح مسلم ومسند امام احمد میں یوں ہے:

یامعشر الانصار الم اجدکم ضُلّالا فھداکم اللہ بی، وکنتم متفرقین فالّفکم اللہ بی، وکنتم عالۃ فاغناکم اللہ تعالٰی بی۔ رواہ عن عبداللہ بن زید بن عاصم، ونحوہ لاحمد عن انس ولہ ولعبد بن حمید والضیاء عن ابی سعید رضی اللہ تعالٰی

اے گروہِ انصار! کیا میں نے نہ پایا تمھیں گمراہ پس اللہ عزوجل نے تمھیں میرے ذریعے سے ہدایت کی، اور تمھارے آپس میں پھوٹ تھی اللہ تعالٰی نے میرے وسیلے سے تم میں موافقت کردی، اور تم محتاج تھے اللہ عزوجل نے میرے واسطے سے تمھیں تونگری بخشی (عبداللہ بن زید بن عاصم سے اسے روایت کیا گیا اور اسی طرح احمد نے حضرت انس سے نیز احمد، عبد بن حمید اور ضیاء نے ابوسعید خدری سے روایت کیا

[1] المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب المغازی غزوۃ حنین الخ حدیث ۳۶۹۸۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۷/۴۱۹
[2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الطائف قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۶۲۰
صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب اعطاء المؤلفۃ الخ " " ۱/۳۳۹
مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/۴۲
[3] " " عن انس " " ۳/۱۰۴ و ۲۵۳
[4] کنز العمال بحوالہ حم وعبد بن حمید عن ابی سعید الخدری حدیث ۳۳۷۶۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۱۷

www.alahazratnetwork.org

عنہم۔ رضی اللہ تعالٰی عنہم (ت)

انصار کرام ہر کلمے پر عرض کرتے جاتے تھے،

نعوذ باللہ من غضب اللہ و من غضب رسولہ۔

ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اللہ کے غضب اور رسول اللہ کے غضب سے۔ جل جلالہ و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

الاتجیبون جواب کیوں نہیں دیتے؟

انصار نے عرض کی،

اللّٰہُ و رسولہ اَمَنُّ و اَفضلُ۔

اللہ و رسول کا احسان زائد ہے اور اللہ و رسول کا فضل بڑا ہے۔

حضور نے فرمایا: تم چاہو تو جواب دے سکتے ہو۔

انصار کرام روئے اور بار بار عرض کرنے لگے،

اللّٰہُ و رسولہ اَمَنُّ و افضلُ۔

اللہ و رسول کا احسان زائد ہے اللہ و رسول کا فضل بڑا ہے۔

ابوبکر بن ابی شیبۃ فی مُصنّفہ[1] عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنی مصنّف میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

حدیث ۸۳: کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

مَوتانُ الارضِ للّٰہِ و رسولہ۔[2] البیہقی فی الشعب عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما موصولاً۔

جو زمین کسی کی ملک نہیں وہ اللہ اور اللہ کے رسول کی ہے (بیہقی نے شعب میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے موصولاً روایت کیا۔ ت)

---

[1] المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب المغازی حدیث ۳۶۹۸۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۷/۴۱۹

[2] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب احیاء الموات باب لایترک ذمی یحییہ الخ دارصادر " ۶/۱۴۳

www.alahazratnetwork.org

حدیث ۸۴ : کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

عادی الارض من اللہ ورسولہ۔ ھوفیھا عن طاؤس مرسلاً۔ قدیم زمینیں اللہ و رسول کی ملک ہیں[1] اسی میں طاؤس سے مرسلاً مروی ہے۔(ت)

اقول بن، جنگل، پہاڑوں اور شہروں کی ملک افتادہ زمینوں کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ ان پر ظاہری ملک بھی کسی کی نہیں یہ ہر طرح خالص ملکِ خدا و رسول ہیں جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، ورنہ محلوں، احاطوں، گھروں، مکانوں کی زمینیں بھی سب اللہ و رسول کی ملک ہیں اگرچہ ظاہری نام مَن و تُو کا لگا ہوا ہے۔ زبور شریف سے رب العزت کا نام سن ہی چکے کہ احمد مالک ہوا ساری زمین اور تمام اُمتوں کی گردنوں کا[2] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ تو یہ تخصیص مکانی ایسی ہے جیسے آیہ کریمہ والامر یومئذ للہ[3] میں تخصیص زمانی کہ حکم اس دن اللہ کے لئے ہے، حالانکہ ہمیشہ اللہ ہی کا ہے، مگر وہ دن روز ظہور حقیقت و انقطاع ادعا ہے۔ لاجرم صحیح بخاری شریف کی حدیث نے ساری زمین بلا تخصیص اللہ و رسول کی ملک بتائی وہ کہاں؟ وہ اس حدیث آئندہ میں :

حدیث ۸۵ : فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

اعلموا ان الارض للہ ولرسولہ۔ البخاری فی الجہاد من الجامع الصحیح باب اخراج الیھود من جزیرۃ العرب عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ یقین جان لو کہ زمین کے مالک اللہ و رسول ہیں جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[4] (امام بخاری نے الجامع الصحیح میں کتاب الجہاد باب "یہود کا جزیرۃ العرب سے اخراج" میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۸۶ : اعشی مازنی رضی اللہ تعالٰی عنہ خدمت اقدس میں اپنے بعض اقارب کی ایک

---

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب احیاء الموات باب لایترک ذمی یحییہ الخ دار صادر بیروت ۶/ ۱۴۳

[2] تحفہ اثنا عشریہ باب ششم در بحث نبوت و ایمان انبیاء سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۶۹

[3] القرآن الکریم ۸۲/ ۱۹

[4] صحیح البخاری کتاب الجہاد باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۹
صحیح مسلم باب اجلاء الیہود من الحجاز " " " ۲/ ۹۴

www.alahazratnetwork.org

فریاد لے کر حاضر ہوئے اور اپنی منظوم عرضی مسامع قدسیہ پر عرض کی جس کی ابتداء اس مصرع سے تھی ؎

يَا مَالِكَ النَّاسِ وَدَيَّانَ الْعَرَبِ

(اے تمام آدمیوں کے مالک اور اے عرب کے جزا و سزا دینے والے)

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کی فریاد سُن کر شکایت رفع فرما دی۔

الامام احمد حدثنا محمد بن ابی بکر المقدمی ثنا ابو معشر البراء ثنی صدقۃ بن طیسلۃ ثنی معن بن ثعلبۃ المازنی والحی بعد ثنی الاعشی المازنی رضی اللہ تعالٰی عنہ قال اتیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانشدتہ یا مالک الناس و دیان العرب الحدیث[1] و رواہ الامام الاجل ابو جعفر الطحاوی فی معانی الاٰثار حدثنا ابن ابی داؤد ثنا المقدمی ثنا ابو معشر الٰی اٰخرہ نَحْوَہٗ سنداً و متناً[2] و رواہ ابن عبداللہ ابن الامام فی زوائد مسندہ من طریق عوف بن کہمس بن الحسن عن صَدَقَۃَ بن طیسلۃ حدثنی معن بن ثعلبۃ المازنی والحی بعدہ قالوا ثنا الاعشٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ فذکرہ[3] قلت والیہ اعنی عبدَ اللہ عزاہ حافظ الشان فی الاصابۃ[4] انہ رواہ فی الزوائد والعبد الضعیف غَفَرَ اللہُ تعالٰی لہ قد رواہ فی المسند نفسہ ایضا کما سمعت وللہ الحمد ورواہ البغوی وابن السکن وابن ابی عاصم کلہم من طریق الجنید بن امین بن عروۃ بن نضلۃ بن طریق بن بُہصل الحرمازی عن ابیہ عن جدہ نضلۃ ولفظ البغوی عنہ حدثنی ابی امین حدثنی ابی ذروۃ عن ابی نضلۃ عن رجل منہم یقال لہ الاعشٰی واسمہ عبداللہ بن الاَعْوَر رضی اللہ تعالٰی عنہ فذکر القصۃ وفیہ فخرج حتّٰی اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فعاذ بہ وانشأ یقول یا مالک الناس و دیّان العرب الحدیث[5]۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۰۱

مجمع الزوائد کتاب النکاح باب النشوز دار الکتاب بیروت ۴/ ۳۳۱

[2] شرح معانی الآثار کتاب الکراہیۃ باب روایۃ الشعر الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۱۰

[3] زوائد عبداللہ بن احمد کتاب الادب باب ما جاء فی الشعر حدیث ۱۲۸ دار البشائر الاسلامیہ بیروت ص ۳۲۳

[4] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ترجمہ ۴۵۲۳ عبداللہ بن الاعور دار الفکر بیروت ۴/ ۱۵۲

[5] " " " بحوالہ البغوی ترجمہ ۸۷۴۱ نضلۃ بن طریف ۵/ ۳۳۷

www.alahazratnetwork.org

یہ حدیث جلیل اتنے ائمہ کبار نے باسانید متعددہ روایت کی اور طریق اخیر میں یہ لفظ ہیں کہ،
اعشٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پناہ لی اور عرض کی کہ
اے مالک آدمیاں، و اے جزا وسزا دہ عرب صلی اللہ تعالٰی علیک وبارک وسلم۔

حدیث ۸۷: حارث بن عوف مزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حاضر خدمت ہوکر عرض کی،

ابعث معی من یدعو الی دینک فانالہ جار۔ میرے ساتھ کسی شخص کو حضور ارسال فرمائیں جو میری قوم کو حضور کے دین کی طرف دعوت کرے اور وہ میری پناہ میں ہوگا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ساتھ کردیا حارث رضی اللہ تعالٰی عنہ کے کنبے والوں نے عہد شکنی کرکے انھیں شہید کردیا۔ حسان بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس بارے میں اشعار کہے از انجملہ یہ شعر:

یاحارث من یغدر بذمۃ جارہٖ ۔۔۔ منکم فان محمدًا لایغدر

اے حارث! جو کوئی تم میں اپنے پناہ دئے ہوئے کے عہد سے بے وفائی کرے
تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جسے پناہ دیتے ہیں وہ پکی پناہ ہوتی ہے۔

فجاء الحارث فاعتذر و ودی الانصاری وقال یا محمد انی عائذ بك من لسان حسان۔ الزبیر بن بکار حدثنی عمی مصعب ان الحارث بن عوف اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فذکرہ۔[1]

حارث رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حاضر ہوکر عذر کیا اور انصاری شہید کی دیت دی اور حضور سے عرض کی یا رسول اللہ! میں حضور کی پناہ مانگتا ہوں حسان کی زبان سے۔ زبیر بن بکار نے کہا مجھے میرے چچا مصعب نے حدیث بیان کی کہ حارث بن عوف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور پھر پوری حدیث بیان کی۔ (ت)

حدیث ۸۸: صحیح مسلم شریف میں حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

انہ کان یضرب غلامہ فجعل یقول اعوذ باللہ قال

یعنی وہ اپنے غلام کو مار رہے تھے، غلام نے کہنا شروع کیا، اللہ کی دہائی، اللہ کی دہائی۔

---

[1] الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ بحوالہ الزبیر ترجمہ ۱۴۵۷ الحارث بن عوف دار الفکر بیروت ۱/ ۳۰۴

www.alahazratnetwork.org

فجعل یضربہ فقال اعوذ برسول اللہ، فترکہ، فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واللہ اَللّٰہُ اَقْدَرُ علیك منك علیہ قال فاعتقہ۔[1]

اُنھوں نے ہاتھ نہ روکا۔ غلام نے کہا، رسول اللہ کی دُہائی۔ فوراً چھوڑ دیا۔ حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کی قسم! بے شک اللہ تجھ پر اس سے زیادہ قادر ہے جتنا تُو اس غلام پر۔ انھوں نے غلام کو آزاد کر دیا۔

الحمدُ للہ! اس حدیث صحیح کے تیور دیکھئے، حیا ہو تو وہابیت کو ڈوب مرنے کی بھی جگہ نہیں، یہ حدیث تو خدا جانے بیمار دلوں پر کیا کیا قیامتیں توڑے گی۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی دُہائی دینا ہی اُن کے دُہائی مچانے کو بہت تھی نہ کہ وہ بھی یوں کہ سیّدنا ابومسعود بدری رضی اللہ تعالٰی عنہ خود فرماتے ہیں وہ اللہ عزّ وجل کی دُہائی دیتا رہا میں نے نہ چھوڑا جب نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی دُہائی دی فوراً چھوڑ دیا۔

علماء فرماتے ہیں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی دُہائی سُن کر حضور کی عظمت دل پر چھائی ہاتھ روک لیا۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) یعنی پہلی بات ایک معمول ہو جانے سے ایسی مؤثر نہ ہوئی، انسان کا قاعدہ ہے کہ جس بات کا محاورہ کم ہوتا ہے اس کا اثر زیادہ پڑتا ہے ورنہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی دہائی بعینہٖ اللہ عزّ وجل کی دہائی ہے اور نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عظمت اللہ عزّ وجل کی عظمت سے ناشی ہے۔ بحمد اللہ حدیث کے یہ معنے ہیں اگرچہ وہابیہ کے طور پر تو اس کا درجہ شرک سے بھی کچھ آگے بڑھا ہوا ہے۔

حدیث ۸۹: یہی مضمون عبدالرزاق نے اپنی مصنّف میں امام حسن بصری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا:

قال بینا رجلٌ یضرب غلامًا لہٗ وھو یقول اعوذ باللہ اذ بَصُر برسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال اعوذ برسول اللہ فالقی

یعنی ایک صاحب اپنے غلام کو مار رہے تھے اور وہ کہہ رہا تھا کہ اللہ کی دُہائی۔ اتنے میں غلام نے حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تشریف لاتے دیکھا اب کہا رسول اللہ کی دہائی۔ فوراً اس

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب صحبۃ الممالیک قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۵۲

www.alahazratnetwork.org

ما کان فی یدہٖ وخلّی عن العبد فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اَمَا واللہ انہ احق ان یعاذ من استعاذ بہ منّی فقال الرجل یارسول اللہ فھو حُرٌّ لوجہ اللہ۔[1]

صاحب نے کوڑا ہاتھ سے ڈال دیا اور غلام کو چھوڑ دیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: سُنتا ہے خدا کی قسم بیشک اللہ عزوجل مجھ سے زیادہ اس کا مستحق ہے کہ اس کی دُہائی دینے والے کو پناہ دی جائے۔ اُن صاحب نے عرض کی: یارسول اللہ! تو وہ اللہ کے لئے آزاد ہے۔

اقول الحمد للہ اس حدیث نے تو اور بھی پانی سر سے تیر کردیا، صاف تصریح فرمادی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غلام کی دونوں دُہائیاں بھی سُنیں اور پہلی دُہائی پر اُن کا نہ رُکنا اور دُوسری پر فوراً باز رہنا بھی ملاحظہ فرمایا مگر افسوس کہ وہابیت کی ذلّت ومردودیت کہ نہ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُس غلام سے فرماتے ہیں کہ تو مشرک ہوگیا اللہ کے سوا میری دُہائی دیتا ہے اور وہ بھی کس طرح کہ اللہ عزوجل کی دُہائی چھوڑ کر نہ آقا سے ارشاد کرتے ہیں کہ یہ کیسا شرک اکبر، خدا کی دہائی کی وہ بے پرواہی اور میری دُہائی پر یہ لحاظ، ایک تو میری دُہائی مانتی اور وہ بھی یوں کہ خدا کی دُہائی نہ مان کر افسوس آقا وغلام کو مشرک بنانا درکنار خود جو اس پر نصیحت فرماتے ہیں وہ کس مزے کی بات ہے کہ اللہ مجھ سے زیادہ اس کا مستحق ہے، دُہائی تو اپنی بھی قائم رکھی اور اپنی دُہائی دینے پر پناہ دینی بھی ثابت رکھی، صرف اتنا ارشاد ہُوا کہ خدا کی دُہائی زیادہ ماننے کے قابل تھی۔ الحمد للہ کہ اللہ کے سچّے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دین وہابیہ کے جھوٹے قرآن تقویۃ الایمان کی کچھ قدر نہ فرمائی اُسے سخت ذلّت پہنچائی جس میں اس کا امام لکھتا ہے:

"اول معنی شرک وتوحید کے سمجھنا چاہئے اکثر لوگ پیروں پیغمبروں کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں اُن سے مرادیں مانگتے ہیں، کوئی اپنے بیٹے کا نام عبدالنبی رکھتا ہے کوئی علی بخش کوئی غلام محی الدین، کوئی مشکل کے وقت کسی کی دُہائی دیتا ہے، غرض کہ جو کچھ ہندو اپنے بتوں سے کرتے ہیں وہ سب کچھ یہ جھوٹے مسلمان اولیاء وانبیاء سے کر گزرتے ہیں اور دعوٰی مسلمانی کا کئے جاتے ہیں۔ سچ فرمایا اللہ صاحب نے کہ

---

[1] الدرالمنثور بحوالہ عبدالرزاق عن الحسن تحت الآیۃ ۴/ ۳۶ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۰۲
کنزالعمال بحوالہ عنب عن الحسن حدیث ۲۵۰۲۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۲۰۳

www.alahazratnetwork.org

نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ مگر کہ شرک کرتے ہیں[1] اھ مختصراً

ان دافع البلاء کے منکروں سے بھی اتنا پوچھ لیجئے کہ کسی کی پناہ یعنی اس کی دہائی دینی دفع بلا ہی کے لئے ہوتی ہے یا کچھ اور۔ ولکن الوھابیۃ قوم یعتدون (مگر وہابیہ قوم حد سے بڑھنے والی ہے۔ ت)

حدیث ۹۰: ابن ماجہ حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی،

قال کنا جلوسا عند رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذ اقبل بعیر تعدو احتی وقف علی ھامۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایھا البعیر اسکن فان تک صادقا فلک صدقک وان تک کاذبا فعلیک کذبک مع ان اللہ تعالٰی قد اٰمن عائذنا ولیس بخائب لائذنا فقلنا یا رسول اللہ مایقول ھذا البعیر، فقال ھذا بعیر ھم اھلہ بنحرہ واکل لحمہ فھرب منھم واستغاث بنبیکم فبینا نحن کذلک اذ اقبل صاحبہ او قال اصحابہ یتعادون فلما نظر الیھم البعیر عاد الٰی ھامۃ رسول اللہ صلی اللہ

یعنی ہم خدمتِ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوئے ناگاہ ایک اونٹ دوڑتا آیا یہاں تک کہ حضور کے سر مبارک کے قریب آکر کھڑا ہوا، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اے اونٹ! ٹھہر اگر تُو سچا ہے تو تیرے سچ کا پھل تیرے لئے ہے اور جھوٹا ہے تو تیرے جھوٹ کا وبال تجھ پر ہے، اس کے ساتھ یہ بات بیشک کہ جو ہماری پناہ میں آئے اللہ تعالٰی نے اس کے لئے امان رکھی ہے اور جو ہمارے حضور التجا لائے وہ نامرادی سے بری ہے۔ صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ اُونٹ کیا عرض کرتا ہے؟ فرمایا: اس کے مالکوں نے اسے حلال کرکے کھالینا چاہا تھا یہ اُن کے پاس سے بھاگ آیا اور تمھارے نبی کے حضور فریاد لایا۔ ہم یوں ہی بیٹھے تھے کہ اتنے میں اس کا مالک یا کہا اس کے مالک دوڑتے آئے، اُونٹ نے جب انھیں دیکھا پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے

---

[1] تقویۃ الایمان پہلا باب توحید وشرک کے بیان میں مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۴

www.alahazratnetwork.org

تعالٰی علیہ وسلم فلا ذبھا فقالوا یا رسول اللہ ھذا بعیرنا ھرب منذ ثلاثۃ ایام فلم نلقہ الا بین یدیک ، فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم أما انہ یشکو الیّ فبئست الشکایۃ ۔ فقالوا یارسول اللہ ما یقول ؟ قال یقول انہ ربّی فی امنکم احوالا وکنتم تحملون علیہ فی الصیف الٰی مواضع الکلاء فاذا کان الشتاء رحلتم الٰی موضع الدفاء فلما کبر استفحلتم فرزقکم اللہ ابلا سائمۃ فلما ادرکتہ ھذہ السنۃ الخصبۃ ھممتم بذبحہ واکل لحمہ ۔ فقالوا واللہ کان ذٰلک یارسول اللہ۔ فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ماھذا جزاء المملوک الصالح من موالیہ ۔ قالوا یارسول اللہ فانّا لانبیعہ ولا ننحرہ ۔ فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کذبتم قد استغاث بکم فلم تغیثوہ وانا اولٰی بالرحمۃ منکم فان اللہ نزع الرحمۃ من قلوب المنافقین واسکنھا فی قلوب المؤمنین ۔ فاشتراہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منھم بمائۃ درھم وقال یاایتھا البعیر !

سرِانور کے پاس آگیا اور حضور کی پناہ پکڑی ، اس کے مالکوں نے عرض کی : یارسول اللہ ! ہمارا اونٹ تین دن سے بھاگا ہوا ہے آج حضور کے پاس ملا ہے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا : سنتے ہو اس نے میرے حضور نالش کی ہے اور بہت ہی بُری نالش ہے ۔ وہ بولے : یارسول اللہ ! یہ کیا کہتا ہے ؟ فرمایا : یہ کہتا ہے کہ وہ برسوں تمہاری امان میں پلا ، گرمی میں اس پر اسباب لاد کر سبزہ ملنے کی جگہ تک جاتے اور جاڑے میں گرم مقام تک کوچ کرتے ، جب وہ بڑا ہوا تو تم نے اسے سانڈ بنالیا اللہ تعالٰی نے اس کے نطفے سے تمہارے بہت اونٹ کر دیے جو چرتے پھرتے ہیں ، اب جو اسے یہ شاداب برس آیا تم نے اسے ذبح کرکے کھالینا چاہا ۔ وہ بولے : یارسول اللہ ! خدا کی قسم ! یونہی ہوا ۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا نیک مملوک کا بدلہ اس کے مالکوں کی طرف سے یہ نہیں ہے ۔ وہ بولے : یارسول اللہ ! تو ہم اسے نہ بیچیں گے نہ ذبح کریں گے ۔ فرمایا : غلط کہتے ہو اس نے تم سے فریاد کی تو تم اس کی فریاد کو نہ پہنچے اور میں تم سے زیادہ اس کا مستحق ولائق ہوں کہ فریادی پر رحم فرماؤں اللہ عزوجل نے منافقوں کے دلوں سے رحمت نکال لی اور ایمان والوں کے دلوں میں رکھی ہے ۔ پس حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وہ اونٹ ان سے سو روپے کو خرید لیا اور اس سے ارشاد فرمایا : اے اونٹ !

www.alahazratnetwork.org

اِنطلق فانت حُرٌّ لوجہ اللہ تعالٰی۔ فرغیٰ علیٰ ھامۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اٰمین۔ ثم رغیٰ فقال اٰمین۔ ثم رغیٰ فقال اٰمین۔ ثم رغی الرابعۃ فبکی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ فقلنا یا رسولَ اللہ ما یقول ھٰذا البعیر؟ قال قال جزاك اللہ ایّھا النبی عن الاسلام والقراٰن خیرًا۔ فقلت اٰمین۔ ثمّ قال سکّن اللہ رعب اُمّتك یوم القیٰمۃ کما سکّنت رُعبی۔ فقلت اٰمین۔ ثمّ قال حقن اللہ دماء اُمّتك من اعدائھا کما حقنت دمی۔ فقلت اٰمین۔ ثم قال لاجعل اللہ باسَ اُمّتك بینھا فبکیت فانّ ھٰذہ الخصال سألت ربّی فاعطانیھا ومنعنی ھٰذہٖ و اخبرنی جبریل علیہ السلام عن اللہ عزّ و جلّ اَنّ فناء امتی بالسیف جری القلم بما ھو کائن۔ کذا اوردہ عازیا

چلا جا کہ تو اللہ عزّ وجل کے لئے آزاد ہے۔ یہ سُن کر اس نے سرِ اقدس پر اپنی بولی میں کچھ آواز کی۔ حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے آمین کہی۔ اس نے دوبارہ آواز کی حضور نے پھر آمین کہی۔ اس نے سہ بارہ عرض کی حضور نے پھر آمین کہی۔ اس نے چوتھی بار کچھ آواز کی اس پر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے گریہ فرمایا۔ صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ کیا کہتا ہے؟ فرمایا: اس نے کہا اے نبی اللہ! اللہ عزوجل حضور کو اسلام و قرآن کی طرف سے بہتر جزا عطا فرمائے میں نے کہا آمین، پھر اس نے کہا اللہ تعالٰے قیامت کے دن حضور کی اُمت سے خوف دُور کرے جس طرح حضور نے میرا خوف دُور کیا میں نے کہا آمین۔ پھر اس نے کہا اللہ جل وعلا حضور کی اُمت کے خون ان کے دشمنوں کے ہاتھوں سے محفوظ رکھے (کہ کفار کبھی انھیں استیصال نہ کرسکیں) جیسا حضور نے میرا خون بچایا، میں نے کہا آمین۔ پھر اس نے کہا اللہ سبحانہ اُمت والا کی سختی انکے آپس میں نہ رکھے (باہمی خونریزی سے دُور رہیں)، اس پر میں نے گریہ فرمایا کہ یہ سب مرادیں میں اپنے رب عزوجل سے مانگ چکا اور اس نے مجھے عطا فرمادیں مگر یہ پچھلی منع فرمائی اور مجھے جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اللہ عزّوجل کی طرف سے خبر کردی کہ میری اُمت کی فنا تلوار سے ہے۔ قلم چل چکا شُدنی پر۔

www.alahazratnetwork.org

لہ الامام الحافظ ذکی الدین عبد العظیم المنذری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فی کتاب الترغیب والترھیب۔[1]

یُوں ہی کتاب الترغیب والترہیب میں امام حافظ ذکی الدین عبدالعظیم منذری رحمۃ اللہ علیہ سے وارد ہے۔ (ت)

فقیر نے اس رسالہ میں بنظرِ اختصار اکثر احادیث کا خلاصہ لکھا یا صرف محلِ استدلال پر اقتصار کیا۔ یہ حدیث نفیس کہ ایک اعلٰی اعلام نبوت و معجزات جلیلہ حضرت رسالت علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ سے تھی بتمامہ ذکر کرنی مناسب سمجھی، یہاں موضع استناد وہ پیاری پیاری اسناد ہے کہ جو ہماری پناہ لے اللہ عزوجل اُسے امان دیتا ہے اور جو ہم سے التجا کرے نامراد نہیں رہتا۔ الحمد للہ رب العالمین اور خدا جانے دافع البلا کس شے کا نام ہے۔

حدیث ۹۱: عبداللہ بن سلام بن عمیر اسلمی صحابی ابن صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں،

تزوجت ابنۃ سراقۃ ابن حارثۃ النجاری وقتل ببدر فلم اُصب شیئا من الدنیا کان احب الیّ من نکاحھا واصدقتھا مائتی درھم فلم اجد شیئا اسوقہ الیھا فقلت علی اللہ ورسولہ المعوّل فجئت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاخبرتہ الحدیث۔

میں نے سراقہ بن حارثہ نجاری شہید غزوۂ بدر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی صاحبزادی سے نکاح کیا دُنیا کی کوئی چیز میں نے ایسی نہ پائی جو اُن کے ساتھ شادی ہونے سے مجھے زیادہ پیاری ہو میں نے دو سو روپے اُن کا مہر کیا تھا اور پاس کچھ نہ تھا جو انھیں بھیجوں، میں نے کہا اللہ اور اللہ کے رسول ہی پر بھروسہ ہے، پس میں خدمتِ انور حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور حال عرض کیا۔

حضور نے ایک جہاد پر انھیں بھیجا اور فرمایا،

ارجوان یغنیك اللہ مھر زوجتك۔

میں امید کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل تمھیں اتنی غنیمت دلادے گا کہ اپنی بیوی کا مہر ادا کردو۔

ایسا ہی ہوا، وللہ الحمد۔

الامام الثقۃ محمد بن عمر واقد[2]

امام ثقہ محمد بن عمر واقدی نے ابی حدرد

---

[1] الترغیب والترہیب الترغیب فی الشفقۃ علٰی خلق اللہ تعالٰی مصطفی البابی مصر ۳/ ۲۰۷

[2] کتاب المغازی سریۃ خضرۃ امیرہا ابوقتادۃ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت ۲/ ۷۷۷

www.alahazratnetwork.org

عن ابی حدرد وھو ابن سلامۃ المذکور رضی اللہ تعالٰی عنہما بسندہ الیہ وقد علٰی توثیقہ الامام المحقق علی الاطلاق فی الفتح وذکرناہ فی منیر العین۔	جو سلامہ مذکور رضی اللہ تعالٰی عنہما ہیں سے اس پر ان کی سند سے روایت کیا، اور امام محقق علی الاطلاق نے فتح میں اس کی توثیق فرمائی اور ہم نے اسے (اپنے رسالے) منیر العین میں بیان کیا۔ (ت)

حدیث ۹۲ و ۹۳: غزوہ خیبر شریف میں خیبر کو جاتے وقت حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور میں رجز پڑھتے چلے ؎

(۱) اللّٰھم لولا انت ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلّینا

(۲) فاغفر فداءً لک ما ابقینا والقین سکینۃ علینا

(۳) وثبت الاقدام ان لاقینا ونحن عن فضلک ما استغنینا

(۱) خدا گواہ ہے یا رسول اللہ! اگر حضور نہ ہوتے تو ہم ہدایت نہ پاتے، نہ زکوٰۃ دیتے نہ نماز پڑھتے۔

(۲) تو بخش دیجئے ہم حضور پر قربان جو گناہ ہمارے رہ گئے ہیں اور ہم پر حضور سکینہ اتاریئے۔

(۳) اور جب ہم دشمنوں سے مقابل ہوں تو حضور ہمیں ثابت قدم رکھیں ہم حضور کے فضل سے بے نیاز نہیں، صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

یہ حدیث صحیح بخاری[1] و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی و مسند امام احمد وغیرہا میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بطرق عدیدہ ہے اور پچھلا مصرعہ زیادات صحیح مسلم و امام احمد سے ہے۔

رواہ من طریق ایاس بن سلمۃ عن ابیہ سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ	ایاس بن سلمہ کے طریق پر ان کے والد سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوہ خیبر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۰۳
صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر " " ۲/ ۱۱۱
سنن النسائی " باب من قاتل فی سبیل اللہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۶۰
مسند احمد بن حنبل عن سلمۃ بن الاکوع المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۵۰

www.alahazratnetwork.org

ہم حدیث صحیح بخاری مع شرح امام احمد قسطلانی مسمّٰی بہ ارشاد الساری کے الفاظ کریمہ مختصر ذکر کریں :

(عن یزید بن ابی عبید عن سلمۃ بن الاکوع رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال خرجنا مع النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم الٰی خیبر فسرنا لیلاً فقال رجل من القوم) ھو اُسید بن حُضیر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ (لعامر یا عامر الا تسمعنا من ھنیہاتک) وعند ابن اسحٰق من حدیث نصر بن دھر الاسلمی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ انہ سمع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم یقول فی مسیرہ الٰی خیبر لعامر بن الاکوع رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ انزل یا ابن الاکوع فاحد لنا من ھنیہاتک ففیہ انہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم ھو الذی امرہ بذٰلک وکان عامر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ رجلا شاعرا فنزل یحدو بالقوم یقول ؎

اللّٰھم لولا انت ما اھتدینا
ولا تصدقنا ولا صلینا

فاغفر فداء لک، المخاطب بذٰلک النبی صلی اللّٰہ تعالٰی

یعنی یزید بن ابو عبید اپنے مولٰی سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب اقدس خیبر کو چلے، رات کا سفر تھا، حاضرین سے ایک صاحب حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ کے چچا حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہا: اے عامر! ہمیں کچھ اشعار اپنے نہیں سناتے، اور ابن اسحٰق نے نصر بن دہر اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے یُوں روایت کیا کہ میں نے سفر خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو عامر بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرماتے سنا "اے ابن اکوع! اُتر کر کچھ اپنے اشعار رجائیے لے شروع کرو"۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں اس امر کا امر فرمایا۔ عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ شاعر تھے اُترے اور قوم کے سامنے یوں حدی خوانی کرتے چلے کہ: یارب! اگر حضور نہ ہوتے ہم راہ نہ پاتے نہ زکوٰۃ و نماز بجا لاتے۔

ہم حضور پر بلاگردان[ف] ہوں ہمارے جو گناہ باقی رہے ہیں بخش دیجئے۔ ان اشعار میں مخاطب

ف : قربان ہونے والا، دوسرے کی بلا اپنے اوپر لینے والا۔

www.alahazratnetwork.org

عليه وسلم اى اغفر لنا تقصيرنا في حقك ونصرك اذ لا يتصور ان يقال مثل هذا الكلام للبارى تعالى وقوله اللهم لم يقصد بها الدعاء وانما افتتح بها الكلام (ما ابقينا) اى ما خلفنا وراءنا من الأثام (والقين) اى او سل ربك ان يلقين (سكينة علينا * وثبت الاقدام) اى وان يثبت الاقدام (ان لاقينا) العدو (فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من هذا السائق قالوا عامر بن الاكوع قال يرحمه الله) و عند احمد من رواية اياس بن سلمة فقال غفر لك ربك قال وما استغفر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لانسان يخصه الا استشهد قال رجل من القوم هو عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه كما في مسلم (وجبت) له الشهادة بدعائك له

حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں یعنی حضور کے حقوق حضور کی مدد میں جو قصور ہم سے ہوئے حضور معاف فرمادیں۔ حضور کے لئے خطاب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ عزوجل سے ایسا خطاب کرنا معقول نہیں (ائمہ فرماتے ہیں کہ کسی پر فدا ہونے کے معنے یہ ہیں کہ اس پر اگر کوئی بلا۔ یا تکلیف آتی تو وہ اپنے اوپر لے لی جائے اس کی محافظت میں اپنی جان دے دی جائے تو اللہ عزوجل کو اس کلام کا مخاطب کیونکر بنا سکتے ہیں) رہا یہ کہ ابتدا میں اَللّٰھُمَّ ہے اس سے مقصود حضرت عزت جل جلالہ کو پکارنا نہیں (کہ یہ اللہ عزوجل سے عرض قرار پائے) بلکہ اس کے نام سے ابتدائے کلام ہے اور حضور ہم پر سکینہ اتاریں مقابلۂ دشمن کے وقت اور ہمیں ثابت قدم رکھیں یعنی اپنے رب جل وعلا سے ان مراعات کی دعا فرمادیں۔ یہ اشعار سُن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: یہ کون اونٹوں کو رواں کرتا ہے؟ صحابہ نے عرض کی: عامر بن اکوع۔ حضور نے فرمایا: اللہ اس پر رحمت کرے۔ اور مسند احمد (وصحیح مسلم) میں بروایت ایاس بن سلمہ (اپنے والد ماجد سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے) ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے (عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے) فرمایا: تیرا رب تیری مغفرت فرمائے۔ اور حضور (ایسی جگہ) جب کسی خاص شخص کا

www.alahazratnetwork.org

(یانبی اللہ لولا امتعتنا بہ) ابقیتہ لنا لنتمتع بہ[1] نام لے کر دعائے مغفرت فرماتے تھے وہ شہید ہوجاتا تھا (لہذا) حاضرین میں سے ایک صاحب یعنی امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ جیسا کہ صحیح مسلم میں تصریح ہے عرض کی، یارسول اللہ! حضور کی دعائے عامر کے لئے شہادت واجب ہوگئی حضور نے ہمیں ان سے نفع کیوں نہ لینے دیا یعنی حضور انھیں ابھی زندہ رکھتے کہ ہم ان سے بہرہ مند ہوتے انتہی۔

یہ پچھلے لفظ بھی یاد رکھنے کے قابل ہیں کہ "حضور انھیں زندہ رکھتے" صلے اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم۔

یہ حدیث ابن اسحٰق نے اس سند سے روایت کی،

حدثنی محمد بن ابراھیم بن الحارث عن ابی الھیثم بن نصر بن دھر الاسلمی ان اباہ حدثہ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول فی مسیرہ الی خیبر لعامر بن الاکوع فذکرہ[2]

بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن الحارث نے انھوں نے ابی الہیثم بن نصر بن دہر اسلمی سے کہ ان کے والد نے سفر خیبر میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی کو عامر بن اکوع کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ تو اس کا ذکر کردیا (ت)

اسی میں ہے:

فقال عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ وجبت واللہ یارسول اللہ لو امتعتنا بہ، فقتل یوم خیبر شہیدا[3]

امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کی خدا کی قسم شہادت واجب ہوگئی، یارسول اللہ! کاش حضور ہمیں ان کی زندگی سے بہرہ یاب رکھتے۔ وہ روز خیبر شہید ہوئے رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

نیز امام احمد نے مسند میں بطریق ابن اسحٰق روایت فرمائی،

حدثنا یعقوب ثنا ابی عن ابن اسحٰق ثنا محمد بن ابراھیم بن الحارث التیمی الحدیث سندا ومتنا بید انہ اقتصر

ہمیں حدیث بیان کی یعقوب نے کہ ہمیں میرے باپ نے بحوالہ ابن اسحاق حدیث بیان کی کہ ہمیں محمد بن ابراہیم بن حارث تیمی نے سند و متن مذکور کے ساتھ

---

[1] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب المغازی حدیث ۴۱۹۶ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۹/۲۱۴ تا ۲۱۶

[2] السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ذکر المسیر الی خیبر دار ابن کثیر بیروت الجزء الثالث والرابع ص ۳۲۸ و ۳۲۹

[3] " " " " " " " " " " " " " " " ۳۲۹

[4] مسند احمد بن حنبل حدیث نصر بن دہر رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/۳۱

www.alahazratnetwork.org

علی الاشعار ولم یذکر دعاء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولا قول عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ وفیہ فاخذ لنا مکان قولہ فخذلنا ولعل ھذا ھو الاصوب واللہ تعالٰی اعلم۔

حدیث بیان کی سوا اس کے کہ انھوں نے صرف اشعار پر اکتفا کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء مبارک اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول مبارک ذکر نہیں کیا اور اس روایت میں "فخذ لنا" کی جگہ لفظ "فاخذ لنا" ہے۔ شاید یہی زیادہ درست ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

حدیث ۹۴: صحیحین میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے کہ انھوں نے ایک تصویر دار قالین خریدا، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باہر سے تشریف لائے دروازے پر رونق افروز رہے اندر قدم کرم نہ رکھا، ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا نے چہرہ انور میں اثر ناراضی پایا (اللہ انھیں ناراض نہ کرے دونوں جہان میں) عرض کرنے لگیں،

یارسول اللہ اتوب الی اللہ والی رسولہ ماذا اذنبت[1]

یارسول اللہ! میں اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف توبہ کرتی ہوں مجھ سے کیا خطا ہوئی۔

حدیث ۹۵: چالیس صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم باہم بیٹھے مسئلہ قدر وجبر میں بحث کرنے لگے ان میں صدیق وفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما بھی تھے روح امین جبریل علیہ السلام نے خدمت اقدس حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی، یارسول اللہ! حضور اپنی امت کے پاس تشریف لے جائیں کہ انھوں نے نئی راہ نکالی۔ حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایسے وقت باہر تشریف لائے کہ وہ وقت حضور کی تشریف آوری کا نہ تھا صحابہ سمجھے کوئی نئی بات ہے۔ آگے حدیث کے پیارے پیارے الفاظ دلکش و دلنواز یوں ہیں،

وخرج علیھم ملتمعا لونہ متوردۃ وجنتاہ کانما تفقأ

یعنی حضور پرنور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ اُن پر اس حالت میں برآمد ہوئے کہ رنگ

---

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس باب من کرہ القعود علی الصور قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۸۱
صحیح مسلم کتاب اللباس والزینۃ باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان " " ۲/ ۲۰۱
مسند امام احمد عن عائشۃ صدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۲۴۶
مصنف عبدالرزاق باب التماثیل وما جاء فیہ حدیث ۱۹۴۸۳ المجلس العلمی ۱۰/ ۳۹۸

www.alahazratnetwork.org

بحث الی ان الحا معض فنهضوا الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حاسرین اذرعھم ترعد اکفھم واذرعھم فقالوا تبنا الی اللہ ورسولہ الحدیث۔ الطبرانی[1] فی الکبیر عن ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ مولٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔	چہرۂ اقدس کا (شدتِ جلال سے) وہ حال ہوا جیسے دونوں رخسارہ مبارک گلاب کی طرح سرخ ہیں گویا انار کے دانے نچوڑے ہوئے ہیں، صحابہ کرام یہ دیکھتے ہی حضور کی طرف (عاجزی کے ساتھ) کلائیاں کھولے ہاتھ تھرتھراتے کانپتے گرتے پڑتے اور عرض کی کہ ہم اللہ و رسول کی طرف توبہ کرتے ہیں۔ (طبرانی نے کبیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

ان احادیث سے ثابت کہ صدیقہ و صدیق و فاروق وغیرہم اکابر صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے توبہ کرنے میں اللہ قابل التوب جل جلالہ کے نام پاک کے ساتھ اس کے نائب اکبر نبی التوبہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک بھی ملایا اور حضور پُرنور خلیفۃ اللہ الاعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قبول فرمایا حالانکہ توبہ بھی اصل حق حضرت عزت عز جلالہ کا ہے۔ والہذا حدیث میں ہے ایک قیدی گرفتار کرکے خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں لایا گیا وہ بولا:

اللھم انی اتوب الیك ولا اتوب الٰی محمد۔	الٰہی! میری توبہ تیری طرف ہے نہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی طرف۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

عرف الحق لاھلہ۔ احمد[2] والحاکم وصححہ وروی عن الاسود بن سریع رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	حق کو حق والے کے لئے پہچان لیا۔ (احمد و حاکم نے اسے روایت کیا اور اس کی تصحیح کی اور اس کو اسود بن سریع سے روایت کیا۔ت)

---

[1] المعجم الکبیر عن ثوبان رضی اللہ عنہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۹۵ و ۹۶

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث اسود بن سریع رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۳۵

کنز العمال حدیث ۸۲۲۵ مؤسسۃ الرسالہ ۳/ ۲۰۶

" " ۱۱۶۱۲ " " ۴/ ۵۴۶

کشف الخفاء " ۱۷۲۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۵۵

www.alahazratnetwork.org

حدیث ۹۶: صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے جب اُن کی توبہ قبول ہوئی انھوں نے مولائے دوجہاں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی:

یارسول اللّٰہ ان من توبتی ان انخلع من مالی صدقۃ الی اللّٰہ و الٰی رسولہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم۔ [1]

یارسول اللہ! میری توبہ کی تمامی یہ ہے کہ میں اپنے سارے مال سے نکل جاؤں اللہ اور اللہ کے رسول کے لئے صدقہ کرکے۔ جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے:

ای صدقۃ خالصۃ للّٰہ ولرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فالٰی بمعنی اللام۔ [2]

یعنی اس حدیث میں اللہ ورسول کی طرف صدقہ کرنے کے معنے اللہ ورسول کے لئے تصدق ہیں، تو حاصل یہ کہ اپنا سارا مال خاص خدااور رسول کے نام پر تصدق کردوں تبارک وتعالٰی وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ چنانچہ اس میں الٰی بمعنی لام ہے۔ (ت)

حدیث ۹۷: یمن کی ایک بی بی اور ان کی بیٹی بارگاہِ بیکس پناہ محبوب الٰہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں، دختر کے ہاتھ میں بھاری بھاری کنگن سونے کے تھے، مولٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، تعطین زکوٰۃ ھذا اس کی زکوٰۃ دے گی۔ عرض کی: نہ۔ فرمایا: ایسرّک

---

[1] صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ ۱/ ۱۹۲ و کتاب الوصایا ۱/ ۳۸۶ و کتاب المغازی ۲/ ۶۳۹
صحیح مسلم کتاب التوبۃ باب حدیث توبہ ۔۔۔ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۶۰
سنن ابی داؤد کتاب الایمان والنذر باب من نذر ان یتصدق بمالہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۱۴
سنن النسائی " باب اذا اھدی مالہ علی وجہ النذر نور محمد کارخانہ کراچی ۲/ ۱۴۲
السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الزکوٰۃ ۴/ ۱۸۱ و کتاب السیر ۹/ ۳۵ و کتاب الایمان ۱۰/ ۶۸ دارصادر بیروت
مسند امام احمد حدیث کعب بن مالک رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۵۴، ۴۵۶، ۴۵۹
المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب المغازی حدیث ۳۶۹۹۶ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۴۲۵

[2] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب المغازی دارالکتب العلمیۃ بیروت ۹/ ۲۹۲

www.alahazratnetwork.org

ان یسورك الله بھما یوم القیٰمۃ سوارین من نار کیا تجھے یہ بھاتا ہے کہ اللہ تعالٰی قیامت کے دن ان کے بدلے تجھے آگ کے دو کنگن پہنائے؟ ان بی بی نے فوراً وہ کنگن اتار کر ڈال دیے اور عرض کی،

ھما للہ ورسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ احمد[1] وابوداؤد والنسائی عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنھما بسند لامقال فیہ۔

یارسول اللہ! یہ دونوں اللہ اور اللہ کے رسول کے لئے ہیں جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ (احمد وابوداؤد ونسائی نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بسند "اس میں کلام نہیں" روایت کیا۔ ت)

حدیث ۹۸: کہ جب حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی توبہ قبول ہوئی انھوں نے خدمتِ اقدس حضورِ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی:

یارسول اللہ انی اھجر دار قومی التی اصبت بھا الذنب وانخلع من مالی صدقۃ الی اللہ والٰی رسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

یارسول اللہ! میں اپنی قوم کا محلہ جس میں مجھ سے خطا سرزد ہوئی چھوڑتا ہوں اور اپنے مال سے اللہ ورسول کے نام پر تصدق کرکے باہر آتا ہوں جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابولبابہ! تہائی مال کافی ہے۔ انھوں نے ثلث مال اللہ ورسول کے لئے صدقہ کردیا عز جلالہٗ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

الطبرانی فی الکبیر وابونعیم عن ابن شھاب الزھری عن الحسین بن السائب بن ابی لبابۃ عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال لما تاب اللہ علی جئت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی

طبرانی نے کبیر میں اور ابونعیم نے ابن شہاب زہری سے انھوں نے حسین بن سائب بن ابولبابہ سے بحوالہ اپنے باپ کے روایت کیا وہ فرماتے ہیں جب اللہ تعالٰی نے میری توبہ قبول فرمائی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ باب الکنز ما ھو وزکوٰۃ الحلی آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۱۸
سنن النسائی " باب زکوٰۃ الحلی نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۳۴۳
مسند احمد بن حنبل عن عبد اللہ بن عمرو المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۷۸، ۲۰۴، ۲۰۸
" " " عن اسماء بنت یزید " " " ۶/۴۶۱

www.alahazratnetwork.org

علیہ وسلم فقلت لہ فذکرہ[1] — پھر پوری حدیث ذکر کی۔ (ت)

یہ حدیثیں جانِ وہابیت پر صریح آفت ہیں کہ تصدق کرنے میں اللہ عزوجل کے ساتھ اللہ کے محبوب اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک ملایا جاتا اور حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مقبول رکھتے ہیں، وﷲ الحجۃ البالغۃ۔

اسی قبیل سے ہے افضل الاولیاء المحمدیین سیدنا صدیق اکبر امام المشاہدین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی عرض کہ حضرت مولانا العارف باللہ القوی مولوی قدس سرہ المعنوی نے مثنوی شریف میں نقل کی کہ جب حضرت صدیق عتیق سیدنا بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کو آزاد کرکے حاضر بارگاہِ عالم پناہ ہوئے ؎

گفت ما دو بندگانِ کوئے تو — کردمش آزاد ہم بر روئے تو[2]

(صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا ہم دونوں آپ کی بارگاہ کے غلام ہیں میں نے آپ کی خاطر اسکو آزاد کردیا ہے)

او ر پہلے مصرع میں جو کچھ حضرت صدیق اکبر اپنے مالک و مولٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کر رہے ہیں اس پر تو دیکھا چاہئے وہابیت کا جی کتنا جلے، نجدیت کی آگ کہاں تک اُچھلے، مگر ہاں امیر المومنین غیظ المنافقین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا درہّ سیاست دکھایا چاہئے کہ بھوت بھاگے، اور شاہ ولی اللہ صاحب کے پانی کا چھینٹا دیجئے کہ آگ دبے، وہ کہاں؟ وہ اس حدیث آتے ہیں، وباللہ التوفیق۔

حدیث ۹۹: شاہ صاحب ازالۃ الخفاء میں بحوالہ روایت ابوحذیفہ اسحٰق بن بشر و کتاب مستطاب الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ ناقل کہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں برسرِ منبر فرمایا:

کنت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فکنت عبدہٗ	میں حضور پُرنور آقا و مولائے عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ میں تھا پس میں حضور کا بندہ

---

[1] المعجم الکبیر عن ابی لبابۃ حدیث ۴۵۰۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۵/۳۳
کنز العمال بحوالہ طب و ابی نعیم عن الزہری حدیث ۳۳۰۱۷ مؤسسۃ الرسالہ ۶/۵۹۱
〃 〃 〃 〃 〃 ۳۶۱۰۶ 〃 ۱۶/۶۲۴
[2] مثنوی معنوی معاتبہ کردن حضرت رسول با صدیق الخ دفتر ششم نورانی کتب خانہ پشاور ص ۲۹

www.alahazratnetwork.org

وخادمہٗ[1]۔ | اور حضور کا خدمتی تھا۔ 2

اقول یہ حدیث ابوحذیفہ مذکور نے فتوح الشام اور حسن بن بشران نے اپنی فوائد میں ابن شہاب زہری وغیرہ ائمہ تابعین سے نیز ابن بشران نے امالی، ابواحمد دہقان نے حرز حدیثی، ابن عساکر نے تاریخ، لالکائی نے کتاب السنہ میں افضل التابعین سیدنا سعید بن المسیب بن حزن رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کی جب امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ خلیفہ ہوئے لوگوں پر ان کے شدت جلال سے عجب ہیبت چھائی یہاں تک کہ لوگوں نے باہر بیٹھنا چھوڑ دیا کہ جب تک امیر المومنین کا برتاؤ نہ معلوم ہو متفرق رہو، لوگ بولے کہ صدیق اکبر کی نرمی اس درجہ تھی کہ مسلمانوں کے بچے جب انھیں دیکھتے دوڑتے ہوئے باپ باپ کہتے ان کے پاس جاتے وہ اُن کے سروں پر ہاتھ پھیرتے، اور ان کی ہیبت کی یہ حالت ہے کہ مردوں نے اپنی مجالس چھوڑ دیں۔ جب امیر المومنین کو یہ خبر پہنچی حکم دیا کہ جماعت نماز کے لئے پکار دیں۔ لوگ حاضر ہوئے امیر المومنین منبر پر وہاں بیٹھے جہاں صدیق اکبر اپنے قدم مبارک رکھتے تھے اور فرمایا کہ مجھے کافی ہے صدیق کے قدموں کی جگہ بیٹھوں۔ جب سب جمع ہولئے امیر المومنین نے منبر اطہر سید ازہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر کھڑے ہوکر خطبہ فرمایا حمد وثنائے الٰہی و درود رسالت پناہی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کہا:

ایھا الناس انی قد علمت انکم کنتم تؤنسون منی شدۃ وغلظۃ وذٰلک انی کنت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وکنت عبدہٗ وخادمہٗ۔

لوگو! میں جانتا ہوں کہ تم مجھ میں سختی و درشتی پاتے تھے اور اس کا سبب یہ ہے کہ میں حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور میں حضور کا بندہ اور حضور کا خدمتگار تھا۔

حضور کی نرمی و رحمت وہ ہے جس کی نظیر نہیں، اللہ عزوجل نے خود اپنے اسمائے کریمہ سے دو نام حضور کو عطا فرمائے رءوف رحیم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم، تو میں حضور کے سامنے شمشیر برہنہ تھا وہ چاہتے مجھے نیام میں فرماتے چاہتے چلنے دیتے، میں اسی حال پر رہا یہاں تک کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم مجھ سے راضی تشریف لے گئے، اور خدا کا شکر ہے اور میری سعادت، پھر صدیق مسلمانوں کے کام کے والی ہوئے، اُن کی نرمی و رحمت و کرم کی حالت تم سب پر روشن ہے

---

[1] کنز العمال حدیث ۱۴۱۸۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۵/ ۶۸۱
الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ الفصل التاسع دار المعرفۃ ″ ۲/ ۲۶۱

www.alahazratnetwork.org

فَکُنتُ خادمہٗ وعونہٗ میں ان کا خادم اور ان کا سپاہی تھا۔ اپنی شدت اُن کی نرمی کے ساتھ لاتا، اُن کے سامنے تیغ عُریاں تھا وہ چاہتے نیام میں کرتے خواہ رواں فرماتے، میں اسی حال پر رہا یہاں تک کہ وہ مجھ سے راضی ہوگئے، اور خدا کا شکر ہے اور میری سعادت، اب کہ میں تمہارا والی ہوا، جان لو کہ وہ شدت دُونی ہوگئی دو چوں بڑھ گئی، مگر کس پر ہوگی، اُن پر جو مسلمانوں پر ظلم و تعدی کریں، اور دینداروں کے لئے تو میں خود اُن کے آپس سے بھی زیادہ نرم و مہربان ہُوں، جسے ظلم و زیادتی کرتے پاؤں گا اُسے نہ چھوڑوں گا اُس کا ایک گال زمین پر رکھ کر دوسرے گال پر اپنا پاؤں رکھوں گا یہاں تک کہ حق کو قبول کرلے۔

سعید بن مسیب و ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے فرمایا،

فَوَفّٰی عُمَرُ واللّٰہ بما قال وکان اَبا العیال[1]۔ خدا کی قسم عمر نے جو فرمایا پورا کر دکھایا، وہ رعیت کے لئے مہربان باپ تھے رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ھذا مختصر وقد دخل حدیث بعضھم فی بعض۔ یہ مختصر ہے، اور بعض کی حدیث بعض میں داخل ہوگئی ہے۔ (ت)

دیکھو امیر المومنین فاروق اعظم کا ساشد الناس فی امر اللہ برملا برسرِ منبر اپنے آپ کو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بندہ بتارہا ہے اور مجمع عام صحابہ کرام سنتا اور برقرار رکھتا ہے وللہ الحمد ولہ الحجۃ السامیۃ (تعریف اللہ تعالٰی کے لئے ہے اور اسی کی حجت بلند ہے۔ ت)

امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بجرم ترویج تراویح جسے اس جناب فاروقیت مآب نے بدعت مان کر اچھا بتایا، اور فرمایا:

نعم البدعۃ ھٰذہٖ[2]۔ یہ بدعت بہت خوب و حسن ہے۔

وہابی بڑے کے بعض اچھوٹے بچھاڑ مثل نواب بھوپالی قنوجی وغیرہ صراحۃً معاذ اللہ گمراہ بدعتی لکھ چکے اب اپنے آپ کو نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بندہ ماننے پر شرک کا اطلاق کرتے انھیں کیا

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۵۳۰۲ عمر بن الخطاب دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۷/ ۲۱۰ و ۲۱۱
کنز العمال بحوالہ ابن بشران و ابی احمد دہقان واللالکائی حدیث ۱۴۱۸۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۵/ ۶۸۱ تا ۶۸۳

[2] صحیح البخاری کتاب الصوم باب فضل من قام رمضان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۶۹

www.alahazratnetwork.org

لگتا ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِذَا لَمْ تَسْتَحْیِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ [1] — جب تُو بیحیا ہوجائے تو پھر جو چاہے کر۔ (ت)

؎ بیحیا باش ہرچہ خواہی کن

(بیحیا ہوجا پھر جو چاہے کر۔ ت)

مگر صاحبو! ذرا سوچ سمجھ کر کہ شاہ ولی اللہ صاحب کا دامن زیرِ سنگِ خارا دبا ہے ؎

یوں نظر دوڑے نہ ترچھی تان کر

اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

اے عبید الہوا، اے عبید الدرہم و عبید الدنیا! اب بھی عبد النبی، عبد الرسول، عبد المصطفٰی کو شرک کہنا، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

حدیث ۱۰۰: بحمد اللہ تعالٰی ایک سے ایک زائد سُنتے جائیے،

ایک دن امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت شہزادۂ گلگوں قبا امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالٰی عنہ کو برسرِ منبر گود میں لے کر فرمایا:

هَلْ اَنْبَتَ الشَّعْرَ عَلٰی رُءُوْسِنَا اِلَّا اَبُوْكَ۔ — ہمارے سروں پر بال کس نے اگائے ہیں، تمہارے ہی باپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اگائے ہُوئے ہیں۔

یعنی جو کچھ عزت، نعمت و دولت ہے سب حضور ہی کی عطا ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ابن سعد فی الطبقات عن السید الحسین صلی اللہ تعالٰی علٰی جدہٖ وابیہٖ و امہٖ واخیہٖ وعلیہٖ و بنیہٖ وبارك وسلم۔ [2] — ابن سعد نے طبقات میں سید امام حسین، اللہ تعالٰی ان کے جدِکریم، ان کے والد ماجد، ان کی والدہ ماجدہ، ان کے بھائی اور ان پر اور انکی بیٹیوں پر برکات وسلامتی نازل فرمائے، سے روایت کیا۔ (ت)

حدیث ۱۰۱: کہ ایک بار امیر المومنین حسن مجتبٰی صلے اللہ تعالٰی علٰی جدہ الکریم وعلیہ وسلم نے کاشانۂ

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۶۵۳، ۶۵۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/۲۳۶ و ۲۳۷

[2] الطبقات الکبرٰی لابن سعد

www.alahazratnetwork.org

خلافتِ فاروقی پر اذن طلب کیا ابھی اجازت نہ آئی تھی کہ امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دروازے پر حاضر ہوکر اذن مانگا، امیرالمومنین نے اجازت نہ دی، یہ حال دیکھ کر سیدنا امام مجتبٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی واپس آگئے، امیرالمومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انھیں بلا بھیجا، انھوں نے آکر کہا، یاامیرالمومنین! میں نے خیال کیا کہ اپنے صاحبزادے کو تو اذن دیا نہیں مجھے کیوں دیں گے۔ فرمایا:

اَنْتَ اَحَقُّ بِالْاِذْنِ مِنْہُ وَھَلْ اَنْبَتَ الشَّعْرَ فِی الرَّاْسِ بَعْدَ اللہِ اِلَّا اَنْتُمْ۔ رواہ الدارقطنی[1]

آپ ان سے زیادہ مستحقِ اذن ہیں اور یہ بال سر پر اللہ عزوجل کے بعد کس نے اگائے ہیں سوا تمھارے۔ (اس کو دارقطنی نے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۰۲: سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مجھ سے کہا:

اَیْ بُنَیَّ لوجعلت تاتینا تغشانا۔

اے میرے بیٹے! میری تمنا ہے کہ آپ ہمارے پاس آیا کریں۔

ایک دن میں گیا تو معلوم ہوا کہ تنہائی میں معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے باتیں کررہے ہیں اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما دروازے پر رُکے ہیں عبداللہ پلٹے اُن کے ساتھ میں بھی واپس آیا، اس کے بعد امیرالمومنین مجھے ملے، فرمایا: لَمْ اَرَاکَ جب سے پھر میں نے آپ کو نہ دیکھا یعنی تشریف نہ لائے۔ میں نے کہا، یاامیرالمومنین! میں آیا تھا آپ معاویہ کے ساتھ خلوت میں تھے آپ کے صاحبزادے کے ساتھ واپس چلا گیا۔ امیرالمومنین نے فرمایا:

انت احق من ابن عمر فانما انبت ماتری فی رءوسنا اللہ ثم انتم۔[2]

آپ ابن عمر سے مستحق تر ہیں یہ جو آپ ہمارے سروں پر دیکھتے ہیں یہ اللہ ہی نے تو اگائے ہیں۔

---

[1] الدارقطنی

[2] کنزالعمال بحوالہ ابن سعد وابن راہویہ حدیث ۳۷۶۶۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۶۵۵

الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ الباب الثانی دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۳۳۱

www.alahazratnetwork.org

پھر آپ سے ایک اور روایت میں ہے:

هل انبت الشعر غیرکم۔

کیا سر پر بال کسی اور نے اگائے ہیں سوا تمھارے؟

الخطیب من طریق یحیٰی بن سعید[1] الانصاری عن عبید بن حنین ثنی الحسین ابن علی رضی اللہ تعالٰی عنہما وکذا ابنا سعد و راھویہ والاخرٰی رواھا الحافظ محب الدین الطبری فی الریاض النضرۃ من طریق عبید بن حنین لاحد الریحانتین رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

(خطیب نے یحیٰی بن سعید انصاری کے طریق سے عبید بن حنین سے روایت کی کہ مجھے حسین بن علی نے حدیث بیان کی۔ یونہی سعد اور راہویہ کے بیٹوں نے روایت کی۔ اور ایک اور حدیث جس کو محب الدین طبری نے ریاض النضرہ میں بطریق عبید بن حنین دونوں شہزادوں یعنی حسنین کریمین میں سے ایک کے بارے میں روایت کیا رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ (ت)

حافظ الشان امام عسقلانی الاصابہ فی تمیز الصحابہ میں اسے بروایت خطیب ذکر کرکے فرماتے ہیں:

سندہٗ صحیح۔[1] اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

میں ڈرتا ہوں کہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ان حدیثوں کا سنانا کہیں وہابی صاحبوں کو رافضی بھی نہ کردے۔

قل موتوا بغیظکم ان اللہ علیمٌ بذات الصدور[2]۔

تم فرمادو کہ مرجاؤ اپنی گھٹن میں، اللہ خوب جانتا ہے دلوں کی بات۔ (ت)

شاہزادوں سے امیر المومنین کے اس فرمانے کا مطلب بھی وہی ہے جو لفظ اول میں تھا کہ یہ بال تمھارے مہربان باپ ہی نے اُگائے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ جس طرح ارکینِ سلطنت اپنے آقازادوں سے کہتے ہیں کہ جو نعمت ہے تمھاری ہی دی ہوئی ہے یعنی تمھارے ہی گھر سے ملی ہے۔

حدیث ۱۰۳: کہ حضرت بتول زہرا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علٰی ابیہا وعلیہا وعلٰی بعلہا وابنیہا وبارک وسلم اپنے دونوں شاہزادوں کو لے کر خدمتِ انور سیدِ اطہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: یا رسول اللہ انحلہما یا رسول اللہ! ان دونوں کو کچھ عطا فرمائیے۔ قال نعم

---

[1] الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ترجمہ ۱۷۲۰ الحسین بن علی رضی اللہ عنہما دارالفکر بیروت ۱/۴۹۸

[2] القرآن الکریم ۳/۱۱۹

www.alahazratnetwork.org

قاسم خزائن الٰہی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں منظور۔ اما الحسن فقد نحلتہ حلمی و ہیبتی و اما الحسین فقد نحلتہ نجدتی و جودی حسن کو تو میں نے اپنا حلم اور ہیبت عطا کی اور حسین کو اپنی شجاعت اور اپنا کرم بخشا۔

ابن عساکر عن محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع عن ابیہ وعمہ عن جدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[1]

ابن عساکر نے محمد بن عبید اللہ بن ابو رافع سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔(ت)

حدیث ۱۰۴: کہ جب حضرت خاتونِ فردوس رضی اللہ تعالٰی عنہا نے عرض کی:

یانبی اللہ انحلہما یا نبی اللہ! ان دونوں کو کچھ عطا ہو۔

فرمایا:

نحلتُ ھذا الکبیر المھابۃ والحلم ونحلت ھذا الصغیر المحبۃ والرضا۔

میں نے اس بڑے کو ہیبت و بردباری عطا کی اور اس چھوٹے کو محبت و رضا کی نعمت دی۔

العسکری فی الامثال عن جابر بن سمرۃ عن ام ایمن برکۃ رضی اللہ عنھم۔[2]

(عسکری نے امثال میں جابر بن سمرہ سے انھوں نے ام ایمن برکۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۰۵: کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جس مرض میں وصال مبارک ہوا ہے اس میں دو جہان کی شاہزادی اپنے دونوں شہزادوں کو لئے اپنے پدر کریم علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس حاضر ہوئیں اور عرض کی:

یارسول اللہ ھٰذان ابنای فورثھما شیئا۔

یارسول اللہ! یہ میرے دونوں بیٹے ہیں انھیں اپنی میراث کریم سے کچھ عطا فرمائیے۔

ارشاد ہوا:

اما حسنٌ فلہ ھیبتی وسؤددی واما حسینٌ

حسن کے لئے تو میری ہیبت اور سرداری ہے

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۱۵۵۹ حسین بن علی رضی اللہ عنہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴/ ۱۲۱

[2] کنز العمال بحوالہ العسکری فی الامثال حدیث ۳۷۷۱۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۶۷۰

www.alahazratnetwork.org

فلہٗ جُرأتی وجُودی۔ الطبرانی فی الکبیر وابن مندہ وابن عساکر عن البتول الزہراء رضی اللہ عنہا۔[1]

اور حسین کے لئے میری جرأت اور میرا کرم۔ (طبرانی نے کبیر میں اور ابن مندہ اور ابن عساکر نے بتول الزہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔ ت)

اقول وباللہ التوفیق حلم وہیبت وجود وشجاعت ورضا ومحبت کچھ اشیائے محسوسہ و اجسام ظاہرہ تو نہیں کہ ہاتھ میں اٹھا کر دے دئے جائیں اور بتول زہرا کا سوال بصیغۂ عرض و درخواست تھا کہ حضور انھیں کچھ عطا فرمائیں جسے عرف نحاۃ میں صیغۂ امر کہتے ہیں اور وہ زمان استقبال کے لئے خاص کہ جب تک یہ صیغہ زبان سے ادا ہوگا زمانۂ حال منقضی ہوجائے گا اس کے بعد قبول ووقوع جو کچھ ہوگا زمانہ تکلم سے زمانۂ مستقبل میں آئے گا اگرچہ بحالت فور واتصال اُسے عرفاً زمانۂ حال کہیں بہر حال درخواست وقبول کو زمانۂ ماضی سے اصلاً تعلق نہیں، اب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیا فرمایا نَعَمْ ہاں دوں گا۔ لاجرم یہ قبول زمانۂ استقبال کا وعدہ ہوا فانّ السؤال معادٌ فی الجواب ای نعم انحلھما اس کے متصل ہی حضور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ میں نے اپنے اس شاہزادے کو یہ نعمتیں دیں اور اس شہزادے کو یہ دولتیں بخشیں۔ یہ صیغے بظاہر ماضی کے ہیں اور اس سے زمان وعدہ تھا اور زمان وعدہ عطا نہیں کہ وعدہ عطا پر مقدم ہوتا ہے۔ لاجرم یہ صیغے اخبار کے نہیں بلکہ انشا ہیں جس طرح بائع ومشتری کہتے ہیں بِعْتُ اِشْتَرَیْتُ میں نے بیچی میں نے خریدی۔ یہ صیغے کسی گزشتہ خرید و فروخت کی خبر دینے کے نہیں ہوتے بلکہ انھیں سے بیع وشرا پیدا ہوتی ہے انشا کی جاتی ہے یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس فرمانے ہی میں کہ میں نے اُسے یہ دیا اُسے یہ دیا حلم وہیبت وجود وشجاعت ورضا ومحبت کی دولتیں شاہزادوں کو بخش دیں یہ نعمتیں خاص خزائن مُلک السمٰوات والارض جل جلالہٗ کی ہیں۔

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۱۵۵۹ حسین بن علی رضی اللہ عنہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴/۱۴۰
المعجم الکبیر حدیث ۱۰۴۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۲/۴۲۳
کنز العمال بحوالہ ابن مندہ، کر حدیث ۱۸۸۳۹ مؤسسۃ الرسالہ " ۷/۲۶۸
" " طب وابن مندہ، کر حدیث ۳۴۲۷۲ " " " " ۱۲/۱۱۷
" " ابن مندہ، طب، ابی نعیم، کر حدیث ۳۷۷۰۹ " " " " ۱۳/۶۷۰

www.alahazratnetwork.org

؎ ایں سعادت بزورِ بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ[1]

(یہ سعادت اپنی طاقت سے حاصل نہیں ہوتی جب تک عطا فرمانے والا اللہ تعالٰی عطا نہ فرمائے۔ ت)

تو وُہ جو زبان سے فرمادے کہ میں نے دیں اور اس فرمانے ہی سے وہ نعمتیں حاصل ہوجائیں قطعاً یقیناً وہی کرسکتا ہے جس کا ہاتھ اللہ وہاب رب الارباب جل جلالہ کے خزانوں پر پہنچتا ہے جسے اس کے رب جل وعلا نے عطا ومنع کا اختیار دیا ہے، ہاں وہ کون، ہاں واللہ وہ محمد رسول اللہ ماذون ومختار حضرۃ اللہ قاسم ومتصرف خزائن اللہ جل جلالہ وصلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم، والحمد للہ رب العٰلمین،

لاجرم امام اجل احمد بن حجر مکی رحمہ اللہ تعالٰی کتاب مستطاب جوہر منظم میں فرماتے ہیں:

هو صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خلیفة اللہ الاعظم الذی جعل خزائن کرمه وموائد نعمه طوع یدیه وتحت ارادته یعطی من یشاء[2]

وہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ عزوجل کے وہ خلیفۂ اعظم ہیں کہ حق جل وعلا نے اپنے کرم کے خزانے، اپنی نعمتوں کے خوان سب ان کے ہاتھوں کے مطیع اُن کے ارادے کے زیرِ فرمان کردئے جسے چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ان مباحث قدسیہ کے جانفزا بیان فقیر کے رسالہ سلطنت المصطفٰی فی ملکوت کل الورٰی میں بکثرت ہیں وللہ الحمد۔

حدیث ۱۰۶: صحیحین میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان لی اسماء انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یمحوا اللہ بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر علی قدمی (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)۔

بیشک میرے متعدد نام ہیں، میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی یعنی کفر وشرک کا مٹانے والا ہوں کہ اللہ تعالٰی میرے ذریعے سے کفر مٹاتا ہے، میں حاشر یعنی مخلوق کو حشر دینے والا ہوں کہ میرے قدموں پر تمام لوگوں کا حشر ہوگا صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

---

[1]

[2] الجوہر المنظم الفصل السادس المکتبۃ القادریۃ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۴۲

www.alahazratnetwork.org

عن ابی موسی الاشعری و نحوہ احمد وابناسعد وابی شیبۃ والبخاری فی التاریخ والترمذی فی الشمائل عن حذیفۃ وابن مردویۃ فی التفسیر وابونعیم فی الدلائل وابن عدی فی الکامل وابن عساکر فی تاریخ دمشق والدیلمی فی مسند الفردوس عن ابی الطفیل وابن عدی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم و ابن سعد عن مجاہد مرسلاً یزیدون وینقصون وکلھم علی الحاشر متفقون۔

ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہم سے۔ اور اس کی مثل احمد، ابن سعد، ابن ابی شیبہ اور بخاری نے تاریخ میں اور ترمذی نے شمائل میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔ اور ابن مردویہ نے تفسیر میں، ابونعیم نے دلائل میں، ابن عدی نے کامل میں، ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت ابوالطفیل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔ اور ابن عدی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے۔ اور ابن سعد نے مجاہد سے مرسلاً روایت کیا۔ اس میں راوی کمی بیشی کرتے ہیں مگر حاشر پر سب متفق ہیں۔ (ت)

حدیث ۱۱۲: حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک کنیسۂ یہود میں تشریف لے جاکر دعوتِ اسلام فرمائی، کسی نے جواب نہ دیا، دوبارہ فرمائی، کوئی نہ بولا۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ابیتم فواللہ لانا الحاشر وانا

تم نے نہ مانا تو سن لو خدا کی قسم میں ہی حشر دینے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

شمائل الترمذی مع سنن الترمذی باب ماجاء فی اسماء رسول صلی اللہ علیہ وسلم دارالفکر بیروت ۵/۵۴۲
الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر اسماء الرسول صلی اللہ علیہ وسلم دار صادر بیروت ۱/۱۰۴
المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الفضائل حدیث ۳۱۷۸۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۶/۳۵۱
دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الثالث ذکر فضیلتہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الکتب " ۱/۱۲
کنز العمال بحوالہ عد وابن عساکر عن ابی الطفیل حدیث ۳۲۱۶۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۴۲۲ و ۴۲۳
الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۹۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۴۲
الطبقات الکبرٰی ذکر اسماء رسول صلی اللہ علیہ وسلم دار صادر بیروت ۱/۱۰۵

www.alahazratnetwork.org

العاقب وانا النبی المصطفٰی اٰمنتم اوکذبتم۔ الحاکم وصححہ عن عوف بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[1]

والا ہوں، میں ہی خاتم الانبیاء ہوں، میں ہی نبی مصطفٰی ہوں، چاہے تم مانو یا نہ مانو (حاکم نے عوف بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کیا اور اس کی تصحیح کی۔ت)

حدیث ۱۱۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

انا احمد وانا محمد وانا الحاشر الذی احشر الناس علٰی قدمی وانا الماحی الذی یمحو اللہ بی الکفر۔[2]

میں احمد ہوں، میں محمد ہوں، میں حاشر ہوں کہ لوگوں کو اپنے قدموں پر حشر دوں گا، میں ماحی ہوں کہ اللہ تعالٰی میرے ذریعے سے کفر کی بلا محو فرماتا ہے، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

یہ اسم ماحی بھی ہمارے مقصود رسالہ سے ہے نیز بجہت اسناد اور نیز یوں کہ معاذ اللہ کفر سے بدتر اور کیا بلا ہے، تو جو پیارا ماحیِ کفر ہے اس سے بڑھ کر کون دافع البلاء ہے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ مگر اس نام پاک حاشر کی اسناد کو وہابی صاحب بتائیں سیّد عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ کیا فرما رہے ہیں کہ میں حشر دینے والا ہوں میں اپنے قدموں پر خلائق کو حشر دوں گا۔ تم نے تو قرآن مجید سے یہ سنا ہوگا کہ نشر کرنا حشر دینا خدا کی شان ہے، یہاں بھی تمہارا امام الطائفہ یہی کہے گا کہ نبی نے اپنے آپ کو خدا کی شان میں ملا دیا، خدا کی شان تم مدعیانِ علم وایمان ابھی خدا کی شان ہی کے معنے نہ سمجھے، نبی کی سب شانیں خدا کی شان ہیں، تو خدا کی بعض شانیں ضرور نبی کی شان ہیں کہ موجبہ کلیہ کو اُس کا عکس موجبہ جزئیہ لازم ہے، ہاں وہ شان جس سے خدائی لازم آئے نبی کے لئے نہیں ہوسکتی، دفعِ بلا یا سماعِ ندا یا فریاد کو پہنچنا یا مراد کا دینا وغیرہ وغیرہ امورِ نزاعیہ کہ بعطائے رحمانی و وساطت فیضِ ربانی سے مانے جاتے ہیں لزومِ الوہیت سے کیا تعلق رکھتے ہیں ولکن من لم یجعل اللہ لہ نورًا فما لہ من نور (لیکن جسے اللہ تعالٰی نور عطا نہ فرمائے اس کے لئے کوئی نور نہیں۔ت)

حدیث ۱۱۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: میرا نام قرآن میں محمد اور انجیل میں

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ قصۃ ذکر رؤیا عبداللہ بن سلام دارالفکر بیروت ۳/ ۴۱۵

[2] المعجم الکبیر عن جابر رضی اللہ عنہ حدیث ۱۷۵۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۱۸۴

الکامل لابن عدی وہب بن وہب الخ دار الفکر بیروت ۷/ ۲۵۲۷

www.alahazratnetwork.org

احمد اور توراۃ میں اُحید ہے وانما سمیت احید لانی احید عن امتی نار جھنم اور میرا نام اُحید اس لئے ہوا کہ میں اپنی امت سے آتش دوزخ کو دفع فرماتا ہوں۔

فلوجہ ربك الحمد وعلیك الصلوٰۃ و السلام یا احید یانبی الحمد۔ ابنا عدی و عساکر عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔ آپ کے رب کے لئے حمد اور آپ پر درود و سلام ہو اے احید، اے نبی حمد۔ اس کو ابن عدی اور ابن عساکر نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ (ت)

وہابی صاحبو! تمھارے نزدیک اُحید پیارا صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم دافع البلا تو ہے ہی نہیں، کہ وہ کروڑہ تم سے نارِ جہنم بھی دفع نہ فرمائیں اور بظاہر امید تو ایسی ہی ہے کہ جو جس نعمت الٰہی کا منکر ہوتا ہے اُس نعمت سے محروم رہتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

انا عند ظن عبدی بی[2] میں اپنے بندے سے اس کے گمان کے موافق معاملہ فرماتا ہوں۔

جب تمھارا گمان یہ ہے کہ محمد مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم دافع البلا نہیں تو تم اسی کے مستحق ہو کہ وہ تمھارے لئے دافع البلاء نہ ہوں۔ ایک بار فقیر کے یہاں اس مسئلہ کا ذکر تھا کہ رافضی دیدارِ الٰہی کے منکر ہیں اور وہابی شفاعتِ نبوی کے۔ فقیر نے کہا ایک یہی مسئلہ نزاعیہ ہے جس میں ہم اور وہ دونوں راست گو ہیں ہم کہتے ہیں دیدارِ الٰہی ہوگا اور ہم حق کہتے ہیں ان شاء اللہ الغفار ہمیں ہوگا، رافضی کہتے ہیں نہ ہوگا وہ سچ کہتے ہیں ان شاء اللہ القہار انھیں نہ ہوگا، ہم کہتے ہیں شفاعت مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم حق ہے اور ہم قطعاً حق پر ہیں اُن کے کرم سے ہمارے لئے ہوگی، وہابی کہتے ہیں کہ شفاعت محال مطلق ہے اور وہ ٹھیک کہتے ہیں امید ہے کہ ان کے لئے نہ ہوگی ؏

گر بر تو حرام ست حرامت بادا

(اگر تجھ پر حرام ہے تو حرام ہی رہے۔ ت)

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر باب معرفۃ اسمائہ الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۱
الکامل لابن عدی ترجمہ اسحٰق بن بشر دار الفکر بیروت ۱/ ۳۳۱
[2] مسند احمد بن حنبل المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۱۵
الترغیب والترھیب الترغیب فی الاکثار من ذکر اللہ حدیث ۱ مصطفی البابی مصر ۲/ ۳۹۳

www.alahazratnetwork.org

؎ حاضراں گفتند کاے صدر الوریٰ ۔ راست گو گفتی دو ضد گو راچرا

گفت من آئینہ ام مصقول دوست ۔ ترک و ہندو درمن آں بیند کہ اوست [1]

(حاضرین نے عرض کی کہ اے سرورِ کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم! آپ نے دو متضاد بات کرنے والوں کو کیسے درست قرار دیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں دوست کا قلعی کیا ہوا آئینہ ہوں، تو ترک اور ہندو مجھ میں وہی دیکھتا ہے جیسا وہ خود ہے۔ ت)

خود حضور پر نور شافع یوم النشور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

شفاعتی یوم القیٰمۃ حق فمن لم یؤمن بہا لم یکن من اھلھا۔ ابن مَنیع فی معجمہ [2] عن زید بن ارقم و بضعۃ عشر من الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

روزِ قیامت میری شفاعت حق ہے تو جو اس پر یقین نہ لائے وہ اس کے لائق نہیں (ابن منیع نے اپنی معجم میں زید بن ارقم اور دس سے چند زائد صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ ت)

علامہ مناوی تیسیر میں لکھتے ہیں:

اُطلِقَ علیہ التواتر [3] اس حدیث کو متواتر کہا گیا۔

بالجملہ وہ تمہارے لئے دافع البلاء نہ سہی مگر کلا واللہ ہمارا ٹھکانا تو ان کی بارگاہِ بیکس پناہ کے سوا نہیں ؎

منکر اپنا اور حامی ڈھونڈ لیں

آپ ہی ہم پر تو رحمت کیجئے

بلکہ لا واللہ اگر بفرضِ غلط بفرض باطل عالم میں اُن سے جدا کوئی دوسرا حامی بن کر آئے بھی تو ہمیں اس کا احسان لینا منظور نہیں وہ اپنی حمایت اٹھا رکھے ہمیں ہمارے مولائے کریم جل جلالہٗ نے بے ہمارے استحقاق بے ہماری لیاقت کے اپنے محبوب کا کرلیا اور اسی کی وجہ کریم کو حمد قدیم ہے اب ہم دوسرے کا بننا نہیں چاہتے جس کا کھاتے ہیں اُسی کا گاتے ہیں۔

---

[1]

[2] کنز العمال بحوالہ ابن منیع حدیث ۳۹۰۵۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴/ ۳۹۹

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث شفاعتی یوم القیٰمۃ حق مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۷۸

www.alahazratnetwork.org

؎ چو دل با دلبرے آرام گیرد ز وصلِ دیگرے کے کام گیرد

(جب ایک محبوب سے دل آرام پاتا ہے تو دوسرے کے وصل سے اسے کیا کام۔ ت)

یا تو یوں ہی تڑپ کے جائیں یا وہی دام سے چھڑائیں

منتِ غیر کیوں اٹھائیں کوئی ترس جتائے کیوں

رباعی: اے واہ دہ حبیب را کلید ہمہ کار باران درود بر رُخِ پاکش بار

دستے کہ بداماں کرمش زدہ ایم زنہار بدست دیگراں نقش مسپار

اے اللہ! اُس حبیب کو ہر معاملے کی چابی عطا فرمانے والے اس کے رُخِ زیبا پر درود کی بارش برسا، جس ہاتھ سے ہم نے اس کا دامنِ کرم تھاما ہے ہرگز ہم کو دوسروں کا دست نگر نہ بنا۔ ت)

؎ تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال

جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

صلی اللہ تعالٰی علیک وسلم وعلٰی اٰلک وصحبک وبارک وکرم، والحمد للہ رب العٰلمین۔

خیر، ان اہلِ شر کے منہ کیا لگئے، مسلمان نظر فرمالیں کہ عیاذاً باللہ نارِ جہنم سے سخت تر کون سی بلا ہوگی مگر اُس کا دافع دافع البلا نہیں ہے یہ کر دیا بیہ کے پاس نہ عقل ہے نہ دین، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

حدیث ۱۱۵: صحیح بخاری وصحیح مسلم ومسند امام احمد میں سیدنا عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے انھوں نے حضورِ اقدس رحمتِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی کہ حضور نے اپنے چچا ابوطالب کو کیا نفع دیا خدا کی قسم وہ حضور کی حمایت کرتا حضور کے لئے لوگوں سے لڑتا جھگڑتا تھا۔ فرمایا:

وجدتہ فی غمرات من النار فاخرجتہ الی ضحضاح[1]۔ میں نے اُسے سراپا آگ میں ڈوبا پایا تو اُسے میں نے کھینچ کر پاؤں تک کی آگ میں کردیا۔ صلی اللہ تعالٰی علیک وسلم۔

---

[1] صحیح البخاری باب بنیان الکعبہ قصہ ابی طالب ۱/ ۵۴۸ و کتاب الادب المشرک ۲/ ۹۱۷
صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۵
مسند احمد بن حنبل عن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۰۶ و ۲۰۷

www.alahazratnetwork.org

حدیث ۱۱۶: کہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی گئی۔ ھَل نَفَعْتَ اَبَاطَالِب حضور نے ابوطالب کو کچھ نفع دیا؟ فرمایا:

اخرجتہ من غمرۃ جھنم الٰی ضحضاح منھا۔ البزار[1] و ابویعلٰی و ابن عدی و تمام عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

میں اسے دوزخ کے غرق سے پاؤں تک کی آگ میں نکال لایا (اس کو بزار، ابویعلٰی، ابن عدی اور تمام نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

وہابی صاحبو! مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو ایک کافر کے باب میں فرما رہے ہیں کہ اُسے میں نے غرقِ آتش سے کھینچ لیا اسے میں نکال لایا۔ اور تم حضور کو مسلمانوں کے لئے بھی دافع البلاء نہیں مانتے، یہ تمہارا ایمان ہے۔ مسلمان اپنے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے تصرف، قدرتیں، اختیار دیکھیں، دنیا کیا بلا ہے آخرت کے کارخانوں کی باگیں اُن کے ہاتھ میں سپرد ہوئی ہیں ورنہ بغیر اللہ عزوجل کے ماذون ومختار کئے کس کی مجال ہے کہ اللہ کے قیدی کی سزا بدل دے جس عذاب میں اُسے رکھا ہو وہاں سے اُسے نکال لے۔ یہ وہی پیارا ہے جس کی عزت ووجاہت جس کی محبوبیت نے دو جہاں کے اختیارات اُسے دلا دئے۔ آخر حدیث سُن چکے:

الکرامۃ والمفاتیح یومئذ بیدی[2]۔

عزت دنیا اور تمام کاروبار کی کنجیاں اُس دن میرے ہاتھ ہوں گی۔

توراتِ شریف کا ارشاد سُن چکے:

یدہ فوق الجمیع و ید الجمیع مبسوطۃ الیہ

اس کا ہاتھ سب ہاتھوں پر بلند ہے سب کے ہاتھ اس کی طرف پھیلے ہیں عاجزی

---

[1] مسند ابی یعلٰی عن جابر رضی اللہ عنہ حدیث ۲۰۴۳ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۲/ ۳۹۹
الکامل لابن عدی ترجمہ اسمٰعیل بن مجاہد دارالفکر بیروت ۱/ ۳۱۳
مجمع الزوائد کتاب صفۃ النار تفاوت اہل فی العذاب دارالکتاب العربی بیروت ۱۰/ ۳۹۵

[2] سنن الدارمی باب ما اعطی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الفضل حدیث ۴۸ دارالمحاسن للطباعۃ القاہرۃ ۱/ ۳۰
مشکوٰۃ المصابیح باب فضائل سید المرسلین قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۵۱۴
الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بانہ اول من تنشق عنہ الارض مرکز اہلسنت گجرات الہند ۲/ ۲۱۸

www.alahazratnetwork.org

بالخشوع[1] اور گڑگڑانے میں، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

حدیث ۱۱۷: صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان ھذہ القبور مملوۃ علٰی اھلھا ظلمۃ وانی انورھا بصلاتی علیھم۔[2]

بیشک یہ قبریں ان کے ساکنوں پر اندھیرے بھری ہیں اور بے شک میں اپنی نماز سے انھیں روشن کردیتا ہوں۔

صلی اللہ تعالٰی وبارک وسلم قدر نورہ وجمالہ وجودہ ونوالہ علیہ وعلٰی الہ امین۔ ھو وابن حبان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اللہ تعالٰی آپ پر اور آپ کی آل پر آپ کے نور، جمال اور جُود وعطاء کے مطابق درود وسلام اور برکت نازل فرمائے۔ اس نے اور ابن حبان نے بحوالہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اس کو روایت کیا ہے۔ (ت)

حدیث ۱۱۸: ام المومنین سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کہ پہلے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالٰے عنہ کے نکاح میں تھیں جب اُن کی وفات ہوئی اور اُن کی عدت گزری سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں پیامِ نکاح دیا، انھوں نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھ میں تین باتیں ہیں، انا امرأۃ کبیرۃ میری عمر زائد ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: انا اکبر منك میں تم سے بڑا ہوں۔ عرض کی: وانا امرأۃ غیورۃ میں رشکناک عورت ہوں (یعنی ازواجِ مطہرات کے ساتھ شکر رنجی کا اندیشہ ہے) فرمایا: ادعوا اللہ عزوجل فیذھب عنك غیرتك میں اللہ عزوجل سے دُعا کروں گا وُہ تمھارا رشک دُور فرمائے گا۔ عرض کی: یارسول اللہ! وانا امرأۃ مُصبیۃ یارسول اللہ اور میرے بچے ہیں (یعنی ان کی پرورش کا خیال ہے)۔ فرمایا: ھم الی اللہ والٰی رسولہ بچے اللہ اور رسول کے سپرد ہیں۔[3]

احمد فی المسند حدثنا وکیع ثنا اسمٰعیل

احمد نے مسند میں کہا ہمیں حدیث بیان کی وکیع نے

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ باب ششم در بحث نبوت وایمان سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۶۹

[2] صحیح مسلم کتاب الجنائز فصل فی الصلوٰۃ علی القبر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۱۰

السنن الکبرٰی ؍ باب الصلوٰۃ علی القبر الخ دارصادر بیروت ۴/ ۴۷

[3] مسند احمد بن حنبل عن ام سلمہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۳۲۱

المعجم الکبیر عن ام سلمہ حدیث ۴۹۹ و ۵۸۵ و ۹۶۴ المکتبۃ الفیصلیۃ ۲۳/ ۲۴۸ و ۲۶۳ و ۴۰۶

www.alahazratnetwork.org

بن عبد الملك بن ابی الصغیراء ثنی عبد العزیز بن بنت ام سلمة عن ام سلمة رضی اللہ تعالٰی عنہما والحدیث فی السنن النسائی[1] وغیرہ۔

ہمیں حدیث بیان کی اسمٰعیل بن عبدالملک بن ابوالصغیراء نے، مجھے حدیث بیان کی عبدالعزیز بن بنت ام سلمہ نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے۔ اور یہ حدیث سنن نسائی وغیرہ میں مذکور ہے۔ (ت)

حدیث ۱۱۹: کہ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ذکرِ مسیح کذاب میں فرمایا:

اَبشروا فان یخرج وانا بین اظہرکم فاللہ کافیکم ورسولہ۔

خوش ہو کہ اگر وہ نکلا اور میں تم میں تشریف فرما ہُوا تو اللہ تمھیں کافی ہے اور اللہ کا رسول جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

الطبرانی فی الکبیر[2] عن اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

(طبرانی نے کبیر میں اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

یہاں سخت ترین اعداء کے مقابلے میں اللہ و رسول کو کفایت فرمانے والا بتایا کہ خوش ہو بے خوف رہو اللہ و رسول کے ہوتے تمھیں کچھ اندیشہ نہیں۔ اللہ اللہ ایسی جلیل حاجت روائیوں مشکلکشائیوں میں اللہ عزوجل کے نام اقدس کے ساتھ حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک ملنا وہابیہ کے زخمی کلیجوں پر خدا جانے کہاں تک نمک چھڑکے گا و للہ الحمد۔

حدیث ۱۲۰: امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ دینے کا حکم فرمایا، اتفاق سے ان دنوں میں کافی مالدار تھا میں نے اپنے جی میں کہا اگر کبھی میں ابوبکر سے سبقت لے جاؤں گا تو وہ دن آج ہی ہے میں اپنا آدھا مال حاضر لایا، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ما ابقیت لاھلك تم نے اپنے گھر والوں کے لئے کیا باقی رکھا؟ میں نے عرض کیا، ابقیت لھم ان کے لئے بھی باقی چھوڑ آیا ہوں۔ فرمایا: ما ابقیت لھم آخر ان کے لئے کتنا چھوڑ آئے ہو؟ عرض کی، مثلہ اتنا ہی۔ اور صدیق اکبر اپنا سارا مال تمام وکمال لے کر حاضر ہوئے۔ سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: یا ابابکر

---

[1] الاصابۃ بحوالہ النسائی ترجمہ ۱۲۰۵ ام سلمۃ بنت ابی امیۃ دار الفکر بیروت ۷/۳۲۶، ۳۲۷

[2] المعجم الکبیر حدیث ۴۳۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۴/۱۷۰

www.alahazratnetwork.org

ما ابقیت لاھلک اے ابوبکر! گھروالوں کیلئے کیا باقی رکھا؟ عرض کی، ابقیت لھم اللہ ورسولہٗ میں نے گھروالوں کے لئے اللہ و رسول کو باقی رکھا ہے جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۔ میں نے کہا، میں ابوبکر سے کبھی سبقت نہ لے جاؤں گا۔

الدارمی[1] وابوداؤد والترمذی وقال حسن صحیح والشاشی وابن ابی عاصم وابن شاھین فی السنۃ والحاکم فی المستدرک وابونعیم فی الحلیۃ والبیھقی فی السنن والضیاء فی المختارۃ کلھم عن امیر المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

دارمی، ابوداؤد، ترمذی، شاشی، ابن ابی عاصم اور ابن شاہین نے سنّۃ میں اور حاکم نے مستدرک میں اور ابونعیم نے حلیہ میں اور بیہقی نے سُنن میں اور ضیاء نے مختارہ میں سب نے امیرالمومنین (عمر فاروق) رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ دارمی، ابوداؤد اور ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا۔ (ت)

حدیث ۱۲۱: کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سیدنا ابن سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حق میں فرمایا:

احب اھلی من قد انعم اللہ علیہ وانعمتُ علیہ۔ الترمذی[2] عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

مجھے اپنے گھروالوں میں سب سے پیارا وہ ہے جسے اللہ عزوجل نے نعمت دی اور میں نے نعمت دی۔ (ترمذی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقاۃ میں فرماتے ہیں:

لم یکن احد من الصحابۃ الا وقد انعم اللہ علیہ ورسولہ صلی اللہ تعالٰی

یعنی سب صحابہ ایسے ہی تھے جنھیں اللہ نے نعمت بخشی اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] سُنن الترمذی کتاب المناقب باب فی مناقب ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما دارالفکر بیروت ۵/ ۳۸۰
سُنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ باب الرخصۃ فی ذالک آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۳۶
سُنن الدارمی باب الرجل یتصدق بجمیع ماعندہ حدیث ۱۶۶۷ دارالمحاسن للطباعۃ القاھرۃ ۱/ ۳۲۹
کنزالعمال حدیث ۳۵۶۱۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۴۹۱

[2] سُنن الترمذی کتاب المناقب باب مناقب اسامہ بن زید حدیث ۳۸۴۵ دارالفکر بیروت ۵/ ۴۴۷

www.alahazratnetwork.org

3 وسلم الاٰات المراد المنصوص علیه فی الکتاب وھو قولہ تعالٰی و اذ تقول للذی انعم الله علیه وانعمت علیه وھو زید لاخلاف فی ذٰلك ولا شك[1] الخ۔

نے نعمت بخشی، مگر یہاں مراد وہ ہے کہ جس کی تصریح قرآن عظیم میں ارشاد ہوئی ہے کہ جب فرماتا تھا تو اس سے جسے اللہ تعالٰی نے نعمت دی اور اے نبی! تُو نے اُسے نعمت دی اور وہ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں، اس میں کسی کا خلاف نہ اصلاً شک، اور آیت اگرچہ زید رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حق میں اُتری مگر سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کا مصداق اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما کو ٹھہرایا کہ پسر تابع پدر ہے، افادہ فی المرقاۃ۔

اقول نہ صرف صحابہ بلکہ تمام اہلِ اسلام اوّلین و آخرین سب ایسے ہی ہیں جنھیں اللہ عزوجل نے نعمت دی اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نعمت دی۔ پاک کردینے سے بڑھ کر اور کیا نعمت ہوگی جس کا ذکر آیاتِ کریمہ میں سُن چکے کہ یُزَکِّیۡہِمۡ[2] یہ نبی انھیں پاک اور ستھرا کردیتا ہے بلکہ لاواللہ تمام جہان میں کوئی شے ایسی نہیں جس پر اللہ کا احسان نہ ہو اللہ کے رسول کا احسان نہ ہو۔ فرماتا ہے:

وما ارسلنٰك الا رحمةً للعٰلمین[3] ہم نے نہ بھیجا تمھیں مگر رحمت سارے جہان کیلئے۔

جب وہ تمام عالم کے لئے رحمت ہیں تو قطعاً سارے جہان پر ان کی نعمت ہے صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم۔ اہلِ کفر و اہلِ کفران اگر نہ مانیں تو کیا نقصان ؂

راست خواہی ہزار چشم چناں　　کور بہتر کہ آفتاب سیاہ

(اگر سچ چاہے تو ایسی ہزار آنکھوں کا اندھا ہونا بہتر ہے نہ کہ آفتاب کا سیاہ ہونا۔ ت)

---

[1] مرقاۃ المفاتیح کتاب المناقب الفضائل باب اہل بیت النبی تحت الحدیث ۶۱۷۷ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۱۰/۵۴۶

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۲۹

[3] 〃 ۲۱/ ۱۰۷

www.alahazratnetwork.org

حدیث ۱۲۲: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من استعملناہ علٰی عمل فرزقناہ رزقًا الحدیث۔ ابوداؤد[1] والحاکم بسند صحیح عن بریدۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جسے ہم نے کسی کام پر مقرر کیا پس ہم نے اسے رزق دیا۔ (ابوداؤد اور حاکم نے بسند صحیح بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

پہلی حدیث میں حضور نے فرمایا تھا: "ہم نے غنی کردیا"۔ احادیث علیہ حسنین رضی اللہ تعالٰی عنہما میں تھا کہ فرمایا: "حسن کو مہابت ہم نے دی، علم ہم نے دیا۔ حسین کو شجاعت ہم نے دی، کرم ہم نے دیا، محبت کا مرتبہ، رضا کا مقام ہم نے عطا کیا۔" حدیث اُسامہ میں تھا: "اُسے نعمت ہم نے بخشی۔" یہاں ارشاد ہوتا ہے: "رزق ہم نے دیا۔" صلی اللہ تعالٰی علیک وعلٰی اٰلک قدر جودک ونوالک وبارک وسلم۔

حدیث ۱۲۳: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لقد جاءکم رسول الیکولیس بوھن ولاکسل لیحی قلوبًا غلفًا ویفتح اعینًا عمیًا ویسمع اٰذانًا صمًا ویقیم السنۃ عوجًا حتی یقال لاالٰہ الا اللہ وحدہٗ۔ الدارمی[2] فی سننہ عن جبیر بن نفیر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

بیشک تشریف لایا تمہارے پاس وہ رسول تمہاری طرف بھیجا ہوا جو ضعف و کاہلی سے پاک ہے تاکہ وہ رسول زندہ فرمادے غلاف چڑھے دل، اور وہ رسول کھول دے اندھی آنکھیں، اور وہ رسول شنوا کردے بہرے کانوں کو، اور وہ رسول سیدھی کردے ٹیڑھی زبانوں کو، یہاں تک کہ لوگ کہہ دیں کہ ایک اللہ کے سوا کسی کی پرستش نہیں۔ (دارمی نے اپنی سنن میں جبیر بن نفیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

اقول صحیح اذقال اخبرنا حیوۃ بن شریح ثقۃ شیخ البخاری

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الخراج والفیئ باب فی ارزاق العمال آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۵۲
المستدرک للحاکم کتاب الزکوٰۃ دارالفکر بیروت ۱/ ۴۰۶
کنزالعمال حدیث ۱۱۰۸۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۳۹۴

[2] سنن الدارمی باب ماکان علیہ الناس قبل مبعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۹ دارالمحاسن للطباعۃ القاہرہ ۱/ ۱۵

www.alahazratnetwork.org

فی صحیحہ وابوداؤد والترمذی بل واحمد وابن معین وھما من اقرانہ ثنا بقیۃ بن الولید ثقۃ من الاعلام من رجال مسلم وقد زال ما یُخشٰی من تدلیسہٖ بقولہٖ ثنا بُحَیر بن سعید ثقۃ ثبت عن خالد بن مُعدان ثقۃ عابدٌ من رجال الستۃ عن جبیر بن نفیر الحضرمی رضی اللہ تعالٰی عنہما ثقۃ جلیل مخضرم من الثانیۃ وقد رُوِی ابن السکن والباوردی وابن شاھین مُطوَّلاً عن عبدِ الرحمٰن عن جُبیرِ بن نُفَیرٍ عن ابیہ قال ادرکتُ الجاھلیۃ واتانا رسولُ رسولِ اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالیمن فاسلمنا فمرسلہ کمراسیل سعید بن المسیّب اوفوق علا اَنّ المرسل حجۃ عندنا وعند الجمھور والحدیث مسلسل بالحمصیین حیوۃ الٰی جبیر کلھم اھل حمص۔

حدیث ۱۲: کہ دو اونٹ مست ہو کر بگڑ گئے تھے، کسی کو پاس نہ آنے دیتے، مالکوں نے باغ میں بند کر دئے تھے، باغ اُجاڑتے تھے، سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور شکایت آئی، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے، دروازہ کھولنے کا حکم دیا، مالموں نے اندیشہ کیا مبادا حضور کو ایذا دیں۔ فرمایا، خوف نہ کر، کھول دے۔ کھول دیا۔ ایک دروازے ہی کے پاس کھڑا تھا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھتے ہی سجدے میں گر پڑا۔ حضور نے مہار ڈال کر حوالے کیا۔ دوسرا انتہائے باغ پر تھا جب وہاں تشریف لے گئے اس نے بھی حضور کو دیکھتے ہی سجدہ کیا، حضور نے اُسے بھی باندھ کر سپرد فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے یہ حال دیکھ کر عرض کی:

یانبی اللہ تسجد لك البھائم فما للہ عندنا بك احسن من ھذا اَجَرتنا من الضلالۃ واستنقذتنا من الھلکۃ افلا تأذن لنا بالسجود۔ ابن قانع وابو نعیم[1] عن غیلان بن سامۃ الثقفی رضی اللہ

یارسول اللہ! چوپائے تک حضور کو سجدہ کرتے ہیں تو اللہ کے لئے حضور کے ذریعے سے ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ تو اس سے بہت بہتر ہے، حضور نے ہمیں گمراہی سے پناہ دی، حضور نے ہمیں ہلاکت سے نجات بخشی تو کیا حضور ہمیں اجازت نہیں دیتے کہ ہم حضور کو سجدہ کریں (ابن قانع وابو نعیم نے غیلان بن سامۃ الثقفی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے

---

[1] دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الثانی والعشرون ذکر سجود البھائم عالم الکتب بیروت الجزء الثانی ص ۱۳۵-۱۳۶

www.alahazratnetwork.org

تعالٰی عنہ ولہ طرق وقد دخل بعضہا فی بعض۔

سے روایت کیا۔ اس کے متعدد طرق ہیں جو کہ بعض بعض میں داخل ہیں۔ (ت)

وہابیہ کہ گمراہی پسند و ہلاکت دوست ہیں ان سخت ترین بلیات کو بلا کیوں سمجھیں گے کہ ان سے پناہ دینے والے نجات بخشنے والے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دافع البلا جانیں۔

حدیث ۱۲۵: جب وفد ہوازن خدمتِ اقدس حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہُوا اور اپنے اموال و اہل و عیال کہ مسلمان غنیمت میں لائے تھے حضور سے مانگے اور طالبِ احسانِ والا ہوئے، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا صلیتم الظہر فقولوا انا نستعین برسول اللہ علی المؤمنین او المسلمین فی نسائنا وابنائنا۔ النسائی عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما۔[1]

جب ظہر کی نماز پڑھ چکو تو کھڑے ہونا اور یوں کہنا ہم رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے استعانت کرتے ہیں مومنین پر اپنی عورتوں اور بچّوں کے باب میں (نسائی نے عمرو بن شعیب سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے اپنے دادا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث فرماتی ہے سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بنفسِ نفیس تعلیم فرمائی کہ ہم سے مدد چاہنا نماز کے بعد یوں کہنا کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے استعانت کرتے ہیں۔

وہابی صاحبو! اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ[2] کے معنے کئے استعانت تو خدا ہی کے ساتھ خاص تھی، یہ ارشاد کیسا ہے کہ ہم سے استعانت کرنا۔ اور زمانِ حیاتِ دنیاوی اور اس کے بعد کا تفرقہ وہابیہ کی جہالت ہی نہیں بلکہ سراسر ضلالت ہے قطع نظر اس بات سے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سب بحیاتِ حقیقی دنیاوی جسمانی زندہ ہیں، جو بات خدا کے لئے

---

[1] سنن النسائی کتاب الھبۃ ھبۃ المشاع نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۱۳۶

[2] القرآن الکریم ۱/ ۴

www.alahazratnetwork.org

خاص ہو چکی غیر خدا کے ساتھ شرک ٹھہر چکی، اس میں حیات و موت، قُرب و بُعد، ملکیت و بشریت خواہ کسی وجہ کا تفرقہ کیا کیا بعد موت ہی شرکت خدا کی صلاحیت نہیں رہتی بحالِ حیات شریک ہو سکتے ہیں یہ جنون وہابیہ کو ہر جگہ جاگتا ہے جس نے انھیں حمایت توحید کے زعم میں الٹا مشرک بنادیا ہے ایک بات کو کہیں گے شرک ہے پھر کبھی موت و حیات کا فرق کرینگے کبھی قرب و بُعد کا کبھی کسی اور وجہ کا جس کا صاف حاصل یہ نکلے گا کہ یہ انوکھے موحد بعض قسم مخلوق خدا کا شریک جانتے ہیں جب تو وہ بات کہ غیر کے لئے اُس کا اثبات شرک تھا ان کے لئے ثابت مانتے ہیں۔ اب کُھلا کہ اُن کے امام نے تقویۃ الایمان میں ان وہابی صاحبوں ہی کی نسبت کہا تھا کہ :

"اکثر لوگ شرک میں گرفتار ہیں اور دعوٰی مسلمانی کا کئے جاتے ہیں، سبحان اللہ یہ مُنہ اور یہ دعوٰی، سچ فرمایا اللہ صاحب نے کہ نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ، مگر شرک کرتے ہیں۔"[1]

یہ نکتہ یاد رکھنے کا ہے کہ ان کی بہت فاحشہ جہالتوں کی پردہ دری کرتا ہے وباللہ التوفیق۔

حدیث ۱۲۶: طبرانی معجم اوسط میں بسندِ حسن سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی :

انّ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امر الشمس فتاخرت ساعۃ من نہار۔[2]	سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے آفتاب کو حکم دیا کہ کچھ دیر چلنے سے باز رہ۔ وہ فوراً ٹھہر گیا۔

اقول اس حدیث حسن کا واقعہ اُس حدیث صحیح کے واقعہ عظیمہ سے جدا ہے جس میں ڈوبا ہوا سورج حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کے لئے پلٹا ہے یہاں تک کہ مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم نے نماز عصر کی خدمت گزاری محبوب باری صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں قضا ہوتی تھی ادا فرمائی۔ امام اجل طحاوی وغیرہ اکابر نے اس حدیث کی تصحیح کی۔ الحمد للہ اسے خلافتِ رب العزت کہتے ہیں کہ ملکوت السمٰوٰت والارض میں اُن کا حکم جاری ہے تمام مخلوقِ الٰہی کو

---

[1] تقویۃ الایمان پہلا باب توحید و شرک کے بیان میں مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۴

[2] المعجم الاوسط حدیث ۴۰۵۱ مکتبۃ المعارف ریاض ۵/۳۳
مجمع الزوائد کتاب علامات نبوت باب حبس الشمس لہ صلی اللہ علیہ وسلم دار الکتاب بیروت ۸/۲۹۶

www.alahazratnetwork.org

اُن کے لئے حکم اطاعت وفرمانبرداری ہے وہ خدا کے ہیں اور جو کچھ خدا کا ہے سب ان کا ہے، وہ محبوب اجل واکرم وخلیفۃ اللہ الاعظم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب دُودھ پیتے تھے گہوارہ میں چاند ان کی غلامی بجالاتا، جدھر اشارہ فرماتے اُسی طرف جُھک جاتا۔ حدیث میں ہے سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما عمِ مکرم سیدِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضور سے عرض کی، مجھے اسلام پر باعث حضور کے ایک معجزے کا دیکھنا ہوا:

رأیتك فی المھد تناغی القمر وتشیر الیہ باصبعك فحیث اشرت الیہ مال۔

میں نے حضور کو دیکھا کہ حضور گہوارے میں چاند سے باتیں فرماتے جس طرف انگشت مبارک سے اشارہ کرتے چاند اُسی طرف جُھک جاتا۔

سیدعالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

انی کنتُ اُحَدِّثُہٗ ویُحَدِّثُنی ویُلھینی عن البکاء واسمع وجبتہ حین یسجد تحت العرش۔

ہاں میں اُس سے باتیں کرتا تھا وہ مجھ سے باتیں کرتا اور مجھے رونے سے بہلاتا، میں اس کے گرنے کا دھماکہ سُنتا تھا جب وہ زیرِ عرش سجدے میں گرتا۔

البیھقی فی الدلائل[1] والامام شیخ الاسلام ابوعثمٰن اسمٰعیل بن عبد الرحمٰن الصابونی فی المائتین والخطیب وابن عساکر فی تاریخ بغداد ودمشق رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بیہقی نے دلائل میں اور امام شیخ الاسلام ابوعثمٰن اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن صابونی نے مائتین میں اور خطیب وابن عساکر نے تاریخ بغداد و دمشق میں بیان کیا رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (ت)

امام شیخ الاسلام صابونی فرماتے ہیں:

فی المعجزات حسن یہ حدیث معجزات میں حسن ہے۔

جب دُودھ پیتوں کی یہ حکومتِ قاہرہ ہے تو اب کہ خلافۃ الکبرٰی کا ظہور عین شباب پر ہے آفتاب کی کیا جان کہ اُن کے حکم سے سرتابی کرے آفتاب و ماہتاب درکنار، واللہ العظیم، ملکہ

---

[1] الخصائص الکبرٰی بحوالۃ البیہقی والصابونی وغیرہ باب مناغاۃ للقمر الخ مرکز اہل سنت گجرات الہند ۱/۵۳
کنز العمال بحوالہ حق فی الدلائل وغیرہ حدیث ۳۱۸۲۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۲۰۳

www.alahazratnetwork.org

مدبرات الامر کہ تمام نظم ونسقِ عالم جن کے ہاتھوں پر ہے محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ الاعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دائرۂ حکم سے باہر نہیں نکل سکتے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ارسلت الی الخلق کافۃ۔ رواہ مسلم[1] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

میں تمام مخلوقِ الٰہی کی طرف رسول بھیجا گیا۔ (اس کو مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

قرآن فرماتا ہے:

تبٰرك الذی نزل الفرقان علٰی عبدہ لیکون للعٰلمین نذیرا[2]۔

برکت والا ہے وُہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر کہ تمام اہلِ عالم کو ڈر سنانے والا ہو۔

اہلِ عالم میں جمیع ملائکہ بھی داخل ہیں علیہم الصلٰوۃ والسلام۔

سیدنا سلیمان علیہ الصلٰوۃ والسلام کی نمازِ عصر گھوڑوں کے ملاحظہ میں قضا ہوئی حتّٰی توارت بالحجاب[3] یہاں تک کہ سورج پردے میں جا چھپا۔ فرمایا: ردوھا علیّ[4] پلٹا لاؤ میری طرف۔ امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مروی کہ سلیمان علیہ الصلٰوۃ والسلام کے اس قول میں ضمیر آفتاب کی طرف ہے اور خطاب اُن ملائکہ سے جو آفتاب پر متعین ہیں یعنی نبی اللہ سلیمان نے اُن فرشتوں کو حکم دیا کہ ڈوبے ہُوئے آفتاب کو واپس لے آؤ، وہ حسب الحکم واپس لائے یہاں تک کہ مغرب ہوکر پھر عصر کا وقت ہوگیا اور سیدنا سلیمٰن علیہ الصلٰوۃ والسلام نے نماز ادا فرمائی۔ معالم التنزیل شریف میں ہے: حُکِیَ عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال معنٰی قولہ ردوھا علیّ یقول سلیمٰن علیہ الصلٰوۃ والسلام بامر اللہ عزّوجلّ للملٰئکۃ الموکلین بالشمس ردوھا علیّ یعنی الشمس فردوھا علیہ حتّٰی صلی العصر فی وقتہا[5]۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلٰوۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹۹

[2] القرآن الکریم ۲۵/۱

[3] " " ۳۸/۳۲

[4] " " ۳۸/۳۳

[5] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۳۸/۳۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/۵۲

www.alahazratnetwork.org

سیدنا سلیمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام نوابانِ بارگاہِ رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ سے ایک جلیل القدر نائب ہیں پھر حضور کا حکم تو حضور کا حکم ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اللہ سبحٰنہ وتعالٰی کی بے شمار رحمتیں امام ربانی احمد بن محمد خطیب قسطلانی پر کہ مواہب لدنیہ و منح محمدیہ میں فرماتے ہیں:

هو صلی الله تعالٰی علیه وسلم خزانة السر و موضع نفوذ الامر فلا ینفذ امر الا منه ولا ینقل خیر الا عنه صلی الله تعالٰی علیه وسلم.[1]

یعنی نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم خزانۂ رازِ الٰہی و جائے نفاذِ امر ہیں، کوئی حکم نافذ نہیں ہوتا مگر حضور کے دربار سے، اور کوئی نعمت کسی کو نہیں ملتی مگر حضور کی سرکار سے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اَلَا بِاَبِیْ مَنْ کَانَ مَلِکًا و سَیِّدًا
و اٰدم بین الماء والطّین واقفٌ
اذا رَامَ امرًا لَایَکُوْنُ خِلَافُہٗ
ولیسَ لِذٰلِكَ الْاَمْرِ فِی الکونِ صارِفٌ[1]

یعنی خبردار ہو میرے ماں باپ قربان اُن پر جو بادشاہ و سردار ہیں اُس وقت سے کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ابھی آب و گِل کے اندر ٹھہرے ہوئے تھے وہ جس بات کا ارادہ فرمائیں اس کا خلاف نہیں ہوتا تمام جہان میں کوئی ان کا حکم پھیرنے والا نہیں۔

اقول اور ہاں کیونکر کوئی اُن کا حکم پھیر سکے کہ حکمِ الٰہی کسی کے پھیرے نہیں پھرتا۔

لا راد لقضائه و لا معقب لحکمه. اس کی قضاء کو رَد کرنے والا اور اس کے حکم کو پھیرنے والا کوئی نہیں۔ (ت)

یہ جو کچھ چاہتے ہیں خدا وہی چاہتا ہے کہ یہ وہی چاہتے ہیں جو خدا چاہتا ہے۔ صحیحین بخاری و مسلم و نسائی وغیرہا میں حدیث صحیح جلیل ہے کہ ام المومنین صدیقہ اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کرتی ہیں:

ما اری ربك الا یسارع هواك.[2] یارسول اللہ! میں حضور کے رب کو نہیں دیکھتی مگر حضور کی خواہش میں جلدی و شتابی کرتا ہوا۔

مسلمانو! ذرا دیکھنا کوئی وہابی ناپاک ادھر اُدھر ہو تو اُسے باہر کردو اور کوئی جھوٹا متصوف

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الاول تو طئۃ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۵۶
[2] صحیح البخاری کتاب التفسیر باب قولہ ترجی من تشاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۰۲

www.alahazratnetwork.org

نصارٰی کی طرح غلو وافراط والا دبا چھپا ہو تو اُسے بھی دُور کر دو اور تم عبدہٗ ورسولہٗ کی سچی معیار پر کانٹے کی تول مستقیم ہو کر یہ حدیث سنو کہ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں :

مَرِضَ ابوطالب فعادہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال یاابن اخی ادع ربك الذی بعثك یعافینی فقال اللّٰھم اشفِ عمّی فقام کانّما نشط من عقال فقال یاابن اخی انّ ربك الذی تعبدہٗ لیطیعك فقال وانت یاعمّاہ لو اطعتہٗ لیطیعنّك۔ ابن عدی[1] من طریق الھیثم البکّاء عن ثابت البنانی عن انس ابن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

یعنی ابوطالب بیمار پڑے سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عیادت کو تشریف لے گئے ابوطالب نے عرض کی اے بھتیجے میرے! اپنے رب سے جس نے حضور کو بھیجا ہے میری تندرستی کی دعا کیجئے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دعا کی، الٰہی! میرے چچا کو شفا دے۔ یہ دُعا فرماتے ہی ابوطالب اٹھ کھڑے ہوئے جیسے کسی نے بندش کھول دی، حضور سے عرض کی اے میرے بھتیجے! بیشک حضور کا رب جس کی تم عبادت کرتے ہو حضور کی اطاعت[عہ] کرتا ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے (اس کلمہ پر انکار نہ فرمایا بلکہ اور تاکیداً وتائیداً) ارشاد کیا کہ اے چچا! اگر تُو اس کی اطاعت کرے تو وہ تیرے ساتھ بھی یونہی معاملہ فرمائے گا۔ (ابن عدی)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

صحیح البخاری کتاب النکاح باب الشغار قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۶۶

صحیح مسلم کتاب الرضاع باب جواز ھبتہا نوبتہا لضرتہا " " " ۱/ ۴۷۳

سنن النسائی ذکر امر رسول اللہ فی النکاح نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۶۷

مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۱۳۴

[1] الکامل لابن عدی ترجمہ الہیثم بن جماز دار الفکر بیروت ۷/ ۲۵۶۱

[عہ] یہاں اطاعت کے معنے ہیں ہر مرادِ محبوب حسبِ مرادِ محبوب فوراً موجود فرمادے ۱۲ منہ

www.alahazratnetwork.org

نے بطریق ہشیم البکا اور انھوں نے ثابت بنانی سے انھوں نے انس ابن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

اور **حدیث** سُنئے کہ سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں بیشک بالیقین میں روزِ قیامت تمام جہان کا سید ہوں میرے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا، کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جو میرے نشان کے نیچے نہ ہو کشائش کا انتظار کرتا ہوا۔ میں چلوں گا اور لوگ میرے ساتھ ہوں گے یہاں تک کہ دروازۂ جنت پر تشریف فرما ہو کر دروازہ کھلواؤں گا سوال ہوگا کون ہیں؟ میں فرماؤں گا **محمد** (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم)۔ کہا جائے گا مرحبا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو۔ پھر جب میں اپنے رب عزوجل کو دیکھوں گا اس کے لئے سجدۂ شکر میں گروں گا اس پر کہا جائے گا:

ارفع رأسك وقل تطاع واشفع تشفع۔ اپنا سر اٹھاؤ اور جو کہنا ہو کہو تمھاری اطاعت کی جائے گی اور شفاعت کرو کہ تمھاری شفاعت قبول ہوگی۔

پس جو لوگ جل چکے تھے وہ اللہ کی رحمت اور میری شفاعت سے دوزخ سے نکال لئے جائیں گے۔

الحاکم فی المستدرك[1] و ابن عساکر عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ حاکم نے مستدرک میں اور ابن عساکر نے عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیا۔(ت)

اسی باب سے ہے **حدیث** کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

ان ربی استشارنی فی امتی ماذا افعل بھم بیشک میرے رب نے میری امت کے باب میں مجھ سے مشورہ طلب فرمایا کہ میں ان کے ساتھ کیا کروں۔ فقلت ما شئت یا رب ھم خلقك وعبادك میں نے عرض کیا کہ اے رب میرے! جو تُو چاہے کہ وہ تیری مخلوق اور تیرے بندے ہیں۔ فاستشارنی الثانیۃ اس نے دوبارہ مجھ سے مشورہ پُوچھا۔ فقلت لہ کذٰلك میں نے اب بھی وہی عرض کی۔ فاستشارنی الثالثۃ اس نے سہ بارہ مجھ سے مشورہ لیا۔ فقلت لہ کذٰلك میں نے پھر وہی عرض کی۔ فقال تعالٰی انی لن اخزیك فی اُمتك

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ الحاکم وابن عساکر صفۃ الشفاعۃ دار الفکر بیروت ۱/ ۳۰
کنز العمال بحوالہ ك وابن عساکر حدیث ۳۲۰۳۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۳۴

www.alahazratnetwork.org

یا احمد تو رب عزوجل نے فرمایا: اے احمد! بیشک میں ہرگز تجھے تیری اُمت کے معاملہ میں رُسوا نہ کروں گا۔ وبشّرنی انّ اول من ید خل الجنۃ معی من اُمتی سبعون الفا مع کلّ الف سبعون الفا لیس علیھم حساب[1] اور مجھے بشارت دی کہ میرے ستّر ہزار امتی سب سے پہلے میرے ساتھ داخلِ بہشت ہونگے ان میں ہر ہزار کے ساتھ ستّر ہزار ہونگے جن سے حساب تک نہ لیا جائیگا۔

آگے حدیث اور طویل وجلیل ہے جس میں اپنے اور اپنی امت مرحومہ کے فضائل جلیلہ ارشاد فرمائے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیھم وبارک وسلم آمین!

الامام احمد[1] وابن عساکر عن حذیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ امام احمد اور ابن عساکر نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔(ت)

بحمد اللہ یہی معنی ہیں اس حدیث کے کہ رب العزۃ روزِ قیامت حضرت رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ سے مجمع اولین وآخرین میں فرمائے گا:

کُلّھم یطلبون رضائی وانا اَطلبُ رضاك یا محمد[2] یہ سب میری رضا چاہتے ہیں اور میں تیری رضا چاہتا ہوں اے محمد!

میں نے اپنا ملک عرش سے فرش تک تجھ پر قربان کردیا صلی اللہ علیك وعلٰی اٰلك وبارك وسلم۔

اے مسلمان! اے سُنّی بھائی! اے مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شانِ ارفع کے فدائی! آفتاب وماہتاب پر اُن کا حکم جاری ہونا کیا بات ہے آفتاب طلوع نہیں کرتا جب تک اُن کے نائب اُن کے وارث اُن کے فرزند اُن کے دلبند، غوث الثقلین، غوث الکونین حضور پرنور سیدنا ومولانا امام ابومحمد شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ پر سلام عرض نہ کرلے۔

امام اجل سیدی نورالدین ابوالحسن علی شطنوفی قدس سرہ الربّانی (جنھیں امام جلیل

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن حذیفہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۳۹۳
کنز العمال بحوالہ حم وابن عساکر حدیث ۳۲۱۰۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۴۸
الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بان امتہ وضع عنھم الاصر مرکز اہلسنت گجرات ہند ۲/ ۲۱۰
[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۲/ ۱۴۳ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۸۷

www.alahazratnetwork.org

عارف باللہ سیدی عبداللہ بن اسعد مکی یافعی شافعی رحمہ اللہ تعالٰی نے مرآۃ الجنان میں الشیخ الامام الفقیہ المقرادی[1] سے وصف کیا کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف میں خود روایت فرماتے ہیں :

اخبرنا ابومحمد عبدالسلام بن ابی عبداللہ محمد بن عبدالسلام بن ابراھیم بن عبدالسلام البصری الاصل البغدادی المولد والدار بالقاھرۃ سنۃ احدٰی وسبعین وستمائۃ قال اخبرنا الشیخ ابوالحسن علی بن سلیمان البغدادی الخباز ببغداد سنۃ ثلٰث و ثلثین وستمائۃ قال اخبرنا الشیخان الشیخ ابوالقاسم عمر بن مسعود البزار والشیخ ابوحفص عمر الکیماتی ببغداد سنۃ احدٰی وتسعین وخمسمائۃ قالا کان شیخنا الشیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالٰی عنہ یمشی فی الھواء علٰی رؤس الاشھاد فی مجلسہ و یقول ما تطلع الشمس حتی تسلم علیّ وتجیئ السنۃ الیّ وتسلم علیّ وتخبرنی بما یجری فیھا ویجیئ الشھر ویسلم علیّ ویخبرنی بما یجری فیہ ویجیئ الاسبوع ویسلم علیّ ویخبرنی بما یجری فیہ ویجیئ الیوم ویسلم علیّ

یعنی امام اجل حضرت ابوالقاسم عمر بن مسعود بزار اور حضرت ابوحفص عمر کیماتی رحمہما اللہ تعالٰی فرماتے ہیں ہمارے شیخ حضور سیدنا عبدالقادر رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنی مجلس میں برملا زمین سے بلند کرۃ ہوا پر مشی فرماتے اور ارشاد کرتے آفتاب طلوع نہیں کرتا یہاں تک کہ مجھ پر سلام کرلے نیا سال جب آتا ہے مجھ پر سلام کرتا اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے نیا ہفتہ جب آتا ہے مجھ پر سلام کرتا اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے ، نیا دن جو آتا ہے مجھ پر سلام کرتا اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے ، مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم کہ تمام سعید و شقی مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں میری آنکھ لوحِ محفوظ پر لگی ہے یعنی لوحِ محفوظ میرے پیشِ نظر ہے ، میں اللہ عزوجل کے علم و مشاہدہ کے دریاؤں میں غوطہ زن ہوں ، میں تم سب پر حجتِ الٰہی ہوں ، میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نائب اور زمین میں حضور (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم)

---

[1] مرآۃ الجنان

www.alahazratnetwork.org

ویخبرنی بما یجری فیه وعزۃ ربی ان السعداء والاشقیاء لیعرضون علی عینی فی اللوح المحفوظ انا غائص فی بحار علم اللہ ومشاھدتہ انا حجۃ اللہ علیکم جمیعکم انا نائب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ووارثہ فی الارضؓ۔ صدقت یا سیدی واللہ فانما انت کلمت عن یقین لا شك فیہ ولا وھم یعتریہ انما تنطق فتنطق وتعطی فتفرق وتؤمر فتفعل والحمدللہ رب العالمین۔

کا وارث ہُوں۔ سچ فرمایا ہے آپ نے اے میرے آقا، بخدا آپ یقین پر مبنی کلام فرماتے ہیں جس میں کوئی شک اور وہم راہ نہیں پاتا۔ بے شک آپ سے کوئی بات کہی جاتی ہے تو آپ کہتے ہیں اور آپ کو عطا ہوتا ہے تو آپ تقسیم فرماتے ہیں۔ آپ کو امر کیا جاتا ہے تو آپ عمل کرتے ہیں۔ اور سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔(ت)

اس حدیث کے متعلق کلام نے قدرے طول پایا مگر الحمدللہ کہ مقصودِ رسالہ سے باہر نہ آیا وباللہ التوفیق۔

حدیث ۱۲۷: صحیح مسلم شریف وسنن ابی داؤد وسنن ابن ماجہ ومعجم کبیر طبرانی میں سیدنا ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

قال کنت ابیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاتیتہ بوضوئہ وحاجتہ فقال لی سل (ولفظ الطبرانی فقال یومًا یا ربیعۃ سلنی فاعطیك رجعنا الی لفظ مسلم) قال فقلت اسألك مرافقتك فی الجنۃ

میں حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس رات کو حاضر رہتا ایک شب حضور کے لئے آبِ وضو وغیرہ ضروریات لایا (رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بحرِ رحمت جوش میں آیا) ارشاد فرمایا: مانگ کیا مانگتا ہے کہ ہم تجھے عطا فرمائیں۔ میں نے عرض کی: میں حضور سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں

لے بہجۃ الاسرار ذکر کلمات اخبر بہا عن نفسہ الخ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۵۰

www.alahazratnetwork.org

فقال اَوغیر ذٰلک قلت ھو ذاک قال فاعنی علیٰ نفسک بکثرۃ السجود[1]۔

اپنی رفاقت عطا فرمائیں۔ فرمایا: کچھ اور؟ میں نے عرض کی، میری مراد تو صرف یہی ہے۔ فرمایا، تو میری اعانت کر اپنے نفس پر کثرتِ سجود سے۔

گر حیف باشد از و غیر او تمنائے

(کہ حیف ہے اُس سے اُس کے غیر کی تمنا کرنا۔ ت)

سائل ہوں ترا مانگتا ہوں تجھ سے تجھی کو

معلوم ہے اقرار کی عادت تری مجھ کو

سیّد عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "تو میری اعانت کر اپنے نفس پر کثرتِ سجود سے"۔ الحمدللہ یہ جلیل و نفیس حدیث صحیح اپنے ہر ہر جملے سے وہابیت کُش ہے۔ حضور اقدس خلیفۃ اللہ الاعظم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مطلقاً بلا قید و بلا تخصیص ارشاد فرمانا سَل مانگ کیا مانگتا ہے، جانِ وہابیت پر کیسا پہاڑ ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور ہر قسم کی حاجت روا فرما سکتے ہیں دنیا و آخرت کی سب مرادیں حضور کے اختیار میں ہیں جب تو بلا تقیید ارشاد ہوا: مانگ کیا مانگتا ہے یعنی جو جی میں آئے مانگو کہ ہماری سرکار میں سب کچھ ہے ؎

گر خیریتِ دُنیا و عقبیٰ آرزو داری بدرگاہش بیا و ہر چہ میخواہی تمنا کن

(اگر تو دنیا و آخرت کی بھلائی چاہتا ہے تو اس کی بارگاہ میں آ اور جو چاہتا ہے مانگ لے۔ ت)

شیخ شیوخ علماء الہند عارف باللہ عاشقِ رسول اللہ برکۃ المصطفٰی فی ھذہ الدیار سیّدی شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی شرح مشکوٰۃ شریف میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

از اطلاق سوال کہ فرمودش بخواہ تخصیص مطلق سوال سے کہ آپ نے فرمایا (مانگ) (باقی برصفحہ)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب فضل السجود والحث علیہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹۳
سنن ابی داؤد ؍ باب وقت قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اللیل آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۸۷
کنز العمال حدیث ۱۹۰۰۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۷/۳۰۶
المعجم الکبیر عن ربیعہ ؍ ۴۵۷۶ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۵/۵۷ و ۵۸

www.alahazratnetwork.org

بکرد بمطلوبے خاص معلوم میشود کہ کار ہمہ بدست ہمت وکرامت اوست صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہرچہ خواہد وکرا خواہد باذن پروردگار خود دہد۔[1]

مانگ۔ اور کسی خاص شے کو مانگنے کی تخصیص نہیں فرمائی۔ معلوم ہوتا ہے کہ تمام معاملہ آپ کے دستِ اقدس میں ہے جو چاہیں جسے چاہیں اللہ تعالٰی کے اذن سے عطا فرمادیں۔ (ت)

فان من جودك الدنیا وضرتہا ومن علومك علم اللوح والقلم[2]

یہ شعر قصیدہ بردہ شریف کا ہے جس میں سیدی امام اجل محمد بوصیری قدس سرہٗ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں: "یارسول اللہ! دنیا وآخرت دونوں حضور کے خوانِ جود وکرم سے ایک حصہ ہیں اور لوح وقلم کے تمام علوم جن میں ماکان ومایکون جو کچھ ہوا اور جو کچھ قیامِ قیامت تک ہونے والا ہے ذرہ ذرہ بالتفصیل مندرج ہے حضور کے علوم سے ایک پارہ ہیں۔"

اور پہلا شعر کہ" اگر خیریت دنیا وعقبٰے" الخ حضرت شیخ محقق رحمہ اللہ تعالٰی کا ہے کہ قصیدہ نعتیہ حضور پُر نور سیدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں عرض کیا ہے۔

الحمدُ للہ یہ عقیدے ہیں ائمہ دین کے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جناب عالم تاب میں، برخلاف اُس سرکش طاغی شیطان لعین کے بندۂ داغی جو کہ ایمان کی آنکھ پر کفران کی ٹھیکری رکھ کر کہتا ہے: "جس کا نام محمد ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔"[3]

الاصلی رب محمد علٰی محمد و اٰلہ وسلم واُخرٰی منتقصیہ واعاذنا من حالھم وشرھم وسلّم اٰمین۔

درود وسلام نازل فرمائے رب محمد محمد مصطفٰی پر اور آپ کی آل پر، اور دوسرا گروہ آپ کی شان میں تنقیص کرنے والا ہے اللہ تعالٰی ہمیں انکے حال اور ان کے شر سے بچائے اور سلامت رکھے آمین (ت)

علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقاہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

یؤخذ من اطلاقہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الامر بالسؤال انّ

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مانگنے کا حکم مطلق دیا اس سے مستفاد ہوتا ہے

---

[1] اشعۃ اللمعات کتاب الصلٰوۃ باب السجود وفضلہ الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۹۶
[2] الکواکب الدریۃ فی مدح خیر البریۃ (قصیدہ بردہ) الفصل العاشر مرکز اہلسنت گجرات الہند ص ۵۹
[3] تقویۃ الایمان الفصل الرابع فی ذکر رد الاشراک فی العبادۃ مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۲۸

www.alahazratnetwork.org

اللہ تعالٰی مکنہ من اعطاء کل ما اراد من خزائن الحق ؎۱	کہ اللہ عزوجل نے حضور کو عام قدرت بخشی ہے کہ خدا کے خزانوں سے جو چاہیں عطا فرمادیں۔

والحمدللہ رب العالمین ؎

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں اُن کے خالی ہاتھ میں

پھر اس حدیث جلیل میں سب سے بڑھ کر جانِ وہابیت پر کیسی آفت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد پر حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالٰی عنہ خود حضور سے جنت مانگتے ہیں کہ اسئلك مرافقتك فی الجنۃ یارسول اللہ! میں حضور سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں رفاقتِ والا عطا ہو۔

وہابی صاحبو! یہ کیسا کھلا شرک وہابیت ہے جسے حضور مالکِ جنت علیہ افضل الصلٰوۃ والتحیۃ قبول فرمارہے ہیں، وللہ الحجۃ السامیۃ۔

حدیث ۱۲۸: حدیث صحیح وجلیل وعظیم سخت وہابیت کُش جسے نسائی و ترمذی و ابن ماجہ و ابن خزیمہ و طبرانی و حاکم و بیہقی نے سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور امام ترمذی نے حسن غریب صحیح اور طبرانی و بیہقی نے صحیح اور حاکم نے برشرطِ بخاری ومسلم صحیح کہا اور امام حافظ الحدیث زکی الدین عبدالعظیم منذری وغیرہ ائمہ نقد و تنقیح نے اس کی تصحیح کو مسلّم و برقرار رکھا جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نابینا کو دُعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز کہے،

اللّٰھم انی اسئلك و اتوجہ الیك بنبیك محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بك الٰی ربی فی حاجتی ھذہ لیقضٰی لی اللّٰھم	الٰہی! میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وسیلے سے جو مہربانی کے نبی ہیں، یارسول اللہ! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں تاکہ میری حاجت روائی

؎۱ مرقاۃ المفاتیح کتاب الصلٰوۃ باب السجود وفضلہ الفصل الاول تحت حدیث ۸۹۶ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۶۱۵
؎۲ ؎

www.alahazratnetwork.org

32

فشفعہ فیّ۔[1]	ہو، الٰہی! انھیں میرا شفیع کر ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

یہ حدیث خود ہی بیمار دلوں پر زخم کاری تھی جس میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حاجت کے وقت ندا بھی ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے استعانت والتجا بھی مگر حصن حصین شریف کی بعض روایات نے سر سے پانی تیر دیا۔ اس میں لِتَقْضِیَ لِی بصیغہ معروف ہے یعنی یارسول اللہ! حضور میری حاجت روا فرمادیں۔[2]

مولانا فاضل علی قاری علیہ رحمۃ الباری حرزِ ثمین شرح حصنِ حصین میں فرماتے ہیں:

وفی نسخۃ بصیغۃ الفاعل ای لِتقضی الحاجۃ لی والمعنی تکون سببًا لحصول حاجتی ووصول مرادی فالاسناد مجازی۔[3]	اور ایک نسخہ میں بصیغہ فاعل (فعل معروف) ہے، یعنی آپ میری حاجت روائی فرمائیں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ میری حاجت روائی ومقصد برآری میں سبب ووسیلہ بن جائیں۔ چنانچہ اسناد مجازی ہوگا۔(ت)

اب دافع البلاء کو شرک ماننے کا مول تول کیجئے۔

---

[1] سنن الترمذی کتاب الدعوات حدیث ۳۵۸۹ دارالفکر بیروت ۵/ ۳۳۶
سنن ابن ماجۃ ابواب اقامۃ الصلٰوۃ باب ماجاء فی صلٰوۃ الحاجۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰۰
صحیح ابن خزیمۃ باب صلٰوۃ الترغیب والترہیب حدیث ۱۲۱۹ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۲۶
المعجم الکبیر عن عثمان بن حنیف حدیث ۸۳۱۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۹/ ۱۸
المستدرک للحاکم کتاب صلٰوۃ التطوع دعاء رد البصر دارالفکر بیروت ۱/ ۳۱۳
دلائل النبوۃ للبیہقی باب فی تعلیمہ الضریر ماکان فیہ شفاءہ الخ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۱۶۶ تا ۱۶۸
عمل الیوم واللیلۃ للنسائی حدیث ۶۵۷ دار ابن حزم بیروت ص ۱۵۹ و ۱۶۰
الترغیب والترہیب الترغیب فی صلٰوۃ الحاجۃ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۷۳ تا ۴۷۵
[2] الحصن الحصین منزل یوم الاثنین صلٰوۃ الحاجۃ افضل المطابع ص ۱۲۵

[3] حرز ثمین شرح الحصن الحصین مع الحصن الحصین منزل یوم الاثنین صلٰوۃ الحاجۃ افضل المطابع ص ۱۲۵

www.alahazratnetwork.org

32/32

ثمّ اَقُوْلُ (پھر میں کہتا ہوں۔ت) سیّدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے زمانۂ اقدس میں نابینا کو دُعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز یُوں عرض کرو ہمارا نامِ پاک لے کر ندا کرو ہم سے استمداد و التجا کرو، شرک و وہابیت کو قعرِ جہنم میں پہنچانے کو بس یہی تھا کہ:

اوّلاً جو شرک ہے اس میں تفرقۂ زمانۂ حیات و بعد وفات یا تفرقۂ قُرب و بُعد یا غیبت و حضور سب مردود و مقہور، جس کا بیان اوپر مذکور۔

ثانیاً حاصلِ تعلیم یہ نہ تھا کہ دو رکعت نماز پڑھ کر دُعا کا بالائی ٹکڑا تو اللہ عزّوجل سے عرض کرنا پھر ہمارے پاس حاضر ہو کر یا محمّد سے اخیر تک عرض کرنا، اور دعا میں سنّت اخفا ہے اور آہستہ کہنے میں وہابیت کی عقلِ ناقص پر غیبت و حضور یکساں ہے، عادی طور پر دونوں ندا بالغیب ہوں گی، مگر قیامت تو سیّدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ نے پُوری کردی کہ زمانۂ خلافت امیرالمومنین عثمانِ غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ میں یہی دُعا ایک صاحب حاجتمند کو تعلیم فرمائی اور ندا بعد الوصال سے جانِ وہابیت پر آفتِ عُظمٰی ڈھائی۔ معجم کبیر امام طبرانی میں یہ حدیث یوں ہے کہ ایک شخص امیرالمومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بارگاہ میں اپنی کسی حاجت کے لئے حاضر ہوا کرتے امیرالمومنین ان کی طرف التفات نہ فرماتے نہ ان کی حاجت پر غور کرتے، ایک دن عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ملے اُن سے شکایت کی، عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا:

اِئتِ المیضاۃ فتوضأ ثم اٰت المسجد فصلّ فیہ رکعتین ثم قل اللّٰھم انّی اسئلك و اتوجّہ الیك بنبینا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نبی الرحمۃ یا محمد انّی اتوجہ بك الٰی ربّی فیقضی حاجتی و تذکر حاجتك و رُح الیّ حتّی اروح معك۔

وضو کی جگہ جا کر وضو کرو پھر مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھو پھر یُوں دُعا کرو کہ الٰہی! میں تجھ سے سوال کرتا اور تیری طرف ہمارے نبی محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نبی رحمت کے ذریعے سے متوجہ ہوتا ہوں، یا رسول اللہ! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف توجہ کرتا ہُوں کہ میری حاجت روا فرمائیے۔ اور اپنی حاجت کا ذکر کرو، شام کو پھر میرے پاس آنا کہ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں۔

صاحبِ حاجت نے جا کر ایسا ہی کیا، پھر امیرالمومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے دروازے پر حاضر ہوئے، دربان آیا ہاتھ پکڑ کر امیرالمومنین کے حضور لے گیا، امیرالمومنین (عثمان غنی) نے

www.alahazratnetwork.org

اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا اور فرمایا کیسے آئے ہو؟ انھوں نے اپنی حاجت عرض کی، امیر المومنین نے فوراً روا فرمائی، پھر ارشاد کیا: اتنے دنوں میں تم نے اس وقت اپنی حاجت کہی۔ اور فرمایا: جب کبھی تمھیں کوئی حاجت پیش آئے ہمارے پاس آنا۔ اب یہ صاحب امیر المومنین کے پاس سے نکل کر حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ملے اُن سے کہا: اللہ تعالٰی آپ کو جزائے خیر دے امیر المومنین نہ میری حاجت میں غور فرماتے تھے نہ میری طرف التفات لاتے، یہاں تک کہ آپ نے میری سفارش اُن سے کی۔ عثمان بن حنیف نے فرمایا:

والله ما کلمته ولکن شهدت رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم واتاه رجل ضریر فشکی الیه ذهاب بصره فقال له النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم ایت المیضاة فتوضأ ثم صل رکعتین ثم ادع بهٰذه الدعوات فقال عثمان بن حنیف فوالله ماتفرقنا وطال بنا الحدیث[1] حتی دخل علینا الرجل کانه لم یکن به ضرقط۔

خدا کی قسم میں نے تو تمھارے بارے میں امیر المومنین سے کچھ بھی نہ کہا مگر ہے یہ کہ میں نے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا حضور کی خدمتِ اقدس میں ایک نابینا حاضر ہوا اور اپنی نابینائی کی شکایت حضور سے عرض کی، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: موضع وضو پر جاکر وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھ پھر یہ دعائیں پڑھ۔ عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں خدا کی قسم ہم اُٹھنے بھی نہ پائے تھے باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ نابینا ہمارے پاس انکھیارے ہوکر آئے گویا کبھی اُن کی آنکھوں میں کچھ نقصان نہ تھا۔

امام طبرانی اس حدیث کی متعدد اسنادیں ذکر کرکے فرماتے ہیں: والحدیث صحیح[2] یہ حدیث صحیح ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

حدیث ۱۲۹: کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اہل مدینہ طیبہ سے ارشاد فرمایا:

اصبروا وابشروا فانی قد بارکت — صبر کرو اور شاد ہو کہ بیشک میں نے تمھارے

---

[1] المعجم الکبیر عن عثمان بن حنیف حدیث ۸۳۱۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۹/ ۱۸

[2] الترغیب والترہیب بحوالہ الطبرانی الترغیب فی صلوٰۃ الحاجۃ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۷۶

www.alahazratnetwork.org

علیٰ صاعِکم و مُدِّکم۔ البزار فی مسند[1] ہ عن امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ رزق کے پیمانوں پر برکت کر دی ہے۔ (بزار نے اپنی مسند میں امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اس حدیث نے بتایا کہ اہلِ مدینہ کے رزق میں برکت رکھنے کو حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی طرف نسبت فرمایا۔

○ (رسالہ ضمنی) **منیۃ اللبیب ان التشریع بید الحبیب** ۱۳

(عقلمند کا مقصد کہ بے شک احکامِ شرع حبیب اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں ہیں)

احادیثِ تحریم حرم مدینہ طیبہ بحکم احکم حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

حدیث ۱۳۰: صحیحین میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عرض کی،

اللھم ان ابراھیم حرّم مکۃ وانی احرّم مابین لابتیھا۔ ھما واحمد[2] والطحاوی فی شرح معانی الاٰثار عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ الٰہی! بیشک ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے مکہ معظمہ کو حرم کر دیا اور میں دونوں سنگستان مدینہ طیبہ کے درمیان جو کچھ ہے اُسے حرم بناتا ہوں۔ (بخاری، مسلم اور احمد اور طحاوی نے شرح معانی الآثار میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۳۱: نیز صحیحین میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

انّ ابراھیم حرّم مکۃ ودعا لاھلھا وانی حرّمت المدینۃ کما حرّم ابراھیم مکۃ وانی بیشک ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے مکہ معظمہ کو حرم بنادیا اور اس کے ساکنوں کے لئے دعا فرمائی اور بیشک میں نے مدینہ طیبہ کو حرم

---

[1] کنز العمال بحوالۃ البزار حدیث ۳۸۱۲۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴/ ۱۲۵

[2] صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب یزفون النسلان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۷۷

" کتاب المغازی غزوۂ احد " " " ۲/ ۵۸۵

" کتاب الاعتصام باب ما ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم " " " ۲/ ۱۰۹۰

صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینۃ " " " ۱/ ۴۴۱

مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۴۹

شرح معانی الآثار کتاب الصید باب صید المدینۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۴۲

www.alahazratnetwork.org

دعوتُ فی صاعھا و مُدِّھا بمِثلَیْ ما دَعا ابراھیم لِاَھلِ مکۃ۔ ھم جمیعًا[1] عن عبد اللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

کردیا جس طرح اُنھوں نے مکّے کو حرم کیا اور میں نے اُس کے پیمانوں میں اُس سے دُونی برکت کی دُعا کی جو دُعا اُنھوں نے اہلِ مکہ کے لئے کی تھی (ان سب نے عبداللہ ابن زید بن عاصم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۳۲: نیز صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عرض کی، الٰہی! بیشک ابراہیم تیرے خلیل اور تیرے نبی ہیں اور تُو نے اُن کی زبان پر مکۂ معظمہ کو حرم کیا اللّٰھم و انا عبدك و نبیك و انّی اُحَرِّمُ ما بین لابتیھا[2] الٰہی! اور میں تیرا بندہ اور تیرا نبی ہُوں میں مدینہ طیبہ کی دونوں حدوں کے اندر ساری زمین کو حرم بناتا ہوں۔

امام طحاوی نے اس کے قریب روایت کی اور یہ زائد کیا:

ونھی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یعضد شجرھا او یخبط او یؤخذ طیرھا۔[3]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ اس کا پیڑ کاٹیں یا پتّے جھاڑیں یا اس کے پرندوں کو پکڑیں۔

حدیث ۱۳۳: صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انّی اُحَرِّمُ ما بین لابتی المدینۃ ان یقطع عضاھھا او یقتل

بیشک میں حرم بناتا ہوں دو سنگلاخ مدینہ کے درمیان کو کہ اس کی ببولیں نہ کاٹی جائیں

---

[1] صحیح البخاری کتاب البیوع باب برکۃ صاع النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۸۶
صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینۃ ودعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم " " ۱/ ۴۴۰
مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۴۰
شرح معانی الآثار کتاب الصید باب صید المدینۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۴۲
[2] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینۃ ودعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۲
سنن ابن ماجۃ ابواب المناسک باب فضل المدینۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۳۲
کنز العمال حدیث ۳۴۸۸۲ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۲/ ۲۴۵
[3] شرح معانی الآثار کتاب الصید صید المدینۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۴۳

www.alahazratnetwork.org

صیدھا۔ ھو واحمد[1] والطحاوی عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اور اُس کا شکار نہ مارا جائے۔ (مسلم اور احمد اور طحاوی نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۳۴: نیز صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ان ابراھیم حرم مکۃ وانی احرم مابین لابتیھا۔ ھو[2] والطحاوی عن رافع بن خدیج رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بیشک ابراہیم نے مکہ معظمہ کو حرم کردیا اور میں مدینہ کے دونوں سنگلاخ کے درمیان کو حرم کرتا ہوں (مسلم اور طحاوی نے رافع بن خدیج رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۳۵: نیز صحیح مسلم میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عرض کرتے ہیں،

اللھم ان ابراھیم حرم مکۃ فجعلھا حرمًا وانی حرمت المدینۃ حرامًا مابین مازمیھا ان لایھراق فیھادم ولایحمل سلاح لقتال ولایخبط فیھا شجرۃ الا بعلف[3]۔

الٰہی! بیشک ابراہیم نے مکہ معظمہ کو حرام کرکے حرم بنادیا اور بیشک میں نے مدینہ کے دونوں کناروں میں جو کچھ ہے اسے حرم بناکر حرام کردیا کہ اس میں کوئی خون نہ گرایا جائے نہ لڑائی کے لئے اسلحہ اٹھایا جائے نہ کسی پیڑ کے پتّے جھاڑیں مگر جانور کو چارہ دینے کے لئے۔

حدیث ۱۳۶: نیز صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم عرض کرتے ہیں،

اللھم انی قد حرمت مابین لابتیھا

الٰہی! بیشک میں نے تمام مدینہ کو حرم کردیا۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضائل المدینۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۴۰
مسند احمد بن حنبل عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۱۸۱
شرح معانی الآثار کتاب الصید صید المدینۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۴۱

[2] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۴۰
شرح معانی الآثار کتاب الصید باب صید المدینۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۴۲

[3] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۴۳

کما حرمت علٰی لسان ابراھیم الحرم۔ ھو[1] واحمد والرّویانی عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جس طرح تُونے زبانِ ابراہیم پر حرمِ محترم کو حرم بنایا (مسلم، احمد اور رویانی نے ابی قتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۳۷: نیز صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان ابراھیم حرّم بیت اللہ و اٰمنہ و انی حرّمت المدینۃ ما بین لابتیھا لایقطع عضاھھا ولا یصاد صیدھا۔ ھو[2] والطحاوی عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

بیشک ابراہیم نے بیت اللہ کو حرم بنادیا اور امن والا کردیا اور میں نے مدینہ طیبہ کو حرم کیا کہ اس کے خاردار درخت بھی نہ کاٹے جائیں اور اس کے جانور شکار نہ کئے جائیں (مسلم اور طحاوی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۳۸: صحیحین میں ہے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا:

حرم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ما بین لابتی المدینۃ وجعل اثنا عشر میلا حول المدینۃ حمی۔ ھما[3] واحمد وعبدالرزاق فی مصنفہ۔

تمام مدینہ طیبہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حرم کردیا اور اس کے آس پاس بارہ بارہ میل تک سبزہ و درخت کو لوگوں کے تصرف سے اپنی حمایت میں لے لیا۔ بخاری اور مسلم اور عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں روایت کیا۔ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۴۰ تا ۴۴۳
مسند احمد بن حنبل عن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/۳۰۹
کنز العمال بحوالہ حم والرویانی " " " حدیث ۳۴۸۰۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۲۴۴

[2] شرح معانی الآثار کتاب الصید صید المدینہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۴۲
کنز العمال بحوالہ مسلم حدیث ۳۴۸۱۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۲۴۳

[3] صحیح البخاری فضائل المدینہ باب حرم المدینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۱
صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۴۲
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۴۸۷
المصنف لعبدالرزاق کتاب حرمۃ المدینہ حدیث ۱۷۱۳۵ المجلس العلمی بیروت ۹/۲۶۰ و ۲۶۱

www.alahazratnetwork.org

ابن جریر کی روایت یوں ہے:

حرّم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شجرھا ان یعضد او یخبط۔ رواہ عن خبیب الھذلی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کے پیڑ کاٹنا یا ان کے پتے جھاڑنا حرام فرمایا۔ (اس کو خبیب ہذلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

حدیث ۱۳۹: صحیح مسلم شریف میں ہے رافع بن خدیج رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حرّم مابین لابتی المدینۃ۔ ھو[2] والطحاوی[3] فی معانی الاثار۔

بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تمام مدینہ طیبہ کو حرم بنادیا۔ (مسلم اور طحاوی نے معانی الآثار میں روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۴۰: نیز صحیح مسلم ومعانی الآثار میں عاصم احول سے ہے:

قلت لانس بن ملک احرّم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم المدینۃ قال نعم الحدیث[4]۔ زاد ابوجعفر فی روایۃ لایعضد شجرھا ولمسلم فی اخری نعم ھی حرام لایختلی خلاھا فمن فعل ذلک فعلیہ لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین[5]۔

یعنی میں نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھا کیا مدینہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حرم بنادیا؟ فرمایا: ہاں، اس کا پیڑ نہ کاٹا جائے اس کی گھاس نہ چھیلی جائے، جو ایسا کرے اس پر لعنت ہے اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

حدیث ۱۴۱: سنن ابی داؤد میں ہے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا:

---

[1]

[2] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۰

شرح معانی الآثار کتاب الصید باب صید المدینۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۴۲

[3] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۱

[4] شرح معانی الآثار کتاب الصید باب صید المدینۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۴۳

[5] صحیح مسلم کتاب الحج فضل المدینۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۱

www.alahazratnetwork.org

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم حرم ھذا الحرم۔[1]	بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس حرم محترم کو حرم بنادیا۔

حدیث ۱۴۲: شرحبیل کہتے ہیں ہم مدینہ طیبہ میں کچھ جال لگا رہے تھے زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ تشریف لائے جال پھینک دئے اور فرمایا:

تعلموا ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم حرم صیدھا۔ الامام ابوجعفر[2] فی شرح الطحاوی۔	تمہیں خبر نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کا شکار حرام قرار دیا ہے (امام ابوجعفر نے شرح طحاوی میں اس کو بیان کیا ہے۔ ت)

ابوبکر بن ابی شیبہ نے زید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے یوں روایت کی:

ان النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم حرم ما بین لابتیھا۔[3]	بیشک نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مدینے کے دونوں سنگلاخ کے مابین کو حرم کردیا۔

حدیث ۱۴۳: ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم حرم ما بین لابتی المدینۃ ان یعضد شجرھا او یخبط۔[4]	بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تمام مدینے کو حرم بنادیا ہے کہ اس کے پیڑ نہ کاٹے جائیں نہ پتے جھاڑیں۔

حدیث ۱۴۴: ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف فرماتے ہیں میں نے ایک چڑیا پکڑی تھی اسے لئے ہوئے باہر گیا میرے والد ماجد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ نے شدت سے میرا کان مل کر چڑیا کو چھوڑ دیا اور فرمایا:

حرم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم صید ما بین لابتیھا۔[5]	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مدینہ کا شکار حرام فرمادیا ہے۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب المناسک باب فی تحریم المدینہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۷۹

[2] شرح معانی الآثار کتاب الصید صید المدینہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۴۲

[3]

[4] شرح معانی الآثار کتاب الصید صید المدینہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۴۲

[5] " " " " " " " " "

www.alahazratnetwork.org

حدیث ۱۴۵: صعب بن جثامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

اِنّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم حرّم البقیع وقال لاحمی اِلّا للّٰہ ولرسولہ[1]۔ بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بقیع کو حرم بنادیا اور فرمایا: چراگاہ کو کوئی اپنی حمایت میں نہیں لے سکتا سوا اللہ و رسول کے جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

روی الثلثۃ الامام الطحاوی (تینوں احادیث امام طحاوی نے روایت کیں۔ ت)

یہ سولہ حدیثیں ہیں، پہلی آٹھ میں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم نے مدینہ طیبہ کو حرم کردیا، اور پچھلی آٹھ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے کہا کہ حضور کے حرم کردینے سے مدینہ طیبہ حرم ہوگیا حالانکہ صفت خاص اللہ عزوجل کی ہے۔ پہلی آٹھ سے پانچ میں اپنے پدر کریم سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی طرف بھی یہی نسبت ارشاد ہوئی کہ مکہ معظمہ کی حرم محترم انھوں نے حرم کردی انھوں نے امن والی بنادی حالانکہ خود ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اِنّ مکۃ حرّمھا اللّٰہ تعالٰی ولم یحرمھا الناس۔ البخاری[2] والترمذی عن ابی شریح[3] البغدادی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔ بیشک مکہ معظمہ کو اللہ تعالٰی نے حرم کیا ہے کسی آدمی نے نہیں کیا۔ (بخاری اور ترمذی نے ابی شریح بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

یہ اسنادیں خاص ہمارے رسالے کی مقصود ہیں مگر یہاں جانِ وہابیت پر ایک آفت اور سخت و شدید تر ہے، مدینہ طیبہ کے جنگل کا حرم ہونا نہ فقط انھیں سولہ بلکہ ان کے سوا اور بہت احادیث کثیرہ میں وارد ہے۔

حدیث صحیحین: انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

المدینۃ حرم من کذا اِلٰی کذا مدینہ یہاں سے یہاں تک حرم ہے اس کا

---

[1] شرح معانی الآثار باب احیاء الارض المیتۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۰۵

[2] صحیح البخاری ابواب العمرۃ باب لایعضد شجر الحرم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۴۷

سنن الترمذی کتاب الحج حدیث ۸۰۹ دار الفکر بیروت ۲/۲۱۶

www.alahazratnetwork.org

لا یقطع شجرھا۔ ھما[1] و احمد و الطحاوی و اللفظ للجامع الصحیح۔	پیڑ نہ کاٹا جائے۔ امام بخاری اور مسلم اور احمد اور طحاوی نے روایت کیا اور لفظ جامع الصحیح کے ہیں۔ ت)

حدیث[18] صحیحین: ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

المدینۃ حرم الحدیث ھما[2] والطحاوی وابن جریر و اللفظ للمسلم۔	مدینہ حرم ہے (بخاری ومسلم اور طحاوی اور ابن جریر نے روایت کیا اور لفظ مسلم کے ہیں۔ ت)

حدیث[19] صحیحین: مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

المدینۃ حرم ما بین عیر الٰی کذا و لمسلم والطحاوی ما بین عیر الٰی ثور الحدیث[3] زاد احمد و ابوداؤد فی روایۃ لایختلٰی خلاھا ولاینفر صیدھا[4]۔	مدینہ کوہِ عیر سے جبلِ ثور تک حرم ہے۔ احمد اور ابوداؤد نے ایک روایت میں یہ اضافہ کیا کہ اس کی گھاس نہ کاٹی جائے اور اس کا شکار نہ بھڑکایا جائے۔

---

[1] صحیح البخاری فضائل المدینہ باب حرمۃ المدینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۱
صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۱
کنز العمال بحوالہ حم وغیرہ حدیث ۳۴۸۰۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۲۳۱
مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی ۳/ ۲۴۲

[2] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۲

[3] صحیح البخاری فضائل مدینہ باب حرمۃ المدینہ " " " ۱/ ۲۵۱
صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل مدینہ الخ " " " ۱/ ۴۴۲
سنن ابی داؤد کتاب المناسک باب فی تحریم المدینہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۷۸
مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۸۱
شرح معانی الآثار کتاب الصید باب صید المدینہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۴۱

[4] مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۱۹
سنن ابی داؤد کتاب المناسک باب فی تحریم المدینہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۷۸

www.alahazratnetwork.org

حدیث۲۰: صحیح مسلم، سہل بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دست مبارک سے مدینہ طیبہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا:

انھا حرم اٰمن، ھو۱ احمد والطحاوی وابوعوانۃ۔ بیشک یہ امن والی حرم ہے (مسلم، احمد، طحاوی اور ابوعوانہ نے روایت کیا۔ ت)

حدیث۲۱: امام احمد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لکل نبی حرم وحرمی المدینۃ۲۔ ہر نبی کے لئے ایک حرم ہوتی ہے اور میری حرم مدینہ ہے۔

حدیث۲۲: عبدالرزاق حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے:

انّ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حرم کلّ داقّۃ اقبلت علی المدینۃ من العضنۃ الحدیث۳۔ بیشک نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہر گروہ مردم کو کہ حاضر مدینہ ہو اس کے خار دار درختوں سے ممنوع فرمادیا۔

حدیث۲۳: امام طحاوی بطریق مالک عن یونس بن یوسف عن عطا بن یسار کہ لڑکوں نے ایک روباہ کو گھیر کر ایک گوشے میں کر دیا تھا، ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے لڑکوں کو دُور کر دیا، امام مالک فرماتے ہیں اور مجھے اپنے یقین سے یہی یاد ہے کہ فرمایا:

اَفی حرمِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یُصنع ھذا۴۔ کیا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حرم میں ایسا کیا جاتا ہے؟

۱؎ صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۴۳
مسند احمد بن حنبل عن سہل بن حنیف المکتب الاسلامی بیروت ۳/۴۸۶
کنز العمال بحوالہ ابی عوانہ حدیث ۳۴۸۰۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۲۳۰
شرح معانی الآثار کتاب الصید باب صید المدینہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۴۲
۲؎ مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۳۱۸
۳؎ المصنف لعبد الرزاق باب حرمۃ المدینہ حدیث ۱۷۱۴۴ المجلس العلمی بیروت ۹/۲۶۱
۴؎ شرح معانی الآثار کتاب الصید صید المدینہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۴۲

www.alahazratnetwork.org

میں جو شخص حضور اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی زیارت سراپا طہارت کے لئے مدینہ طیبہ کو چلے اگرچہ چار پانچ ہی کوس کے فاصلے سے (کہ کہیں وہابیت کے شرک شدالرحال کا ماتھا نہ ٹھنکے) اس پر راستے میں بے ادبیاں بیہودگیاں کرتے چلنا فرضِ عین وجزوِ ایمان ہے یہاں تک کہ اگر اپنے مالک و آقا صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے عظمت وجلال کے خیال سے باادب مہذب بن کر چلے گا اس کے نزدیک مشرک ہوجائے گا۔ اسی کتاب ضلالت مآب کے اسی مقام میں "رستے میں نامعقول باتیں کرنے سے بچنا بھی انھیں امور میں گنادیا جنھیں خدا پر افترا کہتا ہے "یہ سب کام اللہ نے اپنی عبادت کے لئے اپنے بندوں کو بتائے ہیں جو کوئی کسی پیر و پیغمبر کے لئے کرے اس پر شرک ثابت ہے"[2]۔ سبحان اللہ! نامعقول باتیں کرنا بھی جزوِ ایمانِ نجدیہ ہے بلکہ سچ پوچھو تو اُن کا تمام ایمان اسی قدر ہے وہ تو خیر یہ ہوگئی کہ مجتہد الطائفہ کو یہ عبارت لکھتے وقت آیہ کریمہ فلا رفث ولا فسوق ولاجدال فی الحج[3] (تو نہ عورتوں کے سامنے صحبت کا تذکرہ ہو نہ کوئی گناہ نہ کسی سے جھگڑا حج کے وقت۔ ت) پوری یاد نہ آئی ورنہ راہِ مدینہ طیبہ میں فسق وفجور کرتے چلنا بھی فرض کہہ دیتا وہ بھی ایسا کہ جو وہاں فسق سے باز آئے مشرک ہوجائے' ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

لطیفہ حقّہ: حضراتِ نجدیہ! خدارا انصاف، کیا افعالِ عبادت سے بچنا انبیاء و اولیاء ہی کے معاملے سے خاص ہے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ شرک کے کام جائز، نہیں نہیں جو شرک ہے ہر غیرِ خدا کے ساتھ شرک ہے، تو آپ حضرات جب اپنے کسی نذیر بشیر یا پیر فقیر یا مرید رشید یا دوست عزیز کے یہاں جایا کیجئے تو راستے میں لڑتے جھگڑتے ایک دوسرے کا سر پھوڑتے ماتھا رگڑتے چلا کیجئے ورنہ دیکھو کھلم کھلا مشرک ہوجاؤ گے ہرگز مغفرت کی بُو نہ پاؤ گے کہ تم نے غیرِ حج کی راہ میں ان باتوں سے بچ کر وہ کام کیا جو اللہ نے اپنی عبادت کے لئے اپنے بندوں کو بتایا تھا اور اس جوتی پیزار میں یہ نفع کیسا ہے کہ ایک کام میں تین مزے، جدال ہونا تو خود ظاہر اور جب بلاوجہ ہے تو فسوق بھی حاضر اور رفث کے معنے ہر معقول بات کے ٹھہرے تو وہ بھی حاصل۔ ایک ہی بات میں ایمانِ نجدیت کے تینوں رُکن کامل۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی

---

[1] تقویۃ الایمان مقدمۃ الکتاب مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۷

[2] " " " " " " " " ۸

[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۷

www.alahazratnetwork.org

العظیم۔ الحمدللہ خامہ برق بار رضا خرمن سوزی نجدیت میں سب سے نرالا رنگ رکھتا ہے، والحمد للہ رب العالمین۔

تذییل وتکمیل

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت)

احکامِ الٰہی دو قسم ہیں،

تکوینیہ مثل احیاء و اماتت و قضائے حاجت و دفع مصیبت و عطائے دولت و رزق و نعمت و فتح و شکست وغیرہا عالم کے بندوبست۔

دوسرے تشریعیہ کہ کسی فعل کو فرض یا حرام یا واجب یا مکروہ یا مستحب یا مباح کردینا مسلمانوں کے سچے دین میں ان دونوں حکموں کی ایک ہی حالت ہے کہ غیر خدا کی طرف بروجہ ذاتی احکام تشریعی کی اسناد بھی شرک۔

قال اللہ تعالٰی ام لھم شرکاء شرعوا لھم من الدین مالم یأذن بہ اللہ[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: کیا اُن کے لئے خدا کی الوہیت میں کچھ شریک ہیں جنھوں نے اُن کے واسطے دین میں اور راہیں نکال دی ہیں جن کا خدا نے انھیں حکم نہ دیا۔

اور بروجہ عطائی امور تکوین کی اسناد بھی شرک نہیں۔ قال اللہ تعالٰی،

فالمدبرات امرا[2]

قسم اُن مقبول بندوں کی جو کاروبارِ عالم کی تدبیر کرتے ہیں۔

مقدمہ رسالہ میں شاہ عبدالعزیز کی شہادت سُن چکے کہ:

حضرت امیر و ذریۂ طاہرہ او را تمام اُمت برمثال پیران و مرشدان می پرستند و امور تکوینیہ را بایشاں وابستہ میدانند[3]

حضرت امیر (مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم) اور ان کی اولاد کو تمام امت اپنے مرشد جیسا سمجھتی ہے اور امور تکوینیہ کو ان سے وابستہ جانتی ہے (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۲/۲۱ [2] القرآن الکریم ۷۹/۵

[3] تحفہ اثنا عشریہ باب ہفتم در امامت سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۱۴

www.alahazratnetwork.org

مگر کچے وہابی ان دو قسموں میں فرق کرتے ہیں، اگر کہئے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بات فرض کی یا فلاں کام حرام کردیا تو شرک کا سودا نہیں اُچھلتا، اور اگر کہئے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نعمت دی یا غنی کردیا تو شرک سُوجھتا ہے۔ یہ اُن کا نرا تحکم ہی نہیں خود اپنے مذہب نامہذب میں کچاپن ہے۔ جب ذاتی اور عطائی کا تفرقہ اٹھا دیا پھر احکام میں فرق کیسا، سب کا یکساں شرک ہونا لازم، آخر ان کا امام مطلق و عام کہہ گیا کہ :

"کسی کام میں نہ بالفعل اُن کو دخل ہے اور نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں۔"[1]

نیز کہا :

"کسی کام کو روا یا ناروا کر دینا اللہ ہی کی شان ہے۔"[2]

صاف تر کہا :

"کسی کی راہ و رسم کو ماننا اور اسی کے حکم کو اپنی سند سمجھنا یہ بھی انھیں باتوں میں سے ہے کہ خاص اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے ٹھہرائی ہیں تو جو کوئی یہ معاملہ کسی مخلوق سے کرے تو اس پر بھی شرک ثابت ہے۔"[3]

اور آگے اس کا قول :

"سو اللہ کے حکم پہنچنے کی راہ بندوں تک رسول ہی کا خبر دینا ہے۔"[4]

اس میں وہ رسول کو حاکم نہیں مانتا صرف مخبر و پیغام رساں مانتا ہے اور اس سے پہلے حصر کے ساتھ تصریح کرچکا ہے کہ :

"پیغمبر کا اتنا ہی کام ہے کہ بُرے کام پر ڈرا دیوے اور بھلے کام پر خوشخبری سُنا دیوے۔"[5]

نیز کہا کہ :

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثالث مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۲۰
[2]
[3] " الفصل الرابع " " " " " " " " ۲۸
[4] " " " " " " " " " " "
[5] " الفصل الثانی " " " " " " " " ۱۷

www.alahazratnetwork.org

"انبیاء اولیاء کو جو اللہ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا سو اُن میں بڑائی یہی ہوتی ہے کہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں اور بُرے بھلے کاموں سے واقف ہیں سو لوگوں کو سکھلاتے ہیں[1]" صرف بتانے جاننے پہچاننے پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ حکم ان کے ہیں فرائض کو انھوں نے فرض کیا محرمات کو انھوں نے حرام کردیا۔

آخر یہیں جو احکام معلوم ہوتے اپنے بزرگوں سے آتے انھیں ان کے اگلوں نے بتائے، یونہی طبقہ بطبقہ تبع کو تابعین، تابعین کو صحابہ، صحابہ کو سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے، تو کیا کوئی یوں کہے گا کہ نماز میرے باپ نے فرض کی ہے یا زنا کو میرے استاد نے حرام کردیا۔ نبی کی نسبت اگر یوں کہئے گا تو وہی ذاتی عطائی کا فرق مان کر، اور وہ کسی کی راہ ماننے اور اس کا حکم سند جاننے کو اُن افعال سے گِن چکا جو اللہ تعالٰی نے اپنی تعظیم کے لئے خاص کئے ہیں اور انھیں غیر کے لئے کرنے کا نام اشراک فی العبادۃ رکھا، اور اس قسم میں بھی مثل دیگر اقسام تصریح کی کر:

"پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہیں یا یوں سمجھے کہ ان کی اس طرح کی تعظیم سے اللہ خوش ہوتا ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے[2]۔"

تو ذاتی وعطائی کا تفرقہ دینِ نجدی میں قیامت کا تفرقہ ڈال دے گا۔ وہ صاف کہہ چکا:

"نہیں حکم کسی کا سوائے اللہ کے اس نے تو یہی حکم کیا ہے کہ کسی کو اس کے سوا مت مانو۔"[3]

جب رسول کو ماننے ہی کی نہ ٹھہری تو رسول کو حاکم ماننا اور فرائض و محرمات کو رسول کے فرض و حرام کردینے سے جاننا کیونکر شرک نہ ہوگا، غرض وہ اپنی دُھن کا پکا ہے، ولہذا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کس قدر تاکید شدید سے مدینہ طیبہ کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب فرض کیا اور اس میں شکار وغیرہ منع فرمایا، مگر یہ جو ارشاد ہوا کہ "مدینے کو حرم میں کرتا ہوں۔" اس چوٹی کے موحد نے کہ جابجا کہتا ہے کہ "خدا کے سوا کسی کو نہ مانو" صاف صاف حکمِ شرک جڑ دیا اور اللہ واحد قہار کے غضب کا کچھ خیال نہ کیا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثانی فی رد الاشراک فی العلم مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۸

[2] " مقدمۃ الکتاب مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۸

[3] " الفصل الرابع " " " " " " ص ۲۸

www.alahazratnetwork.org

ینقلبون[۱] (اور اب جان جائیں گے ظالم کرکس کروٹ پلٹا کھائیں گے ۔ ت) تو مناسب ہوا کہ بعض احادیث وُہ بھی ذکر کی جائیں جن میں احکام تشریعیہ کی اسناد صریح ہے اور اب اس قسم کی خاص دُو آیتوں کا ذکر بھی محمود، اگرچہ آیاتِ گزشتہ سے بھی دو آیتوں میں یہ مطلب موجود، اور ان کے ذکر سے جب عدد آیات انصاف عقود سے متجاوز ہوگا تو تکمیل عقد کے لئے تین آیتوں کا اور بھی اضافہ ہوکر پچاس کا عدد پورا ہو جس طرح احادیث میں بعونہٖ تعالٰی پانچ خمسین یعنی ڈھائی سو کا عدد کامل ہوگا، ورنہ استیعاب آیاتعہ میں منظور نہ احادیث میں مقدور، واللہ الھادی الٰی مناثر النور، ہم پہلے وہ تین آیتیں تلاوت

عہ مثلاً یہی احکامِ تشریعیہ کی آیات بکثرت ہیں جن سے دُو ہی یہاں مذکور، یُونہی اس مضمون میں کہ خلائق کو موت فرشتے دیتے ہیں صرف دُو آیتیں اوپر گزریں، قرآن پاک میں پانچ آیتیں اس مضمون کی اور ہیں، ہم ان پانچ کو یہاں ذکر کردیں کہ اوّل پانچ آیتیں کتبِ سابقہ سے مذکور ہوئی ہیں ان کے سبب پچاس پُوری صرف قرآن عظیم سے ہوجائیں۔

آیت ۱: ان الذین توفّٰھم الملٰئکۃ۔[۲]
بیشک وہ لوگ جنھیں موت دی فرشتوں نے۔

آیت ۲: جاءتھم رسلنا یتوفونھم[۳]
ہمارے رسول ان کے پاس آئے انھیں موت دینے کو۔

آیت ۳: ولوترٰی اذ یتوفی الذین کفروا الملٰئکۃ[۴]
کاش تم دیکھو جب کافروں کو موت دیتے ہیں فرشتے۔

آیت ۴: ان الخزی الیوم والسوء علی الکٰفرین الذین تتوفّٰھم الملٰئکۃ ظالمی انفسھم[۵]
بیشک آج کے دن رسوائی اور مصیبت کافروں پر ہے جنھیں موت فرشتے دیتے ہیں اس حال میں کہ وُہ اپنی جانوں پر ستم ڈھائے ہوئے ہیں۔

آیت ۵: کذٰلک یجزی اللہ المتقین الذین تتوفّٰھم الملٰئکۃ طیبین[۶]
ایسا ہی بدلہ دیتا ہے اللہ پرہیزگاروں کو جنھیں موت فرشتے دیتے ہیں پاکیزہ حالت میں۔

جعلنا اللہ منھم بفضلہٖ ورحمتہٖ اٰمین (اللہ تعالٰی ہمیں اپنے فضل و رحمت سے انھیں میں سے کردے۔ آمین)

---

[۱] القرآن الکریم ۲۶ /۲۲۷
[۲] القرآن الکریم ۴ /۹۷
[۳] القرآن الکریم ۷ /۳۷
[۴] القرآن الکریم ۸ /۵۰
[۵] القرآن الکریم ۱۶ /۲۷ و ۲۸
[۶] القرآن الکریم ۱۶ /۳۱ و ۳۲

www.alahazratnetwork.org

کریں کہ پھر احکامِ تشریعیہ کا بیان آیات و احادیث سے مسلسل رہے و باللہ التوفیق۔

آیت ۴۶: ان کل نفس لما علیھا حافظ[1] — کوئی جان نہیں جس پر ایک نگہبان متعین نہ ہو۔

یعنی ملائکہ ہر شخص کے حافظ و نگہبان رہتے ہیں۔

آیت ۴۷: الٓرٰ کتٰب انزلنٰہ الیک لتخرج الناس من الظلمٰت الی النور باذن ربھم الٰی صراط العزیز الحمید[2] — یہ کتاب ہم نے تمہاری طرف اتاری تاکہ تم اے نبی! لوگوں کو اندھیریوں سے نکال لو روشنی کی طرف اُن کے رب کی پروانگی سے غالب سراہے گئے کی راہ کی طرف۔

آیت ۴۸: ولقد ارسلنا موسٰی باٰیٰتنا ان اخرج قومک من الظلمٰت الی النور[3] — اور بیشک بالیقین ہم نے موسٰی کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا کہ اے موسٰی! تو نکال لے اپنی قوم کو اندھیریوں سے روشنی کی طرف۔

اقول اندھیریاں کفر و ضلالت ہیں اور روشنی ایمان و ہدایات جسے غالب سراہے گئے کی راہ فرمایا۔ اور ایمان و کفر میں واسطہ نہیں، ایک سے نکالنا قطعاً دوسرے میں داخل کرنا ہے۔ تو آیاتِ کریمہ صاف ارشاد فرما رہی ہیں کہ بنی اسرائیل کو موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کفر سے نکالا اور ایمان کی روشنی دے دی اس امت کو مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کفر سے چھڑاتے ایمان عطا فرماتے ہیں، اگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا یہ کام نہ ہوتا انھیں اس کی طاقت نہ ہوتی تو رب عزوجل کا انھیں یہ حکم فرمانا کہ کفر سے نکال لو معاذ اللہ تکلیف مالا یطاق تھا۔

الحمدُ للہ! قرآن عظیم نے کیسی تکذیب فرمائی امام وہابیہ کے اس حصر کی کہ:

"پیغمبر خدا نے بیان کر دیا کہ مجھ کو نہ قدرت ہے نہ کچھ غیب دانی، میری قدرت کا حال تو یہ ہے کہ اپنی جان تک کے نفع و نقصان کا مالک نہیں تو دوسرے کا تو کیا کر سکوں۔ غرض کہ کچھ قدرت مجھ میں نہیں فقط پیغمبری کا مجھ کو دعوٰی ہے اور پیغمبر کا اتنا ہی کام ہے"

---

[1] القرآن الکریم ۸۶/۴

[2] " ۱۴/۱

[3] " ۱۴/۵

www.alahazratnetwork.org

کہ بُرے کام پر ڈرا دیوے اور بھلے کام پر خوشخبری سُنا دیوے دل میں یقین ڈال دینا میرا کام نہیں انبیاء میں اس بات کی کچھ بڑائی نہیں کہ اللہ نے عالم میں تصرف کی کچھ قدرت دی ہو کہ مرادیں پوری کر دیویں یا فتح و شکست دے دیویں یا غنی کر دیویں یا کسی کے دل میں ایمان ڈال دیویں ان باتوں میں سب بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں عاجز اور بے اختیار[1] اھ ملخصاً۔

مسلمانو! اس گمراہ کے ان الفاظ کو دیکھو اور ان آیتوں اور حدیثوں سے کہ اب تک گزریں ملاؤ دیکھو یہ کس قدر شدت سے خدا و رسول کو جھٹلا رہا ہے، خیر اُسے اس کی عاقبت کے حوالے کیجئے، شکر اُس اکرم الاکرمین کا بجالائیے جس نے ہمیں ایسے کریم اکرم دائم الکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہاتھ سے ایمان دلوایا ان کے کرم سے امید واثق ہے کہ بعونہٖ تعالٰی محفوظ بھی رہے ؎

تُو نے اسلام دیا تو نے جماعت میں لیا
تو کریم اب کوئی پھرتا ہے عطیہ تیرا[2]

ہاں یہ ضرور ہے کہ عطائے ذاتی خاصۂ خدا ہے انک لا تھدی من احببت[3] (بیشک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کردو۔ت) وغیرہا میں اسی کا تذکرہ ہے کچھ ایمان کے ساتھ خاص نہیں پیسہ کوڑی بھی بے عطائے خدا کوئی بھی اپنی ذات سے نہیں دے سکتا۔ ع

تا خدا ندہد سلیماں کے دہد
(جب تک خدا نہ دے سلیمان کیسے دے سکتا ہے۔ت)

یہی فرق ہے جسے گم کرکے تم ہر جگہ بہکے اور افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض[4] (او رخدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو۔ت) میں داخل ہوئے۔

نسأل اللہ العافیۃ وتمام العافیۃ ودوام العافیۃ والحمد للہ رب العٰلمین۔

ہم اللہ تعالٰی سے کامل دائمی عافیت کا سوال کرتے ہیں، اور تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔(ت)

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثانی فی رد الاشراک فی العلم مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۲۱
[2] حدائق بخشش وصل اول مکتبہ رضویہ کراچی ص ۳
[3] القرآن الکریم ۲۸/ ۵۶
[4] " " ۲/ ۸۵

www.alahazratnetwork.org

آیت ۴۹ : قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الاٰخر ولا یحرمون ما حرم اللہ و رسولہ [1]

لڑو ان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ اور نہ پچھلے دن پر اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جسے حرام کردیا ہے اللہ اور اس کے رسول محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ۔

آیت ۵۰ : ما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ و رسولہ امرًا ان یکون لہم الخیرۃ من امرہم و من یعص اللہ و رسولہ فقد ضل ضلٰلا مبینا۔ [2]

نہیں پہنچتا کسی مسلمان مرد نہ کسی مسلمان عورت کو کہ جب حکم کریں اللہ و رسول کسی بات کا کہ انھیں کچھ اختیار رہے اپنی جانوں کا اور جو حکم نہ مانے اللہ و رسول کا وہ صریح گمراہی میں بہکا۔

یہاں سے ائمہ مفسرین فرماتے ہیں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قبل طلوعِ آفتابِ اسلام زید بن حارثہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو مول لے کر آزاد فرمایا اور متبنّٰی بنایا تھا، حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالٰی عنہا کہ حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پھوپھی امیمہ بنت عبد المطلب کی بیٹی تھیں سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں حضرت زید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نکاح کا پیغام دیا اوّل تو راضی ہوئیں اس گمان سے کہ حضور اپنے لئے خواستگاری فرماتے ہیں، جب معلوم ہوا کہ زید رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے طلب ہے انکار کیا اور عرض کر بھیجا کہ یا رسول اللہ! میں حضور کی پھوپھی کی بیٹی ہوں ایسے شخص کے ساتھ اپنا نکاح پسند نہیں کرتی، اور ان کے بھائی عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بھی اسی بنا پر انکار کیا، اس پر یہ آیہ کریمہ اتری اسے سن کر دونوں بہن بھائی رضی اللہ تعالٰی عنہما تائب ہوئے اور نکاح ہوگیا۔ [3]

ظاہر ہے کہ کسی عورت پر اللہ عزوجل کی طرف سے فرض نہیں کہ فلاں سے نکاح پر خواہی نخواہی راضی ہوجائے خصوصًا جبکہ وہ اس کا کفو نہ ہو خصوصًا جبکہ عورت کی شرافتِ خاندان کو اکب ثریّا سے بھی بلند و بالا تر ہو، بایں ہمہ اپنے حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دیا ہوا پیام نہ ماننے پر رب العزۃ جل جلالہ نے بعینہٖ وہی الفاظ ارشاد فرمائے جو کسی فرض الٰہی کے ترک پر فرمائے جاتے

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۲۹

[2] " ۳۳/ ۳۶

[3] الجامع لاحکام القرآن (امام قرطبی) تحت الآیۃ ۳۳/ ۳۶ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴/ ۱۶۵
الدر المنثور تحت الآیۃ ۳۳/ ۳۶ دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/ ۵۳۷ و ۵۳۸

www.alahazratnetwork.org

اور رسول کے نام پاک کے ساتھ اپنا نام اقدس بھی شامل فرمایا یعنی رسول جو بات تمہیں فرمائیں وہ اگر ہمارا فرض نہ بھی تو اب اُن کے فرمانے سے فرض قطعی ہوگئی مسلمانوں کو اس کے نہ ماننے کا اصلاً اختیار نہ رہا جو نہ مانے گا صریح گمراہ ہوجائے گا دیکھو رسول کے حکم دینے سے کام فرض ہوجاتا ہے اگرچہ فی نفسہٖ خدا کا فرض نہ تھا ایک مباح وجائز امر تھا، و لہٰذا ائمہ دین خدا و رسول کے فرض میں فرق فرماتے ہیں کہ خدا کا کیا ہوا فرض اُس فرض سے اقوٰی ہے جسے رسول نے فرض کیا ہے۔ اور ائمہ محققین تصریح فرماتے ہیں کہ احکامِ شریعت حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سپرد ہیں جو بات چاہیں واجب کردیں جو چاہیں ناجائز فرمادیں، جس چیز یا جس شخص کو جس حکم سے چاہیں مستثنٰی فرمادیں۔ امام عارف باللہ سید عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی میزان الشریعۃ الکبرٰی باب الوضو میں حضرت سیدی علی خواص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نقل فرماتے ہیں:

کان الامام ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ من اکثر الائمۃ ادبا مع اللہ تعالٰی ولذٰلک لم یجعل النیۃ فرضا وسمی الوتر واجبا لکونہما ثبتا بالسنۃ لا بالکتاب فقصد بذٰلک تمییز ما فرضہ اللہ تعالٰی وتمییز ما اوجبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فان ما فرضہ اللہ تعالٰی اشد مما فرضہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من ذات نفسہ حین خیرہ اللہ تعالٰی ان یوجب ماشاء او لا یوجب[1]

یعنی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اُن اکابر ائمہ میں ہیں جن کا ادب اللہ عزوجل کے ساتھ بہ نسبت اور ائمہ کے زائد ہے اسی واسطے انہوں نے وضو میں نیت کو فرض نہ کیا اور وتر کا نام واجب رکھا، یہ دونوں سنت سے ثابت ہیں نہ کہ قرآن عظیم سے، تو امام نے ان احکام سے یہ ارادہ کیا کہ اللہ تعالٰی کے فرض اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فرض میں فرق وتمیز کردیں اس لئے کہ خدا کا فرض کیا ہوا اس سے زیادہ مؤکد ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خود اپنی طرف سے فرض کردیا جبکہ اللہ عزوجل نے حضور کو اختیار دے دیا تھا کہ جس بات کو چاہیں واجب کردیں جسے نہ چاہیں نہ کریں۔

اُس میں بارگاہ وحی وتفریع احکام کی تصویر دکھا کر فرمایا،

---

[1] میزان الشریعۃ الکبرٰی باب الوضو دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۱۴۷

www.alahazratnetwork.org

کان الحق تعالٰی جعل لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یشرع من قبل نفسہ ماشاء کما فی حدیث تحریم شجر مکۃ فان عمہ العباس رضی اللہ تعالٰی عنہ لما قال لہ یارسول اللہ الا الاذخر فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا الاذخر ولو ان اللہ تعالٰی لم یجعل لہ ان یشرع من قبل نفسہ لم یتجرأ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یستثنی شیئا مما حرمہ اللہ تعالٰی[1]

یعنی حضرت عزت جل جلالہٗ نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ منصب دیا تھا کہ شریعت میں جو حکم چاہیں اپنی طرف سے مقرر فرمادیں جس طرح حرم مکہ کے نباتات کو حرام فرمانے کی حدیث میں ہے کہ جب حضور نے وہاں کی گھاس وغیرہ کاٹنے سے ممانعت فرمائی حضور کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی یارسول اللہ گیاہ اذخر کو اس حکم سے نکال دیجئے۔ فرمایا: اچھا نکال دی اس کا کاٹنا جائز کر دیا۔ اگر اللہ سبحانہٗ نے حضور کو یہ رتبہ نہ دیا ہوتا کہ اپنی طرف سے جو شریعت چاہیں مقرر فرمائیں تو حضور ہرگز جرأت نہ فرماتے کہ جو چیز خدا نے حرام کی اس میں سے کچھ مستثنٰی فرمادیں۔

اقول یہ مضمون متعدد احادیث صحیحہ میں ہے:

حدیث ۱: ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما صحیحین میں:

فقال العباس رضی اللہ تعالٰی عنہ الا الاذخر لصاغتنا وقبورنا فقال الا الاذخر[2]

یعنی عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! مگر اذخر کہ وہ ہمارے سناروں اور قبروں کے کام آتی ہے۔ فرمایا: مگر اذخر۔

حدیث ۲: ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نیز صحیحین میں:

قال رجل من قریش الا الاذخر

ایک مرد قریش نے عرض کی، مگر اذخر

---

[1] میزان الشریعۃ الکبرٰی فصل فی بیان جملۃ من الامثلۃ المحسوسۃ الخ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۶۰

[2] صحیح البخاری کتاب العمرۃ باب لاینفر صید الحرم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۴۷

صحیح مسلم کتاب الحج باب تحریم مکۃ الخ " " " ۱/ ۴۳۸ و ۴۳۹

www.alahazratnetwork.org

یارسول اللہ فانا نجعلہ فی بیوتنا و قبورنا۔ فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا الاذخر الا الاذخر[1]

یارسول اللہ کہ ہم اسے اپنے گھروں اور قبروں میں صرف کرتے ہیں۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، مگر اذخر مگر اذخر۔

حدیث ۳: صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے سنن ابن ماجہ میں،

فقال العباس رضی اللہ تعالٰی عنہ الا الاذخر فانہ للبیوت والقبور فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا الاذخر[2]

عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی، مگر اذخر کہ وہ گھروں اور قبروں کے لئے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا مگر اذخر۔

نیز میزان مبارک میں شریعت کی کئی قسمیں کیں، ایک وہ جس پر وحی وارد ہوتی،

الثانی ما اباح الحق تعالٰی لنبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یسنہ علٰی رایہ ھو کتحریم لبس الحریر علی الرجال وقولہ فی حدیث تحریم مکۃ الا الاذخر ولو لا ان اللہ تعالٰی کان یحرم جمیع نبات الحرم لم یستثن صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الاذخر ونحو حدیث لو لا ان اشق علٰی امتی لاخرت العشاء الٰی ثلث اللیل ونحو حدیث لو قلت نعم لوجبت ولم تستطیعوا فی جواب من

یعنی شریعت کی دوسری قسم وہ ہے جو مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ان کے رب عزوجل نے ماذون فرمادیا کہ خود اپنی رائے سے جو راہ چاہیں قائم فرمادیں، مردوں پر ریشم کا پہننا حضور نے اسی طور پر حرام فرمایا اور اسی حرمتِ مکہ سے گیاہِ اذخر کو استثناء فرمادیا۔ اگر اللہ عزوجل نے مکہ معظمہ کی ہر جڑی بوٹی کو حرام نہ کیا ہوتا تو حضور کو اذخر کے مستثنٰی فرمانے کی کیا حاجت ہوتی۔ اور اسی قبیل سے ہے حضور کا ارشاد کہ اگر امت پر مشقت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں عشاء کو تہائی رات تک ہٹادیتا۔ اور اسی باب سے ہے کہ جب حضور نے فرض حج بیان فرمایا کسی نے عرض کی، یارسول اللہ!

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب کتابۃ العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۲
صحیح مسلم کتاب الحج باب تحریم مکۃ الخ ۱/ ۴۳۹
[2] سنن ابن ماجہ ابواب المناسک فضل المدینہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۳۱

www.alahazratnetwork.org

قال لہ فی فریضۃ الحج اکل عام یارسول اللہ قال لا ولوقلت نعم لوجبت وقد کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یخفف علٰی اُمتہ وینھاھم عن کثرۃ السؤال ویقول اترکونی ماترکتم[1] اھ باختصار۔

کیا حج ہرسال فرض ہے؟ فرمایا: نہ، اور اگر میں ہاں کہہ دوں تو ہرسال فرض ہوجائے اور پھر تم سے نہ ہوسکے۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضور اپنی اُمت پر تخفیف و آسانی فرماتے اور مسائل زیادہ پُوچھنے سے منع کرتے اور فرماتے مجھے چھوڑے رہو جب تک میں تمھیں چھوڑوں۔

اقول یہ مضمون بھی کہ "میں نمازِ عشا کو مؤخر فرمادیتا" متعدد احادیث صحیحہ میں ہے۔

حدیث ۲: ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما معجم کبیر طبرانی میں کہ سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لولا ضعف الضعیف وسُقم السقیم لاخرت صلٰوۃ العتمۃ۔[2]

اگر ضعیف کے ضعف اور مریض کے مرض کا پاس نہ ہوتا تو میں نمازِ عشا کو پیچھے ہٹادیتا۔

حدیث ۳: ابی سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ مسند احمد و سنن ابی داؤد و ابن ماجہ وغیرہا میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لولاضعف الضعیف وسقم السقیم وحاجۃ ذی الحاجۃ لاخرت ھٰذہ الصلٰوۃ الٰی شطر اللیل۔[3]

اگر کمزور کی ناتوانی اور بیمار کے مرض اور کامی کے کام کا خیال نہ ہوتا تو میں اس نماز کو آدھی رات تک مؤخر فرمادیتا۔

ورواہ ابن ابی حاتم بلفظ لولا ان یثقل علٰی امتی لاخرت صلٰوۃ العشاء الٰی ثلث اللیل۔[4]

ابن ابی حاتم نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا: اگر میں اپنی امت پر بوجھ محسوس نہ کرتا تو میں عشا کو تہائی رات تک ہٹادیتا (ت)

---

[1] میزان الشریعۃ الکبرٰی فصل شریف فی بیان الذم من الائمۃ الخ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۶۷

[2] المعجم الکبیر عن عباس حدیث ۱۱۲۶۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/۴۰۹

[3] سنن ابی داؤد کتاب الصلٰوۃ باب وقت العشاء آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۶۱
سنن ابن ماجہ " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۰
مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۳/۵

[4]

www.alahazratnetwork.org

حدیث[۴] ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ احمد وابن ماجہ ومحمد بن نصر کی روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لولا ان اشق علٰی امتی لاخرت العشاء الٰی ثلث اللیل او نصف اللیل[1] | اگر اپنی امت کو مشقت میں ڈالنے کا لحاظ نہ ہوتا تو میں عشاء کو تہائی یا آدھی رات تک ہٹا دیتا۔

واخرجہ ابن جریر فقال الٰی نصف اللیل[2] (ابن جریر نے روایت کیا، فرمایا، آدھی رات تک۔ ت)

اور ان کے سوا احادیث صحیحہ عنقریب اسی معنٰی میں آتی ہیں ان شاء اللہ تعالٰی۔ نیز یہ مضمون کہ "میں ہاں فرمادوں تو حج ہر سال فرض ہو جائے" متعدد احادیث صحاح میں ہے۔

حدیث[۵] ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ عند احمد ومسلم[3] والنسائی (امام احمد، مسلم اور نسائی کے نزدیک۔ ت)

حدیث[۶] امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لا ولو قلت نعم لوجبت۔ رواہ احمد والترمذی[4] وابن ماجۃ۔ | ہر سال فرض نہیں اور میں ہاں کہہ دوں تو فرض ہو جائے۔ (اس کو احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔ ت)

---

[1] سنن ابن ماجۃ کتاب الصلٰوۃ وقت العشاء آفتاب عالم پریس لاہور ص ۵۰
کنز العمال بحوالہ حم ومحمد بن نصر حدیث ۱۹۴۸۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۷/ ۳۹۹
[2]
[3] صحیح مسلم کتاب الحج باب فرض الحج مرۃ فی العمر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۳۲
سنن النسائی کتاب مناسک الحج باب وجوب الحج نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۱
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۵۰۸
[4] سنن الترمذی کتاب الحج باب ماجاء کم فرض الحج حدیث ۸۱۴ دار الفکر بیروت ۲/ ۲۲۰
" کتاب التفسیر باب ومن سورۃ المائدۃ حدیث ۳۰۶۶ " " " ۵/ ۳۰
سنن ابن ماجۃ ابواب المناسک باب فرض الحج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۱۳
مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۱۳

www.alahazratnetwork.org

حدیث ۹: ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے:

لوقلت نعم لوجبت ثم اذاً لاتسمعون ولا تطیعون۔ رواہ احمد[1] والدارمی والنسائی۔

میں ہاں فرمادوں تو فرض ہوجائے پھر تم نہ سنو نہ بجالاؤ۔ (اس کو احمد، دارمی اور نسائی نے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۰: انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ فرمایا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے:

لوقلت نعم لوجبت ولو وجبت لم تقوموا بھا ولو لم تقوموا بھا عذبتم۔ رواہ ابن[2] ماجۃ۔

اگر میں ہاں فرمادوں تو واجب ہوجائے اور اگر واجب ہوجائے تو بجا نہ لاؤ اور اگر بجا نہ لاؤ تو عذاب کئے جاؤ (اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا۔ ت)

اور مضمون اخیر کہ "مجھے چھوڑے رہو" یہ بھی صحیح مسلم وسنن نسائی میں اُسی حدیث ابی ہریرہ کے ساتھ ہے کہ فرمایا:

لوقلت نعم لوجبت ولما استطعتم۔

اگر میں فرماتا ہاں، تو ہر سال واجب ہوجاتا اور بیشک تم نہ کرسکتے۔

پھر فرمایا:

ذرونی ما ترکتکم فانما ھلک من کان قبلکم بکثرۃ سؤالھم واختلافھم علٰی انبیائھم فاذا امرتکم بشیئ فأتوا منہ ما استطعتم واذا نھیتکم

مجھے چھوڑے رہو جب تک میں تمھیں چھوڑوں کہ اگلی امتیں اسی کثرتِ سوال اور اپنے انبیاء کے خلافِ مراد چلنے سے ہلاک ہوئیں تو جب میں تمھیں کسی بات کا حکم فرماؤں تو جتنی ہوسکے

---

[1] سنن النسائی کتاب مناسک الحج باب وجوب الحج نور محمد کارخانہ کراچی ۲/ ۱
سنن الدارمی " " باب کیف وجوب الحج دارالمحاسن للطباعۃ القاہرۃ ۲/ ۳۶
مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۵۵

[2] سنن ابن ماجۃ ابواب المناسک باب فرض الحج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۱۳

www.alahazratnetwork.org

عن شیئ فدعوہ۔ رواہ ابن[1] ماجۃ مفرداً۔	بجالاؤ اور جب بات سے منع فرماؤں تو اسے چھوڑدو۔ (اس کو تنہا ابن ماجہ نے ہی روایت کیا۔ ت)

یعنی جس بات میں میں تم پر وجوب یا حُرمت کا حکم نہ کروں اُسے کھود کھود کر نہ پوچھو کہ پھر واجب حرام کا حکم فرمادوں تو تم پر تنگی ہو جائے۔

یہاں سے یہ بھی ثابت ہُوا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جس بات کا نہ حکم دیا نہ منع فرمایا وہ مباح و بلاحرج ہے۔ وہابی اسی اصل اصیل سے جاہل ہو کر ہر جگہ پوچھتے ہیں خدا و رسول نے اس کا کہاں حکم دیا ہے۔ ان احمقوں کو اتنا ہی جواب کافی ہے کہ خدا و رسول نے کہاں منع کیا ہے، جب حکم نہ دیا نہ منع کیا تو جواز رہا، تم جو ایسے کاموں کو منع کرتے ہو اللہ و رسول پر افترا کرتے بلکہ خود شارع بنتے ہو کہ شارع صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع کیا نہیں اور تم منع کر رہے ہو۔ مجلس میلاد مبارک و قیام و فاتحہ و سوم وغیرہا مسائل بدعت وہابیہ سب اسی اصل سے طے ہو جاتے ہیں۔ اعلٰحضرت حجۃ الخلف بقیۃ السلف خاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد نے کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد میں اس کا بیان اعلٰی درجہ کا روشن فرمایا ہے، فنوراللہ منزلہ واکرم عندہ نزلہ اٰمین۔

امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں:

من خصائصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ کان یخص من شاء بما شاء من الاحکام[2]	سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خصائص کریمہ سے ہے کہ حضور شریعت کے عام احکام سے جسے چاہتے مستثنٰی فرمادیتے۔

علامہ زرقانی نے شرح میں بڑھایا، من الاحکام وغیرھا[3] کچھ احکام ہی کی خصوصیت نہیں حضور جس چیز سے چاہیں جسے چاہیں خاص فرمادیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الحج باب فرض الحج مرۃ فی العمر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۳۲
سنن النسائی کتاب مناسک الحج باب وجوب الحج نور محمد کارخانہ کراچی ۲/۱
سنن ابن ماجۃ باب اتباع سنۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲

[2] المواہب اللدنیۃ المقصد الرابع الفصل الثانی المکتب الاسلامی بیروت ۲/۶۸۹

[3] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الرابع دارالمعرفۃ بیروت ۵/۳۲۲

www.alahazratnetwork.org

امام جلیل جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے خصائص کبرٰی شریف میں ایک باب وضع فرمایا:

باب اختصاصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بانہ یخص من شاء بما شاء من الاحکام[1]

باب اس بیان کا کہ خاص نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہی کو یہ منصب حاصل ہے کہ جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں خاص فرمادیں۔

امام قسطلانی نے اس کی نظیر میں پانچ واقعے ذکر کئے اور امام سیوطی نے دس، پانچ وہ اور پانچ اور۔ فقیر نے ان زیادات سے تین واقعے ترک کردئے اور پندرہ اور بڑھائے، اور ان کی احادیث بتوفیق اللہ تعالٰی جمع کیں کہ جملہ بائیس ۲۲ واقعے ہوئے وللہ الحمد ان کی تفصیل اور ہر واقعے پر حدیث سے دلیل سنئے:

حدیث ۱: صحیحین میں براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے ان کے ماموں ابو بردہ بن نیار رضی اللہ تعالٰی عنہ نے نمازِ عید سے پہلے قربانی کرلی تھی جب معلوم ہوا یہ کافی نہیں عرض کی، یارسول اللہ! وہ تو میں کرچکا اب میرے پاس چھ مہینے کا بکری کا بچہ ہے مگر سال بھر والے سے اچھا ہے۔ فرمایا:

اجعلھا مکانھا ولن تجزئ عن احد بعدک[2]

اس کی جگہ اسے کردو اور ہرگز اتنی عمر کی بکری تمہارے بعد دوسروں کی قربانی میں کافی نہ ہوگی۔

ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کے نیچے ہے:

خصوصیۃ لہ لاتکون لغیرہ اذکان لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یخص من شاء بما شاء من الاحکام[3]

یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک خصوصیت ابو بردہ کو بخشی جس میں دوسرے کا حصہ نہیں اس لئے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اختیار تھا کہ جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں خاص فرمادیں۔

---

[1] الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بانہ یخص من شاء الخ مرکز اہلسنت گجرات الہند ۲/ ۲۶۲

[2] صحیح البخاری کتاب العیدین باب الخطبۃ بعد العید قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۲

صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب وقتہا " " " ۲/ ۱۵۴

[3] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب العیدین حدیث ۹۶۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۶۵۷

www.alahazratnetwork.org

نیز حدیثِ صحیحین میں عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے حضور سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو قربانی کے لئے جانور عطا فرمائے ان کے حصے میں ششماہہ بکری آئی حضور سے حال عرض کیا۔ فرمایا: ضحِّ بھا[1] تم اسی کی قربانی کردو۔

سُننِ بیہقی میں بسندِ صحیح اتنا اور زائد ہے،

ولا رخصۃ فیھا لاحد بعدک[2] — تمہارے بعد اور کسی کے لئے اس میں رخصت نہیں۔

شیخ محقق اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

احکام مفوض بود بوے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بر قول صحیح[3] — قولِ صحیح کے مطابق احکام حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سپرد تھے (ت)

حدیث[4] صحیح مسلم میں اُم عطیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے جب بیعتِ زنان کی آیت اُتری اور اس میں ہرگناہ سے بچنے کی شرط تھی کہ لا یعصینک فی معروف، اور مُردے پر بین کرکے رونا چیخنا بھی گناہ تھا میں نے عرض کی،

یارسول اللہ الا اٰل فلان فانھم کانوا اسعدونی فی الجاھلیۃ فلابدلی من ان اسعدھم۔ — یارسول اللہ! فلاں گھروالوں کو استثناء فرمادیجئے کہ انھوں نے زمانۂ جاہلیت میں میرے ساتھ ہو کر میری ایک میت پر نوحہ کیا تھا تو مجھے ان کی میت پر نوحے میں اُن کا ساتھ دینا ضرور ہے۔

فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا اٰل فلان[4] — سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اچھا وہ مستثنٰی کردئے۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاضاحی باب قسمۃ الاضاحی بین الناس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۳۲
صحیح مسلم " باب سن الاضحیۃ " " " ۲/ ۱۵۵

[2] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الضحایا باب لایجزی الجذع الخ دارصادر بیروت ۹/ ۲۷۰
کنز العمال حدیث ۱۲۲۵۲ مؤسسۃ الرسالہ " ۵/ ۱۰۵

[3] اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ باب الاضحیۃ الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۰۹

[4] صحیح مسلم کتاب الجنائز فصل فی نھی النساء عن النیاحۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۰۴

www.alahazratnetwork.org

اور سنن نسائی میں ارشاد فرمایا :

اِذہبی فاسعدیہا۔ جا ان کا ساتھ دے آ۔

یہ گئیں اور وہاں نوحہ کرکے پھر واپس آکر بیعت کی۔[1]

ترمذی کی روایت میں ہے :

فاذن لہا[2] سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں نوحہ کی اجازت دے دی۔

مسند احمد میں ہے، فرمایا :

اذہبی فکافیہم[3] جاؤ ان کا بدلہ اتار آؤ۔

امام نووی اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں یہ حضور نے خاص رخصت ام عطیہ کو دے دی تھی خاص آلِ فلاں کے بارے میں وللشارع ان یخص من العموم ماشاء[4] نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اختیار ہے کہ عام حکموں سے جو چاہے خاص فرما دیں۔

یہی مضمون حدیث ۱۲ ابن مردویہ میں عبد اللہ ابن عباس سے خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہما سے ہے،

انہا قالت یارسول اللہ کان ابی واخی ماتافی الجاھلیۃ وان فلانۃ اسعدتنی وقد مات اخوھا الحدیث۔[5]

اس نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم زمانہ جاہلیت میں میرا باپ اور بھائی فوت ہوئے تو فلاں عورت نے میرا ساتھ دیا تھا اور اب اس کا بھائی فوت ہوا ہے۔ (ت)

حدیث ۱۳ ترمذی میں اسماء بنت یزید انصاریہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے انھوں نے بھی ایک نوحے کا بدلہ اتارنے کی اجازت مانگی حضور نے انکار فرمایا،

قالت فراجعتہ مرارا فاذن لی ثم لم انح بعد ذٰلک۔[6]

میں نے کئی بار حضور سے عرض کی، آخر حضور نے اجازت دے دی، پھر میں نے کہیں نوحہ نہ کیا۔

---

[1] سنن النسائی کتاب البیعۃ باب بیعۃ النساء نور محمد کارخانہ کراچی ۲/ ۱۸۳

[2] سنن الترمذی کتاب التفسیر تحت الآیۃ ۶۰/ ۱۲ حدیث ۳۳۱۸ دار الفکر بیروت ۵/ ۲۰۲

[3] مسند احمد بن حنبل ۶/ ۴۰۷ و ۴۰۸ و الدر المنثور تحت الآیۃ ۶۰/ ۱۲ ۸/ ۱۳۳

[4] شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم کتاب الجنائز فصل فی نہی النساء عن النیاحۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۰۴

[5]

[6] سنن الترمذی کتاب التفسیر سورۃ الممتحنۃ حدیث ۳۳۱۸ دار الفکر بیروت ۵/ ۲۰۲

www.alahazratnetwork.org

حدیث ۱۴۳: احمد طبرانی میں مصعب بن نوح سے ہے ایک بڑی بی نے وقتِ بیعت نوحے کا بدلا اتارنے کا اذن چاہا، فرمایا:

اِذھبی فکافیھم[1] جاؤ عوض کرآؤ۔

اقول فظاھر ان کل رخصۃ تختص بصاحبتھا لاشرکۃ فیھا لغیرھا فلا ینکر بما ذکرنا علی قول النووی ان ھذا محمول علی الترخیص لام عطیۃ فی اٰل فلان خاصۃ وبمثلہ یندفع ما استشکلوا من التعارض فی حدیثی التضحیۃ لابی بُردۃ وعقبۃ لاسیّما مع زیادۃ البیھقی المذکورۃ فانہ حکم لاخبر ولاشك ان الشارع اذا خص ابا بُردۃ کان کُل من سواہ داخلاً فی عموم عدم الاجزاء وکذا حین خص عقبۃ فصدق فی کل مرۃ لن تجزی احدًا بعدك فافھم فقد خفی علی کثیر من الاعلام۔

میں کہتا ہوں ظاہر ہے کہ ہر رخصت صاحبِ رخصت کے ساتھ مختص ہوتی ہے۔ اس میں کسی غیر کی شرکت نہیں ہوتی۔ چنانچہ جو ہم نے ذکر کیا اس کی وجہ سے امام نووی کے قول کا انکار نہیں ہوتا کہ بیشک یہ بطورِ خاص آلِ فلاں کے بارے میں ام عطیہ کو رخصت دینے پر محمول ہے۔ اور اسکی مثل سے قربانی کے بارے میں ابوبردہ اور عقبہ کی حدیثوں میں واقع تعارض کا اشکال بھی مندفع ہوجاتا ہے خصوصاً اس زیادتی کے ساتھ جو بیہقی میں مذکور ہے کہ بیشک یہ حکم ہے خبر نہیں ہے اور اس میں شک نہیں کہ شارع علیہ السلام نے جب ابوبردہ کو مختص فرمایا تو ان کے ماسوا ہر ایک عدمِ اجزاء کے عموم میں داخل ہوگیا۔ اسی طرح جب عقبہ کو خاص فرمادیا تو ہر مرتبہ یہ بات صادق آئی کہ تیرے بعد ہرگز یہ کسی کے لئے کفایت نہیں کرے گا، تو سمجھ لے، تحقیق بہت سے علماء پر یہ بات مخفی رہی۔ (ت)

حدیث ۱۴۴: طبقات ابن سعد میں اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے جب اُن کے

عہ محتمل ہے کہ یہ بی بی اُم عطیہ ہوں لہذا واقعہ جداگانہ نہ شمار ہوا ۱۲ منہ۔

---

[1] الدرالمنثور بحوالہ احمد وغیرہ الآیۃ ۶۰/۱۲ داراحیاء التراث العربی بیروت ۸/۱۳۳

www.alahazratnetwork.org

شوہر اول جعفر طیار رضی اللہ تعالٰی عنہ شہید ہوئے سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

تسلبی ثلٰثا ثم اصنعی ما شئت[1]۔ تین دن سنگار سے الگ رہو پھر جو چاہو کرو۔

یہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن کو اس حکم عام سے استثناء فرمادیا کہ عورت کو شوہر پر چار مہینے دس دن سوگ واجب ہے۔

حدیث ۱۷: ابن السکن میں ابو نعمان ازدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے ایک شخص نے ایک عورت کو پیام نکاح دیا سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: مہر دو۔ عرض کی میرے پاس کچھ نہیں۔ فرمایا:

اما تحسن سورۃ من القراٰن فاصدقھا السورۃ ولایکون لاحد بعدك مھرًا[2]۔ رواہ سعید بن منصور مختصرًا۔ کیا تجھے قرآن عظیم کی کوئی سورت نہیں آتی، وہ سورۃ سکھانا ہی اس کا مہر کر، اور تیرے بعد یہ مہر کسی اور کو کافی نہیں۔ (اس کو سعید بن منصور نے مختصرًا روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۸: ابی داؤد و نسائی و طحاوی و ابن ماجہ و خزیمہ میں عم عمارہ بن خزیمہ بن ثابت انصاری اور **حدیث ۱۹**: مصنف ابن ابی شیبہ و تاریخ بخاری و مسند ابی یعلٰی و صحیح ابن خزیمہ و معجم کبیر طبرانی میں حضرت خزیمہ اور **حدیث ۲۰**: حارث بن اسامہ بن نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا وہ بیچ کر مکر گیا اور گواہ مانگا، جو مسلمان آتا اعرابی کو جھڑکتا کہ خرابی ہو تیرے لئے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم حق کے سوا کیا فرمائیں گے (مگر گواہی نہیں دیتا کہ کسی کے سامنے کا واقعہ نہ تھا) اتنے میں خزیمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ حاضر بارگاہ ہوئے گفتگو سن کر بولے: انا اشھد انك قد بایعتہ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تُو نے حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہاتھ بیچا ہے۔

---

[1] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر جعفر بن ابی طالب دار صادر بیروت ۴/ ۴۱
کنز العمال حدیث ۲۸۸۲۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۶۵۰

[2] الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ترجمہ ۱۰۶۴۳ ابو النعمان الازدی دار الفکر ۹/ ۲۶۷

www.alahazratnetwork.org

34/34

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، تم موجود تو تھے ہی نہیں تم نے گواہی کیسے دی؟ عرض کی،

بتصدیقك یارسول اللہ (وفی الثانی) صدقتك بما جئت به وعلمت انك لاتقول الاحقا (وفی الثالث) انا اصدقك علی خبر السماء والارض الا اصدقك علی الاعرابی۔[2]

یارسول اللہ! میں حضور کی تصدیق سے گواہی دے رہا ہوں میں حضور کے لائے ہوئے دین پر ایمان لایا اور یقین جانا کہ حضور حق ہی فرمائیں گے میں آسمان و زمین کی خبروں پر حضور کی تصدیق کرتا ہوں کیا اس اعرابی کے مقابلے میں تصدیق نہ کروں۔

اس کے انعام میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیشہ ان کی گواہی دو مرد کی شہادت کے برابر فرمادی اور ارشاد فرمایا،

من شہد له خزیمة او شہد علیه فحسبه۔[3]

خزیمہ جس کسی کے نفع خواہ ضرر کی گواہی دیں ایک انھیں کی شہادت بس ہے۔

ان احادیث سے ثابت کہ حضور نے قرآن عظیم کے حکم عام واشھدوا ذوی عدل منکم[5] (اور اپنے میں دو ثقہ کو گواہ کرلو۔ ت) سے خزیمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو مستثنٰی فرمادیا۔

حدیث ۳۵: صحاح ستہ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ ایک شخص نے بارگاہ اقدس میں

---

[1] سنن ابی داود کتاب القضاء باب اذا علم الحاکم صدق الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۵۲
شرح معانی الآثار کتاب القضاء والشہادات حدیث کفایۃ شہادۃ خزیمۃ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۱۰
[2] کنز العمال بحوالہ ح حدیث ۳۷۰۳۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۳۷۹
المعجم الکبیر " ۳۷۳۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۴/ ۸۷
اسد الغابۃ ترجمہ ۱۴۲۶ خزیمہ بن ثابت دار الفکر بیروت ۱/ ۶۹۷
[3] کنز العمال حدیث ۳۷۰۳۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۳۸۰
[4] المعجم الکبیر عن خزیمہ حدیث ۳۷۳۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۴/ ۸۷
کنز العمال بحوالہ مسند ابی یعلٰی وغیرہ حدیث ۳۷۰۳۸ مؤسسۃ الرسالہ ۱۳/ ۳۸۰
التاریخ الکبیر حدیث ۲۳۸ دار الباز للنشر والتوزیع مکۃ المکرمۃ ۱/ ۸۷
[5] القرآن الکریم ۶۵/ ۲

www.alahazratnetwork.org

حاضر ہوکر عرض کی، یارسول اللہ! میں ہلاک ہوگیا۔ فرمایا، کیا ہے؟ عرض کی، میں نے رمضان میں اپنی عورت سے نزدیکی کی۔ فرمایا، غلام آزاد کر سکتا ہے؟ عرض کی، نہ۔ فرمایا، لگاتار دو مہینے کے روزے رکھ سکتا ہے؟ عرض کی، نہ۔ فرمایا، ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟ عرض کی، نہ۔ اتنے میں خُرمے خدمتِ اقدس میں لائے گئے حضور نے فرمایا، انھیں خیرات کر دے۔ عرض کی، کیا اپنے سے زیادہ کسی محتاج پر؟ مدینے بھر میں کوئی گھر ہمارے برابر محتاج نہیں۔

فضحك النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم حتی بدت نواجذہٗ وقال اذھب فاطعمه اھلك[1] رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ سن کر ہنسے یہاں تک کہ دندانِ مبارک ظاہر ہوئے، اور فرمایا، جا اپنے گھر والوں کو کھلا دے۔

مسلمانو! گناہ کا ایسا کفارہ کسی نے کبھی سُنا ہوگا سوا دو من خُرمے سرکار سے عطا ہوتے ہیں کہ آپ کھالو، کفارہ ہوگیا۔ واللہ! یہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہِ رحمت ہے کہ سزا کو انعام سے بدل دے، ہاں ہاں یہ بارگاہ بیکس پناہ فاولٰئك یبدل اللہ سیاٰتھم حسنٰت[2] (تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا۔ ت) کی

---

[1] صحیح البخاری کتاب الصوم باب اذا جامع فی رمضان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۹
صحیح البخاری کتاب الھبۃ باب اذا وھب ھبۃ الخ " " " ۱/۳۵۴
صحیح مسلم کتاب الصیام باب تغلیظ تحریم الجماع فی نہار الخ " " " ۱/۳۵۴
سُنن الترمذی کتاب الصوم باب ما جاء فی کفارۃ الفطر الخ حدیث ۷۲۴ " " ۲/۱۷۵
سُنن ابی داؤد کتاب الصیام باب کفارۃ من اتی اھلہ فی رمضان آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۲۵
سُنن ابن ماجۃ ابواب ماجاء فی الصیام باب ماجاء فی کفارۃ من افطر الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۲۱
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۴۱ و ۲۸۱
مسند الدارمی کتاب الصیام باب الذی یقع علی امرأتہ فی شہر رمضان دار المحاسن للطباعۃ قاہرۃ ۱/۳۴۳ و ۳۴۴
سنن الدارقطنی " " باب القبلۃ للصائم حدیث ۲۲۰۱ تا ۲۲/۳۹ دار المعرفۃ بیروت ۲/۲۰۹ و ۲۱۰
" " " " " حدیث ۲۲/۲۳۶۳ تا ۲۶/۲۳۶۸ " ۲/۲۳۶ تا ۲۴۱
السنن الکبرٰی " " باب کفارۃ من اتی اھلہ فی نہار رمضان دار صادر بیروت ۴/۲۲۱ و ۲۲۲
[2] القرآن الکریم ۲۵/۷۰

www.alahazratnetwork.org

خلافتِ کبرٰی ہے، اُن کی ایک نگاہِ کرم کبائر کو حسنات کر دیتی ہے جب تو ارحم الراحمین جل جلالہ نے گنہگاروں، خطاواروں، تباہ کاروں کو اُن کا دروازہ بتایا کہ :

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوك[1]۔ الاٰیۃ — گنہگار تیرے دربار میں حاضر ہو کر معافی چاہیں اور تو شفاعت فرمائے تو خدا کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

والحمد للہ رب العٰلمین۔

یہی مضمون حدیث[2] مسلم میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا اور حدیث[3] مسند بزار و معجم اوسط طبرانی میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے۔

حدیث[4] دارقطنی میں مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے ہے، ارشاد فرمایا :

کُلہٗ انت وعیالك فقد کفر اللہ عنك[4] — تو اور تیرے اہل وعیال یہ خُرمے کھالیں کہ اللہ تعالٰی نے تیری طرف سے کفارہ ادا کردیا۔

ہدایہ میں ہے، فرمایا :

کل انت وعیالك تجزئك ولا تجزئ احدا بعدك[5] — تُو اور تیرے بچے کھالیں تجھے کفارے سے کفایت کرے گا اور تیرے بعد اور کسی کو کافی نہ ہوگا۔

سُنن ابی داؤد میں امام شہاب زہری تابعی سے ہے :

انما کان ھٰذہ رخصۃ لہ خاصۃ ولو ان رجلا فعل ذٰلك الیوم لم یکن لہ بُدٌّ من التکفیر[6] — یہ خاص اُسی شخص کے لئے رخصت تھی آج کوئی ایسا کرے تو کفارہ سے چارہ نہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۶۴

[2] صحیح مسلم کتاب الصیام باب تغلیظ تحریم الجماع فی نہار رمضان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۵۵

[3] مجمع الزوائد بحوالہ ابویعلٰی کتاب الصیام باب فی من افطر الخ دارالکتاب بیروت ۳/ ۱۶۷ و ۱۶۸

[4] سنن الدارقطنی کتاب الصیام باب السواک للصائم حدیث ۲۳۶۱ / ۲۱ دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۲۳۸

[5] الہدایۃ کتاب الصوم باب ما یوجب القضاء والکفارۃ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/ ۲۰۰

[6] سنن ابی داؤد کتاب الصیام باب من اتی اہلہ فی رمضان آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۲۵

www.alahazratnetwork.org

امام جلال الدین سیوطی وغیرہ علماء نے بھی اسے خصائص مذکورہ سے گنا و فی الحدیث وجوهٌ اُخریٰ۔

حدیث ۲۴: صحیح مسلم و سنن نسائی و ابن ماجہ و مسند امام احمد میں زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا ابوحذیفہ کی بی بی رضی اللہ تعالٰی عنہا نے عرض کی، یارسول اللہ! سالم (غلام آزاد کردہ ابوحذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہما) میرے سامنے آتا جاتا ہے اور وہ جوان ہے ابوحذیفہ کو یہ ناگوار ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، ارضعیہ حتی یدخل علیك تم اُسے دُودھ پلادو کہ بے پردہ تمھارے پاس آنا جائز ہوجائے۔ اُم المومنین ام سلمہ وغیرہا باقی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالٰی عنہن نے فرمایا:

ما نری ھذہ الا رخصۃ ارخصھا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لسالم خاصۃ۔[1]

ہمارا یہی اعتقاد ہے کہ یہ رخصت حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خاص سالم کے لئے فرمادی تھی۔

حدیث ۲۵: ابن سعد و حاکم میں بطریق عمرہ بنت عبدالرحمٰن خود سہلہ زوجہ ابی حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مضمون مذکور، مروی کہ انھوں نے جب حالِ سالم عرض کیا فامرھا ان ترضعیہ[2] حضور نے دُودھ پلادینے کا حکم فرمایا، اُنھوں نے دُودھ پلادیا اور سالم اُس وقت مرد جوان تھے جنگِ بدر شریف میں شریک ہوچکے تھے۔ جوان آدمی کو اوّل تو عورت کا دُودھ پینا ہی کب حلال ہے اور پئے تو اس سے پسرِ رضاعی نہیں ہوسکتا مگر حضور نے ان حکموں سے سالم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو مستثنٰی فرمادیا۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الرضاع فصل رضاعۃ الکبیر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۶۹
سنن النسائی کتاب النکاح باب رضاع الکبیر نور محمد کارخانہ کراچی ۲/ ۸۳
سنن ابن ماجہ ابواب النکاح " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۱
مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۳۹ و ۱۷۴ و ۲۴۹
" " حدیث سہلۃ امرأۃ حذیفہ رضی اللہ عنہا " " " " ۶/ ۳۵۶

[2] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر سالم مولی ابی حذیفہ دار صادر بیروت ۳/ ۸۶ و ۸۷
المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ الرضاع فی الکبیر الخ دار الفکر بیروت ۴/ ۶۱

www.alahazratnetwork.org

۳۶
حدیث صحاح ستہ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے،

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رخص لعبد الرحمٰن بن عوف والزبیر فی لبس الحریر لحکۃ کانت بھما[1]۔

یعنی عبدالرحمٰن بن عوف اور زبیر بن العوام رضی اللہ تعالٰی عنہما کے بدن میں خشک خارش تھی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں ریشمی کپڑے پہننے کی اجازت دے دی۔

حدیث ترمذی وابی یعلٰی وبیہقی میں ابوسعید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کہ حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امیرالمومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے فرمایا،

یاعلی لایحل لاحد ان یجنب فی ھذا المسجد غیری وغیرک[2]۔

اے علی! میرے اور تمھارے سوا کسی کو حلال نہیں کہ اس مسجد میں بحالِ جنابت داخل ہو۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے[3]۔

۳۸
حدیث مستدرک حاکم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے امیرالمومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا، علی کو تین باتیں وہ دی گئیں کہ اُن میں سے میرے لئے ایک ہوتی تو مجھے سُرخ اونٹوں سے زیادہ پیاری تھی (سُرخ اُونٹ عزیز ترین اموالِ عرب ہیں) کسی نے کہا، امیرالمومنین! وہ کیا ہیں؟ فرمایا، دخترِ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے

---

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس باب مایرخص للرجال الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۶۸
صحیح مسلم " باب اباحۃ لبس الحریر للرجل الخ " " " ۲/ ۱۹۳
سنن ابی داؤد " باب لبس الحریر لعذر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۵
سنن ابن ماجہ " باب من رخص لہ فی لبس الحریر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۵
سنن النسائی کتاب الزینۃ باب الرخصۃ فی لبس الحریر نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۲۹۶
مسند احمد بن حنبل عن انس المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۲۲، ۱۲۷، ۱۹۲، ۲۱۵، ۲۵۲، ۲۵۵

[2] سنن الترمذی کتاب المناقب باب مناقب علی بن ابی طالب دارالفکر بیروت ۵/ ۴۰۸
مسند ابی یعلٰی عن ابی سعید الخدری حدیث ۱۰۳۸ مؤسسۃ علوم القرآن " ۲/ ۱۳
السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب النکاح باب دخول المسجد جنبا دار صادر " ۷/ ۶۶

[3] سنن الترمذی کتاب المناقب حدیث ۳۷۴۸ دارالفکر " ۵/ ۴۰۹

www.alahazratnetwork.org

شادی وسکناه المسجد مع رسول الله صلی الله تعالٰی علیہ وسلم یحل له ما یحل له اور اُن کا مسجد میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے ساتھ رہنا کر انھیں مسجد میں روا تھا جو حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو روا تھا (یعنی بحالتِ جنابت رہنا) اور روزِ خیبر کا نشان[1]۔

حدیث ۲۹: معجم کبیر طبرانی وسنن بیہقی وتاریخ ابن عساکر میں ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الا ان هذا المسجد لا یحل لجنب ولا لحائض الا للنبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم وازواجه وفاطمة بنت محمد وعلی الا بینت لکم ان تضلوا۔ هذا روایة الطبرانی[2]۔

سُن لو یہ مسجد کسی جنب کو حلال نہیں ہے نہ کسی حائض کو، مگر سیدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور حضور کی ازواجِ مطہرات و حضرت بتول زہرا اور مولا علی کو، صلی اللہ تعالٰے علی الحبیب وعلیہم وسلم۔ سُن لو میں نے تم سے صاف بیان فرما دیا کہ کہیں بہک نہ جاؤ (یہ طبرانی کی روایت ہے۔ ت)

حدیث ۳۰: صحیحین میں براء بن عازب رضی اللہ تعالٰے عنہ سے ہے:

نهانا رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم عن خاتم الذهب[3]۔

ہمیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا۔

بایں ہمہ خود براء رضی اللہ تعالٰے عنہ انگشتری طلائی پہنتے۔ ابن ابی شیبہ نے بسندِ صحیح ابواسحٰق اسفرائنی سے روایت کی:

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ سدوا هذہ الابواب الا باب علی دار الفکر بیروت ۳/ ۱۲۵

[2] المعجم الکبیر عن ام سلمۃ رضی اللہ عنہا حدیث ۸۸۳ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۳/ ۳۷۴
السنن الکبرٰی کتاب النکاح باب دخولہ المسجد جنبا دار صادر بیروت ۷/ ۶۵
تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۵۰۲۹ علی بن ابی طالب دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۵/ ۱۰۸

[3] صحیح مسلم کتاب اللباس باب تحریم استعمال اناء الذھب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۸۸
صحیح البخاری " " خواتیم الذھب الخ " " " ۲/ ۸۷۱

www.alahazratnetwork.org

قال رأیت علی البراء خاتما من ذھب۔[1] وروی نحوہ البغوی فی الجعدیات عن شعبۃ عن ابی اسحٰق۔

فرمایا: میں نے براء رضی اللہ تعالٰی عنہ کو سونے کی انگوٹھی پہنے دیکھا۔ (ایسے ہی بغوی نے جعدیات میں شعبہ سے انھوں نے ابی اسحٰق سے روایت کیا۔ ت)

امام احمد مسند میں فرماتے ہیں:

حدثنا ابو عبد الرحمٰن ثنا ابو رجاء ثنا محمد بن مالك قال رأیت علی البراء خاتما من ذھب وکان الناس یقولون له لم تختم بالذھب وقد نھی عنه النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وبین یدیه غنیمة یقسمھا سبی وخرثی قال فقسمھا حتی بقی ھذا الخاتم فرفع طرفه فنظر الی اصحابه ثم خفض ثم رفع طرفه فنظر الیھم ثم خفض ثم طرفه فنظر الیھم ثم قال ای براء فجئته حتی قعدت بین یدیه فاخذ الخاتم فقبض علی کرسوعی ثم قال خُذْ اِلْبَسْ مَا کَسَاكَ اللہُ وَرَسُوْلُهٗ۔[2]

یعنی محمد بن مالک نے کہا میں نے براء رضی اللہ تعالٰی عنہ کو سونے کی انگوٹھی پہنے دیکھا لوگ ان سے کہتے تھے آپ سونے کی انگوٹھی کیوں پہنتے ہیں حالانکہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس سے ممانعت فرمائی ہے۔ براء رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا ہم حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے حضور کے سامنے اموال غنیمت غلام ومتاع حاضر تھے حضور تقسیم فرما رہے تھے سب اُونٹ بانٹ چکے یہ انگوٹھی باقی رہی حضور نے نظر مبارک اٹھا کر اپنے اصحاب کرام کو دیکھا پھر نگاہ نیچی کرلی پھر نظر اٹھا کر ملاحظہ فرمایا پھر نگاہ نیچی کرلی پھر نظر اٹھا کر دیکھا اور مجھے بلایا اے براء۔ میں حاضر ہو کر حضور کے سامنے بیٹھ گیا سید اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انگوٹھی لے کر میری کلائی تھامی، پھر فرمایا پہن لے جو کچھ تجھے اللہ ورسول پہناتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

براء رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے، تم لوگ کیونکر مجھے کہتے ہو کہ میں وہ چیز اتار ڈالوں جسے مصطفٰے صلے اللہ

[1] المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب اللباس الخ نمبر ۹۲ حدیث ۲۵۱۴۲ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۵/۱۹۵

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث البراء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی ۴/۲۹۴

www.alahazratnetwork.org

تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ لے پہن لے جو کچھ اللہ و رسول نے پہنایا، جل جلالہٗ و صلے اللہ تعالٰی علیہ و آلہٖ وسلم۔

حدیث ۲۲: دلائل النبوۃ بیہقی میں بطریق الحسن مروی، سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا :

کیف بك اذا لبست سواری کسرٰی۔
وہ وقت تیرا کیسا وقت ہوگا جب تجھے کسرٰی بادشاہِ ایران کے کنگن پہنائے جائیں گے۔

جب ایران زمانہ امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ میں فتح ہوا اور کسرٰی کے کنگن، کمربند، تاج خدمتِ فاروقی میں حاضر کئے گئے امیر المومنین نے انھیں پہنائے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا،

اللہ اکبر الحمد للہ الذی سلبھما کسرٰی بن ھرمز والبسھما سراقۃ الاعرابی[1]۔
اللہ بہت بڑا ہے سب خوبیاں اللہ کو جس نے یہ کنگن کسرٰی بن ہرمز سے چھینے اور سراقہ دہقانی کو پہنائے۔

قال العلامۃ الزرقانی لیس فی ھذا استعمال الذھب وھو حرام لانہ انما فعلہ تحقیقا لمعجزۃ الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من غیر ان یقرھما فانہ روی انہ امرہ فنزعھما وجعلھما فی الغنیمۃ ومثل ھذا لایعد استعمالا[2]۔
علامہ زرقانی نے فرمایا اس سے سونے کو استعمال کرنا لازم نہیں آیا حالانکہ وہ حرام ہے، کیونکہ امیر المومنین کا یہ فعل رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے معجزہ کی تحقیق کے لئے تھا، اس فعل کو برقرار نہیں رکھا۔ مروی ہے کہ آپ نے سراقہ کو حکم دیا انھوں نے وہ کنگن اتار دیئے اور آپ نے انھیں مالِ غنیمت میں شامل فرمادیا اور اس کو استعمال شمار نہیں کیا جاتا۔

اقول رحمك اللہ من فاضل کبیر الشان انما المعجزۃ
میں کہتا ہوں اے فاضل کبیر الشان اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے، معجزہ تو رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] دلائل النبوۃ للبیہقی باب قول اللہ عزوجل وعد اللہ الذین اٰمنوا الخ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۳۲۵ و ۳۲۶

[2] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الثامن الفصل الثالث دار المعرفۃ بیروت ۷/ ۲۰۸

www.alahazratnetwork.org

اخبارہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بانہ سوار ی کسرٰی فانما تحقیقا بلبسہ وانما حرام اللبس ومن شرط الحرمۃ اللبث فالواضح ما جنحت الیہ من ان ھذا ترخیص و تخصیص من النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لسراقۃ ولم یکن فی الحدیث مایدل علی التملیک ففعل امیرالمومنین ما ارشد الیہ الحدیث ثم ردھما مردھما۔

تعالٰی علیہ وسلم کا اس بات کی خبر دینا ہے کہ سراقہ کسرٰی کے کنگن پہنے گا۔ چنانچہ اس کا تحقق تو ان کے کنگن پہننے سے ہوگیا، اور بے شک حرام پہننا ہے اور حرمت کی شرط لبث ہے۔ پس واضح ہے کہ یہ سراقہ کے لئے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف رخصت وتخصیص ہے۔ اور حدیث میں تملیک پر دلالت نہیں چنانچہ امیرالمومنین نے وہ کام کیا جس کی طرف حدیث نے راہنمائی فرمائی، پھران کنگنوں کو ان کی جگہ کی طرف لوٹادیا۔ (ت)

حدیث ۳۴: طبقات ابن سعد میں منذر ثوری سے ہے امیرالمومنین علی و حضرت طلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہما میں کچھ گفتگو ہوئی طلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا آپ نے (اپنے بیٹے محمد بن حنفیہ ابوالقاسم) کا نام بھی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک رکھا اور کنیت بھی حضور کی، حالانکہ سید عالم صلی اللہ

عہ شیخ محقق اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں،

علماء را دریں مسئلہ اقوال ست وقول صواب ازیں مقالات آنست کہ تسمیہ بنام شریف وے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جائز بلکہ مستحب ست وتکنی بکنیت وے اگرچہ بعد از زمان قوی تر وسخت تر بود وہمچنیں جمع کردن میان نام وکنیت آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ممنوع بطریق اولٰی و آنکہ علی مرتضٰی کرد مخصوص بود بوے رضی اللہ تعالٰی عنہ وغیر او را جائز نبود[1] اھ ملخصاً۔

اس مسئلہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، درست قول اس سلسلہ میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نام پر نام رکھنا جائز بلکہ مستحب ہے۔ اور آپ کی کنیت کے ساتھ کنیت رکھنا اگرچہ آپ کے وصال کے بعد ہو سخت منع ہے اور اسی طرح آپ کے نام اور کنیت کو جمع کرنا بطریق اولٰی ممنوع ہے۔ اور وہ جو حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کیا ہے وہ انکی خصوصیت ہے، انکے غیر کو ایسا کرنا جائز نہیں اھ (باقی بر صفحہ آئندہ)

[1] اشعۃ اللمعات کتاب الادب باب الاسامی الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۴۴-۴۵

www.alahazratnetwork.org

تعالٰی علیہ وسلم نے اُن کے جمع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ امیر المومنین کرم اللہ تعالٰی وجہہ نے ایک جماعت قریش کو بلاکر گواہی دلوائی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امیر المومنین سے ارشاد فرمایا تھا:

سیولد لک بعدی غلام فقد نحلتہ اسمی وکنیتی ولا تحل لاحد من امتی بعدہٗ۔

عنقریب میرے بعد تمہارے ہاں ایک لڑکا ہوگا میں نے اُسے اپنے نام وکنیت دونوں عطا فرمادئے اور اس کے بعد میرے کسی اور امتی کو حلال نہیں۔

مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ فرماتے ہیں:

قلت یارسول اللہ ان ولد لی

میں نے عرض کی: یارسول اللہ! حضور کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

التنویر من کان اسمہ محمد لاباس بان یکنی ابا القاسم[1] اھ وعللہ فی الدر[2] بنسخ النھی محتجا بفعل علی رضی اللہ تعالٰی عنہ اقول وکیف یفید النسخ مع نص الحدیث نفسہ ان ذلک کان رخصۃ من النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعلی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کما سیاتی والمرام یحتاج الی زیادۃ تحریر لایرخص فیہ غرابۃ المقام واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ۔

لیکن تنویر میں ہے کہ جس کا نام محمد ہو اس کے لئے ابو القاسم کنیت رکھنے میں کوئی حرج نہیں اھ اور دُر میں نسخِ نہی کے ساتھ اسکی علت بیان کی گئی حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے فعل سے استدلال کرتے ہوئے۔ میں کہتا ہوں کہ کیسے مفید ہے نسخ خود نص حدیث کے ہوتے ہوئے کہ بیشک یہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے رخصت ہے جیسا کہ عنقریب آئیگا۔ اگرچہ مقصود زیادہ تفصیل کا مقتضی ہے مگر غرابت اس مقام کی اجازت نہیں دیتی۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

---

[1] الدر المختار شرح تنویر الابصار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۲

[2] " " " " " " " " " " " " " " "

www.alahazratnetwork.org

ولد بعدك اُسَمِّيهِ باسمك و اكنيه بكنيتك فقال نعم ۔ فكانت رخصة من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعلی[2] احمد و ابوداؤد والترمذی وصححہ و ابویعلٰی والحاکم فی الکنٰی و الطحاوی والحاکم فی المستدرک والبیھقی فی السنن والضیاء فی المختارۃ عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ۔

بعد اگر میرے کوئی لڑکا پیدا ہوا تو میں حضور کا نام پاک اس کا نام رکھوں اور حضور کی کنیت اس کی کنیت ۔ فرمایا: ہاں ۔ یہ مولٰی علی کے لئے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رخصت تھی ۔ (امام احمد و ابوداؤد و ترمذی نے اسے روایت کیا اور اس کی تصحیح کی ۔ اور ابویعلٰی و حاکم نے کُنٰی میں اور طحاوی اور حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے سنن میں اور ضیاء نے مختارہ میں مولا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ۔ ت)

حدیث [۳۳] صحیح بخاری و ترمذی و مسند احمد میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے غزوہ بدر میں حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم زوجہ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہما بیمار تھیں سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں مدینہ طیبہ میں شاہزادی کی تیمارداری کے لئے ٹھہرنے کا حکم دیا اور فرمایا:

ان لك اجر رجل ممن شھد | بیشک تمھارے لئے حاضرانِ بدر کے برابر ثواب

---

[1] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ومن حذہ الطبقۃ ممن روی عن عثمان وعلی الخ دار صادر بیروت ۵/۹۱،۹۲

[2] مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۹۵

سنن ابی داود کتاب الادب باب فی الرخصۃ فی الجمع بینھما آفتاب عالم پریس ۲/۳۲۳

سنن الترمذی " " باب ما جاء فی کراہیۃ الجمع بین اسم النبی وکنیتہ حدیث ۲۸۵۲ دار الفکر بیروت ۴/۳۸۴

المستدرک للحاکم " " قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی دار الفکر بیروت ۴/۲۷۸

السنن الکبرٰی کتاب الضحایا باب ما جاء من الرخصۃ الخ دار صادر بیروت ۹/۳۰۹

شرح معانی الآثار کتاب الکراہیۃ باب التکنی بابی القاسم الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۳۲

مسند ابویعلٰی عن علی رضی اللہ عنہ حدیث ۲۹۸ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت ۱/۱۸۳

الضیاء المختارۃ ۲/۳۴۳

www.alahazratnetwork.org

بدرًا و سھمہ[1] اور حاضری کے مثل غنیمت کا حصہ ہے۔

یہ خصوصیت حضرت عثمان کو عطا فرمادی حالانکہ جو حاضر جہاد نہ ہو غنیمت میں اس کا حصہ نہیں۔

سنن ابی داؤد میں انہیں سے ہے:

فضرب لہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بسھم ولم یضرب لاحد غاب غیرہ[2] رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے لئے حصہ مقرر فرمایا اور ان کے سوا کسی غیر حاضر کو حصہ نہ دیا۔

حدیث ۲۳: آئندہ کتاب الفتوح میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جب معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ کو یمن پر صوبہ دار کرکے بھیجا ان سے ارشاد فرمایا: میں نے تمہارے لئے رعایا کے ہدایا طیب کردئے اگر کوئی چیز تمہیں ہدیہ دی جائے قبول کرلو۔ عبید بن صخر کہتے ہیں جب معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ واپس آئے تیس غلام لائے کہ انہیں ہدیہ دئے گئے، حالانکہ عاملوں کو رعایا سے ہدیہ لینا حرام ہے۔[3]

مسند ابویعلٰی میں حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ھدایا العمّال حرامٌ کلھا۔[4] عاملوں کے سب ہدیے حرام ہیں۔

مسند احمد و سنن بیہقی میں ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مناقب عثمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۲۳
سنن الترمذی کتاب المناقب باب عثمان بن عفان حدیث ۳۷۲۶ دارالفکر بیروت ۵/۳۹۵
مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۱۰۱
[2] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی من جاء بعد الغنیمۃ الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۸
[3] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ بحوالہ سیف فی الفتوح، ترجمہ ۸۰۳۷ معاذ بن جبل دارالفکر بیروت ۵/۱۵۴
[4] کنز العمال بحوالہ ع عن حذیفہ حدیث ۱۵۰۶۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۱۱۲

www.alahazratnetwork.org

ھدایا العمال غلول۔[1] عاملوں کے ہدیے خیانت ہیں۔

۳۴ حدیث صحیحین میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے کہ ایک شخص (یعنی حبان بن منقذ بن عمرو انصاری یا ان کے والد منقذ رضی اللہ تعالٰی عنہما نے) سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی کہ میں فریب کھا جاتا ہوں (یعنی لوگ مجھ سے زیادہ قیمت لے لیتے ہیں) فرمایا:

من بایعت فقل لا خلابۃ۔[2] جس سے خریداری کرو کہہ دیا کرو فریب کی نہیں سہی۔

زاد الحمیدی فی مسندہ ثم انت بالخیار ثلثا۔[3] حمیدی نے اپنی مسند میں اتنا اضافہ کیا: پھر تمہیں تین دن تک اختیار ہے (اگر ناموافق پاؤ بیع رد کردو)

۳۵ یہی مضمون حدیث سنن اربعہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے وذکر قصۃ ولم یذکر الزیادۃ (قصے کا ذکر کیا گیا اور زیادتی کا ذکر نہ کیا گیا۔ ت)

امام نووی شرح مسلم شریف میں فرماتے ہیں، امام ابوحنیفہ و امام شافعی اور روایت اصح میں امام مالک وغیرہم ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک غبن باعث خیار نہیں کتنا ہی غبن کھائے بیع کو رد نہیں کرسکتا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس حکم سے خاص انہیں کو نوازا تھا اوروں کے لئے نہیں، یہی قول صحیح ہے۔[4]

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی حمید الساعدی المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۴۲۴
السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب آداب القاضی باب لایقبل منہ ہدیۃ دار صادر بیروت ۱۰/ ۱۳۸
کنز العمال حدیث ۱۵۰۶۷ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۱۱۱

[2] صحیح البخاری کتاب البیوع باب مایکرہ الخداع فی البیع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۸۴
" کتاب فی الاستقراض باب ماینہی عن اضاعۃ المال " " ۱/ ۳۲۴
" کتاب فی الخصومات باب من رد امر السفیہ والضعیف العقل " " ۱/ ۳۲۵
صحیح مسلم کتاب البیوع باب من یخدع فی البیع " " ۲/ ۷
کنز العمال عن عبداللہ بن عمر حدیث ۹۹۶۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۱۵۵

[3] المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الرد علی ابی حنیفہ حدیث ۳۷۲۱۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۷/ ۳۰۵
مسند حمیدی ۲/ ۲۴

[4] شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم کتاب البیوع باب من یخدع فی البیع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷

حدیث مشہور میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نماز عصر کے بعد نماز سے ممانعت فرمائی۔

فیہ عن عمر وعن ابی ھریرۃ وعن ابی سعید الخدری کلھا فی الصحیحین[1] وعن معاویۃ فی صحیح البخاری[2] وعن عمرو بن عبسۃ فی صحیح مسلم[3] رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

اس بارے میں حضرت عمر، حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری سے صحیحین میں مروی ہے اور حضرت معاویہ سے صحیح بخاری میں اور حضرت عمرو بن عبسہ سے صحیح مسلم میں مروی ہے رضی اللہ تعالٰی عنھم (ت)

خود ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا بھی اس ممانعت کو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں رواہ ابوداؤد فی سننہ[4] (ابوداؤد نے اپنی سنن میں اس کو روایت کیا۔ ت) باایں ہمہ ام المومنین عصر کے بعد دو۲ رکعتیں پڑھا کرتیں۔

رواہ الشیخان عن کریب عن ابن عباس وعبدالرحمٰن بن ازھر والمسور بن مخرمۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم انھم ارسلوہ الی عائشۃ زوج النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقالوا اقرء علیھا السلام منا جمیعا وسلھا عن الرکعتین بعد العصر وقل لھا بلغنا انک تصلینھا وان رسول اللہ صلی اللہ

اس کو بخاری ومسلم نے بحوالہ کریب حضرات ابن عباس، عبدالرحمٰن بن ازھر اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالٰی عنھم سے روایت کیا، ان تینوں نے کریب کو ام المومنین زوجہ رسول سیدہ عائشہ صدیقہ کے پاس بھیجا کہ انھیں ہمارا سلام کہیں اور ان سے نماز عصر کے بعد والی دو۲ رکعتوں کے بارے میں پوچھو اور ان سے عرض کرو کہ ہمیں یہ اطلاع ملی ہے کہ آپ وہ پڑھتی ہیں حالانکہ رسول اللہ

---

[1] صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ بعد الفجر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۲
" " " باب لاتتحری الصلوٰۃ قبل غروب الشمس " " ۱/۸۲
" " " باب من یکرہ الصلوٰۃ الا بعد العصر والفجر " " ۱/۸۳
صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین باب الاوقات التی نہی عن الصلوٰۃ " " ۱/۲۷۵

[2] صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب لاتتحری الصلوٰۃ بعد غروب الشمس " " ۱/۸۳

[3] صحیح مسلم کتاب المسافرین باب الاوقات التی نہی عن الصلوٰۃ " " ۱/۲۷۶

[4] سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ بعد العصر آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۸۱

www.alahazratnetwork.org

تعالٰی علیہ وسلم نہی عنہما۔[1] صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے منع فرمایا ہے۔(ت)

علماء فرماتے ہیں یہ ام المومنین کی خصوصیت تھی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے لئے جائز کر دیا تھا۔

قالہ الامام الجلیل خاتم الحفاظ السیوطی فی انموذج اللبیب ثم الزرقانی فی شرح المواھب[2]۔ امام جلیل خاتم الحفاظ سیوطی علیہ الرحمۃ نے انموذج اللبیب میں پھر زرقانی نے شرح المواہب میں بیان کیا۔(ت)

حدیث صحیحین و مسند احمد و سنن نسائی و صحیح ابن حبان میں ام المومنین صدیقہ[3] اور حدیث احمد و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و ابن حبان میں حضرت عبد اللہ بن عباس[4] اور حدیث

---

[1] صحیح البخاری کتاب التہجد باب اذا کلم وھو یصلی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶۴ و ۱۶۵
صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین باب الاوقات ان نہی عن الصلوٰۃ " " " ۱/ ۲۷۷
مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ المتفق علیہ کتاب الصلوٰۃ باب اوقات النہی " " " ص ۹۴

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ

[3] صحیح البخاری کتاب النکاح باب الاکفاء فی الدین قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۶۲
صحیح مسلم کتاب الحج باب اشتراط المحرم التحلل " " " ۱/ ۳۸۵
مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۲۰۲
سنن النسائی کتاب مناسک الحج الاشتراط فی الحج نور محمد کارخانہ کراچی ۲/ ۱۹
موارد الظمآن کتاب الحج باب الاشتراط فی الاحرام حدیث ۹۷۳ المطبعۃ السلفیہ ص ۲۴۲

[4] مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۳۳۷
صحیح مسلم کتاب الحج باب اشتراط المحرم التحلل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۸۵
سنن الترمذی کتاب الحج حدیث ۹۴۹ دار الفکر بیروت ۲/ ۲۷۸
سنن ابی داؤد کتاب المناسک باب الاشتراط فی الحج آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۴۷
سنن النسائی کتاب مناسک الحج الاشتراط فی الحج نور محمد کارخانہ کراچی ۲/ ۱۹
سنن ابن ماجہ ابواب المناسک باب الشرط " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۱۷

www.alahazratnetwork.org

حمد و ابن ماجہ و ابن خزیمہ و ابونعیم و بیہقی میں ضباعہ[1] بنت زبیر اور حدیث[2] بیہقی و ابن مندہ میں بطریق ہشام عن ابی الزبیر حضرت جابر بن عبداللہ اور حدیث[3] احمد و ابن ماجہ و طبرانی میں جدہ ابی بکر بن عبداللہ بن زبیر یعنی اسماء بنت صدیق یا سعدی بنت عوف اور حدیث[4] طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہے حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی چچازاد بہن ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: حج کا ارادہ ہے؟ عرض کی: یارسول اللہ! واللہ میں تو اپنے آپ کو بیمار پاتی ہوں (یعنی گمان ہے کہ مرض کے باعث ارکان ادا نہ کرسکوں پھر احرام سے کیونکر باہر آؤں گی)۔ فرمایا:

اَھِلّی واشترطی اَنَّ مَحِلّی حیث حبستنی۔

احرام باندھ اور نیت میں یہ شرط لگالے کہ جہاں تو مجھے روکے گا وہیں میں احرام سے باہر ہوں۔

نسائی نے زائد کیا،

فان لک علٰی ربک ما استثنیت[5]

تمہارا یہ استثناء تمہارے رب کے یہاں مقبول رہے گا۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث ضباعۃ بنت الزبیر المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۳۶۰ و ۴۲۰
سنن ابن ماجہ ابواب المناسک باب الشرط فی الحج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۱۷
صحیح ابن خزیمہ کتاب المناسک باب الاشتراط من برعلۃ الخ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۶۴
السنن الکبرٰی کتاب الحج باب استثناء فی الحج دار صادر بیروت ۵/ ۲۲۱ و ۲۲۲
کنز العمال بحوالہ م، د، ت، ن ھ حب حدیث ۱۲۳۲۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۵/ ۱۲۲

[2] السنن الکبرٰی کتاب الحج باب الاستثناء فی الحج دار صادر بیروت ۵/ ۲۲۲

[3] مسند احمد بن حنبل عن اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۳۴۹
سنن ابن ماجۃ ابواب المناسک باب الشرط فی الحج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۱۷
المعجم الکبیر عن اسماء بنت ابی بکر حدیث ۲۳۳ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۴/ ۸۷

[4] المعجم الکبیر عن ضباعۃ بنت الزبیر المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۴/ ۳۳۲ تا ۳۳۷
مجمع الزوائد بحوالہ ابن عمر کتاب الحج باب الاشتراط فی الحج دار الکتاب بیروت ۳/ ۲۱۸

[5] سنن النسائی کتاب مناسک الحج باب الاشتراط فی الحج نور محمد کارخانہ کراچی ۲/ ۱۹

www.alahazratnetwork.org

ضباعہ نے زائد کیا کہ فرمایا:

فان حبستِ او مرضتِ فقد حللت من ذٰلك بشرطك علٰی ربك عزوجل[1]

اب اگر تم حج سے روکی گئیں یا بیمار پڑیں تو اس شرط کے سبب جو تم نے اپنے رب عزوجل پر لگائی ہے احرام سے باہر ہو جاؤ گی۔

ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم فرماتے ہیں: یہ ایک اجازت تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انہیں عطا فرمادی ورنہ نیت میں ایسی شرط اصلاً مقبول و معتبر نہیں۔

بل وافقنا علٰی اختصاصہ بھا بعض الشافعیۃ کالخطابی ثم الرّویانی کما فی عمدۃ القاری[2] للامام العینی من باب الاحصار۔

بلکہ اس حکم کے اُس صحابیہ کے ساتھ مختص ہونے پر بعض شوافع بھی ہمارے ساتھ متفق ہیں، مثلاً خطابی پھر رویانی جیسا کہ عمدۃ القاری نے باب الاحصار میں امام عینی نے ذکر فرمایا۔ (ت)

حتّٰی کہ حدیث[3] مسند امام احمد میں بسند ثقات رجال صحیح مسلم ہے:

حدثنا محمد بن جعفر ثنا شعبۃ عن قتادۃ عن نصر بن عاصم عن رجل منھم رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاسلم علٰی انہ لایصلی الا صلوٰتین فقبل ذٰلك منہ[3]

یعنی ایک صاحب خدمتِ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہو کر اس شرط پر اسلام لائے کہ صرف دو ہی نمازیں پڑھا کروں گا، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قبول فرمالیا۔

ان کے سوا امام جلیل جلال سیوطی رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب مستطاب انموذج اللبیب[4] فی خصائص الحبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں ایک مجمل فہرست میں نو واقعوں کے اور پتے دئے ہیں کہ فقیر نے اُن تین کی طرح یہ بھی ترک کر دئے لوجوہ یطول ایرادھا و للہ الحمد علٰی تواتر الائہ (بعض ایسی وجوہ کی بنا پر کہ ان کا ذکر طوالت کا باعث ہے اور اللہ ہی کیلئے تمام تعریف اس کی متواتر نعمتوں کی) ۴۳ حدیثیں یہ اور ۸۰ حدیثیں دربارۂ تحریم مدینہ طیبہ جملہ ایک سو تئیس احادیث ہیں جن میں بہت از رُوئے

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث ضباعۃ بنت الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۴۲۰

[2] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری باب الاحصار فی الحج تحت الحدیث ۲۸۹ ۱۸۱۰/ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۰/ ۲۰۶

[3] مسند احمد بن حنبل حدیث رجال من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۲۵ و ۳۶۳

[4] انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب

www.alahazratnetwork.org

اسناد بھی خاص مقصودِ رسالہ کے مناسب تھیں اور بحیثیت تذلیل وہابیہ و تضلیل و تجہیل امام الوہابیہ تو سب ہی مقصودِ عالم رسالہ کے ملائم ہیں انھیں بھی گنے تو شمارِ احادیث یہاں تک ایک سو چھیانوے ۱۹۶ ہو۔ مگر ہمارے نبی کریم رؤف و رحیم علیہ وعلٰی آلہٖ افضل الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا ہے:

ان اللّٰہ کتب الاحسان علٰی کل شیئ فاذا قتلتم فاحسنوا القتلۃ واذا ذبحتم فاحسنوا الذبحۃ۔ احمد[1] والستۃ الا البخاری عن شداد بن اوس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔

بیشک اللہ تعالٰی نے ہر چیز پر احسان کرنا مقرر فرمادیا ہے تو جب تم کسی کو قتل کرو تو قتل میں بھی احسان برتو اور ذبح کرو تو ذبح میں بھی احسان برتو۔ (احمد اور صحاح ستہ نے (علاوہ بخاری کے) شداد بن اوس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

ولہٰذا میرا خامہ تیغبار نجدی شکار اپنے مقتولین مخذولین مذبوحین مقبوحین حضرات وہابیہ پر احسان کے لئے یہ بچا سا شمار سے الگ رکھتا اور بتوفیق اللہ تعالٰی آگے صرف وہ بعض احادیث کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف جلائل احکام تشریعیہ کی صریح اسنادوں پر مشتمل اور وہ کہ ان دلائل تفویض احکام بحضور سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی مؤید و مکمل ہیں لکھتا ہے ان میں مؤیدات تفویض کی تقویم کیجئے کہ اس مبحث کا سلسلہ مسلسل رہے۔ وباللہ التوفیق۔

حدیث ۱۴۶: حدیث صحیح جلیل سنن ابی داؤد و سنن ابن ماجہ و مسند امام طحاوی و معجم طبرانی و معرفت بیہقی کلھم بطریق منصور بن المعتمر عن ابراھیم التیمی عن عمرو بن میمون عن ابی عبد اللہ الجدلی عن خزیمۃ بن ثابت الا ابن ماجۃ فعن سفین عن ابیہ عن ابراھیم التیمی عن عمرو بن میمون عن خزیمۃ کہ حضرت ذو الشہادتین خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

---

[1] صحیح مسلم کتاب الصید باب الامر باحسان الذبح قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۵۲
سنن النسائی کتاب الضحایا باب حسن الذبح نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۲۰۹
سنن الترمذی کتاب الدیات حدیث ۱۴۱۴ دار الفکر بیروت ۳/ ۱۰۵
سنن ابن ماجۃ ابواب الذبائح باب اذا ذبحتم فاحسنوا الذبح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۳۶
سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب فی الرفق بالذبیحۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۳
مسند احمد بن حنبل حدیث شداد بن اوس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۲۳ تا ۱۲۵

www.alahazratnetwork.org

جعل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم للمسافر ثلثا ولو مضی السائل علٰی مسألتہ لجعلہا خمسا[1]

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مسافر کے لئے مسح موزہ کی مدت تین رات مقرر فرمائی، اور اگر مانگنے والا مانگتا رہتا تو ضرور حضور پانچ راتیں کر دیتے۔

یہ ابن ماجہ کی روایت ہے۔

اور روایت ابی داؤد اور ایک روایت معانی الآثار ابی جعفر اور ایک روایت بیہقی میں ہے۔ فرمایا،

وَلَوِاسْتَزَدْنَاہ لَزَادَنَا[2]

اور اگر ہم حضور سے زیادہ مانگتے تو حضور مدت اور بڑھا دیتے۔

دوسری روایت طحاوی میں ہے،

عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم انہ جعل المسح علی الخُفَّیْنِ للمسافر ثلثۃ ایام ولیالیھن وللمقیم یوما ولیلۃ ولو اطنب لہ السائل فی مسألتہ لزادہ[3]

بیشک نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مسح موزہ کی مدت مسافر کے لئے تین رات دن اور مقیم کے لئے ایک رات دن کر دی، اور اگر مانگنے والا مانگے جاتا تو حضور اور زیادہ مدت عطا فرماتے۔

بیہقی کی روایت اُخرٰی یوں ہے،

وایم اللّٰہ لو مضی السائل فی مسألتہ لجعلہا خمسا[4]

اگر سائل عرض کئے جاتا تو حضور مدت کے پانچ دن کر دیتے۔

یہ حدیث بلاشُبہہ صحیح السند ہے اس کے سب رواۃ اجلّہ ثقات ہیں۔ لاجرم امام ترمذی نے اُسے روایت کرکے فرمایا:

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی التوقیت فی المسح للمقیم والمسافر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴۲

[2] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب التوقیت فی المسح آفتاب عالم پریس لاہور ص ۲۱

شرح معانی الآثار " باب المسح علی الخفین الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۱

السنن الکبرٰی للبیہقی " باب ماورد فی ترک التوقیت دارصادر بیروت ۱/۲۷۷

[3] شرح معانی الآثار " باب المسح علی الخفین الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۱

[4] السنن الکبرٰی للبیہقی " باب ماورد فی ترک التوقیت دارصادر بیروت ۱/۲۷۷

www.alahazratnetwork.org

هذا حدیث حسن صحیح[1] یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

نیز امام الشان یحیٰی بن معین سے نقل کیا کہ حدیث صحیح ہے۔

وھو وان لم یذکر الزیادۃ فانما المخرج المخرج والطریق الطریق حیث قال حدثنا قتیبۃ نا ابوعوانۃ عن سعید بن مسروق عن ابراھیم التیمی عن عمرو بن میمون عن ابی عبداللہ الجدلی عن خزیمۃ بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2] وقد اطال الامام ابن دقیق العید الکلام فی تقویۃ ھذا الحدیث والذب عنہ فی کتابہ الامام

امام ترمذی نے اگرچہ زیادت کو ذکر نہیں کیا، مگر مخرج بھی وہی ہے اور طریق بھی وہی ہے، اس لئے کہ فرمایا ہمیں حدیث بیان کی قتیبہ نے انھوں نے ہمیں حدیث بیان کی ابوعوانہ سے انھوں نے سعید بن مسروق سے انھوں نے ابراہیم تیمی سے انھوں نے عمرو بن میمون سے انھوں نے ابوعبداللہ جدلی سے انھوں نے خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے۔ امام ابن دقیق العید نے اس حدیث کی تقویت میں اپنی کتاب الامام میں خوب

عـہ اعظم مایرتاب بہ فیہ روایۃ البیھقی عن الترمذی عن البخاری لایصح عندی لانہ لایعرف لابی عبداللہ الجدلی سماع من خزیمۃ۔[3]

وتلک شکاۃ ظاھر عنک عارھا

فان مبناہ علٰی ماذھب الیہ ھو رحمۃ اللہ من اشتراط ثبوت

اس میں سب سے بڑا شُبہہ اُس روایت سے کیا جاتا ہے جو بیہقی نے امام ترمذی سے اور انھوں نے امام بخاری سے کی ہے کہ میرے نزدیک یہ حدیث نہیں کیونکہ ابوعبداللہ جدلی کا خزیمہ سے سماع ثابت نہیں۔ یہ وہ شکوٰی ہے جس کا عار تجھ سے دور ہے کیونکہ امام بخاری علیہ الرحمہ کے موقف کے مطابق اس بات پر ہے کہ

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] سنن الترمذی ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی المسح علی الخفین حدیث ۹۵ دارالفکر بیروت ۱/ ۱۵۲

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍

[3] الجوہر النقی حواشی علی السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الطہارۃ باب ماورد فی ترک التوقیت دارصادر بیروت ۱/ ۲۷۸ و ۲۷۹

www.alahazratnetwork.org

واثرہ الامام الزیلعی فی نصب الرایۃ[1]

لمبی گفتگو فرمائی ہے اور امام زیلعی نے نصب الرایہ میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

السماع ولو مرۃ للاتصال والصحیح الاجتزاء بالمعاصرۃ ھو المنصوص علیہ الجمہور کما افادہ المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر وقد اطال مسلم فی مقدمۃ صحیحہ فی الرد علی ھذا المذھب لاجرم ان لم یکترث بہ تلمیذہ الترمذی وحکم بانہ حسن صحیح وکذا حکم بصحتہ شیخ البخاری بامام الناقدین یحیٰی بن معین۔

راوی کا مروی عنہ سے سماع شرط ہے اگرچہ ایک مرتبہ ہو اتصال کے لئے۔ صحیح یہ ہے کہ معاصرت بھی کافی ہے۔ جمہور کا موقف یہی ہے جیسا کہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اس کا افادہ فرمایا ہے۔ امام مسلم نے صحیح مسلم کے مقدمہ میں اس مذہب کے رد پر طویل بحث کی ہے۔ امام بخاری کے شاگرد امام ترمذی نے بھی امام بخاری کی تائید نہیں کی اور اس حدیث کے صحیح ہونے کا حکم لگایا ہے۔ یونہی امام بخاری کے استاذ امام الناقدین یحیٰی بن معین نے اسکی صحت کا حکم لگایا ہے۔

اقول علا انہ لو سلم فقصواہ الانقطاع ولیس بقادح عندنا وعند سائر قابلی المراسیل وھم الجمہور ثم علیک من دندنۃ ابن حزم ان الجدلی لایعتمد علی روایتہ فان الرجل فی الجرح والوقیعۃ کالاعمیین السیل الھجوم والبعیر الصئول حتی عند الترمذی من المجاھیل والجدلی فقد وثقہ الامامان المرجوع الیھما احمد بن

میں کہتا ہوں اگر امام بخاری کی بات تسلیم بھی کر لی جائے تو اس سے زیادہ سے زیادہ انقطاع لازم آتا ہے اور وہ ہمارے نزدیک اور مراسیل کو قبول کرنے والے دیگر حضرات جو کہ جمہور ہیں کے نزدیک قادح نہیں ہے پھر تم پر ابن حزم کی گنگناہٹ کا سننا لازم ہے کہ جدلی کی روایت پر اعتماد نہیں کیا جاتا، کیونکہ آدمی جرح وتصادم میں دو اندھوں کی شکل ہوتا ہے یعنی بڑھتا ہوا سیلاب اور حملہ کرنے والا مست اونٹ۔ یہاں تک کہ ترمذی کے ہاں مجاہیل میں سے ہے اور جدلی کو توثیق ان دو اماموں نے کی ہے

(باقی برصفحہ آئندہ)

[1] نصب الرایۃ کتاب الطہارۃ باب المسح علی الخفین المکتبۃ النوریۃ رضویہ پبلشنگ لاہور ۱/ ۲۳۲ تا ۲۴۳

www.alahazratnetwork.org

فراجعہ ان شئت۔ ان کی پیروی کی ہے۔ (ت)

اقول یہ حدیث صحیح حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تفویض واختیار میں نص صریح ہے ورنہ یہ کہنا اور کہنا بھی کیسا مؤکد بقسم کہ واللہ سائل مانگے جاتا تو حضور پانچ دن کر دیتے اصلاً گنجائش نہ رکھتا تھا کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) اور یہاں جزم خصوص ہے جزم عموم نہ ہوگا کہ اس خاص کی نسبت کوئی خبر خاص تخییر ارشاد نہ ہوئی تھی تو جزم کا منشا وہی کہ حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو معلوم تھا کہ احکام سپرد اختیار حضور سید الانام ہیں علیہ وعلٰی آلہٖ افضل الصلوٰۃ والسلام۔

حدیث ۴۱: مالک واحمد وبخاری ومسلم ونسائی وابن ماجہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لولا ان اشق علٰی امتی لامرتھم بالسواک عند کل

اگر مشقت امت کا خیال نہ ہوتا تو میں ان پر فرض فرما دیتا کہ ہر نماز کے وقت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

حنبل وابن معین فما ھو ابن حزم والّش ابن حزم بعد ھذین وھو متفرد فیہ لم یسبقہ احد بھذا القول الاتری ان البخاری انما اعلہ اذ اعلہ بانہ لم یعرف سماع الجدلی لابانھا روایۃ الجدلی وقد صحح لہ الترمذی وقال فی التقریب[1] ثقۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ۔

جن کی طرف رجوع کیا جاتا ہے، اور وہ امام احمد بن حنبل اور یحیٰی بن معین ہیں۔ ان دو اماموں کے مقابلہ میں ابن حزم و ابن حزم کیا شَے ہے درانحالیکہ وہ اس میں تنہا ہے۔ اس سے پہلے کسی نے یہ قول نہیں کیا۔ کیا تُو دیکھتا نہیں کہ امام بخاری نے اس کو اس وجہ سے معلل قرار دیا کہ جدلی کا سماع معروف نہیں نہ اس وجہ سے کہ یہ جدلی کی روایت ہے۔ امام ترمذی نے اس کو صحیح قرار دیا اور تقریب میں کہا کہ وہ ثقہ ہے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

---

[1] تقریب التہذیب ترجمہ ابی عبداللہ الجدلی ۸۲۴۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۴۲۸

www.alahazratnetwork.org

صلوۃ۔[1]	مسواک کریں۔

علماء فرماتے ہیں یہ حدیث متواتر ہے قالہ فی التیسیر وغیرہ (تیسیر وغیرہ میں اسے بیان کیا گیا۔ ت)۔ احمد و نسائی نے انھیں سے بسند صحیح یوں روایت کی سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لولا ان اشق علٰی اُمتی لامرتھم عند کل صلٰوۃ بوضوء او مع کل وضوء بسواك۔[3]	امت پر دشواری کا لحاظ نہ ہو تو میں اُن پر فرض کردوں کہ ہر نماز کے وقت وضو کریں اور ہر وضو کے ساتھ مسواک کریں۔

اقول امر دو قسم ہے حتمی جس کا حاصل ایجاب اور اس کی مخالفت معصیت،

وذٰلك قولہ تعالٰی فلیحذر الذین یخالفون عن امرہٖ۔[4]	اور وہ اللہ تعالٰی کا ارشاد کہ اللہ تعالٰی کے امر کی مخالفت کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے۔ (ت)

دوسرا ندبی جس کا حاصل ترغیب اور اس کے ترک میں وسعت،

وذٰلك قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُمرت بالسواك حتی خشیت ان یکتب علیّ احمد عن واثلۃ بن	اور وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد کہ مجھے مسواک کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ مجھے ڈر ہوا کہ کہیں مجھ پر فرض نہ ہوجائے۔ اس کو امام احمد

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجمعۃ باب السواک یوم الجمعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۲ و ۲۵۹
صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب السواک قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۸
سنن النسائی " الرخصۃ فی السواک نور محمد کارخانہ تجارت کتب " ۱/۶
سنن ابن ماجۃ ابواب الطہارۃ باب السواک ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۵
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۴۵، ۲۵۰، ۲۵۹، ۲۸۷، ۳۹۹، ۴۰۰
مؤطا امام مالک کتاب الطہارۃ ماجاء فی السواک میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۵۰
[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث لولا ان اشق علی امتی الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/۳۱۴
[3] سنن النسائی کتاب الطہارۃ الرخصۃ فی السواک نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۶
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۵۹
[4] القرآن الکریم ۲۴/۶۳
[5] مسند احمد بن حنبل حدیث واثلۃ بن الاسقع المکتب الاسلامی بیروت ۳/۴۹۰

www.alahazratnetwork.org

الاسقع رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

نے واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (ت)

امر ندبی تو یہاں قطعاً حاصل ہے تو ضرور نفی حتمی کی ہے، امر حتمی بھی دو قسم ہے ظنی جس کا مفاد وجوب اور قطعی جس کا مقتضٰی فرضیت ظنیت خواہ من جہۃ الروایۃ یا من جہۃ الدلالۃ ہمارے حق میں ہوتی ہے حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علوم سب قطعی یقینی ہیں جن کے سراپردہ عزت کے گرد ظنوں کو اصلاً بار نہیں تو قسم واجب اصطلاحی حضور کے حق میں متحقق نہیں وہاں یا فرض ہے یا مندوب نص علیہ الامام المحقق حیث اطلق فی الفتح (اس پر محقق امام علیہ الرحمہ نے فتح میں نص فرمائی ہے۔ ت)

اب واضح ہوگیا کہ ان ارشادات کریمہ کے قطعاً یہی معنی ہیں کہ میں چاہتا تو اپنی امت پر ہر نماز کے لئے تازہ وضو اور ہر وضو کے وقت مسواک کرنا فرض فرمادیتا مگر اُن کی مشقت کے لحاظ سے میں نے فرض نہ کئے۔ اور اختیارِ احکام کے کیا معنی ہیں۔ وللہ الحمد۔

حدیث ۱۴۸: مالک وشافعی وبیہقی اُن سے اور طبرانی اوسط میں امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بسندِ حسن راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لولا ان اشق علٰی امتی لامرتھم بالسواك مع کل وضوء[1]

مشقتِ اُمت کا پاس ہے ورنہ میں ہر وضو کے ساتھ مسواک اُن پر فرض کردوں۔

حدیث ۱۴۹: کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ مسواک کرو مسواک منہ کو پاکیزہ اور رب عزوجل کو راضی کرتی ہے، جبریل جب میرے پاس حاضر ہوئے مجھے مسواک کی وصیت کی

حتّٰی لقد خشیت ان یفرضہ علی وعلٰی اُمتی ولولا انی اخاف ان اشق علٰی امتی لفرضتہ علیھم۔

یہاں تک کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ جبریل مجھ پر اور میری اُمت پر فرض کردیں گے اور اگر مشقتِ امت کا خوف نہ ہوتا تو اُن پر فرض کردیں گے۔

---

[1] موطا الامام مالک کتاب الطہارۃ ماجاء فی السواک میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۵۰
السنن الکبرٰی باب الدلیل علی ان السواک سنۃ دار صادر بیروت ۱/ ۳۵
کنز العمال بحوالہ مالک والشافعی حدیث ۲۶۱۹۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۳۱۵
المعجم الاوسط حدیث ۱۲۶۰ مکتبۃ المعارف ریاض ۲/ ۱۳۸

www.alahazratnetwork.org

ابن ماجۃ عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[1] (ابن ماجہ نے ابی امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

یہاں جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی طرف بھی فرض کر دینے کی اسناد ہے۔

حدیث ۱۵۰: طبرانی و بزار و دارقطنی وحاکم حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لولا ان اشق علٰی امتی لفرضت علیہم السواک عند کل صلوٰۃ[2] (زاد غیر الدارقطنی) کما فرضت علیہم الوضوء[3]. مشقتِ اُمت کا لحاظ نہ ہو تو میں ہر نماز کے وقت مسواک اُن پر فرض کردوں جس طرح میں نے وضو اُن پر فرض کردیا ہے۔

یہاں وضو کو بھی فرمایا گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی امت پر فرض کردیا۔

حدیث ۱۵۱ و ۱۵۲: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لولا ان اشق علٰی امتی لامرتھم بالسواک والطیب عند کل صلوٰۃ۔ ابو نعیم فی کتاب السواک عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند حسن وسعید بن منصور فی سننہ عن مکحول مرسلاً۔[4] مشقتِ امت کا خیال نہ ہو تو اپنی اُمت پر ہر نماز کے وقت مسواک کرنا اور خوشبو لگانا فرض کردوں۔ (ابو نعیم نے کتاب السواک میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بسندِ حسن اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں مکحول سے مرسلاً روایت کیا۔ ت)

یہاں خوشبو کی فرضیت بھی زائد فرمادی۔

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب الطہارۃ باب السواک ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۵
[2] کنز العمال بحوالہ قط عن ابن عباس حدیث ۲۶۱۷۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/۳۱۲
[3] المستدرک للحاکم کتاب الطہارۃ لولا ان اشق علٰی امتی دارالفکر بیروت ۱/۱۴۶
البحر الزخار عن ابن عباس حدیث ۱۳۰۲ مکتبۃ العلوم والحکم مدینۃ المنورۃ ۴/۱۳۰
مجمع الزوائد بحوالہ العباس کتاب الطہارۃ باب فی السواک دارالکتاب بیروت ۱/۲۲۱
" کتاب الصلوٰۃ باب ماجاء فی السواک " " " ۲/۹۷
[4] کنز العمال بحوالہ ص عن مکحول مرسلاً حدیث ۲۶۱۹۵ مؤسسۃ الرسالہ " ۹/۳۱۶

www.alahazratnetwork.org

حدیث ۱۵۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لولا ان اشق علٰی اُمتی لامرتھم ان یستاکوا بالاسحار۔ ابونعیم فی السواک[1] عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔[1]

مشقتِ اُمت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اُن پر فرض فرمادیتا کہ ہر سحر پچھلے پہر اُٹھ کر مسواک کریں۔ (ابونعیم نے کتاب السواک میں عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۵۴ و ۱۵۵: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لولا ان اشق علٰی امتی لامرتھم بالسواک عند کل صلٰوۃ ولاخرت العشاء الٰی ثلث اللیل۔

مشقتِ اُمت کا خیال نہ ہو تو میں ہر نماز کے وقت ان پر مسواک فرض کردوں اور نمازِ عشاء کو تہائی رات تک ہٹادوں۔

احمد[2] والترمذی والضیاء عن زید بن خالد الجھنی رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح والبزار عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ وروی عن زید احمد وابوداؤد والنسائی کحدیث ابی ھریرۃ الاول بالاقتصار علی الشطر الاول والحاکم والبیھقی بسند صحیح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ کحدیث زید ھذا وفیہ لفرضت علیھم السواک مع الوضوء ولاخرت صلٰوۃ العشاء الاٰخرۃ الٰی نصف اللیل[3] یعنی میں وضو میں مسواک کرنا فرض کردیتا اور نمازِ عشاء آدھی رات تک ہٹادیتا۔

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابی نعیم فی کتاب السواک حدیث ۲۶۱۹۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/۳۱۶
الدر المنثور " " تحت الآیۃ ۲/۱۲۴ داراحیاء التراث العربی " ۱/۲۵۲

[2] مسند احمد بن حنبل عن زید بن خالد رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی " ۴/۱۱۴
سنن الترمذی ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی السواک حدیث ۲۳ دار الفکر " ۱/۱۰۰
کنز العمال بحوالہ حم، ت والضیاء حدیث ۲۶۱۹۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/۳۱۵
البحر الزخار عن علی رضی اللہ عنہ حدیث ۴۷۸ مکتبۃ العلوم والحکم مدینۃ المنورۃ ۲/۱۲۱
مسند احمد بن حنبل عن زید بن خالد المکتب الاسلامی بیروت ۴/۱۱۶
سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب السواک آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۷

[3] المستدرک للحاکم " فضیلۃ السواک دار الفکر بیروت ۱/۱۴۶
السنن الکبرٰی " باب الدلیل علی ان السواک سنۃ الخ دار صادر " ۱/۳۶
کنز العمال بحوالہ ک وحق عن ابی ہریرۃ حدیث ۲۶۱۹۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/۳۱۶

www.alahazratnetwork.org

وللنسائی عن ابی ھریرۃ بلفظ لامرتھم بتاخیر العشاء بالسواک عند کل صلوۃ۔[1]

نسائی نے ابوہریرہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا: میں اُن پر فرض کردیتا کہ عشاء دیر کرکے پڑھیں اور نماز کے وقت مسواک کریں۔

حدیث ۱۵۶ : فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

لولا ان اشق علٰی امتی لامرتھم ان یصلوھا ھکذا یعنی العشاء نصف اللیل۔ احمد[2] والبخاری ومسلم والنسائی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

امت پر مشقت نہ ہوتی تو میں ان پر فرض کردیتا کہ عشاء آدھی رات کو پڑھیں۔ (احمد، بخاری، مسلم اور نسائی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۵۷ : کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

لولا ضعف الضعیف وسقم السقیم لامرت بھذہ الصلوۃ ان تؤخر الٰی شطر اللیل۔ النسائی[3] عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی و مرت روایۃ احمد وابی داؤد وابن ماجۃ وابی حاتم بلا لفظ الامر۔

اگر ناتواں اور بیماروں کا لحاظ نہ ہوتا تو میں فرض کردیتا کہ یہ نماز آدھی رات تک مؤخر کریں (اس کو نسائی نے ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ اور ابوحاتم کی روایت گزر چکی ہے جو لفظ امر کے بغیر ہے۔ (ت)

حدیث ۱۵۸ : فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

لولا ان اشق علٰی امتی

مشقتِ امت کا اندیشہ نہ ہو تو میں اُن پر

---

[1] سنن النسائی کتاب المواقیت باب مایستحب من تاخیر العشاء نور محمد کارخانہ کراچی ۱/۹۲ و ۹۳

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۳۶۶

صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلوۃ باب النوم قبل العشاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۱

صحیح مسلم کتاب المساجد باب وقت العشاء وتاخیرھا " " " " " ۱/۲۲۹

سنن النسائی کتاب المواقیت باب یستحب من تاخیر العشاء نور محمد کارخانہ کراچی ۱/۹۲

[3] " " " " " " " " " " " " " ۱/۹۳

www.alahazratnetwork.org

لأمرتهم أن یؤخروا العشاء الی

فرض کر دوں کہ عشاء میں تہائی

عن سبب ھٰذا انّہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اخر ذات لیلۃ صلٰوۃ العشاء حتی ابھار اللیل او ذھب عامۃ اللیل و نام النساء والصبیان فجاء فصلی وذکرہ کما ورد مبینا فی احادیث ابن عباس وابی سعید وابن عمر وانس وغیرھم رضی اللہ تعالٰی عنھم، وسبب حدیث السواک اتیان ناس عندہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قلحا فقال استاکوا استاکوا لا تاتونی قلحا لولا ان اشق علٰی امتی لفرضت علیھم السواک عند کل صلٰوۃ کما بیّنہ الدارقطنی[1] من حدیث العباس رضی اللہ تعالٰی عنہ فھما حدیثان ربما افرزھما ابوھریرۃ ورُبما جمع وکذٰلک غیرہ رضی اللہ تعالٰی عنھم وان اتفق ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھو الذی قال مرۃ ھٰکذا واخرٰی ھٰکذا و

اس کا سبب یہ ہے کہ ایک رات نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عشاء کی نماز مؤخر فرما دی یہاں تک کہ آدھی رات یا زیادہ گزر گئی۔ عورتیں اور بچے سو گئے تو آپ تشریف لائے اور نماز پڑھائی، جیسا کہ ابن عباس، ابوسعید، ابن عمر اور انس وغیرہ کی احادیث میں واضح طور پر وارد ہوا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ حدیث سواک کا سبب یہ ہے کہ لوگ میلے کچیلے دانتوں کے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا مسواک کیا کرو اور میرے پاس میلے کچیلے دانتوں کے ساتھ مت آیا کرو، اگر مجھے امت کی مشقت کا لحاظ نہ ہوتا تو میں ان پر ہر نماز کے وقت فرض کر دیتا۔ جیسا کہ اس کو دارقطنی نے بحوالہ حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان کیا ہے ان دونوں حدیثوں کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کبھی الگ الگ بیان فرمایا ہے اور کبھی دونوں کو جمع کیا ہے یونہی ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے غیر نے کیا ہے، اگرچہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے کبھی اس طرح بیان فرمایا ہے اور کبھی اُس طرح اور کبھی

(باقی برصفحہ آئندہ)

[1] کنز العمال بحوالہ قط عن ابن عباس حدیث ۲۶۱۷۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/۳۱۲

www.alahazratnetwork.org

ثلث اللیل او نصفه ۔ احمد[1] والترمذی وصححہٗ وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ومرّت اُخرٰی لابن ماجۃ کاحمد وابی داؤد ومحمد بن نصر خالیۃ عن الامر۔

یا آدھی رات تک تاخیر کریں (اس کو امام احمد وترمذی نے اس کو صحیح قرار دیا۔ اور ابن ماجہ نے اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ اور دوسری روایت ابن ماجہ کی احمد وابوداؤد ومحمد بن نصر کی طرح گزر چکی ہے جو امر سے خالی ہے۔ (ت)

حدیث ۱۵۹: صحیح بخاری میں زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ایک آیت سورہ احزاب کی نسبت ہے:

وجدتہا مع خزیمۃ الذی جعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شہادتہ بشہادتین۔[2]

وہ میں نے لکھی ہوئی خزیمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس پائی جن کی گواہی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دو گواہوں کے برابر فرمائی۔

حدیث ۱۶۰: کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ کو یمن پر صوبیدار بنا کر بھیجتے وقت ان سے ارشاد فرمایا:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تارۃ جمع فالتعدد اظھر واکثر واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ دامت فیوضہ۔

دونوں کو جمع فرمایا۔ چنانچہ تعدد اظہر واکثر ہے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۳۳ و ۵۰۹
سنن الترمذی ابواب الصلٰوۃ باب ماجاء فی تاخیر صلٰوۃ العشاء الخ حدیث ۱۶۷ دارالفکر بیروت ۱/ ۲۱۳
سنن ابن ماجۃ کتاب الصلٰوۃ باب وقت صلٰوۃ العشاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۰
کنزالعمال عن ابی ہریرۃ حدیث ۱۹۴۶۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۷/ ۳۹۵
[2] صحیح البخاری کتاب الجہاد باب قول اللہ تعالٰی من المؤمنین رجال الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۹۴
" کتاب التفسیر سورۃ احزاب " " " ۲/ ۷۰۵

www.alahazratnetwork.org

قد عرفت بلاءك فی الدین والذی قد رکبك من الدین وقد طیبت لك الهدیة فان اھدی لك شئ فاقبل۔ سیف فی کتاب الفتوح عن عبید بن صخر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	مجھے معلوم ہے جو تمہاری آزمائشیں دین متین میں ہوچکیں اور جو کچھ دیون تم پر ہوگئے ہیں ربیت کے تحفے میں نے تمہارے لئے حلال طیب کردئے جو تمھیں کچھ تحفہ دے لے لو (سیف نے کتاب الفتوح[1] میں عبید بن صخر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۶۱[عــہ]: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

قد عفوت عن الخیل والرقیق فھاتوا صدقۃ الرقۃ من کل اربعین درھما درھم۔ احمد[2] وابوداؤد والترمذی عن امیرالمؤمنین المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔	گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ تو میں نے معاف کردی روپوں کی زکوٰۃ دو ہر چالیس درہم میں سے ایک درہم (احمد اور ابوداؤد اور ترمذی نے امیرالمؤمنین علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند صحیح روایت کیا۔ت)

سواری کے گھوڑوں خدمت کے غلاموں میں زکوٰۃ جو واجب نہ ہوئی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں "یہ میں نے معاف فرمادی ہے۔" ہاں کیوں نہ ہو کہ حکم ایک رؤف و رحیم کے ہاتھ میں ہے بحکم رب العالمین جل جلالہ وصلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

حدیث ۱۶۲: حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے فرمایا:

ما تقولون فی الزنا، قالوا حرام حرمہ اللہ ورسولہ فھو حرام الٰی یوم القیٰمۃ۔	زنا کو کیسا سمجھتے ہو؟ عرض کی: حرام ہے اسے اللہ ورسول نے حرام کردیا تو وہ قیامت تک

عــہ یہاں تک اٹھاون حدیثیں تفویض امر کی مفیدات و مؤیدات مذکور ہوئیں آگے صرف اسنادات جلیلہ ہیں ۱۲۔

---

[1] کنز العمال بحوالہ طب عن عبید بن صخر المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۱۱۵
[2] سنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ السائمۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۲۱
سنن الترمذی " باب ماجاء فی زکوٰۃ الذھب الخ حدیث ۶۲۰ دارالفکر بیروت ۲/ ۱۲۳
مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۹۲

www.alahazratnetwork.org

احمد[1] بسند صحیح والطبرانی فی الاوسط والکبیر عن المقداد بن الاسود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

حرام ہے۔ (احمد نے بسندِ صحیح اور طبرانی نے اوسط اور کبیر میں مقداد بن اسود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۶۳: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اِنّی اُحَرِّمُ علیکم حق الضعیفین الیتیم والمرأۃ۔ الحاکم[2] علی شرطِ مسلم والبیھقی فی الشعب واللفظ لہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

میں تم پر حرام کرتا ہوں دو کمزوروں کی حق تلفی، یتیم اور عورت۔ (حاکم شرطِ مسلم پر اور بیہقی نے بحوالہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ شعب الایمان میں اسکو روایت کیا ہے، اور لفظ بیہقی کے ہیں۔ ت)

حدیث ۱۶۴: صحیحین میں جابر بن عبداللہ تعالٰی عنہما سے ہے انھوں نے سالِ فتح میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

انّ اللہ ورسولہ حرّم بیع الخمر والمیتۃ والخنزیر والاصنام[3]۔

بیشک اللہ اور اس کے رسول نے حرام کردیا شراب اور مردار اور سُوَر اور بُتوں کا بیچنا۔

حدیث ۱۶۵: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لاتشرب مسکرًا فانّی حرّمت کل مُسْکِرٍ۔ النسائی[4] بسند حسن

نشہ کی کوئی چیز نہ پی کہ بیشک نشہ کی ہر شے میں نے حرام کر دی ہے۔ نسائی نے بسندِ حسن

عہ **فائدہ:** ابوالشیخ ابن حبان نے کتاب الثواب میں روایت کی حدثنا ابن ابی عاصم ثنا عمر بن حفص الوصافی ثنا سعید بن موسٰی ثنا رباح بن زید عن معمر

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث مقداد بن اسود المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۸
المعجم الکبیر عن مقداد بن اسود حدیث ۶۰۵ المکتبۃ الفیصلیۃ " ۲۰/ ۲۵۶

[2] المستدرک للحاکم کتاب الایمان انی احرج علیکم حق الضعیفین دارالفکر بیروت ۱/ ۶۳
کنزالعمال بحوالہ ک، ھب عن ابی ہریرۃ حدیث ۶۰۰۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۳/ ۱۷۱

[3] صحیح البخاری کتاب البیوع باب بیع المیتۃ والاصنام قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۹۸
صحیح مسلم " باب تحریم الخمر والمیتۃ الخ " " ۲/ ۲۳

[4] سنن النسائی کتاب الاشربۃ تفسیر نور محمد کارخانہ کراچی ۲/ ۳۲۵

www.alahazratnetwork.org

عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ | ابی موسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔(ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

عن الزہری عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انی فرضت علی امتی قرأۃ یٰسٓ کل لیلۃ فمن دام علی قرأتہا کل لیلۃ ثم مات مات شہیدا[1] یعنی اس سند سے آیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنی اُمّت پر یٰسٓ شریف کی ہر رات تلاوت فرض کی جو ہمیشہ ہر شب اسے پڑھے پھر مرے شہید مرے۔

اقول وسعید وان اتہم فالمحقق عند المحققین ان الوضع لا یثبت بمجرد تفرد کذاب فضلا عن متہم مالم ینضم الیہ شیئ من القرائن الحاکمۃ بہ کمخالفۃ نص او اجماع قطعیین او الحس او اقرار الواضع بوضعہ الٰی غیر ذٰلک کما نص علیہ السخاوی فی فتح المغیث واثبتنا علیہ عرش التحقیق فی "منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین"(ف) واجمع العلماء ان الضعیف غیر الموضوع یعمل بہ فی الفضائل وقد بیناہ فی "الہاد الکاف فی حکم الضعاف"(ف)۔

میں کہتا ہوں سعید اگرچہ متہم ہے مگر محققین کے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ بیشک وضع حدیث محض ایک کذاب کے تفرد سے ثابت نہیں ہوتا چہ جائیکہ متہم سے ثابت ہو جب تک اس کے ساتھ قرائن وضع منضم نہ ہوں، جیسے نص قطعی کی مخالفت اور اجماع قطعی کی مخالفت اور حس کی مخالفت اور خود واضع کا اقرار وغیرہ، جیسا کہ امام سخاوی نے فتح المغیث میں اس پر نص فرمائی ہے اور ہم نے "منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین" میں اس کی تحقیق کو حد کمال تک پہنچایا ہے۔ اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ جو حدیث ضعیف موضوع نہ ہو وہ فضائل میں قابل عمل ہے اور ہم نے اس کو "الہاد الکاف فی حکم الضعاف" میں بیان کیا ہے۔(ت)

(باقی برصفحہ آئندہ)

ف: رسالہ "منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین" فتاوٰی رضویہ جلد پنجم مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور کے صفحہ ۴۲۹ پر مرقوم ہے۔

ف۲: اعلٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ "منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین" میں افادہ شانزدہم[16] سے افادہ بست وسوم[23] تک آٹھ افادات کا نام "الہاد الکاف فی حکم الضعاف"[13] رکھا ہے۔ ملاحظہ ہو فتاوٰی رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور جلد پنجم صفحہ ۴۷۷ تا ۵۳۷۔

[1] تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ بحوالہ ابی الشیخ فی الثواب حدیث ۳۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۲۹۷

www.alahazratnetwork.org

حدیث ۱۶۶: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

سُن لو مجھے قرآن کے ساتھ اس کا مثل ملا یعنی حدیث دیکھو کوئی پیٹ بھرا اپنے تخت پر بیٹھا یہ نہ کہے کہ یہی قرآن لئے رہو جو اس میں حلال ہے اُسے حلال جانو جو اس میں حرام ہے اُسے حرام مانو،

وان ماحرم رسول اللہ مثل ماحرم اللہ۔ احمد والدارمی وابو داؤد والترمذی وابن ماجۃ عن المقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

جو کچھ اللہ کے رسول نے حرام کیا وہ بھی اسی کی مثل ہے جسے اللہ عزوجل نے حرام کیا' جل جلالہ وصلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم (احمد اور دارمی اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بسند حسن روایت کیا۔ ت)

یہاں صراحۃً حرام کی دو قسمیں فرمائیں، ایک وہ جسے اللہ عزوجل نے حرام فرمایا اور دوسرا وہ جسے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حرام کیا۔ اور فرمادیا کہ وہ دونوں برابر و یکساں ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اس حدیث اور اس کی فرضیت کے متعلق فقیر کے پاس سوال آیا تھا جس کا جواب فتاوٰی فقیر العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ کے مجلد پنجم کتاب مسائل شتّٰی میں مذکور واللہ الہادی الٰی معالی الامور ۱۲ منہ۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی لزوم السنۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۷۶
[2] سنن الترمذی کتاب العلم حدیث ۲۶۷۲ دار الفکر بیروت ۴/۳۰۲
[3] سنن ابن ماجۃ باب تعظیم حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳
[4] سنن الدارمی باب السنۃ قاضیۃ علٰی کتاب اللہ حدیث ۵۹۲ دار المحاسن للطباعۃ قاہرہ ۱/۱۱۶
[5] مسند احمد بن حنبل عن مقدام بن معدیکرب المکتب الاسلامی بیروت ۴/۱۳۱ و ۱۳۲

www.alahazratnetwork.org

اقول مراد واللہ اعلم نفسِ حرمت میں برابری ہے تو اس ارشاد کے منافی نہیں کہ خدا کا فرض رسول کے فرض سے اشد واقوٰی ہے۔

حدیث ۱۶۷: جیش بن اوس نخعی رضی اللہ تعالٰی عنہ مع اپنے چند اہل قبیلہ کے بارگاہِ خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہوئے قصیدہ عرض کیا از انجملہ یہ اشعار ہیں ؎

الا یا رسول اللہ انت مصدق	فبورکت مھدیا وبورکت ھادیا
شرعت لنا دین الحنیفۃ بعد ما	عبدنا کامثال الحمیر طواغیا

یارسول اللہ! حضور تصدیق لئے گئے ہیں حضور اللہ عزوجل سے ہدایت پانے میں بھی مبارک اور خلق کو ہدایت عطا فرمانے میں بھی مبارک حضور ہمارے لئے دین اسلام کے شارع ہوئے بعد اس کے کہ ہم گدھوں کی طرح بتوں کو پُوج رہے تھے۔

منذۃ[1] من طریق عمار بن عبدالجبار عن عبداللہ بن المبارک عن الاوزاعی عن یحیٰی بن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث طویل۔

منذہ نے عمار بن عبدالجبار کے طریق سے عبداللہ بن مبارک سے انھوں نے اوزاعی سے انھوں نے یحیٰی بن ابی سلمہ سے انھوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا حدیث لمبی ہے (ت)

یہاں صراحۃً تشریع کی نسبت حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف ہے کہ شریعتِ اسلامی حضور کی مقرر کی ہوئی ہے ولہذا قدیم سے عرفِ علمائے کرام میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو شارع کہتے ہیں۔ علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

قد اشتھر اطلاقہ علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لانہ شرع الدین والاحکام۔[2]

سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو شارع کہنا مشہور و معروف ہے اس لئے کہ حضور نے دین متین و احکام دین کی شریعت نکالی۔

اسی قدر پر بس کیجئے کہ اس میں سب کچھ آگیا ایک لفظ شارع تمام احکامِ تشریعیہ کو جامع ہوا، میں نے یہاں وہ احادیث نقل نہ کیں جن میں حضور کی طرف امر و نہی و قضا و

---

[1] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ بحوالہ ابن منذۃ ترجمہ ۱۲۵۱ جیش بن اوس دارالفکر بیروت ۱/ ۳۸۵

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل الاول دارالمعرفۃ " ۲/ ۱۳۴

www.alahazratnetwork.org

امثالہا کی اسناد ہے کہ،

امر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم	رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے امر فرمایا۔
قضٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔	رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا۔ (ت)

اتنی حدیثوں میں وارد جن کے جمع کو ایک مجلد کبیر بھی کافی نہ ہو، اور خود قرآن عظیم ہی نے جو ارشاد فرمایا،

وما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نہٰکم عنہ فانتہوا۔[1]	جو کچھ رسول تمہیں دے وہ لو اور جس سے منع فرمائے اس سے باز رہو،

کہ امر ونہی وقضا اوروں کی طرف بھی اسناد کرتے ہیں۔

قال اللہ تعالٰی ،

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم[2]	حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔ (ت)

مجھے تو یہ ثابت کرنا تھا کہ حضور اقدس کو احکام شرعیہ سے فقط آگاہی وواقفیت کی نسبت نہیں جس طرح وہ سرکش طاغی آخر تقویۃ الایمان میں سیدالمرسلین صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر صریح افترا کرکے کہتا،

"انھوں نے فرمایا کہ سب لوگوں سے امتیاز مجھ کو یہی ہے کہ اللہ کے احکام سے میں واقف ہوں اور لوگ غافل۔"[3]

مسلمانو! للہ انصاف، یہ اس کس ناکس نے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی کے فضائل جلیلہ وخصائص جمیلہ وکمالات رفیعہ ودرجات منیعہ جن میں زید وعمر کی کیا گنتی انبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین علیہم الصلٰوۃ والتسلیم کا بھی حصہ نہیں سب یک لخت اڑا دئے سب لوگوں سے حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا امتیاز صرف دربارہ احکام رکھا اور وہ بھی اتنا کہ حضور

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/۷

[2] " " ۴/۵۹

[3] تقویۃ الایمان الفصل الخامس مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص۴۶

www.alahazratnetwork.org

واقف ہیں اور لوگ غافل، تو انبیاء سے تو کچھ امتیاز رہا ہی نہیں کہ وہ بھی واقف ہیں غافل نہیں اور امتیوں سے بھی امتیاز اُتنی ہی دیر تک ہے کہ وہ غافل رہیں واقف ہوجائیں تو کچھ امتیاز نہیں کہ اب وقوف و غفلت کا تفاوت نہ رہا اور امتیاز اسی میں منحصر تھا انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔

مسلمانو! دیکھا یہ حاصل ہے اس شخص کے دین کا، یہ پچھلا کلمہ ہے محمد رسول اللہ پر اُس کے ایمان کا جس پر اس نے خاتمہ کیا، حالانکہ واللہ دربارۂ احکام بھی صرف اتنا ہی امتیاز نہیں بلکہ حضور حاکم ہیں، صاحبِ فرمان ہیں، مالکِ افتراض ہیں، والیِ تحریم ہیں۔ سُن او سرکش! احکام سے اپنے نزدیک واقف تو تُو بھی ہے پھر تجھے کوئی مسلمان کہے گا کہ شریعت کے فرائض تیرے فرض کئے ہوئے ہیں شرع کے محرمات تُو نے حرام کردئے ہیں جن پر زکوٰۃ نہیں انھیں تُو نے معاف کردیا ہے شریعت کا راستہ تیرا مقرر کیا ہے شرائع میں تیرے احکام بھی ہیں اور وہ احکام احکامِ خدا کے مثل مساوی ہیں مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارے میں یہ باتیں کہی جاتی ہیں خود محمد رسول اللہ نے ارشاد فرمائی ہیں لہذا فقیر نے صرف اسی قسم احادیث پر اقتصار کیا اور بفضلہٖ تعالٰی اپنا نیزۂ خارا گزار و آہن گزار ان گستاخانِ چشم بند و دہن باز کے دل و جگر کے پار کردیا وللہ الحمد۔ اللہ تعالٰی کی بے شمار رحمتیں علامہ شہاب خفاجی پر کہ نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں قصیدہ بردہ شریف کے اس شعر ؎

نبیّنا الاٰمر الناھی فلا احدٌ ابرّ فی قولِ لا منه ولا نعمٖ[1]

ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صاحبِ امر ونہی، تو ان سے زیادہ ہاں اور نہ کے فرمانے میں کوئی سچا نہیں۔

کی شرح میں فرماتے ہیں:

معنی نبیّنا الاٰمر الخ انه لاحاکم سواہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فھو حاکم غیر محکوم[2] الخ۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے صاحبِ امر و نہی ہونے کے یہ معنی ہیں کہ حضور حاکم ہیں حضور کے سوا عالم میں کوئی حاکم نہیں، نہ وہ کسی کے محکوم، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ذکرہ فی فصل جودہٖ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم (اسکو صاحبِ نسیم نے فصل فی وجودہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ذکر فرمایا ہے۔ ت)

---

[1] الکواکب الدریۃ فی مدح خیر البریۃ الفصل الثالث مرکز اہل سنت برکاتِ رضا گجرات الہند ص ۲۱

[2] نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض فصل واما الجود والکرم مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۲/ ۳۵

www.alahazratnetwork.org

الحمدُ للہ یہ تذییلِ جلیل اپنے باب میں فردِ کامل ہوئی احادیثِ تحریمِ مدینہ طیبہ بھی اسی باب سے تھیں کہ امام الوہابیہ کے اس خاص حکمِ شرک کے سبب جدا شمار میں رہیں اگر کوئی چاہے انھیں اور اس بیان تذییل کو ملا کر احکامِ تشریعیہ کے بارے میں سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اقتدار و اختیار کا ظاہر کرنے والا ایک مستقل رسالہ بنائے اور بنام "**منیۃ اللبیب ان التشریع بید الحبیب**" ۱۳۱۱ھ موسوم ٹھہرائے۔ و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سید المرسلین محمد و اٰلہ وصحبہ اجمعین، اٰمین!

مسک الختام: اب فقیر غفرلہ المولی القدیر ساٹھ حدیثیں اس وصل مبارک میں اور ذکر کرے جن سے امام الوہابیہ کا سخت کور و کر ہونا شمس و امس کی طرح ظاہر ہو کہ جن احادیث سے جن باتوں کو شرک بتانا چاہا تھا خود وہی اور اُن کے نظائر صاف گواہ ہیں کہ وہ ہرگز شرک نہیں مگر بیچارے معذور کی داد نہ فریاد، ومن یضلل اللہ فمالہ من ھاد[1] (اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کا کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔ ت)

حدیث ۱۶۸: صحیح بخاری و مسند احمد و سنن ابی داؤد و ترمذی و ابن ماجہ رُبیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میری شادی میں تشریف لائے چھوکریاں دف بجا کر میرے باپ چچا جو بدر میں شہید ہوئے تھے اُن کے اوصاف گاتی تھیں اس میں کوئی بولی ع

وفینا نبیٌّ یعلم ما فی غدٍ
ہم میں وہ نبی ہیں جنھیں آئندہ کا حال معلوم ہے
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

اس پر سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا،

دعی ھٰذا وقولی بالذی کنت تقولین[2]۔ اسے رہنے دے اور جو کچھ پہلے کہہ رہی تھی وہی کہے جا۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۲۳

[2] صحیح البخاری کتاب النکاح باب ضرب الدف فی النکاح والولیمۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۷۳
سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی الغناء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۱۸

(باقی برصفحہ آئندہ)

www.alahazratnetwork.org

اقول وباللہ التوفیق امام الوہابیہ اس حدیث کو شرک فی العلم کی فصل میں لایا جسے کہا:

"اس فصل میں اُن آیتوں حدیثوں کا ذکر ہے جس سے اشراک فی العلم کی بُرائی ثابت ہوتی ہے۔"[1]

تو وہ اس حدیث سے یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف آئندہ بات جاننے کی اسناد مطلقاً شرک ہے اگرچہ بعطائے الٰہی جانے کہ اس نے صاف کہہ دیا:

"پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات اُن کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے ہر طرح شرک ہے۔"[2]

اور خود مصرع مذکور کا مطلب ہی یوں بتایا کہ،

"چھوکریاں گانے لگیں اور اس میں پیغمبر خدا کی تعریف یہ کہی ان کو اللہ نے ایسا مرتبہ دیا ہے کہ آئندہ کی باتیں جانتے ہیں۔"[3]

بایں ہمہ حدیث کو شرک فی العلم کی فصل میں لایا مگر جب حدیث میں حکمِ شرک کی بُو اصلاً نہ پائی تو خود ہی اپنے دعوے سے تنزل پر آیا اور صرف اتنا لکھنے پر بس کی:

"اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انبیاء کی جناب میں یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی باتیں جانتے ہیں۔ پیغمبر خدا نے اس قسم کا شعر اپنی تعریف کا انصار کی چھوکریوں کو گانے بھی نہ دیا چہ جائیکہ عاقل مرد اس کو کہے یا سُن کر پسند کرے۔"[4]

اللہ اللہ، اللہ کے دیئے سے بھی ایسا مرتبہ ماننا اس کے نزدیک شرک ہو تو شکایت نہیں کہ اس کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

سنن الترمذی کتاب النکاح حدیث ۱۰۹۲ دار الفکر بیروت ۲/۳۴۷

سنن ابن ماجۃ ابواب النکاح باب الغناء والدف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۸

مسند احمد بن حنبل حدیث الربیع بنت معوذ المکتب الاسلامی بیروت ۶/۳۵۹

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثانی مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۸

[2] " " پہلا باب " " " " " " " " ۷

[3] " " الفصل الثانی " " " " " " ۱۸

[4] " " " " " " " " " ۱۸

www.alahazratnetwork.org

دھرم میں اُس کا معبود خود ہی کسی کو آئندہ باتیں جاننے کا مرتبہ دینے پر قادر نہیں کیا اپنا شریک کسی کو بنا سکے گا؟ یونہی یہ امر بھی اُسے مضر نہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کو لعطائے الٰہی بھی اطلاع علی الغیب کا مرتبہ نہ ملنا صریح مخالفِ قرآن ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولٰکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء[1]

اللہ اس لئے نہیں کہ تمہیں غیب پر اطلاع کا منصب دے ہاں اپنے رسولوں سے چُن لیتا ہے جسے چاہے۔

وقال تعالٰی:

علم الغیب فلا یظھر علٰی غیبہ احدًا الا من ارتضی من رسول[2]

غیب کا جاننے والا تو کسی کو اپنے غیب پر غالب ومسلط نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو۔

یہاں لایُظھِرُ غَیبہٗ علٰی احَدٍ نہ فرمایا کہ اللہ تعالٰی اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں فرماتا کہ اظہارِ غیب تو اولیائے کرام قدست اسرارہم پر بھی ہوتا ہے اور بذریعہ انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہم پر بھی، بلکہ فرمایا: لایظھر علٰی غیبہ احدًا اپنے غیب خاص پر کسی کو ظاہر و غالب ومسلط نہیں فرمایا مگر رسولوں کو۔ ان دونوں مرتبوں میں کیسا فرق عظیم ہے اور یہ اعلٰی مرتبہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کو عطا ہونا قرآن عظیم سے کیسا ظاہر ہے مگر اُسے کیا مضر کہ جب اس کے نزدیک اللہ عزوجل کا کذب ممکن جیسا کہ اس کے رسالہ "یکروزی" سے ظاہر اور فقیر کے رسالہ ف "سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح" میں اس کا رد ظاہر و باہر، تو قرآن کی مخالفت اس پر کیا مؤثر، واللہ المستعان علٰی کل غویّ فاجر (ہر گمراہ فاجر کے خلاف اللہ تعالٰی ہی سے مدد مانگی جاتی ہے) اس سب سے گزر کر ہوشیار عیار سے اتنا پوچھے کہ بالفرض اگر حدیث سے ثابت ہے بھی تو صرف ممانعت کہ انبیاء کی جناب میں ایسا عقیدہ نہ رکھے وہ شرک کا جبروتی حکم جس کے لئے اس فصل اور ساری

ف: رسالہ "سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح" فتاوٰی رضویہ جلد ۱۵ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور کے صفحہ ۳۱۱ پر مرقوم ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۷۹

[2] " ۷۲/ ۲۶ و ۲۷

www.alahazratnetwork.org

کتاب کی وضع ہے کہاں سے نکلا کیا اسی کو اتمام تقریب کہتے ہیں اور یہ اُس کا قدیم داب ہے کہ دعوٰی کرتے وقت آسمان سے بھی اونچا اڑے گا اور دلیل لاتے وقت تحت الثرٰی میں جا چھپے گا اور پیچھا کیجئے تو وہاں سے بھی بھاگ جائے گا، ایسے ہی ناتمام اٹکل بازیوں سے عوام کو چھلا اور کاغذ کا چہرہ اپنے دل کی طرح سیاہ کیا۔

ثم اقول اور انصاف کی نگاہ سے دیکھئے تو بحمد اللہ تعالٰی حدیث نے شرک کا تسمہ بھی لگا نہ رکھا، اور شرک پسند، او شرک کی حقیقت و شناخت سے غافل! کیا شرک کوئی ایسی ہلکی چیز ہے کہ اللہ کا رسول اور رسولوں کا سردار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی مجلس میں اپنے حضور اپنی امت کو شرک بکتے کفر بولتے سُنے اور یونہی سہل دو حرفوں میں گزار دے کہ اسے رہنے دو وہی پہلی بات کہے جاؤ۔ اب یاد کرو حدیث ابی داؤد ویحك انه لایستشفع باللہ علی احد[1] (تجھ پر افسوس ہے مخلوق میں سے کسی کے پاس اللہ تعالٰی سے سفارش نہیں کرائی جاتی) کے متعلق اپنی بد لگامی کی تقریر کہ:

"عرب میں قحط پڑا تھا ایک گنوار نے آکر پیغمبر کے روبرو اس کی سختی بیان کی اور دعا طلب کی اور کہا تمہاری سفارش ہم اللہ کے پاس چاہتے ہیں اور اللہ کی تمہارے پاس، یہ بات سُن کر پیغمبر خدا بہت خوف اور دہشت میں آگئے اور اللہ کی بڑائی ان کے منہ سے نکلنے لگی اور ساری مجلس کے چہرے اللہ کی عظمت سے متغیر ہوگئے پھر اس کو سمجھایا کہ اللہ کی شان بہت بڑی ہے سب انبیاء و اولیاء اس کے روبرو ذرّہ ناچیز سے کمتر ہیں وہ کس کے روبرو سفارش کرتے۔"[2]

سبحان اللہ! اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اُس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے اتنی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہوگئے اور عرش سے فرش تک جو اللہ کی عظمت بھری ہوئی ہے بیان کرنے لگے۔

اقول انبیاء و اولیاء کو ذرّہ ناچیز سے کمتر کہنے کی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنا کہ حضور نے اسے یوں سمجھایا، یہ تیرا افترا ہے حدیث میں اس کا وجود نہیں، اور محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بے حواس کہنا یہ تیری بے دینی کا ادنٰی کرشمہ اور افترا پر افترا ہے حدیث میں اس کا

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی الجہمیۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۹۴

[2] تقویۃ الایمان الفصل الخامس مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۳۸

www.alahazratnetwork.org

بھی نشان نہیں اور اللہ عزوجل کی عظمت اس کی صفتِ پاک اس کی ذاتِ اقدس سے قائم ہے مکان و محل سے منزہ ہے، کیا جانے تُو کس چیز کو خدا سمجھا ہے جس کی عظمت مکانوں میں بھری ہوئی ہے، خیر یہ تو تیرے بائیں ہاتھ کے کھیل ہیں ؎

تیر بر جاہ انبیا انداز　　طعن در حضرتِ الٰہی کن
بے ادب باش وانچہ دانی گو　　بیحیا باش وہرچہ خواہی کن[1]

(انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے مقام ومرتبہ پر تیراندازی کر اور بارگاہِ الٰہی میں طعن کر، بے ادب بن جا اور جو کچھ چاہتا ہے کہتا جا، بے حیا بن جا اور جو چاہتا ہے کرتا جا۔ ت)

مگر آنکھوں کی پٹی اُترو اکر ذرا یہ سوچ کہ جو بات عظمتِ شانِ الٰہی کے خلاف ہو اُسے سُن کر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ برتاؤ ہوتا ہے حالانکہ سفارشی ٹھہرانے کو یہ بات کہ اس کا مرتبہ اُس سے کم ہے جس کے پاس اس کی سفارش لائی گئی ایسی صریح لازم نہیں جسے عام لوگ سمجھ لیں ولہذا وہ صحابی اعرابی رضی اللہ تعالٰی عنہ باآنکہ اہلِ زبان تھے اس نکتے سے غافل رہے تو کیا ممکن ہے کہ صریح شرک وکفر کے کلمے حضور سُنیں اور اصلاً کوئی اثرِ غضب وجلال چہرۂ اقدس پر نمایاں نہ ہو، نہ حضور دیر تک سبحان اللہ کہیں، نہ اہلِ مجلس کی حالت بدلے، نہ ان کے کہنے والیوں پر کوئی مواخذہ ہو، ایک آسان سی بات پر قناعت فرمائیں کہ اسے رہنے دو، کیوں نہیں فرماتے کہ اری! تم کفر بک رہی ہو، اری! تقویۃ الایمان کے حکم سے تم مشرکہ ہوگئیں تمہارا دین جاتا رہا تم مرتد ہوئیں از سرِ نو ایمان لاؤ کلمہ پڑھو نکاح ہوگیا ہے تو تجدید نکاح کرو۔ غرض ایک حرف بھی ایسا نہ فرمایا جس سے شرک ہونا ثابت ہو کہنے والیوں کو اپنا حال اور اہلِ مجلس کو اس لفظ کا حکم معلوم ہو حالانکہ وقتِ حاجت بیانِ حکم فرض ہے اور تاخیر اصلاً روا نہیں، تو خود اس حدیث سے صاف ظاہر ہوا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف اطلاع علی الغیب کی نسبت ہرگز شرک نہیں۔ رہا ممانعت فرمانا، وہ بھی یہ بتائے کہ انبیائے کرام وخود سیّد الانام علیہ وعلیہم افضل الصلوۃ والسلام کی جناب میں اس کا اعتقاد فی نفسہٖ باطل ہے، یہ منہ دھو رکھئے منع لفظ بطلانِ معنٰی ہی میں منحصر نہیں بلکہ اس کے لئے وجوہ ہیں اور عقل ونقل کا قاعدہ مسلّمہ ہے کہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال (جب احتمال آجائے تو استدلال باطل

---

[1]

www.alahazratnetwork.org

ہوجاتا ہے۔ ت) اقولاً ممکن ہے کہ لہو ولعب کے وقت اپنی نعت اور وہ بھی زنانے گانے اور وہ بھی دف بجانے میں پسند نہ فرمائی، لہذا ارشاد ہوا، اسے رہنے دو اور وہی پہلے گیت گاؤ۔ ارشاد الساری و لمعات ومرقات وغیرہا میں اس احتمال کی تصریح ہے۔

ثانیاً اقول ممکن کہ مجلس عورتوں، کنیزوں، کم فہم لوگوں کی تھی اُن میں منع فرمایا کہ توہم ذاتیت کا سدباب ہو، شرع حکیم ہے اور امام الوہابیہ کی مت او ندھی جو محتمل ذو وجوہ بات جس میں بُرے پہلو کی طرف لے جانے کا احتمال ہو چھوکریوں کو منع کی جائے دانشمند مردوں کے لئے اس کی ممانعت بدرجۂ اولٰی جانتا ہے حالانکہ معاملہ صاف الٹا ہے ایسی بات سے کم علموں کم فہموں کو روکتے ہیں کہ غلط نہ سمجھ بیٹھیں، عاقلوں دانشمندوں کو منع کیا ضرور کہ ان سے اندیشہ نہیں۔ صحیح مسلم ومسند احمد وسنن ابی داؤد وسنن نسائی میں عدی بن حاتم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے خطبہ پڑھا اور اس میں یہ لفظ کہے:

ومن یطع اللہ ورسولہ فقد رشد ومن یعصہما فقد غوی۔ جس نے اللہ ورسول کی اطاعت کی اس نے راہ پائی اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی وہ گمراہ ہوا۔

سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

بئس الخطیب انت، قل ومن یعص اللہ ورسولہ فقد غوی[1] کیا بُرا خطیب ہے تُو، یوں کہہ کہ جس نے اللہ ورسول کی نافرمانی کی وہ گمراہ ہوا۔

ابوداؤد کی روایت میں ہے:

قال قم او قال اذھب فبئس الخطیب انت[2] سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، اٹھ، یا فرمایا: چلا جا کہ تُو بُرا خطیب ہے۔

امام قاضی عیاض وغیرہ ایک جماعتِ علماء کا ارشاد ہے:

---

[1] صحیح مسلم کتاب الجمعۃ فصل فی ایجاز الخطبۃ واطالۃ الصلوٰۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۸۶
سنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الطہارۃ ۱/ ۸۶ وکتاب الجمعۃ ۳/ ۲۱۶ دار صادر بیروت
مسند احمد بن حنبل حدیث عدی بن حاتم المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۲۵۶
[2] سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب الرجل یخطب علی قوس آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۵۶

www.alahazratnetwork.org

انما انکر علیہ تشریکہ فی الضمیر المقتضی للتسویہ وامرہ بالعطف تعظیما ﷲ

یعنی سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس خطیب کا اللہ و رسول کو ایک ضمیر تثنیہ میں جمع کرنا

عہ اقول ھذا ھو الصحیح علۃ و منافاتہ حدیث ابی داؤد الاٰتی مندفعۃ بما ذکر العبد الضعیف غفر اللہ تعالٰی لہ اما ما استصوب الامام الاجل النووی رحمہ اللہ تعالٰی فی المنہاج ان سبب النھی ان الخطب شانہا البسط والایضاح واجتناب الاشارات والرموز ومثل ھذا الضمیر قد تکرر فی الاحادیث الصحیحۃ من کلام رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یکون اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما وانما ثنی الضمیر ھھنا لانہ لیس خطبۃ وعظ وانما ھو تعلیم حکم فکلما قل لفظہ کان اقرب الی حفظہ بخلاف خطبۃ الوعظ فانہ لیس المراد حفظہا وانما یراد الاتعاظ بہا[1] اھ فاقول انما حداہ رحمہ اللہ

اقول (میں کہتا ہوں) یہی علت درست ہے اور اس کی منافات حدیث ابوداؤد کے ساتھ جو کہ عنقریب آرہی ہے، عبد ضعیف (اللہ تعالٰی اس کی مغفرت فرمائے) کے بیان مذکور کے ساتھ مندفع ہے۔ امام اجل نووی علیہ الرحمہ نے منہاج میں جو خیال ظاہر فرمایا ہے کہ نہی کا سبب یہ ہے کہ خطبات کی شان یہ ہے کہ ان میں تفصیل و توضیح سے کام لیا جائے اور اشارات و رموز سے اجتناب کیا جائے، حالانکہ اس قسم کی ضمیر کا استعمال کلام رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں متعدد احادیث صحیحہ میں وارد ہے۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے "اللہ و رسول کی محبت اُس کے دل میں ان دونوں کے ماسوا سے زیادہ ہو" یہاں ضمیر تثنیہ اس لئے آپ نے استعمال فرمائی کہ یہ خطبہ وعظ نہیں بلکہ حکم شرعی کی تعلیم ہے، چنانچہ لفظوں کی قلت انھیں حفظ کرنے کے زیادہ قریب ہے بخلاف خطبہ کے کہ اس میں حفظِ الفاظ مقصود نہیں ہوتا بلکہ ان سے نصیحت حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے اھ۔

فاقول (تو میں کہتا ہوں) امام نووی علیہ الرحمۃ کو

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم کتاب الجمعۃ فصل فی ایجاز الخطبۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۸۶

تعالٰی بتقدیمہ اسمہ[1] کہ جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی کو پسند نہ فرمایا کہ اس میں برابری کا وہم نہ ہوجائے اور حکم دیا کہ یُوں کہے کہ جس نے اللہ ورسول کی نافرمانی کی جس میں اللہ عزّوجل کا نام اقدس نامِ پاک رسول سے تعظیماً مقدم رہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تعالٰی علٰی ھذا التکلف السعید ما رأی من التنافی بین نھیہ الخطیب وثبوتہ عن نفسہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقد علمت ان لاتنافی ولیس من واجبات الخطبۃ ترک الاضمار ولا من شریطۃ الایضاح وضع المظھر موضع المضمر وانما کان الاضمار یخل بالاظھار حیث یخشی الالتباس وھٰھنا لالبس فکیف یکون ھذا مقتضیا لان یواجھہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالذم ویقول لہ اذھب او قم وقد کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یحب الایجاز فی الکلام بحیث لایخل بالافھام وکان یقول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان طول

اس تکلّفِ سعید پر اس بات نے برانگیختہ کیا ہے کہ آپ نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خطیب کو ضمیرِ تثنیہ کے استعمال سے منع کرنے اور خود اس کو استعمال فرمانے میں منافات سمجھی حالانکہ تُو جان چکا ہے کہ کوئی منافات نہیں۔ اور ضمائر کو ترک کرنا خطبہ کے واجبات میں سے نہیں اور نہ ہی ضمیر کی جگہ اسم ظاہر کو رکھنا شرطِ توضیح ہے۔ ضمیر کو استعمال کرنا وہاں مخلِّ اظہار ہوتا ہے جہاں التباس کا ڈر ہو جبکہ یہاں ایسا نہیں ہے۔ پھر یہ بات اس امر کی مقتضی کیسے ہُوئی کہ نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُس خطیب کی مذمت فرمائیں اور حکم دیں کہ یہاں سے چلا جا یا اٹھ جا، حالانکہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کلام میں ایسے اختصار کو پسند فرماتے تھے جو مخلِّ فہم نہ ہو۔ اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے تھے کہ مرد کا نماز کو لمبا کرنا

(باقی برصفحہ آئندہ)

۱؎ شرح صحیح مسلم للقاضی عیاض کتاب الجمعۃ حدیث ۸۷۰ دار الوفاء ۳/۲۷۵

۲؎ شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم للنووی ” فصل فی ایجاز الخطبۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۸۶

www.alahazratnetwork.org

حالانکہ حدیث شریف میں ہے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خطبے میں یوں فرمایا کرتے :

من یطع اللہ ورسولہ فقد رشد و من یعصہما فانّہ لا یضرّ الاّ نفسہ۔ ابوداؤد[1] عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔

جس نے اللہ و رسول کی اطاعت کی وہ راہ یاب ہوا اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔ (ابوداؤد نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا۔ ت)

نیز ابنِ شہاب زہری نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خطبۂ جمعہ روایت کیا اس میں بعینہٖ وہی الفاظ ہیں کہ :

ومن یعصہما فقد غوٰی۔ رواہ[2] ایضاً عنہ مرسلاً۔

جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی گمراہ ہوا۔ (نیز اس کو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرسلاً روایت کیا گیا۔ ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

صلوٰۃ الرجل وقصر خطبتہ مئنّۃ من فقہہ فاطیلوا الصلوٰۃ واقصروا الخطبۃ وان من البیان لسحرا ثم ثبوت مثلہ عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الخطبۃ کما ستسمع من حدیثی ابی داؤد لاید ع لہٰذا الوجہ وجہ قبول اصلاً فانما المحیص الی ما ذکر العبد الضعیف والحمد للہ علی التوفیق ۱۲ منہ۔

اور خطبہ کو مختصر کرنا اس کی فقاہت کی دلیل ہے لہٰذا نماز لمبی اور خطبہ مختصر کیا کرو۔ اور بعض بیان جادو ہوتے ہیں۔ پھر خود رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس جیسے کلام کا خطبہ میں ثبوت، جیسا کہ ابوداؤد کی دو حدیثوں سے تو سُنے گا، اس وجہ کو قابلِ قبول نہیں رہنے دیتا۔ لہٰذا مخلص اُسی وجہ میں ہے جس کو عبدِ ضعیف (مصنّف علیہ الرحمہ) نے ذکر کیا ہے۔ اس سُوجھ بُوجھ کی عطا پر تمام تعریف اللہ تعالٰی کیلئے ہے۔ (ت)

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ (ابواب الجمعۃ) باب الرجل یخطب علی قوس آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۵۶

[2] " " " " " " " " " " " " "

www.alahazratnetwork.org

حدیث آئندہ سے بتوفیق اللہ تعالٰی اس فقیر کی عمدہ تائید و تقریر ہوتی ہے فانتظر۔

ثالثًا وجہ ممانعت علم غیب کی اسناد مطلق بے ذکر تعلیم الٰہی عزّوجل ہے۔ شیخ محقق رحمہ اللہ تعالٰی نے لمعات میں اس طرف ایما فرمایا۔

اقول اور وہ بے شک وجیہ ہے جس طرح بغیر اللہ عزّوجل کی مشیت کو ملائے یُوں کہنا کہ میں یُوں کروں گا، مکروہ ہے۔ قال اللہ تعالٰی،

ولا تقولن لشایٔ انی فاعل ذٰلک غدًا الا ان یشاء اللہ[1] ہر گز نہ کہنا کسی چیز کو کہ میں کل ایسا کرنے والا ہوں مگر یہ کہ خدا چاہے۔

علم غیب بالذات اللہ عزّوجل کے لئے خاص ہے کفار اپنے معبودانِ باطل وغیرہم کے لئے مانتے تھے لہذا مخلوق کو "عالم الغیب" کہنا مکروہ، اور یوں کوئی حرج نہیں کہ اللہ تعالٰی کے بتائے سے امورِ غیب پر انھیں اطلاع ہے یہ دوسرا احتمال ہے کہ علماء نے اس حدیث میں ذکر فرمایا اس تقدیر پر بھی ممانعت ادبِ کلام کی طرف ناظر ہے نہ یہ کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بتعلیم الٰہی غیب پر اطلاع کا عقیدہ ممنوع یا ہو شرک تو در کنار جو اس طاغی کا مقصود ہے ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق (تحقیق یونہی مناسب ہے اور اللہ تعالٰی توفیق دینے والا ہے۔ت)

حدیث ۱۶۹: محمد بن اسحٰق تابعی ثقہ امام السیر والمغازی نے ابو وجزہ یزید بن عبید سعدی سے روایت کی، جب (غزوہ حنین میں) مشرکین بھاگ گئے مالک بن عوف (کہ اس لڑائی میں سردارِ کفارِ ہوازن تھے) بھاگ کر طائف میں پناہ گزیں ہوئے رحمتِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ ایمان لاکر حاضر ہو تو ہم اس کے اہل و مال اُسے واپس دیں۔ یہ خبر مالک بن عوف کو پہنچی، خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے جبکہ حضور مقامِ جعرانہ سے نہضت فرما چکے تھے، سید اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن کے اہل و مال واپس دئے اور سَو اونٹ اپنے خزانۂ کرم سے عطا کئے، فقال مالک بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ یخاطب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من قصیدۃ (تو مالک بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اپنے قصیدہ سے مخاطب ہوئے۔ت):

---

[1] القرآن الکریم ۱۸/۲۳

www.alahazratnetwork.org

ماان رایتُ ولاسمعتُ بواحدٍ فی الناس کلھم کمثلِ محمدٍ
اَوفٰی واعطٰی للجزیل لمجتدٍ ومتٰی تشاءُ یخبرک عمّا فی غدٍ

میں نے تمام جہان کے لوگوں میں محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مثل نہ کوئی دیکھا نہ سنا، سب سے زیادہ وفا فرمانے والے اور سب سے فزوں تر سائلِ نفع کو کثیر عطا بخشنے والے اور جب تُو چاہے تجھے کل کی خبر بتادیں۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

سیدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں ان کی قوم ہوازن اور قبائل ثمالہ وسلمہ وفہم پر سردار فرمایا۔[1]

حدیث ۱۷۰: معافی نے کتاب الجلیس والانیس میں بطریق حرمازی ابوعبیدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، مالک بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ رئیسِ ہوازن اسلام لاکر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنا وہ قصیدہ نعتیہ سنایا (جس میں اسی مضمون کے شعر ذکر کئے) فقال لہ خیرًا وکساہ حُلّۃً حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے حق میں کلمۂ خیر فرمایا اور انھیں خلعت پہنایا۔ ذکرھما الحافظ فی الاصابۃ[2] (ان دونوں روایتوں کو حافظ نے اصابہ میں بیان کیا۔ت)

اقول رضوانِ الٰہی کے بے شمار باران یارانِ مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر برسیں یوں نہ کہا کہ متٰی یشاء جب وہ چاہیں تجھے غیب کی خبر دے دیں۔ اس میں اُس صورت پر بھی صادق آسکنے کا احتمال رہتا، جب بتانے والے کو کوئی اختیار نہ دیا جائے بلکہ سال دو سال میں ایک آدھ بات پر اطلاع عطا ہو ایسا جاننے والا بھی توریہ وایہام کے طور پر کہہ سکتا ہے کہ جب چاہوں گا تمھیں غیب کی خبر دے دوں گا کہ وُہ اُس وقت چاہے گا جب اُسے اتفاق سے کوئی خبر ملے گی تو شرطیہ سچا ہے بلکہ یوں فرمایا کہ جب تُو چاہے وہ تجھے غیب کی خبر دے دیں گے، یہاں سائل مطلق مخاطب ہے کسے باشد نہ وہ معین نہ اس کے پُوچھنے کا وقت محدود نہ غدِ معرفہ بلکہ نکرہ غیر مخصوص، تو حاصل یہ ٹھہرے گا کہ جو شخص چاہے جس وقت چاہے جس آئندہ بات کو چاہے

---

[1] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ بحوالہ ابن اسحٰق ترجمہ ۷۶۲۲ مالک بن عوف دار الفکر بیروت ۵/ ۴۴ و ۴۵

[2] " " " " " " الجلیس والانیس للمعافی ترجمہ ۷۶۲۲ " " " ۵/ ۴۵

www.alahazratnetwork.org

حضور بتادیں گے، یہ اُسی کی شان ہوسکتی ہے جو بالفعل تمام آئندہ باتوں کو جانتا ہو یا اطلاعِ غیب اس کے ارادہ و خواہش پر کردی گئی ہو کہ جب چاہے معلوم کرلے ورنہ یہ اطلاق ہرگز صادق نہیں آسکتا، اسے ایک نظیر محسوس میں دیکھئے۔ زید فقیر ہے نہ پاس کچھ رکھتا ہے نہ بادشاہی خزانوں پر اس کا ہاتھ پہنچتا ہے مگر بادشاہ کبھی کبھی اُسے دوچار توڑے بخشش دیتا ہے وہ شخص پہلو رکھ کر یہ کہے تو کہہ لے کہ میں جب چاہوں ایک توڑا خیرات کردوں کہ وہ آپ ہی اُسی وقت چاہے گا جب پائے گا مگر عام فقیروں کو اشتہار دے کہ تم جس وقت چاہو میں توڑا عطا کردوں تو ضرور غلط کہا اور دم بھر میں اس کا دروغ کھل سکتا ہے فقیر مانگیں اور نہ مال ہے نہ خزانے پر اختیار تو کہاں سے دے گا، ہاں اگر بادشاہ نے بالفعل ایسے خزانے دے دئے کہ جب کوئی کچھ مانگے یہ دے اور کمی نہ ہو، یا بالفعل نہ سہی تو خزانوں پر اختیار ہی دیا ہو کہ جس وقت جو چاہے لے لے تو وہ بیشک ایسی بات کہہ سکتا ہے۔ اب یہ حدیثیں فرمارہی ہیں کہ صحابی یہ صفت کریم حضور کی نعتِ اقدس میں عرض کرتے ہیں اور حضور انکار نہیں فرماتے بلکہ خلعت و انعام بخشتے ہیں، تو صراحۃً یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالٰی نے اطلاعِ غیب حضور کے ارادہ و اختیار پر رکھ دی ہے، اور واقعی انبیائے کرام علیہم الصلٰوۃ والسلام کی شان ایسی ہی ہے، امام حجۃ الاسلام محمد محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی فرماتے ہیں:

النبوۃ عبارۃ عما یختص بہ النبی ویفارق بہ غیرہ وھو یختص بانواع من الخواص، احدھا انہ یعرف حقائق الامور المتعلقۃ باللہ تعالٰی وصفاتہ وملئکتہ والدار الاٰخرۃ علماً مخالفاً لعلم غیرہ بکثرۃ المعلومات وزیادۃ الکشف والتحقیق، ثانیھا ان لہ فی نفسہ صفۃ بہا تتم الافعال الخارقۃ للعادۃ کما ان لنا صفۃ تتم بہا الحرکات المقرونۃ بارادتنا

یعنی نبوت وہ چیز ہے جو نبی کے ساتھ خاص ہے اور نبی اس کے سبب اوروں سے ممتاز ہے اور وہ کئی قسم کے خاصے ہیں جن سے نبی مختص ہوتا ہے، ایک یہ کہ جو امور اللہ عزوجل کی ذات و صفات اور ملائکہ و آخرت سے متعلق ہیں نبی ان کے حقائق کا ایسا علم رکھتا ہے کہ اوروں کے علم زیادتِ معلومات و فزونیِ تحقیق و انکشاف میں اُن سے نسبت نہیں رکھتے۔ دوم یہ کہ نبی کے لئے اس کی ذات میں ایک وصف ہوتا ہے جس سے افعالِ خلافِ عادت (جنھیں معجزہ کہتے ہیں) انصرام پاتے ہیں جس طرح ہمارے لئے ایک صفت ہے کہ اُس سے ہماری حرکاتِ ارادیہ

www.alahazratnetwork.org

وھی القدرۃ ، ثالثھا ان لہ صفۃ بھا یبصر الملئکۃ و یشاھدھم کما ان للبصیر صفۃ بھا یفارق الاعمٰی ، رابعھا ان لہ صفۃ بھا یدرک ماسیکون فی الغیب۔ نقلہ عنہ العلامۃ الزرقانی فی صدر شرح المواھب۔[1]

پوری ہوتی ہیں جسے قدرت کہتے ہیں، سوم یہ کہ نبی کے لئے ایک صفت ہوتی ہے جس سے وہ ملائکہ کو دیکھتا ہے جس طرح انکھیارے کے پاس ایک صفت ہوتی ہے جس کے باعث وہ اندھے سے ممتاز ہے، چہارم یہ کہ نبی کے لئے ایک صفت ہوتی ہے جس سے وہ آئندہ غیب کی باتیں جان لیتا ہے۔ (علامہ زرقانی علیہ الرحمۃ نے شرح المواہب کے آغاز میں اسے امام غزالی علیہ الرحمۃ سے نقل کیا۔ ت)

اقول مسلمانو! اس حدیث شریف اور ان امام باعظمت ان حکیم اُمت قدس سرہ المنیف کے ارشادِ لطیف کو امام الوہابیہ کے قول کثیف سے ملاکر دیکھو کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے بارے میں اہلِ حق و اہلِ باطل کے عقائد کا فرق ظاہر ہو، یہ فرماتے ہیں انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی ذات میں رب عزوجل نے ایک صفت ایسی رکھی ہے جس سے وہ خرقِ عادت کرتے ہیں جس طرح ہم اپنے ارادے سے چلتے پھرتے ہیں، حرکت کرتے ہیں، ایک صفت رکھی ہے جس سے وہ ملائکہ کو دیکھتے ہیں، ایک صفت دی ہے جس سے وہ غیب کی آئندہ باتیں جانتے ہیں ـــــ یہ کہتا ہے: "ان کو کسی نوع کی قدرت نہیں، کسی کام میں نہ بالفعل اُن کو دخل ہے نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں۔ ایضاً کچھ اس بات میں بھی اُن کو بڑائی نہیں کہ اللہ صاحب نے غیب دانی ان کے اختیار میں دی ہو کہ جس آئندہ بات کو جب ارادہ کریں تو دریافت کرلیں کہ فلانے کی اولاد ہوگی یا نہ ہوگی یا اس سوداگری میں اس کو فائدہ ہوگا یا نہ ہوگا یا اس لڑائی میں فتح پاوے گا یا شکست کہ ان باتوں میں بھی سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے یکساں بے خبر ہیں اور نادان۔ ایضاً جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا دنیا خواہ قبر خواہ آخرت میں اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو، نہ اپنا حال نہ دوسرے کا، اور اگر کچھ بات اللہ نے کسی مقبول بندے کو وحی یا الہام سے بتائی کہ فلانے کام کا انجام بخیر ہے یا بُرا، سو وہ مجمل ہے اور اس سے زیادہ معلوم کرلینا اور اس کی تفصیل دریافت کرنی اُن کے اختیار سے باہر ہے"۔[2]

---

[1] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ بحوالہ الغزالی مقدمۃ الکتاب دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۹ و ۲۰

[2] تقویۃ الایمان الفصل الثانی فی ردالاشراک فی العلم مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۴

www.alahazratnetwork.org

اقول اتنا لفظ سچ ہے کہ اللہ عزوجل کے بتانے سے زیادہ کوئی معلوم نہیں کرسکتا۔ ہمارے اختیاری افعال کب عطائے الٰہی و ارادۂ الٰہیہ سے بڑھ کر ہو سکتے ہیں مگر کلمۃ حق اُرِیْدَ بِھَا بَاطِلٌ (کلمہ حق ہے جس سے باطل کا ارادہ کیا گیا ہے۔ ت) خوارج کی طرح یہ سچا لفظ اس نے باطل ارادے سے کہا ہے وہ اس سے اُن کے اختیارِ عطائی کا بھی سلب چاہتا ہے یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کو خدا کا دیا ہُوا اختیار بھی نہیں بلکہ عاجز و مجبورِ محض ہیں۔ اُس نے صاف تصریح کی ہے کہ:

"ظاہر کی چیزوں کو دریافت کرنا لوگوں کے اختیار میں ہے جب چاہیں کریں جب چاہیں نہ کریں، سو اس طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے دریافت کر لیجئے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے، کسی نبی و ولی کو بھوت و پری کو اللہ صاحب نے یہ طاقت نہیں بخشی، اللہ صاحب اپنے ارادے سے کبھی کسی کو جتنی بات چاہتا ہے خبر دیتا ہے سو یہ اپنے ارادے کے موافق نہ اُن کی خواہش پر۔"[1]

اسی کے اس اعتقادِ باطل کا حدیث مذکور و قول مسطور امام مشہور میں رَدِّ صریح ہے۔

بالجملہ فرق یہ ہے کہ حدیث کے ارشاد اور اُن کے مطابق اہلِ حق کے اعتقاد میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اظہارِ خوارق و ادراکِ غیب میں انسان مختار بعطائے قادر جلیل الاقتدار ہیں کہ جس طرح عام آدمیوں کو ظاہری حرکات و ظاہری ادراکات کے اختیارات حضرت واہب العطیات نے بخشے ہیں کہ جب چاہیں دست و پا کو جنبش دیں چاہیں نہ دیں، جب چاہیں آنکھ کھول کر چیز دیکھ لیں چاہیں نہ دیکھیں، اگرچہ بے خدا کے چاہے وہ کچھ نہیں چاہ سکتے، اور وہ چاہیں خدا نہ چاہے تو ان کا چاہا کچھ نہیں ہو سکتا اور وہ عطائی اختیارات اس کے حقیقی ذاتی اختیار کے حضور کچھ نہیں چل سکتے بعینہٖ یہی حالت حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دربارۂ معجزات و ادراکِ مغیبات ہے کہ رب عزوجل نے انھیں ظاہری جوارح و سمع و بصر کی طرح باطنی صفات وہ عطا فرمائی ہیں کہ جب چاہیں خرقِ عادات فرمادیں مغیبات کو معلوم فرمالیں چاہیں نہ فرمائیں اگرچہ بے خدا کے چاہے نہ وُہ چاہ سکتے ہیں نہ بے ارادۂ الٰہیہ ان کا ارادہ کام دے سکتا ہے اور امام الوہابیہ کے نزدیک ایسا نہیں بلکہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پتھّر کی طرح عاجزِ محض و مجبورِ مطلق ہیں کہ ہلانے والا محض اپنے قسری ارادے سے بے اُن کے توسط اختیار عطائی کے اپنے ارادے کے موافق نہ اُن کی خواہش پر ہلادے تو ہل

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثانی مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۴

www.alahazratnetwork.org

جائیں ورنہ مجبور پڑے رہیں یہ کس ناکس اپنے اس خیال پر یہ دلیل لایا کہ،

"چنانچہ پیغمبر کو بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ بعض بات دریافت کرنے کی خواہش ہوئی اور وہ بات نہ معلوم ہوئی پھر جب اللہ صاحب کا ارادہ ہُوا تو ایک آن میں بتا دی چنانچہ منافقوں نے حضرت عائشہ پر تہمت کی اور حضرت کو بڑا رنج ہُوا اور کئی دن تک بہت تحقیق کیا کچھ حقیقت نہ معلوم ہوئی، جب اللہ صاحب کا ارادہ ہُوا تو بتا دیا کہ منافق جھوٹے ہیں اور عائشہ پاک۔" [1]

اقول اگر اختیار ذاتی وعطائی میں فرق کی تمیز ہوتی تو جان لیتا کہ ایسے اتفاقات اختیار عطائی کے اصلاً منافی نہیں، مراد کا اختیار سے متخلف نہ ہو سکنا قدرت ذاتیہ الٰہیہ کا خاصہ ہے، قدرتِ عطائیہ انسانیہ میں لاکھ بار ایسا ہوتا ہے کہ آدمی ایک کام کیا چاہتا ہے اور اللہ نہیں چاہتا نہیں بن پڑتا اس سے نہ انسان پتھر ہو گیا نہ اس کا اختیار عطائی مسلوب، عطائی کی شان ہی یہ ہے کہ جب تک ارادۂ ذاتیہ حقیقیہ الٰہیہ مساعدت نہ فرمائے کام نہیں دیتا۔ طرفہ قہر پر قہر یہ ہے کہ ادھر تو تُو نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو عیاذاً باللہ پتھر بنایا تھا اُدھر اپنے معبود کو ایک آدمی کے برابر کرچھوڑا کہ،

"غیب کی بات دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کرلیجے یہ اللہ صاحب کی شان ہے۔" [2]

او اللہ عزوجل کو سخت عیب لگانے والے بے ادب گستاخ! یہ ہرگز ہرگز اللہ تعالٰی کی شان نہیں، وہ اس بیہودہ مہمل شان سے پاک و منزّہ ہے اُس کا علم اس کی صفت ذاتیہ ہے اُس کے اختیار سے نہیں اس کا علم مخلوق نہیں ازلی ابدی ہے حادث نہیں۔ او بدعقل بدزبان! غیب کا دریافت کرنا اختیار میں ہونے کے یہی معنی یا کچھ اور کہ بالفعل تو معلوم نہیں مگر چاہے تو معلوم کرسکتا ہے" تُف بر رُوئے بے دینی، یہ تیرا موہوم خدا جاہل بالفعل محلِ حوادث ہوگا سچا خدا تیری یہ صریح گالی سے بے نہایت متعالی ہے تعالی اللہ عما یقول الظلمون علوا کبیرا (اللہ تعالٰی بہت بلند و برتر ہے ان باتوں سے جو ظالم کہتے ہیں۔ ت)

مسلمانو! دیکھا تم نے، یہ ایمان ہے اس گمراہ کا انبیاء اور خود حضرت عزت کی جناب میں،

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثانی مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۴

[2] " " " " " " " " "

www.alahazratnetwork.org

اناللہ وانا الیہ راجعون ، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ خیر اس کی ضلالتیں کہاں تک لکھئے ماعلیٰ مثلہ یعد الخطاء (اس جیسے کی خطاؤں کا شمار نہیں کیا جاتا۔ ت) حدیث دکھا کر اتنا پوچھئے کہ کیوں صاحب! وہاں تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غضب فرمایا نہ حکم شرک لگایا مگر انصار کی چھوکریوں کو اتنا ارشاد ہوا کہ اسے رہنے دو۔ یہاں جو یہ مرد عاقل یہ صحابی فاضل نعت حضور میں اس سے بھی زیادہ عظیم بات کررہے ہیں اور حدیث فرماتی ہے کہ حضور منع نہیں کرتے بلکہ اور انعام و اکرام بخشتے ہیں۔ یہ شرک وہابیت پر کیسی آفت ہے، اب یاد کرو وہ اپنی اوندھی مت اُلٹی کھوپڑی "چہ جائیکہ عاقل مرد کہے یا سُن کر پسند کرلے"۔ کچھ یہ بھی سوجھا کہ کہنے والے کون تھے اور سُن کر پسند کرنے والے کون

بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغہ فاذا ھو زاھق ولکم الویل مما تصفون[2] بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں تو وہ اس کا بھیجہ نکال دیتا ہے تو جبھی وہ مٹ کر رہ جاتا ہے، اور تمہاری خرابی ہے ان باتوں سے جو بناتے ہو۔ (ت)

حدیث ۱۷۱: اور بڑھ کر سُنئے، شرک فی العادۃ کے بیان میں لکھا:

> "اللہ صاحب نے اپنے بندوں کو سکھایا ہے کہ دُنیا کے کاموں میں اللہ کو یاد رکھیں اور اُس کی کچھ تعظیم کرتے رہیں جیسے اولاد کا نام عبداللہ، خدا بخش رکھنا جس چیز کو فرمایا اس کو برتنا جو منع کیا اس سے دُور رہنا اور یوں کہنا کہ اللہ چاہے تو ہم فلانا کام کرینگے اور اس کے نام کی قسم کھانی اس قسم کی چیزیں اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے بتائی ہیں پھر کوئی کسی انبیاء اولیاء بھوت پری کی اس قسم کی تعظیم کرے جیسے اولاد کا نام عبدالنبی امام بخش رکھنے کھانے پینے پہننے میں رسموں کی سند پکڑے یا یوں کہے کہ اللہ و رسول چاہے گا تو میں آؤں گا یا پیغمبر کی قسم کھاوے سو ان سب باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے اس کو اشراک فی العادۃ کہتے ہیں"[3]

پھر اس شرک کی فصل میں اس مدعا کے ثبوت کو مشکوٰۃ کے باب الاسامی سے شرح السنۃ کی

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثانی مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۸
[2] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۸
[3] تقویۃ الایمان مقدمۃ الکتاب مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۸ و ۹

www.alahazratnetwork.org

حدیث بروایت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ لایا کہ سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتقولوا ماشاء اللہ وشاء محمد وقولوا ماشاء اللہ وحدہٗ[1] نہ کہو جو چاہے اللہ اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوں کہو کہ جو چاہے ایک اللہ۔

اور اس پر یہ فائدہ چڑھایا:

"یعنی جو کہ اللہ کی شان ہے اور اس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں سو اس میں اللہ کے ساتھ کسی مخلوق کو نہ ملا وے گو کیسا ہی بڑا ہو مثلاً یوں نہ بولو کہ اللہ ورسول چاہے گا تو فلاں کام ہوجائے گا کہ سارا کاروبار جہاں کا اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔"[2]

اقول وباللہ التوفیق **اولاً** وہی قدیم لت وہی پرانی علت کہ دعوے کے وقت آسمان نشین اور دلیل لانے میں اسفل السافلین۔ حدیث میں تو اتنا ہے کہ "یوں نہ کہو" وہ شرک کا حکم کدھر گیا۔

ثانیاً سخت عیاری ومکاری کی چال چلا، مشکوٰۃ شریف کے باب مذکور میں حدیث حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ یوں مذکور تھی کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتقولوا ماشاء اللہ وشاء فلان ولکن قولوا ماشاء اللہ ثم شاء فلان۔[3] نہ کہو جو چاہے اللہ اور چاہے فلاں بلکہ یوں کہو جو چاہے اللہ پھر چاہے فلاں۔

مشکوٰۃ میں اسے مسند امام احمد و سنن ابی داؤد کی طرف نسبت کرکے فرمایا، وفی روایۃ منقطعا اور ایک روایت منقطع یعنی جس کی سند نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک متصل نہیں یوں آئی ہے یہاں وہ روایت شرح السنہ ذکر کی ہوشیار عیار نے دیکھا کہ اصل حدیث تو اس کے دعوٰی شرک کو داخلِ جہنم کئے دیتی ہے اُسے صاف الگ اڑا گیا اور فقط یہ منقطع روایت

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الخامس مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص۴۲

[2] " " " " " " " "

[3] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الادب باب الاسامی قدیمی کتب خانہ کراچی ص۴۰۸

[4] " " " " " " ص ۴۰۸ و ۴۰۹

www.alahazratnetwork.org

نقل کرلیا۔ کیا یہ سمجھتا تھا کہ مشکوٰۃ اہلِ علم کی نظر سے نہاں ہے، نہیں نہیں، خوب جانتا تھا کہ مبتدی طالب علم حدیث میں پہلے اسی کو پڑھتا ہے مگر اُسے تو اُن بیچارے عوام کو چھلنا مقصود تھا جنھیں علم کی ہوا نہ لگی سمجھ لیا کہ ان پر اندھیری ڈال ہی لوں گا' اہلِ علم نے اور کون سی مانی ہے کہ اسی پر معترض ہونگے۔

ع اُس آنکھ سے ڈریے جو خدا سے نہ ڈرے آنکھ

ثالثاً امام الوہابیہ کا تو مبلغ علم یہی مشکوٰۃ ہے، ہم اس مطلب کی احادیث اول ذکر کریں پھر بتوفیقہٖ تعالٰی ثابت کر دکھائیں کہ یہی حدیثیں اُس کے شرک کا کیسا سر توڑتی ہیں۔ اول تو یہی حدیثِ حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی (حدیث ۱۷۱) احمد و ابی داؤد نے یوں مختصراً اور ابن ماجہ نے بسندِ حسن اس طرح مطولاً روایت کی :

حدثنا هشام بن عمار ثنا سفيٰن بن عيينه عن عبد الملك بن عمير عن ربعي بن حراش عن حذيفة بن اليمان رضي الله تعالٰی عنهما ان رجلا من المسلمين رأى في النوم انه لقي رجلا من اهل الكتاب فقال نعم القوم انتم لولا انكم تشركون تقولون ماشاء الله وشاء محمد صلى الله تعالٰى عليه وسلم وذكر ذٰلك للنبي صلى الله تعالٰى عليه وسلم فقال اما والله ان كنت لاعرفها لكم قولوا ماشاء الله ثم ماشاء محمد صلى الله تعالٰى عليه وسلم[1]

یعنی اہلِ اسلام سے کسی صاحب کو خواب میں ایک کتابی ملا وہ بولا: تم بہت خوب لوگ ہو اگر شرک نہ کرتے تم کہتے ہو جو چاہے اللہ اور چاہیں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اُن مسلم نے یہ خواب حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی، فرمایا: سُنتے ہو خدا کی قسم تمہاری اس بات پر مجھے بھی خیال گزرتا تھا یوں کہا کرو جو چاہے اللہ پھر جو چاہیں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث حذیفہ بن الیمان المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۳۹۳
سُنن ابی داؤد کتاب الادب باب منہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۲۴
سنن ابن ماجۃ ابواب الکفارات باب النہی ان یقال ماشاء اللہ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۵۲

www.alahazratnetwork.org

یہ حدیث ابن ابی شیبہ[1] وطبرانی وبیہقی وغیرہم نے بھی روایت کی۔

حدیث ۱۷۲: ابن ماجہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا حلف احدکم فلا یقل ماشاء اللہ وشئت ولکن لیقل ماشاء اللہ ثم شئت[2]۔

جب تم میں سے کوئی شخص قسم کھائے تو یوں نہ کہے کہ جو چاہے اللہ اور میں چاہوں، ہاں یوں کہے کہ جو چاہے اللہ پھر میں چاہوں۔

حدیث ۱۷۳: نیز ابن ماجہ واحمد وبغوی وابن قانع وغیرہم نے یہی مضمون طفیل بن سخبرہ برادر مادری ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا:

بید انہ اعنی ابن ماجۃ احالہ علٰی حدیث حذیفۃ فقال نحوہ ولم یسق لفظہ۔

سوائے اس کے کہ ابن ماجہ نے اسکو حدیث حذیفہ کی طرف پھیرتے ہوئے نحوہٗ کہا ہے اس کے الفاظ ذکر نہیں کئے۔ (ت)

اور مسند امام احمد بسند حسن صحیح کہ حدثنا بھز وعفان ثنا حماد بن سلمۃ عن عبدالملک بن عمیر عن ربعی بن حراش عن طفیل بن سخبرۃ اخی عائشۃ لامّھا رضی اللہ تعالٰی عنہما یوں ہے کہ انھیں خواب میں کچھ یہودی ملے انھوں نے ابنیت عزیر علیہ الصلٰوۃ والسلام ماننے کا اُن پر اعتراض کیا اُنھوں نے کہا تم خاص کامل لوگ ہو اگر یوں نہ کہو کہ جو چاہے اللہ اور چاہیں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، پھر کچھ نصارٰی ملے اُن سے بھی ابنیت مسیح کے جواب میں یہی سُنا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے خواب عرض کیا، حضور نے خطبے میں بعد حمد وثنائے الٰہی فرمایا:

انکم کنتم تقولون کلمۃ کان یمنعنی

تم لوگ ایک بات کہا کرتے تھے مجھے تمہارا

---

[1] اتحاف السادۃ بحوالہ ابن ابی شیبۃ الآفۃ التاسعۃ عشر دارالفکر بیروت ۷/ ۵۷۴
〃 〃 المعجم الکبیر 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
الاسماء والصفات باب قول اللہ عزوجل وما تشاؤن الخ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ۱/ ۲۳۷ و ۲۳۸

[2] سنن ابن ماجۃ ابواب الکفارات باب النہی ان یقال ماشاء اللہ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۱۵۴
〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

www.alahazratnetwork.org

الحیاء منکم ان انہٰکم عنہا لاتقولوا ماشاء اللہ وماشاء محمد[1]	لحاظ روکتا تھا کہ تمھیں اُس سے منع کردوں یوں کہو جو چاہے اللہ اور جو چاہیں محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

حدیث ۷۴: سُنن نسائی میں بسند صحیح بطریق مسعر عن معبد بن خالد عن عبداللہ بن یسار قتیلہ بنت صیفی جُہنیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے:

ان یہودیا اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال انکم تُنَدِّدُون وانکم تُشرکون تقولون ماشاء اللہ وشئت وتقولون والکعبۃ فامرھم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا ارادوا ان یحلفوا ان یقولوا ورب الکعبۃ ویقول احدھم ماشاء اللہ ثم شئت[2]	یعنی ایک یہودی نے خدمتِ اقدس حضور سیدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم حاضر ہوکر عرض کی: بیشک تم لوگ اللہ کا برابر والا ٹھہراتے ہو بیشک تم لوگ شرک کرتے ہو یُوں کہتے ہو جو چاہے اللہ چاہو تم، اور کعبے کی قسم کھاتے ہو۔ اس پر سیّدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو فرمایا کہ قسم کھانا چاہیں تو یوں کہیں "ربِ کعبہ کی قسم" اور کہنے والا یوں کہے "جو چاہے اللہ اور پھر جو چاہو تم۔"

یہ حدیث سُننِ بیہقی میں بھی ہے، نیز ابن سعد نے طبقات اور طبرانی معجم کبیر میں بطریق مذکور مسعر اور ابن مندہ نے بطریق المسعودی عن معبد[3] الجدلی عن ابن یسار[3] الجہنی عن قُتیلۃ الجُہنیۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا روایت کی اور امام احمد نے مسند میں اس طریق مسعودی سے بسند صحیح یوں روایت فرمائی:

حدثنا یحیٰی بن سعید ثنا یحیی المسعودی ثنی معبد بن خالد عن عبداللہ بن یسار

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث طفیل بن سخبرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۵/۷۲

[2] سنن النسائی کتاب الایمان والنذور الحلف بالکعبۃ نور محمد کارخانہ کراچی ۲/۱۴۳

[3] السنن الکبرٰی کتاب الجمعۃ باب مایکرہ من الکلام فی الخطبۃ دارصادر بیروت ۳/۲۱۶

الطبقات الکبرٰی لابن سعد قتیلۃ غرائب نساء العرب دارصادر بیروت ۸/۳۰۹

المعجم الکبیر عن قتیلۃ بنت صیفی الجہنیۃ حدیث ۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۵/۱۳ و ۱۵

www.alahazratnetwork.org

عن قُتَیلۃ بنت صیفی[3] الجُھنیۃ،

قالت اتی حبر من الاحبار رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فقال یا محمد نعم القوم انتم لولا انکم تشرکون قال سبحان اللّٰہ وما ذاک قال تقولون اذا حلفتم والکعبۃ قالت فامھل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم شیئا ثم قال انہ قد قال فمن حلف فلیحلف برب الکعبۃ قال یا محمد نعم القوم انتم لولا انکم تجعلون للّٰہ ندًا قال سبحان اللّٰہ وما ذاک قال تقولون ماشاء اللّٰہ وشئت قالت فامھل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم شیئا قال انہ قد قال ماشآء اللّٰہ فلیفصل بینھما ثم شئت[1]

یعنی یہود کے ایک عالم نے خدمتِ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی: اے محمد! آپ بہت عمدہ لوگ ہیں اگر شرک نہ کیجئے۔ فرمایا: سبحان اللہ! یہ کیا۔ کہا: آپ کعبہ کی قسم کھاتے ہیں۔ اس پر سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کچھ مہلت دی یعنی ایک مدت تک کچھ ممانعت نہ فرمائی، پھر فرمایا: یہودی نے ایسا کہا ہے تو اب جو قسم کھائے وہ ربِ کعبہ کی قسم کھائے۔ یہودی نے عرض کی: اے محمد! آپ بہت عمدہ لوگ ہیں اگر اللہ کا برابر نہ ٹھہرائیے۔ فرمایا: سبحان اللہ! یہ کیا۔ کہا: آپ کہتے ہیں جو چاہے اللہ اور چاہو تم۔ اس پر بھی سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک مہلت تک کچھ نہ فرمایا، بعدہٗ فرمادیا: اس یہودی نے ایسا کہا ہے تو اب جو کہے کہ جو چاہے اللہ تعالٰی تو دوسرے کے چاہنے کو جدا کرکے کہے کہ پھر چاہو تم۔

بحمد اللہ یہ احادیثِ کثیرہ صحیحہ جلیلہ متصلہ کتبِ صحاح سے ہیں، امام الوہابیہ نے ان سب کو بالائے طاق رکھ کر شرح السنہ کی ایک روایت منقطع دکھائی اور بحمداللہ اس میں بھی کہیں اپنے حکمِ شرک کی بُو نہ پائی۔

اقول وباللہ التوفیق اب بفضلہٖ تعالٰی ملاحظہ کیجئے کہ یہی حدیثیں اسکے دعوٰی شرک کو کس کس طرح جہنم رسید فرماتی ہیں:

اولًا ان احادیث سے ثابت کہ صحابہ کرام میں یہ قول کہ اللہ ورسول چاہیں تو یہ کام ہوجائیگا

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن قتیلہ بنت صیفی حدیث قتیلہ المکتب الاسلامی بیروت ۶/۳۷۲-۳۷۱

www.alahazratnetwork.org

یا اللہ اور تم چاہو تو یوں ہوگا شائع وذائع تھا اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس پر مطلع تھے اور انکار نہ فرماتے تھے بلکہ اس عالم یہود کے ظاہر الفاظ تو یہ ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خود بھی ایسا فرمایا کرتے تھے، امام الوہابیہ اسے شرک کہتا ہے، تو ثابت ہوا کہ اس کے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم شرک کرتے تھے اور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منع نہ فرماتے تھے۔

ثانیاً حدیث طفیل رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لفظ دیکھو کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "اس لفظ کا خیال مجھے بھی گزرتا تھا مگر تمہارے لحاظ سے منع نہ کرتا تھا" جب یہ لفظ امام الوہابیہ کے نزدیک شرک ٹھہرا تو معاذ اللہ نبی نے دانستہ شرک کو گوارا کیا اور اس سے ممانعت پر اپنے یاروں کے لحاظ پاس کو غلبہ دیا، امام الوہابیہ کے یہاں یہ نبوت کی شان ہے، والعیاذ باللہ رب العالمین۔

ثالثاً ایک یہودی نے آکر اعتراض کیا اس کے بعد حکم ممانعت ہوا، تو امام الوہابیہ کے نزدیک صحابہ کرام بلکہ سید انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سچی توحید اور اس پر استقامت کی تاکید ایک یہودی نے سکھائی ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

رابعاً قتیلہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی حدیث صحیح دیکھو، اس یہودی کی عرض پر بھی فوراً حضور نے ممانعت نہ فرمائی بلکہ ایک زمانہ کے بعد خیال آیا اور فرمایا: وہ یہودی اعتراض کر گیا ہے اچھا یوں نہ کہا کرو۔ تو امام الوہابیہ کے نزدیک اللہ کے رسول نے آپ تو شرک سے نہ روکا یا شرک کو شرک نہ جانا جب ایک کافر نے بتایا اس پر بھی ایک مدت تک شرک کو روا رکھا پھر ممانعت بھی کی تو یوں نہیں کہ شرک کی برائی سے، بلکہ یوں کہ ایک مخالف اعتراض کرتا ہے لہٰذا چھوڑ دو، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خامساً ان سب وقتوں کے بعد جو تعلیم فرمائی وہ بھی یہاں اس در کا سرا لائی ارشاد ہوا کہ یوں کہا کرو "جو چاہے اللہ پھر چاہیں محمد" صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ تو یہ کام ہوگا، امام الوہابیہ کے لفظ یاد کیجئے:

"یہ خاص اللہ کی شان ہے اس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔"[1]

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الخامس مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۴۰

www.alahazratnetwork.org

مسلمانو! بلّٰہ انصاف، جو بات خاص شانِ الٰہی عزوجل ہے جس میں کسی مخلوق کو کچھ دخل نہیں اُس میں دوسرے کو خدا کے ساتھ "اور" کہہ کر ملایا تو کیا اور "پھر" کہہ کر ملایا تو کیا، شرک سے کیونکر نجات ہوجائے گی، مثلاً آسمان وزمین کا خالق ہونا اپنی ذاتی قدرت سے، تمام اولین وآخرین کا رازق ہونا خاص خدا کی شانیں ہیں۔ کیا اگر کوئی یُوں کہے کہ اللہ ورسول خالق السمٰوٰت والارض ہیں، اللہ ورسول اپنی ذاتی قدرت سے رازقِ عالم ہیں جبھی شرک ہوگا۔ اور اگر کہے کہ اللہ پھر رسول خالق السمٰوٰت والارض ہیں، اللہ پھر رسول اپنی ذاتی قدرت سے رازقِ جہاں ہیں تو شرک نہ ہوگا۔

مسلمانو! گمراہوں کے امتحان کے لئے ان کے سامنے یونہی کہہ دیکھو کہ اللہ پھر رسول عالم الغیب ہیں، اللہ پھر رسول ہماری مشکلیں کھول دیں، دیکھو تو یہ حکمِ شرک جڑتے ہیں یا نہیں۔ اسی لئے تو عیّار مشکوٰۃ کی اُس حدیث متصل صحیح ابوداؤد کی ہیرپھیری بچاگیا تھا جس میں لفظ "پھر" کے ساتھ اجازت ارشاد ہوئی تو ثابت ہُوا کہ اس مردک کے نزدیک رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہودی کا اعتراض پاکر بھی جو تبدیلی کی وُہ خود شرک کی شرک ہی رہی۔

مسلمانو! یہ حاصل ہے رسولوں کی جناب میں اس گستاخ کے اعتقاد کا۔ وسیعلم الذین ظلموا ایَّ منقلب ینقلبون[1] (اب جاننا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ ت)۔

یہ تو اُن کے طور پر نتیجۂ احادیث تھا ہم اہل حق کے طور پر پوچھو تو **اقول** وباللہ التوفیق (تو میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) بحمداللہ تعالٰی نہ صحابہ نے شرک کیا نہ معاذاللہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شرک سُن کر گوارا فرمایا، کسی کے لحاظ وپاس کو کام میں لانا ممکن نہ تھا، نہ یہودی مردک تعلیمِ توحید کرسکتا تھا، بلکہ حقیقتِ امر یہ ہے کہ مشیت حقیقیہ ذاتیہ مستقلہ اللہ عزوجل کے لئے خاص ہے اور مشیت عطائیہ تابعہ لمشیۃ اللہ تعالٰی اللہ تعالٰی نے اپنے عباد کو عطا کی ہے، مشیت محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کائنات میں جیسا کچھ دخل عظیم بعطائے ربِ کریم جل جلالہ ہے وہ اُن تقریراتِ جلیلہ سے کہ ہم نے زیرِ حدیث ذکر کیں واضح وآشکار ہے، محمد رسول اللہ تو محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ایک نائب وخادم سیّدنا علی مرتضٰی مشکلکشا کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنٰی کی نسبت اُمّتِ مرحومہ کا جو اعتقاد ہے وہ شاہ عبدالعزیز صاحب کی عبارتِ مذکورۂ مقدمہ سے اظہار ہے کہ،

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

www.alahazratnetwork.org

حضرت امیر و ذریۂ طاہرہ او را تمام امت بر مثال پیران می پرستند و امورِ تکوینیہ را بایشان وابستہ میدانند[۱]

حضرت امیر یعنی حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ اور ان کی اولاد کو تمام امت اپنے مرشد جیسا سمجھتی ہے اور تکوینی امور کو ان حضرات کے ساتھ وابستہ جانتی ہے۔ (ت)

اور خود امام الوہابیہ اس تقویۃ الایمان کے کفری ایمان سے پہلے جو ایمان صراط المستقیم میں رکھتا تھا وہ بھی یہی تھا جہاں کہتا تھا:

مقاماتِ ولایت بل سائر خدمات مثل قطبیت و غوثیت و ابدالیت وغیرہا ہمہ از عہد کرامت مہد حضرت مرتضٰی تا انقراضِ دنیا ہمہ بواسطہ ایشان ست و در سلطنت سلاطین و امارتِ امرا ہمت ایشاں را دخلے ست کہ بر سیاحین عالم ملکوت مخفی نیست[۲]

مقاماتِ ولایت بلکہ تمام خدمات مثل قطبیت، غوثیت و ابدالیت وغیرہ سب رہتی دنیا تک حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کے واسطے سے ملتے ہیں اور بادشاہوں کی سلطنت اور امیروں کی امارت میں بھی آنجناب کی ہمت کا دخل ہے، یہ سیاحانِ عالم ملکوت پر پوشیدہ نہیں۔ (ت)

اب کہ تقویۃ الایمان نے بحکم،

قل بئسما یأمرکم بہ ایمانکم ان کنتم مؤمنین[۳]

تم فرمادو کیا بُرا حکم دیتا ہے تم کو تمہارا ایمان اگر ایمان رکھتے ہو۔

اسے تمام امتِ مرحومہ کے خلاف ایک نیا ایمان سخت بُرا ایمان نام کا ایمان اور حقیقت میں پرلے سرے کا کفران سکھایا یہ اسفل السافلین پہنچا، اب وہ بات کہ سیاحانِ عالم پر ظاہر تھی اسے کیونکر سجھائی دے،

ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فمالہ من نور[۴]

اور جسے اللہ نور نہ دے اس کے لئے کہیں نور نہیں (ت)

---

۱ تحفہ اثنا عشریہ باب ہفتم در امامت سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۱۴

۲ صراط المستقیم باب دوم فصل اول المکتبۃ السلفیۃ لاہور ص ۵۸

۳ القرآن الکریم ۲/ ۹۳ ۴ القرآن الکریم ۲۴/ ۴۰

www.alahazratnetwork.org

اس مشیت مبارکہ عطائیہ کے باعث صحابہ کرام نامِ الٰہی عزجلالہ کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک ملا کر کہا کرتے تھے کہ اللہ و رسول چاہیں تو یہ کام ہو جائے گا مگر از انجا کہ طریقِ ادب سے اقرب و انسب یہ ہے کہ مشیتِ ذاتیہ و مشیتِ عطائیہ میں فرق مراتب نفس کلام سے واضح ہو کہ کسی احمق کو توہّم مساوات نہ گزرے سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اس کلمے پر خیال گزرتا تھا، پھر ملاحظہ فرماتے کہ یہ اہلِ توحید ہیں معنی حق و صدق انھیں ملحوظ ہیں محبت خدا اور رسول اور نام پاک خلیفۃ اللہ الاعظم جل جلالہ و صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تبرک و توسل انھیں اس قول پر باعث ہے اور بات فی نفسہٖ شرعاً ممنوع نہیں کہ واو مطلق جمع کے لئے ہے نہ مساوات نہ معیت کے واسطے، لہٰذا

ع۱ **اقول** وھذا انکتۃ غفل عنھا بعض الجلۃ فجوزوا ماشاء اللہ ثم شاء محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وزعموا ان لواتی بالواو لکان شرکا جلیا فانما یتم ان کانت الواو المستویۃ وھو باطل قطعا قال تعالٰی ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی[1]، قال تعالٰی اغنٰھم اللہ ورسولہ[2] الٰی غیر ذٰلک مما لایحصی ومع ذٰلک بحمد اللہ لیس ملحظہ ملحظ ھؤلاء الابخاس الجاعلۃ اثبات المشیئۃ للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

اقول (میں کہتا ہوں) اس نکتہ کی طرف بعض بزرگوں کی توجہ نہ ہوئی، چنانچہ انھوں نے یوں کہنے کو تو جائز قرار دیا کہ "جو چاہے اللہ پھر چاہیں محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم" مگر گمان کیا کہ اگر ثمّ کی جگہ واو ہو تو شرک جلی ہوگا۔ لیکن یہ استدلال تو تب تام ہوتا اگر واو مقتضی مساوات ہوتی، حالانکہ یہ قطعاً باطل ہے۔ اللہ تعالٰے نے فرمایا: بے شک اللہ تعالٰے اور اس کے فرشتے نبی کریم پر درود بھیجتے ہیں۔ اور فرمایا: اللہ اور اس کے رسول نے غنی کردیا۔ اس کے علاوہ بھی متعدد مقامات پر ایسا ہی ہے مگر باوجود اس عدم توجہ کے ان بزرگوں کا مطمح نظر بحمداللہ وہ نہیں جو ان کمینے وہابیوں کا ہے جو نبی کریم صلی اللہ

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۶

[2] " " ۹/ ۷۴

www.alahazratnetwork.org

منع نہ فرماتے تھے۔

حکمت: جب اُس یہودی خبیث نے جس کے خیالات امام الوہابیہ کے مثل تھے اعتراض کیا اور معاذ اللہ شرک کا الزام دیا، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رائے کریم کا زیادہ رُجحان اسی طرف ہوا کہ ایسے لفظ کو جس میں احمق بدعقل مخالف جائے طعن جانے دوسرے سہل لفظ سے بدل دیا جائے کہ صحابہ کرام کا مطلب تبرک و توسل برقرار رہے اور مخالف کے فہم کو گنجائش نہ ملے مگر یہ بات طرزِ عبارت کے ایک گونہ آداب سے تھی معنًا تو قطعاً صحیح تھی لہذا اُس کافر کے بکنے کے بعد بھی چنداں لحاظ نہ فرمایا گیا یہاں تک کہ طفیل بن سخبرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے وہ خواب دیکھا اور رؤیائے صادقہ القائے ملک ہوتا ہے اب اس خیال کی زیادہ تقویت ہوئی اور ظاہر ہوا کہ بارگاہِ عزت میں یہی ٹھہرا ہے کہ یہ لفظ مخالفوں کا جائے پناہ ٹھہرا ہے بدل دیا جائے جس طرح رب العزۃ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

شرکا بنفسہ کما سمعت من امامھم السحیق ان ذا شان یختص باللہ عزوجل وان لامدخل فیہ لمخلوق ومشیتہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایأتی بشیئ فلوکان یذھب مذھب ھٰؤلاء والعیاذ باللہ لجعل ذکر مشیتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شرکا مطلقًا سواء فیہ الواو وثم کما علمت وھو قد صرح بجواز ما شاء اللہ ثم شاء محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فتثبت ولا تزل ۱۲ منہ۔

تعالٰی علیہ وسلم کے لئے مشیت کے محض اثبات کو ہی شرک قرار دیتے ہیں جیسا تو ان کے ذلیل امام کی بات سُن چکا ہے کہ یہ خاص اللہ تعالٰی کی شان ہے اس میں کسی مخلوق کا کوئی دخل نہیں اور نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اگر ان بزرگوں کا نظریہ وہی ہوتا جو ان وہابیوں کا ہے تو العیاذ باللہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مشیت کے ذکر کو مطلقًا شرک قرار دیتے چاہے اس میں واؤ مذکور ہو یا ثمّ، جیسا کہ تُو جان چکا ہے حالانکہ انھوں نے تصریح فرمائی ہے کہ یوں کہنا جائز ہے "جو چاہے اللہ پھر چاہیں محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم" ثابت قدم رہ مت ڈگمگا۔ ۱۲ منہ (ت)

www.alahazratnetwork.org

جل جلالہٗ نے رَاعِنَا کہنے سے منع فرمایا تھا کہ یہود عنود اُسے اپنے مقصد مردود کا ذریعہ کرتے ہیں اور اس کی جگہ اُنظُرنَا کہنے کا ارشاد ہوا تھا ولہٰذا خواب میں کسی بندۂ صالح کو اعتراض کرتے نہ دیکھا کہ یوں تو بات فی نفسہٖ محلِ اعتراض نہ ٹھہرتی بلکہ خواب بھی دیکھا تو انھیں یہود ونصارٰی اس امام الوہابیہ کے خیالوں کو معترض دیکھا تاکہ ظاہر ہو کہ صرف ذہن دوزی مخالفان کی مصلحت داعی تبدیل لفظ ہے۔ اب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خطبہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یُوں نہ کہو کہ اللہ ورسول چاہیں تو کام ہوگا بلکہ یوں کہو کہ اللہ پھر اللہ کا رسول چاہے تو کام ہوگا۔ "پھر" کا لفظ کہنے سے وہ توہّم مساوات کہ ان وہابی خیال کے یہود ونصارٰی یا یوں کہئے کہ ان یہودی خیال کے وہابیوں کو گزرتا ہے باقی نہ رہے گا الحمد للہ علٰی تواتر اٰلائہ والصلٰوۃ والسلام علٰی انبیائہ (تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کیلئے ہیں اسکی مسلسل نعمتوں پر اور درود وسلام ہو اسکے نبیوں پر۔)

اہلِ انصاف ودین ملاحظہ فرمائیں کہ یہ تقریرِ منیر کہ فیضِ قدیر سے قلبِ فقیر پر القا ہوئی کیسی واضح ومستنیر ہے اُن احادیث کو ایک مسلسل سلک گوہریں میں منظوم کیا اور تمام مدارج مراتب مرتبہ بحمداللہ تعالٰی نورانی نقشہ کھینچ دیا۔ الحمدُ للہ کہ یہ حدیث فہمی ہم اہلسنت ہی کا حصہ ہے وہابیہ وغیرہم بدمذہبوں کو اس سے کیا علاقہ ہے، ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم، والحمد للہ رب العٰلمین (یہ اللہ تعالٰی کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے، اور سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔ ت)

غرض احادیثِ صحیحہ ثابتہ تو اس دروغ گو کو تابخانہ پہنچا رہی ہیں۔ رہی وہ روایت منقطعہ کہ اس نے ذکر کی اور یونہی روایت[عہ] اعتبار ام المؤمنین صدیقہ سے کہ یہود کے اعتراض پر فرمایا یوں نہ کہو بلکہ کہو ماشاء اللہ وحدہٗ۔ **اقول** اگر صحیح بھی ہو تو ہمیں مضر نہ اُسے مفید کہ واو سے احتراز کی دو صورتیں ہیں: تبدیلِ حرف جس کی طرف وہ احادیثِ صحیحہ ارشاد فرما رہی ہیں، اور راساً ترکِ عطف جس کا اس روایت میں ذکر آیا۔ ایک صورت دوسری کی نافی ومنافی نہیں، نہ ذاتی میں حصر عطائی کی نفی کرے، قال اللہ تعالٰی،

فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی[1]۔

تو تم نے انھیں قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے انھیں قتل کیا اور اے محبوب! وہ خاک تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔ (ت)

عہ ای کتاب الاعتبار للصاوی ۱۲

[1] القرآن الکریم ۸/ ۱۷

www.alahazratnetwork.org

اور جب بحمدہٖ تعالٰی ہم خود حدیث سے ماشاء اللہ ثم شاء فلان کی طرح ما شاء اللہ ثم شاء محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بھی اجازت دکھا چکے تو اب اصلاً ہمیں ان نکات و توجیہات کی حاجت نہ رہی جو شراح نے اس روایت منقطعہ اور اس حدیث مستقل میں بلحاظ ہر ایک نوع تغایر کے لحاظ سے ذکر کئے ہیں۔ شیخ محقق قدس سرہٗ نے یہاں یہ نکتہ ذکر فرمایا،

درینجا غایت بندگی و تواضع و توحید ست زیرا کہ آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم در غیر خود اسناد مشیت اگرچہ بطریق تاخر و تبعیت باشد تجویز کرد اما در حق خود باآں نیز راضی نشد بلکہ امر کرد باسناد مشیت بہ پروردگار تعالٰے تنہا بے توہم شرکت۔[1]

یہاں انتہائی بندگی، انکساری اور توحید ہے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے غیر کی طرف اسنادِ مشیت کو جائز قرار دیا اگرچہ بطور تاخر و تبعیت، لیکن اپنے لئے اس کی بھی اجازت دینے پر راضی نہ ہوئے بلکہ فقط پروردگارِ عالم کی طرف بے توہم شرکت مشیت کا اسناد کرنے کا حکم دیا۔ (ت)

اقول یہ توجیہ بھی شرک امام الوہابیہ کی کیفر چشانی کو بس ہے۔ سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے تواضعاً اپنی مشیت کا ذکر کرنے کو نہ فرمایا اوروں کے ذکر مشیت کی اجازت دی، اگر شرک ہو تو معاذ اللہ یہ ٹھہرے گی کہ حضور نے اپنی ذات کریم کو شریک خدا کرنے سے منع فرمایا اور زید و عمر کو شریک کر دینا جائز رکھا۔ علامہ طیبی نے ایک اور توجیہ لطیف و دقیق کی طرف اشارہ کیا کہ،

انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رأس الموحدین ومشیئتہ مغمورۃ فی مشیئۃ اللہ تعالٰی ومضمحلۃ فیہا۔[2]

نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم سردارِ موحدین ہیں اور حضور کی مشیت اللہ عزوجل کی مشیت میں مستغرق و گم ہے۔

اقول تقریر اس اشارہ لطیفہ کی یہ ہے کہ عطف واؤ سے ہو خواہ ثُمّ خواہ کسی حرف سے، معطوف و معطوف علیہ میں مغایرت چاہتا ہے بلکہ ثُمّ بوجہ افادہ فصل و تراخی زیادہ مفید مغایرت ہے اور سید الموحدین صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اپنے لئے کوئی مشیت جداگانہ اپنے رب عزوجل کی مشیت سے رکھی ہی نہیں اُن کی مشیت بعینہٖ خدا کی مشیت ہے اور مشیتِ خدا بعینہٖ اُن کی مشیت،

---

[1] اشعۃ اللمعات کتاب الادب باب الاسامی الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۵۳

[2] الکاشف عن حقائق السنن شرح الطیبی علی المشکوٰۃ کتاب الادب حدیث ۴۷۷۹ ادارۃ القرآن کراچی ۹/۶۹

www.alahazratnetwork.org

اور عطف کرکے کہتے تو دُوئی بھی جائے گی کہ اللہ کی مشیئت اور ہے اور رسول کی مشیئت اور، لہذا یہاں عطف کے لئے ارشاد نہ فرمایا فقط مشیئت اللہ وحدہ کا ذکر بتایا کہ اس میں خود ہی مشیئۃ الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم کا ذکر آجائے گا جل جلالہٗ و صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلّم۔

ھٰکذا ینبغی ان یفھم ھذا المقام وبہ یندفع ما اورد علیہ القاری من النقض بان مشیئۃ غیرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایضا مضمحلۃ فی مشیئۃ اللہ تعالٰی سبحانہ اھ[1]۔

اس مقام پر اسی طرح سمجھنا چاہئے اور اس سے ملّا علی قاری علیہ الرحمہ کا وارد کردہ اعتراض بھی مندفع ہوگیا کہ نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے غیر کی مشیئت بھی تو اللہ تعالٰی سبحانہٗ کی مشیئت میں گم ہے اھ۔

اقول فلم یفرق بین الاضمحلال الاضطراری الحاصل لکل الخلق والاختیاری المختص بخلص عباد اللہ المتان فیہ وفی کل صفۃ الٰھیۃ من بینھم سیدھم نبیھم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واعترض علیہ ایضا بانہ لایفید جواز الاتیان بالواو اھ[2]۔

اقول (میں کہتا ہوں) کہ اضمحلال (مستغرق اور گم ہونا) دو قسم ہے (۱) اضطراری یہ تمام مخلوق کے لئے ثابت ہے (۲) اختیاری یہ اللہ تعالٰی کے مخصوص بندوں کے ساتھ ہے جو صفت مشیئت اور اللہ تعالٰی کی ہر صفت میں امتیاز رکھتے ہیں، ان کے سردار ان کے نبی ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، ملا علی قاری نے علامہ طیبی کی تقریر پر یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ ان کے جواب سے "واو" کے استعمال کا جواب ثابت نہیں ہوتا اھ۔

اقول ماکان مساق کلام الطیبی لاثبات جواز الاتیان بالواو حتی یکون عدم افادتہ نقصا فی مرامہ انما اراد ابداء نکتۃ الفرق

اقول علامہ طیبی نے اپنا کلام "واو" کے استعمال کو جائز ثابت کرنے کے لئے نہیں چلایا تھا، یہاں تک کہ اگر ان کا کلام اس مقصد کا فائدہ نہ دے سکے تو ان کے مقصد میں نقص لازم آئے، بلکہ ان کا

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] مرقاۃ المفاتیح کتاب الادب باب الاسامی الفصل الثانی تحت الحدیث ۴۷۷۸ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۵۳۳

[2] " " " " " " " " " " " "

بین مشیئتہ و مشیئۃ غیرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حیث ذکر الاولٰی بثم وطوی ذکر ھٰذہ رأسًا وھذا مستفادٌ من کلامہٖ ما بین وجہٖ کما سمعت منّا تقریرہٗ فلا ادری ما المراد بہذا الایراد ثم افادہ وجہ اٰخر للفرق فقال ماسبق من قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولٰکن قولوا ما شاء اللہ ثم شاء فلانٌ لمجرد الرخصۃ ولو قال ھُنا قولوا ما شاء اللہ ثم شاء محمدٌ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لکان امرٌ وجوبٌ او ندبٌ ولیس الامر کذٰلک اھ[1]۔

اقول کانہ یستنبط من ترک لفظۃ لٰکن ھُنا فانہ یکون حینئذٍ امرًا مقصودًا واقلّہ الندب بخلاف الاول فانہ استدراک علی النھی فیفید مجرد الرخصۃ ھٰذا ما ظھر لی فی تقریر مرامہ وانت تعلم انہ یرجع الفرق علٰی ھذا الٰی جہۃ العبارۃ فلو ذکر ھٰھنا لٰکن لساغ ان یذکر العطف بثم

مقصد تو یہ تھا کہ وہ نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اور دوسروں کی مشیت میں فرق ظاہر کریں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فلاں کی مشیت کا ذکر لفظ "ثُمّ" کے ساتھ کردیا لیکن اپنی مشیت کا ذکر نہیں فرمایا۔ یہ فرق اُن کے ایک وجہ کے بیان سے مستفاد ہے جیسا کہ آپ ہم سے اس کی تقریر سُن چکے ہیں، مجھے معلوم نہیں ہوسکا کہ اس اعتراض سے ان کا مقصد کیا ہے۔ پھر فرق کی ایک اور وجہ بیان کرتے ہوئے مُلّا علی قاری فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جو فرمان گزر چکا ہے "لیکن کہو جو چاہے اللہ تعالٰی پھر چاہے فلاں" یہ محض رخصت کیلئے ہے اور اگر اس جگہ یوں فرماتے "کہو جو چاہے اللہ پھر چاہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم" تو یہ امر وجوب یا استحباب کے لئے ہوتا، حالانکہ ایسا نہیں ہے اھ۔

اقول دوسرے ارشاد میں لفظ "لکن" مذکور نہیں ہے۔ گویا کہ مُلّا علی قاری اس سے اس بات کا استنباط کرتے ہیں کہ اس صورت میں امر مقصود ہوگا جو کم از کم استحباب کے لئے ہوتا ہے برخلاف پہلے ارشاد کے کہ وہاں نہی کے بعد لفظ "لکن" استدراک کیلئے ہے اس لئے محض رخصت کا فائدہ دے گا۔ یہ وہ بات ہے جو انکے مقصد کی وضاحت کیلئے مجھے ظاہر ہوتی ہے۔ قارئین کرام! آپ جانتے ہیں کہ اس تقریر کے مطابق فرق عبارت

---

[1] مرقاۃ المفاتیح کتاب الادب باب الاسامی الفصل الثانی تحت الحدیث ٤٧٧٩ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ٨/٥٢٣

ولو ترکہا ثمہ لقال قولوا ما شاء اللہ وحدہٗ ثم قال مع المشیئۃ المسندۃ الٰی فلان انما ھی مشیئۃ جزئیۃ لایجوز حملہا علی المشیئۃ الکلیۃ کما رمزنا الیہ فیما سبق من الکلام[1] اھ۔

ذکر کیا جاتا تو "ثم" کے ساتھ عطف جائز ہوتا اور اگر اس جگہ لفظ "لکن" ترک کر دیا جاتا تو فرماتے کہ کہو ماشاء اللہ وحدہٗ" پھر علامہ قاری نے فرمایا کہ فلاں کی طرف جس مشیت کی نسبت کی گئی ہے وہ مشیتِ جزئیہ ہے اسے مشیتِ کلیہ پر محمول کرنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ ہم کلامِ سابق اسکی طرف اشارہ کرچکے ہیں اھ۔

اقول ھٰذا شیئٌ متجافٍ عن البحث ومشیئۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایضا لاتحیط بجمیع مرادات اللہ تعالٰی سبحٰنہ ھٰذا قد کان افادۃ العلامۃ الطیبی وجہا رابعا وھو انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ھذا ای قولوا ماشاء اللہ وحدہ دفعا لمظنۃ التہمۃ قولہم ماشاء اللہ و شاء محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تعظیما لہ وریاء او سمعۃ[2] اھ۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہ بحث سے علیحدہ چیز ہے، نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مشیت بھی اللہ تعالٰی کی تمام مرادوں کا احاطہ نہیں کرتی۔ اسکو یاد کرلو۔ علامہ طیبی نے ایک چوتھی وجہ بھی بیان کی تھی اور وہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ "کہو ماشاء اللہ وحدہٗ" اس لئے کہ اگر صحابہ کرام یوں کہتے "ماشاء اللہ وشاء محمد" تو اس میں آپ کی عظمت کے بطور ریاء وسُمعہ اظہار کے وہم کا گمان ہوتا، اس وہم کو دور کرنے کے لئے فرمایا کہ کہو "ماشاء اللہ وحدہ۔"

اقول ای والمظنۃ بحالہا فی ذکر اسمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولو بثم فعدل الٰی ذکر اللہ تعالٰی وحدہ ولیس یرید ان المظنۃ نشأت

اقول نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک لفظ "ثم" کے ساتھ بھی ذکر کیا جاتا تب بھی وُہ وہم برقرار رہتا، اس لئے وہاں بھی صرف اللہ تعالٰی کا ذکر ہونا چاہئے تھا، ان کا مقصد یہ نہیں ہے کہ وہم لفظ "واو" کی وجہ

---

[1] مرقاۃ المفاتیح کتاب الادب باب الاسامی الفصل الثانی تحت الحدیث ۴۷۷۸ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۵۳۳

[2] الکاشف عن حقائق السنن (شرح الطیبی علی المشکوۃ) ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ادارۃ القرآن کراچی ۹/ ۹۷

www.alahazratnetwork.org

منَ الواوُ اذلواراده لہ یصلح ماذکرہ وجھاللفرق بذکر مشیئۃ غیرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بثم لامشیئۃ ھوفان المحذور علٰی ھذا ان کان ففی الواوُ لا فی ثم و فیھا الکلام فارادۃ ھذا اخروج عن اصل المرام ھٰذا تقریر کلامہ علٰی ماظھرلی۔

سے پیدا ہوا ہے، اگر یہ ان کا مقصد ہوتا تو جو کچھ انھوں نے بیان کیا ہے وہ وجہِ فرق نہیں بن سکتا، یعنی "ثم" کے بعد غیر کی مشیت کا ذکر کیا جاسکتا ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مشیت کا ذکر نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس تقریر کے مطابق اگر خرابی لازم آتی ہے تو "واو" میں ہے نہ کہ "ثم" میں، حالانکہ گفتگو "ثم" ہی میں ہے۔ لہذا یہ مطلب مراد لینے سے اصل مقصد سے خارج ہونا لازم آئے گا، یہ ان کے کلام کی تقریر ہے جو میری سمجھ میں آئی ہے۔

اقول وھوارؤوا الوجوہ عندی وکیف یظن ان یظن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بصحابتہ فی ذکرنفسہ السمعۃ والریاء وحاشاہ وحاشاھم عن ذٰلک واحسن الوجوہ ماذکرنا سابقا عن الطیبی وماقدمنا عن الشیخ المحقق مع ان کل ذٰلک مستغنی عنہ کما علمت وقد اشار الیہ القاری ایضا اذ قال اصل السؤال مدفوع لانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

اقول (میں کہتا ہوں کہ) میرے نزدیک یہ سب سے کمزور وجہ ہے۔ اس گمان کا کیا جواز ہے کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنا ذکر فرمادیں تو آپ کو اپنے صحابہ کے بارے میں یہ گمان ہو کہ انھیں ریاء اور سمعہ کا وہم ہوگا۔ یہ گمان نہ تو نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لائق ہے اور نہ ہی صحابہ کرام کے۔ سب سے بہتر وجہ وہ ہے جو ہم علامہ طیبی اور شیخ محقق کے حوالے سے بیان کرچکے ہیں، اگرچہ ان توجیہات کی ضرورت نہیں ہے، جیسا کہ آپ جان چکے ہیں، اور ملا علی قاری نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے، انھوں نے فرمایا کہ اصل سوال (باقی برصفحہ آئندہ)

عہ کما توھم الفاضل الرادفقاہ بما قد علمت بطلانہ بدلائل قاھرۃ لاقبل لاحد بھا نزعامنہ ان الواوُ نص فی التسویۃ لامجرد مظنۃ تہمۃ وباللہ العصمۃ ۱۲ منہ

جیسا کہ رد کرنے والے فاضل (ملا علی قاری) نے وہم کیا ہے کہ واو میں محض تہمت کا گمان نہیں ہے بلکہ وہ برابری میں نص ہے۔ اور آپ ان کے وہم کا ناقابلِ تردید وجوہ سے باطل ہونا جان چکے ہیں اور عصمت اللہ تعالٰی ہی کی طرف سے ہے (ت)

www.alahazratnetwork.org

داخل فی عموم فلان فیجوز ان یقال ماشاء اللّٰه ثم ماشاء محمد صلی اللّٰه تعالٰی علیہ وسلم ولایجوز ان یقال ما شاء اللّٰه و شاء محمد صلی اللّٰه تعالٰی علیہ وسلم اھ[1]۔

مندفع ہے، کیونکہ نبی کریم صلے اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فلانٌ کے عموم میں داخل ہیں، اس لئے "ما شاء اللّٰه ثم ماشاء محمد صلی اللّٰه تعالٰی علیہ وسلم" کہنا جائز ہے اور "ماشاء اللّٰه و شاء محمد صلی اللّٰه تعالٰی علیہ وسلم" کہنا جائز نہیں ہے۔

اقول ولواستحضر حدیث ابن ماجۃ لم یحتج الی عموم فلان کما ان السائل لواستظھر لما سائل کما ان المجیبین لوتذکروہ لما ذھبوا الی ھنا وھنا فسبحان من لایعزب عنہ شیئ۔

اقول (میں کہتا ہوں) اگر ملّا علی قاری کو ابن ماجہ کی حدیث مستحضر ہوتی تو انھیں فلانٌ کے عموم کی حاجت نہ ہوتی اور یہ حدیث سائل کے پیشِ نظر ہوتی تو وہ سوال ہی نہ کرتا اور جواب دینے والے حضرات کو یاد ہوتی تو انھیں طرح طرح کی توجیہوں کی ضرورت نہ پڑتی۔ پاک ہے وہ ذات جس سے کوئی چیز مخفی نہیں رہتی (ت)

الحمدُ للّٰه! یہ وصل مبارک کہ اعظم مقصد کتاب تھا بروجہ احسن واجمل اختتام کو پہنچا اور ہنوز اس کی ابحاث میں رَدِّ وہابیّت کا بہت کلام باقی جس کا بعض ان شاء اللّٰه العزیز خاتمہ کتاب میں مذکور ہوگا، یہاں تک اس باب میں وجہ دوم پر بعد و اسم پاک جامع ایک سو چودہ[114] حدیثیں متعلق بذاتِ اقدس حضور اکرم صلے اللّٰہ تعالٰے علیہ وسلم مذکور ہوئیں اور بعض آئندہ آتی ہیں اور پچاس حدیثیں کہ ہم نے شمار کرکے شمار نہ کیں علاوہ ہم ابنائے زماں میں کسل و تقاعد ہے، لہٰذا بخوفِ ملالت زیادہ اطالت نہ کیجئے اور بتوفیقہ تعالٰے بقیہ وصلوں کے وصل سے راحت و برکت لیجئے وباللّٰہ التوفیق۔

وصل دوم

احادیث متعلقہ بحضرات انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء

حدیث ۱۷۵: طبرانی معجم اوسط اور خرائطی مکارم الاخلاق میں امیر المؤمنین مولا علی کرم اللّٰہ تعالٰے وجہہ الکریم سے راوی رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ تعالٰے علیہ وسلم سے جب کوئی شخص سوال کرتا اگر حضور کو منظور ہوتا نَعَمْ فرماتے یعنی اچھا، اور نہ منظور ہوتا تو خاموش رہتے، کسی چیز کو لا یعنی نہ نہ فرماتے۔

---

[1] مرقاۃ المفاتیح کتاب الآداب باب الاسامی الفصل الثانی تحت الحدیث ۴۷۷۹ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/۵۳۳

www.alahazratnetwork.org

ایک روز ایک اعرابی نے حاضر ہو کر سوال کیا حضور خاموش رہے، پھر سوال کیا سکوت فرمایا، پھر سوال کیا اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جھڑکنے کے انداز سے فرمایا، سل ماشئت یا اعرابی! اے اعرابی! جو تیرا جی چاہے ہم سے مانگ۔ مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ فرماتے ہیں، فغبطناہُ فقلنا الاٰن یسأل الجنۃ یہ حال دیکھ کر (کہ حضور خلیفۃ اللہ الاعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمادیا ہے جو دل میں آئے مانگ لے) ہمیں اُس اعرابی پر رشک آیا ہم نے اپنے جی میں کہا اب یہ حضور سے جنت مانگے گا اعرابی نے کہا تو کیا کہا کہ میں حضور سے سواری کا ایک اونٹ مانگتا ہوں۔ فرمایا: عطا ہوا۔ عرض کی، حضور سے زادِ راہ مانگتا ہوں۔ فرمایا: عطا ہوا۔ ہمیں اُس کے ان سوالوں پر تعجب آیا۔ سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کتنا فرق ہے اس اعرابی کی مانگ اور بنی اسرائیل کی ایک پیرزن کے سوال میں۔ پھر حضور نے اس کا ذکر ارشاد فرمایا کہ جب موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دریا میں اُترنے کا حکم ہوا کنارِ دریا تک پہنچے سواری کے جانوروں کے منہ اللہ عزوجل نے پھیر دئے کہ خود بخود واپس پلٹ آئے، موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی، الٰہی! یہ کیا حال ہے؟ ارشاد ہوا، تم قبرِ یوسف (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے پاس ہو ان کا جسم مبارک اپنے ساتھ لے لو۔ حضرت موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبر کا پتہ معلوم نہ تھا فرمایا: اگر تم میں کوئی جانتا ہو تو شاید بنی اسرائیل کی پیرزن کو معلوم ہو، اس کے پاس آدمی بھیجا کہ تجھے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر معلوم ہے؟ کہا: ہاں۔ فرمایا: تو مجھے بتادے۔ عرض کی، لا واللہ حتّٰی تعطینی ما اسئلك خدا کی قسم میں نہ بتاؤں گی یہاں تک کہ میں جو کچھ آپ سے مانگوں آپ مجھے عطا فرمادیں۔ فرمایا: ذٰلك لكِ تیری عرض قبول ہے۔ قالت فانی اسئلك ان اکون معك فی الدرجۃ التی تکون فیہا فی الجنۃ پیرزن نے عرض کی، تو میں حضور سے یہ مانگتی ہوں کہ جنت میں آپ کے ساتھ ہوں اُس درجے میں جس درجے میں آپ ہوں گے۔ قال سلی الجنۃ موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، جنت مانگ لے، یعنی تجھے یہی کافی ہے اتنا بڑا سوال نہ کر۔ قالت لا واللہ الّا ان اکون معك پیرزن نے کہا، خدا کی قسم میں نہ مانوں گی مگر یہی کہ آپ کے ساتھ ہوں۔ فجعل موسٰی یردّدھا فاوحی اللہ ان اعطہا ذٰلك فانہٗ لن ینقصك شیئًا فاعطاھا موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام اُس سے یہی رَدّ و بدل کرتے رہے اللہ عزوجل نے وحی بھیجی موسٰی! وہ جو مانگ رہی ہے تم اُسے وہی عطا کردو کہ اس میں تمہارا کچھ نقصان نہیں، موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنت میں اُسے اپنی رفاقت عطا فرمادی، اُس نے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر بتادی،

www.alahazratnetwork.org

موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نعش مبارک کو ساتھ لے کر دریا سے عبور فرما گئے۔[1]

اقول وباللہ التوفیق، بحمدہٖ تعالٰی اس حدیثِ نفیس کا ایک ایک حرف جانِ وہابیت پر کوکبِ شہابی ہے۔

اوّلاً حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اعرابی سے ارشاد کہ "جو جی میں آئے مانگ لے" حدیثِ ربیعہ رضی اللہ تعالٰی عنہ میں تو اطلاق ہی تھا جس سے علمائے کرام نے عموم مستفاد کیا یہاں صراحۃً خود ارشادِ اقدس میں عموم موجود کہ جو دل میں آئے مانگ لے ہم سب کچھ عطا فرمانے کا اختیار رکھتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وبارك علیہ وعلٰی اٰلہ قدر جودہٖ ونوالہ ونعمہ وافضالہ (اللہ تعالٰی درود وسلام اور برکت نازل فرمائے آپ پر اور آپ کی آل پر آپ کے جود وسخا اور انعام و اکرام کے مطابق۔ت)

ثانیاً یہ ارشاد سن کر مولٰی علی وغیرہ صحابہ حاضرین رضی اللہ تعالٰی عنہم کا غبطہ کہ کاش یہ عام انعام کا ارشاد اکرام ہمیں نصیب ہوتا حضور تو اُسے اختیار عطا فرما ہی چکے اب یہ حضور سے جنت مانگے گا۔ معلوم ہُوا کہ بحمداللہ تعالٰی صحابہ کرام کا یہی اعتقاد تھا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ہاتھ اللہ عزوجل کے تمام خزائنِ رحمت دُنیا و آخرت کی ہر نعمت پر پہنچا ہے یہاں تک کہ سب سے اعلٰی نعمت یعنی جنت جسے چاہیں بخش دیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ثالثاً خود حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اُس وقت اُس اعرابی کے قصورِ ہمت پر تعجب کہ ہم نے اختیارِ عام دیا اور ہم سے حطام دنیا مانگنے بیٹھا پیرزنِ اسرائیلیہ کی طرح جنت نہ صرف جنت بلکہ جنت میں اعلٰے سے اعلٰے درجہ مانگتا تو ہم زبان دے ہی چکے تھے اور سب کچھ ہمارے ہاتھ میں ہے وہی اُسے عطا فرما دیتے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

رابعاً اُن بڑی بی پر اللہ عزوجل کی بے شمار رحمتیں بھلا اُنھوں نے موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدائی کارخانہ کا مختار جان کر جنت اور جنت میں بھی ایسے اعلٰے درجے عطا کر دینے پر قادر مان کر شرک کیا تو موسٰی کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو کیا ہوا کہ با آں شان غضب وجلال اُس شرک پر انکار نہیں فرماتے اُس بے سوال پر کیوں نہیں کہتے کہ میں نے جو اقرار کیا تھا تو اُن چیزوں کا جو

---

[1] کنز العمال بحوالہ طس والخرائطی حدیث ۳۴۰۸۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۶۱۵-۶۱۶
المعجم الاوسط عن علی رضی اللہ عنہ ؍؍ ۷۷۶۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۸/ ۳۷۶ و ۳۷۷

www.alahazratnetwork.org

اپنے اختیار کی ہوں بھلا جنت اور جنت کا بھی ایسا درجہ یہ خدا کے گھر کے معاملے ہیں ان میں میرا کیا اختیار تو نے نہیں سنا کہ وہابیہ کے امام شہید اپنے قرآن جدید نام کے تقویۃ الایمان اور حقیقت کے بکلمات کفر و کفران میں فرمائیں گے کہ:

"انبیاء میں اس بات کی کچھ بڑائی نہیں کہ اللہ نے انھیں عالم میں تصرف کی کچھ قدرت دی ہو"۔[1]

میں تو میں مجھ سے اور تمام جہان سے افضل محمد رسول اللہ خاتم المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت اُن کی وحی باطنی میں اُترے گا کہ:

"جس کا نام محمد ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں"۔[2]

خود انھیں کے نام سے بیان کیا جائے گا کہ:

"میری قدرت کا حال تو یہ ہے کہ اپنی جان تک کے بھی نفع و نقصان کا مالک نہیں تو دُوسرے کا کیا کرسکوں"۔[3]

نیز کہا جائے گا:

"پیغمبر نے سب کو اپنی بیٹی تک کو کھول کر سنا دیا کہ قرابت کا حق ادا کرنا اُسی چیز میں ہوسکتا ہے کہ اپنے اختیار میں ہو سو یہ میرا مال موجود ہے اس میں مجھ کو کچھ بخل نہیں اور اللہ کے یہاں کا معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے وہاں میں کسی کی حمایت نہیں کرسکتا اور کسی کا وکیل نہیں بن سکتا سو وہاں کا معاملہ ہر کوئی اپنا اپنا درست کرلے اور دوزخ سے بچنے کی ہر کوئی تدبیر کرے"۔[4]

بڑی بی! کیا تم سٹھ گئی ہو، دیکھو تقویۃ الایمان کیا کہہ رہی ہے کہ رسول بھی کون، محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اور معاملہ بھی کس کا، خود اُن کے جگر پارے کا۔ اور وُہ بھی کتنا کہ دوزخ سے بچالینا اُس کا تو انھیں خود اپنی صاحبزادی کے لیے کچھ اختیار نہیں وہ اللہ کے یہاں کچھ کام نہیں آسکتے تو کہاں وُہ

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثانی مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۷
[2] " الفصل الرابع " " " " " " ۲۸
[3] " الفصل الثانی " " " " " " ۱۷
[4] " الفصل الثالث " " " " " " ۲۵

www.alahazratnetwork.org

اور کہاں میں، کہاں اُن کی صاحبزادی اور کہاں تم، کہاں صرف دوزخ سے نجات اور کہاں جنت، اور جنت کا بھی ایسا اعلیٰ درجہ بخش دینا۔ بھلا بڑی بی! تم مجھے خدا بنا رہی ہو، پہلے تمہارے لئے کچھ اُمید ہو بھی سکتی تو اب تو شرک کرکے تم نے جنت اپنے اوپر حرام کرلی۔ افسوس کہ موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کچھ نہ فرمایا، اُس بھاری شرک پر اصلاً انکار نہ کیا۔

خامساً انکار درکنار اور رجسٹری کردی الجنۃ اپنی لیاقت سے بڑھ کر تمنا نہ کرو ہم سے جنت مانگ لو ہم وعدہ فرماچکے ہیں عطا کردیں گے تمہیں یہی بہت ہے ـــــــ افسوس موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا شکایت کہ امام الوہابیہ اگرچہ یہودی خیالات کا آدمی ہے جیسا کہ ابھی آخر وصلِ اول میں ثابت ہوچکا ہے مگر اپنے آپ کو کہتا تو محمدی ہے، خود محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کے جدید قرآن تقویۃ الایمان کو جہنم پہنچایا۔ ربیعہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور سے جنت کا سب سے اعلیٰ درجہ مانگا، اس عظیم سوال کے صریح شرک پر انکار نہ فرمایا بلکہ صراحۃً عطا فرمادینے کو متوقع کردیا اب اگر وہ جل جل کر اُن کی توہین نہ کرے اُن کا نام سوسو گستاخیوں سے نہ لے تو اور کیا کرے بیچارہ کلیم کا مردود حبیب کا مارا اپنے جلے دل کے پھپھولے بھی نہ پھوڑے، مثل مشہور ہے کسی کا ہاتھ چلے کسی کی زبان۔

وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین و لکن المنٰفقین لایعلمون[1] ۔ اور عزت اللہ کے لئے اور اس کے رسول کیلئے اور مومنین کے لئے، لیکن منافقین نہیں جانتے (ت)

سادساً سب فیصلوں کی انتہا خدا پر ہوتی ہے، کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے امام الوہابیہ سے یہ زکھائی برتی تو اُسے جانے عذر تھی کہ موسیٰ بدین خود ماد بن خود حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تقویۃ الایمان کی یہ صریح تذلیل و تضلیل فرمائی تو اُسے آنسو پونچھنے کو جگہ تھی کہ وہ نبی اُمّی ہیں پڑھے لکھے نہیں کہ تقویۃ الایمان پڑھ لیتے ان احکامِ جدیدہ سے آگاہ ہوتے مگر پورا قہر تو خدا نے توڑا کہ بڑی بی کے شرک اور موسیٰ کے اقرار کو خوب مسجّل و مکمّل فرمادیا۔ وحی آئی تو کیا آئی کہ اَعْطِھَا ذٰلِکَ موسیٰ! یہ جو مانگ رہی ہے تم اسے عطا کرہی دو اس بخشش فرمانے میں تمہارا کیا نقصان ہے۔ وا دری قسمت یہ اوپر کا حکم تو سب سے تیز رہا، یہ نہیں فرمایا جاتا کہ موسیٰ! تم ہو کون بڑھ بڑھ کر باتیں مارنے والے، ہمارے یہاں کے معاملے کا ہمارے حبیب کو تو ذرہ بھر اختیار ہے ہی نہیں یہاں تک کہ خود اپنی صاحبزادی کو دوزخ

---

[1] القرآن الکریم ٦٣/٨

www.alahazratnetwork.org

سے نہیں بچا سکتے تم ایک بڑھیا کو جنت چھٹانے دیتے ہو اپنی گرمجوشی اظہار کرو، تقویۃ الایمان میں آچکا ہے کہ ہمارے یہاں کا معاملہ ہر شخص اپنا درست کرے بلکہ علی الرغم اُن کے یہ حکم آتا ہے کہ موسٰی! تم اسے جنت کا یہ عالی درجہ عطا کردو۔ اب کہئے یہ بیچارہ کس کا ہو کر رہے جس کے لئے توحید بڑھانے کو تمام انبیاء سے بگاڑی، دین وایمان پر دولتی جھاڑی، صاف کہہ دیا کہ،

"خدا کے سوا کسی کو نہ ماننا اوروں کو ماننا محض خبط ہے۔"[۲]

اُسی خدا نے یہ سلوک کیا اب وہ بیچارہ ازیں سو ماندہ و ز آں سو راندہ (نہ ادھر کا رہا نہ اُدھر کا۔ دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔ ت) سوا اس کے کیا کرے کہ اپنی اکلوتی چمر توحید کا ہاتھ پکڑ کر جنگل کو نکل جائے اور سر پر ہاتھ رکھ کر چلائے ؎

ما ز یاراں چشم یاری داشتیم — خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

(ہم نے دوستوں سے مدد کی امید رکھی، جو ہمارا گمان تھا وہ خود غلط تھا۔ ت)

مجھے امام الوہابیہ کے حال پر ایک حکایت یاد آئی اگرچہ میں ذکر احادیث میں ہوں مگر بمناسبتِ محل ایک آدھ لطیف بات کا ذکر خالی از لطف نہیں ہوتا جسے تحمیض کہتے ہیں اور یہ بھی سنّت سے ثابت ہے کما فی حدیث خرافۃ و ام زرع (جیسا کہ خرافہ اور ام زرع کی حدیث میں ہے۔ ت) میں نے ایک عالم سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو فرماتے سنا کہ رافضیوں کے کسی محلے میں چند غریب سُنّی رہتے تھے روافض کا زور تھا اُن کا مجتہد پچھلے پہر سے اذان دیتا اور اس میں کلمات ملعونہ بکتا اُن غریبوں کے قلب پر آرے چلتے، آخر برداشت کیا نہ کرتا، چار شخص مستعد ہوکر پہلے سے مسجد میں جا چھپے، وہ اپنے وقت پر آیا جبھی تبرا شروع کیا، اُن میں سے ایک صاحب برآمد ہوئے اور اُس بڈھے کو گرا کر دست ولکد ونعل سے خوب خدمت کی کہ میں ابوبکر ہوں تو مجھے بُرا کہتا ہے۔ آخر اس نے گھبرا کر کہا حضرت! میں آپ کو نہیں کہتا تھا میں نے تو عمر کو کہا تھا۔ دوسرے صاحب تشریف لائے اور مارتے مارتے بیدم کر دیا کہ میں ہی تجھے کہتا تھا، کہا: یا حضرت! توبہ ہے میں تو عثمان کو کہتا تھا۔ تیسرے صاحب آئے اور ایسی ہی تواضع فرمائی کہ میں ہی مجھے کہے گا۔ اب سخت گھبرایا بیتاب ہوکر چلایا کہ مولٰی دوڑیئے دشمن مجھے مارے ڈالتے ہیں۔ اس پر چوتھے حضرت ہاتھ

---

[۱] تقویۃ الایمان الفصل الاول مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۲

[۲] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ پہلا باب ″ ″ ″ ″ ″ ص ۵

www.alahazratnetwork.org

میں استراتے نمودار ہوئے اور ناک چڑھے اُڑا لی کہ مردک تو خدا کے محبوبوں اور ہمارے دین کے پیشواؤں کو بُرا کہے گا اور ہم سے مدد چاہے گا اب مؤذن صاحب درود کے مارے شرم وذلت سے گور کنارے کسی کونے میں سرک رہے ۔ مومنین آتے نمازیں پڑھتے اور کہتے جاتے ہیں آج قبلہ و کعبہ تشریف نہ لائے ۔ جناب قبلہ بولیں تو کیا بولیں ، جب اجالا ہوا ارے حضرت قبلہ تو یہ پڑے ہیں ، قبلہ ! خیر ہے ؟ (رو کر) خیر کیا ہے آج وہ تینوں دشمن آپڑے تھے مارتے مارتے کچومر نکال گئے تمہارا دیکھنا مقدر میں تھا کہ سانس باقی ہے ۔ قبلہ ! پھر آپ نے حضرت مولٰی کو کیوں نہ یاد فرمایا ؟ ۔ جب کئی بار یہی کہے گئے تو آخر جھنجھلا کر ناک پر سے رومال پھینک دیا کہ یہ کونک تو انھیں کے ہیں دشمن تو مار ہی کر چھوڑ گئے تھے انھوں نے تو جڑ سے پونچھ لی ۔

ما ز یاراں چشمِ یاری داشتیم خود غلط بود انچہ ما پنداشتیم[1]

(ہم نے دوستوں سے مدد کی امید رکھی ، جو ہم نے گمان کیا وہ خود غلط تھا ۔ ت)

واستغفروا اللہ العظیم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم ۔

سابعًا پچھلا فقرہ تو قیامت کا پہلا صور ہے فاعطاھا موسٰی علیہ الصلوۃ والسلام نے پیرزن کو وہ جنت عالیہ عطا فرمادی ۔ والحمد للہ رب العٰلمین ۔

مسلمانو ! دیکھا تم نے کہ اللہ اور اس کے مرسلین کرام علیہم الصلوۃ والسلام وہابیت کے شرک کا کیا کیا بُرا دن لگاتے ہیں کہ بیچارے کو اسفل السافلین میں بھی پناہ نہیں ملتی کذٰلک العذاب ولعذاب الاٰخرۃ اکبر لوکانوا یعلمون[2] (مار ایسی ہوتی ہے اور بیشک آخرت کی مار سب سے بڑی ، کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے ۔ ت)

حدیث ۱۷۶ : کہ حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ہوازن کی غنیمتیں حنین میں تقسیم فرمارہے تھے ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی : یا رسول اللہ ! حضور نے مجھ سے کچھ وعدہ فرمایا تھا ارشاد ہوا : صَدَقتَ فاحتکم ماشئت تُو نے سچ کہا اچھا جو جی میں آئے حکم لگا دے ۔ عرض کی ، اسّی دُنبے اور اُن کا چرانے والا غلام عطا ہو ۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا : یہ تجھے عطا ہُوا اور تُو نے بہت تھوڑی چیز مانگی ولصاحبۃ موسی التی دَلتہ علٰی

---

[1]

[2] القرآن الکریم ۶۸ / ۳۳

www.alahazratnetwork.org

عظام یوسف کانت افھم منك حین حکمہا موسٰی فقالت حکمی ان تردّ فی شابۃ وادخل معك الجنۃ اور بیشک موسٰی جس نے انھیں یوسف علیہم الصلوٰۃ والسلام کا تابوت بتایا تھا تجھ سے زیادہ دانشمند تھی جبکہ اسے موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اختیار دیا تھا کہ جو چاہے مانگ لے، اس نے کہا: میں قطعی طور پر یہی مانگتی ہوں کہ آپ میری جوانی واپس کردیں اور میں آپ کے ساتھ جنت میں جاؤں۔ یونہی ہوا کہ وہ ضعیفہ فوراً نوجوان ہوگئی اس کا حسن وجمال واپس آیا اور جنت میں بھی معیت کا وعدہ کلیم کریم نے عطا فرمایا۔ ابن حبّان والحاکم فی المستدرك[1] مع اختلاف عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ حاکم نے کہا، یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ یہاں جوانی بھی موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھیردی۔

حدیث ۱۷۷: کہ موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رب عزوجل نے وحی بھیجی:

یا موسٰی کن للفقراء کنزاً وللضعیف حصناً وللمستجیر غیثاً۔ ابن النجار[2] عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال اوحی اللہ تعالٰی الٰی موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام فذکرہ فی حدیث طویل۔

اے موسٰی! فقیروں کے لئے خزانہ ہوجا اور کمزور کے لئے قلعہ اور پناہ مانگنے والے کے لئے فریادرس۔ (ابن النجار نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے، فرمایا: اللہ تعالٰی نے موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی فرمائی پھر طویل حدیث میں اس کا ذکر کیا۔ ت)

وہابیہ کے طور پر اس حدیث کا حاصل یہ ہوگا کہ اے موسٰی! تُو خدا ہوجا کہ جب یہ خاص شانِ الوہیت ہیں اور ان باتوں میں بڑے چھوٹے سب برابر ہیں اور یکساں عاجز تو موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان باتوں کا حکم ضرور خدا بن جانے کا حکم ہے۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

---

[1] المستدرك للحاکم کتاب التفسیر سورۃ الشعراء دار الفکر بیروت ۲/ ۴۰۴
اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ ابن حبان والحاکم کتاب آفات اللسان الخ دار الفکر بیروت ۷/ ۵۰۹

[2] کنز العمال بحوالہ ابن النجار عن انس حدیث ۱۶۶۶۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۴۸۷

www.alahazratnetwork.org

حدیث ۱۷۸ و ۱۷۹: ترمذی وحاکم حضرت ابوہریرہ اور امام احمد و ابوداؤد طیالسی و ابن سعد و طبرانی و بیہقی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب حضرت عزت جل وعلا نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کیا ان کی پیٹھ کو مسح فرمایا جس قدر لوگ اُن کی نسل سے قیامت تک پیدا ہونے والے تھے سب ظاہر ہوگئے۔ رب عزوجل نے ہر ایک کی دونوں آنکھوں کے بیچ میں ایک نور چمکایا پھر انھیں آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پیش فرمایا۔ عرض کی: الٰہی! یہ کون ہیں؟ فرمایا: تیری اولاد ہیں۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن میں ایک مرد کو دیکھا اُن کی پیشانی کا نور انھیں بہت بھایا، عرض کی: الٰہی! یہ کون ہے؟ فرمایا: یہ تیری اولاد سے پچھلی اُمتوں میں ایک شخص داؤد نام ہے۔ عرض کی: الٰہی! اس کی عمر کتنی ہے؟ فرمایا: ساٹھ برس۔ عرض کی: الٰہی! اس کی عمر زیادہ فرما۔ رب جل وعلا نے فرمایا: لا الّا ان تزید انت من عمرک میں زیادہ نہ فرماؤں گا مگر یہ کہ تُو اپنی عمر سے اس کی عمر میں زیادت کردے (آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر کے ہزار برس تھے) عرض کی: تو میری عمر سے چالیس سال اس کی عمر میں بڑھادے۔ فرمایا: ایسا ہے تو لکھ لیا جائے گا اور مہر کرلیجائیگی اور پھر بدلے گا نہیں (نوشتہ لکھ کر ملائکہ کی گواہیاں کرالی گئیں) فلما انقضی عمر اٰدم الا اربعین جاءہ ملک الموت فقال اٰدم اولم یبق من عمری اربعون سنۃ قال اولم تعطھا ابنک داؤد جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر سے صرف چالیس برس باقی رہے یعنی نوسو ساٹھ برس گزر گئے ملک الموت علیہ الصلوٰۃ والسلام اُن کے پاس آئے۔ فرمایا: کیا میری عمر سے ابھی چالیس سال باقی نہیں؟ کہا: کیا آپ اپنے بیٹے داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہ دے چکے (پھر اللہ عزوجل نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ہزار اور داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے سو برس پورے کردیے) ھذا حدیث ابی ھریرۃ الا ما بین الخطین

۱؎ سنن الترمذی کتاب التفسیر سورۃ الاعراف حدیث ۳۰۸۷ دارالفکر بیروت ۵/ ۵۳
المستدرک للحاکم کتاب الایمان قصہ خلق آدم علیہ السلام " " " ۱/ ۶۴
السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الشہادات باب الاختیار فی الاشہاد دارصادر بیروت ۱۰/ ۱۴۶
مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۵۱ و ۲۵۲

(باقی برصفحہ آئندہ)

www.alahazratnetwork.org

فمن حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم (یہ حدیث ابوہریرہ ہے مگر قوسین کے درمیان حدیث ابن عباس ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ ت)

ان حدیثوں کا ارشاد ہے کہ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عمر عطا فرمائی۔

حدیث ۱۸۰: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اذا ضلّ احدکم شیئًا واراد عونًا وھو بارض لیس بھا انیس فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی، فان للہ عبادًا لا یراھم۔

جب تم میں کسی کی کوئی چیز گم جائے اور مدد مانگنی چاہے اور ایسی جگہ ہو جہاں کوئی ہمدم نہیں تو اُسے چاہئے یُوں پکارے: اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ اللہ تعالٰی کے کچھ بندے ہیں جنھیں یہ نہیں دیکھتا۔ وہ اس کی مدد کریں گے۔ والحمد للہ رب العالمین ۔

الطبرانی[1] عن عُتبۃ بن غزوان رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

(طبرانی نے عُتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۸۱: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: جب جنگل میں جانور چھوٹ جائے فلیناد یا عباد اللہ احبسوا تو یُوں ندا کرے: اے اللہ کے بندو! روک دو۔ عباد اللہ اسے روک دیں گے۔ ابن السنی[2] عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ (ابن السنی نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

المعجم الکبیر عن ابن عباس حدیث ۱۲۹۲۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۲/ ۲۱۴

مسند ابی داؤد الطیالسی " ۲۶۹۲ دار المعرفۃ بیروت الجزء الحادی عشر ص ۳۵۰

کنز العمال عن ابن عباس " ۱۵۱۵۱ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۶/ ۱۳۴ و ۱۳۵

الدر المنثور بحوالہ الطیالسی الخ تحت الآیۃ ۲/ ۲۸۲ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۱۱۶

الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر من ولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ دار صادر " ۱/ ۲۸ و ۲۹

[1] المعجم الکبیر عن عتبہ بن غزوان حدیث ۲۹۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/ ۱۱۷ و ۱۱۸

[2] عمل الیوم واللیلۃ حدیث ۵۰۸ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن ص ۱۳۶

www.alahazratnetwork.org

ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۸۲: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، یوں ندا کرے:

اعینونی یا عباد اللہ۔ ابن ابی شیبۃ[1] و البزار عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

میری مدد کرو اے اللہ کے بندو۔ (ابن ابی شیبہ اور بزار نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

یہ تینوں حدیثیں وہابیت کُش کہ تین صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی روایت سے آئیں، قدیم سے اکابر علمائے دین رحمہم اللہ تعالٰی کی مقبول و مجرب رہیں، اس مطلب جلیل کی قدرے تفصیل فقیر کا رسالہ انہار الانوار من یم صلوٰۃ الاسرار[ف] کہ نماز غوثیہ شریف کے فضل رفیع اور بغداد شریف کی طرف گیارہ قدم چلنے وغیرہ ایک ایک فعل کے بیان بدیع میں تصنیف کیا ملاحظہ ہو۔ ان حدیثوں اور حدیث اجل واعظم یامحمد انی توجھت بک الی ربی کی شوکت قاہرہ کے حضور وہابیہ کی حرکت مذبوحی کا حال خاتمۂ رسالہ میں عنقریب آتا ہے ان شاء اللہ تعالٰی۔

حدیث ۱۸۳: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من کنت ولیہ فعلی ولیہ۔ احمد[2] والنسائی والحاکم عن بریدۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔

جس کا میں مددگار و کارساز ہوں علی اس کا مددگار و کارساز ہے کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم۔ (احمد و نسائی و حاکم نے بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند صحیح روایت کیا۔ت)

---

[1] المصنف لابن ابی شبیۃ کتاب الدعاء حدیث ۲۹۷۱۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۹۲
البحر الزخار (مسند البزار) حدیث ۴۹۲۲ ۱۸۱/۱۱ و المعجم الکبیر حدیث ۲۹۰ ۱۷/ ۱۱۸
کشف الاستار عن زوائد البزار کتاب الاذکار حدیث ۳۱۲۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۳۴

[2] مسند احمد بن حنبل عن بریدۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۳۵۸ و ۳۶۱
المستدرک للحاکم کتاب قسم الفیئ من کنت ولیہ فان علیا ولیہ دار الفکر بیروت ۲/ ۱۳۰
الجامع الصغیر عن بریدۃ حدیث ۹۰۰۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۵۴۲

ف: رسالہ "انہار الانوار من یم صلوٰۃ الاسرار" فتاوٰی رضویہ جلد ہفتم مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور کے صفحہ ۵۶۹ پر مرقوم ہے۔

www.alahazratnetwork.org

علامہ مناوی نے شرح میں فرمایا: یدفع عنہ ما یکرہ[1] علی اس کے مددگار ہیں اس سے مکروہات وبلیات دفع فرماتے ہیں۔

اور شک نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر مسلمان کے ولی و والی ہیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

النبی اولٰی بالمؤمنین من انفسھم[2] نبی مسلمانوں کا زیادہ والی ہے ان کی جانوں سے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا اولٰی بالمؤمنین من انفسھم۔ احمد والبخاری ومسلم والنسائی وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[3] میں مسلمانوں کا اُن کی جانوں سے زیادہ والی ہوں۔ (احمد و بخاری ومسلم ونسائی وابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

علامہ مناوی شرح میں فرماتے ہیں:

لِاَنِّی الْخَلِیْفَۃُ الْاَکْبَرُ الْمُمِدُّ لِکُلِّ مَوْجُوْدٍ[4] اس لئے کہ میں اللہ عزوجل کا نائب اعظم اور تمام مخلوقِ الٰہی کا مدد رساں ہوں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث من کنت ولیہ الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۴۴۲

[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۶

[3] صحیح البخاری کتاب الکفالۃ باب جوار ابی بکر الصدیق فی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۰۸

کتاب النفقات ۲/ ۸۰۹ وکتاب الفرائض ۲/ ۹۹۷ و باب ابنی عم احدھما الخ ۲/ ۹۹۸

صحیح مسلم کتاب الفرائض فصل فی اداء الدین قبل الوصیۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۵

سنن النسائی کتاب الجنائز الصلوٰۃ علی من علیہ دین نور محمد کارخانہ کراچی ۱/ ۲۷۹

سنن ابن ماجۃ ابواب الصدقات التشدید فی الدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۶

مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۹۰ و ۴۵۳

[4] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث انا اولٰی بالمؤمنین الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۳۷۷

www.alahazratnetwork.org

ما من مؤمن الّا وانا اولٰی بہ فی الدنیا والاٰخرۃ اقرءوا ان شئتم النبی اولٰی بالمؤمنین من انفسھم فایما مؤمن مات وترک مالاً فلیرثہ عصبتہ من کانوا ومن ترک دینًا اوضیاعًا فلیأتنی فانا مولاہ۔ البخاری[1] ومسلم والترمذی عن ابی ھریرۃ وابوداؤد والترمذی عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

کوئی مسلمان ایسا نہیں کہ میں دُنیا اور آخرت میں سب سے زیادہ اُس کا والی نہ ہوں، تمھارے جی میں آئے تو یہ آیۂ کریمہ پڑھو کہ "نبی زیادہ والی ہے مسلمانوں کا اُن کی جانوں سے" تو جو مسلمان مرے اور ترکہ چھوڑے اس کے وارث اس کے عصبہ ہوں اور جو اپنے اوپر کوئی دَین یکس بے زر بچے چھوڑے وہ میری پناہ میں آئے کہ اس کا مولٰی میں ہوں صلی اللہ تعالٰی علیک وعلٰی آلک وبارک وسلّم۔ (بخاری و مسلم و ترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور ابوداؤد و ترمذی نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ ت)

امام عینی عمدۃ القاری میں زیرِ حدیث مذکور فرماتے ہیں: المولی الناصر[2] یہاں مولٰی بمعنی مددگار ہے۔

تو لاجرم بحکمِ حدیث مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ بھی ہر مسلمان کے ولی و مددگار و دافع بلا و مکروہات ہیں، والحمد للہ رب العٰلمین، اسی لئے شاہ صاحب نے فرمایا، حضرت

[1] صحیح البخاری کتاب فی الاستقراض واداء الدین باب الصلوٰۃ علٰی من ترک دینا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۲۳
کتاب التفسیر سورۃ الاحزاب " " " " ۲/ ۷۰۵
صحیح مسلم کتاب الفرائض فصل فی اداء الدین قبل الوصیۃ الخ " " " " ۲/ ۳۶
سنن الترمذی
سنن ابی داؤد کتاب الامارۃ باب فی ارزاق الذریۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۵۴
مسند احمد بن حنبل عن ابی ھریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۳۴ و ۳۳۵
شرح السنۃ کتاب الفرائض حدیث ۲۲۳۱ " " " " ۸/ ۳۳۴
سنن الکبرٰی للبیہقی باب العصبۃ ۶/ ۲۳۸ و کتاب النکاح ۷/ ۵۸ دار صادر بیروت
[2] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ الاحزاب تحت حدیث ۳۰۲/ ۴۷۸۱ بیروت ۱۹/ ۱۶۴

www.alahazratnetwork.org

آمیز ذریۂ طاہرہ اورا الخ۔[1]

اقول عموم حدیث میں حضرات خلفائے ثلٰثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم بھی داخل اور تخصیص کی اصلاً حاجت نہیں کہ ناصر کا منصور سے افضل ہونا کچھ ضرور نہیں، قال اللہ تعالٰی:

یَنْصُرُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ[2] — مہاجرین اللہ و رسول کی مدد کرتے ہیں۔

وقال تعالٰی:

فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰہُ وَ جِبْرِیْلُ۔[3] (الآیۃ) — نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مددگار اللہ ہے اور جبریل و ابوبکر و عمر و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

حدیث ۱۸۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ابنتی فاطمۃ حوراء اٰدمیۃ لم تحض ولم تطمث وانما سماھا فاطمۃ لان اللہ تعالٰی فطمھا ومحبیھا من النار۔ الخطیب[4] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ — میری صاحبزادی فاطمہ آدمیوں میں حور ہے کہ نجاستوں کے عارضے جو عورت کو ہوتے ہیں اُن سے پاک و منزہ ہے۔ اللہ عزوجل نے اس کا فاطمہ اس لئے نام رکھا کہ اُسے اور اس سے محبت رکھنے والوں کو آتشِ دوزخ سے آزاد فرمادیا۔ (خطیب نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

غلامانِ زہرا کو نار سے چھڑایا تو اللہ عزوجل نے مگر نام حضرت زہرا کا ہے فاطمہ چھڑانے والی آتشِ جہنم سے، نجات دینے والی۔ صلی اللہ تعالٰی علی ابیہا وعلیہا وبعلہا وابنیہا وبارک وسلم۔

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ باب ہفتم در امامت سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۱۴

[2] القرآن الکریم ۵۹/۸

[3] 〃 ۶۶/۴

[4] تاریخ بغداد ترجمہ غانم بن حمید ۶۷۷۲ دار الکتاب العربی بیروت ۱۲/۳۳۱
کنز العمال عن ابن عباس حدیث ۳۴۲۲۶ موسسۃ الرسالہ ۱۲/۱۰۹

www.alahazratnetwork.org

حدیث ۱۸۵:

إن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ دعا ام کلثوم بنت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہما وکانت تحتہ فوجدھا تبکی فقال ما یبکیك، فقالت یا امیر المؤمنین ھذا الیھودی یعنی کعب الاحبار یقول انك علی باب من ابواب جھنم فقال عمر ماشاء اللہ واللہ انی لارجو ان یکون ربی خلقنی سعیدا ثم ارسل الی کعب فدعاہ فلما جاءہ کعب قال یا امیر المؤمنین لا تعجل علی والذی نفسی بیدہ لا ینسلخ ذو الحجۃ حتی تدخل الجنۃ فقال عمر ای شیئ ھذا مرۃ فی الجنۃ مرۃ فی النار فقال یا امیر المؤمنین والذی نفسی بیدہ انا لنجدك فی کتاب اللہ عزوجل علی باب من ابواب جھنم تمنع الناس ان یقعوا فیھا فاذا مت

یعنی امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی زوجہ مقدسہ حضرت اُم کلثوم دختر امیر المومنین مولٰی علی و بتول زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہم کو بلایا انھیں روتے پایا سبب پوچھا، کہا یا امیر المومنین! یہ یہودی کعب احبار (رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ اجلّہ ائمہ تابعین وعلمائے کتابین و اعلم علمائے توراۃ سے ہیں پہلے یہودی تھے خلافتِ فاروقی میں مشرف باسلام ہوئے، شاہزادی کا اس وقت حالتِ غضب میں انھیں اس لفظ سے تعبیر فرمانا بربنائے نازک مزاجی تھا کہ لازمۂ شاہزادگی ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین) یہ کہتا ہے کہ آپ جہنم کے دروازوں سے ایک دروازے پر ہیں، امیر المومنین نے فرمایا جو خدا چاہے خدا کی قسم بیشک مجھے امید ہے کہ میرے رب نے مجھے سعید پیدا کیا ہو، پھر حضرت کعب کو بلا بھیجا، انھوں نے حاضر ہو کر عرض کی: امیر المومنین! مجھ پر جلدی نہ فرمائیں قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ذی الحجہ کا مہینہ ختم نہ ہونے پائے گا کہ آپ جنت میں تشریف لے جائیں گے۔ فرمایا: یہ کیا بات ہے کبھی جنت میں کبھی نار میں؟ عرض کی: یا امیر المومنین! قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آپ کو کتاب اللہ میں جہنم کے دروازوں سے ایک دروازے پر پاتے ہیں

www.alahazratnetwork.org

لم یزالوا یقتحمون فیہا الٰی یوم القیٰمۃ۔ ابن سعد[1] فی طبقاتہ وابوالقاسم بن بشران فی امالیہ عن الجارعی مولٰی عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

کہ آپ لوگوں کو جہنم میں گرنے سے روکے ہوئے ہیں جب آپ انتقال فرمائیں گے قیامت تک لوگ نار میں گرا کریں گے (وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ رب عمر الجلیل) — (ابن سعد نے اپنی طبقات میں اور ابوالقاسم بن بشران نے اپنی امالی میں حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے آزاد کردہ غلام سے روایت کیا ہے۔ت)

بھلا دوزخ میں گرنے سے بچانا دفع بلا کا ہے کو ہوا۔

حدیث ۱۸۶: معانی الآثار امام طحاوی میں ہے:

حدثنا ابن مرزوق ثنا ازھر السمان عن ابن عون عن محمد قال قال عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ: لنا رقاب الارض[2] یعنی امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: زمین کے مالک ہم ہیں۔

حدیث ۱۸۷:

بعث النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الٰی عثمان یستعینہ فی جیش العسرۃ فبعث الیہ عثمٰن بعشرۃ اٰلاف دینار[3] یعنی جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے لئے لشکر اسلام کو تیاری کا حکم دیا مسلمانوں پر بہت حالت تنگی وعسرت تھی اس باب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے استعانت فرمائی ان سے مدد چاہی، ذوالنورین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دس ہزار اشرفیاں حاضر کیں حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اے عثمٰن! اللہ تیری مغفرت فرمائے تیری چھپی اور ظاہر خطائیں اور آج سے قیامت تک جو کچھ تجھ سے واقع ہو سب کی مغفرت فرمائے۔ اس کے بعد عثمٰن کو کچھ پرواہ نہیں کوئی عمل کرے۔ ابن عدی والدارقطنی و

[1] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر استخلاف عمر رضی اللہ عنہ دار صادر بیروت ۳/ ۳۳۲
کنز العمال بحوالہ ابن سعد وابی القاسم بن بشران حدیث ۳۵۷۸۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۵۷۰ و ۵۷۱
[2] شرح معانی الآثار کتاب السیر باب احیاء الارض المیتۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۷۶
[3] کنز العمال بحوالہ عد، قط حدیث ۳۶۱۸۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۳۹

www.alahazratnetwork.org

ابونعیم فی فضائل الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم عن حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ تعالٰی عنھما (ابن عدی و دارقطنی و ابونعیم نے فضائلِ صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم میں حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

کیوں وہابی صاحبو! غیرِ خدا سے استعانت شرک تو نہیں، ایاک نستعین کے کیا معنے کہتے ہو۔

حدیث ۱۸۸: ایک مصری نے امیرالمومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر عرض کی:

یا امیرالمؤمنین عائذٌ بک من الظلم۔ امیرالمومنین! میں حضور کی پناہ لیتا ہوں ظلم سے۔

امیرالمومنین نے فرمایا:

عُذتَ معاذًا تونے سچی جائے پناہ کی پناہ لی۔

ہمارا مطلب تو حدیث کے اتنے ہی لفظوں سے ہوگیا، پناہ لینے والوں نے امیرالمومنین کی دُہائی دی اور امیرالمومنین نے اپنی بارگاہ کو سچی جائے پناہ فرمایا۔ مگر تتمۂ حدیث بھی ذکر کریں کہ اس میں امیرالمومنین کے کمال عدل کا ذکر ہے۔ عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ مصر پر امیرالمومنین کے صوبیدار تھے، یہ فریادی مصری عرض کرتا ہے کہ میں نے اُن کے صاحبزادے کے ساتھ دوڑ لگائی تھی میں آگے نکل گیا صاحبزادے نے مجھے کوڑے مارے اور کہا: میں دو معزز و کریم والدین کا بیٹا ہوں۔ اس کی فریاد پر امیرالمومنین نے فرمان نافذ فرمایا کہ عمرو بن عاص مع اپنے بیٹے کے حاضر ہوں، حاضر ہوئے۔ امیرالمومنین نے مصری کو حکم دیا: کوڑا لے اور مار۔ اس نے بدلہ لینا شروع کیا۔ اور امیرالمومنین فرماتے جاتے ہیں، مار دو لئیموں کے بیٹے کو۔ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں، خدا کی قسم جب اس فریادی نے مارنا شروع کیا ہمارا جی یہ چاہتا تھا کہ یہ مارے اور اپنا عوض لے۔ اس نے یہاں تک مارا کہ ہم تمنا کرنے لگے کاش! اپنا ہاتھ اٹھالے۔ جب مصری فارغ ہوا امیرالمومنین نے فرمایا: اب یہ کوڑا عمرو بن عاص کی چندیا پر رکھ (یعنی وہاں کے حاکم تھے انھوں نے کیوں نہ دادرسی کی، بیٹے کا کیوں لحاظ پاس کیا) مصری نے عرض کی، یا امیرالمومنین! ان کے بیٹے ہی نے مجھے مارا تھا اُس سے میں عوض لے چکا۔ امیرالمومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا:

www.alahazratnetwork.org

مذ کم تعبدتم الناس وقد ولدتهم امھاتھم احرارًا۔ | تم لوگوں نے بندگانِ خدا کو کب سے اپنا غلام بنالیا حالانکہ وہ ماں کے پیٹ سے آزاد پیدا ہوئے تھے۔

عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: یاامیر المومنین! نہ مجھے کوئی خبر ہوئی نہ یہ شخص میرے پاس فریادی آیا۔ ابن عبد الحکم عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ (ابن عبدالحکم نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۸۹: خلافتِ فاروقی رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ایک سال مدینہ میں قحط عظیم پڑا اس سال کا "عام الرمادہ" نام رکھا گیا یعنی ہلاک وتباہی جان ومال کا سال۔ امیر المومنین نے عمرو بن العاص کو مصر میں فرمان بھیجا:

یہ شقہ ہے بندہ خدا عمر امیر المومنین کی طرف سے ابن عاص کے نام

سلامٌ اما بعد فلعمری یا عمرو ما تبالی اذا شبعت انت ومن معك ان اھلك انا ومن معی فیاغوثاہ ثم یاغوثاہ یردد قولہ۔ | سلام کے بعد واضح ہو مجھے اپنی جان کی قسم اے عمرو! جب تم اور تمہارے ملک والے سیر ہوں تو تمہیں کچھ پرواہ نہیں کہ میں اور میرے ملک والے ہلاک ہوجائیں ارے فریاد کو پہنچ ارے فریاد کو پہنچ۔ اور اس کلمے کو بار بار تحریر فرمایا۔

عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جواب حاضر کیا:

یہ عرضی بندۂ خدا امیر المومنین عمر کو عمرو بن عاص کی طرف سے

اما بعد فیالبیك ثم یالبیك وقد بعثت الیك بعیرا اولھا عندك واٰخرھا عندی والسلام علیك ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ | بعد سلام معروض حضور میں بار بار خدمت کو حاضر ہوں پھر بار بار خدمت کو حاضر ہوں میں نے حضور میں وہ کارواں روانہ کیا ہے جس کا اول حضور کے پاس ہوگا اور آخر میرے پاس اور حضور پر سلام اور اللہ عزوجل کی رحمت اور برکتیں۔

عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایسا ہی کارواں حاضر کیا کہ مدینہ طیبہ سے مصر تک یہ

۱؎ کنز العمال بحوالہ ابن عبدالحکم حدیث ۳۶۰۱۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۶۶۰ و ۶۶۱

www.alahazratnetwork.org

تمام منزلہائے دور دراز اونٹوں سے بھری ہوتی تھیں یہاں سے وہاں تک ایک قطار تھی جس کا پہلا اونٹ مدینہ طیبہ میں تھا اور پچھلا مصر میں، سب پر اناج تھا، امیر المومنین نے وہ تمام اونٹ تقسیم فرمادئیے ہر گھر کو ایک ایک اونٹ مع اپنے بار کے عطا ہوا کہ اناج کھاؤ اور اونٹ ذبح کرکے اس کا گوشت کھاؤ، چربی کھاؤ، کھال کے جوتے بناؤ، جس کپڑے میں اناج بھرا تھا اس کا لحاف وغیرہ بناؤ۔ یوں اللہ عزوجل نے لوگوں کی مشکل دفع کی، امیر المومنین حمد بجالائے۔

ابن خزیمۃ فی صحیحہ والحاکم فی المستدرك والبیھقی فی السنن عن اسلم مولٰی عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ وابن عبد الحکم واللفظ لہٗ عن اللیث بن سعد۔

ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے سنن میں عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے آزاد کردہ غلام اسلم سے اور ابن عبد الحکم نے لیث بن سعد سے روایت کیا لفظ ابن عبد الحکم کے ہیں۔(ت)

حدیث ۱۹۰: حضور سیدِ عالم تو سیدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضور کے نائب کریم علی مرتضٰی امیر المومنین کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم فرماتے ہیں،

انّی لاستحی من اللہ ان یکون ذنب اعظم من عفوی او جھل اعظم من حلمی او عورۃ لایواریھا ستری او خلۃ لایسدّھا جودی۔ ابن عساکر عن جُبیر عن الشعبی عن علی کرم اللہ تعالٰی

بے شک اللہ عزوجل سے شرم آتی ہے کہ کسی کا گناہ میری صفتِ مغفرت سے بڑھ جائے وہ گناہ کرے اور میری مغفرت اُس کی بخشش میں تنگی کرے کہ میں نہ بخش سکوں یا کسی کی جہالت میرے علم سے زائد ہوجائے کہ وہ جہل سے پیش آئے اور میں حلم سے کام نہ لے سکوں یا کسی عیب کسی شرم کی بات کو میرا پردہ نہ چھپائے یا

ل المستدرک للحاکم کتاب الزکوٰۃ دارالفکر بیروت ۱/ ۴۰۵
السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب قسم الفیئ والغنیمۃ باب یجوز للوالی اذا اَعْظَمَ الخ دار صادر بیروت ۶/ ۳۵۵
صحیح ابن خزیمۃ باب ذکر الدلیل علٰی ان العامل الخ حدیث ۲۳۶۷ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۶۸
کنز العمال بحوالہ ابن خزیمہ حدیث ۳۵۸۸۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۶۰۹ و ۶۱۰
" " ابن عبد الحکم عن اللیث " ۳۵۹۰۲ " " " ۱۲/ ۶۱۳ تا ۶۱۷

www.alahazratnetwork.org

وجہہ۔ کسی حاجتمندی کو میرا کرم بند نہ فرمائے۔ (ابن عساکر[1] نے جبیر سے انھوں نے شعبی سے انھوں نے حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے روایت کیا۔ ت)

وہابیو! دیکھا تم نے محبوبانِ خدا کا احسان، اُن کی عفران، اُن کی حاجت برآری، اُن کی شانِ ستاری۔

اللّٰھم انفعنا بفضلھم وعفوھم و حلمھم وجودھم وکرمھم فی الدنیا والاٰخرۃ اٰمین! یااللہ! ہمیں ان کے فضل، ان کے عفو، ان کے حلم، ان کے جُود اور ان کے کرم سے دنیا وآخرت میں نفع عطا فرما آمین! (ت)

حدیث ۱۹۱: فرماتے ہیں کرم اللہ تعالٰی وجہہ:

لاادری ای النعمتین اعظم علیّ منۃً من رجل بذل مصاص وجہہ الیّ فرأنی موضعا لحاجتہ واجری اللہ قضاءھا اویسرہ علٰی یدی ولان اقضی لامرئ مسلم حاجۃ احب الیّ من ملاء الارض ذھبا وفضۃ۔ ابوالغنائم[2] النرسی فی کتاب قضاء الحوائج عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ بے شک میں نہیں جانتا کہ ان دو نعمتوں میں کون سی مجھ پر زیادہ احسان ہے کہ ایک شخص میری سرکار کو اپنی حاجت روائی کا محل جان کر اپنا معزز منہ میرے سامنے لائے اور اللہ تعالٰی اس کی حاجت کا روا ہونا اسکی آسانی میرے ہاتھ پر رواں فرمائے، یہ تمام رُوئے زمین بھر کر سونا چاندی ملنے سے مجھے زیادہ محبوب ہے کہ میں کسی مسلمان کی حاجت روا فرمادوں۔ (ابوالغنائم النرسی نے کتاب قضاء الحوائج میں مولا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۹۲: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ھجاھم حسانُ فشفٰی واشتفٰی حسان نے کافروں کی ہجو کہی تو

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ علی بن ابی طالب ۵۰۲۹ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴۵/ ۳۹۹
کنز العمال بحوالہ کر عن علی رضی اللہ عنہ حدیث ۳۶۳۶۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۱۱۱

[2]

www.alahazratnetwork.org

شفادی شفائی۔ مسلم[1] عن ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا (مسلم نے ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی۔ت)

حدیث ۱۹۳: جب کفارِ قریش نے شانِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اشعارِ گستاخی بکے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حکمِ جواب ہوا، انھوں نے جواب دیا، حضور نے ناکافی پایا، پھر حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ارشاد ہوا، ان کا جواب بھی پسندِ خاطرِ اقدس نہ آیا۔ پھر حسان رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ارشاد ہوا۔ انھوں نے کفار کی ہجو کی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لقد شفیت یا حسان واشتفیت۔ ابن عساکر[2] عن ابی سلمۃ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

حسان! تم نے شفادی اور شفائی (ابن عساکر نے ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۹۴: حسان رضی اللہ تعالٰی عنہ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے ام المومنین نے ان کے لئے مسند بچھوائی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما نے گزارش کی، آپ انھیں مسند پر بٹھاتی ہیں۔ وقد قال ما قال ام المومنین نے فرمایا:

انہ کان یجیب عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویشفی صدرہ من اعدائہ۔ ابن عساکر[3] عن عطاء ابن ابی رباح۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے جواب دیا کرتے اور رنج اعداء سے سینۂ اقدس کو شفاء دیتے (ابن عساکر نے عطاء ابن ابی رباح سے روایت کیا۔ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضائل حسان بن ثابت قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۰۱
تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۱۵۴۶ حسان بن ثابت داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۳/ ۲۸۵

[2] " " " " " " " " " " " " " " ۱۳/ ۲۷۸
کنز العمال بحوالہ کر حدیث ۳۶۹۵۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۳۴۱ و ۳۴۲

[3] " ۳۶۹۵۵ " " " ۱۳/ ۳۳۹
تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۱۵۴۶ حسان بن ثابت داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۳/ ۲۷۷

www.alahazratnetwork.org

حدیث ۱۹۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اکرموا الانصار فانھم ربوا الاسلام کما یربی الفرخ فی وکرہ۔ الدارقطنی فی الافراد والدیلمی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

انصار کی عزت کرو کہ انھوں نے اسلام کو پالا ہے جس طرح پرند کا بچّہ آشیانے میں پالا جاتا ہے۔ (دارقطنی نے افراد میں اور دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

وصل سوم

احادیث متعلقہ بملائکہ کرام علیہم الصلٰوۃ والسلام

حدیث ۱۹۶: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان العبد المؤمن لیدعوا اللہ تعالٰی فیقول اللہ تعالٰی لجبریل لاتجبہ فانی احب ان اسمع صوتہ، واذا دعاہ الفاجر قال یا جبریل اقض حاجتہ فانی لا احب ان اسمع صوتہ۔ ابن النجار عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بیشک بندۂ مومن اللہ عزوجل سے دعا کرتا ہے تو رب جل وعلا جبریل علیہ الصلٰوۃ والسلام سے فرماتا ہے: اس کی دعا قبول نہ کر کہ میں اس کی آواز سننے کو دوست رکھتا ہوں۔ اور جب فاجر دعا کرتا ہے رب جل جلالہٗ فرماتا ہے: اے جبریل! اس کی حاجت روا کردے کہ میں اس کی آواز سننا نہیں چاہتا (ابن النجار نے انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اس حدیث سے واضح کہ جبریل علیہ الصلٰوۃ والسلام دعائیں قبول کرتے حاجتیں روا فرماتے ہیں۔ دینِ وہابیت میں اس سے بڑھ کر اور کیا شرک ہوگا۔

حدیث ۱۹۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لہ کنز العمال بحوالہ قط فی الافراد والدیلمی حدیث ۳۳۰۲۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۹
الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۲۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۷۵
لہ کنز العمال بحوالہ ابن النجار حدیث ۳۲۶۱ و ۹۰۵م مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲/ ۶۲۰۳۸۵

www.alahazratnetwork.org

ان للہ ملٰئکۃ موکلین بارزاق بنی اٰدم قال لھم ایما عبد وجدتموہ جعل الھم ھمّا واحدًا فضمنوا رزقہ السمٰوٰت والارض وبنی اٰدم وایما عبد وجدتموہ طلب فان تحری الصدق فطیّبوا لہ ویسّروا ومن تعدّی ذٰلک فخلّوا بینہ و بین ما یرید ثم لاینال فوق الدرجۃ التی کتبتہا لہ۔ الترمذی الاکبر الامام فی النوادر۔

اللہ تعالٰی کے کچھ فرشتے بنی آدم کے رزقوں پر موکل ہیں انھیں اللہ عزوجل کا حکم ہے کہ جس بندے کو ایسا پاؤ کہ سب فکریں چھوڑ کر آخرت کا ہو رہا ہے آسمان و زمین و انسان سب کو اس کے رزق کا ضامن کردو یعنی بے طلب ہر طرف سے اُسے رزق پہنچاؤ اور جسے روزی کی تلاش میں دیکھو وہ اگر راستی کا قصد کرے تو اس کے لئے اس کا رزق پاک و آسان کردو اور جو حد سے بڑھے اُسے اس کی خواہش پر چھوڑ دو پھر ملے گا تو اُتنا ہی جو میں نے اس کے لئے لکھ دیا ہے (اس کو حکیم ترمذی نے نوادر میں روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۹۸: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ملک قابض علٰی ناصیتک فاذا تواضعت للہ رفعک واذا الجبرت علی اللہ قصمک وملک قائم علٰی فیک لایدع الحیۃ ان تدخل فی فیک۔ ابن جریر عن کنانۃ العدوی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ ھذا مختصرٌ۔

ایک فرشتہ تیری پیشانی کے بال تھامے ہوئے ہے جب تو اللہ عزوجل جل شانہ کے لئے تواضع کرے تجھے بلندی بخشتا ہے اور جب تو اس پر معاذ اللہ تکبر کرے تجھے توڑ ڈالتا ہلاک کر دیتا ہے، اور ایک فرشتہ تیرے منہ پر کھڑا ہے کہ سانپ کو تیرے منہ میں نہیں جانے دیتا۔ (ابن جریر نے کنانہ عدوی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ یہ مختصر ہے۔ ت)

دیکھو متواضعوں کو فرشتہ بلند قدری دیتا ہے، متکبروں کو فرشتہ ہلاک کرتا ہے، اور

۱؎ نوادر الاصول للترمذی الاصل الحادی والسبعون والمائتان فی جمع الھموم دارصادر بیروت ص ۲۹۵

۲؎

www.alahazratnetwork.org

کیوں صاحبو! یہ فرشتہ جو منہ کی حفاظت کر رہا ہے دافع البلا تو نہ ہوا شاید دفع بلا اس کا نام ہوگا کہ وہ چھوڑ دے کہ سانپ تمھارے منہ میں گھس جائے۔

حدیث ۱۹۹: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان ابن اٰدم لفی غفلۃ عما خلق لہ ویبعث اللہ ملکا فیحفظہ حتی یدرکہ۔ ابنا ابی حاتم و الدنیا و ابونعیم عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہم ھذا مختصر۔[1]

آدم زاد اس کام سے غافل ہے جس کے لئے پیدا کیا گیا اور اللہ تعالٰی فرشتہ بھیجتا ہے کہ وقت پہنچنے تک اُس کا نگہبان رہتا ہے۔ (اسے ابوحاتم و ابوالدنیا کے بیٹوں اور ابونعیم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا، یہ مختصر ہے۔ ت)

حدیث ۲۰۰: صحیح مسلم شریف میں حذیفہ بن اسید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا مر بالنطفۃ اثنتان و اربعون لیلۃ بعث اللہ الیہا ملکا فصورھا و خلق سمعہا و بصرھا وجلدھا ولحمہا وعظامہا۔[2] الحدیث۔

جب نطفے پر بیالیس راتیں گزرتی ہیں اللہ تعالٰی اس کی طرف فرشتہ بھیجتا ہے وہ آکر اس کی صورت بناتا، کان، آنکھ، کھال، گوشت، ہڈیاں خلق کرتا ہے۔

انھیں کی دوسری روایت میں ہے:

یتسور علیہا الملک۔ قال زھیر حسبتہ قال الذی یخلقہا۔[3]

فرشتہ آکر اس پر گرتا ہے، زہیر نے کہا میرے خیال میں حدیث کے لفظ یہ ہیں کہ وہ فرشتہ جو اسے خلق کرتا ہے۔

---

[1] حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۲۳۵ محمد بن علی الباقر دارالکتاب العربی بیروت ۳/ ۱۹۰
الدرالمنثور بحوالہ ابن ابی الدنیا وابن ابی حاتم الخ تحت الآیۃ ۲۱/ ۵۰ داراحیاء التراث ۷/ ۵۲۴
[2] صحیح مسلم کتاب القدر باب کیفیت خلق الآدمی فی بطن امہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۳۳
[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

www.alahazratnetwork.org

انھیں کی تیسری روایت میں ہے :

ان ملکا موکلا بالرحم اذا اراد اللہ ان یخلق شیئا باذن اللہ الحدیث[1]

بیشک عورتوں کے رحم پر ایک فرشتہ متعین ہے جب اللہ تعالٰی چاہتا ہے کہ وہ فرشتہ باذنِ الٰہی کچھ خلق کرے۔

طبرانی کی روایت میں ہے :

ان النطفۃ اذا استقرت فی الرحم فمضی لہا اربعون یوما جاء ملک الرحم فصور عظمہ و لحمہ و دمہ وبشرہ[2]

نطفے کو جب رحم میں ٹھہرے چلّہ گزر جاتا ہے فرشتہ کہ رحم پر موکل ہے آکر اس کی ہڈیاں، گوشت، خون اور بال کھال کی تصویر کرتا ہے۔

حدیث ۲۰۱ : صحیحین بخاری ومسلم وغیرہما میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

بچے کا مادۂ آفرینش چالیس دن تک ماں کے پیٹ میں جمع ہوتا ہے پھر اتنے ہی دن جما ہوا خون رہتا ہے، پھر اتنے ہی دن خون کی بوٹی، ثم یرسل اللہ الیہ الملک فینفخ فیہ الروح جب تین چلّے گزر لیتے ہیں اللہ تعالٰی اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجتا ہے کہ وہ اس میں جان ڈالتا ہے ۔ھذا لفظ مسلم[3] (یہ مسلم کے الفاظ ہیں۔ت)۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے :

ھوالذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء[4]

اللہ ہے کہ تمہاری تصویر فرماتا ہے ماؤں کے پیٹوں میں جیسے چاہے۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب القدر باب کیفیۃ خلق الآدمی فی بطن امہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۳۳

[2] المعجم الکبیر عن حذیفۃ بن اسید رضی اللہ عنہ حدیث ۳۰۴۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۳/ ۱۷۷
کنز العمال حدیث ۵۷۵ مؤسسۃ الرسالہ ۱/ ۱۲۱

[3] صحیح البخاری کتاب بدء الخلق ۱/ ۴۵۶ و کتاب الانبیاء ۱/ ۴۶۹ قدیمی کتب خانہ کراچی
صحیح مسلم کتاب القدر باب کیفیۃ خلق الآدمی فی بطن امہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۳۲

[4] القرآن الکریم ۳/ ۶

www.alahazratnetwork.org

اور فرماتا ہے جل وعلا:

ھل من خالقٍ غیرُ اللہ [1] کیا کوئی اور بھی خلق کرنے والا ہے اللہ کے سوا۔

یہاں مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جن کا نام پاک ماحی ہے یعنی کفر وشرک کے مٹانے والے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، وہ خود صحیح حدیثوں میں فرمارہے ہیں کہ فرشتہ تصویر کرتا ہے، فرشتہ صورت بناتا ہے۔ فرشتہ آنکھ کان، گوشت، استخواں، بال، کھال، خون خلق کرتا ہے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ یہ سب کچھ فرشتے کے ہاتھ سے ہو کر جان بھی فرشتہ ڈالتا ہے۔ شرک پسند گمراہوں کے نزدیک اس سے بڑھ کر اور کیا شرک ہوگا والعیاذ باللہ رب العلمین۔ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تو اتنا ہی فرما کر چپ ہورہے تھے:

لاھب لکِ غلمًا زکیًا [2] میں تجھے ستھرا بیٹا دوں۔

یہاں تو ان سے کم درجہ شخص کے ہاتھوں پر دنیا بھر کے بیٹی بیٹوں کی خلق وتصویر ہورہی ہے۔ احمق جاہلو! اپنے بسکتے ایمان کی جان پر رحم کرو، یہ فرق نسبت اٹھانا اقسام اسناد مٹانا خدا جانے تمہیں کن برے حالوں پر پہنچائے گا۔ مسلمانوں کو مشرک بنانا ہنسی کھیل سمجھا ہے۔

حدیث ۲۰۲: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لو لم أبعث فیکم لبعث عمر أید اللہ عمر بملکین یوفقانہ ویسددانہ فاذا اخطأ صرفاہ حتی یکون صوابًا۔ الدیلمی عن ابی بکر الصدیق وابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما۔ [3]

اگر میں تم میں مبعوث نہ ہوتا تو بیشک عمر نبی کرکے بھیجا جاتا۔ اللہ عزوجل نے دو فرشتوں سے عمر کی تائید فرمائی ہے کہ وہ دونوں عمر کو توفیق دیتے اور ہر امر میں اسے ٹھیک راہ پر رکھتے ہیں اگر عمر کی رائے لغزش کرتی ہے تو فرشتے عمر کو ادھر سے پھیر دیتے ہیں تاکہ عمر سے حق ہی صادر ہو (دیلمی نے ابوبکر صدیق اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳۵/ ۳

[2] " ۱۹/ ۱۹

[3] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۵۱۲۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۳۴۲
کنز العمال " ۳۲۷۶۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۸۱

www.alahazratnetwork.org

حدیث ۲۰۳: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

بیشک عمر (رضی اللہ عنہ) کا اسلام عزت تھا اور ان کی ہجرت فتح و نصرت اور ان کی خلافت میں رحمت۔ خدا کی قسم گرد کعبہ علانیہ نماز نہ پڑھنے پائے جب تک عمر اسلام نہ لائے۔ جب وہ مسلمان ہوئے کافروں سے قتال کیا یہاں تک کہ ہم نے علانیہ گرد کعبہ نماز ادا کی۔ وانی لاحسب بین عینی عمر ملکا یسددہ[1] اور بیشک میں سمجھتا ہوں کہ عمر کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک فرشتہ ہے کہ انھیں راستی و درستی دیتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ عمر سے شیطان ڈرتا ہے اور جب نیک بندوں کا ذکر ہو تو عمر کا ذکر لاؤ۔

ابن عساکر رضی اللہ تعالٰی عنہ وقد مر بعضہ اواخر الباب الاول بتخریج اٰخر غیر محدود۔ (اس کو ابن عساکر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے روایت کیا اور اس کا بعض حصہ دوسری تخریج کے ساتھ باب اول کے آخر میں گزر گیا ہے۔ ت)

حدیث ۲۰۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اذا جلس القاضی فی مجلسہ ھبط علیہ ملکان یسددانہ ویوفقانہ ویرشدانہ مالم یجر فاذا جار عرجا وترکاہ۔ البیہقی[2] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ جب قاضی مجلسِ حکم میں بیٹھتا ہے اس پر دو فرشتے اُترتے ہیں کہ وہ اسے راستی دیتے توفیق بخشتے سیدھی راہ چلاتے ہیں جب تک حق سے میل نہ کرے جہاں اس نے میل کیا فرشتوں نے اُسے چھوڑا اور اُڑ گئے۔ (بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۰۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

جو مسلمان کسی مسلمان کا دل خوش کرتا ہے اللہ عزوجل اُس خوشی سے ایک فرشتہ پیدا

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۵۳۰۲ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴۷/ ۶۷
کنز العمال حدیث ۳۵۸۶۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۵۹۹

[2] " " عن ابن عباس " ۱۵۰۱۵ " " " ۶/ ۹۹
السنن الکبرٰی للبیہقی آداب القاضی باب فضل من ابتلی بشیئ الخ دارصادر بیروت ۱۰/ ۸۸

www.alahazratnetwork.org

پیدا کرتا ہے کہ اللہ تعالٰی کی تحمید و توحید کرتا ہے جب وہ مسلمان اپنی قبر میں جاتا ہے اس کے پاس آکر کہتا ہے کیا مجھے نہیں پہچانتا؟ وہ مسلمان پوچھتا ہے تو کون ہے؟ کہتا ہے میں وہ خوشی ہوں جو تو نے فلاں مسلمان کے دل میں داخل کی تھی انا الیوم اٰونس وحشتك و القنك حجتك واثبتك بالقول الثابت واشهدك مشاهدك یوم القیٰمة واریك منزلك من الجنة آج میں تیرا جی بہلا کر تیری وحشت دور کروں گا، میں تجھے تیری حجت سکھاؤں گا، میں تجھے نکیرین کے جواب میں حق بات پر ثبات دوں گا، میں تجھے محشر کی بارگاہ میں لے جاؤں گا، میں تیرے رب کے حضور تیری شفاعت کروں گا، میں تجھے جنت میں تیرا مکان دکھاؤں گا۔

ابن ابی الدنیا فی قضاء الحوائج[1] وابو الشیخ فی الثواب عن الامام جعفر[2] الصادق عن ابیه عن جدہ رضی اللہ تعالٰی عنهم وکرم وجوههم۔

اس کو ابن ابی الدنیا نے قضاء الحوائج میں اور ابو الشیخ نے ثواب میں امام جعفر صادق سے، انھوں نے اپنے باپ سے، اور انھوں نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے، اللہ تعالٰی ان سے راضی ہوا اور ان کے چہروں کو مکرم بنایا۔ (ت)

حدیث ۲۰۶: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

بیشک میں کتاب اللہ میں ایک سورت تیس آیتوں کی پاتا ہوں جو اسے سوتے وقت پڑھے اللہ عزوجل اس کے لئے تیس نیکیاں لکھے اور اس کے تیس گناہ محو فرمائے اور اس کے تیس درجے بلند کرے،

ویبعث اللہ الیه ملکا من الملٰئکة لیبسط علیه جناحه و یحفظه من کل سوء حتی یستیقظ و هی المجادلة تجادل عن صاحبها فی القبر وهی تبارك الذی سورة الملك

اللہ عزوجل اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجے کہ اپنا بازو اس پر کشادہ رکھے جب تک سوکر اٹھے وہ فرشتہ اسے ہر برائی سے محفوظ رکھے وہ سورت مجادلہ ہے اپنے قاری کی طرف سے اس کی قبر میں جھگڑے گی وہ تبارك الذی سورۂ ملک ہے

---

[1] موسوعة رسائل ابن ابی الدنیا قضاء الحوائج حدیث ۱۱۵ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ بیروت ۲/۸۶
[2] کنز العمال بحوالہ ابن ابی الدنیا حدیث ۱۶۴۰۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۴۳۱

www.alahazratnetwork.org

الدیلمی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔[1] (دیلمی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۰۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

من حمی مؤمنا من منافق یغتابہ بعث اللہ لہ ملکا یحمی لحمہ من نار جہنم۔ احمد[2] وابوداؤد عن معاذ بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جب کوئی منافق کسی مسلمان کو پیٹھ پیچھے برا کہہ رہا ہو تو جو شخص اس منافق سے اس مسلمان کی حمایت کرے اللہ عزوجل اس کے لئے ایک فرشتہ بھیجے کہ آتشِ دوزخ سے اس کے گوشت کو بچائے (احمد و ابوداؤد نے معاذ بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۰۸: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

رأیت جعفرا یطیر ملکا فی الجنۃ تدمی قادمتاہ ورأیت زیدا دون ذلک فقلت ماکنت اظن ان زیدا دون جعفر فقال جبریل (علیہ الصلٰوۃ والتسلیم) ان زیدا بدون جعفر ولکنا فضلنا جعفر بقرابتہ منک

میں نے جعفر طیار رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ملاحظہ فرمایا کہ فرشتہ بن کر جنت میں اُڑ رہے ہیں اور ان کے بازوؤں کے اگلے دونوں شہپروں سے خون رواں ہے، اور زید بن حارثہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو میں نے ان سے کم مرتبہ پایا۔ میں نے فرمایا مجھے گمان نہ تھا کہ زید کا مرتبہ جعفر سے کم ہوگا۔ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے عرض کی، زید جعفر سے کم نہیں مگر ہم نے جعفر کا مرتبہ زید سے بڑھادیا ہے اس لئے کہ وہ حضور سے قرابت رکھتے ہیں۔

---

[1] الفردوس بمأثور الخطاب حدیث ۱۷۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۶۲ و ۶۳

کنز العمال " ۲۷۰۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۵۹۳

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث معاذ بن انس الجہنی المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۴۱

سنن ابی داؤد کتاب الادب باب الرجل یذب عن عرض اخیہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۱۳

www.alahazratnetwork.org

ابن سعد[1] عن محمد بن عمرو بن علی مرسلاً۔ (ابن سعد نے محمد بن عمرو بن علی سے مرسلاً روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۰۹: طلحہ بن عبید اللہ احد العشرۃ المبشرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم فرماتے ہیں، روزِ اُحد میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کندھیاں لے کر ایک چٹان پر بٹھا دیا کہ مشرکین سے آڑ ہوگئی، سیّدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے پس پشت دستِ مبارک سے ارشاد فرمایا،

ھذا جبریل یخبرنی انه لایراك یوم القیمة فی ھولٍ الا انقذك منه۔ ابن عساکر[2] رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

یہ جبریل مجھے خبر دے رہے ہیں کہ اے طلحہ! وہ روزِ قیامت تمھیں جس کسی دہشت میں دیکھیں گے اس سے تمھیں چھڑا دیں گے۔ (ابن عساکر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۱۰: جب امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ابولولو مجوسی خبیث نے خنجر مارا اور امیر المومنین نے مشورے کا حکم دیا (کہ میرے بعد عثمان غنی و علی مرتضٰے و طلحہ و زبیر و عبدالرحمٰن بن عوف و سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہم چھ صاحبوں سے مسلمان جسے مناسب ترجانیں خلیفہ بنائیں) حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ تعالٰی عنہا خدمتِ امیر المومنین میں آئیں اور کہا: اے باپ میرے! بعض لوگ کہتے ہیں یہ چھ شخص پسندیدہ نہیں۔ امیر المومنین نے فرمایا، مجھے تکیہ لگا کر بٹھا دو۔ بٹھائے گئے، ارشاد فرمایا "علی کی شان میں کیا کہہ سکتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سُنا اے علی! اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں لا تو روزِ قیامت میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا۔ بھلا عثمان کی شان میں کیا کہہ سکتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سُنا جس دن عثمان انتقال کرے گا آسمان کے فرشتے اس پر نماز پڑھیں گے۔ میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! یہ فضیلت خاص عثمان کے لئے ہے یا ہر مسلمان

---

[1] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر جعفر بن ابی طالب دار صادر بیروت ۴/ ۳۸
کنز العمال حدیث ۳۳۲۱۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۶۶۵

[2] " " " ۳۶۶۰۶ " " " ۱۳/ ۲۰۲
تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۳۰۶۴ طلحہ بن عبید اللہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۷/ ۵۰

www.alahazratnetwork.org

کے لئے۔ فرمایا: خاص عثمان کے لئے۔ طلحہ بن عبیداللہ کو کیا کہیں گے، ایک رات رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا کجاوا پشتِ مرکب سے گر گیا تھا میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کون ہے کہ میرا کجاوا ٹھیک کردے اور جنت لے لے۔ یہ سُنتے ہی طلحہ دوڑے اور کجاوا درست کر دیا، حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سوار ہوئے اور ان سے ارشاد فرمایا: یا طلحۃ ھذا جبریل یقرئك السلام ویقول انا معك فی اھوال یوم القیٰمۃ حتی انجیك منھا اے طلحہ! یہ جبریل ہیں تجھے سلام کہتے اور بیان کرتے ہیں کہ میں قیامت کے ہولوں میں تمہارے ساتھ رہوں گا یہاں تک کہ اُن سے تمہیں نجات دوں گا۔ زبیر بن عوام کو کیا کہیں گے میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور آرام فرماتے تھے زبیر بیٹھے پنکھا جھلتے رہے یہاں تک کہ محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیدار ہوئے، فرمایا: اے ابوعبداللہ! (زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی کنیت ہے) کیا جب سے تُو جھل رہا ہے؟ عرض کی: میرے ماں باپ حضور پر نثار جب سے برابر جھل رہا ہوں۔ سیّد عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ھذا جبریل یقرئك السلام ویقول انا معك یوم القیٰمۃ حتی اذبّ عن وجھك شرر جھنم یہ جبریل ہیں تجھے سلام کہتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ میں روزِ قیامت تمہارے ساتھ رہوں گا یہاں تک کہ تمہارے چہرے سے جہنم کی اڑتی ہوئی چنگاریاں دُور کروں گا۔ سعد بن ابی وقاص کو کیا کہیں گے، میں نے روزِ بدر دیکھا سیّد عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے چودہ[۱۴] بار اُن کی کمان چلّہ باندھ کر انھیں عطا کی اور فرمایا تیر مار تیرے قربان میرے ماں باپ۔ عبدالرحمٰن بن عوف کو کیا کہیں گے، میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا حضور حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ تعالٰی عنہا کے یہاں تشریف فرما تھے دونوں صاحبزادے رضی اللہ تعالٰی عنہما بھوک کے روتے بلکتے تھے، سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کون ہے کہ کچھ ہماری خدمت میں حاضر کرے، اس پر عبدالرحمٰن بن عوف حیس (کہ خُرمائے خستہ برآوردہ، اور پنیر کو باریک کُوٹ کر گھی میں گوندھتے ہیں) اور دُو روٹیاں کہ اُن کے بیچ میں روغن رکھا تھا لے کر حاضر ہوئے، رحمتِ دو عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کفاك اللّٰہ امر دنیاك واما امر اٰخرتك فانا لھا ضامنٌ اللہ تعالٰی تیرے دنیا کے کام درست کرے اور تیری آخرت کے معاملہ کا تو میں ذمہ دار ہوں۔"[۱] معاذ بن المثنٰی فی زیادات مسند مسدد والطبرانی فی

---

[۱] کنز العمال بحوالہ معاذ بن المثنٰی حدیث ۳۶۷۳۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۲۲۶-۲۲۷

www.alahazratnetwork.org

الاوسط وابونعیم فی فضائل الصحابۃ وابوبکر بن الشافعی فی الغیلانیات و ابوالحسن بن بشران فی فوائدہ والخطیب فی التلخیص المتشابہ وابن عساکر فی تاریخ دمشق والدیلمی فی مسند الفردوس عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

امام جلیل جلال الدین سیوطی جمع الجوامع میں فرماتے ہیں، سندہٗ صحیح[1] اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

تکملہ کاملہ: وصلِ اول کی طرف پھر عود کرنا والعَودُ احمد ؎

اعد ذکر والینا لنا ان ذکرہٗ هو المسك ماکررتہ یتضوّع

(ہمارے والی کا ذکر ہمارے لئے پھر لوٹاؤ کہ بیشک ان کا ذکر ایسی کستوری ہے جسے جتنا رگڑو وہ خوشبو دیتی ہے۔ت)

؎ باز ہوائے چمنم آرزوست جلوۂ سرو و سمنم آرزوست

(پھر مجھے چمن کی ہوا کی خواہش ہے چنبیلی کے نغمے کے جلوے کی خواہش ہے۔ت)

؎ پھر اٹھا ولولہ یادِ بیابانِ حرم پھر کھنچا دامنِ دل سوئے مغیلانِ حرم

اللہ اللہ اس حدیث صحیح کے پچھلے جملے نے پھر وصل اول احادیث متعلقہ محبوب اجل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی آتش شوق سینے میں بھڑکادی، کتا اپنے پیارے آقا مہربان مولٰی کا دروازہ چھوڑ کر کہاں جائے، ہر پھر کر وہیں کا وہیں رہا چاہیے بلکہ واللہ یہ کتا اپنے پیارے کریم مالک کے در اطہر سے بٹا ہی نہیں انبیاء کے دروازے پر جائے تو انھیں کا گھر ہے اولیاء کے یہاں آئے تو انھیں کا در ہے ملائکہ کی منزلوں پر گزرے تو انھیں کا گھر ہے ع

کوئی اور اُن کے سوا کہاں وہ اگر نہیں تو جہاں نہیں

؎ یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پرتوِ آں ہر کجا درنگری انجمنے ساختہ اند

(اس گھر میں ایک چراغ ہے جس کی روشنی سے جہاں دیکھو ایک انجمن بنائے ہوئے ہیں۔ت)

؎ آسمان خوان زمین خوان زمانہ مہمان صاحبِ خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا

؎ بندہ ات غیرت برد کے بردر غیرت رود در رود چوں بنگرد ہم شاہ و آں ایواں توئی

(تیرا غیرتمند غلام درِ غیر پر کیسے جاسکتا ہے اور اگر جائے تو دیکھے گا کہ اُس ایوان کا بادشاہ بھی تو ہی ہے۔ت)

حدیث ۲۱۱: نزال بن سبرہ فرماتے ہیں ایک دن ہم نے امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم

---

[1] کنز العمال تحت الحدیث ۳۶،۳۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۲۲۶ و ۲۲۷

www.alahazratnetwork.org

کو خوش دل پایا، عرض کی: یا امیر المومنین! اپنے یاروں کا حال ہم سے بیان کیجئے۔ فرمایا، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے سب صحابہ میرے یار ہیں۔ ہم نے عرض کی، اپنے خاص یاروں کا تذکرہ کیجئے۔ فرمایا، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا کوئی صحابی نہیں کہ میرا یار نہ ہو۔ ہم نے عرض کی، ابوبکر صدیق کا حال بیان کیجئے۔ فرمایا: یہ وہ صاحب ہیں کہ اللہ عزوجل نے جبریل امین و محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہما وسلم کی زبان پر ان کا نام صدّیق رکھا، وہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے خلیفہ تھے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے انھیں ہمارے دین کی امامت کو پسند فرمایا تو ہم نے اپنی دنیا میں بھی انھیں کو پسند کیا۔ ہم نے عرض کی، عمر بن خطاب کا حال بیان فرمائیے۔ فرمایا: یہ وہ صاحب ہیں جن کا نام اللہ عزوجل نے فاروق رکھا، انھوں نے حق کو باطل سے جُدا کردیا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو عرض کرتے سُنا کہ الٰہی! عمر بن خطاب کے سبب اسلام کو عزت دے۔ ہم نے عرض کی، عثمان کا حال کہئے۔ فرمایا، ذلك امرؤ یُدعی فی الملاء الاعلٰی ذا النورین کان ختن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابنتیہ ضمن لہ فی الجنۃ یہ وہ صاحب ہیں کہ ملاءِ اعلٰی و بزمِ بالا میں ذی النورین پکارے جاتے ہیں، سیدعالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی دو شاہزادیوں کے شوہر ہوئے، سرورِ اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اُن کے لئے جنّت میں ایک مکان کی ضمانت فرمائی ہے۔[1]

خیثمۃ واللالکائی والعشاری فی فضائل الصدیق وابن عساکر عنہ عن علی کرّم اللہ تعالٰی وجہہ ورواہ عنہ ابونعیم قال سألنا علیًّا عن عثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہما قال ذاك امرؤٌ فذکرہ۔[2]

خیثمہ، لالکائی اور عشاری نے فضائلِ صدیق میں اور ابن عساکر نے انہی سے بحوالہ حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے اسکو روایت کیا کہ ہم نے حضرت علی سے حضرت عثمان کے بارے میں پوچھا رضی اللہ تعالٰی عنہما حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ وہ ایسے عظیم شخص ہیں، پھر پوری حدیث ذکر کی۔ (ت)

حدیث ۲۱۲: کہ سیدعالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں کسی سے فرمایا کہ اپنا گھر میرے ہاتھ بیچ ڈال کہ مسجدِ حرام میں زیادت فرماؤں اور تیرے لئے جنت میں مکان کا ضامن ہوں۔ اس نے

---

[1] کنز العمال بحوالہ خیثمہ واللالکائی والعشاری حدیث ۳۶۶۹۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۲۳۱ و ۲۳۲

[2] معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم حدیث ۲۳۹ مکتبۃ الحرمین ریاض ۱/ ۲۴۶

www.alahazratnetwork.org

عذر کیا۔ پھر فرمایا۔ انکار کیا۔ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو خبر ہوئی، یہ شخص زمانۂ جاہلیت میں ان کا دوست تھا اس سے باصرار تمام دس ہزار اشرفی دے کر خرید لیا، پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی کہ حضور! اب وُہ گھر میرا ہے فھل انت اٰخذھا ببیتٍ تضمن لی فی الجنۃ کیا حضور مجھ سے ایک مکان بہشت کے عوض لیتے ہیں جس کے حضور میرے لئے ضامن ہو جائیں۔ قال نعم فرمایا: ہاں۔ فاخذھا منہ وضمن لہ بیتًا فی الجنۃ واشھد لہ علٰی ذٰلک المؤمنین حضور نے اُن سے وہ مکان لے کر جنت میں ان کے لئے ایک مکان کی ضمانت فرمائی اور مسلمانوں کو اس معاملہ پر گواہ کر لیا۔

احمد[1] الحاکمی فی فضائل عثمٰن عن سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

احمد حاکمی نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کے فضائل میں سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ (ت)

حدیث ۲۱۳: کہ جب مہاجرین مکّہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ میں آئے یہاں کا پانی پسند نہ آیا شور تھا، بنی غفار سے ایک شخص کی مِلک میں ایک شیریں چشمہ مسمّٰی بہ رومہ تھا وہ اس کی ایک مشک نیم صاع کو بیچتے، سیّدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا، بِعنیھا بعَینٍ فی الجنۃ یہ چشمہ میرے ہاتھ ایک چشمۂ بہشت کے عوض بیچ ڈال۔ عرض کی: یارسول اللہ! میری اور میرے بچوں کی معاش اسی میں ہے مجھ میں طاقت نہیں۔ یہ خبر عثمانِ غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو پہنچی وہ چشمہ مالک سے پینتیس[۳۵] ہزار روپے کو خرید لیا، پھر خدمتِ اقدس حضور سیّدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ اتجعل لی مثل الذی جعلت لہ عینا فی الجنۃ اشتریتھا یارسول اللہ! کیا جس طرح حضور اُس شخص کو چشمہ بہشتی عطا فرماتے تھے اگر میں یہ چشمہ اس سے خرید لوں تو حضور مجھے عطا فرمائیں گے؟ قال نعم فرمایا: ہاں۔ عرض کی: میں نے بئرِ رومہ خرید لیا اور مسلمانوں پر وقف کر دیا۔ الطّبرانی[2] فی الکبیر وابن عساکر عن بشیر رضی اللہ تعالٰی

---

[1] الریاض النضرۃ بحوالہ الحاکمی الباب الثالث دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۲۰ و ۲۱

[2] المعجم الکبیر عن بشیر اسلمی حدیث ۱۲۲۶ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۴۱ و ۴۲
تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۴۷۱۵ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۱/ ۴۹
کنز العمال بحوالہ طب کر حدیث ۳۶۱۸۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۳۵ و ۳۶

www.alahazratnetwork.org

عنہ (طبرانی نے کبیر میں اور ابن عساکر نے بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۱۴: ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

اشترٰی عثمان بن عفان من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الجنۃ مرتین یوم رُومۃ ویوم جیش العسرۃ۔ الحاکم[1] وابنا عدی وعساکر عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دو بار، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے جنت خریدلی بئر رومہ کے دن اور لشکر کی تنگدستی کے روز۔ (حاکم اور ابن عدی اور ابن عساکر نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۱۵: کہ حضور مالکِ جنت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا:

لک الجنۃ علیّ یا طلحۃ غداً۔ ابونعیم[2] فی فضائل الصحابۃ عن امیر المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

کل تمہارے لئے جنت میرے ذمہ ہے (ابونعیم نے فضائلِ صحابہ میں امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۱۶: صحیح بخاری شریف میں سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من یضمن لی مابین لحییہ وما بین رجلیہ اضمن لہ الجنۃ۔[3]

جو میرے لئے اپنی زبان اور شرمگاہ کا ضامن ہوجائے (کہ ان سے میری نافرمانی نہ کرے) میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں۔

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ اشترٰی عثمان الجنۃ مرتین دار الفکر بیروت ۳/ ۱۰۷
تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۴۷۱۵ عثمان بن عفان دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۱/ ۴۹
الکامل لابن عدی ترجمہ بکر بن بکار دار الفکر بیروت ۲/ ۴۶۴
[2] کنز العمال بحوالہ ابی نعیم حدیث ۳۳۳۶۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۶۹۵
[3] صحیح البخاری کتاب الرقاق باب حفظ اللسان قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۵۸ و ۹۵۹

السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب قتال اہل البغی باب علی الرجل من حفظ اللسان الخ دار صادر بیروت ۸/ ۱۶۶

www.alahazratnetwork.org

امام الوہابیہ علیہ ما علیہ اپنے مقر کو پہنچا، اب یہ حدیثیں کسے دکھائیں کہ او بے بصر بدزبان! تیرے نزدیک تو "وہ کسی چیز کے مختار نہیں اُن کو کسی نوع کی قدرت نہیں کسی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں اپنی جان تک کے نفع ونقصان کے مالک نہیں دوسرے کا تو کیا کرسکیں اللہ کے یہاں کا معاملہ اُن کے اختیار سے باہر ہے وہاں کسی کی حمایت نہیں کرسکتے کسی کے وکیل نہیں بن سکتے"۔[1]

ان حدیثوں کو سوجھ کر وہ بتملیکِ الٰہی عزوجل جنّت کے مالک، کارخانۂ الٰہی کے مختار ہیں، ضمانتیں فرماتے ہیں، اپنے ذمّے لیتے ہیں، عطا فرماتے ہیں، بیع کردیتے ہیں، ہر عاقل جانتا ہے کہ بیع وہی کرے گا جو خود مالک ہو یا مالک کی طرف سے ماذون ومختار، ورنہ فضولی ہے جس کا قصد فضول اور عقد بیکار۔

الحمدُ للہ اہلِ حق کے نزدیک نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نفاذ تصرف کی دونوں وجہیں حاصل، حقیقت عطائیہ لیجئے تو وہ ضرور مالکِ جنان، بلکہ مالکِ جہان ہیں۔ اور ذاتیہ لیجئے تو مالکِ حقیقی کے ماذونِ مطلق ونائبِ کامل۔ ہاں گمراہ بددین وہ جو دونوں شقیں باطل جانے اور اللہ کے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو معاذ اللہ فضولی محض مانے، وسیعلم الذین ظلموا ایّ منقلب ینقلبون[2] (اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ت)

حدیث ۲۱۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من بکّر یوم السبت فی طلب حاجۃ فانا ضامنٌ بقضائها۔ ابو نعیم[3] عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنهما۔

جو شنبے کے دن تڑکے کسی حاجت کی تلاش کو جائے میں اس کی حاجت روائی کا ذمّہ دار ہوں۔ (ابو نعیم نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

حضرت سیدی نظام الحق والدین محبوبِ الٰہی سلطان الاولیاء قدست اسرارہم کی نسبت لوگ کہتے ہیں:

بعد جمعہ جو کیجئے کام اس کے ضامن شیخ نظام۔"

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثالث مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۹ تا ۲۵
[2] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷
[3] کنز العمال بحوالہ ابی نعیم عن جابر حدیث ۱۶۸۱۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۵۲۰

www.alahazratnetwork.org

وہابی اسے شرک کہتے ہیں، وہی حکم اس حدیث پر لازم۔

حدیث ۲۱۸: حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ قبل بعثتِ حضور پُرنور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم یمن کو تاجرانہ جاتے تھے ایک پیرمرد عسکلان بن عواکر کے یہاں قیام فرماتے؛ وہ ان سے مکہ معظمہ کا حال پوچھتے تم میں کوئی مشہور بلند چرچے والا پیدا ہوا؟ کسی نے تم پر تمھارے دین میں خلاف کیا؟ یہ انکار کرتے۔ جب بعد بعثتِ اقدس گئے پیرمرد نے کہا، میں تمھیں وہ بشارت دیتا ہوں کہ تمھارے لئے تجارت سے بہتر ہے، اللہ تعالٰی نے تمھاری قوم سے نبی برگزیدہ مبعوث فرمایا، اُن پر اپنی کتاب اتاری، وہ اصنام سے روکتے اور اسلام کی طرف بلاتے ہیں، حق کا حکم دیتے اور اس کے فاعل ہیں، باطل سے منع کرتے اور اس کے مبطل ہیں، وہ ہاشمی ہیں۔ اور تم اے عبدالرحمن ان کے ماموں! جلد پلٹو اور اُن کی خدمت وتصدیق کرو، اور یہ اشعار میری طرف سے انکی بارگاہِ والا میں پہنچاؤ، چند اشعار دربارۂ تصدیق رسالت و اظہارِ شوق وعذر پیرانہ سالی و استعانت سرکارِ عالی صلوات اللہ وسلامہ علیہ کے ازاں جملہ یہ دو شعر ؎

اذا نای بالدیار بعد ۔۔۔ فانت حرزی ومستراجی

فکن شفیعی الی ملیک ۔۔۔ یدعو البرایا الی الفلاح

جب کہ شہروں کو دوری فاصلے نے بعید کر دیا، تو حضور میری پناہ اور میری راحت ملنے کی جگہ ہیں۔ تو حضور میرے شفیع ہوں اس بادشاہ کے یہاں جو مخلوق کو نجات کی طرف بلاتا ہے۔

عبدالرحمن رضی اللہ تعالٰے عنہ نے واپس آکر یہ حال صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰے عنہ سے گزارش کیا، اُنھوں نے فرمایا: یہ محمد بن عبداللہ ہیں جنھیں اللہ عزوجل نے اپنی تمام مخلوق کی طرف رسول کیا صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم، تم اُن کے حضور حاضر ہو، یہ حاضر ہوئے، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے انھیں دیکھ کر تبسم فرمایا اور ارشاد ہوا میں ایک سزاوار چہرہ دیکھتا ہوں جس کے لئے خیر کی امید ہے کہو کیا خبر ہے؟ انھوں نے عرض کی، کیسی؟ فرمایا، پیام بھیجنے والے نے جو پیام ہمارے حضور بھیجا ہے وہ امانت ادا کرو، سنتے ہو اولاد حمیر خواص مومنین سے ہیں۔ عبدالرحمن رضی اللہ تعالٰی عنہ سُنتے ہی مسلمان ہوئے، پھر وہ اشعار حضور میں عرض کئے۔ سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا:

رُبَّ مومن بی ولم یرنی ومصدق ۔۔۔ یعنی مجھ پر بعض ایمان لانے والے (ایسے ہیں)

www.alahazratnetwork.org

بی و ما شَہِدَنی اولٰئک اخوانی[1] جنھوں نے مجھ کو دیکھا نہیں اور بعض لوگ میری تصدیق کرنے والے (ایسے ہیں) جن کو میرے پاس حضوری حاصل نہ ہو سکی، یہ لوگ میرے بھائی ہیں[1] (کلمۂ اخوت کو ان کے اعزاز کے لئے تواضعًا فرمایا)

وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ محمد و اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین، اٰمین!

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

رسالہ

الامن والعلٰی لناعتی المصطفٰی بدافع البلاء

ختم ہوا

---

[1] کنز العمال بحوالہ کر حدیث ۳۶۶۹۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۲۲۷ تا ۲۲۹

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

منبه المنية بوصول الحبيب الى العرش والرؤية

۱۳۲۰ھ

(محبوب خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عرش تک رسائی اور دیدارِ الٰہی کے بارے میں مطلوب سے خبردار کرنیوالا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۳۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شبِ معراج نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اپنے رب کو دیکھنا کس حدیث سے ثابت ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دیے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

الاحادیث المرفوعہ (مرفوع حدیثیں)

امام احمد اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رأیت ربی عزوجل[1]	یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۸۵

www.alahazratnetwork.org

امام جلال الدین سیوطی خصائص کبری اور علامہ عبدالرؤف مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں:
یہ حدیث بسند صحیح ہے۔[1]

ابن عساکر حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ اعطی موسی الکلام و اعطانی الرؤیۃ لوجہہ و فضلنی بالمقام المحمود والحوض المورود۔[2]

بیشک اللہ تعالٰی نے موسٰی کو دولتِ کلام بخشی اور مجھے اپنا دیدار عطا فرمایا مجھ کو شفاعت کبرٰی و حوض کوثر سے فضیلت بخشی

وہی محدث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لی ربی نحلت ابرٰھیم خلتی وکلمت موسٰی تکلیما و اعطیتک یا محمد کفاحا۔[3]

یعنی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے میرے رب عزوجل نے فرمایا میں نے ابراہیم کو اپنی دوستی دی اور موسٰی سے کلام فرمایا اور تمہیں اے محمد! مواجہ بخشا کہ بے پردہ و حجاب تم نے میرا جمال پاک دیکھا۔

فی مجمع البحار کفاحا ای مواجھۃ لیس بینھما حجاب و لا رسول۔[4]

مجمع البحار میں ہے کہ کفاح کا معنٰی بالمشافہ دیدار ہے جبکہ درمیان میں کوئی پردہ اور رقاصد نہ ہو۔ (ت)

ابن مردویہ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو یصف سدرۃ المنتھٰی (وذکر الحدیث الی ان قالت) قلت یا رسول اللہ

یعنی میں نے سُنا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سدرۃ المنتہٰی کا وصف بیان فرماتے تھے میں نے عرض کی یا رسول اللہ! حضور نے اس کے

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث رأیت ربی مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۲/ ۲۵
الخصائص الکبرٰی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/ ۱۶۱

[2] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن جابر حدیث ۳۹۲۰۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴/ ۴۴۷

[3] تاریخ دمشق الکبیر باب ذکر عروجہ الی السماء واجتماعہ بجماعۃ من الانبیاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۹۶

[4] مجمع بحار الانوار باب ک ف ح تحت اللفظ کفح مکتبہ دار الایمان مدینہ منورہ ۴/ ۴۲۳

www.alahazratnetwork.org

ما رأيت عندها ؟ قال رأيته عندها يعني ربه[1]

پاس کیا دیکھا ؟ فرمایا ، مجھے اس کے پاس دیدار ہوا یعنی رب کا۔

آثار الصحابہ

ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی :

اما نحن بنوهاشم فنقول ان محمدا رأى ربه مرتين[2]

ہم بنی ہاشم اہلبیت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ بیشک محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو بار دیکھا۔

ابن اسحٰق عبداللہ بن ابی سلمہ سے راوی :

ان ابن عمر ارسل الى ابن عباس يسأله هل رأى محمد صلى الله تعالٰى عليه وسلم ربه ، فقال نعم[3]

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے دریافت کرا بھیجا ، کیا محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ؟ انھوں نے جواب دیا ، ہاں۔

جامع ترمذی و معجم طبرانی میں عکرمہ سے مروی :

واللفظ للطبرانی عن ابن عباس قال نظر محمد الى ربه قال عكرمة فقلت لابن عباس نظر محمد الى ربه قال نعم جعل الكلام لموسٰى والخلة لابرٰهيم والنظر لمحمد صلى الله

یعنی طبرانی کے الفاظ ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا ، محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ عکرمہ ان کے شاگرد کہتے ہیں ، میں نے عرض کی : کیا محمد صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ؟ فرمایا ، ہاں ، اللہ تعالٰی نے موسٰی کے لئے

---

[1] الدرالمنثور فی التفسیر بالماثور بحوالہ ابن مردویہ تحت آیۃ ۱۷/۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۹۳

[2] جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۂ نجم امین کمپنی اردو بازار دہلی ۲/۱۶۱
الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل واما رؤیتہ لربہ المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ فی البلاد العثمانیۃ ۱/۱۵۹

[3] الدرالمنثور بحوالہ ابن اسحٰق تحت آیۃ ۵۳/۱۸ داراحیاء التراث العربی بیروت ۷/۵۷۰

www.alahazratnetwork.org

تعالٰی علیہ وسلم (زاد الترمذی) فقد راٰی ربہ مرتین۔[2] | کلام رکھا اور ابراہیم کے لئے دوستی اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے دیدار۔ (اور امام ترمذی نے یہ زیادہ کیا کہ) بیشک محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اللہ تعالٰی کو دو بار دیکھا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔

امام نسائی اور امام خزیمہ و حاکم و بیہقی کی روایت میں ہے:

واللفظ للبیھقی أتعجبون ان تکون الخلۃ لابراھیم والکلام لموسٰی والرؤیۃ لمحمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ | کیا ابراہیم کے لئے دوستی اور موسٰی کے لئے کلام اور محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے دیدار ہونے میں تمہیں کچھ اچنبا ہے۔ یہ الفاظ بیہقی کے ہیں۔

حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔ امام قسطلانی و زرقانی نے فرمایا: اس کی سند جید ہے۔[3][4]

طبرانی معجم اوسط میں راوی:

عن عبد اللہ بن عباس انہ کان یقول ان محمدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم راٰی ربہ مرتین مرۃ ببصرہ ومرۃ بفوادہ۔[5] | یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرمایا کرتے بیشک محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دو بار اپنے رب کو دیکھا ایک بار اس آنکھ سے اور ایک بار دل کی آنکھ سے۔

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۹۳۹۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۱۰/ ۱۸۱

[2] جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ نجم امین کمپنی اردو بازار دہلی ۲/ ۱۶۰

[3] المواہب اللدنیۃ بحوالہ النسائی والحاکم المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۰۴
الدر المنثور " " " تحت الآیۃ ۵۳/ ۱۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/ ۵۶۹
المستدرک للحاکم علی الصحیحین کتاب الایمان رأی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ربہ دار الفکر بیروت ۱/ ۶۵
السنن الکبرٰی للنسائی حدیث ۱۱۵۳۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۴۷۲

[4] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الخامس دار المعرفۃ بیروت ۶/ ۱۱۷

[5] المواہب اللدنیۃ بحوالہ الطبرانی فی الاوسط المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۰۵
المعجم الاوسط حدیث ۵۷۵۷ مکتبۃ المعارف ریاض ۶/ ۳۵۶

www.alahazratnetwork.org

امام سیوطی و امام قسطلانی و علامہ شامی و علامہ زرقانی فرماتے ہیں، اس حدیث کی سند صحیح ہے۔[1] 4

امام الائمہ ابن خزیمہ و امام بزار حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی،

ان محمدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رأی ربہ عزوجل۔[2]

بیشک محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔

امام احمد قسطلانی و عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں: اس کی سند قوی ہے۔[3]

محمد بن اسحٰق کی حدیث میں ہے،

ان مروان سأل ابا ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ھل رأی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ربہ فقال نعم۔[4]

یعنی مروان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھا، کیا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا؟ فرمایا: ہاں۔

اخبار التابعین

مصنف عبدالرزاق میں ہے،

عن معمر عن الحسن البصری انہ کان یحلف باللہ لقد رأی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[5]

یعنی امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ قسم کھا کر فرمایا کرتے بیشک محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔

اسی طرح امام ابن خزیمہ حضرت عروہ بن زبیر سے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پھوپی زاد

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۰۵
شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ 〃 دارالمعرفۃ بیروت ۶/ ۱۱۷

[2] المواہب اللدنیۃ بحوالہ ابن خزیمہ 〃 المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۰۵

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ 〃 دارالمعرفۃ بیروت ۶/ ۱۱۸

[4] 〃 〃 〃 بحوالہ ابن اسحٰق 〃 ۶/ ۱۱۶
الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی بحوالہ ابن اسحٰق فصل واما رؤیتہ لربہ المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ فی البلاد العثمانیۃ ۱/ ۱۵۹

[5] 〃 〃 〃 〃 بحوالہ عبدالرزاق عن معمر عن الحسن البصری 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

www.alahazratnetwork.org

بھائی کے بیٹے اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نواسے ہیں راوی کہ وُہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو شبِ معراج دیدارِ الٰہی ہونا مانتے وانہ یشتد علیہ انکارھا اور اُن پر اس کا انکار سخت گراں گزرتا[1] اھ ملتقطاً۔

یُوں ہی کعب احبار عالم کتب سابقہ وامام ابن شہاب زہری قرشی وامام مجاہد مخزومی مکی وامام عکرمہ بن عبداللہ مدنی ہاشمی وامام عطا بن رباح قرشی مکی۔ استاذ امام ابوحنیفہ وامام مسلم بن صبیح ابوالضحی کوفی وغیرہم جمیع تلامذہ عالم قرآن حبر الامۃ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام قسطلانی مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں :

اخرج ابن خزیمۃ عن عروۃ بن الزبیر اثباتھا وبہ قال سائر اصحاب ابن عباس وجزم بہ کعب الاحبار و الزھری[2] الخ۔

ابن خزیمہ نے عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کا اثبات روایت کیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے تمام شاگردوں کا یہی قول ہے۔ کعب احبار اور زہری نے اس پر جزم فرمایا ہے[الخ]۔ (ت)

اقوال من بعد ھم من ائمۃ الدین

امام خلال کتاب السنۃ میں اسحٰق بن مروزی سے راوی، حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالٰی روئیت کو ثابت مانتے اور اس کی دلیل فرماتے :

قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رأیت ربی[3] اھ مختصراً۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے میں نے اپنے رب کو دیکھا۔

نقاش اپنی تفسیر میں اس امام سند الانام رحمہ اللہ تعالٰی سے راوی :

انہ قال اقول بحدیث ابن عباس بعینہ رأٰی ربہ رأٰہ رأٰہ رأٰہ حتی انقطع نفسہ[4]۔

یعنی اُنھوں نے فرمایا میں حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کا معتقد ہوں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے رب کو اسی آنکھ سے دیکھا دیکھا دیکھا دیکھا، یہاں تک فرماتے رہے کہ سانس ٹوٹ گئی۔

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ بحوالہ ابن خزیمہ المقصد الخامس دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۱۶

[2] المواہب اللدنیۃ المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۰۴

[3] " " بحوالہ الخلال فی کتاب السنۃ " " " " ۲/ ۱۰۷

[4] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی بحوالہ النقاش عن احمد والمارؤیۃ لربہ المکتبۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/ ۱۵۹

www.alahazratnetwork.org

امام ابن الخطیب مصری مواہب شریف میں فرماتے ہیں،

جزم به معمر و اٰخرون وھو قول الاشعری وغالب اتباعه[1]
یعنی امام معمر بن راشد بصری اور ان کے سوا اور علماء نے اس پر جزم کیا، اور یہی مذہب ہے امام اہلسنت امام ابوالحسن اشعری اور ان کے غالب پیروؤں کا۔

علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں،

الاصح الراجح انه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم رای ربه بعین راسه حین اسری به کما ذھب الیه اکثر الصحابة[2]
مذہب اصح و راجح یہی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شب اسرا اپنے رب کو بچشم سر دیکھا جیسا کہ جمہور صحابہ کرام کا یہی مذہب ہے۔

امام نووی شرح صحیح مسلم میں پھر علامہ محمد بن عبدالباقی شرح مواہب میں فرماتے ہیں،

الراجح عند اکثر العلماء انه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم رای ربه بعین راسه لیلة المعراج[3]
جمہور علماء کے نزدیک راجح یہی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شب معراج اپنے رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا۔

ائمہ متاخرین کے جُداجُدا اقوال کی حاجت نہیں کہ وہ حد شمار سے خارج ہیں اور لفظ اکثر العلماء کہ منہاج میں فرمایا کافی و مغنی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۷: از کانپور محلہ بنگالی محل مرسلہ حامد علی خاں و کاظم حسین ۱۱ محرم الحرام ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا شب معراج مبارک عرشِ عظیم تک تشریف لے جانا علمائے کرام و ائمہ اعلام نے تحریر فرمایا ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے یہ محض جھوٹ ہے، اس کا یہ کہنا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر دئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

بیشک علمائے کرام ائمہ دین عدول ثقات معتمدین نے اپنی تصانیف جلیلہ میں اس کی اور اس سے

---

[1] المواہب اللدنیہ المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۰۴
[2] نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض فصل واما رؤیتہ لربہ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۲/ ۳۰۳
[3] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الخامس دارالمعرفۃ بیروت ۶/ ۱۱۶

www.alahazratnetwork.org

زائد کی تصریحات جلیلہ فرماتی ہیں اور یہ سب احادیث ہیں اگرچہ احادیث مرسل یا ایک اصطلاح پر معضل ہیں، اور حدیث مرسل ومعضل باب فضائل میں بالاجماع مقبول ہے خصوصاً جبکہ ناقلین ثقات عدول ہیں اور یہ امر ایسا نہیں جس میں رائے کو دخل ہو تو ضرور ثبوت سند پر محمول، اور مثبت نافی پر مقدم، اور عدم اطلاع اطلاع عدم نہیں تو جھوٹ کہنے والا محض جھوٹا مجازف فی الدین ہے۔

امام اجل سیدی محمد بوصیری قدس سرہ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں:

سریت من حرم لیلا الی حرم — کما سری البدر فی داج من الظلم

وبت ترقی الی ان نلت منزلۃ — من قاب قوسین لم تدرك ولم ترم

خفضت کل مقام بالاضافۃ اذ — نودیت بالرفع مثل المفرد العلم

فخرت کل فخار غیر مشترك — وجزت کل مقام غیر مزدحم[1]

یعنی یا رسول اللہ! حضور رات کے ایک تھوڑے سے حصے میں حرم مکہ معظمہ سے بیت الاقصٰی کی طرف تشریف فرما ہوئے جیسے اندھیری رات میں چودھویں کا چاند چلے، اور حضور اس شب میں ترقی فرماتے رہے یہاں تک کہ قاب قوسین کی منزل پہنچے جو نہ کسی نے پائی نہ کسی کو اس کی ہمت ہوئی۔ حضور نے اپنی نسبت سے تمام مقامات کو پست فرما دیا، جب حضور رفع کے لئے مفرد علم کی طرح ندا فرمائے گئے حضور نے ہر ایسا فخر جمع فرمالیا جو قابلِ شرکت نہ تھا اور حضور ہر اس مقام سے گزر گئے جس میں اوروں کا ہجوم نہ تھا یا یہ کہ حضور نے سب فخر بلا شرکت جمع فرمالئے اور حضور تمام مقامات سے بے مزاحم گزر گئے۔

یعنی عالم امکان میں جتنے مقام ہیں حضور سب سے تنہا گزر گئے کہ دوسرے کو یہ امر نصیب نہ ہوا۔

علامہ علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

ای انت دخلت الباب وقطعت الحجاب الی ان لم تترك غایۃ للساعی الی السبق من کمال القرب المطلق الی جناب الحق ولا ترکت موضع رقی وصعود وقیام وقعود لطالب رفعۃ فی عالم الوجود

یعنی حضور دروازہ میں داخل ہوئے اور آپ نے یہاں تک حجاب طے فرمائے کہ حضرت عزت کی جناب میں قرب مطلق کامل کے سبب کسی ایسے کے لئے جو سبقت کی طرف دوڑے کوئی نہایت نہ چھوڑی اور تمام عالم وجود میں کسی طالب بلندی کے لئے کوئی جگہ عروج و ترقی یا اٹھنے بیٹھنے

---

[1] الکواکب الدریۃ فی مدح خیر البریۃ (قصیدہ بردہ) الفصل السابع مرکز اہلسنت گجرات ہند ص ۲۶ تا ۴۳

www.alahazratnetwork.org

بل تجاوزت ذلک الی مقام قاب قوسین او ادنی فاوحی الیک ربک ما اوحی[1]

کی باقی نہ رکھی بلکہ حضور عالم مکان سے تجاوز فرما کر مقامِ قاب قوسین او ادنیٰ تک پہنچے تو حضور کے رب نے حضور کو وحی فرمائی جو وحی فرمائی۔

نیز امام ہمام ابوعبداللہ شرف الدین محمد قدس سرہٗ اُم القریٰ میں فرماتے ہیں:

وترقی بہ الی قاب قوسین   وتلک السیادۃ القعساء
رتب تسقط الامانی حسری   دونہا ما وراءھن وراء[2]

حضور کو قاب قوسین تک ترقی ہوئی اور یہ سرداری لازوال ہے یہ وہ مقامات ہیں کہ آرزوئیں ان سے تھک کر گرجاتی ہیں ان کے اُس طرف کوئی مقام ہی نہیں۔

امام ابن حجر مکی قدس سرہ المکی اس کی شرح افضل القریٰ میں فرماتے ہیں:

قال بعض الائمۃ والمعاریج لیلۃ الاسراء عشرۃ، سبعۃ فی السمٰوٰت والثامن الی سدرۃ المنتہٰی والتاسع الی المستوی والعاشر الی العرش الخ[3]۔

بعض ائمہ نے فرمایا شبِ اسرا دس معراجیں تھیں: سات ساتوں آسمانوں میں، اور آٹھویں سدرۃ المنتہیٰ، نویں مستویٰ، دسویں عرش تک۔

سیدی علامہ عارف باللہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں اسے نقل فرما کر مقرر رکھا:

قال الشہاب المکی فی شرح ھمزیۃ الامام بوصیری عن بعض الائمۃ ان المعاریج عشرۃ الی قولہ والعاشر الی العرش والرؤیۃ[4]

فرمایا: امام شہاب مکی نے شرح ہمزیہ امام بوصیری میں کہا بعض ائمہ سے منقول ہے کہ معراجیں دس ہیں، دسویں عرش و دیدار تک۔

نیز شرح ہمزیہ امام مکی میں ہے:

لما اعطی سلیمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام

جب سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہوا دی گئی

---

[1] الزبدۃ العمدۃ فی شرح القصیدۃ البردۃ الفصل السابع جمعیت علماء سکندریہ خیرپور سندھ ص ۹۶
[2] ام القریٰ فی مدح خیر الوریٰ الفصل الرابع حزب القادریۃ لاہور ص ۱۳
[3] افضل القریٰ لقراء ام القریٰ تحت شعر ۳۳ المجمع الثقافی ابوظبی ۱/ ۲۰۳
[4] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ بحوالہ شرح قصیدہ ہمزیہ المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ لائل پور ۱/ ۲۰۲

www.alahazratnetwork.org

الریح التی غدوها شهر و رواحها شهر أعطی نبینا صلی الله تعالٰی علیه وسلم البراق فحمله من الفرش الی العرش فی لحظة واحدة واقل مسافة فی ذٰلك سبعة الاف سنة۔ وما فوق العرش الی المستوی والرفرف لا یعلمه الا الله تعالٰی[1]

کہ صبح شام ایک ایک مہینے کی راہ پر لے جاتی۔ ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو براق عطا ہوا کہ حضور کو فرش سے عرش تک ایک لمحہ میں لے گیا اور اس میں ادنٰی مسافت (یعنی آسمان ہفتم سے زمین تک) سات ہزار برس کی راہ ہے۔ اور وہ جو فوق العرش سے مستوٰی اور رفرف تک رہی اُسے تو خدا ہی جانے۔

اسی میں ہے:

لما اعطی موسٰی علیه الصلٰوة والسلام الکلام اعطی نبینا صلی الله تعالٰی علیه وسلم مثله لیلة الاسراء وزیادة الدنو والرؤیة بعین البصر وشتان ما بین جبل الطور الذی نوجی به موسٰی علیه الصلٰوة والسلام وما فوق العرش الذی نوجی به نبینا صلی الله تعالٰی علیه وسلم[2]

جبکہ موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام کو دولتِ کلام عطا ہوئی ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ویسی ہی شبِ اسرٰی اور زیادت قرب اور چشمِ سر سے دیدارِ الٰہی اس کے علاوہ۔ اور بھلا کہاں کوہ طور جس پر موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام سے مناجات ہوئی اور کہاں مافوق العرش جہاں ہمارے نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے کلام ہوا۔

اسی میں ہے:

رقیه صلی الله تعالٰی علیه وسلم ببدنه یقظة بمکة لیلة ولاسراء الی السماء ثم الی سدرة المنتهٰی ثم الی المستوی ثم الی العرش والرفرف والرؤیة[3]

نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اپنے جسم پاک کے ساتھ بیداری میں شبِ اسرا آسمانوں تک ترقی فرمائی، پھر سدرۃ المنتہٰی، پھر مقامِ مستوٰی، پھر عرش و رفرف و دیدار تک۔

علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی خلوتی رحمۃ اللہ تعالٰے تعلیقاتِ افضل القرٰی میں فرماتے ہیں:

الاسراء به صلی الله تعالٰی علیه وسلم

نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو معراج بیداری

---

[1] افضل القرٰی لقراء ام القرٰی

[2] " " "

[3] " " " تحت شعر ا المجمع الثقافی ابوظبی ۱/۱۱۶ و ۱۱۷

www.alahazratnetwork.org

علی یقظۃ بالجسد والروح من المسجد الحرام الی المسجد الاقصٰی ثم عرج بہ الی السمٰوٰت العلٰی ثم الی سدرۃ المنتہٰی ثم الی المستوی ثم الی العرش والرفرف[1]

میں بدن و رُوح کے ساتھ مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصٰے تک ہوئی، پھر آسمانوں، پھر سدرہ، پھر مستوٰی، پھر عرش و رفرف تک۔

فتوحاتِ احمدیہ شرح الہمزیہ للشیخ سلیمٰن الجمل میں ہے:

رقیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لیلۃ الاسراء من بیت المقدس الی السمٰوٰت السبع الی حیث شاء اللہ تعالٰی لکنہ لم یجاوز العرش علی الراجح[2]

حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ترقی شبِ اسراء بیت المقدس سے ساتوں آسمان اور وہاں سے اُس مقام تک ہے جہاں تک اللہ عزوجل نے چاہا مگر راجح یہ ہے کہ عرش سے آگے تجاوز نہ فرمایا۔

اُسی میں ہے:

المعاریج لیلۃ الاسراء عشرۃ سبعۃ فی السمٰوٰت والثامن الی سدرۃ المنتہٰی والتاسع الی المستوٰی والعاشر الی العرش لکن لم یجاوز العرش کما ھو التحقیق عند اھل المعاریج[3]

معراجیں شبِ اسراء دس ہوئیں، سات آسمانوں میں اور آٹھویں سدرہ، نویں مستوٰی، دسویں عرش تک۔ مگر راویانِ معراج کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ عرش سے اوپر تجاوز نہ فرمایا۔

اُسی میں ہے:

بعد ان جاوز السماء السابعۃ رفعت لہ سدرۃ المنتہٰی ثم جاوزھا الی مستوٰی ثم زج بہ فی النور فخرق سبعین الف حجاب من نور مسیرۃ

جب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم آسمانِ ہفتم سے گزرے سدرہ حضور کے سامنے بلند کی گئی اس سے گزر کر مقامِ مستوٰی پر پہنچے، پھر حضورِ عالم نور میں ڈالے گئے وہاں ستّر ہزار پردے نور کے

---

[1] تعلیقات علٰی اُم القرٰی للعلامۃ احمد بن محمد الصاوی علی حاشیۃ الفتوحات الاحمدیۃ المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ص ۳
[2] الفتوحات الاحمدیۃ بالمنح المحمدیۃ شرح الہمزیۃ المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی قاہرہ مصر ص ۳
[3] " " " " " " " " " " " " ص ۳۰

www.alahazratnetwork.org

کل حجاب خمسمائۃ عام ثم دُلّی له رفرف اخضر فارتقی به حتی وصل الی العرش ولم یجاوزہ فکان منہ ربہ قاب قوسین او ادنی۔[1]

طے فرمائے ہر پردے کی مسافت پانسو برس کی راہ۔ پھر ایک سبز بچھونا حضور کے لئے لٹکایا گیا حضور اقدس اس پر ترقی فرماکر عرش تک پہنچے، اور عرش سے اُدھر گزر نہ فرمایا وہاں اپنے رب سے قاب قوسین او ادنٰی پایا۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) شیخ سلیمان نے عرش سے اُوپر تجاوز نہ فرمانے کو ترجیح دی، اور امام ابن حجر مکی وغیرہ کی عبارات ماضیہ و آتیہ وغیرہا میں فوق العرش و لامکان کی تصریح ہے، لامکان یقیناً فوق العرش ہے اور حقیقۃً دونوں قولوں میں کچھ اختلاف نہیں، عرش تک منتہائے مکان ہے، اُس سے آگے لامکان ہے، اور جسم نہ ہوگا مگر مکان میں، تو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جسم مبارک سے منتہائے عرش تک تشریف لے گئے اور رُوح اقدس نے وراء الوراء تک ترقی فرمائی جسے اُن کا رب جانے جو لے گیا، پھر وُہ جانیں جو تشریف لے گئے۔ اسی طرف کلام امام شیخ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ میں اشارہ عنقریب آتا ہے کہ ان پاؤں سے سیر کا منتہٰی عرش ہے، تو سیر قدم عرش پر ختم ہوئی، نہ اس لئے کہ سیر اقدس میں معاذ اللہ کوئی کمی رہی، بلکہ اس لئے کہ تمام اماکن کا احاطہ فرمالیا اور پر کوئی مکان ہی نہیں جسے کہئے کہ قدم پاک وہاں نہ پہنچا اور سیر قلب انور کی انتہا قاب قوسین، اگر وسوسہ گزرے کہ عرش سے وراء کیا ہوگا کہ حضور نے اس سے تجاوز فرمایا۔ تو امام اجل سیدی علی وفا رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد سُنئے جسے امام عبدالوہاب شعرانی نے کتاب الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر میں نقل فرمایا کہ فرماتے ہیں:

لیس الرجل من یقیدہ العرش وما حواہ من الافلاك والجنۃ والنار و انما الرجل من نفذ بصرہ الی خارج ھذا الوجود کلہ وھناك یعرف قدر عظمۃ موجدہ سبحٰنہ وتعالٰی۔[2]

مرد وُہ نہیں جسے عرش اور جو کچھ اس کے احاطہ میں ہے افلاک و جنت و نار یہی چیزیں محدود و مقید کرلیں، مرد وہ ہے جس کی نگاہ اس تمام عالم کے پار گزرجائے وہاں اُسے موجد عالم جل جلالہ کی عظمت کی قدر کھُلے گی۔

امام علامہ احمد قسطلانی مواہب لدنیہ ومنح محمدیہ اور علامہ محمد زرقانی اس کی شرح میں

---

[1] الفتوحات الاحمدیۃ بالمنح المحمدیۃ شرح الھمزیۃ المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی قاہرہ مصر ص ۳۱

[2] الیواقیت والجواہر المبحث الرابع والثلاثون داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۷۰

www.alahazratnetwork.org

فرماتے ہیں،

(ومنها انه رأی الله تعالٰی بعینیه) یقظة علی الراجح (وکلمه الله تعالٰی فی الرفیع الاعلٰی) علٰی سائر الامکنة وقد روی ابن عساکر عن انس رضی الله تعالٰی عنه مرفوعا لما اسری بی قربنی ربی حتی کان بینی وبینه قاب قوسین او ادنی۔[1]

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خصائص سے ہے کہ حضور نے اللہ عزوجل کو اپنی آنکھوں سے بیداری میں دیکھا، یہی مذہب راجح ہے، اور اللہ عزوجل نے حضور سے اُس بلند و بالاتر مقام میں کلام فرمایا جو تمام امکنہ سے اعلٰی تھا اور بیشک ابن عساکر نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، شبِ اسراء مجھے میرے رب نے اتنا نزدیک کیا کہ مجھ میں اور اس میں دو کمانوں بلکہ اس سے کم کا فاصلہ رہ گیا۔

اُسی میں ہے،

قد اختلف العلماء فی الاسراء هل هو اسراء واحد او اثنین مرة بروحه وبدنه یقظة ومرة مناما او یقظة بروحه وجسده من المسجد الحرام الی المسجد الاقصٰی ثم مناما من المسجد الاقصٰی الی العرش[2]، فالحق انه اسراء واحد بروحه وجسده یقظة فی القصة کلها والی هذا ذهب الجمهور من علماء المحدثین والفقهاء والمتکلمین۔[3]

علماء کو اختلاف ہوا کہ معراج ایک ہے یا دو، ایک بار روح و بدن اقدس کے ساتھ بیداری میں اور ایک بار خواب میں یا بیداری میں روح و بدن مبارک کے ساتھ مسجد الحرام سے مسجد اقصٰی تک، پھر خواب میں وہاں سے عرش تک۔ اور حق یہ ہے کہ وہ ایک اسراء ہے اور سارے قصے میں یعنی مسجد الحرام سے عرش اعلٰی تک بیداری میں روح و بدن اطہر ہی کے ساتھ ہے۔ جمہور علماء و محدثین و فقہاء و متکلمین سب کا یہی مذہب ہے۔

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الرابع الفصل الثانی المکتب الاسلامی بیروت ۲/۶۳۴
شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ " " دار المعرفۃ بیروت ۵/۲۵۱، ۲۵۲
[2] المواہب اللدنیۃ المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/۷
[3] " " " " " " ۳/۱۲

www.alahazratnetwork.org

اُسی میں ہے :

المعاریج عشرۃ (الٰی قولہ) العاشر الی العرش [1]

معراجیں دس ہوئیں، دسویں عرش تک۔

اُسی میں ہے :

قد ورد فی الصحیح عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال لما عرج بی جبریل الٰی سدرۃ المنتہٰی ودنا الجبار رب العزۃ فتدلّٰی فکان قاب قوسین او ادنٰی [2] وتدلیہ علٰی ما فی حدیث شریک کان فوق العرش [3]

صحیح بخاری شریف میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں : میرے ساتھ جبریل نے سدرۃ المنتہٰی تک عروج کیا اور جبار رب العزۃ جل وعلا نے دنو و تدلّی فرمائی تو فاصلہ دو کمانوں بلکہ ان سے کم کا رہا، یہ تدلی بالائے عرش تھی، جیسا کہ حدیث شریک ہے۔

علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں فرماتے ہیں :

ورد فی المعراج انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لما بلغ سدرۃ المنتہٰی جاءہ بالرفرف جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام فتناولہ فطار بہ الی العرش [4]

حدیثِ معراج میں وارد ہوا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سدرۃ المنتہٰی پہنچے جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم رفرف حاضر لائے وہ حضور کو لے کر عرش تک اُڑ گیا۔

اُسی میں ہے :

علیہ یدل صحیح الاحادیث الاحاد الدالۃ علٰی دخولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الجنۃ ووصولہ الی العرش اوطرف

صحیح احاد حدیثیں دلالت کرتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شبِ اسرا جنت میں تشریف لے گئے اور عرش تک پہنچے یا عالم کے

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الخامس مراحل المعراج المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۷

[2] " " " " " ثم دنٰی فتدلّٰی " " " ۳/ ۸۸

[3] " " " " " " " " ۳/ ۹۰

[4] نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض فصل و اما ما ورد فی حدیث الاسراء مرکز اہلسنت گجرات ہند ۲/ ۳۱

www.alahazratnetwork.org

العالم کما یأتی کل ذٰلک بجسد ویقظۃ[1]

اُس کنارے تک کہ آگے لامکان ہے اور یہ سب بیداری میں مع جسم مبارک تھا۔

حضرت سیدی شیخ اکبر امام محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ فتوحاتِ مکیہ شریف باب ۳۱۶ میں فرماتے ہیں:

اعلم ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لما کان خلقہ القراٰن وتخلق بالاسماء وکان اللہ سبحٰنہ وتعالٰی ذکر فی کتاب العزیز انہ تعالٰی استوٰی علی العرش علٰی طریق التمدح والثناء علٰی نفسہ اذکان العرش اعظم الاجسام فجعل لنبیہ علیہ الصلٰوۃ والسلام من ھٰذا الاستواء نسبۃ علٰی طریق التمدح والثناء علیہ بہ حیث کان اعلٰی مقام ینتھی الیہ من اسری بہ من الرسل علیھم الصلٰوۃ والسلام وذٰلک یدل علٰی انہ اسری بہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بجسمہ ولو کان الاسراء بہ رؤیا لما کان الاسراء ولا الوصول الٰی ھٰذا المقام تمدحا ولا وقع من الاعراب فی حقہ انکار علٰی ذٰلک[2]

تُو جان لے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خُلقِ عظیم قرآن تھا اور حضور اسماءِ الٰہیہ کی خُو و خصلت رکھتے تھے اور اللہ سبحٰنہ وتعالٰی قرآن کریم میں اپنی صفات مدح سے عرش پر استوا بیان فرمایا تو اس نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بھی اس صفت استوا علی العرش کے پر تو سے مدح و منقبت بخشی کہ عرش وہ اعلٰی مقام ہے جس تک رسولوں کا اسرا منتہی ہوا اور اس سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اسرا مع جسم مبارک تھا کہ اگر خواب ہوتا تو اسرا اور اس مقام استوار علی العرش تک پہنچنا مدح نہ ہوتا نہ گنوار اس پر انکار کرتے۔

امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب الیواقیت والجواہر میں حضرت موصوف سے ناقل:

---

[1] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل ثم اختلف السلف والعلماء مرکز اہلسنت گجرات ہند ۲/ ۲۶۹ و ۲۷۰

[2] الفتوحات المکیۃ الباب السادس دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۶۱

www.alahazratnetwork.org

انما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی سبیل التمدح حتی ظہرت لمستوی اشارۃ لما قلنا من ان منتہی السیر بالقدم المحسوس للعرش[1]

نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بطور مدح ارشاد فرمانا کہ یہاں تک کہ میں مستوی پر بلند ہوا اُسی امر کی طرف اشارہ ہے کہ قدم جسم سے سیر کا منتہی عرش ہے۔

مدارج النبوۃ شریف میں ہے:

فرمود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پس گسترانیدہ شد برائے من رفرف سبز کہ غالب بود نور او بر نور آفتاب پس درخشید بآں نور بصر من ونہادہ شدم من برآں رفرف و برداشتہ شدم تا رسیدم بعرش[2]

نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: پھر میرے لئے سبز بچھونا بچھایا گیا جس کا نور آفتاب کے نور پر غالب تھا چنانچہ اس نور کے سبب میری آنکھوں کا نور چمک اٹھا، پھر مجھے رفرف پر سوار کرکے بلندی کی طرف اٹھایا گیا یہاں تک کہ میں عرش پر پہنچا۔ (ت)

اُسی میں ہے:

آوردہ اند کہ چوں رسید آں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعرش دست زد بدامانِ اجلال وے[3]

منقول ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم عرش پر پہنچے تو عرش آپ کا دامنِ اجلال تھام لیا۔ (ت)

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے:

جز حضرت پیغمبر ما صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالاتر ازاں ہیچ کس نہ رفتہ وآنحضرت بجائے رفت کہ آنجا جا نیست

ہمارے نبی اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علاوہ عرش سے اوپر کوئی نہیں گیا، آپ اس جگہ پہنچے جہاں جگہ نہیں۔

برداشت از طبیعت امکاں قدم کہ آں اسرٰی بعبدہٖ است من المسجد الحرام

طبیعتِ امکان سے قدم مبارک اٹھا لئے کہ اللہ تعالٰی نے اپنے خاص بندے کو سیر کرائی مسجد حرام سے

---

[1] الیواقیت والجواہر المبحث الرابع والثلاثون داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۷۰
[2] مدارج النبوۃ باب پنجم وصل در رویت الٰہی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۶۹
[3] " " " " " " " " ۱/۱۷۰

www.alahazratnetwork.org

تا عرصۂ وجوب کہ اقصائے عالم ست
کا بجانہ جاست نے جہت و نے نشاں نہ نام[1]

صحرائے وجوب تک جو عالم کا آخری کنارہ ہے کہ وہاں نہ مکان ہے نہ جہت، نہ نشان اور نہ نام۔ (ت)

نیز اُسی کے باب رؤیۃ اللہ تعالٰی فصل سوم زیرِ حدیث قد رأی ربہ مرتین (تحقیق آپ نے اپنے رب کو دو بار دیکھا۔ ت) ارشاد فرمایا:

تحقیق دید آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پروردگارِ خود را جل وعلا دو بار، یکے چوں نزدیک سدرۃ المنتہٰی بود، دوم چوں بالائے عرش برآمد[2]

تحقیق آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے پروردگار جل وعلا کو دو بار دیکھا، ایک بار جب آپ سدرہ کے قریب تھے، اور دوسری بار جب آپ عرش پر جلوہ گر ہوئے۔ (ت)

مکتوباتِ حضرت شیخ مجدد الف ثانی جلد اول، مکتوب ۲۸۳ میں ہے:

آں سرور علیہ الصلٰوۃ والسلام دراں شب چوں از دائرہ مکان و زمان بیروں جست و از تنگیِ امکان برآمد ازل و ابد را آں واحد یافت و بدایت و نہایت را در یک نقطہ متحد دید[3]

اس رات سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مکان وزمان کے دائرہ سے باہر ہو گئے، اور تنگیِ امکان سے نکل کر آپ نے ازل و ابد کو ایک پایا اور ابتداء کو انتہا کو ایک نقطہ میں متحد دیکھا۔ (ت)

نیز مکتوب ۲۷۲ میں ہے:

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ محبوب رب العالمین ست و بہترین موجودات اولین و آخرین باوجود آنکہ بدولت معراج بدنی مشرف شد و از عرش و کرسی در گزشت و از امکان و زمان بالا رفت۔[4]

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو کہ رب العالمین کے محبوب ہیں اور تمام موجوداتِ اولین و آخرین سے افضل ہیں، جسمانی معراج سے مشرف ہوئے اور عرش و کرسی سے آگے گزر گئے اور مکان و زمان سے اوپر چلے گئے (ت)

---

[1] اشعۃ اللمعات باب المعراج مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۵۳۸
[2] " " کتاب الفتن باب رؤیۃ اللہ تعالٰی الفصل الثالث " " ۴/۴۲۸ تا ۴۲۹
[3] مکتوبات امام ربانی مکتوب ۲۸۳ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۶۶
[4] " " " ۲۷۲ " ۱/۳۴۸

www.alahazratnetwork.org

امام ابن الصلاح کتاب معرفۃ انواع علم الحدیث میں فرماتے ہیں:

قول المصنفین من الفقهاء وغیرهم "قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم کذا وکذا" ونحو ذٰلك کله من قبیل المعضل وسماه الخطیب ابوبکر الحافظ فی بعض کلامه مرسلا وذٰلك علی مذهب من یسمی کل مالا یتصل مرسلا۔[1]

فقہاء وغیرہ مصنفین کا قول کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایسا ایسا فرمایا ہے یا اس کی مثل کوئی کلام یہ سب معضل کے قبیل سے ہے۔ خطیب ابوبکر حافظ نے اس کا نام مرسل رکھا ہے اور یہ اس کے مذہب کے مطابق ہے جو ہر غیر متصل کا نام مرسل رکھتا ہے۔ (ت)

تلویح وغیرہ میں ہے:

ان لم یذکر الواسطة اصلا فمرسل[2]

اگر واسطہ بالکل مذکور نہ ہو تو وہ مرسل ہے۔ (ت)

مسلم الثبوت میں ہے:

المرسل قول العدل قال علیه الصلٰوة والسلام کذا[3]

مرسل یہ ہے عادل کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یوں فرمایا۔ (ت)

فواتح الرحموت میں ہے:

الکل داخل فی المرسل عند اهل الاصول[4]

اصولیوں کے نزدیک سب مرسل میں داخل ہیں۔ (ت)

انجیں میں ہے:

المرسل ان کان من صحابی یقبل مطلقا اتفاقا وان کان من غیره فالاکثر ومنهم الامام ابوحنیفة والامام مالك والامام احمد رضی الله تعالٰی عنهم قالوا یقبل مطلقا اذا کان الراوی ثقة[5] الخ۔

مرسل اگر صحابی سے ہو مطلقاً مقبول ہے اور اگر غیر صحابی سے ہو تو اکثر ائمہ بشمول امام اعظم، امام مالک اور امام احمد رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ مطلقاً مقبول ہے بشرطیکہ راوی ثقہ ہو الخ (ت)

---

[1] معرفۃ انواع علم الحدیث النوع الحادی عشر دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۱۳۸

[2] التوضیح والتلویح الرکن الثانی فی السنۃ فصل فی الانقطاع نورانی کتب خانہ پشاور ص ۴۷۴

[3] مسلم الثبوت مسئلہ تعریف المرسل مطبع انصاری دہلی ص ۲۰۱

[4] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلہ فی الکلام علی المرسل منشورات الشریف الرضی قم ۲/۱۷۴

[5] " " " " " " " " " " " " " " "

www.alahazratnetwork.org

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے :

لایضر ذٰلک فی الاستدلال بہ ھٰھنا لان المنقطع یعمل بہ فی الفضائل اجماعا۔[1]

اس سے استدلال کرنا یہاں مضر نہیں کیونکہ فضائل میں منقطع بالاجماع قابلِ عمل ہے (ت)

شفائے امام قاضی عیاض میں ہے :

اخبر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بقتل علی وانہ قسیم النار۔[2]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالٰے عنہ کے قتل کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ بیشک وہ قسیم النار ہیں (ت)

نسیم الریاض میں فرمایا :

ظاھر ھذا ان ھذا مما اخبر بہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا انھم قالوا لم یروہ احد من المحدثین الا ان ابن الاثیر قال فی النھایۃ الا ان علیا رضی اللہ تعالٰی عنہ قال انا قسیم النار قلت ابن الاثیر ثقۃ وما ذکرہ علی لا یقال من قبل الرائ فھو فی حکم المرفوع[3] اھ ملخصا

ظاہر اس کا یہ ہے کہ بیشک یہ ان امور میں سے ہے جن کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے خبر دی مگر انھوں نے کہا کہ اس کو محدثین میں سے کسی نے روایت نہیں کیا مگر ابن اثیر نے نہایہ میں کہا، بیشک حضرت علی مرتضٰے رضی اللہ تعالٰے عنہ نے فرمایا کہ میں قسیم نار ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ ابن اثیر ثقہ ہے اور جو کچھ سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰے عنہ نے ذکر فرمایا وہ قیاس سے نہیں کہا جا سکتا لہٰذا وہ مرفوع کے حکم میں ہے اھ تلخیص (ت)

امام ابن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں،

---

[1] مرقاۃ المفاتیح باب الرکوع الفصل الثانی تحت الحدیث ۸۸۰ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۲/۶۰۲

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل ومن ذٰلک ما اطلع علیہ من الغیوب المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/۲۸۴

[3] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ؍ ؍ ؍ ؍ ؍ مرکز اہلسنت گجرات الہند ۳/۱۶۳

www.alahazratnetwork.org

عدم النقل لا ینفی الوجود[1] عدمِ نقل وجود کی نفی نہیں کرتا۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

رسالہ

منبہ المنیۃ بوصول الحبیب الی العرش والرؤیۃ

ختم ہوا

---

[1] فتح القدیر کتاب الطہارات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۰

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

صلاتُ الصّفاءِ فی نورِ المصطفٰی ۱۳۲۹ھ

(نورِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بیان میں صفائی باطن کے انعامات)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۳۸: از لشکر گوالیار محکمہ ڈاک دربار مرسلہ مولوی نورالدین احمد صاحب ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ مضمون کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ تعالٰی کے نور سے پیدا ہوئے اور ان کے نور سے باقی مخلوقات، کس حدیث سے ثابت ہے اور وہ حدیث کس قسم کی ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان کرو اجر پاؤ گے۔ ت)

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم لک الحمد یا نور یا نور النور یا نورا قبل کل نور و نورا بعد کل نور یا من لہ النور وبہ النور و منہ النور	اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں۔ اے نور، اے نور کے نور، اے نور ہر نور سے پہلے اور اے نور ہر نور کے بعد۔ اے وہ ذات جس کے لئے نور ہے، جس کے سبب سے نور ہے، جس سے نور

www.alahazratnetwork.org

والیه النور وهو النور صل وسلم وبارك علٰی نورك المنیر الذی خلقته من نورك وخلقت من نوره الخلق جمیعا وعلٰی اشعة انواره واٰله واصحابه نجومه واقماره اجمعین اٰمین!

جس کی طرف نور ہے اور وہی نور ہے۔ درود و سلام اور برکت نازل فرما اپنے نور پر جو روشن کرنے والا ہے۔ جس کو تُو نے اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ اور تمام مخلوق کو اس کے نور سے پیدا فرمایا۔ اور اس کے انوار کی شعاعوں پر اور اس کے آل واصحاب پر جو اس کے ستارے اور چاند ہیں۔ سب پر۔ اے اللہ! ہماری دعا کو قبول فرما۔ (ت)

امام اجل سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے شاگرد اور امام اجل سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ کے استاذ اور امام بخاری و امام مسلم کے استاذ الاستاذ حافظ الحدیث احد الاعلام عبدالرزاق ابوبکر بن ہمام نے اپنی مصنّف میں حضرت سیدنا و ابن سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی:

قال قلت یارسول اللہ بابی انت وامی اخبرنی عن اول شیئ خلقه اللہ تعالٰی قبل الاشیاء قال یا جابر ان اللہ تعالٰی قد خلق قبل الاشیاء نور نبیك من نوره فجعل ذلك النور یدور بالقدرة حیث شاء اللہ تعالٰی ولم یکن فی ذلك الوقت لوح ولا قلم ولا جنة ولا نار ولا ملك ولا سماء ولا ارض ولا شمس ولا قمر ولا جنی ولا انسی فلما اراد اللہ تعالٰی ان یخلق الخلق قسم ذلك النور اربعة اجزاء فخلق من الجزء الاول القلم ومن الثانی اللوح ومن الثالث العرش ثم قسم الجزء الرابع اربعة اجزاء فخلق من الجزء الاول حملة العرش ومن الثانی الکرسی

یعنی وہ فرماتے ہیں میں نے عرض کی، یارسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان، مجھے بتا دیجئے کہ سب سے پہلے اللہ عزوجل نے کیا چیز بنائی، فرمایا، اے جابر! بیشک بالیقین اللہ تعالٰی نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا، وُہ نور قدرتِ الٰہی سے جہاں خدا نے چاہا دَورہ کرتا رہا۔ اس وقت لوح، قلم، جنّت، دوزخ، فرشتے، آسمان، زمین، سورج، چاند، جِن، آدمی کچھ نہ تھا۔ پھر جب اللہ تعالٰی نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا اس نور کے چار حصّے فرمائے، پہلے سے قلم، دوسرے سے لوح، تیسرے سے عرش بنایا۔ پھر چوتھے کے چار حصّے کئے، پہلے سے فرشتگانِ حاملِ عرش، دوسرے سے کرسی، تیسرے سے باقی ملائکہ پیدا کئے۔ پھر

www.alahazratnetwork.org

ومن الثالث باقی الملائکۃ، ثم قسم الرابع اربعۃ اجزاء، فخلق من الاول السموات و من الثانی الارضین و من الثالث الجنۃ و النار، ثم قسم الرابع اربعۃ اجزاء و الحدیث[۱] بطولہ۔	چوتھے کے چار حصّے فرمائے، پہلے سے آسمان، دوسرے سے زمینیں، تیسرے سے بہشت دوزخ بنائے، پھر چوتھے کے چار حصے کئے، الی آخر الحدیث۔

یہ حدیث امام بیہقی نے بھی دلائل النبوۃ میں بنحوہٖ روایت کی، اجلہ ائمہ دین مثل امام قسطلانی مواہب لدنیہ اور امام ابن حجر مکی افضل القرٰی اور علامہ فاسی مطالع المسرات اور علامہ زرقانی شرح مواہب اور علامہ دیار بکری خمیس اور شیخ محقق دہلوی مدارج وغیرہا[۱] میں اس حدیث سے استناد اور اس پر تعویل و اعتماد فرماتے ہیں، بالجملہ وہ تلقی امت بالقبول کا منصب جلیل پائے ہوئے ہے تو بلا شبہہ حدیث حسن صالح مقبول معتمد ہے۔ تلقی علماء بالقبول وہ شے عظیم ہے جس کے بعد ملاحظۂ سند کی حاجت نہیں رہتی بلکہ سند ضعیف بھی ہو تو حرج نہیں کرتی، کما بیّنّاہ فی "منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین" (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ "منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین" میں اس کو بیان کیا ہے۔ ت)

لاجرم علامہ محقق عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں،

قد خلق کل شیئ من نورہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما ورد بہ الحدیث الصحیح[۲]۔	بے شک ہر چیز نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نور سے بنی، جیسا کہ حدیث صحیح اس معنی میں وارد ہوئی۔

---

[۱] المواہب اللدنیۃ المقصد الاول المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۷۱ و ۷۲
شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ " دار المعرفۃ " ۱/ ۴۶ و ۴۷
تاریخ الخمیس مطلب اللوح والقلم مؤسسۃ شعبان ۱/ ۱۹ و ۲۰
مطالع المسرات الحزب الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۲۱
مدارج النبوۃ قسم دوم باب اول " " " ۲/ ۲
[۲] الحدیقۃ الندیۃ المبحث الثانی " " " ۲/ ۳۷۵

www.alahazratnetwork.org

ذکرہ فی البحث الثانی بعد النوع الستین من اٰفات اللسان فی مسئلۃ ذم الطعام۔

اس کو علامہ نابلسی نے نوع نمبر ساٹھ جو کہ زبان کی آفتوں کے بیان میں ہے کے بعد کھانے کی برائی بیان کرنے کے مسئلہ کے ضمن میں ذکر فرمایا ہے۔(ت)

مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں ہے:

قد قال الاشعری انہ تعالٰی نور لیس کالانوار والروح النبویۃ القدسیۃ لمعۃ من نورہ والملٰئکۃ شرر تلک الانوار وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اول ما خلق اللہ نوری ومن نوری خلق کل شیئ وغیرہ مما فی معناہ[1]۔

یعنی امام اجل امام اہلسنت سیدنا ابوالحسن اشعری قدس سرہ (جن کی طرف نسبت کرکے اہل سنت کو اشاعرہ کہا جاتا ہے) ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل نور ہے نہ اور نوروں کی مانند اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی روح پاک اسی نور کی تابش ہے اور ملائکہ ان نوروں کے ایک پھول ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے میرا نور بنایا اور میرے ہی نور سے ہر چیز پیدا فرمائی۔ اور اس کے سوا اور حدیثیں ہیں جو اسی مضمون میں وارد ہیں۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۰۹: از نانندہ ضلع مراد آباد مرسلہ مولوی الطاف الرحمن صاحب پیپسانوی ۱۴ شعبان ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض مولود شریف میں جو نور محمدی کو نور خدا سے پیدا ہوا لکھا ہے اس میں زید کہتا ہے بشرط صحت یہ متشابہ کے حکم میں ہے اور عمرو کہتا ہے یہ انفکاک ذات سے ہوا ہے۔

بکر کہتا ہے کہ یہ مثل شمع سے شمع روشن کرلینے کے ہوا ہے۔

اور خالد کہتا ہے متشابہات میں مذہب اسلم رکھتا ہوں اور سالم کو برا نہیں جانتا، اس میں چوں وچرا بیجا ہے۔ بیّنوا توجروا (بیان کرو اجر پاؤ گے۔ ت)

---

[1] مطالع المسرات الحزب الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۶۵

www.alahazratnetwork.org

الجواب

عبدالرزاق نے اپنی مصنّف میں حضرت سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا:

یاجابران اللّٰہ خلق قبل الاشیاء نور نبیك من نورہ۔ ذکرہ الامام القسطلانی فی المواھب[1] وغیرہ من العلماء الکرام۔

اے جابر! بیشک اللہ تعالٰی نے تمام عالم سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ (امام قسطلانی نے اس کو مواہب لدنیہ میں اور دیگر علماءِ کرام نے ذکر کیا ہے۔ت)

عمرو کا قول سخت باطل وشنیع وگمراہی فظیع بلکہ سخت تر امر کی طرف منجر ہے اللہ عزوجل اس سے پاک ہے کہ کوئی چیز اس کی ذات سے جُدا ہو کر مخلوق بنے، اور قولِ زید میں لفظ "بشرطِ صحت" بُوئے انکار دیتا ہے یہ جہالت ہے، باجماعِ علماء دربارہ فضائل صحتِ مصطلحہ محدثین کی حاجت نہیں، مع ہذا علامہ عارف باللہ سیّدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے اس حدیث کی تصحیح فرمائی۔ علاوہ بریں یہ معنٰی قدیماً و حدیثاً تصانیف وکلماتِ ائمہ وعلماء واولیاء وعرفاء میں مذکور ومشہور و ملتقی بالقبول رہنے پر خود صحتِ حدیث کی دلیل کافی ہے،

فان الحدیث یتقوی بتلقی الائمۃ بالقبول کما اشار الیہ الامام الترمذی فی جامعہ وصرح بہ علماؤنا فی الاصول۔

اس لئے کہ حدیث علماء کی طرف سے تلقی بالقبول پاکر قوی ہوجاتی ہے۔ جیسا کہ امام ترمذی نے اپنی جامع میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور ہمارے علماء نے اصول میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔(ت)

ہاں اُسے باعتبارِ کنہ کیفیت متشابہات سے کہنا وجہِ صحت رکھتا ہے، واقعی نہ ربّ العزت جل وعلا نہ اس کے رسولِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیں بتایا کہ اللہ تعالٰی نے اپنے نور سے نورِ مطہر سیّدِ انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیونکر بنایا، نہ بے بتائے اس کی پُوری حقیقت ہمیں خود معلوم ہوسکتی ہے اور یہی معنیِ متشابہات ہیں۔

بکر نے جو کہا وہ دفعِ خیالِ ضلال عمرو کے لئے کافی ہے، شمع سے شمع روشن ہوجاتی ہے بے اس کے کہ اُس شمع سے کوئی حصہ جُدا ہو کر یہ شمع بنے۔ اس سے بہتر آفتاب اور دُھوپ کی مثال ہے کہ نورِ شمس نے

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الاول المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۷۱

www.alahazratnetwork.org

جس پر تجلّی کی وہ روشن ہوگیا اور ذاتِ شمس سے کچھ جدا نہ ہوا مگر ٹھیک مثال کی وہاں مجال نہیں۔ جو کہا جائے گا ہزاراں ہزار وجوہ پر ناقص و ناتمام ہوگا، بلا شبہہ طریقِ اسلم قولِ خالد ہے اور وہی مذہب ائمہ سلف رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴: پیشِ نظر ہے یہ بات کہ میں کوئی عالم وفاضل نہیں ہوں کہ بحث ومباحثہ کا خیال درمیان میں آئے، فقط دریافت کرنے کی غرض سے فدویانہ لکھتا ہوں تاکہ میرے عقیدے میں جو کچھ غلطی ہو وہ صحیح ہوجائے، مجھ کو ایسا معلوم ہے کہ تمام مخلوقات انسان کا یہ حال ہے کہ غلاظت آلودہ پیدا ہوتے ہیں مگر خدا نے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ان سب باتوں سے محفوظ رکھا ہے اور تمام مخلوقات پر ان کو بزرگی عنایت فرمائی ہے۔ اگر یہ بات سچی ہے تو حدیث شریف کے معنے مجھ کو یوں معلوم ہیں، ملاحظہ فرمائیے گا:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یاجابر ان اللہ خلق نور نبیک من نورہ[1]۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اے جابر! تحقیق اللہ تعالٰی نے پیدا کیا ذات نبی تیرے کو اپنے نور سے۔

مثال چراغ کی جو جناب نے فرمائی ہے اس میں مجھ کو شک ہے، چاہتا ہوں کہ شک دُور ہوجائے، مثلاً ایک چراغ سے دوسرا چراغ روشن کیا اور دوسرے چراغ سے اور بہت سے چراغ روشن کئے گئے، پہلے اور دوسرے میں کچھ کمی نہیں آئی، یہ آپ کا فرمانا صحیح اور بجا ہے لیکن یہ سب چراغ نام اور ذات اور روشنی میں ہم جنس ہیں یا نہیں اور یہ سب مرتبہ برابر ہونے کا رکھتے ہیں یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان کرو اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

نجاست سے آلودہ پیدا ہونے میں سب مخلوق شریک نہیں، تمام انبیاء علیہم السلام پاک ومنزّہ پیدا ہوئے بلکہ حدیث سے ثابت ہے کہ حضرات حسنین رضی اللہ تعالٰی عنہما بھی صاف ستھرے پیدا ہوئے۔ نور کے معنی فضل کے نہیں۔ مثال سمجھانے کو ہوتی ہے نہ کہ ہر طرح برابری بتانے کو۔ قرآن عظیم میں نورِ الٰہی کی مثال دی کمشکوٰۃ فیہا مصباح[2] (جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے۔ ت) کہاں چراغ اور قندیل اور کہاں نورِ ربِّ جلیل، یہ مثال وہابیہ کے اس اعتراض کے دفع کو تھی کہ نورِ الٰہی سے نورِ نبوی پیدا ہوا تو نورِ الٰہی کا ٹکڑا جدا ہونا لازم آیا، اسے بتایا گیا کہ چراغ سے چراغ روشن ہونے

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الاول المخلوقات المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۷۱ و ۷۲

[2] القرآن الکریم ۲۴/ ۳۵

www.alahazratnetwork.org

میں اس کا ٹکڑا کٹ کر اس میں نہیں آجاتا۔ جب یہ فانی مجازی نور اپنے نور سے دوسرا نور روشن کردیتا ہے تو اس نورِ الٰہی کا کیا کہنا، نور سے نور پیدا ہونے کو نام و روشنی میں مساوات بھی ضرور نہیں، چاند کا نور آفتاب کی ضیاء سے ہے، پھر کہاں وہ اور کہاں یہ، علم ہیأت میں بتایا گیا ہے کہ اگر چودھویں رات کے کامل چاند کے برابر نوّے ہزار چاند ہوں تو روشنی آفتاب تک نہ پہنچیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴ از کلکتہ ۹ گوبند چندودھرمن لین مرسلہ حکیم محمد ابراہیم صاحب بنارسی ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ کے نور سے پیدا ہیں یا نہیں؟ اگر اللہ کے نور سے پیدا ہیں نورِ ذاتی سے یا نورِ صفاتی سے یا دونوں سے؟ اور نور کیا چیز ہے؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا (بیان کرو اجر پاؤ گے۔ ت)

الجواب

جواب مسئلہ سے پہلے ایک اور مسئلہ گزارش کروں،

لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ[1] ۔ الحدیث۔

نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق: "تم میں سے کوئی آدمی بُرائی دیکھے تو اسے چاہئے کہ اپنے ہاتھ سے بدل دے اگر ایسا نہ کرسکے تو اپنی زبان سے بدل دے۔ الحدیث۔ (ت)

حضور پُرنور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذکرِ کریم کے ساتھ جس طرح زبان سے درود شریف پڑھنے کا حکم ہے اللّٰھم صل وسلم وبارک علیہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ ابدا (اے اللہ! آپ پر اور آپ کی آل پر اور آپ کے صحابہ پر ہمیشہ ہمیشہ درود و سلام اور برکت نازل فرما۔ ت)۔ درود شریف کی جگہ فقط صاد یا عم یا صلعم یا صلم کہنا ہرگز کافی نہیں بلکہ وہ الفاظ بے معنی ہیں اور فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی قیل لھم[2] میں داخل، کہ ظالموں نے وہ بات جس کا انہیں حکم تھا ایک اور لفظ سے بدل ڈالی فانزلنا علی الذین ظلموا رجزا من السماء بما کانوا یفسقون[3] تو ہم نے آسمان سے ان پر عذاب اتارا بدلہ ان کی بے حکمی کا۔ یونہی تحریر میں القلم احد اللسانین (قلم دو زبانوں میں سے ایک ہے۔ ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان کون النہی عن المنکر من الایمان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۱

[2] القرآن الکریم ۲/۵۹

[3]

www.alahazratnetwork.org

بلکہ فتاوٰی تاتارخانیہ سے منقول کہ اس میں اس پر نہایت سخت حکم فرمایا اور اسے معاذاللہ تخفیفِ شانِ نبوت بتایا۔ طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے:

یحافظ علی کتب الصلٰوۃ والسلام علی رسول اللہ ولایسأم من تکرارہ و ان لم یکن فی الاصل ویصلی بلسانہ ایضا، ویکرہ الرمز بالصلاۃ والترضی بالکتابۃ بل یکتب ذٰلک کلہ بکمالہ، وفی بعض المواضع عن التتارخانیۃ من کتب علیہ السلام بالھمزۃ والمیم یکفر لانہ تخفیف و تخفیف الانبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کفر بلاشک ولعلہ ان صح النقل فھو مقید بقصدہ والا فالظاھر انہ لیس بکفر، نعم الاحتیاط فی الاحتراز عن الایھام والشبھۃ اھ مختصرًا۔[1]

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود و سلام لکھنے کی محافظت کی جائے اور اس کی تکرار سے تنگ دل نہ ہو اگرچہ اصل میں نہ ہو اور اپنی زبان سے بھی درود پڑھے۔ درود یا رضی اللہ عنہ کی طرف لکھنے میں اشارہ کرنا مکروہ ہے بلکہ پورا لکھنا چاہئے۔ تاتارخانیہ کے بعض مقامات پر ہے کہ جس نے علیہ السلام ہمزہ اور میم سے لکھا" کافر ہوگیا کیونکہ یہ تخفیف ہے اور انبیاء کی تخفیف بغیر کسی شک کے کفر ہے، اور یہ نقل صحیح ہے تو اس میں قصد کی قید ضرور ہوگی ورنہ بظاہر یہ کفر نہیں ہے، ہاں احتیاط ایہام اور شُبہہ سے بچنے میں ہے۔ (ت)

اس کے بعد اصل مسئلہ کا جواب بعون الملک الوہاب لیجئے۔ نُور عرفِ عام میں ایک کیفیت ہے کہ نگاہ پہلے اسے ادراک کرتی ہے اور اس کے واسطے سے دوسری اشیائے دیدنی کو۔

قال السید فی تعریفاتہ النور کیفیۃ تدرکھا الباصرۃ اولا وبواسطتھا سائر المبصرات۔[2]

علامہ سید شریف جرجانی نے فرمایا، نور ایک ایسی کیفیت ہے جس کا ادراک قوتِ باصرہ پہلے کرتی ہے پھر اس کے واسطہ سے تمام مبصرات کا ادراک کرتی ہے۔ (ت)

اور حق یہ کہ نور اس سے اجلٰی ہے کہ اس کی تعریف کی جائے۔

یہ جو بیان ہُوا تعریف الجلی بالخفی ہے کما نبہ علیہ فی المواقف وشرحہا (جیسا کہ مواقف اور

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار خطبۃ الکتاب المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۱/ ۶

[2] التعریفات للجرجانی تحت اللفظ "النور" ۱۵۷۷ دارالکتاب العربی بیروت ص ۱۹۵

www.alahazratnetwork.org

اس کی شرح میں اس پر تنبیہ کی گئی ہے۔ت) نور بایں معنی ایک عرض و حادث ہے اور رب عزوجل اس سے منزّہ۔ محققین کے نزدیک نور وہ کہ خود ظاہر ہو اور دوسروں کا مظہر، کما ذکرہ الامام حجۃ الاسلام الغزالی ثم العلامۃ الزرقانی فی شرح المواھب الشریفۃ (جیسا کہ حجۃ الاسلام امام غزالی نے پھر شرح مواہب شریف میں علامہ زرقانی نے ذکر فرمایا ہے۔ت) بایں معنی اللہ عزوجل نورِ حقیقی ہے بلکہ حقیقۃً وہی نور ہے اور آیۂ کریمہ اللّٰہ نور السمٰوٰت والارض[1] (اللہ تعالٰی نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔ت) بلا تکلف بلا دلیل اپنے معنی حقیقی پر ہے۔

فان اللّٰہ عزوجل ھو الظاھر بنفسہ المظھر لغیرہ من السمٰوٰت والارض ومن فیھن وسائر المخلوقات۔

کیونکہ اللہ عزوجل بلاشبہہ خود ظاہر ہے اور اپنے غیر یعنی آسمانوں، زمینوں، ان کے اندر پائی جانیوالی تمام اشیاء اور دیگر مخلوقات کو ظاہر کرنے والا ہے۔(ت)

حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلاشبہہ اللہ عزوجل کے نورِ ذاتی سے پیدا ہیں۔ حدیث شریف میں وارد ہے:

ان اللّٰہ تعالٰی قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ۔ رواہ عبدالرزاق[2] ونحوہ عند البیھقی۔

اے جابر! بیشک اللہ تعالٰی نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ (اس کو عبدالرزاق نے روایت کیا اور بیہقی کے نزدیک اس کے ہم معنی ہے۔ت)

حدیث میں "نورہٖ" فرمایا جس کی ضمیر اللہ کی طرف ہے کہ اسم ذات ہے من نور جمالہ یا نور علمہ یا نور رحمتہ (اپنے جمال کے نور سے یا اپنے علم کے نور سے یا اپنی رحمت کے نور سے۔ت) وغیرہ نہ فرمایا کہ نورِ صفات سے تخلیق ہو۔ علامہ زرقانی رحمہ اللہ تعالٰی اسی حدیث کے تحت میں فرماتے ہیں: (من نورہ) ای من نور ھو ذاتہ[3] یعنی اللہ عزوجل نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اس نور سے پیدا کیا جو عین ذاتِ الٰہی ہے، یعنی اپنی ذات سے بلاواسطہ پیدا فرمایا، کما سیأتی تقریرہ (جیسا کہ اس کی

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۳۵

[2] المواہب اللدنیۃ بحوالہ عبدالرزاق المقصد الاول المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۷۱

[3] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ " " دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۴۶

www.alahazratnetwork.org

تقریر عنقریب آرہی ہے۔ ت) امام احمد قسطلانی مواہب شریف میں فرماتے ہیں :

لما تعلقت ارادۃ الحق تعالٰی بایجاد خلقہ ابرز الحقیقۃ المحمدیۃ من الانوار الصمدیۃ فی الحضرۃ الاحدیۃ ثم سلخ منہا العوالم کلہا علوھا وسفلہا۔[1]

یعنی جب اللہ عزوجل نے مخلوقات کو پیدا کرنا چاہا صمدی نوروں سے مرتبۂ ذاتِ صرف میں حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ظاہر فرمایا، پھر اس سے تمام عالم علوی و سفلی نکالے۔

شرحِ علامہ میں ہے :

والحضرۃ الاحدیۃ ھی اول تعینات الذات واول رتبہا الذی لا اعتبار فیہ لغیر الذات کما ھو المشار الیہ بقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان اللہ ولا شیئ معہ ذکرہ الکاشی۔[2]

یعنی مرتبۂ احدیتِ ذات کا پہلا تعین اور پہلا مرتبہ ہے جس میں غیرِ ذات کا اصلاً لحاظ نہیں جس کی طرف نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالٰی تھا اور اس کے ساتھ کچھ نہ تھا؛ اسے سیدی کاشی قدس سرہٗ نے ذکر فرمایا۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں :

انبیاء مخلوق اند از اسمائے ذاتیہ حق و اولیاء از اسمائے صفاتیہ و بقیہ کائنات از صفاتِ فعلیہ و سیدِ رسل مخلوق است از ذاتِ حق و ظہورِ حق در وے بالذات است۔[3]

انبیاء اللہ کے اسماءِ ذاتیہ سے پیدا ہوئے اور اولیاء اسمائے صفاتیہ سے، بقیہ کائنات صفاتِ فعلیہ سے، اور سیدِ رسل ذاتِ حق سے، اور حق کا ظہور آپ میں بالذات ہے۔ (ت)

ہاں عین ذاتِ الٰہی سے پیدا ہونے کے یہ معنٰی نہیں کہ معاذ اللہ ذاتِ الٰہی ذاتِ رسالت کیلئے مادہ ہے جیسے مٹی سے انسان پیدا ہو، یا عیاذًا باللہ ذاتِ الٰہی کا کوئی حصہ یا کُل ذاتِ نبی ہوگیا۔ اللہ عزوجل حصے اور ٹکڑے اور کسی کے ساتھ متحد ہوجانے یا کسی شے میں حلول فرمانے سے پاک و منزہ ہے۔ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خواہ کسی شے کو جزءِ ذاتِ الٰہی خواہ کسی مخلوق کو عین و نفسِ ذاتِ الٰہی ماننا کفر ہے۔

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الاول المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۵۵

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ " دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۷

[3] مدارج النبوۃ تکملہ در صفات کاملہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۶۰۹

www.alahazratnetwork.org

اس تخلیق کے اصل معنٰی تو اللہ و رسول جانیں، جل وعلا و صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم عالم میں ذاتِ رسول کو تو کوئی پہچانتا نہیں۔ حدیث میں ہے:

یا ابابکر لم یعرفنی حقیقۃ غیر ربی۔[1] اے ابوبکر! مجھے جیسا میں حقیقت میں ہوں میرے رب کے سوا کسی نے نہ جانا۔

ذاتِ الٰہی سے اس کے پیدا ہونے کی حقیقت کے مفہوم ہو مگر اس میں فہمِ ظاہر بیں کا جتنا حصہ ہے وُہ یہ ہے کہ حضرت حق عزّ جلالہٗ نے تمام جہان کو حضور پُرنور محبوب اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے واسطے پیدا فرمایا، حضور نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا۔

لولاک لما خلقت الدنیا۔[2] اگر آپ نہ ہوتے تو میں دُنیا کو نہ بناتا۔ (ت)

آدم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے ارشاد ہوا:

لولا محمد ما خلقتک ولا ارضا ولا سماء۔[3] اگر محمد نہ ہوتے تو میں نہ تجھیں بناتا نہ زمین نہ آسمان کو۔ (ت)

تو سارا جہان ذاتِ الٰہی سے بواسطۂ حضور صاحب لولاک صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پیدا ہوا یعنی حضور کے واسطے حضور کے صدقے حضور کے طفیل میں۔

لا انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم استفاض الوجود من حضرۃ العزۃ ثم ھو افاض الوجود علی سائر البریۃ کما تزعم کفرۃ الفلاسفۃ من توسیط العقول، تعالٰی اللہ عما یقول الظلمون علوا کبیرا ھل من خالق غیر اللہ۔

یہ بات نہیں کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اللہ سے وجود حاصل کیا پھر باقی مخلوق کو آپ نے وجود دیا جیسے فلاسفہ کا فرگمان کرتے ہیں کہ عقول کے واسطے دوسری چیزیں پیدا ہوتی ہیں، اللہ تعالٰی ان ظالموں کے اس قول سے بلند و بالا ہے، کیا اللہ تعالٰی کے علاوہ بھی کوئی خالق ہوسکتا ہے (ت)

---

[1] مطالع المسرات مکتبۂ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۱۲۹

[2] تاریخ دمشق الکبیر باب ذکر عروجہ الی السماء الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۹۷

[3] المواہب اللدنیۃ المقصد الاول المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۷۰

مطالع المسرات الحزب الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۶۴

www.alahazratnetwork.org

بخلاف ہمارے حضور عین النور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کہ وہ کسی کے طفیل میں نہیں، اپنے رب کے سوا کسی کے واسطے نہیں تو وہ ذاتِ الٰہی سے بلاواسطہ پیدا ہیں۔ زرقانی شریف میں ہے:

ای من نور ھو ذاتہ لابمعنی انہا مادۃ خلق نورہ منہا بل بمعنی تعلق الارادۃ بہ بلا واسطۃ شیئ فی وجودہ[1]

یعنی اُس نور سے جو اللہ کی ذات ہے، یہ مقصد نہیں کہ وہ کوئی مادہ ہے جس سے آپ کا نور پیدا ہوا بلکہ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ آپ کے نور سے بلا کسی واسطہ فی الوجود کے متعلق ہوا۔ (ت)

یا زیادہ سے زیادہ بغرضِ توضیح ایک کمال ناقص مثال یوں خیال کیجئے کہ آفتاب نے ایک عظیم وجمیل وجلیل آئینہ پر تجلی کی، آئینہ چمک اٹھا اور اس کے نور سے اور آئینے اور پانیوں کے چشمے اور ہوائیں اور سائے روشن ہوئے آئینوں اور چشموں میں صرف ظہور نہیں بلکہ اپنی اپنی استعداد کے لائق شعاع بھی پیدا ہوئی کہ اور چیز کو روشن کرسکے کچھ دیواروں پر دھوپ پڑی، یہ کیفیتِ نور سے حصّہ لیتی ہیں اگرچہ اور کو روشن نہ کریں جن تک دھوپ بھی نہ پہنچی، وہ ہوائے متوسط نے ظاہر کیں جیسے دن میں مسقّف دالان کی اندرونی دیواریں ان کا حصہ صرف اسی قدر ہوا، کیفیتِ نور سے بہرہ نہ پایا، پہلا آئینہ خود ذاتِ آفتاب سے بلاواسطہ روشن ہے اور باقی آئینے چشمے اس کے واسطے سے اور دیواریں وغیرہا واسطہ در واسطہ پھر جس طرح وہ نور کہ آئینہ اول پر پڑا بعینہٖ آفتاب کا نور ہے بغیر اس کے کہ آفتاب خود یا اس کا کوئی حصہ آئینہ ہوگیا ہو، یونہی باقی آئینے اور چشمے کہ اس آئینے سے روشن ہوئے اور دیوار وغیرہ اشیاء پر ان کی دھوپ پڑی یا صرف ظاہر ہوئیں، ان سب پر بھی یقیناً آفتاب ہی کا نور اور اسی سے ظہور ہے، آئینے اور چشمے فقط واسطۂ وصول ہیں، ان کی حدِ ذات میں دیکھو تو یہ خود نور تو نور، ظہور سے بھی حصہ نہیں رکھتے ہے

یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پرتوِ آں ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

(اس گھر میں ایک چراغ ہے جس کی تابش سے تو جہاں دیکھتا ہے انجمن بنائے ہوئے ہیں)

یہ نظیر محض ایک طرح کی تقریبِ فہم کے لئے ہے جس طرح ارشاد ہوا، مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح[2] (اس کے نور کی مثال ایسے ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے۔ ت) ورنہ کجا چراغ اور کجا وہ نورِ حقیقی، وللہ المثل الاعلٰی[3] (اور اللہ کی شان سب سے بلند ہے۔ ت)۔

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول دار المعرفۃ بیروت ۱/۴۶

[2] القرآن الکریم ۲۴/۳۵ [3] القرآن الکریم ۱۶/۶۰

www.alahazratnetwork.org

توضیح صرف ان دو باتوں کی منظور ہے ایک یہ کہ دیکھو آفتاب سے تمام اشیاء منور ہوئیں یہ اسکے آفتاب خود آئینہ ہوگیا یا اُس میں سے کچھ جدا ہو کر آئینہ بنا، دوسرے یہ کہ ایک آئینہ نفسِ ذاتِ آفتاب سے بلاواسطہ روشن ہے باقی بوسائط، ورنہ حاشا کہاں مثال اور کہاں وہ بارگاہِ جلال۔ باقی اشیاء سے کہ مثال میں بالواسطہ منور مانیں آفتاب حجاب میں ہے اور اللہ عزوجل ظاہر فرق کل ظاہر ہے، آفتاب ان اشیاء تک اپنے وصولِ نور میں وسائط کا محتاج ہے اور اللہ عزوجل احتیاج سے پاک، غرض کسی بات میں نہ تطبیق مراد نہ ہرگز ممکن، حتی کہ نفسِ وساطت بھی یکساں نہیں، کما لایخفی وقد اشرنا الیہ (جیسا کہ پوشیدہ نہیں اور ہم نے اس کی طرف اشارہ کردیا ہے۔ ت)

سیدی ابوسالم عبداللہ عیاشی، ہم استاذ علامہ محمد زرقانی تلمیذ علامہ ابوالحسن شبراملسی اپنی کتاب "الرحلہ" پھر سیدی علامہ عشماوی رحمہم اللہ تعالٰی جمیعا "شرح صلاۃ" حضرت سیدی احمد بدوی کبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ میں فرماتے ہیں،

انما یدرکہ علی حقیقتہ من عرف معنی قولہ تعالٰی اللہ نور السمٰوٰت والارض وتحقیق ذٰلک علی ماینبغی لیس مما یدرک ببضاعۃ العقول ولا مما تسلط علیہ الاوھام وانما یدرک بکشف الٰھی واشراق حقہ من اشعۃ ذٰلک النور فی قلب العبد فیدرک نور اللہ بنورہ واقرب تقریر لعلی القرب من فھم۔

اس کا ادراک حقیقۃً وہی شخص کرسکتا ہے جو اللہ تعالٰی کے ارشاد اللہ نور السمٰوٰت والارض کا معنی جانتا ہے کیونکہ وہم اور عقل کے ذرائع اس کا حقیقی ادراک نہیں کرسکتے، اس کو تو صرف بندے کے دل میں اس نور کو اللہ تعالٰی کی عطا کردہ شعاؤں سے ہی سمجھا جاسکتا ہے، پس "نور اللہ" کو اس نور ہی کے ذریعے سے سمجھا جاسکتا ہے۔

معنی الحدیث انہ لما کان النور المحمدی اول الانوار الحادثۃ التی تجلی بہا النور القدیم الازلی وھو اول التعینات للوجود المطلق الحقانی وھو مدد کل نور کائن اویکون وکما اشرق النور الاول فی حقیقتہ فتنورت بحیث صارت ھو نورا اشرق نورہ المحمدی علی حقائق الموجودات شیئا

حدیث کے معنے کو سمجھنے کے لئے قریب ترین یہ ہے کہ نورِ محمدی جب قدیم اور ازلی نور کی پہلی تجلی ہے تو کائنات میں ہی اللہ تعالٰی کے وجود کا وہی سب سے پہلا مظہر ہے اور وجود میں آنے والے تمام نوروں کی اصل قوت ہے۔ جب یہ نورِ اول چمکا اور منور ہوا تو اس نورِ محمدی نے تمام موجودات پر درجہ بدرجہ اپنی چمک ڈالی تو بلاواسطہ یا واسطہ کی کمی بیشی کے اعتبار سے ہر چیز اپنی استعداد کے

www.alahazratnetwork.org

فشيئا فهي تستمد منه على قدر تنورها بحسب كثرة الوسائط وقلتها وعدمها وكلما اشرق نوره على نوع من انواع الحقائق ظهر النور في مظهر الاقسام فقد كان النور الحادث اولا شيئا واحدا ثم اشرق في حقيقة اخرى فاستنارت بنوره تنورا كاملا بحسب ما تقتضيه حقيقتها فحصل في الوجود الحادث نوران مفيض ومفاض وفي نفس الامر ليس هناك الا نور واحدا اشرق في قابل الاستنارة يتنور بتعددات المظاهر والظاهر واحد ثم كذلك كلما اشرق في محل ظهر بصورة الانقسام وقد يشرق نور المفاض عليه ايضا بحسب قوته على قوابل اخر فتنور بنوره فيحصل انقسام اخر بحسب المظاهر وكلها راجعة الى النور الاول الحادث اما بواسطة او بدونها۔

قال وهذا غاية ما اتصل اليه العبارة في هذا التقرير ومثل في قصر باعه وعدم تضلعه من العلوم الالٰهية ان نزاد في التقرير خشي علي واقرب مثال يضرب لذلك نور المصباح تصبح منه مصابيح كثيرة وهو في نفسه باق على ما هو عليه لم ينقص منه شيئ واقرب من هذا المثال الى التحقيق وابعد عن الافهام نور الشمس المشرق في الاهلة والكواكب على

مطابق چمک اُٹھی اور تمام حقائق واقسام اس نور کی چمک سے اس کے مظہر بن گئے، یُوں وجود میں آنے والا پہلا نور ایک تھا لیکن اس کی چمک سے دوسرے حقائق بھی اپنی حقیقت کے مطابق اس نور سے منور ہوتے چلے گئے اور کائنات میں نور در نور بن گئے جبکہ وجود میں نور کی صرف دُوہی قسمیں ہیں، ایک فیض دینے والا اور دوسرا فیض پانے والا، حالانکہ نفس الامری حقیقت میں یہ دونوں نور ایک ہی ہیں، یہ ایک حقیقی نور ہی قابل اشیاء میں چمک پیدا کرکے متعدد مظاہر میں ہوتا ہے اور تمام اقسام میں ہر قسم کی صورت میں چمکتا ہے اسی طرح فیض یافتہ نور بھی اپنی استعداد کے مطابق دوسری قابل اشیاء میں چمک پیدا کرکے ان کو منور کرتا ہے جس سے مزید مظاہرات کی اقسام حاصل ہوتی ہیں جبکہ یہ تمام انوار بالواسطہ یا بلاواسطہ سب سے پہلے نور سے ہی مستفیض ہیں۔

اس تقریر کے لئے یہ انتہائی محتاط عبارت ہے جو علوم الٰہیہ کے موافق ہے، اس سے زائد عبارت خطرناک ہوسکتی ہے۔ اس تقریر کی مناسب مثال وُہ چراغ ہے جس سے بے شمار چراغ روشن ہوئے، اس کے باوجود وہ اپنی اصل حالت پر باقی ہے اور اس کے نور میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی، مزید واضح مثال سورج ہے جس سے تمام سیارے روشن ہیں جن کا اپنا کوئی نور نہیں ہے۔ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ سورج کا نور اُن ستاروں میں منقسم ہوگیا ہے

www.alahazratnetwork.org

القول بان الكل مستنير بنوره وليس لها نور من ذاتها فقد يقال بحسب النظر الاول ان نور الشمس منقسم فى هذه الاجرام العلوية وفى الحقيقة ليس هذا الا نورها وهو قائم بها لم ينقص منه شیٔ ولم يزايلها منه شیٔ ولكنه اشرق فى اجرام قابلة الاستنارة فاستنارت۔

جبکہ فی الواقع ان سیاروں میں سورج ہی کا نور ہے جو سورج سے نہ تو جُدا ہوا اور نہ ہی کم ہوا، سیارے تو صرف اپنی قابلیت کی بنا پر چمکے اور سورج کی روشنی سے منور ہوئے۔

واقرب من هذا للفهم ما يحصل فى الاجرام السفلية من اشراق اشعة الشمس على الماء اوقوارير الزجاج فيستنير مايقابلها من الجدران بحيث يلمع فيها نور كنور الشمس مشرق باشراقه ولم ينفصل شیٔ من نور الشمس عن محله الٰى ذلك المحل ومن كشف الله حجاب الغفلة عن قلبه واشرقت الانوار المحمدية علٰى قلبه بصدق اتباعه له ادرك الامر ادراكا اخر لايحتمل شكا ولا وهما۔

مزید سمجھ کے لئے پانی اور شیشے پر پڑنے والی سورج کی شعاعوں کو دیکھا جائے جن کا عکس پانی یا شیشے کے بالمقابل دیوار پر پڑتا ہے جس سے دیوار روشن ہو جاتی ہے، دیوار پر یہ روشنی سورج ہی کا نور ہے جو بالواسطہ دیوار پر پڑا کیونکہ براہِ راست دیوار پر سورج کا نور نہیں پڑا اور نہ ہی یہ نور سورج سے جُدا ہوا، اس کے باوجود یہ نور سورج کا ہی ہے، جب اللہ تعالٰی کسی کے قلب کو حجابِ غفلت سے پاک کرتا ہے اور وہ دل انوارِ محمدیہ سے منور ہوتا ہے تو پھر اس کا ادراک ایسا کامل ہوتا ہے کہ اس میں شک اور وہم کا احتمال نہیں ہوتا۔

نسأل الله تعالٰى ان ينور بنور العلم الالٰهى بصائرنا ويحجب عن ظلمات الجهل سرائرنا ويغفر لنا ما اجترأنا عليه من الخوض فيما لسنا له باهل ونسأله ان لايؤاخذنا بما تقتضيه

اللہ تعالٰی سے دُعا ہے کہ وہ ہماری بصیرت کو اپنے علم کے نور سے منور فرمائے اور ہمارے باطن کو جہالت کے اندھیروں سے محفوظ فرمائے، اور جن امور میں ہم غور کرنے کے اہل نہیں ان پر ہماری جسارت کو معاف فرمائے اور اس جناب

www.alahazratnetwork.org

العبارۃ من تقصیر فی حق ذٰلك الجناب[1] اھ مختصرًا۔

میں ہماری عبارت کی کوتاہیوں پر مواخذہ نہ فرمائے' آمین! اھ مختصرًا (ت)

اِس تقریر منیر سے مقاصدِ مذکورہ کے سوا چند فائدے اور حاصل ہوئے:

اوّلاً یہی روشن ہوگیا کہ تمام عالم نورِ محمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کیونکر بنا۔ بے اس کے کہ نورِ حضور تقسیم ہوا یا اس کا کوئی حصہ این و آں بنا ہو۔ اور یہ کہ وہ جو حدیث میں ارشاد ہوا کہ پھر اس نور کے چار حصے کئے، تین سے قلم ولوح وعرش بنائے، چوتھے کے پھر چار حصے کئے الٰی آخرہٖ، یہ اس کی شعاعوں کا انقسام جیسے ہزار آئینوں میں آفتاب کا نور چمکے تو وہ ہزار حصوں پر منقسم نظر آئے گا حالانکہ آفتاب منقسم نہ ہوا نہ اس کا کوئی حصہ آئینوں میں آیا۔

واندفع مااستشکلہ العلامۃ الشبراملسی ان الحقیقۃ الواحدۃ لاتنقسم و لیست الحقیقۃ المحمدیۃ الاواحدۃ من تلك الاقسام والباقی ان کان منہا ایضا فقد انقسمت وان کان غیرھا فما معنی الاقسام وحاول الجواب وتبعہ فیہ تلمیذہ العلامۃ الزرقانی بان المعنی انہ زاد فیہ" لانہ قسم ذٰلك النور الذی ھو نور المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذ الظاھر انہ حیث صورۃ بصورۃ مماثلۃ لصورۃ التی میصیر علیہما لایقسمہ الیہ والٰی غیرہٖ[2]۔

اس (مذکورہ بالا تقریر) سے علامہ شبراملسی کا اعتراض ختم ہوا (اعتراض) حقیقتِ واحدہ تقسیم نہیں ہوتی کیونکہ حقیقتِ محمدیہ اُن اقسام میں ایک قسم ہے اور اگر باقی اقسام اسی (حقیقت) سے ہیں تو یہ حقیقت تقسیم ہوگئی اور اگر باقی چیزیں اس حقیقت کی غیر ہیں تو انقسام کا کیا مطلب، پھر انھوں (علامہ شبراملسی) نے خود ہی جواب دیا اور علامہ زرقانی شاگرد رشید علامہ شبراملسی نے ان کی اتباع کی۔ (جواب) حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے اِس میں اضافہ کیا نہ کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نور کو تقسیم کیا کیونکہ یقینی بات ہے کہ اللہ نے ان کو ایک ایسی صورتِ مثالی عطا کی جس پر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تخلیق ہوئی تھی تو اسے تقسیم نہیں کیا جائے گا۔

وحاصل جوابہ کما قررہ تلمیذہ

ان کے جواب کا خلاصہ جسے ان کے شاگرد

---

[1] الرحلۃ لعلی بن علی الشبراملسی

[2] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ المقصد الاول دار المعرفۃ بیروت ۱/۴۶

www.alahazratnetwork.org

العیاشی وان معنی الانقسام زیادۃ نور علی ذٰلک النور المحمدی فیؤخذ ذٰلک الزائد ثم یزاد علیہ نور اٰخر ثم کذٰلک الی اٰخر الاقسام، قال العیاشی وھذا جواب مقنع بحسب الظاھر والتحقیق واللہ تعالٰی اعلم وراء ذٰلک[1] اھ ثم ذکر ما نقلنا عنہ انفا وس اٰیتنی کتبت علی ھامش الزرقانی مانصہ۔

علامہ عیاشی نے بیان کیا ہے کہ انقسام کا معنٰی نورِ محمدی پر اضافے کے ہیں، پھر اس زائد کو لے لیا اس پر ایک دُوسرے نور کا اضافہ کیا۔ اسی طرح آخری تقسیم تک سلسلہ جاری رہا۔ عیاشی نے کہا کہ ظاہر کے لحاظ سے یہ جواب کافی ہے اور تحقیق اس کے علاوہ اللہ جانتا ہے اھ۔ پھر اس نے وہی ذکر کیا جو ابھی ہم نے اس سے نقل کیا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے زرقانی پر حاشیہ لکھا جس کی نص یہ ہے۔

اقول تبع فیہ شیخہ الشبراملسی الحق انہ لامعنی لہ فانہ اذن لایکون التخلیق من نورہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو خلاف المنصوص والمراد[2] اھ۔

اقول (میں (احمد رضا خاں) کہتا ہوں) کہ اس (عیاشی) نے اس مسئلہ میں اپنے شیخ شبراملسی کی پیروی کی لیکن حق یہ ہے کہ یہ ایک بے معنٰی بات ہے کیونکہ اس صورت میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نور سے تخلیق نہ ہوگی، یہ نص اور مراد کے خلاف ہے۔

اقول ویمکن الجواب بان المراد انہ تعالٰی کساہ شعاعا اکثرھا کان ثم فصل من شعاعہ شیئا فقسمہ کما تاخذہ الملئکۃ شیئا من الاشعۃ المحیطۃ بالکواکب فترمی بہ مسترقی السمع و یقال بذٰلک ان النجوم لھا رجوم ولکن منح المولی تعالٰی من ذٰلک

اقول (میں کہتا ہوں) اس کا جواب یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ نے آپ کے نور کو پہلی شعاع سے زائد شعاع عطا کی پھر اس سے کچھ جُدا کیا، پھر اس کی تقسیم کی جیسے فرشتے ان شعاعوں میں سے جو ستاروں کو محیط ہیں، لے کر چھپ کر سننے والے شیطانوں کو مارتے ہیں اسی لئے کہا جاتا ہے نجوم کے لئے رجوم ہے۔ اس روشن تقریر سے مولٰی تعالٰی

---

[1]

[2] حاشیۃ امام احمد رضا علی شرح الزرقانی

www.alahazratnetwork.org

التقریر المنیر ما اغنی عن کل تکلف وللہ الحمد وقد کان منح للعبد الضعیف ثم رأیت فی شرح العشماوی جزاہ اللہ تعالٰی عنہ وعن المسلمین خیرًا کثیرًا اٰمین !

نے ہر تکلف سے بے نیازی عطا فرمائی۔ اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اللہ تعالٰی نے یہ تقریر اس عبدِ ضعیف کو القاء فرمائی پھر میں نے اس کو عشماوی کی شرح میں دیکھا۔ اللہ تعالٰی میری طرف سے اور تمام مسلمانوں کی طرف سے انکو بہت زیادہ جزاءِ خیر عطا فرمائے۔ آمین۔ (ت)

ثانیًا اقول یہ شبہہ بھی دفع ہوگیا کہ خلق میں کفّار و مشرکین بھی ہیں، وہ محض ظلمت ہیں تو نورِ مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کیونکر بنے اور بزے نجس ہیں تو اس نورِ پاک سے کیونکر مخلوق مانے گئے۔ وجہ اندفاع ہماری تقریر سے روشن، ظلمت ہو یا نور، جس نے خلعتِ وجود پایا ہے اس کے لئے تجلّی آفتابِ وجود سے ضرور حصّہ ہے اگرچہ نور نہ ہو صرف ظہور ہو کما تقدم (جیسا کہ آگے آئے گا۔ ت) اور شعاعِ شمس ہر پاک و ناپاک جگہ پڑتی ہے وہ جگہ فی نفسہٖ پاک ہے اس سے دھوپ ناپاک نہیں ہوسکتی۔

ثالثًا اقول یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ جس طرح مرتبۂ وجود میں صرف ایک ذات حق ہے باقی سب اسی کے پرتوِ وجود سے موجود، یونہی مرتبۂ ایجاد میں صرف ایک ذاتِ مصطفٰی ہے باقی سب پر اسی کے عکس کا فیضانِ وجود، مرتبۂ کون میں نورِ احدی آفتاب ہے اور تمام عالم اس کے آئینے اور مرتبۂ تکوین میں نورِ احمدی آفتاب ہے اور سارا جہان اس کے آئینے، وفی ھذا اقول (اور اسی سلسلہ میں میں کہتا ہوں) ۔ ت

خالق کل الورٰی ربک لا غیرہ نورک کل الورٰی غیرک لم ولیس لن

ای لم یوجد ولیس موجودا ولن یوجد ابدا[1]

(کل مخلوق کا پیدا کرنے والا آپ کا رب ہی ہے، آپ ہی کا نور کل مخلوق ہے اور آپ کا غیر کچھ بھی نہ تھا، نہ ہے، نہ ہوگا۔ ت)

رابعًا اقول نورِ احدی تو نورِ احدی، نورِ احمدی پر بھی یہ مثالِ منیر مثالِ چراغ سے احسن و اکمل ہے ایک چراغ سے بھی اگرچہ ہزاروں چراغ روشن ہوسکتے ہیں بے اس کے کہ ان چراغوں میں اس کا کوئی حصہ آئے مگر دوسرے چراغ صرف حصولِ نور میں اسی چراغ کے محتاج ہوئے، بقا میں

---

[1] بستان الغفران مجمع بحوث الامام احمد رضا کراچی ص ۲۲۳

www.alahazratnetwork.org

اس سے مستغنی ہیں، اگر انھیں روشن کرکے پہلے چراغ کو ٹھنڈا کردیجئے ان کی روشنی میں فرق نہ آئے گا نہ روشن ہونے کے بعد اُن کو اس سے کوئی مدد پہنچ رہی ہے مع ہذا کسبِ نور کے بعد اُن میں اور اس چراغِ اول میں کچھ فرق نہیں رہتا سب یکساں معلوم ہوتے ہیں بخلاف نورِ محمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ عالم جس طرح اپنی ابتدائے وجود میں اس کا محتاج تھا کہ وہ نہ ہوتا تو کچھ نہ بنتا یونہی ہر شے اپنی بقا میں اس کی دست نگر ہے، آج اس کا قدم درمیان سے نکال لیں تو عالم دفعۃً فنائے محض ہوجائے ؎

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے[1]

نیز جس طرح ابتدائے وجود میں تمام جہان اس سے مستفیض ہوا بعد وجود بھی ہر آن اُسی کی مدد سے بہرہ یاب ہے، پھر تمام جہان میں کوئی اس کے مساوی نہیں ہوسکتا۔ یہ تینوں باتیں مثالِ آفتاب سے روشن ہیں' آئینے اس سے روشن ہوئے اور جب تک روشن ہیں اسی کی مدد پہنچ رہی ہے اور آفتاب سے علاقہ چھوٹتے ہی فوراً اندھیرے ہیں پھر کتنے ہی چمکیں سورج کی برابری نہیں پاتے۔ یہی حال ایک ذرہ عالم عرش و فرش اور جو کچھ اُن میں ہے اور دُنیا و آخرت اور اُن کے اہل اور انس و جن و ملک و شمس و قمر و جملہ انوار ظاہر و باطن حتی کہ شموسِ رسالت علیہم الصلوٰۃ والتحیۃ کا ہمارے آفتاب جہاں تاب عالم مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام من الملک الوہاب کے ساتھ ہے کہ ہر ایک ایجاد و امداد و ابتداء و بقاء میں ہر حال' ہر آن اُن کا دستِ نگر' اُن کا محتاج ہے وللہ الحمد (اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں۔ت) ؎

امام اجل محمد بوصیری قدس سرہ ام القریٰ میں عرض کرتے ہیں ؎

کیف ترقی رقیک الانبیاء ... یاسماء ماطاولتہا سماءٌ

لم یساووک فی علاک وقد حا ... ل سنا منک دونہم وسناءٗ

انما مثلوا صفاتک للنا ... س کما مثل النجوم الماءٗ[2]

(یعنی انبیاء حضور کی سی ترقی کیونکر کریں، اے وہ آسمانِ رفعت جس سے کسی آسمان نے بلندی میں مقابلہ نہ کیا، انبیاء حضور کے کمالاتِ عالیہ میں حضور کے ہمسر نہ ہوئے، حضور کی جھلک اور بلندی نے ان کو حضور تک پہنچنے سے روک دیا، وہ تو حضور کی صفتوں کی

---

[1] حدائقِ بخشش ... مکتبہ رضویہ کراچی ... حصہ دوم ... ص ۷۹

[2] ام القرٰی فی مدح خیر الورٰی ... الفصل الاول ... حزب القادریۃ لاہور ... ص ۶

www.alahazratnetwork.org

ایک تشبیہ لوگوں کو دکھاتے ہیں جیسے ستاروں کا عکس پانی دکھاتا ہے)

یہ وہی تشبیہ و تقریر ہے جو ہم نے ذکر کی، وہاں ذاتِ کریم و افاضہ انوار کا ذکر تھا لہذا آفتاب سے تمثیل دی، یہاں صفاتِ کریمہ کا بیان ہے لہذا ستاروں سے تشبیہ مناسب ہوئی۔

مطالع المسرات میں ہے:

اسمه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم محی حیٰوة جمیع الکون به صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فهو روحه و حیٰوته و سبب وجوده و بقائه[1]

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک محیی ہے، زندہ فرمانے والے، اس لئے کہ سارے جہان کی زندگی حضور سے ہے تو حضور تمام عالم کی جان و زندگی اور اس کے وجود و بقا کے سبب ہیں۔

اُسی میں ہے:

هو صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم روح الاکوان و حیاتها و سر وجودها ولولاه لذهبت و تلاشت کما قال سیدی عبد السلام رضی اللّٰه تعالٰی عنه ونفعنا به ولا شیئ الاهو به منوط اذ لولا الواسطة لذهب کما قیل الموسوط[2]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام عالم کی جان و حیات و سببِ وجود ہیں حضور نہ ہوں تو عالم نیست و نابود ہو جائے کہ حضرت سیدی عبد السلام رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ عالم میں کوئی ایسا نہیں جو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ نہ ہو، اس لئے کہ واسطہ نہ رہے تو جو اس کے واسطہ سے تھا آپ ہی فنا ہو جائے۔

ہمزیہ شریف میں ارشاد فرمایا:

کل فضل فی العٰلمین فمن فضل النبی استعارة الفضلاء[3]

(جہان والوں میں جو خوبی جس کسی میں ہے وہ اُس نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فضل سے مانگے کی لی ہے)

---

[1] مطالع المسرات مکتبۂ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۹۹
[2] " " " ۲۶۳
[3] ام القرٰی فی مدح خیر الورٰی الفصل السادس حزب القادریۃ لاہور ص ۱۹

www.alahazratnetwork.org

امام ابن حجر مکی افضل القرٰی میں فرماتے ہیں :

لانه الممد لهم اذھوالوارث للحضرة الالٰهية والمستمد منها بلا واسطة دون غيره فانه لايستمد منها الا بواسطته فلا يصل لكامل منها شئ الا وهو من بعض مددہ وعلٰی يديه[1]

تمام جہان کی امداد کرنے والے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں اس لئے کہ حضور ہی بارگاہِ الٰہی کے وارث ہیں بلا واسطہ خدا سے حضور ہی مدد لیتے ہیں اور تمام عالم مددِ الٰہی حضور کی وساطت سے لیتا ہے تو جس کامل کو جو خوبی ملی وہ حضور ہی کی مدد اور حضور ہی کے ہاتھ سے ملی۔

شرح سیدی عشماوی میں ہے :

نعمتان ما خلا موجود عنهما نعمة الايجاد ونعمة الامداد وھو صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الواسطة فيهما اذلولا سبقة وجوده ما وجد موجود ولولا وجود نوره فی ضمائر الكون لتهدمت دعائم الوجود فهو الذی وجد اولا وله تبع الوجود وصار مرتبطا به لا استغناء له عنه[2]

کوئی موجود، دو نعمتوں سے خالی نہیں، نعمتِ ایجاد ونعمتِ امداد۔ اور ان دونوں میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہی واسطہ ہیں کہ حضور پہلے موجود نہ ہوتے تو کوئی چیز وجود نہ پاتی اور عالم کے اندر حضور کا نور موجود نہ ہو تو وجود کے ستون ڈھے جائیں تو حضور ہی پہلے موجود ہوئے اور تمام جہان حضور کا طفیل اور حضور سے وابستہ ہوا جسے کسی طرح حضور سے بے نیازی نہیں۔

اِن مضامینِ جلیلہ پر بکثرت ائمہ وعلماء کے نصوصِ جلیلہ فقیر کے رسالہ "سلطنۃ المصطفٰی فی ملکوت کل الورٰی" میں ہیں، وللہ الحمد۔

خامساً ہماری تقریر سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ حضور خود نور ہیں تو حدیثِ مذکور میں نورِ نبیک کی اضافت بھی من نورہٖ کی طرح بیانیہ ہے۔ سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اظہارِ نعمتِ الٰہیہ کے لئے عرض کی واجعلنی نوراً (اور اے اللہ! مجھے نور بنا دے۔ ت) اور خود رب العزة

---

[1] افضل القرٰی لقراء ام القرٰی (شرح ام القرٰی)

[2] شرح مقدمۃ العشماوی

[3] الخصائص الکبرٰی باب الآیۃ فی انہ صلے اللہ علیہ وسلم لم یکن یرٰی لہ ظل مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/۶۸

www.alahazratnetwork.org

عزجلالہٗ نے قرآن عظیم میں اُن کو نور فرمایا،

قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین[1]۔ بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔ (ت)

پھر حضور کے نور ہونے میں کیا شُبہہ رہا۔

اقول اگر نورِ نبیک میں اضافتِ بیانیہ نہ لو بلکہ نور سے وہی معنی مشہور یعنی روشنی کہ عرض و کیفیت ہے مراد لو تو سیّدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اول مخلوق نہ ہوئے بلکہ ایک عرض وصفت، پھر وجودِ موصوف سے پہلے صفت کا وجود کیونکر ممکن! لاجرم حضور ہی خود وہ نور ہیں کہ سب سے پہلے مخلوق ہوا۔

فلاحاجۃ الٰی ماقال العلامۃ الزرقانی رحمہ اللہ من انہ لایشکل بان النور عرض لایقوم بذاتہ لان ھذا من خرق العوائد[2] اھ ورأیتنی کتبت علیہ لم لایقال فیہ کما ستقولون فی قرینہ من نورہ ان الاضافۃ بیانیۃ[3] اھ۔

تو اب علامہ زرقانی کے اِس قول کی حاجت نہ رہی اور یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ نور عرض ہے، قائم بذاتہ نہیں ہے کیونکہ یہ خرقِ عادت ہے۔ میں نے اِس پر لکھا کہ یہ اعتراض کیوں نہ کیا جائے کہ آپ من نورہٖ میں اضافتِ بیانیہ نہیں مانتے۔

اقول خرق العوائد لاکلام فیہ والقدرۃ متسعۃ ولکن وجود الصفۃ بدون الموصوف مما لایعقل لانہا ان قامت بغیرہ لم تکن صفۃ لہ بل لغیرہ او بنفسہا لم تکن صفۃ اصلا اذلاصفۃ الا المعنی القائم بغیرہ فاذا

اقول (میں احمد رضا خاں کہتا ہوں) کہ خرقِ عادت میں تو کوئی کلام نہیں اور خدا کی قدرت بہت وسیع ہے لیکن صفت کا وجود بغیر موصوف کے سمجھ میں نہیں آسکتا (کیونکہ ایسی صفت کی دو ہی صورتیں ہیں) موصوف کے بغیر کے ساتھ قائم ہو تو موصوف کی صفت نہ ہوگی بلکہ غیر کی ہوگی اور اگر قائم بنفسہا ہو تو صفت ہی نہ ہوگی

---

[1] القرآن الکریم ۵/۱۵

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول دار المعرفۃ بیروت ۱/۴۶

[3]

www.alahazratnetwork.org

قام بنفسہ لم یکن صفۃ وعرضا بل جوھرا وکونہ عرضا مع قیامہ بنفسہ جمع للضدین۔ والقدرۃ متعالیۃ عن التعلق بالمحالات العقلیۃ ووزن الاعمال بمعنی وزن الصحف و البطاقات کما فی حدیث احمد و الترمذی وابن ماجۃ وابن حبان والحاکم وصححہ وابن مردویۃ واللالکائی والبیہقی فی البعث عن عبداللہ بن عمرو ابن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ سیخلص رجلا من امتی علی رأس الخلائق یوم القیٰمۃ فینشر علیہ تسعۃ وتسعین سجلا کل سجل مثل مد البصر ثم یقول اتنکر من ھذا شیئا اظلمک کتبتی الحافظون فیقول لا یارب، فیقول افلک عذر، قال لا یارب۔ فیقول بلٰی ان لک عندنا حسنۃ وانہ لاظلم علیک الیوم فتخرج بطاقۃ فیہا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و ان محمدا عبدہ ورسولہ فیقول احضروزنک۔ فیقول یارب ماھٰذہ البطاقۃ مع ھٰذہ السجلات، فیقول انک لاتظلم۔ قال فتوضع السجلات فی

کیونکہ صفت کہتے ہی اسے ہیں جو غیر کے ساتھ قائم ہو، جب وہ قائم بنفسہا ہو تو وہ نہ صفت ہوئی اور نہ ہی عرض بلکہ جوہر ہوئی اور یہ (کہنا) کہ عرض اور قائم بنفسہٖ بھی ہے تو یہ اجتماعِ ضدّین لازم آتا ہے (اور اجتماعِ ضدّین باطل ہے) اور قدرتِ الٰہیہ محالاتِ عقلیہ سے متعلق نہیں ہوتی وزن اعمال (جو کہا جاتا ہے) بایں معنٰی ہے کہ کاغذ اور صحیفے تولے جائیں گے جیسے کہ حدیث میں آیا ہے جسے احمد، ترمذی، ابن حبان، حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔ ابن مردویہ امام لالکائی اور بیہقی نے قیامت کی بحث میں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالٰی میری امت میں سے ایک شخص کو چُن لے گا، پھر اس کے سامنے ننانوے رجسٹر کھولے جائیں گے اور ہر رجسٹر حدِ نگاہ تک ہوگا، پھر اُسے کہا جائے گا تو اس سے انکار کرتا ہے یا میرے فرشتوں (کراماً کاتبین) نے تم پر ظلم کیا ہے؟ وہ کہے گا: اے میرے رب! نہیں۔ اللہ فرمائے گا: کیا تیرے پاس کوئی عذر ہے؟ بندہ کہے گا: نہیں۔ اللہ فرمائے گا: ہمارے پاس تیری ایک نیکی ہے، آج تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ پھر ایک کاغذ نکالا جائے گا جس پر کلمۂ شہادت لکھا ہوگا۔ اللہ فرمائے گا: جا اِس کا وزن کرا۔ بندہ عرض کرے گا کہ ان رجسٹروں کے سامنے اس کاغذ کی کیا حیثیت ہے۔ اللہ فرمائیگا تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم

www.alahazratnetwork.org

کفۃ والبطاقۃ فی کفۃ فطاشت السجلات وثقلت البطاقۃ فلا یثقل مع اسم اللہ شیئ۔[1]

فرماتے ہیں کہ پھر ایک پلڑے میں ننانوے رجسٹر رکھے جائیں گے اور دوسرے میں وہ کاغذ (جس پر کلمہ شریف لکھا ہوگا) چنانچہ رجسٹروں کا پلڑا ہلکا ہوگا اور کاغذ کا بھاری، اور اللہ کے نام کے مقابلے میں کوئی چیز وزنی نہ ہوگی۔(ت)

بالجملہ حاصلِ حدیث شریف یہ ٹھہرا کہ اللہ تعالٰی نے محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ذات پاک کو اپنی ذاتِ کریم سے پیدا کیا یعنی عین ذات کی تجلی بلاواسطہ ہمارے حضور ہیں باقی سب ہمارے حضور کے نور و ظہور ہیں، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی اٰلہٖ وصحبہٖ وبارك وکرم۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۲: از کلکتہ، مچھوا بازار، اسٹریٹ نمبر ۲۱، متصل چولیا مسجد، مرسلہ حکیم اظہر علی صاحب ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ

بحضورِ اقدس جناب مولانا مدظلہ العالی! یہ اشتہار ترسیلِ خدمت ہے، اگر صحیح ہو تو اس پر صاد کردیا جائے۔ ورنہ جواب مفصل ترقیم فرمائیں والادب۔ اظہر علی عفی عنہ

نقل اشتہار

ربِّ زدنی علما (اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔ت) نور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اللہ تعالٰی کا ذاتی نور یعنی جزءِ ذات یا عین ذات کا ٹکڑا نہیں بلکہ پیدا کیا ہوا، نور مخلوق ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

---

[1] جامع الترمذی ابواب الایمان باب ماجاء فی من یموت وھو یشھد الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۸۸
المستدرک للحاکم کتاب الایمان فضیلۃ شہادۃ لاالٰہ الا اللہ دار الفکر بیروت ۱/ ۶
موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان حدیث ۲۵۲۴ المطبعۃ السلفیۃ ص ۶۲۵
کنز العمال حدیث ۱۰۹ و ۱۴۲۱ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/ ۳۴ و ۲۹۶
سنن ابن ماجۃ ابواب الزہد باب ما یرجی من رحمۃ اللہ یوم القیمۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۸
مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۱۳

www.alahazratnetwork.org

اوّل ما خلق اللہ نوری ، اول ما خلق اللہ القلم ، اول ما خلق اللہ العقل۔ کذا فی تاریخ الخمیس[1] و سر الاسرار۔

سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے میرے نور کو پیدا فرمایا ، سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے قلم کو پیدا فرمایا ، سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے عقل کو پیدا فرمایا ، تاریخ خمیس اور سر الاسرار میں یونہی ہے۔ (ت)

اور ذاتی نور کہنے سے نورِ رسولِ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو جُزء ذات یا عین ذات یا ٹکڑا ذات خدائے تعالٰی کا کہنا لازم آتا ہے ، یہ کلام کفر ہے اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا قدیم ہونا لازم آتا ہے کیونکہ ذاتی کے معنے اگر اصطلاحی لئے جائیں تو جُزء خدا یا عین خدا یا ٹکڑا ذاتِ خدا کا ہونا لازم آتا ہے ، یہی کلام کفر ہے اور عقائد بعض جُہال کے یہی ہیں ، اس سبب سے نورِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نور ذاتی یا ذاتی نور یا اللہ تعالٰی کی ذات کا ٹکڑا نہ کہنا چاہئے ۔ اگر نورِ رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نورِ خدا یا نورِ مخلوقِ خدا یا نورِ ذاتِ خدا یا نورِ جمالِ خدا کہے تو کہنا جائز ہے جیسا کہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب سر الاسرار میں فرمایا ہے :

لما خلق اللہ تعالٰی روح محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اولا من نور جمالہ۔[2]

سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے رُوحِ محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنے نورِ جمال سے پیدا فرمایا۔ (ت)

اور حدیثِ قدسی میں آیا ہے :

خلقت روح محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من نور وجہی[3] کما قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اول ما خلق اللہ روحی اول ما خلق اللہ نوری۔[4]

میں نے رُوحِ محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنی ذات کے نور سے پیدا فرمایا جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے میری رُوح کو پیدا فرمایا ، سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔ (ت)

کیونکہ ایک چیز کو دوسرے کی طرف اضافت کرنے سے جُزء اُس کا یا عین اس کا لازم نہیں آتا ہے کیونکہ

---

[1] تاریخ الخمیس مطلب اول المخلوقات مؤسسۃ شعبان بیروت ۱/ ۱۹
مرقاۃ المفاتیح کتاب الایمان تحت الحدیث ۹۴ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۲۹۱

[2]

[3]

[4] تاریخ الخمیس مطلب اول المخلوقات مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۱۹

www.alahazratnetwork.org

مضاف ومضاف الیہ کے درمیان مغایرت شرط ہے۔ چنانچہ بیت اللہ وناقۃ اللہ ونور اللہ و روح اللہ، پس ثابت ہوا کہ نورِ رسولِ خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نورِ مخلوقِ خدا یا نورِ ذاتِ خدا یا نورِ جمالِ خدا ہے، نورِ ذاتی یعنی اللہ تعالٰی کی ذات کا ٹکڑا و جزو و عین نہیں ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

المستفتی، عبدالمہیمن قاضی علاقہ تھانہ بہو بازار وغیرہ کلکتہ

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نور بلاشبہہ اللہ عزوجل کے نورِ ذاتی یعنی عین ذاتِ الٰہی سے پیدا ہے جیسا کہ ہم نے پہلے فتوے میں تصریحاتِ علمائے کرام سے محقق کیا اور اس کے معنی بھی وہیں مشرح کردیے۔ حاش للہ! یہ کسی مسلمان کا عقیدہ کیا گمان بھی نہیں ہوسکتا کہ نورِ رسالت یا کوئی چیز معاذ اللہ ذاتِ الٰہی کا جُز یا اس کا عین و نفس ہے، ایسا اعتقاد ضرور کفر و ارتداد۔

ای ادعاء الجزئیۃ مطلقا والعینیۃ بمعنی الاتحاد ای ھو ھو فی مرتبۃ الفرق۔ اما ان الوجود واحد والموجود واحد فی مرتبۃ الجمع والکل ظلالہ وعکوسہ فی مرتبۃ الفرق فلا موجود الا ھو فی مرتبۃ الحقیقۃ الذاتیۃ اذلاحظ لغیرہ فی حد ذاتہ من الوجود اصلا جملۃ واحدۃ من دونہ ثنیا فحق واضح لاشك فیہ۔

یعنی جزئیت کا دعوٰی کرنا مطلقًا اور عینیت بمعنی اتحاد کا دعوٰی کرنا یعنی مرتبہ فرق میں نورِ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عین ذاتِ خدا ہے (کفر ہے) لیکن یہ اعتقاد کہ بے شک وجود ایک ہے اور موجود ایک ہے مرتبہ جمع میں اور تمام موجودات مرتبہ فرق میں اسی کے ظل اور عکس ہیں۔ چنانچہ مرتبہ حقیقت ذاتیہ میں اس کے سوا کوئی موجود نہیں کیونکہ حد ذات میں اس کے ماسوا کسی کے لئے بغیر کسی استثناء کے بالکل وجود سے کوئی حصہ نہیں (یہ اعتقاد) خالص حق ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ (ت)

مگر نورِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اللہ عزوجل کا نورِ ذاتی کہنے سے نہ عینِ ذات یا جزءِ ذات ہونا لازم، نہ مسلمانوں پر بدگمانی جائز، نہ عرفِ عام علماء و عوام میں اس سے یہ معنی مفہوم، نہ نورِ ذات کہنے کو نورِ ذاتی کہنے پر کچھ ترجیح جس سے وہ جائز اور یہ ناجائز ہو۔

اوّلاً ذاتی کی یہ اصطلاح کہ عینِ ذات یا جزءِ ماہیت ہو، خاص ایساغوجی کی اصطلاح ہے، علماء و عامہ کے عرفِ عام میں نہ یہ معنی مراد ہوتے ہیں نہ ہرگز مفہوم، عام محاورہ میں کہتے ہیں یہ میں اپنے

www.alahazratnetwork.org

ذاتی علم سے کہتا ہوں یعنی کسی کی سُنی سنائی نہیں۔ یہ مسجد میں نے اپنے ذاتی روپیہ سے بنائی ہے یعنی چندہ وغیرہ مالِ غیر سے نہیں۔ ائمہ اہلسنت جن کا عقیدہ ہے کہ صفاتِ الٰہیہ عینِ ذات نہیں، اللہ عزوجل کے علم وقدرت وسمع وبصر وارادہ وکلام وحیات کو اس کی صفتِ ذاتی کہتے ہیں۔ حدیقہ ندیہ میں ہے:

اعلم بان الصفات التی ھی لاعین الذات ولاغیرھا انما ھی الصفات الذاتیۃ الخ[1]

بیشک وہ صفات جو اللہ تعالٰی کی نہ عین اور نہ غیر ہیں، صرف وہ ذاتی صفات ہیں۔ (ت)

علامہ سید شریف قدس سرہ الشریف رسالہ "تعریفات" میں فرماتے ہیں:

الصفات الذاتیۃ ھی ما یوصف اللہ تعالٰی بھا ولا یوصف بضدھا نحو القدرۃ والعزۃ والعظمۃ وغیرھا[2]

ذاتی صفات وہ ہیں جن سے اللہ تعالٰی موصوف ہے اور اُن کی ضد سے موصوف نہیں جیسے قدرت، عزت، عظمت وغیرہا۔ (ت)

وجوبِ ذاتی وامتناعِ ذاتی وامکانِ ذاتی کا نام حکمت وکلام وفلسفہ وغیرہا میں سُنا ہوگا یعنی ان الذات تقتضی لذاتھا الوجود او العدم (یعنی بلاشُبہہ ذات اپنی ذات کے اعتبار سے وجود یا عدم کا تقاضا کرتی ہے۔ ت) آؤلاً اِن میں کوئی بھی اپنے موصوف کا نہ عینِ ذات ہے نہ جزء بلکہ مفہوماتِ اعتباریہ ہیں جن کے لئے خارج میں وجود نہیں کما حقق فی محلہ (جیسا کہ اس کے محل میں اس کی تحقیق کردی گئی ہے۔ ت) یونہی اصلین اعنی علمِ کلام وعلمِ اصولِ فقہ میں افعال کے حسنِ ذاتی وقبحِ ذاتی کا مسئلہ اور اس میں ہمارے ائمہ ماتریدیہ کا مذہب سُنا ہوگا حالانکہ بداہۃً حسن وقبح نہ عینِ فعل ہیں نہ جزءِ فعل۔ محقق علی الاطلاق تحریر الاصول میں فرماتے ہیں:

مما اتفقت فیہ الاغراض والعادات واستحق بہ المدح والذم فی نظر العقول جمیعا لتعلق مصالح الکل بہ لایفید بل ھو المراد بالذاتی للقطع بان مجرد حرکۃ الید قتلا ظلما لاتزید حقیقتھا علی حقیقتھا

جس میں اغراض وعادات متفق ہوں اور اس کے سبب سے مدح وذم کا استحقاق ہو کیونکہ سب کے مصالح اُس سے متعلق ہیں یہ قول غیر مفید ہے بلکہ ذاتی سے مراد وہی ہے، اس لئے کہ یہ بات قطعی ہے کہ قتل کے لئے بطور ظلم محض حرکتِ ید کی حقیقت بطور عدل اس کی حرکت

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ الباب الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۲۵۴

[2] التعریفات للجرجانی ۷۰۸ (الصفات الذاتیہ) دار الکتاب العربی بیروت ص ۱۱۱

www.alahazratnetwork.org

عدلا، فلوکان الذاتی مقتضی الذات اتحد لان مهما حسنا وقبحا، فانما یراد (ای بالذاتی) مایجزم به العقل لفعل من الصفة بمجرد تعقله کائنا عن صفة نفس من قام به فباعتبارها یوصف بانه عدل حسن او ضده[1] اھ۔

کی حقیقت سے زائد نہیں۔ اگر ذاتی مقتضائے ذات ہوتا تو ان دونوں کا لازم حُسن وقبح کے اعتبار سے متحد ہوجاتا کیونکہ ذاتی سے مراد وُہ ہے کہ عقل اس کے ساتھ جزم کرے کسی فعل کے لئے صفت سے، محض اُس کے متعقل ہونے کی وجہ سے اُس ذات کی صفت سے جس کے ساتھ وہ قائم ہے اُسی کے اعتبار سے اُس کو عدل وحسن یا اس کی ضد کے ساتھ متصف کیا جاتا ہے اھ (ت)

ثانیاً ذاتی میں یائے نسبت ہے، ذاتی منسوب بہ ذات اور متغائرین میں ہر اضافت مصحح نسبت جو چیز دوسرے کی طرف مضاف ہوگی وہ ضرور اسکی طرف منسوب ہوگی کہ اضافت بھی ایک نسبت ہی ہے، توجب نورِ ذات کہنا صحیح ہے تو نورِ ذاتی کہنا بھی قطعاً صحیح ہوگا ورنہ نسبت ممتنع ہوگی تو نورِ ذات کہنا بھی باطل ہوجائے گا ھذا خلف۔

ثالثاً نورِ ذات کہنا جس کا جواز مانع کو بھی تسلیم ہے اس میں اضافتِ بیانیہ ہو یعنی وہ نور کہ عین ذاتِ الٰہی ہے تو معاذ اللہ نورِ رسالت کا عین ذاتِ الوہیت ہونا لازم آتا ہے پھر یہ کیوں نہ منع ہوا، اگر کہئے کہ یہ معنے مراد نہیں بلکہ اضافت لامیہ ہے اور اس کی وجہ تشریف جیسے بیت اللہ و ناقۃ اللہ و روح اللہ، تو اسی معنے پر نورِ ذاتی میں کیا حرج ہے یعنی وُہ نور کہ ذاتِ الٰہی سے نسبتِ خاصہ ممتازہ رکھتا ہے۔ شرح المواہب للعلامۃ الزرقانی میں ہے:

اضافة تشریف واشعار بانه خلق عجیب و ان له شانا له مناسبة ما الی الحضرة الربوبیة علی حد قوله تعالٰی ونفخ فیه من روحه[2]

اضافت تشریفیہ ہے اور یہ بتاتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عجیب مخلوق ہیں اور بارگاہِ ربوبیت میں آپ کو خاص نسبت ہے جیسے ونفخت فیه من روحی[3] (اور میں اس میں اپنی طرف کی خاص معزز رُوح پھونک دوں)۔ (ت)

---

[1] تحریر الاصول المقالۃ الثانیۃ الباب الاول الفصل الثانی مصطفی البابی مصر ص ۲۲۵ و ۲۲۶
[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول دار المعرفۃ بیروت ۱/۴۶
[3] القرآن الکریم ۱۵/۲۹ و ۳۸/۷۲

www.alahazratnetwork.org

رابعًا نورِ ذاتی میں اگر ایک معنیٰ معاذاللہ کفر ہیں کہ ذاتی کو اصطلاحِ فنِ ایسا غوجی پر حمل کریں جو ہرگز قائلوں کی مراد نہیں بلکہ غالبًا ان کو معلوم بھی نہ ہوگی تو نورِ ذات یا نوراللہ کہنے میں جن کا جواز خود مانع کو مسلّم ہے عیاذًا باللہ متعدد وجہ پر معانی کفر ہیں۔

ہم نے فتوٰی دیگر میں بیان کیا کہ نور کے دو معنے ہیں، ایک ظاہر بنفسہٖ مظہر لغیرہٖ، بایں معنے اگر اضافتِ بیانیہ لو تو نورِ رسالت عینِ ذاتِ الٰہی ٹھہرے اور یہ کفر ہے۔ اور اگر لامیہ لو تو یہ معنے ہوں گے کہ وہ نور کہ آپ بذاتِ خود ظاہر اور ذاتِ الٰہی کا ظاہر کرنے والا ہے، یہ بھی کفر ہے۔ دوسرے معنے یہ کیفیت و عرض جسے چمک، جھلک، اُجالا، روشنی کہتے ہیں اس معنیٰ پر اضافتِ بیانیہ لو تو کفرِ عینیت کے علاوہ ایک اور کفرِ عرضیت عارض ہوگا کہ ذاتِ الٰہی معاذاللہ ایک عرض و کیفیت قرار پائی، اور اگر لامیہ لو تو کسی کی روشنی کہنے سے غالبًا یہ مفہوم کہ یہ کیفیت اس کو عارض ہے جیسے نورِ شمس و نورِ قمر و نورِ چراغ، یوں معاذاللہ اللہ عزوجل محلِ حوادث ٹھہرے گا، یہ بھی صریح ضلالت و گمراہی و مُنجَر بہ کفرِ لزومی ہے۔ ایسے خیالات سے اگر نورِ ذاتی کہنا ایک درجہ ناجائز ہوگا تو نورِ ذات و نوراللہ کہنا چار درجے، حالانکہ ان کا جواز مانع کو مسلّم ہونے کے علاوہ نوراللہ تو خود قرآنِ عظیم میں وارد ہے،

یریدون لیطفؤا نوراللہ بافواھھم واللہ متم نورہٖ ولو کرہ الکٰفرون۞ یریدون[1] ان یطفؤا نوراللہ بافواھھم ویابی اللہ الا ان یتم نورہٖ ولو کرہ الکٰفرون[2]	اللہ تعالٰی کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ تعالٰی اپنے نور کو تام فرمانے والا ہے اگرچہ کافر ناپسند کریں۔ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مُونہوں سے بُجھادیں اور اللہ نہ مانے گا مگر اپنے نور کا پُورا کرنا پڑے بُرا مانیں کافر۔(ت)

حدیث میں ہے،

اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ[3]	مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ نوراللہ سے دیکھتا ہے۔(ت)

خامسًا مضاف و مضاف الیہ میں اگر مغایرت شرط ہے تو منسوب و منسوب الیہ میں

---

[1] القرآن الکریم ۶۱/ ۸

[2] 〃 ۹/ ۳۲

[3] سنن الترمذی کتاب التفسیر حدیث ۳۱۳۸ دارالفکر بیروت ۵/ ۸۸
کنزالعمال حدیث ۳۰۷۳۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۸۸

www.alahazratnetwork.org

کیا شرط نہیں۔

سادساً بلکہ اس طور پر جو مانع نے اختیار کیا، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سب سے پہلے مخلوقِ الٰہی نہ رہیں گے، دو چیزیں حضور سے پہلے مخلوق قرار پائیں گی اور یہ خلافِ حدیث و خلافِ نصوصِ ائمہ قدیم وحدیث۔ حدیث میں ارشاد ہوا:

یا جابر ان اللہ خلق قبل الاشیاء نور نبیك من نورہ[1]	اے جابر! اللہ تعالٰی نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا۔

یہاں دو اضافتیں ہیں، نورِ نبی و نورِ خدا۔ اور مشتہر کے نزدیک اضافت میں مغایرت شرط ہے تو نورِ نبی غیرِ نبی ہُوا اور نورِ خدا غیرِ خدا، اور غیرِ خدا جو کچھ ہے مخلوق ہے تو نورِ خدا مخلوق ہوا اور اس نور سے نورِ نبی بنا، تو ضرور نورِ خدا نورِ نبی سے پہلے مخلوق تھا اور نورِ نبی باقی سب اشیاء سے پہلے بنا، اور اشیاء میں خود نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھی ہیں، تو نورِ نبی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پہلے بنا اور اس سے پہلے نورِ خدا بنا، تو نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے دو مخلوق پہلے ہوئے، یہ محض باطل ہے۔

سابعاً حل یہ ہے کہ ایسا عُوجی میں ذاتی مقابلِ عرضی ہے بایں معنٰی اللہ عزوجل نورِ ذاتی و نورِ عرضی دونوں سے پاک و منزّہ ہے مگر وہ یہاں نہ مراد نہ مفہوم اور عام محاورہ میں ذاتی مقابل صفاتی و اسمائی ہے اور یہاں یہی مقصود، بایں معنٰی اللہ عزوجل کے لئے نورِ ذاتی و نورِ صفاتی و نورِ اسمائی سب ہیں کہ اس کی ذات وصفات و اسماء کی تجلیاں ہیں، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تجلّی ذات اور انبیاء و اولیاء و سائر خلق اللہ تجلّی اسماء و صفات ہیں جیسا کہ ہم نے فتوائے دیگر میں شیخ محقق سے نقل کیا، رحمہ اللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ سیدنا محمد و اٰلہٖ وسلم۔

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الاول المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۷۱

www.alahazratnetwork.org

تقریظ[1]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم لک الحمد فقیر غفرلہ المولی القدیر نے فاضل کامل عالم عامل، حامی السنۃ، ماحی الفتنۃ، مولٰنا مولوی حبیب علی صاحب علوی اید ہ اللہ تعالٰی بالنور العلوی کی یہ تحریر منیر مطالعہ کی فجزاہ اللہ عنہ نبیہ المصطفٰی الجزاء الاوفٰی۔

مسئلہ بحمد اللہ تعالٰی واضح و مکشوف اور مسلمانوں میں مشہور و معروف ہے، فقیر کے اس میں تین رسائل ہیں:

(۱) قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام علیہ وعلٰی آلہ الصلوٰۃ والسلام۔

---

[1] یہ تقریظ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز نے مولانا حبیب علی علوی کے رسالہ پر لکھی تھی، بریلی کے ذخیرۂ مسودات سے مولانا محمد ابراہیم شاہدی پورنپوری نے ۸ رجب المرجب ۱۳۶۳ھ کو نقل کی۔ یہ نقل محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد رحمہ اللہ تعالٰی کے ذخیرۂ کتب سے راقم کو ۲۲ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ کو دستیاب ہوئی جو پیش نظر مجموعہ رسائل میں شامل کی جارہی ہے۔

اس مجموعہ میں حضور انور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی نورانیت کے موضوع پر ایک اور سایہ نہ ہونے کے موضوع پر تین[2] رسائل شامل ہیں۔

محمد عبدالقیوم قادری

www.alahazratnetwork.org

(۲) نفی الفیئ عمن استنار بنورہ کل شیئ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۳) ھدی الحیران فی نفی الفیئ عن سید الاکوان علیہ الصلوۃ والسلام الاتمان الاکملان۔

یہاں جناب مجیب مصیب سلمہ القریب المجیب کی تائید میں بعض کلام ائمہ کرام علمائے اعلام کا اضافہ کروں۔ امام جلیل جلال الملۃ والدین سیوطی رحمہ اللہ تعالٰی خصائص الکبرٰی شریف میں فرماتے ہیں:

باب الاٰیۃ فی انہ لم یکن یرٰی لہ ظل اخرج الحکیم الترمذی عن ذکوان ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یکن یرٰی لہ ظل فی شمس ولا قمر، قال ابن سبع من خصائصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان ظلہ کان لا یقع علی الارض وانہ کان نورا فکان اذا مشٰی فی الشمس او القمر لاینظر لہ ظل قال بعضھم ویشھد لہ حدیث، قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی دعائہ واجعلنی نورا۔[1]

اس نشانی کا بیان کہ حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نہیں دیکھا گیا۔ حکیم ترمذی نے حضرت ذکوان سے روایت کی کہ سورج اور چاند کی روشنی میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نظر نہیں آتا تھا۔ ابن سبع نے کہا، آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا کیونکہ آپ نور ہیں، آپ جب سورج اور چاندنی کی روشنی میں چلتے تو سایہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ بعض نے کہا کہ اس کی شاہد وہ حدیث ہے جس میں آپ نے دعا فرماتے ہوئے کہا: اے اللہ! مجھے نور بنا دے۔ (ت)

نیز انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں فرماتے ہیں:

لم یقع ظلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولا رئی لہ ظل فی شمس ولا قمر قال ابن سبع لانہ کان نورا، وقال رزین لغلبۃ انوارہ۔[2]

حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔ نہ ہی سورج اور چاند کی روشنی میں آپ کا سایہ دکھائی دیتا تھا۔ ابن سبع نے کہا آپ کے نور ہونے کی وجہ سے۔ اور رزین نے کہا آپ کے انوار کے غلبہ کی وجہ سے۔ (ت)

امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالٰی افضل القرٰی لقراء ام القرٰی میں زیر قول ماتن رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] الخصائص الکبرٰی باب الاٰیۃ فی انہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یکن یرٰی لہ ظل مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/۶۸

[2] انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب

لم یساووك فی علاك وقد حا ل سنا منك دونھم وسنا[1]

4 (انبیاء علیہم الصلوات والسلام فضیلت میں آپ کے برابر نہ ہوئے آپ کی چمک اور رفعت آپ تک ان کے پہنچنے سے مانع ہوئی۔ت)

فرماتے ہیں :

ھذا مقتبس من تسمیتہ تعالٰی لنبیہ نورا فی نحو قولہ تعالٰی "قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین"، وکان صلی اللہ علیہ وسلم یکثر الدعاء بان اللہ یجعل کلا من حواسہ و اعضائہ و بدنہ نورا اظہارا لوقوع ذٰلك، وتفضل اللہ تعالٰی علیہ بہ لیزداد شکرہ و شکر امتہ علٰی ذٰلك کما امرنا بالدعاء الذی فی اٰخر سورۃ البقرۃ مع وقوعہ، و تفضل اللہ تعالٰی بہ لذٰلك و مما یؤید انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صار نورا انہ کان اذا مشٰی فی الشمس او القمر لم یظھر لہ ظل لانہ لا یظھر الا لکثیف وھو صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قد خلصہ

یہ ماخوذ ہے ان آیاتِ کریمہ سے جن میں اللہ تعالٰی نے اپنے نبی کا نام نُور رکھا ہے جیسے آیت کریمہ قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین (تحقیق آیا تمہارے پاس اللہ تعالٰی کی طرف سے نور اور روشن کتاب) نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کثرت سے یہ دُعا مانگا کرتے تھے کہ اللہ تعالٰی آپ کے تمام حواس، اعضا اور بدن کو نور بنا دے۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ دُعا اس بات کو ظاہر کرنے کے لئے فرماتے کہ اس کا وقوع ہوچکا ہے اور اللہ تعالٰی نے اپنے فضل سے آپ کو مجسم نور بنادیا ہے تاکہ آپ اور آپ کی اُمت اس پر اللہ تعالٰی کا بکثرت شکریہ ادا کرے۔ جیسا کہ اللہ تعالٰی نے ہمیں سُورۃ بقرہ کی آخری آیات میں واقع دعا مانگنے کا حکم دیا ہے باوجودیکہ اللہ تعالٰی کے فضل سے اس کا وقوع ہوچکا ہے۔ آپ کی نورانیت کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ جب آپ سورج اور چاند کی روشنی میں چلتے تو آپ کا سایہ ظاہر نہ ہوتا کیونکہ سایہ تو کثیف چیز کا ظاہر ہوتا ہے جبکہ آپ کو اللہ تعالٰی نے تمام

---

[1] ام القرٰی فی مدح خیر الورٰی الفصل الاول حزب القادریہ لاہور ص ۹

www.alahazratnetwork.org

اللہ من سائر الکثائف الجسمانیۃ وصیرہ نورا صرفا لا یظہر لہ ظل اصلا۔[1]

جسمانی کثافتوں سے پاک فرمادیا ہے اور آپ کو خالص نور بنادیا ہے، چنانچہ آپ کا سایہ بالکل ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ (ت)

علامہ سلیمان جمل شرح ہمزیہ میں فرماتے ہیں:

لم یکن لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ظل یظہر فی شمس ولا قمر۔[2]

سورج اور چاند کی روشنی میں حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ (ت)

علامہ حسین بن محمد دیار بکری کتاب الخمیس فی احوال انفس نفیس میں لکھتے ہیں:

لم یقع ظلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی الارض ولا رئی لہ ظل فی شمس ولا قمر۔[3]

حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا اور نہ ہی سورج وچاند کی روشنی میں نظر آتا تھا (ت)

بعینہٖ اسی طرح نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی الاطہار میں ہے۔ علامہ سیدی محمد زرقانی شرح مواہب شریف میں فرماتے ہیں:

لم یکن لہ صلی اللہ علیہ وسلم ظل فی شمس ولا قمر لانہ کان نورا کما قال ابن سبع وقال رزین لغلبۃ انوارہ وقیل حکمۃ ذلک صیانتہ عن یطأ کافر علی ظلہ رواہ الترمذی الحکیم عن ذکوان ابی صالح السمان الزیات المدنی او ابی عمرو المدنی مولٰی عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا وکل منہما ثقۃ من التابعین

حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ شمس وقمر کی روشنی میں نمودار نہ ہوتا تھا بقول ابن سبع آپ کی نورانیت کی وجہ سے اور بقول رزین غلبۂ انوار کی وجہ سے۔ اور کہا گیا ہے کہ عدمِ سایہ کی حکمت یہ ہے کہ کوئی کافر آپ کے سایہ پر پاؤں نہ رکھے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے ذکوان ابوصالح السمان زیات مدنی سے یا ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے آزاد کردہ غلام ابوعمرو مدنی سے، اور وہ دونوں ثقہ تابعین

---

[1] افضل القرٰی لقراء ام القرٰی (شرح ام القرٰی) شرح شعر ۲ المجمع الثقافی ابوظبی ۱/ ۱۲۸ و ۱۲۹

[2] الفتوحات الاحمدیۃ علی متن الہمزیۃ لسلیمان جمل المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ص ۵

[3] تاریخ الخمیس القسم الثانی النوع الرابع مؤسسۃ شعبان بیروت ۱/ ۲۱۹

www.alahazratnetwork.org

فھو مرسل لکن روی ابن المبارک و ابن الجوزی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما لم یکن للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ظل و لم یقم مع الشمس قط الا غلب ضوءہ ضوء الشمس ولم یقم مع سراج قط الا غلب ضوءہ ضوء السراج۔[1]

میں سے ہیں لہذا یہ حدیث مرسل ہے۔ لیکن ابن مبارک اور ابن جوزی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا کہ آپ کا سایہ نہ تھا آپ جب سورج کی روشنی یا چراغ کی روشنی میں قیام فرماتے تو آپ کی چمک سورج اور چراغ کی روشنی پر غالب آجاتی تھی۔ (ت)

فاضل محمد بن صبان اسعاف الراغبین میں ذکر خصائص نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں لکھتے ہیں:

وانہ لا فیئ لہ[2] (بے شک آپ کا سایہ نہ تھا۔ ت)

حضرت مولوی معنوی قدس سرہ الشریف فرماتے ہیں: ؎

چوں فنائش از فقر پیرایہ شود　　او محمد وار بے سایہ شود[3]

(جب اس کی فنا فقر سے آراستہ ہوجاتی ہے تو وہ محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرح بغیر سایہ کے ہوجاتا ہے۔ ت)

ملک العلماء بحر العلوم مولانا عبدالعلی قدس سرہٗ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

در مصرعِ ثانی اشارہ بمعجزۂ آں سرور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم است کہ آں سرور را سایہ نمی افتاد[4]

دوسرے مصرع میں سرورِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس معجزہ کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر واقع نہیں ہوتا تھا۔

یہاں اس مسئلہ کے منکر وہابیہ ہیں اور اسمٰعیل دہلوی کے غلام اور اسمٰعیل کو غلامی حضرت مجدد کا ادعاء اور حضرت شیخ مجدد جلد ثالث مکتوبات مکتوب صدم میں فرماتے ہیں:

اورا صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سایہ نبود و درعالم　　رسول انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثالث الفصل الاول دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۲۲۰

[2] اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفٰی واہل بیتہ الطاہرین الباب الاول مصطفی البابی مصر ص ۷۹

[3] مثنوی معنوی در صفت آں بیخود کہ در بقائی حق فانی شدہ است الخ نورانی کتب خانہ پشاور ص ۱۹

[4]

www.alahazratnetwork.org

شہادت سایۂ ہر شخص از شخص لطیف ترست وچوں لطیف تر از وے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نباشد اورا سایہ چہ صورت دارد علیہ و علٰی آلہ الصلوات والتسلیمات۔[1]

عالم شہادت میں ہر شخص کا سایہ اس سے زیادہ لطیف ہوتا ہے۔ چونکہ آپ سے بڑھ کر کوئی شے لطیف نہیں ہے لہذا آپ کے سایہ کی کوئی صورت نہیں بنتی۔ آپ پر اور آپ کی آل پر درود و سلام ہو۔ (ت)

اسی کے مکتوب ۱۲۲ میں فرمایا :

واجب را تعالٰی چرا ظل بود کہ ظل موہم تولید بمثل ست ومنبی از شائبۂ عدم کمال لطافت اصل، ہرگاہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم را از لطافت ظل نبود خدائے محمد را چگونہ ظل باشد اللہ جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[2]

واجب تعالٰی کا سایہ کیسے ہوسکتا ہے کہ سایہ تو مثل کے پیدا ہونے کا وہم پیدا کرتا ہے اور عدم کمالِ لطافت کے شائبہ کی خبر دیتا ہے۔ جب محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ بوجہ آپ کی لطافت کے نہ تھا آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خدا جل وعلا کا سایہ کیونکر ہوسکتا ہے۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) مطالع المسرات شریف میں امام اہلسنت سیدنا ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ تعالٰی سے :

انہ تعالٰی نور لیس کالانوار والروح النبویۃ القدسیۃ لمعۃ من نورہ و الملٰئکۃ شرر تلک الانوار۔[3]

اللہ تعالٰی نور ہے مگر انوار کی مثل نہیں اور نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رُوحِ اقدس اللہ تعالٰی کے نور کا جلوہ ہے اور ملائکہ ان انوار کی جھلک ہیں۔ (ت)

پھر اس کی تائید میں حدیث کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا :

اول ماخلق اللہ نوری ومن نوری خلق کل شیئ۔[4]

اللہ تعالٰی نے سب سے پہلے میرا نور بنایا اور میرے نور سے تمام اشیاء کو پیدا فرمایا (ت)

---

[1] مکتوبات امام ربانی مکتوب صدم نولکشور لکھنؤ جلد سوم ص ۱۸۷
[2] " " مکتوب ۱۲۲ " " " ص ۲۳۷
[3] مطالع المسرات مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۶۵
[4] " " " " " " " "

www.alahazratnetwork.org

جب ملائکہ کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نور سے بنے، سایہ نہیں رکھتے تو حضور کہ اصل نور ہیں جن کی ایک جھلک سے سب ملک بنے کیونکر سایہ سے منزّہ نہ ہوں گے۔ عجب کہ ملائکہ مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نور سے بنے بے سایہ ہوں اور مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ نورِ الٰہی سے بنے سایہ رکھیں۔

حدیث میں ہے کہ آسمانوں میں چار انگل جگہ نہیں جہاں کوئی فرشتہ اپنی پیشانی رکھے سجدہ میں نہ ہو، ملائکہ کے سایہ ہوتا تو آفتاب کی روشنی ہم تک کیونکر پہنچتی یا شاید پہنچتی تو ایسی جیسے گھنے پیڑ میں سے چھن کر خال خال بندکیاں نور کے سایے کے اندر نظر آتی ہیں، ملائکہ تو لطیف تر ہیں، نار کے لئے سایہ نہیں بلکہ ہوا کے لئے سایہ نہیں بلکہ عالم نسیم کی ہوا کہ ہوائے بالا سے کثیف تر ہے اس کا بھی سایہ نہیں ورنہ روشنی کبھی نہ ہوتی بلکہ ہوا میں ہزاروں لاکھوں ذرّے اور قسم قسم کے جانور بھرے پڑے ہیں کہ خوردبین سے نظر آتے ہیں اور بعض بے خوردبین بھی، جبکہ دھوپ کسی بند مکان میں روزن سے داخل ہو ان میں کسی کے سایہ نہیں۔ یہ سب تو قبول کرلیں گے مگر محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے تنِ اقدس کی ایسی لطافت کس دل سے گوارا ہو کہ حضور کے لئے سایہ نہ تھا۔ جانے دو، یہاں ان ذروں کی باریکی جسم کا حیلہ لوگے، آسمان میں کیا کہو گے؟ اتنا بڑا جسم عظیم کہ تمام زمین کو محیط اور اس کا ایک ذرا سا ٹکڑا جس میں آفتاب ہے سارے کُرۂ زمین سے تین سو چھبیس حصے بڑا ہے، اسی کا سایہ دکھا دیجئے، اس کا سایہ پڑتا تو قیامت تک تمھیں دن کا مُنہ دیکھنا نصیب نہ ہوتا، ہاں ہاں یہی جو نیلگوں چھت ہمیں نظر آتی ہے، یہی پہلا آسمان ہے، قرآن عظیم یہی بتاتا ہے،

قال تعالٰی افلم ینظروا الی السماء فوقھم کیف بنینٰھا و زینّٰھا و مالھا من فروج[1]

(اللہ تعالٰی نے فرمایا:) کیا نہیں دیکھتے اپنے اوپر آسمان کو ہم نے اسے کیسے بنایا اور آراستہ کیا اور اس میں کہیں شگاف نہیں۔

اور فرماتا ہے:

و زیّنّٰھا للنّٰظرین[2] ہم نے آسمان کو دیکھنے والوں کے لئے آراستہ کیا۔

اور اگر فلاسفۂ یونانی کی فضلہ خوری سے یہی مانئے کہ جو نظر آتا ہے فلک نہیں، کُرۂ بخار ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۵۰/ ۶

[2] ؁ ؁ ۱۵/ ۱۶

www.alahazratnetwork.org

جب بھی ہمارا مطلب حاصل کہ اتنا بڑا جسم عظیم عنصری سایہ نہیں رکھتا، اسے آسمان کہو یا کرہ بخار، ہیئات جدیدہ کا کفر او ڑھو کہ آسمان کچھ ہے ہی نہیں، یہ جو نظر آتا ہے محض موہوم و بے حقیقت حدِ نگاہ ہے تو ایک بات ہے مگر آسمانی کتاب پر ایمان لاکر آسمان سے انکار نا ممکن۔

غرض جب دلیل قاہر سے ثابت کہ جسم عنصری کے لئے سایہ ضروری نہیں، تو نیچریوں کی طرح خلافِ نیچر ہونے کا جو ہیانہ استبعاد تھا وہ اوڑھ لیا، پھر کیا وجہ کہ ائمہ کرام طبقۃً فطبقۃً جو فضیلت ہمارے حبیب اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے نقل فرماتے اور مقبول و مقرر رکھتے آئے اور عقل و نقل سے کوئی اس کا دافع نہیں، تسلیم نہ کیا جائے یا اس میں چون وچرا برتی جائے اسے سوائے مرضِ قلب کے کیا کہئے، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فضائل کو ہمارا دل گوارا نہیں کرتا یشرح صدرہ للاسلام[1] (اللہ تعالٰی اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔ت) کی دولت نہ ملی کہ اللہ تعالٰی اس کا سینہ قبول و تسلیم کے لئے کھول دیتا، ناچار یجعل صدرہ ضیقا حرجا کانما یصعد فی السماء[2] (اس کا سینہ تنگ خوب رکا ہوا کر دیتا ہے گویا کسی کی زبردستی سے آسمان پر چڑھ رہا ہے۔ت) کے آڑے آتی۔ دل تنگ ہو کر گورِ کافر کے مثل ہو جاتا اور فضیلت کا منکر کلیجہ چار چار اچھلتا گویا آسمان کو چڑھا جاتا ہے کذٰلک یجعل اللہ الرجس علی الذین لایؤمنون[3]۔ والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔ واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم (اللہ یوں ہی عذاب میں ڈالتا ہے ایمان نہ لانے والوں کو۔ اور اللہ رب العالمین کی پناہ۔ اور اللہ سبحٰنہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ت)

رسالہ

صلات الصفاء فی نور المصطفٰی

ختم ہوا

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۲۵

[2] القرآن الکریم ۶/ ۱۲۵

[3] " " ۶/ ۱۲۵

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

نفی الفیئ عمّن استنار بنورہ کل شیئ

۱۲۹۶ھ

(اُس ذاتِ اقدس کے سائے کی نفی جس کے نُور سے ہر مخلوق منوّر ہوئی)

مسئلہ ۲۳
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے سایہ تھا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم ط الحمد للہ الذی خلق قبل الاشیاء نور نبیّنا من نورہ وفلق الانوار جمیعا من لمعات ظہورہ فھو صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نور الانوار و ممد جمیع الشموس و الاقمار سمّاہ ربہ فی کتابہ الکریم

ہم اللہ کی حمد بیان کرتے ہیں اور اس کے رسول کریم پر درود بھیجتے ہیں۔ تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جس نے تمام اشیاء سے قبل ہمارے نبی کے نور کو اپنے نور سے بنایا اور تمام نوروں کو آپ کے ظہور کے جلووں سے بنایا۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام نوروں کے نور اور ہر شمس و قمر کے مدد ہیں۔ آپ کے رب نے اپنی کتاب کریم میں آپ کا

www.alahazratnetwork.org

نورا وسراجا منیرا فلولا انارتہ لما استنارت شمس ولاتبین یوم من امس ولا تعین وقت للخمس صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلی المستنیرین بنورہ المحفوظین عن الطمس جعلنا اللہ تعالٰی منھم فی الدنیا و یوم لایسمع الا ھمس۔

نام نور اور سراج منیر رکھا ہے۔ اگر آپ جلوہ فگن نہ ہوتے تو سورج روشن نہ ہوتا، نہ آج کل سے ممتاز ہوتا اور نہ ہی خمس کے لئے وقت کا تعیین ہوتا۔ اللہ تعالٰی آپ پر درود نازل فرمائے اور آپ کے نور سے مستنیر ہونے والوں پر جو مٹ جانے سے محفوظ ہیں۔ اللہ تعالٰی ہمیں اُن سے بنائے دُنیا میں اور اس دن جس میں نہیں سُنائی دے گی مگر بہت آہستہ آواز۔ (ت)

بیشک اس مہرِ سپہرِ اصطفاء ماہِ منیرِ اجتباء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا اور یہ امر احادیث واقوالِ علمائے کرام سے ثابت اور اکابر ائمہ وجہابذ فضلاء مثل حافظ رزین محدث وعلامہ ابن سبع صاحبِ شفاء الصدور و امام علامہ قاضی عیاض صاحبِ کتاب الشفاء فی تعریف حقوق المصطفٰی و امام عارف باللہ سیدی جلال الملۃ والدین محمد بلخی رومی قدس سرہ وعلامہ حسین بن محمد دیاربکری واصحابِ سیرت شامی وسیرتِ حلبی و امام علامہ جلال الملۃ والدین سیوطی و امام شمس الدین ابوالفرج ابن جوزی محدث صاحبِ کتاب الوفاء و علامہ شہاب الحق والدین خفاجی صاحبِ نسیم الریاض و امام احمد بن محمد خطیب قسطلانی صاحبِ مواہبِ لدنیہ ومنح محمدیہ و فاضلِ اجل محمد زرقانی مالکی شارح مواہب و شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی وجناب شیخ مجدد الف ثانی فاروقی سرہندی و بحرالعلوم مولانا عبدالعلی لکھنوی و شیخ الحدیث مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی وغیرہم اجلۂ فاضلین ومقتدایان کہ آج کل کے مدعیانِ خام کار ان کی شاگردی بلکہ کلام سمجھنے کی بھی لیاقت نہیں، خلفاً عن سلف دائماً اپنی تصانیف میں اس کی تصریح کرتے آئے اور مفتیِ عقل و قاضیِ نقل نے باہم اتفاق کرکے اس کی تاسیس وتشیید کی۔

فقد اخرج الحکیم الترمذی عن ذکوان ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یکن یرٰی لہ ظل فی شمس ولا قمر[1]

حکیم ترمذی نے ذکوان سے روایت کی کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نظر نہ آتا تھا دُھوپ میں نہ چاندنی میں۔

سیدنا عبداللہ بن مبارک اور حافظ علامہ ابن جوزی محدث رحمہما اللہ تعالٰی حضرت سیدنا و

[1] الخصائص الکبرٰی بحوالہ الحکیم الترمذی باب الآیۃ فی انہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یرٰی لہ ظل مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/ ۶۸

www.alahazratnetwork.org

ابن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں،

قال لم یکن لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ظل، ولم یقم مع شمس قط الاغلب ضوؤہ ضوء الشمس، ولم یقم مع سراج قط الاغلب ضوؤہ علی ضوء السراج[1]

یعنی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا اور نہ کھڑے ہوئے آفتاب کے سامنے مگر یہ اُن کا نور عالم افروز خورشید کی روشنی پر غالب آگیا، اور نہ قیام فرمایا چراغ کی ضیاء میں مگر یہ کہ حضور کے تابشِ نور نے اس کی چمک کو دبا لیا۔

امامِ علام حافظ جلال الملّۃ والدین سیوطی رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب خصائصِ کبرٰی میں اِس معنے کے لئے ایک باب وضع فرمایا اور اس میں حدیثِ ذکوان ذکر کرکے نقل کیا،

قال ابن سبع من خصائصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان ظلہ کان لایقع علی الارض وانہ کان نورا فکان اذا مشی فی الشمس او القمر لاینظر لہ ظل قال بعضھم ویشھد لہ حدیث قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی دعائہ واجعلنی نورا۔[2]

یعنی ابن سبع نے کہا حضور کے خصائص کریمہ سے ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا اور آپ نورِ محض تھے، تو جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے آپ کا سایہ نظر نہ آتا۔ بعض علماء نے فرمایا اور اس کی شاہد ہے وُہ حدیث کہ حضور نے اپنی دُعا میں عرض کیا کہ مجھے نور کردے۔

نیز انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم باب ثانی فصلِ رابع میں فرماتے ہیں،

لم یقع ظلہ علی الارض ولا رئی لہ ظل فی شمس ولا قمر قال ابن سبع لانہ کان نورا قال رزین لغلبۃ انوارہ[3]

نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہ پڑا، حضور کا سایہ نظر نہ آیا نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں۔ ابن سبع نے فرمایا اس لئے کہ حضور نور ہیں۔ امام رزین نے فرمایا اس لئے کہ حضور کے انوار سب پر غالب ہیں۔

---

[1] الوفاء باحوال المصطفٰی الباب التاسع والعشرون مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۴۰۷
[2] الخصائص الکبرٰی باب الآیۃ انہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یکن یرٰی لہ ظل مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/ ۶۸
[3] انموذج اللبیب

www.alahazratnetwork.org

امام علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالٰی شفاء شریف میں فرماتے ہیں :

وما ذکر من انہ کان لا ظل لشخصہ فی شمس ولا قمر لانہ کان نورا۔[1]

یعنی حضور کے دلائلِ نبوت و آیاتِ رسالت سے ہے وہ بات جو مذکور ہوئی کہ آپ کے جسم انور کا سایہ نہ دھوپ میں ہوتا نہ چاندنی میں اس لئے کہ حضور نور ہیں۔

علامہ شہاب الدین خفاجی رحمہ اللہ تعالٰی اس کی شرح نسیم الریاض میں فرماتے ہیں : دھوپ اور چاندنی اور جو روشنیاں کہ ان میں لبسبب اس کے کہ اجسام' انوار کے حاجب ہوتے ہیں لہذا ان کا سایہ نہیں پڑتا جیسا کہ انوارِ حقیقت میں مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ پھر حدیث کتاب الوفاء ذکر کر کے اپنی ایک رباعی اِنشاد کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سایۂ احمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دامن لبسبب حضور کی کرامت و فضیلت کے زمین پر نہ کھینچا گیا اور تعجب ہے کہ باوجود اس کے تمام آدمی ان کے سایہ میں آرام کرتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں : بہ تحقیق قرآن عظیم ناطق ہے کہ آپ نور روشن ہیں اور آپ کا بشر ہونا اس کے منافی نہیں جیسا کہ وہم کیا گیا، اگر تو سمجھے تو وہ نور' علٰی نور ہیں۔

وھذا ما نصہ الخفاجی (خفاجی کی عبارت یہ ہے) :

(و) ومن دلائل نبوتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (ما ذکر) بالبناء للمجھول والذی ذکرہ ابن سبع (من انہ) بیان لما الموصولۃ (لا ظل لشخصہ) ای لجسدہ الشریف اللطیف اذا کان (فی شمس ولا قمر) مما تری فیہ الظلال لحجب الاجسام ضوء النیرین ونحوھما وعلل ذلک ابن سبع بقولہ (لانہ) صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (کان نورا) والانوار شفافۃ لطیفۃ لا تحجب غیرھا من الانوار فلا ظل لہا

حضور پُر نور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دلائلِ نبوت سے ہے وہ جو مذکور ہوا اور وہ جو ابن سبع نے ذکر فرمایا کہ آپ کے شخص یعنی جسم اطہر و لطیف کا سایہ نہ ہوتا جب آپ دھوپ اور چاندنی میں تشریف فرما ہوتے یعنی وہ روشنیاں جن میں سائے دکھائی دیتے ہیں کیونکہ اجسام، شمس و قمر وغیرہ کی روشنی کے لئے حاجب ہوتے ہیں۔ ابن سبع نے اس کی علت یہ بیان کی کہ آپ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نور ہیں اور انوار شفاف و لطیف ہوتے ہیں وہ غیر کے لئے حاجب نہیں ہوتے اور ان کا سایہ

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل ومن ذلک ما ظہر من الآیات دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۲۲۵

www.alahazratnetwork.org

کما ھو مشاھد فی الانوار الحقیقیۃ وھٰذا رواہ صاحب الوفاء عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما قال لم یکن لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ظل ولم یقم مع شمس الاغلب ضوؤہ ضوئہا ولا مع سراج الاغلب ضوؤہ ضوؤہ وقد تقدم ھٰذا والکلام علیہ ورباعیتہا فیہ وھی:

ماجر لظل احمد اذیال
فی الارض کرامۃ کما قد قالوا
ھذا عجب وکم بہ من عجب
والناس بظلہ جمیعا قالوا[1]

وقالوا ھذا من القیلولۃ وقد نطق القرآن بانہ النور المبین وکونہ بشرا لاینافیہ کما توھم فان فھمت فھو نور علٰی نور فان النور ھو الظاھر بنفسہ المظھر لغیرہ وتفصیلہ فی مشکوۃ الانوار[1] انتہٰی۔

نہیں ہوتا جیسا کہ انوارِ حقیقت میں دیکھا جاتا ہے۔ اس کو صاحبِ وفا نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا، نہ کھڑے ہوئے آپ کبھی سورج کے سامنے مگر آپ کا نور سُورج پر غالب آگیا' اور نہ قیام فرمایا آپ نے چراغ کے سامنے مگر آپ کا نور چراغ کی روشنی پر غالب آگیا۔ یہ اور اس پر کلام پہلے گزر چکا ہے اور اس سلسلہ میں رباعی جو کہ یہ ہے:

"حضرت امام الانبیاء احمد مجتبٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سایۂ اقدس نے آپ کی کرامت و فضیلت کی وجہ سے دامن زمین پر نہیں کھینچا جیسا کہ لوگوں نے کہا۔ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ عدمِ سایہ کے باوجود سب لوگ آپ کے سایۂ رحمت میں آرام کرتے ہیں۔"

یہاں قالوا 'قیلولۃ' سے مشتق ہے (ذکر قول سے)۔ تحقیق قرآن عظیم ناطق ہے کہ آپ نور روشن ہیں اور آپ کا بشر ہونا اس کے منافی نہیں جیسا کہ وہم کیا گیا۔ اگر تو سمجھے تو آپ نورٌ علٰی نور ہیں، کیونکہ نور وہ ہے جو خود ظاہر ہو اور دوسروں کو ظاہر کرنے والا ہو۔ اس کی تفصیل مشکوۃ الانوار میں ہے۔ (ت)

حضرت مولوی معنوی قدس سرہ القوی دفتر پنجم مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:

---

[1] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض مرکز اہلسنت برکاتِ رضا گجرات، ہند ۲۸۲/۳

www.alahazratnetwork.org

چوں فنائش از فقر پیرایہ شود　　او محمد وار بے سایہ شود[1]

(جب اس کی فنا فقر سے آراستہ ہوجاتی ہے تو وہ محمد مصطفےٰ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرح بغیر سایہ کے ہوجاتا ہے۔ ت)

مولانا بحر العلوم نے شرح میں فرمایا:

درمصرع ثانی اشارہ بمعجزہ آں سرور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ آں سرور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم راسایہ نمی افتاد[2]

دُوسرے مصرعے میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے معجزے کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا (ت)

امام علامہ احمد بن محمد خطیب قسطلانی رحمہ اللہ تعالٰی مواہب لدنیہ و منح محمدیہ میں فرماتے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا دھوپ میں نہ چاندنی میں۔ اسے حکیم ترمذی نے ذکوان سے پھر ابن سبع کا حضور کے نور سے استدلال اور حدیث اجعلنی نورا (مجھے نور بنا دے۔ت) سے استشہاد ذکر کیا۔ حیث قال (امام قسطلانی نے فرمایا۔ ت):

لم یکن لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ظل فی شمس ولا قمر رواہ الترمذی عن ذکوان، وقال ابن سبع کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نورا فکان اذا مشی فی الشمس اوالقمر لایظھر لہ ظل قال غیرہ ویشھد لہ قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی دعائہ واجعلنی نورا[3]

دھوپ اور چاندنی میں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نہ ہوتا۔ اس کو ترمذی نے ذکوان سے روایت کیا۔ ابن سبع نے کہا کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نور تھے، جب آپ دھوپ اور چاندنی میں چلتے تو سایہ ظاہر نہ ہوتا۔ اس کے غیر نے کہا اس کا شاہد نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا وہ قول ہے جو آپ دُعا میں کہتے کہ اے اللہ! مجھے نور بنا دے۔ (ت)

اسی طرح سیرت شامی میں ہے،

وزاد عن الامام الحکیم قال معناہ لئلا یطأ علیہ کافر فیکون

یعنی امام ترمذی نے یہ اضافہ کیا، اس میں حکمت یہ تھی کہ کوئی کافر سایۂ اقدس پر پاؤں نہ رکھے

---

[1] مثنوی معنوی　درصفت آں بیخود کہ در بقای حق فانی شدہ است دفتر پنجم　نورانی کتب خانہ پشاور ص ۱۹

[2] ...

[3] المواہب اللدنیۃ المقصد الثالث　الفصل الاول　المکتب الاسلامی بیروت　۲/ ۳۰۷

www.alahazratnetwork.org

مذلة لہ[1] کیونکہ اس میں آپ کی توہین ہے۔

اقول سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما تشریف لے جاتے تھے، ایک یہودی حضرت کے گرد عجب حرکات اپنے پاؤں سے کرتا جاتا تھا اس سے دریافت فرمایا، بولا بات یہ ہے کہ اور تو کچھ قابو ہم تم پر نہیں پاتے جہاں جہاں تمہارا سایہ پڑتا ہے اُسے اپنے پاؤں سے روندتا چلتا ہوں۔ ایسے خبیثوں کی شرارتوں سے حضرت حق عزّ جلالہٗ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو محفوظ فرمایا۔ نیز اسی طرح سیرت حلبیہ میں ہے قد ذکرہا فی شفاء الصدور۔

محمد زرقانی رحمہ اللہ تعالٰی شرح میں فرماتے ہیں، حضور کے لئے سایہ نہ تھا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ حضور نور ہیں، جیسا کہ ابن سبع نے کہا۔ اور حافظ رزین محدث فرماتے ہیں، سبب اس کا یہ تھا کہ حضور کا نور ساطع تمام انوارِ عالم پر غالب تھا اور بعض علماء نے کہا کہ حکمت اس کی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بچانا ہے اس سے کہ کسی کافر کا پاؤں ان کے سایہ پر نہ پڑے۔ وھذا کلامہ برمہ (زرقانی کی اصل عبارت):

(ولم یکن لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ظل فی شمس ولا قمر) لانہ کان نورا کما قال ابن سبع وقال رزین لغلبۃ انوارہ قیل وحکمۃ ذٰلک صیانتہ عن ان یطأ کافر علٰی ظلہ (رواہ الترمذی الحکیم عن ذکوان) ابی صالح السمان الزیات المدنی او ابی عمرو المدنی مولٰی عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا وکل منہما ثقۃ من التابعین فہو مرسل لکن روی ابن المبارک و

حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا نہ دُھوپ میں اور نہ ہی چاندنی میں، کیونکہ آپ نور ہیں جیسا کہ ابن سبع نے فرمایا۔ رزین نے فرمایا عدمِ سایہ کا سبب آپ کے انوار کا غلبہ ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس کی حکمت آپ کو بچانا ہے اس بات سے کہ کوئی کافر آپ کے سایہ پر اپنا پاؤں رکھے۔ اس کو حکیم ترمذی نے روایت کیا ہے ذکوان ابو صالح السمان زیات المدنی سے یا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے آزاد کردہ غلام ابو عمرو المدنی سے اور وہ دونوں ثقہ تابعین میں سے ہیں، چنانچہ یہ حدیث مرسل ہوئی، مگر ابن مبارک اور ابن جوزی نے

---

[1] سبل الہدٰی والرشاد الباب العشرون فی مشیہ صلی اللہ علیہ وسلم دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۹۰

www.alahazratnetwork.org

ابن الجوزی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما لم یکن للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ظل ولم یقم مع الشمس قط الا غلب ضوؤہ ضوء الشمس ولم یقم مع سراج قط الا غلب ضوؤہ ضوء السراج (وقال ابن سبع کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نورا فکان اذا مشی فی الشمس والقمر لایظہر لہ ظل) لان النور لاظل لہ (قال غیرہ ویشھد لہ قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی دعائہ) لما سأل اللہ تعالٰی ان یجعل فی جمیع اعضائہ وجہاتہ نورا اختم بقولہ (واجعلنی نورا) والنور لاظل لہ وبہ یتم الاستشہاد انتہی[1]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا آپ کبھی بھی سورج کے سامنے جلوہ افروز نہ ہوئے مگر آپ کا نور سورج کے نور پر غالب آگیا اور نہ ہی کبھی آپ چراغ کے سامنے کھڑے ہوئے مگر آپ کی روشنی چراغ کی روشنی پر غالب آگئی۔ ابن سبع نے کہا کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نور تھے، آپ جب دھوپ اور چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ نظر نہ آتا کیونکہ نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ اس کے غیر نے کہا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دعائیہ کلمات اس کے شاہد ہیں جب آپ نے اللہ تعالٰی سے سوال کیا کہ وہ آپ کے تمام اعضاء اور جہات کو نور بنادے اور آخر میں یوں کہا اے اللہ! مجھے نور بنادے۔ اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ اسی کے ساتھ استدلال تام ہوا۔ (ت)

علامہ حسین بن محمد دیار بکری کتاب الخمیس فی احوال انفس نفیس (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) النوع الرابع ما اختص صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بہ من الکرامات میں فرماتے ہیں:

لم یقع ظلہ علی الارض ولا رئی لہ ظل فی شمس ولا قمر[2]

حضور کا سایہ زمین پر نہ پڑتا، نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں نظر آتا۔

بعینہٖ اسی طرح کتاب "نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی الاطہار" میں ہے۔

امام نسفی تفسیر مدارک شریف میں زیر قولہ تعالٰی: لولا اذ سمعتموہ ظن المؤمنون والمؤمنٰت بانفسہم خیرا[3] (کیوں نہ ہوا جب تم نے اُسے سُنا تھا کہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنوں پر

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثالث الفصل الاول دارالمعرفۃ بیروت ۴/ ۲۲۰
[2] تاریخ الخمیس القسم الثانی النوع الرابع مؤسسۃ شعبان بیروت ۱/ ۲۱۹
[3] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۲

www.alahazratnetwork.org

نیک گمان کیا ہوتا۔ت) فرماتے ہیں :

قال عثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہ ان اللہ ما اوقع ظلك علی الارض لئلا یضع انسان قدمہ علی ذلك الظل[1]

امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی بے شک اللہ تعالٰی نے حضور کا سایہ زمین پر نہ ڈالا کہ کوئی شخص اس پر پاؤں نہ رکھ دے۔

امام ابن حجر مکی افضل القرٰی میں زیر قول ماتن قدس سرہ، ؎

لم یساووك فی علاك وقد حا ل سنا منك دونھم و سناء[2]

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام فضائل میں حضور کے برابر نہ ہوئے حضور کی چمک اور رفعت حضور تک ان کے پہنچنے سے مانع ہوئی۔

فرماتے ہیں :

ھذا مقتبس من تسمیتہ تعالٰی لنبیہ نورا فی نحو "قد جاء کم من اللہ نور وکتٰب مبین" وکان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یکثر الدعاء بان اللہ تعالٰی یجعل کلا من حواسہ واعضائہ وبدنہ نورا اظہارا لوقوع ذلك وتفضل اللہ تعالٰی علیہ بہ لیزداد شکرہ وشکر امتہ علی ذلك کما امرنا بالدعاء الذی فی اخر سورۃ البقرۃ مع وقوعہ وتفضل اللہ تعالٰی بہ لتاك ذلك و مما یؤید انہ صلی اللہ تعالٰی

یعنی یہ معنی اس سے لئے گئے ہیں کہ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام نور رکھا مثلاً اس آیت میں کہ بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور تشریف لائے اور روشن کتاب۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بکثرت یہ دُعا فرماتے کہ الٰہی ! میرے تمام حواس و اعضاء سارے بدن کو نور کردے۔ اور اس دُعا سے یہ مقصود نہ تھا کہ نور ہونا ابھی حاصل نہ تھا اس کا حصول مانگتے تھے بلکہ یہ دُعا اس امر کے ظاہر فرمانے کے لئے تھی کہ واقع میں حضور کا تمام جسم پاک نور ہے اور یہ فضل اللہ عزوجل نے حضور پر کردیا تاکہ آپ اور آپ کی اُمت اس پر اللہ تعالٰی کا زیادہ شکر ادا کریں۔

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الآیۃ ۲۴/۱۲ دار الکتاب العربی بیروت ۱۳۵/۲

[2] ام القرٰی فی مدح خیر الورٰی الفصل الاول حزب القادریۃ لاہور ص ۶

علیہ وسلم صار نورا انه کان اذا مشی فی الشمس او القمر لم یظهر له ظل لانه لا یظهر الا لکثیف وهو صلی الله تعالٰی علیہ وسلم قد خلصه الله من سائر الکثائف الجسمانیة وصیره نورا صرفا لا یظهر له ظل اصلا۔[1]

جیسے ہمیں حکم ہوا ہے کہ سورۂ بقرشریف کے آخر کی دُعا عرض کریں وہ بھی اسی اظہار وقوع وحصولِ فضلِ الٰہی کے لئے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نورِ محض ہوجانے کی تائید اس سے ہے کہ دھوپ یا چاندنی میں حضور کا سایہ نہ پیدا ہوتا اس لئے کہ سایہ تو کثیف کا ہوتا ہے اور حضور کو اللہ تعالٰی نے تمام جسمانی کثافتوں سے خالص کرکے نرا نور کردیا لہذا حضور کے لئے سایہ اصلاً نہ تھا۔

علامہ سلیمان جمل فتوحاتِ احمدیہ شرح ہمزیہ میں فرماتے ہیں:

لم یکن له صلی الله تعالٰی علیہ وسلم ظل یظهر فی شمس ولا قمر۔[2]

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نہ دھوپ میں ظاہر ہوتا نہ چاندنی میں۔

فاضل محمد بن فہمیہ کی "اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفٰی واہل بیتہ الطاہرین" میں ذکر خصائص نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں ہے:

وانه لا فیئ له۔[3]

حضور کا ایک خاصہ یہ ہے کہ حضور کے لئے سایہ نہ تھا۔

مجمع البحار میں برمز ش یعنی زبدہ شرح شفاء شریف میں ہے:

من اسمائه صلی الله تعالٰی علیہ وسلم النور قیل من خصائصه صلی الله تعالٰی علیہ وسلم انه اذا مشی فی الشمس والقمر لا یظهر له ظل۔[4]

حضور کا ایک نام مبارک "نور" ہے، حضور کے خصائص سے شمار کیا گیا کہ دھوپ اور چاندنی میں چلتے تو سایہ نہ پیدا ہوتا۔

---

[1] افضل القرٰی لقراء ام القرٰی (شرح ام القرٰی) تحت شعر ۲ المجمع الثقافی ابوظبی ۱/ ۱۲۸ و ۱۲۹

[2] الفتوحات الاحمدیۃ علی متن الھمزیۃ سلیمان جمل المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ص ۵

[3] اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفٰی واہل بیتہ الطاہرین علی ہامش الابصار دار الفکر بیروت ص ۷۹

[4] مجمع بحار الانوار باب نون تحت لفظ "النور" مکتبہ دار الایمان مدینۃ المنورۃ ۴/ ۸۲۰

www.alahazratnetwork.org

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں،

45

ونبود مر آنحضرت را صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سایہ نہ در آفتاب و نہ در قمر رواہ الحکیم الترمذی عن ذکوان ف نوادر الاصول وعجب است ایں بزرگان کہ ذکر نکردند چراغ را و نور یکے از اسمائے آنحضرت است صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و نور را سایہ نمی باشد انتہی[1]

سرکارِ دوعالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ سورج اور چاند کی روشنی میں نہ تھا۔ بروایت حکیم ترمذی از ذکوان' اور تعجب یہ ہے ان بزرگوں نے اس ضمن میں چراغ کا ذکر نہیں کیا اور "نور" حضور کے اسماءِ مبارکہ میں سے ہے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ (ت)

جناب شیخ مجدد جلد سوم مکتوبات، مکتوبات صدم میں فرماتے ہیں:

او را صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سایہ نبود در عالم شہادت سایہ ہر شخص از شخص لطیف تر است وچوں لطیف ترے از وے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم در عالم نباشد او را سایہ چہ صورت دارد[2]

آں حضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا، عالمِ شہادت میں ہر شخص کا سایہ اس سے بہت لطیف ہوتا ہے' اور چونکہ جہان بھر میں آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کوئی چیز لطیف نہیں ہے لہٰذا آپ کا سایہ کیونکر ہوسکتا ہے! (ت)

نیز اسی کے آخر مکتوب ۱۲۲ میں فرماتے ہیں:

واجب را تعالٰی چرا ظل بود کہ ظل موہم تولید بمثل است ومنبی از شائبہ عدم کمال لطافت اصل، ہرگاہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم را از لطافت ظل نبود خدائے محمد را چگونہ ظل باشد[3]

اللہ تعالٰی کا سایہ کیونکر ہو، سایہ تو وہم پیدا کرتا ہے کہ اس کی کوئی مثل ہے اور یہ کہ اللہ تعالٰی میں کمالِ لطافت نہیں ہے۔ دیکھئے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا لطافت کی وجہ سے سایہ نہ تھا تو محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ کیونکر ممکن ہے۔ (ت)

---

[1] مدارج النبوۃ باب اول بیان سایہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۱
[2] مکتوبات امام ربانی مکتوب صدم نولکشور لکھنؤ ۳/۱۸۷
[3] " " " " ۱۲۲ نولکشور لکھنؤ ۳/۲۳۷

www.alahazratnetwork.org

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی سورۂ والضحٰی میں لکھتے ہیں :

سایۂ ایشاں بر زمیں نمی افتاد[1] | آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑا۔ (ت)

فقیر کہتا ہے غفرالله لہ، استدلال امام ابن سبع کا حضور کے سراپا نور ہونے سے جس پر بعض علماء نے حدیث واجعلنی نورا (مجھے نور بنادے۔ ت) سے استشہاد اور علمائے لاحقین نے اپنے کلمات میں بنظرِ احتجاج یاد کیا۔

ہمارے مدعا پر دلالتِ واضحہ یہ ہے، دلیل شکلِ اول بدیہی الانتاج دو مقدموں سے مرکب، صغرٰی یہ کہ رسول الله صلی الله تعالٰی علیہ وسلم نور ہیں، اور کبرٰی یہ کہ نور کے لئے سایہ نہیں، جو ان دونوں مقدموں کو تسلیم کرے گا نتیجہ یعنی رسول الله تعالٰی علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا، آپ ہی پائے گا، مگر دونوں مقدموں میں کوئی مقدمہ ایسا نہیں جس میں مسلمان ذی عقل کو گنجائش گفتگو ہو، کبرٰی تو ہر عاقل کے نزدیک بدیہی اور مشاہدۂ بصر و شہادتِ بصیرت سے ثابت، سایہ اس جسم کا پڑے گا جو کثیف ہو اور انوار کو اپنے ماوراء سے حاجب، نور کا سایہ پڑے تو تنویر کون کرے۔ اس لئے دیکھو آفتاب کے لئے سایہ نہیں، اور صغرٰی یعنی حضورِ والا کا نور ہونا مسلمان کا تو ایمان ہے، حاجتِ بیان حجت نہیں مگر تبکیتِ معاندین کے لئے اس قدر اشارہ ضرور کہ حضرتِ حق سبحانہ، وتعالٰی فرماتا ہے :

یایہا النبی انا ارسلنٰک شاھدا و مبشرا و نذیرا و داعیا الی الله باذنہ وسراجا منیرا[2]	اے نبی! ہم نے تمہیں بھیجا گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا اور خدا کی طرف بلانے والا اور چراغ چمکتا۔

یہاں سراج سے مراد چراغ ہے یا ماہ یا مہر، سب صورتیں ممکن ہیں، اور خود قرآن عظیم میں آفتاب کو سراج فرمایا :

وجعل القمر فیھن نورا وجعل الشمس سراجا[3]	اور بنایا پروردگار نے چاند کو نور آسمانوں میں اور بنایا سورج کو چراغ۔ (ت)

اور فرماتا ہے :

---

[1] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) پ عم سورۃ الضحٰی مسلم بک ڈپو، لال کنواں، دہلی ص ۳۱۲
[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۵
[3] ؍؍ ؍؍ ۷۱/ ۱۶

www.alahazratnetwork.org

قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین[1]	تحقیق آیا تمھارے پاس خدا کی طرف سے ایک نور اور کتاب روشن۔

علماء فرماتے ہیں: یہاں نور سے مراد محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں۔

اسی طرح آیہ کریمہ والنجم اذا ھوٰی[2] (اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اُترے۔ ت) میں امام جعفر صادق اور آیہ کریمہ وما ادرٰک ما الطارق النجم الثاقب[3] (اور کچھ تم نے جانا وہ رات کو آنے والا کیا ہے، چمکتا تارا۔ ت) میں بعض مفسرین نجم اور نجم الثاقب سے ذاتِ پاک سید لولاک مراد لیتے ہیں[4] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

بخاری ومسلم وغیرہما کی احادیث میں بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ایک دعا منقول جس کا خلاصہ یہ ہے:

اللھم اجعل فی قلبی نورا وفی بصری نورا و فی سمعی نورا وفی عصبی نورا وفی لحمی نورا و فی دمی نورا وفی شعری نورا وفی بشری نورا وعن یمینی نورا وعن شمالی نورا وامامی نورا وخلفی نورا وفوقی نورا وتحتی نورا واجعلنی نورا۔[5]	الٰہی! میرے دل اور میری جان اور میری آنکھ اور میرے کان اور میرے گوشت و پوست و خون و استخوان اور میرے زیر و بالا و پس و پیش و چپ و راست اور ہر عضو میں نور اور خود مجھے نور کر دے۔

جب وہ یہ دعا فرماتے اور ان کے سننے والے نے انھیں ضیائے تابندہ و مہرِ درخشندہ و نورِ الٰہی کہا پھر اس جناب کے نور ہونے میں مسلمان کو کیا شبہ رہا، حدیث ابن عباس میں ہے کہ اُن کا نور چراغ و خورشید پر غالب آتا۔ اب خدا جانے غالب آنے سے یہ مراد کہ

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۵
[2] " ۵۳/ ۱
[3] " ۸۶/ ۲ و ۳
[4] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الفصل الرابع دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۳۰
[5] صحیح البخاری کتاب الدعوات باب الدعاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۳۵
صحیح مسلم کتاب صلٰوۃ المسافرین باب صلٰوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم " " ۱/ ۲۶۱
جامع الترمذی ابواب الدعوات باب منہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۷۸

www.alahazratnetwork.org

ان کی روشنیاں اس کے حضور پھیکی پڑجاتیں جیسے چراغ پیشِ مہتاب یا یکسر ناپدید و کالعدم ہوجاتیں جیسے ستارے حضورِ آفتاب۔

ابن عباس کی حدیث میں ہے:

واذا تکلم رُئی کالنور یخرج من بین ثنایاہ[1] — جب کلام فرماتے دانتوں سے نور چھنتا نظر آتا۔

وصاف کی حدیث میں وارد ہے:

یتلألؤ وجہہ تلألؤ القمر لیلۃ البدر اقنی العرنین لہ نور یعلوہ یحسبہ من لم یتأملہ اشم الجور المتجرد[2] — یعنی حضور کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا، بلند بینی تھی اور اس پر ایک نور کا بُکّا متجلی رہتا کہ آدمی خیال نہ کرے تو ناک اس روشن نور کے سبب بہت اونچی معلوم ہو، کپڑوں سے باہر جو بدن تھا یعنی چہرہ اور ہتھیلیاں وغیرہ، نہایت روشن و تابندہ تھا۔ صلی اللہ تعالٰی علٰی کل عضو من جسمہ الانور الاعطر و بارك وسلم (اللہ تعالٰی آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جسم انور معطر کے ہر عضو پر درود و سلام اور برکت نازل فرمائے۔ ت)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

کان الشمس تجری فی وجہہ[3] — گویا آفتاب ان کے چہرے میں رواں تھا۔

اور فرماتے ہیں:

واذا ضحك یتلألؤ فی الجدر[4] — جب حضور ہنستے دیواریں روشن ہوجاتیں۔

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر باب ما روی فی فصاحۃ لسانہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۹۰۸
الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الثانی فصل وان قلت اکرمك اللہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۴۶
[2] شمائل الترمذی باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امین کمپنی دہلی ص ۲
[3] " " " " " " " " " " ص ۲
[4] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الثانی فصل ان قلت اکرمك اللہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۴۶
[5] " " " " " " " " " " "

www.alahazratnetwork.org

ربیع بنت معوذ فرماتی ہیں:

لو رأیت لقلت الشمس طالعۃ[۱] — اگر تو انھیں دیکھتا، کہتا آفتاب طلوع کر رہا ہے۔

ابو قرصافہ کی ماں اور خالہ فرماتی ہیں:

رأینا کان النور یخرج من فیہ[۲] — ہم نے نور سا نکلتے دیکھا ان کے دہانِ پاک سے۔

احادیث کثیرہ مشہورہ میں وارد، جب حضور پیدا ہوئے اُن کی روشنی سے بصرہ اور روم و شام کے محل روشن ہوگئے۔ چند روایتوں میں ہے:

اضاء لہ ما بین المشرق والمغرب[۳] — آپ کے لئے مشرق سے مغرب تک منور ہوگیا۔

اور بعض میں ہے:

امتلأت الدنیا کلھا نورًا[۴] — تمام دُنیا نُور سے بھر گئی۔

آمنہ حضور کی والدہ فرماتی ہیں:

رأیت نورًا ساطعًا من رأسہ قد بلغ السماء[۵] — میں نے اُن کے سر سے ایک نور بلند ہوتا دیکھا کہ آسمان تک پہنچا۔

ابن عساکر نے اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی:

"میں سیتی تھی، سُوئی گر پڑی، تلاش کی، نہ ملی، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف لائے، حضور کے نورِ رُخ کی شعاع سے سُوئی ظاہر ہوگئی۔"[۶]

۱؎ المواہب اللدنیۃ عن ربیع بنت معوذ المقصد الثالث الفصل الاول المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۲۳

۲؎ مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی کتاب علامات النبوۃ باب صفتہ صلی اللہ علیہ وسلم دار الکتاب بیروت ۸/ ۲۸۰

۳؎ المواہب اللدنیۃ المقصد الاول احادیث اخری فی المولد المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۳۰

۴؎ الخصائص الکبرٰی باب ما ظہر فی لیلۃ مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم من المعجزات الخ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/ ۴۷

۵؎ " " " " " " " " " ۱/ ۴۹

۶؎ " " بحوالہ ابن عساکر باب الآیۃ فی وجہہ الشریف صلی اللہ علیہ وسلم " " " " ۱/ ۶۲ و ۶۳

www.alahazratnetwork.org

علامہ فاسی مطالع المسرات میں ابن سبع سے نقل کرتے ہیں :

کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یضیئ البیت المظلم من نورہ[1]۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نور سے خانہ تاریک روشن ہوجاتا۔

اب نہیں معلوم کہ حضور کے لئے سایہ ثابت نہ ہونے میں کلام کرنے والا آپ کے نور ہونے کا انکار کرے گا یا انوار کے لئے بھی سایہ مانے گا یا مختصر طور پر یوں کہئے کہ یہ تو بالیقین معلوم کہ سایہ جسم کثیف کا پڑتا ہے نہ جسم لطیف کا، اب مخالف سے پوچھنا چاہئے تیرا ایمان گواہی دیتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جسم اقدس لطیف نہ تھا عیاذًا باللہ، کثیف تھا اور جو اس سے تحاشی کرے تو پھر عدم سایہ کا کیوں انکار کرتا ہے :

بالجملہ جبکہ حدیثیں اور اتنے اکابر ائمہ کی تصریحیں موجود کہ اگر مخالف اپنے کسی دعوے میں ان میں سے ایک کا قول پائے، کس خوشی سے معرضِ استدلال میں لائے، جاہلانہ انکار، مکابرہ و کج بحثی ہے، زبان ہر ایک کی اس کے اختیار میں ہے چاہے دن کو رات کہہ دے یا شمس کو ظلمات، آخر کار مخالف جو سایہ ثابت کرتا ہے اس کے پاس بھی کوئی دلیل ہے یا فقط اپنے منہ سے کہہ دیا جیسے ہم حدیثیں پیش کرتے ہیں اس کے پاس ہوں وہ بھی دکھائے، ہم ارشاداتِ علماء سند میں لاتے ہیں وہ بھی ایسے ہی ائمہ کے اقوال سنائے، یا نہ کوئی دلیل ہے نہ کوئی سند، گھر بیٹھے اسے الہام ہوا کہ حضور کا سایہ تھا۔

مجرد ما و شما پر قیاس تو ایمان کے خلاف ہے ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

(مٹی کو عالم پاک سے کیا نسبت۔ ت)

وہ بشر ہیں مگر عالمِ علوی سے لاکھ درجہ اشرف اور جسم انسانی رکھتے ہیں مگر ارواح و ملائکہ سے ہزار جگہ الطف۔ وہ خود فرماتے ہیں :

لست کمثلکم[2] میں تم جیسا نہیں۔ ویروی لست کھیئتکم[3] میں تمہاری ہیئت پر نہیں۔

---

[1] مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۳۹۳

[2] المصنف لعبد الرزاق کتاب الصیام باب الوصال حدیث ۷۷۵۲ المکتب الاسلامی بیروت ۴/۲۶۷

صحیح البخاری کتاب الصوم باب الوصال قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۶۳

صحیح مسلم کتاب الصیام باب النہی عن الوصال " " " " ۱/۳۵۱ و ۳۵۲

[3] صحیح بخاری کتاب الصوم باب الوصال " " " " ۱/۲۶۳ و ۲۶۴

www.alahazratnetwork.org

ویرُدِی، ایکو مثلی[1] تم میں کون ہے مجھ جیسا۔

آخر علامہ خفاجی کا ارشاد نہ سُنا کہ:

حضور کا بشر ہونا نورِ رخشندہ ہونے کے منافی نہیں کہ اگر تُو سمجھے تو وہ نورٌ علےٰ نور ہیں[2]۔

پھر صرف اِس قیاس فاسد پر کہ ہم سب کا سایہ ہوتا ہے اُن کے بھی ہوگا، ثبوتِ سابہ ماننا یا اس کی نفی میں کلام کرنا عقل و ادب سے کس قدر دُور پڑتا ہے ؎

الا ان محمدا بشر لا کالبشر — بل ھو یاقوت بین الحجر[3]

(خبردار! محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم بشر ہیں مگر کسی بشر کی مثل نہیں، بلکہ وُہ ایسے ہیں جیسے پتھروں کے درمیان یاقوت۔ ت)

(صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ و اصحابہ اجمعین وبارك وسلّم)

فقیر کو حیرت ہے ان بزرگواروں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے معجزاتِ ثابتہ و خصائص صحیحہ کے انکار میں اپنا کیا فائدہ دینی و دنیاوی تصور کیا ہے، ایمان بے محبت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حاصل نہیں ہوتا۔ وہ خود فرماتے ہیں:

لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین[4]۔ — تم میں سے کوئی مسلمان نہیں ہوگا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ، اولاد اور سب آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں۔

اور آفتاب نیم روز کی طرح روشن کہ آدمی ہمہ تن اپنے محبوب کے نشرِ فضائل و تکثیرِ مدائح میں مشغول رہتا ہے، سچّی فضیلتوں کا مٹانا اور شام و سحر نفیِ محاسن کی فکر میں ہونا کام دشمن کا ہے نہ کہ دوست کا۔

جانِ برادر! تُو نے کبھی سُنا ہے کہ تیرا محب تیرے مٹانے کی فکر میں رہے اور پھر محبوب بھی کیسا،

---

[1] صحیح مسلم کتاب الصیام باب النہی عن الوصال قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۵۱

صحیح البخاری کتاب الصوم باب الوصال " " " ۱/۲۶۳

[2] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل ومن ذالک ما ظہر من الآیات الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۳/۲۸۲

[3] افضل الصلوٰۃ علی سیّد السادات فضائل درود مکتبہ نبویہ، لاہور ص ۱۵۰

[4] صحیح البخاری کتاب الایمان باب حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷

صحیح مسلم " باب وجوب محبۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم " " " ۱/۴۹

www.alahazratnetwork.org

جانِ ایمان وکانِ احسان، جسے اس کے مالک نے تمام جہان کے لئے رحمت بھیجا اور اس نے تمام عالم کا بارتنِ نازک پر اُٹھا لیا۔ تمہارے غم میں دن کا کھانا، رات کا سونا ترک کردیا۔ تم رات دن لہو ولعب اور ان کی نافرمانیوں میں مشغول اور وُہ شب وروز تمہاری بخشش کے لئے گریاں وملول۔

جب وُہ جانِ رحمت وکانِ رأفت پیدا ہُوا بارگاہِ الٰہی میں سجدہ کیا اور ربّ ھب لی امتی[1] (یا اللہ! میری اُمت کو بخش دے۔ ت) جب قبر شریف میں اتارا لبِ جاں بخش کو جنبش تھی، بعض صحابہ نے کان لگا کر سُنا، آہستہ آہستہ اُمتی[2] (میری اُمت۔ ت) فرماتے تھے، قیامت میں بھی انھیں کے دامن میں پناہ ملے گی، تمام انبیاء علیہم السلام سے نفسی نفسی اذھبوا الٰی غیری[3] (آج مجھے اپنی فکر ہے کسی اور کے پاس چلے جاؤ۔ ت) سُنو گے اور اس غمخوارِ اُمت کے لبِ یارب اُمتی[4] (اے رب! میری اُمت کو بخش دے۔ ت) کا شور ہوگا۔

بعض روایات میں ہے کہ حضور ارشاد فرماتے ہیں، جب انتقال کروں گا صُور پھونکنے تک قبر میں اُمتی اُمتی پکاروں گا۔ کان بجنے کا یہی سبب ہے کہ وہ آوازِ جانگداز اِس معصوم عاصی نواز کی جو ہر وقت بلند ہے گاہے ہم سے کسی غافل ومدہوش کے گوش تک پہنچتی ہے، رُوح اسے ادراک کرتی ہے، اسی باعث اس وقت درود پڑھنا مستحب ہُوا کہ جو محبوب ہر آن ہماری یاد میں ہے، کچھ دیر ہم ہجراں نصیب بھی اس کی یاد میں صَرف کریں۔

وائے بے انصافی، ایسے غمخوار پیارے کے نام پر جان نثار کرنا اور اس کی مدح وستائش و نشرِ فضائل سے آنکھوں کو روشنی، دل کو ٹھنڈک دینا واجب یا یہ کہ حتی الوسع چاند پر خاک ڈالے اور بے سبب ان کی روشن خُوبیوں میں انکار نکالے۔

اے عزیز! چشمِ خرد بین میں سُرمۂ انصاف لگا اور گوشِ قبول سے پنبۂ اعتساف نکال، پھر یہ تمام اہلِ اسلام بلکہ ہر مذہب وملت کے عُقلاء سے پُوچھتا، پھر اگر ایک منصف ذی عقل بھی تجھ سے کہہ دے کہ نشرِ محاسن وتکثیرِ مدائح نہ دوستی کا مقتضٰے نہ رَدِّ فضائل ونفیِ کمالاتِ غلامی کے خلاف، تو تجھے اختیار ہے ورنہ

---

[1]

[2]

[3] صحیح مسلم | کتاب الایمان | باب اثبات الشفاعۃ الخ | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/ ۱۱۱

[4] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

www.alahazratnetwork.org

خدا و رسول سے شرما اور اس حرکتِ بے جا سے باز آ۔ یقین جان لے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خوبیاں تیرے مٹائے نہ مٹیں گی۔

جانِ برادر! اپنے ایمان پر رحم کر، سمجھ، دیکھ کہ خدا سے کسی کا کیا بس چلے گا اور جس کی شان وہ بڑھائے اُسے کوئی گھٹا سکتا ہے، آئندہ تجھے اختیار ہے، ہدایت کا فضلِ الٰہی پر مدار ہے۔

ہم پر بلاغِ مبین تھا، اس سے بحمداللہ فراغت پائی، اور جو اب بھی تیرے دل میں کوئی شک وشبہہ یا ہمارے کسی دعوے پر دلیل یا کسی اجمال کی تفصیل درکار ہو تو فقیر کا رسالہ مسمّٰی بہ "قمر التمام فی نفی الظل عن سیدالانام" علیہ وعلٰی اٰلہ الصلٰوۃ والسلام، جسے فقیر نے بعد ورود اس سوال کے تالیف کیا، مطالعہ کرے، ان شاء اللہ تعالٰی بیانِ شافی پائے گا اور مرشدِ کافی، ہم نے اس رسالہ میں اس مسئلہ کی غایت تحقیق ذکر کی ہے اور نہایت نفیس دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ حضور سراپا نور تابندہ درخشندہ ذی شعاع واضاءت بلکہ معدنِ انوار و افضل مضیئات بلکہ در حقیقت بعد جنابِ الٰہی نامِ "نور" انھیں کو زیبا، اور اُن کے ماوراء کو اگر نور کہہ سکتے ہیں تو انھی کی جناب سے ایک علاقہ وانتساب کے سبب، اور یہ بھی ثابت کیا ہے کہ ثبوتِ معجزات صرف اسی پر موقوف نہیں کہ حدیث یا قرآن میں بالتصریح ان کا ذکر ہو بلکہ ان کے لئے تین طریقے ہیں، اور یہ بھی بیان کر دیا ہے کہ پیشوایانِ دین کا داب ان معاملات میں ہمیشہ قبول وتسلیم رہا ہے۔ اگر کہیں قرآن وحدیث سے ثبوت نہ ملا تو اپنی نظر کا قصور سمجھا نہ یہ کہ باوجود ایسے ثبوت کافی کے کہ حدیثیں اور ائمہ کی تصریحیں اور کافی دلیلیں، سب کچھ موجود، پھر بھی اپنی ہی کہے جاؤ، انکار کے سوا کچھ زبان پر نہ لاؤ اور اس کے سوا اور فوائد شریفہ و ابحاثِ لطیفہ ہیں، جو دیکھے گا ان شاء اللہ تعالٰی لطفِ جانفزا پائے گا، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد واٰلہ واصحٰبہ واصھارہ وانصارہ واتباعہ اجمعین الٰی یوم الدین اٰمین والحمد للہ رب العٰلمین۔

رسالہ

نفی الفیئ عمن استنار بنورہ کل شیئ

ختم ہوا

---

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

قمر التمام فی نفی الظل عن سیّد الانام ﷺ

۱۲۹۶ھ

(سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سایہ کی نفی میں کامل چاند)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۴۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جسمِ اقدس کا سایہ تھا یا نہیں؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا (بیان کرو اجر پاؤ گے۔ ت)

الجواب

ومن اللہ توفیق الصدق والصواب ولاحول قوۃ الا باللہ العزیز الوھاب، اللھم صل وسلم وبارك علی السراج المنیر الشارق والقمر الزاھر البارق وعلٰی اٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

اللہ تعالٰی کی طرف سے ہی سچائی اور درستگی کی توفیق ہے۔ نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت مگر عزت والے بہت عطا فرمانے والے اللہ کی توفیق سے۔ اے اللہ! درود و سلام اور برکت نازل فرما روشن چمکدار چراغ اور خوشنما تابناک چاند پر اور آپ کی آل پر اور تمام صحابہ پر۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

بیشک اس مہرِ سپہرِ اصطفاء، ماہِ منیرِ اجتباء صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا اور یہ امر احادیث و اقوالِ ائمہ کرام سے ثابت، اکابر ائمہ و علماء فضلاء کہ آجکل کے مدعیانِ خام کار کو ان کی شاگردی بلکہ ان کے کلام کے سمجھنے کی لیاقت نہیں، خلفاً، سلفاً، دائماً اپنی تصانیف میں اس معنی کی تصریح فرماتے آئے اور اس پر دلائلِ باہرہ و حجج قاہرہ قائم، جن پر مفتیِ عقل و قاضیِ نقل نے باہم اتفاق کرکے ان کی تاسیس و تشیید کی۔ آج تک کسی عالمِ دین سے اس کا انکار منقول نہ ہوا یہاں تک کہ وہ لوگ پیدا ہوئے جنھوں نے دین میں ابتداع اور نیا مذہب اختراع اور ہوائے نفس کا اتباع کیا اور بسبب اس شوبِ رنجش کے جو اُن کے دلوں میں اس رؤف و رحیم نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے تھی، ان کے محوِ فضائل و ردِّ معجزات کی فکر میں پڑے حتی کہ معجزہ شق القمر جو بخاری و مسلم کی احادیثِ صحیحہ بلکہ خود قرآنِ عظیم و وحیِ حکیم کی شہادتِ حقّہ اور اہلِ سنّت و جماعت کے اجماع سے ثابت، ان صاحبوں میں سے بعض جری بہادروں نے اسے بھی غلط ٹھہرایا اور اسلام کی پیشانی پر کلف کا دھبہ لگایا۔ فقیر کو حیرت ہے کہ ان بزرگواروں نے اس میں اپنا کیا فائدہ دینی یا دنیاوی سمجھا ہے۔

اے عزیز! ایمان، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی محبت سے مربوط ہے اور آتشِ جاں سوزِ جہنّم سے نجات اُن کی الفت پر منوط (منحصر ہے۔ ت)، جو اُن سے محبت نہیں رکھتا واللہ کہ ایمان کی بُو اُس کے مشام (ناک) تک نہ آئی۔ وہ خود فرماتے ہیں:

لایؤمن احدکم حتّٰی اکون احب الیہ من والدہٖ وولدہٖ والناس اجمعین[1]۔

تم میں سے کسی کو ایمان حاصل نہیں ہوتا جب تک میں اس کے ماں باپ اور اولاد، سب آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں۔

اور آفتابِ نیم روز کی طرح روشن کہ آدمی ہمہ تن اپنے محبوب کے نشرِ فضائل و تکثیرِ مدائح میں مشغول رہتا ہے اور جو بات اس کی خوبی اور تعریف کی سُنتا ہے کیسی خوشی اور طیبِ خاطر سے اظہار کرتا ہے، سچّی فضیلتوں کا مٹانا اور شام و سحر نفیِ اوصاف کی فکر میں رہنا کام دشمن کا ہے نہ کہ دوست کا۔

جانِ برادر! تُو نے کبھی سُنا ہے کہ جس کو تجھ سے اُلفتِ صادقہ ہے وہ تیری اچھی بات سن کر چیں بجبیں ہو اور اس کی محو کی فکر میں رہے اور پھر محبوب بھی کیسا، جانِ ایمان و کانِ احسان، جس کے جمالِ

---

[1] صحیح البخاری کتاب الایمان باب حب الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷
صحیح مسلم " باب وجوب محبۃ الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم " " " ۱/ ۴۹

جہاں آرار کا نظیر کہیں نہ ملے گا اور خامۂ قدرت نے اس کی تصویر بنا کر ہاتھ کھینچ لیا کہ پھر کبھی ایسا نہ لکھے گا، کیسا محبوب، جسے اس کے مالک نے تمام جہان کے لئے رحمت بھیجا۔ کیسا محبوب، جس نے اپنے تن پر ایک عالم کا بار اٹھالیا۔ کیسا محبوب، جس نے تمہارے غم میں دن کا کھانا، رات کا سونا ترک کردیا، تم رات دن اس کی نافرمانیوں میں منہمک اور لہو ولعب میں مشغول ہو اور وہ تمہاری بخشش کے لئے شب و روز گریاں وملول۔

شب، کہ اللہ جل جلالہ نے آسائش کے لئے بنائی، اپنے تسکین بخش پردے چھوڑے ہوئے موقوف ہے، صبح قریب ہے، ٹھنڈی نسیموں کا پنکھا ہورہا ہے، ہر ایک کا جی اس وقت آرام کی طرف جھکتا ہے، بادشاہ اپنے گرم بستروں، نرم تکیوں میں مست خواب ناز ہے اور جو محتاج بے نوا ہے اس کے بھی پاؤں دو گز کی کملی میں دراز، ایسے سہانے وقت، ٹھنڈے زمانہ میں، وہ معصوم، بےگناہ، پاک داماں، عصمت پناہ اپنی راحت وآسائش کو چھوڑ، خواب وآرام سے منہ موڑ، جبین نیاز آستانۂ عزت پر رکھے ہے کہ الٰہی! میری امت سیاہ کار ہے، درگزر فرما، اور انکے تمام جسموں کو آتش دوزخ سے بچا۔

جب وہ جان راحت کان رأفت پیدا ہوا بارگاہ الٰہی میں سجدہ کیا اور رب ہب لی امتی[1] فرمایا، جب قبر شریف میں اتارا لب جاں بخش کو جنبش تھی، بعض صحابہ نے کان لگا کر سنا آہستہ آہستہ امتی امتی[2] فرماتے تھے۔ قیامت کے روز کہ عجب سختی کا دن ہے، تانبے کی زمین، ننگے پاؤں، زبانیں پیاس سے باہر، آفتاب سروں پر، سائے کا پتہ نہیں، حساب کا دغدغہ، ملک قہار کا سامنا، عالم اپنی فکر میں گرفتار ہوگا، مجرمان بے یار دام آفت کے گرفتار، جدھر جائیں گے سوا نفسی نفسی اذھبوا الٰی غیری[3] کچھ جواب نہ پائیں گے، اس وقت یہی محبوب غمگسار کام آئے گا، قفل شفاعت اس کے زور بازو سے کھل جائے گا، عمامہ سر اقدس سے اتاریں گے اور سربسجود ہوکر یارب امتی[4] فرمائیں گے۔ وائے بے انصافی، ایسے غم خوار پیارے کے نام پر جان نثار کرنا اور مدح وستائش ونشر فضائل سے اپنی آنکھوں کو روشنی اور دل کو ٹھنڈک دینا واجب یا یہ کہ حتی الوسع چاند پر خاک ڈالے اور ان روشن خوبیوں میں انکار کی شاخیں نکالے۔

۱

۲

۳ صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۱

۴ " " " " "

" " " " "

www.alahazratnetwork.org

مانا کہ تمہیں احسان شناسی سے حصہ نہ ملا، نہ قلب عشق آشنا ہے کہ حُسن پسند یا احسان دوست، مگر یہ تو وہاں چل سکے جس کا احسان اگر نہ مانئے اُس کی مخالفت کیجئے تو کوئی مَضرت نہ پہنچے اور یہ محبوب تو ایسا ہے کہ بے اِس کی کفش بوسی کے جہنم سے نجات میسّر، نہ دُنیا و عقبٰے میں کہیں ٹھکانا متصور، پھر اگر اس کے حسن و احسان پر والہ و شیدا نہ ہو تو اپنے نفع و ضرر کے لحاظ سے عقیدت رکھو۔

اے عزیز! چشم خِرد میں سرمۂ انصاف لگا اور گوشِ قبول سے پنبۂ انکار نکال، پھر تمام اہلِ اسلام بلکہ ہر مذہب وملّت کے عقلاء سے پُوچھتا پھر کہ عُشاق کا اپنے محبوب کے ساتھ کیا طریقہ ہوتا ہے اور غلاموں کو مولٰی کے ساتھ کیا کرنا چاہئے، آیا نشرِ فضائل و تکثیرِ مدائح اور ان کی خوبیِ حسن سن کر باغ باغ ہوجانا، یا جامے میں پھُولا نہ سمانا یا رَدِّ محاسن، نفیِ کمالات اور اُن کے اوصافِ حمیدہ سے بر انکار و تکذیب پیش آنا، اگر ایک عاقل منصف بھی تجھ سے کہہ دے کہ نہ وہ دوستی کا مقتضٰی نہ یہ غلامی کے خلاف ہے تو تجھے اختیار ہے ورنہ خدا و رسول سے شرما اور اس حرکتِ بے جا سے باز آ، یقین جان لے کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خوبیاں تیرے مٹائے سے نہ مٹیں گی۔

جانِ برادر! اپنے ایمان پر رحم کر، خدائے قہار و جبار جل جلالہٗ سے لڑائی نہ باندھ، وہ تیرے اور تمام جہان کی پیدائش سے پہلے ازل میں لکھ چکا تھا ورفعنالک ذکرک[1] یعنی ارشاد ہوتا ہے اے محبوب ہمارے! ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کیا کہ جہاں ہماری یاد ہوگی تمہارا بھی چرچا ہوگا اور ایمان بے تمہاری یاد کے ہرگز پورا نہ ہوگا، آسمانوں کے طبقے اور زمینوں کے پردے تمہارے نام نامی سے گونجیں گے، مؤذن اذانوں اور خطیب خطبوں اور ذاکرین اپنی مجالس اور واعظین اپنے منابر پر ہمارے ذکر کے ساتھ تمہاری یاد کریں گے۔ اشجار و احجار، آہو و شوسمار و دیگر جاندار و اطفالِ شیر خوار و مبعوثانِ کفار جس طرح ہماری توحید بتائیں گے ویسا ہی بزبانِ فصیح و بیانِ صحیح تمہارا منشورِ رسالت پڑھ کر سنائیں گے، چار اکنافِ عالم میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا غلغلہ ہوگا، جز اشقیائے ازل ہر ذرّہ کلمۂ شہادت پڑھتا ہوگا، مسبحانِ ملاءِ اعلٰی کو اِدھر اپنی تسبیح و تقدیس میں مصروف کروں گا، اُدھر تمہارے محمود درودِ مسعود کا حکم دوں گا، عرش و کرسی، جنت اوراقِ سدرہ، قصورِ جناں، جہاں پر اللہ لکھوں گا، مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ بھی تحریر فرماؤں گا، اپنے پیغمبروں اور اولو العزم رسولوں کو ارشاد کروں گا کہ ہر وقت تمہارا دم بھریں اور تمہاری یاد سے اپنی آنکھوں کو روشنی اور جگر کو ٹھنڈک اور قلب کو تسکین اور بزم کو تزئین دیں۔ جو کتاب نازل کروں گا اس میں

---

[1] القرآن الکریم ۹۴/ ۴

www.alahazratnetwork.org

تمھاری مدح وستائش اور جمالِ صورت وکمالِ سیرت ایسی تشریح وتوضیح سے بیان کروں گا کہ سننے والوں کے دل بے اختیار تمھاری طرف جُھک جائیں اور نادیدہ تمھارے عشق کی شمع اُن کے کانوں، سینوں میں بھڑک اُٹھے گی۔ ایک عالم اگر تمھارا دشمن ہوکر تمھاری تنقیصِ شان اور محوِ فضائل میں مشغول ہو تو میں قادرِ مطلق ہوں، میرے ساتھ کسی کا کیا بس چلے گا۔ آخر اسی وعدے کا اثر تھا کہ یہود صدہا برس سے اپنی کتابوں سے اُن کا ذکر نکالتے اور چاند پر خاک ڈالتے ہیں تو اہلِ ایمان اسی بلند آواز سے اُن کی نعت سناتے ہیں کہ سامع اگر انصاف کرے بے ساختہ پکار اُٹھے۔ لاکھوں بے دینوں نے اُن کے محوِ فضائل پر کمر باندھی، مگر مٹانے والے خود مٹ گئے اور اُن کی خُوبی روز بروز مترقّی رہی۔ پھر اپنے مقصود سے تو یاس وناامیدی کرلینا مناسب ہے ورنہ بربِّ کعبہ اُن کا کچھ نقصان نہیں، بالآخر ایک دن تُو نہیں، تیرا ایمان نہیں۔

اے عزیز! سلفِ صالح کی روش اختیار کر اور اُن کے قدم پر قدم رکھ، ائمہ دین کا وطیرہ ایسے معاملات میں دائماً تسلیم وقبول رہا ہے، جب کسی ثقہ معتمد علیہ نے کوئی معجزہ یا خاصہ ذکر کردیا اسے مرحبا کہہ لیا اور جیب جان میں بطیبِ خاطر جگہ دی، یہاں تک کہ اگر اپنے آپ احادیث میں اس کی اصل نہ پائی، قصور اپنی نظر کا جانا، یہ نہ کہا کہ غلط ہے باطل ہے۔ کسی حدیث میں وارد نہیں، نہ یہی ہوا کہ جب حدیث سے ثبوت نہ ملا تھا اس کے ذکر سے باز رہتے بلکہ اسی طرح اپنی تصانیف میں اس کے ذکر سے باز رہتے بلکہ اسی طرح اپنی تصانیف میں اس ثقہ کے اعتماد پر اسے لکھتے آئے، اور کیوں نہ ہو، مقتضی عقلِ سلیم کا یہی ہے کہ،

فائدہ جلیلہ: جب ہم اسے ثقہ معتمد علیہ مان چکے اور وقوع ایسے معجزے کا یا اختصاص ایسے خاصہ کا ذاتِ پاک سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بعید نہیں کہ اس سے عجیب تر معجزات بہ تواتر حضور سے ثابت، اور اُن کا رب اس سے زیادہ پر قادر، اور ان کے لئے اس سے بہتر خصائص بالقطع مہیا اور اُن کی شان اس سے بھی ارفع واعلٰی، پھر انکار کی وجہ کیا ہے، تکذیب میں تو اس راوی سے ثقہ معتمد علیہ ہونا ثابت ہوچکا اور وثوق واعتماد اس کا بتاتا ہے کہ اگر من عند نفسہٖ کہہ دیتا خدا ورسول پر مفتری ہوتا، ومن اظلم ممن افترٰی علی اللہ کذبا[1] اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔ (ت)

ان وجوہ پر نظر کرکے سمجھ لیجئے کہ بالضرور اس نے حدیث پائی، گو ہماری نظر میں نہ آئی۔ ہر چند کہ فقیر کا یہ دعوٰی اس شخص کے نزدیک بالکل بدیہی ہے جو خدمتِ حدیث وسیر میں رہا اور اس راہ میں وشی علماء

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۸

www.alahazratnetwork.org

کو مشاہدہ کیا مگر ناواقفوں کے افہام اور منکروں پر الزام کے لئے چند مثالیں بیان کرتا ہوں،

اوّلاً جسمِ اقدس و لباسِ انفس پر مکھی نہ بیٹھنا۔ علامہ ابن سبع نے خصائص میں ذکر فرمایا علماء نے تصریح کی اس کا راوی معلوم نہ ہوا" اور باوجود اس کے بلانکیر اپنی کتابوں میں اسے ذکر فرماتے آئے۔

شفاءِ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ میں ہے:

وان الذباب کان لایقع علٰی جسدہ ولا ثیابہ[1]

مکھی آپ کے جسمِ اقدس اور لباسِ اطہر پر نہ بیٹھتی تھی۔

امام جلال الدین سیوطی خصائصِ کبرٰی میں فرماتے ہیں:

باب ذکر القاضی عیاض فی الشفاء والعراقی فی مولدہ ان من خصائصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ کان لاینزل علیہ الذباب، وذکرہ ابن سبع فی الخصائص بلفظ انہ لم یقع علٰی ثیابہ ذباب قط وزاد ان من خصائصہ ان القمل لم تکن یؤذیہ[2]

قاضی عیاض نے شفاء میں اور عراقی نے اپنی مولد میں ذکر کیا کہ حضور کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ مکھی آپ پر نہ بیٹھتی تھی۔ ابن سبع میں ان لفظوں سے ذکر کیا کہ مکھی آپ کے کپڑوں پر کبھی بھی نہیں بیٹھی۔ اور یہ بھی زیادہ کیا کہ جوئیں آپ کو نہیں ستاتی تھیں۔

شیخ ملّا علی قاری شرح شمائلِ ترمذی میں فرماتے ہیں:

ونقل الفخر الرازی ان الذباب کان لایقع علٰی ثیابہ وان البعوض لایمتص دمہ[3]

رازی نے نقل کیا کہ مکھیاں آپ کے کپڑوں پر نہیں بیٹھتی تھیں اور مچھر آپ کا خون نہیں چوستے تھے۔

علامہ خفاجی نے "نسیم الریاض" میں علماء کا وہ قول کہ اس کا راوی نہ معلوم ہوا، نقل کیا" اور اس خاصہ کی نسبت لکھا کہ ایک کرامت ہے کہ حق سبحانہ وتعالٰی نے اپنے حبیب کو عطا کی اور اپنے نتائجِ افکار سے ایک رباعی لکھی کہ اس میں بھی اس خاصہ کی تصریح ہے اور بعض علمائے عجم نے اسی بناء پر کلمۂ محمد رسول اللہ کے سب حروف بے نقطہ ہوتے ہیں، ایک لطیفہ لکھا کہ آپ کے جسم پر مکھی نہ بیٹھتی تھی، لہذا یہ کلمۂ پاک کُل نقطوں سے محفوظ رہا کہ وہ مشابہ مکھیوں کے ہیں۔ پھر اسی مضمون پر دُوسری

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل ومن ذٰلک ماظہر من الآیات عند مولدہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۲۲۵

[2] الخصائص الکبرٰی باب ذکر القاضی عیاض فی الشفاء والعراقی فی مولدہ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/۶۸

[3]

www.alahazratnetwork.org

عبارت :

عبارته برمته ، ومن دلائل نبوته صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ان الذباب کان لا یقع علٰی ثیابه هذا مما قاله ابن سبع الا انهم قالوا لا یعلم من روی هذه والذباب واحده ذبابة قیل انه سمی به لانه کلما ذب آب ای کلما طرد رجع وهذا مما اکرمه اللہ به لانه طهره اللہ من جمیع الاقذار وهو مع استقذاره قد یجیٔ من مستقذر وقیل قد نقل مثلها عن ولی اللہ العارف به الشیخ عبد القادر الکیلانی ولا بعد فیه لان معجزات الانبیاء قد تکون کرامة لاولیاء امته وفی رباعیة لی

من اکرم مرسل عظیم حلا
لم تدن ذبابة اذا ما حلا
هذا عجب ولم یذق ذو نظر
فی الموجودات من حلاه احلا

وتظرف بعض علماء العجم فقال محمد رسول اللہ لیس فیه حرف منقوط لان الموجود ان النقط تشبه الذباب فصین اسمه ونعته کما قلت فی مدحه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم

لقد ذب الذباب فلیس یعلو
رسول اللہ محمودا محمد

ان کی مکمل عبارت یہ ہے ، آپ کے دلائل نبوت سے یہ بھی ہے کہ مکھی آپ کے نہ تو ظاہری جسم پر بیٹھتی تھی اور نہ لباس پر ، یہ ابن سبع نے کہا۔ محدثین نے کہا کہ اس کا راوی معلوم نہیں۔ ذباب کا واحد ذبابۃ ہے۔ کہتے ہیں اس کا یہ نام اس لئے ہے کہ اس کو جب بھی بھگایا جاتا ہے واپس آجاتی ہے۔ یہ کرامت آپ کو اس لئے عطا ہوئی کہ اللہ نے آپ کو پاک رکھا تھا۔ شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بارے میں یہی کہا جاتا ہے اور اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو چیز نبی کا معجزہ ہوتی ہے وہ بطور کرامت ولی کے ہاتھ سے سرزد ہوجاتی ہے اور میں (خفاجی) نے ایک رباعی کہی ہے ،

"آپ بزرگ ترین ، عظیم ، مٹھاس والے رسول ہیں ، یہ عجیب بات ہے کہ آپ کی مٹھاس کے باوجود مکھی آپ کے قریب نہ جاتی تھی اور کسی بھی صاحب نظر نے موجودات میں آپ کی مٹھاس سے زیادہ مٹھاس نہ چکھی۔"

اور بعض علماء عجم نے کہا کہ محمد رسول اللہ میں کوئی نقطہ نہیں ہے اس لئے کہ نقطہ مکھی کے مشابہ ہوتا ہے ، عیب سے بچانے کے لئے اور آپ کی تعریف کے لئے میں نے آپ کی مدح میں کہا ہے ،

"بلاشبہ اللہ نے مکھیوں کو آپ سے دور کردیا تو

www.alahazratnetwork.org

ونقط الحروف یحکیه بشکل لذاک الخط عنه قد تجرد[1]	آپ پر مکھی نہیں بیٹھتی ہے، اللہ کے رسول محمود و محمد ہیں اور حروف کے نقطے جو شکل میں مکھی کی طرح ہیں ان سے بھی اللہ نے اس لئے آپ کو محفوظ رکھا۔"

ثانیاً ابن سبع نے حضور کے خصائص میں کہا جوں آپ کو ایذا نہ دیتی۔ علامہ سیوطی نے خصائص کبرٰی میں اسی طرح ابن سبع سے نقل کیا اور برقرار رکھا کما مرّ (جیسا کہ گزر چکا ہے۔ ت) اور ملّا علی قاری شرح شمائل میں فرماتے ہیں:

ومن خواصه ان ثوبه لم یقمل	آپ کے مبارک کپڑوں میں جوئیں نہیں ہوتی تھیں۔ (ت)

ثالثاً ابن سبع نے فرمایا جس جانور پر حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سوار ہوتے عمر بھر ویسا ہی رہتا اور حضور کی برکت سے بوڑھا نہ ہوتا۔ علامہ سیوطی خصائص میں فرماتے ہیں:

باب، قال ابن سبع من خصائصه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ان کل دابة رکبها بقیت علی القدر الذی کانت علیه ولم تهرم ببرکته[2] صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم۔	ابن سبع نے کہا کہ آپ کے خصائص میں سے یہ تھا کہ آپ جس جانور پر سوار ہوتے تو وہ عمر بھر ویسا ہی رہتا اور آپ کی برکت کے باعث بوڑھا نہ ہوتا، صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

رابعاً ابو عبدالرحمٰن بقی بن مخلد قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے، جو اکابر اعیان ائمہ ثالثہ سے ہیں حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے حکایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم جیسا روشنی میں دیکھتے تھے ویسا ہی تاریکی میں۔ اس حدیث کو بیہقی نے موصولاً مسنداً روایت کیا اور علامہ خفاجی نے اکابر علماء مثل ابن بشکوال وعقیلی و ابن جوزی و سہیلی سے اس کی تضعیف نقل کی، یہاں تک کہ ذہبی نے تو میزان الاعتدال میں موضوع ہی کہہ دیا۔ بایں ہمہ خود علامہ خفاجی فرماتے ہیں جیسا بقی بن مخلد وغیرہ ثقات نے اسے ذکر کیا اور حضور والا کی شان سے بعید نہیں تو اس کا انکار کس وجہ سے کیا جائے۔

وهذا انه ملتقطا وحکی بقی ابن مخلد ابو عبدالرحمٰن مولده فی رمضان	اس کی عبارت بالاختصار یہ ہے، بقی بن مخلد ابو عبدالرحمٰن قرطبی جن کی ولادت رمضان المبارک

[1] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل ومن ذٰلک ما ظهر من الآیات الخ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۲/ ۲۸۲

[2] الخصائص الکبرٰی قال ابن سبع من خصائصه صلی اللہ علیہ وسلم مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۲/ ۶۳

www.alahazratnetwork.org

سنة احدی ومائتين و توفی سنة ست وسبعين ومائتين عن عائشة رضی الله تعالٰی عنها انها قالت کان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم یری فی الظلمة کما یری فی الضوء وفی روایة کما یری فی النور ولاشك انه صلی الله تعالٰی علیه وسلم کان کامل الخلقة قوی الحواس فوقوع مثل هذا منه غیر بعید وقد رواه الثقات کابن مخلد هذا فلاوجه لانکاره[1]

۲۰۱ھ اور وصال ۲۷۶ھ میں ہے، نے کہا کہ عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تاریکی میں دیکھا کرتے تھے۔ اور ایک روایت میں جس طرح کہ روشنی میں دیکھتے تھے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، کامل الخلقۃ، قوی الحواس تھے تو آپ سے اس کیفیت کا وقوع بعید نہیں، پھر اس کو ابن مخلد جیسے ثقات نے روایت کیا ہے لہذا اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں۔

خامسًا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اس سب سے زیادہ یہ ہے کہ باوجود حدیث کے شدید الضعف وغیر متمسک ہونے کے احیاء والدین، وسعتِ قدرت وعظمت شان رسالت پناہی پر نظر کرکے گردنِ تسلیم جھکائی اور سوا سلّمنا وصدّقنا کچھ بن نہ آئی۔

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہوا، حجۃ الوداع میں ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ تھے جب عقبہ حجون پر گزر ہوا حضور اشکبار و رنجیدہ و مغموم ہوئے، پھر تشریف لے گئے، جب لوٹ کر آئے چہرہ بشاش تھا اور لب تبسم ریز، میں نے سبب پوچھا، فرمایا: میں اپنی ماں کی قبر پر گیا اور خدا سے عرض کیا کہ انھیں زندہ کر دے، وہ قبول ہوئی، اور وہ زندہ ہوکر ایمان لائیں اور پھر قبر میں آرام کیا۔

اخرج الخطیب عن عائشة رضی الله تعالٰی عنها قالت حج بنا رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فمر بی علی عقبة الحجون وهو باك حزین مغتم ثم ذهب وعاد وهو فرح متبسم فسألته فقال ذهبت الی قبر امی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمارے ہمراہ حج کیا، جب عقبہ حجون پر پہنچے تو رو رہے تھے اور غمگین تھے، پھر آپ کہیں تشریف لے گئے، جب واپس آئے تو مسرور تھے اور تبسم فرمارہے تھے۔ فرماتی ہیں میں نے سبب دریافت

---

[1] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل اما وفور عقلہ الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/۲۴۲

www.alahazratnetwork.org

فسألت الله ان یحییھا فاٰمنت بی وردھا الله[1]

گیا تو آپ نے فرمایا: میں اپنی ماں کی قبر پر گیا تھا، میں نے اپنے اللہ سے سوال کیا، اس نے ان کو زندہ کیا، وہ ایمان لائیں اور پھر انتقال فرماگئیں۔

امام جلال الدین سیوطی خصائص میں فرماتے ہیں، اس کی سند میں مجاہیل ہیں اور سہیلی نے ام المؤمنین سے احیائے والدین ذکر کرکے کہا، اس کے اسناد میں مجہولین ہیں اور حدیث سخت منکر اور صحیح کے معارض۔

ففی مجمع بحار الانوار روم احیاء ابوی النبی صلی الله تعالٰی علیہ وسلم حتی اٰمنا بہ، قال فی اسنادہ مجاہیل وانہ ح منکر جدا یعارضہ ما ثبت فی الصحیح[2]

مجمع بحار الانوار میں ہے کہ اللہ تعالٰی نے نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے والدین کو زندہ فرمایا وہ آپ پر ایمان لائے۔ اس کے اسناد میں مجاہیل ہیں اور یہ حدیث سخت منکر اور صحیح کے معارض ہے۔

بایں ہمہ اسی مجمع بحار الانوار میں لکھتے ہیں،

فی المقاصد الحسنۃ و ما احسن ما قال ؎

حبا الله النبی مزید فضل
علٰی فضل وکان بہ رؤوفا
فاحیٰی امہ وکذا اباہ
لایمان بہ فضلا لطیفا
فسلّم فالقدیم بذا قدیر
وان کان الحدیث بہ ضعیفا[3]

حاصل یہ کہ مقاصد میں ہے اور کیا خوب کہا، خدا نے نبی کو فضل پر فضل زیادہ عطا فرمائے اور ان پر نہایت مہربان تھا، پس اُن کے والدین کو ان پر ایمان لانے کے لئے زندہ کیا اپنے فضلِ لطیف سے، ہم تسلیم کرتے ہیں کہ قدیم تو اس پر قدرت رکھتا ہے اگرچہ جو حدیث اس معنٰی میں وارد ہوئی ضعیف ہے۔

اے عزیز! سُنا تُو نے، یہ ہے طریقہ ارکینِ دینِ متین و اساطینِ شرعِ متین، رسول اللہ

---

[1] الخصائص الکبرٰی بحوالہ الخطیب باب ما وقع فی حجۃ الوداع الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۲/ ۴۰

[2] مجمع بحار الانوار فصل فی تعیین لبعض الاحادیث المشتہرۃ الخ مکتبہ دار الایمان مدینہ المنورۃ ۵/ ۲۳۶

[3] " " " " " " " " " " " " " " " " " "

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم ومحبت میں، نہ یہ کہ جو معجزہ وخاصہ حضور کا احادیث صحیحہ سے ثابت اور اکابر علماء برابر اپنی تصانیفِ معتبرہ مستندہ میں، جن کا اعتبار و استناد آفتابِ نیمروز سے روشن تر ہے، بلانکیر ومنکر اس کی تصریح کرتے آئے ہوں اور اس کے ساتھ عقلِ سلیم نے ان پر وُہ دلائل ساطعہ قائم کئے ہوں جن پر کوئی حرف نہ رکھ سکے، بایں ہمہ اس سے انکار کیجئے اور حقِ ثابت کے رَد پر اصرار، حالانکہ نہ ان حدیثوں میں کوئی سقمِ مقبول وجرحِ معقول ہے وارد، نہ ان ائمہ کے مستند بادلائل معتمد ہونے میں کلام کرسکو، پھر اس مکابرہ کج بحثی اور تحکم وزبردستی کا کیا علاج، زبان ہر ایک کی اس کے اختیار میں ہے چاہے دن کو رات کہہ دے یا شمس کو ظلمات۔

آخر تم جو انکار کرتے ہو تو تمہارے پاس بھی کوئی دلیل ہے یا فقط اپنے مُنہ سے کہہ دینا، اگر بالفرضِ محال جو حدیثیں اس باب میں وارد ہوئیں نامعتبر ہوں اور جن جن علماء نے اِس کی تصریح فرمائی انھیں بھی قابلِ اعتماد نہ مانو اور وجوہ ودلائل قاطعہ اس پر قائم ہوئے وہ بھی صالح التفات نہ کئے جائیں، تاہم انکار کا کیا ثبوت اور وجود سایہ کا کس بناء پر، اگر کوئی حدیث اس بارے میں آئی ہو تو دکھاؤ یا گھر بیٹھے تمھیں الہام ہوا ہو تو بتاؤ، مجرد ما و مَن پر قیاس تو ایمان کے خلاف ہے ؎

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

(مٹی کو عالمِ پاک سے کیا نسبت۔ ت)

وہ بشر ہیں مگر عالمِ علوی سے لاکھ درجہ اشرف واحسن، وہ انسان ہیں مگر ارواح وملائکہ سے ہزار درجہ الطف، وہ خود فرماتے ہیں، لست کمثلکم[1] "میں تم جیسا نہیں" رواہ الشیخان (اسے امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا۔ ت)، وفی روایۃ لست کھیئتکم[2] "میں تمھاری ہیئت پر نہیں" وفی روایۃ ایکم مثلی[3] "تم میں کون مجھ جیسا ہے؟"

[1] صحیح البخاری	کتاب الصوم	باب الوصال	قدیمی کتب خانہ کراچی	۱/ ۲۶۳
صحیح مسلم	کتاب الصیام	باب النہی عن الوصال	" " "	۱/ ۳۵۱ و ۳۵۲
[2] صحیح البخاری	کتاب الصوم	باب الوصال	" " "	۱/ ۲۶۳ و ۲۶۴
صحیح مسلم	کتاب الصیام	باب النہی عن الوصال	" " "	۱/ ۳۵۱ و ۳۵۲
[3] صحیح البخاری	کتاب الصوم	باب الوصال	" " "	۱/ ۲۶۳
صحیح مسلم	کتاب الصیام	باب النہی عن الوصال	" " "	۱/ ۳۵۱

www.alahazratnetwork.org

www.alahazratnetwork.org

آخر علامہ خفاجی کو فرماتے سُنا : آپ کا بشر ہونا اور نورِ درخشندہ ہونا منافی نہیں کہ اگر سمجھے تو وہ نورٌ علیٰ نور ہیں ، پھر اس خیالِ فاسد پر کہ ہم سب کا سایہ ہوتا ہے ان کا بھی ہوگا تو ثبوتِ سایہ کا قائل ہونا عقل و ایمان سے کس درجہ دُور پڑتا ہے سے

محمد بشر لا کالبشر بل ھو یاقوت بین الحجر[1]

(محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایسے بشر ہیں جن جیسا کوئی بشر نہیں ، بلکہ وہ پتھروں کے درمیان یاقوت ہیں ۔ ت)

صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ اجمعین ۔

القائے جواب : ایقاظ و دفعِ بعض اوہام و اعراض میں ، اس مقام پر باوجودیکہ قلب بحمد اللہ غایت اطمینان و تسلیم پر تھا مگر مرتبہ کاوش و تنقیح میں بوسوسہ ایک خدشہ ذہنِ ناقص میں گزرا تھا یہاں تک کہ حق جل و علا نے اپنے کرمِ عمیم سے فقیر کو اس کا جواب القاء فرمایا جس سے تصور کو نور اور دلِ منتظر کو سرور حاصل ہوا ۔

الحمد للہ علٰی ما اولٰی والصلٰوۃ والسلام علٰی ھٰذا المولٰی ۔ (سب تعریفیں اللہ کے لئے جو تعریفوں کے لائق ہے اور درود و سلام آقائے دوجہاں پر ۔)

فاقول وباللہ التوفیق (چنانچہ میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے ۔ ت)

مقدمہ اولٰی : احادیثِ صحیحہ سے ثابت کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین حضورِ رسالت میں نہایت ادب و وقار سے سر جھکائے آنکھیں نیچی کئے بیٹھے ، رعبِ جلالِ سلطانی اُن کے قلوبِ صافیہ پر ایسا مستولی ہوتا کہ اوپر نگاہ اٹھانا ممکن نہ تھا ۔

خ عن مسور بن مخرمۃ و مروان ابن الحکم فی حدیث طویل فی قصۃ الحدیبیۃ ثم ان عروۃ جعل یرمق اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعینیہ قال فواللہ ما تنخم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نخامۃ الا وقعت فی کف رجل منہم فدلک بہا وجہہ وجلدہ واذا امرھم

مسور بن مخرمہ اور مروان بن الحکم حدیبیہ کے طویل قصے میں ذکر کرتے ہیں کہ عروہ اصحابِ نبی کو گھور رہا تھا اس نے کہا کہ بخدا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جب بھی ناک سنکی تو کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ میں پڑی اور اس نے اپنے چہرے پر ملی اور اپنے جسم پر لگائی ، جب آپ نے حکم دیا تو انہوں نے ماننے میں جلدی کی ، جب آپ وضو

[1] افضل الصلٰوۃ علی سید السادات فضائل درود مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۵۰

www.alahazratnetwork.org

ابتدروا امرہ واذا توضأ کادوا یقتتلون علی وضوئہ واذا تکلم خفضوا اصواتہم عندہ وما یحدون النظر الیہ تعظیما لہ فرجع عروۃ الی اصحاب فقال ای قوم واللہ لقد وفدت علی الملوک قیصر وکسرٰی والنجاشی واللہ ان رأیت ملکا قط یعظمہ اصحابہ مایعظم اصحاب محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1]

فرماتے تو وہ وضو کا پانی لینے پر لڑنے کے قریب ہوجاتے، اور جب گفتگو فرماتے تو صحابہ اپنی آوازیں پست کرلیتے اور آپ کی تعظیم کی وجہ سے آپ کی طرف نگاہ نہ کرپاتے تھے تو وہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ آیا اور کہا میں قیصر وکسرٰی ونجاشی کے درباروں میں آیا مگر ایسا کوئی بادشاہ نہ دیکھا جس کی تعظیم اس کے ساتھی ایسے کرتے ہوں جیسی محمد کی ان کے صحابی کرتے ہیں۔

اسی وجہ سے حلیہ شریف میں اکثر اکابر صحابہ سے حدیثیں وارد ہیں کہ وہ نگاہ بھر کر نہ دیکھ سکتے بلکہ نظر اوپر نہ اٹھاتے کما سیأتی (جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ ت) بلکہ اس معنی میں کسی حدیث کے وُرود کی بھی حاجت کیا تھی، عقلِ سلیم خود گواہی دیتی ہے کہ ادنٰی ادنٰی نوابوں اور والیوں کے حاضرینِ دربار اُن کے ساتھ کس ادب سے پیش آتے ہیں، اگر کھڑے ہیں تو نگاہ قدموں سے تجاوز نہیں کرتی، بیٹھے ہیں تو زانو سے آگے قدم نہیں رکھتے، خود اس حاکم سے نگاہ چار نہیں کرتے، پس وپیش یا دائیں بائیں دیکھنا تو بڑی بات ہے حالانکہ اس ادب کو صحابہ کرام کے ادب سے کیا نسبت، ایمان ان کے دلوں میں پہاڑ سے زیادہ گراں تھا اور دربارِ اقدس کی حاضری ان کے نزدیک ملک السمٰوٰت والارض کا سامنا اور کیوں نہ ہوتا کہ خود قرآنِ عزیز نے انھیں صدہا جگہ کان کھول کھول کر سُنا دیا کہ ہمارا اور ہمارے محبوب کا معاملہ واحد ہے اس کا مطیع ہمارا فرمانبردار اور اس کا عاصی ہمارا گنہگار، ان سے اُلفت ہمارے ساتھ محبت اور ان سے رنجش ہم سے عداوت، ان کی تکریم ہماری تعظیم اور اُن کے ساتھ گستاخی ہماری بے ادبی، لہذا جب ملازمتِ والا حاصل ہوتی قلب اُن کے خوفِ خدا سے ممتلی اور گردنیں خم اور آنکھیں نیچی اور آوازیں پست اور اعضاء ساکن ہوجاتے۔ ایسی حالت میں نظر ادھر اُدھر کی طرف کب ہوسکتی ہے جو سایہ کے عدم یا وجود کی طرف خیال جائے اور بالضرور ایسے سراپا ادب، ہمہ تن تعظیم لوگوں کی نگاہ اپنے مرشد پاک کی طرف بے غرض اہم نہ ہوگی، اس حالت میں نفس کو اس مقصود کی طرف توجہ ہوگی، مثلاً نظارہ جمال

---

[1] صحیح البخاری باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۷۹
الخصائص الکبرٰی باب ما وقع عام الحدیبیۃ من الآیات والمعجزات مرکز اہلسنت برکاتِ رضا گجرات ہند ۱/ ۲۲۰ و ۲۲۱

www.alahazratnetwork.org

باکمال یا حضور کا مطالعہ افعال و اعمال، تاکہ خود ان کا اتباع کریں اور غائبین تک روایت پہنچائیں کہ گروہ حاملانِ شریعت تھے اور راویانِ ملّت اور حاضری دربار اقدس سے ان کی غرضِ اعظم یہی تھی، جب نگاہ اس رُعب و ہیبت اور اس ضرورت و حاجت کے ساتھ اُٹھے تو عقل گواہ ہے کہ ایسی حالت میں اِدھر اُدھر دھیان نہیں جائے گا کہ قامتِ اقدس کا سایہ ہمیں نظر نہ آیا، آخر نہ سُنا کہ ایک اُن کا نماز میں مصروف ہوتا تکبیر کے ساتھ دونوں جہان سے ہاتھ اٹھاتا، کوئی چیز سامنے گزرے اطلاع نہ ہوتی، اور کیسا ہی شور و غوغا ہو کان تک آواز نہ جاتی یہاں تک کہ مسلم بن یسار کہ تابعین میں ہیں نماز پڑھتے تھے، مسجد کا ستون گر پڑا، لوگ جمع ہوئے، شور و غوغا ہُوا، انھیں مطلق خبر نہ ہوئی، یہی حالت صحابہ کی حضورِ رسالت میں تھی اور دربارِ نبوت میں بارگاہِ عزت باری۔

اے عزیز! زیادہ خوض بیکار ہے، تو اپنے ہی نفس کی طرف رجوع کر، اگر کسی مقام پر عالم رعب و ہیبت میں تیرا گزر ہوا ہو، وہاں جو کچھ پیش نظر آتا ہے اسے بھی اچھے طور پر ادراک کامل نہیں کر سکتا، نہ امر معدوم کی طرف خیال کیا جائے کہ مثلاً اگر تجھے کسی والیِ ملک سے ایسی ضرورت پیش آئے جس کی فکر تجھے دُنیا و مافیہا پر مقدم ہو اور اس کے دربار تک رسائی کرکے اپنا عرضِ حال کرے تو تجھے اول تو رُعبِ سُلطانی دوسرے اپنی اس ضرورت کی طرف قلب کو نگرانی ہر چیز کی طرف توجہ سے مانع ہوں گے۔ پھر اگر تو واپس آئے اور تجھ سے سوال ہو وہاں دیواروں میں سنگِ مُوسیٰ تھا یا سنگِ مرمر اور تخت کے پائے سیمیں تھے یا زریں اور مسند کا رنگ سبز تھا یا سُرخ؟ ہرگز ایک بات کا جواب نہ دے سکے گا بلکہ خود اسی بات کو پُوچھا جائے کہ بادشاہ کا سایہ تھا یا نہ تھا، تو اگرچہ اس قیاس پر کہ سب آدمیوں کے لئے ظل ہے، ہاں کہہ دے مگر اپنے معائنے سے جواب نہ دے سکے گا۔

صحابۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر تو اوّل روزِ ملاقات سے تا آخرِ حیات جو کیفیت رعب و ہیبت کی طاری رہی، ہماری عقولِ ناقصہ اس کی مقدار کے ادراک سے بھی عاجز ہیں، پھر ان کی نظر اوپر اٹھ سکتی اور چپ و راست دیکھ سکتی کہ سائے کے عدم یا وجود پر اطلاع ہوتی۔

ثمّ اقول (پھر میں کہتا ہُوں۔ ت) اپنے نفس پر قیاس کرکے گمان نہ کرنا چاہئے کہ بعد مرورِ زمان و تکررِ حضور کے، ان کی اس حالت میں کمی ہوجاتی بلکہ بالیقین روز بروز زیادہ ہوتی کہ باعث اس پر دو امر ہیں، ایک خوف کہ اس عظمت کے تصوّر سے پیدا ہو جو اس سلطانِ دو عالم کو بارگاہِ ملک

ف

www.alahazratnetwork.org

السمٰوات والارض جل جلالہ میں حاصل ہے۔ دوسری محبت ایمانی کہ مستلزم خشوع کو اور منافیٔ جراُت و بیباکی، اور یہ ظاہر کہ جس قدر دربارِ والا میں حضوری زائد ہوتی۔

یہ دونوں امر اس پر باعث ہیں بڑھتے جاتے، حضور کے اخلاق وعادات اور رحمت والطاف معائنے میں آتے، حسن واحسان کے جلوے ہردم لطفِ تازہ دکھاتے، قرآن آنکھوں کے سامنے نازل ہوتا اور طرح طرح سے اس بارگاہ کے آداب سکھاتا اور ظاہر فرماتا کہ،

آدابِ بارگاہ: ہمارا ان کا معاملہ واحد ہے، جو ان کا غلام ہے ہمارا قائد ہے، ان کے حضور آواز بلند کرنے سے عمل حبط ہوجاتے ہیں، انھیں نام لے کر پکارنے والے سخت سزائیں پاتے ہیں، اپنے جان و دل کا انھیں مالک جانو، ان کے حضور زندہ بدست مردہ ہوجاؤ، ہمارا ذکر ان کی یاد کے ساتھ ہے، ان کا ہاتھ بعینہٖ ہمارا ہاتھ ہے، ان کی رحمت ہماری مہر، ان کا غضب ہمارا قہر، جس قدر ملازمت زیادہ ہوتی حضور کی عظمت و محبت ترقی پاتی اور وہ حال مذکور یعنی خشوع وخضوع ورعب وہیبت روز افزوں کرتی قال تعالٰی زادتھم ایمانا[1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ آیات ان کے ایمان کو زیادہ کرتی ہیں۔ ت) اور ایمان حضور کی تعظیم و محبت کا نام ہے، کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت)۔

مقدمۂ ثانیہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ ظاہر کہ آدمی بلاوجہ کسی بات کے درپے تفتیش نہیں ہوتا اور جو باتیں عام وشامل ہوتی ہے اور تمام آدمی اس میں یکساں کسی شخص خاص میں بالقصد اسکی طرف غور نہیں کرتا مثلاً ہر ہاتھ کی پانچ انگلیاں ہونا ایک امر عام ہے لہٰذا بلاسبب کسی آدمی کی انگلیوں کو کوئی شخص اس مقصدِ خاص سے نہیں دیکھتا کہ اس کی انگلیاں پانچ ہیں یا کم، ہاں اگر پہلے سے ظن رکھا ہو کہ زید کی انگلیاں چار ہیں یا چھ تو اس صورت میں البتہ بقصدِ مذکور نظر کی جائے گی۔ اسی طرح سایہ ایک امر عام شامل ہے، اگر بعض آدمیوں کا سایہ پڑتا اور بعض کا نہیں تو البتہ بیشک خیال جانے کی بات تھی کہ دیکھیں حضور کے بھی سایہ ہے یا نہیں، نہ اس سے کوئی امر دینی مثل اتباع واقتدار کے متعلق تھا کہ اس کے خیال سے بالقصد اس طرف لحاظ کیا جاتا۔ ہاں ایسی صورت میں ادراک کا طریقہ یہ ہے کہ بے قصد وتوجہ خاص نظر پڑ جائے اور وہ صورت بعد تکرر مشاہدہ ذہن میں منتقش اور مثل مرئیات قصدیہ کے خزانۂ خیال میں مخزون ہوجائے، مثلاً زید کہ ہمارا دوست ہے، ہم اپنے مشاہدے کی رُو سے بتاسکتے ہیں کہ اس کے ہر ہاتھ کی انگلیاں پانچ ہیں اگرچہ ہم نے کبھی اس قصد سے اس کے ہاتھوں کو نہیں دیکھا ہے مگر ہم نے اس کے

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۲۴

www.alahazratnetwork.org

ہاتھوں کو بارہا دیکھا ہے، وہ صورت خزانہ میں محفوظ ہے، نفس اسے اپنے حضور حاضر کرکے بتاسکتا ہے لیکن ہم مقدمہ اولٰی میں ثابت کر آئے ہیں کہ یہ طریقہ ادراک وہاں معدوم تھا کہ رعب وہیبت اور امورِ مہمہ کی طرف توجہ اور حضور کے استماعِ اقوال ومطالعۂ افعال ہمہ تن صرفِ ہمت اور نگاہ کا بسبب غایت ادب وخوفِ الٰہی کے اپنے زانو وپشتِ پا سے تجاوز نہ کرنا اِس ادراکِ بلاقصد سے مانع قوی تھا علی الخصوص کسی شے کا عدم کہ وہ تو کوئی امرِ محسوس نہیں جس پر بے ارادہ بھی نگاہ پڑ جائے اور نفس اسے یاد رکھے یہاں تو جب تک خیال نہ کیا جائے علمِ عدم حاصل نہ ہوگا، آدمی جب ایسے مقام رعب وہیبت اور قلب کی مشغولی ومشغوفی میں ہوتا ہے تو کسی چیز کی عدم رویت سے اس کے عدم پر استدلال نہیں کرتا اور جب اذہان میں بنا بر عادت اس کا عموم وشمول متمکن ہوتا ہے تو برخلافِ عادت اس کے معدوم ہونے کی طرف خیال نہیں جاتا بلکہ اس سے اگر تفتیش کی جائے اور اس امر کی طرف خیال دلایا جائے تو خواہ مخواہ اس کا گمان اس طرف مسارعت کرتا ہے کہ جب یہ امر عام ہے تو ظاہراً یہاں بھی ہوگا۔ میرا نہ دیکھنا کچھ نہ ہونے پر دلیل نہیں، میری نظر میں نہ آنا اِس وجہ سے تھا کہ اول میری نگاہ اِدھر اُدھر نہ اٹھتی تھی اور جو اٹھی بھی تو ہزار رعب، ہیبت اور نفس کے امورِ دیگر کی طرف صرفِ ہمت کے ساتھ ایسی حالت میں کیسے کہہ سکوں گا کہ تھا یا نہ تھا۔

ثم اقول یہ کیفیت تو اُس وقت کی تھی جب صحابۂ کرام حضور سے ملاقی ہوتے اور جو ہمراہ رکاب سعادت انتساب ہوتے تو وہاں باوجود ان وجوہ کے ایک وجہ اور بھی تھی کہ غالب اوقات صحابہ کرام کو آگے چلنے کا حکم ہوتا اور حضور ان کے پیچھے چلتے۔

ترمذی نے شمائل کی حدیثِ طویل میں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا یسوق اصحابہ[1] یعنی حضور والا صحابہ کرام کو اپنے آگے چلاتے۔ امام احمد نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا:

ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یطأ عقبہ رجلان۔[2]

حاصل یہ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نہ دیکھا کہ دو آدمی بھی حضور کے پیچھے چلے ہوں۔

---

[1] شمائل ترمذی باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امین کمپنی دہلی ص ۲

[2] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو بن العاص المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۶۵

سنن ابن ماجہ باب من کرہ ان یوطأ عقباہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۲

www.alahazratnetwork.org

جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا:

کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یمشون امامہ ویکون ظہرہ للملئکۃ۔[1]

اصحاب، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آگے چلتے اور پشتِ اقدس فرشتوں کے لئے چھوڑتے۔

دارمی نے بہ اسنادِ صحیح مرفوعاً روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

خلوا ظہری للملئکۃ۔[2]

میری پیٹھ فرشتوں کے لئے چھوڑ دو۔

بالجملہ ہماری اس تقریر سے جو بالکل وجدانیات پر مشتمل ہے، کوئی شخص اگر مکابرہ نہ کرے، بالیقین اس کا دل ان سب کیفیات کے صدق پر گواہی دے، بخوبی ظاہر ہوگیا کہ ظاہراً اکثر صحابہ کرام کا خیال اس طرف نہ گیا اور اس معجزے کی انھیں اطلاع نہ ہُوئی اور اگر بر سبیل تنزل ثابت و مبرہن ہوجانا نہ مانئے تو ان تقریروں کی بناء پر یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ عدمِ اطلاع کا احتمال قوی ہے، قرت بھی جانے دو اتنا ہی سہی کہ شک واقع ہوگیا، پھر یہی استدلال سُن کر کہ اگر ایسا ہوتا تو مثل حدیث ستونِ حنانہ مشہور ومستفیض ہوتا، کب باقی رہا، خصم کہہ سکتا ہے کہ ممکن ہے عدمِ شہرت بسبب عدمِ اطلاع کے ہو کما ذکرنا و باللہ التوفیق (جیسا کہ ہم نے اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہا۔ ت)

مقدمہ ثالثہ: ہماری تنقیح سابق سے یہ لازم نہیں آتا کہ بالکل کسی کو اس معجزے پر اطلاع نہ ہو اور کوئی اِسے روایت نہ کرے، صغیر السن بچّوں کو بعض اوقات اِس قسم کی جرأتیں حاصل ہوتی ہیں اور وہ اُسی طریقے سے جو ہم نے مقدمہ ثانیہ میں ذکر کیا ادراک کرسکتے ہیں، اسی سبب سے اکثر احادیث حلیہ شریفہ ہند ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مشتہر ہوئیں نہ کہ اکابر صحابہ سے۔

ترجمہ ابن ابی ہالہ میں علامہ خفاجی فرماتے ہیں:

وکان ربیب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اخا لفاطمۃ (رضی اللہ تعالٰی عنہا) وخال

ہند ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالٰی عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زیر سایہ پرورش پانے والے تھے۔ آپ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا

---

[1] سنن ابن ماجہ باب من کرہ ان یوطأ عقباہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۲
مسند احمد بن حنبل عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۳۰۲
موارد الظمآن کتاب علامات نبوۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۲۰۹۹ المطبعۃ السلفیۃ ص ۵۱۵
[2] سنن الدارمی تحت الحدیث ۴۶ دار المحاسن للطباعۃ قاہرہ ۱/۲۹

www.alahazratnetwork.org

الحسنین رضی اللہ تعالٰی عنہم فکان لصغرہ یتشبع من النظر لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویدیم النظر لوجہہ الکریم لکونہ عندہ داخل بیتہ فلذا اشتہر وصف النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عنہ دون غیرہ من کبار الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم فانہم لکبرھم کانوا یہابون اطالۃ النظر الیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاحاط بہ نظرہ احاطۃ الھالۃ بالبدر والاکمام بالثمر ھنیئا لہ مع ان ما قالہ قطرۃ من بحر[1]

کے بھائی (اخیافی) اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے ماموں تھے۔ آپ صغر سنی میں نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سیر ہو کر دیکھتے اور چہرۂ اقدس پر ہمیشہ نگاہ ٹکائے رکھتے کیونکہ آپ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس آپ کے گھر میں رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حلیہ رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا وصف ہند بن ابی ہالہ سے مشتہر ہوا نہ کہ اکابر صحابہ سے، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ کیونکہ صحابۂ کبار شان وعظمتِ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ہیبت کے باعث آپ پر نظریں نہیں ٹکا سکتے تھے۔ ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نظر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یوں احاطہ کرتی تھی جیسا کہ ہالہ چودھویں کے چاند کا اور کلیاں کھجوروں کا احاطہ کرتی ہیں۔ آپ کو یہ سعادت مبارک ہو۔ مگر اس کے باوجود جو کچھ ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بیان فرمایا وہ ایسے ہی ہے جیسے سمندر سے ایک قطرہ۔ (ت)

اور ہر ذی علم جانتا ہے کہ سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما زمانۂ نبوت میں صغیر السن تھے اور ان کا شمار باعتبارِ عمر اصاغر صحابہ میں ہے اگرچہ ببرکت سیدالمرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علم وفقاہت میں اکثر شیوخ صحابہ پر مقدم تھے ؎

وعلٰی تفنن عاشقیہ بوصفہ ۔۔۔ یفنی الزمان وفیہ مالم یوصف[2]

(قسم قسم کی تعریفیں کرتے ہوئے اس کے عاشقوں کو زمانے ختم ہو گئے مگر اس میں وہ خوبیاں ہیں جن کو بیان نہیں کیا جاسکا۔ ت) صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

---

[1] و [2] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل ثالث مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/ ۳۲۶

www.alahazratnetwork.org

مقدمۂ رابعہ: صحابۂ کرام میں ہزاروں ایسے ہیں جنھیں طول صحبت نصیب نہ ہوا اور بہت ایسے ہیں جنھوں نے سوائے مجامع عظیم کے شرفِ زیارت نہ پایا۔ غیر مدینہ کے گروہ کے گروہ حاضر ہوتے اور عرصۂ قلیلہ میں واپس جاتے، ایسی صورت اور مجمع کی کثرت میں موقع سایہ پر نظر اور اس کے ساتھ عدم سایہ کی طرف خیال جانا کیا ضرور۔ ظاہر ہے کہ مجمع میں سایہ ایک کا دوسرے سے ممتاز نہیں ہوتا اور کسی شخص خاص کی نسبت امتیاز کرنا کہ اس کے لئے ظل ہے یا نہیں، دشوار ہوتا ہے۔ علاوہ بریں یہ کس نے واجب کیا کہ ان اوقات پر حضور بروالا دھوپ یا چاندنی میں جلوہ فرما ہوں، کیا مدینہ طیبہ میں سایہ دار مکان نہ تھے یا مسجد شریف کہ اکثر وہیں تشریف رکھتے بے سقف تھی۔

احادیث سے ثابت کہ سفر میں صحابۂ کرام حضور کے لئے سایہ دار پیڑ چھوڑ دیتے اور جو کہیں سایہ نہ ملا تو کپڑے وغیرہ کا سایہ کر لیا جیسا کہ روزِ قدوم مدینہ طیبہ سیدنا ابی بکر صدیق اور حجۃ الوداع میں واقع ہوا اور قبل از بعثت تو ابر سایہ کے لئے متعین تھا ہی، جب چلتے ساتھ چلتا اور جب ٹھہرتے ٹھہر جاتا، اور ام المومنین خدیجہ رضی اللہ تعالٰی عنہا اور ان کے غلام میسرہ نے فرشتوں کو سراقدس پر سایہ کرتے دیکھا اور سفرِ شام میں آپ کسی حاجت کو تشریف لے گئے تھے، لوگوں نے پیڑ کا سایہ گھیر لیا تھا، حضور دھوپ میں بیٹھ گئے سایہ حضور پر جھک گیا۔ بحیرا عالم نصارٰی نے کہا دیکھو سایہ ان کی طرف جھکتا ہے۔ اور بعض اسفار میں ایک درخت خشک و بے برگ کے نیچے جلوس فرمایا، فوراً زمین حضور کے گرد کی سبزہ زار ہوگئی اور پیڑ ہرا ہوگیا، شاخیں اسی ساعت بڑھ گئیں اور اپنی کمال بلندی کو پہنچ کر سائے کے لئے حضور پر لٹک آئیں۔ چنانچہ یہ سب حدیثیں کتبِ سیر میں تفصیلاً مذکور ہیں۔

اب ضرور ہے کہ وہ لوگ جنھیں طولِ صحبت روزی ہوا اور حضور کو آفتاب یا ماہتاب یا چراغ کی روشنی میں ایسی حالت میں دیکھا کہ مجمع بھی کم تھا اور موقع سایہ پر بالقصد نظر بھی کی اور ادراک کیا کہ جسم انور ہمسائیگی سایہ سے دُور ہے، اور ظاہر ہے کہ ان سب کا احساس و انکشاف جن لوگوں کے لئے ہوا ہے وہ بہت کم ہیں، جن کے واسطے نہ ہوا پھر اس طائفۂ قلیلہ سے یہ کیا ضرور ہے کہ ہر شخص یا اکثر اس معجزے کو روایت کرے، ہم نہیں تسلیم کرتے کہ مجرد خرقِ عادت باعث توفر دواعی و نقل جمیع اکثر حاضرین ہے۔

خادمِ حدیث پر کالشمس فی نصف النہار روشن کہ صدہا معجزاتِ قاہرہ حضور سے غزوات و اسفار و مجامع عامہ میں واقع ہوئے کہ سیکڑوں ہزاروں آدمیوں نے اُن پر اطلاع پائی مگر اُن کی ہم تک نقل صرف احاد سے پہنچی۔

واقعہ حدیبیہ میں انگشتانِ اقدس سے پانی کا دریا کی طرح جوش مارنا اور چودہ پندرہ سو آدمی کا

www.alahazratnetwork.org

علی اختلاف الروایات اسے پینا اور وضو کرنا اور بقیہ توشہ کو جمع کرکے دُعا فرمانا اور اس سے لشکر کے سب برتن بھر دینا اور اسی قدر باقی بچ رہنا' ایسے معجزات میں ہیں اور بالضرور چودہ پندرہ سو آدمی سب کے سامنے اس کا وقوع ہوا اور سب نے اس پر اطلاع پائی مگر ان میں سے چودہ نے بھی اسے روایت نہ فرمایا۔

فقیر نے کتب حاضرہ احادیث خصوصًا وہ کتابیں سِیَر وفضائل کی جن کا موضوع ہی اس قسم کی باتوں کا تذکرہ ہے مانند شفائے قاضی عیاض وشرح خفاجی ومواہب لدنیہ وشرح زرقانی ومدارج النبوۃ وخصائص کبرٰی علامہ جلال الدین سیوطی وغیرہا مطالعہ کیں، پانچ سے زیادہ راوی اس واقعے کے نہ پائے۔ اسی طرح رَدِّ شمس یعنی غروب ہوکر سورج کا لوٹ آنا اور مغرب سے عصر کا وقت ہوجانا جو غزوہ خیبر میں مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کے لئے واقع ہوا کیسی عجیب بات ہے کہ عدم نقل کو اس سے اصلًا نسبت نہیں اور اس کا وقوع بھی ایک غزوہ میں ہُوا کما ذکرنا (جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔ت) اور تعداد لشکر خیبر کی سولہ سو، بالضرور یہ سب حضرات اس پر گواہ ہونگے کہ ہر نمازی مسلمان خصوصًا صحابہ کرام کو بغرض نماز آفتاب کے طلوع وغروب زوال کی طرف لاجرم نظر ہوتی ہے۔

توریت میں وصف اس اُمّت مرحوم کا رعاۃ الشمس کے ساتھ وارد ہوا کما رواہ ابونعیم عن کعب الاحبار عن سیدنا موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام (جیسا کہ اس کو ابونعیم نے بحوالہ کعب احبار سیدنا موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کیا ہے۔ت) یعنی آفتاب کے نگہبان کہ اس کے تبدل احوال اور شروق واُفول و زوال کے جویاں وخبر گیراں رہتے تھے، جب آفتاب نے غروب کیا ہوگا بالضرور تمام لشکر نے نماز کا تہیہ کیا ہوگا، دفعۃً شام سے دن ہوگیا اور خورشید اُلٹے پاؤں آیا، کیا ایسے عجیب واقعہ کو دریافت نہ کیا اور نہ معلوم ہُوا ہوگا کہ اس کے حکم سے لوٹا ہے جسے قادرِ مطلق کی نیابتِ مطلقہ اور عالمِ علوی میں دستِ بالا حاصل ہے (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) لیکن اس کے سوا اگر کسی صاحب کو معلوم ہو کہ اتنی بڑی جماعت سے دو چار آدمیوں نے اور بھی اس معجزے کو روایت کیا تو نشان دیں۔

بالجملہ یہ حدیث واہیہ ہے جس کی بنا پر ہم عقل ونقل واتباع حدیث وعلماء کو ترک نہیں کرسکتے، کیا یہ اکابر اس قدر نہ سمجھتے تھے یا انھوں نے دیدہ ودانستہ خدا اور رسول پر افتراء گوارا کیا، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، بلکہ جب ایک راوی اس حدیث عدمِ ظل کے ذکوان ہیں اور وہ خود ابوصالح سمان زیات ہوں یا ابوعمرو مدنی مولائے صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا تردد فیہ الزرقانی (اس میں زرقانی نے تردد کیا۔ت) بہرتقدیر تابعی ثقہ معتمد علیہ ہیں کما ذکر ایضا و ...... اور تابعین وعلماء ثقات

www.alahazratnetwork.org

اہلِ ورع واحتیاط سے مظنون یہی ہے کہ غالب حدیث کو مرسلاً اُسی وقت ذکر کریں گے جب انھیں شیوخ و صحابہ کثیرین سے اسے سُن کر مرتبۂ قُرب ویقین حاصل کرلیا ہو۔ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ درصورت اسناد صدق وکذب سے اپنے آپ کو غرض نہ رہی۔ جب ہم نے کلام کو اس کی طرف نسبت کردیا جس سے سُنا ہے تو ہم بری الذمہ ہوگئے بخلاف اس کے کہ اس کا ذکر ترک کریں اور خود کہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایسا کیا، ایسا فرمایا، اس صورت میں بار اپنے سر پر رہا تو عالم ثقہ، متورع، محتاط، بے کثرتِ سماع واطمینان کلی قلب کے ایسی بات سے دُور رہے گا۔ اس طور پر ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سایہ نہ ہونا بہت صحابہ نے دیکھا اور ان سب سے ذکوان کو سماع حاصل ہوا اگرچہ اُن کی روایات ہم تک نہ پہنچیں۔

هٰكذا ينبغي ان يفهم المقام وينقح المرام، والله ولي الفضل والتوفيق والانعام، هٰذا وقد بقي بعد خبايا في زوايا الكلام لعلها يفوز بها فكر وهٰذا كله قد وجد مما الهمني ربي بفضل منه ونعمة لايجد من قلبي ان ساقي لذ وفضل عظيم انه هو الرؤف الرحيم ولاحول ولا قوة الا بالله العزيز الحكيم وظني ان بحمد ربي الجليل قد اثبت في المسئلة مايشفي العليل ويروي الغليل ولا يخل بالكثير ولا بالقليل، والله يقول الحق وهو يهدي السبيل انه حسبي ونعم الوكيل اسأله ان يجنبني بها و

اسی طرح چاہئے مقام کی تفہیم اور مقصد کی تنقیح۔ اللہ تعالٰی ہی فضل و توفیق اور انعام کا مالک ہے تحقیق ابھی کچھ پوشیدگیاں کلام کے گوشوں میں باقی ہیں۔ امید ہے کہ فکر صائب ان تک رسائی حاصل کرلے گی۔ یہ جو کچھ مذکور ہوا میرے رب نے اپنے فضل ونعمت سے میرے دل میں ڈالا ہے یہ میرے دل کی تخلیق نہیں ہے۔ بیشک میرا رب بڑے فضل والا ہے اور وہ رؤف ورحیم ہے۔ عزت و حکمت والے اللہ کی توفیق کے بغیر نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے نہ نیکی کرنے کی قوت۔ میرا گمان ہے کہ میں نے اپنے ربِ جلیل کی حمد سے مسئلۂ مذکورہ میں وُہ کچھ ثابت کردیا ہے جو بیمار کو شفا دے گا اور پیاسے کو سیراب کرے گا اور قلت و کثرت کے ساتھ مخل نہ ہوگا۔ اللہ تعالٰی حق فرماتا ہے اور راہِ راست کی ہدایت فرماتا ہے بیشک وُہ میرے لئے کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے، میں اللہ تعالٰی سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے اور

www.alahazratnetwork.org

كل من زل زلة ويجعلها ظلًا ظليلا على رؤسنا يوم لا ظل الا ظله وان يصلي على ابهى اقمار الرسالة وابهرها واسنٰى شموس الكرامة وانوارها الذى لم يكن له ظل فى شمس ولا قمر وفديات وصله وعلى صحبه وآله متظللين باذياله والداعين الى نعم اظلاله وعلينا معهم اجمعين برحمة انه رؤف رحيم وآخر دعونا ان الحمد لله رب العلمين۔

ہر لغزش کرنے والے کو اس کی برکت سے لغزش سے بچائے اور اسے ہمارے سروں پر گھرا سایہ بنائے جس روز اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اللہ تعالٰی درود نازل فرمائے روشن ترین ماہتاب رسالت پر اور سب سے زیادہ چمکدار آفتاب کرامت اور اس کے انوار پر جس کا سایہ نہ تھا دھوپ میں نہ چاندنی میں، اور آپ کے صحابہ و آل پر جو آپ کے دامنِ رحمت کے سایہ میں ہیں اور آپ کے سایۂ رحمت کی نعمتوں کی طرف دعوت دینے والے ہیں، اور اُن کے ساتھ ہم سب پر رؤف ورحیم کی رحمت سے۔ (ت)

رسالہ

قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم

ختم ہوا

---

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

ھدی الحیران فی نفی الفیئ عن سید الاکوان

۹۹ ۱۲

(سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے سایہ کی نفی کے بارے میں حیرت زدہ کے لئے راہنمائی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ حمدا تنجلی بہا ظلمات الآلام والصلٰوۃ والسلام علٰی سیدنا محمد قمر التمام وعلٰی اٰلہ واصحابہ مصابیح الظلام وعلی المھتدین بانوارھم الٰی یوم القیام ۔ وبعد فقال العبد الملتجی الی ربہ القوی عن شر کل غوی وغبی عبدہ المذنب احمد رضا المحمدی ملۃ والسنی عقیدۃ والحنفی عملا والقادری البرکاتی الاحمدی طریقۃ وانتسابا و

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جن سے دُکھوں کی تاریکیاں دُور ہوتی ہیں۔ درود وسلام ہو ہمارے آقا محمد مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جو ماہ کامل ہیں اور آپ کی آل پر اور آپ کے صحابہ پر جو اندھیروں میں چراغ ہیں اور ان پر جو تا قیامت آل واصحاب کے انوار سے ہدایت حاصل کرتے رہیں گے۔ بعد ازیں ہر گمراہ اور کُند ذہن کے شر سے ربِ قوی کی پناہ کا طلبگار اُس کا خطاکار بندہ احمد رضا کہتا ہے جو ملّت کے اعتبار سے محمدی، عقیدہ کے اعتبار سے سُنّی، عمل کے اعتبار سے حنفی، طریقت و انتساب کے اعتبار سے قادری برکاتی احمدی، مولد و وطن

www.alahazratnetwork.org

البریلوی مولدا وموطنا والمدفن والبقیع ان شاء اللّٰہ مدفنا ومحشرا فالعدن الفردوس رحمۃ اللّٰہ منزلا ومدخلا مستنیرا بانوار الھدایۃ والیقین حاسما لخدشات الظن والتخمین بك یاربنا فی کل باب نستعین ولاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔

کے اعتبار سے بریلوی، اور اللہ نے چاہا تو مدفن ومحشر کے اعتبار سے مدنی وبقیعی، پھر اللہ تعالٰی کی رحمت سے منزل ومدخل کے اعتبار سے عدنی و فردوسی ہے درانحالیکہ وہ ہدایت ویقین کے انوار سے مستنیر ہونے والا اور ظن وتخمین کے خدشات کو مٹانے والا ہے تیری توفیق سے اے ہمارے رب! ہم ہر باب میں تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ اور اللہ بلندی و عظمت والے کی توفیق کے بغیر نہ تو کسی کے لئے گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت۔(ت)

فصل اوّل

بحول وقوتِ ربانی پر اتکال، واتکال کی عروۂ وثقٰی دستِ التجاء میں مضبوط تھام کر پیش از جواب مفصّل چند مقدمات ایسے تمہید کرتے ہیں جن سے بعون اللہ تعالٰی ارتفاعِ نزاع بہ آسانی بن پڑے۔ عزیزانِ حق طلب! اگر عقلِ سلیم کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیں گے تو ان شاء اللہ انہی شمعوں کی روشنی میں ٹھیک ٹھیک شاہراہِ صواب پر ہولیں گے اور کلفتِ خارزار اور آفتِ یمین ویسار سے بچتے ہوئے تجلائے ہدایت میں نور کے تڑکے ٹھنڈے ٹھنڈے منزلِ تحقیق پر خیمہ زن ہوں گے اور جو تعصب اور سخن پروری کا ساتھ دے تو ہم پر کیا الزام ہے کہ جلتے ریت پر چلانا، بلا کے کانٹوں میں پھنسانا، اندھے کودں میں گرانا، ان دو آفت جان، دشمن دین وایمان کا قدیمی کام ہے وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذروۃ التحقیق (اللہ ہی سے توفیق ہے اور اسی کی بدولت تحقیق کی بلندی تک پہنچا جاسکتا ہے۔ت)

مقدمہ اولٰی: جب دو چیزوں میں عقل یا نقل ملازمت ثابت کرے تو بحکم قضیۂ لزوم، بعد ثبوتِ ملزوم، تحقّق لازم خود محقق ومعلوم، اور تجشّم دلیل کی حاجت معدوم۔ اسی طرح بعد انتفائے لازم انعدامِ ملزوم آپ ہی مفہوم، کما ھو غیر خاف ولامکتوم، اور اسی ملازمتِ واقعہ کے باعث مرتبۂ ادراک میں بھی بعد علم باللزوم، وجودِ لازم وانتفائے ملزوم، تحقّقِ ملزوم وعدمِ لازم کا شک ووہم وظن و یقین وتکذیب میں تابع رہتا ہے، مثلاً جسے وجودِ ملزوم پر تیقّن کامل ہوگا اس کے نزدیک ثبوتِ لازم

www.alahazratnetwork.org

بھی قطعی یقینی ہوگا اور ظان وشاک وواہم کے نزدیک مظنون ومشکوک وموہوم ہوگا اور یہ معنیٰ بدیہیات بابرہ سے ہیں۔

مقدمۂ ثانیہ: دعاوی ومقاصد خواہش ثبوت میں متساویۃ الاقدام نہیں بعض ایسے درجۂ اہتمام ورفعتِ مقام میں ہیں کہ جب تک نقِ صحیح صریح، متواتر، قطعی الدلالۃ ہر طرح کے شکوک و اوہام سے منزہ ومبرا نہ پایا جائے ہرگز پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچ سکتے، احادیثِ احاد اگرچہ بخاری ومسلم کی ہوں اُن کے لئے کافی نہ ہوں گی۔

اسی قبیل سے ہے اطلاق الفاظِ متشابہات کہ حضرتِ عزت میں اصح الکتب سے ثابت مگر عدمِ تواتر مانعِ قبول اور حلال وحرام کی جب بحث آئے تو احادیثِ ضعیفہ سے کام نہ لیں گے اور فضائلِ اعمال و مناقبِ رجال میں دائرہ کو خوب توسیع دیں گے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ثابت الاصل کے مؤیدات و ملائمات میں چنداں اہتمام منظور نہیں، مثلاً ہمیں یقینیات سے معلوم ہوچکا کہ ذکرِ الٰہی وتکبیر وتہلیل ونماز و درود وغیرہا اعمالِ صالحہ محمودہ ہیں، اب خاص صلوٰۃ التسبیح کی حدیث درجۂ صحت تک پہنچنا ضرور نہیں، یا نصوصِ قرآنیہ واحادیثِ متواترۃ المعنی ہمیں ارشاد فرماچکیں کہ صحابۂ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ و علیہم اجمعین سب اربابِ فضائل وعلوِّشان ورفعتِ مکان اور اللہ تبارک وتعالٰی کے بندگانِ مقبول و بہترین اُمتیاں ہیں۔

اب خاص حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مناقب بخاری ومسلم ہی پر مقصور نہیں، اسی قبیل سے ہے بابِ معجزات وخوارقِ عادات کہ حضور اقدس خلیفۂ اعظم بارگاہِ قدرت سے صدورِ آیات ومعجزات اور ملکوت السمٰوٰت والارض میں حضور کے ظاہر وباہر تصرفات، قاطعاتِ یقینیہ سے ثابت، تو ابِ شہادتِ ظلی[؟] عدمِ ظل کا ثبوت صحاحِ ستہ پر محصور نہیں علماء نے تو بابِ خوارق میں غرابتِ متن پر بھی خیال نہ کیا اور حدیث کو باوجود ایسے خدشہ کے حسن ومقبول رکھا۔

امامِ اجل ابوعثمٰن اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن صابونی کتاب المائتین میں حدیثِ حضرتِ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ حضورِ پُرنور سے مہدِ اقدس میں چاند باتیں کرتا اور جدھر اشارہ فرماتے جھک جاتا، ذکر کرکے فرماتے ہیں،

ھذا حدیث غریب الاسناد والمتن و ھو فی المعجزات حسن[1] اھ أثرہ الامام العلامۃ

یہ حدیث اسناد ومتن کے اعتبار سے غریب ہے اور وہ معجزات میں حسن ہے اھ۔ اس کو امام قسطلانی

---

[1] المواہب اللدنیۃ بحوالہ الصابونی فی المائتین المقصد الاول المکتب الاسلامی بیروت ۱/۱۵۲

www.alahazratnetwork.org

القسطلانی فی المواھب۔ | نے مواہب میں ترجیح دی۔(ت)

علامہ زرقانی شرح میں لکھتے ہیں:

لان عادۃ المحدثین التساھل فی غیر الاحکام والعقائد مالم یکن موضوعا[1]۔

کیونکہ محدثین کی عادت ہے کہ وہ احکام وعقائد کے غیر میں چشم پوشی سے کام لیتے ہیں جب تک حدیث موضوع نہ ہو۔(ت)

مقدمہ ثالثہ، علماء کی تلقی بالقبول کی ایراثِ قوت میں اثر عجیب ہے کہ وہ ہر طرح ہم سے اعرف و اعلم تھے، ہماری ان کی کوزہ ومحیط کی بھی نسبت ٹھیک نہیں، وہ سمائے علوم کے بدرِ منیر اور ہم عامی انھیں کی روشنیوں سے مستنیر، جب وہی ایک امر کو سلفاً وخلفاً مقبول رکھیں اور اپنی تصانیف اس کے ذکر سے موشح کریں تو ہمیں کیا جائے انکار ہے،

وفی مثل ذٰلک یقول الامام العلامۃ العارف الربانی سیدی عبدالوھاب الشعرانی فی المیزان "ان ھٰؤلاء الائمۃ الذین توقفت عن العمل بکلامھم کانوا اعلم منك واورع بیقین فی جمیع مادونوہ فی کتبھم لاتباعھم وان ادعیت انك اعلم منھم نسبك الناس الی الجنون او الکذب جحدا وعنادا وقد اتفق علماء سلفك تلك الاقوال التی تراھا انت ضعیفۃ و دانوا اللہ تعالٰی بھا حتی ماتوا فلا یقدح فی علمھم وورعھم جھل مثلك بمنازعھم وخفاء مدارکھم ومعلوم بل مشاھد ان کل عالم لایضع فی

اور اسی کی مثل میں امام علامہ عارف ربانی سیدی عبدالوہاب شعرانی میزان میں فرماتے ہیں، اور یہ تمام امام جن کے کلام پر عمل کرنے میں تو توقف کرتا ہے تجھ سے علم میں زیادہ ہیں اور دینی ذخیرہ انھوں نے اپنے مقلدین کے لئے جمع کیا ہے اس میں یقیناً تجھ سے زیادہ متقی اور محتاط ہیں اور اگر تو اپنی علمیت کا دعوٰی کرتا ہے تو لوگ قصداً تجھے مجنون اور دروغگو کہیں گے اور یہ اقوال جن کو تو ضعیف جانتا ہے وہی ہیں جن کے ساتھ علماء متقدمین نے فتوٰی دیا ہے اور اسی کی وجہ سے وہ اللہ کے قریب ہوئے حتی کہ اس دُنیائے فانی سے رخصت ہوئے اور اگر تجھ جیسا ان کے مراتب ومدارک سے ناواقف ہو تو ان کے مراتب وتقوٰی میں کچھ نقصان نہیں آسکتا اور یہ بات معلوم بلکہ مشاہدہ ہے کہ ہر عالم

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۴۷

www.alahazratnetwork.org

مؤلفه عادة الاما تعب فی تحریرہ و وزنہ بمیزان الادلۃ والقواعد الشرعیۃ وحررہ تحریر الذھب والجوھر، فایاك ان تنقبض نفسك من العمل بقول من اقوالھم اذا لم تعرف منزعہ فانك عامی بالنسبۃ الیھم والعامی لیس من مرتبتہ الانکار علی العلماء لانہ جاھل۔[1]

اپنی اپنی کتب میں وہ امور لائے جن کے لکھنے میں مشقت برداشت کرنی پڑی اور جن کو ادلّہ اور قواعدِ شرعیہ کے ترازو پر تول لیا ہے اور ان کو سونے اور چاندی کی طرح مزین کیا ہے، پس تو اپنے آپ کو اس سے بچا کہ ان کے اقوال میں سے کسی ایسے قول پر عمل کرنے سے تمہارا دل تنگ ہو جس کا ماخذ تمہاری سمجھ میں نہ آیا ہو کیونکہ تو بہ نسبت ان کے عامی ہے اور عامی کا یہ مذہب نہیں کہ وہ علماء کا انکار کرے کیونکہ وہ عامی جاہل ہوتا ہے۔ (ت)

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ کا فتوٰی سابق کہ اسی بارے میں لکھ چکا ہوں پیشِ نگاہ رکھ کر ان مقدمات میں امعانِ نظر کیجئے تو بحمد اللہ تمام شکوک و اوہام ہباءً منثورًا ہوجاتے ہیں، ہاں میں بھولا، ایک شرط اور بھی درکار ہے، وہ کیا، عقل کا اتباع اور تعصب سے امتناع، مگر یہ دولت کسے ملے، جسے خدا دے۔

یہاں تو اجمال کی فقرہ بندیاں تھیں اور تفصیل کی بہارِ گلفشانی پسند آئے تو لیجئے بگوشِ ہوش و قلبِ شہیدِ انصاف کوش، استماع کیجئے۔ رب ارحم من انصف واھد عنیدا خالفا (اے میرے پروردگار انصاف کرنے والے پر رحم فرما اور مخالفت کرنے والے ہٹ دھرم کو ہدایت عطا فرما۔ ت)

قولہ صرف حکیم ترمذی نے کہ غیر صاحبِ صحیح اور شخص ہیں اپنی کتاب نوادر الاصول میں روایۃً کہا ہے،

ولم یکن لہ ظل لافی الشمس ولا فی القمر۔ آپ کا سایہ نہ تھا نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں (ت)

اقول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (اللہ تعالٰی نبی کریم پر درود وسلام نازل فرمائے۔ ت) مجیب کے اس سارے جواب کا منشأ صرف اسی زعم فاسد پر ہے جو قصورِ نظر سے ناشی۔ حکیم ترمذی نے تو اس حدیث کو ذکوان تابعی سے مرسلاً روایت کیا اور اسے موصولاً مع زیادتِ مفیدہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرنے والے امام جلیل، حبر نبیل، حجۃ اللہ فی الارضین، معجزۃ من معجزات سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، حضرت امام ہمام عبداللہ بن مبارک قدس سرہ المبارک جن کی جلالتِ شان و

[1] میزان الشریعۃ الکبرٰی فصل فی بیان ذکر بعض من الطب فی الشعار الخ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۹۰

www.alahazratnetwork.org

غزارتِ علوم آفتابِ نیمروز سے اظہر و ازہر، امام اجل احمد بن حنبل و امام سفیٰن ثوری و امام یحیٰی ابن معین و ابوبکر بن ابی شیبہ و حسن بن عرفہ وغیرہم اکابر ائمہ محدثین، فنِ حدیث میں اس جناب رفعت قباب کے شاگرد ان کے مستفیض ہیں اور کتابوں پر اگر نظر نہ ہو تو شاہ صاحب کی بستان ہی دیکھئے، کیا کچھ مدائح اس جناب کے لکھ کر مستوجب رحمتِ الٰہی ہوئے ہیں۔

ان کے بعد اس حدیث کے راوی امام علامہ شمس الدین ابوالفرج ابن الجوزی ہیں، رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ، کہ کتاب الوفاء میں اسے روایت فرمایا[1]۔ فنِ حدیث میں ان کی دستگاہِ کامل کسے معلوم نہیں خصوصًا برعکس امام ابوعبداللہ حاکم جرح و تضعیف پر حرص شدید رکھتے ہیں، پھر جس حدیث پر یہ اعتماد کریں ظاہر ہے کہ کس درجہ قوت میں ہوگی، پس باوجود تعددِ طرق و کثرتِ مخرجین، حدیث کو صرف روایتِ حکیم کہنا محض باطل، اور باطل پر جو کچھ مبنی، سب حلیۂ صواب سے عاطل، اور معلوم نہیں لفظ "روایۃً" کس غرض سے بڑھایا، ظاہرًا اعضال یا تعلیق کی طرف اشارہ فرمایا کقول القائل روی کذا و ذکر عن زید عن عمرو کذا (جیسے قولِ قائل کہ یوں روایت کیا گیا ہے اور زید سے بحوالہ عمرو یوں ذکر کیا گیا ہے۔ ت) کہ مقصودِ مجیب حدیث کو بے اعتبار ٹھہرانا ہے تو بشہادتِ سوق وہی الفاظ لائے جائیں گے جو مقصود کے ملائم و مؤید ہوں نہ وہ کہ ایک قسم کی بے اعتباری کو دفع کریں اور اعتبار سے اصلًا منافات نہ رکھیں، حالانکہ محدثین کے نزدیک تخریج و روایت کا ایک ہی مفاد اور ذکرِ اسناد دونوں جگہ مراد کما تفصح عن کلمات العلماء الامجاد (جیسا کہ بزرگ علماء کی عبارات نے اس کو خوب واضح کردیا ہے۔ ت) پس اگر اس اصطلاحِ محدثین پر اطلاع تھی تو مقصود سے بیگانہ لفظ کی زیادت کیوں ہوئی اور ایسے مواخذے تو ہم ضروری بھی نہیں سمجھتے کہ روایتِ حکیم کی نقل میں کمی بیشی واقع، ان کے پاس لفظِ حدیث یوں ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یکن یرٰی لہ ظل فی شمس ولا قمر[2]۔ سورج اور چاند کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نظر نہ آتا تھا۔ (ت)

قولہ مگر محدثانِ اعلام نے اس حدیث کو معتبر نہیں مانا ہے۔

اقول جب اس کتاب کے سوا اور ائمہ اعلام نے بھی حدیث کو روایت فرمایا تو اس کتاب کا

---

[1] الوفاء باحوال المصطفٰی الباب التاسع والعشرون مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۴۰۷

[2] الخصائص الکبرٰی بحوالہ الحکیم الترمذی باب الاٰیۃ فی انہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یرٰی الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/ ۶۸

www.alahazratnetwork.org

غیر معتبر ہونا کیا مضرت رکھتا ہے، معہذا غیر معتبر ماننے کے یہ معنی کہ اس کی ہر روایت کو باطل سمجھا، جب تو محض غلط، نہ کوئی محدث اس کا قائل، خود اکابر محدثین اسی نوادر الاصول بلکہ فردوس دیلمی سے جس کا حال نہایت ہی ردی ہے، تو وہ روایتیں اپنی کتب میں لاتے اور ان سے احتجاج واستناد فرماتے ہیں کما لایخفی علی من طالع کتب القوم (جیسا کہ کتب قوم کا مطالعہ کرنے والے پر پوشیدہ نہیں ہے۔ ت)

اور جو یہ مقصود کہ اس میں روایات منکرہ و باطلہ بھی موجود ہیں تو بے شک مسلّم، مگر اس قدر سے یہ لازم نہیں آتا کہ ساری کتاب مطروح و مجروح ٹھہرے اور اس کی کسی حدیث سے استناد جائز نہ رہے، آخر علمائے سلف احادیث نوادر و روایات فردوس سے کیوں تمسک کرتے ہیں اور جب وہ اس سے باز نہ رہے تو ہم کیوں ممنوع رہیں گے، خود یہی شاہ عبدالعزیز صاحب اور ان کے والد واساتذہ و مشائخ شریعت و طریقت اپنی تصانیف میں احادیث کتب مذکورہ ذکر اور اُن سے استدلال کرتے ہیں۔

قولہ اب یہ کہے گا کہ جب کتاب مخدوش و مخلوط ہو چکی تو ہر حدیث پر احتمال ضعف قائم، تو اس سے احتجاج اسی کو روا ہوگا جو بصیر و عارف اور نشیب و فراز فن سے واقف ہے۔

اقول اب ہمارے مطلب پر آگئے، حدیث عدم ظل سے بھی ہم عامیوں نے استدلال نہ کیا بلکہ یہی اکابر شان ارباب تمیز و عرفان اسے بلانکیر منکر مقبول رکھتے آئے اور ہم نے ان کی تقلید سے قبول کیا۔ اگر ان بصیرت والوں کے نزدیک متنازع فیہ قابل قبول نہ ہوتی تو حسب عادت اس پر رَد و انکار کیوں نہ فرماتے اور تلقی بالقبول سے باز آتے۔

قولہ اور مصنف نے بھی التزام تصحیح ما فیہ نہیں کیا ہے صرح بذٰلك خاتم المحدثین مولانا شاہ عبدالعزیز محدث الدھلوی رحمۃ اللہ علیہ فی بستان المحدثین (خاتم المحدثین مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے بستان المحدثین میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔ ت)

اقول نہ التزام تصحیح صحت کو مستلزم، نہ عدم التزام اس کا مزاحم۔ اہل التزام کی تصانیف میں بہت روایات باطلہ ہوتی ہیں اور التزام نہ کرنے والوں کی تصنیفوں میں اکثر احادیث صحیحہ، آخر مستدرک حاکم کا حال نہ سُنا جنھوں نے صحت کیا معنی التزام شرط شیخین کا ادعا کیا اور بقدر چہارم احادیث ضعیفہ و منکرہ و باطلہ و موضوعہ بھر دیں۔ اسی طرح ابن حبان کا یہ دعوٰی کتاب التقاسیم و الانواع میں ٹھیک نہ اُترا اور سنن ابی داؤد جس میں التزام صحاح ہرگز نہیں، صحاح ستہ میں معدود اور ان کا سکوت عنہ مقبول و محمود۔ یہ سب امور خادم حدیث پر جلی و روشن ہیں۔

عزیزا! مدار کار اسناد پر ہے، التزام و عدم التزام کوئی چیز نہیں، یہ دولت تو روز اول

www.alahazratnetwork.org

بخاری کے حصہ میں تھی کہ احادیثِ مسندہ میں حق سبحانہ، نے ان کا قصد پورا کیا، پھر ایسی فضول بات کے ذکر سے کیا حاصل! کیا جس کتاب میں التزام صحاح نہیں اس سے احتجاج مطلقاً مباح نہیں؟ ایسا ہو تو بخاری و مسلم و چند کتب دیگر کے سوا سُنن ابی داؤد و ابن ماجہ و دارمی و تصانیف ابی بکر بن ابی شیبہ و عبدالرزاق و دارقطنی و طبرانی و بیہقی و بزار و ابی یعلٰی وغیرہا معظم کتبِ حدیث جن پر گویا مدارِ شرع و سنت ہے محض بیکار ہو جائیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت مگر بلندی و عظمت والے خدا کی طرف سے۔ ت)

قولہ اور کسی حدیث کی معتبر کتاب میں اس مسئلہ سے وجوداً و عدماً بحث نہیں۔

اقول کاش ہمیں بھی معلوم ہوتا حدیث کی کتابیں جناب مجیب عفا اللہ تعالٰی عنا وعنہ کے کتب خانہ میں ہیں یا کتنی حضرت کی نظر سے گزری ہیں کہ بے دھڑک ایسا عام دعوٰی کرتے ہوئے آنکھ نہ جھپکی، ہم نے تو اکابر ائمہ کو یوں سُنا کہ جس حدیث پر اطلاع نہ پائی لم اجد (میں نے نہ پایا۔ ت) یا لم ارہ (میں نے نہیں دیکھا۔ ت) یا لم اقف علیہ (میں اس پر آگاہ نہ ہوا۔ ت) پر اقتصار فرمایا، یہ لیس (نہیں ہے۔ ت) اور لم یکن (نہیں ہوا۔ ت) کی جرأتیں، حق تو یہ ہے کہ بڑے شخص کا کام ہے۔

علامہ سیوطی سا محدث ان جیسی نظر واسع جنھوں نے دامن ہمت، کمر عزیمت پر چست باندھ کر جمع الجوامع میں تمام احادیثِ واردہ کے جمع و استیعاب کا قصد فرمایا، دیکھو حدیث اختلاف امتی رحمۃ (میری اُمت کا اختلاف رحمت ہے۔ ت) کی تخریج پر واقف نہ ہوئے اور جامع صغیر میں اسی قدر فرما کر خاموش رہے کہ شاید یہ حدیث کسی ایسی کتاب میں مروی ہوئی کہ ہم تک نہ پہنچی[1] پھر علامہ مناوی تیسیر میں اس کی تخریج، مدخلِ بیہقی و فردوسِ دیلمی سے تلاش ہی کر لائے[2] پھر ہم کو بایں بضاعت مزجاۃ، چھوٹا منہ بڑی بات، یہ دعوٰی کب زیب دیتا ہے مگر تصنیفات[1] امام عبداللہ بن مبارک و تالیفات حافظ رزین محدث و کتاب[2] الوفاء علامہ جوزی و شفاء[3] الصدور علامہ ابن سبع و کتاب[4] الشفاء فی تعریف حقوق المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تصنیف علامہ قاضی عیاض و نسیم[5] الریاض علامہ خفاجی و خصائص[6] کبرٰی علامہ جلال الدین سیوطی و مواہب لدنیہ و منح[7] محمدیہ امام علامہ قسطلانی و

---

[1] الجامع الصغیر تحت حدیث ۲۸۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۲۴

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث اختلاف امتی رحمۃ مکتبۃ امام الشافعی ریاض ۱/ ۴۹

www.alahazratnetwork.org

شرح مواہب علامہ زرقانی و مدارج النبوت شیخ محقق وغیرہا اسفار ائمہ دین وعلمائے محققین، آپ کے نزدیک معتبر نہیں یا جب تک بخاری مسلم میں ذکر مسئلہ نہ ہو قابلِ اعتبار متصور نہیں۔

فقیر حیران ہے جب حدیث کئی طریق سے مروی ہوئی اور چند ائمہ نے اسے تخریج کیا اور وہ مقتدایانِ ملت نے اس سے احتجاج فرمایا اور سلفاً خلفاً بے اعتراضِ معترض مقبول رکھا پھر نہ تسلیم کرنے کی وجہ کیا ہے؟ اگر بالفرض حدیث میں ضعف ہی مانا جائے، تاہم مرتبہ مقام پر نظر چاہئے کہ یہاں تضییق مطلوب ہے یا توسیع محبوب، صحت نہ سہی، کیا حَسَن سے احتجاج نہیں ہوتا؟ حَسَن بھی نہ مانو، کیا ضعفِ متماسک ایسی جگہ کام نہیں دیتا؟ آخر اقسامِ حدیث میں ایک قسم کا نام صالح بھی سنا ہوگا، اگر ماورائے صحاح سب بیکار ہیں تو حَسَن میں حسن اور صالح میں صلاحیت کس بات کی ہے انا للہ وانا الیہ راجعون (بیشک ہم اللہ تعالٰی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف ہم کو لوٹنا ہے۔ ت)

قولہٗ مسلمان کو ایک جانب پر اصرار نہ چاہئے۔

اقول اگرچہ حق واضح ہو؟ یہ کلمہ عجیب وضع کیا، مسلمان کی شان وہ ہے جس سے رب تبارک وتعالٰی قرآن مجید میں خبر دیتا ہے:

یستمعون القول فیتبعون احسنہ[1] جو کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں۔ (ت)

دامنِ ائمہ ہاتھ سے دے کر شاہراہِ یقین سے دُور پڑیئے اور شکوک و تردّدات کے کانٹوں میں اُلجھئے۔

اے عزیز! جب مسلمان نقی الایمان ادھر تو یہ سنے گا کہ اس باب میں احادیث وارد اور ارکینِ دین متین و اساطین شرع مبین کی تصانیف اس سے مملوومشحون اور ادھر اس کے قلب کی حالتِ ایمانی جو تکثیرِ فضائل سید المحبوبین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم جان سے پیاری ہے، بہ شوقِ تمام سرو قد استادہ ہو کر مرحبا گویاں اسے مسندِ آمنا وصدقنا پر جگہ دے گی اور ادھر داعیۂ عقلِ سلیم انبعاثِ تازہ پا کر حکمِ قطعی لگائے گا کہ میرا محبوب سراپا نور ہے اور نور کا سایہ خِرد سے دُور، تو ان انوار پے در پے کی متواتر ریزشوں کے حضور شکوک واوہام کی ظلمت کیونکر ٹھہر سکے گی اور تیقنِ کامل کی روشنی چار جانب سے سراپا کو محیط ہو کر کس طرح اصرار و اذعان کے رنگ میں نہ رنگ دے گی۔

ہم چھوٹی سی دو باتیں پوچھتے ہیں، شک کرنے والے کو حضور سرورِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۱۸

www.alahazratnetwork.org

نوریت ہونے میں تامل ہے یا سایہ کو کثافت لازم ہونے میں تردد۔ اگر امرِ اول میں شک رکھتا ہے تو میں اپنی زبان سے کیا کہوں، صرف اپنے ایمان صرف غیر مشوب بالاوہام اور قضیۂ اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ (میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ تعالٰی کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ت) کے لازمی احکام سے حکم اپنا دریافت کرلے، اور امرِ دوم میں تردد ہے تو مفتیٔ عقل کی بارگاہ سے جنون و دیوانگی کا فتوٰی مبارک، اسی لئے ہم دعوٰی حتمی کرتے ہیں کہ اگر اس باب میں کوئی حدیث نہ آئی ہوتی، نہ کسی عالم نے اس کی تصریح فرمائی ہوتی، تاہم بملاحظہ ان آیات و احادیثِ متکاثرۂ متوافرۂ متظافرہ کے جن سے بالقطع والیقین سراپائے سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نورِ صرف کانِ لطافت وجانِ اضارت ہونا ثابت، ہم حکم کرسکتے کہ حضور کے لئے سایہ نہ تھا، نہ کہ باوجود توافقِ عقل ونقل تسلیم میں لیت ولعل ہو (والعیاذ)۔

شک کرنے والا ہمیں نہیں بتاتا کہ اسے رَدِّ احادیث و طرحِ اقوالِ علماء پر کون سی بات حامل ہوئی، کیا ایسے ہی اکابر کے اقوال ان ارشادات کے صاف برخلاف، کہیں دیکھ پائے یا عقل نے نورِ محض کے سایہ ہونے کی بھی کوئی راہ نکالی جو اس نے دلائل میں تعارض جان کر شک و تردد کی بناء ڈالی اور جب ایسا نہیں تو شاید عظمت قدرتِ الٰہی میں تامل یا وہی بدمذہبوں کا قیاس مطروح الاساس کہ ما انتم الا بشر مثلنا[1] (نہیں ہو تم مگر ہماری طرح بشر۔ت) اس پر باعث ہوا، جب تو آفت بہت ہی سخت ہے، اللہ تعالٰی رحم فرمائے۔

ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ ط انک انت الوھاب[2]	اے رب ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اس کے کہ تُو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر، بے شک تُو ہے بڑا دینے والا۔(ت)

قولہٗ ادعائے وجودِ ظل میں ایہام سُوءِ ادب ہے۔

اقول اَلْاٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ[3] (اب حق واضح ہوگیا۔ت) اللہ تعالٰی نے حق بات کو عُلُوّ وغلبہ میں کچھ ایسی شانِ عجیب عطا فرمائی ہے کہ تشکیک و حیرت بلکہ تکذیب معاندت کی تاریکیوں

---

[1] القرآن الکریم ۳۶/۱۵

[2] " ۳/۸

[3] " ۱۲/۵۱

www.alahazratnetwork.org

میں بھی من حیث لا یدری اپنا جلوہ دکھا جاتی ہے، مجیب کو منع اصرار پر اصرار تھا۔ اب اقرار کرتے ہیں کہ وجودِ ظل ماننے میں ایہامِ سُوءِ ادب ہے، اور پُر ظاہر کہ ایہامِ گستاخی تو وہیں ہوگا جہاں عیب و منقصت کا پہلو نکلتا ہو، اب شرعِ مطہر سے پُوچھ دیکھئے کہ ایسی بات کا جزماً و قطعاً ردّ و انکار واجب یا سکوت و حیرت کی کشمکش میں مہمل چھوڑ دینا مناسب نہیں۔ اب تو آپ کے اقرار سے فرضِ قطعی ٹھہرا کہ سایہ ہونے کا اقرار بلیغ کیا جائے اور اس پر حد درجہ کا اصرار تام رکھا جائے کہ ہر اس خس و خاشاک سے جو ایہاماً و احتمالاً بھی بُوئے تنقیص دیتا ہو، ساحتِ نبوت کی تبریت اصولِ ایمان سے ہے اور بات بھی یہی ہے کہ جب سایہ کو کثافت لازم اور لطافتِ کاملہ عدمِ ظل کو مستلزم، تو بحکم مقدمۂ اولیٰ جسے عدمِ سایہ میں شک ہوگا وہ درحقیقت سراپائے اقدس حضرتِ رسالت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کی لطافت میں متردد ہے اور سایہ ماننے والا کثافت اور نہ ماننے والا کمال لطافت کا معتقد ہے پھر مسلمانوں کو نفیِ سایہ پر اصرار سے منع کرنا بعینہٖ یہ کہنا ہے کہ لطافتِ جِرم والا کو یقینی نہ جانو اور عیاذاً باللہ کثافت بھی محتمل مانو۔ اب اس شک و ابدائے احتمال کا حکم بغایت شدید ہونا چاہیے تھا مگر خیر گزری کہ لازمِ مذہب، مذہب نہیں قرار پایا۔

قولہٗ اور اصرار بر عدم میں احتمالِ دعوٰی غیر واقع ہے۔

اقول احادیثِ صحاحِ بخاری و مسلم یکسر اُڑ گئیں؛ کہیں نہیں کہہ سکتے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ فرمایا یا ایسا کیا یا وہاں یہ واقعہ ہُوا کہ جب تک تواتر نہ ہو احتمالِ دعوٰی غیر واقعہ سب جگہ قائم، کچھ دنوں خدمتِ شرع نصیب رہے تو خوب واضح ہو جائے کہ احتمالات مجردہ جو مَناشی صحیحہ سے ناشی نہ ہوں یک لخت پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں اور ان پر کسی طرح بنائے کار نہیں ہو سکتی ورنہ واجبات سے تو یکسر ہاتھ دھو بیٹھئے کہ قطع و یقین منافیِ وجوب اور بے تیقن اصرار معیوب، تیمم کے طریقے بالکل مسدود کہ ہر خاک و سنگ میں احتمالِ نجاست موجود، نصِ قرآنی یا احادیثِ متواترہ میں تو ان مٹیوں کی پاکی مذکور نہیں، نہ یہ زمینیں ابتدائے خلقت سے ہر وقت ہمارے پیشِ نظر ہیں کہ عدمِ تنجس پر یقین حاصل ہو، ہر نماز کے وقت ہر بار کپڑے پاک کرنا ضرور ہو کہ ممکن ہے کوئی ناپاکی پہنچی ہو اور ہمیں اطلاع نہ ہوئی ہو، وضو و غسل و غسلِ ثیاب آبِ غیر جاری سے رَوا نہ ہو کہ یہاں بھی وہی آتش کاسہ میں ہے، اکثر عورتوں خصوصاً زنانِ ہمسایہ و قرابت دار میں احتمال ہے کہ انھوں نے یا ان کی ماں یا باپ نے ناکح کی ماں کا دُودھ پیا ہو یا ناکح نے جس عورت کا دُودھ پیا اُس نے انھیں دُودھ پلایا ہو یا وہ عورتیں ناکح کے باپ یا دادا یا نانا کی ممسوسہ یا منظورہ بِصُوَرِ معہودہ ہوں، پھر نکاح کیونکر ہو سکے، اور جنھوں نے اس قاعدۂ جدیدہ سے ناواقفی میں کر لیا ہے ان پر متارکہ لازم ہو، قاضی شہادتِ شہود پر حکم نہیں کر سکتا، ممکن کہ گواہ جھوٹ

www.alahazratnetwork.org

بولتے ہوں یا انھیں صورتِ واقعہ یاد نہ رہی ہو الٰی غیر ذٰلك من المفاسد التی لاتحصٰی (اس کے علاوہ بے شمار فساد لازم آئیں گے۔ ت) غرض اس دو حرفی قاعدہ نے ایک عالم تہ و بالا کر ڈالا، دین و دنیا کا عیش تلخ کر دیا۔

عزیزا! یہ کہنا تو اس وقت رَوا تھا جب کوئی حدیث اس بارہ میں وارد نہ ہوتی، نہ کلماتِ علماء میں اس کا پتا چلتا، نہ وجودِ سایہ لطافتِ تنِ اقدس کے منافی ہوتا، یا یہ ہوتا کہ احادیث و اقوال ایک پلّہ کے دونوں طرف ہوتے اور لطافتِ ثابتہ کسی طرف ترجیح نہ دیتی تو کہہ سکتے تھے کہ دلیل سے کچھ ثابت نہیں ہوتا اور ایک بات پر حکمِ حتمی میں احتمالِ نسبت غیر واقعی ہے اور مسئلہ اصولِ دین سے نہیں، نہ ہمارا کوئی عمل یا عقیدہ اس پر موقوف، پھر خواہ مخواہ خوض بیکار سے فائدہ؟ من حسن اسلام المرء ترکہ مالایعنیہ[1] (کسی شخص کے اسلام کا حُسن یہ ہے کہ وہ بے مقصد باتوں کو چھوڑ دے۔ ت) ایسے ہی مقامات پر علمائے محتاط سکوت و توقف کرتے اور تعارضِ دلائل ذکر کرکے اسی قسم کے کلمات لکھ دیتے ہیں، امثالِ مسائلِ تفاضلِ نسار و اثابتِ جنۃ و حالِ اطفالِ اصحابِ ضلال سے مجیب نے وہ لفظ سیکھ کر تحریر کر دیئے اور فرقِ مجثین پر نظر ذکی' ہم زیادہ نہیں مانگتے ایک ہی جگہ دکھا دیں کہ کوئی مسئلہ احادیث سے ثابت اور اقوالِ علماء سے نقلِ خلاف اس پر متظافر اور ایک حکم یقینی ایمانی مثل لطافتِ جسمِ نورانی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسے مستلزم اور اس کے سبب عقلِ نورانی وجہِ ایمانی حقیقتِ مسئلہ پر حاکم ہو، پھر کسی عالم معتبر نے وہاں توقف اختیار کیا ہو اور اصولِ دین سے نہ ہونے یا مخالفتِ واقع کے احتمال کو مانعِ تسلیم قرار دیا ہو ورنہ یہ نوتراشیدہ مضمون قابلِ توبہ و استغفار ہے۔ ربنا اغفر لنا وللمؤمنین جمیعا (اے ہمارے پروردگار! ہمیں اور تمام مومنوں کو بخش دے۔ ت)

قولہٗ مسئلہ اصولِ عقائد سے نہیں جس کے باب میں ہر شخص کو اہتمام ضرور ہو۔

اقول مجیب صاحب (سامحنا اللہ وایاہ بالعفو والمغفرۃ، اللہ تعالٰی عفو و مغفرت کے ساتھ ہم سے اور اس سے درگزر فرمائے۔ ت) نے اس چار سطر کے جواب میں عجب تماشا کیا ہے کہ اکثر دلیلیں جو قائم کیں ان کے صغرٰی کو ظاہرًا تسلیم تھے لکھتے گئے اور کبرٰی کہ بدیہی البطلان تھے، مطوی فرما دیئے، مثلاً لکھا:

"محدثانِ اعلام نے اس کتاب کو معتبر نہیں مانا ہے۔"

---

[1] جامع الترمذی ابواب الزہد باب منہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۵۵

www.alahazratnetwork.org

اور کبرٰی یہ کہ جس کتاب کو محدثانِ اعلام نے معتبر نہ مانا ہو اس کی کوئی حدیث قابلِ احتجاج نہیں، ترک کر دیا، پھر لکھا:

"مصنف نے التزام تصحیح ما فیہ نہیں کیا"۔

اور کبرٰی یہ کہ جس مصنف نے یہ التزام نہ کیا اس کی حدیثیں مستند نہیں، ذکر نہ فرمایا، پھر لکھا:

"کسی حدیث کی معتبر کتاب میں الخ"۔

اور کبرٰی یہ کہ جو مسئلہ کتبِ معتبرہ حدیث میں نہ ہو، قابلِ تسلیم نہیں، چھوڑ دیا۔ پھر لکھا:

"اصرار بر عدم میں احتمال الخ"۔

اور کبرٰی یہ کہ جہاں یہ احتمال ہو اس میں توقف ضرور اور تسلیم بے جا، تحریر نہ کیا۔ اب اخیر درجہ یہ لکھا کہ:

"مسئلہ اصولِ عقائد سے نہیں"۔

اور کبرٰی کی طرف ان لفظوں سے اشارہ کیا:

"جس کے باب میں ہر شخص کو اہتمام ضرور ہو"۔

صاف کہا ہوتا کہ جو مسئلہ اصولِ عقائد سے نہیں اس میں اہتمام کی کچھ حاجت نہیں۔ سبحان اللہ! ایک ذرا سے فقرہ میں تمام مسائلِ فقہیہ کی بیخ کنی کر دی کہ وہ بداہۃً فروع ہیں نہ اصول، پھر ان کا اتباع محلِ اہتمام سے معزول اور واجبات و سنن کا تو پتا نہ رہا کہ انھیں عقدِ قلب سے کب بہرہ ملا، اب شاید بعد ورودِ اعتراض یہ تخصیص یاد آئے کہ ہمارا کلام مسائلِ غیر متعلقہ بجوارح میں ہے۔

اقول اب بھی غلط، متکلمین تصریح کرتے ہیں، مسائل خلافت اصولِ دین سے نہیں، مواقف و شرح مواقف میں ہے:

(ولما توفاہ) اشارۃ الی مباحث الامامۃ فانہا وان کانت من فروع الدین الا انہا الحقت باصولہ دفعا للخرافات اھل البدع والاھواء وصونا للائمۃ المھتدین عن مطاعنہم (وفق اصحابہ لنصب اکرمہم واتقاھم) یعنی ابا بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ[1] اھ ملخصا۔ وفیہ من المصد ر

(شارح فرماتے ہیں) لما توفاہ، امامت کی بحث کی طرف اشارہ ہے، اگرچہ مسئلہ فروعِ دین سے ہے مگر اہلِ ہوا اور بدعتیوں کے خرافات کو دفع کرنے کے لئے اور ائمہ دین کو ان کے طعن سے بچانے کے لئے اصولِ دین سے ملحق کر دیا (کہ تمام صحابہ کرام اپنے سے اتقٰی و اکرم یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی امامت پر متفق ہو گئے) مواقف خامس میں ہے

---

[1] شرح المواقف خطبۃ الکتاب منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/ ۲۱ و ۲۲

www.alahazratnetwork.org

الرابع من الموقف الخامس فی الامامۃ و مباحثہا لیست من اصول الدیانات و العقائد خلافاً للشیعۃ[1] اھ۔ — مقصد رابع امامت میں ہے امامت کی بحث اصولِ عقائدِ دین میں سے نہیں ہے بخلاف شیعوں کے (کہ اُن کے نزدیک اصولِ دین سے ہے)اھ(ت)

کیا یہ قاعدۂ مخترعہ یہاں بھی اہتمام ضروری نہ رکھے گا اور اقرار و انکار امامت ائمہ کو یکساں کردے گا' ایران ومسقط کو مژدۂ تہنیت، اب چین سے اپنا کام کیجئے، خلافتِ راشدہ خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم میں شوق سے کلام کیجئے، تیرۂ صدی کی برکت سُنیوں کی ہمت، اب انھیں ان مباحث سے کام ہی نہ رہا۔ حقیقت خلافت کا اہتمام ہی نہ رہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (بیشک ہم اللہ تعالٰی کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے۔ت)

فقیر کو حیرت ہے باوجود توافقِ عقل ونقل و ورودِ احادیث وشہادتِ ائمہ عدل و اقتضائے خردبیانی بحکم لطافت جرم نورانی وتاکیدِ محبتِ سیدِاکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قبول سے کیا چارہ اور ترکِ اصرار و اہتمام کس کا یارا، اور یہ بھی نہیں کھُلتا کہ لفظِ "ہرشخص" فرماکر عمومِ سلب سے سلبِ عموم کی طرف کیوں ہوا! کیا بعض کو اہتمام ضروری بھی ہے؟ اور ایسا ہو تو وہ بعض معیّن ہیں یا غیر معیّن؟ برتقدیرِ ثانی کلام، مقصود پر منعکس و منقلب ہوجائے گا اور تحرزاعن الوقوع فی المحذور ہرشخص کو اہتمام ضرور قرار پائے گا اور پہلی شق پر بحکم الحکم لتبیننہ للناس[2] (کہ تم ضرور اُسے لوگوں سے بیان کردینا۔ ت) کا لِقیاد ہو، اس تعیین کی تبیین، پھر اُس پر دلیلِ مبین ارشاد ہو۔

وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد البدر واٰلہ واصحابہ النجوم والعلم بالحق عند اللہ ربنا تبارک وتعالٰی واھب العلوم استراح القلم من ھذا التنمیق الانیق فی العشرۃ الوسطٰی من ذی الحجۃ المحرم سنۃ ۱۲۹۷ (سبع وتسعین بعد الالف و — اللہ تعالٰی درود نازل فرمائے ہمارے آقا محمد مصطفٰی پر جو چودھویں کے چاند ہیں اور آپ کے آل واصحاب پر جو روشن ستارے ہیں۔ حق کا علم اللہ تعالٰی کے پاس ہے جو ہمارا پروردگار ہے اور علوم عطا فرمانے والا ہے۔ اس عمدہ تحریر کی تزیین سے قلم نے حُرمت والے مہینے ذوالحجہ کے درمیانی عشرے کے اندر ۱۲۹۷ھ کو ایک ہی

---

[1] شرح المواقف المرصد الرابع منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/۳۴۴

[2] القرآن الکریم ۳/۱۸۷

www.alahazratnetwork.org

الماشین) فی جلسۃ واحدۃ فی البلدۃ المطھرۃ مارھرۃ المنورۃ بجنب مزارات الکرام البررۃ ساداتنا و مشائخنا العرفاء الخیرۃ افاض اللہ علینا من نفحات فیوضھم العطرۃ اٰمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

نشست میں راحت حاصل کی۔ شہر پاک مارہرہ منورہ میں آرام فرمانے والے ان اولیائے کرام کے مزاراتِ مقدسہ کے پہلو میں یہ تحریر لکھی گئی جو ہمارے سردار و مشائخ عارفین گرامی قدر ہیں۔ اللہ تعالٰی ان کے فیوضِ معطرہ کی خوشبوئیں ہمیں عطا فرمائے، آمین! تیری رحمت کے ساتھ اے بہترین رحم فرمانے والے۔ (ت)

فصلِ دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نقلِ تحریریکہ الحال از ریاست محمد آباد، عصمہ اللہ بالرشد والسداد وصانھا عن الشر والفساد سلسلۂ سخن را جنبشِ تازہ داد۔

نقل تحریر از ریاست محمد آباد جس نے سلسلۂ سخن کو تازہ جنبش دی، اللہ تعالٰی اس ریاست کو ہدایت و درستگی کے ساتھ آباد رکھے اور اس کو شر و فساد سے بچائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علٰی رسولہ محمد و اٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین، امابعد مردم میگویند کہ برائے شخصِ مبارک عالی حضرت رسالت پناہی، نبوت دستگاہی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سایہ ظل چنانچہ جملہ اجسام واجرامِ کثیفہ ولطیفہ را می باشد نبود گاہے از ابتدائے خلقت حضرت رسالت پناہی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تا آخر لقائے رب العٰلمین تعالٰی شانہ، ہمچناں بود بے سایہ و بے ظل گزرانیدہ اند۔

تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ درود وسلام نازل ہو اس کے رسول محمد مصطفٰی پر، آپ کی آل پر اور آپ کے تمام صحابہ پر۔ بعدازاں لوگ کہتے ہیں کہ جس طرح تمام اجسام کثیفہ ولطیفہ کے لئے سایہ ہوتا ہے ایسا سایہ حضرت عالی مرتبت، رسالت پناہ، نبوت دستگاہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جسم مبارک کے لئے نہیں تھا، اور یوں بھی کہتے ہیں کہ پیدائش سے آخر عمر تک ہمیشہ سایہ نہ تھا۔

www.alahazratnetwork.org

فقیر میگوید کہ ایں معجزہ در کتابیکہ لائقِ اعتماد باشد و اہلِ سند و اسناد آنرا بسندِ صحیح بیان کردہ باشند، ندیدہ ام در کتابِ صحاح و سنن کہ مروج اند از کسے نشنیدہ ام کہ ثبوت کردہ اند و آنچہ اہلِ سِیَر و مغازی بیان میکنند اعتمادِ آں چنانچہ اہلِ حدیث راہست، معلوم پس ہر کرا از اہلِ علم ثبوت آں از روئے سندِ صحیح از کتاب و سنن بیان فرمایند، اجرِ آں از فقیر از خداوند تعالٰی مامول وارند فقط۔

فقیر کہتا ہے کہ یہ معجزہ کسی ایسی کتاب میں جو لائقِ اعتماد ہو اور اہلِ سند و اسناد نے اسے بسندِ صحیح بیان کیا ہو، میں نے نہیں دیکھا، کتبِ صحاح و سُنن میں کسی سے نہیں سُنا کہ ثابت کیا ہو۔ اہلِ سِیَر و مغازی جو بیان کرتے ہیں اس پر جیسے کہ محدّث کو اعتماد ہے، معلوم ہے، لہٰذا تمام اہلِ علم کو چاہیے کہ اس کا ثبوت از روئے سندِ صحیح کتاب و سنّت سے بیان فرمائیں، اس کا اجر فقیر سے خداوند تعالٰی سے امید رکھیں۔ فقط

کتبہ ابوعبداللہ محمد عفی عنہ

باہتزاز نسیم ایمانی بپامال فصل خزانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ خالق الظل والحرور جاعل الظلمٰت والنور، ثم الذین کفروا بربھم یعدلون والصلٰوۃ والسلام علی السراج المنیر فی نادی القلوب، القمر المنزہ عن کل کلف وخسوف ومحاق وغروب، ثم الذین فجروا عن نورہ یعمھون وعلٰی اٰلہ النجوم واصحابہ مصابیح العلوم مالم یکن للارمد عند ضوء العین سکون، سایہ پروردۂ دامنِ ناسزائی، روئے نادیدۂ نیرِ دانائی، فقیرِ ناسزا، رونقِ بازارِ معاصی فزا، سربگریبان فکرِ جزا،

فصلِ خزانی کی پامالی کیلئے نسیمِ ایمانی کی پُروائی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو سائے اور دھوپ کا خالق اور ظلمت و نُور کو پیدا فرمانے والا ہے۔ پھر کافر لوگ اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں۔ اور درود و سلام نازل ہو دلوں کی مجلس کو چمکانے والے آفتاب پر اور اُس ماہتاب پر جو چھاؤں، گرہن، مِٹ جانے اور غروب ہونے سے پاک ہے۔ پھر نافرمان لوگ اس کے نور سے بے بہرہ ہیں، اور ان کی آل پر جو ستارے ہیں اور اصحاب پر جو علوم کے چراغ ہیں۔ آشوبِ چشم والے کو سورج کی روشنی کے وقت سکون نہیں ہوتا۔ دامنِ نالائقی کے سایہ میں پرورش پانے والا، خورشیدِ دانائی کا چہرہ نہ دیکھنے والا، گناہ افزا بازار کی رونق، فکرِ جزا میں

www.alahazratnetwork.org

عبدالمصطفٰے معروف بہ احمد رضا غفر اللہ لہ ما یجری منہ وما مضٰی، خدائے خود را بہ یکتائی و مصطفائے وے را بہ بے ہمتائی ستودہ مہرِ بہشتی چہرِ تحقیق و آفتابِ جہاں تابِ تدقیق را، چناں بریزش امطارِ انوار، و بارشِ اضواءِ نصف النہارے آرد کہ پیشترک از وروِ ایں جوابِ سوال نما و عرضِ اعراض فزا و وفاقِ شقاق آمود، و لطفِ عتاب آلود، فقیرِ حقیر در ہمیں مسئلۂ پیش آیندہ دو ستارہ تابندہ از آفاقِ سخن سرائے، باشراقِ جلوہ نمائے، آوردہ ام یکے کالشمس وضحٰھا و دگر کالقمر اذا تلٰھا ہر کرچشمے وارد از رمد پاک، و دلے پذیرائے نورِ ادراک، بصر و بصیرتش را از تجلیہائے ظلمت روالش نیکوترین بہرہ وریہا مہیا و مہنا باد، عزیزانِ نو کر طرحی تازہ افگندہ اند و راہے جدید پیش گرفتہ، اگر با اینہا نیز برسم چالشگری دمے چند آویزشی کنیم، یارب بر خاطرِ خردہ بینانِ خرد پرور و وقت گزینانِ بالغ نظر، بے گوارش مرداد، آمین، و باللہ ثم برسولہ نستعین، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

قولہ مردم میگویند الخ۔

اقول ائمہ دین یا عوام مقلدین علی الاول

پریشان، عبدالمصطفٰے معروف بہ احمد رضا (اللہ تعالٰی اسکی آئندہ و گزشتہ کوتاہیوں کو معاف فرمائے) اپنے خدا کو یکتا و لاشریک جاننے اور اُس کے مصطفٰے کو بے مثل ہونے کی توصیف کے بعد بہشتی چہرہ والے آفتابِ تحقیق اور جہان کو روشن کردینے والے خورشید کو اس طرح انوار و اضواء کی برسات کے ساتھ لاتا ہے کہ تمہارے سوال کے جواب اور رُو گردانی بڑھانے والی عرض اور خلاف پُر موافقت اور عتاب آلود نرمی سے کچھ پہلے فقیرِ حقیر نے اس زیرِ نظر مسئلہ کے متعلق سرائے سخن کے کناروں سے دو چمکتے ہُوئے ستارے لائے ہیں، ایک کالشمس وضحٰھا اور دوسرا کالقمر اذا تلٰھا، جو شخص صحتمند آنکھ اور قابلِ نورِ علم دل رکھتا ہے اس کی بصارت و بصیرت کو ان ستاروں کی کاشفِ ظلمات تجلیات سے اچھی طرح کامیابیاں مہیا و مبارک ہوں۔ نئے پیاروں نے جو تازہ طرح ڈالی اور نیا راستہ اختیار کیا، اگر ہم بھی ان کے ساتھ بطور جیسے کو تیسا (ترکی بہ ترکی) مقابلہ کریں تو اے خدا! نکتہ داں عقلمندوں اور باریک بیں بالغ نظروں کے دل پر احساسِ تلخی، انصاف! آمین! اللہ تعالٰی سے پھر اس کے رسول صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے ہم مدد چاہتے ہیں، بلندی و عظمت والے خدا کی توفیق کے بغیر نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت۔

قولہ لوگ کہتے ہیں الخ

اقول لوگوں سے مراد ائمہ دین ہیں یا عوام

www.alahazratnetwork.org

بجانب مقصود از در نقیض آمدن ست، و استیناس نقد، بہ لباسِ اسد، خواستن، مگر ارشاد ائمہ بسند نیست، کہ دلیلے دیگر جوئی، یا ایں راہ بمنزل حضر سلمیٰ نمی رود کہ بہ شعبے جدا گانہ پوئی۔ من فقیر گمان برم و نا راست نمی برم کہ اِن شاء اللہ تعالیٰ رُوئے توجہ بسوئے مقدمہ ثالثہ تحریر ثانی تافتن ہماں باشد، و ایں وسوسہ را جواب شافی و علاج کافی یافتن ہماں، آخر نہ خدا ئیکہ حضراتِ عالیہ ایشاں را بر سُر یرِ امامت و اریکۂ زعامت جائے داد و بحکم الخراج بالضمان[1] ثقل تحمل اعبائے گرانبار فاعتبروا یا ولی الابصار[2] بر ذمتِ ہمتِ ایشاں نہاد و ضعف و ناتوانی ما عامیان نا دیدہ رو و بدست کم دانشی گرد دید و بفحوائے ان مع العسر یسرا[3] و ما جعل علیکم فی الدین من حرج[4] خوانِ نعمت فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون[5]

مقلدین ؟ اگر ائمہ دین مراد ہیں تو پھر یہ خلافِ مقصود کی طرف آنا اور لباسِ شیر میں اُنسِ نقد طلب کرنا ہے، کیا ائمہ کرام کا ارشاد نا کافی ہے کہ دوسری دلیل طلب کرتے ہو یا ائمہ دین کا یہ راستہ مطلوب تک نہیں پہنچتا، اس لئے علیحدہ پگڈنڈیوں پر بھٹکتے پھرتے ہو؟ میں گمان کرتا ہوں اور درست گمان کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ تعالےٰ توجہ کا رُخ تحریر ثانی کے مقدمہ ثالثہ کی طرف ہی پھیرنا ہوگا اور تمھارے اس وسوسہ کا وہی جواب شافی و علاج کافی ہوگا۔ آخر خداوند تعالیٰ نے حضرات عالی شان کو امامت کے تختوں اور سرداری کی مسندوں پر مقام عطا فرمایا اور الخراج بالضمان (خراج ضمان کی وجہ سے ہوتا ہے۔ت) کے فیصلہ کے مطابق فاعتبروا یا اولی الابصار (تو عبرت لو اے نگاہ والو۔ ت) کے گرانوں کا بوجھ برداشت کرنا ان کے ذمہ ہمت پر نہ رکھا؟ اور ہم نادیدہ رو کی کمزوری کو اور کم علمی کے ہاتھ گرویدہ شدگان کو نہ دیکھا اور بہ مقتضائے ان مع العسر یسرا (بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔ت) اور وما جعل علیکم فی الدین من حرج (اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔ت)

---

[1] جامع الترمذی ابواب البیوع باب ماجاء من یشتری العبد و یغلہ الخ امین کمپنی دہلی ۱/۱۴۵

[2] القرآن الکریم ۵۹/۲ [3] القرآن الکریم ۹۴/۶

[4] " " ۲۲/۷۸

[5] " " ۱۶/۴۳ و ۲۱/۷

چیست۔

نعمتِ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون (تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمھیں علم نہ ہو۔ت) کا خانچہ نہ چنا؟

اے خوشا کسیکہ بحکم ان اللہ تصدق علیکم فاقبلوا صدقتہ فرمان ایں صلائے جانفزا پذیرفت، و از کشاکش لم وکیف پاک رست و بدا کسیکہ بناکامی اماھذا فقد اعرض فاعرض اللہ عنہ کار برخود دشوار کرد و پائے از اندازہ گلیم بیروں کشیدن جست ؎

آفتاب اندر میان آنگہ کہ میجوید سہا

دوستو! بہت ہی خوش نصیب ہے وہ جس نے بر تقاضائے ان اللہ تصدق علیکم فاقبلوا صدقتہ (بے شک اللہ نے تم پر صدقہ کیا تو اللہ تعالٰی کے صدقہ کو قبول کرو۔ت) اس روح فزا فرمان کو قبول کیا اور چون وچرا کے چکر سے خلاص ہوا؛ اور بہت بدبخت ہے وہ جس نے اماھذا فقد اعرض فاعرض اللہ عنہ (لیکن اس نے اعراض کیا تو اللہ تعالٰی نے اس سے اعراض فرمایا۔ت) کی ناکامی کے سبب اپنے اوپر کام مشکل کرلیا اور اندازہ گودڑی سے پاؤں باہر کھینچ لے ؎

آفتاب اندر میان آنگہ کہ میجوید سہا

(آفتاب موجود ہو تو سہا کو کون تلاش کرتا ہے)

فائدہ: بنات النعش میں ایک باریک ستارہ ہے جس کو سہا کہتے ہیں۔

وعلی الثانی یارب عزّ سیدنا وابن سیدنا حبرالامۃ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما وحضرت ذکوان تابعی وامام ہمام حجۃ اللہ فی الانام

اور دوسری شق پر (بصورت عوام مقلدین) پناہ بخدا! کیا سیدنا عبداللہ بن عباس، حضرت ذکوان تابعی، عبداللہ بن مبارک، امام ابن الجوزی، ابن سبیع،

۱؎ صحیح مسلم کتاب صلٰوۃ المسافرین وقصرھا	قدیمی کتب خانہ کراچی	۱/ ۲۴۱
سنن ابی داؤد باب صلٰوۃ المسافر	آفتاب عالم پریس لاہور	۱/ ۱۷۰
جامع الترمذی ابواب التفسیر تحت آیۃ ۲/ ۱۰۱	امین کمپنی دہلی	۲/ ۱۲۸
سنن ابن ماجۃ باب تقصیر الصلٰوۃ فی السفر	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	ص ۷۶
۲؎ صحیح البخاری کتاب العلم باب من قعد حیث ینتہی بہ المجلس	قدیمی کتب خانہ کراچی	۱/ ۱۶
صحیح مسلم کتاب السلام باب من اتی مجلسا فوجد فرجۃ الخ	" "	۲/ ۲۱۷

www.alahazratnetwork.org

عبداللہ بن مبارک و امام حافظ شمس الملۃ والدین ابوالفرج ابن الجوزی و امام علامہ ابن سبع وحافظ رزین محدث و امام الامہ حافظ الشرق والغرب مولانا جلال الملۃ والحق والدین ابوبکر سیوطی و امام علام عاشق المصطفیٰ سید الحفاظ جبل الشرع والدین حبل اللہ المتین قاضی عیاض یحصبی و امام ربانی احمد بن محمد خطیب قسطلانی وفاضل اجل محمد بن عبدالباقی زرقانی وعلامہ فہامہ شہاب الملۃ والدین خفاجی وشیخ محقق سیدنا عبدالحق محدث دہلوی وغیرہم ائمہ دین وجہابذہ قادۃ ناقدین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین ونفعنا ببرکاتہم فی الدنیا والدین را معاذ اللہ در سلکِ عوام منخرط شمارند یا فصوص نصوص ایشاں را از زنگِ غلط منزہ نہ پندارند، ان ھذا لشیئ عجاب۔

حافظ رزین محدث، علامہ جلال الدین سیوطی، قاضی عیاض، امام احمد قسطلانی، علامہ زرقانی، علامہ خفاجی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہم کو معاذ اللہ عوام میں شمار کرتے ہیں، یا اُن کے نگینہ ہائے نصوص کو زنگِ اغلاط سے مصفّٰی ومبرّا گمان نہیں کرتے ان ھذا لشیئ عجاب (بے شک یہ عجیب بات ہے)۔

قولہ چنانچہ جملہ اجسام واجرام کثیفہ ولطیفہ را مے باشد۔

اقول نازم ایں کلیتِ مطلقہ واحاطتِ مستغرقہ راکہ بہجوم عموم واغراق اطلاقش بر سنگلاخ کثافت بس نکردہ خیمہ تا بسرحدِ لطافت کشیدہ تاکہ عزیزاں از حقیقت ظل آگاہی ندارند۔
اے مخاطب! سایہ پروردگار ِ نگر دانی کہ سایہ چیست؟ نیرے تافتن آغاز کرد و بہر جا بساطِ نور گسترد، و اجسامے از میان خاستہ ونفوذِ اشعہ را مانع آمدہ اینجا پردہ فروہشت، و پردگی از نور مہجور گشت، ہوائے متوسط کہ بحکم مقابلت وشدتِ قابلیت از تنور واستضاءت بہرہ

قولہ جیسا کہ تمام اجسامِ کثیفہ ولطیفہ کے لئے ہوتا ہے۔

اقول اس کلیتِ مطلقہ اور احاطہ مستغرقہ پر ناز کہ اِس اطلاق کو سنگِ کثافت پر ہی بند نہ رکھا، حدِ لطافت تک کھینچ ڈالا، شاید وہ دوست سایہ کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہیں۔
اے ناز ونعمت میں پلے ہوئے مخاطب! شاید تمہیں معلوم ہے سایہ کیا شے ہے؟ سورج چمکنے لگا، ہر جگہ نور کی چادر بچھا دی، درمیانی اجسام رکاوٹ بنے اور روشنی کے آگے پردہ لٹکا دیا، پردگی نور سے مہجور ہوگئی، ہوائے متوسط نے بسبب مقابلہ و شدتِ قابلیت روشنی سے کافی حصہ لیا اور اس

www.alahazratnetwork.org

کافی ربود، آں محروم را نیز پارہ از انجلاء ارزانی نمود۔

محروم کو بھی روشنی کا کچھ حصہ عطا کیا۔

ایں ضوء ثانی را ظل نامند و نیکو روشن کہ ایں معنے بے حجب، و حجب بے منع نفوذ، و منع نفوذ بے کثافت صورت نہ بندد، و او فراہ اگر ایں اطلاق راست باشد اشراقِ ارض محال گردد کہ میان فاعل و قابل جرم آسمان حائل، بلکہ ہم از مدعا نقیضِ مدعا لازم آید کہ چوں جسمے ہمچو فلک درمیان ست، استنارہ ہوا کہ مضئ ثانی ست خود چہ امکان ست، پس از روئے زمین تا سطحِ آسمان ہیچ جسمے را سایہ نباشد، والسالبۃ الجزئیۃ تناقض الموجبۃ الکلیۃ وتقیید مرئی بودن کہ حاجب نباشد مگر از مبصرات با آنکہ تخصیص بعد الاعتراض ست در امثال ہوا و نار جاری۔

اس دوسری روشنی کو ظل کہتے ہیں اور خوب ظاہر کہ یہ معنیٰ بے پردہ اور پردہ بلا منعِ نفوذ اور منعِ نفوذ کثافت کے سوا ناممکن ہے۔ ہائے زیادتی! اگر یہ اطلاق درست ہو تو زمین کا روشن ہونا محال ہوجائے اس لئے کہ سورج اور زمین کے درمیان جسم آسمان حائل ہے بلکہ تمہارے دعوٰی سے ہی تمہارے دعوٰی کی نقیض لازم آتی ہے کہ جب آسمان جیسا جسم درمیان ہے تو ہوا جو ثانوی درجہ میں روشن ہے، کیسے ممکن کہ روشن ہو، لہٰذا روئے زمین سے آسمان تک کسی جسم کا سایہ نہ ہو والسالبۃ الجزئیۃ تناقض الموجبۃ الکلیۃ (اور سالبہ جزئیہ موجبہ کلیہ کی نقیض ہے۔ ت) اور چونکہ جو چیزیں نظر آتی ہیں وہی پردہ بنتی ہیں اس لئے مرئی ہونے کی قید لگانا باوجودیکہ بعد از اعتراض ہے صرف ہوا اور آگ جیسی اشیاء میں جاری ہے۔

امّا نامرئی بودن آسمان مسلم نداریم، و از شہادتِ بصر و ظواہر نصوص چرا روئے برتابیم، ما اسلامیاں را با خرافاتِ فلاسفۂ ناہنجار و افسانۂ عالم نسیم و کُرۂ بخار چکار، و ہمچو ادعا ہائے نامنتظم را پیش ظواہر قرآن و حدیث چہ قیمت و کدام وقعت؟

بہرحال آسمان کا غیر مرئی ہونا ہم نہیں مانتے، ہم کیونکر عینی شہادت اور ظاہر نصوص سے روگردانی کریں، ہم اہلِ اسلام کو بے راہ فلسفہ کی خرافات اور کُرۂ ہوا و بخار سے کیا کام؟ اور ایسے بے سروپا دعاوی کی قرآن وحدیث کے ظاہر مفہومات کے سامنے کیا قیمت اور کیسی وقعت؟

قال اللہ تبارک وتعالٰی ولقد زیّنا السماء الدنیا بمصابیح[1]. و

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور بیشک ہم نے نیچے کے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کیا۔ اور

[1] القرآن الکریم ۶۷/۵

www.alahazratnetwork.org

معلوم ست کہ ازیں قسم زین وشین جز در مبصرات راست نیاید بادرانہ از پوشاک مہوشاں زریں کمر زیفتہ، نہ از خرقہ گدایاں دلق دربر وصفتے، بلکہ اگر نیکو بنگری در اجسام کثیفہ نیز عموم بجائے خود نیست، کہ میان حجب وکثافت عموم و خصوص مطلق ست، جسم مثلث اگرچہ کثیف باشد سایہ ندارد، نہ در آفتاب، نہ در ماہتاب، کہ بہمیں معنے ایمائے لطیف فرمودہ اند در کریمہ انطلقوا الی ظل ذی ثلث شعب ۵ لاظلیل ولایغنی من اللہب[1] کما استنبطہ الامام العلامۃ السیوطی فی تفسیر الاکلیل فی استنباط التنزیل[2]

معلوم ہے کہ اس قسم کی زینت وعیب مبصرات کے سوا کسی چیز پر صادق نہیں، مثلاً کوئی کیسا ہی مہ روزرق برق لباس پہن کر سنہری کربند باندھے ہوا میں کھڑا ہوجائے تو ہوا کے لئے وہ زینت نہیں کہلاتا اور اگر کوئی منگتا پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہو تو وہ ہوا کیلئے عیب نہیں کہلاتا (کیونکہ ہوا مبصر نہیں) بلکہ اگر بغور دیکھیں تو اجسام کثیفہ میں بھی عموم نہیں کیونکہ حاجب بننے اور کثیف ہونے میں عموم و خصوص مطلق ہے، چنانچہ جسم مثلث کا سایہ نہیں ہوتا خواہ کتنا ہی کثیف ہو نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں، آیہ کریمہ انطلقوا الی ظل ذی ثلث شعب لاظلیل ولایغنی من اللہب (چلو اس دھوئیں کے سائے کی طرف جس کی تین شاخیں ہیں نہ سایہ دے نہ لپٹ سے بچائے) میں مفسرین کرام نے اسی معنی کی طرف لطیف اشارہ بیان فرمایا ہے کما استنبطہ الامام العلامۃ السیوطی فی تفسیر الاکلیل فی استنباط التنزیل (جیسا کہ امام علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ نے تفسیر الاکلیل فی استنباط التنزیل میں اس کو مستنبط فرمایا ہے۔

اللّٰھم! مگر شبہا دیدہ باشند کہ از شعلہ شمع باآنکہ نار جرمے لطیف ست سایہ سرمے زند وبحکم عدم فارق دست بدامن اطلاق زدند، و بے باصل کار نبردہ کہ آنچہ مے بینند

یا اللہ! شاید انھوں نے رات کو دیکھا ہوگا کہ شعلہ شمع سے سایہ پیدا ہوتا ہے باوجودیکہ آگ جسم لطیف ہے اور اس سایہ کو آگ کا سایہ سمجھ کر بحکم عدم فارق (بین الاجسام اللطیفۃ) دامن اطلاق پر ہاتھ مارا اور حکم کلی لگا دیا اور

---

[1] القرآن الکریم ۷۷/ ۳۰ و ۳۱

[2] الاکلیل فی استنباط التنزیل تحت الآیۃ ۷۷/ ۳۰ و ۳۱ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۲۱۹

www.alahazratnetwork.org

ظلِ دخان ست، نہ سایۂ نیراں۔

قولہٗ ونگاہے از ابتدائے خلقت الخ

اقول ہمچنیں ست واطلاقِ دلائل مارا بسند، ہرکہ ابداءِ تخصیص کند مدعی اوست و بارِ ثبوت برگردنِ او، شاید برعکسِ نفس الامر از دستیاریِ قوتِ واہمہ در آئینہ تخیل عزیزاں مرتسم شدہ باشد کہ بایں تنصیص عولیص نافیانِ ظل را در اثباتِ نفی گونہ صعوبتے روئے خواہد نمود کہ تبیین دائمہ از تقریرِ مطلقہ عامہ مشکل تراست، اما ندانستہ کہ ذہن سامع دریں مقام از سلب ناموقت جز بادامت سلب تبادر نکند، وخلافش کہ خلافِ ظاہر ست محتاج بدلیل باشد، و اظلالِ سُحُب را کہ علماء غیر دائم گفتہ اند ازیں جہت ست کہ احادیثِ صحیحہ بہ سایہ کردن صحابۂ کرام باردیۂ خودشان ومیل اشجار بغصون آنہا بر سرِ حضور سید الانس والجان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ناطق شدہ، اینجا نیز اگر حدیثے معتمد بر ثبوت سایہ گواہی دہد آنگاہ از دوام سلب بہ سلب دوام نقل و عدول، متصور و معقول، ورنہ از معرض قبول بمراحل معزول، معہذا نورانیتِ جسمِ انور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بحمد اللہ قاطعِ وساوس و قامعِ ہواجس آمدہ ست،

اصل حقیقت نہ سمجھ سکے کہ یہ نظر آنے والا سایہ سایۂ دخان ہے، آگ کا سایہ نہیں۔

قولہٗ کبھی ابتدائے آفرینش سے الخ

اقول یہی صحیح ہے اور ہمارے لئے اطلاقِ دلائل دلیل کافی ہے، جو شخص تخصیص کرتا ہے وہ مدعی ہے اور بارِ ثبوت اس کی گردن پر، شاید نفس الامر کے خلاف قوتِ وہمیہ کی مدد سے ان کے آئینۂ تخیل میں یہ بات آئی ہوگی کہ اس مطالبۂ تنصیص سے نافیانِ ظل کے لئے اثباتِ نفی میں بہت مشکلات پیش آئیں گی کیونکہ دائمہ کا اثبات مطلقہ عامہ کے اثبات سے بہت زیادہ مشکل ہے مگر وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ سامع کا ذہن ایسے مقامات میں سلب غیر موقت سے سلب دوامی چھوڑ کر کسی بھی اور شے کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور اس کا خلاف جو خلافِ ظاہر ہے وہی محتاج دلیل ہے۔ اور (آپ پر) بادلوں کے سایہ کو علماء نے اس لئے غیر دائمی فرمایا کہ صحابۂ کرام کا چادروں سے اور درختوں کا اپنی شاخیں جھکا کر سایہ کرنا سرکار دو عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے سرِ انور پر، احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہوچکا ہے۔ اگر اس مسئلہ میں بھی کوئی معتمد حدیث گواہی دے تو اس وقت دوامِ سلب سے سلبِ دوام کی طرف عدول متصور و معقول ہوگا ورنہ معرضِ قبول سے کوسوں دور، اور اس کے ساتھ ہی نبیِ اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جسمِ انور کی نورانیت بحمد اللہ قاطعِ وساوس و قامعِ ہواجس آئی ہے،

www.alahazratnetwork.org

و باللہ التوفیق۔

قولہ ایں معجزہ در کتابیکہ لائق اعتماد باشد الخ۔

اقول اے کاش آنکہ آفتاب نہ بیند بارے از انکارِ خامشی گزیند، نہ آنکہ بر بینندگان خروشد، یا در بزمِ آناں نکتہ فروشد کہ سلامت در سکوت ست، و مجازفت در انجام مبہوت، مگر تصانیف ائمۂ معتمدین اعتماد را نشاید، یا در جلوہ گاہِ مہر و ماہ شمع و چراغے در باید۔

قولہ اہلِ سند و اسناد آنرا بسند صحیح۔

اقول ساعتے باش کہ از حالِ مطالبہ صحت سخن گفتنی داریم، وایں کہ ہم بر صحت سند پائے خامہ شکستہ است، مگر بر شذوذ و علت راہِ جرح و قدح بستہ است، ورنہ قیدِ اسناد، علی خلاف المراد، از چہ رو گوارا افتاد۔

قولہ در کتبِ صحاح و سنن کہ مروج است۔

اقول کاش روزے چند خدمتِ علماء و مطالعہ کلماتِ طیباتِ ایشاں روزی شدے کہ در مجاریٔ کلام بمدارجِ مرام تمیزِ مقام بدست آمدے، مقدمۂ ثانیہ تحریر ثانی از دیاد دادہ و برباد رفتہ مباد و ازاں ہم صریح تر بشنو جلالت شان، و رفعت مکان، حضرت امام خاتم الحفاظ سیدنا

و باللہ التوفیق۔

قولہ یہ معجزہ کسی ایسی کتاب میں جو لائق اعتماد ہو الخ۔

اقول افسوس! جس کو سورج نظر نہیں آتا وہ انکار سے صبر و خاموشی اختیار کرتا، نہ یہ کہ اُلٹا دیکھنے والوں پر شور و غل مچاتا یا ان کی بزم میں آ کر نکتہ فروشی کرتا کیونکہ خاموشی میں سلامتی ہے اور جھوٹا آخر پریشان و ناکام ہوتا ہے، کیا ائمہ کرام کی تصانیف قابلِ اعتماد نہیں یا پھر چاند سورج کی جلوہ گاہ میں کوئی اور دیے جلانا چاہتے ہو؟

قولہ اہلِ سند و اسناد نے اس کو بسندِ صحیح الخ۔

اقول کچھ دیر ٹھہریں کہ مطالبۂ صحت کے بارے اور صحتِ سند پر جو قلم کی ٹانگ توڑ دی، کے متعلق ہم بات کریں۔ شاید شذوذ و علت پر جرح و قدح کا راستہ بند ہو چکا ہے ورنہ برخلافِ مراد قیدِ اسناد کیسے گوارا ہوتی؟

قولہ کتبِ صحاح و سنن میں جو مروج ہیں الخ۔

اقول کاش تمہیں چند روز خدمتِ علماء کا موقع اور ان کے کلمات کا مطالعہ نصیب ہوتا اور ان کے کلام و مقاصد کے موارد و درجات میں تمیزِ مقام حاصل ہوتی۔ تحریر ثانی کا دوسرا مقدمہ بڑھا دیا، برباد نہ ہو بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ صریح سنیے۔ حضرت امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ و

www.alahazratnetwork.org

جلال الملۃ والدین سیوطی قدس سرہ العزیز علی الخصوص در فنِ شریف حدیث تا بحدے واضح وجلی ست کہ معلوم ہر صبی و مفہوم ہر غبی ست۔

الدین قدس سرہ العزیز کی جلالت شان اور رفعت مقام، خصوصاً فنِ حدیث میں ایسی واضح ہے کہ ہر صبی وغبی کی بھی جانی پہچانی ہے۔

امام علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ در شفاء شریف حدیثے نقل فرمود کہ سیدنا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ بر حضور پر نور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم چناں وچناں مے گریست و از فضائل پاکش کذا وکذا یاد مے کرد۔[1]

امام قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالٰی نے شفاء شریف میں ایک حدیث نقل کی کہ سیدنا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اس طرح روتے اور فضائل وخصائص بیان کرتے۔

امام ممدوح المقام، اعلی اللہ درجاتہ فی دار السلام، در تخریج احادیثش فرماید، در کتب حدیث ازیں اثر ہیچ اثرے نیست، اما او صاحب اقتباس الانوار و امام ابن الحاج در مدخل مفصل ومطول آوردہ اند و در ہمچو مقام ایں قدر بسند ست کہ اینجا سخن از حلال وحرام نمے رود۔

امام ممدوح المقام (جلال الدین سیوطی اعلی اللہ درجاتہ فی دار السلام) اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں، کتبِ حدیث میں اس حدیث کے بارے کوئی نشان نہیں ہے، البتہ صاحب اقتباس نے اور مدخل میں امام ابن الحاج نے اس کو مفصل ذکر فرمایا ہے اور اس قسم کے مقامات میں اس قدر سند کے ساتھ حدیث کافی ہے کہ یہاں حلال وحرام کا مسئلہ نہیں۔

علامہ خفاجی ایں معنی را از جناب رفعت قبابش نقل کردہ بمسند قبول وتقریر جائے مے دہد، حیث قال، قال السیوطی فی تخریجہ:

لم اجدہ فی شیئ من کتب الاثر لکن صاحب الاقتباس الانوار وابن الحاج

خفاجی اس کو حضرت امام سیوطی سے نقل کرکے مسندِ قبول وتقریر پر جگہ دیتے ہیں، حیث قال، قال السیوطی فی تخریجہ (جہاں کہ امام سیوطی نے اپنی تخریج میں فرمایا۔ت): میں نے اس کو کتب حدیث میں سے کسی میں نہ پایا لیکن صاحب اقتباس انوار اور مدخل میں ابن الحاج

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی القسم الاول الباب الاول الفصل الرابع دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۳۶

www.alahazratnetwork.org

فی مدخلہ ذکراہ فی ضمن حدیث طویل وکفٰی بذلک سندا لمثلہ فانہ لیس ممایتعلق بالاحکام۔[1]

نے ایک طویل حدیث کے ضمن میں اس کا تذکرہ کیا ہے اور ایسے مسائل کے لئے اتنی ہی سند کافی ہے کیونکہ اس کا تعلق احکام سے ہے۔

عزیزا! چشم انصاف از رمد تعصب صاف بکشا، وشیوۂ ائمۂ دین، پس از تصحیح عقیدت بین کہ دریں چنیں مسالک چگونہ راہ رفتہ اند، وکدامیں سیر پیش گرفتہ، سپید میگویند کہ ازیں خبر در کتب الاثر لاخبر ولا اثر، باز بر مجرد ذکر بعض اعتماد و استناد روا مے دارند، وحدیث را از پایۂ تکمیل ساقط نمی پندارند، مگر پایۂ نکتہ دانی وترک توانی، و دروغ فلانی، بر تدقیق وتحقیق، واحتیاط انیق، ایں سادۂ کرام، وقادۂ عظام، نیز چربیدہ است، کہ سخن از کتب فن دامن برچیدہ، بر دائرۂ تنگ صحاح وسُنن مروجہ محصور ومقصور گردیدہ است فالی اللہ المشتکٰی ممن یصم فلا یسمع ویرٰی فلا یرٰی۔

عزیزا! مرضِ تعصب سے تندرست چشم انصاف کھول اور عقیدہ درست کرکے ائمہ دین کا پاکیزہ شیوہ دیکھ کر ایسے مسالک میں کس طرح چلتے ہیں اور کیا طریقہ اختیار کرتے ہیں، واضح طور پر کہتے ہیں کہ اس حدیث کے متعلق کتب حدیث میں نہ کوئی خبر ہے نہ نشان، پھر صرف بعض کے ذکر کرنے پر اعتماد واستناد جائز رکھتے ہیں اور حدیث کو پایۂ تکمیل سے ساقط گمان نہیں کرتے، شاید اپنی نکتہ دانی' ہشیاری وپرہیزگاری کا مقام ان سادات کرام' قائدین عظام کی تدقیق وتحقیق اور بہترین احتیاط پر بڑھا دیا کہ گفتگو نے اپنا دامن تمام کتب فن سے لپیٹ کر صحاح وسُنن مروجہ کے دائرہ تنگ میں بند کردیا فالی اللہ المشتکٰی (تو اللہ تعالٰی ہی کی بارگاہ میں فریاد ہے۔ ت)

قولہ وآنچہ اہل سیر ومغازی بیان میکنند۔

قولہ اور جو اہل سیر ومغازی بیان کرتے ہیں الخ

اقول ہمانا گوش عزیزاں کم بہ امثال ایں سخناں از کلمات ائمہ والاشان آشنا شدہ است واز محال محاورہ ومجال مناظرہ

اقول غالباً عزیزوں کے کان ایسی باتوں سے تو آشنا ہوئے مگر ائمہ عالیشان کے مکالمات اور جوابی کلمات سے کچھ نہ شنا اور بے راہ گھوڑا دوڑایا

---

[1] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض الباب الاول، الفصل الرابع، مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/ ۲۴۸

www.alahazratnetwork.org

آناں بوئے نشنیدہ بے راہ اسپ دوانیدن گرفت، از خبیر بصیر پرس، محل ایں کلام آنست کہ قصاص واعظین، و جہال مورخین، تودہ تودہ حکایات بے سروپا، وافسانہائے فتنہ را تکثیراً للسواد، یا ترویجاً للفساد، درکتب خودشاں مے آرند، واز منا قضۂ اصول ومعارضۂ نقول، باکے ندارند، گاہے افسانۂ اوریا وداستانِ زلیخا وقصۂ زہرہ وتذکرہ شجرہ، بہ نہجے تقریر کنند وساحت عصمت حضرات رسالت، وجنود صمدیت، عیاذاً باللہ آلودہ عیبے کنند، وگاہے حادثۂ جمل، وواقعۂ صفین، ومشاجرات صحابہ، ومحاورات امہات المؤمنین بہ نوعے وا نمایند کہ معاذاللہ بتنقیص مقام واجب الاعظام یکے از اناں پہلو زند، آنجا ائمہ دین کہ خدائے ایشاں را بہر حمایت سنن ونکایت فتن برپا ساختہ است، در مقامِ تفصیل زبان بتضعیف وتزییفِ آں اقوال سخیف میکشایند، ودر محلِ اجمال باعتماد اصول، وصحاح نقول، پیوستن واز خوضِ خالقاں وکشاکشِ ایں وآں پاک برجستن مے فرمایند، کہ دع مایریبک الٰی ما لایریبک[1]

وانیہا کہ میگوئیم ہم بسبیلِ مدارات

کسی دانا بینا سے پُوچھ، دراصل بات یہ ہے کہ قصّہ گو واعظوں اور جاہل مورخوں نے مجمع بڑھانے اور فساد پھیلانے کے لئے اپنی کتابوں میں بے سروپا حکایات اور فتنہ انگیز افسانے درج کردیے، اصول شکنی اور منقولات کی خلاف ورزی سے کچھ خوف نہ کیا، کبھی اوریا کا افسانہ، زلیخا کی داستان، زہرہ کا قصہ اور شجرہ کا تذکرہ اس انداز سے بیان کرتے ہیں کہ معاذاللہ عصمتِ انبیاءِ کرام ودیگر معصومین کو عیب آلود کرتے ہیں اور کبھی جنگِ جمل کا حادثہ، صفین کا واقعہ، صحابہ کرام کا اختلاف اور اُمہات المؤمنین کا باہمی مکالمہ ایسے طریقے سے نمایاں کرتے ہیں کہ معاذاللہ ان نفوسِ قدسیہ کے مقام واجب الاحترام کی تنقیص کا پہلو نمایاں ہوتا ہے، اسی وجہ سے ائمہ دین، جن کو اللہ تعالٰی نے سنن کی حمایت ونگرانی اور فساد وفتن کے محو وسرکوبی کا عظیم منصب عطا فرمایا ہے، مقامِ تفصیل میں ان ناشائستہ اقوال کا ضعف وعیب ثابت کرتے ہیں اور محلِ اجمال میں اصول اور منقولاتِ صحیحہ کو مضبوط پکڑنے اور غیر ذمہ دار نکتہ چینیوں کی من گھڑت حکایات سے اجتناب کا حکم فرماتے ہیں کہ دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَالَا یُرِیْبُکَ (جو تیرے دل میں کھٹکے اس کو چھوڑ دے اور جو نہ کھٹکے اس کو اختیار کرلے)۔

اور یہ جو ہم کہتے ہیں بطور نرم روی وارخائے

---

[1] صحیح البخاری کتاب البیوع باب تفسیر المشبہات قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۷۵

www.alahazratnetwork.org

عزیزاں وار خامۂ عنان گل میکند ورنہ خود چہ میگوئی از مسئلہ کہ نہ تنہا ہمیں قسم مرداں بہ ذکرش انفراد دارند بہ طرق عدیدہ مروی آمدہ، وچند ائمہ آنرا تخریج کردہ، ناقدانِ فن سلفاً وخلفاً بکارِ سلّمنا وآغوشِ صدقنا گرفتہ، ودلیلے باہر از نصوصِ متکاثرہ براں قیام پذیرفتہ۔

عنان، خاموش کرانے کے لئے کافی ہے۔ ورنہ تم اس مسئلہ کے متعلق کیا کہو گے جس کو نہ صرف ایسے لوگ ہی اکیلے بیان کر رہے ہیں بلکہ بہت سے طرق و اسانید سے مروی ہے، کئی اماموں نے تخریج فرمایا ہے اور سلفاً وخلفاً ناقدینِ فن نے تسلیم کیا ہے اور تصدیق فرمائی ہے اور اس پر نصوصِ کثیرہ سے واضح اور مضبوط دلیل قائم ہوئی۔

مع ہذا حاشا کہ امثال مواہب، و کتاب الشفاء، و دلائل النبوہ، وتحقیق النصرہ، وخصائص خیضری، و روض سہیل، وخلاصۃ الوفاء، وخصائصِ کبریٰ، وسیرت شامی، وسیرت حلبی وغیرہا کتب ائمہ دین رحمۃ اللہ تعالٰے علیہم اجمعین کہ در خصائص و فضائل وسیر و شمائل حضور پُر نور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ تصنیف کردہ اند در سلکِ ایں چنیں کتب منخرط، و نزدِ محدثین از پایۂ اعتبار ساقط باشد۔

پھر مع ہذا خدا کی پناہ! کہ کتاب مواہب، شفاء، دلائل النبوہ، تحقیق النصرہ، خصائص خیضری، روض سہیل، خلاصۃ الوفاء، خصائص کبریٰ، سیرتِ شامی، سیرتِ حلبی ایسی کتابیں و دیگر تصانیفِ ائمہ دین رحمہم اللہ تعالٰی اس قسم کی غیر معتبر کتابوں میں شمار ہوں اور محدثین کے نزدیک بے اعتماد و بے اعتبار ہوں۔

ایناں کہ خدا سعیِ اینہا مشکور و جزاء آناں موفور گرداند، چہ عمرہا کہ در تنقیح و تنقید، وتصحیح وتسوید، بسر بردہ اند، وچہ شبہا کہ در تنظیف و ترصیف، تالیف وتصنیف، دُودِ چراغ وخونِ جگر خوردہ، وہم ایشانند کہ بہ تفضیۂ لاعبرۃ بما قال المؤرخون لب کشادہ اند۔

ان حضرات (اللہ ان کی کوشش کو سعی مشکور اور جزا کو جزائے کامل بنائے) نے کیسی عمریں تنقیح وتنقید اور تصحیح وتسوید میں گزار دیں اور کتنی بے شمار راتیں کتبِ سیرتِ طیبہ کی تنظیف وترصیف اور تالیف وتصنیف میں دُودِ چراغ اور خونِ جگر پیا، یہی حضرات گرامی شان ہیں جنھوں نے لاعبرۃ بما قال المؤرخون (مؤرخوں کے قول کا کوئی اعتبار نہیں) کا حکم صادر فرمایا ہے۔

اگر مقصود اطلاق است، چنانکہ خاطر

اگر مقصود اطلاق ہے جیسا کہ عزیزوں کا

www.alahazratnetwork.org

عزیزاں بداں مشتاق ست، یارب، مگر محنت ایناں یکدست برباد رفتہ باشد، و ایں ہمہ کاوکاو جانکاہ رنگے ندادہ و آبے نگرفتہ، و علیٰ ہذا ایشاں راچہ روے نمود کہ باوجود نابہبود و انعدام سود ایں ہمہ وقت رائیگاں کردند، و آں حاصل بیحاصل وطائل لاطائل را ثمرۂ اوقات، و نخبۂ حسنات شمردند۔

دل اسی کا مشتاق ہے یارب! پھر تو شاید ان کی ساری محنت برباد و ضائع ہوگئی اور یہ تمام جانگداز کوششیں کوئی رنگ لائیں نہ کوئی عزت پاسکیں، پھر ان ائمہ کرام کو کیا نظر آیا کہ یہ سارا وقت بے سود ضائع کردیا اور اس بے فائدہ چیز کو اپنے اوقات کا ثمرہ اور حسنات کا نتیجہ شمار کر بیٹھے۔

مگر سخن آنست کہ چوں روے سلمٰے ندیدہ، و بوے سلمٰے نشنیدہ، آخر در حسن سلمٰی چانسبے جا مزن واللہ الھادی لقمع الفساد و قلع الفتن۔

دراصل بات یہ ہے کہ جب تُو نے رُخِ محبوب دیکھا ہی نہیں، خوشبوئے حبیب پائی ہی نہیں تو حسنِ محبوب کے متعلق بیہودہ گوئی مت کرو واللہ الھادی لقمع الفساد و قلع الفتن (اور اللہ تعالٰی ہی ہدایت دینے والا ہے فتنوں اور فساد کے خاتمہ کی)

قولہ پس ہر کرا از اہلِ علم ثبوت آں از روے سندِ صحیح الخ

قولہ پس اہلِ علم کے لئے چاہئے کہ اس کا ثبوت ازروئے سندِ صحیح الخ

اقول پیش از جوابِ سوال شما چند سوال بجناب شما دارم ہر کہ داند خود بگوید لتبیننہ للناس و لاتکتمونہ[1] ورنہ از دانندگان پرسد کہ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون[2]

اقول تمہارے سوال کے جواب سے پہلے ہم چند سوال پیش کرتے ہیں، صاحبِ علم خود جواب دیں۔ لتبیننہ للناس ولاتکتمونہ (کہ تم ضرور اسے لوگوں سے بیان کردینا اور نہ چھپانا) اور بے علم اہلِ علم سے استفادہ کریں فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون (تو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو)۔

(۱) زید ہندہ را بشہادت دو مرد فاسق

سوال (۱) دو گواہوں کے سامنے زید نے ہندہ

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۸۷
[2] " " ۱۶/ ۴۳ و ۲۱/ ۷

www.alahazratnetwork.org

بزنی گرفت، صباح نکاح خلوت ناکردہ، ترکِ زن میگوید و نیمۂ مہر دادن نمے خواہد، کہ نکاح مرا شہودِ عدل مے بایست۔

کے ساتھ نکاح کیا اور صبح خلوت سے پہلے ہی اسکو چھوڑ دیا اور نصف مہر بھی نہیں دینا چاہتا، کہتا ہے کہ میرے نکاح کے لئے گواہ عادل چاہئے۔

(۲) یوم غیم مردے بر رؤیتِ ہلالِ صوم گواہی داد، صبحدم زید قلیان بدست و پان در دہان بر آمد، کہ مرا لااقل شہادتِ دو مرد باید۔

(۲) مطلع ابر آلود تھا ایک مرد نے روزہ کے چاند دیکھنے کی گواہی دی، صبح کے وقت زید ہاتھ میں حُقّہ منہ میں پان ڈال کر باہر آیا کہ مجھے ایک مرد کی گواہی کافی نہیں دو مردوں کی شہادت چاہئے۔

(۳) عمرو بر زید دعوٰے مالے کرد، و بشہادت دو عدل اثبات نمود، زید گوید نپذیرم تا چار گواہ نباشند۔

(۳) عمرو نے زید پر کچھ مال کا دعوٰی کر دیا اور دو عادل گواہوں کی شہادت سے ثابت بھی کر دیا مگر زید کہتا ہے جب تک چار گواہ نہ ہوں میں قبول نہیں کرتا۔

(۴) گواہاں در امثال وقف و نکاح شہادت بر تسامع دادند، زید گفت مرا شہودِ معائنہ درکار ست۔

(۴) گواہوں نے وقف اور نکاح ایسے امور کے متعلق شنید پر گواہی دی، زید کہتا ہے مجھے عینی گواہ چاہئے۔

(۵) بکر برادرِ زید مرد، زنش نازنین از وے دخترے دارد شیریں، زید مے خواہد کہ شیریں را عروسِ خانۂ خود نماید، نازنین گفت ستمگارا آخر از خدا شرمے کہ برادر زادۂ تست، زید مے گوید مرا چہ دانا ند کہ قالبِ شیریں ہم از نطفۂ بکر تخمیر یافتہ ست، آخر ہر دعوٰی را بیّنہ لازم، اینجا گواہ کہ بینہ کدام؟ نازنین گفت بر بستر برادرت زائیدہ

(۵) زید کا بھائی بکر فوت ہو گیا، اس کی زوجہ مسماۃ نازنین کے بطن سے اس کی ایک لڑکی مسماۃ شیریں تھی، زید شیریں کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے۔ نازنین نے کہا ظالم! خدا سے شرم کر یہ تیری بھتیجی ہے۔ زید کہتا ہے مجھے کیا علم کہ شیریں کا بدن میرے بھائی بکر کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے، آخر دعوٰی کے لئے گواہ لازم ہیں اور یہاں کوئی گواہ نہیں، نازنین نے کہا تیرے بھائی کے بستر پر پیدا ہوئی

الولد للفراش[1] گفت آحادم نمے شاید، حدیثے متواتر باید۔

ہے الولد للفراش (بچہ فراش کے لئے ہے) اس نے کہا یہ خبرِ واحد ہے مجھے خبرِ متواتر چاہئے۔

(۶) سعید با مرداں نماز میکرد، زید اقتداء ناکردہ برے گردد، کہ او ہمیں تنہا وضو کردہ است، ومن امامے خواہم کہ از ہر حدث غسل آرد۔

(۶) سعید نے باجماعت نماز ادا کی مگر زید نے اقتداء نہ کی اور یہ کہتا ہوا باہر نکل گیا کہ اس امام نے صرف وضو کیا ہے مجھے وہ امام چاہئے جو ہر حدث سے غسل کرے۔

(۷) بر زید از خواصِ آیاتِ معینہ وفضائل صورِ مخصوصہ احادیثِ صحاح خواندند کہ ببیں چناں چمنے ست شاداب وگلشنے باآب وتاب گفت بخارے نیرزد تا بخاری نیارد یا مسلم ندانم تا در مسلم نخوانم۔

(۷) مخصوص آیات کے خواص اور خاص سُورتوں کے فضائل زید کو احادیثِ صحیحہ سے سُنائے گئے کہ دیکھ یہ کیسا تروتازہ چمنستان اور خوبصورت گلستان ہے۔ اس نے کہا ایک کانٹے برابر نہیں جب تک بخاری نہ لائے یا میں نہیں مانتا جب تک میں مسلم میں نہ پڑھ لُوں۔

(۸) زید را گفتند مالک عن نافع عن ابنِ عمر گفت بہ ہیچ نخرم کہ معنعن ست نہ متصل بسماع۔

(۸) بطورِ حوالہ زید کو سند مالک عن نافع عن ابن عمر سنائی گئی، اس نے کہا میں سندِ معنعن پر اعتماد نہیں کرتا سندِ متصل بہ سماع ہونی چاہئے۔

(۹) زید گوید مفتیِ اطرافِ ریاستِ فلانی را اجازت مداخلت در معارکِ شریعت کہ داد، گفتہ شد علمے دارند وخیلے بزرگوارند، گفت مردماں چنیں وچناں گویند، امّا فقیر ایں سخن را در کتابے کہ لائقِ اعتماد باشد واہلِ اسناد

(۹) زید کہتا ہے کہ فلاں ریاست کے مفتی کو مسائلِ شرعیہ میں فتوٰی دینے کی کس نے اجازت دی ہے؟ کہا گیا کہ بہت بڑے عالم ہیں۔ اس نے کہا لوگ ایسی ویسی باتیں کرتے ہیں مگر فقیر نے اس بات کو کسی کتاب میں جو لائقِ اعتماد ہو اور اہلِ اسناد نے

---

[1] صحیح البخاری کتاب الخصومات باب دعوی الوصی للمیت قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۲۶
صحیح مسلم کتاب الرضاع باب الولد للفراش " " " ۱/۴۷۰
جامع الترمذی ابواب الرضاع " " " امین کمپنی دہلی ۱/۱۳۸
سنن ابی داؤد کتاب الطلاق " " " آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۱۰

www.alahazratnetwork.org

آں را بہ سندِ صحیح بیان کردہ باشد، ندیدہ و نہ در صحاح وسُننِ مروّجہ از کسے شنیدہ، و آنچہ اہلِ صدیٔ سیزدہم بمجرد دعوٰے بر زبان آرند اعتماد آں چنانچہ اہلِ حدیث راست معلوم۔

اس کو بسندِ صحیح بیان کیا ہو، نہیں دیکھا اور نہ صحاح وسُننِ مروّجہ میں کسی سے سُنا اور جو کچھ تیرھویں صدی کے لوگ صرف زبانی دعوٰی کرتے ہیں، اس کا اعتماد جس طرح اہلِ حدیث کو ہے معلوم ہی ہے۔

(۱۰) از مناقب وجال و فضائلِ اعمال ہزار در ہزار احادیث حِسان وصوالح بر زید خواندند شوخ چشم گوید بے صحت اسناد خرط القتاد۔

(۱۰) مناقب وفضائل کے متعلق ہزاروں حدیثیں حسن وصالح زید کو سُنائی گئیں، وہ شوخ چشم کہتا ہے کہ صحتِ اسناد کے سوا خرط القتاد ہے (یعنی بے سُود اور نقصان دہ ہے)

دریں صُوَرِ دہ گانہ از حضراتِ علماء دین ایدھم اللہ تعالٰی بالفوز المبین، استفتاء میرود کہ دریں ہر ہمہ صور زید نزد شرع مطہر بر خطا و ایں چنیں مطالبہ ومواخذہ اش محض فضول و بیجاست یا نہ؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔

ان دس صورتوں کے بارے میں علمائے کرام (اللہ تعالٰی ان کی روشن کامیابی سے مدد فرمائے) سے فتوٰی مطلوب کہ ان تمام صورتوں میں زید شرعِ مطہر کے نزدیک غلطی پر ہے یا نہیں اور اس کے مطالبات ومواخذات بے جا و فضول ہیں یا نہیں؟ بیان فرماؤ اجر پاؤ گے۔

حالیا اگر از خدمتِ علماء فرمان رسد کہ زید فضولی میکند، و بر شرع مے افزاید، نہ جواز نکاح را عدالت شہود درکار، نہ در یوم غیم تعدد ونظار، نہ در معاملۂ مال بیش از دو گواہ، نہ در وقف و نکاح شہادت نگاہ، فراش مُثبت نسب فرزند، و در حلال وحرام آحاد بسند، و از ہر حدث غسل چہ ضرور، و قبول در صحیحین غیر محصور، مالک و نافع از تدلیس بری، پس عنعنۂ ایشاں چوں سماع جلی، حدیث در علم

فی الحال اگر علمائے کرام کی طرف سے حکم ملے کہ زید زیادتی کرتا ہے، شریعت پر تجاوز کرتا ہے، جوازِ نکاح کے لئے عدالتِ شہود ضروری نہیں۔ بادل ہوں تو ایک سے زیادہ گواہ لازم نہیں۔ مالی معاملہ میں دو سے زیادہ گواہوں کا مطالبہ درست نہیں۔ وقف ونکاح میں شہادتِ عینی کا لزوم بھی نہیں۔ فراش ثبوتِ نسب کے لئے کافی ہے اور حلال وحرام کے لئے آحاد کافی ہیں۔ ہر حدث سے غسل کیوں ضروری ہے؟ صرف صحیحین کی احادیث میں قبول بند نہیں۔ مالک ونافع تدلیس سے بری ہیں لہٰذا

www.alahazratnetwork.org

فلانی نیاید و مناقب و فضائل را صحت نباید یا زیداہ ایں چہ ہرچہ زہ چانگی و جوشِ دیوانگی ست کہ ہرجا خواستنی مے خواہی، و بر قدرِ مطلوب افزائی ایں مطالبہ ہائے از پیشِ خود تراشیدہ ات، زنہار ناپذیرفتنی، و بے چارہ مطالبان از تجشم اتباع ہوایت غنی۔ ۸۰

تم الجواب واللہ تعالٰی اعلم بالصواب

اُن کا اسنادِ معنعن سماع جلی کا حکم رکھتا ہے۔ فلاں کے علم ثابت کرنے کے لئے حدیث نہیں آتی، مناقب و فضائل کے لئے حدیث صحیح کا موجود ہونا ضروری نہیں، پس او مُردہ دل زید! یہ کیا سفت کا بکواس اور جوشِ جنونی کہ تو ہر جگہ بے ضرورت دلیل مانگتا ہے یا قدرِ مطلوب سے زیادہ طلب کرتا ہے۔ تیرے یہ تمام مطالبات اپنے ہی مَن گھڑت اور نامقبول ہیں اور مجیبِ مطالب تیری خواہشات کے مطابق جواب کی مشقت برداشت کرنے سے بے نیاز ہے۔

تم الجواب واللہ تعالٰی اعلم بالصواب

عزیزا! آنگاہ ازیں جواب، جوابِ سوال خودت دریاب، کہ ایں طلب عزیزاں نیز برہمیں طلبہا ماند و ایں ناگفتنی گفتن، و ناجستنی جستن، روزے بروز زید ت نشاند۔

سخنے بر سمت راست گو و بہانہ مگیر تو و خدائے تو در کتب دیدۂ یا از علما رشنیدۂ کہ دریں چو مجال وسیع المجال حسن و صلاح بکار نیاید، و غیر از صحت چیزے نشاید، و نقولِ علما پائے ندارد، و قبول ائمہ بارے نیارد، ورنہ الزام غیر لازم، و ردِ یقین جازم، چہ قیامت ذوق یافتۂ کہ سر از ہمہ تافتۂ ع

فان کنت لاتدری فتلک مصیبۃ
وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم[1] ۸۱

اے عزیز! اب اس جواب سے اپنے سوالوں کا جواب دریافت کر کہ یہ مطالبات انھی مطالبات کی شکل ہیں اور یہ ناگفتنی باتیں اور نالائق طلب مطالبہ ایک دن تجھے زید کی جگہ بٹھائے گا۔

میں تم سے ایک بات پُوچھتا ہوں، سچ کہنا اور بہانہ نہ بنانا، کیا تم نے کتابوں میں دیکھا یا علماء سے سُنا کہ ایسے وسیع تر مقامات میں حسن و صالح حدیث بیکار ہے اور صحت کے سوا کوئی چیز درکار نہیں اور علمائے کرام کے منقولات کا کوئی درجہ و مقام نہیں، اور قبولِ ائمہ کچھ وزن نہیں رکھتا، ورنہ غیر لازم کا الزام اور یقینِ جازم کا رَد، کیا مطلب؟ عجیب ذوق ہے کہ سب کو ٹھکرا دیا۔

(ترجمہ شعر) اگر تُو نہیں جانتا تو یہ ایک مصیبت ہے اور اگر تُو جانتا ہے تو مصیبت بہت بھاری ہے۔

---

[1] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل فی تفضیلہ بالمحبۃ والخلۃ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۲/۳۴۸

www.alahazratnetwork.org

وزنہار ندانی کہ ایں بال وپرے کہ مے فشانم ازانست کہ حدیث را ضعیف میدانم بلکہ برتصانیف امام حجت سیدنا عبداللہ بن مبارک وقوف نیافتہ ام ورنہ گمان نہ آنچناں ست کہ مخالف راجائے شادی باشد۔

اور یہ ہرگز نہ سمجھیں کہ میں نے اتنی تفصیلی گفتگو اس لئے کی ہے کہ حدیث کو ضعیف جانتا ہوں بلکہ امام حجت سیدنا عبداللہ بن مبارک کی تصانیف سے واقف نہیں ہوں ورنہ اس طرح گمان نہیں کہ مخالف خوش ہو۔

سیدی عبداللہ از اعاظم ائمہ وتبع تابعین است، غالب مشائخ ورجالش ہمیں تابعین وصحابہ باشند، یا تبع کہ با ایشاں درخورد و آزمودن احوال شاں کرد، و دراں زماں چنانکہ وانی غالب عدالت بود، و لہذا استاذش سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ بر اصالت عدالت قائل شدہ است، وخود ایں ناقدین کہ تلقی بالقبول کردہ اند مگہ بدمی بری کہ نادیدہ راہ رفتہ اند۔

سیدی حضرت عبداللہ بن مبارک عظیم ترین اماموں اور تبع تابعین سے ہیں، ان کے اکثر مشائخ یہی تابعین وصحابہ ہیں یا تبع اور ان کے کوائف وحالات کی اچھی طرح جانچ پڑتال کی، اور جس طرح کہ تم خود جانتے ہو اس زمانہ میں عدالت غالب تھی، اسی وجہ سے ان کے استاد سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ اصل عدالت کے قائل ہیں اور خود ناقدین نے تلقی بالقبول کی ہے اور ان کا یہ تلقی بالقبول کا اقدام پوری دیانتداری اور کامل انشراحِ صدر کے ساتھ ہے، اندھی تقلید نہیں ہے۔

جانِ برادر! تو وایمان تو ایں ہمہ ائمہ اولی الایدی والابصار کہ یک زبان بر نفیِ ظل گواہی دہند، پنا ہم بخدائے اگر سخن یکے از ایناں یا امثال ایناں برطبق مزعوم خودت یافتی چہ غلغلہا کہ نکنی وکلہ بر آسمان افگنی وبرخویشتن بال وپشیں ہر کسے نالی کہ ہے اینچہ ستم ست، اماے چناں از نفی ظل برکراں و فلانے تن نمی دہد وگوش نمی نہد، حالیا کہ ستم از تست خدارا دمے نصاف دِہ وکلاہِ غرور را از سر بنہ،

جانِ برادر! یہ جو تمام ائمہ کرام بیک زبان نفیِ ظل کی گواہی دیتے ہیں، اگر ان میں یا ان کے ہمسر ائمہ سے کوئی بات تو اپنے مزعومہ کے مطابق پاتا تو وہ کون سا شور جو برپا نہ کرتا، کلاہ آسمان پر چڑھاتا اور پھولا نہ سماتا، ہر ایک کے آگے آہ وزاری کرتا کہ ہائے یہ کیا ظلم ہے، ایسا امام نفیِ ظل کا قائل نہیں، نہ اس کو قبول کرتا ہے نہ اس کی طرف کان لگاتا ہے لہذا اس وقت ظلم تیری طرف سے ہے، خدارا انصاف کر اور تکبر

www.alahazratnetwork.org

کہ چرا راہِ ایشاں نمی سپری، واز اتفاق ایمن کشاں میگذری، حدیث خواہی! حدیث حاضر، نقول جوئی! نقول ظاہر، دلیل طلبی! دلیل موجود، نقیض جوئی! نقیض مفقود، بازکدامیں سنگ در رہ، ولیک درموزہ است کہ جائے تسلیم سبزے بینم، و رُوئے خلاف سُرخ، وچہرۂ انصاف زرد، و جبینِ قرطاس زنا گفتنہا سیاہ، حیاذم بخدائے مگر آنکہ مصطفٰی را صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم از نورِ خودش آفرید، و مہرِ نیم روز و ماہِ نیم ماہ را گینہ گدائے سرکارش گردانید، نتواند کہ سرو جانفزائے مارا بے سایہ پرورد، و شاخ گلے کہ ہزار چمنستان جاں فدائے ہر رگ و برگ او باد، از گلزمین لطافت برجو بار نظافت، پاک از ہمہ کثافت سر بر آورد۔

کی ٹوپی سر سے اتارے، کیوں ان ائمہ کرام کی راہ پر نہیں چلتا اور اتفاق سے دور کیوں بھاگتا ہے، حدیث مطلوب ہے تو حاضر، اگر نقول چاہئیں تو نقول واضح ہیں، دلیل کی طلب ہے تو دلیل موجود، لیکن اگر نقیض کی خواہش ہے تو وہ معدوم ہے۔ تو اب کون سا پتھر راستہ میں پڑا ہے، کیوں تسلیم کا مقام خال دیکھتا ہوں، خلاف کا چہرہ خوش، انصاف کا چہرہ شرم وحیاسے زرد اور کاغذ کی پیشانی شرمناک باتوں سے سیاہ، خدا کی پناہ! لیکن قادرِ مطلق جل وعلا جس نے مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنے نورِ خاص سے پیدا فرمایا اور خورشیدِ درخشندہ و بدرِ درخشندہ کو ان کی سرکار کا ادنٰی گداگر بنایا، کیا وہ یہ نہیں کرسکتا کہ ہمارے سروِ جانفزا کو بغیر سایہ کے پرورش فرمائے اور وہ شاخِ گل جس کے ہر رگ وبرگ پر ہزاروں چمنستان قربان ہوں، پاکیزگی کی نہر پر گلِ زمینِ لطافت سے، ہر قسم کی کثافت سے پاک پیدا ہو۔

وصلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ قدر حسنہٖ وجمالہٖ وجاھہٖ وجلالہٖ وجودہٖ ونوالہٖ وعزہٖ وکمالہٖ ونعمہٖ وافضالہٖ ورشدہٖ فی افعالہٖ وجھدہٖ فی اعمالہٖ وصدقہٖ فی اقوالہٖ وحسن جمیع خصالہٖ ومحمودیۃ فعالہٖ وعلینا معشر الملتثمین لنعالہٖ والمتعلقین باذیالہٖ

اور درود نازل فرمائے اللہ تعالٰی آپ پر اور آپ کی آل پر جس قدر آپ کا حسن، جمال، مرتبہ، بزرگی، فیاضی، عطاء، عزت، کمال، نعمتیں، نوازش، افعال میں رشد، اعمال میں محنت، اقوال میں سچائی، تمام خصلتوں میں حسن اور عادات میں پسندیدگی ہے۔ اور ہم پر بھی جو آپ کے نعلین مبارک کو بوسہ دینے والے اور آپ کے دامن کو تھامنے والے ہیں۔ اے معبودِ برحق

www.alahazratnetwork.org

آمین الٰہ الحق آمین!

ایں ست سطرے چند کہ با عموم غموم، و ہجوم ہموم، و تراکم امراض و تلاطم اعراض، بر نہجے کہ خدائے خواست، در دو جلسہ گیسو آراست، من فقیر می خواستم کہ زلفِ سخن را شانۂ دگر کشم، اما چہ کنم کہ دریں کوردہ از وطن دور، و از کتب مہجور افتادہ ام، ایں جا جز شفاء و نسیم الریاض و مطالع المسرات و بعض کتب فقہ بیچک بدستم نیست، ورنہ اولی الانظار دیدندے آنچہ دیدندے۔ ولکن من یرد اللہ خیرہ یشرح بھذا القدر صدرہ وما ذٰلک علی اللہ بعزیز ان ذٰلک علی اللہ یسیر ان اللہ علٰی کل شیئ قدیر۔ وکان ذٰلک لمنتصف جمادی الاخرٰی عام تسع وتسعین بعد الالف والمائتین۔

ہماری دُعا کو قبول فرما۔

یہ چند سطریں جس طرح خدا نے چاہا، غم و اندوہ کے اجتماع اور امراض و عوارض کے ازدحام کے باوجود دُو جلسوں میں تحریر کی گئیں، دل چاہتا ہے کہ زُلفِ سخن دُوسری کنگھی سے سنواروں، مگر کیا کروں اس اندھی بستی میں وطن سے دُور ہوں، کتابیں پاس نہیں، یہاں سوائے شفاء، نسیم الریاض، مطالع المسرات اور بعض کتب فقہ کے کوئی کتاب موجود نہیں، ورنہ آنکھ والے دیکھتے جو دیکھتے۔ لیکن اللہ تعالٰی جس کی بھلائی کا ارادہ فرمائے اسی قدر سے اس کا سینہ کھول دے، اور اللہ تعالٰی پر یہ کوئی مشکل نہیں، بے شک اللہ تعالٰی کے لئے یہ آسان ہے، بیشک اللہ تعالٰی ہر شَے پر قادر ہے۔ یہ نصف جمادی الاخرٰی ۱۲۹۹ھ کو مکمل ہوا۔ (ت)

رسالہ

ھدی الحیران فی نفی الفیئ عن سید الاکوان

ختم ہوا

اشاریہ

فتاویٰ رضویہ

مرتب

قاری محمد رمضان ضیا سیالوی

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

لاہور پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فتاوٰی رضویّہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور

پاکستان (۵۴۰۰۰)

marfat.com

Marfat.com

اشاریہ

فتاوٰی رضویہ

مرتب

ابوالضیاء محمد رمضان سیالوی

رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
پاکستان

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں﴾

نام کتاب .... اشاریہ مسائل فتاوی رضویہ

فیضانِ کرامت .... مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سرپرستی .... صاحبزادہ مولانا محمد عبدالمصطفیٰ ہزاروی، ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، شیخوپورہ

اہتمام .... صاحبزادہ مولانا قاری نصیر احمد ہزاروی ناظم شعبہ نشرواشاعت، رضا فاؤنڈیشن، لاہور

مرتب .... علامہ قاری حافظ ابوالضیاء محمد رمضان سیالوی

فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور/ ناظمِ اعلیٰ جامعہ نورالاسلام لاہور

کمپوزنگ .... النظامیہ کمپوزنگ سنٹر جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

کمپوزرز .... مولانا محمد اکرام اللہ بٹ، حافظ محمد کاشف جمیل، خواجہ محمد قاسم قادری

اشاعت .... ربیع الاول ۱۴۲۷ھ بمطابق اپریل ۲۰۰۶ء

ناشر .... رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری گیٹ لاہور

صفحات ....

مطبع ....

قیمت ....

ملنے کے پتے

☆ .... رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ، لاہور۔

042-7665772   0300-9415300

☆ .... مکتبہ اہلسنت جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور۔

☆ .... ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

☆ .... شبیر برادرز، 40بی اردو بازار، لاہور

☆☆......☆......☆......☆☆

marfat.com
Marfat.com

پیش لفظ

از: استاذ العلماء والمدرسین حضرت علامہ مولانا

حافظ محمد عبد الستار سعیدی دامت برکاتہم العالیہ

شیخ الحدیث و ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور/شیخوپورہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ...... !

رضا فاؤنڈیشن لاہور پاکستان کے زیر اہتمام فتاویٰ رضویہ شریف تقریباً پندرہ سال کے قلیل عرصہ میں تیس جلدوں میں مکمل ہوا۔ جو تقریباً بائیس ہزار (22000) صفحات، 6847 سوالوں کے جوابات اور 206 رسائل پر مشتمل ہے۔

پیش نظر کتاب "اشاریہ مسائل فتاویٰ رضویہ" فاضل جلیل عزیز مکرم حضرت علامہ مولانا قاری حافظ ابوالضیاء محمد رمضان سیالوی زید مجدہ کی علمی تحقیقی کاوش ہے، اس سے قبل مولانا فن تجوید میں ایک کتاب "اساس التجوید" اور آسان قرآنی تعلیم کے لئے "بسم اللہ قاعدہ" تصنیف فرما چکے ہیں جو اکثر مدارس اور سکولوں میں داخل نصاب ہیں۔

مولانا موصوف نے جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور سے 2004ء میں علوم دینیہ کی تکمیل فرمائی اور تنظیم المدارس کے تحت منعقدہ عالمیہ (ایم۔اے) کے امتحان میں نمایاں پوزیشن حاصل کی اور 2005ء میں جامعہ نعیمیہ لاہور سے تخصص فی الفقہ (مفتی کورس) کیا، مولانا موصوف انتہائی محنتی، معاملہ فہم، زیرک، مستعد اور مخلص عالم دین ہیں، احیاء سنّت، ترویج مسلکِ اہل سنّت و جماعت، تبلیغ دین، خدمت خلق اور خدمت دین کے جذبہ سے سرشار ہیں۔ آپ نے انتہائی محنت سے بڑے مختصر وقت میں

marfat.com
Marfat.com

اپنی تمام مصروفیات کو ترک کر کے یہ اشاریہ تیار فرمایا ہے اور اس کو جلد وار کی بجائے حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے، ہر مسئلہ کے مختصر عنوان کے آگے فتاوٰی رضویہ کی تیس جلدوں کے وہ تمام صفحات درج کر دیئے ہیں جن پر وہ مسئلہ مذکور ہے "گویا سمندر کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔" اللہ کریم بطفیل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مولانا موصوف کی کاوش کو قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین

یاد رہے کہ فتاوٰی رضویہ کی جلد اول مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن کی مولانا محمد احمد مصباحی صاحب زید مجدہ کے ترجمہ کے ساتھ نئی کتابت کروائی گئی، نیا ترجمہ قدرے تفصیلی ہے جس سے ضخامت بڑھ گئی چنانچہ اس کو دو حصوں میں منقسم کرنا پڑا اور فتاوٰی رضویہ کی تیس جلدوں کی "فہارس" پر مشتمل بھی ایک الگ جلد شائع کی جارہی ہے اس طرح اب یہ ذخیرہ علمی مجموعی طور پر تینتیس جلدوں میں پیش کیا جارہا ہے۔

حافظ محمد عبدالستار سعیدی غفرلہٗ

شیخ الحدیث و ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور/ شیخوپورہ

☆............☆......☆......☆......☆............☆

marfat.com
Marfat.com

کلماتِ خیر

از: استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا

مفتی محمد صدیق ہزاروی سعیدی ازہری دامت برکاتہٗ

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حنفی فتاویٰ کی دنیا میں مجدد ملت فقیہ اعظم حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمہ اللہ کا فتاوی "العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویہ" المعروف "فتاوی رضویہ" اپنی مثال آپ ہے۔ قرآن وسنت کے دلائل سے مزین، حکمت ودانش کی دولت سے مالا مال اور حالات حاضرہ کے تقاضوں کا آئینہ دار یہ فتاوی صرف فتاوی ہی نہیں بلکہ جملہ علوم اسلامیہ کا عظیم انسائیکلو پیڈیا بھی ہے۔

فتاوی رضویہ کے مطالعہ سے یہ حقیقت واشگاف الفاظ کی صورت میں واضح ہوتی ہے کہ صرف، نحو بلاغت، اصول فقہ، اصول حدیث، منطق، فلسفہ اور سائنس پر مشتمل علوم کے ساتھ ساتھ مذاہب باطلہ کا رد اسی عظیم فتاوی کے ضمنی موضوعات میں شامل ہیں۔

فتاوی رضویہ کے ذریعے مستفتی کو اپنے سوال کا نہ صرف درست جواب ملا بلکہ دوسطری جواب کی بجائے صفحات پر مشتمل دلائل کے انبار کو اپنے جلو میں لئے ہوئے فتوی کی سوغات اس (مستفتی) کا مقدر بنی۔

مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ جہاں درس وتدریس کے تقاضے بدلتے ہیں وہاں تصنیف وتالیف اور اشاعت وطباعت کے طور طریقوں میں تغیر وتبدل کا عمل بھی حسن فہم کی غمازی کرتا ہے۔

اسی حسن فہم اور ذوق سلیم کی دولت سے مخدوم اہل سنت، استاذ العلماء، شیخ الحدیث، فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمہ اللہ کو خلاق عالم نے مالا مال کیا تھا، بہتر سے بہترین اور جدید سے جدید ترین کی طرف آپ کا سفر اس بات کا متقاضی ہوا کہ اس عظیم فقہی انسائیکلو پیڈیا کو عام فہم قالب میں ڈھالتے ہوئے دور حاضر کے طباعتی تقاضوں کے مطابق منظر عام پر لایا جائے، چنانچہ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کی نگرانی میں مختلف علماء اور سکالرز حضرات نے اس کی عربی اور فارسی عبارات کو اردو زبان میں منتقل کیا اور پھر اس فتاوی کا اکثر حصہ آپ کی نگرانی میں اور باقی ماندہ آپ کے وصال کے بعد نہایت دیدہ زیب طباعت کے ساتھ تیس جلدوں

marfat.com
Marfat.com

میں ''رضا فاؤنڈیشن لاہور'' کے زیر اہتمام منظر عام پر آیا۔

حضرت مفتی اعظم رحمہ اللہ نے اس عظیم منصوبہ کی تکمیل میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور پھر آپ کے علمی جانشین فاضل نوجوان حضرت صاحبزادہ محمد عبدالمصطفیٰ ہزاروی سلمہ اللہ نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ کے اس عظیم مشن کی طرف کامل توجہ مبذول کی اور الحمد للہ یہ عظیم منصوبہ اور جان جوکھوں میں ڈالنے والا کام مکمل ہوا۔

فتاوی رضویہ سے استفادہ کو مزید آسان کرنے کی خاطر اس کی تمام مجلدات کی فہرستوں کو ایک جلد میں یکجا کر دیا گیا تاکہ صرف ایک جلد کو کھول کر دیکھنے سے معلوم ہو جائے کہ کس جلد میں کون کون سے مسائل ہیں، یقیناً یہ بھی ایک ضروری اور عمدہ کوشش ہے جس کا سہرا حضرت علامہ مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی شیخ الحدیث وناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ کے سر ہے۔ لیکن اس سے بھی بڑھ کر ایک ''ختامهٔ مسك'' کی صورت اس فتاوی کا اشاریہ ہے جس میں فاضل جلیل علامہ قاری حافظ ابوالضیاء محمد رمضان سیالوی سلمہ اللہ نے حروف تہجی کے اعتبار سے ایک موضوع سے متعلقہ مسائل کی فہرست الگ مرتب کر دی ہے۔

راقم کے خیال میں یہ اشاریہ پورے فتاوی کی جان ہے اور اس کے لئے علامہ مولانا قاری حافظ محمد رمضان سیالوی مبارک باد کے مستحق ہیں۔

عزیز القدر علامہ سیالوی جامعہ نظامیہ رضویہ کے ان فضلاء میں شامل ہیں جن پر یقیناً جامعہ کو فخر ہے اور ان ہی لوگوں کی وجہ سے ملک اور بیرون ملک جامعہ کی شہرت بامِ عروج تک پہنچتی ہے اور اس کا سر فخر سے بلند ہوتا ہے۔

اس پینتیس سالہ نوجوان نے 3 جون 1971ء کو ضلع جہلم کے ایک گاؤں پنڈی سید پور میں محترم محمد لطیف صاحب کے ہاں آنکھ کھولی اور پھر جب قسمت نے یاوری کی تو گھریلو تربیت کے ساتھ ساتھ علمی اور روحانی دنیا کی نامور شخصیات اور عظیم علمی مراکز سے وابستگی کا شرف حاصل ہوا، جس کے نتیجے میں آج اس نوجوان نے یہ عظیم کارنامہ انجام دیا۔

فاضل نوجوان علامہ قاری محمد رمضان سیالوی زید مجدہٗ اپنے گاؤں میں مڈل تک دنیوی تعلیم حاصل کرنے کے بعد عظیم علمی اور روحانی مرکز دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام آستانہ عالیہ سیال شریف (سرگودھا) میں حفظ قرآن مجید کی لازوال دولت سے مالا مال ہوئے اور جب ان کا سینہ نور قرآن سے منور ہوا تو منزل کی طرف سفر آسان ہو گیا چنانچہ انہوں نے مجود عصر استاذ القراء قاری محمد اسماعیل سیالوی مدظلہ کی خدمت میں حاضر ہو کر شمس العلوم جامعہ رضویہ کراچی میں نہ صرف یہ کہ فن تجوید میں مہارت حاصل کی بلکہ جامعہ تجوید القرآن کارساز کراچی میں پانچ سال تک تجوید کی تدریس کا فریضہ بھی انجام دیا اور اس کے ساتھ ساتھ A گریڈ میں میٹرک کا امتحان بھی پاس کیا۔

marfat.com
Marfat.com

قرآن مجید سے محبت اور اس کی تدریسی خدمت کے صلے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو حج بیت اللہ شریف کی سعادت عطا فرمائی اور اس کے بعد ماہ رمضان المبارک میں عمرہ اور مسجد نبوی شریف میں اعتکاف کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔

"جو ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں"

علامہ قاری محمد رمضان سیالوی کا علمی ذوق رکاوٹوں کی زنجیریں کاٹتا گیا اور وہ اپنی منزل کی طرف بڑھتے رہے چنانچہ انہوں نے درس نظامی کی طرف توجہ کی تو اہل سنت کی عظیم علمی درسگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کا انتخاب کیا، تکمیل علوم کے ساتھ ساتھ جدید عصری تعلیم اور کمپیوٹر کورسز میں بھی مہارت حاصل کی اور بالآخر دورۂ حدیث کے بعد 2004ء میں سند فراغت اور دستار فضیلت کا شرف حاصل کیا۔ 2005ء میں جامعہ نعیمیہ لاہور میں تخصص فی الفقہ (مفتی کورس) کیا، اپریل 2005ء میں دوبارہ عمرہ کی سعادت حاصل کی اور پھر دمشق (شام) میں سابق مفتی اعظم شام الدکتور الشیخ احمد کفتارو علیہ الرحمۃ کی قائم کردہ یونیورسٹی میں ائمہ وخطباء کورس میں شمولیت اختیار کی، اس دوران مقامات مقدسہ کی زیارت اور جید علماء سے اجازت حدیث اور مشائخ تصوف سے "سلسلہ شاذلیہ ہاشمیہ" میں اجازت حاصل کی۔

فاضل نوجوان علامہ محمد رمضان سیالوی کو رمضان المبارک 1426 ہجری میں بیلجیئم کے تبلیغی دورہ کا شرف بھی حاصل ہوا چنانچہ وہاں کی اسلامی تنظیم "اینٹورپن اسلامک ایسوسی ایشن" کے اراکین جن کی دعوت پر آپ وہاں تشریف لے گئے، اس تنظیم کے ارکان اور دیگر مسلمانوں نے آپ کی علمی صلاحیتوں کے اعتراف میں آپ کو مستقل طور پر "جامع مسجد نور الحرم واسلامک سنٹر" کے لئے بیلجیئم آنے کی دعوت دی، آج کل علامہ سیالوی جامعہ نظامیہ رضویہ میں فتویٰ نویسی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، سات سال کا عرصہ آپ نے کینال ویو لاہور کی مرکزی جامع مسجد نور مصطفوی میں خطابت وامامت کے فرائض انجام دینے کے ساتھ ساتھ اپنے ذاتی اخراجات پر تعلیمی ادارہ "جامعہ نور الاسلام للبنات" قائم کیا، علاوہ ازیں جامعہ نظامیہ کے اس ہونہار فاضل نے "اساس التجوید" کے نام سے قواعد تجوید پر ایک کتاب لکھی جو اکثر مدارس اہل سنت میں شامل نصاب ہے۔ نیز مدارس اور سکولز کے طلباء وطالبات کے لئے "بسم اللہ قاعدہ" کے نام سے ایک قاعدہ بھی لکھا۔

الحمد للہ ! علامہ قاری محمد رمضان سیالوی جامعہ نظامیہ رضویہ کے قابل فخر سکالرز میں ایک بیش قیمت اضافہ ہے، اللہ تعالیٰ فاضل عزیز کو علمی اور تحقیقی میدان میں روشن ستارے کی صورت عطا فرمائے۔ آمین

محمد صدیق ہزاروی سعیدی ازہری غفرلہ

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

marfat.com
Marfat.com

منظر و پسِ منظر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله و کفٰی والصلوٰة والسلام علی سید الانبیاء وعلی آله واصحابه و من تبعهم بإحسان إلی یوم الجزاء .

سال 2005ء میں دارالعلوم جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور میں "تخصص فی الفقہ" (مفتی کورس) کی تکمیل کے بعد جب امسال 2006ء میں اپنی مادر علمی "جامعہ نظامیہ رضویہ لوہاری دروازہ لاہور" میں فتویٰ کی عملی تربیت کے لئے حاضر ہوا۔ (واضح ہو کہ یہ عملی تربیت گزشتہ سال تخصص فی الفقہ کا حصہ تھی مگر میرے 4 ماہ کے سفرِ شام و زیارت حرمین شریفین کی وجہ سے مکمل نہ کی جا سکی) تو استاذ محترم حضرت علامہ مولانا مفتی محمد تنویر القادری صاحب مدظلہ جو جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے شعبہ افتاء کے انچارج ہیں، نے مسجد کے متعلق ایک فتویٰ میرے ہاتھ میں تھما کر کتب کی الماری کی طرف ایک مخصوص انداز بے نیازی سے اشارہ کر کے فرمایا "اس سوال کا جواب تلاش کریں، حوالہ جات لکھیں اور فتاویٰ رضویہ سے اس جواب میں خصوصی استفادہ کریں" ابتدائی کتب فتاویٰ میں جواب کی جزئیات دیکھنے کے بعد جب فتاویٰ رضویہ کی طرف متوجہ ہوا تو معاً خیال آیا کہ یہ جواب کس جلد میں ہوگا کیونکہ فتاویٰ رضویہ امام اہل سنت مجدد دین وملت حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے عظیم علمی، تحقیقی وفکری شاہکار کی صورت میں 30 جلدوں پر مشتمل میرے سامنے تھا اور اس کی 30 جلدوں میں اشاعت مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمۃ ودیگر مقتدر اساتذہ وعلماء اہلسنت کا عظیم مشترکہ کارنامہ ہے اور اس کی تکمیل کا سہرا جانشین مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ صاحبزادہ مولانا محمد عبدالمصطفیٰ ہزاروی مدظلہ العالی کے سر ہے۔ چنانچہ جلد اوّل سے دیکھنا شروع کیا تو جلد نمبر 8۔16 میں اور مسجد کے متعلقہ بعض مسائل جلد 20۔21۔22۔28 میں دستیاب ہوئے۔ یوں ایک جواب کی تلاش میں تقریباً پوری 30 جلدوں کی تفصیلی اور اجمالی فہارس کی ورق گردانی کرنی پڑی۔ ایک علمی اور تحقیقی ذوق کے حامل طالبعلم کے لئے یہ بات کوفت کا باعث ہرگز نہ تھی بلکہ اس دوران دیگر کئی اور مسائل سامنے آ گئے مگر چند دن بعد جب فتاویٰ

marfat.com
Marfat.com

کے جوابات کا بوجھ بڑھا تو ذہن اس کے حل کا متلاشی ہوا،"بس یہی بات اس اشاریہ کے بنانے کا محرک بنی کہ کم وقت میں زیادہ سے زیادہ مآخذ تک کیسے پہنچا جائے" اُدھر عجب حسن اتفاق دیکھئے کہ جانشین مفتی اعظم پاکستان حضرت صاحبزادہ مولانا محمد عبدالمصطفیٰ ہزاروی دامت فیوضہم جو"الولد سر لابیہ" کا کامل مصداق ہیں، فتاویٰ رضویہ کی ۳۰ جلدوں میں تکمیل کے بعد اس کو ایک مکمل سیٹ کی صورت میں بیروت کے انداز پر طبع کرانے کے عظیم کام کی پلاننگ کر رہے تھے، جب فقیر نے اپنے اس خیال کا اظہار کیا تو صاحبزادہ صاحب نے کمال شفقت و سرپرستی فرماتے ہوئے بلاتاخیر اس کام کو شروع کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔

فوری طور پر استاذ مکرم و مشفق حضرت علامہ مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی دامت برکاتہم العالیہ سے ضروری رہنمائی اور ہدایات کے بعد جامعہ سے 20 دن کی چھٹی لے کر متوکلا علی اللہ اس کام کو شروع کر دیا اس اشاریہ کی ترتیب میں استاذی المکرم جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ حافظ عبدالستار سعیدی دامت برکاتہٗ کی مرتب کردہ فتاویٰ رضویہ کی 30 جلدوں کی تفصیلی اور اجمالی فہرستوں کو بنیادی حیثیت حاصل رہی لیکن ساتھ ساتھ اصل کتاب سے بھرپور استفادہ کیا۔

اس کام کی ترتیب کے مشکل مراحل بلاشبہ اہل علم و تحقیق پر عیاں ہیں مگر اساتذہ کی دعاؤں کی برکت سے روزانہ نماز فجر سے رات گئے تک نماز و طعام کے وقفہ کے ساتھ روزانہ کی ڈیڑھ اور دو جلدوں کے اشاریہ کی تیاری کے ہدف کے بعد یہ کام 20 دنوں کے مختصر سے عرصہ میں مکمل ہوا الحمد للہ علیٰ ذالک۔ اس دوران تمام ذاتی مصروفیات کو کلی طور پر منقطع کرنا ضروری تھا اور اس سلسلے میں میری زوجہ صالحہ" ام النور" کا بنیادی کردار ہے کہ جس نے تمام معاملات سے مجھے ذہنی طور پر فارغ رکھا اور بھرپور تعاون فرمایا۔ جزاھا اللہ تعالیٰ

دوسرا مشکل مرحلہ اس کی فوری کمپوزنگ اور طباعت کے لئے جلد از جلد تیاری کا تھا جبکہ جامعہ کے شعبہ کمپیوٹر کے انچارج اور انتہائی مخلص و مہربان ساتھی مولانا محمد اکرام اللہ بٹ صاحب اپنی ساری ٹیم کیساتھ فتاویٰ رضویہ کی مکمل ۳۰ جلدوں کی فہارس کی کمپوزنگ و پروف ریڈنگ کے سلسلے میں گذشتہ تقریبا 2 ماہ سے مشغول تھے چنانچہ فہارس کی جلد سے فراغت کے بعد انہوں نے خود اور ان کے باقی ساتھیوں صاحبزادہ حافظ محمد کاشف جمیل صاحب، مولانا محمد قاسم قادری صاحب اور مولانا محمد شہزاد ہاشمی صاحب نے مسائل فتاویٰ رضویہ کے اشاریہ کی کمپوزنگ دن رات ایک کر کے بالآخر 5 دن کے مختصر عرصہ میں اس کام کو

marfat.com
Marfat.com

فائنل پرنٹ کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ مسلسل کام کی تھکن کے بعد ساتھیوں کی حوصلہ افزائی ضروری تھی، چنانچہ شعبہ کمپیوٹر کے تمام رفقاء کے ہمراہ لکشمی چوک (لاہور) میں دعوت طعام اور پھر حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزارِ پرانوار پر حاضری، فاتحہ اور اجتماعی دعائے خیر پر یہ کام بحمدہٖ تعالیٰ بخیر وخوبی پایۂ تکمیل تک پہنچا۔

میں خاص طور پر استاذی المکرم حضرت مولانا علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے پیش لفظ لکھ کر میری حوصلہ افزائی فرمائی اور استاذی المکرم حضرت علامہ مولانا مفتی محمد صدیق ہزاروی ازہری صاحب دامت برکاتہ العالیہ جنہوں نے کلمات تحسین تحریر فرما کر میرے ماضی کی یادوں کو انتہائی خوبصورت پیرائے میں تازہ کر کے میرے جذبوں اور حوصلوں کو نئی جلا بخشی۔

اور جانشینِ مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت علامہ صاحبزادہ محمد عبدالمصطفیٰ ہزاروی دامت برکاتہٗ نے ہر مرحلہ پر میری سرپرستی فرما کر اسے فوری طور پر فتاویٰ رضویہ کے ساتھ شامل کر کے طبع کرادیا، جو یقیناً ان کی محبت، شفقت، خلوص اور مسلک اہلسنّت وجماعت کی ترویج واشاعت کے کام سے دلی لگن کی بیّن دلیل اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ سے عقیدت واحترام کا واضح اور منہ بولتا ثبوت ہے۔

جو حضرات اس اشاریہ سے استفادہ فرمائیں ان سے گزارش ہے کہ جہاں کہیں بھی حوالہ جات میں غلطی پائیں، ادارہ کو ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کی جاسکے۔

اللہ کریم بوسیلہ سید المرسلین ﷺ اس کام کو مزید تحقیقی وعلمی خدمات کا پیش خیمہ فرمائے اور اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر میرے لئے ذریعۂ نجات فرمائے۔ آمین ثم آمین

حررہٗ

ابوالضیاء محمد رمضان سیالوی غفرلہٗ

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

22.03.06

marfat.com
Marfat.com

فہرست اشاریہ	صفحہ
پیش لفظ	۳
کلمات خیر	۵
منظر و پس منظر	۸
(الف)	
ابلنا / ابالنا	۲۱
اجارہ / اجیر / اجرت	۲۱
اجتہاد: دیکھئے مجتہد	
احتیاطی ظہر	۲۳
احکام	۲۳
احرام	۲۳
احیائے موات	۲۴
ادراک الفریضۃ	۲۴
اذان	۲۴
ارتداد: دیکھئے مرتد	
اسبال ازار	۲۵
استاذ	۲۶
استبراء	۲۶
استسقاء	۲۶
اسراف	۲۶
اسٹامپ	۲۶
اسٹاک ایکسچینج	۲۶
استحقاق	۲۷
استصناع	۲۷
استنجاء	۲۷
استمداد و استعانت	۲۷
اضحیہ: دیکھئے قربانی	
اعتکاف / معتکف	۲۸
افتاء	۲۸
افطار و سحر	۲۸
اقامت	۲۹
اقرار	۲۹
اکراہ	۳۰
اماکن الصلوٰۃ	۳۰
امانت/امین/امانات	۳۰
امام/امامت	۳۱
امکان کذب	۳۵
امر بالمعروف و نہی عن المنکر	۳۶
انگریز/انگریزی	۳۶
انگلی، انگشت	۳۷
انگوٹھی، انگوٹھے	۳۷
انبیاء	۳۸
انجاس: دیکھئے نجاستیں	
انشورنس : دیکھئے بیمہ	
اولیاء	۳۹
اوقات نماز	۴۱
اہل کتاب	۴۲
ایصال ثواب	۴۲
ایلاء	۴۳
ایمان : دیکھئے قسم	
ایمان ابوطالب	۴۳
(آ)	
آداب دعا و استغفار	۴۳
آریہ	۴۴
آمین	۴۴
آئینہ	۴۴
(ب)	
بارش	۴۴

marfat.com

Marfat.com

فہرست ارشاریہ	صفحہ
بال	۴۴
بائن : دیکھئے صریح	
بدعت	۴۶
بدگمانی	۴۶
برش	۴۶
بلاغت	۴۶
بلوغ / بالغ	۴۷
بنک	۴۸
بوسہ	۴۸
بوہرہ	۴۹
بیماری : دیکھئے علاج	
بیع / بیوع	۴۹
بیعت	۵۲
بیمہ	۵۲
(پ)	
پانی	۵۳
پراویڈنٹ فنڈ	۵۳
پردہ : دیکھئے ستر	
پرورش: دیکھئے حضانۃ	
پسینہ	۵۳
پیر / مرشد	۵۳
پیشاب	۵۴
(ت)	
تالاب	۵۵
تاوان : دیکھئے ضمان	
تثویب	۵۵
تجوید : دیکھئے قرأت	
تحفہ : دیکھئے ہدیہ	

فہرست اشاریہ	صفحہ
تدبیر	۵۶
تراویح	۵۶
ترک موالات	۵۷
تشبہ بالغیر	۵۷
تصوف واخلاق	۵۷
تصور شیخ	۵۹
تصویر	۵۹
تعزیر............دیکھئے حدود	
تعزیت	۵۹
تعزیہ	۶۰
تعلیق الطلاق	۶۰
تفسیر	۶۰
تقدیر	۶۶
تقلید	۶۶
تلاوت	۶۶
تملیک	۶۷
توارث وتعامل	۶۷
توبہ واستغفار	۶۷
توسل	۶۸
توقیت وتعیین	۶۹
توہین	۶۹
تہجد	۶۹
تہمت	۷۰
تیمم	۷۰
(ٹ)	
ٹخنے	۷۱
ٹوپی	۷۱
ٹیپ ریکارڈ	۷۱

marfat.com

Marfat.com

فہرست اشاریہ	صفحہ
(ج)	
جانور	۷۲
جراب .... دیکھئے موزہ	
جرمانہ	۷۲
جماعت	۷۲
جماع	۷۳
جمع بین الاختین	۷۴
جمع بین الصلوتین	۷۴
جمعۃ المبارک	۷۴
جنائز	۷۶
جنایات	۷۷
جنب / جنابت	۷۷
جن / ہمزاد	۷۸
جنس ارض	۷۸
جنون / مجنون	۷۸
جنین	۷۸
جوا	۷۹
جوتا	۷۹
جہاد	۸۰
جہاز / جہیز	۸۰
جہاز	۸۰
جھوٹا	۸۱
جھوٹے خدا	۸۱
(چ)	
چاند	۸۲
چاندی	۸۲
چاشت	۸۳
چہرہ	۸۳

فہرست اشاریہ	صفحہ
چور / چوری	۸۴
چھپا	۸۴
(ح)	
حج	۸۵
حجاب : دیکھئے ستر	
حجر	۸۶
حداد	۸۶
حدث	۸۶
حدود	۸۷
حدیثیہ فوائد	۸۸
حرام	۹۳
حربی کافر : دیکھئے کافر	
حرمت مصاہرۃ : دیکھئے مصاہرت	
حروف	۹۸
حساب : دیکھئے ریاضی	
حضانۃ	۹۸
حقہ	۹۸
حقوق	۹۹
حکایت: دیکھئے واقعہ	
حکمت	۹۹
حلالہ	۱۱۰
حمل	۱۰۰
حوالہ	۱۰۱
حوض	۱۰۱
حیض	۱۰۱
حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۱۰۲
حیلہ	۱۰۲

marfat.com
Marfat.com

فہرست ارشاریہ	صفحہ
(خ)	
خاک شفاء	۱۰۴
ختم نبوت	۱۰۴
ختنہ	۱۰۴
خراج	۱۰۵
خضاب	۱۰۵
خط وکتابت	۱۰۵
خطبہ	۱۰۵
خندق	۱۰۶
خنثیٰ	۱۰۶
خنزیر	۱۰۶
خلافت	۱۰۶
خلع	۱۰۷
خلیفہ بنانا	۱۰۷
خواب	۱۰۷
خودکشی	۱۰۸
خیار	۱۰۸
(د)	
دارالحرب	۱۰۸
دارالاسلام	۱۰۹
درود پاک	۱۰۹
دعا / دعائیں	۱۱۱
دعوت	۱۱۳
دعوٰی	۱۱۴
دف	۱۱۴
دفن / جائے دفن	۱۱۴
دلہن	۱۱۵
دودھ	۱۱۵

فہرست اشاریہ	صفحہ
دَہ دَردہ	۱۱۶
دیت	۱۱۶
دین	۱۱۶
(ڈ)	
ڈاڑھی	۱۱۷
ڈاک خانہ	۱۱۸
ڈول	۱۱۸
(ذ)	
ذبح / ذابح / ذبائح	۱۱۹
ذکر الٰہی	۱۱۹
ذمی کافر : دیکھئے کافر	
ذنب	۱۲۰
ذی رحم محرم	۱۲۰
(ر)	
رافضی	۱۲۰
ربٰوا : دیکھئے سود	
رجعت	۱۲۱
رحم	۱۲۱
ردِ بدمذہباں	۱۲۱
ردِ غیر مقلدین	۱۲۴
ردِ شیعہ وروافض	۱۲۵
ردِ قادیانیت	۱۲۶
ردِ نیچریت	۱۲۷
ردِ صوفیاء کذاب	۱۲۷
رسم ورواج	۱۲۷
رسم قرآن	۱۲۷
رشوت	۱۲۷
رضاعت	۱۲۸

marfat.com
Marfat.com

فہرست اشاریہ	صفحہ
رفع یدین	۱۲۸
رقص	۱۲۹
رموز	۱۲۹
روپیہ	۱۲۹
روٹی	۱۲۹
روح	۱۲۹
روزہ	۱۳۰
رویت ہلال	۱۳۱
رہن	۱۳۱
ریاضی وہندسہ	۱۳۲
ریشم	۱۳۳
ریل	۱۳۵
(ز)	
زکوٰۃ	۱۳۴
زم زم	۱۳۵
زمین	۱۳۵
زن	۱۳۶
زنا / زانی / زانیہ	۱۳۶
زوج / زوجہ / زوجیت	۱۳۸
زیارت	۱۳۸
زینت	۱۳۹
زیور / زیورات	۱۳۹
(س)	
سائنس : دیکھئے فلسفہ	
سایہ	۱۳۹
سبیل	۱۴۰
ستر/حجاب/پردہ	۱۴۰
سترہ	۱۴۰

فہرست اشاریہ	صفحہ
سجدہ تعظیمی	۱۴۰
سجدہ تلاوت	۱۴۱
سجدہ سہو	۱۴۲
سحر و افطار	۱۴۲
سرمہ	۱۴۲
سفر / مسافر	۱۴۲
سلام	۱۴۳
سماع	۱۴۴
سماع موتی	۱۴۴
سقف	۱۴۴
سند	۱۴۴
سنی	۱۴۴
سواری	۱۴۴
سود	۱۴۶
سؤر : دیکھئے جھوٹا	
سوال / سائل	۱۴۹
سوگ : دیکھئے حداد	
سونا (Gold)	۱۴۹
سیاست	۱۵۰
سید / سیدہ / سادات	۱۵۱
سیر	۱۵۱
سیرت	۱۵۲
ش	
شبینہ	۱۵۴
شراب / شرابی	۱۵۴
شرب	۱۵۵
شرکت	۱۵۶
شرط	۱۵۷
شکار	۱۵۷

marfat.com
Marfat.com

فہرست اشاریہ	صفحہ
شعر	۱۵۷
شعار	۱۵۸
شفاعت	۱۵۸
شُفعہ	۱۵۹
شہادت / گواہی	۱۵۹
شہد	۱۶۱
شہر	۱۶۱
شہنشاہ	۱۶۱
شہید	۱۶۲
شیطان	۱۶۲
☆ ...... ص	
صابن	۱۶۲
صبح صادق وکاذب	۱۶۲
صحابہ	۱۶۲
صدقہ	۱۶۳
صرف	۱۶۴
صریح و بائن	۱۶۴
صلح	۱۶۴
صلوٰۃ وسلام : دیکھئے	
صوفیاء	۱۶۵
صَید	۱۶۵
(ض)	
ضحوہ کبریٰ	۱۶۵
ضروریاتِ دین	۱۶۵
ضمان	۱۶۶
(ط)	
طب	۱۶۷
طبعیات	۱۶۷

فہرست اشاریہ	صفحہ
طریقہ	۱۶۸
طلاق	۱۶۹
طواف	۱۷۱
طہارت	۱۷۱
(ظ)	
ظروف	۱۷۲
ظلم	۱۷۲
ظہار	۱۷۲
ظہر	۱۷۲
(ع)	
عاق	۱۷۳
عاریت	۱۷۳
عبث : دیکھئے لہوولعب	
عتق / عتاق	۱۷۳
عدت	۱۷۴
عرس	۱۷۵
عرف	۱۷۵
عرفہ	۱۷۶
عروض وقوافی	۱۷۶
عشر	۱۷۶
عقائد	۱۷۶
عقیقہ	۱۸۱
علاج	۱۸۱
علم / علماء / تعلیم	۱۸۲
عمامہ	۱۸۳
عمرہ	۱۸۳
عملیات : دیکھئے وِرد	
عنّین	۱۸۴

marfat.com
Marfat.com

فہرست اشاریہ	صفحہ
عورت	۱۸۳
عہد	۱۸۸
عیادت	۱۸۹
عیدگاہ	۱۸۹
عیدین	۱۸۹
عیسیٰ علیہ السلام	۱۹۰
(غ)	
غبن	۱۹۰
غراب	۱۹۰
غروب	۱۹۰
غسل	۱۹۰
غصب	۱۹۲
غیب	۱۹۲
غیبت	۱۹۳
غیر مسلم	۱۹۳
(ف)	
فاتحہ	۱۹۳
فاسق	۱۹۴
فتویٰ : دیکھئے افتاء	
فحش گوئی	۱۹۷
فدیہ	۱۹۷
فرض	۱۹۷
فرائض : دیکھئے میراث	
فضائل و مناقب	۱۹۸
فضولی	۲۰۵
فطرانہ	۲۰۶
فلسفہ	۲۰۷
فقیر	۲۰۸

فہرست اشاریہ	صفحہ
فوٹوگراف	۲۰۸
(ق)	
قادیانی	۲۰۸
قاضی / قضا	۲۰۸
قبر / قبرستان	۲۱۰
قبلہ	۲۱۲
قتل	۲۱۲
قدر و قضا : دیکھئے تقدیر	
قذف	۲۱۳
قرآن کریم	۲۱۳
قرأت	۲۱۶
قربانی	۲۱۷
قرض : مزید دیکھئے دَین	
قِسم	۲۱۸
قَسم / یمین	۲۱۸
قسمت	۲۱۹
قصاص	۲۲۰
قضا	۲۲۰
قضائے عمری	۲۲۰
قمار : دیکھئے جوا	
قنوت	۲۲۱
قے	۲۲۱
قیامِ تعظیمی	۲۲۱
قیلولہ	۲۲۱
(ک)	
کافر / کفر	۲۲۳
کتا	۲۲۴
کھجور	۲۲۴

marfat.com
Marfat.com

فہرست ارشاریہ	صفحہ
کرامت	۲۲۴
کریلا	۲۲۴
کسب	۲۲۵
کشتی	۲۲۵
کفارہ	۲۲۵
کفالۃ/کفالت	۲۲۵
کفن	۲۲۵
کفو ، کفاءۃ	۲۲۵
کنواں	۲۲۷
کنایات	۲۲۷
کوا : دیکھئے غراب	
(گ)	
گالی	۲۲۸
گرد	۲۲۸
گرہن	۲۲۸
گز	۲۲۸
گناہ	۲۲۸
گوشت	۲۲۹
گاؤکشی	۲۲۹
(ل)	
لباس	۲۲۹
لحیہ : دیکھئے ڈاڑھی	
لعان	۲۲۹
لغت	۲۳۰
لقمہ	۲۳۳
لگان	۲۳۴
لہوولعب	۲۳۴
(م)	

فہرست اشاریہ	صفحہ
مباح	۲۳۴
مباہلہ	۲۳۴
متارکہ	۲۳۴
متعہ	۲۳۵
مجتہد ، اجتہاد	۲۳۵
مجدّد	۲۳۵
مجلس ، مجالس	۲۳۵
مجنون : دیکھئے جنون	
محافل : دیکھئے مجلس	
محراب	۲۳۶
محرمات	۲۳۶
مداینات : دیکھئے دَین	
مدرسہ	۲۳۶
مذی	۲۳۷
مرتد ، مرتدہ	۲۳۷
مردہ : دیکھئے موت	
مرشد	۲۳۸
مرض ، مرض الموت ، مریض	۲۳۸
مرید	۲۳۹
مزارات	۲۳۹
مزارعۃ	۲۴۰
مزامیر	۲۴۰
مسافر : دیکھئے سفر	
مسبوق	۲۴۰
مستحب	۲۴۱
مستعمل	۲۴۱
مسجد	۲۴۲
مسح	۲۴۶
مسواک	۲۴۶

marfat.com
Marfat.com

فہرست اشاریہ	صفحہ
مشت زنی	۲۴۶
مشرک	۲۴۷
معارف	۲۴۷
مصافحہ / معانقہ	۲۴۷
مصاہرت	۲۴۸
مضاربت	۲۴۸
مطلق	۲۴۸
معاشرت	۲۴۸
معانقہ : دیکھئے مصافحہ	
معتکف : دیکھئے اعتکاف	
معجزہ	۲۴۹
معذور	۲۴۹
معراج	۲۴۹
مفسدات	۲۴۹
مفقود	۲۵۰
مقامات مقدسہ	۲۵۲
مقدار	۲۵۲
مقید	۲۵۴
مقیم / اقامت	۲۵۴
مکروہ	۲۵۴
مناظرہ	۲۵۷
منافق	۲۵۸
منطق	۲۵۸
منی	۲۵۸
منی ایکسچینج : دیکھئے صرف	
منی آرڈر	۲۵۸
موالات : دیکھئے ترک موالات	
موت	۲۵۸
موزے / جراب	۲۶۰

فہرست اشاریہ	صفحہ
مونچھ	۲۶۰
مُہر	۲۶۰
میت : دیکھئے موت	
میراث	۲۶۲
میلاد	۲۶۵
(ن)	
نافع وضار	۲۶۶
ناول	۲۶۶
ناخن	۲۶۶
ناف	۲۶۶
نام رکھنا	۲۶۶
نبیذ تمر	۲۶۶
نجاستیں	۲۶۷
نحو	۲۶۸
نذر	۲۶۹
نسب	۲۶۹
نصاریٰ / نصرانی	۲۷۰
نظر	۲۷۱
نفاس	۲۷۱
نفاق...... دیکھئے منافق	
نقبہ	۲۷۲
نقشے	۲۷۲
نکاح	۲۷۲
نماز	۲۷۵
ننگے سر	۲۸۰
نواقض وضو	۲۸۰
نوٹ	۲۸۱
نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم	۲۸۱
نوافل	۲۸۱

marfat.com
Marfat.com

فہرست ارشاریہ	صفحہ
نہار	۲۸۲
نہر	۲۸۲
نیت	۲۸۲
نیاز	۲۸۲
نیلام	۲۸۲
نیند	۲۸۴
(و)	
واجب	۲۸۴
واقعہ	۲۸۵
والدین	۲۸۸
وتر	۲۸۹
وجد	۲۸۹
وحدۃ الوجود	۲۸۹
وراثت : دیکھئے میراث	
ورد / اوراد / وظیفہ / وظائف	۲۹۰
ورزش	۲۹۰
وسیلہ : دیکھئے توسل	
وصی / وصیت / وصایا	
وضو	۲۹۱
وظائف : دیکھئے ورد	
وعدہ : دیکھئے عہد	

فہرست اشاریہ	صفحہ
وعظ / واعظ	۲۹۴
وقف	۲۹۴
وکالت / وکیل	۲۹۵
ولی / ولایت / اولیاء	۲۹۶
ولیمہ	۲۹۸
(ہ)	
ہبہ	۲۹۸
ہدیہ / ہدایا	۳۰۰
ہلال	۳۰۱
ہمزاد : دیکھئے جن	
ہندو	۳۰۱
ہُنڈی	۳۰۲
ہیجڑا	۳۰۲
ہیئت	۳۰۳
(ی)	
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۳۰۳
یتیم	۳۰۳
یزید	۳۰۴
یمین: دیکھئے قسم	
یہود : دیکھئے نصاریٰ	

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

marfat.com
Marfat.com

عنوانِ مسئلہ	جلد	صفحہ

﴿الف﴾

اُبلنا / اُبالنا:

پانی ابالنے کے احکام	۲	۳۵۲تا۳۶۴

اجارہ / اجرت / اجیر:

اجارہ کے کچھ مسائل	۲	۵۰۰تا۵۰۶
مباح چیز لانے پر اجیر اور چیز کا حکم	۲	۵۲۳
قبر پر قرآن پڑھنے کی اجرت کا حکم	۳	۵۲۱
کافر کی خدمت گاری کی نوکری	۴	۷۲۸
قرآن خوانی کی اجرت	۶	۶۲۷
امامت کی تنخواہ کا حکم	۶	۶۳۰
ختم قرآن پر اجرت کی ایک صورت	۷	۶۴۲
مسجد کے حجرہ میں تعویذ لکھنے کی اجرت لینا	۸	۹۵
تکیہ کی زمین کرایہ پر دینا	۹	۴۷۹
تلاوت قرآن پر اجرت	۹	۶۴۶
مکان کرایہ پر دینے کا ایک مسئلہ	۱۱	۱۷۸
نکاح خواں کی اجرت کا حکم	۱۱	۲۵۵
اشیائے مصنوعہ معروفہ کو اجرت پر بنوانا	۱۲	۲۲۸
امامت، اذان اور تعلیم قرآن کی اجرت جائز	۱۳	۵۹۵
مسلمان مجوسی کے ہاں مزدوری کرے تو حرج نہیں	۱۴	۴۲۲
شریک کا مال مشترک میں اجیر کرنا جائز نہیں	۱۶	۱۰۸

marfat.com

Marfat.com

الف

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
اجارہ کی دکان میں اپنے مال کے اضافے کے احکام	۱۶	۱۷۵
کرایہ اگر شرح سود سے مقرر ہو تو حکم	۱۶	۲۲۹
اجارہ کے لئے ایجاب وقبول وتراضی طرفین ضروری ہے	۱۶	۵۱۱
اجیر خاص کا حکم	۱۶	۲۰۸
اجارہ باطلہ کی رقم غصب ہے	۱۷	۹۰
امامت کی اجرت جائز ہے	۱۸	۵۵۸
مستاجر وقف کی جائیداد کا بڑھا ہوا کرایہ نہ دے تو اجارہ فسخ	۱۸	۷۳۵
باب الاجارہ	۱۹	۴۰۵تا۶۰۶
اجارہ کی مدت تمام ہونے پر زمیندار کا اختیار	۲۰	۱۸۳
اجارہ فاسد کی ایک صورت	۲۰	۲۰۹
ذبح وقطع کی اجرت جائز	۲۰	۳۰۷
قربانی کا گوشت قصاب کو اجرت میں دیا تو حرام	۲۰	۴۴۹
گوشت بنانے کی اجرت مجرا کرنے کی ایک صورت	۲۰	۵۸۶
تلقین اسلام پر اجرت لینا گناہ ہے	۲۱	۱۱۳
اجرت مجہول میں اجارہ کا حکم	۲۱	۱۳۸
معاصی پر اجارہ جائز نہیں	۲۱	۱۸۷
موقوفہ زمین کو اجارہ پر دینے کا حکم	۲۱	۳۴۳
تھیٹر تماشے کی اجرت حرام	۲۳	۱۰۶
تلاوتِ قرآن کی اجرت حرام	۲۳	۵۳۷
امامت پر اجرت لینا حلال ہے	۲۴	۵۰۲
مزدور کا گرجے کی تعمیر کے لئے کام کرنا	۲۴	۱۷۹
سواری کا کرایہ رہ جائے تو حکم	۲۷	۵۵

marfat.com

Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
مکان مرہون کو مرتہن سے کرایہ لینا منع	۲۵	۲۲۱
مرہون شے کا اجارہ مرتہن کی اجازت پر موقوف	۲۵	۲۴۷
اجرت مجہول تو اجارہ حرام	۲۵	۲۵۹

اجتہاد:

دیکھئے مجتہد:

احتیاطی ظہر:

احتیاطی ظہر پڑھنے کا طریقہ	۸	۲۹۴،۳۵۴
احتیاطی ظہر عوام کے لئے نہیں	۸	۳۶۵
احتیاطی ظہر کہاں منع ہے	۸	۳۹۸
احتیاطی ظہر خواص کے لئے ہے	۸	۴۶۲
جمعہ کے بعد احتیاط الظہر کا حکم	۲۹	۲۰۵

احتلام:

مسجد میں احتلام ہوا تو کیا کرے	۴	۱۸۱
عورت کو احتلام	۴	۲۵۲
بغیر ثبوت کے احتلام کا حکم	۴	۳۲۴
کثرت احتلام کا حکم	۶	۶۳۸
انبیاء علیہم السلام احتلام سے پاک ہیں	۱۵	۱۵۵

احرام:

احرام کا غسل	۲	۶۱
حالت احرام میں زعفران کے پانی سے غسل	۳	۱۸۳
احرام اور اس کے احکام	۱۰	۷۳۱

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
احرام کی کیفیت	۱۰	۷۷۸
احرام کا مسنون طریقہ	۱۰	۷۸۱
احرام باندھے زنبور کو قتل کرنے کا حکم	۲۲	۶۳۱
عورت کے لئے احرام سے نکلنے میں قصر ہے	۲۲	۶۵۷

احیائے موات:

خودرو گھاس کا حکم	۲	۴۸۰
مباح شے پر قبضے کی نو صورتیں	۲	۴۹۵
مباح چیز پر قبضے کے لئے وکیل کا حکم	۲	۴۹۶
بلا اجرت مباح چیز منگوانے کی تین صورتیں	۲	۵۰۰
سرکاری زمین میں کنواں کھودنے کا مسئلہ	۳	۲۸۶
سلطانی زمین میں حقِ استقرار ملنے کی ایک صورت	۲۰	۱۸۰

ادراک الفریضہ:

باب ادراک الفریضہ	۸	۱۲۹تا۱۳۹

اذان:

باب الاذان	۵	۳۶۱تا۶۷۶
اذانِ قبر	۵	۶۵۳تا۶۷۶
جماعتِ ثانیہ کے لئے اذان کا حکم	۷	۱۹۴
اذان کے بعد انتظار کا حکم	۷	۱۹۶
اذانِ جمعہ	۸	۴۰۲
اذانِ خطبہ	۸	۴۶۸
اذانِ ثانی جمعہ	۸	۴۹۷تا۵۰۴

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
قبر پر اذان کا حکم	۹	۱۶۴
اذانِ جمعہ کی بیع	۱۱	۳۸۵
اذان پر اجرت جائز	۱۳	۵۹۵
جو امام سنا اذان دے نہ دینے دے، وہ فاسق ہے	۱۶	۴۳۰
اذان سے استہزاء کفر ہے	۲۱	۲۱۵
عورت کو اذان دینا جائز نہیں	۲۲	۲۴۳
قبر پر اذان	۲۳	۳۷۳
آفت کے وقت اذان جائز	۲۳	۱۷۴
رافضیوں کی اذان سننے کا تفصیلی حکم	۲۳	۴۷۲تا۴۷۹
اذانِ جمعہ کے وقت تجارت مکروہ تحریمی	۲۳	۶۰۴
بچے کے کان میں اذان	۲۴	۴۵۲
خطبۂ جمعہ کی اذان کا تفصیلی بیان	۲۸	۲۵۳تا۳۵۳
مقامِ مؤذن کی صحیح تعیین	۲۸	۳۱۹
اذان میں انگوٹھے چومنا	۲۹	۲۸۳
حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی محشر میں اذان	۳۰	۲۱۴

ارتداد :

دیکھئے مرتد:

اسبالِ ازار

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
اسبالِ ازار اور اس کے احکام	۲۱	۳۷۶
اسبالِ ازار اور اس کے احکام	۲۲	۱۶۴،۱۶۶
اسبالِ ازار اور اس کے احکام	۲۳	۹۷

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ

استاذ :

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
استاذ کی خدمت لینے کی حدود	۲	۵۲۷
استاذ کا مقام	۱۹	۴۵۱
استاذ کا حق	۱۹	۴۵۱
استاذ کا حق	۲۳	۶۳۸
استاذ کے شاگرد کو سزا دینے کی شرائط	۲۳	۶۵۲
اساتذہ کے حقوق کا بیان	۲۴	۳۶۵

استبراء:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
استبراء کا حکم	۴	۶۰۱

استسقاء:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
باب الاستسقاء	۸	۶۳۱

اسراف :

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
اسراف کا معنی اور تفصیل	۱	۹۲۶

اسٹامپ:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
اسٹامپ کی بیع	۱۷	۱۴۳
اسٹامپ کی خریداری کی چھ جائز صورتیں	۱۷	۱۴۸
اسٹامپ کی بیع مکروہ	۱۷	۶۴۹
اسٹامپ سادہ کے احکام	۱۸	۲۱۸

اسٹاک ایکسچینج:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
کمپنی کے حصص کی بیع وشراء (اسٹاک ایکسچینج) کا حکم	۱۷	۳۶۲

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ

استحقاق:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
استحقاق کا باب	۱۷	۵۶۲تا۵۶۶

استصناع:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
استصناع کا باب	۱۷	۵۹۷تا۶۰۰

استنجاء:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
استنجاء کے بعد پانی کا استعمال	۱	۳۳۰
ڈھیلے سے استنجاء کا طریقہ	۱	۳۳۱
مقدار آب استنجاء مختلف ہے	۱	۵۹۵
متبرک انگشتری کو بوقت استنجاء اتارے	۱	۶۶۷
استنجاء سے بچے ہوئے پانی سے وضو کا حکم	۲	۳۸
ودوں کے حوض ہوتے ہوئے پانی سے استنجاء کا حکم	۲	۴۷۳
ڈھیلے سے استنجاء کامل طہارت ہے	۲	۴۵۳
ڈھیلے سے استنجاء کامل طہارت ہے	۳	۴۷۲
باب الاستنجاء	۴	۵۷۵تا۶۱۰
استنجاء کاغذ سے	۴	۵۹۹
استنجاء آب زم زم سے	۹	۱۲۱
پانی سے استنجاء کرنے میں ریاح خارج ہو	۱۰	۴۸۱
کسی جانور کی لید یا ہڈی سے استنجاء منع ہے	۲۲	۶۴۹
کس طرح استنجاء کرنا روزے کو توڑتا ہے	۲۳	۶۸۰

استمداد / استعانت:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
محبوبان خدا سے استمداد کا تفصیلی بیان	۲۱	۳۰۱تا۳۳۱

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
استعانت کے جواز کی تصانیف کے نام	۲۱	۳۱۹

اضحیہ:

دیکھئے قربانی:

اعتکاف / معتکف:

غیر معتکف کا مسجد میں سونا	۳	۴۷۹
معتکف کا مسجد کے صحن میں آنا جانا	۸	۶۰
معتکف کا مسجد میں سونا	۸	۹۲
معتکف مسجد میں احتیاط سے کھائے	۸	۹۶
رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف	۱۰	۶۵۴
ہر مسجد میں اعتکاف کی نیت کرے	۱۰	۷۶۸
ہمیشہ مسجد میں اعتکاف کی نیت کرے	۱۰	۸۴۷
غیر معتکف مسجد میں اخراجِ ریح نہ کرے	۱۶	۲۸۸
معتکف کو تجارت کے لئے بیع وشراء منع ہے	۱۶	۳۱۳
غیر معتکف کو مسجد میں سونا منع ہے	۱۶	۴۴۴
بے اعتکاف مسجد میں سونا منع ہے	۲۳	۳۷۵

افتاء:

ہر مسئلہ میں فتویٰ قولِ امام پر ہے	۱	۱۰۳تا۲۳۹
قولِ مرجوح پر فتاوی کا حکم	۲۸	۱۴۹
چند غلط فتوؤں کی نشاندہی	۲۸	۶۸۰

افطار وسحر:

افطار وسحر کا بیان	۱۰	۵۶۱تا۶۴۴

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ

اقامت :

جماعت ثانیہ کے لئے اقامت میں حرج نہیں	۵	۱۵۶
اقامت میں انگوٹھے چومنا	۵	۶۲۹تا۶۵۰
اقامت مسجد میں ہوگی	۸	۳۹۸

اقرار :

مجرد اقرار زوجیت کا حکم	۱۱	۱۲۳
اقرار نکاح کی صورت	۱۱	۱۳۰
اقرار کی تعریف	۱۱	۱۷۷
اقرار زنا کا مسئلہ	۱۱	۳۳۳تا۳۳۶
مرد اقرار سے پکڑا جاتا ہے	۱۱	۳۳۷
اقرار سے انکار کا حکم	۱۱	۵۷۴
اقرار طلاق کا حکم	۱۲	۴۰۰
خلع کی طلاق اقرار شوہر پر موقوف	۱۲	۶۰۸
اقرار حمل زنا سے	۱۳	۳۱۶
منکوحہ کی ماں سے اقرار زنا	۱۳	۴۵۷
اقرار بینہ سے قوی حجت ہے	۱۷	۸۲
غاصب مغصوب میں مالک کی ملکیت کا اقرار کرے تو حکم	۱۷	۸۲
اقرار کا قاعدہ کلیہ	۱۸	۴۸۳
اقرار اور دعویٰ کا فرق	۱۸	۵۸۴
ساس سے زنا کا اقرار پھر انکار کا حکم	۱۸	۱۸۳
جھوٹے اقرار کا حکم	۱۸	۲۴۲

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
اپنا اقرار قابلِ مؤاخذہ ہے	۱۸	۳۱۶
اقرار کے بعد خطا کا دعویٰ مردود ہے	۱۸	۶۷۲
باب الاقرار	۱۹	۹۷تا۱۱۷
اقرار ہر حال میں تسلیم ہوگا	۲۵	۴۲۹
اقرارِ کاذب باطل ہے	۲۵	۵۰۰
زیور میں عورت کے اقرار کا حکم	۲۵	۵۷۲

اکراہ:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
اکراہ سے طلاق واقع ہوجاتی ہے	۱۲	۳۸۵
شوہر سے جبراً طلاق کب درست ہے	۱۲	۴۷۹
بعد طلاق بائن عورت پر نکاح ثانی کے لئے جبر نہیں	۱۲	۵۷۱
مکرہ کے تمام تصرفات لازم	۱۲	۵۸۰
لوگوں کے اصرار پر مجبوری اکراہ شرعی نہیں	۱۷	۲۱۸
باب الاکراہ	۱۹	۶۰۹تا۶۱۳

اماکن الصلوٰۃ:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
فصل فی اماکن الصلوٰۃ	۵	۳۴۳تا۳۵۸

امانت / امین:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
امین ضامن ہے جبکہ تعدی کرے	۱۲	۲۲۰
امانت کا اپنے صرفہ میں لانا حرام ہے	۱۶	۴۸۹
قبضہ امانت کی ایک صورت کا بیان	۱۷	۱۰۲
امانت استہلاک کے بعد غصب ہوجاتی ہے	۱۸	۴۱۱
باب الامانات	۱۹	۱۵۳تا۱۷۱

marfat.com
Marfat.com

صفحہ	جلد	عنوان مسئلہ
۶۳۶	۲۵	امین، امانت کی رقم کو ورثاء کی موجودگی میں از خود خیرات نہ کرے
۳۳۳	۲۵	امانت میں وصیت
۴۴۸	۲۵	زیور امانت ہو تو شہادت عادلہ پر موقوف ہے
۹۳	۲۹	امانت میں خیانت جائز نہیں

امام / امامت:

صفحہ	جلد	عنوان مسئلہ
۴۲۵	۳	فاسق معلن کی امامت
۴۲۶	۳	عیدین کی امامت کون کرائے
۲۷۸	۵	حدیث امامت جبرائیل
۳۶۴	۵	امام کے انتظار کا حکم
۱۹۰ تا ۲۰۴	۶	سلام کے بعد امام کیسے بیٹھے
۳۷۹ تا ۶۲۷	۶	باب الامامۃ
۳۷	۷	امام مسجد میں کہاں کھڑا ہو
۵۲	۷	مقتدی کی التحیات پورا کرنے سے پہلے امام کھڑا ہو تو حکم
۶۰	۷	امام کے ساتھ دوسرا مقتدی آئے تو کیا کرے
۱۳۱	۷	امام کے انتظار کا حکم
۱۳۸	۷	امام کے ساتھ دوسرا مقتدی آئے تو کیا کرے
۱۴۰	۷	امام اور جماعت کے درمیان فاصلہ
۱۵۱	۷	امام آمین بالجہر کرے تو حنفی کیا کرے
۱۷۲	۷	امام کہاں کھڑا ہو
۱۹۷	۷	امام کا وضو ٹوٹے تو باہر کیسے آئے
۲۰۱	۷	امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو تو حکم
۲۰۵	۷	امام کے انتظار میں تاخیر جماعت کا حکم

marfat.com
Marfat.com

صفحہ	جلد	عنوان مسئلہ
۲۱۸	۷	امام کے لئے مصلّٰی کا حکم
۲۲۹	۷	امام پر مقتدی کا تحکم نہیں
۱۱۶	۷	حنفی مقتدی کے شافعی امام کی اقتداء کی شرائط
۲۴۹	۷	امام کا وضو جاتا رہے تو کیا کرے
۲۵۰	۷	امام امی کو خلیفہ کرے اس نے دوسرے کو کیا تو حکم
۳۸۴،۳۵۹	۸	جمعہ، عیدین، کسوف کا امام کیسا ہو
۳۹۹	۸	امام میں شرعی عیب ہو تو حکم
۴۰۴	۸	شافعی امام کے پیچھے حنفی کی اقتداء
۵۶۷	۸	جمعہ، عیدین اور نماز پنجگانہ کی امامت میں فرق
۵۸۴	۸	عید پڑھنے والا عید کا امام نہ ہوگا
۱۷۴	۹	رافضی کی نماز جنازہ پڑھانے والے کی امامت
۳۰۴	۹	سرکار کے جنازہ میں امامت نہ ہونے کی حکمت
۶۰۵	۹	وہابی رافضی کی امامت
۶۰۴	۱۰	کلاہ پوش کے پیچھے عمامہ والے کی امامت
۶۰۵	۱۰	ناذر مفترض کی اقتدا نہ کرے
۶۰۷	۱۰	نابالغوں کی امامت
۲۹۱	۱۰	امام کے لئے زکوٰۃ، چرم قربانی لینے کا حکم
۲۴۰،۲۳۹	۱۱	امام فاسق معلن ہو تو حکم
۲۶۶	۱۱	معتدہ کا نکاح پڑھانے والے کی امامت کا حکم
۴۳۴	۱۱	فاسق معلن کی امامت
۱۹۰	۱۱	جاہل کی امامت کا حکم
۴۶۴	۱۲	فاسق کی امامت

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
تارکِ منکوحہ غیر کی امامت	۱۲	۴۶۲
امامت پر اجرت جائز	۱۳	۵۹۵
فاسق معلن کی امامت	۱۳	۶۵۲
والدین کی خدمت نہ کرنے والے کی امامت	۱۳	۳۵۴
امامت کبریٰ کی شرط	۱۴	۱۴۴
کون امامت کا اہل نہیں	۱۴	۲۵۳
امامتِ بدعتی کا حکم	۱۴	۲۹۴
فاسق معلن کون ہے اور اس کی امامت کا حکم	۱۴	۳۱۸
فاسق نا قابل امامت	۱۵	۱۴۹
فاسق کی امامت	۱۵	۴۴۶
امامت کی نیابت کی تفصیل	۱۶	۳۴۳
فاسق کی امامت ناجائز	۱۶	۳۶۱
امام مسجد کی صفات	۱۶	۴۱۸
جو لائق امامت نہیں اس کو معزول کر دیا جائے	۱۶	۴۵۷،۴۷۷
فاسق معلن کی امامت	۱۶	۵۸۱
امام کی بکراہت اقتداء درست ہے	۱۶	۵۹۶
مفضول افضل کی امامت کرا سکتا ہے	۱۶	۵۶۷،۵۸۱
سودخور کی امامت	۱۷	۲۶۹
امام کے قعدہ اولیٰ میں بھول کر کھڑا ہونے کا مسئلہ	۱۸	۳۳۲
امامت کی اجرت جائز ہے	۱۸	۵۵۸
امامت فاسق معلن	۱۸	۶۲۴
امامت پر اجرت کا حکم	۱۹	۵۰۲،۵۲۱

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
فاسق کی امامت	۱۹	۲۸۴
حق کے مقابل باطل کی اعانت کرنے والے کی امامت کا حکم	۲۱	۱۶۹
مشرک کی تعظیم کرنے والے امام کی امامت کا حکم	۲۱	۲۷۷
بدمذہبوں کی مجلس رکھنے والے امام کی امامت کا حکم	۲۱	۲۷۸
بدمذہبوں کی تکفیر نہ کرنے والے امام کی امامت کا حکم	۲۱	۲۸۴
سؤر کا گوشت پکا کر غیر مسلموں کو کھلانے والے امام کا حکم	۲۱	۶۱۴
عہدۂ امامت قابل نفرت لوگوں کو نہ دیا جائے	۲۱	۶۱۵
جھوٹی گواہی دینے والے کی امامت ناجائز	۲۱	۱۶۹
دیوبندیوں کو کافر نہ کہنے والے کی امامت کی تفصیل	۲۱	۲۸۴
پانچ ائمہ جن کی امامت کبریٰ پر اجماع	۲۱	۴۵۶
مسجد میں امام کے لئے پاؤں دبوانے کا حکم	۲۲	۱۳۰
بدمذہب امامت کے اہل نہیں	۲۲	۲۱۴
فاسق کی امامت ممنوع ہے	۲۲	۲۱۴
عورت ساتھ لے کر پھرنے والے کی امامت کا حکم	۲۳	۹۵
غیر سنی اگر سنیوں کی مسجد میں امامت کرائے تو حکم	۲۳	۹۶
جاہل امام بنے تو حکم	۲۳	۹۷
ولد الزنا کی امامت	۲۳	۹۸
فاسق معلن کی امامت	۲۳	۹۸
جھوٹی تہمت لگانے والے کی امامت	۲۳	۹۸
جھوٹی گواہی دینے والے کی امامت	۲۳	۱۰۲
غیر سید اگر سید ہونا ظاہر کرے تو اس کی امامت	۲۳	۱۰۲
سود خور کی امامت	۲۳	۱۰۳

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
نکاح حرام سے پیدا ہونے والے کی امامت	۲۳	۱۹۱
باپ کے غیر کی طرف منسوب کرنے والے کی امامت	۲۳	۲۰۰
امامت صغریٰ میں شرف نسب کا حکم	۲۳	۲۰۶
احق بالامامۃ کون	۲۳	۲۰۶
فاسق کی امامت	۲۳	۲۹۹
فاسق کو امام بنانے والے بھی گناہ گار	۲۳	۷۲۶
چوری یا جوئے کے مال پر ختم پڑھ کر کھانے والے کی امامت منع ہے	۲۳	۱۱۲
باپ کے غیر کی طرف نسب کو منسوب کرنے والے کی امامت کا حکم	۲۳	۲۰۰
امامتِ کبریٰ قریش کے ساتھ خاص ہے	۲۳	۲۰۶
ولد الزناء کی امامت	۲۴	۳۴۳
متکلمین کی امامت کا حکم	۲۴	۴۴۴
امامت پر اجرت حلال	۲۴	۵۰۲
امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے	۲۴	۵۴۰
امامت کا زیادہ حق دار کون	۲۴	۴۳۴
ماں کے گستاخ اور کاذب وسارق کی امامت کا حکم	۲۴	۴۰۵
امامت سے مراد کیا ہے	۲۶	۴۳۰
غیر مقلدین کے پیچھے نماز کا حکم	۲۹	۱۹۳
منکر میلاد وغیرہ کے پیچھے نماز کا حکم	۲۹	۲۱۹
مرتد کے پیچھے نماز کیسی	۲۹	۲۶۷

امکانِ کذب :

امکانِ کذب باری تعالیٰ کا ردِّ بلیغ	۱۵	۳۱۱ تا ۵۲۷

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ

امر بالمعروف ونہی عن المنکر :

امر بالمعروف ونہی عن المنکر فرض ہے	۵	۱۱۷
امر بالمعروف ونہی عن المنکر امورِ اسلام سے ہے	۱۱	۱۰۹
امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لئے ایک حد ہے	۱۱	۱۱۰
امر بالمعروف احتمال پر کرے	۱۴	۳۷۶
امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے ترک کا زوال	۲۲	۲۱۱
نہی عن المنکر فرض ہے مگر......	۲۳	۶۸۱
امر بالمعروف کا اجراء اور برائی کی طرف بلانے والے کا وبال	۲۳	۷۳۴
امر بالمعروف کب واجب کب غیر واجب	۲۴	۱۶۰
امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا تفصیلی بیان	۲۴	۱۷۵،۱۶۷

انگریز/ انگریزی :

انگریزوں کے ملک کے بند ڈبوں کی اشیاء کا حکم	۲۱	۶۱۹
انگریزی وضع کے بوٹوں کا حکم	۲۳	۹۸
انگریزی طرز کے بال رکھنے کا حکم	۲۳	۱۰۰
انگریزی اور سودی کمپنی کے ذریعے سفرِ حج کرنا	۲۳	۵۹۸
انگریزی قلم سے تعویذ لکھنے کا حکم	۲۳	۳۹۷
انگریزی پڑھنے کی جائز صورت	۲۳	۵۳۳
انگریزی اور جائز فنون نوکری کے لئے جائز	۲۳	۷۱۰
انگریز کے ساتھ رہنے والی مسلمان عورت کی توبہ کا حکم	۲۳	۵۴۶
انگریزی ٹوپی، جیکٹ، پتلون کا حکم	۲۴	۵۳۲
انگریزی لباس اور انگریزی فیشن کے بال کا حکم	۲۴	۵۳۵

marfat.com

Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
انگریزی رقیق دوا کپڑے پر لگے تو حکم	۲۵	۲۰۹

انگلی / انگشت :

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
نماز اور غیر نماز میں انگلیاں چٹخانے کے احکام	۱	۱۰۲۱
التحیات میں انگشت کے اشارہ کا ثبوت	۶	۱۸۷،۱۴۹
انگشت شہادت سے اشارے کی حکمت	۷	۲۰۸
التحیات میں اشارہ کرنے کا طریقہ	۶	۱۹۰
نماز میں اشارۂ انگلی	۱۵	۲۲۰

انگوٹھی / انگوٹھے :

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
وضو میں انگوٹھی کا حکم	۱	۸۹۶،۲۸۵
متبرک انگوٹھی بوقتِ استنجاء اتار لے	۱	۸۹۶
انگوٹھی پر اسماء ہوں تو اتار کر بیت الخلاء جائے	۴	۵۸۱
انگوٹھے چومنا	۵	۴۱۵،۴۱۴
انگوٹھے چومنے پر مستقل رسالہ	۵	۴۲۹
انگوٹھے چومنے کے تین طریقے	۵	۴۳۳
انگوٹھے چومنے کا ثبوت	۵	۴۳۵
اقامت میں انگوٹھے چومنے کا ثبوت	۵	۶۲۹
انگوٹھی کے نگ میں سونے کی کیل کا حکم	۲۲	۱۲۱
مرد کے لئے کیسی انگوٹھی جائز اور کیسی ناجائز	۲۲	۱۴۱
انگوٹھے چومنے کا ایک ناپسندیدہ طریقہ	۲۲	۳۱۶
سرکار کی انگوٹھی کا نقشہ	۲۳	۳۹۲
اذان سن کر انگوٹھے چومنا	۲۴	۵۱۰

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
آیت سن کر انگوٹھے چومنا ناجائز	۲۴	۵۱۰
مرد کے لئے چاندی کی انگوٹھی کا وزن	۲۴	۵۴۴
مرد انگوٹھی کون سے ہاتھ میں پہنے	۲۴	۵۴۵
اذان میں انگوٹھے چومنا	۲۹	۲۸۳

انبیاء:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
انبیاء کا وضو سونے سے نہیں ٹوٹتا	۱	۵۷۲
انبیاء کے وضو میں مصنف کی تحقیق	۱	۵۷۸
۱۰ چیزیں سنتِ انبیاء ہیں	۱	۱۰۵۰
انبیاء کے وضو وغسل جنابت کے پانی کا حکم	۲	۹۱
ناقہ صالح علیہ السلام کا کنواں	۲	۴۷۷
سرکار ﷺ کا غسالہ	۲	۵۹۵
انبیاء کی حیات	۳	۴۰۳
آدم علیہ السلام کی نماز جنازہ	۵	۳۷۵
سرکار ﷺ کی اذان	۵	۳۷۴
انبیاء زندہ	۹	۴۳۱
سرکار کا سایہ نہ تھا	۹	۴۳۲
تعظیم انبیاء	۹	۴۹۶
انبیاء کے بدن	۹	۹۰۷
انبیاء زندہ	۹	۹۰۸
انبیاء زندہ	۱۰	۸۰۶،۷۶۴
انبیاء زندہ	۱۴	۶۸۵
انبیاء احتلام سے پاک ہیں	۱۵	۱۵۵

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
انبیاء قتل ممنوع نہیں کرتے	۲۲	۵۲۰
انبیاء معصوم ہیں	۲۲	۲۰۶
انبیاء کے سردار سرکار ہیں	۲۸	۳۶۶
انبیاء کے لئے علم غیب کا ثبوت	۲۹	۹۲
حیات انبیاء کے منکر کا حکم	۲۹	۱۱۰
انبیاء کے امام الانبیاء پر ایمان لانے کی حکمت	۲۹	۲۳۰
انبیاء معصوم ہیں	۲۹	۳۳۳
انبیاء کی سب دعائیں مقبول ہیں	۲۹	۳۳۴
چار نبی بے عروض موت زندہ ہیں	۲۹	۶۳۷
انبیاء کی امامت کی احادیث	۳۰	۲۳۸

انجاس:

دیکھئے نجاستیں :

انشورنس:

دیکھئے بیمہ :

اولیاء :

اولیاء کی نیاز کا کھانا	۲	۶۲
اولیاء کی نظر	۲	۶۳
اولیاء کی نیاز	۳	۲۵۶
اولیاء کا خشوع بارگاہِ سرکار میں	۷	۵۹۷
اولیاء زندہ ہیں	۹	۴۳۱تا۴۳۳
اولیاء کے مزارات پر عمارات کا حکم	۹	۴۹۴

marfat.com
Marfat.com

الف

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
مزارات اولیاء پر روشنی کا حکم	۹	۴۹۶
اولیاء کی روحوں کی طاقت	۹	۶۵۳
مزاراتِ اولیاء پر حاضری	۹	۷۶۶
اولیاء سے توسل	۹	۷۷۱
اولیاء حاجت روا ہیں	۹	۷۹۷
اولیاء بعد وصال	۹	۸۰۸
اولیاء کرام کی نذور	۱۳	۵۹۹
اولیاء کرام کا ذکر خیر	۱۳	۶۰۰تا۶۰۸
اولیاء بیک وقت کئی جگہ حاضر	۱۴	۶۵۷
اولیاء سے طلب دعا جائز	۱۵	۷۴
اولیاء سے استمداد جائز	۱۵	۱۵۴
اولیاء بعد وفات بھی تصرف کرتے ہیں	۱۵	۲۱۶
اولیاء کے علم کی وسعت	۱۵	۲۱۶
اولیاء سے طلب حاجات	۱۵	۲۱۶
اولیاءِ طریقت مجتہدینِ شریعت کی طرح ہیں	۲۱	۵۷۵
اولیاء وارثانِ سرکارِ رسالت ہیں	۲۲	۳۹۵
اولیاء کاملین سے بظاہر خلاف شرع فعل کا ٦ وجوہ سے دفاع	۲۲	۵۱۶
اولیاء اللہ کی زیارت کے لئے جانا جائز	۲۳	۱۰۹
اولیاء کے مزارات پر عورتوں کی حاضری	۲۳	۱۱۱
اولیاء کو ایصالِ ثواب طریق اسلام ہے	۲۳	۵۶۲
اکابر اولیاء کا عروجِ روحانی	۲۸	۴۲۰
حیاتِ اولیاء وشہداء کا ثبوت قرآن سے ہے	۲۹	۱۰۵

marfat.com

Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
اولیاء کے اقوال انا الحق وغیرہ کی تحقیق	۲۹	۶۲۷
اولیاء کو ندا کرنے کا طریقہ متواترہ	۲۹	۵۵۶
حضرت شاہ منصور کو سولی دینے کی وجہ	۲۹	۶۲۸
اولیاء کی ایک دوسرے پر فضیلت کی ترتیب	۳۰	۸۷
اولیاء کی برکتیں	۳۰	۳۸۴،۳۸۶

اوقات نماز

اوقات نماز	۵	۱۲۱تا۱۵۶
وقت زوال	۵	۱۳۰
وقت عصر	۵	۱۳۲،۱۳۶
وقت عصر	۵	۱۳۸
وقت مکروہ	۵	۱۳۸
وقت عصر، مغرب، عشاء، فجر	۵	۱۵۳
وقت عصر اور قول علی رضی اللہ عنہ	۵	۱۳۶
وقت مغرب	۵	۲۴۵
ضحوہ کبریٰ	۵	۳۱۴
فجر وظہر کا وقت آخر	۵	۳۲۰
نصف النہار	۵	۳۲۳
سایہ اصلی	۵	۳۲۳
نہار عرفی ونہار شرعی	۵	۳۲۷
فجر کا کل وقت	۵	۳۲۹
اوقات مکروہہ کا حکم	۵	۳۳۰
فجر کا مستحب وقت	۵	۳۳۱

marfat.com

Marfat.com

صفحہ	جلد	عنوان مسئلہ
۳۳۴	۵	فجر صبح روشنی میں سنت
۳۳۶	۵	فجر اسفار میں
۳۳۹	۵	ظہر کا مستحب وقت
۳۳۲	۵	غروب کا وقت
۳۶۵	۸	جمعہ کا اول وآخر وقت
۳۰۶	۹	وقت نماز کا سبب
۶۲۲	۱۰	وقت مغرب عندالامام

اہل کتاب:

۴۰۰،۳۸۴	۱۱	اہل کتاب سے نکاح
۵۱۱	۱۱	اہل کتاب کا ذبیحہ
		(مزید نصاریٰ میں دیکھیں)

ایصالِ ثواب:

۴۲۱تا۶۴۸	۹	ایصالِ ثواب کا بیان
۵۹۶	۱۳	ایصالِ ثواب کے لئے اجتماع
۳۷۷	۱۴	ایصالِ ثواب جائز
۴۹۸،۴۹۵	۱۹	ایصالِ ثواب کی اجرت ناجائز
۵۲۸	۱۹	ایصالِ ثواب کی اجرت ناجائز
۴۵۷،۳۶۹	۲۰	قربانی کا ایصالِ ثواب
۵۰۴	۲۰	قربانی کی کھال کی رقم کے طعام کا ایصالِ ثواب
۱۲۳	۲۱	بزرگانِ دین کو ایصالِ ثواب کا حکم
۱۳۲	۲۱	ایصالِ ثواب کے لئے مروجہ نذر و نیاز کا حکم

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
حضور کی بارگاہ میں ایصال ثواب	۲۳	۱۲۰
ایصال ثواب کا طریقہ	۲۳	۱۲۱
اولیاء کو ایصال ثواب طریق اسلام ہے	۲۳	۵۶۲
ایصال ثواب کے کھانے کو لٹانے کی شرعی حیثیت	۲۴	۱۱۲
ایصال ثواب ہر روز مستحسن ہے	۲۴	۵۰۰
گیارہویں شریف کے لئے دن مقرر کرنا	۲۹	۲۰۲
گیارہویں شریف کرنا کیسا ہے	۲۹	۲۰۴

ایلاء:

باب الایلاء	۱۳	۲۵۷ تا ۲۶۰

ایمان:

دیکھئے قسم:

ایمان ابوطالب:

ایمان ابوطالب کی مدلل بحث	۲۹	۶۵۵ تا ۷۴۸

﴿ آ ﴾

آداب دعا و استغفار:

آداب دعا و استغفار	جلد ۹	صفحات نمبر ۲۴۰، ۳۶۵، ۵۷۴، ۶۹۳، ۶۹۴
آداب حاضری سرکار ﷺ	۲۲	۳۹۲
آداب زیارت روضۂ اقدس	۲۲	۳۹۳
کچھ آداب استغفار وغیرہ کا بیان	۲۳	۳۳۵ تا ۴۷۹

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ

آریہ

آریوں کے لیکچر سننا حرام	۱	۱۰۵۷
آریہ کے بعض عقائد	۲۱	۱۲۴
قرآن کریم پر آریہ کے اعتراضات کے مدلل جوابات	۲۹	۱۱۹

آمین :

آمین آہستہ کہنی چاہیے	۶	۳۳۲
آمین بالجہر کہنے والے کون؟	۶	۳۷۹
آمین بالجہر کا حکم	۲۹	۳۹۳

آئینہ:

آئینہ میں درز پڑے تو سفیدی کیوں ہوتی ہے؟	۳	۲۴۰،۲۳۹

﴿ ب ﴾

بارش :

بارش کے پانی کا حکم جو نالیوں سے بہے	۲	۳۸
بارش برستی کے پانی کا حکم	۲	۴۴۶
بارش کے بہتے پانی کا حکم	۴	۳۳۱
بارش کے لئے اذان کا حکم	۵	۳۷۲،۳۷۰

بال:

بھنوؤں اور مونچھوں کے بالوں کا حکم	۱	۲۸۲
ہاتھ، پاؤں، سینہ، پشت کے بالوں کا حکم	۱	۷۶۹
سر کے بالوں کے متعلق دو سوال	۲۲	۵۷۶

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
بال کٹوانے کے خلاف سنت طریقے	۲۲	۵۷۷
سر کے بالوں کے متعلق ۳ سوال	۲۲	۵۹۴
مروجہ سر کے بالوں کی کٹنگ کا حکم	۲۲	۵۹۵
سفید بال اکھاڑنے کا حکم	۲۲	۵۹۸
لب زیریں کے نیچے کے بال کاٹنے کا حکم	۲۲	۵۹۹
گردن، سینہ، پشت کے بال منڈوانے کا حکم	۲۲	۵۹۹
زیر ناف بال تراشنے کا حکم	۲۲	۶۰۰
سر کے بال بڑھانے کی مقدار	۲۲	۶۰۵
لبوں کے بالوں کی مقدار	۲۲	۵۰۵
کفر کے بال دور کرنے کا حکم ہے	۲۲	۶۸۰
بال بڑھانے، ترشوانے میں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادتِ کریمہ	۲۲	۶۹۰
بالوں میں کنگھے کے لئے کوئی خاص وقت مقرر نہیں	۲۹	۹۴

بائن:

دیکھئے صریح :

بدعت:

بدعت کی اقسام	۸	۴۱۹
بدعت	۸	۴۲۰
بدعت حسنہ	۸	۶۲۰،۶۱۴
اقسام بدعت	۸	۶۲۵
بدعت مباح	۸	۶۳۸
بدعات حسنہ	۹	۳۹۴

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
بدعت کا معنی اور اقسام	۱۴	۳۶۰
مدرسہ بنانا بدعت حسنہ ہے	۱۶	۴۶۴
ہر بدعت سیئہ کفر نہیں	۲۱	۲۲۱
کون سی نئی بات بدعت ہے	۲۳	۳۲۰
بدعت حسنہ بالاتفاق مندوب ہے	۲۳	۷۶۴
تعزیہ کی بدعات	۲۴	۴۸۹
بدعت کی اقسام	۲۶	۵۱۵،۵۳۳

بدگمانی:

بدگمانی حرام ہے	۲۰	۲۳۰
بدگمانی کی مذمت	۲۰	۱۷۳
بدگمانی حرام ہے	۲۱	۱۳۳،۱۷۲
بلادلیل بدگمانی حرام	۲۱	۶۷۳
بدگمانی حرام	۲۲	۳۹۹
بدگمانی حرام	۲۳	۳۲۶
بدگمانی حرام	۲۴	۱۰۵
بدگمانی کی جگہوں سے بچنے کا حکم	۲۵	۷۸

برش:

دانت صاف کرنے والے برش کا حکم	۲۱	۶۱۹
خنزیر کے بالوں کا برش نجس ہے	۲۱	۶۲۱
سنت مسواک چھوڑ کر برش کا استعمال جہالت ہے	۲۱	۶۲۱

بلاغت:

ایک جملے میں مجاز کی وضاحت	۹	۵۱۴

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
قرآن کریم میں صنعت استخدام کے مواقع	۹	۸۶۸
کنایہ تصریح سے افضل ہے	۱۰	۶۳۰
مجاز کے لئے قرینہ ضروری	۱۱	۱۵۵
استفہام کا معنی	۱۱	۱۶۴
تشبیہ و تمثیل کا فرق	۱۵	۱۵۲
معنی کے اقسام چہارگانہ	۱۵	۵۸۲
لفظِ مجازی کا اطلاق	۲۷	۱۲۲
فصل اور نکرہ کا ضابطہ	۲۷	۲۱۳
لفظ دین بدیہہ کی تحقیق انیق	۲۸	۱۷۶
صفت کا اطلاق مستعمل کے لحاظ سے مجازاً ہے	۲۸	۶۱۰
خبر کی تقدیم و تاخیر کا بیان	۲۸	۶۳۹
مبتدا کو خبر پر مقدم کرنے کی بحث	۲۸	۶۴۹
خبر کو مقدم کرنے کے نکات	۲۸	۶۵۲
نکرہ تحت النفی مفید عموم ہے	۲۹	۷۶
لفظ کل کا استعمال	۲۹	۴۸۸
باب تشبیہ واسع ہے	۲۹	۵۱۸
اسناد حقیقی غالب ہے	۳۰	۸۰
نسبت و اسناد کی تحقیق	۳۰	۳۷۴

بلوغت:

لڑکی کی بلوغت کی عمر	۱۱	۲۷۴، ۵۶۰
لڑکے کی بلوغت کی عمر	۱۱	۵۶۰
بلوغ کی شرطیں اور نشانیاں	۱۱	۶۸۵

marfat.com
Marfat.com

ب

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
بلوغت کی انتہائی عمر	۱۲	۳۹۹
لڑکی میں بعمر ۱۶ سال بلوغ عدم بلوغ دونوں محتمل ہیں	۱۲	۶۰۹
آثار بلوغ عورت	۱۳	۲۹۴
موئے زیر ناف اگنا، داڑھی اگنا، سینے کے ابھار وغیرہ مثبت بلوغ ہیں	۱۸	۳۷۸
بلوغ کی حد	۱۹	۶۲۹

بنک:

بنک کی رقم پر زکوٰۃ	۱۰	۱۴۱
بنک میں جمع رقم بنک پر دین ہے	۱۶	۲۲۴
بنک سے زائد رقم لینا سود	۱۷	۳۳۴
کوآپریٹو بنک کا حکم	۱۷	۳۴۰
بنک کی زائد رقم کا حکم	۱۷	۳۷۵
سیونگ بنک کا حکم	۱۷	۳۷۶
بنک سے قرض کا حکم	۱۷	۳۷۸

بوسہ:

نماز میں مرد و عورت کے بوسہ کا فرق و حکم	۱	۴۷۰
بوسۂ زمین کا حکم	۲۲	۴۷۵
حضرت جعفر نے سرکار کو بوسہ دیا	۲۲	۲۵۴
بوسہ مزاراتِ اولیاء کا حکم	۲۲	۳۱۷
وفد عبدالقیس کا بوسہ پائے سرکار ﷺ	۲۲	۳۱۸
صحابہ کا بوسہ پائے سرکار ﷺ	۲۲	۳۲۰
صحابی کا بوسہ سرکار ﷺ کے سر مبارک پر	۲۲	۳۲۱

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
سلطان عادل کے ہاتھ کا بوسہ	۲۲	۲۳۰
بزرگانِ دین کے ہاتھوں کو بوسہ دینے کا حکم	۲۲	۳۳۸
بوسہ ید کا حکم	۲۲	۳۳۹
سرکار نے صحابی کو پائے مبارک چومنے کی اجازت دی	۲۲	۲۳۹
بوسہ تعظیمی کا مکمل بیان	۲۲	۳۴۱ تا ۳۴۳
قبور کو بوسہ کا حکم	۲۹	۲۰۵

بوہرہ:

معتوہ بوہرہ کے احکام	۲	۵۲۹
بوہرے رافضی ہیں	۱۷	۳۴۸
بوہرے کے ذبیحہ کا حکم	۲۰	۲۴۳،۲۵۰

بیماری :

دیکھئے علاج :

بیع:

بیع تعاطی کا حکم	۳	۷۱۰
بیع میں ایک شرط اور حکم	۴	۱۲۶
مسجدوں کی بیع کا حکم	۸	۹۰
مزار کی چادروں کی بیع کا حکم	۹	۱۹۲
بے اذن بیع کا حکم	۹	۲۹۵
قبرستان کی بیع کا حکم	۹	۴۷۹
پیسوں کی بیع کی ایک عبارت	۱۰	۱۰۸
مبیع ہلاک ہوگیا کی ایک صورت	۱۰	۴۷۳

marfat.com
Marfat.com

ب

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
بیع کا جھوٹا اقرار	۱۱	۱۲۵
غیر عربی کا بعت و اشتریت کہنے کا حکم	۱۱	۲۲۷
افیون اور حشیش کی بیع کا حکم	۱۱	۳۸۶
مردار، حر، خون کی بیع کا حکم	۱۱	۵۴۲
نابالغ کی بیع کا حکم	۱۱	۶۴۲
بیع کا ورود عین پر ہوتا ہے	۱۲	۱۱۹
ثمن مؤجل میں حبس مبیع کا حکم	۱۲	۱۲۰
شرائط مبیع میں سے شرط مفسد کب محتمل ہے	۱۲	۲۲۸
بیع بالعشرہ کی اقسام	۱۳	۱۲۵
عقد و نقد مال حرام پر جمع نہ ہوں تو حکم	۱۴	۶۵۶
مہر میں جائداد ہبہ بالعوض اور بیع ہے	۱۶	۱۱۳
اشجار موقوفہ اور زوائد کی بیع کا حکم	۱۶	۲۷۷
بیع فاسد کو فسخ کرنا فرض ہے	۱۶	۱۱۳
کتاب البیوع	۱۷	۸۱تا۶۴۹
بیع باطل و فاسد	۱۷	۱۴۱
بیع مکروہ	۱۷	۱۸۹
بیع فضولی	۱۷	۱۹۳
اقالۃ	۱۷	۲۱۷
مرابحہ	۱۷	۲۱۹
تصرف فی المبیع والثمن	۱۷	۲۴۳
قرض	۱۷	۲۶۹
ربٰوا (مزید دیکھئے : سود)	۱۷	۲۹۱

marfat.com
Marfat.com

ب

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
استحقاق	۱۷	۵۶۱
بیع سلم	۱۷	۵۶۹
استصناع	۱۷	۵۹۷
صرف	۱۷	۶۰۱
بیع التلجیۃ	۱۷	۶۳۹
بیع وفا	۱۷	۶۴۳
بیوع متفرقہ	۱۷	۶۴۹
بیعانہ کا حکم	۱۸	۲۵۲
بیع بالوفا کا ایک مقدمہ	۱۸	۶۵۹
مشاع کی بیع بالاجماع جائز ہے	۱۸	۷۱۳
معتوہ کی بیع کا حکم	۱۹	۶۳۶
لڑکے کے اپنے نام شدہ مکان کی بیع کی تو باپ کو فسخ کا حق نہیں	۱۹	۳۳۲
بیع سلم کی ایک صورت	۲۰	۲۰۸
بیع کے بعد مبیع کا حکم	۲۰	۱۲۲
غیر مسلموں سے گوشت خریدنے کا سوال	۲۰	۲۸۸،۲۸۰
بیع عقد سے تام ہوگئی	۲۰	۴۵۰
بیع کا اطلاق صحیح	۲۰	۵۱۷
بیع میں عقد اور نقد جمع ہونے کی صورت	۲۱	۶۵۴
لوہے اور پیتل کے زیور کی بیع کا حکم	۲۲	۱۲۹
ریشمی کپڑے کی بیع کا حکم	۲۲	۱۷۶
بیع من یزید جائز ہے (بولی کی بیع)	۲۳	۶۰۵
بیع وفا عین رہن ہے	۲۵	۲۳۷،۵۶

marfat.com
Marfat.com

ب

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
وصی کو مطلق اختیار بیع نہیں	۲۵	۴۸۰
مرض موت میں وارث سے بیع صحیح نہیں	۲۵	۶۵۳
جہالت ثمن سے بیع باطل	۲۶	۳۶۹

بیعت:

اجنبی عورت سے بیعت کا طریقہ	۳	۵۴۱
بیعت کی چار شرائط	۲۱	۶۰۳
عورت بغیر اذن شوہر کب بیعت کرسکتی ہے	۲۲	۲۰۷
آداب بیعت کا مستقل بیان	۲۶	۵۵۵تا۶۰۴
بیعت بذریعہ خط وکتاب بھی جائز	۲۶	۵۶۸
ولدالزنا کی بیعت کا حکم	۲۸	۵۲
کافر بیعت نہیں ہوسکتا	۲۹	۶۴۲

بیمہ :

بیمہ کمیٹی کا سوال	۱۷	۳۷۰
بیمہ کی قباحتیں	۱۷	۳۷۱
زندگی اور شادی کا بیمہ حرام	۱۷	۳۸۱
بیمہ جواء ہے	۱۷	۳۶۵
بیمہ جواء ہے	۱۹	۵۰۲
جان کے بیمہ کی صورت	۲۳	۵۹۴
بیمہ جواء ہے	۲۳	۵۹۵
زندگی کے بیمے کا شرعی حکم	۲۳	۶۰۱
بیمہ کی ایک صورت اور اس کا حکم	۲۵	۷۰

marfat.com
Marfat.com

﴿ پ ﴾

پانی:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
وضو اور غسل میں پانی کی مقدار	۱	۷۷۵
باب المیاہ	۱	۳۳۰
باب المیاہ	۲	کامل جلد
باب المیاہ	۳	۳۱تا۲۹۵
پانی کے مسائل	۴	۳۳تا۳۴۷
پانی سے استنجاء میں خروج ریاح	۱۰	۲۸۵
قلیل پانی میں نجاست گرنے کا حکم	۱۱	۳۶۳
زمزم اور وضو کے بچے ہوئے پانی کے سوا کھڑے ہو کر پانی پینے کا حکم	۲۱	۶۶۹

پراویڈنٹ فنڈ:

پراویڈنٹ فنڈ کا حکم	۱۹	۵۳۳

پردہ:

دیکھئے ستر:

پرورش:

دیکھئے حضانۃ:

پسینہ:

پسینہ گھوڑے کا اور مکھیاں	۳	۲۹۱
انسان کے پسینہ کا حکم	۳	۳۰۶

پیر / مرشد:

نامحرم عورت کا اپنے مرشد کا جھوٹا پینا	۲	۲۸۰

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
جو پیر فعل حرام کا مرتکب ہو اس کا حکم	۶	۶۰۵
جو پیر فعل حرام کا مرتکب ہو اس کا حکم	۱۱	۳۲۵
پیر کا ادب کم حضور ﷺ کا زیادہ چاہیے	۱۳	۶۵۵
پیر یا شیطان ...... کون؟	۱۴	۵۷۸
مرشد کو خدا کہنا کفر	۱۴	۶۱۱
مرشد حق کی قدم بوسی جائز	۱۴	۶۱۱
پیر اگر مرید کو عاق کرے تو حکم	۱۹	۲۶۴
پیر کے خلاف بدگمانی کا حکم	۱۹	۲۷۰
پیر کے لئے شرائط	۲۱	۴۹۱
غیر محرم پیر سے عورت کو پردہ واجب	۲۲	۲۵۰
پیر کی تصویر کے احترام کا حکم	۲۲	۴۱۱
عورتوں کو بلا پردہ پیر کے پاس جانے کا حکم	۲۲	۲۳۹
ایک جعلی پیر کے بارے سوال	۲۳	۱۰۲
جاہل کا پیر بنا حرام	۲۳	۷۲۸
پیر کے مرید پر حقوق	۲۴	۳۶۸
پیری مریدی کا مکمل بیان	۲۶	۵۵۵تا۶۰۴
مرشد کے فتاویٰ کے ردّ کی تصدیق کرنیوالے کی بیعت کا حکم	۲۷	۹۲

پیشاب:

سوئی کے برابر پیشاب کے چھینٹوں کا حکم	۱	۷۶۲
پیشاب سونگھنا	۲	۵۶۴
پیشاب کی جھاگ کا رنگ	۳	۲۳۹
پیشاب شیر خوار کا	۴	۵۵۶

marfat.com
Marfat.com

عنوانِ مسئلہ	جلد	صفحہ
پیشاب بیلوں کا	۳	۵۷۰
پیشاب کھڑے ہو کر	۳	۵۸۹،۵۸۷
پیشاب کھڑے ہو کر	۳	۵۹۹
پیشاب کے قطرے مسلسل	۳	۶۰۷
قلیل پانی میں پیشاب کا حکم	۱۱	۳۲۳
کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا حکم	۲۳	۵۵۷

﴿ ت ﴾

تالاب:

عنوانِ مسئلہ	جلد	صفحہ
تالاب سے نکلے ہوئے پانی کا حکم	۲	۳۳۵
تالاب میں برف جم جائے تو حکم	۲	۳۳۳
بڑا تالاب نجاست کے بعد سوکھ گیا تو حکم	۲	۳۳۹
بڑا تالاب نجاست کے بعد سوکھ گیا تو حکم	۲	۳۷۰
زراعت کثیر والے تالاب کا حکم	۳	۲۵۳
سرکاری روپیہ سے بنے تالاب سے وضو کا حکم	۲۳	۵۳۲

تاوان:

دیکھئے ضمان:

تثویب:

عنوانِ مسئلہ	جلد	صفحہ
تثویب کا معنی اور حکم	۵	۳۶۱
مسئلہ تثویب میں دیوبندی خیانتیں	۵	۳۹۱

تجوید:

دیکھئے قرأت :

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ

تحفہ :

دیکھئے ھدیہ :

تدبیر :

مسئلہ تدبیر پر سیر حاصل بحث	۲۹	۳۰۳تا۳۳۶

تراویح:

20 رکعت تراویح سنت مؤکدہ ہے	۶	۱۸۵
تراویح میں سورۃ رحمٰن پڑھنے کا طریقہ	۶	۳۳۸
تراویح ایک نیت سے چار جائز	۷	۴۴۳
تراویح کی دس رکعتیں ایک سلام سے جائز مگر مکروہ	۷	۴۵۴
تراویح سنت مؤکدہ ہے	۷	۴۵۷
تراویح میں ایک قرآن کریم سنت موکدہ ہے	۷	۴۵۸
صرف فاتحہ واخلاص سے تراویح جائز	۷	۴۵۹
عشاء بغیر جماعت تو وتر بھی بغیر جماعت پڑھے	۷	۴۶۸
تراویح بلا عذر چھوڑنے والے کا حکم	۷	۴۷۱
تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد دعا کا حکم	۷	۴۷۲
تراویح میں ہر سورت پر بسملہ بالجہر کا حکم	۷	۴۷۴
تراویح کی جماعت کے دوران عشاء کی جماعت کا حکم	۷	۵۴۴
تراویح کا ایک مسئلہ	۷	۵۵۵
تراویح میں تین رکعت پر قعدہ کا حکم	۷	۵۶۷
تراویح کی جماعت کے دوران عشاء کی جماعت کا حکم	۷	۵۶۸
تراویح میں بسملہ بالجہر	۷	۶۵۹تا۷۰۵

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
تراویح میں تکرار سورۃ اخلاص	۸	۶۲۱
سرکار نے مداومتِ تراویح بوجہ فرضیت ترک فرمائی	۹	۲۸۱
تراویح پڑھانے کی وجہ سے روزہ نہ چھوڑے	۱۰	۳۳۲
تراویح کی رکعات میں اختلاف کی صورتیں	۱۰	۵۹۷
امام ایک رات میں ایک تراویح پڑھائے	۱۰	۵۹۹
تراویح سارے ماہِ رمضان میں سنت موکدہ ہے	۱۰	۶۰۱
تراویح متنفرض کے پیچھے ادا نہ ہوگی	۱۰	۶۰۳
فرض جماعت سے اور تراویح تنہا یا اس کے عکس کا حکم	۱۰	۶۰۵
تراویح میں وقت ختم سورۃ اخلاص 3 مرتبہ پڑھنا	۳۰	۹۴

ترک موالات:

ترک موالات کا مکمل بیان	۱۴	۱۴۱تا۱۷۰
موالات کی بحث	۱۴	۴۳۶
موالات کی تقسیم	۱۴	۴۶۵
موالات کے دس طریقے	۱۴	۵۹۶
موالات ومحبت کے مسائل	۲۴	۳۱۱تا۳۳۳
ترک موالات ہر کافر سے فرض	۲۴	۳۶۲

تشبہ بالغیر:

حدیث من تشبہ بقوم فھو منھم کی تشریح	۲۳	۳۲۰
تشبہ بالغیر اور اس کے احکام	۲۴	۵۲۹تا۵۵۱
تشبہ کی دو قسمیں	۲۴	۶۰۸

تصوف واخلاق

صلوٰۃ الاسرار کا معمول	۷	۵۷۱

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
نمازغوثیہ کی اجازت لینے اور دینے کا بیان	۷	۵۷۲
توسل میں توجہ باطن ضروری	۷	۶۰۷
توبہ کے لئے بلند جگہ جانے کی حکمت	۷	۶۱۶
ختم خواجگان ودعائے حزب البحر کے فوائد	۷	۶۲۳
تصورشیخ کی ترکیب	۷	۶۲۶
نمازغوثیہ کے فوائد	۷	۶۳۳
نمازغوثیہ کے دوطریقے	۷	۶۳۸
عورت داعی الی اللہ نہیں ہوسکتی	۹	۵۶۴
اویسیت کی نسبت کا حکم	۹	۶۸۷
صوفیاء کے ہاں قلت خشوع والی نماز کا حکم	۱۰	۱۹۵
وحدۃ الوجود کی تعبیر	۱۴	۶۱۸
وحدۃ الوجود کی تحقیق	۱۴	۶۴۱
مسئلہ وحدت میں تین فرقے	۱۴	۶۴۲
سبحانی ما اعظم شانی کی توضیح	۱۴	۶۶۶
تصورشیخ	۱۵	۲۱۸،۲۰۵
سجادگی میں معروف کیا ہے	۱۶	۵۹۲
تصوف وطریقت کا مکمل بیان	۲۱	۴۵۹تا۶۰۶
تصوف کی چاشنی سے لبریز مفید مضمون	۲۳	۵۱۷
وجد کی تین صورتیں	۲۳	۷۴۵
ریاضت ومجاہدہ کیا ہے	۲۵	۴۶۹
خانقاہ شرعاً کس کو کہتے ہیں	۲۶	۴۸۹
تصوف وطریقت کی مکمل بحث	۲۶	۵۵۵تا۶۰۴

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
پیر کامل سے بلاوجہ انحراف کا حکم	۲۷	۵۷۷
بعض صوفیاء کے کلام کی شرح	۳۰	۷۲تا۸۹

تصور شیخ:

تصور شیخ کی ترکیب	۷	۶۲۶
تصور شیخ	۱۵	۲۰۵، ۲۱۸
رابطۂ شیخ مستحسن	۲۱	۲۵۲
تصور شیخ کے اثبات پر دلائل	۲۱	۵۶۹تا۶۰۶

تصویر:

تصویروں کی جگہ نماز کا حکم	۷	۳۸۷
تصویر کا پاسپورٹ کے لئے حکم	۲۱	۱۹۵
ذی روح کی تصویر حرام	۲۱	۱۹۶
تصویر کی وعید پر احادیث	۲۱	۴۲۶
جانداروں کی تصویریں ناجائز	۲۱	۴۲۵تا۴۵۷
تصویر کے پیشے کا حکم	۲۱	۶۵۸
تصویر کی اجازت کب ہے	۲۱	۱۹۸
پیر کی تصویر کے احترام کا حکم	۲۲	۴۱۱
تصویر کے تفصیلی احکام	۲۴	۵۵۹تا۶۴۱
تصویر رکھنے کی 3 جائز صورتیں	۲۴	۵۵۷

تعزیر:

دیکھئے حدود :

تعزیت :

تعزیت کا بیان	جلد ۹	صفحات ۳۷۲، ۳۹۲، ۴۰۰تا۴۰۳

marfat.com
Marfat.com

صفحہ	جلد	عنوان مسئلہ

تعزیہ :

۲۶۳	۱۵	تعزیہ کا حکم
۱۵۵	۱۶	تعزیہ معصیت ہے
۲۴۷	۲۱	تعزیہ کا حکم
۱۶۸	۲۱	تعزیہ ناجائز
۲۲۱	۲۱	تعزیہ ناجائز
۲۴۶	۲۱	بت اور تعزیہ میں فرق
۴۰۷	۲۳	ماتم ونوحہ ہر حال میں حرام
۴۸۹تا۵۱۷	۲۴	تعزیہ اور اس کی بدعات کا مفصل بیان
۵۵۷	۲۴	تعزیہ داری ناجائز

تعلیق الطلاق :

۴۲۰	۱۲	طلاق شرائط پر موقوف ہو تو بعد وجود شرائط وقوع طلاق ہوگا
۵۶۰	۱۲	دو طرح سے فارغ خطی کا استعمال اور حکم
۱۰۱تا۲۵۴	۱۳	باب الطلاق

تفسیر:

۴۹۹	۷	لیس لک من الامر کی تفسیر
۵۱۶	۸	فإذا فرغت فانصب کی تفسیر
۵۳۶	۸	کثرت ذکرِ الٰہی کی آیات کی تفسیر
۵۰۸	۹	اعراب قرآن کریم پر کس نے لگوائے
۵۱۴	۹	لنتخذن علیهم مسجدًا کا معنی
۸۸۴	۹	انک لا تسمع الموتیٰ کا معنی

marfat.com
Marfat.com

صفحہ	جلد	عنوان مسئلہ
۵۶۱	۱۰	فالقٰن باشروھن سے سوال اور جواب
۲۳۵	۱۱	الزانیۃ والزانی منسوخ ہے یا جماع مراد ہے نکاح سے
۲۷۲	۱۱	و ان تجمعوا بین الاختین کی تفسیر
۳۱۲	۱۱	حرمت علیکم امھٰتکم کی تفسیر
۳۵۴	۱۱	و ربائبکم التی فی حجورکم کی تفسیر
۳۵۵	۱۱	ولا تنکحوا ما نکح اٰبائکم من النساء کا معنی
۳۸۸	۱۱	و احل لکم ما وراء ذلکم کا معنی
۴۴۱	۱۱	الزانیۃ والزانی کی چار تاویلیں
۳۰۸	۱۲	وانکحوا الایامی کی تفسیر
۳۰۸	۱۲	آیات متعلقہ اباحت نکاح ثانی
۳۰۸	۱۲	آیات متعلقہ نکاح بیوہ
۴۰۷	۱۲	الطلاق مرتٰن کا شانِ نزول
۴۶۹	۱۲	تفسیر محصنٰت غیر مسافحین
۱۸۵،۱۰۲	۱۳	تفسیر الطلاق مرتٰن
۱۸۸	۱۳	تفسیر الطلاق مرتٰن
۳۰۶	۱۳	تفسیر اذا نکحتم المؤمنٰت ثم طلقتموھن
۱۶۳	۱۴	لا یتخذ المؤمنون الکافرین کی تفسیر
۱۸۵	۱۴	اولی الأمر سے مراد کون
۲۵۹	۱۴	تفسیر انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون
۲۶۰	۱۴	تفسیر لا یاتیہ الباطل الخ
۲۷۳	۱۴	تفسیر وتقلبک فی الساجدین
۳۶۶	۱۴	تفسیر من لم یحکم......الخ

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
لکم دینکم ولی دین کا حکم منسوخ ہے	۱۴	۳۸۸
آیت ممتحنہ کا روشن بیان	۱۴	۴۳۶
آیات حرمت استعانت مشرکین	۱۴	۴۹۰تا۴۹۴
والبدن جعلنٰها کی تفسیر	۱۴	۵۶۰
ثلث ازواج کی تفسیر	۱۴	۵۶۱
آیات سے قربانی کا ثبوت	۱۴	۵۶۸
من یشفع شفاعة کی توضیح	۱۴	۵۷۸
انما انا بشر مثلکم کے تین فوائد	۱۴	۶۶۴
تفسیر بالرائے حرام	۱۴	۳۷۳
حتی یأتی امر اللّٰہ سے مراد	۱۵	۱۴۲
اباللّٰہ وایٰتہٖ ورسولہٖ کے تین فوائد	۱۵	۱۷۲
الصراط المستقیم سے مراد	۱۵	۲۰۹
و من اصدق من اللّٰہ قیلًا کی تقریر	۱۵	۳۵۱
انکم و ما تعبدون کی تفسیر	۱۵	۶۲۰
یدعون من دون اللّٰہ سے مراد کون	۱۵	۶۲۱
اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول میں تکرارِ اطیعوا کی حکمت	۱۸	۵۲۰
ولن یجعل اللّٰہ للکفرین علی المؤمنین سبیلًا میں سبیلًا سے مراد	۱۸	۵۲۴
تفسیر بین احد من رسلہ	۱۸	۷۱۴
قرآن میں مہینوں سے مراد کون سے ہیں	۱۹	۴۴۸
اشہاد کے معنی کی تائید آیاتِ قرآنیہ سے	۲۰	۱۲۶
لا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللّٰہ علیہ کی تفسیر	۲۰	۲۷۹
حرمت علیکم المیتة کی تفسیر	۲۰	۲۹۸

marfat.com
Marfat.com

صفحہ	جلد	عنوان مسئلہ
۳۹۶	۲۰	بهیمة الانعام کی تفسیر
۳۹۷	۲۰	انعام و حمولة کی تشریح
۳۹۷	۲۱	آیت لا تتخذوا بطانة کی تفسیر
۲۳۶	۲۱	آیت واغلظ علیهم کی تفسیر
۳۰۲	۲۱	آیت انی وجهت کی تفسیر
۳۰۳	۲۱	آیت ایاک نستعین میں استعانت سے مراد
۳۹۸	۲۱	آیت انّ اوّل بیت وضع للناس کی تفسیر
۴۰۰	۲۱	آیت قال لهم نبیهم ان اٰیة ملکه کی تفسیر
۵۱۸	۲۱	آیت وسیلہ کے لطائف
۵۳۰	۲۱	آیت ثم اورثنا الکتب الذین اصطفینا من عبادنا کی تفسیر
۶۲۴	۲۱	آیت لا ینهاکم الله عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین کا شانِ نزول
۶۶۵	۲۱	آیت احل لکم الطیبت وطعام الذین میں طعام سے مراد
۵۱۲	۲۲	تفسیر بالرائے ممنوع ہے
۱۲۸	۲۲	ولا یضربن بارجلهن کی تفسیر
۱۹۶	۲۲	زرد جوتا باعث سرور ہے دلیل قرآن سے
۴۲۳	۲۲	آیت ما کان لبشر کا شانِ نزول
۴۲۳	۲۲	آیت بعد اذ انتم مسلمون میں مخاطب کون
۵۲۹	۲۲	سورۃ یوسف کی ایک آیت کی وجہ نفیس
۵۵۹	۲۲	آیت واذا حییتم بتحیة کی تفسیر
۵۶۰	۲۲	آیت ایامرکم بالکفر کی تفسیر
۶۱۹	۲۲	سورۃ فاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹوں کا بوجھ (فرمان علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
۶۲۸	۲۲	ڈاڑھی بڑھانے کی متعدد آیات

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
آیت لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کی تفسیر	۲۲	۶۳۱
فلیغیرن خلق اللہ سے استدلال	۲۲	۶۳۵
آیت لا تحلوا شعائر اللہ سے ثبوت لحیۃ	۲۲	۶۳۶
اولٰئک الّذین ھم اللہ سے استدلال ثبوت لحیۃ	۲۲	۶۳۸
لا تاخذ بلحیتی سے استدلال	۲۲	۶۳۸
آیت و من یشاقق الرسول کی تفسیر	۲۲	۶۳۹
آیت ادخلوا فی السلم کافۃ کا شانِ نزول	۲۲	۶۴۲
ڈاڑھی منڈانے کی مذمت کی تین آیات	۲۳	۶۴۲
آیت ولسوف یعطیک ربک فترضٰی کی تفصیل	۲۳	۲۴۳
آیت ومن الناس من یشتری لھو الحدیث کی تفسیر	۲۳	۲۹۲
آیت واستفزز من استطعت منھم کی تفسیر	۲۳	۲۹۴
ومن اعرض عن ذکری کی تشریح	۲۴	۱۰۰
ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ کا مطلب	۲۴	۱۹۱
حضرت شیخ سعدی کے ترجمہ قرآن کی خوبی	۲۶	۴۵۸
عالین کے معنی کی تشریح	۲۶	۴۵۹
اولی الامر سے مراد کون	۲۶	۴۶۳
یزید اولی الامر میں نہیں	۲۶	۴۶۳
دون کے دس معانی	۲۶	۴۶۴
ورفعنا لک ذکرک کی تفسیر	۲۶	۵۳۰
آیت قل من یرزقکم من السماء کی تفسیر	۲۷	۱۱۶
آیت جعل الشمس ضیاء سے استدلال	۲۷	۱۲۱
آیت ان اللہ یمسک السمٰوٰت والارض کی تفسیر	۲۷	۲۰۱

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
انما یعمر مساجد اللہ سے مراد	۲۸	۱۳۷
الصراط المستقیم کیا ہے	۲۸	۳۶۶
انعمت علیہم کے چار فرقے ایمان کے سردار	۲۸	۳۶۶
و ما کنا معذبین کی تفسیر	۲۸	۴۳۱
ما کنت تدری ما الکتاب کی تفسیر	۲۸	۴۳۶
یاایہا الناس انا خلقنکم کی تفسیر	۲۸	۵۰۲
اذا قیل لکم تفسحوا کا شانِ نزول	۲۸	۵۰۲
و سیجنبہا الاتقی کا شانِ نزول	۲۸	۵۰۵
اما من اعطی واتقی کا شانِ نزول	۲۸	۵۱۰
تفاسیر قرآن کے بارے میں تنبیہ	۲۸	۵۳۲
تفسیر کے اصول	۲۸	۵۳۳
تفاسیر قرآن کے بارے میں تنبیہ	۲۸	۵۳۶
نزّاعۃ للظی کی تفسیر	۲۸	۵۶۶
ان الشرک لظلم عظیم کا شانِ نزول	۲۸	۵۶۹
ان اکرمکم پر اعتراض اور جواب	۲۸	۶۵۳
والضحی واللیل اذا سجی کے یکجا ہونے پر نکات عجیبہ	۲۸	۶۷۹
آیات سے تفضیل صدیق بر مولا علی رضی اللہ عنہما	۲۸	۶۸۲
چند قرآنی آیات کی تفسیر کا سوال	۲۹	۳۵۹
ترجمہ کرتے وقت کی احتیاطیں	۲۹	۶۰
استوی علی العرش پر گفتگو	۲۹	۱۱۶
آیت لا اعلم الغیب کی تین تفسیریں	۲۹	۳۵۰
وعلم آدم الاسماء میں ایک قول	۲۹	۳۶۲

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
و مارمیت کی تفسیر	۳۰	۸۰
سبعہ سیارہ کا بیان	۳۰	۱۱۵

تقدیر:

مسئلہ تقدیر کا روشن بیان	۲۹	۲۸۷تا۳۰۲

تقلید:

تقلید سے عرفاً کیا مراد ہے	۱	۱۱۲
تقلید شخصی واجب ہے	۱	۲۰۶
تقلید کے مسائل واہمیت	۶	۷۰۴تا۷۰۹
عوام پر تقلید واجب ہے	۱۴	۲۹۰
تابعین اور صحابہ سب مقلد تھے	۲۹	۱۹۴
تقلید واجب شرعی ہے	۲۹	۱۹۵
تقلید فرض قطعی ہے	۲۹	۳۹۲

تلاوت:

مسجد سے نکلنے والے جنبی کو تلاوت جائز نہیں	۳	۴۸۰
تلاوت کے لئے پانی ہوئے ہوئے تیمم لغو ہے	۳	۵۵۸
مکروہ اوقات میں تلاوت مکروہ ہے	۵	۳۳۰
تلاوت نذر سے لازم نہیں ہوتی	۱۳	۲۵۷
تلاوت کے دوران سلام کا جواب	۲۲	۵۶۹
تلاوت قرآن کن لوگوں کی تعظیم کے لئے موقوف کرسکتا ہے	۲۲	۳۷۹
مجلس میں تلاوت صحابہ کی سنت ہے	۲۳	۱۱۸
دو پارے تلاوت افضل یا ایک ربع باترجمہ	۲۳	۳۸۲

marfat.com
Marfat.com

تملیک:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
جس سے تملیک کرائی اس پر جبر نہ چاہیے	۱۰	۱۰۷
تملیک کی تفصیل	۱۹	۲۴۳
زکوۃ، صدقہ فطر میں تملیک ضروری ہے	۲۰	۵۴۲
تملیک کے بغیر زکوۃ ادا نہیں ہوتی	۲۳	۱۳۱
تملیک میں شرط کا حکم	۲۵	۵۴۷
تملیک کی وصیت ہونے کی صورت	۲۵	۵۵۶

توارث وتعامل:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
تعامل کی بحث	۲۸	۲۳۳تا۲۳۸
توارث کی بحث	۲۸	۲۳۸تا۲۵۱

توبہ واستغفار:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
توبہ کی شرط	۱۳	۶۴۹
شوہر سے بدزبانی پر توبہ ضروری ہے	۱۳	۶۴۹
توبہ کا انکار کفر ہے	۱۴	۶۱۰
توبہ صادقہ کا صلہ	۱۴	۶۱۲
توبہ مرتد	۱۴	۳۰۰، ۳۰۳
سرکار دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین کرنے اور گالی دینے والے کی توبہ قبول نہ ہونے کا مطلب	۱۴	۳۰۴
جیسا گناہ ویسی توبہ	۱۶	۳۹۸
سود سے توبہ کا صحیح طریقہ	۱۷	۳۰۴
گناہ سے توبہ کرنے والا کیسا ہے	۱۷	۳۰۴

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
توبہ صادقہ کے لئے حال بدلنا چاہیے	۱۸	۶۲۴
جیساہ گناہ ویسی توبہ	۱۸	۵۶۴
سچی توبہ کا حکم	۲۱	۱۲۱
سچی توبہ کون سی ہے	۲۱	۱۲۱
ارکانِ توبہ	۲۱	۱۲۲
توبہ کا رکنِ اعظم	۲۱	۱۴۱
جیسا گناہ ویسی توبہ چاہیے	۲۱	۱۴۲
جیسا گناہ ویسی توبہ چاہیے	۲۳	۳۲۴
توبہ سے سود اور رشوت کا مال پاک ہوتا ہے یا نہیں	۲۳	۵۴۴
انگریز کے ساتھ رہنے والی مسلمان عورت کی توبہ کا حکم	۲۳	۵۴۶
کسی کی عورت سے بدفعلی پر معافی وتوبہ کی تفصیل	۲۹	۸۳
حضرت آدم کی توبہ کی قبولیت	۳۰	۱۸۶

توسل:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
بوقت توسل منہ کدھر کرے	۷	۶۰۲
توسل میں توجہ باطن ضروری ہے	۷	۶۰۷
مختلف اشیاء سے توسل کا ثبوت	۹	۱۱۳تا۱۲۰
توسل بلاشبہ محبوب ہے	۹	۱۳۲
صالحین کی قبور سے تبرک	۹	۵۸۸
اولیاء سے توسل	۹	۶۸۵،۶۸۸
اولیاء سے توسل	۹	۶۹۷
شیئًا للّٰہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی	۹	۸۲۳
توسل کا منکر سنی نہیں	۲۱	۱۹۴

marfat.com

Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
آثار مقدسہ سے توسل کا تفصیلی بیان	۲۱	۳۹۷تا۴۵۷
اللہ اور رسول تک بے وسیلہ رسائی دشوار	۲۱	۴۶۴
آیتِ توسل کے لطائف	۲۱	۵۱۸
توسل کے جواز کی تصانیف کے نام	۲۱	۳۱۹
علم و نشانِ شیعہ سے توسل باطل	۲۴	۱۸۰
محبوبانِ خدا سے توسل محمود ہے	۴	۱۸۰
وسیلۂ محمدی کی برکت	۳۰	۱۹۵
مقامِ وسیلہ کیا ہے	۳۰	۲۳۲

توقیت و تعیین

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
توقیت و تعیین کے مسائل	جلد ۹	۵۸۲،۵۸۵،۵۸۶،۵۹۰
توقیت کی دو اقسام	۹	۵۸۰
توقیت و ہیئت کے مسائل	جلد ۱۰	۴۶۸،۴۶۹،۵۳۹،۵۶۸،۵۶۹،۵۷۰
توقیت و ہیئت کے مسائل	جلد ۱۰	۵۷۱،۵۷۵،۶۱۸،۶۱۹،۶۲۰،۶۲۱
24،25 تاریخ کا فرق	۱۸	۳۳۶
رات کے فرق کی توضیح	۱۸	۳۳۶
انگریزی تقویم میں رات میں 12 بجے تاریخ بدلتی ہے	۱۸	۳۳۲
مطلق شمس و قمر بدلنے کی مدت	۲۰	۳۵۸
علم توقیت کے کچھ ضابطے	۳۰	۱۱۳تا۱۲۴

توہین :

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
توہینِ عالم کی شرعی حیثیت	۳	۱۸۱

تہجد :

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
تہجد اور جماعت میں تقابل	۷	۸۱

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
تہجد کی نیت سے سونے والے کا حکم	۷	۸۳
تہجد ترکِ جماعت کا عذر نہیں	۷	۸۵
تہجد و جماعت میں تعارض نہیں	۷	۸۷
تہجد اور جماعت اولیٰ	۷	۹۱
تہجد کی احادیث	۷	۹۵
تہجد سنّت مستحبہ ہے	۷	۴۰۰
تہجد والا وتر تراویح کے بعد پڑھ سکتا ہے	۷	۴۲۲
کم از کم تہجد دو رکعت ہے	۷	۴۴۶

تہمت:

تہمت کی جگہ کھڑے ہونے کی ممانعت	۲	۳۱۷
تہمت کی جگہوں سے بچنے کا حکم	۲۵	۷۸
تہمت لگانے والے کی سزا	۲۵	۵۷۹

تیمم:

باب التیمم	۱	۳۴۱
تیمم میں دو انگلیوں سے مسح	۲	۱۰۶
بنیت تیمم خاک پر لوٹا تو حکم	۲	۱۲۲
پانی ہوئے ہوئے سفر میں تیمم کی ایک صورت	۲	۴۹۰
پیاس کے لئے تیمم صرف کافر ذمی کے لئے	۳	۳۸۳
باب التیمم	۴	۲۹۷تا۴۷۰
باب التیمم	۵	۳۱ تا ۳۱۸
کثرتِ احتلام والا تیمم کر سکتا ہے	۶	۶۳۸

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
اچانک جنازہ آئے تو تیمم کرلے	۹	۳۹۷
نماز عید فوت ہونے کا خدشہ ہو تو تیمم کرلے	۹	۳۳۳
ولی کو جنازے کے لئے تیمم جائز نہیں	۹	۳۳۴
تیمم کا ضابطہ	۹	۳۳۶
صعید طیب نہ ہو تو تیمم بھی ساقط	۱۵	۲۷۴
بغیر تلاش پانی اگر تیمم کرلیا تو نماز نہ ہوگی	۱۱	۲۲۸

﴿ٹ﴾

ٹخنے:

ٹخنے ملانا	۶	۱۶۷
ٹخنے سے نیچے تہبند مکروہ ہے	۷	۳۱۳ تا ۳۸۸

ٹوپی:

ٹوپی پر مسح کا حکم	۱	۴۵۴
امام ٹوپی میں مقتدی عمامہ کے ساتھ تو کیا حکم	۶	۶۳۱
نماز میں ٹوپی گر جائے تو حکم	۷	۲۹۷
بغیر ٹوپی کے رومال کا حکم	۷	۲۹۹
حضرت خالد بن ولید کی ٹوپی میں موئے مبارک	۲۱	۴۰۳
ریشم کے کام والی ٹوپی پہننے کا حکم	۲۲	۱۵۲،۱۷۶
ترکی ٹوپی کی ابتداء کب سے	۲۲	۱۹۲
ٹوپی جو رافضیوں کا شعار تھی اسکا حکم	۲۴	۵۴۸

ٹیپ ریکارڈ:

ٹیپ ریکارڈ ر فوٹوگراف	۲۳	۳۱۱ تا ۳۶۸

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ

﴿ج﴾

جانور:

جانوروں کو پالنا چراتا اور دیگر احکام	۲۴	۶۴۳تا۶۶۱

جراب :

دیکھئے موزے :

جرمانہ :

مالی جرمانہ جائز نہیں	۵	۱۱۱
مالی جرمانہ منع ہے	۱۲	۲۷۰
مالی جرمانہ منسوخ ہے	۱۳	۵۰۵تا۵۰۶
مالی جرمانہ منسوخ ہے	۲۱	۱۱۳،۲۷۳

جماعت:

جماعت ساقط ہونے کی ایک صورت	۳	۴۱۳
اندھیری ترک جماعت کا عذر نہیں	۳	۴۷۲
تاکید جماعت کی حدیثیں	۳	۴۷۳
جماعت کی حاضری معاف ہونے کی صورتیں	۳	۴۷۵
اوقات جماعت	۵	۳۲۹
تاخیر جماعت	۵	۳۲۹
تارکِ جماعت کی امامت کا حکم	۶	۶۲۷
باب الجماعۃ	۷	۲۳۳تا۲۳۷
نفل جماعت سے پڑھنے کا حکم	۷	۴۳۰

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
جماعت اُولیٰ کون سی ہے	۹	۲۹۷
جماعت نفل کا حکم	۱۰	۶۰۳
ترک جماعت بلاعذر گناہ	۱۰	۷۶۸
ترک جماعت کی عادت کا حکم	۱۱	۳۰۴
جماعت کی حاضری عورتوں کے لئے	۱۴	۵۵۱
ترک جماعت پر وعیدات	۱۶	۲۳۲
جماعت واجب ہے	۱۶	۲۸۷
تارک جماعت فاسق ہے	۱۶	۵۵۸
جماعت اولیٰ جماعت مسنونہ کے تارک کا حکم	۲۳	۱۰۴
تفریق جماعت اور ترک جماعت حرام	۲۳	۷۱۷
نفل کی جماعت کا حکم	۲۴	۱۸۵
تارک جماعت کا حکم	۲۶	۵۸۷
بلاعذر شرعی تارک جماعت فاسق	۲۹	۲۸۳

جماع :

رات جماع کیا صبح تنگ وقت میں آنکھ کھلی کیا کرے	۳	۳۰۷
دوبارہ جماع کے لئے آلہ تناسل دھونے کا حکم	۴	۵۸۵
جانور سے جماع کا حکم	۱۳	۶۱۷
بیوی کا پستان منہ میں لے کر جماع	۲۳	۳۷۶
بیوی سے ہمبستری کا سنت طریقہ	۲۳	۳۸۵
آیات کریمہ اور اذکار لکھے ہوئے کمرے میں جماع بے ادبی	۲۳	۴۰۴
بیوی سے جماع کا سنت طریقہ	۲۴	۴۵۲

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
شرابی خاوند کو عورت جماع سے نہیں روک سکتی	۲۹	۹۳

جمع بین الاختین:

جمع بین الاختین	۱۱	۴۲۲
جمع بین الاختین کرنے والے کا حکم	۱۳	۶۵۱

جمع بین الصلوتین:

جمع بین الصلوتین کا بیان	۵	۱۵۹تا۳۴۰

جمعۃ المبارک:

جمعہ کا غسل	۲	۶۱
جمعہ ساقط ہونے کی ایک صورت	۳	۴۱۳
جمعہ کی حاضری معاف ہونیکی صورتیں	۳	۴۷۵
جمعہ کی حاضری معاف ہونیکی صورتیں	۵	۳۸۷،۳۹۷
جمعہ کی حاضری معاف ہونیکی صورتیں	۶	۶۳۵
جمعہ کی حاضری معاف ہونیکی صورتیں	۷	۵۲،۴۲۲
جمعہ کی حاضری معاف ہونیکی صورتیں	۷	۶۱۵
جمعہ کی حاضری معاف ہونیکی صورتیں	۸	۱۲۷،۱۵۳
باب الجمعۃ	۸	۲۷۳تا۵۰۴
جمعہ کے دن کثرت درود	۹	۹۰۷
جمعہ کی فرضیت سے پہلے جمعہ	۹	۲۸۰
جمعہ کا روزہ	۱۰	۵۵۹
جمعہ کی نماز سے پہلے نکاح کا حکم	۱۱	۲۴۱

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
ترک جمعہ کی عادت پر وعید	۱۱	۳۰۴
جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں	۱۶	۱۲۳
کثیر بارش ترک جمعہ کا عذر ہے	۱۶	۲۸۷
جمعہ کے قیام کی شرائط	۱۶	۳۶۱
جمعہ کا قیام گاؤں میں ناجائز ہے	۱۶	۴۲۰
جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں	۱۶	۴۷۰
شہر میں متعدد جگہ جمعہ جائز ہے	۱۶	۴۲۰
جمعہ میں فاسق کی اقتدا جائز مگر شرط کے ساتھ	۱۸	۵۵۵
یوم جمعہ تمام دنوں کا سردار ہے	۲۱	۲۶۵
جمعہ کے فرضوں اور سنتوں کی نیت	۲۳	۱۰۳
جمعہ کے خطبہ کے وقت سلام وکلام حرام	۲۳	۵۹۷
جمعہ کے خطبہ کا اردو میں ترجمہ ساتھ پڑھنا	۲۳	۶۸۸
جمعہ کی چھٹی کا حکم	۲۳	۳۷۹
خطبہ جمعہ کے وقت سلام وکلام حرام	۲۳	۵۹۷
جمعہ کی اذان کے وقت تجارت کا حکم	۲۳	۶۰۴
جمعہ کے روز، میت آنے کا تذکرہ	۲۷	۴۲
جمعہ کے خطبہ کی اذان مسجد سے باہر سنت	۲۸	۵۳
جمعہ کیلئے سعی کا موجب اذان اول یا اذان خطبہ	۲۸	۲۲۳
جمعہ کے بعد احتیاط الظہر کا حکم	۲۹	۲۰۵

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ

جنائز :

مردہ ڈوب کر نکلے تو بھی غسل دیں	۲	۱۱۴
بے نیت مردے کو غسل کا حکم	۲	۱۱۶
میت کا سر پاک صابن سے سے دھوئیں	۲	۵۷۰
میت کو تیمم کرانے کی ایک صورت	۳	۴۰۲
نماز جنازہ تکبیروں پر ختم	۳	۴۲۵
ولی جنازہ پڑھ لے تو دوبارہ جنازہ نہیں	۳	۴۲۶
نماز جنازہ کے لئے تیمم	۳	۵۷۰
جنب یا حائضہ کا غسل میت	۴	۲۵۲
خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ	۵	۱۰۷
بے نماز کی نماز جنازہ	۵	۱۲۰
نماز جنازہ کی مشروعیت	۵	۳۷۵
اسلام کا پہلا جنازہ	۵	۳۷۶
جنازہ پڑھانا امام پر لازم نہیں	۶	۵۹۵
جنازہ میں عورت کی امامت	۶	۶۲۰
جنازہ میں جائے نماز کا استعمال	۷	۳۹۵
باب الجنائز	۹	کامل جلد
جنازہ اوقات مکروہہ میں	۱۰	۵۳۴
مزارات پر قبہ بنانے کا ثبوت	۱۱	۴۳۱
ہر مسلمان کی نماز جنازہ فرض	۱۲	۲۹۹
جنازہ پر چادر کا وقف صحیح ہے	۱۶	۱۲۲
رافضیوں کی جنازہ پڑھنا منع ہے	۱۶	۶۱۸

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
فاسق کا جنازہ واجب	۲۰	۲۵۳
کافر کے جنازہ کو کندھا دینے کا حکم	۲۱	۲۷۰
جنازہ قبر کے سامنے	۲۲	۴۷۸
فاسق کی نماز جنازہ فرض ہے	۲۳	۱۱۲
نماز جنازہ میں فاتحہ کا پڑھنا	۲۳	۳۳۸
کتنے میت کا جنازہ اکٹھا جائز	۲۴	۱۹۸
مرد اپنی زوجہ کا جنازہ اٹھا سکتا ہے	۲۴	۲۰۰
نابالغ لڑکی لڑکے کے اکٹھے جنازے میں دعا کی ترکیب	۲۴	۱۹۸
تجہیز و تکفین سے مراد	۲۵	۳۶۸
مردہ کی تجہیز و تکفین سب سے مقدم	۲۵	۵۹۱
عورت کی تجہیز و تکفین شوہر کے ذمہ	۲۶	۱۶۹
وارث اپنے مال سے تجہیز و تکفین کرے تو حکم	۲۶	۲۹۹

جنایات:

جنایات	۱۰	۷۱۳تا۷۶۲

جب / جنابت

جنبی کے احکام	۱	۱۰۷۱
جب کولی کسی سے پانی کیسے لے	۲	۱۲۳
جب کے دس کنوؤں میں جانے کا مسئلہ	۲	۱۳۰
جب کا ہاتھ پانی میں ڈوبے تو حکم	۳	۲۵۴
جنابت کے ساتھ حدث بھی ہو تو حکم	۴	۱۹۰
جب کے کچھ مسائل	۴	۲۰۳تا۲۷۰

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
جنابت وحدث کے اجتماع کی ایک صورت	۴	۳۱۸
جنابت کی حالت میں سلام کے جواب کا طریقہ	۴	۳۶۵
جنابت کی حالت میں پسینہ کا حکم	۴	۳۸۰
جنبی مسجد کے صحن میں بھی نہ جائے	۸	۶۷
جنب کو عید فوت ہونے کا خدشہ ہو تو حکم	۹	۳۳۳
جنابت میں روزہ	۱۰	۵۵۴
جنب مسجد سے نہ گزرے	۱۶	۳۵۲تا۳۵۸
جنب کو بہ نیتِ دعا آیات قرآن پڑھنا جائز	۲۳	۳۳۷

جن / ہمزاد :

آسیب زدہ کا علاج	۱	۱۱۱۸
قوم جن کی خوراک کا بیان	۴	۵۷۴
ہمزاد کیا ہے اور اسکی تسخیر کے عمل کا حکم	۲۱	۲۱۶
عورت کو جن نوٹ دے جائے تو کیا کرے	۲۳	۵۶۶
جنات کو انداز وتحذیر کے مختلف طریقے	۲۴	۶۵۱

جنس ارض :

جنس ارض کے مسائل	۳	۳۰۲
جنس ارض کے مسائل (حاشیہ)	۳	۳۷۳تا۷۱۲

جنون / مجنون

مجنون کا علاج	۱	۱۱۱۸
مجنون کی تعریف واحکام	۱۹	۶۳۴

جنین :

جنین	۱۱	۲۶۱

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
جنین مومن ہے	۱۷	۲۱۳

جواء:

جوئے کی تعریف	۱۷	۳۳۰
ایک صورت جواء	۱۷	۳۲۹
ایک صورت قمار	۱۷	۳۳۱
جواء کی ایک صورت اوراس کی حرمت	۱۷	۱۹۱
چٹھی بھی قمار کی صورت ہے	۱۷	۳۳۱
چٹھی کے ذریعے مال کی فروخت جواء ہے	۱۷	۳۳۴
بیمہ جواء ہے	۱۷	۳۶۵
جواء کاروپیہ حرام قطعی ہے	۱۹	۶۴۶
جوئے کامال اپنی ضروریات میں صرف کردیاتو کیاکرے	۱۹	۶۵۱
جواری کے ساتھ کھاناکھانے کاحکم	۲۱	۱۵۵
جوئے کے مال پر ختم پڑھناحرام	۲۳	۱۱۲
جوئے کی ایک صورت بیمہ ہے	۲۳	۵۹۵

جوتا:

جوتاکنویں میں گراتو حکم	۳	۲۶۹
پیشاب والے جوتے کوپاک کرنے کاطریقہ	۴	۳۹۵
استعمالی اورغیراستعمالی جوتوں کاحکم	۶	۲۰۸
جوتیاں سامنے رکھ کر نماز پڑھنا	۷	۳۱۳
جوتے پہن کرنماز پڑھنے کی تحقیق	۷	۳۶۲
جوتے پہن کر مسجد میں جانا	۷	۳۹۲

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
نئے جوتے میں نفل جائز	۷	۳۹۷
مسجدوں میں جوتے کہاں رکھیں	۸	۱۰۹
جوتے پہن کر نماز جنازہ پڑھنا	۹	۸۸
مردہ جوتوں کی آواز سنتا ہے کی ۶ حدیثیں	۹	۷۲۴
انگریزی وضع کے بوٹ کا حکم	۲۳	۹۸
جوتے مسجد کے اندر رکھنا	۲۳	۳۸۳

جہاد:

جہاد کی اقسام واحکام	۱۴	۵۴۰
عدم استطاعت سے جہاد فرض نہیں ہوتا	۱۴	۴۱۶
جہاد کی فضیلت اوراہمیت	۲۳	۶۰۹

جہاز / جہیز:

باب الجہاز (جہیز)	۱۲	۲۰۱تا۲۵۹
جہیز عورت کی ملکیت	۱۳	۳۹۵ تا ۴۳۷
جہیز کا سامان عاریۃً ہوتو اسکا حکم	۱۸	۲۸۷
جہیز عورت کی ملک ہے	۱۹	۳۵۲
جہیز عورت کی ملک ہے	۲۶	۳۳۸
جہیز خاص عورت کا ہے	۲۶	۷۲
جہیز اورچڑھاوے کا حکم	۲۶	۲۰۹
جہیز کے اسباب میں میراث کا سوال	۲۶	۳۶۰

جہاز:

جہاز میں نماز کا حکم	۵	۱۱۳

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ

جھوٹا :

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
جھوٹا گھوڑے کا	۲	۵۶۳
جھوٹا گدھے کا	۲	۶۲۵
جھوٹا خچر کا جس کی ماں گھوڑی ہو	۳	۵۰۳
جھوٹا گدھے کا ہے تو تیمم وضو کرے	۳	۵۰۳
جھوٹا کافر کا	۴	۳۲۷
جھوٹا نصرانی کا	۹	۱۶۹
مسلمان کے جھوٹے کا حکم	۲۲	۵۶۸
جس کے لبوں کے بال بڑھے ہوں اس کے جھوٹے کا حکم	۲۲	۶۰۶
گلی کی مرغی کے جھوٹے سے وضو کا حکم	۲۳	۱۱۷

جھوٹے خدا:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
فلاسفہ کے جھوٹے خدا	۱۵	۵۳۴
آریہ کے جھوٹے خدا	۱۵	۵۳۵
مجوس کے جھوٹے خدا	۱۵	۵۳۷
یہود کے جھوٹے خدا	۱۵	۵۳۷
نصاریٰ کے جھوٹے خدا	۱۵	۵۳۸
نیچری کے جھوٹے خدا	۱۵	۵۳۹
چکڑالوی کے جھوٹے خدا	۱۵	۵۴۱
قادیانی کے جھوٹے خدا	۱۵	۵۴۱
رافضیوں کے جھوٹے خدا	۱۵	۵۴۳
وہابیوں کے جھوٹے خدا	۱۵	۵۴۵

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
دیوبندیوں کے جھوٹے خدا	۱۵	۵۴۷
غیر مقلدین کے جھوٹے خدا	۱۵	۵۴۹

﴿چ﴾

چاند:

چاند گرہن کی نماز	۳	۴۳۲
چاند گہن	۳	۵۵۸
چاند اورسرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	۵	۵۲۸
چاند کی اطلاع میں تار کی خبر	۸	۵۸۶
چاند میں اختلاف ہو تو قربانی کاحکم	۸	۵۹۴
چاند اورتار کی خبر	۱۰	۳۵۲تا۴۷۸
چاند کا اثبات اوراس کے سات طریقے	۱۰	۴۰۵
چاند کے اثبات کے سات غلط طریقے	۱۰	۴۲۱
چاند کی رویت اوراحکام	۱۰	۴۴۹
چاند اورتار کی خبر	۱۰	۶۰۸
چاند مہینہ بھر میں آسمان کی اٹھائیس منزلیں طے کرتا ہے	۱۹	۴۶۵
چاند کاحضورصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اشارے پر چلنا	۳۰	۴۸۵

چاندی:

چاندی پرتیمم	۳	۶۹۵
چاندی پگھلنا	۳	۶۰۴
چاندی کانصاب	۱۰	۸۵

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
چاندی اور سونے کو ملانے کا حکم	۱۰	۱۱۳
چاندی کا نصاب	۱۰	۱۳۴
چاندی کا نصاب	۱۰	۱۵۴تا۵۲۶
چاندی کے بوتام کرتوں میں لگانے کا حکم	۲۲	۱۱۱
چاندی کے استعمال میں اصل حرمت ہے	۲۲	۱۱۲
چاندی کی چند چیزوں کا استعمال مردوں کے لئے جائز	۲۲	۱۱۲
چاندی کے پتر کے استعمال کا سوال وجواب	۲۲	۱۱۴
چاندی کے چھلے کا حکم	۲۲	۱۳۰
مرد کے لئے چاندی کے استعمال کی ۱۴ صورتیں	۲۲	۱۳۲
چاندی کے ناخن استعمال کرنا مرد وعورت کو ناجائز	۲۲	۶۷۹

چاشت:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
نماز چاشت کی ابتداء	۵	۸۲

چندہ:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
نماز سے پہلے چندہ کی تحریک کا حکم	۸	۵۶۶
چندہ کی رقوم مخلوط کرنا جائز مگر	۱۰	۲۶۰
حرام کام میں چندہ دینا بھی حرام	۱۵	۱۰۱
چندہ چندہ دہندگان کی ملک ہے	۱۶	۱۲۶
چندہ سے بچی رقم کا حکم	۱۶	۲۰۶
چندہ کا چیک ٹائم پر بھن نہ سکے تو حکم	۱۶	۲۴۳
چندہ کے مصارف کا بیان	۱۶	۳۶۳
چندہ میں اضافہ کے لئے شرط	۱۶	۴۱۰

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
چندہ چندہ دہندوں کی ملک پر ہوتا ہے	۱۹	۱۶۱
ہندوؤں اور مسلمانوں کا مشترکہ چندہ جمع کرنا	۲۱	۲۹۶
خلافت کے نام پر چندہ لینے والوں کے مقاصد	۲۱	۲۵۸
بدمذہبوں سے مشترکہ یتیم خانے میں زکوۃ کی مد سے چندے کا حکم	۲۳	۱۳۰
چندہ اکٹھا کرنا صحابہ کی سنت	۲۳	۱۲۸
مسجد میں چندہ مانگنے کی جائز صورتیں	۲۳	۳۸۰
چندہ دینے والوں کے نام لکھنا	۲۳	۳۸۹
چندہ دے کر واپس لیا کچھ زائد آجائے تو حکم	۲۳	۵۶۰
چندے کا اختیار چندہ دینے والوں کو ہے	۲۳	۵۹۰
یتیم خانہ کے چندہ کا یتیموں پر مصرف	۲۵	۴۳۵

چور / چوری:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
چور سے مال کی معافی کی ایک صورت	۱۰	۷۳
علم کے بعد چوری کا مال خریدنا حرام ہے	۱۷	۱۶۵
چوری کا روپیہ حرام قطعی ہے	۱۹	۶۴۶
چوری کے مال پر ختم حرام	۲۳	۱۱۲
چوری ثابت تو حاکم ہاتھ کاٹے گا	۲۳	۴۰۷
چور کے قتل کا حکم	۲۹	۵۳۱

چوہا:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
پھولا چوہا نکلے تو حکم	۳	۲۹۴
چوہا راب میں گر جائے تو حکم	۴	۳۷۸
کھانے سے چوہے کی مینگنی نکلے تو حکم	۴	۳۹۸تا۵۶۷

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ

﴿ح﴾

حج:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
محتاج کو حج کی رقم ملے تو حکم	۳	۳۶۴
حج کے وجوب کی صورت	۱۰	۸۰
کتاب الحج	۱۰	۶۵۷تا۸۲۸
حج بدل	۱۰	۶۵۹
حج کی شرائط	۱۰	۶۹۹
لیالی حج کا حکم	۱۸	۳۳۶
حج قرض سے کرے تو حکم	۱۹	۴۹۷
حج کی ادائیگی کی رشوت کے بغیر صورت نہ ہو تو حکم	۲۱	۱۹۸
جن کا نفقہ لازم ہے اس کا انتظام کئے بغیر حج کو نہ جائے	۲۱	۲۰۷
عورت بآواز بلند تلبیہ نہ کہے	۲۲	۲۴۲
عورت کے احرام سے نکلنے کے لئے قصر ہے	۲۲	۶۵۱
تفسیر حج کا مطلب	۲۲	۶۰۲
عورت کا بلااذنِ شوہر حج کیلئے جانے کا حکم	۲۳	۱۰۶
سودی روپیہ سے حج کا حکم	۲۳	۵۴۲
حج کیلئے انگریزی سودی کمپنی (ایئر لائن) پر سفر کرنا	۲۳	۵۹۸
دوسرے کی طرف سے حج نفل	۲۳	۱۲۲
مال حرام سے حج کرنا	۲۴	۳۳۹
اعلانِ حج اور حضرت ابراہیم علیہ السلام	۲۸	۲۷۴

marfat.com

Marfat.com

صفحہ	جلد	عنوان مسئلہ

حجاب :

دیکھئے ستر:

حجر:

صفحہ	جلد	عنوان مسئلہ
۵۱۸	۲	ماذون غلام کے لئے دعوت کا اختیار
۵۲۷	۲	بچہ سے کوئی چیز خریدنا کب جائز ہے
۳۹۹	۱۲	آثار بلوغ کے عدم ظہور میں ۱۵ سال پر بالغ
۲۹۴	۱۳	آثاربلوغ کے عدم ظہور میں ۱۵سال پر بالغ
۲۹۴	۱۳	حدصغر عورت کی
۶۹۰	۱۷	قاضی کے حجر کے بعد بھی اس کو تصرف کا حق ہے
۵۳۷	۱۸	حجر کی دوقسمیں ہیں
۶۱۵تا۶۴۰	۱۹	باب الحجر

حداد:

صفحہ	جلد	عنوان مسئلہ
۲۹۸	۱۳	سوگ تین دن
۳۲۷تا۳۳۳	۱۳	باب الحداد
۲۷۶	۲۱	مسلمان کا سوگ تین دن سے زائد حرام ہے
۴۷۷تا۴۸۸	۲۴	سوگ نوحہ وغیرہ کے احکام

حدث:

صفحہ	جلد	عنوان مسئلہ
۸۴	۲	حدث متجزی ہے
۹۷	۲	حدث اکبر واصغر
۳۸۵	۳	تیمم میں حدث کی ایک صورت
۲۶۸	۴	حدث تابع ومستقل

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
حدث مندرج	۴	۲۷۷
حدث مستقل	۴	۲۸۰
حدث متجزی ہے	۴	۲۶۵

حدود:

زنا کی تہمت لگانے والے کی حد	۱۱	۱۹۵
شبہ نکاح سے حد ساقط ہوگی	۱۱	۲۰۷
حدقذف ردہونے کی ایک صورت	۱۱	۳۳۵
حرمت مصاہرہ میں قبل تفریق وطی پر حد نہیں	۱۱	۳۶۵
متعہ کرنے والے پر حدزنا ہے	۱۱	۴۸۲
شبہ دافع حد ہے	۱۱	۵۸۱،۵۶۲
مطلقہ مغلظہ سے دوران عدت وطی پر حد ہے	۱۲	۴۰۰
قیام حدود کب	۱۳	۳۱۶
کتاب الحدود والتعزیر	۱۳	۶۵۷،۶۱۳
قرآن کو مخلوق کہنے والے کا حکم	۱۵	۳۸۱
فضیلت علی برخلفاء ثلثہ پر ۸۰کوڑے سزا	۱۵	۶۸۲
طالبعلم کی شرعی حدتعزیر	۱۶	۵۰۳
ہندوستان میں تعزیر کی صورت مقاطعہ ہے	۱۶	۵۷۴
رافضیوں کومتولی بنانے والے مستحق تعزیر ہیں	۱۶	۶۱۸
نوٹ کی چوری پر حاکم اسلام ہاتھ کاٹے گا	۱۷	۴۱۰
اعلانیہ سودخور کامقاطع ضروری	۱۷	۳۸۰
زناء کی تہمت کے بعد گواہ پیش نہ کئے تو حد قذف لگے گی	۱۸	۶۲۳
ہندوستان میں بادشاہ اسلام نہیں لہذا حدقذف نافذ نہ ہوگی	۱۸	۶۲۳

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
تعزیر مال منسوخ ہے	۱۹	۵۰۶
تعزیر بالمال کا حکم	۱۹	۶۶۵
تعزیر بالمال کا حکم	۲۱	۱۱۳
حد قذف	۲۳	۳۲۴
تعزیر بالمال منسوخ	۲۳	۳۳۱،۳۲۴
لغزشیں کریموں کی دور کرو	۲۳	۲۲۲
استاد کے شاگرد کو سزا دینے کی شرائط	۲۳	۶۵۲
تہمت لگانے والے کی سزا	۲۵	۵۷۹
زنا کی تہمت پر ۸۰ کوڑے	۲۶	۱۴۷
زنا کے خلاف رضامندی و بلا رضامندی میں فرق	۲۹	۶۵

حدیثیہ فوائد :

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
المعلق عندنا کالموصول	۱	۳۱۴
حدیث ضعیف استحباب میں مقبول ہے	۱	۳۱۷
حدیث اعتم النبی کے تین محمل	۵	۵۸
حدیث ماا جدلک رخصۃ کا معنی	۷	۷۱
حدیث قدتعدی کا محمل	۸	۴۲۲
وہ احادیث جن میں اذان کے ساتھ فی المسجد آیا ہے	۸	۵۰۴
ہر جلسہ کے بعد دعا کی تاکید کی حدیث	۸	۵۱۷
جلسہ صلوٰۃ کے بعد تاکید دعا	۸	۵۲۹
خطبہ عید کی حدیث	۸	۵۲۵
حدیث لاتنکح المراۃ پر بحث	۱۱	۱۷۲
کلامی لاینسخ کلام اللہ کا حکم	۱۱	۳۰۵

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
حدیث لایحرم الحرام الحلال	۱۱	۳۵۷
ہمارے مذہب کی مؤید چند احادیث	۱۱	۳۶۴
ان اللہ حرم من الرضاع الخ حدیث پاک	۱۱	۴۸۳
ولد الزناء شر الثلثہ کا مطلب	۱۱	۷۲۳
فرخ الزناء لایدخل الجنۃ	۱۱	۷۲۴
مطلب حدیث جس میں نیت ادائے مہر نہ ہوگی کی وعید کا بیان	۱۲	۱۹۹
مطلب حدیث انا اول من یفتح باب الجنۃ	۱۲	۳۰۷
مطلب حدیث لعن اللہ المحلل الخ	۱۲	۴۰۹
مطلب الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ	۱۳	۶۵۰
الائمۃ من قریش پر گفتگو	۱۴	۱۸۸
اسمعوا واطیعوا پر وہم کا ازالہ	۱۴	۱۹۸
ملعون مولود کی تشریح	۱۴	۲۳۲
اھل البدع کلاب اھل النار کی تشریح	۱۴	۲۸۸
احادیث جن میں خاتم النبیین بمعنی آخری نبی ہے	۱۴	۳۵۱
احادیث مشرکین سے استعانت کی تحریم پر	۱۴	۴۹۶
گمراہوں سے اجتناب کی حدیث مسلم	۱۴	۵۸۴
الفقر فخری بے اصل ہے	۱۴	۶۲۷
اللھم احینی مسکینا کا صحیح مطلب	۱۴	۶۳۱
من عادلی ولیا فقد اذنتہ بالحرب	۱۴	۲۸۷
حدیث یاجوج ماجوج کی تاویلات	۱۵	۱۵۷
حب الوطن من الایمان حدیث نہیں	۱۵	۲۹۶
اتخذوا قبور انبیاء ھم مساجد کی شرح	۱۵	۶۲۵

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
حدیث شفاعت	۱۵	۶۳۹
اگرابراہیم زندہ ہوتے تو نبی ہوتے پر بحث	۱۵	۶۷۲
حضرت علی کی فضیلت علی خلفاء ثلاثہ کی موہم حدیث اور ازالہ وہم	۱۵	۶۷۹
کل قرض جر نفعافھوربوا کی مثال	۱۷	۹۱
اس حدیث پر حدیث جمل ہے استشہاد	۱۷	۲۲۷
حدیث جابر اور ابوہریرہ کی احادیث سے استدلال	۱۷	۳۲۰
انت ومالک لابیک کامطلب	۱۸	۲۸۴
احادیث برائے خدمت والدین	۱۸	۳۱۰
اتبعوا السواد الاعظم کامطلب	۱۸	۴۹۲
حدیث اکل بنیک نحلت مثل ہذاکامطلب	۱۹	۲۹۱
لویعطی الناس بدعوتھم کی تقریر	۱۹	۳۳۴
انت ومالک لابیک کی تاویل	۱۹	۶۴۳
حرمت خر کی حدیث	۲۰	۳۱۲
مصارف قربانی کی حدیث	۲۰	۴۶۶
حدیث من باع جلد اضحیته فلا اضحیة له کا محل	۲۰	۵۲۳،۴۷۵
الولد مرتھن بعقیقة کی تشریح	۲۰	۵۹۶
رذ الصلوٰة علی النبی کامعنی	۲۱	۱۱۰
حدیث اعلنوالنکاح کی توجیہ	۲۱	۱۴۵
حدیث لاتستضیئوا بناء المشرکین تشریح	۲۱	۲۳۳
حدیث ربیعہ کی شرح	۲۱	۳۰۹
حدیث ابو ہریرہ کی دوتاویلیں	۲۱	۳۶۵
حدیث اغیظ رجل علی اللہ کی تاویل	۲۱	۳۶۸(ح)

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
چاندی کے استعمال کی حدیث	۲۲	۱۱۳
سرکار نے پائجامہ خریدا	۲۲	۱۵۸
عورتوں کے لباس کے متعلق سرکار کی پیشین گوئی	۲۲	۱۶۳
خاص کیفیت مصافحہ کی احادیث	۲۲	۲۷۸
اختلاف امتی رحمۃ کی سند میں قول مصنف	۲۲	۲۹۹
کلامی لاینسخ کلام اللہ کی فنی حیثیت	۲۲	۳۹۷
حدیث صدق رؤیاک کا معنی	۲۲	۴۹۹
سرکار کے حلیہ مبارک کی احادیث	۲۲	۶۳۱
کفار کی مخالفت کی احادیث	۲۲	۶۴۴
احادیث کہ مردوعورت کا تشبہ بالغیر حرام	۲۲	۶۶۵
ناخن تراشنے کی احادیث میں تطبیق	۲۲	۶۸۵
حدیث خیر الذکر الخفی کا مطلب	۲۳	۱۶۹
حدیث من ابطاء بہ عملہ ......الخ کا معنی	۲۳	۲۰۵
حدیث من تشبہ بقوم فھو منھم کی تشریح	۲۳	۳۲۰
رمل کے بارے میں حدیث رسول کی تشریح	۲۳	۳۴۵
روزانہ کنگھی کی ممانعت کی حدیث کا مطلب	۲۳	۴۸۵
حدیث الحلال بین کی تشریح	۲۳	۵۱۸
حدیث میں معازف کے لفظ سے مراد	۲۴	۱۴۰
مختلف احادیث میں تطبیق	۲۴	۲۳۷
دوحدیثوں میں توفیق	۲۴	۲۵۳
حدیث لماالقل النبی ﷺ سے جواز نوحہ کے استدلال کا حکم	۲۴	۴۸۵
سانپ کو نہ مارنے کی حدیث کی توجیہ	۲۴	۶۶۰

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
ایک ضعیف السند حدیث	۲۴	۷۱۴
حقہ کی حرمت پر گھڑی ہوئی حدیث	۲۵	۸۲
زیادہ احادیث	۲۵	۱۴۷
سوادِاعظم کی پیروی کاحکم حدیث میں	۲۶	۵۲۲
خیر القرون قرنی کامعنٰی	۲۶	۵۳۶
ان اللہ تعالیٰ خلق ادم علیٰ صورتہ کی تشریح	۲۷	۴۲
عبادلہ ثلاثہ سے مراد	۲۷	۴۳
حدیث من قطع میراث وارثہ الخ کاحکم	۲۷	۴۵
من زوا میراثا عن وارثہ الخ کاحکم	۲۷	۴۶
حدیث کی تفسیر حدیث سے سب سے بہتر	۲۷	۵۴
حدیث کو موضوع کب کہیں گے	۲۷	۵۰
روایت حدیث کے دوطریقے	۲۷	۴۹
اولیت خلق کی احادیث اوران پر گفتگو	۲۷	۴۹
قول حماد ترکت الحدیث کامطلب	۲۷	۵۵
شانِ امام اعظم والی حدیث پر گفتگو	۲۷	۵۸
اذاصح الحدیث فھو مذھبی پر مستقل رسالہ	۲۷	۶۸تا۸۶
اٹھارہ احادیث اور ان کے مطالب	۲۸	۶۳۱تا۶۴۷
مرقاۃ کی ایک حدیث پر سوال وجواب	۲۹	۶۴
حدیث لولاک پر گفتگو	۲۹	۱۱۳
لامھدی الاعیسی حدیث صحیح نہیں	۲۹	۲۲۶
واللہ لاادری پر گفتگو	۲۹	۴۹۰
60 احادیث شفاعت	۲۹	۵۷۶

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
شفاعت کبری کی حدیثیں	۲۹	۵۷۴
ولیناہی کی نفیس تقریر	۳۰	۵۶۶
شفاعت کی احادیث	۳۰	۲۲۰
حدیث ان ابی واباک سے مراد	۳۰	۲۸۴
احادیث مشیت کی نفیس تقریر	۳۰	۵۸۸
حدیث مرسل کی تعریف وحکم	۳۰	۶۵۴
حدیث جابر کی سند	۳۰	۶۵۹
حدیث لولاک پرگفتگو	۳۰	۶۶۷
لم یکن لہ ظل ......پر محدثانہ گفتگو	۳۰	۷۴۱

حرام:

فرض سے حرام تک احکام شرعیہ کی گیارہ قسمیں	۱	۹۰۷
حالت ناپاکی میں مسجد میں جانا حرام	۱	۱۰۷۲
آب مغصوب کا استعمال حرام ہے	۲	۴۷۸
حرام پیسے سے بنے حوض کا حکم	۴	۳۳۳
مسلمان کی طرف ناحق گناہ کی نسبت حرام	۵	۵۸۲
قرآن کریم الٹا پڑھنا حرام ہے	۶	۳۴۷
مسلمانوں کو گالی سخت حرام ہے	۶	۵۳۸
بے ضرورت سوال حرام ہے	۶	۵۹۵
سینہ تک بال مردوں کو حرام	۶	۶۱۰
انگریزی وضع کے کپڑے حرام ہیں	۷	۳۰۸
مسجد میں دنیا کی باتیں حرام ہیں	۸	۱۱۲
عیسائی کی نماز جنازہ حرام ہے	۹	۱۷۰

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
رافضی کی نماز جنازہ حرام ہے	۹	۱۷۲
خالی قبرستان چھوڑکر بھرے میں دفن حرام ہے	۹	۳۸۵
مسجد صحن میں دفن حرام	۹	۴۰۷
تلاوت پر اجرت حرام	۹	۶۴۶
انبیاء کے بدنوں کو کھانا زمین پرحرام ہے	۹	۹۰۷
سادات پر مال زکوٰۃ حرام ہے	۱۰	۲۶۷
ناچ واکثر باجے حرام ہیں	۱۱	۱۰۹
بدگمانی حرام ہے	۱۱	۱۲۲
حرمت کے اسباب	۱۱	۵۱۷
نشہ آور قلیل رقیق شئی بھی حرام ہے	۱۲	۱۰۹
مسلمان پربدگمانی حرام ہے	۱۲	۲۹۱
کتمانِ علم حرام ہے	۱۲	۳۱۲
والدین کی نافرمانی حرام ہے	۱۲	۳۳۲
بیوی کادودھ پینا حرام ہے	۱۲	۵۹۳
بعدطلاق بائن بے تجدید نکاح مباشرت حرام ہے	۱۲	۵۹۵
منسوخ پر عمل حرام ہے	۱۲	۲۷۰
بدگمانی حرام ہے	۱۳	۳۰۰
کتاب بہشتی زیور دیکھنا حرام ہے	۱۳	۳۶۶
زناء کافرہ سے بھی حرام ہے	۱۳	۶۲۴
حسد حرام ہے	۱۳	۶۲۸
کفر سے اتحاد حرام	۱۴	۱۳۴
اللہ ورسول کے دشمنوں سے دوستی حرام ہے	۱۴	۱۳۵

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
حرام لعینہ اور لغیرہ کا بیان	۱۴	۵۵۲
بے تحقیق مسئلہ کا جواب حرام	۱۴	۶۱۲
ٹوناٹوٹکا حرام ہے	۱۴	۶۵۵
مجالس کفار میں شریک حرام ہے	۱۴	۶۷۵
ڈاڑھی منڈوانا حرام ہے	۱۴	۷۰۸
تعظیم مشرک کے جلوس کا تماشہ دیکھنا حرام	۱۵	۱۰۰
حرام کام میں چندہ دینا حرام	۱۵	۱۰۱
مشرک کو واعظ مسلمین بنانا بھی حرام	۱۵	۱۰۱
سجدہ تعظیمی حرام ہے	۱۵	۱۵۴
مزامیر حرام	۱۵	۱۵۴
سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نام لے کر پکارنا حرام ہے	۱۵	۱۷۱
زناء کی کمائی حرام ہے	۱۶	۱۲۱
وقف میں مالکانہ تصرف حرام ہے	۱۶	۱۶۲
مسجد میں سوال کرنا حرام	۱۶	۴۹۱
غیر معتکف کو مسجد میں مباح بات چیت حرام	۱۶	۴۹۱
قبرستان میں نیا راستہ نکالنا حرام ہے	۱۶	۵۰۸
مال مسروقہ کو علم کے بعد خریدنا حرام ہے	۱۷	۱۶۵
افیون کی بیع کھانے کے لئے حرام ہے	۱۷	۱۷۰
مردار کی بیع حرام ہے	۱۷	۱۷۱
قبرستان کی بیع حرام ہے	۱۷	۱۷۱
رشوت دے کر فیصلہ لینا حرام ہے	۱۸	۴۶۹
حرام کھانے سے فاقہ بہتر ہے	۱۸	۵۶۶

marfat.com
Marfat.com

ح

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
رھن دخلی حرام ہے	۱۸	۲۶۵
چند حرام مال اور ان کی تفصیل	۱۹	۶۴۵
جھوٹ حرام ہے	۲۰	۱۹۶
گدھا حرام ہے	۲۰	۳۱۲
بدگمانی حرام ہے	۲۰	۲۳۰
کافر سے دوستی حرام ہے	۲۱	۱۲۵
حرام کو تماشہ بنانا بھی حرام ہے	۲۱	۱۵۹
بدگمانی حرام ہے	۲۱	۱۷۲
اجنبیہ سے خلوت حرام ہے	۲۱	۱۸۴
فعل حرام کی اجرت بھی حرام	۲۱	۱۸۷
کافر کو مہاتما کہنا حرام ہے	۲۱	۲۵۴
مساجد میں مشرکوں کا لیکچر حرام	۲۱	۲۵۸
منسوخ پر عمل حرام ہے	۲۱	۲۷۳
تندرست بھکاری کو دینا حرام	۲۱	۴۲۰
جنت فحش بکنے والے پر حرام ہے	۲۲	۲۱۴
کافر کو سلام کرنا حرام	۲۲	۳۷۸
غیر خدا کو سجدہ حرام ہے	۲۲	۳۸۲
سادات کی توہین حرام ہے	۲۲	۴۲۰
اپنے لئے ہاتھ باندھ کر کھڑا رکھنے کی تمنا حرام ہے	۲۲	۵۶۲
حرام حرام میں فرق ہے	۲۲	۶۰۶
بھنگ چرس شراب حرام ہے	۲۲	۶۰۶
ڈاڑھی مونڈنا کترنا حرام ہے	۲۲	۶۵۵

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
ڈاڑھی موڑنا کترنا حرام ہے	۲۳	۹۸
سیاہ خضاب حرام ہے	۲۳	۹۸
خطبہ جمعہ کے وقت سلام وکلام حرام ہے	۲۳	۷۵۹
ترک جماعت حرام ہے	۲۳	۷۱۷
تھیٹر تماشے کی اجرت حرام ہے	۲۳	۱۰۶
چوری اور جوئے کے مال پر ختم حرام	۲۳	۱۹۵
بدگمانی حرام	۲۳	۳۲۶
حرام ہر حال میں حرام ہے	۲۴	۱۳۹
فقیر بن کر بھیک مانگنا حرام ہے	۲۴	۴۹۴
سوتیلی ماں حرام ہے	۲۴	۳۸۷
نشہ بذاتہ حرام ہے	۲۵	۲۱۳
اجرت مجہول میں اجارہ حرام ہے	۲۵	۲۵۹
وعدہ جھوٹا کرنا حرام ہے	۲۵	۶۹
کسی کی طرف حرام کاری کی نسبت کی تہدید کی حدیثیں	۲۵	۵۷۸
تاڑی پینا حرام ہے مگر تاڑ کا پھل جائز ہے	۲۵	۲۱۵
ظالم کی اعانت حرام ہے	۲۶	۶۰۷
حرمانِ ورثہ کا قصد حرام ہے	۲۷	۴۷
مشاجرات صحابہ میں مداخلت حرام ہے	۲۹	۳۳۶
حرام کی دوقسمیں	۳۰	۵۶۴

حربی کافر:

دیکھئے کافر

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ

حرمت مصاہرت :

دیکھئے مصاہرت:

حروف:

علم حروف کے کچھ مسائل	۲۹	۷۹ تا ۸۱

حساب :

دیکھئے ریاضی :

حضانۃ (پرورش) :

باب الحضانۃ	۱۳	۳۸۳ تا ۴۱۲
نابالغ کی حضانت	۱۳	۴۲۹
بچہ خیر الابوین کے تابع ہے	۱۵	۵۹۲
سات سال سے زائد عمر کا بچہ باپ کے پاس ہوگا	۱۹	۶۲۷
لڑکی اور لڑکے کی مدت حضانۃ میں فرق	۲۶	۳۴۰

حقہ :

سفر میں حقہ کے پانی کا استعمال	۲	۳۲۰
حقہ کا پانی پاک ہے یا ناپاک	۳	۳۰۶
حقہ کے پانی سے وضو کا حکم	۴	۳۳۷
حقہ کی بدبو میں نماز کا حکم	۷	۳۸۴
حقے کی نہال سونے چاندی کی حرام	۲۲	۱۳۰
حقہ نوشی کا حکم	۲۳	۲۹۹
حقہ پیتے ہوئے سبق پڑھانا	۲۳	۳۷۶
حقہ کے احکام	۲۴	۳۵۵ تا ۵۵۸

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
حقہ کے جواز کی تحقیق انیق	۲۵	۷۹

حقوق:

والدین، اولاد، زوجین، اساتذہ، پیر اور مرید وغیرہ کے حقوق کا مفصل بیان	۲۴	۳۶۵ تا ۴۷۵
عورت سے بدفعلی پر اس کے خاوند سے معافی کا حکم	۲۹	۸۳

حکایت:

دیکھئے واقعہ :

حکمت:

حکمت قلب رِدا	۷	۶۰۷
حکمت رفع یدین	۷	۶۰۸
حکمت رفع سبابہ	۷	۶۰۸
حکمت افعال نماز	۷	۶۱۵
حکمت جہرو سر فی الصلوٰۃ	۷	۶۱۵
حکمت اخفاء درنماز کسوف	۷	۶۱۵
حکمت وجوب جلسہ بعد رکعتین	۷	۶۱۵
حکمت یادسرکار ﷺ درنماز	۷	۶۱۵
حکمت معافی قرات دررکعت ثالث ورابع	۷	۶۱۵
حکمت عدم وجوب جہر برمنفرد	۷	۶۱۵
حکمت عدم قرات درکوع وسجود وقعود	۷	۶۱۵
حکمت قومہ وجلسہ	۷	۶۱۵
صلوٰۃ غوثیہ کے بعد عراق کی طرف چلنے کی حکمت	۷	۶۵۲
حلالہ میں لزوم مجامعت کی حکمت	۱۳	۵۶۲

marfat.com
Marfat.com

ح

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
پیشاب نوش پر حدنہ ہونے کی حکمت	۱۳	۶۲۵
اعلانیہ گناہ پر اعلانیہ توبہ کی حکمتیں	۲۱	۱۴۳
نماز کے اختتام پر سلام کی حکمت	۲۲	۴۰۹
تین وقتوں میں نمازحرام ہونے کی حکمت	۲۴	۱۲۴
کچھ عرصہ وحی رکنے کی حکمت	۲۴	۱۲۴
اصوات فتنہ کی حرمت کی حکمت	۲۴	۱۲۴
انبیاء سے امام الانبیاء پر ایمان لانے کی حکمت	۲۹	۲۳۰
رات کومعراج کرانے کی حکمت	۲۹	۶۳۵
آخری نبی اور آخری امت بنانے کی حکمت	۳۰	۱۹۱

حلالہ :

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
حلالہ کی ایک صورت	۱۱	۷۵۹
حلالہ کی صورت	۱۲	۳۸۹
حلالہ بغیر وطی زوج ثانی کرنا صحیح نہیں	۱۲	۳۹۸
اچھی نیت سے حلالہ پر راضی کرنا ثواب	۱۲	۳۹۹
نکاح میں حلالہ کی شرط منع محض ارادۃ توامید اجر	۱۲	۴۰۹
حلالہ بغیر وطی زوج ثانی صحیح نہیں	۱۲	۴۲۳
حلالہ بعدطلاق ثلاثہ ہے	۱۲	۵۵۹
بعدطلاق ثلاثہ حلالہ ضروری	۱۳	۲۴۱
حلالہ میں وطی کیوں ضروری	۱۳	۵۶۲
تین طلاقوں کے بعد عورت رکھنا حرام	۲۳	۱۹۵

حمل :

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
حمل کی کم سے کم زائد سے زائد مدت	۱۳	۳۷۹

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
حمل کو کسی شئ کا ہبہ درست نہیں	۱۷	۲۱۳
حاملہ بیوی سے صحبت کا حکم	۲۳	۳۷۹
اسقاط حمل کا حکم	۲۴	۲۰۷
حمل کی اکثر مدت دو سال	۲۶	۱۴۷

حوالہ :

حوالہ نقل دین ہے	۱۳	۴۳۹
دین معدوم تو حوالہ نہیں	۱۳	۴۴۰
مال کی جہالت میں حوالہ نہیں	۱۳	۴۴۰

حوض:

حوض اور اس کے احکام	۲	۴۳۹تا۵۴۸
حوض دہ دردہ سے کم ہو تو نہانے کا حکم	۳	۴۹۴
حضرت عمر کا حوض پر گذرنے کا واقعہ	۴	۵۱۵
مسجد کے حوض پر جنازہ رکھ کر پڑھنا	۹	۲۶۶

حیض :

حیض فرج داخل میں ہے تو کچھ نہیں	۱	۴۲۲
حیض سے فراغت کے بعد کپڑوں کا حکم	۱	۴۲۲
حیض کا ایک مسئلہ	۲	۱۱۷
باب الحیض	۴	۳۴۹تا۳۶۶
حیض میں طلاق	۱۲	۳۳۲
تین حیض کی کم از کم مدت	۱۲	۴۶۶،۶۱۴
تین حیض کی زائد احتمالی مدت	۱۲	۶۱۸

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
مدت تین حیض	۱۳	۲۹۹
29دن میں تین حیض ممکن نہیں	۱۳	۳۲۴
حائض مسجد سے نہ گزرے	۱۶	۳۵۸،۳۵۲

حیات النبی :

حیات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	۹	۲۷۱
حیات انبیاء کی احادیث	۱۴	۶۴۸

حیلہ :

ہبہ میں حیلہ کی ایک صورت	۳	۵۰۱
اجرت پر قرآن پڑھانے کا حیلہ	۴	۷۲۱
حیلہ اسقاط	۸	۱۶۵،۱۶۴
حیلہ اسقاط	۸	۱۷۵،۱۶۶
مسجد میں زکوۃ دینے کا حیلہ	۱۰	۱۰۸،۱۰۶
زکوۃ کے حیلے منع	۱۰	۱۰۹
ایک حیلہ کا بیان	۱۰	۱۸۳
زکوۃ کے اسقاط کا حیلہ منع ہے	۱۰	۱۹۰
زکوۃ کے اسقاط کا حیلہ منع ہے	۱۰	۱۹۷،۱۹۲
حیلہ بوقت ضرورت ہے	۱۰	۲۶۳
حیلہ شرعیہ	۱۰	۲۶۷
زکوۃ مدارس میں خرچ کرنے کا حیلہ	۱۰	۲۶۹
فدیہ کی ادائیگی میں ہندوالوں کا حیلہ ناکافی	۱۰	۵۳۶
فدیہ کی ادائیگی کا حیلہ	۱۰	۵۳۷

marfat.com
Marfat.com

عنوانِ مسئلہ	جلد	صفحہ
دین سے فدیہ ادا کرنے کے دو حیلے	۱۰	۵۴۲
تخفیف دَورسے بچنے کا طریقہ	۱۰	۵۴۳
جبرواکراہ کی طلاق سے بچنے کا حیلہ	۱۲	۳۸۳
سقوط حلالہ کے سب حیلے باطل	۱۲	۶۲۷
طلاق مغلظہ معلقہ سے بچنے کا حیلہ	۱۳	۵۵۸
حرام مال کو مصرف خیر میں لانے کا حیلہ	۱۶	۱۴۲
ٹھیکہ داری کو حدودشرع میں کرنے کی تدبیریں	۱۶	۱۲۲
سود سے بچنے کے حیلے	۱۷	۴۶۱،۳۸۷
سود سے بچنے کے حیلے	۱۷	۴۶۳،۴۶۲
سود سے بچنے کے حیلے	۱۷	۴۶۵،۴۶۴
ایسے حیلوں کا ثبوت قرآن وحدیث سے	۱۷	۴۹۶
کچی کھیتی خریدنے کا حیلہ	۱۷	۱۷۵
ہبہ بالعوض کا حیلہ	۱۹	۳۲۵
ایک خاص آمدن سے حج کے جواز کا حیلہ	۱۹	۴۹۷
سود سے بچنے کے حیلے	۱۹	۵۱۴
دیہات کے ٹھیکہ کو حدودِ شرع میں کرنے کا حیلہ	۱۹	۵۵۸،۵۵۱
بیع سلم کی ایک ناجائز صورت کے مال کو جائز کرنے کا حیلہ	۲۰	۲۰۹
اپنے حق کی وصولی کا حیلہ	۲۰	۱۸۹
شہر سے دیہات میں قربانی بھیجنے کا حیلہ	۲۰	۳۷۹
مسلمان کلمہ کفر کب کہہ سکتا ہے	۱۲	۱۲۶
تبرکات کی زیارت پر کچھ لینے دینے کے جواز کا حیلہ	۲۱	۴۱۸
صحابی کا سرکار کے بدن مبارک کو چومنے کا حیلہ	۲۲	۲۶۳

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
کافر فاسق کوسلام کرناپڑے تو حیلہ کیا کرے	۲۲	۳۷۸
جائز حیلہ کی تعلیم سرکار نے دی	۲۲	۶۸۰
اجرت پر قرآن پڑھوانے کاحیلہ	۲۳	۵۳۷
حیلہ سود سے نجات کیلئے ہے نہ کہ سود لینے کیلئے	۲۳	۵۶۸
ناپاک کوپاک کرنے کاحیلہ	۲۳	۵۶۱
حرام سے بچنے اور سبکدوش ہونے کاحیلہ	۲۳	۵۹۳
نابالغ بچوں کے مال کو صرف کرنے کاحیلہء شرعیہ	۲۵	۴۷۱
حیلہ اسقاط کاحکم شرعی	۲۹	۲۰۵

خ

خاک شفاء:

خاک شفاء کھانا	۳	۶۴۳

ختم نبوت :

ختم نبوت کاانکار کفر ہے	۸	۷۴
سرکار کے خاتم النبیین ہونے کابیان	۱۴	۳۱۸،۳۳۱
سرکارکے خاتم النبیین ہونے کابیان	۱۵	۵۷۱تا۷۳۹

ختنہ :

جوبالغ ہونے کے بعد مسلمان ہوااس کے ختنہ کاحکم	۲۲	۵۹۳
عورتوں کے ختنہ کاسوال جواب	۲۲	۶۰۲
ختنہ شعائر دین سے ہے	۲۲	۶۳۶
ختنہ کاحکم حدیث سے ہے	۲۲	۶۷۹

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
عربستان میں لڑکیوں کے ختنہ کا رواج ہے	۲۲	۶۸۰
ختنہ کا نام مسلمانی کیوں ؟	۲۲	۶۳۶

خراج:

شرعی خراج سے مالگواری کا تعلق نہیں	۱۰	۲۱۸
مسلمان کے گھر کے باغیچے سے خراج کی صورت	۱۰	۲۳۲
خراج کا سبب وجوب کیا ہے	۱۰	۲۳۴
خراج کسے دیں	۱۰	۲۳۵
خراج میں کیا دیں	۱۰	۲۳۷

خضاب:

سیاہ خضاب حرام	۱۰	۷۸۴
خضاب میں علاقے کی عادت کا لحاظ	۲۱	۶۱۷
سیاہ خضاب کی حرمت غیر مجاہدین کے لئے	۲۲	۵۹۲
سیاہ خضاب لگانا حرام ہے	۲۳	۹۸
سیاہ خضاب حرام	۲۳	۴۸۴
سیاہ خضاب کی حرمت کا تفصیلی بیان	۲۳	۴۹۶

خط وکتابت:

خط وکتابت کا بیان	۲۴	۷۰۹تا۷۱۴

خطبہ:

فتاوی رضویہ کا بے مثال خطبہ	۱	۸۳تا۹۷
خطیب کے سامنے کی اذان کے جواب کا حکم	۵	۳۶۸
خطیب جواب اذان اور دعا کرسکتا ہے یا نہیں	۵	۳۶۹

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
خطبہ جمعہ کے مسائل	۸	۳۲۲،۲۸۲
خطبہ جمعہ کے مسائل	۸	۳۳۲،۳۲۹
خطبہ جمعہ کے مسائل	۸	۳۹۶،۳۹۴
خطبہ جمعہ کے مسائل	۸	۳۹۹
خطبوں کے مابین دعا	۸	۴۷۷
خطبہ کے دوران خطیب کے سبحان اللہ پڑھانے کا حکم	۹	۵۹۹
خطبہ نکاح	۱۱	۲۲۲
خطبہ جمعہ کے وقت سلام وکلام حرام ہے	۲۳	۵۹۷
خطبہ جمعہ وعیدین کا اردو ترجمہ ساتھ پڑھنا	۲۳	۶۸۸
خطبہ فتح مکہ	۲۸	۶۳۰
خطبہ الوداع کی حدیث	۲۸	۶۶۳

خندق:

خندق میں جمع پانی سے وضو کا حکم	۲	۲۵۹

خنثیٰ:

خنثیٰ مشابہ عورت سے نکاح کا حکم	۱۱	۱۹۲

خنزیر:

زندہ خنزیر کنویں سے نکلے تو حکم	۳	۲۸۸
خنزیر کے سوا ہر جانور کی ہڈیاں پاک	۴	۴۷۵
خنزیر کا گوشت پکا کر غیر مسلموں کو کھلانے والے امام کا حکم	۲۱	۶۱۲

خلافت:

خلافت خلفاء اربعہ کا منکر	۵	۱۰۱

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
خلافت شرعیہ میں قرشیت کی شرط کامکمل بیان	۱۴	۱۷۳تا۲۴۷
ترک کی خلافت کاحکم	۲۱	۲۶۱
خلافت کے نام پر چندہ لینے والوں کے مقاصد	۲۱	۲۵۸
خلافت فنڈ میں زکوٰۃ اور فطرانہ دینا درست نہیں	۲۳	۱۰۶
قریش کی خلافت	۲۳	۲۰۶
ولدالزناء کی خلافت کاحکم	۲۸	۵۲
حضرت صدیق اکبر اور حضرت علی کی خلافت کی تفصیلی بیان	۲۸	۴۶۹تا۴۸۷
جانشینی اور نیابت کی دوقسمیں	۲۸	۴۶۹
خلفائے ثلثہ کی خلافت پر قول علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۸	۴۷۲
خلافت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۸	۴۷۳

خلع :

خلع کی ایک غیر صحیح صورت	۱۱	۲۳۱
خلع کی ایک صورت	۱۱	۶۲۱
خلع میں شوہر کو رقم دینا جائز	۱۲	۴۶۹
بعدخلع نکاح کے لئے عدت گزرنا ضروری	۱۲	۶۳۰
باب الخلع	۱۳	۲۶۳تا۲۶۵
خلع طلاق بائن	۱۳	۳۱۱

خلیفہ بنانا :

خلیفہ بنانے کی مستقل فصل	۷	۲۴۹تا۲۵۲

خواب :

خواب شیخ عبداللہ کا	۵	۹۷

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
مسلمان کے خواب کی حیثیت	۲۲	۲۷۱
خواب کے بارے میں سنت صحابہ	۲۲	۲۷۲
مصنف علیہ الرحمۃ کاایک خواب	۲۲	۲۷۲
اس خواب کوبیان کرنے کی وجہ	۲۲	۲۷۳
خواب میں سفر کی تعبیر	۲۳	۲۶۷
حقہ کی وجہ سے خواب میں زیارت سرکار ﷺ نہ ہونا باطل قول ہے	۲۵	۱۰۴
اچھے خواب پر عمل بہتر	۲۸	۳۶۶
خواب اور خواب کی اقسام	۲۹	۸۸،۸۷
سیدہ آمنہ کے دوخواب	۳۰	۲۵۹

خودکشی :

خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ کاحکم	۵	۱۰۷

خیار:

نکاح میں خیار عیب نہیں	۱۱	۱۹۳،۱۱۷
احدالزوجین کو خیار عیب حاصل نہیں	۱۲	۴۹۰
قول امام محمد اور تفصیل مسئلہ	۱۲	۵۰۴

﴿ د ﴾

دارالحرب :

دارالحرب کےاحکام	۱۱	۴۸۲
دارالحرب میں قدر اور رباء بالاتفاق حرام ہے	۱۷	۳۱۷
دارالحرب میں مسلمان کے لئے فروخت کاحکم	۲۳	۵۲۴

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ

دارالاسلام :

دارالاسلام کے احکام	۱۱	۵۸۱،۲۲۸
دارالاسلام ہندوستان	۱۴	۱۰۳
جوزمین کبھی دارالاسلام نہ بنی اس میں مسجد کا حکم	۱۶	۳۱۶
دارالاسلام میں رباہ کی حرمت کا سبب	۱۷	۳۱۶
ہندوستان دارالامان ہے	۱۷	۳۵۶
دارالاسلام کی تعریف	۱۷	۳۶۷
دارالاسلام میں حربی غیر مستامن کے مال کا حکم	۱۷	۳۶۹
جن شہروں پر کفار کی حکومت وہ بھی دارالاسلام ہیں	۱۸	۵۴۶
ہندوستان دارالاسلام ہے	۲۱	۲۹۱،۲۸۱
دارالاسلام میں ایک حکم اسلامی باقی ہے دارالحرب نہ ہوگا	۲۱	۲۹۲

درود پاک :

جب درود پاک کے لئے ادباً تیمم کرے	۳	۵۵۶
اقامت سے پہلے درود پاک	۵	۳۸۶
خوشبو سونگھ کر درود پاک پڑھیں	۵	۵۶۵
درود پاک کی فضیلت	۶	۱۸۳
سرکار کے نام پر درود واجب ہے	۶	۲۲۱
درود پاک آواز سے یا دل میں	۶	۲۲۳
دعا کے پر درود پاک ہیں	۷	۶۴۸
دعا سرکار کی طرف متوجہ ہو کر یا	۷	۶۴۹
خطبہ میں درود پاک مقتدی دل میں پڑھے	۸	۳۶۵

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
حضور غوث اعظم پر درود	۸	۳۶۱
دوران خطبہ درود دل میں پڑھے	۸	۳۶۸
دوران خطبہ مقتدی درود دل میں پڑھیں	۸	۳۸۱
فضائل درود پاک	۹	۵۱۷
جمعہ کے دن درودکاحکم	۹	۹۰۷
درودشریف کے ایک صیغے کا حکم	۱۴	۶۱۴
درودپاک میں عظمت کاخیال لازمی ہے	۱۵	۲۰۸
روضہ رسول پر فرشتوں کادرودوسلام	۲۲	۳۹۴
مصافحہ کے وقت درودپاک	۲۲	۴۱۶
جس نے اولاً درودپاک مخفف کیا اس کے ہاتھ کاٹے گئے	۲۲	۶۹۴
درودپاک پورالکھنا واجب ہے	۲۲	۶۹۴
درودپاک کی فضیلت	۲۳	۱۲۳
درودپاک پڑھنے کے مستحب مقامات	۲۳	۳۹۵
الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہنے کے دلائل	۲۳	۶۸۰
درودپاک کاادب	۲۵	۱۰۴
ایک غیر منقوط درودپاک	۲۶	۵۸۵
یارسول اللہ ﷺ کہنے کاجواز	۲۹	۲۰۴
درودتاج پڑھنے کاحکم	۲۹	۲۵۵
درودپاک میں‌علی ابراھیم لانے کی وجہ	۲۹	۴۴۳
التحیات میں معنی کا قصد کرکے سلام عرض کرنا	۲۹	۵۶۶
درودپاک پورا لکھناچاہیے	۳۰	۶۶۳

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ

دعا/دعائیں

دفع وسواس کی دعائیں	۱۰	۱۰۴۲
بنیت دعا بعض آیات قرآن کا جنبی اور حائض کو پڑھنا جائز	۱	۱۰۷۷
بلاؤں سے محفوظی کی دعا	۱	۱۱۱۴
دعا ہاتھ اٹھاکر اور منہ پر ہاتھ پھیرنا	۶	۲۰۲
نماز کے بعد دعا مانگنے کا ثبوت	۶	۲۲۴
نماز کے بعد دعا میں تاخیر کیسی	۶	۲۳۳
قضائے حاجت کی نماز ودعا کا طریقہ	۷	۶۰۷
دعا میں سرکار ﷺ کی باب تفاؤل پر نظر	۷	۶۰۹
دعائے حزب البحر	۷	۶۲۴
دعا ایک پردہ ہے	۷	۶۴۸
دعا سرکار کی طرف منہ کرکے	۷	۶۴۹
جن نمازوں کے بعد سنتیں وہاں طویل دعا نہ کرے	۸	۳۵۶
خطبہ کے دوران دعا مانگنے کا حکم	۸	۳۹۶
امام کیلئے دعا بین الخطبتین جائز ہے	۸	۴۷۷
عیدین کے بعد ہاتھ اٹھاکر دعا	۸	۵۰۹تا۵۹۹
نماز کی دعا پر اقتصار	۸	۵۲۳
عیدین کے اجتماع کی دعا خاص ثابت ہے	۸	۵۲۵
بظاہر اگر دعا قبول نہ ہو تو	۸	۵۲۶
بعد نماز عید اللہ خود دعا کا تقاضا فرماتا ہے	۸	۵۲۷
جلسہ خیر سے اٹھتے وقت دعا مستحب ہے	۸	۵۲۹
دعا کی اجازت مطلقاً ہے	۸	۵۳۰

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
دعا کی ترغیب کی احادیث	۸	۵۳۲
ہر دعا ذکر الٰہی ہے	۸	۵۳۵
دعا بعد الصلوٰۃ	۸	۵۸۵
دعا کی ترغیب کی کتب	۸	۵۳۲
میت کو قیامت تک عذاب سے بچانے کی دعا	۹	۱۰۹
دعائیں جنازہ کی	۹	۲۰۹،۱۹۳
دعا بعد الجنازۃ	۹	۲۳۹
دعا بعد الجنازۃ	۹	۲۸۱تا۲۵۱
دعا بعد دفن	۹	۳۹۲
مزاروں پر فاتحہ کی دعائیں	۹	۵۲۲
دعا ہاتھ اٹھا کر	۹	۵۷۲
سرکار نے حضرت عمر سے دعا چاہی	۹	۶۹۳
حضرت اویس قرنی سے دعائے بخشش	۹	۶۹۴
سرکار کی قبر انور پر صحابی کی دعا	۹	۶۹۵
دعائیں رؤیت ہلال کی	۱۰	۴۵۹
دعائے افطار کا وقت	۱۰	۶۳۴تا۶۳۱
دعا کی طلب اولیاء سے جائز	۱۵	۷۴
دعا کا معاوضہ لینے کا حکم	۱۹	۵۰۴
حضرت جنید بغدادی کو ان کے مرشد کی دعا	۲۱	۵۳۸
ممالک اسلامیہ کیلئے خطبوں میں دعا کا حکم	۲۱	۲۳۰
کھانے کو سامنے رکھ کر دعا کا حکم	۲۱	۶۶۶
سرکار کی دعا سے میاں بیوی کے درمیان نفرت کی جگہ محبت	۲۲	۳۲۰

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
باب الدعا	۲۳	۱۶۱تا۱۸۲
اشبہ توسل دعا ہے	۲۳	۱۸۰
اجتماعی دعا	۲۳	۱۸۴
کھانا سامنے رکھ کر دعا ختم دینا	۲۹	۲۰۴،۲۲۵
دعا کی حدیثیں متواتر ہیں	۲۹	۳۱۱
انبیاء کی سب دعائیں مقبول ہیں	۲۹	۳۳۴
سرکار ﷺ کی خصوصی دعا قیامت کے دن ہوگی	۳۰	۲۱۲

دعوت:

تقوی سے عاری لوگوں کے گھر کھانا کھانے کا حکم	۲۱	۶۱۲
سودخور کے گھر دعوت کھانے کا حکم	۲۱	۶۲۷
رشوت خور کے گھر دعوت کھانے کا حکم	۲۱	۶۳۳
سود خور کے گھر دعوت کھانے کا حکم	۲۱	۶۴۱
بے نمازی کے گھر دعوت کھانے کا حکم	۲۱	۶۵۹
ملاہی اور ملاعب پر مشتمل دعوتوں پر شرکت کا حکم	۲۱	۶۷۲
سودخور کے گھر دعوت کھانے کا حکم	۲۱	۶۵۰
سودخور، بے نمازی شرابی ،زانی اور مخنث کے ساتھ کھانا کھانے کا حکم	۲۱	۶۷۴
دیوث کے ساتھ کھانا کھانے کا حکم	۲۱	۶۷۴
حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ کی غزوۂ خندق کے موقع پر دعوت	۲۱	۶۵۳
سودخور اور حلال کی کمائی دونوں رکھنے والے کے گھر دعوت کا حکم	۲۳	۱۰۳
ایام موت کی دعوت کا حکم	۲۳	۵۸۵
جس کی آمدن حلال وحرام دونوں ہوں اس کے گھر دعوت کا حکم	۲۴	۵۰۲
دعوت میت	۹	۶۱۱تا۶۷۳

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
ایام موت کی دعوت قبول نہ کی جائے	۲۳	۵۸۵

دعویٰ:

حلف سے چپ رہنا انکار ہے	۴	۱۱۸
دعوی بیع کا مسئلہ	۱۱	۱۳۱
دعوی نکاح کا مسئلہ	۱۱	۲۲۵،۶۲۰
عورت کے اقرار کے بعد دعوی بغیر گواہ ثابت نہ ہوگا	۱۲	۱۶۰
عورت مدعیۂ طلاق اورشوہر منکر ہوتوقول شوہر کامعتبر ہے	۱۲	۶۴۱
وعدہ پر دعوی نہیں	۱۳	۴۸۱
مدعی کاقول مسموع نہیں	۱۴	۶۱۴
طویل مدت سے لامعلوم الجہت زمین پر دعوی منع ہے	۱۶	۴۷۵
دعوی اور شہادت میں مطابقت بہت ضروری ہے	۱۷	۶۷۶
کتاب الدعوی	۱۸	۱۳۹تا۴۳۷
دعویٔ خطا، اقرار میں مردود ہے	۱۹	۹۷
خریدنے سے انکار کے بعد دعویٔ شفعہ صحیح ہے	۲۰	۱۱۳
سچے مدعی سے واجبی خرچہ لینا حرام ہے	۲۳	۵۷۱
کاغذِ دعوی اور جوابِ دعوی کی تصدیق کے سوالات	۲۴	۳۵۹
بھائی کب اپنے حصے کے مہر کا دعوی کرسکتا ہے	۲۴	۷۵
وصیت میں تنہا عورت کا دعوی حجت نہیں	۲۵	۴۶۶

دف:

دف بجانے کی شرائط	۲۱	۶۴۳

دفن / جائے دفن

شق کا معنی اور بنانے کا طریقہ	۹	۳۷۰

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
میت قبلہ کی طرف سے داخل کریں	۹	۳۷۱
قبر کی اونچائی	۹	۳۷۲
دفن کرنے میں بارش کا ہونا	۹	۳۷۳
بعد دفن قبر پر کتنا کتنے دن سنت ہے	۹	۳۷۷
بلااجازت غیر کی اراضی میں دفن حرام	۹	۳۷۹
میونسپلٹی کی زمین میں دفن رکھنا	۹	۳۸۱
قبرستان کو تبدیل کرنے کی صورتیں	۹	۳۸۲
خالی چھوڑکر بھرے ہوئے قبرستان میں دفن	۹	۳۸۵
کافر مرتد کی تکفین وتدفین	۹	۳۹۰
گھرمیں دفن انبیاء سے خاص	۲۵	۴۲۵
گھرمیں دفن کی وصیت باطل	۲۵	۴۲۵
کفن دفن کا خرچہ ترکہ سے نہیں ہوگا	۲۵	۴۴۷

دلہن:

دلہن جب نئے گھر آئے تو ایک عمل	۲	۵۹۵
دلہن کو سجانا سنت قدیمہ ہے	۲۲	۱۲۶
دلہن کا زیور مال مشترک سے ہو تو حکم	۲۵	۳۴۸
دلہن کا چڑھاوے کا حکم	۲۵	۶۳۹

دودھ:

دودھ بچے کے معدے سے لوٹے تو حکم	۱	۳۵۶
دودھ عورت کا	۳	۱۶۹
عورت کے دودھ میں دوائی مل جائے	۳	۱۷۰

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
بازاری دودھ کا حکم	۱۷	۱۵۰
ثویبہ نے حضور ﷺ کو دودھ پلایا	۳۰	۱۲۶

دہ دردہ :

حوض دہ دردہ کے مسائل	جلد ۲	۴۹، ۱۳۵، ۱۸۹، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۶۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۴، ۳۲۱، ۳۳۲، ۳۳۷، ۳۳۸
حوض دہ دردہ کے مسائل	جلد ۲	صفحہ ۳۶۸، ۳۷۱، ۴۱۷، ۵۳۳
حوض دہ دردہ سے کم ہو تو حکم	۳	۴۹۴
حوض دہ دردہ مگر پانی دہ دردہ سے کم تو حکم	۴	۳۲۸
دہ دردہ کنواں کا مسئلہ	۴	۳۴۲

دیت:

تین انگلیوں کے کاٹنے پر پورے ہاتھ کی دیت ہے	۲	۱۰۸

دَین:

مدیون پر ڈگری ہو تو ادائے دین کا حکم	۳	۵۴۲
دائن اپنے دین کی جنس سے مال مدیون پائے تو حکم	۱۰	۱۰۸
دین کے احکام واقسام	۱۰	۱۶۴
مدیون فقیر فدیہ میں دین چھوڑیں تو حکم	۱۰	۵۳۲
بعض دین پر صلح جائز ہے	۱۱	۱۳۲
دین کا ایک مسئلہ	۱۲	۱۳۹
جائداد پر قرض کے دو معانی	۱۶	۱۱۴
بنک کی رقم بنک پر دین ہے	۱۶	۲۴۴
سادہ دین کا حکم	۱۷	۹۴

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
دین کے ہبہ کا حکم	۱۷	۱۰۶
دین معدوم کے بدلے رہن ناجائز	۱۷	۱۲۲
ترکہ سے کون سا دین مقدم ہے	۱۸	۷۲۷
دین مال حقیقی نہیں	۱۹	۱۰۰
دین سے حج کرے تو حکم	۱۹	۴۹۷
دین کی ادا اس کے مثل مال ہے	۱۹	۱۰۰
ترکہ دین ہو تو صلح کی شرط	۱۹	۱۲۵
جس کا دین اس کے مال کو محیط اس کا حکم	۲۰	۳۶۷
دین مردہ والے پر زکوۃ وقربانی نہیں	۲۰	۳۶۹
قرض کی ادائگی ناپاک روپے سے کرے تو حکم	۲۳	۵۵۹
قرض کی معافی میں قرض کی مقدار کی تعیین کا حکم	۲۴	۷۰۸
کتاب المداینات	۲۵	۵۳تا۷۵
زیادہ فی الدین ناجائز عندالامام	۲۵	۲۹۳
دین تجہیز کا حکم	۲۵	۵۹۳
اگر قرض کل ترکہ پر محیط ہو تو حکم	۲۶	۹۳
مہراور دیون کی ادائگی سے پہلے ترکہ کی تقسیم نہ ہوگی	۲۶	۱۱۹
دین ترکہ سے زائد ہو تو حکم	۲۶	۲۹۲

﴿ ڈ ﴾

ڈاڑھی :

کتنی ڈاڑھی دھونا فرض اور کتنی مستحب	۱	۲۸۲
ڈاڑھی ترشوانا فسق ہے	۶	۵۴۴

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
ڈاڑھی ترشوانا فسق ہے	۶	۶۰۳
ڈاڑھی منڈوں کے پیچھے نماز کا حکم	۶	۶۲۷
ڈاڑھی منڈوانا حرام	۱۴	۷۰۹
ڈاڑھی کا مذاق اڑانے والوں کا حکم	۱۵	۱۶۳
خشخشی ڈاڑھی والے کا حکم	۱۸	۱۲۶
ڈاڑھی اگنا مثبت بلوغ نہیں	۱۸	۳۵۸
ڈاڑھی سے استہزاء کا حکم	۲۱	۲۱۵
ڈاڑھی منڈوانا اور پیر بننا حرام	۲۱	۶۰۰
مشت سے کم ڈاڑھی کا حکم	۲۱	۶۰۲
ڈاڑھی مونڈنا یہودیوں کا طریقہ	۲۱	۶۰۲
ڈاڑھی کے تفصیلی احکام	۲۲	۵۷۱تا۶۹۲
ڈاڑھی کے وجوب اور حد شرعی کا مستقل بیان	۲۲	۶۰۷تا۶۹۲
ڈاڑھی کترواکر مشت سے کم کرنا حرام ہے	۲۳	۹۸
ڈاڑھی منڈوانا حرام ہے	۲۴	۳۶۱

ڈاک خانہ :

ڈاک خانہ کی رقم پر زکوٰۃ	۱۰	۱۴۱
ڈاک خانہ کے نوٹوں کا حکم	۱۰	۱۴۲

ڈول :

20 ڈول پر اکتفاء کرنے کی ایک خاص صورت	۲	۲۵۰
ڈول سے متعلقہ مسائل	۳	۲۶۱
ڈول سے متعلقہ مسائل	جلد ۳	صفحہ ۲۷۵،۲۷۸،۲۸۳،۲۸۴

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
ڈول سے متعلقہ مسائل	جلد۳	صفحہ ۲۹۵،۲۹۳،۲۸۶
مسجد کے ڈول سے غیر نماز کے لئے پانی کا حکم	۸	۱۰۰

﴿ ذ ﴾

ذبح / ذابح / ذبائح :

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
مذبوح کی جلد کا مسئلہ	۳	۲۵۶
ذبیحہ اہل کتاب حلال	۱۵	۶۲۱
ذبیحہ مشرک مردار	۱۵	۶۲۱
کتاب الذبائح مکمل	۲۰	۲۱۳تا۳۴۰
مجوسی کے ہاتھ کے ذبیحہ کا حکم	۲۱	۶۴۹
ذابح البقر کی بخشش کا حکم	۲۱	۲۹۹
ذبح کے وقت اللہ کی جگہ حضور ﷺ کا نام لینے کا حکم	۲۶	۵۳۱

ذکرالٰہی :

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
ذکرالٰہی کے لئے تیمم	۳	۵۵۷
ذکر الٰہی کی کثرت کا حکم	۸	۵۳۶،۵۳۵
کثرت ذکر الٰہی کی آیات وتفاسیر	۸	۵۳۸
جنازہ کے ساتھ ذکرالٰہی	۹	۱۴۸،۱۴۰
جنازہ کے ساتھ نعت وذکر الٰہی کرنا	۹	۱۵۸
باب الذکر	۲۳	۱۶۱تا۱۸۲
سرکار ﷺ کا ذکر باوضو ہو یا بے وضو	۲۳	۷۳۵
ذکر کے حلقے جنت کی کیاریاں	۲۴	۸۷

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
ذکر الٰہی کے فضائل	۲۴	۱۸۱
ذکر بالجہر کی مخالفت میں عبداللہ بن مسعود کے اثر پر بحث	۲۸	۲۸۸

ذمی کافر :

دیکھئے کافر :

ذنب:

مغفرت ذنب کی بحث	۲۹	۳۹۶

ذی رحم محرم :

ذی رحم محرم کی تفصیل	۱۹	۱۹۸
نسبی رضاعی اور صہری محارم کی تفصیل	۲۳	۱۹۴

ر

رافضی :

روافض کو شیعہ کہتے ہیں	۵	۱۷۵
رافضیوں نے تین لاکھ حدیثیں گھڑیں	۵	۴۶۱
رافضی کی نماز جنازہ پڑھنے والے کا حکم	۹	۱۷۳
روافض کی اقسام، احکام وغیرہ	۱۱	۳۴۵
رافضیہ سے نکاح کا حکم	۱۲	۲۶۵

ربوا :

دیکھئے سود :

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ

رجعت :

نماز میں رجوع طلاق	۱	۴۷۱
رجعت کا طریقہ	۱۲	۳۶۸
طلاق بائن کے بعد رجعت نہیں	۱۲	۴۲۷
رجعت میں عورت کی رضامندی ضروری نہیں	۱۲	۴۴۷
طلاق رجعی میں رجعت کا اختیار عدت میں ہے	۱۲	۵۱۵

رحم :

رحم کی رطوبت	۳	۲۶۸،۲۹۲
علم ارحام سے متعلق مستقل رسالہ	۲۶	۴۶۷ تا ۴۹۳

رد بدمذہباں:

وہابیہ کا رد	۲	۶۲
گنگوہی کا رد	۳	۲۴۲
دیوبندیوں کا رد	۴	۵۹۸
ابن تیمیہ کا رد	۵	۵۶۵
گنگوہی کا رد	جلد ۵	صفحات ۵۷۴،۵۷۷،۵۷۸
وہابیہ کا رد	۵	۶۰۳
دیوبندیوں کا رد	۵	۶۷۶
وہابیوں کا کید	۵	۶۰۳
رد بدمذہباں	جلد ۵	۱۴۸،۳۹۱،۳۹۲،۳۹۳،۳۹۴
رد بدمذہباں	جلد ۵	۳۹۴،۳۹۵،۵۷۴،۵۷۷،۵۷۸،۶۳۴
وہابیہ کا رد	۶	۴۳۹

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
دیوبندیوں کارد	۶	۵۷۳
وہابیہ کارد	۶	۵۷۹
دیوبندیوں کارد	۶	۵۸۹
بدمذہبوں کارد	۶	۵۹۱
وہابیوں کارد	۶	۵۶۹
وہابیوں کارد	جلد ۶	۵۹۶،۵۹۷،۶۳۳،۶۳۸
بدمذہبوں کارد	۶	۷۲۰
بدمذہبوں کارد	۷	۵۳
وہابیہ کاردّ	جلد ۷	صفحات ۱۹۷،۱۹۸،۵۲۲،۶۲۳
گنگوہی کارد	۷	۶۹۹
قاری عبدالرحمٰن کاردّ	۷	۷۰۰
وہابیہ کارد	۸	۵۵۳
وہابیہ کارد	۹	۴۲۹تا۴۳۱
گنگوہی کارد	۹	۴۶۳،۴۶۹
گنگوہی کارد	۹	۴۹۹
دیوبندیوں کارد	۹	۵۰۰،۵۷۳
وہابیوں کاردّ	۹	۵۷۷،۶۰۵
وہابیوں کارد	۹	۶۵۵
وہابیہ کارد	جلد ۹	۸۳۳،۸۳۶،۸۴۲،۹۱۹،۹۲۶
وہابیہ کارد	جلد ۹	۹۲۷،۹۲۹،۹۳۱،۹۳۲،۹۳۴
وہابیہ کاردّ	جلد ۱۱	۲۸۳،۳۸۱
بدمذہبوں کارد	۱۱	۳۹۰

marfat.com
Marfat.com

عنوانِ مسئلہ	جلد	صفحہ
وہابیوں کارد	۱۱	۵۰۸
دیوبندیوں کارد	۱۱	۵۱۴
بدمذہبوں کارد	۱۱	۷۱۴
وہابیوں کارد	۱۲	۳۹۵
ردبدمذہباں	۱۲	۳۹۶
دیوبندی مفتی کارد بلیغ	۱۳	۱۷۷تا۲۰۷
دیوبندی مرتد ہیں	۱۳	۶۱۹
شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے وہابیت کش فوائد	۱۳	۶۰۷
عقائدِ وہابیہ	۱۴	۱۲۵
وہابی ہونے کی علامت	۱۴	۶۸۳
وہابیہ کے کفریات پر رسالے	۱۵	۱۶۷تا۳۰۹
وہابیت کیا ہے	۱۵	۲۵۹
دیوبندیوں اور شیعوں میں مماثلت	۱۵	۷۱۷
دیوبندیوں کارد	۱۶	۱۶۲
گنگوہی کارد	۱۷	۳۹۹،۵۰۷
مولانا لکھنوی کارد	۱۷	۴۳۶
رشید احمد گنگوہی کارد	۱۹	۲۸۲
دیوبند کے فتویٰ کارد	۱۹	۳۷۸
رشید احمد گنگوہی کارد	۱۹	۵۶۴
وہابیہ کے عقائد اور احکام کا بیان	۲۰	۲۶۴
وہابیہ کارد	۲۰	۲۶۱
دیوبندی گمراہ و بے دین ہیں	۲۱	۶۴۴

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
بدمذہبوں سے مجالست، مشاربت وغیرہ کا حکم	۲۱	۲۶۴
وہابیوں کا رد، تین وہابیت کش حدیثیں	۲۱	۳۱۷
چکڑالویوں کا رد	۲۲	۵۰۹
دیوبندیوں کا رد	۲۳	۲۴۹
وہابیوں کی فطرت	۲۴	۴۹۲
مفتی ندوہ کا رد	۲۵	۲۶۵
وہابیوں کا رد	۲۶	۵۰۴،۳۱۷
دیوبندی عقائد کے حامل کا حکم	۲۹	۲۳۶
نجدیوں کا رد	۲۹	۱۴۰
ابن تیمیہ کا رد	۲۹	۱۵۹
وہابیہ کا رد	۲۹	۵۲۹،۴۴۳
وہابیہ کا رد	۳۰	۴۹۸،۴۸۵
وہابیہ کے صحابہ پر الزامات	۳۰	۴۶۳
وہابیہ کے اللہ تعالیٰ پر الزامات	۳۰	۴۵۳
امام الوہابیہ کا رد	۳۰	۵۶۷،۵۶۴
امام الوہابیہ کا ردّ	۳۰	۵۶۹،۵۶۸
امام الوہابیہ کی خیانت	۳۰	۵۸۲

ردِ غیر مقلدین:

غیر مقلدین دین میں فتنہ ہیں	۱	۲۰۶
اہل حدیث ایڈیٹر کی چالیں	۱	۹۶۵
غیر مقلدین کا رد	۴	۱۳۲
غیر مقلدین کا رد	۵	۴۲۱،۲۱۰،۲۰۶

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
غیر مقلدین کا رد	۶	۴۹۹،۵۸۷
غیر مقلدین کا رد	۶	۶۱۷،۶۳۰
مستقل رسالہ	۶	۶۴۷
غیر مقلدین کا رد	۷	۱۵۰
غیر مقلدین کا رد	۸	۷۵
غیر مقلدین کا رد	۹	۲۷۷
غیر مقلدین کا رد	۱۱	۲۱۸،۲۱۹،۲۸۱،۳۷۳،۴۸۹
غیر مقلدین کا رد	۱۱	۴۸۹ ، ۵۰۸
غیر مقلدین کا رد	۱۴	۲۸۱،۶۱۵،۳۶۹
غیر مقلدین کا رد	۲۰	۳۷۸
غیر مقلدوں کا رد	۲۳	۶۸۳
غیر مقلدین کا رد	۲۶	۵۰۳
غیر مقلدین کے رد پر دو مستقل رسالے	۲۷	۵۸۱ تا ۶۸۱

رد شیعہ و روافض :

روافض و شیعہ کا رد	۶	۴۳۹،۵۲۷،۵۳۶،۶۲۲
روافض و شیعہ کا رد	۷	۷۰۲
روافض و شیعہ کا رد	۹	۱۷۲ ، ۱۷۳
روافض و شیعہ کا رد	۱۱	۲۴۱،۲۴۳،۲۴۴،۲۶۸
روافض و شیعہ کا رد	۱۱	۴۳۵،۴۳۶،۴۴۷،۴۶۴
روافض و شیعہ کا رد	۱۱	۶۶۴،۶۷۱
روافض زمانہ کا حکم	۱۳	۳۱۵
روافض کے عقائد	۱۴	۱۲۳،۱۲۸

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
تبرائی رافضیوں کا رد بلیغ	۱۴	۲۴۹تا۳۲۸
ایک رافضی تصنیف کے احکام	۱۴	۲۸۹
شیعہ اور دیوبندیوں میں مماثلت	۱۵	۷۱۷
فی زمانہ رافضی علی العموم کافر ہیں	۱۶	۵۲۴
رافضیوں کا رد	۱۶	۲۰۹
رافضیوں کے بارے میں سرکار ﷺ کی پیشینگوئی	۱۶	۲۱۱
آج کل کے شیعہ کا حکم	۲۰	۲۴۴
روافض زمانہ کے کچھ عقائد کفریہ کا بیان	۲۰	۲۴۴
آج کل کے رافضی اسلام سے خارج ہیں	۲۳	۱۰۰
رافضیوں کی اذان کا رد	۲۳	۴۷۲
رافضیوں کا رد	۲۳	۷۴۱
شیعوں کا رد	۲۶	۷۳
روافض زمانہ کفار و مرتدین ہیں	۲۶	۴۳۸
تفضیلیہ کا رد بلیغ	۲۸	۵۲۷

ردِ قادیانیت:

قادیانیوں کا رد	۸	۴۶۶
قادیانیوں کا رد	۱۱	۵۱۴
قادیانیوں کا رد	۱۴	۲۷۹ ، ۳۲۱
قادیانی کافر	۱۴	۳۸۵
قادیانی کا ذبیح	۲۰	۲۴۹
قادیانی کو مجدد ماننے والے کا حکم	۲۱	۲۷۹
قادیانیوں کا رد	۲۱	۲۸۰

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ

ردِ نیچریت:

نیچریوں کے عقائد	۱۴	۱۲۶
نیچریوں کے عقائد	۲۰	۲۴۶

ردصوفیائے کذاب:

جھوٹے صوفیوں کے نظریات	۱۴	۱۲۶

رسم ورواج:

بعض رسم ورواج	۲۳	۲۵۷تا۳۲۲

رسم قرآن:

رسم قرآنی کے کچھ قواعد	۳۰	۹۵تا۱۱۰

رشوت:

رشوت خور فاسق ہیں	۶	۵۱۱
پیسے لے کر طلاق دلوانا رشوت ہے	۱۳	۳۱۹
اپنی عزت بچانے کیلئے ہجو گوشاعر کو رشوت جائز ہے	۱۷	۳۰۰
رشوت دے کر فیصلہ لینا حرام ہے	۱۸	۴۶۹
رشوت کب حرام ہے اور کب نہیں	۱۸	۴۶۹
رشوت لینے دینے والوں پر لعنت	۱۸	۴۷۰
رشوت لے کر فیصلہ کرے تو قضا نافذ ہے	۱۸	۵۱۶
رشوت کے فیصلہ کا بطلان اجماعی نہیں	۱۸	۵۵۶
رشوت لینے اور دینے والے جہنمی ہیں	۱۸	۵۸۷
رشوت کے بغیر حج کے لئے چارہ نہ ہو تو حکم	۲۱	۱۹۸
کعبہ میں داخل ہونے کے لئے رشوت حرام	۲۱	۳۱۱

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
رشوت اور سود کے مال کے حکم میں فرق	۲۳	۵۵۱
رشوت کی تعریف اور حکم	۲۳	۵۹۷

رضاعت:

رضاعت کے مسائل	۳	۱۷۴،۱۷۰
رضاعت کے مسائل	۸	۳۱۸
شبہ رضاعت	۱۱	۲۰۰
رضاعت میں ایک عورت کا بیان	۱۱	۲۰۴
مسئلہ رضاعت	جلد ۱۱	۳۶۳،۳۴۰،۳۳۹،۳۱۱،۲۷۹،۲۷۸
حقیقی بھائی کی رضاعی بیٹی سے نکاح	۱۱	۴۷۰
بھائی رضاعی نواسی سے نکاح کا حکم	۱۱	۴۷۷
رضاعی بھائی کی اولاد سے حرمت نکاح	۱۱	۴۸۷
رضیع و مرضعہ کی اولادوں کے مابین نکاح حرام	۱۱	۴۹۱
رضاعی چچا بھی چچا ہے	۱۱	۴۹۳
مسئلہ رضاعت	۱۱	۵۱۰ ، ۴۹۴
عورت اگر سَوت کو دودھ پلائے تو حکم	۱۲	۱۲۷
کبیرہ صغیرہ کو دودھ پلائے تو حکم	۱۲	۱۲۸
رضاعت بعد اڑھائی سال نہیں	۱۳	۲۸۸
رضاعت بغیر شہادت عادلہ ثابت نہیں ہوتی	۱۶	۵۹۴
بچہ کو نیک وصالح خاتون سے دودھ پلوایا جائے۔	۲۴	۴۵۳

رفع یدین:

تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کا ترک مکروہ	۱	۹۱۳

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
رفع یدین والے	۲	۳۷۹،۱۵۳
ترک رفع یدین	۲	۵۷۷
رفع یدین	۷	۲۰۸
رفع یدین	۹	۳۳۰

رقص :

رقص کی دو صورتیں اور حکم	۲۲	۵۵۲
حضرت جعفر کا رقص حضور کے سامنے	۲۲	۵۵۴

رموز :

رموز کتب فقہ	۱	۹۲
رموز	۴	۴
رموز کتب حدیث	۵	۵۴۰

روٹی:

روٹی کے چار ٹکڑے کرنے کا حکم	۲۱	۶۶۹

روپے:

روپوں کا نصاب	۱۰	۱۳۴
روپوں کا حکم	۱۰	۱۴۴
کتنے روپے پر صاحب نصاب	۱۰	۱۴۵
روپے کا نصاب	۱۰	۱۵۴

روح:

روح گھر پر آتی ہیں	۹	۶۵۹تا۶۴۹

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
انسان روح متعلق بالبدن کا نام ہے	جلد ۹	۸۶۰،۸۶۲،۸۸۱،۸۸۹ ۸۹۳ ، ۹۰۹ ، ۷۳۷
روح کی غذا کی پہچان	۲۴	۱۳۰
روح سے مادے کا تعلق	۲۸	۴۱۷
انسان کی روح متجزی نہیں	۲۹	۷۷
روح نہیں مرتی	۲۹	۲۷۳
روحیں کب پیدا ہوئیں	۲۹	۲۸۵
روح اصل میں پاک ہے	۲۹	۳۲۷

روزہ:

روزے میں غرغرہ کا حکم	۱	۵۹۴
روزے کے کفارہ کی مقدار	۱	۷۹۶
روزہ میں بیوی کا بوسہ	۲	۶۹۲
روزہ میں دانتوں کے خون کا نگل جانا	۳	۱۶۹
کلی کے بعد کی تری کا حکم	۳	۱۷۳
روزہ میں تل کا دانہ چبانے یا نگلنے کا حکم	۳	۱۷۴
روزے میں بھول کر جماع کا حکم	۳	۴۹۰
روزہ کا ثبوت	۱۰	۶۳
کتاب الصوم	۱۰	۳۳۱تا۳۵۱
روزہ	۱۱	۲۲۱
روزہ کا مذاق اڑانے کا حکم	۱۳	۲۶۵
غلبۂ شہوت پر قابو کے لئے روزہ	۱۳	۴۷۴
روزے کا فدیہ بلا عذر منع	۱۴	۳۷۴

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
سخت گرمی میں روزہ کا سوال وجواب	۲۰	۲۲۷
بقرعید کے دن اور تین دن بعد روزہ حرام ہے	۲۰	۴۴۴
نفلی روزوں میں عرفہ کا روزہ افضل ہے	۲۰	۴۴۴
روزہ کے کفارے میں دلیل تویری	۲۰	۴۱۶
روزہ حصر اور اس کے فوائد	۲۳	۱۰۵
روزہ کی حالت میں مسّی لگانے کا حکم	۲۳	۴۸۹
پیر کے روزے کی وجہ	۲۳	۷۵۳
کون سا استنجاء مفسدِ روزہ ہے	۲۳	۶۸۰
عشرہ محرم الحرام کے روزے باعث ثواب	۲۴	۴۹۹

رؤیتِ ہلال:

رؤیتِ ہلال اور تار کی خبر	۱۰	۳۵۲تا۴۷۸
حرمین شریفین میں رؤیتِ ہلال کے اختلاف کی کیفیت	۲۶	۴۲۱

رہن:

قبرستان کے رہن کا حکم	۹	۴۷۹
مرہون زیوروں کی زکوٰۃ کا حکم	۱۰	۱۳۴
شے مرہون سے انتفاع	۱۲	۲۲۸
شے مرہون میں اجازت مالک	۱۲	۲۴۹
جائداد مرہونہ کے وقف کی شرط	۱۶	۱۱۵
شے مرہون کی قیمت قبضہ کے دن سے	۱۷	۶۸۹
مشاع کا رہن فاسد ہے	۱۸	۷۲۸
رہن داخلی اور اس کا حکم	۱۸	۲۳۲

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
رہن مشاع فاسد	۱۸	۲۶۵
رہن داخلی حرام ہے	۱۸	۲۶۵
گواہوں کی تصدیق کے بغیر رہن ثابت نہیں	۱۸	۷۳۰
کاشتکاری کی زمین کے رہن کے لئے شرط	۱۹	۴۹۲
کاشتکاری کے رہن رکھنے کا سوال	۱۹	۵۱۷
رہن میں نفع کی شرح سود ہے	۲۵	۵۷
کتاب الرہن	۲۵	۲۱۷تا۳۰۲
رہن سے نفع کی ایک صورت	۲۵	۵۸

ریاضی وہندسہ:

ریاضی وہندسہ کے ضوابط	۲	۲۸۸
فلکیوں کی تقسیم فصول	۵	۱۵۴
اوقات بعض تحویلات کا نقشہ	۵	۱۵۵
سمت قبلہ میں علم ہیئت کا اعتبار نہیں	۶	۶۵
ہندوستان کا عرض شمالی	۶	۷۵
بریلی سے جہت بغداد و مدینہ منورہ کا استخراج	۷	۶۳۲
منزل کوس فرسنگ کی مسافتیں	۸	۲۵۵
انگریزی روپے سے صاع کا تعین	۱۰	۲۹۶
سات مثقال کا وزن	۱۰	۵۲۵
رطل، استار مثقال کا وغیرہ	۱۰	۵۲۶
تولوں سے فدیہ اور صاع کی مقدار	۱۰	۵۴۸
مہر فاطمی	۱۲	۱۲۵
دینار و درہم بحساب سکہ رائجہ	۱۲	۱۳۷

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
مہر شرعی	۱۲	۱۷۲
مہر ازواج مطہرات	۱۲	۱۷۲
دس درہم شرعی بحساب سکۂ رائجہ	۱۲	۱۷۳
واحد کے عدد ہونے کی تحقیق	۲۶	۳۰۶
زاویہ کی اقسام	۲۸	۳۰۷
مثلث کے مختلف ملتقی کے زاویے	۲۸	۳۱۴
شکل ہندسی سے مقام موذن کی تصویر	۲۸	۳۲۰
مقدار عمود کی حقیقی نسبت کا بیان	۲۸	۳۳۰
اقلیدس کا ایک مسئلہ	۲۹	۲۷۰
ارثماطیقی کا مسئلہ	۲۹	۲۷۰
جبر ومقابلہ کا مسئلہ	۲۹	۲۷۰

ریشم:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
ریشم	۳	۶۰۲
مرد کے لئے ریشمی کمربند کا حکم	۲۲	۱۱۳
سرکار نے ریشم کی خیاطت کا جبہ پہنا	۲۲	۱۱۴
ریشمی کپڑا مرد کو حرام	۲۲	۱۵۵
ریشم کی تعریف	۲۲	۱۷۹
ریشم کے ازاربند کے استعمال کا حکم	۲۲	۱۵۳
ریشمی جائے نماز کے استعمال کا حکم	۲۲	۱۷۶

ریل:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
ریل میں نماز	۳	۴۵۳

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
ریل میں نماز	۵	۱۱۳
ریل میں نماز	۶	۱۳۶،۲۰۲

﴿ ز ﴾

زکوٰۃ:

کل مال مصرف خیر میں دینے کا حکم	۱	۹۱۷
کتاب الزکوٰۃ	۱۰	۶۳ تا ۳۳۰
مال زکوٰۃ و نذر خاص برابر ہیں	۱۳	۵۹۶
زکوٰۃ بنام قرض دینا صحیح ہے	۱۳	۵۹
زکوٰۃ ذمی کو نہیں دے سکتے	۱۴	۴۳۹
بلاعذر شرعی 3 سال زکوٰۃ نہ دینے والا فاسق ہے	۱۶	۵۵۹
لاعلمی میں زکوٰۃ مالدار کو چلی گئی	۱۶	۴۸۷
نوٹ پر زکوٰۃ ہے	۱۷	۴۰۹
میاں بیوی باہم زکوٰۃ نہیں دے سکتے	۱۸	۶۸۷
زکوٰۃ حرام مال سے ادا نہیں ہوتی	۱۸	۶۵۶
زکوٰۃ میں تملیک ضروری	۲۰	۵۴۲
زکوٰۃ مسجد میں دینے کا حکم	۲۳	۱۰۶
زکوٰۃ خلافت فنڈ میں	۲۳	۱۰۶
زکوٰۃ کا رکن تملیک ہے	۲۳	۱۰۶ ، ۱۳۱
زکوٰۃ کی مد سے چندہ بدمذہبوں کے مشترکہ یتیم خانے میں	۲۳	۱۳۰
زکوٰۃ چوتھائی سے چالیسواں حصہ ہوئی	۳۰	۲۱۱

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ

زمزم:

زمزم سے غسل	۲	۴۵۲
زمزم سے استنجاء	۲	۴۵۲
زمزم	۲	۴۷۷(حاشیہ)
حجر اسود و زمزم کے درمیان قبور انبیاء علیہم السلام	۵	۳۵۳
آب زمزم کی حدیث کا مرتبہ	۵	۶۱۹
آب زمزم سے استنجاء منع ہے	۹	۱۲۱
آب زمزم حضرت خضر علیہ السلام ہر سال پیتے ہیں	۲۶	۴۰۱

زمین:

ناپاک زمین پر جوتا پہن کر نماز درست نہیں	۲	۹۶
پیشاب والی زمین پر گری راب کی شکر کا حکم	۴	۵۶۷
زمین تر اور ناپاک تو مسئلہ کی وضاحت	۵	۳۴۳
زمین پر انبیاء کے بدن کو کھانا حرام	۹	۹۰۷
بلا اجازت کسی کی زمین میں دفن	۹	۴۰۸
دوامی پٹہ والی زمین پر قبر بنانے کا حکم	۹	۳۸۰
زمین ہندوستان کی	۱۰	۲۱۳
مزروعہ زمین کی بیع کی تفصیل	۱۷	۱۱۹
زمین کے تابع کھیتی کب ہے اور کب نہیں	۱۷	۱۱۹
بالشت بھر زمین ظلما لینے کی اخروی سزا	۱۸	۱۴۳
سلطانی زمین میں حق استمرار ملنے کی صورت	۲۰	۱۸۰
کافر کی زمین میں مسجد کا حکم	۲۱	۲۷۳

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
عربوں کی زمین عشری ہے	۲۳	۲۶۱
معافی کی زمین کا حکم	۲۶	۷۴
زمین وآسمان کے ساکن ہونے پر تین رسائل	۲۷	۱۹۵تا۳۸۱

زن:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
زن مفقود	۱۱	۳۳۱،۳۴۴
زنِ مفقود	۱۱	۴۱۲،۴۴۸
زن مفضاۃ سے نکاح کا حکم	۲۱	۲۴۵
زنِ مفقود کے بارے میں امام مالک کے قول کا مطلب	۲۳	۶۴۱

زنا / زانی :

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
زانی کے ہاتھ کے ذبیحہ کا حکم	۴	۳۲۴
زانی فاسق ہے۔	۶	۵۲۳
زانی کی امامت مکروہ ہے	۶	۶۰۲
زانی بعد توبہ امامت کرا سکتا ہے	۶	۶۰۴
زانی فاسق ہے، امام بنانا گناہ	۶	۶۳۴
زنا کے تین گواہ ہوں تو حکم	۱۱	۱۹۵
زانی نے بحالت حمل زنا کیا تو حکم	۱۱	۲۶۴
زنا سے بھتیجی، بھانجی حرام نہیں ہوتی	۱۱	۲۹۴
ہندہ کی پھوپھی سے زنا کیا اب ہندہ سے نکاح کا حکم	۱۱	۲۹۳
زنا کا حمل ہو تو حکم	۱۱	۳۲۴
زنا پر دو کی گواہی	۱۱	۳۳۵
اثباتِ زنا میں صرف عورتوں کی گواہی	۱۱	۳۳۴

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
زنا سے مصاہرت	۱۱	۳۵۳تا۳۷۱
عورت اور اس کی بیٹی سے زنا کے بعد نکاح کا حکم	۱۱	۳۴۳
ساس کا اقرار زنا اور حکم	۱۱	۳۵۸
ساس سے زنا حرام مگر عورت حرام نہیں	۱۱	۳۶۳
خسر کا بہو سے زناء کا حکم	۱۱	۳۶۶،۳۶۷
زناء، دواعی زنا، نیت نکاح میں فرق معتبر ہے یا نہیں	۱۱	۵۱۴
شوہر کے اصول وفروع سے زنا کا حکم	۱۲	۱۲۷
زنا کی عدت نہیں	۱۳	۳۲۲
دوسرے کی عورت بھگانے والا زانی	۱۳	۳۲۲
زناء موجب بطلان نکاح نہیں	۱۳	۳۴۲
نکاح ثانی بغیر طلاق زنا زنا زنا	۱۳	۴۷۴
زنا کی شہادت کے الفاظ	۱۳	۶۱۵
ثبوت زنا از شہادت کی شرائط	۱۳	۶۲۳
زنا کافر سے بھی حرام	۱۳	۶۲۴
زنا کی کمائی حرام ہے	۱۶	۱۲۱
زنا کی تہمت کے بعد گواہ نہ لائے تو قذف کا مستحق ہے	۱۸	۶۲۳
کسی پر بلا ثبوت زنا کا حکم لگانا حرام	۲۰	۲۵۲
زانی کا ذبیحہ حلال ہے	۲۰	۲۵۲
زانی کے ساتھ کھانا کھانے کا حکم	۲۱	۱۵۵
زناء کے ثبوت کا شرعی معیار	۲۱	۱۸۴
زانی کے لئے عدت نہیں ہے	۲۱	۲۸۱
زنا کو حلال کرنے والے کو سرکار نے حکمت سے سمجھایا	۲۲	۵۶۱

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
زناء سے نسب ثابت نہیں ہوتا	۲۲	۲۳۹
ثبوتِ زنا کے لئے گواہوں کا معیار	۲۳	۳۲۶
بوڑھے زانی کی سزا	۲۳	۳۲۶
بے ثبوت شرعی زنا کی تہمت لگانے والے کا حکم	۲۳	۳۲۹
زنا کی تہمت لگانے والے کی شہادت مردود ہے	۲۴	۳۸۷
زناء کی تہمت حرام اور اس کی سزا	۲۶	۱۴۷
زنا خلاف رضامندی و بلا رضامندی میں فرق ہے	۲۹	۶۵

زوج / زوجہ / زوجیت:

بہت صورتوں میں زوجہ سے صحبت حرام ہے	۳	۳۰۷
زوجہ اگر پسر زوج کا بشہوت بوسہ لے تو حکم	۳	۵۴۰
زوج مفقود الخبر	۱۱	۴۱۲،۳۴۴
زوج مفقود الخبر	۱۱	۴۲۸
زوجہ مفقود الخبر کا مکمل بیان	۱۳	۳۴۸تا۳۳۵
زوجیت کے ثبوت کی ۶ صورتیں	۱۸	۲۸۵
زوجہ کا کفن شوہر پر فرض	۲۳	۶۱۱

زیارت:

زیارت قبور	۳	۵۵۸،۵۵۵
زیارتِ قبور	۳	۵۶۳
زیارت سرکار ﷺ	۵	۵۹۳
زیارتِ قبور	۹	۵۶۴تا۵۲۲
زیارتِ قبور	۹	۴۵۰

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
زیارت بارگاہِ سید المرسلین	۱۰	۷۹۸،۷۶۳
زیارت قبر کی اجرت ناجائز	۱۹	۴۹۵
اولیاء اللہ کی زیارت کے لئے سفر کا حکم	۲۳	۱۰۹
زیارتِ قبور کا حکم	۹	۲۰۵
زیارتِ قبور سنت ہے	۲۹	۲۸۲
زیارۃ القبور للنساء	۳۰	۷۲

زینت:

زینت کا بیان	۲۳	۳۸۱ تا ۵۰۵

زیور / زیورات:

زیورات کا بیان	۲۲	۱۱۱ تا ۱۵۳
جو زیور امانت ہو اس کا حکم	۲۵	۴۴۸
زیور رہن رکھنے کی صورت	۲۵	۲۵۶
زیور امانت ہو تو شہادت عادلہ پر موقوف	۲۵	۴۴۸
زیور عاریۃً لینے والا مر جائے تو حکم	۲۵	۶۳۴
چڑھاوے کے زیورات کا حکم	۲۶	۱۱۵

(س)

سائنس:

دیکھئے فلسفہ:

سایہ:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا	۳۰	۶۹۵ تا ۷۷۰

marfat.com
Marfat.com

صفحہ	جلد	عنوان مسئلہ

سبیل:

۴۸۹،۴۸۸تا۴۸۱	۲	سبیل سے وضو کا حکم

ستر/ حجاب/ پردہ :

۴۷۲	۱	ستر دیکھنے سے وضو نہیں ٹوٹتا
۳۰۷	۳	صرف ستر دھو کر نماز پڑھنے کا حکم
۵۵۱	۱۴	ستر وحجاب کے مسائل
۲۰۸	۱۸	مکانات کی بے پردگی کے مسائل
۶۱۳	۱۸	کسی عورت کو بے پردہ دیکھنا فسق ہے
۶۳۷	۲۱	بے پردہ نکلنے والی عورتوں کا حکم
۲۵۰ ، ۲۰۱	۲۲	ستر اور اسکے احکام
۵۹۳	۲۲	بوقت ضرورت ستر دیکھنا دکھانا منع نہیں ہے
۶۰۴	۲۲	بچے کا کوئی ستر نہیں
۲۴۰	۲۲	پردے کا ضابطہ کلیہ
۵۷۸	۲۳	عورتوں کا بے پردہ گھومنا حرام
۶۳۷	۲۳	شاگردنات استاد سے پردہ کرے
۶۹۲	۲۳	مسلمان عورت کافرہ عورت سے بھی پردہ کرے

سُترہ:

۴۷۹	۲۲	سترہ اور اس کی مقدار کا حکم

سجدہ تعظیمی:

۱۵۴	۱۵	سجدہ تعظیمی حرام
۱۶۳	۲۱	سجدۂ تعظیمی اگر بت کو ہو تو کفر ہے

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
غیر خدا کو سجدہ حرام	۲۲	۴۰۷
سجدہ کی اقسام اربعہ	۲۲	۴۱۲
ملائکہ کا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ تعظیمی	۲۲	۴۱۷
حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ تعظیمی	۲۲	۴۱۷
شکم مادر میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سجدہ تعظیمی	۲۲	۴۱۷
سجدہ کی دو اقسام اور حکم	۲۲	۴۲۳
سجدہ تعظیمی کی حرمت کا مفصل بیان	۲۲	۴۲۵ تا ۵۶۹
سجدہ تعظیمی حرام	۲۹	۶۴۹

سجدہ تلاوت:

باب سجود التلاوۃ	۸	۲۲۳ تا ۲۳۹
سجدہ تلاوت کی ایک صورت	۸	۴۲۵ ، ۵۳۹
سجدہ تلاوت فی الفور واجب ہے	۱۰	۸۰
نماز میں آیت سجدہ پر فی الفور سجدہ ہے	۱۰	۶۰۷
سجدہ تلاوت نذر سے لازم نہیں ہوتا	۱۳	۲۵۷
نمازی کی تلاوت سے خارج نماز پر سجدہ تلاوت کا حکم	۲۲	۴۰۹
سجدہ کی اقسام اربعہ	۲۲	۴۱۲
سجدہ کی دو اقسام اور حکم	۲۲	۴۲۳

سجدہ سہو:

سجدہ سہو	۶	۶۴۲
سجدہ سہو	۷	۳۵۷ تا ۵۶۷
باب سجود السہو	۸	۱۷۷

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
سجدہ سہو کا ترک بوجہ اژدہام	۸	۳۱۴
سجدہ سہو	۱۰	۶۰۷
سجدہ کی اقسام اربعہ	۲۲	۴۱۲
سجدہ کی دو اقسام اور حکم	۲۲	۴۲۳

سحر و افطار:

سحر و افطار کا بیان	۱۰	۵۶۱تا۶۴۴

سرمہ:

سرمہ سے تیمم کا حکم	۳	۶۴۰

سفر / مسافر:

سفر و حضر میں مال ملانا	۲	۵۱۹
قلیل و کثیر سفر کا فرق	۳	۴۴۹
سفر میں کب پانی کی تلاش فرض	۳	۵۵۳
مسافر کے لئے ایک مشکل صورت	۳	۴۴۳
سفر میں جمع بین الصلوتین	۵	۱۵۹
مسافر کے لئے اذان و اقامت کا ترک	۵	۴۲۶
امام مسافر اور مقتدی مقیم	۷	۲۳۹ ، ۲۴۳
باب صلوۃ المسافر	۸	۲۴۱تا۲۷۱
مسافر اور زکوۃ	۱۰	۱۱۲
سفر اور روزہ	۱۰	۳۴۷
بیوی کو چھوڑ کر سفر پر جانے کی مدت	۱۲	۲۶۸
انگریزی سودی کمپنی (ایئر لائن) پر حج کا سفر کرنا	۲۳	۵۹۸

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
سفر کو جانے کے ایام	۲۳	۴۰۰
سفر میں سواری کا کرایہ رہ جائے تو حکم	۲۵	۵۵

سلام:

سلام کا جواب حالت جنابت میں	۳	۴۲۷
بحالت جنابت سلام کا جواب	۴	۳۶۵
سلام کے بعد امام کی اطاعت ختم	۶	۱۸۹
سلام کے بعد امام کیسے بیٹھے	۶	۱۹۰
امام کے لئے بعد سلام قبلہ رو ہونا مکروہ ہے	۶	۲۰۴
صرف امام سلام کے بعد پھرے	۶	۲۰۷
کافر کو تعظیماً سلام کہنے والا کافر	۲۱	۲۴۷
مرد کا اہلیہ کو سلام کہنا	۲۲	۳۲۴
سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا ازواج مطہرات کو سلام	۲۲	۳۲۷
الفاظ سلام و جواب سلام	۲۲	۳۳۲
سلام و جواب سلام کے متعلق احادیث	۲۲	۳۳۳
لفظ سلام منہ سے	۲۲	۳۳۵
سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو سلام فرمایا	۲۲	۳۳۶
کس کس کو سلام کرنا جائز نہیں	۲۲	۳۷۸
نماز کے اختتام پر سلام کی حکمت	۲۲	۴۰۹
کن لوگوں پر سلام کا جواب واجب نہیں	۲۲	۴۱۸
سلام میں ابتدا	۲۲	۵۶۸
سلام کا جواب وضو، تلاوت کے دوران	۲۲	۵۶۹
سلام کا جواب واجب کفایہ ہے	۲۲	۳۳۳

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
کافر بدمذہب کو ابتداء بسلام حرام	۲۴	۳۲۶
سلام کا جواب علی الفور واجب	۲۴	۷۱۴
التحیات میں معانی کا قصد کر کے سلام کرے	۲۹	۵۶۶

سماع:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
سماع کون سا مباح ہے	۱۴	۶۴۴
سماع کی شرائط	۲۱	۵۵۸
سماع میں تالی	۲۲	۵۵۱
سماع کا ترک حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی وجہ	۲۲	۵۵۶
کون سا سماع مردود گناہ	۲۲	۵۵۸
سماع کی اقسام	۲۲	۵۵۷
سماع کے جائز ہونے کی ایک شرط	۲۳	۷۲۲
بے مزامیر سماع کی صورتیں	۲۴	۸۳
سماع کی شرائط پر جامع فتوی	۲۴	۱۲۴
سماع پر مستقل رسالہ	۲۴	۱۲۵تا۱۶۲

سماع موتی

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
سماع موتی کا بیان	۹	۶۷۵تا۹۴۳

سنت:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
وضو کی ابتدا میں بسم اللہ سنت ہے	۱	۲۹۳
وضو میں داہنے سے ابتدا سنت ہے	۱	۹۰۰
۱۰ چیزیں انبیاء کی سنت ہیں	۱	۱۰۵۰
سنت کی اقسام اور احکام	۱	۹۰۱

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
سنت واجب کی تکمیل	۱	۹۵۰
برتن بہ نیت سنت دھونے کا حکم	۲	۵۲
ضرب ہتھیلیوں سے سنت ہے	۳	۳۷۵
ہاتھ مار کر گرد جھاڑنا سنت ہے	۳	۳۸۳
نماز فجر کو روشنی میں پڑھنا سنت ہے	۵	۳۳۴
فجر کی سنتیں رہ جائیں تو پھر پڑھے	۵	۳۶۵
مردہ سنت زندہ کرنے کی احادیث	۵	۳۹۷
ثنا پڑھنا سنت ہے	۶	۱۸۲
سنت کے احکام	۶	۶۴۱
سنت مؤکدہ کی تعریف	۷	۲۰۰
قبر کے پاس دعا سنت ہے	۹	۲۴۵
سنتیں حج کی	۱۰	۷۹۲
سنت نکاح کب	۱۱	۲۹۳
کنواری لڑکیوں کو منگنی کے لئے آراستہ کرنا سنت ہے	۲۲	۱۲۶
سنت جب بھی ادا کریں سنت ہی ہے	۲۲	۲۶۸
نماز فجر و عصر کے بعد مصافحہ سنت ہے	۲۲	۵۶۳
سنت کی تعریف اور واجب و سنت میں فرق	۲۲	۶۳۴
تارک سنت کے لئے وعید کی احادیث	۲۲	۶۷۱
ہدیہ قبول کرنا اور عوض دینا سنت	۲۳	۶۰۸
خطبہ نکاح سنت	۲۴	۱۷۰
احیائے سنت کا ثواب	۲۴	۲۰۲
خطبۂ جمعہ کی اذان مسجد سے باہر سنت	۲۸	۵۲

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
سنت بدلنے والوں کیلئے شدید وعیدیں	۲۸	۱۳۰
زیارت قبور سنت ہے	۲۹	۲۸۲
استعمال دوا سنت ہے	۲۹	۳۱۳

سند:

سند مصنف علیہ الرحمۃ فی الفقہ	۱	۹۷
مصنف علیہ الرحمۃ کی ایک حدیث میں سند	۸	۵۱۲
ایک سند کہ مجنون پر پڑھو تو شفاء ہو جائے	۹	۱۳۴

سنّی:

سنی اور غیر سنی میں امتیاز کے 20 امور	۲۹	۶۱۳ تا ۶۵۴

سواری:

نماز کے لئے سواری سے نہ اتر سکے تو کیا کرے	۳	۴۲۲ تا ۴۲۴

سود:

سود کا گناہ	۵	۱۱۰
سود خور	۶	۳۹۰،۴۸۳
سود خور کی امامت	۶	۴۹۳
سود لکھنے والا	۶	۵۲۱ ، ۵۶۴
سودی قرض لینے والا	۶	۵۴۸
سود خور کی امامت	۶	۵۸۵
سود کی مخلوط آمدنی کا حکم	۸	۸۹
حاجت شرعیہ کے وقت سود کا حکم	۹	۵۰۷
بلا ضرورت سود دینا بھی گناہ	۹	۶۶۶

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
زید بن ارقم کا سود کی بعض صورتوں سے رجوع	۱۰	۱۹۲
سود پر فریقین راضی ہو تو بھی حرام قطعی ہے	۱۲	۱۷۴
سود کی حرمت	۱۴	۱۱۴
سود خور پر لعنت	۱۴	۱۱۴
سود کا گناہ	۱۴	۱۱۵، ۳۷۴
سود حرام	۱۴	۳۷۸
سود کی شرح پر کرایہ کا حکم	۱۶	۲۲۹
سود لینے والے کی رقم سے دینے والا مجرا کر سکتا ہے	۱۷	۸۹
سود کی ملک کا حکم	۱۷	۹۰
سود کی تعریف	۱۷	۱۶۰
سود خور کی امامت	۱۷	۲۶۹
سود کی وعیدوں کے بیان کی احادیث	۱۷	۲۷۸
باب الربٰو	۱۷	۲۹۱تا۳۹۳
بنیے سود میں ماہر ہیں	۱۸	۶۷۰
مضاربہ میں سود کس طرح ہے	۱۹	۱۵۱
سودی کاروبار کرنے والے کے ہاں نوکری کا حکم	۱۹	۴۹۹
سودی کاروبار حرام	۱۹	۵۱۳
سود کا گناہ	۱۹	۵۱۴
سود سے بچنے کے طریقے	۱۹	۵۱۴
سودی قرض کا حکم	۱۹	۵۶۰
سود کی حرمت کا بیان	۱۹	۶۴۶
سود کی ایک صورت	۲۰	۲۰۶

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
سود حرام	۲۰	۴۹۶
سود خور پر لعنت	۲۱	۱۵۲
سود خور کے ساتھ کھانا کھانے کا حکم	۲۱	۱۵۵
سود گناہ کبیرہ	۲۱	۱۶۱
سود خور کے گھر کھانا کھانا	۲۱	۶۲۷ تا ۶۳۱
سود خور کے کھانے سے اجتناب کرنا چاہئے	۲۱	۶۵۸
سود خور کی امامت کا حکم	۲۳	۱۰۳
سود خور کے ہاں دعوت کا حکم	۲۳	۱۰۳
سودی روپیہ سے بنے تالاب اور اس سے وضو کا حکم	۲۳	۵۴۲
سودی روپیہ سے حج کا حکم	۲۳	۵۴۲
حج کیلئے سودی کمپنی (ائیر لائن) کا سفر کرنا	۲۳	۵۹۸
سودی قرض سے شادی پر کھانا کھلانا	۲۳	۲۶۸
سودی رقم سے بنی ہوئی مسجد میں نماز جائز	۲۳	۵۴۲
سود کا مال ترکہ میں چھوڑے تو حکم	۲۳	۵۳۵
سود کے کچھ مسائل	۲۳	۵۴۱
سود سے چھٹکارے کا حیلہ چاہئے نہ کہ سود لینے کا	۲۳	۵۶۸
سود لینے دینے کی مذمت	۲۳	۵۷۸
سودی قرض لینے کی ضرورتا اجازت	۲۳	۵۸۴
سودی قرض لینے کی ضرورتوں کا بیان	۲۳	۵۸۴
سود کھانے کھلانے پر لعنت	۲۳	۵۸۷
رہن میں نفع کی شرح سود ہے	۲۵	۵۷
سود کا مال توبہ سے بھی حلال نہیں ہوتا	۲۵	۲۹۷

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
قرض کا نفع سود ہے	۲۵	۲۱۷
رہن دخلی سود ہے	۲۵	۲۵۳

سؤر:

دیکھئے جھوٹا:

سوال/سائل:

ضرورت شرعیہ کے بغیر سوال کا حکم	۱۰	۳۰۳
گداگر کو بھیک دینے کی مذمت	۱۰	۳۰۷
مسجد میں اپنے لئے سوال منع ہے	۱۶	۴۹۱ ، ۴۱۸
بلاعذر سوال حرام ہے	۲۱	۴۱۶
جن کو بھیک مانگنا حرام ان کو دینا بھی گناہ	۲۳	۴۶۳
سوال کرنا کب جائز اور کب ناجائز	۲۳	۶۰۷
ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک سائل کو ٹکڑا دیا اور دوسرے کو باعزاز طعام	۲۴	۳۷۰
تندرست کو بھیک نہ دی جائے	۲۵	۲۱۵

سوگ:

دیکھئے حداد :

سونا:......(GOLD)

سونے پر تیمم	۳	۶۹۵
سونا پگھلنا	۳	۶۰۴
سونے کا نصاب	۱۰	۸۵
سونا چاندی کو ملانا	۱۰	۱۱۳تا۱۱۵

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
سونے کا نصاب	۱۰	۱۳۴
سونے کے نصاب کی مقدار	۱۰	۵۲۶
سونے کے استعمال میں اصل حرمت ہے	۲۲	۱۱۲
سونے کی گھڑیوں کا حکم	۲۲	۱۱۱
سونے کی تاروں سے منقش کرنے کا مردوں کے لئے حکم	۲۲	۱۲۳
سونے کی گھڑی جیب میں ہو تو نماز کا حکم	۲۲	۱۲۹
مرد کے لئے سونے کے استعمال کے جواز کی ۱۴ صورتیں	۲۲	۱۳۲
سونے کے ناخن استعمال کرنا مرد و عورت کے لئے ناجائز	۲۲	۶۷۹
سونے کی ناک کا حکم	۲۴	۱۹۵

سیاست:

سیاست کا حق کسے ہے	۱۳	۶۲۹
سیاسۃً قتل کا حق کسے ہے	۱۳	۶۴۱
سلطان کی اقسام	۱۴	۱۸۴
ملک پر تسلط کی صورتیں	۱۴	۲۱۸
مسلمانوں کو حالت سنبھالنے کے ۴ مشورے	۱۵	۱۴۴
مسلمانوں کی حالت زار	۱۵	۱۴۵
بادشاہ اسلام کی اعانت کے درجات	۱۵	۲۶۵
جرم بغاوت کی سزا ہر جگہ سخت ہے	۱۶	۳۷۴
بادشاہ اگر غیر مستحق کو دے تو حکم	۲۱	۲۹۰
ہند اور سندھ سے ہجرت کا حکم	۲۱	۲۹۰
سیاسیات کا بیان	۲۴	۷۱۷تا۷۱۹

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ

سید / سیدہ / سادات:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
سادات محتاجین کو زکوۃ	۱۰	۹۹تا۱۰۹
سادات پر زکوۃ	۱۰	۲۶۷
سیدہ کا نکاح	۱۱	۷۰۴،۷۱۲
سیدہ کا نکاح	۱۱	۷۱۷،۷۲۸،۷۳۰
دادا پٹھان دادی والدہ سیدانی	۱۳	۳۶۱
سادات کی تعظیم فرض اور توصیف لازم ہے	۲۲	۴۲۰
سادات کی تعظیم کی وجہ	۲۲	۴۲۳
سید کے لڑکے سے خدمت لینے کا حکم	۲۲	۵۶۸
تعظیم سادات کی احادیث	۲۳	۳۴۱
تعظیم سادات کی اہمیت	۲۹	۵۸۷

سیر:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
ضروریات دین کے منکر کا حکم	۲	۴۹۳
ہندو مرد و عورت کنویں سے بھریں تو حکم	۳	۲۸۱
کافر یا مرتد مرے تو رشتہ دار کیا کریں	۹	۳۹۰
مرتد یا مرتدہ کا حکم	۱۱	۳۶۷
حربیہ کتابیہ سے نکاح کا حکم	۱۱	۴۰۰
دار الحرب میں حربیہ سے زنا	۱۱	۴۸۲
قرآن کے ایک نقطے کے بھی منکر کا حکم	۱۱	۶۹۱
زید قادیانی عورت مسلمان کا حکم	۱۲	۲۶۱
عورت مرتدہ ہو تو حکم نکاح	۱۲	۲۶۳
مرتدہ بعد اسلام نکاح پر مجبور کی جائے گی	۱۲	۲۶۳

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
عورت مرتدہ ہو کر مسلمان ہو تو بھی حلالہ ضروری	۱۲	۴۰۳
کتاب السیر اول	۱۴	مکمل جلد
کتاب السیر دوم	۱۵	مکمل جلد
اہل حرب کا مال غیر معصوم ہے	۱۷	۳۶۸
حربی غیر مستامن کا مال دار السلام میں بھی غیر محفوظ ہے	۱۷	۳۶۹
جہاں کافروں کا غلبہ ہو وہاں مسلمانوں قاضی بنانا واجب ہے	۱۸	۱۹۲
احکام کفر کا غلبہ نہ ہو تو بلادِ اسلام ہے	۱۸	۵۴۶
علمائے دین کی تحقیر کے احکام	۱۹	۴۳۷
دیوبندی کافر مگر ان کی ہر بات غلط نہیں	۱۹	۴۹۹
سِیَر کے تفصیلی مسائل	۲۱	۱۰۱تا۳۹۴

سیرت:

نماز کسوف میں جنت سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نظر آئی	۷	۶۱۳
جمعہ کے خطبہ میں بارش کی دعا کا واقعہ	۸	۴۷۷
سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ۹ سال عید کی نمازیں پڑھی ہیں	۸	۵۴۲
خطبہ عید بعد سلام کچھ دیر بعد سنت صحابہ ہے	۸	۵۴۳
رئیس المنافقین کو قمیص دینے کی وجہ	۹	۱۱۵
سرکار ﷺ سوال رد نہ فرماتے	۹	۱۱۶
سرکار ﷺ ہر سال مزارات اُحد پر حاضر ہوتے	۹	۵۸۹
مقبرہ بقیع میں سرکار ﷺ کی تشریف آوری	۹	۹۱۲
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سلام کرنے والے کو جواب دیتے ہیں	۱۰	۸۰۶
سرکار ﷺ کا علم بعد وفات بھی حیات جیسا ہے	۱۰	۸۰۷
سرکار ﷺ سب سے بڑھ کر مہربان	۱۵	۶۰۷

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
مرض وصال میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت	۱۵	۷۰۱
مدینہ منورہ میں سرکار ﷺ تشریف آوری کا منظر	۱۵	۷۰۱
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجذوم کو اپنے ساتھ کھانا کھلایا	۲۱	۱۰۱
حضور ﷺ نے اپنے بال بطور تبرک خود تقسیم کئے	۲۱	۴۰۲
حضور ﷺ کی عادت دسترخوان پر کھانا کھانے کی تھی	۲۱	۶۲۹
کھانے میں سرکار ﷺ کی عادت	۲۱	۶۵۲
سرکار ﷺ کے دسترخوان پر کھانوں کی کیفیت	۲۱	۶۷۰
سرکار ﷺ کے گیسو مبارک	۲۱	۶۰۲
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت ربیع الاول میں پیر کو ہوئی	۲۳	۷۵۳
کرم خداوندی دیکھ کر سرکار ﷺ نے دو صحابہ پر ضحک فرمایا	۲۴	۴۶۴
حضور ﷺ کا سائل اور نالش کے ساتھ رویہ مبارک	۲۴	۳۷۷
سرکار ﷺ کے اسماء طیبہ	۲۴	۶۹۶
حضور ﷺ کے مالک ہونے پر زبور سے استدلال	۲۴	۷۰۲
سرکار ﷺ کی تاریخ ولادت و وصال کی تحقیق انیق	۲۶	۴۰۵
سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسماء کی تعداد	۲۸	۳۶۵
سورۂ فاتحہ میں سرکار ﷺ کی صریح مدح	۲۸	۳۶۶
انبیاء کے سردار سرکار ﷺ ہیں	۲۸	۳۶۶
سرکار ﷺ کی سیرت کا تفصیلی بیان	۳۰	۱۲۶تا۷۷۰
حضور ﷺ سب رسولوں سے افضل	۳۰	۱۲۹
حضور ﷺ سراپا نور ہیں	۳۰	۱۹۳
حضور ﷺ مشکل کشا ہیں	۳۰	۳۵۹
حضور ﷺ مالکِ احکام شرع ہیں	۳۰	۵۰۰

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
حضور ﷺ نور ہیں	۳۰	۶۵۷
حضور ﷺ کا سایہ نہ تھا	۳۰	۶۹۵،۷۱۵،۷۳۷

﴿ش﴾

شبینہ:

شبینہ مکروہ ہے	۷	۴۷۲
شبینہ کا ایک سوال اور جواب	۷	۴۷۵

شراب / شرابی:

بڑی مونچھوں والے شرابی کے جھوٹے کا حکم	۲	۳۱۶
شراب، شریب وشروب میں فرق	۳	۱۰۴
جس مکان میں شراب پی جائے اس میں نماز کا حکم	۵	۳۴۵
شرابی جنت میں نہ جائے گا	۱۳	۲۳۷
شراب پینا گناہ کبیرہ ہے	۱۳	۴۸۶
شرابی کی اخروی سزا	۱۳	۶۱۱
شرابی کو مبارک باد دینا	۱۴	۴۱۳
شراب پینے کا حکم	۱۴	۵۳۸
اسپرٹ شراب ہے	۱۶	۳۴۷
شراب کے لئے مکان کرایہ پر دینے کا حکم	۱۹	۵۰۱
شراب کی حرمت کی ابتداء کی تفصیل	۲۱	۳۶۱
شراب نشوں میں بدتر ہے	۲۲	۶۰۶
شراب فروشی سے تائب ہونے والا حاصل شدہ مال کا کیا کرے	۲۳	۵۵۵

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
شراب بطور علاج کا حکم	۲۴	۱۹۳
اسپرٹ شراب ہے	۲۴	۲۰۱
شراب بدن پر ملنا بھی حرام ہے	۲۴	۲۰۸
شراب حرام وناپاک ہے	۲۵	۱۰۱
حرمت شراب کی احادیث	۲۵	۱۰۱
شرابی کا عذاب	۲۵	۱۰۲
خوف خدا سے شراب چھوڑنے کا ثواب	۲۵	۱۰۳
شراب کا حرام ہونا کس پر موقوف ہے	۲۵	۱۰۶
شراب کی حرمت کا منکر کافر ہے	۲۵	۲۰۷
نشہ بذاتہ حرام ہے	۲۵	۲۱۳
اگلی شریعتوں میں شراب حرام نہ تھی	۲۵	۲۰۴
خاوند کے شراب کا وبال اس پر ہے	۲۹	۹۳

شُرب/اشربہ:

کنویں کا پانی ملکِ خدا ہے	۲	۴۷۸
بارش کا پانی خود برتن میں بھرے تو حکم	۲	۴۸۱
کنویں کا پانی کس کا	۲	۵۱۳
نابالغ کے بھرے پانی کی ۱۷ صورتیں	۲	۵۲۵
نابالغ کے بھرے پانی کی آٹھ صورتیں	۲	۵۲۶
نابالغ کے بھرے پانی کی سات صورتیں	۲	۵۲۸
بوہرے کا بھرا پانی	۲	۵۲۹
نابالغ کے بھرے پانی کا مسئلہ	۲	۵۳۰ ۵۳۱
کنویں کا پانی مباح	۲	۵۳۲

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
غلام وکنیز کے بھرے پانی کا حکم	۲	۵۳۳
بالغ کے بھرے پانی میں نابالغ کا پانی مل جائے	۲	۵۳۴، ۵۳۹
شرب وطعام کا مکمل بیان	۲۱	۶۰۷تا۶۷۴
کتاب الاشربۃ	۲۵	۷۷تا۲۱۶

شرکت:

ترکہ میں بھائیوں نے مل کر کام کیا تو حکم	۲	۵۱۲
مباح چیز مشترکہ ہو تو حکم	۲	۵۱۳
مباح لکڑی کا مالک کون	۲	۵۱۴
سفر وحضر میں دو اشخاص مال ملالیں تو حکم	۲	۵۱۹
نیک کام میں شراکت کا ثواب سب کو ہوگا	۱۰	۱۰۶
بصورت شرکت ہبہ قرض وغیرہ کا حکم	۱۲	۲۱۶
شرکت عنان، مفاوضہ کا حکم	۱۶	۲۱۶
باب الشرکۃ	۱۶	۸۹تا۱۱۰
شریک کے مال مشترک میں تصرف کی حد	۱۶	۵۷۱
بطور شرکت شرعاً میں نفع ونقصان میں شرکت ضروری	۱۷	۳۷۱
شرکت ملک کی تعریف	۱۸	۱۶۰
شرکت کا علم شریک ہونے کو مستلزم نہیں	۱۸	۲۷۰
مشترک جائداد کے منافع کا سوال	۱۹	۵۱۶
ورثاء کی شرکت کا حکم	۱۹	۶۷۱
مال شرکت سے قربانی میں اجازت شرکاء کی تفصیل	۲۰	۳۷۲
مسئلہ شرکت کی تفصیل	۲۰	۳۷۳
بکر نے اپنے لئے مکان خریدا تو دوسروں کا حق نہیں	۲۵	۳۸۷

marfat.com
Marfat.com

صفحہ	جلد	عنوان مسئلہ

شرط:

۵۰۶	۲	ہبہ اور صدقہ میں شرط فاسد کا حکم
۱۰۸	۱۰	اجرت میں شرط فاسد کی ایک صورت
۲۱۵	۱۳	خلاف شریعت شرط باطل ہے
۳۳۴	۱۸	نکاح میں پھرنہ ہونے کی شرط کا حکم

شکار:

۴۷۹	۲	جس کا جال ہو شکار اسی کا ہوگا
۵۱۴	۲	جس نے پکڑا شکار اسی کا ہوگا
۵۱۰	۱۴	شکار میں کتے سے استعانت
۵۱۰	۱۴	کتا شکار سے ماشہ بھر بھی کھائے تو حکم

شعر:

۳۰۷	۱۵	کفری مضمون کا شعر
۳۰۷	۱۵	موافق شرع شعر
۳۰۸	۱۵	ایک شعر کی تشریح
۳۰۲تا۳۰۴	۱۵	چند غلط اشعار
۳۴۴	۲۱	حضرت جلال الدین علیہ الرحمہ کے اشعار
۳۴۵	۲۱	شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام (اشعار)
۳۴۶	۲۱	حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کا کلام (اشعار)
۳۴۶	۲۱	حضرت خواجہ شمس الدین حافظ علیہ الرحمۃ کا کلام (اشعار)
۳۴۶	۲۱	حضرت مولانا نظامی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام (اشعار)
۴۵۰	۲۱	نقش نعل رسول کی برکت میں اشعار (قصیدہ)

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
ایک قطب کے گرد طواف پر مولانا روم علیہ الرحمۃ کے اشعار	۲۲	۳۹۶
شعر اچھا بھی ہے اور برا بھی	۲۳	۳۶۹
سماع کے حوالے سے ایک شعر اور اس کا جواب	۲۶	۱۲۷
پیر کے بارے میں شیخ عطار علیہ الرحمۃ کے اشعار	۲۶	۵۸۳
تصوف سے متعلق چند اشعار کی تشریح	۲۸	۵۹۵
حضرت علامہ مفتی نقی علی خان علیہ الرحمہ کی تعریف میں عربی اشعار	۲۸	۴۹۶
حضرت مولانا شاہ رضا علی نقشبندی علیہ الرحمہ کی تعریف میں عربی اشعار	۲۸	۴۹۶
حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں اشعار	۲۸	۶۱۳
اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے عربی اشعار	۲۹	۲۶۵
کچھ اشعار اور ان کے مطالب	۲۹	۲۶
ایک شعر کا مطلب	۳۰	۸۳تا۸۴
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں ہاتفِ غیبی کے اشعار	۳۰	۲۵۷
حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اشعار	۳۰	۳۰۱
قصیدہ بردہ کے چند اشعار کی شرح	۳۰	۶۴۴

شعار:

اہل باطل کا شعار کب تک قابل اعتراض	۸	۶۳۴
شعارِ کفار اور اس کے احکام	۲۴	۵۲۹تا۵۵۱

شفاعت:

ہر شفاعت سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیابت میں	۹	۲۹۴
شفاعت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۲	۲۵۷

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
شفاعت حسنہ اور شفاعت سیئہ سے مراد	۲۳	۴۰۷
شفاعت کے باب میں مستقل رسالہ	۲۹	۵۷۱تا۶۱۰
حضور کے شافع ہونے کا ثبوت قرآن سے	۲۹	۶۵۴
شفاعت کی احادیث	۳۰	۲۱۸

شفعہ:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
ثبوت شفعہ کے بعد اس کے اسقاط کا حیلہ	۱۰	۱۸۹
خریدار سے انکار کے بعد حق شفعہ نہیں	۱۷	۱۹۱
شفعہ میں ذراسی تاخیر بھی شفعہ کو باطل کردے گی	۱۸	۳۶۰
شفعہ کے ایک معاملہ کا سوال	۱۸	۵۶۶،۴۰۰
شفعہ کے ایک معاملہ کا سوال	۱۸	۷۱۱
باب الشفعہ	۲۰	۹۵تا۱۷۴

شہادۃ/گواہی:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
صرف پاجامہ پہن کر راستے پر چلنے والا مردود الشہادۃ ہے	۱	۸۴۵
زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر والا مردود الشہادۃ ہے	۱۰	۸۰
شہادۃ علی الشہادۃ کا طریقہ	۱۰	۴۰۹
شہادۃ علی القضاء کا طریقہ	۱۰	۴۱۲
قول شہادت کے لئے ایک زائد شرط	۱۰	۵۷۴
قواعد عقلیہ شہادۃ کی رد میں معتبر نہیں	۱۰	۵۷۶
ہلال کے بارے میں تار کی گواہی کا حکم	۱۰	۶۰۸
تار اہلیت شہادۃ نہیں رکھتا	۱۰	۶۰۹
حج میں رد شہادات کی وجہ	۱۰	۶۱۳

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
نکاح میں شاہدوں کا الفاظ کے معانی سمجھنا ضروری نہیں ہے	۱۱	۱۳۸
جھوٹی گواہی کی سزا	۱۱	۲۰۲
صرف عورتوں کی شہادۃ سے نکاح نہیں	۱۱	۲۱۶
شہادت اقرار کی حیثیت	۱۱	۲۳۴
شیعہ سنی کی شہادت میں اہل شہادت کا قول	۱۱	۴۶۸
نفی پر شہادت کا حکم	۱۲	۱۹۴
فرع کی اصل کے لئے اور اصل کی فرع کے لئے گواہی معتبر نہیں	۱۲	۴۳۰
ثبوت طلاق میں دو گواہ کافی	۱۲	۴۳۲
بھائی کی گواہی بہن کے حق میں	۱۲	۴۳۲
گواہ شرعی نہ ہوں تو طلاق کا حکم	۱۲	۶۵۵
شہادۃ زناء کے الفاظ	۱۳	۶۱۵
شہادۃ جھوٹی حرام	۱۴	۵۸۳
جھوٹی شہادۃ فسق	۱۵	۱۴۹
شہادۃ عادلہ رضاعت میں ضروری ہے	۱۶	۵۹۴
آدمی کے مردود الشہادۃ ہونے کی صورتیں	۱۶	۴۲۳
شہادۃ اور دعوی میں مطابقت ضروری	۱۷	۶۷۶
باب الشہادۃ	۱۸	۹۳ تا ۱۳۷
تحلیف کی ایک صورت	۱۸	۲۹۳
خدا کی قسم سچ کہوں گا" کا حکم	۱۸	۴۶۲
قسم اور مقسم میں سکوت سے فاصلہ ہو تو حکم	۱۸	۶۷۷
گواہ کے لئے نماز با جماعت کا پابند ہونا ضروری	۱۸	۱۰۳
عورت معتوہ کی شہادت کا حکم	۱۹	۶۱۵

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
شفیع کو طلب اشہاد کے وقت علم ہوا تو طلب مواثبت کے لئے بھی کافی	۲۰	۱۳۰
شفیع کے گواہوں پر تنقید	۲۰	۱۵۴
فاسق کی شہادت جب کہ وہ تائب ہو جائے	۲۱	۱۴۹
محدود فی القذف کی گواہی	۲۱	۱۸۴
ڈاڑھی کے منڈانے والے کی گواہی کا حکم	۲۲	۵۹۷
ثبوت زنا کیلئے گواہوں کا معیار	۲۳	۳۲۶
برا کھیل تماشہ کرنے والے کی شہادت مردود	۲۴	۸۸
محدود فی القذف کی شہادت	۲۴	۳۳۲
زنا کی تہمت لگانے والے کی شہادت	۲۴	۳۸۷
تصویردار کپڑا فروش کی شہادت بھی مردود ہے	۲۴	۵۵۹
گواہی ہر حال میں ثقہ لوگوں کی معتبر ہے	۲۵	۶۵۱
زنا کی تہمت لگانے والا مردود الشہادۃ ہے	۲۶	۱۴۷
تارک جماعت فاسق مردود الشہادہ ہے	۲۶	۵۸۷

شہد:

شہد اتارنا جائز	۲۱	۶۶۶

شہر:

شہر کی تعریف کامل	۲۰	۳۵۲
فنائے مصر (شہر) کا بیان	۲۰	۳۷۹

شہنشاہ:

سرکار کو شہنشاہ کہنا جائز	۲۱	۳۳۹ تا ۳۹۴

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ

شہید:

شہید کا خون کب پاک ہے	۳	۲۶۸
شہداءِ بئر معونہ کا سازشی کون	۷	۵۱۸
شہید کون ہے	۱۱	۲۰۵

شیطان:

شیطان کا دھوکہ	۴	۶۰۵
شیطان کا حیلہ حسنات سے	۱۱	۱۰۹
شیطان جھوٹا ہے	۱۱	۴۷۵
شیطان بے حیا کا استاذ ہے	۲۲	۲۱۳
ابلیس سجدہ آدم سے کیوں باز رہا	۲۲	۵۱۹
حسد کارِ شیطان ہے	۲۳	۵۷۹
حضرت نوح علیہ السلام اور شیطان کا منازعہ	۲۵	۱۵۰

﴿ ص ﴾

صابن:

صابنوں کا حکم	۴	۵۷۲

صبح صادق وکاذب:

صبح صادق وکاذب کے احکام میں مستقل رسالہ	۱۰	۵۶۷

صحابہ:

صحابہ کی مشاجرت میں بعد والوں کے لئے حکم	۵	۵۸۲

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ

صدقہ:

صدقہ فطر کی مقدار	۱	۷۹۶
محتاج عزیزوں کو چھوڑ کر غیروں کو صدقہ دینے کا حکم	۱	۹۳۲
صدقہ بے قبضہ تمام نہیں	۱۰	۱۰۸
میت کے لئے صدقہ سات دن تک	۹	۶۴۹
صدقہ بے قبضہ تمام نہیں	۱۰	۱۰۹
صدقہ فطر کی کچھ تفصیل	۱۰	۲۹۱،۲۵۲
صدقہ فطر کی مزید تفصیل	۱۰	۲۹۷تا۲۹۴
اہل وعیال اولاد پر خرچ صدقہ ہے	۱۳	۵۹۶
غنی کے لئے صدقہ کا رثواب ہے	۱۹	۲۶۵
صدقہ فطر کا نصاب	۲۰	۳۶۶
صدقہ فطر میں تملیک ضروری	۲۰	۵۴۲
صدقہ کے اطلاقات کا بیان	۲۰	۵۴۳
صدقہ کے جانور کو بلا ذبح مصرف دینے کی وضاحت	۲۰	۳۰۵
صدقہ واجبہ کی تفصیل	۲۰	۳۰۶
مال حرام سے صدقہ قابل قبول نہیں	۲۱	۱۰۵
مال حرام سے صدقہ کر کے امید ثواب رکھنا کفر ہے	۲۱	۱۱۰
مال حرام کے صدقہ کا حکم	۲۳	۱۱۲
مسلمانوں کا مشترکہ طور پر صدقہ کرنے کی ایک صورت	۲۳	۱۶۰تا۱۳۵
صدقہ واپس نہیں لیا جاتا	۲۳	۵۴۹
صدقہ کے فضائل	۲۴	۱۸۵
صاحب نصاب صدقات واجبہ نہ لے	۲۴	۳۷۹

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
غریب کی اعانت صرف اپنے مال سے جائز	۲۶	۳۵۵

صرف:

صرف کا بیان	۱۷	۴۰۱ تا ۶۳۸

صریح وبائن:

صریح غیر صریح سے الحاق	۱۲	۴۲۵
صریح کا بائن سے الحاق	۱۲	۴۲۷
صریح میں نیت کی ضرورت نہیں	۱۲	۴۵۱
رجعی + بائن = بائن	۱۲	۶۱۱
بائن + رجعی = بائن	۱۲	۶۲۸
بائن، بائن کولاحق نہیں ہوتی ہے	۱۲	۶۳۴
عدت میں صریح کا الحاق صریح وبائن سے	۱۳	۱۰۶
بائن بائن کولاحق نہیں ہوتی	۱۳	۱۷۱

صلح:

صلح اقرب کا حکم	۱۱	۱۳۲
صلح کا مسئلہ	۱۱	۱۷۸
جہالت مفضی الی المنازعۃ نہ ہو تو جواز صلح سے مانع نہیں	۱۲	۲۱۷
کون سی صلح جائز	۱۴	۴۲۴
صلح کا مکمل بیان	۱۹	۱۱۹ تا ۱۲۸
گوشت خریداری غلط شرط پر صلح ناجائز	۲۰	۲۸۳
صلح کی ایک صورت	۲۶	۲۳۲

صلوٰۃ وسلام: دیکھئے درود پاک

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ

صوفیاء:

صوفیاء کا چلہ	۵	۴۵۹
صوفیا اور صدقہ	۵	۵۶۲
صوفیاء سب سے بڑھ کر اللہ کی طرف جھکنے والے	۲۲	۵۵۹

صید:

شکار میں کتے سے استعانت کا حکم	۱۴	۵۱۰
کتاب الصید	۲۰	۳۴۱تا۳۵۱

﴿ض﴾

ضحوہ کبریٰ:

ضحوہ کبریٰ نکالنے کا طریقہ	۵	۳۱۴

ضروریات دین:

ضروریات دین کا معنیٰ	۱	۲۴۲
ضروریات دین سے کسی ایک شے کے منکر کا حکم	۲	۲۹۳
ضروریات دین کے علاوہ کسی شے کا انکار کفر نہیں	۵	۱۰۱
ضروریات دین کے علاوہ کسی شے کا انکار کفر نہیں	۹	۹۴۲
ضروریات دین کے منکر کو کافر نہ جاننا بھی کفر ہے	۱۱	۳۷۸
ضروریات دین کے منکر کو کافر نہ جاننا بھی کفر ہے	۱۲	۲۹۱
نکاح ثانی کی اباحت ضروریات دین سے ہے	۱۲	۳۰۷
ضروریات دین کا منکر اور اس کا حکم	۱۴	۱۲۳ ، ۲۶۶
ضروریات دین کے منکر کا حکم	۲۱	۱۷۶

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
شیعہ ضروریات دین کے منکر	۲۶	۷۳

ضمان:

بوجہ نافرمانی عورت، شوہر نے نوکر رکھا تو تاوان کس پر	۱۳	۴۸۳
عورت اعزہ کی شادی میں خرچ کرے تو حکم	۱۳	۴۸۳
نماز نہ پڑھنے پر مارا گھڑی ٹوٹ گئی ضمان واجب	۱۳	۶۴۶
مال وقف کو حرام امور میں صرف کرنے پر ضمان ہے	۱۶	۱۵۵
مسجد کی آمدن دوسرے امور میں صرف کرنے پر ضمان ہے	۱۶	۴۶۹
متولی کی احتیاط کے باوجود مال چوری ہو تو ضمان نہیں ہے	۱۶	۵۷۰
مسجد کی رقم اپنے صرفہ میں لانے پر ضمان ہے	۱۶	۵۷۲
امین پر بلا تعدی و تقصیر فی الحفظ ضمان نہیں	۱۷	۹۳
مرتہن سے تاوان لینے کی ایک صورت	۱۸	۳۷۸
امین ضامن نہیں جبکہ غاصب نے زبردستی چھینا	۱۹	۱۵۴
شرکت کی شے استعمال سے ضائع ہو تو ضمان کس پر	۱۹	۶۸۹
عامۃ الورود مثلاً سرائے سے سامان گم ہو تو ضمان کس پر	۱۹	۶۹۲
مسجد کی زائد قیمت خرچ کرنے پر متولی پر تاوان ہے	۲۰	۱۷۳
کاشتکار کے حق استقرار کے تاوان کا سوال	۲۰	۱۷۹
شرکاء کی مرضی کے خلاف کاشت پر نقصان پہنچے تو تاوان دے	۲۰	۱۹۸
مال غیر کھانے کے بعد جب تک تاوان نہ دے تو توبہ کا حکم	۲۱	۱۱۳
کسی کا گھڑا توڑنے پر ضمان ہے	۲۳	۱۰۱
تاوان کا روپیہ جمع کرنے کا حکم	۲۳	۵۵۸
مال مشترک سے جہیز میں تعدی پر ضمان	۲۵	۳۴۸
مال مشترک سے بے اجازت صرف پر ضمان	۲۵	۴۹۷

marfat.com

Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
ورثہ کا حق متعلق ہونے کے بعد ترکہ کی خیرات پر تاوان ہوگا	۲۵	۶۳۹
بلا اجازت ترکہ کو خرچ کرنے پر تاوان ہے	۲۶	۸۲

﴿ط﴾

طب:

نبض کے اختلاف کی وجہ	۲۳	۷۰۰
بزعم اطباء سات بیماریاں متعدد ہیں	۲۴	۲۵۵
آلے کے ذریعے بچے کے مذکر و مونث ہونے کا علم	۲۶	۴۷۵

طبعیات:

پانی کا رنگ	۳	۲۳۵، ۲۳۸
دریا سفید کیوں	۳	۲۳۹
اوس، برف اور آئینہ میں درز کی سفیدی کیوں	۳	۲۴۰
رنگتیں تاریکی میں موجود	۳	۲۴۱
احتراق کی ۶ صورتیں	۳	۵۸۰
انطباع کی حقیقت	۳	۶۰۱
پتھر کس طرح بنتا ہے	۳	۶۰۳
انطراق کے معنی	۳	۶۰۴
لین و ذوبان کی اقسام	۳	۶۰۵
تار کے مفرقہ ہونے کا سبب	۳	۶۰۶
معدنیات کی ۶/ اقسام	۳	۶۱۰

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
چاروں عناصر میں تبدیلی کی ۱۲ صورتیں	۳	۶۱۲
گندھک نر ہے اور پارہ مادہ	۳	۶۲۳
کرہ بخار کی بلندی کرہ زمین سے	۵	۱۳۷
حلق میں دھواں کی تلخی کیوں معلوم ہوتی ہے	۱۰	۵۰۳
بخارات کی بلندی کرہ زمین سے	۱۰	۶۲۰
مکانیات اور زمانیات کا قرب	۱۰	۶۴۱
نفس کی عادت	۲۴	۱۲۳
بندگان نفس کی نظر کی حالت	۲۴	۱۲۳
منع اجلب للشوق ہے	۲۴	۱۲۳
صحبت قطعاً مؤثر ہے	۲۴	۳۱۸
چند طبعیاتی تحقیقات	۲۷	۹۳تا۱۰۲

طریقہ:

بڑے استنجاء کا مسنون طریقہ	۱	۴۲۶
مسواک کے امتحان کا طریقہ	۱	۸۳۸
طریقہ ادائیگی زکوۃ چند سال	۱۰	۱۲۸
طریقہ وہابیت کو پرکھنے کا	۱۱	۴۰۴
حرام کی کمائی کو مصارف خیر میں خرچ کرنے کا طریقہ	۱۶	۱۱۸
مشت زنی کے گناہ سے بچنے کا طریقہ	۲۲	۲۴۴
بغرض حصول شفا متفرق اشیاء کو جمع کرنے کے طریقہ	۲۳	۱۵۵
سود خوری سے توبہ کا طریقہ	۲۳	۵۴۲

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
حرام مال سے سبکدوشی کا طریقہ	۲۳	۵۵۱
جوں کو ڈرانے کے مختلف طریقے	۲۴	۶۵۱
اضرار وصیت کے چند طریقے	۲۷	۴۶
اولیاء کو ندا کرنے کا طریقہ متوارثہ	۲۹	۵۵۶
بدشگونی میں ہندوانہ طریقہ	۲۹	۶۴۱

طلاق:

اقرار طلاق سے رجوع کی ایک صورت	۱	۴۷۱
چار بیویوں میں طلاق کا مسئلہ	۳	۱۳۷
طلاق کے اقرار کا مسئلہ	۴	۱۱۹
طلاق کے جھوٹے اقرار کا حکم	۱۱	۱۲۳
طلاق ایک دی، اقرار تین کا کیا تو حکم	۱۱	۱۲۴
بے نیت انت طالق کہا تو حکم	۱۱	۱۲۸
تو میری بی بی نہیں کا حکم	۱۱	۱۳۵
جس سے نکاح کروں اسے طلاق کا حکم	۱۱	۱۶۴
طلاق کی شرط پر نکاح کا حکم	۱۱	۲۱۳
طلاق نشہ میں	۱۱	۲۲۸
طلاق	۱۱	۲۲۹
مذاق، دل لگی میں طلاق	۱۱	۲۲۹
غیر زبان میں طلاق	۱۱	۲۲۹
ایک لفظ سے ۳ طلاق کا حکم	۱۱	۲۸۹

marfat.com
Marfat.com

صفحہ	جلد	عنوان مسئلہ
۳۱۳	۱۱	طلاق دینا چاروں ہے مگر
۳۱۷	۱۱	سالی سے زنا سے عورت کو طلاق نہ ہوگی
۵۰۵	۱۱	غصہ میں طلاق
۶۶۰	۱۱	نابالغی کا نکاح اور طلاق
۱۲۲	۱۲	طلاق کا ایک مسئلہ
۳۲۱تا۵۱۱	۱۲	کتاب الطلاق
۱۰۱تا۲۵۴	۱۳	باب تعلیق الطلاق
۱۹۲	۱۳	تین طلاق کے بعد رجوع نہیں
۲۲۶	۱۳	تفصیل مسئلہ طلاق ثلاثہ
۵۶۲	۱۳	تین طلاقیں بیک وقت گناہ کیوں
۱۵۴	۱۵	تین طلاق کے بعد حلالہ ضروری
۶۲۶	۱۶	طلاق کے محض اقرار سے طلاق نہیں ہوتی
۳۰۳	۱۷	بے نماز عورت کو طلاق کا حکم
۱۱۴	۱۸	طلاق میں سنی سنائی گواہی مقبول نہیں
۶۵۷	۱۸	غصہ کی طلاق کی وباء عام ہے
۱۱۱	۱۸	طلاق کے متعدد گواہوں کا بیان
۱۲۷	۱۸	واقعۂ طلاق ہوگئی عورت گواہی سے ثابت نہ کرسکی تو حکم
۱۲۸	۱۸	طلاق میں صرف عورت کی گواہی کا حکم
۱۲۹	۱۸	طلاق میں صرف ایک گواہ ہو تو حکم
۲۳۵	۱۸	طلاق کے لئے نصاب شہادت

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
"تو میری عورت نہیں" قسم کھا کر کہا تو حکم	۱۸	۶۷۳
جنون کی طلاق کا حکم	۱۹	۲۳۴
طلاق صبی کا حکم	۱۹	۲۳۸
طلاق بلا نکاح نہیں	۲۱	۲۸۱
طلاق کے کچھ مسائل	۲۳	۱۸۳تا۱۹۵
خلوت سے پہلے طلاق کا حکم	۲۶	۲۱۰
بے ثبوت شرعی طلاق نہیں مانی جا سکتی	۲۶	۳۵۶

طواف:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
طواف قبر کا حکم	۲۲	۳۸۲
طواف کا معنی	۲۲	۳۸۶
طواف کی اقسام اربعہ اور احکام	۲۲	۳۸۷
طواف کی دو اقسام	۲۲	۳۹۳
حجاج کا طواف روضہ سرکار کرنے پر لوگوں کو غلیظ لفظ کہنا اور اسکی تکفیر	۲۲	۳۹۵
طواف قبر اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ	۲۲	۳۹۸
طواف قبر میں خلاصۂ کلام	۲۲	۳۹۹
طواف قبر کا حکم	۲۹	۲۰۵
طواف تعظیمی صرف کعبہ کا ہے	۲۹	۳۳۴

طہارت:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
کتاب الطہارت	۱	مکمل

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
کتاب الطہارت	۲	مکمل
کتاب الطہارت	۳	مکمل
کتاب الطہارت	۴	مکمل

﴿ظ﴾

ظروف:

ظروف کا بیان	۲۲	۱۱۱تا۱۵۳
مشرکین کے ظروف کا حکم	۲۳	۱۱۶

ظلم:

ظلم وایذائے مسلم کا بیان	۲۴	۳۳۷تا۳۴۹

ظہار:

بیوی کو بہن کہنا	۱۲	۵۸۴
تو ہماری بہن ہو چکی کا حکم	۱۲	۶۰۸
ظہار کا مکمل بیان	۱۳	۲۶۷تا۲۹۰
عورت کا ماں بیٹی کہنا ظہار نہیں	۱۷	۳۱۲

ظہر:

ظہر کی سنتیں	۳	۴۲۷
ظہر کا مستحب وقت	۵	۱۵۴
سنن ظہر	۵	۳۲۴

marfat.com
Marfat.com

عنوانِ مسئلہ	جلد	صفحہ

﴿ع﴾

عاق :

عاق کرنے سے ترکہ سے محروم نہ ہوگا	۲۶	۸۵

عاریۃ:

شوہر کے دیئے زیور میں تملیک نہ ہو تو حکم	۱۲	۱۵۹
عاریۃً اشیاء ہلاک ہوں تو حکم	۱۲	۲۰۸
عاریت امانت ہے	۱۲	۲۴۸
ایک مسجد کی چیز دوسری مسجد کو عاریۃ دینا منع ہے	۱۶	۲۲۷
عاریت چیز خرچ کی یا تلف کی تو تاوان ہے	۱۸	۱۷۸
عاریت کا حکم	۱۹	۱۱۱
باب العاریۃ	۱۹	۱۷۳تا۱۷۴
مرتہن نے عاریۃً مکان لیا تو اس کا حکم	۲۵	۲۹۹
زیور عاریۃ لینے والا مر جائے تو حکم	۲۵	۶۳۴

عبث :

دیکھئے لہو ولعب:

عتاق / عتق :

ام ولد مالک کے مرتے ہی آزاد	۳	۵۴۲
غلام و کنیز کے لئے کن احکام میں اطاعت ہوتی ہے	۱۰	۵۰۰
مکاتب، مدبر اور ام الولد کی تعریفات	۱۰	۷۷۶
غلام کو آقا کا اختیار کہ خود کو آزاد کرے	۱۲	۶۴۱

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
هذا حر و هذا و هذا کا حکم	۱۳	۲۳۵

عدت:

دورانِ عدت نکاح کا حکم	۱۱	۲۶۶
عورت پر عدت روزِ طلاق سے ہے	۱۱	۲۶۹
عدت میں نکاح	۱۱	۴۵۵
کافر کی عدت	۱۲	۲۶۵
عدت وفات	۱۲	۳۰۸
عدت حاملہ	۱۲	۳۲۸
عدت مطلقہ حائضہ	۱۲	۴۰۸
عدت مطلقہ صغیرہ	۱۲	۴۰۸
عدت آئسہ مطلقہ	۱۲	۴۰۸
عدت مطلقہ حاملہ	۱۲	۴۰۸
عدت ذات الحیض	۱۲	۶۵۱
کافر کے لئے عدت نہیں	۱۲	۲۶۵
ذات الحیض کی عدت ہر صورت میں تین حیض	۱۲	۶۱۸
باب العدة	۱۳	۲۹۱تا۳۲۴
عدت کے ختم ہونے کے بعد بیوہ کے لئے نتھ پہننے کا حکم	۲۳	۴۸۳

عرس:

عرس کرانا جائز	۹	۴۱۹
عرس کا حکم	۹	۴۲۵
بزرگانِ دین کے عرس کے بارے شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کا فتویٰ	۹	۵۸۸

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
عرس میں ڈھول کے ساتھ قوالی کا حکم	۲۴	۱۱۳
عرس میں معمولات نذر و نیاز کے جاری رکھنے کی تفصیل	۲۶	۲۸۹
عرس کے جواز پر گفتگو	۲۹	۲۱۲
عرسوں پر بعض خرافات جاہلوں کی ایجادات ہیں	۲۹	۹۲

عرف:

کیا عرف قانون شرع پر مرجح ہے	۱۱	۶۷۷
عرف کی قانون شرع پر ترجیح کا حکم	۱۲	۱۴۲
عرف غالب معتبر ہوتا ہے	۱۲	۲۲۹
عرف ہی یمین کی بناء ہے	۱۳	۱۵۱
مہر معجل میں عرف کا اعتبار ہے	۱۳	۴۲۴
عرف سے مصالح بدل جاتے ہیں	۱۴	۵۵۰
عرف اعظم دلائل شرعیہ سے ہے	۱۶	۹۱
تنخواہوں کی مقدار کا مدار عرف پر ہے	۱۶	۲۲۹
احکام عرف میں خلاف کے احتمالات عقلیہ معتبر نہیں	۱۷	۸۲
معاملات میں مدار عرف پر ہے	۱۹	۴۳۹
عرف حجت تام ہے	۱۹	۵۹۹
عرف کی چار اقسام	۱۹	۵۹۷
عرفی اجازت کی مختلف صورتیں	۲۰	۴۵۳
تعظیم و توہین کا مدار عرف پر ہے	۲۲	۳۶۶
دلہن کا چڑھاوا شادی میں عرف و رواج پر موقوف ہے	۲۵	۱۳۹
عرف یہ ہے کہ جہیز کی مالک عورت ہے	۲۶	۳۳۸

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ

عرفہ:

عرفہ کا غسل	۲	۷۱

عروض وقوافی:

عروض وقوافی کا بیان	۲۹	۴۷تا۵۷

عُشر:

عشر کا ثبوت	۱۰	۶۳
عشر، غلّے میں	۱۰	۲۰۳
تفصیلی احکام کہ ہندوستان کی زمینیں عشری ہیں	۱۰	۲۱۳
عشر کس پر ہے	۱۰	۲۱۶

عقائد:

مسلمان کہلانے والے دس مرتد فرقوں کا بیان	۱	۷۱۵
جہنم میں روشنی نہیں	۳	۲۴۲
حیاتِ انبیاء کا بیان	۳	۴۰۳
سرکار کا مسلمانوں کی جانوں پر اختیار	۴	۴۷
کتاب اللہ کا حفظ خاصہ انبیاء تھا	۵	۶۷
ایمان کے بعد پہلی شرط نماز	۵	۸۳
شیخ عبداللہ کے خواب پر فتویٰ کے رد کی تصدیق	۵	۹۷
خلافت خلفاءِ راشدین کا منکر کافر نہیں ہے	۵	۱۰۱
تارک نماز کا حکم	۵	۱۰۲
تارک نماز کے اسلام پر دلائل	۵	۱۰۶
ایک وقت کی نماز قصداً قضا کرنے والا فاسق ہے	۵	۱۱۰

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
سرکار ﷺ دین میں خطا سے معصوم ہیں	۵	۲۵۶
مسئلہ افضلیت باب عقائد سے ہے	۵	۵۸۱
وہابیہ کے ایک کید پر آگاہی	۵	۵۹۶
لطیفہ جلیلہ کہ جان وہابیت پر لاکھ من کا پہاڑ	۵	۶۰۳
سرکار ﷺ کا نام سن کر درود پڑھنا واجب ہے	۶	۲۲۱
تجوید سے انکار کفر ہے	۶	۳۲۲
ہمارے بلاد کے غیر مقلدین کا حکم	۶	۳۷۹
صلح کلی کا رد	۶	۵۲۷
دیوبندیوں کے پیچھے نماز باطل ہے	۶	۵۷۳
بدمذہبوں سے میل جول فسق ہے	۶	۶۲۵
غیر مقلدین کے چند عقائد	۶	۶۵۶
غیر مقلدین فاسق معلن ہیں	۶	۶۸۰
بدمذہبوں سے محبت زہر قاتل ہے	۶	۷۲۰
اہل سنت سب مسائل میں حق پر ہیں	۷	۵۰۳
جن باتوں کا ذکر قرآن وحدیث میں نہیں وہ ممنوع نہیں	۷	۵۸۲
محبوبانِ خدا سے توسل	۷	۵۸۴
محبوبانِ خدا کی تعظیم	۷	۵۹۴
تواضع لغیر اللہ ممنوع کی وضاحت	۷	۵۹۷
حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کا رنگ سرکار کا ذکر سن کے بدل جانا	۷	۶۰۰
سرکار علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری کے آداب	۷	۶۰۱
بوقت توسل منہ محبوبانِ خدا کی طرف ہو	۷	۶۰۲
حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی امام اعظم علیہ الرحمہ کے مزار پر حاضری وتوسل	۷	۶۰۵

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
سوال حاجت سے پہلے دو رکعت کی تقدیم کا حکم	۷	۶۰۶
محبوبانِ خدا کی طرف جانے کا حکم	۷	۶۰۷
ختم نبوت کا انکار کفر ہے	۸	۷۴
نماز، روزہ چھوڑنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا	۸	۱۶۳
میلاد کا اجتماع بدعت حسنہ ہے	۸	۴۲۰
قادیانیوں کی نماز باطل ہے	۸	۴۶۶
مسلمانوں کو بلاوجہ مشرک کہنا حرام ہے	۸	۴۸۵
بہت سی بدعات جائز ہیں	۸	۶۲۰
سرکار کی رداء، ناخن مبارک وغیرہ کی تعظیم فرض ہے	۹	۱۱۸
وجود شے کی چار صورتیں	۹	۱۳۴
عیسائی کی نماز جنازہ پڑھنے والے کا حکم	۹	۱۷۰
رافضی کی نماز جنازہ حرام	۹	۱۷۲
سرکار ﷺ اپنی قبر میں پہلے دن کی طرح ہیں	۹	۲۷۰
سرکار ﷺ مالک شفاعت ہیں	۹	۲۹۴
محبوبانِ خدا کو قبور میں روزی دی جاتی ہے	۹	۴۳۱
مسلمان کی عزت مردہ زندہ حالت میں برابر ہے	۹	۴۴۱
اہل اللہ کی تعظیم ایمان کی دلیل ہے	۹	۴۹۱
حضور ﷺ کا ادب آج بھی ظاہری حیات کی طرح ہے	۹	۵۱۷
روح اور قبور کی تعظیم میں فرق نہیں	۹	۵۲۱
کفار اور مرتد کو ایصال ثواب حرام ہے	۹	۶۸۴
مسلمانوں اور شہیدوں کی روحیں کہاں ہیں	۹	۶۵۲
عذاب وثواب روح وجسم دونوں کو ہے	۹	۶۵۸

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
سماع اہل قبور محال نہیں	۹	۶۸۰
ہر غلط بات شرک نہیں	۹	۶۸۴
غیر خدا کو نافع وضار ماننا کب شرک ہے	۹	۶۹۱
جو بات زندہ کے ساتھ شرک نہیں، اموات کے ساتھ بھی نہیں	۹	۶۹۶
مردہ اہل خانہ کے احوال کو جانتا ہے	۹	۷۱۰
سماع موتی کی چھ حدیثیں	۹	۷۲۴
اموات کی قوت سامعہ کا بیان	۹	۷۶۰
یا شیخ عبدالقادر جیلانی کہنا جائز ہے	۹	۷۹۱
اولیاء مشکل کشا ہوتے ہیں	۹	۸۱۳
اہل سنت کے نزدیک جسم شرط حیات نہیں	۹	۸۵۰
اموات کی باہم ملاقات وگفتگو کا ثبوت	۹	۸۷۴
روح میت نہیں	۹	۸۸۱
روح کی تعریف	۹	۸۸۹
کیا کافر مجاہر سے سوال قبر ہوگا	۹	۸۹۴
روح مردہ نہیں	۹	۹۰۹
اہل سنت کے نزدیک تلقین امر شرعی ہے	۹	۹۱۷
غیب پر رجماً بالغیب ضلالت ہے	۹	۹۳۴
عقائد میں چار چیزوں کا اتباع ہے	۹	۹۴۰
جب تک ضروریاتِ دین میں سے کسی کا انکار نہ ہو کفر نہیں	۹	۹۴۲
سرکار ﷺ کی ایک نگاہ لطف کا مرتبہ	۱۰	۱۰۵
یزید پر لعن کا حکم	۱۰	۱۹۳
شان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	۱۰	۲۰۱

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
ہجرت کا صحیح مفہوم	۱۰	۷۸۳
انبیاء کو موت صرف ایک لحہ کے لئے آنی ہے	۱۰	۷۶۴
ایمان کے سوا عبادات کا کفار پر حکم	۱۰	۷۷۶
نبی زندہ ہوتے ہیں	۱۰	۸۰۷
عقائد روافض	۱۱	۳۴۵
عقائد کفریہ	۱۱	۳۷۷
قبل نکاح کفر کیا بے توبہ نکاح ہوا تو حکم	۱۱	۱۵۳
رضا بالکفر بھی کفر ہے	۱۱	۱۷۱
تعظیماً جمع کا صیغہ خدا کے لئے بولنا جائز	۱۱	۲۰۷
وہابیہ کی تعظیم کرنے کی سزا	۱۱	۲۲۰
ارتکابِ حرام سے کافر نہ ہوگا	۱۱	۲۴۱
دورانِ عدت نکاح کو حلال جاننے والا کافر	۱۱	۲۶۶
غیر مقلدین کا رد	۱۱	۲۸۱
روافض کے عقائد کفریہ	۱۱	۳۲۸
رافضیوں کی اقسام	۱۱	۳۴۵
غیر مقلد سے نکاح کا حکم اگر چہ عقائد کفریہ نہ رکھے	۱۱	۳۷۴
عقائد کفریہ کی مثالیں	۱۱	۳۷۷
جو مسلمان کو کافر سمجھے خود کافر ہے	۱۱	۳۸۰،۳۷۹
احتیاط کہ جو مانع تکفیر وہ مانع نکاح	۱۱	۳۸۲
بدمذہب کی محبت	۱۱	۳۹۱
بدمذہب کی تعظیم کی وعید	۱۱	۳۹۶
بدمذہب کسے کہتے ہیں	۱۱	۴۰۰

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قاذف کافر ملعون ہے	۱۱	۴۱۶
فرقہ ظاہریہ کے احکام	جلد ۱۱	۴۷۹،۴۸۰،۵۰۸،۶۹۱،۷۱۶،۷۳۰
اہلسنت وجماعت کے عقائد	۲۳	۶۸۵
شیعوں کے عقائد	۲۳	۶۸۵
عقائد کے متعلق سوالات وجوابات	۲۹	۹۱
سرکار ﷺ کو عالم الغیب وحاضر وناظر ماننے کا حکم	۲۹	۲۰۴
اہل سنت کے دس سچے عقائد کا بیان	۲۹	۳۳۹تا۴۰۸
رسالہ خالص الاعتقاد	۲۹	۴۱۱تا۴۸۲
حضور ﷺ نور ہیں	۳۰	۱۹۳
حضور ﷺ مشکل کشا حاجت روا ہیں	۳۰	۳۵۹
حضور ﷺ نور ہیں	۳۰	۶۵۷
حضور ﷺ کا سایہ نہ تھا	۳۰	۶۹۵،۷۱۵،۷۳۷

عقیقہ:

عقیقہ کا بیان	۲۰	۵۸۱تا۵۹۷
عقیقہ کس دن ہو	۲۴	۴۵۲

علاج:

دفع وسواس کا علاج	۱	۱۰۴۲
آسیب زدہ مجنوں کا علاج	۱	۱۱۱۴
گناہوں کا علاج	۲	۶۶
بچھو کی خاک سے علاج ناجائز ہے	۳	۶۰۰
(تجربے) علاج کا حکم	۴	۵۴۲

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
علاج دردگردہ	۵	۵۴۲
علاج کثرت نیند	۷	۸۸
علاج عروبت	۱۳	۳۳۹
علاج وسوسہ	۱۴	۳۲۲
حرام چیز سے علاج کا حکم	۲۳	۳۴۷
بیماریاں اور علاج معالجہ	۲۴	۱۷۷تا۳۰۹
شوہر نے ازخود زوجہ کے علاج کیلئے مال خرچ کیا تو حکم	۲۵	۳۸۸
نشہ آور شے سے علاج کا حکم	۲۵	۲۱۳
دوا میں شراب کا استعمال جائز نہیں	۲۵	۲۰۵
استعمال دوا سنت ہے	۲۹	۳۱۳

علم / علماء / تعلیم

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
تعلیم کی نیت سے آیت کا کوئی کلمہ جنبی یا حائضہ نہ پڑھے	۱	۱۰۹۴
اختلاف علماء سے بچنا مستحب ہے مگر......	۱	۶۰۱
علماء کی توہین کی وعید کی احادیث	۲۱	۱۲۸
علماء نائب رسول ﷺ ہیں	۲۱	۲۵۳
علماء کی نقدی کی صورت میں خدمت	۲۳	۳۸۰
علم و تعلیم کے تفصیلی مسائل	۲۳	۶۲۳تا۷۲۰
سرکار ﷺ کا علم غیب اور صحابی کا عقیدہ	۲۳	۴۶۶
علماء انبیاء علیہم السلام کے ورثاء ہیں	۲۴	۱۷۱
علماءِ دین کا ادب باپ سے زیادہ ہے	۲۵	۲۱۶
زمانے کے لحاظ سے کتبِ دینیہ کی ترتیب	۲۶	۵۰۲

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
کتاب کس دن شروع کی جائے	۲۷	۴۳
اہل علم کو اپنا علم کب ظاہر کرنا چاہیے	۲۷	۱۳۰
بادشاہوں کے افعال پر علمائے حق کی خاموشی بوجہ دفع فتنہ	۲۸	۲۵۳
علم و تعلیم سے متعلق 5 سوالات اور جوابات	۲۹	۵۹تا۶۴
علم کے اسباب تین ہیں	۲۹	۲۷۰

عمامہ:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے کی فضیلت	۶	۲۰۳
عمامہ کی فضیلت میں 200 احادیث	۶	۲۰۸
مقتدی صاحب العمامہ اور امام ٹوپی میں ہو تو حکم	۶	۶۳۱
امام صاحب العمامہ، مقتدی بلا عمامہ تو حکم	۷	۳۹۴
کلاہ پوش کے پیچھے عمامہ بند کی نماز کا حکم	۱۰	۶۰۳
عمامہ کا شملہ سنت مگر......	۱۲	۳۱۴
عمامہ کا شملہ کہاں تک مسنون	۲۲	۱۸۲
عمامہ کی سنت مقدار	۲۲	۱۸۶
عمامہ باندھنے کا سنت طریقہ	۲۲	۱۹۸
دو شملے سنت ہیں	۲۲	۱۹۹
عمامہ کے شملہ کا حکم	۲۲	۶۰۳
شملہ کی اقسام	۲۲	۱۸۲

عمرہ:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
دوسرے کی طرف سے عمرے کا حکم	۲۳	۱۲۲

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ

عملیات: دیکھئے ورد:

عنین:

عنین کے نکاح کا حکم	۱۱	۱۹۵
عنین اور اس کی زوجہ میں تفریق کی صورت	۱۱	۱۹۶
عنین سے تفریق	۱۱	۷۱۱
تفصیل مسئلہ عنین	۱۲	۴۸۷
نامرد کا نکاح صحیح	۱۲	۴۹۵
مسئلہ تفریق عنین کی تفصیل	۱۲	۴۹۷
مسئلہ عنین دیگر	۱۲	۵۰۸
ثبوتِ نامردی کے بعد سال بھر کی مدت	۱۲	۵۰۸
عنین کی زن کا حکم	۱۳	۳۴۸

عورت:

عورت کے بدن پر مہندی کا جرم ہو تو وضو	۱	۲۷۰
عورت کے لئے جمعہ، عید اور وعظ میں جانے کا حکم	۱	۱۲۹
عورت کی طہارت سے بچے پانی کا حکم مرد کے لئے	۲	۴۶۶
عورت کا کفن اس کے شوہر پر واجب ہے	۳	۵۴۲
عورت بحالت حیض مراقبہ کر سکتی ہے	۴	۳۵۱
عورت کے پیٹ وران پر فراغت کا حکم	۴	۳۵۳
عورت نفاس سے آٹھ دن میں فارغ ہو تو حکم	۴	۳۵۶
عورت نفاس سے آٹھ دن میں فارغ ہو تو حکم	۵	۳۲۸
مرد کے اعضائے عورت کی تفصیل	۶	۲۹

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
نماز میں عورتیں سینے پر ہاتھ باندھیں	۶	۱۴۴
عورت کا نان ونفقہ کس پر ہے	۶	۵۸۴
بدزبان عورت کو طلاق واجب نہیں	۶	۶۰۴
عورت کے افعال بد کے سبب مرد پر الزام نہیں جبکہ منع کرتا ہو	۶	۶۰۹
عورتیں لقمہ دے سکتی ہیں یا نہیں	۷	۲۰۷
مسجد کی چھت عورتوں کے لئے مخصوص ہو تو حکم	۷	۲۳۱
عورتوں کا جوڑا باندھ کر نماز پڑھنا	۷	۲۹۸
درد زہ میں عورت کا علاج قرآن سے	۹	۱۲۰
عورت کے جنازے کو مرد کندھا دے سکتا ہے	۹	۱۳۸
مُردہ عورت کو شوہر ہاتھ نہیں لگا سکتا	۹	۱۳۹
عورتوں کی حاضری مزارات پر منع ہے	۹	۵۳۶
عورتوں کی قبر پر حاضری کی ممانعت پر رسالہ	۹	۵۴۱
مردہ عورت کو کنگھی منع ہے	۹	۹۰۵
صاحب نصاب عورت کی زکوٰۃ کس پر	۱۰	۱۳۲
عورتوں کا مہر مانع زکوٰۃ نہیں	۱۰	۱۴۳
عورت اگر تین سال تک زیورات کی زکوٰۃ نہ دے تو حکم	۱۰	۱۵۳
عورت کے شوہر کو قرض دینے کا حکم	۱۰	۱۶۸
عورت پر مہر کی زکوٰۃ کب ہے	۱۰	۱۶۹
روزہ کی حالت میں عورت کا اپنی شرمگاہ میں دوا ڈالنے کا حکم	۱۰	۴۸۱
عورت مجرد ایجاب سے کسی کی زوجہ نہیں بنتی	۱۰	۴۹۴
روزہ کی حالت میں عورت کی شرمگاہ دیکھنا مکروہ ہے	۱۰	۵۵۱
مجلس نکاح میں باپردہ عورت کی طرف اشارہ کافی ہے	۱۱	۱۱۲

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
عورت قابل جماع نہ ہو تو نکاح کا حکم	۱۱	۱۱۷
عورت کے پردے میں رہنے سے مجلس نہیں بدلتی	۱۱	۱۷۰
صرف عورتوں کی شہادت سے نکاح نہیں	۱۱	۲۱۶
عورتوں پر تنگی کرنا منع ہے	۱۱	۲۹۹
عورت بے اذن شوہر گھر سے نکلے تو حکم	۱۱	۳۱۳
شوہر عورت پر حاکم	۱۱	۳۹۳
عورتوں کے کچھ حقوق	۱۱	۶۲۹
عورت کفر کرے تو حکم	۱۲	۲۶۳
عورت پر تنگی منع ہے	۱۲	۲۷۰
عورتیں ٹیڑھی پسلی سے	۱۲	۲۹۶
عورتوں کی عادت کی چند احادیث	۱۲	۲۹۵
عورت کے آثارِ بلوغ	۱۳	۲۹۴
عورت اپنے والدین کی طرف بے اذن زوج جاسکتی ہے	۱۳	۴۱۹
عورتوں کے حقوق	۱۳	۴۳۶
عورت والدین کی زیارت کو کب جائے	۱۳	۴۵۴
عورت کا شوہر زندہ طلاق نہیں ہوئی نکاح حرام اور زنا	۱۳	۴۷۴
عورت والدین کی زیارت کو کب جائے	۱۳	۴۷۸
عورت کو نماز، روزہ سے روکنے کا حکم	۱۳	۴۸۷
عورتوں کے لئے حضور جماعت	۱۴	۵۵۱
ایک عورت بلی کو قید کرنے کی وجہ سے جہنم میں گئی	۱۶	۳۱۰
صرف عورتوں کی گواہی نکاح میں ناکافی	۱۸	۱۶۵،۱۴۰
تنہا عورتوں کی گواہی سے طلاق ثابت نہ ہوگی	۱۸	۲۳۴

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
عورت کو بے پردہ قصداً دیکھنا فسق ہے	۱۸	۷۱۳
عورتوں کو طلاق سخت ناگزیر ہے	۱۸	۶۵۷
کتابی عورت کا بھی ذبیحہ حلال ہے	۲۰	۲۴۳
عورت کے ذبیحہ کی تفصیل	۲۰	۲۵۱
عورت کے رحم کی تفصیل	۲۱	۶۰۰
مردانہ وضع بنانے والی عورت پر لعنت	۲۱	۶۰۱
عورتوں کی مزارات پر حاضری	۲۱	۶۴۳
عورت مرتدہ ہو جائے تو نکاح سے خارج نہیں ہوتی	۲۱	۲۴۳
عورتوں کے لئے کانچ کی چوڑیوں کا حکم	۲۲	۱۱۵
عورتوں کے لئے سونے چاندی کے زیور کا حکم	۲۲	۱۲۶
عورت کا زیور پہن کر نماز پڑھنا	۲۲	۱۲۷
عورت کا بے زیور نماز پڑھنا	۲۲	۱۲۸
عورت کے لئے ناک کا پھول پہننے کی تفصیل	۲۲	۱۳۰
عورت کے لئے لوہا، تانبا، پیتل کے چھلے کا حکم	۲۲	۱۵۳
عورت کب بغیر اذن شوہر عارف کامل سے بیعت کرسکتی ہے	۲۲	۲۰۷
عورت کی فطرت	۲۲	۲۱۲
عورت جو شوہر کو ناراض کرے، کے لئے وعید	۲۲	۲۱۷
عورتوں کا غیر محرموں کے ساتھ سفر کرنا	۲۲	۲۴۸
غیر محرم پیر سے عورت کو پردہ واجب ہے	۲۲	۲۵۰
عورتوں کے لئے سلام وجواب کے الفاظ	۲۲	۴۰۹
عورت کا شوہر پر اور شوہر کا عورت پر حق	۲۲	۴۳۸
عورتوں کے ختنہ کا حکم	۲۲	۶۰۲

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
سر منڈوانا عورت کے حق میں منع ہے	۲۲	۶۵۷
عورت کے لئے احرام سے نکلنے میں قصر ہے	۲۲	۶۵۷
عورت کو سر کے بال تراشنا حرام	۲۲	۶۸۸
عورت کو اذان دینا جائز نہیں ہے	۲۲	۲۲۳
عورت کو اس کا شوہر بعد وفات دیکھ سکتا ہے	۲۲	۲۲۴
عورت اپنے مردہ شوہر کو غسل دے سکتی ہے	۲۲	۲۳۵
عورت کے لئے مسجد میں جانے کی شرائط	۲۲	۲۳۹
عورتوں کے مل کر میلاد شریف پڑھنے کی شرائط	۲۲	۲۴۵،۲۴۰
عورتوں کا بلا پردہ پیر کے پاس جانے کا حکم	۲۲	۲۳۹
عورت کا بلا اذن شوہر حج کے لئے جانے کا حکم	۲۳	۱۰۶
عورتوں کی مزارات پر حاضری منع ہے سوائے حضور ﷺ کے مزار کے	۲۳	۱۱۱
عورتوں کو کانچ کی بوتلوں سے تشبیہ دینے کی وجہ	۲۳	۳۹۸
عورتوں کا آپس میں مشروط ہنسی مذاق جائز	۲۳	۱۹۴
عورت کو اپنے سر کے بال کترانا حرام ہے	۲۴	۵۴۳
ایک عورت بلی کو قید کرنے کے سبب جہنم میں گئی	۲۴	۶۵۶
عورت کی تجہیز و تکفین شوہر کے ذمہ ہے	۲۶	۱۶۹
عورتوں میں غلبۂ شہوت لیکن حیا کا پردہ	۲۷	۱۰۱
عورتوں کی مزارات پر حاضری	۳۰	۷۲

عہد:

خلاف عہد معیوب ہے	۲۱	۶۱۴
وعدہ جھوٹا کرنا حرام ہے	۲۵	۶۹

marfat.com
Marfat.com

عنوانِ مسئلہ	جلد	صفحہ

عیادت:

عیادت مریض کے لئے تیمم لغو ہے	۳	۵۵۵(حاشیہ)
عیادت مریض کے لئے تیمم لغو ہے	۳	۵۶۳،۵۵۸

عیدگاہ:

ایک عیدگاہ میں دوبار عید کی نماز	۸	۵۷۵
خراجی زمین میں عید کا حکم	۸	۵۷۶
عیدگاہ کے لئے عمارت ضروری نہیں	۸	۵۸۰
عیدگاہ میں عید کی نماز سنت ہے	۸	۵۸۷
ایک شہر کے لئے دوعیدگاہ کا حکم	۸	۵۹۰
عیدگاہ کے احکام	۸	۵۹۷
دیہات میں عیدگاہ کے لئے وقف جائز نہیں	۱۶	۳۴۲

عیدین:

عیدین کا غسل	۲	۶۱
عیدین کی امامت	۳	۴۶۲
عیدین کی نماز	۳	۴۵۹
باوجود نہار کے نماز عیدین میں جہر کیوں	۷	۶۱۵
باب العیدین	۸	۵۰۹تا۵۹۹
نماز عید کے فوت کا خدشہ ہو تو تیمم کرے	۹	۳۴۳
ہلال عید کی گواہی	۱۰	۳۷۲
عید کا چاند 30 رمضان کے دن کو نظر آئے تو حکم	۱۰	۳۸۸
عید الاضحیٰ کی رؤیت کا سوال	۱۰	۴۴۳

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
عیدین کے بعد مصافحہ کا حکم	۲۲	۴۱۴
عیدین کے خطبہ کے ساتھ اردو میں ترجمہ پڑھنا	۲۳	۶۸۸

عیسیٰ علیہ السلام:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے والد کے متعلقہ موالات	۲۹	۱۰۹
حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں سوال اور جواب	۲۹	۵۴۷

﴿ غ ﴾

غبن:

غبن یسیر وفاحش	۳	۲۹۷

غُراب:

غراب (کوّا) کی حِلّت پر گنگوہی کا رد	۲۷	۶۳۱تا۲۳۷

غروب:

غروب شمس کی تحقیق	۵	۱۴۰

غسل :

غسل میں کان کی بالی کا حکم	۱	۸۹۸
باب الغسل	۱	۲۷۳تا۱۱۱۸
میت کو نہلا کر غسل کرنا مستحب ہے	۲	۴۵
بے غسل سینہ سے بھی مصحف نہ لگائے	۲	۹۵
بے غسل اپنے بدن کی چادر سے مصحف نہ پکڑے	۲	۹۵
ہندو اسلام لائے تو غسل کرے	۲	۳۱۳

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
زم زم سے غسل کا حکم	۲	۴۵۲
جنب کے بہے پانی سے غسل کا حکم	۳	۲۵۴
عارضہ فیل پاء میں غسل کا حکم	۳	۳۰۹
غسل کی حاجت ہو تو پانی مسجد میں ہے تو کیا کرے	۳	۴۹۵
سردھونا نقصان کرے تو غسل کرے لیکن سر کا مسح کرلے	۳	۵۱۴
غسل کا تیمم بنیت وضو جائز	۳	۵۶۱
غسل میں ناخن بھر جگہ رہ جائے تو حکم	۴	۱۹۱
نہانے میں جگہ رہ گئی اور پانی نہ رہا تو حکم	۴	۲۰۳،۱۹۹
غسل جنابت کا تیمم	۴	۲۶۲
ناپاکی کا غسل تہبند میں ہو تو تہبند کا حکم	۴	۵۵۸
چونا دانتوں سے چھڑائے بغیر غسل ہوگا یا نہیں	۴	۳۲۳
ہر انزال میں پیشاب کے بعد نہائے	۴	۱۹۶
حیض، احتلام، جماع اور انزال جمع ہو تو ایک غسل کافی	۴	۲۵۲
کافر اسلام لائے تو غسل کرے	۴	۳۲۵
غسل خانہ میں ننگے نہانے کا حکم	۴	۳۲۶
غسل میت	۴	۲۵۲
غسل میت کا بیان	۹	۹۱تا۹۹
میت کو بیری کے پتوں سے ابلے پانی کا غسل	۹	۵۱۸
غسل نذر سے لازم نہیں ہوتا	۱۳	۲۵۷
مرد اپنی مردہ بیوی کو غسل نہیں دے سکتا	۲۲	۲۳۵
عورت اپنے مردہ شوہر کو غسل دے سکتی ہے	۲۲	۲۳۵

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ

غصب:

دوست کے مال پر تصرف کا حکم	۲	۵۲۶
نابالغ کی شے دوسری میں شامل ہو جائے تو حکم	۳	۵۳۱
مثلی اور قیمی کا معنی	۳	۵۴۰
مسجد پر ظلماً قبضہ ہوا تو حکم	۸	۹۱
بلا اجازت دوسرے کی اراضی میں دفن کا حکم	۹	۳۷۹
مغصوب زمین میں دفن	۹	۳۸۲
غاصب اگر مغصوبہ شے کو ہبہ کر دے تو	۱۲	۲۲۱
مسجد کی زمین غصب کرنا ظلم ہے	۱۶	۴۰۸
مسجد کی رقم غصب کرنے والا غاصب ہے	۱۶	۵۶۹
غصب کی ایک صورت اور اس کا حکم	۱۷	۱۱۷
مروجہ کچہریوں کا نیلام غصب ہے	۱۷	۱۰۴
باب الغصب	۱۹	۶۴۳ تا ۶۹۲
دیہات مملوکہ کی زمین پر جبراً قبضہ ظلم	۲۰	۱۸۹
غصب کے جانور کا حکم	۲۰	۲۹۰
غیر کا جانور اپنے تصرف میں رکھنا ظلم ہے	۲۰	۴۴۶
بیوہ کا کل جائیداد پر قبضہ ظلم ہے	۲۶	۳۷۱
غصب کے مال کے نفع کا شرعی حکم	۲۶	۳۷۳

غیب کا علم:

غیب کا علم اللہ تعالیٰ کی عطا سے اس کے حبیب ﷺ کو ہے	۲۷	۲۳۳
علم غیب سے متعلق آیت کا سوال	۲۹	۲۳۵

marfat.com

Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
ایمان بالغیب کے متعلق ایک طویل سوال	۲۹	۲۶۷
سرکار کے علم کی وسعت	۲۹	۲۸۳
غیب کا معنی اور انبیاء کے غیب کا ثبوت	۲۹	۳۲۳
مسئلہ علم غیب کا مکمل بیان	۲۹	۴۲۳تا۵۴۸
آیت لااعلم الغیب کی 3 تفسیریں	۲۹	۴۵۰
مسئلہ علم غیب کا اجمالی بیان	۳۰	۳۳۰
علم غیب کا ثبوت قرآن سے	۳۰	۵۶۸
علم غیب کے منکر اس آیت سے سبق لیں	۳۰	۳۳۰

غیبت:

غیبت کی برائی	۱	۷۲۰
غیبت حرام ہے	۲	۳۱۹
غیبت زنا سے بدتر ہے	۲۱	۱۶۲
غیبت زنا سے بدتر کب ہے	۲۱	۱۶۳
کون سی غیبت ممنوع اور کون سی غیر ممنوع ہے	۲۳	۹۶
غیبت زنا سے بدتر	۲۴	۳۵۸،۳۶۲

غیر مسلم:

غیر مسلموں سے تعلقات کی حدود	۱۴	۴۱۲تا۵۴۳

﴿ ف ﴾

فاتحہ:

فاتحہ وایصال ثواب کا بیان	۹	۴۲۱تا۶۴۸

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ

فسق / فاسق :

حج میں فاسق کی اقتداء کا حکم	۳	۴۲۵
فاسق کی اذان کا حکم	۵	۳۷۲
فاسق مؤذن کی اذان کا حکم	۵	۴۲۴
جو وظیفہ پڑھے نماز نہ پڑھے فاسق ہے	۲	۲۲۳
فاسق کو امامت سے معزول کرنا واجب	۲	۴۷۹
بے نمازی فاسق ہے	۲	۵۲۳
فاسق معلن کی امامت مکروہ	۲	۵۴۲
ڈاڑھی ترشوانا اور قصداً بلا عذر نماز قضا کرنا فسق ہے	۲	۵۴۴
سودی دستاویز لکھنے والا فاسق ہے	۲	۵۴۲
رشوت لینے والا فاسق ہے	۲	۵۵۱
فسق کی ایک صورت	۲	۵۵۷
لوطی فاسق ہے	۲	۵۵۹
شطرنج کھیلنا فسق ہے	۲	۵۹۴
فاسق و فاجر کی تعریف اور حکم	۲	۶۰۱
ڈاڑھی ترشوانے والے فاسق	۲	۶۰۳
افیونی اور روزہ بلا عذر چھوڑنے والا فاسق	۲	۶۰۲
فسق کی ایک صورت	۲	۶۱۳
زانی فاسق ہے	۲	۶۳۳
بلا عذر شرعی مسجد میں نماز نہ پڑھنے والا فاسق ہے	۷	۳۹۳
ناچ اور باجے دیکھنے سننے والا فاسق ہے	۱۱	۱۰۹

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
فاسق معلن کی امامت کا حکم	۱۱	۲۳۹
فاسق شرعاً واجب الاھانۃ ہے	۱۱	۳۹۶
فاسق معلن سے ابتداء بالسلام مکروہ	۱۱	۴۱۷
فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے	۱۱	۴۳۳
فاسق صالح کا اور فاسقہ صالحہ کا کفو نہیں ہے	۱۱	۵۳۳
فاسق غیر معلن بھی بنت صلحاء کا کفو نہیں ہے	۱۱	۶۵۸
فاسق اعتقادی فاسق عملی سے بدتر ہے	۱۱	۶۹۸
فاسق معلن کی اذان	۱۳	۳۱۶
فاسق معلن کی امامت	۱۳	۶۵۲
فاسق کی ایک قسم	۱۴	۳۷۷
فاسق کو سید کہنا	۱۵	۱۰۱
فاسق کو سردار بنانا	۱۵	۲۶۰
فاسق کی امامت مکروہ تحریمی	۱۵	۴۴۶
دوسرے کا کبوتر پکڑنے والا فاسق ہے	۱۶	۳۰۹
فاسق نکاح پڑھائے تو حکم	۱۶	۳۶۰
فاسق کی امامت منع ہے	۱۶	۳۶۱
تارک جماعت فاسق ہے	۱۶	۵۵۸
فاسق کی تعظیم کا حکم	۱۶	۶۰۰
فاسق کی اہانت واجب ہے	۱۶	۶۱۰
فاسق شرعاً گواہ نہیں	۱۸	۱۲۹
فاسق کی شہادت مقبول نہ ہونے کا مطلب	۱۸	۲۲۳
فاسق حکم کا موافق شرع فیصلہ مانا جائے گا	۱۸	۴۶۹

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
فاسق قاضی بن سکتا ہے	۱۸	۵۱۳
فاسق کی اقتداء جمعہ میں جائز جبکہ جمعہ ایک جگہ ہو	۱۸	۵۵۵
فاسق معلن کی امامت	۱۸	۶۲۴
فاسق معلن کی گواہی کا حکم	۱۸	۷۲۳
جو حافظ اجرت پر قرآن پڑھنے کا پیشہ کرے فاسق معلن ہے	۱۹	۵۲۹
فاسق کا ذبیحہ	۲۰	۲۵۱
فاسق کا ذبیحہ	۲۰	۲۵۳
فاسق معلن کی امامت	۲۰	۳۰۷
فاسق کی مدح سرائی پر وعید	۲۱	۲۵۴
فاسق کی بیعت ناجائز	۲۱	۶۰۳
فاسق کی گواہی توبہ کے بعد	۲۱	۱۴۹
فاسقوں کیساتھ کھانے پینے کا اثر	۲۲	۲۱۱
چند فاسق معلن	۲۲	۶۰۵
فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے	۲۲	۶۰۵
فاسقوں کے گھر دعوت کا حکم	۲۳	۱۰۰
فاسق کی امامت	۲۳	۹۸
فاسق کی امامت	۲۳	۲۹۹
فاسق کو امام بنانے والے گناہ گار	۲۳	۷۲۶
فاسق کو پیر بنانا حرام	۲۴	۱۳۹
فاسق معلن کی امامت	۲۴	۱۴۲
فاسق کو امام بنانے والوں کا گناہ	۲۴	۴۴۳
فاسقوں کے لئے وصیت مکروہ ہے	۲۵	۴۲۵

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
فاسق کو وراثت سے محروم کرنے کی اجازت	۲۶	۳۶۲
فاسق معلن کی امامت مکروہ تحریمی	۲۸	۵۱

فتویٰ :

دیکھئے افتاء :

فحش گوئی:

فحش گوئی حرام ہے	۲۲	۲۱۴
فحش گوئی کرنے والے کا حکم	۲۲	۲۱۵

فدیہ :

باب الفدیہ	۱۰	۵۲۱تا۵۴۸
نمازوں کا فدیہ	۱۰	۵۴۰
فدیہ کی مقدار تولوں میں	۱۰	۵۴۸
فدیہ روزے کا	۱۱	۲۲۱
جو روزے نہ رکھ سکے اور فدیہ بھی نہ دے سکے تو کیا کرے	۱۱	۲۲۲
فدیہ بلا عذر شرعی منع	۱۴	۳۷۴

فرض :

فرض کی اقسام اور تعریفیں	۱	۲۴۰
وضو کے فرائض	۱	۲۶۴
کتنی داڑھی دھونا فرض ہے	۱	۲۱۴
فرائضِ غسل	۱	۵۱۹
فرض کی اقسام اور تعریفیں	۱	۱۸۰
فرض سے حرام تک احکامِ شرعیہ کی 11 قسمیں	۱	۹۰۷

marfat.com
Marfat.com

صفحہ	جلد	عنوان مسئلہ
۹۵۰	۱	فرض ایمان کی تکمیل ہے
۵۳۶	۳	فرض عین فرض کفایہ سے قوی ہے
۴۸	۴	کوئی چیز حضور ﷺ جب بھی طلب فرمائیں دینا فرض ہے
۳۲۶	۵	فرائض نماز کی فرضیت میں برابری کا سوال
۱۵۸	۶	صرف تکبیر تحریمہ کی قدرت پر تکبیر تحریمہ بھی فرض ہے
۱۹۳	۶	نماز میں قرآن پڑھنا فرض تصور کافی نہیں
۶۴۱	۶	فرض واجب وغیرہ کے احکام
۳۱۱	۸	حج کے دونوں خطبے فرض ہیں یا ایک سنت ایک فرض
۱۱۸	۹	سرکار ﷺ کے تبرکات کی تعظیم فرض ہے
۷۸۹	۱۰	حج کے فرض
۲۰۵	۱۱	جان کا رکھنا ہر فرض سے اہم
۹۹	۱۵	سرکار ﷺ کا نام ادب سے لینا فرض ہے
۲۰۸	۱۵	غیر مقلدوں کے ہاں سورۂ فاتحہ نماز میں فرض ہے
۱۱۳	۱۶	بیع فاسد کا فسخ فرض ہے
۴۲۰	۲۲	سادات کی تعظیم فرض ہے
۱۱۲	۲۳	فاسق کی نمازِ جنازہ فرض ہے
۶۱۱	۲۳	زوجہ کا کفن شوہر پر فرض ہے

فرائض :

دیکھئے میراث :

فضائل ومناقب:

صفحہ	جلد	عنوان مسئلہ
۱۴۵	۱	امام اعظم علیہ الرحمہ کی فضیلت میں امام اعمش کا فرمان

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
امام اعظم علیہ الرحمہ کے فضائل	۱	۱۴۷
سرکار ﷺ کے فضلات شریفہ طیب وطاہر ہیں	۱	۵۸۴
ہمارے امام اعظم علیہ الرحمہ تابعین میں سے ہیں	۱	۱۷۳
امام اعظم علیہ الرحمہ کے فضائل	۲	۶۳
امام اعظم وابویوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کے فضائل	۲	۶۵،۶۴
حضور ﷺ کے وضو کا پانی طاہر مطہر ہے	۲	۹۱
سرکار ﷺ کی انگشتان کا پانی ہر پانی سے افضل ہے	۲	۴۷۷
ہر نعمت سرکار ﷺ بانٹتے ہیں	۳	۲۰۸
کاشانہ نبوت ﷺ کی حالت	۳	۲۴۳
کوثر افضل یا زم زم	۳	۲۴۵
ربیع الاوّل میں ولادت کی حکمت	۳	۲۴۷
افضلیت کوثر کے دلائل	۳	۲۴۸
حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے فضائل	۴	۵۱۵
فضائل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ	۵	۳۳۶ ،۳۱۱
فضیلت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ	۵	۵۴۴
پانچوں نمازوں کے فضائل تورات میں	۵	۵۲
مردہ سنت زندہ کرنے کے فضائل	۵	۳۹۷
امام سیوطی علیہ الرحمہ کی فضیلت	۵	۴۹۳
سرکار ﷺ کے فضائل	۵	۵۲۸
خوشبو سونگھ کر درود پڑھنا مستحب ہے	۵	۵۶۵
درود پاک کے فضائل	۶	۱۸۳
عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے کے فضائل	۶	۲۰۳

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
عمامہ کے فضائل	۶	۲۰۸
سورۃ اخلاص کا ثواب	۷	۶۹
تہجد کی نیت سے سونے والے کا حکم	۷	۸۳
تہجد صالحین کی عادت ہے	۷	۸۵
تہجد سنّت ہے	۷	۴۰۰
شیخ وجیہ الدین علوی علیہ الرحمہ کے فضائل	۷	۵۷۲
نماز غوثیہ کے فضائل	۷	۶۳۴
نماز کی فضیلت	۷	۶۳۷
فضائل حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما	۸	۶۰۸
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے فضائل	۸	۶۰۹
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے فضائل	۸	۶۱۰
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل	۸	۶۱۰
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل	۸	۶۱۲
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے فضائل	۸	۶۱۲
حضرت بتول زہراء رضی اللہ عنہا کے فضائل	۸	۶۱۴
حضرت حبیب بن مسلمۃ رضی اللہ عنہ کے فضائل	۸	۵۲۲
فضائلِ اصحابِ کہف رضی اللہ عنہم	۹	۱۳۲
امام علی رضا رضی اللہ عنہ	۹	۱۳۳
فضائل عمر فاروق رضی اللہ عنہ	۹	۲۴۵
فضائل سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ	۹	۲۹۹
فضائل امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ	۹	۳۱۳
فضیلت سیدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۹	۳۶۷

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
فضائل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا	۹	۳۶۹
امام تقی الدین سبکی علیہ الرحمۃ کے فضائل	۹	۵۱۲
حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ	۹	۵۲۱
حضرت مریم بنت عمران و حضرت آسیہ علیہما السلام	۹	۵۶۴
حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ	۹	۶۹۴
جبریل امین علیہ السلام	۹	۸۲۹
حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ	۱۰	۸۴
امام اعظم علیہ الرحمۃ	۱۰	۱۹۹ ، ۲۰۰
امام عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ	۱۰	۲۰۰
حسنین کریمین کے فضائل	۱۰	۸۱۱
خدمات سادات کے فضائل	۱۰	۱۰۵
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فضائل	۱۱	۷۳۰
امام خصاف علیہ الرحمہ	۱۱	۱۱۳
سرکار ﷺ کے فضائل	۱۱	۲۷۳
حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۱۱	۳۲۶
حضرت شیخین رضی اللہ عنہما	۱۱	۳۲۶
عالم دین کے فضائل	۱۱	۷۱۳
دین دار عالم کے فضائل	۱۱	۷۱۳
سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہ کے فضائل	۱۲	۳۰۳
زوجہ مطہرہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ	۱۲	۳۰۴
حضرت اسماء بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہما	۱۲	۳۱۰
شیخ بقاء بن بطو علیہ الرحمہ کے فضائل	۱۳	۶۰۱

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
حضور غوثِ پاک علیہ الرحمہ کے فضائل	۱۳	۶۰۰ تا ۶۰۳
امام عطا بن ابی رباح کے فضائل	۱۴	۴۴۱
سرکار ﷺ کو علم غیب عطائی ہے	۱۵	۱۴۳
سرکار ﷺ شاہد ہیں	۱۵	۱۶۸
اوصاف حضرت مسیح علیہ السلام	۱۵	۶۱۵
خصائص سرکار ﷺ	۱۵	۶۲۸
اللہ پاک ہے پاک کو قبول فرماتا ہے	۱۷	۳۵۱
سب سے افضل کسب کون سا ہے	۱۷	۳۶۹
فضائل سیدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ	۲۱	۳۲۱
فضیلت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۲	۲۵۵
فضیلت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما	۲۲	۲۶۱
فضیلت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ	۲۲	۲۶۴
فضیلت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ	۲۲	۲۶۵
فضیلت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ	۲۲	۲۶۶
فضائل امام قاضی خان علیہ الرحمۃ	۲۲	۲۷۰
فضائل امام عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ	۲۲	۲۹۳
فضائل امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ	۲۲	۲۹۶
فضائل امام الائمۃ سیدنا امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ	۲۲	۳۲۳
سرکار ﷺ کا حلیہ مبارک	۲۲	۶۳۲
اونٹ نے سرکار ﷺ کو سجدہ کیا	۲۲	۴۳۸
سرکار ﷺ جانوروں کی بولیاں سمجھتے تھے	۲۲	۴۴۲
سرکار ﷺ کے لئے دو درختوں نے مل کر پردہ بنایا	۲۲	۴۴۵

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
سرکار ﷺ کے بلانے پر درخت زمین پر اتر آیا	۲۲	۴۴۶
سرکار ﷺ کے مرض وصال کے احوال	۲۲	۴۵۴
سرکار ﷺ کے خصوصی فضائل	۲۲	۶۱۴
شیخ ابوطالب مکی علیہ الرحمہ کے فضائل	۲۲	۵۵۷
فضائل اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم	۲۳	۲۴۳
قاری قرآن کے فضائل	۲۳	۶۴۳
محمد بن ابراہیم علیہ الرحمہ کے فضائل	۲۳	۶۶۱
صدقہ کے فضائل	۲۴	۱۸۵
اولیاء کے فضائل	۲۴	۴۷۱
صحابہ کے فضائل	۲۴	۴۷۳
اہل بدر کے فضائل	۲۴	۴۷۳
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے فضائل	۲۴	۴۷۳
حاجی کے فضائل	۲۴	۴۶۶
حضور غوث اعظم علیہ الرحمہ کے القابات	۲۴	۲۴۱
امام ابوجعفر طحاوی علیہ الرحمہ کے فضائل	۲۴	۲۵۱
حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل	۲۴	۲۹۴
حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب	۲۶	۵۸۸
سیدنا غوث اعظم علیہ الرحمہ کے فضائل	۲۶	۵۵۹
حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل	۲۶	۵۸۸
امام ابویوسف علیہ الرحمہ کے فضائل	۲۷	۷۶
امام اعظم علیہ الرحمہ کے فضائل	۲۷	۷۷
مولانا وصی احمد صورتی علیہ الرحمہ کی عظمت	۲۷	۲۰۰

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ افقہ الصحابہ بعد از خلفاء ہیں	۲۷	۲۳۵
حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحبِ سرِّ رسول	۲۷	۲۳۵
حضور غوثِ پاک علیہ الرحمہ کے فضائل	۲۸	۲۵۸
سیدنا امام احمد رفاعی علیہ الرحمہ کی عظمت کا بیان	۲۸	۳۶۷ تا ۳۹۹
سیدنا غوثِ اعظم علیہ الرحمہ کی عظمت کا باب	۲۸	۳۶۷ تا ۴۳۱
افضلیتِ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۸	۴۲۰
حضرت بلال، حضرت امِ سلیم رضی اللہ عنہما کے فضائل	۲۸	۴۲۱
حارثہ بن نعمان، نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے فضائل	۲۸	۴۲۳
خاتونِ جنت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل	۲۸	۳۶۱
فضائل سیدنا غوثِ اعظم علیہ الرحمہ	۲۸	۳۶۲
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل	۲۸	۴۳۳ تا ۴۶۶
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مناقب	۲۸	۴۵۶
حضرت فاروقِ اعظم اور حضرت عثمانِ غنی کا مقام ومرتبہ	۲۸	۴۶۴
افضلیت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ میں مستقل رسالہ	۲۸	۴۹۱ تا ۶۸۳
فضیلتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ	۲۸	۵۲۶
سیدنا عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں زندہ ہیں	۲۸	۶۱۰
خضر علیہ السلام نبی ہیں	۲۸	۶۱۰
میر عبدالواحد بلگرامی علیہ الرحمہ کے فضائل	۲۸	۴۸۵
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت بلال کو آزاد کرنا	۲۸	۵۰۶
صحابہ کی کثیر تعداد کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آزاد فرمایا	۲۸	۵۰۹
صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فضائل	۲۹	۲۲۷

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
سرکار ﷺ کے خصوصی فضائل	جلد ۲۹	۹۸،۱۱۳،۲۰۱،۲۵۵،۳۵۸،۳۹۰،۵۰۶، ۵۱۳،۵۲۲،۵۲۹،۵۳۲،۵۷۵،۵۸۰
سرکار ﷺ کے فضائل وخصائص کا تفصیلی بیان	۳۰	۱۲۶تا۷۷۰
حضور ﷺ سب رسولوں سے افضل	۳۰	۱۲۹
حضور ﷺ سراپا نور ہیں	۳۰	۱۹۳
حضور ﷺ پر ایمان لانے کا مطلب	۳۰	۳۰۷
حضور ﷺ مشکل کشا، حاجت روا ہیں	۳۰	۳۵۹
حضور ﷺ مالکِ احکام شرع ہیں	۳۰	۵۰۰
حضور ﷺ نور ہیں	۳۰	۶۵۷
حضور ﷺ کا سایہ نہ تھا	۳۰	۶۹۵،۷۱۵
حضور ﷺ کا سایہ نہ تھا	۳۰	۷۳۷

فضولی:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
فضولی کا تصرف مالک کے اذن پر موقوف ہے	۹	۲۹۵
فضولی کون ہے	۱۱	۱۱۴
نکاح فضولی موقوف	۱۱	۱۴۵
عقد فضولی محض فضولی نہیں ہے	۱۱	۱۶۱
عقد فضولی کا حکم	۱۱	۱۶۶
اگر کفو میں فضولی نکاح کرے تو حکم	۱۱	۱۶۹
فضولی کو اجازت دہندہ نہ ہو تو عقد باطل	۱۱	۱۷۳
نکاح فضولی کا حکم	۱۱	۵۲۲
نکاح فضولی موقوف	۱۱	۵۲۶

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
نکاح فضولی کا حکم	۱۱	۵۳۵
عقد فضولی باطل کب ہوگا	۱۱	۵۹۳
فضولی کے شراء کا انعقاد	۱۲	۲۵۵
فضولی کی طلاق کا حکم	۱۲	۶۴۳
فضولی کا نکاح	۱۳	۲۲۳
فضولی کا نکاح	۱۳	۳۰۷
فضولی کی بیع	جلد ۱۷	۹۹،۱۰۰،۱۰۲،۱۰۵،۱۰۶
فضولی کی بیع کا مکمل بیان	۱۷	۱۹۳تا۲۱۶
فضولی کی بیع کا حکم	۱۸	۱۵۹
نکاح فضولی جائز مگر......	۱۸	۳۲۰،۶۰۹

فطرانہ :

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
صدقہ فطر کی مقدار اور تفصیل	۱۰	۲۵۲
صدقہ فطر کا بیان	۱۰	۲۹۱
عورت کا فطرہ شوہر پر نہیں	۱۰	۲۹۴
صدقہ فطر کی مقدار	۱۰	۲۹۵
عورت کا فطرہ کس پر	۱۰	۲۹۶
فطرہ کی احتیاطی مقدار	۱۰	۲۹۷
صدقہ فطر کا نصاب	۲۰	۳۶۶
صدقہ فطر میں تملیک ضروری ہے	۲۰	۵۴۲
فطرانہ مسجد میں دینے کا حکم	۲۳	۱۰۶

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ

فلسفہ :

جماد من حیث ھو جماد سے سوال	۹	۸۵۱
ادراک بالبصر، تین امور پر موقوف ہے	۹	۸۵۵
حیات ادراک کے لئے شرط ہے	۹	۹۳۰
نفس کا آن واحد میں کئی طرف متوجہ ہونا جائز	۹	۹۳۴
اعراض متجدد ہیں	۱۴	۴۶۶
قانون فطرت	۱۴	۵۵۴
تسلسل کب محال ہے	۱۵	۵۰۷
فلاسفہ کے کفریات	۲۳	۶۳۴
اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے فلسفہ اور سائنس پر دقیق شہپارے	۲۳	۳۱۲تا۳۵۱
فلسفہ کی کتب کو درس نظامی میں شامل کرنے کی وجہ	۲۳	۶۳۶
فلسفے کو فقہ پر ترجیح دینے کا حکم	۲۳	۴۴۲
زمین وآسمان کی تخلیق کے مراحل	۲۶	۶۰۰
چند فلسفی تحقیقات	۲۷	۹۳ تا ۱۰۲
فلسفیانہ نظریات کی کتاب کا زوردار رد	۲۷	۱۰۵ تا ۱۸۸
فلسفۂ قدیمہ کے نظریات کے رد پر رسالہ	۲۷	۳۸۳تا۵۷۱
چند سائنسی اور فلسفی ضوابط	جلد ۲۹	۷۷، ۱۵۵، ۲۰۰، ۲۷۰، ۳۵۰
چند فلسفی ضابطے	۳۰	۶۸۲، ۶۹۴، ۷۴۷، ۷۵۸

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ

فقیر:

فقیروں کی تعریف اور تفصیل	۱۹	۲۰۰

فونوگراف (ٹیپ ریکارڈ):

فونوگراف (ٹیپ ریکارڈ) کی شرعی حیثیت	۲۳	۳۶۸تا۳۱۱

﴿ق﴾

قادیانی:

قادیانی مرتد ہیں	۱۱	۵۰۸
مرد قادیانی عورت مسلمان کا حکم	۱۲	۲۶۱
قادیانی اور ان کے عقائد	۱۴	۱۷۹
قادیانیوں کو رشتہ دینا	۱۴	۳۲۱
قادیانی کافر	۱۴	۳۸۵
قادیانی سے مقاطعہ کو ناحق جاننا کفر ہے	۱۴	۶۵۴
قادیانیوں کے رد کا مکمل بیان	۱۵	۷۳۹تا۵۷۱
قادیانی مرتد اور اس کو نبی ماننے والے کا حکم	۲۱	۱۷۹
قادیانی مرتد ہیں	۲۳	۵۹۵
قادیانی سے مسجد کے لئے پیسے نہ لیں	۲۴	۳۲۷

قاضی/قضا:

قاضی کی تعریف اور شرائط	۸	۵۶۷
قاضی نکاح خوان شرعی قاضی نہیں ہے	۹	۱۷۴
کتاب القاضی الی القاضی	۱۰	۴۱۳

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
حکم قاضی رافع خلاف ہے	۱۱	۱۲۷
قاضی شرط نکاح نہیں	۱۱	۲۹۶
قاضی نکاح کے شرعاً کچھ اختیارات نہیں	۱۱	۲۹۷
قاضی شرع کون ہے	۱۱	۴۴۴
قاضی مجتہد کا حکم	۱۱	۴۸۵
انگریزی کچہری شرعی دار القضا نہیں	۱۱	۵۶۴
عدم کفاءۃ کے سبب فسخ صرف قاضی کے ہاں ہے	۱۱	۶۳۶
جہاں قاضی نہ ہو مسلمان کیا کریں	۱۱	۶۴۷
اختیار قاضی کا مسئلہ	۱۱	۶۶۷
فاسق عہدہ قضا کا مستحق نہیں	۱۲	۴۶۲
قاضی شرع نہ ہو تو حاکم شرعی کون ہے	۱۲	۵۰۶
قاضی ظاہر پر فیصلہ کرے	۱۳	۴۴۲
قاضی حنفی کا اپنے مسلک کے خلاف حکم نافذ نہیں	۱۳	۴۷۶
ذمیوں کے لئے کافر قاضی جائز	۱۴	۴۲۳
ایک قاضی کے غلط فیصلہ کو دوسرا قاضی رد کر سکتا ہے	۱۷	۲۰۱
احکام قضا دار الحرب اور دار البغاۃ نافذ نہیں	۱۷	۳۱۸
کتاب القضاۃ	۱۸	۱۳۹تا۷۳۷
طلب مواثبت کی تین صورتیں	۲۰	۱۳۶
قاضی کو ولایت عامہ حاصل ہے	۲۰	۱۷۶
عہدۂ قضا قبول کرنے کی صورتیں	۲۳	۶۱۰
فاسق قاضی شہر کا سوال و جواب	۲۴	۳۶۱،۳۶۳
قاضی کو نا تمام عقد جبراً تمام کرنے کا حق نہیں	۲۵	۲۲۸

marfat.com
Marfat.com

صفحہ	جلد	عنوان مسئلہ

قبر / قبرستان :

۷۲۱	۴	قبر پر قرآن پڑھنے کا حکم
۳۴۹	۵	قبر پر نماز پڑھنے کا حکم
۶۰۷	۷	صالحین کی حیات میں اور وفات کے بعد ان کی قبور کی طرف چلنا یکساں ہے
۱۱۳	۸	قبروں کو برابر کر کے مسجد میں شامل کرنا حرام
۱۲۴	۸	قبریں پاٹ کر مسجد بنانے کا حکم
۱۳۴	۹	قبر میں شجرہ رکھنے کا حکم
۱۶۴	۹	قبر پر اذان جائز
۲۴۵	۹	قبر کے پاس دعا کھڑے ہو کر جائز
۲۶۵	۹	قبر میں شجرہ رکھنا منع نہیں
۲۶۷	۹	منہدم قبرستان میں جنازہ پڑھنا
۳۷۱	۹	قبر میں میت لٹانے کی صورت
۳۷۲	۹	قبر کتنی اونچی ہو
۳۷۳	۹	قبر کھودنے کے آلات
۳۷۷	۹	جمعہ تک قبر پر بیٹھنے کا حکم
۳۸۰	۹	دوامی پٹہ والی زمین پر قبر کا حکم
۳۸۲	۹	قبر کی گہرائی کی مقدار
۳۸۵	۹	خالی قبرستان چھوڑ کر بھرے میں دفن کرنا
۴۰۳	۹	قبر کھل جائے تو حکم
۵۲۲تا۶۵۹	۹	زیارت قبور کا بیان
۴۰۳تا۵۲۲	۹	قبر و مقابر کے احکام

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
قبروں پر پھول ڈالنا ثواب ہے	۹	۷۶۰
قبر کا بھیانک ماحول	۹	۹۳۵
مرمت قبر کے لئے وقف صحیح نہیں	۱۶	۲۴۸
قبر کے قرب میں نماز	۱۶	۴۲۴
قبروں پر نماز ناجائز	۱۶	۵۰۳
قبرستان سے نیا راستہ نکالنا منع	۱۶	۵۰۸
قبور کی زیارت	۲۱	۶۴۳
قبر کی بلندی کی حد شرع	۲۱	۴۳۲
قبرستان میں عورتوں کی حاضری	۲۲	۲۴۹
بوسہ قبر کا حکم	۲۲	۳۸۲
طواف قبر کا حکم	۲۲	۳۸۲
طواف قبر سے متعلقہ خلاصہ کلام	۲۲	۳۹۹
قبر کے سامنے نماز منع	۲۲	۴۷۹
قبور پر عورتوں کی حاضری	۲۳	۱۱۱
قبر پر اذان کا حکم	۲۳	۳۷۳
قبر کا نشان لگانا محمود	۲۵	۴۲۳
قبر کے گرد حفاظتی تعمیر کا حکم	۲۵	۴۲۴
قبر کی زیارت بوسہ و طواف کا حکم	۲۹	۲۰۵
قبر میں سوال روح سے ہے	۲۹	۲۷۳
قبور پر عورتوں کی حاضری	۳۰	۷۲

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ

قبلہ / کعبہ :

تحری اصالۃً قبلہ ہے	۳	۵۵۲
تمام بلاد کے قبلہ کا خاص تخمینہ ممکن نہیں	۶	۵۵
سمت قبلہ کے بیان میں رسالہ	۶	۶۴ تا ۱۱۷
سلام کے بعد امام کا قبلہ رو بیٹھنا مکروہ ہے	۶	۱۹۰
قبلہ رو بعد سلام امام کا بیٹھنا مکروہ ہے	۶	۲۰۴
روضۂ اقدس کی حاضری میں منہ قبلہ کی طرف ہو یا نہ ہو	۷	۶۰۵
بعد سلام امام کا قبلہ رو بیٹھنا مکروہ ہے	۸	۳۵۶
تعمیر کعبہ میں کی گئی تبدیلیوں کو برقرار رکھنے کی وجہ	۱۲	۳۱۶
قبلہ کی دیوار میں حد نظر تک نقش ونگار منع	۱۶	۴۹۸
اہل قبلہ کون ہیں	۲۱	۱۶۴
کعبہ نماز کا قبلہ ہے	۲۲	۵۲۴
کعبہ کس چیز کا نام ہے	۲۲	۵۲۸
کچھ آداب قبلہ کا ذکر	۲۳	۳۵۰
قبلہ کی طرف پاؤں کرنا	۲۳	۳۸۵
جہت قبلہ میں صلیب ہو تو حکم	۲۴	۵۴۱

قتل:

کفار میں ذمی شامل ہو تو سب کا قتل منع ہوگا	۲	۵۳۸
جن کے قتل کی اجازت ان کا مُثلہ منع ہے	۳	۶۶۷
قتل کی دھمکی پر کھایا تو روزہ ٹوٹ جائے گا	۱۰	۴۹۵
قرآن کو مخلوق کہنے والے کو قتل کریں گے	۱۵	۳۸۱

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
ایک نمازی کو قتل کرنے کا حکم	۲۹	۵۳۰
چور کو قتل کا حکم	۲۹	۵۳۱

قدر و قضا:

دیکھئے تقدیر :

قذف :

حد قذف کا بیان	۲۱	۱۸۴
محدود فی القذف کی شہادت مردود ہے	۲۴	۳۴۲

قرآن کریم :

حروف ہجا منزل من اللہ ہیں	۱	۸۹۷
بعض آیات قرآنی کا بہ نیت دعا جنبی حائض کو پڑھنا	۱	۱۰۷۷
قرآن کریم کو مس کرنا	۲	۹۵
محض دھلے ہاتھ سے مس کرنا منع ہے	۲	۹۹
خوف فوت جنازہ تیمم سے مس مصحف کا حکم	۳	۳۰۵
محتلم نے مسجد سے نکلنے کا تیمم کیا تو قرآن کریم کی تلاوت اس سے منع	۳	۴۸۰
بے وضو اگر قرآن کریم کو مس کرنا چاہے تو تیمم کرلی	۳	۵۵۷،۵۵۵
قرآن کی تجوید کتنی سیکھنا فرض عین ہے	۳	۲۵۳
صرف تصور میں قرآن پڑھنے کا حکم	۴	۳۶۶
عند البعض حروف تہجی بھی قرآن ہیں	۴	۶۰۰
قرآن کو چھوٹی تقطیع پر لکھنا	۴	۶۱۰
اجرت پر قرآن پڑھنا	۴	۷۲۱
اس امت پر قرآن کریم کا حفظ آسان	۵	۶۷

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
مقتدی کو قرآن کریم پڑھنا منع	۶	۱۸۳
قرآن کریم کو ترتیب سے پڑھنا	۶	۲۳۹
حضر میں مقدار قرأت کیا ہے	۶	۳۲۳
قرآن کریم کی ایک آیت پڑھنا فرض ہے	۶	۳۲۹
ایک جگہ چند آدمیوں کا بلند آواز سے قرآن پڑھنا منع ہے	۶	۳۳۸
حروف کی تصحیح تک قرآن کریم کی تجوید سیکھنا فرض عین ہے	۶	۳۴۳
قرآن الٹا پڑھنا حرام ہے	۶	۳۴۷
قرآن خوانی کی اجرت حرام	۶	۶۴۷
تراویح میں ختم قرآن کا حکم	۷	۴۵۸
تراویح میں قرآن کریم کی آخری سورتیں پڑھنا	۷	۴۵۹
تراویح ختم قرآن میں المفلحون کے بعد آیات کے پڑھنے کا حکم	۷	۴۶۹
کفارے میں قرآن کریم ہدیہ کرنے کا حکم	۸	۱۶۴
کفارے میں قرآن دینا	۸	۱۷۵
ہر ختم قرآن پر ایک دعا مقبول ہے	۸	۵۱۸
درد زہ میں قرآن کریم لکھ کر عورت کو پلانا	۹	۱۲۰
قرآن کریم کے اعراب کس نے لگوائے	۹	۵۰۸
نابالغ حافظ نوافل میں قرآن کریم سنائے اور روزہ نہ رکھ سکے تو حکم	۱۰	۳۴۵
رمضان المبارک میں تلاوت قرآن کی فضیلت	۱۰	۳۵۱
جو قران کریم کو ناقص مانے، اس کا حکم	۱۱	۴۲۰
قرآن کریم میں ایک نقطے کی کمی کا قائل کافر ہے	۱۱	۶۹۱
قرآن کریم کی قسم	۱۳	۵۷۵،۴۹۸
قرآن کی تعلیم پر اجرت جائز	۱۳	۵۹۵

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
قرآن مجید میں نقص وزیادت کے قائل کا حکم	۱۴	۲۶۱،۲۵۹
قرآن کریم پر سونا چڑھانا مستحسن ہے	۱۶	۲۹۳
قرآن مجید غلط تعبیر سے بری ہے	۱۸	۵۲۴
قرآن کریم کی تعلیم پر اجرت کا حکم	۱۹	۴۳۵،۴۲۰
قرآن کریم کی تعلیم پر اجرت کا حکم	۱۹	۵۲۱،۴۹۵
قرآن کریم کو چومنا مستحب ہے	۲۲	۵۶۴
قرآن کریم میں ہر شے کا روشن بیان	۲۲	۶۱۸
قرآن مجید کے بوسیدہ اوراق کو جلانے کا حکم	۲۳	۳۳۸
قرآن کریم کو فونوگراف پر بھرنا اور سننے کا حکم	۲۳	۴۱۱
قرآن مجید نجاست کی جگہ پڑھنا منع ہے	۲۳	۴۵۳
میت کے غسل سے پہلے تلاوت قرآن کا حکم	۲۳	۴۵۳
قرآن پاک اجرت پر پڑھوانا حرام	۲۳	۵۳۷
قرآن کریم کو بھول جانے کی سخت وعیدیں	۲۳	۶۴۵
قرآن کریم کی ترجمے کی ایک صورت	۲۳	۶۷۸
نماز میں قرآن دیکھ کر پڑھنے کا حکم	۲۴	۵۴۱
قرآن مجید کی جھوٹی قسم کھانا	۲۵	۳۰۳
قرآن پر اعراب کس نے لگائے	۲۶	۳۹۹
جمع قرآن اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ	۲۶	۴۳۹
قرآنی صحیفے کس کس کے پاس رہے	۲۶	۴۴۰
قرآن کریم کی آیات متشابہات پر اعتراضات وجوابات	۲۹	۱۹۹

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ

قرأت :

جنبی کی قرأت کی تحقیق	۱	۱۰۷۷تا۱۱۱۸
اتنی قرأت کہ حروف ممتاز ہوں، فرض عین	۳	۲۵۳
قرأت	۶	۱۸۲
باب القرأۃ	۶	۲۳۹تا۳۷۳
قرأت خلف الامام کی بحث	۶	۲۴۰
چند آیات کی قرأت کا سوال	۶	۲۴۴
ضاد کے مخرج کا بیان	۶	۲۷۲
شہداء بئر معونہ کو قراء کہنے کی وجہ	۷	۵۱۷
فرض کی پچھلی رکعتوں میں قرأت معاف ہونے کی وجہ	۷	۶۱۵
بسملہ جزو قرآن یا جزو سورت	۷	۶۶۷
نماز میں بسملہ کی قرأت بلند آواز سے	۷	۶۸۵
بسملہ کے جہر و اخفاء کا مسئلہ	۷	۶۸۷
نماز جمعہ میں قرأت کی مقدار	۸	۴۹۴
سورۃ والضحیٰ تا سورۃ الناس تکبیر کا حکم	۸	۶۲۱
فاتحہ کے بعد بسم اللہ ترتیل سے پڑھی تو حکم	۸	۱۹۴
فاتحہ کے بعد سورۃ پڑھے بغیر رکوع میں چلا جائے تو حکم	۸	۱۹۶
قرآن کریم کی قرأت دوران نماز دیکھ کر پڑھنے کا حکم	۹	۵۷۱
تراویح میں ختم قرآن سنت نہ کہ واجب	۱۰	۵۹۸
نماز میں فرض ابتدائی آیت کی قرأت ہے اگرچہ پورا قرآن پڑھے	۱۰	۶۰۰
قرأت عشرۃ منزل من اللہ ہیں	۱۲	۳۱۵

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
غیر معروف قرأت نماز میں نہ پڑھی جائے	۱۲	۳۱۵
اگر بلاقصد قرأت انداز موسیقی پر ہو تو حکم	۲۳	۳۵۸
قرأت کے کچھ ضابطے	۳۰	۹۳ ، ۹۴

قربانی :

حج کے لئے رکھی رقم پر قربانی زکوٰۃ واجب ہیں	۱۰	۱۴۰
سرنا فنڈ میں قربانی یا زکوٰۃ دینے کا حکم	۱۰	۲۹۰
احرام کی قربانیاں	۱۰	۷۶۹
احرام کی قربانی کے لئے حرم شرط ہے	۱۰	۷۷۰
قربانی کے انکار کا حکم	۱۴	۳۲۳
قربانی کا ثبوت	۱۴	۵۶۸،۵۷۵
قربانی کے گوشت میں اختیار	۱۴	۷۰۸
قربانی کا گوشت کافر کو منع	۱۴	۷۰۸
قربانی گائے کی	۱۴	۵۴۵،۷۱۰
قربانی کے گوشت کی تقسیم	۲۰	۲۵۳
باب الاضحیۃ	۲۰	۳۵۳تا۵۷۹
گائے کی قربانی شعائر اسلام سے ہے	۲۱	۲۲۸
قربانی کی کھال کا مصرف ہر نیک کام ہے	۲۵	۲۷۵

قرض / مقروض :

قرض کے روپوں کی زکوٰۃ	۱۰	۱۶۶
قرض پر زکوٰۃ کا حکم	۱۰	۱۶۷
شوہر مقروض کی وجہ سے عورت مقروض نہ ہوگی	۱۰	۱۶۸

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
قرض کی ایک صورت	۱۰	۱۸۵
مقروض کی زکوٰۃ	۱۰	۲۵۰
لاکھوں روپے قرض میں ہوں تو ایک قول کا حکم	۱۰	۵۳۵
بیٹی کا قرض باپ پر جہیز دیا تو حکم	۱۲	۲۳۱
مدیون کو مہلت دینے کا اجر	۱۲	۱۳۹
قرضہ کے سبب نفقہ میں تنگی نہیں	۱۳	۴۶۷
اسقاط دین پیش از وجوب	۱۳	۴۳۹
قرض کی بیع	۱۷	۱۶۶
قرض مردہ کی تعریف	۱۷	۱۶۷
باب القرض	۱۷	۲۶۹تا۲۸۷
مزید دیکھئے : دین		

قِسَم :

باب القِسَم	۱۲	۲۷۳تا۲۸۶

قسم (یمین) :

نماز نہ پڑھنے کی قسم کھائی تو حکم	۲	۶۸۱
چار عورتیں اور ۱۰ یا زائد غلام اگر ایک کو طلاق کہا تو حکم	۳	۱۳۷
قسم کھائی پانی پینے کی زعفران پیا تو حکم	۳	۱۸۳
قسم اور وعدہ کا اجتماع	۴	۱۱۴،۱۱۵
قسم کا کفارہ طعام سے نہ دے سکے تو حکم	۴	۲۰۰
نکسیر پھوٹنے سے وضو نہ کرنے کی قسم اور حکم	۴	۲۲۹
گھر نہ جانے کی قسم کھائی، صحن میں گیا تو حکم	۸	۶۰

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
قسم کی ایک صورت اور حکم	۹	۸۳۸
گوشت کے نہ کھانے کی قسم کھائی، مچھلی کھانے سے حانث نہ ہوگا	۹	۸۴۱
قسم کے مسائل کی دو قسمیں	۹	۸۸۴
لاکھوں کا مالک مگر قرض میں دیئے تو پیسہ نہ ہونے کی قسم کا حکم	۱۰	۵۳۵
قسم کے بعد غیر کو بہتر جانے تو حکم	۱۱	۱۹۹
ولی کی جھوٹی قسم کا حکم	۱۱	۶۷۷
طلاق کی مدعیہ عورت کی قسم کا حکم	۱۲	۳۷۳
عدم نیت میں شوہر کی قسم معتبر ہے	۱۲	۶۰۶
یمین فور سے متعلقہ مسائل	۱۳	۱۴۸
یمین کی بناء عرف پر	۱۳	۱۵۱
کتاب الایمان	۱۳	۴۹۵تا۵۷۹
کفارکی قسمیں کچھ نہیں	۱۴	۵۱۰
ان شاء اللہ کا استعمال قسم وعدہ میں	۱۶	۶۲۰
مقرا گر اقرار سے پھر جائے تو قاضی پر قسم لینے کی تفصیل	۱۹	۱۱۷
قسم کی ایک صورت	۲۱	۳۴۷
کب قسم توڑے اور کفارہ دے	۲۳	۶۳۷
اگر کسی امر کا وعدہ حلف متکلم سے کرے تو اس کے خلاف کا حکم	۲۴	۳۵۵
باب القسم	۲۵	۳۰۳
مدعی کا حلف غیر معتبر ہے	۲۵	۶۵۲

قسمت:

مثلیات مشترکہ کا مسئلہ	۲	۵۳۹

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ

﴿ک﴾

کافر / کفر:

کافر تیمم کرکے مسلمان ہو تو حکم	۳	۵۵۴
نماز میں متیمم کو کافر کا پانی دینا	۴	۳۳
احکام دینی میں کافر کی خبر نامعتبر ہے	۴	۴۸۱
کفار کے کھانے کا حکم	۴	۴۸۷
کفار کے کپڑے کا حکم	۴	۴۹۰
کافر کے جھوٹے کا حکم	۴	۳۴۷
کافر کی نوکری کا حکم	۴	۷۴۸
کافر مرے تو اس کے رشتے دار کیا کریں	۹	۳۹۰
کافر کے لئے ایصال ثواب جائز نہیں	۹	۶۴۷
کافر کی روح کہاں ہوگی	۹	۶۵۴
کیا کافر مجاہر سے سوال قبر ہوگا	۹	۸۹۴
ایک حدیث سے کفار کو صدقہ دینے کے استدلال کا جواب	۱۰	۳۲۸
رضا بالکفر بھی کفر ہے	۱۱	۱۷۱
کلمہ گو کو کافر کہنے کی سزا	۱۱	۳۷۹
قرآن کو ناقص ماننے والا کافر ہے	۱۱	۴۲۰
غیر نبی کو نبی سے افضل کہنا کفر ہے	۱۱	۶۹۱
کافر کے نکاح کا حکم	۱۲	۲۶۱تا۲۶۵
لا الٰہ الا اللہ کہنے والوں کو جو کافر کہے خود کفر سے نزدیک تر ہے	۱۲	۳۱۸
مسلمان کے لئے چاہے کہ کافر ہو جائے اس پہلے وہ خود کافر ہوگیا	۱۲	۴۰۳
کفار کی تعریف واحکام	۱۴	۳۴۷

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
کافر و مرتد میں فرق	۱۴	۴۱۴
کافر ذمی کے لئے وصیت جائز حربی کے لئے ناجائز	۱۴	۴۳۷
کفر لزومی اور التزامی کا فرق	۱۵	۴۳۱
رافضی کافر ہے	۱۶	۶۰۹
کافر کو دھوکا دینا منع ہے	۱۷	۳۴۴
کافر حربی سے عقود فاسدہ کا حکم	۱۷	۳۴۹
ہندوستان کے کفار ذمی مستامن نہیں	۱۷	۳۴۸
مستامن ذمی کی تعریف	۱۷	۳۴۸
کافروں سے دینی کاموں میں مدد لینا منع ہے	۱۸	۱۷۹
کافر سے دوستی حرام	۲۱	۱۲۵
کافر کے لئے دعائے مغفرت کا حکم	۲۱	۲۲۸
کفار سے معاملات کی تفصیل	۲۱	۲۳۱
کافر کے جنازے کو کندھا دینے کا حکم	۲۱	۲۷۰
کافروں سے میل جول کی مذمت کا بیان	۲۱	۲۸۸
کافر کی اقسام اربعہ اور احکام	۲۱	۶۶۸
کافر کیلئے فرض نماز توڑنا کب واجب ہے	۲۱	۱۹۹
کافر کو سلام کرنا حرام ہے	۲۲	۳۷۸
کفار کی مخالفت کی احادیث	۲۲	۶۴۴
کافر اہل ثواب نہیں	۲۵	۵۴
کافر کا مال بدعہدی سے کھانا گناہ ہے	۲۵	۶۲
کافر کافر کا وارث نہیں	۲۶	۳۲۶
کفر اخبث معاصی ہے	۲۸	۴۵۳
کافر بیعت نہیں کرسکتا	۲۹	۶۴۲
جو کافر کو کافر نہ کہے خود کافر ہے	۳۰	۳۳۵

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ

کتا:

مردہ کتا کنویں سے نکلنے کا حکم	۳	۲۸۱
کتے کے نجس العین ہونے کی تحقیق	۴	۳۹۹
کتا نجس العین نہیں ہے	۴	۴۳۱
جن کڑاہیوں کو کتے چاٹیں ان حلوائیوں کے دودھ کا حکم	۴	۵۵۸
کھانے کے پاس کتا ہو تو حکم	۴	۵۶۸
کتا کنویں میں گرجائے تو حکم	۴	۳۴۲
کتے کے زخمی کئے ہوئے جانور کے ذبح کا حکم	۲۰	۳۰۴
شکاری کتے کے شکار کردہ جانور کی تفصیل	۲۰	۳۰۴
کتا جائے نماز پر چلا جائے تو حکم	۲۱	۲۵۸

کھجور:

کھجور حیوانیت کا حامل ہے	۳	۶۸۷

کرامت:

حضرت زید سے کرامت کا ظہور	۵	۴۱۰
کرامت کی دو قسمیں ہیں	۲۱	۵۴۹
کرامات غوث اعظم رحمہ اللہ تعالی	۲۱	۳۸۳
کرامات غوث اعظم رحمہ اللہ تعالی	۲۱	۳۸۹
کرامات غوث اعظم رحمہ اللہ تعالی	۲۱	۳۹۱
کرامات اولیاء کی برکتیں	۲۳	۱۵۶
شب معراج کرامات غوثیہ پر سوالات کے جوابات	۲۸	۴۰۳
غوث پاک کی کشتی ترانے کی کرامت	۲۹	۶۲۹

کربلا:

کربلا واحوال کربلا	۱۴	۵۴۱

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
واقعات کربلا کے بیان کومنع کرنے کی وجوہ	۲۳	۷۴۰
میدان کربلا میں حضرت قاسم کی شادی ثابت نہیں	۲۴	۵۰۱

کسب:

قصاب کاکسب جائز	۲۰	۲۵۴
تصویر کے کسب کاحکم	۲۱	۶۵۸
کسب کے مشترکہ مسائل	۲۳	۵۰۷تا۶۲۰

کشتی :

کشتی میں نماز کاحکم	۳	۴۵۳
کشتی میں نماز پڑھنے کاحکم	۵	۱۱۳

کفارہ :

قضا نماز کے کفارہ کاکون مستحق ہے	۸	۱۶۵
میت کی طرف سے کفارہ ادا کرنے کاطریقہ	۸	۱۶۶
کفارہ میں قرآن شریف دینے کا مسئلہ	۸	۱۷۵
باب القضاوالکفارۃ	۱۰	۵۱۳تا۵۲۰
کفارہ صوم کی شرائط	۱۰	۵۹۵
کفارہ ظہار کی تفصیل	۱۳	۲۸۱
کفارہ قسم	۱۳	۵۰۷
باب الکفارۃ	۱۳	۶۰۹تا۶۱۱
کفارہ کس گناہ کا ہے	۱۴	۳۰۷
مسجد کی رقم اپنے صرفہ میں لایا تو کفارہ کی تدبیر	۱۶	۴۶۱

کفالۃ / کفالت :

ماں کی کفالت لڑکے پر ہے	۱۰	۲۶۶
بہن کی کفالت بھائی پر ہے	۱۰	۲۶۶

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
کفالہ بشرط براءۃ اصل حوالہ ہے	۱۳	۴۳۹
وجوب نفقہ بطور کفالہ	۱۳	۴۴۳
جائداد کا قرضہ میں مکفول کرنا ناجائز ہے	۱۶	۱۱۴

کفن:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
کفن میت	۹	۹۹تا۱۳۴
مال زکوۃ سے کفن میت ناجائز	۱۰	۱۰۶
ہر مسلمان کا کفن دفن کا حکم	۲۳	۶۱۱
کفن دفن کا خرچ ترکہ سے منہا ہوگا	۲۵	۴۴۷
مردہ کا کفن دفن مقدم ہے	۲۵	۵۹۱
سب مسلمان قبروں سے کفن میں اٹھیں گے	۲۹	۵۴۵

کفو / کفاءۃ:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
کفو کا معنی	۳	۷۰۹
کفو کیا ہے	۱۱	۱۶۹
بالغہ کا کفو میں نکاح کا حکم	۱۱	۲۱۴
بالغہ کا غیر کفو میں نکاح کا حکم	۱۱	۲۸۰
کوئی بدمذہب سنی کی بیٹی کا کفو نہیں	۱۱	۳۸۳
باب الکفاءۃ	۱۱	۶۸۸تا۷۳۴
کفو کا معنی	۱۲	۳۹۹
غیر کفو میں عورت کا نکاح	۱۲	۴۰۸
غیر کفو میں نکاح کب جائز	۱۳	۳۱۶
مرد و عورت ایک دوسرے کے کفو ہیں	۱۸	۳۵۷
کفو میں شادی	۲۳	۲۲۹
غیر کفو میں نکاح کا حکم	۲۵	۶۵۵

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ

کنواں :

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
کنویں میں بے وضو گھسا تو کتنے ڈول نکالیں	۲	۲۵۴
بئر کا معنی	۲	۲۵۵
صہریج ،حوض ،بئر کے معانی کی تحقیق	۲	۲۵۶
کنویں کا دور کتنا ہو	۲	۲۸۵
عورتوں بچوں کے پانی بھرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا	۲	۴۷۲
بچے کے نہالچے کا ٹکڑا کنویں میں گرے تو حکم	۲	۴۷۵
استعمالی جوتا کنویں میں گرے تو حکم	۲	۴۷۶
کنویں کے پانی کا رنگ ،بو،مزہ خود بدلے تو حرج نہیں	۳	۲۵۰
کنویں کے مسائل باب المیاہ کے ضمن میں	۳	۸۵تا۷۴۰
کنویں سے جو چوہا نکلا آدمی کھال گلی ہے مگر پھٹا نہیں تو حکم	۴	۳۳۹
کنواں حوض جتنا ہو اور گلہری اس میں مرگئی پھٹ گئی تو حکم	۴	۳۴۱
مسجد کے کنویں سے تمام لوگوں کا پانی بھرنا	۸	۱۱۰
کنویں میں یتیم نابالغ اپنا پانی ڈال دے تو حکم	۲۵	۴۸۸

کنایات:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
کنایات محتاج نیت	۱۱	۱۲۸
باب الکنایۃ	۱۲	۵۱۳تا۶۳۶
کنایات تین طرح کے ہیں	۱۳	۱۱۹
اپنا ٹھکانہ دوسری جگہ کرلے کنایہ ہے	۱۳	۲۹۰
میرا اس سے کوئی تعلق نہیں کنایہ ہے	۱۳	۳۷۰

کوا :

دیکھئے غراب

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ

﴿گ﴾

گالی :

عالم کوگالی دینے والے کاحکم	۲۱	۱۲۶
جاہل مسلمان کوگالی دینے والے کاحکم	۲۱	۱۲۷
عالم کوگالی دینے والے کاحکم	۲۱	۱۲۹
سرکار کو گالی دینے والے کاحکم	۲۱	۱۷۶

گرد :

گردآلود ہاتھ چہرے پر پھیرنا منع ہے	۳	۳۲۹

گرہن :

سورج گرہن	۳	۴۲۶
سورج گرہن کی نماز	۳	۴۳۲
سورج گرہن کی نمازکاحکم	۳	۴۳۵

گز:

گزشرعی کی مقدار دہ دردہ حوض میں	۲	۲۶۰

گناہ :

وضوسے گناہ دھلنے کی مثالیں	۱	۸۲۸
گناہوں کاعلاج	۲	۶۶
گناہ کی اقسام	۱۳	۶۲۵
جیسا گناہ ویسی توبہ	۱۶	۳۹۸
بیع فاسد کوفسخ نہ کرناگناہ ہے	۱۶	۱۱۳
جیساگناہ ویسی توبہ	۲۲	۲۵۸
جیساگناہ ویسی توبہ	۲۳	۳۲۴

marfat.com
Marfat.com

عنوانِ مسئلہ	جلد	صفحہ

گوشت:

گوشت کے خون کا حکم	۲	۵۶۵
گوشت کی قسم کا حکم	۲	۶۸۶
منت شرعی کے گوشت کا حکم	۱۳	۵۹۷
گوشت کی فضیلت کی احادیث	۱۴	۵۵۴

گاؤکشی:

گاؤ کشی کی مفصل تحقیق	۱۴	۵۴۵
گاؤ کشی سے متعلق سوال وجواب	۱۴	۷۱۰

﴿ ل ﴾

لباس:

لباس پہننا بمنزلہ بدن کے ہے	۲	۹۶
لباس نصاریٰ کا حکم	۱۴	۲۷۴
مشرکوں کے تیار کردہ ملبوسات کا حکم	۲۱	۶۳۲
لباس کا بیان	۲۲	۱۵۵تا۱۹۹
جس لباس کا پہننا ناجائز اس میں نماز مکروہ تحریمی	۲۳	۱۰۱
محرم میں سیاہ کپڑوں کا حکم	۲۳	۷۵۶

لحیۃ:

دیکھئے ڈاڑھی :

لعان:

لعان کی شرط	۱۳	۳۷۴
لعان کا سقوط	۱۳	۳۷۴
متلاعنین کب تک نکاح نہیں کرسکتے	۱۸	۵۳۲

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ

لغت :

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
اذعان کا معنی	۱	۲۴۰
اعتقاد کا معنی	۱	۲۴۱
ضروریات دین کا معنی	۱	۲۴۲
لفظ زعم کا محاورہ عرب میں معنی	۷	۵۰۳
بین یدی کے معنی کی تفصیلی مدلل وضاحت	۸	۵۰۰
قیام کے دو معنی	۹	۲۴۵
لفظ ''عن'' کا استعمال اور حکم	۹	۲۵۵
اوتارا اور چڑھاوا کے معنی میں فرق	۹	۵۱۵
کان یفعل تکرار میں نص نہیں ہے	۱۰	۱۹۵
افطرت کا معنی میں نے افطار کیا ہے	۱۰	۶۳۶
لفظ عند کی لغوی بے مثال تحقیق	۱۰	۶۴۱
ہماری زبان میں صیغہ ماضی کا استعمال	۱۱	۱۸۲
جواز کا اطلاق کبھی نفاذ پر بھی ہوتا ہے	۱۱	۳۸۶
جواز بمعنی لزوم بھی استعمال ہوتا ہے	۱۱	۳۸۷
قلب کی وجہ تسمیہ	۱۱	۳۹۴
السّبت کا معنی	۱۱	۴۳۳
فارغ خطی کا معنی وتشریح	۱۲	۵۶۴
لفظ وطن کا مفہوم	۱۲	۵۷۴
لفظ ''سرکار'' کا معنی	۱۲	۶۳۲
ایمان کا ترجمہ اردو میں	۱۵	۱۸۷
رام کے معنی	۱۵	۳۰۷
مصوب وتصویب کا معنی	۱۷	۵۷۹

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
دیں گے لیں گے وعدہ ہے معلق نہیں	۱۷	۵۷۹
بیوہ کے لفظ کی تحقیق	۱۸	۴۳۶
لفظ چند کس کا اطلاق	۱۸	۴۶۴
لفظ ترا اور تراست کا فرق	۱۹	۳۱۶
لفظ یوم صرف الو کے لئے موضوع نہیں	۲۰	۳۲۵
معرفہ اور نکرہ میں معین وغیر معین کا قاعدہ	۲۰	۴۱۵
ضان کی تعریفات ثلثہ	۲۰	۴۳۱
ضان اور میش ایک نوع ہے	۲۰	۴۳۷
خطام کے معنی اور اطلاقات	۲۰	۵۶۱
دنبہ اور بھیڑ ایک نوع ہیں	۲۰	۴۳۶
مہاتما کے معنی	۲۱	۲۵۴
لفظ شہنشاہ کے استعمال اور منع وجواز پر تحقیق	۲۱	۳۴۷
قاضی القضاۃ کا معنی	۲۱	۳۴۸
اقضی القضاۃ اور قاضی القضاۃ میں فرق	۲۱	۳۵۲
امیر الامراء خان خاناں اور بگاہ بیگ کا معنی	۲۱	۳۴۹
روضہ کا معنی	۲۱	۳۷۸
طریق، طریقہ اور طریقت کا معنی	۲۱	۵۲۴
زر کے لغوی معنی کی تحقیق	۲۲	۱۱۷
لفظ علاقہ کے معنی کی تحقیق	۲۲	۱۱۸
زرالطیلسان کا لغوی معنی	۲۲	۱۱۹
حلی کا لغوی معنی	۲۲	۱۲۳
معصفر مزعفر معنبر کا معنی	۲۲	۱۹۶
ڈاڑھی کو لحیۃ کہنے کی وجہ	۲۲	۵۹۶
شیخ کے معانی	۲۳	۱۹۹

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
شیخ کے معانی اور اطلاقات	۲۳	۲۵۵
قرع اور قلع کا معنی	۲۳	۴۱۴
طرب کا معنی	۲۳	۴۳۳
صداکس کو کہتے ہیں	۲۳	۴۴۸
تبراء کا معنی	۲۳	۴۷۲
کتم کا معنی	۲۳	۵۰۲
وسمہ کا معنی	۲۳	۵۰۴
حُمی کا معنی	۲۳	۵۱۸
حروف کی اقسام	۲۳	۵۲۶
معنی وعظ	۲۴	۱۷۱
سومنات کا معنی	۲۴	۶۱۷
ایہام کی تعریف	۲۴	۶۹۵
عبداور بندہ میں فرق نہیں	۲۴	۷۰۱
مالکیت کے معنی کی تحقیق	۲۴	۷۰۴
آق اور عاق کے معنی	۲۶	۱۸۰
خلف کا معنی	۲۶	۳۳۴
عالین کا معنی	۲۶	۴۵۹
دون کے معانی	۲۶	۴۶۴
رجفہ کی معنوی تحقیق	۲۶	۴۸۹
قرن کا معنی	۲۶	۵۳۶
موت کا معنی	۲۶	۶۰۱
امیر اور میر میں کوئی فرق نہیں	۲۷	۹۰
زوال کا معنی	۲۷	۲۰۵
امساک کا معنی	۲۷	۲۱۲

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
تیمی اور رمی بالتبع میں فرق	۲۸	۷۹
عند کے معنی کی تحقیق	۲۸	۲۰۶
عنداور لدی کا فرق	۲۸	۲۰۸
عند کے استعمال کے مواقع	۲۸	۲۱۳
علی کی بحث	۲۸	۲۲۳
معنی قرب اور اس کی مثالیں	۲۸	۳۴۳
قرب کی اقسام	۲۸	۳۴۳
افعل التفضیل کا معنی	۲۸	۵۶۳
وسط اور وسْط کی بحث	۲۸	۳۰۶
برس کا عربی میں نام اور معنی	۲۹	۶۸
تکمیل و تعمیل کا معنی	۲۹	۸۵
نہی کا معنی	۲۹	۳۳۴
کرنا کرلینا کردینا میں فرق	۲۹	۵۷
مقام ونزل کے معانی	۲۹	۱۶۶
نعلین اور نعل کے معانی کا بیان	۳۰	۸۹
نور کے دو معنی ہیں	۳۰	۶۸۵

لقمہ :

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
لقمہ دینے کے کچھ اصول	۷	۲۸۶
ہرنماز میں لقمہ دینا جائز ہے	۷	۲۱۲
امام کے قعدہ اولیٰ میں زیادہ دیر لگانے پر لقمہ کا حکم	۸	۲۱۲تا۲۱۳
لقمہ دینے کے بعض الفاظ	۸	۲۱۴
امام تراویح میں قنوت بھول جائے تواحکام	۸	۲۱۹

marfat.com

Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ

لگان:

لگان پر اضافہ کی ایک صورت	۲۰	۱۸۹
لگان کی شرح خود بڑھ جائے تو حکم	۲۰	۱۹۰
شرکاء کے حصہ کا لگان کب واجب	۲۰	۱۹۷

لہوولعب:

عبث کا معنی اور حکم	۱	۲۹۰
عبث کی 12 تعریفیں اور تحقیق	۱	۲۹۷
لہوولعب کی مختلف صورتیں اور اقسام	۲۴	۱۲۴تا۷۵

﴿م﴾

مباح:

بچے کو چیز ہبہ ہوئی تو والدین کو کھانا مباح ہے	۲	۵۱۴
پانی پر قدرت کے لئے مباح کرنا کافی ہے	۳	۴۶۴
مباح کے احکام	۶	۶۴۱
خلاف اولیٰ مباح ہے	۸	۶۲۲
مباح	۱۲	۳۱۲،۳۰۷

مباھلہ:

مباھلہ کیا ہے، کب اور کس سے کس طرح ہوگا	۲۱	۱۸۹

متارکہ:

حرمت مصاہرہ کے بعد متارکہ ضروری ہے	۱۱	۳۶۵
متارکہ اور فسخ میں کوئی فرق نہیں	۱۱	۴۲۲
ناکح متارکہ نہ کرے تو حکم	۱۱	۴۴۴
متارکہ وفسخ میں فرق کی تحقیق	۱۱	۴۴۹
متارکہ فسخ ہے	۱۲	۱۶۰

marfat.com

Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
متارکہ محرمات سے نکاح کے بعد	۱۳	۴۵۷
بصورت متارکہ عدت	۱۳	۴۵۷
حرمت مصاہرت پر متارکہ لازم	۲۱	۲۴۵

متعہ:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
نکاح متعہ کی صورت	۱۱	۱۹۲
متعہ حرام ہونے کا قرآن سے ثبوت	۱۱	۲۳۶
متعہ کرنے والا حنفی رہا یا نہیں	۱۱	۲۳۹
حرمت متعہ کا بیان قرآن وحدیث سے	۱۱	۳۴۹
متعہ زنا ہے مگر حد نافذ نہیں ہوگی	۱۱	۴۸۲
متعہ کا بیان	۱۲	۳۲۳
متعہ کا بیان	۱۲	۴۶۸

مجتہد:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
ایک مجتہد دوسرے مجتہد کو اپنی تقلید پر مجبور نہ کرے	۴	۵۱۹
مجتہد صدیوں سے مفقود ہے	۱۲	۴۸۲
اجتہادی خطا کی دو قسمیں	۲۹	۳۳۵

مجدد:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
مجدد مائۃ	۲۷	۴۱
مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے کلام سے استدلال	۲۷	۸۲

مجلس / مجالس / محافل :

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
ایجاب وقبول کے مرتبط کے لئے مجلس واحد شرط ہے	۸	۴۲۵
مجلس تبدیل ہونے کی بعض صورتوں کا بیان	۸	۴۲۷
عورت کے پردے میں ہونے سے مجلس نہیں بدلتی	۱۱	۱۷۰
اگر مجلس نہ بدلے تو فوری قبول ضروری نہیں	۱۱	۱۷۱
مجلس واحد کا ایک مسئلہ	۱۲	۶۴۴،۶۳۸

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
مجلس بد کا اثر	۲۲	۶۱۲
مجلس بد اور صالح کے اثر پر حدیث	۲۲	۲۱۳
مجلس میں تلاوت صحابہ کی سنت	۲۳	۱۱۸
مجالس ومحافل کا بیان	۲۳	۷۲۱تا۷۶۷
میلاد اور گیارہویں شریف	۲۶	۴۹۵تا۵۵۳

مجنون: دیکھئے جنون:

محافل : دیکھئے مجلس :

محراب :

محراب اور در کا بیان	۶	۳۸۳
محراب میں جماعت ثانیہ مکروہ ہے	۷	۱۲۸

محرمات :

محرمات کا بیان	۱۱	۳۱۱تا۵۲۰
ایک بہن کی عدت میں دوسری بہن سے نکاح	۱۲	۴۰۱
کسی عورت کے رکھنے کے بعد اس کی بیٹی رکھی تو حرام	۱۲	۴۰۸
محرمات سے نکاح کا حکم	۱۳	۴۵۷
داماد محرم اور بیٹے کی طرح ہے	۲۶	۱۷۱

مداینات : دیکھئے دین :

مدرسہ:

مدارس کا پانی وقف ہے	۲	۴۸۸
مسجدوں میں مدرسے قائم کرنے کی شرائط	۸	۱۱۶
قبرستان میں بغیر قبر کی جگہ پر مدرسہ بنانے کا حکم	۹	۴۵۶
مدرسہ میں مسجد کا پیسہ لگانا حرام	۱۶	۲۸۰
مدرسہ بنانا بدعت مستحسنہ ہے	۱۶	۴۲۴
مدرسہ میں قربانی کی کھال کا حکم	۲۰	۴۸۸

marfat.com

Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
دینی مدرسے میں انگریز حکومت کی امداد لینے کا حکم	۲۱	۲۳۹،۲۳۷

مذی :

نر نے اپنی مذی جو چھی مد پانی میں ڈالا تو حکم	۲	۵۶۳
منی بغیر مذی کے نہیں نکلتی	۴	۲۳۳

مرتد :

مسلمان کہلانے والے 10 مرتد فرقوں کا بیان	۱	۹۶۳
مرتدوں کا حال جاننے والی کتابوں کا پتہ	۱	۹۶۷
غیر اللہ کی عبادت کی نیت سے تعظیم کرنے پر مرتد ہو جائے گا	۳	۲۵۷
نکاح کے بعد مرتد ہو گیا تو اولاد کا حرام سے ہونا ظاہر	۱۱	۱۵۳
مرتد سے نکاح پڑھوانے کا حکم	۱۱	۱۷۳
مرتد کو وکیل بنانا جائز	۱۱	۲۱۸
مرتد کی گواہی معتبر نہیں	۱۱	۲۱۹
مرتد کا ارتداد فسخ نکاح فی الحال ہے	۱۱	۲۴۴
مرتد اور مرتدہ کا حکم شرعی کیا ہے	۱۱	۳۶۷
مرتد کا نکاح جہاں میں کسی سے نہیں ہو سکتا	۱۱	۵۰۸
مرتدہ اور مرتد کا نکاح	۱۲	۲۶۳
عورت مرتدہ ہو کر مسلمان ہو تو حکم	۱۲	۴۰۳
نکاح مرتد و مرتدہ کسی سے نہیں	۱۳	۳۱۵
مرتدہ کا حکم	۱۴	۱۲۹
مرتدین کے احکام	۱۴	۲۹۸
توبہ مرتد کی تفصیل	۱۴	۳۰۰
مرتد سے سلام کلام کا حکم	۱۴	۳۲۰
مرتد کی اقسام	۱۴	۳۲۸
مرتدین کے احکام	۱۴	۴۰۲

marfat.com
Marfat.com

صفحہ	جلد	عنوان مسئلہ
۳۱۲	۱۴	مرتد اور کافر کا فرق
۵۹۳	۱۴	مرتد سے قطع تعلق فرض
۶۳۵	۱۴	مرتد کے احکام
۶۸۲	۱۴	ارتداد سے فسخ نکاح
۳۲۱	۱۴	مرتدہ عورت سے سلوک
۲۶۲	۱۵	مرتد سے میل جول حرام
۲۷۸	۱۵	مرتدین کے احکام کی تفصیل
۴۰۴	۱۶	مرتد کی بنائی مسجد کا حکم
۴۰۴	۱۶	مرتد کے کسب کی اقسام اور حکم
۵۰۶	۱۶	مرتد کی بنائی مسجد کا حکم
۵۲۴	۱۶	مرتدہ کا مسجد میں کوئی حق نہیں
۶۱۵	۱۶	مرتد کے لئے مہلت 3 دن ہے
۳۴۹	۱۷	مرتد سے عقود فاسدہ کا حکم
۳۴۸	۱۷	ہر مرتد بدترین کافر ہے
۱۵۷	۲۱	مرتد کے لئے مسلمان پر کوئی حق نہیں
۲۳۱	۲۱	مرتدہ کے احکام
۲۴۴	۲۱	مرتدہ شوہر کا ترکہ نہ پائے گی
۳۱۸	۲۶	مرتد کسی کا وارث نہیں

مردہ : دیکھئے موت :

مرشد :

۲۸۰	۲	نامحرم عورت کا اپنے مرشد کا جھوٹا پانی پینے کا حکم
		مزید دیکھئے : پیر

مرض / مریض / مرض الموت:

۴۵۳	۳	مریض جو قیام پر قادر نہ ہو تو اس کا حکم

marfat.com

Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
مرض الموت کی تفسیر	۱۹	۲۲۷
مرض الموت کا ہبہ	۱۹	۲۳۹
مرض الموت کے ہبہ کا حکم	۱۹	۲۴۰
ہبہ مرض موت میں	۱۹	۳۲۶
مرض الموت کا ہبہ	۱۹	۳۸۴
عورت مرض الموت میں مرتدہ ہو تو حکم	۲۱	۲۴۴
مرد ڈاکٹر سے اجنبی مریضہ عورت کو ملاحظہ کرانے کا حکم	۲۲	۲۳۴
مرض الموت کی تعریف	۲۵	۳۱۷
مرض الموت میں ہبہ کے احکام	۲۵	۴۵۴
مرض الموت کی تعریف	۲۵	۴۵۷

مرید :

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
مرید کے کس قول سے فسخ بیعت ہوگی	۱۹	۲۷۰
مرید کے پیر پر حقوق	۲۴	۳۶۸
مریدی کے آداب	۲۶	۵۵۵تا۶۰۴

مزارات :

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
مزارات کے ساتھ مسجد	۵	۳۵۱
مزار کا دروازہ بند ہو تو اس کی طرف نماز کا حکم	۷	۳۰۲
مزارات پر روشنی	۹	۴۸۵
مزارات پر عمارتیں	۹	۴۹۴
مزارات پر قبہ	۱۱	۴۳۱
مزارات اولیاء کی حفاظت کے لئے وقف صحیح	۱۶	۲۴۸
مزارات پر مردوں کی حاضری کا حکم	۲۱	۶۲۳
مزارات اولیاء کا مقام	۲۲	۳۹۵
مزارات پر عورتوں کی حاضری	۲۳	۱۱۱

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
مزارات پر چادر چڑھانے کا حکم	۲۳	۴۰۲
مزارات پر شیرینی تقسیم کرنا جائز	۲۳	۴۰۷
مزارات حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کہاں ہیں	۲۶	۴۳۲
مزارات کی مٹی منہ پر ملنے کا حکم	۲۹	۳۳۴
مزارات پر حاضری کا حکم	۲۹	۳۳۴
مزارات پر مرادیں مانگنے کا حکم	۲۹	۵۴۳

مزارعت :

مزارعت جائز ہے	۱۲	۱۰۹
کتاب المزارعۃ	۲۰	۱۷۹تا۲۱۰
کاشتکار کھیت کا مالک نہیں	۲۵	۲۷۶

مزامیر:

مزامیر حرام ہیں	۶	۵۹۶ ، ۶۰۸
مزامیر حرام ہیں	۱۴	۶۴۴
مزامیر حرام ہیں	۱۵	۱۵۴
مزامیر معصیت ہے	۱۶	۱۵۵
مزامیر جائز نہیں	۲۱	۶۰۳
مزامیر جائز نہیں	۲۲	۴۰۷
مزامیر کی نسبت کبرائے سلسلہ چشتیہ کی طرف باطل ہے	۲۴	۷۹
مزامیر کی حرمت پر دلائل	۲۴	۱۳۸
مزامیر وگانا سننے کا حکم	۲۴	۵۵۷

مسافر : دیکھئے سفر :

مسبوق:

مسبوق شہادتین کا تکرار کرے	۶	۱۹۳
مسبوق التحیات کو کیسے پڑھے	۶	۱۹۳

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
مسبوق کی اقتدا صحیح نہیں	۶	۳۹۰
مسبوق فوت شدہ نماز کو جہر سے پڑھے یا آہستہ	۷	۵۲
فصل المسبوق	۷	۲۲۳تا۲۴۳
مسبوق سجدہ سہو کا سلام نہ کرے	۸	۱۹۱

مستحب :

وضو میں کتنی ڈاڑھی دھونا مستحب اور کتنی فرض ہے	۱	۲۸۲
مستحب سنت کی تکمیل ہے	۱	۹۵۰
دلہن کولانے کے بعد ایک مستحب عمل	۲	۵۹۵
نماز کے مستحب وقت میں تیمم منع ہے	۳	۴۲۹
پانی کی تلاش کب واجب کب مستحب ہے	۴	۳۷
تاخیر مستحب کا معنی کیا ہے	۵	۱۵۳
بعد فجر تا اشراق ذکر مستحب ہے	۵	۳۳۶
ظہر کا مستحب وقت	۵	۳۳۹
مستحب	۵	۵۶۵
ترک مستحب کا حکم	۶	۶۴
امام مقتدی کو اللّٰھم اغفرلی کہنا مستحب ہے	۶	۱۸۲
سورۃ کے اخیر کو تکبیر رکوع سے ملانا کہاں مستحب ہے	۶	۳۳۵
مستحب کے احکام	۶	۶۴۱
مستحب واجب کے برابر نہیں ہے	۷	۹۱
میت کے لئے سات دن صدقہ مستحب ہے	۹	۶۴۹
بے نمازی عورت کو طلاق مستحب ہے	۱۲	۳۳۱
اولیاء سے طلب دعا مستحب ہے	۱۵	۷۴

مستعمل :

مستعمل پانی اور اس کے فوائد	۲	۴۳تا۱۴۸

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
حوض کے مستعمل پانی کو قابل وضو بنانے کے دو طریقے	۲	۲۵۰
ٹھہرے پانی کو بہا کر وضو کیا تو پانی مستعمل نہ ہوگا	۲	۳۹۲
برف جمے پانی کے مستعمل ہونے کی صورت	۲	۴۱۷
پانی میں ماءِ مستعمل کی دھار پہنچے تو حکم	۲	۵۴۱
تیمم سے مٹی مستعمل نہیں ہوتی	۳	۷۱۷
ماءِ مستعمل ناپاک نہیں ہے	۴	۳۳۵
مستعمل پانی مکروہ ہے	۲۲	۶۰۶

مسجد :

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
ایک مسجد کی چیزیں دوسری مسجد میں دینے کی شرط	۱	۱۲۶
حالت ناپاکی میں مسجد میں جانا	۱	۱۰۷۱
مسجد میں مسواک کا حکم	۱	۸۲۶
منہ میں بدبو ہو تو مسجد میں جانا منع	۱	۸۳۸
وضو غسل کا پانی مسجد میں ڈالنا حرام ہے	۲	۴۷
مسجد کا فرش بنیت ثواب دھوئے تو پانی کا حکم	۲	۵۳
غیر معتکف کو مسجد میں سونا منع	۳	۴۷۹
ناپاکی کی حالت میں مسجد سے گزرنا حرام	۳	۴۸۰
تیمم کر کے مسجد سے گزرے	۳	۴۸۵
مسجد میں وضو، غسل کرنا حرام سوائے تین صورتوں کے	۳	۴۸۶
مسجد میں برتن میں وضو کرنے کا حکم	۳	۴۸۷
ہاتھ منہ پونچھ کر مسجد میں جھاڑنا حرام ہے	۳	۷۳۹
مسجد کے چراغ سے کتب بینی کی اجازت کب ہے	۳	۷۴۰
مسجد محلہ کے احکام	۴	۱۵۶
دوپہر کا ڈھلنا مسجد کی کون سی دیوار سے دیکھا جائے	۴	۳۲۳
مسجد کے اندر اذان دینے کا حکم	۵	۳۶۳

marfat.com

Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
اذان مسجد کے کس طرف ہو	۵	۳۷۰
طلب بارش کے لئے مسجد میں اذان کا حکم	۵	۳۷۲
سرکار کے زمانہ میں مسجد نبوی شریف کے دروازہ کی تعداد	۵	۴۰۵
اذان ثانی جمعہ مسجد کے منارہ پر	۵	۴۰۹
مسجد کے لئے وقف شدہ جائے نمازوں پر نماز کا حکم	۶	۵۷۲
مسجد میں امام کس جگہ کھڑا ہو	۷	۳۷
مسجد طریق کا حکم	۷	۱۱۱
مسجد محلہ کے احکام	۷	۱۲۵
امام وسط میں کھڑا ہو	۷	۱۷۲
جذامی کو مسجد سے روکا جائے یا نہیں	۷	۱۹۴
مسجد کا نچلا حصہ مردوں کے لئے، اوپر والا عورتوں کے لئے	۷	۲۳۱
مسجد کے صحن اور اس کے اندر دونوں جگہ جماعت درست ہے	۷	۳۶۲
مسجد کے حجرہ میں نماز جائز	۷	۳۹۳
مسجد میں نماز پڑھے بغیر جانا مکروہ	۷	۴۵۰
باب احکام المسجد	۸	۵۷تا۱۲۷
مسجد میں وضو	۸	۵۰۲
مسجد میں عید	۸	۵۸۷
مسجد میں نماز جنازہ جائز نہیں	۹	۲۵۹
مسجد میں نماز جنازہ ممنوع	۹	۲۶۴،۲۶۲
مسجد میں نماز جنازہ ممنوع ہے	۹	۲۶۵
مسجد نبوی اور مسجد حرام میں جنازے کی وجہ	۹	۲۶۶
دوامی پٹہ والی زمین پر مسجد بنانا	۹	۳۸۰
مسجد کی چھت پر وطی کا حکم	۹	۴۲۹
مسجد کی آرائش تعظیما جائز	۹	۴۹۴

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
اصالۃً مسجد کی بناء فرائض کے لئے ہے	۹	۵۰۴
مسجد میں زکوٰۃ خرچ کرنے کا حیلہ	۱۰	۱۰۶
مسجد میں زکوٰۃ خرچ کرنے کا بےخلش طریقہ	۱۰	۱۰۸
مسجد کے لئے زکوٰۃ خرچ کرنے کی صورت	۱۰	۲۵۶
مسجد میں زکوٰۃ	۱۰	۲۶۷
مسجدوں میں چندہ کرنے کا حکم	۱۰	۳۰۲
ہمیشہ مسجد میں بیٹھنے میں نیت اعتکاف کرے	۱۰	۸۲۷
مسجد خیر الاماکن	۱۳	۴۸۷
مسجد سے تعاون ٹھکرانے والے کا حکم	۱۳	۴۸۸
ویران مسجد کی آبادکاری ضروری	۱۳	۵۸۲
جو مسجد میں ایذا دے اسے نکالا جائے	۱۴	۵۹۰
مساجد میں مشرک لے جانے کا رد	۱۴	۵۲۱
مسجد میں مشرک کو تعظیماً لے جانا	۱۵	۲۷۱
مسجد میں گم شدہ چیز کی تلاش	۱۵	۲۷۲
کتاب المساجد	۱۶	۲۵۵ تا ۶۳۰
مسجد کے لئے ہندوؤں کا وقف باطل	۱۶	۱۲۳
مسجد کی رقم زمین عمارت میں ناجائز تصرف کا حکم	۱۶	۱۳۷
مسجد کی آمدن مدرسہ میں لگانے کا حکم	۱۶	۱۵۷
مسجد میں زائد تعمیر کے لئے شرط	۱۶	۱۵۹
مسجد کو بدبو سے بچانا واجب ہے	۱۶	۲۳۲
مسجد میں فرشی پنکھے کا حکم	۱۶	۲۳۸
مسجد میں نجس چیز لے جانا حرام ہے	۱۶	۲۳۹
مسجد میں بیاج کی آمدنی لگانا منع ہے	۱۷	۳۵۲
مسجد کی رقم سے پرامیسری نوٹوں کی خریداری کا حکم	۱۷	۳۵۳

marfat.com
Marfat.com

عنوانِ مسئلہ	جلد	صفحہ
مسجد کی دیوار کے جز و حصہ پر بھی تصرف باطل	۱۸	۶۰۰
حرام مال سے مسجد میں کوئی شے دی تو حکم	۱۹	۶۵۱
مسجد مقروض ہے اور اس کی دیگر ضروریات کے متعلق انتظام	۲۰	۱۷۲
مسجد کے نقصان پر متولی پر ضمان کی ایک صورت	۲۰	۱۷۳
مسجد میں قربانی کی کھال کا حکم	۲۰	۴۸۸
بدبو کی حالت میں مسجد میں جانا منع ہے	۲۰	۳۳۴
چرم قربانی بیچ کر قیمت مسجد میں دینا جائز	۲۰	۵۰۲
مسجد میں مشرکین کا مجمع توہین مسجد ہے	۲۱	۲۷۳
کافر کی زمین پر مسجد کا حکم	۲۱	۲۷۳
مساجد میں مشرکوں سے لیکچرز کروانا حرام	۲۱	۲۵۸
مسجد میں امام کے لئے پاؤں دبوانے کا حکم	۲۲	۱۳۰
مسجد البیت اور اس کے احکام	۲۲	۴۷۹
مسجد میں عورت کے جانے کی شرائط	۲۲	۲۳۹
زکوۃ، فطرانہ مسجد میں دینے کا حکم	۲۳	۱۰۶
کچھ احکام مسجد کا بیان	۲۳	۳۷۴
مسجد میں چندہ مانگنے کی جائز صورتیں	۲۳	۳۸۰
مسجد میں جوتے رکھنا	۲۳	۳۸۳
مسجد بنانا خیر کثیر ہے	۲۳	۳۹۶
مسجد کا صحن بھی مسجد ہے	۲۳	۴۰۶
مسجد کے لئے قادیانی سے پیسے نہ لیں	۲۴	۳۲۷
دو معین مسجدوں کے لئے وصیت کا حکم	۲۵	۶۴۸
ترکہ کا مال مسجد میں لگانے کا حکم	۲۶	۳۹۶
دیواریں اور کونہ بیرونِ مسجد ہیں	۲۸	(حاشیہ) ۱۱۴
مسجد کے اطلاقات کا بیان	۲۸	۱۳۶

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
مسجد میں گمشدہ چیز کی تلاش کا حکم	۲۸	۱۶۹

مسح :

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
مسح کے مسائل	۲	۱۰۱تا۱۱۱
عارضہ فیل پاء کے سبب تیمم کرے یا مسح	۳	۳۰۸
تیمم میں تکرار مسح کا حکم	۳	۳۷۴
وضو میں سر کا مسح مضر ہو تو احکام	۳	۵۰۹
سوتی موزوں پر مسح کا حکم	۴	۳۴۵
بوٹ پر مسح کا حکم	۴	۳۴۷
موزوں پر مسح کے جواز کے منکر کا حکم	۱۴	۲۵۴
موزے پر مسح کی مدت	۳۰	۵۴۷

مسواک:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
مسواک کی مقدار	۱	۳۰۹
مسواک وضو کی سنّت ہے یا نماز کی	۱	۸۰۰
مسواک سنّت ہے یا مستحب	۱	۸۱۳
مسجد میں مسواک کا حکم	۱	۸۲۶
مسواک	۲	۵۹۴
مسواک	۴	۴۷۱
مسواک	۱۰	۵۱۰،۵۵۱
سینگ کی مسواک کا حکم	۲۱	۶۲۰
سنّت مسواک کو چھوڑنے کا حکم	۲۱	۶۲۱
مسواک کا حکم	۳۰	۵۵۱

مشت زنی:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
مشت زنی کا گناہ	۲۲	۲۰۲
عدم حرمت کی شرائط	۲۲	۲۰۳

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
مشت زنی کرنے والے کے لئے وعیدات شدید	۲۲	۲۴۴

مشرک:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
مشرک کے احکام	۳	۲۵۷
مشرک کے احکام	۱۱	۱۷۲

مصارف :

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
نذر کے مصارف	۱۳	۵۹۴تا۵۹۵
بے الفاظ نذر، نذر کا حکم	۱۳	۵۹۵
مال نذر طالبعلموں کو بھی جائز	۱۳	۵۹۶

مصافحہ / معانقہ :

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
نماز کے بعد مصافحہ جائز ہے	۶	۶۴۰
نماز کے بعد مصافحہ کا حکم	۸	۵۷۶
معانقہ بعد العید کے جواز کا بیان	۸	۶۰۱
معانقہ مصافحہ کے بارے میں ردالمحتار کی عبارت	۸	۶۱۷
مصافحہ ہر نماز کے بعد سلام ہے	۸	۶۲۷
مصافحہ میں ہاتھ ہلانے سے گناہ جھڑتے ہیں	۸	۶۲۹
مصافحہ بعد نماز جائز ہے	۸	۶۳۲
مصافحہ سے ہاتھ نہ کھینچے	۸	۶۳۶
معانقہ کے احکام	۲۲	۲۵۱تا۲۶۸
مصافحہ دونوں ہاتھوں سے مسنون ہے	۲۲	۲۶۹تا۳۳۹
نماز فجر کے بعد مصافحہ کا حکم	۲۲	۳۳۷
مصافحہ میں تکرار کا حکم	۲۲	۴۰۸
مصافحہ کے وقت درود پاک پڑھنا	۲۲	۴۱۶
عیدین کے بعد مصافحہ کا حکم	۲۲	۴۱۴
نمازوں کے بعد مصافحہ کا حکم	۲۲	۴۱۰

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
مسجد میں نمازوں کے بعد مصافحہ کا حکم	۲۲	۴۱۸
نماز فجر وعصر کے بعد مصافحہ سنّت ہو	۲۲	۵۶۳

مصاہرت:

ساس سے زنا کی کوشش کا حکم	۱۱	۳۱۸
منکوحہ کی ماں کو شہوت سے چھونے سے منکوحہ حرام	۱۱	۳۱۹
مذاق میں ساس سے زناء کے اقرار کا حکم	۱۱	۳۳۶
نکاح کے بعد ساس سے زنا کا اقرار اور اس کا حکم	۱۱	۳۳۸
زناء سے حرمت مصاہرت کا ثبوت	۱۱	۳۵۳تا۳۷۱
ثبوت حرمت مصاہرت کے لئے مشتہاۃ ہونا ضروری ہے	۱۱	۴۴۵
دونوں کا مشتہی ومشتہاۃ ہونا حرمت کی شرط ہے	۱۱	۴۴۶
خسر نے بہو سے زنا کیا تو حکم	۱۱	۴۵۲
حرمت مصاہرت کے لئے کم از کم مراہقہ ضروری ہے	۱۱	۵۲۰
مصاہرت سے نکاح مرتفع نہیں ہوتا	۱۳	۴۴۲
منکوحہ کی ماں سے زنا	۱۳	۴۵۷
ساس سے زناء کا اقرار پھر انکار کا حکم	۱۸	۱۸۳،۱۹۰
حرمت مصاہرت پر متارکہ لازم	۲۱	۲۴۵

مضاربۃ:

باب المضاربۃ	۱۹	۱۲۹تا۱۵۱

مطلق :

مطلق ماء	۲	۴۷،۴۵۱

معاشرت:

باب المعاشرۃ	۱۲	۲۶۷تا۲۷۱
موجودہ کچہریوں کے فیصلوں سے طلاق نہیں ہوتی	۱۲	۴۷۷

marfat.com

Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ

معانقہ : دیکھئے مصافحہ :

معتکف: دیکھئے اعتکاف :

معجزہ :

کھانے اور سالن میں برکت کا معجزہ	۲۱	۶۵۳
صحابی کے دانت میں نوے برس تک تکلیف نہ ہوئی	۲۱	۳۷۸
سرکار نے بطور معجزہ نوجوان کے دل سے محبت زنا نکال دی	۲۲	۵۶۲
کھجوروں کے بڑھ جانے کا معجزہ	۲۲	۳۸۸
سرکار نے سید احمد رفاعی کے لئے اپنا ہاتھ قبر سے نکالا	۲۲	۳۷۵

معذور:

بواسیر والے کے احکام	۴	۳۷۱
معذور صبح کے وضو سے اشراق نہیں پڑھ سکتا	۴	۳۷۴
معذور کی امامت کا حکم	۶	۶۲۸
پاؤں سے معذور شخص کا حکم	۷	۶۹
پاؤں کے عذر کی حیثیت کیا ہے	۷	۷۶

معراج:

معراج سے قبل نماز	۵	۸۵،۷۵
معراج جسمانی حق ہے	۱۵	۷۴
شب معراج نماز کی فرضیت	۲۶	۳۹۲
شب معراج کے کچھ احوال	۲۸	۴۰۸،۴۰۵
معراج جسمانی کی تفصیل	۲۹	۶۳۳
حضور کو معراج کی شب دیدار الٰہی سر کی آنکھوں سے	۳۰	۶۳۷
معراج کہاں تک ہوئی	۳۰	۶۴۷

مفسدات:

باب مفسدات صلوٰۃ	۷	۲۸۹تا۲۵۳

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
باب مفسدات صوم	۱۰	۴۸۱تا۵۱۰

مفقود :

احناف کے ہاں عورت کتنا عرصہ انتظار کرے	۱۱	۳۳۱
مسئلہ زن مفقود	۱۱	۳۴۴
زن مفقود کا مسئلہ	۱۱	۴۱۲
مسئلہ زن مفقود الخبر	۱۱	۴۴۸
مفقود الخبر کی بیوی کے انتظار کی مدت	۱۲	۵۰۹
مدت انتظار میں دیگر ائمہ کا مذہب	۱۲	۵۰۹
مفقود الخبر کی بیوی کو نکاح ثانی کی شرط	۱۲	۵۸۹
مفقود الخبر وارث کے ترکہ کا حکم	۲۵	۴۹۳،۳۷۹
مفقود کی وراثت کا سوال اور جواب	۲۶	۱۷۹

مقامات مقدسہ:

بیت المقدس	۴	۶۰۷
بغداد شریف	۴	۶۰۷
مدینہ منورہ	۵	۲۶۷،۱۸۲
مدینہ منورہ	۵	۲۶۸
قبر اسماعیل علیہ السلام	۵	۳۵۱
حجر اسود	۵	۳۵۳
میزاب	۵	۳۵۱
شام	۶	۷۱
کوفہ	۶	۷۱
بغداد	۶	۷۱
عراق	۶	۷۱
مکہ معظمہ	۷	۲۲۵

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
بغداد شریف	۷	۶۴۲
مدینہ منورہ	۷	۶۴۲
مسجد نبوی شریف	۹	۵۰۶
مکہ معظمہ	۸	۶۲۱
مدینہ منورہ	۸	۶۲۱
جدہ	۸	۶۲۱
مسجد نبوی	۹	۲۶۶
مسجد حرام	۹	۲۶۶
مدینہ منورہ	۹	۵۰۸
کعبہ معظمہ	۹	۵۱۱
مدینہ منورہ	۹	۵۱۲
حجر اسود	۹	۶۹۴
مدینہ منورہ	۱۰	۸۰۹
مکہ معظمہ	۱۰	۸۰۸
مسجد نبوی	۱۰	۸۰۸
مسجد نبوی کے ستون	۱۰	۸۲۷
موقف	۱۰	۷۴۸(ح)
بطن عرفہ	۱۰	۷۴۸(ح)
جنۃ المعلی	۱۰	۷۵۵(ح)
مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کی توہین کفر	۱۲	۵۸۳
حجر اسود میں شق کیوں	۱۴	۱۳۸
مسجد حرام میں کفار کا داخلہ منع	۱۴	۳۹۰
مکہ مدینہ کے گرد و نواح کے جنگل کا ادب	۱۵	۲۱۵
مسجد نبوی کی تاریخ	۱۶	۴۲۵

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
مدینہ منورہ کی وجہ تسمیہ	۲۱	۱۱۹
مسجد اقصیٰ پر قبضے کی صورت میں مسلمانوں کا جلسے کرنے کا حکم	۲۱	۲۶۲
مدینہ منورہ سب شہروں سے افضل ہے	۲۱	۲۹۷
مقاماتِ مقدسہ کے نقشے بنانا جائز	۲۱	۴۲۵تا۴۵۷
مسجد نبوی کی آرائش پر ولید کے غیر معمولی مصارف	۲۸	۲۵۶

مقدار:

وضو وغسل میں پانی کی مقدار	۱	۷۷۵
مثقال، اَستار، رطل، صاع کی مقدار	۱	۷۷۵
ظرف فرق کی مقدار کا بیان	۱	۷۸۲
صدقہ فطر کی مقدار	۱	۷۹۶
کفارہ روزہ کی مقدار	۱	۷۹۶
مقدار گز شرعی	۲	۲۶۰
مقدار زراع کرباس	۲	۲۶۰
مقدار زراع مساحت	۲	۲۶۰
مقدار دلو وسط کی	۳	۲۶۱
مقدار درہم شرعی کی	۳	۴۱۲
مقدار دینار شرعی	۴	۳۶۴
مقدار درہم شرعی	۴	۳۶۴
مقدار مغرب	۵	۳۲۱
مقدار فاصلہ مابین امام و جماعت	۶	۵۴۷
مقدار قرأت جمعہ	۸	۴۹۴
مقدار منزل کوس فرسنگ	۸	۲۵۵
مقدار گہرائی قبر	۹	۳۸۲
قیراط احد سے بڑا	۹	۳۱۲

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
مقدار زکوۃ سونا و چاندی	۱۰	۸۵
مقدار صاع	۱۰	۲۳۹
مقدار جریب	۱۰	۲۳۹
مقدار صدقۂ فطر	۱۰	۲۵۲
مقدار صاع، باندازہ انگریزی روپیہ	۱۰	۲۹۵
مقدار گز شرعی	۱۰	۲۹۵
مقدار صاع و وزن	۱۰	۲۹۸
مقدار صاع، باندازانگریزی روپیہ	۱۰	۳۰۲
مقدار فدیہ برائے روزہ نماز	۱۰	۵۲۳
مقدار صاع	۱۰	۵۲۵
مقدار تولہ	۱۰	۵۲۵
مقدار ماشہ	۱۰	۵۲۵
مقدار رتی	۱۰	۵۲۵
مقدار درہم شرعی	۱۰	۵۲۵
مقدار سات مثقال	۱۰	۵۲۵
مقدار رطل	۱۰	۵۲۶
مقدار استار	۱۰	۵۲۶
مقدار مثقال	۱۰	۵۲۶
مقدار قیراط	۱۰	۵۲۶
مقدار صاع کی تولوں میں	۱۰	۵۴۸
صاع کی مقدار انگریزی سیر سے	۱۰	۵۹۴
مقدار روز و شب در قطب شمالی و جنوبی	۱۱	۲۲۱
مقدار دینار	۱۱	۲۴۸
مقدار مہر شرعی	۱۲	۱۲۳

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
نش کی مقدار	۱۲	۱۳۶
مقدار درہم شرعی	۱۲	۱۳۶
مقدار دینار شرعی	۱۲	۱۳۷
مقدار قیمت دینار	۱۲	۱۳۷
مقدار دینار و درہم بحساب سکہ رائج	۱۲	۱۳۷
مقدار قیمت سونا فی تولہ در عہد سرکار ﷺ	۱۲	۱۳۷
مقدار وزن درہم اقسام ثلثہ و عہد فاروقی	۱۲	۱۵۴
مقدار دینار سرخ بحساب روپے	۱۲	۱۶۶
مقدار قیمت دس درہم بحساب روپے	۱۲	۱۶۶
مقدار قیمت دس درہم بحساب روپے	۱۲	۱۷۳
سر کے بال بڑھانے کی مقدار	۲۲	۶۰۵
لبوں کے بالوں کی مقدار	۲۲	۶۰۶
درہم کی مقدار	۲۳	۵۷۸

مقید:

مطلق مقید پانی کا بیان	۲	۴۵۱

مقیم / اقامت :

محل اقامت میں امام کے حال کا علم ضروری	۴	۷۰۵

مکروہ:

مکروہ تنزیہی کی تعریف پر بحث	۱	۸۸۸
وضو میں پانی زور سے ڈالنا مکروہ	۱	۸۹۸
صرف پاجامے میں نماز مکروہ	۱	۸۴۴
تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کا ترک مکروہ	۱	۹۱۳
نماز میں مکروہ اور غیر مکروہ عمل کا قاعدہ کلیہ	۱	۱۰۰۶
مکروہ کی اقسام پر تحقیق	۱	۹۰۱

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
مطلق کراہت سے تحریم مراد ہے	۱	۹۸۱
مستعمل پانی پینا مکروہ ہے	۲	۱۲۲
عورت سے بچے پانی سے طہارت مرد کو مکروہ ہے	۲	۳۶۶
غضب الٰہی والی جگہ سے تیمم مکروہ ہے	۲	۴۷۷
تیمم ہوتے ہوئے دوبارہ تیمم کرنا مکروہ ہے	۳	۳۷۷
طلوع سے بیس منٹ تک پھر نماز مکروہ ہے	۵	۱۳۸
فجر وظہر کا آخری وقت مکروہ نہیں	۵	۳۲۰
تین اوقات میں نماز ناجائز تلاوت مکروہ ہے	۵	۳۳۰
قبر پر نماز مکروہ ہے	۵	۳۴۹
اقامت کے شروع میں کھڑا ہونا امام ومقتدی کو مکروہ	۵	۳۸۰
مسافر کو اقامت کا ترک مکروہ ہے	۵	۴۲۶
طویل دعا مکروہ ہے	۶	۱۸۲
آمین بالجہر مکروہ ہے	۶	۱۸۳
سلام کے بعد امام کا قبلہ رو بیٹھنا مکروہ ہے	۶	۲۰۴،۱۹۰
فرض کی ہر رکعت میں ایک سورت کا تکرار مکروہ ہے	۶	۲۶۶
دوسری رکعت میں پہلی سے لمبی قرأت مکروہ ہے	۶	۲۶۷
منہ میں بدبو ہو تو نماز مکروہ ہے	۶	۳۳۲
بیچ میں چھوٹی سورت چھوڑنا مکروہ ہے	۶	۳۷۱
سود خور کے پیچھے نماز مکروہ ہے	۶	۳۹۰
اندھے کے پیچھے نماز مکروہ ہے	۶	۴۱۶
سنت مؤکدہ چھوڑنے والے کی امامت مکروہ ہے	۶	۵۰۹
زانی کی امامت مکروہ ہے	۶	۵۲۳
داڑھی منڈوانے والوں کی اقتداء میں نماز مکروہ ہے	۶	۶۲۷
زانی کی امامت مکروہ ہے	۶	۶۳۳

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
صرف پائجامہ میں نماز مکروہ ہے	۶	۶۴۲
امام کو در میں کھڑا ہونا مکروہ ہے	۷	۳۸
محراب میں جماعت ثانیہ مکروہ ہے	۷	۱۲۸
باب مکروہات الصلوٰۃ	۷	۲۹۱تا۳۹۵
امام کا بعد سلام قبلہ رو بیٹھنا مکروہ ہے	۸	۳۵۶
مسجد میں اذان ثانی مکروہ ہے	۸	۴۰۲
مسجد میں جنازہ مکروہ ہے	۹	۲۶۴
نماز جنازہ کا تکرار مکروہ ہے	۹	۲۷۸
کسی کی قبر میں غیر کو دفن کرنا مکروہ ہے	۹	۴۳۷
مسجد کی چھت پر وطی مکروہ ہے	۹	۴۴۹
ثبوت شفعہ کے بعد اسقاط کا حیلہ مکروہ ہے	۱۰	۱۸۹
مکروہات صوم کا بیان	۱۰	۵۵۱،۵۵۴
مکروہاتِ صوم کا بیان	۱۰	۵۵۹
وعدہ پورا نہ کرنا مکروہ ہے	۱۱	۱۷۶
کسی کی منگیتر کو پیغامِ نکاح دینا مکروہ ہے	۱۱	۱۹۷
مکروہِ تحریمی سے کفر تک کے درجے	۱۴	۱۳۴
اوجھڑی مکروہ ہے	۱۴	۷۰۸
جنازہ پر قیمتی چادر مکروہ ہے	۱۶	۱۲۲
فاسق معلن کی امامت مکروہِ تحریمی ہے	۱۶	۵۸۱
مکروہ چیز پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے	۲۲	۱۳۰
سفید بال اکھاڑنا مکروہ ہے	۲۲	۵۹۸
مستعمل پانی پینا مکروہ ہے	۲۲	۶۰۶
راستہ میں نماز پڑھنا مکروہ ہے	۲۳	۷۲۴
مکروہ پر حرمت کا اطلاق کب صحیح ہے	۲۳	۶۰۴

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
اذانِ جمعہ کے وقت تجارت مکروہ تحریمی	۲۳	۶۰۴
عبارت میں مطلقاً مکروہ ہو تو مراد	۲۳	۶۵۰
عبارت میں مطلقاً مکروہ ہو تو مراد	۲۸	۱۵۴

مناظرہ:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
جاہل وہابی مفتی کی تیس جہالتوں کا رد	۷	۴۹۹
وہابیہ کے عقائد پر مطلع ہونے والی کتب کے نام	۸	۶۲۰
قاری عبدالرحمٰن پانی پتی کا رد	۷	۷۰۰
قرآن میں روافض کے ادعائے تحریف	۷	۷۰۲
مصنف نے ایک موذن کو عقلی دلیل دے کر سمجھایا	۸	۵۰۲
وہابیہ کا مغالطہ	۸	۵۵۲
ایک مسئلہ کا مناظرانہ انداز میں رد	۹	۲۵۲
ایک حکایت سے مانعین کا رد	۹	۳۶۳
امام ابو یوسف پر طعنہ کرنے والوں کی مناظرانہ گفتگو	۱۰	۱۹۴
اختلاف مطالع کے معتبرین کا رد	۱۰	۵۸۴،۵۸۹
ایک فتوی پر چھ وجوہ سے رد	۱۰	۶۰۳
صریح کافروں سے فروعات میں بحث نہ کریں	۱۴	۲۸۰
تحریری مناظرہ	۱۴	۶۹۲
گستاخانہ عبارات پر اعلیحضرت کی جانب سے مناظرہ کی آخری دعوت	۱۵	۹۷
ابو عمر بن العلاء اور عمر بن عبید کا مناظرہ	۱۵	۴۱۰
الزام کی تین صورتیں بصورت مناظرہ	۱۶	۳۹۵
ولید پر مناظرانہ گرفت	۲۲	۶۲۳
لزوم مناظرہ کی شرائط کا بیان	۲۳	۶۹۰
جنت و دوزخ میں مناظرہ	۲۹	۳۲۸

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ

منافق:

سرکار نے منافق کے سردار کو قمیص دی	۹	۱۱۵
منافق کھوکھ بھر کر آب زم زم کیوں نہیں پیتے	۹	۱۲۱
منافق کو سردار کہہ کر نہ پکارو	۱۱	۳۹۷
نفاق کی دو قسمیں	۱۵	۱۷۳
منافق کی تین نشانیاں	۲۵	۶۹

منطق:

قولِ فقہاء کہ منطق کے اوراق سے استنجاء کی حقیقت	۴	۵۹۸
علم منطق کا حکم	۲۳	۶۳۱
منطق پڑھنے کی بعض قباحتیں	۲۴	۴۳۵
تفصیل ہر جلد میں منطق کے عنوان میں دیکھیں		

منی:

منی بے شہوت جدا ہو تو حکم	۱	۴۷۳
منی مطلق ناپاک ہے	۴	۵۷۰
منی بغیر مذی کے نہیں نکلتی ہے	۴	۲۳۴
جب نہ دخول نہ منی نکلے تو غسل نہیں	۷	۳۰۰
روزہ کی حالت میں تلاعب سے مرد کی منی نکلے تو حکم	۱۰	۴۸۱

منی ایکسچینج: دیکھئے صرف:

منی آرڈر:

منی آرڈر کی فیس کا حکم	۱۹	۵۶۳

موالات: دیکھئے ترک موالات:

مردہ/موت/میت:

موت نجاست حقیقہ ہے	۲	۴۵

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
میت کے سر اور داڑھی کو کس سے دھوئیں	۲	۵۷۰
میت کو تیمم بھی جائز جب پانی نہ ملے	۳	۴۰۲
مسلمان میت کا غسل، کفن، دفن کس پر ہے	۳	۵۴۲
میت کے لئے کلمہ شریف کے ایصال ثواب کا واقعہ	۵	۴۷۶
میت کی طرف سے قضائے عمری کی صورت	۸	۱۵۴
میت کے کفارہ کے لئے مال نہ ہو تو کیا کریں	۸	۱۶۵
میت کی طرف سے کفارہ ادا کرنے کا طریقہ	۸	۱۶۶
موت کے قریب وقت میں کیا کرنا چاہیے	۹	۸۱
موت کے بعد کے احکام	۹	۹۰
میت کے کفن کے احکام	۹	۹۹تا۱۳۴
میت کو تابوت میں دفن کرنا مکروہ ہے	۹	۲۶۵
میت کو نہلانے کا ثواب	۹	۳۱۲
میت کے گھر دعوت کا بیان	۹	۶۶۱
میت کا غسل	۹	۵۱۸
میت کے احکام	۹	۵۸۷تا۶۷۴
موت کے ادنیٰ جھٹکا کی تکلیف	۹	۹۳۴
ملک الموت کو دیکھنا	۹	۹۳۵
مال زکوۃ سے میت کو کفن دینا ناجائز	۱۰	۱۰۶
میت صالح اذن نہیں	۱۳	۱۰۴
مردہ کے بالوں میں کنگھی کرنا درست نہیں	۲۳	۱۱۰
میت کو غسل دینے سے پہلے تلاوت قرآن کا حکم	۲۳	۴۵۴
کتنے میت کا جنازہ اکٹھا ہو سکتا ہے	۲۴	۱۹۸
میت پر چلا کر رونے کا شرعی حکم	۲۴	۴۷۷
میت کا کفن دفن کا حکم	۲۵	۵۹۱

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
میت کو برہنہ رکھنا منع	۲۵	۵۹۲

موزے / جراب:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
پاؤں دھونا کب افضل اور موزوں پر مسح کب افضل ہے	۲	۳۱۱
شبنم سے تر گھاس سے موزوں کا مسح ہو جائے گا	۲	۴۶۰
غسل میں موزوں پر مسح جائز نہیں	۳	۲۹۸
ایک پاؤں دھونا ایک پر مسح جائز نہیں	۳	۵۱۳
موزے پہننے کی ایک صورت	۴	۲۷۰
سوتی موزوں پر مسح کا حکم	۴	۳۴۵
بوٹ پر مسح	۴	۳۴۷
جراب میں نماز جائز ہے	۷	۳۰۱
موزے پر مسح کی مدّت	۳۰	۵۴۷

مونچھ/مونچھیں:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
مونچھیں کم کرنا فطرت سے ہے	۲۲	۵۷۱
مونچھ بڑھ جانے کی مقدار اور حکم	۲۲	۶۸۰
مونچھ بڑھانا کہ منہ میں آئے تو اس کا حکم	۲۲	۶۸۰

مہر:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
مہر کی بخشش کی ایک صورت	۴	۱۱۹
عورت کا مہر مانع زکوٰۃ نہیں ہے	۱۰	۱۴۳
عورت پر مہر کی زکوٰۃ کب ہے	۱۰	۱۶۹
خلوت صحیحہ سے پورا مہر لازم	۱۱	۱۱۷
صحت نکاح کے لئے ذکر مہر شرط نہیں	۱۱	۱۴۰
مہر مثل لازم ہونے کی ایک صورت	۱۱	۱۷۴
مہر اقل کی مقدار	۱۱	۲۴۸
مہر ازواج مطہرات	۱۱	۲۴۸

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
ذکر مہر	۱۱	۲۵۹
مہر کا مسئلہ	۱۱	۲۸۲
مہر کثیر و عمر فاروق رضی اللہ عنہ	۱۱	۲۸۳
مہر نہ ہونے کی شرط پر نکاح کا حکم	۱۱	۲۹۷
مہر معجل نفقہ کے عاجز کے کفو کا مسئلہ	۱۱	۵۲۳
مہر کے لزوم کے 3 اسباب	۱۱	۵۶۱
نکاح خوانی کے دوران مہر پر بحث کا ایک مسئلہ اور حکم	۱۱	۶۱۸
بعد بلوغ ولی کے کئے گئے نکاح میں مہر سے عدم رضامندی کا حکم	۱۱	۶۴۲
باب المہر	۱۲	۱۰۱تا۱۹۹
مہر شرع محمدی	۱۲	۱۲۳
مہر ازواج مطہرات	۱۲	۱۳۵
مہر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا	۱۲	۱۳۶
مہر معجل و مؤجل	۱۲	۱۴۲
مہر مؤجل	۱۲	۱۶۶
مہر شرع محمدی	۱۲	۱۶۵
مہر شرعی بحساب روپے	۱۲	۱۷۲
مہر کی اقسام ثلاثہ	۱۲	۱۷۱،۱۸۹
اقل مہر کی مقدار	۱۲	۱۶۲
مہر معجل کا حکم	۱۳	۲۱۷
نابالغہ مہر معاف نہیں کر سکتی	۱۳	۳۳۳
مہر معجل میں عورت استماع سے روک سکتی ہے	۱۳	۴۱۸
مہر معجل کا حکم	۱۳	۴۲۴
مہر عورت کا ترکہ ہے	۱۳	۴۳۷
مہر نکاح میں بضع کا عوض	۱۳	۴۷۷

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
مرتد کی عورت کے مہر کا حکم	۱۵	۵۹۱
مہر میں جائیداد کا حکم	۱۶	۱۱۳
مہر کے عوض جائداد کا حکم	۱۷	۱۲۱
مہر کی رقم سے خریدی گئی جائداد کا حکم	۱۷	۱۳۸
مہر معجل کا دعویٰ عورت پر دم کرسکتی ہے	۱۸	۲۳۲
مہر قرض کی طرح ہے	۱۸	۷۳۱
مہر میں جائداد	۱۸	۱۰۷
مہر مثل سے زائد کا دعویٰ	۱۸	۱۸۳
مہر مثل سے کم کا دعویٰ کا حکم	۱۸	۴۷۸
مہر مثل قرض ہے	۱۸	۷۳۱
مہر میں شوہر کے علاوہ ورثاء کا حصہ	۱۹	۲۸۵
ثبوت نکاح سے مہر مثل ثابت ہوگا	۱۹	۹۸
لڑکی کا باپ مہر معاف کردے تو حکم	۱۹	۳۴۶
مہر کی معافی زبردستی ہو تو باطل	۱۹	۶۱۰
مرض الموت میں مہر کی معافی کا حکم	۲۵	۳۸۷،۳۳۱
مرض الموت میں مہر کی معافی کا حکم	۲۵	۶۵۱
مہر میراث ہے	۲۶	۳۴۰
مہر ترکہ کی تقسیم سے پہلے دیا جائے	۲۶	۱۱۹،۵۸
مہر معاف کرنے سے معاف ہوجاتا ہے	۲۶	۳۵۵
مہر کی مالک عورت ہے	۲۶	۳۶۵

میت: دیکھئے موت

میراث:

میت کا غسل کفن دفن سب سے مقدم ہے	۳	۵۴۲
ترکہ سے بلا اجازت ورثاء ضیافت حرام ہے	۹	۶۶۴

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
ترکہ سے محتاجوں کو کھلانے کی شرط	۹	۶۶۵
کنیز کی اولاد ترکہ کی مستحق ہے	۱۱	۲۴۲
نکاح سنی با دختر رافضی سے اولاد مستحق ترکہ ہے یا نہیں	۱۱	۳۲۸
نکاح فاسد میں توارث نہیں	۱۱	۳۴۱
اولاد زنا ماں کی میراث پائے گی	۱۱	۳۶۶
ثابت النصب اولاد کا ترکہ	۱۲	۱۸۴
نکاح فاسد میں زوجین باہم وارث نہیں	۱۲	۱۸۴
متوفی لاولد ہو تو میراث کا حکم	۱۲	۴۷۱
وراثت زوجہ ضروریات دین سے	۱۲	۴۷۱
عورت کی زوجیت کے منکر کا حکم	۱۲	۶۰۳
نکاح فاسد و باطل میں توارث نہیں	۱۳	۳۲۱
جہیز و مہر عورت کا ترکہ	۱۳	۴۳۷
شوہر و والدین چھوڑنے والی عورت کا ترکہ	۱۳	۴۳۷
موانع ارث کا بیان	۱۴	۲۵۷
رافضی سنی کا وارث ہو تو حکم	۱۴	۲۵۰
کوئی کافر کسی مسلمان کا وارث نہیں	۱۴	۲۵۷
مرتد کسی کا وارث نہیں	۱۴	۲۵۸
لڑکیوں کو باپ کے قدیم مکان سے ترکہ ملے گا	۱۶	۱۰۵
وقف میں وراثت نہیں	۱۶	۲۰۷
میراث کا ایک سوال	۱۶	۵۰۰
عورت اپنے مال سے جائداد خریدے تو اس کا حکم	۱۷	۱۳۸
میراث کا ایک سوال و جواب	۱۷	۲۱۵،۱۰۳
ادائے قرض تقسیم ترکہ میں مقدم ہے	۱۷	۵۶۲،۹۵
ایک ترکہ کی تقسیم	۱۸	۱۵۷

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
وارث کو میراث سے محروم کرنے کی وعید	۱۸	۱۶۶
میراث کے الجھے مسئلے کا شاندار فیصلہ	۱۸	۲۵۵
ترکہ کی تقسیم	۱۸	۳۱۴
ایک جائداد کی تقسیم	۱۸	۳۱۵
مرض الموت میں مورث کے لئے حکم	۱۹	۱۰۴
وراثت بلاتقسیم اگر ہبہ کرے صرف دو ترکوں کو تو حکم	۱۹	۳۳۵
متوفی نے ترکہ میں دین وعین چھوڑا تو حکم	۱۹	۱۱۹
وارث اپنے مال سے مورث کی تجہیز وتکفین کرے تو حکم	۱۹	۲۶۳
مال مقطوع میں وارثوں کا حق نہیں	۱۹	۲۹۷
والد کے ترکہ میں بھائی کی ناجائز تقسیم کی ایک صورت کا حکم	۱۹	۶۸۰
کل جائداد صرف ورثہ میں تقسیم کرنے کا سوال	۲۰	۱۷۵
مرتدہ اپنے شوہر کا ترکہ نہ پائے گی	۲۱	۲۴۴
وارث ہونے کے لئے ضروری نہیں کہ وہ مورث کا مال لے	۲۱	۵۲۹
میراث میں حرام مال چھوڑے تو حکم	۲۳	۵۵۰،۵۳۵
مرض الموت میں حقوق کی معافی سے صرف غیر مالیہ معاف ہوں گے	۲۴	۴۰۷
جوان اولاد کو میراث سے محروم نہ کرے	۲۴	۴۵۵
ایک صورت ترکہ کی شرعی تقسیم	۲۵	۳۷۴
تقسیم میراث کی ایک شکل	۲۵	۶۵۷
زوج کا ترکہ زوجہ کو مہر لینے کی اجازت ہے یا نہیں	۲۵	۵۹
میراث کی ایک شکل	۲۵	۲۳۲
ایک صورت ترکہ کی تقسیم	۲۵	۳۷۴
تقسیم ترکہ کی بعض صورتیں	۲۵	۳۷۸
نابالغوں کی تقسیم حصص میں کمی حرام	۲۵	۴۴۸
باپ کے ہوتے بھائی بہن کا استحقاق نہیں	۲۵	۴۶۳

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
بیوی سری شوہر و والدین میں تقسیم وراثت کی صورت	۲۵	۴۶۳
چچازاد کے ہوتے ہوئے بھانجی ماموں زاد وارث نہیں	۲۵	۴۶۶
مشترک مال کی تقسیم وراثت کا طریقہ	۲۵	۴۶۹
رد علی الزوجین وراثت نہیں	۲۵	۶۰۰تا۶۵۷
تقسیم ترکہ کی ایک شکل	۲۵	۶۵۷
کتاب الفرائض	۲۶	۵۵تا۳۹۴

میلاد شریف:

میلاد شریف کا انعقاد مسجد میں	۸	۱۲۳
میلاد عرب میں	۸	۶۲۱
میلاد منذ کوۃ کے مال سے کرے تو حکم	۱۰	۲۵۱
میلاد کی شیرینی کا حکم	۱۰	۳۰۸
میلاد شریف کی نذر کا حکم	۱۳	۵۸۴
میلاد شریف کی نذر کا حکم	۱۳	۵۹۰
سرکار محفل میلاد میں تشریف لا سکتے ہیں	۱۴	۶۶۹
قیام میلاد، محفل میں سرکار ﷺ تشریف لانے کی وجہ سے نہیں	۱۴	۶۶۹
میلاد شریف پڑھوانے والے کی بے ادبی کا حکم	۱۴	۶۸۶
میلاد شریف کی مبشرات	۱۵	۵۲۲
میلاد النبی پر خاص تارے کا طلوع	۱۵	۶۴۴
میلاد کے لئے وقف صحیح ہے	۱۶	۲۵۳
میلاد کے گھر کھانا کھانے کی دو صورتیں	۲۱	۶۶۴
میلاد شریف میں قوالی کیسے ہو	۲۱	۶۶۴
میلاد النبی کی شیرینی پر پنج آیت پڑھنا	۲۳	۱۱۸
میلاد کی محفل میں تلاوت کا حکم	۲۳	۱۱۹
میلاد سے روکنا ذکر خدا سے روکتا ہے	۲۳	۱۷۵

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
میلاد شریف کرانے کا حکم	۲۹	۲۰۴
میلاد شریف کا ثبوت قرآن سے	۲۹	۲۴۷
میلاد شریف کی تاریخ	۲۹	۵۴۷
ابولہب کو میلاد رسول ﷺ کی خوشی منانے کا فائدہ ملا	۳۰	۱۲۶

(ن)

نافع وضار:

غیر خدا کو نافع وضار سمجھنا کب شرک ہے	۹	۶۹۱
حضرت علی رضی اللہ نے حجر اسود کو نافع وضار فرمایا	۹	۶۹۲

نادعلی:

نادعلی کی ترکیب اور الفاظ ودعا	۷	۶۲۲
نادعلی ۔ یاعلی ۔ یاعلی ۔ یاعلی	۹	۸۲۱

ناخن:

ناخن کتروانے کا حکم	۲۲	۵۷۴
سونے چاندی کے ناخن کا استعمال کا حکم	۲۲	۶۷۹
بدھ کے روز ناخن کاٹنے کی تفصیل	۲۲	۶۸۵

ناف:

نومولود کی ناف کاٹنے کا حکم	۲۲	۶۰۳

نام رکھنا:

نام رکھنے کا بیان	۲۴	۶۶۳تا۷۰۶

نبیذ / تمر:

نبیذ تمر سے وضو کا حکم	۲	۵۷۶
نبیذ تمر سے وضو	۱۰	۱۹۳

marfat.com
Marfat.com

عنوانِ مسئلہ	جلد	صفحہ

نجاست:

انجاس	۱	۳۴۴تا۳۷۲،۴۷۶،۴۶۲،۷
تحقیق فی سبب تنجس الطاہر بالنجس	۲	۱۶۳
ناپاک کپڑے میں پاک کپڑا لپیٹا تو حکم	۲	۱۶۳
ناپاک پانی میں بجھائے گئے چونے کا حکم	۲	۲۸۲
شرابی کی مونچھیں بڑی تو جب پانی پئے گا تو پانی ناپاک ہوگا	۲	۳۱۶
نجس چیز کے پاک ہونے کی ایک صورت	۲	۳۵۲
نجاست مرئیہ وغیر مرئیہ کی پاکی کی ایک صورت	۲	۳۶۴
نجاست دھونے میں پانی ناپاک کب ہوگا	۲	۳۷۳
زمین پر پڑی نجاست پر پانی بہایا تو احکام	۲	۳۷۷
نجس چیزوں کو پاک کرنے کا طریقہ	۲	۳۷۸
نجاست کے دھونے کے لئے شرط	۲	۴۱۴
نجاست سے پیدا شدہ کیڑے کا حکم	۲	۴۶۳
اناج کے ڈھیر کی ناپاکی اس کی تقسیم ہوچکی اب حکم	۲	۵۳۷
جانوروں کے بدن پر لگی نجاست کا حکم	۲	۵۶۴
گوشت کا خون پاک ہے	۲	۵۶۵
نجاست کو دودھ وغیرہ سے دھونے کا حکم	۳	۵۰
نجاست کو سرکہ سے دھونے کا حکم	۳	۵۱
رقیق اور دلدار نجاستوں کی مقداریں اور حکم	۳	۵۳
جوتا اور موزہ جرم دار نجاست سے کیسے پاک ہوگا	۳	۵۴
نجاست مرئیہ کے احکام اور تحقیق	۳	۷۲
نجاست ذی جرم اور بے جرم کی تعریف	۳	۵۴

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
نجاست کے بارے شک کا حکم	۳	۲۵۴
رحم کی رطوبت پاک ہے	۳	۲۶۸
کپڑا ایک کے لئے پاک دوسرے کے لئے ناپاک کی صورت	۳	۳۱۷
بے دھوئے کون سی چیزیں پاک ہیں	۳	۳۲۰
موت نجاست حقیقیہ یا حکمیہ	۳	۴۰۲
کافر کے مردے کا حکم	۳	۴۰۷
نجاست دھونے کے بعد کون سا اثر معاف ہے	۳	۴۷۱
راکھ کب پاک ہے کب ناپاک ہے	۳	۴۷۶
نجاست حکمیہ نجاست حقیقہ سے سخت ہے	۳	۵۱۴
موت سے نجاست حقیقیہ لاحق ہوئی یا حکمیہ	۳	۵۵۵
باب الانجاس	۴	۳۷۷تا۵۷۲
سب سے زیادہ نجس کون	۲۱	۱۷۳
کون سے کیڑے نجس ہیں	۲۱	۶۳۲
موضعِ نجاست میں ذکرِ لسان ناجائز	۲۳	۱۶۹
نجاست کی جگہ قرآن مجید پڑھنا منع	۲۳	۴۵۳
شراب پیشاب کی طرح ناپاک ہے	۲۵	۱۰۱
ہر مسکر نجاست غلیظہ ہے	۲۵	۱۰۸

نحو :

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
قول اگر مقولے کے بغیر ہو تو حکم	۱۰	۶۳۵
ادعیہ افطار میں ماضی کے صیغوں سے اخبار متعین ہے	۱۰	۶۳۶
حال اور عامل میں مقارنت ضروری ہے	۱۱	۱۴۰
کنم اور می کنم میں فرق	۱۲	۵۸۸

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
فعل متعدی کا حکم	۱۳	۵۷۷
لائے نفی جنس صیغہ عموم سے ہے	۱۴	۳۵۵
مرضی نحوی کی ایک تصریح	۱۵	۲۹۳
اسم تفضیل کی تفصیل وتشریح	۲۸	۶۰۲
تحقیق رضوی بابت افعل التفضیل	۲۸	۶۱۱
موضوع ومحمول معرفہ ونکرہ کا ایک ضابطہ	۲۸	۶۳۵
لام عہد کا نہ ہو تو استغراق کا ہوگا	۲۸	۶۳۷
نکرہ تحت النفی مفید عموم ہوتا ہے	۲۹	۷۶
نور نبیک میں اضافت بیانیہ	۳۰	۶۷۷
ذاتی میں یاء نسبت ہے	۳۰	۶۸۴
نورذات میں اضافت تشریفیہ ہے	۳۰	۶۸۴

نذر:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
نذر سے پانچ اشیاء کا عدم لزوم	۱۳	۲۵۷
باب النذور	۱۳	۵۸۱تا۶۰۸
نذرونیاز جائز	۱۵	۷۴
کیا نذر شرعی عبادت ہے	۱۵	۲۶۳
نذرونیاز بزرگان کے لئے وقف صحیح ہے	۱۶	۲۵۳
نذروفتوح جس کو دی اس کی ہیں	۱۶	۵۷۵
قربانی کی نذر	۲۰	۴۵۱

نسب:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
شرع میں نسب باپ سے ہے	۱۰	۱۰۹
باپ شریف تو بیٹا بھی شریف ہے	۱۱	۲۴۲

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
نکاح فاسد میں وقت وطی سے 6 ماہ بعد اولاد ثابت النسب ہے	۱۱	۳۴۱
حرمت مصاہرۃ میں متارکہ سے قبل وطی اور اس سے اولاد کا حکم	۱۱	۳۶۵
سنی اور رافضیہ کا نکاح اور اولاد کا حکم	۱۱	۴۴۷
غیر سید نے سیدہ سے نکاح کیا تو اولاد کا حکم	۱۱	۷۳۰
باپ شریف ماں طوائف تو نسب کا حکم	۱۱	۷۳۱
خاوند والی نکاح کی اولاد کا نسب	۱۲	۴۶۴
باب النسب	۱۳	۳۴۹تا۳۸۱
حالت کفر کی صحبت کا بچہ حرامی	۱۴	۲۹۹
مرتد بیوی سے قبل اسلام اولاد کا حکم	۱۴	۶۵۴
متبنّٰی کی ولدیت گود لینے والے کی طرف کرنا غلط	۱۸	۶۸۵
زنا سے نسب ثابت نہیں ہوتا	۲۲	۲۳۹
نسب کے کچھ مسائل	۲۳	۱۹۷تا۲۵۶
اثباتِ نسب میں بہت احتیاط چاہیے	۲۶	۹۰
بے نکاح اولاد ہو تو اس کا نسب صرف ماں سے	۲۶	۱۳۵

نصاریٰ / نصرانی / نصرانیہ:

نصرانی کے جھوٹے کا حکم	۲	۳۱۴تا۳۱۹
عیسائی کی چھوئی ہوئی چیز کا حکم	۴	۵۵۳
نصاریٰ کی تابعداری کرنے والے کی امامت کا حکم	۶	۵۸۷
نصرانیہ سے نکاح	۱۲	۲۶۲
فی زمانہ نصاریٰ کتابی ہیں یا نہیں	۱۴	۱۰۵
فی زمانہ نصاریٰ کا حکم مع تفصیل	۱۴	۱۱۵،۱۱۷
نصاریٰ کا ذبیحہ	۱۴	۱۲۲

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
نصاریٰ کے کپڑے	۱۴	۲۷۶
نصاریٰ اور یہود پر مسلمان ہونا لازم	۱۴	۷۰۴
نصاریٰ سے ترک معاملات منع نہیں	۱۵	۲۷۳
نصاریٰ و یہود ایک دوسرے کو باطل کہتے ہیں اور دونوں سچے ہیں	۱۹	۴۹۹
آج کل کے نصاریٰ کا حکم	۲۰	۲۴۳
یہود و نصاریٰ کے ذبیحہ کا سوال	۲۰	۲۴۹،۲۴۶
نصاریٰ سے موالات کا حکم	۲۱	۲۶۲
نصاریٰ کے ساتھ کھانے پینے کا حکم	۲۱	۶۶۴
نصاریٰ اور یہود کافر اصلی ہیں	۲۱	۶۴۷
نصاریٰ اور یہود پر لعنت کی وجہ	۲۲	۴۵۶
نصاریٰ کے پاس نوکری کا حکم	۲۳	۵۰۷
نصاریٰ کے عقائد فاسدہ کی تفصیل	۲۶	۴۸۱
نصاریٰ تین خدا مانتے ہیں	۲۹	۳۰۲

نظر:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
نظر والے نے رفع نظر کے لئے اعضاء دھوئے تو پانی کا حکم	۲	۵۹۵

نفاس:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
حیض و نفاس والی عورت پانی میں ہاتھ ڈالے تو حکم	۲	۱۳۰،۱۱۷
تلاوت کے وقت پاس نفاس والی بیٹھی ہو تو حکم	۳	۵۵۵
نفاس سے آٹھ دن میں فارغ ہو تو حکم	۴	۳۵۶
نفساء مسجد سے نہ گزریں	۱۶	۳۵۸،۳۵۲
عورت نفاس سے کب پاک ہوتی ہے	۲۳	۳۸۴

نفاق : دیکھئے منافق:

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ

نفقہ:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
نفقہ کے نہ ہونے شرط پر بھی نفقہ واجب	۱۱	۲۹۸
وطی وسفر سے منکرہ بوجہ وصولی مہر معجّل کا نفقہ	۱۲	۱۰۳
ناشزہ عورت کا نفقہ نہیں	۱۲	۱۴۴
نفقہ مثل کا معنی	۱۲	۲۱۴
بعد موت شوہر زمانہ عدت کا نفقہ	۱۲	۴۷۲
ناشزہ کا نفقہ نہیں	۱۲	۴۷۳
آوارہ گرد عورت کا نفقہ	۱۲	۴۷۵
کون سی عدت کا نفقہ ہے اور کون سی عدت کا نہیں	۱۲	۵۹۸
نفقہ درعدت	۱۳	۳۱۱
لڑکا غنی تو نفقہ کس پر	۱۳	۴۰۷
باب النفقة	۱۳	۴۱۵تا۴۹۳
جن کا نفقہ واجب ان کی تضیع گناہ	۱۴	۱۰۱
نفقہ کی ایک صورت	۱۶	۵۱۳
تنگدست والدین کا نفقہ کس پر ہے	۱۸	۲۰۶
عورت اور دیگر محارم کے نفقہ کا فرق	۱۸	۲۱۶
جائز نفقہ کی تفصیل	۱۹	۱۴۳
محتاج باپ غنی لڑکے سے نفقہ کب بے اطلاع لے سکتا ہے	۱۹	۲۴۴
مدعی کو خرچہ دلانا حکم شرع کے خلاف ہے	۲۰	۱۸۹
جوان بیٹے کا نفقہ باپ پر واجب نہیں	۲۳	۵۴۶
محتاج باپ بیٹے کا مال بغیر قیمت لے سکتا ہے	۲۵	۴۷۲

نقشہ:

اوقات بعض تحویلات کا نقشہ	۵	۱۵۵

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
مقامات مقدسہ کے نقشے بنانا جائز	۲۱	۴۲۵تا۴۵۷

• نکاح:

زوجہ سے خانگی کاروبار لینا جائز ہے	۲	۵۳۶
دلہن کو گھر لائیں تو ایک مستحب عمل	۲	۵۹۵
عقد نکاح میں مدت کی شرط کا حکم	۳	۵۰۲(حاشیہ)
دوسرے کی طرف سے نکاح کرانے میں اجازت کی صورتیں	۳	۷۱۰
نکاح کی حقیقت ایجاب وقبول ہے	۱۰	۴۹۴
باب النکاح	۱۱	۱۰۹تا۳۰۹
محرم صفر میں نکاح کا حکم	۱۱	۲۶۵
نکاح الکافر	۱۲	۲۶۱تا۲۶۵
نکاح ثانی کا حکم	۱۲	۲۸۷تا۳۱۸
نکاح میں توقیت	۱۲	۳۶۸
نکاح فاسد کی ایک صورت	۱۲	۱۷۰
عدت میں نکاح کا حکم	۱۲	۳۷۰
عدت میں نکاح	۱۲	۴۰۸،۴۲۳
نکاح ثانی کا حکم	۱۳	۱۰۴
رافضی کا نکاح سنیہ سے نہیں	۱۳	۳۱۴
نکاح ثانی کا حکم	۱۳	۴۶۴
نکاح ثانی بغیر طلاق حرام حرام حرام	۱۳	۴۷۴
نکاح کتابیہ کا حکم	۱۴	۱۱۶
کتابیہ سے نکاح کا حکم	۱۴	۱۲۲
مدخولہ سے عدت میں نکاح حرام	۱۴	۶۵۴

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
کافر سے مسلمان عورت کا نکاح نہیں	۱۵	۱۵۴
اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کا حکم	۱۵	۲۲۱
فاسق کے نکاح پڑھانے کا حکم	۱۶	۳۶۰
نکاح میں وقت کی قید کی دو صورتیں اور حکم	۱۷	۲۴۸
نکاح کی گواہی سماع کی بنیاد پر درست ہے	۱۸	۱۰۹
نکاح کے وقت مہر نہ ہونے کی شرط کا حکم	۱۸	۳۴۴
نکاح نامے کی شرعی حیثیت	۱۸	۳۴۸
نکاح رجسٹر کی شرعی حیثیت	۱۸	۶۰۹
نکاح فضولی کا حکم	۱۸	۶۰۹
بغیر طلاق نکاح ثانی اگر باپ کرائے تو حکم	۱۸	۶۲۲
نکاح فضولی کا حکم	۱۸	۳۲۰
نکاح میں ایک شخص طرفین کا متولی ہوسکتا ہے	۱۹	۹۴
نکاح کے رجسٹر کی شرعی حیثیت	۲۱	۱۶۹
کسی کی منکوحہ سے نکاح باطل کی صورت	۲۱	۶۷۴
شریعت آدم علیہ السلام میں حقیقی بہن سے نکاح حلال تھا	۲۲	۴۰۷
داڑھی کی توہین کرنے والے کی بیوی نکاح سے نکل جائے گی	۲۲	۵۷۴
نکاح کے کچھ مسائل	۲۳	۱۸۳تا۱۹۵
قاضی کا رجسٹر شرط نکاح نہیں	۲۳	۱۹۳
سیدزادی کا غیر سید سے نکاح کا حکم	۲۳	۲۰۶
چند باطل نکاحوں کی مثالیں	۲۳	۲۰۶
خطبہ نکاح سنت ہے	۲۴	۱۷۰
نکاح ثانی نہ کرنے والی عورت قیامت میں شوہر اول کو ملے گی	۲۵	۵۷۹

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
نکاح فضولی	۲۵	۶۵۵
شیعوں سے نکاح جائز نہیں	۲۶	۷۳
رافضیہ زوجہ شرعیہ نہیں	۲۶	۷۸
منکوحہ غیر سے لاعلمی میں نکاح کا حکم	۲۶	۱۷۶
گواہوں کے بغیر نکاح نہیں	۲۶	۲۸۱

نماز:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
نماز میں مرد اور عورت کے بوسے کا حکم	۱	۴۷۰
ایک کپڑے میں نماز	۱	۴۷۰
صرف پاجامہ میں نماز کا حکم	۱	۸۴۴
نماز میں انکھیوں سے دیکھنے کا حکم	۱	۸۹۴
تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کی ترک کی عادت کا حکم	۱	۹۱۳
نماز میں مٹی سے بچانے کے لئے دامن اٹھانا	۱	۱۰۰۴
نماز میں انگلیاں چٹخانے کے احکام	۱	۱۰۲۱
نمازی اپنے امام کے سوا لقمہ دے تو حکم	۱	۱۰۹۵
قیام نماز میں تلاوت بنیت دعا کا حکم	۱	۱۱۰۰
نماز میں عمل مکروہ اور غیر مکروہ کا قاعدہ کلیہ	۱	۱۰۰۶
ناپاک زمین پر جوتا پہن کے کھڑا ہو تو نماز کا حکم	۲	۹۶
وضو غسل سجدہ میں بے احتیاطیاں	۳	۲۵۴
شہید کو اٹھائے ہوئے نماز پڑھنے کا حکم	۳	۲۶۸
ڈھیلے سے صرف استنجاء کر کے نماز کا حکم	۳	۲۷۲
دو نمازیں ایک وقت میں پڑھنے کا حکم	۳	۳۰۴
سونے سے نماز جانے کا خدشہ ہو تو نہ سوئے	۳	۳۰۷

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
پولیس کے خوف سے چھپے شخص پر جمعہ جماعت ساقط	۳	۴۱۳
سواری سے اتر نہ سکے تو سواری پر ہی پڑھے	۳	۴۲۲
کھڑا ہونے سے زخم بہے تو بیٹھ کر نماز لازم	۳	۴۲۵
ظہر یا جمعہ سنتیں بوجہ جماعت رہ جائیں تو حکم	۳	۴۲۷
نماز تہجد مستحب ہے	۳	۴۲۹
آنکھ بنوائی طبیب نے حرکت سے منع کیا تو حکم	۳	۴۵۶
نماز صبح، جمعہ، عیدین میں فقط واجبات کب ادا کرے	۳	۴۵۹
آدمی جیسے نماز پر قادر ہو ویسے فرض	۳	۴۶۰
اندھیرا ترک جماعت کا کب عذر ہے	۳	۴۷۲
تیمم والے کے پیچھے طہارت والے کی نماز جائز	۳	۵۳۲
جہاں نہ پانی ہو نہ مٹی تو کیا کرے	۳	۶۵۹
تیمم والے نے نماز میں پانی پالیا تو نماز کا حکم	۴	۷۰۵،۳۲
ایک سلام کے بعد پانی پالیا تو نماز کا حکم	۴	۳۲،۷۰۵
صاحب ترتیب کی قضا اور وقتیہ کا مسئلہ	۴	۱۳۱
اقامت وسفر میں امام کا حال جاننا ضروری	۴	۷۰۵
امام کے حال کا علم ضروری	۴	۱۳۵
کتاب الصلوٰۃ	۵	مکمل جلد
نماز کے اوقات	۵	۱۲۱
نماز کی جگہوں کا بیان	۵	۳۴۳
اذان واقامت کا بیان	۵	۳۶۱
تارک جماعت کا حکم	۵	۱۰۲تا۱۱۵
نماز نشہ میں	۵	۱۱۴

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
نماز کے مقامات	۶	۱۳۱
جو نمازیں مجبوری میں بیٹھ کر پڑھیں ان کا اعادہ نہیں	۶	۱۳۱
باریک کپڑے کہ اعضا ظاہر ہوں میں نماز کا حکم	۶	۲۹
نماز میں بحالت قیام پاؤں میں 4 انگل کا فاصلہ	۶	۱۵۵
صرف تکبیر تحریمہ کی قدرت ہو تو کہنا واجب	۶	۱۵۸
ریاکاری کی نماز کا حکم	۶	۱۹۳
نماز میں قرآن کریم پڑھنا فرض	۶	۱۹۳
نماز کے بعد مصلی کا الٹ دینا کیسا ہے	۶	۲۰۶
نماز کے بعد دعا میں تاخیر کیسی	۶	۲۳۳
نماز کے بعد دعا مانگنے کا ثبوت	۶	۲۲۴
نماز تسبیح کا بیان	۷	۴۴۲
نماز ضحیٰ کا بیان	۷	۴۴۵
نماز تسبیح کا بیان	۷	۴۴۶
نماز غوثیہ کا بیان	۷	۵۶۹تا۶۵۲
نماز کن فیکون کا بیان	۷	۶۰۷
نماز استسقاء کا بیان	۷	۶۰۷
نماز کسوف کا بیان	۷	۶۱۳
نماز کے افعال کی حکمتیں	۷	۶۱۵
نماز کی پچھلی رکعتوں میں سورت کا ملانا	۸	۱۹۲
فضیلت نماز کا بیان	۸	۵۱۹
نماز کی فضیلت	۸	۵۲۳
فضائل نماز	۸	۵۲۹

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
نماز کا ثبوت	۱۰	۶۳
نماز بلاخشوع کا حکم	۱۰	۱۹۵
نماز میں فرض ابتدائی ایک آیت ہے	۱۰	۵۹۸
عاری کے پیچھے لابس کی نماز نہیں ہے	۱۰	۶۰۳
نماز کا ایک اہم مسئلہ	۱۰	۷۸۵
آبادی میں بلاتلاش پانی اگر نماز پڑھی تو نماز کا حکم	۱۱	۲۲۸
نماز کا مذاق اڑانے والے کا حکم	۱۳	۲۶۵
نماز کے بعد پیشانی پر ہاتھ رکھ کر دعا	۱۳	۳۶۷
نماز روزہ سے روکنا	۱۳	۴۸۷
نماز نہ پڑھنے پر مار پیٹ	۱۳	۴۴۶
سلام پھیرتے وقت نیت حاضرین	۱۳	۴۹۶
نماز ظہر کی قسم حانث کب ہوگا	۱۳	۵۰۰
آیۃ الکرسی سے نماز کا حکم	۱۴	۳۷۵
کافروں کی زمین پر نماز منع	۱۴	۱۶۴
نماز میں سرکار کو سلام کی حکمت	۱۵	۲۰۶
نماز میں انگلی شہادت اٹھانے کا جواز	۱۵	۲۲۰
نماز کے لئے مسجد شرط نہیں	۱۶	۱۲۳
نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا	۱۶	۴۹۹
نماز قبروں پر ناجائز ہے	۱۶	۵۰۳
قعدہ اولی میں امام کے کھڑا ہونے کا مسئلہ	۱۸	۳۳۲
مزدوری کی نیت سے نماز سے فرض ساقط ہوجاتا ہے	۱۸	۵۵۷
نماز میں حضور قلب کا حکم	۲۱	۲۵۳

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
تارک نماز کا حکم	۲۱	۶۳۵
بچے کو نماز کا حکم دینے کی عمر	۲۱	۶۳۹
بے نمازی کے ساتھ کھانے پینے کا حکم	۲۱	۶۵۹
نماز توڑنا کب واجب	۲۱	۳۰۶
ناجائز کپڑا پہن کر نماز مکروہ تحریمی ہے	۲۲	۱۵۳
تین شخصوں کی نماز ان کے کان کے اوپر نہیں جاتی	۲۲	۲۱۷
نماز فجر کے بعد مصافحہ کا حکم	۲۲	۳۳۷
نیت رکن نماز نہیں بلکہ شرط نماز ہے	۲۲	۳۸۷
نمازی کی تلاوت سے خارج نماز پر سجدہ تلاوت کا حکم	۲۲	۴۰۹
نماز کے اختتام پر سلام کی حکمت	۲۲	۴۰۹
نماز قبر کی طرف منع ہے	۲۲	۴۷۹
نماز فجر وعصر کا مصافحہ سنت ہے	۲۲	۵۶۳
بے نمازی کا حکم	۲۳	۹۹
ناجائز لباس میں نماز مکروہ تحریمی	۲۳	۱۰۱
نماز عند الطلوع سے عوام کو منع نہ کیا جائے	۲۳	۱۷۰
ایک رکعتی نماز کا حکم	۲۳	۱۷۷
راستے پر نماز پڑھنا مکروہ ہے	۲۳	۷۲۳
ایک رکعتی نماز منع ہے	۲۳	۱۷۷
تارک نماز قاضی نہیں بن سکتا	۲۴	۳۶۳
نماز میں عدم کراہت کی صورتیں	۲۴	۶۱۳
شمع، چراغ اور فانوس وغیرہ سامنے ہو تو نماز مکروہ نہیں	۲۴	۶۱۹
انگریزی دوا کپڑے پر لگے تو نماز کا حکم	۲۵	۲۰۹

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
شب معراج نماز کی فرضیت	۲۶	۳۹۶
فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی	۲۸	۵۱
غیر مقلدین کے پیچھے نماز کا حکم	۲۹	۱۹۳
منکر میلاد وغیرہ کے پیچھے نماز کا حکم	۲۹	۲۱۹
ایک نمازی کے قتل کا حکم	۲۹	۵۳۰
تمام جہان کے لوگ نماز میں قبلہ کی منہ کرتے ہیں	۲۹	۱۶۰
نماز میں آمین بالجہر درست نہیں	۲۹	۳۹۳
التحیات میں ندائے یارسول اللہ	۲۹	۵۶۶
معانی کا قصد کرکے سلام عرض کرے	۲۹	۵۶۶
نمازیں پچاس سے پانچ	۳۰	۲۱۱

ننگے سر نماز:

ننگے سر نماز کا حکم	۷	۳۸۹

نواقض وضو:

فصل فی النواقض	۱	۱۰۴۹تا۳۳۷
رفع حدث کے معنی کی تحقیق	۲	۶۷
نابالغ ہر وقت باوضو ہے	۲	۷۰
حدث کے دو معانی	۲	۷۶
حدث کی تعریف	۲	۷۷
نجاست حکمیہ کے معنی کی تحقیق	۲	۸۰
حدث کے دو معانی کی تحقیق	۲	۸۲
نجاست حکمیہ صرف اعضائے وضو میں یا سارے بدن میں	۲	۹۲
محدث جب مطلق ہو تو حکم	۲	۹۵

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
وضو میں 4 اعضاء کے دھونے کی تحقیق ومسح سر کی حکمت	۲	۹۷
وضو کی جگہ غسل کا حکم	۲	۱۰۰
نجاست کے پانی کا حکم	۳	۱۷۲
قے کب ناقض وضو ہے	۳	۱۷۳
ورزش سے وضو نہیں ٹوٹتا	۳	۳۰۶
مکروھات کا ارتکاب نجاست حکمیہ مگر وضو نہیں ٹوٹتا	۴	۴۰۳

نوٹ:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
نوٹ ثمن نہیں	۱۷	۲۳۴
نوٹ مال ربوی نہیں	۱۷	۲۳۴
نوٹ کی بیع ابتداءً کم وبیش سے جائز	۱۷	۲۴۰
کاغذی نوٹ پر مستقل رسالے	۱۷	۳۹۵تا۵۵۸
نوٹ کم وبیش پر بیچا جاسکتا ہے	۱۷	۴۷۵،۶۰۱
نوٹ پر زکوٰۃ ہے	۱۷	۴۰۹
نوٹ مہر بن سکتا ہے	۱۷	۴۱۰
مروجہ کچہریوں کے نیلام کا حکم	۱۷	۱۰۴

نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
تمام عالم نور محمدی ﷺ سے پیدا ہوا	۲۲	۶۰۳
نور محمدی ﷺ کا بیان	۳۰	۶۵۷تا۷۷۰

نوافل:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
باب النوافل	۷	۳۹۷تا۷۰۵
نفل کی جماعت بتداعی مشروع نہیں	۱۰	۶۰۳
نفل روزوں کا بیان	۱۰	۶۴۷تا۶۵۴

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ

نیلام:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
نیلام کی ایک خاص صورت	۱۷	۱۰۳
مروجہ نیلام کا حکم	۱۷	۱۰۴
سرکاری نیلام کا حکم	۱۷	۱۰۷
جائداد کا نیلام	۱۷	۱۰۹
کورٹ کے نیلام کا حکم	۱۸	۱۸۱
نیلام سرکاری مختلف فیہ ہے	۱۸	۵۳۹
مکان کے مالک کی اجازت کے بغیر نیلام میں شفعہ کا حکم	۲۰	۱۱۵
کچہریوں کی جبراً نیلام کی گئی جائداد کا حکم	۲۰	۱۱۵
نیلامی والی بیع کا حکم	۲۳	۶۰۵

نیند:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
نیند کی دس صورتیں اوران کے احکام	۱	۴۸۸

و

واجب:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
وضو کے واجبات	۱	۲۳۹
واجبات کی اقسام اور تعریفیں	۱	۲۴۰
واجب اور فرض کی اقسام میں نسبتیں	۱	۲۶۳
واجب سے فرض کی تکمیل	۱	۹۵۰
فاسق معلن کے پیچھے پڑھی نماز کا اعادہ واجب ہے	۳	۴۲۵
مسلمان کے فعل محمل حسن محمول پر واجب ہے	۵	۳۲۴
اذان سنت ہے یا واجب	۵	۴۲۰

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
واجب کے احکام	۶	۶۴۱
جلسہ میں سرکار کی یاد واجب کیوں ہے	۷	۶۱۵
امام میں عیب شرعی ہوتو دوسری جگہ جمعہ کو جانا واجب ہے	۸	۳۹۹
واجب کے فرض چھوڑنا ناجائز لیکن اس کا عکس جائز	۱۰	۵۹۸
حج کے واجبات	۱۰	۷۸۹
خوارج کو کافر کہنا واجب ہے	۱۱	۳۸۰
حرام سے بچنا واجب ہے	۱۲	۳۳۲
واجب لعینہ اورلغیرہ کا بیان	۱۴	۵۵۲
ہررکعت میں سورۃ فاتحہ واجب ہے	۱۵	۲۰۸
مسجد کوبدبو بھر سے بچانا واجب ہے	۱۶	۲۳۲
فاسق کی اہانت واجب ہے	۱۶	۶۱۰
ناجائز کا ترک واجب ہے	۲۱	۱۸۷
غیر محرم پیر سے عورت کو پردہ واجب ہے	۲۲	۲۵۰
کن لوگوں پرسلام کاجواب واجب ہے	۲۲	۳۱۹
ڈاڑھی واجب ہے	۲۲	۵۸۱
واجب کی تعریف اور واجب وسنت میں فرق	۲۲	۶۳۴
سلام کا جواب واجب کفایہ ہے	۲۲	۳۳۳
کبھی وجوب کیلئے ینبغی آتا ہے	۲۸	۱۵۰
تقلید واجب ہے	۲۹	۱۹۵

واقعہ :

واقعہ	۹	۵۵۸،۴۵۳،۴۳۲،۴۳۳

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
امام محمد باقر علیہ الرحمہ کا واقعہ	۱۰	۸۴
ایک امام کا سرکار ﷺ کو خواب میں دیکھنے کا واقعہ	۱۰	۱۹۵
امام الحرمین ابوالمعالی علیہ الرحمۃ کے زمانے کی حکایت	۱۰	۴۵۵
صبح صادق کے انحطاط کی صحت کا مؤید واقعہ	۱۰	۶۲۴
سیدابوعبداللہ کے خواب کا واقعہ	۱۰	۶۸۹
حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ	۱۰	۷۴۱
ماتن وشارح کی ملاقات کا واقعہ	۱۰	۷۷۴
حضرت ام ہانی کوسرکار ﷺ کا پیغام نکاح کا واقعہ	۱۲	۳۰۰
حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کوسرکار ﷺ کے پیغام نکاح کا واقعہ	۱۲	۳۰۲
حضرت رباب رضی اللہ تعالیٰ عنہا صحابیہ کا واقعہ	۱۲	۳۰۵
حضرت اسماء بنت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شجاعت کا واقعہ	۱۲	۳۱۰
علمائے سوء کے بارے میں واقعہ	۱۳	۱۳۰
واقعہ ولادت بچہ	۱۳	۳۶۸
واقعہ قسم حضرت ایوب علیہ السلام	۱۳	۵۲۶
واقعہ جب کہ بیوی کے ساتھ غیر شخص کو پائے	۱۳	۵۶۲
حضورغوث پاک علیہ الرحمہ کی کھڑاؤں کا واقعہ	۱۳	۶۰۰
واقعہ فیاض حضور غوث پاک	۱۳	۶۰۱
واقعہ عجیبہ دھقانی کا	۱۳	۶۰۳
دولت عثمانیہ کا ایک واقعہ	۱۷	۴۷۹
یہودی طبیب سے علاج کا واقعہ	۲۱	۲۴۴
حضرت امام سفیان ثوری سے متعلق حکایت	۲۱	۳۲۳
یہودی طبیب سے علاج کا واقعہ	۲۱	۲۴۱

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
امام شریک نخعی کا واقعہ	۲۱	۴۱۷
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضور ﷺ کی دعوت کا واقعہ	۲۱	۴۳۲
کعبہ کو تصاویر اور اصنام سے پاک کرنے کا واقعہ	۲۱	۴۳۴
حضرت علی بن حیلی کے مرید کا واقعہ	۲۱	۴۷۷
بدھ کے روز ناخن کاٹنے کا عجیب واقعہ	۲۲	۶۸۶
صحابہ کے چندہ اکٹھا کرنے کے واقعات	۲۳	۱۲۸
موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کا واقعہ	۲۳	۲۳۹
اصحاب الرقیم علیہ الرحمہ کا واقعہ	۲۳	۵۳۹
عمران بن حطان رقاشی علیہ الرحمہ کا واقعہ	۲۳	۶۹۲
ایک عجیب واقعہ	۲۴	۱۴۷
حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ	۲۴	۲۰۴
سورۃ فاتحہ پڑھانے پر معلم کی کثیر خدمت کا واقعہ	۲۴	۴۱۹
ہرنی کا قصہ	۲۴	۴۹۱
ایک غلط حکایت دربارہ مصنف علیہ الرحمۃ	۲۴	۴۹۷
ماں کے گستاخ کا واقعہ	۲۴	۴۰۵
واقعہ ہاروت ماروت کی حقیقت	۲۶	۳۹۷
منصور حلاج کا واقعہ	۲۶	۴۰۰
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دجال کو تلوار مارنے کا واقعہ جھوٹا ہے	۲۶	۴۲۹
جمع قرآن کا قصہ	۲۶	۵۴۰
ابوالحسن علیہ الرحمۃ کے مرید کا واقعہ	۲۶	۵۹۳
مصنف کی نوعمری کا دلچسپ واقعہ	۲۷	۲۳۷
جرجیر کے بارے میں ایک حکایت	۲۷	۲۱۹

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
امام زین العابدین اور امام زید کا واقعہ	۲۸	۸۲
ایک افترائی مضحکہ خیز حکایت	۲۹	۲۲۸
ایک بے اصل حکایت	۲۹	۳۲۹
تین شامی مجاہدین کا واقعہ	۲۹	۵۵۴
اولیاء کو ندا کرنے کے واقعات	۲۹	۵۵۶
احمد آباد میں قیام کا واقعہ	۲۹	۵۸۹
ایک تصنیف پر تقریظ کا واقعہ	۲۹	۵۹۰
سلطان اورنگزیب عالمگیر کے حکایت	۲۹	۵۱۷
سبع سنابل کی ایک حکایت پر اعتراض اور جواب	۳۰	۸۶
واقعہ ولادت رسول ﷺ بزبان والدہ رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۳۰	۲۳۵
ابوطالب اور راہب کا قصہ	۳۰	۲۵۶
ایک کنیز کا واقعہ	۳۰	۲۵۷
ایک انوکھا واقعہ	۳۰	۳۰۳
غزوہ حنین کا واقعہ	۳۰	۲۷۷

والدین:

والدین کے کپڑے	۲	۵۳
والدین کو حیات میں استخدام کا اختیار نہیں	۲	۵۰۸
والدین کے ساتھ نیک سلوک کا حکم	۱۰	۶۷۸
اطاعت والدین حج نفل سے اولیٰ ہے	۱۰	۶۸۶
مرتدین سے میل جول میں والدین کی اطاعت ناجائز ہے	۱۱	۴۳۴
والدین کی خدمت	۱۲	۳۳۲

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
والدین کی خدمت کرنے کے بارے میں احادیث	۱۸	۳۱۰
والدین کی اطاعت جائز باتوں میں ہے	۲۱	۱۵۷
والدین کے فرمان کی خلاف ورزی کب جائز	۲۱	۲۱۳
والدین کے نافرمان کی سزا	۲۴	۲۱۰
والدین کے حقوق	۲۴	۳۷۰
والدین پر اولاد کے حقوق	۲۴	۴۵۱
حضور کے والدین کفر سے منزہ ہیں	۲۸	۴۴۵
والدین اور سرکار کے احسان میں فرق	۲۸	۵۲۴
حضور کے والدین اور آباؤ کے ایمان کا بیان	۳۰	۲۶۷
حضور کے والدین زندہ ہوکر ایمان لائے	۳۰	۷۲۴

وتر:

باب الوتر	۷	۳۸۵تا۳۹۷

وجد:

وجد صادق کی شناخت وشرائط	۲۴	۹۴

وحدۃ الوجود:

وحدۃ الوجود کی صحیح تعبیر	۱۴	۶۱۷
وحدۃ الوجود کی تحقیق	۱۴	۶۴۱
مسئلہ وحدت میں تین فرقے	۱۴	۶۴۲
وحدۃ الوجود وغیرہ حق ہیں	۲۴	۱۵۸
وحدۃ الوجود کا معنی	۲۶	۶۰۳

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ

وراثت:

دیکھئے میراث

ورزش :

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
ورزش کے پسینہ کا حکم	۳	۳۰۶

ورد / اوراد / وظائف :

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
اوراد و وظائف	۲۶	۶۰۵ تا ۶۱۲
یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کا وظیفہ	۲۹	۵۴۸

وسیلہ :

دیکھئے توسل:

وصی / وصیت :

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
ماں باپ بچے کا مال کب لے سکتے ہیں	۲	۵۰۹
عادت ڈالنے کے لئے خدمت لینا جائز ہے	۲	۵۱۱
یتیم بچہ کے مال کے ساتھ مال ملاکر کھانے کا حکم	۲	۵۲۰
دوسرے کے بچے سے کام لینے کا حکم	۲	۵۲۱
استاذ کا نابالغ سے پانی بھرواکر استعمال کرنے کا طریقہ	۲	۵۲۷
ماں باپ اولاد سے کب خدمت لے سکتے ہیں	۲	۵۳۶
اپنے جنازے کے بارے میں سیدۃ النساء کی وصیت	۹	۳۰۷
مسجد کے لئے وصیت کا نفاذ	۹	۴۹۳
تہائی مال کی وصیت سے مسجد کا چراغ جلانا جائز ہے	۹	۵۰۴
وصیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۰	۱۷۹

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
وصیت بالمال کا حکم	۱۰	۵۳۳
روزہ کے فدیہ کی وصیت کب واجب ہے	۱۰	۵۴۶
مستامن کے لئے وصیت کی تحقیق	۱۴	۴۸۵
کافر ذمی کے لئے وصیت جائز حربی کے لئے ناجائز	۱۴	۴۳۷
وصیت ہدیہ ہے	۱۴	۴۶۳
وقف کی وصیت بعد موت نافذ ہوگی	۱۶	۲۳۰
مرض الموت کے تصرفات غیر نافذ	۱۷	۹۳
وارث کے لئے وصیت نہیں	۱۸	۱۶۵
وصیت کا ایک سوال	۱۹	۱۰۶
وصیت کے مسائل	۱۹	۱۰۸
وصیت کا ثلث ترکہ کے برابر یا کم وبیش ہوتو حکم	۱۹	۱۰۸
نفاذ کی تفصیل	۱۹	۲۴۱
حضرت ابو عثمان کی وصیت	۲۱	۵۴۱
کتاب الوصایا	۲۵	۳۰۵تا۶۵۷
مشترکہ جائیداد میں صرف ایک وارث کی وصیت کا حکم	۲۶	۱۳۷
وصیت ایک تہائی میں ہوتی ہے	۲۶	۲۷۲
مجوب کیلئے وصیت بالاجماع جائز	۲۶	۲۷۳
اضرار وصیت کے چند طریقے	۲۷	۴۶
شیخ احمد کی وصیت کے اشتہار کا حکم	۲۹	۶۱۸

وضو:

باب الوضو	۱	۲۳۹تا۱۰۶۹

marfat.com

Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
وضو میں ہر عضو جدا ہے	۲	۴۶
وضو کے پانی کے گناہ اولیاء دیکھتے ہیں	۲	۶۳
بالعذر ناکمل وضو پر بھی ثواب ہے	۲	۷۴
بالقصد آدھے وضو پر ثواب نہیں	۲	۷۴
بسم اللہ سے وضو کی سات حدیثیں	۲	۹۳
وضو کی بچی تری سے مسح جائز	۲	۱۰۳
برف جمے پانی سے وضو کا حکم	۲	۱۹۰
وضو نہر سے افضل یا حوض سے	۲	۳۰۸
وضو بھی کرلے اور پانی قابل وضو بھی رہے	۲	۳۸۹
دھوپ سے گرم پانی سے وضو کا حکم	۲	۴۶۶
چوری کے پانی سے وضو کا حکم	۲	۴۷۸
پینے کی سبیل سے وضو	۲	۴۸۱
صرف نبیذ تمر ہوتو وضو کا حکم	۲	۵۷۶
مسواک دھوئے پانی سے وضو کا حکم	۲	۵۹۴
ہندو کے بھرے پانی سے وضو کا حکم	۳	۲۵۵
وضو کے بارے میں مستقل فتاویٰ	۳	۵۰۳
وضو میں جس عضو کا دھونا مضر اس پر مسح کرلے	۳	۵۱۲
دھونا اور مسح جمع ہوسکتے ہیں	۳	۵۱۳
چھٹے اعضا کے دھونے کی تفصیل	۳	۵۱۶
وضومیں مسح سر کا بہترین طریقہ	۳	۷۳۰
ایضاً دوسرا طریقہ	۳	۷۳۲
وضو میں ناخن بھر جگہ خشک رہنے کا حکم	۴	۱۹۱

marfat.com
Marfat.com

عنوانِ مسئلہ	جلد	صفحہ
وضو میں مسح کی جگہ سر دھونے کا حکم	۴	۲۳۷
سفر میں وضو کی حاجت کا مسئلہ	۴	۳۰۹
اخبار یا کتاب میں آیت قرآن کو بے وضو چھونا	۴	۳۶۶
وضو کی دعاؤں کی تحقیق	۵	۵۶۸
قبل معراج نماز میں وضو تھا	۵	۸۵
امام یا مقتدی کا وضو جاتا رہا تو باہر کیسے آئے	۷	۱۹۷
مسجد میں جواز وضو کی ایک صورت	۸	۵۰۲
وضو نذر سے لازم نہیں ہوتا	۱۳	۲۵۷
وضو مسجد میں معتکف کو بشرط جائز ہے	۱۶	۲۸۴
وضو کے لئے پانی اور مٹی نہ ملے تو کیا کرے	۱۸	۵۵۶
وضو کے دوران سلام کا جواب	۲۲	۵۶۹
گلی کی مرغی کے جھوٹے سے وضو کا حکم	۲۳	۱۱۷
سودی روپیہ سے بنے تالاب سے وضو کا حکم	۲۳	۵۴۲
بے وضو دینی کتابوں کو ہاتھ لگانے کا حکم	۲۳	۳۳۷
آگ پر پکی چیز سے وضو نہیں ٹوٹتا	۲۳	۶۴۱
نابالغ کے پانی سے بالغ کے وضو کا حکم	۲۵	۴۸۸

وظائف :

دیکھئے ورد

وعدہ :

دیکھئے عہد

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ

وعظ / واعظ :

واعظ کیسا ہو	۱۳	۱۹۹
وعظ کو طلب دنیا بنانے کی وعید	۱۹	۴۳۴
وعظ پر اجرت	۱۹	۴۳۶،۴۳۵
واعظ کوبطور صلہ کچھ دینے کا حکم	۱۹	۵۲۹
واعظ کی شرائط	۲۹	۷۰

وقف :

ایک مسجد کی اشیاء دوسری مسجد میں دینے کے لئے شرط	۱	۱۶۶
وقف کے پانی کاحکم	۲	۴۸۳
پانی کے وقف کا حکم	۲	۴۸۴
قرآن کریم اور کتابوں کے وقف کاحکم	۲	۴۸۵
جائداد غیر منقولہ کے توابع کاوقف	۲	۴۸۶
وقف کسی کی ملک نہیں	۲	۴۸۸
سبیل کاوقف اوراحکام	۲	۴۸۹
مسجد کی وقف شدہ جائے نمازوں پر نمازکاحکم	۶	۵۷۲
میں نے اس زمین کو وقف کیا وقف میں کافی ہے	۸	۷۰
وقفی قبرستان میں مکان بنانا	۹	۴۰۸
مسجد ومدرسہ کوقبرستان نہیں بناسکتے	۹	۴۵۷
وقف میں شہرت کافی ہے	۹	۴۶۴
وقف کاوقف نہیں	۹	۴۶۵
وقفی زمین میں دوسری عمارت	۹	۴۶۷

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
قادیانی کا وقف صحیح ہے	۹	۵۱۲
وقف تام ہونے کے بعد لازم ہوجاتا ہے	۱۰	۱۸۱
وقف میں میراث نہیں	۱۰	۱۸۲
زکوٰۃ سے کتب نہیں لے سکتے	۱۰	۲۵۵
زکوٰۃ سے زمین خرید کر وقف کرنا	۱۰	۳۲۷
اشیائے منقولہ کا وقف	۱۲	۲۲۸
وقف کا مکمل بیان مع مصارف وقف	۱۶	۱۱۳تا۲۵۳
وقف صحیح کی تنسیخ کے احکام و شرائط	۱۸	۵۳۵
کون سی چیز اصل وقف میں اور کون سی شرط میں داخل	۱۸	۱۱۸
وقف کا سامان مصرف کے خلاف استعمال کرنا حرام ہے	۱۹	۶۸۹
مدرسہ کیلئے وقف عمارت کا کرایہ تعلیم میں صرف کرنا صحیح ہے	۲۰	۴۹۶
چرم قربانی سے کتب خرید کر وقف کرنے کا سوال	۲۰	۵۰۳
تبدیلی وقف کب جائز اور کب ناجائز	۲۱	۲۱۲
وقف کو سابقہ حالت پر باقی رکھنا واجب	۲۱	۲۱۲
بیع فاسد سے خریدے ہوئے گھر کے وقف کا حکم	۲۳	۵۴۲
مورث کی ذاتی نشست گاہ کے وقف کا مسئلہ	۲۶	۲۹۰
وقف کے بارے درمختار اور ہدایہ کی عبارت کا مطلب	۲۹	۶۶

وکیل / وکالت :

گھوڑا خریدنے کی وکالت کا مسئلہ	۲	۵۰۷
مباحات میں توکیل باطل ہے تفصیل	۲	۵۲۱
پانی لینے کو وکیل کیا اس نے پانی رنگت ملا خریدا تو حکم	۳	۱۸۳

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
وکیل اپنے مستحق نابالغ بچوں کو زکوۃ دے سکتا ہے	۱۰	۱۵۸
وکیل بالنکاح کے لئے شرط	۱۱	۱۴۳
شرط کے ساتھ وکیل کا وکیل نکاح میں جائز مگر طلاق وعتاق میں نہیں	۱۱	۱۴۹
نکاح کے وکیل کی حیثیت	۱۱	۱۵۰
توکیل کیا ہے	۱۱	۱۶۳
وکیل غیر مسلم بھی ہو سکتا ہے	۱۱	۱۷۲
توکیل صرف ایجاب سے تام قبول ضروری نہیں	۱۱	۲۱۰
مرتد کو وکیل بنانا جائز ہے	۱۱	۲۱۸
وکیل بالنکاح مجاز توکیل نہیں	۱۱	۲۴۳
صدرانجمن وکیل مجاز ہے	۱۲	۲۵۴
وکیل بالطلاق کا حکم	۱۲	۵۶۶
وکالت شرط فاسدہ سے فاسد نہیں ہوتا	۱۶	۱۰۹
وکیل کو موافق معمول کا اختیار ہے	۱۶	۱۱۰
سودی ڈگریاں دلوانے کیلئے وکالت کا پیشہ فسق	۱۶	۵۶۲
وکالت کی تعلیق کے بعد تفریق کا حکم	۱۸	۱۸۹
کتاب الوکالۃ	۱۹	۹۳تا۹۵
وکیل بالشراء شفیع بھی ہوسکتا ہے	۲۰	۱۱۳
ضمان میں مؤکل کا تصرف جائز	۲۳	۵۵۴

ولی / ولایت/ اولیاء/ ولاء:

شوہر عورت کا ولی نہیں ہے	۹	۹۵
ولی جنازہ پڑھ چکا تو حکم	۹	۱۷۰

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
ولی کو جنازہ کے اعادہ کا اختیار کب نہیں ہے	۹	۲۷۳
بالغہ پر ولایت اجبار نہیں	۱۱	۱۱۰
وکیل کے وکیل کے مسائل	۱۱	۱۳۳
بے رضائے ولی بالغہ شوہر کے سامنے نکاح کرے تو حکم	۱۱	۲۱۴
اولیاء نکاح کی شرعی ترتیب	۱۱	۲۳۶
عورت اگر ولی نہ رکھے تو حکم	۱۱	۲۹۶
باب الولی	۱۱	۵۲۱تا۶۸۶
نئے مسلمان کی ولاء کس کے لئے	۱۱	۷۲۰
ولایت کے مسائل	۱۲	۱۱۵
بعد ولایت نکاح خواں کو ہے	۱۲	۱۱۵
نابالغہ وبالغہ کا نکاح بذریعہ ولی	۱۲	۳۹۰
بالغ کو نکاح کے لئے ولی کی ضرورت نہیں	۱۲	۳۹۹
باپ دادا کے بعد جوان بھائی ولی ہے	۱۳	۳۲۴
ولایت سرکار کا بیان	۱۷	۲۱۳(ح)
دنیاوی ولایت کی مجتہدانہ تحقیق	۱۸	۵۱۱
نابالغوں کی ولایت کی تفصیل	۱۸	۴۷۴
ولایت کی اقسام	۱۸	۵۲۰
مال کے معاملہ میں ماں لڑکے کی ولی نہیں	۱۹	۱۸۷
نابالغ کی جائداد ہر ولی کے قبضہ کا حکم	۱۹	۱۹۴
عصبہ نہ ہو تو ولایت کیسے ہوگی	۱۹	۶۲۳
ولایت نکاح کسے ہے	۱۹	۶۲۳
مال کی ولایت کے سات آدمی	۱۹	۶۳۵

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
مال یتیم میں تصرف کے مجاز ولی کی تین اقسام	۲۵	۴۷۵
نابالغوں کا حصہ فروخت کرنے کا ماں کو اختیار نہیں	۲۵	۳۷۵
ایک صورت میں بچوں کی ولایت کے حق کا سوال	۲۶	۱۴۳
ماں مال کی ولی نہیں ہوسکتی	۲۶	۳۶۸
نابالغہ کے بالغ بھائی کی موجودگی میں ولایت ماں کو نہیں	۲۶	۴۷۰

ولیمہ:

ولیمہ کی تعریف	۱۱	۱۵۵
برائے شہرت ولیمہ کرے تو حکم	۱۱	۱۵۶
ولیمہ سنن مستحبہ سے ہے	۱۱	۴۷۸

﴿ ھ ﴾

ھبہ :

بچوں کا نام لے کر مقصود ماں باپ کو دینا ہوتو حکم	۲	۵۱۴
اگر صرف بچوں کو ہی دی تو حکم	۲	۵۱۷
پانی ہبہ کے بغیر محض قدرت سے مباح ہوجاتا ہے	۳	۴۶۴
دی ہوئی چیز پھیر لینا گناہ ہے	۳	۵۰۲
مشترکہ چندلوگوں کوپانی ہبہ کرنے کامسئلہ	۴	۴۰،۳۹
کلام واقعی اور کلام طنز فرق پر دیکھ کر حکم لگے گا	۴	۱۱۹
کلام میں قرینہ کا لحاظ ضروری ہے	۲	۷۱۹
قبرستان وقف ہبہ بیع سے مستثنی ہے	۹	۴۸۱
ہبہ اور صدقہ شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتے	۱۰	۱۰۸

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
نابالغ لڑکیوں کو ہبہ شدہ زیورات کی زکوٰۃ کسی پر نہیں	۱۰	۱۴۵
دی ہوئی خیرات فقیر سے واپس نہیں لے سکتا	۱۰	۱۸۱
زن وشو کا باہم ہبہ	۱۲	۱۵۹
نابالغ کو ہبہ	۱۲	۱۹۸
ہلاک موہوب کا حکم	۱۲	۲۰۴
مانع رجوع ہبہ	۱۲	۲۰۵تا۲۰۸
والدین کا جہیز عرفاً ہبہ ہے	۱۲	۲۲۲
ہبہ مشاع کا حکم	۱۲	۲۲۵
ہبہ تا مکین حیات ہبہ کاملہ ہے	۱۲	۲۳۵
مانع رجوع ہبہ	۱۲	۲۴۷
دو شخص اور ایک گھر ہبہ کریں	۱۲	۲۵۵
ہبہ میں تعلیق باطل	۱۳	۲۰۲
لڑکی ہبہ کرنے کا حکم	۱۳	۴۱۲
کافر کے ہدیہ کا حکم	۱۴	۴۲۱
مستامن کے لئے ہبہ ووصیت کی تحقیق	۱۴	۴۸۵
ہبہ بلاقبضہ باطل ہے	۱۶	۱۰۵
ہبہ کب باطل ہوگا	۱۶	۲۴۶
کافر کی ہبہ کردہ زمین کا حکم	۱۶	۵۲۰
ہبہ بالعوض بیع ہے	۱۹	۱۲۶
ہبہ کا رجوع کے حق کا حکم	۱۷	۱۰۶
معدوم کا ہبہ باطل	۱۷	۱۲۳
ہبہ کی ایک ناممکن صورت	۱۷	۳۷۲

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
ہبہ بالعوض بیع کی طرح ہے	۱۸	۱۱۰
ہبہ کی آمدن کا حکم	۱۸	۲۰۶
ہبہ بالعوض بیع ہے	۱۸	۲۳۳
ہبہ بے قبضہ تام نہیں	۱۸	۲۸۵
مرض الموت کے ہبہ کا حکم	۱۸	۳۱۶
ہبہ کا تصفیہ کا سوال	۱۸	۳۹۰
ہبہ صرف زبان سے مکمل نہیں	۱۸	۶۲۴
قابل تقسیم کا ہبہ بلاتقسیم صحیح نہیں	۱۸	۶۲۵
ہبہ مشاع باطل ہے	۱۹	۱۱۳
کتاب الہبۃ	۱۹	۱۷۹تا۳۹۶
ہبہ بالعوض کا حکم	۲۰	۹۹
مجرد ہبہ میں شفعہ نہیں	۲۰	۹۹
مرض الموت میں ہبہ کے احکام	۲۵	۴۵۳
ہبہ مشروط نافذ ہے	۲۵	۵۴۷
ہبہ کب تام اور کب باطل ہوتا ہے	۲۶	۹۴
مرض الموت کے ہبہ کی ایک صورت اور حکم	۲۶	۳۶۴
قبضہ سے پہلے ہبہ باطل ہونے کی صورت	۲۶	۳۶۹

ہدیہ / ہدایا:

سرکار نے بادشاہوں کے ہدیے قبول فرمائے	۲۱	۶۲۴
اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے تحفہ	۲۱	۶۲۴
ہدیہ کفار کے احکام	۲۱	۶۲۵

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
کفار کا ہدیہ گوشت حرام ہے	۲۱	۶۲۷
ہدیہ قبول کرنا اور عوض دینا سنت	۲۳	۶۰۸
ہدایا اور تحائف کا لین دین	۲۳	۳۶۵

ہلال:

باب رؤیۃ ہلال	۱۰	۳۵۲تا۴۷۸
ہلال کا اثبات اور اس کے سات شرعی طریقے	۱۰	۴۰۵
ہلال کے اثبات کے سات غلط طریقے	۱۰	۴۲۴
ہلال کی رؤیت کا احکام	۱۰	۴۴۹
رمضان ہلال میں مستوری شہادت کب مقبول	۱۰	۵۷۴
ہلال کے بارے میں اہل ہیئت کے قواعد کا حکم	۱۰	۵۷۵
ہلال کے بارے تارک گواہی نامعتبر	۱۰	۶۰۸
شمس وقمر کے مطلع بدلنے کی مدت	۲۰	۳۵۸

ہمزاد:

دیکھئے جن

ہندو:

ہندو کے نہانے والے پانی کا حکم	۲	۳۱۳
ہنود کے جھوٹے کا حکم	۲	۳۱۹
ہندوؤں وغیرہ کے پانی کا حکم	۲	۴۷۴
مشرکین کے برتن دھوکر استعمال کریں	۲	۴۷۵
ہندو کے بھرے پانی سے وضو وغسل کا حکم	۳	۲۵۵
ہندو بے نہائے کنویں میں گھسے تو حکم	۳	۲۶۹

marfat.com

Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
ہندومردوعورت بھی کنویں سے پانی بھریں تو حکم	۳	۲۸۱
ڈول نکالنے والا ہندوہوتوحکم	۳	۲۸۴
ہندوکی اشیائے خشک وترکاحکم شرعی	۴	۵۶۵
مسلمان مردوعورت ہندوسے نکاح	۱۱	۵۱۰
ہندوسے نکاح کاحکم	۱۲	۲۶۴
ہندوؤں کے شبہات کاازالہ گاؤکشی کے مسئلہ میں	۱۴	۵۴۵تا۷۱۰
ہندوکے حکم سے بنی مسجد کا حکم	۱۶	۳۶۴
ہندوکامعنی غلام ہے	۲۲	۶۴۴
ہندوؤں کی بنی ہوئی مٹھائی کاحکم	۲۳	۱۱۵
ہندوبت پرست مشرک ہیں	۲۴	۱۶۰
ہنود سے رہن دخلی لینے کی تفصیل	۲۵	۲۵۴
ہندو کے مال کے مباح ہونے کی شرائط	۲۹	۹۴
بدشگونی مین ہندوانہ طریقہ	۲۹	۶۴۱

ہنڈی :

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
ہنڈی میں تو غیر مسلم سے بھی احتیاط ہے	۱۷	۳۵۶
ہنڈی کے عدم جواز کاسبب	۱۷	۶۰۳
ہنڈی کی تعریف	۱۷	۷۱۲
ہنڈی کے جواز کی صورت	۱۷	۷۱۲
ہنڈی اہل حرب سے جائز	۱۷	۷۱۵

ہیجڑہ:

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
ہیجڑہ کاجنازہ	۹	۱۷۴

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ

ھیئت:

عرض تسعین میں روزے کا حکم	۱۱	۲۲۱
مطلع شمس وقمر کے بدلنے کی مدت	۲۰	۳۸۵
علم ہیئت کا ایک سوال اور جواب	۲۹	۳۳۲
علم ہیئت کی رو سے سورج اور چاند کی روشنی میں فرق	۳۰	۲۶۳
سہا کسے کہتے ہیں	۳۰	۷۵۵

﴿ی﴾

یارسول اللہ کہنا:

یارسول اللہ ﷺ کہنے کے دلائل	۲۳	۶۸۰
یارسول اللہ ﷺ کہنے کے دلائل	۲۹	۲۰۴
یارسول اللہ ﷺ کہنے کے دلائل	۲۹	۵۴۹تا۵۶۸
التحیات کے بعد ندا کے یارسول اللہ ﷺ کا اثبات	۲۹	۵۶۶
اولیاء کو ندا کرنے کا طریقہ متوارثہ	۲۹	۵۵۶
صحابی کا یارسول اللہ ﷺ کہنا	۳۰	۴۵۴تا۴۵۷
ندائے یارسول اللہ ﷺ کی تعلیم حضور نے دی	۳۰	۴۹۶

یتیم:

یتیم کے مال میں احتیاط	۲	۵۲۰
یتیم خانہ کے مکان کے مقدمہ میں زکوٰۃ کا خرچ کرنا	۱۰	۲۶۲
یتیم بچوں کے لئے بیٹھنے والی بیوہ کی توصیف	۱۲	۳۰۶

marfat.com
Marfat.com

عنوان مسئلہ	جلد	صفحہ
یتیم کے مال پر قبضہ کرنے والا فاسق ہے	۲۴	۳۴۰

یزید:

یزید پر لعنت	۱۰	۱۹۳
یزید فاسق ہے	۱۴	۵۹۱تا۵۹۲
یزید کو پلید کہنا جائز ہے	۱۴	۶۰۳
یزید کے اخروی احکام	۱۴	۶۸۲
یزید کی تکفیر میں سکوت	۱۵	۲۳۶
یزید کا فسق متواتراً ثابت	۱۵	۲۳۶
یزید کی مغفرت کے بارے میں ایک غلط روایت	۲۸	۵۲

یمین :

دیکھئے قسم :

یہود

دیکھئے نصاریٰ کے ساتھ :

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

marfat.com
Marfat.com